بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

تبیان القرآن

ششم

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہو اللہ جل جلالہ — الذی لا الہ جل جلالہ

الا ہو جل جلالہ — الرحمن جل جلالہ — الرحیم جل جلالہ — الملک جل جلالہ

القدوس جل جلالہ — السلام جل جلالہ — المؤمن جل جلالہ — المہیمن جل جلالہ — العزیز جل جلالہ

الجبار جل جلالہ — المتکبر جل جلالہ — الخالق جل جلالہ — الباری جل جلالہ

المصور جل جلالہ — الغفار جل جلالہ — القہار جل جلالہ — الوہاب جل جلالہ — الرزاق جل جلالہ

الفتاح جل جلالہ — العلیم جل جلالہ — القابض جل جلالہ — الباسط جل جلالہ

الخافض جل جلالہ — الرافع جل جلالہ — المعز جل جلالہ — الحکم جل جلالہ — البصیر جل جلالہ

السمیع جل جلالہ — المذل جل جلالہ — العدل جل جلالہ — اللطیف جل جلالہ

الخبیر جل جلالہ — الحلیم جل جلالہ — العظیم جل جلالہ — الغفور جل جلالہ — الشکور جل جلالہ

العلی جل جلالہ — الکبیر جل جلالہ — الحفیظ جل جلالہ — المقیت جل جلالہ

الحسیب جل جلالہ — الجلیل جل جلالہ — الکریم جل جلالہ — الرقیب جل جلالہ — المجیب جل جلالہ

الواسع جل جلالہ — الحکیم جل جلالہ — الودود جل جلالہ — المجید جل جلالہ

الباعث جل جلالہ — الشہید جل جلالہ — الحق جل جلالہ — الوکیل جل جلالہ — القوی جل جلالہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

المتین جل جلالہ — الولی جل جلالہ — الحمید جل جلالہ — المحیی جل جلالہ — الممیت جل جلالہ

الحیی جل جلالہ — القیوم جل جلالہ — الواجد جل جلالہ — الماجد جل جلالہ

الواحد جل جلالہ — الاحد جل جلالہ — الصمد جل جلالہ — القادر جل جلالہ — المقتدر جل جلالہ

المقدم جل جلالہ — المؤخر جل جلالہ — الاول جل جلالہ — الآخر جل جلالہ

الظاهر جل جلالہ — الباطن جل جلالہ — الوالی جل جلالہ — المتعالی جل جلالہ

البر جل جلالہ — التواب جل جلالہ

الله
جل جلالہ

المنتقم جل جلالہ — العفو جل جلالہ

الرؤف جل جلالہ — مالک الملک جل جلالہ

ذوالجلال والاکرام جل جلالہ — المقسط جل جلالہ — الجامع جل جلالہ — الغنی جل جلالہ

المغنی جل جلالہ — المانع جل جلالہ — الضار جل جلالہ — النافع جل جلالہ

النور جل جلالہ — الهادی جل جلالہ — البدیع جل جلالہ — الباقی جل جلالہ — الوارث جل جلالہ

الرشید جل جلالہ — الصبور جل جلالہ — رب العالمین جل جلالہ — مالک یوم الدین جل جلالہ

القادر جل جلالہ — الوحید جل جلالہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد اوّل

المقدمہ ○ الفاتحہ ○ البقرہ

علّامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بُک سٹال ۳۸-اُردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ISBN 969-563-010-3

فرید بک سٹال ۳۸۔اردو بازار لاہور

تصحیح : مولانا حافظ محمد اکرم ساجد
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الثالث : ربیع اوّل 1420ھ / جون 1999ء
الطبع الثالث عشر: جمادی الاول 1434ھ / اپریل 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

سرنامہ

بہ حضور سرورِ کائنات

علیہ افضلُ الصلوٰت وَاکمل التّحیات

Marfat.com

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیّت واضح کر اور

مجھے اِس کی اتّباع عطا فرما!

اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر اور

مجھے اِس سے اجتناب عطا فرما!

آمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	حدیث دل	۳۷
۲	مقدمہ تفسیر	۴۱
۳	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۳
۴	ضرورت وحی اور ثبوت وحی	۴۵
۵	وحی کی اقسام	۴۶
۶	قرآن مجید کی تعریف اور قرآن مجید کے اسماء	۴۸
۷	قرآن کریم کے فضائل اور اجر و ثواب	۵۰
۸	قرآن مجید کو پڑھنے اور سننے کے احکام' آداب اور بعض ضروری مسائل	۵۳
۹	تفسیر کی کتابوں کو بے وضو ہاتھ لگانے کی تحقیق	۵۸
۱۰	قرآن مجید کا اعجاز	۵۹
۱۱	عدیم النظیر ہونے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۰
۱۲	فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۰
۱۳	کمی اور زیادتی نہ ہو سکنے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۱
۱۴	پیش گوئیوں کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۲
۱۵	حقائق کائنات کی خبر دینے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۳
۱۶	نسخ کی تحقیق	۶۹
۱۷	نسخ کا لغوی معنی	۶۹
۱۸	نسخ کا شرعی معنی	۶۹
۱۹	نسخ میں مذاہب	۷۰
۲۰	نسخ کے متعلق پرویز صاحب کے نظریہ کا علمی جائزہ	۷۱
۲۱	نسخ کے وقوع پر قرآن مجید سے استدلال	۷۴
۲۲	ثبوت نسخ کے ذرائع	۷۴
۲۳	مصنف کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کی آیات منسوخہ کا بیان	۷۴
۲۴	احکام شرعیہ کو منسوخ کرنے کی حکمتیں	۷۹
۲۵	''نسخ القرآن بالسنة'' کے قائلین اور ان کے دلائل	۸۰
۲۶	''نسخ القرآن بالسنة'' کے مانعین اور ان کے دلائل کا تجزیہ	۸۰
۲۷	''نسخ القرآن بالسنة'' میں سنت کا محمل	۸۲
۲۸	''نسخ القرآن بالسنة'' میں نسخ کا محمل	۸۲
۲۹	''نسخ القرآن بالسنة'' کی مثالیں	۸۲
۳۰	''نسخ السنة بالقرآن'' کا بیان	۸۴
۳۱	''نسخ السنة بالسنة'' کا بیان	۸۵
۳۲	اسباب نزول کا بیان	۸۶
۳۳	اسباب نزول کے فوائد	۸۷
۳۴	عام سبب اور آیت کے عام الفاظ	۸۸
۳۵	خاص سبب اور آیت کے خاص الفاظ	۸۸
۳۶	خاص سبب اور آیت کے عام الفاظ	۸۹

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۷	ایک آیت کے متعدد اسباب اور ایک سبب کی متعدد آیات	۹۱
۳۸	مکمل قرآن یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	۹۱
۳۹	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان	۹۳
۴۰	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان	۹۵
۴۱	مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت	۹۶
۴۲	عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۹۶
۴۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۹۹
۴۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۱۰۲
۴۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اوراق قرآن جلانے کا محمل اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کے متعلق فقہاء کے نظریات	۱۰۳
۴۶	قرآن مجید کے غیر محرف ہونے کے متعلق علماء شیعہ کی تصریحات	۱۰۴
۴۷	جمع قرآن کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ	۱۰۵
۴۸	سات حرفوں پر قرآن مجید کے نزول کی تحقیق	۱۰۶
۴۹	قرآن مجید کی سورتوں' آیتوں اور حرفوں کی تعداد کا بیان	۱۰۸
۵۰	قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	۱۰۹
۵۱	قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی تاریخ اور تحقیق	۱۱۲
۵۲	قرآن مجید پر رموز اوقات لگانے کی تاریخ اور تحقیق	۱۱۴
۵۳	مضامین قرآن کا خاکہ ایک نظر میں	۱۱۸

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۵۴	تفسیر اور تاویل کا لغوی معنی	۱۱۸
۵۵	تفسیر کی اصطلاحی تعریف	۱۱۹
۵۶	تفسیر اور تاویل کا فرق	۱۲۰
۵۷	تفسیر قرآن کی فضیلت پر عقلی دلائل	۱۲۱
۵۸	تفسیر قرآن کی فضیلت کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۱
۵۹	قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر اعتراضات کے جوابات	۱۲۲
۶۰	قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی مشروعیت اور جواز پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل	۱۲۳
۶۱	طبقات مفسرین کا بیان	۱۲۴
۶۲	قرآن مجید کی تفسیر کے اصل مآخذ	۱۲۸
۶۳	قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری علوم	۱۲۹
	سورۂ فاتحہ	۱۳۱
۱	الحمد لله رب العلمين. (الفاتحہ: ۷-۱)	۱۳۳
۲	سورہ فاتحہ کے اسماء	۱۳۳
۳	سورہ فاتحہ کے فضائل	۱۳۶
۴	سورہ فاتحہ کا مقام نزول	۱۳۹
۵	سورہ فاتحہ کی آیات کی تعداد	۱۴۰
۶	سورہ فاتحہ کے مضامین	۱۴۱
۷	اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم	۱۴۲
۸	''اعوذ باللہ'' کے مفردات کے معانی	۱۴۲
۹	''اعوذ باللہ'' کے صرف اور اعراب کا بیان	۱۴۳
۱۰	نماز اور غیر نماز میں ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے متعلق احادیث	۱۴۳
۱۱	نماز میں ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	۱۴۴
۱۲	نماز میں ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۱۴۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳	نماز میں "اعوذ باللہ" پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب	۱۴۴
۱۴	نماز میں "اعوذ باللہ" پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۱۴۵
۱۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۱۴۶
۱۶	بائے بسم اللہ کا معنی	۱۴۶
۱۷	فعل کو بسم اللہ کے بعد مقدر کرنے کی وجوہ	۱۴۷
۱۸	بسم اللہ میں اسم کا الف حذف کرنے کی وجہ	۱۴۷
۱۹	لفظ اللہ کا معنی اور اس کے وصف یا علم ہونے کی تحقیق	۱۴۸
۲۰	رحمٰن اور رحیم کا معنی	۱۴۹
۲۱	رحمٰن کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجوہ	۱۵۰
۲۲	بسم اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رمز اور اشارہ	۱۵۰
۲۳	"بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے متعلق فقہی مباحث	۱۵۱
۲۴	"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے آیت قرآن ہونے کی تحقیق	۱۵۱
۲۵	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۲
۲۶	اوائل سور میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ان سورتوں کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۳
۲۷	نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ	۱۵۴
۲۸	نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۵
۲۹	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے احکام شرعیہ اور مسائل	۱۵۶
۳۰	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء لکھنے اور پڑھنے کے آداب	۱۵۷
۳۱	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فوائد اور حکمتیں	۱۵۷
۳۲	حمد کے لغوی اور اصطلاحی معانی	۱۶۰
۳۳	تمام تعریفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے استحقاق پر دلیل	۱۶۱
۳۴	مخلوق کا شکر ادا کرنے سے پہلے خالق کا شکر ادا کیا جائے	۱۶۱
۳۵	اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد وثناء سے مخلوق کا عاجز ہونا	۱۶۲
۳۶	اللہ کی حمد کرنے کے احوال اور اوقات	۱۶۲
۳۷	اللہ کی حمد کی فضیلت اور اجر وثواب	۱۶۴
۳۸	خود اپنی حمد وثناء کرنے کی شرعی نوعیت	۱۶۵
۳۹	کسی دوسرے شخص کے سامنے اس کی حمد وثنا کرنے کی شرعی نوعیت	۱۶۷
۴۰	منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل	۱۶۸
۴۱	رب کا لغوی اور شرعی معنی	۱۶۹
۴۲	العلمین کا لغوی اور عرفی معنی	۱۷۰
۴۳	العلمین کے متعلق اقوال میں مصنف کا مختار	۱۷۱
۴۴	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور وفکر	۱۷۱
۴۵	کمال ذات، گزشتہ احسان، رجا اور خوف سے حمد وثناء کا تقاضا	۱۷۱
۴۶	بعض مفسرین کی فروگزاشت	۱۷۲
۴۷	مالک اور مَلِک کی دو قراءتیں	۱۷۲
۴۸	یوم کا عرفی اور شرعی معنی	۱۷۳
۴۹	یوم قیامت کی مقدار	۱۷۳
۵۰	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	۱۷۵
۵۱	وقوع قیامت پر شرعی دلائل	۱۷۵
۵۲	دنیا میں راحت اور مصیبت کا آنا، مکمل جزاء اور سزا نہیں ہے	۱۷۶
۵۳	دین کا لغوی معنی	۱۷۶
۵۴	دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات	۱۷۶

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۵۵	''اللہ رب، رحمٰن، رحیم'' اور ''مالک یوم الدین'' میں وجہ ارتباط	۱۷۷
۵۶	عبادت کا لغوی معنی	۱۷۸
۵۷	عبادت کا اصطلاحی معنی	۱۷۹
۵۸	قرآن مجید میں عبد کے اطلاقات	۱۷۹
۵۹	اپنے غلام کو ''میرا عبد'' کہنے کی کراہت اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کی تحقیق	۱۸۰
۶۰	عبادت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	۱۸۱
۶۱	''ایاک نعبد'' میں حرف خطاب کو مقدم کرنے کے اسرار اور نکات	۱۸۲
۶۲	''ایاک نعبد'' میں جمع کا صیغہ لانے کے اسرار اور نکات	۱۸۳
۶۳	غیوبت سے خطاب کی طرف التفات کے اسرار اور نکات	۱۸۳
۶۴	استعانت کا معنی	۱۸۴
۶۵	''ایاک نستعین'' کی تفسیر	۱۸۴
۶۶	عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجوہ	۱۸۴
۶۷	اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق	۱۸۵
۶۸	اولیاء اللہ سے استعانت کا صحیح طریقہ	۱۸۷
۶۹	وسیلہ کا لغوی معنی	۱۸۷
۷۰	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء کرام کی عبارات	۱۸۸
۷۱	حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا	۱۸۹
۷۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا	۱۹۱
۷۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا	۱۹۲
۷۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۱۹۳
۷۵	حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۱۹۴
۷۶	شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید توثیق اور تصحیح	۱۹۵
۷۷	طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب	۱۹۵
۷۸	توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	۱۹۶
۷۹	توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ	۱۹۸
۸۰	توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ	۱۹۹
۸۱	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ	۲۰۰
۸۲	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ	۲۰۱
۸۳	انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہِ راست استمداد کے متعلق احادیث	۲۰۱
۸۴	رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۰۲
۸۵	امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج	۲۰۳
۸۶	ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف	۲۰۴
۸۷	ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف	۲۰۷
۸۸	ہدایت کا لغوی معنی اور اس کی اقسام	۲۰۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	ہدایت کی اقسام کی مزید تفصیل	۲۱۰
۹۰	اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا فرق	۲۱۰
۹۱	صراط مستقیم کا لغوی اور شرعی معنی	۲۱۱
۹۲	کیا نمازی کا صراط مستقیم کی دعا کرنا تحصیل حاصل ہے؟	۲۱۱
۹۳	جمع کے صیغہ سے دعا کرنے کی وجہ اور ربط آیات	۲۱۲
۹۴	انعام یافتہ لوگوں کا بیان	۲۱۳
۹۵	انعام یافتہ لوگوں کے راستوں کا بیان	۲۱۳
۹۶	''مغضوب'' کا معنی	۲۱۴
۹۷	''المغضوب علیھم'' کی ماثور تفسیر	۲۱۴
۹۸	''مغضوب'' کا معنی بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش	۲۱۴
۹۹	''ضالین'' کے معانی	۲۱۵
۱۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ''ضالین'' کی منقول تفسیر	۲۱۷
۱۰۱	جن لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا' آیا وہ شریعت کے مکلف ہیں یا نہیں؟	۲۱۷
۱۰۲	آمین کا معنی	۲۱۷
۱۰۳	نماز میں آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ	۲۱۸
۱۰۴	آمین کہنے کی فضیلت میں احادیث	۲۱۹
۱۰۵	آمین بالجہر کے متعلق احادیث	۲۱۹
۱۰۶	آمین بالسر کے متعلق احادیث	۲۲۰
۱۰۷	آمین قرآن مجید کا جز نہیں ہے	۲۲۱
۱۰۸	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۲۱
۱۰۹	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۲۲
۱۱۰	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۲۳
۱۱۱	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ	۲۲۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورہ بقرہ	۲۲۹
۱	سورہ بقرہ کا اجمالی تعارف	۲۳۱
۲	سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ	۲۳۲
۳	سورہ بقرہ کے محل نزول اور آیات اور حروف کی تعداد کا بیان	۲۳۳
۴	سورہ بقرہ کے فضائل میں احادیث اور آثار	۲۳۴
۵	الم○ذلك الكتب لا ريب. (البقرہ:۵۔۱)	۲۳۷
۶	حروف مقطعات کے علم کی تحقیق	۲۳۷
۷	کتاب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۴۰
۸	''ریب'' کا معنی	۲۴۱
۹	قرآن مجید میں ''ریب'' کی نفی اور اثبات کا محمل	۲۴۱
۱۰	آیا قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے یا صرف متقین کے لیے؟	۲۴۲
۱۱	تقویٰ کا صیغہ اور اس کا لغوی معنی	۲۴۲
۱۲	تقویٰ کا اصطلاحی معنی	۲۴۳
۱۳	تقویٰ اور متقین کے متعلق احادیث	۲۴۵
۱۴	تقویٰ کے مراتب	۲۴۶
۱۵	ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۷
۱۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب	۲۴۹
۱۷	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان	۲۵۰
۱۸	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا اور سمجھنا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے	۲۵۱
۱۹	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲
۲۰	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲
۲۱	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۳
۲۳	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد	۲۵۴
۲۴	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات	۲۵۵
۲۵	آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد؟	۲۵۶
۲۶	غیب کا معنی	۲۵۸
۲۷	آیات مذکورہ میں غیب کا مصداق	۲۵۸
۲۸	آیات مذکورہ میں مومنین بالغیب کا مصداق	۲۵۸
۲۹	آیا مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں	۲۵۹
۳۰	خلاصہ بحث	۲۶۳
۳۱	جس غیب کی خبر دے دی جائے آیا وہ غیب رہا یا نہیں؟	۲۶۳
۳۲	صلوٰۃ کا لغوی معنی	۲۶۴
۳۳	اقامت صلوٰۃ کے معانی اور محامل	۲۶۴
۳۴	بہ تدریج نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان	۲۶۵
۳۵	عبادات میں نماز کی جامعیت	۲۶۶
۳۶	قرآن مجید اور احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید	۲۶۷
۳۷	تارک نماز کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۶۹
۳۸	تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۷۰
۳۹	تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۷۰
۴۰	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	۲۷۱
۴۱	تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۷۲
۴۲	تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۲۷۲
۴۳	فقہاء احناف کے موقف پر دلیل	۲۷۳
۴۴	رزق کا لغوی معنی	۲۷۳
۴۵	رزق کا اصطلاحی معنی	۲۷۳
۴۶	حرام کے رزق نہ ہونے پر معتزلہ کے دلائل	۲۷۴
۴۷	معتزلہ کے دلائل کے جوابات	۲۷۴
۴۸	حرام کے رزق ہونے پر اہل سنت کے دلائل	۲۷۵
۴۹	آیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالخصوص زکوٰۃ مراد ہے یا عام خرچ کرنا؟	۲۷۶
۵۰	راہِ خدا میں کل مال خرچ کرنے کی شرعی حیثیت	۲۷۶
۵۱	''انزال'' کا معنی اور اس کی کیفیت	۲۷۷
۵۲	''ما انزل الیك وما انزل من قبلك'' کی تفسیر	۲۷۷
۵۳	ختم نبوت پر دلیل	۲۷۷
۵۴	دارِ آخرت اور یقین کا معنی	۲۷۸
۵۵	ان الذین کفروا سوآء علیهم. (الفاتحہ: ۷۔۶)	۲۷۹
۵۶	کفر کا لغوی معنی	۲۷۹
۵۷	دیگر مفردات کے لغوی معانی	۲۸۰
۵۸	شان نزول	۲۸۰
۵۹	اللہ تعالیٰ کے کلام کے قدیم ہونے پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کا جواب	۲۸۰
۶۰	اللہ تعالیٰ نے جس ممکن کے عدم وقوع کی خبر دی ہے اس کے ساتھ مکلف کرنے کی تحقیق	۲۸۱
۶۱	محال بالذات کے ساتھ مکلف کرنے پر علامہ بیضاوی کی دلیل اور اس کا جواب	۲۸۱
۶۲	جن کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ہے' ان کو تبلیغ کرنے کی وجہ	۲۸۲
۶۳	جب کفار کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو ان سے مواخذہ کیوں؟	۲۸۲
۶۴	قلب کی تعریف	۲۸۴
۶۵	ومن الناس من یقول امنا باللہ. (البقرہ: ۱۰۔۸)	۲۸۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۶	منافقین کے اللہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے سلسلہ میں اعتراضات کے جوابات	۲۸۵
۶۷	شعور کا معنی	۲۸۶
۶۸	مرض کی تعریف اور منافقین کے مرض کا بیان	۲۸۶
۶۹	جھوٹ کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور منافقین کے جھوٹ کا بیان	۲۸۷
۷۰	جھوٹ بولنے کی ممانعت اور اس کے عذاب کے متعلق احادیث	۲۸۷
۷۱	جھوٹ بولنے کی رخصت کے مواقع	۲۸۸
۷۲	جان' مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت	۲۸۸
۷۳	شعر اور مبالغہ میں جھوٹ کا راز	۲۸۸
۷۴	تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنے کا جواز	۲۸۹
۷۵	توریہ کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے	۲۹۱
۷۶	خلاصہ بحث	۲۹۱
۷۷	واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض. (البقرہ: ۱۳۔۱۱)	۲۹۲
۷۸	منافقین اپنے افساد کو اصلاح کیوں کہتے تھے؟	۲۹۲
۷۹	عہد رسالت سے لے کر آج تک افساد کو اصلاح کا نام دینے کا تسلسل	۲۹۳
۸۰	ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کے ایمان کا معیار ہونا	۲۹۳
۸۱	زندیق کی توبہ کی قبولیت پر دلیل	۲۹۴
۸۲	زندیق کی تحقیق اور اس کا شرعی حکم	۲۹۴
۸۳	صحابہ کرام پر سب وشتم کی مذمت اور رد	۲۹۵
۸۴	واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا. (البقرہ۔ ۱۵۔۱۴)	۲۹۶
۸۵	ان شیاطین کا بیان جن سے منافق خلوت میں ملتے تھے	۲۹۶
۸۶	اللہ تعالیٰ کے استہزاء کی توجیہ	۲۹۷
۸۷	اولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى. (البقرہ: ۱۸۔۱۶)	۲۹۸
۸۸	منافقین کے احوال کی پہلی مثال	۲۹۸
۸۹	او کصیب من السماء. (البقرہ: ۲۰۔۱۹)	۲۹۹
۹۰	منافقین کے احوال کی دوسری مثال	۳۰۰
۹۱	دونوں مثالوں کا تجزیہ	۳۰۰
۹۲	آیا عہد رسالت کے بعد منافقوں کا وجود ہے یا نہیں؟	۳۰۰
۹۳	شے کے معنی میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف	۳۰۱
۹۴	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کا محال ہونا	۳۰۱
۹۵	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معنی کی تحقیق اور اس کے کذب کے محال ہونے پر دلائل	۳۰۲
۹۶	یایھا الناس اعبدوا ربکم. (البقرہ: ۲۲۔ ۲)	۳۰۳
۹۷	ربط آیات اور التفات کے فوائد	۳۰۳
۹۸	باوجود اللہ تعالیٰ کے قرب کے ''یایھا الناس'' سے ندا کرنے کی توجیہ	۳۰۳
۹۹	''یایھا الناس'' سے سورہ بقرہ کے مدنی ہونے پر اعتراض کا جواب	۳۰۴
۱۰۰	مومنین' کفار اور منافقین کے لیے عبادت کے حکم کا الگ الگ معنی	۳۰۴
۱۰۱	کفار کے فروع کے مکلف ہونے میں علماء بخارا اور علماء شافعیہ کا اختلاف اور صحیح موقف کا بیان	۳۰۴
۱۰۲	اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اعتراف	۳۰۵
۱۰۳	اللہ تعالیٰ کے خالق اور لاشریک ہونے پر دلائل	۳۰۵
۱۰۴	''لعلکم تتقون'' میں امید کی نسبت بندوں کی طرف ہے	۳۰۷

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۰۵	انسان عبادت پر غرور کرے نہ عبادت کی وجہ سے خود کو اجر کا مستحق سمجھے	۳۰۷
۱۰۶	زمین کا گول ہونا اور اس کا گردش کرنا اس کے فرش ہونے کے منافی نہیں ہے	۳۰۹
۱۰۷	پھلوں کو بتدریج پیدا کرنے کی حکمت	۳۰۹
۱۰۸	اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا بیان	۳۱۰
۱۰۹	شرک کی تعریف	۳۱۱
۱۱۰	کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے	۳۱۱
۱۱۱	وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا. (البقرہ: ۲۴۔ ۲۳)	۳۱۳
۱۱۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۳۱۴
۱۱۳	شہید کا معنی	۳۱۵
۱۱۴	دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان	۳۱۶
۱۱۵	وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت. (البقرہ: ۲۵)	۳۱۶
۱۱۶	نجات کا مدار اللہ کے فضل پر ہے نہ کہ اعمال پر	۳۱۷
۱۱۷	جنت کا معنی، قرآن اور حدیث میں جنت کی ترغیب اور اس کی طلب کا بیان	۳۱۷
۱۱۸	جنتی عورتوں اور حوروں کی پاکیزگی، حسن و جمال اور ان کے ساتھ نکاح کی کیفیت کا بیان	۳۲۰
۱۱۹	جس عورت نے دنیا میں متعدد نکاح کیے ہوں، وہ آخرت میں کس خاوند کے نکاح میں ہوگی؟	۳۲۱
۱۲۰	جن مردوں اور عورتوں کا دنیا میں نکاح نہیں ہوا، ان کا جنت میں نکاح ہو جائے گا	۳۲۱
۱۲۱	جنت میں ناپاک اور ناجائز خواہشات نہیں ہوں گی	۳۲۲
۱۲۲	ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا. (البقرہ: ۲۷۔ ۲۶)	۳۲۲
۱۲۳	مثال بیان کرنے کا قاعدہ	۳۲۴
۱۲۴	حیاء کا معنی اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی طرف حیاء کی نسبت کا محمل	۳۲۴
۱۲۵	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی توجیہ	۳۲۵
۱۲۶	فسق کی تعریف اور اس کی اقسام	۳۲۵
۱۲۷	عہد موثق کا معنی اور اس کی اقسام	۳۲۶
۱۲۸	منافقین کا شر اور فساد	۳۲۷
۱۲۹	کیف تکفرون باللہ. (البقرہ: ۲۹۔ ۲۸)	۳۲۷
۱۳۰	حیات اور موت کا معنی	۳۲۸
۱۳۱	زمین اور آسمان کی تخلیق کی ترتیب	۳۲۸
۱۳۲	اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق	۳۲۹
۱۳۳	حشر اجساد پر دلیل	۳۳۱
۱۳۴	واذ قال ربک للملائکۃ. (البقرہ: ۳۳۔ ۳۰)	۳۳۱
۱۳۵	ربط آیات	۳۳۲
۱۳۶	ملائکہ کی حقیقت، ان کی خصوصیت اور ان کے فرائض منصبی کا بیان	۳۳۳
۱۳۷	خلیفہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۳۳۴
۱۳۸	آیت مذکورہ میں خلیفہ کے مصداق کا بیان	۳۳۵
۱۳۹	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	۳۳۶
۱۴۰	حضرت آدم کے خلیفہ بنانے پر فرشتوں کے سوال کرنے کا محمل	۳۳۶
۱۴۱	حضرت آدم کو خلیفہ بنانے کی وجہ اور فرشتوں کے شبہ کا ازالہ	۳۳۷
۱۴۲	آدم کی لفظی تحقیق اور حضرت آدم کی تخلیق کے مراحل	۳۳۷
۱۴۳	حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم کا بیان	۳۳۸
۱۴۴	واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم. (البقرہ: ۳۹۔ ۳۴)	۳۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۵	حضرت آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	۳۳۹
۱۴۶	سجدہ کے لغوی اور شرعی معنی	۳۴۰
۱۴۷	تکبر کا معنی اور ابلیس کے تکبر کا بیان	۳۴۰
۱۴۸	ابلیس کا معنی اور اس کے فرشتہ یا جن ہونے کی تحقیق	۳۴۱
۱۴۹	حضرت حوا کی خلقت کا بیان	۳۴۳
۱۵۰	آیا حضرت آدم کو جنت الخلد میں رکھا گیا تھا یا زمین کے کسی باغ میں؟	۳۴۴
۱۵۱	شجر ممنوع کا بیان	۳۴۵
۱۵۲	آیا شجر ممنوع سے کھانا معصیت تھا یا نہیں؟	۳۴۵
۱۵۳	شجر ممنوع سے کھانے کے لیے ابلیس کی وسوسہ اندازی کا بیان	۳۴۶
۱۵۴	عصمت انبیاء کا اصطلاحی معنی	۳۴۷
۱۵۵	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل	۳۴۸
۱۵۶	عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب	۳۵۰
۱۵۷	عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب	۳۵۰
۱۵۸	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب	۳۵۰
۱۵۹	حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کی حکمتوں کا بیان	۳۵۱
۱۶۰	حضرت آدم کی توبہ کے کلمات اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل	۳۵۲
۱۶۱	توبہ کا لغوی اور شرعی معنی	۳۵۴
۱۶۲	قرآن مجید اور سنت میں توبہ کا بیان	۳۵۵
۱۶۳	دوبارہ نیچے اترنے کا حکم دینے کی حکمت	۳۵۷
۱۶۴	عصمت آدم پر حشویہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۵۷
۱۶۵	حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں خلیفہ اعظم ہونا	۳۵۸
۱۶۶	بشر اور فرشتے کے درمیان افضلیت کا بیان	۳۶۰
۱۶۷	قصہ آدم اور ابلیس میں حکمتیں اور نصیحتیں	۳۶۱
۱۶۸	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ: ۴۶۔ ۴۰)	۳۶۱
۱۶۹	ربط آیات	۳۶۲
۱۷۰	بنو اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان اور ان نعمتوں کے یاد دلانے کی وجہ	۳۶۳
۱۷۱	بنو اسرائیل اور اللہ تعالیٰ کے مابین عہد کا بیان	۳۶۳
۱۷۲	قرآن مجید کس چیز میں تورات کا مصدق ہے؟ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی شریعت پر عمل اور حضور کی رسالت کا عموم	۳۶۴
۱۷۳	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق	۳۶۵
۱۷۴	قرآن خوانی کے نذرانوں کے جواز کا بیان	۳۶۹
۱۷۵	یہود کی تلبیس اور کتمان حق کا بیان	۳۷۰
۱۷۶	زکوۃ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے وجوب کی شرائط کا بیان	۳۷۰
۱۷۷	باجماعت نماز پڑھنے کے فوائد	۳۷۱
۱۷۸	جماعت کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	۳۷۱
۱۷۹	نوافل کی جماعت کی تحقیق	۳۷۳
۱۸۰	خواتین کی امامت کی تحقیق	۳۷۴
۱۸۱	خواتین کی امامت کے متعلق احادیث	۳۷۴
۱۸۲	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۳	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۴	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۵	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۳۷۷
۱۸۶	سمجھ دار نابالغ لڑکے کی امامت کی تحقیق	۳۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۷	یہود کی بے عملی کا بیان	۳۸۰
۱۸۸	بے عمل علماء کے عذاب کا بیان	۳۸۰
۱۸۹	آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟	۳۸۱
۱۹۰	بے علم کے وعظ، تقریر اور اس کے مرید کرنے کا شرعی حکم	۳۸۲
۱۹۱	صبر کے معانی	۳۸۷
۱۹۲	صبر کے متعلق احادیث	۳۸۷
۱۹۳	نماز سے مدد حاصل کرنے کا بیان	۳۸۸
۱۹۴	خشوع کا معنی	۳۸۸
۱۹۵	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ: ۴۸۔۴۷)	۳۸۹
۱۹۶	شفاعت کی تحقیق	۳۹۰
۱۹۷	شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل	۳۹۱
۱۹۸	شفاعت پر احادیث سے دلائل	۳۹۳
۱۹۹	واذ نجینا کم من ال فرعون. (البقرہ: ۵۴۔۴۹)	۳۹۵
۲۰۰	بنواسرائیل پر فرعون کے عذاب کا بیان	۳۹۶
۲۰۱	فرعون کا نام	۳۹۷
۲۰۲	آل کا لغوی معنی	۳۹۷
۲۰۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے مصداق کی تحقیق	۳۹۸
۲۰۴	بنواسرائیل کے لیے سمندر چیرنے کا بیان	۴۰۰
۲۰۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام ونسب کا بیان	۴۰۰
۲۰۶	تورات کا نزول اور بنواسرائیل کی گوسالہ پرستی	۴۰۰
۲۰۷	بنواسرائیل کی قبولیت توبہ کا بیان	۴۰۱
۲۰۸	واذ قلتم یا موسی لن نؤمن لک. (البقرہ: ۵۹۔۵۵)	۴۰۳
۲۰۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معذرت کے لیے ستر بنواسرائیل کو طور پر لے جانا	۴۰۴
۲۱۰	ستر اسرائیلیوں کا دوبارہ زندہ ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی نہیں	۴۰۵
۲۱۱	میدان تیہ میں بنواسرائیل کی سرگردانی کا پس منظر وپیش منظر اور اللہ کی نعمتوں کا بیان	۴۰۵
۲۱۲	بنواسرائیل کا ''حطة'' کو ''حنطة'' کہنا	۴۰۶
۲۱۳	بنواسرائیل پر طاعون کا عذاب	۴۰۷
۲۱۴	طاعون کے متعلق احادیث	۴۰۷
۲۱۵	طاعون کے متعلق قدیم علماء اور جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق	۴۰۸
۲۱۶	طاعون کی علامت دو طرح سے نمودار ہوتی ہے	۴۰۸
۲۱۷	طاعون کا علاج	۴۰۹
۲۱۸	واذا ستسقی موسیٰ لقومه. (البقرہ: ۶۱۔۶۰)	۴۰۹
۲۱۹	زمین سے پانی نکالنے میں حضرت موسیٰ کا معجزہ اور اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی کا معجزہ	۴۱۰
۲۲۰	یہودیوں کے نبیوں کو قتل کرنے پر تورات کی شہادت	۴۱۱
۲۲۱	یہودیوں پر ذلت مسلط کیے جانے کے باوجود اسرائیل کی حکومت کی توجیہ	۴۱۲
۲۲۲	ان الذین امنوا والذین هادوا والنصاری. (البقرہ: ۶۲)	۴۱۲
۲۲۳	صابئین کے دین کی تحقیق	۴۱۲
۲۲۴	ایمان لائے ہوئے لوگوں کے ایمان لانے کی توجیہ	۴۱۳
۲۲۵	آیا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے سے موجودہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی	۴۱۴
۲۲۶	نجات کے لیے صرف کسی دین کی طرف منسوب ہونا کافی نہیں ہے	۴۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۷	واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور. (البقرہ: ۶۳۔۶۶)	۴۱۶
۲۲۸	عہد اور میثاق کے معنی	۴۱۶
۲۲۹	کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود عمل ہے	۴۱۷
۲۳۰	کیا بنواسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو معلق کر کے ان سے تورات کو قبول کرانا' ان کے اختیار کے منافی نہیں تھا؟	۴۱۷
۲۳۱	موجودہ بندروں کے مسخ شدہ اسرائیلی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۴۱۹
۲۳۲	تناسخ اور تماسخ کا بیان	۴۲۲
۲۳۳	حیلہ کی تحقیق	۴۲۲
۲۳۴	قرآن اور سنت میں حیلہ کا ثبوت	۴۲۳
۲۳۵	حیلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۴۲۴
۲۳۶	فقہاء کے بیان کیے ہوئے بعض حیلے	۴۲۴
۲۳۷	حیلہ اسقاط کی تحقیق	۴۲۵
۲۳۸	واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم. (البقرہ: ۶۷۔۷۱)	۴۲۶
۲۳۹	بنواسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا بیان	۴۲۷
۲۴۰	بنواسرائیل کی گائے کا بیان	۴۲۸
۲۴۱	گائے ذبح کرنے کے واقعہ سے استنباط شدہ مسائل	۴۲۸
۲۴۲	واذ قتلتم نفسا فادرء تم فیھا. (البقرہ: ۷۲۔۷۴)	۴۲۹
۲۴۳	گائے کا ایک عضو مقتول پر مارنے سے اس کا زندہ ہونا	۴۳۰
۲۴۴	گائے ذبح کرا کر مقتول کو زندہ کرنے کی حکمت	۴۳۰
۲۴۵	پتھروں' درختوں اور جانوروں کا ادراک اور ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا	۴۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۶	افتطمعون ان یومنوا لکم. (البقرہ: ۷۵۔۷۹)	۴۳۳
۲۴۷	آیات مذکورہ کا شان نزول	۴۳۴
۲۴۸	بنواسرائیل کی تحریف کا بیان	۴۳۵
۲۴۹	یہود کے نفاق کا بیان	۴۳۶
۲۵۰	''امی'' اور ''امنیہ'' کا بیان	۴۳۶
۲۵۱	''ویل'' کا معنی	۴۳۷
۲۵۲	وقالوا لن تمسنا النار. (البقرہ: ۸۰۔۸۲)	۴۳۷
۲۵۳	عذاب یہود کے مزعومہ چند دنوں کا بیان	۴۳۸
۲۵۴	بلاتوبہ مرتکب کبیرہ مرنے والوں کے دائمی عذاب پر معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب	۴۳۸
۲۵۵	واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل. (البقرہ: ۸۳)	۴۳۹
۲۵۶	ربط آیات	۴۳۹
۲۵۷	والدین کی اطاعت پر ثواب کے متعلق احادیث	۴۳۹
۲۵۸	ماں باپ کی نافرمانی پر عذاب کے متعلق احادیث	۴۴۲
۲۵۹	رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق احادیث	۴۴۳
۲۶۰	واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دمائکم. (البقرہ: ۸۴۔۸۶)	۴۴۴
۲۶۱	یہود مدینہ کا ایک دوسرے کو قتل کر کے میثاق توڑنے کا بیان	۴۴۵
۲۶۲	ولقد اتینا موسیٰ الکتب. (البقرہ: ۸۷۔۸۸)	۴۴۵
۲۶۳	عیسیٰ' مریم اور روح القدس کے معنی	۴۴۶
۲۶۴	انبیاء کرام سے یہود کے عناد رکھنے کا بیان	۴۴۶
۲۶۵	آیات مذکورہ سے مسائل کا استنباط	۴۴۷
۲۶۶	ولماء جاء ھم کتاب من عند اللہ. (البقرہ: ۸۹۔۹۰)	۴۴۸
۲۶۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قبول ہونا	۴۴۸
۲۶۸	خلاصہ آیات اور استنباط مسائل	۴۴۹
۲۶۹	واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللہ. (البقرہ: ۹۳۔۹۱)	۴۴۹
۲۷۰	تورات پر یہود کے دعویٰ ایمان کا رد اور ابطال	۴۵۰
۲۷۱	قرآن مجید کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ	۴۵۱
۲۷۲	قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ. (البقرہ: ۹۶۔۹۴)	۴۵۲
۲۷۳	یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں	۴۵۲
۲۷۴	قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل	۴۵۳
۲۷۵	حصول شہادت کے لیے موت کی تمنا کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت	۴۵۳
۲۷۶	قل من کان عدوا لجبریل. (البقرہ: ۱۰۱۔۹۷)	۴۵۴
۲۷۷	یہود کا جبریل کو اپنا دشمن کہنا	۴۵۵
۲۷۸	جبریل کو دشمن کہنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	۴۵۷
۲۷۹	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۴۵۷
۲۸۰	یہودیوں کا آپ پر ایمان لانے کے عہد کو توڑنا	۴۵۸
۲۸۱	واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان. (البقرہ: ۱۰۳۔۱۰۲)	۴۵۸
۲۸۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق	۴۵۹
۲۸۳	سحر کے لغوی معنی	۴۶۱
۲۸۴	سحر کے شرعی معنی	۴۶۲
۲۸۵	سحر کی تحقیق میں مذاہب' سحر کے دلائل اور ان پر اعتراضات کے جوابات	۴۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۶	سحر کے شرعی حکم کی تحقیق	۴۶۵
۲۸۷	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۴۶۵
۲۸۸	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۴۶۵
۲۸۹	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۴۶۶
۲۹۰	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۴۶۷
۲۹۱	مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور تجزیہ	۴۶۸
۲۹۲	ہاروت اور ماروت پر سحر کو نازل کرنے کی حکمت	۴۶۸
۲۹۳	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت	۴۶۹
۲۹۴	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت کا قرآن مجید سے بطلان	۴۷۰
۲۹۵	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت پر بحث ونظر	۴۷۰
۲۹۶	علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا حکماً جہل ہے	۴۷۲
۲۹۷	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کا فرق	۴۷۲
۲۹۸	یایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا. (البقرہ: ۱۰۵۔۱۰۴)	۴۷۲
۲۹۹	''راعنا'' کہنے کی ممانعت اور ''انظرنا'' کہنے کا حکم	۴۷۳
۳۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے شرعی حکم کی تحقیق	۴۷۵
۳۰۱	گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش	۴۷۷
۳۰۲	گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث	۴۷۷
۳۰۳	ما ننسخ من ایۃ او ننسھا. (البقرہ: ۱۰۶)	۴۸۰
۳۰۴	نسخ کی تحقیق	۴۸۰
۳۰۵	نسخ کے دو معنی	۴۸۰
۳۰۶	نسخ اور بداء کا فرق	۴۸۱
۳۰۷	خبر کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف	۴۸۲
۳۰۸	نسخ اور تخصیص کا فرق	۴۸۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۰۹	نسخ اور تقیید کا فرق	۴۸۳
۳۱۰	عرف اور تعامل کا بدلنا نسخ نہیں ہے	۴۸۴
۳۱۱	قرآن مجید کی آیاتِ منسوخہ کی تعداد میں اختلاف کا منشاء	۴۸۴
۳۱۲	الم تعلم ان اللّٰہ لہ ملك السموات والارض. (البقرہ: ۱۱۲۔ ۱۰۷)	۴۸۴
۳۱۳	ربط آیات	۴۸۶
۳۱۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کی ممانعت کا محمل	۴۸۶
۳۱۵	حسد کی تحقیق	۴۸۸
۳۱۶	حسد کے متعلق احادیث اور آثار	۴۸۸
۳۱۷	حسد کے مراتب	۴۹۰
۳۱۸	حسد کے اسباب	۴۹۰
۳۱۹	حسد کو زائل کرنے کا علاج	۴۹۱
۳۲۰	کافروں اور مشرکوں کی زیادتی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درگزر کرنا	۴۹۲
۳۲۱	عفو اور درگزر کا منسوخ ہونا	۴۹۳
۳۲۲	شخصی معاملہ میں زیادتی سے درگزر کرنا اور دین کے معاملہ میں رعایت نہ کرنا	۴۹۳
۳۲۳	آخرت کے لیے نیکیوں کا بھیجنا	۴۹۴
۳۲۴	وقالت الیہود لیست النصاری. (البقرہ: ۱۱۳)	۴۹۶
۳۲۵	یہود و نصاریٰ کا فرقوں میں بٹنا	۴۹۶
۳۲۶	ملت اسلامیہ کا بیان اور اسلامی فرقوں کی تحقیق	۴۹۶
۳۲۷	شریعت' طریقت اور حقیقت کا بیان	۵۰۰
۳۲۸	ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ. (۱۱۵۔ ۱۱۴)	۵۰۱
۳۲۹	آیت مذکورہ کے شان نزول کی تحقیق	۵۰۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۳۰	ذکر بالجہر کی تحقیق	۵۰۲
۳۳۱	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۰۳
۳۳۲	"وللہ المشرق والمغرب" کے شان نزول کا بیان	۵۰۴
۳۳۳	چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے کا جواز	۵۰۵
۳۳۴	وقالوا اتخذوا اللہ ولدا. (البقرہ: ۱۱۹۔ ۱۱۶)	۵۰۶
۳۳۵	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۵۰۷
۳۳۶	ابداع اور بدعت کا معنی	۵۰۷
۳۳۷	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۵۰۸
۳۳۸	سنت کی تعریف' اس کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۵۰۹
۳۳۹	ڈاڑھی میں قبضہ کی بحث	۵۱۰
۳۴۰	کیا ترک سنت کی سزا شفاعت سے محرومی ہے؟	۵۱۱
۳۴۱	"کن فیکون" کی تحقیق	۵۱۱
۳۴۲	مشرکین کے فرمائشی معجزات اور مطالبات پورا نہ کرنے کی وجوہ	۵۱۲
۳۴۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی بحث	۵۱۴
۳۴۴	ولن ترضی عنك الیہود. (البقرہ: ۱۲۱۔ ۱۲۰)	۵۱۶
۳۴۵	یہود و نصاریٰ کی عدم اطاعت کی خبر کا قرب قیامت میں ان کے ایمان لانے کی آیت سے تعارض اور اس کا جواب	۵۱۷
۳۴۶	بعض آیات میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حقیقت میں مسلمانوں سے خطاب ہونا	۵۱۸
۳۴۷	تورات اور انجیل کی تلاوت کا ناجائز ہونا اور قرآن مجید کی تلاوت کے آداب	۵۱۸
۳۴۸	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ: ۱۲۴۔ ۱۲۲)	۵۱۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴۹	نسبت ابراہیم کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین پر دین اسلام کا حجت ہونا	۵۲۰
۳۵۰	ان کلمات کا بیان جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی	۵۲۰
۳۵۱	امام کا لغوی معنی	۵۲۲
۳۵۲	اہل سنت کے نزدیک امام کا شرعی معنی	۵۲۲
۳۵۳	اہل تشیع کے نزدیک امامت کا شرعی معنی اور بحث و نظر	۵۲۳
۳۵۴	امام کے معصوم ہونے پر علماء شیعہ کے دلائل اور بحث ونظر	۵۲۵
۳۵۵	علماء شیعہ کے نزدیک اللہ اور رسول کی تصریح سے امام کا تقرر اور بحث ونظر	۵۲۶
۳۵۶	علماء شیعہ کے نزدیک امام کو مقرر کرنے کا اللہ پر وجوب اور بحث ونظر	۵۲۷
۳۵۷	اہل تشیع کے بارہ اماموں کا بیان	۵۲۹
۳۵۸	اہل سنت کے نزدیک امامت کو منعقد کرنے کے طریقے	۵۲۹
۳۵۹	امامت کے مسائل	۵۲۹
۳۶۰	امامت کے وجوب پر دلائل	۵۳۰
۳۶۱	کیا اب امام نہ بنانے کی وجہ سے پوری امت گمراہ ہے؟	۵۳۰
۳۶۲	فاسق کی امامت امت میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۵۳۱
۳۶۳	فاسق کی امامت امت میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۵۳۱
۳۶۴	فاسق کی امامت امت میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۵۳۲
۳۶۵	فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ	۵۳۳
۳۶۶	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ	۵۳۵
۳۶۷	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ	۵۳۵
۳۶۸	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ	۵۳۶
۳۶۹	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ	۵۳۶
۳۷۰	حضرت ابراہیم کے مطلقاً ذریت کے لیے دعا کرنے کی توجیہ	۵۴۱
۳۷۱	واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا. (البقرہ: ۱۲۶۔ ۱۲۵)	۵۴۱
۳۷۲	حرم میں قصاص لینے اور حدود جاری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۴۲
۳۷۳	مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق	۵۴۳
۳۷۴	آیا مکہ مکرمہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا حضرت ابراہیم کی دعا کے بعد سے؟	۵۴۴
۳۷۵	واذ يرفع ابراهيم القواعد. (البقرہ: ۱۲۸۔ ۱۲۷)	۵۴۵
۳۷۶	تعمیر کعبہ کی تاریخ کے متعلق روایات کا بیان	۵۴۵
۳۷۷	حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مسلمان کرنے کی دعا پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۴۷
۳۷۸	اپنی اولاد کے لیے دعا کی تخصیص کا جواب	۵۴۷
۳۷۹	حضرت ابراہیم کو مناسک حج کی تعلیم کا بیان	۵۴۸
۳۸۰	ربنا وابعث فيهم رسولا. (البقرہ: ۱۲۹)	۵۴۸
۳۸۱	حضرت ابراہیم نے جس عظیم رسول کی بعثت کی دعا کی وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	۵۴۸
۳۸۲	اہل مکہ ہی میں سے رسول کو مبعوث کرنے کی حکمت	۵۴۹
۳۸۳	نماز میں حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ کی تخصیص اور ان کے ساتھ تشبیہ کی حکمتیں	۵۴۹
۳۸۴	کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کی تشریح	۵۵۰
۳۸۵	ومن يرغب عن ملة ابراهيم. (البقرہ: ۱۳۱۔ ۱۳۰)	۵۵۰
۳۸۶	ملت کا معنی	۵۵۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۸۷	ملت ابراہیم سے انحراف کا حماقت ہونا	۵۵۱
۳۸۸	تمام انبیاء کا پیدائشی مومن ہونا	۵۵۱
۳۸۹	ووصى بها ابراهيم بنيه. (البقرہ: ۱۳۴۔ ۱۳۲)	۵۵۲
۳۹۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں کی سوانح	۵۵۲
۳۹۱	جبریہ اور قدریہ کے نظریہ کا رد	۵۵۳
۳۹۲	کسی کے گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دینا	۵۵۴
۳۹۳	قرآن اور حدیث کی بناء پر اکابر علماء سے اختلاف کرنے کا جواز	۵۵۴
۳۹۴	وقالوا كونوا هودا او نصارى. (البقرہ: ۱۳۷۔ ۱۳۵)	۵۵۶
۳۹۵	”حنیف“ کا معنی	۵۵۷
۳۹۶	تمام انبیاء پر ایمان لانے کی وجہ	۵۵۸
۳۹۷	باقی انبیاء پر جو نازل کیا گیا اس پر ایمان لانے کے محامل	۵۵۸
۳۹۸	اللہ کی مثل پر ایمان لانے میں اشکال اور اس کے جوابات	۵۵۹
۳۹۹	صبغة الله ومن احسن من الله صبغة. (البقرہ: ۱۴۱۔ ۱۳۸)	۵۵۹
۴۰۰	”صبغة الله“ (اللہ کا رنگ) کی تفسیر	۵۶۰
۴۰۱	اخلاص کا معنی	۵۶۰
۴۰۲	حضرت ابراہیم اور اسماعیل وغیرہ کے دین یہودیت اور عیسائیت پر نہ ہونے کا بیان	۵۶۱
۴۰۳	اس شہادت کا بیان جس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے چھپایا	۵۶۲
۴۰۴	ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کی تحقیق	۵۶۲
۴۰۵	سيقول السفهاء من الناس. (البقرہ: ۱۴۳۔ ۱۴۲)	۵۶۴

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۰۶	آیا مکہ مکرمہ میں ابتداءً آپ کا قبلہ کعبہ تھا یا بیت المقدس؟	۵۶۵
۴۰۷	تحویل قبلہ کا بیان	۵۶۵
۴۰۸	تحویل قبلہ سے متعلق مسائل	۵۶۶
۴۰۹	نماز کے لیے کسی ایک جہت کی طرف منہ کرنے کے اسرار	۵۶۷
۴۱۰	کعبہ کو قبلہ بنانے کے اسرار	۵۶۷
۴۱۱	استقبال قبلہ کے فقہی مسائل	۵۶۸
۴۱۲	کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا	۵۶۹
۴۱۳	امت مسلمہ کا باقی امتوں پر گواہ ہونا	۵۷۰
۴۱۴	دین اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت کا سب سے افضل ہونا	۵۷۱
۴۱۵	عدالت صحابہ اور حجیت اجماع	۵۷۱
۴۱۶	قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں پچھلی امتوں اور اس امت کے افعال اور احوال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جانا	۵۷۱
۴۱۷	بعض ترجموں سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اشکال اور اس کے جوابات	۵۷۴
۴۱۸	اہل کتاب پر تحویل قبلہ کے بھاری ہونے کی وجہ	۵۷۶
۴۱۹	نمازوں پر ایمان کے اطلاق کی توجیہ	۵۷۶
۴۲۰	قد نرى تقلب وجهك. (البقرہ: ۱۴۶۔ ۱۴۴)	۵۷۶
۴۲۱	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق	۵۷۷
۴۲۲	اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم	۵۷۸
۴۲۳	علماء سے معصیت کے صدور کا زیادہ قبیح ہونا	۵۷۹
۴۲۴	اہل کتاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	۵۷۹
۴۲۵	الحق من ربك فلا تكونن من الممترين. (البقرہ: ۱۵۲۔ ۱۴۷)	۵۸۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۲۶	قبلہ کے بارے میں شک کرنے کی ممانعت کی توجیہ	۵۸۲
۴۲۷	اللہ کی ذات کا حضور کے لیے قبلہ ہونا	۵۸۲
۴۲۸	پانچوں نمازوں کے مستحب اوقات	۵۸۳
۴۲۹	کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو تین بار ذکر کرنے کی حکمتیں	۵۸۴
۴۳۰	تمام نعمت کا مصداق	۵۸۵
۴۳۱	دعائے ابراہیم میں تزکیہ کا موخر ہونا اور دعائے استجابت میں مقدم ہونا	۵۸۷
۴۳۲	نبی اور رسول کی تعریف	۵۸۷
۴۳۳	نبی اور رسول کو مبعوث کرنے کی حکمتیں	۵۸۸
۴۳۴	نبی کی شرائط	۵۸۹
۴۳۵	ہر نبی کے پیدائشی نبی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۵۸۹
۴۳۶	نبیوں، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۵۹۰
۴۳۷	ذکر کی اقسام اور ذکر کے متعلق اقوال	۵۹۲
۴۳۸	یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ. (البقرہ: ۱۵۷۔۱۵۳)	۵۹۳
۴۳۹	ربط آیات	۵۹۴
۴۴۰	اللہ کے نزدیک موت اور حیات کا معنی اور شان نزول	۵۹۵
۴۴۱	برزخ میں حیات کا بیان	۵۹۵
۴۴۲	اولیاء اللہ کی جسمانی حیات کا بیان	۵۹۶
۴۴۳	شہداء کی حیات کا بیان	۵۹۶
۴۴۴	شہادت کے بعد بعض جسموں کے تغیر سے ان کی حیات پر معارضہ کا جواب	۵۹۶
۴۴۵	سبز پرندوں میں شہید کی روح کے متمثل ہونے سے تناسخ کا جواب	۵۹۷
۴۴۶	انبیاء علیہم السلام کی حیات کا بیان	۵۹۸
۴۴۷	حیات انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات	۶۰۰
۴۴۸	وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان	۶۰۱
۴۴۹	شہید کا معنی	۶۰۲
۴۵۰	شہداء کی تعداد کا بیان	۶۰۲
۴۵۱	شہید کے متعلق فقہی احکام	۶۰۳
۴۵۲	علم اور شعور کا فرق	۶۰۳
۴۵۳	دنیا میں مصائب پیش آنے کی وجوہات	۶۰۵
۴۵۴	صبر کے معانی اور مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت	۶۰۶
۴۵۵	''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کی فضیلت	۶۰۶
۴۵۶	صلوٰۃ کا معنی اور غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کی شرعی حیثیت	۶۰۷
۴۵۷	مروجہ ماتم کی شرعی حیثیت	۶۰۸
۴۵۸	ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ. (البقرہ: ۱۶۰۔۱۵۸)	۶۰۸
۴۵۹	ربط آیات	۶۰۹
۴۶۰	صفا اور مروہ کے معنی	۶۰۹
۴۶۱	حج اور عمرہ کا لغوی اور شرعی معنی	۶۰۹
۴۶۲	شوال میں عمرہ کرنے والے پر استطاعت کے بغیر حج فرض ہونے کی تحقیق	۶۱۰
۴۶۳	یہ فرمانے کی وجہ کہ صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہیں ہے	۶۱۲
۴۶۴	صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مذاہب ائمہ	۶۱۳
۴۶۵	علم چھپانے پر وعید کا بیان	۶۱۵
۴۶۶	نااہل لوگوں کے سامنے علم اور حکمت کو بیان کرنے کی ممانعت	۶۱۵
۴۶۷	لعنت کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے شرعی احکام	۶۱۶

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۴۶۸	توبہ کے قبول ہونے کے لیے گناہ کو ترک کرنے اور اس کی تلافی کرنے کی شرط	۶۱۷
۴۶۹	ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار. (البقرہ: ۱۶۳۔۱۶۱)	۶۱۸
۴۷۰	مردہ کافروں پر لعنت کرنے کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کرنے کی ممانعت	۶۱۹
۴۷۱	مسلمانوں پر لعنت کرنے کی ممانعت	۶۲۰
۴۷۲	کفار کے عذاب میں تخفیف نہ ہونے پر دلائل اور ابولہب وغیرہ کے عذاب میں تخفیف کے جوابات	۶۲۰
۴۷۳	واحد کا معنی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	۶۲۱
۴۷۴	ان فی خلق السموات والارض. (البقرہ: ۱۶۴)	۶۲۲
۴۷۵	اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت اور اس کے علم پر دلائل	۶۲۳
۴۷۶	ومن الناس من یتخذ من دون اللہ. (البقرہ: ۱۶۷۔۱۶۵)	۶۲۵
۴۷۷	مومن کے نزدیک محبوبین کے مدارج	۶۲۵
۴۷۸	البقرہ کی آیت: ۱۶۵ کے متعدد نحوی تراکیب کے اعتبار سے آٹھ معانی	۶۲۶
۴۷۹	گمراہ کرنے والے متبوعین کا اپنے تابعین سے قیامت کے دن بری ہونا	۶۲۷
۴۸۰	یایھا الناس کلوا مما فی الارض. (البقرہ: ۱۷۰۔۱۶۸)	۶۲۸
۴۸۱	ربط آیات	۶۲۸
۴۸۲	حلال اور طیب اور گناہ اور بدعت کا معنی	۶۲۸
۴۸۳	''سوء'' اور ''فحشاء'' کا معنی	۶۲۹
۴۸۴	تقلید کی تعریف	۶۲۹
۴۸۵	ومثل الذین کفروا کمثل الذین ینعق. (البقرہ: ۱۷۳۔۱۷۱)	۶۳۰
۴۸۶	''نعق'' کا معنی	۶۳۰
۴۸۷	حرام کھانے کا وبال	۶۳۱
۴۸۸	حرام کیے ہوئے مردہ جانوروں میں سے مستثنیات کا بیان	۶۳۱
۴۸۹	عنبر کی تحقیق	۶۳۲
۴۹۰	سطح آب پر آنے والی مردہ مچھلی کا شرعی حکم	۶۳۴
۴۹۱	ملکی اور غیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنے کا شرعی حکم	۶۳۴
۴۹۲	بہائے ہوئے خون کا بالاجماع حرام ہونا	۶۳۵
۴۹۳	ضرورت کی وجہ سے ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کے خون کو منتقل کرنے کا جواز	۶۳۶
۴۹۴	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کے متعلق احادیث	۶۳۷
۴۹۵	فقہاء اسلام کے نزدیک احادیث مذکورہ کا محمل	۶۳۸
۴۹۶	ضرورت کے وقت حرام چیزوں سے علاج کے متعلق احادیث اور فقہاء اسلام کی تشریحات	۶۳۹
۴۹۷	صحت اور زندگی کی حفاظت کا حکم باقی تمام احکام پر مقدم ہے	۶۴۱
۴۹۸	اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنا واجب ہے	۶۴۲
۴۹۹	''وما اھل بہ لغیر اللہ'' کی تحقیق	۶۴۲
۵۰۰	ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب. (البقرہ: ۱۷۶۔۱۷۴)	۶۴۶
۵۰۱	تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپانے کا گناہ ہونا	۶۴۷
۵۰۲	اللہ تعالیٰ کے کلام نہ کرنے اور نظر نہ فرمانے کی توجیہ	۶۴۷
۵۰۳	لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	والمغرب. (البقرہ:۱۷۷)	۶۴۸
۵۰۴	آیت مذکورہ کے شان نزول کے متعلق اقوال	۶۴۹
۵۰۵	اللہ تعالیٰ' یوم آخرت' فرشتوں' کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانے کا معنی	۶۴۹
۵۰۶	رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت	۶۴۹
۵۰۷	یتیم' مسکین اور ابن السبیل کا معنی	۶۵۰
۵۰۸	سوال کرنے کی جائز حد	۶۵۰
۵۰۹	سائلین کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۶۵۲
۵۱۰	غلام آزاد کرنے' نماز پڑھنے اور زکوۃ وغیرہ کے معانی	۶۵۲
۵۱۱	یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی. (البقرہ:۱۷۹-۱۷۸)	۶۵۳
۵۱۲	آیات مذکورہ کا شان نزول	۶۵۳
۵۱۳	غلام اور ذمی کے خون کا قصاص نہ لینے کے حق میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۶۵۴
۵۱۴	غلام اور ذمی کے قصاص کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب	۶۵۴
۵۱۵	آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل	۶۵۵
۵۱۶	آزاد سے غلام کا قصاص نہ لینے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب	۶۵۶
۵۱۷	مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۵۷
۵۱۸	متعدد لوگوں کی جماعت سے ایک شخص کے قصاص لینے کا بیان	۶۵۷
۵۱۹	سلاطین اور حکام سے قصاص لینے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۵۸
۵۲۰	قصاص لینا حکومت کا منصب ہے	۶۶۰
۵۲۱	کیفیت قصاص اور آلہ قتل میں ائمہ مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل	۶۶۰
۵۲۲	ولی مقتول کے معاف کرنے کی تفصیل	۶۶۲
۵۲۳	دیت کی مقدار اور عاقلہ کا بیان	۶۶۲
۵۲۴	کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت. (البقرہ:۱۸۲-۱۸۰)	۶۶۲
۵۲۵	ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۶۶۳
۵۲۶	وصیت کا لغوی اور شرعی معنی	۶۶۳
۵۲۷	وصیت کی اقسام	۶۶۳
۵۲۸	وصیت کی شرائط اور رکن	۶۶۴
۵۲۹	وصیت کا لزوم	۶۶۴
۵۳۰	ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب	۶۶۵
۵۳۱	احادیث کی روشنی میں وصیت کے احکام	۶۶۵
۵۳۲	یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام. (البقرہ:۱۸۴-۱۸۳)	۶۶۶
۵۳۳	ربط آیات	۶۶۷
۵۳۴	روزہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی مشروعیت کی تاریخ	۶۶۷
۵۳۵	رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث	۶۶۸
۵۳۶	بعض نفلی روزوں کی فضیلت	۶۷۱
۵۳۷	بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت	۶۷۲
۵۳۸	روزہ کے اسرار و رموز	۶۷۳
۵۳۹	روزہ کے فساد و عدم فساد کے بعض ضروری مسائل	۶۷۴
۵۴۰	انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کا بیان	۶۷۴
۵۴۱	مریض کے روزہ قضاء کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۷۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۴۲	مسافر کے روزہ قضاء کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۷۷
۵۴۳	"الذین یطیقونہ" کے معنی کی تحقیق میں احادیث اور آثار	۶۷۸
۵۴۴	"الذین یطیقونہ" کے معنی کی تحقیق میں مفسرین کی آراء	۶۸۰
۵۴۵	بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۸۱
۵۴۶	شهر رمضان الذى انزل فيه القران. (البقرة:۱۸۵)	۶۸۲
۵۴۷	رمضان کے اسرار و رموز اور رمضان میں نزول قرآن کا بیان	۶۸۳
۵۴۸	قطبین میں روزہ اور نماز کی تحقیق	۶۸۴
۵۴۹	سعودی عرب کے حساب سے روزہ رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۶۸۴
۵۵۰	پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۶۸۵
۵۵۱	سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے	۶۸۵
۵۵۲	روزہ کی رخصت کے لیے شرعی مسافت کا بیان	۶۸۵
۵۵۳	میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ	۶۸۶
۵۵۴	حاملہ اور مرضعہ کے لیے روزہ کی رخصت میں مذاہب ائمہ	۶۸۶
۵۵۵	اسلام دین یسر ہے	۶۸۷
۵۵۶	عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۶۸۹
۵۵۷	واذا سالك عبادى عنى فانى قريب. (البقرة:۱۸۷-۱۸۶)	۶۹۰
۵۵۸	شان نزول	۶۹۱
۵۵۹	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۱
۵۶۰	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۲
۵۶۱	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۳
۵۶۲	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۶۹۶
۵۶۳	طلب جنت کی دعا کرنے کا قرآن اور سنت سے بیان	۶۹۸
۵۶۴	دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب	۶۹۹
۵۶۵	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	۷۰۱
۵۶۶	روزہ کی رات میں سونے کے بعد کھانے پینے اور عمل زوجیت کی اجازت	۷۰۳
۵۶۷	سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا بیان اور طلوع فجر کے بعد سحری کھانے کی ممانعت	۷۰۳
۵۶۸	اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	۷۰۴
۵۶۹	اعتکاف کی شرائط	۷۰۴
۵۷۰	اعتکاف کے آداب	۷۰۴
۵۷۱	اعتکاف کے مفسدات	۷۰۵
۵۷۲	اعتکاف کے بعض ضروری مسائل	۷۰۵
۵۷۳	ولا تاكلوا اموالكم بينكم . (البقرة:۱۸۸)	۷۰۶
۵۷۴	مال حرام کھانے کی حرمت	۷۰۶
۵۷۵	مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم	۷۰۶
۵۷۶	رشوت کا معنی	۷۰۷
۵۷۷	قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم	۷۰۷
۵۷۸	احادیث اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم	۷۰۸
۵۷۹	رشوت کی اقسام	۷۰۸
۵۸۰	قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق	۷۰۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۸۱	جھوٹی گواہی سے حکم رد ہوتا ہے یا نہیں؟	۷۰۹
۵۸۲	قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف	۷۱۰
۵۸۳	جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے	۷۱۰
۵۸۴	فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً ہونے کی شرائط	۷۱۱
۵۸۵	قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تجزیہ	۷۱۳
۵۸۶	یسئلونک عن الاهلة. (البقرہ: ۱۹۰۔۱۸۹)	۷۱۵
۵۸۷	اسلامی تقویم کا بیان	۷۱۶
۵۸۸	اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنے کی مذمت	۷۱۶
۵۸۹	اجازت جہاد کی پہلی آیت کا بیان	۷۱۷
۵۹۰	قتال اور جہاد میں بچوں' بوڑھوں اور عورتوں وغیرہ کو قتل کرنے کی ممانعت	۷۱۷
۵۹۱	ہجرت سے پہلے قتال کی ممانعت	۷۱۸
۵۹۲	واقتلوهم حيث ثقفتموهم. (البقرہ: ۱۹۳۔۱۹۱)	۷۱۹
۵۹۳	خلاصہ آیات	۷۱۹
۵۹۴	حرم میں ابتداءً قتل کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا	۷۲۰
۵۹۵	الشهر الحرام بالشهر الحرام. (البقرہ: ۱۹۵۔ ۱۹۴)	۷۲۱
۵۹۶	حرمت والے مہینوں کا بیان	۷۲۱
۵۹۷	خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی تفسیر	۷۲۲
۵۹۸	واتموا الحج والعمرة لله. (البقرہ: ۱۹۶)	۷۲۳
۵۹۹	فرضیت حج کی تاریخ اور حج کی اقسام	۷۲۴
۶۰۰	احرام میں ممنوع کام	۷۲۴
۶۰۱	احرام میں جائز کام	۷۲۵
۶۰۲	احرام میں مستحب کام	۷۲۵
۶۰۳	عمرہ کرنے کا طریقہ	۷۲۵
۶۰۴	حج کرنے کا طریقہ	۷۲۶
۶۰۵	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر وثواب	۷۲۷
۶۰۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا طریقہ	۷۲۸
۶۰۷	''احصار'' (حج یا عمرہ کے سفر میں پیش آنے والی رکاوٹ) کی تعریف میں مذاہب ائمہ	۷۳۰
۶۰۸	امام ابوحنیفہ کے موقف پر ائمہ لغت کی تصریحات	۷۳۱
۶۰۹	امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے استدلال	۷۳۱
۶۱۰	امام ابوحنیفہ کے موقف پر آثار صحابہ سے استدلال	۷۳۲
۶۱۱	امام ابوحنیفہ کے موقف پر اقوال تابعین سے استدلال	۷۳۲
۶۱۲	امام ابوحنیفہ کے موقف کی ہمہ گیری اور معقولیت	۷۳۲
۶۱۳	مُحصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک	۷۳۳
۶۱۴	مُحصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	۷۳۴
۶۱۵	ضرورت کی وجہ سے منیٰ میں پہنچنے سے پہلے سر منڈوانے کی رخصت	۷۳۴
۶۱۶	حج تمتع کا بیان	۷۳۵
۶۱۷	الحج اشهر معلومات. (البقرہ: ۱۹۹۔ ۱۹۷)	۷۳۶
۶۱۸	حج کے مہینوں کے متعلق فقہاء امت کے نظریات	۷۳۷
۶۱۹	فرضیت حج کے سبب میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۷۳۷
۶۲۰	ایام حج میں فحش باتیں' گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت	۷۳۷

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۲۱	حج کے لیے سفر خرچ تیار کرنے کا حکم	۷۳۸
۶۲۲	حج کے دوران روزی کمانے کا جواز	۷۳۸
۶۲۳	مشعر حرام کا بیان	۷۳۹
۶۲۴	نسلی برتری کے تفاخر کا ناجائز ہونا	۷۳۹
۶۲۵	فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ. (البقرہ: ۲۰۳۔ ۲۰۰)	۷۴۰
۶۲۶	دوزخ سے پناہ اور جنت کی طلب کی دعا کرنا انبیاء کرام اور صحابہ عظام کا طریقہ ہے	۷۴۱
۶۲۷	اللہ کے جلد حساب لینے کی تفسیر	۷۴۳
۶۲۸	تکبیرات تشریق میں مذاہب ائمہ	۷۴۴
۶۲۹	ذکر بالجہر میں امام ابوحنیفہ کا موقف	۷۴۵
۶۳۰	قیام منیٰ کی مدت کا بیان	۷۴۶
۶۳۱	حجاج کرام کے اجروثواب اور ان سے مصافحہ کرنے کے متعلق احادیث وآثار	۷۴۶
۶۳۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے اور شفاعت طلب کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۷۴۷
۶۳۳	ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا. (البقرہ: ۲۰۶۔ ۲۰۴)	۷۴۸
۶۳۴	دنیا اور آخرت کو برباد کرنے والا	۷۴۹
۶۳۵	"الد الخصام" (سخت جھگڑالو) کا بیان	۷۴۹
۶۳۶	ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ. (البقرہ: ۲۱۰۔ ۲۰۷)	۷۵۰
۶۳۷	رضاء الٰہی کی خاطر دنیا ترک کرنے والا	۷۵۰
۶۳۸	دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین کی رعایت یا موافقت کا ناجائز ہونا	۷۵۲
۶۳۹	"بینات" کی تفسیر	۷۵۲
۶۴۰	بادلوں کے ساتھ عذاب کی تمثیل کا بیان	۷۵۳

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۴۱	سل بنی اسرائیل کم اتینھم من ایۃ بینۃ. (البقرہ: ۲۱۲۔ ۲۱۱)	۷۵۳
۶۴۲	بنو اسرائیل کا اللہ کی نعمتوں کو کفر سے تبدیل کرنا	۷۵۴
۶۴۳	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ تبدیل کرنے کا سبب	۷۵۵
۶۴۴	کان الناس امۃ واحدۃ. (البقرہ: ۲۱۳)	۷۵۵
۶۴۵	تاریخ انسانیت	۷۵۶
۶۴۶	ابتداء میں نوع انسان کے دین حق پر ہونے کے دلائل	۷۵۷
۶۴۷	تمام انسانوں کا دین صرف اسلام ہے	۷۵۷
۶۴۸	ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ. (البقرہ: ۲۱۶۔ ۲۱۴)	۷۵۸
۶۴۹	راہ حق میں پیش آنے والے مصائب	۷۵۹
۶۵۰	راہ خدا میں مال خرچ کرنے کے مصارف	۷۶۰
۶۵۱	جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۶۱
۶۵۲	جہاد کرنے میں عزت اور جہاد ترک کرنے میں ذلت کا بیان	۷۶۱
۶۵۳	جہاد کے درجات اور اجروثواب کے متعلق احادیث	۷۶۲
۶۵۴	یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ. (البقرہ: ۲۱۸۔ ۲۱۷)	۷۶۳
۶۵۵	ربط آیات اور شان نزول	۷۶۴
۶۵۶	حضرمی کے قتل کی تاریخ کی تحقیق	۷۶۴
۶۵۷	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کے منسوخ ہونے کی تحقیق	۷۶۵
۶۵۸	مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۷۶۸
۶۵۹	قتل مرتد پر قرآن اور سنت سے دلائل	۷۶۸
۶۶۰	مرتدہ کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے دلائل	۷۶۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۶۱	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟	۷۷۰
۶۶۲	ارتداد سے نیک عمل ضائع ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۷۰
۶۶۳	دارالاسلام‘ دارالکفر اور دارالحرب کی تعریفات	۷۷۲
۶۶۴	یسئلونك عن الخمر والميسر. (البقرہ: ۲۲۰۔ ۲۱۹)	۷۷۳
۶۶۵	قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان	۷۷۳
۶۶۶	احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان	۷۷۵
۶۶۷	خمر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	۷۷۶
۶۶۸	جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان	۷۷۷
۶۶۹	لاٹری اور انعامی بانڈز وغیرہ کا شرعی حکم	۷۷۸
۶۷۰	”عفو“ (زائداز ضرورت) کے معانی اور محامل	۷۷۸
۶۷۱	”عفو“ کے لفظ سے سوشلزم کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب	۷۷۹
۶۷۲	زیر کفالت یتیم کے ساتھ طرز معاشرت	۷۸۰
۶۷۳	ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمن. (البقرہ: ۲۲۱)	۷۸۱
۶۷۴	مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کا عدم جواز	۷۸۲
۶۷۵	مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ	۷۸۳
۶۷۶	ویسئلونك عن المحيض. (البقرہ: ۲۲۳۔ ۲۲۲)	۷۸۴
۶۷۷	حیض کا حکم بیان کرنے کا شان نزول	۷۸۵
۶۷۸	حائضہ سے مباشرت کرنے کی دینی اور دنیاوی خرابی	۷۸۵
۶۷۹	حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۸۶

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۸۰	ایام حیض کی تعیین میں مذاہب ائمہ	۷۸۶
۶۸۱	حیض‘ نفاس اور استحاضہ میں مبتلا خواتین کے مسائل	۷۸۷
۶۸۲	ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم. (البقرہ: ۲۲۷۔ ۲۲۴)	۷۸۹
۶۸۳	قسم کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور قسم کی شرائط اور ارکان	۷۹۰
۶۸۴	غیر اللہ کی قسم اور مستقبل اور ماضی میں طلاق اور عتاق کی قسم کھانے کی تحقیق	۷۹۱
۶۸۵	یمین غموس (جھوٹی قسم)	۷۹۳
۶۸۶	یمین لغو (بلاقصد قسم)	۷۹۳
۶۸۷	یمین منعقدہ (بالقصد قسم)	۷۹۴
۶۸۸	احکام شرعیہ کے اعتبار سے قسم کی اقسام	۷۹۴
۶۸۹	ایلاء کا معنی اور ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہاء احناف کا موقف	۷۹۵
۶۹۰	ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور دلائل اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات	۷۹۶
۶۹۱	والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء. (البقرہ: ۲۲۸)	۷۹۷
۶۹۲	مطلقہ عورتوں کی عدت مقرر کرنے کا شان نزول	۷۹۸
۶۹۳	مطلقہ عورتوں کی اقسام اور ان کی عدتوں کا بیان	۷۹۸
۶۹۴	عدت کا لغوی اور شرعی معنی اور عدت کے احکام	۷۹۸
۶۹۵	عدت مقرر کرنے کی حکمتیں	۷۹۹
۶۹۶	قرء کے معانی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات	۸۰۰
۶۹۷	قرء بہ معنی حیض کی تائید میں احادیث اور فقہاء احناف کے دلائل	۸۰۰
۶۹۸	قرء کے معنی کی تعیین میں دیگر ائمہ مذاہب کی آراء	۸۰۲
۶۹۹	اسلام میں عورتوں کے مردوں پر حقوق	۸۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۰۰	اسلام میں مردوں کے عورتوں پر حقوق	۸۰۷
۷۰۱	آیا عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے یا نہیں؟	۸۰۹
۷۰۲	حاصل بحث	۸۱۰
۷۰۳	الطلاق مرتان. (البقرہ: ۲۳۰۔ ۲۲۹)	۸۱۰
۷۰۴	طلاق کا لغوی معنی	۸۱۱
۷۰۵	طلاق کا اصطلاحی معنی	۸۱۱
۷۰۶	طلاق کی اقسام	۸۱۱
۷۰۷	طلاق کیوں مشروع کی گئی؟	۸۱۲
۷۰۸	صرف ناگزیر حالات میں طلاق دی جائے	۸۱۲
۷۰۹	صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟	۸۱۲
۷۱۰	طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟	۸۱۳
۷۱۱	خلع	۸۱۳
۷۱۲	قاضی اور حکمین کی تفریق	۸۱۴
۷۱۳	تین طلاق کی تحدید کی وجوہات' مصالح اور حکمتیں	۸۱۴
۷۱۴	سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد	۸۱۵
۷۱۵	طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے	۸۱۵
۷۱۶	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج	۸۱۶
۷۱۷	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف	۸۱۶
۷۱۸	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اوران کے موافقین کا موقف	۸۱۷
۷۱۹	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف	۸۱۸
۷۲۰	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اوران کے موافقین کے دلائل	۸۱۸
۷۲۱	شیخ ابن تیمیہ اوران کے موافقین کے دلائل کے جوابات	۸۱۹
۷۲۲	زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات	۸۱۹
۷۲۳	تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات	۸۲۰
۷۲۴	حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات	۸۲۰
۷۲۵	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے	۸۲۱
۷۲۶	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل	۸۲۱
۷۲۷	اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟	۸۲۳
۷۲۸	صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل	۸۲۳
۷۲۹	طاؤس کی روایت کا صحیح محمل	۸۲۴
۷۳۰	حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام	۸۲۴
۷۳۱	حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت	۸۲۶
۷۳۲	حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان	۸۲۷
۷۳۳	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل	۸۲۷
۷۳۴	قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات	۸۲۸
۷۳۵	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل	۸۲۹
۷۳۶	حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات	۸۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۳۷	صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۸۳۲
۷۳۸	سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق	۸۳۳
۷۳۹	سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۸۳۵
۷۴۰	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین	۸۳۶
۷۴۱	حرف آخرت	۸۳۷
۷۴۲	واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن. (البقرہ: ۲۳۲- ۴۳۱)	۸۳۸
۷۴۳	جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے اس کی گلو خلاصی میں آراء ائمہ	۸۳۹
۷۴۴	خرچ سے محروم عورت کی گلو خلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل	۸۴۰
۷۴۵	مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا	۸۴۱
۷۴۶	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب ائمہ	۸۴۱
۷۴۷	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	۸۴۲
۷۴۸	والوالدات یرضعن اولادھن. (البقرہ: ۲۳۳)	۸۴۳
۷۴۹	دودھ پلانے کے شرعی احکام	۸۴۴
۷۵۰	دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء	۸۴۴
۷۵۱	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا. (البقرہ: ۲۳۵- ۴۳۴)	۸۴۵
۷۵۲	عدت وفات کا بیان اور عدت کی تعریف	۸۴۶
۷۵۳	عدت کے مسائل اور شرعی احکام	۸۴۷
۷۵۴	گناہ کے ارتکاب پر مواخذہ ہونے اور گناہ کے ارادہ پر مواخذہ نہ ہونے کی تحقیق	۸۴۸
۷۵۵	لا جناح علیکم ان طلقتم النساء. (البقرہ: ۲۳۶-۲۳۷ـ ۴۳۶)	۸۵۰
۷۵۶	غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان	۸۵۰
۷۵۷	مطلقہ کی متاع کی مقدار میں ائمہ مذاہب کی آراء	۸۵۱
۷۵۸	مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء	۸۵۲
۷۵۹	متاع کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل	۸۵۲
۷۶۰	متاع کے وجوب کے خلاف فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات	۸۵۲
۷۶۱	نکاح کی گرہ کا مالک شوہر ہے یا عورت کا ولی؟	۸۵۳
۷۶۲	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت پر جمہور کے دلائل	۸۵۳
۷۶۳	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق احادیث	۸۵۴
۷۶۴	حافظوا علی الصلوت والصلوٰۃ الوسطی. (البقرہ: ۲۳۸- ۴۳۸)	۸۵۴
۷۶۵	حفاظت نماز کی تاکیدات اور نماز میں سستی اور اس کو ترک کرنے پر وعیدات	۸۵۵
۷۶۶	صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۸۵۹
۷۶۷	فجر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۰
۷۶۸	ظہر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۰
۷۶۹	عصر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۱
۷۷۰	باتیں نہ کرنے اور خضوع اور خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم	۸۶۲
۷۷۱	چلتی ٹرین اور طیارہ وغیرہ میں نماز پڑھنے کا بیان	۸۶۳
۷۷۲	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق ائمہ کی آراء	۸۶۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷۷۳	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۸۶۴
۷۷۴	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۵	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۶	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۷	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۸۶۶
۷۷۸	حفاظت نماز اور عدت وفات میں مناسبت کا بیان	۸۶۷
۷۷۹	ایک سال تک عدت وفات کے منسوخ ہونے کا بیان	۸۶۷
۷۸۰	عدت وفات کے شرعی حکم میں اختلاف فقہاء	۸۶۸
۷۸۱	حدیث سے عدت وفات کا بیان	۸۶۸
۷۸۲	عدت وفات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۸۶۹
۷۸۳	عدت وفات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۸۶۹
۷۸۴	عدت وفات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۸۷۰
۷۸۵	عدت وفات کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۸۷۰
۷۸۶	مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی کا وجوب	۸۷۱
۷۸۷	الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم. (البقرہ: ۲۴۵ـ ۲۴۳)	۸۷۱
۷۸۸	طاعون سے ڈر کر بھاگنے والوں کا مرنا اور دوبارہ زندہ ہونا	۸۷۲
۷۸۹	وقت سے پہلے موت آنے اور تیسری موت کے اشکال کا جواب	۸۷۳
۷۹۰	''الم تر'' (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کی تحقیق	۸۷۳
۷۹۱	جہاد کی تحریک	۸۷۴
۷۹۲	اللہ کو قرض حسن دینے کا بیان	۸۷۴
۷۹۳	قبض اور بسط کا معنی	۸۷۵
۷۹۴	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کے متعلق احادیث	۸۷۵
۷۹۵	الم تر الی الملا من بنی اسرائیل. (البقرہ: ۲۴۷ـ ۲۴۶)	۸۷۶
۷۹۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے جہاد کی طرف متوجہ کرنے کے اسرار	۸۷۷
۷۹۷	بنو اسرائیل کی اس جماعت کے نبی آیا شمویل تھے یا شمعون؟	۸۷۷
۷۹۸	یہود کو سرزنش	۸۷۹
۷۹۹	طالوت کا بیان	۸۷۹
۸۰۰	وقال لهم نبيهم ان اية ملكه. (البقرہ: ۲۴۸)	۸۸۱
۸۰۱	بنو اسرائیل کے تابوت کی تحقیق	۸۸۱
۸۰۲	سکینہ کے معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۸۸۲
۸۰۳	آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات کا بیان	۸۸۳
۸۰۴	دیگر انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے استفادہ اور حصول شفاء	۸۸۴
۸۰۵	فلما فصل طالوت بالجنود. (البقرہ: ۲۵۲ـ ۲۴۹)	۸۸۷
۸۰۶	طالوت کی فتح اور جالوت کی شکست کا بیان	۸۸۹
۸۰۷	نیکوکاروں کی برکت سے گنہ گاروں سے عذاب کا دور ہونا	۸۹۰
۸۰۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل اور آپ کو تسلی دینے کا بیان	۸۹۲
۸۰۹	تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض. (البقرہ: ۲۵۳)	۸۹۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۱۰	رسولوں کی باہمی فضیلت	۸۹۴
۸۱۱	بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا	۸۹۵
۸۱۲	''رحمۃ للعلمین'' ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۶
۸۱۳	تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۶
۸۱۴	تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۸
۸۱۵	رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۰
۸۱۶	خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۲
۸۱۷	کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۳
۸۱۸	آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۴
۸۱۹	امت کی کثرت اور افضلیت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۵
۸۲۰	مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۶
۸۲۱	اللہ کی رضاجوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۷
۸۲۲	آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۸
۸۲۳	دنیا میں اعلان مغفرت ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۹
۸۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کے محامل	۹۱۲
۸۲۵	باعث تخلیق کائنات ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۴
۸۲۶	قائد المرسلین ہونے اور بعض دیگر فضائل کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۵
۸۲۷	خالق اور خلق کے محبوب ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۶
۸۲۸	خلیل اور حبیب میں فرق کا بیان	۹۱۸
۸۲۹	کلیم اور حبیب میں فرق کا بیان	۹۱۹
۸۳۰	انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی افضلیت	۹۲۱
۸۳۱	سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والی حدیث کا حضرت موسیٰ کے پہلے اٹھنے والی حدیث سے تعارض کا جواب	۹۲۳
۸۳۲	جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے اس کے جوابات	۹۲۳
۸۳۳	یایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم. (البقرہ: ۲۵۴)	۹۲۴
۸۳۴	راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید	۹۲۴
۸۳۵	آخرت میں دوستی اور سفارش سے مسلمانوں کے انتفاع کا بیان	۹۲۴
۸۳۶	اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم. (البقرہ: ۲۵۶-۲۵۵)	۹۲۵
۸۳۷	آیۃ الکرسی کے مفردات اور جملوں کی تشریح	۹۲۶
۸۳۸	آیۃ الکرسی کے فضائل	۹۲۸
۸۳۹	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	۹۲۹
۸۴۰	کرسی کا لغوی معنی	۹۲۹
۸۴۱	قرآن مجید، احادیث اور آثار سے کرسی پر بیٹھنے اور چارزانو بیٹھنے کا جواز	۹۳۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۴۲	دین میں جبر نہ ہونے کی تحقیق	۹۳۱	۸۶۱	انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف	۹۴۷
۸۴۳	مشروعیت جہاد پر نفی جبر کی وجہ سے اعتراض اور معاصر مفسرین کے جوابات	۹۳۳	۸۶۲	دس گنے، سات سو گنے اور بے حساب اجر دینے کی وجوہات	۹۴۸
۸۴۴	جوابات مذکورہ پر بحث ونظر	۹۳۳	۸۶۳	صدقات وخیرات کے آداب وشرائط	۹۴۹
۸۴۵	مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد پر اعتراض کا جواب	۹۳۵	۸۶۴	صدقات کے مصارف، اجروثواب اور آداب و شرائط کے متعلق احادیث	۹۴۹
۸۴۶	اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور. (البقرہ: ۲۵۷)	۹۳۷	۸۶۵	جہاد اور اللہ کی رضاجوئی میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق	۹۵۰
۸۴۷	مومنوں کو ظلمات سے نکالنے کے محامل	۹۳۷	۸۶۶	ریاکار منافق اور مخلص مومن کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق	۹۵۱
۸۴۸	کفار کو نور سے نکالنے کے محامل	۹۳۸			
۸۴۹	طاغوت کا معنی	۹۳۸	۸۶۷	اللہ کی رضاجوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کے لیے خرچ کرنے کی صورتیں	۹۵۱
۸۵۰	الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربه. (البقرہ: ۲۵۹۔ ۲۵۸)	۹۳۸	۸۶۸	سخت حاجت کے وقت باغ کے جل جانے کی مثال کی دو تقریریں	۹۵۳
۸۵۱	مومن کے نور اور کافر کی ظلمت کی مثالیں	۹۳۹			
۸۵۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کا پس منظر اور پیش منظر	۹۳۹	۸۶۹	یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم. (البقرہ: ۲۷۴۔ ۲۶۷)	۹۵۴
۸۵۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا خلاصہ	۹۴۱	۸۷۰	صدقہ میں دیئے جانے والے مال کی صفات کا بیان	۹۵۶
۸۵۴	مناظرہ اور مباحثہ کے احکام اور آداب	۹۴۱			
۸۵۵	تباہ شدہ بستی اور اس کے پاس سے گزرنے والے شخص کی تحقیق	۹۴۲	۸۷۱	حلال کمائی کی مدح اور بر بناء ضرورت اولاد کے مال سے کھانے کا جواز	۹۵۷
۸۵۶	حضرت عزیر کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	۹۴۳	۸۷۲	حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال	۹۵۷
۸۵۷	واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی. (البقرہ: ۲۶۰)	۹۴۴	۸۷۳	عشر کا بیان	۹۵۸
			۸۷۴	عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات	۹۵۸
۸۵۸	حضرت ابراہیم کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	۹۴۴	۸۷۵	عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	۹۵۹
۸۵۹	مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل الله. (البقرہ: ۲۶۶۔ ۲۶۱)	۹۴۵	۸۷۶	عشر کے نصاب میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ	۹۵۹
			۸۷۷	عشری اور خراجی اراضی کی تعریفیں	۹۶۱
۸۶۰	حیات بعد الموت کے ذکر کے بعد صدقہ وخیرات کے ذکر کی مناسبت	۹۴۷	۸۷۸	خراج کی مقدار کا بیان	۹۶۲
			۸۷۹	اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان	۹۶۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۸۰	بخل کو بے حیائی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۹۶۳
۸۸۱	حکمت کے مصداق میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال	۹۶۴
۸۸۲	حکمت کی تعریف اور اس کی اقسام	۹۶۴
۸۸۳	حکمت کے متعلق احادیث	۹۶۴
۸۸۴	نذر کا لغوی اور شرعی معنی اور نذر کی اقسام	۹۶۵
۸۸۵	نذر صحیح اور نذر باطل کا بیان	۹۶۶
۸۸۶	اہل الذمہ کو نفلی صدقات دینے کا جواز	۹۶۹
۸۸۷	گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت میں احادیث	۹۷۱
۸۸۸	سوال کرنے کی حد جواز	۹۷۲
۸۸۹	مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق	۹۷۲
۸۹۰	خفیہ اور علانیہ صدقہ کی آیات کے شان نزول میں متعدد اقوال	۹۷۳
۸۹۱	الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم. (البقرہ: ۲۸۱۔ ۲۷۵)	۹۷۴
۸۹۲	صدقہ کے بعد سود کی آیات ذکر کرنے کی مناسبت	۹۷۵
۸۹۳	ربا کا لغوی معنی	۹۷۶
۸۹۴	ربا کا اصطلاحی معنی	۹۷۶
۸۹۵	ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب ائمہ	۹۷۷
۸۹۶	ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ	۹۷۸
۸۹۷	ربا الفضل کی حرمت کا سبب	۹۸۰
۸۹۸	نفع اور سود میں فرق	۹۸۱
۸۹۹	بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل	۹۸۱
۹۰۰	مجوزین سود کے دلائل کے جوابات	۹۸۲
۹۰۱	افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل	۹۸۳
۹۰۲	دار الحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ	۹۸۴
۹۰۳	دار الحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ	۹۸۴
۹۰۴	دار الحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت	۹۸۴
۹۰۵	دار الحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ	۹۸۵
۹۰۶	مکحول کی روایت کا محمل	۹۸۵
۹۰۷	دار الحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت	۹۸۶
۹۰۸	کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے	۹۸۷
۹۰۹	حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت	۹۸۹
۹۱۰	دار الحرب، دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات	۹۹۰
۹۱۱	قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب	۹۹۱
۹۱۲	ربا اور بیع کا فرق	۹۹۲
۹۱۳	ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان	۹۹۳
۹۱۴	ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں	۹۹۴
۹۱۵	سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ	۹۹۴
۹۱۶	سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا	۹۹۵
۹۱۷	سودی کاروبار ترک نہ کرنے والے کے خلاف جنگ کرنے کا حکم	۹۹۵
۹۱۸	سود پر وعید کے متعلق احادیث	۹۹۶
۹۱۹	مقروض کو مہلت دینے اور اس سے قرض وصول کرنے کا طریقہ	۹۹۷
۹۲۰	مقروض کو مہلت دینے اور قرض معاف کرنے کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۹۹۸
۹۲۱	قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت	۹۹۹
۹۲۲	یایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین. (البقرہ: ۲۸۳۔ ۲۸۲)	۱۰۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۲۳	سود کے بعد تجارتی قرضوں کے تحفظات کے ذکر کی مناسبت	۱۰۰۲
۹۲۴	مال کے مذموم یا محمود ہونے کا مدار	۱۰۰۲
۹۲۵	بیع مطلق اور بیع سلم کی تعریفات	۱۰۰۳
۹۲۶	بیع سلم کی شرائط	۱۰۰۴
۹۲۷	دین اور قرض کی تعریفیں اور ان کا فرق	۱۰۰۴
۹۲۸	آیت مداینہ کے حکم کا تمام دیون کو شامل ہونا	۱۰۰۵
۹۲۹	دین پر مبنی عقود کی دستاویز لکھوانے' اس پر گواہ بنانے یا رہن رکھنے کا شرعی حکم	۱۰۰۵
۹۳۰	شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۰۰۶
۹۳۱	شہادت کی اقسام	۱۰۰۶
۹۳۲	قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان	۱۰۰۶
۹۳۳	شہادت کا حکم	۱۰۰۷
۹۳۴	شہادت کی تعریف' رکن اور سبب وغیرہ کا بیان	۱۰۰۸
۹۳۵	تحمل شہادت کی شرائط	۱۰۰۸
۹۳۶	بہ لحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط	۱۰۰۸
۹۳۷	عدالت کی تعریف	۱۰۰۸
۹۳۸	عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۱۰۰۸
۹۳۹	مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات	۱۰۱۰
۹۴۰	وہ امور جن میں صرف عورت کی گواہی معتبر ہے	۱۰۱۱
۹۴۱	عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں	۱۰۱۲
۹۴۲	گواہی کے لیے بلائے جانے پر گواہوں کے جانے کا شرعی حکم	۱۰۱۳
۹۴۳	کاتب اور گواہ کے ضرر کا بیان	۱۰۱۴
۹۴۴	سفر اور حضر میں رہن رکھنے کے جواز	۱۰۱۴
۹۴۵	رہن کی تعریف اور رہن سے فائدہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء	۱۰۱۵
۹۴۶	رہن کی شرائط اور ضروری مسائل	۱۰۱۷
۹۴۷	اعتماد کی صورت میں وثیقہ لکھوانے' گواہ بنانے اور گروی رکھنے کو ترک کرنے کی رخصت	۱۰۱۸
۹۴۸	احادیث کی روشنی میں دین اور قرض کے ضروری مسائل	۱۰۱۸
۹۴۹	گواہی دینے کا وجوب اور دل کی طرف گناہ کی اضافت کی حکمتیں	۱۰۱۹
۹۵۰	وثیقہ لکھنے' گواہ بنانے' رہن رکھنے کے اسرار اور حکمتیں	۱۰۲۰
۹۵۱	لله ما فی السموات وما فی الارض. (البقرہ: ۲۸۶۔ ۲۸۴)	۱۰۲۱
۹۴۲	بیع اور رہن کے بعد اعمال صالحہ سے مکلف کرنے کی مناسبت	۱۰۲۲
۹۵۳	خواطر قلب کی تکلیف کے منسوخ ہونے کا بیان	۱۰۲۲
۹۵۴	''ھم'' اور عزم کی تحقیق	۱۰۲۳
۹۵۵	دل کے افعال پر مواخذہ کی تحقیق	۱۰۲۴
۹۵۶	تکلیف مالا یطاق پر استدلال اور اس کا جواب	۱۰۲۷
۹۵۷	سورہ بقرہ کے افتتاح اور اختتام کی مناسبت	۱۰۲۷
۹۵۸	اللہ' فرشتوں' کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے ذکر کی ترتیب	۱۰۲۸
۹۵۹	کسب اور اکتساب کا معنی اور شر کو اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہ	۱۰۲۸
۹۶۰	دوسروں کے عمل سے نفع یا ضرر پہنچنے کا بیان	۱۰۲۹
۹۶۱	خطا' نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں' ان پر مواخذہ نہ کرنا	۱۰۳۰
۹۶۲	سابقہ امتوں کے سخت احکام	۱۰۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۶۳	سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت	۱۰۳۰			
۹۶۴	کلمات تشکر	۱۰۳۱			
۹۶۵	مآخذ و مراجع	۱۰۳۳			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوٰۃ اللہ عن صلوٰۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القران وبین لنا مانزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القران وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواء ہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والاٰخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی اٰلہ الطیببین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیاٰت اعمالی من یھدہ اللہ فلامضل لہ ومن یضللہ فلاھادی لہ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شرالحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرۂ اللھم الق فی قلبی اسرار القراٰن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القراٰن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القراٰن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لایغفر الذنوب الا انت اٰمین یارب العالمین۔

Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے O

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے' جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں' جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا' اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں' قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کر دے' اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حدیث دل

اللہ تعالیٰ کا بہت کرم اور بے حد احسان ہے کہ ''شرح صحیح مسلم'' کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ''تبیان القرآن'' لکھنے کی سعادت عطا فرمائی اور کلام رسول کی تشریح کے بعد کلام اللہ کی تفسیر کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمارے علماء متقدمین نے تفسیر کے موضوع پر اس قدر زیادہ اور عظیم کام کیا ہوا ہے کہ اس پر کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوسکتا' البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علماء اسلام کی زیادہ تر کاوشیں عربی زبان میں ہیں جن تک عام اردودان طبقہ کی رسائی نہیں ہے تو اس بات کی بے شک ضرورت تھی کہ علوم اور معارف کے ان جواہر پاروں کو سہل اور عام فہم انداز میں جدید اسلوب نگارش کے مطابق اردو زبان میں منتقل کردیا جائے۔ اسی طرح قرآن مجید کے تراجم کا حال ہے' ہمارے بزرگ علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں اس دور کی زبان کے مطابق قرآن مجید کے مفاہیم کو اردو زبان میں منتقل کیا اور ان کی یہ مساعی بہت قابل قدر بلکہ لائق رشک ہیں لیکن زبان کا اسلوب اور مزاج وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے' اس وجہ سے میں محسوس کرتا تھا کہ اس دور کے اردو پڑھنے والوں کے مزاج اور ان کے اسلوب کے مطابق قرآن مجید کا ترجمہ کرنا چاہیے تاکہ پڑھنے والوں کے لیے وہ ترجمہ اجنبی اور نامانوس نہ ہو۔

میں نے قرآن مجی کا ترجمہ تحت اللفظ نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کیا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ سے بالکل الگ اور عربی متن کی رعایت کیے بغیر قرآن مجید کے مفہوم کی ترجمانی کی جائے۔ میں نے اپنے آپ کو قرآن مجید کے الفاظ اور عبارت کا پابند رکھا ہے لیکن لفظی ترجمہ نہیں کیا۔ تفسیر میں میں نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو دلائل سے مزین کیا ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں احکام اور مسائل کا ذکر ہے وہاں میں نے تمام فقہی مذاہب کا دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہمارے متقدمین مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر میں جو نکات بیان کیے ہیں ان میں سے میں نے استفادہ کیا ہے لیکن جو بہت بعید نکات ہیں یا دوراز کار تاویلات ہیں ان کو ترک کردیا ہے۔ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں زیادہ سے زیادہ احادیث اور آثار کو پیش کروں' عام طور پر مفسرین صرف حدیث کا ذکر کردیتے ہیں اس کی تخریج نہیں کرتے۔ میں نے کافی محنت اور جانفشانی کرکے ''تبیان القرآن'' میں درج ہر حدیث کی تخریج کی ہے اور اس کا مکمل حوالہ بیان کیا ہے' البتہ حافظ منذری' حافظ الہیثمی اور حافظ سیوطی چونکہ علم حدیث میں بہت ثقہ ہیں اس لیے ان کی تصانیف میں درج مسلم ائمہ حدیث کی روایات کو ان کے حوالوں کے ساتھ ذکر کردیا ہے اور کہیں کہیں اصل ماخذ کے حوالوں کی بھی نشاندہی کردی ہے۔ ہمارے بعض مصنفین ایسا کرتے ہیں مثلاً حافظ سیوطی نے ایک حدیث کو دس ائمہ حدیث کے حوالوں سے ذکر کیا ہے' اب وہ حافظ سیوطی کا ذکر کیے بغیر اس حدیث کو ان حوالوں کے ساتھ ذکر کردیتے ہیں اور یہ تلبیس کرتے ہیں کہ گویا اس حدیث کو انہوں نے ان دس حدیث کی کتابوں سے تلاش کیا ہے۔ اسی طرح علامہ شامی نے اگر کسی مسئلہ کو دس فقہاء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے تو وہ علامہ شامی کا ذکر کیے بغیر اس مسئلہ کو ان دس فقہاء کے حوالوں سے ذکر کردیتے ہیں اور پڑھنے والے پر یہ تاثر قائم کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے اس مسئلہ کو ان دس فقہاء کے

Marfat.com

حوالوں سے تلاش کیا ہے' میرے نزدیک یہ تلبیس سخت مذموم ہے۔ اگر حافظ منذری یا حافظ الہیثمی یا حافظ سیوطی نے کسی حدیث کو دس ائمہ حدیث کے حوالوں سے ذکر کیا ہے تو میں نے اس طرح لکھا ہے کہ حافظ منذری یا حافظ سیوطی نے اس حدیث کو ان دس ائمہ حدیث کے حوالوں سے ذکر کیا ہے اور اس کا مکمل حوالہ دیا ہے اور کسی کی محنت اور جانفشانی کو اپنی طرف منسوب کرنے کی مذموم تلبیس نہیں کی۔ اسی طرح فقہاء کے حوالہ جات کا معاملہ ہے۔

نئے اور تازہ مسائل میں غور وفکر اور اجتہاد کی کافی وسعت اور گنجائش ہے اور ظاہر ہے اس میں علماء کی آراء مختلف ہوتی ہیں اور جو عالم بھی کسی تازہ اور نئے مسئلہ میں غور وفکر سے اجتہاد کرتا ہے وہ پوری دیانتداری اور خدا خوفی سے اس کے حکم کو دلائل شرعیہ سے اخذ کرتا ہے' اگر کسی عالم کو اس سے اختلاف ہو تو اس کو دلائل کے ساتھ اپنا نظریہ تو بیان کرنا چاہیے لیکن فریق مخالف پر کیچڑ نہیں اچھالنی چاہیے اور طعن و تشنیع سے کام نہیں لینا چاہیے' بدقسمتی سے ہمارے ہاں لوگوں کا یہ مزاج نہیں ہے اور لوگوں کا جس شخص سے کسی علمی مسئلہ میں اختلاف ہو وہ اس کو جاہل' خائن اور اس نوع کے دیگر القابات سے نوازتے ہیں بلکہ اس کو دین اور ملت سے خارج کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ ان تازہ مسائل میں سے بعض مسائل میں ہمارا دوسرے علماء سے اختلاف ہے لیکن ہم نے اپنا موقف دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان علماء کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا اور ان کے اعزاز' اکرام اور احترام کو پوری طرح قائم رکھا ہے' مثلاً ہمارے نزدیک اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہ رکے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا اعادہ واجب نہیں ہے' تاہم جو علماء اس عمل کو ناجائز کہتے ہیں' ہم نے ان کو مطعون نہیں کیا' اسی طرح ہمارے نزدیک ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت خون کو منتقل کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے' اور اعضاء کی پیوند کاری جائز نہیں ہے' ہم نے اس سلسلہ میں ان کے دلائل پر بحث کی ہے لیکن طعن اور تشنیع سے اجتناب کیا ہے۔ علی ہذا القیاس۔

جن موضوعات پر ''شرح صحیح مسلم'' میں مفصل بحث آچکی ہے' بعض جگہ میں نے اسی بحث کو نقل کر دیا ہے' بعض جگہ اس کو ملخص کیا ہے' اور بعض جگہ ان مباحث کو از سر نو لکھا ہے' ترجمہ میں' میں نے زیادہ تر علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ کے ترجمہ ''البیان'' سے استفادہ کیا ہے اور تفسیر میں زیادہ تر احکام القرآن' الجامع لاحکام القرآن' البحر المحیط' تفسیر کبیر' الدر المنثور اور روح المعانی سے استفادہ کیا ہے۔ جدید تفاسیر میں سے تفسیر منیر' مراغی' فی ظلال القرآن اور تفسیر قاسمی بھی میرے پیش نظر رہی ہیں۔ اسباب نزول کے بیان میں ''جامع البیان'' پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے۔ احادیث کی بہت سی کتابیں جن کے ہم پہلے صرف نام سنتے تھے الحمد للہ اب وہ چھپ گئی ہیں اور ہمیں دستیاب ہیں' میں نے زیادہ تر کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں احادیث کو ان کے اصل حوالہ جات کے ساتھ ذکر کروں' اسی طرح فقہی مباحث میں مذاہب ائمہ کو ان کو اصل کتابوں کے حوالے کے ساتھ درج کیا ہے' ماخذ اور مراجع کی فہرست میں نے سنین وفات کی ترتیب سے مرتب کی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ پہلی بار اس نوع کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایک نظر میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ محدث' مفسر' فقیہ یا مصنف کس زمانہ اور کس دور کا ہے۔

دس رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے مبارک دن اس تفسیر کا آغاز ہوا تھا اور بارہ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ کے مسعود دن میں اس کی پہلی جلد اختتام کو پہنچ گئی۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

اس جلد میں ایک مقدمہ ہے اور الفاتحہ اور البقرہ کی تفسیر ہے' میں نے اس تفسیر کو متوسط طریقہ پر لکھا ہے' اس میں بہت زیادہ تفصیل ہے نہ بہت اختصار ہے' مسائل حاضرہ پر میں نے بہت شرح وبسط کے ساتھ ''شرح صحیح مسلم'' میں لکھا دیا ہے' اسی

Marfat.com

طرح عبادات اور معاملات پر بھی سیر حاصل بحث اس میں آ گئی ہے تاہم جو مسائل اور مباحث اس میں آنے سے رہ گئے ہیں ان شاء اللہ ان کا اس میں تفصیل کے ساتھ ذکر کروں گا۔ معاصرین اور عہد قریب کے مفسرین کی تحقیقات اور نگارشات کو میں نے اپنے پیش نظر رکھا ہے اور جہاں میری رائے ان کے ساتھ متفق نہیں ہو سکی میں نے ادب اور احترام کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔

اخیر میں' میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں میرے ساتھ تعاون کیا' خاص طور پر سید اعجاز احمد صاحب' صاحبزادہ محسن اعجاز صاحب (فرید بک سٹال)' پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمان صاحب زید مجہم' مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب وغیرہم کا میں خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہوں' اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق دے' اس کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور مجھے' اس کتاب کے تمام معاونین اور قارئین کو دنیا اور آخرت کے ہر شر سے محفوظ رکھے اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر ہمیں عطا فرمائے۔ آمین

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵' فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

۲۶ ربیع الاول' ۱۴۱۶ھ / ۱۴ اگست ۱۹۹۵ء

Marfat.com

Marfat.com

اَلْمُقَدِّمَةُ

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

مقدمہ تفسیر

قرآن مجید کی تفسیر سے پہلے ضروری ہے کہ بطور مقدمہ چند اہم امور کو جان لیا جائے' اس لیے پہلے ہم وحی کی حقیقت' قرآن مجید کی تعریف' قرآن مجید کے فضائل' قرآن مجید کا اعجاز' قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی وجوہ' سب سے پہلی اور سب سے آخری آیت کی تحقیق' مکی اور مدنی سورتوں کی بحث' قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کی سات قراءتوں کا بیان' اور قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی تعداد کا ذکر کریں گے' پھر تفسیر اور تاویل کی تعریف' تفسیر کے فضائل' تفسیر بالرائے کی تحقیق' امہات ماخذ تفسیر' شروط تفسیر' طبقات مفسرین اور بعض دیگر اہم امور کو بیان کریں گے۔ فنقول وباللّٰه التوفيق وبه الا ستعانة يليق .

وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حدیث میں وحی کا بہ کثرت ذکر ہے' لکھنے' اشارہ کرنے' کسی کو بھیجنے' الہام اور کلام خفی پر وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(نہایہ ج ۴ ص ۱۶۳' مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

اشارہ' لکھنا' مکتوب' رسالۃ' الہام' کلام خفی' ہر وہ چیز جس کو تم غیر کی طرف القاء کرو اسے اور آواز کو وحی کہتے ہیں۔

(قاموس ج ۴ ص ۵۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی اس کلام کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرف نازل فرماتا ہے۔ ابن الانباری نے کہا: اس کو وحی اس لیے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کلام کو لوگوں سے مخفی رکھتا ہے' اور وحی نبی کے ساتھ مخصوص ہے جس کو لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے' لوگ ایک دوسرے سے جو خفیہ بات کرتے ہیں وہ وحی کا اصل معنی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِيۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ (الانعام: ۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے سرکش انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا جو خفیہ طور پر ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں۔

اور ابواسحٰق نے کہا ہے کہ وحی کا لغت میں معنی ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا' اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں' ازہری نے کہا ہے: اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں۔ اشارہ کے متعلق یہ آیت ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا ۝ (مریم: ۱۱)

سو زکریا اپنی قوم کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر نکلے' پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام (اللہ کی)

Marfat.com

تسبیح کیا کروo

اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو خفیہ طریقہ سے کلام کیا گیا اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۚ (الشوریٰ:۵۱)

اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے' مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے' یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ پہنچائے جو اللہ چاہے۔

بشر کی طرف وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بشر کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر دے' یا الہام کے ذریعہ' یا خواب کے ذریعہ' یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی تھی' یا جس طرح سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا' اور یہ سب اعلام (خبر دینا) ہیں' اگرچہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

(تاج العروس' ج ۱۰ ص ۳۸۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: وحی کا اصل معنی سرعت کے ساتھ اشارہ کرنا ہے' یہ اشارہ کبھی رمز اور تعریض کے ساتھ کلام میں ہوتا ہے اور کبھی محض آواز سے ہوتا ہے' کبھی اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے اور کبھی لکھنے سے ہوتا ہے' جو کلمات انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء کیے جاتے ہیں ان کو بھی وحی کہا جاتا ہے' یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے جو دکھائی دیتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے' جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی خاص شکل میں آتے تھے اور کبھی کسی کے دکھائی دیئے بغیر کلام سنا جاتا ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' اور کبھی دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے' جیسے حدیث میں ہے: جبرئیل نے میرے دل میں بات ڈال دی' اس کو ''نفث فی الروع'' کہتے ہیں اور کبھی یہ القاء اور الہام کے ذریعہ ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ (القصص:۷)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔

اور کبھی یہ القاء تسخیر ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ (النحل:۶۸)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈال دیا کہ پہاڑوں میں' درختوں میں اور ان چھپریوں میں گھر بنا جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیںo

اور کبھی خواب میں القاء کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: نبوت منقطع ہوگئی ہے اور سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

(المفردات ص ۵۱۶۔ ۵۱۵ ملحضاً' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے کم وبیش یہی لکھا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۸۱۔ ۳۷۹' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران)

علامہ بدر الدین عینی نے وحی کا اصطلاحی معنی یہ لکھا ہے:

اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی پر جو کلام نازل کیا جاتا ہے وہ وحی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

اور علامہ تفتازانی نے الہام کا معنی یہ بیان کیا ہے:

Marfat.com

دل میں بہ طریق فیضان کسی معنی کو ڈالنا یہ الہام ہے۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

ضرورت وحی اور ثبوت وحی

انسان مدنی الطبع ہے اور مل جل کر رہتا ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے خوراک' کپڑوں اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور افزائش نسل کے لیے نکاح کی ضرورت ہے۔ ان چار چیزوں کے حصول کے لیے اگر کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہو تو ہر زور آور اپنی ضرورت کی چیزیں طاقت کے ذریعہ کمزور سے حاصل کرلے گا' اس لیے عدل اور انصاف کو قائم کرنے کی غرض سے کسی قانون کی ضرورت ہے' اور یہ قانون اگر کسی انسان نے بنایا تو وہ اس قانون میں اپنے تحفظات اور اپنے مفادات شامل کرے گا' اس لیے یہ قانون مافوق الانسان کا بنایا ہوا ہونا چاہیے تاکہ اس میں کسی کی جانب داری کا شائبہ اور وہم و گمان نہ ہو' اور ایسا قانون صرف خدا کا بنایا ہوا قانون ہو سکتا ہے' جس کا علم خدا کے بتلانے اور اس کے خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان عقل سے خدا کے وجود کو معلوم کر سکتا ہے' عقل سے خدا کی وحدانیت کو بھی جان سکتا ہے' قیامت کے قائم ہونے' حشر ونشر اور جزاو سزا کو بھی عقل سے معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ عقل سے اللہ تعالیٰ کے مفصل احکام کو معلوم نہیں کر سکتا۔ وہ عقل سے یہ جان سکتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور ناشکری بری بات ہے لیکن وہ عقل سے یہ نہیں جان سکتا کہ اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے' اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ہی ہو گا اور اسی کا نام وحی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں عبث اور بے مقصد نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور حقوق اور فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے۔ برے کاموں اور بری خصلتوں سے بچے اور اچھے کام اور نیک خصلتیں اپنائے' اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کیا کیا ہیں' اور وہ کس طرح ادا کی جائیں' وہ کون سے کام ہیں جن سے بچا جائے اور وہ کون سے کام ہیں جن کو کیا جائے؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان کو بنیادی طور پر کھانے پینے کی اشیاء' کپڑوں اور مکان کی حاجت ہے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے ازدواج کی ضرورت ہے' لیکن اگر کسی قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر ان چیزوں کو حاصل کیا جائے تو یہ نری حیوانیت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے ان کو حاصل کیا جائے تو یہ محض عبادت ہے اور اس قاعدہ اور ضابطہ کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور اس کی خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

بعض چیزوں کو ہم حواس کے ذریعہ جان لیتے ہیں جیسے رنگ' آواز اور ذائقہ کو' اور بعض چیزوں کو عقل سے جان لیتے ہیں جیسے دو اور دو کا مجموعہ چار ہے یا مصنوع کے وجود سے صانع کے وجود کو جان لیتے ہیں' لیکن کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کو حواس سے جانا جا سکتا ہے نہ عقل سے' مثلاً نماز کا کیا طریقہ ہے' کتنے ایام کے روزے فرض ہیں' زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے اور کس چیز کا کھانا حلال ہے اور کس چیز کا کھانا حرام ہے' غرض عبادات اور معاملات کے کسی شعبہ کو ہم حواس خمسہ اور عقل کے ذریعہ نہیں جان سکتے' اس کو جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے وحی!

بعض اوقات حواس غلطی کرتے ہیں مثلاً ریل میں بیٹھے ہوئے شخص کو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بخار زدہ شخص کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے اور حواس کی غلطیوں پر عقل تنبیہ کرتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات عقل بھی غلطی کرتی ہے مثلاً عقل یہ کہتی ہے کہ کسی ضرورت مند کو مال نہ دیا جائے مال کو صرف اپنے مستقبل کے لیے بچا کے رکھا جائے اور جس طرح

Marfat.com

حواس کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے' اسی طرح عقل کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیے وحی کی ضرورت ہے۔

وحی کی تعریف میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو جو چیز بتلاتا ہے وہ وحی ہے' اور نبوت کا ثبوت معجزات سے ہوتا ہے' اب یہ بات بحث طلب ہے کہ وحی کے ثبوت کے لیے نبوت کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر نبوت کے بغیر وحی کا ثبوت ممکن ہوتا تو اس دنیا کا نظام فاسد ہو جاتا' مثلاً ایک شخص کسی کو قتل کر دیتا اور کہتا: مجھ پر وحی اتری تھی کہ اس شخص کو قتل کر دو۔ ایک شخص بہ زور کسی کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا اور کہتا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ اس کے مال پر قبضہ کر لو' اس لیے ہر کس و ناکس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ وحی کا دعویٰ کرے۔ وحی کا دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا ہو' لہٰذا وحی کا دعویٰ صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور نبوت کا دعویٰ تب ثابت ہو گا جب وہ اس کے ثبوت میں معجزات پیش کرے گا۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب نبی کے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو نبی کو کیسے یقین ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے اور یہ اللہ کا کلام لے کر آیا ہے؟ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرشتہ نبی کے سامنے اپنے فرشتہ ہونے اور حامل وحی الٰہی ہونے پر معجزہ پیش کرتا ہے' اور امام غزالی کی بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ایسی صفت عطا فرماتا ہے جس سے وہ جن' فرشتہ اور شیطان کو الگ الگ پہچانتا ہے جیسے ہم انسانوں' جانوروں اور نباتات اور جمادات کو الگ الگ پہچانتے ہیں کیونکہ ہماری رسائی صرف عالم شہادت تک ہے اور نبی کی پہنچ عالم شہادت میں بھی ہے اور عالم غیب میں بھی۔

وحی کی اقسام

بنیادی طور پر وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ اور معانی کا نزول ہو تو یہ وحی متلو ہے اور یہی قرآن مجید ہے' اور اگر آپ پر صرف معانی نازل کیے جائیں اور آپ ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کریں تو یہی وحی غیر متلو ہے اور اس کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی متعدد صورتیں ہیں جن کا احادیث صحیحہ میں بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح (مسلسل) آتی ہے اور یہ مجھ پر بہت شدید ہوتی ہے۔ یہ وحی (جب) منقطع ہوتی ہے تو میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں' اور کبھی میرے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے' اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا جاتا ہے میں اس کو یاد کرتا جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی نازل ہوتی اور جس وقت وحی ختم ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کی صرف دو صورتیں بیان کی ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ قائل اور سامع میں کوئی مناسبت ہونی چاہیے تاکہ ان میں تعلیم اور تعلم اور افادہ اور استفادہ متحقق ہو سکے اور یہ اتصاف یا تو اس طرح ہو گا کہ سامع پر قائل کی صفت کا غلبہ ہو اور وہ قائل کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور "صلصلة الجرس" (گھنٹی کی آواز) سے یہی

Marfat.com

پہلی قسم مراد ہے' اور یا قائل سامع کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے جس میں فرشتہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر آپ سے کلام کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی پہلی قسم کی تشبیہ گھنٹی کی آواز کے ساتھ دی ہے' جس کی آواز مسلسل سنائی دیتی ہے اور اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا' اس میں آپ نے یہ متنبہ کیا ہے کہ جس وقت یہ وحی قلب پر نازل ہوتی ہے تو آپ کے قلب پر خطاب کی ہیبت طاری ہوتی ہے اور وہ قول آپ کو حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس قول کے ثقل کی وجہ سے اس وقت آپ کو اس کا پتا نہیں چلتا اور جب اس کے جلال کی ہیبت زائل ہو جاتی ہے تو پھر آپ کو اس کا علم ہوتا ہے' اور وحی کی یہ قسم ایسی ہے جیسے ملائکہ پر وحی نازل ہوتی ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پروں کو جھڑجھڑاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر ماری جائے اور جب ان کے دلوں سے وہ ہیبت زائل ہوتی ہے تو وہ آپس میں کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: حق فرمایا اور وہ عظیم اور کبیر ہے' اور اس حدیث میں ہم پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ وحی کی پہلی قسم دوسری سے شدید ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت بشری سے فرشتہ کی حالت کی طرف منتقل ہوتے تھے' پھر آپ پر اس طرح وحی کی جاتی تھی جس طرح فرشتوں پر کی جاتی ہے' اور یہ آپ کے لیے مشکل تھا اور دوسری قسم میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور یہ قسم آپ کے لیے آسان تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱ص ۴۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گھنٹی کی آواز میں ہر چند کہ عام لوگوں کے لیے کوئی معنی اور پیغام نہیں ہوتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس آواز میں کوئی معنی اور پیغام ہوتا تھا جیسا کہ اس ترقی یافتہ دور میں ہم دیکھتے ہیں جب ٹیلی گرام دینے کا عمل کیا جاتا ہے تو ایک طرف سے صرف ٹک ٹک کی آواز ہوتی ہے اور دوسری طرف اس سے پورے پورے جملے بنا لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وحی کی یہ آواز بہ ظاہر صرف گھنٹی کی مسلسل ٹن ٹن کی طرح ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں پورے پورے فصیح و بلیغ جملے موجود ہوں۔

علامہ بدرالدین عینی نے نزول وحی کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) کلام قدیم کو سننا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' جس کا ذکر آثار صحیحہ میں ہے۔

(۲) فرشتہ کی رسالت کے واسطہ سے وحی کا موصول ہونا۔

(۳) وحی کو دل میں القاء کیا جائے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: روح القدس نے میرے دل میں القاء کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اسی طرح وحی کی جاتی تھی' اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے جو وحی کا لفظ بولا جاتا ہے وہ الہام یا تسخیر کے معنی میں ہوتا ہے۔

علامہ سہیلی نے ''الروض الانف'' (ج ۱ص ۱۵۴۔ ۱۵۳' مطبوعہ ملتان) میں نزول وحی کی یہ سات صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی واقعہ دکھایا جائے۔

(۲) گھنٹی کی آواز کی شکل میں آپ کے پاس وحی آئے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں کوئی معنی القاء کیا جائے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آئے اور حضرت جبریل آپ کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی شکل میں آئیں' حضرت دحیہ کی شکل میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حسین ترین شخص تھے' حتیٰ کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر چلا کرتے تھے' مبادا عورتیں ان کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہوں۔

(۵) حضرت جبرائیل آپ کے پاس اصلی صورت میں آئے' اس صورت میں ان کے چھ سو پر تھے جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے تھے۔

(۶) اللہ تعالیٰ آپ سے یا تو بیداری میں پردہ کی اوٹ سے ہم کلام ہو جیسا کہ معراج کی شب ہوا' یا نیند میں ہم کلام ہو' جیسے ''جامع ترمذی'' میں ہے: اللہ تعالیٰ میرے پاس حسین صورت میں آیا اور فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

(۷) اسرافیل علیہ السلام کی وحی' کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسرافیل کے سپرد کر دیا گیا تھا اور وہ تین سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہے' اور وہ آپ کے پاس وحی لاتے تھے' پھر آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا' اور ''مسند احمد'' میں سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام رہے اور وہ آپ کو بعض کلمات اور بعض چیزوں کی خبر دیتے تھے' اس وقت تک آپ پر قرآن مجید نازل نہیں ہوا تھا اور جب تین سال گزر گئے تو پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس رہے' پھر بیس سال آپ پر آپ کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا' دس سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا' البتہ واقدی وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ آپ کو اور کسی فرشتہ کے سپرد نہیں کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

قرآن مجید کی تعریف اور قرآن مجید کے اسماء

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے مختلط' محرف اور محو ہو جانے کے بعد دنیا میں قیامت تک وحی الٰہی صرف قرآن مجید کی صورت میں باقی اور محفوظ رہے' گزشتہ شریعتیں' شریعت مصطفوی کے بعد منسوخ ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے صرف شریعت محمدی اور دین اسلام کے واجب القبول ہونے کا اعلان فرمادیا' اور دین اسلام اور شریعت محمدی کی اساس اور برہان قرآن مجید ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلائل ہیں' انبیاء سابقین اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت' رسالت اور ان کی عظمتوں کا بیان ہے' حلال اور حرام' عبادات اور معاملات' آداب اور اخلاق کے جملہ احکام کا بیان ہے' معاد جسمانی' حشر ونشر اور جنت و دوزخ کا تفصیل سے ذکر ہے' اور انسان کی ہدایت کے لیے جس قدر امور کی ضرورت ہو سکتی ہے' ان سب کا قرآن مجید میں بیان ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (النحل: ۸۹)	اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور مسلمانوں کے لیے بشارت ہے ○

علماء اصول فقہ نے قرآن مجید کی یہ تعریف کی ہے:

قرآن مجید' اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے جو ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا' یہ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور ہم تک تواتر سے پہنچا ہے' اس کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہے اور اس کا اختتام سورہ الناس پر ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ پر قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوگا کیونکہ قرآن مجید الفاظ عربیہ میں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا. (یوسف: ۲) ہم نے اس کتاب کو بہ طور عربی قرآن نازل کیا۔

اسی طرح قراءات شاذہ جو تواتر سے منقول نہیں ہیں ان پر بھی قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوگا۔

قرآن مجید میں قرآن مجید کے پانچ اسماء ذکر کیے گئے ہیں: قرآن' فرقان' کتاب' ذکر اور نور' ان اسماء کا ذکر حسب ذیل آیات میں ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ (الواقعہ: ۷۸۔۷۷) بے شک یہ بہت معزز قرآن ہے ۝ محفوظ کتاب میں (موجود ہے) ۝

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ (البروج: ۲۲۔ ۲۱) بلکہ وہ بہت معظم قرآن ہے ۝ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا ہے) ۝

قرآن مجید میں اٹھاون مرتبہ ''القرآن'' کا ذکر ہے' دس مرتبہ ''قرآن'' کا ذکر ہے اور دو مرتبہ ''قرانہ'' کا بہ طور مصدر ذکر ہے۔ قرآن کا لفظ قراءت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پڑھنا اور چونکہ اس کو بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔ نیز ''قرء'' کا معنی ہے جمع کرنا' اور چونکہ قرآن مجید میں سورتیں اور آیات مجتمع ہیں اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

فرقان کا ذکر اس آیت میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱) بہت برکت والا ہے جس نے اپنے (محبوب) بندہ پر ''فرقان'' کو نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو ۝

فرقان' فرق سے ماخوذ ہے اور کیونکہ یہ کتاب حق اور باطل' ایمان اور کفر اور خیر اور شر کے درمیان فرق کرتی ہے' اس لیے اس کا نام فرقان ہے۔

کتاب کا ذکر ان آیات میں ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ. (البقرہ: ۲) یہ عظیم کتاب (ہے) اس میں کوئی شک نہیں (ہے)۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى. (الاحقاف: ۳۰) جنوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

کتاب کا لفظ کتب سے بنا ہے' اس کے معنی ہیں جمع کرنا اور اس میں مختلف قصص' آیات اور احکام کو جمع کیا گیا ہے' اس لیے اس کا نام کتاب ہے۔

ذکر اس آیت میں مذکور ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹) بے شک ہم ہی نے ''ذکر'' نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۝

ذکر کے معنی ہیں نصیحت اور چونکہ قرآن مجید میں بہت زیادہ نصیحتیں بیان کی گئی ہیں اس لیے اس کا نام ذکر ہے۔

نور کا ذکر اس آیت میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء: ۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مستحکم دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف بیان کرنے والا

Marfat.com

نور نازل کیا○

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے اور قرآن مجید بھی خود ظاہر ہے اور بہت سی اخبار' احکام اور اسرار کا مظہر ہے۔

مذکور الصدر اسماء کے علاوہ قرآن مجید کو مصحف بھی کہتے ہیں' مصحف کا معنی ہے جس میں صحیفوں کو جمع کیا گیا ہو اور صحیفہ چرمی ٹکڑے یا کاغذ کے ورق کو کہتے ہیں۔ علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام رکھنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا اور پھر اس کا نام مصحف رکھا۔

(غرائب القرآن ج ۱ ص ۲۵' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۲۳ھ)

قرآن کریم کے فضائل اور اجر و ثواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید کا علم حاصل کرے اور لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا' اس کے گھر میں ایک جانور تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا' اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے' اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اے شخص! پڑھتے رہو' یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے' اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہو اور وہ اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! عنقریب فتنے برپا ہوں گے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان فتنوں سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ! اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کے لیے پیش گوئیاں ہیں اور یہ تمہارے درمیان حکم ہے' یہ (حق اور باطل کے درمیان) فیصل ہے' بے فائدہ نہیں ہے' جس متکبر نے اس کو ترک کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا' جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں رہنے دے گا' یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے' یہ حکمت آمیز نصیحت ہے' یہ صراط مستقیم ہے' اس کی وجہ سے خواہشات میں کجی نہیں آئے گی' کسی زبان کا کلام اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا' علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوں گے' بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ نہیں ہوگی' اس کے اسرار بھی ختم نہیں ہوں گے' جنوں نے جب اس کو سنا تو اس پر ایمان لانے میں بالکل توقف نہیں کیا اور بے ساختہ کہا: بے شک ہم نے حیرت انگیز کلام سنا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے' ہم اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے اس کے مطابق کہا اس نے سچ کہا' جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا گیا' جس نے اس کے مطابق حکم کیا اس نے عدل کیا' جس نے اس کی دعوت دی وہ

Marfat.com

صراط مستقیم پر ہدایت یافتہ ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۳۔ ۴۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن کہے گا: اے رب! اس کو مزین کر، تب اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن کہے گا: اے رب! اس کو اور مزین کر، تو اس کو عزت والے حلے پہنائے جائیں گے، پھر قرآن کہے گا: اے رب! اس سے راضی ہو جا، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا، پھر اس شخص سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے درجوں میں) چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں اس کو نیکی دی جائے گی۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پیٹ میں قرآن نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا، اور جس طرح دنیا میں آہستہ آہستہ قرآن پڑھتا تھا، اسی طرح پڑھ جہاں تو آخری آیت پڑھے گا وہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علانیہ قرآن پڑھنے والا، علانیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے اور پوشیدگی سے قرآن پڑھنے والا پوشیدگی سے صدقہ دینے والے کی مثل ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص قرآن پڑھنے میں مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر نہ کر سکا اور مجھ سے دعا نہ کر سکا، میں اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماؤں گا، اور اللہ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ ''الحمد للہ رب العلمین'' پڑھتے، پھر ٹھہرتے، پھر ''الرحمن الرحیم'' پڑھتے، پھر ٹھہرتے، پھر ''مالك يوم الدين'' پڑھتے۔

(جامع ترمذی ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کی مخلوق سے کچھ لوگ اہل اللہ ہیں، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اہل قرآن، وہ اہل اللہ ہیں اور اللہ کے خاص بندے ہیں۔

(سنن کبریٰ ج ۵ ص ۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو شخصوں میں حسد

Marfat.com

(رشک) کرنا جائز ہے' ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ دن رات اس مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے' اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا اور وہ دن رات قیام میں قرآن پڑھتا ہے

(سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کیا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کردے گا اور اس کو اس کے گھر کے دس ایسے افراد کی شفاعت کرنے والا بنائے گا جن میں سے ہر ایک کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن مجید پڑھانے کا حکم دیا اور اس پر برانگیختہ کیا' اور فرمایا: قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے کے گھر والوں کو بہت سخت حاجت ہوگی تو قرآن ان کے پاس آئے گا اور مسلمان سے کہے گا مجھے پہچانتے ہو؟ وہ شخص کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں جس سے تم محبت کرتے تھے اور اس سے جدائی کو ناپسند کرتے تھے' جو تم کو کھینچتا تھا اور تم کو قریب کرتا تھا' وہ شخص کہے گا: شاید تم قرآن ہو' پھر قرآن اس کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جائے گا' اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوگا اور بائیں طرف جنت ہوگی' اس کے سر کے اوپر سکینہ کو رکھا جائے گا' اور اس کے ماں باپ کو تمام دنیا سے قیمتی حلے دیئے جائیں گے' وہ کہیں گے کہ ہمارے اعمال تو اس انعام کے لائق نہیں' یہ کس چیز کا صلہ ہیں؟ قرآن کہے گا: یہ تمہارے بیٹے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں سوید بن عبدالعزیز متروک راوی ہے اور ہشیم نے اس کے متعلق اچھے کلمات کہے ہیں اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۰' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بزرگ لوگ حاملین قرآن ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں سعد بن سعید ضعیف راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۱' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس شخص نے سبحان اللہ العظیم کہا اس کے لیے جنت میں ایک پودا اگایا جاتا ہے اور جس نے پورا قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوگا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں زبان بن فائد ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو قصداً سنا' اس کے لیے ایک نیکی کو دگنا کر کے لکھا جائے گا اور جس نے اس کو تلاوت کیا وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہو جائے گی۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں عباد بن میسرہ ہے۔ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھنے والا جب قرآن کے حلال کو حلال قرار دے اور اس کے حرام کو حرام قرار دے تو وہ اپنے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرے گا جن میں سے ہر ایک کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جعفر بن حارث ضعیف

Marfat.com

راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت ' ۱۴۰۲ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرے وہ غور کرے اگر وہ قرآن سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم کا ارادہ کرے وہ قرآن میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے کئی سندوں سے روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت ' ۱۴۰۲ھ)

عثمان بن عبداللہ بن اوس اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصحف میں دیکھے بغیر قرآن پڑھنے کا ہزار درجہ اجر ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کا دو ہزار درجہ اجر ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں ابوسعید بن عون ہے' ابن معبد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک روایت میں اس کی تضعیف کی ہے اور دوسری میں اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت ' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن پڑھایا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے اس کو زبانی قرآن پڑھایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایسی صورت میں اٹھائے گا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا: قرآن پڑھو اور جب بھی وہ ایک آیت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے باپ کا ایک درجہ بلند کردے گا حتیٰ کہ اس کا بیٹا وہ تمام قرآن پڑھ لے گا جو اس کو یاد ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کے ایک روای کو میں نہیں پہچانتا۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۶۔ ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے بچے کو دنیا میں قرآن کی تعلیم دیتا ہے اس کو قیامت کے دن جنت میں تاج پہنایا جائے گا' جس کو تمام جنت والے پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں اس کے بیٹے کو قرآن پڑھانے کی وجہ سے پہنایا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں جابر بن سلیم ہے' جس کو ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۶۔ ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں قرآن پڑھا جائے اس میں بہت خیر ہوتی ہے اور جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے اس میں کم خیر ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عمرو بن نبہان ضعیف روای ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۱ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

قرآن مجید کو پڑھنے اور سننے کے احکام' آداب اور بعض ضروری مسائل

جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ اپنے منہ کو ہر قسم کی بدبو سے اچھی طرح صاف کرلے' خاص طور پر تمباکو نوشی کرنے والے' نسوار ڈالنے والے اور کچا لہسن اور پیاز کھانے والوں کو کسی اچھی پیسٹ سے منہ صاف کرنا چاہیے اور منہ میں الائچی وغیرہ رکھنی چاہیے اور دیگر عطریات کی خوشبو لگانی چاہیے کیونکہ فرشتے تلاوت قرآن کے دوران حاضر ہوتے ہیں اور بدبو سے ان کو تکلیف ہوتی ہے' اور خوشبو سے راحت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت باوضو کرنا مستحب ہے' اور اگر قرآن مجید کو چھوئے بغیر زبانی بے وضو پڑھا جائے تو جائز ہے' اس پر

Marfat.com

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث ہیں' تاہم یہ خلاف مستحب اور خلاف اولیٰ ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے تلاوت کرے' جس عورت کو حیض نہ ہو صرف استحاضہ کا خون جاری ہو وہ بے وضو کے حکم میں ہے' وہ نماز کے کسی ایک وقت کے شروع میں وضو کر لے تو دوسرے وقت کے شروع ہونے تک اس کا وضو رہے گا بہ شرطیکہ کسی اور وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے' جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے' خواہ ایک آیت ہو یا اس سے کم ہو' البتہ جنبی اور حائض بغیر تلفظ کے دل میں قرآن مجید کو پڑھ سکتے ہیں' البتہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تسبیح' تہلیل' تحمید' درود شریف اور دیگر تمام اذکار اور وظائف جنبی اور حائض پڑھ سکتے ہیں اور اگر تلاوت قرآن کا قصد نہ ہو تو بطور دعا قرآن مجید کی آیات بھی پڑھ سکتے ہیں مثلاً بہ طور شکر ''الحمد للہ رب العلمین'' پڑھ سکتے ہیں۔ سواری پر بیٹھتے وقت ''سبحان الذی سخرلنا ھذا'' والی آیت اور مصیبت کے وقت ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ سکتے ہیں' لیکن یہ بھی خلاف مستحب اور خلاف افضل ہے۔

کسی پاک اور صاف جگہ پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے۔ مسجد میں تلاوت کرنا بہت عمدہ ہے' اسی طرح اعتکاف میں اور جب بھی انسان مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرے' اگر مسجد میں تنہا ہو تو متوسط بلند آواز سے تلاوت کرے اور اگر اور لوگ بھی تلاوت کر رہے ہوں' یا دوسرے لوگ نماز اور اذکار میں مشغول ہوں تو پھر آہستہ تلاوت کرے تا کہ کسی کی تلاوت اور عبادت میں خلل نہ پڑے' نیز سر ڈھانپ کر سکون' خضوع' خشوع' وقار اور ادب کے ساتھ بیٹھ کر تلاوت کرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تلاوت کرے۔ حدیث میں ہے کہ بہترین نشست وہ ہے جس میں منہ قبلہ کی طرف ہو۔ امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حمام میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے۔ ابومیسرہ سے روایت ہے کہ پاک جگہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے' آج کل لوگ اٹیچ باتھ میں وضو کرتے ہیں' بسم اللہ اور وضو کی دعائیں اس جگہ پڑھنی نہیں چاہئیں اور کسی بھی مہان' مبتذل اور غیر محترم جگہ پر قرآن مجید پڑھنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے اجتناب کیا جائے۔

قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھے اور قرآن مجید کی آیات کے معانی میں غور وفکر اور تدبر وتفکر کرے' جس آیت میں ذوق وشوق اور وجد آئے اس کو بار بار دہرائے' کیونکہ امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات صبح تک اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المائدہ: ۱۱۸)	اگر تو ان کو عذاب دے تو بیشک یہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو ان کو بخش دے تو' تو بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے ○

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۷۔ ۱۵۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات صبح تک آپ اس آیت کو دہراتے رہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ: ۲۱)	کیا جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مثل کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے' وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں ○

اسی طرح صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے منقول ہے کہ انہوں نے تلاوت کے دوران بعض آیات کو بار بار پڑھا۔

Marfat.com

قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے یا تلاوت کو سنتے ہوئے' جب اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب' اس کی گرفت اور اس کے عذاب کی آیات سے گزریں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا چاہیے۔قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

(بنی اسرائیل: ۱۰۹۔۱۰۷)

بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا' جب ان پر اس (قرآن) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں ۝ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب (ہر عیب سے) پاک ہے' بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے ۝ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے (دلوں میں) خوف خدا کو اور زیادہ کرتا ہے ۝

اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھتے ہوئے روؤ' اگر رونا نہ آئے تو کوشش کر کے روؤ۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے اس قدر روتے تھے کہ مشرکوں کی عورتیں بھی ان کا گریہ سن کر متاثر ہوتی تھیں۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۳۰۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) اسی طرح بہ کثرت صحابہ اور تابعین سے تلاوت قرآن کے دوران رونا منقول ہے۔

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔حضرت ابن عباس نے فرمایا: جلدی جلدی پورا قرآن پڑھنے کی بہ نسبت میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ صرف ایک سورت ترتیل کے ساتھ پڑھ لی جائے' قرآن مجید میں ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ (المزمل: ۴) قرآن مجید آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے ۝

مجاہد سے روایت ہے کہ ہمیں جلدی جلدی قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور وہ ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترتا' لیکن جب قرآن مجید دل میں ٹھیر کر جم جائے تو نفع دیتا ہے۔ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں قرآن کی زیادہ توقیر اور احترام ہے اور اس کی دل میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور مغفرت کا سوال کرے' اور جب عذاب کی آیت کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ طلب کرے' جب کسی آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا ذکر ہو تو سبحان اللہ کہے۔امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (نفلی) نماز میں کسی رحمت کی آیت کو پڑھتے تو اس کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے اور جب اللہ کی عظمت کی آیت پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا ذکر ہو تو دعا کرے کہ اللہ ان کی اتباع نصیب فرمائے۔اسی طرح جنت کے ذکر پر جنت کا سوال کرے اور دوزخ کے ذکر پر دوزخ سے پناہ مانگے۔جب یہ آیت پڑھے: "الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین" تو کہے: "بلی وانا علی ذالک من الشاھدین" جب "فبای الاء ربکما تکذبان" پڑھے یا "فبای حدیث بعدہ یومنون" پڑھے تو کہے: "امنت باللّٰہ" جب "الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی" پڑھے تو کہے: "بلی"۔ (سنن ابوداؤد' جامع ترمذی) امام شافعی کے نزدیک نماز میں بھی اس طرح دعا کرنا اور جواب دینا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا

Marfat.com

استحباب فرض نماز کے غیر میں ہے' فرض نماز میں اس طرح کرنا مکروہ ہے' البتہ نفلی نمازوں میں جائز ہے اور ''سنن ابن ماجہ'' میں نفلی نماز کی تصریح ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے دوران اس کا مکمل احترام ملحوظ رکھے' اس دوران باتیں نہ کرے' ہنسنے سے گریز کرے الا یہ کہ کوئی ناگزیر بات کرنی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۴) اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۝

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تک وہ اپنے ارادہ کے مطابق قراءت نہیں کر لیتے تھے کسی سے بات نہیں کرتے تھے' اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید سے فارغ ہونے سے پہلے بات نہیں کرتے تھے۔

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کے سننے کے متعلق فقہاء احناف کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا سننا فرض کفایہ ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے' خواہ نماز میں سنے یا خارج از نماز میں' کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت سبب کا نہیں ہوتا' لیکن یہ اس وقت واجب ہے جب کوئی عذر نہ ہو' ''قنیہ'' میں مذکور ہے کہ گھر میں بچہ قرآن کریم پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ نہ سننے میں معذور ہیں' بہ شرطیکہ انہوں نے کام پہلے شروع کیا ہو' ورنہ نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے دوران فقہ کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کا حکم ہے' ''فتح القدیر'' میں ''خلاصہ'' سے منقول ہے کہ کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس بیٹھ کر کوئی شخص قرآن پڑھنا شروع کر دے اور اس کے لیے قرآن مجید کو سننا ممکن نہ ہو تو گناہ پڑھنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص چھت پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا' کیونکہ وہی شخص ان کے استماع سے اعراض کا سبب بنا ہے' کیونکہ وہ ان کو جگا کر ایذاء پہنچا رہا ہے اور شرح المنیۃ میں مذکور ہے کہ اصل یہ ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے' کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کو ضائع نہ کیا جائے اور بعض لوگوں کے خاموش ہونے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے جیسے مسلمان کے سلام کا جواب دینا اس مسلمان کے حق کی رعایت کی وجہ سے واجب ہے اور بعض لوگوں کے جواب دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے' اور باقی تمام لوگوں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے' ہاں! قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن کریم کا احترام کرنا واجب ہے' بایں طور کہ بازاروں میں قرآن نہ پڑھے' نہ ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں' اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی شخص قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے والا ہوگا' نہ کہ مصروف اور مشغول لوگ تا کہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں۔ علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ منقاری زادہ سے نقل کیا ہے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ہمارے زمانہ میں لوگ مسجدوں میں مائیک پر تراویح اور شبینے پڑھتے ہیں اور باہر کے اسپیکروں کو کھول دیتے ہیں جس سے محلوں اور بازاروں میں دور دور تک قرآن مجید کی آواز جاتی ہے اور لوگ اپنی مصروفیات کی وجہ سے قرآن مجید نہیں سن سکتے اور یوں قرآن مجید کی بے حرمتی ہوتی ہے اور اس کا گناہ ان پر ہوتا ہے جو مسجد کے باہر کے اسپیکر چلاتے ہیں' اس لیے واجب ہے کہ صرف مسجد کے اندر کے اسپیکروں کو چلایا جائے اور ان کی آواز بھی اتنی اونچی نہ کی جائے جس سے مسجد کے باہر آواز جائے۔

Marfat.com

تلاوت کے دوران صرف قرآن مجید پر نظر رکھنی چاہیے' ادھر ادھر نہ دیکھے خاص طور پر اجنبی عورتوں اور خوبصورت اور بے ریش لڑکوں کی طرف نہ دیکھے کیونکہ خوبصورت بے ریش لڑکے بھی عورتوں کے حکم میں ہیں اور عورتوں کی بہ نسبت ان سے قضاء شہوت زیادہ سہل ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۷۳' مطبعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ) البتہ خرید و فروخت' علاج معالجہ اور تعلیم کے وقت بہ قدر ضرورت ان کی طرف دیکھنا جائز ہے' ٹکٹکی باندھ کر ان کی طرف نہ دیکھے اور یہ حکم صرف بے ریش لڑکے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی اس کی شہوت کا محل ہو' مرد ہو یا عورت اس کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

قرآن مجید کو مصحف کی ترتیب کے مطابق پڑھنا چاہیے مثلاً پہلے سورۂ فاتحہ' پھر سورۂ بقرہ' امام طبرانی' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہیں بتایا گیا کہ ایک شخص الٹی قراءت کرتا ہے' فرمایا: اس کا دل الٹا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۸) اس لیے کسی سورت کے آخر سے شروع تک الٹا پڑھنا سخت ممنوع ہے' البتہ بچوں کو تعلیم کے لیے آخری پارہ کی آخری سورتوں سے حفظ کی ابتداء کرانا جائز ہے۔ قرآن مجید کو مصحف سے دیکھ کر پڑھنا' زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ مصحف میں دیکھنا بھی عبادت مقصودہ ہے لیکن اگر کسی شخص کا خضوع اور خشوع اور تدبر اور تفکر زبانی پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے تو اس کو زبانی پڑھنا افضل ہے' امام طبرانی نے حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر مصحف کے پڑھنے کے ہزار درجات ہیں اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کے دو ہزار درجات ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵) بعض صورتوں میں قرآن مجید کو آہستہ پڑھنا افضل ہے اور بعض صورتوں میں بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے' آہستہ پڑھنا خدشہ ریا سے مامون ہے' اور جب یہ خطرہ نہ ہو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے' کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے' اور اس سے پڑھنے والے کا دل بیدار اور اس کا ذہن متوجہ رہتا ہے' اور اس کو سننے کا ثواب بھی ملتا ہے' اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی تر و تازگی زیادہ ہوتی ہے اور وہ غافلوں کو متنبہ کرتا ہے لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب اس کے بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے کسی کی نیند' آرام' عبادت اور کام میں حرج اور خلل نہ ہو' قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرھما نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن مجید کو مزین کرو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۷)

البتہ قرآن مجید کو سازوں اور دھنوں کے تابع کر کے نہیں پڑھنا چاہیے اور نہ اس طرح کہ صیغہ بدل جائے یا لفظ حدود قراءت سے نکل جائے' جن فقہاء کرام نے قرآن مجید کو تغنی کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا ہے اس کا یہی محمل ہے۔

قرآن مجید کو پڑھنا مطلقاً مستحب ہے مگر بعض احوال میں مکروہ ہے۔ نماز کے رکوع' سجود اور تشہد میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے' امام کے پیچھے قیام میں بھی قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے' بیت الخلاء اور حمام میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے' اونگھتے ہوئے اور جمعہ کے خطبہ کے وقت نمازیوں کا قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ حالت طواف میں قرآن مجید پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔ دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے بہت زیادہ قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے' ایک یا دو آیتیں زیادہ ہوں تو حرج نہیں۔ اسی طرح نماز میں اتنی زیادہ قراءت کرنا جو مقتدیوں پر گراں اور دشوار ہو یہ بھی مکروہ ہے یا کسی ایک سورت کو معین کر لینا اور دوسری سورت پڑھنے کو ناجائز سمجھنا یہ بھی مکروہ ہے۔

جب کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس دوران کوئی بزرگ عالم دین' یا اس کا والد یا اس کا استاد آ جائے تو اس کے احترام اور اکرام کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۲۲' مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ) اکرام اور تعظیم کے لیے قیام کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے اصحاب اور فقہاء تابعین اور علماء صالحین سے ثابت ہے' بہ شرطیکہ

Marfat.com

اس میں ریا اور دنیاوی غرض نہ ہو۔

جب کوئی شخص چلتے ہوئے قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کا کسی قوم پر گزر ہو تو قراءت منقطع کر کے ان کو سلام کرے اور پھر سے قراءت شروع کر دے' اور مستحب یہ ہے کہ دوبارہ اعوذ باللہ پڑھے اور اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے والے کے پاس آئے تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو سلام نہ کرے' اگر اس نے سلام کر دیا تو قاری اشارہ سے جواب دے اور اگر اس نے زبان سے جواب دیا تو دوبارہ اعوذ باللہ پڑھ لے اور اگر قرآن کریم پڑھنے کے دوران چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا مستحب ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کو ایک ماہ میں ختم کیا جائے اور سات دن سے کم میں ختم نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن مجید کو نماز میں ختم کرنا مستحب ہے یا سنت فجر میں ختم کرے' اور اگر غیر نماز میں ختم کرے تو دن یا رات کے اول حصہ میں ختم کرے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید ختم کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا کرتے' بعض احادیث صحیحہ میں ہے کہ ختم قرآن کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے' اور ختم قرآن کے وقت دعا کرنا مستحب ہے' اس وقت اپنے اہم کاموں اور عام مسلمانوں کی فلاح کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ قرآن مجید کی یا مصحف کی تخفیف کرنا' یا اس کی تکذیب کرنا' یا اس کے کسی حرف پر انکار کرنا یا اس میں قصداً کسی حکم کو کم کرنا یا زیادہ کرنا یا تحریف کرنا کفر ہے' اور بغیر علم کے قرآن مجید کے معنی بیان کرنا یا اس کی تفسیر کرنا حرام ہے۔ امام ابوداؤد حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن مجید میں کوئی بات کی اگرچہ وہ صحیح ہو پھر بھی اس نے خطا کی۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸) قرآن مجید یاد کر کے اس کو بھول جانا سخت گناہ ہے۔ امام ابوداؤد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے بھی قرآن مجید پڑھ کر بھلا دیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھ کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۷) امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یہ کہے کہ فلاں فلاں آیت نے مجھے بھلا دیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۳) قرآن مجید پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔ امام بخاری' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو سورہ اخلاص' سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرتے' پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے سر اور اپنے چہرے پر اور جہاں تک ہاتھ پہنچتا ان ہتھیلیوں کو جسم پر پھیرتے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

تفسیر کی کتابوں کو بے وضو ہاتھ لگانے کی تحقیق

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

تفسیر کی کتابیں مصحف کی مثل ہیں (قرآن مجید کی طرح ان کو بھی بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے) باقی دیگر شرعی کتابوں کا یہ حکم نہیں ہے اور ماسوا تفسیر کے باقی دینی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے' ''درر'' میں ''مجمع الفتاویٰ'' سے اسی طرح منقول ہے۔ ''سراج'' میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ باقی شرعی کتابوں کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگائے' لیکن ''اشباہ'' میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال اور حرام مجتمع ہوں تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہمارے اصحاب نے بے وضو تفسیر کی کتابوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے یہ فرق نہیں کیا کہ اس کتاب میں اکثر حصہ تفسیر کا ہو یا قرآن مجید کا اور اگر وہ یہ فرق کرتے تو بہتر تھا۔

(در مختار علی ہامش رد المختار ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) بے وضو کے لیے مصحف (قرآن کریم) کو ہاتھ لگانا مکروہ (تحریمی) ہے۔امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اسی طرح احادیث اور کتب فقہ کو بھی بے وضو کا ہاتھ لگانا مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)''شرح المنیہ'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ احادیث اور کتب فقہ میں جو قرآن مجید کی آیات ہیں وہ بہ منزلہ تابع ہیں اور حدیث اور فقہ کی کتابوں کے مس کرنے والے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ قرآن مجید کو مس کر رہا ہے۔

(۲) علامہ ابن ہمام نے ''فتح القدیر'' میں کہا ہے کہ تفسیر' حدیث اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کتابیں قرآن مجید کی آیات سے خالی نہیں ہوتیں۔اس قول کے مطابق نحو کی شروحات کو بھی بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہوگا کیونکہ ان میں بھی قرآن مجید کی آیات ہوتی ہیں (بلکہ بعض منطق کی کتابوں میں بھی قرآن مجید کی آیات ہوتی ہیں)۔

(۳) ''النہر الفائق'' میں مذکور ہے کہ جن کتابوں میں قرآن مجید کی آیات زیادہ ہوں ان کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ ہے اور جن کتابوں میں قرآن مجید کی آیات کم ہوں ان کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اعتبار اکثر اور اغلب کا ہوتا ہے۔ اس بنا پر کتب تفسیر کو بے وضو چھونا مکروہ ہوگا اور باقی دینی کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہوگا' اور ان کتابوں میں بھی جس جگہ قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں وہاں بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

علامہ شامی نے اس تیسرے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں قرآن مجید کی آیات کو بالقصد لکھا جاتا ہے بالتبع نہیں لکھا جاتا اس لیے یہ مصحف کے مشابہ ہیں۔(ردالمحتار ج ا ص ۱۱۹۔ ۱۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قرآن مجید کا اعجاز

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا۝ (النساء: ۸۲)

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے ۝

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ۝ (الشعراء: ۱۹۵۔ ۱۹۲)

اور بے شک وہ (قرآن) رب العلمین کا نازل کیا ہوا ہے۝ جسے جبرئیل نے نازل کیا۝ آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۝ واضح عربی زبان میں۝

قرآن مجید معجز کلام ہے' اور تمام جن وانس مل کر بھی اس کی نظیر لانا چاہیں تو وہ اس کی نظیر نہیں لا سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ. (بنی اسرائیل: ۸۸)

آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن قرآن کی مثل لانے پر جمع ہو جائیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے۔

نیز فرمایا:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن خود گھڑ لیا ہے' آپ فرما دیجئے کہ پھر تم اس کی مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ

Marfat.com

صٰدِقِيْنَ ○ (ھود: ۱۳)

اور اپنی مدد کے لیے اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو ○

اور فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۔ (البقرہ: ۲۳)

اگر تم کو (اس کلام کے کلام ربانی ہونے میں) شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی مثل ایک سورت ہی لے آؤ۔

اور یہ بھی فرمایا:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ○ (الطور: ۳۴)

انہیں چاہیے کہ وہ اس کی مثل کوئی بات (آیت) لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ○

عدیم النظیر ہونے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا

چودہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں اور دن بہ دن دنیا میں علوم و فنون کی ترقی ہو رہی ہے' اور اسلام کے مخالفین اور منکرین بھی بہت زیادہ ہیں' اس کے باوجود آج تک کوئی شخص قرآن مجید کی کسی ایک سورت یا کسی ایک آیت کی مثال نہیں لا سکا' اگر کسی شخص کی قدرت میں اس کی کسی ایک سورت یا کسی ایک آیت کی مثال لانا ممکن ہوتا تو وہ اب تک لا چکا ہوتا۔ قرآن مجید کی ہر سورت بلکہ ہر آیت ایک چیلنج ہے اور اس کی ہر آیت معجز ہے اور اس کی ہر آیت قرآن کریم کی صداقت' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی روشن دلیل ہے۔

قرآن مجید کے معجز ہونے کے لیے یہ امر کافی ہے کہ چودہ سو سال سے لے کر آج تک کوئی اس کی نظیر اور مثال نہیں لا سکا۔ علامہ طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں صرف مواعظ (نصیحتیں) بیان کی ہیں' اور زبور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء ہے اور انجیل میں صرف مثالیں بیان کی ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل کی ہے اس میں مواعظ' حمد و ثناء اور تمثیلات بھی ہیں اور وہ تمام خصوصیات ہیں جو کتب سابقہ میں تھیں اور ان میں مستزاد یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسے اصول اور احکام بیان کئے گئے ہیں جو عہد رسالت سے لے کر قیامت تک آنے والی تمام نسل انسانی کے نظام حیات کے لیے کافی اور وافی ہیں۔

فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا

قرآن مجید میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں ان کی عبارت ایسی فصیح و بلیغ ہے کہ بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء حیران و ششدر رہ گئے اور ان کو یہ تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں' اللہ وحدہٗ لاشریک کا کلام ہے۔

قرآن مجید کے مضامین میں توحید و رسالت ہے' ہدایت ہے' ترغیب و ترہیب ہے' وعد اور وعید ہے' امر اور زجر ہے' قصص ہیں' دلائل اور براہین ہیں' مثالیں ہیں' حقائق کائنات ہیں اور ان کے اسرار ہیں' ماضی اور مستقبل کے واقعات ہیں' غیب کی خبریں ہیں اور بہ کثرت پیش گوئیاں ہیں جو حرف بہ حرف صادق ہوئیں اور مسلسل صادق ہو رہی ہیں۔

قرآن مجید کے مضامین جس نظم اور عبارت میں بیان کئے گئے ہیں ان کے معجز ہونے کا اور انسان کی قدرت کے قاصر ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک فصیح و بلیغ انسان جب ایک خطبہ یا قصیدہ لکھتا ہے تو وہ اس میں اپنی تمام صلاحیت بروئے کار لاتا ہے' پھر اس میں مسلسل غور کرتا رہتا ہے اور کئی لفظ حذف کرتا ہے' کئی جملے تبدیل کرتا ہے' لکھتا ہے' مٹاتا

Marfat.com

ہے، پھر تصحیح در تصحیح کرتا ہے، پھر کسی اور شخص کو دکھاتا ہے اور وہ اس میں طبع آزمائی کرتا ہے اور اس کی تنقیح کرتا ہے اور اس میں غور و فکر کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے، پھر بھی حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں اب کوئی لفظ تبدیل نہیں کیا جا سکتا یا کوئی جملہ حذف نہیں کیا جا سکتا، اور قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھنا چاہیں تو تمام لغت عرب کو چھاننے کے بعد بھی اس لفظ کا متبادل نہیں مل سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام معجز ہے اور انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر غور و فکر کے فی البدیہہ یہ کلام پیش کیا جبکہ آپ امی تھے، کسی مکتب میں لکھنے پڑھنے کبھی نہیں گئے تھے اور یہ ایسا کلام ہے کہ اس کی ہر آیت میں اعجاز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

کفار عرب میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کو جب پہلی بار سنا تو سنتے ہی اس کے اعجاز کو جان لیا اور فوراً مسلمان ہو گئے، اور بعض نے اس کے اعجاز کو جانا لیکن عناداً کفر کیا، کسی نے کہا: یہ شعر ہے، کسی نے کہا: کہانت (جنوں کا کلام) ہے، کسی نے کہا: یہ سحر ہے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کو سنتے ہی اس کے اعجاز کو جان لیا ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو سورۃ طٰہٰ کی چند آیات سنتے ہی ہادی اسلام کی دہلیز پر قبول اسلام کے لیے جا پہنچے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں جو حم السجدہ کی ابتدائی چند آیات سنتے ہی مسلمان ہو گئے، اور جو قرآن مجید کے اعجاز کا ادراک کرنے کے باوجود کفر پر قائم رہے ان میں سے عتبہ ہے، اور ولید بن مغیرہ ہے۔ علامہ ابوالحیان اندلسی نے بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے بنو مخزوم سے کہا: میں نے ابھی ابھی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسا کلام سنا ہے جو کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے نہ جن کا، اس کلام میں شہد کی شیرینی ہے اور سمندروں کی روانی ہے، اس کی بلندی ثمر آور ہے اور اس کی گہرائی چشموں کا منبع ہے، یہ کلام سب کلاموں پر فائق اور غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اس کے باوجود وہ نفسانیت اور حسد سے مغلوب ہو گیا اور یہ کہہ کر ایمان نہیں لایا:

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ (المدثر: ۲۵۔ ۲۴)

پس اس نے کہا: یہ وہی جادو ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے ۝ یہ محض بشر ہی کا قول ہے ۝

(البحر المحیط ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

کمی اور زیادتی نہ ہو سکنے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا

قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم میں سے کسی لفظ کو کم کیا جا سکتا ہے نہ اس میں کسی لفظ کو زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹)

بے شک ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۝

اس آیت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کا محافظ ہے اس لیے اس میں کوئی سورت بلکہ کوئی آیت بلکہ کوئی لفظ بھی کم نہیں ہو سکتا۔ اس چیلنج کو چودہ صدیاں گزر گئیں اور اسلام کا کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید میں فلاں سورت یا فلاں آیت یا فلاں لفظ کم ہو گیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ (حم السجدۃ: ۴۲۔ ۴۱)

اور بے شک یہ قرآن بہت معزز کتاب ہے ۝ باطل (غیر قرآن) اس میں سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید میں کسی لفظ کو بڑھایا نہیں جا سکتا اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور کوئی بڑے

Marfat.com

سے بڑا منکر اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید کی فلاں آیت میں تحریف ہوگئی' اور پہلے قرآن مجید میں یہ لفظ نہیں تھا اور اس کو بعد میں ملایا گیا' اور قرآن مجید میں کسی لفظ کے کم نہ ہو سکنے اور زیادہ نہ ہو سکنے کے ان دونوں دعووں کی صداقت قرآن مجید کی حقانیت کی دلیل ہے اور یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔

پیش گوئیوں کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ○ (البقرہ: ۹۵۔ ۹۴)

آپ کہیے: اگر اللہ کے نزدیک دار آخرت' لوگوں کے سوا صرف تمہارے لیے مخصوص ہے' تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو○ اور جو کام وہ پہلے کر چکے ہیں ان کی وجہ سے وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے○

اس آیت میں قرآن نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ یہودی ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی قرآن کے منکر اور مخالف تھے' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اسلام اور قرآن کی تکذیب کے لیے موت کی تمنا کرتے' لیکن وہ موت کی تمنا نہ کر سکے اور قرآن مجید کا صدق ظاہر ہو گیا اور یہ قرآن مجید کا عظیم معجزہ ہے کہ قرآن نے مخالفین کے دلوں کے متعلق پیش گوئی کی اور وہ قرآن مجید کی پیش گوئی کے خلاف دل میں خیال تک نہ لا سکے!

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ (البقرہ: ۱۴۲)

اب یہ جاہل لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے) تھے اس سے ان کو کس نے پھیر دیا۔

اس آیت میں قرآن مجید نے یہودیوں کے متعلق یہ پیش گوئی کی ہے کہ وہ ضرور تحویل قبلہ پر اعتراض کریں گے' یہودی جو قرآن کے منکر اور مخالف تھے ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتے اور کہتے کہ دیکھو قرآن جھوٹا ہو گیا۔ قرآن نے کہا تھا کہ یہ تحویل قبلہ پر اعتراض کریں گے اور ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن ہوا وہی جس کی قرآن نے پیش گوئی کی تھی' قرآن مجید نے مخالفین کی زبانوں کے متعلق پیش گوئی کی کہ یہ فلاں بات کہیں گے اور انہوں نے وہی بات کہی اور قرآن مجید کا صدق ظاہر ہو گیا' اور یہ قرآن کریم کا عظیم معجزہ ہے کہ مخالفین کی زبانوں اور ان کے دلوں کے ذریعہ قرآن مجید کی تصدیق ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ . (المائدہ: ۴۳)

اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد رجم ہے' یعنی شادی شدہ زانی کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ تورات میں یہ حکم موجود ہے' یہود آئے دن تورات میں تحریف کرتے رہتے ہیں' اگر وہ چاہتے یا چاہیں تو تورات سے رجم کا حکم نکال دیں' اور پھر کہیں کہ دیکھو قرآن نے کہا تھا کہ تورات میں رجم کا حکم ہے' حالانکہ اس میں یہ حکم نہیں ہے' کتنی صدیاں گزر گئیں تورات میں کتنی تبدیلی اور تحریف ہوئی اور کتنی آیتیں نکال دی گئیں لیکن رجم کی آیت تورات میں ہر دور میں موجود رہی اور یہ قرآن مجید کی صداقت کی زبردست دلیل ہے اور قرآن مجید کا عظیم معجزہ ہے۔

Marfat.com

تورات کی حسب ذیل آیات میں رجم کا حکم موجود ہے:

پر اگر یہ بات سچی ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مرجائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ (استثناء: باب ۲۲' آیت: ۲۱۔ ۲۰)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے' تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مرجائیں۔ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(استثناء: باب ۲۲' آیت: ۲۴۔ ۲۳)

یوحنا کی انجیل میں بھی تورات کے حوالے سے رجم کا حکم موجود ہے: (یوحنا: باب ۸' آیت: ۵)

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ سو آج ہم تیرے (بے روح) جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے (عبرت) کا نشان ہو جائے۔ (یونس: ۹۲)

جب فرعون سمندر میں غرق ہو گیا تو چاہیے تھا کہ فطرت کے عادی نظام کے مطابق سمندر کی موجیں اسے دور کہیں بہا کر لے جاتیں اور سمندر کا کھارا پانی اس کے گوشت اور پوست کو گلا دیتا اور سمندری جانور اس کو کھا لیتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو باقی رکھا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ خدائی کے دعوے دار کا کیا انجام ہے' سو سمندری موجوں نے اس کے بے جان جسم کو ایک ٹیلہ پر پھینک دیا' یہ جگہ آج بھی جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے' اس کی لاش کو دیکھ کر بنو اسرائیل کو بھی اس کی موت کا یقین ہو گیا اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس میں اللہ کی قدرت پر دلیل ہے کیونکہ مصر کے عجائب گھر میں اس کی لاش آج بھی محفوظ ہے اور ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیق ہے کہ یہی وہ فرعون (رعمیس ثانی یا منفتاح دوم) ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا۔ ہر چند کہ قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے اس کا جسم باقی اور محفوظ رہے گا اور بہ طور نشان عبرت قائم رہے گا لیکن قرآن مجید نے یہ کہا ہے کہ وہ فرعون کے (بے جان) جسم کو بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دے گا۔ یہ فرعون ۱۲۶۳ قبل مسیح میں غرق ہوا (اردو دائرۃ المعارف ج ۱۵ ص ۲۷۵) اور یہ ۱۹۹۶ء ہے اور اس کی موت کو اب تین ہزار دو سو انسٹھ سال گزر چکے ہیں اور اس کا جسم اب بھی مصر کے عجائب خانہ میں موجود ہے اور دیکھنے والوں کے لیے یہ اب بھی عبرت کا نشان ہے۔ مصر پر غیر مسلموں کی حکومت بھی رہی اور بہ ظاہر ان کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ فرعون کی لاش کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیتے لیکن یہ قرآن کریم کا عظیم معجزہ ہے کہ اس نے مخالفین اسلام اور دشمنان قرآن کے ہاتھوں بھی فرعون کی لاش کی حفاظت کرائی اور قرآن مجید کی پیش گوئی کے مطابق وہ آج بھی بعد والی نسلوں کے لیے عبرت بنا ہوا ہے۔

حقائق کائنات کی خبر دینے کے اعتبار سے قرآن کا معجز ہونا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○ (الانبیاء: ۳۳) اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا' (سورج اور چاند) ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہا ہے○

Marfat.com

نیز فرمایا:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الرعد: ۲' الفاطر: ۱۳)

اور اس (اللہ تعالیٰ) نے سورج اور چاند کو ایک نظام کا پابند کیا' (ان میں سے) ہر ایک مقرر میعاد تک چل رہا ہے۔

اور فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰس: ۴۰۔ ۳۸)

اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے' یہ زبردست علیم ذات کا مقرر کیا ہوا نظام ہے ۝ اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کردی ہیں حتیٰ کہ وہ ان سے گزرتا ہوا کھجور کی پرانی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے ۝ نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے' اور ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہا ہے ۝

قدیم فلسفیوں کا یہ نظریہ تھا کہ زمین ساکن ہے اور چاند اور سورج او دیگر کواکب سیارہ حرکت کر رہے ہیں' اس کے بعد سائنس دانوں نے یہ کہا کہ زمین متحرک ہے اور چاند سورج وغیرہ ستارے ساکن ہیں۔ مجھے یاد ہے آج سے چالیس سال پہلے میں نے ایک سائنس کے طالب علم سے کہا کہ قرآن میں ہے: سورج اور چاند متحرک ہیں تو اس نے کہا: یہ غلط ہے' سورج اور چاند ساکن ہیں۔ میرا اس وقت بھی یہی ایمان تھا کہ صحیح وہی ہے جو قرآن نے کہا ہے اور اب سائنس دانوں نے آلات رصدیہ سے مشاہدہ کر کے یہ تحقیق کرلی ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور چاند اور سورج بھی متحرک ہیں۔ جس حقیقت کو سائنس دانوں نے برسہا برس کے مشاہدات' تجربوں اور تحقیق سے پایا اب سے چودہ سو سال پہلے ایک امی نبی نے بغیر کسی رصدگاہ کے یہ بتایا کہ سورج اور چاند دونوں حرکت کر رہے ہیں اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے' زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آجاتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور جو حصہ اس سے چھپا رہتا ہے وہاں رات ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا چودہ سو سال بعد سائنس نے اس کی تصدیق کردی ہے' کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو کچھ فرمایا تھا یہ کسی انسان کا کلام نہیں تھا بلکہ وحی الٰہی تھی اور یہ قرآن کریم کا عظیم معجزہ ہے کہ جو کچھ قرآن نے کہا تھا چودہ سو سال بعد علم اور سائنس نے اس کی حرف بہ حرف تصدیق کردی۔

نیز قرآن مجید نے فرمایا:

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ (الزمر: ۶)

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں میں تم کو پیدا کرتا ہے' ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش۔

جس وقت علم تشریح الاعضاء کی ابتداء نہیں ہوئی تھی اس وقت قرآن مجید نے یہ بتایا تھا کہ رحم کے اندر تین تاریکیوں میں انسان کی تخلیق ہوتی ہے اور جدید میڈیکل سائنس نے اب انکشاف کیا ہے کہ رحم کے اندر تین پردوں میں انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۲۰۔ ۱۹)

اس نے (تلخ اور شیریں) دو سمندر رواں کردیئے' جو ایک دوسرے سے (بہ ظاہر) ملے ہوئے ہیں ۝ ان کے درمیان ایک حجاب ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ۝

Marfat.com

حاتم دیالا نے لکھا ہے کہ فرانسیسی سائنس دان کوسٹیو (COSTEAU) جو سمندری تحقیقات میں عالمی شہرت رکھتے ہیں' نے یہ دریافت کیا کہ بحیرہ روم اور بحر اوقیانوس' کیمیاوی اور حیاتیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں' اور ان کے ملنے کے مقام پر بھی یہ ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے' اور جبل الطارق (جبرالٹر) کی باڑھ دونوں کو الگ کرتی ہے' اس تحقیق کے بعد جب کوسٹیو کو ان قرآنی آیات کا علم ہوا تو وہ قرآن مجید کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا معجز ہونا دس اعتبار سے ہے:

(۱) قرآن مجید ایسی حسین نظم اور عبارت میں نازل ہوا ہے جو بالکل منفرد ہے' اس سے پہلے زبان عرب میں اس کی کوئی مثال تھی نہ کسی اور زبان میں' کیونکہ اس سے پہلے اصناف کلام میں' یا شعر تھا' یا کہانت (جنوں کا کلام) تھی یا سحر تھا' صحیح مسلم میں ہے' حضرت ابوذر کے بھائی حضرت انیس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: مکہ میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو تمہارے دین پر ہے' ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کو اللہ نے رسول بنایا ہے' میں نے پوچھا کہ لوگ ان کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: لوگ ان کو شاعر' کاہن اور ساحر کہتے ہیں' حضرت انیس خود شاعر تھے' انہوں نے کہا: بہ خدا میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے یہ کاہنوں کا قول نہیں ہے' اور میں نے اس کلام کا شعر کی تمام اصناف اور اقسام سے تقابل کر کے دیکھا' یہ شعر نہیں ہے' بہ خدا! وہ سچے ہیں اور لوگ جھوٹے ہیں۔ اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں:

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (حٰم السجدۃ: ۴۔۱)

حٰم ۝ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے' جو نہایت رحم کرنے والا اور بے حد رحیم ہے ۝ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں' درآں حالیکہ یہ عربی قرآن (عربی میں پڑھا جاتا ہے) علم والے لوگوں کے لیے ۝ خوشخبری دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے' سو اکثر لوگوں نے (اس سے) منہ پھیر لیا تو وہ نہیں سنتے ۝

تو عتبہ بن ربیعہ نے ان آیات کو سن کر کہا کہ یہ جادو ہے نہ شعر ہے اور اس نے کہا: اس نے فصاحت اور بلاغت میں قرآن کی طرح کوئی اور کلام نہیں سنا' اور اس نے قرآن مجید کے معجز ہونے کا اقرار کر لیا۔

(۲) قرآن مجید کا اسلوب کلام عرب کے تمام اسالیب سے مختلف ہے۔

(۳) قرآن مجید کے خطاب میں ایسی جلالت اور عظمت ہے جو کسی اور خطاب میں متصور نہیں ہے' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ (ق: ۳۔۱)

ق' قرآن کریم کی قسم ۝ بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا تو کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے ۝ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے؟) یہ لوٹنا تو فہم سے بعید ہے ۝

Marfat.com

نیز فرمایا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی ہے جو واحد ہے سب پر غالب ہے ○ (المومن:١٦)

ابن الحصاء نے کہا: یہ حسین نظم' منفرد اسلوب اور جلالت خطاب' ہر سورت بلکہ ہر آیت میں لازم ہیں اور ان تین اوصاف سے قرآن مجید کی ہر سورت تمام انسانوں کے کلام سے متمیز ہے اور انہی اوصاف کے ساتھ قرآن مجید کی نظیر لانے کا چیلنج کیا گیا ہے اور ہر سورت میں یہ تین اوصاف الگ الگ اطوار سے بیان کیے گئے ہیں۔ سورہ کوثر قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت ہے' اس میں بھی یہ تینوں امور بہ طریق اتم موجود ہیں اور اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں' ایک خبر یہ ہے کہ آپ کو کوثر دی جائے گی اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ کے پیروکار دنیا میں تمام رسولوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور فی الواقع ایسا ہی ہوا' دوسری ولید بن مغیرہ کے متعلق یہ پیش گوئی ہے کہ وہ مقطوع النسل ہوگا' حالانکہ اس آیت کے نزول سے پہلے وہ بہت مالدار اور کثیر الاولاد تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے مال اور اولاد کو ہلاک کر دیا اور اس کی نسل منقطع کر دی۔

(۴) قرآن مجید میں عربی زبان کے مطابق ایسا تصرف ہے کہ ہر کلمہ اور حرف اپنی جگہ پر صحیح ہے اور کسی کلمہ اور حرف کو اس کی جگہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور بعثت سے پہلے آپ نے کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کیے اور گزشتہ اقوام کے واقعات پڑھے اور اہل کتاب کے سوالات کے جوابات دیئے' انہوں نے بہ طور چیلنج کے آپ سے اصحاب کہف' حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ماجرا اور ذوالقرنین کا حال پوچھا اور آپ نے ان کا صحیح صحیح واقعہ بیان کر دیا' حالانکہ آپ ایک ان پڑھ قوم سے مبعوث ہوئے تھے' اور خود امی تھے' کسی مکتب میں گئے تھے نہ کسی استاد سے پڑھا تھا نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا' اس لیے آپ کا یہ دعویٰ سچا ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(٦) قرآن مجید کے وعدوں کا سچا اور پورا ہونا' اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کیے ہیں ان سب کا پورا ہونا مشاہدہ میں آچکا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار آپ کو بے وطن کریں گے اور اللہ آپ کی مدد فرمائے گا' اور جو وعدے کسی شرط کے ساتھ معلق کیے گئے وہ اس شرط پر پورے ہوئے مثلاً:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ (الطلاق:٣) اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ (الطلاق:٢) اور جو اللہ سے ڈرے' اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ بنا دے گا ○

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہو جائیں گے۔ (الانفال:٦٥)

(۷) قرآن کریم نے مستقبل کے واقعات کے متعلق ایسی خبریں دی ہیں جن کو وحی کے سوا جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ (الفتح:٢٨) وہ (اللہ) ہی ہے' جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے گا' اور فی الواقع ایسا ہوگیا' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جب کسی کافر قوم پر حملہ کرتے تو مسلمان لشکر کو یہ باور کرا دیتے کہ انہی کو غلبہ حاصل ہوگا' حتیٰ کہ وہ پے در پے فتوحات حاصل کرتے رہے اور شرق و غرب اور بحر و بر میں اسلام پھیل گیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ. (الفتح: ۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ اللہ کے چاہنے سے تم ضرور بہ ضرور مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوگے۔

اور آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے دن ایسا ہوگیا۔

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ. (الروم: ۴۔۱)

الم ○ اہل روم (فارس سے) شکست کھا گئے ○ قریب کی زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب فتح یاب ہوں گے ○ چند سالوں میں۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اہل فارس بہت طاقتور اور رومی ان کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے اور اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رومی ایرانیوں کو شکست دیں گے' لیکن چند سال بعد وہی ہوا جس کی قرآن نے پیش گوئی کی تھی۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ. (الانفال: ۷)

اور جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لیے ہے۔

ایک گروہ کفار کا تجارتی قافلہ تھا جس پر قبضہ سے مسلمانوں کو مال و دولت کی فراوانی حاصل ہوتی' اور دوسرا گروہ کفار کا لشکر تھا جس پر فتح حاصل کرنے سے مسلمانوں کی ہیبت کفار پر چھا جاتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجحان کے پیش نظر مسلمانوں نے لشکر کفار سے مقابلہ کا فیصلہ کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو فتح عطا فرمائی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠. (النور: ۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں زمین میں ضرور بہ ضرور خلافت دے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے ایمان اور اعمال صالحہ کی اعلیٰ روایات قائم کیں اور اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی خلافت کو روئے زمین پر عرصہ دراز تک قائم رکھا اور جب تک مسلمان اسلام پر کاربند رہے اور تبلیغ اسلام میں سرگرم رہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت عطا کی اور زمانہ میں سرخ رو رکھا۔ (برصغیر میں مسلمانوں کی طویل غلامی کا باعث یہ تھا کہ وہ جذبہ جہاد سے عاری ہو چکے تھے' اور اپنی حکمرانی کے طویل دور میں تبلیغ اسلام کو چھوڑ بیٹھے تھے)۔

(۸) قرآن مجید میں حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ کا بیان ہے جو نوع انسانی کے لیے مکمل دستور حیات ہے۔

(۹) قرآن مجید میں ایسی بلیغ حکمتیں بیان کی گئی ہیں جو عادۃً ایک انسان نہیں بیان کرسکتا۔

(۱۰) قرآن مجید میں تناسب اور یکسانیت ہے اور اس میں ظاہراً و باطناً کوئی اختلاف نہیں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء: ۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے ○

Marfat.com

(علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۷۵۔ ۷۳ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

قرآن مجید میں تناسب دو اعتبار سے ہے: ایک تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے معجز ہیں' اور کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جو فصاحت اور بلاغت میں درجہ اعجاز سے کم ہو' اس کے برعکس انسان کے کلام میں عادۃً یکسانیت نہیں ہوتی' بعض جملے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور بعض سرسری ہوتے ہیں' بعض کتابوں میں شروع شروع میں تو بہت تحقیق ہوتی ہے اور بعد میں محض بھرتی ہوتی ہے' اسی طرح شروحات میں ابتداء میں تو بہت تفصیل کی جاتی ہے اور بعد میں صرف برائے نام شرح ہوتی ہے' اور اول تا آخر پوری کتاب میں ایک معیار کو قائم رکھنا یہ انسان کے بس میں نہیں ہے' یہ صرف اسی قادر اور قیوم کے کلام کا اعجاز ہے' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان نسیان اور خطاء کا پتلا ہے وہ ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور دوسری جگہ کچھ لکھ دیتا ہے جو اس کے خلاف ہوتا ہے' اس لیے تناقض اور اختلاف سے مبرا ہونا یہ اللہ رب العزت ہی کے کلام کو زیبا ہے اور اسی کے کلام کا خاصہ ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول' ۱۳۲۷ھ)

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے' یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ اس کتاب میں باطل سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

(حم السجدۃ: ۴۲)

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں' کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری نے ''اصول بزدوی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا: میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے' میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝ (النساء: ۸۲) اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت اختلاف پاتے ۝

لہٰذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو' کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی' اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطاء پر مطلع ہوئے' بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب تصحیح کو چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول' ۱۳۲۷ھ)

Marfat.com

نسخ کی تحقیق

علوم قرآن میں نسخ بھی ایک اہم اور معرکۃ الآراء موضوع ہے' ہم اس سلسلہ میں پہلے نسخ کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے پھر نسخ میں مذاہب اسلامیہ اور بعض متجددین کے نظریات کا ذکر کریں گے' اس کے بعد ''نسخ القرآن بالقرآن' نسخ القرآن بالسنة' نسخ السنة بالقرآن'' اور ''نسخ السنة بالسنة'' کا تفصیل سے ذکر کریں گے اور مثالوں اور شواہد سے ان چاروں قسموں کی وضاحت کریں گے' اور اس سلسلہ میں اہل حق کے نظریہ پر دلائل پیش کریں گے اور مخالفین کے شبہات کا ازالہ کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق.

نسخ کا لغوی معنی

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

نسخ کا معنی ہے: کسی چیز کو زائل اور متغیر کرنا' کسی چیز کو باطل کر کے دوسری چیز کو اس کا قائم مقام کرنا۔

(قاموس ج ۱ ص ۵۳۳ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

عرب کہتے ہیں: ''نسخت الشمس الظل'' سورج نے سائے کو منسوخ کر دیا' یعنی سائے کو زائل کر دیا' سائے کو لے گیا' ایک آیت نے دوسری آیت کو منسوخ کر دیا' یعنی اس کے حکم کو زائل کر دیا اور نسخ کا معنی ہے: ایک چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا' لیث نے کہا: نسخ کی تعریف یہ ہے کہ جس چیز پر پہلے عمل کیا جاتا تھا اس کو زائل کر دیا جائے اور کسی نئے کام پر عمل کیا جائے' فراء نے کہا: نسخ یہ ہے کہ پہلے ایک آیت پر عمل کیا جائے' پھر دوسری آیت نازل ہو تو اس پر عمل کیا جائے اور پہلی آیت پر عمل کو ترک کر دیا جائے اور ابن الاعرابی نے کہا: نسخ یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تبدیل کر دیا جائے۔

(تاج العروس ج ۲ ص ۲۸۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نسخ کا شرعی معنی

امام رازی لکھتے ہیں:

ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم کی دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

نسخ یہ ہے کہ ایک دلیل شرعی کے بعد ایک اور دلیل شرعی آئے جو پہلی دلیل شرعی کے حکم کے خلاف کو واجب کرے۔

(توضیح تلویح ج ۲ ص ۳۱' مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری' مصر)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

صاحب شرع کے حق میں کسی حکم شرعی کی انتہاء کو بیان کرنا نسخ ہے' اس حکم کی انتہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک معلوم ہوتی ہے' مگر ہمارے علم میں اس حکم کا دوام اور استمرار ہوتا ہے اور ناسخ سے ہمیں اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے' اس لیے ہمارے حق میں نسخ تبدیل اور تغییر سے عبارت ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۱۰۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' ۱۳۰۶ھ)

علامہ محمد عبد العظیم زرقانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

کسی حکم شرعی کو دلیل شرعی سے ساقط کر دینا نسخ ہے۔ (مناہل العرفان ج ۲ ص ۷۰ ا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نسخ میں مذاہب

امام رازی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک نسخ عقلاً جائز ہے اور دلائل سمعیہ سے نسخ ثابت اور واقع ہے اس میں یہود کا اختلاف ہے بعض یہود نے نسخ کا عقلاً انکار کیا اور بعض یہود نے نسخ کو عقلاً جائز کہا اور سمعاً انکار کیا 'بعض مسلمانوں سے بھی نسخ کا انکار منقول ہے' جمہور مسلمین نے نسخ کے جواز اور وقوع پر اس سے استدلال کیا ہے کہ دلائل سے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے اور جب تک یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ آپ سے پہلے کی تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اس وقت تک آپ کی نبوت اور شریعت ثابت نہیں ہوگی اس لیے قطعی طور پر نسخ واقع ہے۔

یہود کے خلاف نسخ پر حجت یہ ہے کہ تورات میں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی ذریت کے لیے تمام جانور حلال کر دیے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر بہت سے جانور حرام کر دیئے' دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بہن کا بھائی سے نکاح کر دیتے تھے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اس کو حرام کر دیا گیا۔ (تفسیر کبیر ج ا ص ۴۳۴ ۔ ۴۳۳ 'مطبوعہ دار الفکر 'بیروت '۱۳۹۸ھ)

علامہ محمد عبد العظیم زرقانی لکھتے ہیں:

نصاریٰ نے بھی نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا: آسمان اور زمین زائل ہو جائیں گے اور میرا کلام زائل نہیں ہوگا' اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ جو کتاب ان کے ہاتھوں میں ہے ہم اس کو وہ انجیل تسلیم نہیں کرتے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی' کیونکہ اس میں تاریخی واقعات ہیں جن کو بعض عیسائیوں نے وضع کیا ہے جس میں حضرت مسیح کی ولادت' ان کی نشوونما' ان کی دعوت' ان کے سفر' ان کے معجزات اور ان کے وعظ اور مناظرات کا ذکر ہے' اور اس میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کا بیان ہے اور ان واقعات کے راویوں کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ان کے ضبط اور اتصال کا بیان ہے۔

اور برتقدیر تسلیم حضرت مسیح علیہ السلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نبوت منسوخ نہیں ہوگی نہ کہ ان کی شریعت' اور متی کی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: امتوں کے راستوں پر نہ جاؤ اور سامریوں کے شہر میں نہ داخل ہو' اور مرقس کی انجیل میں مذکور ہے: "تمام عالم میں جاؤ" اور قول ثانی قول اول کا ناسخ ہے۔

(مناہل العرفان ج ۲ ص ۱۰۱ ۔ ۱۰۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

اہل اسلام میں سے ابومسلم نے نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ○ (حم السجدۃ: ۴۲)

اس کے پاس باطل نہیں آسکتا' اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے' یہ حکمت والے حمد کیے ہوئے (رب) کی طرف سے اتاری ہوئی (کتاب) ہے ○

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حکم کو منسوخ فرمایا ہے وہ باطل نہیں ہے بلکہ جس زمانہ میں وہ حکم مشروع تھا اس زمانہ کے اعتبار سے وہی حکم برحق تھا' اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید میں باطل چیز نہیں آسکتی' اور اس آیت کا معنی یہ

Marfat.com

ہے کہ قرآن مجید کے بیان کردہ عقائد عقل کے موافق ہیں اور اس کے احکام حکمتوں پر مبنی ہیں اور اس کی دی ہوئی خبریں واقع کے مطابق ہیں اور اس کے الفاظ تغیر اور تبدیل سے محفوظ ہیں اور اس میں کسی وجہ سے بھی خطاء کا در آنا ممکن نہیں ہے۔

(مناہل العرفان ج ۲ ص ۱۰۴۔۱۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نسخ کے متعلق پرویز صاحب کے نظریہ کا علمی جائزہ

غلام احمد پرویز صاحب کے نزدیک پچھلی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں اور قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور قرآن مجید میں جہاں نسخ کا ذکر ہے اس سے مراد شرائع سابقہ کا منسوخ ہونا ہے اور قرآن مجید میں نسخ کی نفی پر انہوں نے یہ دلیل قائم کی ہے:

اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خدا نے قرآن کریم میں کسی بات کا حکم دیا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد اس نے سوچا کہ اس حکم کو منسوخ کر دینا چاہیے' چنانچہ اس نے ایک اور آیت نازل کر دی جس سے وہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ حکم اس سے پہلے حکم سے بہتر ہوتا تھا۔ واضح رہے کہ اس نئی آیت میں یہ کہیں نہیں بتایا جاتا تھا کہ اس سے فلاں آیت کو منسوخ سمجھا جائے' اس لیے قرآن کریم میں منسوخ آیات بھی اسی طرح سے موجود ہیں اور ناسخ آیات بھی۔ اللہ نے ان کے متعلق کہیں نہیں بتایا کہ فلاں آیت منسوخ ہے فلاں آیت سے۔ یہ تعین بعد میں روایات کی رو سے یا مفسرین کے اپنے خیالات کی رو سے کیا گیا' چنانچہ ان آیات کی تعداد ہمیشہ گھٹتی بڑھتی رہی' حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ان کی تعداد صرف پانچ ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس عقیدہ کی رو سے اب دیکھئے کہ خدا' قرآن کریم اور رسول اللہ کے متعلق کس قسم کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ خدا کا تصور اس قسم کا ہے کہ وہ آج ایک حکم صادر کرتا ہے لیکن بعد کے حالات بتا دیتے ہیں کہ وہ حکم ٹھیک نہیں تھا اس لیے وہ قرآن کریم کے اس حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم دے دیتا ہے۔ (لغات القرآن ص ۱۶۰۸ 'مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام' ۱۹۸۴ء)

قائلین نسخ کے نزدیک نسخ کی یہ تعبیر ہرگز نہیں ہے جو پرویز صاحب نے بیان کی ہے بلکہ نسخ کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن حالات میں جو حکم پہلے دیا تھا ان حالات میں وہی حکم برحق اور صحیح تھا اور جب حالات بدل گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم بدل دیا اور بعد کے حالات میں وہی حکم صحیح اور برحق ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء میں کفار کی زیادتیوں کے خلاف عفو و درگزر کا حکم دیا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی اتنی جمعیت نہیں تھی کہ وہ کفار سے ایک بڑی جنگ کا خطرہ مول لیتے' اس لیے فرمایا:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ (البقرہ: ۱۰۹)

تو انہیں معاف کر دو اور درگزر کرو' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی (اور) حکم لے آئے۔

اور جب مسلمانوں کی جمعیت قوی ہوگئی تو یہ ارشاد فرمایا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ (التوبہ: ۵)

تم جہاں کہیں بھی مشرکین کو پاؤ تو ان کو قتل کر دو' اور ان کا محاصرہ کر لو' اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

نیز ۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع فرما دیا' اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ ۹ھ سے پہلے مشرکین کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور طواف کرنے کی اجازت تھی اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ اجازت منسوخ کر دی گئی' وہ آیت یہ ہے:

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ (التوبہ:۲۸) اے ایمان والو! تمام مشرکین محض ناپاک ہیں تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

نیز پرویز صاحب نے سابقہ شریعتوں کے منسوخ ہونے کو جائز کہا ہے تو کیا ان کے طور پر معاذ اللہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک شریعت کو نازل کیا' پھر سوچا کہ معاذ اللہ یہ شریعت ٹھیک نہیں ہے تو دوسری شریعت کو نازل کر دیا اور جس دلیل سے یہ نسخ جائز ہے اسی دلیل سے اسلام کے بعض احکام کا منسوخ ہونا بھی جائز ہے۔

پرویز صاحب سابقہ شریعتوں کے منسوخ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوسری بات یہ ہے کہ انسانیت کے تقاضے اور اس کی ذہنی سطح بھی اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی اور اوپر کو اٹھتی چلی آ رہی ہے' اس لیے ہر قوم کو اس کے حالات اور ارتقائی سطح کے مطابق ہی احکام دیئے جاتے تھے۔ ان کی سطح سے بلند احکام وقوانین روک لئے جاتے تھے' تا آنکہ ان کے بعد دوسری قوم آتی جو ارتقائی منزل میں ان سے آگے ہوتی' تو وہ ''روکے ہوئے'' احکام وقوانین اس وقت نازل کر دیئے جاتے۔ تنزیل وحی میں یہ اصول بھی کارفرما رہا ہے۔

(لغات القرآن ص ۱۶۰۹' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام' ۱۹۸۴ء)

یہی بات اسلام کے بعض احکام کے نسخ کے متعلق کہی جا سکتی ہے اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ پہلے شراب نوشی سے منع کیا گیا نہ جوئے کو حرام کیا گیا۔ مکی زندگی کے پورے دور اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں شراب اور جوا مباح رہے' بعد میں جب مسلمانوں کے دل و دماغ میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا تو شراب اور جوئے کو مکمل اور قطعی طور پر حرام کر دیا گیا' حرمت شراب کے متعلق ان آیات کو غور سے پڑھا جائے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ (البقرہ:۲۱۹) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ فرما دیجئے: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے' اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

اس آیت سے بھی شراب اور جوئے کی ایک گونہ اباحت کا پہلو نکلتا ہے۔

نیز فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:۴۳) اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم اس چیز کو سمجھنے لگو جس کو تم کہتے ہو۔

اس آیت سے بھی یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حالت نماز کے علاوہ دیگر احوال میں شراب نوشی سے منع نہیں کیا گیا ہے اور غیر اوقات نماز میں شراب نوشی کی اباحت ہے اور سورہ مائدہ کی مذکور ذیل آیت سے اس اباحت کو کلی اور قطعی طور پر منسوخ کر دیا گیا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ:۹۰) اے ایمان والو! شراب' جوا' بت اور جوئے کے تیر (سب) محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں میں سے ہیں' سو تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○

جس قوم کو اسلام کا پیغام پہنچایا گیا تھا وہ جوئے اور شراب کی رسیا تھی اور یک لخت ان پر شراب کو حرام کرنا حکمت کے

Marfat.com

خلاف تھا اس لیے بہ تدریج ان پر شراب کی خرابیاں واضح کی گئیں اور شراب کے سلسلہ میں ان پر مختلف النوع پابندیاں عائد کی گئیں اور جب ان کے دلوں میں اسلام کی جڑیں راسخ ہو گئیں اور وہ اسلام کے حکم کے مقابلہ میں ہر مرغوب طبعی کو ترک کرنے پر تیار ہو گئے تو شراب نوشی کی سابقہ اباحت کو منسوخ کر کے شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔

اسی طرح زنا کار عورتوں کے لیے پہلے آسان سزا رکھی کہ ان کو گھروں میں قید کر دیا جائے اور بعد میں جب اسلام کی جڑیں لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ ہو گئیں تو کنواری عورتوں کے لیے سو کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی اور شادی شدہ عورتوں کے لیے رجم کی حد مقرر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار مردوں کی گواہی طلب کرو' پھر اگر وہ ان کے خلاف گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں اس وقت تک مقید رکھو کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ پیدا فرما دے (کوئی اور حد مقرر فرما دے) ۝

پھر زانی عورتوں کی اس سزا (گھروں میں تاحیات مقید رکھنا) کو منسوخ کر کے یہ حد مقرر فرمائی:

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ (النور: ۲)

(کنواری) زانیہ عورت اور (کنوارے) زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

پرویز صاحب لکھتے ہیں:

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس میں ایک لفظ بھی منسوخ نہیں۔ اس کا ہر حکم اپنی جگہ محکم و غیر متبدل ہے' البتہ ہر حکم خاص حالات کے ماتحت نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ جب حالات بدل جائیں تو اس کی جگہ قرآن کا دوسرا حکم نافذ ہو جاتا ہے' مثلاً صلوٰۃ کے لیے وضو کرنے کا حکم ہے' لیکن اگر پانی نہ ملے یا انسان مریض ہو تو وضو کی جگہ تیمم کا حکم ہے۔ ان حالات میں وضو کا حکم پیچھے ہٹ جائے گا اور تیمّم کا حکم آگے آ جائے گا۔ جب پانی مل جائے گا (یا مرض جاتا رہے گا) تو پھر وضو کا حکم آگے آ جائے گا اور تیمم کا حکم پیچھے چلا جائے گا۔ (لغات القرآن ۱۶۱۲' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام' ۱۹۸۴ء)

نسخ کا معنی بیان کرتے ہوئے پرویز صاحب لکھتے ہیں:

نسخ کے معنی ہیں ایک چیز کو مٹا دینا اور اس کی جگہ دوسری چیز کو لے آنا۔ دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دینا (ابن فارس) ''نسخت الشمس الظل'' ''آفتاب نے سایہ کو ہٹا دیا اور اس کی جگہ روشنی لے آیا یا کسی چیز میں تبدیلی کر دینا'' نسخت الریح اثار الدیار'' ہوا نے آبادی کے آثار (نشانات و علامات) کو تبدیل کر دیا۔

(لغات القرآن ص ۱۶۰۶' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام' ۱۹۸۴ء)

پرویز صاحب قرآن مجید کے الفاظ کا مفہوم احادیث اور آثار کے بجائے لغت سے متعین کرتے ہیں اور لغت میں نسخ کا معنی کسی چیز کو مٹا دینا اور اس کی جگہ دوسری چیز کو لے آنا ہے' کسی حکم کو بار بار آگے پیچھے کرنا نہیں ہے اور تیمم کے وقت وضو منسوخ نہیں ہوتا بلکہ بدستور مشروع رہتا ہے' اسی طرح جس معاشرہ میں چوری اور زنا نہ ہو وہاں حدود مٹ نہیں گئیں بلکہ بدستور مشروع ہیں' اسی طرح جس شخص کے پاس مال نہ ہو یا جو مرتے وقت ترکہ نہ چھوڑے اس کے حق میں زکوٰۃ اور میراث بدستور مشروع ہیں مٹ نہیں گئے لیکن چونکہ ان لوگوں کے حق میں ان احکام شرعیہ کی فرضیت کی شرائط نہیں پائی گئیں اس لیے ان پر یہ

Marfat.com

احکام فرض نہیں ہوئے' ایسا نہیں ہے کہ یہ احکام منسوخ یا معطل ہوگئے۔ اس کے برخلاف ہم نے مثالوں کے ذریعہ جو منسوخ احکام بیان کیے ہیں وہ کسی حال میں بھی مشروع نہیں ہوسکتے۔

نسخ کے وقوع پر قرآن مجید سے استدلال

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ (البقرہ:۱۰۶)

ہم جو آیت منسوخ کردیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں' تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النحل:۱۰۱)

اور جب ہم ایک آیت کو بدل کر اس کی جگہ دوسری آیت لاتے ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ نازل فرماتا ہے' تو کافر کہتے ہیں: آپ یہ آیتیں خود بنالیتے ہیں' (یہ بات نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر جاہل ہیں ○

ان دونوں آیتوں میں نسخ کے وقوع کی واضح اور روشن دلیل ہے' پرویز صاحب نے آیت کا معنی یہاں سابقہ شریعتیں اور حوادث کائنات کیا ہے اور یہ دونوں معنی لغت اور اسلوب قرآن کے خلاف ہیں اور باطل ہیں۔

تمام علماء سلف کا اس پر اجماع ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نسخ واقع ہے اور قرآن مجید میں بعض ایسی آیات ہیں جن کے احکام منسوخ ہوچکے ہیں۔ ان کی تفصیل ان شاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

ثبوت نسخ کے ذرائع

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

نسخ کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نقل (حدیث) سے کیا جائے گا' یا کسی صحابی کا قول اس طرح منقول ہو کہ فلاں آیت فلاں آیت سے منسوخ ہوگئی' اور کبھی نسخ کو استنباط سے معلوم کیا جائے گا' جب دو آیتوں میں قطعی تعارض ہو اور کسی دلیل سے معلوم ہوجائے کہ ان میں سے ایک آیت متاخر ہے' نسخ کے متعلق عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ بغیر کسی نقل صریح کے مجتہدین کے اجتہاد پر عمل کیا جائے گا' کیونکہ نسخ میں کسی ایسے حکم کو اٹھالینا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ثابت تھا اور اس کی جگہ کسی دوسرے حکم کو ثابت کرنا ہے اور اس میں نقل اور تاریخ پر اعتماد کیا جاتا ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر' نسخ کے ثبوت میں علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نسخ میں اخبار آحاد صحیحہ بھی معتبر نہیں ہیں اور بعض علماء اس میں تساہل کرکے یہ کہتے ہیں کہ مفسر یا مجتہد کے قول سے نسخ ثابت ہوجاتا ہے' اصل میں یہ دونوں قول افراط اور تفریط پر مبنی ہیں۔

(الاتقان ج ۲ ص ۲۴ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور)

مصنف کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کی آیات منسوخہ کا بیان

ہماری تحقیق کے مطابق قرآن مجید کی بارہ آیات کا حکم منسوخ ہے' ان کے منسوخ ہونے پر دلائل ان شاء اللہ ہم ان کی آیات کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کریں گے' وہ آیات یہ ہیں:

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۭ (البقرہ:۱۸۰)

جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اس پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے موافق وصیت کرے' یہ متقین پر حق ہے ○

Marfat.com

اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ والدین اور قرابت داروں کے لیے اس شخص پر وصیت کرنا فرض ہے جس کی موت کا وقت قریب آپہنچا ہو' اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے' البتہ اس کے ناسخ میں اختلاف ہے' بعض لوگوں نے کہا: یہ آیت اس حدیث سے منسوخ ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے' اس لیے اب وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبوعہ مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام دارمی نے اس حدیث کو عمر بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۰۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ آیت اجماع سے منسوخ ہے' کیونکہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ والدین اور قرابت داروں کے لیے وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت مواریث کی آیات سے منسوخ ہے' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے والدین اور قرابت داروں کے حصے خود متعین کر دیئے تو ان کے لیے وصیت کرنا جائز نہ رہا' عکرمہ اور حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۳۰۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

(۲) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ ۝

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ سونے کے بعد روزہ دار پر کھانا' پینا اور عمل زوجیت حرام ہو جس طرح پہلی امتوں پر سونے کے بعد یہ کام حرام ہو جاتے تھے کیونکہ اس آیت میں ہمارے روزوں کو پچھلی امتوں کے روزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' پھر اس کے بعد امت مسلمہ کو سہولت دی گئی اور روزہ دار کے لیے رات میں کھانا پینا اور عمل زوجیت حلال کر دیا گیا:

اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىٕكُمْ ؕ (البقرہ: ۱۸۷) روزے کی رات میں تمہارے لیے عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔

(۳) یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ ؕ (البقرہ: ۲۱۷) لوگ آپ سے ماہ حرام میں قتال کا حکم پوچھتے ہیں' آپ کہئے کہ ان مہینوں میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے۔

رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم یہ حرمت والے مہینے ہیں' اس آیت میں ان مہینوں میں قتال کرنے کی حرمت بیان کی ہے اور اس آیت کے آخری حصہ میں اس حرمت کو منسوخ کر دیا گیا ہے:

وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ (البقرہ: ۲۱۷) اور اللہ کی راہ سے روکنا' اور اللہ اور مسجد حرام کا کفر کرنا اور اہل حرم کو وہاں سے نکالنا' اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے' اور فساد کرنا قتل سے بہت بڑا گناہ ہے۔

نیز حرمت والے مہینوں میں قتال کا منسوخ ہونا ان آیات سے بھی واضح ہے:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ (التوبہ: ۳۶) اور تم سب مشرکوں سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں۔

Marfat.com

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. (التوبہ:۵)

تم جہاں کہیں بھی مشرکین کو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

سورہ توبہ کی پہلی آیت میں اشخاص کا عموم ہے اور دوسری آیت میں امکنہ کا عموم ہے یعنی ہر مشرک کو ہر جگہ قتل کر دو اور اشخاص اور امکنہ کا عموم ازمنہ کے عموم کو بھی مستلزم ہے یعنی ہر وقت ہر زمانہ میں ان کو قتل کر دو اور یہ آیتیں حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت کی ناسخ ہیں۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ. (البقرہ:۲۴۰)

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ (مرنے سے پہلے) اپنی بیویوں کے لیے ان کے گھر سے نکالے بغیر ایک سال کا خرچ دینے کی وصیت کر جائیں' پھر اگر وہ (خود) نکل جائیں تو تم پر ان کے اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں نے دستور کے موافق کیا۔

اس آیت میں بیوہ عورت کی عدت ایک سال مقرر کی ہے' اس کے بعد یہ عدت منسوخ کر کے چار ماہ دس دن کر دی گئی:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ. (البقرہ:۲۳۴)

اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں چار ماہ دس دن کی عدت گزاریں۔

(۵) وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ. (البقرہ:۲۸۴)

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ دل میں آنے والے خطرات پر بھی محاسبہ اور مواخذہ ہوگا' لیکن مذکورہ ذیل آیت سے اس کو منسوخ کر دیا گیا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ. (البقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور دل میں آنے والے خطرات انسان کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں' لہٰذا ان پر مواخذہ کرنے کو منسوخ کر دیا گیا۔

(۶) وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء:۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار مردوں کی گواہی طلب کرو' پھر اگر وہ ان کے خلاف گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں اس وقت تک مقید رکھو کہ انہیں موت آجائے' یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ پیدا فرمادے (کوئی اور حد مقرر فرمادے) ۝

یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪. (النور:۲)

(کنواری) زانیہ عورت اور (کنوارے) زانی مرد' ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

(۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ. (المائدہ:۲)

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں اور حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی نہ کرو۔

حرمت والے مہینوں میں قتال کا حکم منسوخ ہو چکا ہے' اس کی تفصیل نمبر ۳ میں گزر چکی ہے۔

(۸) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ

اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر

Marfat.com

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ○ (الانفال: ۶۵)

غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں تو وہ ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے' کیونکہ وہ بے وقوف لوگ ہیں○

یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (الانفال: ۶۶)

اب اللہ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی اور اس کو علم ہے کہ تم میں کمزوری ہے' سو اگر تم میں سو صابر آدمی ہوئے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے' اور اگر تم میں ایک ہزار ہوئے تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار پر غالب آجائیں گے۔

(۹) اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ○ (النور: ۳)

زانی مرد صرف زانیہ یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے' اور زانیہ عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے نکاح کرے اور مسلمانوں پر یہ (نکاح) حرام کر دیا گیا ہے○

یہ آیت ان آیتوں سے منسوخ ہو گئی ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ (النساء: ۳)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں' اور نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو۔

اس آیت میں مطلقاً بے نکاح مردوں اور عورتوں کے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ غیر زانی کی قید نہیں لگائی۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء: ۳)

تو اپنی پسند کے موافق عورتوں سے نکاح کرو۔

(۱۰) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ (الاحزاب: ۵۲)

ان (موجودہ ازواج) کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ آپ ان بیویوں کی جگہ اور بیویاں تبدیل کریں' خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو ماسوا اس کنیز کے جو آپ کی ملک ہو۔

جب ازواج مطہرات نے عسرت اور تنگ دستی کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا پسند کر لیا اور مزید خرچ کا مطالبہ ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' پھر بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ازواج کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی' ہر چند کہ اس اجازت کے باوجود آپ نے پھر کوئی نکاح نہیں کیا' وہ آیت یہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال فرما دیں جن کا آپ مہر دے چکے ہیں' اور وہ کنیزیں جن کے آپ مالک ہیں جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں عطا فرمائی ہیں' اور آپ کے چچا کی بیٹیاں' اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی' اور ایمان والی عورت

Marfat.com

اگر (بلاعوض) اپنا آپ نبی کو ہبہ کردے بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں یہ حکم آپ کے لیے مخصوص ہے ماسوا دوسرے مسلمانوں کے۔

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ (المجادلۃ: ۱۲)

اے ایمان والو! جب تم تنہائی میں رسول سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

اس کی ناسخ یہ آیت ہے:

أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ (المجادلۃ: ۱۳)

کیا تم تنہائی میں اپنی بات گوش گزار کرنے سے قبل صدقہ دینے سے گھبراتے ہو؟ جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے رحمت سے تم پر رجوع کیا تو نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

(۱۲) يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (المزمل: ۴-۱)

اے چادر لپیٹنے والے O رات کو نماز میں قیام کریں خواہ تھوڑی رات O آدھی رات یا اس سے کچھ کم کریں O یا اس پر کچھ زیادتی کریں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں O

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قیام لیل فرض کیا گیا ہے خواہ نصف شب ہو یا اس سے کم یا زیادہ بعد میں مذکور ذیل آیت سے اس قیام کو منسوخ کر دیا:

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ (المزمل: ۲۰)

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں (کبھی) آدھی رات کے قریب اور (کبھی) ایک تہائی رات کے قریب اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت بھی ہوتی ہے اور اللہ دن رات کا اندازہ کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ (اے مسلمانو!) تم ہرگز اس کا احاطہ نہ کر سکو گے پھر اس نے تم پر رحمت سے رجوع کیا تو جتنا تم کو آسان لگے قرآن پڑھ لیا کرو۔

ہمارے نزدیک قرآن مجید کی ان بارہ آیتوں کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور ان کے علاوہ وہ آیتیں ہیں جن میں نبوت کے ابتدائی دور میں کفار کی زیادتیوں کے مقابلہ میں صبر وضبط سے کام لینے کا حکم دیا تھا پھر آیت سیف نازل ہونے کے بعد ان کا حکم منسوخ ہو گیا۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی بیس آیتوں کا حکم منسوخ ہے۔ (الاتقان ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) اور بعض علماء نے بائیس آیات لکھی ہیں لیکن ہم نے باقی دس آیتوں میں غور کیا تو ان میں ایسا تعارض نہیں ہے کہ ان کو جمع کرنا اور ان میں تطبیق دینا ممکن نہ ہو اور ان میں سے ہر ایک آیت کا الگ الگ محمل ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے اپنے مقام پر آئے گی اگر ہمیں اپنے قارئین کی اکتاہٹ کا خدشہ نہ ہوتا تو ہم ان سب کا یہاں تفصیل سے ذکر کرتے۔

Marfat.com

احکام شرعیہ کو منسوخ کرنے کی حکمتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ ان آیات کی تلاوت کو باقی رکھا گیا ہے اور ان کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی اس لیے تلاوت کی جاتی ہے کہ اس سے ایک شرعی حکم معلوم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اسی طرح اس کی اس لیے تلاوت کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی تلاوت سے ثواب ملتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بالعموم احکام میں نسخ تخفیف کے لیے ہوا ہے جیسا کہ ان مثالوں سے واضح ہے' اور منسوخ الحکم آیتوں کو اس لیے برقرار رکھا گیا تاکہ مسلمان ان آیات کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مشقت سے نجات دی اور ان کے لیے آسان احکام مشروع کر دیئے۔

یہ کلام ان آیات کے متعلق ہے جن میں مشکل احکام کو منسوخ کر کے آسان احکام مشروع کئے گئے' لیکن بعض منسوخ الحکم آیات ایسی ہیں جن میں آسان احکام کو منسوخ کر کے مشکل احکام مشروع کئے گئے ہیں' ان کی حکمت یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ زمانہ فترت تھا اور برسوں سے جو عقائد' عادات اور معمولات ان میں رچ بس گئے تھے اور ان کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے اور یک لخت ان تمام چیزوں سے ان کو چھڑانا بہت مشکل تھا' کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو خدشہ تھا کہ وہ اسلام کو ہی چھوڑ جاتے' اس کی مثال یہ ہے کہ قریش نے وسائل کی کمی کی وجہ سے کعبہ کی نامکمل تعمیر کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم بناء ابراہیم کے مطابق کعبہ کو تعمیر کرنا چاہتے تھے (بناء ابراہیم میں حطیم کعبہ میں داخل تھا) اور آپ اس میں دخول اور خروج کے لیے دو دروازے بنانا چاہتے تھے' لیکن آپ نے اس لیے ایسا نہیں کیا کہ اہل عرب کو کعبہ سے بہت والہانہ اور جذباتی عقیدت تھی' اگر نئی تعمیر کے لیے کعبہ کو منہدم کیا جاتا تو جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اسلام چھوڑ جاتے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴ (مفصلاً) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) سو اسی وجہ سے شروع میں آسان احکام مشروع کیے گئے اور جب لوگ اسلام میں راسخ ہو گئے تو پھر نسبۃً سخت احکام مشروع کیے گئے' حرمت خمر کی مثال سے ہم اس کی پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں۔

بعض ایسے احکام منسوخ کئے گئے جو مشکل اور سہل ہونے میں ناسخ کے مساوی ہیں' ان میں نسخ کی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں کو ابتلاء اور امتحان میں ڈالا جائے تاکہ مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے اور خبیث اور طیب الگ الگ ہو جائیں' جیسے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کو منسوخ کر کے بیت اللہ کو قبلہ بنایا گیا تو مومن اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور منافقوں کا خبث ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ (البقرہ: ۱۴۳)

(اے رسول!) آپ (پہلے) جس قبلہ پر تھے وہ ہم نے اسی لیے مشروع کیا تھا کہ جو لوگ رسول کی پیروی کرتے ہیں ان کو ہم ان لوگوں سے ممتاز کر دیں جو الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں' اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) شاق تھا ماسوا ان لوگوں کے جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی۔

یہ بحث اسلام کے بعض احکام کے نسخ کے سلسلہ میں تھی' رہا یہ امر کہ اسلام کے آنے کے بعد پچھلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں' اس کی حکمت یہ ہے کہ نوع انسان اپنی عقل اور شعور کے اعتبار سے اس طرح تدریجاً ترقی کرتی رہی ہے جس طرح بچہ اپنی نشوونما کے اعتبار سے بہ تدریج ترقی کرتا ہے' اس لیے ہر نبی کے عہد میں نوع انسان اپنی عقل اور شعور کے اعتبار سے جس

Marfat.com

درجہ میں تھی اسی درجہ کے اعتبار سے اس پر احکام شرعیہ مشروع کیے گئے اور جب نوع انسان اپنے کمال ارتقاء کو پہنچ گئی تو سابقہ تمام احکام منسوخ کر کے اس پر قیامت تک کے لیے ایک کامل شریعت نازل کر دی گئی۔

''نسخ القرآن بالسنة'' کے قائلین اور ان کے دلائل

امام مالک' اصحاب امام ابی حنیفہ' جمہور اشاعرہ اور معتزلہ اس کے قائل ہیں کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ سنت بھی اسی طرح وحی الٰہی ہے جس طرح قرآن وحی الٰہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۴-۳) اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ ان کا کلام وہی ہوتا ہے جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝

اور قرآن اور حدیث میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے کہ قرآن کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور حدیث کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انشاء اور ترتیب پر مبنی ہیں اور دونوں کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہیں' اس لیے عقلاً اور شرعاً یہ جائز ہے کہ کسی ایک وحی سے ثابت ہونے والا حکم دوسری وحی سے منسوخ کر دیا جائے۔

''نسخ القران بالسنة'' کے مانعین اور ان کے دلائل کا تجزیہ

امام شافعی' امام احمد کے ایک قول اور اہل ظاہر کے نزدیک سنت سے قرآن کا نسخ جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب قرآن کے معانی بیان کرنے میں منحصر ہے اور اگر سنت قرآن کی ناسخ ہو تو سنت قرآن کے بیان کی بجائے اس کی رافع ہو جائے گی۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی کلمہ حصر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بیان کرنے والے ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱) وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی' تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو ۝

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر فرمایا ہے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں' تو جس طرح آپ کو نذیر کہنے سے آپ کے بشیر ہونے کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح آپ کی سنت کے بیان ہونے سے اس کے ناسخ ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور بالفرض اگر آپ کا منصب صرف قرآن کے بیان کرنے میں منحصر ہو تو پھر آپ کا شارع ہونا اور بعض چیزوں کو حلال اور بعض چیزوں کو حرام کرنا بھی اس حصر کے خلاف ہوگا حالانکہ قرآن مجید سے آپ کا شارع ہونا اور آپ کے لیے تحلیل اور تحریم کا منصب بھی ثابت ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷) اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو' اور جس سے منع کریں (اس سے) رک جاؤ۔

Marfat.com

اس آیت میں آپ کے شارع ہونے کا بیان ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷) اور وہ (نبی امی) پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں۔

اس آیت میں آپ کے منصب تحلیل اور تحریم کا بیان ہے۔

نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ نسخ' بیان کے منافی نہیں ہے' کیونکہ سنت سے قرآن کا کوئی حکم بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کی بعض آیات کے عموم کو سنت سے خاص کرلیا گیا ہے اور سنت سے یہ متعین کرنا کہ اس آیت کے عموم سے فلاں فرد کو خاص کرلیا گیا ہے یہ بھی قرآن کا بیان ہے۔

مخالفین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن سے سنت کی حجیت ثابت ہے' اب اگر سنت خود قرآن کی ناسخ ہو تو سنت بھی حجت نہیں رہے گی کیونکہ نسخ رفع ہے اور جب اصل اٹھ جائے گی تو فرع بھی اٹھ جائے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی جن آیات سے سنت کی حجیت ثابت ہے سنت ان کے لیے ناسخ نہیں ہے حتیٰ کہ یہ اعتراض لازم آئے' بلکہ وہ دوسری بعض آیات کے عموم کی ناسخ ہے۔

مخالفین کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ. (یونس: ۱۵) اور جب ہماری روشن آیتیں ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں جن کو (آخرت میں) ہم سے ملاقات کی امید نہیں ہے: آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اس کو بدل دیں' آپ کہیے: میرے لیے اس کو اپنی طرف سے بدلنا جائز نہیں ہے' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کرنا آپ کے اختیار میں نہیں اور سنت کے ناسخ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کے الفاظ تبدیل کردیئے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے عموم سے بعض افراد کو خاص کرلیا جائے۔

مخالفین کی چوتھی دلیل یہ آیت ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ. (البقرہ: ۱۰۶) جو آیت ہم منسوخ کردیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

دلیل کی تقریر یہ ہے کہ اگر سنت قرآن کی ناسخ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ سنت قرآن کی مثل ہو یا اس سے افضل ہو' اور یہ محال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کے الفاظ اور نظم قرآن کی مثل نہیں ہوسکتے اور سنت کے ناسخ قرآن ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ قرآن کے عموم اور اطلاق کی تقیید کرتی ہے اور سنت متواترہ سے ثابت ہونے والا حکم بھی اسی طرح قطعی ہے جس طرح قرآن قطعی ہے' نیز ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ سنت بھی وحی الٰہی ہے' اس لیے درحقیقت منسوخ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط مبلغ اور معبر ہیں۔

Marfat.com

''نسخ القرآن بالسنة'' میں سنت کا محمل

واضح رہے کہ جو سنت قرآن مجید کے عام حکم کے لیے ناسخ ہوتی ہے یہ وہ سنت ہے جو وحی پر مبنی ہو۔ اس سے مراد سنت اجتہادیہ نہیں ہے' نیز اس سے مراد سنت قطعیہ ہے اور جو سنت ظنی الثبوت ہو وہ اس میں داخل نہیں ۔بعض احادیث سنداً اخبار آحاد ہیں' اس کے باوجود صحابہ کرام نے ان سے قرآن مجید کے عام حکم سے بعض افراد کو خاص کر لیا مثلاً قرآن مجید میں عام حکم ہے کہ'' وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ (النساء:۱۱) ایک بیٹی کو باپ کے ترکہ سے نصف حصہ دیا جائے'' لیکن حضرت ابوبکر نے اس حدیث کی بناء پر کہ'' ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''(صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارثت سے حصہ نہیں دیا' اور قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کر لی' اسی طرح قرآن مجید میں کسی معاملہ میں دو مرد گواہ بنانے کا حکم عام ہے لیکن صحابہ نے ایک حدیث کی بنا پر حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا۔(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲ 'مطبوعہ مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ) اور اس کی اور بھی مثالیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث ہم تک واصل ہونے کے اعتبار سے اخبار آحاد ہیں اور صحابہ کرام نے چونکہ یہ احادیث بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اس لیے ان کے نزدیک یہ اسی طرح قطعی الثبوت تھیں جس طرح قرآن مجید قطعی ہے' سو انہوں نے سنت قطعیہ سے قرآن مجید کے عموم کو منسوخ مانا ہے نہ کہ سنت ظنیہ سے۔

''نسخ القرآن بالسّنة'' میں نسخ کا محمل

علامہ صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

قرآن کو سنت سے منسوخ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے' اور مدینہ آنے کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے' پس اگر پہلا حکم (مکہ مکرمہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھنا) قرآن سے ثابت تھا تو یہ سنت سے منسوخ ہو گیا اور دوسرا حکم (مدینہ میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا) سنت سے ثابت تھا اور اس کو قرآن نے منسوخ کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ حکم کتاب سے ثابت تھا یا سنت سے' پھر جب آپ مدینہ آئے تو سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نمازیں پڑھیں' اور یہ حکم کتاب سے ثابت نہ تھا بلکہ سنت سے ثابت تھا' پھر کتاب سے یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور آپ کو مسجد حرام کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا: '' فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ '' (البقرہ:۱۴۴) پس سنت کا کتاب سے منسوخ ہونا یقینی ہے اور کتاب کا سنت سے منسوخ ہونا مشکوک ہے۔(توضیح مع تلویح ج ۲ ص ۳۵ 'مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری' مصر)

میں کہتا ہوں کہ اگر سنت کے ناسخ قرآن ہونے سے یہ مراد ہے کہ قرآن مجید سے ثابت شدہ حکم بالکلیہ سنت سے مرتفع ہو جائے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ محض جواز عقلی کے درجہ میں ہے اور اگر اس کی یہ تقریر کی جائے کہ جو حکم قرآن مجید میں عام ہے اس کو سنت سے خاص کر دیا گیا یا اس کے عموم سے چند افراد کو مستثنیٰ کر لیا گیا تو اس کی بہت مثالیں ہیں۔

''نسخ القرآن بالسنة'' کی مثالیں

(۱) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ (النور:۲) زانیہ اور زانی ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

قرآن میں یہ حکم عام ہے خواہ زانیہ اور زانی کنوارے ہوں یا شادی شدہ اور سنت سے اس حکم کو کنواروں کے ساتھ خاص

Marfat.com

کر لیا گیا اور شادی شدہ زانیوں کو رجم کا حکم دیا گیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ کچھ زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہے گا کہ قرآن مجید میں رجم نہیں ہے اور وہ اس فرض کے ترک سے گنہ گار ہوں گے' جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے' سنو! شادی شدہ زانی پر رجم کی سزا برحق ہے' جب کہ گواہی سے یا حمل یا اعتراف سے زنا ثابت ہو' سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۹۔۱۰۰۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

(۲) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ بے شک ایمان والوں پر نماز (ایک) وقت مقرر میں فرض ہے ۝ (النساء: ۱۰۳)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھا جائے لیکن سنت متواترہ سے عرفات کی عصر کو خاص کر لیا گیا کیونکہ میدان عرفات میں وہ اپنے وقت سے پہلے ظہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور مزدلفہ کی مغرب کو خاص کر لیا گیا کیونکہ وہ اپنے وقت کے بعد عشاء کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

(۳) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں' ان سے نکاح کرلو' دو دو سے' تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء: ۲)

اس آیت میں عموم ہے اور ہر شخص بہ شرط عدل دو دو' تین تین اور چار چار نکاح کر سکتا ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنت ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرما دیا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ کے اوپر ابوجہل کی لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا' اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں' لیکن بہ خدا! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

(۴) وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ط اور حالت جنابت میں جب تک غسل نہ کرلو مسجد کے قریب نہ جاؤ' الا یہ کہ مسجد کو عبور کرنا ہو۔ (النساء: ۴۳)

اس آیت کے مطابق کوئی شخص بھی جنبی ہو کر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عموم سے اپنے آپ کو اور حضرت علی کو خاص کر لیا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کوئی شخص بھی اس مسجد سے حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا۔

(جامع ترمذی ص ۵۳۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ان کے علاوہ اور بھی بہت مثالیں ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے ہم نے صرف اسی قدر پر اکتفاء کی ہے۔

Marfat.com

''نسخ السنۃ بالقرآن'' کا بیان

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک سنت کا قرآن سے نسخ جائز ہے' اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں جمہور کی دلیل یہ ہے کہ سنت اور قرآن دونوں وحی ہیں اور ایک وحی کا دوسری وحی سے منسوخ ہونا جائز ہے۔

اور اس کی چند مثالیں ہیں:

(۱) ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا سنت سے معلوم ہے۔ امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) اور یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ . (البقرہ: ۱۴۴)

تو آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں' اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ اسی کی طرف پھیرو۔

(۲) پہلے رمضان کی راتوں میں (سونے کے بعد) کھانا پینا اور عمل تزویج حرام تھا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور شام کو سو جاتا تو اس پر کھانا پینا اور عورت حرام ہو جاتی حتیٰ کہ وہ اگلے روز افطار کرے' ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رات کو لوٹے' وہ آپ کے پاس باتیں کرتے رہے تھے' انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی سوئی تھیں' انہوں نے ان سے اپنی خواہش ظاہر کی' بیوی نے کہا: میں تو سو چکی ہوں' حضرت عمر نے کہا: تم نہیں سوئی تھیں' اور ان سے اپنی خواہش پوری کر لی' حضرت کعب بن مالک نے بھی ایسا ہی کیا تھا' صبح حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو ماجرا سنایا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ . (البقرہ: ۱۸۷)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں میں خیانت کرتے تھے اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم کو معاف کر دیا' تو اب تم ان سے مباشرت کر سکتے ہو' اور جو (اولاد) اللہ نے تمہارے لیے مقدر کی ہے اس کو تلاش کرو' اور کھاؤ اور پیو' حتیٰ کہ تمہارے لیے صبح کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط مان لی تھی کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو آپ اس کو مکہ واپس کر دیں گے' اس شرط کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل کو واپس کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

پھر ایک عورت مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۚ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ . (الممتحنہ: ۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کو آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ۔

Marfat.com

''نسخ السنة بالسنة'' کا بیان

نسخ السنۃ کی چار قسمیں ہیں: سنت متواترہ کا سنت متواترہ سے نسخ' سنت آحادیہ کا آحادیہ سے نسخ اور سنت آحادیہ کا سنت متواترہ سے نسخ' یہ تین قسمیں بالاتفاق جائز ہیں' اور سنت متواترہ کا سنت آحادیہ سے نسخ اہل ظاہر کے نزدیک جائز ہے اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ کے لیے رہائش اور نفقہ کا حق رکھا ہے' حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے اس کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے سکنٰی کا حق نہیں دیا تھا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو مسترد کر دیا اور صحابہ نے اس رد کو برقرار رکھا' اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی یہ روایت سنت متواترہ کے خلاف تھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

امام شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے سکنٰی (رہائش) اور نفقہ (خرچہ) نہیں رکھا' پھر اسود نے اپنے ہاتھ سے کنکریاں اٹھا کر پھینک دیں اور کہا: افسوس ہے تم ایسی حدیث بیان کرتے ہو' حضرت عمر نے فرمایا تھا' ہم اللہ کی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بنا پر ترک نہیں کریں گے' ہم نہیں جانتے کہ اس کو (صحیح) حدیث یاد ہے یا یہ بھول گئی' اس کو سکنٰی بھی ملے گا اور نفقہ بھی' اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ ان میں سے کوئی عورت کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کرے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نسخ السنۃ کا ثبوت یا تو شارع علیہ السلام کی تصریح سے ہوتا ہے' جیسے امام مالک روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا' پس اب کھاؤ' صدقہ اور ذخیرہ کرو' اور میں نے تم کو نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' پس اب نبیذ بناؤ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا' اب قبروں کی زیارت کرو اور کوئی بے ہودہ بات مت کرو۔ (موطا امام مالک ص ۴۹۶' مطبوعہ مجتبائی پاکستان' لاہور)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو بعض برتنوں (دبا' حنتم' مزفت اور مقیر) میں پینے سے منع فرمایا تھا' اور بے شک برتن کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور نہ حرام کرتا ہے' اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا' اب تم ہر برتن میں پیا کرو' البتہ نشہ آور مشروب نہ پینا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

یا نسخ السنۃ کا ثبوت صحابہ کی تصریح سے ہوتا ہے جیسے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ آگ سے پکی ہوئی چیز کو

Marfat.com

کھانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابو داؤد ج ا ص ۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

نسخ السنۃ کی معرفت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ تاریخ سے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں سنت فلاں سنت سے موخر ہے جیسے آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا: امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو اور آخری مرض میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا تو آخری مرض کی سنت پہلے حکم کی ناسخ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس سے گر گئے جس سے آپ کی بائیں جانب زخمی ہوگئی تب آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم بھی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے نماز کے بعد آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا ولک الحمد'' کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو امام بخاری کہتے ہیں کہ امام حمیدی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو'' مرض قدیم میں تھا پھر اس کے بعد آخری مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور عمل آخری سنت پر کیا جائے گا اور آخری سنت یہی ہے کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۹۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

بعض علماء نے ایک چوتھی قسم بھی ذکر کی ہے کہ جس حدیث کے خلاف پر علماء کا اجماع ہو جائے وہ بھی منسوخ ہے اور اس کی یہ مثال دی ہے کہ ''جامع ترمذی'' میں یہ حدیث ہے کہ جو شخص شراب پیے اس کو کوڑے مارو دوبارہ اور سہ بارہ بھی کوڑے مارو اور اگر چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کردو علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ اس کے نسخ پر اجماع کی دلالت ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ شراب پینے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن عمر اس حدیث پر عمل کے قائل ہیں اور ابن حزم کا بھی یہی مختار ہے لہٰذا اس حدیث کے خلاف پر اجماع نہیں ہے۔ (توضیح الافکار ج ا ص ۴۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

میری رائے یہ ہے کہ جو حدیث سند صحیح سے ثابت ہو وہ اجماع پر مقدم ہے اور ائمہ اور علماء کے اجماع میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ حدیث رسول کے مزاحم ہو سکے نسخ تو دور کی بات ہے۔

اسباب نزول کا بیان

قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً نازل کیا اور وہ کسی خاص سبب یا واقعہ کے ساتھ مربوط نہیں تھی وہ محض مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی اس قسم کی آیات بہ کثرت ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو کسی خاص سبب یا خاص واقعہ کے ساتھ مربوط ہے یا کسی سوال کے جواب میں نازل کی گئی ان اسباب اور واقعات کو مفسرین کی اصطلاح میں سبب نزول اور شان نزول کہا جاتا ہے بعض اوقات ایک آیت کے متعدد اسباب ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک سبب کی وجہ سے متعدد آیات نازل ہوتی ہیں اور ہر چند کہ آیت کسی خاص مورد اور واقعہ میں نازل ہو لیکن جمہور ائمہ اور مفسرین کے نزدیک خصوصیت مورد کی بجائے عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اسباب نزول کے فوائد

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۱۵) اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں تو جہاں کہیں تم منہ کرو وہیں اللہ (تمہاری طرف متوجہ) ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے اور اس کے لیے سفر اور حضر میں کہیں بھی بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا واجب نہیں ہے' لیکن اس آیت کا صحیح معنی صرف شان نزول سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مسافر کی نماز اور سواری پر نفل نماز پڑھنے کے متعلق نازل ہوئی ہے' یعنی سفر میں نمازی کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ نفل نماز سواری پر پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو' اسی طرح اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور کہیں نہ رکے تو چلتی ٹرین میں فرض نماز بھی پڑھی جائے گی خواہ ٹرین کا رخ کسی طرف ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ایک قوم کے متعلق نازل ہوئی جس پر ایک غزوہ میں قبلہ مشتبہ ہو گیا تھا اور انہوں نے اندھیرے میں جنوب یا شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی اور جب صبح ہوئی تو پریشان ہوئے کہ ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرہ:۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا تو اس پر صفا اور مروہ کے چکر لگانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۳۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی مباح ہے واجب نہیں ہے' عروہ بن زبیر کو بھی یہی اشکال لاحق تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ اگر یہ سعی مباح ہوتی تو یہ آیت اس طرح ہوتی: '' فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ '' (البقرہ:۱۵۸) اگر وہ ان کی سعی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں' پھر حضرت عائشہ نے اس آیت کا شان نزول بتلا کر یہ سمجھایا کہ سعی واجب ہونے کے باوجود اس طرح کیوں فرمایا: صفا اور مروہ کے چکر لگانے میں کوئی حرج نہیں' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عروہ نے اس آیت: (البقرہ:۱۵۸) کو پڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: اس آیت کی رو سے اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نے درست نہیں کہا' اگر اس آیت کا وہی معنی ہوتا جس طرح تم نے تاویل کی ہے تو یہ آیت اس طرح ہوتی: '' لا جناح علیه ان لا یطوف بهما '' جو ان کے درمیان سعی نہ کرے اسے کوئی گناہ نہیں' لیکن یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے مناۃ (بت) کے لیے احرام باندھتے تھے جس کی وہ مشلل کے پاس عبادت کرتے تھے' پھر جو احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کی سعی میں گناہ سمجھتا' پھر جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا اور عرض کیا: (یا رسول

Marfat.com

اللہ) ہم (زمانہ جاہلیت میں) صفا اور مروہ کی سعی میں گناہ سمجھتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا تو اس پر صفا اور مروہ کے چکر لگانے (سعی کرنے) میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عائشہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان سعی کو واجب قرار دیا ہے' پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان سعی کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' عروہ کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن عبدالرحمان کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے کہا: لاریب یہی علم ہے' میں نے پہلے یہ نہیں سنا تھا' اور میں نے اہل علم سے یہ سنا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ (انصار کے ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ نے ذکر کیا ہے) مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے' یہ سب صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کرنے کا حکم دیا اور قرآن میں صفا اور مروہ کا ذکر نہیں کیا' تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم (زمانہ جاہلیت میں) صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا تو اگر ہم اب بھی صفا اور مروہ کا طواف کریں تو آیا کوئی گناہ ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا تو اس پر صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی گناہ نہیں ہے' ابوبکر بن عبدالرحمان نے عروہ سے کہا: تو سنو! یہ آیت ان دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ لوگ جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ میں طواف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے' اور وہ لوگ جو زمانہ جاہلیت میں ان کے درمیان طواف کرتے تھے' پھر اسلام لانے کے بعد ان کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے گناہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا تھا اور صفا کا ذکر نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ بعد میں بیت اللہ کے طواف کے بعد صفا کا ذکر بھی فرما دیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۳۔۲۲۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ آیت کس لیے نازل ہوئی' اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت کے نزول کے دو سبب ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

عام سبب اور آیت کے عام الفاظ

قرآن مجید میں کبھی سبب عام ہوتا ہے اور آیت کے الفاظ بھی عام ہوتے ہیں اور کبھی سبب خاص ہوتا ہے اور آیت کے الفاظ بھی خاص ہوتے ہیں' اور کبھی سبب خاص ہوتا ہے اور آیت کے الفاظ عام ہوتے ہیں اور اسی میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت جب سبب اور الفاظ دونوں عام ہوں تو بالاتفاق عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے' اور اس کی سورۂ آل عمران میں بہ کثرت مثالیں ہیں جو غزوہ بدر اور غزوہ احد کے سلسلے میں نازل ہوئیں مثلاً یہ آیت ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۹)

اور سستی نہ کرو' اور غمگین نہ ہو' اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے ○

یہ آیت بالعموم اہل احد کے متعلق نازل ہوئی' اس کے الفاظ عام ہیں اور اس میں عموم ہی کا اعتبار ہے۔

خاص سبب اور آیت کے خاص الفاظ

دوسری صورت میں جس میں سبب اور لفظ خاص ہو تو خصوص ہی کا اعتبار ہوتا ہے اور لفظ کا خاص ہونا یا علم کی وجہ سے ہو گا یا لام عہد کی وجہ سے۔

علم کی وجہ سے خصوصیت کی مثال یہ آیت ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پھر جب زید نے اس (قطع تعلق) کی غرض پوری کرلی

Marfat.com

تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا۔ (الاحزاب: ۳۷)

حضرت زید بن حارثہ اور ان کی زوجہ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا میں ان بن رہتی تھی' اس وجہ سے وہ ان کو طلاق دینا چاہتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روکتے تھے' بہرحال جب زید نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا۔

اور لام عہد کی وجہ سے خصوصیت کی مثال یہ آیات ہیں:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝ (اللیل: ۲۱۔۱۷)

اور سب سے بڑے متقی کو جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا ۝ جو حصول پاکیزگی کے لیے اپنا مال راہ الٰہی میں خرچ کرتا ہے ۝ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ اس کا یہ مال خرچ کرنا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے ۝ اور وہ ضرور عنقریب راضی ہوگا ۝

یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئیں' جب انہوں نے حضرت بلال کو خرید کر آزاد کر دیا جن کو ایمان لانے کے جرم میں سخت عذاب دیا جا رہا تھا' کفار نے کہا: ضرور بلال نے پہلے کوئی ابوبکر پر احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابوبکر نے ان کو آزاد کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ بلال تو الگ رہے روئے زمین پر کسی کا ابوبکر پر کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جا سکے۔ ان کا یہ عمل تو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہے' اور اس آیت کے مصداق صرف حضرت ابوبکر تھے کیونکہ باقی تمام مسلمانوں پر کسی نہ کسی کا کوئی نہ کوئی دنیاوی احسان ضرور تھا' اس آیت میں حضرت ابوبکر کو "الاتقی" سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ لام عہد ہے اور اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' لہٰذا اس آیت کا سبب بھی خاص ہے اور الفاظ بھی خاص ہیں۔

خاص سبب اور آیت کے عام الفاظ

تیسری صورت یہ ہے کہ آیت کا سبب خاص ہو اور الفاظ عام ہوں۔ اس صورت میں جمہور علماء کے نزدیک عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے' اس کی مثال یہ آیات ہیں:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ (النور: ۷۔۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کی اپنی جانوں کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے کسی شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ ضرور سچا ہے ۝ اور پانچویں گواہی یہ کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو ۝

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں عشاء کے وقت اپنی اہلیہ (خولہ بنت عاصم) کے پاس گیا تو میں نے اس کے پاس ایک مرد (شریک بن سحماء) دیکھا' میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کیا' صحابہ کرام کا خیال تھا کہ اب حضرت ہلال پر حد قذف لگ جائے گی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

Marfat.com

(روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۰۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات میں لعان کا حکم بیان کیا گیا ہے اور ہر چند کہ اس کا سبب نزول حضرت ہلال بن امیہ کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور جو شخص بھی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو شوہر اور بیوی کے درمیان لعان کیا جائے گا۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام بخاری حضرت سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو آیا اس کو قتل کر دے؟ تو پھر وہ قتل کر دیا جائے گا' تو وہ کیا کرے؟ حضور نے اس کو ناپسند کیا' تب حضرت عویمر نے کہا کہ میں حضور سے براہ راست سوال کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تھے' حضرت عویمر آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو دیکھے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ تو پھر آپ اس کو قصاص میں قتل کر دیں گے! پھر وہ شخص کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق مجھ پر آیت نازل ہو چکی ہے۔ جاؤ اس کو لے آؤ' حضرت سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰-۷۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت عویمر رضی اللہ عنہ ان دونوں کے واقعے ان آیات کا شان نزول ہیں اور یہ کہ ان آیات کے دو سبب نزول ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ (المجادلہ: ۴-۳)

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں (اپنی بیوی سے کہیں: تیری پشت میری ماں کی پشت کی طرح ہے) پھر اسی کام کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے لیے اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں (یعنی عمل زوجیت) تو ان پر عمل تزویج سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے یہ ہے وہ نصیحت جو تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ○ تو جس کو غلام نہ مل سکے وہ عمل تزویج سے پہلے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے پھر جو (روزوں کی بھی) طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

علامہ سیوطی ان آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم نے تصحیح سند سے اور امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور کہا کہ میرا شوہر میری جوانی کھا گیا اور اب میں زیادہ عمر کی ہو گئی اور میرے بچے بھی نہیں رہے تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا' وہ مسلسل یہ شکایت کرتی رہی حتیٰ کہ یہ آیات نازل ہو گئیں۔ (درمنثور ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی' ایران)

ظہار کی آیات کا سبب خاص ہے اور وہ خولہ بنت ثعلبہ کے شوہر کا ان سے ظہار کرنا ہے اور اس کے الفاظ عام ہیں اور اعتبار اسی عموم کا ہے' یعنی ہر ظہار کرنے والے مسلمان کا یہی حکم ہے۔

Marfat.com

ایک آیت کے متعدد اسباب اور ایک سبب کی متعدد آیات

ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض اوقات ایک آیت کے نزول کے متعدد اسباب ہوتے ہیں' اسی طرح بعض اوقات سبب واحد ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں متعدد آیات نازل ہوتی ہیں' اس کی مثال یہ ہے کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں عورتوں کا ذکر کیا ہو تو سورہ آل عمران میں کئی آیات نازل ہوئیں' نیز امام حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مردوں کا ذکر کرتے ہیں اور عورتوں کا ذکر نہیں کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○ (الاحزاب:۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان سب کے لیے بخشش اور بہت بڑا ثواب تیار کیا ہے○

اور یہ آیت نازل ہوئی:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ○ (آل عمران:۱۹۵)

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرلی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت' تم سب آپس میں ہم جنس ہو' تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جن کو میری راہ میں تکلیفیں دی گئیں اور جنہوں نے جہاد کیا اور وہ شہید ہوئے' تو میں ضرور ان کے سب گناہ مٹا دوں گا' اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' اللہ کی طرف سے ثواب ہوگا' اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے○

اسباب نزول سے متعلق یہ اہم اور ضروری مباحث تھے جن کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

مکمل قرآن یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تئیس سالہ زندگی میں قرآن مجید متفرق طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا' یکبارگی مکمل کتاب نازل نہیں ہوئی' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا○ (بنی اسرائیل:۱۰۶)

اور ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے' تا کہ آپ اس کو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے پڑھیں اور ہم نے اس کو (حسب حالات) بہ تدریج نازل کیا ہے○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا○ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا○

(الفرقان:۳۳۔۳۲)

اور کافروں نے کہا: اس (رسول) پر پورا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ ہاں! ہم نے اسی طرح (تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے) تا کہ ہم اس پر آپ کا دل مضبوط کریں اور ہم نے اس کی بہ تدریج تلاوت فرمائی ہے○ اور (اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ) جب بھی یہ لوگ آپ کے پاس کوئی عجیب سوال لے کر آئے تو ہم نے اس کا (بروقت) صحیح اور ٹھوس جواب دیا اور واضح اور روشن بیان کر دیا○

قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ان پڑھ تھی اور لکھنا پڑھنا ان کا بالعموم شعار نہ تھا' اگر قرآن یکبارگی مکمل نازل ہو جاتا تو ان کے لیے اس کو ضبط کرنا مشکل ہوتا اور ان سے اس میں بہت غلطیاں ہوتیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے' نزول کتاب سے پہلے آپ لکھتے اور پڑھتے نہیں تھے اور تورات کو یکبارگی نازل کیا گیا' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پڑھ کر لوگوں کو سناتے تھے۔

(۲) جس شخص کے پاس کتاب ہو وہ اس کتاب پر اعتماد کر لیتا ہے اور اس کو حفظ کرنے میں تساہل اور سستی کرتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یکبارگی مکمل کتاب نازل نہیں فرمائی تا کہ آسانی سے اس کو حفظ کیا جا سکے اور مسلمان اس میں سستی نہ کریں۔

(۳) اگر مکمل کتاب یکبارگی نازل کر دی جاتی تو پوری شریعت ایک مرتبہ ہی نازل ہو جاتی اور اس پر عمل کرنا لوگوں کے لیے دشوار ہوتا' اس کے برعکس جب قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تو لوگ بہ تدریج احکام کے مکلف ہوئے اور ان پر عمل کرنا لوگوں کے لیے آسان ہو گیا۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بار بار حضرت جبرائیل سے ملاقات کرتے تو ان کی ملاقات سے آپ کا دل قوی ہو جاتا اور تبلیغ رسالت میں پیش آنے والی کلفتوں اور دشواریوں پر آپ کا صبر اور پختہ ہو جاتا اور فرائض نبوت کی ادائیگی میں آپ کا شوق اور ولولہ اور بڑھ جاتا۔

(۵) تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے سے قرآن مجید کا اعجاز اور واضح ہو گیا' کیونکہ اگر کسی انسان کی قدرت میں ایسا کلام لانا ممکن ہوتا تو وہ بھی اس طرح کی چند آیات پیش کر دیتا۔

(۶) مختلف مواقع پر لوگ مختلف سوالات کرتے تھے اور ان کے سوالوں کے جواب میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں' اگر مکمل کتاب یکبارگی نازل ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا۔

(۷) جب قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چند آیتوں کے ساتھ ان کو چیلنج کرتے اور جب وہ قرآن کریم کی چند آیتوں کی نظیر بھی نہ لا سکے تو پورے قرآن کی نظیر نہ لانا اور زیادہ واضح ہو گیا اور آپ کے دل میں اور استحکام

Marfat.com

آ گیا کہ یہ قوم آپ کے معارضہ سے عاجز ہے۔

(۸) اگر پورا قرآن کریم ایک یہ بار نازل ہو جاتا تو حضرت جبرائیل صرف ایک بار آتے اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفارت منقطع ہو جاتی اور جب کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفارت کا رابطہ تا حیات قائم رہا۔

(۹) اس میں آپ کی دوسرے رسولوں پر فضیلت ہے کیونکہ ان پر یکبارگی کتاب نازل کر دی گئی اور ان کے پاس صرف ایک بار حضرت جبرائیل آئے اور اس کے بعد ان کے اور اللہ کے درمیان سفارت منقطع ہوگئی' اور جو سفارت کا رابطہ دوسرے رسولوں کے ساتھ صرف ایک بار رہا وہ رابطہ آپ کے ساتھ تا حیات برقرار رہا۔

(۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یکبارگی کوہ طور پر تورات نازل ہوئی' تو کوہ طور کو مہبط وحی الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہوا اور جب حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر قرآن مجید نازل ہوا تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے متعدد مقامات کو مہبط وحی الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہوا حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ کے بستر پر بھی قرآن نازل ہوا۔

(۱۱) مختلف اسباب اور واقعات کی وجہ سے بھی قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی تھیں' مثلاً کسی کافر یا منافق نے کوئی دل آزار کلمہ کہا تو اس کے رد میں آپ کو تسلی دینے کے لیے آیات نازل ہوئیں' مسلمانوں نے رات کے روزے میں روزہ توڑ لیا تو رات کا روزہ ختم کرنے میں آیات نازل ہوئیں۔ منافقین نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تو آپ کی براءت میں آیات نازل ہوئیں' علیٰ ھذا القیاس اگر قرآن مجید مکمل یکبارگی نازل ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا۔

(۱۲) بعض اوقات کوئی حکم نازل کیا جاتا' پھر اس کو منسوخ کر دیا جاتا' مثلاً پہلے بیوہ عورت کی عدت ایک سال رکھی گئی' پھر یہ عدت چار ماہ دس دن کر دی گئی' اور مکہ مکرمہ میں جہاد مشروع نہیں کیا گیا اور کفار کے مقابلہ میں صبر و ضبط کا حکم دیا گیا تھا اور مدینہ منورہ میں جہاد کا حکم دیا گیا' اس طرح ناسخ اور منسوخ آیتوں اور احکام کا سلسلہ اسی وقت ممکن تھا جب قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو۔ اگر قرآن مجید یکبارگی نازل ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا۔

(۱۳) عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت کی عادتوں اور رسموں میں جکڑے ہوئے تھے' اگر یکبارگی ان پر تمام احکام شرعیہ کا بوجھ ڈال دیا جاتا تو وہ گھبرا جاتے اور ممکن تھا کہ وہ ان تمام احکام کو قبول نہ کر پاتے' اس لیے حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو بہ تدریج احکام کا مکلف کیا جائے' اس لیے قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تاکہ جو عادات ان میں راسخ ہو چکی تھیں ان کو آہستہ آہستہ بدلا جائے۔

(۱۴) جیسے جیسے واقعات اور حوادث پیش آتے رہے اور ان کے اعتبار سے جس جس طرح حکمت اور مصلحت کا تقاضا تھا اسی اعتبار سے قرآن مجید کو نازل کیا جاتا رہا۔

رمضان کے مہینہ کی شب قدر میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور مسلسل تیئس سال تک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی زندگی کا کوئی وقت وحی الٰہی سے رابطہ کے بغیر نہیں گزرا اور حضرت جبرائیل کی رفاقت اور معیت سے آپ کی بعثت کی زندگی کا کوئی دور خالی نہیں رہا۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے کون سی آیت نازل ہوئی‘ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ” اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ “ (العلق: ۱) نازل ہوئی‘ امام بخاری‘ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے کی گئی‘ آپ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو روشن صبح کی طرح اس کی تعبیر آ جاتی‘ پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی‘ آپ حراء میں جا کر کئی کئی راتیں گزارتے اور وہاں عبادت کرتے‘ آپ وہاں قیام کے لیے کھانا لے جاتے‘ اس کے بعد حضرت خدیجہ کے پاس لوٹتے اور پھر کھانا لے جاتے‘ آپ غار حراء میں تھے کہ ایک دن فرشتہ آیا‘ اور اس نے کہا: پڑھیے‘ آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں (یا‘ میں کیا پڑھوں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے پکڑ کر خوب بھینچا حتیٰ کہ اس نے پوری قوت صرف کر دی‘ پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے‘ میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں (یا‘ میں کیا پڑھوں؟) اس نے سہ بارہ مجھے پکڑ کر بھینچا حتیٰ کہ اس نے پوری قوت صرف کی‘ پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے ” اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ “ (العلق: ۱) اور یہ آیت ” مَا لَمْ يَعْلَمْ “ (العلق: ۵) تک پڑھی‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کو دہرایا اور درانحالیکہ آپ کے کندھے کپکپا رہے تھے۔

امام حاکم نے ” مستدرک “ میں اور امام بیہقی نے ” دلائل النبوۃ “ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ ” اقرا باسم ربك “ ہے۔

امام طبرانی نے حدیث صحیح کی شرط کے مطابق سند صحیح کے ساتھ ابو رجاء عطاردی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری دو سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک حلقہ میں ہم کو قرآن پڑھا رہے تھے‘ جب انہوں نے ” اقرا باسم ربك الذی خلق “ کی تلاوت کی تو کہا: یہ پہلی سورت ہے‘ جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اپنی سند کے ساتھ عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے کہا: پڑھیے‘ آپ نے فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ بہ خدا! میں پڑھنے والا نہیں ہوں‘ حضرت جبرائیل نے کہا: ” اقرا باسم ربك الذی خلق “ اور یہ پہلی آیت نازل ہوئی تھی۔

ابو عبید نے فضائل قرآن میں مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن کی پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں ” اقرا باسم ربك “ اور ” نٓ وَالْقَلَمِ “ (القلم: ۱) ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ” يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ “ (المدثر: ۱) نازل ہوئی‘ کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون سی سورت نازل ہوئی؟ تو انہوں نے کہا: ” یایھا المدثر “ (الحدیث) اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ سب سے پہلی آیت ” اقرا باسم ربك “ ہے‘ اور سب سے پہلے جو مکمل سورت نازل ہوئی وہ ” یایھا المدثر “ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ” اقرا باسم ربك “ کے نزول کے بعد کچھ عرصہ کے لیے وحی کا آنا رک گیا تھا‘ اس فترت اور وقفہ کے بعد جو سب سے پہلی سورت نازل ہوئی وہ ” یا یھا المدثر “ ہے‘ تیسرا جواب یہ ہے کہ سورہ مدثر اس لحاظ سے پہلی سورت ہے کہ اس میں احکام ہیں‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنے اور لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا ہے اور ” اقرا باسم ربك “ مطلقاً سب سے پہلی آیت ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سب سے پہلی سورت ہے‘ امام بیہقی اور امام واحدی نے ابو میسرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں ایک آواز سنتا ہوں‘ بہ خدا! مجھے خوف ہے کہ یہ کوئی عجیب و غریب بات ہے! حضرت خدیجہ نے کہا: معاذ اللہ‘ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا‘ بہ خدا

Marfat.com

آپ امانت کو ادا کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں' پھر جب حضرت ابو بکر' حضرت خدیجہ کے پاس آئے تو حضرت خدیجہ نے ان کو یہ قصہ سنایا اور کہا: (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ورقہ کے پاس جاؤ' سو وہ آپ کے ساتھ ورقہ کے پاس گئے اور یہ قصہ سنایا اور فرمایا: جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو کوئی مجھے پیچھے سے آوز دیتا ہے: یا محمد! یا محمد! تو میں بھاگ کر افق میں (بہت دور) چلا جاتا ہوں' ورقہ نے کہا: آپ ایسا نہ کریں' جب یہ آواز آئے تو آپ ٹھیرے رہیں اور سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے' پھر آ کر مجھے بتائیں' پھر آپ کو تنہائی میں آواز آئی: یا محمد! کہیے: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین'' حتیٰ کہ ''ولا الضالین'' تک سورہ فاتحہ آپ نے سنی' یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے روای ثقہ ہیں' امام بیہقی نے کہا: اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ سورہ اقرء اور سورہ مدثر کے نزول کے بعد پیش آیا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نازل ہوئی' واحدی نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ اور حسن سے روایت کیا ہے کہ پہلی آیت ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اور پہلی سورت اقرء ہے۔

(الاتقان ج ۱ ص ۲۴۔ ۲۳' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے آخر میں کون سی آیت نازل ہوئی' امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: ''یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ'' (النساء: ۱۷۶) اور سب سے آخری سورت' سورہ توبہ ہے' امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں آیت ربا نازل ہوئی ہے' امام بیہقی نے بھی حضرت عمر سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس سے مراد یہ آیت ہے: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا'' (البقرہ: ۲۷۸) امام احمد اور امام ابن ماجہ نے بھی حضرت عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں آیت ربا نازل ہوئی ہے۔

امام نسائی نے از عکرمہ از ابن عباس روایت کیا ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ'' (البقرہ: ۲۸۱)۔
امام ابن جریر نے بھی حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ: ۲۸۱) اس آیت کے نزول کے اکیاسی (۸۱) دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا' اور امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی جو آخری آیت نازل ہوئی وہ ''وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ: ۲۸۱) ہے اور اس کے نزول کے نو دن بعد پیر کے دن ۲۸ ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ میراث میں آخری آیت ''یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ'' (النساء: ۱۷۶) ہے اور سود میں آخری آیت ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا'' (البقرہ: ۲۷۸) ہے اور مطلقاً آخری آیت ''وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ: ۲۸۱) ہے۔

امام حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ آخری آیت ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ۱۲۸) ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آخری سورت جو نازل ہوئی وہ ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ'' (النصر: ۱) ہے۔

Marfat.com

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورہ مائدہ ہے۔
امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آخری سورت' سورہ مائدہ اور سورہ فتح ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مشہور روایت ہے کہ سب سے آخر میں سورہ توبہ نازل ہوئی ہے۔
امام بیہقی نے یہ کہا ہے کہ ان مختلف روایات کی بہ تقدیر صحت یہ توجیہ ہے کہ ہر صحابی نے اپنے نظریہ کے مطابق کہا ہے' قاضی ابوبکر نے یہ کہا ہے کہ ان اقوال میں سے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد نہیں ہے' اور ہر صحابی کا قول اس کے اجتہاد اور غلبہ ظن پر محمول ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۲۷۔۲۶' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:
مکی اور مدنی سورتوں کے متعلق علماء کی تین اصطلاحیں ہیں' ان میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں' عام ازیں کہ وہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں یا مدینہ میں' فتح مکہ کے سال نازل ہوئی ہوں یا حجۃ الوداع کے سال میں' یا کسی سفر کے دوران نازل ہوئی ہوں۔
دوسری اصطلاح یہ ہے کہ جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ وہ ہجرت کے بعد مکہ میں نازل ہوئی ہوں اور جو مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں' اس اصطلاح کی بناء پر مکی اور مدنی سورتوں میں ایک واسطہ ہوگا کیونکہ جو آیات دوران سفر نازل ہوئیں وہ مکی ہوں گی نہ مدنی' اور امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن تین جگہوں میں نازل ہوا ہے' مکہ' مدینہ اور شام میں۔ ولید نے کہا: شام سے مراد بیت المقدس ہے' اور شیخ عمادالدین بن کثیر نے کہا: شام کی تفسیر تبوک سے کرنا زیادہ بہتر ہے' اور میں کہتا ہوں کہ مکہ میں اس کے مضافات مثلاً منیٰ' عرفات اور حدیبیہ داخل ہیں اور مدینہ میں بدر' احد اور سلع داخل ہیں۔
تیسری اصطلاح یہ ہے کہ جن سورتوں میں اہل مکہ سے خطاب ہو' وہ مکی ہیں اور جن سورتوں میں اہل مدینہ سے خطاب ہو وہ مدنی ہیں۔
قاضی ابوبکر نے کہا: مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت میں صحابہ اور تابعین کی معرفت پر اعتماد کیا گیا ہے' اور اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد منقول نہیں ہے' اور فرائض اور واجبات میں سے کوئی چیز ان کی معرفت پر موقوف نہیں ہے' البتہ ناسخ اور منسوخ کی معرفت میں سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا دخل ہے۔
(الاتقان ج ۱ ص ۹۔۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سب سے پہلے قرآن مجید کو حفظ کر کے سینوں (دماغوں) میں جمع کیا گیا اور سب سے پہلے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ (ذہن مبارک) میں محفوظ اور جمع ہوا۔
قرآن مجید میں ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ (القیامہ: ۱۹۔۱۶)

آپ (قرآن یاد کرنے کے لیے) جلدی جلدی زبان کو حرکت نہ دیں ○ بے شک اس کو (آپ کے ذہن میں) محفوظ کرنا اور آپ کا اسے پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○ تو جب ہم اس

Marfat.com

کو پڑھ چکیں تو پھر آپ اس پڑھے ہوئے کو پڑھیں O پھر بے
شک اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا: جبرئیل ہر سال مجھ سے قرآن مجید کا دور کرتے ہیں اور اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ دور کیا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ اب میرا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد تھے' اور آپ کی جود و سخا رمضان کے مہینے میں بہت زیادہ ہوتی تھی' کیونکہ حضرت جبریل ماہ رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ ماہ رمضان پورا ہو جاتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر صحابہ کرام قرآن مجید کو یاد کرتے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ مسروق کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمرو نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن مجید کو حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود' سالم' معاذ اور ابی بن کعب۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا: بہ خدا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے (سن کر) ستر سے زیادہ سورتیں یاد کی ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو علم ہے کہ مجھے کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم ہے حالانکہ میں ان سب سے افضل نہیں ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوتی تھی' مجھے اس کے متعلق علم ہوتا تھا کہ یہ سورت کہاں نازل ہوئی ہے اور کتاب اللہ کی جو آیت نازل ہوتی تھی مجھے اس کے متعلق علم ہوتا تھا کہ یہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اونٹ پر سفر کر کے اس تک پہنچا جا سکتا ہے تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کس نے قرآن جمع کیا تھا' انہوں نے کہا: چار صحابہ نے اور وہ سب انصار میں سے تھے' حضرت ابی بن کعب' حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت صرف چار صحابہ نے

Marfat.com

قرآن مجید جمع کیا تھا' حضرت ابو درداء' حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو زید۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی موخر الذکر دو حدیثوں پر دو اعتراض ہوتے ہیں' ایک اعتراض یہ ہے کہ پہلی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا ہے اور دوسری حدیث میں حضرت ابو درداء کا ذکر کیا ہے اور یہ ان کے ذکر کردہ حصر کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں حضرت ابو درداء کا ذکر ہے وہ غیر محفوظ اور غیر راجح ہے' اور محفوظ اور راجح وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر ہے اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت انس نے دو مختلف وقتوں میں یہ حدیثیں بیان کی ہوں' ایک دفعہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا اور دوسری دفعہ حضرت ابو درداء کا ذکر کیا' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن ابی داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انصار میں سے پانچ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا ہے: حضرت معاذ بن جبل' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابو درداء اور حضرت ابو ایوب انصاری' یہ حدیث مرسل ہونے کے باوجود حسن ہے اور اس کا ایک شاہد بھی ہے' کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چھ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا جن میں حضرت ابو درداء' حضرت معاذ' حضرت ابو زید' اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل ہیں' مرسل ہونے کے باوجود اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید جمع کرنے کا انکار کیا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا رد کرنے کے لیے بہ طریق حصر حضرت ابو درداء کا ذکر کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس نے یہ بیان کیا ہے کہ صرف چار صحابہ نے قرآن مجید جمع کیا' حالانکہ ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قراء صحابہ میں خلفاء اربعہ' حضرت طلحہ' حضرت سعد' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت سالم' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبداللہ بن سائب' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن زبیر شامل ہیں اور خواتین میں سے حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ ہیں (البتہ ان میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن مجید مکمل کیا) اور ابن ابو داؤد نے مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس داری اور حضرت عقبہ بن عامر اور انصار میں سے حضرت عبادہ بن صامت' حضرت معاذ ابو حلیمہ' حضرت مجمع بن حارثہ' حضرت فضالہ بن عبید اور مسلمہ بن مخلد وغیرھم کا ذکر کیا' (اور ان میں سے بھی بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن کریم جمع کیا تھا) اور جن صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعری' حضرت عمرو بن عاص' حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ام ورقہ ہیں۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت انس نے جو یہ کہا ہے کہ چار صحابہ کے سوا اور کسی نے قرآن کو جمع نہیں کیا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر اور واقع میں بھی اسی طرح ہو' اور حضرت انس کی طرف سے توجیہ یہ ہے کہ ان کو ان چار کے سوا باقی کا علم نہیں تھا' ورنہ اس کا کس طرح احاطہ ہوسکتا ہے جب کہ صحابہ بہت زیادہ تھے اور مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے' اور حضرت انس کا یہ قول صرف اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب تمام صحابہ میں سے ہر ایک نے حضرت انس سے ملاقات کر کے ان کو یہ بتایا ہو کہ اس نے مکمل قرآن جمع نہیں کیا اور یہ عادۃً بہت بعید ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے ملحدوں نے قرآن مجید کے متواتر ہونے پر طعن کیا ہے' تاہم اگر فی نفسہ یہ قول درست بھی ہوتا' تب بھی جم غفیر میں سے ہر ایک کو پورا قرآن مجید یاد نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس جم غفیر کو مجموعی طور پر بھی قرآن مجید یاد

Marfat.com

نہ ہو' اور تواتر کی یہ شرط نہیں ہے کہ ہر فرد کو پوا قرآن حفظ ہو' بلکہ اگر کل نے مل کر کل کو یاد کر رکھا ہو پھر بھی کافی ہے' اور علامہ قرطبی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جنگ یمامہ میں ستر حافظ قرآن شہید ہو گئے تھے' اسی طرح عہد رسالت میں بیر معونہ میں ستر قاری شہید ہو گئے تھے' اس لیے یہ قول کیسے درست ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف چار صحابہ کو پورا قرآن مجید یاد تھا۔

حضرت انس کی اس حدیث کی بعض مزید توجیہات یہ ہیں:

(۱) تمام وجوہ اور تمام قراءات کے ساتھ صرف ان چار صحابہ کو پورا قرآن مجید یاد تھا۔

(۲) ان چار صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سن کر پورا قرآن مجید یاد کیا تھا باقی صحابہ نے پورا قرآن آپ سے بلاواسطہ نہیں سنا تھا۔

(۳) یہ چار صحابہ قرآن مجید کی تعلیم دینے میں بہت مشہور تھے اور باقی اتنے مشہور نہیں تھے' اس لیے ان کا حال مخفی رہا' انہوں نے ریا اور عجب کے خدشہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔

(۴) ان چار کے جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مکمل قرآن مجید لکھ کر جمع کیا تھا اور باقی صحابہ نے دل میں یاد کیا تھا۔

(۵) ان چار نے اعلان کر دیا تھا کہ انہوں نے مکمل قرآن جمع کیا ہے اور باقی صحابہ نے اعلان نہیں کیا تھا۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۔ ۵۱' مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کر لیا گیا تھا' کیونکہ جب بھی کوئی آیت نال ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب قرآن کو یہ حکم دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو' اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب کو یہ حکم دیتے کہ اس کو فلاں سورت کے بعد لکھو۔

(غرائب القرآن ج ۱ ص ۲۴' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۲۳ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر صحابہ کرام قرآن مجید لکھ لیتے تھے' اور مشہور یہ ہے کہ پچیس صحابہ کاتب وحی تھے' اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ساٹھ صحابہ تھے' ان میں زیادہ مشہور خلفاء اربعہ' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت' حضرت معاویہ بن ابی سفیان' حضرت یزید بن ابی سفیان' حضرت مغیرہ بن شعبہ' حضرت زبیر بن عوام' حضرت خالد بن ولید' پھر علامہ زحیلی نے ابوعبیدہ کے حوالے سے ان حفاظ صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ زیادہ مشہور حفاظ حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابو درداء' حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے۔ (التفسیر المنیر ج ۱ ص ۲۱۔ ۲۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابوبکر کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں اس لیے جمع نہیں کیا گیا کہ نزول وحی کا عمل آپ کی حیات مبارکہ میں مسلسل جاری تھا اور ہر وقت کسی نئی وحی کے نازل ہونے کا امکان تھا' البتہ قرآن مجید کی تمام آیات کپڑے کے ٹکڑوں پر' ہڈیوں پر' پتھروں پر اور پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی ٹہنیوں پر لکھی ہوتی تھیں' پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگ یمامہ کے دوران بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے' تب قرآن مجید کو پہلی بار ایک مصحف میں جمع کرنے

Marfat.com

کی تحریک ہوئی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دوران' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا' اس وقت ان کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: میرے پاس حضرت عمر آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوگئے' اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر یونہی مختلف جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن مجید چلا جائے گا' اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں' میں نے حضرت عمر سے کہا: آپ ایسا کام کیوں کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا: بہ خدا! اس میں خیر ہے' پھر حضرت عمر مسلسل مجھ سے یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا شرح صدر کردیا' اور میری رائے حضرت عمر کی رائے کے موافق ہوگئی۔ حضرت زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا: تم عقل مند شخص ہو اور ہم کو تمہارے متعلق کسی قسم کی کوئی بدگمانی نہیں ہے' اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے' سو تم قرآن مجید کو تلاش کرکے جمع کرو' بہ خدا! اگر یہ لوگ مجھ سے یہ کہتے کہ پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردو تو یہ میرے لیے اتنا دشوار نہ ہوتا جتنا قرآن مجید کو جمع کرنے کے حکم پر عمل کرنا میرے لیے دشوار تھا' میں نے کہا: آپ لوگ ایسا کام کیوں کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: بہ خدا! اس میں خیر ہے' پھر حضرت ابوبکر مجھ سے مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا سینہ کھول دیا تھا' پس میں نے قرآن کریم کو تلاش کرنا شروع کیا' میں نے پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی شاخوں' پتھروں اور مسلمانوں کے سینوں سے قرآن مجید کو جمع کیا' حتیٰ کہ سورہ توبہ کی آخری آیت: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ'' (التوبہ: ۱۲۸) مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس ملی' پھر صحیفوں میں جمع شدہ یہ قرآن مجید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رکھا گیا' پھر ان کی وفات کے بعد تاحیات حضرت عمر کے پاس رہا' پھر ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ابن ابی داؤد نے مصاحف میں سند حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: مصاحف کا سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوگا' اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر پر رحم کرے' وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحف میں قرآن مجید کو جمع کیا' بعض روایات میں حضرت علی کے پہلے جمع کرنے کا ذکر ہے لیکن وہ ضعیف روایات ہیں اور بعض روایات میں حضرت عمر کے پہلے جمع کرنے کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد ہے: ان کا جمع کرنے کے لیے مشورہ دینا۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے آکر کہا: جس شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جتنا قرآن مجید لکھ لیا ہو وہ اس کو لے کر آئے اور اس وقت لوگ صحیفوں میں' تختیوں پر اور پتوں سے خالی شاخوں پر لکھتے تھے اور حضرت زید کسی سے اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو گواہ اس پر گواہی نہ دیتے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زید صرف لکھے ہوئے کو کافی نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ دو گواہ اس پر گواہی دیتے کہ اس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' حالانکہ حضرت زید بن ثابت خود حافظ قرآن تھے لیکن وہ حفاظت میں مبالغہ کرنے کے لیے ایسا کرتے تھے۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور حضرت زید سے فرمایا کہ آپ دونوں مسجد کے دروازہ پر

Marfat.com

بیٹھ جائیں' اور جو شخص کتاب اللہ پر دو گواہ لے کر آئے اس کو لکھ لیں' علامہ ابن حجر نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ انہوں نے اس آیت کو حفظ کیا تھا اور اسکو لکھ لیا تھا' علامہ سخاوی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس پر گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کو لکھ لیا گیا تھا' ابو شامہ نے کہا: ان کی اس سے غرض یہ تھی کہ صرف اسی آیت کو لکھا جائے جس کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ علی التعیین اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھ لیا گیا تھا' کیونکہ جب تک کسی آیت کا تحریری ثبوت نہ مل جائے وہ اس کے صرف حفظ کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔

ابن اشعث نے مصاحف میں لیث بن سعد سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے قرآن کو جمع کیا' اور حضرت زید نے لکھا' لوگ حضرت زید کے پاس قرآن مجید کی آیات لے کر آتے اور جب تک وہ ان آیتوں کے لکھے جانے پر دو گواہ پیش نہ کرتے حضرت زید ان کو نہیں لکھتے تھے' اور سورہ توبہ کی آخری آیت کے مکتوب ہونے پر صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت تھی' حضرت زید نے کہا: اس کو لکھ لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی اکیلی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا ہے' پھر اس آیت کو لکھ لیا گیا۔ (الاتقان ج ۱ ص ۵۸۔۵۷' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

جس حدیث میں حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عمارہ بن خزیمہ کے چچا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: وہ گھوڑے کی قیمت لے کر آتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی چل کر گھوڑے کی قیمت لینے گئے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چلتا رہا' لوگ اس اعرابی کے ساتھ چلنے لگے اور اس سے اس گھوڑے کی قیمت پوچھنے لگے اور ان کو یہ پتا نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' اس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کی: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے' ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی یہ ندا سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اعرابی نے کہا: نہیں! بہ خدا میں نے یہ گھوڑا آپ کو نہیں بیچا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اعرابی کہنے لگا: اچھا آپ گواہ لائیں' حضرت خزیمہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ گھوڑا آپ نے اس سے خریدا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر حضرت خزیمہ سے فرمایا: تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔ (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دینا ان کے ایمان کی پختگی کی بنا پر تھا اور اس بات کا انعام تھا کہ انہوں نے بن دیکھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کر دی لیکن درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ سورہ توبہ کی آخری آیت کے لکھے جانے پر حضرت خزیمہ کے علاوہ اور کوئی گواہ نہیں ہوگا' اگر حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر نہ قرار دیا گیا تو سورہ توبہ کی آخری آیت قرآن میں درج ہونے سے رہ جائے گی اور قرآن نامکمل رہ جائے گا' سو اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اختیار کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ جس کو چاہیں نواز دیں اور ایک گواہی کو دو کے برابر کر دیں اور آپ کے علم کی عظمتوں کا بھی پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں ہونے والے واقعات آپ کی نظر میں ہوتے ہیں اور نہ صرف نظر میں ہوتے ہیں بلکہ آپ ان کا تدارک بھی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عثمان کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان

قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا تھا' اور ہر قبیلہ کو ایک حرف پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت تھی' لیکن جب اسلام سرزمین عرب سے نکل کر دنیا کے دور دراز علاقوں میں پہنچا اور لوگوں نے مختلف حرفوں پر قرآن پڑھا تو جو شخص دوسرے حرف سے ناواقف تھا' اس نے اس کی تکذیب شروع کر دی مثلاً کوئی پڑھتا تھا: ''ننشزھا'' اور دوسرا پڑھتا تھا: ''ننشرھا'' یا کوئی پڑھتا تھا: ''فتمت کلمة ربك'' اور دوسرا پڑھتا تھا: ''تمت کلمات ربك'' اور ہر شخص کو یہ اصرار تھا کہ جس حرف پر اس نے قرآن پڑھا ہے وہ صحیح ہے اور دوسرے کا پڑھا ہوا غلط ہے۔ اس صورت کی اصلاح کے لیے حضرت عثمان نے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر کے عہد میں جمع کیا گیا تھا' اور اس کی متعدد نقلیں تیار کرا کے تمام شہروں میں بھجوا دیں اور باقی تمام نسخوں کو اکٹھا کر کے پانی میں دھوڈالا اور پھر ان اوراق کو جلا ڈالا' اور تمام امت کو قرآن مجید کے ایک حرف پر جمع کر دیا جو لغت قریش کے مطابق تھا اور یہ وہی نسخہ تھا جس کو حضرت ابوبکر کے عہد میں جمع کیا گیا تھا اور بعد میں حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوایا گیا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ آرمینیا اور آذربائجان کو فتح کرنے کے لیے جہاد میں گئے ہوئے تھے' حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان کو مسلمانوں کے قراءت میں اختلاف سے خبردار کیا' حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح مختلف ہو جائے اس کی کوئی تدبیر کر لیجئے' پھر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس جو صحیفے ہیں وہ ہمیں بھیج دیجئے ہم ان کو مصاحف میں نقل کریں گے' پھر آپ کو واپس کر دیں گے' حضرت حفصہ نے وہ مصحف حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا' حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان بن حارث بن ہشام سے کہا کہ وہ اس مصحف کو لکھیں اور حضرت عثمان نے قریشیوں کی جماعت سے کہا: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا کسی قراءت میں اختلاف ہو تو اس کو لسان قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن مجید لسان قریش میں نازل ہوا ہے' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' اور جب انہوں نے حضرت حفصہ کے مصحف سے نقل کر کے ایک مصحف تیار کر لیا تو حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کا مصحف ان کو واپس بھیج دیا' اور جو مصحف اس سے نقل کر کے تیار کیا تھا اس کی نقلیں تیار کر کے ہر علاقہ میں بھجوا دیں اور یہ حکم دیا کہ اس کے ماسوا جس قدر صحائف میں قرآن مجید لکھا ہوا ہے ان کو جلا دیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت زید' حضرت ابن الزبیر' حضرت سعید اور حضرت عبدالرحمٰن قرآن مجید لکھنے کے لیے بیٹھے اور جب ان کا اس میں اختلاف ہوتا کہ اس لفظ کو کس لغت پر لکھا جائے تو وہ حضرت عثمان کی طرف رجوع کرتے مثلاً تابوت میں اختلاف ہوا کہ اس لفظ کو کس لغت پر لکھا جائے' آیا اس کو ہا کے ساتھ تابوہ لکھا جائے یا تا کے ساتھ تابوت لکھا جائے' حضرت زید بن ثابت نے کہا: یہ تابوہ ہے اور تین قریشی صحابہ نے کہا: یہ تابوت ہے' تب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا' حضرت عثمان نے فرمایا: اس کو لغت قریش پر لکھو کیونکہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر' مطبوعہ ادارۃ الاندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

Marfat.com

حضرت عثمان کے دور میں اوراقِ قرآن جلانے کا محمل اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق ---- کے متعلق فقہاء کے نظریات

''صحیح بخاری'' کی مذکور الصدر حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے جمع کیے ہوئے مصحف کی نقلیں سب شہروں میں بھجوائیں اور اس سے پہلے جن صحیفوں میں قرآن لکھا ہوا تھا ان کو جلانے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

ابن ابی داؤد اور طبرانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے بھیجے ہوئے مصحف کے خلاف جو مصحف تھا اس کو حضرت عثمان نے جلانے کا حکم دیا' اور اس زمانہ میں عراق میں مصاحف کو جلایا گیا' اور سوید بن غفلہ نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ مصاحف جلانے کے سلسلہ میں حضرت عثمان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہ کہو' اور ابوقلابہ کی روایت میں ہے: جب حضرت عثمان مختلف شہروں میں مصحف بھیجنے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے ان شہر والوں کی طرف لکھا: ''میں نے اس اس طرح قرآن مجید جمع کیا' اور میرے پاس (پہلے) جو کچھ لکھا ہوا تھا اس کو میں نے مٹا دیا' اور تمہارے پاس جو کچھ پہلے لکھا ہوا ہے تم بھی اس کو مٹا دو'' اور مٹانے کا مفہوم ان صحائف کو دھونے اور جلانے سے عام ہے اور اکثر روایات میں جلانے کی تصریح ہے اور ہوا یہی ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کاغذات سے آیات کے نقوش کو دھو کر پھر انہیں جلا دیا ہو' اور قاضی عیاض مالکی نے وثوق سے کہا ہے کہ پہلے ان کاغذات کے نقوش کو دھویا' پھر اس کو مٹانے میں مبالغہ کے لیے ان کاغذات کو جلا ڈالا' علامہ ابن بطال نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن کتابوں میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہو' ان کو جلانا جائز ہے' اس عمل میں ان کتابوں کی تکریم ہے' اور ان کو بے ادبی سے بچانا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۲۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر کے عہد میں جو مجموعہ تیار کیا گیا تھا وہ سورتوں کے الگ الگ صحائف تھے' ہر سورت میں آیات ترتیب سے تھیں لیکن تمام سورتیں متفرق تھیں' ترتیب وار نہ تھیں اور حضرت عثمان نے جو مصحف جمع کیا وہ مرتب تھا' اس میں سورتیں ترتیب وار تھیں' حضرت عثمان نے جو باقی صحائف کو جلانے کا حکم دیا تھا' اس کا علامہ کرمانی نے یہ جواب دیا ہے کہ جو آیات منسوخ التلاوت تھیں یا جو غیر لغت قریش پر آیات تھیں' یا آیات کے ساتھ جو تفسیر لکھی ہوئی تھی اس کو جلانے کا حکم دیا تھا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آیات کو دھو کر پھر نقوش کے محو میں مبالغہ کرنے کے لیے کاغذات کو جلایا تھا' علامہ ابن بطال نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ بے ادبی سے بچانے کے لیے جن کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے ان کو جلا دیا جائے' لیکن یہ جلانے کی صورت اس دور میں تھی' اور اب اگر قرآن مجید کے کسی ورق کو زائل کرنا ہو تو اس کو دھونا بہتر ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہو جائے اور وہ نفع پہنچانے کے قابل نہ رہے تو اس کو ایسی پاک جگہ دفن کر دیا جائے جو لوگوں کے پیروں تلے آنے سے بعید ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۔ ۱۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو صحائف جلائے تھے' ان پر قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ انہوں نے ان اوراق کو جلایا تھا جن کا قرآن ہونا ان کے نزدیک ثابت نہیں تھا' یا جو الفاظ تفسیر قرآن کے الفاظ کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے تھے جن کا الگ کرنا ممکن نہ تھا' انہوں نے جلانے کو اس لیے اختیار کیا تھا تاکہ کوئی شخص یہ شک نہ کرے کہ انہوں نے قرآن مجید کا کچھ حصہ ترک کر دیا ہے' کیونکہ اگر وہ واقعۃً قرآن ہوتا تو کوئی مسلمان اس کے جلانے کو جائز نہ کہتا'

Marfat.com

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس کی راکھ کو محفوظ کرنے اور نجاست سے بچانے کا حکم بھی نہیں دیا' اور بحث اس میں ہے کہ جس کا قرآن ہونا قطعیت سے ثابت ہے' جب اس کے اوراق بوسیدہ ہو جائیں تو ان کو دھونا متعین ہے یا نہیں' بلکہ چاہیے یہ کہ دھونے کے بعد ان کے غسالہ (دھوون) کو پی لیا جائے کیونکہ قرآن ہر بیماری کی دوا ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۲۹' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جو بوسیدہ اوراق کے دھونے کا مسئلہ لکھا ہے یہ ان کے زمانہ کے اعتبار سے ہے' آج کل جب کہ پختہ سیاہی سے طباعت ہوتی ہے تو ان کا دھونا متصور نہیں ہے' ان کو عزت و احترام سے ایسی جگہ دفن کر دینا چاہیے جو جگہ لوگوں کے پیروں تلے نہ آتی ہو۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

جن بوسیدہ کتابوں سے نفع حاصل نہ کیا جا سکے' ان سے اللہ' فرشتوں اور رسول علیہ السلام کا نام مٹا کر باقی کو جلا دیا جائے' اور ان کو اسی طرح جاری پانی میں ڈالنے میں بھی حرج نہیں ہے یا ان کو دفن کر دیا جائے اور یہ احسن ہے' جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق کہا جاتا ہے۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی ج ۴ ص ۲۱۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ احمد طحطاوی لکھتے ہیں:

قرآن مجید جب بوسیدہ ہو جائے اور اس کو پڑھنا دشوار ہو تو ہم اس کو آگ میں نہیں جلائیں گے' ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی ج ۴ ص ۲۰۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

''مجتبیٰ'' میں لکھا ہے کہ جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہو جائے تو اس کو دفن کرنا احسن ہے جیسے نبیوں اور ولیوں کو دفن کیا جاتا ہے' اور باقی دینی کتابیں جب بوسیدہ ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے' اور دفن کرنا تعظیم کے خلاف نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی دفن کیا جاتا ہے' اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جب مصحف پرانا ہو جائے اور اس سے پڑھنا دشوار ہو جائے تو اس کو آگ میں نہیں جلایا جائے گا' امام محمد نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور مناسب یہ ہے کہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر اس کی لحد بنائی جائے' کیونکہ اگر اس کی قبر بہ طریق شق بنائی گئی تو اس پر مٹی گرے گی اور اس میں ایک قسم کی تحقیر ہے' ہاں اگر چھت بنا کر پھر مٹی ڈالی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح اگر کسی پاک جگہ قرآن مجید کو رکھ دیا جائے جہاں نہ کسی بے وضو کا ہاتھ لگے نہ گرد و غبار پڑے اور نہ اس کی تعظیم میں فرق آئے تو یہ بھی جائز ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۳۔ ۲۷۲' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

قرآن مجید کے غیر محرف ہونے کے متعلق علماء شیعہ کی تصریحات

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سنو کہ روایات شاذہ میں ہے کہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی اور اس کا بعض حصہ ضائع ہو گیا' تو ان روایات کا کوئی وزن نہیں ہے' یہ روایات مضطرب اور ضعیف ہیں اور یہ روایات مسلمانوں کے مخالف ہیں۔

(مجمع البیان ج ۱ ص ۱۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۴۱۱ھ)

نیز شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

شیخ المحدثین نے ''کتاب الاعتقاد'' میں لکھا ہے کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قرآن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم پر نازل کیا یہ وہ قرآن ہے جو مسلمانوں کے درمیان موجود ہے اور وہ اس سے زیادہ نہیں ہے اور جو ہماری طرف یہ منسوب کرتا ہے کہ ہم اس سے زیادہ قرآن کو مانتے ہیں وہ جھوٹا ہے اور جن روایات میں ہے کہ قرآن مجید کو کم کر دیا گیا ہے ان کے کئی محمل ہیں' شیخ مفید نے فصل الخطاب کے اواخر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں سے کوئی کلمہ' کوئی آیت اور کوئی سورت کم نہیں ہوئی' البتہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مصحف میں آیات قرآن کے معانی کی جو تفسیر اور تاویل لکھی ہوئی تھی اس کو حذف کر دیا گیا' سید مرتضی نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی کمی نہیں ہے' بعض امامیہ اور بعض حشویہ نے بعض ضعیف روایات کی بنا پر یہ کہا کہ قرآن مجید میں کمی کی گئی ہے لیکن ان کا اختلاف غیر معتبر ہے اور شیخ طوسی نے تفسیر تبیان کے اول میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کے موضوع پر بحث کرنا' مناسب نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں زیادتی کے باطل ہونے پر اجماع ہے اور کمی کا قول کرنا بھی مسلمانوں کے مذاہب کے خلاف ہے' اور ہمارا صحیح مذہب یہی ہے اور یہی ظاہر الروایات ہے' البتہ بہت سی روایات میں قرآن مجید میں کمی کرنے کا ذکر ہے لیکن یہ روایات اخبار احاد ہیں جو علم اور عمل کے لیے مفید نہیں ہیں اور ان سے اعراض کرنا بہتر ہے۔ (مجمع البیان ج ا ص ۴۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۴۱۱ھ)

شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

قرآن مجید جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح باقی ہے' اور زیادتی اور کمی سے محفوظ ہے' تمام علماء اسلام عام ہوں یا خاص اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی چیز زیادہ نہیں ہوئی' البتہ کمی کے متعلق ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں کمی ہوئی ہے اور منافقین نے چند آیات کو حذف کر دیا اور شیعہ فرقے کے اکثر علماء اور سنی علماء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی تغیر' تبدل' کمی اور زیادتی نہیں ہوئی (الی قولہ) جن روایات سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف' تبدیل' حذف یا تغیر ہوا ہے ان روایات کی تاویل اور توجیہ کرنی چاہیے اور اگر ان روایات کی توجیہ نہ ہو سکے تو ان کو مسترد کر دینا چاہیے۔

(منہج الصادقین ج ا ص ۴۸۔ ۴۷' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو' ایران)

جمع قرآن کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

آیت اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

اس جگہ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایک گروہ کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن متفرق صورت میں تھا' اس کے بعد (حضرت) ابوبکر یا (حضرت) عمر یا (حضرت) عثمان کے زمانہ میں اس کو جمع کیا گیا' اس کے برعکس واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اسی طرح جمع کیا ہوا تھا جس صورت میں آج جمع کیا ہوا ہے' اور اس کی ابتداء میں یہی سورت فاتحہ تھی' اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس پر متعدد دلائل ہیں کہ جس صورت میں آج قرآن ہمارے سامنے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے حکم سے اس کو اسی طرح جمع کیا گیا تھا۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ علی بن ابراہیم نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: قرآن مجید ریشم اور کاغذ وغیرہ کے ٹکڑوں میں متفرق ہے اس کو جمع کرو' پھر حضرت علی علیہ السلام اس مجلس سے اٹھے اور زرد رنگ کے ایک کپڑے میں قرآن مجید کو جمع کر کے اس پر مہر لگا دی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مشہور سنی عالم خوارزمی نے ''کتاب المناقب'' میں علی بن رباح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

Marfat.com

تیسری دلیل یہ ہے کہ اہل سنت کے مشہور امام حاکم نیشاپوری نے ''مستدرک'' میں حضرت زید بن ثابت سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قرآن کو متفرق ٹکڑوں سے جمع کر کے پیش کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جس آیت کا جو مقام تھا وہاں اس آیت کو رکھنے کا حکم دیتے تھے' البتہ اس وقت یہ نوشتہ متفرق تھا (یکجا نہ تھا)' پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا کہ اس کو ایک جگہ جمع کریں' اور ہم کو اس سے خبردار کرتے تھے کہ کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے۔

علماء شیعہ کے بہت بڑے عالم سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جس صورت میں آج ہمارے پاس قرآن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس صورت میں موجود تھا۔

طبرانی اور ابن عساکر' شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ چھ انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کیا اور قتادہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس نے قرآن کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: چار صحابہ نے اور وہ سب انصار سے تھے: حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت' حضرت معاذ اور حضرت ابوزید۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی نے قرآن جمع کیا تھا یا دوسروں نے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے صرف قرآن کو جمع نہیں کیا تھا بلکہ اس مجموعہ میں قرآن بھی تھا' تفسیر بھی تھی' آیات کا شان نزول بھی تھا اور اس کی مثل دیگر امور تھے' اور ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن ہے یہ حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے جس میں انہوں نے اختلاف قراءات کو ختم کر کے ایک قراءت پر قرآن کو جمع کیا اور حروف پر نقطے لگائے کیونکہ اس سے پہلے نقطے لگانے کا رواج نہ تھا' البتہ اس پر اصرار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہوا نہ تھا یہ حضرت عثمان یا خلیفہ اول یا دوم کا حصہ ہے' محض ان کی فضیلت سازی ہے۔ (تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۱۱۔۸' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۹ھ)

تفسیر نمونہ کے اس اقتباس میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو جمع کر لیا گیا تھا' یہ ہمارے مخالف نہیں ہے جب کہ اس میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ جمع کا مطلب یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کے محل اور مقامات بتا دیئے گئے تھے اور اس کو لکھ کر جمع کر لیا گیا تھا لیکن ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا' ایک جگہ جمع پہلی بار حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں حضرت عمر کے مشورہ سے کیا گیا اور حضرت عثمان نے مختلف لغات یا قراءات کو ختم کر کے ایک قراءت پر قرآن مجید کو جمع کیا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے' کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

سات حرفوں پر قرآن مجید کے نزول کی تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا' میں نے ان سے رجوع کیا اور مسلسل زیادتی طلب کرتا رہا اور وہ حروف زیادہ کرتے رہے حتیٰ کہ سات حرفوں پر انتہا ہو گئی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۷۔ ۷۴۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری نے حضرت عمر سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے' جو حرف تم کو آسان لگے' اس پر قرآن پڑھو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سات حرفوں سے کیا مراد ہے' ابو حاتم محمد بن حبان بستی نے اس مسئلہ میں علماء کے پینتیس اقوال ذکر کیے ہیں' ہم ان میں سے پانچ اقوال کا اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے:

(۱) اکثر اہل علم مثلاً سفیان بن عیینہ' عبداللہ بن وھب' ابن جریر طبری' ابوجعفر طحاوی وغیرھم کا یہ نظریہ ہے کہ سات حرفوں سے مراد ہے سات مختلف الفاظ سے متقارب معانی مثلاً ''اقبل' تعال ''اور'' ھلم ''ان سب کا معنی ہے آؤ' اور'' اذھب' اسرع ''اور'' عجل ''ان کا معنی ہے: جاؤ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۳ ''للذین امنوا انظرونا'' میں ''للذین امنوا امھلونا' للذین امنوا اخرونا' للذین امنوا ارقبونا ''پڑھتے تھے' اور حضرت ابی بن کعب سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰ ''کلما اضاء لھم مشوا فیہ'' میں ''مروا فیہ ''اور'' سعوا فیہ ''پڑھتے تھے' اور'' صحیح بخاری'' اور'' صحیح مسلم'' میں ہے کہ ان تمام حروف کا معنی واحد ہے' اور ان میں حلال اور حرام کا کوئی فرق نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان حروف میں پڑھنے کی لوگوں کو اس لیے اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی لغت کے علاوہ دوسری لغت پر پڑھنے سے عاجز تھے' کیونکہ ماسوا چند کے وہ سب ان پڑھ لوگ تھے اور دوسروں کی لغت پر پڑھنے سے ان کو دشواری ہوتی تھی' اس لیے جب معنی واحد ہو تو ان کو اختلاف الفاظ کی اجازت دی گئی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سات حروف میں پڑھنے کی اجازت اس خاص وقت میں ضرورت کی بنا پر تھی اور جب یہ ضرورت ختم ہو گئی تو سات حروف میں پڑھنے کی اجازت ہی ختم ہو گئی اور اب صرف ایک حرف پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے' جس حرف پر ابتداء میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

(۲) ایک قوم نے یہ کہا کہ سات حرفوں سے مراد عرب کی سات لغات ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ایک لفظ کو سات لغات پر پڑھا جائے گا' بلکہ یہ سات لغات قرآن مجید میں متفرق ہیں' بعض آیات لغت قریش پر ہیں' بعض لغت ھذیل پر ہیں' بعض لغت ہوازن پر ہیں' بعض لغت یمن پر ہیں' علامہ خطابی نے کہا کہ ''عبد الطاغوت'' کو سات لغات پر پڑھا گیا ہے' ان کی مراد یہ ہے کہ بعض آیات کو سات لغات پر پڑھا گیا ہے اور ہر آیت اس طرح نہیں ہے۔ ابوعبید اور ابن عطیہ کا یہی مختار ہے' ابوعبید نے اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے صحابہ کی ایک جماعت کو مصحف لکھنے کا حکم دیا تو فرمایا: جب تمہارا اور زید کا اختلاف ہو تو اس لفظ کو لغت قریش پر لکھنا' قاضی ابن الطیب اور حافظ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جس کا یہ قول ہے کہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا اکثر حصہ لغت قریش پر نازل ہوا ہے کیونکہ اس میں بعض الفاظ دوسری لغات پر بھی ہیں۔

(۳) ایک قوم نے یہ کہا کہ یہ سات لغات مضر میں ہیں' کیونکہ حضرت عثمان نے کہا ہے کہ قرآن لغت مضر پر نازل ہوا ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ قریش' کنانہ' اسد' ھذیل' تمیم' ضبہ اور قیس یہ سب مضر کے قبائل ہیں اور یہ سات لغات انہی مراتب پر ہیں' البتہ مضر میں بعض شواذ بھی ہیں کیونکہ قیس میں مونث کی ضمیر خطاب میں کاف کی جگہ شین لاتے ہیں اور'' جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ''(مریم: ۲۴) کو یوں پڑھتے ہیں: ''جعل ربش تحتش سریا'' اور تمیم ''الناس'' کو ''النات'' اور'' اکیاس ''کو'' اکیات ''پڑھتے ہیں' قرآن مجید کو اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

(۴) سات حروف سے مراد سات قراءات ہیں' صاحب ''الدلائل'' اور قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ ہم نے اختلاف قراءات میں تتبع کیا تو یہ سات ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر کلمہ اور ہر آیت میں سات قراءات جاری ہوتی ہیں' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کلمہ میں قراءات کی زیادہ سے زیادہ سات وجوہ ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض کلمات میں سات سے زیادہ وجوہ قراءات ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر اور غالب کلمات میں سات سے زیادہ قراءات نہیں ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۲ 'طبع لاہور) اس اختلاف قراءات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

(ا) حرکت متغیر ہو اور صورت اور معنی متغیر نہ ہو مثلاً ''ولا یضار کاتب ولا شهید'' زیر زبر ہو یا پیش ہو۔

(ب) صیغہ کا تغیر ہو' مثلاً ''بٰعِد بین اسفارنا'' اور ''بَاعِد بین اسفارنا'' پہلی قراءت میں امر کا صیغہ ہے اور دوسری میں فعل ماضی کا۔

(ج) نقطہ کا تغیر ہو مثلاً ایک قراءت میں ''ثم ننشرها'' ہے اور ایک قراءت میں ''ثم ننشزها'' ہے۔

(د) قریب المخرج لفظ کے ساتھ تبدیل کرنے یا نہ کرنے کا فرق' مثلاً ایک قراءت میں ہے ''طلح منضود'' اور دوسری قراءت میں ''طلع منضود'' ہے۔

(ھ) تقدیم اور تاخیر کا فرق ہو' مثلاً ''وجاءت سكرة الموت بالحق'' اور حضرت ابوبکر صدیق' طلحہ بن مصرف اور زین العابدین کی قراءت میں ہے: ''وجاءت سكرة الحق بالموت''۔

(و) زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر مثلاً حضرت ابن مسعود اور حضرت ابودرداء کی قراءت میں ہے: ''والليل اذا يغشى والنهار اذا تجلى والذكر والانثى'' یہ کمی کی مثال ہے کیونکہ مشہور قراءت میں ہے ''وما خلق الذكر والانثى'' اور زیادتی کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی قراءت ''وانذر عشيرتك الاقربين'' کے بعد ہے ''ورهطك منهم المخلصين''۔

(ز) ایک کلمہ کو دوسرے مترادف کلمہ کے ساتھ بدلنا' مثلاً مشہور قراءت میں ہے: ''كالعهن المنفوش'' اور حضرت ابن مسعود اور سعید بن جبیر کی قراءت میں ہے: ''كالصوف المنفوش''۔

(۵) سات حرفوں سے مراد قرآن مجید کے سات معانی ہیں' اور وہ یہ ہیں: امر' نہی' وعد' وعید' قصص' مجادلہ اور امثال۔ ابن عطیہ نے کہا: یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ ان عنوانات کو حروف نہیں کہتے' نیز اس پر اجماع ہے کہ حلال' حرام اور کسی معنی کے تغیر میں وسعت کی گنجائش نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۶۔ ۴۲ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

قرآن مجید کی سورتوں' آیتوں اور حرفوں کی تعداد کا بیان

سورت کا لفظ سور مدینہ سے ماخوذ ہے' شہر کے گرد جو دیوار ہوتی ہے جس نے شہر کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے اس کو سور مدینہ کہتے ہیں اور قرآن کی سورت نے بھی اس کے مضامین کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے' یا اس کا معنی ہے: منازل قراءت میں سے ایک منزل۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سو تیرہ سورتیں ہیں' انہوں نے سورہ انفال اور سورہ توبہ کو ایک سورت قرار دیا ہے۔

آیت کا لغوی معنی علامت ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: قرآن مجید کا ایک طائفہ (مجموعہ) جو ماقبل اور مابعد سے منقطع ہو' ایک قول یہ ہے کہ آیت کسی سورت کا ایک حصہ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ آیت ایک کلام کے ماقبل اور مابعد سے

Marfat.com

منقطع ہونے کی علامت ہے۔ علامہ زمخشری نے کہا: آیات کا علم توقیفی ہے' اس میں قیاس کی مجال نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ ''الم'' جس سورت میں بھی ہے اس کو ایک آیت شمار کیا ہے اور ''المص'' کو بھی ایک آیت شمار کیا ہے۔

''الر'' اور ''المر'' کو ایک آیت نہیں شمار کیا' ''حم' یٰس'' اور ''طٰہ'' کو ایک آیت شمار کیا ہے اور ''طس'' کو آیت نہیں شمار کیا۔

آیات کو شمار کرنا بہت مشکل اور دقیق کام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیت کی طرف پر وقف فرماتے تھے اور بعض اوقات دو آیتوں کو ملا کر پڑھتے' جس سے سننے والا یہ گمان کرتا کہ یہ ایک آیت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہے اور قرآن مجید میں کل تین لاکھ تیئس ہزار چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱) حروف ہیں۔ علامہ دانی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں چھ ہزار آیات ہیں' پھر اس کے بعد اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے زائد نہیں ہیں۔ بعض نے کہا: دو سو چار زائد ہیں' بعض نے کہا: چودہ زائد ہیں' بعض نے انیس کہا' بعض نے پچیس کہا اور بعض نے چھتیس کہا۔ (الاتقان ج ۱ ص ۶۷۔ ۶۴ ملخصاً' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ) بعض جید محققین کی رائے ہے کہ کل آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے۔

قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات

ہم پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کو تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتابت میں قرآن مجید کو جمع کیا گیا' اور تمام سورتوں اور آیتوں کو مرتب کر کے اپنی اپنی جگہ لکھ دیا گیا' امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے میری طرف پیغام بھیجا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو لکھتے تھے' لہٰذا اب تم قرآن مجید کو جمع کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

سو ہڈیوں پر' پتھروں پر اور کپڑوں کے ٹکڑوں پر قرآن مجید کو لکھا گیا لیکن یہ تمام اجزاء متفرق تھے اور کسی کتابی شکل میں مجتمع اور مدون نہیں تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر کے عہد میں لغت قریش کے مطابق قرآن مجید کا ایک مجموعہ کتاب یا مصحف کی شکل میں مرتب کر لیا گیا' لیکن مسلمانوں کو اپنی لغات کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کی اجازت تھی۔

(۳) حضرت عثمان کے عہد میں اسی نسخہ قرآن کی نقول تیار کی گئیں جو حضرت ابوبکر کے زمانہ میں لغت قریش پر مرتب کیا گیا تھا' اور تمام اسلامی شہروں میں اسی کی نقول ارسال کی گئیں اور باقی تمام نسخوں کو دھلوا کر جلوا دیا گیا۔

عہد رسالت سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ کے پاس یہی قرآن مجید ہے' اس میں کسی قسم کی کوئی کمی اور بیشی نہیں ہوئی' مستشرقین اور غیر مسلم محققین نے قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر کئی اعتراضات کئے ہیں جن میں سے بعض اعتراض تو بالکل سطحی اور بے وزن ہیں جو مطلقاً لائق التفات نہیں ہیں' ہم چونکہ بلاوجہ طوالت سے اجتناب کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہم صرف ان اعتراضات کے جوابات لکھ رہے ہیں جن کی بہر حال کوئی نہ کوئی بنیاد ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید محفوظ نہیں تھا تو بعد والوں کو کیسے محفوظ رہے گا' اس کی سند یہ ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں ایک شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا' تو آپ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحمت فرمائے' اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جو مجھے فلاں فلاں سورت سے بھلا دی گئی تھی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے:

اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی کسی حکمت کو پیدا کرنے کے لیے کسی چیز کی طرف سے وقتی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہٹا دیتا ہے اور بعد میں آپ کو پھر اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے' عام لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات وہ کسی چیز کو بھول جاتے ہیں' پھر کسی سے سُن کر یا کسی اور سبب سے ان کو وہ چیز یاد آ جاتی ہے' اس سے قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر کیا زد پڑتی ہے' اس حدیث کا منشاء صرف اتنا ہے کہ کسی چیز سے وقتی طور پر توجہ کا ہٹ جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے' اس شخص کے حفظ کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کو حفظ کر لیا تھا' پھر وحی لکھنے والوں سے اس آیت کو لکھوا دیا تھا' اور مسلمانوں کو اس آیت کی تبلیغ فرما دی تھی اور انہوں نے آپ سے سن کر ان آیتوں کو یاد کر لیا تھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چند آیتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بکری کھا گئی تھی اس لیے وہ ضائع ہو گئیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام احمد روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رجم کی آیت نازل کی گئی اور بالغ آدمی کو دس چسکیاں دودھ پلانے سے رضاعت کی آیت نازل کی گئی' یہ آیتیں ایک پتے پر لکھی ہوئی تھیں جو میرے گھر میں میرے تکیہ کے نیچے رکھا ہوا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ہم آپ کی تیمارداری میں مشغول ہو گئے اور ایک چوپایہ گھر میں داخل ہوا اس پتے کو کھا گیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۹ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت رجم اور دس چسکیوں سے رضاعت کے ثبوت کی آیت منسوخ التلاوت ہے' خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس کے منسوخ ہونے کی قائل ہیں' نیز اس کا ثبوت محض خبر واحد سے ہے تواتر سے نہیں ہے اور قرآن اس مجموعہ کلام اللہ کا نام ہے جو ہم تک تواتر سے پہنچا ہے' لہٰذا ان آیتوں کے ضائع ہونے سے قرآن مجید کے محفوظ ہونے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین ("قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" (الفلق: ۱) اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" (الناس: ۱)) کو قرآن مجید کی دو سورتیں نہیں مانتے تھے' اور اس کا ثبوت ان احادیث سے ہے:

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصاحف سے معوذتین کو کھرچ دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں سے نہیں ہیں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے' امام احمد کی سند صحیح ہے اور امام طبرانی کی سند ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۹ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو کھرچ دیتے تھے' اور کہتے تھے کہ جو اس میں نہیں' اس کو تم کیوں زیادہ کرتے ہو؟ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: انہوں نے قرآن میں اس کو خلط کر دیا جو اس میں نہیں ہے' تیسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ دونوں کتاب اللہ سے نہیں ہیں' چوتھی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: جو قرآن میں نہیں اس کو قرآن کے ساتھ خلط نہ کرو' یہ دونوں پناہ طلب کرنے کی دعائیں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دعاؤں کے ذریعہ پناہ طلب کی ہے۔

(المعجم الکبیرج ۹ ص ۲۳۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس اشکال کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے اس کے جواب میں شرح المہذب میں لکھا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورہ فاتحہ قرآن مجید میں شامل ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے وہ نقل باطل ہے اور روایت صحیح نہیں ہے۔ شیخ ابو محمد بن حزم نے بھی "محلی" میں اس روایت کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس نقل کو جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ روایات صحیح ہوں تو ان کی توجیہ یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا لیکن ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا قرآن مجید میں لکھوانا ثابت نہیں تھا (اگرچہ دوسرے صحابہ کے نزدیک لکھوانا بھی ثابت تھا) اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے لکھنے پر رد فرماتے تھے۔ امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ فی نفسہ اگرچہ معوذتین کا قرآن ہونا متواتر ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ متواتر نہیں تھا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۳۔ ۷۴۲' مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شرح مواقف میں ہے قرآن مجید کی بعض سورتوں میں جو بعض صحابہ کا اختلاف منقول ہے وہ اخبار آحاد سے منقول ہے اور ان سورتوں کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور آحاد میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ تواتر کے مزاحم ہوسکیں اور نہ ظن' یقین کے معارض ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۲۷۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حافظ الہیثمی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے یا ثقہ ہے' اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ نقل باطل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ صرف سند کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہو اور اس کے متن میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہو اور وہ حدیث معلل ہو یا اس میں شذوذ ہو اور وہ حدیث شاذ ہو اور یہ دونوں امر صحت حدیث کے منافی ہیں۔ یہ حدیث شاذ اس لیے ہے کہ یہ زیادہ صحیح راویوں کی روایت کے خلاف ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی آیات نازل کی گئی ہیں جن کی مثل نہیں دیکھی گئی "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" (الفلق:۱) اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" (الناس:۱)۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں علت خفیہ یہ ہے کہ یہ تواتر اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے' لہٰذا یہ حدیث شاذ اور معلل ہے' اس لیے یہ حدیث غیر صحیح اور غیر معتبر ہے اور لائق استدلال نہیں ہے۔

Marfat.com

ایک اور توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار اس وقت کیا تھا جب انہیں ان کے قرآن ہونے کا علم نہیں ہوا تھا اور جب ان کو ان کے قرآن ہونے کا علم ہو گیا اور تواتر اور اجماع سے ان کا قرآن ہونا ثابت ہو گیا تو حضرت ابن مسعود بھی معوذتین کے قرآن ہونے پر ایمان لے آئے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عاصم کی قراءت از زرعہ از ابن مسعود ہے اور اس میں سورہ فاتحہ بھی ہے اور معوذتین بھی ہیں' اور یہ چیز سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے۔

حضرت ابن مسعود نے جس طرح معوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا اسی طرح انہوں نے سورہ فاتحہ کو بھی اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سورہ فاتحہ کا ان کے نزدیک قرآن ہونا اس قدر جلی اور واضح تھا کہ اس کو لکھ کر محفوظ کرنے کی ان کے نزدیک ضرورت نہیں تھی' کیونکہ سورہ فاتحہ کو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے' سو اس طرح کی توجیہ معوذتین کے متعلق بھی کی جاسکتی ہے' تاہم قطعی اور یقینی بات یہ ہے کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار خبر واحد سے ثابت ہے اور خبر واحد خبر متواتر کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے اپنے مصحف میں دعاء قنوت ''اللھم انا نستعینك و نستغفرك الخ'' بھی لکھی ہوئی تھی اور اس کا نام سورہ خلع اور سورہ حفد رکھا تھا اور موجودہ قرآن میں یہ سورت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں کمی بیشی ہوئی ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہم کو امیہ بن عبد اللہ بن خالد نے خراسان میں نماز پڑھائی اور دو سورتوں میں سے ''انا نستعینك و نستغفرك الخ'' پڑھا' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود کے مصحف میں ایک سو بارہ سورتیں تھیں کیونکہ انہوں نے معوذتین کو نہیں لکھا' اور حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ایک سو سولہ سورتیں ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کے آخر میں دو سورتیں حفد اور خلع لکھی ہیں۔

امام ابو عبید نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے اپنے مصحف میں فاتحۃ الکتاب' معوذتین اور ''اللھم انا نستعینك و اللھم ایاك نعبد'' لکھا۔ حضرت ابن مسعود نے ان کو ترک کر دیا اور حضرت عثمان نے ان میں سے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو لکھا۔ (الاتقان ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور)

حافظ سیوطی نے اپنی تفسیر کے آخر میں سورۃ الخلع اور سورہ الحفد سے متعلق روایات جمع کی ہیں۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۴۲۱ - ۴۲۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کلام اللہ کے اس مجموعہ کا نام ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور سورہ خلع اور سورہ حفد اخبار آحاد سے ثابت ہیں لہٰذا یہ قرآن نہیں ہیں اور حضرت ابی بن کعب کی طرف سے توجیہ یہ ہے کہ وہ ان کو بہ طور قنوت اور دعا کے اپنے مصحف میں لکھتے تھے بہ اعتبار قرآن کے نہیں لکھتے تھے۔

قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی تاریخ اور تحقیق

شروع میں جب قرآن مجید کو لکھا جاتا تھا تو قرآن مجید کے حروف پر نقطے نہیں لگائے جاتے تھے اور نہ حرکات' سکنات اور

Marfat.com

اعراب لگائے جاتے تھے اور نہ رموز اوقاف تھے' کیونکہ اہل عرب اپنی زبان اور محاورہ کی مدد سے نقطوں اور حرکات' سکنات اور اعراب کے بغیر بالکل صحیح قرآن پڑھ لیتے تھے' اور نہ انہیں کسی فقرہ کو ملانے یا اس پر وقف کرنے کے لیے رموز اوقاف کی ضرورت تھی' وہ اہل زبان تھے اور ان تمام چیزوں سے مستغنی تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کرایا تھا وہ بھی ان تمام چیزوں سے معریٰ تھا' پھر جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا اور غیر عرب لوگ مسلمان ہوتے گئے اور وہ اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے قراءت میں غلطیاں کرنے لگے تو پھر قرآن مجید کی کتابت میں ان تمام چیزوں کا اہتمام اور التزام کیا گیا۔ سب سے پہلے قرآن مجید کے حروف پر نقطے لگائے گئے' پھر حرکات' سکنات اور اعرب لگائے گئے' پھر قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کے لیے قراءت اور تجوید کے قواعد مقرر کیے گئے' اور عام لوگوں کی سہولت کے لیے قرآن کریم کی آیتوں پر رموز اوقاف کو لکھا گیا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان نے مصحف کے حروف کو متشکل کرنے اور ان پر نقطے لگانے کا حکم دیا' اس نے اس کام کے لیے حجاج بن یوسف کو شہر واسط میں فارغ کر دیا' اس نے بہت کوشش سے اس کام کو انجام دیا اور اس میں احزاب کا اضافہ کیا' اس وقت حجاج عراق کا گورنر تھا' اس نے حسن اور یحییٰ بن یعمر کے ذمہ یہ کام لگایا' اس کے بعد واسط میں ایک کتاب لکھی جس میں قراءت کے متعلق مختلف روایت کو جمع کیا' بڑے عرصہ تک لوگ اسی کتاب پر عمل کرتے رہے حتیٰ کہ ابن مجاہد نے قراءات میں ایک کتاب لکھی۔

زبیدی نے ''کتاب الطبقات'' میں مبرد کے حوالہ سے یہ لکھا ہے: جس شخص نے سب سے پہلے مصحف کے حروف پر نقطے لگائے وہ ابوالاسود الدؤلی (متوفی ۶۹ ھ) ہیں اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک مصحف تھا' جس پر یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۶۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ ھ)

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

ابوالاسود الدؤلی کا پورا نام ہے: ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن یعمر بن حلس بن نفاثہ بن عدی بن الدیل بن بکر الدیلی' یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم نحو کو وضع کیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ کلام کی کل تین قسمیں ہیں: اسم' فعل اور حرف اور فرمایا: اس بنیاد پر تم قواعد تحریر کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ ابوالاسود عراق کے گورنر زیاد کے بچوں کو پڑھاتا تھا' ایک دن وہ زیاد کے پاس گیا اور کہا: اللہ امیر کی خیر کرے' میں دیکھتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ بہ کثرت عجم مخلوط ہو گئے ہیں اور ان کی زبان متغیر ہو گئی ہے' کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کے لیے ایسے قواعد تحریر کروں جن کی بناء پر وہ درست طریقہ سے عربی بولیں؟ زیاد نے کہا: نہیں' پھر ایک دن ایک شخص نے زیاد سے کہا: ''توفی ابانا و ترك بنون'' زیاد نے حیرت سے کہا: ''توفی ابانا وترك بنون؟'' (کہنا چاہیے تھا: ''توفی ابونا وترك بنين'' ہمارا باپ فوت ہو گیا اور اس نے بیٹے چھوڑے ہیں' گویا اس نے عربی میں گرامر کی غلطی کی) تب زیاد نے کہا: ابوالاسود کو بلاؤ' جب وہ آیا تو اس سے کہا: لوگوں کے لیے وہ قواعد تحریر کرو جن سے میں نے پہلے تم کو منع کیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ زیاد نے از خود ابوالاسود سے اس علم کی فرمائش کی لیکن اس نے زیاد سے معذرت کر لی' پھر ایک دن ابوالاسود نے ایک شخص سے سنا' وہ سورہ توبہ کی آیت غلط پڑھ رہا تھا:

اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

(التوبہ: ۳)

Marfat.com

اس آیت میں رسولہ میں رسول پر پیش ہے وہ شخص زیر پڑھ رہا تھا اور اس سے یہ معنی ہو جاتا ہے: اللہ مشرکوں اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ العیاذ باللہ! تب ابوالاسود زیاد کے پاس گیا اور کہا: میں اب عربی قواعد لکھنے پر تیار ہوں اس وقت ابوالاسود نے زبر کی علامت حرف کے اوپر ایک نقطہ قرار دی (ـــ•ـــ) اور پیش کی علامت حرف کے سامنے ایک نقطہ قرار دی (ــــــ•) اور زیر کی علامت حرف کے نیچے ایک نقطہ قرار دی (ـــ.ـــ)۔ ابوالاسود ۶۹ ھ میں بصرہ میں طاعون کی بیماری میں فوت ہوا اس کی عمر ۸۵ سال تھی۔

(وفیات الاعیان ج ۲ ص ۵۳۹۔ ۵۳۵ ملخصاً مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران ۱۳۶۴ ھ)

حافظ ابن عساکر نے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے سورہ توبہ کی اسی آیت کو غلط پڑھا تو حضرت عمر نے ابوالاسود کو قرآن مجید کے قواعد مرتب کرنے کا حکم دیا۔

(مختصر تاریخ دمشق مطبوعہ دارالفکر ۱۴۰۴ ھ)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عراق کے گورنر زیاد کے کہنے سے ابوالاسود نے عربی زبان کے قواعد مرتب کیے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۲ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ ھ)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو یہ حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقطے لگائے جائیں اور حجاج نے نصر بن عاصم اللیثی اور یحییٰ بن یعمر العدوانی کو اس کام کے لیے مقرر کیا یہ دونوں ابوالاسود الدؤلی کے شاگرد تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ابوالاسود نے سب سے پہلے نقطے لگائے اور اس پر مورخین کا اتفاق ہے کہ جب ابوالاسود نے ایک شخص کو سورہ توبہ کی آیت غلط پڑھتے سنا تو اس نے علم نحو ایجاد کیا اور زبر زیر اور پیش کے لیے نقطوں کی علامات وضع کیں۔ ایک عرصہ تک حرکات اور اعراب کے لیے یہی علامات رائج رہیں لیکن چونکہ ان علامات کا نقطوں کے ساتھ التباس اور اشتباہ تھا اس لیے پھر زبر زیر اور پیش کے لیے (ـــَــ ـــِــ ـــُــ) اس طرح کی علامات مقرر کر دی گئیں۔ (مناہل العرفان ج ۱ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عبدالملک بن مروان ۶۶ ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا اور ۸۶ ھ میں فوت ہوا اور ابوالاسود ۶۹ ھ میں فوت ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ ۶۶ ھ اور ۶۹ ھ کے درمیان میں قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگائے گئے۔

قرآن مجید پر رموز اوقاف کی تاریخ اور تحقیق

قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وقف اور وصل کا صحیح علم حاصل کیا جائے یعنی کس جملہ کو دوسرے جملہ یا کس لفظ کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھنا ہے یا کس جملہ اور لفظ کو دوسرے جملہ اور لفظ سے جدا کر کے پڑھنا ہے اردو میں اس کی مثال ہے: روکو مت جانے دو اگر روکو پر وقف کر لیا جائے تو اس کا معنی روکنا ہے اور روکو مت پر وقف کر کے جانے دو پڑھا جائے تو اس کا معنی نہ روکنا ہے قرآن مجید سے اس کی حسب ذیل دو واضح مثالیں ہم پیش کر رہے ہیں:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۘ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۙ (آل عمران: ۷) اور اس کی (آیات متشابہات کی) تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت میں اگر "الا اللہ" پر وقف کیا جائے تو یہی معنی ہوگا جو ہم نے لکھا ہے اور اگر "والراسخون فی العلم" پر وقف کیا جائے تو معنی بدل جائے گا اور اب یوں معنی ہوگا: آیات متشابہات کی تاویل کو اللہ اور علماء راسخین کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . (التوبہ: ۲۰-۱۹)

اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

اس آیت میں اگر ''القوم الظلمین'' پر وقف کیا جائے تو یہی معنی ہوگا جو ہم نے لکھا ہے اور اگر اس پر وقف نہ کیا اور اس کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو پھر یہ معنی ہوگا: اللہ ان ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا' اور ایسے لوگوں کو ظالم کہنا قرآن مجید کی بہت ساری آیتوں کی تکذیب ہے اور قرآن مجید کی تکذیب کفر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں صحیح جگہ پر وقف نہ کرنا قرآن مجید کے معنی اور منشاء کو بدل دیتا ہے اور بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

اہل عرب اپنی زبان دانی کی وجہ سے جس طرح بغیر اعراب کے قرآن مجید کو صحیح پڑھنے پر قادر تھے اسی طرح وہ قرآن مجید کو پڑھتے وقت صحیح جگہ پر وقف کرتے تھے اور ان سے معنی میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوتی تھی لیکن جب اسلام کا پیغام عرب کے باہر پہنچا اور عربی زبان سے ناواقف لوگوں نے قرآن مجید کو پڑھنا شروع کیا تو معانی سے لاعلمی کی وجہ سے وہ غلط جگہ پر وقف کرنے لگے' اس لیے اس وقت کے علماء نے قرآن مجید کی آیات پر رموز اوقاف لگانے کی ضرورت محسوس کی۔ سب سے پہلے اس موضوع پر امام احمد بن یحییٰ ثعلب النحوی المتوفی ۲۹۱ھ نے ''کتاب الوقف والابتداء'' کے نام سے کتاب لکھی۔ اس طرح تیسری صدی ہجری میں قرآن مجید کی آیات پر رموز اوقاف لگائے گئے۔

قرآن مجید کی آیات پر وقف کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک بڑے عرصہ تک ہمارا یہ معمول رہا کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن پڑھنے سے پہلے ایمان لے آتا تھا' سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سورت نازل ہوتی' ہم اس سورت کے حلال اور حرام کا علم حاصل کرتے' اور اس چیز کا علم حاصل کرتے کہ اس سورت میں کہاں کہاں وقف کرنا چاہیے جس طرح تم آج کل قرآن مجید کا علم حاصل کرتے ہو' اور اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایمان لانے سے پہلے قرآن کو پڑھ لیتے ہیں' وہ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک قرآن پڑھتے ہیں اور ان سے کسی کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ قرآن نے کس چیز کا حکم دیا ہے' اور کس چیز سے منع کیا ہے اور نہ اس کو یہ پتا ہوتا ہے کہ قرآن کی آیتوں میں کس کس جگہ وقف کرنا چاہیے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۴ ص ۸۵' مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کو امام حاکم[۱] اور امام بیہقی[۲] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ الہیثمی نے فرمایا: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

الوقف والابتداء کے موضوع پر حسب ذیل علماء اور ائمہ نے کتابیں تصنیف کی ہیں:

امام ابوسعید حسن بن عبداللہ السیرانی المتوفی ۳۶۸ھ' امام ابوجعفر احمد بن محمد النحاس النحوی المتوفی ۳۳۸ھ' امام احمد بن یحییٰ

۱۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

۲۔ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

Marfat.com

الثعلب النحوی المتوفی ۲۹۱ھ' امام محمد بن حسن الرؤاسی' امام ابن مقسم محمد بن الحسن المتوفی ۳۵۵ھ' امام ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری المتوفی ۳۲۸ھ' امام محمد بن محمد بن عبدالرشید بن طیفور السجاوندی المتوفی ۶۰۰ھ' امام ابو عمرو عثمان الدانی المقرہ المتوفی ۴۴۴ھ' امام الزجاج النحوی المتوفی ۳۱۰ھ' امام برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعبری المتوفی ۷۳۲ھ' امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عباد المقری النحوی المتوفی ۳۳۴ھ' امام ابومحمد عبدالسلام بن علی بن عمر الزدادی المتوفی ۶۸۱ھ۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۴۷۱' مطبوعہ مطبع اسلامیہ' طہران' ۱۳۷۸ھ)

وقف کی پانچ مشہور اقسام ہیں: وقف لازم' وقف مطلق' وقف جائز' الرخص بوجہ' اور الرخص ضرورۃ' ان کی تعریفات اور مثالیں حسب ذیل ہیں:

(وقف لازم) اس کو کہتے ہیں کہ اگر اس جگہ وقف نہ کیا جائے اور ملا کر پڑھا جائے تو ایسا معنی لازم آئے گا جو اللہ کی مراد نہیں ہے' اس کی مثال یہ ہے:

مَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ. (البقرہ: ۹-۸) (وہ منافق) مومن نہیں ہیں ۝ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔

اگر اس جگہ "بمومنین" پر وقف نہ کیا جائے اور اس کو "یخدعون اللّٰہ" کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ معنی ہوگا: وہ منافق ایسے مومن نہیں ہیں جو اللہ کو دھوکا دیں' حالانکہ مراد یہ ہے کہ وہ مطلقاً مومن نہیں ہیں۔

(وقف مطلق) وہ ہے جس کو ملائے بغیر ابتداءً پڑھنا مستحسن ہو' اس کی مثال یہ ہے:

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ. (النور: ۵۵) اور اللہ ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو ضرور امن سے بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔

پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کے فعل کا بیان ہے' اور دوسرے جملہ میں بندوں کے فعل کا بیان ہے' اس لیے ان دونوں جملوں کو ملائے بغیر الگ الگ پڑھنا مستحسن ہے۔

وقف جائز وہ ہے جس میں ایک جملہ کو دوسرے جملہ سے ملا کر پڑھنا اور پہلے جملہ پر وقف کر کے دوسرے کو ابتداءً پڑھنا دونوں طرح جائز ہو' اس کی مثال یہ آیت ہے:

"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ". (یوسف: ۲۴)

اگر "ھم بھا" پر وقف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا: عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا قصد کیا' اگر یوسف نے زنا کی برائی پر اپنے رب کی برہان کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو وہ اس برائی میں مبتلا ہو جاتے اور اگر "ھم بھا" کے بعد والے جملہ سے ملا کر پڑھا جائے تو معنی اس طرح ہوگا:

عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا' اگر یوسف نے اس فعل کی برائی پر اللہ کی برہان کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کے ساتھ برے فعل کا قصد کر لیتے۔

واضح رہے کہ "ھم" کا درجہ عزم سے کم ہوتا ہے' "ھم" کا معنی ہے: کسی فعل کا قصد کیا جائے اور اس میں اس فعل کو نہ کرنے کا بھی پہلو ہو' اور عزم کا معنی ہے: کسی فعل کو کرنے کا پختہ قصد ہو اور اس میں اس فعل کو نہ کرنے کا پہلو بالکل نہ ہو۔ اس کی وضاحت ہم نے "وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ" (البقرہ: ۲۳۵) میں کر دی ہے۔

الرخص بوجہ' جس میں ایک وجہ سے وقف کرنا اور دوسری وجہ سے ملا کر پڑھنا جائز ہو' اس کی مثال یہ آیت ہے:

Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ. (البقرہ:۸۶)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی خریدی تھی سو ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔

''فلا یخفف عنهم العذاب'' پہلے جملہ کے لیے بہ منزلہ سبب اور جزاء ہے اور اس کا تقاضا ملا کر پڑھنا ہے اور لفظ فاء ابتداء کو چاہتا ہے اس لیے پہلے جملہ پر وقف کر کے ''فلا یخفف'' سے ابتداء پڑھنا بھی جائز ہے۔

المرخص ضرورۃ جو لفظ یا جملہ پہلے لفظ یا جملہ سے مستغنی نہ ہو اور اس میں اصل ملا کر پڑھنا ہو لیکن مسلسل پڑھنے کی وجہ سے انسان کا سانس ٹوٹ جائے اور وہ ملا کر پڑھنے کے بجائے ٹھہر جائے تو اس کی اجازت ہے اور دوبارہ ملا کر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی مثال یہ آیت ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً. (البقرہ: ۲۲)

جس ذات نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا۔

''انزل من السماء'' میں ''انزل'' کی ضمیر ''الذی'' کی طرف لوٹ رہی ہے اس لیے یہ جملہ پہلے جملہ سے مستغنی نہیں ہے اور ان کو ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر طول کلام کی وجہ سے پڑھنے والے کا سانس ٹوٹ جائے اور وہ ''والسماء بناء'' پر وقف کرے تو اس کی اجازت ہے کیونکہ ''وانزل من السماء ماء'' کو الگ پڑھنے سے بھی اس کا معنی سمجھ میں آ جاتا ہے۔

جس جگہ ملا کر پڑھنا ضروری ہے اور وقف کرنا جائز نہیں ہے یہ وہ کلام ہے جو شرط اور جزاء پر مشتمل ہو شرط اور جزا کو ملا کر پڑھنا ضروری ہے اور شرط پر وقف کرنا جائز نہیں ہے یا کلام مبتدا اور خبر پر مشتمل ہو تو مبتدا پر وقف کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح موصوف اور صفت کو ملا کر پڑھنا چاہیے اور موصوف پر وقف نہ کیا جائے۔ اس کی مثال یہ ہے:

وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ. (البقرہ: ۲۷-۲۶)

اور اللہ صرف فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے ۝ جو اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

اس آیت میں ''الذین ینقضون'' ''الفاسقین'' کی صفت ہے اس لیے ان کو ملا کر پڑھا جائے۔

رموز اوقاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

م: وقف لازم

ط: وقف مطلق

سکتہ: اس طرح ٹھہرا جائے کہ سانس نہ ٹوٹے پورے قرآن مجید میں صرف سات جگہ یہ علامت ہے۔

مذکور الصدر علامات پر وقف کرنا ضروری ہے۔

لا: جب ۵ اور ہ کے بغیر ''لا'' ہو تو ملا کر پڑھنا ضروری ہے اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ (البقرہ:۸۹)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آ گئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس (اصل آسمانی کتاب) ہے حالانکہ وہ (یہود) اس سے پہلے (اس کتاب اور صاحب کتاب کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعا کرتے تھے۔

''وکانوا من قبل'' کا جملہ سابقہ جملہ کی ''ھم'' ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے اور حال اور ذوالحال میں فصل نہیں ہوتا

Marfat.com

اس لیے یہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے۔

حسب ذیل مقامات پر وصل کر کے پڑھنا اولیٰ ہے:

ز: وقف مجوز

ج۔ز: وقف جائز و مجوز

ق: وقف کا قول ضعیف ہے۔

صلی: وصل کر کے پڑھنا اولیٰ ہے۔

اور جہاں قف لکھا ہو اس کا معنی ہے: وقف کرنا اولیٰ ہے۔

صل: ملاؤ۔

۵: اس کا مطلب ہے: اس وقف یا وصل میں اختلاف ہے۔

ہ: وقف اور وصل دونوں جائز ہیں۔

ج: وقف کرنا جائز ہے۔

ص: وقف کی رخصت ہے۔

قرآن مجید میں جب ایک مضمون ختم ہو جاتا ہے تو وہاں رکوع کی علامت ع لکھی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں کل ۵۵۸ رکوع ہیں' یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی۔ قرآن مجید میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں کی تعداد لکھنے کا بھی پہلے رواج نہیں تھا' حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کا بہ کثرت رواج ہے اور علماء سلف کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۷ ص ۴۵۱' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

''فتاویٰ عالم گیری'' میں مذکور ہے: قرآن مجید میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہر چند کہ یہ ایک نیا کام ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے' اور کتنے ہی کام نئے ہیں اور وہ بدعت حسنہ ہیں اور کتنی چیزوں کا حکم زمان اور مکان کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۲۳ مطبوعہ مطبع بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

مضامین قرآن کا خاکہ ایک نظر میں

(۱) قرآن مجید کے پارے	۳۰	(۷) وعید	۱۰۰۰
(۲) قرآن مجید کی سورتیں	۱۱۴	(۸) قصص واخبار	۱۰۰۰
(۳) قرآن مجید کی آیتیں حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق	۶۶۱۶	(۹) عبر وامثال	۱۰۰۰
		(۱۰) حرام وحلال	۵۰۰
(۴) امر	۱۰۰۰	(۱۱) دعا	۱۰۰
(۵) نہی	۱۰۰۰	(۱۲) منسوخ الحکم آیات (باعتبار شہرت)	۱۲
(۶) وعد	۱۰۰۰		

تفسیر اور تاویل کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

فسر کا معنی ہے: معقول کا اظہار کرنا' مفرد الفاظ کی تفسیر اور مشکل معنی کے بیان کو تفسیر کہتے ہیں اور کبھی تفسیر پر تاویل کا

Marfat.com

اطلاق ہوتا ہے' اسی لیے خواب کی تعبیر بیان کرنے کو تفسیر اور تاویل کہتے ہیں۔

(المفردات ص ۳۸۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابن الاعرابی نے کہا: فسر کا معنی ظاہر کرنا اور بند چیز کو کھولنا ہے' ''بصائر'' میں ہے: معنی معقول کو منکشف کرنا فسر ہے' نیز فسر کا معنی طبیب کا پیشاب کا معائنہ کرنا ہے' تفسرہ اس پیشاب کو کہتے ہیں جس سے مریض کے مرض پر استدلال کیا جاتا ہے' اس کا طبیب معائنہ کرتے ہیں' اور اس کے رنگ سے مریض کے مرض پر استدلال کرتے ہیں' تفسیر اور تاویل دونوں کا ایک معنی ہے' یا تفسیر مشکل لفظ کی مراد کے بیان کرنے کو کہتے ہیں' اور تاویل دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال کے ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر عبارت کے مطابق ہو' ''لسان العرب'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مجمل قصے ہیں ان کی شرح کرنا اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا اور آیات کا شان نزول بیان کرنا تفسیر ہے اور معانی متشابہ کو بیان کرنا تاویل ہے اور جن الفاظ کا غور وفکر کیے بغیر قطعیت کے ساتھ معنی معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہیں۔

(تاج العروس ج ۳ ص ۴۷۰' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

تفسیر کا لغوی معنی ہے: کشف اور ظاہر کرنا اور اصطلاحی معنی ہے: واضح لفظوں کے ساتھ آیت کے معنی کو بیان کرنا' اس سے مسائل مستنبط کرنا' اس کے متعلق احادیث وآثار بیان کرنا اور اس کا شان نزول بیان کرنا۔

(کتاب التعریفات ص ۳۸' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

تاویل کا لغوی معنی ہے: لوٹانا اور اصطلاح شرع میں ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب اور سنت کے موافق ہو' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ'' (الروم: ۱۹) وہ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے' اگر اس آیت میں انڈے سے پرندے کو نکالنا مراد ہو تو تفسیر ہے اور اگر کافر سے مومن کو پیدا کرنا یا جاہل سے عالم کو پیدا کرنا مراد ہو تو یہ تاویل ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۲۲' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

تفسیر کی اصطلاحی تعریف

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق' ان کے مدلولات' ان کے مفرد اور مرکب ہونے کے احکام' حالت ترکیب میں ان کے معانی اور ان کے تتمات سے بحث کی جاتی ہے۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

الفاظ قرآن کی کیفیت نطق سے مراد علم قراءات ہے' الفاظ قرآن کے مدلولات سے مراد ان الفاظ کے معانی ہیں اور اس کا تعلق علم لغت سے ہے' مفرد اور مرکب کے احکام' اس سے مراد علم صرف' علم نحو (عربی گرامر) اور علم بیان اور علم بدیع (فصاحت اور بلاغت) ہے اور حالت ترکیب میں الفاظ قرآن کے معانی سے مراد یہ ہے کہ کبھی لفظ کا ظاہری معنی مراد نہیں ہوتا اور اس کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے' اس کا تعلق علم معانی اور بیان سے ہے اور تتمات سے مراد ناسخ اور منسوخ کی معرفت' آیات کا شان نزول اور مبہمات قرآن کا بیان کرنا ہے۔

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

کسی چیز کو (جہالت کی) تاریکی سے نکال کر (علم کی) روشنی میں لانا تفسیر ہے' اور کسی لفظ کو اس کے اصل معنی سے نقل

Marfat.com

کر کے دوسرے معنی پر محمول کرنا تاویل ہے' جس کی وجہ ایسی دلیل ہو کہ اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو اس لفظ کو اس کے ظاہر سے نہ ہٹایا جاتا۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

تفسیر اور تاویل کا فرق

جس لفظ کا صرف ایک معنی ہو اس کا بیان کرنا تفسیر ہے اور جس لفظ کے کئی معانی ہوں تو دلیل سے کسی ایک معنی کو بیان کرنا تاویل ہے' امام ماتریدی نے کہا ہے کہ قطعیت سے بیان کرنا کہ اس لفظ کا یہ معنی ہے' اور اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے' یہ تفسیر ہے' سو اگر کسی دلیل قطعی کی بنا پر یہ شہادت دی گئی ہے تو یہ تفسیر صحیح ہے ورنہ تفسیر بالرائے ہے' اور یہ منع ہے' اور لفظ کے کئی محتملات میں سے کسی ایک احتمال کو بغیر قطعیت اور شہادت کے متعین کرنا تاویل ہے' اور ابو طالب ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ لفظ کی حقیقت اور مجاز کو بیان کرنا تفسیر ہے' جیسے ''صراط'' کی تفسیر راستہ ہے اور ''صیب'' کی تفسیر بارش ہے اور تاویل لفظ کے باطن کو بیان کرنا ہے مثلاً ''اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ'' (الفجر: ۱۴) اس کا لفظی معنی ہے: بے شک آپ کا رب ضرور گھات میں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ نافرمانوں کو دیکھ رہا ہے اور اس سے ان کو نافرمانی کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔ تاویل میں دلیل قطعی سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہاں لفظ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ علامہ اصبہانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ تفسیر کا معنی ہے: قرآن کے معانی کو بیان کرنا' کبھی اس میں مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے جاتے ہیں مثلاً بحیرہ' سائبہ اور وصیلہ کے معانی اور کبھی کوئی کلام کسی قصہ کو متضمن ہوتا ہے اور اس قصہ کے بیان کیے بغیر اس کلام کی معرفت نہیں ہوتی' مثلاً

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ. (التوبہ: ۳۷) تقدیم وتاخیر کفر میں زیادتی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ آیت اس قصہ کو متضمن ہے کہ کفار اپنی ہوائے نفس کی بناء پر مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے اور تاویل میں کبھی لفظ کو عموم پر محمول کیا جاتا ہے اور کبھی خصوص پر' مثلاً ایمان کا لفظ مطلقاً تصدیق کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور تصدیق شرعی کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اور کبھی ایک لفظ جو کئی معنی میں مشترک ہے اس کے کسی ایک معنی کی تعیین کی جاتی ہے جیسے ''قرء'' یہ حیض اور طہر دونوں میں مشترک ہے۔ بعض علماء نے کہا: تفسیر کا تعلق روایت کے ساتھ ہے اور تاویل کا تعلق درایت کے ساتھ ہے' اور ابو نصر قشیری نے کہا: تفسیر اتباع اور سماع میں منحصر ہے اور تاویل کا تعلق استنباط کے ساتھ ہے' علامہ بغوی اور کواشی نے کہا کہ آیت جس معنی کا احتمال رکھتی ہو اور اس کا سیاق اور سباق اس کے موافق ہو اور وہ معنی کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو تو استنباط کے طریقہ سے آیت کو اس معنی پر محمول کرنا تاویل ہے' اور بعض علماء نے تفسیر کا یہ معنی بیان کیا: آیات کے اسباب نزول اور ان کے قصص اور ان کے مکی اور مدنی ہونے کا علم اور ان کے محکم' متشابہ' ناسخ' منسوخ' خاص' عام' مطلق' مقید' مجمل' مفسر' حلال' حرام' وعد' وعید' امر' نہی' عبر اور امثال کا علم تفسیر ہے' اور علامہ زرکشی نے کہا: تفسیر وہ علم ہے جس سے اس کتاب کی فہم حاصل ہوتی ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے' اور اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کا استخراج معلوم ہوتا ہے' اور علم لغت' نحو' صرف' علم بیان' اصول فقہ اور قراءات سے اس میں مدد حاصل ہوتی ہے اور اس کی معرفت کے لیے اسباب نزول اور ناسخ اور منسوخ کو جاننے کی ضرورت ہے۔ (الاتقان ج ۲ ص ۱۷۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علم تفسیر کا فائدہ قرآن مجید کے معانی کی معرفت ہے اور اس کی غرض سعادت دارین ہے' اور اس کا موضوع کلام اللہ لفظی ہے کیونکہ موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے اور علم تفسیر میں کلام لفظی کے عوارض ذاتیہ

Marfat.com

سے بحث کی جاتی ہے۔

تفسیر قرآن کی فضیلت پر عقلی دلائل

امام راغب اصفہانی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ تمام صنعتوں میں سب سے افضل صنعت قرآن مجید کی تفسیر اور تاویل ہے کیونکہ صنعت کی فضیلت یا تو اس کے موضوع کے اعتبار سے ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے کہ سنار کی صنعت دباغ کی صنعت سے افضل ہے کیونکہ سنار کا موضوع سونا اور چاندی ہے اور دباغ (کھال رنگنے والا) کا موضوع مردار کی کھال ہے' یا صنعت کی فضیلت اس کی غرض کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے طب کی صنعت جمعدار کی صنعت سے افضل ہے کیونکہ طب کی غرض صحت کا افادہ کرنا ہے اور جمعداری کی غرض بیت الخلاء کی صفائی ہے' نیز صنعت کی فضیلت صورت کے اعتبار سے ہوتی ہے' جیسے تلوار کی صنعت بیڑیاں بنانے کی صنعت سے افضل ہے۔

اور صنعت تفسیر ان تینوں جہات کے اعتبار سے تمام صنعتوں سے افضل ہے' کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ہر حکمت کا منبع اور ہر صورت کا معدن ہے اور اسکی صورت اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار کا اظہار ہے اور تدوین شریعت ہے اور یہ ہر صورت سے افضل ہے اور اس کی غرض سعادت حقیقیہ تک پہنچنا اور خیر کثیر کا حصول ہے جو ہر غرض سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اسے خیر کثیر دی گئی۔

(البقرہ: ۲۶۹)

ایک قول یہ ہے کہ خیر کثیر سے مراد قرآن کریم کی تفسیر ہے۔

تفسیر قرآن کی فضیلت کے متعلق احادیث اور آثار

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قرآن کا کون سا علم افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی عربیت' سوتم اس کو شعر میں تلاش کرو' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کے معانی کی فہم حاصل کرو' اور اس کے مشکل الفاظ کے معنی تلاش کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے معانی کی معرفت حاصل کرنے کو پسند کرتا ہے (اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود سے اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی ابو محمد عبدالحق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے اعراب شریعت میں اصل ہیں' کیونکہ اسی کے ذریعہ وہ معانی حاصل ہوتے ہیں جو شرع میں مطلوب ہیں۔

قاضی ابو العالیہ نے ''وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ'' (البقرہ: ۲۶۹) کی تفسیر میں کہا: حکمت سے مراد قرآن کی فہم ہے' اور قتادہ نے کہا: حکمت سے مراد قرآن میں تفقہ کرنا ہے اور دوسرے علماء نے کہا: حکمت سے مراد قرآن کی تفسیر ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علم کی تعریف کی' ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں' آپ کا خود اتنا عظیم مقام ہے اور آپ حضرت جابر کی تعریف کر رہے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: حضرت جابر کو قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کا علم ہے: ''اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ''

Marfat.com

(القصص: ۸۵)۔

شعبی نے کہا: مسروق نے ایک آیت کی تفسیر کے لیے بصرہ کا سفر کیا' وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو شخص اس آیت کی تفسیر کرتا تھا وہ شام چلا گیا ہے' پھر وہ شام پہنچے اور اس شخص سے اس آیت کی تفسیر کا علم حاصل کیا۔

ایاس بن معاویہ نے کہا: جو لوگ قرآن کریم پڑھتے ہیں اور اس کی تفسیر کو نہیں جانتے' وہ ان لوگوں کی مثل ہیں جن کے پاس اندھیری رات میں بادشاہ کا مکتوب آیا ہو اور ان کے پاس چراغ نہ ہو اور ان کو علم نہ ہو سکے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور وہ اس وجہ سے پریشان اور مضطرب ہوں' اور جو لوگ قرآن مجید کی تفسیر جانتے ہیں' ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت بادشاہ کا مکتوب آیا ہو اور اس کے پڑھنے کے لیے ان کے پاس چراغ موجود ہو۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر نہیں جانتا' وہ شعر پڑھنے والے جنگلی کی طرح ہے۔ (یعنی اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھتا ہے۔)

مجاہد نے کہا: اللہ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جس کو قرآن مجید کا سب سے زیادہ علم ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مکمل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو قرآن کی وجوہ کثیرہ کا علم نہ ہو۔

حسن بصری نے کہا: غیر عربی ہلاک ہو گئے' ان میں سے ایک شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کی وجوہ (تفسیر) سے جاہل ہوتا ہے' پھر وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے۔

حضرت ابن عباس اپنی مجلس میں پہلے قرآن پڑھتے' پھر اس کی تفسیر کرتے' پھر حدیث بیان کرتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر چیز کا علم قرآن میں ہے' لیکن انسان کی عقل اس کو حاصل کرنے سے عاجز ہے۔

علامہ ابوالحیان اندلسی نے بھی ان احادیث اور آثار کو بیان کیا ہے۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۱۶۔ ۱۴' المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ)

قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر اعتراضات کے جوابات

حافظ الہیثمی نے ''مسند بزار'' اور ''مسند ابویعلیٰ'' کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا ان چند معدود آیات کے جن کا علم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پہنچایا ہے' قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر اپنی رائے سے نہ بیان کی جائے۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۰۳' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اور علامہ عبدالرحمان ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ حدیث ان امور کی تفسیر پر محمول ہے جن کا تعلق توقیف سے ہے' مثلاً جن کا تعلق مغیبات سے ہے' جیسے وقت وقوع قیامت کا علم' یا صور پھونکنے کی تعداد اور آسمان و زمین کی تخلیق کی ترتیب کا علم' اور اس سے وہ امور خارج ہیں جن کا تعلق بیان لغت' مشکل اعراب قرآن' شان نزول اور احکام کے استخراج اور استنباط سے ہے۔

امام ترمذی حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے صحیح بات بھی کہی تو اس نے خطا کی۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت کے متعلق بحث کی گئی ہے ''مدخل'' میں ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے محض اپنی رائے سے صحیح بات بھی کہی ہے تو اس نے طریقہ میں خطا کی ہے' کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ معنی بیان کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کیا جائے' اور ناسخ اور منسوخ کو بیان کرنے کے لیے احادیث کی طرف رجوع کیا جائے اور مراد بیان کرنے کے لیے صاحب شرع کی طرف رجوع کیا جائے' اور جب یہ امور نہ ہوں تو پھر غور وفکر کرنے اور آیات سے معانی اور احکام کا استنباط کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر میں کوئی ایسی بات کہے جو اس کے مذہب کے موافق ہو اور اپنے مذہب کو اصل اور قرآن مجید کو اس کے تابع قرار دے تو اس نے واقعی خطا کی ہے کیونکہ اصل قرآن کریم ہے' جو اس کے موافق ہو وہ مقبول ہے اور جو اس کے مخالف ہو وہ مردود ہے اور اس حدیث کا چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متشابہات پر محمول ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے' تو ان کے متعلق اگر اس نے اپنی رائے سے کوئی صحیح بات بھی کہی تو اس کی خطا یہ ہے کہ اس نے آیات میں رائے زنی کی ہے جن میں غور وفکر کی اجازت نہیں ہے' اور اس کا پانچواں جواب یہ ہے کہ جس شخص نے بلا دلیل قطعیت کے ساتھ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے اس نے خطا کی کیونکہ بلا دلیل قطعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مراد بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بغیر علم کے قرآن میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے' پہلی حدیث حسن صحیح ہے اور دوسری حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ان حدیثوں کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) جس شخص نے بغیر علم کے قرآن مجید کے کسی اشکال کو حل کرنے کی کوشش کی' یہ وعید اس کے متعلق ہے۔

(۲) جس شخص کو علم ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ حق کے خلاف ہے اور محض ہوائے نفس یا انانیت یا اپنی موضوعی فکر کی تائید میں کہہ رہا ہے' وہ اس وعید کا مصداق ہے۔

(۳) جس شخص نے بغیر کسی یقینی یا ظنی دلیل کے کوئی بات کہی یا بغیر کسی ایسی عقلی دلیل کے بات کہی جو قواعد شرع کے مطابق ہو۔

(۴) جس شخص نے ائمہ لغت' ائمہ عربیہ اور ائمہ مجتہدین کی نقل کے بغیر' قرآن مجید کے کسی لفظ کا معنی یا کوئی شرعی حکم بیان کیا۔

(۵) جس شخص نے اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ سے متعلق بغیر نقل صحیح کے اپنی طرف سے کوئی بات کہی' یہ وعید اس کے متعلق ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی مشروعیت اور جواز پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل

تفسیر کی مشروعیت اور جواز پر قرآن مجید اور احادیث میں بہت دلائل ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (النساء: ۸۳)

اور اگر وہ اس بات کو رسول کی طرف لوٹا دیتے اور ان کی طرف لوٹا دیتے جو ان میں سے صاحبان امر ہیں' تو اس بات (کی مصلحت) کو وہ لوگ جان لیتے جو کسی بات کا نتیجہ نکالنے

Marfat.com

کے اہل ہیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا○ (محمد: ۲۴) کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں○

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ○ (ص: ۲۹) ہم نے آپ کی طرف کتاب کو نازل کیا ہے یہ مبارک ہے تاکہ وہ اس میں غور کریں اور عقلمند لوگ نصیحت حاصل کریں○

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ○ (العنکبوت: ۴۳) اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں' اور ان کو صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں○

امام ابونعیم اور دیگر ائمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن نرم اور ذو وجوہ ہے (اس کے متعدد محامل ہیں) سو اس کو سب سے بہتر محمل پر محمول کرو۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی (مخصوص) کتاب ہے؟ فرمایا: نہیں' صرف کتاب اللہ یا (استنباط کی) وہ فہم ہے جو مسلمان شخص کو دی گئی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو سنت اور قرآن کی تاویل کا علم عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام حمیدی' امام احمد' امام ابن حبان' امام طبرانی اور امام بغوی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا میں فرمایا: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (فہم) عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۰' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اور امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار میرے لیے حکمت کی دعا کی' اس لیے کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم کیا خوب ترجمان قرآن ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

طبقات مفسرین کا بیان

مفسرین کے چھ مشہور طبقات ہیں:

(۱) دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں معروف ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابوموسیٰ

Marfat.com

اشعری اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

خلفاء راشدین میں حضرت علی متوفی ۴۰ھ کی تفسیری روایات باقی خلفاء سے بہت زیادہ ہیں اور حضرت ابن مسعود متوفی ۳۸ھ کی روایات حضرت علی سے بھی زیادہ ہیں' حضرت عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ' ترجمان القرآن' حبر الامة اور امام المفسرین ہیں' اوران سے بے شمار تفسیری روایات منقول ہیں' علامہ فیروز آبادی صاحب ''القاموس'' کی روایت سے وہ تفسیر چھپ گئی ہے جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے' علامہ فیروز آبادی نے اس کا نام ''تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس'' رکھا ہے۔

اس تفسیر کو حضرت ابن عباس کی تفسیر قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی سند یہ ہے: از کلبی از ابی صالح از ابن عباس (الدر المنثور ج ۱ ص ۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران) اور محمد بن سائب کلبی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم نے کہا: کوفہ میں دو کذاب تھے' ایک کلبی اور دوسرا سدی' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں' ابوعوانہ نے کہا: میں نے کلبی سے کفریہ اقوال سنے ہیں' ابو جزء نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے' یزید بن زریع نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائے' آپ کسی کام کے لیے اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آکر بیٹھ گئے تو جبرئیل نے حضرت علی پر وحی نازل کردی' وہ اپنا سینہ پیٹ کر کہتا تھا کہ میں سبائی ہوں' میں سبائی ہوں' عقیلی نے کہا: وہ عبداللہ بن سبا کے اصحاب میں سے تھا' ابو جناب کلبی کہتے ہیں کہ ابوصالح نے حلف اٹھا کر کہا: میں نے کلبی کو تفسیری روایات بالکل نہیں سنائیں' سفیان ثوری کہتے ہیں کہ کلبی نے کہا: میں نے از ابوصالح از ابن عباس جس قدر روایات بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں' ان کو مجھ سے روایت نہ کرو' یہ شخص ۱۴۶ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۸۰۔ ۱۷۸' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدرآباد دکن' ۱۳۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس سند سے ''تنویر المقباس'' مروی ہے' وہ جھوٹی سند ہے اور اس کتاب میں ہر قسم کی روایات ہیں اور اس کتاب کو حضرت ابن عباس کی تفسیر قرار دینا صحیح نہیں ہے' حضرت ابن عباس کی صحیح تفسیری روایات وہ ہیں جو مستند کتب احادیث میں اسانید صحیحہ سے مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس کی جس روایت میں محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ اور محمد بن مروان السدی متوفی ۱۸۶ھ دونوں موجود ہوں وہ غایت درجہ کی ضعیف روایت ہے۔

(۲) مفسرین کا دوسرا طبقہ تابعین کا ہے' ان میں حضرت ابن عباس متوفی ۶۸ھ کے حسب ذیل تلامذہ بہت مشہور ہیں' یہ علماء مکہ ہیں:

(ا) مجاہد بن جبر متوفی ۱۰۳ھ (ب) سعید بن جبیر متوفی ۹۴ھ (ج) عکرمہ مولیٰ ابن عباس متوفی ۱۰۵ھ (د) طاؤس بن کیسان یمانی متوفی ۱۰۶ھ (ہ) عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۸ھ کے حسب ذیل تلامذہ تفسیری روایات میں معروف ہیں' یہ علماء کوفہ ہیں:

(ا) علقمہ بن قیس متوفی ۱۰۲ھ' (ب) اسود بن یزید متوفی ۷۵ھ' (ج) ابراہیم نخعی متوفی ۹۵ھ' (د) شعبی متوفی ۱۰۵ھ

حضرت زید بن اسلم متوفی ۱۳۶ھ کے تلامذہ' یہ علماء مدینہ ہیں:

(ا) عبدالرحمٰن بن زید متوفی ۱۸۲ھ' (ب) مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ' (ج) حسن بصری متوفی ۱۲۱ھ' (د) عطا بن ابی مسلم خراسانی متوفی ۱۳۵ھ (ہ) محمد بن کعب قرظی متوفی ۱۱۷ھ (د) ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی متوفی ۹۰ھ (ز) ضحاک بن مزاحم متوفی ۱۰۵ھ (ح) عطیہ بن سعید عوفی متوفی ۱۱۱ھ (ط) قتادہ بن دعامہ سدوسی متوفی ۱۱۷ھ (ی) ربیع بن انس متوفی ۱۳۹ھ (ک) اسماعیل بن عبدالرحمان سدی متوفی ۱۲۷ھ

Marfat.com

(۳) مفسرین کا تیسرا طبقہ وہ ہے جس نے صحابہ اور تابعین کے اقوال کو جمع کیا ہے' ان میں مشہور علماء حسب ذیل ہیں:
(ا) سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ (ب) وکیع بن جراح کوفی متوفی ۱۹۷ھ (ج) شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ (د) یزید بن ہارون سلمی (ھ) عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ (و) آدم بن ابی ایاس متوفی ۲۲۱ھ (ز) اسحاق بن راھویہ متوفی ۲۳۸ھ (ح) روح بن عبادہ متوفی ۲۰۵ھ (ط) عبداللہ بن حمید جھنی (ی) ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

(۴) مفسرین کے چوتھے طبقہ میں ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ ہیں' وہ اس زمانہ میں سب سے مشہور مفسر تھے' علامہ سیوطی نے ''اتقان'' میں لکھا ہے کہ ان کی کتاب بہت عظیم تفسیر ہے' وہ متضاد اقوال میں تطبیق دیتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں' علامہ نووی اور علامہ ابواسحاق اسفرائنی نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی ہے' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کی تفسیر بھی اسی کا خلاصہ ہے۔ ان کے علاوہ اس طبقہ کے دیگر مفسرین یہ ہیں:
(ا) علی بن ابی طلحہ متوفی ۳۴۳ھ (ب) ابن ابی حاتم عبدالرحمان بن محمد رازی متوفی ۳۲۷ھ (ج) ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ (د) ابن مردویہ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ (ھ) ابوالشیخ بن حبان بسی متوفی ۳۵۴ھ' (و) ابراہیم بن منذر متوفی ۲۳۶ھ

(۵) پانچویں طبقہ میں ایسے مفسرین ہیں جنہوں نے اپنی تفسیروں میں اسانید کو حذف کر دیا' ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:
(ا) ابواسحاق زجاج ابراہیم بن السری النحوی متوفی ۳۱۰ھ (ان کی تفسیر کا نام معانی القرآن ہے) (ب) ابوعلی فارسی متوفی ۳۷۷ھ' یہ لغت اور بلاغت میں ماہر تھے (ج) ابوبکر محمد بن الحسن المعروف بالنقاش الموصلی متوفی ۳۵۱ھ (د) مکی بن ابی طالب القیسی النحوی المغربی متوفی ۴۳۷ھ (ھ) ابوجعفر النحاس مصری متوفی ۳۳۸ھ (و) ابوالعباس احمد بن عمار المھدوی متوفی ۴۳۰ھ (ان کی تفسیر کا نام ہے: التفصیل الجامع لعلوم التنزیل)

(۶) چھٹے دور میں ایسے مفسرین ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں کے چیلنج کا مقابلہ کیا' کیونکہ اسلام کی نشرواشاعت کئی براعظموں تک ہوچکی تھی اور مخالفین اسلام' قرآن کریم اور اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہے تھے' یونان کے فلسفی' منطق اور فلسفہ سے اسلام پر اعتراض کر رہے تھے' یہود و نصاریٰ الگ اعتراضات کر رہے تھے' دہریوں نے بھی ایک طوفان اٹھا رکھا تھا' اور فقہی مکاتب فکر کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں لے دے ہو رہی تھی' اس دور میں قرآن مجید کی تفسیر کے ساتھ ساتھ ایک اور رنگ بھی شامل ہوگیا اور اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:
(ا) بعض علماء نے صرف قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے قرآن کریم کی تفسیر کی' ان میں مشہور علامہ جاراللہ زمخشری متوفی ۴۶۷ھ کی تفسیر ''کشاف'' ہے' یہ چونکہ معتزلی تھے اس لیے تفسیر میں اعتزال کا رنگ غالب ہے۔
(ب) بعض علماء نے صرف قرآن مجید کے الفاظ کے لغوی معنی بیان کئے' اس سلسلہ میں امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ کی ''المفردات'' بہت مشہور ہے' اور ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ کی معانی القرآن ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔
(ج) بعض علماء نے خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید کے صرفی اور نحوی مباحث کو موضوع بنایا' زجاج نے اس موضوع پر ''معانی القرآن'' کے نام سے تفسیر لکھی اور علامہ واحدی نیشاپوری متوفی ۴۲۸ھ نے ''البسیط'' کے نام سے تفسیر لکھی' اور علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے ''البحرالمحیط'' لکھی' یہ کتاب نو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ''البحرالمحیط'' نحو کے علاوہ دیگر علوم اور مباحث کی بھی جامع ہے اور بہت عمدہ تفسیر ہے۔

Marfat.com

(د) بعض علماء نے صرف گزشتہ واقعات اور قصص کی طرف توجہ کی اور انہوں نے قرآن مجید کے بیان کردہ قصص کی تفسیر میں کتب تاریخ اور اسرائیلیات سے جو چاہا نقل کر دیا' انہوں نے اس سلسلہ میں تورات' انجیل اور اہل کتاب کے نزدیک دوسری معتبر کتابوں پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ انہوں نے یہودی اور عیسائی علماء سے جو کچھ سنا اس کو صحیح اور ضعیف کی تحقیق کئے بغیر نقل کر دیا اور اس بات کو واضح نہیں کیا کہ کون سی بات شرع اور عقل کے مخالف یا موافق ہے' ان میں زیادہ مشہور ابواسحاق احمد بن محمد ثعلبی کی ''الکشف والبیان من تفسیر القرآن'' ہے اور علامہ علاؤ الدین بن محمد المعروف بالخازن متوفی ۷۲۵ھ کی ''لباب التاویل'' ہے۔

(ھ) بعض علماء نے صرف فقہی مسائل کے استنباط اور تحقیق کی طرف توجہ کی' ان میں علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی ''احکام القرآن'' اور علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کی ''الجامع لاحکام القرآن'' ہے۔

علامہ ابوبکر رازی نے فقہ حنفی پر دلائل فراہم کئے ہیں' اور اختلاف مسائل میں زیادہ تر فقہ شافعی کا رد کیا ہے' اور علامہ قرطبی مذاہب اربعہ کا ذکر کرتے ہیں اور فقہ مالکی کے دلائل فراہم کرتے ہیں' فقہ کے علاوہ قرآن مجید کے دیگر اسرار اور نکات کا بھی بیان کرتے ہیں' علامہ ابوبکر رازی کی تفسیر تین جلدوں میں ہے اور انہوں نے صرف فقہی احکام سے متعلق آیات کی تفسیر کی ہے اور علامہ قرطبی کی تفسیر بیس جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ بہت جامع تفسیر ہے' علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے ''النکت والعیون'' کے نام سے چھ جلدوں میں تفسیر لکھی ہے اور اس میں فقہ شافعی پر دلائل فراہم کئے ہیں' اور علامہ احمد جیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ نے بھی احکام سے متعلق آیات کی ایک جلد میں مختصر تفسیر لکھی ہے جو ''التفسیرات الاحمدیہ'' کے نام سے دستیاب ہے۔

(د) بعض علماء نے زیادہ تر عقائد کے مباحث سے بحث کی اور اپنے زمانہ کے گمراہ فرقوں کا رد کیا' ان میں امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ کی ''تفسیر کبیر'' مشہور ترین تفسیر ہے' اس میں معتزلہ' جبریہ' قدریہ اور رافضیہ کا بہت رد کیا گیا ہے اور آیات سے بہت نفیس اور عمدہ نکات کا استنباط کیا ہے' فقہی مسائل میں فقہ شافعی کو ترجیح دینے میں کافی مبالغہ کیا ہے' آیات کا شان نزول بیان کیا ہے اور احادیث کا بھی ذکر کیا ہے' امام رازی سے پہلے ایسی جامع تفسیر کسی نے نہیں لکھی تھی' ان کی وفات کو آٹھ سو سال گزر گئے اور اس کے بعد بہت تفسیریں لکھی گئیں لیکن امام رازی کی تفسیر کو کوئی تفسیر نہیں پہنچ سکی وہ واقعی تفسیر کبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند کرے اور ان کو اپنے قرب خاص سے نوازے۔

(ز) بعض علماء نے فضائل' آداب' صوفیاء کی حکایات اور وعظ اور نصیحت پر زور دیا' ان میں علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ کی ''روح البیان'' بہت مشہور ہے۔

(ح) بعض علماء نے اپنی تفسیر میں ایسے حقائق کی طرف اشارہ کیا جو صرف ارباب سلوک پر منکشف ہوتے ہیں اور طریقت اور معرفت کے رموز بیان کئے ہیں' ان میں محی الدین بن عربی متوفی ۶۳۸ھ کی تفسیر ہے جو ''عرائس البیان'' کے نام سے مشہور ہے۔

(ط) متاخرین میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ کی ''روح المعانی'' بہت عمدہ اور جامع تفسیر ہے' اس میں صرف' نحو' بلاغت' قراءات' شان نزول اور عقائد سے بحث کی ہے اور فقہی مسائل میں فقہ حنفی کو ترجیح دی ہے' علامہ نبہانی نے

Marfat.com

''شواہد الحق'' میں لکھا ہے کہ ان کا پوتا نعمان آلوسی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور شیخ ابن تیمیہ کے افکار سے متاثر تھا اور اس نے ان کی تفسیر کے بعض مقامات میں تحریف کر دی ہے۔

سید محمد قطب شہید نے ''فی ظلال القرآن'' لکھی ہے اور اس میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔

علامہ طنطاوی جوہری نے ''الجواہر فی تفسیر القرآن'' لکھی ہے اور قرآن مجید کے مضامین کو سائنس کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔

(ی) اردو تفاسیر میں ہمارے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کی تفسیر ''التبیان'' نہایت جامع تفسیر ہے اس کا صرف ایک پارہ لکھا جا سکا' اگر آپ کو حیات مہلت دیتی اور آپ یہ تفسیر مکمل کر لیتے تو یہ تفسیر تمام اردو تفاسیر پر فائق ہوتی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ''تفہیم القرآن'' چھ جلدوں پر محیط ہے' اس تفسیر میں بعض مقامات پر مقام نبوت کا ادب اور احترام نہیں کیا گیا اور ایک امتی کو اپنے نبی سے جو عقیدت اور محبت ہوتی ہے' اس کا مصنف اس سے محروم ہے' یہ وہابی عقائد کی ترجمان ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ''ضیاء القرآن'' پانچ جلدوں پر مشتمل ہے' اس میں آیات اور مندرج احادیث کا ترجمہ بالعموم تحت اللفظ ہے' تفسیر میں زیادہ تر اختصار ہے' تفسیر کی عبارت اردو ادب کا بہترین شاہکار ہے' اس میں مسلک اعلیٰ حضرت کو ترجیح دی گئی ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ کی ''تفسیر نعیمی'' بہت مبسوط تفسیر ہے۔ وہ گیارہویں پارے تک پہنچے تھے کہ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ تفسیر امام احمد رضا رحمہ اللہ کے افکار کی ترجمان ہے۔

مفتی محمد شفیع کی ''معارف القرآن'' آٹھ جلدوں میں ہے' اس میں ترجمہ قرآن شیخ محمود الحسن کا ہے' اور خلاصہ تفسیر کے عنوان سے شیخ تھانوی کی مکمل ''بیان القرآن'' ہے' اور معارف و مسائل کے عنوان سے خود مفتی محمد شفیع نے تفسیر کی ہے' اس تفسیر کا ماخذ ''تفسیر قرطبی'' اور ''البحر المحیط'' ہے' اس تفسیر میں دیوبندی رنگ کو اجاگر کیا گیا ہے۔

شیخ امین احسن اصلاحی کی ''تدبر قرآن'' ہے' یہ نو جلدوں میں ہے' انہوں نے فہم القرآن کے لیے ادب جاہلیت کو بہت اہمیت دی ہے اور احمد فراہی کی فکر کے تابع ہیں۔ یہ اپنی تفسیر میں احادیث' آثار صحابہ' اقوال تابعین اور متقدمین کی تفسیروں کا بالکل ذکر نہیں کرتے' صرف اپنے ذاتی غور و فکر کا حاصل بیان کرتے ہیں' اقوال مجتہدین سے بحث کرتے ہیں نہ فقہی احکام سے۔

قرآن مجید کی تفسیر کے اصل ماخذ

قرآن مجید کی تفسیر کے چار اہم ماخذ ہیں' ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) کسی آیت کی جو تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو لیکن اس میں ضعیف اور موضوع روایات سے احتراز کرنا واجب ہے' اور ایسی روایات بہت زیادہ ہیں' اسی وجہ سے امام احمد نے کہا ہے کہ تین قسم کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں ہے' مغازی' ملاحم (میدان ہائے جنگ) اور تفسیر۔

(۲) قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا ماخذ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ تفسیر ہے' کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق صحابہ کرام کے اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بہ منزلہ ہیں اور تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کرنے میں

Marfat.com

حنابلہ کے دو قول ہیں' ابن عقیل نے منع کیا ہے' لیکن عام مفسرین کا عمل اس کے برعکس ہے انہوں نے تابعین کے اقوال کو اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے' کیونکہ اکثر و بیشتر تابعین کے اقوال صحابہ سے سماع پر مبنی ہوتے ہیں۔

(۳) تیسرا ماخذ لغت ہے' کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے' امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس شخص کو لغت عرب کا علم نہ ہو اور وہ قرآن مجید کی تفسیر کرے تو میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔

(۴) چوتھا ماخذ قواعد شرعیہ کے لحاظ سے قرآن مجید کی آیات سے احکام کا استخراج اور معانی کا استنباط ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی فہم عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما اور حضرت علی نے جو فرمایا تھا' مگر اس میں قرآن مجید کی وہ فہم ہے جو ہر شخص کو دی جاتی ہے' اس سے بھی یہی مراد ہے اور بغیر کسی اصل اور قاعدہ کے محض رائے اور اجتہاد سے قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (بنی اسرائیل: ۳۶) اور جس چیز کا تم کو علم نہیں اس کے درپے نہ ہو۔

''اور شیطان تمہیں صرف برے کاموں اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنے کا حکم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے''۔ (البقرہ: ۱۶۹)

قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری علوم

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی تفسیر میں علم لغت کی ضرورت ہے کیونکہ علم لغت کے ذریعہ مفردات قرآن کے وضعی معنی معلوم ہوتے ہیں' اور صرف اور نحو کے قواعد کا علم ضروری ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی حرکات اور اعراب کا علم ہوتا ہے اور یہ پتا چلتا ہے کہ فلاں اعراب اور حرکت کے لحاظ سے قرآن مجید کا کیا معنی ہے' معانی' بیان اور بدیع (فصاحت و بلاغت) کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مقتضی حال کے اعتبار سے معانی' حقیقت' مجاز اور کنایات کے مختلف پیرایوں کے اعتبار سے قرآن مجید کے معانی اور تحسین کلام کا علم ہوتا ہے' علم حدیث کی ضرورت ہے' اس سے اسباب نزول کا علم ہوتا ہے' علم اصول فقہ کی ضرورت ہے' اس سے قرآن مجید کے عام' خاص' مطلق' مقید اور امر اور نہی کی دلالت کا علم ہوتا ہے' علم کلام کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیا چیز جائز ہے اور کیا محال ہے اور نبی کی صفات اور اس کے مقام کا علم ہو' اور علم قراءت کی ضرورت ہے تاکہ بعض قراءات کے بعض پر راجح ہونے کی وجہ معلوم ہو سکے۔ (روح المعانی ج ا ص ۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ الفَاتِحَةِ

(۱)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفاتحہ

(١) سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ (٥) | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَاتُہَا ٧ رُکُوۡعُہَا ١

سورۃ الفاتحہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک رکوع اور سات آیات ہیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے○ نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے○ روز جزاء کا

یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا

مالک ہے○ (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں○ ہم کو

الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ

سیدھے راستہ پر چلا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا'

غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾ ع

نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا○

سورہ فاتحہ کے اسماء

سورہ فاتحہ کے بہت اسماء ہیں' اور کسی چیز کے زیادہ اسماء اس چیز کی زیادہ فضیلت اور شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ بہت شرف اور مرتبہ والی سورت ہے' ان اسماء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(١) فاتحۃ الکتاب: فاتحۃ الکتاب کے ساتھ اس سورت کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ مصحف کا افتتاح اس سورت سے ہوتا ہے' تعلیم کی ابتداء بھی اس سورت سے ہوتی ہے اور نماز میں قراءت کا افتتاح بھی اس سورت سے ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق کتاب اللہ کی سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی تھی اور بہ کثرت احادیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو فاتحۃ الکتاب فرمایا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فاتحۃ الکتاب کو

المنزل ١

پارہ ١

Marfat.com

نہیں پڑھا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی ص ۶۳ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)
اس حدیث کو امام ابن ماجہ[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) ام القرآن: کسی چیز کی اصل اور اس کے مقصود کو ام کہتے ہیں' اور پورے قرآن کا مقصود چار چیزوں کو ثابت کرنا ہے' الوہیت (اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات)' معاد (مرکر دوبارہ اٹھنا)' نبوت اور قضاء وقدر' سورہ فاتحہ میں ''الحمد لله رب العالمين الرحمان الرحيم'' کی الوہیت پر دلالت ہے' اور ''مالك يوم الدين'' کی معاد پر دلالت ہے' ''اياك نعبد و اياك نستعين'' کی اس پر دلالت ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے اور انسان مجبور محض ہے نہ اپنے افعال کا خالق ہے اور'' اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين'' کی نبوت پر دلالت ہے' کیونکہ اس آیت میں اس راستہ کی ہدایت کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے اور انعام یافتہ لوگ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو ''ام القرآن'' فرمایا ہے' امام دارمی روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمد للہ ''ام القرآن'' ہے اور ''ام الکتاب'' ہے اور ''سبع مثانی'' ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۱ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
اور امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''لاصلوة لمن لم يقرء بام القرآن'' جو ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

(۳) سورۃ الحمد: اس سورت کا نام ''سورۃ الحمد'' بھی ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے' جیسے سورہ بقرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں بقرہ کا ذکر ہے' اسی طرح سورہ اعراف' سورہ انفال اور سورہ توبہ کے اسماء ہیں' نیز مذکور الصدر ''سنن دارمی'' کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو الحمد للہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۴) السبع المثانی: قرآن مجید میں ہے:
وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ. (الحجر: ۸۷) ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔
امام بخاری نے روایت کیا ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الحمد لله رب العلمين'' السبع المثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)
سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو السبع المثانی فرمایا۔ اس سورت کو السبع اس لیے فرمایا ہے کیونکہ اس میں سات آیتیں ہیں اور مثانی فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:
(اول) اس سورت کے نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نصف میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے (ثانی) ہر دو رکعت نماز میں اس کو دو مرتبہ پڑھا جاتا (ثالث) یہ سورت دوبار نازل کی گئی ہے (رابع) اس سورت کو پڑھنے کے بعد نماز میں دوسری سورت کو پڑھا جاتا ہے۔

(۵) ام الکتاب: سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں اس سورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ام الکتاب'' فرمایا ہے اور

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۶۰ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

''صحیح بخاری'' میں ہے: حضرت ابو سعید خدری نے ایک شخص پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جس کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کہا: میں نے صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

(۶) الوافیہ: سفیان بن عیینہ نے اس کا نام سورہ وافیہ رکھا' کیونکہ صرف اس سورت کو نماز میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا' لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ الکوثر کو بھی ایک رکعت میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جاسکتا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ اس سورت کے مضامین جامع اور وافی ہیں اس لیے اس کو وافیہ کہا جاتا ہے۔

(۷) الکافیہ: اس سورت کو کافیہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوسری سورتوں کے بدلہ میں اس سورت کو پڑھا جاسکتا ہے اور اس سورت کے بدلہ میں کسی سورت کو نہیں پڑھا جاسکتا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ام القرآن'' دوسری سورتوں کا عوض ہے اور دوسری کوئی سورت اس کا عوض نہیں۔
(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۹۰' الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۳)

(۸) الشفاء: امام دارمی روایت کرتے ہیں:
حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
امراض جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے: ''فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ'' (البقرہ: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے' اور اس سورت میں اصول اور فروع کا ذکر ہے' جن کے تقاضوں پر عمل کرنے سے روحانی امراض میں شفاء حاصل ہوتی ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس سے جسمانی اور دیگر ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

(۹) سورۃ الصلوٰۃ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سورت پر صلوٰۃ کا اطلاق کیا ہے' امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز (سورہ فاتحہ) کو میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھا' آدھا تقسیم کیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے' پس جب بندہ کہتا ہے: ''الحمد للہ رب العلمین'' تو میں کہتا ہوں: بندہ نے میری حمد کی۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

(۱۰) سورۃ الدعاء: یہ سورت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع ہوتی ہے' پھر بندہ کی عبادت کا ذکر ہے' پھر اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا ہے اور دعا اور سوال کا یہی اسلوب ہے کہ پہلے داتا کی حمد وثناء کی جائے' پھر دست طلب بڑھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی ہے' پھر اپنے لیے دعا کی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۙ○ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۙ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۪ۙ○ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۙ○ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ؕ○ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۙ○ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۙ○ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۙ○
(الشعراء: ۸۵_۸۷)

وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے ○ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے ○ اور وہی مجھے وفات دے گا اور پھر زندہ فرمائے گا ○ اور اسی سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہی میری (ظاہری یا اجتہادی) خطائیں معاف فرمائے گا ○ اے میرے رب! مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کر

Marfat.com

دے O اور میرے بعد آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ O اور مجھے جنۃ النعیم کے وارثوں میں شامل کردے O

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ O (یوسف: ١٠١)

اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے' تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے' میری وفات اسلام پر کر اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کردے O

سو دعا کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے' پھر اس سے سوال کیا جائے' اور سورہ فاتحہ میں اسی طریقہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی ہے' اس لیے اس کو سورہ دعا کہتے ہیں۔

علامہ بقاعی نے ان اسماء کے علاوہ سورۃ فاتحہ کے اسماء میں اساس' کنز' واقیہ' رقیہ اور شکر کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ بقاعی نے ان اسماء میں نظم اور ربط کو بیان کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

(١) فاتحہ کے اعتبار سے ہر نیک چیز کا افتتاح اس سورت سے ہونا چاہیے (٢) اور ام کے لحاظ سے یہ ہر خیر کی اصل ہے (٣) اور ہر نیکی کی اساس ہے (٤) اور مثنی کے لحاظ سے دوبار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں (٥) اور کنز کی حیثیت سے یہ ہر چیز کا خزانہ ہے (٦) ہر بیماری کے لیے شفا ہے (٧) ہر مہم کے لیے کافی ہے (٨) ہر مقصود کے لیے وافی ہے (٩) واقیہ کے لحاظ سے ہر برائی سے بچانے والی ہے (١٠) رقیہ کے اعتبار سے (١١) ہر آفت ناگہانی کے لیے دم ہے (١٢) اس میں حمد کا اثبات ہے جو صفات کمال کا احاطہ ہے (١٣) اور شکر کا بیان ہے جو منعم کی تعظیم ہے (١٤) اور یہ بعینہ دعا ہے' جو مطلوب کی طرف توجہ ہے' ان تمام امور کی جامع صلوٰۃ ہے۔ (نظم الدرر ج ١ ص ٢٠۔ ١٩' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی' قاہرہ' ١٤١٣ھ)

علامہ آلوسی نے سورہ فاتحہ کے بائیس اسماء کا ذکر کیا ہے' ان میں فاتحۃ القرآن' تعلیم المسئلہ' سورۃ السوال' سورۃ المناجاۃ' سورۃ التفویض شافعیہ' اور سورۃ النور بھی ہیں۔

سورہ فاتحہ کے فضائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' (دوران نماز) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا' میں حاضر نہ ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۔ (الانفال: ٢٤) اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ''۔ پھر فرمایا: سنو! میں تم کو مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا' پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا' جب ہم نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا' آپ نے فرمایا: ''الحمد للہ رب العلمین'' یہ سبع مثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ٢ ص ٦٤٩' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت' سورت فاتحہ ہے' اور اس کا نام ''السبع المثانی'' بھی ہے' اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر نماز کے دوران بلائیں' تب بھی آنا واجب ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

Marfat.com

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے' ہم نے ایک جگہ قیام کیا' ایک لڑکی نے آ کر کہا کہ قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہمارے لوگ حاضر نہیں ہیں' کیا تم میں سے کوئی شخص دم کر سکتا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص اس کے ساتھ گیا جس کو اس سے پہلے ہم دم کرنے کی تہمت نہیں لگاتے تھے' اس نے اس شخص پر دم کیا جس سے وہ تندرست ہو گیا' اور اس سردار نے اس کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا' اور ہم کو دودھ پلایا' جب وہ واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا: کیا تم پہلے دم کرتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں' میں نے تو صرف ام الکتاب (سورہ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا ہے' ہم نے کہا: اب اس کے متعلق کوئی بحث نہ کرو' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق پوچھ لیں' ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کیا معلوم کہ یہ دم ہے' (ان بکریوں کو) تقسیم کرو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر بیمار شخص پر دم کرنا جائز ہے' اس لیے سورت کو ''سورۃ الرقیہ'' اور ''سورۃ الشفاء'' بھی کہتے ہیں' اور اس حدیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ اس سورت کو ''ام الکتاب'' بھی کہتے ہیں' اور یہ کہ قرآن پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے اور اس قرآن مجید اور کتب دینیہ پر اجرت لینے کا بھی جواز ہے' اور اس میں مصحف کو قیمۃً فروخت کرنے اور مصحف کی کتابت پر اجرت لینے کا بھی جواز ہے اور یہ کہ استاد کی تعلیم سے تلمیذ کو جو آمدنی ہو اس میں استاذ کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اب کسی بیمار کو سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے اور وہ شفاء نہ پائے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دم کرنے والے میں روحانیت کی کمی ہے' سورہ فاتحہ کے شفاء ہونے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابی نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے' حضرت ابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اسلام علیك یا رسول اللّٰہ!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وعلیك'' اے ابی! جب میں نے تم کو بلایا تھا تو تم کو آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو میری طرف وحی فرمائی ہے کیا تمہیں اس میں یہ حکم نہیں ملا'' اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (الانفال: ۲۴) جب اللہ اور رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی تو (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔'' حضرت ابی نے کہا: کیوں نہیں؟ اور میں ان شاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا' آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تم کو ایسی سورت کی تعلیم دوں' جس کی مثل تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ قرآن میں؟ میں نے کہا: جی! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے ام القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس کی مثل تورات میں نازل ہوئی ہے نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ فرقان میں' یہ ''السبع من المثانی'' (دو دو بار پڑھی جانے والی سات آیتیں) ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۰۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' نیز وہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''السبع من المثانی'' میں ''من'' زائدہ ہے' اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے' جس کی سات آیتیں ہیں' اور اس کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ کو دوبار پڑھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مثانی استثناء سے ماخوذ ہے' کیونکہ اس سورت کے ساتھ یہ امت مستثنیٰ ہے۔ اس امت سے پہلی امتوں پر یہ سورت نازل نہیں کی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ثنا سے ماخوذ ہے' کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا' ایسی کتاب جس کی آیتیں آپس میں متشابہ ہیں بار بار دہرائی ہوئی ہیں۔ (الزمر: ۲۳)

تمام قرآن کو مثانی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں قصص اور امثال کو دہرایا گیا ہے' اس تقدیر پر ''السبع من المثانی'' کا معنی ہے: قرآن کی سات آیتیں اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید کی وہ سورتیں ہیں جن میں سو سے کم آیتیں ہوں۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی' کیونکہ تم ''السلام علیك ایها النبی'' کہہ کر نماز میں حضور سے خطاب کرتے ہو' جب کہ کسی اور کے ساتھ نماز میں خطاب کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۱۵۔ ۱۴)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورۃ فاتحہ) کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا گیا ہے' اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے' اور جب بندہ کہتا ہے: ''الحمد للّٰہ رب العلمین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے میری حمد کی' اور جب وہ کہتا ہے: ''الرحمٰن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے میری ثناء کی' اور جب وہ کہتا ہے: ''مالك یوم الدین'' تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندہ نے میری تعظیم کی' اور ایک بار فرمایا: میرے بندہ نے (خود) کو میرے سپرد کر دیا' اور جب وہ کہتا ہے: ''ایاك نعبد وایاك نستعین'' تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے' اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے' اور جب وہ کہتا ہے: ''اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے اور اس کے شروع میں ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کا ذکر نہیں ہے' اس سے علماء احناف اور مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور یہ ان کی بہت قوی دلیل ہے' فقہاء شافعیہ نے اس کے جواب میں جو تاویلات کی ہیں وہ بہت ضعیف ہیں' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد اول میں ان کا ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے اوپر کی جانب سے ایک چرچراہٹ کی آواز سنی' حضرت جبرائیل نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازہ سے ایک فرشتہ نازل ہوا' حضرت جبرائیل نے کہا: یہ فرشتہ جو زمین

Marfat.com

کی طرف نازل ہوا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا' اس فرشتہ نے آکر سلام کیا اور کہا: آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے (ایک نور) فاتحۃ الکتاب ہے اور (دوسرا) سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں' ان میں سے جس حرف کو بھی آپ پڑھیں گے وہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

(سنن نسائی ج ۵ ص ۱۳۔ ۱۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب سے ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا' آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو تہجد کی نماز میں ام القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھ رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس سورت کو سنتے رہے حتیٰ کہ اس نے وہ سورت ختم کر لی' آپ نے فرمایا: قرآن میں اس کی مثل (اور کوئی سورت) نہیں ہے' امام طبرانی نے اس حدیث کو ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی حسن بن دینار ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۱۰' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) نازل ہوئی' اس دن ابلیس بہت رویا تھا اور یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۱۱' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

سورہ فاتحہ کا مقام نزول

سورہ فاتحہ کے نزول کے متعلق متعدد روایات ہیں' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اس لیے محققین کا یہ موقف ہے کہ یہ سورت دو بار نازل ہوئی ہے' ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ علامہ سیوطی نے ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واحدی نے ''اسباب النزول'' میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں ایک خزانہ سے نازل ہوئی ہے جو عرش کے نیچے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں اور ابونعیم اور بیہقی دونوں نے اپنی اپنی ''دلائل النبوۃ'' اور واحدی اور ثعلبی نے از ابی میسرہ از عمرو بن شرحبیل روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں ایک آواز سنتا ہوں' بہ خدا! مجھے یہ خدشہ ہے کہ یہ کوئی عجیب و غریب چیز ہے' حضرت خدیجہ نے کہا: معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا' بہ خدا! آپ امانت کو ادا کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں' اسی اثناء میں حضرت ابوبکر آئے' اس وقت گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے' حضرت خدیجہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' اور کہا: آپ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ورقہ کے پاس جائیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ورقہ کے پاس چلیں' آپ نے پوچھا: تم کو کس نے بتایا؟ انہوں نے

Marfat.com

کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے' پھر دونوں ورقہ کے پاس گئے' اور اس کو واقعہ سنایا' آپ نے فرمایا: جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو مجھے اپنے پیچھے سے آواز آتی ہے: یا محمد! یا محمد! تو میں بھاگنے لگتا ہوں' ورقہ نے کہا: آپ ایسا نہ کریں' جب آپ کے پاس یہ آواز آئے تو آپ ٹھہرے رہیں اور سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے' پھر مجھے آ کر بتائیں' پھر جب آپ خلوت میں تھے تو آپ کو آواز آئی: یا محمد! کہیے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ' الحمد للہ رب العلمین ''اور اس کو'' ولا الضالین '' تک پڑھا' اور کہا: کہیے: ''لا الٰہ الا اللہ'' پھر آپ ورقہ کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا' ورقہ نے کہا: آپ کو بشارت ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کے آنے کی ابن مریم کو بشارت دی گئی تھی' اور آپ کے پاس حضرت موسیٰ کے ناموس کی مثل ہے' اور آپ نبی مرسل ہیں۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب بنوسلمہ کے جوان مسلمان ہوئے اور عمرو بن جموح کا بیٹا مسلمان ہوا تو عمرو کی بیوی نے عمرو سے کہا: تم اپنے بیٹے سے پوچھو وہ اس شخص سے کیا روایت کرتے ہیں؟ عمرو نے اپنے بیٹے سے کہا: مجھے اس شخص کا کلام سناؤ تو اس کے بیٹے نے پڑھا: ''الحمد للہ رب العلمین'' اور'' الصراط المستقیم'' تک پڑھا' اس نے کہا: یہ کتنا حسین اور جمیل کلام ہے' کیا اس کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ اس کے بیٹے نے کہا: اے ابا! اس سے بھی زیادہ حسین ہے' اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے' ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں' ابوسعید بن اعرابی نے ''معجم'' میں اور طبرانی نے ''اوسط'' میں مجاہد کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تو ابلیس خوب رویا اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔

وکیع اور فریابی نے اپنی تفسیروں میں' ابوبکر بن انباری نے ''فضائل قرآن'' میں' امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں' عبد بن حمید اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں' ابوبکر بن انباری نے ''کتاب المصاحف'' میں' ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

وکیع نے اپنی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

ان تینوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ فاتحہ کی آیات کی تعداد

ہم اس سے پہلے مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے سورہ علق اور سورہ مدثر کی چند آیات نازل ہوئیں' اور جو سب سے پہلے مکمل سورت نازل ہوئی وہ سورہ فاتحہ ہے' یہ سورت دو بار نازل ہوئی' ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں اور اس میں بالاتفاق سات آیتیں ہیں' اس لیے اس کو ''السبع المثانی'' کہا جاتا ہے' فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورہ فاتحہ کا جز ہے اور اس سمیت سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور علماء احناف اور علماء مالکیہ کے نزدیک ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے[1] ان کے نزدیک ''صراط الذین انعمت علیھم'' ایک آیت ہے اور اول الذکر کے نزدیک ''صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' مل کر ایک آیت ہے۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں اس پر مفصل گفتگو عنقریب آئے گی۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ' المغنی ج ۱ ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

سورۃ فاتحہ کے مضامین

قرآن مجید کے حسب ذیل مضامین ہیں:

(۱) توحید: نزول قرآن کے وقت دنیا میں بالعموم بت پرستی کا دور دورہ تھا' اور کفار عرب توحید کے دعویٰ دار ہونے کے باوجود اپنے زعم میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس لیے قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ صرف خالق اور رب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا کافی نہیں ہے بلکہ استحقاق عبادت کے اعتبار سے بھی اس کو واحد ماننا ضروری ہے' یعنی اس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(۲) نبوت: عام انسان کی عقل اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کو جاننے کے لیے ناکافی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام حاصل کرنے سے عاجز ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہ نمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور نبی چونکہ اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے' اس کو ماننا اللہ کو ماننا اور اس کا انکار کرنا اللہ کا انکار کرنا ہوتا ہے' اس لیے قرآن نے نبی کے ماننے کو ضروری قرار دیا ہے۔

(۳) عبادت: بدن' مال اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق صرف کرنا عبادت ہے' قرآن نے یہ بتایا ہے کہ انسان خود اور اس کا مال اس کی ملکیت نہیں ہے' اللہ کی ملکیت ہے' اب وہ کس طرح اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صرف کرے یہ قرآن نے تفصیل سے بتایا ہے۔

(۴) وعد اور وعید: اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندہ پر انعام فرمائے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور بندہ کی نافرمانی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب سے ڈرایا ہے' اس وعد اور وعید کو اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

(۵) قصص اور امثال: گزشتہ امتوں کے صالحین کے واقعات اور نافرمانوں پر عذاب کی عبرت انگیز مثالیں۔

(۶) معاد: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور مومنین کے لیے جزاء اور کفار کے لیے سزا کا بیان۔

(۷) دعا: تمام عبادات کا خلاصہ اور حاصل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں انسان کو ہدایت عطا فرمائے اور اس پر تاحیات برقرار رکھے اور آخرت میں عذاب سے نجات' جنت نعیم' اپنی خوشنودی' رضا اور دیدار عطا فرمائے۔ سورہ فاتحہ میں ان تمام مضامین کو اجمال' اختصار اور اشارات سے بیان کر دیا گیا ہے۔

(۱) سورہ فاتحہ کے شروع میں فرمایا: ''الحمد للہ رب العلمین. تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے''. یعنی حمد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے' کیونکہ وہی تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی پرورش سے ان کو باقی رکھے ہوئے ہے' آسمان' زمین' پہاڑ' سمندر' جمادات' نباتات' حیوانات' انسان اور جن یہ سب اپنے وجود میں کسی موجد کے اور اپنی بقا میں کسی رب کے محتاج ہیں' اور یہ سب ممکنات ہیں' اس لیے ان کو پیدا کرنے والا اور ان کو باقی رکھنے والا ممکن نہیں ہوسکتا کیونکہ ممکن تو پھر انہی کی طرح اپنے وجود اور بقاء میں محتاج ہوگا' اس لیے ضروری ہے کہ ان کا موجد اور ان کا رب واجب بالذات ہو' اور واجب بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہے' وہی تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ان کی پرورش کرنے والا ہے' اس کائنات رنگ و بو میں جو حسن اور کمال ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے' اور حمد' حسن اور کمال پر ہوتی ہے تو تمام محامد کا وہی مستحق ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لائق ہیں' اس آیت میں جہاں یہ بتایا ہے کہ تعریف کا مستحق صاحب کمال نہیں ہے خالق کمال ہے' وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمام کائنات کا خالق اور مربی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ

Marfat.com

قرآن کا وہ پہلا مضمون ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

(۲) سورہ فاتحہ کی چھٹی آیت میں ہے: ''صراط الذین انعمت علیهم. ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا''
اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ان کا بیان اس آیت میں ہے:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ. (النساء: ۶۹) جن پر اللہ نے انعام کیا وہ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔

نیز فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۙ. (مریم: ۵۸) جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نسل آدم سے انبیاء ہیں۔

قرآن مجید کا دوسرا اہم مضمون نبوت ہے اور اس کی طرف اشارہ ''صراط الذین انعمت علیهم'' میں ہے۔

(۳) قرآن مجید کا تیسرا اہم مضمون عبادت ہے' اور اس کا ذکر ''ایاك نعبد. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں'' میں ہے۔

(۴) وعد اور وعید کی طرف اشارہ ''مالك یوم الدین'' میں ہے۔

(۵) گزشتہ امتوں کے واقعات اور مثالیں' نیکوں پر انعام اور بدکاروں پر غضب اور عذاب' اس کی طرف اشارہ چھٹی اور ساتویں آیت ''صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین'' میں ہے۔

(۶) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور مومنین کے لیے جزاء اور کفار کے لیے سزا کی طرف اشارہ بھی ''مالك یوم الدین'' میں ہے۔

(۷) قرآن مجید کا بہت اہم مضمون اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے' اور اس سورت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کی جائے' اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے' جس کا ذکر ''الحمد للّٰه رب العلمین الرحمٰن الرحیم'' میں ہے۔ پھر خضوع اور خشوع کا اظہار کیا جائے جس کا ذکر ''ایاك نعبد و ایاك نستعین'' میں ہے' پھر اپنے عجز اور احتیاج کو بیان کیا جائے جس کا بیان ''ایاك نعبد و ایاك نستعین'' میں ہے' پھر حرف مدعا زبان پر لایا جائے اور اس سے مانگا جائے' نیز یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا جائے اور کیا نہ مانگا جائے تو بتلایا اس سے صراط مستقیم پر برقرار رہنے کی ہدایت مانگو' وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتگان کا راستہ ہے نہ ان کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا اور نہ گمراہوں کا' پھر جیسے ہی ہدایت کی دعا ختم ہوتی ہے تو اس کے جواب میں فوراً ہدایت آ جاتی ہے ''المٓO ذالك الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین'' یعنی تم نے ہم سے ہدایت مانگی تھی تو یہ پوری کتاب تمہارے لیے ہدایت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے دعا کرو گے تو اس دعا کی استجابت یقینی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں شیطان مردود (کے وسوسوں) سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں

اعوذ باللہ کے مفردات کے معانی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ (النحل: ۹۸) پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں○

استعاذہ کا معنی ہے: کسی ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لیے کسی چیز کی پناہ میں آنا' شیطان کا لفظ ''شطن'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے خیر سے دور ہونا' شیطان کو شیطان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا' ایک قول یہ ہے کہ شیطان ''شیط'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا' اس بناء پر شیطان کو شیطان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں ہلاک ہو گیا' رجیم کا لفظ ''رجم'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے سنگسار کرنا' قتل کرنا' لعنت کرنا اور دھتکارنا' چونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان پر لعنت کی ہے' اس کو دھتکار کر راندہ بارگاہ کر دیا ہے اس وجہ سے اس کو رجیم کہتے ہیں۔

اعوذ باللہ کے صرف اور اعراب کا بیان

شیطان صفت مشبہ کا صیغہ ہے' اگر یہ ''شیط'' سے بنا ہے تو اس کا وزن فعلان ہے اور اگر یہ ''شطن'' سے بنا ہے تو اس کا وزن فیعال ہے' رجیم فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور مفعول کے معنی میں ہے' اس کا معنی ہے: راندہ ہوا' دھتکارا ہوا۔

''من'' ابتداء کے لیے ہے اور جار مجرور ''اعوذ'' کے متعلق ہے' اس کا معنی ہے: میں شیطان رجیم سے پناہ مانگنے کی ابتداء اللہ سے کرتا ہوں' اور یہ من سببیہ بھی ہو سکتا ہے' اور اس کا معنی ہوگا: شیطان رجیم کے سبب سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

نماز اور غیر نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز میں قیام کرتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر پڑھتے:

''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك'' پھر تین مرتبہ ''لا اله الا الله'' پڑھتے' پھر تین مرتبہ پڑھتے: ''الله اكبر كبيرا اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم من همزه و نفخه و نفثه'' (میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو بہت سننے والا' بہت جاننے والا ہے' شیطان رجیم کے مجنون کرنے' اس کے تکبر اور اس کے شر سے) اس کے بعد آپ قراءت کرتے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[1] اور امام بیہقی[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو فرماتے: ''اللهم انى اعوذ بك من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه''۔ (المصنف ج ۱ ص ۲۳۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عطاء نے کہا: اعوذ باللہ پڑھنا ہر قراءت میں واجب ہے خواہ وہ قراءت نماز میں ہو یا غیر نماز میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ (النحل: ۹۸) ابن جریج نے کہا: ہاں! میں

1. امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ' المصنف ج ۱ ص ۱۸۳' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ
2. امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۶ ـ ۳۵' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

Marfat.com

پڑھتا ہوں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ باللہ السمیع العلیم الرحمٰن الرحیم ' من الشیطان الرجیم واعوذ بك رب ان یحضرون اوید خلوا بیتی الذی یووینی '' عطا نے کہا: یہ پڑھنا بھی تمہیں کفایت کرے گا' لیکن تم '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' سے زیادہ نہ پڑھا کرو۔ (المصنف ج ۱ ص ۸۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اور میری تلاوت قرآن کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شیطان کا نام خنزب ہے' تم جب اس کو محسوس کرو تو '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھو' اور بائیں جانب تین بار تھوکو۔ (المصنف ج ۱ ص ۸۵ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید پڑھنے سے پہلے '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھتے تھے۔ (المصنف ج ۱ ص ۸۶ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

ابراہیم نے کہا: ہر چیز سے پہلے '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھنا کافی ہے۔

(المصنف ج ۱ ص ۸۵ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک فرض نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں' اور تراویح میں پڑھنے کے قائل ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۸۶ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا (بلا کراہت) جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔

(الشرح الکبیر علی حاشش الدسوقی ج ۱ ص ۲۵۱ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نماز میں قراءت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے' حسن' ابن سیرین' عطا' ثوری' اوزاعی' شافعی اور اصحاب رائے کا یہی نظریہ ہے' امام مالک نے کہا: نماز میں قراءت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر' اور حضرت عمر نماز کو '' الحمد للہ رب العلمین '' سے شروع کرتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(المغنی ج ۱ ص ۲۳۶ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھتے تھے' سراً پڑھتے تھے اور جہراً قراءت '' الحمد للہ رب العلمین '' سے شروع کرتے تھے تا کہ اس روایت کا ان احادیث سے تعارض نہ ہو جس میں قراءت قرآن سے پہلے '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھنے کی تصریح ہے۔

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

دعاء استفتاح (سبحانك اللهم) کے بعد '' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' پڑھنا مستحب ہے' ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ '' اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم '' پڑھے اور ہر اس لفظ کا پڑھنا جائز ہے' جس سے

Marfat.com

یہ معنی حاصل ہو اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نماز سری ہو یا جہری اس کو سراً پڑھے' ایک قول یہ ہے کہ جہری نماز میں جہراً پڑھے' ایک قول یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے' ایک قول یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قطعاً آہستہ پڑھے' نیز مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھنا زیادہ موکد ہے' امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۳۴۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

جب نماز میں قراءت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے' اگر سورہ فاتحہ مکمل پڑھنے کے بعد اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب اس کو چھوڑ دے اور اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو یاد آیا تو اعوذ باللہ پڑھے اور از سرنو سورہ فاتحہ پڑھے' اور جب شاگرد استاد کو قرآن مجید سنائے تو اس وقت اعوذ باللہ نہ پڑھے' یعنی اس وقت پڑھنا سنت نہیں ہے' جب مسبوق اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو قراءت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے' امام عید کی نماز میں تکبیرات عید کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ تکبیرات عید کے بعد قراءت شروع ہوتی ہے (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب سورہ فاتحہ کو دوبارہ اعوذ باللہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے' کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سنت کی وجہ سے فرض (قراءت) کو چھوڑ دیا جائے' نیز اس سے واجب کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا کیونکہ سورہ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو دوبارہ پڑھنا سجدہ سہو کا موجب ہے' اور فقیہ ابو جعفر نے ''نوادر'' میں ذکر کیا ہے کہ نمازی نے اللہ اکبر پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ اور ''بسم اللہ'' پڑھی اور ثناء پڑھنا بھول گیا تو اب ثنا نہ پڑھے' اسی طرح اگر اس نے اللہ اکبر کے بعد قراءت شروع کردی اور ثناء' اعوذ باللہ اور ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول گیا تو اب ان کو دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ ان کا محل فوت ہو گیا اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے' اس کو زاہدی نے ذکر کیا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ علامہ حصکفی کا یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اعوذ پڑھنا بھول گیا اور سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کردی تو اعوذ پڑھ کر از سرنو سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کرے)۔

''ذخیرہ'' میں یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھے اور اس سے اس کا مقصد قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر حصول برکت کے لیے بسم اللہ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی شخص شکر ادا کرنے کی نیت سے ''الحمد للہ رب العلمین'' پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ قاعدہ پڑھنے کے اعتبار سے ہے افعال کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے' اس لیے بیت الخلاء جانے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الخبث والخبائث'' پڑھنا اس قاعدے کے منافی نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ ثوری اور عطا نے یہ کہا ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کے محل میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا محل ثناء کے بعد ہے اور یہ قراءت کے تابع نہیں ہے' لہٰذا جو شخص بھی ثنا پڑھے گا وہ اعوذ باللہ پڑھے گا' کیونکہ اعوذ

Marfat.com

باللہ پڑھنا دفع وسوسہ کے لیے ہے اور دفع وسوسہ کے سب محتاج ہیں' لہٰذا امام اور منفرد جس طرح ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھیں اسی طرح مقتدی بھی پڑھے اور عید کی نماز میں بھی امام اس کو ثناء کے بعد پڑھے نہ کہ تکبیرات کے بعد' اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اعوذ باللہ پڑھنا قراءت کے تابع ہے' لہٰذا جو شخص تلاوت قرآن کرے گا وہی اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور مقتدی چونکہ قراءت نہیں کرتا اس لیے وہ اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا اور امام اور منفرد چونکہ قراءت کرتے ہیں اس لیے وہ اعوذ باللہ پڑھیں گے۔ اسی طرح عید کی نماز میں چونکہ قراءت تکبیرات کے بعد شروع ہوتی ہے اس لیے تکبیرات کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی۔ فتاویٰ قاضی خان' ہدایہ' اس کی شروح' کافی' اختیار اور اکثر کتابوں میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا قراءت کے تابع ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۳۰۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ)

نیز علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

دوسری رکعت میں ثناء پڑھے گا نہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ ان کا محل اول صلوۃ اور اول قراءت ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھنے سے امام ابو یوسف کی تائید ہوتی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا ثنا کے تابع ہے اور جب دوسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھی جائے گی تو اعوذ باللہ بھی نہیں پڑھی جائے گی' اگر یہ قراءت کے تابع ہوتی جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے تو دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے اعوذ باللہ کو بھی پڑھا جاتا' سو اس طریقہ میں امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہے حالانکہ تمہارے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول مختار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک مرتبہ قراءت سے پہلے اعوذ باللہ کو پڑھ لیا اور قراءت کے درمیان میں کسی اجنبی فعل کو داخل نہیں کیا تو اس کے لیے دوبارہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور افعال نماز' قراءت کے حق میں اجنبی نہیں ہیں کیونکہ نماز کے اعتبار سے تمام افعال واحد ہیں' لہٰذا اس کی قراءت کے دوران کوئی اجنبی فعل خلل انداز نہیں ہوا' اس لیے اب اعوذ باللہ کا تکرار مسنون نہیں ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۳۲۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

بائے بسم اللہ کا معنی

عربی زبان میں باء متعدد معانی کے لیے آتی ہے اور اس میں تفصیل ہے کہ بسم اللہ میں باء کس معنی میں ہے' علامہ زمخشری کی تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ میں باء مصاحبت اور ملابست کے لیے ہے یعنی شروع کرنے کا فعل اللہ تعالیٰ کے نام سے ملابس ہے اور اس کے نام کے ساتھ شروع ہے' جیسے کہتے ہیں: ''کتبت بالقلم'' میں نے قلم کے ساتھ لکھا' یا اس کا معنی ہے: ''متبرکا بسم اللّٰہ اقراء'' اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں پڑھتا ہوں' یا شروع کرتا ہوں[1] اور علامہ بیضاوی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ باء استعانت کے لیے ہے' یعنی اللہ کے نام کی مدد سے میں شروع کرتا ہوں۔

(انوار التنزیل علیٰ حامش عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۳۸' مطبوعہ بیروت)

بعض علماء نے یہاں فعل امر مقدر کیا ہے' یعنی اللہ کے نام سے ہی شروع کرو۔

[1] علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ' کشاف ج ۱ ص ۵۔ ۴' مطبوعہ مطبعہ بہیہ' مصریہ' ۱۳۴۳ھ

Marfat.com

فعل کو بسم اللہ کے بعد مقدر کرنے کی وجوہ

اس فعل کو بسم اللہ سے پہلے مقدر نہیں کیا بلکہ ''بسم اللّٰہ'' کے بعد مقدر کیا ہے یعنی ''بسم اللّٰہ اقرء یا اشرع''''اللہ کے نام سے ہی شروع کرتا ہوں یا پڑھتا ہوں' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فعل کو بسم اللہ کے بعد مقدر ماننے سے عربی قواعد کے مطابق حصر ہو جائے گا اور معنی ہوگا: اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں' مشرکین کسی اہم کام کو بتوں کے نام سے شروع کرتے تھے اور جب ہم کہیں گے: اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں تو اس سے ان مشرکین کا رد ہوگا' جیسے قرآن مجید میں ہے:'' ایاك نعبد'' اس میں بھی فعل کو موخر ذکر کیا ہے تاکہ حصر مستفاد ہو' اس کا معنی ہے: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ مقدم اس کو کیا جاتا ہے جو اہم ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام اور ہمارے فعل ان دونوں میں اہم اللہ تعالیٰ کا نام ہے' اس لیے فعل کو موخر اور اللہ تعالیٰ کے نام کو مقدم ماننا چاہیے' تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بندہ کے تذلل کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہو اور پھر ہمارے کام کا ذکر ہو' چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ ترتیب نفس الامر اور واقع کے بھی مطابق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام پہلے ہے ہم اور ہمارا فعل بعد میں ہے' پانچویں وجہ یہ ہے کہ انبیاء سابقین نے بعض مواقع پر پہلے اپنا ذکر کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کا' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیا' پھر اپنا نام لیا' مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ'' (الشعراء: ۶۲) ''بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے'' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' (التوبہ: ۴۰) ''بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے'' اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی طرف خط لکھا:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ (النمل: ۳۰) بے شک یہ (خط) سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۝

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ھرقل کی طرف خط لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (سیدنا) محمد عبد اللہ ورسولہ کی جانب سے روم کے بادشاہ ھرقل کے نام'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵)

اور صلح نامہ حدیبیہ میں لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ ہے جس کا (سیدنا) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹)

سو اگر فعل بسم اللہ سے پہلے مقدر مانا گیا تو حضرت موسیٰ اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی اتباع ہوگی اور اگر بسم اللہ کے بعد فعل کو مقدر مانا گیا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہوگی اور چھٹی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ کے بعد فعل کو مقدر ماننا کلام اللہ کے مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید میں فعل کا ذکر بسم اللہ کے بعد ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ (ھود: ۴۱) اللہ کے نام کی مدد سے ہے' اس کشتی کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔

ہم نے بسم اللہ کا ترجمہ کیا ہے: اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) اس میں لفظ اللہ کو پہلے ذکر کر کے ان وجوہ کی طرف اور ''ہی'' سے حصر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بسم اللہ میں اسم کا الف حذف کرنے کی وجہ

مشہور نحوی فراء لکھتے ہیں:

Marfat.com

تمام مصاحف کے لکھنے والوں اور قراء کا اس پر اجماع ہے کہ بسم اللہ میں اسم کا الف محذوف ہے اور" فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ○ " (الواقعہ: ۷۴' الحاقہ: ۲۵) میں الف کو برقرار رکھا گیا ہے کیونکہ سورتوں اور دیگر کتابوں کی ابتداء میں بسم اللہ کی جگہ معروف ہے' اور پڑھنے والا اس کے معنی سے ناواقف نہیں ہے اور اس کے الف کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے اس کو حذف کردیا' کیونکہ عرب کا طریقہ اختصار' اور کثیر الاستعمال لفظ کے حروف کو کم کرنا ہے بہ شرطیکہ اس کا معنی معروف ہو' اور " فسبح باسم ربك " میں الف کو برقرار رکھا گیا ہے کیونکہ بسم اللہ کی بہ نسبت " باسم ربك " کا استعمال بہت کم ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کھانے' پینے' ذبح کرنے بلکہ ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (معانی القرآن' مطبوعہ بیروت)

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ اسم کا الف جو حذف کیا گیا ہے اس کے عوض بائے بسم اللہ کو لمبا کر کے لکھا جاتا ہے۔

لفظ اللہ کا معنی اور کے وصف یا علم ہونے کی تحقیق

علامہ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں:

لفظ اللہ اصل میں " الاہ " ہے پھر اس پر الف لام داخل کیا گیا تو " الالاہ " ہو گیا' پھر تخفیفاً الف کو حذف کیا اور اس کی حرکت پہلے لام پر داخل کردی اور پہلے لام کا دوسرے لام میں ادغام کر دیا تو یہ لفظ " اللہ " ہو گیا ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل میں " لاہ " ہے' اس پر الف لام داخل کیا اور لام کا لام میں ادغام کیا تو یہ لفظ " اللہ " ہو گیا اور خلیل سے منقول ہے کہ اس کی اصل " ولاہ " ہے۔ (مشکل اعراب القرآن' مطبوعہ انتشارات نور' ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

" الہ " کا معنی ہے حیرت زدہ ہونا' کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں غور کرتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے' اور " لاہ " سریانی زبان کا لفظ ہے' جو چیز بلند اور محجوب ہو اس کو " لاہ " کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانی آنکھوں سے محجوب ہے اور جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس سے بلند ہے' اور " ولاہ " کا معنی ہے بچہ کا خوف زدہ ہو کر ماں کی طرف لپکنا' اور تمام مخلوق اپنے مصائب اور پریشانیوں میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتی ہے' ان وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ اللہ " الہ " سے " لاہ " سے یا " ولاہ " سے بنا ہے۔ ابن اثیر نے کہا: یہ " الہ " سے بنا ہے اور منذری نے کہا: یہ " الالہ " سے بنا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۳ ص ۴۶۹۔ ۴۶۷' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران)

اور علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

سیبویہ نے کہا کہ لفظ اللہ کا " لاہ " سے بننا جائز ہے' اس کا معنی بلندی اور ارتفاع ہے۔

(قاموس ج ۴ ص ۴۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ اللہ ذات واجب الوجود کے لیے علم (شخصی نام) ہے جو کہ تمام صفات کمال کی جامع ہے اور یہ لفظ مشتق نہیں ہے' ابن العربی نے کہا: یہ علم ہے اور الٰہ حق پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام اسماء حسنیٰ الٰہیہ احدیہ کا جامع ہے۔

(تاج العروس ج ۱ ص ۳۷۴' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

ہمارے نزدیک تحقیق یہی ہے کہ لفظ اللہ کسی لفظ سے نہیں بنا' اور یہ اصل میں علم ہے وصف نہیں ہے کیونکہ لفظ اللہ موصوف ہوتا ہے اور کسی موصوف کی صفت نہیں بنتا' نیز اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ان صفات کے عمل کے لیے کسی موصوف کی ضرورت ہے اور لفظ اللہ کے علاوہ اور کوئی لفظ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور اگر لفظ اللہ مشتق اور صفت ہو تو پھر لا الہ الا اللہ سے

Marfat.com

توحید ثابت نہیں ہوگی کیونکہ صفت کلی ہوتی ہے اور شرکت کثیرین سے مانع نہیں ہوتی اور علامہ بیضاوی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ لفظ اصل میں وصف تھا اور غلبہ استعمال کی وجہ سے بہ منزلہ علم ہوگیا کیونکہ پھر مرتبہ وضع میں توحید ثابت نہیں ہوگی' اور ''الہ'' اور ''لاہ'' کے ساتھ لفظی مناسبت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ ان میں سے کسی ایک لفظ سے بنا ہو اور حق یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات کسی سے نہیں بنی اسی طرح اس کی ذات پر دلالت کرنے والا بھی کسی لفظ سے نہیں بنا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ عصام الدین نے کہا ہے کہ لفظ اللہ اس ذات کے لیے علم (شخصی نام) ہے جو واجب الوجود ہے' اور تمام صفات محمودہ کی جامع ہے' اور علامہ میر سید شریف نے کہا: جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرنے سے انسان کی عقل حیران اور عاجز و درماندہ ہے اسی طرح اس کی ذات پر دلالت کرنے والے اسم کی حقیقت کو پانے سے بھی عقلیں حیران اور پریشان ہیں۔ کسی نے کہا: یہ لفظ سریانی ہے' کسی نے کہا: یہ عربی ہے' کسی نے کہا: یہ وصف اور مشتق ہے' کسی نے کہا: علم ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ لفظ اللہ عربی ہے اور علم مرتجل ہے (کوئی اور لفظ اس کی اصل نہیں ہے) امام ابوحنیفہ' امام محمد بن الحسن' امام شافعی اور خلیل کا یہی نظریہ ہے' امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یہی اسم ہے' امام طحاوی اور دیگر کثیر علماء اور عارفین کا یہی قول ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

رحمٰن اور رحیم کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

رحمت اس رقت قلب کو کہتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ مرحوم پر احسان کیا جائے' کبھی یہ لفظ رقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی' اور جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو پھر اس کا معنی صرف احسان اور افضال ہے نہ کہ رقت قلب' اور جب رحمت آدمیوں کی صفت ہو تو پھر اس کا معنی رقت اور شفقت ہے۔

رحمان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رحمان کا معنی ہے: وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہو اور اس معنی کا مصداق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا' اور رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ رحیم کا معنی ہے: جو بہت رحم کرتا ہو' قرآن مجید میں رحیم کا اطلاق اللہ پر بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحج: ۶۵)	بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے ۝

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۲۸)	بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے ایک عظیم رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا سخت دشوار ہے' وہ تمہاری بھلائی پر بہت حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں ۝

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن ہے کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مومنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں اس کا احسان صرف مومنوں پر ہوگا کافروں پر نہیں ہوگا۔

Marfat.com

(المفردات ص ۱۹۲۔ ۱۹۱، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ)

رحمٰن کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجوہ

خلاصہ یہ ہے کہ رحمان اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمان میں رحیم کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔ اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ عرب کا طریقہ یہ ہے کہ صفات مدح میں ادنی سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں: ''فلان عالم نحریر'' (فلاں شخص عالم' ماہر ہے) اس لیے بہ ظاہر پہلے رحیم اور پھر رحمان کا ذکر ہونا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ رحمٰن کا اطلاق چونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر پر نہیں ہوتا' اس لیے یہ لفظ اللہ کی طرح ہے اور بہ منزلہ علم ہے' اور رحیم وصف ہے اور علم وصف پر مقدم ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ رحمٰن کا لفظ تمام عظیم اور جلیل نعمتوں کو شامل ہے جو بہ منزلہ اصول ہیں اور رحیم اس کا تتمہ ہے جو فروعی اور دقیق نعمتوں کو شامل ہے اور جو لفظ جلیل' عظیم اور اصل نعمتوں پر دلالت کرتا ہے وہ اس لفظ پر مقدم ہونا چاہیے جو دقیق اور فروعی نعمتوں پر دلالت کرتا ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ رحمٰن کا تعلق دنیا سے ہے اور رحیم کا تعلق آخرت سے ہے اور دنیا آخرت سے پہلے ہے' اس لیے رحمٰن کا ذکر رحیم سے پہلے کیا ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ رحمان عام ہے کیونکہ اس کا تعلق مومن اور کافر دونوں سے ہے اور رحیم خاص ہے کیونکہ اس کا تعلق صرف مومن سے ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے اس لیے رحمان کو رحیم پر مقدم کیا ہے' کیونکہ رحمٰن میں رحیم کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہے' اس لیے ہم نے رحمٰن کا معنیٰ ''نہایت رحم فرمانے والا'' اور رحیم کا معنیٰ ''بہت مہربان'' کیا ہے۔

بسم اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رمز اور اشارہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

الف بسیط اور مطلق ہے اور وہ اپنی بساطت اور اطلاق کی وجہ سے اللہ عزوجل کی ذات مطلقہ پر دلالت کرتا ہے اور الف کے بعد باء ہے اور یہ تمام تعینات پر مقدم ہے سو باء اپنے تعین اول کے لحاظ سے حقیقت محمدی پر دلالت کرتی ہے' اسی طرح بسم اللہ کی باء میں ذات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اشارہ ہے' اور باء پر کسرہ (زیر) ہے اور اس سے آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے صرف بہ طور رحمت بھیجا ہے ○

نیز فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ: ۱۲۸) اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں ○

اس میں یہ رمز ہے کہ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اگرچہ وہ صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کا ہر وصف اعلیٰ ہے لیکن ان پر صفت رحمت کا غلبہ ہے' وہ ''رء وف رحیم'' ہیں اور جس کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں وہ ''الرحمن الرحیم'' ہے' یہی وجہ ہے کہ قرآن کی ہر سورت سے پہلے بسم اللہ ہے اور اس میں آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے' سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی' وہ براءۃ سے شروع ہے اور باء سے آپ کی ذات اور باء کی فتح (زبر) سے آپ کی صفت جلال کی طرف اشارہ ہے' قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں' ایک سو تیرہ سورتوں میں بسم اللہ کے ذکر سے آپ کی رحمت کی طرف اشارہ ہے اور ایک سورت میں براءۃ کی نصب سے آپ کے غضب کی

Marfat.com

طرف اشارہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہر سورت کی لوح جبیں پر حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے۔ ایک سو تیرہ سورتوں میں آپ کے جمال کی طرف اور ایک سورت میں آپ کے جلال کی طرف اشارہ ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۵۲-۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بعض محققین نے بیان کیا کہ بسم اللہ میں باء کے بعد اسم اللہ ہے اور اسم اللہ میں بھی حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے کیونکہ اسم وہ ہے جو مسمّٰی پر دلالت کرے اور یوں تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتی ہے لیکن کامل دلالت کرنے والا وہ ہوگا جس کی دلالت سب کے لیے ہو جو نبیوں اور رسولوں کے لیے بھی اللہ کی دلیل ہو انسانوں اور جنوں کے لیے بھی رہنما ہو شجرو حجر دشت و جبل بحر و بر اور کائنات کی ہر حقیقت کے لیے دلیل ہو اور ایسی کامل دلیل بہ جز ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہے تو وہی اسم اللہ ہیں اور یوں اسم اللہ میں بھی حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے۔ آپ اللہ کا اسم ہیں اور اسم مسند اور مسندالیہ ہوتا ہے اور آپ اللہ کی طرف مسند ہیں اور ساری کائنات کے لیے مسندالیہ ہیں اسم کا خاصہ ہے حرف جر اور جر کا معنی ہے کھینچنا اور آپ لوگوں کو جہنم کے کنارے سے کھینچ کھینچ کر جنت کی طرف لائے اور حروف جارہ میں "من" اور "الی" ہیں "من" ابتدا کے لیے اور "الی" انتہاء کے لیے ہے اور نبوت کی ابتداء بھی آپ سے ہے اور نبوت کی انتہا بھی آپ پر ہے اور حروف جارہ میں باء ہے باء الصاق کے لیے آتی ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانے کے لیے اور آپ نے بندوں کو خدا سے ملایا ہے اور حروف جارہ میں "علی" ہے "علی" استعلاء اور بلندی کے لیے آتا ہے اور آپ ساری کائنات پر بلند ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ کی باء باء کے کسرہ اور اسم اللہ ان سب میں حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے متعلق فقہی مباحث

ایک بحث یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے شروع میں جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھی ہے آیا وہ قرآن کریم کا جز ہے یا نہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ آیا وہ سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں تیسری بحث یہ ہے کہ سورتوں کے اوائل میں جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھی ہے وہ ان سورتوں کا جز ہے یا نہیں۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ نماز میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں چھٹی بحث یہ ہے کہ بسم اللہ کو جہراً پڑھا جائے یا آہستہ اور ساتویں بحث میں بسم اللہ کے احکام شرعیہ اور مسائل ہیں اور آٹھویں بحث میں بسم اللہ کے فوائد اور حکمتیں ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے آیت قرآن ہونے کی تحقیق

علامہ ابوبکر رازی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورہ نمل کی یہ آیت "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝" (النمل: ۳۰) قرآن کریم کا جز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ "اقرا باسم ربك الذی خلق" ہے۔ مسعودی نے حارث کلبی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مکاتیب کی ابتداء میں "باسمك اللھم" لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: "بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ط" (ھود: ۴۱) تو آپ بسم اللہ لکھنے لگے پھر یہ آیت نازل ہوئی: "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط" (الاسراء: ۱۱۰) تو آپ "بسم اللہ الرحمن" لکھنے لگے۔ "سنن ابوداؤد" میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو اس وقت تک نہیں لکھا جب تک کہ سورہ نمل نازل نہیں ہوئی اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ حدیبیہ لکھوایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تو سہیل نے کہا: "باسمك اللھم" لکھو کیونکہ ہمارے نزدیک رحمٰن معروف نہیں ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پہلے قرآن مجید میں نہیں تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس

Marfat.com

کو سورہ نمل میں نازل کیا۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۸ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

''صحیح بخاری'' میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھوائی تو سہیل نے کہا: بہ خدا! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا چیز ہے لیکن آپ ''باسمک اللھم'' لکھیں جس طرح آپ پہلے لکھتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ سورہ نمل کی سورت ہے لیکن اس سے پہلے متعدد سورتیں نازل ہو چکی تھیں' اگر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' ہر سورت کے اوائل کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے ''باسمک اللھم'' کی بجائے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھتے' لہٰذا ''سنن ابوداؤد'' کی مذکور الصدر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ نمل نازل ہونے سے پہلے'' بسم اللہ الرحمن الرحیم'' قرآن مجید میں نہیں تھی اور نہ ہی اوائل سورہ قرآن کا جز تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں' قراء کوفیہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی ایک آیت قرار دیا ہے اور قراء بصریہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی آیات سے شمار نہیں کیا' ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) سے یہ تصریح منقول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے' البتہ ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی نے فقہاء احناف کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت نہیں ہے' ورنہ اس کو بھی جہراً پڑھا جاتا جیسے سورہ فاتحہ کی باقی آیات کو جہراً پڑھا جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورہ فاتحہ) کو نصف' نصف تقسیم کر دیا گیا ہے' نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندہ کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے' پس جب بندہ کہتا ہے: ''الحمد للہ رب العلمین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے: ''الرحمن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے میری تعظیم کی یا میری ثنا کی' اور جب بندہ کہتا ہے کہ ''مالک یوم الدین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے خود کو میرے سپرد کر دیا' اور جب بندہ کہتا ہے: ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے' پھر میرا بندہ کہتا ہے: ''اھدنا الصراط المستقیم'' اخیر سورت تک' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۹-۸ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہوتی تو سورہ فاتحہ کی آیات میں اس کا بھی ذکر اس حدیث میں ہوتا' اور جب آپ نے سورہ فاتحہ کی آیات میں بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ بسم اللہ' سورہ فاتحہ کی آیت اور جز نہیں ہے۔

''شرح صحیح مسلم'' جلد اول میں ہم نے اس کے مزید دلائل ذکر کیے ہیں اور علماء شافعیہ نے ان دلائل کے جو جوابات دیئے ہیں ان پر بحث کی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سورہ فاتحہ کی جز نہیں

Marfat.com

ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورہ فاتحہ کی جز ہے۔

اوائل سور میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ان سورتوں کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اوائل سور میں بسم اللہ قرآن کا جز ہے' کیونکہ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سوئے ہوئے تھے' پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے تلاوت کی: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝ (الکوثر)۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کوثر سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو تبرکاً پڑھا ہے' سورۂ کوثر کی آیت ہونے کے لحاظ سے نہیں پڑھا کیونکہ اگر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہر سورت کی ابتداء میں اس کا جز ہوتی تو آپ پر سب سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نازل ہوتی حالانکہ ''صحیح بخاری'' اور دیگر کتب صحاح میں یہ تصریح ہے کہ آپ پر سب سے پہلے ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' (العلق: ۱) نازل ہوئی ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ آپ پر سب سے پہلے یہی آیت نازل ہوئی ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سورہ نمل میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کتاب اللہ کی آیت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں اس کے آیت ہونے میں اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں یہ آیت نہیں ہے' اس کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سورت شروع ہوئی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے سوا ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز نہیں ہے' علامہ زرکشی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (انصاف ج ۲ ص ۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

غالباً علامہ مرداوی کو اس مسئلہ میں امام شافعی کے اختلاف کا علم نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اوائل سور میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ان سورتوں کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک ہر سورت کے اول میں جو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے وہ اس سورت کی آیت نہیں ہے' کیونکہ اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا' نیز جب یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے تو اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں ہے' کیونکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اور باقی سورتوں کی جز ہے' اور امام شافعی کا یہ قول ہے کہ ہر سورت سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اس سورت کی ایک آیت ہے اور ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف یہ اختلاف تھا کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں۔ اوائل سور سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے جز نہ ہونے کے یہ دلائل ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سورہ توبہ اور سورہ انفال کو سات بڑی سورتوں میں رکھا ہے اور آپ نے ان دو سورتوں کے درمیان ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' نہیں لکھی؟ حضرت عثمان نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے: اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو اور جب آپ پر ایک یا دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی آپ اسی طرح فرماتے' سورہ انفال اس وقت نازل ہوئی جب آپ شروع شروع مدینہ میں آئے تھے اور سورہ توبہ قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اور سورہ انفال کا مضمون سورہ توبہ کے مضمون کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کے ساتھ لاحق ہے' اس لیے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھا' اور ان کے درمیان ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کی سطر نہیں لکھی۔ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کسی سورت کا جز نہیں ہے اور وہ سورت سے پہلے بسم اللہ کو صرف دو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے لکھتے تھے' نیز اگر ہر سورت سے پہلے بسم اللہ اس سورت کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہر شخص کو اس کا علم ہوتا' جیسا کہ دوسری آیات کا سب کو بغیر کسی نزاع کے علم ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن میں ایک سورت کی تیس آیتیں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہے گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کردی جائے گی (وہ سورت ہے) ''تبارك الذی بیدہ الملك'' اور تمام قراء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ ''تبارك الذی'' میں ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کے علاوہ تیس آیتیں ہیں' اگر بسم اللہ اس سورت کا جز ہو تو اس سورت کی اکتیس آیتیں بن جائیں گی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ تمام قراء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ کوثر کی تین اور سورہ اخلاص کی چار آیتیں ہیں' اگر بسم اللہ کو ان سورتوں کا جز مانا جائے تو پھر ان کی آیتوں کی تعداد چار اور پانچ ہو جائے گی اور یہ ان کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۔ ۹ ملخصاً' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام محمد' امام زفر اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ''اعوذ باللّٰہ'' کے بعد سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے' اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں' اسی طرح سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں۔ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک (ضم) سورت سے پہلے دوبارہ بسم اللہ نہ پڑھے' اور امام محمد اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ جب پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو اب اس نماز میں سلام پھیرنے تک اس پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے' اور اگر اس نے ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لی تو مستحسن ہے۔ حسن بن زیاد نے کہا: اگر وہ مسبوق ہے تو اس کی پہلی رکعت میں اس پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ امام پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھ چکا ہے اور امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

امام مالک بن انس نے یہ کہا ہے کہ فرض نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے نہ بلند آواز سے اور نفل میں اس کو اختیار ہے' اگر

Marfat.com

چاہے تو پڑھے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور ہمارے نزدیک تمام نمازوں میں بسم اللہ پڑھے کیونکہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پڑھتے تھے: ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العلمین '' اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں' وہ پست آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ جہراً بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۔ ۱۳' ملخصاً' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام شافعی کے نزدیک چونکہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز ہے اس لیے ان کے نزدیک ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی اور امام احمد کے نزدیک بسم اللہ صرف سورہ فاتحہ کا جز ہے اس لیے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی اور سورت سے پہلے نہیں پڑھی جائے گی۔

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (احناف) اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ نماز میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' کو آہستہ پڑھا جائے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً پڑھے' یہ اختلاف اس وقت ہے جب امام نماز میں جہراً قراءت کرے' اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بہت اختلاف ہے' عمر بن ذر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بلند آواز سے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم '' پڑھی' حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے' پھر سورہ فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے' حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے' ابراہیم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم '' آہستہ پڑھتے تھے' جہر سے نہیں پڑھتے تھے' اور حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم '' آہستہ پڑھتے تھے' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اور مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا بدعت ہے' امام ابوحنیفہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعرابیوں (بدوؤں) کا طریقہ ہے' اسی طرح عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' کو جہر سے پڑھتے تھے نہ ''اعوذ باللّٰہ '' کو نہ آمین کو' اور حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان نماز میں بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مغفل جہر سے بسم اللہ پڑھنے کو بدعت کہتے تھے۔ (جامع ترمذی ص ۶۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو ''اللّٰہ اکبر '' اور ''الحمد للّٰہ رب العلمین '' کی قراءت سے شروع کرتے تھے اور سلام سے ختم کرتے تھے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرض نماز میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' کو جہراً نہیں پڑھا' نہ حضرت ابوبکر نے نہ حضرت عمر نے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۔ ۱۷' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہ پڑھا جائے' خواہ ہم اس کو سورہ فاتحہ کا جز کہیں یا نہ کہیں' یہی صحیح قول ہے' مجد نے اپنی شرح میں اس کی تصحیح کی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ ترک جہر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے' خواہ ہمارے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کا جز

Marfat.com

ہے ابن حمدان' ابن تمیم' ابن جوزی اور زرکشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس قول کو مقدم رکھا ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے۔

ابن حامد اور ابوالخطاب نے ایک روایت جہر کی بیان کی ہے' بہ شرطیکہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کا جز کہا جائے' ابن عقیل نے بھی اس کا ذکر کیا' ایک قول یہ ہے کہ مدینہ میں جہر کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ نفل میں جہر کیا جائے' اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ ''بسم اللہ' اعوذ باللہ'' اور سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ وغیرہ میں کبھی کبھی جہر سے پڑھا جائے۔

(انصاف ج ۲ ص ۴۹۔ ۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۲ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو جہراً پڑھا جائے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے فرض نماز میں بسم اللہ پڑھنے سے منع کیا ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری' سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے نہ اس کے بعد والی سورت سے پہلے اور نفل نماز میں جائز کہا ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۸۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک جہری نماز میں سورہ فاتحہ اور بعد کی سورت سے پہلے بسم اللہ کو جہراً پڑھے اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک جہری نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ کو آہستہ پڑھے اور امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں مطلقاً بسم اللہ نہ پڑھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے احکام شرعیہ اور مسائل

علامہ سید احمد طحطاوی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے احکام شرعیہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۱) ذبح کرتے وقت' شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ ''البحر الرائق'' میں لکھا ہے کہ بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے صرف اللہ کا نام لینا شرط ہے' اور بعض کتابوں میں ہے: ''الرحمٰن الرحیم'' نہ کہے (صرف بسم اللہ کہے) کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

(۲) ''قنیہ'' میں لکھا ہے کہ ہر رکعت میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا واجب ہے' اور اس کے ترک سے سجدہ سہو کرنا لازم ہے' لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

(۳) وضو کی ابتداء میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے' استنجاء سے پہلے اور بعد بھی' لیکن حالت استنجاء اور محل نجاست میں نہ پڑھے۔ اگر وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول گیا تو دوران وضو جب بھی یاد آئے بسم اللہ پڑھ لے' وضو کے اول میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے اور درمیان میں پڑھنا مستحب ہے۔

(۴) کھانے کی ابتداء میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے' اگر بھول گیا تو درمیان میں پڑھنا بھی سنت ہے اور درمیان میں یوں پڑھے: ''بسم اللہ اولہ واخرہ''۔

(۵) سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

(۶) کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

(۷) قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے ''اعوذ باللہ'' کے بعد ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے۔

Marfat.com

(۸) مشتبہ چیز کھاتے وقت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنا مکروہ ہے' جمہور کے نزدیک تمباکو نوشی کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۹) سورہ انفال کے بعد سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے' اگر سورہ توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو پھر بعض مشائخ کے نزدیک بسم اللہ مکروہ نہیں ہے۔

(۱۰) اٹھنے' بیٹھنے' چلنے پھرنے اور دیگر کاموں کے وقت بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

(۱۱) "خلاصۃ الفتاویٰ" میں مذکور ہے: اگر کسی شخص نے شراب پیتے وقت یا حرام کھاتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا' یہاں حرام سے مراد حرام قطعی ہے' کیونکہ کسی کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور برکت حاصل کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اسی کام میں حاصل کی جائے گی جس کام کو اس نے جائز کیا ہو اور اس پر وہ راضی ہو' اس لیے کسی حرام کام پر بسم اللہ پڑھنا اسکو حلال قرار دینے کے مترادف ہے اور حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے۔

(۱۲) جنبی اور حائض کے لیے بہ طور قرآن "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنا حرام ہے' البتہ بطور ذکر اور برکت حاصل کرنے کے لیے پڑھنا جائز ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۔۵' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء لکھنے اور پڑھنے کے آداب

علامہ سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں:

"فصول" میں مذکور ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام سنے اس پر اللہ کی تعظیم کرنا واجب ہے مثلاً "عزوجل' جل مجدہ" یا "تبارك وتعالٰی" کہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لکھے تو اس کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمہ مثلاً عزوجل لکھے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی حفاظت کرے اور بار بار پڑھنے سے نہ اکتائے' اگر اصل کتاب میں صلوٰۃ وسلام نہ ہو تو خود زبان سے پڑھے' اسی طرح صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور علماء کے اسماء کے ساتھ رحمہ اللہ لکھے اور پڑھے' اور صرف صلوٰۃ یا سلام پر اختصار کرنا مکروہ ہے' ملا مسکین نے لکھا ہے: یہ مکروہ نہیں ہے' لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی نہیں ہے مکروہ تنزیہی بہر حال ہے' اسی طرح لکھتے وقت رمز اور اشارہ سے صلوٰۃ وسلام اور رضی اللہ عنہ لکھنا (مثلاً ص یا صلعم یا رض لکھنا) مکروہ ہے مکمل "علیہ الصلوٰۃ والسلام" اور "رضی اللہ عنہ" لکھے' تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو ہمزہ اور میم کے ساتھ لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کفر ہے' تاہم یہ کفر اس وقت ہوگا جب کوئی شخص تخفیف کے قصد سے ایسا کرے گا' بہر حال اس سے احتیاط لازم ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فوائد اور حکمتیں

(۱) علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو مقدم کر کے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے تمام اقوال' افعال اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے شروع کیا کریں۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۸' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۲۳ھ)

(۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ کھانے' پینے' ذبح کرنے' جماع کرنے' وضو کرنے' کشتی میں سوار ہونے' غرض ہر (صحیح) کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (الانعام: ۱۱۸) تو اس (ذبیحہ) سے کھاؤ' جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔
وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا. اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس کا چلنا اور رکنا اللہ کے نام سے ہے۔ (ھود: ۴۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو' چراغ گل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو' برتن ڈھانکتے ہوئے بسم اللہ پڑھو' اور مشک کا منہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص عمل تزویج کے وقت کہے: بسم اللہ' اے اللہ! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہم کو عطا کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ' تو اگر اس عمل میں ان کے لیے اولاد مقدر کی جائے گی تو اس کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا' اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے فرمایا: اے بیٹے! بسم اللہ پڑھو' اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ' اور آپ نے فرمایا: شیطان ہر کھانے کو حلال کر لیتا ہے ماسوا اس کھانے کے جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو' حضرت عثمان بن ابی العاص نے آپ سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے' آپ نے فرمایا: تین بار بسم اللہ پڑھو' اور سات بار یہ پڑھو' **اعوذ بعزة اللّٰه وقدرته من شر ما اجد واحاذر** '' یہ تمام احادیث صحیح ہیں' اور امام ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنو آدم بیت الخلاء میں داخل ہوں تو ان کی شرم گاہوں اور شیاطین کے درمیان بسم اللہ حجاب ہے' اور امام دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو پہلے بسم اللہ پڑھتے' پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۸۔ ۹۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

(۳) ہر نیک اور صحیح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی انسان کو عادت پڑ جائے تو پھر اس کا برے کاموں سے باز رہنا زیادہ متوقع ہوگا' کیونکہ اگر وہ کسی وقت خواہش نفس سے مغلوب ہو کر برائی میں ہاتھ ڈالے گا تو عادۃً اس کے منہ سے بسم اللہ نکلے گی' اور پھر اس کا ضمیر اس کو سرزنش کرے گا۔

(۴) انسان اسی کا نام بار بار لیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے' اس لیے جو انسان ہر صحیح کام کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

(۵) علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سعید بن ابی سکینہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو '' **بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم** '' لکھتے دیکھا تو فرمایا: اس کو خوبصورت لکھو' کیونکہ ایک شخص نے بسم اللہ کو خوبصورت لکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

(۶) سعید بن ابی سکینہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کاغذ کو دیکھا اس میں '' **بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم** '' لکھی ہوئی تھی' اس نے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کی بخشش دیا گیا۔

(۷) بشر حافی پہلے ایک ڈاکو تھے' انہوں نے راستہ میں ایک کاغذ دیکھا جو لوگوں کے پیروں تلے آ رہا تھا' انہوں نے اس کاغذ کو اٹھایا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا' انہوں نے بہت قیمتی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر وہ خوشبو لگائی اور اس کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا' رات کو خواب میں انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں رکھا ہے' میں تم کو دنیا اور آخرت میں خوشبو دار رکھوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور ولی کامل بن گئے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ '' **بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم** '' پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلہ اس کو جہنم کے ایک فرشتہ سے محفوظ رکھے کیونکہ بسم اللہ کے انیس حرف ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

Marfat.com

(۹) امام رازی لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دی' اور فرمایا: اس میں ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' لکھواؤ' حضرت ابوبکر نے نقاش سے کہا: اس میں ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' لکھ دو' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ انگوٹھی پیش کی تو اس میں لکھا ہوا تھا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر صدیق'' آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! یہ زائد (کیسے لکھا ہوا ہے؟) حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کرنا پسند نہیں کیا اور باقی میں نے نہیں لکھوایا' اور حضرت ابوبکر اس پر شرمندہ تھے' تب جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: یارسول اللہ! ابوبکر کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ جب ابوبکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اللہ عزوجل کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ ابوبکر کے نام کو آپ کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا اور اس میں سے نکتہ یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ کے فراق کو گوارا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا مرکز بن جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کے نام سے فراق نہ گوارا کرے اور ہر کام کے ساتھ اللہ کا نام لے وہ کب اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم ہوگا!

(۱۰) حضرت نوح علیہ السلام نے ''بسم اللّٰہ مجرھا و مرسھا'' کہا تو طوفان سے نجات پالی' حالانکہ بسم اللہ' ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کا نصف ہے تو جب ایک بار نصف بسم اللہ کے پڑھنے سے طوفان سے نجات مل گئی تو جو شخص ساری عمر بسم اللہ پڑھتا رہے' وہ نجات سے کیسے محروم ہوگا!

(۱۱) قیصر روم نے حضرت عمر کی طرف لکھا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے جس سے افاقہ نہیں ہوتا' میرے لیے کوئی دوا بھیج دیجئے' حضرت عمر نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی' وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تو آرام آجاتا اور اس ٹوپی کو اتار دیتا تو پھر سر میں درد شروع ہو جاتا' وہ حیران ہوا' اور ایک دن اس نے ٹوپی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک کاغذ تھا جس میں لکھا ہوا تھا: ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم''۔

(۱۲) بعض کفار نے حضرت خالد بن ولید سے کہا: آپ ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں' آپ ہمیں اسلام کی صداقت پر کوئی نشان دکھائیے تاکہ ہم بھی اسلام لے آئیں' حضرت خالد نے زہر منگایا اور ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحیح سالم کھڑے رہے' مجوس نے کہا: واقعی یہ دین حق ہے۔

(۱۳) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے ایک مردہ کو عذاب دے رہے ہیں' جب اپنے کام سے واپس لوٹے تو اس قبر میں رحمت کے فرشتوں کو دیکھا جن کے پاس نور کے طباق تھے' حضرت عیسیٰ کو اس سے تعجب ہوا' انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! یہ شخص گنہ گار تھا اور جب یہ مرا تو عذاب میں مبتلا ہوگیا' مرتے وقت اس کی بیوی حاملہ تھی' اس کے بچہ ہوا' اس نے اس کو پالا حتیٰ کہ وہ بڑا ہوگیا' اس نے اس کو مکتب میں داخل کیا' وہاں اس کو معلم نے ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' (ان کی زبان میں) پڑھائی تو مجھے حیا آئی کہ جو بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے' اس کے باپ کو میں زمین کے نیچے عذاب میں مبتلا رکھوں!

(۱۴) سورہ توبہ میں قتال کا ذکر ہے' لہٰذا اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی' اور ذبح سے پہلے ''بسم اللّٰہ ' اللّٰہ اکبر'' کہا جاتا ہے' ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' نہیں کہا جاتا کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے' تو جو شخص ہر روز سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھے گا وہ کب عذاب میں مبتلا ہوگا۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۸۹-۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O (الفاتحہ: ۱)

حمد کے لغوی اور اصلاحی معانی

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

حمد' ذم کی نقیض ہے' تحمید' حمد سے زیادہ بلیغ ہے اور حمد شکر سے زیادہ عام ہے' جس شخص میں بہ کثرت خصال محمودہ ہوں اس کو محمد کہتے ہیں۔ (الصحاح ج ۲ ص ۴۶۶' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

حمد کا معنی ہے: شکر' رضا' جزاء اور حق کو ادا کرنا' تحمید کے معنی ہیں: اللہ کی بار بار حمد کرنا' اور محمد کے معنی ہیں: جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔ (قاموس ج ۱ ص ۵۶۳-۵۶۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

حمد مذمت کی نقیض ہے' ثعلب نے کہا: حمد کا تعلق نعمت اور غیر نعمت دونوں سے ہے اور شکر کا تعلق صرف نعمت سے ہے۔

لحیانی نے کہا: حمد شکر ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے' اخفش نے کہا: "الحمد للہ" کا معنی ہے: "الشکر للہ" اور کہا: "الحمد للہ" اللہ کی ثناء اور اس کی تعریف ہے' ازہری نے کہا: شکر صرف اس ثناء کو کہتے ہیں جو نعمت پر کی جاتی ہے' اور حمد بعض اوقات کسی کام کے شکر کو کہتے ہیں اور کبھی ابتداءً نعمت کے بغیر کسی شخص کی ثناء کو حمد کہتے ہیں' سو اللہ کی حمد اس کی ثناء ہے اور اس کی ان نعمتوں کا شکر ہے جو سب کو محیط ہیں' اور حمد شکر سے عام ہے۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۱۵۵' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حمد اور شکر متقارب ہیں اور ان میں حمد زیادہ عام ہے' کیونکہ تم انسان کی صفات ذاتیہ اور اس کی عطاء پر اس کی حمد (تعریف) کرتے ہو اور اس کی صفات ذاتیہ پر اس کا شکر نہیں ادا کرتے (مثلاً کسی کی سخاوت کی تعریف کرنا شکر ہے اور اس کے حسن کی تعریف کرنا شکر نہیں حمد ہے) حدیث میں ہے: حمد رئیس شکر ہے' جس شخص نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا' حمد شکر کی رئیس اس لیے ہے کہ اس میں نعمت کا اظہار اور اس کو مشہور کرنا ہے اور حمد شکر سے عام ہے۔

(نہایہ ج ۱ ص ۴۳۷-۴۳۶' مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ میر سید شریف' حمد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حمد: کسی خوبی کی بطور تعظیم ثنا کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا اس کے بغیر۔

حمد قولی: زبان سے اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کرنا جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

حمد فعلی: اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے بدن سے نیک اعمال کرنا۔

حمد حالی: روح اور قلب کے اعتبار سے ثناء کرنا' مثلاً علمی اور عملی کمالات سے متصف ہونا' اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونا۔

حمد عرفی: منعم کے انعام کی وجہ سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے اس کی تعظیم ظاہر ہو عام ازیں کہ زبان سے ہو یا دیگر

Marfat.com

اعضاء سے۔ (کتاب التعریفات ص ۴۲۔ ۴۱ ' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ ' مصر ' ۱۳۰۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کی غیر اختیاری خوبی پر اس کی تعریف کرنا مدح ہے ' مثلاً یاقوت اور موتی کی خوبصورتی پر تعریف کرنا ' اور کسی شخص کے انعام اور احسان پر اس کی تعظیماً ثنا کرنا شکر ہے اور کسی کی اختیاری خوبی پر اس کی تعظیماً تعریف کرنا خواہ اس نے کوئی نعمت دی ہو یا نہ دی ہو ' یہ حمد ہے۔ کائنات کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کو اللہ نے کوئی نہ کوئی نعمت نہ دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کی ہر ثنا اور ہر تعریف اس کا شکر ہے اور اس کی ہر حمد شکر کے ضمن میں ہے۔

تمام تعریفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے استحقاق پر دلیل

"الحمد للّٰہ" میں الف لام یا استغراق کے لیے ہے یا جنس کے لیے ہے ' اگر یہ لام استغراق ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہر حامد کی ہر زمانہ میں ہر حمد اللہ کا حق ہے اور اس کے ساتھ خاص ہے ' اور اگر لام جنس کا ہو تو معنی یہ ہے کہ حمد کی ماہیت اور حقیقت اللہ کا حق اور اس کی ملک ہے ' اور یہ اس کے منافی ہے کہ حمد کا کوئی فرد اللہ کے غیر کے لیے ثابت ہو ' تو ہر دو طریقوں سے یہ معلوم ہوا کہ حمد صرف اللہ کا حق ہے کسی اور کا حق نہیں ہے ' کیونکہ تعریف کسی حسن اور کمال کی ہوتی ہے اور تمام محاسن اور کمالات کا مبدا اللہ تعالیٰ ہے تو ثابت ہوا کہ تمام تعریفات کا مستحق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ "للّٰہ" میں لام ' یا اختصاص لائق کے لیے ہے یا ملک کے لیے ہے ' پہلی صورت میں معنی یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں ' کیونکہ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اور ہر چیز اس کے فضل اور احسان سے معمور ہے ' دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ تمام تعریفوں کا اللہ ہی مالک ہے کیونکہ ہر چیز ہر حال میں اللہ کی مملوک ہے تو جس حال میں وہ حمد کرتے ہیں اس حال میں بھی وہ اللہ کی مملوک ہیں ' لہٰذا وہ حمد بھی اللہ کی مملوک ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہ ظاہر کسی پھول کی خوشبو کی تعریف کر رہا ہے ' یا کسی عالم کے علم کی تعریف کر رہا ہے تو وہ درحقیقت اللہ ہی کی تعریف کر رہا ہے کیونکہ اس پھول میں خوشبو اور عالم میں علم کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ' اس لیے یہ تعریف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور اسی ایک جملہ سے مخلوق پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ جو شخص سورج کی ' کسی نبی کی یا کسی دیوی اور دیوتا کی پرستش کرتا ہے وہ ان میں کسی خوبی اور کمال کو دیکھ کر ان کی پرستش کرتا ہے حالانکہ وہ کمال اور حسن ان کا اپنا ذاتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا اور اس کا عطا کردہ ہے اس لیے پرستش کا حق دار صاحب کمال نہیں ہے خالق کمال ہے۔

مخلوق کا شکر ادا کرنے سے پہلے خالق کا شکر ادا کیا جائے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا محسن شکر یہ ادا کیے جانے کا مستحق نہیں ہے ' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ ' مطبوعہ مطبع مجتبائی ' پاکستان ' لاہور ' ۱۴۰۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر محسن اور ہر منعم کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہم اس سے منع نہیں کرتے ' بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر نعمت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے ' اس لیے کسی منعم کے انعام اور کسی محسن کے احسان پر اس کی تعریف کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے کیونکہ ہر نعمت اور ہر احسان درحقیقت اللہ کی دی ہوئی نعمت اور اس کا احسان ہے ' مثلاً کسی بھوکے شخص کو بھوک سے بلبلاتے دیکھ کر کوئی شخص اس کو کھانا کھلا دیتا ہے ' بہ ظاہر اس شخص کا احسان ہے ' لیکن غور کیجئے اگر اللہ کھانا ہی پیدا نہ کرتا تو وہ شخص بھوکے کو کیسے کھلاتا ' یا کھانا تو پیدا کیا تھا لیکن اس شخص کے پاس کھانا خریدنے کے لیے پیسے نہ ہوتے تو کہاں سے کھلاتا ' کھانا بھی ہوتا ' اس کے حصول کے لیے پیسے بھی ہوتے لیکن اس کے دل میں بھوکے کو دیکھ کر رحم نہ پیدا ہوتا تو بھوکے کو کب کھلا سکتا تھا ' یہ سب کچھ ہوتا لیکن بھوکے آدمی میں کھانے کی صلاحیت نہ ہوتی مثلاً

Marfat.com

اس کے منہ میں ناسور ہوتا' یا اوپر کا جبڑا نچلے جبڑے پر بیٹھ جانے کی وجہ سے اس کا منہ بند ہوگیا ہوتا تو وہ بھوکے کو کب کھلا سکتا تھا؟ تو نعمت بھی اس نے پیدا کی' نعمت کے حصول پر منعم کو قدرت بھی اس نے دی' نعمت دینے کے لیے منعم میں رحم کا جذبہ بھی اس نے پیدا کیا اور نعمت سے فائدہ اٹھانے کی منعم علیہ میں صلاحیت بھی اس نے پیدا کی' تو پھر حمد اور شکر کا کون مستحق ہوگا؟ اس لیے اولاً اسی کی حمد کی جائے اور اسی کا شکر ادا کیا جائے' اب یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ظاہری وسائل اور اسباب کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اس ظاہری منعم اور محسن کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد و ثنا سے مخلوق کا عاجز ہونا

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (النحل: ۱۸) اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

تو جب ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ نیز اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور قدرت کے بغیر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا' اس لیے جب انسان کسی نعمت پر شکر ادا کرے تو اس شکر ادا کرنے کی توفیق اور قدرت پر بھی شکر ادا کرے' پھر اس دوسرے شکر کی توفیق پر شکر ادا کرے اور یوں ساری عمر ختم ہونے کے باوجود اس کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا' ''تفسیر کبیر'' میں منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہی عرض کیا کہ خدایا! میں تو تیری ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا کجا غیر متناہی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! جب تم نے یہ جان لیا کہ تم ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہو تو ہمارا شکر ادا ہو گیا' بس تم اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق ہمارا شکر ادا کرتے رہو!

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اس کی حمد کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی استطاعت نہیں رکھتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد کی اور فرمایا: ''الحمد لله رب العلمین'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی نعمتوں کا عارف' اور اس کی حمد و ثناء میں رطب اللسان رہنے والا کون ہو سکتا ہے! اس کے باوجود آپ بارگاہِ الٰہیہ میں عرض کرتے ہیں: ''لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك. میں تیری ایسی ثنا نہیں کر سکا جیسی ثنا تو خود اپنی کرتا ہے''۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اللہ کی حمد کرنے کے احوال اور اوقات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کلام کی ابتدا ''الحمد لله'' سے نہیں کی جائے گی وہ ناتمام رہے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مہتم بالشان کام کی ابتداء ''الحمد لله'' سے نہیں کی گئی وہ ناتمام رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کا کیسا نصیب رکھا ہے! اس کو اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو

Marfat.com

مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔
(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲۔ ۱۷۷۔ ۱۷۳ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک بندہ کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندہ کا بچہ اٹھالیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں! اللہ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اٹھالیا' وہ کہتے ہیں: ہاں! اللہ فرماتا ہے: میرے بندہ نے کیا کیا؟ وہ کہتے ہیں: تیری حمد کی اور'' انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔
(جامع ترمذی ص ۱۶۶ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۹ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کھانا کھا کر کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھ کو بغیر کوشش اور طاقت کے یہ رزق دیا' تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۹ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنا پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر'' الحمد للہ'' کہے۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ'' الحمد للہ'' کہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو دعا کرتے: اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے نفس پر موت وارد کرنے کے بعد اس کو زندہ کیا' اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔
(جامع ترمذی ص ۴۹۲ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ٹیلے یا کسی بلندی پر چڑھتے تو فرماتے: اے اللہ! ہر بلندی سے زیادہ بلندی تیرے لیے ہے' اور ہر حمد سے بالا حمد تیرے لیے ہے۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۷ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

اللہ کی حمد کی فضیلت اور اجر وثواب

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی نصف ایمان ہے' ''الحمد للہ'' میزان کو بھر دیتا ہے اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

یعنی ''الحمد للہ'' یا اس کے اجر کو اگر مجسم کیا جائے تو اس سے میزان بھر جائے گی' ''سبحان اللہ'' سے مراد اللہ کی تنزیہ ہے اور ''الحمدللہ'' سے مراد اس کی ثناء ہے گویا آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز اللہ تعالیٰ کے نقص سے بری ہونے اور اس کی تعریف اور ثناء پر دلالت کرتی ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے بعد چار کلام افضل ہیں اور وہ بھی قرآن سے ہیں' تم ان میں جس سے بھی ابتداء کرو کوئی مضائقہ نہیں ہے ''سبحان اللہ' الحمدللہ ' لاالہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر''۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۰' ج ۴ ص ۳۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو ''سبحان اللہ'' کہا اس نے گویا سو حج کیے اور جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو ''الحمد للہ'' کہا اس نے گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سو گھوڑے مہیا کیے۔ (جامع ترمذی ص ۵۰۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: ''الحمد للہ'' شکر ہے' اللہ کی فرمانبرداری کرنا ہے اور اس کی نعمت اور ہدایت کا اقرار کرنا ہے۔ (جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کہتے ہو: ''الحمد للہ رب العلمین'' تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو اور وہ تم کو زیادہ نعمت دے گا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو حمد سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے اسی لیے اس نے اپنی حمد کی اور فرمایا: ''الحمد للہ''۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں:

امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ کی حمد کرے اور کچھ پیے تو اللہ کی حمد کرے۔

حسن بصری نے کہا: ہر نعمت کی بہ نسبت ''الحمد للہ'' کہنا افضل ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت پر ''الحمد للہ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

''نوادر الاصول'' میں حضرت انس بن مالک کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: اگر کسی کو تمام

Marfat.com

دنیا دے دی جائے پھر اس کو "الحمد للہ" کہنے کی توفیق دی جائے تو "الحمد للہ" کہنے کی نعمت تمام دنیا سے افضل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

خود اپنی حمد و ثنا کرنے کی شرعی نوعیت

جس طرح کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے اور انسان کے لیے تکبر کرنا حرام ہے اسی طرح انسان کا عیوب سے اپنی تنزیہہ اور محاسن سے خود اپنی حمد و ثناء کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کیونکہ تسبیح اور تنزیہہ اور حمد و ثنا اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ستائی سے منع فرمایا ہے اور اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○ (النجم: ۳۲) خود ستائی نہ کرو پرہیز گاروں کو وہی زیادہ جانتا ہے ○

تزکیہ کا معنی ہے: عیوب اور قبائح سے منزہ کرنا یعنی نہ عیوب سے اپنی براءت بیان کرو نہ اپنے محاسن بیان کرو۔

علامہ آلوسی اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

یہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو نیک اعمال کرتے پھر اپنی نمازوں اور حج کا ذکر کرتے تھے۔

(روح المعانی ج ۲۷ ص ۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے اپنی تعریف کی اور یہ کہا: "نحن ابناء اللہ و احباء ہ" "ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے کہا: ہم بچوں کی طرح گناہوں سے پاک ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ. (النساء: ۴۹) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے پاکیزہ بنا دیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۴۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ابن عطا کہتے ہیں: میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ (نیکوکارہ) رکھا مجھ سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے میرا نام پہلے برہ تھا (یعنی نیکی کرنے والی) تو میرا نام زینب رکھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود ستائی نہ کرو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے نیکی کرنے والا کون ہے صحابہ نے پوچھا: پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا نام زینب رکھو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

قرآن مجید کی ان آیات اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ انسان کا خود اپنی تعریف اور حمد و ثنا کرنا اور اپنے آپ کو عیوب اور قبائح سے بری اور پاک دامن کہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ ہے تسبیح اور تنزیہہ اور حمد و ثنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہے وہی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور وہی تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع ہے اور وہی تمام تعریفوں اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔

تاہم اگر کسی غرض صحیح کی وجہ سے انسان اپنی تعریف کرے تو یہ جائز ہے جیسے حضرت عثمان نے باغیوں کے سامنے اپنی تعریف و توصیف کی تاکہ وہ باغی بغاوت سے باز آجائیں اور ان پر اللہ کی حجت تمام ہو جائے۔

Marfat.com

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ابو عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان کا محاصرہ کرلیا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کی چھت سے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر یاد دلاتا ہوں کہ جب جبل حراء ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! پرسکون ہو جا! کیونکہ تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے' باغیوں نے کہا: ہاں! آپ نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر یاد دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لیے یہ فرمایا تھا' اس کے لیے کون مقبول خرچ مہیا کرتا ہے؟ اس وقت مسلمان سخت مشکل اور تنگ دستی میں تھے تو میں نے اس لشکر کے لیے زاد راہ مہیا کیا' باغیوں نے کہا: ہاں! پھر آپ نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر یاد دلاتا ہو کیا تمہیں علم ہے کہ چاہ رومہ (ایک کنواں) سے صرف قیمت دے کر پینے کے لیے پانی حاصل کیا جاتا تھا' میں نے اس کنویں کو خرید کر امیروں' غریبوں اور مسافروں کے لیے وقف کر دیا' باغیوں نے کہا: ہاں! اس کے علاوہ اور بہت سی نیکیاں حضرت عثمان نے گنوائیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۳۱ ـ ۵۳۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ثمامہ بن حزن قشیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے باغیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو چاہ رومہ کے سوا اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو چاہ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے؟ اور اس نیکی کے عوض میں جنت لے لے! میں نے اس کنویں کو خالص اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھ کو اس کنویں کا پانی پینے نہیں دیتے! حتیٰ کہ میں سمندر کا کھارا پانی پی رہا ہوں! باغیوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ مسجد نبوی میں جگہ کم تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو فلاں شخص سے زمین خرید کر اس مسجد کو وسیع کرے؟ اور اس نیکی کے عوض جنت لے لے! پھر اس جگہ کو میں نے اپنے خالص مال سے خریدا تھا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! باغیوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ غزوہ تبوک کے لیے میں نے اپنے مال سے خرچ مہیا کیا تھا' انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے پھر فرمایا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں جبل ثبیر پر کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر تھے اور میں تھا' اس وقت پہاڑ ہلنے لگا' حتیٰ کہ اس کے پتھر نیچے گرنے لگے' تو آپ نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر نبی ہے' صدیق ہے اور دو شہید ہیں' باغیوں نے کہا: ہاں! آپ نے تین بار فرمایا: اللہ اکبر! خدا کی قسم! ان باغیوں نے میرے حق میں گواہی دے دی اور میں شہید ہوں۔ (جامع ترمذی ص ۵۳۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت عثمان نے باغیوں کے سامنے اپنی حمد و ثنا اس لیے کی تھی کہ یہ باغی اسلام کے لیے حضرت عثمان کی خدمات اور بارگاہ رسالت میں ان کے مقام کو پہچان کر بغاوت سے باز آ جائیں' تو ایسی کوئی غرض صحیح ہو مثلاً غاصبوں کے سامنے اپنا استحقاق ثابت کرنے کے لیے یا محض اللہ تعالیٰ کے انعامات بیان کرنے کے لیے اپنی تعریف کی جائے اور اس سے اپنی بڑائی کا اظہار کرنا مقصود نہ ہو تو پھر اپنی تعریف کرنا جائز ہے اور اگر حمد و ثنا سے اپنی بڑائی کا اظہار کرنا مقصود ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں' حمد و ثناء اور کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسی کو زیبا ہے۔

Marfat.com

کسی دوسرے شخص کے سامنے اس کی حمد وثنا کرنے کی شرعی نوعیت

جس طرح بغیر کسی غرض صحیح کے خود اپنی تعریف کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اسی طرح کسی غرض صحیح کے بغیر کسی دوسرے شخص کے سامنے اس کی تعریف کرنا بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی' یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو' تو یوں کہو کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ ہی جاننے والا ہے' اور میں کسی کو اللہ کے نزدیک سراہا ہوا نہیں کہتا' خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں چیز میں اس سے افضل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی۔ یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص نے خواہ مخواہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو' تو یہ کہے: میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے خواہ وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہو اور وہ یہ نہ کہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ان احادیث میں کسی شخص کے سامنے اس کی تعریف سے منع کیا گیا ہے اور بعض احادیث سے اس کا جواز بھی ثابت ہے'

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے' اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کرلیا جو اللہ کے پاس ہے' حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے' حضرت ابوسعید کہتے ہیں: میں نے دل میں سوچا: اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور اس نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو پسند کرلیا تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے؟ لیکن آپ کے اس ارشاد میں بندے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! مت روؤ! بے شک اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت قائم رہے گی' اور ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد میں (کھلنے والا) ہر دروازہ بند کردیا جائے' باقی نہ رکھا جائے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶' ۶۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۲۶۔ ۵۲۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کے سامنے بھی ان کی تعریف کی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان احد (پہاڑ) پر چڑھے' وہ ہلنے لگا' آپ نے فرمایا: اے احد ساکن ہوجا! تجھ پر صرف نبی' صدیق اور دو شہید ہیں۔

Marfat.com

(جامع ترمذی ص ۵۳۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی ان کی تعریف کی ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (جامع ترمذی ص ۵۳۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت' کراچی)

منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

امام مسلم نے ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے' جبکہ ''معجم طبرانی'' میں ایسی روایات ہیں جن میں کسی کے سامنے تعریف کرنے کی اجازت ہے اور صحاح ستہ میں بکثرت ایسی روایات ہیں جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی ہے' اس لیے علماء کرام نے ان احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کی جائے اور اگر یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے' صحیح بخاری' صحیح مسلم اور بکثرت کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا' یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا' اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے' اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے' بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو' بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لیے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لیے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ممانعت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کر لے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال ضائع کر دے اور نیکی کی جدوجہد کرنا چھوڑ دے (مثلاً ایک شخص کسی سے کہے: میں نے تم کو خواب میں بارگاہ رسالت میں دیکھا ہے' اور تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا کہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ جنتی ہوگا' یا جو تمہارے وعظ میں شریک ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ العیاذ باللہ) اس لیے جس حدیث میں یہ ہے کہ تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو' اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو موصوف میں موجود ہوں تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ میں مٹی نہیں ڈالی۔

علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عثمان کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد نے اس کے منہ

Marfat.com

پر کنکریاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا' اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو' تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس سے کہو: تمہارے منہ میں مٹی' چوتھی توجیہ یہ ہے کہ ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکا نہ کھائے اور تعریف کرنے والے سے کہے: تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں' اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے' پانچویں توجیہ یہ ہے کہ وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کررہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کردیا جائے اور اس کو روانہ کردیا جائے' مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لیے اس کی بے جا تعریف کررہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے: یہ رقم لو اور جاؤ' اور یہ اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے' علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلا کرتا ہے' خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے' امام ابویعلیٰ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے' اور کبھی وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک متحقق نہیں ہوتی' اور جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کرکے عمل میں کمی کردے' اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہوتی ہے' ابن عیینہ نے کہا: جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا اور بعض سلف نے کہا: جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ دعا کرے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷۸۔ ۴۷۷' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' لاہور)

رب کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الرب اللہ عزوجل ہے' اور وہ ہر چیز کا رب ہے' یعنی ہر چیز کا مالک ہے' اور تمام مخلوق اس کی ملک میں ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ''رب الارباب'' اور ''مالک الملوک'' ہے' ابومنصور نے کہا: لغت میں مالک' سید' مدبر اور مہتمم پر رب کا اطلاق ہوتا ہے اور جب اس پر الف لام ہو (الرب) تو پھر اس کا اللہ عزوجل کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا' اور جب اللہ تعالیٰ کے غیر پر رب کا اطلاق کیا جائے تو پھر اس کی کسی چیز کی طرف اضافت کی جاتی ہے جیسے ''رب الدار'' (مکان کا مالک) حدیث میں علامات قیامت کے ذکر میں ہے: ''ان تلد الامة ربتها. باندی اپنی مالکہ کو جنم دے گی'' یعنی بہت زیادہ باندیاں ہوں گی' اور اذان کی دعا میں ''اللهم رب هذه الدعوة. اے اس نداء کے صاحب'' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مملوک اپنے مالک کو میرا رب نہ کہے' آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ مالک کو رب قرار دے کر اس کو ربوبیت میں اللہ کے ساتھ شریک کیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اذكرنى عند ربك'' حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدی سے کہا: تم اپنے رب کے سامنے میرا ذکر کرنا' اور یہاں عزیز مصر پر رب کا اطلاق کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ کلام اس زمانہ اور ان لوگوں کے عرف کے مطابق تھا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گم شدہ اونٹ کے متعلق فرمایا: ''حتى يلقاها ربها. اونٹ چرتا پھرے گا حتیٰ کہ اپنے رب (مالک) سے مل جائے گا'' کیونکہ جانور عبادت کرتے ہیں نہ احکام کے مخاطب ہوتے ہیں' بلکہ جانور مال و متاع کے حکم میں ہیں اور جس طرح رب الدار وغیرہ کی اضافت جائز ہے اسی طرح ان کی طرف اضافت بھی جائز ہے' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے جو فرمایا تھا: ''انه ربى احسن مثواى. بے شک وہ عزیز مصر

Marfat.com

میرا صاحب ہے اس نے مجھے اچھی رہائش دی ہے۔'' یہاں بھی صاحب پر رب کا اطلاق ان کے عرف کے مطابق ہے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھی رہائش دی ہے رب کی جمع ارباب اور ربوب ہے اور راسخ عالم یا عالم باعمل یا بہت بڑے عالم کو ربانی کہتے ہیں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے کہا: آج اس امت کے ربانی فوت ہو گئے۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ھ)

العلمین کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

عالم خاتم طابق اور دانق کے وزن پر ہے اس کا معنی ہے: کل مخلوق اسی طرح صحاح میں ہے یا آسمان اور اس کے نیچے جو جواہر اور اعراض ہیں وہ عالم ہیں جس طرح خاتم مہر لگانے کا آلہ ہے اسی طرح عالم اسم آلہ ہے اس کا معنی ہے موجد کو جاننے کا آلہ حضرت جعفر صادق نے کہا: عالم کی دو قسمیں ہیں عالم کبیر اور عالم صغیر۔ آسمان اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ عالم کبیر ہے اور انسان عالم صغیر ہے اور انسان میں وہ سب کچھ ہے جو عالم کبیر میں ہے۔ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مخلوق کو عالم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صانع پر علامت ہے بعض مفسرین نے کہا: عالم اس کو کہتے ہیں جس سے خالق کا علم حاصل ہو پھر بہ طور تغلیب جن اور انس میں سے عقلاء پر اس کا اطلاق کیا گیا یا جن اور انس پر یا انسان اور فرشتوں پر اور سید شریف کا مختار یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہر جنس پر کیا جاتا ہے اور تمام اجناس کے مجموعہ پر بھی کیا جاتا ہے۔

زجاج نے کہا: عالم کا اس لفظ سے کوئی واحد نہیں ہے اور اس کے علاوہ اور کسی لفظ کی جمع واؤ اور نون (عالمون یا عالمین) کے ساتھ نہیں آتی ''بصائر'' میں مذکور ہے کہ اس کی جمع اس لیے آتی ہے کہ موجودات کی ہر نوع ایک عالم ہے مثلاً عالم انسان عالم نار وغیرہ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دس ہزار سے زیادہ عالم پیدا کیے ہیں اور اس کی جمع سالم اس لیے آتی ہے کہ انسان بھی عالم کا ایک فرد ہے (ورنہ غیر ذوی العقول کی جمع جمع مکسر ہوتی ہے) ایک قول یہ ہے کہ اس کی جمع سالم اس لیے آتی ہے کہ اس سے مراد مخلوق کی اصناف میں سے صرف ملائکہ جن اور انس ہیں اور دوسرے غیر ذوی العقول یا غیر ذوی العلوم اس سے مراد نہیں ہیں یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے جعفر صادق نے کہا: اس سے صرف انسان مراد ہے اور ہر انسان ایک عالم ہے میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس نے ''رب العلمین'' کی تفسیر میں کہا: ''رب الجن والانس'' اور قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: تمام مخلوق کے رب ازہری نے کہا: حضرت عباس کے قول کی دلیل یہ آیت ہے:

لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱) تاکہ آپ عالمین کے لیے نذیر ہو جائیں ۝

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں اور فرشتوں کے لیے نذیر نہیں ہیں حالانکہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں آپ صرف جن اور انس کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ کل اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور یہ دنیا ان میں سے ایک عالم ہے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۴۰۷ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار عالم پیدا کیے اور یہ دنیا شرق سے غرب تک ایک عالم ہے مقاتل نے کہا: اسی ہزار عالم ہیں چالیس ہزار خشکی میں ہیں اور چالیس ہزار سمندر میں ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ جن ایک عالم ہے انس ایک عالم ہے ان کے سوا زمین کے چار زاویے ہیں اور ہر زاویہ میں پندرہ سو عالم ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

Marfat.com

العٰلمین کے متعلق اقوال میں مصنف کا مختار

میں کہتا ہوں کہ ان تمام اقوال میں صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود عالم ہے اور مخلوق عالم میں شامل ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۴۔ ۲۳) فرعون نے کہا: رب العٰلمین کیا ہے؟O (موسیٰ نے) کہا: وہ آسمانوں' زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کا رب ہے' اگر تم یقین کرنے والے ہو O

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ تمام آسمان' زمینیں اور ان کے درمیان ہر چیز عالم ہیں' اور اس کی جمع عالم کی انواع اور اصناف کے اعتبار سے لائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور وفکر

ایک بیج زمین میں گرا دیا جاتا ہے' پھر زمین میں وہ پھول جاتا ہے' پھولنے کے بعد وہ ہر طرف سے پھٹ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کی وجہ سے وہ صرف اوپر اور نیچے سے پھٹتا ہے' اوپر سے پھٹ کر اس میں سے ایک جز زمین کو پھاڑ کر نکلتا ہے اور درخت بن جاتا ہے' اس میں شاخیں پھوٹتی ہیں' پھر ان شاخوں میں پھول کھلتے ہیں اور پھل بنتے ہیں اور پھلوں میں چھلکا بنتا ہے' مغز بنتا ہے اور مغز میں روغن ہوتا ہے' اور بیج کے نیچے سے جو جز زمین کو پھاڑ کر نکلتا ہے وہ جڑ بنتی ہے اور زمین کی گہرائی میں راستہ بناتی ہوئی وہ جڑیں نکل جاتی ہیں اور مٹی اور پانی سے اپنی طبعی غذا حاصل کر کے پورے درخت کو پہنچاتی ہیں اور اس کو سرسبز اور شاداب رکھتی ہیں۔

باپ کی پشت سے ایک قطرہ نکل کر ماں کے رحم میں پہنچتا ہے' پھر وہ قطرہ پہلے جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر گوشت کا ٹکڑا' پھر اس میں ہڈیاں' رگیں اور مختلف اعضاء بنتے ہیں' پھر ان میں الگ الگ اثرات کی قوتیں رکھی جاتی ہیں' آنکھ میں دیکھنے کی' کان میں سننے کی اور زبان میں گویائی کی قوت رکھی جاتی ہے تو سبحان ہے وہ جس نے ہڈی میں سماعت' چربی میں بصارت اور گوشت کے ایک ٹکڑے میں گویائی رکھی!

ماں باپ کے دل میں ایسا جذبہ رکھا کہ انہوں نے اپنے سکھ اور آرام کو چھوڑ کر اسکی پرورش کی' ماں کے سینے میں اس کے لیے دودھ اتارا اور باپ کے دل میں شفقت رکھی اور یوں تدریجاً اس کو پالتا رہا' تربیت کرتا رہا' بڑھاتا رہا اور جب وہ اپنی نشوونما کے کمال طبعی کو پہنچ کر بالغ ہو گیا' اس کا شعور پختہ اور عقل کامل ہو گئی تب کہا: اب ہماری ان نعمتوں کا شکر ادا کرو' ہمارے ان کمالات کی حمد وثناء کرو جن کے نتیجہ میں تم اس کمال طبعی تک پہنچے ہو' دیکھو! اس نے تمہارے چلنے کے لیے زمین بنائی ہے' تمہارے سانس لینے کے لیے ہواؤں کے سمندر رواں دواں کیے ہوئے ہیں' تمہارے پینے کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور زمین کی تہوں میں چشمے جاری کیے' تمہیں روشنی پہنچانے کے لیے دن بنایا' تمہارے آرام کے لیے رات بنائی' سورج کی حرارت سے تمہاری کھیتیاں پکتی ہیں اور چاند کی کرنوں سے ان میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے' کیا اللہ تعالیٰ کے ان تمام احسانوں اور نعمتوں کو دیکھنے اور غور کرنے کے بعد تمہارے دلوں میں اس کی حمد وثنا کرنے اور اس کا شکر بجا لانے کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا!

کمال ذات' گزشتہ احسان' رجا اور خوف سے حمد وثناء کا تقاضا

دنیا میں انسان کسی شخص کی چار وجوہ سے تعریف کرتا ہے: یا اس لیے کہ وہ شخص اپنی ذات وصفات میں کامل ہے اور

Marfat.com

عیوب اور نقائص سے بری ہے' خواہ اس نے اس انسان پر کوئی احسان کیا ہے یا نہیں' وہ محض کمال ذات کی وجہ سے اس کی تعریف کرتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اس پر ماضی میں احسانات کیے ہیں اور انعامات دیے ہیں تو وہ ان گزشتہ احسانوں کی وجہ سے اس کی تعریف کرتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ مستقبل میں اس سے انعامات کی توقع رکھتا ہے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے غیظ و غضب اور اس کے قہر اور قدرت سے ڈر کر اس کی تعریف کرتا ہے' تو گویا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کمال ذات کی وجہ سے کسی کی حمد و ثناء کرتے ہو تو میری ذات کامل ہے' سو میری حمد کرو اور اس کی طرف ''الحمد للہ'' سے اشارہ ہے اور اگر گزشتہ نعمتوں کی وجہ سے حمد و ثنا کرتے ہو تو ساری نعمتیں میں نے دی ہیں' میری تعریف کرو' میں ہی ''رب العلمین'' ہوں' اور اگر مستقبل میں نعمتیں حاصل کرنے کے لیے تعریف کرتے ہو تو میں ''الرحمٰن الرحیم'' ہوں' سو میری حمد کرو اور اگر ڈر اور خوف کی وجہ سے حمد و ثنا کرتے ہو تب بھی میری حمد و ثنا کرو میں ہی ''مالك یوم الدین'' ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O (الفاتحہ: ۲)

بعض مفسرین کی فروگزاشت

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کی تفسیر میں ہم ''الرحمٰن الرحیم'' کی تفسیر کو بیان کر چکے ہیں' یہاں پر ہم بعض مفسرین کی ایک فروگزاشت پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے' اور اگر ایک مبالغہ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا' تو پھر وہ اس معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کمی پوری ہو جائے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمان عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے' اس قدر وسیع ہے' ایسی بے حد و حساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا' اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں ''سخی'' کا لفظ بول کر جب تشنگی محسوس کرتے ہیں تو اس پر ''داتا'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب ''گورے'' کو کافی نہیں پاتے تو اس پر ''چٹے'' کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں۔ درازی قد کے ذکر میں جب ''لمبا'' کہنے سے تسلی نہیں ہوتی تو اس کے بعد ''تڑنگا'' بھی کہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۸۳ء)

ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے اس پر دو اعتراض کیے ہیں' اول یہ کہ اگر کسی اہم چیز کا بیان مبالغہ کے صیغوں سے کرنا انسان کا خاصہ ہے تو اس کو اللہ کے کلام پر منطبق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ جس چیز کا خاصہ ہو اسی میں پایا جاتا ہے' دوسرے میں نہیں پایا جاتا' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''الرحمٰن الرحیم'' کی مثال گورے چٹے اور لمبے تڑنگے سے دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ''الرحمٰن الرحیم'' دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور گورے چٹے اور لمبے تڑنگے میں سے کوئی لفظ بھی مبالغہ کا صیغہ نہیں ہے۔ (التبیان ص ۳۰۔ ۲۹' کاظمی پبلیکیشنز' ملتان' ۱۹۹۳ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: روز جزاء کا مالک ہے O (الفاتحہ: ۳)

مالک اور مَلِک کی دو قراءتیں

مالک اور مَلِک اس آیت میں دونوں متواتر قراءتیں ہیں' امام عاصم' امام کسائی اور امام یعقوب کی قراءت میں مالک ہے

Marfat.com

اور باقی پانچ ائمہ کی قراءت میں مَلِک ہے۔

مالک اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی مملوکہ چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کرنے پر قادر ہو اور مَلِک اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی رعایا میں احکام (امر و نہی) نافذ کرتا ہو۔

قرآن مجید کی بعض آیات مالک کی موافقت میں ہیں اور بعض مَلِک کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ. (آل عمران: ۲۶)

کہیے: اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت میں مبتلا کرتا ہے اور تمام بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (الانفطار: ۱۹)

یہ وہ دن ہے جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا اور اس دن اللہ ہی کا حکم ہوگا۔

ان دونوں آیتوں سے مالک کی تائید ہوتی ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ (الناس: ۲-۱)

آپ کہیے: میں تمام لوگوں کے رب، تمام لوگوں کے بادشاہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (المومن: ۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ کی جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے ۝

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ. (الحج: ۵۶)

اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی، وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

اور ان دو آیتوں سے مَلِک کی تائید ہوتی ہے۔

یوم کا عرفی اور شرعی معنی

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

عرف میں طلوع شمس سے لے کر غروب شمس تک کے زمانہ کو یوم کہتے ہیں اور اعمش کے سوا اہل سنت کے نزدیک شریعت میں طلوع فجر ثانی سے لے کر غروب شمس تک کے وقت کو یوم کہتے ہیں اور یوم قیامت اپنے معروف معنی میں حقیقت شرعیہ ہے۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یوم قیامت کی مقدار

قیامت کے دن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المعارج: ۴)

جبرئیل اور فرشتے اس کی طرف عروج کرتے ہیں (جس دن عذاب ہوگا) اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ۝

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! قرآن مجید میں اس دن کے متعلق ہے

Marfat.com

کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا' یہ کتنا لمبا دن ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! مومن پر اس دن میں تخفیف کی جائے گی' حتیٰ کہ وہ جتنی دیر میں دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا اس پر وہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ دارالمامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو حافظ ابن جریر (جامع البیان ج ۲۹ ص ۴۵) اور حافظ ابن کثیر (تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۱۱۳) نے بھی اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان' ص ۶۳۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ سیوطی نے بھی اس کو امام احمد' امام ابویعلیٰ' امام ابن جریر' امام ابن حبان اور امام بیہقی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

علامہ آلوسی نے بھی اس کو مذکور الصدر حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی ج ۲۹ ص ۵۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت ابوسعید خدری کی حدیث مذکور کے متعلق حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے' اس کا ایک راوی ضعیف ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۷' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

نیز حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ رب العلمین کے سامنے آدھے دن تک کھڑے رہیں گے جو پچاس ہزار برس کا ہوگا اور مومن پر آسانی کردی جائے گی' جیسے سورج کے مائل بہ غروب ہونے سے اس کے غروب ہونے تک' اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۷' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کافر کے لیے قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا مقرر کیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں نیک عمل نہیں کیے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

عدل وانصاف کا یہ تقاضا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ گویا وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں' پھر وہ اس میں اس طرح محو ہوجاتے ہیں کہ انہیں گردوپیش کا ہوش نہیں رہتا' امام ابوحنیفہ نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کی چھت سے سانپ گر پڑا' افراتفری مچ گئی مگر وہ اسی محویت سے نماز پڑھتے رہے' ایک انصاری صحابی کو نماز کے دوران تیر لگا' خون بہتا رہا اور وہ اسی انہماک سے نماز پڑھتے رہے' امام بخاری کو نماز میں ہتنیہ نے سترہ ڈنک مارے اور انہیں احساس تک نہ ہوا' سو ایسے ہی کاملین کی یہ جزاء ہوگی کہ قیامت کے دن ان کو فی الواقع دیدار الٰہی عطا کیا جائے اور جب ان کو دیدار الٰہی عطا کیا جائے گا تو وہ اس کی دید میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ قیامت کے ہنگامہ خیز پچاس ہزار برس گزر جائیں گے اور ان کو یوں معلوم ہوگا جیسے ایک فرض نماز پڑھنے کا وقت گزرا ہو' لیکن اللہ تعالیٰ ہم پر عدل نہیں کرم فرماتا ہے' عدل کے لحاظ سے تو ہم دنیا میں بھی کسی نعمت کے مستحق نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہم کو نیکوں کے صدقہ میں نعمتیں دیتا ہے' سو آخرت میں بھی ان نیکوں کے طفیل ہم پر

Marfat.com

قیامت کا دن بہ قدر فرض نماز گزرے گا اور اپنے دیدار سے معمور فرمائے گا۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مرجاتے ہیں اور ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی' اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا۔

اور جزاء اور سزاء کے نظام کے برپا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے' کیونکہ جزاء اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں' اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہیں ہو جاتی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا' مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا' اب اس کے بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم سے قابیل کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا' اس لیے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا' اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی' اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا اس کی نیکی میں سے ہابیل کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی' اس لیے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا' اسی طرح ایک شخص مسجد یا کنواں بنا کر مرجاتا ہے تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی' جب تک اس کنوئیں سے پانی پیا جاتا رہے گا' اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مرگیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی۔

اس لیے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامہ اعمال کو مکمل کرنے کے لیے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزا اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزا اور سزا کو نافذ کرنے سے پہلے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

وقوع قیامت پر شرعی دلائل

یہ دنیا دارالامتحان ہے اور اس میں انسان کی آزمائش کی جاتی ہے اور اس امتحان کا نتیجہ اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا لیکن نیک اور بد' اطاعت گزار اور نافرمان' موافق اور مخالف اور مومن اور کافر میں فرق کرنا ضروری ہے اور یہ فرق صرف قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ (النجم: ۳۱)

تاکہ برے کام کرنے والوں کو ان کی سزا دے اور نیکی کرنے والوں کو اچھی جزا دے ۝

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ (ص: ۲۸)

کیا ہم ایمان والوں اور نیکی کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ ۝

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا

کیا برے کام کرنے والوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں

Marfat.com

يَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ: ۲۱) نے نیک کام کیے کہ (ان سب کی) زندگی اور موت برابر ہو جائے؟ وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں ○

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ (القلم: ۳۶۔ ۳۵) کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں جیسا کر دیں گے ○ تمہیں کیا ہوا' تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ ○

دنیا میں راحت اور مصیبت کا آنا مکمل جزاء اور سزا نہیں ہے

ہر چند کہ بعض لوگوں کو دنیا میں ہی ان کی بداعمالیوں کی سزا مل جاتی ہے مثلاً ان کا مالی نقصان ہو جاتا ہے' یا وہ ہولناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ان پر دشمنوں کا خوف طاری ہو جاتا ہے' لیکن یہ ان کی بداعمالیوں کی پوری پوری سزا نہیں ہوتی' اور ہم کتنے ہی لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ساری عمر عیش پرستی' ہوسناکیوں اور ظلم وستم کرنے میں گزار دیتے ہیں' پھر اچانک ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور ان کی دولت اور طاقت کا نشہ کافور ہو جاتا ہے لیکن ان کے جرائم کے مقابلہ میں یہ بہت کم سزا ہوتی ہے' اس لیے ان کی مکمل سزا کے لیے ایک اور جہان کی ضرورت ہے جہاں قیامت کے بعد ان کو پوری پوری سزا ملے گی۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (السجدہ: ۲۱) اور ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے (دنیا میں) ہلکا عذاب ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ باز آ جائیں ○

اس طرح بہت سے نیک بندے ساری عمر ظلم وستم سہتے رہتے ہیں اور مصائب برداشت کرتے رہتے ہیں اور انہیں اپنی زندگی میں آرام اور راحت کا بہت کم موقعہ ملتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم کرے گا اور ہر شخص کو اس کی نیکی اور بدی کی پوری پوری جزا اور سزا دے گا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال: ۸۔ ۷) سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کی (جزا) پائے گا ○ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کی (سزا) پائے گا ○

دین کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

دین کا معنی ہے جزا اور مکافات' قرآن مجید میں ''مالك يوم الدين'' کا معنی ہے: یوم جزاء کا مالک' دین کا معنی عادت بھی ہے' کہا جاتا ہے: ''مازال ذالك ديني'' میری ہمیشہ سے یہ عادت ہے' اور دین کا معنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے' اور دین کا معنی طاعت ہے' حدیث میں ہے:

يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية. وہ امام کی اطاعت سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵' تاج العروس ج۹ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

دین' شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات

میر سید شریف لکھتے ہیں:

دین ایک الٰہی دستور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہے جو عقل والوں کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے' دین اور ملت متحد بالذات ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں کیونکہ شریعت بہ حیثیت اطاعت دین ہے اور بہ حیثیت ضبط اور تحریر ملت ہے' اور جس حیثیت سے اس کی طرف رجوع کیا جائے مذہب ہے' ایک قول یہ ہے کہ دین اللہ کی طرف منسوب ہے اور ملت

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔
(کتاب التعریفات ص ۴۷ 'مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰۶ھ)

عبودیت کا التزام کر کے حکم ماننا شریعت ہے' ایک قول یہ ہے کہ شریعت دین کا ایک راستہ ہے۔
(کتاب التعریفات ص ۵۵ 'مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
''شرعة و منهاجا'' کی تفسیر میں قتادہ نے کہا: دین ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۷ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے اہل تورات کے لیے تورات مقرر کی اور اہل انجیل کے لیے انجیل اور اہل قرآن کے لیے قرآن مقرر کیا اور یہ تقرر شریعتوں اور عبادتوں میں ہے اور اصل توحید ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۱۱ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام بخاری' مجاہد سے روایت کرتے ہیں:
اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اور حضرت نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن مجید میں ہے:
اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ (المائدہ: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی شریعت الگ ہے۔
قرآن مجید کی ان آیات' احادیث اور عبارات علماء کا حاصل یہ ہے کہ جو عقائد اور اصول تمام انبیاء میں مشترک ہیں مثلاً توحید' رسالت' قیامت' جزاء' سزا' اللہ کی تعظیم اور اس کے شکر کا واجب ہونا' قتل اور زنا کا حرام ہونا' ان کا نام دین ہے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور نظام حیات کے جو مخصوص احکام بتائے وہ شریعت ہے' ان کو مدون اور منضبط کرنا ملت ہے اور امام اور مجتہد نے کتاب اور سنت سے جو احکام مستنبط کیے ان کا نام مذہب ہے' اور مشائخ طریقت نے جو اوراد اور وظائف کے مخصوص طریقے بتائے ان کا نام مسلک اور مشرب ہے اور کسی مخصوص درسگاہ کے نظریات کا نام مکتب فکر ہے' مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم دین کے اعتبار سے مسلمان ہیں' شریعت کے اعتبار سے محمدی ہیں' مذہب کے اعتبار سے ماتریدی اور حنفی ہیں اور مسلک اور مشرب کے اعتبار سے قادری ہیں اور مکتب فکر کے لحاظ سے بریلوی ہیں۔

اللہ' رب' رحمٰن' رحیم اور مالک یوم الدین میں وجہ ارتباط

سورہ فاتحہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پانچ اسماء ذکر کیے ہیں: اللہ' رب' رحمٰن' رحیم اور مالک یوم الدین اور ان میں

Marfat.com

ارتباط اس طرح ہے کہ ''اللّٰہ'' کے تقاضے سے اس نے انسان کو پیدا کیا' ''رب'' کے تقاضے سے اس نے غیر متناہی نعمتوں سے انسان کی پرورش کی' ''رحمٰن'' کے تقاضے سے انسان کے گناہوں پر پردہ رکھا' ''رحیم'' کے تقاضے سے انسان کی توبہ قبول کر کے اس کو معاف فرمایا اور ''مالك يوم الدين'' کے تقاضے سے انسان کو اس کے اعمال صالحہ کی جزاء عطا فرمائی۔

اگر یہ سوال ہو کہ ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن و رحیم کا ذکر ہے اور سورۂ فاتحہ کی ابتداء میں پھر ان صفات کا ذکر ہے' اس کی کیا وجہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم کو دو مرتبہ ذکر کیا ہے اور باقی اسماء کا دو مرتبہ ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ اللہ تعالیٰ پر رحمت کا غلبہ ہے اس لیے بندہ کو اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور ہر وقت اس کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے' اس کے بعد ''مالك يوم الدين'' فرمایا کہ کہیں اس کی رحمت سے دھوکا کھا کر انسان گناہوں پر دلیر نہ ہو جائے کیونکہ وہ ''مالك يوم الدين'' بھی ہے۔

جس طرح اس آیت میں فرمایا ہے:

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ (المومن: ۴۰) وہ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا' بہت سخت عذاب دینے والا' قدرت والا ہے۔

''الحمد للّٰہ'' میں مسند الیہ مقدم ہے اور خبر معرفہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق ایسی ترکیب مفید حصر ہوتی ہے' نیز اللہ تعالیٰ کی صفات رب' رحیم اور ''مالك يوم الدين'' بہ منزلہ علت ہیں' اس اعتبار سے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حمد کا مستحق نہیں ہے کیونکہ وہی رب ہے' وہی رحمان' رحیم اور مالک روز جزاء ہے' اور اس میں یہ رمز ہے کہ جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ تو ستائش کے لائق بھی نہیں ہے چہ جائیکہ وہ پرستش کا مستحق ہو اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ ہی حمد و ثنا کے لائق ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے تو ہم سے یہ کہلوایا: اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں O (الفاتحہ: ۴)

عبادت کا لغوی معنیٰ

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

عبودیت کی اصل خضوع اور ذلت ہے' عبادت کا معنی ہے: اطاعت کرنا اور تعبد کا معنی ہے: تنسک (فرمانبرداری کرنا)۔

(الصحاح ج ۲ ص ۵۰۳' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

لغت میں عبادت کا معنی ہے خضوع (تواضع اور عاجزی) کے ساتھ اطاعت کرنا۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۲۷۳' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

عبادت کا معنی ہے طاعت' بعض ائمہ نے کہا کہ عبودیت کی اصل ذلت اور خشوع ہے' دوسرے ائمہ نے کہا: عبودت کا معنی ہے: رب کے فعل پر راضی ہونا' اور عبادت کا معنی ہے: ایسا فعل کرنا جس سے رب راضی ہو' اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ آخرت میں عبادت ساقط ہو جائے گی عبودت ساقط نہیں ہو گی' کیونکہ عبودت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے حقیقت میں متصرف ہونے کا عقیدہ نہ رکھے' ہمارے شیخ نے کہا: یہ صوفیہ کی اصطلاح ہے' اس میں لغت کا دخل نہیں ہے' ازہری نے کہا: غلام جو اپنے مولیٰ کی خدمت کرتا ہے اس کو عبادت نہیں کہتے اور مسلمان جو اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے اس کو عبادت

Marfat.com

کہتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ''اعبدوا ربکم'' اس کا معنی ہے: اپنے رب کی اطاعت کرو اور ''ایاك نعبد'' کا معنی ہے: ہم خضوع اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا: عبادت کا لغت میں معنی ہے: عاجزی کے ساتھ اطاعت کرنا۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۴۱۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

عبادت کا اصطلاحی معنی

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:
نفس کی خواہش کے خلاف اپنے رب کی تعظیم کے لیے مکلف کا کوئی کام کرنا عبادت ہے۔
عہد کو پورا کرنا، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنا، جو مل جائے اس پر راضی رہنا اور جو نہ ملے اس پر صبر کرنا عبودیت ہے۔
(کتاب التعریفات ص ۶۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

قرآن مجید میں عبادت کا لفظ توحید اور اطاعت کے لیے استعمال ہوا ہے:
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا. (النساء: ۳۶) اللہ کو واحد مانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ. (یٰس: ۶۰) اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عبادت کا اصطلاحی معنی ہے: اعتقاد الوہیت کے ساتھ کسی کی تعظیم اور اطاعت کرنا اور ''یایھا الناس اعبدوا ربکم'' کا معنی ہے: اے لوگو! اپنے رب کو الٰہ مان کر اس کی تعظیم اور اطاعت کرو اور ''ایاك نعبد'' کا معنی ہے: ہم اعتقاد الوہیت کے ساتھ تیری تعظیم اور اطاعت کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں عبد کے اطلاقات

قرآن مجید میں پانچ قسم کے لوگوں پر عبد کا اطلاق کیا گیا ہے:
(۱) غلام اور مملوک پر عبد کا اطلاق کیا گیا ہے:
اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ. (البقرہ: ۱۷۸) غلام کے بدلہ میں غلام (کو قتل کیا جائے)۔
''ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ'' اللہ مثال بیان فرماتا ہے ایک مملوک (غلام) کی جس کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔ (النحل: ۷۵)
(۲) جو اللہ کی تسخیر سے عبد ہیں:
اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ (مریم: ۹۳) آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں وہ اللہ کی بارگاہ میں بطور عبد حاضر ہوں گے ۝
(۳) جو اپنے اختیار سے اللہ کے عبد ہیں اور عبدیت میں کامل ہیں:
ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳) ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کیا تھا، بے شک وہ (نوح) عبد شاکر تھے ۝
سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا. (بنی اسرائیل: ۱) سبحان ہے وہ جو اپنے (مقدس) عبد کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔
(۴) جو اپنے اختیار سے اللہ کے عبد ہیں اور عبدیت میں ناقص ہیں:

Marfat.com

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (المائدہ: ١١٨)

اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے ○

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ (الزمر: ٥٣)

کہیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(۵) جو اپنے اختیار سے غیر اللہ کے عبد ہیں:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ○ (الفرقان: ١٧)

اور جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے' پھر اللہ ان (معبودوں) سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے؟ ○

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ○ (یٰس: ٣١)

ہائے افسوس ان بندوں پر! ان کے پاس جو رسول بھی آیا یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے ○

خلاصہ یہ ہے کہ جو مملوک اور غلام ہیں' جو تسخیراً عبد ہیں' جو اپنے اختیار سے اللہ کے عبد ہیں اور عبد کامل ہیں اور جو اپنے اختیار سے اللہ کے عبد ہیں اور عبد ناقص ہیں اور جو اپنے اختیار سے غیر اللہ کے عبد ہیں ان سب پر قرآن مجید میں عبد کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اپنے غلام کو "میرا عبد" کہنے کی کراہت اور عبد النبی وغیرہ نام رکھنے کی تحقیق

غلام کے لیے اپنے مالک کو میرا رب کہنا مکروہ تنزیہی ہے' اسی طرح مالک کا غلام کو میرا عبد کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو کھلاؤ' اپنے رب کو پلاؤ' بلکہ میرا سید اور میرا مولا کہے' اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: میرا عبد اور میری بندی' اسے یہ کہنا چاہیے: میرا نوکر' میری نوکرانی اور میرا غلام۔ (صحیح بخاری ج ١ ص ٣٤٧ - ٣٤٦' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مملوک کے لیے میرا عبد نہ کہے' لیکن میرا خادم کہے' اور نہ مملوک اپنے مالک کو میرا رب کہے لیکن میرا سید کہے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٤' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ١٣٩٨ھ)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: کوئی شخص اپنے مملوک کو میرا عبد نہ کہے بلکہ میرا نوکر یا خادم کہے' یہ ممانعت اس لیے کی گئی ہے تاکہ مالک سے تکبر اور بڑائی کی نفی کی جائے اور مالک کی طرف غلام کی عبودیت کی نسبت کی نفی کی جائے کیونکہ اس کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی تمام بندوں کا رب ہے۔

(نہایہ ج ٣ ص ١٧٠' مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی' ایران' ١٣٦٤ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اپنے مملوک کو میرا عبد کہنا مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے' کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مملوک اللہ کا عبد ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے' اب اگر اس کا مالک بھی اس کو اپنا عبد کہے تو یہ شرک اور مشابہت کو واجب کرتا ہے' لہٰذا اس سے احتراز کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کو میرا نوکر اور میرا خادم کہے' اور یہ حرام اس لیے نہیں ہے کہ قرآن مجید میں مالک کی طرف عبد کی اضافت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآٮِٕكُمۡ ؕ (النور: ۳۲) اور تم اپنے بے نکاح (آزاد) مردوں اور عورتوں کا اپنے نیک عباد (غلاموں) اور باندیوں سے نکاح کر دو۔

علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس آیت کی رو سے کسی شخص کا اپنے غلام کو میرا عبد کہنا جائز ہے اور احادیث میں ممانعت تغلیظ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں' اور یہ مکروہ اس لیے ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے کیونکہ اس کا غلام بہر حال اللہ کا عبد ہے' اب اگر وہ اسے میرا عبد کہے گا تو اس سے اس غلام کا مشترک ہونا لازم آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

بعض لوگوں کا نام عبدالنبی اور عبدالرسول رکھا جاتا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کا بیان اس عنوان کے تحت لکھا ہے:

علی بخش' حسین بخش' عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔ (بہشتی زیور ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور)

ظاہر ہے کہ یہ دین میں غلو اور زیادتی ہے' عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا' سورہ نور کی اس آیت کے تحت جائز ہے اور احادیث میں جو ممانعت و ،د ہے اس کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ عبدالنبی' عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ نام رکھنا' ہر چند لہ جائز ہے لیکن چونکہ احادیث میں اس کی ممانعت ہے' اس لیے مکروہ تنزیہی ہے' اس لیے افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ان نے بجائے غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھے جائیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فقہاء نے عبد فلاں نام رکھنے سے منع کیا ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالنبی نام رکھنا ممنوع ہے' علامہ مناوی نے علامہ دمیری (شافعی) سے نقل کیا ہے کہ ایک قول جواز کا ہے جب کہ اس نسبت سے مشرف ہونا مقصود ہو' اور اکثر فقہاء نے اس خدشہ سے منع کیا ہے کہ کوئی حقیقت عبودیت کا اعتقاد کرے' جیسے عبدالدار نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۹' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

عبادت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا

(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں ○ اس آیت میں عبادت کا اللہ تعالیٰ میں حصر کر دیا ہے' بعض علماء نے اس پر بھی بحث کی ہے کہ اس حصر کی وجہ کیا ہے' اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ (مستحق عبادت) نہیں ہے' اس لیے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی عبادت نہیں کرتے' اور اس کی یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ عبادت نہایت تعظیم کو کہتے ہیں اور نہایت تعظیم اسی کی کی جائے گی جس نے بے شمار نعمتیں دی ہوں اور چونکہ تمام نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں' اس لیے عبادت بھی اسی کی کی جاتی ہے' دیکھئے اللہ تعالیٰ ہم کو عدم سے وجود میں لایا' جہل سے نکال کر علم عطا فرمایا' پھر تمام زمین' آسمان' سیارگان'

Marfat.com

جمادات' نباتات اور حیوانات کو ہمارے نفع کے لیے مسخر کر دیا!

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ○ (مریم: ٩)
اور بے شک میں نے تم کو اس سے پہلے پیدا کیا' حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے ○

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل: ٧٨)
اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا' حالانکہ تمہیں کسی چیز کا علم نہ تھا اور تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر بجالاؤ ○

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ (الجاثیہ: ١٣)
اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے' سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے نفع کے لیے مسخر کر دیا۔

اس سے بڑا اور کیا انعام ہوگا! تو اس کے سوا اور کون عبادت کا مستحق ہوگا۔

''ایاك نعبد'' میں حرف خطاب کو مقدم کرنے کے اسرار اور نکات

اس آیت میں یوں نہیں فرمایا: ''نعبدك'' ہم تیری عبادت کرتے ہیں' بلکہ فرمایا ہے: ''ایاك نعبد'' تیری ہی عبادت کرتے ہیں' ہم' اللہ تعالیٰ کا ذکر پہلے ہے اور ہماری عبادت کرنے کا ذکر بعد میں ہے' اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہے' اور ہم اور ہماری عبادات بعد میں ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے: جس شخص کی نظر نعمت کے وقت نعمت کی بجائے منعم پر ہو' تو مصیبت کے وقت اس کی نظر مصیبت کی بجائے مصیبت میں مبتلا کرنے والے پر ہوتی ہے' پھر مصیبت' مصیبت نہیں رہتی اور نعمت آنے کے بعد اگر وہ نعمت زائل ہو جائے تو اس کو ملال نہیں ہوتا' اور جس کی نظر نعمت پر ہوتی ہے تو حصول نعمت کے وقت بھی وہ پریشان رہتا ہے کہ کہیں وہ نعمت زائل نہ ہو جائے اور مصیبت کے وقت بھی وہ رنج اور افسوس میں مبتلا رہتا ہے' اور جس کی نظر ہر حال میں اللہ پر ہو وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے' لہٰذا ان کے مقام کا کیا کہنا جن کی توجہ ہر حال میں صفات کی بجائے ذات کی طرف رہتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''واذکروا نعمتی'' میری نعمت کو یاد کرو اور حضرت سیدنا محمد کی امت سے فرمایا: ''فاذکرونی اذکرکم'' تم مجھے (میری ذات کو) یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا' ان کی رسائی صفت تک تھی ہماری رسائی ذات تک کر دی ہے اور جب اس تصور سے انسان کہے گا: تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم' اور اس کی ذات کا اس لیے مقدم ذکر کرے گا کہ وہ ہر حال میں پہلے اس کو دیکھتا ہے بعد میں اور کو دیکھتا ہے تو پھر ''ایاك نعبد'' پڑھنے کا کچھ اور لطف ہوگا!

نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ کامل عبادت یہ ہے کہ تم اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اس سے بالمشافہ خطاب کر رہے ہو' اور اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ عبادت میں صعوبت اور مشقت تو بہت ہے لیکن جب عابد کی نظر معبود کے جمال پر ہو اور وہ محو نظارہ ذات ہو تو پھر کسی مشقت اور صعوبت کا پتا نہیں چلتا جس طرح مصر کی عورتوں کی نظر جب حسن یوسف پر پڑی تو انہوں نے پھل کی جگہ انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو کچھ درد نہیں ہوا' یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی کو نماز کے دوران تیر لگتے رہے' خون بہتا رہا اور وہ اسی انہماک سے نماز پڑھتے رہے۔ (صحیح بخاری ج ١ ص ٢٩) مسجد کی چھت سے سانپ گر پڑا' بھگدڑ مچ گئی اور امام ابوحنیفہ اسی محویت سے نماز پڑھتے رہے۔ (تفسیر کبیر ج ١ ص ١٢٩) امام بخاری کو نماز میں ڈتیہ نے سترہ ڈنک مارے اور ان کو کچھ پتا نہیں چلا۔ (فتح الباری ج ١٤ ص ٤٨١۔ ٤٨٠) عروہ بن زبیر کے کسی عضو میں زخم ہو گیا' اس عضو کا کاٹنا ضروری تھا' جب انہوں نے نماز شروع کی تو لوگوں نے وہ عضو کاٹ دیا اور ان کو ذرا احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ١ ص ١٢٩)

Marfat.com

''ایاک نعبد'' میں جمع کا صیغہ لانے کے اسرار اور نکات

اس آیت میں فرمایا ہے: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں' یہاں پر لفظ جمع لایا گیا ہے' کیونکہ اگر بندہ یوں کہتا کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں تو اس سے تکبر اور عجب کا وہم ہوتا اور جب کہا: ہم (سب) تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں تیرے عبادت گزار بندوں میں سے ایک عبادت گزار بندہ ہوں اور اس میں تواضع اور انکسار ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے سامنے ذکر کرے' اس میں بہت سے نقائص اور تقصیرات ہیں' اس لیے وہ اپنی عبادت کو تمام عبادت گزاروں کی عبادت میں درج کر کے ذکر کرتا ہے کہ ان عبادت گزاروں میں صالحین اور مقبولین بھی ہیں' جن کی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا' اور یہ اس کے کرم سے بعید ہے کہ وہ بعض کی عبادتیں قبول کرے اور بعض کو مسترد کر دے۔

علامہ محی الدین درویش لکھتے ہیں:

ایک شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی مختلف جنس کی چیزوں کو بیع واحد کے ساتھ فروخت کرے' پھر خریدار بعض چیزوں کے کسی عیب پر مطلع ہو تو اس کو تمام چیزیں واپس کرنے کا اختیار ہے' یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بعض چیزوں کو رکھ لے اور بعض کو واپس کر دے' کیونکہ تمام چیزیں بیع واحد کے ساتھ فروخت کی گئی ہیں' وہ ان میں تفریق نہیں کر سکتا (مثلاً کوئی شخص سیبوں کا ایک کریٹ خریدے اور کوئی ایک سیب داغدار ہو تو وہ صرف اس سیب کو واپس نہیں کر سکتا یا سب کو واپس کرے گا یا سب کو رکھے گا) علیٰ ھذا القیاس جب عبادت گزار نے اپنی عبادت کو ناقص اور معیوب جانا تو اس نے اپنی عبادت کو الگ نہیں پیش کیا بلکہ تمام عابدوں کی عبادت میں درج کر دیا' اس امید سے کہ تمام عبادات مسترد نہیں ہوں گی' کیونکہ ان میں بعض مقبولین کی عبادات بھی ہیں اور جب باقی مقربین کی عبادات مقبول ہوں گی تو اس کی عبادت بھی مقبول ہو جائے گی اور یہی اس کے کرم عظیم کے مناسب اور فضل عمیم کے لائق ہے۔ (اعراب القرآن الکریم وبیانہ ج ۱ ص ۱۸' دار ابن کثیر' بیروت' الطبعۃ الثالثۃ' ۱۴۱۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر میں نماز پڑھنے پر ایک نماز کا اجر ہے اور قبائل کی مسجد (محلہ کی مسجد) میں نماز پڑھنے پر پچیس نمازوں کا اجر ہے (بعض روایات کے مطابق ستائیس نمازوں کا اجر ہے) اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے پر پانچ سو نمازوں کا اجر ہے' اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کا اجر ہے' اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے کا (بھی) پچاس ہزار نمازوں کا اجر ہے' اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا اجر ایک لاکھ نمازوں کا اجر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۷۲' مطبوعہ اصح المطابع' دہلی)

اجر میں اس اضافہ کی وجہ ایک تو ان مساجد کی عظمت اور خصوصیت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ محلہ کی مسجد کی نسبت جامع مسجد میں زیادہ نمازی ہوتے ہیں' اور جہاں زیادہ نمازی ہوں گے وہاں اللہ کے نیک بندے بھی زیادہ ہوں گے' اللہ تعالیٰ اپنے مقرب اور نیک بندوں کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور ان کے واسطے سے سب نمازیوں کو زیادہ اجر وثواب عطا فرمادے گا' علیٰ ھذا القیاس جیسے جیسے نمازیوں کی تعداد بڑھتی جائے گی اجر وثواب بڑھتا جائے گا' اس لیے بندہ اپنی عبادت کا علیحدہ ذکر نہیں کرتا بلکہ تمام عابدوں کی عبادت میں اپنی عبادت ضم کر کے ذکر کرتا ہے تاکہ اسے بھی وہ برکتیں مل جائیں جو مقربین بارگاہ ناز کے طفیل سب عابدوں کو ملیں گی۔

غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات کے اسرار اور نکات

بلاغت کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ کلام کے پیرائے کو مثلاً صیغہ غائب سے صیغہ خطاب کی طرف منتقل کیا جائے' اس کو

Marfat.com

اصطلاح میں التفات کہتے ہیں' کیونکہ مسلسل ایک طرز سے سننے والا اکتا جاتا ہے اور جب کلام کا پیرایہ تبدیل کیا جاتا ہے تو سننے والے کا ذہن حاضر اور بیدار رہتا ہے اور اس کا شوق برقرار رہتا ہے اور تجسس بڑھتا رہتا ہے۔

سورہ فاتحہ کے شروع کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا صیغہ غائب کے ساتھ ذکر کیا گیا اور اس کی حمد وثناء کی گئی' پھر ''ایاک نعبد. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں'' میں اس سے بالمشافہ خطاب کیا گیا' اس میں صنعت التفات کے علاوہ حسب ذیل اسرار ہیں:

(۱) جب بندہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت' رحمت اور اس کے مالک ہونے کا ذکر کیا تو اس کو حریم ناز میں داخل ہونے کی اجازت ملی اور اس سے کہا گیا کہ اب جو کہنا ہے بالمشافہ کہو تو بندہ نے کہا: ''ایاک نعبد و ایاک نستعین''۔

(۲) دعا اور سوال میں اصل یہ ہے کہ بالمشافہ خطاب کر کے سوال کیا جائے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا'' (طٰہٰ: ۱۱۴) ''آپ کہئے کہ اے رب! میرے علم کو زیادہ کر' سواسی نہج پر یہاں بہ صورت خطاب دعا کی گئی ہے۔

(۳) ''الحمد'' سے ''مالک یوم الدین'' تک اللہ کی حمد وثناء ہے' اور تعریف میں اصل یہ ہے کہ غیاب میں کی جائے اور ''ایاک نعبد'' میں عبادت کا ذکر ہے اور عبادت میں اصل یہ ہے کہ حضور میں اور بالمشافہ ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ. — تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

(امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ' صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

استعانت کے معنی

استعانت کا لفظ عون سے ماخوذ ہے' علامہ زبیدی عون کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی کام پر مدد کرنے والے کو عون کہتے ہیں' عرب کہتے ہیں: جب قحط آتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے اعوان بھی آتے ہیں' یعنی ٹڈیاں' مکھیاں اور بیماریاں' لیث نے کہا: ہر وہ چیز جو تمہاری مدد کرے وہ تمہاری عون ہے' جیسے روزہ عبادت کے لیے عون ہے' اس کی جمع اعوان ہے' اور عرب کہتے ہیں: ''استعنتہ فاعاننی'' میں نے اس سے مدد طلب کی تو اس نے میری مدد کی۔

(تاج العروس ج ۹ ص ۲۸۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

''ایاک نستعین'' کی تفسیر

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

''ایاک نستعین'' کا معنی یہ ہے: اے ہمارے رب! ہم اپنی عبادات' اپنی طاعات اور اپنے تمام معاملات میں صرف تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں' تیرے سوا اور کوئی مددگار نہیں ہے' کفار اپنے معاملات میں اپنے باطل معبودوں سے مدد طلب کرتے ہیں اور ہم اخلاص کے ساتھ تیری عبادت کرتے ہیں اور اپنے تمام امور میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم اپنی اطاعت اور تمام امور میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۵۳' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی' پھر بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ پہلے ''ایاک نستعین''

Marfat.com

ہوتا پھر ''ایاك نعبد'' ہوتا' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِیۡ وَارۡكَعِیۡ مَعَ الرّٰكِعِیۡنَ ○ (آل عمران: ۴۳)
اے مریم! اپنے رب کی عبادت کر' سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر ○

اس آیت میں پہلے سجدہ اور پھر رکوع کا ذکر ہے حالانکہ ترتیب کے اعتبار سے پہلے رکوع اور پھر سجدہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وسیلہ مقصود پر مقدم ہوتا ہے' بندہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم نے دعا اور سوال کرنا ہو تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' تاکہ تمہاری دعا قبول ہو' اس لیے مدد طلب کرنے سے پہلے عبادت کرنے کا ذکر کیا گیا' تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے ''الحمد لله رب العلمين'' اور ''مالك يوم الدين'' فرمایا تھا تو اسی وزن پر ''ایاك نعبد و ایاك نستعين'' فرمایا' اگر ''ایاك نستعين و ایاك نعبد'' ہوتا تو ان آیات کے آخری الفاظ کا اختتام ایک فصل اور ایک وزن پر نہ ہوتا۔

اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

استعانت میں عموم مراد ہے' ہر چیز میں ہم صرف تجھ سے ہی استعانت کرتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس سے فرمایا:

اذا استعنت فاستعن بالله. (جامع ترمذی ص ۳۶۱) جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے۔

اسی حدیث کی وجہ سے حضرت ابن عباس نے استعانت میں عموم کا قول اختیار کیا ہے' سو جس شخص نے اپنے اہم معاملات بلکہ دوسرے غیر اہم معاملات میں بھی غیر اللہ سے مدد چاہی ہو تو اس نے ایک عبث عمل کیا' اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں مدد طلب کی جاتی حالانکہ وہ غنی کبیر ہے اور دوسروں سے کیسے مدد طلب کی جائے گی جب کہ سب اس کے محتاج ہیں' اور محتاج کا محتاج سے مدد طلب کرنا ناپختہ رائے ہے اور عقل کی کج روی' اور میں نے کتنے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے غیر اللہ سے عزت اور دولت طلب کی اور وہ ذلیل اور فقیر ہوئے' سو اللہ کے سوا اور کوئی اس لائق نہیں کہ اس سے مدد طلب کی جائے۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۹۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ مراغی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں' ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی ایسی تعظیم کریں جیسی معبود کی تعظیم کی جاتی ہے اور اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ طلب کریں اور کسی کام کو پورا کرنے کے لیے جو طاقت درکار ہوتی ہے وہ کسی اور سے نہ مانگیں ماسوا ان اسباب کے جن کا کسب کرنا اور جن کو حاصل کرنا ہمارے لیے عام اسباب میں مشروع اور میسر ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اسباب کو مسببات کے ساتھ مربوط کیا ہے' اسی طرح ارتفاع موانع پر بھی ان کو موقوف کیا ہے اور ان اسباب کے حصول کے لیے انسان کو علم اور معرفت سے نوازا ہے اور موانع اور رکاوٹوں کے دور کرنے پر انسان کو قدرت عطا کی ہے اور اسی اعتبار سے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں اور تعاون کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۖ (المائدہ: ۲)
اور تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

Marfat.com

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ (الکہف: ۹۵)

ذوالقرنین نے کہا: میرے رب نے جس پر مجھے قدرت دی ہے وہ (تمہارے مال سے) بہتر ہے تو تم (محنت کے کام میں) طاقت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مضبوط دیوار بنادوں گا ۝

اسی اعتبار سے ہم بیماروں کی شفا کے لیے اطباء سے دوائیں طلب کرتے ہیں اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہتھیاروں اور سپاہیوں سے مدد طلب کرتے ہیں اور اپنی فصلوں کی فراوانی کے لیے حشرات الارض اور مضر کیڑوں مکوڑوں کو دور کرتے ہیں اور ان کو ہلاک کرتے ہیں' اور ان اسباب کے بغیر اگر ہم بیماروں کے لیے شفاء اور دشمن پر غلبہ چاہتے ہوں تو اس کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت کی جائے گی اور زمین و آسمان کی تمام حاجات کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے گا اور نبی کی حیات طیبہ میں ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے' آپ نے مختلف غزوات میں کفار کے خلاف غلبہ اور فتح کے لیے صرف اللہ کے آگے ہاتھ پھیلائے ہیں' اسی سے فتح اور نصرت کی دعائیں کی ہیں اور اسی سے بیماری میں حصول شفا کے لیے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور فرمایا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہوں۔

سو جو شخص اپنی حاجات پوری کرانے کے لیے' کسی بیمار کی شفا کے لیے' دشمن پر غلبہ کے لیے یا اولاد کی طلب کے لیے اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان سے مدد مانگتا ہے وہ شخص سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا' اس نے اللہ کی شریعت سے اعراض کیا اور اس نے زمانہ جاہلیت کے بت پرستوں کا سا کام کیا۔ (تفسیر المراغی ج ۱ ص ۳۳۔ ۳۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ہمارے نزدیک علامہ مراغی کا یہ فتویٰ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے' زمانہ جاہلیت میں کفار بتوں کو مستحق عبادت قرار دیتے تھے اور اسی عقیدہ کے ساتھ ان سے استعانت کرتے تھے' لیکن جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت قرار نہ دیتا ہو' اور نہ اولیاء اللہ کو متصرف بالذات سمجھتا ہو' نہ ان کو تصرف میں مستقل سمجھتا ہو بلکہ یہ سمجھتا ہو کہ اولیاء اللہ' اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور اسی عقیدہ کے ساتھ ان سے استعانت کرے تو اس مسلمان کا یہ فعل شرک ہے نہ زمانہ جاہلیت کے بت پرستوں کا سا کام ہے' تاہم ہمارے نزدیک شریعت کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنی چاہیے' اولیاء اللہ بھی اللہ کے محتاج ہیں اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں' تو سلامت روی اسی میں ہے کہ ہر حاجت اللہ سے طلب کی جائے اور ہر ضرورت میں اس کے آگے دست سوال دراز کیا جائے۔

ہم نے ان پڑھ عوام اور جہلاء کو اولیاء اللہ کے مزارات پر بار ہا سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے' جو منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتے' اسی طرح ان کو مزارات پر صاحب مزار کی نذر اور منت مانتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ سجدہ عبادت ہو یا سجدہ تعظیم' اللہ کے غیر کے لیے جائز نہیں ہے اور نذر بھی عبادت ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ

وہی ہے جو تم کو خشک زمین اور سمندر میں چلاتا ہے' حتیٰ کہ جب تم کو کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں' تو (اچانک) کشتیوں پر تند و تیز آندھیاں آئیں اور سمندر کی موجوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور (مسافروں نے) سمجھ لیا کہ وہ طوفان میں گھر گئے' تب سب

Marfat.com

اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ (یونس: ۲۳۔ ۲۲)

نے اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر کے دعائیں مانگیں کہ اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچالیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ نے ان کو بچالیا تو وہ ناگہاں زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگے۔

جب انسان مصائب کے گرداب اور پریشانیوں کے طوفان میں گھر جائے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے' سو مسلم اور موحد اس بات کے زیادہ لائق اور مستحق ہے کہ وہ اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں صرف اللہ تعالیٰ سے التجاء کرے' اسی سے مدد مانگے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلائے۔

امام رازی سورہ یونس آیت: ۱۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان کافروں نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صورتوں کے بت بنا لیے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ جب وہ ان بتوں کی عبادت کریں گے تو وہ بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے' اور اس زمانہ میں اس کی نظیر یہ ہے کہ بہت لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جب وہ ان قبروں کی تعظیم کریں گے تو وہ اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۵۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

قبر کو سجدہ کرنا' قبر کا طواف کرنا اور حصول منفعت کے لیے صاحب قبر کی نذر ماننا' قبر کے سامنے جھکنا' یہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں۔

اولیاء اللہ سے استعانت کا صحیح طریقہ

ہونا یہ چاہیے کہ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کی جائے کیونکہ زیارت قبور سنت ہے' ان کے مزارات پر ایصال ثواب کیا جائے' یہ بھی احادیث سے ثابت ہے' ان کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کی جائے' کیونکہ قرآن مجید میں وفات یافتہ مسلمانوں کے لیے دعا کرنے کی تعلیم ہے' اور ان کے وسیلہ سے اپنی حاجات کی قبولیت کی دعا کی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی مغفرت کے لیے اپنے اور انبیاء سابقین کے وسیلہ سے دعا فرمائی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ہماری حاجت روائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں اور اس کی اصل نابینا کی حدیث ہے جس کو ان شاء اللہ ہم عنقریب تفصیل سے بیان کریں گے' اب ہم وسیلہ اور غیر اللہ سے استمداد کے موضوع پر تفصیل سے لکھ رہے ہیں۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.

وسیلہ کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل ما یتوصل بہ الی الشیء ویتقرب بہ.

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵' مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الجوھری: الوسیلۃ ما یتقرب بہ الی الغیر.

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

Marfat.com

(سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵۔ ۷۲۴ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ زبیدی نے ابن اثیر اور علامہ جوہری کے حوالوں سے وسیلہ کی تعریف میں مذکور الصدر عبارات نقل کی ہیں۔

(تاج العروس ج ۸ ص ۱۵۴ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابن منظور افریقی اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

جس چیز سے غیر کا تقرب کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (الصحاح ج ۵ ص ۱۸۴۱ مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ)

ائمہ لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے زندگی میں اور وفات کے بعد بھی۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام محمد بن جزری آداب دعا میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۵۰ھ)

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف نے کہا: دعا میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ ''صحیح بخاری'' کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ!) تو بارش نازل فرماتا تھا اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر ان پر بارش ہو جاتی' اور جیسا کہ نابینا کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کا امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح' غریب ہے اور ہم نے اس کو ''حصن'' میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابوامامہ کی بناء پر جس کو ہم نے صبح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' اور ''کتاب الدعاء'' میں ذکر کیا ہے۔

(الحرز الثمین ص ۱۷۶ مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۴ھ)

امام جزری نے حضرت ابوامامہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذي اشرقت له السموات والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك.	اے اللہ! میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

(امام محمد بن جزری متوفی ۸۳۳ھ حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۶۸ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ)

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے'

Marfat.com

گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلہ سے' اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا' اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں' اس کی حمد وثناء کریں' اس کے احکام پر عمل کریں' اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں' اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے' کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے' کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔ (الحرز الثمین ص ۷۶' مطبوعہ امیریہ' مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ)

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو' اور یہ دعا صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے' جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے' حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱' مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

(تحفۃ الذاکرین ۶۹' مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا: یہ حدیث حسن' صحیح اور غریب ہے' امام نسائی' امام ابن ماجہ' اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے' حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کردے' آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو' پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' الحدیث۔ ''حصن حصین'' کے باب صلوٰۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا' اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(تحفۃ الذاکرین ص ۳۷' مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم سے (اجتہادی) خطاء ہوگئی تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بہ حق (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا' سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا' وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوۃ ص ۴۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔

(معجم صغیر ج ۲ ص ۸۲۔ ۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ (الوفاء ص ۳۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

شیخ ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے' لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ ابونعیم حافظ نے اس حدیث کو ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کیا ہے' اس نسبت میں شیخ ابن تیمیہ کو خطا لاحق ہوئی' یہ حدیث حافظ ابونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' میں نہیں ہے بلکہ حافظ بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' میں ہے' ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۶' مطبوعہ دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے' وہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم صغیر'' اور ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل ص ۱۰۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵' مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اس کے مقارب روایت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: اے عیسیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ' اور جو تمہاری امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو' کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا' پھر میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہوگیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵' مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی نے ان دونوں حدیثوں کے راویوں کی صحت سے اختلاف کیا ہے' لیکن شیخ ابن تیمیہ کی تصحیح مقدم ہے۔

Marfat.com

علامہ سیوطی نے امام حاکم' امام بیہقی' امام طبرانی' امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ قسطلانی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے اور لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے ''شفاء السقام'' میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس تصحیح کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی' اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے' علامہ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے' پتا نہیں وہ کون ہے؟ اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو پیدا کرتا۔ (شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

ملا علی قاری نے بھی امام دیلمی کی اس روایت کو استشہاد کے طور پر پیش کیا ہے۔

(موضوعات کبیر ص ۵۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی' ۱۳۱۵ھ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حقیقت محمدی پر بحث کرتے ہوئے یہ دو حدیثیں لکھی ہیں:

اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا' اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

(مکتوبات دفتر سوم' حصہ دوم' مکتوب نمبر ۱۲۲)

یہ حدیثیں ہر چند کہ ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ معنیً ثابت ہیں' حدیث لولاک پر ''مقالات سعیدی'' میں ہمارا ایک تفصیلی مقالہ ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ مقربین بارگاہ کے وسیلہ سے دعا کرنا ابتداء آفرینش سے مشروع اور معمول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام مدح میں اس دعا کا ذکر فرما کر اس کے جواز اور استحسان کو بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہوگئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی: اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے' اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی' اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما' ان کو حجت القا فرما' ان کی قبر کو وسیع کر' بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ نے' حضرت عباس نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو قبر میں اتارا' اس حدیث کو امام طبرانی نے ''کبیر'' اور ''اوسط'' میں روایت کیا ہے' اس میں روح بن صلاح نام کا ایک راوی ہے' امام حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے' اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کو علامہ نور الدین سمہودی نے بھی ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۸۹۹ـ۸۹۸‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت)

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔(توسل ص ۱۰۲‘ مطبوعہ مکتب اسلامی‘ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے دعا کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا‘ اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کردے‘ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اس کام کو موخر کردوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کردوں‘ اس نے کہا: آپ دعا کردیجئے‘ آپ نے فرمایا: تم اچھی طرح وضو کرو‘ دو رکعت نماز پڑھو‘ اس کے بعد یہ دعا کرو: ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں‘ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو‘ اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۹۹‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔(جامع ترمذی ص ۵۱۵‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔(مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸‘ مطبوعہ مکتب اسلامی‘ بیروت‘ ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔(مستدرک ج ۱ ص ۵۱۹‘ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع‘ مکہ مکرمہ)

اس حدیث کو امام ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۰۴‘ مطبوعہ دار الفکر‘ دمشق)

امام ابن ماجہ‘ امام ترمذی‘ امام احمد اور امام حاکم نے اس حدیث کو عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ ابوامامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے بھی روایت کیا ہے اس روایت میں یہ اضافہ ہے:

قال عثمان: فواللہ ما تفرقنا ولا طال الحدیث حتیٰ دخل الرجال وکانہ لم یکن بہ ضر قط. (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ‘ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷‘ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ‘ بیروت)

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: بہ خدا! ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

امام ابن السنی نے بھی اس حدیث کو ابوامامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے‘ جس میں مذکورہ الصدر اضافہ ہے۔(عمل الیوم واللیلہ ص ۲۰۲‘ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف‘ دکن‘ ۱۳۱۵ھ)

علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالوں سے بیان کیا اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں‘ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ (ج ۶ ص ۱۶۹‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۱ھ) میں روایت کیا ہے۔

امام محمد جزری نے اس حدیث کو امام ترمذی‘ امام حاکم اور امام نسائی کے حوالوں سے ذکر کیا اور اس میں بھی یا محمد کے الفاظ ہیں۔(الاذکار ص ۱۶۷‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۳۷۵ھ)

Marfat.com

قاضی شوکانی ''حصن حصین'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام ترمذی' امام حاکم نے ''مستدرک'' میں اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے' امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا: یہ حدیث صحیح ہے' امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا' سوان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے' البتہ نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے: اس نے دو رکعت نماز پڑھی' اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے' اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقۃً دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۱۳۸۔ ۱۳۷' مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

حضرت عثمان بن حنیف کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحت سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں' اس لیے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاء حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی' اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے' جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔ یہاں تک جو ہم نے احادیث بیان کی ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں آپ کے توسل پر دلیل ہے' اب ہم ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے توسل پر دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالک الدار' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا' ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ' ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی' اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس میں میں عاجز ہوں۔

(المصنف ج ۱۲ ص ۳۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابوبکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں (ایک بار) قحط

Marfat.com

واقع ہوا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو اس شخص نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی' حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اس چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲۔ ۹۱ مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

حافظ ابو عمرو بن عبد البر[1] اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۹۰۔ ۳۸۹' مطبوعہ دارالکتاب العربیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا' ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے' کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے' پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ' الحدیث۔ سیف نے ''فتوح'' میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ کے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶۔ ۴۹۵ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے' اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے' ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی' اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی' حضرت عثمان نے اس سے کہا: تم وضو خانہ جا کر وضو کرو' پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو' پھر یہ کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی' نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا' پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں' وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل

[1] حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ عبد البر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب علیٰ ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۴۶۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

Marfat.com

کیا' پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا' دربان نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا' حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا: تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا' حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا' پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی' حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی' لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا' آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر ان کلمات سے دعا کرو' حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ نے ''الترغیب والترہیب'' (ج ۱ ص ۴۷۶۔ ۴۷۴' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ) میں اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۷۹' مطبوعہ بیروت) میں اس حدیث کو بیان کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید' توثیق اور تصحیح

امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا: اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس سے روایت کرنے میں متفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے) اور حدیث صحیح ہے' شیخ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر متفرد نہیں ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے' شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

امام طبرانی نے کہا: اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے اور اس کا نام عمر بن ابی یزید ہے اور وہ ثقہ ہے' عثمان بن ابی عمر' شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابوعبداللہ مقدسی نے کہا: اور حدیث صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو متفرد کہا ہے' ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے' اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں متفرد نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' مطبوعہ دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت کو امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام احمد اور امام ابن سنی نے روایت کیا اور اس میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وسیلہ کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں ہے' اس کے برخلاف امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں بھی حضور سے توسل کرنے کا ذکر کیا

Marfat.com

ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں' اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کب گنجائش ہے؟

امام بیہقی نے پہلے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۷۔ ۱۶۶) پھر اس حدیث کو روح بن قاسم عن ابی جعفر مدینی عن ابی امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے بعد مزید یہ کہا:

اس حدیث کو ہشام دستوائی نے از ابو جعفر از ابوامامہ بن سہل از عم خود روایت کیا ہے' ابوامامہ کے چچا حضرت عثمان بن حنیف ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی کی اس مفصل روایت کا اور اس دوسری سند کا شیخ ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے' لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ قصہ کو روایت کیا ہے اور اس سے آپ کے وصال کے بعد آپ سے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے' بشرطیکہ یہ روایت صحیح ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے' لیکن انہوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے' علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انہوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا ایک متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں' جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں' لہٰذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا' جبھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین کی کہ اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے:

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: میری بینائی چلی گئی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے' آپ نے فرمایا: جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو' پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد! میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لیے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں' اے اللہ! میرے حق میں میری شفاعت کو قبول کرا اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما' اور اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۵' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

اس روایت پر شیخ ابن تیمیہ نے حسب ذیل اعتراضات کیے ہیں:

Marfat.com

(۱) ''اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو اسی طرح کرو'' یہ حضرت عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲) دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گزر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے' کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں' کیونکہ انہوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

(۳) حضرت عثمان بن حنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے' حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کے خلاف ہیں' کیونکہ نابینا صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما! اور اس طریقہ سے یہ دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کی دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے' اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے' اس طریقہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہوگا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۶۔ ۲۷۴' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن ابی خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے' اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں' ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری دعا کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی امتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اسکا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے' کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی' اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے'' کیونکہ حیات اور ممات

Marfat.com

میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہوسکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مسلمانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں' اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن نیار کو ایک شش ماہہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمادیا: تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بدلہ میں اور قربانی کرو' انہوں نے کہا: میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے آپ نے فرمایا: اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کردو' اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استثناء اس لیے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی سب کے لیے قیامت تک جائز ہوجاتی' شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں: وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے:

ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں' پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے' اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے' اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز)

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرمادیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ شرک کا سبب ہے' کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے' اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا' اسی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا' شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی' جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں' یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا' اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف و کرم

Marfat.com

کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما' کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت برلائے' سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے' اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے' اور قادر' فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے' اور اولیاء اللہ' اللہ تعالیٰ کے فعل' سطوت' قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا' جب وہ زندہ تھے۔

اور امداد و استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلب دعاء اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے' اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انہیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟

اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلا قیامت تک رہتا ہے' زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے تو وہ اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں' جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں' اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم بہ احکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے' حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲۔ ۴۰۱ مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنے میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے' اور آپ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے' اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: اے اللہ! میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما' تو اس دعا کا یہ معنی ہے اے اللہ! میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اے اللہ! میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے' بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اے اللہ! میں تجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے۔

Marfat.com

وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے' توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہوگی' ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بدعقیدگی جگہ نہ پکڑے' کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا' اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتداء میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے' لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی' اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے' میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی' تا کہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو' کیونکہ بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں' اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے' جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کاربند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا' یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا' زیادہ جامع' زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ

شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے' انہوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تا کہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں' اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں' اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں' ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعویٰ کیا' پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے' ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے' کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا اور امام جزری نے ''حصن حصین'' کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے' اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' سید نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے' ایک حدیث میں ہے: میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' اس کو علامہ ابن اثیر نے 'نہایہ' میں اور علامہ طاہر پٹنی نے ''مجمع بحار الانوار'' میں ذکر کیا ہے' اور امام حاکم' امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں' اور ابن منذر نے روایت کیا ہے: اے اللہ! تیرے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا' مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے' علامہ

Marfat.com

قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا' حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا' قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی' اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے' جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

(ہدیۃ المہدی ص ۴۹' مطبوعہ میور پریس' دہلی' ۱۳۲۵ھ)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ مبارکپوری ''الدر النضید'' سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ (الزمر: ۳) اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (جن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے' اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ (الرعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ سورہ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے' وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے' اسی طرح سورہ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے' مثلاً کوئی شخص کہے: میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں' اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے' جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گرگئی تو انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی' اسی طرح سورہ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے' وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا' اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست مدد طلب کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں' جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حافظ ابوبکر دینوری معروف بابن السنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! اس کو روک لو' اے اللہ کے نیک بندو

Marfat.com

اس کو روک لو' کیونکہ زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔
(عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲' مطبوعہ مطبع مجلس الدائرۃ المعارف' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں' جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔
(کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۳' مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:
حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کردے درآں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو' کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرب ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے بعض راویوں کے ضعف کے باوجود ان کی توثیق کی گئی ہے' البتہ یزید بن علی نے حضرت عتبہ کو نہیں پایا۔
(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲' مطبوعہ دارالکتب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں' جب کسی ویران زمین پر کسی کو مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲' مطبوعہ دارالکتب العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! روک لو' اے اللہ کے نیک بندو! روک لو' اے اللہ کے نیک بندو روک لو' کیونکہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے روکنے والے ہیں جو اس کو عنقریب روک لیں گے' اس کو امام ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: وہ اس کو تمہارے لیے روک لیں گے۔
(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲' مطبوعہ دارالکتب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی' امام ابن السنی کی کتاب سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی' ان کو اس حدیث کا علم تھا' انہوں نے یہ کلمات کہے: (اے اللہ کے بندو! روک لو) اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا' اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی' وہ اس کو روکنے سے عاجز آ گئے' میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔
(کتاب الاذکار ص ۲۰۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' طبع رابع' ۱۳۷۵ھ)

ملا علی قاری نے بھی علامہ نووی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۸' مطبوعہ المطبعۃ المنیریہ' مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ)

Marfat.com

شیخ شوکانی نے بھی علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔
(تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۱۵۵ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)
ملا علی قاری ''یا عباد اللہ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:
''اے اللہ کے بندو!'' اس سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا اس سے مردان غیب مراد ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں (یعنی اولیاء اللہ)۔ (الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۸ 'مطبوعہ المطبعۃ المیریہ' مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ)
شیخ محمد بن جزری نے ''حصن حصین'' میں اس حدیث کو طبرانی' ابو یعلی' ابن السنی' بزار اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے درج کیا ہے' ان تمام روایات کو درج کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:
بعض ثقہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ امر مجرب ہے۔ (الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۹ 'مطبوعہ المطبعۃ المیریہ' مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ)
شیخ شوکانی' حضرت ابن عباس کی روایت میں لکھتے ہیں:
مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں' جیسے فرشتے اور صالح جن' اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶۔ ۱۵۵ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ)

امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت ''یا محمداہ'' کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے تھے۔
جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی' اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:
پھر حضرت خالد بن ولید نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی' پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا' پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔
(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶ 'مطبوعہ دار الکتاب العربیہ' بیروت)
حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
پھر حضرت خالد نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔
(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت)
حافظ ابن اثیر اور ابن کثیر نے یہ تصریح کی ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہنے کا معمول تھا' ندائے غائب کے منکرین کے ہاں حافظ ابن کثیر کی بہت پذیرائی ہے اور ان کا یہ لکھنا کہ عہد صحابہ و تابعین میں یا محمداہ کہنے کا معمول تھا' ان کے خلاف قوی حجت ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''المطالب العالیہ'' میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر ''یا محمد'' کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۴۹ 'مطبوعہ مکہ مکرمہ)

Marfat.com

ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف

شیخ رشید احمد گنگوہی ''یارسول اللہ انظر حالنا' یا نبی اللہ اسمع قالنا'' کے جواز یا عدم جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے' یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں' ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بہ وجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ابہام بھی ہے' لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مولف پر طعن ہو سکتا ہے۔ (الی قولہ) مگر اسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

گویا یا محمد یا رسول اللہ کے نعروں سے علماء دیوبند کا منع کرنا ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔ شیخ گنگوہی سے سوال کیا گیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے: ''یارسول کبریا فریاد ہے' یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے' مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ' میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے'' کیسے ہیں؟

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں' لہٰذا مکروہ ہوں گے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

عام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں سمجھتے' عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے آپ پر حقائق غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں جس طرح ہم کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے ہم پر عالم شہادت کے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں' نہ ہم بذاتہ شہادت (عالم ظاہر) کے عالم ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ غیب کے عالم ہیں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت منکشف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے عالم غیب بھی منکشف کیا۔ یہی عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور شیخ گنگوہی کی تصریح کے مطابق یہ شرک اور معصیت نہیں ہے بلکہ جائز ہے' علماء اہل سنت اپنی تقاریر اور تصانیف میں عوام کو یہ فرق ہمیشہ سے ہر دور میں بتاتے رہتے ہیں اور عام مسلمان اس فرق کو جانتے ہیں' اس لیے عوام کے جلسوں میں بھی اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور اس کی عبادت بجالاتا ہے اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل سامع یا مستقل عالم گردانتا ہے' البتہ ذاتی ناپسندیدگی کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم وتصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی مصرف ہے' اولیاء ظاہر میں مصرف ہی معلوم ہوتے ہیں' عین حالت کرامت وتصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۹' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

Marfat.com

شیخ محمود الحسن ''ایاك نستعین'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے' ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲' مطبوعہ تاج کمپنی' کراچی)

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

اور حقیقی طور پر اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے' کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا اس کے منافی نہیں۔ (معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۳۹۷ھ)

شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ دعا میں بحق رسول و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں' بعض فقہاء ومحدثین منع کرتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں' سو اس واسطے معنی موہم اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے' لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ ہو جاوے فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف ''المہند'' کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے' ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں' اسی جیسے اور کلمات کہے' چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے' پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے' جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (انتہی المہند ص ۱۲' ۱۳) (تسکین الصدور ص ۴۱۳' مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم' گوجرانوالہ)

شیخ اشرف علی تھانوی' امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالوں سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف) اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے' وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۵۳' مطبوعہ تاج کمپنی' کراچی)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اس کے متعلق شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر' حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں' امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے' (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۸' البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۱) اور مورخ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے۔

(ابن خلدون ج ۲ ص ۹۶۹)

Marfat.com

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا' اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے' بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی (التوفی ۶۷ ھ) رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید وتصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو ''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث'' کے تحت سنّیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۲۔ ۳۳۹ 'ملخصا' مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

نیز شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے' چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں بیان کیا ہے کہ عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا' کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے ''اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے'' اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں۔ اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا' اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عتبی! جا کر اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰) یہ واقعہ امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' ص ۱۸۵' طبع مصر میں اور علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی التوفی ۷۱۰ ھ نے اپنی تفسیر ''مدارک'' ج ۱ ص ۳۹۹ میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے ''شفاء السقام'' ص ۴۶ میں اور شیخ عبدالحق نے ''جذب القلوب'' ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبدالعلی نے ''رسائل الارکان'' ص ۲۸۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے' اور علامہ علی بن عبدالکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے' اسی طرح دیگر متعدد علماء نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے: '' وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا '' (النساء: ۶۴) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں' پھر دو شعر پڑھے' اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ ھ میں ہوئی ہے' اھ۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں بس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۵۴)

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: ''کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں' اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت

Marfat.com

میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں' اھ (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے' بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور ص ۳۶۵۔ ۳۶۲ ملخصاً' مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ' شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الہادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام' ائمہ دین اور سلف صالحین سے ایسی کارروائی ثابت نہیں' اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے' اس کے جواب میں شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا' نہ تو فرض و واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ' تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کارروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کیے جاتے' اس کارروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لیے حضرت بلال بن الحارث کا یہ فعل جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانئے کہ بلال بن الحارث اور ان کی اس کارروائی کے مصدقین بھی صحابہ ہی ہیں' اگرچہ حافظ ابن تیمیہ یہ کارروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کارروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے۔ (محصلہ قاعدہ جلیلہ ص ۲۷)

(تسکین الصدور ص ۳۵۴ ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اکابر اور اصاغر علماء دیوبند کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے' بلکہ سنت اور مستحب ہے اور ہم بھی اس سے زیادہ نہیں کہتے۔

ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کے متعلق جو ہم نے احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات نقل کی ہیں اس سے ہمارا صرف یہ منشاء ہے کہ عام مسلمان جو شدائد اور ابتلاء میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے ہیں' ان کا یہ پکارنا شرک نہیں ہے اور اس نداء کو شرک کہنا شدید ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہر حال اللہ کی مخلوق اور اس کا مقرب بندہ گردانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہر فعل اور ہر تصرف اللہ تعالیٰ کے اذن' اس کی مشیت اور اس کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہے' انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہوں یا عام انسان' اس کائنات میں جس سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شے پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے' اور اس اعتقاد کے ساتھ ندائے غیر اللہ کو علماء دیوبند بھی جائز کہتے ہیں' جیسا کہ شیخ گنگوہی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

اس اعتقاد کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہر چند کہ جائز ہے لیکن افضل' احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے' امام

Marfat.com

ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں' تم اللہ کو یاد رکھو' اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا' تم اللہ کو یاد رکھو' تم اللہ کو سامنے پاؤ گے' جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمہارے لیے لکھ دیا ہے' اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے لکھ دیا ہے' قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ٣٦١' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ[1]' امام ابن سنی[2] اور امام ابن عبد البر[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں' اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں' زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اس میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں' تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سایہ فگن رہے' اگر کسی خاص حاجت میں دعا مانگنی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنی چاہیے۔

ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری ثم نقشبندی لکھتے ہیں:

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا' مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے' کیونکہ حقیقت' حقیقت ہے اور مجاز' مجاز ہے' یا بارگاہ انبیاء و اولیاء سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں برلائے' اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

(ندائے یا رسول اللہ ص ١٢' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا' لاہور' ١٤٠٥ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ نداء غیر اللہ اعتقاد مذکور کے ساتھ ہر چند کہ جائز ہے' لیکن افضل' اولیٰ اور احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے جیسا کہ حدیث مذکور کا تقاضا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد' نداء اور توسل کے متعلق میں نے بہت طویل بحث کی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں جانبین سے غلو کیا جاتا ہے' شیخ ابن تیمیہ' ابن القیم اور ابن الہادی کے پیروکار اور علماء نجد' غیر اللہ سے استمداد اور وصال کے بعد ان کے توسل سے دعا مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں اور بعض غالی اور ان پڑھ عوام' اللہ سے دعا مانگنے کے بجائے ہر معاملہ میں غیر اللہ کی دہائی دیتے ہیں' انہی کو پکارتے ہیں اور انہی کی نذر مانتے ہیں' سو میں نے چاہا کہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ' آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حق کو واضح کروں' تاکہ بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک کہا جائے نہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کا رابطہ منقطع کیا جائے اور نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام کی تعظیم و تکریم میں کوئی

---

[1] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی الموصلی ٣٠٧ھ' مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ٣ ص ٨٥ ـ ٨٢' مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن' بیروت

[2] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن سنی متوفی ٣٦٤ھ' عمل الیوم واللیلۃ ص ١٣٦

[3] حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ' تمہید ج ٤ ص ١١١' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ١٤٠٤ھ

Marfat.com

کمی کی جائے۔

اللہ العٰلمین! ان سطور میں اثر آفرینی پیدا فرما‘ اور جانبین سے غلو کرنے والوں کو اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم پر گامزن فرما‘ مجھے اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما‘ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما‘ اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنادے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کردے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ امہات المومنین و اولیاء امتہ الواصلین وعلماء ملتہ الراسخین والائمۃ والمجتہدین المحدثین والمفسرین وسائر المسلمین اجمعین الی یوم الدین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم کو سیدھے راستہ پر چلاO (الفاتحہ: ۵)

ہدایت کا لغوی معنی اور اس کی اقسام

”اھد“ کا لفظ ”ھدایۃ“ سے مشتق ہے‘ علامہ راغب اصفہانی ”ھدایۃ“ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو چیز مطلوب تک پہنچا دے اس کی طرف ملائمت اور نرمی سے رہنمائی کرنا ہدایت ہے‘ فلاں شخص کو ہدایت دی یعنی اس کی رہنمائی کی‘ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چار قسم کی ہدایت دی ہے۔

(۱) عقل اور شعور کی ہدایت اور بدیہیات کا علم ہر شخص کو عطا فرمایا ہے:

اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰیO (طٰہٰ: ۵۰) جس نے ہر چیز کو اس کی (مخصوص) بناوٹ عطا فرمائی پھر ہدایت دیO

(۲) انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا . (الانبیاء: ۷۳) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا‘ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

(۳) توفیق الٰہی جو ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے:

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْO (محمد: ۱۷) اور جن لوگوں کو ہدایت کی توفیق مل گئی (یعنی جنہوں نے ہدایت قبول کی) اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کردیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایاO

(۴) آخرت میں جنت کی طرف پہنچانا:

قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ . (الاعراف: ۴۳) جنتی کہیں گے: اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا۔

یہ چاروں ہدایتیں ترتیب وار ہیں کیونکہ جس چیز کو ہدایت کی پہلی قسم (عقل و شعور) حاصل نہیں ہے اس کو باقی اقسام بھی حاصل نہیں ہوں گی بلکہ وہ مکلف بھی نہیں ہے‘ جیسے حیوانات‘ اور جس کو دوسری قسم کی ہدایت حاصل نہیں ہوئی اس کو باقی دو قسمیں بھی حاصل نہیں ہوں گی‘ (اس میں اشکال ہے) اور جس کو تیسری قسم حاصل نہیں ہوئی جیسے کفار اس کو چوتھی قسم حاصل نہیں ہوگی اور جس کو چوتھی قسم حاصل ہوگی اس کو پہلی تین قسمیں حاصل ہو چکی ہوں گی۔

(المفردات ص ۵۳۹۔ ۵۳۸‘ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران‘ ۱۳۴۲ھ)

Marfat.com

ہدایت کی اقسام کی مزید تفصیل

اس تفصیل میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہدایت کی پہلی قسم وجدان ہے جو انسان کو مبدء ولادت میں عطا کیا جاتا ہے' جب اس کو بھوک اور پیاس کا ادراک ہوتا ہے' جب وہ غذا کی طلب کے لیے روتا اور چلاتا ہے' اور دوسری قسم حواس کی ہدایت ہے اور یہ قسمیں انسان اور حیوان میں مشترک ہیں' اور تیسری قسم عقل کی ہدایت ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے' عقل کی ہدایت سے انسان حواس کی اصلاح کرتا ہے مثلاً صفراوی مزاج والا میٹھی چیزوں کو کڑوا محسوس کرتا ہے تو عقل ہدایت دیتی ہے کہ یہ میٹھی چیز ہے' ہدایت کی چوتھی قسم دین اور شریعت کی ہدایت ہے' اور ہدایت کی پانچویں قسم توفیق ہے۔

وجدان' حواس اور عقل کی ہدایت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِۙ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِۙ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِۚ○ (البلد: ۱۰۔۸)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں○ زبان اور ہونٹ نہیں بنائے○ اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی) دونوں واضح راستے دکھا دیئے○

اور دین اور شریعت کی ہدایت کے متعلق فرمایا:

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى. (حٰمٓ السجدۃ: ۱۷)

اور رہے ثمود کے لوگ تو ہم نے ان کو ہدایت دی سو انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر پسند کرلیا۔

اور ہدایت کی توفیق کے متعلق فرمایا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَۙ○ (الفاتحۃ: ۵)

ہم کو سیدھے راستے پر چلا○

اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار' اس کی رضا اور جنت الفردوس کی ہدایت ہے' اس ہدایت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہم کو وجدان' عقل اور شعور (حواس سے ادراک) کی ہدایت عطا فرمائی' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے واسطے سے ہم کو دین اور شریعت کی ہدایت میسر کی' اب ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو دین اور شریعت پر چلا اور اس کی توفیق مرحمت فرما تاکہ ہم کو جنت کی ہدایت حاصل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا فرق

ہدایت کا ایک معنی ''ایصال الی المطلوب الخیر'' (نیک مطلوب تک پہنچانا) ہے اور دوسرا معنی ''ارشاد'' اور ''اراءۃ الطریق'' (راستہ دکھانا) ہے' مطلوب خیر تک پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے' اس کو ہدایت یافتہ بنانا اور باطن میں ہدایت دینے سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور ''راستہ دکھانا'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے' اس کو ہدایت نافذ کرنے اور ظاہراً ہدایت دینے سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہدایت کی نسبت کی گئی ہے اس سے مراد راستہ دکھانا ہے اور جہاں آپ سے ہدایت دینے کی نفی کی گئی اس سے مراد ہدایت یافتہ بنانا ہے' مثلاً قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ. (القصص: ۵۶)

بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کو آپ چاہیں' لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ. (البقرہ: ۲۷۲)

انہیں ہدایت یافتہ بنانا آپ کے ذمہ نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

ہدایت یافتہ بنانا' مطلوب خیر تک پہنچانا اور باطن میں ہدایت دینا یہ آپ کا منصب نہیں ہے' آپ کا منصب اللہ کی ہدایت

Marfat.com

کو نافذ کرنا' ظاہراً ہدایت دینا اور راستہ دکھانا ہے اسی اعتبار سے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ اور بے شک آپ ضرور صراط مستقیم دکھاتے ہیں ○

(الشوریٰ: ۵۲)

صراط مستقیم کا لغوی اور شرعی معنی

دو نقطوں کو ملانے والے سب سے چھوٹے خط کو لغت میں صراط مستقیم کہتے ہیں اور شریعت میں صراط مستقیم سے مراد وہ عقائد ہیں جو سعادت دارین تک پہنچاتے ہیں' یعنی وہ دین اسلام جس کو دے کر تمام انبیاء اور رسل کو مبعوث کیا گیا اور ان تمام کی نبوات اور رسالات کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ختم کر دیا گیا' جس دین سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معرفت ہو اور تمام احکامِ شرعیہ کا علم ہو وہ صراط مستقیم ہے۔ یہ صراط مستقیم کا خاص معنی ہے' اور اس کا عام معنی یہ ہے:

تمام اخلاق' اعمال اور امور میں افراط اور تفریط کے درمیان متوسط طریقہ۔

خواص مسلمین کے نزدیک صراط مستقیم کا معنی یہ ہے:

کفر' فسق' جہل' بدعت اور ہوائے نفسانیہ کے جہنم کی پشت پر علم' عمل' خلق اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل۔

اس معنی میں صراط مستقیم سے ذہن آخرت کے پل صراط کی طرف متوجہ ہوتا ہے' پل صراط کے متعلق احادیث میں ہے کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور شریعت پر استقامت بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے' مثلاً ہمارے ہاں عام طور پر دیور اور بھابھی میں پردہ نہیں ہوتا' حالانکہ شریعت میں ان کے درمیان پردہ کی سخت تاکید ہے' سرکاری ملازمتیں رشوت' سود اور بے ایمانی کی آمدنی کے بغیر ممکن نہیں' یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم مخلوط طریقہ تعلیم کے بغیر ناممکن ہے' دکاندار اور ٹھیلے والے پولیس کو بھتہ دیئے بغیر اپنا کاروبار نہیں چلا سکتے' نجی اداروں اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اسٹاف ہوتا ہے' استقبالیہ اور معلوماتی کاؤنٹر پر بے پردہ خواتین سے گفتگو کرنی پڑتی ہے' سرکاری ٹینڈرز پر کوئی ٹھیکہ رشوت کے بغیر منظور نہیں ہو سکتا' پولیس اور دیگر سرکاری محکموں میں کوئی شخص رشوت میں ملوث ہوئے بغیر ملازمت نہیں کر سکتا' غرضیکہ پورا معاشرہ شریعت کی خلاف ورزیوں اور اخلاقی پستیوں میں ڈوبا ہوا ہے' ایسے معاشرہ میں اگر کوئی شخص شریعت پر مستقیم رہنا چاہے تو یہ صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو اس صراط مستقیم پر آسانی سے گزر گیا وہ آخرت کی پل صراط سے بھی آسانی سے گزر جائے گا۔

اور عوام مسلمین کے اعتبار سے صراط مستقیم کا یہ معنی ہے:

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس کام سے رکنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

خواص جب ''اھدنا الصراط المستقیم'' کہتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے: اے اللہ ہمیں ''سیر الی اللّٰہ'' کے بعد ''سیر فی اللّٰہ'' عطا فرما اور ہم پر اپنے جمال اور جلال کی صفات غیر متناہیہ منکشف کر دے اور جب عوام ''اھدنا الصراط المستقیم'' کہتے ہیں تو اس کا معنی ہے: اے اللہ ہمیں اپنے تمام احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

کیا نمازی کا صراط مستقیم کی دعا کرنا تحصیل حاصل ہے؟

اس جگہ ایک مشہور سوال یہ ہے کہ جب نمازی نماز میں کہتا ہے: ''اھدنا الصراط المستقیم'' سو وہ تو خود صراط مستقیم

Marfat.com

کی ہدایت پر ہے' اگر صراط مستقیم پر نہ ہوتا تو نماز کیسے پڑھتا' لہٰذا یہ تحصیل حاصل ہے۔اس کے دو جواب ہیں:

(١) اس دعا کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ مجھ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر قائم اور ثابت رکھ اور اس میں دوام عطا فرما۔ یہ معنی عوام مسلمین کے اعتبار سے ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا. (آل عمران: ٨) اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔

اور اس حدیث میں بھی اس کی تائید ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر ان يقول يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت یہ کہتے تھے: اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو بھی اپنے دین پر قائم اور ثابت رکھ۔

(جامع ترمذی ص ٣١٢' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت' کراچی)

(٢) اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی معرفت کے درجات غیر متناہی ہیں اور نمازی معرفت کے جس درجہ میں ہے وہ اس سے اگلے مقام کی معرفت کی دعا کرتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ میری ہدایت میں ترقی عطا فرما۔ یہ خواص مسلمین کے اعتبار سے ہے' اور اس کی تائید ان آیات میں ہے:

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ (مریم: ٧٦) اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اللہ تعالیٰ زیادتی فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ○ (محمد: ١٧) اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو اللہ نے زیادہ کیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۗ ○ (الضحیٰ: ٤) اور بے شک آپ کی ہر بعد کی گھڑی' پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

جمع کے صیغہ سے دعا کرنے کی وجہ اور ربط آیات

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہاں جمع کے صیغہ سے دعا کی تعلیم ہے' ''ہم کو سیدھے راستہ پر چلا'' واحد کا صیغہ کیوں نہیں ہے؟ ''مجھ کو سیدھے راستہ پر چلا'' اس کا جواب یہ ہے کہ جب نمازی تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے گا تو ان میں کچھ اللہ کے مقرب اور مقبول بندے بھی ہوں گے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرمائے گا اور یہ اس کے کرم عمیم سے بعید ہے کہ وہ بعض کے حق میں دعا قبول کرے اور باقی بعض کے حق میں دعا کو مسترد کر دے۔

ان آیات میں ربط اس طرح ہے کہ جب بندوں نے کہا: اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری مہمات یا عبادات میں' میں تمہاری کیسے مدد کروں؟ پس بندوں نے کہا: ہمیں دین اسلام پر چلا اور چونکہ دین اسلام پر چلنا اللہ کی خاص نعمت ہے اس لیے فرمایا:

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا ○ (الفاتحۃ: ٧)

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ گزشتہ امتوں میں سے انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ امام ابن جریر

Marfat.com

نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے اپنی اطاعت اور عبادت کا انعام کیا ہے جو ملائکہ' انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں' جنہوں نے تیری اطاعت اور عبادت کی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۵۹۔ ۵۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کا اجمالاً ذکر کیا ہے اور اس کی تفصیل ان آیتوں میں ہے:

انعام یافتہ لوگوں کا بیان

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ (النساء: ۶۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ (مریم: ۵۸)

جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا وہ اولاد آدم میں سے انبیاء ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا' اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے اور ان میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور ان کو منتخب کر لیا' جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہیں اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں O

انعام یافتہ لوگوں کے راستوں کا بیان

ان انعام یافتہ نفوس قدسیہ کے راستہ پر چلنے کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو بالکلیہ اطاعت الٰہی اور اس کی قضاء پر راضی ہونے میں جذب کر لے' اور ایسا ہو جائے کہ اگر اس کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے تو اس کی اس طرح اطاعت کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی' اور اگر خود اس کو ذبح ہونے کا حکم دیا جائے تو اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ذبح کے لیے تیار پائے' اور اگر کسی بڑے منصب پر فائز ہونے کے بعد اس کو کسی سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح طلب علم کے لیے روانہ ہو جائے' اور اپنی بڑائی کو عار نہ بنائے اور اگر اس کو یہ حکم دیا جائے کہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے خواہ اس راہ میں اس کو آرے سے چیر دیا جائے تو حضرت یحییٰ اور زکریا کی طرح قتل ہو جائے اور اف نہ کرے' سخت موذی بیماریوں میں مبتلا کیا جائے تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے' اگر قاضی اور حاکم بنے تو عدل اور انصاف کے سامنے جھکنے میں عار محسوس نہ کرے اور اگر اس کے بیٹے کا کیا ہوا فیصلہ اس کے کیے ہوئے فیصلہ کے مقابلہ میں صحیح ہو تو قبول حق کے راستہ میں انانیت کو نہ آنے دے' جیسے حضرت داؤد نے اپنے کیے ہوئے فیصلہ کے مقابلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو راجح قرار دیا تھا' اور سلطنت اور شاہی ملے تو حکومت کے رعب اور دبدبہ میں اللہ کی یاد' عبادت و ریاضت اور شب بیداری کو نہ بھولے' جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اتنی عظیم الشان حکومت ملنے کے باوجود اطاعت الٰہی سے غافل نہ تھے اور رکوع اور سجدوں میں راتیں گزارتے تھے اور اگر قضاء الٰہی سے کسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو شکوہ و شکایت نہ کرے بلکہ اپنے قصور نفس کا اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں گرفتار ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل کرتے رہے' اگر نوجوان' حسین وجمیل اور پیارا بیٹا گم ہو جائے تو حرف شکایت زبان پر نہ لائے اور حضرت یعقوب کی طرح صبر جمیل کرے' اور

Marfat.com

اگر کوئی با اختیار و اقتدار حسین و جمیل عورت کسی جوان مرد کو گناہ کی دعوت دے تو قید خانے میں جانا منظور کر لے اور گناہ سے دامن بچائے رکھے اور جب قید خانہ میں جائے تو وہاں بھی دعوت و ارشاد کو نہ بھولے اور وہاں کے قیدیوں کو اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت کی دعوت دے اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اسوہ اور نمونہ ہے اور ان کا راستہ ہے۔

یہ سابق انعام یافتہ لوگوں کی سیرتوں کا اجمالی بیان ہے اور سب سے زیادہ انعام حضرت سید المرسلین و سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گیا ہے اور ان کی سیرت تمام انبیاء سابقین کی سیرتوں کی جامع' کامل' اتم اور اکمل ہے اور یہ سارا قرآن انہی کی سیرت کا بیان ہے اور اس کی تفصیل آپ کی احادیث اور سنت میں ہے' اس لیے قرآن اور سنت ہی دراصل صراط مستقیم ہے' اس لیے جو شخص انعام یافتہ نفوسِ قدسیہ کی صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہو وہ قرآن اور سنت کو دانتوں سے پکڑ لے اور ان پر پورا پورا عمل کرے۔

''مغضوب'' کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: غضب کا معنی ہے: انتقام کے ارادے سے دل کے خون کا کھولنا اور جوش میں آنا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غضب سے بچو کیونکہ یہ ایک انگارہ ہے جو بنو آدم کے دلوں میں دہکتا ہے کیا تم غضبناک شخص کی گردن کی پھولی ہوئی رگوں اور اس کی سرخ آنکھوں کو نہیں دیکھتے' اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے صرف انتقام مراد ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ. (النساء: ۹۳) اور اللہ (مومن کے قاتل سے) انتقام لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرے گا۔

''المغضوب علیھم'' کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہود مراد ہیں۔

(المفردات ص ۳۶۱' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

''المغضوب علیھم'' کی ماثور تفسیر

امام ابن جریر نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ''المغضوب علیھم'' سے مراد یہود ہیں۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۶۲۔ ۶۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

مغضوب کا معنی بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''المغضوب علیھم'' کے ترجمہ میں لکھا ہے ''اور جو معتوب نہیں ہوئے''۔

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۴۵' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور)

ہمارے شیخ علامہ سید احمد سید کاظمی قدس سرہ العزیز اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک معاصر نے ''غیر المغضوب علیھم'' کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ''جو معتوب نہیں ہوئے'' یہاں ''مغضوب'' کا ترجمہ ''معتوب'' صحیح نہیں' عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے یہ ترجمہ نہیں کیا' بلکہ ادنیٰ تامل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غضب سے عتاب مراد لینا مراد الٰہی کے قطعاً خلاف ہے' اس لیے کہ اللہ کا غضب انہی لوگوں کے ساتھ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ارادۂ انتقام متعلق فرمایا۔ رہا ''عتاب'' تو فی الجملہ وہ رسولوں کی طرف بھی متوجہ ہوا۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث میں

Marfat.com

ہے۔ "عتب اللہ علیہ" "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عتاب فرمایا۔" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳‘ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۹) بلکہ سورہ "عبس وتولی" کی تفسیر میں یہ حدیث وارد ہے‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کی آمد پر فرمایا: "مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی" جس کی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوا اس کو خوش آمدید (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۷۰‘ روح المعانی ج ۳۰ ص ۳۹‘ ابن جریر ج ۳۰۔ ۲۹۔ ۲۸‘ ارشاد الساری ج ۷ ص ۴۱۱) جس سے ظاہر ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی عتاب متوجہ ہوا۔ اگر "مغضوب" کا ترجمہ "معتوب" صحیح مان لیا جائے تو معاذ اللہ حبیب وکلیم علیہما الصلوٰۃ والتسلیم بھی "مغضوب علیھم" میں شامل ہو جائیں گے۔ واضح رہے کہ غضب جو اللہ کی صفت ہے اس کی بنیاد صرف عقوبت اور ارادۂ انتقام ہے‘ اور اس عتاب کا مبنیٰ مودت و محبت ہے۔ اہل لغت نے عتاب کے معنے "مخاطبة الادلال" لکھے ہیں یعنی محبوب کی لاپروائی یا بے توجہی پر محبت بھری خفگی کا اظہار۔ صاحب "لسان العرب" اور "صاحب تاج العروس" نے اس معنی پر بطور شاہد یہ شعر نقل کئے:

اعاتب ذا المودة من صدیق ۔۔۔ اذا ما رابنی منه اجتناب

اذا ذهب العتاب فلیس ود ۔۔۔ ویبقی الود ما بقی العتاب

(لسان العرب ج ۱ ص ۵۷۷‘ تاج العروس ج ۱ ص ۳۶۵)

"محبت والے دوست کے ساتھ میں عتاب سے پیش آتا ہوں‘ جب مجھے اس کی کنارہ کشی کا اندیشہ ہو‘ جب عتاب گیا تو محبت بھی نہ رہی کہ محبت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک عتاب باقی رہے" یعنی عتاب سے پیش آنا محبت کی نشانی ہے۔ اگر کہا جائے کہ اردو لغت کی کتابوں میں "غضب" کے معنی عتاب اور "عتاب" کے معنی غضب اور "مغضوب" کے معنی "زیر عتاب" لکھے ہیں تو عرض کروں گا کہ ہر زبان کے علماء لغت کی طرح اُردو لغت والوں نے بھی اپنی اُردو زبان کے استعمالات و محاورات کو اُردو لغت کی کتابوں میں جمع کر دیا‘ مگر قرآن مجید "اردو" میں نہیں بلکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ہر زبان کے محاورات و استعمالات اس کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں‘ اس لئے اردو استعمالات پر عربی استعمالات کا قیاس درست نہیں‘ بالخصوص قرآنی استعمالات ۔ پس غضب اللہ سے عتاب مراد لینا یا مغضوب کا ترجمہ معتوب کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

(التبیان ج ۱ ص ۳۳۔ ۳۴ مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز‘ ملتان‘ ۱۹۹۳ء)

"ضالین" کے معانی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ضلال کے معنی ہیں: طریق مستقیم سے عدول اور اعراض کرنا‘ اس کی ضد ہدایت ہے‘ قرآن مجید میں ہے:

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ (بنی اسرائیل: ۱۵)

جس نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی نفع کے لیے ہدایت قبول کی اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑا۔

صحیح راستہ سے ہر انحراف کو ضلال کہتے ہیں خواہ وہ انحراف عمداً ہو یا سہواً‘ کم ہو یا زیادہ‘ کیونکہ جو صحیح راستہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اس پر چلنا بہت دشوار ہے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا احاطہ نہ کرسکو گے‘ بعض حکماء نے کہا: ہمارے صحت اور صواب پر ہونے کی ایک وجہ ہے اور ہمارے ضلال پر ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں‘ بعض صالحین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا: آپ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ مجھے سورہ ھود اور اس کی نظائر نے بوڑھا کر دیا! ان میں سے کس آیت نے آپ کو بوڑھا کر دیا‘ فرمایا: " فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ‘ جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس طرح

Marfat.com

مستقیم رہو"(ھود: ۱۱۲) اور جب کہ ضلال کا معنی ہے: طریق مستقیم کو ترک کرنا' خواہ یہ ترک کرنا عمداً ہو یا سہواً' کم ہو یا زیادہ تو ضلال کا استعمال متعدد وجوہ سے ہوتا ہے' یہ لفظ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور کفار کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اگرچہ دونوں کی ضلالت میں بہت زیادہ فرق ہے' حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق ان کے بیٹوں نے کہا:

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ○ — وہ بولے: اللہ کی قسم! یقیناً آپ اسی اپنی پرانی محبت میں ہیں ○ (یوسف: ۹۵)

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ حضرت یعقوب کو شدید محبت تھی اور یوسف کے بھائیوں کے خیال میں یہ بے جا محبت تھی' اس لیے انہوں نے اس محبت کو ضلال کے ساتھ تعبیر کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بالکل وارفتہ ہوگئے تھے تو آپ کو امت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ○ (الضحیٰ: ۷) — اور آپ کو (اپنی محبت میں) وارفتہ پایا تو (امت کی طرف) راہ دی ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ○ — موسیٰ نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا جب میں بے خبروں میں سے تھا ○ (الشعراء: ۲۰)

اس میں یہ تنبیہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کا قتل سہواً ہوا تھا۔ ضلال نسیان کے معنی میں بھی مستعمل ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی — کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو ان میں سے دوسری اس کو یاد دلائے۔ (البقرہ: ۲۸۲)

علم اور عمل کے اعتبار سے ضلال کے دو اور معنی ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی وحدانیت اور نبوت اور رسالت میں کوئی شخص صحیح راہ سے بھٹک جائے' اس معنی کا استعمال اس آیت میں ہے:

وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ (النساء: ۱۳۶) — جو شخص اللہ اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روز قیامت کے ساتھ کفر کرے تو بے شک وہ گمراہ ہو گیا (سیدھی راہ سے) بہت دور جا پڑا ○

دوسرا معنی ہے: عبادات اور احکام شرعیہ میں صحیح راہ سے بھٹک جانا' اس معنی کا استعمال اس آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ (النساء: ۱۶۷) — بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے (سیدھی راہ سے) بہت دور جا پڑے ○

ضلال غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ○ (طٰہٰ: ۵۲) — (موسیٰ نے کہا: پچھلی قوموں کا) علم میرے رب کے پاس ایک کتاب (لوح محفوظ) میں ہے' میرا رب نہ غافل ہوتا ہے نہ بھولتا ہے ○

زیر بحث آیت میں ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (المفردات ص ۲۹۸۔ ۲۹۷' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ضالین کی منقول تفسیر

امام ابن جریر لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود اور کئی اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الضالین'' سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۶۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ہر وہ شخص جو سیدھے راستہ سے انحراف کرے اس کو عرب ضال کہتے ہیں' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو ضالین فرمایا' کیونکہ انہوں نے سیدھے راستہ سے انحراف کر کے غلط راستہ اختیار کرلیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہود نے بھی تو طریق مستقیم سے انحراف کر کے غیر طریق مستقیم اختیار کرلیا' پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو مغضوب کی صفت کے ساتھ مخصوص کیا اور نصاریٰ کو ضالین کی صفت کے ساتھ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں ہی ضالین ہیں لیکن نصاریٰ نبی کی محبت میں گمراہ ہوئے اور نبی کو خدا کا بیٹا کہا' اور یہود نبی سے بغض میں گمراہ ہوئے کیونکہ انہوں نے کئی نبیوں کو قتل کر ڈالا' اس لیے یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب زیادہ ہے اور ان کو مغضوب فرمایا۔

جن لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا آیا وہ شریعت کے مکلف ہیں یا نہیں؟

ضالین کا مصداق وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی بالکل معرفت حاصل نہیں ہوئی' یا ان کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہوئی' اول الذکر وہ لوگ ہیں جن کو نبوت کا پیغام نہیں پہنچا' اور ثانی الذکر وہ لوگ ہیں جن کو پیغام نبوت پہنچا لیکن ان پر حق اور باطل اور صواب اور خطا میں اشتباہ ہوگیا' اور جن لوگوں کے زمانہ میں نبی مبعوث نہیں ہوا' وہ اصحاب فترت ہیں' وہ کسی شریعت کے مکلف ہیں نہ آخرت میں ان کو عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ اور جب تک رسول کو نہ بھیج دیں' ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں ۝ (بنی اسرائیل: ۱۶)

جمہور کی رائے یہی ہے' لیکن علماء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ شریعت کا مکلف ہونے کے لیے صرف عقل کافی ہے' سو جس شخص کو عقل دی گئی ہے اس پر لازم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی نشانیوں میں غور وفکر کرے اور ان کے خالق کی معرفت حاصل کرے اور جس طرح اس کی عقل ہدایت دے اس کے مطابق خالق کی تعظیم اور عبادت کرے اور نعمتوں پر اس کا شکر بجالائے۔

علامہ محب اللہ بہاری لکھتے ہیں:

جو شخص دور دراز کے پہاڑوں میں بلوغت کی عمر پالے اور اس کو پیغام نہ پہنچے اور وہ عقائد صحیحہ کا معتقد نہ ہو اور احکام شرعیہ پر عمل نہ کرے تو معتزلہ اور بعض احناف کے نزدیک اس کو آخرت میں عذاب ہوگا' کیونکہ جن امور کا عقل ادراک کرسکتی ہے اس نے ان کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا' اور اشاعرہ اور جمہور احناف کے نزدیک اس کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا' کیونکہ انسان احکام کا مکلف شریعت سے ہوتا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ اس کو شریعت کی دعوت نہیں پہنچی۔

(مسلم الثبوت مع شرحہ للخیر آبادی ص ۶۲' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ)

آمین کا معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

یہ وہ کلمہ ہے جو دعا کے بعد کہا جاتا ہے' یہ اسم اور فعل سے مرکب ہے اور اس کا معنی ہے: ''اللهم استجب لی. اے

Marfat.com

اللہ! میری دعا کو قبول فرما‘‘ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے لیے دعاء ضرر کی اور فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ. اے ہمارے رب! ان کے اموال کو تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ (یونس: ۸۸)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: آمین۔

ایک قول یہ ہے کہ آمین کا معنی ہے: اسی طرح ہوگا۔ زجاج نے کہا ہے: اس میں دو لغتیں ہیں: امین اور آمین۔ ابوالعباس نے کہا ہے کہ آمین عاصین کی طرح جمع کا صیغہ ہے‘ لیکن یہ صحیح نہیں ہے‘ کیونکہ حسن سے منقول ہے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے‘ مجاہد نے بھی کہا ہے کہ یہ اللہ کا ایک اسم ہے‘ اور یہ یا اللہ کے معنی میں ہے اور اس کے بعد ’’استجب‘‘ مقدر ہے‘ ازہری نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آمین رب العالمین کی اپنے بندوں پر مہر ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آفات اور بلیات کو آمین سے دور کر دیتا ہے جیسے جب کسی لفافے پر مہر لگا دی جائے تو اس مہر کی وجہ سے اس میں فاسد اور ناپسندیدہ چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ امین جنت میں ایک درجہ ہے‘ ابوبکر نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آمین کہنے والے کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔ (لسان العرب ج ۱۳ ص ۲۷۔ ۲۶‘ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ‘ قم‘ ایران‘ ۱۴۰۵ھ)

نماز میں آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی الشافعی لکھتے ہیں:

سورہ فاتحہ یا اس کے قائم مقام کسی دعا کے بعد کچھ وقفہ سے آمین کہنا سنت ہے‘ خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں‘ لیکن نماز میں یہ بہت زیادہ مستحب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ آمین کہتے اور الف کو کھینچ کر (دراز کر کے) آمین کہتے۔

(نہایۃ المحتاج ج ۱ ص ۴۸۹۔ ۴۸۸‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۴ھ)

علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی لکھتے ہیں:

’’ولا الضالین‘‘ کے بعد آہستہ آواز کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے‘ سری نماز میں صرف امام آمین کہے اور جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں پست آواز کے ساتھ آمین کہیں کیونکہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ پست آواز کے ساتھ کی جائے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل ج ۱ ص ۲۸۲‘ مطبوعہ دار صادر‘ بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی جہراً آمین کہیں اور سری نمازوں میں دونوں سراً آمین کہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک آمین آہستہ کہیں‘ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند آمین کہی اور آپ نے امام کے آمین کہنے کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا‘ اگر امام نے بلند آواز سے آمین نہ کہی تو امام کی آمین پر مقتدی کی آمین نہیں ہو سکے گی۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۹۰‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ)

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام اور مقتدی پست آواز سے آمین کہیں خواہ سراً ہو یا جہراً اور جس حدیث میں یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو‘ یہ

Marfat.com

پست آواز سے آمین کہنے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ معلوم اور متعین ہے کہ "ولا الضالین" کے بعد آمین کہی جاتی ہے' اس لیے مقتدی کا آمین کہنا' امام سے سننے پر موقوف نہیں ہے' کیونکہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں آمین کہی جاتی ہے' حدیث میں ہے: جب امام "ولا الضالین" کہے تو آمین کہو۔ (درمختار مع حاشیۃ الطحطاوی' ج ۱ ص ۲۲۰۔ ۲۱۹' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

آمین کہنے کی فضیلت میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان میں فرشتے (بھی) آمین کہتے ہیں' پس جب ایک فریق کی آمین دوسرے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)' امام ابوداؤد (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۵)' امام نسائی (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۷)' امام مالک (موطا امام مالک ص ۶۹)' اور امام احمد (مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹)' نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے' جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے خیر کی دعا کرتا ہے تو اس کے پاس کھڑا ہوا ایک فرشتہ آمین کہتا ہے اور وہ فرشتہ اس کے لیے بھی وہی دعا کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۰۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۵' ج ۶ ص ۴۵۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود تم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ تم سے آمین پر حسد کرتے ہیں سو تم بہ کثرت آمین کہا کرو۔

(سنن ابن ماجہ ص ۶۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

آمین بالجہر کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ولا الضالین" پڑھتے تو بہ آواز بلند فرماتے: آمین۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۵۔ ۱۳۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں "رفع بها صوته" کی بجائے "مدبها صوته" (آمین کو مد کے ساتھ پڑھا) ہے۔ (جامع ترمذی ص ۶۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ نے بہ آواز بلند آمین کہی۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۵' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۶ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی' آپ

Marfat.com

نے اللہ اکبر کہہ کر کانوں کے بالمقابل رفع یدین کیا' پھر آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور اس سے فارغ ہو کر بہ آواز بلند آمین کہی۔
(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا ترک کر دیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ''ولا الضالین'' پڑھتے تھے تو آمین کہتے تھے جس کو صف اول والے سنتے تھے' پھر آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔
(سنن ابن ماجہ ص ۶۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ آمین سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔
(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۵' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۶ھ)

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک یہ تمام احادیث ابتداء امر اور تعلیم پر محمول ہیں۔

آمین بالسر کے متعلق احادیث

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قرآن پڑھنے والا ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' کہے اور اس کے پیچھے (نمازی) آمین کہے اور اس کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ فرشتوں کی موافقت جہر سے نہیں اخفاء سے حاصل ہوگی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' پڑھا پھر کہا: آمین اور پست آواز سے کہا۔ (جامع ترمذی ص ۶۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حافظ زیلعی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد' امام ابوداؤد طیالسی اور امام ابویعلیٰ موصلی نے اپنی مسانید میں' امام طبرانی نے اپنی معجم میں اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۶۹' مطبوعہ مجلس علمی' سورت' ھند' ۱۳۵۷ھ)

امام بغوی روایت کرتے ہیں:

شعبہ نے سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کو آہستہ کہا۔
(شرح السنۃ ج ۲ ص ۲۰۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ہر چند کہ امام بغوی نے اس کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو زیادہ صحیح کہا ہے جس میں ''مد بھا صوتہ'' ہے'' آمین کو کھینچ کر پڑھا'' لیکن مد کے ساتھ پڑھنا آہستہ پڑھنے کے خلاف نہیں ہے' نیز شعبہ کی روایت کو بھی انہوں نے صحیح کہا ہے ضعیف نہیں قرار دیا۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' اور آمین کو بلند آواز کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔
(جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۷ ص ۴۶۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

"آمین" قرآن مجید کا جز نہیں ہے

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ آمین قرآن مجید کا جز نہیں ہے' اسی وجہ سے سورہ فاتحہ اور آمین کے درمیان تھوڑا سا وقفہ کیا جاتا ہے' مجاہد سے یہ منقول ہے کہ آمین سورت کا جز ہے لیکن یہ قطعاً باطل قول ہے' مصحف عثمان اور دیگر مصاحف میں آمین کو نہیں لکھا جاتا' اور متعدد علماء نے یہ کہا کہ آمین کو قرآن کا جز ماننا کفر ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

فاتحہ خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورت کا نماز میں پڑھنا متعین ہے' اس کے سوا کوئی دوسری سورت اس سے کفایت نہیں کرتی الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قراءت سے عاجز ہو' یہ امام مالک' امام شافعی' جمہور فقہاء صحابہ' تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو۔ (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں' امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ سعیدی غفرلہٗ)

جمہور کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ اگر انہوں نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ خلاف ظاہر ہے (بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے سورہ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے' یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے' اگر سوۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے: جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے' اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے: وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورہ فاتحہ کی قراءت نہ کی جائے' اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے' اور ابوحاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے' اور جس حدیث میں ہے: جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو' وہ سورہ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے۔ (یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ امام' مقتدی اور منفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو' اس کا معنی ہے: اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے' کیونکہ قراءت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے' اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور

Marfat.com

حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قراءت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے' زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قراءت لفظی ہے قراءت نفسی نہیں ہے' قراءت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے' جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے' اور اگر جنبی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قراءت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

فاتحہ خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' یہ امام مالک' امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام احمد سے ایک روایت ہے کہ نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' نخعی' ثوری اور امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو' نیز اگر باقی رکعات میں قراءت واجب ہوتی تو جہری نمازوں میں ان میں جہر سے قراءت واجب ہوتی' حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں قراءت کرلی تو کافی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ (المزمل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قراءت کرلی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں زیادہ قراءت کرتے اور دوسری میں کم' اور کبھی ہم کو قراءت سناتے تھے' اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے' نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے: اس طرح نماز پڑھو' جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی' اور حضرت ابوسعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں' نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز پڑھی تھی اس کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا: تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قراءت کو بھی شامل ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قراءت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہوسکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے' اور اس سے پہلے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے' نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۸۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں' یہ امام اوزاعی' امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے' امام مالک اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

Marfat.com

کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں' ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" کی قراءت کے بعد' عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب کو خط لکھا' انہوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے' اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا: امام کے لیے دو سکتے ہیں' ان میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کو غنیمت جانو' ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ "ولا الضالین" کہے' عروہ بن زبیر نے کہا: میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں' جب وہ "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" کہتا ہے تو میں اس وقت سورۂ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قراءت کر لیتا ہوں' یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔

(المغنی ج ١ ص ٢٩١' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤٠٥ھ)

فاتحہ خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی' ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قراءت نہ کی جائے' "صحیح مسلم" میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے۔ ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا: اس وقت اپنے دل میں پڑھو۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قراءت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو' تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قراءت نہ کی جائے' وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے' اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا' امام مالک اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے: مقتدی امام کے ساتھ سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے' امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے' امام شافعی کے اس میں تین قول ہیں' ایک قول کوفیین کی طرح ہے' ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جمہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے' امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے' ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے' ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ٢ ص ١٤٩۔١٥٠' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

فاتحہ خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے' ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ وطحاوی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے' یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے' لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو' امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قراءت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قراءت کرنے کا حکم دیا گیا ہے "فاقرءوا ماتیسر منه. جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کہ کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہو سکتی" لیکن جب حدیث

Marfat.com

صحیح میں وارد ہے: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے' تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے' اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے' نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قراءت نہیں کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قراءت کے عمومی حکم سے خارج ہے' اسی طرح جس حدیث میں ہے: اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو' یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تا کہ دلائل میں تطبیق ہو' بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قراءت ثابت ہے' کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے' اگر مقتدی نے قراءت کی تو ایک نماز میں دو قراءتیں ہو جائیں گی' یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے' امام دار قطنی' امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے' ایک سند سے امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو مرسلاً روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے' امام محمد بن الحسن نے اپنی ''موطا'' میں روایت کیا ہے از ابوحنیفہ' از ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبداللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے' اس حدیث کو سفیان' شریک' جریر اور ابوالزبیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے' کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے' چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی بھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے' امام ابوعبداللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' آپ کے پیچھے ایک شخص قراءت کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قراءت سے روکتے رہے' جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے صحابہ سے کہا: کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قراءت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہوتی ہے' امام ابوحنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قراءت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا' الحدیث' اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت کو بیان کر دیا۔

اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے: مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا' اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے' اسی طرح امام داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے! ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس

Marfat.com

میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے موید ہے ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی موید ہے حتیٰ کہ صاحب ''ہدایہ'' نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) امام مالک نے اپنی ''موطا'' میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قراءت کرے اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(۲) امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا کہ اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

(۳) امام ابن عدی نے ''کامل'' میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے اس حدیث کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نضر بن عبداللہ امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں نضر بن عبداللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً اور متناً یہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

(۴) امام طحاوی نے ''شرح معانی الآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مقاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قراءت نہ کرو۔

(۵) امام محمد بن حسن نے اپنی ''موطا'' میں اپنی سند کے ساتھ ابووائل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: خاموش رہو نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے: میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

(۶) امام محمد نے اپنی ''موطا'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے کاش! اس کے منہ میں پتھر ہوتے اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

(۷) امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو جمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قراءت کروں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(۸) امام ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

(۹) امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے

Marfat.com

فطرت میں خطا کی۔

(۱۰) امام نسائی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ فرمایا: ہاں! انصار کے ایک شخص نے کہا: قراءت واجب ہوگئی' حضرت ابو درداء کہتے ہیں: میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قراءت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر مؤخر الذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابو درداء کا کلام ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قراءت ہے' پھر امام کی قراءت کو مقتدی کی قراءت قرار دیں' یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قراءت کو امام کی قراءت قرار دیا ہے۔

اسی (۸۰) کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت منقول ہے' ان میں حضرت علی المرتضیٰ' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں' اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ قراءت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں' ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے' کیونکہ قراءت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ . (ص: ۲۹) یہ (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے' جیسے جمعہ کا خطبہ' وعظ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے' اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور خشوع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہوسکتی ہے اور قراءت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے' اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے' سننے کا اور خاموش رہنے کا:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ (الاعراف: ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے' سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قراءت نہ کرے اور اس کے لیے سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو ممکن ہے' "محیط" میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قراءت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قراءت اس کی قراءت ہے' حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قراءت کا محل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قراءت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں مل جائے) تو اس کی نماز جائز ہے' خواہ وہ بالکل قراءت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے' مثلاً جب

Marfat.com

ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قراءت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قراءت ساقط نہ ہوتی' جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا؟ تو ہم کہیں گے: نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے' بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے' البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۷ - ۲۹۴ 'ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا اس نے نماز (کی رکعت) کو پالیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

''شرح صحیح مسلم'' جلد اول میں ہم نے قراءت خلف الامام کے موضوع پر مزید دلائل تحریر کیے ہیں۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کو میں نے تفسیر تبیان القرآن کا مقدمہ لکھنا شروع کیا' اور اس دوران سفر حج کی تیاریوں میں بھی مصروف رہا' سفر حج سے پہلے میں نے یہ مقدمہ مکمل کر لیا' اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہے کہ اس نے مجھے حج اکبر عطا فرمایا' چالیس روز حرمین طیبین میں بسر ہوئے۔ تقریباً ایک ماہ سفر کی تھکاوٹ اتارنے میں گزرا اور آج تیس صفر ۱۴۱۵ھ کو سورہ فاتحہ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ فالحمد للہ۔

الہ العلمین! جس طرح آپ نے مجھے سورہ فاتحہ کا ترجمہ اور تفسیر مکمل کرنے کی توفیق' ہدایت اور سعادت عطا کی ہے' اسی طرح باقی قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کی بھی توفیق' ہدایت اور سعادت سے سرفراز فرمائیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے استقامت' مخالفین کے لیے ہدایت اور میرے لیے نجات کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ بنائیں' مجھے' میرے والدین' احباب اور میرے قارئین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب سے محفوظ رکھیں اور دارین کی سعادتوں کو ہمارے لیے مقدر کر دیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین.

Marfat.com

Marfat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

(۲)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرہ

سورہ بقرہ کا اجمالی تعارف

سورہ بقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے' اور یہ مدنی سورت ہے' علامہ واحدی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ البقرۃ ہے۔ (اسباب النزول ص ۱۱)

مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی تمام سورتوں میں مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات' عبادات' سیاسیات' معاشیات' اقتصادیات' اور عمرانیات کے اصول اور احکام بیان کئے گئے ہیں' اس کے برخلاف مکی سورتوں میں اعتقادیات اور اخلاقیات پر زیادہ زور دیا گیا ہے' کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اپنی ریاست قائم ہو چکی تھی' اور نظام مملکت کو چلانے کے لیے جن اصول اور قواعد کی ضرورت ہوتی ہے اور مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی فوز و فلاح اور عبادات کے اجتماعی نظام کے لیے جن ہدایات کی احتیاج ہو سکتی ہے وہ سب ان مدنی سورتوں میں نازل کی گئیں۔

عقائد اسلامیہ کی اساس ایمان بالغیب ہے' اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا ہے' اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے اور تمام آسمانی کتابوں کو ماننا ہے' جزاء اور سزا کا اقرار کرنا ہے اور اعمال صالحہ میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت عبادت نماز کو قائم کرنا ہے اور طبقاتی منافرت کا سدباب کرنے کے لیے اہم عبادت زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے' اس لیے سورہ بقرہ ایمان بالغیب' اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کے بیان سے شروع ہوتی ہے' پھر آگے چل کر اس سورت میں شریعت اسلامیہ کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور عبادات اور معاملات کی تفصیل کی گئی ہے اور اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کے علاوہ تحویل قبلہ' توحید پر دلائل' ماہ رمضان کے روزوں' بیت اللہ کے حج' جہاد فی سبیل اللہ' انفاق فی سبیل اللہ' والدین اور قرابت داروں کے حقوق' زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف' یتیموں کی کفالت' عائلی زندگی کے اصول اور احکام میں نکاح' طلاق' رضاع' عدت اور ایلاء کو بیان کیا گیا ہے' قسم کھانے کا شرعی حکم' جادو کا حرام ہونا' قتل ناحق کی ممانعت' قاتل پر قصاص کو واجب کرنا' ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کی ممانعت' شراب' جوئے اور سود کی حرمت' ایام حیض میں عمل ازدواج کی ممانعت' عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی تحریم کو بیان کیا ہے۔

اسی سورت میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی وحدت اور اس کی اہم صفات کا بیان ہے اور یہ آیت الکرسی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۴) اسی سورت میں وہ آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے' اس کو آیت مداینہ کہتے ہیں' اس آیت میں قرض دینے' قرض کو لکھنے اور کاروباری معاملات میں مردوں اور عورتوں کو گواہ بنانے' رہن رکھنے' امانت ادا کرنے اور گواہی چھپانے کی ممانعت کو بیان کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۸۲) اسی سورت میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔

اور وہ آیت ہے:

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کے کیے ہوئے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں صرف مشرکین تھے' اس لیے مکی سورتوں میں صرف توحید اور آخرت پر ایمان لانے پر زور دیا ہے۔ مدینہ میں پہنچ کر جب مختلف قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور انصار کی وجہ سے مدینہ میں مسلمانوں کی ریاست قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے قانون' سیاست' معیشت' معاشرت اور تمدن اور ثقافت کے متعلق بھی اصول اور ہدایات نازل فرمائیں' یہاں مسلمانوں کا مقابلہ یہود سے تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرے ہوئے تقریباً ۱۹ صدیاں گزر چکی تھیں اور اس عرصہ میں یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور تورات کو بالکل مسخ کر دیا تھا' اور تورات میں لفظی اور معنوی تحریف ہو چکی تھی' مدینہ منورہ میں یہود کے علاوہ منافقین بھی تھے' یہ منافقین کئی قسم کے تھے' سورہ بقرہ میں کفار و مشرکین' یہود و نصاریٰ اور منافقین سب کے متعلق آیات نازل کی گئی ہیں۔

سورہ فاتحہ میں اس دعا کی تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کی جائے اور اس دعا کی استجابت کے طور پر سورہ بقرہ میں مسلمانوں کے لیے صراط مستقیم بیان کی گئی ہے اور کامل مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اور ان کے مخالف کفار اور مشرکین کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں' اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت کا مبنیٰ دین اسلام کی اتباع اور شریعت اسلام پر استقامت ہے' اس سورت کا خاتمہ اللہ تعالیٰ سے اس دعا پر ہے کہ وہ مشکل اور دشوار احکام ہم سے اٹھا لے اور کفار کے مقابلہ میں ہم کو فتح اور نصرت عطا فرمائے اور اپنے فضل اور احسان سے ہم کو ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ

سورہ بقرہ کا نام بقرہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے' قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں اور ادنیٰ مناسبت سے رکھے گئے ہیں۔ بعض احادیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سورت کو سورہ بقرہ کہنا منع ہے۔ حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ بقرہ نہ کہو' نہ سورہ آل عمران اور نہ سورہ نساء' اسی طرح پورا قرآن' لیکن یوں کہو کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہ وہ سورت ہے جس میں آل عمران کا ذکر کیا جاتا ہے' اسی طرح پورے قرآن کی سورتوں کے متعلق کہو' اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر کا یہ قول روایت کیا ہے کہ سورہ بقرہ نہ کہو لیکن یہ کہو کہ یہ وہ سورت ہے جس میں بقرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۱۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ النجفی' ایران)

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں اس طرح سورتوں کا نام رکھنے سے منع کیا گیا تھا' کیونکہ کفار ان سورتوں کا نام لے کر ان کا مذاق اڑاتے تھے' پھر جب اسلام کا غلبہ ہوگیا اور قرآن کریم کا نور ہر طرف پھیل گیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ بہ کثرت احادیث اور آثار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سورت پر سورہ بقرہ کا اطلاق کیا ہے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں' امام احمد' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان کی ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے بقرہ شروع کی' میں نے دل میں

Marfat.com

کہا: شاید آپ پوری سورت ایک رکعت میں پڑھیں گے' پھر آپ نے نساء شروع کی اور اس کو پڑھا' پھر آپ نے آل عمران شروع کی اور اس کو آہستہ آہستہ پڑھا' جب آپ ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ سبحان اللہ پڑھتے اور جب آپ سوال کی آیت پڑھتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ کی آیت پڑھتے تو اعوذ باللہ پڑھتے۔

امام احمد' امام ابن الضریس اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی' آپ نے بقرہ' آل عمران' اور نساء کو پڑھا' جب آپ بشارت والی آیت کو پڑھتے تو دعا کرتے اور جب آپ ڈرانے والی آیت کو پڑھتے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے۔

امام ابوداؤد' امام ترمذی نے ''شمائل'' میں' امام نسائی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورہ بقرہ پڑھی' آپ جب بھی کسی رحمت کی آیت کو پڑھتے تو ٹھہر کر سوال کرتے اور جب بھی کسی عذاب کی آیت کو پڑھتے تو رک کر اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے' پھر آپ نے جتنا قیام کیا تھا اتنا ہی رکوع کرتے اور رکوع میں یہ پڑھتے: ''سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة'' پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کرتے اور سجدہ میں بھی یہی کلمات فرماتے' پھر کھڑے ہو کر آپ نے آل عمران پڑھی' پھر ایک ایک سورت پڑھی۔

امام ابوعبیدہ' امام احمد' امام حمید بن زنجویہ نے ''فضائل القرآن'' میں' امام ابن الضریس' امام ابن حبان' امام طبری' امام بوذر ھروی نے ''فضائل قرآن'' میں' امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے اصحاب کی شفاعت کرنے والا ہوگا' زہراوین (یعنی) سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن بادلوں کی طرح آئیں گی' یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی طرح آئیں گی' اور اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی' سورہ بقرہ پڑھا کرو' کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا ترک کرنا حسرت ہے اور بدکار لوگ اس کو پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۱۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی النجفی' ایران)

ان احادیث اور آثار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے سورہ بقرہ' سورہ آل عمران وغیرہ فرمایا ہے' اس سے واضح ہوا کہ سورہ بقرہ کہنا جائز ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مثلاً رحمت کی آیت پڑھی جائے تو اللہ سے رحمت کے حصول کی دعا کی جائے اور عذاب کی آیت پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ سے عذاب سے پناہ طلب کی جائے' اور رات کی نفل نمازوں میں اس طرح قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے۔

سورہ بقرہ کے محل نزول اور آیات اور حروف کی تعداد کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

سورہ بقرہ مدنی ہے' یہ کافی عرصہ تک نازل ہوتی رہی ہے' یہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سب سے پہلی سورت ہے' اس کی ایک آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور وہ ہے: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ: ۲۸۱)۔

یہ آخری آیت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی۔ یہ حجۃ الوداع میں یوم نحر (عید الاضحیٰ) کو منیٰ میں نازل ہوئی ہے' اور سود کی حرمت کی آیات بھی قرآن مجید کی آخری آیتوں میں سے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۵۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

یہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے' جیسے سب سے قصیر سورت سورہ کوثر ہے' اور اس میں آیت مداینہ (البقرہ:

Marfat.com

۲۸۲) ہے جو قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے جیسے والضحیٰ اور والفجر قرآن مجید کی سب سے قصیر آیات ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سورت ایک ہزار خبر' ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی پر مشتمل ہے' اور شمار کرنے والوں نے بتایا ہے کہ اس سورت میں دو سو ستاسی آیات ہیں' چھ ہزار اسی کلمات ہیں اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۱۔ ۷۰' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

سورہ بقرہ کے فضائل میں احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

نواس بن سلیمان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا' ان کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہوں گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا' فرمایا: وہ ایسی ہیں جیسے وہ بادل ہوں' یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان نور ہو' یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہوں' وہ سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی وکالت اور حمایت کریں گی۔

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل' سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہوں گی اور قرآن پڑھنے والوں اور قرآن پر عمل کرنے والوں پر سایہ کریں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اٹھایا' حضرت جبرائیل نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا' پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا ہے آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا' اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے' ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ' ان میں سے آپ جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کا مصداق مل جائے گا۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کو کافی ہوں گی۔

یعنی ناگہانی مصائب اور شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے اس کی حفاظت کریں گی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے' آپ نے فرمایا: تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" (آیت الکرسی) آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

آیت الکرسی کی ایک وجہ فضیلت یہ ہے کہ اس میں اسم ظاہر' اسم صفت اور اسم ضمیر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا سترہ مرتبہ ذکر ہے اور کسی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا اتنی بار ذکر نہیں ہے۔

Marfat.com

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتے تھے' وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا' اس وقت میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور میرا بیٹا یحییٰ میرے قریب لیٹا ہوا تھا' وہ اس وقت کم سن بچہ تھا' اچانک وہ گھوڑا اچھلنے لگا' میں کھڑا ہو گیا' مجھے اس وقت صرف اپنے بیٹے یحییٰ کے متعلق تشویش تھی' پھر گھوڑا پر سکون ہو گیا' اور میں نے وہ سورت پڑھنی شروع کر دی' گھوڑا پھر اچھلنے لگا' میں پھر کھڑا ہو گیا اور مجھے صرف اپنے بیٹے یحییٰ کی فکر تھی' میں نے پھر پڑھنا شروع کیا اور گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کیا' اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک سائبان کی طرح کوئی چیز اتر رہی ہے جس میں روشن چراغ ہیں' میں خوفزدہ ہوا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا: اے ابو یحییٰ! پڑھو' میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں نے پڑھا تو گھوڑا اچھلنے لگا اور مجھے اپنے بیٹے کی فکر تھی' آپ نے فرمایا: اے ابن حضیر! پڑھو' وہ کہتے ہیں: میں نے پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر سائبان کی مثل کوئی چیز تھی اور اس میں چراغ روشن تھے' میں خوفزدہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: یہ فرشتے ہیں جو تمہاری آواز کی وجہ سے قریب آئے ہیں۔ اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو دیکھ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کی حفاظت کر رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی ہاتھ کھجوریں لے رہا ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو یہ کہو:

سبحان ہے وہ ذات جس نے تجھ کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسخر کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ناگاہ وہ ایک جن تھا جو میرے سامنے کھڑا ہوا تھا' میں نے اس کو پکڑ لیا تاکہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آؤں' اس نے کہا: میں نے فقراء جن کے لیے یہ کھجوریں لی تھیں اور میں دوبارہ ہرگز نہیں آؤں گا' حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں: وہ پھر آیا' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو پکڑنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: کہنا: سبحان ہے وہ جس نے تجھ کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسخر کر دیا' پھر دوبارہ جب میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے لگا تو اس نے عہد کیا کہ وہ آئندہ نہیں آئے گا' تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا تو میں نے انہی کلمات کی برکت سے اس کو پکڑا اور کہا کہ تم مجھ سے عہد کرتے ہو اور جھوٹ بولتے ہو اور پھر آ جاتے ہو' اس دفعہ میں تم کو ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: تم مجھے چھوڑ دو' میں تم کو ایسے کلمات سکھاتا ہوں کہ اگر تم وہ کلمات پڑھ لو تو کوئی مذکر یا مونث جن تمہارے قریب نہیں آ سکے گا' میں نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا: ہر صبح اور شام کو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو' میں نے اس کو چھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم ان کلمات (آیت الکرسی) کی یہی تاثیر ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری (دوسرے) لوگوں پر تین وجہ سے فضیلت ہے' تمام روئے زمین ہمارے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور اس کی مٹی ہمارے لیے ذریعہ طہارت بنادی گئی ہے' اور ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں اور ہم کو یہ آیات دی گئی ہیں' سورہ بقرہ کی آخری آیات جو عرش کے نیچے سے نازل ہوئی ہیں' جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

Marfat.com

(السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۵۔ ۱۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام دارمی کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے بقرہ اور آل عمران کو پڑھا' قیامت کے دن وہ سورتیں کہیں گی: اے ہمارے رب! اس سے مواخذہ نہ کر۔

امام ابوعبید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔

امام دارمی' امام طبرانی' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورہ بقرہ ہے۔ جب کسی گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

امام وکیع' امام حارث بن ابی اسامہ' امام محمد بن نصر اور امام ابن الضریس نے سند صحیح کے ساتھ حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں افضل سورہ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت سب سے عظیم ہے' وہ آیت الکرسی ہے اور جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی النجفی' ایران)

Marfat.com

سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ آيَاتُهَا ۲۸۶ رُكُوعَاتُهَا ۴۰

سورۃ البقرہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں دو سو چھیاسی آیات اور چالیس رکوع ہیں

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ ۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ ﴿۲﴾

الف لام میم O (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے یہ ان متقین کے لیے ہدایت ہے O

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

(ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں O اور یہ لوگ اس (کلام) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ ﴿۴﴾

کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا او یہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں O

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

وہی (کامل متقی) اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں' اور وہی فلاح پانے والے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف' لام' میم O (البقرہ:۱)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو ان حروف مقطعات کے ساتھ شروع فرمایا تاکہ قرآن مجید کے وصف اور اس کے اعجاز پر تنبیہ ہو' اور اس چیلنج کی طرف اشارہ ہو کہ کوئی انسان قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکتا' اور یہ اللہ کا کلام ہے جس کے مشابہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے' گویا اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ یہ قرآن عربوں کی لغت اور ان کے حروف تہجی مثل الف' لام' میم سے مرکب ہو کر نازل ہوا ہے' اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو انہی حروف سے ایک کلام بنا کر تم بھی لے آؤ کیونکہ یہ ان حروف ھجاء سے مرکب ہے جن سے ہر اہل زبان عرب کلام کرتا ہے' اس کے باوجود جب تم اس کلام کی نظیر لانے سے ہمیشہ عاجز رہے تو پھر مان لو کہ یہ انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے۔

حروف مقطعات کے علم کی تحقیق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ''الم'' اور اس کی مثل دیگر حروف مقطعات کا معنی کسی کو معلوم ہے یا نہیں! ایک قول یہ ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ سے اس قسم کی روایات منقول ہیں۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کی مراد یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان

Marfat.com

اسرار اور رموز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو ان حروف مقطعات پر مطلع کرنے کا قصد نہیں کیا گیا' اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان حروف کے معانی کا علم نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ غیر مفید کلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا اور یہ بہت بعید ہے۔ (انوار التنزیل مع الخفاجی' ج ۱ ص ۱۷۸' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ظن غالب یہ ہے کہ حروف مقطعات کا علم مخفی ہے' علماء اس کی تاویل سے عاجز ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر کتاب کے اسرار ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے اسرار اوائل سور ہیں' امام شعبی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اسرار کا کھوج نہ لگاؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی معرفت صرف اولیا کرام کو ہے جو وارث علم رسول ہیں' ان کو اسی دربار سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ حروف خود ان کو اپنا معنی بتادیتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں سنگریزوں نے تسبیح کا نطق کیا' اور گوہ اور ہرن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوئے۔ بعض علماء نے کہا: اگر ان حروف کا کوئی معنی نہ ہو تو یہ مہمل ہوں گے' یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ تمام لوگوں کو ان حروف کا معنی معلوم ہو تو یہ ضروری نہیں اور اگر یہ مراد ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معنی معلوم ہو تو کوئی مومن اس میں شک نہیں کرسکتا اور ہر صاحب ایمان کا یہ ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حروف کے معنی معلوم ہیں۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور فقہاء شافعیہ اور حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا۔

ملا جیون لکھتے ہیں:

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کی مراد حق ہے' اگرچہ قیامت سے پہلے ہم کو وہ مراد معلوم نہیں ہے اور قیامت کے بعد متشابہ ہر ایک پر منکشف ہوجائے گا اور یہ امت کے حق میں ہے اور بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کا قطعی طور پر علم ہے' ورنہ آپ کو ان سے خطاب کرنے کا فائدہ باطل ہوجائے گا اور یہ مہمل کلام سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا جیسے حبشی کے ساتھ عربی میں گفتگو کی جائے اور یہ تقریر ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک تمام ''راسخین فی العلم'' کو متشابہات کا علم ہے۔ (نور الانوار ص ۹۳' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

قاضی ثناء اللہ مظہری نقشبندی لکھتے ہیں:

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار ہیں' ان حروف سے عام لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا بلکہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حروف سے افہام مقصود تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کامل متبعین میں سے جن کو چاہیں ان کا معنی سمجھادیں (الی قولہ)' علامہ سجاوندی نے کہا ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار ہیں اور کبھی محبین کے درمیان کچھ کلمات بہ طور معمہ ہوتے ہیں' ان میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ ان کلمات کو محرمان راز کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ایک قول یہ ہے کہ حروف مقطعات اور متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ساتھ مخصوص کرلیا ہے' ان کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے اور نہ آپ کے متبعین کو' یہ قول بہت بعید ہے' کیونکہ خطاب افہام کے لیے ہوتا ہے' اگر ان حروف سے افہام نہ ہو تو ان سے خطاب کرنا مہمل کلمات سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا' یا جیسے عربی کے ساتھ ہندی میں خطاب کیا جائے'

Marfat.com

نیز پورا قرآن بیان اور ہدایت نہیں رہے گا (کیونکہ جب ان الفاظ کا کوئی مفہوم حاصل نہ ہوتو ان سے ہدایت کیسے حاصل ہوگی) اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے:

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ (القیامہ: ۱۹) پھر اس قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O

اس وعدہ کا خلاف لازم آئے گا' (اسی طرح'' الرحمان علم القران '' کا بھی خلاف لازم آئے گا' کیونکہ حروف مقطعات بھی قرآن ہیں اور رحمان نے ان کو نہیں سکھایا) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن خواہ محکم ہو یا متشابہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان واجب اور ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں'' راسخین فی العلم '' سے ہوں اور میں ان علماء سے ہوں جن کو ان کی تاویل کا علم ہے' اسی طرح مجاہد سے مروی ہے' حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حروف مقطعات کی تاویل کو ظاہر فرما دیا ہے اور ان کے اسرار کو بیان کر دیا ہے لیکن عام لوگوں کے لیے ان کا بیان ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کا بیان کرنا ان کے اسرار الٰہیہ ہونے کے منافی ہے۔ (تفسیر مظہری ج ا ص ۱۵۔ ۱۴' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

شیخ محمود الحسن لکھتے ہیں:

ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں' ان کے اصلی معنی تک اوروں کی سائی نہیں بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ (حاشیۃ القرآن ص ۳ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء ان حروف مقطعات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار قرار دیتے ہیں اور بعض علماء نے ان حروف کی تاویلات کی ہیں' علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حروف مقطعات ان سورتوں کے اسماء ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ تنبیہ کے لیے حروف زائدہ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان حروف سے ان کلمات کی طرف اشارہ ہے جو ان حروف سے مرکب ہیں جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الف سے مراد آلاء اللہ (اللہ تعالیٰ کی نعمتیں) ہیں اور لام سے مراد اللہ کا لطف ہے اور میم سے مراد اس کا ملک ہے' اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ'' الر'' '' حم '' اور'' ن '' اس کے مجموعہ سے'' الرحمٰن '' مراد ہے اور یہ روایت بھی ہے کہ'' الم '' سے مراد ہے:'' انا اللہ اعلم '' (میں اللہ ہی خوب جانتا ہوں) اور باقی سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات ہیں ان سے بھی اسی طرح کے کلمات مراد ہیں' حضرت ابن عباس سے یہ روایت بھی ہے کہ الف سے اللہ کی طرف' لام سے جبریل کی طرف اور میم سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ قرآن اللہ نے لسان جبریل سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا' یا ان حروف سے بعض اقوام کی مدتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود آئے تو آپ نے ان پر'' الم '' البقرہ کی تلاوت کی' انہوں نے حساب کر کے کہا: ہم اس دین میں کیسے داخل ہوں جس کی مدت اکہتر سال ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' انہوں نے کہا: اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ تو آپ نے پڑھا:'' المص' الر' المر '' وہ کہنے لگے: آپ نے ہم پر حساب مشتبہ کر دیا' اس کے علاوہ بھی تاویلات ہیں۔

(انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ا ص ۱۷۴۔ ۱۷۰' ملخصا مطبوعہ دار صادر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

(البقرہ: ۲)

سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ لانے کی مناسبت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں اللہ کے بندوں نے اللہ سے صراط مستقیم کی ہدایت کا

Marfat.com

سوال کیا تھا جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہو' گمراہ اور مغضوب لوگوں کا راستہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس ہدایت کا تم نے سوال کیا ہے وہ اس کتاب میں ہے اور اس میں انعام یافتہ لوگوں کی صفات بیان کیں کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں' غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں' اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر جو کتاب نازل کی گئی اور آپ سے پہلے جو کتابیں نازل کی گئیں ان سب پر یقین رکھتے ہیں اور یہی لوگ دنیا میں ہدایت یافتہ ہیں اور آخرت میں فوز وفلاح پانے والے ہیں' پھر گمراہ اور مغضوب لوگوں کی نشانیاں بیان کیں کہ ان لوگوں پر تبلیغ دین کا کوئی اثر نہیں ہوتا' یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں' یہ کلمہ حق کو سننے کے لیے بہرے ہیں' اعتراف حق کے لیے گونگے ہیں' آیات اللہ کو بہ غور دیکھنے سے اندھے ہیں' ان کی آنکھوں پر بغض اور عناد کی پٹی بندھی ہوئی ہے اور یہ حق وصداقت کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔

عربی قواعد کے مطابق ''ذالك'' کسی بعید چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے اور یہاں کتاب کی طرف اشارہ ہے جو قریب ہے لیکن یہاں بعد رتبہ کو بعد مسافت کے قائم مقام کیا گیا ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: وہ عظیم الشان کتاب۔

کتاب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

کتب کا معنی ہے چمڑے کے دو ٹکڑوں کو سی کر ایک دوسرے کے ساتھ ملا دینا' اور عرف میں اس کا معنی ہے: بعض حروف کو لکھ کر بعض دوسرے حروف کے ساتھ ملانا' اور کبھی صرف ان ملائے ہوئے حروف پر بھی کتاب کا اطلاق ہوتا ہے' اسی اعتبار سے اللہ کے کلام کو کتاب کہا جاتا ہے اگرچہ وہ لکھا ہوا نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: ''الم ذالك الكتاب'' کتاب اصل میں مصدر ہے' پھر مکتوب کا نام کتاب رکھ دیا گیا' نیز کتاب اصل میں لکھے ہوئے صحیفہ کا نام ہے' قرآن مجید میں ہے:

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء: ١٥٣) اہل کتاب آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی صحیفہ نازل کر دیں۔

فرض اور تقدیر کے معنی میں کتاب کا لفظ مستعمل ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ. (البقرہ: ١٨٣) اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا. (التوبہ: ٥١) آپ کہیے: ہمیں صرف وہی چیز پہنچے گی' جو ہمارے لیے اللہ نے مقدر کر دی ہے۔

کتاب کا لفظ بنانے اور شمار کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران: ٥٣) سو گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا شمار کرلے ○

اللہ کی طرف سے حجت ثابتہ کے معنی میں بھی کتاب کا لفظ مستعمل ہے' قرآن کریم میں ہے:

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ. (الزخرف: ٢١) کیا ہم نے اس (قرآن) سے پہلے انہیں کوئی حجت ثابتہ دی ہے؟

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (الصافات: ١٥٧) تم اپنی حجت ثابتہ لے آؤ اگر تم سچے ہو ○

Marfat.com

کتاب کا لفظ حکم کے معنی میں بھی وارد ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال:۶۸)

اگر پہلے (معاف کر دینے کا) حکم' اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) تم نے لیا تھا' تمہیں اس میں ضرور بڑا عذاب پہنچتا○

قرآن مجید میں جہاں اہل کتاب کا لفظ آتا ہے تو اس کتاب سے تورات' انجیل یا یہ دونوں کتابیں مراد ہوتی ہیں۔ (المفردات ص ۴۲۵۔ ۴۲۳' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

کتاب کا اصطلاحی معنی یہ ہے: وہ صحیفہ جو ایسے متعدد مسائل کا جامع ہو جو جنساً متحد ہوں اور نوعاً اور صنفاً مختلف ہوں اور وہ صحیفہ ابواب اور فصول پر منقسم ہو' جیسے کتاب الطہارۃ' کتاب الزکوٰۃ وغیرہ۔

اس آیت میں کتاب سے مراد آسمانی صحیفہ ہے یعنی قرآن مجید۔

''ریب'' کا معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

''ریب'' کا معنی حاجت ہے' حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کچھ یہودی گزرے' بعض نے کہا: ان سے سوال کرو' اور بعض نے کہا: ''ما رابکم الیه'' تمہیں ان سے سوال کی کیا حاجت ہے؟ اور ریب کا معنی شک اور تہمت بھی ہے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ریب اس شک کو کہتے ہیں جس میں تہمت کا عنصر شامل ہو' حدیث میں ہے: جس چیز میں ریب ہو اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جس میں ریب نہ ہو' حضرت ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی: ''علیك بالرائب من الامور'' جس چیز میں بالکل شبہ نہ ہو اس کو لازم کر لو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے بارے میں فرمایا: ''یریبنی ما یریبها'' جو چیز (حضرت) فاطمہ کو بے قرار کرتی ہے' وہ مجھے بے قرار کرتی ہے' اور ''تہذیب'' میں ہے: شک مع تہمت کو ''ریب'' کہتے ہیں۔ (تاج العروس ج ا ص ۲۸۳۔ ۲۸۲' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

قرآن مجید میں ''ریب'' کی نفی اور اثبات کا محمل

شک کی حقیقت ہے: کسی چیز کا دل میں کھٹکنا اور دل کا مضطرب ہونا' شک کی ضد طمانیت ہے' آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں' اس کی ہدایت اور ارشاد میں' فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے اس کے معجز اور بے مثال ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۔ (البقرہ:۲۳)

اور جو کلام ہم نے اپنے عبد (مقدس) پر نازل کیا ہے' اگر تم کو اس (کے منزل من اللہ ہونے) میں شک ہے تو اس جیسی کوئی سورت (بنا کر) لے آؤ۔

اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کو اس میں شک تھا' اور پہلی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے ایسے مرتبہ پر ہے کہ اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے' اور جو شخص بھی کھلے ہوئے ذہن اور بصیرت کی آنکھوں سے اس کو پڑھے گا یا بہ غور اس کلام کو سنے گا اس کو اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہوگا' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس میں شک نہیں کرتا بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے واضح اور روشن دلائل کی وجہ سے یہ شک کا محل نہیں ہے اور اس میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اس کے

Marfat.com

باوجود اگر کفار اور مشرکین اس میں شک کرتے ہیں تو اس کی وجہ ان کی بصیرت سے محرومی ہے' خواہش نفس کی اتباع' تکبر اور ہٹ دھرمی ہے اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید ہے' انہوں نے اپنے دماغ کے دریچے بند کر لیے ہیں اور وہ کسی نئی فکر کو اپنے ذہن میں آنے نہیں دیتے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ''فیہ'' ''ریب'' کی صفت ہے اور ''للمتقین'' اس کی خبر ہے اور معنی یہ ہے کہ متقین کے لیے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور جن لوگوں نے شک کیا ہے وہ متقین نہیں ہیں' کفار اور مشرکین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (کتاب) متقین کے لیے ہدایت ہے O (البقرہ: ۲)

آیا قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے یا صرف متقین کے لیے؟

اس جگہ فرمایا کہ قرآن مجید متقین کے لیے ہدایت ہے' اور ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ یہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ ۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن کو نازل کیا گیا ہے درآں حالیکہ وہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرہ: ۱۸۵)

قرآن مجید کی صراط مستقیم پر دلالت ہے اور متقین کو قرآن مجید کے احکام پر عمل کی توفیق بھی نصیب ہوتی ہے' وہ قرآن مجید کے انوار سے مستنیر اور مستفید ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں تدبر اور تفکر کرنے سے ان کے دماغ کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں اور غیر متقین کے لیے بھی قرآن کریم ہدایت ہے' نیکی اور دنیا کی خیر کی طرف رہنمائی ہے' اگرچہ وہ اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور اس کے احکام پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو روشن نہیں کرتے' اور جن کفار اور مشرکین نے قرآن مجید کی ہدایت کو قبول نہیں کیا' اس سے قرآن مجید کے ہدایت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا' اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اس سے آفتاب کے روشن ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے! اور صفراوی مزاج والا اگر شہد کی شیرینی محسوس نہ کرے تو اس سے شہد کی مٹھاس میں کیا کمی ہوتی ہے!

قرآن مجید میں جہاں فرمایا ہے کہ یہ تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فی نفسہ قرآن مجید کی ہدایت تمام انسانوں کے لیے ہے اور یہاں جو فرمایا ہے کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نتیجۃً اور مآل کار یہ متقین ہی کے لیے ہدایت ہے کیونکہ اس ہدایت سے وہی فیضیاب ہوتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں انسان وہی ہیں جو متقی ہیں اور رہے غیر متقی تو وہ اس آیت کا مصداق ہیں:

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۖ وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۖ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰۤئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ O (الاعراف: ۱۷۹)

اور بے شک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور انسان پیدا کیے' ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں' ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں' وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے (بھی) زیادہ گمراہ ہیں' وہی غافل ہیں O

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے لیکن چونکہ متقی انسانوں کے اعلیٰ افراد ہیں' اس لیے ان ہی کا تشریفاً اور تکریماً ذکر کیا گیا ہے۔

تقویٰ کا صیغہ اور اس کا لغوی معنی

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''تقوی'' اصل میں ''وقوی'' تھا' یہ فعلی کے وزن پر اسم (حاصل بالمصدر) ہے اور ''وقیت''

Marfat.com

سے بنا ہے' واؤ کو تا سے بدل دیا' یہ ''تقوی'' ہو گیا اسی طرح ''تقاۃ'' اصل میں ''وقاۃ'' ہے اور ''تجاہ'' اور ''تراث'' اصل میں ''وجاہ'' اور ''وراث'' ہیں ''وقاہ یقیہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اذیت سے محفوظ رکھنا اور اس کی حمایت اور حفاظت کرنا' قرآن مجید میں ہے: ''مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ'' (الرعد: ۳۴) ''انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔''

(تاج العروس ج ۱۰ص ۳۹۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

تقویٰ کا معنی ہے: کسی ڈرانے والی چیز سے نفس کو بچانا اور اس کی حفاظت کرنا' اور کبھی خوف کو بھی تقویٰ کہتے ہیں اور اس کا شرعی معنی ہے: گناہ کی آلودگی سے نفس کی حفاظت کرنا' اور یہ ممنوعہ کاموں کے ترک سے حاصل ہوتا ہے' اور کامل تقویٰ تب حاصل ہوتا ہے جب بعض مباحات کو بھی ترک کر دیا جائے جیسا کہ حدیث میں ہے: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے' سو جو شخص مشتبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا' الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۱۳' طبع کراچی) تقویٰ کے کئی مراتب ہیں جو حسب ذیل آیات سے ظاہر ہوتے ہیں:

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ (الاعراف: ۳۵) پس جو لوگ گناہوں سے باز رہے اور انہوں نے نیکیاں کیں' تو ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ. (آل عمران: ۱۰۲) اور اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ (الزمر: ۷۳) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ جنت کی طرف گروہ در گروہ بھیجے جائیں گے۔

(المفردات ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

تقویٰ کا اصطلاحی معنی

علامہ میر سید شریف نے تقویٰ کی حسب ذیل تعریفات لکھی ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے نفس کو عدم اطاعت کے عذاب سے بچانا تقویٰ ہے' اللہ تعالیٰ کی معصیت کے عذاب سے نفس کو بچانا تقویٰ ہے' اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے خود کو محفوظ کرنا تقویٰ ہے' آداب شریعت کی حفاظت کرنا تقویٰ ہے' ہر وہ کام جو تم کو اللہ سے دور کر دے اس سے خود کو باز رکھنا تقویٰ ہے' حظوظ نفسانیہ کو ترک کرنا اور ممنوعات سے دور رہنا تقویٰ ہے' تم اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھو یہ تقویٰ ہے' تم اپنے آپ کو کسی سے بہتر گمان نہ کرو یہ تقویٰ ہے' ماسوی اللہ کو ترک کرنا تقویٰ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولاً اور فعلاً اقتداء کرنا تقویٰ ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۳۹' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' ۱۳۰۶ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

تقویٰ کا معنی ہے: کسی ناپسندیدہ چیز سے خود کو بچانے کے لیے' اپنے اور اس چیز کے درمیان کوئی آڑ بنا لینا' اور متقی وہ شخص ہے جو اپنے نیک اعمال اور پرخلوص دعاؤں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے' زر بن جیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا: لوگ بہت ہیں لیکن ان میں بہتر وہ ہیں جو تائب ہوں یا متقی ہوں' پھر ایک دن کہا: لوگ بہت ہیں لیکن ان میں بہتر وہ ہیں جو عالم ہوں یا متعلم ہوں' ابو یزید بسطامی نے کہا: متقی وہ ہے جس کا ہر قول اور ہر عمل اللہ کے لیے ہو' ابو سلیمان دارانی نے کہا: متقی وہ ہے جس کے دل سے شہوات کی محبت نکال لی گئی ہو' ایک قول یہ ہے کہ

Marfat.com

متقی وہ ہے جو شرک سے بچے اور نفاق سے بری ہو' ابن عطیہ نے کہا: یہ غلط ہے کیونکہ فاسق بھی اسی طرح ہوتا ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: کیا آپ نے کانٹوں والا راستہ دیکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! پوچھا: پھر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے پائنچے اوپر اٹھائے اور ان سے بچ کر نکلا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: یہی تقویٰ ہے' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: تقویٰ ہر قسم کی خیر کا جامع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اولین اور آخرین کو وصیت کی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:

متقی وہ شخص ہے جو عبادات کو انجام دے اور ممنوعات سے بچے' اس میں اختلاف ہے کہ گناہ صغیرہ سے بچنا بھی تقویٰ میں داخل ہے یا نہیں' حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پاسکتا جب تک ان چیزوں کو ترک نہ کردے جن میں حرج نہ ہو اس خوف سے کہ شاید ان میں حرج ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: متقی وہ لوگ ہیں جو عذاب سے بچنے کے لیے خواہش نفس پر عمل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں: یہاں تقویٰ سے مراد خوف خدا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء اور سورہ حج کی ابتداء میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ (النساء: ۱' الحج: ۱) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔

حسب ذیل آیات میں بھی تقویٰ سے مراد خوف خدا ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ (الشعراء: ۱۰۶) جب ان کے ہم قوم نوح نے ان سے کہا: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ ۝

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ (الشعراء: ۱۲۴) جب ان کے ہم قوم ھود نے ان سے کہا: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ ۝

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (الشعراء: ۱۴۲) جب ان کے ہم قوم صالح نے ان سے کہا: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ ۝

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ (الشعراء: ۱۶۱) جب ان کے ہم قوم لوط نے ان سے کہا: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ ۝

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ (الشعراء: ۱۷۷) جب شعیب نے ان سے کہا: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ ۝

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ط (العنکبوت: ۱۶) اور ابراہیم نے جب اپنی قوم سے کہا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران: ۱۰۲) اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

ہر چند کہ تقویٰ خشیت الٰہی کا نام ہے لیکن قرآن مجید میں تقویٰ توحید پر ایمان' توبہ' طاعت' ترک معصیت اور اخلاص کے لیے بھی استعمال ہوا ہے:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح: ۲۶) اور اللہ نے انہیں کلمہ توحید پر مستحکم کردیا۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا. (الاعراف: ۹۶)
اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور توبہ کرتے۔

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ○ (النحل: ۲)
لوگوں کو ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، سو میری اطاعت کرو○

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ. (البقرہ: ۱۸۹)
اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ (الحج: ۳۲)
اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہ دلوں کے اخلاص سے ہے○

تقویٰ کا مقام بہت عظیم اور بلند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا. (النحل: ۱۲۸)
بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ. (الحجرات: ۱۳)
بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم ہو وہ اللہ سے ڈرے، اور حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: معصیت پر اصرار نہ کرنا، اور عبادت پر مغرور نہ ہونا تقویٰ ہے، ابراہیم بن ادھم نے کہا: تقویٰ یہ ہے کہ تمہاری زبان پر مخلوق کا عیب نہ ہو، فرشتے تمہارے افعال میں عیب نہ پائیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں کوئی عیب نہ دیکھے، علامہ واقدی نے کہا: تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم اپنے ظاہر کو مخلوق کے لیے مزین کرتے ہو اس طرح ا۔نے باطن کو اللہ کے لیے مزین کرو، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہاں نہ دیکھے جہاں اس نے منع کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنائے اور دنیا کو پس پشت ڈال دے، اپنے نفس کو اخلاص اور وفا کا پابند کرے اور حرام اور جفا سے اجتناب کرے وہی متقی ہے اور اگر ''ھدی للمتقین'' کے سوا متقین کی فضیلت میں اور کوئی آیت نہ ہوتی تو یہی آیت کافی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ''ھدی للمتقین'' فرمایا ہے اور اس کے بعد ''ھدی للناس'' فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حقیقت میں انسان وہی ہے جو متقی ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

تقویٰ اور متقین کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں سے شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ بے ضرر چیز کو اس خوف سے نہ چھوڑ دے کہ شاید اس میں ضرر ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع ترمذی ص ۳۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت میمون بن مہران نے کہا: بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا اس طرح حساب نہ کرے، جس طرح اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کا کھانا کہاں سے آیا اور اس کے کپڑے کہاں سے آئے۔

(جامع ترمذی ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' تناجش (کسی کو پھنسانے کے لیے زیادہ قیمت لگانا) نہ کرو' ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو' کسی کی بیع پر بیع نہ کرو' اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ' مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' اس پر ظلم نہ کرے' اس کو رسوا نہ کرے' اس کو حقیر نہ جانے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے' کسی شخص کے برے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے' ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر مکمل حرام ہے' اس کا خون اس کا مال اور اس کی عزت۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کلمة التقوی'' کی تفسیر میں فرمایا: ''لا الہ الا اللہ''۔ (جامع ترمذی ص ۴۷۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب یہ فرماتا ہے کہ میں ہی اس بات کا مستحق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے' سو جو شخص مجھ سے ڈرے گا تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی آیت کا علم ہے کہ اگر لوگ صرف اسی آیت پر عمل کر لیں تو وہ ان کے لیے کافی ہوگی' جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۳' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ سنا اس نے یہ حدیث بیان کی' آپ نے فرمایا: اے لوگو! سنو! تمہارا رب ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' سنو! کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے' نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے' نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے' نہ کالے کو گورے پر فضیلت ہے' مگر فضیلت صرف تقویٰ سے ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے' حضرت معاذ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے صدمہ میں رونے لگے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میرے سب سے زیادہ قریب متقی ہوں گے خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں ہوں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

تقویٰ کے مراتب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کا متقین کے لیے ہدایت ہونا تحصیل حاصل ہے کیونکہ متقین تو خود ہدایت یافتہ ہیں' اس کے کئی جواب ہیں' پہلا جواب یہ ہے کہ متقین سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ حاصل کرنے کا ارادہ کریں سو یہ کتاب ان کے لیے ہدایت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ہدایت پر دوام اور ثبات ہے یعنی اس کتاب کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے سے متقین کو ہدایت پر دوام اور ثبات حاصل ہوگا' تیسرا جواب یہ ہے کہ تقویٰ کے کئی مراتب ہیں: (۱) نفس کی کفر

Marfat.com

اور شرک سے حفاظت کرنا' (ب) نفس کی گناہ کبیرہ سے حفاظت کرنا (ج) نفس کی گناہ صغیرہ سے حفاظت کرنا (د) نفس کی خلاف سنت سے حفاظت کرنا (ہ) نفس کی خلاف اولیٰ سے حفاظت کرنا (و) نفس کی ماسوی اللہ سے حفاظت کرنا' سو جو شخص تقویٰ کے کسی ایک مرتبہ پر فائز ہو یہ کتاب اس کے لیے تقویٰ کے اگلے مرتبہ کے لیے ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ (البقرہ: ۳)

متقین کی تین صفات بیان کی ہیں' ایمان بالغیب' اقامت صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ' پہلی صفت ایمان بالغیب ہے' جس کا اس آیت میں بیان ہے' اس آیت کریمہ کی تفسیر کے جاننے کے لیے ایمان اور غیب کو سمجھنا ضروری ہے' ہم پہلے ایمان کی تشریح اور تحقیق کریں گے اور اس کے بعد غیب پر مفصل گفتگو کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے: نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا' امن' امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں' امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں' انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ. (الانفال: ۲۷)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو' اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ. (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ. (آل عمران: ۹۷)

اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا' یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا' اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے' اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ. (البقرہ: ۶۲)

بے شک اسلام قبول کرنے والے' یہودی' عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو درآں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا تحقق دل کے ماننے' زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے' اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ (الحدید: ۱۹) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں' ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

تصدیق بالقلب' اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (المجادلہ: ۲۲) وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت سے مراد صرف تصدیق ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں ۝ (یوسف: ۱۷)

اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ (البقرہ: ۱۴۳) اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ (تحویل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کے صحیفوں' اس کے رسولوں' قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا ایمان ہے' اس حدیث میں چھ چیزوں کے ماننے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے' یہ حدیث صحیح بخاری' صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے۔ (المفردات ص ۲۶۔ ۲۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے' علامہ زمخشری نے "اساس" میں اسی پر اعتماد کیا ہے' اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے' علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ ایمان کا حقیقی معنی تصدیق ہے' اور "کشاف" میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے' بعض محققین نے کہا ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہو تو یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے' اور جب اس کا معنی اذعان (ماننا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنی اعتراف ہو' تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے' ازہری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر امین بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے' اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا' وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہوگا یا جاہل (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ (المنافقون: ۳) یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

Marfat.com

اوراس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا. (النساء: ۱۳۷)

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے' پھر (زبان سے) ایمان لائے' پھر کافر ہوئے' پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

زجاج نے کہا ہے: کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے' امام راغب نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں' ایمان تصدیق' اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے' مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' جس کا معنی ہے: مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا' یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا' منذری نے ابوالعباس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کی تصدیق کریں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے' یہ علامہ ابن اثیر کا قول ہے۔

(تاج العروس ج ۹ ص ۱۲۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) جمہور متکلمین کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۲) امام ابومنصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار اجراء احکام مسلمین کے لیے شرط ہے۔ یہ دونوں تعریفیں نفس ایمان کی ہیں۔

(۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں' اقرار اور تصدیق' لیکن اکراہ کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴) ائمہ ثلاثہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں' تصدیق' اقرار اور اعمال صالحہ' لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے بلکہ فاسق ہو جاتا ہے' یہ تعریف ایمان کامل کی ہے۔

(۵) معتزلہ میں سے واصل بن عطاء' ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا' عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور تکذیب نہ کرنے کی وجہ سے وہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔

(۶) ابوعلی جبائی معتزلی اور ابوہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے' باقی تفصیل حسب سابق ہے۔

(۷) نظام معتزلی کا مذہب ہے: جس کام پر وعید ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔

(۸) خوارج کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان معصیت کے ارتکاب سے کافر

Marfat.com

ہو جاتا ہے خواہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(۹) کرامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(۱۰) غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار بہ شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔

(۱۱) جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۱۲) مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔

نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق' اقرار اور عمل کا نام ہے' جس کی تصدیق میں خلل ہو وہ منافق ہے' جس کے اقرار میں خلل ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہو وہ فاسق ہے' وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا' اور جنت میں داخل ہو جائے گا' امام رازی نے کہا: اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کا جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس سے ملاقات پر' اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ' اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ (صحیح مسلم)

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان' ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے' آپ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس ادا کرنا۔ (صحیح مسلم)

پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان' ایمان کامل کے معنی میں ہے' اور جن احادیث میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے' اس کی مثال یہ ہے:

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جس شخص نے بھی ''لا الہ الا اللّٰہ'' کہا' پھر اسی پر مر گیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو! آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (صحیح مسلم)

Marfat.com

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے' اور ایمان کا کون سا معنی منقول شرعی ہے اور کون سا معنی مجاز ہے اس میں اختلاف ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے' اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے' اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے' اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کا جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے' اور جب وہ کسی بے عمل یا بدعمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل' وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۴۔ ۱۰۲' ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

مومن ہونے کے لیے فقط جاننا اور سمجھنا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کی تعریف میں جو تصدیق بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم' معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے' کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۶)

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے' انہوں نے فرعون سے فرمایا:

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۱۰۲) موسیٰ نے فرمایا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (چمکتی ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں' اور اے فرعون! میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے ○

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا' اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے' نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے' یعنی اپنے قصد اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۵۔ ۱۰۴' ملخصاً' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں' عمل کرنا دوسری بات ہے' پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض اور شرط ایمان ہے۔ (بیان القرآن ص ۳' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

جیسا کہ باحوالہ تفصیل اور تحقیق سے واضح ہو گیا ہے ایمان سچا سمجھنے یا سچا جاننے کو نہیں کہتے بلکہ ایمان سچا ماننے کو کہتے ہیں' اس لیے ایمان کی یہ تعریف صحیح نہیں ہے' شیخ محمود الحسن نے بھی "یؤمنون بالغیب" کی تفسیر میں اسی طرح لکھا ہے: یعنی جو

Marfat.com

چیزیں ان کے عقل وحواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ' جنت' ملائکہ وغیرہ) ان سب کو اللہ اور رسول کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ (شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ حاشیۃ القرآن ص ۳' مطبوعہ العربیۃ السعودیہ) شیخ محمود الحسن کی بھی یہ عبارت صحیح نہیں ہے' اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کی وجہ سے کسی خبر کو حق اور یقینی ماننا ایمان ہے' اس کو حق اور یقینی سمجھنا ایمان نہیں ہے' کیونکہ بعض کفار ان خبروں کو حق اور یقینی سمجھتے تھے لیکن عناداً مانتے نہیں تھے' البتہ انہوں نے اس کے بعد یہ جملہ لکھا ہے: ان امور غائبانہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔ یہ جملہ صحیح ہے' لیکن ان دونوں شیوخ نے ایمان کی تعریف صحیح نہیں لکھی۔

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

ہم نے ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے' اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل پیش کیے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ . (المجادلہ: ۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ. (المائدہ: ۴۱) انہوں نے اپنے منہ سے کہا: ہم ایمان لائے ہیں' حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ۭ. (الحجرات: ۱۴) دیہات کے لوگوں نے کہا: ہم ایمان لائے' آپ فرمائیں: تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو: ہم نے اطاعت کی ہے' اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے' اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ (البقرہ: ۸) اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے' حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں ۝

زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن نہیں قرار دیا گیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی' نیز قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: ۱) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں ۝

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں' اس پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلیل ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام

Marfat.com

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ○ (الکہف: ۱۰۷) کئے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے ○

اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تغایر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں' اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (النحل: ۹۷) جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو شرط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں' اور اسی نہج پر یہ آیات ہیں:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ . (النساء: ۱۲۴) اور جس نے نیک کام کئے خواہ مرد ہو یا عورت' بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ○ (طٰہٰ: ۱۱۲) اور جس نے نیک کام کئے بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا ○

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال: ۱) اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو' اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو' بہ شرطیکہ تم مومن ہو ○

قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے' اگر نیک اعمال ایمان کا جز ہوتے تو معصیت کبیرہ کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ . (البقرہ: ۱۷۸) اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے' اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ . (الحجرات: ۹) اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہو گی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ . (النور: ۳۱) اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے' اور اسی نہج پر یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ . (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ اور محدثین اور دیگر اسلاف جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ

Marfat.com

قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا . (الانفال: ۲)

اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیں۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (التوبہ: ۱۲۴)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں کس کے ایمان کو زیادہ کردیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کردیا اور وہ خوش ہوتے ہیں ○

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ . (آل عمران: ۱۷۳)

لوگوں نے ان سے کہا: بے شک لوگوں نے (تم سے مقابلہ کے لیے بڑے لشکر) جمع کرلیے ہیں سو تم ان سے ڈرو‘ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۭ○ (الاحزاب: ۲۲)

اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) لشکر دیکھے (تو) کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا‘ اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام زیادہ ہی ہوا ○

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى . (محمد: ۱۷)

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان کی ہدایت کو اور زیادہ کردیا۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۖ○ (الکہف: ۱۳)

بے شک کچھ جوان اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کردیا ○

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ . (الکہف: ۱۳)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی‘ اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کردیتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا . (المدثر: ۳۱)

اور ہم نے (دوزخ کے فرشتوں کی تعداد) صرف اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو‘ اہل کتاب یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہوجائے۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ . (الفتح: ۴)

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ‘ محدثین اور دیگر اسلاف جن کے نزدیک اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے‘ انہوں نے بہ کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے‘ جن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے ساٹھ اور کچھ حصے ہیں' اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں' اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کردے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ کو ادا کریں' اور جب وہ یہ کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا معنی جانتے ہو؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے' آپ نے فرمایا: یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان اجزاء میں سے کسی جز پر عمل کو ترک کرے گا اس کا ایمان اس شخص سے کم ہوگا' جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکور الصدر آیات اور احادیث سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا۔

ان تمام آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ تمام آیات اور احادیث ایمان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں' اور نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور ان آیات اور احادیث میں نفس ایمان بالاتفاق مراد نہیں ہے۔

امام رازی نے کہا: یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد تصدیق ہو تو وہ کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتا اور اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے' پھر امام نے کہا: عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں' اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا' ان سے مراد اصل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔

بعض متاخرین نے یہ کہا ہے: حق یہ ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے' خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق بالقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے' کیونکہ جس شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دور سے دیکھتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دو وجہوں سے کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے' پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے' جیسے خوشی' غم اور غصہ وغیرہ کیفیاتِ نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت' ضعف اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اسی طرح تصدیق میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام افرادِ امت کا ایمان

Marfat.com

برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ ہے تصدیق تفصیلی' کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر آئے ہیں' اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہوتا جائے گا' اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجمالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے' پھر جیسے جیسے اس کو احکام شرعیہ کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راسخین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ تشکیک اور مغالطہ آفرینی سے ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹۔ ۱۰۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں' پس ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے: انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا اور تسلیم کرنا) اور اسلام کا شرعی معنی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا' کلمہ شہادت پڑھنا' واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' نماز قائم کرو' زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' اور اسلام کا اطلاق دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں: دین یہودیت' دین نصرانیت' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ (آل عمران: ۱۹) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا. جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا' اور اسلام کو دین مان لیا' اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے' محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے' اور بعض محدثین' متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں' علامہ خطابی نے کہا: ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں' کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے' اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا' (یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے' (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہٰذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے' اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے' بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا' اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا' میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم' خصوص مطلق کی نسبت ہے' جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے' اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم' خصوص من وجہ کی نسبت ہے' کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے' مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کے وجود' اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے' اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل

Marfat.com

کرنے سے پہلے اچانک مرجائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے' کیونکہ اس نے باطنی اور ظاہری اطاعت نہیں کی' اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام' تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں' لہٰذا ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں' کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے' یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا' اور یہ ایمان کی حقیقت ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتی ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الذاریات: ۳۶۔ ۳۵)

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال لیا ۝ تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا (اور کوئی گھر) نہ پایا ۝

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے' ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے' خواہ مفہوم متغائر ہو) اور مشائخ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ سے متغائر مانتے ہیں' جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں' اس کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع (طاعت) کا نام اسلام ہے اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا انقیاد متحقق نہیں ہوگا' اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا . (الحجرات: ۱۴)

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے' آپ فرمائیں: تم ایمان نہیں لائے' ہاں! یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (مطیع ہوئے ہیں)۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے' ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا' اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے' جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

(بخاری ومسلم)

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد سے فرمایا:

Marfat.com

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ (بخاری)

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں۔

غیب کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

جس چیز کا حواس (خمسہ) سے ادراک نہ کیا جاسکے اور نہ اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جاسکے' وہ غیب ہے' اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے۔ (المفردات ص ۳۶۷' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے' ابو اسحاق زجاج نے ''یؤمنون بالغیب'' کی تفسیر میں کہا ہے: جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے' جیسے مرنے کے بعد اٹھنا' جنت' دوزخ' اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے۔

(تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

آیت مذکورہ میں غیب کا مصداق

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس جگہ غیب کے مصداق میں مفسرین کا اختلاف ہے' ایک گروہ نے کہا: اس آیت میں غیب سے مراد اللہ سبحانہ ہے' ابن العربی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' دوسرے مفسرین نے کہا: اس سے مراد قضاء وقدر ہے' ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد قرآن اور قرآن میں مذکور غیوب ہیں' بعض علماء نے کہا: ہر ایسی چیز جس کی طرف عقل کی رسائی نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے وہ غیب ہے مثلاً علامات قیامت' عذاب قبر' حشر' نشر' صراط' میزان اور جنت' دوزخ وغیرہ' ابن عطیہ نے کہا: یہ اقوال متعارض نہیں ہیں' بلکہ ان سب پر غیب کا اطلاق ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

آیت مذکورہ میں مومنین بالغیب کا مصداق

علامہ سمرقندی لکھتے ہیں:

اس سے مراد صحابہ کرام اور ان کے قیامت تک کے متبعین ہیں کیونکہ وہ قرآن کے غیب کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے' اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام قرار دیتے ہیں' حارث بن قیس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: اے اصحاب محمد! ہم آپ کو اس لیے افضل سمجھتے ہیں کہ آپ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم تم کو اس لیے افضل سمجھتے ہیں کہ تم آپ پر بن دیکھے ایمان لائے ہو اور افضل ایمان' ایمان بالغیب ہے' پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی: ''الذین یؤمنون بالغیب''۔

(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۹۰' مطبوعہ مکتبۃ دار الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو دیکھا اس کے لیے ایک سعادت ہے' اور جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا' اس کے لیے سات سعادتیں ہیں۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے' ان میں سے ایک شخص کی یہ خواہش ہوگی کہ کاش وہ اپنے (سارے) اہل اور مال کے بدلہ میں میری زیارت کرلے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

آیا مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟

اس آیت میں متقین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی جنت دوزخ وغیرہ کی تصدیق کرتے ہیں اور تصدیق علم کی قسم ہے' اس کا معنی ہے: وہ غیب کا علم رکھتے ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے علم پر علم غیب کا اطلاق فرمایا ہے' لیکن یہ واضح رہے کہ اس غیب سے مراد الغیب المطلق (جمیع معلومات الٰہیہ) نہیں ہے بلکہ غیب کے وہ افراد مراد ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے متقین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے خبر دی ہے۔ ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ مخلوق کی طرف علم غیب کا اسناد عقلاً جائز ہے شرک نہیں ہے بہ شرطیکہ اس سے مراد مخصوص غیب ہو''الغیب المطلق'' (تمام معلومات کا علم) نہ ہو۔

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جس کا ابتداءً صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے اور ہم کو اس میں سے صرف ان ہی چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا ہے یا جن کے علم پر دلیل قائم ہے' اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے اور یہاں غیب سے مراد صانع اور اس کی صفات' امور نبوت' حشر ونشر اور حساب وغیرہ ہیں۔
(کشاف ج ۱ ص ۱۷' مطبوعہ مطبعہ بہیہ' مصر' ۱۳۴۳ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:
رہا وہ غیب جس کے حصول پر دلیل قائم ہے تو یہ کہنا ناجائز نہیں کہ ہمیں اس غیب کا علم ہے جس کے حصول پر ہمارے لیے دلیل قائم ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

متعدد مفسرین نے ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' (الکہف: ۶۵) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت خضر کو غیب کا علم تھا۔

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:
حضرت خضر ایک مرد تھے جو علم الغیب جانتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۲۳۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ النجفی' ایران)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو علم الغیب سے علم عطا فرمایا تھا۔
(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۶۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:
ہم نے ان کو اپنا علم لدنی سکھایا' یعنی علم الغیب۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۱۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

Marfat.com

علامہ ابوسعود حنفی نے اس علم کے متعلق لکھا ہے۔
یہ غیوب کا علم ہے۔ (تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۵۲۶ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)
علامہ آلوسی حنفی نے بھی لکھا ہے: یہ غیوب کا علم ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۳۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)
ان کے علاوہ علامہ ابن جریر طبری' علامہ ابوحیان اندلسی' علامہ شوکانی ظاہری' علامہ اسماعیل حقی حنفی' علامہ بیضاوی شافعی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ظاہری نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح لکھا ہے۔
ان کے علاوہ بعض دیگر مستند علماء نے مخلوق کی طرف علم غیب کی اضافت کو جائز لکھا ہے۔
علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:
فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے قرآن مجید کو سازوں کے ساتھ پڑھا' یا اس سے پوچھا گیا: تم غیب جانتے ہو؟ اور اس نے کہا: ہاں! تو یہ کفر ہے اور جو شخص سفر کے لیے نکلا' اور کوا بول پڑا اور وہ لوٹ آیا تو اس کے کفر میں اختلاف ہے' میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ ان تینوں مسئلوں میں کفر نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۷ ص ۲۸۶ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)
علامہ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:
اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں جو کہتا ہوں کہ مومن کو غیب کا علم ہے' اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیا کو بعض غیوب کا علم عطا فرماتا ہے تو اس کا یہ قول مقبول ہوگا کیونکہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً واقع ہے' یہ ان جملہ کرامات سے ہے جو شمار سے باہر ہیں۔ بعض اولیاء کو خطاب (الہام) کے ذریعہ غیب کا علم ہوتا ہے' بعض کو کشف حجاب کے ذریعہ غیب کا علم ہوتا ہے' اور بعض اولیاء اللہ کے لیے لوح محفوظ کو منکشف کر دیا جاتا ہے اور وہ اس کو دیکھ لیتے ہیں' اور اس پر دلیل کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت خضر بعض کے نزدیک ولی تھے (اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ وہ نبی تھے) اور قرآن مجید نے ان کے علم غیب کو بیان کیا ہے' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے حمل کے متعلق خبر دی کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا' اور اسی طرح ہوا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عجم میں ساریہ اور اس کا لشکر منکشف ہوگیا' اور انہوں نے جمعہ کے دن دوران خطبہ کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا'' "رسالہ قشیری" اور "عوارف المعارف" میں بعض اولیاء کے غیب کی خبر دینے کے بہت واقعات ہیں۔
(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۷ 'مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:
شیخ اکبر ابوعبداللہ نے اپنی کتاب "معتقد" میں لکھا ہے: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بندہ اپنے احوال میں ترقی کرتا ہوا مقام روحانیت سے واصل ہو جاتا ہے' پھر اس کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۶۲ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)
علامہ شامی لکھتے ہیں:
جس شخص نے ایک معاملہ میں یا چند معاملات میں علم غیب کا دعویٰ کیا اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی' علامہ نووی نے "روضۃ الطالبین" میں جو تکفیر کی نفی کی ہے اس کا یہی محمل ہے اور جس نے تمام معاملات میں علم کا دعویٰ کیا اس کی تکفیر کی جائے گی اور جن فقہاء نے علم غیب کے مدعی کی تکفیر کی ہے اس کا یہی محمل ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۱ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)
نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:
علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی جن آیتوں میں اللہ کے غیر سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہ اس کے منافی نہیں ہیں' کیونکہ انبیاء اور اولیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے اعلام (خبر دینے) سے ہے' اور ہمارا علم ان کے اعلام سے ہے' اور یہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

اس علم کا غیر ہے جس کے ساتھ وہ متفرد ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ ابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو علامات حدوث' تغیر اور نقص سے منزہ ہے بلکہ وہ علم واحد ہے جس سے اس کو تمام کلیات اور جزئیات اور ''ما کان وما یکون'' کا علم ہے (صفت واحدہ امور غیر متناہیہ کے لیے منشاء انکشاف ہے) اور مخلوق کا علم اس طرح نہیں ہے' اور جب یہ معلوم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جس علم کے ساتھ اپنی مدح کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے علم میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا وہ یہی علم ہے اور اللہ کے علاوہ اگر کسی کو غیب کا علم ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے اعلام اور اس کی اطلاع سے چند جزئیات کا علم ہے' اور اس وقت مطلقاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کو غیب کا علم ہے' کیونکہ ان کے پاس ایسی کوئی صفت نہیں ہے جس کے ساتھ وہ مستقلاً علم غیب کو حاصل کرنے پر قادر ہوں' نیز ان کو از خود علم نہیں ہوتا' ان کو علم دیا جاتا ہے' اور وہ غیب مطلق کو نہیں جانتے اور ان کو جس چیز کا علم دیا جاتا ہے' اس میں فرشتے اور دوسرے بھی ان کے شریک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انبیاء اور اولیا کو بعض غیوب کی خبر دینا کسی وجہ سے محال کو مستلزم نہیں ہے' اس لیے اس کا انکار کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۱۳' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

حاصل بحث یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ''الغیب المطلق'' کے علم کے ساتھ متفرد ہے جو تمام معلومات کے ساتھ متعلق ہے' اور وہ اپنے رسولوں کو ان بعض غیوب پر مطلع فرماتا ہے جو ان کی رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں' ان کو یہ اطلاع وحی صریح کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو واضح اور جلی ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہوتا' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اپنے بعض اولیاء کو بھی بعض غیوب سے مطلع فرمائے اور یہ اطلاع انبیاء علیہم السلام کی اطلاع سے کم مرتبہ کی ہوتی ہے' بہرحال اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو غیب مختص ہے وہ الغیب المطلق ہے اور بندہ جس غیب کا مدعی ہوتا ہے وہ غیب حقیقی نہیں ہوتا' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام اور اس کی اطلاع سے ہوتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۱۴' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے' اس کی تشریح ''حاشیہ کشاف'' پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے' کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۴۷۔ ۴۶' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

علامہ میر سید شریف نے ''حاشیہ کشاف'' پر لکھا ہے:

غیر اللہ کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا اس لیے جائز نہیں کہ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ شخص ابتداءً' اور از خود علم غیب رکھتا ہے' لیکن جب مقید کر کے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم غیب دیا ہے' یا اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب پر مطلع کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ مصر)

نیز امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علم غیب میں عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا (الی قولہ) برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ (علم الٰہی) غیر متناہی ہے غیر متناہی کو متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۴۶' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

Marfat.com

قرآن مجید میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۶)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۝ مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے' اور اولیاء کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا اور یہ کرامات اولیاء کے خلاف ہے' علامہ تفتازانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ''الغیب'' سے مراد عموم نہیں ہے (''الغیب المطلق'' مراد نہیں ہے) بلکہ ''مطلق الغیب'' مراد ہے (یعنی غیر رسول سے ہر غیب کی نفی مراد نہیں ہے) یا غیب سے مراد غیب خاص ہے اور وہ وقت وقوع قیامت ہے' جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے' اور یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسل ملائکہ یا رسل بشر کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے (گویا کہ اولیاء کرام کو وقت وقوع قیامت پر مطلع نہیں فرماتا اور باقی غیوب میں سے جس قدر چاہے مطلع فرماتا ہے) اور اگر اس استثناء کو منقطع قرار دیا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے' کیونکہ جب اسم جنس مضاف ہو تو وہ بہ منزلہ معرف باللام ہوتا ہے' یا یہ کلام سلب عموم کے لیے ہے' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض غیوب پر مطلع فرمائے' اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ بہ طریقہ وحی صرف رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے تب بھی کوئی اشکال نہیں (کیونکہ اولیاء کو بہ طریقہ الہام غیب پر مطلع فرماتا ہے)۔ خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین کا استدلال اس پر قائم ہے کہ یہ کلام عموم السلب کے لیے ہو یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب میں سے کسی چیز کو کسی فرد پر ظاہر نہیں فرماتا اور یہ لازم نہیں ہے۔

(شرح مقاصد ج ۵ ص ۷۷۔۷۶' مطبوعہ منشورات الشریف' ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

حق کی آنکھ سے کل کا مشاہدہ کرنا غیب ہے' کبھی قرب نوافل کی وجہ سے بندہ پر کرم ہوتا ہے اور حق سبحانہ اس کی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہوجاتا ہے جس سے سنتا ہے اور قرب فرائض کے بعد وہ اور ترقی کرتا ہے' پھر وہاں ایسا نور ہوجاتا ہے کہ اس کے لیے غیب شہود ہوجاتا ہے اور جو چیزیں ہمارے سامنے سے غائب ہوں وہ اس کے سامنے حاضر ہوجاتی ہیں' اس کے باوجود جو شخص اس مقام پر واصل ہو' میں اس کے حق میں کہنا جائز نہیں قرار دیتا کہ اس کو غیب کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ. (النمل: ۶۵)

فرما دیجئے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی (بہ ذات خود) غیب کو نہیں جانتا۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۱۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ جس علم کی اللہ تعالیٰ کے غیر سے نفی ہے یہ وہ علم ہے جو بہ ذاتہ ہو اور بلا واسطہ ہو اور جو علم خواص کو حاصل ہے' وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے افاضہ کرنے کی وجہ سے ہے' اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ انہوں نے بہ ذاتہ اور بلا واسطہ غیب کو جان لیا' بلکہ یہ کفر ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے' ہر چند کہ عقلاً یہ کہنا جائز ہے کہ

Marfat.com

انہیں غیب کا علم دیا گیا سو انہیں غیب کا علم ہے یا وہ غیب جانتے ہیں لیکن اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی ظاہر آیات سے تصادم اور تعارض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط'' اور اس میں سوء ادب بھی ہے۔

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

خلاصہ بحث

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو علی حسب المراتب غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا ہے لیکن غیب مطلق (یعنی تمام معلومات کا احاطہ کاملہ) یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اسی کو غیب مطلق کا علم ہے' اور غیب کی جن خبروں پر اللہ نے اپنے خواص کو مطلع فرمایا ہے' ان کے اعتبار سے ان بندوں کو غیب کا علم ہے' لیکن اس کو علم الغیب کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کو ایسی صفت حاصل نہیں ہے جس سے ان پر ہر غیب منکشف ہو' یہ علامہ شامی کی بیان کردہ توجیہ ہے' اور علامہ آلوسی کی توجیہ یہ ہے کہ اگر چہ ان کو بعض غیوبات پر مطلع کیا گیا لیکن ظاہر آیات سے تعارض کی بناء پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان کو غیب کا علم ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کو غیب پر مطلع کیا گیا ہے یا ان پر غیب ظاہر کیا گیا ہے' اور امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کی تحقیق ہے کہ مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے علم ذاتی مراد ہوتا ہے' اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو علم غیب ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض غیوب کو ظاہر فرمایا' آپ کو بعض غیوب پر مطلع کیا گیا یا آپ کو غیب کی خبریں دی گئیں' اور جن علماء اور فقہاء کی عبارات میں مخلوق کی طرف علم غیب کا اسناد کیا گیا ہے' وہاں چونکہ غیب سے مراد غیب مطلق نہیں ہے اس لیے وہ عبارات عقلاً جائز ہیں اور کفر و شرک نہیں ہیں لیکن ایسا کہنا شرعاً مستحسن نہیں ہے۔

جس غیب کی خبر دے دی جائے آیا وہ غیب رہا یا نہیں؟

ایک عام سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو غیب کی خبر دے دی گئی تو پھر وہ غیب نہ رہا' اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ غیب ایک امر اضافی ہے سو جن لوگوں کو اس کی خبر نہیں دی گئی ان کے اعتبار سے وہ غیب ہے' جیسے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں' سو اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا بھی اضافی ہے یعنی جو چیز ہمارے اعتبار سے غیب ہے وہ اس کا عالم ہے' لیکن یہ سوال و جواب غیب کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہیں' غیب کے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے یہ سوال وارد نہیں ہوتا' کیونکہ غیب کا اصطلاحی معنی ہے' جو چیز حواس خمسہ (عادیہ) اور بداہت عقل سے معلوم نہ ہو سکے' اور جس غیب کی خبر دے دی جائے وہ پھر بھی غیب ہے کیونکہ اس کو حواس خمسہ اور بداہت عقل سے معلوم نہیں کیا جا سکتا' مثلاً ہم کو جنت' دوزخ اور قیامت کی خبر دے دی گئی لیکن یہ چیزیں پھر بھی غیب ہیں کیونکہ ہم ان کو حواس خمسہ سے معلوم نہیں کر سکتے نہ بداہت عقل سے جان سکتے ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ صاحب قوت قدسیہ تو ان مغیبات کا مشاہدہ کر لیتا ہے' اس کے لیے یہ چیزیں غیب نہ رہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں اس کے لیے بھی غیب ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے حواس خمسہ عادیہ سے ان چیزوں کو نہیں جان سکتا' اس نے ان کو غیر معمولی اور غیر عادی قوتوں سے جانا ہے' اور اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ جو چیز انسان کے حواس خمسہ (عادیہ) اور اس کی بداہت عقل سے معلوم نہ کی جا سکے' وہ اس کا عالم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ حواس خمسہ اور عقل سے پاک اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ (البقرہ: ۳)

ایمان بالغیب کے بعد اس آیت میں متقین کی دوسری صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں۔

Marfat.com

صلوٰۃ کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ' عبادات مخصوصہ (نماز) کا نام ہے' اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جز دعا ہے' اس لیے کل کو جز کا نام دے دیا گیا' کوئی شریعت صلوٰۃ سے خالی نہیں رہی اگر چہ اس کی ہیئت مختلف شریعتوں میں مختلف تھی' عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں' اس لیے کلیسا پر بھی صلوٰۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ. (الحج: ۴۰)

تو ضرور گرادی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں' گرجے' کلیسے اور مسجدیں۔

(المفردات ص ۲۸۶۔ ۲۸۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اقامت صلوٰۃ کے معانی اور محامل

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے تمام حقوق وفرائض اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کو اقامت کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ. (المائدہ: ۶۶)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس (کلام) کو (قائم رکھتے) جو ان کے رب کی طرف سے ان کے لیے نازل کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے کھاتے اور اپنے پاؤں تلے سے (کھاتے)۔

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ: ۱۳)

اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ. (البقرہ: ۲۲۹)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں' بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کے بدل خلع میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○ (الرحمان: ۹)

اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو○

اس اعتبار سے اقامت صلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ نماز کی تمام شرائط پوری کی جائیں' اس کے تمام فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات کے ساتھ نماز کی تمام ظاہری حدود پوری کی جائیں' اور نماز میں ادھر ادھر کی سوچ و بچار نہ ہو' اور نماز کے دوران دنیاوی منصوبوں اور دنیاوی خیالات میں منہمک اور مستغرق نہ ہو' وہ صرف یہ سوچے کہ وہ اللہ کے دربار میں کھڑا ہے اور اس سے مناجات کر رہا ہے' فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دوران نماز اس کا ڈر اور خوف دامن گیر رہے' یہ نماز کی باطنی حدود ہیں اور اسی کا نام خشوع ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون: ۲)

وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں○

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

پھر حضرت عثمان بن عفان کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

من توضا نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه.
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نے فرمایا: جس نے میرے اس طریقہ سے وضو کیا' پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ اس میں اپنے دنیاوی کاموں کے منصوبے بنائے اور نہ ان میں سوچ بچار کی تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

عن انس قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان احدکم اذا صلی یناجی ربه الحدیث.
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے چپکے چپکے ہمکلام ہوتا ہے۔

نیز ''اقام العود'' کا معنی ہے: گیلی لکڑی کی کجی کو آگ کی گرمی پہنچا کر سیدھا کرنا' اس لحاظ سے ''اقامت صلوة'' کا معنی ہے: ہر قسم کی کمی اور کجی سے افعال نماز کی حفاظت کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ (المومنون: ۹)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ۝

''اقام'' کا معنی کسی چیز کو دائماً کرنا بھی ہے' اس لحاظ سے ''اقامت صلوة'' کا معنی ہے: نماز کو پابندی کے ساتھ ہمیشہ پڑھنا' قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ (المعارج: ۲۳)

وہ لوگ جو نمازوں کو پابندی سے ہمیشہ پڑھتے ہیں ۝

''اقام الامر'' کا معنی کسی چیز کو شوق کی فراوانی' پوری توجہ اور دلچسپی سے کرنا بھی ہے' اس لحاظ سے ''اقامت صلوة'' کا معنی ہے: نماز کو اس کے وقت پر پوری توجہ' شوق اور انہماک سے پڑھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سستی اور غفلت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی مذمت فرمائی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون: ۵۔۴)

خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے ۝ جو اپنی نماز سے غافل ہیں ۝

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۱۴۲)

اور جب منافق نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں (محض) لوگوں کو دکھانے کے لیے اور صرف تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے ہیں ۝

خلاصہ یہ ہے کہ نماز قائم کرنے کا معنی ہے: نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا' ہر قسم کی کمی اور کجی سے نماز کی حفاظت کرنا' نماز کو پابندی اور دوام کے ساتھ پڑھنا اور نماز کو اپنے وقت پر شوق اور توجہ سے پڑھنا۔

بہ تدریج نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے' بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ کے کشف (یا اجتہاد) کے مطابق ہوتی تھی' آپ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔ (بخاری) (الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۹ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

Marfat.com

غارحرا میں آپ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی' لوگوں سے تخلیہ' اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور وفکر' اور بعض علماء نے کہا کہ غارحراء میں آپ کی عبادت صرف تفکر تھی۔ (ردالمحتار ج ۱ص ۳۳۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی' حضرت جبریل وضو کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا' پھر جبریل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الانف ج ۱ص ۱۶۳' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' ملتان)

اس طرح پہلی وحی کے ساتھ نماز کی ابتدا ہوگئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل: ۴۔۱)

اے چادر لپیٹنے والے! ۝ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات ۝ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردیں ۝ یا اس پر کچھ بڑھا دیں' اور (حسب عادت) ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں ۝

علامہ حربی نے کہا ہے کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں' دو رکعت صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ (آل عمران: ۴۱)

صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجئے ۝

اور امام شافعی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی' پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہوگیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہوگیا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (المزمل: ۲۰)

اللہ کو علم ہے (اے مسلمانو!) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کرسکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا' سو اس میں سے جتنا آسان ہو' پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔

(فتح الباری ج ۱ص ۴۶۵' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی' پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی' ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔

(الروض الانف ج ۱ص ۱۶۳۔ ۱۶۲' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' ملتان)

عبادات میں نماز کی جامعیت

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع ہے' نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے' راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے' قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے' دوران نماز کھانے پینے کو ترک کرنا اور نفسانی خواہشوں سے باز رہنا ہے اور ان امور میں زکوٰۃ' حج اور روزہ

Marfat.com

کی طرف اشارہ ہے' قرآن کریم کی تلاوت ہے' اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور اس کی تعظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور آپ کی تکریم ہے' آخر میں سلام کے ذریعہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے' اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا ہے' اخلاص ہے' خوف خدا ہے' تمام برے کاموں سے بچنا ہے' شیطان سے' نفس کی خواہشوں سے اور اپنے بدن سے جہاد ہے' اعتکاف ہے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے' اپنے گناہوں کا اعتراف اور استغفار ہے' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے' مراقبہ ہے' مجاہدہ ہے' مشاہدہ ہے اور مومن کی معراج ہے۔

قرآن کریم میں نوے سے زیادہ مرتبہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے' اسلام میں سب سے پہلی عبادت نماز ہے' یہ صرف نماز کی خصوصیت ہے کہ وہ امیر و غریب' بوڑھے اور جوان' مرد اور عورت' صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے' یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی' اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو' اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھو' اگر قیام نہیں کر سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو' حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو' بہر حال نماز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔

قرآن مجید اور احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (الروم: ۳۱)

اور نماز قائم رکھو اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ ۝

مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ ۝ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ ۝ (المدثر: ۴۳-۴۲)

(جنتی مجرموں سے سوال کریں گے:) تم کو کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا؟ ۝ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ۝

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

یعنی نماز کو ترک کرنا کافروں اور مشرکوں کا کام ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے' اگر وہ مکمل ہوئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو کہا جائے گا: دیکھو کیا اس کی کچھ نفلی نمازیں ہیں جن سے اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دیا جائے' پھر باقی اعمال کا اسی طرح حساب لیا جائے گا۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۸۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو' اور دس سال کی عمر میں ان کو مار مار کر ان سے نماز پڑھواؤ' اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۷۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷' ۱۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ بار بار فرماتے تھے: نماز اور غلام۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام محمد بن سعد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نزع روح کے وقت جب اپنی جان کی سخاوت فرما رہے تھے تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: نماز اور غلام۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا' انہوں نے ایک خشک شاخ پکڑ کر اس کو ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے گرنے لگے' پھر انہوں نے کہا: اے ابوعثمان! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا' میں آپ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا' آپ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر اسے ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے' آپ نے فرمایا: اے سلمان! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ (ھود: ۱۱۴)

اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کو قائم رکھو' بے شک نیکیاں' برائیوں کو مٹا دیتی ہیں' یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۹۔ ۴۳۸۔ ۴۳۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام دارمی [1] اور امام طبرانی [2] نے بھی روایت کیا ہے:

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے اس حدیث کو "معجم اوسط" اور "معجم کبیر" میں روایت کیا ہے' امام احمد کی سند میں ایک راوی علی بن زید ہے' اس کی روایت سے استدلال میں اختلاف ہے' اور اس کی سند کے بقیہ راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی ج ۱ ص ۱۴۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

[2] امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر ج ۶ ص ۲۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

Marfat.com

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے سر کے اوپر اس کے گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں' اس حدیث کو امام ابن زنجویہ نے روایت کیا ہے۔ (جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۹ ص ۵۱۸۔ ۵۱۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابن عساکر حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے' اور جو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور ہونٹوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے' اور جو اچھی طرح وضو کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو' راوی نے پوچھا: آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے؟ فرمایا: ایک' دو' تین' چار' پانچ' چھ بار نہیں' بے شمار مرتبہ سنا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۴۰۔ مطبوعہ دارالفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

تارک نماز کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو' لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو' اس کے متعلق امام احمد' اسحاق' اور ابن المبارک نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے' ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے' سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (ترمذی ونسائی) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ حدیثیں امام احمد' اسحاق اور ابن المبارک کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اس حدیث کو تغلیظ اور زجر وتوبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا' کافروں کا فعل ہے اور یہ صورۃً کفر ہے حقیقۃً کفر نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی جو تارک نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے' اور امام احمد وغیرہ جو تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۶۶۔ ۶۵' ملخصاً مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

Marfat.com

تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے' اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے' یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے' ابواسحاق بن شاقلا نے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے' یہ قول حسن ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف ج۱ص ۴۰۱' ملخصاً مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

نماز پڑھنے کی دعوت امام یا اس کے نائب کی طرف سے دی جائے گی' اگر دعوت سے پہلے اس نے کثیر نمازیں بھی ترک کی ہوں تو اس کو قتل کرنا واجب نہیں ہے' اس کی توبہ نماز پڑھنا ہے۔

(الانصاف ج۱ص ۴۰۲' ملخصاً' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

آیا اس کو قتل حداً کیا جائے گا یا کفراً؟ اس میں دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے' اور مذہب حنبلیہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے' اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا' وہ کسی کا وارث ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا' اور وہ مرتد کی مثل ہے۔

(الانصاف ج۱ص ۴۰۵۔ ۴۰۴' ملخصاً' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔

(الانصاف ج۱ص ۴۰۳' ملخصاً' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

فقہاء حنبلیہ کا تارک نماز کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے' ایمان کی بحث میں ہم خارجیوں کے مذہب کا رد کر چکے ہیں۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضا ہے اور اس کے لیے وقت میں وسعت ہے۔ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور شاذ قول یہ ہے کہ وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔

صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حداً قتل کیا جائے گا' اس کو کب قتل کیا جائے؟ صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ ایک نماز کو ترک کردے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' دوسرا قول یہ ہے کہ جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب چوتھی نماز کا وقت تنگ ہو جائے' چوتھا قول یہ ہے کہ جب وہ چار نمازیں ترک کردے' پانچواں قول یہ ہے کہ جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی ہو جائے لیکن مذہب پہلا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

Marfat.com

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۶۸ ـ ۶۶۶ ملخصاً ٬ مطبوعہ مکتب اسلامی ٬ بیروت ٬ ۱۴۰۵ھ)

جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا ٬ کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ٬ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لیے کیا جاتا ہے ٬ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹادی جائے گی۔ (روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۳۴ ٬ مطبوعہ مکتب اسلامی ٬ بیروت ٬ ۱۴۰۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی نے بھی تارک نماز کے متعلق یہی تفصیل لکھی ہے۔

(نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۴۲۸ ٬ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ٬ بیروت ٬ ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

تارک نماز کو حداً قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط۔ (التوبہ: ۵)

تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ٬ ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو ٬ سو اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال (جنگ) کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں ٬ نماز قائم کریں ٬ زکوٰۃ ادا کریں ٬ جب وہ ایسا کریں گے ٬ تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم) اور حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے ٬ اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(شرح المہذب ج ۱ ص ۱۷ ٬ مطبوعہ دار الفکر ٬ بیروت)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

اس آیت سے علامہ نووی نے جو استدلال کیا ہے ٬ فقہاء احناف نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں ٬ پہلا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے ٬ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ٬ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور راستہ نہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے ٬ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حداً قتل کرنا واجب ہونا چاہیے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی تارک زکوٰۃ کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں ٬ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ٬ مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اسی میں ہے۔

علامہ نووی نے "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے

Marfat.com

استدلال ہے علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ہے' اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

علامہ نووی نے ''سنن ابوداؤد'' کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے' علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ نووی نے خود لکھا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے' اس میں ایک مجہول راوی ہے۔

(شرح المہذب ج ۱ ص ۱۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کئی نمازیں عمداً ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا' اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے' اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا' اگر اس کے بعد بھی اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا نہ کہ کفراً بہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو' ابن التلمسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ روزہ بھی نماز کی طرح ہے' اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا' ''ذخیرہ'' میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا اور امام شافعی اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ جبراً لی جاسکتی ہے۔ (مواہب الجلیل ج ۱ ص ۴۲۱۔ ۴۲۰' مکتبۃ النجاح' لیبیا)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں:

اگرچہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے' پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے' اس کو نماز کے ترک کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز کا ترک محقق ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل ج ۱ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

تارک نماز کو تلوار سے حداً قتل کیا جائے گا' اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہموار نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۱ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

فقہاء مالکیہ کا جواب بھی وہی دلائل ہیں جن کو ہم نے فقہاء شافعیہ کے رد میں ذکر کیا ہے کیونکہ مالکیہ اور شافعیہ دونوں اس کے قائل ہیں کہ تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور بقول قاضی ابن رشد مالکی اس نظریہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے' اور جو شخص نماز کو عمداً سستی سے ترک کرے وہ فاسق ہے' اس کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے' کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔

(الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

امام محبوبی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو مارا جائے' اور ''حلیہ'' میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے یا توبہ کرے۔ (ردالمحتار ج ا ص ۲۳۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر دلیل

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حداً یا کفراً قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں' ان کے موقف پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا' تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) اس کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں' اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۶۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۲۔ ۳۱۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو حافظ سیوطی نے امام ابوداؤد اور امام بیہقی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

(الجامع لاحادیث الکبیر ج ۴ ص ۲۹۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ نووی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح المہذب ج ا ص ۱۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں O (البقرہ: ۳)

اس آیت میں متقین کی تیسری صفت بیان کی گئی ہے۔

رزق کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

رزق کا معنی ہے: عطا' خواہ دنیاوی عطا ہو یا اخروی اور رزق کا معنی نصیب ہے' جو غذا پیٹ میں جائے اس کو بھی رزق کہتے ہیں' علم دینے کو بھی رزق کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۹۴' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

رزق کا اصطلاحی معنی

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

رزق وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ جاندار تک پہنچائے اور وہ اس کو کھائے اور پیئے خواہ وہ حلال ہو یا حرام۔

(شرح عقائد ص ۴۷' مطبوعہ سکندر علی تاجران کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

رزق وہ ہے جس کو اللہ جاندار تک پہنچائے' وہ اس کو کھائے اور رزق' حلال اور حرام دونوں کو شامل ہے اور معتزلہ کے نزدیک رزق اس چیز کو کہتے ہیں جو بندہ کی ملکیت میں ہو اور وہ اس کو کھائے' اس وجہ سے حرام رزق نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔ (التعریفات ص ۴۹۔ ۴۸' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

Marfat.com

حرام کے رزق نہ ہونے پر معتزلہ کے دلائل

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف رزق کی اضافت کی ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ بے شک اللہ ہی بڑا رزاق اور بڑی زبردست قوت والا ہے ○ (الذاریات: ۵۸)

اگر حرام بھی رزق ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بندوں تک حرام چیزوں کا پہنچانے والا ہے' اور یہ قبیح کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' نیز اگر اللہ تعالیٰ نے بندوں تک حرام چیز پہنچائی اور بندوں نے اس کو کھا لیا تو پھر بندوں سے مواخذہ کرنا کس طرح صحیح ہوگا! اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق میں سے خرچ کرنے پر بندوں کی مدح فرمائی ہے' اگر حرام بھی رزق ہو تو حرام کو راہ خدا میں خرچ کرنا کب لائق تعریف ہوگا! اور کفار نے جب بعض رزق کو حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ (یونس: ۵۹) آپ کہیے کہ تم بتاؤ تو سہی اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا تو تم نے اس میں سے کچھ حرام کر لیا اور کچھ حلال!

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رزق کا حرام کو شامل ہونا صحیح نہیں ہے' اس لیے رزق کی صحیح تعریف یہ ہے: کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کے لیے اس کو جاندار تک پہنچانا اور دوسرے کو اس سے نفع اٹھانے سے روکنا' یعنی جس کو جو رزق دیا جائے اس سے نفع اٹھانا اسی کے ساتھ خاص ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس چیز کا مالک ہو اور اب حرام چیز رزق نہیں ہوگی' کیونکہ حرام چیز کا انسان مالک نہیں ہوتا۔

معتزلہ کے دلائل کے جوابات

اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام قبیح نہیں ہے' ہر چند کہ رزق' حلال اور حرام دونوں کو شامل ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا رزاق ہونا اور اس کی طرف رزق کی نسبت میں کوئی حرج نہیں ہے' دیکھیے اللہ تعالیٰ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے اور یہ معتزلہ کو بھی تسلیم ہے تو کیا اللہ کو خالق کہنے میں کوئی حرج ہے' البتہ خصوصیت کے ساتھ شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے یا وہ عرش اور کرسی کا خالق ہے البتہ خصوصاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ کتوں اور خنزیر کا خالق ہے یا شیاطین کا خالق ہے۔ اسی طرح خصوصیت سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ حرام چیزوں کا رازق ہے۔

معتزلہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر رزق' حرام کو شامل ہو تو پھر مال حرام کھانے پر بندوں سے مواخذہ کیوں ہوگا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مال حرام کھانے سے بندوں کو منع کیا ہے اس لیے اس حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے بندوں سے مواخذہ ہوگا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں رزق میں سے خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے متقین کی تعریف فرمائی ہے' اگر رزق حرام کو بھی شامل ہے تو یہ کیسے لائق تعریف ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ متقین اللہ کے رزق میں سے خالص حلال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہی وصف قابل تعریف ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی حلال اور پاک کمائی سے خرچ کرو۔ (البقرہ: ۲۶۷)

Marfat.com

رہا یہ سوال کہ اس آیت میں رزق سے رزق حلال مراد لینے پر کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی ہے اور مدح اسی وقت ہوگی جب وہ رزق حلال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ مشرکین نے بعض رزق کو حرام کرلیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مذمت اس وجہ سے کی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اس کو انہوں نے از خود حرام کرلیا جیسے انہوں نے بحیرہ' سائبہ وغیرہ کو از خود حرام کرلیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ (المائدہ: ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے (جانوروں میں سے) کسی کو بحیرہ بنایا ہے[۱] نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام۔

حرام کے رزق ہونے پر اہل سنت کے دلائل

اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کو از راہ کرم اپنے ذمہ لیا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود: ٦)

اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے۔

فرض کیجئے ایک شخص نے ساری عمر حرام کھایا ہے' اب اگر حرام کو رزق میں شامل نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو رزق نہیں دیا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام پر بھی رزق کا اطلاق فرمایا ہے' امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ عمرو بن مرہ آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ نے میری تقدیر میں شقاوت لکھ دی ہے اور میرا خیال ہے کہ میرے پاس سوائے اپنے ہاتھ میں دف (ڈھول) بجانے کے کمائی کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے' آپ مجھے اس قسم کے گانے کی اجازت دیں جس میں بے حیائی کے کلمات نہ ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے اجازت نہیں دوں گا اور نہ تجھے عزت دے کر تیری آنکھیں ٹھنڈی کروں گا' اے خدا کے دشمن! اللہ نے تجھے پاک اور حلال رزق دیا اور تو نے اللہ کے حلال کئے ہوئے رزق کے بدلہ میں اللہ کے رزق میں سے حرام کو اختیار کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے عمرو بن مرہ سے فرمایا:

اگر میں تجھے پہلے منع کر چکا ہوتا (اور تو اس کے بعد اجازت طلب کرتا) تو میں تجھے سزا دیتا' میرے پاس سے اٹھ جا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اگر تو نے اس کے بعد گایا بجایا' تو میں تجھے سخت دردناک سزا دوں گا' اور تیرا سر مونڈ دوں گا اور تجھ کو مثلہ (ناک' کان یا دیگر اعضا کاٹنا) کروں گا اور تجھے تیرے گھر سے نکال دوں گا' اور تیرے مال' اسباب کو مدینہ کے جوانوں کے لوٹنے کے لیے مباح کر دوں گا' یہ سن کر عمرو وہاں سے اس قدر ذلت اور رسوائی کے ساتھ اٹھا جسے اللہ ہی جانتا ہے' جب وہ پیٹھ

[۱] جس جانور کا دودھ بتوں کے نام کر دیا جائے اور کوئی اس کو استعمال نہ کرے وہ بحیرہ ہے' جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانہ کے سانڈ کی طرح چھوڑ دیا جائے وہ سائبہ ہے' جو اونٹنی مسلسل مادہ بچے جنے اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس کو وصیلہ کہتے تھے' جو نر اونٹ ایک خاص عدد سے جفتی کر چکا ہو اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس کو حام کہتے تھے' مشرکین نے ان چاروں جانوروں کے استعمال کو لوگوں پر حرام کر دیا تھا۔

Marfat.com

پھیر کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لوگ نافرمان ہیں' ان میں سے جو شخص بغیر توبہ کے مرگیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اسی طرح ننگا اور مخنث اٹھائے گا جس طرح دنیا میں وہ لوگوں سے اپنا ستر نہیں چھپاتا تھا' جب بھی کھڑا ہوگا تو مدہوش ہو کر گر پڑے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۸۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے عبرت کا مقام ہے جو سازوں کے ساتھ گانے میں مشغول رہتے ہیں۔

آیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالخصوص زکوٰۃ مراد ہے یا عام خرچ کرنا؟

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں' یہاں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟ امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے اپنے اھل وعیال پر خرچ کرنا مراد ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۸۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اولیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس قدر ظاہری اور باطنی نعمتیں دی ہیں ان سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد لیا جائے' سو متقین وہ ہیں جو ضرورت مندوں پر مال خرچ کرتے ہیں' اہل وعیال' قرابت داروں اور عام لوگوں کی مدد کرتے ہیں' زبان کو خدا کی راہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ خرچ کرتے ہیں' ہاتھ پیروں کی طاقت سے کمزوروں کے کام آتے ہیں' خدا کی دی ہوئی عقل سے کم عقلوں کو مشورے دیتے ہیں' تقویٰ اور پرہیزگاری کے اثر سے ان کو جو روحانیت حاصل ہے اس سے لوگوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔

علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عساکر نے اپنی ''تاریخ'' میں اور امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس علم کو حاصل کرنے کے بعد اس کو بیان نہ کیا جائے وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کو خرچ نہ کیا جائے۔ (عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۲۳۱' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

راہ خدا میں کل مال خرچ کرنے کی شرعی حیثیت

اس آیت میں ''من'' تبعیضیہ ہے' یعنی کل مال سے اللہ کی راہ میں بعض مال کو خرچ کرنا مراد ہے' کیونکہ جو شخص تنگی اور فقر پر صبر نہ کر سکے اس کے لیے کل مال کو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص مال نہ ہونے پر صبر کر سکتا ہو اس کے لیے کل مال کا صدقہ کرنا جائز ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا کل اثاثہ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو ان کے صبر کا علم تھا اور ان کے دل میں جو ایمان اور توکل علی اللہ کی قوت تھی آپ اس پر مطلع تھے' حسن بن سہل سے کہا گیا: اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے تو انہوں نے کہا: خیر میں کوئی اسراف نہیں ہے' یعنی خدا کی راہ میں اگر سب کچھ دے دیا جائے تو اسراف نہیں ہے' لیکن یہ مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

شقیق بن ابراہیم بلخی بھیس بدل کر عبداللہ بن مبارک کے پاس گئے' پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: بلخ سے' پوچھا: کیا تم شقیق کو جانتے ہو' کہا: ہاں! پوچھا: ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟ کہا: جب انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں' اور مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں' عبداللہ بن مبارک نے کہا: یہ تو ہمارے ہاں کتوں کا طریقہ ہے' شقیق نے پوچھا: پھر کاملین کا کیا طریقہ ہونا چاہیے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا: کاملین وہ ہیں جنہیں کچھ نہ ملے تو شکر ادا کرتے ہیں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ لوگ اس (کلام) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا' اور یہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں O (البقرہ: ۴)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں متقین کی چوتھی صفت کا بیان ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا عطف متقین پر ہو یعنی یہ کتاب ان کے لیے ہدایت ہے جنہوں نے اپنے آپ کو شرک سے بچایا اور ان کے لیے بھی ہدایت ہے جو اہل کتاب سے ایمان لائے۔

''انزال'' کا معنی اور اس کی کیفیت

''انزال'' کے معنی ہیں: کسی چیز کو اوپر کی طرف سے نیچے کی طرف منتقل کرنا ''انزال'' اعیان کا ہوتا ہے اور یہاں وحی کا ''انزال'' مراد ہے جو از قبیل معانی ہے اور معانی کا ''انزال'' ان ذوات کے واسطے سے ہوتا ہے جن ذوات کے ساتھ وہ معانی قائم ہوتے ہیں' وحی چونکہ اللہ کی جانب سے مخلوق کی طرف آتی ہے جو جانب علو میں ہے اس لیے اس کو ''انزال'' کہا گیا ہے' اللہ کا کلام اس کے رسولوں پر نازل ہوتا ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ یا تو حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ سے اپنی نورانیت اور تجرد سے قریب ہوتے ہیں اور اللہ کا کلام حاصل کرتے ہیں اور یا لوح محفوظ سے اس کلام کو حاصل کرتے ہیں اور پھر اس کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔

''ما انزل الیک وما انزل من قبلک'' کی تفصیل

''ما انزل الیک'' سے مراد وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن کریم' اور وہ وحی بھی مراد ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی یعنی سنت' جیسے نماز کی رکعات کی تعداد اور اس کی ہیئت مخصوصہ' زکوٰۃ' عشر اور قربانی کی مقدار اور کیفیت' روزہ اور حج کے احکام اور جنایات حدود کی تفصیلات' یہ تمام امور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ثابت ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

غرضیکہ اس سے مراد پوری شریعت پر ایمان لانا ہے۔

''وما انزل من قبلک'' سے تورات' انجیل اور کتب سماویہ مراد ہیں' ان کتابوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے' بایں طور کہ یہ کتابیں اللہ کی طرف نازل کی گئی ہیں اور جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے اس پر اجمالی ایمان لانا فرض عین ہے اور اس پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے کیونکہ قرآن اور سنت کے ہر ہر جز پر تفصیلاً ایمان لانا اگر ہر شخص پر فرض عین ہو تو لازم آئے گا کہ تمام مسلمان روزگار حیات کی تمام ذمہ داریوں کو ترک کر کے صرف پڑھنے پڑھانے پر لگ جائیں اور اس سے حرج اور فساد معاش لازم آئے گا' اس لیے جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے اس پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے۔

ختم نبوت پر دلیل

اس آیت میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جو وحی آپ نازل ہوئی اس پر ایمان لایا جائے اور جو وحی آپ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لایا جائے' اور اگر آپ کے بعد بھی وحی کا نزول ممکن ہوتا تو بعد میں آنے والی وحی پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور آپ کے اوپر نبوت ختم ہوگئی' آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوگا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے قرب قیامت میں نازل ہونا اس

Marfat.com

کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ مبعوث نہیں ہوں گے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع کریں گے اور ہمارے امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۴۹۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

دار آخرت اور یقین کا معنی

دار آخرت سے مراد اعمال کا دار الجزاء ہے اور اس پر ایمان لانا حساب' میزان' صراط' جنت اور نار پر ایمان لانے کو مستلزم ہے بلکہ ہر اس چیز پر ایمان لانے کو مستلزم ہے جس کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد ہے۔

یقین اس جازم تصدیق کو کہتے ہیں جس میں کوئی شک اور شبہ نہ ہو اور وہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو سکے' اس کی تین قسمیں ہیں: علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین' ہمیں جو اللہ' رسول اور آخرت پر یقین ہے وہ علم الیقین ہے' علم الیقین نظر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے' عین الیقین مشاہدہ سے اور حق الیقین تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم یقین کے ساتھ متصف نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا علم استدلالی نہیں ہے۔

آخرت پر یقین کا اظہار اعمال کے آثار سے ہوتا ہے' جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو' شراب پیتا ہو' لوگوں کے حقوق پامال کرتا ہو' نماز اور روزہ کا تارک ہو اس کے آخرت پر یقین کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہے' قرآن مجید میں آخرت اور قیامت پر بہت زور دیا گیا ہے' کیونکہ صالحیت اور نیکی کی بنیاد آخرت اور قیامت پر یقین ہے' جب انسان کو محاسبہ کا خطرہ نہ ہو تو وہ عیش پرستی کا دلدادہ اور ظلم اور سرکشی پر دلیر ہو جاتا ہے' اس لیے قرآن مجید نے انسان کو بار بار یاد دلایا ہے کہ موت کے بعد اس کی دوسری زندگی شروع ہوگی اور اس دار العمل کے بعد دار الجزاء ہے تاکہ انسان خوف آخرت سے گناہوں سے باز رہے اور نیکیوں کے لیے کوشاں رہے۔

اس آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا ہے کہ متقین یا مومنین اہل کتاب ہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ جو اہل کتاب غیر مومن ہیں ان کا آخرت پر صحیح ایمان نہیں ہے' ان کا زعم ہے کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی ہی داخل ہوں گے' اور ان کا زعم ہے کہ ان کو صرف چند ایام کے لیے دوزخ کا عذاب ہوگا' اور ان کا اس میں اختلاف ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیا جیسی ہیں اور آیا جنت دائمی ہے یا نہیں لہٰذا آخرت کے متعلق ان کا اعتقاد صحت سے بہت دور ہے چہ جائیکہ وہ درجہ یقین پر ہو کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یقین اس جزم کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی (کامل متقی) اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں' اور وہی فلاح پانے والے ہیں O (البقرہ: ۵)

یہ متقین کی پانچویں صفت ہے۔

اس آیت میں دونوں جگہ ''اولــئك'' سے متقین کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی پانچ صفات بیان کی ہیں' یعنی جو متقین غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم رکھتے ہیں' راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں' قرآن مجید اور اس سے پہلی کتب سماویہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں' وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے ہدایت یافتہ ہونے اور فلاح پانے کا سبب یہ مذکورہ اوصاف ہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان مذکورہ اوصاف کا نتیجہ فلاح کامل ہے۔

Marfat.com

فلاح کے معنی کسی چیز کو پھاڑنا اور کاٹنا ہے' کسان کو اس لیے فلاح کہتے ہیں کہ وہ ہل چلا کر زمین کو پھاڑتا ہے' اور جو شخص محنت اور جدوجہد کرنے کے بعد کسی مطلوب کو حاصل کر لیتا ہے اس کو بھی مفلح کہتے ہیں گویا کہ اس پر غور و فکر کی راہیں کھل گئیں اور بند نہیں ہوئیں۔

معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ فلاح' کامل متقی کے لیے بیان کی گئی' اس سے لازم آیا کہ فاسق ہمیشہ جہنم میں رہے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ کامل فلاح کامل متقی کے لیے ہے اور نفس فلاح فاسق مومن کو بھی حاصل ہوگی کیونکہ وہ بھی مآل کار جنت میں چلا جائے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

بے شک جو لوگ کفر میں راسخ ہو چکے ہیں' ان کے حق میں برابر ہے' خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى

وہ ایمان نہیں لائیں گے ۝ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے' اور ان کی آنکھوں پر

ع۱ **اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۷**

پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا (سخت) عذاب ہے ۝

قرآن مجید میں پہلے مومنین اور متقین کی پانچ صفات بیان کیں' اس کے بعد غیر مومنین کی صفات بیان کیں' غیر مومنین میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے کفر کا علی الاعلان اظہار کیا' مذکور الصدر دو آیتیں ان ہی کے متعلق ہیں' اور بعض وہ ہیں جنہوں نے علی الاعلان کفر کے اظہار کی جرات نہیں کی' انہوں نے بہ ظاہر مسلمانوں سے موافقت کی اور در پردہ کافر ہے' ان کو قرآن کی اصطلاح میں منافق کہا گیا ہے' اس کے بعد آنے والی تیرہ آیتوں میں منافقین کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور ان کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے بعد کفار کا بیان اس لیے شروع کیا ہے کہ شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' کیونکہ کفر ایمان کی ضد ہے' کفار دائمی معذب ہیں اور مومن عذاب سے نجات پانے والے ہیں۔

کفر کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

لغت میں کفر کا معنی ہے: کسی شے کو چھپانا' رات کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو چھپا لیتی ہے' کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے' جو شخص نعمت کو چھپائے اور اس کا شکر ادا نہ کرے اس کے فعل کو کفر اور کفران کہتے ہیں' سب سے بڑا کفر وحدانیت یا شریعت یا نبوت کا انکار کرنا ہے' قرآن مجید میں کفر کا لفظ کفران نعمت اور کفر باللہ دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔

لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝ (النمل: ۴۰)

تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری' اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے پرواہ' بزرگی والا ہے ۝

Marfat.com

اس آیت میں کفر کا لفظ کفرانِ نعمت اور ناشکری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۔ (البقرۃ: ۴۱) اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو۔

اس آیت میں کفر' کفر بالقرآن کے معنی میں ہے' جب کافر کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے متعارف وہ شخص ہے' جو وحدانیت یا شریعت یا نبوت یا ان تینوں کا انکار کرے۔ (المفردات ص ۴۳۴۔ ۴۳۳' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

دیگر مفردات کے لغوی معانی

''انذار'' کا معنی ہے: کسی خطرہ سے خبردار کرنا'' ختم'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اس طرح چھپا دینا اور ڈھانپ دینا کہ اس میں دوسری چیز کسی طرف سے داخل نہ ہو سکے' قلوب سے مراد عقول ہیں یعنی ان کی عقول کو اس طرح ڈھانپ دیا ہے کہ ان میں ایمان اور نور داخل نہیں ہو سکتا' اس میں استعارہ تصریحیہ ہے' ان کے قلوب (عقول) کو اس ظرف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس پر مہر لگا دی گئی ہو'' سمع'' سے مراد کان ہیں اور'' ابصار'' کا معنی آنکھیں ہیں جن سے رنگ' شکل اور دیگر مبصرات کا ادراک کیا جاتا ہے'' غشاوۃ'' کا معنی ہے: پردہ' مقصود یہ ہے کہ یہ کفار اللہ کی آیات کو دیکھنے سے ازخود اور دانستہ اندھے بن گئے ہیں' عذاب کے معنی ہیں: عبرتناک سزا' عذاب زائل کرنے کو بھی کہتے ہیں اور سزا آرام اور لذت کو زائل کرتی ہے اس لیے اس کو عذاب کہتے ہیں۔

شان نزول

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس کی رائے یہ ہے کہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ میں ایک محلّہ بنا لیا تھا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور کفر پر مر گئے۔ ان کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حریص تھے کہ سب لوگ ایمان لے آئیں' اور ہدایت میں آپ کی اتباع کریں' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ وہی لوگ ایمان لائیں گے جن کے لیے ازل میں ایمان لانا مقدر ہو چکا ہے اور وہی لوگ گمراہ رہیں گے جن کے لیے ازل میں شقاوت لکھی جا چکی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اس سے وہ کفار مراد ہیں جو بدر میں قتل کیے گئے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۸۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

اس آیت سے معین کافر مراد ہیں مثلاً ابولہب' ابوجہل' ولید بن مغیرہ اور علماء یہود۔

(انوار التنزیل ص ۲۳ (درسی) مطبوعہ مطبع سعیدی' کراچی)

اللہ تعالیٰ کے کلام کے قدیم ہونے پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ پہلے ابولہب وغیرہ نے کفر کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ انہوں نے کفر کیا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ان کے کفر کے بعد حادث ہوا' لہٰذا قرآن حادث ہے' اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ کا علم بھی حادث ہونا چاہیے کیونکہ جب انہوں نے کفر کیا تب ہی اللہ کو ان کے کفر کرنے کا علم ہوا اور اگر ان کے کفر کرنے سے پہلے یہ علم ہو کہ انہوں نے کفر کر لیا ہے تو یہ واقع کے خلاف ہے اور اگر پہلے یہ علم تھا کہ وہ کفر کریں گے اور پھر یہ علم ہوا کہ انہوں نے کفر کر لیا ہے تو اس کے علم میں تغیر آ گیا اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے تو اس طرح اللہ کا علم بھی حادث ہو جائے گا حالانکہ معتزلہ کے

Marfat.com

نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل میں ''لا بشرط شئی'' کے مرتبہ میں ہے اور اس میں ماضی' حال اور استقبال کی اضافات نہیں ہیں اور ان اضافات کے تغیر سے اصل صفت علم میں تغیر پیدا نہیں ہوتا' مثلاً ازل میں اللہ تعالیٰ کو ابولہب کے کفر کا علم ہے' پھر جب اس کا ماضی سے تعلق ہوگا تو اس کی اور تعبیر ہوگی' حال سے تعلق ہوگا تو اور تعبیر ہوگی اور مستقبل سے تعلق ہوگا تو اور تعبیر ہوگی یعنی ابولہب کفر کرے گا' وہ کفر کر رہا ہے' وہ کفر کر چکا ہے' یہ تغیر متعلق میں ہے اصل صفت میں تغیر نہیں ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص ایک ستون کے گرد گھوم رہا ہے تو کبھی وہ ستون اس کے سامنے ہوگا' کبھی پیچھے' کبھی دائیں' کبھی بائیں لیکن یہ ان اوضاع اور نسبتوں میں تغیر ہے اس شخص کی ذات میں تغیر نہیں ہے' اسی طرح اللہ کے علم کا تعلق جب مختلف زمانوں میں ہوگا تو ان تعلقات میں تغیر ہوگا' نفس علم میں تغیر نہیں ہوگا' اسی طرح اللہ کا کلام نفسی بھی ازل میں ''لا بشرط شئی'' کے مرتبہ میں ہے اور اس کا تعلق جب زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس تعلق میں اختلاف ہوتا ہے مثلاً ابولہب کفر کرے گا' ابولہب نے کفر کرلیا' وغیرہ اور اس کی صفت کلام جو کلام نفسی ہے اس میں کوئی تغیر اور اختلاف نہیں ہوتا' قرآن مجید میں جہاں بھی ماضی کے صیغے واقع ہوئے ہیں معتزلہ ان سے اسی طرح استدلال کرتے ہیں اور ان کا یہی جواب ہے' یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت کلام ہے وہ کلام نفسی ہے اور جن الفاظ کو ہم پڑھتے ہیں وہ کلام لفظی ہیں اور قدیم کلام نفسی ہے' ان شاء اللہ اس کی مزید وضاحت اور اس پر بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جس ممکن کے عدم وقوع کی خبر دی ہے اس کے ساتھ مکلف کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور دیگر جن کفار کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ان کا ایمان لانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے' ان کا ایمان لانا ممکن بالذات اس لیے ہے کہ وہ ایمان لانے کے مکلف ہیں اور ممتنع لذاتہ کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کی وسعت میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور ممتنع بالغیر اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے' اب اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی خبر کا کاذب ہونا محال بالذات ہے' لہٰذا ابولہب وغیرہ کا ایمان لانا محال بالذات کو مستلزم ہے اور جو ممکن محال بالذات کو مستلزم ہو' وہ ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہوتا ہے' اس لیے ابولہب وغیرہ کا ایمان لانا ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔

محال بالذات کے ساتھ مکلّف کرنے پر علامہ بیضاوی کی دلیل اور اس کا جواب

علامہ بیضاوی نے یہ کہا ہے کہ تکلیف بالمحال عقلاً جائز ہے لیکن تتبع اور استقراء (جستجو اور تفتیش) سے یہ ثابت ہے کہ تکلیف بالمحال واقع نہیں ہے' جواز عقلی پر انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر ابولہب مثلاً ایمان لانے کا مکلف ہو تو وہ پورے قرآن پر ایمان لانے کا مکلف ہوگا اور پورے قرآن میں ''لا یؤمنون'' بھی ہے یعنی وہ ایمان نہیں لائے گا اور اس کی تصدیق تب ہوگی جب وہ ایمان نہ لائے تو وہ ایمان لانے اور ایمان نہ لانے کا مکلف ہوا' اور یہ اجتماع نقیضین ہے جو محال بالذات ہے' لہٰذا ثابت ہوا کہ ابولہب محال بالذات کا مکلف ہے' لیکن علامہ بیضاوی کی اس تقریر کا تقاضا یہ ہے کہ محال بالذات کے ساتھ مکلف کرنا صرف عقلاً جائز ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہے اور یہ خود ان کی تصریح کے خلاف ہے۔

اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ ابولہب مثلاً ایمان لانے کا فی نفسہ مکلف ہے اس سے قطع نظر کرکے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے

Marfat.com

متعلق ''لا یؤمنون'' فرمایا ہے اور اس آیت سے صرف نظر کر کے فی نفسہ اس کا ایمان لانا ممکن بالذات ہے اور وہ اسی اعتبار سے ایمان لانے کا مکلف ہے' اور کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر دینے سے وہ چیز نفس امکان سے خارج نہیں ہوتی مثلاً فرض کیجئے اللہ تعالیٰ کو زید کے متعلق علم ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا' اب زید کا نماز پڑھنا محال ہوگا' کیونکہ اگر وہ نماز پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے بدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا جہل محال بالذات ہے' تو اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زید کو نماز پڑھنے کا مکلف کرنا محال کا مکلف کرنا ہے کیونکہ اس کے نماز پڑھنے کا محال ہونا اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم سے قطع نظر فی نفسہ اس کا نماز پڑھنا ممکن ہے اور وہ اسی اعتبار سے نماز پڑھنے کا مکلف ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے عدم وقوع کی خبر دی یا اس کو جس چیز کے عدم وقوع کا علم ہے اس کے وقوع کا مکلف کرنا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے اور اس کے ساتھ مکلف کرنا جائز ہے اور اس چیز کا واقع ہونا محال بالغیر ہے کیونکہ وہ اللہ کے کذب یا اس کے جہل کو مستلزم ہے اور یہ دونوں محال بالذات ہیں۔ یہ واضح رہے کہ اشاعرہ کے نزدیک محال بالذات کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ماتریدیہ کے نزدیک محال بالذات کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے اور اکثر شوافع اشاعرہ ہیں اور اکثر احناف ماتریدیہ ہیں۔

جن کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ہے ان کو تبلیغ کرنے کی وجہ

اگر یہ سوال ہو کہ جب یہ کفار تبلیغ کے باوجود اسلام قبول نہیں کریں گے تو پھر ان کو تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کو تبلیغ نہ کی جائے تو ممکن ہے وہ قیامت کے دن یہ عذر پیش کریں کہ ہم کو تبلیغ ہی نہیں کی گئی' ہم اسلام کیسے لاتے؟ لہٰذا ان پر حجت تمام کرنے کے لیے ان کو تبلیغ کی گئی' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کریں یا نہ کریں ان کو تبلیغ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہر حال ثواب حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''سواء علیھم. ان کے لیے برابر ہے'' یہ نہیں فرمایا: ''سواء علیك. آپ کے حق میں برابر ہے'' جیسا کہ بت پرستوں کے متعلق فرمایا:

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ○ (الاعراف: ۱۹۳)

اور (اے مشرکو!) اگر تم اپنے بتوں کو اپنی ہدایت کے لیے پکارو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آسکیں گے' (لہٰذا) تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا چپ رہو○

اگر اس آیت سے معین کفار مراد ہوں جیسا کہ حضرت انس کی روایت ہے یا جس طرح علامہ بیضاوی نے نقل کیا ہے[1] کہ اس سے ابولہب' ابوجہل' وغیرہ مراد ہیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جن کے ایمان نہ لانے کی آپ نے پہلے خبر دے دی ہے وہ بہر حال ایمان نہ لا سکے اور کفر پر ہی مرے۔

جب کفار کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو پھر ان سے مواخذہ کیوں؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو ان کے لیے اسلام کے دلائل پر غور وفکر کرنا اور اس کو سننا اور دیکھنا ممکن نہ رہا تو اس صورت میں اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کفار اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں راسخ ہو گئے' کفر اور معصیت سے والہانہ محبت کرنے لگے اور ایمان اور عبادت الٰہی کو بہت برا جاننے لگے اور اسلام کے دلائل میں غور وفکر کرنے سے اعراض اور امتناع پر ڈٹے رہے اور اپنی بے جا ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سرکشی اور ہٹ دھرمی کی سزا میں ان کے دلوں اور دماغوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ قبول حق کے قابل نہ رہے اور کان حق کی سماعت سے عاری ہو گئے' اس کیفیت کو

[1] امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اسی طرح روایت کیا ہے۔ منہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگانے کے ساتھ تعبیر فرمایا' اور انسان کی آنکھ خارج میں اور اپنے نفس میں جس صلاحیت سے دلائل توحید دیکھتی ہے ان کی آنکھوں سے وہ صلاحیت سلب کر لی اور اس کو ان کی آنکھوں پر پردہ کے ساتھ تعبیر فرمایا' ورنہ حسی طور پر ان کے دلوں اور کانوں پر کوئی مہر تھی اور نہ ان کی آنکھوں پر کوئی پردہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی مسلسل ہٹ دھرمی اور عناد کی سزا میں ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی' اس کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیتوں میں طبع' اغفال اور اقساء سے تعبیر فرمایا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ. (النحل: ۱۰۸)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا. (الکہف: ۲۸)

اور آپ اس کی اطاعت نہ کریں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ. (المائدہ: ۱۳)

تو ان کی (اتنی بڑی) عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بہ طور سزا ان کے دلوں اور کانوں کو قبول حق کے قابل نہ رہنے دیا' اس کی دلیل حسب ذیل آیات ہیں:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۱۵۶۔۱۵۵)

پھر ان کے عہد توڑنے' اللہ کی آیات کا انکار کرنے' انبیاء (علیہم السلام) کو ناحق قتل کرنے اور یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں' (یہ غلاف نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو ان میں سے ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے ۝ اور ان کے کفر اور مریم پر بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے بھی ۝

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ. (الانفال: ۲۳)

اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو ان کو ضرور سنا دیتا۔

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (المطففین: ۱۴)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کرتوتوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ۝

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان ہو جاتا ہے' پس اگر وہ توبہ کرے' اس گناہ سے باز آئے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو وہ سیاہ نشان زیادہ ہو جاتے ہیں اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: "كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝" (المطففین: ۱۴)۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام احمد' امام عبد بن حمید' امام حاکم' امام ترمذی (موخر الذکر اماموں نے اس حدیث کو صحیح سند سے روایت کیا ہے) امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابن جریر' امام ابن حبان' امام ابن المنذر' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی کی ''شعب الایمان'' کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔ (الدرالمنثور ج ۶ ص ۳۲۵' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی' ایران)

ہر چند کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معصیت سے مومن کے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے' اور اگر معصیت سے توبہ نہ کی جائے تو وہ زنگ اور زیادہ ہو جاتا ہے تاہم اس حدیث سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب معصیت سے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے اور معصیت پر اصرار سے وہ زنگ زیادہ ہو جاتا ہے تو کفر اور اس پر اصرار اور ہٹ دھرمی سے تو دل بہ طریق اولیٰ مکمل طور پر سیاہ اور تاریک ہو جاتا ہے اور دل کی یہ سیاہی اور تاریکی کفار کی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے ہے' اللہ کا ان پر کوئی ظلم اور جور نہیں ہے۔

قلب کی تعریف

قلب گوشت کا ایک صنوبری عضو ہے' جس کا کام خون کو تمام جسم میں پہنچانا ہے' دل کے پھیلنے اور سکڑنے سے پورے جسم میں خون گردش کرتا ہے' اور جب طب اور میڈیکل سائنس کی زبان میں دل کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے اور ادب اور روزمرہ گفتگو میں دل کے لفظ سے عقل کا ارادہ کیا جاتا ہے کیونکہ سوچ و بچار' غور و فکر اور علم اور ادراک کا محل عقل ہے اور قرآن طب اور میڈیکل سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے اور اس میں عرب کے عام رواج اور اسلوب کلام کے مطابق خطاب کیا گیا ہے' اس لیے قرآن کی زبان میں قلب سے عقل ہی مراد ہوتی ہے' اس پر مزید تفصیل کے لیے ''شرح صحیح مسلم'' جلد رابع کا مطالعہ فرمائیں'' ''فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا'' (الحج: ۴۶) کی تفسیر میں ہم اس پر ان شاء اللہ سیر حاصل بحث کریں گے۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

اور قلب سے مراد علم کا محل ہے اور کبھی قلب کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے عقل اور معرفت مراد ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ. (ق: ۳۷)

بے شک اس قرآن میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس عقل اور معرفت ہو۔

(انوار التنزیل ص ۲۵ (درسی) مطبوعہ مطبع سعیدی' کراچی)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے' حالانکہ وہ

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا

مومن نہیں ہیں○ وہ (بہ زعم خویش) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں' اور (درحقیقت) وہ صرف

يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۞۹ ط فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ لا

اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے○ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری

وقف لازم

Marfat.com

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾

کو زیادہ کر دیا' اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے' کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے O

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو قرآن مجید کے بیان سے شروع کیا اور یہ فرمایا: یہ کتاب متقین کے لیے ہدایت ہے' پھر تین آیتوں میں متقین کی پانچ صفات بیان کیں' اس کے بعد دو آیتوں میں کفار کا بیان کیا جو متقین کی ظاہراً اور باطناً ضد ہیں' پھر اس کے بعد اب تیرہ آیتوں میں منافقین کا بیان فرمایا ہے جو کفر اور ایمان کے درمیان مذبذب تھے' یہ زبان سے ایمان لائے اور دل سے ایمان نہیں لائے' یہ کفر کی بدترین قسم ہے' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے' کیونکہ انہوں نے کفر پر ایمان کا ملمع چڑھایا' دھوکہ اور فریب سے کام لیا اور درپردہ مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے خبث' جہل ان کے فریب اور ان کی ہٹ دھرمی کا طویل بیان فرمایا' ان کی کئی مثالیں بیان فرمائیں اور یہ اعلان فرمایا کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔

''ومن الناس'' میں جن لوگوں کا ذکر فرمایا ہے یہ منافقین کی وہ جماعت ہے جو نزول قرآن کے زمانہ میں تھی' ان میں بڑا منافق عبداللہ بن ابی بن سلول تھا' ان میں اکثر یہودی تھے جو مطلب برآری کے لیے وقتی طور پر بہ ظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔

''الیوم الاخر'' سے مراد حشر سے لے کر غیر متناہی مدت ہے یا روز حشر سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا زمانہ مراد ہے۔

منافقین نے خصوصیت سے یہ کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے' کیونکہ یہودیوں کا درحقیقت اللہ پر ایمان تھا نہ آخرت پر' اللہ پر ایمان اس لیے نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے' اس لیے وہ مشرک تھے اور آخرت پر اس لیے ایمان نہیں تھا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ جنت میں یہودیوں کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا' اس لیے انہوں نے ملمع کاری کے لیے اللہ اور آخرت پر ایمان کا ذکر کیا تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ یہودیت سے تائب ہو کر خالص مسلمان ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: وہ مومن نہیں ہیں' یعنی وہ ان سچے اور مخلص مسلمانوں میں داخل نہیں ہیں' جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلوت اور جلوت پر مطلع ہے' کیونکہ منافقین بعض ظاہری عبادات کر لیتے تھے' اور یہ زعم کرتے تھے کہ ان سے ان کا رب راضی ہو جائے گا' اس کے بعد حرص' طمع' شر اور فساد اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور دسیسہ کاری میں مشغول رہتے تھے' جیسا کہ اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے فتنہ اور فساد کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

منافقین کے اللہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے سلسلہ میں اعتراضات کے جوابات

''یخادعون'' کا لفظ''خدع'' سے بنا ہے'''خدع'' کا معنی ہے: کسی شخص کے ساتھ کئے ہوئے مکروفریب یا سازش کو مخفی رکھ کر اس سے خیر خواہی اور ہمدردی کا اظہار کرنا' جس کا خلاصہ ہے: اس کو دھوکہ دینا' اور ''یخادعون'' چونکہ باب ''مفاعلہ'' سے ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: ہر فریق کا دوسرے فریق کو دھوکہ دینا۔

منافقوں کا مسلمانوں کو دھوکہ دینا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ مومن ہیں اور اپنے کفر کو مخفی رکھتے تاکہ مسلمانوں کے خفیہ منصوبوں پر مطلع ہوں اور پھر اس کی خبر مسلمانوں کے دشمنوں یہودیوں اور مشرکوں تک پہنچا دیں۔

اس آیت میں یہ فرمایا کہ منافقین اللہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں' مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی تو وضاحت ہو گئی' اب سوال یہ ہے کہ اللہ کو دھوکہ دینا کس طرح صحیح ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور نہ وہ خود اللہ کو دھوکہ دینے کا قصد

Marfat.com

کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ اللہ سے پہلے لفظ رسول بہ طور مضاف محذوف ہے اور یہ مجاز بالحذف ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیتے تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا اللہ کو دھوکہ دینا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کو واضح فرمایا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ (التوبہ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

سو جس طرح آپ کی اطاعت کرنا' اللہ کی اطاعت کرنا' آپ کا خریدنا' اللہ کا خریدنا ہے اور آپ سے بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہے اسی طرح آپ کو دھوکہ دینا اللہ کو دھوکہ دینا ہے اور یہ ''مجاز فی النسبۃ الایقاعیہ'' ہے۔

دوسرا سوال یہاں پر یہ ہے کہ ''یخادعون'' باب ''مفاعلہ'' سے ہے اور اب اس باب کے اعتبار سے اس کا معنی ہے: ہر ایک کا دوسرے کو دھوکہ دینا' منافقین تو اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے' اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ وہ منافقین کو دھوکہ دیتا ہے' اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں استعارہ تمثیلیہ[1] ہے یعنی منافقین کی اللہ کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنے اور کفر کو مخفی رکھنے کی کارروائی اور اس کی سزا میں اللہ کی منافقوں پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کی کارروائی (حالانکہ وہ اس کے نزدیک بدترین کافر ہیں) کی مثال ایسے ہے جیسے دو شخص ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کارروائی کرتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ''یخادعون'' ''یخدعون'' کے معنی میں ہے اور اس کو مبالغۃً ''یخادعون'' کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

شعور کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے' عقل سے جو ادراک کیا جائے اس کو علم کہتے ہیں اور حواس سے جو ادراک کیا جائے اس کو شعور کہتے ہیں۔ (البقرہ: ۹)

مرض کی تعریف اور منافقین کے مرض کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا۔ (البقرہ: ۱۰)

انسان کے بدن کو ایسی چیزیں عارض ہوں جن سے اس کے مزاج اور اعتدال میں فرق واقع ہو اور اس کی کارکردگی متاثر ہو جائے' اس کو مرض کہتے ہیں' عوارض جسمانیہ میں مرض حقیقت ہے اور عوارض نفسانیہ مثلاً حسد' بغض' برائی سے محبت وغیرہ میں مرض مجاز ہے' منافقین کا مرض نفسانی تھا' کیونکہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ میں یہودیوں کی ریاست جاتی رہی تھی' اس غم میں ان کا دل جلتا رہتا تھا اور یہی جلنا اور حسد کرنا ان کا مرض تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

[1] ایک مرکب سے جو حالت یا کیفیت منتزع ہوتی ہے اس کو اس حالت یا کیفیت سے تشبیہ دینا جو دوسرے مرکب سے منتزع ہو رہی ہو۔

Marfat.com

اقتدار دن بدن بڑھ رہا تھا' اس سے ان کا مرض بڑھ رہا تھا' یا بار بار وحی نازل ہونے اور ان کو دن بہ دن زیادہ احکام کا مکلف کرنے سے ان کا مرض بڑھ رہا تھا۔

جھوٹ کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور منافقین کے جھوٹ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے O (البقرہ: ۱۰)

منافقین کا جھوٹ یہ تھا کہ ان کے دل میں کفر تھا اور زبان سے "امنا" (ہم ایمان لائے) کہہ کر جھوٹ بولتے تھے' جو خبر واقع کے مطابق نہ ہو وہ جھوٹ ہے' جھوٹ بولنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

جھوٹ بولنے کی ممانعت اور اس کے عذاب کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ' کیونکہ جھوٹ فجور (گناہ) تک پہنچاتا ہے اور فجور دوزخ تک پہنچاتا ہے' ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۵' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بیان کردے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے دجال اور کذاب ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہو' وہ تم سے دور رہیں' کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک بندہ کا ایمان مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ جھوٹ کو ترک نہ کردے حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور ریا کو ترک کردے خواہ وہ اس میں صادق ہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴' ۳۵۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ جبرائیل اور میکائیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے' میں نے دیکھا وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا' اس نے وہ آنکڑا اس کی باچھ میں داخل کیا اور آنکڑے سے اس کی باچھ کو کھینچ کر گدی تک پہنچا دیا' پھر وہ آنکڑا دوسری باچھ میں داخل کیا اور اس باچھ کو گدی تک پہنچا دیا' اتنے میں پہلی باچھ مل گئی اور اس نے پھر اس میں آنکڑا ڈال دیا' (الی قولہ) جبرئیل نے کہا: جس شخص کی باچھ پھاڑ کر گدی تک پہنچائی جارہی تھی یہ وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا تھا' پھر اس سے وہ جھوٹ نقل ہو کے ساری دنیا میں پھیل جاتا

Marfat.com

تھا‘ اس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۵‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

جھوٹ بولنے کی رخصت کے مواقع

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کذب حرام ہے لیکن حلال اور حرام کرنے کے احکام شارع کے اختیار میں ہیں‘ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے‘ اللہ اور اس کے رسول نے کذب کو حرام قرار دیا ہے لیکن بعض مواقع پر اللہ اور اس کے رسول نے کذب کی اجازت دی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل الکذب الا فی ثلاث یحدث الرجل امرء ته یرضیها والکذب فی الحرب والکذب لیصلح بین الناس.

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین صورتوں کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے: (۱) ایک شخص اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔

(جامع ترمذی ص ۲۸۷‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

جان‘ مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت

علامہ شامی ”احیاء العلوم“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ہر وہ نیک مقصد جس کو صدق اور کذب دونوں سے حاصل کیا جا سکتا ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر کسی نیک مقصد کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جا سکتا ہو اور وہ مقصد مباح ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے اور اگر کسی نیک مقصد کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جا سکتا ہو اور وہ مقصد واجب ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے‘ مثلاً کسی شخص نے دیکھا کہ ایک ظالم کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر رہا ہے یا ایذاء پہنچا رہا ہے اور وہ جھوٹ بول کر اس کو بچا سکتا ہے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا واجب ہے‘ اسی طرح اگر ظالم اس سے کسی مسلمان کی امانت چھیننا چاہتا ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے‘ اسی طرح لڑائی میں صلح کرانے کے لیے اور کسی مظلوم کی دلجوئی کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے‘ اسی طرح اگر کسی شخص نے چھپ کر زنا کیا یا شراب پی یا حاکم اس کے متعلق سوال کرے تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا‘ کیونکہ یہ کام ہر چند کہ بے حیائی ہے لیکن اس کا اظہار کرنا ایک اور بے حیائی ہے‘ اسی طرح اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا راز بتانے سے انکار کرے‘ اور یہ دیکھنا چاہیے کہ جھوٹ بولنے پر جو خرابی مترتب ہو رہی ہے آیا وہ سچ پر مترتب ہونے والی خرابی سے زیادہ ہے یا نہیں‘ اگر جھوٹ بولنے سے زیادہ خرابی مترتب ہو تو جھوٹ نہ بولے ورنہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے انسان کا اپنا حق ضائع ہوتا ہے تو عزیمت یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے‘ اگر دوسرے مسلمان کا حق ضائع ہوتا ہے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ جھوٹ بولے اور دوسرے مسلمان کے حق کی حفاظت کرے[1]۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کا اپنی جان‘ مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور دوسرے مسلمان کی جان‘ مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔

شعر اور مبالغہ میں جھوٹ کا جواز

کسی بات میں مبالغہ کرنا جھوٹ نہیں ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے: میں تمہارے پاس ہزار بار گیا ہوں‘ یعنی بار بار گیا ہوں‘ مبالغہ کے جواز پر اس حدیث صحیح میں دلیل ہے: ”اما ابو جهم فلا یضع عصاه عن عاتقه“۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۴۸۳‘ مطبوعہ

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ‘ ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۷‘ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ‘ استنبول‘ ۱۳۲۷ھ

Marfat.com

اصح المطابع' کراچی) "لیکن ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں" یعنی وہ بیوی کو بہت مارتا ہے' اسی طرح شعر میں بھی جھوٹ جائز ہے جبکہ اس کو مبالغہ پر نہ محمول کیا جا سکے' جیسا کہ یہ شعر ہے:

انا ادعوك ليلا ونهارا ولا اخلي مجلسا عن شكرك

"میں دن رات تمہارے لیے دعا کرتا ہوں' اور ہر مجلس میں تمہارا شکر ادا کرتا ہوں"۔

علامہ رافعی اور علامہ نووی نے ان دونوں صورتوں کو جائز لکھا ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۷' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

ہر چند کہ علامہ شامی نے علامہ رافعی اور علامہ نووی کے حوالے سے شعر میں بغیر مبالغہ کے بھی جھوٹ بولنا جائز لکھا ہے لیکن ہمارے نزدیک اگر مبالغہ نہ ہو تو پھر شعر میں جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے' کیونکہ مبالغہ کے لیے تو حضرت ابوجہم کی حدیث اصل ہے اور شعر میں جھوٹ کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنے کا جواز

جمہور فقہاء اسلام نے تعریض اور توریہ کے طور پر جھوٹ بولنا جائز لکھا ہے بلکہ بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ تعریض اور توریہ میں اس قدر وسعت ہے کہ اگر تعریض اور توریہ سے کام لیا جائے تو پھر حقیقۃً جھوٹ بولنے کی کبھی ضرورت نہیں ہوگی' اس پر دلائل دینے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ تعریض اور توریہ کی تعریفات ذکر کر دیں تاکہ عام قارئین اس بحث سے مستفید ہو سکیں۔

تعریض کا لغوی معنی ہے: دوسرے پر ڈھال کر بات کرنا۔ (المنجد)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: تعریض' تصریح نہ کرنے کو کہتے ہیں اور معاریض کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے توریہ (کنایہ) کرنا ہے' حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاریض مسلمان کو جھوٹ سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے معاریض سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہیں۔ اگر کسی عورت کو اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دینا ہو تو اس کی تصریح نہ کرے اور تعریضاً کہے: تم بہت خوبصورت ہو' یا کہے: "مجھے نکاح کی ضرورت ہے۔ حدیث میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان وسادك لعريض" "تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے" اور تکیہ سے ان کی نیند کا ارادہ کیا یعنی تم بہت سوتے ہو' حدیث میں ہے:

من عرض عرضنا له ومن مشى على الكلا القيناه في النهر.

جو شخص تعریض کرے گا تو ہم بھی اس کے ساتھ تعریض کریں گے اور جو شخص دریا کے کنارے چلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان پر تعریضاً تہمت لگائے گا تو ہم اس کو تعریضاً سزا دیں گے یعنی ایسی سزا دیں گے جو حد سے کم ہوگی اور جو شخص کسی پر صراحۃً تہمت لگائے گا اور تہمت کی کشتی پر سوار ہو کر دریا میں چلے گا ہم اس پر حد جاری کریں گے اور اس کو "حد" کے دریا میں ڈبو دیں گے۔ (لسان العرب ج ۷ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ تفتازانی تعریض کی تعریف میں لکھتے ہیں: کلام کو ایک ایسی جانب پھیرنا جو مقصود پر دلالت کرے' تعریض ہے' یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور مراد دوسری جانب ہو تو یہ تعریض ہے۔ (مختصر المعانی ص ۴۴۱۔ ۴۴۰' مطبوعہ میر محمد کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ جب کلام میں صراحۃً ایک شخص کی طرف کسی فعل کا اسناد ہو اور اشارہ اور مراد کوئی دوسرا شخص ہو تو یہ تعریض

Marfat.com

ہے مثلاً کوئی بڑا افسر دیر سے دفتر میں آتا ہو جس سے لوگوں کے کاموں میں دشواری ہوتی ہو اور اس کو صراحۃً تنبیہ کرنا اس کے وقار اور مرتبہ کے خلاف ہو تو کوئی شخص اس سے کہے کہ دفتر کا سٹاف یا کلرک وغیرہ دیر سے دفتر آتے ہیں اور اس سے بڑا حرج ہوتا ہے۔

توریہ کا معنی چھپانا اور کنایہ کرنا ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں: "وری الخبر توریة" کا معنی ہے: اصل خبر کو چھپا کر کچھ اور ظاہر کیا' حدیث میں ہے کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو سفر کو چھپا کر یہ وہم ڈالتے کہ آپ کسی اور چیز کا ارادہ کر رہے ہیں۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۹' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ تفتازانی توریہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ توریہ کو ابہام بھی کہتے ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں: قریب اور بعید' اور بولنے والا کسی خفی قرینہ کی بناء پر اس لفظ کا بعید معنی مراد لے اور مخاطب اس سے قریب سمجھے۔

(مختصر المعانی ص ۴۵۷' مطبوعہ میر محمد کتب خانہ' کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں توریہ پر جھوٹ کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ وہ ظاہراً اور صورۃً جھوٹ ہوتا ہے حقیقۃً جھوٹ نہیں ہوتا۔

قرآن اور حدیث میں تعریض اور توریہ کی بہ کثرت مثالیں ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۸۹)

حضرت ابراہیم نے کہا: میں بیمار ہوں ○

سقیم کا قریب معنی ہے: جسمانی بیمار اور بعید معنی ہے: روحانی بیمار' حضرت ابراہیم جسمانی بیمار نہ تھے' انہوں نے اس لفظ سے توریہ کر کے روحانی بیماری مراد لی' یعنی قوم کی بت پرستی کی وجہ سے ان کی روح بیمار تھی یا مستقبل میں بیمار ہونا مراد لیا۔

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یٰٓاِبْرٰھِیْمُ ○ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء: ۶۳۔ ۶۲)

انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ○ ابراہیم نے کہا: بلکہ ان کے اس بڑے (بت) نے یہ کام کیا ہے' اگر یہ بولتے ہیں تو تم ان سے پوچھ لو ○

اس آیت میں "کبیرھم ھذا" کا قریب معنی ہے: اس بڑے بت نے' اور اس کا بعید معنی ہے: قوم کے اس بڑے شخص نے' لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اس بڑے بت نے باقی بتوں کو توڑا ہے' حالانکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ قوم کے اس بڑے شخص یعنی خود حضرت ابراہیم نے ان بتوں کو توڑا ہے اور آپ نے اس بڑے بت کی طرف اسناد کا ابہام اس لیے کیا ہے کہ ان کی قوم خود کہے کہ یہ بت تو ہل جل بھی نہیں سکتے' بتوں کو کس طرح توڑ سکتے ہیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے' اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ اس ملک میں ایک شخص آیا ہے' اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہے' بادشاہ نے حضرت ابراہیم کو بلوایا اور پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: یہ میری بہن ہے۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۴ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۸۱ھ)

''اخت'' کے دو معنی ہیں ' قریب معنی ہے: نسبی بہن اور بعید معنی ہے: دینی بہن ' بادشاہ نے اس لفظ سے نسبی بہن سمجھا اور حضرت ابراہیم نے دینی بہن کا ارادہ کیا اور یہ توریہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں آکر ایک شخص نے سواری طلب کی ' آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹ کے بچہ پر سوار کروں گا ' اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گا ' آپ نے فرمایا: جو اونٹ پیدا ہوتا ہے وہ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ (الادب المفرد ص ۷۷ ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ ' سانگلہ ہل)

اس حدیث کو امام ابوداؤد[1] اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا[2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا ' انہوں نے (بیوی سے) کہا: لڑکے کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو آرام مل گیا اور حضرت ابوطلحہ نے ان کی بات کو سچ سمجھا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۷ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ام سلیم نے جو کہا کہ ''بیٹا پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو راحت مل گئی'' اس کا قریب معنی یہ تھا کہ اس کو بیماری سے شفا مل گئی ہے اور بعید معنی یہ تھا کہ وہ فوت ہو گیا اور اس کو ابدی راحت مل گئی ہے ' حضرت ام سلیم نے اس معنی کا ارادہ کیا تھا کیونکہ حضرت ابوطلحہ اسی وقت سفر سے آئے تھے اور وہ ان کو آتے ہی کوئی تکلیف دہ بات سنانا نہیں چاہتی تھیں ' اس لئے انہوں نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ وہ فوت ہو گیا اور توریہ سے کلام کیا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں ' آپ نے فرمایا: میں حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔ (جامع ترمذی ص ۲۹۳ ـ ۲۹۲ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ (الادب المفرد ص ۷۷ ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ ' سانگلہ ہل)

توریہ کے سلسلے میں فقہاء کی رائے

علامہ شامی لکھتے ہیں: غرض صحیح کے لیے توریہ اور تعریض جائز ہے مثلاً مزاح میں ' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی (یعنی بڑھیا بہ حیثیت بڑھیا نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی) ' نیز فرمایا: تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے ' نیز فرمایا: ہم تم کو اونٹ کے بچہ پر سوار کریں گے (کیونکہ ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے)۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۸ ' مطبوعہ مطبع عثمانیہ ' استنبول ' ۱۳۲۷ھ)

خلاصہ بحث

قرآن مجید کی آیات ' احادیث ' آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو صراحۃً جھوٹ بولنے کے بجائے توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے تاہم بعض مواقع پر صراحۃً جھوٹ بولنے کی بھی

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۶ ' مطبوعہ مطبع مجتبائی ' پاکستان ' لاہور ' ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ' جامع ترمذی ص ۲۹۲ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی

Marfat.com

گنجائش ہے جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور علامہ شامی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کے لیے اپنی جان' مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان' مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے اور ان مواقع پر بھی تو ریہ مستحسن ہے۔

فقہاء کرام نے اپنی جان اور دوسرے مسلمان کی جان بچانے کے سلسلے میں جو جواز اور وجوب کا فرق کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے معاملہ میں تو رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل کر سکتا ہے لیکن دوسرے شخص کے معاملہ میں اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ

اور جب ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد نہ کرو تو انہوں نے کہا: ہم تو صرف

مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اصلاح کرنے والے ہیں○ سنو بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن ان کو شعور نہیں ہے○

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

اور جب ان سے کہا گیا: اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں' تو انہوں نے کہا: کیا ہم اس طرح

كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا

ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سنو یہی لوگ بے وقوف ہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

لیکن ان کو علم نہیں ہے○

منافقین اپنے افساد کو اصلاح کیوں کہتے تھے؟

منافقین کا فساد یہ تھا کہ وہ کفار سے تعاون کر کے اور مسلمانوں کے راز ان پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے تھے اور فتنوں کو جگاتے تھے کیونکہ جنگ کے نتیجہ میں زمین پر لہلہاتے ہوئے کھیت اجڑ جاتے تھے' مال اور مویشی ہلاک ہو جاتے تھے اور انسانوں کا قتل ہوتا تھا' یا ان کا فساد یہ تھا کہ وہ زمین پر اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور شریعت کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں زمین پر خوں ریزی ہوتی تھی اور فتنہ اور فساد ہوتا تھا اور چونکہ منافقین کے دلوں میں بیماری تھی' اس لیے وہ اپنے فساد کرنے کو اصلاح اور اپنی شرانگیزی کو کار خیر گمان کرتے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ (الفاطر: ۸) تو کیا جس شخص کے لیے اس کا برا کام مزین کر دیا گیا تو اس نے اس کو اچھا سمجھا۔

منافقین کا مقصد یہ تھا کہ ہم تو فساد کرنے سے بہت دور ہیں' کیونکہ ہم اپنے علماء اور پیروں کی پیروی کرتے ہیں' جنہوں

Marfat.com

نے انبیاء علیہم السلام سے تعلیم حاصل کی ہے تو ہم ان کے طریقہ کو کیسے چھوڑیں اور اپنے گلے میں ایک نئے دین کا قلادہ کیسے ڈال لیں؟ اور ہم مسلمانوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکا کر ان کو کمزور کر رہے ہیں تا کہ یہ نیا دین پھلنے پھولنے نہ پائے' لہٰذا لوگوں کو اس نئے دین سے دور رکھنے کی ہماری یہ کوشش لوگوں کی اصلاح اور ان کی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

عہد رسالت سے لے کر آج تک افساد کو اصلاح کا نام دینے کا تسلسل

ہر زمانہ میں مفسدین کا یہی حال رہا ہے' جو لوگ دین میں نئی نئی بدعات پیدا کرتے ہیں اور نئے نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں اور الحاد اور بے دینی کی تحریکات چلاتے ہیں' وہ اپنی مخترعہ بدعات' مذاہب اور تحریکات کو نہایت خوش نما اور خوبصورت نام دے دیتے ہیں' جیسے محبت اہل بیت کے نام پر تعزیہ داری' ماتم اور سب صحابہ کی بدعات نکل آئیں ہیں اور توحید کے نام پر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شان اور عظمت کو کم کیا جاتا ہے اور جب ان لوگوں کا محاسبہ کیا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں' اہل بیت کی عظمت اجاگر کر رہے ہیں اور شرک کو مٹا رہے ہیں' اسی طرح بعض غیر معتدل لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کے اظہار میں غلو کرتے ہیں' نماز' روزہ اور دیگر فرائض باقاعدگی سے ادا نہیں کرتے اور عید میلاد کے جلوس کو باقاعدہ میلوں ٹھیلوں کی طرح نکالتے ہیں۔ (تاہم سب جلوس ایسے نہیں ہوتے' میں نے برطانیہ میں کئی بار میلاد کے جلوسوں میں شرکت کی جن میں نعت خوانی اور ذکر ہوتا ہے' کوئی غیر شرعی بات نہیں ہوتی' صبح سے جلوس نکلتا ہے اور ظہر سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اور تمام شرکاء جلوس با جماعت ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور پھر جلسہ ہوتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت کا بیان ہوتا ہے اور عصر سے پہلے جلسہ ختم ہو جاتا ہے اور سب شرکاء جلسہ عصر کی نماز با جماعت ادا کرتے ہیں' کاش پاکستان کے شہروں میں بھی ایسا ہو!) اسی طرح بعض غیر معتدل مقرر اور شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا کر بیان کرتے ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن نعمان کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ لگا دیا اور آپ کے دست اقدس کی برکت سے اس سے زیادہ نظر آنے لگا تو اس میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی آنکھ سے اتنا نظر نہیں آتا تھا جتنا مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے نظر آتا تھا' حالانکہ دونوں آنکھیں خدا کی دی ہوئی ہیں' فرق یہ ہے کہ پہلی آنکھ ماں باپ کے واسطے سے ملی ہے اور دوسری آنکھ سرکار کے ہاتھوں سے ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا گیا: اس طرح ایمان لاؤ' جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تو انہوں نے کہا: کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ (البقرہ: ۱۳)

ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کے ایمان کا معیار ہونا

علامہ ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں'' اس سے مراد اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور منافقین نے جو کہا: جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں' اس سے ان کی مراد بھی اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۹۹' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب مراد ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ سیوطی نے ان اقوال کو نقل کرنے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ ''تاریخ ابن عساکر'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

Marfat.com

(درمنثور ج ا ص ۳۱۔ ۳۰ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

شیعہ مفسر شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل شدہ کتاب کی اس طرح تصدیق کرو جس طرح آپ کے اصحاب نے اس کی تصدیق کی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ (حضرت) عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھ جو دوسرے یہودی ایمان لائے تھے' ان کی طرح آپ کی تصدیق کرو۔

(مجمع البیان ج ا ص ۱۳۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۴۱۱ھ)

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کا ایمان معیار ہے۔

زندیق کی توبہ کی قبولیت پر دلیل

اس آیت سے زندیق کی توبہ کے مقبول ہونے پر استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے نفاق کی خبر دی اور ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ظاہر اسلام کے قبول کرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کو ان کے فاسد عقائد کا جو علم تھا اس کے مطابق ان کے ساتھ کفار کا معاملہ کرنے کا حکم نہیں دیا' اور یہ ثابت ہے کہ یہ آیات مدینہ منورہ میں کفار سے قتال کی مشروعیت کے بعد نازل ہوئی ہیں' نیز ''صحیح بخاری'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ وہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' کی گواہی دیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ ایسا کریں گے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے' البتہ اسلام کا حق لیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے[1] اور منافقین بہ ظاہر کلمہ پڑھتے تھے' نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ منافق کا ایمان لانا اور اس کی توبہ مقبول ہے' اسی پر زندیق کو قیاس کیا گیا ہے۔ اب ہم پہلے زندیق اور ملحد کی تعریفیں ذکر کریں گے' پھر ان کا شرعی حکم بیان کریں گے۔

زندیق کی تحقیق اور اس کا شرعی حکم

علامہ تفتازانی نے کافروں کی حسب ذیل اقسام لکھی ہیں:

کافر: جو شخص ظاہراً ایمان نہ لائے' **منافق**: جو شخص بہ ظاہر ایمان لائے اور حقیقت میں کافر ہو' **مرتد**: جو شخص اسلام لانے کے بعد اسلام سے رجوع کر کے کفر کو قبول کرلے' **مشرک**: جو شخص متعدد خدا مانے' **کتابی**: جو شخص ادیان سابقہ منسوخہ کا معتقد ہو جیسے یہودی اور عیسائی' **دہری**: جو شخص دہر کو قدیم مانے اور حوادث کی نسبت دہر کی طرف کرے' **معطل**: جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہ کرے' **زندیق**: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرتا ہو' شعائر اسلام کا اظہار کرتا ہو اور اس کے دل میں کفریہ عقائد ہوں۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۲۷ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران' ۱۴۰۹ھ)

ملحد: جو شخص شریعت مستقیمہ سے کفر کی کسی جہت کی طرف میلان کرے' اس میں وجود باری کو ماننے کی شرط ہے نہ نبوت کے ماننے کی شرط ہے' نہ کفر کو چھپانے کی شرط ہے نہ پہلے اسلام کو ماننے کی شرط ہے' یہ کفر کی تمام اقسام سے عام ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۶)

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ا ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی' زندیق کے متعلق لکھتے ہیں:

''فتاویٰ قاری الھدایہ'' میں لکھا ہے کہ زندیق وہ شخص ہے جو دہر کے قدیم ہونے کا معتقد ہو' خالق اور آخرت پر ایمان نہ لائے اور اس کا اعتقاد ہو کہ اموال اور محرمات مشترک ہیں' اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ زندیق وہ شخص ہے جو خدا کا قائل ہو نہ آخرت کا اور نہ کسی چیز کو حرام سمجھتا ہو' یہ علامہ بیری سے منقول ہے' اور ''فتح القدیر'' میں ہے کہ زندیق کسی دین کا قائل نہیں ہوتا' اور ''حاشیہ ابی سعود'' میں ''ملتقات'' سے منقول ہے کہ زندیق کی تین قسمیں ہیں: (۱) زندیق اصلی' یہ وہ عجمی شخص ہے جو اپنے سابق شرک پر قائم ہو (۲) زندیق غیر اصلی' وہ شخص ہے جو پہلے مسلمان ہو اور پھر زندیق ہو جائے' اس پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر یہ مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا' کیونکہ یہ مرتد ہے (۳) جو شخص پہلے ذمی ہو اور پھر زندیق ہو جائے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ زندیق کی توبہ مقبول ہے اور توبہ اس سے قتل کو ساقط کر دیتی ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۴۸۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ طحطاوی نے زندیق کی جتنی تعریفیں لکھی ہیں یہ سب اس کے لغوی معنی ہیں' اصطلاح شرع میں اس کا وہی معنی ہے جو علامہ تفتازانی نے لکھا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن کمال پاشا نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ لغت میں زندیق اس شخص کو کہتے ہیں جو خالق کی نفی کرے' اور جو متعدد خداؤں کا قائل ہو' اور جو اللہ کی حکمت کا انکار کرے' اور اصطلاح شرع میں زندیق وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرے اور کفر کو مخفی رکھے جیسا کہ ''شرح مقاصد'' میں ہے' زندیق کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اپنی گمراہی کی طرف دعوت نہیں دیتا تو پھر اس کی تین قسمیں ہیں (زندیق اصلی' غیر اصلی اور وہ زندیق جو پہلے عجمی ہو' ان کی تفصیل علامہ طحطاوی کی عبارت میں گزر چکی ہے) ور اگر زندیق اپنی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو اگر اس نے گرفتار ہونے سے پہلے اپنے اختیار سے توبہ کر لی ہے تو اس کی توبہ قبول ہو گی ورنہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زندیق تو اپنے کفر کو مخفی رکھتا ہے' وہ اپنی گمراہی کی طرف کیسے لوگوں کو دعوت دے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے کفر پر اسلام کا ملمع چڑھا کر اور اپنے عقائد فاسدہ کو عقائد صحیحہ کی صورت میں پیش کر کے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے گا (جیسے ہمارے زمانہ میں مرزائی ہیں)۔ (رد المختار ج ۳ ص ۲۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہے O (البقرہ: ۱۳)

صحابہ کرام پر سب وشتم کی مذمت اور رد

منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جاہل کہا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور ان کی زیادہ جہالت بیان کی کہ وہ نہ صرف جاہل ہیں بلکہ ان کو اپنی جہالت کا علم بھی نہیں اور اس آیت میں قصر قلب ہے اور کئی وجہ سے تاکید ہے' قصر قلب کا تقاضا یہ ہے کہ اصحاب رسول جاہل نہیں ہیں بلکہ یہی جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور خود کو عالم سمجھ رہے ہیں اور اس جملہ کو اللہ تعالیٰ نے ''الا' ان'' اور اسمیت جملہ سے موکد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت میں رہیں گے اور ان کو اپنی جہالت کا علم نہیں ہو گا' اور ایسی جہالت زیادہ لائق مذمت ہے' کیونکہ جس شخص کو کسی چیز کا پتا نہ ہو اس میں صرف ایک جہالت ہے' اور وہ بسا اوقات معذور ہوتا ہے اور جب اس کو اس چیز کا پتا چل جائے یا اس کو مسئلہ بتا دیا جائے تو اس کی جہالت زائل ہو جاتی ہے اور اس کو ہدایت سے نفع پہنچتا ہے اور جو شخص جاہل ہو اور وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہو اس

Marfat.com

میں دو جہالتیں ہیں: ایک مسئلہ سے جہالت' دوسری اپنی جہالت سے جہالت' اس کو جہل مرکب کہتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو سب وشتم کرنا اللہ کو بہت ناگوار ہے' منافقین نے ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کردی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ جاہل نہیں بلکہ ان کو جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور ان کا جہل دائمی ہے' اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جہل سے براءت کی اور ان کو جاہل کہنے والوں کی مذمت کی' منافقوں نے تو ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تھا لیکن جب تک قرآن مجید پڑھا جاتا رہے گا یہ کہا جاتا رہے گا کہ منافق جاہل ہیں اور دائمی جہل میں گرفتار ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ پر سب وشتم کرنے والوں کا رد کرنا چاہیے اور صحابہ کا دفاع کرنا چاہیے کہ یہ سنت الٰہیہ ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے' اور جب یہ اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں

شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو ان کے ساتھ مذاق کرتے ہیں ○

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

اللہ ان کو ان کے مذاق کی سزا دے رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے' یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹک رہے ہیں ○

ان شیاطین کا بیان جن سے منافق خلوت میں ملتے تھے

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بعض یہودی (یعنی منافق) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملاقات کرتے تو کہتے: ہم تمہارے دین پر ہیں' اور جب اپنے اصحاب سے تنہائی میں ملتے جو کافروں کے سردار تھے' تو کہتے: یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو صرف مذاق کرتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۰۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ خازن اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ سامنے سے صحابہ کرام ان کی طرف آرہے ہیں' اس نے اپنی قوم سے کہا: دیکھو میں ان بے وقوفوں کو کس طرح تم سے واپس کرتا ہوں' اس نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا: مرحبا! اے بنوتیم کے سردار! شیخ الاسلام' غار میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جان اور مال کو خرچ کرنے والے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: مرحبا! اے بنوعدی کے سردار! فاروق' اللہ کے دین میں قوی' اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے' پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: مرحبا! اے رسول اللہ کے عم زاد! آپ کے داماد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام بنوہاشم کے سردار' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابی! اللہ سے ڈر' نفاق نہ کر' منافق اللہ کی بدترین مخلوق ہیں' عبداللہ بن ابی نے کہا: اے ابوالحسن! ذرا ٹھہریے' خدا کی قسم! میں نے یہ باتیں از راہ نفاق نہیں کہیں' ہمارا ایمان آپ ہی کی طرح ہے' پھر صحابہ کرام کے جانے کے بعد عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم نے دیکھا

Marfat.com

میں نے ان کو کیسے بے وقوف بنایا! (معاذ اللہ) صحابہ کرام نے واپس آ کر یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۔ ۲۹' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' پشاور)

علامہ خفاجی نے اس روایت پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

اس حدیث کو واحدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت ہے' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند بیان کر کے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور کہا: یہ سلسلۃ الذھب نہیں ہے بلکہ سلسلۃ الکذب ہے (یعنی جھوٹی سند ہے) اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار ظاہر ہیں' کیونکہ محدثین کی تصحیح کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آتے ہی شروع میں سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی' اور ہجرت کے دوسرے سال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی تھی' اور اس حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے حضرت علی کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا داماد کہا۔

(عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۳۳۹' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یہ اپنے شیاطین سے خلوت میں ملتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴)

علامہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ شیاطین سے مراد یہود کے پانچ قبیلے ہیں: کعب بن اشرف مدینہ میں' ابو بردہ اسلمی بنو اسلم میں' ابو السوداء شام میں' عبدالدار جہینہ میں سے اور عوف بن مالک بنو اسد سے' ابو عبیدہ نے کہا: ہر وہ شخص جو گمراہ اور سرکش ہو وہ شیطان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ان کے ساتھ استہزاء فرماتا ہے۔ (البقرہ: ۱۵)

اللہ تعالیٰ کے استہزاء کی توجیہ

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ قصداً مذاق کرنے کو استہزاء کہتے ہیں اور استہزاء کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو اس کا معنی استہزاء کی جزاء دینا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ایک مدت تک مہلت دیتا ہے' پھر اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے' اس کو استہزاء اس لیے فرمایا ہے کہ منافقین اس دھوکے میں تھے کہ وہ مسلمانوں کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے نفاق اور سرکشی کے باوجود ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کیے گئے اور ان سے مواخذہ نہیں کیا گیا لیکن حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نفاق کا علم تھا اور آخرت میں ان کے ساتھ صورۃً استہزاء کیا جائے گا۔

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر نے ابو صالح سے روایت کیا ہے کہ دوزخ میں دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ دوزخ سے نکلو اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے' جب وہ دوزخ کے کھلے ہوئے دروازے دیکھیں گے تو وہ دوزخ سے نکلنے کے لیے بھاگیں گے اور مومن جنت میں اپنے تختوں پر بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے اور جب کفار دروازوں کے قریب پہنچیں گے تو وہ دروازے بند ہو جائیں گے اور مومن ان پر ہنسیں گے[1] جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ؕ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

تو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہیں ۝ وہ (عالی شان) تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھتے ہیں ۝ کہ کافروں کو ان کے کیے ہوئے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے ۝ (المطففین: ۳۶۔ ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے استہزاء کی جزاء (سزا) کو استہزاء صورۃً فرمایا ہے' حقیقت میں یہ استہزاء نہیں ہے' اس کی نظیر یہ

[1] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' در منثور ج ۱ ص ۳۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران

Marfat.com

آیت ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

حالانکہ برائی کا بدلہ حقیقت میں عدل وانصاف ہوتا ہے' برائی نہیں ہوتی لیکن کسی چیز کا بدلہ صورۃً اسی کی مثل ہوتا ہے اس لیے اس کو برائی فرمایا' اسی طرح منافقین کے استہزاء کا بدلہ حقیقۃً استہزاء نہیں صورۃً مماثل ہونے کی وجہ سے اس کو استہزاء فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۖ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خریدا' سو ان کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ

نہ یہ ہدایت یافتہ تھے ○ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی اور جب

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ

اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کر لیا اور ان کو

ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۙ ⑱

اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے○ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں' پس وہ (ہدایت کی طرف) رجوع نہیں کریں گے○

اس جگہ خرید وفروخت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اختیار کرلیا' ان کے سامنے قرآن کریم اور رسول اللہ کی پیش کردہ ہدایت بھی تھی اور اس کے مقابلہ میں یہودیت کے عارضی منافع بھی تھے لیکن انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو اختیار کرلیا' اس تجارت میں ان کا راس المال بھی ضائع ہوگیا کیونکہ ان کی فطرت میں ہدایت کو قبول کرنے کی جو استعداد اور صلاحیت تھی وہ بھی ضائع ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کا ماحول روشن ہوگیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کرلیا۔ (البقرہ: ۱۷)

منافقین کے احوال کی پہلی مثال

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں:

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب منافق ''لا الہ الا اللہ'' کہتا ہے تو اس کے لیے دنیا میں روشنی ہوجاتی ہے' وہ مسلمانوں سے اپنی جان ومال کو محفوظ کرتا ہے' زکوٰۃ' صدقات اور مال غنیمت کے فوائد حاصل کرتا ہے اور مسلمانوں میں نکاح کرتا ہے اور ان کا وارث ہوتا ہے اور جب اس کو موت آتی ہے تو اسلام کے تمام ثمرات اور فوائد ختم ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان نہ تھا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کو ظلمات (اندھیروں) میں چھوڑ دیا۔ (البقرہ: ۱۷)

Marfat.com

ظلمت اس چیز کو کہتے ہیں جو دیکھنے سے منع کرتی ہے' منافقوں کے لیے کئی ظلمات ہیں' ظلمت کفر' ظلمت نفاق اور ظلمت یوم قیامت' جس دن مومنوں کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب چمک رہا ہوگا' اور منافقوں کے سامنے اندھیرا ہوگا' یا اس سے مراد ہے گمراہی کی ظلمت' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ظلمت اور دائمی عتاب کی ظلمت۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان کی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک طرح کی ہدایت مہیا کی اور انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور جنت کو حاصل نہیں کیا' اس آیت کے عموم میں یہ منافق بھی داخل ہیں کیونکہ انہوں نے کلمہ پڑھا لیکن کفر کو مخفی رکھنے اور اپنے شیطانوں کی موافقت کرنے کی وجہ سے اس کو ضائع کر دیا' اس آیت کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے اور اس آیت میں وہ بھی داخل ہیں جو مقام ارادت (یہ احوال سالک کی ابتداء ہے جس سے وہ نفسانی خواہشوں کو ترک کرتا ہے' راضی بہ رضاء الٰہی رہتا ہے تو اس پر انوار الٰہیہ کا فیضان ہوتا ہے) پر فائز ہوتے ہیں اور اس سے اگلے مقام' مقام محبت کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں تو مقام ارادت کا نور بھی جاتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بہرے ہیں' گونگے ہیں اندھے ہیں' پس وہ (ہدایت کی طرف) رجوع نہیں کریں گے ○ (البقرہ: ۱۸)

یعنی حق کو سننے سے بہرے ہیں' حق بولنے سے گونگے ہیں اور حق دیکھنے سے اندھے ہیں' اللہ تعالیٰ نے کان اس لیے دیئے ہیں کہ وہ حق کو سنیں' سو جس نے حق کو نہیں سنا' وہ خواہ کان رکھتا ہو اللہ کے نزدیک بہرا ہے' اور زبان کلمہ حق بولنے کے لیے دی ہے' سو جس نے کلمہ حق نہیں بولا وہ خواہ زبان رکھتا ہو وہ اللہ کے نزدیک گونگا ہے اور جس نے حق کو نہیں دیکھا وہ خواہ آنکھیں رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک اندھا ہے' یہ لوگ اب اس ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے جس کو ضائع کر چکے ہیں اور اس گمراہی کو ترک نہیں کریں گے جس کو اختیار کر چکے ہیں۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ

یا ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو آسمان سے برسنے والی بارش میں (گھرے ہوئے) ہوں اس بارش میں تاریکیاں' کڑک

اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ

اور چمک ہو' وہ کڑک (سن کر) جان کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں' اور اللہ کافروں کو

بِالْكٰفِرِيْنَ ۝١٩ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

گھیرے ہوئے ہے ○ لگتا ہے کہ بجلی ان کی بصارت اچک لے گی' جب بھی ان کے لیے بجلی

مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

چمکتی ہے تو وہ اس میں چلنے لگتے ہیں' اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں' اور

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٠ ع ۲ (۱۳) ۲

اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت کو سلب کر لیتا' یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

Marfat.com

منافقین کے احوال کی دوسری مثال

امام ابن جریر طبری اس آیت کے شان نزول میں اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود وغیرہما سے روایت کرتے ہیں:

اہل مدینہ سے دو منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے' تو ان کو اس بارش نے آلیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' اس میں شور' گرج اور کڑک تھی اور بجلی چمک رہی تھی اور جب بھی بجلی زور سے کڑکتی تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیتے اور جب بجلی چمکتی تو وہ اس کی روشنی میں چلتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو کھڑے رہ جاتے' وہ کہنے لگے کہ کاش صبح ہو جائے تو ہم پھر (سیدنا حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جائیں' پھر جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئے اور خلوص دل سے اسلام لے آئے اور انہوں نے نیکی کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل کیا' اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے منافقوں کی مثال ان دو منافقوں کے ساتھ دی ہے جو مدینہ سے نکلے تھے۔

منافق جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو وہ اس خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ مبادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے متعلق کوئی کلام نازل ہوا ہو یا ان کی کوئی بات پکڑی گئی ہو اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح بارش میں گھرے ہوئے ان دو منافقوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں' اور جب فتوحات اسلام کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا اور ان کے ہاں اولاد ہوئی تو وہ اسلام پر کچھ قائم ہوئے اور کہنے لگے کہ (سیدنا حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کا) دین حق ہے' جس طرح وہ دو منافق بجلی کی روشنی میں چل پڑتے تھے' اور جب کسی مصیبت کی وجہ سے ان کا مال اور اولاد ہلاک ہو جاتے' پھر کفر کی طرف لوٹ جاتے اور کہتے کہ یہ دین (سیدنا حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہے' جس طرح جب بجلی چمکتی اور اندھیرا چھا جاتا تو وہ دو منافق کھڑے رہ جاتے تھے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۹' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

دونوں مثالوں کا تجزیہ

پہلی مثال ان لوگوں کی ہے جو دل میں قطعی منکر تھے اور کسی دنیاوی غرض اور مصلحت کی وجہ سے مسلمان بن گئے تھے اور یہ دوسری مثال ان منافقین کی ہے جو شک اور تذبذب میں مبتلا تھے' زکوٰۃ اور مال غنیمت کو تو دلی رغبت سے قبول کرتے لیکن اسلام کی خاطر جہاد کی آزمائشوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

آیا عہد رسالت کے بعد منافقوں کا وجود ہے یا نہیں؟

منافقوں کا وجود صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں ممکن تھا' یہ آپ ہی کا منصب تھا کہ آپ وحی الٰہی سے یہ بتائیں کہ فلاں شخص منافق ہے' اور اب جب کہ وحی منقطع ہو چکی ہے تو اب کسی شخص کے متعلق یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ وہ منافق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص قطعی طور پر کسی کے دل کے حال پر مطلع نہیں ہو سکتا' لہٰذا جو شخص اسلام کو ظاہر کرے گا وہ مسلمان ہے' اور جو کفر کو ظاہر کرے گا وہ کافر ہے اور جو اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائے گا وہ مرتد ہے اور جو شخص اپنے کفریہ عقائد پر اسلام کا ملمع چڑھائے گا وہ زندیق ہے' اور حقیقی منافق کوئی نہیں ہے' البتہ جو شخص بے عمل ہو اس کو عمل کے اعتبار سے منافق کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہےO (البقرہ: ۲۰)

شے کے معنی میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف

شے کے معنی میں معتزلہ اور اہل سنت کا اختلاف ہے' معتزلہ کے نزدیک شے کا معنی ہے: جس کا موجود ہونا صحیح ہو' یہ معنی واجب اور ممکن دونوں کو شامل ہے' معتزلہ کے نزدیک شے کی دوسری تعریف یہ ہے کہ جس چیز کا معلوم ہونا صحیح ہو یا جس چیز کی خبر دینا صحیح ہو اور یہ معنی واجب' ممکن' اور ممتنع تینوں کو شامل ہے اور جب کہ واجب اور ممتنع تحت قدرت نہیں ہیں' اس لیے ہر تقدیر پر معتزلہ کو شے کے ساتھ ممکن کی قید لگانی پڑے گی یعنی اللہ ہر شے ممکن پر قادر ہے' اہل سنت کے نزدیک شے موجود کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ شے مصدر ہے' اگر یہ بہ معنی اسم فاعل ہے یعنی ''شاء'' تو اس وقت یہ واجب کو بھی شامل ہوگا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ . آپ کہیے: سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟ آپ کہیے: اللہ۔ (الانعام: ۱۹)

شے کا دوسرا معنی ہے: ''مشیء وجودہ'' جس کا وجود چاہا گیا ہو' یہ اس وقت بہ معنی مفعول ہے' اس کا معنی ہے: جو موجود ہو خواہ حال میں خواہ استقبال میں' ''ان اللّٰہ خالق کل شئی. اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے'' اور ''ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر'' میں شے بہ معنی موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر موجود پر قادر ہے خواہ وہ اب موجود ہو یا مستقبل میں۔

(انوار التنزیل ص ۳۸' (درسی) مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کا محال ہونا

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے امکان کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور کذب بھی ایک شے ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ کذب پر بھی قادر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ شے کا معنی موجود ہے خواہ حال میں یا استقبال میں' اگر تم اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے کذب پر استدلال کرتے ہو تو صرف کذب کا امکان لازم نہیں آئے گا بلکہ یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حال یا استقبال میں بالفعل کاذب ہو (معاذ اللہ) اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

مخالفین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زید کو اپنے کذب پر قدرت ہے' اب اگر خدا کو اپنے کذب پر قدرت نہ ہو تو زید کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ اس کا جواب (بہ طور نقض اجمالی) یہ ہے کہ اس طرح تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ زید کو اپنے عدم پر قدرت ہے مثلاً وہ خودکشی کرلے' اب اگر خدا کو اپنے عدم پر قدرت نہ ہو تو زید کی قدرت خدا سے بڑھ جائے گی تو خدا کا معدوم ہونا بھی ممکن ہوگیا' اور جس کا عدم ممکن ہو' وہ ممکن ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا' اور اس کا دوسرا جواب (بہ طور نقض تفصیلی) یہ ہے کہ زید کی قدرت کا خدا کی قدرت سے بڑھنا تب لازم آئے گا کہ جس پر زید کو قدرت ہے بعینہٖ اسی چیز پر خدا کو قدرت نہ ہو' اور یہاں اس طرح لازم نہیں آتا کیونکہ زید کو اس پر قدرت ہے کہ زید جھوٹ بولے' اور اس پر خدا کو بھی قدرت ہے کہ زید سے جھوٹا کلام صادر کرائے بلکہ اصل میں خدا ہی کی قدرت ہے کہ زید کی قدرت تو مجازاً ہے' اور جس پر خدا کو قدرت نہیں ہے کہ خدا سے جھوٹ صادر ہو اس پر زید کو کب قدرت ہے! مغالطہ کی وجہ یہ ہے کہ معترض نے دونوں جگہ اپنے اپنے کے لفظ کو دیکھا' زید کو اپنے کذب پر قدرت اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت اور یہ نہیں غور کیا کہ زید کو اپنے کذب پر قدرت کا معنی ہے' زید سے کذب کا صدور ہو' اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت کا معنی ہے: خدا سے کذب کا صدور ہو!

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معنی کی تحقیق اور اس کے کذب کے محال ہونے پر دلائل

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

قادر وہ شخص ہے جو اگر چاہے تو کوئی کام کرے اور اگر چاہے تو وہ ترک کر دے' اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو فعل اور ترک فعل کا اختیار ہو اور یہ اس کے لیے ممکن ہو یعنی اگر اس کے لیے فعل کا داعی اور محرک ہو تو اس کے لیے فعل کرنا ممکن ہو اور اگر اس کے لیے ترک کا باعث اور محرک ہو تو اس کے لیے ترک کرنا ممکن ہو۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۸۹' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

قدرت وہ صفت ہے جس کی وجہ سے کسی زندہ شخص کے لیے اپنے ارادہ سے کسی فعل کا کرنا یا اس کا ترک کرنا ممکن ہوتا ہے۔ (التعریفات ص ۷۴' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب' ظلم' جہل اور دیگر برائیوں پر قادر نہ ہو تو یہ اس کے علی الاطلاق قادر ہونے کے منافی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشکال اس وقت لازم آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کذب' ظلم اور جہل وغیرہ کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لا سکتا' لیکن اللہ تعالیٰ کذب اور ظلم وغیرہ کا ارادہ نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحان ہے' اور اس کے سبحان اور قدوس ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے برائی کا ارادہ کرنا محال ہو' اس لیے کذب پر قادر نہ ہونے سے اس کا عجز لازم نہیں آتا' عجز اس وقت ہوتا جب وہ کذب اور ظلم کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لا سکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ عجز اس وقت ہوتا جب کسی فعل کا ہونا ممکن ہوتا اور پھر اس فعل کو وجود میں نہ لایا جا سکتا' سو جس طرح دوسرے خدا کو پیدا کرنا ممکن نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے ولد کا ہونا ممکن نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی زوجہ کا ہونا ممکن نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا پیدا ہونا یا اس کا مرنا ممکن نہیں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اور اس کا ظلم کرنا ممکن نہیں ہے اور چونکہ یہ تمام امور ممکن نہیں ہیں' اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ کے قادر نہ ہونے سے اس کا عجز لازم نہیں آتا۔

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب کیوں ممکن نہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث ہو تو وہ محل حوادث ہوگا اور محل حوادث خود حادث ہوتا ہے اور جب کذب قدیم ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ صدق سے متصف نہیں ہو سکتا' کیونکہ صدق تو کذب کی نقیض ہے' لہٰذا اگر صفت کذب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ صدق سے متصف ہو تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور یہ محال ہے' اور اللہ تعالیٰ صدق سے متصف ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○ (النساء: ۸۷) اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون صادق ہے ○

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صادق ہے اور اس کا صدق قدیم ہے اور کذب' صدق کے زوال کا نام ہے' اور اس کا صدق زائل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قدیم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کاذب ہو نہیں سکتا' صدق جا نہیں سکتا اور کذب آ نہیں سکتا۔

نیز ہم اس سے پہلے علامہ بیضاوی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ ''ان اللّٰہ علی کل شئی قدیر'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جس کو وہ موجود کرنے کا ارادہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس چیز کا ارادہ فرمائے گا جو اس کے سبحان اور قدوس ہونے کے خلاف نہ ہو' کذب اور ظلم میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت آ سکیں اس لیے وہ اس کی قدرت کے تحت نہیں ہیں' جیسے بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے شریک کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی قدرت کے تحت نہیں ہے۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، اس امید پر کہ

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا

تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ O جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کو فرش

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی نازل کیا اور پانی سے تمہارے رزق کے لیے کچھ

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پھل پیدا کیے، لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہو O

ربط آیات اور التفات کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے شروع سے یہاں تک مومنین، کفار اور منافقین کا ذکر فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کے خواص کا ذکر فرمایا کہ مومنین نے قرآن مجید کی ہدایت سے نفع اٹھایا، غیب پر ایمان لائے، نماز پڑھی اور خدا کی راہ میں مال خرچ کیا، اور دنیا اور آخرت میں فلاح پائی، کفار نے کفر پر اصرار کیا، اور ان کی ضد اور عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اور ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور منافقین نے اپنے کفر کو مخفی رکھا اور اپنے زعم میں خدا، رسول اور مومنوں کو دھوکا دیا، پھر ان کی خصوصیات کے متعلق دو بلیغ مثالیں بیان فرمائیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان تمام گروہوں کو اے لوگو! فرما کر خطاب کیا، اور ان سب کو عبادت کرنے کا حکم دیا۔ پہلے ان کا غائب کے صیغوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور پھر ان سے بالمشافہ خطاب فرمایا تاکہ سننے والوں کا ذہن بیدار اور متوجہ رہے اور ان کی رغبت اور شوق میں اضافہ ہو اور اس پر تنبیہ ہو کہ عبادت ایک مہتم بالشان فعل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ خطاب کی لذت سے عبادت کی مشقت اور کلفت جاتی رہے۔ ہم اس سے پہلے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عبادت کا معنی بیان کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتقاد الوہیت کے ساتھ کسی کی تعظیم اور اطاعت کرنا، یا نفس کی خواہش کے خلاف اپنے رب کی تعظیم کے لیے مکلف کا کوئی کام کرنا عبادت ہے۔

باوجود اللہ تعالیٰ کے قرب کے ''یایھا الناس'' سے ندا کرنے کی توجیہ

عربی زبان میں بعید شخص اور دور والے کو ندا کرنے کے لیے ''یـا'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور قریب والے اور نزدیک شخص کو ندا کرنے کے لیے ''ای'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات قریب شخص کو بعید کے قائم مقام کر کے اس کو بھی ''یا'' کے ساتھ ندا کی جاتی ہے، کبھی کسی کی عظمت کی وجہ سے بعد رتبہ کو بعد مقام کے مرتبہ میں نازل کرتے ہیں جیسے دعا کرنے والا ''یا اللہ'' کہتا ہے اور کبھی کسی غفلت کی وجہ سے اس کو بعید قرار دیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: '' یایھا الناس '' اور کبھی اس اعتبار سے کہ واجب اور قدیم کے مقابلہ میں ممکنات اپنے حدوث اور امکان کی وجہ سے انتہائی پستی اور بعد میں ہیں جیسے

Marfat.com

قرآن مجید میں "یا سماء' یا ارض' یا جبال' یا نار" وغیرہ کی ندا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے "یایھا الناس" فرمایا' اس لیے کہ تمام لوگ اپنی غفلت یا اپنے امکان اور حدوث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے بعید ہیں۔

"یایھا الناس" سے سورہ بقرہ کے مدنی ہونے پر اعتراض کا جواب

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

امام بزاز نے اپنی "مسند" میں' امام حاکم نے "مستدرک" میں اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سورت میں "یایھا الناس" ہو وہ مکی ہے اور جس سورت میں "یایھا الذین امنوا" ہو وہ مدنی ہے' اس لحاظ سے یہاں پر یہ اشکال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں "یایھا الناس" سے خطاب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جس سورت میں فقط "یایھا الناس" ہو وہ مکی ہوتی ہے اور اس سورت میں "یایھا الناس" کے علاوہ "یایھا الذین امنوا" سے بھی متعدد جگہ خطاب ہے' نیز ایک اور قاعدہ یہ ہے کہ جس سورت میں منافقین کا ذکر ہو' وہ سورت مدنی ہوتی ہے' لہٰذا روایت اور درایت کے لحاظ سے اس سورت کا مدنی ہونا متعین ہے اور علامہ بیضاوی وغیرہ کا اس قاعدہ پر اعتراض کرنا عدم تدبر پر مبنی ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۶ ملخصاً' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

مومنین' کفار اور منافقین کے لیے عبادت کے حکم کا الگ الگ معنی

اس آیت میں مومنین' کفار اور منافقین کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' مومنین کو عبادت کے حکم کا یہ معنی ہے کہ وہ زیادہ عبادت کریں یا دائماً عبادت کریں' اور عبادت پر ثابت قدم رہیں' اور منافقین کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ نفاق کو ترک کر کے اخلاص سے عبادت کریں اور کفار کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد عبادت کو شروع کریں' کیونکہ جو کام کسی چیز پر موقوف ہو تو اس کام کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ پہلے اس چیز کو حاصل کرو' پھر اس کام کو کرو' جس طرح کسی شخص کو نماز کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ وہ پہلے وضو کرے اور پھر نماز پڑھے' اسی طرح کفار کو عبادت کا حکم دینا اس کو مستلزم ہے کہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائیں اور پھر اس کی عبادت کریں۔

کفار کے فروع کے مکلّف ہونے میں علماء بخارا اور علماء شافعیہ کا اختلاف اور صحیح موقف کا بیان

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کفار فروع (مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ وغیرہ) کے مکلّف فقط اعتقاد میں ہیں' یا اداء اور اعتقاد دونوں کے مکلّف ہیں' بخارا کے علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ صرف حق اعتقاد میں مکلّف ہیں یعنی کفار پر یہ ضروری ہے کہ وہ نماز' روزہ وغیرہ کی فرضیت کا اعتقاد رکھیں اور جب تک وہ ایمان نہ لائیں ان پر ان عبادات کا ادا کرنا فرض نہیں ہے' اور عراق کے علماء احناف اور علماء شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ کفار نماز' روزہ وغیرہ کی فرضیت پر ایمان لانے اور ان کو ادا کرنے دونوں کے مکلّف ہیں اور ان کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو عذاب ہوگا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی جانب تصریح نہیں کی' البتہ امام محمد کی بعض عبارات سے عراقی علماء کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی ان آیات کا بھی بہ ظاہر یہی تقاضا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ: ۶)	اور عذاب ہے مشرکوں کے لیے ۝ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں ۝

علماء بخارا اس آیت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ مشرکین کو زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہوگا' فریقین

Marfat.com

کے اس اختلاف کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء بخارا کا نظریہ صحیح ہے' کیونکہ اگر کفار اپنے کفر کے زمانہ میں نماز اور روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کے مکلف ہوں تو اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر نمازوں اور روزوں کی قضاء لازم ہونی چاہیے' حالانکہ عہد رسالت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام قبول کرنے کے بعد زمانہ کفر میں چھوڑی ہوئی نمازوں اور روزوں کا مکلف کیا ہو۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ عراقیوں کا قول ہی معتمد ہے جو کہتے ہیں کہ کفار اعتقاد اور اداء دونوں کے مخاطب ہیں۔

(ردالمحتارج ۳ ص ۲۲۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ (البقرہ: ۲۱)

اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اعتراف

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انسانوں کو یہ تسلیم ہے کہ ان کو اور ان سے پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کفار نے بھی اس کا اعتراف کرلیا تھا کہ ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

اور اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' سو یہ کہاں بھٹک رہے ہیں ۝ (الزخرف: ۸۷)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' سو یہ کہاں بھٹک رہے ہیں ۝ (العنکبوت: ۶۱)

اور اگر کوئی کافر اور مشرک اس کا اعتراف نہ کرے کہ ان کا اور ان سے پہلے لوگوں کا بلکہ کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بے شمار ایسے دلائل رکھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خالق اور اس کے رب ہونے پر دلالت کرتے ہیں' جو شخص ذرا سا بھی غور و فکر کرے گا' اس کو اللہ تعالیٰ کے خالق اور رب ہونے میں کوئی شک نہیں رہے گا' ہم ان میں سے کچھ دلائل کا ذکر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خالق اور لاشریک ہونے پر دلائل

اس کائنات کا خالق انسان نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان کا پیدا ہونا اور مرنا ہمارے سامنے ہے' جمادات' نباتات' حیوانات' دریا اور سمندر وغیرہ خالق نہیں ہوسکتے' کیونکہ ان کا بھی پیدا ہونا' فنا ہونا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہونا ہماری نظر میں ہے' سورج' چاند اور ستارے وغیرہ خالق نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا ایک مقررہ نظام کے تحت گردش کرنا ہمارے مشاہدہ میں ہے اور ان کا ایک مقررہ نظام کے تابع ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کسی زبردست اور قاہر نظام کے بنائے ہوئے نظام کے پابند ہیں اور جب اس سلسلہ کائنات میں سے کوئی چیز بھی اس کائنات کی خالق اور رب نہیں ہے تو ضرور اس کائنات کے علاوہ کوئی قادر و قیوم ہستی ہے' جو اس سلسلہ ممکنات اور حوادث کی غیر ہے جو واجب اور قدیم ہے' جس نے اس کائنات کو بنایا ہے اور وہ اللہ ہی ہے کیونکہ اسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس پوری کائنات کو بنانے والا اور عدم سے وجود میں لانے والا ہے' اسی نے دنیا والوں کے پاس انبیاء اور رسل بھیجے اور کتابیں نازل کیں اور نبیوں اور کتابوں کے واسطے سے اپنی ذات کا عرفان کرایا اور یہ پیغام بھیجا کہ سب انسان اس کی مخلوق ہیں اور سب پر اس کی عبادت لازم ہے' اللہ کے سوا اور کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اس

Marfat.com

کائنات سے الگ اور مغائر ہو اور اس نے اس کائنات کو بنانے اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا کسی نبی اور رسول کو بھیجا ہو یا اپنی حجت قائم کرنے کے لیے کوئی کتاب نازل کی ہو' اور جب اس کائنات کے اندر کوئی چیز بھی اس کائنات کی خالق نہیں ہے اور اس کائنات سے باہر اللہ کے سوا اور کوئی اس کائنات کی تخلیق کا دعویٰ دار نہیں ہے اور بغیر کسی کے بنائے یہ کائنات بن نہیں سکتی تو پھر اللہ کا یہ دعویٰ کیوں نہ مانا جائے کہ وہی اس کائنات کا خالق اور رب ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے' واحد لاشریک ہے۔

علاوہ ازیں اس کائنات کے اندر بھی کسی جن' انسان[1]' فرشتے' پتھر کے تراشے ہوئے بت یا کسی درخت یا ستارے نے کبھی از خود یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس کائنات کا بنانے والا ہے' سورج کے سامنے زمین کی گردش سے لیل و نہار اسی کے حکم سے بنتے ہیں' اسی کے حکم سے بارش نازل ہوتی ہے' کسی چیز نے آج تک از خود اس پوری کائنات کے خالق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا' اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں ممکنات اور حوادث میں سے کوئی چیز بھی اس کائنات کی خالق نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی چیز اس کی تخلیق کی مدعی ہے تو پھر اس کائنات کا خالق ضرور اس کائنات کا غیر اور اس سے الگ کوئی ہستی ہے جو اس کائنات کی طرح حادث اور ممکن نہیں' قدیم اور واجب ہے' اور جب اس کائنات کے اندر اور باہر اللہ کے سوا اور کوئی اس کی تخلیق کا دعویٰ دار نہیں ہے تو پھر اللہ کو اس کائنات کا خالق اور رب کیوں نہ مانا جائے اور اس کو واحد اور لاشریک کیوں نہ تسلیم کیا جائے!

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ ساری کائنات بغیر کسی بنانے والے کے از خود بن گئی ہے تو یہ بات بالکل بداہت کے خلاف ہے' مٹی کے تیل کا ایک چراغ بھی از خود نہیں جلتا تو آسمانوں پر یہ اربوں ستارے خود بہ خود کیسے روشن ہو گئے؟ ایک گلاس پانی بھی خود بہ خود مہیا نہیں ہوتا تو زمین کے نیچے چشمے خود بہ خود کیسے رواں ہو گئے اور اتنا بڑا سمندر کیسے وجود میں آ گیا اور یہ زمین و آسمان کیسے خود بہ خود بن گئے' پھولوں میں رنگ اور خوشبو' پھلوں میں ذائقہ اور ایک مربوط اور مقرر نظام کے تحت اس کائنات کا چلنا کیسے خود بہ خود ہو گیا!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ (الطور: ۳۶۔ ۳۵)

کیا وہ کسی شے کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ (خود) خالق ہیں؟ ۝ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے ۝

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

(بھلا بتاؤ تو سہی!) آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور تمہارے لیے آسمان سے پانی کس نے نازل کیا ہے؟ ہم نے ہی اس پانی سے خوشنما باغ اگائے' تمہارے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درخت اگاتے' کیا (اس تخلیق میں) اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو راہ راست سے انحراف کر رہے ہیں ۝ (بھلا بتاؤ تو

[1] فرعون وغیرہ نے اپنی ربوبیت یعنی لوگوں کے پالنے کا دعویٰ کیا' پوری کائنات کے بنانے کا دعویٰ نہیں کیا' وہ اپنی پرستش کرانے اور مستحق عبادت ہونے کے خواہاں اور مدعی تھے اور ان کے مرنے کے بعد ان کے دعویٰ کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا۔

Marfat.com

يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (النمل: ٦٤۔٦٠)

بھی!) زمین کو ٹھہرنے اور قرار کی جگہ کس نے بنایا؟ اور زمین کے درمیان دریا کس نے پیدا کیے؟ اور زمین (کے قرار) کے لیے مضبوط پہاڑ کس نے پیدا کیے؟ اور دو سمندروں کے درمیان آڑ کس نے پیدا کی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (نہیں) بلکہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ○ (بتاؤ) جب بے قرار شخص اس کو پکارتا ہے تو اس کی پکار کا کون جواب دیتا ہے؟ اور اس سے تکلیف کو کون دور کرتا ہے؟ اور تمہیں زمین پر (پہلے لوگوں کا) نائب کون بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو ○ (بتاؤ) تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں کون راہ دکھاتا ہے؟ اور اس کی رحمت کی خوشخبری دینے والی ہواؤں کو کون بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ جن چیزوں کو یہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اللہ ان سے بری اور برتر ہے ○ (بتاؤ) ابتداء مخلوق کو کس نے بنایا تھا؟ اور اس کو دوبارہ کون لوٹائے گا؟ اور تم کو آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لے آؤ ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے' اس امید پر کہ تم متقی بن جاؤ۔ (البقرہ: ٢١)

''لعلکم تتقون'' میں امید کی نسبت بندوں کی طرف ہے

عربی میں ''لعل'' کا لفظ امید کے لیے آتا ہے' اردو میں اس کا معنی ''شاید'' کیا جاتا ہے اور یہ اس شخص کے کلام میں متصور ہے جس کو مستقبل کا علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے' اس لیے یہاں اس لفظ کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ کو امید ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم یہ امید رکھو کہ عبادت کرنے سے تم متقی بن جاؤ گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ''لعل'' بہ معنی ''کی'' ہے' یعنی تمہیں عبادت کرنے کا حکم دینے کی حکمت یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ اور فوز و فلاح دارین حاصل کرلو۔

انسان عبادت پر غرور کرے نہ عبادت کی وجہ سے خود کو اجر کا مستحق سمجھے

تقویٰ کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بری ہو جائے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو چھوڑ کر غاروں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام فرائض' حقوق اور ذمہ داریوں کو اللہ کی وجہ سے پورا کرے' اور ہر کام میں اس کی نیت اللہ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی رہے اور یہ تقویٰ ہی سالکین کے درجہ کی انتہاء ہے' اسی کو فنا فی اللہ کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت سے اصل مقصود تقویٰ کا حصول ہے اور یہ کہ انسان کو اپنی عبادت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ مکمل عبادت کرنے کے بعد بھی یہ یقین نہ کرے کہ وہ متقی ہو گیا

Marfat.com

ہے' بلکہ یہ امید رکھے کہ شاید متقی ہو گیا ہو' اور اپنے آپ کو خوف اور رجا کے درمیان رکھے' اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اپنی بخشش اور مغفرت کی امید رکھے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ (السجدہ: ١٦)

ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں' وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ (بنواسرائیل: ٥٧)

جن نیک بندوں کی (یہ کافر) پرستش کرتے ہیں' وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے (کہ اس کی دعا سے خدا کا قرب حاصل ہو) وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ان آیت سے معلوم ہوا کہ شب بیدار' تہجد گزار اور اللہ کے مقرب بندوں کا بھی یہ حال ہے کہ وہ خوف اور طمع کے درمیان ہیں' اپنی عبادت پر بھروسہ یا گھمنڈ نہیں کرتے بلکہ اس کی رحمت اور فضل کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں' جب اس کے شب بیدار اور مقرب بندوں کا یہ حال ہے تو عام فرائض اور نوافل ادا کرنے والوں کا کیا حال ہونا چاہیے!

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال لن ينجی احدا منكم عمله قال رجل ولا اياك يا رسول الله قال ولا اياى الا ان يتغمدنی الله منه برحمة ولكن سددوا.

(امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ' صحیح مسلم ج ٢ ص ٣٧٦' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٧٥ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا' ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں! آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' البتہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا' لیکن تم نیک اعمال کی کوشش جاری رکھو۔

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' بلکہ یہ تمام جہان اس کی ملک ہے اور دنیا اور آخرت اس کی سلطنت ہے اور وہ اپنی سلطنت میں جو چاہے کرے۔ اگر وہ تمام نیکوکاروں اور صالحین کو عذاب دے اور جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عین عدل ہوگا' اور اگر وہ ان پر کرم فرمائے' ان کو نعمتوں سے نوازے اور جنت میں داخل کر دے تو یہ اس کا فضل ہے' اور اگر وہ کافروں کو بھی جنت میں داخل کر دیتا تو وہ اس کا مالک تھا' لیکن اس نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ مومنین کو بخش دے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا اور یہ اس کا فضل ہے' اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو ہمیشہ جہنم میں رکھے گا اور یہ اس کا عدل ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہونا محال ہے۔ اس خیال میں نہیں رہنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے تو وہ بہرحال جنتی ہیں' اور اس وجہ سے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے' کیا پتا خاتمہ ایمان پر ہو یا نہ ہو' اور اگر خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تو کیا پتا کہ ابتدائی مرحلہ میں نجات ہو جائے گی یا اپنی تقصیرات پر گرفت اور عذاب کے بعد نجات ہوگی' اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے تمہارے نفع حاصل کرنے کے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ (البقرہ: ٢٢)

Marfat.com

زمین کا گول ہونا اور اس کا گردش کرنا' اس کے فرش ہونے کے منافی نہیں ہے

پانی کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مٹی کے اوپر ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین کے بعض حصوں کو پانی سے الگ کر دیا' اور زمین کو سختی اور نرمی کے درمیان متوسط رکھا تاکہ وہ فرش کی طرح ہو جائے اور لوگوں کا اس پر بیٹھنا اور لیٹنا ممکن ہو' اور زمین کا فرش ہونا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو بہت عظیم اور جسیم کرہ ہو وہ بہ ظاہر ایک مسطح جسم معلوم ہوتا ہے' اسی طرح زمین کا گردش کرنا بھی اس کے فرش ہونے کے خلاف نہیں ہے' جیسے لوگ بحری جہاز میں سفر کرتے ہیں' جہاز حرکت کر رہا ہوتا ہے اور وہ اس پر بستر بچھا کر سو جاتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ . بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو اپنی جگہ (محور) سے ہٹنے سے روکتا ہے۔ (الفاطر: ۴۱)

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ مطلب نکالا ہے کہ زمین ساکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو روکا ہوا ہے' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے' بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے محور سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اب جبکہ سائنٹفک طریقہ سے زمین کی گردش ثابت ہو چکی ہے تو علم اور سائنس کے خلاف قرآن مجید کی تفسیر کرنے سے خدشہ ہے کہ سائنس کے طلباء اور ماہرین قرآن مجید کا انکار کر دیں اور اس ترقی یافتہ دور میں پرانی لکیروں کو پیٹتے رہنے میں دین کی کوئی خدمت نہیں ہے۔

آسمان کیا ہے؟ اس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں' سائنس دان ابھی چاند تک ہی پہنچ پائے ہیں' چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے' آسمان تو چاند' سورج اور سیاروں سے بہت دور ہے' قدیم یونانی فلسفیوں کا خیال تھا کہ چاند پہلے آسمان میں مرکوز ہے' لیکن تحقیق اور مشاہدہ سے یہ بات غلط ثابت ہو گئی ہے' قرآن مجید نے آسمان کی حقیقت اور ماہیت کے متعلق کوئی چیز نہیں بتائی اور نہ یہ قرآن کا موضوع ہے۔ قرآن مجید عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لیے رشد و ہدایت کی کتاب ہے' اشیاء کی حقیقت اور ماہیت اور اس کے طبعی خواص بیان کرنا قرآن مجید کا موضوع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آسمان سے پانی نازل کیا اور پانی سے تمہارے رزق کے لیے کچھ پھل پیدا کیے۔ (البقرہ: ۲۲)

پھلوں کو بتدریج پیدا کرنے کی حکمت

پھل اور زمین سے پیدا ہونے والی تمام غذائی اجناس صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ظاہری سبب مٹی میں آلودہ پانی کو بنایا ہے جس طرح نطفہ کو جاندار کی پیدائش کا مادہ بنایا ہے' اللہ تعالیٰ نے زمین میں قوت قابلہ رکھی ہے اور پانی میں قوت فاعلہ رکھی ہے اور ان دونوں قوتوں کے اجتماع سے زرعی اجناس پیدا ہوتی ہیں' اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ مٹی اور پانی کے بغیر پھلوں کو پیدا کر دیتا جس طرح خود مٹی اور پانی کو کسی سبب کے بغیر پیدا کیا ہے لیکن ان کو بتدریج پیدا کرنے میں نظر غائر سے دیکھنے والوں کے لیے ایسی حکمتیں ہیں جو ان کو دفعۃً پیدا کرنے میں نہیں ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے لیے یہ سبب بنایا ہے کہ مرد عورت کے رحم میں تخم ریزی کرے اور نو ماہ کی طویل مدت کے بعد ایک بچہ کی شکل میں انسان کی پیدائش عمل میں آئے تاکہ بہ ظاہر انسان کی سعی اور جدوجہد بھی اس پیدائش کے حصول میں شامل ہو اور اسی وجہ سے انسان اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے' اسی طرح ہل چلا کر زمین کو قابل کاشت بنانے اور اس میں پانی پہنچانے سے زرعی پیداوار میں انسان کی سعی اور عمل کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اور اس سعی اور عمل پر بے شمار ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا باطنی معنی یہ ہے کہ اس آیت میں انسان کے بدن کو زمین سے تشبیہ دی ہے اور روح کو آسمان سے تشبیہ دی ہے' اور عقل کو پانی سے تشبیہ دی ہے اور انسان کو عقل اور حواس کے استعمال کرنے اور قوت بدنیہ اور روحانیہ کے امتزاج کے واسطے سے جو علمی اور عملی کمالات عطا کئے ہیں ان کو ان پھلوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ ہر آیت کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی ہے اور ہر حد کے لیے ایک مطلع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہو○ (البقرہ: ۲۲)

اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی بڑی نعمتیں متحقق ہو چکی ہیں اور تمہارے علم میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل آچکے ہیں تو پھر علم کے باوجود اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ' کیونکہ تم غور وفکر کی اہلیت رکھتے ہو اور تم ادنیٰ تامل سے یہ جان سکتے ہو کہ انسانوں کو اور زمین و آسمان کو پیدا کرنا اور زرعی اجناس کو اگانا یہ ایسا کام ہے جس کو اس کائنات میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا اور ممکنات میں سے کسی ممکن کی قدرت میں ان کو پیدا کرنا نہیں ہے تو ضرور ان کا پیدا کرنے والا اس کائنات اور ممکنات کا غیر ہے جو واجب اور قدیم ہے اور وہ اللہ ہی ہے' اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جن شرکاء کی تم پرستش کرتے ہو وہ انسانوں' آسمانوں اور زمین اور زرعی اجناس کے اگانے پر قدرت نہیں رکھتے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ (الروم: ۴۰)

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا' پھر تم کو رزق دیا' پھر تم پر موت طاری کرے گا' پھر تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا' کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی (شریک) ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے؟

اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی نے اس کائنات کی تخلیق کا دعویٰ نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے' وہ تنہا خالق ہے' واجب اور قدیم ہے اور قادر مختار ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس آیت میں ''انداد'' کی نفی کی ہے' ''انداد'' ''ند'' کی جمع ہے' ''ند'' اس مخالف کو کہتے ہیں جو جوہر ذات میں کسی شخص کے مساوی ہو' اور ایک جنس کے تحت جو دو ایسے افراد ہوں جو آپس میں مخالف ہوں اور جمع نہ ہو سکیں ان کو ضد کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا کوئی ''نـد'' نہیں ہے' کیونکہ کوئی اس کی ذات کے مساوی نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی ضد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے۔

متکلمین نے اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر برہان تمانع سے استدلال کیا ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں اور ان میں سے ایک زید کے متحرک ہونے کا ارادہ کرے اور دوسرا اسی وقت اس کے ساکن ہونے کا ارادہ کرے تو یہ یک وقت زید متحرک ہو اور ساکن بھی یہ اجتماع ضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا ارادہ پورا ہو گا' اور جس کا ارادہ پورا ہو گا وہی خدا ہے' اور جس کا ارادہ پورا نہ ہو سکے گا وہ عاجز ہو گا' اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا' لہٰذا فرض کیا تھا خدا دو ہیں' لازم آیا کہ ایک خدا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ دونوں اتفاق کر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کے ارادہ کی مخالفت نہیں کرتے تو ہم کہیں گے کہ ان میں اختلاف کرنا ممکن تو ہے اور اس امکان کی تقدیر پر جس کا ارادہ پورا ہو گا وہی خدا ہو گا' نیز جب وہ اتفاق کریں گے تو ایک دوسرے کی موافقت کرے گا اور موافقت کرنے والا تابع اور دوسرا متبوع ہو گا اور تابع خدا نہیں ہوتا' غرضیکہ جب بھی دو خدا فرض کریں گے لازم آئے گا کہ دو خدا نہیں ہیں' ان میں سے ایک خدا ہے۔

Marfat.com

منطقیوں نے اس طرح دلیل دی ہے کہ اگر دو خدا فرض کریں تو وہ دونوں واجب ہوں گے اور وجوب ان میں مابہ الاشتراک ہوگا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے کیونکہ اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے تو ان میں ایک مابہ الامتیاز بھی ہوگا' لہٰذا ہر ایک خدا دو چیزوں سے مرکب ہوگا مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز سے' اور جو مرکب ہو وہ اپنے اجزاء کی طرف محتاج اور حادث ہوتا ہے' اور محتاج اور حادث خدا نہیں ہوتا۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ ہر کثرت وحدت کی تابع ہوتی ہے' مثلاً کئی وزیر ہوں تو ان پر ایک وزیر اعلیٰ ہوتا ہے' کئی وزیر اعلیٰ ہوں تو ان پر ایک وزیر اعظم ہوتا ہے' کئی کانسٹیبل ہوں تو ان پر ایک ہیڈ کانسٹیبل ہوتا ہے' کئی ڈائریکٹر ہوں تو ان کا ایک چیئرمین ہوتا ہے۔ اگر سب وزیر ہوں اور ان کے اوپر کوئی وزیر اعلیٰ نہ ہو تو وزارت کا نظام فاسد ہو جائے گا' اگر کئی ماسٹر ہوں اور ان کے اوپر کوئی ہیڈ ماسٹر نہ ہو تو اسکول کا نظام فاسد ہو جائے گا' لہٰذا جب تک کثرت کے اوپر کوئی وحدت نہ ہو اس کثرت کا نظام فاسد ہو جاتا ہے' تو اس کائنات کی کثرت کے اوپر اگر اللہ کی وحدت نہ ہوتی تو اس کا نظام فاسد ہو جاتا اور اس نظام کا قائم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کسی وحدت کے تابع ہے۔

اسی کے قریب یہ دلیل ہے کہ کسی ملک میں مساوی طاقت اور اختیار کے دو حکمران نہیں ہوتے۔ جہاں پارلیمانی نظام ہے وہاں صرف ایک بااختیار وزیر اعظم ہوتا ہے اور جہاں صدارتی نظام ہے وہاں صرف ایک بااختیار صدر ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک میں دو مساوی اختیار کے حکمران ہوں تو وہاں کا نظام چل نہیں سکتا' ان میں اختلاف اور ٹکراؤ ہوگا اور ان میں سے کسی کی بھی حکومت قائم نہ رہ سکے گی تو جب ایک ملک کے دو صدر یا دو وزیر اعظم نہیں ہو سکتے تو اس کائنات کے دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں!

شرک کی تعریف

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراک هو اثبات الشريك في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام.

شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے' خواہ کسی کو اللہ کے سوا واجب الوجود مانا جائے جیسا کہ مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔

(شرح العقائد ص ۵۶' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ شرک کا مدار صرف دو چیزوں پر ہے' وجوب وجود اور استحقاق عبادت' اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانے تو یہ شرک ہے ورنہ نہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

''وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ'' (النحل: ۱۰۰) کی تفسیر میں ابو العباس نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شیطان کی عبادت بھی کرتے ہیں' اسی وجہ سے یہ مشرک ہو گئے۔

(تاج العروس ج ۷ ص ۱۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے

اگر کوئی شخص کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات مانے تو یہ بھی اس کو واجب الوجود ماننا ہے' لہٰذا جو شخص کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ ان کے سننے یا دیکھنے کی صفت مستقل ہے یعنی وہ اپنی ذاتی طاقت سے سنتے یا دیکھتے ہیں یا ان کا علم ذاتی ہے یا ان کی قدرت ذاتی ہے تو یہ شرک ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے وہ سنتے ہیں اور

Marfat.com

دیکھتے ہیں اور ان کا علم اور قدرت اللہ کی عطا سے ہے تو یہ شرک نہیں ہے۔

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" پڑھنے کے متعلق شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور جو شیخ قدس سرہ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بالذات خود جان کر پڑھے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں تو یہ شرک نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۰' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

"یارسول اللہ انظر حالنا" کہنے کے متعلق شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل اعتقاد کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا' یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس انہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٦٨' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

اہل قبور سے استعانت کے متعلق شیخ گنگوہی لکھتے ہیں:

استعانت کے تین معنی ہیں: ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے یہ باتفاق جائز ہے' خواہ عندالقبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں' دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے[1] اور بعض روایات میں جو آیا ہے "اعینونی عباد اللہ" تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے' اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے' تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے' اس میں اختلاف علماء کا ہے' مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں' سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں' اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے' پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۱۱۲' مطبوعہ سعید اینڈ سنز' کراچی)

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا کسی غیر اللہ کی کوئی صفت مستقل بالذات مانی جائے تو یہ شرک ہے ورنہ شرک نہیں ہے' لہٰذا عطائی علم' عطائی قدرت اور عطائی اختیارات ماننا شرک نہیں ہے اور اس عقیدہ سے یارسول اللہ کہنا جائز ہے جیسا کہ علماء دیوبند کے سب سے بڑے عالم شیخ رشید احمد گنگوہی کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کی تعظیم بہ طور عبادت کی جائے تو یہ شرک ہے اور اگر بہ طور عبادت تعظیم نہ کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔

علامہ محمد حصکفی لکھتے ہیں:

---

[1] شیخ گنگوہی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ جو شخص شیخ کو متصرف بالذات اور عالم الغیب کے عقیدہ کے ساتھ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" کہے تو شرک ہے' یہی قید یہاں بھی ملحوظ ہونی چاہیے کہ جو شخص صاحب قبر کو متصرف بالذات سمجھ کر یہ کہے "تم میرا کام کر دو" تو یہ شرک ہے۔ منہ

Marfat.com

اگر کوئی شخص غیر اللہ کی تعظیم کے لیے جانور ذبح کرے تو یہ حرام ہے اور اس کے کفر ہونے میں دو قول ہیں' ''صید المنیہ'' میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور کفر نہیں ہے' کیونکہ ہم کسی مسلمان کے متعلق یہ گمان نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب حاصل کرے گا۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔ ۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ شامی تقرب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو تقرب بہ طور عبادت ہو' کیونکہ اسی تقرب سے تکفیر کی جائے گی' اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے (کہ وہ کسی شخص کا تقرب بہ طور عبادت حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرے گا) اس لیے ظاہر ہے کہ اس نے دنیا کے حصول کے لیے جانور ذبح کیا ہے' یا اس سے اظہار محبت کے لیے جانور ذبح کیا ہے' لیکن جب کہ اس ذبح میں غیر اللہ کی تعظیم شامل ہے' تو اس کا بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا حکماً خالص اللہ کے لیے نہیں ہے' اس لیے یہ فعل حرام ہوگا' جیسے کوئی شخص ذبح کے وقت کہے: بسم اللہ و بسم فلاں' تو یہ فعل حرام ہے' لیکن کسی چیز کے حرام ہونے اور اس کے کفر ہونے میں کوئی تلازم نہیں ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ محمد حصکفی لکھتے ہیں:

بعض لوگ علماء اور مشائخ کے سامنے زمین کو بوسہ دیتے ہیں' یہ فعل حرام ہے' اس فعل کا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ بت پرستوں کی عبادت کے مشابہ ہے اور آیا اس پر تکفیر کی جائے گی؟ اگر یہ فعل بہ طور عبادت اور تعظیم ہو تو یہ کفر ہے اور اگر یہ فعل صرف بہ طور تعظیم ہو تو پھر یہ کفر نہیں ہے' لیکن گناہ کبیرہ ہے۔

(در مختار ج ۵ ص ۲۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کی کسی صفت کو مستقل بالذات سمجھنا شرک ہے اور کسی شخص کی تعظیم بہ طور عبادت کرنا شرک ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیماً قیام کرنا اور یا رسول اللہ کہنا شرک نہیں ہے اور اسی نوع کے دوسرے افعال جو آپ کی تعظیم اور محبت کی جہت سے کیے جاتے ہیں شرک نہیں ہیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہے' جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی

مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

مانند کوئی اور سورت (بنا کر) لے آؤ' اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو' اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا

تم سچے ہو ○ سو اگر تم نہ کر سکے اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا

النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے' جس کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے ○

Marfat.com

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو مخاطب فرما کر اپنے خالق' رب اور وحدہ لاشریک ہونے پر دلیل قائم کی تھی اور اب اس پر دلیل قائم کی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کلام کو اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اس میں آپ کی رسالت پر دلیل ہے' کیونکہ عرب اپنی فصاحت و بلاغت پر بہت فخر کرتے تھے اور اپنے مقابلہ میں باقی دنیا کو عجم کہتے تھے' اس کے باوجود وہ قرآن مجید کی کسی چھوٹی سورت کی مثال لانے سے بھی عاجز رہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی سورت لانے کے بجائے جنگ و جدال کے درپے ہوئے اور اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ کا سچا ہونا ظاہر ہوگیا کہ ان پر اللہ کا کلام نازل ہوا ہے' اور جس طرح پہلی آیتوں میں یہ بتایا گیا تھا کہ آسمان سے پانی نازل کرنا اور اس سے زرعی اجناس کو اگانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور کوئی یہ کام نہیں کرسکتا' اور یہ اس کے خالق ہونے کی دلیل ہے' اسی طرح ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام اور جو کلام غیب کی خبروں اور علوم و معارف پر بھی مشتمل ہو وہ صرف قرآن کریم ہے اور کوئی شخص اس کلام کی نظیر نہیں لاسکتا اور یہ آیتیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل ہیں۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مکی سورتوں میں قرآن مجید کی نظیر لانے کا چیلنج کیا تھا' ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۸۸)

فرمایئے: اگر تمام انسان اور جن اس قرآن کی مثل لانے پر جمع ہوجائیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں ○

اور جب وہ اس پورے قرآن کی مثل لانے سے عاجز رہے تو اللہ تعالیٰ نے چیلنج میں تخفیف کر کے فرمایا:

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ. (ھود: ۱۳)

سو تم اس کی مثل دس سورتیں لے آؤ۔

اور جب وہ اس کی مثل دس سورتیں بھی نہ لاسکے تو اور تخفیف کر کے فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ. (یونس: ۳۸)

آپ کہیے: تم اس کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ۔

اور جب وہ کوئی ایک سورت بھی نہ لاسکے تو فرمایا:

فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖ. (الطور: ۳۴)

یہ (منکر) اس کی مثل ایک بات (آیت) ہی لے آئیں۔

یہ تمام مکی سورتوں کی آیتیں ہیں جن میں قرآن مجید کی مثل لانے کا چیلنج کیا گیا ہے' اور اب اس مدنی سورت میں اس چیلنج کا دوبارہ ذکر کیا گیا ہے' تاکہ باقی کفار اور مشرکین کے سامنے بھی قرآن مجید کا معجز اور حجت ہونا ظاہر ہوجائے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

ان آیتوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کئی وجوہ سے دلیل ہے:

مشرکین عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف اور معاند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت لانے کا چیلنج دیا اور اللہ تعالیٰ نے پیش گوئی بھی کردی کہ وہ اس کی مثل نہیں لاسکتے' یہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا تھا' اگر اس کی مثل لانا ان کے لیے ممکن ہوتا تو وہ اس کی مثل ضرور لے آتے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنا اور آپ کے اصحاب کو آپ سے متنفر کرنا ان کا انتہائی مقصود تھا' اور جب وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہے تو ظاہر ہوگیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس سے معارضہ کرنا مخلوق کی قدرت میں نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کو اپنے اپنے زمانے میں معجزات دیئے گئے مثلاً حضرت موسیٰ کو ید بیضاء دیا گیا اور ان کو عصا دیا گیا جو ان کے ہاتھ میں اژدھا بن جاتا تھا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں کو بینائی عطا کرتے اور برص کے

Marfat.com

مریضوں کو شفاء دیتے اور مردوں کو زندہ کرتے مگر ان کے یہ معجزات صرف ان کی حیات اور ان کے زمانہ میں قائم اور حجت تھے اور جب یہ انبیاء علیہم السلام ظاہری نگاہوں سے رخصت ہوئے تو یہ معجزات بھی ان کے ساتھ رخصت ہو گئے' اس کے برخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی قرآن مجید اسی طرح معجزہ ہے' اب سے چودہ سو سال پہلے بھی قرآن مجید کی نظیر کوئی نہیں لا سکا تھا اور نہ اب تک لا سکا ہے' حالانکہ قرآن مجید کے مخالفین کی تعداد دن بہ دن زیادہ ہو رہی ہے اور علوم وفنون بھی روز افزوں ترقی پر ہیں تو اگر کسی شخص کے لیے قرآن مجید کی نظیر لانا ممکن ہوتا تو وہ اب تک لا چکا ہوتا۔ اگر کسی یہودی یا عیسائی کو اپنے دین کے متعلق تردد ہو تو اس کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کو اپنے نبی کی نبوت کے متعلق مطمئن کر سکے' اس کے برخلاف اگر کسی مسلمان کو اپنے دین کے متعلق بالفرض تردد ہو تو اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق یقین اور اطمینان پہنچانے کے لیے قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں موجود ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ موافقین اور مخالفین سب کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بہت دوررس تھی' آپ بہت معاملہ فہم اور انتہائی دانش مند تھے' آپ کی رائے بہت صائب اور فکر بہت صحیح تھی' پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے اور اپنی نبوت کی دلیل ایسے کلام کو قرار دیتے جس کی مثل پیش کرنے پر ہر عرب قادر ہوتا اور اس سے آپ کے دعویٰ کا کذب اور بطلان ظاہر ہوتا (العیاذ باللہ)' ظاہر ہے کہ آپ ایسا غیر معمولی ذہین شخص اس قسم کا کمزور چیلنج نہیں کر سکتا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جس کلام کی نظیر لانے کا آپ نے چیلنج کیا تھا وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کلام کی نظیر لانا کسی انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: '' ولن تفعلوا. تم اس کلام کی مثل ہرگز نہ لا سکو گے'' یہ اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی ہے اور اس آیت میں غیب کی خبر ہے اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ پیش گوئی درست تھی اور غیب کی یہ خبر صادق تھی اور اب تو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں' اسلام کے مخالفین بہ کثرت ہیں لیکن آج تک کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کی نظیر نہیں پیش کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے سوا اپنے شہداء (مددگاروں) کو بھی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ (البقرہ: ۲۳)

شہید کا معنی

شہداء' شہید کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حاضر' گواہی دینے والا' مددگار' اور امام' اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں' کیونکہ اس کے قتل ہوتے ہی اس کے سامنے اس کا اجر اور سعادت حاضر ہو جاتی ہے یا اس کے سامنے حوریں حاضر ہو جاتی ہیں' یا اس کی عزت افزائی اور اس کو بشارت دینے کے لیے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حٰم السجدۃ: ۳۰)

ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف کرو نہ غم کرو' اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا○

اور اس شہید سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے لڑتا ہوا شہید ہوا' یہ دنیا اور آخرت کے حق میں شہید ہے' اور جو شخص دین کی سربلندی کے لیے لڑتا ہوا قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی جان' مال یا عزت کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو گیا یا ظلماً قتل کیا گیا وہ دنیا کے اعتبار سے شہید ہے' اور جو شخص غرق ہوا یا پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا وہ آخرت کے اعتبار سے شہید ہے۔ اول الذکر دونوں قسم کے شہیدوں کو غسل دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائے گا' ان کو بغیر غسل کے انہی کپڑوں میں دفن کیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

Marfat.com

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن کی سورت کی مثل لانے کے لیے تم انسانوں' جنوں اور خود ساختہ معبودوں کو بلاؤ اور ان سے مدد حاصل کر لو اللہ کے سوا اس کلام کی مثل اور کوئی نہیں لا سکتا' یا اللہ کے سوا اور گواہوں کو بلاؤ جو یہ گواہی دیں کہ تمہارا بنایا ہوا کلام اللہ کے کلام کی مثل ہے' یا شہداء سے مراد وہ غیر اللہ ہیں جن کو تم نے اپنا کارساز بنا کر رکھا ہے یا شہداء سے مراد وہ خود ساختہ معبود ہیں جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر تم نہ کر سکے اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (البقرہ: ۲۴)

دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان

ان پتھروں سے مراد وہ بت ہیں جن کو بنا کر انہوں نے ان کی پرستش کی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (الانبیاء: ۹۸) بے شک تم اور اللہ کے سوا تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

بتوں کو اس لیے آگ میں ڈالا جائے گا تاکہ مشرکین کی زیادہ ذلت اور رسوائی ہو اور یہ واضح ہو کہ جن بتوں کو وہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکتے' یا اس لیے کہ ان کے جرم اور شرک کا منشاء یہ بت تھے' اس لیے ان بتوں کو عذاب دیا جائے گا جس طرح جو شخص سونے چاندی کی محبت کی وجہ سے ان کی زکوٰۃ نہ نکالے سونا چاندی تپا کر ان سے اس کی پیشانی' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ (التوبہ: ۳۵) جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیوں' ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کو یہ بشارت دے دیجئے کہ ان کے لیے ایسے باغات

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا

ہیں جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں' جب بھی ان کو ان باغات سے کوئی پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ

الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ

یہ وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا' اور ان کو صورۃً ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے' اور ان کے لیے ان باغات میں پاکیزہ

مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ازواج ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے ○

Marfat.com

نجات کا مدار اللہ کے فضل پر ہے نہ کہ اعمال پر

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ ترہیب کے بعد ترغیب اور ڈرانے کے بعد خوشخبری کا ذکر فرماتا ہے' اس سے پہلے کفار کو دوزخ کے دائمی عذاب سے ڈرایا تھا اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امر فرمایا ہے کہ آپ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت' جنت کے پھلوں' پاکیزہ بیویوں اور ان نعمتوں کے دوام کی خوشخبری دے دیں' ان چار نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان بنیادی طور پر رہائش' طعام اور نکاح کو چاہتا ہے' اس کی رہائش کے لیے جنت کی' طعام کے لیے جنت کے پھلوں کی اور نکاح کے لیے پاکیزہ بیویوں یعنی حوروں کی خوشخبری دی اور اگر کسی نعمت کے ساتھ اس کے زوال کا بھی خدشہ اور خطرہ لاحق ہو تو پھر انسان اس نعمت سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور حالت عیش میں بھی وہ فکر مندر ہتا ہے' اس لیے مومنوں کو یہ بشارت بھی دی کہ یہ نعمتیں دائمی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوں گی' اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خوشخبری کے سنانے کا حکم دیا ہے اور آپ کے وصال کے بعد ہر زمانہ کے علماء اور مبلغین کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنائیں۔

یہ خوشخبری سنانے کا حکم ان لوگوں کے لیے دیا گیا ہے جو ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہوں' اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس بشارت کا استحقاق ان دونوں کا مجموعہ ہے۔ ایمان بنیاد کی طرح ہے اور نیک اعمال اس پر بنی ہوئی عمارت کی طرح ہیں اور جس بنیاد پر عمارت نہ ہو وہ رہائش کے لیے کافی نہیں ہوتی' اسی لیے قرآن مجید میں ان دونوں کا اکثر و بیشتر ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کے اعتبار سے ان نعمتوں کے مستحق ہوں گے لیکن یہ استحقاق اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیک عمل کرنے والے مومنوں اور اس پر برقرار رہنے والوں سے ان نعمتوں کا وعدہ کر لیا ہے' یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے ان نعمتوں کے مستحق ہوتے ہیں کیونکہ انسان بالغ ہونے کے بعد نیک عمل شروع کرتا ہے اور اس کے ہر لقمہ بلکہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کی غیر متناہی نعمتیں وابستہ ہیں' سو اس کی ساری عمر کی عبادتیں تو ان نعمتوں کے برابر بھی نہیں ہیں جو وہ اس دنیا میں حاصل کر چکا ہے تو اب وہ اخروی نعمتوں کا مطالبہ کون سی عبادتوں کے عوض کرے گا' اس کے لیے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پچھلی نعمتوں کا حساب نہ مانگے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کسی شخص کو بھی اس کا عمل جنت میں ہرگز نہیں داخل کرے گا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

جنت کا معنی' قرآن اور حدیث میں جنت کی ترغیب اور اس کی طلب کا بیان

علامہ راغب اصفہانی جنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن'' کا اصل میں معنی ہے: کسی چیز کو حواس سے چھپا لینا' قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ. (الانعام: ۷۶) — جب رات نے ان کو چھپا لیا۔

جنان' قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی حواس سے مستور ہوتا ہے' جنین' پیٹ میں بچہ کو کہتے ہیں وہ بھی مستور ہوتا ہے' مجن اور جنہ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی حملہ آور کے حملہ سے چھپاتی ہے اور جن بھی حواس سے مستور ہوتے ہیں' اور جنت اس باغ کو کہتے ہیں جس میں بہت زیادہ گھنے درخت ہوں اور درختوں کے گھنے پن اور زیادہ ہونے کی وجہ سے زمین چھپ گئی ہو' اور دار الجزاء کا نام جنت اس لیے ہے کہ اس کو زمین کی جنت (گھنے باغ) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اگر چہ دونوں جنتوں میں

Marfat.com

بہت فرق ہے' یا اس کو اس وجہ سے جنت کہا گیا ہے کہ اس کی نعمتیں ہم سے مستور ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (السجدہ: ۱۷)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جمع کے صیغہ سے ''جنات'' اس لیے فرمایا ہے کہ جنتیں سات ہیں: (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن (۳) جنت النعیم (۴) دارالخلد (۵) جنت الماوٰی (٦) دارالسلام (۷) علیین۔

(المفردات ص ۹۸' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

بعض صوفیاء اور قرب الٰہی کے مدعی جنت کو بہت کم درجہ کی اور گھٹیا چیز قرار دیتے ہیں' اور بعض کہتے ہیں کہ ہم کو جنت نہیں رضائے مولیٰ چاہیے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کی تعریف و توصیف کی ہے اور اس کو طلب کرنے کا حکم دیا ہے اس کو کم درجہ اور گھٹیا کہنے سے اللہ کیسے راضی ہوگا' بعض کہتے ہیں کہ ہم کو جنت نہیں مدینہ چاہیے اور جنت کو ادنیٰ اور مدینہ کو اعلیٰ قرار دیتے ہیں حالانکہ مدینہ کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے اور جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آرام فرما رہے ہیں وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے' اور آخرت میں بھی آپ کی قیام گاہ جنت ہوگی تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہونا وجہ محبت ہے تو آپ کا مسکن دنیا میں بھی جنت ہے اور آخرت میں بھی جنت ہے تو اول آخر جنت ہی کو محبوب ہونا چاہیے' اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں جنت کی قدر و منزلت پیدا فرمائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمین ہیں' اس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے ۝ (آل عمران: ۱۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة اعین. سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے۔'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴٦۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا' نہ وہ اس میں تھوکیں گے' نہ ناک سے ریزش آئے گی' نہ فضلہ خارج ہوگا' ان کے برتن جنت میں سونے کے ہوں گے اور کنگھے سونے اور چاندی کے ہوں گے اور اس میں عود کی خوشبو ہوگی' ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا' ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی' ان کی پنڈلیوں کا مغز گوشت کے پار سے نظر آئے گا' یہ ان کے حسن کی جھلک ہے' ان کے دلوں میں اختلاف اور بغض نہیں ہوگا' سب کے دل ایک طرح کے ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴٦۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴٦۱۔ ۴٦۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور اگر تم چاہو تو یہ پڑھو: '' وظل ممدود ''۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۞ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۞ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۞ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۞ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۞ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۞ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۞ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۞ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۞ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۞ عُرُبًا اَتْرَابًا ۞ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۞ (الواقعہ: ۳۸۔ ۲۷)

اور دائیں طرف والے' کیا ہی خوب ہیں دائیں طرف والے ۞ وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں رہیں گے ۞ اور تہ بہ تہ کیلوں میں ۞ اور پھیلی ہوئی لمبی چھاؤں میں ۞ اور (ہمیشہ) چھلکتے ہوئے پانی میں ۞ اور بہت سے (لذیذ) پھلوں میں ۞ جو نہ ختم ہوں گے نہ روکے ہوئے ہوں گے ۞ اور اونچے بستروں میں ۞ بے شک ہم نے (ان حوروں کو) خصوصیت سے بنایا ۞ سو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ۞ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ۞ یہ دائیں طرف والوں کے لیے ہوں گی ۞

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں سو درجات ہیں' اور ہر دو درجوں میں آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور ان درجوں کے وسط میں ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کے دریا جاری ہوتے ہیں' پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۲ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۲۵)

'' بحر '' کا معنی ہے: سمندر'' نہر '' کا معنی ہے: دریا اور '' جدول '' نہر کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان باغات کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ دریا کے دونوں کناروں پر درخت لگے ہوئے ہیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں کوئی لمبی نہر زمین میں کھودی ہوئی ہے' مسروق سے امام ابن جریر' امام ابن مبارک اور امام بیہقی نے اس اثر کو روایت کیا ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۶۶ 'مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب بھی ان کو ان باغات سے کھانے کے لیے کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا۔ (البقرہ: ۲۵)

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنتی کو ایک پیالہ دیا جائے گا' وہ اس میں سے کھائے گا' پھر اس کو دوسرا اسی طرح کا پیالہ دیا جائے گا تو وہ کہے گا: یہ تو پہلے کی طرح ہے تو فرشتے کہیں گے: تم کھاؤ ان کا رنگ ایک ہے اور ذائقہ مختلف ہے' اور امام ابن جریر نے موقوفاً روایت کیا ہے اور حاکم نے '' مستدرک '' میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اہل جنت میں سے کوئی شخص پھل توڑے گا اور ابھی وہ پھل اس کے منہ تک نہیں پہنچے گا کہ اس درخت پر اس کے بدلہ دوسرا پھل لگ جائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ تو اسی طرح ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنت کے پھل شکل وصورت میں دنیا کے پھلوں کی طرح ہوں تاکہ جنتی ان کی طرف راغب ہوں کیونکہ جب انسان کوئی نئی چیز دیکھتا ہے تو اس سے متوحش ہوتا ہے اور اس وقت جنتی کہیں گے: یہ ایسے ہی پھل ہیں جیسے ہم کو دنیا میں دیئے گئے تھے حالانکہ وہ صرف صورت میں دنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے ذائقہ

Marfat.com

مختلف ہوگا' اور اس میں یہ حکمت ہے کہ ان کو بہت تعجب اور خوشی ہوگی کہ صورۃً مماثل ہونے کے باوجود ان کا ذائقہ کس قدر مختلف ہے۔ اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی معرفت سے جو لذت دنیا میں حاصل ہوتی تھی اسی جنس کی لذت جنت میں بھی ذکر الٰہی اور اس کی معرفت سے حاصل ہوگی لیکن جنت میں یہ لذت بہت زیادہ ہوگی' اس کو پھلوں سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جس طرح پھلوں سے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے' اسی طرح معرفت الٰہی سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۷۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔ (البقرہ: ۲۵)

جنتی عورتوں اور حوروں کی پاکیزگی' حسن و جمال اور ان کے ساتھ نکاح کی کیفیت کا بیان

امام ابن جریر اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ نجاست سے پاک ہوں گی' مجاہد سے روایت ہے کہ وہ بول اور براز اور منی سے پاک ہوں گی اور مجاہد ہی سے روایت ہے کہ حیض سے' بول اور براز سے' ناک کی ریزش سے' تھوک سے' منی سے اور بچہ جننے سے پاک ہوں گی' قتادہ سے روایت ہے کہ گناہ سے پاک ہوں گی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۳۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد اور امام ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ادنیٰ درجہ کا جنتی شخص وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی۔ (حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' درمنثور ج ۱ ص ۳۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران) (دو دنیا کی عورتیں ہوں گی اور ستر آخرت کی۔ ابن عساکر)

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام نسائی' امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم اپنی اپنی اسانید سے روایت کرتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابو القاسم! آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ایک جنتی شخص کو کھانے' پینے' جماع اور شہوت سے سو دنیاوی آدمیوں کی قوت دی جائے گی' اس نے کہا: جو شخص کھاتا پیتا ہے وہ رفع حاجت بھی کرتا ہے اور جنت پاک جگہ ہے وہاں نجاست نہیں ہوتی' آپ نے فرمایا: ان کی رفع حاجت ایک پسینہ نکلنے سے ہوگی جس سے مشک کی سی خوش بو آئے گی اور پسینہ آنے کے بعد ان کا پیٹ خالی ہو جائے گا۔

(درمنثور ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام طبرانی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیشاب اور جنابت (جماع کے وقت منی کا خروج) ایک پسینہ ہوگا جو ان کے بالوں کے نیچے سے لے کر پیروں تک سے نکلے گا اور اس سے مشک کی خوشبو آئے گی۔

(درمنثور ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اہل جنت کی ازواج میں سے کوئی عورت جھانکے تو تمام روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے عرض کیا:

Marfat.com

یارسول اللہ! قرآن مجید میں ہے: ”حور عین“ اس کی تفسیر فرمائیے آپ نے فرمایا: وہ گورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی اوران کی اتنی گھنی پلکیں ہوں گی جیسے گدھ کے پر، میں نے کہا: یارسول اللہ! قرآن کی آیت ”کانھن الیاقوت والمرجان“ کی تفسیر فرمائیں، آپ نے فرمایا: جیسے صدف میں موتی صاف اور شفاف ہوتا ہے جس کوکسی نے چھوا نہ ہو وہ اس طرح صاف اوران چھوئی ہوں گی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ”فیھن خیرات حسان“ کی تفسیر فرمائیں آپ نے فرمایا: ان کی صورت حسین اور سیرت جمیل ہوگی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ”کانھن بیض مکنون“ کی تفسیر فرمائیں، فرمایا: ان کی کھال اس طرح باریک ہوگی جیسے انڈے کے چھلکے کے اندر لپٹی ہوئی کھال باریک ہوتی ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ”عربا اترابا“ کی تفسیر فرمائیں، آپ نے فرمایا: جوعورتیں دنیا میں بوڑھی ہوکر فوت ہوں گی ان کے بال سفید ہو چکے ہوں گے اور وہ کمزور ہو چکی ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاپے کے بعد دوشیزہ بنا کر اٹھائے گا اور وہ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں گی اور سب ایک عمر کی ہوں گی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آیا دنیا کی عورتیں افضل ہوں گی یا حور عین افضل ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں، حور عین سے اس طرح افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے افضل ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی وجہ؟ آپ نے فرمایا: اس کی فضیلت کا سبب ان کے روزے اوران کی نمازیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں میں نور پیدا کردے گا ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، رنگ گورا ہوگا، کپڑے سبز ہوں گے، سنہرے زیورات ہوں گے ان کی انگوٹھی موتی کی ہوگی اوران کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، وہ کہیں گی: سنو! ہم دائمی ہیں، کبھی نہیں مریں گی، سنو! ہم ہمیشہ نعمت میں ہیں کبھی مغموم نہیں ہوں گی، ہم قیام کرنے والیاں ہیں کبھی سفر نہیں کریں گی، ہم خوش ہونے والیاں ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی، اس کو مبارک ہو جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے، میں نے عرض کیا: ہماری بعض عورتیں دنیا میں دو خاوندوں سے (یکے بعد دیگرے) نکاح کرتی ہیں، بعض تین سے اور بعض چار سے، تو وہ عورت جنت میں کس خاوند کے نکاح میں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! اس عورت کو اختیار دیا جائے گا اور جس خاوند کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا ہوگا وہ اس کو اختیار کرے گی، وہ کہے گی: اے میرے رب! میرے اس خاوند کا اخلاق سب سے اچھا تھا، میرا اس کے ساتھ نکاح کردے۔ اے ام سلمہ! دنیا اور آخرت کی خیر اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۶۸۔ ۳۶۷، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

جس عورت نے دنیا میں متعدد نکاح کیے ہوں، وہ آخرت میں کس خاوند کے نکاح میں ہوگی؟

جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں تو ایک صورت یہ ہے کہ ہر خاوند نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو وہ کسی خاوند کے نکاح میں نہ ہو، اس صورت میں اس کو جنت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس خاوند کے اخلاق سب سے اچھے ہوں وہ اس سے نکاح کرے جیسا کہ حضرت ام سلمہ کی مذکور الصدر حدیث میں ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری خاوند نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی ہو، اس صورت میں وہ جنت میں آخری خاوند کے نکاح میں ہوگی جیسا کہ حضرت ابوداؤد اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۱، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۵۶ھ)

جن مردوں اور عورتوں کا دنیا میں نکاح نہیں ہوا ان کا جنت میں نکاح ہو جائے گا

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

جو کم سن بچہ حشر میں دنیاوی عمر اور جسامت پر اٹھایا جائے گا، جنت میں دخول کے وقت اس کی جسامت بڑھا دی جائے گی اور وہ بالغوں کی طرح جنت میں داخل ہوگا اور اس کا دنیاوی عورتوں اور حوروں کے ساتھ نکاح کردیا جائے گا۔

Marfat.com

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۵۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۶ھ)

اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح بعض کم سن بچے فوت ہوتے ہیں اسی طرح بعض کم سن بچیاں فوت ہو جاتی ہیں اور یہ دونوں بالغوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا ایک دوسرے سے نکاح کر دیا جائے گا۔

اسی طرح بعض مردوں کا ساری زندگی نکاح نہیں ہوتا اور وہ تجرد کی زندگی گزارتے ہیں اور بعض عورتیں بھی بغیر نکاح کے بوڑھی ہو جاتی ہیں' ان کا بھی جنت میں ایک دوسرے سے نکاح کر دیا جائے گا۔

جنت میں ناپاک اور ناجائز خواہشیں نہیں ہوں گی

بعض لوگ یہ بے ہودہ سوال کرتے ہیں کہ مردوں کو تو حوریں ملیں گی عورتوں کو جنت میں کیا ملے گا! بعض کہتے ہیں کہ جنت میں ان کو غلام ملیں گے' بعض کہتے ہیں کہ جب مردوں کو کئی حوریں اور بیویاں ملیں گی تو عورتوں کو بھی کئی کئی خاوند ملنے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی بے ہودہ اور ناپاک خواہشوں کا منبع شیطان ہے اور چونکہ شیطان جنت میں نہیں ہوگا اس لیے یہ ناپاک خواہشیں بھی جنت میں نہیں ہوں گی' جب کوئی شخص یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے کئی باپ ہوں تو اس کو یہ بھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ایک عورت کے کئی خاوند ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۱)

اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کی تم خواہش کرو اور جس کی تم طلب کرو ۝

جنت میں انسان کی ہر خواہش پوری ہوگی لیکن ناپاک اور ناجائز خواہشیں وہاں اس کے دل میں نہیں پیدا ہوں گی۔ فرض کیجئے کوئی شخص یہ خواہش کرے کہ شیطان کو جنت میں داخل کر کے اس کو نبیوں اور رسولوں سے اونچا مقام دے دیا جائے' حالانکہ یہ محال ہے تو اس کا یہی جواب ہے کہ اس قسم کی لغو' ناپاک اور ناجائز خواہشوں کا منبع شیطان ہے اور جب وہ جنت میں نہیں ہوگا تو ایسی لغو اور ناجائز خواہشیں بھی جنت میں نہیں ہوں گی۔

جنت کی عظمت اور کرامت کے متعلق میں نے بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں جھوٹے صوفی اور بناوٹی محب رسول' جنت کا بہت حقارت سے ذکر کرتے ہیں اور جنت طلب کرنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کی تضحیک کرتے ہیں۔ اے بار الٰہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہم کو جنت الفردوس عطا فرما۔

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ

بے شک اللہ (ہدایت کے سلسلہ میں) کسی بھی مثال کے بیان کو ترک نہیں کرتا خواہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بھی زیادہ حقیر چیز کی'

فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا

رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے سچی ہے' اور رہے وہ لوگ

ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَيَقُولُونَ مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَـٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ

وقف لازم

جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (حقیر) مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ وہ اس (مثال کے بیان) سے بہت لوگوں

Marfat.com

بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾

کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے' اور وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہی میں مبتلا کرتا ہے ○

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ

جو اللہ سے خوب پکا عہد کرنے کے بعد اس کو توڑتے ہیں' اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗئِكَ

حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' وہی لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

نقصان اٹھانے والے ہیں ○

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دو مثالیں بیان کیں (آگ جلانے والے کی' اور بارش میں گھرے ہوئے شخص کی) تو منافقین نے کہا: اللہ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ وہ مثالیں بیان کرے' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں' سیاق وسباق کے یہی شان نزول مناسب ہے' نیز امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی اور مکڑی کی جو مثالیں دی تھیں ان پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۳۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی حقارت بیان کرنے کے لیے ان کو مکھی اور مکڑی سے تشبیہ دی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ (العنکبوت: ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے مددگار بنا لیے ان کی مثال مکڑی کی مثال ہے جس نے (جالے کا) گھر بنایا' اور بے شک سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَـيْـــــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ (الحج: ۷۳)

اور اگر مکھی ان بتوں سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے' طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں ○

پہلی مثال میں بتوں کی عبادت کا کمزور ہونا بتایا ہے کہ وہ مکڑی کے جالے کی مثل ہے' اور دوسری مثال میں بتوں کی خست اور حقارت بتائی ہے کہ اگر بتوں سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس کو چھڑا نہیں سکتے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ان مثالوں پر منافقوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ کیا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کو حیا نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی ایسی چھوٹی اور حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے' تب ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

Marfat.com

مثال بیان کرنے کا قاعدہ

مثال دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کی وجہ سے مثال دی گئی ہے اس وجہ سے وہ مثال ممثل لہ کے موافق ہو' اگر کسی چیز کی عظمت بیان کرنا مقصود ہو تو عظیم چیز سے مثال دی جائے گی اور اگر کسی چیز کی خست بیان کرنا مقصود ہو تو حقیر چیز سے مثال دی جائے گی' کیونکہ مثال کے ذریعہ ممثل لہ (مقصود) کے معنی کو منکشف کیا جاتا ہے اور امر معقول کو محسوس اور مشاہد کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مسئلہ سمجھ آجائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ (ہدایت کے سلسلہ میں) کسی بھی مثال کے بیان کو ترک نہیں کرتا۔ (البقرہ: ۲۶)

حیا کا معنی اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی طرف حیا کی نسبت کا محمل

برا کام کرتے وقت لوگوں کی ملامت اور مذمت کے خوف سے انسان کا منقبض ہونا (سمٹنا' سکڑنا) اس کو حیا کہتے ہیں' یہ بے باکی اور بزدلی کی ایک درمیانی کیفیت ہے' بے باک شخص دلیری کے ساتھ برے کام کرتا ہے اور بزدل شخص مطلقاً کوئی کام نہیں کرسکتا' برا ہو یا اچھا' حیا کا یہ معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کی ملامت سے متاثر ہو' اس لیے یہاں حیا کا لازمی معنی مراد ہے' حیا کی وجہ سے انسان کسی کو دیکھ کر برا کام ترک کردیتا ہے' اس لیے حیا کو ترک کرنا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جب حیا کا لفظ استعمال ہو تو اس سے ترک کرنا ہی مراد ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ترک کا لفظ استعمال کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بربناء مشاکلت ہے کیونکہ منافقوں نے کہا تھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کو حیا نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی کی مثالیں دیتا ہے! تو ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق واضح کرنے کے لیے کسی بھی مثال دینے سے حیا نہیں فرماتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف حیا کی نسبت کی ہے: علامہ علی متقی ھندی' امام ابن النجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یستحی من عبده وامته یشیبان فی الاسلام ان یعذبهما.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا جو بندہ اور بندی اسلام میں بوڑھے ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۷۲' مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حافظ سیوطی' امام ابن النجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بوڑھا شخص صحیح عمل کرتا ہو اور پابندی سے سنت پر عمل کرتا ہو' اللہ تعالیٰ کو اس سے حیا آتی ہے کہ وہ کوئی سوال کرے اور اللہ اس کو نہ دے۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۳۰۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اللہ کا بندہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اللہ کو اس سے حیا آتی ہے کہ وہ اپنی کسی حاجت کا سوال کرے اور اس کے پورا ہونے سے پہلے لوٹ جائے۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۳۰۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب حیادار' کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی[1] ' امام ابن ماجہ[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

حافظ سیوطی نے بھی اس حدیث کو متعدد حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۷۲ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

یہاں پر غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک اور مولیٰ ہو کر بندوں کی بات ٹالنے اور ان کی دعا مسترد کرنے سے حیا فرماتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسی کام کا حکم دے تو اس کے حکم پر عمل نہ کرنے سے بندوں کو کس قدر حیا کرنی چاہیے' غالباً اسی نکتہ پر متنبہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لیے ترک کرنے کے بجائے حیا کرنے کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس (مثال کے بیان) سے بہت لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرہ: ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی توجیہ

کفار اور منافقین نے جو یہ سوال کیا تھا کہ اللہ نے ان مثالوں کے بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب ہے' یعنی جن لوگوں پر جہالت غالب ہے اور جو ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ضد اور عناد کی وجہ سے ان مثالوں پر غور و فکر نہیں کریں گے اور فوراً ان کا انکار کر دیں گے' لہٰذا ان مثالوں کا بیان کرنا ان کے حق میں گمراہی کا موجب ہوا اور جن لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیتے' کھلے ہوئے ذہن سے سوچتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ہدایت پا جائیں گے' کلیات اور باریک چیزوں کی وضاحت مثال سے ہی ہوتی ہے اور جو شخص ان مثالوں پر غور و فکر کرتا ہے وہ ہدایت پا لیتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ○ (العنکبوت: ۴۳)

اور ان مثالوں کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں' اور ان کو صرف عالم ہی سمجھتے ہیں ○

ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کثیر کو گمراہ کرتا ہے اور کثیر کو ہدایت دیتا ہے' حالانکہ گمراہ تو کثیر ہیں اور ہدایت یافتہ قلیل ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ گمراہ عدداً کثیر ہیں اور ہدایت یافتہ اپنے مرتبہ اور شرف کے اعتبار سے کثیر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہی میں مبتلا کرتا ہے ○ (البقرہ: ۲۶)

فسق کی تعریف اور اس کی اقسام

فسق کا معنی ہے: اعتدال اور طریق مستقیم سے خروج' اور شریعت میں گناہ کبیرہ کرنے والے کو فاسق کہتے ہیں۔ اس کے تین مراتب ہیں: (۱) **تغابی**: جو شخص کبھی کبھی گناہ کبیرہ کرے اور اس کو برا جانتا ہو (فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے) (۲) **انہماک**: جو شخص گناہ کبیرہ کا عادی ہو اور اس کو اس کا کوئی خوف نہ ہو (۳) **جحود**: جو شخص گناہ کبیرہ کو اچھا اور صحیح سمجھ کر کرے' پس جو شخص اس درجہ میں پہنچ جائے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے' اور جب تک وہ تغابی اور انہماک

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۵۱۲ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۲۷۵ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸' ج ۶ ص ۳۶۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

کے درجہ میں ہوتا ہے وہ ایمان سے نہیں نکلتا کیونکہ اس کے دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق قائم رہتی ہے اور اسی تصدیق کا نام ایمان ہے۔

یہاں فاسق سے مراد وہ منافقین ہیں جو فسق کے تیسرے درجہ میں پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے کو جو فاسقوں میں منحصر کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فسق نے ہی ان کو گمراہی تک پہنچایا' کیونکہ مسلسل حق کا انکار کرنے اور باطل پر اصرار کرنے کی وجہ سے وہ ایسے معاند اور ہٹ دھرم ہو گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی مثالوں پر غور نہیں کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ مکھی اور مکڑی کی مثالیں دے کر اللہ تعالیٰ نے بتوں کی خست اور حقارت کو بیان کیا ہے اور ان کی جہالت اور گمراہی اور پختہ ہو گئی اور اس طرح ان مثالوں کا مذاق اڑانے اور انکار کرنے سے ان فاسقوں کی گمراہی اور زیادہ راسخ ہو گئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہ کرتا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اللہ سے خوب پکا عہد کرنے کے بعد اس کو توڑتے ہیں۔ (البقرہ: ۲۷)

عہد موثق کا معنی اور اس کی اقسام

پکے عہد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی رعایت اور حفاظت کی جائے جیسے قسم اور وصیت کی رعایت اور حفاظت کی جاتی ہے' اس عہد سے مراد وہ عہد ہے جو لوگوں کو عقل دینے کی صورت میں لیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات اور صفات پر دلائل قائم کیے ہیں اور نشانیاں رکھی ہیں اور عقل میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچ سکتی ہے۔ اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ O (الاعراف: ۱۷۲)

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بنایا (فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی (یہ گواہی اس لیے لی ہے) کہ (کہیں) قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہنے لگو کہ ہم اس سے بے خبر تھے O

دوسرا عہد وہ ہے کہ جو نبیوں اور رسولوں کے واسطوں سے ان کی امتوں سے لیا گیا اور وہ یہ عہد تھا کہ جب ان کے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جن کی پچھلی کتابوں میں تصدیق ہے اور معجزات سے ان کی رسالت ثابت ہو جائے تو یہ سب اس عظیم رسول کی اتباع کریں گے اور ان کی کتابوں میں اس کی نبوت کا جو بیان ہے اس کو نہیں چھپائیں گے اور اس کی مخالفت نہیں کریں گے' اور اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ O (آل عمران: ۱۸۷)

اور یاد کرو! جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم یہ عہد لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے' سو انہوں نے اس عہد کو پس پشت پھینک دیا اور اس عہد کے بدلہ میں حقیر معاوضہ لے لیا' تو یہ کیسی بری چیز کو خرید رہے ہیں O

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی فطرت میں جو ہدایت رکھی تھی اس کو انہوں نے غور و فکر سے کام نہ لے کر ضائع کر دیا' اور ان کے نبیوں اور رسولوں نے جو ان سے آخری نبی کی پیروی کا عہد لیا تھا' انہوں نے اپنے تعصب اور عناد کی

Marfat.com

وجہ سے اس عہد کو بھی توڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے' ان کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں O (البقرہ: ۲۷)

منافقین کا شر اور فساد

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ رشتے داروں سے تعلق جوڑیں یہ توڑتے تھے' اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ مسلمانوں سے محبت کریں یہ ان سے اعراض کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ نبیوں میں ایمان لانے کے لحاظ سے فرق نہ کریں یہ فرق کرتے تھے' فرض نماز کو جماعت سے پڑھنے کا حکم تھا یہ ترک کرتے تھے اور ہر وہ کام جس میں خیر ہو اس کو ترک کر کے شر کو اختیار کرتے تھے' اور زمین میں ان کا فساد یہ تھا کہ لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے تھے' اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے اور جن چیزوں کے وصل سے امن عالم قائم ہے ان میں فصل کرتے تھے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے' اس نے تم کو زندہ کیا' پھر وہ

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ

تم پر موت طاری کرے گا' پھر تم کو زندہ کرے گا' پھر اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے O (اللہ) وہی ہے جس نے

لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا' پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سات

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع

ہموار آسمان بنا دیئے' اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے O

اس آیت میں کفار کو مخاطب کر کے یہ بتایا کہ تم کس طرح اللہ کے ساتھ کفر کر سکتے ہو' حالانکہ پہلے تم نطفہ کی شکل میں بہ ظاہر مردہ تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم میں روح پھونک کر تم کو زندہ کیا' پھر جب تمہاری مدت حیات پوری ہو جائے گی تو پھر تم پر موت طاری کرے گا' پھر قبر میں سوال و جواب کے وقت یا صور پھونکنے کے وقت تم کو دوبارہ زندہ کرے گا' پھر حشر کے بعد تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اور اللہ تم کو تمہارے اعمال کو جزا دے گا اور جب تم کو اپنے ان احوال کا علم ہے تو پھر تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا کس قدر تعجب خیز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار کو یہ علم تھا کہ وہ پہلے مردہ تھے' پھر ان کو زندہ کیا گیا اور پھر ان پر موت آئے گی' لیکن موت کے بعد دوبارہ زندگی کے تو وہ قائل نہ تھے تو اس حیات کو ان کے خلاف بہ طور حجت پیش کرنا کس طرح درست ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حیات بعد الموت پر دلائل بالکل ظاہر ہیں اس لیے ان دلائل کے ظہور کو کفار کے علم کے قائم مقام کیا گیا ہے' علاوہ ازیں اس آیت میں بھی حیات بعد الموت پر دلیل ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی بار ان کو مردہ حالت میں زندگی کی طرف

منتقل کیا تو دوبارہ ان پر موت طاری کر کے انہیں زندہ کرنا اس کے لیے کب مشکل ہوسکتا ہے!

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ موت طاری کرنے کو کس طرح نعمتوں میں سے شمار کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت دوسری حیات کی طرف پہنچاتی ہے اور وہی حقیقی حیات ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں مومنوں سے خطاب ہو کہ پہلے تم مردہ تھے یعنی جاہل تھے' پھر تم کو زندہ کیا یعنی علم اور ایمان سے سرفراز کیا' پھر تم پر معروف موت طاری کی جائے گی اور تم کو حقیقی حیات دے دی جائے گی اور تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر تم کو ایسا اجر و ثواب دیا جائے گا' جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا کسی دل میں خیال آیا ہے۔

حیات اور موت کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

حیات کے متعدد معنی ہیں:

(۱) نباتات میں جو نشو و نما کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ (الحدید: ۱۷) بے شک اللہ ہی زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ فرماتا ہے۔

(۲) حیوانات میں جو احساس اور حرکت بالارادہ کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ (الفاطر: ۲۲) اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔

(۳) عمل اور عقل کی قوت کو حیات کہتے ہیں:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ (الانعام: ۱۲۲) اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا' پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کو روشنی دی جس سے وہ چلتا ہے۔

(۴) حیات اخرویہ ابدیہ جس کو عقل اور علم سے حاصل کیا جاتا ہے:

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (الانفال: ۲۴) اللہ اور رسول جب تمہیں ابدی زندگی دینے والی چیز کی طرف بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

(۵) جس حیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ متصف ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے لیے موت ممکن نہیں ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ حیات کے معنی کے مقابلہ میں موت کا معنی ہے' زمین کا بے آب و گیاہ ہونا اور بنجر ہونا زمین کی موت ہے' حس اور حرکت ارادیہ کی قوت کا ختم ہو جانا جانداروں اور حیوانوں کی موت ہے' عمل اور عقل کی قوت کا ختم ہو جانا انسانوں کی موت ہے۔ (المفردات ۱۳۹۔ ۱۳۸' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا' پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سات ہموار آسمان بنا دیئے۔ (البقرہ: ۲۹)

زمین اور آسمان کی تخلیق کی ترتیب

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ زمین کو پہلے بنایا گیا یا آسمان کو' جو علماء پہلے زمین کی تخلیق کے قائل ہیں ان کا استدلال اس آیت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو پیدا کرنے کے بعد آسمان کی طرف متوجہ ہوا' اور حسب ذیل آیات سے بھی ان کا استدلال ہے:

Marfat.com

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۲۔۹)

آپ کہیے: کیا تم واقعی اس ذات کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو بنایا اور تم اس کے لیے شریک بناتے ہو وہ (عظیم) رب ہے تمام جہانوں کا ۝ اور اس نے زمین میں بھاری پہاڑوں کو گاڑ دیا اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقدر کی' جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے ۝ پھر آسمان کی طرف قصد کیا درآں حالیکہ وہ دھواں تھا' پھر آسمان اور زمین سے فرمایا: تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو' ان دونوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہوئے ۝ پھر دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے موافق حکم بھیجا' اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور اس کی حفاظت کی' یہ بہت زبردست ذات اور بڑے علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے ۝

یہ آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے یہ نقل کیا کہ آسمان کو پہلے بنایا گیا ہے اور پھر زمین کو بنایا گیا ہے' ان کا استدلال قرآن مجید کی ان آیات سے ہے:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ؕ (النازعات: ۳۰۔ ۲۷)

آیا تمہاری تخلیق زیادہ سخت ہے یا آسمان کی؟ (اللہ نے) آسمان کو بنایا ۝ اس کی چھت بلند کی' پھر اس کو ہموار کیا ۝ اور اس کی رات تاریک کی اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کیا ۝ اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا ۝

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمان کے بعد پیدا کیا گیا ہے لیکن جمہور علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ زمین کی تخلیق پہلے کی گئی تھی جیسا کہ سورہ البقرہ اور سورہ حم السجدۃ سے واضح ہوتا ہے اور زمین کو پھیلانے کا عمل آسمان کی تخلیق کے بعد کیا گیا جیسا کہ سورہ النازعات سے واضح ہوتا ہے۔

اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا۔
اس آیت میں لام انتفاع کے لیے ہے سبب اور تعلیل کے لیے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی کوئی علت نہیں ہوتی۔ (بیضاوی) اس آیت سے جمہور فقہاء اور اصولیین نے یہ استدلال کیا ہے کہ احکام شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے اصل میں سب اشیاء مباح ہیں' پھر جب احکام شرعیہ وارد ہوئے تو بعض کام واجب ہو گئے اور بعض کام حرام ہو گئے مثلاً شراب نوشی اور کتوں کے ساتھ اشتغال اور تصویریں بنانا پہلے مباح تھا اور جب شریعت میں ان سے ممانعت وارد ہوگئی تو یہ کام حرام ہو گئے' اسی طرح والدین کی اطاعت کرنا پہلے مباح تھا' جب شریعت نے اس کا حکم دے دیا تو یہ واجب ہو گیا' اور جن مشرکوں نے حکم شرع کے بغیر از خود کسی چیز کو حرام کر لیا جس طرح مشرکوں نے سائبہ' بحیرہ وغیرہ جانوروں کو حرام کر دیا تھا' ان کا دودھ پینا' ان پر سواری کرنا

Marfat.com

اوران کا گوشت کھانا سب کچھ حرام کرلیا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ (النحل: ۱۱۶)

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے متعلق نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تا کہ تم اللہ پر بہتان باندھو۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ○ (یونس: ۵۹)

آپ کہیے کہ بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا تو تم نے کچھ اس میں حرام کرلیا اور کچھ حلال' آپ کہیے کہ آیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو ازخود حرام کرنا صحیح نہیں ہے' جب تک اللہ اور رسول کسی چیز سے منع نہ کریں وہ چیز حلال ہے' اسی طرح حدیث میں ہے:

عن سلمان قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فى كتابه والحرام ما حرم الله فى كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه[1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی' پنیر اور پوستین (کھال کی قمیص' جبہ) کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: جو چیز حلال ہے اس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کردیا اور جو چیز حرام ہے اس کو اپنی کتاب میں حرام کردیا اور جس کے متعلق اللہ نے سکوت کیا اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[2] اور امام ابوداؤد[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اکثر مالکیہ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اس حال میں ان کے نزدیک کوئی حکم نہیں ہے اور جب شریعت وارد ہوگی تو جو حکم چاہے گی وہ نافذ کرے گی' اور عقل کسی چیز کو واجب یا حرام نہیں کرسکتی' عقل کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اشیاء کی اس طرح معرفت حاصل کرے جس طرح وہ ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۲ - ۲۵۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام اشیاء نافعہ مباح ہیں۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ۵۷' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

''تحریر ابن ہمام'' میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک احکام میں اصل اباحت ہے'' ''ھدایہ'' اور

---

۱ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۲۶۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۲۴۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۳ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

"خانیہ" میں بھی اسی طرح لکھا ہے' "شرح تحریر" میں لکھا ہے کہ معتزلہ بصرہ' کثیر شافعیہ اور اکثر حنفیہ کا یہی قول ہے' امام محمد نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ جس شخص سے کسی نے یہ کہا کہ تم مردار کھاؤ یا شراب پیو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا' اور اس نے اس طرح نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ وہ گنہ گار ہوگا' کیونکہ مردار کا کھانا اور شراب کا پینا صرف شریعت کی ممانعت کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے۔ امام محمد نے اس عبارت میں اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو شرعی ممانعت کی وجہ سے عارضی قرار دیا ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۷-۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

قرآن' سنت اور فقہاء کرام کی آراء کے مطابق احکام میں اصل اباحت ہے اور قرآن اور سنت میں جن کاموں کو فرض' واجب' حرام یا مکروہ نہیں قرار دیا گیا ان کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مشاہیر اسلام کے فضائل اور سیرت کی مجالس کو منعقد کرنا' اور آپ کے میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا' صدقہ' خیرات اور دیگر عبادات کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم' بزرگان دین اور اپنے رشتہ داروں کو پہنچانا' انفرادی اور اجتماعی طور پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا' تراویح میں باجماعت قرآن مجید کو ختم کرنا' وسیع وعریض مساجد بنانا' لائبریریاں قائم کرنا' مصحف (قرآن) پر سورتوں کا نام اور آیتوں کی تعداد لکھنا' پاروں کے حساب سے قرآن مجید کو تقسیم کرنا' مسجدوں میں محراب اور منبر بنانا' وعظ ونصیحت کے لیے جلسے منعقد کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ایام میں جلوس نکالنا اور ان کے ذکر کی مجلسیں قائم کرنا' دینی مدارس کے سالانہ جلسے کرنا' دورہ حدیث پڑھانا اور ختم بخاری کرنا اور ایسے بہت سے دینی امور جن سے دین کے شعار اور اس کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے ہر چند کہ شریعت میں ان کے کرنے کا حکم ہے نہ ان کے کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ تمام کام اپنی اصل پر مباح ہیں لیکن ان کو فرض اور واجب اعتقاد نہ کیا جائے نہ ان کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کیا جائے' ان کاموں کو لازم سمجھا جائے نہ ان کے نہ کرنے والوں پر ملامت کی جائے اور نہ ان پر طنز وتشنیع کی جائے۔ جب کسی مباح کام کو فرض اور واجب کا درجہ دے دیا جاتا ہے تو وہیں سے بدعت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○ (البقرہ: ۲۹)

حشر اجساد پر دلیل

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حشر اجساد پر دلیل قائم کی ہے' مشرکوں کو یہ اشکال ہوتا تھا کہ مرنے کے بعد انسانوں کے اجسام بوسیدہ ہو جاتے ہیں اور پھر مٹی میں مل جاتے ہیں' پھر مختلف زلزلوں' آندھیوں اور طوفانوں میں یہ ذرات بکھر کر منتشر ہو جاتے ہیں اور دوسرے ذرات کے ساتھ خلط ملط ہو جاتے ہیں' ایک ہی انسان کا جسم ذرات میں بکھر کر آندھیوں اور ہواؤں کے ذریعہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح کے دوسرے ذرات سے مختلط ہو جاتا ہے تو اب مثلاً ایک انسان کے تمام ذرات کو مختلف مقامات سے یکجا کرنا اور دوسرے ذرات سے ممتاز اور الگ کرنا ان کے خیال میں بہت بعید تھا' اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتلا دیا کہ یہ اس کے لیے بعید ہوگا جس کو علم نہ ہو' اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور اس کے لیے ان منتشر ذرات کو پھر سے جمع کر دینا کچھ مشکل نہیں اور جب وہ تم کو اور تم سے کہیں بڑی چیزوں آسمان اور زمین کو بنا چکا ہے تو پھر دوبارہ تم کو پیدا کرنا اس کے لیے کب مشکل ہے بلکہ زیادہ آسان ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں'

Marfat.com

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

فرشتوں نے کہا: کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۗ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ

کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے O اور اللہ نے

اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ

آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے' پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو

بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ

مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ O فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے ہمیں صرف انہی چیزوں

اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ

کا علم ہے جن کی تو نے ہمیں تعلیم دی ہے' بے شک تو ہی سب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O فرمایا: اے آدم! ان کو ان سب چیزوں کے

بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ

نام بتاؤ' جب آدم نے ان سب چیزوں کے نام ان کو بتا دیئے تو فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی

اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

آسمانوں اور زمین کا غیب جاننے والا ہوں' اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

تھے وہ سب جانتا ہوں O

ربط آیات

جس طرح اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا' تا کہ انسان ان نعمتوں کا اعتراف کرے اور کفر اور معصیت سے باز آئے اللہ پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے' اسی طرح ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کن نعمتوں سے نواز' حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور نائب بنایا' ان کو اپنی صورت پر پیدا کیا' ان کو کائنات کی تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرمایا اور ان کو مسجود ملائک بنایا' ان کو پہلے جنت میں رکھا' پھر ان کو خلافت جاری کرنے کے لیے زمین پر بھیجا اور یہ حضرت آدم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں' ان کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اولاد

Marfat.com

اپنے مورث اعلیٰ پر کی گئی ان نعمتوں کا شکر بجالائے' اچھی طرح سے اس کی اطاعت کرے اور کفر اور معصیت سے دور رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔ (البقرہ: ۳۰)

ملائکہ کی حقیقت' ان کی خصوصیت اور ان کے فرائض منصبی کا بیان

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

''ملائکۃ'' کا لفظ ''ملاك'' کی جمع ہے' یہ ''الو کۃ'' سے بنا ہے' جس کا معنی رسالت (پیغام پہنچانا) ہے کیونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں' ان میں سے بعض حقیقۃً رسول ہیں مثلاً جو فرشتے خود ان کے لیے رسول ہیں' ان کی حقیقت میں عقلاء کا اختلاف ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ جوہر ہیں جو قائم بذاتہ ہے' اکثر مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ یہ اجسام لطیفہ ہیں جو مختلف شکلوں میں متشکل ہونے پر قادر ہیں' کیونکہ انبیاء کرام ان کو اسی طرح دیکھتے تھے' ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۲۰) وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں ۝

ان فرشتوں کو علیین اور ملائکہ مقربین کہا جاتا ہے' اور دوسری قسم وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی سرمو مخالفت یا نافرمانی نہیں کرتے' قرآن مجید میں ہے:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ۝ (التحریم: ٦)

ان فرشتوں کو ''المدبرات امرا'' کہا جاتا ہے' ان میں سے بعض فرشتے آسمانوں کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں اور بعض زمین کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ۵۹' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

محمد رشید رضا لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے فرشتوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کی اور ان کے بعض کاموں کی خبر دی ہے جس پر ہمیں ایمان لانا واجب ہے اور یہ ایمان لانا ان کی حقیقت کے جاننے پر موقوف نہیں ہے' اس لیے ہم ان کی حقیقت کا علم اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ جب شریعت میں یہ وارد ہے کہ فرشتوں کے پر ہیں تو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان پروں کی کیفیت کا علم نہیں ہے' اور جب شریعت میں یہ وارد ہے کہ فرشتے سمندروں اور سبزہ زاروں پر مقرر کیے گئے ہیں تو ہم اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس کائنات میں اس عالم محسوس سے زیادہ لطیف ایک اور عالم ہے اور اس عالم میں فرشتے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور عقل کے نزدیک یہ جائز ہے اور وحی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ (المنار ج ا ص ۲۵۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

فرشتے جو محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہیں اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں آسمان سے زمین پر پہنچ جاتے ہیں اور آسمانوں کی خبریں زمین تک پہنچاتے ہیں سائنس کی ترقی اور کمپیوٹر کے اس دور میں اس کا سمجھنا آسان ہوگیا' جب خلائی سیاروں اور برقی لہروں کے ذریعہ ایک براعظم سے دوسرے بعید براعظم تک ایک آن میں آواز اور تصویر پہنچ سکتی ہے اور چاند سے زمین پر ٹیلی فون سے گفتگو ہوسکتی ہے تو فرشتوں کے تصرفات اور نظام عالم میں ان کی تدبیروں کا واقع ہونا اب بعید از فہم

Marfat.com

نہیں رہا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی فرشتے ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کو ہر خاص اور عام دیکھ لیتا ہے' درآں حالیکہ وہ اپنی اصل صورت پر بھی قائم رہتے ہیں' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو اسی وقت سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ موجود ہوتا ہے اور ہر چند کہ یہ چیز بہ ظاہر عقل سے بعید ہے' لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حسب ذیل آیات میں فرشتوں کی بعض خصوصیات اور افعال کو بیان کیا گیا ہے:

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ (الحج: ۷۵)

اللہ ہی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ (النازعات: ۵۔۱)

ان فرشتوں کی قسم جو نہایت سختی سے (کافر کی جان) کھینچتے ہیں ○ اور جو بہت نرمی سے (مومن کی جان کی گرہ) کھولتے ہیں ○ اور جو (زمین و آسمان میں) سرعت سے تیرتے پھرتے ہیں ○ اور جو (احکام الٰہیہ کی اطاعت میں) پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں ○ اور جو (امور تکوینیہ اور نظام عالم کی) تدبیر کرتے ہیں ○

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ (الذاریات: ۴)

اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو کام تقسیم کرنے والے ہیں ○

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حٰم السجدۃ: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے' ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو' اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ○

وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ○ (الزخرف: ۸۰)

اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں ○

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الانفطار: ۱۲۔۱۰)

اور بے شک ضرور تم پر نگہبان (مقرر) ہیں ○ معزز فرشتے لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ○

خلیفہ کی تعریف اور اس کی اقسام

خلیفہ' نائب یا قائم مقام کو کہتے ہیں' جب اصل شخص خود کار حکومت انجام نہ دے سکے تو اس کا خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے' مثلاً اصل شخص کہیں چلا جائے تو عارضی طور پر اس کی جگہ کام کرنے کے لیے خلیفہ مقرر کرتے ہیں یا اصل شخص فوت ہو جائے تو اس کی جگہ خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کہیں جانے یا فوت ہونے سے پاک ہے تو پھر اس کو خلیفہ کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت نہ تھی بلکہ بندوں کو ضرورت تھی کیونکہ انسان اپنی مادی کثافت اور عدم قرب کے حجابات کی وجہ

Marfat.com

سے اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیض حاصل نہیں کر سکتا تھا اور اس سے احکام وصول نہیں کر سکتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور انسانوں کے درمیان ایک خلیفہ بنایا اور اس کا نام نبی اور رسول رکھا' اور انبیاء علیہم السلام کو ایسی صلاحیت اور استعداد عطا فرمائی کہ وہ فرشتوں کے واسطے سے یا بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر سکیں۔ عام انبیاء اور مرسلین کی طرف فرشتے بھیجے جاتے ہیں اور مقربین سے اللہ تعالیٰ خود بھی کلام فرماتا ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے میقات میں کلام فرمایا اور ہمارے نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کلام فرمایا۔

خلیفہ کا ایک معنی یہ ہے: جو اللہ کا نائب ہو اور اس کا خلیفہ ہو اور اللہ سے احکام حاصل کر کے بندوں تک پہنچائے' یہ معنی نبی اور رسول کے مترادف ہے' خلیفہ کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جو نبی اور رسول کا نائب اور اس کا خلیفہ ہو اور نبی کی بیان کی ہوئی شریعت کو لوگوں پر نافذ کرے اور منہاج نبوت پر حکومت چلائے' قرآن مجید میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے' ان سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

اس آیت میں خلیفہ کا یہی دوسرا معنی مراد ہے' اس معنی میں خلیفہ کے تقرر میں اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف ہے' شیعہ علماء کے نزدیک خلیفہ کے تقرر کے لیے نبی اور رسول کی نص صریح ضروری ہے' جب کہ اہل سنت کے نزدیک نص' اہل اجتہاد کے اجماع اور ارباب حل وعقد کے انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کرنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خلیفۃ اللہ صرف اللہ کا نبی ہوتا ہے اور خلیفۂ رسول لوگوں کے مقرر کرنے سے مقرر ہوتا ہے۔

آیت مذکورہ میں خلیفہ کے مصداق کا بیان

اس آیت میں خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں' یا حضرت آدم اور ان کی اولاد مراد ہیں' کیونکہ حضرت آدم' اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کے بعد آنے والی ان کی اولاد لغوی معنی کے اعتبار سے ان کی خلیفہ تھی یعنی بعد میں آنے والے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کے لیے چار الفاظ استعمال فرمائے ہیں' اس آیت میں خلیفہ فرمایا اور اس کے بعد اسی آیت میں اس کو آدم فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ (البقرہ: ۳۰)

اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیے۔

اس کو بشر سے تعبیر فرمایا:

اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ (ص: ۷۱)

(جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا:) میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں ○

اس کو انسان بھی فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ (الحجر: ۲۶)

اور بے شک ہم نے انسان کو بجنے والی سیاہ مٹی سے پیدا کیا ○

اللہ کے نائب ہونے کے اعتبار سے آپ کو خلیفہ فرمایا' گندمی رنگ کی وجہ سے آدم فرمایا' جسم کی ظاہری وضع' چہرے مہرے اور کھال کی ساخت کے اعتبار سے بشر فرمایا اور حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے انسان فرمایا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے جو فرمایا تھا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں' یہ فرشتوں سے مشورہ نہیں تھا' کیونکہ مشورہ کا معنی ہے: کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف رجوع کر کے ایک رائے کو حاصل کرنا۔ (علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ' المفردات ۲۷۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ) اور اللہ تعالیٰ اپنے کام میں کسی کی رائے حاصل کرنے سے پاک اور بری ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی تخلیق کی پیشگی خبر دی تھی تاکہ فرشتے اس خبر پر اپنی رائے کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی رائے کے متعلق اپنا حکم اور اپنی نعمتوں کو بیان فرمائے' اس لیے علامہ بیضاوی کا اس آیت کو مشورہ کی تعلیم پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرشتوں نے کہا: کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد اور خون ریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے O (البقرہ: ۳۰)

حضرت آدم کے خلیفہ بنانے پر فرشتوں کے سوال کرنے کا محمل

اگر حضرت آدم کے متعلق فرشتوں نے یہ کہا تھا کہ وہ فساد اور خون ریزی کریں گے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم اپنی اولاد کی اصل اور منشاء ہیں اور اولاد آدم میں سے بعض لوگ فتنہ' فساد اور خون ریزی کریں گے اس لیے فرشتوں نے ان کی طرف ان کاموں کا اسناد کر دیا اور اگر فرشتوں نے حضرت آدم کی اولاد کے متعلق یہ کہا تھا تو پھر تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں' کیونکہ حضرت آدم کی اولاد میں سے بعض فساق نے بہر حال یہ کام کیے۔

فرشتوں کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی اس خبر یا اطلاع پر اعتراض یا انکار اور بنو آدم کی غیبت نہیں ہے کیونکہ فرشتے معصوم ہیں بلکہ یہ اس پر اظہار تعجب ہے کہ زمین کی آباد کاری اور اصلاح کے لیے فسادیوں اور خون ریزوں کو خلیفہ بنایا جائے گا یا فرشتوں جیسے اطاعت گزاروں کو چھوڑ کر نافرمانوں کو خلیفہ بنایا جائے گا! یا فرشتے اس سوال کے ذریعہ اس حکمت کو جاننا چاہتے تھے جس کی بناء پر ان مفسدوں کے فساد سے صرف نظر کر کے ان کو خلیفہ بنایا جائے گا' جیسے استاذ کی تقریر پر متعلم کو کوئی شبہ پیدا ہو تو وہ اس شبہ کے ازالہ کے لیے استاذ سے سوال کرتا ہے' اس لیے فرشتوں کا یہ سوال اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر انکار ہے نہ بنو آدم کی غیبت اور عیب جوئی ہے' فرشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۲۷۔ ۲۶)	بلکہ وہ (فرشتے) عزت والے بندے ہیں O کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں O

باقی رہا یہ کہ فرشتوں کو کیسے علم ہوا کہ بعض بنو آدم فساد اور خون ریزی کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے مطلع فرمایا تھا' یا انہوں نے لوح محفوظ میں صرف اتنا مطالعہ کر لیا تھا کہ بنو آدم فساد کریں گے اور بنو آدم کے شرف اور فضیلت کے مطالعہ سے ان کو روک دیا گیا تھا' کیونکہ وہ اس کا بھی مطالعہ کر لیتے تو پھر ان کو کوئی شبہ نہ رہتا' یا ان کی عقول میں یہ مرتکز تھا کہ معصوم ہونا صرف ان کا خاصہ ہے' اس لیے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کے سوا باقی مخلوق گناہ کرے گی یا اس لیے کہ اس سے پہلے زمین پر جن فساد کر چکے تھے تو انہوں نے انسان کو بھی جنوں پر قیاس کیا۔

Marfat.com

حضرت آدم کو خلیفہ بنانے کی وجہ اور فرشتوں کے شبہ کا ازالہ

فرشتوں نے جو کہا: ہم تیری تسبیح' حمد اور تقدیس کرتے ہیں' اس سے خودستائی' خودنمائی' عجب اور تفاخر مقصود نہیں تھا بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ جس کو خلیفہ بنایا گیا ہے اس میں تین قوتیں ہیں' قوت شہوانیہ' قوت غضبیہ اور قوت عقلیہ' پہلی دو قوتوں کے لحاظ سے وہ فتنہ اور فساد کرے گا اور ان دو قوتوں کے اعتبار سے تو اس کو پیدا ہی نہیں کرنا چاہیے چہ جائیکہ اس کو خلیفہ بنایا جائے اور رہی قوت عقلیہ تو وہ فرشتوں کو بھی حاصل ہے اور ان کو اس لیے ترجیح ہے کہ ان میں شہوت اور غضب نہیں ہے جو فتنہ اور فساد کی موجب ہو تو پھر راجح کو چھوڑ کر مرجوح کو خلیفہ بنانے کی کیا حکمت ہے؟ اور اس میں حکمت یہ تھی کہ شہوت کو جب اعتدال میں رکھا جائے تو وہ قابل تعریف صفت ہے جس کو عفت کہتے ہیں اور غضب کو جب اعتدال میں رکھا جائے تو وہ بھی قابل ستائش وصف ہے اور اس کو شجاعت کہتے ہیں اور جب ان دو قابل تعریف وصفوں کے ساتھ قوت عقلیہ بھی ہو تو ان قوتوں کا حامل اس سے یقیناً افضل ہے جو صرف قوت عقلیہ کا حامل ہو' اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں اجمالی اشارہ فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے' اور اگر یہ سوال ہو کہ بنو آدم میں نیک اور صالح افراد کم ہیں اور شریر اور فاسق زیادہ ہیں' اس وجہ سے بنو آدم کو پیدا نہیں کرنا چاہیے تھا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیک اور صالح افراد میں خیر کثیر ہے اور فاسق اور فاجر افراد اگرچہ زیادہ ہیں لیکن نیک اور صالح افراد کی خیر کی عظمت اور شرف کے مقابلہ میں ان کا شر قلیل ہے اور شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کیا جاتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ جن میں خیر غالب ہے ان کو پیدا کیا جائے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حضرت آدم کی فضیلت علمی بیان کی اور یہ ظاہر فرمایا کہ خلیفہ بننے کے اہل حضرت آدم ہی ہیں نہ کہ فرشتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے' پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ○ (البقرہ: ۳۱)

آدم کی لفظی تحقیق اور حضرت آدم کی تخلیق کے مراحل

محی الدین درویش لکھتے ہیں:

آدم اسم علم ہے اور عجمی ہے جیسے آذر' عابر اور عاذر ہے' اور یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے' اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ ''ادمة'' (گندم گوں رنگ) سے مشتق ہے یا ''ادیم الارض'' (زمین کی سطح) سے مشتق ہے' ان کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اشتقاق عربی زبان کا خاصہ ہے' عجمی لفظ کا مادہ اشتقاق عربی الفاظ کیسے ہو سکتے ہیں۔

(اعراب القرآن وبیانہ ج ۱ ص ۸۰' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام فریابی' امام ابن سعد' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم کو آدم اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کو ادیم ارض (زمین کی سطح) سے بنایا گیا ہے' سرخ' سفید اور سیاہ مٹی سے' اسی طرح لوگوں کے رنگ مختلف ہیں' سرخ' سفید اور سیاہ' پاک اور نجس۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ادیم ارض سے پیدا کیا' سرخ' سفید اور سیاہ مٹی سے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

Marfat.com

امام ابن سعد' امام ابویعلیٰ' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر اس کو کیچڑ (گیلی مٹی) کر دیا' پھر اس کو چھوڑ دیا' حتیٰ کہ سیاہ گارا ہو گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے آدم کا پتلا بنایا اور ان کی صورت بنائی' پھر اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ خشک ہو کر بجنے والی مٹی کی طرح ہو گیا' ابلیس اس پتلے کے پاس سے گزر کر کہتا تھا کہ یہ کسی امر عظیم کے لیے بنایا گیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دی' اس روح کا اثر سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور نتھنوں میں ظاہر ہوا' ان کو چھینک آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو الحمد للہ کہنے کا القاء کیا' انہوں نے الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یرحمک اللہ' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! اس جماعت کے پاس جاؤ اور ان سے بات کرو' دیکھو یہ کیا کہتے ہیں' حضرت آدم ان (فرشتوں) کے پاس گئے اور کہا: السلام علیکم' انہوں نے کہا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ' پھر حضرت آدم اللہ کے پاس گئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے کیا کہا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے' حضرت آدم نے کہا: اے رب! میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کے سلام کرنے کا طریقہ ہے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۴۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام احمد' امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کا طول ساٹھ ذراع (تیس انگریزی گز) تھا اور فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو' اور سنو وہ کیا جواب دیتے ہیں اور یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا' حضرت آدم نے جا کر کہا: السلام علیکم' فرشتوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ' انہوں نے رحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ کہا' سو جو شخص بھی آدم کی صورت پر جنت میں داخل ہوگا اس کا طول ساٹھ ذراع ہوگا' پھر یہ طول بہ تدریج کم ہوتا رہا حتیٰ کہ اب اتنا طول رہ گیا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۴۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم کا بیان

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت آدم نے ان چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے کی وجہ سے بتائے' اگر فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے جاتے تو وہ بھی ان چیزوں کے نام بتا دیتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا خمیر مختلف اجزاء اور متضاد قوتوں کو ملا کر بنایا تھا اس وجہ سے وہ معقولات' محسوسات' متخیلات اور موہومات کے ادراک کی صلاحیت رکھتے تھے اور فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اشیاء کے حقائق' خواص' اسماء' علوم کے قواعد اور مختلف صنعتوں کے قوانین تعلیم فرمائے' پھر فرشتوں کو عاجز کرنے اور اہلیت خلافت سے ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ' اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ معصوم ہونے کی وجہ سے صرف تم خلافت کے اہل ہو' ہر چند کہ فرشتوں نے صراحۃً یہ دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ان کے کلام سے یہ دعویٰ مترشح ہوتا تھا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا' اس نے انکار کیا

وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ

اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا ○ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری

Marfat.com

وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا

بیوی جنت میں رہو اور اس جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ

نہ جانا ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں شمار ہو گے ○ پس شیطان نے انہیں

عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

اس درخت کے ذریعے لغزش میں مبتلا کیا' اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے ان کو نکال دیا' ہم نے فرمایا: تم (سب) نیچے اترو'

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى

تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہوں گے' اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت مقرر تک ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے ○ پھر آدم نے

اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ

ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ' پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئی تو جس نے میری ہدایت

هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

کی پیروی کی تو انہیں کوئی ڈر ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور

۴ ع ۱۰ ۴ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو۔ (البقرہ: ۳۴)

حضرت آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ

جب حضرت آدم کی فرشتوں پر فضیلت علمی ظاہر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم کی فضیلت علمی کا اعتراف کرانے کے لیے انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا جسم بناتے ہی فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی

Marfat.com

سٰجِدِیْنَ○ (الحجر: ۲۹) پسندیدہ روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا○

اس آیت کے اعتبار سے فرشتوں کا امتحان ہے اور حضرت آدم کی فضیلت کا اظہار اور فرشتوں کی اطاعت گزاری کا بیان ہے۔

سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ سجدہ کا معنی ہے: سر نیچے کیا اور جھک گیا۔

(قاموس ج ۱ ص ۵۷۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

سجدہ کا لغوی معنی ہے: تذلل کے ساتھ جھکنا' سجدہ کو اللہ کی عبادت سے تعبیر کرتے ہیں' سجدہ کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدہ اختیاری ہے اور دوسرا سجدہ تسخیر ہے' سجدہ اختیاری باعث ثواب ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩ (النجم: ۶۲) سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو○

اور سجدہ تسخیر' انسان' حیوان اور نباتات سب ادا کرتے ہیں: (المفردات ص ۲۲۳' مطبوعہ المکتبۃ الرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا. (الرعد: ۱۵) اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی یا مجبوری سے اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں۔

سجدہ کے شرعی معنی کے متعلق علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: عبادت کے قصد سے پیشانی کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔

(انوار التنزیل (درسی) ۶۲' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

پیشانی کو زمین پر رکھنا ہاتھوں کو اور گھٹنے یا پیروں میں سے کسی ایک کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہے' اس لیے سجدہ کا رکن پیشانی' ہاتھوں اور گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کو زمین پر رکھنا ہے' اور سنت کے مطابق سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے: چہرہ' دونوں گھٹنے' دونوں ہاتھ اور دونوں پیر' بعض علماء نے جو یہ لکھا ہے کہ پیروں کی انگلیاں اٹھ جائیں یا مڑ جائیں تو سجدہ نہیں ہوتا یہ صحیح نہیں ہے' اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ''شرح مسلم'' جلد اول میں بیان کی گئی ہے۔

فرشتوں کو جس سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے یا تو شرعی سجدہ مراد ہے' اس صورت میں سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور حضرت آدم کو ان کی عزت افزائی کے لیے قبلہ بنایا گیا تھا' اور یا یہ لغوی سجدہ تھا یعنی سجدہ تعظیم' اور فرشتوں کو حضرت آدم کی تعظیم اور تحیت کے لیے تواضعاً جھک جانے کا حکم دیا گیا تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تواضعاً سجدہ کر کے تعظیم کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا○ (البقرہ: ۳۴)

تکبر کا معنی اور ابلیس کے تکبر کا بیان

تکبر کا معنی ہے: کوئی شخص اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ بڑا خیال کرے اور استکبار کا معنی اپنے لیے بڑائی طلب کرنا ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ

Marfat.com

اس کا لباس اچھا ہو اس کے جوتے اچھے ہوں' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے' تکبر (کا معنی ہے) حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ابلیس کا تکبر یہ تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جانا' اور ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو برا جانا' کیونکہ اس کے خیال میں وہ حضرت آدم سے افضل تھا اور افضل کو مفضول کی تعظیم کا حکم دینا قبیح اور برا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو برا جاننا کفر ہے' حسب ذیل آیات میں اس کے کفر کی وجہ صراحۃً بیان کی گئی ہے:

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (ص: ۷۵۔۷۶)

اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ آیا تو نے اب تکبر کیا ہے یا تو پہلے سے ہی متکبرین میں سے تھا؟ ۝ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ۝

ابلیس کا معنی اور اس کے فرشتہ یا جن ہونے کی تحقیق

محی الدین درویش لکھتے ہیں:

لفظ ابلیس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مشتق ہے یا نہیں؟ صحیح قول یہ ہے کہ عجمی علم ہے اور اسی وجہ سے یعنی علمیت اور عجمیت کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور اگر یہ ''ابلاس'' (بمعنی مایوس ہونے) سے مشتق ہوتا تو منصرف ہوتا۔

(اعراب القرآن و بیانہ ج ۱ ص ۸۴' مطبوعہ مطبع دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

محمد صافی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ ج ۱ ص ۱۰۳' مطبوعہ انتشارات مدین' ایران' ۱۴۱۲ھ)

جریج نے کہا ہے کہ یہ علم ہے اور علامہ قرطبی نے اس کو مشتق لکھا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

جمہور کے قول کے مطابق ابلیس فرشتوں میں سے تھا' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود' ابن جریج' ابن المسیب اور قتادہ وغیرھم کا یہی مختار ہے' امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی نظریہ ہے' امام ابن جریر طبری نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابلیس کا نام عزازیل تھا اور یہ معزز فرشتوں میں تھا اور چار پروں والا تھا' اس کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا' قتادہ سے روایت ہے کہ یہ فرشتوں کی عمدہ قسم میں شامل ہوتا تھا' سعید بن جبیر نے کہا: کچھ ملائکہ نار (آگ) سے پیدا کیے گئے تھے' ابلیس بھی انہی میں سے تھا' اور باقی ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا۔

ابن زید' حسن اور قتادہ نے کہا کہ ابلیس ابوالجن ہے جیسا کہ حضرت آدم ابوالبشر ہیں اور وہ فرشتہ نہیں ہے' اور اس کا نام حارث ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے' شہر بن حوشب اور بعض اصولیین نے یہ کہا کہ ابلیس ان جنوں میں سے تھا جو زمین پر رہتے تھے' فرشتوں نے ان سے قتال کیا اور کم عمری میں اس کو قید کر لیا' اس نے فرشتوں کے ساتھ عبادت کی' اس وجہ سے اس کو فرشتوں کے ساتھ مخاطب کیا گیا' اس قول کو امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے' اس بناء پر یہ استثناء منقطع ہوگا۔

Marfat.com

جن صحابہ اور ائمہ کا یہ نظریہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں جن تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی تھی اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے:

لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ۝ (التحریم: ۶) وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ۝

اور اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ ابلیس جن تھا:

فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ کَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ ؕ (الکہف: ۵۰) ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا' وہ جنوں میں سے تھا' سو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ میں سے تھا جس کو جن کہا جاتا ہے' ان کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا تھا' اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا تھا' اس کا نام سریانی زبان میں عزازیل اور عربی زبان میں حارث ہے' یہ جنت کے خازنوں میں سے تھا اور آسمان دنیا کے فرشتوں کا سردار تھا' آسمان اور زمین پر اس کی سلطنت تھی' علم اور عبادت میں اس کی کوشش سب فرشتوں سے زیادہ تھی' آسمان سے زمین تک کے معاملات کا یہ محافظ اور منتظم تھا' ان امور کی وجہ سے یہ اپنا شرف اور مرتبہ سب سے زیادہ سمجھتا تھا' اس زعم نے اس کو کفر پر برانگیختہ کیا' سو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان رجیم اور راندہ درگاہ قرار دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۵ ۔ ۲۹۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

جمہور مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا' ان کی دلیل سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' ابلیس کو سجدہ کا حکم اسی وقت ہوگا جب وہ فرشتہ ہو کیونکہ اس آیت میں سجدہ کا حکم فرشتوں کو دیا گیا ہے اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابلیس جن تھا لیکن وہ فرشتوں کے درمیان چھپا رہتا تھا اس لیے بہ طور تغلیب وہ بھی فرشتوں میں داخل تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنوں کو بھی سجدہ کرنے کا حکم تھا لیکن فرشتوں کے ذکر کے بعد ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی' کیونکہ جب اکابر کو کسی کی تعظیم کرنے کا حکم دیا جائے تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اصاغر کو اس کی تعظیم کا بہ طریق اولیٰ حکم ہے۔

امام ابن جریر طبری' علامہ قرطبی' امام رازی' قاضی بیضاوی' علامہ ابوالحیان اندلسی اور علامہ آلوسی وغیرہ کی تحقیق ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا' اس کے برخلاف علامہ سیوطی' علامہ نسفی' علامہ زمخشری' بعض دیگر مفسرین اور متکلمین کی تحقیق یہ ہے کہ ابلیس جن تھا اور قرآن مجید کی ظاہر آیات اسی کے موافق ہیں' علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ابلیس جن تھا' اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی لیکن چونکہ وہ فرشتوں کی طرح عبادت گزار تھا اور ان میں چھپا رہتا تھا' اس لیے اس کو بھی تغلیباً فرشتوں میں شامل کر کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔

(شرح عقائد ص ۹۹' مطبوعہ محمد سعید تاجران کتب' کراچی)

ابلیس کے جن ہونے پر حسب ذیل دلائل قائم کیے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کَانَ مِنَ الۡجِنِّ" (الکہف: ۵۰) اس آیت میں ابلیس کے جن ہونے کی تصریح ہے۔

(۲) فرشتوں کی نسل نہیں چلتی اور ابلیس کی نسل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَ ذُرِّیَّتَہٗۤ اَوۡلِیَآءَ ۔ (الکہف: ۵۰) کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہیں؟

Marfat.com

حضرت ابن عباس کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ فرشتوں کی ایک نوع میں توالد ہوتا ہے' اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
(نبراس ص ۳۶۱)

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ'' (التحریم: ۶) فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے' اور ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

(۴) امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۲ص ۴۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ) اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ شیطان کو نار سے پیدا کیا گیا ہے۔

جو علماء ابلیس کو فرشتہ قرار دیتے ہیں وہ ان تین آیات اور اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں' اور جو ابلیس کو جن قرار دیتے ہیں وہ صرف ''فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ'' (البقرہ: ۳۴) میں تاویل کرتے ہیں یا اس استثناء کو منقطع قرار دیتے ہیں اور زیادہ آیتوں میں تاویل کرنے کی بہ نسبت ایک آیت میں تاویل کرنا اولیٰ ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت عمر سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں ہے: حضرت جبرائیل رو رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! اللہ نے تمہیں اتنا بڑا مقام دیا ہے اور پھر بھی تم رو رہے ہو' حضرت جبرائیل نے کہا: میں کیوں نہ روؤں' میں رونے کا زیادہ حقدار ہوں' ہوسکتا ہے اللہ کے علم میں میرا یہ مقام نہ ہو جس پر میں فائز ہوں اور ہوسکتا ہے کہ مجھے اس طرح آزمائش میں ڈالا گیا ہو جس طرح ابلیس کو آزمائش میں ڈالا گیا تھا' بے شک وہ بھی فرشتوں میں سے تھا۔ (جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۲ص ۳۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی متروک ہے جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے جن یا فرشتہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن اس کے جن ہونے پر زیادہ دلائل قائم ہیں اور فرشتہ ہونے پر صرف اس آیت میں استثناء متصل سے استدلال کیا گیا ہے اور اس استثناء میں یا تاویل کی جائے گی یا اس کو استثناء منقطع پر محمول کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ (البقرہ: ۳۵)

حضرت حوا کی خلقت کا بیان

قرآن مجید میں حضرت حواء کو پیدا کرنے کا ذکر ہے:

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا ۚ (الاعراف: ۱۸۹)

(اللہ) وہی ہے جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا اور اسی ذات سے اس کی بیوی کو بنایا تاکہ اس کی طرف سکون حاصل کرے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اور اچھا سلوک کرو' کیونکہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپر والے حصے میں ہوتا ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی' سو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ا ص ۴۶۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ پھر ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا اور اس پر لعنت کی گئی اور حضرت آدم کو جنت میں رکھا گیا' حضرت آدم جنت میں تھے اور ان کو وحشت ہوتی تھی' ان کی بیوی نہیں تھی جس سے ان کو سکون ملے' ایک دن وہ سو گئے' جب وہ بیدار ہوئے تو ان کے سرہانے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا کیا تھا' حضرت آدم نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: عورت' پوچھا: تم کو کیوں پیدا کیا گیا ہے' کہا: تاکہ تم کو مجھ سے سکون ملے' فرشتوں نے حضرت آدم سے پوچھا: اے آدم! اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حواء' پوچھا: آپ نے اس کا نام حواء کیوں رکھا؟ فرمایا: اس لیے کہ یہ حی (زندہ شخص) سے پیدا کی گئی ہے! تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ۔ (جامع البیان ج ا ص ۱۸۲ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

آیا حضرت آدم کو جنت الخلد میں رکھا گیا تھا یا زمین کے کسی باغ میں؟

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں:

جنت اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گرد باڑ ہو' جس جنت میں حضرت آدم کو رکھا گیا تھا اس میں اختلاف ہے آیا وہ جنت الخلد تھی یا ان کے لیے کوئی باغ تیار کیا گیا تھا' جو یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت الخلد نہیں تھی ان کی دلیل یہ ہے کہ جو جنت الخلد میں داخل ہو جائے وہ اس سے نکلتا نہیں ہے اور یہ محال ہے' البتہ احادیث میں یہ ہے کہ جو بہ طور ثواب کے جنت میں داخل ہوا وہ اس سے نہیں نکلے گا اور جو حضرت آدم کی طرح ابتداءً جنت میں داخل ہوا اس کا جنت سے نکلنا محال نہیں ہے اور اس کے متعلق احادیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ نہیں نکلے گا۔ (المحرر الوجیز ج ا ص ۱۸۲ 'مطبوعہ مکہ مکرمہ' ۱۳۹۵ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

معتزلہ اور قدریہ کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت الخلد میں رہنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کو عدن کے ایک باغ میں رہنے کا حکم دیا تھا' ان کی دلیل یہ ہے کہ جنت الخلد میں ابلیس نہیں جا سکتا کیونکہ جنت الخلد کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ (الواقعہ: ۲۵) — وہ اس میں کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات ○

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ (النبا: ۳۵) — وہ اس میں کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹی بات ○

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ○ (الحجر: ۴۸) — انہیں وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○

وہ کہتے ہیں کہ ابلیس نے جنت میں جھوٹ بولا اور بے ہودہ بات کی اور آدم اور حواء کو ان کی معصیت کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کی یہ صفت اس وقت ہوگی جب قیامت کے بعد لوگ بہ طور جزاء کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ جنت دار الخلدان لوگوں کے لیے ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رکھنا چاہے گا اور جن کے لیے موت مقدر کر دی گئی ہے وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل آئیں گے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جنت میں گئے اور پھر باہر آئے' اور حضرت آدم کے معروف جنت میں داخل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: آپ وہ آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور اپنے

Marfat.com

فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا' پھر آپ نے اپنی خطا کی وجہ سے لوگوں کو زمین پر اتارا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو دارالخلد میں رکھا تھا۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۰۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا' ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں شمار ہوگے O (البقرہ: ۳۵)

شجر ممنوع کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

اس درخت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ زیتون کا درخت تھا' ایک روایت یہ ہے کہ یہ گندم کا درخت تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ انگور کا درخت تھا۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حواء کو کسی معین درخت کے پھل کھانے سے منع کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ صراحت نہیں کی کہ وہ کون سا درخت ہے' اس درخت کا نام ذکر کیا اور نہ اس کی طرف کوئی اشارہ کیا' اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے درختوں میں سے کسی خاص درخت کا پھل کھانے سے حضرت آدم اور حضرت حوا کو منع کیا تھا باقی تمام درختوں سے منع نہیں کیا تھا' ہمارے پاس اس کے علم کی کوئی سبیل نہیں ہے کہ وہ کونسا درخت تھا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا کوئی ذکر کیا ہے نہ سنت صحیحہ میں اس کی کوئی تعیین ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ گندم کا درخت تھا' یا زیتون کا درخت تھا یا انگور کا درخت تھا اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کون سا درخت تھا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے O (البقرہ: ۳۵)

آیا شجر ممنوع سے کھانا معصیت تھا یا نہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت سے کھایا اور اس درخت کے قریب گئے تو کیا وہ ظالموں میں سے ہوگئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصد اور ارادہ سے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ جب کسی کام سے منع کیا جائے تو اس کا محمل یہی ہوتا ہے کہ اس کام کو قصد اور ارادہ سے نہ کیا جائے اور گناہ کی بھی یہی تعریف ہے کہ قصداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے اور جو کام نسیان اور خطاء سے سرزد ہو گیا وہ گناہ نہیں ہوتا' سو اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت آدم نے اس درخت سے قصداً کھایا یا بھول کر' تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا O (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) پس وہ بھول گئے' اور ہم نے ان کا قصد نہیں پایا O

اور جب آدم علیہ السلام نے بھول سے اس درخت سے کھایا تو نہ ان سے معصیت سرزد ہوئی اور نہ وہ ظالموں میں سے ہوئے۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: آدم نے معصیت کی:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى O (طٰہٰ: ۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی سو وہ (جنت کی سکونت سے) بے راہ ہوگئے O

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت آدم بھول کر درخت کے قریب گئے تھے اور ان کا یہ فعل حقیقت میں معصیت نہیں تھا' لیکن یہ فعل اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے معصیت تھا' اور اس آیت میں ان کے اس فعل کو ظاہر اور صورت کے اعتبار سے معصیت فرمایا ہے۔ اس آیت سے مقصود تو یہ تھا کہ حضرت آدم اس درخت سے نہ کھائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس درخت کے قریب نہ جانا' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام ممنوع ہو اس کے مبادی اور مقدمات بھی ممنوع ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے لغزش میں مبتلاء کیا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے ان کو نکال دیا۔ (البقرہ: ۳۶)

شجر ممنوع سے کھانے کے لیے ابلیس کی وسوسہ اندازی کا بیان

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسہ کا حسب ذیل آیتوں میں بیان فرمایا ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ (طٰہٰ: ۱۲۱۔ ۱۲۰)

پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ کیا' کہا: اے آدم! کیا تمہیں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا درخت بتادوں اور ایسی بادشاہت جو کبھی کمزور نہ ہو؟○ تو (آدم وحوا) دونوں نے اس درخت سے کھالیا' سو ان کی ستر گاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۙ (الاعراف: ۲۱۔ ۲۰)

اور شیطان نے کہا: تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ○ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں○

حضرت آدم نے اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی جھوٹی نہیں کھا سکتا اور انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع کیا ہے اور یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا تھا' یا انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے' میں اس نوع کے کسی اور درخت سے کھالیتا ہوں' دونوں صورتوں میں ان کے اجتہاد کو خطاء لاحق ہوئی اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع شجر سے منع کیا تھا اور یہ واضح رہے کہ اجتہادی خطاء اور نسیان عصمت کے منافی نہیں ہے اور باقی رہا ان کا عرصہ دراز تک توبہ اور استغفار کرنا تو یہ ان کا کمال تواضع اور انکسار ہے۔

ایک اور سوال یہاں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا تھا تو وہ حضرت آدم کو وسوسہ ڈالنے کے لیے جنت میں کیسے پہنچ گیا؟

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۙ (الحجر: ۳۴) فرمایا: تو جنت سے نکل جا' سو بے شک تو مردود ہے○

مفسرین نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں' ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزت اور کرامت کے ساتھ جنت میں اس کے دخول کو منع فرمایا تھا اور وہ چوروں کی طرح چھپ کر گیا اور کسی اور صورت میں متمثل ہو کر حضرت آدم سے یہ گفتگو کی اور ان کو وسوسہ ڈالا' یا وہ جنت کے دروازہ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے حضرت آدم کو آواز دے کر بلایا' یا وہ کسی جانور کی صورت میں جنت میں چلا گیا اور جنت کے محافظ اس کو نہ پہچان سکے' یا وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا یا اس نے اپنے بعض چیلوں کو یہ پیغام دے کر جنت میں بھیجا۔

Marfat.com

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے‘ اس وقت ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں جانے کا ارادہ کیا‘ جنت کے محافظوں نے اس کو جانے نہیں دیا‘ اس وقت سانپ اونٹ کی طرح ایک چوپایہ تھا اور بہت حسین جانور تھا‘ ابلیس نے اس سے کہا: وہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر جنت میں لے جائے‘ سو سانپ ابلیس کو اپنے منہ میں رکھ کر چلا گیا اور جنت کے محافظوں کو پتا نہ چلا‘ پھر ابلیس نے حضرت آدم سے کہا: کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس کو کھانے کے بعد تم دونوں فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے حالانکہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا ستر کھل جائے‘ حضرت آدم نے انکار کیا تو حضرت حواء نے آگے بڑھ کر اس درخت سے کھا لیا اور حضرت آدم سے کہا: اے آدم! اسے کھالو‘ دیکھو میں نے کھایا ہے مجھے کچھ نہیں ہوا‘ جب حضرت آدم نے اس کو کھا لیا تو ان دونوں کی شرم گاہیں کھل گئیں اور وہ درخت کے پتوں سے اپنے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۸۷‘ مطبوعہ دار المعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابن حیان اندلسی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ ابلیس نے زمین سے ہی حضرت آدم کو بہ طریق وسوسہ خطاب کیا تھا اور وہ دھتکارے جانے کے بعد زمین سے آسمان کی طرف نہیں گیا۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۲۶۱‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۲ھ)

حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوع سے پھل کھایا اور اس کے نتیجہ میں ان کا ستر کھل گیا اور ان کو جنت سے زمین پر بھیج دیا گیا‘ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی‘ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہاں یہ بحث کی جاتی ہے کہ آیا ان کا شجر ممنوع سے کھانا ان کی عصمت کے منافی ہے یا نہیں‘ اس لیے ہم عصمت کا اصطلاحی معنی‘ عصمت انبیاء میں مذاہب‘ عصمت انبیاء پر دلائل اور بہ ظاہر عصمت کے منافی امور کا جواب اور قصہ آدم کے تفصیلی جوابات ذکر کریں گے‘ ہم نے اس موضوع پر ''شرح صحیح مسلم'' جلد سابع (۷) میں بہت تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے‘ تاہم یہاں بھی ہم ضروری امور کا ذکر کریں گے۔ **فنقول وباللّٰہ التوفیق وبه الاستعانة یلیق.**

عصمت انبیاء کا اصطلاحی معنی

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عصمت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام میں گناہ پیدا نہ کرے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ (صفت راسخہ‘ صفت نفسانیہ) ہے جو معاصی کی قباحت اور عبادت کی فضیلت کے علم کی وجہ سے ان کو گناہوں سے روکتی ہے اور عبادت پر برانگیختہ کرتی ہے اور اوامر اور نواہی کی مسلسل وحی کی وجہ سے یہ صفت اور راسخ ہو جاتی ہے‘ اور انبیاء علیہم السلام سے جو سہواً اور بعض کے نزدیک عمداً صغائر صادر ہوتے ہیں یا وہ کسی اولیٰ اور افضل کام کو ترک کر دیتے ہیں‘ اس سے ان کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوگا‘ کیونکہ صفات نفسانیہ ابتداءً غیر راسخ ہوتی ہیں‘ پھر بتدریج راسخ ہو جاتی ہیں (اور راسخ ہونے کے بعد وہ صفات ملکیہ کہلاتی ہیں) اور ایک قوم (علماء شیعہ) نے عصمت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ کسی انسان کی روح یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے‘ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو وہ گناہوں کے ترک پر دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کے مستحق نہ ہوں‘ کیونکہ جو چیز محال

Marfat.com

ہواس کے ترک سے تعریف ہوتی ہے نہ ثواب' کیونکہ اس کا کرنا قدرت اور اختیار میں نہیں ہے' نیز اس پر اجماع منعقد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں کے ترک سے ثواب ہوتا ہے اور وہ گناہوں کے ترک کرنے کے مکلف ہیں اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو ان کو مکلف نہ کیا جاتا نہ ثواب دیا جاتا کیونکہ محال کو ترک کرنے کا مکلف نہیں کیا جاتا نہ اس پر ثواب دیا جاتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں' میری طرف وحی کی جاتی ہے' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو امور بشریت کی طرف راجع ہیں آپ ان میں تمام بشروں کی مثل ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی سے ہے' اس لیے جس طرح اور بشروں سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے' انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہوگا۔

(شرح المواقف ج ۸ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰' مطبوعہ منشورات الشریف' ایران' ۱۴۱۲ھ)

انبیاء علیہم السلام اور عام بشروں میں صرف وحی کے لحاظ سے ہی فرق نہیں ہوتا بلکہ خصوصیات کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے' ان کی بشریت مادی کثافتوں سے منزہ ہوتی ہے اور کمال قرب الٰہی کی وجہ سے ان کا قلب انوار الٰہیہ کی جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جس قدر خوف خدا ان کو ہوتا ہے مخلوق میں سے کسی کو نہیں ہوتا۔

علماء شیعہ میں سے شیخ طوسی[۱] اور شیخ طبرسی[۲] نے یہ تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں صغیرہ اور کبیرہ گناہ محال ہیں۔

علماء اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود خوف خدا کے غلبہ سے گناہوں سے باز رہتے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ عمداً نہیں کرتے' البتہ نسیان یا اجتہادی خطاء سے ان سے بعض اوقات صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے یا تبلیغی مصلحت کی وجہ سے وہ کسی افضل اور اولیٰ کام کو ترک کر دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی' حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲) جس شخص سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلاتحقیق قبول کرنا جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلاتحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۳) فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۲۴)

اللہ نے فرمایا: ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا ۝

---

[۱] شیخ ابوجعفر محمد حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ' التبیان ج ۱ ص ۱۵۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

[۲] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ' مجمع البیان ج ۱ ص ۱۹۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۴۰۹ھ

Marfat.com

(۴) اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو (العیاذ اللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (الاحزاب: ۵۷)
بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ. (ص: ۴۶۔ ۴۵)
اور ہمارے بندوں ابراہیم' اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں ۝ ہم نے ان کو مخلص کردیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کرسکتا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (ص: ۸۳۔ ۸۲)
ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کردوں گا ۝ سوا تیرے مخلص بندوں کے ۝

(۶) گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝ (ص: ۴۷)
اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں ۝

(۷) انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں' اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف: ۳)
اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے ۝

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے' ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۷۔ ۲۶)
وہ عالم الغیب ہے' تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا ۝ بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے' اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۸) اگر معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۝ (الجن: ۲۳)
اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ۝

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

(۹) انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے' فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم

Marfat.com

السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ (آل عمران: ۳۳) بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے O

(۱۰) اگر انبیاء علیہم السلام معصیت کریں' تو ہم پر معصیت کرنا واجب ہوگی کیونکہ ان کی اتباع واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر معصیت کرنا حرام ہے' سو لازم آئے گا کہ ہم پر معصیت کرنا واجب بھی ہو اور حرام بھی ہو اور یہ اجتماع ضدین ہے۔

عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب

امام رازی نے عصمت انبیاء کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲) اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں' البتہ عمداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے' البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳) جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں' البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا' لیکن ان سے سہو اور خطاء پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

(۵) رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور ممکن نہیں ہے صغیرہ نہ کبیرہ' سہواً نہ عمداً تاویلاً نہ خطاءً۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

مذکور الصدور اقوال نقل کرنے کے بعد امام رازی اپنا مختصر بیان کرتے ہیں:

عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب

امام رازی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا' کبیرہ نہ صغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے' اور صغائر عمداً نہیں کرتے' البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے' لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔ (شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳' مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ' ۱۴۰۱ھ)

میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ (شرح مواقف ص ۶۸۹' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' لکھنؤ)

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں' یہ تمام واقعات اخبار احاد سے مروی ہیں' اور یہ

Marfat.com

روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں' اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف عصیان' غوایت اور ذنب کی نسبت ہے' وہ سہو' نسیان' ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع' انکسار اور امتثال امر پر محمول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے فرمایا: تم (سب) نیچے اترو' تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت مقرر تک ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے O (البقرہ: ۳۶)

حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کی حکمتوں کا بیان

اس آیت میں حضرت آدم اور حوا کو خطاب ہے' کیونکہ قرآن مجید میں تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ خطاب ہے'' اِهْبِطَا مِنْهَا'' (طٰہٰ: ۱۲۳) اور یہاں جمع کے صیغہ کے ساتھ خطاب ہے'' اس میں حضرت آدم کی پشت میں جو ان کی ذریت ہے اس کو بھی خطاب ہے یا حضرت آدم' حواء اور ابلیس کو خطاب ہے' ہر چند کہ ابلیس کو پہلے بھی نکال دیا تھا لیکن جب وہ چوری سے چھپ کر وسوسہ ڈالنے کے لیے داخل ہوا تو اس کو دوبارہ نکال دیا۔

منکرین عصمت یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تھا تو ان کو سزا کیوں ملی اور ان کو جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا حکم دینا' ان کے حق میں سزا نہیں ہے' بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے' کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم اور ابلیس کے معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور اس نے ان کو جنت سے نکلوا دیا' یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ شیطان تو حضرت آدم کے جنت میں عارضی قیام کو بھی نہیں برداشت کر سکا تھا اور وہ اب دنیا میں آ کر اور فرائض نبوت اور کار خلافت کو انجام دے کر دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے اور شیطان تو ان کے تنہا وجود کو جنت میں برداشت نہیں کر سکا تھا اور حضرت آدم دنیا میں آنے کے بعد اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان لعنتی ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا' اس لیے حضرت آدم کا دنیا میں آنا ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ تھا اور شیطان کی ناکامی اور نامرادی کا مقدمہ تھا' سو اس معرکہ میں حضرت آدم علیہ السلام ہی کامیاب تھے اور ابلیس خائب و خاسر ہوا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت آدم شجر ممنوع سے نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہی رہتے' ان کے شجر ممنوع سے کھانے کی وجہ سے ہمیں بھی جنت سے آنا پڑا' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کیسے جنت میں رہتے اور آپ کا کیا استحقاق تھا؟ جنت تو پاک لوگوں کی جگہ ہے' حضرت آدم کی پشت میں پاک لوگ بھی تھے اور ناپاک لوگ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو دنیا میں بھیجا کہ اپنی پشت سے تمام ذریت کو نکال کر زمین پر چھوڑ آؤ' پھر جو پاک لوگ ہوں گے وہ جنت میں چلے جائیں گے اور جو ناپاک ہوں گے ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت آدم کی پشت میں ان ناپاک لوگوں کا وجود ان کے جنت سے آنے کا سبب تھا اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم کو زمین کی خلافت کے لیے بنایا گیا تھا اس لیے انہوں بہر حال زمین میں آنا تھا' شجر ممنوع سے کھانا سبب نہ ہوتا تو کوئی اور سبب ہوتا' نیز انبیاء علیہم السلام بعض اوقات اپنے مخالفین کے شر کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہجرت کرتے ہیں لیکن وہ پھر دوبارہ کامیاب و کامران ہو کر اس جگہ لوٹتے ہیں جیسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے شر کی وجہ سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی اور پھر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر مصر میں فاتحانہ لوٹے' حضرت عیسیٰ نے زمین سے آسمان کی طرف ہجرت کی اور پھر زمین پر آئیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین کی طرف ہجرت کی اور پھر جنت میں فاتحانہ داخل ہوں گے' اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ. (آل عمران: ۵۹) بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے' اسے مٹی سے بنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا متعدد حکمتوں کی وجہ سے ہے اور ان کی فضیلت کا موجب ہے' کوئی سزا نہیں ہے۔

علامہ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں:

حضرت آدم کے آسمانوں اور جنت میں ٹھہرنے کی مدت دنیاوی سالوں کے اعتبار سے تینتالیس سال ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت پانچ سو سال ہے' حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کو ہند میں اور حضرت حواء کو جدہ میں اتارا گیا' حضرت آدم ان کی طلب میں گئے اور میدان عرفات میں دونوں کی ملاقات ہوئی' اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت آدم اور حواء جنت کی نعمتوں کے چلے جانے پر دو سو سال تک روتے رہے' چالیس دن تک کھانا کھایا نہ پانی پیا اور حضرت آدم علیہ السلام ایک سو سال تک حضرت حواء سے مقارب نہیں ہوئے۔ زمین پر آنے کے بعد اولاد آدم اور ابلیس اور اولاد آدم اور سانپ میں اس وقت سے دشمنی چلی آرہی ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۸۹۔ ۸۱۔ ۸۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (البقرہ: ۳۷)

حضرت آدم کی توبہ کے کلمات اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم نے کہا: اے رب! کیا تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا؟ فرمایا: کیوں نہیں! کہا: کیا تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح نہیں پھونکی؟ فرمایا: کیوں نہیں! کہا: کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں رکھا؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کیا: اے رب! کیا تیری رحمت غضب پر غالب نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کیا: یہ بتا کہ اگر میں توبہ کروں اور اصلاح کروں تو کیا تو مجھے اپنی جنت کی طرف لوٹا دے گا؟ فرمایا: ہاں! قتادہ اور حسن نے کہا: وہ کلمات یہ ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ (الاعراف: ۲۳) اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی' اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۹۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن کثیر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد نے بیان کیا کہ وہ کلمات یہ ہیں: (ترجمہ) اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' سو مجھے بخش دے' تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے' اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں: میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' تو مجھ پر رحم فرما' بے شک تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے' اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ کہتا ہوں' اے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' تو

Marfat.com

میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بے حد رحیم ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۲ 'مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام نے (صورۃً) گناہ کرلیا تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور عرض کیا: میں محمد کے حق (وسیلہ) سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: تیرا نام برکت والا ہے' جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس شخص سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے' تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی: اے آدم علیہ السلام! وہ تمہاری اولاد میں سے تمام نبیوں کے آخر ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد کی امتوں میں سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے اے آدم! تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔
(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳ 'مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی[1] ' امام ابن جوزی[2] اور امام حاکم[3] نے بھی اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ نورالدین الہیثمی[4] ' حافظ جلال الدین سیوطی[5] ' شیخ ابن تیمیہ[6] نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو حاکم' بیہقی اور ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے اور اس کے اخیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! تم نے سچ کہا' یہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔
(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۸۱ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

''شرح صحیح مسلم'' جلد سابع میں ہم نے اس حدیث کے مزید حوالہ جات بیان کئے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت آدم نے عرش کے پائے پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا دیکھا تو آپ کے وسیلہ سے دعا کی' اور کلمات سے یہی کلمات مراد ہیں' یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۴ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

خواجہ عبداللہ انصاری لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت آدم نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا' جب ان سے لغزش ہوگئی تو انہوں نے

---

1. امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
2. امام عبدالرحمان جوزی متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء ص ۳۳ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
3. امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵ 'مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ
4. حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۲ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ
5. حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدر المنثور ج ۱ ص ۵۸ 'مطبوعہ آیۃ اللہ العظمی' ایران
6. شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ' فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۹۶ 'مطبوعہ السعودیہ العربیہ

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی اور کہا: اے اللہ! مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے معاف فرما' رب العالمین نے فرمایا: تم نے ان کو کیسے پہچانا جوان کے وسیلہ سے دعا کی؟ عرض کیا: جب میں نے عرش پر تیرے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہوا دیکھا تو جان لیا کہ یہ بندہ تجھے بہت محبوب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں بخش دیا۔

(کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۱ ص ۱۵۶۔ ۱۵۵' مطبوعہ سپہر طہران' ۱۳۷۱ھ الطبع الخامس)

علامہ ثعالبی[1]' علامہ اسماعیل حقی[2] اور علامہ آلوسی[3] نے بھی اس روایت کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت آدم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر' محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم سے لغزش ہوگئی تو ان کو بہت رنج ہوا' اور شدید ندامت ہوئی' تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا: اے آدم! کیا میں آپ کو توبہ کا دروازہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرلے؟ حضرت آدم نے کہا: کیوں نہیں! کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں' آپ نے کہا: اے جبرائیل! میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا: آپ کہئے (ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں' اس کا ملک ہے اور اس کے لیے حمد ہے' وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی' تمام اچھائیاں اس کی قدرت میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اس کے بعد آپ اپنی خطاء پر توبہ کریں اور کہیں: اے اللہ! تو سبحان ہے اور تیری حمد ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور برا کام کیا' تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے اور ان کی تیرے نزدیک کرامت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری خطا کو بخش دے' حضرت آدم نے اسی طرح دعا کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم کو یہ دعا کس نے تعلیم کی؟ حضرت آدم نے کہا: اے رب! جب تو نے مجھ میں روح پھونکی اور میں ہموار بشر کی صورت میں کھڑا ہوا تو میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا: ''**بسم اللہ الرحمن لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له محمد رسول اللہ**'' اور جب میں نے دیکھا کہ تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب فرشتے کا نام لکھا ہے' نہ کسی نبی مرسل کا تو میں نے جان لیا کہ یہ تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے سچ کہا اور میں نے تمہاری خطا کو بخش دیا' پھر حضرت آدم نے اپنے رب کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہو کر لوٹے اور فرشتوں نے فوج در فوج آ کر حضرت آدم کو مبارک باد دی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۶۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

(حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبریل کی تعلیم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خود بھی عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا اس لیے اسی کا حوالہ دیا)۔

توبہ کا لغوی اور شرعی معنی

توبہ کا لغوی معنی ہے: رجوع کرنا' اور بندہ کی توبہ یہ ہے کہ وہ معصیت سے طاعت کی طرف اور غفلت سے اللہ کو یاد کرنے کی طرف رجوع کرے' اللہ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا میں بندہ کے گناہ پر پردہ رکھے بایں طور کہ کوئی شخص اس

---

1. علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ' تفسیر الثعالبی ج ۱ ص ۵۳' مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت
2. علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان ج ۱ ص ۱۱۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ
3. علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

Marfat.com

کے گناہ پر مطلع نہ ہو اور آخرت میں اس کو سزا نہ دے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ عذاب دینے سے مغفرت کی طرف رجوع کرے۔

توبہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کو برا جان کر فی الفور ترک کردے' اس سے جو تقصیر ہوئی ہے اس پر نادم ہو' آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے' اور جو گناہ اس سے ہو گیا اس کا تدارک اور تلافی کرے (مثلاً فوت شدہ نمازوں اور روزوں کو قضا کرے) اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو پھر توبہ کے قبول ہونے کی ایک زائد شرط یہ ہے کہ وہ صاحب حق کو اس کا حق واپس کرے یا اس سے معاف کرائے' اور اگر اس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں تو وہ نوافل اور فروض کفایہ میں مشغول ہونے کے بجائے ان فوت شدہ فرائض کو ادا کرے' کیونکہ جس شخص کی نمازیں اور روزے قضا ہوں اور وہ نوافل میں مشغول ہو تو وہ نفل ادا کرنے کے حال میں بھی فسق سے خارج نہیں ہوگا۔

قرآن مجید اور سنت میں توبہ کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ (التحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ (رجوع) کرو۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ (النساء: ۱۸۔۱۷)

اللہ پر توبہ (کا قبول کرنا) صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو (عذاب الٰہی سے) جہالت کی بناء پر گناہ کر بیٹھیں' پھر جلدی سے توبہ کرلیں' تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے' اور اللہ بہت جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے ○ اور توبہ (کا قبول ہونا) ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو (مسلسل) گناہ کرتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے: میں نے اب توبہ کی اور نہ یہ (قبول توبہ) ان لوگوں کے لیے ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد دوبارہ گناہ نہ کرے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ندامت توبہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۳۔ ۴۲۳۔ ۳۷۶' ج ۶ ص ۲۶۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم خطائیں کرو حتیٰ کہ تمہاری خطاؤں سے آسمان بھر جائے' پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے اچھے توبہ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کو امام دارمی[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غرغرہ موت (جب سانس اکھڑنے لگتا ہے) سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۴ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کر لیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۲ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۱۲ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت' کراچی)

ستر مرتبہ سے مراد کثرت ہے' یعنی اگر ایک دن میں انسان کئی بار گناہ کرے اور ہر گناہ کے بعد نادم ہو اور صحیح نیت سے توبہ کرے' اور شامت نفس سے پھر گناہ کر بیٹھے اور پھر نادم ہو اور توبہ کرے اور بار بار ایسا ہوتا رہے تو یہ گناہ پر اصرار نہیں ہے' اصرار اس وقت ہوتا ہے جب معصیت پر نادم اور تائب نہ ہو اور بغیر ندامت اور توبہ کے گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے' صغیرہ گناہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے' مجھ سے علماء کی مجلس میں ایک محترم فاضل نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرنا اسی کی مثل اور اسی درجہ کی معصیت ہے' یہ کبیرہ کیوں ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا: جب انسان صغیرہ کے ارتکاب کے بعد بغیر توبہ اور استغفار اور بغیر ندامت کے دوبارہ اسی معصیت کو کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ معصیت کو بہت خفیف اور معمولی جانتا ہے اور کسی بھی معصیت کو ہلکا سمجھنا کبیرہ گناہ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صغیرہ گناہ کے بعد اس پر اصرار کرنا یعنی اس پر نادم اور تائب ہوئے بغیر دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرنا اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے' امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ کبیرہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں رہتا (یعنی مٹ جاتا ہے) اور صغیرہ پر اصرار کرنے کے بعد وہ گناہ' صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے)۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۴۸ 'مطبوعہ دارالفکر دمشق' ۱۴۰۴ھ)

نیز امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استغفار کرنے کو لازم کر لیا' اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کا حل بنا دے گا' اور ہر تنگی سے اس کے لیے کشادگی کر دے گا اور اس کو وہاں

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۳ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

سے رزق دے گا جہاں اس کا وہم وگمان نہ ہوگا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۵۴' مطبوعہ دارالفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتا رہے اور یہ پڑھا کرے:

''رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین'' یا یہ پڑھا کرے: ''اللھم اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ' پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئی تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گےO (البقرہ: ۳۸)

دوبارہ نیچے اترنے کا حکم دینے کی حکمت

اس آیت پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس سے پہلی آیت میں بھی یہ فرمایا تھا کہ تم (سب) نیچے اتر جاؤ اور دوبارہ پھر وہی حکم دیا ہے اور یہ تکرار ہے جو بلاغت کے منافی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکرار نہیں ہے بلکہ تاکید ہے' اور دونوں آیتوں سے مقصود مختلف ہے' پہلی آیت سے مقصود یہ تھا کہ تم دارالبقاء سے دارالبلاء کی طرف منتقل ہو جاؤ جہاں تم ایک دوسرے سے عداوت رکھو گے اور تمہیں دوام نہیں ہوگا' اور دوسری آیت سے مقصود یہ ہے کہ تم دارالجزاء سے دارالتکلیف کی طرف منتقل ہو جاؤ جہاں تمہیں احکام شرعیہ کا مکلف کیا جائے گا' جو ان پر عمل کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو مخالفت کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلی آیت سے مقصود ہے جنت سے آسمان دنیا کی طرف اترنا اور دوسری آیت سے مقصود ہے آسمان دنیا سے زمین کی طرف اترنا لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ دوسری آیت میں ''منھا'' کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے' لہٰذا اس آیت میں بھی جنت سے زمین کی طرف اترنا مراد ہے۔

علامہ ابواللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ معصیت نعمت کو زائل کر دیتی ہے' کیونکہ حضرت آدم کو ان کی (ظاہری) معصیت کی وجہ سے جنت سے زمین پر بھیج دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم میں اس وقت تک تغیر نہیں کرتا یعنی ان کو نعمت دے کر واپس نہیں لیتا جب تک کہ وہ خود اپنے اندر تغیر نہ کرلیں یعنی اطاعت اور شکر کے بجائے معصیت اور کفران نعمت کو اختیار نہ کرلیں۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۱۱۳' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئی۔ الخ

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نبی یا رسول کو بھیجے اور کوئی کتاب یا صحیفہ نازل کرے تو جو لوگ ان کی دی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں گے' ان کو اپنے مستقبل (آخرت) کے متعلق کوئی خوف ہوگا نہ وہ اپنے ماضی پر پشیمان اور غمگین ہوں گے' واضح رہے کہ اس آیت میں مطلقاً خوف کی نفی نہیں کی ہے' کیونکہ اللہ کے نیک بندوں کو بہرحال خدا کا خوف ہوگا اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اس کو اتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے' یہاں وہ خوف مراد ہے جو باعث ضرر ہو کیونکہ عربی قواعد کے مطابق ''علی'' ضرر کے لیے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف نفع کا باعث ہے۔

پھر اس آیت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گےO

عصمت آدم پر حشویہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

فرقہ حشویہ نے حضرت آدم کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے' ان کے دلائل اور جوابات حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوع کے قریب جانے سے منع کیا تھا' انہوں نے اس درخت سے کھایا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم نے اس نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا یا وہ کھاتے وقت اسی نہی کو بھول گئے۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام نے خود کہا: ہم نے ظلم کیا' اور ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے تواضعاً وانکساراً ایسا کہا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم نے معصیت کی اور وہ بے راہ ہوئے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ظاہری اور صوری معصیت ہے' حقیقت میں معصیت نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم بھول گئے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

(۴) حضرت آدم کو توبہ کی تلقین کی گئی اور بندہ کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہ پر نادم ہو اور طاعت کی طرف رجوع کرے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم اپنی اس غفلت پر نادم تھے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کو بھول گئے اور اسی غفلت پر روتے رہے اور توبہ کرتے رہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی توبہ ہوتی ہے' اور گناہ پر نادم ہونا عام انسانوں کی توبہ ہے۔

(۵) اگر آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تھا تو اس درخت سے کھاتے ہی ان کا لباس کیوں اتر گیا اور انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا کر زمین پر کیوں بھیجا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی غفلت پر عتاب تھا اور غفلت گناہ نہیں ہے اور عتاب سزا نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ سبب پر مسبب کا ترتب ہو' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے کھانے کو لباس کے اترنے اور زمین پر جانے کا سبب بنایا ہو جیسے کوئی بھولے سے زہر کھالے تو وہ پھر بھی مرجائے گا کیونکہ زہر کھانا موت کا سبب ہے۔

(۶) جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ اس درخت کے پھل کھانے سے وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوجائیں گے اور اس کے بعد انہوں نے اس درخت سے کھایا تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بھولے سے کھالیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کے اس وسوسہ کے فوراً بعد انہوں نے پھل نہیں کھایا لیکن اس کے کہنے سے ان کی طبیعت میں اس پھل کی طرف میلان پیدا ہوگیا' اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو اس پھل کے کھانے سے روکتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ ہو' پھر ایک بار وہ اس حکم کو بھول گئے اور غلبہ میلان کی وجہ سے اس کو کھالیا یا انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا یا اس نہی کو اس معین درخت سے متعلق سمجھا اور اس نوع کے کسی اور درخت سے کھالیا۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیت میں خلیفہ اعظم ہونا

عالم اجسام اور ظاہر میں حضرت آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان اور اللہ کے خلیفہ ہیں لیکن حقیقت میں اول خلق اور اللہ کے خلیفہ اعظم سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ حسب ذیل احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے' یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام محمد بن سعد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ نبی کب بنے تھے؟ لوگوں

Marfat.com

نے کہا: چپ کرو، چپ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے میں اس وقت نبی تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۸ ' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ)

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (المصنف ج ۱۴ ص ۲۹۲ ' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

حضرت میسرۃ الفجر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کب نبی بنے تھے؟ فرمایا: جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (الوفاء ج ۱ ص ۳۳ ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹ ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کب نبی بنائے گئے تھے؟ فرمایا: جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۶۶ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام احمد نے عبداللہ بن شقیق کی روایت کو ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے اور اس حدیث کو حضرت میسرہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۹ '۵۹ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی حضرت میسرہ الفجر کی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳ ' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ سیوطی حضرت میسرۃ الفجر کی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ (جامع الاحادیث الکبیر ج ۶ ص ۴۶۳ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام رازی لکھتے ہیں کہ فرشتوں کو جو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۰۲ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقت میں خلیفہ اعظم ہیں اور زمینوں اور آسمانوں کی بلندیوں میں وہی خلیفہ اور پہلے امام ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو آدم پید کیے جاتے اور نہ کوئی اور چیز پیدا کی جاتی۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۸ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

سادات صوفیہ کا مسلک ہے کہ فرشتوں میں سے عالین کو سجدہ کرنے کا حکم نہ تھا اور ان آیات میں جن فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا اور جن کو سجدہ کا حکم دیا اور جنہوں نے سجدہ کیا وہ سب عالین کے ماسوا تھے' کیونکہ جو فرشتے عالین ہیں وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات میں مستغرق رہتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کسی چیز کا شعور نہیں ہوتا' اور اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

Marfat.com

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ (ص: ۷۵) تو نے تکبر کیا ہے یا تو عالین میں سے تھا؟ ○

اور عالین میں سے ہی ایک فرشتہ ہے جس کا نام روح' قلم اعلیٰ اور عقل اول رکھا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہور صرف اس فرشتے میں ہوتا ہے' اور باقی تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی صرف صفات کا ظہور ہوتا ہے اور وہ فرشتہ دنیاوی اور اخروی عالم کا قطب ہے اور جنت اور دوزخ والوں کا قطب ہے اور کثیب اور اعراف والوں کا قطب ہے اور تمام مخلوقات کا مدار اس فرشتہ پر ہے' اس فرشتہ کو حضرت آدم کی تخلیق اور ان کے مرتبہ کا علم تھا کیونکہ اسی نے لوح میں ما کان و ما یکون کو لکھا تھا اور قلم نے جو کچھ لکھا اس کا لوح کو علم ہے اور اس فرشتہ کا اپنے تمام کمالات کے ساتھ حقیقت محمدیہ میں ظہور ہوا جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے امر سے روح

(الشوریٰ: ۵۲) کی وحی ہے۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں افضل علی الاطلاق ہیں بلکہ وہی ساتوں آسمانوں میں حقیقت میں خلیفہ ہیں۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اسی سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی۔ (جامع ترمذی ص ۵۲۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) آدم ہوں یا ان کے ماسوا حشر کے دن ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

جس دن اللہ کے حضور کسی نبی کو شفاعت کا حوصلہ نہیں ہوگا اور صرف آپ ہی مقام محمود پر فائز ہوں گے' آپ ہی کوثر کے ساقی ہوں گے اور آپ ہی شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور ساری خلقت کا آپ ہی کی طرف رجوع ہوگا اس دن آپ کے خلیفۃ اللہ الاعظم ہونے کا ظہور تام ہوگا۔

بشر اور فرشتے کے درمیان افضلیت کا بیان

فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں' قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے' "صحیح مسلم" میں ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ (ج ۲ ص ۴۱۳) تاہم ہمیں ان کی حقیقت کا علم نہیں ہے' وہ معصوم ہیں' ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے' اس میں اختلاف ہے کہ بشر افضل ہے یا فرشتہ' بعض علماء نے کہا: فرشتے افضل ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ابلیس نے حضرت آدم سے کہا: تم اس شجر سے کھا لو تو فرشتہ ہو جاؤ گے' اور زلیخا کی مہمان عورتوں نے جب حضرت یوسف کو دیکھا تو بے ساختہ کہا: یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے' اور بعض علماء نے کہا کہ نوع بشر نوع ملائکہ سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے نوع بشر کے ایک فرد کو تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا' فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کا اس اطاعت میں کوئی مزاحم نہیں ہے اور بشر کے اندر اللہ تعالیٰ نے بھوک' پیاس' شہوت اور غضب کو رکھا ہے اور وہ ان کی مزاحمت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے' بعض علماء نے کہا: فرشتوں کو نور سے بنایا ہے اور بشر کو مٹی سے بنایا ہے اور نور مٹی سے افضل ہے' اس لیے فرشتے جوہر ذات کے اعتبار سے بشر سے افضل ہیں لیکن اس پر کون سی شرعی دلیل ہے کہ نور مٹی سے افضل ہے؟ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مٹی نور سے افضل ہے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا مبداء خلقت ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ خواص بشر (حضرات انبیاء علیہم السلام) خواص ملائکہ اور عام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص ملائکہ (رسل ملائکہ) عوام بشر سے افضل

Marfat.com

ہیں اور عوام بشر (نیک مسلمان' اس میں کفار اور فساق داخل نہیں ہیں) عوام ملائکہ سے افضل ہیں' بہرحال تفضیل کا یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے' اس لیے بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

قصہ آدم وابلیس میں حکمتیں اور نصیحتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض علوم اور حکمتوں پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ حضرت آدم کو خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے' مٹی جس کو عام لوگ حقیر جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مٹی سے انسان بنایا اور اس کو علوم و معارف سے نوازا اور اس کو اتنی عزت دی کہ سارے فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا۔

(۳) انسان اتنی عزت و کرامت کے باوجود ضعیف البنیان ہے' وہ بھول گیا اور شجر ممنوع سے کھالیا۔

(۴) اپنی تقصیر پر نادم ہونا اور اللہ سے توبہ کرنا بلند درجات کے حصول کی دلیل ہے' اپنا قصور ماننا آدم کا طریقہ ہے اور نہ ماننا اور اکڑنا ابلیس کا طریقہ ہے۔

(۵) معصیت سے نعمت زائل ہو جاتی ہے اور شکر سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔

(٦) جنت پیدا کی جاچکی ہے اور وہ جانب علو میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب اس جنت سے نیچے اتر جاؤ۔

(۷) انسان خلوص دل سے تائب ہو تو اس کی توبہ مقبول ہوتی ہے۔

(۸) حضرت آدم نے بھول سے شجر ممنوع سے کھایا اس کے باوجود تو اضعاً توبہ کی اور کہا: ہم نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر تاج خلافت رکھا' شیطان نے عمداً نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ سے کہا: اے رب! تو نے مجھے گمراہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا۔

(۹) ابلیس آدم اور اولاد آدم کا دشمن ہے اور ان کو زک دینے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔

(۱۰) حضرت حوا کے توبہ کرنے کا الگ سے ذکر نہیں فرمایا کیونکہ عورتوں کے احکام مردوں کے تابع ہوتے ہیں۔

(۱۱) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ نجات یافتہ ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کفر اور نافرمانی کرے گا وہ عذاب میں ہلاک ہوگا۔

(۱۲) ہدایت ربانی بھیجنے کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا

اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی' اور تم میرا عہد

بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ

پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا' اور تم مجھ سے ہی ڈرو ○ اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ

کیا ہے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے' اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور تھوڑی قیمت کے بدلہ

Marfat.com

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ

میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو O اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور

تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ O اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو O کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو'

اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو' کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ O اور صبر اور

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ لا الَّذِيْنَ

نماز (کے ذریعہ) سے مدد حاصل کرو اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے' سوا ان لوگوں کے جو (اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیں O جو یہ

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۵

یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید' رسالت اور حشر ونشر پر دلائل قائم فرمائے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عام نعمتوں کو ذکر فرمایا جن سے ہر انسان مستفید ہوا' اور ان نعمتوں کا وجود اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا کوئی موجد ہے جو حکیم اور حمید ہے اور وحدہ لاشریک ہے' ان نعمتوں کا سابقہ آسمانی کتابوں میں ذکر تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کے ذکر کو نازل فرمایا اور سب کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کو نہیں پڑھا' اور نہ کسی عالم کی صحبت اختیار کی اور پھر آپ نے وہ مضامین اور گزشتہ امتوں کی خبریں اور واقعات بیان کیے جو آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور غیب کی خبریں دیں اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آپ کا خود ساختہ کلام نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے جو اس نے آپ کے قلب پر نازل فرمایا ہے' نیز اس بیان میں حشر ونشر پر بھی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور جب وہ ان سب کو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے تو فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور اہل کتاب کو خطاب کیا اور ان سے فرمایا کہ وہ ان نعمتوں کو یاد کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں اور دلائل کے مطابق حق کی پیروی کریں اور ان کو چاہیے کہ وہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور ان کے احکام پر عمل کریں اور آخرت کو نہ بھولیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی اور تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ (البقرہ: ٤٠)

بنو اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان اور ان نعمتوں کے یاد دلانے کی وجہ

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ کا برگزیدہ بندہ' یا عبداللہ یا امیر اور مجاہد اور یہ حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کا لقب ہے۔ انسان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ (ابراہیم: ٣٤) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے۔

عام نعمتوں کے علاوہ جو نعمتیں بالخصوص اولاد اسرائیل کو عطا فرمائیں وہ یہ ہیں کہ ان کو آل فرعون سے نجات دی' ان میں سے انبیاء بنائے' ان پر من وسلویٰ نازل کیا' ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ چشمے رواں کر دیئے اور ان کو تورات کا امین بنایا جس میں سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا بیان ہے اور آپ کی نبوت اور رسالت کا ذکر ہے۔ ہر چند کہ یہ نعمتیں اس زمانہ کے یہود کے آباء واجداد کو عطا کی گئی تھیں لیکن آباء واجداد کو دی گئی نعمتیں ان کی اولاد کے حق میں بھی نعمتیں ہوتی ہیں کیونکہ ان نعمتوں سے ان کو عظمت اور فضیلت حاصل ہوتی ہے اور خصوصاً یہ نعمتیں ان کی بقاء کا سبب ہیں' اگر فرعون بنو اسرائیل کی نسل کشی جاری رکھتا یا فرعون کے ساتھ بنو اسرائیل کو بھی سمندر میں غرق کر دیا جاتا تو آج دنیا میں یہودیوں کا وجود نہ ہوتا اور وہ کب کے صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ نعمتیں اس لیے یاد دلائی ہیں کہ وہ غور وفکر کریں اور جب کوئی شخص کسی کی بہ کثرت نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو اس کو اس کی مخالفت سے حیا آتی ہے' سو یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے باز آنا چاہیے' اور تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جن صفات کا ذکر ہے ان کو چھپانا نہیں چاہیے اور تورات کی وساطت سے یہودیوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کرنا چاہیے اور وہ عہد یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کریں گے' اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ وہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے تو اللہ بھی ان سے کیا ہوا عہد پورا کرے گا' اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔

بنو اسرائیل اور اللہ تعالیٰ کے مابین عہد کا بیان

اور یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم اور اس کا فضل ہے کہ اس نے برابر کا معاملہ کرنے کا فرمایا کہ تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو میں تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا' ورنہ کہاں بندہ کہاں خدا' بندہ اس کا حکم بجا لائے تو اس کا کام ہی بندگی کرنا ہے اور اس اطاعت پر جو اس نے جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا وہ محض اس کا کرم اور فضل ہے کسی کا اس پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔

یہودیوں کا اللہ سے عہد اور اللہ کا ان سے عہد یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا عہد پورا کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے سخت اور مشکل احکام کا بوجھ اتارنے کا عہد پورا کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا اور عام لوگوں سے عہد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو دنیا میں ان کی جان اور مال محفوظ رہے گا اور آخرت میں وہ دائمی عذاب سے محفوظ رہیں گے' اور جو فرائض اور واجبات کو ادا کریں گے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت سے نوازے گا اور جو صراط مستقیم پر ثابت قدم رہیں گے وہ ابتداءً جنت میں چلے جائیں گے اور جو بحر توحید میں اس طرح مستغرق رہیں گے کہ وہ اپنی ذات سے بھی غافل ہو جائیں انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار' اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہوگی اور اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس عہد کے معاملہ میں خاص مجھ سے ڈرنا کیونکہ عہد شکنی کی صورت میں اللہ کے قہر

Marfat.com

اور غضب کا سامنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا ہے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔ (البقرہ: ۴۱)

قرآن مجید کس چیز میں تورات کا مصدق ہے؟ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی شریعت پر عمل ۔۔۔ اور حضور کی رسالت کا عموم

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تورات میں یہودیوں نے جو تحریف کردی ہے قرآن مجید ان تحریفات کا بھی مصدق ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اس کا مصدق ہے کہ تورات بھی ایک آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور تورات میں انبیاء سابقین کے صحیح واقعات' علماء یہود سے لیے ہوئے عہود' اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کا حکم' لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کا ارشاد' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بے حیائی کے کاموں سے ممانعت' ان امور میں قرآن مجید تورات کا مصدق ہے اور چونکہ ہر نبی کی شریعت الگ ہوتی ہے اور اس نبی کے زمانہ اور اس کے تقاضوں کے اعتبار سے احکام وضع کیے جاتے ہیں' اس لیے قرآن مجید بعض جزوی احکام شرعیہ میں تورات کا مخالف ہے' لیکن یہ مخالفت اصول دین میں نہیں ہے بلکہ فروعی احکام میں اس زمانہ کی خصوصیات کے لحاظ سے ہے مثلاً وضو' نماز' روزہ اور حلال اور حرام چیزوں کی تعداد اور کیفیات میں اختلاف ہے اور اگر قرآن اس زمانہ میں نازل ہوتا تو اس میں وہی تورات کے احکام ہوتے اور اگر تورات اب نازل ہوتی تو اس میں وہی قرآن مجید کے احکام ہوتے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کوئی مسئلہ معلوم نہ کرو' کیونکہ وہ تم کو ہرگز ہدایت نہیں دیں گے' وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں (ان سے سوال کرکے) یا تو تم کسی باطل کی تصدیق کرو گے' یا حق کی تکذیب کرو گے۔ بے شک اگر موسیٰ اس وقت زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کے سوا اور کچھ جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو ان ہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۴۲۷۔ ۴۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو بعض اہل کتاب سے ایک کتاب ملی' وہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا' آپ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم اس میں متحیر ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس صاف صاف دین لایا ہوں' تم ان سے جب بھی کسی چیز کے متعلق سوال کرو گے یہ تم کو سچی خبر دیں گے تو تم اس کی تکذیب کرو گے اور جھوٹی خبر دیں گے تو تم اس کی تصدیق کرو گے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ تمہارے اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری پیروی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس حدیث کو امام احمد' امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مجالد بن سعید ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

امام احمد اور امام ابویعلیٰ کی روایت کا متن وہ ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے ان کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور دوسری روایت کا متن غالباً "مسند بزار" میں ہے ابھی تک "مسند بزار" مکمل نہیں چھپی ہمارے پاس اس کی ابتدائی تین جلدیں ہیں ان میں یہ روایت نہیں ہے۔

اس حدیث کی ایک تقریر تو یہ ہے کہ ہر نبی کی شریعت اس کے زمانہ میں واجب العمل ہے حتیٰ کہ اگر متاخر نبی متقدم کے زمانہ میں مبعوث ہوتا یا متقدم نبی متاخر کے زمانہ میں مبعوث ہوتا تو اس کی بعینہ وہی شریعت ہوتی' علامہ بیضاوی کی تفسیر اسی تقریر کے مطابق ہے' اور اس حدیث کی دوسری تقریر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شامل ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' اس لیے انبیاء سابقین میں سے جو نبی بھی آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتا تو اس کے لیے آپ کی اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا اور آپ کی رسالت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی شریعت کے بغیر کوئی عمل جائز نہ ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے اکمل ہے اور آپ کی رسالت کے عموم پر یہ آیت دلیل ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران: ۸۱)

اور (یاد کیجئے) جب اللہ نے (سب) نبیوں سے یہ عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس عظیم رسول آجائیں جو اس کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس (کتاب اور حکمت) ہے تو ضرور ضرور تم اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں ○

اگر یہ تمام نبی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو ان سب پر لازم تھا کہ یہ آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی نصرت کرتے' سو یہ تمام نبی حکماً اور تقدیراً آپ کی امت ہیں اور ہم تحقیقاً آپ کی امت ہیں اور آپ کی رسالت سب کو عام ہے' یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون. مجھے تمام مخلوق کا رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو۔ (البقرہ: ۴۱)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہودیوں سے پہلے تو مشرکین قرآن مجید کا انکار کر چکے تھے تو یہود کس طرح اس کے سب سے پہلے منکر ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تعریض ہے کہ چونکہ یہ کتاب تمہاری کتاب کی مصدق ہے تو تم کو سب سے پہلے اس پر ایمان لانا چاہیے تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تھوڑی قیمت کے بدلہ میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو ○ (البقرہ: ۴۱)

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق

"شراء" کا لفظ لغت اضداد سے ہے اور یہ خریدنے اور فروخت کرنے دونوں معنوں میں آتا ہے اور یہاں اس سے مراد "استبدال" ہے کیونکہ یہودی علماء دنیاوی فوائد کی وجہ سے قرآن پر ایمان نہیں لاتے تھے اور انہوں نے دنیاوی فوائد کے

Marfat.com

بدلہ میں قرآن پر ایمان نہ لانے کو اختیار کر لیا تھا اور ان کے یہ دنیاوی فوائد اگرچہ ان کے نزدیک بہت زیادہ تھے لیکن قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان کو جو اخروی فوائد حاصل ہوتے ان کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل اور حقیر تھے' یہ علماء اپنی قوم کے رئیس تھے اور ان کی قوم ان کو تحفے اور ہدیے پیش کرتی تھی اور ان کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ قرآن پر ایمان لائے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تو ان کو وہ نذرانے نہیں ملیں گے' اس لیے انہوں نے ان ہدیوں اور نذرانوں کو آخرت پر ترجیح دی' ایک قول یہ ہے کہ وہ رشوت لے کر حق چھپاتے تھے۔

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو وہ قلیل تھی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۰۱ ـ ۲۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلہ میں اللہ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری'' میں ہے کہ جس چیز پر تمہیں سب سے زیادہ اجرت لینے کا حق ہے وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس حدیث میں قرآن مجید پر اجرت لینے کی صاف تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے' اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب بنو اسرائیل ہیں اور یہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے اور یہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۶ ـ ۳۳۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

جب خصوصیت مورد اور عام الفاظ میں تعارض ہو تو اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات قرائن کی وجہ سے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہاں دلیل کی وجہ سے خصوصیت مورد متعین ہے' علامہ قرطبی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے۔

ہمارے نزدیک تعلیم قرآن' حج' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اجر کی سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴' ج ۲ ص ۸۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۵ھ)

یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے باب میں نص صریح ہے' بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ہے' اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز لازم نہیں آتا' لیکن یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہیں اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے' اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ سب سنداً ضعیف ہیں جو اس حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۴ ـ ۴۵۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھاتے تھے' وعظ و نصیحت کرتے تھے'

Marfat.com

مقدمات کے فیصلے کرتے تھے' مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاد کا انتظام کرتے اور ان تمام خدمات کے عوض ان کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا' اور اخیار امت کا یہ تعامل اس مسئلہ پر واضح دلیل ہے کہ تعلیم قرآن' امامت' خطابت اور دیگر عبادات پر اجرت لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ خلفاء راشدین کی سنت ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کسب (تجارت) میرے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں تھا اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں' اب ابوبکر کے اہل وعیال بیت المال کے مال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے کسب کرے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ اپنے معمول کے مطابق سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے' راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں' حالانکہ آپ مسلمانوں کے ولی مقرر ہو چکے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اگر میں تجارت نہ کروں تو پھر اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے ہر روز کے لیے نصف بکری مقرر کر دی۔

میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو مسلمانوں نے آپ کا دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا' حضرت ابوبکر نے فرمایا: میرے اہل وعیال کا خرچ زیادہ ہے' مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے' پھر مسلمانوں نے پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری'' کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عامل کے اوپر کوئی اور عامل نہ ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لے سکتا ہے اور ہر وہ شخص جس کو مسلمانوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے' کیونکہ اس کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے رقم کی احتیاج ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جائے گا تو وہ بلاعوض مسلمانوں کے کسی کام پر تیار نہیں ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور مصالح ضائع ہو جائیں گے' اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کو وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ قضاء کا وظیفہ لیا کرتے تھے' امام بخاری نے رزق الحکام کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر اگر قاضی ضرورت مند ہو تو بیت المال سے اس کی کفالت واجب ہے اور اگر اس کے پاس اتنی دولت ہو کہ وہ وظیفہ سے مستغنی ہو تو پھر اس کا بیت المال سے وظیفہ نہ لینا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی اس کا وظیفہ لینا زیادہ صحیح ہے تاکہ وہ قضاء کے معاملہ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں سستی نہ کرے' کیونکہ جب وہ اپنے کام کا کوئی وظیفہ نہیں لے گا تو قضاء کی ذمہ داریوں کو توجہ اور باقاعدگی سے پورا نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ عینی نے قاضی کو وظیفہ دینے کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ تمام وجوہات تعلیم قرآن' امامت اور اذان وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

علامہ آلوسی حنفی "ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
بعض اہل علم نے اس آیت سے قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم کی اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے اور اس مسئلہ میں بعض احادیث بھی مروی ہیں جو صحیح نہیں ہیں حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم تعلیم قرآن پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے' اور اس کے جواز کے سلسلہ میں علماء کے بکثرت اقوال منقول ہیں اگرچہ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی کہا ہے' اور اس آیت میں اس کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۶۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ عالم دین پر دینی علوم کی تعلیم دینا اور فرائض کی جماعت کرانا فرض ہے اور فرض کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (اس کے وعدہ کی بناء پر جو اس نے محض اپنے فضل سے کیا ہے) بندوں کے ذمہ نہیں ہے' تو میں کہوں گا کہ یہ صحیح اور برحق ہے لیکن عالم دین پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ مثلاً جامعہ نعیمیہ میں جا کر تعلیم دے اور وہاں نماز پڑھائے' اور اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ آٹھ سے بارہ بجے تک چار گھنٹے پڑھائے' اسی طرح اس پر مثلاً ظہر کی نماز پڑھانا ضروری ہے' یہ کب ضروری ہے کہ وہ ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز پڑھائے' نیز یہ کب ضروری ہے کہ مدرسہ کے معین کردہ نصاب کے عین مطابق پڑھائے' پھر اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ فلاں فلاں طالب علم کو پڑھائے اور فلاں فلاں لوگوں کو نماز پڑھائے؟

اس لیے جب کوئی ادارہ کسی عالم دین کو مخصوص مدرسہ کے مخصوص نصاب کے مطابق مخصوص طلبہ کو تعلیم دینے کا پابند کرے گا یا مخصوص مسجد کے مخصوص اوقات میں مخصوص لوگوں کو نماز پڑھانے یا اذان دینے کا پابند کرے گا تو وہ معاوضہ ان خصوصیات اور تقییدات کے مقابلہ میں ہوگا' نفس عبادات کا معاوضہ نہیں ہوگا اور نہ کسی عالم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ ان عبادات کا معاوضہ لے رہا ہے' عالم کو جس جگہ جس وقت اور جن لوگوں کا پابند کیا جاتا ہے' وہ اسی جگہ' اس وقت اور ان لوگوں کی پابندی کرنے کا معاوضہ لیتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان دینی فرائض کو ادا کرنے میں عالم دین جو وقت صرف کرتا ہے' وہ معاوضہ اس وقت کا ہوتا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہوتا' یا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اس کی جو توانائی خرچ ہوتی ہے یہ معاوضہ اس توانائی کا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہے یا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا تو وہ میری ضروریات کا کفیل ہوتا' اب مسلمانوں کے ان امور کی انجام دہی کی وجہ سے وہ اس کار معاش کو اختیار نہیں کرسکا' لہٰذا اس کے بدلہ میں اس کی ضروریات کا خرچ قوم یا کسی قومی ادارہ پر واجب ہوگا۔

امام مالک اور امام شافعی نے اور ایک قول میں امام احمد نے عبادات پر معاوضہ لینے کو جائز کہا ہے۔

ہر چند کہ متقدمین فقہاء احناف نے اسلامی فرائض کی بجا آوری پر اجرت لینے سے منع کیا تھا' لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت علماء کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے جاتے تھے لیکن اب جبکہ امراء اور سلاطین نے علماء کی کفالت ترک کر دی ہے تو اب علماء کا اپنے فرائض منصبی پر اجرت لینا جائز ہے اور متاخرین فقہاء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام خیرآخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام' مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے' اسی طرح "روضہ" اور "ذخیرہ" میں ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۶۵۵' مطبوعہ ملک سنز' فیصل آباد)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت دینے کو مستحسن قرار دیا ہے' کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں پر سستی غالب ہوگئی ہے'اور اجرت نہ دینے میں حفظ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے'فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ہدایہ آخرین ص ۳۰۳' مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ' ملتان)

علامہ بابرتی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت دینا جائز ہے اور فقہاء نے اسکے لیے مدت اور اجرت کے مقرر کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور اگر مدت مقرر نہ کی گئی ہو تو اجرت مثلی دینے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ متقدمین نے تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے معلمین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر تھے' اس لیے معلمین اپنی ضروریات اور معاش میں مستغنی تھے' نیز اس زمانہ میں محض ثواب کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا بھی رجحان تھا اور اب یہ بات باقی نہیں رہی' امام ابوعبداللہ الخیر اخزی نے کہا کہ اس زمانہ میں امام' مؤذن اور معلم کے لیے بھی اجرت لینا جائز ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۰' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ علاؤالدین الحصکفی لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے' فقہ پڑھانے' امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے' اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت طے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلی دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۶' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول)

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

علامہ ابن الشحنہ نے کہا ہے کہ فقہاء مدارس سے جو وظیفہ لیتے ہیں وہ اجرت نہیں ہے کیونکہ اس میں اجارہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں' اور نہ یہ صدقہ ہے کیونکہ غنی بھی یہ وظیفہ لیتے ہیں' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء درس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں' اس لیے یہ ان کی اعانت ہے' حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام یا مشغولیت کی وجہ سے درس میں نہ آسکیں' پھر بھی ان کا وظیفہ لینا جائز ہے۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۳۹' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

اب ایک نقطہ بحث طلب رہ گیا ہے کہ اگر علماء ان عبادات پر اجرت لیں تو کیا ان کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں' میرا یہ گمان ہے کہ اگر علماء اس معاوضہ کو اپنی عبادات کا معاوضہ سمجھ کر لیتے ہیں تو پھر وہ اجر اخروی کے مستحق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادات تو محض للہ فی اللہ ہیں' وہ محض پابندی اوقات کا معاوضہ لیتے ہیں تو پھر ان کو اجر اخروی کی امید رکھنی چاہیے۔

اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث اور جانبین کے دلائل پر تبصرہ ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' کی ساتویں جلد میں کیا ہے۔

قرآن خوانی کے نذرانوں کے جواز کا بیان

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ میت کو ثواب پہنچانے کے لیے جو قرآن خوانی کی جاتی ہے اس میں پڑھنے والے چونکہ پیسوں کے عوض قرآن مجید پڑھتے ہیں اس لیے ان کو اس پڑھنے کا اجر نہیں ملتا' اور جب ان کو خود اجر نہیں ملتا تو یہ میت کو کس چیز کا اجر پہنچائیں گے' اور تعلیم قرآن کی اجرت کے لیے جو تاویلات کی جاتی ہیں کہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہیں اور قرآن خوانی میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ممانعت بعض احادیث کی وجہ سے بیان کی جاتی ہے' ''شرح صحیح مسلم'' جلد سابع کے آخر میں میں نے تفصیل کے ساتھ ان احادیث کا ضعف اور محمل بیان کیا ہے اور جواز کے لیے ''صحیح بخاری'' کی وہ حدیث کافی ہے جس میں یہ

Marfat.com

ذکر ہے کہ صحابہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ٣٠٤)

ثانیاً ہمارے عرف میں قرآن خوانی سے پہلے اجرت طے نہیں کی جاتی' پڑھنے والے بغیر کسی مطالبہ کے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور پڑھوانے والے حسب توفیق کچھ خدمت کر دیتے ہیں اور اگر وہ کچھ نہ دیں تو کوئی ان سے مطالبہ نہیں کرتا اور یہ کہنا کہ پڑھنے والے پیسوں کی نیت سے پڑھتے ہیں' بلاوجہ دوسروں کے حق میں بدگمانی کرنا ہے' نیت کا حال اللہ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں' تاہم اگر یہ اصرار کیا جائے کہ نہیں وہ پیسوں ہی کی وجہ سے پڑھتے ہیں تو جن تاویلات کی وجہ سے تعلیم قرآن' امامت' اذان' خطابت اور تدریس کا معاوضہ جائز ہے وہی تاویلات یہاں بھی جاری ہو جائیں گی اور ضرورت کا فرق اس وقت مفید ہوتا جب احادیث صحیحہ سے اس کی ممانعت ہوتی' اس کے برعکس بخاری کی حدیث صحیح سے اس کا جواز ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ O (البقرہ: ٤٢)

یہود کی تلبیس اور کتمان حق کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

''لبس'' کا معنی ہے: اختلاط' یعنی حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ' ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں اور یہ حق تھا اور وہ اس حق کے ساتھ اپنی اس باطل تاویل کو ملاتے تھے کہ آپ ان کی طرف مبعوث نہیں ہیں بلکہ ان کے غیر کی طرف مبعوث ہیں' اور یہ باطل ہے کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ حق سے مراد تورات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا اور باطل سے مراد وہ تحریفات ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ (جامع البیان ج ا ص ٢٠٢' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٠٩ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے حق کو چھپانے کی تفسیر میں فرمایا: یہود حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو چھپاتے تھے' حالانکہ ان کو یہ علم تھا کہ آپ اللہ کے برحق نبی ہیں اور آپ وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ٣٤٢' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ١٣٨٧ھ)

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عالم پر حق کا اظہار کرنا واجب ہے اور حق کو چھپانا حرام ہے' سورہ بقرہ: ١٥٩ میں حق کو چھپانے پر لعنت کی گئی ہے۔ امام ابوداؤد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (سنن ابوداؤد ج ٢ ص ١٥٩' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ١٤٠٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ: ٤٣)

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے وجوب کی شرائط کا بیان

سورہ بقرہ: ٣ میں نماز کا معنی' نماز قائم کرنے کی تفسیر اور نماز کی تاکید اور اس کے فوائد کے متعلق تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے' زکوٰۃ کا لغت میں معنی ہے: کسی چیز کا بڑھنا اور پاکیزہ ہونا' اور اس کا شرعی معنی یہ ہے:

نصاب کے مطابق جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو اس مال میں سے چالیسویں حصہ کا کسی غیر ہاشمی فقیر کو اللہ کی رضا کے

Marfat.com

لیے مالک بنا دینا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۴۔ ۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زکوٰۃ مسلمان عاقل بالغ اور آزاد شخص پر فرض ہوتی ہے اور اس کی فرضیت کا سبب ایسا مال ہے جو نصاب کے مطابق ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو اور اس مال پر کسی مخلوق کا قرض نہ ہو اگر اس مال پر اللہ کا حق ہو مثلاً اس کے ذمہ پچھلی زکوٰۃ ہو نذر یا کفارہ کی ادائیگی ہو یا حج ہو تو وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مانع نہیں ہے البتہ وہ مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد ہو حاجات اصلیہ میں اس کے اور اس کے بیوی اور بچوں یا اس کے بوڑھے ماں باپ کے کھانے پینے علاج کپڑوں اور رہائش کے اخراجات شامل ہیں اور اسی طرح جو اس نے کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے ان چیزوں کے اخراجات منہا کرنے کے بعد جو رقم اس کے پاس بچے اور نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی ہے جو ساڑھے باون تولے یا ۶۱۲ء۳۶ گرام کے برابر ہے اور سونے کا نصاب چالیس دینار یا بیس مثقال ہوتا ہے جو ساڑھے سات تولے یا ۸۷ء۴۸ گرام کے برابر ہے۔ کرنسی نوٹوں اور مال تجارت کو چاندی کے نصاب کے تابع کیا جائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو O (البقرہ: ۴۳)

باجماعت نماز پڑھنے کے فوائد

اس کا معنی ہے: نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو رکوع نماز کا ایک جز ہے اور یہاں جز کا کل پر اطلاق کیا گیا ہے اور خصوصیت سے رکوع کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں ہے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اس کا مطلب ہے جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور یہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہودی الگ الگ نماز پڑھتے تھے تو ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد حاصل ہوں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

(۲) ہوسکتا ہے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہ ہو اور جماعت میں کوئی ایسا مقبول بارگاہ ہو جس کی وجہ سے سب کی نماز قبول ہو جائے۔

(۳) بعض لوگ قراءت صحیح نہیں کرتے یا طمانیت اور اعتدال سے رکوع اور سجود نہیں کرتے تنہا نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز ناقص یا باطل ہوگی اور جماعت کے ساتھ نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

(۴) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی شخص پر بے نمازی ہونے کی تہمت نہیں لگائی جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص اللہ کا فرمانبردار ہے اور کون شخص نافرمان ہے۔

(۵) اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں تقویت ملے گی وہ ایک دوسرے کے دکھ درد صحت اور بیماری خوشی اور غمی اور خوشحالی اور افلاس پر مطلع ہو سکیں گے اور ایک دوسرے کے کام آنے کے مواقع میسر آئیں گے۔

جماعت کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

جو علماء جماعت کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس آیت میں امر کو وجوب پر محمول کرتے ہیں اور جو وجوب کے قائل نہیں ہیں وہ اس امر کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

داؤد ظاہری عطاء ابوثور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے "غایت" میں مذکور ہے کہ ہمارے عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت موکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۰)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

مردوں کے حق میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ تاکید سے مراد وجوب ہے مگر جمعہ اور عید میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور غیر رمضان اور نوافل میں بہ طور تداعی کے جماعت مکروہ تنزیہی ہے (بہ شرطیکہ دائماً ہو) محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار کرنا مکروہ ہے (اذان اور اقامت کے بغیر ہیئت تبدیل کر کے تکرار جماعت جائز ہے) راستہ کی مسجد میں یا جس مسجد میں کوئی امام معین نہ ہو اور نہ مؤذن ہو وہاں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

جمعہ میں جماعت فرض عین ہے اور باقی فرائض میں جماعت کے بارے میں اختلاف ہے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ فرض عین ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر پانچ وقتوں کی نماز کے لیے جماعت واجب ہے شیخ تقی الدین وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں:

فرض نمازوں کے لیے یا قضا نمازوں کے لیے جماعت سنت موکدہ ہے اور جمعہ کے سوا کسی نماز میں جماعت واجب نہیں ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل ج ۲ ص ۱۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

رکوع کا معنی نماز میں رکوع کرنا بھی ہے اور خضوع اور خشوع بھی ہے اس لیے یہ لفظ جماعت کے لیے قطعی الدلالۃ نہیں ہے اور اس سے جماعت کی فرضیت پر استدلال کرنا ضعیف ہے۔ حسب ذیل احادیث سے جماعت کے سنت موکدہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہیں ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی آپ نے اس کو اجازت دے دی جب وہ چلا گیا تو آپ نے پھر اس کو بلایا اور فرمایا: تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا: تو پھر نماز کے لیے جاؤ۔[1]

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کے نابینا ہونے کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی اس لیے اس حدیث میں امر استحباب پر محمول ہے اور اس کا وجوب منسوخ ہے یعنی جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے مسجد میں جاؤ ہر چند کہ یہ تم پر واجب نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری رائے یہ تھی کہ نماز کی جماعت صرف وہ شخص چھوڑتا ہے جو ایسا منافق ہو جس کا نفاق معلوم ہو یا وہ بہت بیمار ہو' بے شک ایک بیمار آدمی دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنن الھدیٰ کی تعلیم دی اور سنن الھدیٰ میں سے یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ کل وہ اللہ سے حالتِ اسلام میں ملاقات کرے' اسے چاہیے کہ جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو وہ ان کی حفاظت کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سنن الھدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنن الھدیٰ میں سے ہے' اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ فلاں تارک جماعت اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے' اور اس کو فرض عین یا فرض کفایہ کہنا ضعیف قول ہے۔ عورتوں کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اگر چہ فی نفسہ جائز ہے مگر ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے' ''شرح صحیح مسلم'' کی پانچویں جلد میں اس کی بحث ہے۔ نماز عبادات بدنیہ میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ عبادات مالیہ میں سب سے افضل ہے' اس لیے ان دونوں کو ساتھ ذکر کیا ہے' امام رازی نے کہا ہے کہ یہود زکوٰۃ نہیں دیتے تھے اس لیے زکوٰۃ کا ذکر کیا اور وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے تھے اس لیے با جماعت نماز پڑھنے کا ذکر کیا۔

امام شافعی وغیرہ جو اس کے قائل ہیں کہ کفار فروع کے مخاطب ہوتے ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ یہود کافر تھے اور ان کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور جو اس کے قائل نہیں ہیں وہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یا یہ حکم مسلمانوں کو ہے۔

ہم نے جماعت کے سنت موکدہ ہونے کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی ہے' ہمارے زمانہ میں نوافل کی جماعت' عورتوں کی عورتوں کے لیے امامت اور سمجھ دار نابالغ لڑکے کی تراویح میں امامت کے متعلق کافی بحث کی جاتی ہے اس لیے ہم یہاں اس مسئلہ کی تحقیق کر رہے ہیں۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق.

نوافل کی جماعت کی تحقیق

فقہاء احناف کے نزدیک چار سے کم افراد کی جماعت کرنا مطلقاً جائز ہے اور اگر چار سے زیادہ افراد ہوں اور دوام کے ساتھ نوافل کی جماعت کی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی کبھی نوافل کی جماعت کی جائے تو پھر مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

''مختصر قدوری'' میں یہ لکھا ہے کہ نوافل کی جماعت جائز نہیں ہے' اس سے مراد جواز کی نفی نہیں ہے' بلکہ فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے کیونکہ ''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں ''قدوری'' سے نقل کیا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ نہیں ہے اور اس کی تائید ''حلیہ'' میں مذکور ہے کہ امام طحاوی نے منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے وتر نہیں پڑھے' پھر وہ کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی' حضرت عمر نے ہم کو تین رکعت وتر کی نماز پڑھائی اور صرف آخر میں سلام پھیرا' پھر صاحب ''الحلیہ'' نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ نوافل کی جماعت غیر مستحب ہے' اگر یہ جماعت کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

وتر کی جماعت کرائی تھی تو یہ مباح غیر مکروہ ہے اور اگر دائما ہو تو پھر یہ بدعت مکروہہ ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور ''مختصر قدوری'' میں جو اس کو ناجائز یعنی مکروہ لکھا ہے وہ دوام پر محمول ہے اور دیگر کتابوں میں جو اس کے خلاف لکھا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب نوافل کی جماعت احیانا (کبھی کبھی) ہو' علامہ شامی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: صاحب ''الحلیہ'' کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ''البدائع'' میں مذکور ہے کہ تراویح کے سوا نوافل کی جماعت سنت نہیں ہے (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۹۸) کیونکہ سنیت کی نفی کراہت کو مستلزم نہیں ہے' ہاں! اگر دائما نوافل کی جماعت کی جائے تو پھر یہ مکروہ ہے' اور علامہ خیرالدین رملی نے ''البحر الرائق'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ کراہت کی علت دوام ہے' اور ''نہایہ'' میں مذکور ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ وتر کی ہر رکعت میں قراءت واجب ہے اور وتر بغیر اذان اور اقامت کے ادا کیے جاتے ہیں اور نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں' کیونکہ رمضان کے علاوہ صحابہ نے وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے' اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ بخاری لکھتے ہیں:

اگر امام کے سوا تین نمازی ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں ہے' اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۵۴' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے' چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ و حرام جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۴۸۵۔ ۴۸۰) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابرین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے' علماء امت و حکماء ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ (امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۵۰۰' مطبوعہ لائلپور)

علامہ نوراللہ بصیر پوری نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی نوافل کی جماعت کرنا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔

(فتاوی نوریہ ج ۱ ص ۲۷۲' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

خواتین کی امامت کی تحقیق

جماعت کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورتوں کی جماعت ہے' امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا اور ان کا باجماعت نماز پڑھانا جائز ہے' امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ غیر مستحب ہے' امام مالک کے نزدیک عورتوں کا عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا مکروہ تحریمی ہے' ہر چند کہ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا جائز ہے لیکن انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے لیے امام ہونا ناجائز ہے اور مردوں کے لیے عورت کی امامت کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے' عورت کی امامت کے جواز کے سلسلہ میں جو احادیث ہیں پہلے ہم ان کا ذکر کریں گے' پھر فقہاء کے مذاہب کو بیان کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق.

خواتین کی امامت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ سے ملنے ان کے گھر جاتے تھے' آپ

Marfat.com

نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا اور آپ نے حضرت ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ عبدالرحمان کہتے ہیں: میں نے ان کے موذن کو دیکھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸۔۸۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

ولید بن جمیع بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے جاتے تھے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا' حضرت ام ورقہ نے قرآن حفظ کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کے لیے گئے تو حضرت ام ورقہ نے عرض کیا: مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیں' میں زخمیوں کی دوا دارو کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی' شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے بھی شہادت مقدر کر دے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شہادت مقدر کر دی ہے' اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھ دیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' انہوں نے اپنی ایک باندی اور ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ کو قتل کر دیا' وہ دونوں قتل کر کے بھاگ گئے اور پکڑے گئے' اور ان کو پھانسی دی گئی اور یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ میں پھانسی دی گئی' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: چلو شہیدہ کے پاس جائیں اور ہم ان کی زیارت کریں اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے لیے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرض نمازیں پڑھائیں' مسلم بن ولید بن جمیع نے اس سے استدلال کیا ہے' میں اس مسئلہ میں اس حدیث کے سوا اور کسی حدیث متصل کو نہیں جانتا' اور ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ اذان دیتی تھیں' اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۰۳' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں' اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں امامت کرتی تھیں اور آپ نے

Marfat.com

ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۳ ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرض نماز میں ہماری امام ہوئیں' اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۴ ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۴ ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے' امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب ہے' حضرت عائشہ' حضرت ام سلمہ' عطاء' ثوری' اوزاعی' امام شافعی' اسحاق اور ابو ثور سے روایت ہے کہ عورت' عورتوں کی امامت کرائے' اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے' اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے' لیکن اگر وہ پڑھیں گی تو نماز ہو جائے گی۔ شعبی' نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ نوافل میں عورتوں کا امامت کرانا جائز ہے' فرائض میں جائز نہیں ہے' حسن بصری اور سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ عورت فرض میں امامت کرائے نہ نفل میں' امام مالک نے کہا ہے کہ عورت کسی شخص کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے اور اذان کی تعریف ہے: جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لیے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرانا بھی مکروہ ہے' اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ کی حدیث ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۷ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ ھ)

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۶۳ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورت عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں' زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نماز نہیں ہو گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی۔ (شرح المہذب ج ۴ ص ۲۵۵ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنا دیا' اور امام ابوداؤد نے عبدالرحمان خلاد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ کی زیارت کے لیے ان کے گھر جاتے تھے' اور آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا' جو ان کے لیے اذان دیتا تھا' اور آپ نے حضرت ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کے موذن کو دیکھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا'

Marfat.com

امام شافعی نے کہا: جو مرد عورت کے پیچھے نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے' امام مالک نے کہا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۳۵۶۔ ۳۵۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ عبدری مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے خواہ وقت نکل جائے۔ (التاج والاکلیل ج ۲ ص ۹۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں:

تنہا عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے' اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لیے یہ فعل مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا' اور حضرت عائشہ کا عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۲۳' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

''مبسوط'' میں اسی طرح لکھا ہے' علامہ سروجی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے' جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے' پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی' اور وہ نو سال آپ کے پاس رہیں' اور نماز میں امامت انہوں نے بلوغت کے بعد ہی کی ہوگی' تو یہ ابتداء اسلام کب ہے؟ لیکن یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جب عورتوں نے مسجد میں جا کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو یہ فعل منسوخ ہو گیا' لیکن ''مستدرک'' میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ اذان دیتی تھیں' اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں' اور امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں امام ابوحنیفہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں امامت کرتی تھیں' اور عورتوں کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (کتاب الآثار ص ۴۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی) اور یہ بات معلوم ہے کہ تراویح کی جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مروج ہوئی ہے' اور ''سنن ابوداؤد'' میں ہے کہ حضرت ام ورقہ انصاریہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' اور ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا اور وہ زبان رسالت کی پیشگوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں۔ عبدالرحمان نے کہا: میں نے ان کے موذن کو دیکھا تھا' وہ بوڑھا شخص تھا' یہ تمام روایات دعویٰ نسخ کی نفی کرتی ہیں' ''سنن ابوداؤد'' کی روایت کی سند میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خالد انصاری پر ابن القطان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں کا حال معلوم نہیں لیکن امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ان حدیثوں کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ورقہ کو جو نماز پڑھانے کی اجازت

Marfat.com

دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم نہیں آتا اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی ہو' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رمضان میں امامت کرتی تھیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ تراویح کی امامت کرتی تھیں' اور ''مصنف عبدالرزاق'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ (المصنف ج ۳ ص ۱۴۰) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو' لیکن اس کے باوجود یہ سوال قائم رہے گا کہ وہ کون سا ناسخ ہے جس نے ان احادیث کو منسوخ کردیا؟ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ ''سنن ابوداؤد'' اور ''صحیح ابن خزیمہ'' وغیرھما میں یہ حدیث ہے کہ عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا حجرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے' اور کوٹھڑی در کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے' اور یہ بات معلوم ہے کہ بالکل اندرونی کوٹھڑی جماعت کی گنجائش نہیں رکھتی' اس حدیث کو بعض علماء نے حضرت عائشہ' حضرت ام ورقہ اور حضرت ابن عباس کی احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے' لیکن اس حدیث کا ناسخ ہونا واضح نہیں ہے' اور اگر اس کو ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عورت کا امامت کرنا اب مسنون نہیں ہے اور یہ کراہت تحریم کو مستلزم نہیں ہے' بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس فعل کا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہونا لازم آئے گا اور ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم اس کو مکروہ تحریمی ثابت کریں' ہمارا مقصود تو حق کی اتباع کرنا ہے خواہ وہ کسی جگہ ہو۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۷۔ ۳۰۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن ہمام نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد اور امام شافعی کا قول صحیح ہے' کیونکہ وہ احادیث کے موافق ہے اور امام مالک نے حضرت ابوبکرۃ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ نظام مملکت کی ولایت سے متعلق ہے' نماز کی امامت سے نہیں ہے' نیز احادیث صحیحہ سے عورت کا عورتوں کی نماز میں امامت کرنا ثابت ہے' اور اس کا ناسخ متعین اور متحقق نہیں ہے اور احادیث رسول اقوال فقہاء پر مقدم ہیں۔

سمجھ دار نابالغ لڑکے کی امامت

نابالغ اور سمجھ دار لڑکے کی امامت میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی امامت مطلقاً جائز نہیں ہے فرائض میں نہ نوافل میں' البتہ مشائخ احناف کا اس میں اختلاف ہے۔ بلخ کے مشائخ نابالغ حافظ قرآن کی تراویح میں امامت کو جائز کہتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۱۔ ۳۰۹) علامہ کاسانی حنفی نے لکھا ہے جو بچہ سمجھ دار ہو وہ تراویح میں بچوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہے' اور بالغوں کے متعلق اُس کی امامت میں مشائخ کا اختلاف ہے اور جو بچہ ناسمجھ ہو وہ امامت کا بالکل اہل نہیں ہے کیونکہ وہ نماز کے لائق نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۷)

امام مالک کے نزدیک بھی نابالغ کا بالغوں کو نماز پڑھانا جائز نہیں ہے (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱ ص ۳۵۳) اور امام احمد کے نزدیک فرائض میں نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے اور نوافل میں اُن کے دو قول ہیں (المغنی ج ۲ ص ۳۲۔ ۳۱) اور امام شافعی کے نزدیک نابالغ سمجھدار لڑکے کی امامت مطلقاً جائز ہے' خواہ فرض ہو یا نفل۔ (شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴۹)

مانعین کی دلیل یہ ہے کہ بالغ کی نماز فرض ہے اور نابالغ کی نماز نفل ہے اور متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز نہیں ہوتی' کیونکہ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے (جامع ترمذی ص ۵۷) یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور فرض نفل کو شامل ہوتا ہے' نفل فرض کو شامل نہیں ہوتا' اور مجوزین کی دلیل یہ ہے کہ احادیث سے نابالغ کا بالغوں کو نماز پڑھانا ثابت ہے' خاص طور سے جب کہ نابالغ کو بالغوں سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ حافظ قرآن ہو اور اچھا قاری ہو کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو امام بنانے پر زور دیا

Marfat.com

ہے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو اس کو امام بناؤ' اگر قراءت میں سب برابر ہوں' تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو اور کوئی شخص کسی کی ولایت اور اُس کے گھر میں نماز نہ پڑھائے اور نہ اُس کی معزز نشست پر بیٹھے سوا اس کے کہ وہ اُس کو اجازت دے دے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو جو سنت کا زیادہ عالم ہو اُس کو امام بناؤ۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۲۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم سفر کرو تو جس شخص کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو اُس کو امام بناؤ خواہ وہ تم میں سب سے چھوٹا ہو' اور جو شخص تمہارا امام ہوگا وہی تمہارا امیر ہوگا

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کی گزرگاہ میں رہتے تھے' ہمارے پاس سے سوار گزرتے رہتے تھے' ہم اُن سے پوچھتے رہتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ لوگ بتاتے کہ وہ شخص یہ کہتے ہیں کہ اُن کو اللہ نے بھیجا ہے اور اُن کی طرف یہ یہ وحی کی ہے' میں اُن سے اس کلام کو سن کر یاد کرتا رہتا' گویا کہ وہ کلام میرے دل میں راسخ ہوگیا' اور عرب اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے' وہ کہتے تھے کہ اس شخص کو اس کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو' اگر وہ اُن پر غالب آگیا تو پھر وہ سچا نبی ہوگا' جب مکہ فتح ہوگیا تو سب لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' اور میرے والد اپنی قوم میں سب سے پہلے اسلام لے آئے' جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ بہ خدا! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں وہ برحق ہیں' آپ نے فرمایا ہے: فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھا کرو' اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کرے' جب انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا' کیونکہ میں سواروں سے سن کر قرآن یاد کرتا تھا تو انہوں نے مجھے امام بنادیا' اُس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی' میں نے ایک چھوٹی سی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا' جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ سمٹ کر اُوپر آجاتا' قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی شرم گاہ ہم سے کیوں نہیں چھپاتے! تب لوگوں نے مجھے ایک قمیض خرید کردی' مجھے اُس قمیض سے اُس وقت سب سے زیادہ خوشی ہوئی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶ ۔ ۶۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام نسائی[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب قیاس کے زیادہ قریب ہے اور امام شافعی کا مذہب احادیث کے زیادہ قریب

---

[1] امام احمد شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۱ ص ۱۲۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۷۱' ۳۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

ہے' ہمارے زمانہ میں بچے جلد قرآن مجید حفظ کر لیتے ہیں' اگر وہ تراویح میں قرآن مجید نہ سنائیں یا نہ سنیں تو قرآن مجید بھول جائے گا' اس لیے اگر بلخ کے مشائخ احناف کے قول پر عمل کرتے ہوئے نابالغ حافظ کو تراویح میں امام بنا دیا جائے تو قرآن مجید کی حفاظت اور ان احادیث کے پیش نظر مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو' حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو! کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟O (البقرہ: ٤٤)

یہود کی بے عملی کا بیان

بھولنے سے مراد یہاں چھوڑ دینا ہے' کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں بھولتا' یعنی تم خود نیکی پر عمل نہیں کرتے اور دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو' یہاں نیکی کے حکم میں کئی اقوال ہیں۔

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تم لوگوں کو تورات کے عہد اور نبوت کے ساتھ کفر کرنے سے روکتے ہو اور خود تم تورات میں کیے ہوئے عہد سے کفر کرتے ہو' میرے رسولوں کی تصدیق نہیں کرتے' مجھ سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہو اور میری کتاب میں مذکور احکام کا انکار کرتے ہو۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تم لوگوں کو (سیدنا حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہونے کا اور نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہو اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

سدی سے روایت ہے کہ تم لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کا حکم دیتے ہو اور خود اس کی معصیت کرتے ہو۔

(جامع البیان ج ١ ص ٢٠٤' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٠٩ھ)

بے عمل علماء کے عذاب کا بیان

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جنت میں سے کچھ لوگ دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے: تم کیسے دوزخ میں ہو' حالانکہ ہم تمہاری تعلیم پر عمل کر کے جنت میں پہنچ گئے؟ وہ کہیں گے کہ ہم کہتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کو طبرانی' خطیب اور ابن عساکر نے سند ضعیف سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام طبرانی' خطیب اور اصبہانی نے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عالم کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اور اس پر عمل نہ کرے اس چراغ کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود کو جلاتا رہتا ہے۔ امام اصبہانی نے ''ترغیب'' میں سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم سوء کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور جس طرح گدھا چکی کے ساتھ گردش کرتا ہے اس طرح اس کی انتڑیاں دوزخ میں گردش کر رہی ہوں گی۔

امام احمد بن حنبل نے ''کتاب الزھد'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی نہیں جانتا اس کے لیے ایک عذاب ہے اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو علم دے دیتا' اور اس شخص کے لیے سات عذاب ہیں جو جانتا ہے اور پھر اس پر عمل نہیں کرتا۔ (الدر المنثور ج ١ ص ٦٥' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

Marfat.com

آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے علماء نے تین شرطیں ذکر کی ہیں' اول مکلّف ہونا' ثانی ایمان' ثالث عدل یعنی اس کا نیک ہونا۔ بعض علماء نے چوتھی شرط بھی ذکر کی ہے کہ امام کی طرف سے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت ہو' لیکن امام غزالی اور دیگر محققین نے اس شرط کو مسترد کر دیا ہے' باقی رہی تیسری شرط یعنی نیکی کا حکم دینے کے لیے خود نیک ہونے کی شرط تو اس کے متعلق بھی علماء نے کافی بحث کی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے امر بالمعروف کے لیے عدالت کو شرط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فاسق کا کسی کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز نہیں ہے' انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ. کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ (البقرہ: ۴۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف: ۳۔۲) اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے ہو؟○ اللہ کو سخت ناراض کرنے والی بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے ○

عدالت کی شرط پر ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام احمد' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی اور امام ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا' میں نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو برائی سے روکتے تھے اور خود برے کام کرتے تھے' اور امام ابونعیم نے ''حلیہ'' میں مالک بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی: اپنے آپ کو نصیحت کرو' اگر تم نے خود نصیحت پر عمل کر لیا تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

عدالت کی شرط پر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کیونکہ غیر کا ہدایت حاصل کرنا خود ہدایت یافتہ ہونے کی فرع ہے اور غیر کو مستقیم کرنا خود مستقیم ہونے کی فرع ہے اور غیر کی اصلاح خود صالح ہونے کی فرع ہے تو جو شخص خود نیک نہ ہو دوسرے کو کب نیک کر سکتا ہے۔

یہ مذکورہ دلائل بہ اعتبار ظاہر ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ فاسق بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے' کیونکہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا امر بالمعروف کے لیے تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے؟ اگر یہ شرط لگائی جائے تو ایک تو یہ اجماع کے خلاف ہے' دوسری بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام بھی معصوم نہیں تھے چہ جائیکہ بعد کے لوگ! اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص تبلیغ کر سکتا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے' حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں امت مسلمہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مکلّف کیا گیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ امر بالمعروف کے لیے کبیرہ گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور مرتکب کبیرہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنے ہوئے ہو اُس کے لیے زنا اور شراب نوشی سے روکنا جائز نہیں ہے' تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا ریشم پہننے والے کے لیے کفار کے خلاف جہاد کرنا اور اُن کو کفر سے روکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں تو یہ اجماع کے خلاف ہے' کیونکہ اسلام کے ہر دور میں نیک اور بد لوگ لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار کے

Marfat.com

خلاف جہاد کرتے رہے ہیں' اگر وہ کہیں کہ ہاں یہ جائز ہے تو پھر ثابت ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ اسلام کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ جائز ہو تو لازم آئے گا کہ ایک شخص کسی ایسی عورت سے زنا بالجبر کر رہا ہو جس نے اپنا منہ چھپایا ہوا ہو' دوران زنا وہ عورت خود اپنا منہ کھول دے اور وہ شخص اس سے کہے: تو نے غیر محرم کے سامنے چہرہ کیوں کھولا؟ زنا کرانے میں تو تو مجبور تھی چہرہ دکھانے میں تو مجبور نہیں تھی! تو یہ ایسی تبلیغ ہے جس کو ہر عقل مند برا سمجھے گا اور اس سے نفرت کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حق بالطبع برا لگتا ہے اور باطل بالطبع اچھا لگتا ہے اور اتباع دلیل کی' کی جاتی ہے وہمی اور خیالی نفرت کی نہیں کی جاتی' اس حال میں اُس عورت کو منہ چھپانے کا حکم دینا کیا حرام ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نامحرم کے سامنے منہ کھولنا معصیت ہے اور معصیت سے روکنا حق ہے' باقی رہا یہ کہ طبیعت ان کاموں سے متنفر ہوتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص زیادہ اہم چیز (زنا سے اجتناب) کو ترک کر کے کم درجہ کی اہم چیز میں مشغول ہو گیا' جیسے طبیعت ان کاموں سے متنفر ہوتی ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ سود کھاتا ہو اور کسی غصب شدہ چیز کو کھانے سے احتراز کرے' یا جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو اور وہ غیبت سے احتراز کرے اور اس طبعی تنفر سے یہ لازم نہیں آتا کہ غصب شدہ طعام کھانا حرام نہ ہو یا غیبت کو ترک کرنا واجب نہ ہو۔

(احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۷۔ ۱۴' ملخصاً' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۱ھ)

امام رازی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے' ایک معصیت کو ترک کرنا' دوسرا غیر کو معصیت سے منع کرنا' اور ایک حکم پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے حکم پر بھی عمل نہ کرے' اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے کہ ''تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو' اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ مطلقاً اپنے آپ کو بھلانے یعنی خود عمل نہ کرنے سے منع کیا ہے' دوسرا محمل یہ ہے کہ جس وقت وہ خود عمل نہ کر رہا ہو اس وقت دوسروں کو اس کا حکم دینے سے منع کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا پہلا محمل مراد ہے نہ کہ دوسرا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ہمارے نزدیک ان آیات اور احادیث کا منشاء یہ ہے کہ انسان کا نیکی پر عمل نہ کرنا اور برائی سے اجتناب نہ کرنا عقلاً برا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب ہے لیکن اس وقت زیادہ برا ہے اور زیادہ غضب اور عذاب کا موجب ہے جب وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے رہا ہو اور ان کو برائی سے روک رہا ہو تو جو چیز قبیح ہے اور غضب اور عذاب کا موجب ہے وہ خود عمل نہ کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو عمل کی تبلیغ کرنا' کسی دنیاوی طمع کی بناء پر برائی سے نہ روکنا مداہنت ہے اور کسی دینی منفعت کی وجہ سے خاموش رہنا مدارات ہے اور کفار سے موالات (دوستی رکھنا) حرام ہے اور ان سے صرف معاملات مثلاً بیع و شراء کرنا جائز ہے۔

بے علم کے وعظ' تقریر اور اس کے مرید کرنے کا شرعی حکم

تقریر اور وعظ کرنے کے لیے علم دین کا حاصل کرنا شرعاً واجب ہے' اور بے علم آدمی کا تقریر اور وعظ کرنا مکروہ تحریمی ہے' اور اس پر اصرار کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے' عالم کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ کر سکے' احادیث کی عربی عبارات صحیح صحیح پڑھ سکے اور سمجھ سکے' علم کلام اور علم فقہ کی عبارات کو پڑھ اور سمجھ سکے' محض اردو کی کتابوں کو پڑھ کر وعظ کرنا اور لوگوں کو مسائل بتلانا شرعاً حرام ہے' البتہ اگر علماء اور منتہی طلباء کسی محقق عالم دین (مثلاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری' صدر الشریعہ

Marfat.com

مولانا امجد علی' صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہم اللہ) کی اردو تصانیف سے مطالعہ اور استفادہ کر کے بیان کریں تو یہ جائز ہے' لیکن جو شخص علوم عربیہ سے بالکل جاہل ہو اس کے لیے اردو کی کتابیں پڑھ کر وعظ کرنا قطعاً حرام ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۳)

اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں' اور ان کو صرف عالم ہی سمجھ سکتے ہیں ○

اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص قرآن مجید کی آیات کا از خود ترجمہ نہ کر سکے اور اس کے لطائف اور دقائق کو نہ سمجھ سکے وہ عالم نہیں ہے۔ امام رازی عالم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نظری اور دقیق مسائل کو عالم ہی سمجھتا ہے' جب اس کے سامنے کوئی ظاہر امر پیش کیا جائے تو وہ اس کی کنہ کا ادراک کر لیتا ہے' جو چیز دقیق ہو اس کو جاننے کے لیے عالم ہونا ضروری ہے' اللہ تعالیٰ نے جو مثالیں بیان کی ہیں ان کی حقیقت اور ان کے تمام فوائد کو صرف علماء سمجھ سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۹۳ 'ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص صفت علم میں کامل ہو۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۱۰۴' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

علامہ مراغی لکھتے ہیں:

ان مثالوں کے مغز کو اور ان کی تاثیر کی معرفت کو صرف ماہر علماء ہی جان سکتے ہیں اور ان مثالوں سے کثیر فوائد کو علماء ہی مستنبط کر سکتے ہیں جو غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ (تفسیر المراغی ج ۲۰ ص ۱۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی مثالوں کو وہی سمجھ سکتے ہیں جن کو علم سے وافر حصہ ملا ہو اور وہ قضایا اور مسائل میں منہمک رہتے ہوں۔ (التفسیر المنیر ج ۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ عالم اس شخص کو کہتے ہیں جو قرآن مجید کا ترجمہ کر سکے' اس کے معانی کے دقائق کو سمجھ سکے اور اس کے فوائد کو مستنبط کر سکے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ میں اپنی رائے سے کہا اس نے خطا کی اگرچہ اس نے صحیح کہا ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بغیر علم کے قرآن سے کچھ بیان کیا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی تفسیر کے لیے پندرہ علوم ضروری ہیں: لغت' نحو' تصریف' اشتقاق' معانی' بیان' بدیع' قراءات' اسباب نزول والقصص' ناسخ اور منسوخ' فقہ' احادیث' اصول حدیث اور اصول فقہ' اصول تفسیر۔ (مرقات ج ۱ ص ۲۹۲' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تفسیر لکھنے کے لیے یہ علوم ضروری ہیں بلکہ یہ اصول عام ہے' وہ زبانی کسی آیت کی تشریح

Marfat.com

کرے یا اس کو لکھے اس کے لیے ان علوم کا جاننا ضروری ہے الا یہ کہ وہ کسی معتبر تفسیر سے پڑھ کر سنائے (خواہ وہ کسی زبان میں ہو) یا اس کو ضبط کر کے اس کے حوالے سے بیان کرے۔ اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ غیر عالم کے لیے وعظ اور تقریر کرنا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب علم کو اٹھائے گا تو اس کو لوگوں کے سینوں سے نہیں نکالے گا' لیکن علماء کو اٹھانے کے ذریعہ سے علم کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے فتویٰ (جواب) دیں گے' سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۲۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ابن عساکر نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۵۷۔ ۱۲' مطبوعہ دارالفکر' دمشق' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیادت (منصب) حاصل کرنے سے پہلے علم حاصل کرو۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو اس کی قوم نے فقہ کی وجہ سے امیر بنایا اس میں اس کی بھی حیات ہے اور اس کی قوم کی بھی' اور جس شخص کو اس کی قوم نے بغیر فقہ کے امیر بنایا اس میں اس کی بھی ہلاکت ہے اور اس کی قوم کی بھی۔

(سنن دارمی ج ا ص ۶۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ابوالبختری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص وعظ کر کے لوگوں کو ڈرا رہا تھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص لوگوں کو وعظ کر رہا ہے' آپ نے فرمایا: یہ شخص لوگوں کو وعظ نہیں کر رہا لیکن یہ دراصل یہ کہہ رہا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں مجھ کو پہچان لو (یعنی وعظ سے اس کا مقصد خودنمائی ہے)' آپ نے اس کو بلا کر دریافت کیا: کیا تم قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور اس میں وعظ نہ کرو' ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا: تم ناسخ اور منسوخ کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: تم ہلاک ہو گئے' تم ہلاک ہو گئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۶۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بے علم شخص کا وعظ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو مزید منقح کرنے کے لیے ہم امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کا حوالہ پیش کر رہے ہیں' ان سے سوال کیا گیا:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر و حدیث بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ برسر بازار و مسجد بطور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں' ان کا کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

Marfat.com

الجواب: حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "من قال فی القران بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار" (جو شخص بغیر علم کے قرآن سے کچھ بیان کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) والعیاذ باللہ (ترمذی)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۱۴' مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا' کراچی' ۱۹۸۸ء' مکتبہ رضویہ ج ۱/۱۰ ص ۱۸۸)

علماء اور مرشدین کے لیے جس قدر علم ضروری ہے اس کے متعلق امام بیہقی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا: عوام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام فرائض' واجبات' سنن اور آداب اور تمام محرمات اور مکروہات کا علم حاصل کریں اور خواص کے لیے ضروری ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی تمام فروعات' قرآن مجید کی صریح عبارات' دلالت' اشارات اور اقتضاء نصوص کا علم حاصل کریں' قیاس اور اس کی شرائط کا علم حاصل کریں اور ایسی مہارت حاصل کریں کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل کتاب اور سنت سے بتایا جاسکے' ہر شخص کے لیے اتنی مہارت حاصل کرنا ضروری نہیں لیکن مسلمانوں میں سے چند افراد کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے' ورنہ سب گنہ گار ہوں گے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۳' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ نے شیخ طریقت کی چار شرطیں لکھی ہیں' ان کے بغیر اس کا بیعت لینا جائز نہیں ہے:

(۱) مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو۔

(۲) عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو' حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کرسکتا ہو۔

(۳) علم کے مطابق عمل کرتا ہو' فرائض' واجبات اور سنن اور مستحباب پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی نسبت متصل ہو اور اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

ہمارے زمانہ میں بے علم لوگ وعظ کرتے ہیں اور لوگوں سے بیعت لیتے ہیں' یہ لوگ اپنی بے علمی کا عیب چھپانے کے لیے علماء کی تنقیص کرتے ہیں' ان کو منافق اور بے عمل کہتے ہیں اور سادہ لوح عوام علماء کو چھوڑ کر بے علم واعظین اور بے علم مرشدین کے حلقہ ارادت میں کثرت سے شامل ہو رہے ہیں' ہم اس جہالت اور تعصب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(فتاویٰ افریقیہ ص ۱۴۷۔ ۱۴۶' ملخصاً' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

بے علم کا اپنے آپ کو مولوی اور عالم کہنا' وعظ کرنا اور مرید کرنا' اس کے متعلق امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یونہی اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالف حکم قرآن عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ "ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی" (النجم: ۳۲) اللہ تمہیں خوب جانتا ہے کہ جب اوس نے تمہیں زمین سے اوٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہے' اور فرماتا ہے: "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ" (النساء: ۴۹) کیا تو نے دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے' حدیث میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من قال انا عالم فھو جاھل" جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔" رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسند حسن "ہاں! اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں' ہدایت پائیں' اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: "انی حفیظ علیم" پھر یہ بھی سچے عالموں کے لیے ہے۔ زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا' قال اللہ عزوجل "لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ

Marfat.com

یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○'' (آل عمران: ۱۸۸) ہرگز نہ جانیو تو انہیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کیے جائیں اس بات سے جو انہوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انہیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور ان کے لیے دکھ کی مار ہے۔ ''معالم شریف'' میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ''یفرحون باضلالهم الناس وبنسبته الناس ایاهم الی العلم ولیسوا باهل العلم. خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں'' جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے' وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من قال فی القران بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار. جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے'' رواه الترمذی وصححه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔ احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار'' (جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے) رواه البخاری فی صحیحه عن سلمة بن الاکوع رضی الله تعالٰی عنهٗ اور فرماتے ہیں' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا. بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا'' رواه الائمة احمد والشیخان والترمذی وابن ماجة عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما۔ دوسری حدیث میں آیا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من افتی بغیر علم لعنته ملئكة السماء والارض. جو بے علم فتویٰ دے اسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں'' رواه ابن عساكر عن امیر المومنین علی کرم الله وجهه۔ جاہل کا پیر بننا' لوگوں کو مرید کرنا' چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا' چھوٹا منہ بڑی بات ہے' پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا' نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے

ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

(امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فتاوی رضویہ ج ۱/ ۱۰ص ۹۶۔ ۹۵ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا۔

مسئلہ: از اجمیر مقدس محلہ لاکھی کوٹھڑی اوپری گلی نزد پیرزادگان مسئولہ کمال الدین ۸ شوال ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اپنے کو عوام پر مولوی ظاہر کرے جس نے نہ تو کسی مدرسہ میں تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہو اور نہ جس نے کوئی سند منشی عالم فاضل کی حاصل کی اور خود ساختہ استفتاء پر خود ہی جواب تحریر کردے اور طلباء و مدرسین سے دستخط کرائے اور جس سے اپنی ذات کا متمتع ہونا مقصود ہو اور جو جید عالم و مولوی صاحبان و قاضی صاحب پر شہرت حاصل کرنے اور زر حاصل کرنے کی غرض سے جابجا حملہ کرے اور جو مدت تک قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتا رہا ہو اور چند روز سے قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا ہے اور صدہا علماء قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے' مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملا خطرہ ایمان ہوگا' ایسے شخص کو فتویٰ نویسی پر جرات حرام ہے' حدیث میں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من افتی بغیر علم لعنته ملائكة السماء والارض. جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے'' اور اگر فتویٰ سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سبب

Marfat.com

لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا: ”اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝“ (آل عمران: ۷۷) ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے“ اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے‘ حدیث میں ہے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ثلثة لایستخف بحقهم الامنافق بين النفاق ذو العلم وذوا الشيبة فی الاسلام وامام مقسط. تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو (۱) عالم (۲) وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا (۳) اور سلطان اسلام عادل۔ تحصیل زر کے لیے علماء و مسلمین پر بے جا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات۔ قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۲/ ۱۰ص ۳۰۸‘ مطبوعہ مکتبہ رضویہ‘ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے اس جواب سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بے علم کا وعظ کرنا اور لوگوں کو بیعت کرنا جائز نہیں ہے اور علماء دین کی توہین کرنا نفاق ہے جیسا کہ جاہل پیروں کا عام وطیرہ ہے‘ وہ علماء دین کی تخفیف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور صبر اور نماز (کے ذریعہ) سے مدد حاصل کرو۔ (البقرہ: ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ رہنے اور گمراہ کرنے سے منع فرمایا‘ اور یہ ان کے لیے دشوار امر تھا‘ کیونکہ گمراہی ان کی طبیعت میں رچ اور بس چکی تھی‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کا علاج بتلا دیا کہ وہ صبر کریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ روزے رکھیں۔

صبر کے معانی

صبر کا معنی ہے: کسی چیز کو تنگی میں روکنا‘ نیز کہتے ہیں کہ نفس کو عقل اور شریعت کے تقاضوں کے مطابق روکنا صبر ہے۔ مختلف مواقع اور محل استعمال کے اعتبار سے صبر کے مختلف معانی ہیں‘ مصیبت کے وقت نفس کے ضبط کرنے کو صبر کہتے ہیں‘ اس کے مقابلہ میں جزع اور بے قراری ہے‘ اور جنگ میں نفس کے ثابت قدم رہنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بزدلی ہے‘ حرام کاموں کی تحریک کے وقت حرام کاموں سے رکنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں فسق ہے‘ عبادت میں مشقت جھیلنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں معصیت ہے‘ قلیل روزی پر قناعت کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں حرص ہے‘ دوسروں کی ایذا رسانی برداشت کرنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں انتقام ہے۔

صبر کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں‘ مصیبت کے وقت صبر اچھا ہے‘ اور اس سے بھی اچھا صبر ہے اللہ کے محارم سے صبر کرنا (یعنی نفس کو حرام کاموں سے روکنا)۔

امام ابن ابی الدنیا‘ ابوالشیخ اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کی تین قسمیں ہیں‘ مصیبت پر صبر کرنا‘ اطاعت پر صبر کرنا‘ اور معصیت سے صبر کرنا۔

امام احمد‘ امام عبد بن حمید‘ امام ترمذی‘ امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا‘ آپ نے فرمایا: اے بیٹے! کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن سے اللہ تمہیں نفع دے‘ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ کو یاد رکھو‘ اللہ تمہیں یاد رکھے گا‘ اللہ کو یاد رکھو تم اس کو اپنے

Marfat.com

سامنے پاؤ گے اللہ تعالیٰ کو آسانی میں یاد رکھو وہ تم کو مشکل میں یاد رکھے گا' اور جان لو کہ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے' وہ تمہیں پہنچنے والی نہیں تھی اور اللہ نے تمہیں جس چیز کے دینے کا ارادہ نہیں کیا تمام مخلوق بھی جمع ہو کر تمہیں وہ چیز نہیں دے سکتی اور جو چیز اللہ تمہیں دینا چاہے تو سب مل کر اس کو روک نہیں سکتے' قیامت تک کی تمام باتیں لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے' جب تم سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے چاہو اور جب تم کسی کا دامن پکڑو تو اللہ کا دامن پکڑو' اور شکر کرتے ہوئے اللہ کے لیے عمل کرو اور جان لو کہ ناگوار چیز پر صبر کرنے میں خیر کثیر ہے اور صبر کے ساتھ نصرت ہے' اور تکلیف کے ساتھ کشادگی ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوالحویرث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے خوشی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہ قدر حاجت رزق دیا اور اس نے اس پر صبر کیا۔

امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذاء پر صبر نہیں کرتا۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں' نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۶۷۔ ۶۵' ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

نماز سے مدد حاصل کرنے کا بیان

جب وہ روزہ رکھ کر اپنے نفس کو صاف کر لیں گے تو ان کی دعاؤں کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہوگا اور نماز سے مدد حاصل کرنے کی بھی یہی صورت ہے کیونکہ نماز کی صورت میں متعدد عبادات حاصل ہو جاتی ہیں' مثلاً اعتکاف' قرآن مجید کا پڑھنا' تسبیح اور استغفار وغیرہ اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے مناجات ہے اور نماز سے بندہ کے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور انسان دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے تو جب وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر تسبیح اور استغفار کے بعد دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے گا تو اس کی دعا کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد' امام ابن جریر اور امام ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز سے خوف یا دہشت لاحق ہوتی تو آپ نماز پڑھتے۔

امام ابن ابی الدنیا اور امام ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب کسی رات کو آندھی آتی تو آندھی رکنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں پناہ لیتے اور جب سورج گرہن لگتا یا چاند گرہن لگتا تو نماز پڑھتے۔

امام سعید بن منصور' امام ابن المنذر' امام حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں ان کو ان کے بیٹے کی موت کی خبر دی گئی' وہ سواری سے اترے' دو رکعت نماز پڑھی اور '' انا للہ وانا الیہ راجعون '' پڑھا اور کہا: ہم نے اللہ کے حکم پر عمل کیا ہے کہ ''صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو''۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۶۷' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے' سوا ان لوگوں کے جو (اللہ کے لیے) خشوع کرنے والے ہیں O (البقرہ: ۴۵)

خشوع کا معنی

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

Marfat.com

نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے اس کو خشوع کہتے ہیں' قتادہ نے کہا: دل میں خوف اور نماز میں نظر نیچی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں' زجاج نے کہا: جس پر ذلت کے آثار دکھائی دیں وہ خشوع کرنے والا ہے' ابراہیم نخعی نے کہا: سوکھی روٹی کھانے' سخت اور موٹے کپڑے پہننے اور سر جھکانے سے خشوع نہیں ہوتا' خشوع یہ ہے کہ حق بات میں تمہارے نزدیک معزز اور حقیر برابر ہوں' اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تم پر فرض کی ہے اس کی اطاعت میں جھک جاؤ۔ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو سر جھکائے دیکھا تو فرمایا: سر اٹھاؤ' خشوع صرف تمہارے دل میں ہے' حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے لیے تمہارے ہاتھ ملائم ہوں' اور نماز میں ادھر اُدھر التفات نہ کرو' جس نے اپنے دل سے زیادہ خشوع کو ظاہر کیا اس نے نفاق کو ظاہر کیا۔ سہل بن عبداللہ نے کہا: خشوع اس وقت ہوگا جب خوف خدا سے تمہارے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو جائے' قرآن مجید میں ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ (قرآن سننے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (الزمر: ۲۳)

سلف صالحین اپنے خشوع کے اثرات کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایسا خشوع محمود ہے اور خشوع مذموم یہ ہے جیسے جاہل لوگ تکلف سے روتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں تاکہ لوگ ان کو نیک اور بزرگ جانیں' یہ نفس کا فریب اور شیطان کا گمراہ کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۷۵۔ ۳۷۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اور جو لوگ فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے اور آخرت کے منکر ہیں ان پر نماز کا پڑھنا دشوار ہے اور جو مخلص مومنین ہیں اور اطاعت گزار ہیں' اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے دیدار کے مشتاق ہیں ان پر نماز آسان ہے' اس کسوٹی پر اپنے آپ کو پرکھ کر دیکھنا چاہیے اور اگر ہمیں نماز پڑھنا گراں اور دشوار معلوم ہو تو پھر ہمیں اپنے ایمان اور آخرت پر یقین کا جائزہ لینا چاہیے۔

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ

اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی اور یہ کہ میں نے تم کو (اس زمانہ کے) لوگوں

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ

پر فضیلت دی تھی ○ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کا بدلہ نہ ہو سکے گا'

عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا

اور نہ کسی شخص کی (بلا اذن الٰہی) شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کسی شخص سے فدیہ

عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○

Marfat.com

اس آیت کو دوبارہ ذکر کیا ہے تاکہ بنو اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانے کی تاکید ہو اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق ادا کرنے سے غافل ہیں' اس آیت میں فرمایا ہے کہ میں نے تم کو تمام عالمین پر فضیلت دی تھی' اس پر یہ سوال ہے کہ تمام عالمین میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت بھی داخل ہے حالانکہ یہود ان سے افضل نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ عالمین سے مراد ان کے زمانہ کے لوگ ہیں قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں۔ اس تاویل کی اس لیے ضرورت ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر امت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران: ۱۱۰)

تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں۔

ہر چند کہ اس آیت کے مخاطب سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بنو اسرائیل ہیں مگر اس سے مراد ان کے آباء واجداد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے بعد تھے' جنہوں نے اپنے دین میں کوئی تغیر اور تبدل کیا تھا اور نہ تورات میں کوئی تحریف کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت نعمتیں عطا فرمائی تھیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المائدہ: ۲۰)

اور یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت! اللہ کی وہ نعمتیں یاد کرو جو اس نے تم کو عطا کیں' جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو (اس زمانہ میں) سارے جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا تھا ۝

یہ نعمتیں ان مخاطبین کے حق میں اس لیے نعمتیں ہیں کہ آباء واجداد کی فضیلتیں اولاد کے حق میں بھی موجب شرف ہوتی ہیں۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب آخرت سے ڈرا کر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بنو اسرائیل! اگر تم نے اللہ کی نعمتوں اور اس کی دی ہوئی فضیلتوں کے تقاضوں کو پورا نہ کیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو تم اللہ کے عذاب سے کسی طرح بچ نہیں سکو گے' سزا سے بچنے کی چار صورتیں ہیں' ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مجرم کے بدلہ میں اس شخص کو سزا دی جائے' دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مجرم کی سفارش کر دے' تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مجرم کی طرف سے تاوان یا فدیہ ادا کرے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص دباؤ اور زور ڈال کر مجرم کی مدد کرے اور اس کو عذاب سے چھڑا لے' ان چاروں صورتوں میں سے کسی صورت سے بھی مجرم کو اللہ کے عذاب سے چھڑایا نہیں جا سکتا۔

شفاعت کی تحقیق

اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی شفاعت جائز نہیں ہے' خوارج اور معتزلہ کا یہی مذہب ہے' شیخ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بھی یہی نظریہ ہے' شیخ اسماعیل دہلوی کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کے متبعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے اذن سے انبیاء علیہم السلام' ملائکہ' اولیاء کرام' علماء' حفاظ قرآن اور صالح مومنین گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے' یہ شفاعت گناہ کبیرہ کرنے والوں کی مغفرت اور تخفیف عذاب کے لیے ہوگی اور

Marfat.com

صالحین کے لیے ترقی درجات کی شفاعت ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض کفار کے لیے بھی تخفیف عذاب کی شفاعت کریں گے' شفاعت کبریٰ اور شفاعت کی بعض دیگر اقسام ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت بالوجاہت بھی عطا فرمائی ہے۔

ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثانی میں مسئلہ شفاعت پر تفصیل سے بحث کی ہے' شفاعت کا معنیٰ' منکرین شفاعت کے مذاہب' ان کے دلائل اور ان کے جوابات بیان کیے ہیں اور شفاعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی پچاس سے زیادہ آیات اور چالیس احادیث ذکر کی ہیں اور مسئلہ شفاعت پر اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور شفاعت کی ۴۹ اقسام ذکر کی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص اقسام کا بیان کیا ہے' اس مسئلہ کو تفصیل سے جاننے کے لیے اس مقام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس جگہ ہم شفاعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیات اور بعض احادیث ذکر کریں گے۔

فنقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.

شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل

انبیاء علیہم السلام کی شفاعت

حضرت نوح علیہ السلام:

(۱) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا. (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! میری' میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

(۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ○ (ابراہیم: ۴۱)

اے ہمارے رب! روز حشر میری' میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما○

(۳) سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا○ (مریم: ۴۸)

میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا' وہ مجھ پر مہربان ہے○

(۴) اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ. (الممتحنہ: ۴)

مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کے لیے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

(۵) فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (ابراہیم: ۳۶)

جو میرا پیروکار ہے' وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا اور مہربان ہے○

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

(۶) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ؗ. (الاعراف: ۱۵۱)

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:

(۷) سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ○ (یوسف: ۹۸)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا' لاریب وہ بخشنے والا مہربان ہے○

حضرت یوسف علیہ السلام:

Marfat.com

(۸) لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ. (یوسف: ۹۲)
آج تم پر کوئی ملامت نہیں' اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

(۹) اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المائدہ: ۱۱۸)
اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو ان کو بخش دے تو' تو غالب اور حکمت والا ہے ○

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت:

(۱۰) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)
اور اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں' اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ○

(۱۱) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ. (محمد: ۱۹)
اور اپنے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

(۱۲) فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ. (آل عمران: ۱۵۹)
ان کو معاف کر دیجیے اور ان کے لیے شفاعت کیجیے۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے:

(۱۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (الحشر: ۱۰)
اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے ہمارے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت:

(۱۴) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ. (المومن: ۷)
وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔

(۱۵) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النبا: ۳۸)
جس دن جبرئیل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ صحیح بات کرے گا ○

(۱۶) وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸)
اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

(۱۷) فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ (المومن: ۷)
اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا ○

(۱۸) رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء' ازواج

Marfat.com

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ (المؤمن:۸) اور اولاد میں سے صالح ہوں' ان کو بھی جنت میں داخل فرما' لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے O

(۱۹) وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O (المؤمن:۹) اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا' اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا اس پر تو نے رحم کیا' اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے O

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا' شفاعت کا ان کے لیے نفع آور نہ ہونا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہونا اور اس محرومی پر ان کی حسرت (اگر مسلمانوں کو بھی کسی کی نصرت اور شفاعت حاصل نہ ہو تو کفار کے لیے یہ محرومی باعث حسرت نہ ہوگی کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ مسلمان بھی اس محرومی میں ان کے ساتھ ہیں)۔

(۲۰) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ؕ O (المدثر:۴۸) کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی O

(۲۱) فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ . (الاعراف:۵۳) تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟

(۲۲) فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ (الشعراء:۱۰۰) جو ہماری شفاعت کریں O

(۲۳) لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ . (الانعام:۵۱) اللہ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

(۲۴) مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ O (المؤمن:۱۸) کفار کے لیے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جس کی بات مانی جائے O

شفاعت پر احادیث سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا' پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھاؤ' مانگو ملے گا' شفاعت کرو قبول ہوگی' پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم کرے گا' پھر میں شفاعت کروں گا' پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی' پھر میں گنہگاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا' پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کروں گا (تین یا چار بار) حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے: جن پر جہنم کا دوام واجب ہو چکا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔

(صحیح بخاری ج ۱' ص ۲۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی' تمام روئے زمین کو

Marfat.com

میرے لیے مسجد اور آلہ تیمم بنا دیا' لہٰذا میری امت سے جو شخص نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا' مجھے شفاعت عطا کی گئی' پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کی شفاعت کروں گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور ہر ایک نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو شرک سے پاک رہے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: ''رب انھن اضللن'' اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو' تو غالب اور حکیم ہے' پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا: اے اللہ! میری امت' میری امت'' پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) ''کیوں روتے ہو؟'' پھر جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خبر دی' پھر جبرائیل نے جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے' اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا: جا کر کہو: ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا' آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا (عذاب میں تخفیف ہوگی)۔

(جامع ترمذی ص ۳۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک شخص (اویس قرنی یا عثمان) کی شفاعت کے سبب سے بنو تمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے' کچھ ایک قبیلہ کی' کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے' یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار

Marfat.com

کرلیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (فوت شدہ کم سن بچے) ہوں وہ اس شخص کو جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک پیش رو ہو؟ فرمایا: اے صاحبہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائے گا۔ عرض کیا: جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا: "جس کا کوئی نہیں ہوگا اس کا "میں" ہوں گا کیونکہ میری امت کو میری جدائی سے بڑھ کر کسی کی جدائی سے تکلیف نہیں پہنچی۔ (جامع ترمذی' ص ۱۷۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم موذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دہراؤ' پھر مجھ پر درود شریف پڑھو' کیونکہ جو مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات نازل فرماتا ہے' پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دعا کرو' کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا' جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن دار قطنی ج ۲' ص ۲۷۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی جو تم کو بدترین عذاب پہنچاتے تھے'

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے' اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ ۴۹ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ

عظیم آزمائش تھی ○ اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا' پھر ہم نے تم کو

اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ۵۰ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى

نجات دی اور ہم نے آل فرعون (فرعون اور اس کے متبعین) کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے ○ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ۵۱

سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا' پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے ○

Marfat.com

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا

پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کیا تاکہ تم (ہمارا) شکر ادا کرو O اور جب ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

موسیٰ کو کتاب دی اور حق اور باطل میں فرق کرنے والا (معجزہ) دیا' تاکہ تم ہدایت پاؤ O اور جب موسیٰ نے

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اپنی امت سے کہا: اے میری امت! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے'

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو' سو تم ایک دوسرے کو قتل کرو' تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے

بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

لیے زیادہ بہتر ہے' تو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی جو تم کو بدترین عذاب پہنچاتے تھے۔ (البقرہ: ۴۹)

بنواسرائیل پر فرعون کے عذاب کا بیان

سورہ بقرہ کی آیت ۴۹ سے لے کر آیت ۶۰ تک اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل پر کی گئی دس نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے' ان میں پہلی نعمت بنواسرائیل کو فرعون کے مظالم اور اس کے عذاب سے نجات عطا فرمانا ہے۔

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ فرعون بنواسرائیل کو عذاب دیتا تھا' ان سے طرح طرح کے کام لیتا تھا' بعض سے مکان بنواتا' بعض سے کاشتکاری کراتا' بعض سے مزدوری لیتا اور جن سے کوئی کام نہ لیتا ان سے جزیہ لیتا تھا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سدی نے بیان کیا ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نمودار ہوئی اور مصر کے مکانوں کو لپیٹ میں لیتی ہوئی آئی اور قبطیوں کو جلا ڈالا اور بنواسرائیل کو چھوڑ دیا' اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو بلایا اور اس خواب کی تعبیر معلوم کی' انہوں نے کہا: جس شہر سے بنواسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے' وہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے مصر کے لوگ مارے جائیں گے' تب فرعون نے یہ حکم دیا کہ بنواسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے' اس نے قبطیوں سے کہا: تمہارے جو غلام باہر کام کرتے ہیں ان کو بلا لو اور ان کی جگہ بنواسرائیل سے کام لو اور ان سے نیچ اور رذیل کام لو' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ (القصص: ۴)

بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس نے (اپنے) اہل زمین میں الگ الگ گروہ کر کے ان میں ایک گروہ (بنو اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا' ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔

بنو اسرائیل کے بیٹے مارے جا رہے تھے' اور بنو اسرائیل کے بوڑھے قضاء الٰہی سے مر رہے تھے' ان میں سے کوئی بچہ بڑا نہیں ہوتا تھا' تب قبطیوں نے کہا کہ بنو اسرائیل کے بچے بڑے نہیں ہو رہے اور بوڑھے مر رہے ہیں' اس طرح ان میں کوئی مرد باقی نہیں رہے گا' پھر ہمارے کام کون کرے گا؟ تب فرعون نے یہ حکم دیا کہ ایک سال بنو اسرائیل کے بیٹے ذبح کر دیئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں' جس سال وہ ذبح نہیں کرتے تھے اس سال حضرت ہارون پیدا ہوئے اور ان کو چھوڑ دیا گیا اور جس سال بچوں کو ذبح کیا جانا تھا اس سال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے۔ (جامع البیان ج ا ص ۲۱۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

فرعون کا نام

فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہے جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع ہے اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے' ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان ہے' مسلمانوں کے بادشاہ کا لقب سلطان' ہندوؤں کے بادشاہ کا لقب راجا اور انگلستان کے بادشاہ کا لقب جارج ہے' فرعون کا لفظ عجمہ اور علیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

امام ابن جریر طبری نے امام ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن میں جس فرعون کا ذکر ہے اس کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا۔ (جامع البیان ج ا ص ۲۱۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

آل کا لغوی معنی

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

کسی شخص کے اھل (بیوی) اور اس کے عیال (اولاد) کو اس شخص کی آل کہتے ہیں' اور اس شخص کے متبعین اور احباء کو بھی آل کہتے ہیں' حدیث میں ہے: سلمان ہمارے آل بیت سے ہے' قرآن مجید میں ہے: ''کداب ال فرعون'' اس میں آل فرعون سے مراد اس کے متبعین ہیں' اور نبی صلی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: صدقہ محمد اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل ہی وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور صدقہ کے بدلہ میں ان کو خمس دیا گیا' اور یہ بنو ھاشم اور بنو عبد المطلب ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کی آل کون ہیں؟ فرمایا: آل علی' آل جعفر' آل عقیل اور آل عباس' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آل محمد کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر تقی (متقی)۔

آل کا استعمال غالباً اشراف میں ہوتا ہے' اس لیے آل اسکاف (موچیوں کی آل) نہیں کہا جائے گا اگر چہ اھل اسکاف کہا جاتا ہے' نیز اس کی اضافت اعلام ناطقین کی طرف ہوتی ہے نکرہ' زمان اور مکان کی طرف اس کی اضافت نہیں ہوتی' اس لیے آل رجل' آل زمان یا آل مکان نہیں کہا جائے گا' اس کی اصل اھل ہے اور اس کی تصغیر اھیل آتی ہے۔

(تاج العروس ج ۷ ص ۲۱۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ آل فرعون سے مراد فرعون کے اہل دین اور اس کے متبعین ہیں۔

Marfat.com

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے مصداق کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے متعلق تین قول ہیں' آپ کے متبعین' اور آپ کی ازواج اور آپ کی ذریت' اور مومنین میں سے آپ کے نسبی قرابت دار اور یہ آل علی' آل جعفر' آل عقیل' آل عباس اور آل حارث بن عبدالمطلب ہیں۔ (ہدایہ اولین ص ۲۰۶)

آل سے آپ کے متبعین ہونے پر دلیل یہ ہے کہ قرآن میں جہاں آل فرعون کا لفظ آیا ہے اس سے فرعون کے متبعین اور اس کے اہل دین مراد ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام سے ان کے بیٹے کے متعلق فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ (ھود: ۴۶) بے شک وہ آپ کے اھل سے نہیں ہے' بے شک اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ابوجہل اور ابولہب کو آپ کی آل اور اھل نہیں قرار دیا جاتا حالانکہ آپ کے اور ان کے درمیان نسبی قرابت داری ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! فلاں شخص کی آل میرے ولی نہیں ہیں' میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومن میرے ولی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵' مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ امام عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں:

ایک شخص نے ثوری سے پوچھا: آل محمد کون ہیں؟ ثوری نے کہا: اس میں لوگوں کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: اہل بیت ہیں اور بعض نے کہا: جو آپ کی اطاعت کرے اور آپ کی سنت پر عمل کرے وہ آپ کی آل ہے' امام بیہقی نے کہا: امام عبدالرزاق کا بھی یہی قول ہے اور یہی رائے حق کے مشابہ ہے' کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے فرمایا کہ کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو کو اور اپنے اھل کو سوار کرو' حضرت نوح نے عرض کیا: میرا بیٹا بھی میرے اھل سے ہے' تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے' فرمایا: اے نوح! بے شک تمہارا بیٹا تمہارے اہل سے نہیں ہے' اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی وجہ سے حضرت نوح کے بیٹے کو ان کے اھل سے نکال دیا۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل آپ کی امت ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ فرمایا: ہر متقی شخص۔ (معجم الصغیر ج ۱ ص ۱۱۵' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو درج کر کے لکھا ہے: اس میں نوح بن ابی مریم ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

امام بیہقی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں ابوھرمز بصری ایک ضعیف راوی ہے۔
(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

قاضی عیاض مالکی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۶۶ 'مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن مردویہ' طبرانی اور بیہقی کے حوالوں سے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔
(الدر المنثور ج ۳ ص ۱۸۳ 'مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے لیکن یہ تعداد اسانید کی وجہ سے حسن لغیرہ ہوگئی اور فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے' نیز اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ اپنے اپنے صدقات لے کر آتے تو آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' سو میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! آل ابی اوفیٰ پر صلوٰۃ نازل فرما۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے اور آپ کا آل ابی اوفیٰ پر صلوٰۃ پڑھنا اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ بھی آپ کی آل میں ہیں۔

نیز امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک مسلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۵۹۸ 'مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

اس حدیث میں بھی اس پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر متبع اور صالح مومن آپ کی آل سے ہے۔

آل کے متعلق دوسرا قول ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کی ازواج' اس کی دلیل یہ حدیث ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کی ازواج اور آپ کی ذریت پر' جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں آپ نے آل کی جگہ ازواج اور ذریت کا ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ازواج اور آپ کی ذریت بھی آپ کی آل ہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کون ہیں؟ ازہری اور دیگر محققین کا مختار یہ ہے کہ تمام امت آپ کی آل ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت (ازواج) اور آپ کی ذریت ہے۔
(شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

آل کے متعلق تیسرا قول ہے: مومنین میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قرابت دار' یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب آپ کی آل ہیں' اس پر دلیل یہ حدیث ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی ایک کھجور اپنے منہ

Marfat.com

میں رکھ لی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑ' چھوڑ' اس کو پھینک دو' کیا تم کو علم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟
(صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۴۔ ۳۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقات لوگوں کا میل ہیں' یہ محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا' پھر ہم نے تم کو نجات دی۔ (البقرہ: ۵۰)

بنو اسرائیل کے لیے سمندر چیرنے کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں: جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے جانے لگے تو فرعون کو اس کی خبر پہنچ گئی' اس نے کہا: ابھی رہنے دو' صبح مرغ کی اذان کے ساتھ ان کا پیچھا کریں گے' اس رات مرغ نے اذان نہیں دی' جب صبح ہوئی تو فرعون نے ایک بکری ذبح کرائی اور کہا: جب میں اس کی کلیجی کھانے سے فارغ ہوں تو یہاں چھ لاکھ قبطی جمع ہو جائیں' پھر چھ لاکھ قبطیوں کے ساتھ فرعون نے بنو اسرائیل کا پیچھا کیا' ادھر حضرت موسیٰ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو ان کے اصحاب میں سے یوشع بن نون نے کہا: اے موسیٰ! آپ کے رب نے کس طرف سے نکلنے کا حکم دیا تھا؟ حضرت موسیٰ نے اپنے سامنے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔ یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا حتیٰ کہ جب وہ سمندر کی گہرائی میں پہنچا تو پھر لوٹ آئے اور پھر پوچھا کہ آپ کے رب نے کہاں سے نکلنے کا حکم دیا تھا؟ تین بار اس طرح ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف یہ وحی کی کہ اپنے عصا کو سمندر پر ماریں' جب حضرت موسیٰ نے سمندر پر عصا مارا تو وہ بارہ حصوں میں منقسم ہو کر پھٹ گیا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کے بارہ گروہوں کے ساتھ اس سے پار گزر گئے۔ بعد میں جب فرعون اور اس کے ساتھ قبطی اس سے گزرنے لگے تو سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اور قبطی غرق ہو گئے۔ یہ سمندر بحر قلزم تھا' قتادہ نے کہا ہے کہ بنو اسرائیل چھ لاکھ تھے اور قبطی بارہ لاکھ تھے۔ (جامع البیان ج ا ص ۲۹۔ ۲۸' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا' پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ (البقرہ: ۵۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام ونسب کا بیان

امام رازی لکھتے ہیں:

لفظ موسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے' اور دو کلموں سے مل کر بنا ہے' مو کا معنی ہے: پانی اور سا کا معنی ہے: درخت' حضرت موسیٰ کو ان کی ماں نے فرعون کے خوف سے تابوت میں رکھ دیا تھا اور اس تابوت کو سمندر میں ڈال دیا' سمندر کی موجیں اس تابوت کو فرعون کے گھر کے قریب درختوں کے جھنڈ میں لے آئیں' فرعون کی بیوی آسیہ کو وہ تابوت ملا' اس نے اس تابوت سے بچہ نکال لیا اور چونکہ یہ بچہ اسے پانی اور درختوں میں ملا تھا تو اس جگہ کی مناسبت سے اس کا نام موسیٰ رکھ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ونسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصھر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔
(تفسیر کبیر ج ا ص ۳۴۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

تورات کا نزول اور بنو اسرائیل کی گئو سالہ پرستی

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا اور حضرت موسیٰ اور بنواسرائیل کو اس سے نجات دے دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا' پھر ان کو دس مزید راتوں سے پورا کیا۔ ان راتوں میں حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے ملاقات کی' اور حضرت ہارون کو بنواسرائیل پر خلیفہ بنایا اور کہا: میں اپنے رب کے پاس جلدی میں جا رہا ہوں' تم میرے خلیفہ بنو اور مفسدوں کی پیروی نہ کرنا' حضرت موسیٰ اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں جلدی چلے گئے' حضرت ھارون قائم مقام ہوئے اور سامری بھی ان کے ساتھ رہا۔

ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے: یہ مدت ایک ماہ ذوالعقدہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے' اس مدت میں حضرت موسیٰ اپنے اصحاب کو چھوڑ کر چلے گئے اور حضرت ہارون کو ان پر خلیفہ بنایا اور طور پر چالیس راتیں ٹھہرے اور ان پر زمرد کی الواح میں تورات نازل کی گئی' اللہ تعالیٰ نے ان کو قریب کر کے سرگوشی کی اور ان سے ہم کلام ہوا' اور حضرت موسیٰ نے قلم کے چلنے کی آواز سنی' اور ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان چالیس راتوں میں وہ بے وضو نہیں ہوئے حتیٰ کہ طور سے واپس آئے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۲' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام' حضرت ہارون کو خلیفہ بنا کر طور پر چلے گئے' بنواسرائیل کے پاس قبطیوں کے وہ کپڑے اور زیورات تھے جو آنے سے پہلے قبطیوں سے انہوں نے عاریۃً لیے تھے' حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ کپڑے اور زیورات تمہارے لیے جائز نہیں ہیں ان کو جلا دو' انہوں نے ان کو جمع کر کے آگ لگا دی' جب حضرت موسیٰ سمندر میں جا رہے تھے تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک گھوڑی پر جاتے ہوئے دیکھا تھا' اس نے اس گھوڑی کے سم کے نیچے سے خاک کی ایک مٹھی اٹھالی تھی' سامری کے پاس جو سونا اور چاندی تھی اس نے اس کو پگھلا کر اس کا ایک بچھڑا بنالیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی' اس کے اثر سے اس مجسمہ سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی' پھر سامری نے بنواسرائیل سے کہا: یہ تمہارا اور حضرت موسیٰ کا خدا ہے اور وہ قوم اس گئو سالہ کی پرستش کرنے لگی' حضرت ہارون اور بارہ ہزار دیگر افراد کے علاوہ سب نے گئو سالہ پرستی کی۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۴۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان دی۔ (البقرہ: ۵۳)

کتاب سے مراد تورات ہے اور اس کے نزول کا واقعہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے' اور فرقان سے مراد حضرت موسیٰ کے معجزات ہیں' جن میں عصا تھا' اور ید بیضا' اور بھی کئی معجزات تھے جن کو نو آیات بینات سے تعبیر فرمایا ہے' ان سب کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ (البقرہ: ۵۴)

بنواسرائیل کی قبولیت توبہ کا بیان

اس آیت کے پس منظر اور پیش منظر کو اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے' اس کا ترجمہ اس طرح ہے: (ہم نے طور پر موسیٰ سے فرمایا:) اے موسیٰ! آپ نے لوگوں کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ حضرت موسیٰ نے کہا: وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں' اور اے میرے رب! میں تجھے راضی کرنے کے لیے تیری بارگاہ میں جلدی حاضر ہوا' فرمایا: ہم

Marfat.com

نے آپ کے بعد آپ کی امت کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا' سو حضرت موسیٰ نہایت غم وغصہ کی حالت میں واپس ہوئے' اور فرمایا: میری امت! کیا تم سے تمہارے رب نے (تورات عطا کرنے کا) اچھا وعدہ نہیں کیا تھا' پھر کیا تم پر بہت طویل مدت گزر گئی تھی' یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو کیونکہ تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے' انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی' لیکن ہم پر قوم فرعون کے بھاری زیور کا بوجھ تھا' ہم نے ان زیورات کو آگ میں ڈال دیا اور سامری نے بھی اپنے حصہ کے زیورات کو آگ میں ڈال دیا' پھر اس نے ان کے لیے بچھڑے کا بے جان جسم نکالا جو بیل کی سی آواز نکالتا تھا' لوگوں نے کہا: یہی موسیٰ کا معبود ہے اور تمہارا معبود ہے' موسیٰ تو بھول گئے' کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ بچھڑا تو ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا تھا اور نہ وہ ان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک تھا' اور بے شک ہارون نے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! اس بچھڑے کے ذریعہ تم آزمائش میں ڈالے گئے ہو' اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے' سو تم میری اتباع کرو اور میرا کہا مانو' انہوں نے کہا: ہم تو اسی کی پوجا پر جمے رہیں گے جب تک کہ موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئیں' (موسیٰ نے واپس آکر) کہا: اے ہارون! جب آپ نے انہیں گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کو کیا چیز مانع تھی کہ آپ نے میری اتباع نہ کی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ (ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیئے' بے شک مجھے یہ ڈر تھا کہ (اگر میں نے ان کو سختی سے روکا) تو آپ کہیں گے کہ تم نے بنو اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی' اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا' (موسیٰ نے سامری سے) فرمایا: اے سامری! تیرا کیا بیان ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہ دیکھی تھی (مجھے گھوڑی پر جبرائیل سوار نظر آئے) تو میں نے رسول (جبرائیل) کی سواری کے نقش قدم (کی مٹی) سے ایک مٹھی بھر لی' پھر میں نے اس کو (بچھڑے کے مجسمہ میں) ڈال دیا اور میرے دل میں اسی طرح بات آئی تھی' فرمایا: تو (اب) دفع ہو جا' بے شک اب زندگی بھر تیری یہ سزا ہے کہ تو کہتا پھرے کہ (خبردار مجھے) نہ چھونا' اور تیرے لیے (عذاب کا) وعدہ ہے جو ہرگز تجھ سے نہیں ٹلے گا' اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا میں تو جما بیٹھا تھا' ہم اس کو ضرور جلا کر بھسم کر دیں گے' پھر اس (کی راکھ) کو (اڑا کر) دریا میں بہا دیں گے' تمہارا معبود صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' جس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر لیا' اسی طرح ہم آپ کو گزشتہ واقعات کی خبریں بیان فرماتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ذکر (قرآن) عطا فرمایا ہے۔

(طٰہٰ: ۸۳ـ۹۹)

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

سدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس گئو سالہ کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اس کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں بہا دیا[1] پھر حضرت موسیٰ نے فرمایا: اس سمندر سے پانی پیو تو جو اس بچھڑے سے محبت کرتا تھا اس کی مونچھوں پر اس سونے کے ذرات لگ گئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑا ان کے دلوں میں پلایا گیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب بنو اسرائیل کو اپنی گمراہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں بنو اسرائیل کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا' پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: اے میری امت! تم نے بچھڑے کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر

---

۱ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ مجسمہ گوشت پوست اور ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا تھا' حضرت موسیٰ نے اس کو ذبح کر کے جلا دیا' اور بعض نے کہا: وہ اسی طرح سونے اور چاندی کا مجسمہ تھا' اس کو آلات سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ریزہ ریزہ کر دیا۔ منہ

Marfat.com

ظلم کیا ہے‘ تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو‘ پھر انہوں نے دو صفتیں بنائیں۔ ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صفت میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے گئو سالہ پرستوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے[1] پھر حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب! اس طرح تو سارے بنو اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے‘ اے رب! بقیہ کو معاف فرمادے‘ تب انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیا‘ جو قتل ہو گئے وہ شہید قرار پائے اور جو بچ گئے ان کا کفارہ ہو چکا تھا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۷‘ مطبوعہ دار المعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

یہ بنو اسرائیل کی توبہ تھی اور ہمارے لیے توبہ یہ ہے کہ گناہوں پر اشک ندامت بہائیں‘ گناہ کو فوراً ترک کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کریں کہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کریں گے اور اس گناہ کے ذریعہ جو حق ضائع ہوا ہے اس کی تلافی کر لیں۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ کو اپنے سامنے دیکھ لیں‘ سو تم

فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

کو ایک کڑک نے پکڑ لیا اور تم (اس منظر کو) دیکھ رہے تھے ○ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد

مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا

تمہیں دوبارہ زندہ کیا تاکہ تم شکر ادا کرو ○ اور ہم نے تم پر بادل کو سایہ فگن کیا اور تم پر

عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ؕ وَمَا

من و سلویٰ کو نازل کیا‘ ہم نے تم کو جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ‘ اور (ہمارے حکم عدولی کر کے) انہوں نے

ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا

ہم پر ظلم نہیں کیا‘ البتہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں

ہٰذِہِ الْقَرْیَۃَ فَکُلُوْا مِنْہَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّۃٌ نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَ

ہونا اور یہ کہو ”حطۃ“ (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے‘ اور عنقریب نیکی

[1] امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ ستر ہزار افراد بلا امتیاز قتل کئے گئے اور علامہ خازن نے لکھا ہے کہ بری نے مجرم کو قتل کیا۔

(خازن ج ۱ ص ۵۴) منہ

Marfat.com

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ

کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے O سو جو قول کہنے کے لیے ان سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں نے بدل دیا

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ

پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا

السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

کیونکہ وہ فسق کرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ (البقرہ: ۵۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معذرت کے لیے ستر بنو اسرائیل کو طور پر لے جانا

امام محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور بچھڑے کی عبادت کرنے پر بنو اسرائیل کو ملامت کی اور بچھڑے کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں ڈال دیا' پھر حضرت موسیٰ نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک افراد جن کی تعداد ستر تھی' سے فرمایا: تم میرے ساتھ اللہ سے ملاقات کے لیے چلو اور اپنی اس گئوسالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو' جب حضرت موسیٰ ان کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: آپ اپنے رب سے یہ سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب کا کلام سن لیں' حضرت موسیٰ نے فرمایا: اچھا' حضرت موسیٰ جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا' حضرت موسیٰ اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا: تم قریب آ جاؤ' جب حضرت موسیٰ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمکدار نور ظاہر ہوتا جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا' تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے' جب قوم اس بادل کے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی' حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے' جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا' تو یہ لوگ حضرت موسیٰ سے کہنے لگے: ہم ہرگز اللہ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں' اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا' جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے' بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں' پھر بنو اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی تھی اس پر توبہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تک کہ یہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۲۔ ۲۳۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کرنا جائز ہے لیکن بنو اسرائیل نے چونکہ سرکشی اور عناد سے دیدار طلب کیا تھا اس لیے ان کو بجلی کی کڑک کا عذاب ہوا۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے اور آخرت میں مسلمان اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے' معتزلہ اس کے منکر ہیں' سورہ اعراف: ۱۴۳ میں ان شاء اللہ اس کی مفصل بحث آئے گی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا۔ (البقرہ: ۵۶)

ستر اسرائیلیوں کا دوبارہ زندہ ہونا ان کے مکلّف ہونے کے منافی نہیں

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ. وہ کہیں گے: اے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار تو نے ہمیں زندہ فرمایا۔ (المؤمن: ۱۱)

پہلے انسان بے جان مٹی کی صورت میں یا بے جان نطفہ کی صورت میں تھا‘ پھر اس کو زندہ کیا‘ پھر اس پر طبعی موت آئی اور اس کو پھر آخرت میں زندہ کیا‘ اس طرح ہر انسان کے لیے دو موتیں اور دو حیاتیں ہیں اور ان بنو اسرائیل کے لیے تین موتیں اور تین حیاتیں ہوگئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام عادت جاریہ یہی ہے کہ ہر شخص پر دوبار موت آتی ہے لیکن کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لیے اپنی عادت کے خلاف بھی کرتا ہے‘ جیسا کہ عام عادت یہ ہے کہ انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کرتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ کو بغیر مرد کے‘ حضرت حوا کو بغیر عورت کے اور حضرت آدم کو مرد اور عورت دونوں کے بغیر پیدا کر دیا‘ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کی مدت عمر علم الٰہی میں پوری ہو چکی تھی ان کو دنیا میں دوبارہ زندگی نہیں دی جاتی‘ اور جن لوگوں کی مدت عمر علم الٰہی میں ابھی باقی تھی اور بہ طور سزا یا کسی دوسری حکمت کی وجہ سے ان پر اجل۔ سے پہلے موت طاری کی گئی ان کو مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندگی عطا کی جاتی ہے اور ان ستر بنو اسرائیل پر موت کے بعد حیات طاری کرنا اسی قبیل سے تھا‘ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان ستر بنو اسرائیل کو زندہ کرنے کے بعد ان کو پھر مکلّف کیا گیا حالانکہ مرنے کے بعد انہوں نے احوال آخرت کو دیکھ لیا تھا اور ان پر غیب مشاہد ہو چکا تھا‘ اور اگر ان کو مکلّف کرنا جائز ہے تو عام لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر کے دوبارہ مکلّف کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ مکلّف نہ کرنے کی وجہ صرف مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان احوال آخرت کا مشاہدہ کر لیتا ہے‘ جنت کی راحت یا دوزخ کے عذاب کو جان لیتا ہے اور اب آخرت پر ایمان اس کے نزدیک بدیہی اور ضروری ہو جاتا ہے اور اس میں عقل کی آزمائش اور امتحان کا کوئی دخل نہیں رہتا‘ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ ان ستر بنو اسرائیل نے مرنے کے بعد احوال آخرت کا مشاہدہ نہ کیا ہو اور عام لوگوں پر موت کے بعد جو واردات مرتب ہوتی ہیں وہ ان پر مرتب نہ ہوئی ہوں‘ اس لیے ان کو دوبارہ مکلّف کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنو اسرائیل کی خصوصیت ہو کیونکہ بنو اسرائیل کو ایسی نشانیاں دکھائی گئیں جن کے بعد عقل کی آزمائش کا دخل نہیں رہتا‘ اس کے باوجود ان کو مکلّف کیا گیا‘ مثلاً انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ ان کے اوپر ہوا میں معلق ہو گیا ہے‘ اسی طرح چالیس سال تک بادل کا ان پر سایا کرنا‘ ان پر من اور سلویٰ کا نازل ہونا‘ نیز حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے بھی عذاب کے آثار دیکھ لیے تھے اور اس کے بعد وہ ایمان لائے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے تم پر بادل کو سایہ فگن کیا اور تم پر من اور سلویٰ کو نازل کیا۔ (البقرہ: ۵۷)

میدان تیہ میں بنو اسرائیل کی سرگردانگی کا پس منظر و پیش منظر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ جبارین کے شہر میں داخل ہوں اور ان کے خلاف جہاد کریں‘ انہوں نے حضرت موسیٰ

Marfat.com

سے کہا: آپ اور آپ کا رب ان سے جنگ کریں' ہم یہیں بیٹھے رہیں گے' ان کی اس گستاخی کی سزا کے طور پر ان کو میدان تیہ میں چالیس سال تک سرگرداں رکھا گیا' میدان تیہ مصر اور شام کے درمیان پانچ چھ فرسخ (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہوتا ہے) کا ایک وسیع و عریض میدان ہے۔ اس کی تفصیل اور پس منظر اس طرح ہے:

بنی اسرائیل کا اصل وطن ملک شام تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں یہ لوگ مصر آ کر مقیم ہوئے۔ فرعون مصر کی غلامی کا دور بھی ان لوگوں نے مصر میں گزارا' بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں نجات عطا فرمائی' فرعون سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس دوران ملک شام پر قوم عمالقہ قابض ہو چکی تھی' فرعون کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے ان سے اپنا وطن آزاد کرائیں۔ بنی اسرائیل جہاد کے لیے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے' جب یہ عمالقہ کی حدود کے قریب پہنچے تو ان کی قوت اور طاقت کا حال سن کر ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے منہ موڑ کر واپس لوٹے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جرم کی سزا یوں دی کہ وہ اپنے گھروں تک جانے کی فکر میں دن بھر سفر کرتے' رات بسر کرنے کے بعد صبح کو اپنے آپ کو وہیں پاتے جہاں سے گزشتہ صبح انہوں نے سفر کا آغاز کیا ہوتا' اسی پریشان حالی کے عالم میں چالیس سال انہوں نے میدان تیہ میں گزار دیئے۔ اس وادی میں نہ کوئی سایا دار درخت تھا اور نہ ہی کوئی عمارت' نہ پینے کے لیے پانی نہ کھانے کے لیے کوئی چیز' نہ ضروریات زندگی کے دیگر لوازمات' اس بے سروسامانی کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کے لیے سب سامان مہیا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دھوپ سے بچاؤ اور سایا کے حصول کے لیے بادل بطور سائبان نازل فرما دیا' کھانے کے لیے من و سلویٰ بھیج دیا' من و سلویٰ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں' صحیح قول یہی ہے کہ من سے مراد ترنجبین ہے جو ایک نفیس شیریں ذائقہ دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح کے وقت آسمان سے اترتا اور کثیر مقدار میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر منجمد ہو جاتا تھا۔

سلویٰ کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں' صحیح قول یہی ہے کہ وہ بٹیر تھا' بعض نے کہا کہ وہ بھنا ہوا اترتا تھا اور بعض کا قول ہے کہ بکثرت زندہ پرندے ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے' وہ انہیں زندہ پکڑ لیتے اور ذبح کرتے تھے' الغرض من و سلویٰ ان کی شیریں اور نمکین غذائیں تھیں جنہیں کھاتے تھے' حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر پر عصا مارا اور اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تاریکی دور کرنے کے لیے عمودی شکل میں ایک روشنی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لباس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اس طرح دکھایا کہ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوتے نہ پھٹتے اور ان کے بچوں کے جسم کے ساتھ ساتھ بچوں کا لباس بھی بڑھتا رہتا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۸۔ ۴۰۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو: ''حطة'' (ہمارے گناہ معاف فرما)۔ (البقرہ: ۵۸)

بنو اسرائیل کا ''حطة'' کو ''حنطة'' کہنا

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

جمہور کے قول کے مطابق اس شہر سے مراد بیت المقدس ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اریحا ہے' ابن کیسان نے کہا: اس سے مراد شام ہے اور ضحاک نے کہا: اس سے مراد رملہ ہے یعنی اردن اور فلسطین۔ اس آیت میں ایک اور نعمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میدان تیہ سے نجات دی اور بیت المقدس میں داخل ہونے کا موقع عنایت فرمایا' اس کی تفصیل اس طرح ہے:

Marfat.com

جیسا کہ پچھلی آیت میں بیان فرمایا ہے بنو اسرائیل چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں رہے' اس عرصہ میں پہلے حضرت ہارون کی اور پھر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا اور جو بنو اسرائیل زندہ بچ گئے تھے' انہوں نے حضرت یوشع بن نون کا ساتھ دیا' اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور چالیس سال بعد بنو اسرائیل کو میدان تیہ سے نجات حاصل ہوئی' جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور حطۃ (ہمارے گناہوں کو معاف فرما) کہتے ہوئے داخل ہونا' مگر یہ لوگ اللہ کے حکم کے برخلاف سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور ''حنطۃ'' یا ''حنطۃ فی شعرۃ'' (گندم' گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو گندم چاہیے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱۔ ۴۰۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو قول کہنے کے لیے ان سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں نے بدل دیا' پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔ (البقرہ: ۵۹)

بنو اسرائیل پر طاعون کا عذاب

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید نے بیان کیا کہ جب بنو اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور حطۃ کی جگہ انہوں نے حنطۃ کہا تو طاعون کی وبا کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا جس سے ان کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہوگئے اور ان کے بیٹے بچ گئے اور بنو اسرائیل میں جس فضل اور عبادت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ان کے بیٹوں میں تھا اور ان کے تمام آباء و اجداد طاعون کی اس وبا میں ہلاک ہوگئے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۴۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہوئے تھے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

طاعون کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد' امام ابن جریر' امام مسلم' امام نسائی اور امام ابن ابی حاتم' حضرت سعید بن مالک' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ طاعون گندگی ہے اور تم سے پہلے جن لوگوں کو عذاب دیا گیا ان کا بچا ہوا عذاب ہے' اگر کسی علاقہ میں طاعون پھیلے اور تم وہاں ہو تو تم وہاں سے مت نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقہ میں طاعون ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۷۲' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق دریافت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عذاب ہے' اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس کو بھیج دیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کے لیے رحمت بنا دیا' جس بندہ کے شہر میں طاعون واقع ہو اور وہ صبر کے ساتھ وہیں ٹھہرا رہے اور اس کا ایمان ہو کہ اس کو وہی مصیبت

Marfat.com

پہنچے گی جو اس کی تقدیر میں ہے تو اس کو ایک شہید کا اجر ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴۔ ۸۵۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گے (اور میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو) تو تم پر مختلف عذاب نازل ہوں گے' جب قوم علانیہ بدکاری کرنے لگے تو اس میں طاعون پھیل جاتا ہے اور ایسے دردوں والی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں' اور جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے اس میں قحط سالی' سخت مشقت اور ظالم حکومت نازل کی جاتی ہے' اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ بارش سے محروم کر دیے جاتے ہیں' اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش بالکل نہ ہوتی' اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عہد شکنی کرتے ہیں' ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان کے بعض اموال کو لوٹ لیتے ہیں اور جو ائمہ اور حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے وہ آپس کی جنگوں کے خوف میں مبتلا رہیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

طاعون کے متعلق قدیم علماء اور جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

طاعون جسم میں نکلنے والی گلٹیاں ہیں' یہ گلٹیاں' کہنیوں' بغلوں' ہاتھوں' انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں' اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے' یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ' سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے طبیعت میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ریسیمیا پیسٹس (YARISIMIAPASTIS) ہے' جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش پاتا ہے' یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور یہ چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی سے چپٹے ہوتے ہیں۔ جب یہ چوہے طاعون زدہ پسو کو سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں' یا مر جاتے ہیں تو پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور بیماری کا باعث بنتے ہیں' بیماری زیادہ تر ان ہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے' اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے' اس میں ہوا کے ذریعے جرثومہ کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک منتقلی یا جرثومہ کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

طاعون کی علامت دو طرح سے نمودار ہوتی ہے

(۱) غدودی طاعون: یہ پسوؤں کے کاٹنے سے ہوتا ہے' اس میں مرض بڑھتے ہوئے غدودوں کے ساتھ آتا ہے' ساتھ ساتھ اس کو بخار' سر میں درد' سستی اور پیٹ کی تکلیف وغیرہ بھی ہوتی ہے' غدودوں کا سائز ایک سم سے دس سم تک ہوتا ہے' یہ غدود زیادہ تر چڈھوں کے حصہ میں پائے جاتے ہیں' اس کے علاوہ بغل اور گردن میں بھی پائے جا سکتے ہیں' یہ بالائی کھال اور زیریں حصہ سے جڑے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ ہلائے جا سکتے ہیں' بالائی کھال زیادہ تر سرخ ہو جاتی ہے' غدودوں کے ظاہر ہونے سے پہلے بخار اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے' غدودوں کے ظہور کے ساتھ متلی' الٹی اور دست کی علامات بھی ہو سکتی ہیں' اگر

Marfat.com

اس مرحلہ پر علاج نہ کیا جائے تو یہ جرثومے سارے جسم میں پھیل جاتے ہیں اور موت کا باعث ہوتے ہیں۔
(۲) نیمونی طاعون: یہ طاعون ہوا کے ذریعہ بیمار سے تندرست میں منتقل ہوتے ہیں' اس قسم کے طاعون میں پھیپھڑے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور مریض میں نمونیہ کی علامات ہوتی ہیں' اس میں بخار' کھانسی اور سانس کا تیز چلنا شامل ہوتا ہے' اگر بروقت علاج نہ ہو تو بیماری شدت اختیار کر لیتی ہے' جس سے سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔ تھوک میں خون آنے لگتا ہے اور بالآخر پھیپھڑے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مرض کی تشخیص میں لیبارٹری کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ زیادہ تر تشخیص مرض کی علامات اور وبائی شکل میں موجودگی سے ہی ہو جاتی ہے۔

طاعون کا علاج

مرض کا علاج فوری طور پر اینٹی بائیوٹک (ANTIBIOTICES) سے کیا جاتا ہے' جس میں ٹیٹراسائیکلین (TETRACYCLINE) اسٹرپٹومائی سین (STREPTOMYCIN) اور کلورومائی سی ٹن (CLORUOMYCTIN) شامل ہیں۔ جب طاعون کی وباء پھیل جائے تو مادی اسباب بھی اختیار کرنا چاہئیں' شہر کو گندگی اور چوہوں سے صاف کیا جائے اور فوراً کسی قابل ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج کیا جائے اور باقی صحت مند افراد کو مریض سے الگ رکھا جائے اور روحانی اسباب بھی اختیار کرنے چاہئیں۔ اپنے اپنے گناہوں کو فوراً ترک کر دیا جائے اور ان پر توبہ اور استغفار کیا جائے۔
علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ارواح خبیثہ کی تاثیرات سے بھی طاعون ہو جاتا ہے اور اس کو دفع کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ارواح طیبہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ ارواح خبیثہ کے شر کو دور کر دیتی ہے۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۷۶۔ ۷۵' مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۶۹ھ)

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا: اپنا عصا اس پتھر پر مارو

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' بے شک ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ

مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى

کو جان لیا' اللہ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۶۰ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى

میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو O اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک (قسم کے) کھانے پر صبر

طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ

نہیں کریں گے' سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من اور سلویٰ کی بجائے) ہمیں زمین کی

Marfat.com

مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ

اُگائی ہوئی چیزیں سبزی، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز نکال کر دے فرمایا:

اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا

کیا تم اچھی چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز مانگتے ہو؟ شہر میں چلے جاؤ، وہاں تم کو

مِصۡرًا فَاِنَّ لَـكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ

وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا، اور ان پر ذلت اور بدحالی

وَالۡمَسۡکَنَةُ ۚ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا

ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ

يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ ذٰلِكَ

کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے (بھی) ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور

بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿٦١﴾ ع ۷

حد سے تجاوز کرتے تھے ○

زمین سے پانی نکالنے میں حضرت موسیٰ کا معجزہ اور اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی کا معجزہ

میدان تیہ میں جب بنو اسرائیل کو پیاس لگی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے پانی کے لیے دعا کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، وہ چٹان اب بھی جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے، ایک عیسائی محقق نے انیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لیے فلسطین کا سفر کیا اور اس چٹان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے اور آگے کی طرف جھکی ہوئی ہے۔

ایک پتھر پر عصا مارنا اور اس سے پانی کے چشموں کا پھوٹ پڑنا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اس پتھر نے زمین کی اندرونی تہوں سے پانی کھینچ لیا تھا، یا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس پتھر میں پانی پیدا کر دیا، چٹان پر لاٹھی مار کر پانی نکالنا خلاف عادت کام ہے لیکن بہت زیادہ بعید نہیں ہے کیونکہ زمین کے نیچے پانی ہوتا ہے اور آلات کے ذریعہ زمین کو کھود کر پانی نکالا جا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے آلات کے بغیر لاٹھی کی ایک ضرب سے بارہ چشمے جاری کر دیئے، لیکن ہمارے نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کو جاری کر دیا اور وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی ہوتا نہیں ہے۔

Marfat.com

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا برتن تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سب لوگ ٹوٹ پڑے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس وضوء کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے' صرف یہی پانی ہے جو آپ کے پاس ہے' آپ نے اس برتن پر اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا' ہم سب نے اس سے پانی پیا اور ہم سب نے وضوء کیا' راوی نے پوچھا: حدیبیہ کے دن آپ لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ حضرت جابر نے کہا: ہم لوگ پندرہ سو تھے لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت جابر نے پندرہ سو صحابہ کے وضو کرنے کا ذکر کیا ہے' یہ حدیبیہ کا واقعہ ہے' قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین سو صحابہ کے وضوء کرنے کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ منورہ میں مقام زوراء کا واقعہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۴) حسن بصری نے حضرت انس سے ستر صحابہ کے وضو کا واقعہ روایت کیا ہے' یہ کسی سفر کا واقعہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۵) حمید نے حضرت انس سے اسی صحابہ کے وضو کرنے کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ منورہ میں مسجد کے قریب کسی جگہ کا واقعہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے چشمے پھوٹنے کا معجزہ متعدد بار سفر اور حضر میں رونما ہوا' اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے کئی درجے افضل ہے۔

یہودیوں کے نبیوں کو قتل کرنے پر تورات کی شہادت

جب بنو اسرائیل نے من اور سلویٰ کی بجائے زمین کی پیداوار میں سے گندم اور مسور کی دال وغیرہ کو طلب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تعجب اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: تم اس کامل اور لذیذ غذا کے بدلہ میں ادنیٰ درجہ کی چیزیں مانگ رہے ہو' تم کسی بھی زرعی زمین میں چلے جاؤ' وہاں تم کو مطلوبہ اجناس مل جائیں گی' لیکن بنو اسرائیل نے جو کفران نعمت کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کا مذاق اڑایا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا' کیونکہ انہوں نے اشعیا' زکریا اور یحییٰ علیہم السلام وغیرھم کو بلاوجہ قتل کیا تھا' اس کی سزا میں ان پر دنیا میں ذلت اور خواری مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے مستحق ہوئے اور اخروی عذاب دائم اس کے علاوہ ہے۔

بنو اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام کو جو ایذا پہنچائی اور قتل کیا اس کی شہادت تورات سے حسب ذیل ہے:

اور اخی اب نے سب کچھ کیا جو انبیاء نے کیا تھا اور یہ بھی کہ اس نے سب نبیوں کو تلوار سے قتل کر دیا۔

(۱۔سلاطین' باب: ۱۹' آیت ۱' پرانا عہد نامہ ص ۳۵۳' مطبوعہ لاہور)

اور شاہ اسرائیل نے کہا: میکایا (یہ نبی تھے۔ سعیدی غفرلہ) کو لے کر اسے شہر کے ناظم امون اور یوآس کے پاس لوٹا لے جاؤ اور کہنا: بادشاہ یوں فرماتا ہے کہ اس شخص کو قید خانہ میں ڈال دو اور اسے مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا جب تک میں سلامت نہ آؤں۔ (۱۔سلاطین' باب: ۲۲ آیت ۲۷۔ ۲۶' پرانا عہد نامہ ص ۳۵۸' مطبوعہ لاہور)

تب خدا کی روح یہویدع کاہن کے بیٹے زکریا پر نازل ہوئی' سو وہ لوگوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا: خدا یوں فرماتا ہے کہ تم کیوں خداوند کے حکموں سے باہر جاتے ہو کہ یوں خوش حال نہیں رہ سکتے؟ چونکہ تم نے خداوند کو چھوڑا ہے اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا۔ تب انہوں نے اس کے خلاف سازش کی اور بادشاہ کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں اسے سنگسار کر دیا۔

(۲۔تواریخ' باب ۲۴ آیت ۲۱۔ ۲۰' پرانا عہد نامہ ص ۴۴۶' مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

یرمیاہ نبی کے متعلق لکھا ہے:

اور جب یرمیاہ قید خانہ کے صحن میں بند تھا خداوند کا یہ کلام اس پر نازل ہوا۔ یرمیاہ باب ۳۹ آیت: ۱۶

وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ پر نازل ہوا' اس کے بعد کہ جلوداروں کے سردار بنوزرادان نے اس کو رامہ سے روانہ کر دیا' جب اس نے اسے ہتھکڑیوں سے جکڑا ہوا ان سب اسیروں کے درمیان پایا جو یروشلم اور یہوداہ کے تھے جن کو اسیر کر کے بابل کو لے جا رہے تھے۔ (یرمیاہ باب: ۴۰ آیت: ۱ 'پرانا عہد نامہ ص ۷۵۶ 'مطبوعہ لاہور)

حضرت یحییٰ کے متعلق لکھا ہے:

وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے ○ بادشاہ بہت غمگین ہوا مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب سے اس سے انکار نہ کرنا چاہا ○ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے' اس نے قید خانہ میں جا کر اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ (مرقس باب: ۶ آیت: ۲۹۔ ۳۱ 'نیا عہد نامہ ص ۴۰ 'مطبوعہ لاہور)

یہودیوں پر ذلت مسلط کیے جانے کے باوجود اسرائیل کی حکومت کی توجیہ

یہودیوں پر ذلت اور مسکنت جو ڈالی گئی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو ذلیل اور غیروں کا محتاج رکھا گیا ہے۔ اگرچہ یہودی مال دار ہیں لیکن یہ بہت خسیس اور بخیل ہیں' یہ مال جمع کرنے کی حرص میں ہمیشہ ذلت' خواری اور بدحالی کی زندگی گزارتے ہیں' ہرچند کہ یہودیوں کی اسرائیل میں حکومت قائم ہو چکی ہے لیکن وہ اس حکومت کے قیام میں اور اپنی اقتصادیات' سیاست اور فوجی قوت میں بڑی طاقتوں خصوصاً امریکہ کے محتاج ہیں' قرآن مجید میں ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ . (آل عمران: ۱۱۲)

یہ جہاں کہیں بھی رہیں ان پر خوار ہونا لازم کر دیا گیا ہے بجز اس کے کہ یہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی کا سہارا لیں۔

اور آج کل جو ان کی حکومت قائم ہے وہ برطانیہ اور امریکہ کی رسی کے سہارے ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ

بے شک ایمان والے (مسلمان) یہودی' عیسائی اور صابئین' جو بھی اللہ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ

اور آخرت پر ایمان لائے' اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے' اور نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

صابئین کے دین کی تحقیق

صابئین کا لفظ صباء سے بنا ہے' علامہ ابن جریر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

Marfat.com

جو شخص ایک دین کو ترک کر کے دوسرے دین کو اختیار کر لے اس کو لغت میں صابئ کہتے ہیں' مجاہد نے کہا: صابئ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی دین نہ ہو۔ مجاہد سے ایک اور روایت ہے کہ صابئ' مجوس اور یہود کے درمیان ایک قوم ہے' ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے' حسن بصری سے روایت ہے کہ صابئ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں' ابوالعالیہ نے کہا: صابئین اھل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور کو پڑھنے والا ہے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اسحاق نے کہا: صابئین اھل کتاب کا ایک فرقہ ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں[1]۔

خلیل نے کہا: ان کا دین دین نصاریٰ کے مشابہ ہے' جنوب کی ہوا کی طرف ان کا قبلہ ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ یہ حضرت نوح کے دین پر ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا: ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ ہمارے علماء نے جو ان کے متعلق بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ صابی موحد ہیں اور ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں' اسی وجہ سے ابوسعید اصطخری نے ان کی تکفیر کی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ بیضاوی نے ان اقوال کے علاوہ یہ قول نقل کیا ہے کہ صابئ ستارہ پرست ہیں۔

(انوار التنزیل (درسی) ص ۷۹' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

صابئین کے کئی فرقے ہیں' روم کے صابئ ستارہ پرست ہیں' ھند کے صابئ بت پرست ہیں' امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صابئ بت پرست نہیں ہیں' یہ ستاروں کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ موحد ہیں اور ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۲۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

صابئہ کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے ہیں (قھستانی) اور بدائع میں مذکور ہے' ان کی کتاب زبور ہے اور ہوسکتا ہے کہ ان کے کئی فرقے ہوں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۸' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۷)

اغلب یہی ہے کہ صابئین کے کئی فرقے ہیں' ان کے متعلق جتنے اقوال ہیں' ان کے اتنے ہی فرقے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے جس فرقے کے متعلق کہا کہ ان کا ذبیحہ جائز ہے وہ حکماً اھل کتاب ہیں' تمام صابئین کے متعلق امام اعظم کا یہ فتویٰ نہیں ہے۔

ایمان لائے ہوئے لوگوں کے ایمان لانے کی توجیہ

اس آیت میں دوسری تحقیق طلب بات یہ ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے یہودی' عیسائی اور صابئ ان میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے ان کو کوئی غم اور خوف نہیں ہوگا' تو جو ایمان لا چکے ہیں' ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہوگا' ان میں سے جو ایمان لائے' کیونکہ ایمان لائے ہوئے لوگوں کا پھر ایمان لانا تحصیل حاصل ہے۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

[1] علامہ ابواللیث سمرقندی حنفی نے لکھا ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۱۲۵) منہ

Marfat.com

(۱) ''ان الذین امنوا'' سے مراد یہ ہے کہ جو زبان سے ایمان لائے اور ''من امن باللّٰہ'' سے مراد ہے: دل سے ایمان لائیں یعنی جو لوگ صرف زبان سے ایمان لائے ہیں جیسے منافقین' ان میں سے جو دل سے ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں تو ان کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا' اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

(النساء: ۱۳۶)

یعنی جو صرف زبان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں وہ دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔

(۲) ''ان الذین امنوا'' سے مراد یہ ہے کہ جو ماضی میں اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ''من امن باللّٰہ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں برقرار اور ثابت قدم رہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ''ان الذین امنوا'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور یہود اور نصاریٰ نے جو دین میں باطل چیزیں داخل کر لی ہیں ان سے بری تھے' مثلاً قس بن ساعدہ' بحیرہ راہب' حبیب النجار' زید بن عمرو بن نفیل' ورقہ بن نوفل' سلمان فارسی اور نجاشی کا وفد' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: جو لوگ بعثت محمد سے پہلے ایمان لائے تھے' اور یہود و نصاریٰ میں سے جو ادیان باطلہ پر ہیں' ان میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آیا اس کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۶۹ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

آیا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے سے موجودہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی؟

اس آیت سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ نجات کے لیے مسلمان ہونا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان' یہودی' عیسائی اور صابئی جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں' ان کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا اور موجودہ یہودی اور عیسائی بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' لہٰذا ان میں سے جو بھی نیک کام کرنے والے ہیں ان سب کی نجات ہوگی۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ''من امن باللّٰہ'' کا معنی ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان لائیں اور اللہ پر ایمان اسی وقت صحیح ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے ہر قول اور اس کے ہر حکم کو مان لیا جائے اور جب تک سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول اور آپ کو خاتم النبیین نہ مان لیا جائے' اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں ہوگا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (الفتح: ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. (الاحزاب: ۴۰) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخر ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب تک سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول اور آخری نبی نہ مان لیا جائے' اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا صحیح نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. (آل عمران: ۱۹) بے شک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔

Marfat.com

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○ (التوبہ: ٣٣)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب کردے' خواہ مشرکین پسند نہ کریں○

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○ (آل عمران: ٨٥)

اور جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا' اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب تک کوئی یہودی' عیسائی یا صابئ اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام کو قبول نہیں کرے گا اس کا اللہ پر ایمان نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کو دیکھ کر کوئی نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے' جب تک کہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کا مطالعہ نہ کرلیا جائے' کیونکہ بعض آیات مجمل ہوتی ہیں اور ان کی تفصیل دوسری آیات میں ہوتی ہے' بعض آیات بہ ظاہر متعارض ہوتی ہیں اور ان میں کسی دقیق وجہ سے تطبیق ہوتی ہے اور بعض آیات منسوخ اور بعض ناسخ ہوتی ہیں' بعض آیات عام ہوتی ہیں اور بعض دوسری آیات ان کے لیے مخصص ہوتی ہیں اور یہی حال احادیث کا ہے' اس لیے کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کو دیکھ کر نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔

نجات کے لیے صرف دین کی طرف منسوب ہونا کافی نہیں ہے

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ مسلمان' یہود اور نصاریٰ آپس میں ملے' یہود نے مسلمانوں سے کہا: ہم تم سے بہتر ہیں' ہمارا دین تم سے پہلے ہے اور ہماری کتاب تم سے پہلے ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں' اور ہم ہی دین ابراہیم پر ہیں اور جنت میں صرف یہودی ہی داخل ہوں گے' نصاریٰ نے بھی اسی طرح کہا' مسلمانوں نے کہا: ہماری کتاب تمہاری کتاب کے بعد ہے' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نبی کے بعد ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین کے بعد ہے اور تم کو اپنے دین کے ترک کرنے اور ہمارے دین کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے ہم تم سے بہتر ہیں' ہم ہی حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کے دین پر ہیں اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جو ہمارے دین پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا○ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا○ (النساء: ١٢٤۔ ١٢٣)

تمہاری خواہشوں پر (کچھ موقوف ہے) نہ اہل کتاب کی امیدوں پر' جو برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی' اور وہ اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے گا○ اور جو حالت ایمان میں نیک کام کریں گے' خواہ مرد ہو یا عورت تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا○

(المنار ج ١ ص ٣٣٦' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کرنا باطل ہے کہ جنت ان کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ کسی مسلمان کا محض زبانی ایمان کا دعویٰ کرنا کافی ہے بلکہ جو اللہ اور اس کے رسول پر صحیح ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا وہ جنتی ہوگا' اسی نہج پر یہ آیت

Marfat.com

ہے کہ جو لوگ محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں' اور یہودی' عیسائی اور صابئ' ان کا محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا' یا کسی کا یہودی ہونا یا کسی کا عیسائی ہونا یا کسی کا صابئ ہونا نجات کا سبب نہیں ہے' نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ پر صحیح ایمان لائیں اور آخرت کو مانیں بایں طور کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں اور پچھلے تمام ادیان کو منسوخ مانیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کریں اور ان کو آخرت میں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھا لیا کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے

بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ

اس کو مضبوطی سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو اس امید سے یاد کرو کہ تم پرہیزگار بن جاؤ O اس (عہد) کے بعد

بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ

پھر تم نے اعراض کیا' سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے O اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے

السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ ۚ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا

ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا' پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ O سو ہم نے اس (واقعہ) کو

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت بنا دیا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا۔ (البقرہ: ۶۳)

عہد اور میثاق کا معنی

عہد کا معنی ہے: کسی شے کی حفاظت کرنا اور ہر حال میں اس کی رعایت کرنا' جس عقد کی رعایت لازم ہو اس کو بھی عہد کہتے ہیں' ہماری عقلوں میں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار ہے اس کو بھی عہد کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں کتاب اور سنت کے ذریعے احکام دیے ہیں اور ہم نے ان کی اطاعت کا اقرار کیا ہے' اس کو بھی عہد کہتے ہیں اور جس چیز کو شریعت نے لازم نہیں کیا تھا لیکن ہم نے از خود نذر مان کر اس کو لازم کر لیا اس کو بھی عہد کہتے ہیں' جو کفار مسلمانوں کے عہد میں داخل ہوں ان کو ذوعہد اور معاہد کہتے ہیں۔ عاقدین کے درمیان جس عقد کو حفاظت کے لیے لکھا جاتا ہے اس کو عہدہ اور وثیقہ کہتے ہیں۔

(المفردات ص ۳۵۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

Marfat.com

وثاقت کے معنی ہیں: کسی چیز کو مضبوط کرنا' رسی سے باندھنا' میثاق اس عقد کو کہتے ہیں جس کو قسم اور اقرار کے ذریعہ موکد کیا گیا ہو۔ (المفردات ص ۵۱۲۔ ۵۱۱' المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھا لیا۔ الخ (البقرہ: ۶۳)

کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود عمل ہے

اس آیت میں جو طور کا لفظ ہے اس کے مصداق میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: اس سے مراد وہ پہاڑ ہے' جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا' مجاہد اور قتادہ نے کہا: اس سے غیر معین پہاڑ مراد ہے' مجاہد نے کہا: سریانی زبان میں طور پہاڑ کو کہتے ہیں۔

جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کے پاس تورات کی الواح لے کر آئے اور فرمایا: ان کو لو اور ان کی اطاعت کا اقرار کرو' تو انہوں نے کہا: جب تک اللہ تعالیٰ آپ کی طرح ہم سے کلام نہیں کرے گا ہم یہ اقرار نہیں کریں گے' پھر وہ بجلی کی ایک کڑک کے ذریعہ ہلاک کیے گئے' اور پھر زندہ کیے گئے۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پھر تورات کے قبول کرنے کے لیے فرمایا' انہوں نے پھر انکار کیا' تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ فلسطین کے پہاڑوں میں سے ایک فرسخ لمبے پہاڑ کو اکھاڑ کر سائبان کی طرح ان پر معلق کر دیں' ان کے پیچھے سمندر تھا اور ان کے سامنے سے آگ آ رہی تھی' ان سے کہا گیا کہ قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم تورات کے احکام پر عمل کرو گے ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر جائے گا' تب انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد کیا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئے' انہوں نے کروٹ کے بل سجدہ کیا تھا اور مارے خوف کے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا تو انہوں نے کہا: اس سجدہ سے افضل کوئی سجدہ نہیں ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جس کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا' پھر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ کروٹ کے بل یعنی ایک شق پر سجدہ کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو خوب کوشش سے لو' اور جو کچھ اس میں ہے' اس کو یاد کرو' یعنی اس میں تدبر اور غور و فکر کرو اور اس کے احکام کو ضائع نہ کرو' کیونکہ کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے' یہ نہیں کہ ان کے معنی پر غور و فکر کیے بغیر ان کی صرف تلاوت کر لی جائے۔ امام نسائی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بدتر فاسق وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے کسی حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے مقصود عمل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۷۔ ۴۳۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

کیا بنو اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو معلق کر کے ان سے تورات کو قبول کرانا' ان کے اختیار کے منافی نہیں تھا؟

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب پہاڑ ان کے سروں پر معلق کر دیا گیا تو پھر ان کا تورات کو قبول کرنا جبر سے ہوا' اور جبر کے ساتھ کسی کا ایمان لانا مقبول نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جبر نہیں ہے' جبر وہ ہوتا ہے جس میں انسان کا اختیار نہ ہو' اور اس میں ان کا اختیار تھا' وہ چاہتے تو پہاڑ کے نیچے رہنا قبول کر لیتے اور چاہتے تو تورات کو قبول کر لیتے' سو انہوں نے جان بچانے کے لیے تورات کو قبول کر لیا' البتہ یہ اکراہ ہے' اکراہ وہ ہوتا ہے جس میں جان سے مارنے کی دھمکی دے کر کوئی کام کرایا جائے' اور ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں اکراہ کے ساتھ ایمان جائز ہو۔ ہماری شریعت میں بھی ابتداءً دین میں اکراہ ممنوع تھا' بعد میں جب کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور جب کافروں سے یہ کہا گیا کہ یا وہ اسلام قبول کر لیں' یا جزیہ دیں

Marfat.com

ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا تو پھر دین میں اکراہ کی ممانعت منسوخ ہو گئی۔

(عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۷۴۔ ۱۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۹۸۳ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا' پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔ (البقرہ: ٦۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ''ایلہ'' میں آباد تھی' یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا' اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں' ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں' ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے۔ بنو اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا' یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا' وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک اس نافرمانی میں مشغول رہے' نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی' خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے' کچھ اس کو برا جانتے تھے اور اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں ہیں' نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے بڑے عرصہ سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے' مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ' ہو سکتا ہے تم پر عذاب نازل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

اس شہر میں رہنے والے ستر ہزار نفوس تھے اور ان کو منع کرنے والے بارہ ہزار تھے' جب مجرموں نے ان کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا' تو مانعین نے کہا: بہ خدا! ہم ایک علاقہ میں نہیں رہیں گے' انہوں نے شہر کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی اور ان سے الگ رہنے لگے اور کئی سال اسی طرح گزر گئے' پھر معصیت پر ان کے مسلسل اصرار کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا غضب نازل فرمایا' ایک دن منع کرنے والے اپنے دروازے سے نکلے تو دیکھا کہ مجرمین میں سے کوئی نہیں نکلا' جب کافی دیر ہو گئی تو وہ دیوار پھاند کر گئے' دیکھا تو وہ تمام لوگ بندر بن چکے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جوان بندر بن گئے تھے اور بوڑھے خنزیر بن گئے تھے' وہ دوسروں کو پہچان رہے تھے اور دوسرے ان کو نہیں پہچان رہے تھے' وہ تین دن اس حال میں روتے رہے' پھر سب ہلاک ہو گئے اور کوئی مسخ شدہ شخص تین دن سے زیادہ نہیں رہا اور نہ ان کی نسل چلی۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ٦۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

اس واقعہ کے بیان میں ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار ہے' کیونکہ آپ امی تھے' آپ نے اعلان نبوت سے پہلے نہ کسی چیز کو پڑھا تھا نہ لکھا تھا اور نہ علماء اہل کتاب کی مجلس میں رہے تھے' اس کے باوجود آپ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا جو ان کے علماء کے درمیان معروف تھا اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ وحی الٰہی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہفتہ کے دن شکار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ سمندر میں ہفتہ ہی کے دن بہ کثرت مچھلیاں آتی تھیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی اور بنو اسرائیل کا امتحان تھا کہ وہ مچھلیوں کی بہتات دیکھ کر پھسل جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے پر جمے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ (العنکبوت: ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ (محض) اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی

Marfat.com

آزمائش نہیں کی جائے گی؟O

اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو متمیز کر دیتا ہے۔

موجودہ بندروں کے مسخ شدہ اسرائیلی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

ایک بحث یہ ہے کہ موجودہ بندر اور خنزیر آیا انہی بنو اسرائیل کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا تھا یا وہی بندر اور خنزیر ہیں جو شروع سے نسل درنسل چلے آ رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مسخ شدہ بنو اسرائیل تین دن بعد مر گئے تھے۔ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس کی ایک طویل روایت ذکر کی ہے' اس میں ہے:

جن لوگوں نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا تھا' ان کی معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا' وہ زمین میں صرف تین دن زندہ رہے' انہوں نے کچھ کھایا' نہ پیا' نہ ان کی نسل چلی' اور اللہ تعالیٰ نے بندروں' خنزیروں اور باقی تمام مخلوق کو چھ دنوں میں پیدا کیا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا اور وہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۶۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

تقریباً تمام علماء اسلام' محدثین' مفسرین اور متکلمین کا اس پر اتفاق ہے' البتہ علامہ ابن العربی مالکی نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے کہا: اس میں اختلاف ہے کہ جن کو مسخ کیا گیا تھا ان کی ان کے بعد نسل چلی یا نہیں۔ بعض نے یہ کہا: ان کی نسل نہیں چلی اور بعض نے کہا: ان کی نسل چلی ہے اور اس کی دو دلیلیں ہیں' پہلی دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ایک امت مسخ کی گئی تھی اور مجھے خدشہ ہے کہ گوہ اسی امت سے ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۳۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲۔ ۱۵۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو داؤد نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں تھے' ہم نے بہت سی گوہ شکار کیں' میں نے ان میں سے ایک گوہ بھون کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی' آپ ایک لکڑی سے اپنی انگلیاں گنتے رہے' پھر آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو مسخ کر کے زمین میں چلنے والا جانور بنا دیا تھا' میں نہیں جانتا وہ کون سا جانور تھا' پھر آپ نے گوہ نہیں کھائی اور نہ اس سے منع فرمایا۔

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۷۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۸۔ ۱۹۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثابت بن زید انصاری سے روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے: آپ نے گوہ کے متعلق فرمایا: بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو مسخ کر کے زمین میں چلنے والا جانور بنا دیا تھا' میں (از خود) نہیں جانتا شاید کہ وہ یہی جانور ہو۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۶۔ ۱۹۔ ۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عبدالرحمان بن حسنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' ہم ایسی جگہ ٹھہرے جہاں گوہ بہت تھیں' ہم نے ان کو ذبح کیا اور جس وقت ہم پتیلیوں میں ان کو پکا رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا اور مجھے ڈر ہے کہ وہ یہی گوہ ہیں۔ ان دیگچیوں کو الٹ دو' تو ہم نے بھوکے ہونے کے باوجود دیگچیوں کو الٹ دیا' اس حدیث کو امام احمد' امام طبرانی (نے معجم کبیر میں)' امام ابویعلی اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور ان تمام ائمہ کی اسانید صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۷' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوہوں کے متعلق بھی اسی قسم کے خدشہ کا اظہار فرمایا ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا' یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ (مسخ شدہ) چوہے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب چوہوں کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں' دوسری روایت میں ہے: چوہا مسخ شدہ ہے۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[1]' امام احمد[2] اور امام طبرانی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

یہ دو حدیثیں جو بہ کثرت اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ حال کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ گوہ اور چوہے بنو اسرائیل کی مسخ شدہ نسل ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اندیشہ اس وقت تھا جب آپ کو وحی کے ذریعہ یہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہوا تھا کہ جن لوگوں کو مسخ کر دیا جائے ان کی نسل نہیں چلتی' اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے زمانہ میں ظاہر ہو جائے لیکن بعد میں آپ کو وحی کے ذریعہ قطعی طور پر بتا دیا گیا کہ دجال کا ظہور قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں ہوگا' پھر آپ کا اندیشہ زائل ہو گیا۔ مسخ شدہ لوگوں کے فوراً ہلاک ہونے اور ان کی نسل نہ چلنے کے متعلق یہ صریح حدیث ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا بندر اور خنزیر مسخ شدہ لوگ ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی نسل نہیں چلائی اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۵ ص ۱۴۲' مطبوعہ دارالمامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

یہ حدیث زیر بحث مسئلہ میں صاف تصریح ہے کہ موجودہ بندر اور خنزیر مسخ شدہ بنو اسرائیل نہیں ہیں۔

علامہ ابن العربی نے اپنے نظریہ پر جو دوسری دلیل قائم کی ہے وہ یہ ہے:

امام بخاری نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ بندر ایک بندریا کو رجم کر رہے تھے' حدیث کی عبارت یہ ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا نے زنا کیا تھا' اس کے گرد دوسرے بندر جمع ہو گئے جنہوں نے اس کو سنگسار کیا' میں نے بھی اس کو سنگسار کیا' یہ حدیث ''صحیح بخاری'' کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ' المصنف ج ۴ ص ۴۴۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ

Marfat.com

علامہ ابن العربی نے کہا: اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا جانوروں میں بھی بنو اسرائیل کی شریعت کے احکام معروف تھے حتیٰ کہ وہ نسل درنسل ان احکام کے وارث چلے آرہے تھے؟ تو ہم کہیں گے کہ ہاں! اسی طرح ہے' حتیٰ کہ جب یہود نے رجم کے حکم کو تبدیل کردیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا کہ مسخ شدہ اسرائیلیوں (بندروں) میں بھی رجم موجود ہے تاکہ ان کے انکار کے خلاف یہ قوی حجت ہو کہ رجم کا حکم ان کی کتابوں میں ہے' ان کے علماء میں معروف ہے اور حتیٰ کہ یہ حکم مسخ شدہ اسرائیلیوں میں بھی موجود ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ قرطبی' علامہ ابن العربی کی اس دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام حمیدی نے کہا: ہم نے اس حدیث کو ''صحیح بخاری'' کے نسخوں میں تلاش کیا تو یہ بخاری کے تمام نسخوں میں نہیں ہے' یہ حدیث ''صحیح بخاری'' کے بعض نسخوں میں ہے' فربری کی روایت سے یہ حدیث نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ بعد میں کسی نے اس حدیث کو ''صحیح بخاری'' میں ملادیا ہو اور یہ حدیث الحاقی ہو' امام بخاری نے ''تاریخ کبیر'' میں اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا' ایک بندریا کے گرد بہت سے بندر جمع ہو کر اس کو پتھر مار رہے تھے' سو میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو پتھر مارے۔ اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ اس نے زنا کیا تھا' تو اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے امام بخاری کا مقصود صرف اتنا ہے کہ عمرو بن میمون نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے اور ان کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں کیا گمان کیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۴۲۔ ۴۴۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

ہمارے پاس جو ''صحیح بخاری'' کے معروف نسخے ہیں' ان سب میں یہ حدیث موجود ہے' امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں میں ایک بندریا دیکھی جس نے زنا کیا تھا' اس کے گرد دوسرے بندر جمع تھے جو اس کو سنگسار کر رہے تھے' میں نے بھی ان کے ساتھ مل کر اس کو سنگسار کیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے اس حدیث کو تفصیل سے روایت کیا ہے' انہوں نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ عمرو بن میمون نے کہا کہ میں یمن میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا' میں نے ایک بلند جگہ سے دیکھا کہ ایک بندر' بندریا کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سو گیا' پھر ایک اور بندر آیا اور اس نے بندریا کو اشارہ کیا' بندریا نے چپکے سے بندر کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا اور اس بندر کے ساتھ چلی گئی اور اس بندر نے اس کے ساتھ جنسی عمل کیا' بندریا پھر جا کر چپکے سے اسی بندر کے ساتھ لیٹ گئی' جب وہ بندر بیدار ہوا تو اس نے اس بندریا کو سونگھا اور غضب ناک ہو کر چیخا' پھر بہت جلد بہت سے بندر جمع ہو گئے۔ بندر نے اس بندریا کی طرف اشارہ کیا' بندروں نے دائیں بائیں دیکھا اور اس بندر کو پکڑ لائے اور ان دونوں کو سنگسار کر دیا۔ اس وقت میں نے پہلی بار غیر بنو آدم میں رجم کو دیکھا۔ علامہ ابن التین نے کہا کہ شاید یہ بندر ان لوگوں کی نسل سے تھے جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' اور ان میں یہ حکم باقی تھا' پھر انہوں نے کہا کہ ممسوخ کی نسل نہیں چلتی' کیونکہ ''صحیح مسلم'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو ہلاک کیا یا عذاب دیا اس کی نسل نہیں چلائی' اور ان بندروں کے رجم کرنے کا یہ جواب ہے کہ جب بنو اسرائیل کو مسخ کر کے بندر بنایا تھا تو ہوسکتا ہے کہ اصلی بندر بھی ان کے ساتھ آ کر رہنے لگے ہوں' اور انہوں نے بنو اسرائیل کے بعض افعال دیکھ کر یاد کر لیے ہوں' باقی جانوروں کی بہ نسبت بندر بہت ذہین جانور ہے اور اس میں شدید غیرت

Marfat.com

ہوتی ہے اور ایک بندر اپنی بندریا کے قریب دوسرے بندر کو نہیں جانے دیتا۔

علامہ ابن عبدالبر نے عمرو بن میمون کی اس روایت کو بہت عجیب وغریب قرار دیا ہے اور کہا: اس میں غیر مکلف کے فعل کو زنا کہا ہے اور جانوروں پر حد کا ذکر ہے اور یہ اہل علم کے نزدیک ناقابل یقین ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ بندروں کی صورت میں یہ جن تھے اور جن مکلف ہیں' تاہم یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ فعل صورۃً زنا تھا' اسی طرح یہ صورۃً رجم تھا حقیقۃً یہ زنا اور رجم نہیں تھا۔

امام حمیدی نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں نہایت عجیب بات کہی اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ یہ حدیث ''صحیح بخاری'' کے بعض نسخوں میں ہے' صرف ابومسعود نے اس کا اطراف میں ذکر کیا ہے' اور یہ ''صحیح بخاری'' کے نسخوں میں اصلاً نہیں ہے اور یہ امام بخاری کی کتاب میں الحاقی حدیث ہے' ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ یہ حدیث بخاری کے ان تمام معظم اصول میں موجود ہے جس سے ہم واقف ہیں' اور حافظ ابوذر کا اس حدیث کو تین اماموں کی روایت کے ساتھ فربری سے نقل کرنا کافی ہے' اسی طرح اسماعیلی اور ابونعیم نے بھی اس کو اپنی اپنی مستخرج میں ذکر کیا ہے اور ابومسعود نے اطراف میں' البتہ نسفی کی روایت میں یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فربری کی روایت میں نہ ہو' کیونکہ فربری کی روایت سے نسفی کی روایت کی بہ نسبت بہت احادیث زیادہ ہیں' اور یہ کہنا کہ ''صحیح بخاری'' میں کوئی الحاقی حدیث ہے علماء کے اجماع کے خلاف ہے' کیونکہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس کتاب میں درج تمام احادیث صحیح ہیں' اور جب کسی ایک حدیث میں یہ مان لیا جائے کہ وہ الحاقی ہوسکتی ہے تو ہر حدیث میں یہ احتمال قائم ہوگا' پھر یہ کتاب قابل اعتماد نہیں رہے گی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ'' میں بھی اس حدیث کو درج کیا ہے اور علامہ ابن عبدالبر کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ وہ بندر جن تھے اور امام حمیدی نے جو اس حدیث کو الحاقی قرار دیا ہے اس پر رد کیا ہے۔ (الاصابہ ج ۳' ص ۱۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

تناسخ اور تماسخ کا بیان

کفار کے بعض فرقے مثلاً آریہ' قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکر ہیں' وہ کہتے ہیں کہ انسان کی روحیں اپنے اعمال کی جزا اور سزا پانے کے لیے ہمیشہ سے آواگون کے چکر میں ہیں اور ہر شخص موت کے بعد اپنے اعمال کے مطابق دوسرا جنم لیتا ہے' اچھا انسان مرنے کے بعد اچھا اور برا انسان مرنے کے بعد برا جنم لیتا ہے' بنو اسرائیل کو جو مسخ کر کے بندر بنادیا گیا تھا اس سے بھی وہ آواگون پر استدلال کرتے ہیں' ہمارے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے اپنے زمانہ تعلیم میں پنڈت رام چند سے مناظرہ کیا' اس نے اس آیت سے تناسخ پر استدلال کیا' آپ نے فرمایا: تناسخ میں مرنے کے بعد روح دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے اور یہاں بنو اسرائیل مرے نہیں تھے' زندگی میں ہی ان کی شکلیں مسخ کردی گئی تھیں' سو یہ تناسخ نہیں ہے تماسخ ہے' اس نے کہا: اب تو میں جارہا ہوں آئندہ سال اسی جگہ پھر ملوں گا' آپ نے فرمایا: زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں' یہ بتاؤ کہ اگر تم مرگئے تو کس جون میں آکر مجھ سے ملاقات کرو گے؟ وہ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور انعام میں آپ کو اپنی گھڑی دے گیا۔

حیلہ کی تحقیق

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ ناجائز کاموں کو کسی حیلہ سے جائز کرنا باطل ہے' امام مالک کا یہی

Marfat.com

مذہب ہے' ان کے نزدیک کسی صورت میں بھی حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ کواشی نے کہا: اکثر علماء کے نزدیک حیلہ کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ اس کی وجہ سے کسی باطل چیز کو حاصل نہ کیا جائے اور نہ کسی کا حق باطل کیا جائے' اور یہود نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کا حیلہ نہیں کیا تھا بلکہ جب انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں قید کرلیا تو ان کا مچھلیوں کو قید کرنا ہی ان کا شکار کرنا تھا تو انہوں نے بعینہ حرام کا ارتکاب کیا تھا اور اس کے لیے کوئی حیلہ نہیں کیا تھا۔

(روح المعانی ج ۱ص ۲۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اسی طرح جب یہود پر چربی کو حرام کیا گیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا' یہ بھی حیلہ نہیں تھا بلکہ بعینہ حرام کا ارتکاب تھا' اسی لیے آپ نے ان کے اس فعل پر لعنت کی۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۴۹۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن اور سنت میں حیلہ کا ثبوت

حیلہ کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ (ص: ۴۴)

اور (اے ایوب! آپ) اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک جھاڑو لے لیں' پھر اس سے ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کسی وجہ سے اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے اور یہ قسم کھالی کہ وہ صحت یاب ہونے کے بعد اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے' صحت یاب ہونے کے بعد ان کو یہ پریشانی ہوئی کہ اگر میں قسم پوری کرتا ہوں تو میری خدمت گزار بیوی کو اذیت پہنچے گی اور اگر نہیں مارتا تو قسم ٹوٹ جائے گی' تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حیلہ بتایا کہ وہ سو تنکوں کی ایک جھاڑو لے کر ان کو ماریں' اس طرح آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور آپ کی بیوی بھی اذیت پہنچنے سے محفوظ رہے گی۔

حیلہ کے جواز کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت یوسف اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے تو ان کے شاہی کارندے نے شاہی پیمانہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا اور اس ملک کا قانون یہ تھا کہ جس شخص کے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہو تو بہ طور سزا اس شخص کو مالک کے حوالہ کر دیا جاتا تھا' سو جب بنیامین کے سامان سے وہ شاہی پیمانہ برآمد ہوا تو ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالہ کر دیا گیا' قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ (یوسف: ۷۶)

اسی طرح ہم نے یوسف کو تدبیر بتائی' وہ اپنے بھائی کو شاہی قانون کی وجہ سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

احادیث میں بھی حیلہ کا ثبوت ہے' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

انصار میں سے ایک شخص بیمار ہو گیا حتیٰ کہ وہ بہت کمزور ہو گیا اور اس کی کھال ہڈیوں سے چپک گئی' اس کے پاس انصار کی ایک باندی آئی جس پر وہ فریفتہ ہو گیا اور ہشاش بشاش ہو گیا اور اس نے جنسی عمل کرلیا' پھر جب اس کے قبیلہ کے لوگ اس کے پاس عیادت کے لیے آئے تو اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے متعلق حکم معلوم کرو کیونکہ میں نے اس باندی سے جماع کرلیا ہے' صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا: ہم نے اس جتنا بیمار شخص اور کوئی نہیں دیکھا' اگر ہم اس کو اٹھا کر آپ کے پاس لائیں تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی' اس کی ہڈیوں پر کھال لپٹی ہوئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک گچھا لے آؤ اور اس پر اس کی ایک ضرب مارو۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ص ۲۵۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس میں ہے کہ پتلی پتلی سو

Marfat.com

شاخوں کا ایک گچھا لے آؤ اور اس پر اس کی ایک ضرب مارو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۸۵ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی)

امام احمد[1] نے بھی اس حدیث کو حضرت سعد بن عبادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے ' امام ابن عساکر[2] نے بھی اس حدیث کو حضرت سعد بن عبادہ سے روایت کیا ہے ' اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا ' وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لے آیا ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا: نہیں ' بہ خدا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دو صاع (ایک صاع تقریباً چار کلوگرام کا پیمانہ ہے) کھجوریں دے کر یہ ایک صاع لیتے ہیں ' یا تین صاع کھجوریں دے کر دو صاع یہ کھجوریں لیتے ہیں ' آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو ' سب کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں بیچو اور عمدہ کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں خرید لو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۳ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں آپ نے سود سے بچنے کا حیلہ بیان فرمایا ہے۔

حیلہ کی تعریف اور اس کی اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی خفیہ طریقہ سے مقصود کے حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں ' علماء کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

(۱) اگر جائز طریقہ سے کسی حق (خواہ اللہ کا حق ہو جیسے زکوٰۃ یا بندہ کا حق ہو) باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود ' رشوت اور پگڑی وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔

(۲) اگر جائز طریقہ سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی باطل یا ظلم کو دفع کیا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا واجب ہے۔

(۳) اگر جائز طریقہ سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا مباح ہے۔

(۴) اگر جائز طریقہ سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۲۶ ' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ' لاہور ' ۱۴۰۱ھ)

فقہاء کے بیان کئے ہوئے بعض حیلے

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی سے بات کی تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں ' حضرت عمر نے فرمایا: اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دو اور اپنے بھائی سے کلام کر لو اور بیوی سے پھر دوبارہ نکاح کر لو۔ (المبسوط ج ۳۰ ص ۲۰۹ ' مطبوعہ دار المعرفۃ ' بیروت ' ۱۳۹۸ھ)

زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے ' اگر کوئی شخص کسی کا مثلاً ہزار روپے کا مقروض ہے اور اس نے ہزار روپے زکوٰۃ میں نکالنے ہیں تو وہ اپنا قرض کس طرح وصول کرے؟ علامہ محمد حصکفی لکھتے ہیں:

جواز کا حیلہ یہ ہے کہ وہ اپنے مقروض کو جو صاحب نصاب نہ ہو اپنی زکوٰۃ دے اور اس کو مالک بنا دے ' پھر اس مقروض سے اپنا قرض وصول کرے اور اگر نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ وہ اپنا بعینہ قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے ' اور اگر زکوٰۃ کی رقم سے کسی غریب آدمی کا کفن بنانا ہو تو کسی غریب کو کفن کی رقم زکوٰۃ میں دے دے ' پھر وہ شخص اس کو کفن پہنا دے

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ ' مطبوعہ مکتب اسلامی ' بیروت ' ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوالقاسم حسن بن علی الشافعی ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ ' مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۲۲۸ ' مطبوعہ دار الفکر ' دمشق ' ۱۴۰۴ھ

Marfat.com

اس میں دونوں کو ثواب ملے گا' مسجد کی تعمیر میں بھی زکوٰۃ کی رقم اسی طرح لگائی جاسکتی ہے۔

(درمختار ج ۲ ص ۱۲' مطبوعہ دراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی رقم کو مسجد' سرائے' سبیل وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ رقم کسی غریب آدمی کو دے دے' پھر اس کو کہے کہ وہ رقم ان نیک کاموں میں اپنی طرف سے خرچ کرے۔

(درمختار ج ۲ ص ۶۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو زکوٰۃ کا ثواب مل جائے گا اور اس غریب شخص کو ان عبادات میں رقم خرچ کرنے کا ثواب مل جائے گا۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

حافظ سیوطی نے ''جامع صغیر'' میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ اگر صدقہ سو ہاتھوں سے منتقل ہوتا ہوا کسی شخص کو ملے تو ہر شخص کو اتنا ثواب ہوگا جتنا پہلے شخص کو ثواب ملے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

(فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۵ ص ۳۳۲' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۱ھ)

علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو خطیب بغدادی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس کی سند میں بشیر بلخی ضعیف راوی ہے۔

اسی اصل پر فقہاء نے حیلہ اسقاط کو جائز کہا ہے۔

حیلہ اسقاط کی تحقیق

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

نماز' روزہ' دیگر کفارات اور جنایات کو میت سے ساقط کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام حقوق مالیہ کا ایک اندازہ کرلیا جائے اور اس کے تہائی مال سے اس رقم کو صدقہ کردیا جائے بہ شرطیکہ اس نے وصیت کی ہو' اگر اس نے وصیت نہ کی ہو اور کوئی وارث یا کوئی اور شخص اپنی طرف سے بہ طور احسان میت کی طرف سے صدقہ کردے تو جائز ہے اور اگر اتنی رقم نہ ہو سکی ہو مثلاً کل رقم ایک لاکھ ہے اور وارث کے پاس ہزار روپے ہیں تو سو آدمی بیٹھ جائیں اور وہ ایک شخص کو ہزار روپے میت کا ذمہ ساقط کرنے کی نیت سے دے' وہ دوسرے شخص کو اسی نیت سے ہزار روپے دے حتیٰ کہ جو ننانوے واں شخص ہے وہ سوویں شخص کو اسی نیت سے ہزار روپے دے دے یا وارث اور فقیر ایک دوسرے کو سو بار دیں تو میت کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے حقوق ساقط ہو جائیں گے اور ان سو آدمیوں میں سے ہر شخص کو ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(مراقی الفلاح ص ۳۶۲ ـ ۳۶۱' ملخصاً وموضحاً مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص فوت ہو گیا اور اس کی کئی فوت شدہ نمازیں ہیں تو وہ ان کے کفارہ کی وصیت کرے' اور ہر نماز کے لیے نصف صاع (دو کلو گرام) گندم کفارہ دے' اسی طرح وتر اور ہر روزہ کا کفارہ ہے' یہ کفارہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا' اگر اس نے مال نہیں چھوڑا تو اس کا وارث مثلاً نصف صاع گندم (یا اس کی قیمت) قرض لے لے' وہ یہ گندم ایک فقیر کو میت کی طرف

Marfat.com

سے نماز کے فدیہ میں صدقہ کرے' وہ فقیر دوبارہ اس وارث کو یہ گندم صدقہ کر دے اور اسی طرح بار بار یہ دور کرتے رہیں حتیٰ کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ (درمختار ج ا ص ۴۹۲' علی ھامش ردالمحتار' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

اقرب یہ ہے کہ میت کی نمازوں کا اندازہ کر کے اس کے حساب سے قرض لے' مرد پر بارہ سال اور عورت پر نو سال کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے تو ان کی عمر کی قضا نمازوں کا اندازہ کرے اور چھ ماہ یا ایک سال کی نمازوں کے فدیہ کی رقم ادھار لے' پھر وہ رقم فقیر کو صدقہ کرے اور فقیر پھر وارث کو یہ رقم صدقہ کر دے یا کسی اور فقیر کو صدقہ کر دے (اور اگر ایک سال کے فدیہ کی رقم قرض لی تھی اور نمازیں دس سال کی ہیں تو وارث اور فقیر ایک دوسرے کو دس بار دیں یا دس فقیروں میں اس رقم کو بار بار دیں اور بعد میں یہ رقم قرض خواہ کو واپس کر دیں)۔ اسی طرح سے میت کے روزوں اور اس کے دوسرے مالی حقوق کی طرف سے بھی فدیہ دیا جائے۔ (ردالمحتار ج ا ص ۴۹۳۔ ۴۹۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ہمارے دیہاتوں میں یہ رواج ہے کہ میت کی فوت شدہ نمازوں اور دیگر حقوق مالیہ کا حساب کیے بغیر چند آدمی بیٹھ کر ایک قرآن مجید اور چند روپوں کا آپس میں دور کرتے ہیں' اس سے تمام نمازوں اور دیگر مالی حقوق کا فدیہ ادا نہیں ہوتا' بلکہ قرآن مجید کی قیمت اور دوسرے روپوں کا جتنی بار دور کیا جاتا ہے اس کے حساب سے فقط اتنی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں

الْجٰهِلِيْنَ ۞ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ

جاہلوں سے ہو جاؤں ○ انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ (گائے)

اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ

کیسی ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک وہ فرماتا ہے کہ بالتحقیق وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا' ان کے درمیان متوسط عمر کی ہے'

ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۞ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

سو تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجا لاؤ ○ انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں

لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

یہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ چمکدار زرد رنگ کی گائے ہے'

Marfat.com

تَلُوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا

دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے O انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ

هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

اس کے اوصاف کیسے ہیں؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے O

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي

موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ

الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ

کھیتی میں پانی دیتی ہے، وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے، وہ پکار اٹھے کہ اب آپ نے ٹھیک بات بتائی ہے،

ع فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع ۸/۱۰

پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے والے نہ تھے O

بنو اسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا بیان

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں:

بنو اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا' (علامہ قرطبی نے کہا: اس کا نام عامیل تھا) اس کی اولاد نہ تھی' اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا' (سدی کی روایت میں ہے: وہ اس کا بھتیجا تھا') اس نے اس مالدار شخص کو قتل کر دیا تا کہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے راستہ میں ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہا: میرا رشتہ دار قتل کر دیا گیا اور میرے نزدیک آپ کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو اس کے قاتل کا نام بتا سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں میں اعلان کیا کہ جس شخص کو بھی اس کے قاتل کا علم ہو وہ ہمارے پاس آ کر بیان کرے' جب کوئی شخص نہ آیا تو وہ قاتل پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: آپ اللہ کے نبی ہیں' آپ اللہ سے سوال کریں کہ وہ ہمیں قاتل بتلا دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک گائے ذبح کریں' ان کو اس پر تعجب ہوا کہ قاتل بتلانے میں اور گائے کے ذبح کرنے میں کیا مناسبت ہے' اس لیے انہوں نے کہا: آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں' حضرت موسیٰ نے کہا: میں جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' انہوں نے کہا: آپ اللہ سے معلوم کریں کہ وہ کیسی گائے ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا' پھر کہا: اللہ سے دعا کریں کہ فرمائے اس کا رنگ کیسا ہو' کہا: اللہ فرماتا ہے: وہ شوخ زرد رنگ کی گائے ہو جو دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہو' انہوں نے پھر کہا: معلوم کریں اس کی صفت کیسی ہو؟ یہ گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور ان شاء اللہ ہم ہدایت پا جائیں گے۔ فرمایا: وہ گائے محنت کے کام نہ کرتی ہو' نہ ہل چلاتی ہو نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو اور وہ صحیح سالم اور بے داغ ہو' انہوں نے کہا: اب آپ نے پوری بات بتائی ہے' پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے والے نہ تھے۔

Marfat.com

جس وقت ان لوگوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اگر یہ اسی وقت کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا' لیکن انہوں نے سوالات کر کے گائے میں قیودات لگوائیں تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی اور اگر یہ آخر میں ان شاء اللہ نہ کہتے تو یہ اس گائے کی طرف کبھی بھی ہدایت نہ پاتے' جس گائے کا انہوں نے تعین کیا تھا وہ صرف ایک بوڑھی عورت کے پاس تھی جس کے یتیم بچے تھے' جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ اس گائے کے علاوہ اور کسی گائے کو ذبح نہیں کریں گے تو اس نے اس گائے کی قیمت بہت بڑھا دی (سدی کی روایت میں ہے: اس عورت نے اس کے وزن سے دس گنا زیادہ سونا طلب کیا۔ طبری ج ۱ ص ۳۶۹) وہ حضرت موسیٰ کے پاس گئے اور کہا: وہ عورت بہت زیادہ قیمت مانگ رہی ہے' حضرت موسیٰ نے فرمایا: تم نے خود اپنے اوپر سختی کی ہے' اب اس کی منہ مانگی قیمت دو' انہوں نے وہ قیمت ادا کر کے گائے کو خریدا اور اس کو ذبح کیا' حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ اس کی ہڈی لے کر مقتول کے جسم پر مارو' جب مقتول پر گائے کی ہڈی ماری گئی تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا نام بتا دیا اور پھر مر گیا' اور قاتل وہی شخص تھا جس نے اس کے قاتل کا مطالبہ کیا تھا' اس کو اس برے عمل کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۸ ۔ ۳۶۷' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

اس مقتول کا نام عامیل تھا' عطاء اور سدی نے کہا کہ اس کا قاتل اس کا چچا زاد بھائی تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کا بھائی تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کا بھتیجا تھا' نیز عطاء نے کہا ہے کہ عامیل کے عقد میں اس کی چچا زاد تھی اور وہ بنو اسرائیل میں سب سے حسین عورت تھی' قاتل نے اس لیے قتل کیا کہ وہ اس عورت سے بعد میں نکاح کرے۔

(البحر المحیط ج ۱ ص ۴۰۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

بنو اسرائیل کی گائے کا بیان

بنو اسرائیل نے جس گائے کو ذبح کیا تھا اس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک نوجوان ایک دکان میں کچھ چیزیں فروخت کرتا تھا' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' ایک دن ایک اور شہر سے ایک شخص آیا اور اس سے کچھ سودا طلب کیا' اور اس کی قیمت دے دی' وہ اس کے ساتھ دکان کھولنے گیا' تاکہ اس کو وہ چیز دے دے' چابی اس کے والد کے پاس تھی اور وہ دکان کے سائے میں سو رہا تھا' اس شخص نے کہا: اس کو جگا دو' اس لڑکے نے کہا: وہ سویا ہوا ہے اور میں اس کو بیدار نہیں کروں گا' اس شخص نے اس کو جگانے کے لیے دگنی قیمت پیش کی' اس لڑکے نے انکار کر دیا' حتیٰ کہ وہ شخص چلا گیا' اس لڑکے نے جو اپنے باپ کے ساتھ نیکی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ جزا دی کہ ان کی گائے سے وہ گائے پیدا ہوئی جس کی بنو اسرائیل کو تلاش تھی' بنو اسرائیل اس گائے کو خریدنا چاہتے تھے اور وہ لڑکا راضی نہ ہوتا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس کو راضی کر کے گائے خریدو' بالآخر اس کی قیمت یہ طے کی گئی کہ اس کے وزن کے برابر سونا دیا جائے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۷۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام ابن جریر نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۹ ۔ ۳۶۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

گائے ذبح کرنے کے واقعہ سے استنباط شدہ مسائل

بنو اسرائیل کے گائے کو ذبح کرنے کے واقعہ سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(۱) بنو اسرائیل کو اس حکم میں جو بھی اشکال ہوا اس کے حل کے لیے انہوں نے حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کی' از خود

Marfat.com

دعا نہیں کی' نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا: تم خود دعا کرلو' اس سے وسیلہ اور مقربین سے دعا کرانے کا ثبوت ہے۔

(۲) مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے' البتہ مزاح اور چیز ہے یعنی کوئی نکتہ افروز بات کرنا' جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے حکم پر بے چون و چرا عمل کرنا چاہیے اور اس میں حیل و حجت نہیں نکالنی چاہیے۔

(۴) اگر کوئی شخص اپنے اوپر سختی کرے تو اللہ بھی اس پر سختی کرتا ہے' بنو اسرائیل نے بے جا سوالات کرکے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی اس میں قیودات لگائیں۔

(۵) جو شخص ماں باپ کا ادب اور ان کی فرماں برداری کرے اللہ اس کو اچھی جزا دیتا ہے۔

(۶) ان شاء اللہ کہنے کی برکت سے کام ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا گائے کی طرف ہدایت نہیں پائی تھی۔

(۷) انسان کو اپنی چیز کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار ہے حتیٰ کہ ایک گائے کی قیمت اس کے ہم وزن سونا بھی ہو سکتی ہے۔

(۸) شوخ زرد رنگ اللہ کا پسندیدہ رنگ ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ

اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا' پھر تم ایک دوسرے کو اس قتل میں ملوث کرنے لگے' اور اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا

تَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ

تھا جس کو تم چھپاتے تھے ○ سو ہم نے کہا: اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو' اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا

الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ

اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو ○ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے

مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ

سو وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں' اور بے شک بعض پتھروں سے

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ

دریا پھوٹ پڑتے ہیں' اور بے شک بعض پتھر پھٹتے ہیں تو ان سے پانی

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ

نکل آتا ہے' اور بے شک بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں'

Marfat.com

اللّٰہِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے O

گائے کا ایک عضو مقتول پر مارنے سے اس کا زندہ ہونا

ان آیات میں بھی اسی قصہ کو بیان فرمایا ہے جس واقعہ کا اس سے پہلی آیات میں ذکر تھا' اس کا تحقق پہلے ہوا تھا اور اس کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے تاکہ بنو اسرائیل کو ان کی خودسری' ہٹ دھرمی اور شقاوت پر دوبارہ سرزنش کی جائے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ قتل تو ایک شخص نے کیا تھا اور اس آیت میں تمام بنو اسرائیل کی طرف اس کا اسناد کیا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کا اسلوب ہے کہ قبیلہ کے ایک فرد نے فعل کیا ہو تو پورے قبیلہ کی طرف اس کی نسبت کر دیتے ہیں' بنو اسرائیل قاتل کو مخفی رکھنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک گائے ذبح کرو جس کی تفصیل اس سے پہلی آیات میں ذکر کی جا چکی ہے' اور فرمایا: اس گائے کے کسی عضو کو اسی مقتول پر مارو' اس عضو میں مختلف اقوال ہیں مثلاً زبان' دم' کان' ہڈی اور دل وغیرہ' جب گائے کے عضو کو مقتول پر مارا گیا تو اس کی رگوں سے خون بہنے لگا اور اس نے کہا: مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔

گائے ذبح کرا کر مقتول کو زندہ کرنے کی حکمت

رہا یہ سوال کہ اس مقتول کو اس طرح کیوں زندہ کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی دعا سے ویسے ہی زندہ فرما دیتا' آخر اس سے پہلے بھی تو ستر اسرائیلیوں کو زندہ فرمایا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مقتول کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں مشقت کا کچھ بار اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر ڈالنا چاہتا تھا' اور ان کی کج بحثی اور حیلہ جوئی کو دکھانا چاہتا تھا اور اس ذریعہ سے ایک صالح اور ماں باپ کے فرمانبردار لڑکے کو فائدہ پہنچانا چاہتا تھا' اور یہ بتلانا چاہتا تھا کہ کسی چیز کو طلب کرنے سے پہلے کسی عبادت سے تقرب حاصل کرنا مستحسن ہے' اور حصول ثواب کا ذریعہ ہے' نیز ان کے سوالات کرنے کی وجہ سے گائے میں قیودات لگا کر سختی کی گئی تاکہ دوسروں کو عبرت ہو کہ اللہ کے حکم پر حیل و حجت کے بغیر عمل کرنا چاہیے اور یہ کہ اللہ کے حکم سے جو جانور ذبح کیا جائے وہ بہت قیمتی' صحیح سالم' بے داغ اور حسین و جمیل ہونا چاہیے اور اس میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا' لیکن اگر عادل نے باغی کو قتل کیا یا کسی حملہ آور کو مدافعت میں قتل کیا تو وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو (قیامت کے دن) زندہ فرمائیگا' ہر چند کہ یہ آیت بنو اسرائیل سے خطاب کے سلسلہ میں ہے لیکن اس میں ان لوگوں کی تعریض ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مر کر دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ (البقرہ: ۷۴)

اس میں مردہ کو زندہ کرنے کی طرف اشارہ ہے' یا اس کے کلام کرنے کی طرف اشارہ ہے یا اس سے پہلے جن نشانیوں کا ذکر ہوا ان کی طرف اشارہ ہے' یعنی پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری کرنا' ان پر پہاڑ معلق کر دینا' یا ہفتہ کے دن شکار کرنے والوں کو بندر اور خنزیر بنا دینا۔ ان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد ان کے دل کی سختی کا یہ عالم تھا کہ جب مقتول نے زندہ ہو کر بتایا کہ فلاں شخص اس کا قاتل ہے تو انہوں نے کہا: یہ جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں ان نشانیوں کے دیکھنے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی اور نافرمانیوں سے باز نہیں آئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک بعض پتھروں سے دریا پھوٹ پڑتے ہیں' اور بے شک بعض پتھر پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکل آتا ہے' اور بے شک بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ (البقرہ: ۷۴)

پتھروں' درختوں اور جانوروں کا ادراک اور ان کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا

اس آیت میں اثر پذیری کے اعتبار سے پتھروں کی تین قسمیں بتائی ہیں' ایک قسم وہ ہے جس سے دریا پھوٹ پڑتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ اثر پذیری ہے' دوسری قسم میں اس سے کم اثر پذیری ہے جن سے پانی نکل آتا ہے' اور سب سے کم اثر پذیری ان پتھروں میں ہے جو خوف خدا سے گر پڑتے ہیں۔ بنو اسرائیل میں اتنی اثر پذیری بھی نہیں ہے' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پتھروں میں بھی ادراک ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں خدا کا خوف ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں اور پہاڑوں میں ایک قسم کا ادراک پیدا کیا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ. (الحشر: ۲۱)
اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تم ضرور اس کو جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتے۔

يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ج . (سبا: ۱۰)
اے پہاڑو اور پرندو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کے متعلق فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰' ج ۲ ص ۵۸۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا' میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (معجم صغیر ج ۱ ص ۶۲' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجر اسود اور رکن یمانی کو اس حال میں اٹھائے گا کہ ان کی دو آنکھیں' زبان اور دو ہونٹ ہوں گے' اور جس نے ان کی پوری تعظیم کی وہ اس کے حق میں گواہی دیں گے۔ (معجم کبیر ج ۱۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی' الحدیث۔ اس حدیث کو امام بزار نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھ پر وحی کی گئی تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا تھا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ! اس حدیث کو امام بزار نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا۔

Marfat.com

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۰۔ ۲۵۹، مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا' آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو سلام عرض کرتا تھا۔ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی کا مجھے علم نہیں' باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا کہ آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا: السلام علیک یارسول اللہ! (جامع ترمذی ص ۵۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں کے علاوہ درختوں میں بھی ادراک پیدا کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنا کر لایا گیا تو جس کھجور کے ستون کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے وہ اس طرح چیخ مار کر رو رہا تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ سامنے سے ایک اعرابی آ رہا تھا' جب وہ قریب آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اپنے اہل کے پاس' آپ نے فرمایا: کیا تم کوئی خیر حاصل کرو گے؟ اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اس نے کہا: آپ کے اس قول پر کون گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت' وہ درخت وادی کے کنارے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا تو وہ زمین کو پھاڑتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا' آپ نے اس سے تین مرتبہ اپنی رسالت پر شہادت طلب کی اور اس نے اسی طرح شہادت دی جس طرح آپ نے کلمہ شہادت پڑھا تھا' پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا' وہ اعرابی اپنی قوم کی طرف چلا گیا اور اس نے کہا: اگر قوم نے میری بات مان لی تو میں ان کو لے کر آؤں گا ورنہ خود حاضر ہوں گا۔

(معجم کبیر ج ۱۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ دارالمامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام بزار نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۲، مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

جانوروں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ادراک تھا' امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں بنو سلیم کا ایک اعرابی آیا' اس نے ایک گوہ شکار کر کے اپنی آستین میں رکھی ہوئی تھی' اس نے جب یہ جماعت دیکھی تو لوگوں سے پوچھا: اس جماعت کا امیر کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: وہ شخص ہیں جو خود کو نبی گمان کرتے ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد! تم سے بڑھ کر جھوٹا کوئی نہیں ہے اور میرے نزدیک تم سے بڑھ کر

Marfat.com

مبغوض کوئی نہیں ہے اور اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری قوم مجھ کو جلد باز کہے گی تو میں تم کو قتل کر دیتا اور اس پر سب لوگ خوش ہوتے' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اجازت دیں میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ نے فرمایا: تم کو معلوم نہیں کہ نبی بردبار ہوتا ہے! اس اعرابی نے کہا: اگر یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو لات اور عزیٰ کی قسم! میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور اس نے آستین سے گوہ نکال کر رسول اللہ کے سامنے پھینک دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے کہا: اے گوہ! اس نے فصیح عربی میں کہا: اے رب العلمین کے رسول! لبیک میں حاضر ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس کی عبادت کی جاتی ہے؟ اس نے کہا: جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی سلطنت ہے' سمندر میں جس کی سبیل ہے جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے' آپ نے فرمایا: اے گوہ! میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رب العلمین کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں' جس نے کی آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہے اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ناکام ہے' پھر اس اعرابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں' بے شک جس وقت میں آیا تھا تو میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر مبغوض کوئی نہیں تھا' اور اب میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہے۔ (معجم صغیر ج ۲ ص ۶۵۔ ۶۴' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

محمد بن علی بن ولید بصری کے علاوہ اس کی سند کے باقی راوی صحیح ہیں' اس حدیث کا مدار اسی پر ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحراء میں تھے کہ کسی آواز دینے والے نے آواز دی: یا رسول اللہ! آپ نے مڑ کر دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا' آپ پھر متوجہ ہوئے تو ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی' اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے قریب آئیں' آپ اس کے قریب گئے اور فرمایا: تمہیں کیا کام ہے؟ اس نے کہا: اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں' آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں جا کر انہیں دودھ پلا آؤں' پھر میں آپ کے پاس واپس آ جاؤں گی' آپ نے فرمایا: تم ایسا کرو گی؟ اس نے کہا: اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ مجھے اس اونٹنی کے عذاب میں مبتلا کرے جس کے بچے گم ہو گئے ہوں' آپ نے اس کو کھول دیا' وہ گئی' جا کر اس نے اپنے بچوں کو دودھ پلایا' پھر واپس آ گئی اور آپ نے اس کو باندھ دیا' اعرابی بیدار ہوا تو اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! کوئی کام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس ہرنی کو کھول دو' وہ چھلانگیں لگاتی ہوئی گئی اور کہہ رہی تھی: میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(معجم کبیر ج ۲۳ ص ۳۳۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

(اے مسلمانو!) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان کا ایک فریق اللہ کا

Marfat.com

يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

کلام سنتا تھا پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ

تبدیلی کر دیتا تھاO اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے

وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ

اور جب یہ ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم ان (مسلمانوں) کو وہ (حق)

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ وہ ان باتوں کو تمہارے رب کے سامنے حجت بنائیں، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟O

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیںO

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ

اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں، جو زبانی پڑھنے کے سوا (اللہ کی) کتاب کا علم نہیں رکھتے اور وہ صرف

اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ق

ظن (گمان) کرتے ہیں O پس عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں،

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں، سو ان کے لیے

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ انہوں نے کمایا اس کے سبب سے ان کو عذاب ہوگاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے؟

(البقرہ: ۷۵)

Marfat.com

آیات مذکورہ کا شان نزول

جب کسی چیز کی بہت زیادہ رغبت ہوتی ہے اور انسان اس کے حصول کی قوی امید کر لیتا ہے تو اس کو طمع کہتے ہیں' ہم نے اس کا ترجمہ توقع کیا ہے۔ علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں:

(۱) یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یہود کے حلیف تھے' وہ ان کے پڑوسی بھی تھے اور ان کے درمیان رضاعت بھی تھی' وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ یہودی مسلمان ہو جائیں۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان کے زمانہ میں جو یہودی ہیں وہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور ان کے پاس شریعت تھی' حضور ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور ان کی وجہ سے دوسروں پر سختی کرتے تھے تاکہ وہ یہودی مسلمان ہو جائیں۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۴۳۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حالانکہ ان کا ایک فریق اللہ کا کلام سنتا تھا' پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تبدیلی کر دیتا تھاO (البقرہ: ۷۵)

بنو اسرائیل کی تحریف کا بیان

اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ ایک فریق اللہ کا کلام سنتا تھا اس کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تھا اور پھر اس میں تبدیلی کی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کلام اللہ سے مراد تورات ہے جس میں وہ تحریف کرتے تھے۔ پہلے قول کے متعلق امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ہمارے درمیان کڑک حائل ہو گئی لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہو تو آپ ہمیں اس کا کلام سنا دیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرما لیا' حضرت موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم غسل کرو' صاف کپڑے پہنو اور روزے رکھو' پھر وہ ان کو لے کر طور پر آئے' جب بادل نے ان کو ڈھانپ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: سجدہ میں گر جائیں' وہ سجدہ میں گر گئے' حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے کلام کیا اور انہوں نے اس کلام کو سنا' اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کا امر کیا اور بعض چیزوں سے منع کیا' انہوں نے اس کو سن کر سمجھ لیا' جب بنو اسرائیل کے پاس پہنچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے' تو ان لوگوں نے اس میں تحریف کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے احکام کو بدل دیا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جوزی اس روایت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے اس روایت کا شدید انکار کیا ہے' ان میں سے امام ترمذی صاحب ''نوادر الاصول'' بھی ہیں' انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے کلام کو بلاواسطہ سننا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے' ورنہ ان میں اور حضرت موسیٰ میں کیا فرق رہے گا؟ اس قسم کی احادیث کو کلبی نے روایت کیا ہے اور وہ جھوٹا شخص ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

دوسرے قول کے متعلق امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید نے کہا: اس کلام اللہ سے مراد تورات ہے' بنو اسرائیل اس میں تحریف کر کے اس کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے تھے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بیان کرتے تھے۔ جب ان کے پاس صاحب حق رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس

Marfat.com

کی منشاء کے مطابق مسئلہ بیان کرتے اور جب باطل پر قائم کوئی شخص ان کے پاس رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی مرضی کے مطابق حکم بیان کرتے' اور جب کوئی شخص رشوت لے کر نہ آتا تو پھر کتاب سے صحیح حکم نکال کر بیان کردیتے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابن جریر فرماتے ہیں: زیادہ صحت کے قریب یہ ہے کہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات مذکور تھیں ان میں دانستہ تحریف کرتے تھے اور آپ کی صفات کو تبدیل کرکے بیان کرتے تھے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ تورات میں مذکور تھا کہ آپ کا گورا رنگ ہے اور متوسط قد ہے اور جب ان سے آخری نبی کی صفات پوچھی جاتیں تو یہ کہتے: ان کا سانولا رنگ ہے اور لمبا قد ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے۔ (البقرہ: ۷۶)

یہود کے نفاق کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب منافقین یہود حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور ابوالعالیہ اور قتادہ نے بیان کیا کہ جب یہ آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تمہاری کتاب میں جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ تم مسلمانوں کے سامنے کیوں بیان کرتے ہو' وہ اس بیان کو تمہارے خلاف حجت بنالیں گے کہ جب یہ وہی آنے والے نبی ہیں تو تم ان پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں جو زبانی پڑھنے کے سوا (اللہ کی) کتاب کا علم نہیں رکھتے۔

(البقرہ: ۷۸)

''امی'' اور ''امنیہ'' کا معنی

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کئی گمراہ فرقوں کا بیان فرمایا ہے' پہلے اس فرقہ کا بیان کیا جو اللہ کے کلام میں تحریف کرتا ہے' پھر دوسرے فرقہ کا بیان کیا جو منافقین ہیں' پھر تیسرے فرقہ کا بیان کیا جو مجادلین (بحث میں ضد سے کام لینے والے) تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کے سامنے تورات کی ایسی آیات بیان کرو جو خود تمہارے خلاف حجت ہوں' اس کے بعد اب چوتھے فرقہ کا بیان کیا جو عوام اور ناخواندہ لوگ ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ نے امیین فرمایا' امی وہ شخص ہے جو لکھتا ہو نہ پڑھتا ہو یعنی جس طرح ماں کے بطن سے ناخواندہ پیدا ہوا تھا اسی حالت پر ہو اور کسی سے علم حاصل نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کتاب کا علم نہیں رکھتے ماسوا ''امانی'' کے' ''امانی'' ''امنیہ'' کی جمع ہے' ''امنیہ'' کا ایک معنی ہے: پڑھنا' یعنی یہ عام ان پڑھ لوگ صرف زبانی تورات کو پڑھ لیتے ہیں' اس کا معنی نہیں جانتے' جیسے ہمارے برصغیر میں عام خواندہ لوگ قرآن مجید کی عبارت کو معنی سمجھے بغیر پڑھتے ہیں' اور اس کا دوسرا معنی ہے: تمنا اور آرزو' یعنی ان کی صرف تمنائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے گا اور ان پر رحم فرمائے گا اور ان گناہوں پر گرفت نہیں فرمائے گا' اور ان کے آباء واجداد میں جو انبیاء ہیں وہ ان کی شفاعت کریں گے' یا ان کے علماء کی جو تمنائیں تھیں کہ دوزخ کی آگ ان کو صرف چند دن جلائے گی' یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ سوائے ان جھوٹی اور من گھڑت باتوں کے کتاب کا علم نہیں رکھتے جو انہوں نے اپنے علماء سے سن لی ہیں اور ان کو بہ طور تقلید کے مانتے

Marfat.com

چلے آرہے ہیں' لیکن یہاں ''امنیہ'' کو تمنا کے معنی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کے بعد کی آیت میں ان کی اس تمنا کا ذکر آرہا ہے کہ ان کو صرف چند دن آگ جلائے گی۔ ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' کی پانچویں جلد میں امی کا معنی زیادہ تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے اور سورہ اعراف میں' ان شاء اللہ اس پر مکمل بحث کریں گے' اسی طرح ان شاء اللہ سورہ حج میں ''امنیہ'' کے معنی پر بحث کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں' پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (البقرہ:۹۷)

ویل کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اصمعی نے کہا: ''ویل'' بری چیز ہے اور اس کا استعمال حسرت کے موقع پر ہوتا ہے اور ''ویح'' کا استعمال ترحم کے طور پر ہوتا ہے۔ (المفردات ص ۵۳۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

امام ابن جریر طبری اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''فویل لھم'' کا معنی ہے: ان پر عذاب ہو' ابو عیاض نے کہا: ویل اس پیپ کو کہتے ہیں جو جہنم کی جڑ میں گرتی ہے' حضرت عثمان بن عفان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ویل' جہنم میں ایک پہاڑ ہے اور حضرت ابو سعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے' کافر اس کی گہرائی تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک گرتا رہے گا۔ ان احادیث اور آثار کے اعتبار سے ویل کا معنی یہ ہے کہ جو یہودی اپنی طرف سے لکھ کر کتاب اللہ میں تحریف کرتے ہیں ان کو جہنم کی گہرائی میں اہل جہنم کی پیپ پینے کا عذاب ہوگا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۰ ـ ۲۹۹' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ابو العالیہ نے کہا کہ یہود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں تحریف کرتے تھے اور دنیاوی مال کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے تھے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیئے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے ان کو انہوں نے تورات سے مٹا دیا' نیز انہوں نے تورات سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹا دیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۱ ـ ۳۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہرگز آگ نہیں چھوئے گی' آپ کہیے: آیا تم نے اللہ سے کوئی

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى

عہد لے لیا جس کی اللہ ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ

جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟ ○ کیوں نہیں! جنہوں نے برا کام کیا اور اُن کی برائی نے اُن کو (پوری طرح)

Marfat.com

بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

گھیر لیا وہ جہنمی ہیں' اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گےO

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ جنتی ہیں'

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

وہی اس میں ہمیشہ رہیں گےO

عذاب یہود کے مزعومہ چند دنوں کا بیان

یہودی کہتے تھے: ان کو صرف چند دن عذاب ہوگا اور ان چند دنوں کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے:

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے دشمن یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل کرے گا اور یہ چالیس دن کی مدت ہے جس میں ہم نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔

اور دوسرا قول یہ ہے:

مجاہد نے بیان کیا کہ یہود یہ کہتے تھے کہ دنیا کی مدت ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار کے مقابلہ میں ایک سال عذاب دیا جائے گا یعنی کل سات سال عذاب دیا جائے گا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۳ ـ ۳۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیوں نہیں' جنہوں نے برا کام کیا اور ان کی برائی نے اُن کو (پوری طرح) گھیر لیا وہ جہنمی ہیں۔ (البقرہ: ۸۱)

بلاتوبہ مرتکب کبیرہ مرنے والے کے دائمی عذاب پر معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب

معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مسلمان نے گناہ کبیرہ کیا اور بغیر توبہ کے مرگیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' لیکن ان کا یہ استدلال دو وجہوں سے باطل ہے:

اول تو اس وجہ سے کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ''سیئہ'' (برائی) سے مراد کفر ہے اور ابووائل' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ ''سیئہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۵ ـ ۳۰۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اور جو شخص مشرک ہو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ برائی اس کا احاطہ کرلے اور احاطہ اس وقت ہوگا جب اس کے دل سے بھی تصدیق نکل جائے اور اس میں ایمان اور خیر مطلقاً نہ رہے اور ایسا شخص کافر ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان بغیر توبہ کے مرگیا تو اس کی بخشش ہوسکتی ہے اور ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور جو (گناہ) اس سے کم ہو اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مسلمان نے شرک نہیں کیا خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو توبہ کی ہو یا نہ کی ہو اللہ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف

اور یاد کرو جب ہم نے بنو اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ

اور ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ط

نیکی کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا'

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ تم سب (اس عہد سے) منحرف ہو گئے اور تم (ہو ہی) منہ موڑنے والے O

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ بنو اسرائیل نے برے کام کیے اور برے کاموں نے ان کا احاطہ کر لیا' اب اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے' لوگوں سے اچھی باتیں کریں گے' نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے' پھر چند اشخاص کے سوا باقی سب نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرنا' نماز قائم کرنا' اور زکوٰۃ ادا کرنا' ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا' یہ اس قسم کی عبادات ہیں جو ہر نبی کے دور میں مشترک رہی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا اپنی عبادت کے ساتھ متصلاً ذکر کیا ہے' اس لیے ہم یہاں اس کی کچھ تفصیل ذکر کر رہے ہیں اور اس کے بعد رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی بیان کریں گے' ان شاء اللہ۔

والدین کی اطاعت پر ثواب کے متعلق احادیث

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کو سب

Marfat.com

سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ (بخاری' مسلم)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر جہاد کی اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی)

(۳) معاویہ بن جاھمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاھمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے' میں آپ کے پاس مشورہ کے لیے آیا ہوں' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں (زندہ) ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ چمٹے رہو' کیونکہ جنت اس کے پیر کے پاس ہے۔
(ابن ماجہ' نسائی' حاکم' حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے)

اس حدیث کو سند جید کے ساتھ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے جہاد کے متعلق مشورہ کیا' آپ نے فرمایا: تمہارے ماں باپ ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: ان کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو' جنت ان کے پیروں کے نیچے ہے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت نہیں ہے' آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک ہے؟ اس نے کہا: میری ماں ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کرنے کی زیادہ کوشش کرو' جب تم یہ کرلو گے تو تم حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہو گے۔ اس حدیث کو ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور دونوں کی سند عمدہ ہے۔

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے' انہوں نے مجھ سے کہا: اس کو طلاق دے دو' میں نے انکار کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو طلاق دے دو۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس کے لیے طوبیٰ (جنت کا ایک سایادار درخت) ہے' اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں زیادتی کرتا ہے۔
(ابویعلیٰ' طبرانی' حاکم' اصبہانی' حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلودہ ہو' اس کی ناک خاک آلودہ ہو' اس کی ناک خاک آلودہ ہو' پوچھا: کس کی؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پایا' اس کے باوجود وہ جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (مسلم)

(۸) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے فرمایا: آمین' آمین' آمین' آپ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ نیکی کیے بغیر مر گیا' وہ دوزخ میں جائے اور اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کردے' کہیے آمین تو میں نے کہا: آمین' پھر کہا: یا محمد! جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور مر گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی (یعنی اس

Marfat.com

نے روزے نہیں رکھے) وہ دوزخ میں داخل کیا جائے اور اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' کہیے آمین تو میں نے کہا: آمین' اور جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے وہ دوزخ میں جائے اور اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' کہیے آمین' تو میں نے کہا: آمین' (اس حدیث کو امام طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جن میں سے ایک سند حسن ہے' امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے)۔

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی سفر کر رہے تھے۔ ان کو بارش نے آلیا' انہوں نے پہاڑ کے اندر ایک غار میں پناہ لی' غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر آ گری اور غار کا منہ بند ہو گیا' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم نے جو نیک عمل اللہ کے لیے کیے ہوں ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو' شاید اللہ غار کا منہ کھول دے' ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میری ایک چھوٹی بچی تھی' میں جب شام کو آتا تو بکری کا دودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا' پھر اپنی بچی کو پلاتا' ایک دن مجھے دیر ہو گئی' میں حسب معمولی دودھ لے کر ماں باپ کے پاس گیا' وہ سو چکے تھے' میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور ان کے دودھ دینے سے پہلے اپنی بچی کو دودھ دینا ناپسند کیا' بچی رات بھر بھوک سے میرے قدموں میں روتی رہی ا ر میں صبح تک دودھ لے کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا۔ اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے یہ فعل صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا' تو ہمارے لیے اتنی کشادگی کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں' اللہ عزوجل نے ان کے لیے کشادگی کر دی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔ (بخاری' مسلم' ابن حبان)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تمہارا باپ۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی' ابن حبان' حاکم' طبرانی)

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے' کیا اس کی کوئی توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا: نہیں' فرمایا: کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (ترمذی' ابن حبان' حاکم)

(۱۳) حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا' کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ماں باپ کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی کر سکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو' ان کی مغفرت کی دعا کرو' کسی کے ساتھ ان کے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو' ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو' ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' ابن حبان)

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۲۳۔ ۳۱۴ ملتقطاً' مطبوعہ دار الحدیث' القاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب عمل ہے' اس کا ثواب جہاد کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اور اس کا اجر حج اور عمرہ کے مساوی ہے' ماں باپ کے قدموں میں رہنا جنت کی طرف پہنچاتا ہے'

Marfat.com

اس سے عمر زیادہ ہوتی ہے' دعا قبول ہوتی ہے' دوزخ سے نجات ملتی ہے' مغفرت ہوتی ہے' اور ان کو راضی کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے۔

ماں باپ کی نافرمانی پر عذاب کے متعلق احادیث

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' پھر بیٹھ گئے اور فرمایا: سنو اور جھوٹ اور جھوٹی گواہی' آپ بار بار یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ سکوت فرماتے۔ (بخاری' مسلم' ترمذی)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' ماں باپ کا نافرمان' عادی شرابی' کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا' اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے' ماں باپ کا نافرمان' دیوث (اپنی بیوی کی بدکاری پر علم کے باوجود خاموش رہنے والا) اور جو عورت مردوں کی مشابہت کرے۔

(نسائی' بزار' ان دونوں کی سند حسن ہے۔ حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کا پہلا حصہ روایت کیا ہے)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ سو میل کی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی' اپنے کام کا احسان جتانے والے کو' ماں باپ کے نافرمان کو اور عادی شرابی کو یہ خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔

(طبرانی)

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل' ماں باپ کا نافرمان' احسان جتانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔ (کتاب السنۃ)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا؟ فرمایا: وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا' وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

(۶) حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھتا ہوں' اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں' رمضان کے روزے رکھتا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس عمل پر فوت ہو گیا' وہ قیامت کے دن نبیوں' صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا' پھر آپ نے دونوں انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا: بہ شرطیکہ اس نے ماں باپ کی نافرمانی نہ کی ہو۔ (احمد' طبرانی' ان دونوں نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک سند صحیح ہے' ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجتا ہے' اور ان میں سے ہر ایک پر تین بار لعنت بھیجتا ہے' اور ہر ایک کو ایسی لعنت بھیجتا ہے جو اس کو کافی ہے'

Marfat.com

قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے' قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے' قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے' غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والا ملعون ہے' اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ملعون ہے۔ (طبرانی' حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے)

(۸) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ایک جوان آدمی قریب المرگ ہے' اس سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکا' آپ نے فرمایا: وہ نماز پڑھتا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے' آپ اس جوان کے پاس گئے اور فرمایا: کہو لا الہ الا اللہ' اس نے کہا: مجھ سے نہیں پڑھا جا رہا' آپ نے اس کے متعلق پوچھا' کسی نے کہا: یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کی والدہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ' وہ آئی' آپ نے پوچھا: یہ تمہارا بیٹا ہے' اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر آگ جلائی جائے اور تم سے یہ کہا جائے کہ اگر تم شفاعت کرو تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو کیا تم اس کی شفاعت کرو گی؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت میں اس کی شفاعت کروں گی' آپ نے فرمایا: تب تم اللہ کو گواہ کرو' اور مجھ کو گواہ کر کے کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو' اس عورت نے کہا: اے اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! اب کہو: ''لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' تو اس لڑکے نے کلمہ پڑھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو میری وجہ سے آگ سے نجات دی۔

(طبرانی واحمد) (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۳۳-۴۲۳' ملتقطاً' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے' اس کی وجہ سے انسان جہنم میں جا گرتا ہے' محشر میں جنت کی خوشبو سے محروم رہتا ہے' ماں باپ کے نافرمان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا' موت سے پہلے اس کو دنیا میں فقر اور ذلت اور مہلک بیماریوں کی سزا ملتی ہے۔ اس پر اللہ اور اس کے رسول کی اور فرشتوں کی لعنت ہے' ماں باپ کے نافرمان کا خاتمہ خراب ہوتا ہے' اس کی بصیرت سلب ہو جاتی ہے اور ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ مرتے وقت کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا۔ اے اللہ! ہم پر ہمارے والدین کو راضی رکھ اور ان کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرما!

رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق احادیث

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔ (بخاری ومسلم)

(الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۳۴' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعرات کو جمعہ کی شب بنو آدم کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جو شخص رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا ہو اس کا عمل قبول نہیں ہوتا' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۴۳' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (بخاری' ابوداؤد' ترمذی)

Marfat.com

(الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۴۶' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں یتیم عزت کے ساتھ رہتا ہو۔ (طبرانی واصبہانی) (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۴۸' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کی پرورش کے لیے جدوجہد کرنے والا' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے اور میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: اس شخص کی مثل ہے جو اکتائے بغیر قیام کرے اور مسلسل روزے رکھے۔ (بخاری' مسلم' ابن ماجہ) (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۵۱' مطبوعہ دارالحدیث' القاہرہ)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا' اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ

نکالنا' پھر تم نے (اس کا) اقرار کیا' (اور اس عہد پر) تم خود بھی گواہی دیتے ہو O پھر تم

اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ

ہی وہ لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو' اور تم اپنے ایک فریق کو ان کے گھروں سے

مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ

نکالتے ہو اور تم ان کے خلاف گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو' اور اگر وہ

يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ

قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو' حالانکہ ان کو (گھروں سے) نکالنا (بھی تو) تم پر حرام کیا گیا تھا'

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا کفر کرتے ہو؟ سو تم

جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ

میں سے جو لوگ یہ کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ وہ دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا

رسوا ہوں' اور قیامت کے دن وہ زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے' اور

Marfat.com

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ

اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

کے بدلہ میں خرید لیا' سو نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ان کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع

رکوع ۱۰

مدد کی جائے گی ○

یہود مدینہ کا ایک دوسرے کو قتل کر کے میثاق توڑنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنو اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالیں گے' نسل در نسل یہ عہد و میثاق مدینہ میں آباد یہودیوں میں بھی منتقل ہوا' مدینہ میں اوس اور خزرج' مشرکوں کے دو قبیلے تھے جو کسی شریعت کے پیروکار تھے نہ کسی چیز کے حرام اور حلال ہونے کے قائل تھے' یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ مدینہ میں رہنے والے یہود بھی دو حصوں میں بٹ گئے تھے' بنو قینقاع' خزرج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کا ساتھ دیتے اور اس جنگ میں یہود ایک دوسرے کو قتل کرتے اور گھروں سے نکال دیتے اور جب جنگ ختم ہو جاتی تو بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو لوگ خزرج کی قید میں ہوتے ان کو بنو قینقاع فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور بنو قینقاع کے جو لوگ اوس کی قید میں ہوتے ان کو بنو قریظہ اور بنو نضیر فدیہ دے کر چھڑا لیتے' اور جب ان سے کہا جاتا کہ تم فریق مخالف کے قیدیوں کو فدیہ دے کر کیوں چھڑا رہے ہو؟ تو کہتے کہ ہمیں تورات میں یہ حکم دیا گیا کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائیں' پھر ان سے کہا جاتا کہ تورات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور گھروں سے نہ نکالو تو تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے کہ ہم اپنے حلیف سے کیے ہوئے عہد کی پاس داری کرتے ہیں' یعنی مشرکوں سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے تھے اور خدا سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۱۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' اور ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے'

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلیلیں دیں' اور ہم نے روح القدس (جبریل) سے

Marfat.com

أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌۢ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ

ان کی تائید کی' تو کیا ہر بار (ایسا نہیں ہوا) کہ جب بھی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو تمہاری مرضی کا

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ

نہ تھا تو تم نے تکبر کیا' (رسولوں کے) ایک گروہ کی تم تکذیب کرتے تھے اور ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے O اور (یہود نے) کہا: ہمارے دلوں

بَل لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

پر غلاف ہیں' بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے' سو ان میں سے بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں O

عیسیٰ' مریم اور روح القدس کے معنی

عیسیٰ اور یسوع عبرانی زبان کے الفاظ ہیں' ان کا معنی ہے: سید یا برکت والا' مریم بھی عبرانی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خادم' کیونکہ ان کی ماں نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کردیں گی' بینات سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں' مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' پیدائشی نابینا کو بینا کرنا' برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کرنا' روح القدس سے مراد ہے پاکیزہ روح' حضرت جبریل کو روح القدس کہتے ہیں' قدس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور روح کی اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی اللہ کی پسندیدہ روح' قرآن مجید میں حضرت جبریل کو روح القدس بھی فرمایا ہے اور الروح الامین بھی فرمایا ہے:

قُلْ نَزَّلَهُۥ رُوحُ ٱلْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ. (النحل: ۱۰۲) — آپ کہیے کہ اس قرآن کو حق کے ساتھ روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا ہے۔

نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ۝ (الشعراء: ۱۹۳) — اس (قرآن) کو الروح الامین (جبریل) نے نازل کیا ہے O آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوجائیں O

''غلف'' کے معنی ہیں: ڈھانپنے والی چیز' پردے۔

انبیاء کرام سے یہود کے عناد رکھنے کا بیان

ان آیات میں یہودیوں کے دل کی سختی بیان فرمائی ہے' اور یہ کہ وہ مادہ پرست اور نفسانی خواہشوں پر چلنے والے تھے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں بار بار رسول بھیجے' امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک یکے بعد دیگرے مسلسل رسول آتے رہے' علامہ ابوالحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ جب تک حضرت یوشع کو نبی نہیں بنادیا گیا اس وقت تک حضرت موسیٰ فوت نہیں ہوئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع' حضرت شمویل' حضرت شمعون' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت شعیا' حضرت ارمیا' حضرت عزیر' حضرت حزقیل' حضرت الیاس حضرت الیسع' حضرت یونس' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور بہت سے رسول آئے۔ امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو رسول بھی مبعوث ہوا وہ بنو اسرائیل کو تورات پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وقفینا'' یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول اسی منہاج اور اسی شریعت پر بھیجا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت بعض احکام میں تورات سے مختلف تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ان کو معجزات عطا فرمائے' وہ مردوں کو زندہ کرتے' مٹی سے پرندے کی شکل کا ایک جانور بنا دیتے' اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے اذن سے پرندہ بن جاتا' بیماروں کو تندرست کر دیتے' غیب کی خبریں دیتے' ان کے صدق کی تائید میں حضرت جبریل ان کے ساتھ رہتے تھے۔ بنو اسرائیل ان سے بہت حسد اور بغض رکھتے تھے کیونکہ ان کے بعض احکام تورات کے خلاف تھے' قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے فرمایا:

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ. اور (میں اس لیے آیا ہوں) کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ (آل عمران: ۵۰)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب بھی کوئی رسول ایسی شریعت لے کر آتا جو ان کی خواہش کے خلاف ہوتی تو وہ اس کا کفر کرتے اور اس کے خلاف مہم چلاتے اور بغاوت کرتے' ان میں سے بعض رسولوں کی تو انہوں نے تکذیب کی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض رسولوں کو انہوں نے قتل کر دیا جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام' اور ان آیات میں ہمارے نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر بنو اسرائیل نے آپ کی تکذیب کی' اور آپ پر ایمان نہیں لائے تو اس میں کسی تعجب اور غم اور افسوس کی بات نہیں ہے کیونکہ نبیوں سے عناد رکھنا اور ان کی تکذیب کرنا ان کی سرشت اور عادت ہے' ان آیات میں تمام یہودیوں سے خطاب کیا گیا ہے حالانکہ اس زمانہ کے یہودیوں نے انبیاء سابقین کی تکذیب یا ان کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ کام ان کے اسلاف اور آباء واجداد نے کیا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے یہودی اپنے پہلوں کے ان کاموں پر راضی تھے اور ان سے براءت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

یہود کے قبیح اقوال میں سے ایک قبیح قول یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں' اس لیے آپ کی بات ہمارے دلوں میں نہیں اترتی اور نہ ہم اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ بات نہیں ہے' تمہارے دلوں میں بھی غور وفکر کرنے اور حق بات کو قبول کرنے کی استعداد رکھی گئی تھی' لیکن تم نے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بغض اور عناد رکھا' ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا اس سبب سے بہ طور سزا اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے بلکہ تم نے خود ایسے قبیح کام کیے جس کے نتیجے میں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت کے مستحق ہوئے' اسی وجہ سے یہود میں سے بہت کم لوگ ایمان لانے والے ہیں۔

آیات مذکورہ سے مسائل کا استنباط

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے احکام سے اعراض کرے یا ان کا انکار کرے یا تکبر کی وجہ سے ان کو قبول نہ کرے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے اور لعنت اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کا بنو اسرائیل میں لگاتار انبیاء اور رسل کو مبعوث فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی اصلاح اور ہدایت کی متقاضی تھی' لیکن انہوں نے خود ہدایت کے بجائے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا' ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے' اس لیے اب اصلاح اور ہدایت کے لیے کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا' البتہ ہر دور میں علماء ربانیین' مجتہدین اور مجددین پیدا ہوتے رہتے ہیں جو بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کرتے ہیں' اور بدلتے ہوئے حالات اور عصری تقاضوں اور نت نئے مسائل کے لیے قرآن اور سنت سے حل پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں' اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' بنو اسرائیل کو جو رحمت سے دور کیا گیا اس کا سبب ان کا کفر تھا' یہود اپنی جن برائیوں کو تورات میں چھپاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دے دی' اس میں آپ کے علم غیب

Marfat.com

کا ثبوت ہے اور آپ کی نبوت کے صدق پر دلالت ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو اس آسمانی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعا کرتے تھے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

اور جب ان کے پاس وہ آ گئے جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' سو کافروں

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا

پر اللہ کی لعنت ہو ○ کیسی بُری چیز ہے وہ جس کے معاوضہ میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کیا ہے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ

کہ وہ اس کتاب کا کفر کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے' اس پر سرکشی کرتے ہوئے کہ اللہ اپنے فضل سے

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (کتاب) نازل فرماتا ہے' وہ غضب در غضب میں آ گئے' اور کافروں کے لیے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے ○

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود' اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کر دیا' ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ' جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے' تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں' اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز

Marfat.com

لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں' اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۲۵' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنوقریظہ اور بنونضیر کے یہود کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یوں فتح کی دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم نبی امی کے وسیلہ سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں' تو ہماری مدد فرما' تو ان کی مدد کی جاتی اور جب وہ نبی آگئے جن کو وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے ان کا کفر کیا۔ امام ابونعیم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس طرح دعا کا ذکر کیا ہے:

اے اللہ! اپنے اس نبی کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما اور اس کتاب کے وسیلہ سے جو تو ان پر نازل کرے گا' تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو ان کو آخر زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۸۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

خلاصہ آیات اور استنباط مسائل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی تھے وہ یہ جانتے تھے کہ تورات میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی ہی بشارت دی گئی ہے' لیکن وہ حسد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے اور ان کو یہ ڈر تھا کہ اگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تو ان کو جو نذرانے ملتے تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے وہ بند ہو جائیں گی اور عام یہودیوں پر جو علماء یہود کی ریاست تھی وہ ختم ہو جائے گی اور وہ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر وحی نازل کردے' ان کی خواہش تھی کہ بنواسرائیل ہی میں سے وہ نبی مبعوث ہو' انہوں نے پہلے نبیوں کا بھی انکار کیا اور اب ہمارے نبی کو نہ مان کر نیا انکار کیا' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو ذلت کی زندگی دی اور آخرت میں ان کو ذلیل کرنے والے عذاب کا مستحق قرار دیا۔ ان آیات میں مقربین کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت ہے اور بالخصوص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے' اور یہ کہ آپ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کی آمد کا شہرہ تھا اور آپ کے نام کے وسیلہ سے حاجت روائی ہوتی تھی' بنواسرائیل حسد اور سرکشی کی وجہ سے آپ پر ایمان نہ لائے' اس سے معلوم ہوا کہ حسد اور سرکشی حرام ہے' اور حسد کی وجہ سے انسان اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے' کیونکہ حسد کرنے کی وجہ سے بنواسرائیل دولت ایمان سے محروم رہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ ذلت اور اہانت والا عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے' اگر بعض گنہ گاروں کو عذاب ہوا تو وہ ذلت اور اہانت کا عذاب نہیں ہوگا بلکہ وہ ان کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہوگا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ جن کو اللہ نے نازل کیا' تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کیا

عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ ۗ

گیا ہے' اور اس کے ماسوا کا کفر کرتے ہیں' حالانکہ وہ حق ہے اور جو (اصل) کتاب ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے'

Marfat.com

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو اس سے پہلے انبیاء کو کیوں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

قتل کرتے تھے؟ ○ اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ واضح دلائل لے کر آئے' پھر تم نے اس کے بعد

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے ○ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

اور (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھایا' (اور فرمایا:) جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لو اور سنو'

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ

انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی' اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا

بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

دیا گیا تھا' آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو یہ کیسی بُری چیز ہے جس کا تمہیں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

تمہارا ایمان حکم دیتا ہے ○

تورات پر یہود کے دعویٰ ایمان کا رد اور ابطال

جب مدینہ کے یہودیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کر دیا' اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے کہ قرآن حق ہے اور اس (اصل) تورات کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اور دونوں اللہ کے کلام ہیں تو جب تمہارا تورات پر ایمان ہے تو قرآن کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ وہ بھی تورات کی طرح اللہ کی کتاب ہے اور تمہاری کتاب کا مصدق بھی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں پر ایمان لایا جائے' پھر اللہ تعالیٰ ان پر دوسری حجت قائم فرماتا ہے کہ اگر تم تورات پر ایمان لانے والے ہو تو تم انبیاء علیہم السلام کو قتل کیوں کرتے تھے؟ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کی طرف قتل کی نسبت کی ہے حالانکہ قتل ان سے پہلے کے

Marfat.com

یہودیوں نے کیا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے اس فعل پر راضی تھے اور اس کو اللہ کے حکم کی مخالفت اور معصیت نہیں کہتے تھے اور نہ اس سے انہوں نے براءت کا اظہار کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ آیات بینات لے کر آئے' پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے O (البقرہ: ۹۲)

ان آیات بینات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو نزول تورات کی میعاد سے پہلے نازل ہوئی تھیں' قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں۔

(بنی اسرائیل: ۱۰۱)

وہ نو نشانیاں یہ تھیں: عصا موسیٰ علیہ السلام' ید بیضاء' حضرت موسیٰ کی زبان کی لکنت کو دور کرنا' بنو اسرائیل کے لیے سمندر کر چیرنا' ٹڈی دل کی صورت میں عذاب' طوفان' بدن کے کپڑوں میں جوؤں کا پیدا کرنا' مینڈکوں کا عذاب کہ ہر کھانے کی چیز میں مینڈک آ جاتے تھے اور خون کا عذاب کہ ہر برتن میں خون آ جاتا تھا' لیکن ان نشانیوں کے باوجود ان کے شرک اور بت پرستی میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور انہوں نے اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے بچھڑے کی پرستش کرنی شروع کر دی' اسی کو اللہ تعالیٰ نے ظلم فرمایا ہے' کیونکہ کسی مستحق شخص کا حق دوسرے کو دے دینا ظلم ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ اللہ کا حق دوسرے کو دے دیا جائے اور عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور جب اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی عبادت کی جائے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور اس میں یہود پر تیسرا رد ہے کہ اگر تم تورات پر ایمان لانے والے تھے تو تم بچھڑے کی عبادت کیوں کرتے تھے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھایا۔ (البقرہ: ۹۳)

اس میں یہود پر چوتھا رد ہے کہ اگر تمہارا تورات پر ایمان تھا تو تورات کے احکام منوانے کے لیے تم پر پہاڑ طور کیوں اٹھایا گیا؟ اور جب تم سے کہا گیا کہ تورات کے احکام قبول کرو اور سنو تو تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی' کیا تورات پر ایمان لانے کے یہی تقاضے ہیں! یہ سب پہلے یہودیوں کے کرتوت تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کو ان کا اس لیے مخاطب قرار دیا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلوں کے ان کاموں سے نفرت اور براءت ظاہر نہیں کی تھی۔

قرآن مجید کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے تمام احکام اور تمام تقاضوں پر عمل کیا جائے اور ان آیات میں بار بار یہی فرمایا گیا ہے کہ اگر تمہارا تورات پر ایمان تھا تو تم اس کے احکام کی خلاف ورزی کیوں کرتے تھے؟ آج ہم بھی قرآن مجید پر ایمان لانے کے دعویٰ دار ہیں لیکن قرآن مجید پر عمل نہیں کرتے تو جو بات یہود سے کہی گئی ہے وہی ہم پر صادق آ رہی ہے۔ قرآن نے ہمیں نماز پڑھنے' روزے رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور ہماری بھاری اکثریت اس پر عمل نہیں کرتی۔ قرآن نے ہمیں ناجائز طریقہ سے مسلمانوں کا مال کھانے سے منع کیا اور ہم رشوت' اسمگلنگ' ملاوٹ' مصنوعی اشیاء' بلیک مارکیٹنگ' چور بازاری' لوٹ مار اور ڈاکوں سے دوسرے مسلمانوں کا مال کھا رہے ہیں' قرآن نے ہمیں قتل ناحق سے منع کیا اور ہم مسلمانوں کا خون بہانے سے باز نہیں آتے' قرآن نے ہماری عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا' اور بوقت ضرورت پردے کے ساتھ نکلنے کا حکم دیا لیکن ہمارے معاشرہ کے ہر طبقہ میں عورت بے پردہ بناؤ سنگھار کر کے اجنبی مردوں کے سامنے رہتی ہے اور بے حیائی کی راہیں کھلتی ہیں' یہود کے متعلق بار بار فرمایا کہ ان پر اللہ کا غضب بالائے غضب ہے اور وہ جہاں بھی ہوں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور آج ان یہودیوں کو اللہ نے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور

Marfat.com

یہودیوں نے مسلمانوں کے علاقے چھین لیے اور بار بار مسلمان یہودیوں سے شکست کھا رہے ہیں تو سوچنا چاہیے کہ جو قوم اس لعنتی اور مغضوب قوم سے پیہم شکست کھا رہی ہے وہ خود کس قدر اللہ کے غضب میں ڈوبی ہوئی اور رحمت سے دور ہو گی۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ

آپ کہیے کہ اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے

دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۹۴ وَ

ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو ○ اور

لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

جو اعمال وہ پہلے کر چکے ہیں ان کی وجہ سے وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۹۵ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ

جاننے والا ہے ○ اور آپ ضرور دیکھیں گے کہ وہ اور لوگوں سے اور مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے دلدادہ ہیں'

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ

ان میں سے ہر ایک شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش اس کی عمر ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ

سال ہو' اور یہ عمر اسے دی جائے تو یہ اس کو عذاب سے دور کرنے والی نہیں ہے'

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ ع

اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کو اللہ خوب دیکھنے والا ہے ○

عندالمتاخرین ۱۲۰ — معانقہ ۳ — ع ۱۱

یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور یہود اور ان کے علماء کے خلاف حجت قائم کی ہے کہ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تمہارا دین برحق ہے اور آخرت میں صرف تم ہی جنت کے مستحق ہو تو تم دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کو پانے کے لیے موت کی تمنا کرو تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس کا دین سچا ہے' لیکن انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی کیونکہ آخرت کی تو ویسے ہی ان کو امید نہ تھی کہیں دنیا بھی ہاتھ سے جاتی نہ رہے' مشرکین جو مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین نہیں رکھتے' اصل میں ان کو دنیا میں لمبی عمر کی تمنا ہونی چاہیے کیونکہ ان کے لیے جو کچھ ہے یہی دنیا ہے لیکن یہ یہودی جو دنیا کے بعد آخرت اور جنت کے دعویٰ دار تھے ان مشرکوں

Marfat.com

سے بھی زیادہ لمبی عمر کی خواہش رکھتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا کرتا تھا' اور موت کی تمنا کرنے کے بجائے لمبی زندگی کی خواہش کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دخول جنت کے متعلق ان کا دعویٰ جھوٹا ہے' قرآن مجید میں فرمادیا کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۳۷۔ ۴۳۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

اس آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی کہ یہودی موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے' اگر یہودی سچے تھے تو وہ موت کی تمنا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہتے: لو ہم نے موت کی تمنا کرلی ہے' اور یوں قرآن جھوٹا ہو جاتا اور آپ کی نبوت باطل ہو جاتی۔ یہ بڑی نازک اور خطرناک پیش گوئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کرسکتے' کبھی نہیں کریں گے' ان کے لیے بڑا آسان تھا کہ آپ کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لیے موت کی تمنا کر لیتے لیکن ایسا نہ ہوسکا اور آپ کی نبوت کا صدق اور قرآن مجید کی حقانیت ظاہر ہوگئی۔ جھوٹا نبی کبھی ایسی پیش گوئی کی جرات نہیں کرسکتا جس کو باطل کرنا مخالف کے اختیار میں ہو اور اس کے تمنا کرنے پر موقوف ہو۔ جھوٹے نبی کی کوئی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی' مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی کی لیکن اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہوگیا' پھر اس نے پیش گوئی کی کہ سلطان محمد ڈھائی سال بعد مرجائے گا اور محمدی بیگم اس کے نکاح میں آجائے گی لیکن غلام احمد مرگیا اور مرزا سلطان محمد اس کے بعد تادیر زندہ رہا' اس طرح اس نے ایک بیمار عیسائی پادری آتھم کے متعلق پیش گوئی کی وہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مرجائے گا لیکن وہ اس تاریخ کو نہیں مرا بلکہ تندرست ہوگیا۔

حصول شہادت کے لیے موت کی تمنا کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہودی مسلمانوں سے یہ کہیں کہ اگر تم اسلام کے دین حق ہونے اور دخول جنت کے مدعی ہو تو تم موت کی تمنا کرو' حالانکہ تم موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ تمہارے نبی نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ سیدنا محمد علیہ السلام اور یہودیوں کے درمیان فرق ہے' کیونکہ سیدنا محمد یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اور یہ مقصود ابھی تک حاصل نہیں ہوا' اس لیے میں قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہوں' اور تمہارا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۰۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ابھی تورات کی تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے اور یہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہوا' اس لیے ہم قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہیں۔

اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں:

اس کا جواب یہ ہے کہ اول ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ صرف ہمارے نبی کے پیروکار جنت میں جائیں گے' بلکہ ہر نبی کے سچے پیروکار جنت میں جائیں گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کی ہے۔

Marfat.com

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت واقع کر۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے' کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ص ۳۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ان احادیث میں اس چیز کی تصریح ہے کہ اللہ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے لیے موت کی تمنا صحیح ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ نے یہ تمنا کی ہے' البتہ دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔

(صحیح مسلم ج ۲ص ۳۴۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)' پس بے شک اسی جبریل نے اللہ کے حکم سے آپ

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى

کے دل پر (قرآن) نازل کیا' جو ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس (کے نزول) سے پہلے موجود ہیں' اور وہ مؤمنین

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ○ جو شخص اللہ کا' اس کے فرشتوں کا' اس کے رسولوں کا

Marfat.com

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ

اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے O اور بے شک (اے رسول!)

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں' اور ان آیتوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں O

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے بلکہ ان میں سے اکثر

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

ایمان نہیں لاتے O اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ عظیم رسول آئے جو اس (آسمانی کتاب) کی تصدیق

لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ

کرنے والے ہیں جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات) کو اس

اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

طرح اپنے پس پشت پھینک دیا گویا انہیں کچھ علم ہی نہیں ہے O

یہود کا جبریل کو اپنا دشمن کہنا

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیتیں بنو اسرائیل کے اس قول کے جواب میں نازل ہوئیں کہ جبریل ہمارا دشمن ہے اور میکائیل ہمارا دوست ہے' امام ابوجعفر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم آپ سے چار ایسی چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں جن کا جواب نبی کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جو چاہو سوال کرو لیکن اس کی ضمانت دو کہ اگر تم ان جوابات کا صدق پہچان لو تو پھر تم اسلام کو قبول کرلو گے' انہوں نے اس کا وعدہ کرلیا' انہوں نے سوال کیا کہ تورات نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب نے کون سے طعام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو نازل کیا ہے! کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت یعقوب سخت بیمار ہوگئے اور جب ان کی بیماری طول پکڑ گئی تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے صحت دے دی' تو میں اپنا پسندیدہ طعام اور مشروب اپنے اوپر حرام کرلوں گا' اور ان کا پسندیدہ طعام اونٹ کا گوشت تھا (ابو جعفر نے کہا: میرا گمان ہے کہ ان کا پسندیدہ مشروب اونٹنیوں کا دودھ تھا) انہوں نے کہا: ہاں! ان کا دوسرا سوال تھا کہ مرد کا پانی کیسا ہے اور عورت کا پانی کیسا ہے؟ اور مذکر اور مونث کیسے بنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا

Marfat.com

کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی! کیا تم کو معلوم ہے کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہو بچہ اسی (جنس) کا ہوتا ہے اور اللہ کے اذن سے اس کی مشابہت ہوتی ہے' انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا' ان کا تیسرا سوال تھا: اس نبی امی کی نیند کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کو اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی! کیا تم کو معلوم ہے کہ اس نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا؟ انہوں نے کہا: بہ خدا ہاں! آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا' انہوں نے کہا: اب آپ ہمیں یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا دوست کون ہے؟ اور آپ کے دین قبول کرنے یا نہ کرنے کا مدار اس سوال کے جواب پر ہے' آپ نے فرمایا: میرا دوست جبریل ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس کے وہی دوست تھے' انہوں نے کہا: اب ہم آپ کو چھوڑتے ہیں' اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے اور آپ پر یمان لے آتے' آپ نے فرمایا: تم جبریل کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۳۲۔ ۳۳۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس حدیث کو امام احمد[1] اور امام طبرانی[2] نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ سیوطی نے اس کا امام طیالسی' ابو نعیم' بیہقی اور ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (در منثور ج ۱ ص ۹۰۔ ۸۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

نیز امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب یہود کے پاس گئے' جب انہوں نے حضرت عمر کو دیکھا تو ان کو خوش آمدید کہا' حضرت عمر نے فرمایا: میں کوئی تم سے محبت یا تمہاری طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آیا ہوں' لیکن میں تمہاری باتیں سننے کے لیے آیا ہوں' پھر دونوں نے ایک دوسرے سے سوالات کیے اور بحث کی' یہودیوں نے پوچھا: آپ کے نبی کا دوست کون ہے؟ حضرت عمر نے کہا: جبریل' انہوں نے کہا: وہ تو ہمارا دشمن ہے' وہ آسمان سے آ کر (سیدنا حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے راز بتا دیتا ہے' وہ جب بھی آتا ہے جنگ اور قحط سالی لے کر آتا ہے' البتہ ہمارے نبی کا دوست میکائیل ہے' وہ جب بھی آتا ہے صلح' خوشحالی اور غلہ کی فراوانی کے ساتھ آتا ہے' حضرت عمر نے کہا: تو تم جبریل کو پہچانتے ہو اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرتے ہو' پھر حضرت عمر وہاں سے اٹھ گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: کہیے: جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۴۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو عبد اللہ بن سلام (ایک یہودی عالم) آپ کے پاس آئے اور کہا: میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا' قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ جنتی سب سے پہلے کیا چیز کھائیں گے؟ بچہ ماں یا باپ میں سے کس پر ہوتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی جبریل نے ان چیزوں کی خبر دی ہے' عبد اللہ نے کہا: فرشتوں میں جبریل یہود کا دشمن ہے (صحیح بخاری میں ہے: تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''قل من کان عدوا لجبریل'' الایہ) آپ نے فرمایا: قیامت کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے لے کر مغرب کی طرف جمع کرے گی' اور

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۸' ۲۷۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر ج ۱۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

Marfat.com

جس چیز کو جنتی سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی ہوگی' اور بچہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب مرد کا پانی غالب ہو تو وہ بچے کو کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہو تو وہ بچہ کو کھینچ لیتا ہے' عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یہود بہتان لگانے والے ہیں' اگر میرے متعلق پوچھنے سے پہلے آپ نے ان کو میرے مسلمان ہونے کے متعلق بتا دیا تو مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ جب یہود آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے نزدیک عبداللہ بن سلام کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب سے اچھا ہے اور اس کا باپ بھی سب سے اچھا تھا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے؟ انہوں نے کہا: اللہ اس کو اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے' تب حضرت عبداللہ بن سلام نے آ کر کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ' وہ کہنے لگے: یہ ہم میں سب سے برا آدمی ہے اور اس کا باپ بھی سب سے برا تھا' اور ان کی مذمت کی' حضرت عبداللہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اسی بات کا خوف تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۸۷۔ ۲۸۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

جبریل کو دشمن کہنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب

ان آیتوں کی تفسیر یہ ہے کہ اے نبی! ان سے کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہوگا وہ اللہ کی وحی کا دشمن ہوگا کیونکہ تورات اور قرآن دونوں وحی کے ذریعہ نازل ہوئے ہیں اور قرآن مجید' تورات' زبور اور انجیل کا مصدق ہے اور یہ تمام آسمانی کتابیں اللہ کی توحید' عبادات اور اخلاق حسنہ کی دعوت دیتی ہیں اور یہی گمراہی سے ہدایت دیتی ہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتی ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید کے لیے فرمایا: جو شخص جبریل کا دشمن ہوگا وہ اللہ کا دشمن ہوگا کیونکہ جبریل کو اللہ تعالیٰ بھیجنے والا ہے اور جو جبریل کا دشمن ہوگا وہ سارے فرشتوں کا دشمن ہوگا کیونکہ سارے فرشتے جبریل کے موافق ہیں' اور جو جبریل کا دشمن ہوگا وہ سب رسولوں کا دشمن ہوگا کیونکہ جبریل تمام رسولوں کا ولی اور موید ہے اور جو جبریل کا دشمن ہوگا وہ میکائیل کا بھی دوست نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے موافق ہیں' دونوں رسل ملائکہ میں سے ہیں اور دونوں مقرب فرشتے ہیں اور جو ان کا دشمن ہے وہ سن لے کہ اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص اللہ کا' اس کے فرشتوں کا' اس کے رسولوں کا' اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک (اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں' اور ان آیتوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں O (البقرہ: ۹۹)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ایک یہودی عالم) ابن صوریا القطیونی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے محمد! آپ ایسی کوئی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم جانتے پہچانتے ہوں' اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی آیت بینہ (واضحہ) نازل نہیں فرمائی تاکہ ہم آپ کی اتباع کریں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ بے شک ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں۔ الآیۃ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح آیات نازل فرمائیں جن سے وہ تمام علوم اور اسرار ظاہر ہو گئے جن کو علماء یہود

Marfat.com

چھپایا کرتے تھے' اور جس شخص نے تورات کا مطالعہ نہ کیا ہو وہ ان پر مطلع نہیں ہو سکتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ تورات کے اصل احکام کیا تھے اور علماء یہود نے ان میں کیا تحریف کر دی' سو جو شخص حسد اور بغض کا شکار ہو کر اپنی فطرت سلیمہ کو نہ کھو چکا ہو اس کے لیے آپ کی نبوت کا صدق بالکل واضح تھا کیونکہ جس شخص نے نہ کسی کتاب کو پڑھا ہو نہ کسی عالم کی مجلس میں بیٹھا ہو' وہ بغیر اللہ کی وحی کے ان مخفی چیزوں کو کیسے جان سکتا ہے اور کیسے بیان کر سکتا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ (البقرہ: ۱۰۰)

یہودیوں کا آپ پر ایمان لانے کے عہد کو توڑنا

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کیا عہد و میثاق لیے ہیں تو ایک یہودی عالم مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق ہم سے کوئی عہد نہیں لیا اور نہ ہم سے کوئی میثاق لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے بار بار یہ عہد لیا تھا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا' لیکن انہوں نے اس عہد اور میثاق کا انکار اور کفر کیا' اور اللہ تعالیٰ نے تورات میں آپ کی صفات کو بیان کیا تھا جس کو انہوں نے چھپایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ عظیم رسول آئے جو اس (آسمانی کتاب) کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت پھینک دیا گویا انہیں کچھ علم ہی نہیں O (البقرہ: ۱۰۱)

جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ دین کے عام اصولوں اور عقائد میں تورات کی تصدیق کرتے تھے' مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' قیامت' جزا و سزا' رسولوں کی تصدیق اور تقدیر پر ایمان وغیرہ تو وہ قرآن پر ایمان نہ لائے اور قرآن پر ایمان نہ لانا اس کو مستلزم ہے کہ ان کا مکمل تورات پر ایمان نہ ہوا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب (تورات) کو پس پشت ڈال دیا' انہوں نے مکمل تورات کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ تورات کے صرف اس حصہ کو ترک کیا تھا جس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ اولاد اسماعیل سے ایک نبی آنے والا ہے اور یہ بشارت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی پر منطبق نہیں ہوتی تھی۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ

اور انہوں نے اس (جادو کے کفریہ کلمات) کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے' اور

سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۖ

سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے'

Marfat.com

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا

اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا' اور وہ

يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

(فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے: ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو'

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ

وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے'

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ

اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے' وہ اس چیز کو سیکھتے تھے' جو ان کو

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ

نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے' اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا

فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ

اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں' اور کیسی بُری چیز ہے وہ جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے'

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

کاش یہ جان لیتے ○ اور اگر یہ ایمان لے آتے اور متقی بنتے تو اللہ کے پاس سے ثواب

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۲

بہت بہتر ہے' کاش یہ جان لیتے ○

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق

مدینہ کے یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کو ساحر اور جادوگر کہتے تھے اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبیوں میں ذکر فرماتے تو وہ اس پر طعن اور تشنیع کرتے اور کہتے کہ دیکھو ان کو کیا ہوا ہے کہ یہ سلیمان کا نبیوں میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ سلیمان محض جادوگر تھے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں شیاطین آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور بیٹھ کر فرشتوں کا کلام کان لگا کر سنتے کہ زمین میں کون کب مرے گا' بارش کب ہوگی اور اس قسم کی دیگر باتیں' پھر آ کر کاہنوں کو وہ

Marfat.com

باتیں بناتے' کاہن لوگوں کو وہ باتیں بتاتے' اور وہ باتیں اس طرح واقع ہو جاتیں' ان کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں کتاب میں لکھ لیں' اور بنو اسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم ہے' حضرت سلیمان نے ان کتابوں کو تلاش کروا کر منگوایا اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا اور شیاطین میں سے جو بھی ان کی کرسی کے قریب جاتا وہ جل جاتا' اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ میں نے جس شخص کے متعلق بھی یہ سنا کہ وہ کہتا ہے کہ شیاطین غیب جانتے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا' سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی گزر گئے جن کو یہ واقعہ معلوم تھا اور پشت ہا پشت گزر گئیں تو ایک دن وہ شیطان انسان کی صورت بن کر بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا' اور کہا: میں تم کو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ دکھاتا ہوں' اس نے ان سے کہا: اس کرسی کے نیچے زمین کھودو' انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں نکل آئیں' شیطان نے کہا: سلیمان اس جادو کی وجہ سے انسانوں' جنوں اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے' پھر بنو اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ سلیمان جادوگر تھے' حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے حضرت سلیمان کا انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا تو بنو اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: سلیمان تو جادوگر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

نیز امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب شیاطین (جنوں) کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے سحر کی مختلف اصناف اور اقسام کو لکھ کر ایک کتاب میں مدون کیا اور اس کے اوپر یہ نام لکھ دیا کہ یہ سلیمان بن داؤد کے دوست آصف بن برخیا کی تحریر ہے اور اس میں علم کے خزانوں کے ذخیرے ہیں' پھر اس کتاب کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا' پھر بعد میں بنو اسرائیل کی باقی ماندہ قوم نے اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے سے نکال لیا' جب انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو انہوں نے کہا کہ سلیمان بن داؤد کی حکومت اس کتاب کی وجہ سے تھی' پھر انہوں نے خود بھی جادو سیکھا اور لوگوں کو بھی جادو سکھایا اور اس طرح جادو پھیلا دیا' اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان بن داؤد کا انبیاء اور مرسلین میں ذکر کیا تو مدینہ کے یہودیوں نے کہا: کیا تم (حضرت سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تعجب نہیں کرتے کہ وہ سلیمان کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ایک جادوگر تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل کی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دونوں روایتوں کو طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام ابن جوزی نے ان آیتوں کے شان نزول میں مزید چار قول نقل کیے ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان کے ہاتھ سے ان کی سلطنت نکل گئی تو شیاطین (جنوں) نے سحر کو لکھ کر ان کی جائے نماز کے نیچے دفن کر دیا اور جب ان کی وفات ہوئی تو اس کو نکال لیا اور کہا: ان کی سلطنت اس سحر کی وجہ سے تھی' مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آصف بن برخیا حضرت سلیمان کے احکام لکھ لیا کرتے تھے

Marfat.com

اوران کو ان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا کرتے تھے' جب حضرت سلیمان فوت ہو گئے تو اس کتاب کو شیطانوں نے نکال لیا اور ہر دو سطور کے درمیان سحر اور جھوٹ لکھ دیا اور بعد میں اس کو حضرت سلیمان کی طرف منسوب کر دیا۔

(۳) عکرمہ نے کہا: شیطانوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد سحر کو لکھا اور اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

(۴) قتادہ نے کہا: شیطانوں نے جادو کو ایجاد کیا' حضرت سلیمان نے اس پر قبضہ کر کے اس کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا تاکہ لوگ اس کو نہ سیکھیں' جب حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے تو شیطانوں نے اس کو نکال لیا' اور لوگوں کو سحر کی تعلیم دی اور کہا: یہی سلیمان کا علم ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ص ۱۲۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

سحر کے لغوی معنی

علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ جس چیز کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو وہ سحر ہے۔

(قاموس ج ۲ص ۶۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ جوہری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (الصحاح ج ۲ص ۶۷۹' مطبوعہ دارالعلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

''تہذیب'' میں مذکور ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف پلٹ دینا سحر ہے' کیونکہ جب ساحر کسی باطل کو حق کی صورت میں دکھاتا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ وہ چیز اپنی حقیقت کے مغایر ہے تو یہ اس کا سحر ہے۔ (تاج العروس ج ۳ص ۲۵۸' ملخصاً' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سحر وہ عمل ہے جس میں شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے کوئی کام کیا جاتا ہے' نظر بندی کو بھی سحر کہتے ہیں' ایک چیز کسی صورت میں دکھائی دیتی ہے' حالانکہ وہ اس کی اصلی صورت نہیں ہوتی (جیسے دور سے سراب پانی کی طرح دکھائی دیتا ہے یا جیسے تیز رفتار سواری پر بیٹھے ہوئے شخص کو درخت اور مکانات دوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں)' کسی چیز کی کیفیت کے پلٹ دینے کو بھی سحر کہتے ہیں' کوئی شخص کسی بیمار کو تندرست کر دے یا کسی کے بغض کو محبت سے بدل دے تو کہتے ہیں: اس نے اس پر سحر (جادو) کر دیا۔ (لسان العرب ج ۴ص ۳۴۸' ملخصاً' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

سحر کا کئی معانی پر اطلاق کیا جاتا ہے:

(۱) نظر بندی اور تخیلات جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی' جیسے شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کی نظریں پھیر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (الاعراف: ۱۱۶) تو جب انہوں نے (لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور ان کو ڈرایا۔

لوگوں کو ان جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتے ہوئے سانپوں کی شکل میں دکھائی دینے لگیں اور وہ ڈر گئے:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ○ (طٰہٰ: ۶۶) تو اچانک ان کے جادو سے موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں ○

Marfat.com

(۲) شیطان کا تقرب حاصل کر کے اس کی مدد سے کوئی غیر معمولی کام (عام عادت کے خلاف) کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ البتہ شیطانوں نے کفر کیا تھا لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے۔ (البقرہ: ۱۰۲)

(۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جادو سے کسی چیز کی ماہیت اور صورت بدل دی جاتی ہے' مثلاً انسان کو گدھا بنا دیا جاتا ہے' لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(۴) کسی چیز کو کوٹ کر اور پیس کر باریک کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں' اسی لیے معدہ کے فعل ہضم کو سحر کہتے ہیں اور جس چیز میں کوئی معنوی لطافت اور باریکی ہو اس کو بھی سحر کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے: بعض بیان سحر ہوتے ہیں۔

(المفردات ص ۲۲۶' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

سحر کا شرعی معنی

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

جس کام کو انسان خود نہ کر سکے اور وہ شیطان کی مدد اور اس کے تقرب کے بغیر پورا نہ ہو اور اس کام کے لیے شیطان کے شر اور خبث نفس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو اس کو سحر کہتے ہیں' اس تعریف سے سحر' معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہو جاتا ہے' مختلف حیلوں' آلات' دواؤں اور ہاتھ کی صفائی سے جو عجیب وغریب کام کیے جاتے ہیں' وہ سحر نہیں ہیں اور نہ وہ مذموم ہیں' ان کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے کیونکہ ان کاموں میں بھی دقت اور باریکی ہوتی ہے اور لغت میں سحر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے صدور کا سبب دقیق اور مخفی ہو۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ۹۶۔۹۵' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

سحر کے تحقق میں مذاہب' سحر کے دلائل اور ان پر اعتراضات کے جوابات

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کوئی غیر معمولی اور عام عادت کے خلاف کام یا چیز صادر ہو اس کو سحر کہتے ہیں' اور یہ باقاعدہ کسی استاذ کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے' اس اعتبار سے سحر معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہے' سحر کسی شخص کی طبیعت یا اس کی فطرت کا خاصہ نہیں ہے اور یہ بعض جگہوں' بعض اوقات اور بعض شرائط کے ساتھ مخصوص ہے' جادو کا معارضہ کیا جاتا ہے اور اس کو کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے' سحر کرنے والا فسق کے ساتھ ملعون ہوتا ہے' ظاہری اور باطنی نجاست میں ملوث ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتا ہے' اہل حق کے نزدیک سحر عقلاً جائز ہے اور قرآن اور سنت سے ثابت ہے' اسی طرح نظر لگنا بھی جائز اور ثابت ہے۔

معتزلہ نے کہا: سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ محض نظر بندی ہے اور اس کا سبب' کرتب' ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ سحر فی نفسہ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس کا خالق ہے اور ساحر صرف فاعل اور کاسب ہے اور اس کے وقوع اور تحقق پر تمام فقہاء اسلام کا اجماع ہے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

(ترجمہ) البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور انہوں نے (یہودیوں نے) اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ فرشتے اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے: ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو' وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے تھے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی

Marfat.com

بیوی میں علیحدگی کر دیتے' اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے' وہ اس چیز کو سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے (البقرہ: ۱۰۳۔ ۱۰۲) اور قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ (الفلق: ۴) آپ کہیے کہ میں گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں ۝

اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سحر ایک حقیقت ثابتہ ہے' سحر کے ذریعہ نقصان پہنچ جاتا ہے' مرد اور اس کی بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ فلق اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں آپ تین راتیں بیمار رہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا' حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے تھے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ ایک دن میرے پاس تشریف فرما تھے' آپ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو پوچھا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے' ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور ایک میرے پاؤں کی جانب' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو کیا درد ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے' پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے' پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ کہا: ایک کنگھی میں اور نر کھجور کے غلاف میں لپٹے ہوئے خوشہ میں ہے' پوچھا: وہ کہاں ہے؟ کہا: وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر گئے' آپ نے اس میں جھانک کر دیکھا' اس کنویں کے پاس ایک کھجور کا درخت تھا' پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس گئے اور فرمایا: بہ خدا! اس کنویں کا پانی گوندھی ہوئی مہندی کے پانی کی طرح ہے اور گویا اس کھجور کے خوشے شیاطین کے سر ہیں' میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کو کنویں سے نکال کیوں نہ لیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں' مجھ کو تو اللہ نے شفا دے دی' اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس کے نکالنے سے لوگوں کو ضرر پہنچے گا' پھر آپ نے اس کنویں کو دفن کرنے (بند کرنے) کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۸)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک باندی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سحر کیا' اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر سحر کیا گیا تو ان کی کلائی ٹیڑھی ہو گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر جادو کا اثر ثابت ہوتا تو جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو نقصان پہنچاتے اور وہ جادو کے ذریعہ اپنے لیے ملک اور سلطنت کو حاصل کر لیتے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر کیسے ہو سکتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ (طٰہٰ: ۶۹) اور ساحر جہاں بھی جائے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا ۝

کہا جاتا ہے کہ سحر ہر زمانہ اور ہر وقت میں نہیں پایا جاتا' اور نہ ہر علاقہ اور ہر جگہ میں پایا جاتا ہے' اور نہ سحر کا اثر ہر وقت ہو سکتا ہے اور نہ ہر معاملہ میں جادوگر کا تسلط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھے گا اس کا

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو لوگوں کے ہلاک کرنے سے محفوظ رکھے گا' یا آپ کی نبوت میں خلل ڈالنے سے محفوظ رکھے گا' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جادوگر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا یا آپ کے بدن میں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا○ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا○ (بنو اسرائیل: ۴۸۔ ۴۷)

جب کہ ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف اس شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے○ دیکھئے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں' تو وہ اس طرح گمراہ ہو چکے کہ اب صحیح راستہ پر نہیں آسکتے○

کفار نے کہا کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہی فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر جادو کا اثر نہیں ہوسکتا' اور ''صحیح بخاری'' میں یہ حدیث ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی مراد یہ تھی کہ جادو کے اثر سے آپ کی عقل زائل ہوگئی ہے اور آپ کا دعویٰ نبوت کرنا اور وحی الٰہی کو بیان کرنا اسی جادو کے اثر سے ہے' اور اسی جادو کے اثر کی وجہ سے آپ نے عربوں کے دین کو ترک کردیا' اور حدیث میں جادو کے جس اثر کا بیان ہے اس کا اثر آپ کی عقل پر نہیں تھا بلکہ آپ کے حواس پر تھا' آپ نے کوئی کام نہیں کیا ہوتا تھا اور آپ خیال کرتے تھے کہ آپ نے وہ کام کرلیا ہے اور جس طرح آپ پر بیماری کا طاری ہونا' آپ کا سواری سے گرنا' جسم سے خون کا نکلنا عوارض بشریہ کی وجہ سے تھا اور نبوت کے منافی نہیں تھا اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہونا عوارض بشریہ سے تھا اور یہ آپ کی نبوت کے منافی نہیں تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ سحر زدگی کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو۔ اس کی مکمل تحقیق بنی اسرائیل: ۴۸۔ ۴۷ کی تفسیر میں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی○ (طٰہٰ: ۶۶)

حضرت موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو کی وجہ سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں○

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ صرف نظر بندی ہے اور کسی کے ذہن میں خیال ڈالنا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر یہی تخئیل اور نظر بندی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اسی طرح نظر لگنا بھی ثابت ہے کیونکہ بعض انسانوں میں ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی چیز کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں تو اس چیز پر کوئی آفت آجاتی ہے' اور یہ چیز مشاہدات میں سے ہے' اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۰' مطبوعہ کراچی)

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۸۱۔ ۷۹' موضحاً و مفصلاً' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سحر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ صرف تخئیل ہے' علامہ استر بازی شافعی' علامہ ابوبکر رازی حنفی' اور علامہ ابن حزم ظاہری کی یہی رائے ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' جمہور کے نزدیک یہ قطعی ہے' عام علماء کی یہی رائے ہے۔ کتاب' سنت صحیحہ مشہورہ کی اسی پر دلالت ہے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سحر سے انقلاب حقائق ہوجاتا ہے یا نہیں۔ جو کہتے ہیں کہ سحر صرف تخئیل ہے وہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور جو کہتے ہیں کہ اس کی

Marfat.com

حقیقت ہے ان کا اس میں اختلاف ہے کہ جادو کی تاثیر صرف کسی چیز کے مزاج میں ہوتی ہے' مثلاً صحت مند کو بیمار کرنا' یا اس سے کسی چیز کی حقیقت بھی بدل جاتی ہے' مثلاً پتھر کو حیوان بنا دینا' جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس کا اثر صرف مزاج میں ہوتا ہے' اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے حقیقت بدل جاتی ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ سحر' معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ سحر بعض اقوال اور افعال خبیثہ سے مکمل ہوتا ہے اور کرامت میں اس کی احتیاج نہیں ہوتی بلکہ وہ عموماً اتفاقاً صادر ہوتی ہے اور معجزہ میں چیلنج ہوتا ہے' امام الحرمین نے یہ نقل کیا ہے کہ سحر صرف فاسق سے صادر ہوتا ہے' اور کرامت کا ظہور فاسق سے نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

سحر کے شرعی حکم کی تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' جادو کرنا' جس کو قتل کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا' اور مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فی نفسہ جادو کرنا' حرام اور گناہ کبیرہ ہے' اگر جادو کے عمل میں شرکیہ اقوال یا افعال ہوں تو پھر جادو کرنا کفر ہے اور جادو کے سیکھنے اور سکھانے میں فقہاء کے مختلف نظریات ہیں۔

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سات ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کیا ہے' اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے' اگر جادو کرنے والے کے قول یا فعل میں کوئی چیز کفر کی مقتضی ہو تو جادو کرنا کفر ہے' ورنہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے' اسی طرح جادو کے سیکھنے یا سکھانے میں کوئی قول یا فعل کفر کا مقتضی ہو تو کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے' ہمارے نزدیک جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا' اس سے توبہ طلب کی جائے گی' اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۴' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

نیز علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جادو کا سیکھنا جائز ہے تاکہ انسان کو جادو کی معرفت ہو اور وہ جادو کے ضرر سے بچ سکے اور جادوگر کا رد کر سکے' اور ان کے نزدیک جادو کی ممانعت جادو کرنے پر محمول ہے' جادو سیکھنے پر نہیں۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے سحر کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ وہ کلام ہے جس میں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کی طرف حوادث کائنات کو منسوب کیا جاتا ہے' امام رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا کفر ہے خواہ اس سے جادو کا عمل نہ کیا جائے' کیونکہ شیاطین کی تعظیم کرنا اور حوادث کی نسبت اس کی طرف کرنا یہ ایسا کام ہے کہ کوئی عاقل مسلمان یہ کہنے کی جرات

Marfat.com

نہیں کرسکتا کہ یہ فعل کفر نہیں ہے' اگر جادو کا توڑ اسی کی مثل جادو سے کیا جائے تو یہ بھی کفر ہے' جادو کے توڑ کے لیے کسی کو کرایہ پر لینا جائز ہے' بہ شرطیکہ جادو سے یہ توڑ نہ کیا جائے' جادو کے ذریعہ احوال اور صفات میں تغیر ہو جاتا ہے اور حقائق بدل جاتے ہیں' اگر یہ کام آیات قرآنیہ اور اسماء الہیہ سے ہو جائیں تو پھر یہ کفر نہیں ہے' البتہ اگر جادو کے ذریعہ دو آدمیوں کے درمیان عداوت پیدا کی جائے یا کسی کی جان اور مال کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ حرام ہے' اگر کوئی شخص علی الاعلان جادو کرتا ہو تو اس کو قتل کردیا جائے گا اور اس کا مال فئی ہے (یعنی لوٹ لیا جائے گا) بہ شرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔

(الشرح الکبیر ج ۴ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ خرشی مالکی[1]' علامہ علی مالکی[2]' علامہ خطاب مالکی[3] اور علامہ العبدری[4] نے بھی یہی لکھا ہے۔

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں اہل علم کا اتفاق ہے' جادو کے سیکھنے اور جادو کے عمل کی وجہ سے ساحر کی تکفیر کی جائے گی' خواہ وہ جادو کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس کے مباح ہونے کا اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی' کیونکہ امام احمد نے فرمایا: عراف' کاہن اور ساحر کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ ان کے ان افعال پر ان سے توبہ طلب کی جائے' کیونکہ میرے نزدیک وہ حکماً مرتد ہیں' اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے پوچھا: اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا؟ تو کہا: نہیں بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے' راوی نے پوچھا: اس کو قتل کیوں نہیں کیا جائے گا؟ کہا: جب تک وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کی توبہ اور رجوع کی توقع ہے۔ امام احمد کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ساحر کافر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وما کفر سلیمان**. سلیمان نے کفر نہیں کیا" یعنی انہوں نے جادو نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی تکفیر کی جائے' اور فرشتوں نے کہا: "**انما نحن فتنة فلا تکفر**. ہم تو محض آزمائش ہیں تو تم جادو سیکھ کر کفر نہ کرو"۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جادو کرنا کفر ہے' اور حضرت علی نے فرمایا: ساحر کافر ہے۔

حضرت عمر' حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابن عمر' حضرت حفصہ' حضرت جندب بن عبد اللہ' حضرت حبیب بن کعب' حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ ساحر کو بہ طور حد کے قتل کردیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور مالک کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو قتل کرنا صرف تین وجہوں سے جائز ہے' ایمان لانے کے بعد کفر کرے' شادی کرنے کے بعد زنا کرے' یا ناحق قتل کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ساحر نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا' اس لیے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ سحر کرنا بھی ارتداد ہے' نیز حضرت جندب بن

---

[1] علامہ محمد بن عبد اللہ علی الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر الخلیل ج ۸ ص ۶۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت

[2] علامہ علی بن احمد الصعیدی العدوی المالکی' حاشیۃ العدوی علی الخرشی ج ۸ ص ۶۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت

[3] علامہ ابوعبد اللہ محمد بن الحطاب المالکی' المتوفی ۹۵۴ھ' مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۸۰۔ ۲۷۹' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا

[4] علامہ ابوعبد اللہ محمد بن یوسف العبدری المتوفی ۸۹۷ھ' التاج والاکلیل علی ہامش مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۸۰۔ ۲۷۹' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا

Marfat.com

عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ساحر کی حد اس کو تلوار سے مارنا ہے (ابن المنذر) اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: ہر ساحر کو قتل کر دو۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۶۔ ۳۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

ساحر کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا' یہی مذہب ہے اور یہی جمہور اصحاب کا نظریہ ہے' ایک روایت یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور جو شخص دواؤں اور دھوئیں سے شعبدہ بازی کرتا ہو اس کو صرف تعزیر دی جائے گی۔

(الانصاف ج ۱۰ ص ۳۵۰ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۲ھ)

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

سحر کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے' جادو کو سکھانا بالاتفاق حرام ہے' اور اس کی اباحت کا اعتقاد کرنا کفر ہے' ہمارے بعض اصحاب' امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا اور جادو کا کرنا کفر ہے' خواہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے' اس کو قتل کر دیا جائے گا' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' حضرت جندب بن عبداللہ' حبیب بن کعب' قیس بن سعد اور عمر بن عبدالعزیز نے ساحر سے توبہ طلب کئے بغیر اس کے قتل کا فتویٰ دیا' حضرت جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساحر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلوار سے مار دیا جائے' امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ساحر جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو کافر کہا جائے نہ اس کو قتل کیا جائے' ساحر کو کافر قرار دینے نہ دینے میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا واجب ہے' البتہ اس کو قتل کرنا واجب ہے' جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کوشش کر کے جادو کرتا ہے' اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا جائے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ ساحر جب تک کسی کفریہ امر کا اعتقاد نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی' ''النہر الفائق'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے' اور علامہ حصکفی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور ساحر کو مطلقاً قتل کر دیا جائے گا' ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کے لیے کوئی عمل کرے' وہ مرتد ہے اور اس کو قتل کر دیا جائے بہ شرطیکہ وہ تفریق میں اس عمل کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو' اور جو شخص لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لیے سحر کرتا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا' اور جو ساحر تجربہ کے لیے سحر کرتا ہو اور اس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جس شخص کا سحر کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' اس میں مسلمان' ذمی' آزاد اور غلام برابر ہیں' ساحر سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو' نہ طلسم کرنے والا مراد ہے (شعبدہ باز)۔ علامہ ابن ہمام نے جو ہمارے بعض اصحاب سے سحر کا حکم کفر نقل کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ سحر کا تحقق کلمات کفریہ کہنے پر موقوف ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۶۔ ۲۹۵ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر پکڑے جانے سے پہلے جادوگر نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا ورنہ توبہ قبول نہیں ہوگی اور قتل کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۶ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

Marfat.com

سحر کی ایک قسم بعض مخصوص کلمات سے ہوتی ہے اور یہ حواس خمسہ میں ادراک کو واجب کرتی ہے' اس کو سیمیا کہتے ہیں' دوسری قسم ھیمیا ہے جو کھانے' پینے کی چیز میں تخییل واقع کرتی ہے' اور تیسری قسم وہ ہے جس سے بعض اشیاء کے احوال میں تاثیر ہوتی ہے' سحر کی اور بھی قسمیں ہیں لیکن سحر کی ہر قسم کفر نہیں ہے' کیونکہ کسی کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ کسی کفریہ امر کی وجہ سے تکفیر کی جاتی ہے' مثلاً ستاروں میں الوہیت کا اعتقاد رکھا جائے یا قرآن مجید کی اہانت کی جائے یا کوئی کفریہ کلمہ کہا جائے' لیکن ساحر کی تکفیر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو قتل بھی نہ کیا جائے' اس لیے جو شخص سحر کے ذریعہ لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ ڈاکوؤں کے ضرر پہنچانے کی وجہ سے ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۳۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ساحر کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

(التفسیر المنیر ج ۱ ص ۲۵۲۔ ۲۵۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور تجزیہ

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ساحر مطلقاً کافر ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ساحر مطلقاً کافر نہیں ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک سحر کفریہ عقائد اور کفریہ اقوال اور افعال کے بغیر متحقق نہیں ہوتا' اس لیے وہ سحر کو مطلقاً کفر کہتے ہیں' اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سحر عام ہے' یہ کفر کے بغیر بھی ہو سکتا ہے' اس لیے سحر مطلقاً کفر نہیں ہے' البتہ جس سحر میں کفر کا دخل ہو وہ ان کے نزدیک بلاشبہ کفر ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے واضح ہے' اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ سحر حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے' البتہ بعض شافعیہ سے یہ منقول ہے کہ دفع ضرر کے لیے جادو کا سیکھنا جائز ہے' اور امام مالک' امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک ساحر کو حداً قتل کرنا واجب ہے اور وہ ڈاکو کے حکم میں ہے' امام شافعی کے نزدیک ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان یہودیوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا۔

(البقرہ: ۱۰۲)

ھاروت اور ماروت پر سحر کو نازل کرنے کی حکمت

ھاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں' ان کے متعلق علماء اسلام میں اختلاف ہے' محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتائیں اور لوگوں پر یہ واضح کریں کہ لوگ جو سحر کے نام سے مختلف حیلوں اور شعبدوں سے عجیب وغریب کام کرتے ہیں وہ سحر نہیں ہے' وہ لوگوں پر جادو کی حقیقت واضح کرنے کے لیے جادو کی تعلیم دیتے تھے اور جادو پر عمل کرنے سے روکتے تھے' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے سحر کو نازل کیا' جس نے سحر سیکھ کر اس پر عمل کیا وہ کافر ہو گیا' اور جس نے سحر کو نہیں سیکھا یا جادو کے ضرر سے بچنے کے لیے اور جادو کی حقیقت جاننے کے لیے اس کو سیکھا اور اس پر عمل نہیں کیا وہ اپنے ایمان پر سلامت رہا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب جادو حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے جادو سکھانے کے لیے فرشتوں کو کیوں نازل کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر ہر چیز کا خالق ہے' زہر کھانا اور کھلانا حرام ہے' کتے اور خنزیر کو کھانا حرام ہے' شراب پینا حرام ہے' چوری' قتل' زنا کرنا حرام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں اور تمام کاموں کو پیدا کیا ہے اور انسان کو ان تمام چیزوں کے ترک کرنے اور ان سے باز رہنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور آزمائش کے لیے فرشتوں کو

Marfat.com

جادو کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ کون جادو پر عمل کرنے سے باز رہتا ہے اور کون جادو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

ھاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت

ھاروت اور ماروت اللہ تعالیٰ کے دو مقرب فرشتے ہیں اور ان کا واقعہ صرف اسی قدر ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے' بعض روایات میں ان کے متعلق یہ مذکور ہے کہ انہوں زمین پر آ کر گناہ کیا' ان تمام روایات کو محققین علماء نے مسترد کر دیا ہے' ہم پہلے وہ روایات بیان کرتے ہیں' پھر ان کے مردود ہونے پر دلائل کو پیش کریں گے' پھر ان کے متعلق محققین کی تصریحات کو بیان کریں گے۔ **فنقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.**

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے آسمان سے جھری کی' جب انہوں نے بنو آدم کو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا' تو انہوں نے کہا: اے رب! یہ وہ بنو آدم ہیں جن کو تو نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور وہ گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ان کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی ان کی طرح عمل کرتے' انہوں نے کہا: تو سبحان ہے' ہم ایسا نہیں کر سکتے' پھر ان سے کہا گیا کہ تم دو فرشتوں کو منتخب کر لو' تو انہوں نے ھاروت اور ماروت کو منتخب کر لیا' انہیں زمین پر بھیج دیا گیا اور ان کے لیے زمین پر ہر چیز حلال کر دی گئی اور شرک' چوری' زنا' شراب نوشی اور قتل ناحق سے منع کر دیا' وہ زمین پر آ کر رہنے لگے' وہاں انہوں نے بیذغت نام کی ایک عورت دیکھی جو بہت حسین تھی' وہ اس پر فریفتہ ہو گئے' انہوں نے اس سے زنا کا ارادہ کیا' اس نے کہا: پہلے تم اللہ کے ساتھ شرک کرو' شراب پیو' قتل ناحق کرو اور اس بت کو سجدہ کرو' شروع میں انہوں نے انکار کیا لیکن جب وہ عورت اس کے بغیر راضی نہ ہوئی تو انہوں نے یہ سب کام کر لیے' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ منظر دکھایا' فرشتوں نے کہا: تو سبحان ہے اور تجھ کو خوب علم ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان[1] بن داؤد علیہما السلام کے ذریعہ ان کو یہ پیغام دیا کہ وہ دنیا اور آخرت کے عذاب میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں' انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا' سو ان کو بابل (دنباوند یا عراق یا کوفہ کی ایک بستی) میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (مجاہد نے بیان کیا کہ وہ لوہے کی زنجیروں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں (ص ۳۶۵) اور ان کے ٹخنوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فارس میں زہرہ نام کی ایک حسین عورت تھی' ھاروت اور ماروت نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہی' اس نے کہا: مجھے وہ کلام سکھاؤ جس کو پڑھ کر میں آسمان پر چلی جاؤں' انہوں نے اس کو وہ کلام سکھایا' وہ اس کو پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور وہاں اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ھاروت اور ماروت کا قصہ حضرت نوح کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور سحر نوح علیہ السلام سے پہلے موجود تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قوم نوح نے ان کو ساحر گمان کیا اور قوم فرعون سے پہلے سحر موجود تھا' وہ بھی حضرت سلیمان سے پہلے تھی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۳) اور طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ہے' واللہ اعلم۔ ۱۲

Marfat.com

ھاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت کا قرآن مجید سے بطلان

زہرہ ستارہ تو آسمان پر شروع سے موجود ہے اس لیے یہ روایت عقلاً باطل ہے اور ھاروت اور ماروت کے گناہ کا جو ذکر ہے یہ قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں فرشتوں کی عصمت کو بیان فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ٦٦)

وہ (فرشتے) اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ○ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ ○ (الانبیاء: ۲۷-۲۶)

بلکہ (سب فرشتے) ان کے مکرم بندے ہیں ○ اس (کی اجازت) سے پہلے بات نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند رہتے ہیں ○

وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ○ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○ (النحل: ۵۰-۴۹)

وہ (فرشتے) تکبر نہیں کرتے ○ اپنے اوپر اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ○ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ○ (الانبیاء: ۲۰-۱۹)

اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ وہ تھکتے ہیں ○ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں (اور ذرا) سستی نہیں کرتے ○

ھاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت پر بحث ونظر

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں:

ھاروت اور ماروت کے قصہ میں بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی' انہوں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہی' اس نے کہا: پہلے مجھے اسم اعظم سکھاؤ' وہ یہ اسم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور ستارہ بن گئی' میرا گمان ہے کہ اس قصہ کو اسرائیلیوں نے وضع کیا ہے' ہر چند کہ اس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے اور ان سے متقدمین کی ایک جماعت نے بہ طور حدیث بنی اسرائیل کے نقل کیا ہے' امام احمد اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس میں بہت طویل قصہ ہے' اور امام عبدالرزاق نے اس کو اپنی سند کے ساتھ کعب احبار سے روایت کیا ہے اور اس کی سند زیادہ صحیح ہے' امام حاکم نے ''مستدرک'' میں اور امام ابن ابی حاتم نے اس کو اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۸-۳۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ھاروت اور ماروت کے قصہ میں تابعین کی ایک جماعت مثلاً مجاہد' سدی' حسن بصری' قتادہ' ابوالعالیہ' زہری' ربیع بن انس' مقاتل بن حیان وغیرہم نے روایات ذکر کی ہیں اور بہت سے متقدمین اور متاخرین مفسرین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا مرجع بنی اسرائیل ہیں' کیونکہ اس قصہ میں معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور مصدوق سے کوئی حدیث مرفوع صحیح متصل الاسناد مروی نہیں ہے' اور قرآن مجید نے ھاروت اور ماروت کا بغیر کسی تفصیل کے اجمالاً ذکر کیا ہے' سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن میں اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۸' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یہ تمام روایات ضعیف ہیں' حضرت ابن عمر وغیرہ سے بہت بعید ہے کہ وہ ایسی روایت کریں' ان میں سے کوئی روایت صحیح

Marfat.com

نہیں ہے' فرشتے اللہ کے سفیر اور اس کی وحی پر امین ہیں' وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے' وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے' ہر چند کہ عقلاً فرشتوں سے معصیت ممکن ہے اور ان میں شہوت کا پیدا ہونا ممکن ہے اور ہر ممکن اللہ کی قدرت میں ہے' لیکن یہ ممکن بغیر کسی صحیح حدیث کے ثابت نہیں ہوسکتا اور اس قصہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے' اور اس کے صحیح نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جب اللہ نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں ان سات سیاروں کو پیدا کیا' زحل' مشتری' بہرام' عطارد' زہرہ' شمس اور قمر' اور اس روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ عورت زہرہ ستارہ بن گئی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۵۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

قاضی ابوبکر بن العربی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے معصیت ممکن ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں بہ طرق عموم فرشتوں کی عصمت بیان کی گئی ہے ان میں تخصیص ہوسکتی ہے کیونکہ علم اصول میں مقرر ہے کہ عام میں تخصیص ہوسکتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

قاضی ابوبکر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور اس کے عموم کا ناسخ اور مخصص بھی اس کے مساوی ہونا چاہیے' اس لیے اس عموم کا مخصص یا تو قرآن مجید ہوسکتا ہے یا حدیث صحیح متواتر' اور ان روایات میں سے تو ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ احادیث صحیحہ متواترہ ہوں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ تمام روایات فاسد' مردود اور غیر مقبول ہیں' کتاب اللہ میں ان میں سے کسی پر دلالت نہیں ہے' اور قرآن مجید میں فرشتوں کی عصمت بیان کی گئی ہے' یہ روایات اس کی مخالف ہیں' نیز ان روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ھاروت اور ماروت کو عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں اختیار دیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ تاحیات شرک کرنے والے کو بھی توبہ اور عذاب آخرت کے درمیان اختیار دیتا ہے' سو یہ روایات اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ کے بھی خلاف ہیں' اور ان بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ حالت عذاب میں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جادو کی دعوت دیتے تھے اور یہ غیر معقول ہے' رہا یہ امر کہ ان فرشتوں کو کیوں نازل کیا گیا تھا؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت جادوگر ہوگئے تھے جو جادو سے عجیب و غریب کام کرتے اور نبوت کا دعویٰ کرتے اور لوگوں کو اس کے معارضہ کا چیلنج کرتے' تب اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جادو سکھانے کے لیے بھیجا تاکہ مومنین جھوٹے نبیوں کا جادو سے معارضہ کرسکیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۲۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام رازی کی بیان کردہ یہ وجہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جادو کا معارضہ کرنا جادو کرنے پر موقوف ہے حالانکہ لوگوں کو جادو کرنے سے وہ فرشتے منع کرتے تھے' البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ جادو کی حقیقت جاننے کے بعد لوگوں پر یہ بات کھل گئی تھی کہ جھوٹے نبی جو کچھ عجیب و غریب کام دکھا رہے ہیں یہ جادو ہے معجزہ نہیں ہے' اس لیے اس زمانہ میں جادو کا سیکھنا اور سکھانا صحیح تھا۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ان روایات میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے' اور فرشتے معصوم ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے' اور فرشتوں کو جادو سکھانے کے لیے اس لیے بھیجا گیا تھا کہ جس جادو سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اس کے دوستوں میں تفرقہ ہوجائے وہ اس زمانہ میں مباح یا مستحب تھا۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۵۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

قاضی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ روایات یہود سے نقل کی گئی ہیں اور یہ ہوسکتا ہے کہ متقدمین کی رموز ہوں جن کا حل کرنا اھل علم پر مخفی نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ ھاروت اور ماروت دو آدمی تھے جن کو ان کی غیر معمولی نیکیوں کی وجہ سے فرشتہ کہا گیا۔

(انوار التنزیل (درسی) ص ۹۶' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جو یہ کہا ہے کہ یہ رموز متقدمین ہیں' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرشتہ بہ حیثیت فرشتہ گناہوں سے معصوم ہے اور جب اس کی حقیقت بدل دی جائے اور اس کو آدمی کے خواص اور اس کی قوتوں سے مرکب کر دیا جائے تو پھر اس کا گناہ کرنا قرآن مجید کی آیات کے مخالف نہیں ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس قصہ میں تمثیل بیان کی گئی ہو اور ھاروت و ماروت سے مراد انسان کا بدن اور زہرہ سے مراد اس کی روح ہو' بدن نے روح کو گناہ پر ابھارا اور جب روح اس پر متنبہ ہوئی تو وہ آسمان پر چلی گئی اور اگر یہ کہا جائے کہ ھاروت اور ماروت دو آدمی تھے جن کو ان کی غیر معمولی عبادت کی وجہ سے فرشتہ کہا گیا تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۲۱۶' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور کیسی بری چیز ہے وہ جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے' کاش! یہ جان لیتے ○ (البقرہ: ۱۰۳)

علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا حکماً جہل ہے

اس آیت کے اول میں یہ فرمایا ہے کہ وہ جادو کی برائی جانتے تھے اور آخر میں فرمایا ہے کہ وہ جان لیتے' یعنی وہ نہیں جانتے اور بہ ظاہر یہ تناقض ہے کہ وہ جانتے بھی تھے اور نہیں بھی جانتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جادو کی برائی کا علم تھا لیکن چونکہ وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے تھے اور جادو کرتے تھے اس لیے ان کے علم کو عدم علم کے قائم مقام کر کے فرمایا: کاش وہ جان لیتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو عالم علم کے مطابق عمل نہ کرے وہ بہ منزلہ جاہل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کا فرق

''کاش وہ جان لیتے'' اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ علم کے تقاضوں پر عمل کریں لیکن اللہ کا چاہا پورا نہیں ہوا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر چاہا ہوا پورا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کی ایک مشیت ہے اور ایک مرضی ہے' اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو ہوسکتا ہے لیکن اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا' یہودیوں کا ایمان لانا اور ان کا جادو نہ کرنا' اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی' اس کی مشیت نہیں تھی' اللہ تعالیٰ کفر اور بدعملی پر راضی نہیں لیکن دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی مشیت سے ہوتا ہے۔ ''کاش وہ جان لیتے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جادو کرنا اور علم کے خلاف عمل کرنا اللہ کی مرضی کے خلاف تھا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا

اے ایمان والو! (اپنے رسول سے) راعنا نہ کہو انظرنا کہو اور ابتداءً (غور سے)

وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ

سنا کرو' اور کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے ○ کافروں میں سے اہل کتاب اور

Marfat.com

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ
مشرکین یہ نہیں پسند کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر (وحی) نازل

عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
کی جائے اور اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
کر لیتا ہے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

''راعنا'' کہنے کی ممانعت اور ''انظرنا'' کہنے کا حکم

ان آیات میں یہود کے ایک اور عناد اور حسد کو بیان فرمایا ہے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے ہوئے ایسا لفظ استعمال کرتے تھے جس سے گستاخی کا پہلو نکلتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ''راعنا'' کہتے تھے' یعنی ہماری رعایت فرمائیے اور ہماری طرف التفات اور توجہ فرمائیے' جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر کہتے تھے: ''راعنا۔ ہماری رعایت فرمائیں'' یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لیے تھا' اور اس کا معنی تھا: سنو تمہاری بات نہ سنی جائے' انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہنے لگے کہ پہلے ہم ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اور اب لوگوں میں اور برسر مجلس ان کو بددعا دینے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ''راعنا'' کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو یہود کی لغت کا علم تھا' انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو انہوں نے کہا: تم پر اللہ کی لعنت ہو' اگر میں نے آئندہ تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' یہود نے کہا: کیا تم لوگ یہ لفظ نہیں کہتے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہا گیا (جب کوئی بات سمجھ نہ آئے تو) تم ''راعنا'' نہ کہو بلکہ ''انظرنا'' کہو (ہم پر نظر رحمت اور مہربانی فرمائیں) تاکہ یہود کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ صحیح لفظ کو غلط معنی میں استعمال کریں اور پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غور سے سن لیا کرو تاکہ یہ نوبت نہ آئے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۵۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی ''راعنا'' کہنے سے منع فرمایا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء: ۴۶)

بعض یہود اللہ کے کلمات کو اس کے سیاق اور سباق سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نافرمانی کی' (اور آپ سے کہتے ہیں:) سنیے درآں حالیکہ آپ کی بات نہ سنی گئی ہو' اور دین میں طعن کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو موڑ کر ''راعنا'' کہتے ہیں' اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر (کرم) فرمائیں تو یہ (ان)

Marfat.com

(ان کے حق میں) بہت اچھا اور بہت درست ہوتا' لیکن اللہ
نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمادی' تو صرف قلیل
لوگ ایمان لائیں گے O

امام ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ وہ زبان موڑ کر ''راعنا'' کی جگہ ''راعن'' کہتے تھے اور ''راعن'' کے معنی خطا ہیں تو وہ اس لفظ میں تحریف کر کے آپ کو خطا کرنے والا کہتے تھے۔ (امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان ج ۱ ص ۳۷۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ) سو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور اس کا سدباب کرنے کے لیے مسلمانوں کو ''راعنا'' کہنے سے منع فرما دیا۔

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی برائی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی برائی کے سدباب کے لیے اس صحیح کام کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بہت نظائر ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الانعام: ۱۰۸)

اور تم مشرکین کے معبودوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ عداوت اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی کسی زوجہ نے ذکر کیا کہ میں نے حبشہ کے ملک میں عیسائیوں کی ایک عبادت گاہ دیکھی ہے جس کا نام ماریہ ہے' حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ سے آئی تھیں' انہوں نے اس عبادت گاہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کو بیان کیا' آپ نے سر اٹھا کر فرمایا: جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے' یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عیسائیوں کے پہلے لوگوں نے نیک انسانوں کی تصویریں اس لیے بنائی تھیں کہ لوگ ان کی تصویروں کو دیکھ کر ان کے نیک اعمال کو یاد کریں' اور ان کی طرح نیکی کرنے کی کوشش کریں اور ان کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کریں' جب کافی زمانہ گزر گیا اور بعد میں لوگوں کے عقائد اور اعمال میں فساد ظاہر ہوا اور بعد کے لوگ ان تصویروں کی غرض سے ناواقف ہو گئے' تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارے آباء واجداد ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سدباب کے لیے تصویریں بنانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنا لیا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس فعل سے منع فرمایا' البتہ جو شخص کسی نیک مسلمان کے قرب میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا قصد کرے اور اس قبر کی تعظیم کا قصد نہ کرے اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس آیت سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس لفظ میں توہین کا معنی نکلتا ہو اس لفظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں استعمال کرنا ناجائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے' ہم اس مقام پر اس مسئلہ کی تحقیق کر رہے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے شرعی حکم کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے میں ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو' آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً ہو' تعریضاً ہو یا تلویحاً ہو' اسی طرح کوئی شخص آپ کو بددعا کرے' آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے' آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے' غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والا اور آپ کی تنقیص (آپ کی شان میں کمی) کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کرنا ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۰' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

بعض فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی' علامہ علائی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو گیا اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے (خواہ خود توبہ کرے یا اس کی توبہ پر گواہی ہو) اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی کو گالی دینا بندے کا حق ہے اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(درمختار علی الرد ج ۳ ص ۴۰۰' مطبوعہ مطبع عثمانیہ' استنبول)

علامہ شامی حنفی عدم قبول توبہ کی تشریح کرتے ہیں:

کیونکہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی' اسی طرح ''البحر الرائق'' میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۰' مطبوعہ مطبع عثمانیہ' استنبول)

بعض فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے۔ علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحۃً گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ائمہ شافعیہ میں سے علامہ ابوبکر فاسی نے ''کتاب الاجماع'' میں لکھا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قذف صریح کے ساتھ گالی دی اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے' اگر وہ توبہ کرے گا تب بھی اس سے قتل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ حد قذف ہے اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور)

احناف اور شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا' خواہ اس نے توبہ کر لی ہو' امام مالک کی مشہور روایت اور حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب ہے کہ توبہ کے بعد اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا خواہ مذاق سے خواہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے استہزاء کیا یا

Marfat.com

اس کی ذات سے یا اس کے رسولوں سے یا اس کی کتابوں سے وہ کافر ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ○ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ؕ . (التوبہ: ۶۵-۶۴)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے: ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے' آپ کہیے: کیا تم اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے تھے؟○ اب عذر نہ پیش کرو کیونکہ تم ایمان لانے کے بعد یقیناً کافر ہو چکے ہو۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

مشہور آزاد محقق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

محمد بن سحنون فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے' اس کے متعلق عذاب الٰہی کی وعید ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے' اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس اجماع کو بیان کیا ہے اور اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو امام مالک اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور عنقریب ہم ان کی عبارت نقل کریں گے' اور امام احمد اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے' امام احمد نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے' حنبل کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ (امام احمد) سے سنا وہ فرماتے تھے: جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔

(الصارم المسلول ص ۴ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

جان لو کہ امام مالک' ان کے اصحاب' سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا نہ بہ طور کفر' شیخ ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے' ابومحمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے' البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عنداللہ مومن قرار پائے گا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲' مطبوعہ ملتان)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے' اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی' لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ نتف وغیرہ سے منقول ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا یہ حکم ہے تو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بطریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے۔

بہر حال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۴-۳۰۱' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ رسول کی (دنیاوی احکام میں) توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ (دنیاوی احکام میں) اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

''درر'' وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اس کو ''منع عن الکفر'' پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو ورنہ مفتی کے ''منع عن الکفر'' پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ (درمختار علی الردج ۳ ص ۲۹۹' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''خلاصہ'' وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ سے کفر لازم ہو اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اس وجہ کی طرف میلان کرے جو کفر سے روکتی ہو کیونکہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور ''بزازیہ'' میں ہے: البتہ جب قائل خود اس احتمال کا التزام کرے جس وجہ سے تکفیر ہو تب تاویل سے فائدہ نہیں ہوگا اور ''تاتارخانیہ'' میں ہے: جس کلام میں کئی احتمال ہوں اس پر تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اور جب دوسرا احتمال موجود ہو تو یہ انتہائی جرم نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ شامی اور علامہ ابن نجیم کی ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ جس لفظ یا جس جملہ میں متعدد احتمالات ہوں اور ان احتمالات میں سے کچھ کفریہ ہوں اور کچھ غیر کفریہ اس وقت یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے لیکن اگر کسی کلام کے متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک معنی ہو اور وہ معنی خدانخواستہ کفریہ ہو تو اب مفتی کے لیے قائل کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں۔

گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جائے تو وہ اپنے دفاع میں کہتا ہے کہ اس کلمہ سے میری نیت یہ نہیں تھی آیا اس کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تحقیق ہے کہ جس لفظ کے متعدد معنی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہیں تھا بلکہ فلاں معنی ہے لیکن جس لفظ کا ازروئے لغت یا عرف یا شرع کے اعتبار سے صرف ایک ہی معنی ہو اور وہ معنی خدانخواستہ گستاخانہ اور کفریہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔ دیکھئے ''انت طالق'' (تم کو طلاق) کا لفظ عرف اور شرع میں طلاق کے لیے معین ہے' اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ''انت طالق'' کہہ دے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی' اب اگر وہ یہ کہے کہ طالق سے میری نیت لغوی معنی تھا یعنی وہ کھلی ہوئی ہے بندھی ہوئی نہیں ہے یا میں نے یہ کلمہ یونہی کہہ دیا تھا' میری نیت اس کلمہ سے طلاق دینا نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ لفظ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ''انت امی'' (تو میری ماں کی مثل ہے) کہتا ہے تو یہ لفظ کیونکہ طلاق کے لیے

Marfat.com

معین نہیں ہے اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا' اگر وہ طلاق کا ارادہ کرتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عزت اور کرامت کا ارادہ کرتا ہے تو اس معنی کا اعتبار ہوگا اور طلاق نہیں ہوگی! اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام سے میری نیت ناجائز اولاد نہیں' بلکہ حرمت اور کرامت تھی یا میری نیت اس شخص کی اہانت نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ عرف میں یہ الفاظ ناجائز اولاد کے لیے معین ہیں' اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو غصہ میں یا کافر کہہ دے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل کہے کہ میری نیت کافر بالطاغوت تھی تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرف میں کافر' کافر باللہ کے لیے معین ہے۔ ان تصریحات کے پیش نظر جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کہتا ہے جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۲' مطبوعہ مطبع عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم! تو اس نے کہا: اللہ' رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا۔ اس سے کہا گیا کہ اے اللہ کے دشمن! تم کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے اس سے بھی زیادہ شدید قبیح کلام کیا' پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی ہے (یعنی بچھو بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے) ابن ابی سلیمان نے کہا: اس کو قتل کرنے میں میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف شہادت دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا: لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۱' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

قاضی عیاض کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری[1] اور علامہ خفاجی[2] نے بھی اس بات کو مقرر رکھا ہے کہ صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں ہوتی' اسی طرح علامہ وشتانی مالکی[3] نے بھی شرح مسلم میں کہا ہے کہ لفظ صریح تاویل کو قبول نہیں کرتا' نیز قاضی عیاض نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات کہے جائیں تو توہین کا قصد ہو یا نہ ہو قائل کی تکفیر کی جائے گی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بات کہے اور اس کا قصد نہ گالی دینے کا ہو نہ آپ کی توہین کا اور نہ وہ اس کا اعتقاد کرتا ہو لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کفریہ کلمہ کہے جس میں لعنت ہو یا گالی ہو یا آپ کی تکذیب ہو یا آپ کی طرف کسی ایسی چیز کی اضافت کرے جو ناجائز ہو یا اس چیز کی نفی کرے جو آپ کے لیے واجب ہو' یا وہ بات کہے جو آپ کے حق میں نقص ہو یا آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرے' یا تبلیغ رسالت میں مداہنت کی نسبت کرے یا آپ کے مرتبہ اور شرف نسب یا آپ کے علم کی عظمت اور آپ کے زہد میں کمی کرے یا آپ کے جو اوصاف مشہور اور متواتر ہیں ان کی تکذیب کرے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کہے جو از قسم گالی ہو اگرچہ اس کے حال سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آپ کی توہین کا قصد نہیں کرتا نہ اس پر اعتقاد کرتا ہے یا اس نے جہالت کی وجہ سے کہا ہو یا رنج اور قلق کی بناء پر یا نشہ کی وجہ سے کہا ہو یا سبقت لسانی سے ایسا کہا ہو' یا یونہی بے سوچے سمجھے یا جوش غضب سے ایسا کہہ دیتا ہے تو ایسے شخص کا بلاتوقف یہ حکم ہے

[1] ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۳۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

[2] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۳۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

[3] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

Marfat.com

کہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ جہالت تکفیر میں عذر نہیں ہے نہ سبقت لسانی کا دعویٰ نہ مذکور الصدر اسباب میں سے کوئی اور سبب جبکہ اس کی عقل صحیح ہو سوا اس شخص کے جس کو ان کلمات کے کہنے پر مجبور کیا گیا ہو اور اس کے دل میں ایمان ہو۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کی صفات مثلاً کمال علم یا کمال قدرت کے متعلق کوئی نازیبا بات کہی خواہ اس کا قصد اور نیت توہین نہ ہو اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو بلکہ وہ آپ کے کمالات کا قائل ہو پھر بھی اس نازیبا بات کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ ملاعلی قاری حنفی[1] اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی[2] نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال نمبر ۳۰: شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بہ معانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا' بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی' اہانت' واذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں' یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ ''راعنا'' سے صحابہ کو منع فرمایا ''انظرنا'' کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی' مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت کا تھا لہٰذا حکم ہوا'' **لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا**'' اور علیٰ ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بہ وجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا:

''**یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون**'' کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی' اور ایسا ہی حدیث میں ہے: ''**تکنی بکنیۃ ابی القاسم**'' آپ کی حیات شریفہ میں منع ہو گئی تھی بہ وجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں؟ اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں' تو آپ نے فرمایا: ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر' ہم اولاد نضر ہیں' دیکھو اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا اور کلام کا ادب تلقین کیا' ''**وعلی ھذا خبثت نفسی**'' کو منع فرمایا اور ''**لقست نفسی**'' کی اجازت دی کہ وہ بہ ظاہر تحت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں' الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اور اذیت ظاہرہ ہے' پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا: ''**ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا**''۔

(اس کے بعد شیخ گنگوہی نے قاضی عیاض کی عبارت پیش کی ہے جس کا ترجمہ ہم شروع میں لکھ چکے ہیں۔)

---

[1] ملاعلی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

[2] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷ مطبوعہ دارالفکر' بیروت

Marfat.com

پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم' بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۷۲۔ ۷۱ 'مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

شیخ گنگوہی نے اپنے اس طویل فتویٰ میں اس بات کی تصریح کردی ہے کہ جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجب اہانت ہو اس کا کہنے والا کافر ہے خواہ کہنے والا اس کفریہ معنی کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی نیت توہین کی ہو اور اس نقطہ پر استدلال کرنے کے لیے شیخ گنگوہی نے بھی قاضی عیاض کی اسی عبارت سے استدلال کیا ہے جس کا ترجمہ ہم پیش کر چکے ہیں۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ

جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت لے آتے ہیں'

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

(اے مخاطب!) کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟ O

نسخ کی تحقیق

یہود مسلمانوں سے حسد اور بغض رکھتے اور ان پر اعتراض کرنے اور دین اسلام میں طعن کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا قبلہ بدلا اور مسلمان مسجد اقصیٰ کے بجائے مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے تو یہود نے کہا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو پہلے ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے منع کر دیتے ہیں' سو یہ قرآن ان ہی کا بنایا ہوا ہے' اس لیے اس کے احکام متضاد ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ہم جس آیت کو منسوخ یا محو کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔

ہم نے اس جلد کے مقدمہ میں نسخ کا معنی' نسخ میں مذاہب' نسخ کی اقسام' آیات منسوخہ کی تعداد اور نسخ کی حکمتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے' تاہم اس جگہ چند مزید نکات بیان کر رہے ہیں۔

نسخ کے دو معنی

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں' ایک معنی لکھنا اور نقل کرنا' اس اعتبار سے تمام قرآن منسوخ ہے' یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت کی طرف نقل کیا گیا ہے' قرآن مجید میں نسخ کا لفظ لکھنے اور نقل کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O (الجاثیہ: ۲۹) بے شک ہم لکھتے رہے جو کچھ تم کرتے تھے O

نسخ کا دوسرا معنی ہے: کسی چیز کو باطل اور زائل کرنا' اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) کسی چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے جیسے عرب کہتے ہیں کہ بڑھاپے نے جوانی کو منسوخ کر دیا یعنی جوانی کے بعد بڑھاپا آ گیا' اور زیر بحث آیت میں ہے: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کو زائل کرنا۔

(ب) کسی چیز کا قائم مقام کیے بغیر اس کو زائل کر دیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کو محو کر دیتے ہیں یعنی ہم تمہارے

Marfat.com

ذہنوں اور دلوں سے اس آیت کو نکال دیتے ہیں' پس وہ آیت یاد آتی ہے نہ اس کو پڑھا جاتا ہے' اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے:

علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں' امام طیالسی اور امام سعید بن منصور نے' امام عبداللہ بن احمد نے ''زوائد مسند'' میں' امام نسائی اور امام ابن منذر نے' اور ابن الانباری نے ''مصاحف'' میں' امام دارقطنی نے' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ' امام ابن مردویہ نے اور امام الضیاء نے ''المختارۃ'' میں زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب نے کہا: تم سورہ احزاب میں کتنی آیات پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر آیات' حضرت ابی بن کعب نے کہا: مجھے یاد ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑی تھی' اور ہم نے اس میں یہ آیت پڑھی تھی کہ جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کردو' یہ اللہ کی طرف سے عبرت والی سزا ہے اور اللہ عزیز اور حکیم ہے' پھر ان میں سے جو آیتیں محو کردی گئیں وہ محو کردی گئیں۔

امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ احزاب پڑھی تھی' مجھے اس کی ستر آیتیں بھلا دی گئی ہیں جن کو اب میں نہیں پاتا۔

امام ابوعبید' امام ابن الانباری اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورہ احزاب میں دو سو آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور جب حضرت عثمان نے مصاحف کو لکھا تو وہ صرف اتنی آیات لکھنے پر قادر ہوئے جو اب ہیں۔ (درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

نسخ اور بداء کا فرق

یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کے خلاف یہ دلیل ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں خون کے سوا ہر چیز حلال تھی' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے حیوان حرام کردیئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن کا بھائی سے نکاح جائز تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ نے اس کو حرام کردیا' اور پہلے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں' پھر اس حکم کو منسوخ کردیا' اور پہلے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور ستر ہزار اسرائیلیوں کے قتل کے بعد اس حکم کو منسوخ کردیا اور یہ بداء نہیں ہے' بلکہ ایک عبارت سے دوسری عبارت کی طرف اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف منتقل کرنا ہے اور اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے' اور کسی حکم کا اظہار ہوتا ہے' بداء اس وقت ہوتا جب حکم دینے والے کو اس حکم کے انجام کا علم نہ ہوتا اور جس کو اپنے حکم کے نتیجہ کا علم ہو اور وہ مصلحت کے تبدیل ہونے سے اپنے احکام تبدیل کرتا ہو وہ بداء نہیں ہوتا جیسے ماہر ڈاکٹر کو مریض کے احوال کا علم ہوتا ہے' اور وہ نسخہ بدل بدل کر دوائیں لکھتا ہے' اللہ تعالیٰ کے احکام اور خطابات تبدیل ہوتے ہیں اور علم اور ارادہ میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہود نے نسخ اور بداء کو ایک چیز قرار دیا' اسی وجہ سے انہوں نے بداء کو ناجائز کہا' نحاس نے کہا: نسخ اور بداء میں فرق یہ ہے کہ نسخ میں عبارت کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دیا جاتا ہے مثلاً پہلے کوئی چیز حلال تھی' پھر اس کو حرام کردیا یا اس کے برعکس اور بداء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ایک کام کا ارادہ کرے' پھر اس کو ترک کردے' مثلاً ایک شخص کہے: فلاں آدمی کے پاس جاؤ' پھر اس کو خیال آئے کہ اس کے پاس نہ جانا بہتر ہے تو وہ اپنے اس قول سے رجوع کرکے کہے: وہاں مت جاؤ' اور یہ انسانوں کو عارض ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم ناتمام ہے اور مآل کار کو محیط نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص کہے: اس سال فلاں چیز کی کاشت کرو' پھر اس کو خیال آئے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اور کہے: یہ کاشت نہ کرو تو یہ بداء ہے' اور اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اس کے حق

Marfat.com

میں یہ متصور نہیں ہے۔

علماء شیعہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بداء کے قائل ہیں' شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس آیت ''یمحو اللہ ما یشاء ویثبت'' کے متعلق فرمایا: اللہ اسی چیز کو مٹاتا ہے جو ثابت تھی اور اسی چیز کو ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

بداء ان اوصاف میں سے ہے جن کے ساتھ ہمارے افعال اختیاریہ متصف ہوتے ہیں' کیونکہ ہم کسی مصلحت کے علم کی وجہ سے کسی فعل کو اختیار کرتے ہیں' پھر ہمیں کسی اور مصلحت کا علم ہوتا ہے جو پہلی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے' پھر ہم پہلے ارادہ کے خلاف ارادہ کرتے ہیں کیونکہ جو چیز ہم سے پہلے مخفی تھی وہ اب ظاہر ہوئی ہے اور اسی کو بداء کہتے ہیں کیونکہ بداء کا معنی ظہور ہے' (الی قولہ) یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات اور حوادث کا واقع کے مطابق علم ہے اور اس علم میں مطلقاً بداء نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ایک علم وہ ہے جو اشیاء کے مبادی' اس کے مقتضیات اور شرائط اور اس کے موانع کے عدم کے ساتھ متعلق ہے (مثلاً فلاں چیز ہو اور فلاں چیز نہ ہو تو فلاں چیز ہوگی جیسے بارش ہو اور سیلاب نہ آئے تو فصل اچھی ہوگی) اور اس علم میں یہ ممکن ہے کہ جس چیز کا ہونا اللہ کے نزدیک ظاہر تھا وہ کسی شرط کے عدم یا کسی مانع کے وجود کی وجہ سے نہ ہو اور پھر اللہ کو معلوم ہو کہ وہ چیز نہیں ہوگی' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: ''یمحو اللہ مایشاء ویثبت'' اس سے یہی مراد ہے۔

(حاشیہ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی نے علم کی جو دوسری قسم بیان کی ہے وہ مخلوق کا علم تو ہوسکتا ہے خالق اور عالم الغیب کی شان کے لائق یہ علم نہیں ہے' کیونکہ یہ علم نہیں ہے حقیقۃً جہل ہے' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی چیز کے ہونے کی شرط یا مانع کے عدم کا اللہ کو پہلے علم نہ ہو اور اس پر یہ چیز بعد میں ظاہر ہو اور بداء کہلائے! اور اس آیت سے مراد تقدیر معلق ہے مثلاً کسی شخص کی عمر چالیس سال لکھ دی' پھر اس نے کوئی نیکی کی یا کسی نے دعا کی تو اس کی عمر بڑھا کر پچاس سال کر دی اور چالیس سال کو مٹا دیا اور اگر نیکی نہیں کی یا کسی نے دعا نہیں کی تو چالیس سال کو برقرار رکھا' لیکن یہ اس کا علم نہیں ہے' اس کو لوح محفوظ میں اس لیے لکھا ہے کہ نیکی اور دعا کی فضیلت ظاہر ہو۔

خبر کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اخبار میں نسخ واقع ہوتا ہے یا نہیں' جمہور کا موقف ہے کہ نسخ صرف اوامر اور نواہی (احکام) کے ساتھ مخصوص ہے' خبر منسوخ نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی خبر دی ہے اگر وہ منسوخ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر خبر کسی حکم شرعی کو متضمن ہو تو اس کا منسوخ ہونا جائز ہے اور اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ (النحل: ۶۷)

اور کھجور اور انگور کے بعض پھل ہیں جن سے تم سکر اور اچھا رزق بناتے ہو۔

''سکر'' کا ایک معنی ہے: سرکہ اور میٹھا مشروب' اور سکر کا دوسرا معنی ہے: نشہ آور مشروب' اگر اس کا معنی سرکہ یا میٹھا مشروب ہو تو پھر اس کا نسخ سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن ابن جبیر' نخعی' شعبی اور ابوثور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نشہ آور مشروب اور خمر ہے' اور یہ آیت مکی ہے اور خمر (انگور کی شراب) کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی ہے' یہ آیت اس حکم شرعی کو

Marfat.com

متضمن ہے کہ خمر حلال ہے اور سورہ مائدہ میں جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی خمر کو حرام کردیا گیا۔ بہرحال اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر خبر کسی حکم شرعی کو متضمن ہو تو اس پر نسخ وارد ہو سکتا ہے۔

نسخ اور تخصیص کا فرق

جب عام میں تخصیص کی جاتی ہے تو اس تخصیص پر بھی نسخ کا گمان کیا جاتا ہے' حالانکہ تخصیص نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کی تعریف ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کا اٹھا دینا' اور تخصیص کی تعریف ہے: عام کو اس کے بعض افراد میں منحصر کر دینا' ہر چند کہ دونوں کی تعریفیں الگ الگ ہیں لیکن ان دونوں میں قوی مشابہت ہے' کیونکہ نسخ میں حکم کو بعض زمانہ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور تخصیص میں بعض افراد سے حکم کو ساقط کر دیا جاتا ہے' اس کے باوجود ان دونوں میں حسب ذیل وجوہ سے فرق ہے:

(۱) تخصیص کے بعد عام مجاز ہے کیونکہ عام کے لفظ کو کل افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ مخصص ہے اور یہ مجاز کی علامت ہے' اور جو نص منسوخ ہو گی وہ اسی طرح حقیقت ہے اور وہ اپنے مدلول کے لحاظ سے تمام زمانوں کو شامل ہے' البتہ ناسخ نے اس پر دلالت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں وقت تک اس حکم پر عمل کرانے کا ارادہ کیا ہے۔

(۲) تخصیص سے جو افراد خارج ہو گئے وہ لفظ عام سے مراد نہیں ہوتے اور جو حکم منسوخ ہو گیا وہ اس لفظ سے مراد ہوتا ہے۔

(۳) جو نص منسوخ ہو جائے اس سے استدلال کرنا باطل ہے اور تخصیص کے بعد بھی عام اپنے باقی ماندہ افراد میں حجت ہوتا ہے۔

(۴) نسخ صرف کتاب اور سنت سے ہوتا ہے اور تخصیص حس اور عقل سے بھی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ھود نے قوم عاد سے فرمایا:

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا . (الاحقاف: ۲۵۔ ۲۴)

بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا ہے' ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۝ یہ آندھی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی۔

ہر چیز کے عموم میں زمین اور آسمان بھی شامل ہیں اور حس ان کی مخصص ہے کیونکہ اس آندھی سے زمین اور آسمان برباد نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدہد نے بلقیس کے متعلق بیان کیا:

وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ (النمل: ۲۳)

اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے ۝

ظاہر ہے کہ بلقیس کے پاس ہر چیز نہیں تھی اور حس اس کی مخصص ہے کہ اس کے پاس حضرت سلیمان اور ان کے درباری نہیں تھے اور موجودہ دور کی ایجادات بلقیس کے پاس نہیں تھیں۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (البقرہ: ۲۰)

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

اس کے عموم کی عقل مخصص ہے کیونکہ واجب اور محال اللہ کی قدرت میں نہیں ہیں یعنی اپنا شریک بنانا اور اپنے آپ کو معدوم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہیں۔

(۵) جمہور کے نزدیک خبر میں نسخ نہیں ہوتا' اور تخصیص خبر میں بھی ہوتی ہے۔

نسخ اور تقیید کا فرق

بعض عبارات میں کسی خبر کو مطلق بیان کیا جاتا ہے' اور بعض دوسری عبارات میں اس خبر کی تقیید بیان کر دی جاتی ہے' اس تقیید کو بھی بعض علماء نسخ گمان کر لیتے ہیں حالانکہ یہ اطلاق اور تقیید کے باب سے ہے نسخ نہیں ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن

Marfat.com

مجید میں ہے:

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ (البقرہ:۱۸۶) جب کوئی شخص دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

بہ ظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مطلق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دعا کرنے والے کی دعا کو ہر حال میں قبول فرماتا ہے لیکن ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعا کے قبول کرنے کو اپنی مشیت کے ساتھ مقید کر دیا ہے:

بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ (الانعام: ۴۱) بلکہ تم اسی سے دعا کرو تو وہ اگر چاہے تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرتے ہو۔

عرف اور تعامل کا بدلنا نسخ نہیں ہے

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ احکام شرعیہ میں نسخ صرف کتاب اور سنت سے ہوتا ہے' اور فقہاء کا جو یہ قاعدہ ہے کہ زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں اور تعامل اور عرف کے بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں' اس کو نسخ نہیں کہتے' یہ مجتہدین کا اختلاف ہے' مثلاً متقدمین تعلیم قرآن' امامت' اذان' خطبہ اور تدریس کی اجرت کو ناجائز کہتے تھے' لیکن متاخرین نے اس کو جائز کہا' اسی طرح مفقود الخبر کے متعلق متقدمین پہلے امام اعظم کے قول پر یہ کہتے تھے کہ اس کی بیوی نوے سال تک انتظار کرے' پھر اس کو مردہ قرار دے کر اس کی بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت دی جائے گی لیکن متاخرین فقہاء احناف امام مالک کے قول پر اس کو صرف چار سال تک انتظار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسی طرح پہلے صاع وغیرہ کے اعتبار سے خرید و فروخت ہوتی تھی اب کلوگرام کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی آیات منسوخہ کی تعداد میں اختلاف کا منشاء

بعض متقدمین علماء نے نسخ کا بہت عام معنی مراد لیا اور مطلقاً ازالہ کو نسخ قرار دیا' ان کے نزدیک کسی تلاوت کا ازالہ بھی نسخ ہے' اور کسی حکم شرعی کا بدل جانا بھی نسخ ہے' عام کی تخصیص بھی نسخ ہے' استثناء بھی نسخ ہے' مطلق کی تقیید بھی نسخ ہے' کسی آیت میں بیان کیے گئے وصف کا ازالہ بھی نسخ ہے' اس لیے ان کے نزدیک آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی اور محققین علماء نے یہ کہا کہ نسخ صرف دلیل شرعی سے حکم شرعی کے زائل کرنے کو کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کسی حکم کو بیان کرتے ہیں' اللہ اور اس کے رسول کے علم میں وہ حکم کسی مصلحت کی وجہ سے کسی خاص وقت کے لیے ہوتا ہے لیکن چونکہ اس حکم کے ساتھ اس مدت کو بیان نہیں کیا جاتا' اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حکم دائمی ہے اور جب اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو زائل کر دیتے ہیں تو اس پہلے حکم کو منسوخ سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس ناسخ کے ذریعہ اللہ یا اس کا رسول اس پہلے حکم کی مدت بیان فرماتے ہیں کہ جس حکم کو تم دائمی سمجھ رہے تھے وہ دراصل اس مدت تک کے لیے تھا' خلاصہ یہ ہے کہ نسخ سابق حکم شرعی کی مدت کا بیان ہے' اور ہمارے نزدیک قرآن مجید کی صرف بارہ آیات منسوخ ہیں' ان کو ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ

(اے مخاطب!) کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کے لیے ہے؟ (اے مسلمانو!) اللہ کے سوا

Marfat.com

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ

تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے ○ کیا تم (بھی) اپنے رسول سے

تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

ایسے (لایعنی) سوال کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے؟ اور جس نے ایمان

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ

کو کفر سے بدلا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا ○ بہت سے

مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ

اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں،

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

سو تم (ان کو) معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم صادر فرمائے، بے شک اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا

قادر ہے ○ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور جو

الثلثۃ

تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نیک کام تم اپنے لیے پہلے بھیجو گے، ان کو اللہ کے پاس پاؤ گے، بے شک اللہ تمہارے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ

کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ اور اہل کتاب نے کہا: جنت میں صرف

كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

یہودی یا عیسائی جائیں گے، یہ ان کی (باطل) تمنائیں ہیں، آپ کہیے: اگر تم سچے ہو

Marfat.com

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

تو دلیل پیش کرو O کیوں نہیں! جس نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

نیکی کرنے والا بھی ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے' اور (آخرت میں) ان کو نہ خوف ہو گا اور

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

نہ وہ غمگین ہوں گے O

ع ۱۳ ۹ ۱۴

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کے لیے ہے؟ (البقرہ: ۱۰۷)

ربط آیات

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے' بلکہ اس میں عام مخاطب یا عام مسلمانوں سے خطاب ہے' کیونکہ اس آیت کے دوسرے جز میں فرمایا ہے: اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسخ پر دلیل قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک اور حاکم ہے' اور جو مالک اور حاکم ہو وہ اپنے محکوم اور مملوک لوگوں کی مصلحتوں اور ان کے احوال کی رعایتوں سے واقف ہوتا ہے' اس لیے وہ ان کی رعایتوں اور مصلحتوں کے اعتبار سے احکام بدلتا رہتا ہے' کبھی ایک مصلحت کے اعتبار سے ایک حکم نافذ کرتا ہے' اور مصلحت کے پورا ہونے کے بعد اس حکم کو منسوخ کر کے دوسرے حال کے اعتبار سے دوسرا حکم نازل کرتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا مالک ہے اور مالک اپنی مملوک میں جو حکم چاہے نازل کرے' اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ ولی کا معنی ہے: قریب اور دوست' اور نصیر کا معنی ہے: مددگار' کبھی دوست مددگار ہوتا ہے اور کبھی دوست ہوتا ہے اور مددگار نہیں ہوتا اور کبھی اجنبی مدد کرتا ہے اور وہ دوست نہیں ہوتا' ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم (بھی) اپنے رسول سے ایسے (لایعنی) سوال کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے؟ (البقرہ: ۱۰۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کی ممانعت کا محمل

اس آیت میں کن سائلین کی طرف خطاب متوجہ ہے؟ اس میں تین قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنے والے یہود تھے اور یہی سیاق اور سباق کے مناسب ہے' دوسرا قول ہے: یہ آیت مشرکین مکہ کے سوالوں کے رد میں ہے اور تیسرا قول ہے کہ مسلمانوں کے سوال کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رافع بن حریملہ اور وھب بن زید (یہودیوں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمارے پاس ایسی کتاب لے کر آئیں جو آسمان سے نازل ہو اور ہم اس کو پڑھیں' اور ہمارے لیے دریا جاری کر دیں' پھر ہم آپ کی اتباع اور تصدیق کریں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہد نے بیان کیا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ وہ ان کے لیے پہاڑ صفا کو سونے کا بنا دیں۔

Marfat.com

ابوالعالیہ نے بیان کہ ایک مسلمان شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش ہمارے کفارات‘ بنواسرائیل کے کفارات کی طرح ہوتے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کفارے عطا فرمائے ہیں وہ بنی اسرائیل کے کفاروں سے بہت بہتر ہیں‘ جب ان میں کوئی شخص گناہ کرتا تھا تو اس کے دروازہ پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھا ہوا ہوتا تھا‘ اگر وہ کفارہ دے دیتا تو اسے دنیا میں ذلت اٹھانی پڑتی اور اگر کفارہ نہ دیتا تو اس کے لیے آخرت میں رسوائی ہوتی‘ اور تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص نے کوئی برائی کی‘ یا اپنی جان پر ظلم کیا‘ پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا پائے گا‘ اور فرمایا: دن کی پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کا وقفہ ان کے درمیان میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں‘ اور جس شخص نے کسی نیکی کا قصد کیا اور اس نیکی کو نہیں کیا تو اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر وہ نیکی کرے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اللہ کے غضب میں وہی ہلاک ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کسی بڑے گناہ میں مبتلا کر لیتا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۸۶۔ ۳۸۵‘ مطبوعہ دارالمعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: کیا تم (بھی) اپنے رسول سے ایسے (لایعنی) سوال کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے۔ اس آیت کے بعد فرمایا ہے: جس نے ایمان کو کفر سے بدلا یعنی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اختیار کیا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا سوال کیا تھا جو کفر تھا‘ یہودیوں نے ایک مکمل کتاب لانے کا مطالبہ کیا تھا اور مشرکین نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور نبوت پر کسی دلیل کا مطالبہ کرنا کفر نہیں ہے‘ لیکن ان کا یہ سوال چونکہ بہ طور عناد اور سرکشی تھا اس وجہ سے اس کو کفر فرمایا جیسے بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں ایمان نہیں لائیں گے‘ امام ابن جریر نے مسلمانوں کا جو سوال نقل کیا ہے کہ ہمارے لیے بنواسرائیل کے کفاروں کی مثل کفارے ہوں‘ یہ کفر نہیں ہے‘ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دیا جائے س پر ہم چڑھاوے چڑھائیں‘ تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ سوال کرنا یقیناً کفر ہے‘ تاہم زیادہ قوی قول یہ ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے‘ سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یا بلاضرورت اور لایعنی سوالات کرنا ممنوع ہے لیکن کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے‘ یا کسی چیز کی وضاحت کے لیے سوال کرنا جائز ہے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاعلمی کا علاج سوال کرنا ہے‘ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دینیہ معلوم کرتے تھے اور آپ ان کو جوابات دیتے تھے‘ قرآن مجید میں ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ — اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے سوال کرو ۝

(النحل: ۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ (البقرہ: ۱۰۹)

امام رازی اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں:

جب مسلمان جنگ احد میں شکست کھا گئے تو فنحاص بن عاز اور زید بن قیس اور کچھ اور یہودی‘ حضرت حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر کے پاس گئے اور کہا: تم نے دیکھا تم پر کیسی مصیبت آئی ہے‘ اگر تم حق پر ہوتے تو تم پر یہ مصیبت نہ آتی‘ اب تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ‘ وہ تمہارے لیے بہتر اور افضل ہے اور ہمارا دین سیدھا راستہ ہے‘ حضرت عمار نے پوچھا: تمہارے ہاں عہد شکنی کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: وہ بہت بڑا گناہ ہے! انہوں نے کہا: میں نے عہد کیا ہے کہ میں تا حیات

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر نہیں کروں گا' یہود نے کہا: وہ اپنا آبائی دین ترک کر چکے ہیں؟ حضرت حذیفہ نے کہا: میں اس پر راضی ہوں کہ میرا رب اللہ ہے' اسلام میرا دین ہے' قرآن میرا امام ہے' کعبہ قبلہ ہے اور سب مسلمان بھائی ہیں' پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ آپ کو سنایا' آپ نے فرمایا: تم نے درست کہا' اور تم کامیاب ہوگئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حسد کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہود حسد کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کے دین سے لوٹانا چاہتے تھے' اس لیے ہم یہاں حسد کی تحقیق کریں گے' حسد کا معنی' حسد کے متعلق احادیث' حسد کے مراتب' حسد کے اسباب' اور حسد کو زائل کرنے کے طریقے بیان کریں گے۔ **فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.**

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

جس مستحق شخص کے پاس نعمت ہو اس سے نعمت کے زوال کی تمنا کو حسد کہتے ہیں' روایت ہے کہ مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''**من شر حاسد اذا حسد.** جب حاسد حسد کریں تو میں ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔ (المفردات ص ۱۱۸' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

صاحب نعمت کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس کے پاس یہ نعمت رہے اور ہمیں بھی اس کی مثل مل جائے یہ رشک ہے۔

حسد کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں اور گھاس کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کے دل میں احسان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۶۷۔ ۲۶۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت حارثہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں' بدفالی' حسد اور بدگمانی' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے' آپ نے فرمایا: جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو' اور جب بدگمانی کرو تو اس پر جمے نہ رہو اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گزرو۔ (معجم کبیر ج ۳ ص ۲۲۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

بشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے' پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت

Marfat.com

ہوتی ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۰۱ھ)

احنف بن قیس نے کہا: پانچ چیزیں ایسی ہیں جس طرح ان کو میں بیان کرتا ہوں‘ حاسد کے لئے کوئی راحت نہیں ہے‘ جھوٹے کی کوئی مروت نہیں ہے‘ حاکم کی وفا نہیں‘ بخیل کا کوئی حیلہ نہیں اور بدخلق کی کوئی سیاست نہیں ہے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۰۱ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک لوگ حسد نہیں کریں گے وہ خیریت سے رہیں گے۔ (معجم کبیر ج ۸ ص ۳۰۹‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت)

حافظ منذری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۵۴۷‘ مطبوعہ دار الحدیث‘ قاہرہ)

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حسد کرنے والا‘ چغلی کرنے والا اور کہانت[1] کرنے والا میرے طریقہ پر نہیں ہے‘ اور نہ میں ان کے طریقہ پر ہوں‘ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امتوں کی بعض بیماریاں تم میں سرایت کر گئی ہیں‘ حسد اور بغض‘ بغض مونڈنے والا ہے‘ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے‘ لیکن وہ دین کو مونڈتا ہے‘ اس حدیث کو امام بزار نے جید سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے‘ آپ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس اھل جنت میں سے ایک شخص آئے گا‘ پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی سے وضوء کا پانی ٹپک رہا تھا‘ اور اس کے بائیں ہاتھ میں اس کی جوتیاں تھیں‘ دوسرے دن پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اور پھر وہی شخص آیا‘ تیسرے دن پھر آپ نے یہی فرمایا اور پھر وہی شخص آیا‘ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تین دن اس شخص کے ساتھ رہے تاکہ اس کا وہ عمل معلوم کریں جس کی وجہ سے آپ نے اس کو تین بار جنت کی بشارت دی تھی‘ حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا‘ وہ شخص رات کے قیام کے لئے نہیں اٹھتا تھا‘ البتہ اللہ کا نام لے کر سوتا اور صبح اللہ کا نام لے کر اٹھتا تھا‘ حضرت عبد اللہ نے کہا: میں نے اس کی زبان سے خیر کے سوا کسی کا ذکر نہیں سنا‘ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ تمہارے متعلق جنت کی بشارت سنی ہے اور میں نے تم کو کوئی غیر معمولی نیکی کرتے ہوئے نہیں دیکھا‘ آخر وہ کیا عمل ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے؟ اس نے کہا: بس وہی عمل ہے جو آپ نے دیکھا‘ جب حضرت عبد اللہ جانے لگے تو اس نے آپ کو آواز دی اور کہا: وہ عمل میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کینہ نہیں ہے اور جس کسی مسلمان کو اللہ نے کوئی نعمت دی ہو میں اس پر حسد نہیں کرتا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: اسی نیکی کی وجہ سے تم اس مرتبہ کو پہنچے ہو‘ اس حدیث کو امام احمد نے امام بخاری کی شرط کے مطابق روایت کیا ہے اور اس کو امام مسلم‘ امام نسائی‘ امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مخموم القلب اور راست گو ہو‘ صحابہ نے کہا: راست گو کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب کا کیا معنی

---

[1] کہانت کا معنی ہے: خبریں سن کر اور اس میں اپنی طرف سے کچھ ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں دینا۔

Marfat.com

ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص متقی ہو' صاف دل ہو' اس نے کوئی گناہ اور سرکشی نہ کی ہو' وہ کسی سے کینہ رکھتا ہو نہ حسد رکھتا ہو' اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ابدال زیادہ نمازوں' روزوں اور صدقات کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے لیکن وہ اللہ کی رحمت' نفس کی سخاوت اور (حسد اور بغض سے) سینے صاف رکھنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے' اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا نے ''کتاب الاولیاء'' میں مرسلاً روایت کیا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۵۵۱۔ ۵۴۷' ملتقطاً مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

حسد کے مراتب

حسد کے چار درجات ہیں:

(۱) کسی شخص میں کوئی نعمت دیکھ کر انسان یہ چاہے کہ خواہ اس کو وہ نعمت نہ ملے لیکن اس شخص سے زائل ہو جائے' یہ انتہائی حسد ہے۔

(۲) دوسرے شخص سے وہ نعمت زائل ہو جائے اور اس کو مل جائے۔

(۳) وہ بعینہٖ اس نعمت کی خواہش نہ کرے بلکہ یہ چاہے کہ اس کو بھی اس جیسی نعمت مل جائے اور اگر اس کو ایسی نعمت نہ ملے تو دوسرے شخص سے وہ نعمت زائل ہو جائے تاکہ دونوں میں فرق نہ رہے۔

(۴) اس کو اس جیسی نعمت مل جائے لیکن اگر اس کو نہ ملے تو دوسرے شخص سے زائل نہ ہو' دنیاوی نعمتوں میں اس قسم کی خواہش مباح اور اخروی نعمتوں میں یہ خواہش مستحسن ہے۔

کسی شخص میں دنیاوی نعمت دیکھ کر اس کی تمنا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ (النساء: ۳۲) اور اس کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اور کسی شخص میں اخروی نعمت (کثرت عبادت اور تقویٰ) دیکھ کر اس کو طلب کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے:

وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ (المطففین: ۲۶) اور رغبت کرنے والوں کو اسی (نیک لوگوں) میں رغبت کرنی چاہیے O

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو شخصوں پر حسد کرنا جائز ہے' ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اور وہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو' سو وہ آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا' دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستے میں اس مال کو خرچ کرتا ہو' سو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔[1] اس حدیث میں حسد سے مراد حسد کا یہی چوتھا مرتبہ ہے۔

حسد کے اسباب

(۱) عداوت اور بغض حسد کا سبب ہے' جب انسان کسی سے عداوت رکھتا ہے تو وہ اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے' اگر وہ اس کو ذلیل

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

نہ کر سکے تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اس سے زائل ہو جائیں۔

(٢) تکبر بھی حسد کا سبب ہے' ایک انسان اپنے معاصروں پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا ہے' اور اس کو فوقیت ملنے کے بجائے اس کے کسی معاصر کو عزت اور بڑائی مل جاتی ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کو وہ عزت نہیں ملی تو اس کے معاصر سے بھی وہ عزت زائل ہو جائے تا کہ اگر اس کو فوقیت نہیں ملی تو اس کے معاصروں کو بھی نہ ملے۔

(٣) لوگ کسی شخص کو کم درجہ کا خیال کرتے ہوں اور اچانک اس کو کوئی منصب مل جائے تو وہ اس سے حسد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس سے یہ منصب زائل ہو جائے' مکہ کے سرداروں کے ایمان نہ لانے کا یہی سبب تھا' وہ کہتے تھے کہ ایک یتیم شخص ہم سے کیسے بڑھ گیا' ہم اس کے آگے اپنا سر کیسے جھکائیں' اللہ تعالیٰ ان کے قول کو نقل کر کے فرماتا ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ○ (الزخرف: ٣١)

انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا○

(٤) جب کئی شخص کسی ایک مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں اور ان میں سے کوئی ایک کامیاب ہو جائے تو باقی لوگ اس سے حسد کرنے لگتے ہیں۔

(٥) اپنا تفرد اور تسلط چاہنا بھی حسد کا سبب ہے مثلاً کوئی شخص کسی فن میں کمال حاصل کر کے یگانہ روزگار ہو' پھر اس کو معلوم ہو کہ کوئی اور شخص بھی اس کی طرح صاحب کمال ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا کمال زائل ہو جائے تا کہ اس کا تسلط و تفرد برقرار رہے۔

حسد کو زائل کرنے کا علاج

حسد کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان تقدیر پر اپنے ایمان کو مستحکم کرے اور جو نعمتیں اس کو مل گئی ہیں ان پر راضی رہے اور ان کا شکر ادا کرے اور جو نعمتیں اس کو نہیں ملیں ان پر صبر کرے اور دوسرے شخص میں ان نعمتوں کو دیکھ کر ملول نہ ہو اور ان نقصانوں پر غور کرے جو اس کو حسد کی صورت میں پیش آئیں گے:

(ا) حسد کی وجہ سے انسان اللہ کے حکم اور اس کی تقسیم کو ناپسند کرتا ہے۔

(ب) انسان جب کسی مسلمان کے پاس زیادہ نعمتیں دیکھ کر حسد کرتا ہے تو وہ اولیاء اللہ کے زمرہ سے خارج ہو کر ابلیس کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے' کیونکہ سب سے پہلے حسد کرنے والا ابلیس تھا جس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا۔

(ج) حسد کرنے والا شخص ہمیشہ جلتا اور کڑھتا رہتا ہے اور جیسے جیسے دوسرے شخص پر زیادہ نعمتیں ہوتی ہیں اس کی جلن بڑھتی جاتی ہیں۔

(د) حسد کرنے والا شخص لوگوں کے نزدیک مذموم اور اللہ کے نزدیک ملعون ہوتا ہے۔

(ھ) حاسد ہمیشہ یہ تمنا کرتا ہے کہ جس سے وہ حسد کرتا ہے اس سے نعمت زائل ہو جائے' اگر وہ عالم ہے تو غلط مسئلہ بتائے اور پکڑا جائے یا کسی مصیبت کا شکار ہو' لوگوں میں رسوا ہو' سخت بیمار ہو یا مر جائے اور جو شخص کسی کا برا چاہتا ہے وہ خود اس برائی میں پڑ جاتا ہے۔

حسد کرنے والے کو چاہیے کہ وہ ایسے کام کرے جو حسد کے تقاضوں کے خلاف ہوں' اگر حسد کی وجہ سے وہ اس کی برائی کرنا چاہتا ہو تو اس کی تعریف کرے' اگر حسد کی وجہ سے وہ اس کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار کرنا چاہتا تھا تو اس کے سامنے

Marfat.com

تواضع کرے' اگر وہ اس سے کسی بھلائی اور فیض کو منقطع کرنا چاہتا تھا تو اس کو خیر اور نفع پہنچائے' وہ اس سے جن نعمتوں کے زوال کی تمنا کرتا تھا اس کے لئے ان نعمتوں میں زیادتی کی دعا کرے۔

جب حسد کرنے والا حسد کے نقصانات پر غور کرے گا اور اس کی تلافی کیلئے محسود کا بھلا چاہے گا تو اس سے حسد زائل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوتم (ان کو) معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم صادر فرمائے۔ (البقرہ:۱۰۹)

کافروں اور مشرکوں کی زیادتی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درگزر کرنا

کافروں اور مشرکوں سے جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کیا کرتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی بنی ہوئی ایک موٹی چادر اوڑھ کر دراز گوش پر سوار ہو کو بنو خزرج کے امیر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لئے جا رہے تھے اور حضرت اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا' یہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا' اس مجلس میں مسلمانوں' مشرکوں' بت پرستوں اور یہودیوں کے بہت سے لوگ تھے اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب اس مجلس کو آپ کی سواری کے گرد وغبار نے ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی' پھر کہا: ہم پر گرد نہ ڈالو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سلام کر کے توقف کیا' اور ان کو اللہ کی (عبادت کی) دعوت دی اور ان پر قرآن پڑھا' عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے شخص! اس کلام سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے' اگر یہ حق ہے تو تم ہمیں ہماری مجلس میں ایذا نہ دو اور اپنی سواری پر واپس چلے جاؤ' اور جو تمہارے پاس آئے اس کو سناؤ' حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرک اور یہود ایک دوسرے کو برا کہنے لگے' حتیٰ کہ وہ لڑنے کے قریب ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے' اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس پہنچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابو حباب (عبداللہ بن ابی) نے کیا کہا ہے؟ اس نے یہ یہ کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو معاف کر دیجئے اور اس سے درگزر کیجئے' اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! بے شک اللہ نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے وہ حق ہے' اس شہر کے لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ وہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دے کر بھیجا اور اس کو یہ موقع نہیں دیا تو وہ غضبناک ہو گیا' اسی وجہ سے اس نے وہ سب کیا جو اس نے کیا اور آپ نے دیکھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب' اللہ کے حکم کے بہ موجب اہل کتاب اور یہودیوں کو معاف کر دیتے تھے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتے تھے[1]۔ اس حدیث کو امام مسلم[2] اور امام احمد[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶۔ ۶۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۔ ۱۰۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۳' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ○ (آل عمران: ۱۸۶)

بے شک تمہارے مال اور جان میں ضرور تمہاری آزمائش ہوگی' اور اہل کتاب اور مشرکین سے تم ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے' اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم صادر فرمائے۔

عفو اور درگزر کا منسوخ ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہود کے حسد اور ان کی ریشہ دوانیوں پر اور اسی طرح مشرکین کی ایذارسانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم دائمی نہیں تھا بلکہ ایک وقت مقرر تک کیلئے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حتیٰ کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم صادر فرمائے۔ مشرکین اور یہودیوں سے درگزر کرنے کا حکم اس وقت تک کیلئے تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ بعد میں اللہ نے یہ حکم دیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کریں یا مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں اور جزیہ دیں' علماء نے بیان کیا کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ○ (التوبہ: ۲۹)

جو اھل کتاب' اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لائیں' اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہ کہیں اور نہ دین حق کی اطاعت کریں ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ مغلوب ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں○

اس آیت میں اہل کتاب سے قتال کا حکم ہے اور درج ذیل آیت میں مشرکین سے قتال کا حکم ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. (التوبہ: ۵) سو مشرکین کو تم جہاں پاؤ انہیں قتل کردو۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب کافروں اور مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم دائمی نہیں تھا بلکہ ایک خاص وقت تک تھا تو قتال کا حکم آنے کے بعد اس پہلے حکم کو منسوخ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس حکم میں مدت کو بیان نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کو مبہم رکھا گیا تھا اس لئے اس کو منسوخ کہا جاتا ہے۔

شخصی معاملے میں زیادتی سے درگزر کرنا اور دین کے معاملہ میں رعایت نہ کرنا

معاف کرنے اور درگزر کرنے کیلئے اسی سے کہا جاتا ہے جو سزا دینے اور بدلہ لینے پر قادر ہو' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود ایمان کی طاقت سے اس قدر قوی تھے کہ وہ یہودیوں اور مشرکوں کو سزا دے سکتے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے ان کو عفو اور درگزر کا حکم دیا۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں بنو قریظہ اور بنو نضیر سے درگزر کرنے کا حکم ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کو قتل کرنے اور بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ کس کو معاف کرو اور کس سے درگزر کرو' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کا عام حال یہ ہونا چاہیے کہ وہ تمام جاہلوں اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کردیں اور ان سے درگزر کرلیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک طریقہ یہ تھا کہ اگر آپ کی ذات کے ساتھ کوئی شخص زیادتی کرتا تو معاف کردیتے لیکن اگر کوئی شخص اللہ کی حرمت اور اس کے احکام کے خلاف کوئی کام کرتا تو پھر آپ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا کے منافی بات نہیں کرتے تھے' نہ بازاروں میں زور سے بولتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا' بہ شرطیکہ حدود اللہ کی خلاف ورزی نہ کی جائے' اور جب کوئی حدود اللہ کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب کرنے والے تھے' اور جب بھی آپ کو دو کاموں میں سے ایک کام کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار کرتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی کو نہیں مارا' کسی خادم کو مارا نہ کسی عورت کو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے لئے تین چیزوں کو ترک کر دیا تھا' ضد بحث کرنا' اپنے لئے بڑائی چاہنا اور غیر متعلقہ باتوں میں پڑنا' اور لوگوں کے لئے بھی تین چیزوں کو ترک کر دیا تھا' کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے' کسی کا عیب بیان نہیں کرتے تھے' اور کسی کے عیوب کا کھوج نہیں لگاتے تھے' صرف انہی امور میں کلام فرماتے جن میں ثواب کی امید ہوتی۔ (جامع ترمذی ص ۵۹۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

آج ہماری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بالکل برعکس گزر رہی ہے' اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔

آخرت کے لئے نیکیوں کا بھیجنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو نیک کام تم اپنے لئے پہلے بھیجو گے ان کو اللہ کے پاس پاؤ گے۔ (البقرہ: ۱۱۰)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: جب انسان مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے کیا بھیجا؟

امام نسائی روایت کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کون شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کے مال کو ہی محبوب رکھتا ہے! تمہارا مال وہ ہے جس کو تم نے (آخرت کے لئے) بھیج دیا اور تمہارے وارث کا مال وہ ہے جس کو تم نے رکھ چھوڑا ہے[1] اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ہے: انسان کا مال وہی ہے جو اس نے (آخرت کے لئے) بھیج دیا اور جو اس نے رکھ چھوڑا ہے وہ اس کے وارث کا مال ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد (مدینہ کا قبرستان) کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: "السلام علیکم اهل القبور!" ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے دوسری شادیاں کر لیں' تمہارے مکانوں میں اور لوگ رہنے لگے اور تمہارے اموال تقسیم کر دیئے گئے' تو غیب سے ایک آواز آئی: اے ابن الخطاب! ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ ہم نے آخرت کے لئے جو صدقات بھیجے تھے وہ ہم نے پالئے اور ہم نے آخرت کے لئے جو خرچ کیا تھا' ہمیں اس کا نفع مل گیا اور ہم نے جو دنیا میں چھوڑ دیا تھا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا۔

[1] سنن نسائی ج ۲ ص ۱۲۸' مطبوعہ نور محمد' کراچی' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲' مطبوعہ بیروت

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۷۳ ‘مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو‘ ایران ‘ ۱۳۸۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کون سے صدقہ کا زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست اور بخیل (ضرورت مند) ہو‘ تم کو تنگ دستی کا اندیشہ ہو اور تم کو غنی ہونے کی امید ہو‘ صدقہ کرنے کو موخر نہ کرتے رہو حتیٰ کہ جب تمہاری روح حلق تک آ جائے تو کہو: فلاں کو اتنا دے دو‘ فلاں کو اتنا دے دو‘ (اب تم کہو یا نہ کہو) فلاں فلاں کو تو اب مل ہی جائے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ ‘مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو مال کی کثرت نے عبادت سے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم نے قبروں کو دیکھ لیا‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے‘ یہ میرا مال ہے حالانکہ تمہارا مال تو صرف وہ ہے جس کو تم نے کھا لیا اور فنا کر دیا یا کپڑے پہن کر بوسیدہ کر دیئے یا صدقہ کر کے آخرت کے لئے روانہ کر دیا (یعنی اس کے علاوہ جو مال ہے وہ تمہارا نہیں ہے تمہارے وارثوں کا ہے)۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۲۸ ‘مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس میں کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس کی صرف ایک دستی باقی ہے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ایک دستی کے سوا وہ سب باقی ہے جس کو تم نے تقسیم کر دیا۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۵ ‘مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۵۰ ‘مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل کتاب نے کہا: جنت میں صرف یہودی یا عیسائی جائیں گے‘ یہ ان کی باطل تمنائیں ہیں۔

(البقرہ: ۱۱۱)

یعنی یہود نے کہا: صرف یہودی جنت میں جائیں گے اور عیسائیوں نے کہا: صرف عیسائی جنت میں جائیں گے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے: تم اگر سچے ہو تو اس پر دلیل لاؤ‘ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کیوں نہیں‘ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے تو اس پر کوئی غم اور خوف نہیں ہے۔ تمام اعضاء میں سے صرف چہرہ کو خاص کیا ہے کیونکہ وہ اشرف الاعضاء ہے اور حواس‘ فکر اور تخیل کا معدن ہے‘ جب اللہ کے لیے چہرہ جھک جائے گا تو باقی جسم بہ طریق اولیٰ جھک جائے گا‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ ذات سے چہرہ کو تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ (القصص: ۸۸) — اللہ کے چہرہ (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ — اور آپ کے رب کا چہرہ (ذات) باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے ۝ (الرحمٰن: ۲۷)

تیسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں افضل رکن سجدہ ہے اور وہ چہرہ زمین پر رکھنے سے ادا ہوتا ہے‘ اس لیے انسان کو چہرہ سے تعبیر

Marfat.com

فرمایا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى
اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ

لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ
یہود کا دین کچھ نہیں، حالانکہ وہ (دونوں آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح

قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
بے علم لوگ (مشرکین) ان کی مثل باتیں کرتے ہیں، سو اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۱۳﴾
اس چیز میں فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے O

یہود و نصاریٰ کا فرقوں میں بٹنا

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نجران کے عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہود آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان سے بحث کرنا شروع کر دی، رافع بن حریملہ یہودی نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا انکار کیا اور انجیل کا کفر کیا، اور نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت موسیٰ کا انکار کیا اور تورات کا کفر کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

قتادہ نے کہا: متقدمین عیسائی صحیح دین پر تھے، بعد میں انہوں نے دین میں بدعتیں نکالیں اور فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح متقدمین یہودی صحیح دین پر تھے، بعد میں انہوں نے دین میں بدعتیں نکالیں اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

اس آیت میں جن بے علم لوگوں کا ذکر ہے ان کے متعلق عطاء نے کہا کہ یہ تورات اور انجیل کے نزول سے پہلے کے لوگ ہیں، اور بعض نے کہا: اس سے مراد مشرکین عرب ہیں، چونکہ یہ اھل کتاب نہیں تھے اس لیے ان کو جاہل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلاف میں اپنا فیصلہ سنائے گا، اور حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا، اھل حق ثواب پائیں گے اور اہل باطل کو عذاب ہوگا۔ (جامع البیان ج ا ص ۳۹۶۔ ۳۹۴، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

ملت اسلامیہ کا بیان اور اسلامی فرقوں کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح نصاریٰ، اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، اور حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے: یہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی ملت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ (جامع ترمذی ص ۳۷۹۔ ۳۷۸ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۵) 'امام ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷) ' امام احمد (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲) ' امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۱۵۸) ' امام طبرانی (المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۵۶) ' امام حاکم (المستدرک ج ۳ ص ۵۴۷) اور امام ابن عساکر (تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۲۴) نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ الہیثمی (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹) ' علامہ علی متقی (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴) اور علامہ زبیدی (اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

علامہ طیبی لکھتے ہیں:

''سنن ابوداؤد'' کی صحیح روایت میں ہے: عنقریب میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے' بہتر فرقے جہنم میں ہوں گے اور ایک فرقہ جنت میں ہوگا۔ (شرح الطیبی ج ۱ ص ۳۳۷ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۱۳ھ)

شیخ ابن القیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرقوں کو میری امت فرمایا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ تمام فرقے دین سے خارج نہیں ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو فرقہ کسی تاویل سے کوئی نظریہ رکھے وہ ملت سے خارج نہیں ہوگا' خواہ اس نے تاویل میں خطا کی ہو۔ (تہذیب ابن القیم مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۷ ص ۴ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

جو لوگ ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً حدوث عالم' حشر اجسام' اور ان کے مشابہ امور (روزمرہ کی پانچ نمازیں' ماہ رمضان کے روزے' زکوٰۃ اور حج بیت اللہ) اور اس کے ماسوا اصول میں مختلف ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات (اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان سات صفات پر اتفاق ہے' حیات' علم' قدرت' سمع' بصر' کلام' ارادہ اور ماتریدیہ ایک زائد صفت ''تخلیق'' کے بھی قائل ہیں اور معتزلہ صفات کی نفی کرتے ہیں' اور حکماء کہتے ہیں کہ صفات اللہ کی ذات کا عین ہیں) اعمال کا مخلوق ہونا (معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' اور اہل سنت کے نزدیک انسان کے اعمال کو اللہ خلق کرتا ہے) اللہ کے ارادہ کا عموم' اللہ کے کلام کا قدیم ہونا (معتزلہ کے نزدیک اللہ کا کلام حادث ہے) اللہ کے دکھائی دینے کا جواز' (معتزلہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے) اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ان امور میں حق صرف ایک ہی ہے' اور جو شخص اس حق کے خلاف اعتقاد رکھتا ہو آیا اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ اور اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو' حشر اجسام کو نہ مانتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کا قائل نہ ہو اور اسی طرح کی دیگر ضروریات دین کا قائل نہ ہو خواہ وہ شخص ساری عمر عبادت کرتا رہا ہو وہ قطعاً کافر ہے' اور ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ باقی اصول میں اختلاف کرنے والا کافر نہیں ہے' یہ امام اشعری اور دیگر اصحاب کا مذہب ہے' امام شافعی نے فرمایا: میں اہل بدعت میں سے کسی کی شہادت کو رد نہیں کرتا' ماسوا خطابیہ کے' کیونکہ وہ جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں' اور ''منتقی'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی' اور اسی پر اکثر فقہاء کا اعتماد ہے (الی قولہ) استاذ ابواسحٰق اسفرائنی نے کہا: جو ہماری تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے اور جو ہماری تکفیر نہیں کرے گا' ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے' اور امام رازی کا مختار یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسلام کا صحیح ہونا ان اصول میں حق کے اعتقاد پر موقوف ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین ایمان لانے والے سے ان چیزوں (مثلاً صفات' رویت'

Marfat.com

خلق اعمال) پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتے' اور اس کے عقائد کے متعلق تفتیش کرتے کہ ان امور کے متعلق اس کا کیا عقیدہ ہے' اور ان اصول میں حق بات پر اس کو تنبیہ کرتے' حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۲۹۔ ۲۲۸ 'مطبوعہ منشورات الشریف' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

اھل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی' جو ہمارے قتل کو اور ہمارے مال کو مباح سمجھتے ہیں اور اصحاب رسول کو برا کہنا جائز سمجھتے ہیں اور اللہ کی صفات اور اس کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں' کیونکہ ان کے یہ عقائد کسی تاویل اور شبہ پر مبنی ہیں' ماسوا خطابیہ کے ان سب کی شہادت مقبول ہے اور ہمارے بعض علماء نے ان کی تکفیر کی ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے کہ معتمد مذہب تکفیر کے خلاف ہے) اور اگر اس نے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۷ ''مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن ھمام نے ''التحریر'' کے اواخر میں لکھا ہے کہ معتزلہ جو اللہ تعالیٰ کی صفات' عذاب قبر' شفاعت اور اللہ کے دیدار کا انکار کرتے ہیں' ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ ان امور میں قرآن' حدیث اور عقل سے استدلال کرتے ہیں' کیونکہ اھل قبلہ کی تکفیر منع ہے' اور ان کی شہادت قبول کرنے پر اجماع ہے' اور جو شخص بغیر دلیل کے محض ہٹ دھرمی سے کسی معصیت قطعیہ کو حلال سمجھے وہ کافر ہے برخلاف اس کے جو دلیل شرعی سے ایسا سمجھے' اور بدعتی کو اس کی دلیل میں خطا لاحق ہوئی' وہ ہٹ دھرمی سے ایسا نہیں کرتا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

جو شخص عناد (بغیر دلیل کے) کی وجہ سے ادلہ قطعیہ کا انکار کرے گا جن میں کوئی شبہ نہ ہو مثلاً جو شخص حشر اور حدوث عالم کا انکار کرے گا وہ قطعاً کافر ہے اور جو شخص کسی شبہ کی وجہ سے کسی عقیدہ ثابتہ کا انکار کرے جیسے معتزلی اللہ کی جلالت اور عظمت کی وجہ سے اس کے دیدار کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس کا انکار ایک شبہ پر مبنی ہے خواہ وہ شبہ فاسد ہے' اور ہر وہ شخص جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور اس کی بدعت کسی شبہ پر مبنی ہے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا' البتہ جو حشر' حدوث عالم اور دیگر ضروریات دین کا انکار کرے اس کے کفر میں شک نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس امت کے تہتر فرقوں کا ذکر ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس سے مراد امت دعوت ہے یا امت اجابت' امت دعوت سے مراد تمام دنیا کے لوگ ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی' اور امت اجابت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیا' اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ اس سے مراد امت اجابت ہے' ترمذی کی روایت میں ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس (طریقہ) پر میں اور میرے صحابہ ہیں' اور یہ نجات پانے والے اھل سنت و جماعت ہیں اور باقی فرقے بدعتی ہیں۔ ''شرح مواقف'' میں مذکور ہے کہ اصل میں کل آٹھ فرقے ہیں اور باقی ان کی فرع ہیں:

(۱) معتزلہ: یہ اس کے قائل ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' یہ نیک لوگوں کے لئے ثواب اور بدکاروں کے لئے عذاب کے وجوب کے قائل ہیں اور رویت باری اور شفاعت کا انکار کرتے ہیں' پھر ان کے بیس فرقے ہیں۔

Marfat.com

(۲) شیعہ: یہ حضرت علی کی محبت میں افراط کرتے ہیں' خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور صحابہ کرام پر لعنت اور سب وشتم کرتے ہیں' ان کے بائیس فرقے ہیں۔
(۳) خوارج: یہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کو کافر کہتے ہیں' گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر کہتے ہیں' ان کے بیس فرقے ہیں۔
(۴) مرجئہ: ان کے نزدیک ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں' ان کے پانچ فرقے ہیں۔
(۵) نجاریہ: یہ اللہ کے کلام کو حادث مانتے ہیں اور اس کی صفات کو نہیں مانتے' البتہ انسان کے افعال کو مخلوق مانتے ہیں' ان کے تین فرقے ہیں۔
(۶) جبریہ: جو انسان کو مجبور محض کہتے ہیں' ان کا ایک فرقہ ہے۔
(۷) مشبہ: یہ اللہ تعالیٰ کو جسم مانتے ہیں۔
(۸) فرقہ ناجیہ: اور یہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

ملا علی قاری نے باطل فرقوں میں شیعہ کے علاوہ جتنے فرقے ذکر کئے ہیں یہ سب مردہ مذاہب ہیں' اب دنیا میں ان کا کوئی ماننے والا نہیں ہے' البتہ کچھ نئے مذاہب وجود میں آ گئے ہیں جیسے شیخ ابو سلیمان بن داؤد علی ظاہری متوفی ۳۰۷ ھ کے پیروکار' یہ عرف میں غیر مقلدین کہلاتے ہیں' یہ ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور عقائد اور افکار میں شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ ھ' کے متبع ہیں خصوصاً انکار توسل میں' اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ' کے پیروکار' یہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات' ان سے توسل' استمداد اور شفاعت کے قائل نہیں اور ان کے قائل کو مشرک کہتے ہیں' یہ عرف عام میں وہابیہ کہلاتے ہیں' موجودہ غیر مقلدین کے بھی یہی عقائد ہیں لیکن وہابیہ حنبلی المذہب ہیں' اور شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ' کے پیروکار یہ حنفی المذہب ہیں لیکن عقائد اور نظریات میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ' اور شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ' کے تابع ہیں' ان کے عقائد اور نظریات کا مطالعہ ''تقویت الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' نامی کتابوں سے کیا جا سکتا ہے' اور سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ' کے پیروکار' ان کے متبعین جماعت اسلامی کے نام سے موسوم ہیں' ان کے عقائد اور افکار بھی شیخ اسماعیل دہلوی کے تابع ہیں' اور عبد اللہ چکڑالوی یہ شخص مطلقاً احادیث کی حجیت کا منکر تھا' اس کے پیروکار بہت کم ہیں اور غلام احمد پرویز کے پیروکار یہ بھی مطلقاً احادیث کی حجیت کا منکر تھا' لیکن بعض احادیث سے استدلال بھی کرتا تھا' اس کے علاوہ قادیانی' بہائی' ذکری' دیندار جماعت وغیرہ بھی ہیں لیکن ہم ان کو اسلام کے فرقوں میں شمار نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے ایک الگ نبی مان کر اپنے آپ کو امت اجابت سے نکال لیا ہے۔

اس حدیث میں ہے: ایک ملت کے سوا سب جہنم میں جائیں گے' اس کی تشریح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ان باطل فرقوں میں سے جو حد کفر کو پہنچ گئے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو فرقے بدعات سیئہ کے معتقد ہیں اور انہوں نے کسی کفر کا ارتکاب نہیں کیا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے مستحق ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے۔

(مرقات ج ۱ ص ۲۴۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ جن مسائل اعتقادیہ میں ان فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا' اور ان شبہات کو دور کرنے کے لئے علماء اہل سنت نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے لیکن ان دلائل سے ان کا شرح صدر نہیں ہو سکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی

Marfat.com

رہے وہ بھی معذور ہیں لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہوگئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہے تو اگر ان کا موقف کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ دائماً دوزخ میں رہیں گے' اور اگر ان کا موقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے' مثلاً جو شیعہ حضرت علی کی الوہیت کے معتقد ہیں' یا جو وحی لانے میں حضرت جبرائیل کی خطاء کے قائل ہیں یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) لگاتے ہیں' یا جو حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں' یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چھ صحابہ کے علاوہ سب صحابہ مرتد ہوگئے تھے' یہ سب کافر ہیں' اور جو خلفاء ثلاثہ کو مفضول کہتے ہیں یا ان پر سب کرتے ہیں (گالی دیتے ہیں) وہ کافر نہیں ہیں' لیکن وہ بدترین فسق اور گمراہی میں مبتلا ہیں' اسی طرح جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح کفریہ عبارات لکھیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع ہوگئے اور ان پر وجہ کفر منکشف ہوگئی لیکن وہ مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی سے ان عبارات کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی کافر ہیں' لیکن جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں یا ان پر وجہ کفر منکشف نہیں ہوئی اس لئے وہ تکفیر نہیں کرتے' تاہم اس قاعدہ سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کی تکفیر پر پوری ملت اسلامیہ کا اجماع ہے' جیسے مرزائیہ کا قادیانی گروپ یا اور لاہوری گروپ یا اور کوئی ایسا فرقہ جس کی تکفیر پر پوری ملت اسلامیہ متفق ہو اور اس کی تکفیر واضح اور غیر مشتبہ ہو[1] اور بعض اعتقادی مسائل میں شبہ کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں مثلاً علم غیب اور تصرف میں ذاتی اور عطائی کا فرق نہیں کرتے یا بدعت حسنہ کا انکار کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق نہیں کرتے یا استمداد اور ندائے غیر اللہ کو ناجائز کہتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت' آپ کے معجزانہ تصرفات اور آپ کی علمی' روحانی اور بعض مواقع پر حسی نورانیت کے قائل ہیں' آپ کی حیات کے معتقد ہیں اور قبر انور پر آپ سے شفاعت طلب کرنے اور یا رسول اللہ کہنے کے معتقد ہیں' ان پر کفر کا حکم نہیں ہے' ان مسائل میں اختلاف محض فروعی ہے جیسے بعض امور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہیں یا اس کے برعکس۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۵۳' مطبوعہ سنی دارالاشاعت' لائل پور)

شریعت' طریقت اور حقیقت کا بیان

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ملت اسلامیہ کے ظاہر کو شریعت' باطن کو طریقت اور اس کے خلاصہ کو حقیقت کہتے ہیں' شریعت بدن کا حصہ ہے' طریقت قلب کا حصہ ہے اور حقیقت روح کا حصہ ہے' شریعت میں احکام کی اطاعت ہے' طریقت میں علم اور معرفت ہے اور حقیقت

[1] امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر' جب کہ ان کے خبث اقوال پر مطلع ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۵۳' مطبوعہ سنی دارالاشاعت' لائل پور)

علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ہم کسی دیوبندی یا لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے' ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ کافر ہیں جنہوں نے معاذ اللہ' اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبان ایزدی کی شان میں صریح گستاخیاں کیں' اور باوجود تنبیہ شدید کے انہوں نے گستاخیوں سے توبہ نہیں کی' نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخیاں کرنے والوں کو اہل حق' مومن' اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہیں اور بس! ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی' ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے اگر ان کو ٹٹولا جائے تو وہ بہت قلیل اور معدود افراد ہیں' ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ لیگی نہ ندوی' ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

(مقالات کاظمی ج ۲ ص ۲۵۹۔ ۲۵۸)

Marfat.com

میں مشاہدہ ربوبیت ہے اگر شریعت حقیقت سے موید نہ ہو تو وہ غیر مقبول ہے اور اگر حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو تو وہ غیر معتبر ہے شریعت احکام کی اطاعت ہے اور حقیقت قضاء وقدر کا مشاہدہ ہے۔ (المرقات ج ا ص ۲۴۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

ایک قول یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال شریعت ہیں آپ کے افعال طریقت ہیں اور آپ کے احوال حقیقت ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ تمام فرائض واجبات سنن اور مستحباب پر عمل کرنا اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچنا شریعت ہے اور شیخ طریقت نے جو اوراد اور وظائف بتائے اور سلوک کے لئے جو ہدایات دیں ان پر عمل کرنا طریقت ہے اور جب دل تجلیات الٰہیہ کے لئے آئینہ ہو جائے اور نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ ہو جائے تو یہ حقیقت ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ جسم کے اعضاء کو گناہوں سے روکنا شریعت ہے اور دل کو گناہوں کی خواہشوں اور ذہن کو اس کے تصورات سے روکنا طریقت ہے اور جب یہ حالت ہو کہ بغیر کسی کوشش اور کسب کے دل و دماغ میں گناہ کی خواہش اور تصورات نہ آئیں تو یہ حقیقت ہے اور یہ بہت عمدہ قول ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرے اور

سَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ

ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے یہ لوگ بغیر خوف کے مسجدوں میں داخل ہونے کے لائق نہیں

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا

عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ

عذاب ہے ○ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

وہیں اللہ کی طرف منہ کرو گے بے شک اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے ○

آیت مذکورہ کے شان نزول کی تحقیق

اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں راجح قول یہ ہے:

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں جو بیت المقدس میں گندگی پھینکتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد اللہ کے دشمن نصاریٰ ہیں جنہوں نے یہود کے بغض کی وجہ سے بخت نصر بابلی مجوسی کی بیت المقدس کو ویران کرنے میں مدد کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین ہیں ابن زید نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے قصد سے (چودہ سو اصحاب کے

Marfat.com

ساتھ) مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے آپ کو روک لیا اور عمرہ کرنے کے لئے مسجد حرام میں جانے نہیں دیا اور انہوں نے کہا: جن لوگوں نے ہمارے آباء واجداد کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا ہم ان کو مسجد حرام میں حج اور عمرہ کیلئے نہیں جانے دیں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکنے والوں سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا' کیونکہ حج اور عمرہ سے روکنا' مسجد حرام میں اللہ کے ذکر سے روکنا اور اس کو ویران کرنا ہے' علامہ ابن جریر نے کہا ہے کہ اس آیت کے شان نزول میں پہلا قول راجح ہے کہ نصاریٰ نے بخت نصر کی مدد سے بنو اسرائیل کے مومنوں کو بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق اور سباق میں یہود اور نصاریٰ کے برے افعال کا بیان کیا جا رہا ہے' مشرکین کی برائیوں کا بیان نہیں ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم حدیبیہ میں عمرہ کرنے سے روکا تھا' لیکن ان کا مقصد مسجد حرام کو ویران اور برباد کرنا نہیں تھا' بلکہ مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے اور اس پر فخر کرنے والے تھے' اس لئے آیت کا روئے سخن بخت نصر مجوسی کی طرف ہی متوجہ ہے جو بیت المقدس کو ویران اور برباد کرنے کے لئے اس میں گندگی اور مردار ڈال دیتا تھا اور بنو اسرائیل کے مومنوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتا تھا' اور یہودیوں سے بغض کی وجہ سے نصاریٰ اس کے شریک تھے۔

(جامع البیان ج ا ص ۳۹۸۔ ۳۹۶ 'ملخصاً' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ذکر بالجہر کی تحقیق

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ مسجدوں میں جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے' البتہ اس قدر گلا پھاڑ کر چلانا نہیں چاہیے جو مسجد کے احترام اور وقار کے بھی خلاف ہے اور اس سے دوسرے نمازیوں کی عبادت میں بھی خلل پڑتا ہے' اور ان کا ذہن الجھتا ہے' مسجد میں فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کے مشروع اور مسنون ہونے پر یہ دلیل ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معروف تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ اکبر کی آواز آتی تو میں جان لیتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد کہتے تھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ (الی قولہ) اور حضرت ابن الزبیر بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ آخر تک پڑھتے تھے[1]۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ آخر تک پڑھتے تھے اس پر محمول ہے کہ آپ یہ ذکر بلند آواز کے ساتھ کرتے تھے' جب ہی حضرت ابن الزبیر نے اس ذکر کو سنا اور یاد کر لیا' اگر آپ یہ ذکر آہستہ کرتے تو حضرت ابن الزبیر کیسے سنتے' اس وجہ سے امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ نے ''مشکوٰۃ'' میں اس حدیث کے الفاظ 'یقول بصوتہ الاعلی' آپ بلند آواز سے ذکر فرماتے تھے'' لکھا ہے (مشکوٰۃ ص ۸۸) جب کہ ''صحیح مسلم'' میں یہ الفاظ نہیں ہیں لیکن حضرت ابن الزبیر کا ان الفاظ کو سننا اس وقت متصور ہو سکتا ہے جب آپ بلند آواز سے ذکر فرمائیں' اس لحاظ سے اس کو روایت بالمعنیٰ کہا جا سکتا ہے لیکن یہ امام تبریزی کا وہم نہیں ہے جیسا کہ ''حکم الذکر بالجہر'' کے مولف کو وہم ہوا ہے۔

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

Marfat.com

ہم نے لکھا ہے کہ متوسط جہر کے ساتھ ذکر کرنا صحیح ہے' اور گلا پھاڑ کر اور چلا کر ذکر کرنا جس سے نمازیوں کی عبادت میں خلل ہو مکروہ ہے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری المتوفی ۵۰ھ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے نکلے تو لوگ ایک میدان میں پہنچے اور انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر' اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جانوں پر نرمی کرو' بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے' تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے' اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے: اس حدیث میں اس جہر سے منع فرمایا ہے جو بہت شدید اور مضر ہو۔

(فتاویٰ خیریہ علی ھامش الحامدیہ ج ۲ ص ۲۸۲' مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ' کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

بعض احادیث سے ذکر بالجہر کی تائید ہوتی ہے اور بعض سے ذکر خفی کی' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ اشخاص اور احوال کے اختلاف پر محمول ہیں اور جس حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر ذکر خفی ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے' کیونکہ ذکر خفی اس وقت بہتر ہے جب جہر سے ریا کا خدشہ ہو یا کسی کی نیند یا عبادت میں خلل کا اندیشہ ہو اور جب یہ موانع نہ ہوں تو بعض علماء نے کہا کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس کا نفع سننے والوں تک پہنچتا ہے اور اس کے قلب کو بیدار کرتا ہے' اس کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے' اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی فرحت زیادہ ہوتی ہے' اور علامہ حموی نے امام شعرانی سے نقل کیا ہے کہ تمام اگلے اور پچھلے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مساجد وغیرہ میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مستحب ہے ماسوا اس کے جب ان کے جہر سے سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش اور خلل ہو۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۴۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس مبحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لئے ہمارا رسالہ ''ذکر بالجہر'' ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب ائمہ

اس آیت میں ہے: یہ لوگ بغیر خوف کے مسجدوں میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مسجد میں مشرک کے دخول کے متعلق کئی مذاہب ہیں' فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں مشرک کا دخول مطلقاً جائز ہے' امام مالک کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام میں مشرک کا داخلہ منع ہے اور باقی مساجد میں جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۰' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مسجد حرام میں ذمیوں کا داخلہ کسی صورت میں جائز نہیں اور غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی کافروں کا مسجد میں دخول جائز نہیں ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۲۸۷۔ ۲۸۶' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حرم اور غیر حرم کسی مسجد میں بھی کافروں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ ھ)

علامہ محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے مساجد میں مشرکین کے گزرنے کو جائز کہا ہے خواہ وہ جنبی ہوں۔

(درمختار علی ہامش ردالمختار ج ۵ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس مبحث کو تفصیل کے ساتھ ان شاء اللہ ہم سورہ توبہ کی تفسیر میں لکھیں گے' اور ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثانی اور جلد سابع میں ہم نے اس بحث کو تفصیل سے ذکر کیا ہے' فقہاء کے دلائل اور مذہب احناف کی ترجیح کو جاننے کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں' تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ کرو گے۔ الایہ (البقرہ: ۱۱۵)

''وللّٰہ المشرق والمغرب'' کے شانِ نزول کا بیان

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس چیز کو قرآن مجید نے منسوخ کیا وہ قبلہ ہے' اور اس کا بیان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مدینہ میں زیادہ تر یہودی تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' یہود اس سے بہت خوش ہوئے' آپ سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں' آپ اس کی دعا کر رہے تھے اور مسجد حرام کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) ''بے شک ہم آسمان کی طرف آپ کے چہرہ کے پھرنے کو دیکھ رہے ہیں (الی قولہ) تم اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔'' اس وقت یہود نے یہ اعتراض کیا کہ ان کو ان کے پہلے قبلہ کی طرف سے کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ کرو گے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۴۰۰ ـ ۳۹۹' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے:

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں جس طرف سواری کا منہ ہوتا اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ کرو گے' اور حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھتے' جس طرف سواری کا منہ ہوتا تھا اور اشارہ سے رکوع اور سجدہ فرماتے تھے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ سخت سیاہ اندھیری رات تھی' ہم ایک جگہ ٹھہرے' اور ہر شخص نے اپنی اپنی سجدہ گاہ کی طرف پتھر رکھے اور نماز پڑھی' صبح کو معلوم ہوا کہ سب نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے اس رات غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں' تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ ہی کی طرف منہ کرو گے۔

Marfat.com

(جامع البیان ج ۱ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے کا جواز

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سفر میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو' اور فرض نماز سواری پر بلا عذر پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور بلا عذر فرض ساقط نہیں ہوتا' اور اگر عذر ہو تو پھر جائز ہے' اور اگر راستہ میں کیچڑ ہو اور سواری سے نیچے اتر کر نماز پڑھنے سے کپڑے کیچڑ میں ملوث ہوں تو سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سفر میں تھے کہ نماز کا وقت آ گیا' آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی' پھر آپ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے سواریوں پر تھے' آپ نے سواری پر انہیں اشارہ سے نماز پڑھائی' آپ سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے بھی کیچڑ کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھی۔ (جامع ترمذی ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

علامہ قاضی خاں اوزجندی لکھتے ہیں:

بغیر عذر کے سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اعذار یہ ہیں: چوپایہ (سواری) سے اترنے میں اسے اپنی جان یا چوپایہ کی جان کا درندہ سے یا چور سے خطرہ ہو یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے یا چوپایہ سرکش ہو' اس سے اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو' اور مددگار میسر نہ ہو' ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ (البقرہ: ۲۳۹) اور سواری سے اترنے پر قادر ہونے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے' جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس وقت چل رہا ہو۔

(فتاویٰ قاضی خاں علیٰ ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ مطبع بولاق' مصر' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۳۱۰ھ)

''فتاویٰ عالمگیری'' میں کچھ مزید عذر بیان کیے گئے ہیں:

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز جائز نہیں ہے اور اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اس کو اپنی جان یا اپنے کپڑوں یا سواری کی جان کا چور' درندہ یا دشمن سے خطرہ ہو یا چوپایہ سرکش ہو اور اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو' یا بوڑھا ہو اور خود سے سوار نہ ہو سکتا ہو اور سوار کرانے والا نہ پائے' یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ ہو' ''محیط'' میں اسی طرح ہے اور اترنے پر قادر ہونے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہے' اسی طرح ''سراج وہاج'' میں ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق' مصر' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۳۱۰ھ)

قاضی خان اور عالمگیری کے علاوہ یہ اعذار علامہ کاسانی[1]' علامہ ابن ہمام[2]' علامہ بابرتی[3]' علامہ خوارزمی[4]' علامہ حلبی[5]'

---

[1] ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید' کراچی' ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ علیٰ ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

[5] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی ص ۲۷۰۔ ۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی' ۱۳۳۳ھ

Marfat.com

علامہ شامی[1]، علامہ ابن نجیم[2]، علامہ حصکفی[3]، علامہ شرنبلالی[4]، علامہ طحطاوی[5]، علامہ شبلی[6]، علامہ ابن بزاز کردری[7] اور مولانا امجد علی[8] نے بھی بیان کیے ہیں۔

جب کوئی تیز رفتار ایکسپریس ٹرین نماز کے پورے وقت میں کسی سٹیشن پر نہ رکے تو چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ فرض ہے کیونکہ قرآن مجید (البقرہ: ۲۳۹) سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر جان جانے کا خطرہ ہو تو سواری پر نماز پڑھی جاسکتی ہے اور چلتی ٹرین سے نیچے اتر کر نماز پڑھنے میں یقیناً جان کا خطرہ ہے، ہمارے فقہاء نے اس سے کم تر خطرہ میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کو جائز لکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس میں نماز کا اعادہ نہیں ہے، جب کیچڑ میں لتھڑنے کے اندیشہ سے اور قافلہ سے کٹ جانے کے خدشہ سے چلتی سواری پر نماز جائز ہے تو جان کے خطرہ کی وجہ سے تیز رفتار دوڑتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے، وہ اس سے پاک ہے، بلکہ تمام آسمان

وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور زمینیں اسی کی ملکیت میں ہیں، سب اسی کے مطیع ہیں O (وہ) آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے،

وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَ

اور جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صرف یہ فرماتا ہے: ''ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے O اور

قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ

جاہلوں (مشرکوں) نے کہا: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح ان کے قول کی مثل کہا تھا، ان کے دل ایک دوسرے کے

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۶۵۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۶۴، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ

[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الردج ۱ ص ۶۵۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۲۴۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ

[5] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۴۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۵۶ھ

[6] شیخ شبلی حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان

[7] علامہ محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علیٰ ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۷۰، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق، مصر، الطبعۃ الثانیہ

[8] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی

Marfat.com

قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

مشابہ ہوگئے ہیں' بے شک یقین کرنے والے لوگوں کے لیے ہم نے نشانیاں بیان فرما دی ہیں O بے شک ہم نے آپ کو حق

بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے' اور جہنمیوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل

یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت عزیر' اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح' اللہ کے بیٹے ہیں اور مشرکوں نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اس سے پہلی آیات میں یہود و نصاریٰ اور مشرکوں کے مذموم عقائد' اقوال اور افعال کا بیان کیا گیا ہے' ان کے مذموم اقوال میں سے ایک قول یہ تھا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے' اور اولاد باپ کی ملکیت نہیں ہوتی' نیز اولاد باپ کی مثل اور اس کی جنس سے ہوتی ہے' اگر الٰہ کی اولاد ہوتی تو وہ بھی اللہ کی طرح واجب' قدیم اور الٰہ ہوتی' جب کہ متعدد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے نہ متعدد ہو سکتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی مملوک اور اس کی مطیع ہے اور واجب' قدیم اور الٰہ کسی کا مملوک اور مطیع نہیں ہو سکتا' ہم نے سورہ بقرہ کی آیت: ۲۲ میں واجب اور قدیم کے تعدد کے باطل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت میں بہت دلائل پیش کیے ہیں۔

میری ایک دفعہ ایک عیسائی پادری سے گفتگو ہوئی' میں نے کہا: تم اللہ کو باپ اور حضرت عیسیٰ کو ان کا بیٹا کہتے ہو' جب اللہ کی کوئی بیوی نہیں ہے تو اس کا بیٹا کیسے ہوگا؟ اس نے کہا: ہم عیسیٰ کو جسمانی طور پر اللہ کا بیٹا نہیں کہتے نہ اللہ کو جسمانی باپ مانتے ہیں بلکہ باپ میں جو شفقت کا معنی ہے اس لحاظ سے اللہ کو باپ' اور مسیح کو اس کا بیٹا کہتے ہیں' میں نے کہا: پھر تم اللہ کو رحیم اور رحمان کہو' باپ کا لفظ جسم کی صفت ہے' وہ اللہ کی شان کے لائق نہیں' اس سے اللہ کی ذات میں نقص کا وہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے ہاں کہنے والے کے خلوص کو دیکھا جاتا ہے' ان علمی لطائف اور باریکیوں کو نہیں دیکھا جاتا' میں نے کہا: تم علمی باریکیاں اور لطائف کو نہیں جانتے' حضرت عیسیٰ تو عالم تھے' تمہاری کتاب کے مطابق انہوں نے اللہ تعالیٰ کو باپ کیوں کہا؟ اس پر وہ مبہوت اور لاجواب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وہ) آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔ (البقرہ: ۱۱۷)

ابداع اور بدعت کا معنی

اللہ تعالیٰ نے ''بدیع'' فرمایا ہے یہ لفظ ''ب د ع'' سے بنا ہے' علامہ راغب اصفہانی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی صنعت کو کسی کی اقتداء اور پیروی کیے بغیر بنانا' (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کو بغیر مثال اور نمونہ کے بنانا) جو نیا کنواں کھودا ہو' اس کو ''رکیتہ بدیع'' کہتے ہیں اور جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر آلہ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا' قرآن مجید میں ہے: ''بدیع السموات والارض. آسمانوں اور زمینوں کو بغیر آلہ بغیر مادہ اور بغیر نمونہ کے بنانے والا'' اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے: کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے قائل اور فاعل

Marfat.com

نے صاحب شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ اس کو سابقہ شرعی مثالوں اور شرعی قواعد سے مستنبط کیا ہو اس کے متعلق حدیث میں ہے: (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔
(المفردات ص ۳۹' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام

علامہ جزری لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان (تراویح کی جماعت) کے متعلق فرمایا: ''نعم البدعة هذه. یہ کیا اچھی بدعت ہے''۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۶۹) بدعت کی دو قسمیں ہیں' ایک بدعت ہدایت ہے اور ایک بدعت ضلال ہے' جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو وہ مذموم اور واجب الانکار ہے' اور جو چیز کسی ایسے عموم کے تحت داخل ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا ہو اور اس کی طرف رغبت دلائی ہو وہ مستحسن ہے اور لائق تعریف ہے' اور جس چیز کا پہلے کوئی نمونہ نہ ہو جیسے جود وسخا کی اقسام اور نیک کام وہ افعال محمودہ ہیں' اور یہ جائز نہیں ہے کہ وہ شریعت کے خلاف ہوں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نیک کاموں کے ایجاد کے لئے ثواب بیان کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس نے کسی نیک کام کو ایجاد کیا اس کو خود بھی اس نیکی کا اجر ملے گا اور اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۳۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷) اور جو کسی برے کام کو ایجاد کرے اس کے لئے عذاب کو بیان کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس نے کسی برے کام کو ایجاد کیا اس کو اپنی برائی کا بھی گناہ ہوگا اور اس برائی پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو' اور بدعت ہدایت میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا (تراویح کی جماعت کے لئے) یہ فرمانا ہے: ''نعم البدعة هذه'' جب کہ تراویح کی جماعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے سنت نہیں قرار دیا' آپ نے تین راتیں تراویح پڑھیں' پھر اس کو ترک کر دیا' آپ نے اس کی حفاظت نہیں کی اور نہ مسلمانوں کو اس کیلئے جمع کیا اور نہ یہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں تھی' صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو قائم کیا اور لوگوں کو اس کی ترغیب دی' اس اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت فرمایا اور چونکہ یہ نیک کاموں میں سے ہے اور لائق تعریف عمل ہے اس لئے اس کی مدح کی اور فرمایا: کیا ہی اچھی بدعت ہے! حضرت عمر نے اس کو بدعت کہا لیکن درحقیقت یہ سنت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے تحت داخل ہے: تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۳' سنن ابن ماجہ ص ۵' سنن دارمی ص ۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶) نیز آپ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر جو میرے بعد ہیں ان کی اتباع کرو۔ (طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۵۳) اسی تاویل کے مطابق اس حدیث کو محمول کیا جائے گا جس میں ہے: ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۲۸۵) اس سے مراد وہ بدعت ہے جو اصول شریعت کے مخالف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو' بدعت کا زیادہ استعمال بدعت مذمومہ میں ہی ہوتا ہے۔

(نہایہ ج ا ص ۱۰۷۔ ۱۰۶' مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں' واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ' بدعت واجبہ کی مثال ہے متکلمین کے وہ دلائل جو انہوں نے ملحدوں اور بدعتیوں کے رد پر قائم کیے ہیں اور اس کی امثال' بدعت مستحبہ کی مثال ہے: علم کی کتابوں کو تصنیف کرنا' دینی مدارس اور سرائے وغیرہ بنانا' بدعت مباحہ کی مثال ہے: لباس اور طعام میں وسعت کو اختیار کرنا' بدعت حرام اور مکروہ ظاہر ہیں'

Marfat.com

میں نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں اس کی تفصیل کی ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

علامہ نووی نے جس تفصیل کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق انہوں نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھا ہے:

بدعت واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے' قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لئے علم لغت کو حاصل کرنا' علم فقہ کو مرتب کرنا' سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا' تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز حاصل ہو سکے' بدعت محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (اسی طرح شعیہ' وہابیہ اور منکرین حدیث کے نظریات) اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعت واجبہ میں داخل ہے۔ بدعت مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا' ہر وہ اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا' تراویح کی جماعت' تصوف کی دقیق ابحاث' بدعقیدہ فرقوں سے مناظرے کرنا اور جلسے منعقد کرنا (قرآن مجید کے اعراب' مصحف شریف میں سورتوں کے نام' آیات کی تعداد اور رکوعات کا لکھنا' قرآن مجید اور ''صحیح بخاری'' کو پاروں میں تقسیم کرنا اور مسجد میں محراب بنانا وغیرہ) بدعت مکروہہ' مساجد کو مزین کرنا' مصحف کو سجانا (عصر کے بعد التزام سے مصافحہ کرنا' کسی مستحب کام کے ساتھ واجب اور لازم کا معاملہ کرنا' کسی مستحب کام پر ملامت کرنا) بدعت مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: کھانے اور لباس میں وسعت کو اختیار کرنا' سبز چادریں اوڑھنا' کھلی آستینوں کی قمیص پہننا وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۳۔ ۲۲' مطبوعہ موسسۃ مطبوعات' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ قرطبی مالکی نے تفصیل سے بدعت کی دو قسمیں ذکر کی ہیں' بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس طرح علامہ جزری نے ذکر کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۸۷۔ ۸۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی نے بھی علامہ نووی کی ''تہذیب الاسماء'' علامہ مناوی کی ''شرح الجامع الصغیر'' اور برکلی کی ''الطریقۃ المحمدیہ'' کے حوالے سے بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور بدعت سیئہ کی یہ تعریف کی ہے: جو نیا عقیدہ یا نیا عمل یا نیا حال کسی شبہ یا کسی استحسان کی وجہ سے اختراع کیا گیا ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف ہو اور اس کو صراط مستقیم اور دین قویم بنا لیا گیا ہو۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۷۔ ۳۷۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علماء دیوبند کے مشہور عالم شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی پانچ مشہور اقسام لکھی ہیں۔

(فتح الملہم' ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے چار قسمیں لکھی ہیں' بدعت مباحہ' بدعت مکروہہ' بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

(ہدیۃ المھدی ص ۱۱۷' مطبوعہ میور پریس' دہلی' ۱۳۲۵ھ)

اور مشہور نجدی عالم شیخ محمد بن علی شوکانی نے ''فتح الباری'' سے نقل کر کے بدعت کی پانچ اقسام لکھی ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۵' مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ' ۱۳۹۸ھ)

بدعت اور سنت باہم متقابل ہیں' ہم نے بدعت کی تعریف اور اقسام لکھی ہیں تو یہاں پر اختصار کے ساتھ سنت کی تعریف اور اس کی اقسام بھی لکھ رہے ہیں۔

سنت کی تعریف' اس کی اقسام اور اس کا شرعی حکم

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

سنت کا معنی ہے: طریقہ' اور سنت النبی کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ۔
(المفردات ص ۲۴۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

سنت کا لغوی معنی ہے: طریقہ اور سیرت' اور اس کا شرعی معنی ہے: جس کام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو یا اس کو قولاً یا فعلاً مستحب قرار دیا ہو۔ (نہایہ ج ۲ ص ۴۰۹' مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

سنت کا شرعی معنی ہے: بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو' جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت ہے' اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الھدی ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں' سنت الھدی وہ ہے جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کیلئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہے اور سنن الزوائد وہ ہیں جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں ہے' اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے' بیٹھنے' کھانے' پینے اور لباس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت' سنن ھدی کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں جیسے اذان اور اقامت' سنت موکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے (احیاناً) ترک پر عقاب نہیں ہے۔
(کتاب التعریفات ص ۵۴۔ ۵۳' مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ دائماً رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے' اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے (احیاناً) ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے' نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کو دائماً کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت موکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے' آپ نے اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا' اور جس فعل کو آپ نے کبھی کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر موکدہ کی دلیل اور علامت ہے' اور جس فعل کو آپ نے دائماً کیا ہو' کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو' وہ وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔
(البحر الرائق ج ۱ ص ۱۷' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

ڈاڑھی میں قبضہ کی بحث

بعض علماء ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب کہتے ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ وجوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے ثابت ہوتا ہے اور کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے قبضہ تک ڈاڑھی رکھنے کا امر فرمایا ہو۔ بعض علماء وجوب پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً قبضہ تک ڈاڑھی رکھی اور کبھی اس کا ترک نہیں کیا اور یہ وجوب کی دلیل ہے' ہم کہتے ہیں کہ صرف دوام سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ نے اس فعل کے ترک پر انکار بھی فرمایا ہو جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے فرمایا ہے اور علامہ ابن ہمام کی بھی یہی تحقیق ہے' اور کسی حدیث میں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے پر انکار فرمایا ہو' نیز آپ وضوء میں ہمیشہ دائیں جانب سے ابتداء کرتے تھے اور یہ بالاتفاق واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے' ہمارا موقف یہ ہے کہ نفس ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا حرام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈاڑھی منڈانے والے مجوسی پر انکار فرمایا (المصنف ج ۸ ص ۳۷۹) نیز ڈاڑھی رکھنا اسلام اور مسلمانوں کا شعار ہے' البتہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے' لیکن ڈاڑھی کی اتنی مقدار رکھنا ضروری ہے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق آسکے'

Marfat.com

کیونکہ احکام میں عرف کا اعتبار ہے' علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی شرعاً مقدار معین نہ ہو اس میں مبتلا بہ کی رائے کا اعتبار ہوتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

خشخشی ڈاڑھی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی سے یہ تقاضا پورا نہیں ہوتا' یہ ایک فنی بحث ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ لمبی اور دراز ڈاڑھی رکھی جائے جو سینہ کے بالائی حصہ کو بھر لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی لمبی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی۔

کیا ترک سنت کی سزا شفاعت سے محرومی ہے؟

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں:

''قنیہ'' میں مذکور ہے کہ سنت (موکدہ) کا تارک فاسق ہے (صحیح یہ ہے کہ فرض کا تارک اور حرام کا مرتکب فاسق ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور اس کا منکر بدعتی ہے اور ''تلویح'' میں مذکور ہے کہ سنت موکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا' اور شیخ زین نے ''شرح المنار'' میں لکھا ہے کہ سنت موکدہ کے ترک سے گنہ گار ہوگا لیکن یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہوگا۔ (حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۳۹' مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ ھ)

علامہ طحطاوی نے ''تلویح'' کے حوالہ سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے: جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا' یہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے' اور یہ حدیث احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے میری شفاعت ہے [1] اور سنت کا ترک گناہ کبیرہ نہیں ہے' فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور سنت کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے بھی کم درجہ کا ہے' اگر بالفرض یہ حدیث ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو سنت موکدہ کو بہ طور تخفیف یا بہ طور انکار ترک کرے' علامہ شامی نے ابن الحاج کی ''شرح تحریر'' کے حوالے سے لکھا ہے: جو شخص بلا عذر سنت موکدہ کو بہ طور اصرار ترک کرے وہ ملامت کئے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا لیکن سنت موکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے (اور اگر کبھی کبھی سنت موکدہ کو ترک کرے تو وہ صرف ملامت کا مستحق ہے)۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۵۲' ۱۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ ھ)

''کن فیکون'' کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صرف یہ فرماتا ہے: ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے O (البقرہ: ۱۱۷)

اس آیت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس چیز کو یہ خطاب (ہو جا) اس چیز کے وجود میں آنے سے پہلے ہے یا اس چیز کے وجود میں آنے کے بعد ہے' اگر اس چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اس کو خطاب ہے تو یہ خطاب بالمعدوم ہے اور یہ باطل ہے اور اگر اس کے وجود میں آنے کے بعد اس کو خطاب ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے اور یہ بھی باطل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''کن'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کو فوراً پیدا کر دیتا ہے اور جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے لئے تفکر' تدبر' معائنہ اور تجربہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ''کن'' سرعت تخلیق سے استعارہ ہے۔

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ' جامع ترمذی ص ۳۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

Marfat.com

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو تمام اشیاء کا علم تھا' اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی صورت علمیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے: "کـــن" یعنی خارج میں موجود ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے' پس تحصیل حاصل لازم آئی نہ خطاب بالمعدوم۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر لفظ "کـــن" سرعت تخلیق سے استعارہ ہے تو پھر زمین اور آسمان کی پیدائش چھ دنوں میں کس طرح ہوئی اور انسان کی پیدائش نو ماہ میں کیوں ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے تدریج مقدر کی ہے اور اس تدریج کے لئے جتنا عرصہ مقرر کیا ہے وہ اس عرصہ کے بعد فوراً ہو جاتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ جس چیز کو جب اور اور جتنے وقت میں پیدا کرنا چاہے وہ اس وقت میں علی الفور پیدا ہو جاتی ہے' بعض چیزوں کو وہ مادہ سے پیدا کرتا ہے اور بعض چیزوں کو وہ بغیر مادہ کے پیدا کرتا ہے جیسے نفس مادہ کو' یا روح کو' لیکن وہ اپنی تخلیق میں مادہ کا محتاج ہے نہ وقت کا محتاج ہے' نہ منصوبہ بندی اور تجربہ کا محتاج ہے' وہ جس چیز کو جب چاہتا ہے' جیسے چاہتا ہے' جتنے عرصہ میں چاہتا ہے فوراً پیدا کر دیتا ہے' یہی "کن فیکون" کا مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جاہلوں (مشرکوں) نے کہا: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اس سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کہا تھا۔ (البقرہ: ۱۱۸)

مشرکین کے فرمائشی معجزات اور مطالبات پورا نہ کرنے کی وجوہ

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکوں نے کہا: اللہ ہم سے کلام کر کے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق کیوں نہیں بتاتا تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ نبی ہیں اور ہم ان پر ایمان لے آئیں' یا ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں آتی جو ان کی نبوت پر دلالت کرے' اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ یا پچھلی امتوں کے کافروں نے بھی اسی طرح کہا تھا' سرکشی' ہٹ دھرمی' بے ہودہ مطالبوں اور ایمان نہ لانے میں ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں' ایمان لانے والوں کے لئے تو ہم نشانیاں بیان کر چکے ہیں۔

جاہل اور مشرک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کے مطالبات کرتے تھے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(بنو اسرائیل: ۹۳۔۹۰)

اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں O یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو' پھر آپ اس کے درمیان بہتی ہوئی نہریں جاری کر دیں O یا جیسے آپ نے کہا ہے آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں O یا آپ کے لئے سونے (کی دھات) کا گھر ہو' یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں' اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں' آپ کہہ دیجئے: میرا رب (ایسے لایعنی مطالبات کو پورا کرنے سے) پاک ہے' میں تو صرف بشر رسول ہوں O

Marfat.com

جس طرح مشرکین مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان لانے کیلئے بے سروپا مطالبات کئے تھے اسی طرح اس سے پہلے یہودیوں نے بھی حضرت موسیٰ سے ایسے ہی مطالبات کئے تھے' انہوں نے میدان تیہ میں کہا: ہم ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کریں گے' انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: ہمارے لئے بھی ایسا خدا بنادو جیسا ان لوگوں کا خدا ہے' اور انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو بالکل ظاہر نہ دیکھ لیں!

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ان مطالبات کو جو پورا نہیں کیا اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک نشانی پیش کر دی تو وہ ایک مکلف اور انصاف پسند شخص کے ایمان لانے کیلئے کافی ہے اور وہ نشانی قرآن مجید ہے جس کی نظیر لانے سے آج تک ساری دنیا عاجز ہے اور جو شخص کج بحث' کٹ حجت اور ہٹ دھرم ہو اس کے لئے ہزاروں نشانیاں بھی ناکافی ہیں' اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک یقین کرنے والے لوگوں کے لئے ہم نے نشانیاں بیان فرمادی ہیں۔

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ. (العنکبوت: ۵۱۔ ۵۰)

اور کافروں نے کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں نازل کی گئیں؟ آپ کہیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں O کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک (عظیم) کتاب نازل کی ہے جس کو ان پر تلاوت کیا جاتا ہے۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہوتا کہ ان فرمائشی معجزات کو نازل کرنے سے ایمان لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان معجزات کو نازل فرما دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر وہ ان کے مطالبات پورے بھی کر دے تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اور ضد بحث کریں گے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانفال: ۲۳)

اور اگر اللہ ان میں کوئی خیر جانتا تو ان کو ضرور سنا دیتا' اور اگر ان کو (ان کے اس حال میں) سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ لیتے O

(۳) جس قسم کے معجزات کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا ان کو پورا کرنے کے بعد عقل کی آزمائش اور ایمان بالغیب کی کوئی گنجائش نہ رہتی اور یہ چیز اللہ کی حکمت کے خلاف ہے کہ ایمان لانے میں عقل کے امتحان کا کوئی دخل نہ ہو اور غیب پر ایمان نہ ہو' کیونکہ جب سب لوگ فرشتوں کو بھی دیکھ لیتے اور خدا کو بھی دیکھ لیتے تو پھر ایمان بالغیب نہ رہتا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی معجزہ کی فرمائش کرے اور پھر اس کے بعد ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک اور ملیا میٹ کرنے کے لئے آسمانی عذاب نازل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ وعدہ کر چکا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے آسمانی عذاب نہیں آئے گا' اب اگر ان کے مطالبات پورے ہونے کے بعد یہ ایمان نہ لاتے اور اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہ کرتا تو یہ اس کی سنت کے خلاف تھا اور عذاب نازل کر دیتا تو یہ اس کے وعدہ کے خلاف تھا۔

Marfat.com

(۵) جس قدر کثرت کے ساتھ یہ معجزات کا مطالبہ کر رہے تھے اگر اتنے کثیر معجزات آ جاتے تو پھر معجزہ معجزہ نہ رہتا بلکہ عادت اور معمول کے مطابق ایک کام ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے' اور جہنمیوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گاO (البقرہ: ۱۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی بحث

جب کفار نے ضد اور عناد سے اپنے فرمائشی معجزات کے مطالبہ پر اصرار کیا اور ایمان نہیں لائے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر نشانیاں نازل کر دی تھیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان نہ لانے پر رنج اور افسوس ہوا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کا کام تو صرف ایمان لانے والوں کو بشارت دینا اور ایمان نہ لانے والوں کو دوزخ سے ڈرانا ہے' پھر بھی اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو آپ سے ان دوزخیوں کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے ماں باپ کے ساتھ کیا کیا گیا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۰۹' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث معضل الاسناد اور ضعیف ہے اور حجت نہیں ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۱۱۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ہم نے کتاب (التذکرہ) میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماں باپ کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے نجات یافتہ ہونے کے متعلق متعدد مسلک ہیں:

مسلک اول: آپ کے والدین کریمین آپ کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور جو بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے ان کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًاO — اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیںO (بنی اسرائیل: ۱۵)

یہ آیت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی اور ابوین کریمین کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی' انبیاء سابقین کا زمانہ اس سے بہت بعید تھا کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور ان کے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت (انقطاع نبوت) چھ سو سال ہے' پھر وہ زمانہ جاہلیت میں تھے اور اس وقت شرق اور غرب میں جہالت پھیل چکی تھی' دنیا کے چند علاقوں میں گنتی کے علماء اہل کتاب تھے' اس کے علاوہ شریعت کی معرفت کے ذرائع معدوم ہو چکے تھے اور آپ کے والدین شریفین نے کہیں سفر نہیں کیا صرف آپ کے والد گرامی ایک بار مدینہ منورہ گئے اور انہوں نے زیادہ عمر نہیں پائی' جب حضرت آمنہ امید سے ہوئیں تو اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر اٹھارہ سال تھی' اس وقت آپ مدینہ گئے اور وہیں وفات پائی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ سال کی تھی تو حضرت آمنہ غالباً اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ گئیں اور وہیں فوت ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔

مسلک ثانی: آپ کے ابوین کریمین سے شرک صادر نہیں ہوا' بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے جیسے اور بھی کئی عرب تھے' مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرہما' امام فخرالدین رازی نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں لکھا ہے: آذر حضرت ابراہیم کے والد نہیں چچا تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کافر نہیں تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء: ۲۱۹) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور دیکھتا ہے سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو

یعنی آپ کا نور ہمیشہ سجدہ کرنے والوں میں ایک دوسرے سے منتقل ہوتا رہا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ . (التوبہ: ۲۸) سب مشرکین محض نجس ہیں۔

اور آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ طاہرین کی پشتوں سے طاہرات کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا' اس لیے واجب ہے کہ آپ کے آباء واجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو' (امام رازی کا کلام ختم ہوا) نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کے تمام آباء اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور خیر تھے کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر قرن میں بنو آدم کے خیر قرن سے مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ وہ قرن جس میں میں مبعوث ہوا' اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بھی لوگوں کے دو فرقے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے خیر میں رکھا' میں اپنے ماں باپ سے پیدا کیا گیا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے نہیں چھوا' حضرت آدم سے لے کر میرے والدین تک میں (ہمیشہ) نکاح سے پیدا ہوا' زنا سے پیدا نہیں ہوا' میں تم سے خیر (افضل) ہوں اور میرے باپ تمہارے باپ سے خیر ہیں' اور امام عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر دور میں روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں' اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے' اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

اور مومن اور کافر میں مومن خیر ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ . (البقرہ: ۲۲۱) اور غلام مومن مشرک سے خیر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء ہر زمانہ کے لوگوں میں خیر تھے اور خیر مومن ہے' اور ہر زمانہ میں مومن تھے تو ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آباء ہر زمانہ میں مومن تھے۔

مسلک ثالث: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ابوین کریمین کو زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے' امام ابن شاہین' حافظ ابوبکر خطیب بغدادی' علامہ سہیلی' علامہ قرطبی' محب طبری اور علامہ ناصر الدین وغیرہ کا یہی مسلک ہے' انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو امام ابن شاہین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں' خطیب بغدادی نے ''السابق واللاحق'' میں' امام دارقطنی اور امام ابن عساکر نے ''غرائب'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا' پھر میرے ساتھ ایک گھاٹی پر حجون میں آئے در آں حالیکہ آپ غمزدہ تھے اور رو رہے تھے' آپ کافی دیر ٹھہرے رہے' پھر میرے پاس لوٹے' اس وقت آپ خوش تھے اور مسکرا رہے تھے' آپ نے فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا تھا' میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو زندہ کر دے' اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' وہ مجھ پر ایمان لائیں' پھر اللہ نے ان کو لوٹا دیا' یہ حدیث محدثین کے اتفاق سے ضعیف ہے' بلکہ ایک قول یہ ہے کہ موضوع ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ

Marfat.com

یہ ضعیف ہے' یہ موضوع نہیں ہے' میں نے اس پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے' علامہ سہیلی نے ''الروض الانف'' میں ایک سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کر دے' اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' وہ آپ پر ایمان لے آئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی' اس کے بعد علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی رحمت اور قدرت اس سے عاجز نہیں ہے' اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لائق ہیں کہ وہ ان کو اس خصوصیت کے ساتھ اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ابوین کریمین کو زندہ کرنے کی حدیث اور ان کے لیے استغفار کی ممانعت میں کوئی تعارض نہیں ہے (کیونکہ غیر معصوم کے لیے استغفار کرنا ان کے حق میں معصیت کا وہم پیدا کرتا ہے) علامہ قرطبی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بے شمار ہیں اور ابوین کریمین کو زندہ کرنا عقلاً و شرعاً محال نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں بنو اسرائیل کے مقتول کو زندہ کرنے اور اپنے قاتل کی خبر دینے کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے کسی نے پوچھا کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد دوزخ میں ہیں' اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے (الاحزاب: ۵۷) اور آپ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا ہوگی کہ آپ کے والد کو جہنمی کہا جائے (صحیح مسلم کی جس حدیث میں ہے: میرا باپ اور تمہارا باپ جہنم میں ہے اس میں باپ کا اطلاق چچا پر ہے اور اس سے مراد ابو طالب ہے)۔

علامہ باجی نے بھی ''المنتقی'' میں اسی طرح لکھا ہے۔ امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت طلق بن علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پالیتا' میں عشاء کی نماز میں ہوتا اور وہ مجھے یا محمد کہہ کر پکارتے تو میں لبیک کہتا۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۳۳۔ ۲۰۲ 'ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عزت دی کہ آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لے آئے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس کو علامہ قرطبی اور حافظ ناصر الدین نے صحیح قرار دیا ہے' اور انہوں نے خلاف قاعدہ موت کے بعد ایمان کا نفع پایا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے جیسے بنو اسرائیل کے مقتول کو زندہ کیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ نے مردوں کی ایک جماعت کو زندہ کیا۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: احادیث صحیحہ میں ہے کہ ابوطیبہ اور حضرت ابن الزبیر نے آپ کے اس خون کو پی لیا جو آپ نے ان کو پھینکنے کے لیے دیا تھا' آپ نے فرمایا: میرا خون جس خون کے ساتھ مل گیا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی تو جس کے شکم میں اس کے خون اور دودھ سے آپ کی پرورش ہوتی رہی اور جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ دوزخ سے کیونکر نہ محفوظ ہوں گے۔ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۵ 'مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ' کوئٹہ)

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ

اور یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ آپ ان کی ملت کی

Marfat.com

مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

پیروی کریں' آپ کہیے کہ اللہ کی (دی ہوئی) ہدایت ہی (حقیقت میں) ہدایت ہے' اور (اے مخاطب!) جب کہ

اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

تیرے پاس علم آچکا ہے اس کے بعد (بھی) تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی' تو تجھے اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے

مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ

نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار O جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ

تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں' اور جو اس کا کفر کرتے ہیں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں O

یہود و نصاریٰ کی عدم اطاعت کی خبر کا قرب قیامت میں ان کے ایمان لانے کی آیت سے تعارض ۔۔۔۔۔۔۔

اور اس کا جواب

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ اگر یہود و نصاریٰ آپ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو آپ پریشان نہ ہوں اور غم نہ کریں' یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور نہ آپ سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی' مدینہ منورہ میں آنے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں تو اس سے یہود کو یہ امید ہو چلی تھی کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے محرف شدہ دین میں ان کی موافقت کر لیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے اور یہود و نصاریٰ کے ایمان لانے کی توقع کو منقطع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کی ملت یعنی ان کے تحریف شدہ دین کی پیروی نہ کر لیں اور ظاہر ہے کہ یہ محال ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کو بتا دیں کہ حقیقت میں ہدایت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے یعنی ان کا محرف شدہ دین ہدایت نہیں ہے' ملت کا معنی ہم ''مالك يوم الدين'' کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور سورہ نساء میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور یہ کھلا ہوا تعارض ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (النساء: ۱۵۹)

اور عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں یہود و نصاریٰ کے حسد اور بغض کی وجہ سے ان کے ایمان لانے کی نفی فرمائی ہے اور قرب قیامت میں نزول مسیح کے وقت جب یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو دین اسلام اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کا حسد اور بغض زائل ہو جائے گا اور ان پر آپ کی حقانیت واضح ہو جائے گی اور وہ سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

بعض آیات میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حقیقت میں مسلمانوں سے خطاب ہونا

اس کے بعد فرمایا ہے: اگر آپ نے وحی نازل ہونے کے بعد بھی بہ فرض محال یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو (معاذ اللہ) اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا' اس آیت میں مسلمانوں سے تعریضاً خطاب ہے' تعریض اس کو کہتے ہیں کہ صراحۃً اور بہ ظاہر کسی سے خطاب ہو اور حقیقتاً دوسروں سے خطاب ہو' اسی طرح اس آیت میں بھی بہ ظاہر صراحۃً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور تعریض عام مسلمانوں سے ہے' یعنی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی اتباع کرنا محال ہے' پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ وعید سنائی ہے تو عام مسلمانوں کی طرف یہ وعید بہ طریق اولیٰ متوجہ ہے۔

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ . (الزمر: ۶۵) اگر (بہ فرض محال) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت میں بھی عام مسلمانوں کو تعریض ہے' بہ ظاہر صراحۃً خطاب آپ سے ہے اور مراد عام مسلمان ہیں' یعنی اگرچہ آپ کا شرک کرنا محال ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس محال کی تقدیر پر جب یہ وعید سنائی ہے تو اگر عام مسلمان شرک کریں تو ان کی طرف یہ وعید بہ طریق اولیٰ متوجہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۲۱)

تورات اور انجیل کی تلاوت کا ناجائز ہونا اور قرآن مجید کی تلاوت کے آداب

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں یا مسلمان' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کیونکہ اس سے پہلی آیات میں بھی اہل کتاب کا ذکر ہے اور پہلے اہل کتاب میں ان لوگوں کی مذمت کی تھی جنہوں نے تورات میں تحریف کی اور کج بحثی اور ہٹ دھرمی کا اظہار کیا' اور اب ان اہل کتاب کا ذکر ہے جنہوں نے تحریف نہیں کی' تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں پڑھ کر آپ پر ایمان لے آئے' جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' اور تورات کی تلاوت کرنا جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو بغیر تحریف کے پڑھنا' یا اس کو پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کرنا' دوسرا قول یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو کتاب کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' اس آیت میں کتاب کی تلاوت کرنے کی تعریف کی ہے اور اس پر برانگیختہ کیا ہے اور یہ صفت صرف قرآن مجید کی ہے' تورات اور انجیل کی نہیں ہے' کیونکہ ان کی تلاوت اب جائز نہیں ہے' حافظ الہیثمی نے امام بزار کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اگر اب موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

Marfat.com

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

اس لیے متعین ہو گیا کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور اس کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ:

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اس کے معانی میں غور وفکر کرنا۔

(۲) اگر جنت یا آیت رحمت کو پڑھے تو اس کو طلب کرے۔ عذاب کی آیت پڑھے تو اس سے پناہ مانگے' اگر نیک لوگوں کی صفات پڑھے تو ان کو اپنانے کی دعا کرے' برے لوگوں کا ذکر پڑھے تو ایسے اعمال سے محفوظ رہنے کی دعا کرے' احکام کی آیات پڑھے تو ان پر عمل کرنے کی توفیق طلب کرے۔

(۳) قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس کے تقاضوں پر عمل کرے۔

(۴) قرآن مجید کو خشوع اور خضوع سے پڑھے' آیات غضب کو پڑھ کر اس پر خوف طاری ہو اور اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں' اپنے گناہوں پر اشک ندامت بہائے۔

(۵) قرآن مجید کی محکم آیات پر عمل کرے' متشابہات پر ایمان لائے اور ان کا معنی اور مراد اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کردے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب کا ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ

اے بنو اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں' اور

اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ

بے شک میں نے تم کو (سارے زمانہ میں) تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے ○ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص

نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

کسی شخص کی طرف سے کوئی بدلہ نہیں دے سکے گا' اور نہ کسی شخص سے کوئی فدیہ (تاوان) قبول کیا جائے گا اور نہ کسی

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ

شخص کو (بلا اذن) کسی کی شفاعت نفع دے دی' اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ اور جب کئی باتوں میں ابراہیم کی ان کے رب نے آزمائش

بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ

کی تو انہوں نے ان (سب) کو پورا کر دیا' اللہ نے فرمایا: بے شک میں تم کو (تمام) لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' (ابراہیم نے) کہا:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور میری اولاد سے بھی' اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ○

Marfat.com

نسبت ابراہیم کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین پر دین اسلام کا حجت ہونا

پہلی دو آیتوں کی تفسیر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴۸ ' ۴۷ میں گزر چکی ہے' تیسری آیت میں ارشاد ہے:

اور جب کئی باتوں میں ابراہیم کی ان کے رب نے آزمائش کی۔ (البقرہ: ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے پہلے تفصیل سے بنو اسرائیل پر کیے گئے انعامات کو بیان فرمایا' پھر یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے دین اور اعمال میں کیا کیا بدعات اور خرابیاں پیدا کیں' اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا' اور اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے شخص ہیں کہ تمام ادیان اور مذاہب کے پیروکاران کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں اور مشرکین مکہ بھی اس پر فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں اور خدام حرم ہیں' اور یہود و نصاریٰ بھی ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے اور ان کی اولاد سے ہونے کا شرف ظاہر کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا جس سے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے دین کا ان سب پر حجت ہونا لازم آتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱) حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خصوصیت حج بیت اللہ ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بیت اللہ کا حج حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور اس کا داعی صرف اسلام ہے' اس لیے جو حضرت ابراہیم کو ماننے والے ہیں ان پر دین اسلام کو ماننا واجب ہے۔

(۲) جب کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا تو یہود نے اس کا برا منایا' اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ تم حضرت ابراہیم کو ماننے والے ہو اور یہ کعبہ ان ہی کا بنایا ہوا ہے تو اس کے قبلہ بنائے جانے پر تو تمہیں ناراض ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جن کلمات سے آزمائش کی گئی اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ان کا تعلق بدن کی صفائی اور پاکیزگی سے تھا اور یہ طہارت صرف دین اسلام میں ہے' اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ دین اسلام کو مانیں۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج' چاند اور ستاروں کی خدائی کا انکار کیا اور بت پرستی کا رد کیا اور اسلام بھی اسی کا داعی ہے۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کی جگہ مینڈھے کو ذبح کرا دیا' اور اس تاریخ کو سنت ابراہیم کے مطابق قربانی کرنا صرف دین اسلام میں ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

(سنن ابن ماجہ ۲۳۶)

ان کلمات کا بیان جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جن کلمات سے آزمائش کی گئی ان کے متعلق متعدد اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے:

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیس کلمات سے آزمائش کی گئی جن میں سے دس کا ذکر سورہ توبہ میں' دس کا ذکر سورہ احزاب میں اور دس کا ذکر سورہ مومنون میں ہے' سورہ توبہ میں جن دس

Marfat.com

کلمات کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:

التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (التوبہ: ۱۱۲)

توبہ کرنے والوں' عبادت کرنے والوں' حمد کرنے والوں' روزہ رکھنے والوں' رکوع کرنے والوں' سجدہ کرنے والوں' نیکی کا حکم دینے والوں' برائی سے روکنے والوں' اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والوں' اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے ○

سورہ احزاب میں ان دس کلمات کا ذکر ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں' اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں' اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد او صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں' اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ○

اور سورہ مومنون میں جن دس کلمات کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○

(المومنون: ۹-۱)

بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے ○ جو اپنی نماز خشوع سے پڑھتے ہیں ○ اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں ○ اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں ○ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ○ ماسوا اپنی بیویوں اور باندیوں کے' بے شک اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں ○ اور جو اس کے سوا کسی اور کو طلب کرے تو وہی لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں ○ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور جو اپنی نماز کی (قضا ہونے سے) حفاظت کرتے ہیں ○

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس کلمات سے آزمائش کی گئی' پانچ کا تعلق سر کی طہارت سے ہے اور پانچ کا تعلق باقی جسم کی طہارت سے ہے' وہ دس کلمات یہ ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (سنت ہیں): مونچھیں کم کرنا' ڈاڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' بغل کے بال نوچنا' زیر ناف بالوں کو مونڈنا' استنجاء کرنا' راوی نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا البتہ وہ کلی کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ان دس چیزوں کی مکمل تشریح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد اول میں کر دی ہے۔

اور حنش نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کلمات کی تفسیر میں جسمانی طہارت کے علاوہ مناسک حج کا بھی ذکر کیا ہے اور ان میں طواف' سعی' رمی جمار اور وقوف عرفات کا ذکر کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۴۱۵۔ ۴۱۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میں تم کو (تمام) لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ (البقرہ: ۱۲۴)

امام کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے' خواہ وہ انسان ہو جس کے قول اور فعل کی اطاعت اور اتباع کی جائے' یا کتاب ہو جس میں مذکور احکام کی اطاعت کی جائے' اور خواہ وہ امام حق ہو یا باطل' قرآن مجید میں ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (بنواسرائیل: ۷۱) جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت میں امام سے مراد وہ شخص ہے جس کی اقتداء کی گئی' خواہ وہ حق ہو یا باطل' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○ (یٰس: ۱۲) اور ہم نے ایک روشن کتاب میں ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے ○

اس آیت میں امام سے مراد لوح محفوظ ہے۔ (المفردات ص ۲۴' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اہل سنت کے نزدیک امام کا شرعی معنی

جب امام کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی منہاج نبوت پر امور دین میں پیروی کی جائے' اور اس کا مصداق انبیاء علیہم السلام' خلفاء راشدین' قضاۃ' فقہاء' ائمہ اور نماز کے امام ہیں' انبیاء علیہم السلام اس لیے امام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امور دین میں ان کی اتباع اور اقتداء لازم کر دی ہے اور خلفاء راشدین اس لیے امام ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء لازم کر دی ہے' حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری سنت کی پیروی کرو اور میرے خلفاء راشدین کی پیروی کرو[1] اور قضاۃ' فقہاء' ائمہ مجتہدین' اور ائمہ تفسیر وحدیث بھی امام ہیں کیونکہ یہ سب اولی الامر میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کو بھی لازم کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

اور نماز کے امام کو اس لیے امام کہا جاتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' جب وہ قیام کرے تو قیام کرو' جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو[1] انبیاء علیہم السلام کا امامت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے' پھر خلفاء راشدین ہیں' پھر علماء' فقہاء' ائمہ مجتہدین' عادل قاضی اور نماز کے امام ہیں' اور جب امام سے مراد امام باطل ہو تو اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ ہوتا ہے جس سے اس پر دلالت ہو کہ یہاں امام باطل مراد ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ (التوبہ: ۱۲) کفر کے اماموں سے قتال کرو۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ (القصص: ۴۱) اور ہم نے ان کو ایسا امام بنایا کہ وہ لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

ہر چند کہ امام کا اطلاق' خلفاء راشدین' فقہاء' ائمہ مجتہدین اور ائمہ مساجد پر بھی ہوتا ہے لیکن اس جگہ امام سے مراد نبی ہے' کیونکہ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب بہ طور امتنان اور احسان ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس سے امامت کا اعلیٰ درجہ مراد لیا جائے اور وہ نبوت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ الناس میں لام استغراق ہے اور اس کا معنی ہے: میں تم کو تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' اور جو تمام لوگوں کا امام ہو وہ نبی ہوتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ یہاں امام سے مراد امام معصوم ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد سے بھی' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا' اور امام معصوم صرف نبی ہوتا ہے' اس لیے اس آیت میں امام سے مراد نبی ہے۔

تمام مسلمانوں کے امیر کو بھی امام کہتے ہیں' اس کی تعریف یہ ہے: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہو اور اس کو دین اور دنیا کے تمام امور میں ریاست عامہ حاصل ہو' علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ امت کے لیے ایک امام ضروری ہے جو دین کے احکام کو زندہ کرے' سنت کو قائم کرے' مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور حق داروں کو ان کے حقوق پہنچائے' امام کے تقرر کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مکلف ہو' مسلمان ہو' نیک ہو' آزاد ہو' مرد ہو' مجتہد ہو' بہادر ہو' صاحب رائے ہو' سمیع' بصیر اور ناطق ہو' اور قرشی ہو' اس کے لیے ہاشمی ہونا' معصوم ہونا اور سب سے افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

اہل تشیع کے نزدیک امامت کا شرعی معنی اور بحث ونظر

محققین شیعہ کی کتاب ''تفسیر نمونہ'' میں لکھا ہے:

دنیاوی حکومت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی حدود کو جاری کرنا' اور دینی تربیت یعنی لوگوں کے ظاہر و باطن کو شریعت کے مطابق اور پاک اور صاف بنانا ان دونوں منصبوں کا مجموعہ امامت ہے' اور یہ مرتبہ رسالت اور نبوت سے بلند تر ہے' کیونکہ رسالت اور نبوت سے صرف اللہ کے احکام کی تبلیغ کی جاتی ہے' ڈرایا جاتا ہے اور خوشخبری دی جاتی ہے' اور امامت میں اس کے ساتھ ساتھ ظاہر اور باطن کی تربیت بھی کی جاتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ امامت کا معنی صرف اراءت طریق (نیکی کا راستہ دکھانا) نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ایصال بہ مطلوب (صالح مومن بنا دینا) ہے۔ امام کا یہ منصب بارہ اماموں پر صادق آتا ہے' اور بعض بزرگ انبیاء علیہم السلام کو بھی امامت کا یہ منصب حاصل ہے۔

نبوت کا معنی ہے: اللہ کی وحی کو حاصل کرنا' رسالت کا معنی ہے: وحی الٰہی کی تبلیغ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو بندوں تک

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

پہنچانا' اور امامت کا معنی ہے: دنیا میں احکام الٰہی کو جاری کرنا اور خلق خدا کے ظاہر اور باطن کو نیک بنانا' خلاصہ یہ ہے کہ نبوت اور رسالت کا منصب اراءت طریق ہے اور امامت کا مرتبہ ایصال بہ مطلوب ہے۔

(تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۴۳۱ ۔ ۴۳۸' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۹ھ)

علماء شیعہ کا یہ کہنا کہ امامت کا منصب ایصال بہ مطلوب ہے' اس لیے صحیح نہیں ہے کہ پھر اماموں کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے اپنے زمانوں میں سب لوگوں کو مومن بنا دیتے اور کوئی کافر' مشرک اور فاسق و فاجر باقی نہ رہتا' "تفسیر نمونہ" میں اس کا یہ جواب لکھا ہے کہ ائمہ لوگوں کو جبراً مسلمان نہیں بناتے بلکہ ان کو ان کے اختیار سے مسلمان کرتے ہیں جیسے سورج موجودات کی تربیت کرتا ہے یا بارش زمین کو زندہ کرتی ہے' پھر بھی بہت سی زمینیں مردہ ہیں۔ (تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۴۴۵)

اس جواب سے ان کو نجات نہیں ملے گی' یہ جواب اس وقت صحیح ہوتا جب ائمہ کا منصب صرف اراءت طریق یعنی راستہ دکھانا ہوتا خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے' لیکن اس کے برعکس شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کا منصب ایصال بہ مطلوب ہے اور ظاہر اور باطن میں ہدایت کو پہنچانا ہے تو کیوں نہ ائمہ نے کافروں اور فاسقوں کے باطنوں میں انقلاب برپا کیا اور ان کے دلوں کی کجی کو سیدھا کیا اور کیوں نہ ان کو مسلمان اور صالح بنایا' اس اعتراض سے ان کی جان نہیں چھوٹ سکتی حتیٰ کہ شیعہ یہ اقرار کرلیں کہ ایصال بہ مطلوب صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور انبیاء علیہم السلام اور ائمہ دونوں کا منصب اراءت طریق یعنی راستہ دکھانا ہے' ائمہ کو انبیاء سے بڑھانے کے شوق میں شیعہ نے یہ کہا کہ انبیاء اور مرسلین صرف اراءت طریق کرتے ہیں اور ائمہ ایصال بہ مطلوب کرتے ہیں۔

امامت کو نبوت اور رسالت سے بڑھانے کے لیے شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو نبوت کے بعد امامت ملی' اس سے معلوم ہوا کہ امامت کا مرتبہ نبوت سے زیادہ ہے' یہ کہنا بھی غلط ہے اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بنانے سے شیعہ کی اختراعی امامت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بعد میں آنے والے تمام انبیاء اور مرسلین کا مبدا اور باپ بنا دیا اور بعد کے تمام انبیاء آپ کی نسل سے مبعوث ہوئے۔

علماء شیعہ کا بارہ اماموں کو انبیاء اور رسل سے افضل اور بلند تر قرار دینا صریح کفر ہے اور بداہۃً باطل ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہان والوں پر بزرگی دی ہے O

آل ابراہیم اور آل عمران میں ان کی اولاد میں سے انبیاء مراد ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہان والوں میں وہ ائمہ بھی داخل ہیں جو نبی نہیں ہیں' پس ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ان سے افضل ہیں' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَؕ كُلًّا هَدَیْنَاۚ وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَۙ ○ وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰى وَ عِیْسٰى وَ اِلْیَاسَؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَۙ ○ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ ○

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیے' اور ہم نے سب کو ہدایت دی' اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی' اور ان کی اولاد سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی' اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O اور زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس' یہ سب صالحین میں سے

ہیں O اور اسماعیل' الیسع' یونس اور لوط (کو بھی ہم نے ہدایت دی) ' اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی O (الانعام: ۸۶-۸۴)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے از حضرت نوح تا آخر تمام نبیوں کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہان والوں میں غیر نبی ائمہ بھی ہیں' لہٰذا غیر نبی اماموں کا انبیاء اور رسل سے افضل ہونا باطل ہو گیا۔

امام کے معصوم ہونے پر علماء شیعہ کے دلائل اور بحث ونظر

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

تمام علماء امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام تمام گناہوں سے از اول عمر تا آخر معصوم ہوتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' سہواً ہوں یا عمداً اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام کو مقرر کرنے کا سبب یہ ہے کہ رعیت سے گناہوں کا صدور جائز ہے' اس لیے کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو ان کو گناہوں سے باز رکھے' اگر امام سے بھی گناہ کا صدور جائز ہو تو اس کے لیے ایک اور امام کی ضرورت ہوگی اور اگر اس سے بھی گناہ کا صدور جائز ہو تو اس کے لیے پھر ایک اور امام کی ضرورت ہوگی اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور وہ باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہوتا ہے' لہٰذا امام کا معصوم نہ ہونا باطل ہے۔ یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ امت کو گناہوں سے باز رکھنے کے لیے نبی کا وجود کافی ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے اور نبی کی وفات کے بعد اس کی تعلیمات کافی اور وافی ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے کسی اور امام معصوم کی ضرورت نہیں ہے' اگر امام معصیت کرے گا تو امت کے علماء اور فقہاء قرآن اور حدیث سے اس کی معصیت کی نشان دہی کریں گے اور اگر وہ معصیت پر اصرار کرے گا تو وہ اس کو بشرط استطاعت معزول کر دیں گے۔

(۲) قرآن مجید اور احادیث میں تمام احکام کی تفصیل نہیں ہے' اور غیر معصومین کا اجماع حجت نہیں ہے' لہٰذا شریعت کی حفاظت کے لیے اور احکام کی تفصیل کے لیے امام معصوم کا ہونا ضروری ہے' کیونکہ اگر امام معصوم نہ ہو تو اس کی بتائی ہوئی تفصیل پر اعتماد نہیں ہوگا۔

یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے' کیونکہ اجماع علماء حجت ہے' اگرچہ انفرادی طور پر ہر عالم کی رائے غلط ہو سکتی ہے' لیکن جب کسی زمانہ کے تمام علماء کسی رائے پر متفق ہو جائیں تو وہ حجت ہوگا کیونکہ کل اور جز کے احکام متغایر ہوتے ہیں' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ایک سے دو بہتر ہیں' دو سے تین بہتر ہیں' تین سے چار بہتر ہیں' تم جماعت کے ساتھ لازم رہو' کیونکہ اللہ عزوجل میری امت کو صرف ہدایت پر ہی مجتمع کرے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نیز فرمایا: میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اور امام ابن ماجہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی[1] اور امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی' کسی کی مخالفت اس کو ضرر نہیں پہنچائے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی[2] نیز

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

اجتہادی مسائل میں صرف ظن غالب پر عمل کر لینا کافی ہے' خود شیعہ حضرات تمام فروعی مسائل میں ہر دور میں زندہ مجتہد کے اجتہاد اور اس کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں' امام غائب کے انتظار میں نہیں بیٹھے رہتے' ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ امام حسن عسکری کا ۲۶۰ھ میں انتقال ہوا تھا' اس وقت امام محمد بن الحسن جن کو قائم' امام غائب اور امام منتظر کہتے ہیں' ان کی عمر پانچ سال تھی' وہ اس وقت سے غائب ہیں[1] تو گویا ۲۶۵ھ سے تمام شیعہ کسی امام معصوم کے بغیر احکام شرعی پر عمل کر رہے ہیں' لہٰذا ثابت ہوا کہ حفاظت شریعت کے لیے کسی امام معصوم کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) اگر امام سے خطاء واقع ہو تو لوگ اس کو ملامت کریں گے اور یہ اس کی اطاعت کے وجوب کے منافی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ اللہ کی اطاعت کرو' اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ (النساء: ۵۹)

یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل ہے' اور صاحبان امر کی اطاعت اسی وقت واجب ہے جب وہ اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق حکم دیں' امام مسلم' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر خوشی اور ناخوشی میں سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے' ماسوا اس کے کہ اس کو معصیت کا حکم دیا جائے' اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس پر سننا اور اطاعت کرنا لازم نہیں ہے[2] اگر امام سے معصیت صادر ہو تو اس کو امام بنانے کی غرض فوت ہو جائے گی کیونکہ اس کو امام بنانے کی غرض یہ تھی کہ تمام امت اس کے اقوال اور افعال کی پیروی کرے۔ (حیات القلوب ج ۳ ص ۱۵' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' تہران)

یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام امت پر جس کے تمام اقوال اور افعال کی پیروی لازم ہے وہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور امام کا کام صرف اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرانا ہے' نیز امام محمد بن حسن تو ۲۶۵ھ کے بعد غائب ہو گئے تھے' تو ۲۶۵ھ کے بعد سے لے کر اب تک کون سے امام معصوم کے تمام اقوال اور افعال کی پیروی لازم ہے؟

علماء شیعہ کے نزدیک اللہ اور رسول کی تصریح سے امام کا تقرر اور بحث ونظر

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

علماء امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مخصوص ہونا چاہیے' اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) امام کا معصوم ہونا ضروری ہے' اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون معصوم ہے' لہٰذا وہی امام کا تقرر کر سکتا ہے۔

یہ دلیل امام کے معصوم ہونے پر مبنی ہے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

(۲) تتبع اور استقراء سے معلوم ہے کہ اگر کوئی قاہر حاکم نہ ہو جو لوگوں کو ایک دوسرے پر زیادتی اور فساد سے نہ روکے تو خلق خدا فساد کرتی ہے' اس لیے شریعت کے مطابق اصلاح کے لیے ہر زمانہ میں امام معصوم کا تقرر کرنا لازم ہے' اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے تو لازم آئے گا کہ وہ فساد سے راضی ہے اور یہ محال ہے۔

---

[1] ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ' جلاء العیون (مترجم) ج ۲ ص ۷۶۹' مطبوعہ لاہور

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

Marfat.com

یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ فساد کو روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا اور ان پر شریعت نازل کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے' اور خلفاء راشدین اور ہر زمانہ میں علماء ربانیین اس شریعت پر عمل کرانے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور اس جدوجہد کے نتیجہ میں فساد کا ختم ہونا لازم نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین فساد کرتے رہے' حضرت علی کے دور میں خارجی فساد کرتے رہے' اور اسی طرح باقی گیارہ اماموں کے دور میں فساد ہوتا رہا' نیز ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہر زمانہ میں اللہ کی طرف سے امام معصوم منصوص ہوتا ہے جو شریعت پر عمل کرائے اور فساد دور کرے تو امام حسن عسکری متوفی ٢٦٥ ھ' کے بعد کون فساد کو دور کرا رہا ہے؟ کیونکہ امام محمد بن حسن تو ساڑھے گیارہ سو سال سے غائب ہیں۔

(٣) اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر جو شفقت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا کوئی خلیفہ ہو اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت امیر المومنین (علی) علیہ السلام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کی تصریح نہیں کی۔

یہ صراحتہً غلط ہے' اس کے برعکس مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کی تصریح کی ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: میرے لیے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ان کو ایک مکتوب لکھ دوں' کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں ہی زیادہ (خلافت کا) حق دار ہوں اور اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم ج ٢ ص ٢٧٣' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٧٥ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ٢ ص ٨٤٦' ج ٢ ص ١٠٧٢۔ ١٠٧١' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

(٤) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو کسی کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر کے جاتے اس لیے ضروری ہوا کہ وفات کے وقت بھی آپ کسی کو مقرر کرتے۔

(حیات القلوب ج ٣ ص ١٢۔ ١١' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' تہران)

ہاں! لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ حضرت علی کو مقرر کرتے' آپ نے ایام مرض میں حضرت ابوبکر کو نمازوں کا امام مقرر کیا اور حضرت عائشہ سے حضرت ابوبکر کے لیے امر خلافت لکھنے کا اظہار کیا' ان تمام دلائل سے متعین ہے کہ آپ کے نزدیک آپ کے بعد حضرت ابوبکر ہی خلیفہ ہونے تھے۔

علماء شیعہ کے نزدیک امام کو مقرر کرنے کا اللہ پر وجوب اور بحث ونظر

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف کرنا اور ان کے حق میں زیادہ بہتر کام کو کرنا واجب ہے' اور مسلمانوں کے لیے امام کا وجود اللہ کا لطف ہے۔

یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر بندوں کے حق میں زیادہ بہتر کام کرنا اللہ پر واجب ہو تو بندوں کے حق میں تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ بغیر امام کے از خود نیک کام کریں' کیونکہ کسی کے نیک بنانے کے بعد نیک بننے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان از خود نیک ہو اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

Marfat.com

(۲) تحریف' تغیر' زیادتی اور کمی سے حفاظت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا کوئی محافظ ضروری ہے' اور قرآن مجید میں جو احکام مجمل ہیں ان کی تفصیل کے لیے اور استنباط احکام کے لیے امام ضروری ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت کاغذ اور قلم طلب کیا تھا تا کہ آپ امت کے لیے ایسا مکتوب لکھ دیں جس کے بعد امت ہرگز گمراہ نہ ہو سکے' لیکن ایک شخص نے کہا: ہمیں قرآن کافی ہے' حالانکہ وہ شخص قرآن مجید کی ایک آیت کی بھی تفسیر نہیں جانتا تھا' اور امام باقر نے معتبر سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ڈرانے والے تھے اور ہدایت دینے والے حضرت علی تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ (الرعد: ۷) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک ہدایت دینے والا ہے ○

اور سند صحیح کے ساتھ امام باقر سے منقول ہے کہ اس آیت میں ھادی سے مراد امام ہے یعنی ہر زمانہ میں اللہ کی طرف سے لوگوں کا ایک امام ہوگا جو ان کو ہدایت دے گا اور حلال اور حرام بیان کرے گا۔

(حیات القلوب ج ۳ ص ۴ ۔ ۳ 'ملخصا' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' تہران)

یہ دلیل کئی مغالطہ آفرینیوں پر مبنی ہے' قرآن مجید کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے' اس کے لیے الگ محافظ کی ضرورت نہیں ہے' اور قرآن مجید کے احکام کی تفصیل اور استنباط مسائل کے لیے احادیث اور ائمہ مجتہدین کافی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کاغذ اور قلم لانے کا حکم فرمایا تھا یہ حتمی حکم نہیں تھا ورنہ آپ کو کاغذ اور قلم منگوانے سے کون روک سکتا تھا' اور حضرت عمر کا منع کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت مرض میں زحمت نہ دینے کے لیے آپ کی محبت کے پیش نظر تھا' دین مکمل ہو چکا تھا اور تکمیل دین کی آیت نازل ہو چکی تھی' اگر حضرت عمر کا جواب غلط تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مسترد کر دیتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ کے سامنے کوئی غلط بات کہی جائے اور آپ اس پر سکوت فرمائیں' اور کاغذ اور قلم منگوانے سے یہ کب لازم ہے کہ آپ امام کو نامزد کرنے کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے اور اگر امام ہی کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے تو یہ کب لازم ہے کہ حضرت علی کو امام لکھوانا چاہتے تھے بلکہ آپ حضرت ابوبکر کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے جیسا کہ ہم ''صحیح مسلم'' سے حضرت عائشہ کی روایت نقل کر چکے ہیں۔ حدیث قرطاس کی مکمل بحث ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد رابع میں کر دی ہے' اور رہا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ڈرانے والے تھے ھادی حضرت علی تھے قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے' سیاق و سباق کے ساتھ یہ آیت اور اس کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ (الرعد: ۷) اور کافر کہتے ہیں: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ نازل ہوئی؟ (یہ آپ کا کام نہیں) آپ تو صرف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب سے ڈرانے کے ساتھ ہدایت بھی دیتے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشوریٰ: ۵۲) اور بے شک آپ ضرور صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں ○

اس سے بڑا اور کیا ظلم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ڈرانے والا اور آپ کے مقابلہ میں حضرت علی کو ہدایت دینے والا کہا جائے۔

Marfat.com

اہل تشیع کے بارہ اماموں کا بیان

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

شیعہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ مانتے ہیں' اور امامیہ اور اثناء عشریہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو قائم حضرت مہدی تک بارہ اماموں کو مانتے ہیں اور ان کو امام اور اللہ اور رسول کا خلیفہ جانتے ہیں اور امام کے لیے معصوم ہونے کو شرط مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی (۱) متوفی ۴۰ ھ کو امام اور خلیفہ مانتے ہیں اور ان کے بعد حضرت حسن بن علی (۲) متوفی ۴۹ ھ' اور ان کے بعد حضرت حسین (۳) متوفی ۶۱ ھ' ان کے بعد حضرت زین العابدین (۴) متوفی ۹۵ ھ' ان کے بعد حضرت محمد باقر (۵) متوفی ۱۱۴ھ' ان کے بعد حضرت جعفر بن محمد الصادق (۶) متوفی ۱۴۰ھ' ان کے بعد حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر کاظم (۷) متوفی ۱۶۳ھ' ان کے بعد حضرت علی بن موسیٰ الرضا (۸) متوفی ۲۰۳ ھ' ان کے بعد حضرت محمد علی تقی (۹) متوفی ۲۲۰ ھ' ان کے بعد حضرت علی بن محمد نقی (۱۰) متوفی ۲۵۴ ھ' ان کے بعد حضرت حسن بن علی عسکری (۱۱) متوفی ۲۶۰ ھ' اور ان کے بعد حجت' ابن الحسن مہدی (۱۲) کو امام منتظر مانتے ہیں۔ یہ پانچ سال کی عمر میں غائب ہو گئے تھے اور تا حال غائب ہیں۔ (حق الیقین ج ۱ ص ۲۷۹' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' تہران' ۱۳۵۷ھ)

امام غائب کا نام محمد بن الحسن ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک ان کے ظہور سے پہلے ان کا نام لینے کی اجازت نہیں ہے' وہ مخالفین اور دشمنوں کے خوف سے روپوش ہیں۔ ہم نے ان تمام ائمہ کے سنین وفات ملا باقر مجلسی کی جلاء العیون سے اخذ کئے ہیں' حق الیقین میں صرف ان کے اسماء لکھے ہیں' سنین وفات نہیں ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک امامت کو منعقد کرنے کے طریقے

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: امامت کو منعقد کرنے کے حسب ذیل طریقے ہیں:

(۱) علماء اور رؤسا میں سے ارباب حل و عقد کسی شخص کو امام منتخب کرلیں' اس میں عدد کی شرط نہیں ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ تمام شہروں کے لوگ اس کی امامت پر اتفاق کریں۔

(۲) امام کسی شخص کو اپنا ولی عہد اور خلیفہ نامزد کردے' اور اگر وہ اس کام کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنا دے اور وہ اپنے اتفاق سے کسی شخص کو خلیفہ بنا دیں تو یہ بھی صحیح ہے' اگر امام خلافت سے دستبردار ہو جائے تو یہ اس کی موت کے قائم مقام ہے' پھر امامت ولی عہد کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

(۳) کوئی شخص غلبہ اور طاقت سے حکومت پر قبضہ کرلے جب کہ وہ بیعت لینے اور خلافت کی تمام شرائط کا جامع ہو' وہ لوگوں کو اپنی طاقت سے مقہور کرے تو اس کی خلافت منعقد ہو جائے گی' اسی طرح اگر وہ شخص فاسق یا جاہل ہو تو اظہر قول کے مطابق پھر بھی اس کی امامت منعقد ہو جائے گی' الا یہ کہ وہ اپنے افعال سے معصیت کرے (یہ استثناء محل نظر ہے کیونکہ فاسق مرتکب معصیت ہی کو کہتے ہیں' بہ ظاہر یہ علامہ تفتازانی کا تسامح ہے)۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۳۳' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

امامت کے مسائل

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

امام عادل ہو یا ظالم جب تک وہ احکام شرع کی مخالفت نہ کرے اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور اظہر قول کے مطابق ایک وقت میں دو اماموں کو مقرر کرنا جائز نہیں ہے' ایک شخص طاقت اور غلبہ سے امام بنا' پھر دوسرے شخص نے طاقت اور غلبہ

Marfat.com

سے اس کو معزول کر دیا تو اب یہ امام ہو جائے گا' کسی شخص کو بغیر کسی سبب کے امامت سے معزول کرنا جائز نہیں ہے' اور اگر لوگ اس کو معزول کریں تو یہ عزل نافذ نہیں ہوگا' اگر وہ حکومت چلانے سے عاجز ہو جائے تو پھر معزول ہو جائے گا' فسق اور بے ہوش ہونے سے امام معزول نہیں ہوتا' جنون' اندھا ہونے' بہرا اور گونگا ہونے اور جس مرض سے وہ تمام علوم بھول جائے ان عوارض سے وہ معزول ہو جائے گا۔

(بہرا ہونا پہلے لاینحل مسئلہ تھا' اب ھیئرنگ ایڈ (آلہ سماعت) کی ایجاد کی وجہ سے یہ لاینحل مسئلہ نہیں ہے اس لیے اب اس کو مستثنیٰ کرنا لازم ہے البتہ جس شخص میں بالکل سماعت نہ ہو اس کا معاملہ الگ ہے۔)

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

امامت کے وجوب پر دلائل

امام مقرر کرنے کے وجوب پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے حتیٰ کہ صحابہ نے اس معاملہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم رکھا۔

(۲) حدود کو قائم کرنا' احکام شرع کو نافذ کرنا اور مسلمانوں کے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا واجب ہے' اور یہ امور امام پر موقوف ہیں اور واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے۔

(۳) عدل وانصاف کو قائم کرنا' ظلم وجور کو دور کرنا' اور معاش اور معاد کی اصلاح کرنا واجب ہے اور یہ امور امام پر موقوف ہیں۔

(۴) کتاب وسنت سے امام کی اطاعت واجب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو مقرر کرنا واجب ہو۔

امام کو مقرر کرنے کے وجوب پر اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ . اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ (النساء: ۵۹)

اور اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے' امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مات وليس فی عنقه بيعة مات ميتة جاهلية. جو شخص کسی کی بیعت کیے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

کیا اب امام نہ بنانے کی وجہ سے پوری امت گمراہ ہے؟

واضح رہے کہ امام اس کو کہتے ہیں جو روئے زمین کے تمام اسلامی ملکوں کا واحد امیر ہو' جیسے خلفاء راشدین' خلفاء بنو امیہ اور خلفاء بنو عباس تھے اور امامت کی شرائط مذکورہ بھی اسی کے لیے ہیں اور جو صرف کسی ایک ملک کا امیر ہو اس کو سلطان کہتے ہیں جیسے آج کل اسلامی ممالک کے امراء ہیں' ان میں سے بعض بادشاہ ہیں' بعض منتخب صدر ہیں اور بعض مطلق العنان آمر ہیں جنہوں نے طاقت سے اقتدار پر قبضہ کیا' نہ یہ امام ہیں نہ ان کے لیے امامت کی شرائط ضروری ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہو تو لازم آئے گا کہ اکثر زمانوں میں تمام مسلمانوں نے اس واجب کو ترک کیا ہو' کیونکہ صفات مذکورہ کا حامل ان زمانوں میں نہیں رہا' خصوصاً خلافت عباسیہ کے ختم ہونے کے بعد' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

ارشاد ہے: میرے بعد امت میں خلافت تیس سال رہے گی' پھر اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی ص ۳۲۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تیس سال پورے ہو گئے' حضرت معاویہ اور ان کے بعد کے حکمران ملوک اور امراء تھے' ائمہ اور خلفاء نہ تھے' اور تمام مسلمان ترک واجب پر متفق نہیں ہو سکتے' کیونکہ واجب کو ترک کرنا معصیت اور گمراہی ہے اور پوری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پوری امت کا گمراہ ہونا تب لازم آتا جب وہ قدرت اور اختیار سے اس واجب کو ترک کرتی نہ کہ عجز اور اضطرار سے (اور خلافت عباسیہ ساتویں صدی ہجری میں ختم ہو گئی تھی' اور اسلامی حکومتیں مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئی تھیں' اس وقت چالیس سے زیادہ اسلامی ملک ہیں' اور ان سب کا کسی ایک امت کے ماتحت ہونا بہ ظاہر ممکن نہیں ہے' اس لیے اس دور کے مسلمان امام کے قائم نہ کرنے میں معذور ہیں۔ ہم نے اس مسئلہ کی مفصل اور مکمل تحقیق ''شرح صحیح مسلم'' جلد خامس میں کی ہے) اور یہ حدیث ہر چند کہ خبر واحد ہے' تاہم اس کا محمل یہ ہے کہ خلافت کاملہ یا پے در پے خلافت متصلہ تیس سال تک رہے گی' کیونکہ اس کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس میں خلفاء رہے ہیں۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ تمام مسلمان جس کی امامت اور بیعت پر متفق ہو جائیں اس کی امامت ثابت ہو جائے گی' امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دل سے کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا وہ اس کی حتیٰ المقدور اطاعت کرے' اور اگر کوئی دوسرا شخص اس سے امامت میں نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو' اور حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت کسی ایک شخص کی امامت پر مجتمع ہو' پھر کوئی دوسرا شخص اس کے خلاف خروج کرے تو اس کی گردن اڑا دو' خواہ وہ کوئی شخص ہو' اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ باغیوں سے قتال کیا جائے گا اور اسی کے حکم میں اس شخص کی امامت ہے جس کو امام اول نے امام مقرر کر دیا ہو جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو امام بنایا تھا' اور اگر کوئی شخص امام کے خلاف خروج کرے اور اپنی طاقت سے اس کو زیر کرے اور اپنی تلوار سے مسلمانوں کو مغلوب کرے حتیٰ کہ وہ اس کی اطاعت کا اقرار کر لیں تو اب وہ امام ہو جائے گا اور اس سے قتال کرنا اور اس کے خلاف خروج کرنا حرام ہوگا کیونکہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر کے خلاف خروج کیا' ان کو قتل کر دیا اور تمام ممالک اور ان کے باشندوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور سب نے طوعاً و کرھاً اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی' اب وہ امام ہو گیا اور اس کے خلاف خروج حرام ہو گیا۔ (المغنی ج ۹ ص ۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے ''لا ینال عهدی الظالمین. میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا'' سے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ صالح ہو اور نظام سلطنت کو قائم کر سکتا ہو' اور امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ جو شخص امامت کا اہل ہوگا ہم اس سے نزاع نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵) اور فاسق اور ظالم امامت کے اہل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' لا ینال عهدی

Marfat.com

الظالمین ''اسی وجہ سے حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے خروج کیا اور عراق کے صالحین اور علماء نے حجاج کے خلاف خروج کیا' اور اہل مدینہ نے بنوامیہ کے خلاف خروج کیا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ برپا ہوا۔

اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ظالم امام کی اطاعت پر صبر کرنا اس کے خلاف خروج کرنے سے زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اس کے خلاف خروج کرنے میں امن کو خوف سے بدلنا ہے' خون بہانا ہے' مسلمانوں پر لوٹ مار کا دروازہ کھولنا ہے اور زمین میں فساد کرنا ہے' بعض معتزلہ اور خوارج کا مذہب اس کے برعکس ہے کہ ظالم امام کے خلاف خروج کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ ظالم نہ نبی ہو سکتا ہے' نہ خلیفہ' نہ حاکم' نہ مفتی' نہ نماز کا امام اور نہ اس کی حدیث کی روایت قبول کی جائے گی' نہ احکام میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی' البتہ وہ فسق کی وجہ سے از خود معزول نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ارباب حل وعقد اس کو معزول کر دیں' اور اس کے دیئے ہوئے سابقہ احکام میں سے جو صحیح ہوں گے وہ بدستور نافذ رہیں گے' امام مالک نے یہ تصریح کی ہے کہ باغیوں اور خوارج کے احکام میں جو احکام کسی بھی اجتہاد کے اعتبار سے صحیح ہوں ان کو باقی رکھا جائے گا' جب تک کہ وہ نصوص کے مخالف نہ ہوں یا اجماع کے منافی نہ ہوں کیونکہ ان پر صحابہ کا اجماع ہے کہ ایام صحابہ میں خوارج نے خروج کیا اور ان کے احکام کو باقی رکھا گیا' انہوں نے جو مسلمانوں سے زکوٰۃ لی تھی اور جو حدود قائم کی تھیں ان کو باطل نہیں قرار دیا گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹۔ ۱۰۸' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

جس چیز پر علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان بغیر فتنہ اور ظلم کے امیر کو معزول کرنے پر قادر ہوں تو ان پر اس کا معزول کرنا واجب ہے' ورنہ ان پر صبر کرنا واجب ہے' بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ ابتداءً فاسق کو کسی منصب کا امیر بنانا جائز نہیں ہے' اور اگر کوئی امیر پہلے نیک تھا بعد میں فاسق ہو گیا تو اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنے سے منع کیا جائے گا الا یہ کہ اس سے کفر صادر ہو' پھر اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۸' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم کسی امام سے علی الاعلان کسی ایسے کفر کو نہ دیکھ لو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو' اس وقت تک اس کے خلاف خروج نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ امراء اور حکام کی امارت اور حکومت میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان پر اعتراض نہ کرو' ہاں! اگر تم ان میں کوئی ایسی برائی دیکھو جس کا برا ہونا قواعد اسلام سے یقینی طور پر ثابت ہو تو ان پر انکار کرو' اور تم جہاں کہیں بھی ہو حق کو بیان کرو' لیکن ان کے خلاف خروج کرنا اور ان سے قتال کرنا یہ اجماع مسلمین سے حرام ہے' خواہ وہ امراء فاسق اور ظالم ہوں' اور اس کی تائید میں بہ کثرت احادیث وارد ہیں' اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ سلطان فسق سے معزول نہیں ہوتا' اور ہماری فقہ کی بعض کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ فسق سے معزول ہو جاتا ہے تو یہ غلط ہے اور اجماع کے خلاف ہے' اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف خروج کے حرام ہونے کی علماء نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس سے فتنہ اور فساد ہوگا اور مسلمانوں کا خون بہے گا' لہٰذا فاسق کو اس کے منصب پر باقی رکھنے کی بہ نسبت اس کو معزول کرنے میں فساد زیادہ ہے' قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی' اور اگر اس سے بعد میں کفر صادر ہو تو وہ معزول ہو جائے گا' اور اگر وہ نمازوں کو ترک کرے

Marfat.com

یا نماز کی طرف دعوت دینے کو ترک کرے یا بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور بعض بصریوں نے کہا: فاسق کی امامت منعقد ہو جائے گی اور اس کو برقرار رکھا جائے گا کیونکہ وہ تاویل کرنے والا ہے' قاضی عیاض نے کہا: اگر امام پر بعد میں کفر طاری ہو یا وہ شریعت میں تغیر کرے یا کسی بدعت کا ارتکاب کرے تو وہ امامت کے منصب سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی' اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں' اس کو معزول کر دیں اور کسی امام عادل کو مقرر کریں بہ شرطیکہ یہ ممکن ہو' بدعتی کو معزول کرنا واجب نہیں ہے' ہاں! اگر وہ اس پر قادر ہوں تو پھر واجب ہے' اور اگر ان کا اس (کافر کو معزول کرنے) سے عاجز ہونا یقینی ہو تو وہ اس سرزمین سے ہجرت کر جائیں اور اپنے دین کو بچائیں' قاضی عیاض نے کہا: فاسق کی امامت ابتداءً منعقد نہیں ہوتی' اور اگر خلیفہ بعد میں فسق کرے تو بعض نے کہا: اس کو معزول کرنا واجب ہے بہ شرطیکہ اس سے فتنہ اور جنگ نہ ہو' اور جمہور اہل سنت کے فقہاء' محدثین اور متکلمین نے یہ کہا کہ امام اور خلیفہ ظلم اور فسق سے معزول نہیں کیا جائے گا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے' بعض علماء نے یہ کہا کہ اس پر اجماع ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت حسن' حضرت ابن الزبیر اور اہل مدینہ نے بنو امیہ کے خلاف خروج کیا اور قرن اول کے مسلمانوں نے حجاج کے خلاف خروج کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس مسئلہ میں اختلاف تھا' بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ امام اور خلیفہ اگر خلافت کے بعد فسق کرے تو اس کے خلاف خروج سے منع کیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت ''لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ○'' (البقرہ: ۱۲۴) سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کا نبی ہونا جائز ہے نہ نبی کا خلیفہ ہونا جائز ہے' نہ قاضی نہ مفتی' نہ حدیث کی روایت کرنا' نہ کسی معاملہ میں شہادت دینا' اور اس کے لیے ہر وہ منصب ناجائز ہے جس کی رو سے دوسروں پر اس کی کوئی چیز لازم ہو اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز کے ائمہ نیک اور صالح ہونے چاہئیں نہ کہ فاسق اور ظالم' کیونکہ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امور دین میں امامت کے منصب کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں فاسق کا امام اور خلیفہ ہونا جائز ہے اور یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق حاکم اور قاضی تو نہیں بن سکتا' امام اور خلیفہ ہو سکتا ہے' متکلمین میں سے زرقان نے اس کو ذکر کیا اور یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلیفہ اور قاضی دونوں کے لیے عادل اور صالح ہونا شرط ہے اور فاسق کے لیے دونوں منصب جائز نہیں ہیں' امام ابوحنیفہ کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوگی حالانکہ بنو امیہ کے ایام میں ابن ھبیرہ نے امام ابوحنیفہ کو قضاء کے عہدہ کے لیے مجبور کیا لیکن آپ نے اس منصب کو قبول نہیں کیا' اس نے آپ کو قید کر لیا اور وہ ہر روز آپ کو کوڑے مارتا تھا لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا' حتیٰ کہ جب آپ کی جان کا خوف ہوا تو فقہاء نے یہ کہا: آپ اس کا کوئی اور کام قبول کر لیں تو آپ نے گھاس کے گٹھوں کا گننا قبول کر لیا' تب اس نے آپ کو رہا کیا' پھر بنو عباس کے دور میں خلیفہ منصور نے آپ کو قضا کے عہدہ کو قبول کرنے کا حکم دیا' آپ نے پھر انکار کیا' اس نے بھی آپ کو قید کر لیا' حتیٰ کہ آپ نے مضافات شہر سے بغداد میں آنے والی اینٹوں کے گننے کو قبول کر لیا' ظالم اور فاسق ائمہ کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب مشہور تھا' زید بن علی امامت کے مدعی تھے اور وہ اس منصب کے لیے موزوں تھے' امام ابوحنیفہ ان کی مالی امداد کرتے تھے اور ان کی نصرت کرنے اور ان کی حمایت میں قتال کرنے کا خفیہ طور پر فتویٰ دیتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن حسن کے دو صاحبزادوں

Marfat.com

محمد اور ابراہیم کی بھی انہوں نے تائید کی' امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہو تو اس کا ظالم امام کی طرف سے منصب قضا کو قبول کرنا جائز ہے' یہ صحیح مذہب ہے لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ فاسق کی امامت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جب قاضی خود صالح ہوگا اور اس کو اقتدار حاصل ہوگا تو وہ احکام شرعیہ کو نافذ کر سکے گا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۷۱۔ ۶۹ 'ملخصا' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور)

علامہ جصاص کے ذکر کردہ قاعدہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ امام اعظم قضاء کے عہدہ کو قبول کر لیتے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو' نیک ہو' قادر ہو' صاحب رائے ہو اور بہادر ہو تاکہ قصاص لینے میں' حدود قائم کرنے میں' میدان جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور وہ قریشی ہو' اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے' بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ اصول دین اور فروع میں اجتہاد کر سکتا ہو اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے' اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے' اس لیے فاسق کو بھی امام بنانا جائز ہے لیکن یہ مکروہ ہے' اور جب نیک شخص کو امام بنایا جائے اور وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو وہ معزول نہیں ہوگا لیکن وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہوگا بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' اس کو نیکی کی دعوت دی جائے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں ہے' اسی طرح فقہاء احناف نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے اور تمام ائمہ احناف نے بالاتفاق اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض بنوامیہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے عہدے قبول کئے ہیں لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بنوامیہ امام نہ تھے بلکہ ملوک تھے' انہوں نے غلبہ سے ملک پر قبضہ کر لیا تھا' اور متغلب کے دیئے ہوئے عہدوں کو ضرورت کی بناء پر قبول کرنا جائز ہے' اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہو (کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار' اور گناہ کبیرہ کرتا ہو)۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳' مسامرہ ص ۲۹۲) (المسایرہ مع المسامرہ ج ۱ ص ۲۹۲۔ ۲۸۶' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

علامہ ابن ہمام نے امام کے متعلق جو نیک ہونے کی شرط لگائی ہے اس کے متعلق علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے امام کے لیے ورع (نیک) کی شرط لگانے میں حجۃ الاسلام امام غزالی (شافعی) کی اتباع کی ہے اور اس سے مقصود فاسق سے احتراز کرنا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات خواہش نفس کی پیروی میں بیت المال کا غلط استعمال کرے گا اور مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ (المسامرہ ج ۱ ص ۲۸۷' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے یہ شرائط ہیں: مرد ہو' عاقل بالغ ہو' قادر ہو' قریشی ہو' ہاشمی' علوی یا معصوم ہونے کی شرط نہیں ہے' فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے' اگر فتنہ نہ ہو تو وہ فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کو نیکی کی دعوت دینا واجب ہے اور جو طاقت سے غلبہ حاصل کر لے اس کی سلطنت صحیح ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۳۶۹۔ ۳۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام کے لیے عدالت (نیک ہونے) کی شرط نہیں ہے اور علامہ ابن ہمام نے "مسایرہ" میں امام غزالی کی اتباع میں عدالت کی شرط لگائی ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے' یعنی کافر مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔

(مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ا ص ۸۷' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' پشاور)

علامہ نسفی حنفی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک فاسق امام بن سکتا ہے' علامہ ابن ہمام' علامہ حصکفی علامہ شامی اور صاحب فتاویٰ تاتار خانیہ نے بھی یہی لکھا ہے اور اس مذہب کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے' اس کے برعکس علامہ ابوبکر جصاص نے یہ لکھا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی امامت جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ نے اہل بیت میں سے امامت کا دعویٰ کرنے والوں کی خفیہ طور پر مدد کی اور ابن ہبیرہ اور خلیفہ منصور نے ان کو قضا کی جو پیش کش کی تھی اس کو قبول نہیں کیا' واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو (گناہ صغیرہ پر اصرار بھی گناہ کبیرہ ہے مثلاً بغیر ندامت اور توبہ کے مسلسل ڈاڑھی منڈانا) مثلاً شراب پینا' قتل کرنا' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر فرائض کو ترک کرنا' فرائض قطعیہ کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب فسق قطعی ہے اور ڈاڑھی منڈانا فسق ظنی ہے۔

فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کے مختلف اقوال ہیں: علامہ خلیل مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ (مختصر خلیل مع الخرشی ج ۲ ص ۲۲' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ خرشی مالکی نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ فاسق کی امامت صحیح اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(الخرشی علی مختصر خلیل ج ۲ ص ۲۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ عدوی مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء حرام ہے۔ (حاشیہ العدوی علی الخرشی ج ۲ ص ۲۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ

فقہاء حنبلیہ کا مذہب یہ ہے کہ فاسق کی امامت ناجائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ اس کی امامت جائز ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے' خواہ اس کا فسق از روئے اعتقاد ہو یا از روئے افعال' اکثر اصحاب اور مشائخ کا یہی مختار ہے' زرکشی نے کہا: یہی مشہور ہے' ابن ابی موسیٰ' قاضی' شیرازی اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے' مسبوک الذہب' رعایتین' حاوی صغیر' اور مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ صحیح روایت کے مطابق فاسق کی امامت جائز نہیں' ابن عقیل وغیرہ نے ''التذکرۃ'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے' ''وجیز'' میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت جائز نہیں' ''الفروع'' اور ''المستوعب'' وغیرہما میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ صاحب ھوا (بدمذہب) بدعتی اور فاسق کے پیچھے قدرت کے باوجود نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ فاسق کی امامت جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نفل میں جائز ہے' البتہ جو از روئے اعتقاد کے فاسق ہو اس کی اقتداء کسی حال میں جائز نہیں' اور مذہب مختار کے مطابق جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز

Marfat.com

پڑھے اس کو دہرانا لازم ہے خواہ اس کو نماز کے وقت اس کے فسق کا علم ہو یا بعد میں پتا چلے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو یا نہ' یہی صحیح مذہب ہے۔ (الانصاف ج ۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۲ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اور جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے' صاحب ''الافصاح'' نے کہا: جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرے وہ کافر ہے' امام ابو حامد اور ان کے متابعین کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کی تکفیر کی جاتی ہے اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جاتی' اور ہمارے بہت سے اصحاب اہل بدعت کی اقتداء میں جواز نماز کے قائل ہیں اور ان کی تکفیر نہیں کرتے' صاحب ''العدۃ'' نے کہا: امام شافعی کا ظاہر مذہب یہی ہے۔

(علامہ نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صاحب ''العدۃ'' کا قول ہی صحیح اور صواب ہے' کیونکہ امام شافعی نے فرمایا: میں خطابیہ کے سوا تمام اہل اھواء کی شہادت کو قبول کرتا ہوں' کیونکہ خطابیہ اپنی موافقت میں جھوٹی گواہی کو جائز کہتے ہیں' اور تمام سلف اور خلف معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ مناکحت' میراث اور مسلمانوں کے تمام معاملات کرتے رہے ہیں اور ہمارے جن علماء اور محققین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اس تکفیر کی حافظ ابوبکر بیہقی نے یہ تاویل کی ہے کہ کفر' کفران نعمت کے معنی میں ہے' ملت اسلامیہ سے خروج کے معنی میں نہیں ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۶۰۔ ۴۵۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالعباس رملی شافعی لکھتے ہیں:

آزاد فاسق کی بہ نسبت نیک غلام کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے' کیونکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے: اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تم میں بہتر لوگ تمہاری امامت کریں' اور فاسق کی امامت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' اور امام شافعی نے کہا: اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور فاسق کی اقتداء اور جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ شبراملسی قاہری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اگر فاسق اور بدعتی کے سوا جماعت نہ مل سکے تو پھر اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے' فاسق کا از خود امام بننا مکروہ ہے' اس کا مقتضی یہ ہے کہ جہاں نیک لوگ ہوں وہاں لوگ اس کی اقتداء کرلیں تو ان کی اقتداء مکروہ نہیں ہے' فاسق کی امامت مکروہ ہے' (الی قولہ) خلاصہ یہ ہے کہ حرمت یا کراہت فاسق کے حق میں ہے اور جو مقتدی فاسق کو مکروہ جانتے ہوں ان کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (حاشیہ ابی الضیاء علی نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا اختلاف ہے' بعض علماء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص از روئے عمل کے فاسق ہو مثلاً زانی اور شرابی ہو تو ابن الحبیب نے یہ زعم کیا کہ جس نے شرابی کی اقتداء میں نماز

Marfat.com

پڑھی وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ وہ امام حاکم ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ 'مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ نمازیں کسی اور مسجد میں پڑھے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے' کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے' لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور باقی نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں جائے اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھ لے۔

(مراقی الفلاح ص ۱۸۱ 'مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ 'مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گنہ گار ہوں گے کیونکہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۴۷۹ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی)

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں:

جو شخص سود خوری میں معروف ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' فاسق جمعہ پڑھاتا ہو اور اس کو منع کرنا دشوار ہو تو بعض علماء نے کہا: اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھ لے اور اس کی امامت میں جمعہ کو ترک نہ کرے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیہ ج ۴ ص ۵۵ 'مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان علماء کے علاوہ دوسرے فقہاء احناف نے فاسق کی اقتداء میں نماز کو کراہت کے ساتھ جائز لکھا ہے یعنی یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

امام محمد فرماتے ہیں: نابینا' دیہاتی' غلام' ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (الی قولہ) اس کے بعد علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اور اس کی شہادت مردود ہوتی ہے' ہماری دلیل مکحول کی یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے اور ہر امام کے پیچھے نماز واجب ہے اور ہر میت کے اوپر نماز واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳) (المبسوط ج ۱ ص ۴۰ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ مرغینانی صاحب "ہدایہ" نے بھی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

Marfat.com

(ہدایہ اولین ص ۱۲۲ 'مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مکحول سے مروی ہے اور ان کا حضرت ابوہریرہ سے سماع نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے' اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور اس کی ہر سند میں ضعیف راوی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف طریقوں سے مروی ہو وہ محققین کے نزدیک درجہ ''حسن'' کو پہنچ جاتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۵ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں حدیث متصل بھی موجود ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان کے پاس اس وقت گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا' عدی نے کہا: آپ عام مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ افتاد پڑی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اب ہمیں فتنہ کرنے والا (باغی) امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس میں گناہ سمجھتے ہیں' حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے' جب لوگ اچھا کام کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے اجتناب کرو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جماعت کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے (الی قولہ) اور ''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا' البتہ متقی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اور ''مبسوط'' میں ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حدیث مکحول بیان کرنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

(اور فاسق کی اقتداء میں نماز کا جواز اس لیے ہے کہ) صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے' حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' حسن نے کہا: اگر ہر امت اپنے اپنے خبیثوں کو لے کر آئے اور ہم صرف حجاج کو لے کر آئیں تو ہم غالب رہیں گے (اور فاسق کی اقتداء میں) کراہت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کریں گے' امام ابو یوسف نے ''امالی'' میں کہا: میرے نزدیک امام کا صاحب بدعت ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے متنفر ہوں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۴۱۔ ۴۰ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ قاضی خاں اوز جندی حنفی فرماتے ہیں:

جہمیہ' قدریہ اور غالی رافضی کے سوا باقی لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس شخص کی اقتداء بھی جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو اور فاسق معلن ہو' یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے' اور جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱ 'مطبوعہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اھ۔

''محیط'' کی عبارت میں بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اور اس تفصیل کے ساتھ تمام اہلِ اہواء کی اقتداء میں نماز جائز ہے' البتہ جہمیہ' قدریہ' غالی روافض' خلق قرآن کے قائلین' خطابیہ اور مشبھہ کے پیچھے نماز جائز نہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ہمارے قبلہ والا ہو اور غلو نہ کرتا ہو اور اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے' البتہ عذاب قبر' شفاعت' رویت باری اور کراماً کاتبین کے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاوی سے نقل کر چکے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے' اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے' اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

غلام' اعرابی' فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

(در مختار علی ھامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی مکروہ تنزیہی کی وجہ میں لکھتے ہیں:

کیونکہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' پھر فرمایا: ان کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے' اگر ان کے علاوہ دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ طحطاوی نے بھی ''در مختار'' کی شرح میں کراہت تنزیہی کی یہی وجہ بیان کی ہے اور یہی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۲۴۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری لکھتے ہیں:

بدعتی خواہ فاسد تاویل کرتا ہو اگر اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں مذکور ہے: امام محمد سے شارب خمر کی اقتداء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس میں کراہت (تحریمی) نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاوی تاتارخانیہ ج ۱ ص ۶۰۲ ۔ ۶۰۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

فاسق کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے۔ (الاختیار ج ۱ ص ۵۸' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی لکھتے ہیں:

اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ایسا ثواب نہیں ملے گا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۵۰' مطبوعہ منشی نولکشور' لکھنؤ)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

اعرابی' فاسق' نابینا اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۷۷' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو فضیلت دو' حضرت عثمان اور حضرت علی سے محبت رکھو' موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو (کیونکہ معتزلہ فاسق کی امامت کے قائل نہیں ہیں)۔ (شرح فقہ اکبر ص ۷۶' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

اگر غیر فاسق موجود ہو تو فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے (بحر) اور ''النہر'' میں لکھا ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ (فتح المعین علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷)

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف میں سے امام ابویوسف (۱) علامہ زیلعی حنفی (۲) علامہ شرنبلالی (۳) علامہ حلبی حنفی (۴) اور علامہ ابن بزاز کردری (۵) کے نزدیک فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور امام ابوحنیفہ (۱) امام محمد شیبانی (۲) شمس الائمہ سرخسی (۳) علامہ قاضی خاں اوزجندی (۴) علامہ المرغینانی صاحب ''ہدایہ'' (۵) علامہ ابن ہمام (۶) صاحب ''محیط'' (۷) علامہ ابن نجیم حنفی (۸) علامہ علاؤ الدین حصکفی (۹) علامہ ابن عابدین شامی (۱۰) علامہ سید طحطاوی (۱۱) علامہ عالم بن العلا انصاری دہلوی صاحب ''فتاوی تاتارخانیہ'' (۱۲) علامہ عبداللہ بن محمود صاحب ''الاختیار'' (۱۳) علامہ عبدالرشید بخاری صاحب ''خلاصۃ الفتاوی'' (۱۴)' علامہ قہستانی (۱۵) علامہ ابوسعود حنفی (۱۶) صاحب ''النہر الفائق'' (۱۷) اور ملا علی قاری (۱۸) کے نزدیک فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

فقہاء احناف کے ان کثیر حوالہ جات کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد فاسق کی امامت کی حوصلہ افزائی نہیں ہے بلکہ اس سے ہمارا صرف اتنا مقصد ہے کہ یہ محقق ہو جائے کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا کیا مذہب ہے۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ کسی متقی امام کی اقتداء نہ ملنے کی وجہ سے فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا ایک الگ چیز ہے اور اسی کو فقہاء احناف نے کراہت تنزیہی کے ساتھ جائز کہا ہے اور کسی فاسق معلن کا از خود امام بننا یا لوگوں کا اس کو امام بنا دینا ایک الگ بات ہے اور فقہاء احناف میں سے کسی نے اس کو جائز نہیں کہا' یہ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' ولا یوم فاجر مومنا. کوئی فاسق کسی مومن کا امام نہ بنے''۔ (سنن ابن ماجہ ص ۷۵) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے سب سے بہتر ہوں ان کو امام بناؤ۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۹۰) اس لیے جب امام بننے کا مرحلہ ہو تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو عالم اور متقی ہو' اور جو شخص فاسق معلن ہو اس کو امام بنانا ناجائز اور گناہ ہے' ڈاڑھی منڈانے والا بھی فاسق معلن ہے اگرچہ اس کا فسق ظنی ہے' اس کو امام نہ بنایا جائے اور جو شخص فرنچ کٹ

Marfat.com

ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی رکھتا ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے' جس شخص کی ڈاڑھی سنت کے مطابق ہو اور اس کا ظاہر حال نیک ہو وہ عالم ہو اور اس پر کسی وجہ سے فسق کی تہمت نہ ہو اس کو امام بنایا جائے' "شرح صحیح مسلم" جلد دوم میں بھی میں نے یہی تحقیق کی ہے' فاسق کے امام بنانے یا از خود امام بننے کو ناجائز لکھا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٣١٠) اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو اکثر یا بعض فقہاء کے حوالوں سے جائز لکھا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٣١١) لیکن بعض معاندین نے ان عبارات کو گڈمڈ کر دیا اور میری طرف یہ منسوب کیا کہ وہ فاسق اور ڈاڑھی منڈے کے امام بنانے کو جائز کہتے ہیں' فالی اللہ المشتکی۔ اسی طرح میں نے فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب بیان کیے اور باحوالہ لکھا کہ بعض احناف کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور اکثر احناف کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے اور ان سب کے حوالہ جات بیان کیے لیکن بعض معاندین نے ان حوالوں کو حذف کر کے میری طرف یہ منسوب کر دیا کہ ایک جگہ یہ فاسق کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تحریمی کہتا ہے اور ایک جگہ مکروہ تنزیہی کہتا ہے' خیر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب باتوں کا حساب ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ابراہیم نے کہا:) اور میری اولاد سے بھی! اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ○ (البقرہ: ١٢٤)

حضرت ابراہیم کے مطلقاً ذریت کے لیے دعا کرنے کی توجیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے بعض کے لیے امامت کی دعا کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ ظالم اور کافر امام نہیں بن سکتے لیکن اس دعا کے وقت ان کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں تھا اس لیے انہوں نے اپنی دعا میں یہ قید نہیں لگائی کہ میری اولاد میں سے مومنین اور صالحین کو امامت عطا فرما اور مطلقاً عرض کیا: اور میری اولاد سے بھی' اللہ تعالیٰ نے مسئلہ واضح کرنے کے لیے فرما دیا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ

اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا' اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے

مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

کی جگہ بنا لو' اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیداً فرمایا کہ میرے گھر کو

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾

طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو ○

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ

اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے' اور اس میں رہنے والوں میں

اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

سے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما'

Marfat.com

قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ

فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا'

وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾

اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے O

''مثابة'' کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس جاتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے کہیں اور نہیں ملتا۔

حرم میں قصاص لینے اور حدود جاری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

''امنا'' کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ''من دخله كان امنا'' منسوخ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

حرم میں حد جاری کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت عاصم بن ثابت بن افلح اور حضرت خبیب کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر وہ قادر ہوں تو ابوسفیان کو مکہ میں اس کے گھر میں قتل کر دیں اور اس وقت مکہ حرم تھا' اور قرآن مجید میں جو ہے: یہ امن کی جگہ ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جنگ نہیں کی جائے گی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قحط اور آفات سے امن کی جگہ بنا دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۷۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی اور جگہ جرم کیا ہو' پھر وہ حرم میں آ کر پناہ لے لے' تو وہ مامون ہے لیکن اہل مکہ کو چاہیے کہ وہ اس کو کوئی چیز فروخت کریں نہ کھلائیں نہ پلائیں اور نہ اس کو پناہ دیں نہ اس سے کلام کریں حتیٰ کہ وہ حرم کی حدود سے نکل جائے اور جب وہ حرم کی حدود سے باہر آ جائے تو اس پر حد جاری کر دیں۔ امن کی جگہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے جیسے فرمایا: ''هديا بالغ الكعبة. قربانی جو کعبہ کو پہنچنے والی ہے۔'' یہاں بھی کعبہ سے مراد پورا حرم ہے کیونکہ کعبہ اور مسجد حرام میں جانور کو ذبح نہیں کیا جاتا۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۴۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی' اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۷۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ آیت ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آل عمران: ۹۷) اور جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے جو کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' اس پر انہوں نے کوئی دلیل قائم نہیں کی' اور امام رازی شافعی نے جو لکھا ہے کہ حضرت عاصم اور حضرت خبیب کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مکہ میں جا کر ابوسفیان کو قتل کر دیں یہ برتقدیر صحت روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے' نیز امام رازی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس شہر میں جنگ نہیں کی جائے گی یا یہ شہر قدرتی آفات سے مامون ہے یہ تاویلات اس آیت سے مطابقت نہیں رکھتیں: جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے' ظاہر قرآن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد کی تائید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ (البقرہ: ۱۲۵)

مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے دوران یہ جملہ معترضہ ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب ہم نے کعبہ کو یہ عظمت اور جلالت عطا کی کہ اس کو مشرق اور مغرب سے لوگوں کے بار بار آنے کی جگہ بنا دیا اور اس کو تمہارے لیے عبادت اور امن کی جگہ بنا دیا اور اس کو تمام روئے زمین کے نمازیوں کے لیے قبلہ بنا دیا تو جس شخص نے اس عظیم کعبہ کو بنایا ہے اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کو تم اپنا مصلی بنالو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں! تو یہ آیت نازل ہوگئی: ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى'' (البقرہ: ۱۲۵) اور آیت حجاب میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو یہ حکم دیں کہ وہ حجاب میں رہیں کیونکہ ان سے نیک اور بد (ہر قسم کا شخص) کلام کرتا ہے تو آیت حجاب نازل ہوگئی' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج غیرت میں مجتمع ہوگئیں تو میں نے کہا: اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں کہ ان کا رب تمہارے بدلہ میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے تو یہ آیت نازل ہوگئی: '' عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ '' الآیہ. (التحریم: ۵)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز پڑھی' اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

مقام ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں' عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقام ابراہیم ہے' شعبی نے کہا: عرفہ' مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں' نخعی نے کہا: پورا حرم مقام ابراہیم ہے' اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقام ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں' وہ مقام ابراہیم ہے' اور یہ حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے' امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی' اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا

Marfat.com

اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے' پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں' اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا جو ان کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے' حضرت انس نے کہا: میں نے ''مقام'' میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں' ایڑیوں اور تلووں کے نشان ثبت دیکھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسمٰعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں کے نیچے رکھا تھا۔ (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ۱۳۸۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حضرت اسماعیل پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم ان پتھروں کو جوڑ کر لگاتے تھے' جب کعبہ کی عمارت بلند ہو گئی تو وہ اس پتھر کو لائے اور اس کو حضرت ابراہیم کے لیے رکھا' حضرت ابراہیم اس پتھر پر کھڑے ہو کر بنانے لگے اور حضرت اسماعیل ان کو پتھر لا کر دے رہے تھے۔ (الحدیث) (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام رازی نے سدی کی روایت کو ترجیح دی ہے (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۷۳) لیکن صحیح یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح ہے۔ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کا مقام کس قدر بلند ہے اور آثار انبیاء سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے۔ (الایۃ)
(البقرہ: ۱۲۶)

آیا مکہ مکرمہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا حضرت ابراہیم کی دعا کے بعد سے؟

اس میں اختلاف ہے کہ آیا مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حرم بنا یا اس سے پہلے حرم تھا' ایک قول یہ ہے کہ جابر حکمران' زلزلہ' زمین کا دھنسنا' قحط' خشک سالی او دیگر مصائب اور قدرتی آفات جو دوسرے شہروں میں نازل ہوتی ہیں مکہ مکرمہ ہمیشہ سے ان سے مامون اور محفوظ رہا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ نے اس دن حرام کیا جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پس یہ شہر اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' اور مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے بھی جنگ کرنا جائز نہ تھا' اور میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں یہ جنگ کرنا جائز ہوا اور اب یہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے شہر مکہ حرم نہیں تھا' حضرت ابراہیم کی دعا کے بعد یہ حرم ہوا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کے صاع اور مد میں اس سے دگنی برکت کی دعا کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کے لیے کی تھی۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے بعد حرم بنا لیکن اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل میں مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے اور حضرت ابراہیم نے اس کی تحریم کی تجدید اور تحریم کی بقاء اور دوام کے لیے دعا کی تھی' اس وجہ سے ان کی طرف تحریم کی نسبت کی جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا' اس لیے حضرت ابراہیم نے دعا میں یہ کہا کہ اس میں رہنے والے مومنوں کو رزق عطا فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا' اور وہ کیا برا ٹھکانا ہےO

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ ۖ رَبَّنَا

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے' (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب!

تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

ہم سے قبول فرما' بے شک تو ہی بہت سننے والا خوب جاننے والا ہےO اور اے ہمارے رب! ہمیں خالص اپنی فرمانبرداری

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا

پر برقرار رکھ' اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو خاص اپنا فرمانبردار کر' اور ہمیں حج کی عبادات بتا

وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾

اور ہماری توبہ قبول فرما' بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہےO

تعمیر کعبہ کی تاریخ کے متعلق روایات کا بیان

اس مسئلہ میں مختلف روایات اور مختلف اقوال ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی تھی' یا حضرت آدم نے کی تھی یا حضرت ابراہیم نے کی تھی۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم نے کہا: اے میرے رب! میں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا' فرمایا: اس کی وجہ تمہاری (ظاہری) خطا ہے لیکن تم زمین پر اتر جاؤ اور میرے لیے ایک بیت (گھر) بناؤ' پھر اس کے گرد طواف کرو جس طرح تم نے آسمان میں میرے بیت کے گرد فرشتوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا' پھر حضرت آدم نے حرا' طور زیتا' طور سینا' جبل لبنان اور جودی پانچ پہاڑوں سے مٹی لے کر بیت اللہ کو بنایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت سے اتارا تو فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک بیت (بھی) اتاروں گا' جس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس ایسے نماز پڑھی جائے گی جیسے میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے' طوفان کے زمانہ میں اس بیت کو اُٹھا لیا گیا انبیاء اس کا حج کرتے تھے اور انہیں اس کی جگہ کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اس کی جگہ سے مطلع کیا۔

Marfat.com

(جامع البیان ج ۱ ص ۴۲۸ 'مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ان دونوں روایتوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ج ۴۰۷ ۔ ۴۰۶ 'مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

دوسری روایت کو علامہ عینی نے بھی بیان کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۶ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا ہے' پہلی بار شیث بن آدم نے بنایا' دوسری بار ان ہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم نے بنایا' تیسری بار ظہور اسلام سے پانچ سال پہلے قریش نے بنایا' چوتھی مرتبہ حضرت ابن الزبیر نے بنایا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرلیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا تھا' پانچویں بار عبدالملک بن مروان نے بنایا اور حطیم کو پھر باہر کردیا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے بعد جب ایک یا دو بار سیلاب آیا تو اس کو قوم جرہم نے بنایا اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۸ ۔ ۱۲۷ 'مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' ملتان)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا' اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے ایک حدیث مرفوع مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے' اور قوی قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا' حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ پھر کعبہ منہدم ہوگیا' پھر اس کو عمالقہ نے بنایا' پھر منہدم ہوگیا' پھر اس کو جرہم نے بنایا' پھر منہدم ہوگیا' پھر اس کو قریش نے بنایا اور یہ آپ کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے اور زہری سے روایت ہے کہ اس وقت آپ بلوغت کے قریب تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۲۸ ۔ ۱۲۷ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ "صحیح بخاری" سے امام زہری کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو کس نے بنایا' ایک قول یہ ہے کہ اس کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کو سب سے پہلے حضرت آدم نے بنایا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو سب سے پہلے حضرت شیث بن آدم نے بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۸۸ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ احمد قسطلانی نے ان تمام اقوال اور روایات کو جمع کر کے یہ فرمایا کہ کعبہ کو دس مرتبہ بنا گیا:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرہم نے بنایا (۷) ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبداللہ بن زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب منشا کعبہ کو بنایا' اس میں دو دروازے رکھے' ایک داخل ہونے اور ایک خارج ہونے کا' اور حطیم کو کعبہ میں داخل کیا اور یہی بناء ابراہیم تھی' قریش اپنے وسائل میں کمی کی وجہ سے اس کو مکمل بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے' اور آپ کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔

Marfat.com

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

جب ھارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے لیکن امام مالک نے اس کو منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اس طرح رہنے دو بار بار منہدم کرنے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔ اسعد حمیری نے سب سے پہلے کعبہ کو غلاف چڑھایا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے' اور حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے اس پر ریشم کا غلاف چڑھایا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے دعا کی:) اور ہمیں خاص اپنی فرمانبرداری پر برقرار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو خاص اپنا فرمانبردار کر۔ (البقرہ: ۱۲۸)

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے مسلمان کرنے کی دعا پر اعتراض اور اس کا جواب

قرآن مجید کی اس آیت میں ''واجعلنا'' کا لفظ ہے یعنی ہم کو اپنے لیے مسلم کر دے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل پہلے بھی تو مسلم ہی تھے! اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اسلام کا معنی اطاعت ہے' اور یہ اطاعت میں زیادتی کی دعا ہے یعنی ہم کو اور زیادہ مطیع اور فرمانبردار کر دے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اطاعت اور فرمانبرداری میں دوام کے حصول کی دعا ہے' یعنی جس طرح ہم اب مطیع ہیں' ہمیں آئندہ بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھنا' تیسرا جواب یہ ہے کہ اسلام سے مراد یہاں تمام احکام شرعیہ کو ماننا اور قضاء وقدر کو تسلیم کرنا اور اس پر راضی رہنا ہے یعنی ہمارے دلوں کو ایسا بنا دے کہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے خلاف دل میں کوئی تنگی نہ آئے اور قضاء وقدر کے معاملات کے خلاف دل میں کوئی ملال نہ آئے' چوتھا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد صرف تسمیہ ہے یعنی ہمارا نام مسلم کر دے۔

اپنی اولاد کے لیے دعا کی تخصیص کا جواب

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کے لیے خصوصاً دعا کیوں کی عام لوگوں کے لیے دعا کیوں نہیں فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد شفقت اور مصلحت کی زیادہ مستحق ہوتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا. اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶)

نیز جب انبیاء علیہم السلام کی اولاد نیک اور صالح ہوگی تو وہ دوسرے لوگوں کی نیکی اور خیر کا بھی ذریعہ بنے گی' اس دعا پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی ذریت میں سے کوئی عرب مسلمان نہیں تھا۔

امام رازی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

قفال نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی ذریت میں ہمیشہ موحد رہے ہیں جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے' زمانہ جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بھی موحد تھے' اسی طرح عامر بن الظرب تھے۔ یہ سب موحد تھے' قیامت اور ثواب اور عقاب کے قائل تھے' مردار کھاتے تھے نہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے کہا: اور ہم کو ہمارے مناسک دکھا۔ (البقرہ: ۱۲۸)

حضرت ابراہیم کو مناسک حج کی تعلیم کا بیان

شریعت میں ''منسک'' عبادت کا نام ہے' اور یہاں ''مناسک'' سے مراد حج کی عبادات ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

زبیر بن محمد سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کو بنانے سے فارغ ہو گئے تو دعا کی: اے رب! میں اس کو بنانے سے فارغ ہو گیا' اب ہم کو ہماری عبادات بتا' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو بھیجا اور انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ حج کیا' حتیٰ کہ جب وہ میدان عرفات سے لوٹے اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) آیا تو شیطان ظاہر ہوا' حضرت جبرائیل نے کہا: اس کو کنکریاں ماریئے تو حضرت ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماریں' پھر دوسرے اور تیسرے روز' پھر حضرت ابراہیم ثبیر (مکہ اور منیٰ کے درمیان ایک پہاڑ) پر چڑھے' اور فرمایا: اے اللہ کے بندو! جواب دو' تو جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان تھا اس نے کہا: ''لبیک اللّٰھم لبیک'' اور روئے زمین پر ہمیشہ کم از کم سات آدمی مسلمان رہے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے۔ حضرت جبرائیل نے حضرت ابراہیم کو تمام مناسک دکھائے' صفا' مروہ' منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۹۔ ۱۲۸' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ

اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے' جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ

ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے' بے شک تو ہی بہت غالب ہے ۱۵ ع ۸ ۱۵

الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

بڑی حکمت والا O

حضرت ابراہیم نے جس عظیم رسول کی بعثت کی دعا کی وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی کہ مکہ میں اہل مکہ میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے اس سے مراد حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس رسول سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ اجماع حجت ہے۔

(۲) امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ اور میں تم کو اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں' میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں' اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا' ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے ان کے لیے شام کے

Marfat.com

محلات روشن ہو گئے تھے[1] اس حدیث کو امام بزار[2] امام طبرانی[3] امام ابن حبان[4] امام حاکم[5] امام ابو نعیم[6] امام بیہقی[7] اور امام بغوی[8] نے بھی بیان کیا ہے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اہل مکہ کے لیے کی ہے اور مکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا۔

اہل مکہ ہی میں سے رسول کو مبعوث کرنے کی حکمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ مکہ میں اہل مکہ ہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث فرما! اس میں ایک بات تو یہ بتائی ہے کہ یہ رسول انسانوں کی جنس سے ہے' فرشتوں یا جنات کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ اگر وہ رسول فرشتہ یا جن ہوتا تو انسان اس کو دیکھ نہ سکتے' اس کا کلام سن نہ سکتے' اور اس کی سیرت انسانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتی' دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ رسول اہل مکہ میں سے ہوگا' تو اہل مکہ اس کی پیدائش' اس کی تربیت اور اس کی نشو و نما سے واقف ہوں گے' اس کا صدق' اس کی امانت اور دیانت اور اس کی زندگی کا ایک ایک گوشہ ان پر عیاں اور بیاں ہوگا اور پھر اس کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لیے خود اس کی زندگی ہی میں ان کو قرائن اور دلائل مل جائیں گے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' ان کافروں سے کہیے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ میں اس سے پہلے تم میں عمر (کا ایک حصہ) گزار چکا ہوں' تو کیا تم نہیں سمجھتے ○ (یونس: ۱۶)

نیز حضرت ابراہیم نے اہل مکہ میں سے اپنی ذریت کے لیے دعا کی تھی اور ان کو یہ علم تھا کہ جب وہ رسول مکہ میں پیدا ہوگا تو یہ ان کی ذریت کے لیے باعث عزت اور فخر ہوگا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قبول ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا دیر سے قبول ہونا مقبولیت کے منافی نہیں ہے۔

نماز میں حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ کی تخصیص اور ان کے ساتھ تشبیہ کی حکمتیں

حضرت ابراہیم نے ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بار دعا کی اور آپ نے ہر نماز میں تشہد کے بعد ان کے لیے دعا کی ہدایت کر دی کہ جب مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو حضرت ابراہیم پر بھی صلوٰۃ پڑھو اور جب میرے لیے برکت کی دعا کرو تو حضرت ابراہیم کے لیے بھی برکت کی دعا کرو' باقی رہا یہ اعتراض کہ اس دعا میں ہے: اے اللہ! سیدنا محمد اور سیدنا محمد کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' دعا میں سیدنا محمد مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم مشبہ بہ ہیں اور مشبہ بہ' مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس سے حضرت ابراہیم کی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت

---

۱ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ ھ

۲ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی التوفی ۸۰۷ ھ' کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۱۳' مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ' بیروت

۳ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

۴ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی التوفی ۸۰۷ ھ' موارد الظمآن عن زوائد ابن حبان ص ۵۱۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۵ امام ابو عبد اللہ محمد بن حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۶ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ ھ' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰۔ ۸۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ ھ

۷ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۸ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ ھ' شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ ھ

Marfat.com

لازم آئے گی حالانکہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشبہ افضل ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: "مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" (النور: ۳۵) "اللہ کے نور کی مثال جیسے ایک طاق ہو۔"

(۲) تشبیہ ابراہیم اور آل ابراہیم کے مجموعہ سے ہے اور آل ابراہیم میں دیگر انبیاء کے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

(۳) یہ تشبیہ نفس صلوٰۃ میں ہے اس کی کیفیت سے قطع نظر کے ساتھ، جس طرح قرآن مجید میں ہے: "اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ" (النساء: ۱۶۳) "ہم نے آپ کو ایسی وحی کی ہے جیسے نوح کی طرف کی تھی" حالانکہ آپ پر جو وحی ہے وہ قرآن ہے اور وہ بالاجماع افضل ہے۔

(۴) اس دعا میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لیے ہے جیسے "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ" (البقرہ: ۱۸۵) "تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے" میں ہے، اور اس دعا کا معنی ہے: اے اللہ! سیدنا محمد پر اور سیدنا محمد کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل کی ہے۔

کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کی تشریح

اس عظیم رسول کی صفت بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیم نے کہا: وہ تیری آیات کی تلاوت کرے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے۔

آیات کی تلاوت کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان پر قرآن مجید کی تلاوت کریں یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر جو دلائل، آیات اور علامات ہیں ان کو بیان کریں۔

کتاب کی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں بیان کیے ہوئے احکام پر عمل کر کے دکھائیں اور جن آیات کی تفصیل کی ضرورت ہے ان کی تفصیل کریں اور جن آیات کے شرعی معنی بیان کرنے کی ضرورت ہے ان کے شرعی معنی بیان کریں۔

حکمت کا معنی ہے: معرفت الموجودات اور فعل الخیرات، اور یہاں اس سے مراد ہے: قرآن کے ناسخ اور منسوخ اور محکم اور متشابہ کو جاننا یا قرآن مجید کے اسرار اور دقائق کو جاننا، یا حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث ہیں۔

اور اصلاح نفس سے مراد یہ ہے کہ آپ ان کو معصیت کی آلودگی سے پاک کرتے ہیں، ان کے ظاہر اور باطن کو رذائل اور نقائص سے دور کرتے ہیں اور ان کی عبادات میں خلوص، للّٰہیت اور دوام کو اجاگر کرتے ہیں جس سے ان کا دل تجلیات الٰہیہ کا آئینہ بن جاتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَ

اور ملت ابراہیم سے اس شخص کے سوا کون منحرف ہوگا جو بے وقوف ہو، اور

لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

بے شک ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کر لیا، اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں ○

Marfat.com

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۙ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور (یاد کیجئے) جب ان سے ان کے رب نے کہا: میری اطاعت پر (برقرار) رہو انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب کی اطاعت پر قائم ہوں O

ملت کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ملت ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے تاکہ بندوں کو اللہ کا قرب حاصل ہو دین کا بھی یہی معنی ہے لیکن دین اور ملت میں یہ فرق ہے کہ دین کی اضافت اللہ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے "لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ" (النور: ۲) اور انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی دین کی اضافت ہوتی ہے جیسے "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ" (یونس: ۱۰۴) اور مسلمانوں کی طرف بھی دین کی اضافت ہوتی ہے جیسے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (المائدہ: ۳) اس کے برعکس ملت کی اضافت صرف انبیاء علیہم السلام کی طرف کی جاتی ہے۔

(المفردات ص ۴۷۱، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، ایران، ۱۳۴۲ھ)

دین، ملت، شریعت وغیرہا کے مفاہیم اور ان کا باہمی فرق ہم نے سورہ فاتحہ میں "مالك يوم الدين" کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

ملت ابراہیم سے انحراف کا حماقت ہونا

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کی آزمائش میں پورے اترے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام لوگوں کا امام بنایا، انہوں نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ بنایا اور فرمایا کہ ان کو اپنی اولاد پر شفقت تھی، انہوں نے اس کے لیے دعا کی، مدینہ میں رہنے والے یہود اپنا سب حضرت اسحٰق کے واسطہ سے حضرت ابراہیم سے ثابت کرتے تھے اور نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کی ماں کے واسطے سے حضرت ابراہیم کی طرف خود کو منسوب کرتے تھے اور قریش مکہ حضرت اسماعیل کے واسطہ سے خود کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے، الغرض یہ سب حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہونے میں اپنا فخر سمجھتے تھے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم نے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی اور آپ نے جس دین کی دعوت دی وہی ملت ابراہیم ہے تو اب جو شخص خود کو ابراہیمی کہتا ہو اور دین ابراہیم سے اعراض اور انحراف کرتا ہو اس سے بڑا بے وقوف اور کون ہوگا!

تمام انبیاء کا پیدائشی مومن ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسلم. اسلام لاؤ" امام رازی نے کہا: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ کس وقت فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ یہ نبوت سے پہلے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ستارے، چاند اور سورج کے ڈوبنے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کر رہے تھے اور جب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسلام لاؤ، اور انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب پر اسلام لایا۔

امام رازی نے کہا: اکثر علماء کی یہی رائے ہے، اور بعض علماء نے کہا: یہ حکم نبوت کے بعد تھا اور اس کا معنی ہے: اسلام پر مستقیم رہو اور توحید پر قائم رہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۸۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۶۳۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

Marfat.com

اور علامہ آلوسی نے بھی یہ دو قول ذکر کیے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۸۸ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)
بہر حال یہ حکم نبوت سے پہلے ہو یا بعد' انبیاء علیہم السلام پیدائشی مومن ہوتے ہیں اور نبوت سے پہلے کفر سے معصوم ہوتے ہیں' اس لیے اس کا معنی ہے: اعضاء سے اطاعت کرو یا اسلام پر ثابت قدم رہو یا اپنے آپ کو ہمیں سونپ دو' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ایمان لے آؤ جس سے یہ وہم ہو کہ آپ پہلے مومن نہیں تھے۔ معاذ اللہ

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

اور اسی ملت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی' اور یعقوب نے (بھی) اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے اس

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

دین کو پسند کر لیا' پس تم تادم مرگ مسلمان رہنا O کیا تم اس وقت حاضر تھے

اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ

جب یعقوب کو موت آئی؟ جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد

بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا' ابراہیم' اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ

اور اسحٰق کے معبود کی' ایک معبود کی' اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں O وہ امت

قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے' اور ان کے

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں کی سوانح

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل تھے' ان کی ماں ھاجر قبطیہ تھیں' حضرت ابراہیم ان کو شیر خوارگی میں مکہ لے آئے' یہ اپنے بھائی حضرت اسحاق سے چودہ سال بڑے تھے' جس وقت حضرت اسماعیل کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال تھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کی عمر نواسی (۸۹) سال تھی' حضرت اسماعیل

Marfat.com

ہی ذبیح اللہ ہیں۔ حضرت اسحاق کی والدہ سارہ ہیں‘ ایک قول یہ ہے کہ وہ ذبیح ہیں (علامہ قرطبی کے نزدیک حضرت اسحاق ہی ذبیح ہیں لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے‘ ان شاء اللہ سورہ الصافات میں یہ بحث آئے گی) ان کی اولاد بنی اسرائیل ہیں‘ حضرت اسحاق کی عمر ایک سواسی (۱۸۰) سال تھی‘ یہ ارض مقدسہ میں فوت ہوئے اور اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس دفن کیے گئے‘ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ فوت ہوگئیں تو انہوں نے قطنورا بنت یقطن کنعانیہ سے شادی کر لی اور ان سے مدین‘ مداین‘ نہشان‘ زمران‘ نشیق اور شیوخ پیدا ہوئے‘ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فوت ہوگئے‘ ان کی وفات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے درمیان تقریباً تین ہزار سال کا عرصہ ہے۔ یہود اس مدت سے چار سو سال کم کرتے ہیں‘ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا ذکر ان شاء اللہ سورہ یوسف میں آئے گا‘ حضرت یعقوب اپنے جدامجد حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے‘ اور جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی حضرت یعقوب نے بھی اسی طرح اپنے بیٹوں کو وصیت کی‘ حضرت یعقوب ایک سوسینتالیس (۱۴۷) سال زندہ رہے اور مصر میں فوت ہوئے‘ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو ارض مقدسہ میں لے جایا جائے اور وہاں آپ کے باپ حضرت اسحاق کے پاس دفن کیا جائے تو حضرت یوسف نے آپ کو ان کے پاس دفن کیا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵‘ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو‘ ایران‘ ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی؟ (البقرہ: ۱۳۲)

یہود یہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے ان کے دین پر تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کیا تم یعقوب کی موت کے وقت حاضر تھے اور کیا تم کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو کیا وصیت کی تھی؟ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے تو اپنے اپنے بیٹوں کو اسلام پر ثابت رہنے اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ امت گزر چکی ہے‘ اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے۔ (البقرہ: ۱۳۴)

جبریہ اور قدریہ کے نظریہ کا رد

اس آیت میں یہ بتایا کہ بندہ کے عمل اور کسب کی اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے‘ اگرچہ بندہ کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور جو نیک کام ہیں وہ اللہ کے فضل سے ہوتے ہیں اور جو برے کام ہیں وہ بندہ کے اپنے نفس کی شامت ہیں‘ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے‘ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں‘ بندہ صرف کسب کرتا ہے اور کسب کا معنی ہے: کسی فعل کا ارادہ کرنا خواہ وہ اچھا ہو یا برا اور جس وقت بندہ ارادہ کرتا ہے اللہ اسی وقت اس میں اس فعل کی قدرت پیدا کر دیتا ہے اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ بندہ فعل کا کسب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فعل کو خلق کرتا ہے۔ اس کے برعکس جبریہ یہ کہتے ہیں: بندہ کا فعل میں کوئی دخل نہیں اور اس کو فعل پر کوئی قدرت اور اختیار نہیں جیسے درختوں کے پتے ہواؤں سے اپنے اختیار کے بغیر ہل رہے ہیں اسی طرح بندہ اپنے اختیار کے بغیر افعال کر رہا ہے لیکن یہ بداہۃً باطل ہے‘ ہم اپنے اختیار سے کسی کام کو کرتے ہیں یا ترک کرتے ہیں‘ جس شخص پر رعشہ طاری ہو اس کے اختیار کے بغیر اس کا ہاتھ حرکت کرتا ہے جبکہ ہم اپنے اختیار سے اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے ہیں‘ پھر اگر بندہ کا فعل پر بالکل اختیار نہ ہو تو انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجنا‘ قیامت اور جزا اور سزا کا نظام عبث ہو کر رہ جائے گا‘ معتزلہ اور قدریہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے صراحۃً خلاف ہے:

Marfat.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصافات:۹۶) اور اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا ۝ (البقرہ: ۱۳۴)

کسی کے گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دینا

یعنی کسی شخص کے گناہ کی وجہ سے دوسرے شخص سے مواخذہ نہیں ہوگا' اور اسی کی مثل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ (الزمر:۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث اس آیت کے خلاف ہے؟ امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون (کی سزا) کا ایک حصہ آدم کے بیٹے (قابیل) پر ہوگا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعد کے قاتلوں کو عذاب نہیں ہوگا اور ان کے گناہ کا عذاب قابیل کو ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قاتل کو اپنے گناہ کی پوری پوری سزا ملے گی' لیکن ظلماً قتل کرنے کو قابیل نے ایجاد کیا تھا' لہٰذا ہر قتل کا سبب قابیل قرار پایا اور قیامت تک جتنے بھی قتل ہوں گے سب کے قتل کا سبب ہونے کی سزا قابیل کو ملے گی اور ان قاتلوں کی اپنی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جس شخص نے کسی برے کام کو ایجاد کیا اس پر اپنی برائی کا بھی بوجھ ہوگا اور اس کے بعد اس برائی پر عمل کرنے والوں کا بھی بوجھ ہوگا اور ان برائی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس مسئلہ کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ وار کیے گئے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! حضرت عمر نے کہا: اے صہیب! تم مجھ پر رو رہے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میت کے گھر والوں میں سے کسی کے رونے سے اس میت کو عذاب ہوتا ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: جب حضرت عمر فوت ہوگئے تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کا ذکر کیا' حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحم فرمائے' بہ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے' اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ". (الزمر:۷)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام بخاری نے لکھا ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر نوحہ کیا جائے تو پھر گھر والوں کے رونے سے اس کو عذاب ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن اور حدیث کی بناء پر اکابر علماء سے اختلاف کرنے کا جواز

حضرت عمر یہ کہتے تھے کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے اس میت کو عذاب ہوگا اور حضرت عائشہ نے حضرت ابن عباس

Marfat.com

کے سامنے اس کا قرآن مجید سے رد کیا (صحیح بخاری) حالانکہ حضرت عمر دوسرے خلیفہ راشد ہیں اور ان کا مرتبہ حضرت عائشہ سے بڑا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دلیل کے ساتھ اکابر علماء سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ اسی طرح حضرت عمر اور عثمان حج تمتع کرنے سے منع کرتے تھے اور حضرت علی' حضرت عمران بن حصین وغیرھما ان سے اختلاف کرتے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج تمتع کرنا ثابت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

مروان بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں حاضر تھا' حضرت عثمان تمتع کرنے سے منع کررہے تھے' جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور فرمایا: میں کسی شخص کے قول کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن مجید بھی نازل ہوا (''فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ''. (البقرہ: ۱۹۶) ''جس نے حج کے ساتھ عمرہ ملا کر تمتع کیا تو اس پر وہ قربانی لازم ہے جو اسے آسان ہو۔'') اور ایک شخص (حضرت عمر) نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

سالم بن عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ شام کے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تمتع کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: یہ حلال ہے' شامی نے کہا: آپ کے باپ (حضرت عمر) اس سے منع کرتے تھے! حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر میرے باپ نے تمتع سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہو تو میرے باپ کے حکم پر عمل کیا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا جائے گا؟ اس شخص نے کہا: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا جائے گا' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۴۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت علی' حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابن عمر علم و فضل اور مرتبہ و مقام میں حضرت عمر اور حضرت عثمان سے کم درجہ کے تھے لیکن انہوں نے دلائل کی بناء پر اپنے سے بڑے درجہ کے صحابہ سے اختلاف کیا اور ان کا رد کیا اور اس چیز کو ان کے مرتبہ کی خلاف ورزی یا بے ادبی نہیں سمجھا گیا' آج اگر قرآن اور حدیث کی بناء پر کسی مشہور عالم سے اختلاف کیا جائے تو اس کے معتقدین کہتے ہیں کہ ان کو قرآن اور حدیث کا علم نہیں تھا؟ لیکن حضرت ابن عمر وغیرھم پر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ کیا حضرت عمر اور عثمان کو قرآن اور حدیث کا علم نہیں تھا؟ کیونکہ خیر القرون میں لوگ اس قدر غلو کا شکار نہیں تھے اور کسی شخص کی رائے اور اس کے قول کو قرآن اور حدیث پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے تیمم کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کی بناء پر ان سے اختلاف کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن ابزی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر حضرت عمر سے پوچھا: میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں ملا' حضرت عمار بن یاسر نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ ایک سفر میں تھے' ہم دونوں جنبی ہو

Marfat.com

گئے' آپ نے تو نماز نہیں پڑھی اور میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس طرح کر لینا کافی تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیاں زمین پر ماریں' ان پر پھونک ماری اور چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا: جب ایک شخص جنبی ہو اور اس کو پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جب تک پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: پھر آپ حضرت عمار کی حدیث کا کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عمران کی روایت سے مطمئن نہیں تھے؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اچھا حضرت عمار کی حدیث کو چھوڑیں آپ اس آیت کا کیا جواب دیں گے: "اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا". (المائدہ: ۶) "جب تم جنبی ہو جاؤ اور پانی نہ ملے تو تیمم کرو" حضرت ابن مسعود کو اس آیت کا کوئی جواب نہ آیا' پھر وہ کہنے لگے: اگر میں لوگوں کو اس کی اجازت دے دوں تو جس کو سردی لگے گی وہ غسل کی جگہ تیمم کر لے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس مسئلہ میں بھی جمہور امت نے حضرت عمر کے قول اور حضرت ابن مسعود کی رائے پر عمل نہیں کیا بلکہ قرآن اور حدیث پر عمل کیا ہے۔

بعض جمود پسند لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ سب مجتہد تھے' ان کا ایک دوسرے سے اختلاف جائز ہے' ہم مقلد ہیں' ہمارا ائمہ اور اکابر علماء سے اختلاف جائز نہیں' میں کہتا ہوں کہ دلائل کی بناء پر ہمارے فقہاء نے امام ابوحنیفہ سے بھی اختلاف کیا ہے' مثلاً علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے خواہ وہ متفرق رکھے جائیں یا متصلاً اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ روزے متصلاً رکھنا مکروہ ہیں لیکن عام متاخرین کے نزدیک ان میں کراہت نہیں ہے۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸ 'مطبوعہ مطبع علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

اور علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزے رکھنے مستحب ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے بعد متصل چھ روزے رکھے اس کو دائماً روزہ رکھنے کا اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۹)

(مراقی الفلاح ص ۳۸۷ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

اسی طرح عقیقہ کو امام ابوحنیفہ نے مباح کہا ہے لیکن ہمارے فقہاء نے حدیث کی بناء پر کہا: یہ سنت ہے اور کار ثواب ہے' بہر حال قرآن اور حدیث سب پر مقدم ہیں اور قرآن اور حدیث کے دلائل کی وجہ سے اکابر علماء سے اختلاف کرنا جائز ہے اور میری زندگی کا یہی مشن ہے کہ قرآن اور حدیث کی بالادستی بیان کروں۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ

اور اہل کتاب نے کہا: یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے' آپ کہیے: (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں جو باطل سے

حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

اعراض کرنے والے تھے' اور مشرکین میں سے نہ تھے ○ (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو

Marfat.com

أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَ

ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق،

يَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ

یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا، اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر

النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم (ایمان لانے میں) نبیوں میں سے کسی ایک میں (بھی) فرق نہیں کرتے، اور ہم

مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا

اسی (ایک رب) کے فرمانبردار ہیں O سو اگر وہ ان کی مثل پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پائیں گے،

وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ

اور اگر وہ انحراف کریں تو (جان لیجئے) کہ وہ محض ضد اور ہٹ دھرمی پر ہیں تو عنقریب ان کے (شر سے بچانے کے) لیے اللہ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾

آپ کو کافی ہوگا، اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے O

حنیف کا معنی

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن صوریا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہدایت صرف ہمارے دین میں ہے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہماری پیروی کریں تو ہدایت پا جائیں گے! اور عیسائیوں نے بھی اسی طرح کہا، تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے کہ نہیں بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں جو حنیف ہے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۴۴۲ ـ ۴۴۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حنیف کے معنی ہیں: مستقیم، یعنی ابراہیم کا دین مستقیم ہے، بعض اہل تاویل نے کہا: حنیف کا معنی ہے: حج کرنے والا، اور حضرت ابراہیم کے دین کو حنیف اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے حج کرنے والوں کے امام ہیں اور بعض علماء نے کہا: حنیف کا معنی اسلام ہے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

جو شخص ٹیڑھے راستے سے انحراف کر کے سیدھے راستہ پر چلے وہ حنیف ہے، اہل عرب حج اور ختنہ کرنے والے کو حنیف کہتے تھے کیونکہ وہ ملت ابراہیم پر ہے۔ (المفردات ص ۱۳۳، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا۔ الایہ (البقرہ: ۱۳۶)

تمام انبیاء پر ایمان لانے کی وجہ

جب یہود اور عیسائیوں نے یہ کہا: تم یہودی ہو جاؤ یا عیسائی ہو جاؤ تو پہلے فرمایا: آپ کہیے کہ نہیں بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں' اب فرمایا: تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا الخ' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت کی دلیل ان کے صدق پر معجزہ کا ظہور ہے اور جب سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر معجزہ ظاہر ہو گیا' تو آپ پر ایمان لانا واجب ہے' اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور رسالت کی جب قرآن نے شہادت دی تو ان پر بھی ایمان لانا واجب ہوا اور ہم انبیاء علیہم السلام میں یہ فرق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں جس طرح یہود اور نصاریٰ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

باقی انبیاء پر جو نازل کیا گیا اس پر ایمان لانے کے محامل

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد پر جو نازل کیا گیا ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے جو احکام ان پر نازل کیے گئے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے' دین ان عقائد اور ان اصول کو کہتے ہیں جو تمام انبیاء میں مشترک ہیں' مثلاً الوہیت' توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد اُٹھنا' قضاء و قدر کا حق ہونا' عبادت کا فرض ہونا' شرک' قتل ناحق اور جھوٹ کا حرام ہونا وغیرہ اور ہر زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادت اور معاشرت کے جو احکام ہوتے ہیں ان کو شریعت کہتے ہیں اور ہر نبی کی شریعت الگ ہے' تو اگر اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم ان انبیاء سابقین کی شرائع پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ ہر نبی کی شریعت اس کے زمانہ میں برحق تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع منسوخ کر کے صرف شریعت محمدی کو قیامت تک کے لیے جاری کر دیا ہے اور اگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم انبیاء سابقین پر نازل ہونے والے صحائف پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو اصل صحائف اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیے تھے وہ برحق ہیں اور بعد میں ان کی امتوں نے ان میں جو تحریف کر دی اس کی ہم تصدیق نہیں کرتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو بلکہ کہو: "امنا باللہ وما انزل الینا"۔ الایہ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (کہو:) ہم اسی (ایک رب) کے فرمانبردار ہیں۔ (البقرہ: ۱۳۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ان سب انبیاء پر ایمان لانا اسلام کی وجہ سے ہے اور قرآن کی شہادت کے سبب سے ہے کیونکہ نبوت کا ثبوت معجزہ کے ظہور سے ہوتا ہے اور معجزہ کے ظہور کے بعد کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے تو یہ خواہش نفس کی اتباع ہے دلیل کی اتباع نہیں ہے' سو یہود اور عیسائیوں نے اگر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو ظہور معجزہ کی وجہ سے نبی مانا ہے تو ان پر لازم ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مانیں ورنہ لازم آئے گا کہ وہ دلیل کے متبع نہیں ہیں بلکہ خواہش نفس کے متبع ہیں جس کو چاہا نبی مانا اور جس کو چاہا نہ مانا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر وہ ان کی مثل پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پائیں گے۔ (البقرہ: ۱۳۷)

اللہ کی مثل پر ایمان لانے میں اشکال اور اس کے جوابات

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جن پر مسلمان ایمان لائے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید' ان کی تو مثل ہے ہی نہیں بلکہ ان کی مثل کا ہونا محال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا: اگر وہ ان کی مثل پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں مثل کا لفظ زائد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں ہے' اور اس کا معنی ہے: اگر وہ اس پر ایمان لے آئیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پالیں گے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۴۳' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت ۱۴۱۰ھ) دوسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسلمان قرآن مجید پر بغیر تحریف اور تغییر کے ایمان لائے ہیں اسی طرح اگر یہود بھی تورات پر بغیر تحریف اور تغییر کے ایمان لائیں تو ہدایت پا جائیں گے' تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مؤمن بہ میں مماثلت مراد نہیں ہے بلکہ ایمان میں مماثلت مراد ہے یعنی اگر یہ اللہ اور رسول پر تمہاری طرح ایمان لائیں اور تمہاری طرح تصدیق کریں تو یہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر یہ ضد اور عناد کی وجہ سے ایمان نہ لائیں تو ان کے شر سے بچانے کے لیے آپ کو اللہ کافی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ پورا ہوا' اس آیت میں پیش گوئی ہے جو صادق ہوئی اور غیب کی خبر ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کی دلیل ہے' علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق حضرت عثمان کو شہید کیا گیا تو اس آیت ''فسیکفیکھم اللّٰہ'' پر حضرت عثمان کا خون گرا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ) واضح رہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کو قتل نہیں کر سکے گا' رہا ایذاء اور تکالیف کا پہنچنا تو وہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ

(تم ان سے کہو:) ہم نے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیا' اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہو گا؟ اور ہم اسی کی عبادت

عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ

کرتے ہیں O آپ کہیے: کیا تم اللہ کے متعلق ہم سے بحث کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے' اور ہمارے لیے

اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' اور ہم اسی کے ساتھ مخلص ہیں O کیا تم کہتے ہو کہ

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

بے شک ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد یہودی

Marfat.com

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ

یا عیسائی تھے؟ آپ کہیے: کیا تم زیادہ جاننے والا ہو یا اللہ؟ اور اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا

مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے‘ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ

نہیں ہے ○ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے‘ اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے

لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶ ۱۲ ۱۶

لیے ان کا بدلہ ہے‘ اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا ○

”صبغة اللّٰه“ (اللہ کا رنگ) کی تفسیر

اللہ کے رنگ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں‘ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کا دین ہے‘ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض عیسائی اپنے بچوں کو پیلے رنگ میں رنگتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے لیے تطہیر ہے اور اب وہ عیسائیت میں داخل ہو گیا‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے رنگ کو طلب کرو اور وہ دین اسلام ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اللہ کی فطرت ہے‘ یعنی جس فطرت اور خلقت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے‘ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کی سنت ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس کی صفات ہوں اور اللہ کے رنگ میں رنگنے سے مراد یہ ہو کہ بندہ اللہ کی صفات سے متصف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: کیا تم اللہ کے متعلق ہم سے بحث کرتے ہو‘ حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اسی کے ساتھ مخلص ہیں۔ (البقرہ: ۱۳۹)

حسن بصری نے بیان کیا ہے کہ بحث یہ تھی کہ یہود مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ تمہاری بہ نسبت ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ہمارے آباء اور ہماری کتابیں تم سے پہلے کی ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے کہہ دو کہ مقدم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے‘ اعتبار صرف عمل کا ہے اور اس عمل کا اعتبار ہے جس میں اللہ کے لیے اخلاص ہو۔

اخلاص کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خالص کا معنی ہے: صاف‘ جس چیز میں ملاوٹ ہو اور وہ ملاوٹ دور کر دی جائے تو اس کو خالص کہتے ہیں‘ (جس چیز میں ملاوٹ ہو سکتی ہو لیکن ملاوٹ نہ ہو اس کو بھی خالص کہتے ہیں) قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخلص فرمایا ہے کیونکہ وہ یہود کی تشبیہ اور نصاریٰ کی تثلیث سے بری ہیں اور اخلاص کی حقیقت ہے: اللہ کے سوا ہر چیز سے بری ہونا۔

(المفردات ص ۱۵۵۔ ۱۵۴‘ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ‘ ایران‘ ۱۳۴۲ھ)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ جس عبادت میں ریاکاری کی بالکل آمیزش نہ ہو اس کو اخلاص کہتے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عمل کو مخلوق کے ملاحظہ سے صاف کر لینا اخلاص ہے' جنید بغدادی نے کہا: اخلاص اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے' نہ اس کو فرشتے جانتے ہیں کہ لکھ سکیں نہ اس کو شیطان جانتا ہے کہ اس کو فاسد کر سکے' اور نہ اس کو خواہش جانتی ہے کہ اس کو کسی طرف مائل کر سکے' ابوالقاسم قشیری وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے جبرائیل سے پوچھا: اخلاص کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رب العزت سے اخلاص کے متعلق پوچھا' فرمایا: وہ میرا ایک راز ہے جس کو میں نے اپنے محبوب بندہ کے دل میں رکھا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اپنا عمل کسی کو نہ دکھایا جائے' فضیل بن عیاض نے کہا: لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کرنا ریا ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تمہیں ان دونوں سے محفوظ رکھے' ابن معاذ نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ جس طرح دودھ کو گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا جاتا ہے اس طرح عمل صالح کو گناہوں سے متمیز کیا جائے۔ ابوشیخی نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ اس عمل کو نہ فرشتے لکھ پائیں' نہ شیطان فاسد کر سکے' نہ اس پر کوئی انسان مطلع ہو یعنی اللہ کے سوا اس پر کوئی مطلع نہ ہو' حذیفہ المرعشی نے کہا: بندے کے افعال کا ظاہر اور باطن میں برابر ہونا اخلاص ہے' ابو یعقوب المکفوف نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے' سہل نے کہا: اپنے عمل کو حقیر جاننا اخلاص ہے' ابوسلیمان الدارانی نے کہا: ریاکار کی تین علامتیں ہیں: جب وہ اکیلا ہو تو عبادت سے تھک جاتا ہے' اور جب لوگوں کے درمیان ہو تو تر و تازہ ہوتا ہے اور جب اس کی تعریف کی جائے تو نیک عمل زیادہ کرتا ہے' اور اخلاص ریا کے بالمقابل ہے۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۶۵۹-۶۵۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ آپ کہیے: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ (البقرہ: ۱۴۰)

حضرت ابراہیم اور اسماعیل وغیرہ کے دین یہودیت اور عیسائیت پر نہ ہونے کا بیان

یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں سے یہ انبیاء یہودی تھے اور عیسائی ان کو عیسائی کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا ہے' یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت ابراہیم موحد تھے' اسی طرح ان کی اولاد میں سے یہ انبیاء بھی موحد تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے وفات سے پہلے اپنے بیٹوں سے توحید پر تادم مرگ قائم رہنے کا اقرار کرایا جیسا کہ قرآن مجید میں گزر چکا ہے' اور یہود مشرک تھے کیونکہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور عیسائی بھی شرک کرتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں' اس لیے یہود اور عیسائیوں کا حضرت ابراہیم اور ان انبیاء کو اپنے اپنے دین پر کہنا بداہۃً باطل ہے۔

واضح رہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے'' اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ''. (آل عمران: ۱۹) اور ان کی شریعت الگ الگ ہے'' لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا '' (المائدہ: ۴۸) یعنی انسان کے فکری اور تہذیبی ارتقاء اور زمانہ اور ماحول کے خصوصی تقاضوں کی وجہ سے ہر نبی کے دور میں عبادات اور معاملات کے الگ الگ طریقے مشروع (مقرر) کیے گئے' البتہ عقائد سب کے ایک ہی تھے اور بعض غیر متبدل اصول بھی ہر دور میں برقرار رہے جیسا کہ ہم '' مالك يوم الدين ''

Marfat.com

کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے۔ (البقرہ: ۱۴۰)

اس شہادت کا بیان جس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے چھپایا

اس شہادت کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ یہود اور عیسائیوں کو یہ علم تھا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں یہ انبیاء یہودی یا عیسائی نہیں تھے اور انہوں نے علم کے باوجود اس شہادت کو چھپایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہادت موجود تھی لیکن انہوں نے اس کو چھپایا' حالانکہ بعض راہبوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی جیسا کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی تصدیق کی اور قرآن مجید میں ہے: ''یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ '' (الانعام: ۲۰) ''وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔ اس کے باوجود وہ حسد اور عناد کی وجہ سے اس شہادت کو چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے۔ (البقرہ: ۱۴۱)

ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کی تحقیق

یعنی ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی' یہ معنی برحق ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ کسی شخص کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اس کلیہ کی وجہ سے فوت شدہ مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب کے جواز کا انکار کرنا باطل ہے' بعض لوگ قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں:

اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ (النجم: ۳۹) — انسان کے لیے صرف اسی کی کوشش کا اجر ہے ○

اور ایصال ثواب میں دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے اس لیے وہ ناجائز ہے' یہ دلیل باطل ہے اور اس کی متعدد وجوہ ہیں۔

علامہ سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہوگئی:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ (الطور: ۲۱) — اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی' ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کسی قسم کی کمی نہیں کریں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اس آیت سے پہلے صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کا ذکر ہے' اس لیے یہ حکم ان کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

رہی یہ امت تو اس کو اپنی سعی کا اجر بھی ملے گا اور جو اس کے لیے سعی کریں گے اس کا اجر بھی ملے گا' تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ربیع بن انس اور علامہ ثعلبی نے فرمایا: اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہیں اور کافروں کو صرف ان کی سعی کا اجر ملتا ہے اور وہ بھی صرف دنیا میں' آخرت میں ان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ حسین بن فضل نے کہا: اس آیت میں دوسروں کی سعی سے جس اجر کی نفی ہے وہ بہ طریق عدل ہے اور جس اجر کا ثواب ہے وہ بہ تقاضاء فضل ہے' پانچواں

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ علامہ ابوبکر وراق نے کہا: اس آیت میں سعی' نیت کے معنی میں ہے یعنی انسان کو صرف اپنی نیت کا اجر ملتا ہے' چھٹا جواب یہ ہے کہ آیت میں لام بہ معنی ''علی'' ہے یعنی انسان کو صرف اس کے عمل سے گناہ ہوتا ہے دوسروں کے عمل کا بار اس پر نہیں' ساتواں جواب یہ ہے کہ علامہ زعفرانی نے کہا: اس آیت میں سعی سے مراد عام ہے انسان نے خود سعی کی ہو یا سعی کا سبب فراہم کیا ہو مثلاً جس انسان کی اولاد' دوست احباب اور ملنے والے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں تو یہ بھی اس کی سعی کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہے اور قرابت داروں اور ملنے جلنے والوں سے ایسا حسن سلوک کرتا ہے جس کی بناء پر وہ اس کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں گویا کہ اس دعا اور استغفار کا سبب اس شخص کی سعی سے قائم ہوا' آٹھواں جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے فرمایا: یہ حصر اصل مقصود کے اعتبار سے ہے کل کے اعتبار سے نہیں ہے۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۷۷' مطبوعہ مصطفی البابی' مصر الطبعة الثالثة ۱۳۵۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا' دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں پہلے حساب کے لیے شفاعت فرمائیں گے' پھر جنت میں دخول کے لیے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا' تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں' پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا' چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا: ''وکان ابو ھما صالحا'' ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کیے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے' نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ میت کے ولی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے' دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہوا حج اور نذر مانا ہوا روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے' گیارہویں وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ ابوقتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا' اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہوا' بارہویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے' تیرہویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے' چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کر دیں تو وہ بری ہو جاتا ہے' پندرہویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے' سولھویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے: ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا' صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا' سترہویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کے لیے استغفار کرنا' عمل غیر کا نفع ہے' اٹھارہویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ'' (الانفال: ۳۳) ''اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں موجود ہوں' اور انیسویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

Marfat.com

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ ''(الفتح: ۲۵) اور فرمایا: '' وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ '' (البقرہ: ۲۵۱) '' اور اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بروں سے عذاب نہ ٹالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے'' اور یہ عمل غیر سے نفع ہے' بیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے' اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے' معلوم ہوا کہ کتاب' سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳' مطبوعہ مطبع بولاق' مصر' الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۱ھ)

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ

عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ ان (مسلمانوں کو) ان کے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے

الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِیْ مَنْ

آپ کہیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں' وہ جسے چاہے

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے O اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ

تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں' اور

مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

(اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى

کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے' اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے

اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ

ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے' بے شک اللہ لوگوں

رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

پر بہت مہربان ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے O

Marfat.com

آیا مکہ میں ابتداءً آپ کا قبلہ کعبہ تھا یا بیت المقدس؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداءً نماز فرض ہوئی تو آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے یا خانہ کعبہ کی طرف' حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ مہینوں میں آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' علامہ بدرالدین عینی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۰) تاہم آپ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ جب آپ پر ابتداءً نماز فرض ہوئی تو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا' حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر نے کہا: میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے یہود کی تالیف قلب کے لیے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تاکہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لیے ان میں زیادہ داعیہ ہو اور جب آپ ان کے قبول اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ نے یہ چاہا کہ آپ کو پھر کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں اہل عرب کے قبول اسلام کا زیادہ داعیہ تھا' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہود کی مخالفت کی بناء پر ایسا کیا۔

تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ مکہ میں آپ کا قبلہ کعبہ تھا تو پھر دو بار قبلہ کا منسوخ ہونا لازم آئے گا اس لیے محققین کا یہ نظریہ ہے کہ آپ ابتداءً مکہ مکرمہ میں بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

تحویل قبلہ کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مدینہ میں آئے تو اپنے نانا یا ماموں کے گھر ٹھہرے اور آپ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو جائے اور آپ نے اس کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی' آپ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی' پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا وہ اس وقت رکوع میں تھے' اس نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' وہ لوگ نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے' یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں' جب آپ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا تو ان کو یہ ناگوار ہوا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۔ ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس مسجد کے نمازیوں کو خبر واحد سے یہ علم ہو گیا کہ قبلہ بدل گیا ہے' اب ان کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس نماز کو توڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے اور تحویل قبلہ کی تحقیق کرتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس خبر پر اعتماد کر کے نماز میں قبلہ بدل لیتے' انہوں نے اجتہاد سے دوسری صورت پر عمل کیا' اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور اپنے اجتہاد سے نماز میں قبلہ کی سمت بدلنا جائز ہے' بلکہ اگر ہر رکعت میں اس پر قبلہ مشتبہ ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے ہر رکعت میں سمت بدل لے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

Marfat.com

"صحیح بخاری" کی اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد بیت اللہ کی طرف جو نماز سب سے پہلے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی' اور امام مالک کی روایت میں ہے: وہ صبح کی نماز تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم بنوسلمہ کی مسجد میں نازل ہوا' اس وقت آپ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے' پھر نماز ہی میں آپ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور اس مسجد کا نام مسجد القبلتین رکھا گیا' چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اس لیے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔

ابو حاتم البستی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں' کیونکہ آپ بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کیفیت میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(۱) حسن' عکرمہ اور ابو العالیہ نے کہا: آپ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا۔

(۲) طبری نے کہا: آپ کو بیت المقدس اور بیت اللہ میں سے کسی ایک کی طرف منہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا' آپ نے یہود کے ایمان لانے کی خواہش کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کر لیا۔

(۳) حضرت ابن عباس نے کہا: آپ نے اللہ کی وحی اور اس کے حکم سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کیا تھا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے (اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں' جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے) اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۸' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں وہ جسے چاہے صراط مستقیم پر چلاتا ہے ○ (البقرہ: ۱۴۲)

تحویل قبلہ سے متعلق مسائل

اس آیت میں منافقین اور یہود کے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ بیت المقدس خود مستقل بالذات ہے کیونکہ مشرق اور مغرب سب اس کی ملک ہیں' وہ جس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے وہی قبلہ ہے اور اس کے حکم پر عمل کرنا ہی صراط مستقیم کی ہدایت ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت اور اس کی تفسیر میں جو "صحیح بخاری" کی روایت ذکر کی گئی ہے ان سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب یہ بے وقوف یہ کہیں گے کہ "مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ پیش گوئی پوری ہو گئی اور یہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کی صداقت کی قوی دلیل ہے۔

(۲) اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایسے احکام بھی ہیں جو ناسخ اور منسوخ ہیں اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید نے جس حکم کو سب سے پہلے منسوخ کیا ہے وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ہے۔

(۳) بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم قرآن میں نہیں تھا' یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت تھا اور قرآن مجید نے اس حکم کو منسوخ کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سنت کا ناسخ ہے۔

Marfat.com

(۴) خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے' کیونکہ اہل قبا کو جب یہ خبر پہنچی کہ قبلہ بدل گیا ہے تو انہوں نے نماز کی حالت میں اپنا قبلہ بدل لیا۔

(۵) جب تک کسی حکم کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو اس پر عمل کرنا جائز ہے کیونکہ تحویل قبلہ کے بعد بھی اہل قباء نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی کیونکہ ان کو اس وقت تک تحویل قبلہ کا علم نہیں ہوا تھا۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید تدریجاً نازل ہوتا تھا اور حسب ضرورت احکام نازل ہوتے رہتے تھے۔

نماز کے لیے کسی ایک جہت کی طرف منہ کرنے کے اسرار

تمام نمازیوں کے لیے کسی ایک جہت کو قبلہ بنانے کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اگر نماز میں کسی ایک جہت کی طرف منہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا تو کوئی مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا کوئی مغرب کی طرف اور کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف اور اس طرح عبادت میں مسلمانوں کی وحدت' نظم اور جمعیت نہ رہتی اور جب تمام دنیا کے مسلمان ایک جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے تو ان کی عبادت میں وحدت' نظم اور جمعیت پائی جائے گی اور اسلام نے تمام عبادات میں مسلمانوں کو وحدت اور نظم کے تابع کیا ہے۔

(۲) جب انسان کسی صاحب اقتدار کے پاس جاتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اپنی درخواست پیش کرتا ہے' نماز میں انسان اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی حمد و ثناء کرتا ہے' اس کی تسبیح کرتا ہے اور اس کے سامنے اپنی درخواست پیش کرتا ہے تو اس کی توجہ کے ارتکاز کے لیے قبلہ بنایا گیا۔

(۳) نماز میں اصل یہ ہے کہ خضوع' خشوع' اور حضور قلب ہو' اگر انسان مختلف جہات کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے تو اس سے حضور قلب حاصل نہیں ہوگا اس لیے ایک قبلہ بنایا گیا تا کہ سب اس کی طرف متوجہ ہو کر حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھیں۔

کعبہ کو قبلہ بنانے کے اسرار

(۱) اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے متعلق فرمایا: یہ میرا گھر ہے" اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ "(البقرہ: ۱۲۵) تو اپنی عبادت کرنے والوں کے لیے اپنے بیت کو قبلہ بنا دیا۔

(۲) یہود نے سمت مغرب کو قبلہ بنایا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ کو مغرب کی جانب سے نداء آئی تھی: " وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ ". (القصص: ۴۴) اور عیسائیوں نے جہت مشرق کو قبلہ بنایا کیونکہ حضرت جبرائیل حضرت مریم کے پاس جانب مشرق سے گئے تھے" وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ " (مریم: ۱۶) تو مسلمانوں کا قبلہ کعبہ بنایا کیونکہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قبلہ ہے اور سیدنا محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے اور اللہ کا حرم اور بیت اللہ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ. (آل عمران: ۹۷-۹۶)

بے شک (اللہ کی عبادت کے لیے) سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے O اس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے' جو اس میں داخل ہوا وہ مامون ہو گیا۔

Marfat.com

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ. (المائدہ: ۹۷) اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا۔

(۳) کعبہ زمین کے وسط میں ہے' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین کے وسط کی طرف متوجہ کیا تاکہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں کیفیت متوسط (عدل) کو اختیار کریں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنا کر یہ ظاہر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' کیونکہ کعبہ کو قبلہ بنانے کی یہ وجہ بیان فرمائی:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا. (البقرہ: ۱۴۴) ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ: ۱۳۰) اور رات کے کچھ اوقات اور دن کے اطراف میں اس کی تسبیح کیجیے تاکہ آپ راضی ہو جائیں ○

دنیا میں آپ کو راضی کرنے کے لیے کعبہ کو قبلہ بنایا' اور دن رات میں تسبیح پڑھنے کا حکم دیا اور آخرت میں آپ کو راضی کرنے کے لیے مقام محمود اور شفاعت کبریٰ سے نوازا:

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر فرمائے گا ○

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ: ۵) اور عنقریب ضرور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○

(۵) حضرت آدم نے پانچ پہاڑوں سے مٹی لے کر کعبہ بنایا تھا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر تمہارے گناہ پہاڑ جتنے بھی ہوئے تو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے سے جھڑ جائیں گے۔

(۶) جب مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے تو یہود طعنہ دیتے تھے کہ تم ہماری مخالفت کرتے ہو اور ہماری مسجد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا قبلہ بدل دیا' اور کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

(۷) مسلمان ملت ابراہیم کے اتباع کے داعی تھے اس لیے حضرت ابراہیم کے بنائے ہوئے کعبہ کو ان کا قبلہ بنا دیا۔

(۸) جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے تو اس کو قبلہ بنانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

استقبال کعبہ کے فقہی مسائل

(۱) نماز میں مسجود لہ اللہ تعالیٰ ہے' کعبہ کو سجدہ کرنے کی نیت کرنا کفر ہے۔

(۲) کعبہ سے مراد وہ جگہ ہے اور تحت الثریٰ سے لے کر عرش عظیم تک وہ فضاء ہے جہاں کعبہ بنا ہوا ہے حتیٰ کہ اگر بیت اللہ کی یہ عمارت نہ بھی ہو تو اس جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

(۳) مکہ اور مدینہ میں رہنے والوں کے لیے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دوسروں کے لیے کعبہ کی جہت کی طرف منہ کرنا کافی ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کو اندھیرے یا لاعلمی کی وجہ سے کعبہ کی سمت کا پتا نہ ہو تو وہ غور و فکر کرے اور جس جانب اس کا ظن غالب ہو

Marfat.com

اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے' اگر بعد میں یہ پتا چلے کہ اس نے غلط سمت کی طرف نماز پڑھی تو اس پر اعادہ نہیں ہے' اگر نماز کی ہر رکعت میں اس کی رائے بدل جائے تو اپنی رائے کے مطابق ہر رکعت میں پھرتا رہے۔

(۵) نفل نماز چلتی سواری پر جائز ہے خواہ سواری کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔

(۶) عذر کی وجہ سے فرض نماز چلتی سواری (خواہ چلتی ٹرین ہو) پر جائز ہے خواہ سواری کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو اور بعد میں اس کا اعادہ نہیں ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۲۹۱۔ ۲۸۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی[۱]' علامہ ابن عابدین شامی حنفی[۲] اور علامہ سید احمد طحطاوی حنفی[۳] نے لکھا ہے کہ کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا جائز ہے اور اس مسئلہ کو نجم الملۃ والدین علامہ عمر نسفی اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے نقل کیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن عمر نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا: تیری حرمت کس قدر عظیم ہے لیکن مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے' اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے: تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے! اللہ کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے' سو جب بندہ مومن کعبہ سے افضل ہے تو کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا بعید نہیں ہے' رہا یہ شبہ کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اتنا بھاری بھر کم جسم کیسے منتقل ہوتا ہے اور تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے کبھی غائب ہوا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے (واقعہ معراج میں) میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس کو لا کر میرے سامنے دار عقیل کے پاس رکھ دیا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا' بیت المقدس بھی ایک بھاری جسم ہے اور اس کا منتقل ہونا بھی عادۃً محال ہے اور اس کے متعلق بھی تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو' اس حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ بیت المقدس کی مثال اس کی جگہ پر تھی اور اس کی حقیقت آپ کے سامنے رکھ دی گئی' اس طرح ہو سکتا ہے کہ حقیقت کعبہ زیارت کے لیے گئی ہو اور اس کی مثال وہاں اس کے قائم مقام کر دی گئی ہو۔

(بوادر النوادر ص ۱۳۷۔ ۱۳۵' ملخصاً' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۹۶۴ء)

اور قرآن مجید میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس لانے کا واقعہ مذکور ہے' اس سے یہ شبہ بھی دور ہو جاتا ہے کہ ایک بھاری جسم کیسے منتقل ہو سکتا ہے۔

علامہ یافعی یمنی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو دور دراز کے شہروں سے کعبہ دکھایا' ایک اور شخص نے بعض منکرین کو دکھایا

[۱] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ' درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ' ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

[۳] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۴۳۹' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ

Marfat.com

کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا' اور ہم نے تحقیق کے ساتھ یہ سنا ہے کہ تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ مشاہدہ کیا گیا کہ کعبہ ایک جماعت کا حقیقتاً طواف کر رہا تھا اور میں نے بعض معتمد اولیاء اور مستند علماء کو دیکھا ہے جنہوں نے کعبہ کو اولیاء کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (روض الریاحین فی حکایات الصالحین ص ۴۳' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر اور ہیبت اور جلال اور زیادہ کرے' ہمیں یہ نقول اور دلائل بہت عجیب وغریب معلوم ہوتے ہیں خصوصاً اس لیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء والاولیاء ہیں لیکن آپ نے کعبہ کا طواف کیا اور آپ کے گرد کعبہ کا طواف کرنا ثابت نہیں ہے' اگر ان مستند فقہاء اور علماء نے کعبہ کے طواف کرنے کو نقل نہ کیا ہوتا تو ہم اس کو صراحۃً رد کر دیتے' جو فضیلت آپ کے لیے ثابت نہ ہو اس فضیلت کو ہم آپ کے امتی کے لیے ثابت کرنے کی جرات نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے تمہیں متوسط (بہترین) امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ: ۱۴۳)

امت مسلمہ کا باقی امتوں پر گواہ ہونا

اس کلام کے اول اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے' اول میں ہے: آپ کہیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں اور آخر میں ہے: (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے الخ اور درمیان میں اس کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب کیا گیا ہے' اس میں یہود کو بتایا گیا ہے کہ تم مسلمانوں کے قبلہ کا کیوں انکار کرتے ہو اور ان کے دین کو کیوں قبول نہیں کرتے حالانکہ مسلمان قیامت کے دن تمہارے خلاف شہادت دیں گے اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی' اس لیے تم کو چاہیے کہ تم دنیا میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کے دین کی پیروی کرو۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح کو قیامت کے دن بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: میں حاضر ہوں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا نوح نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ ان کی امت کہے گی: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا! اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت' اور وہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے ان کو تبلیغ کی تھی' یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک شخص ہوگا' اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ دو شخص ہوں گے اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ زیادہ لوگ ہوں گے' اس سے کہا جائے گا: کیا تم نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہے گا: ہاں! پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں' پھر اس نبی سے کہا جائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت' پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا: کیا انہوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر کہا جائے گا: تم کو اس کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی تھی کہ (سب) رسولوں نے تبلیغ کی ہے' اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۹۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

Marfat.com

دین اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت کا سب سے افضل ہونا

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تم کو ہدایت یافتہ بنایا ہے اور تمہارے قبلہ کو تمام امتوں کے قبلہ سے افضل بنایا ہے اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط یعنی سب سے افضل امت بنایا ہے۔ دائرہ میں جس نقطہ (مرکز) سے محیط کی طرف تمام مساوی خطوط نکلتے ہیں ان مساوی خطوط کو خط وسط کہتے ہیں اور عرف میں وسط سے وہ کیفیت مراد ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان ہو' مثلاً اسراف اور بخل کے درمیان سخاوت ہے اور رہبانیت اور فسق و فجور کے درمیان عفت ہے اور کیفیت متوسط سب سے افضل ہوتی ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو سب سے افضل امت بنایا ہے۔ باقی امتوں میں سے یہود و نصاریٰ ہیں جو ایک سے زیادہ خدا مانتے ہیں اور یا دہریے ہیں جو خدا کے وجود کے منکر ہیں' ان میں مسلمان متوسط ہیں جو خدا کے وجود کے قائل ہیں اور صرف ایک خدا مانتے ہیں' ہندو نبوت کے قائل نہیں اور مرزائی قیامت تک نبوت کو جاری مانتے ہیں اور مسلمان نبوت کے قائل ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم مانتے ہیں' اسی طرح اسلام کے فرقوں میں اہل سنت و جماعت متوسط ہیں' رافضیہ صحابہ کو سب اور لعنت کرتے ہیں' ناصبیہ اہل بیت کو سب کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت صحابہ اور اہل بیت دونوں کی تعظیم کرتے ہیں' جبریہ کہتے ہیں: انسان مجبور محض ہے' معتزلہ کہتے ہیں: انسان اپنے افعال کا خالق ہے اور اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ انسان کو کسب کا اختیار ہے اور افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' خوارج کہتے ہیں کہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرنا کفر ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو عذاب کا مستحق ہوتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام متوسط ہے اور اسلام کے تمام فرقوں میں اہل سنت و جماعت متوسط ہیں اور متوسط ہونا افضل ہونے کو مستلزم ہے۔

عدالت صحابہ اور حجیت اجماع

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں امت مسلمہ کو گواہ قرار دیا ہے اور گواہی اس کی مقبول ہوتی ہے جو عادل اور نیک ہو اور اس آیت کے اولین مخاطب اور مصداق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں' سو یہ آیت اس بات کو مستلزم ہے کہ تمام صحابہ عادل اور نیک ہیں اور شیعہ کا یہ کہنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین چار کے سوا باقی تمام صحابہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے' نیز صحابہ کرام کے علاوہ قیامت تک کے تمام مسلمان بھی امت مسلمہ میں ثانیاً و بالعرض داخل ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ امت مسلمہ کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی کیونکہ ان کا گمراہی پر مجتمع ہونا ان کی عدالت اور نیکی کے خلاف ہے اور جو عادل نہ ہو وہ گواہ نہیں ہو سکتا اس لیے امت مسلمہ کا گواہ ہونا امت مسلمہ کے اجماع کے حق اور حجت ہونے کو مستلزم ہے' اور یہ واضح رہے کہ کفر اور بدعت عدالت کے منافی ہے اس لیے امت مسلمہ کے اجماع میں روافض' خوارج اور مشبہہ وغیرہ داخل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ: ۱۴۳)

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں پچھلی امتوں اور اس امت کے افعال اور احوال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جانا

عربی قواعد کے مطابق ''علی'' جب شہادت کا صلہ ہو تو اس کا معنی ہے: کسی کے خلاف گواہی دینا اور یہاں مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کے حق میں گواہی دیں گے اور ان کے عادل اور نیک ہونے کو بیان کریں گے' علامہ بیضاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہاں شہید رقیب اور مہیمن (نگہبان) کے معنی کو متضمن ہے اور ''علی'' رقیب کا صلہ ہے'

Marfat.com

اس کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نگہبان اور ان کے احوال پر مطلع ہیں' اس لیے ان کے حق میں گواہی دیں گے۔
(انوار التنزیل ص ۲۹' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع)

بہ کثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پچھلی امتیں پیش کی گئیں اور اس امت کے افعال اور اعمال آپ پر پیش کیے گئے اور چونکہ آپ سب کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اس لیے سب کے متعلق گواہی دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًاؕ (النساء: ۴۱) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان (سب) پر گواہ بنا کر لائیں گے ○

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے فاسد عقائد اور برے اعمال کے خلاف گواہی دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی گواہی کے صدق پر گواہی دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہوں گے' کیونکہ بغیر علم کے گواہی جائز نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے احوال اور افعال پر مطلع فرمایا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کا آپ کو علم عطا فرمایا ہے' اور خصوصاً آپ کی امت کے اعمال قبر انور میں آپ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر وہاں چاشت کے وقت تک بیٹھے رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے' پھر اسی جگہ بیٹھے رہے' پھر آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھیں اور اس دوران کسی سے بات نہیں کی' پھر گھر تشریف لے گئے' لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا نہیں کہ آج کا دن آپ نے غیر معمولی طور پر گزارا' حضرت ابوبکر نے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے امور میں سے جو کچھ بھی ہونے والا تھا وہ سب مجھ پر آج پیش کیا گیا' تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا' لوگ گھبرا کر حضرت آدم کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۷۷۔۱۷۶' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امت کے اچھے اور برے (تمام) اعمال پیش کے جاتے ہیں' میں نے نیک اعمال میں دیکھا کہ نجاست کو راستہ سے ایک طرف کر دیا گیا' اور برے اعمال میں دیکھا کہ ناک کی رینٹ کو مسجد میں ڈال دیا گیا اور اس کو دفن نہیں کیا گیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام احمد[1]' امام ابوعوانہ[2] اور امام بیہقی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام احمد حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۰۶' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۹۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

Marfat.com

امام محمد بن سعد روایت کرتے ہیں:

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی[۱]' علامہ علی متقی ھندی[۲] اور علامہ مناوی[۳] نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر' امام بزاز کی سند بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں' وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ میں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں' اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بزار نے بیان کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام عبداللہ بن عدی الجرجانی روایت کرتے ہیں:

خراش بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت تمہارے لیے بہتر ہے' حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں' اور میری موت اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو نیک عمل ہوتے ہیں میں ان پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال' ج ۳ ص ۹۴۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث کو امام ابن جوزی نے حضرت انس کی روایت سے ذکر کیا ہے' اس روایت میں ہر جمعرات کو عرض اعمال کا ذکر ہے پیر کا ذکر نہیں ہے۔ (الوفاء ص ۸۱۰' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۶۹ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعہ ہے' اس دن مجھ پر بہت زیادہ صلوٰۃ (درود) پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ مجھ پر پیش کی جاتی ہے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری صلوٰۃ آپ پر کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔ ۲۲' مطبوعہ توزیع عباس احمد الباز' مکہ مکرمہ

۲۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۴۔ ۱۵۰ ' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے (نیک کاموں کے) اجر پیش کیے گئے حتیٰ کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ نکال کر پھینکنے کا اجر پیش کیا گیا' اور میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت دی گئی ہو اور اس نے اس کو بھلا دیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶ ' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی [۱]' امام بیہقی [۲]' امام طبرانی [۳]' اور امام عبدالرزاق [۴] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت پر جو کچھ مفتوح تھا وہ آپ پر پیش کر دیا گیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۲۷۷ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نورالدین الہیثمی امام بزار کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر میری امت کو پیش کیا گیا اور ان میں تابع ہو یا متبوع' مجھ پر کوئی مخفی نہیں رہا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۷ ' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام ابونعیم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں' ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت گزری' ایک نبی کے ساتھ ایک اور دو آدمی گزرے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۲ ' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ [۵] اور امام طبرانی [۶] نے تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے۔ (البقرہ: ۱۴۳)

بعض ترجموں سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اشکال اور اس کے جوابات

اس آیت کا لفظی معنی یہ ہے: تاکہ ہم جان لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے' لیکن اس ترجمہ سے یہ لازم آتا ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ رسول کی پیروی کرنے والے اور دین سے پھر جانے والے کون ہیں' بعض مترجمین نے اسی طرح ترجمہ کیا ہے:

۱۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۴۱۴ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۴۰ ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۳۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۸۹ ' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ

۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' المصنف ج ۳ ص ۳۶۱ ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ

۵۔ امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۸۵ ' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت

۶۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۵ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

Marfat.com

شیخ محمود الحسن اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر تو پہلے تھا' مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔
شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:
اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے۔
سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:
پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پیر پھر جاتا ہے۔
اس عبارت میں دیکھنے سے متبادر بھی جاننا ہے اس لیے یہ عبارت محل اشکال ہے کیونکہ اس قسم کی عبارت میں دیکھنے کا لفظ جاننے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔
اور ہم نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے:
اور (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے۔
ہم نے اس آیت میں علم کو اظہار اور تمییز کے معنی پر محمول کیا ہے تاکہ صرف اردو پڑھنے والے لوگ جن کی عربی تفاسیر تک رسائی نہیں ہے یہ وہم نہ کریں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی ہو رہی ہے۔ معاذ اللہ!
اس آیت کا ظاہری معنی ہے: تاکہ ہم جان لیں یا تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے' اس معنی پر جو اشکال ہے اس کے امام رازی نے متعدد جواب دیئے ہیں:
(۱) تاکہ ہم جان لیں' اس کا معنی ہے: تاکہ ہمارے نبی اور ایمان والے جان لیں' جیسے بادشاہ کہتا ہے: فلاں شہر ہم نے فتح کیا' یعنی ہماری فوجوں نے فتح کیا۔
(۲) علم بہ معنی تمییز ہے یعنی تاکہ ہم رسول کے متبعین کو غیر متبعین سے ممتاز کر دیں۔
(۳) علم بہ معنی مشاہدہ ہے' یعنی تاکہ ہم یہ مشاہدہ کر لیں کہ کون متبع ہے' اللہ کو اس کا علم تو پہلے تھا لیکن مشاہدہ تحویل قبلہ کے وقت ہوا۔
(۴) اس آیت میں حدوث علم مخاطبین کی طرف راجع ہے یعنی تاکہ تم لوگ یہ جان لو کہ کون متبع ہے اور کون پھرنے والا ہے۔
(۵) علم بہ معنی تحقق ہے یعنی تاکہ واقع میں متبعین متحقق ہو جائیں اور آپ کی اتباع سے پھرنے والے متحقق ہو جائیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱۔ ۱۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:
یہ کلام بہ طور تمثیل ہے یعنی تحویل قبلہ کا یہ فعل اس شخص کے فعل کی مثل ہے جو یہ جاننا چاہے کہ کون متبع ہے اور کون غیر متبع ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ علم بہ معنی جزاء آیا ہے اور اس آیت میں بھی علم بہ معنی جزاء ہے' یعنی تاکہ ہم آپ کی اتباع کرنے والے کو جزا دیں اور آپ کی اتباع سے پھرنے والے کو سزا دیں۔

Marfat.com

(روح المعانی ج ۲ ص ۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے۔ (البقرہ: ۱۴۳)

اہل کتاب پر تحویل قبلہ کے بھاری ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے قبلہ بدل کر لوگوں کو امتحان میں ڈالا' اور یہ امتحان ان پر اس لیے بھاری تھا کہ جو چیز مالوف ہو اور جس کی عادت ہو اس کو ترک کرنا اور اپنے آباء واجداد کے طریقہ کو چھوڑنا بہت دشوار ہوتا ہے اور ہر نئی چیز سے انسان متوحش ہوتا ہے' البتہ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت پیدا کردی اور اس نے اپنی طبیعت کو شریعت میں ڈھال لیا' اس کو فی نفسہ کسی چیز سے رغبت نہیں ہوتی' اس کی رغبت تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے' اس کے نزدیک بیت المقدس کی جہت مقصود ہے نہ کعبہ کی سمت' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو وہ اس کا قبلہ تھا اور اب اللہ اور رسول نے کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو وہ اس کا قبلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے۔ (البقرہ: ۱۴۳)

نمازوں پر ایمان کے اطلاق کی توجیہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے' کچھ شہید ہو گئے اور ہم نے نہیں جانا کہ ہم (بیت المقدس کی طرف ان کی پڑھی ہوئی نمازوں کے متعلق) کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

اس آیت میں بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے' اس سے محدثین اور ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں اعمال داخل ہیں' اور متکلمین اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں ہمارے نزدیک بھی اعمال داخل ہیں' البتہ نفس ایمان صرف تصدیق کو کہتے ہیں۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا

جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں' اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف

وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ

پھیر لو' اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ

حق ہے' اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے ○ اور اگر آپ

Marfat.com

اٰیَتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ ۚ وَمَآ اَنْتَ

اہل کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے' اور نہ آپ ان کے

بِتَابِعٍ قِبْلَتَہُمْ ۚ وَمَا بَعْضُہُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں' اور (اے مخاطب!) اگر علم حاصل

اَھْوَآءَھُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ

ہونے کے بعد تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تو بے شک ضرور

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ

ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا O جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے

اَبْنَآءَھُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے O

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴)

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا' اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ کو پھیرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو۔ (البقرہ: ۱۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں' اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ (درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

وقف منزل وقف لازم

Marfat.com

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد (حرام) والوں کے لیے بیت اللہ قبلہ ہے' اور اہل حرم کے لیے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لیے مسجد حرام قبلہ ہے' اور جو شخص مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ کی طرف کرنا چاہیے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو' اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں نظر سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہیے' نیز قیام کا حکم سارے جسم کے لیے ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے' اس کے قیام کا حکم بہ طریق اولیٰ ہوگا اور چہرہ کا قیام اس وقت ہوگا جب چہرہ کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر ہو' رکوع میں قدموں کی جگہ اور سجدہ میں ناک کی طرف نظر ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۰۔ ۱۵۹ 'ملخصاً' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قیام میں نظر موضع سجود کی طرف ہونی چاہیے اور رکوع میں قدموں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نرم گوشے کی طرف اور بیٹھتے وقت گود میں اور سلام کے وقت کندھوں کی طرف' اس کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کعبہ کا مشاہدہ کر رہا ہو' اس کی نظر بھی ان ہی مواضع کی طرف ہو' کیونکہ اس سے مقصود خشوع ہے' جب وہ قصداً ان مواضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر ہٹنے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے اور ان مواضع کی طرف دیکھنے سے خشوع حاصل نہ ہو تو ان سے عدول کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۲۱ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

خشوع کا معنی ہے: عجز اور انکسار کرنا اور آنکھیں نیچی کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی مدح فرمائی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ (المؤمنون: ۲۔۱) — بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے ○ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ○

اس لیے نماز کی حالت قیام میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا' خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہ کعبہ کی طرف چہرہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (البقرہ: ۱۴۴)

اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم

یعنی یہود اور نصاریٰ کو یہ علم ہے کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کیسے یہ علم ہوگا حالانکہ یہ حکم ان کے دین میں تھا نہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے یہ علم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی ہیں' آپ اللہ کی وحی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے اور آپ کی کہی ہوئی ہر بات حق اور صواب ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنے دین سے یہ معلوم تھا کہ احکام منسوخ ہوتے رہتے ہیں اس لیے ان کو علم تھا کہ یہ حکم بھی منسوخ ہو سکتا ہے اس لیے تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے علم تھا کہ کعبہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا اور یہی اللہ کا سب سے پہلا گھر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ معجزات اور دیگر دلائل سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی تھی'

Marfat.com

اس لیے ان کو لامحالہ علم تھا کہ جس جانب کو آپ نے قبلہ قرار دیا ہے وہی قبلہ ہے' پانچواں جواب یہ ہے کہ ان کی کتاب میں تحویل قبلہ کا حکم بھی لکھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) اگر علم حاصل ہونے کے بعد تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی' تو تو بے شک ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا O (البقرہ: ۱۴۵)

علماء سے معصیت کے صدور کا زیادہ قبیح ہونا

اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے جن کے لیے خواہش کی اتباع کرنا محال نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' اور آپ کا ظالم ہونا آپ کی نبوت کے منافی ہے اور محال بالغیر ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ علم حاصل ہونے کے بعد اگر اہل کتاب کی اتباع کی تو ضرور تو ظالموں میں سے ہوگا' اس آیت میں علم کی قید لگائی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی معصیت پر علماء کے حق میں وعید بہت شدید ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں علم سب سے عظیم نعمت ہے اور جس کو سب سے عظیم نعمت دی ہے اس سے نافرمانی اور گناہ کا صدور سب سے زیادہ قبیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۶)

اہل کتاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے متعدد اسانید کے ساتھ قتادہ' ربیع' حضرت ابن عباس' سدی' ابن زید اور ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ یہ ضمیر تحویل قبلہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اہل کتاب تحویل قبلہ کے حق ہونے کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۶ مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

یہ ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے' مجاہد' قتادہ وغیرہما سے یہی روایت ہے' زجاج' تبریزی اور زمخشری کا یہی مختار ہے' پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صیغہ خطاب سے ذکر کیا تھا اور اب ضمیر غائب سے ذکر کیا ہے' سو یہ باب التفات سے ہے' یعنی اہل کتاب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح معرفت حاصل تھی' ان کو آپ کی معرفت میں کوئی شک نہیں تھا نہ آپ کی دی ہوئی خبروں کے صادق ہونے میں کوئی تردد تھا اور جن چیزوں کا آپ کو مکلف کیا گیا تھا مثلاً بیت المقدس کے قبلہ ہونے کا منسوخ ہونا' ان کی صداقت پر ان کو یقین تھا کیونکہ ان کی کتاب میں آپ کا ذکر اور آپ کی صفات لکھی ہوئی تھیں' قرآن مجید میں ہے:

يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ. جس رسول کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس ضمیر کے لوٹنے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی ہے کہ "اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ" (البقرہ: ۱۴۶) تو یہ معرفت کیسی ہے' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اے عمر! جب میں نے آپ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں' اور میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے سے زیادہ پہچانتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں آپ کی صفات بیان کی ہیں اور اپنے بیٹوں کے متعلق ہمیں پتا نہیں کہ عورتیں کیا کرتی ہیں' میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں' حضرت عمر نے ان کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق دی

Marfat.com

ہے۔(البحر المحیط ج ۲ ص ۳۳۔ ۳۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ قرطبی نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے اور یہ لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ اس نبی کو اپنے آپ سے زیادہ پہچانتے ہیں کیونکہ انسان کو اپنی پیدائش سے لے کر ایک زمانہ تک اپنی معرفت نہیں ہوتی اور وہ اپنے بیٹے کو شروع سے پہچانتا ہے اور اس کی معرفت کے بغیر اس پر کوئی زمانہ نہیں گزرتا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

امام فخر الدین رازی حضرت عمر کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

چونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت معجزات سے ثابت ہوگئی تھی اس لیے آپ کے نبی ہونے کا ان کو قطعی علم تھا جبکہ اپنے بیٹے کے متعلق ان کو قطعیت کے ساتھ یہ علم نہیں تھا کہ یہ ان کا بیٹا ہے اس لیے آپ کی معرفت بیٹوں کی معرفت سے زیادہ قوی تھی نیز امام رازی فرماتے ہیں:

اس آیت میں ضمیر کو تحویل قبلہ کی طرف لوٹانے کے قول سے یہ قول راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر نہیں دی کہ ان کی کتابوں میں تحویل قبلہ کا ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ تورات اور انجیل میں آپ کا ذکر لکھا ہوا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلی آیت میں آپ کا ذکر ہے "وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ" "وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ" اور تحویل قبلہ کا ذکر اس سے بعید ہے اور قریب کو مرجع بنانا اولیٰ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ معجزات سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا ثابت ہوا ہے اس لیے اہل کتاب آپ کی نبوت کے صدق کو پہچانتے تھے اور تحویل قبلہ کا برحق ہونا آپ کے برحق ہونے کی فرع ہے اس لیے اس ضمیر کو آپ کی طرف لوٹانا زیادہ اولیٰ ہے۔(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۶۔ ۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ثعلبی نے از سدی صغیر از کلبی روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی ہے: "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (البقرہ: ۱۴۶) اے عبداللہ! یہ معرفت کیسی ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح میں اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں بلکہ مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی کیونکہ ہماری کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی صفات بیان کی ہیں تو میں نے دیکھتے ہی آپ کو پہچان لیا کہ یہ برحق نبی ہیں اور اپنے بیٹوں کے متعلق میں نہیں جانتا کہ عورتیں کیا کرتی ہیں حضرت عمر نے کہا: اے عبداللہ بن سلام! تم کو اللہ نے توفیق دی۔

(درمنثور ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ آیت اللہ العظمیٰ ایران)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دین کو تلاش کرنے کے لیے نکلا تو مجھے اہل کتاب کے باقی لوگوں میں سے چند راہب ملے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (البقرہ: ۱۴۶) وہ کہتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں عنقریب سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہوگا اس کی خاص علامات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے کندھوں کے درمیان تلوں کے گول مجموعہ کی شکل میں مہر نبوت ہوگی میں عرب میں پہنچا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا۔ میں نے ان تمام علامات کو دیکھا اور مہر نبوت کو بھی دیکھا پھر میں نے کلمہ پڑھ لیا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" الحدیث۔(المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

Marfat.com

ع ۱۷ ۶

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝١٤٧ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ

(یہ تحویل قبلہ) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے‘ (تو اے مخاطب!) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا ○ اور ہر ایک

هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے‘ سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو‘ تم جہاں کہیں بھی ہو گے

جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٤٨ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

اللہ تم سب کو لے آئے گا‘ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ

اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں‘ اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے‘

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝١٤٩ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے ○ اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ

مسجد حرام کی طرف پھیر لیں‘ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف

شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ

پھیر لو تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے‘ البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ تم پر ضرور ناحق الزام تراشی کریں گے)

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو (اور کعبہ کی طرف منہ کرو) تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں اور تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ۝١٥٠ ۙ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

ہدایت پا جاؤ ○ اسی طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ہے‘ جو تم پر ہماری آیات

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا

تلاوت کرتا ہے اور تمہاری باطنی اصلاح کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتا ہے

Marfat.com

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

جن کو تم نہیں جانتے تھے ○ سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو ○

معانقہ ۲ عند المتأخرین ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ تحویل قبلہ) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے (تو اے مخاطب!) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا ○ (البقرہ: ۱۴۷)

قبلہ کے بارے میں شک کرنے کی ممانعت کی توجیہ

اس آیت میں بھی تعریض ہے' صراحۃً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور مراد آپ کی امت ہے' کیونکہ اس آیت میں شک کرنے سے منع کیا ہے اور جس چیز سے منع کیا جائے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پہلے واقع ہو چکی ہو یا متوقع ہو ورنہ منع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ توقع نہیں ہے کہ آپ قبلہ کے برحق ہونے میں شک کریں گے اس لیے منع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کا خطاب بے فائدہ نہیں ہو سکتا اس لیے یہاں خطاب سے بہ طور تعریض آپ کی امت مراد ہے' اس جگہ ایک اور سوال یہ ہے کہ شک کرنا یا نہ کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے' اور غیر اختیاری چیز کا مکلف نہیں کیا جاتا' اس کا جواب یہ ہے کہ شک کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دلائل بیان کر دیئے اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان دلائل پر غور کرو تا کہ شک پیدا نہ ہو' اور دلائل یہ ہیں کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں' وہ کسی جہت اور سمت کے ساتھ مختص نہیں ہے اس لیے جس سمت کی طرف منہ کر کے سجدہ کرو گے اسی کو سجدہ ہوگا اور اس نے کعبہ کو اس لیے قبلہ بنایا کہ وہ تمہارے نبی کے باپ ابراہیم کا قبلہ اور تمہارے نبی کا مولد ہے۔

اللہ کی ذات کا حضور کے لیے قبلہ ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے۔ (البقرہ: ۱۴۸)

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں' ایک یہ ہے کہ ہر علاقہ کے مسلمانوں کے لیے کعبہ کی ایک جہت اور سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں بعض علاقوں کے مسلمانوں کے شمال کی طرف کعبہ ہے' اور بعض علاقہ والوں کے جنوب کی طرف کعبہ ہے' بعض کے مشرق کی طرف اور بعض کے مغرب کی طرف کعبہ ہے' مثلاً ایتھوپیا کے شمال کی طرف کعبہ ہے' ماسکو کے جنوب کی طرف' وسطی افریقہ کے مشرق کی طرف اور برصغیر کے مغرب کی طرف کعبہ ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اصحاب شریعت اور رسولوں میں سے ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں' مقربین کا قبلہ عرش ہے' روحانیین کا قبلہ کرسی ہے' کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے' انبیاء سابقین کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ کعبہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ ہیں۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۱۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کی روح کا قبلہ اللہ کی ذات ہو یہ تو متصور ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کا قبلہ آپ کی ذات ہو یہ کیسے متصور ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ سے مراد جہت عبادت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مرکز توجہ ہے یعنی آپ کی توجہ اللہ کی طرف رہتی ہے اور اللہ کی خاص توجہ آپ کی طرف رہتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو۔ (البقرہ: ۱۴۸)

پانچوں نمازوں کے مستحب اوقات

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں تم دوسروں سے آگے نکلو' اور یہ اس کو متضمن ہے کہ ہر نیکی میں سبقت کرو۔ فقہاء شافعیہ نے اس آیت سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے' امام ابوحنیفہ کے مذہب کے اعتبار سے اس آیت کی یہ توجیہہ ہوگی کہ ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھنے میں سبقت کی جائے' فجر کی نماز کا مستحب وقت ہے جب طلوع فجر کے بعد سفیدی ہو جائے' ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے اور ایک مثل سائے تک موخر کر کے پڑھنا مستحب ہے' عصر کی نماز کو موخر کر کے سورج کے زرد ہونے سے پہلے پڑھنا مستحب ہے' مغرب کی نماز کو غروب آفتاب کے فوراً بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک موخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

فجر کے مستحب وقت کی دلیل یہ حدیث ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھو' اس میں زیادہ اجر ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور حضرت عائشہ سے جو روایت ہے کہ ہم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے' یہ عمل اس حدیث سے منسوخ ہے' نیز یہ حدیث قولی ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث فعلی ہے اور حدیث قولی حدیث فعلی پر راجح ہے۔

گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرنے اور ایک مثل تک موخر کرنے پر یہ دلیل ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو' کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھڑکنے سے ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۰ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موذن ظہر کی اذان دینے لگا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو' ٹھنڈا کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے بھڑکنے سے ہوتی ہے' سو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۷۶۔۷۷ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سائے تک رہتا ہے اور ایک مثل سائے سے ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

عصر کے مستحب وقت کے متعلق یہ حدیث ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے' وہ سورج کو دیکھتا رہتا ہے' حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۲۲۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے اور امام حاکم روایت کرتے ہیں:

زیاد بن عبداللہ نخعی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد اعظم میں بیٹھے ہوئے تھے' موذن نے آ کر کہا: نماز یا امیر المومنین! آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' وہ بیٹھ گیا' اس نے پھر اٹھ کر کہا: نماز یا امیر المومنین! آپ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت کی تعلیم دیتا ہے! پھر حضرت علی نے کھڑے ہو کر ہمیں عصر کی نماز پڑھائی' پھر ہم واپس آ کر وہیں بیٹھ گئے جہاں پہلے

Marfat.com

بیٹھے ہوئے تھے' پھر ہم گھٹنوں کے بل جھک کر سورج کو غروب کے لیے اترتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ)

چونکہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اس لیے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے تاکہ نفل پڑھنے کے لیے زیادہ وقت مل سکے' اس کی تائید حضرت علی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

اور مغرب کے مستحب وقت کے متعلق یہ حدیث ہے' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت مغرب کی نماز کو ستاروں کے نکلنے تک مؤخر نہیں کرے گی وہ خیر پر رہے گی یا فرمایا: نیکی پر رہے گی۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اور عشاء کے مستحب وقت کے متعلق یہ حدیث ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اس کو یہ حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز کو تہائی یا نصف رات تک مؤخر کرے۔

(جامع ترمذی ص ۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

تاہم قرآن مجید کی اس آیت سے اول وقت میں نماز پڑھنے پر استدلال کرنا ضعیف ہے' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نیکی کرنے میں دوسروں پر سبقت کرو' نیکی کرنے میں دوسروں سے آگے نکلو یا بڑھ چڑھ کر نیکی کرو' جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہیں' اور جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے کی تلقین کی ہے اور ترغیب دی ہے ان ہی اوقات میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا۔ (البقرہ: ۱۴۸)

یہ آیت یا تو خاص نمازیوں کے متعلق ہے یعنی تم کعبہ کے شمال میں ہو یا جنوب میں' مشرق میں ہو یا مغرب میں' تم دور دراز کی مختلف جہات اور مختلف علاقوں میں جہاں سے بھی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو گے اللہ تعالیٰ ان نمازوں کو عین کعبہ کی طرف نماز قرار دے گا۔

یا یہ آیت تمام لوگوں کے متعلق ہے کہ موت کے بعد تمہارے بدن کے اجزاء' خاک میں مل کر ہواؤں اور آندھیوں سے اور دیگر قدرتی آفات سے بکھر کر خواہ کہیں پہنچ جائیں' اللہ تعالیٰ تمہارے ان اجزاء کو قیامت کے دن مجتمع کر دے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں' اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے۔ اس کے بعد پھر فرمایا: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں' اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر لو' تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے (الیٰ قولہ) تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ O (البقرہ: ۱۵۰-۱۴۹)

کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو تین بار ذکر کرنے کی حکمتیں

اس رکوع میں تین مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' بہ ظاہر یہ تکرار ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے کیونکہ ہر مرتبہ اس حکم کی ایک نئی علت بیان فرمائی ہے' پہلی بار اس حکم کی علت رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور آپ کی رضا جوئی کے لیے مسجد حرام کو قبلہ بنایا اور نماز میں اس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا' دوسری مرتبہ یہ علت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ ہر قوم کا الگ الگ قبلہ بناتا ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں سو اس نے مسلمانوں کا قبلہ مسجد حرام کو بنایا' اور اس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا' اور تیسری دفعہ اس کی علت یہ بیان فرمائی تاکہ یہود مسلمانوں کے خلاف حجت قائم نہ کریں' کیونکہ تحویل قبلہ سے پہلے یہود یہ کہتے تھے کہ تورات میں جس نبی کے مبعوث ہونے کے متعلق لکھا ہوا ہے اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا' اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' لہٰذا یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کے مبعوث ہونے کی ہماری کتاب میں پیش گوئی کی گئی ہے' سو مسلمانوں کو تیسری بار اسی وجہ سے مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ یہود مسلمانوں پر اعتراض نہ کریں

دوسری توجیہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے تین احوال ہیں' ایک حال یہ ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھی جا رہی ہو' دوسرا حال یہ ہے کہ مسجد حرام سے باہر شہر مکہ مکرمہ میں نماز پڑھی جا رہی ہو' تیسرا حال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے باہر کسی اور شہر میں نماز پڑھی جا رہی ہو' پہلی آیت اس پر محمول ہے کہ مسجد حرام میں کعبہ کی طرف منہ کیا جائے' دوسری آیت اس پر محمول ہے کہ مکہ مکرمہ میں کعبہ کی طرف منہ کیا جائے اور تیسری آیت اس پر محمول ہے کہ دیگر شہروں میں سے جہاں کہیں بھی ہوں کعبہ کی طرف منہ کیا جائے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ پہلی بار کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کے ساتھ بتایا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے معاملہ کا یہود و نصاریٰ کو علم ہے اور تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے' دوسری بار اس حکم کے ساتھ فرمایا: اللہ کے نزدیک کعبہ کا قبلہ ہونا برحق تھا اس لیے کعبہ کو قبلہ بنایا اور تیسری بار فرمایا: یہ حکم اس لیے ہے تاکہ اللہ تم پر اپنی نعمت پوری کر دے کیونکہ عرب اپنے تمام افعال میں اتباع ابراہیم کو پسند کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے سے تنگ ہوتے تھے اس لیے کعبہ کی طرف منہ کرنا ان کے لیے نعمت تھا' نیز یہ حکم ملت ابراہیم کی طرف ہدایت تھا۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ پہلی بار فرمایا: آپ کی رضا کے لیے کعبہ کو قبلہ بنایا' دوسری بار اس لیے فرمایا کہ آپ کی رضا کے علاوہ فی نفسہ یہ تحویل برحق ہے اور تیسری بار اس لیے فرمایا کہ یہ حکم عارضی نہیں ہے' دائمی ہے اور تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے لیے ہے۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ پہلی آیت تمام احوال کے لیے ہے' دوسری آیت تمام علاقوں کے لیے ہے اور تیسری تمام زمانوں کے لیے ہے۔

چھٹی توجیہ یہ ہے کہ پہلی آیت حالت اختیار میں قلب اور بدن کے ساتھ تحقیقاً کعبہ کی طرف منہ کرنے پر محمول ہے' دوسری آیت اشتباہ قبلہ کی صورت میں اپنے ظن کے مطابق کعبہ کی طرف منہ کرنے پر محمول ہے اور تیسری آیت حالت اضطرار میں (مثلاً جب سواری پر ہو جیسے ٹرین یا جہاز) اپنے قلب کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کرنے پر محمول ہے۔

اور ساتویں توجیہ یہ ہے کہ تحویل قبلہ کی صورت میں پہلی بار نسخ کا حکم مسلمانوں میں متعارف ہوا اور چونکہ یہود نسخ کا انکار کرتے تھے اور اس کو بداء کہتے تھے اس لیے یہ ایک مہتم بالشان امر تھا' لہٰذا اس حکم کو بار بار دہرا کر اس کی تاکید کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم ان سے نہ ڈرو (اور کعبہ کی طرف منہ کرو) مجھ سے ڈرو تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دو۔ (البقرہ: ۱۵۰)

تمام نعمت کا مصداق

یعنی یہود اور نصاریٰ تمہارے قبلہ پر جو چہ میگوئیاں کرتے ہیں اور اس پر زبان طعن دراز کرتے ہیں تو تم اس سے مت ڈرو

Marfat.com

اور مت گھبراؤ اور ان کے اعتراضات کی وجہ سے کعبہ کی طرف منہ کرنے کو ترک مت کرو بلکہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے میرے عذاب سے ڈرو' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کے عذاب کو اپنے پیش نظر رکھے اور ہر کام کے وقت صرف یہ دیکھے کہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے یا ناراض ہوتا ہے۔ اس آیت میں تمام نعمت کا ذکر ہے' امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا' وہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بلاء (مصیبت) کا سوال کیا ہے' اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو' ایک اور شخص کے پاس سے آپ کا گزر ہوا' وہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے تمام (پوری) نعمت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اے ابن آدم! کیا تم جانتے ہو کہ تمام نعمت کیا ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نیکی کی توقع پر دعا کی ہے' آپ نے فرمایا: تمام نعمت جنت میں داخل ہونا اور جہنم سے نجات پانا ہے۔ ایک اور شخص کے پاس سے گزر ہوا' وہ کہہ رہا تھا: یاذاالجلال والاکرام! آپ نے فرمایا: تمہاری دعا قبول ہوگی' سوال کرو۔

(جامع ترمذی ص ۵۰۸۔ ۵۰۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری[1]' امام احمد[2]' امام طبرانی[3] اور امام ابن ابی شیبہ[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ سیوطی[5] نے اس حدیث کا امام بیہقی کی ''کتاب الاسماء والصفات'' کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے اور علامہ علی متقی[6] نے بھی اس حدیث کو متعدد حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۱)

اس آیت میں رسول کے بھیجنے کو تشبیہ دی گئی ہے' اس کے مشبہ بہ کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جس طرح میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں گا' بایں طور کہ تم کو آخرت میں جنت میں داخل کروں گا' اسی طرح میں نے دنیا میں تم میں سے ایک عظیم رسول بھیج کر تم پر نعمت پوری کی ہے۔

(۲) جس طرح میں نے ابراہیم کی یہ پہلی دعا قبول کر کے (اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو خاص اپنا فرمانبردار بنا دے) اپنی نعمت پوری کی' اسی طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج کر اپنی نعمت پوری کی۔

(۳) جس طرح میں نے ابراہیم کی یہ دوسری دعا قبول کر کے (اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے) اپنی نعمت پوری کی' اسی طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

(۴) جس طرح ہم نے تم کو امت وسط (افضل) بنایا' اسی طرح ہم نے تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

(۵) جس طرح ہم نے کعبہ کو تمہارا قبلہ بنایا جو قیامت تک تمہارا قبلہ رہے گا جس کے بعد کوئی اور سمت قبلہ نہیں ہوگی اور جو آخر القبلات ہے جس طرح ہم نے تم پر یہ نعمت پوری کی ہے' اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا'

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد ص ۱۸۸' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱' مطبوعہ مکتبہ اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ء

[3] امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۵۶۔ ۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' المصنف ج ۱۰ ص ۲۷۰' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ

[5] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدر المنثور ج ۲ ص ۳۶۵' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران

[6] علامہ علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال ج ۲ ص ۱۷' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

جس کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی' جس کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا' جو آخر الانبیاء ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۱)

دعاء ابراہیم میں تزکیہ کا مؤخر ہونا اور دعاء استجابت میں مقدم ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس رسول کی یہ صفت ذکر کی ہے کہ وہ ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے' اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ اُمی تھے اور کسی اُمی کا ایسی آیات کی تلاوت کرنا بشری طاقت سے باہر ہے جو انتہائی فصیح و بلیغ ہوں' غیب کی خبروں پر مشتمل ہوں اور ان میں بنی نوع انسان کی دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کے لیے ایک مکمل نظام حیات ہو۔

اور وہ رسول تمہارا تزکیہ کرتا ہے' تزکیہ کے کئی معنی ہیں: تحسین کرنا' بڑھانا اور پاک کرنا' اس رسول نے تمہاری تحسین کی ہے اور تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے' اور دن رات مؤثر تبلیغ کر کے تم کو باقی امتوں سے بڑھایا ہے اور تم کو شرک اور کفر کی آلودگی سے پاک کیا ہے اور وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں' کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں تزکیہ' کتاب اور حکمت کی تعلیم پر مقدم ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں مؤخر ہے کیونکہ انہوں نے کہا: ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تزکیہ' کتاب اور حکمت کی تعلیم کے لیے علت غائیہ ہے اور علت غائیہ ذہن میں مقدم ہوتی ہے اور خارج میں مؤخر ہوتی ہے' کتاب اور حکمت کی تعلیم کی غرض اور غایت یہ ہے کہ انسان کے ظاہر اور باطن کی اصلاح ہو' لہٰذا جس تزکیہ اور اصلاح کے لیے تعلیم دی جاتی ہے' اس سے پہلے ذہن میں اس کا تصور ہوگا' پھر اس کے حصول کے لیے آیتوں کی تلاوت کی جائے گی اور کتاب اور سنت کی تعلیم دی جائے گی' پھر اس کے نتیجہ میں ظاہر اور باطن کی اصلاح عمل اور وجود میں آئے گی' اس آیت میں وجود ذہنی کے لحاظ سے تزکیہ کو مقدم کیا ہے اور حضرت ابراہیم کی دعا میں وجود خارجی کے لحاظ سے تزکیہ کو مؤخر کیا ہے' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قوت نظریہ کے کمال کے بعد قوت عملیہ کا کامل ہونا یا اصلاح عقائد کے بعد اصلاح عمل ہونا اور ظاہر اور باطن کا نیک ہونا تزکیہ ہے۔

دعاء ابراہیم میں اور اس آیت میں رسول کی بعثت کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ہم یہاں نبی اور رسول کی تعریف' ان کی شرائط اور ان کی تعداد کا بیان کر رہے ہیں۔

نبی اور رسول کی تعریف

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو' رسول کی بھی یہی تعریف ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ رسول وہ انسان ہے جس کے پاس شریعت ہو اور اس پر کتاب نازل کی گئی ہو یا اس کے لیے پہلی شریعت کا کچھ حصہ منسوخ کیا گیا ہو۔ (مسایرہ مع المسامرہ ص ۲۰۷' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

علامہ تفتازانی نے بھی یہی دو تعریفیں لکھی ہیں' پھر دوسری تعریف کے اعتبار سے رسول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے

Marfat.com

ہیں:

رسول نبی سے خاص ہے رسول وہ ہے جس کی اپنی شریعت ہو اور اس کے پاس کتاب ہو اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں رسولوں کی تعداد کتابوں سے زیادہ بیان کی گئی ہے اس لیے رسول کی تعریف میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس کے پاس کتاب ہو یا شریعت سابقہ میں سے کچھ احکام اس کے لیے مخصوص کیے گئے ہوں جیسے حضرت یوشع علیہ السلام۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶ مطبوعہ منشورات الرضی ایران ۱۴۰۹ھ)

صدر الشریعت مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں (جیسے حضرت جبرئیل وغیرہ)۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج ا ص ۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور)

نبی اور رسول کو مبعوث کرنے کی حکمتیں

رسولوں کا بھیجنا محض اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف اور اس کی رحمت ہے اور اس کی بے شمار حکمتیں ہیں بعض حکمتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) بعض احکام انسانوں کی عقل سے ماوراء ہیں جیسے اللہ کا وجود اس کی وحدانیت اس کا علم اور اس کی قدرت وغیرہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیج کر اپنے بندوں کی ان امور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا اللہ تعالیٰ کا کلام اور قیامت کے بعد جزاء اور سزا عقل از خود ان کو معلوم نہیں کر سکتی اس وجہ سے ان امور کی تعلیم کے لیے رسولوں کو بھیجا۔

(۳) ایک ہی کام بعض اوقات میں اچھا اور بعض اوقات میں بُرا ہوتا ہے مثلاً طلوع غروب اور زوال کے وقت نماز پڑھنا بُرا ہے اور باقی اوقات میں اچھا ہے یا عید اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا بُرا ہے اور باقی اوقات میں اچھا ہے یا بعض افراد کے اعتبار سے ایک کام اچھا اور بعض افراد کے اعتبار سے بُرا ہوتا ہے جیسے کافر حربی کو قتل کرنا اچھا ہے اور مومن یا کافر ذمی کو قتل کرنا بُرا ہے اور یہ فرق نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں بتا سکتا۔

(۴) کیا چیز کھانی حلال ہے اور کیا چیز کھانی حرام ہے اس کو بھی صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔

(۵) ایک شخص کے اعتبار سے نیک اور بد افعال ایک خاندان کے اعتبار سے نیک اور بد افعال اور ایک ملک اور قوم کے اعتبار سے نیک اور بد افعال نیکی اور بدی کی یہ تفصیل صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔

(۶) نیکی پر ابھارنے کے لیے نیکوکار کے ثواب کی تفصیل اور بدی سے بچانے کے لیے بدی کے عذاب کی خبر بھی صرف نبی ہی بیان کر سکتا ہے۔

(۷) ایک فرد ایک خاندان اور ایک ملک کے حقوق اور فرائض کا تعین بھی صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔

(۸) انسان کی قوت علمی اور قوت عملی کو کامل کر کے اس کے ظاہر اور باطن کو پاک صاف کرنا اور مزین کرنا یہ بھی صرف نبی کا منصب ہے۔

(۹) مختلف غذاؤں کے فوائد اور نقصانات بیان کرنا اسی طرح مختلف صنعتوں کے اسرار بیان کرنا یہ بھی صرف نبی کا حصہ ہے۔

Marfat.com

(۱۰) نبی کو دنیا میں بھیج کر اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی حجت پوری کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہم اس لیے گمراہ ہو گئے کہ ہم کو کوئی بتانے والا نہیں تھا۔

نبی کی شرائط

علامہ ابن ہمام نے نبی کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

(۱) نبی کا مذکر ہونا شرط ہے' کیونکہ مؤنث ہونا نقص ہے۔

(۲) عقل اور خلقت کے اعتبار سے نبی اپنے زمانہ میں سب سے کامل ہو' لیکن یہ کمال بعثت کے وقت ضروری ہے' کیونکہ بعثت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے' انہوں نے بعثت کے وقت لکنت کے ازالہ کے لیے دعا کی۔

(۳) ذہانت اور رائے کی اصابت اور قوت کے اعتبار سے وہ سب سے کامل ہو کیونکہ نبی پوری قوم کے معاملات کا منتظم اور ان کی مشکلات کا مرجع ہوتا ہے۔

(۴) نبی کے آباء میں کوئی ایسا وصف نہ ہو جس کی وجہ سے ان کو حقیر جانا جاتا ہو اور اس کی ماں کی عفت اور پارسائی پر تہمت نہ ہو۔

(۵) نبی کا دل سخت نہ ہو' کیونکہ انسان کے باقی جسم کی سلامتی کا مدار اس کے دل پر ہے۔

(۶) نبی میں کوئی ایسا جسمانی عیب یا بیماری نہ ہو جس سے لوگ متنفر ہوتے ہوں' جیسے برص اور جذام۔

(۷) وہ وقار کے خلاف اور معیوب کام نہ کرتا ہو' مثلاً بازاروں میں راستہ چلتے ہوئے کسی چیز کو کھانا۔

(۸) جو پیشے لوگوں میں معیوب سمجھے جاتے ہوں جیسے حجامت بنانا' نبی ایسے پیشے نہ کرتا ہو' کیونکہ نبوت مخلوق میں سب سے زیادہ عزت کا منصب ہے تاکہ لوگ اس کو احترام کی نگاہ سے دیکھیں' اس لیے وہ وقار کے منافی کسی متبذل پیشے میں نہ ہو۔

(۹) نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد نبی کفر سے بالاجماع معصوم ہو (باقی معاصی میں تفصیل ہے' بعض کے نزدیک اعلان نبوت سے پہلے صغیرہ کا ارتکاب جائز ہے' ہماری تحقیق یہ ہے کہ نبی نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد عمداً معصیت کے ارتکاب سے معصوم ہے' ہاں بعض اوقات نسیان یا اجتہاد سے بہ ظاہر خطاء ہو جاتی ہے)۔

(۱۰) نبی کے صدق کو ظاہر کرنے کے لیے معجزہ کا اظہار بھی شرط ہے۔

ہر نبی کے پیدائشی نبی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے لیکن مجھے اس سلسلہ میں کوئی صریح عبارت نہیں ملی' قرآن مجید میں یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد و میثاق اور قول و اقرار لیا' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت علم الٰہی میں پہلے سے متحقق تھی' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ ہر چیز کی حیثیت علم الٰہی میں پہلے سے متحقق ہے' البتہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ثابت ہے کہ وہ پیدائشی نبی تھے' اور حضرت یحیٰی کے متعلق بھی قرآن مجید میں ہے کہ ان کو بچپن میں نبوت ملی اور ہمارے نبی سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدائشی نبی تھے' کیونکہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

Marfat.com

(جامع ترمذی ص ۵۱۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

صدر الشریعت مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے' نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں' قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد اصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۱۱' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور)

اگر ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے تو پھر قبل نبوت اور بعد نبوت کی قید بے فائدہ ہوگی اور یہ صرف صدر الشریعت کی عبارت نہیں ہے بلکہ تمام متکلمین اور مفسرین نے جہاں بھی عصمت انبیاء سے بحث کی ہے قبل نبوت اور بعد نبوت کی قید کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کے متعلق یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ وہ پیدائشی نبی ہوتا ہے۔

نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق

امام ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند کے ساتھ ایک بہت طویل حدیث روایت کی ہے' اس موضوع سے متعلق اس روایت کا درمیانی حصہ ہم پیش کر رہے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں' میں نے کہا: بہت اچھے ہیں' میں نے کہا: یا رسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' پھر ان کو اپنے سامنے بنایا' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم' شیث اور خنوخ' یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح' اور چار نبی عرب ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے' خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے' ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات' انجیل' زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(موارد الظمآن ص ۵۴۔ ۵۲' مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ' بیروت)

امام احمد نے بھی دو سندوں سے اس حدیث کو حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے مگر اس میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶۔ ۱۷۹' مطبوعہ مکتبہ اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ الہیثمی نے بھی امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

حافظ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' میں اس حدیث کو امام ابن حبان' امام اصبہانی اور امام ابن عساکر کے حوالوں سے لکھا ہے اور اس میں تین سو تیرہ رسولوں کا ذکر ہے۔ (جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۷ ص ۲۰۶۔ ۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی متقی نے بھی اس حدیث کا حافظ سیوطی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۳۴۔ ۱۳۳' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حافظ سیوطی نے ''الدر المنثور'' میں لکھا ہے: امام عبد بن حمید' امام حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں' امام حاکم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے تھے؟ فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں سے رسول کتنے تھے؟ فرمایا: تین سو تیرہ کا جم غفیر تھا' اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے اور امام ابن الجوزی نے ''موضوعات'' میں وارد کیا ہے اور یہ دونوں متضاد ہیں' اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' نہ موضوع ہے' نہ صحیح ہے جیسا کہ میں نے ''مختصر الموضوعات'' میں بیان کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۴۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے بھائی نبی پہلے گزرے ہیں ان کی تعداد آٹھ ہزار ہے' پھر عیسیٰ بن مریم آئے' پھر میں۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۱۴۳' مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

نیز امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث کیے' چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی لوگوں کی طرف۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت انس سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

امام ابویعلیٰ اور امام حاکم نے جن سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان میں ابراہیم اور یزید رقاشی نام کے دو راوی ہیں۔ امام ذہبی نے ان دونوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں۔

(تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ بدر الدین عینی نے امام ابن حبان کی صحیح اور امام ابن مردویہ کی تفسیر کے حوالوں سے حضرت ابوذر کی حدیث ذکر کی ہے اور امام ابویعلیٰ اور حافظ ابوبکر اسماعیلی کے حوالوں سے حضرت انس کی روایت ذکر کی ہے اور کوئی محاکمہ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں' اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۶۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر نے امام ابویعلیٰ اور امام حاکم کی روایت کا ذکر نہیں کیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت ان کے نزدیک معتبر نہیں ہے اور امام ذہبی نے اس کے راویوں کی جو تضعیف کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور انہوں نے امام ابن حبان کی تصحیح کو بلاتبصرہ نقل کیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے' اور حدیث کی تحقیق کے سلسلہ میں حافظ

Marfat.com

ابن حجر عسقلانی بہت معتمد ہیں اس لیے یہی صحیح ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں۔

(شرح عقائد ص ۹۷' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

علامہ پرھاروی نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ میں اس روایت سے واقف نہیں ہوں۔

(نبراس ص ۴۴۷' مطبوعہ مکتبہ قادریہ' لاہور' ۱۳۹۷ھ)

میں نے اس سلسلہ میں تمام متداول کتب حدیث اور علماء کی تصانیف کو دیکھا ہے' لیکن دو لاکھ کی روایت کہیں نہیں ملی' حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے اس سلسلہ میں تمام روایات کو جمع کیا لیکن دو لاکھ کی روایت ان میں نہیں ہے اور حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی کے مقابلہ میں علم روایت حدیث پر علامہ تفتازانی کی نظر بہت کم ہے' بلکہ علامہ تفتازانی نے کئی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن کا کوئی وجود نہیں مثلاً یہ حدیث: جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(شرح عقائد ص ۱۰۶' شرح مقاصد ج ۵ ص ۲۳۹)

حافظ ابن کثیر نے ان تمام احادیث کو تفصیل اور سندوں کے ساتھ لکھا ہے جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں اور ان سب کو ضعیف قرار دیا ہے' پھر اس کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہزار یا اس سے زیادہ نبیوں کا خاتم ہوں' امام احمد کی یہ سند زیادہ صحیح ہے' اور اس حدیث کو امام بزار نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۵۴' مطبوعہ ادارۃ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق یہی ہے لیکن زیادہ تر محدثین کا اعتماد حضرت ابوذر کی اس روایت پر ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرہ: ۱۵۲)

ذکر کی اقسام اور ذکر کے متعلق اقوال

کسی عمل کے وقت تم میرے امر اور نہی کو یاد کرو' یعنی میرے حکم کے مطابق کسی کام کو کرو یا میرے منع کرنے کے مطابق کسی کام سے رکو تو میں تم کو اس عمل کی جزا سے یاد کروں گا' تم مجھے عبادت اور اطاعت سے یاد کرو میں تم کو ثواب سے یاد کروں گا' ایک قول یہ ہے کہ تم راحت میں مجھ کو عبادت اور دعا سے یاد کرو میں مصیبت میں تم کو عطاء اور نعمت سے یاد کروں گا' ایک قول یہ ہے کہ تم مجھ کو سوال سے یاد کرو میں تم کو عطا سے یاد کروں گا' ایک قول یہ ہے کہ تم مجھ کو توبہ سے یاد کرو میں تم کو عفو اور کرم سے یاد کروں گا' تم مجھے دنیا میں یاد کرو میں تم کو آخرت میں یاد کروں گا۔

کبھی ذکر زبان سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا' تسبیح کرنا' قرآن مجید کی تلاوت کرنا' وعظ اور نصیحت کرنا' اور کبھی ذکر دل سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے دلائل پر غور و فکر کرنا' (علامہ جصاص نے لکھا ہے کہ یہ ذکر کی سب سے افضل قسم ہے' احکام القرآن ج ۱ ص ۱۹۳) اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے طریقوں پر غور کرنا' اور اللہ کی مخلوق کے اسرار پر غور کرنا' اور کبھی اعضاء سے ذکر ہوتا ہے جیسے اپنے جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنا' عام مؤمنین کا ذکر زبان سے ذکر کرنا ہے' امام ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں: ایک اعرابی نے عرض کیا:

Marfat.com

یارسول اللہ! اسلام کے احکام بہت ہیں' مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو میں اپنے اوپر لازم کرلوں' آپ نے فرمایا: تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۸) نیز حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب بندہ میرے ذکر سے اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۸)

خواص مؤمنین اور عارفین دل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں' ان کے دل میں ہر وقت صرف اللہ کی یاد رہتی ہے اور وہ اپنے دل میں غیر کا خیال نہیں آنے دیتے۔ ذکر کا اصل معنی ہے: یاد کرنا' قرآن مجید میں ہے: ''وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ''. (الکہف: ۲۴) ''جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کیجئے''۔ زبان سے ذکر کو بھی اس لیے ذکر کہتے ہیں کہ زبان دل کی ترجمان ہے' تاہم بغیر حضور قلب کے فقط زبان سے ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے' ابوعثمان سے کسی نے شکایت کی کہ ہم زبان سے ذکر کرتے ہیں مگر دل میں اس کی حلاوت محسوس نہیں کرتے' انہوں نے کہا: اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے کم از کم تمہارے ایک عضو کو تو اپنی اطاعت میں لگالیا ہے۔ ابوعثمان نہدی نے کہا: میں اس وقت کو جانتا ہوں جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے' پوچھا: وہ کون سا وقت ہے؟ کہا: جب میں اسے یاد کرتا ہوں۔ ذوالنون مصری نے کہا: جو حقیقت میں اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ اس کے ماسوا کو بھول جاتا ہے اور اللہ ہر چیز سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ہر چیز کا بدل عطا فرماتا ہے' اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۸' الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۷۲۔ ۱۷۱)

حق تو یہ تھا کہ ہم اس کو یاد کرتے رہتے اور وہ توجہ نہ فرماتا' کیونکہ ہم بندے ہیں اور وہ مولیٰ ہے' ہم حاجت مند ہیں اور وہ بے نیاز ہے! لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے بندہ اور مولیٰ سے قطع نظر فرما کے مساوی سلوک کی دعوت دی: آؤ تم مجھے یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا' لیکن ہم اس کے ساتھ مساوی سلوک پر بھی تیار نہیں' ہم اس کو یاد نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ ہمیں یاد رکھے' ہماری ہر ضرورت پوری کر کے ہماری ہر دعا قبول کرے۔ ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ'' (الانعام: ۹۱) بنواسرائیل سے فرمایا: ''اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ'' (البقرہ: ۴۰) ''میری نعمت کو یاد کرو'' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے فرمایا: ''فَاذْكُرُوْنِيْٓ'' (البقرہ: ۱۵۲) ''میری ذات کو یاد کرو' ان کے نبی اللہ کی صفت کے مظہر تھے تو انہیں صفت کو یاد کرنے کا حکم دیا' ہمارے نبی اللہ کی ذات کے مظہر تھے تو ہمیں ذات کو یاد کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو ○ (البقرہ: ۱۵۲)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کر کے میرا شکر ادا کرو اور معصیت کر کے میری ناشکری نہ کرو' اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ میری نعمتوں کا اعتراف کر کے میری حمد و ثناء کرو۔ شکر کا معنی یہ ہے کہ انسان نعمت دینے والے کا احسان مند ہو' اس کے احسان کی قدر کرے' اس کی دی ہوئی نعمت کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرے اور وہ اپنے منعم اور اپنے محسن کا وفادار رہے' اور کفرانِ نعمت یہ ہے کہ یا تو انسان سرے سے اپنے محسن کا احسان ہی نہ مانے اور اس نعمت کو اپنی ذاتی قابلیت یا کسی اور کی عنایت یا سفارش کا نتیجہ سمجھے' یا اس کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کرے اور اس کو ضائع کردے یا منعم کی تعظیم نہ کرے یا اس کی نعمت کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرے یا اس کے احسانات کے باوجود اس سے بے وفائی اور غداری کرے' اس قسم کے کفر کو ہماری زبان میں بالعموم احسان فراموشی' نمک حرامی' غداری اور ناشکرے پن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو' بے شک اللہ تعالیٰ

Marfat.com

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے O اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مُردہ مت کہو بلکہ

اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ

وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے O اور البتہ ہم تم کو کچھ ڈر،

وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ

بھوک اور (تمہارے) مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان میں ضرور مبتلا کریں گے، اور ان صبر

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ

کرنے والوں کو بشارت دیجئے O جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور

اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَ

بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں O یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں ہیں اور رحمت ہے اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

یہی لوگ ہدایت پر ثابت قدم ہیں O

ربط آیات

اس آیت میں دو وجہوں سے صبر کا حکم دیا ہے' ایک تو اس وجہ سے کہ کعبہ کو قبلہ بنانے پر یہودی اعتراضات کرتے تھے اور مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے' اس سے مسلمانوں کو جو اذیت پہنچتی تھی اس پر صبر کرنے کا حکم دیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم ہر قسم کی عبادات کو بجالانے کے حکم کو متضمن ہے اور عبادات میں جو مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اس پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلی آیت میں شکر کرنے کا حکم دیا ہے اور نعمت ملنے پر شکر کیا جاتا ہے' سو اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس طرح نعمت ملنے پر اللہ کا شکر کرنا لازم ہے اسی طرح نعمت زائل ہونے پر صبر کرنا واجب ہے۔

صبر کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ مصائب ٹوٹنے پر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل ہوتی ہے' امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ نماز پڑھتے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

صبر اور نماز کے معانی ہم سورۂ بقرہ کی آیت ۴۵ میں بیان کر چکے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے O (البقرہ: ۱۵۴)

اللہ کے نزدیک موت اور حیات کا معنی اور شان نزول

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ O (آل عمران: ۱۷۰۔۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو' بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے O اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر خوش ہیں' اور اپنے بعد کے مسلمانوں کے متعلق جو ان سے ابھی نہیں ملے یہ بشارت پا کر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر (بھی) نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے O

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ زندہ ہے اور جو زمین کے نیچے دفن کر دیا جائے وہ مردہ ہے' لیکن ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک زندہ وہ ہے جس کی زندگی اللہ کی راہ میں بسر ہو' وہ زمین کے اوپر ہو پھر بھی زندہ ہے' اور زمین کے نیچے ہو پھر بھی زندہ ہے اور جس کی زندگی لہو و لعب اور کفر میں بسر ہو وہ زمین کے اوپر بھی مردہ ہے اور زمین کے نیچے بھی مردہ ہے' اسی لیے فرمایا: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى''. (النمل: ۸۰) ''آپ مُردوں کو تو نہیں سناتے'' کافر زمین پر چلتے پھرتے تھے ان کو مردہ فرمایا اور شہید زمین کے نیچے دفن ہو گئے لیکن ان کو زندہ فرمایا۔

امام رازی سورۂ بقرہ کی اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت شہداء بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنگ بدر کے دن چودہ مسلمان شہید ہوئے تھے' چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے' مہاجرین میں سے عبیدہ بن حارث' عمر بن ابی وقاص' ذوالشمالین' عمرو بن نفیلہ' عامر بن بکر اور مجع بن عبد اللہ اور انصار میں سے سعید بن خیثمہ' قیس بن عبد المنذر' زید بن حارث' تمیم بن ہمام' رافع بن معلی' حارثہ بن سراقہ' معوذ بن عفراء اور عوف بن عفراء' اس وقت لوگ یہ کہتے تھے کہ فلاں مر گیا اور فلاں مر گیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ راہ خدا میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو' اس آیت کے شانِ نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ کفار اور منافقین یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کی خاطر مسلمان بے فائدہ اپنے آپ کو قتل کرا رہے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

برزخ میں حیات کا بیان

اس آیت میں شہداء کی حیات کو بیان کیا گیا ہے' قبر میں حیات کئی قسم کی ہے:

حیات کی ایک قسم برزخی حیات ہے' یہ حیات ہر مومن اور کافر کو حاصل ہے' دو چیزوں کے درمیان حد اور حجاب کو برزخ کہتے ہیں' اور یہاں برزخ سے مراد موت سے لے کر قیامت تک کا وقت ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ O (المؤمنون: ۱۰۰)

اور ان کے آگے اس دن تک ایک حجاب ہے جس دن میں وہ اٹھائے جائیں گے O

حیات برزخی پر دلیل یہ ہے کہ کافروں اور فاسقوں پر قبر میں عذاب ہوتا ہے اور نیک مسلمانوں کو قبر میں ثواب ہوتا ہے اور

Marfat.com

حیات کے بغیر عذاب اور ثواب متصور نہیں ہے' انسان کا جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ جاتا ہے اور ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر خاک ہو جاتی ہیں' پھر عذاب اور ثواب کیا صرف روح کو ہوتا ہے؟ اس میں تحقیق یہ ہے کہ انسان کے بدن کے اصلی جز کو اللہ تعالیٰ ہر حال میں قائم رکھتا ہے اور اس جز کے ساتھ روح متعلق ہو جاتی ہے اور عذاب اور ثواب کا ترتب روح اور بدن کے اس جز پر ہوتا ہے' لیکن دنیاوی احکام میں یہ مردہ ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی جسمانی حیات کا بیان

اولیاء اللہ کو قبر میں جسمانی حیات حاصل ہوتی ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بندہ مومن جب فرشتوں کے سوال کا صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کی قبر میں ستر در ستر وسعت کر دی جاتی ہے اور فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس (دلہن) کی طرح سو جا جس کو اس کے محبوب اھل (زوج) کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا' حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس قبر سے اٹھائے۔ (جامع ترمذی ص ۱۷۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ مومن قیامت تک قبر میں سوتا رہے گا اور سونا حیات کی فرع ہے اور جب کہ عام مشاہدہ یہ ہے کہ قبر میں بالعموم مسلمانوں کے اجسام گل سڑ جاتے ہیں اس لیے اس حدیث کو خواص مومنین یعنی اولیاء اللہ پر محمول کیا جائے گا اور اولیاء اللہ کی قبر میں حیات کے متعلق بہ کثرت نقول موجود ہیں۔ شیخ رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت "بل احیاء عند ربھم" (البقرہ: ۱۶۹) کے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۸۷' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ثواب کی نیت سے اذان دینے والا اس شہید کی طرح ہے جو اپنے خون میں لتھڑا ہوا ہو' اگر وہ مر گیا تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مومن ثواب کی نیت رکھتا ہو اس کو بھی زمین نہیں کھاتی[1] یہ حدیث اولیاء اللہ کی جسمانی حیات پر واضح دلیل ہے۔

شہداء کی حیات کا بیان

شہداء کی حیات بھی جسمانی ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۷۰ میں ذکر ہے' شہداء کو رزق بھی دیا جاتا ہے' اور سورۂ بقرہ کی اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم ان کی حیات کا شعور نہیں رکھتے یعنی تم اپنے حواس سے ان کی حیات کا ادراک نہیں کر سکتے' بایں طور کہ ہم ان کو رزق کھاتا ہوا دیکھیں' یا چلتا پھرتا ہوا دیکھیں جس طرح ہم دنیا میں اور زندہ لوگوں میں آثار حیات دیکھتے ہیں اس طرح شہداء میں ہم کو آثار حیات دکھائی نہیں دیں گے' لیکن شہداء بھی دنیاوی احکام میں مردہ ہیں' کیونکہ ان کی شہادت کے بعد ان کی بیویوں سے عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرنا جائز ہے اور ان کا ترکہ ان کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

شہادت کے بعد بعض جسموں کے تغیر سے ان کی حیات پر معارضہ کا جواب

حیات شہداء پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم کئی بار میدان جنگ میں مسلمان مقتولین کو دیکھتے ہیں' چند دن گزرنے کے بعد ان کا جسم پھول اور پھٹ جاتا ہے اور اس سے بدبو آنے لگتی ہے' قبروں میں ان کا جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور یہ جسمانی حیات کے منافی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میدان جہاد میں مقتول

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ التذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرۃ ص ۱۸۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

Marfat.com

ہوئے لیکن ان کی نیت صحیح نہیں تھی' یہ لوگ صرف روزی کمانے کے لیے فوج میں بھرتی ہوئے یا شہرت اور ناموری کے لیے فوج میں بھرتی ہوئے' ان کے دلوں میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جان دینا یا راہِ خدا میں قتل ہونے کا جذبہ نہیں تھا' اس لیے باوجود میدان جہاد میں مارے جانے کے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید نہیں تھے' اس لیے ان کو جسمانی حیات سے بھی نہیں نوازا گیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص مالِ غنیمت کی خاطر لڑتا ہے' ایک شخص نام آوری کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اظہار شجاعت کے لیے لڑتا ہے' ان میں سے اللہ کے لیے لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرے وہی (درحقیقت) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص دنیا کو حاصل کرنے کے لیے جہاد کا ارادہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

اور جن مسلمانوں کی نیت صحیح ہوتی ہے ان کو شہادت کے بعد جسمانی حیات حاصل ہوتی ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے:

حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما کی قبروں کو سیلاب نے اکھاڑ دیا تھا' ان کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں' یہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے' یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے' جب ان کے جسموں کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' یوں لگتا تھا جیسے وہ کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا' اس کو اسی طرح دفن کیا گیا تھا' اس کے ہاتھ کو اس کے زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اپنے زخم پر آ گیا' جنگ احد اور قبر کھودنے کے درمیان چھیالیس (۴۶) سال کا عرصہ تھا۔ (موطا امام مالک ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸۔ ۵۷' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کاملین کو اصلی جسم کے ساتھ حیات عطا کی جائے اور عام مسلمانوں کو اس جسم معروف کے ساتھ حیات عطا نہ کی جائے بلکہ جسم مثالی کے ساتھ حیات عطا کی جائے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد خامس میں بیان کیا ہے۔

سبز پرندوں میں شہید کی روح کے متمثل ہونے سے تناسخ کا جواب

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام مالک' امام احمد اور امام ترمذی نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں' وہ جنت کے پھلوں یا درختوں پر رہتے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورتوں میں جنت کی قندیلوں سے معلق ہوتی ہیں' حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ انہیں (ان کے بدنوں میں) لوٹا دے گا۔ (الدرالمنثور ج ا ص ۱۵۵ 'مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

امام عبدالرزاق کی اس ثانی الذکر روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شہادت کے بعد شہید کی روح کا سبز پرندہ کی صورت میں متمثل ہو جانا بعینہٖ تناسخ ہے' اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ تناسخ انکار معاد پر مبنی ہے اور اس حدیث میں معاد کو بیان کیا گیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور زیادہ قوی اول الذکر حدیث ہے جس کی صحت کی امام ترمذی نے تصریح کی ہے اور اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہے' کیونکہ شہید کی روح پرندہ کے پوٹے میں حلول نہیں کرتی بلکہ پرندہ میں اپنی روح ہوتی ہے اور شہید کی روح بہ منزلہ سوار اور پرندہ اس کی سواری ہے' اور اس روح کا اپنے اصل جسم یا جسم مثالی کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے' لہٰذا یہ حدیثیں شہید کی جسمانی حیات کے منافی نہیں ہیں اور ان سے تناسخ ثابت نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات کا بیان

انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی قبر میں جسمانی ہے اور یہ سب سے اعلیٰ' افضل اور قوی حیات ہے' اور انبیاء علیہم السلام دنیاوی احکام میں بھی زندہ ہوتے ہیں' ان کی وفات کے بعد ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی اور وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کسی شخص کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○ (سباء: ۱۴)

تو جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر سوائے زمین کی دیمک کے کسی نے مطلع نہیں کیا جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی' پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے ○

حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کی تجدید کرا رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت کے وقت سے مطلع کر دیا تو آپ نے جنوں کو نقشہ بنا کر دیا اور خود ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے' اسی حالت میں فرشتے نے روح قبض کر لی اور آپ کا جسم مبارک اس عصا کے سہارے کھڑا رہا اور کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا' وفات کے بعد مدت دراز تک جن بہ دستور تعمیر کرتے رہے' جب تعمیر پوری ہو چکی تو وہ عصا دیمک کے گھن لگنے کی وجہ سے گر پڑا' تب سب کو آپ کی وفات کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جنوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء پر موت طاری ہونے کے بعد ان کا جسم صحیح سلامت رہتا ہے' پھولنے' پھٹنے' گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہتا ہے' لیکن ان کی جسمانی حیات کی کیفیت ہمارے دائرہ احساس اور شعور سے خارج ہے۔ عصا میں جب گھن لگ گیا اور وہ زمین پر گر گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر آ رہا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے لیکن اس پر دنیاوی حیات کے آثار مرتب نہیں ہوتے' ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اپنے قیام میں عصا کا محتاج نہ ہوتا اور عصا گرنے کے باوجود آپ کا جسم مبارک قائم رہتا۔ انبیاء علیہم السلام زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ان کی شفاعت کرتے ہیں' اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں اور احوال برزخ پر بھی نظر رکھتے

Marfat.com

ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں تصرف بھی کرتے ہیں لیکن یہ تمام امور متشابہات میں سے ہیں' یہ امور ایسے نہیں ہیں جیسے دنیا میں کسی انسان سے صادر ہوتے ہیں' ان کی کیفیت ہم ایسے عام لوگوں کے دائرہ ادراک اور شعور سے خارج ہے' احادیث میں بھی انبیاء علیہم السلام کی جسمانی حیات اور ان کے جسمانی تصرفات پر دلیل ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق میں گزرے' آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ وادی ازرق ہے' آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں' وہ باآواز بلند تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے اتر رہے ہیں' پھر آپ وادی ھرشیٰ سے گزرے' آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ وادی ھرشیٰ ہے' آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) یونس بن متی کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ ایک سرخ رنگ کی فربہ اونٹنی پر سوار ہیں' جس کی مہار کھجور کی چھال کی ہے' انہوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ ''اللھم لبیک'' کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج اور تلبیہ کس طرح کرتے ہیں' حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہ منزلہ شہداء ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' اس لیے ان کا حج کرنا اور نماز پڑھنا بعید نہیں ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۹۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لیے ان کے حج کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' (الیٰ قولہ) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی روح کو دیکھا تھا' آپ کے لیے ان کی روحوں کو اس طرح متمثل کر دیا گیا جس طرح شب معراج انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو متمثل کر دیا گیا تھا اور ان کے اجسام قبروں میں تھے' علامہ ابن منیر وغیرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نبی کی روح کے لیے ایک جسم مثالی بنا دیتا ہے' پھر وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتے ہیں' اسی طرح بیداری میں دکھائی دیتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰' مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' اس وقت وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں پایا' میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے تھے' اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں' پھر نماز کا وقت آیا اور میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

Marfat.com

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا تھا' حالانکہ آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان کو آسمانوں میں بھی اپنے اپنے مراتب میں دیکھا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں بیت المقدس جاتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو' پھر حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو پہلے نماز پڑھائی ہو اور پھر ان کو آسمانوں پر دیکھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہو اور حضرت موسیٰ کو دیکھا ہو۔

(شرح مسلم ج ا ص ۹۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سمٰوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں' روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ (نشر الطیب ص ۶۵۔ ۶۴' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس قسم کے اختیار عطا فرماتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے' اس دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۴۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت بھی کوئی شخص مجھ پر سلام پیش کرتا ہے اس وقت اللہ نے مجھ پر روح لوٹائی ہوئی ہوتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۷۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حیات انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ وفات کے بعد عصا کا سہارا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر آ رہا' اور احادیث صحیحہ میں وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا' نمازیں پڑھنا' حج کرنا' سلام کا جواب دینا اور باتیں کرنا مذکور ہے۔ ان میں توفیق اور تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) عام انسانوں اور جنات کی نظروں میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام پر وفات کے بعد آثار حیات نہیں ہوتے۔ ان میں آثار حیات کا مشاہدہ صرف اہل اللہ اور انبیاء علیہم السلام ہی کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

(۲) انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصریہ میں حس اور حرکت ارادی کے آثار نہیں ہوتے' البتہ ان کی روح کے ساتھ اجسام مثالیہ کو متعلق کر دیا جاتا ہے اور تصرف کے جس قدر واقعات کا ذکر احادیث میں ہے' یہ سب اجسام مثالیہ ہیں۔

(۳) وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لیے ان سے آثار حیات کو سلب فرمالیتا ہے (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں جنوں کے دعویٰ علم غیب کو رد کرنا مقصود تھا یا ان کی وفات ظاہر کر کے ان کی تجہیز و تکفین اور ان کو قبر میں دفن کرانا تھا) اور بعض اوقات اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے اجسام میں آثار حیات جاری فرما دیتا ہے' جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان ظاہر کرنے کے لیے شب معراج آپ کی اقتداء میں سب نبیوں سے نماز پڑھوائی اور عبادت میں ان کا شغف ظاہر کرنے کے لیے وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں نماز پڑھتا ہوا اور حج کرتا ہوا دکھایا۔

وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان

امام غزالی لکھتے ہیں:

صوفیاء کی پہلی منزل مکاشفات اور مشاہدات سے شروع ہوتی ہے' حتیٰ کہ وہ بیداری میں فرشتوں کا اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں' ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(المنقذ من الضلال ص ۵۰' مطبوعہ ہیئت الاوقاف' لاہور' ۱۹۷۱ء)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

آیا ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کے جسم اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا جسم مثالی کے ساتھ؟ امام غزالی نے کہا ہے کہ ارباب احوال آپ کے جسم اور روح کو نہیں دیکھتے بلکہ مثال کو دیکھتے ہیں (علامہ سیوطی فرماتے ہیں:) آپ کی ذات مبارک کی جسم اور روح کے ساتھ زیارت ممتنع نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور آپ سب کی روحیں آپ کے جسموں میں لوٹا دی گئی ہیں اور تمام انبیاء کو اپنی قبروں سے باہر آنے کا اور تمام کائنات میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور امام بیہقی نے حیات انبیاء میں ایک رسالہ لکھا ہے اور ''دلائل النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۶۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح دکھائی دیتی ہے بایں طور کہ وہ مختلف صورتوں میں دکھائی دیتی ہے اور اس کا تعلق جسد انور کے ساتھ باقی رہتا' جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے اور سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور یا آپ کا جسم مثالی دکھائی دیتا ہے جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح متعلق ہوتی ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ بے شمار اجسام مثالیہ ہوں اور ان سب کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح واحد متعلق ہو جیسا کہ ایک جسم کے متعدد اعضاء کے ساتھ روح واحد متعلق ہوتی ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ممکن ہے کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے بائیس مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے چند احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور آپ کے صحیح فرمانے کے بعد ان احادیث کو صحیح لکھا اور علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کی بیداری میں زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے

Marfat.com

''بخاری'' پڑھی جن میں سے ایک حنفی تھا۔ (فیض الباری ج ا ص ۲۰۴' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ)
اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول ہیں' ان پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال دیکھ کر وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں اور بُرے اعمال دیکھ کر امت کے لیے استغفار کرتے ہیں' اور اہل اللہ اور خاص خاص بندگانِ خدا ان کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں' ان کا کلام سنتے ہیں اور وہ اپنی قبروں سے باہر بھی آتے ہیں اور زمین اور آسمان میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں' ایک وقت میں کئی جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں' اس وقت ان کی روح کئی صورتوں میں متمثل ہوتی ہے یا ایک وقت میں کئی جگہ ان کے اجسام مثالیہ نظر آتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حاضر ناظر کہا جاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے' حاضر ناظر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم معروف اور جسد عنصری کے ساتھ ایک وقت میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

شہید کا معنی

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں' اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے' جب کہ دوسروں کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتیں' ایک قول یہ ہے کہ شہید راہِ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

شہداء کی تعداد کا بیان

جو شخص دین کی سربلندی کے لیے راہِ خدا میں مارا جائے وہ حقیقۃً شہید ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے علاوہ بھی چند مرنے والوں کو شہید فرمایا ہے' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد خامس میں احادیث کے حوالوں سے پینتالیس شہداء کا ذکر کیا ہے۔
علامہ قرطبی نے بھی اپنی کتاب ''التذکرہ'' میں احادیث کے حوالوں سے بعض شہداء کا ذکر کیا ہے' ہم اس میں سے یہاں ان شہداء کا ذکر کر رہے ہیں جن کا ذکر ''شرح صحیح مسلم'' میں نہیں ہے۔
علامہ قرطبی ''التذکرہ'' میں لکھتے ہیں:
امام آجری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اگر ہو سکے تو تم ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ ملک الموت جس بندہ کی روح قبض کرے اور وہ اس وقت باوضو ہو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔
امام شعبی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی' ہر ماہ تین روزے رکھے' اور سفر اور حضر میں وتر کو ترک نہیں کیا اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے' اس حدیث کو امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
امام حکیم ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر شخص کے

Marfat.com

پاس کوئی نہ کوئی ایسا پسندیدہ جانور ہوتا ہے جس کے ذبح کرنے سے وہ انکار کرتا ہے اور اللہ کی بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو ذبح کرنے سے وہ انکار ہے' کچھ لوگ بستروں پر مرتے ہیں اور ان کے لیے شہداء کا اجر تقسیم کیا جاتا ہے[1] ان تین قسموں کو ملانے کے بعد شہداء کی تعداد اڑتالیس ہوگئی۔

شہید کے متعلق فقہی احکام

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ میں مردہ پایا جائے اور اس پر زخموں کے نشان ہوں' یا جس کو مسلمان ظلماً قتل کر دیں اور اس کے قتل کرنے پر ان پر دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے' اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء احد کے معنی میں ہے' جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ان کے زخموں اور خون میں لپیٹ دو اور ان کو غسل نہ دو (یہ حدیث غریب ہے' صحیح حدیث یہ ہے: امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن فرمایا: انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کر دو اور ان کو غسل نہیں دلوایا۔ ج ۱ ص ۱۷۹)۔

ہر وہ شخص جو کسی دھار والے آلہ کے ساتھ قتل کیا گیا ہو بہ شرطیکہ وہ طاہر ہو (جنبی نہ ہو) اور بالغ ہو' اور اس کے قتل کی وجہ سے کوئی مال عوض واجب نہ ہو' وہ شہداء احد کے معنی میں ہے اور وہ ان کے ساتھ لاحق ہوگا' امام شافعی شہید کی نماز جنازہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں: اس کا تلوار سے مارا جانا اس کے گناہوں کا کفارہ ہے' لہٰذا وہ نمازیوں کی شفاعت سے مستغنی ہے' ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز پڑھنا اس کی تعظیم اور توقیر کے اظہار کے لیے ہے' اور شہید اس توقیر کے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ مسلمانوں کی دعا سے مستغنی نہیں ہوتا' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بچوں کے لیے دعا کی جاتی ہے اور جس مسلمان کو اہل حرب' یا باغی یا ڈاکو قتل کر دیں' خواہ وہ اس کو کسی چیز سے بھی قتل کریں اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ تمام شہداء احد کو تلوار اور ہتھیاروں سے قتل نہیں کیا گیا تھا۔ (ہدایہ اولین ص ۱۸۳' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جانے کے متعلق فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ منبر کی طرف لوٹ گئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور تمہارے حق میں گواہ ہوں' اور بے شک بہ خدا! میں ضرور اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں' اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک بہ خدا! مجھے تم سے اندیشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ میرے بعد تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علم اور شعور کا فرق

اس آیت میں فرمایا ہے: تم شہداء کی حیات کا شعور نہیں رکھتے۔ حواس سے ادراک کرنے کو شعور کہتے ہیں اور عقل سے ادراک کرنے کو علم کہتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''لا تشعرون'' کا معنی ہے: تم حواس سے ادراک نہیں کرتے اور ''لا تشعرون'' کی جگہ ''لا تعقلون'' کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کا حواس سے ادراک نہیں ہوتا لیکن

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرہ ص ۱۸۲۔ ۱۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

عقل سے ان کا ادراک ہو جاتا ہے[1] نیز راغب اصفہانی لکھتے ہیں: کسی شے کی حقیقت کا ادراک کرنا علم ہے اور علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم عقل سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا خبر سے۔ (المفردات ص ۳۴۳ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

علم صاحب عقل کی وہ صفت ہے جس سے اس کے لیے ذکر کی ہوئی چیز منکشف ہو جائے اور فرشتوں' انسانوں اور جنوں کے لیے علم کے تین اسباب ہیں: حواس سلیمہ' خبر صادق اور عقل۔ (شرح عقائد ص ۱۰۔۹ 'مطبوعہ محمد سعید تاجران کتب' کراچی)

علامہ شمس الدین خیالی' علامہ تفتازانی پر اعتراض کرتے ہیں:

حواس کے ادراک کو علم میں شمار کرنا عرف اور لغت کے خلاف ہے' کیونکہ عرف اور لغت میں بہائم (حیوانات) ذوی العلم نہیں ہیں۔ (حاشیۃ الخیالی ص ۳۲ 'مطبوعہ یوسفی فرنگی محلی' لکھنؤ)

علامہ خیالی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے' کیونکہ علامہ تفتازانی نے انسانوں کے لیے حواس کو علم کا سبب بنایا ہے' مطلقاً حواس کو علم کا سبب نہیں کہا۔

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب' اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے' ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ (حفظ الایمان ص ۷ 'مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ' دیوبند' یوپی)

اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

(۱) اس عبارت میں حیوانات اور بہائم کے ادراک پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے' حالانکہ حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق بھی صحیح نہیں ہے' چہ جائیکہ حیوانات کے ادراک پر علم غیب کا اطلاق کیا جائے۔

(۲) مکتب فکر دیوبند کی تعلیم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق جائز نہیں بلکہ عطائی علم غیب کو بھی انہوں نے کفر لکھا ہے' شیخ سرفراز نے لکھا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸) پھر جانوروں کے لیے علم غیب ثابت کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

(۳) تھانوی صاحب کی اس عبارت سے لازم آتا ہے کہ آپ کو عالم بھی نہ کہا جائے' کیونکہ کل علم آپ کو حاصل نہیں اور بعض میں آپ کی تخصیص نہیں۔

(۴) عام لوگوں کو جن بعض غیوب کا علم ہوتا ہے (جیسے جنت' دوزخ وغیرہ) یہ بعض قلیل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بعض غیوب کا علم ہے وہ بعض کثیر ہے' آپ کے علم کے سامنے تمام مخلوق کا علم ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کے سامنے ہو اور اللہ کے مقابلہ میں آپ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ اور سمندر میں ہے کیونکہ قطرہ اور سمندر میں محدود کی نسبت محدود کی طرف ہے اور آپ کے اور اللہ کے علم میں محدود کی نسبت لامحدود کی طرف ہے اور بعض قلیل کی بناء پر وصف کا اطلاق نہیں ہوتا اور بعض کثیر کی بناء پر وصف کا اطلاق ہوتا ہے' مثلاً ہر مسلمان کو دین کے بعض مسائل کا علم ہے' لیکن اس کو عالم نہیں کہتے' اور عالم دین کو عالم کہتے ہیں' حالانکہ اسے بھی کل مسائل کا علم نہیں ہوتا' بعض مسائل ہی کا علم ہوتا ہے لیکن اس

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ' المفردات ص ۳۶۲ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ

Marfat.com

کو چونکہ بعض کثیر کا علم ہوتا ہے اس لیے اس کو عالم کہتے ہیں۔ باقی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء الٰہی سے غیب کا علم ہے' لیکن چونکہ عرف اور شرع میں عالم الغیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے' جیسا کہ آپ میں برکت اور بلندی کا معنی پایا جاتا ہے اس کے باوجود محمد تبارک وتعالیٰ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ عرف اور شرع میں تبارک وتعالیٰ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور البتہ ہم تم کو کچھ خوف' بھوک اور (تمہارے) مالوں' جانوں اور پھلوں کے نقصان میں ضرور مبتلا کریں گے۔ (البقرہ: ۱۵۵)

دنیا میں مصائب پیش آنے کی وجوہات

خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے' بھوک سے مراد قحط ہے' مالوں کے نقصان سے مراد مویشیوں کا مر جانا' حادثاتی طور پر فصلوں کا تباہ ہو جانا اور گاڑیوں کا ٹکراؤ سے برباد ہو جانا ہے' روپے پیسے وغیرہ کا لٹ جانا بھی اس میں شامل ہے' جانوں کے نقصان سے مراد دوستوں اور رشتہ داروں کی موت ہے اور ثمرات کے نقصان سے مراد اولاد کی موت ہے' اولاد پر ثمرات کا اطلاق مجاز مشہور ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی بندہ کا بچہ مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح قبض کر لی' وہ کہتے ہیں: ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے دل کے ثمرہ پر قبضہ کر لیا' وہ کہتے ہیں: ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے (اس پر) کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: تیری حمد کی اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

(جامع ترمذی ص ۱۶۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

دنیا میں لوگوں کا جو حادثات اور قدرتی آفات سے جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے' اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے' دوسری قسم مکافات عمل اور کفارۂ ذنوب ہے' کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو کسی جانی اور مالی نقصان سے دوچار کیا ہوتا ہے اور وہ شخص اس پر صبر کر لیتا ہے تو اللہ اس کی طرف سے بدلہ لیتا ہے اور اس کو بھی جانی اور مالی نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے اور بعض اوقات یہ جانی اور مالی نقصان آدمی کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اور اس کے گناہوں میں تخفیف ہو جاتی ہے یا وہ بالکل گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جب بھی کانٹا چبھنے کی یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جب بھی کوئی تھکاوٹ یا جسمانی درد لاحق ہوتا ہے یا کوئی غم پیش آتا ہے یا کوئی بیماری لگتی ہے یا کسی چیز کا اندیشہ اور خوف دامن گیر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۵۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور مکافات عمل کے نتیجہ میں جو مصائب پیش آتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

Marfat.com

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ (الشوریٰ: ۳۰) اور جو مصیبت تمہیں پہنچی تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچی اور وہ تمہاری بہت سی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے O جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں O (البقرہ: ۱۵۶۔ ۱۵۵)

صبر کے معانی اور مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت

صبر کے معنی ہیں: نفس کو روکنا اور کسی چیز کو برداشت کرنا' حرام اور فحش کاموں کی ترغیب اور تحریک کے وقت اپنے نفس کو گناہ سے روکنا صبر ہے' فرائض' واجبات اور سنن کی ادائیگی میں مشقت کو برداشت کرنا اور نفس کو آرام طلبی اور عبادت نہ کرنے سے روکنا بھی صبر ہے۔ لوگوں کی اذیت رسانی پر اپنے آپ کو انتقام لینے سے روکنا بھی صبر ہے اور مصیبت پہنچنے پر واویلا کرنے اور شکوہ اور شکایت کرنے سے خود کو روکنا بھی صبر ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے۔

جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچے یا اس سے کوئی نعمت چلی جائے تو وہ اس پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے مقابلہ میں لاکھوں نعمتیں اس کو دی ہوئی ہیں' اگر یہ ایک نعمت جاتی رہی تو کیا غم ہے اور اس کی دی ہوئی اور لاکھوں نعمتیں موجود ہیں' پھر جب اس نے خود ہی ایک دن اس دنیا سے چلے جانا ہے تو اس ایک نعمت کے چلے جانے سے کیا فرق پڑے گا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے بدن' یا مال یا اولاد میں کوئی مصیبت بھیجتا ہوں' پھر وہ اس پر صبر جمیل کرتا ہے تو میں قیامت کے دن اس کے لیے میزان قائم کرنے یا اس کا نامۂ اعمال کھولنے سے حیا کرتا ہوں۔ (کامل ابن عدی)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبرائیل! اس شخص کی کیا جزا ہے جس کی بینائی کو میں سلب کرلوں اور وہ اس پر صبر کرے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ! تو پاک ہے ہمیں صرف اس چیز کا علم ہے جس کا تو نے ہمیں علم عطا فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزا میرے گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اور میرا دیدار کرنا ہے۔ (صحیح بخاری' معجم اوسط' کامل ابن عدی' ابویعلیٰ)

امام مالک ''موطا'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میں اپنے بندہ کو کسی مصیبت میں مبتلا کروں اور وہ اس پر صبر کرے اور اپنے عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے تو میں اس کے گوشت کو بہتر گوشت سے اور اس کے خون کو بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور جب میں اس کو صحت مند کرتا ہوں تو اس کا کوئی گناہ نہیں رہتا اور اگر میں اس کو وفات دوں تو وہ میری رحمت کی طرف ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۲۲' مطبوعہ دارالخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کی فضیلت

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو پہلی امتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی' وہ مصیبت کے وقت ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا ہے۔

Marfat.com

(معجم کبیر ج ۱۲ص ۴۲ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ جب مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! اس مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما' تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا' جب ابوسلمہ (حضرت ام سلمہ کے سابق شوہر) فوت ہو گئے تو میں نے سوچا: ابوسلمہ سے بہتر اور کون ہوگا' جن کے گھر نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی' بہر حال میں نے یہ دعا پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا عقد کر دیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۳۰۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام بزار نے سند ضعیف کے ساتھ اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی رسی ٹوٹ جائے تو وہ ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھے' کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن ابی الدنیا نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا یہ مصیبت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ہر وہ چیز جو مومن کو ایذا دے وہ اس کے لیے مصیبت ہے اور اس میں اس کے لیے اجر ہے۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنا دیتا ہے' جو لا الٰہ الا اللہ سے اپنی (جان اور مال کی) حفاظت کرے' اور جب اس کو مصیبت پہنچے تو ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھے اور جب اس کو کوئی چیز دی جائے تو الحمد للہ کہے اور جب وہ کوئی گناہ کرے تو استغفر اللہ کہے۔ (الدر المنثور ج ۱ص ۱۵۶۔۱۵۷' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات ہیں اور رحمت ہے' اور یہی لوگ ہدایت پر ثابت قدم ہیں O (البقرہ: ۱۵۷)

صلوٰۃ کا معنی اور غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کی شرعی حیثیت

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اکثر اہل لغت نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی دعا ہے اور تبریک اور تمجید ہے' جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھیں تو اس کا معنی ان کو پاک اور صاف کرنا ہے اور جب فرشتے صلوٰۃ پڑھیں تو اس کا معنی دعا اور استغفار ہے۔ (المفردات ص ۲۸۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی تعریف اور ثناء کرنا ہے اور تعظیم کرنا ہے۔

(روح المعانی ج ۲ص ۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

یعنی اللہ تعالیٰ مصیبت پر صبر کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے یا ان کے باطن کو پاک اور صاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں پر صلوٰۃ بھیجنا ان کے باطن کو پاک اور صاف کرنے کے معنی میں ہے' اور امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک امت کے لیے غیر نبی پر مستقل صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے' یعنی ''اللھم صل علی ابی بکر'' کہنا جائز نہیں ہے اور سلام بھیجنا جائز ہے' ''السلام علی ابی بکر'' کہنا صحیح ہے۔ علامہ خفاجی حنفی نے اس کو بھی مکروہ تنزیہی کہا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ص ۵۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے علاوہ اور کسی پر صلوٰۃ نہ بھیجی جائے۔

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۱۶) علامہ نووی نے کہا ہے کہ عرف میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء کے ساتھ خاص ہو چکا ہے' اس لیے غیر نبی پر صلوٰۃ نہیں بھیجی جائے گی۔ اس مسئلہ کو ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۲ ص ۱۰۷۸ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

مروجہ ماتم کی شرعی حیثیت

اس آیت میں مصیبت کے آنے پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی چیز کا امر اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر ماتم کرنا حرام ہے۔

شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ' تہران' ۱۳۹۱ھ)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے' جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ ص ۱۲۳۹' مطبوعہ انتشارات زرین' ایران)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ امام حسین نے میدان کربلا میں جانے سے پہلے اپنی بہن حضرت زینب کو یہ وصیت کی:

اے میری معزز بہن! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا' چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳ (فارسی) مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' ایران)

''شرح صحیح مسلم'' جلد اوّل (طبع خامس) میں ہم نے مروجہ ماتم کے حرام ہونے پر بہت دلائل پیش کیے ہیں اور اہل تشیع کے تمام شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا

اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ

عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی

فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ

تو بے شک اللہ جزا دینے والا خوب جاننے والا ہے ○ بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے

الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ

روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں' تو یہی وہ

يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا

لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ○ البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی

Marfat.com

وَبَيَّنُوا فَأُولَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾

اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کر دیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول فرمانے والا بڑا مہربان ہوں O

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ پر اعتراضات کے جواب دیئے اور مخالفین کے اعتراضات اور طعنوں کی وجہ سے مسلمانوں کو جو اذیت پہنچی تھی اس پر صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا کہ صبر کرنے والوں پر اللہ کی رحمت ہے اور وہ ہدایت پر ہیں' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کا ذکر شروع کیا' کیونکہ اس سے پہلے نمازوں میں کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم تھا اور اب حج اور عمرہ کے ذریعہ کعبہ کی زیارت اور اس کے گرد طواف کا حکم دیا' نیز اس سے پہلے صبر کا حکم تھا اور صبر کرنے میں نفس کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور اب حج اور عمرہ کا ذکر کیا' ان میں جسم کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے' نیز اس سے چند آیات پہلے بناء کعبہ کا ذکر تھا اور یہ فرمایا تھا کہ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو یہ حکم دیا تھا کہ میرے بیت (کعبہ) کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو' اور بناء کعبہ کا سب سے عظیم مقصد حج اور عمرہ ہے اور طواف کے ذکر میں ان کی طرف اشارہ ہے' سو یہاں صراحۃً حج اور عمرہ کا ذکر فرمایا' نیز اس سے پہلے حضرت ابراہیم کی اس دعا کا ذکر تھا کہ ہمیں مناسک (احکام حج) بتا تو اب حج اور عمرہ کے احکام میں سے صفا اور مروہ کی سعی کا حکم بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا اور مروہ کے معنی

صفا اور مروہ کعبہ کے سامنے دو پہاڑیاں ہیں۔ صفا کے معنی ہیں: چکنا پتھر' اور مروہ کے معنی ہیں: سفید اور ملائم پتھر' ایک قول یہ ہے کہ صفا کے معنی ہیں: صاف اور خالص' اور مروہ کے معنی ہیں: چھوٹے چھوٹے پتھر۔ ایک قول یہ ہے کہ صفا کو اس لیے صفا کہتے ہیں کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ بیٹھے تھے اور مروہ کو اس لیے مروہ کہتے ہیں اس پر ان کی امراۃ (بیوی) بیٹھی تھیں۔

''شعائر'' ''شعیرۃ'' کی جمع ہے۔ ''شعیرۃ'' کا معنی علامت ہے اور ''شعائر اللّٰہ'' کا معنی ہے: اللہ کے دین کی علامتیں اور خصوصیات' اور وہ اعمال جن کو اللہ نے عبادت اور دین کی علامتیں قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)

حج اور عمرہ کا لغوی اور شرعی معنی

حج کا لغوی معنی ہے: قصد' اور اس کا شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔ زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ اسلام' حریت' عقل' بلوغ اور حج کی استطاعت حج کی فرضیت کے لیے شرط ہیں۔ وقوف عرفات اور طواف زیارت حج میں فرض ہیں۔ حج کے واجبات یہ ہیں: میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا' غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا' وقوف مزدلفہ' صفا اور مروہ میں دوڑنا' شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا' سر منڈوانا یا بال کٹانا اور غیر ملکی کے لیے طواف وداع کرنا۔ حج میں یہ کام ممنوع ہیں: عملِ زوجیت' بال کاٹنا' ناخن کاٹنا' خوشبو لگانا' سر اور چہرہ ڈھانپنا' سلا ہوا کپڑا پہننا' کسی دوسرے محرم کا سر مونڈنا' حل اور حرم میں شکار کے درپے ہونا۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۱۔ ۳۲۰' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ افضل الایام ہے اور

Marfat.com

جب یہ دن جمعہ کا ہو تو یہ ستر حجوں سے افضل ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۴۵ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: اس حدیث کو رزین بن معاویہ العبدری نے ''تجرید الصحاح'' میں طلحہ بن عبید اللہ کرزین سے روایت کیا ہے اور اس پر موطا کی علامت ہے لیکن یہ حدیث یحییٰ بن یحییٰ کی موطا میں نہیں ہے کسی اور موطا میں ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴ 'مطبوعہ مطبع میمنہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

میں نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث میں بڑی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن اگر حج ہو تو اس کا ثواب ستر سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ حج اکبر ہے۔ کتاب الحج کے آخر میں' میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھ کو بھی حج اور عمرہ کی سعادت عطا فرما۔ یہ دعا ۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ میں کی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے تین سال بعد مجھے عمرہ کی سعادت عطا کی اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ کو بروز جمعہ میں نے عمرہ کیا اور اس کے تین سال بعد ۱۴۱۴ھ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حج کی نعمت عطا کی اور یہ حج بھی جمعہ کے روز تھا اور حج اکبر تھا۔ الہ العالمین! جس طرح آپ نے میری یہ دعا قبول فرمائی ہے میری باقی دعائیں بھی قبول فرمانا۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں: عمرہ کا لغوی معنی ہے: زیارت اور اس کا شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کرنا' عمرہ کرنا سنت ہے۔ اس میں میقات سے احرام باندھنا' کعبہ کا طواف کرنا' صفا اور مروہ میں سعی کرنا اور حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور احرام باندھنا شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ فرض ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۴۵ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

شوال میں عمرہ کرنے والے پر استطاعت کے بغیر حج فرض ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں یہ مشہور ہے کہ جس شخص نے پہلے حج نہ کیا ہو وہ اگر ماہ شوال میں عمرہ کرے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے' خواہ اس کے پاس ایام حج تک وہاں ٹھہرنے اور کھانے پینے کی استطاعت نہ ہو اور خواہ اس کے پاس وہاں ٹھہرنے کے لیے سعودی عرب کا ویزا نہ ہو' اگر وہ حج کیے بغیر واپس آ گیا تو اس کے ذمہ حج فرض ہوگا' اس پر لازم ہے کہ وہ کسی سے قرض لے کر یا کسی بھی طرح حج کرے اگر اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو گنہ گار ہوگا۔

یہ فتویٰ قرآن' حدیث اور فقہ کے صراحۃً خلاف ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط (آل عمران: ۹۷)

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ اس کے گھر کا حج کریں جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہوتا' استطاعت کی تفسیر میں صدر الشریعت مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اس کی حاجت سے فاضل ہوں' یعنی مکان' لباس' خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دین (قرض) سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل وعیال کے نفقہ میں قدر متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی نہ اسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ (درمختار' عالم گیری) (بہار شریعت ج ۲ ص ۱۲۔ ۱۱ 'مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ شوال میں عمرہ کرنے والے جس شخص کے پاس حج کرنے تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے اور

Marfat.com

طعام کی استطاعت نہیں ہے اس پر حج فرض نہیں ہے۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو حج کرنے سے کوئی ظاہری حاجت (طعام' قیام اور سفرخرچ کی کمی) مانع نہ ہوئی نہ ظالم بادشاہ' نہ کوئی ایسی بیماری جو حج سے مانع ہو' وہ شخص اس حال میں مرجائے کہ اس نے حج نہ کیا ہو تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۳۶۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث کو حافظ منذری[1] اور صدر الشریعت[2] نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ظالم بادشاہ کے منع کرنے سے بھی حج فرض نہیں ہوتا اور جو شخص شوال میں واپسی کا ویزا لے کر عمرہ کرنے گیا ہے اس کو سعودی حکام مکہ میں قیام کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ لوگوں کی تلاشی لیتے رہتے ہیں اور جو پکڑا جائے اس کو پہلے گرفتار کر کے سزا دیتے ہیں' پھر واپس اس کے ملک بھیج دیتے ہیں' اس لیے شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج کو فرض کہنا اس حدیث کے بھی خلاف ہے' نیز جو نادار آدمی کسی کی طرف سے حج بدل کرتا ہے وہ حج کے ایام میں مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے' اگر صرف حج کے ایام میں مکہ پہنچ جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے تو حج بدل کرنے والے نادار پر بھی حج فرض ہونا چاہیے' حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے' نیز شوال حج کا مہینہ ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرنا جائز ہے' ''عالم گیری'' میں لکھا ہے:

المفرد بالعمرة یحرم للعمرة من المیقات او قبل المیقات فی اشهر الحج او فی غیر اشهر الحج. (عالم گیری ج ۱ ص ۲۳۷' مطبوعہ مطبع امیریہ کبری' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

صرف عمرہ کرنے والا میقات سے عمرہ کا احرام باندھے یا میقات سے پہلے' حج کے مہینوں میں یا حج کے مہینوں کے علاوہ۔

اور اس جگہ یہ نہیں لکھا کہ جو شخص حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کرے اس پر حج لازم ہو جاتا ہے حالانکہ موضع البیان میں بیان کرنا لازم ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں بعض علماء کا فتویٰ دیکھا' انہوں نے شوال میں عمرہ کرنے پر حج فرض ہونے کے متعلق ''عالم گیری'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور اس کے گرد رہنے والوں پر حج فرض ہو جاتا ہے' خواہ ان کو سواری پر قدرت نہ ہو' بہ شرطیکہ وہ خود چل سکتے ہوں۔ اول تو ہمارا کلام اس شخص کے بارے میں ہے جو یہاں سے عمرہ کے لیے جائے کیونکہ حج کرنے تک رہائش اور کھانے کی استطاعت اسی سے متعلق ہے' مکہ میں رہنے والوں کے لیے رہائش کی استطاعت کا مسئلہ نہیں ہے' ثانیاً انہوں نے فتویٰ میں ''عالم گیری'' کی آدھی عبارت نقل کی ہے ''عالم گیری'' کی پوری عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے:

''ینابیع'' میں مذکور ہے: اہل مکہ اور تین دن کی مسافت سے کم اس کے گرد رہنے والوں پر حج کرنا واجب ہے جب کہ وہ چلنے پر قوت رکھتے ہوں' خواہ ان کو سواری پر قدرت نہ ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کے پاس دستور کے مطابق طعام کی اتنی مقدار ہو جو ان کے اہل و عیال کے لیے واپس آنے تک کے لیے کافی ہو' اسی طرح ''السراج الوھاج'' میں ہے۔

(عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۷' مطبوعہ مطبع امیریہ کبری' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

---

[1] حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۱' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ

[2] مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ' بہار شریعت ج ۶ ص ۹' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی

Marfat.com

غور فرمائیے! جب اہل مکہ اور اس کے گرد رہنے والوں پر بھی واپس آنے تک طعام کی استطاعت کے بغیر حج فرض نہیں ہے تو دور دراز کے علاقوں سے مکہ مکرمہ پہنچنے والوں پر رہائش اور طعام کی استطاعت کے بغیر حج کیسے فرض ہوگا۔

اس فتویٰ میں دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ اگر کسی شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض تھا اور اس نے حج نہیں کیا' حتیٰ کہ اس کا مال تلف ہو گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ قرض لے کر حج کرے' خواہ وہ وفات تک اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہو' اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرض کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس سے مواخذہ نہیں فرمائے گا' جب کہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ قادر ہونے پر اس قرض کو ادا کر دے گا۔ (درمختار ج ۲ ص ۱۴۰)

یہ عبارت ہمارے مبحث سے خارج ہے کیونکہ یہ عبارت اس شخص کے متعلق ہے جس پر مالی استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو چکا ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو اور پھر اس کا مال تلف ہو گیا ہو اور ہماری گفتگو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس حج کر کے واپس آنے تک رہائش اور طعام کے لیے اپنے اور اپنے عیال کا خرچ نہیں ہے' سو ظاہر ہے اس پر حج فرض ہوا ہی نہیں' نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جس پر حج فرض تھا اس نے حج نہیں کیا اور اس کا مال تلف ہو گیا' اس کے لیے قرض لینا اس وقت جائز ہے جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اس قرض کو ادا کر دے گا اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اس قرض کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے افضل قرض نہ لینا ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۴۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ شوال میں عمرہ کرنے والے پر بغیر استطاعت کے حج کرنے کو فرض کہتے ہیں ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)

یہ فرمانے کی وجہ کہ صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہیں ہے

صفا اور مروہ میں طواف کو مسلمان دو وجہوں سے گناہ سمجھتے تھے' ایک وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ بتوں کی عبادت اور ان کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے' اس لیے اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس کو عمل جاہلیت کی بناء پر گناہ سمجھا اور بعض لوگ زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ میں طواف کو گناہ سمجھتے تھے تو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں طواف کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں صفا پر اساف نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا اور مروہ پر نائلہ نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا' اہل جاہلیت جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو ان بتوں کو چھوتے تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا اور بت توڑ دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: صفا اور مروہ میں تو ان بتوں کی وجہ سے سعی کی جاتی تھی اور ان میں طواف کرنا شعائر اسلام سے نہیں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۸' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو سعید بن منصور' عبد بن حمید' ابن جریر اور ابن منذر کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۱۶۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' (ان کا مطلب تھا: یہ سعی واجب نہیں ہے) سو بہ خدا! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نے غلط کہا: جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے' اگر اسی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا: جو ان کے درمیان سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' اور اس طرح فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ اسلام سے پہلے منات (ایک بت) کے لیے احرام باندھتے تھے جس کی وہ مشلل کے پاس عبادت کرتے تھے تو جو شخص احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں گناہ سمجھتا تھا' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کے طواف میں گناہ سمجھتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طواف کو مقرر کیا ہے اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرنے کو ترک کر دے' عروہ نے کہا: بلاشک وشبہ یہ علم کی بات ہے' میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں سنا' اور حضرت عائشہ کے بیان کرنے سے پہلے میں نے لوگوں سے یہ سنا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور وہ سب لوگ صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور قرآن میں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کا ذکر نہیں فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ میں طواف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل کیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا' آیا اگر ہم صفا اور مروہ میں طواف کرلیں تو کوئی حرج ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ابوبکر بن عبد الرحمان (حدیث کے راوی) نے کہا: سنو! یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں صفا اور مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے' اور جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں ان کا طواف کرتے تھے' پھر ظہور اسلام کے بعد انہوں نے ان کے طواف کو گناہ سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں فرمایا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' ج ۲ ص ۶۴۶۔ ۶۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی[1] اور امام نسائی[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو کام اصل میں عبادت ہو اور شریعت میں صحیح ہو وہ اپنی اصل پر صحیح رہتا ہے' خواہ جاہل اور بدمذہب بعد میں اس کام کو کسی غلط نیت اور فاسد عقیدہ سے کرنے لگیں' جس طرح سیاہ عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' بعد میں روافض اور شیعہ نے سوگ کی نیت سے سیاہ عمامہ باندھنا شروع کر دیا تو ان کے اس عمل کا اعتبار نہیں ہوگا اور سیاہ عمامہ باندھنا اپنی اصل کے اعتبار سے مسنون رہے گا۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مذاہب ائمہ

صفا اور مروہ کے درمیان سات بار سعی کرنا واجب ہے' یہ سعی صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی' ائمہ ثلاثہ اور امام شافعی کا صحیح مذہب یہ ہے کہ صفا سے مروہ تک ایک طواف ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صفا

---

1. امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۲۲۲۔ ۲۲۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
2. امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ

Marfat.com

سے مروہ' پھر مروہ سے صفا تک سعی ایک طواف ہے' یہ غلط ہے۔ امام شافعی کا مذہب جمہور کے مطابق ہے۔
(شرح المہذب ج ۸ ص ۷۲۔ ۷۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

صفا اور مروہ میں سعی کے متعلق امام احمد کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ سعی رکن ہے' اس کے بغیر حج تمام نہیں ہوتا کیونکہ امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے صفا اور مروہ میں طواف نہیں کیا اللہ نے اس کا حج تمام نہیں کیا' سعی کرنا حج اور عمرہ دونوں میں رکن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سعی سنت ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس سعی میں کوئی گناہ نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ مباح ہے' لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شعائر اللہ میں داخل کیا ہے اس لیے اس کا مرتبہ سنت سے کم نہیں ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۹۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: حج میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے' دم دینے سے اس کی تلافی نہیں ہوگی' اور محرم اس کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔ (روضۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۷۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالعباس رملی شافعی نے لکھا ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف کرنا عمرہ کا بھی رکن ہے۔
(نہایۃ المحتاج ج ۳ ص ۳۳۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: حج اور عمرہ دونوں میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے۔
(مواہب الجلیل ج ۳ ص ۸۴' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا (حج اور عمرہ میں) واجب ہے' رکن نہیں ہے' امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یہ رکن ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کر دی' پس سعی کرو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۱) ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ نہیں ہے اور یہ مباح ہونے کو مستلزم ہے اور فرضیت کے منافی ہے' نیز ہم نے رکن سے وجوب کی طرف اس لیے عدول کیا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور رکنیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۳۳' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزا دینے والا اور خوب جاننے والا ہے O (البقرہ: ۱۵۸)

امام رازی[۱]' علامہ قرطبی[۲]' علامہ ابوالحیان اندلسی[۳] اور علامہ ماوردی[۴] وغیرہ نے کہا ہے کہ اس نیکی سے مراد نفلی نیکی ہے' کیونکہ قرآن اور حدیث کے اطلاقات میں تطوع کا نفل پر اطلاق ہوتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے فرض کی ادائیگی کے بعد نفلی طور پر حج یا عمرہ کیا' اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عام نیکی ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔
(روح المعانی ج ۲ ص ۲۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ شاکر علیم ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے قصد اور نیت کو جانتا ہے اور ان کی نیکیوں کی جزا دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ قلیل نیکی کی بھی جزاء دیتا ہے اور

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۸۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران

۳۔ علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی متوفی ۷۵۴ھ' البحر المحیط ج ۲ ص ۶۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری المتوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون ج ۱ ص ۲۱۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

Marfat.com

اس کو ثواب کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیںO (البقرہ:۱۵۹)

علم چھپانے پر وعید کا بیان

ان دلائل اور ہدایت کو چھپانے والوں سے مراد یہود اور نصاریٰ کے علماء ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے دین کو چھپاتے تھے اور ان کی کتابوں میں آپ کی بعثت اور آپ کی صفات کے متعلق جو کچھ لکھا ہوا تھا اس کو بیان نہیں کرتے تھے' حالانکہ تورات اور انجیل میں یہ سب لکھا ہوا تھا۔

امام ابوجعفر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل' حضرت سعد بن معاذ اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم نے علماء یہود سے پوچھا کہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے تو انہوں نے ان سے چھپایا اور ان کو بتانے سے انکار کر دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ یہ چھپانے والے کعب بن اشرف' کعب بن اسد' ابن صوریا اور زید بن تابوت نام کے روساء یہود تھے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۱۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہر چند کہ اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور جو شخص بھی اللہ کے دین میں سے کسی چیز کے علم کو چھپائے وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مصداق ہے' کیونکہ صحابہ کرام نے اس آیت سے عموم ہی سمجھا تھا' امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کتاب اللہ میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تم کو یہ حدیث بیان نہ کرتا' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا' قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابونصر حمیدی نے کہا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس کو پوری کوشش اور جدوجہد سے علم کو پھیلانا چاہیے' خواہ اس سلسلہ میں اس کو مشقت برداشت کرنی پڑے اور اپنا پیسہ خرچ کرنا پڑے' ورنہ علم مٹ جائے گا۔

لعنت کرنے والوں سے مراد فرشتے ہیں یا جن اور انس میں سے مؤمنین ہیں یا جن اور انس کے ماسوا حیوانات اور حشرات الارض ہیں' امام ابن جریر روایت کرتے ہیں: مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حیوانات اور حشرات الارض ان پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنو آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم بارش سے محروم ہو گئے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

نااہل لوگوں کے سامنے علم اور حکمت کو بیان کرنے کی ممانعت

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے ایسی حدیثیں بیان کرو جن کو وہ پہچانتے ہوں' کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ دو قسم کے علم محفوظ ہیں' ایک علم کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا' اور اگر دوسرے علم کو پھیلایا تو یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم لوگوں کے سامنے ایسی حدیث بیان کرو گے جو ان کی عقلوں کے مطابق نہیں ہوگی تو وہ بعض لوگوں کے لیے فتنہ بن جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

کثیر بن مرہ نے کہا: بے وقوف لوگوں کے سامنے حکمت کی باتیں نہ بیان کرو' وہ تمہاری تکذیب کریں گے۔

(سنن دارمی ج ۱ ص ۸۸ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو تمہارے سامنے ایک ہزار ایسے کلمات بیان کروں جن کو سن کر تم مجھ سے بغض رکھو' مجھ سے دور بھاگو اور میری تکذیب کرو۔ (معجم کبیر ج ۳ ص ۱۶۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے ہر استفتاء (سوال) کا جواب دیتا ہے وہ مجنون ہے۔ حافظ الہیثمی نے ان دونوں حدیثوں کو امام طبرانی کی ''معجم کبیر'' کے حوالہ سے درج کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ دونوں حدیثوں کی سندوں میں ثقہ راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۳ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

کافر کو قرآن مجید کی تعلیم دینا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائے' اسی طرح جو بدعتی اہل حق سے مناظرے کرتا ہو اس کو تعلیم دینا جائز نہیں ہے اور کسی شخص کو ایسی حجت کی تلقین کرنا جائز نہیں جس سے وہ کسی کا مال ہڑپ کر لے' اور نہ حاکم کو ایسی تاویل سکھانا جائز ہے جس سے وہ عوام کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے اور نہ عام لوگوں کو ایسی شرعی رخصتیں اور شرعی حیلے بتانا جائز ہیں جن سے کام لے کر وہ حرام کام کریں اور واجبات کو ترک کریں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل لوگوں کے سامنے حکمت کے بیان سے نہ رکو ورنہ تم ان پر ظلم کرو گے اور نا اہل لوگوں کے سامنے حکمت کو بیان نہ کرو ورنہ تم اس حکمت پر ظلم کرو گے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۸۵ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

لعنت کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے شرعی احکام

لغت میں لعنت کا معنی ہے: اللہ کی رحمت سے دور کرنا' لعنت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شریعت میں جس عام وصف کے ساتھ لعنت کی گئی ہو اس وصف عام کے ساتھ لعنت کرنا' جیسے قرآن مجید میں ہے: کافروں پر اللہ کی لعنت ہو' فاسقوں پر اللہ کی لعنت ہو' جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو' اور ''صحیح بخاری'' میں ہے: جو مرد عورتوں کی مشابہت کریں اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت کریں ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

(۲) جس شخص کی موت کفر پر دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسے ابلیس اور ابولہب پر لعنت کرنا جائز ہے۔
(۳) جو شخص ظاہر حال کے اعتبار سے مومن ہو یا کافر ہو اور اس کا کفر پر مرنا معلوم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کافر کو اسلام کی توفیق دے دے" جامع ترمذی" میں ہے: مومن بہت لعنت کرنے والا نہیں ہوتا[1] نیز اس میں ہے: اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت نہ کرو[2] اور "سنن ابوداؤد" میں ہے: جس نے اس شخص پر لعنت کی جو لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت' لعنت کرنے والے پر لوٹے گی[3] لعنت کافروں پر بھی کی گئی ہے اور گناہ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں پر بھی وصف عام کے ساتھ لعنت کی گئی ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت ہو' کافروں پر جو لعنت ہے اس کا معنی ہے: اللہ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دینا اور گناہ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں پر جو لعنت ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے قرب خاص' اس کی خصوصی رحمت اور رضا سے دور کر دینا۔

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا ہو اس پر لعنت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے' اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ بغیر تعیین کے تمام کافروں پر لعنت کرنا جائز ہے اور بعض نے اس کو واجب کہا ہے اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ کسی معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معین کافروں پر لعنت فرمائی ہے۔ امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر مسلمانوں کے لیے دعا کرتے اور کفار پر لعنت کرتے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رعل' ذکوان اور لحیان پر لعنت کی اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر منافقوں کا نام لے لے کر فرماتے: اے اللہ! فلاں پر لعنت کر' فلاں پر لعنت کر' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۲۸)

آپ اس میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں یا اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے' بے شک یہ ظالم ہیں۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس آیت کی تشریح ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں اور منافقوں کے لیے لعنت فرمائی جن کے متعلق آپ کو وحی سے معلوم تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لعنت کرنے سے روک دیا' کیونکہ بہ ظاہر یہ آپ کی رحمت کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کر دیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ (البقرہ: ۱۶۰)

توبہ کے قبول ہونے کے لیے گناہ کو ترک کرنے اور اس کی تلافی کرنے کی شرط

یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں کو چھپانے والے یہودی کفر کو ترک کر کے اسلام لے آئیں اور اصلاح سے مراد یہ ہے کہ اپنی باطنی اصلاح کر لیں' اور ظاہری اعمال کو درست کر لیں' یا اس سے مراد ہے: اپنی قوم اور اپنے پیروکاروں کو

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۲۹۶ - ۲۹۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۲۹۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

اسلام کی تبلیغ کر کے ان کی اصلاح کریں' اور تورات میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق جو لکھا ہوا ہے اس کا بیان کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس برائی سے توبہ کی ہے اس کو ترک کر دیا جائے اور اس بُرائی کی تلافی کی جائے' کیونکہ یہود کی بُرائی یہ تھی کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو چھپاتے تھے' تو ان کی توبہ قبول کرنے کی یہ شرط بیان فرمائی کہ وہ اپنی اصلاح کریں یعنی آپ کی صفات چھپانے کو ترک کر کے اسلام لائیں اور چھپائی ہوئی صفات کو اب لوگوں میں بیان کریں' یہ پچھلی برائی کی تلافی ہے' اس لیے اب کوئی قادیانی مثلاً مسلمان ہو تو اس پر لازم ہے کہ مرزا کے دعویٰ نبوت سے برأت کا بیان کرے اور اس کے کفر کا اقرار کرے اور کوئی عیسائی مسلمان ہو تو حضرت عیسیٰ کے بندہ اور رسول ہونے کا اقرار کرے اور ان کے خدا ہونے کی نفی کرے اور اسی طرح جو مسلمان جس گناہ سے توبہ کرے دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور اس کی جو تلافی ممکن ہو وہ تلافی کرے اور جو شخص جب کسی گناہ سے توبہ کر لے' پھر اس کو اس گناہ پر ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ اس شخص کی مثل ہے جس کا گناہ نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے' یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں

اللَّهِ وَالْمَلَٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ

کی اور سب لوگوں کی (لعنت) ہے O وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے' ان سے عذاب کم

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا

کیا جائے گا نہ ان کو مہلت دی جائے گی O اور تمہارا معبود' ایک معبود ایک ہے' اس کے سوا

إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ ع ۱۹ / ۱۱

کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O

اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت چھپانے والوں کا ذکر کیا اور ان پر لعنت فرمائی' پھر ان میں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور اب ان کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے اس کفر سے توبہ نہیں کی' کفر پر اصرار کیا اور کفر پر ہی مر گئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اللہ کی لعنت کا معنی ہے: عذاب کی خبر دینا اور فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا معنی ہے: اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی بددعا دینا۔

Marfat.com

مردہ کافروں پر لعنت کرنے کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کرنے کی ممانعت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو کفر پر مر گئے' اس سے جمہور علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کی موت علی الکفر معلوم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بعض کفار پر لعنت کی ہے ان کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر پر مریں گے۔ علامہ ابوبکر ابن العربی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! بے شک عمرو بن العاص نے میری ہجو کی ہے اور اس کو علم ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں تو اس کی ہجو فرما اور جتنی بار اس نے میری ہجو کی ہے اتنی بار اس پر لعنت فرما۔ اس حدیث کو امام رویانی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۴۸' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا ظاہر حال کفر ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسے اس سے جہاد کرنا جائز ہے' حالانکہ عمرو بن العاص بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس حدیث کی سند میں کلام ہے' ثانیاً اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کا بدلہ لیا حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اپنے ساتھ کی جانے والے زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا' جب تک اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہ توڑا جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جاتا تو آپ سے زیادہ غضب میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (جامع ترمذی ص ۵۹۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

البتہ یہ اعتراض صحیح ہے کہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر' اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر' اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر' تب یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ○ (آل عمران: ۱۲۸)

آپ اس میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں' یا اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے' یا ان کو عذاب دے' بے شک یہ ظالم ہیں ○

سو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے اسلام میں اچھے عمل کیے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۲۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب' کراچی)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر لعنت سے روک دیا تو پھر آپ نے ان پر لعنت نہیں کی' اس سے یہ مؤقف اور مضبوط ہو گیا کہ زندہ کافروں پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں پر لعنت کرنے سے منع کر دیا تو کسی اور کے لیے کب جائز ہو سکتا ہے' اور علامہ ابن العربی کا اس کو کافروں سے قتال کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ کافروں سے قتال کرنا تبلیغ اسلام کا سبب ہے جو رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے' اس کے برخلاف زندہ کفار پر لعنت کرنا ان کو رحمت سے دور کرنے کی دعا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں پر لعنت کرنے کی ممانعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان کو لعنت کی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا جس کا لقب حمار تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شراب نوشی پر حد لگایا کرتے تھے' ایک دن اس شخص کو حد لگائی جارہی تھی کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر' اس کو کتنی بار حد لگائی گئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لعنت نہ کرو' بہ خدا! تم کو معلوم نہیں ہے یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

البتہ گناہ کبیرہ کرنے والوں پر بلاتعیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت کرے' وہ بیضہ (لوہے کا گولہ) چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ (جہاز کی) رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کفر پر مرے اس پر سب انسان لعنت کرتے ہیں' حالانکہ کافر تو اس پر لعنت نہیں کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ کافر اس پر آخرت میں لعنت کریں گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان سے مراد کامل انسان ہے اور کامل انسان مسلمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے نہ عذاب کم کیا جائے گا نہ ان کو مہلت دی جائے گی O (البقرہ: ۱۶۲)

کفار کے عذاب میں تخفیف نہ ہونے پر دلائل اور ابولہب وغیرہ کے عذاب میں تخفیف کے جوابات

نیک اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے' ایمان کے بغیر نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)

مرد یا عورت جس نے کوئی نیک عمل کیا بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے' اور ان کے اچھے کاموں کا ان کو ضرور اجر دیں گے O

وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان: ۲۳)

اور انہوں نے جو بھی (نیک) کام کیے ہم ان کی طرف قصد فرمائیں گے' پھر ہم انہیں باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرات بنا دیں گے O

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ (المائدہ: ۵)

اور جس نے ایمان لانے سے انکار کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابن جدعان زمانۂ جاہلیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا تھا' اور مسکین کو کھانا کھلاتا تھا' آیا اس کو یہ عمل نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ عمل اس کو نفع نہیں دے گا کیونکہ

Marfat.com

اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے اللہ! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

(صحیح مسلم ج ۱ص ۱۱۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

قرآن مجید کی ان آیات اور اس حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ کفار کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی' ان پر اجر ملے گا نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی' لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کیا تھا'[1] اور ''صحیح مسلم'' میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو آگ سے کھینچ کر نکال لیا اور صرف اس کے ٹخنوں تک آگ رہ گئی کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۱۱۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ حافظ بیہقی نے ''کتاب البعث والنشور'' میں کہا ہے کہ کفر کی وجہ سے جو عذاب ہوگا اس میں تخفیف نہیں ہوگی اور باقی جرائم پر جو عذاب ہوگا اس میں نیکیوں کی وجہ سے تخفیف ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم ج ۱ص ۱۱۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ پھر تو کافر کی نیکیاں ضائع نہ ہوئیں' حالانکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ اس کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی' اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کی وجاہت کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب اور ابوطالب اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ تخفیف نہ کرنے کا تعلق مدت سے ہے یعنی عذاب کی غیر متناہی مدت میں کمی نہیں ہوگی اور جن کے عذاب میں تخفیف کی ہے ان کا تعلق عذاب کی کیفیت سے ہے یعنی عذاب کی شدت میں کمی کر دی جائے گی' چوتھا جواب یہ ہے کہ تخفیف نہ کرنے کا تعلق عذاب آخرت سے ہے اور تخفیف کرنے کا تعلق عذاب برزخ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے' اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ (البقرہ: ۱۶۳)

واحد کا معنی اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت

اس سے پہلی آیات میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بیان کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہود اپنی کتابوں میں آپ کی نبوت کو چھپاتے تھے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کو بیان فرمایا ہے اور ظاہر فرمایا ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ کی توحید کو چھپاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا معنی یہ ہے کہ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں وہ متفرد ہے اور اس کی کسی صفت میں کوئی اس کا مثیل' شبیہ اور نظیر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ہم البقرہ: ۲۱ میں دلائل بیان کر چکے ہیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ہو لا الٰہ الا اللہ' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ص ۸۸ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کا امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۶۱ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا' لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ص ۷۶۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

(المستدرک ج ا ص ۳۵۱' مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

شبلی سے منقول ہے کہ وہ صرف اللہ کہتے تھے' لا الہ الا اللہ نہیں کہتے تھے' جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے خوف ہے کہ میں نے لا الہ کہا اور اسی وقت مر گیا اور الا اللہ پر نہ پہنچ سکا تو خدا کی نفی کرتا ہوا مروں گا' لیکن یہ ان کی محض علمی موشگافی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے' مقصود دل سے اللہ کو ماننا ہے' اگر کوئی شخص دل سے اللہ کو مانتا ہو اور لا الہ الا اللہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہو اور صرف لا الہ پر اس کو موت آ جائے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق اہل جنت میں سے ہوگا' اس لیے وہی پڑھنا چاہیے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے اور اپنی طرف سے باریکیاں نہیں نکالنی چاہیے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن العربی نے کہا ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لیے پڑھا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی' میں نے ستر ہزار بار یہ کلمہ پڑھ لیا تھا اور کسی کے لیے خصوصی نیت نہیں کی تھی' ایک مرتبہ میں ایک کھانے کی دعوت میں پہنچا' وہاں ایک نوجوان کشف میں مشہور تھا' کھانے کے دوران وہ رونے لگا' میں نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اپنی ماں کو عذاب میں گرفتار دیکھا ہے' میں نے دل ہی دل میں ان ستر ہزار کلمات کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا اور اب وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا: اب میں نے اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھا ہے' تو مجھے اس حدیث کی صحت کا اس نوجوان کے کشف سے یقین ہوا اور اس کے کشف کی صحت کا اس حدیث سے یقین ہو گیا۔ (مرقات ج ۳ ص ۹۹۔۹۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ

بے شک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے' رات اور دن کے بدل کر آنے اور ان کشتیوں میں

الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے سمندر میں رواں دواں ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

آسمان سے نازل کیا' پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ

جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان اللہ کے تابع ہیں'

Marfat.com

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ضرور ان (سب) میں عقل والوں کے لیے (اللہ کی معرفت کی) نشانیاں ہیں O

اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت اور اس کے علم پر دلائل

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ تمہارا معبود واحد ہے' اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق اور واحد ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت پر دلائل بھی ہیں اور انسان کے حق میں نعمتیں بھی ہیں۔

آسمان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ نشانی ہے کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہے' نہ اس کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے جس سے وہ لٹکا ہوا ہو اور عام عادت کے خلاف بغیر ستونوں کے آسمانوں کو قائم رکھنا بغیر کسی زبردست قادر اور خالق کے ممکن نہیں ہے۔

زمین میں سمندر اور دریا ہیں' معدنیات ہیں' جنگلات ہیں' باغات اور فصلیں ہیں اور ان سب میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر نشانیاں ہیں' سمندروں کی روانی اور زمین کی پیداوار کا ہمیشہ ایک جہت اور ایک نظم پر قائم رہنا یہ بتاتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا ایک ہے' کیونکہ کبھی سیب کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہوتا اور نہ کبھی سمندر کے مدوجزر کا نظام بدلتا ہے۔

دن اور رات میں نشانیاں ہیں' دن کو روشنی اور رات کو اندھیرے کا سبب بنایا' پھر دن اور رات میں کمی اور بیشی کا نظام ایک بہت بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ ہمیشہ جون اور جولائی میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نومبر' دسمبر میں راتیں بڑی اور دن چھوٹے ہوتے ہیں' اس نظام میں کبھی فرق نہیں آتا' اس سے معلوم ہوا کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے۔

سمندروں پر رواں دواں کشتیوں میں نشانیاں ہیں جو محض اللہ کی قدرت سے پانی پر قائم رہتی ہیں اور لوگوں کو اور ان کے سازوسامان کو لے کر ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتی ہیں' ہمیشہ لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں سطح آب پر قائم رہتی ہیں اور تیرتی ہیں اور لوہے اور پیتل کی چیزیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں' ان تمام چیزوں کا واحد طبعی شعور یہ بتاتا ہے کہ ان کا بنانے والا بھی واحد ہے۔

بارش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں کہ کس طرح بخارات سے حاصل شدہ پانی فضا میں جمع ہوتا ہے اور کس طرح منتشر ہوتا ہے اور اس جہان کی بقاء میں وہ کیا رول ادا کرتا ہے اور اس سے سبزیوں اور پھلوں کی کس طرح روئیدگی ہوتی ہے اور اس نظام کی وحدت بھی مخفی نہیں ہے۔ زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو حیوانات اور حشرات الارض پیدا کیے ہیں ان میں عجیب و غریب حکمتیں اور فوائد ہیں' کچھ جانور انسان کی خوراک کے لیے حلال کر دیئے اور کچھ جانور اس کے امتحان کے لیے حرام کر دیئے' کچھ اس کی سواری کے کام آتے ہیں' کچھ جانوروں کو عبرت کے لیے پیدا کیا' اور کتنے ہی جانور ایسے ہیں جن کو پیدا کرنے کی حکمت سے ہماری عقل عاجز ہے' پھر ان تمام جانوروں کی پیدائش' نشوونما اور ان کی موت کا نظام واحد ہے' متعدد نہیں ہے تو ان کے پیدا کرنے والے متعدد کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہواؤں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بہت نشانیاں ہیں' بعض ہوائیں بانجھ ہوتی ہیں' بعض ہوائیں ثمر آور ہوتی ہیں' بعض ہوائیں سرد ہوتی ہیں' بعض گرم ہوتی ہیں' بعض ہوائیں فصلوں کو اجاڑ دیتی ہیں اور ہلاکت کا سبب ہوتی ہیں' ہوا کے ذریعہ انسان سانس لیتا ہے' ہوا کے لیے عربی میں ریح اور ریاح دونوں لفظ آتے ہیں' ریح کا لفظ زیادہ تر ہلاکت اور تباہی والی ہواؤں کے لیے آتا ہے اور ریاح کا لفظ خوشگوار اور رحمت والی ہواؤں کے لیے آتا ہے' امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریح اللہ کی رحمت سے

Marfat.com

ہے جو رحمت لاتی ہے' اور عذاب کو لاتی ہے' جب تم ریح (آندھی) کو دیکھو تو اس کو برا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صبا[1] سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا۔

انسان کو زندہ رہنے کے لیے خوراک' پانی اور ہوا کی ضرورت ہے' خوراک کے بغیر وہ چند دن زندہ رہ سکتا ہے اس لیے خوراک حاصل کرنے کے لیے اسے روزی حاصل کرنے اور مشقت کرنے کا مکلف کر دیا' پانی کی اس سے زیادہ شدید ضرورت ہے تو اس کا حصول اس کے لیے بہت سہل اور ارزاں کر دیا' اور ہوا کے بغیر وہ چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو اس کا حصول بالکل عام کر دیا' ہر شخص کو ہر جگہ اور ہر وقت بغیر کسی محنت اور معاوضہ کے ہوا میسر ہے' کیا یہ عجیب و غریب حکمت نہیں ہے۔

بادلوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں' کس طرح بادل بنتے ہیں' کس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور بغیر کسی ظاہری سبب کے کس طرح فضا میں معلق ہیں' بادلوں کے گرجنے سے کس قدر ہیبت ناک اور ہولناک آواز پیدا ہوتی ہے۔ آسمان سے بارش ہونے کا بھی ہمیشہ سے ایک طریقہ ہے' اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی' کیا اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے' اس میں کوئی تعدد نہیں ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ان تمام مظاہر قدرت میں غور و فکر اور تدبر کرے کہ یہ تمام چیزیں متغیر اور حادث ہیں اور ان کا حدوث اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کا کوئی بنانے والا ہونا چاہیے اور چونکہ ان تمام چیزوں کے نظام عمل میں انتشار اور اختلاف نہیں ہے بلکہ ہم آہنگی اور وحدانیت ہے اس لیے ان کا بنانے والا بھی واحد ہی ہونا چاہیے' پھر ان تمام چیزوں میں جو بے شمار حکمتیں اور فوائد ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بنانے والا انتہائی علیم اور حکیم ہے اور یہ ساری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے' اس کا نظم اور ربط اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل صحیح منصوبہ بندی سے وجود میں آئی ہے' اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد ہے اور علیم اور حکیم ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

ہم نے عام تعلیم یافتہ لوگوں کے سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یہ دلیل ذکر کی ہے اور بالخصوص علماء اور فقہاء کی ضیافت طبع کے لیے متکلمین کے طریقہ پر اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا ہے اگر ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کوئی اور معبود بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ہے تو اس کو بھی ان مقدورات پر قادر ماننا پڑے گا' اب سوال یہ ہے کہ ان مقدورات کو پیدا کرنے میں دونوں کا ارادہ متفق ہے یا نہیں' اگر دونوں متفق ہیں تو ایک شئے کو پیدا کرنے کے لیے دو مستقل علتوں کا ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے' کیونکہ معلول علت مستقلہ کے غیر سے مستغنی ہوتا ہے ورنہ وہ علت مستقلہ نہیں ہوگی اور اگر ایک معلول کی دو علت مستقلہ ہوں تو معلول ان میں سے ہر ایک کا محتاج بھی ہوگا اور ہر ایک سے مستغنی بھی ہوگا اور یہ باطل ہے' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان دو علتوں میں سے صرف ایک تاثیر کر سکتی ہے دوسری تاثیر نہیں کر سکتی تو یہ ترجیح بلا مرجح بھی ہے اور دوسرے کا عجز بھی ہے اور عجز الوہیت کے منافی ہے اور اگر ان مقدورات کو پیدا کرنے میں دونوں کا ارادہ متفق نہیں ہے بلکہ ایک پیدا کرنا چاہتا ہے اور دوسرا نہیں چاہتا تو یا تو دونوں کا ارادہ پورا ہوگا' پھر لازم آئے گا کہ وہ چیز بیک وقت ہو اور نہ ہو اور یہ اجتماع نقیضین کو مستلزم ہے یا کسی کا ارادہ پورا نہیں ہو گا اور یہ ارتفاع نقیضین کو مستلزم ہے اور یہ دونوں باطل ہیں اور یا ایک کا ارادہ پورا ہوگا اور دوسرے کا ارادہ پورا نہیں ہوگا تو جس کا ارادہ پورا نہیں ہوگا وہ مجبور ہوگا اور مجبور خدا نہیں ہو سکتا' اس سے واضح ہو گیا کہ خدا ایک ہی ہے دوسرا خدا نہیں ہو سکتا۔

---

[1] مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا کو صبا اور مغرب سے مشرق کی طرف چلنے والی ہوا کو دبور کہتے ہیں۔ منہ

Marfat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ

اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں'

كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں' اور اگر یہ ظالم (دنیا میں اس عذاب کو) جان

ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

لیتے جس عذاب کو یہ قیامت کے دن دیکھیں گے (تو یہ دنیا میں ضرور اقرار کر لیتے) کہ تمام قوت اللہ ہی کے لیے ہے' اور یہ کہ اللہ

شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا

سخت عذاب دینے والا ہے ○ جن لوگوں کی (دنیا میں) پیروی کی گئی تھی جب وہ (آخرت میں) پیروی کرنے والوں سے

وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

بری الذمہ ہو جائیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے ○ اور (ان کی) پیروی کرنے والے کہیں گے:

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ

کاش! ہمارے لیے دنیا میں لوٹنا (ممکن) ہوتا تو ہم ان سے اسی طرح بری الذمہ ہو جاتے جس طرح یہ ہم سے بری الذمہ ہو گئے ہیں' اسی طرح

يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ

اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو باعثِ حسرت بنا کر انہیں دکھائے گا' اور وہ نارِ جہنم سے ہرگز

ع ۲۰ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

نکلنے والے نہیں ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں۔

(البقرہ: ۱۶۵)

مومن کے نزدیک محبوبین کے مدارج

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود' علم' قدرت اور وحدانیت پر دلائل دیئے ہیں' اور اب فرما رہا ہے کہ ان عظیم اور واضح دلائل کے ہوتے ہوئے بعض لوگ انداد (غیر اللہ کو اللہ کا شریک) بناتے ہیں' انداد سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرکین اللہ کی طرح عبادت کرتے ہیں' اور جس طرح مؤمنین اللہ سے بر بناء حق محبت کرتے ہیں یہ مشرکین بتوں سے بر بناء باطل محبت

Marfat.com

کرتے ہیں' ایک قول یہ بھی ہے کہ انداد سے مراد ان کے کافر پیشوا ہیں جن کی وہ اللہ کی معصیت میں اطاعت کرتے تھے' اور جتنی محبت مشرکین اپنے بتوں سے کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ محبت مؤمنین اللہ سے کرتے ہیں بلکہ مومن سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے' اور اس کی تعظیم اور تقدیس کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور آپ کی تعظیم اور توقیر کرتا ہے' پھر اپنے والدین کی تعظیم اور اطاعت کرتا ہے' اس کے بعد اپنے نفس سے محبت کرتا ہے' پھر اس کے بعد اپنے اہل و عیال' اقرباء' پڑوسیوں اور عام مسلمانوں سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح پہلے تعظیم اور محبت میں قرآن مجید کا مرتبہ ہے' پھر احادیث کا' پہلے مسجد حرام کا مرتبہ ہے اور پھر مسجد نبوی کا' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ سے زیادہ افضل ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے اور جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر آرام فرما ہے وہ جگہ کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے' پھر اس کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مقابر اور مزارات کے مراتب ہیں اور حدود شرع کے مطابق ان کی تعظیم کرنا برحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر یہ ظالم (دنیا میں اس عذاب کو) جان لیتے۔ (البقرہ: ۱۶۵)

البقرہ کی آیت: ۱۶۵ کے متعدد نحوی تراکیب کے اعتبار سے آٹھ معانی

اس آیت کا ترجمہ بہت دقیق ہے اور عربی قواعد اور نحوی قوانین کے اعتبار سے اس کی متعدد ترکیبیں ہیں جن کی نوعیت خالص علمی ہے' ہم ان ابحاث کو چھوڑ کر صرف یہ ذکر کر رہے ہیں کہ مختلف تراکیب کے اعتبار سے اس آیت کے کیا معانی ہیں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

عطاء نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے: اگر یہ ظالم مشرکین قیامت کے دن کا عذاب دیکھ لیں تو یہ ضرور جان لیں گے کہ تمام قدرت اللہ ہی کے لیے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر یہ لوگ دنیا میں اس عذاب کو جان لیتے جس عذاب کو یہ قیامت کے دن دیکھیں گے تو یہ ضرور اقرار کر لیتے کہ تمام قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (ہم نے اپنے ترجمہ میں اسی معنی کو اختیار کیا ہے)۔

زمخشری نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے: اگر مشرکین یہ جان لیتے کہ تمام قدرت اللہ کو ہے نہ کہ ان کے خود ساختہ معبودوں کو' اور ظالموں پر عذاب کی شدت کو جان لیتے جب قیامت کے دن یہ عذاب کی شدت کا معائنہ کریں گے تو انہیں بڑی شدید حسرت اور ندامت ہوتی۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۹۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام رازی نے یہ معنی بیان کیا ہے:

اگر یہ ظالم اللہ کی قدرت اور اس کے عذاب کی شدت کو جان لیتے تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے:

اگر قیامت کے دن عذاب کے مشاہدہ کے وقت یہ ظالم اپنے عاجز ہونے کو جان لیتے تو ضرور کہتے کہ تمام قدرت اللہ ہی کو ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۷۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ابوعبید نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اگر یہ ظالم دنیا میں عذاب آخرت کو دیکھ لیتے تو ضرور جان لیتے کہ تمام قوت اللہ ہی کے لیے ہے' اور اخفش نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اگر یہ ظالم اللہ کی قدرت اور اس کے عذاب کی شدت کو (حقیقۃً) جان لیتے تو خدا کا

Marfat.com

شریک بنانے کے نقصان سے بچ جاتے۔

ایک قراءت میں ''ولو یری'' کی جگہ ''ولو تری'' ہے' خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے' اس صورت میں معنی یہ ہے: اور اے محمد! اگر آپ ان ظالموں کو عذاب کا مشاہدہ کرتے وقت دیکھ لیتے تو آپ ضرور جان لیتے کہ تمام قدرت اللہ ہی کو ہے۔

حالانکہ آپ اس امر کو جانتے تھے اس لیے یہاں خطاب آپ کو ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۰۵ ـ ۲۰۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن (لوگوں) کی (دنیا میں) پیروی کی گئی تھی۔ (البقرہ: ۱۶۶)

گمراہ کرنے والے متبوعین کا اپنے تابعین سے قیامت کے دن بَری ہونا

قتادہ' عطاء اور ربیع نے کہا ہے کہ جن رئیسوں اور سرداروں کے حکم سے دنیا میں مشرکین نے کفر کیا تھا جب وہ دونوں آخرت میں عذاب کو دیکھ لیں گے تو اپنے متبعین کے کفر سے بَری ہو جائیں گے' سدی نے کہا ہے کہ گمراہ کرنے والے شیاطین انسانوں سے بَری ہو جائیں گے' اور ایک قول یہ ہے کہ ہر گمراہ کرنے والا متبوع اپنے تابع سے بَری ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے اسباب منقطع ہو جائیں گے O (البقرہ: ۱۶۶)

سبب کے معنی ہیں: وہ رسی جس سے کسی چیز کو باندھ کر کھینچتے ہیں' پھر اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے کہ جس سے کسی چیز کو کھینچا جائے' یہاں اسباب سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں: مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: دنیا میں جن کے ساتھ کافر مل جل کر رہتے تھے' ابن جریج نے کہا: جن رشتہ داروں کے ساتھ وہ دنیا میں شفقت کرتے تھے' سدی نے کہا: جن اعمال کو وہ نیکی سمجھ کر لازماً کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا جو وہ عہد و پیمان کرتے تھے اور حلف اٹھاتے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں جن لوگوں اور جن چیزوں کو وہ نجات کا سبب سمجھتے تھے' آخرت میں وہ سب ان سے منقطع ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (ان کی) پیروی کرنے والے کہیں گے: کاش! ہمارے لیے دنیا میں لوٹنا (ممکن) ہوتا تو ہم ان سے اسی طرح بری الذمہ ہو جاتے۔ (البقرہ: ۱۶۷)

تابعین اپنے متبوعین کے جواب میں کہیں گے کہ کاش! دنیا میں دوبارہ لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے اسی طرح بری الذمہ ہو جاتے ہیں جس طرح آج یہ ہم سے بری الذمہ ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح اللہ ان کے اعمال کو باعث حسرت بنا کر انہیں دکھائے گا۔ (البقرہ: ۱۶۷)

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی سندوں کے ساتھ اس آیت کی دو تفسیریں نقل کی ہیں:

(۱) سدی بیان کرتے ہیں کہ کافروں کو جنت دکھائی جائے گی اور جنت میں ان کے مکان دکھائے جائیں گے کہ اگر وہ اللہ کی اطاعت کر لیتے تو یہ مکان ان کو دے دیئے جاتے' پھر وہ مکان مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور وہ کافروں کے وارث ہوں گے' اس وقت کافروں کو ندامت اور حسرت ہو گی۔

(۲) ابن زید اور ربیع وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال دکھائے گا' پھر ان کو حسرت اور پشیمانی ہو گی کہ انہوں نے کیوں بُرے عمل کیے اور کیوں نہ اچھے عمل کیے تاکہ وہ عذاب سے نجات پا جاتے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۴۵ ـ ۴۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ یہ دوسری تاویل آیت کے زیادہ مناسب ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ٘ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا

اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی

خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ

نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ○ وہ تمہیں صرف برائی

بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور بے حیائی (کے کاموں) کا حکم دیتا ہے اور اللہ کے متعلق ایسی بات کہنے کا (حکم دیتا ہے) جس کو تم نہیں جانتے ○

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے

عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

جس پر اپنے باپ دادا کو پایا' خواہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں ○

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ'' (البقرہ: ۲۱) سے امور دین کو تفصیل سے بیان فرمایا تھا' اور اب ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ'' (البقرہ: ۱۶۸) سے دنیاوی امور کو بیان فرما رہا ہے' دین روح کی غذا ہے اور کھانا پینا جسم کی غذا ہے' پہلے اللہ تعالیٰ نے روح کی غذا کا تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور اب جسم کی غذا کا تفصیل سے بیان فرما رہا ہے تاکہ روح کی ترقی اور بدن کی نشوونما کے صحیح ذرائع میسر ہو جائیں۔

ثقیف' خزاعہ اور بنو مدلج نے اپنے اوپر کچھ جانوروں کو حرام کر لیا تھا' ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! زمین کی ان چیزوں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں' اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ (البقرہ: ۱۶۸)

حلال اور طیب اور گناہ اور بدعت کا معنی

جس چیز سے حرمت کی گرہ کھل گئی ہو وہ حلال ہے اور طیب وہ چیز ہے جو حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو' سہل بن عبداللہ نے کہا کہ نجات تین چیزوں میں ہے: حلال کھانا' فرائض کو ادا کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنا' نیز سہل نے کہا: حلال مال وہ ہے جو سود' حرام' رشوت' خیانت' مکروہ اور شبہ سے محفوظ ہو۔

جو کام شریعت کے مخالف ہو وہ شیطان کا طریقہ ہے' اگر اس کو کار ثواب اور نیکی سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہے اور اگر اس کو برا سمجھ کر کیا جائے تو وہ گناہ ہے' مثلاً ماتم اور تعزیہ داری شریعت کے خلاف ہے اور اس کو نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے' یہ بدعت ہے اور چوری اور قتل بھی شریعت کے خلاف ہیں اور ان کو برا سمجھ کر کیا جاتا ہے' یہ گناہ ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ بدعت اور گناہ کا عمل

Marfat.com

کرنا شیطان کے قدموں پر چلنا ہے اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی (کے کاموں) کا حکم دیتا ہے' اور اللہ کے متعلق ایسی بات کہنے کا (حکم دیتا ہے)۔ (البقرہ: ۱۶۹)

''سوء'' اور ''فحشاء'' کا معنی

''سوء'' کے معنی ہیں: برائی اور ''فحشاء'' کے معنی ہیں: بے حیائی' ہر وہ کام جس سے شریعت نے منع کیا ہو وہ ''سوء'' اور ''فحشاء'' ہے' قرآن مجید میں ''فحشاء'' کا اطلاق زیادہ تر زنا پر آیا ہے اور ایک جگہ اس کا اطلاق بخل پر ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس کام پر حد نہ ہو وہ ''سوء'' ہے اور جس پر حد ہو وہ ''فحشاء'' ہے۔

مشرکین ''بحیرہ' سائبہ' وصیلہ'' اور ''حام'' (بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور) کو حرام قرار دیتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان جانوروں کو اللہ نے حرام نہیں کیا' لیکن یہ مشرکین اللہ پر افتراء باندھتے ہیں' اور اس آیت میں یہ بتلایا کہ شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف اس تحریم کو منسوب کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نر ہوتا تو مشرکین اس کے کان کو چیر دیتے اور اس پر سوار ہونے' بوجھ لادنے اور اس کے ذبح کو حرام کر دیتے اور اس کو ''بحیرہ'' کہتے' اور جو کوئی شخص دور دراز کے سفر سے واپس آتا' یا بیماری سے تندرست ہوتا یا کسی جنگ یا مصیبت سے نجات پاتا تو وہ اعلان کر دیتا کہ میری اونٹنی بتوں کے لیے چھوڑی گئی ہے اور اس پر سواری اور اس کے ذبح کو حرام کر دیتا اور اس کو کسی جگہ بھی گھاس چرنے یا پانی پینے سے منع نہ کیا جاتا' اس کو ''سائبہ'' کہتے تھے' جب کوئی اونٹنی یکے بعد دیگرے مادہ کو جنم دیتی تو اس کو بھی بتوں کے تقرب کے لیے ذبح نہیں کرتے تھے' اس کو ''وصیلہ'' کہتے تھے اور جب ایک معین تعداد میں اونٹ جفتی کر لیتا تو اس کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے' اس کو ''حام'' کہتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (البقرہ: ۱۷۰)

مشرکین سے جب کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا' ان کا کھانا جائز ہے' سو ان کو ذبح کر کے کھاؤ اور ان سے نفع اٹھاؤ تو وہ کہتے کہ ہم اپنے باپ دادا سے یہی سنتے چلے آتے ہیں کہ ان جانوروں کا کھانا حرام ہے' ہم ان ہی کی پیروی کریں گے خواہ ان کے باپ دادا بے علم اور بے ہدایت ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور معصیت میں آباء واجداد کی تقلید کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جن کی تقلید کی جارہی تھی وہ بے علم اور بے ہدایت تھے۔

تقلید کی تعریف

مسائل فرعیہ فقہیہ میں تقلید کرنا جائز ہے' تقلید کی تعریف ہے: کسی شخص کے قول کو بلا دلیل قبول کرنا' کیونکہ عام آدمی میں اتنی اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ کتاب اور سنت سے مسائل کا استنباط کر سکے' اس لیے وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں علماء سے رجوع کرے گا اور علماء اس کو اللہ اور رسول کا جو حکم بتائیں گے وہ اس پر عمل کرے گا' اسی طرح تمام علماء بھی تمام احکام شرعیہ کو براہِ راست کتاب' سنت' آثار صحابہ' اجماع اور قیاس سے نہیں نکال سکتے اور وہ اس معاملہ میں کسی فقیہ اور مجتہد کے استنباط کردہ مسائل پر

Marfat.com

اعتماد کرتے ہیں جس کی فقہ اور جس کے اجتہاد پر انہیں وثوق ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے سوال کرو ۝

(النحل: ۴۳)

امت کا اس پر اجماع ہے کہ عقائد میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے' ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ کتاب اور سنت اور عقل سے غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کا علم حاصل کرے اور دلیل سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو حق جانے اور مانے۔ ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث میں ہم نے تقلید اور اجتہاد پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے' اس موضوع پر بصیرت حاصل کرنے کے لیے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ

اور کافروں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایسے شخص کو پکارے جو بلانے اور آواز دینے کے سوا اور کچھ نہ سنتا ہو'

اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۷۱ يٰٓاَيُّهَا

یہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں تو یہ کچھ نہیں سمجھتے ۝ اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ

ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں' اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۱۷۲ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

اسی کی عبادت کرتے ہو ۝ اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے' وہ صرف مردار' خون'

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو' سو جو شخص مجبور ہو جائے جب کہ وہ نافرمانی کرنے والا

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۷۳

اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (کھانے یا استعمال میں) کوئی گناہ نہیں ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ۝

''نعق'' کا معنی

''نعق'' کا معنی ہے: چرواہے کا اپنی بکریوں کو ڈانٹنا اور للکارنا۔

اس آیت میں جو مثال دی گئی ہے' اس کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور وہ اس دعوت پر کان نہیں دھرتے اور لبیک نہیں کہتے' اس کی

Marfat.com

مثال ایسے ہے جیسے کوئی مویشیوں کو چرانے والا اپنی بکریوں اور اونٹوں کو آوازیں دے کر بلا رہا ہو اور وہ جانور اس کی صرف آواز سن رہے ہوں اور ان کو پتا نہ چل سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' عکرمہ' سدی' زجاج' فراء اور سیبویہ وغیرہ سے یہ تفسیر منقول ہے۔

(۲) کفار اپنے باطل معبودوں کو جو پکارتے ہیں اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدھی رات کو چلا رہا ہو اور اس کی آواز گونج رہی ہو۔

(۳) کفار اپنے بتوں کو جو پکارتے ہیں اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی چرواہا اپنے گم شدہ مویشیوں کو پکار رہا ہو اور اس کو پتا نہ ہو کہ وہ مویشی کہاں ہیں۔

''صم بکم عمی'' کی تفسیر البقرہ: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں' اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

(البقرہ: ۱۷۲)

حرام کھانے کا وبال

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا' سو فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو' میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں' اور فرمایا: اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ' پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے' اس کے بال غبار آلود ہیں' وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یا رب! یا رب! اس کا کھانا حرام ہو' اس کا لباس حرام ہو' اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی!

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۱ ـ ۲۱۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

شکر کا معنی البقرہ: ۱۵۲ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے' وہ صرف مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (البقرہ: ۱۷۳)

حرام کیے ہوئے مردہ جانوروں میں سے مستثنیات کا بیان

''میتہ'' (مردار): ذبح کیے جانے والے جانوروں میں سے جو جانور بغیر ذبح کے اپنی طبعی موت مر گیا ہو اس کو مردار کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس نص قطعی سے ہر مردار کا کھانا حرام ہے' تاہم اس کے عموم سے سمندر کے مردہ جانوروں کو خاص کر لیا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ: ۹۶)

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک مچھلی ہو یا کوئی اور سمندری جانور سب بغیر ذبح کے حلال ہیں' امام مالک کے نزدیک

Marfat.com

سمندری خنزیر کے علاوہ سب حلال ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے باقی سمندری جانور حرام ہیں' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانوروں سے گھن آتی ہے اور گھناؤنے جانور حرام ہیں' قرآن مجید میں ہے:'' وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷) اور ناپاک چیزیں آپ ان پر حرام کرتے ہیں''۔

امام احمد نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے' اور اس حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱' مطبع مجتبائی' لاہور) امام احمد نے فرمایا: یہ حدیث سو حدیثوں سے بہتر ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: سمندر کے طعام سے مراد سمندر کے مردار جانور ہیں' البتہ جو جانور طبعی موت سے مر کر سطح آب کے اوپر آ جائے وہ بدبودار ہو جاتا ہے' اس کا کھانا بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۱۵۔ ۳۱۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک قرآن مجید کے حکم عام کی سنت سے تخصیص جائز نہیں ہے' اس لیے اگر ٹڈی اپنی طبعی موت سے مر جائے تو اس کا کھانا ان کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ وہ خشکی کا شکار ہے اور بغیر ذبح کے اللہ تعالیٰ نے صرف سمندر کا شکار حلال کیا ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مچھلی اور ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں' رہے مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۳۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد[1] اور امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۷۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

عنبر کی تحقیق

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اسی طرح حضرت جابر کی عنبر کے متعلق حدیث ہے جس کی سند صحیح ہے اور وہ عموم قرآن کی تخصیص کرتی ہے' اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

ان حدیثوں کو بیان کرنے سے پہلے ہم عنبر کا معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

عنبر ایک خوشبودار چیز ہے' یہ سمندری جانور کی لید ہے یا سمندر کی گہرائی میں چشمہ سے نکلتی ہے' (ازھری نے کہا:) یہ ایک سمندری مچھلی ہے' بعض نے کہا: یہ زعفران ہے' بعض نے کہا: یہ سمندری مچھلی کی ڈھال ہے۔

(قاموس ج ۲ ص ۱۳۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ زبیدی سمندری مچھلی کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس مچھلی کا طول پچاس ذراع (۷۵ فٹ) ہوتا ہے۔

(تاج العروس ج ۳ ص ۴۲۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۴۰۶ھ)

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۲ ص ۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

امام بخاری لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا: عنبر دفینہ نہیں ہے' وہ ایک چیز ہے جس کو سمندر نکال کر (ساحل پر) پھینک دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان لکھتے ہیں:

یہ ایک مچھلی (سپرم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے اور سمندر میں سطح آب پر تیرتا ہوا یا ساحل بحر سے ملتا ہے' اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے (اس لیے اسے شامہ بھی کہتے ہیں)' اس کا وزن نصف سیر سے لے کر دس سیر تک ہوتا ہے' یہ مومی مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا' لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے اور چکنا محسوس ہوتا ہے' عنبر اشہب بہترین خیال کیا جاتا ہے' اشہب اس سیاہ رنگ کو کہتے ہیں جس میں سفیدی غالب ہو' رنگ: بھورا یا سیاہی مائل و چکنا اور سنگ مرمر کی طرح جوہر دار' ذائقہ: قدرے تلخ وخوشبودار' مزاج: گرم اور خشک' مقام پیدائش: سپرم ویل برازیل' امریکہ کے جنوبی ساحل' بحر ہند اور خلیج بنگال میں پائی جاتی ہے' اس کی تجارت کے مرکز ممباسہ اور دارالسلام ہیں' افعال و استعمال: مفرح اور مقوی قلب و دماغ ہے' حواس کو تقویت دیتا ہے' زیادہ تر اعصاب' دماغ اور قلب کے امراض میں مستعمل ہے۔

(کتاب المفردات ص ۳۶۶' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

علامہ قرطبی نے عنبر کے متعلق جن حدیثوں کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کی قیادت میں بھیجا' ہم قریش کے قافلہ کو تلاش کر رہے تھے' زادِ راہ میں ہمارے پاس صرف کھجوروں کی ایک تھیلی تھی' حضرت ابوعبیدہ ہمیں ہر روز ایک ایک کھجور دیتے تھے' راوی نے پوچھا: آپ اس ایک کھجور کو کس طرح کھاتے تھے؟ حضرت جابر نے کہا: ہم اس کو اس طرح چوستے تھے جس طرح بچہ چوستا ہے' پھر ہم اس کے بعد پانی لیتے تھے تو وہ ہمیں ایک دن اور رات کے لیے کافی ہوتی تھی' اور ہم لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے' پھر ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔ ایک دن ہم ساحل سمندر پر گئے' وہاں کنارے پر ایک بڑے ٹیلے کی مانند کوئی چیز پڑی ہوئی تھی' ہم اس کے پاس گئے' دیکھا تو وہ ایک جانور ہے' جس کو عنبر کہا جاتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: یہ مردار ہے' پھر کہا: نہیں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم لوگ حالت اضطرار میں ہو' سو اس کو کھالو' ہم لوگ تین سو تھے اور وہاں ایک ماہ ٹھہرے تھے اور اس کو کھا کر ہم موٹے ہو گئے تھے' مجھے یاد ہے کہ ہم نے اس کی آنکھ کے ڈھیلے سے مشکوں سے بھر بھر کر اس جانور سے چربی نکالی تھی' اور اس میں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں بٹھا دیئے اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور سب سے بڑے اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ کس کر اس کے نیچے سے گزار لیا' اور اس کے گوشت کو ابال کر ہم نے زادِ راہ تیار کر لیا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے' کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے؟ اگر ہے تو ہمیں کھلاؤ' حضرت جابر کہتے ہیں: پھر ہم نے اس میں سے کچھ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس کو تناول فرمایا (اس حدیث میں مچھلی پر عنبر کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے)۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۶۔ ۸۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ سپرم ویل مچھلی کے پیٹ سے نکلنے والے ایک خوشبودار مومی مادہ کو عنبر کہتے ہیں اور اس حدیث میں یہ

Marfat.com

دلیل ہے کہ سمندری مردہ جانوروں کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے اور یہ صحیح حدیث قرآن مجید میں 'میتہ'' کی عمومی حرمت کے لیے مخصص ہے۔

سطح آب پر آنے والی مردہ مچھلی کا شرعی حکم

جو مچھلی طبعی موت سے پانی کے اندر مر جائے اور بدبودار ہو کر سطح آب پر ابھر آئے' امام شافعی کے نزدیک اس کو بھی کھانا جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے یا جس جانور سے پانی منقطع ہو جائے اس کو کھالو اور جو جانور پانی میں مر کر اوپر آ جائے اس کو مت کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

ملکی اور غیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنے کا شرعی حکم

خشکی کے مردہ جانوروں کی چربی کو بھی کھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق بتایئے کیونکہ اس چربی سے کشتیوں پر روغن کیا جاتا ہے اور اس کا تیل کھالوں پر لگایا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے' پھر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے' جب اللہ نے مردار کی چربی کو حرام کر دیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھایا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کی چربی حرام ہے' اس کا بیچنا اور خریدنا جائز نہیں ہے' اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے' عام طور پر مشہور ہے کہ صابن میں مردار کی چربی ہوتی ہے خاص طور پر غیر ملکی صابن میں' لیکن یہ امر یقینی نہیں ہے' اس لیے اس کا استعمال ناجائز نہیں ہوگا' نیز نفس چربی تو نجس ہے لیکن اگر چربی کسی چیز میں مل جائے اور وہ چیز کسی دوسری چیز کے ساتھ مل جائے تو وہ چیز شرعاً نجس نہیں ہوگی' اس لیے صابن ملکی ہو یا غیر ملکی اس کے استعمال سے ہاتھ یا بدن نجس نہیں ہوگا' خصوصاً اس لیے کہ صابن لگانے کے بعد ہاتھ یا بدن پر بغیر صابن کے پانی بہا لیا جاتا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر چربی میں چوہا گر جائے تو کیا کریں؟ آپ نے پوچھا: کیا وہ جمی ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: چوہے کو اور اس کے اردگرد کی چربی کو پھینک دو اور اپنی چربی کھالو' صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر وہ چربی پگھلی ہوئی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کرو اور اس کو کھانا نہیں۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے اور اس کے علاوہ اس سے ہر قسم کے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابوسعید خدری' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر سلف صالحین نے اس قسم کی چربی سے نفع حاصل کرنے کو جائز کہا ہے' البتہ کھانے سے منع کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا

Marfat.com

ہے کہ اس قسم کی چربی کو بیچنا جائز ہے اور بائع کو اس کا عیب بیان کر دینا چاہیے۔

یہ بحث اس چربی میں ہے جس میں چوہا گر گیا ہو' مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اس کو مطلقاً مردار کی چربی پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے: نیز اس وجہ سے بھی کہ بعض صحابہ کرام' ابن عمر' ابوسعید خدری' ابوموسیٰ اشعری نے مردار کی چربی کا صرف کھانے میں استعمال حرام قرار دیا ہے' خارجی استعمال کی اجازت دی ہے' اس لیے اس کی خرید و فروخت کو بھی جائز رکھا ہے۔ (جصاص)

(معارف القرآن ج ۱ ص ۴۱۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' ۱۴۱۴ھ)

مفتی صاحب کا یہ استنباط صحیح نہیں ہے' نہ مذکور الصدر صحابہ کرام کا یہ نظریہ ہے' نہ علامہ جصاص کی یہ عبارت مطلقاً مردار کی چربی کے متعلق ہے بلکہ یہ بحث اس پگھلی ہوئی چربی میں ہے جس میں چوہا گر گیا ہو' علامہ جصاص اس بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

یہ چربی ان کے نزدیک مردار کی چربی کے قائم مقام نہیں ہے' کیونکہ وہ مردار کے گوشت کی طرح بعینہٖ حرام ہے' اور جس پگھلی ہوئی چربی میں چوہا گر گیا ہو وہ بعینہٖ حرام نہیں ہے' مردار کی مجاورت سے اس کا صرف کھانا حرام ہے اور اس سے باقی ہر طرح کا نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

علامہ جصاص نے اس حدیث سے یہ اصول مستنبط کیا ہے:

جو چیز فی نفسہٖ نجس ہو وہ کسی چیز میں گر جائے تو جتنے حصہ میں وہ نجس چیز ہو گی اس نجس چیز کی مجاورت کی وجہ سے وہ حصہ نجس ہو جائے گا اور جو حصہ اس نجس حصہ سے مجاور ہے وہ نجس نہیں ہو گا' کیونکہ جس حصہ میں چوہا گرا اس کو آپ نے نجس فرمایا اور چربی کا باقی حصہ جو اس حصہ سے ملا ہوا ہے اس سے نفع حاصل کرنے کو جائز فرمایا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض صابن میں مردار کی چربی ہو تب بھی چربی کی وجہ سے صابن نجس ہو گا لیکن صابن جب بدن پر ملا جائے گا تو اس سے بدن نجس نہیں ہو گا کیونکہ جو چیز کسی کی مجاورت کی وجہ سے نجس ہو' وہ دوسری چیز کو نجس نہیں کرتی اور اگر بالفرض نجس ہو تب بھی پانی بہا لینے کے بعد کسی قسم کی نجاست نہیں رہی' اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ مردار کی چربی سے صابن بنانا ناجائز ہے' لیکن جو صابن بالفرض اس چربی سے بنا ہوا ہو اور اس میں دیگر اور بہت سے کیمیائی مادے شامل ہوں تو اس صابن کو استعمال کرنا مردار کی چربی کو استعمال کرنا نہیں ہے' جب کہ ظن غالب یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی ممالک میں مذبوح جانور کی چربی کو استعمال کیا جاتا ہے' اس لیے ملکی اور غیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنا جائز ہے اور ان سے ہاتھ یا بدن نجس نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تم پر جس کا (کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار' خون ۔۔۔۔۔۔ (البقرہ: ۱۷۳)

بہائے ہوئے خون کا بالاجماع حرام ہونا

اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام فرمایا ہے اور سورۃ الانعام میں اس کو بہائے ہوئے خون کے ساتھ مقید فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے کے کھانے پر کوئی چیز حرام نہیں کی گئی' ماسوا مردار یا بہائے ہوئے خون یا خنزیر کے گوشت کے' بے شک وہ (خنزیر) نجس ہے یا وہ فسق (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر

Marfat.com

اللہ کا نام پکارا گیا ہو' سو جو شخص مجبور ہو جائے (اور) وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو (اور وہ ان کو کھالے یا استعمال کرلے) تو آپ کا رب بخشنے والا بڑا مہربان ہے○ (الانعام: ۱۴۵)

تمام ائمہ اور مجتہدین نے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے اور یہاں خون سے بہایا ہوا خون مراد ہے' کیونکہ جو خون گوشت کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے وہ بالاجماع حرام نہیں ہے' اسی طرح جگر اور تلی کے حلال ہونے پر بھی اجماع ہے اور مچھلی کے ساتھ جو خون لگا ہوا ہوتا ہے وہ حرام اور نجس نہیں ہے۔

ضرورت کی وجہ سے ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کے خون کو منتقل کرنے کا جواز

قرآن مجید کی ان مذکور الصدر دونوں آیتوں میں شرعی ضرورت کے بغیر مردار اور خون وغیرہ کو حرام کیا گیا ہے اور جب شرعی ضرورت متحقق ہو یعنی ان چیزوں کے استعمال سے جان بچانے کا مسئلہ ہو یا بیماری کو زائل کرنا اور صحت کو قائم رکھنا مقصود ہو تو پھر ان چیزوں کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط اور اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔ (الحج: ۷۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صرف آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' اور مشکل احکام بیان کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

دین سے مشقت اور بوجھ کو اٹھا لیا گیا ہے اور شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت کی ادائیگی میں امت کو حرج اور ثقل ہو وہ عبادت امت سے اٹھالی گئی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ مضطر (مجبور) مردہ کھالیتا ہے' اور مریض روزہ توڑ دیتا ہے اور تیمم کر لیتا ہے' اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

مجبوری کی بعض حالتوں میں ایک بیمار یا زخمی انسان کے جسم میں دوسرے انسان کے خون کو منتقل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ جب کسی حادثہ کی بناء پر جسم سے بہت زیادہ خون نکل جائے جس کی وجہ سے فوری طور پر اس کی جان بچانے کے لیے اس کے جسم میں خون منتقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا جگر خون بنانا بند کر دیتا ہے' اس وقت اس کو زندہ رکھنے کے لیے اس کے جسم میں مسلسل خون منتقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' تیسری وجہ بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہے جس میں بعض اوقات ہر ماہ جسم کا پورا خون بدلنا پڑتا ہے' چوتھی وجہ کوئی بڑا آپریشن ہے (مثلاً دل کا بائی پاس آپریشن) جس کی وجہ سے بعض اوقات جسم کا اتنا خون نکل جاتا ہے کہ اگر اس کے جسم میں دوسرا خون نہ منتقل کیا جائے تو اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

یہ تمام اضطرار کی صورتیں ہیں اور قرآن مجید نے اضطرار کی صورت میں خون کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے' اس لیے ان صورتوں میں ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کا خون منتقل کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کے متعلق احادیث

بعض علماء مذکور ذیل احادیث کی بناء پر حرام دواؤں سے علاج کو ناجائز کہتے ہیں خواہ مریض مر جائے مگر حرام چیزوں سے علاج نہ کرے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لیے دواء ہے سو تم دوا کرو اور حرام دوا نہ لو۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت سوید بن طارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا' آپ نے اس سے منع فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا' آپ نے پھر منع فرمایا' انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! یہ دوا ہے' آپ نے فرمایا: نہیں' بلکہ یہ بیماری ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نشہ آور چیزوں کے متعلق فرمایا: اللہ نے ان چیزوں میں تمہاری شفا نہیں رکھی جن کو تم پر حرام کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ''صحیح بخاری'' کی اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکھا ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲۶) حالانکہ ''صحیح بخاری'' میں یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ علی متقی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۵۳ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری بیٹی بیمار ہو گئی' میں نے اس کے لیے ایک کوزہ میں نبیذ بنایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت نبیذ میں جوش آ رہا تھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میری بیٹی بیمار تھی' سو میں نے اس کے لیے یہ نبیذ بنایا ہے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفا نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۲۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ[۱]' امام ابن حبان[۲]' اور امام بیہقی[۳] نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو علامہ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۵۲ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۸۶ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

۱۔ امام احمد بن علی المثنی التمیمی الموصلی المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ ج ۶ ص ۲۷۰ 'مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۲۔ امام ابوحاتم محمد بن حبان بستی متوفی ۳۵۴ھ' موارد الظمآن ص ۳۳۹ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۵ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

Marfat.com

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الجامع الصغیرج اص ۲۷۲، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

فقہاء اسلام کے نزدیک احادیث مذکورہ کا محمل

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں (اللہ نے حرام میں شفا نہیں رکھی، اور حرام دوا سے علاج نہ کرو) اگر صحیح ہوں تو ان کا محمل یہ ہے کہ نشہ آور دوا سے علاج کرنا ممنوع ہے یا بغیر ضرورت کے ہر حرام دوا سے علاج کرنا ممنوع ہے تاکہ ان حدیثوں میں اور عرنیین کی حدیث میں تطبیق رہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۵، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ نجس چیز کو اس وقت بہ طور دوا استعمال کرنا جائز ہے جب اس کے قائم مقام پاک چیز نہ مل سکے، اگر پاک چیز مل جائے تو پھر نجس چیز بالاتفاق حرام ہے اور جس حدیث میں یہ ہے: اللہ نے اس چیز میں تمہاری شفا نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کیا ہے، اس کا یہی محمل ہے کہ جب حرام دوا کے علاوہ حلال دوا بھی موجود ہو تو پھر حرام دوا کا استعمال حرام ہے، اور جب حرام دوا کے علاوہ کوئی اور دوا موجود نہ ہو تو پھر وہ حرام نہیں ہے، ہمارے اصحاب نے کہا: یہ اس وقت جائز ہے جب معالج طب کا عارف ہو اور اس کو علم ہو کہ اس دوا کا اور کوئی بدل نہیں ہے یا کوئی مسلمان نیک طبیب اس کی خبر دے، اور علامہ بغوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ صرف ایک طبیب کی خبر بھی کافی ہے۔ (شرح المہذب ج ۹ ص ۵۱۔ ۵۰، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

علامہ احمد قسطلانی شافعی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے حضرت ام سلیم (بلکہ ام سلمہ) سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے اس چیز میں تمہاری شفا نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کیا ہے، یہ حالت اختیار پر محمول ہے لیکن ضرورت کے وقت یہ حرام نہیں ہے، جیسے ضرورت کے وقت مردار حرام نہیں ہے۔

(ارشاد الساری ج ا ص ۲۹۴، مطبوعہ مطبع میمنہ، مصر، ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کا یہی محمل بیان کیا ہے کہ حالت اختیار میں حرام چیز میں شفا نہیں ہے اور ضرورت کے وقت حرام دوا سے علاج کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ا ص ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

چونکہ ان دو حدیثوں میں حرام چیز کے ساتھ علاج کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے عرنیین کی حدیث (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنیوں کے پیشاب کو بہ طور دوا استعمال کرایا اور عرنیین تندرست ہو گئے) (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ضرورت کی صورت پر محمول ہے، کیونکہ زہر کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے اور اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہے جب انسان کو حلال اور حرام دونوں دواؤں کے استعمال کا اختیار ہو، لیکن جب حرام دواء کے علاوہ اور کوئی دوا نہ ہو تو پھر وہ دوا شرعاً حرام نہیں رہے گی، جیسے ضرورت کے وقت مردار حرام نہیں رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ قاضی خاں حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد وہ اشیاء ہیں جن میں شفا نہیں ہے لیکن جب کسی چیز میں شفا ہو تو پھر اس کے استعمال میں کوئی حرج

Marfat.com

نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب پینا جائز ہے۔
(فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۴۰۴' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن بزاز کردری حنفی لکھتے ہیں:
اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ جب حرام دوا میں شفا کا علم ہو تو پھر اس کا استعمال حرام نہیں ہے' جیسے پھنسے ہوئے لقمہ کو حلق سے اتارنے کے لیے (جب پانی نہ ہو تو) شراب کا گھونٹ پینا جائز ہے' اسی طرح پیاسے کے لیے شراب پینا جائز ہے۔
(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۵' مطبعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق)

علامہ حموی حنفی لکھتے ہیں:
علامہ تمرتاشی نے ''شرح الجامع الصغیر'' میں تہذیب سے نقل کیا ہے کہ بیمار کے لیے مردار کھانا' اور خون اور پیشاب کو پینا جائز ہے' بہ شرطیکہ مسلمان طبیب یہ کہے کہ اس میں شفاء ہے اور اس کے قائم مقام جائز چیز نہ ملے۔
(غمز عیون البصائر ج ا ص ۲۷۵' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۰۵ھ)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:
جس چیز میں شفا ہو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے' صاحب ''ہدایہ'' نے ''تجنیس'' میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (رد المحتار ج ا ص ۱۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ضرورت کے وقت حرام چیزوں سے علاج کے متعلق احادیث اور فقہاء اسلام کی تشریحات

امام بخاری روایت کرتے ہیں:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے اور انہیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پئیں' جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کو قتل کر دیا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:
امام بخاری نے اس حدیث کو آٹھ سندوں سے روایت کیا ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو متعدد سندوں سے روایت کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

نیز اس حدیث کو امام ترمذی نے کتاب الطہارۃ' اطعمہ اور الطب میں روایت کیا ہے' امام ابن ماجہ نے کتاب الحدود میں روایت کیا ہے' امام احمد بن حنبل نے مسند احمد (ج ا ص ۱۹۲' ج ۳ ص ۷۰۔ ۱۹۰۔ ۲۸۷۔ ۲۰۵۔ ۱۹۸۔ ۱۷۷۔ ۱۶۱۔ ۱۰۷) میں روایت کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیشاب پینا تو حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت حرام ہے جب دوسری دوا کا بھی اختیار ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ خمر اور باقی نشہ آور مشروبات کے سوا ہر نجس چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

Marfat.com

لیکن علامہ نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا ہے کہ ضرورت کی بناء پر شراب سے بھی علاج جائز ہے۔
(شرح المہذب ج ۹ ص ۴۱ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خارش کی وجہ سے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ اگر مردوں کو خارش ہو تو ان کے لیے ریشم پہننا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۶ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جوؤں یا خارش کی وجہ سے ریشم پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مرقات ج ۸ ص ۲۴۲ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن طرفہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی' انہوں نے چاندی کی ناک لگائی' اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک بنانے کا حکم دیا۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث سے دانت کو سونے کے ساتھ باندھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔
(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۵ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس حدیث سے دانت کو سونے کے ساتھ باندھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۸ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام نسائی[1] اور امام احمد[2] نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بناء پر سونے کی ناک لگانے اور سونے کے ساتھ دانت کے باندھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔
(مرقات ج ۸ ص ۲۸۰ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

ہم نے اس بحث میں فقہاء احناف' فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کی تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت حرام دواؤں سے علاج کرنا جائز ہے' فقہاء حنبلیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' بعض منع کرتے ہیں اور جمہور جائز کہتے ہیں' علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

جمہور اصحاب کے نزدیک اضطرار کے وقت حرام چیز بہ قدر ضرورت کھانا جائز ہے اور اضطرار اس وقت ہے جب جان کی ہلاکت کا خدشہ ہو یا جان کے نقصان کا خدشہ ہو یا مرض کا خدشہ ہو یا مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو اور اگر مرض کے طول کا خدشہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ پھر بھی اضطرار ہے۔ (الانصاف ج ۱۰ ص ۳۷۰۔ ۳۶۹ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۲ھ)

---

1. امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۲ھ' سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۵ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
2. امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

صحت اور زندگی کی حفاظت کا حکم باقی تمام احکام پر مقدم ہے

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خون کی حرمت قطعی ہے اور خون منتقل کرنے سے مریض کا بچ جانا یا اس کا صحت یاب ہو جانا ظنی ہے اور ظنی فائدہ کی امید پر حرام قطعی کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عرنیین کو بیماری میں اونٹنیوں کا پیشاب پلایا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ علم تھا کہ ان کی اسی سے شفا ہوگی اور وحی کا علم قطعی ہے' اس لیے اس سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا' اور فقہاء نے شدید بھوک کی حالت میں مردار اور خنزیر کھانے کا جو جواز لکھا ہے اس سے بھی معارضہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ کسی چیز کے کھانے سے بھوک کا زائل ہونا قطعی ہے اور دوا سے بیماری کا علاج ظنی ہے' اسی طرح یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر حلق میں لقمہ پھنسا ہوا ہو اور کوئی اور پینے کی چیز نہ ملے تو شراب کا گھونٹ پی کر لقمہ کو حلق سے نیچے اتارنا جائز ہے کیونکہ کسی مشروب سے لقمہ کا حلق سے اتر جانا قطعی ہے اور دوا سے صحت اور شفا کا حاصل ہونا ظنی ہے اور ظنی کو قطعی پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس اعتراض کی قوت اور متانت میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن معترض نے اس پر توجہ نہیں کی کہ جان کو بچانا اور صحت کو قائم رکھنا فرض ہے اور یہ فرض باقی تمام فرائض پر مقدم ہے اور خواہ جان بچانا اور مرض سے محفوظ رکھنا کسی ظنی امر پر موقوف ہو اس کے لیے فرض قطعی کو ترک کر دیا جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء: ۲۹)
اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرہ: ۱۹۵)
اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

رمضان میں روزہ رکھنا فرض قطعی ہے' لیکن اگر روزہ رکھنے سے بیمار پڑنے یا مرض بڑھنے کا خدشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے رمضان میں روزہ نہ رکھنے اور بعد میں اس کو قضاء کرنے کا حکم دیا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ۔ (البقرہ: ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے' اور جو شخص بیمار یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو اسے دوسرے دنوں میں (قضا شدہ) عدد پورا کرنا لازم ہے' اللہ تم پر آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تاکہ تم عدد پورا کرو۔

روزہ رکھنے سے بیماری لاحق ہونا' یا بیماری کا بڑھنا' اسی طرح سفر سے مشقت کا لاحق ہونا ایک امر ظنی ہے لیکن اس امر ظنی کی وجہ سے فرض قطعی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ زندگی اور صحت کی حفاظت کرنے کا حکم باقی تمام فرائض پر مقدم ہے اور اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے حکم پر عمل کرنے کو صحت کی حفاظت پر مقدم کرے اور سفر کی مشقت برداشت کر کے روزہ رکھے تو وہ گنہ گار ہوگا۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھ لیا' حتیٰ کہ آپ کراع الغمیم پر پہنچ گئے' سو لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا تھا' پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اور اس کو اوپر اٹھا کر پی لیا' جس کو سب لوگوں نے دیکھ لیا' پھر آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ بدستور روزہ سے ہیں اور ان پر روزہ دشوار ہو رہا ہے' آپ نے فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں' یہ لوگ نافرمان ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج۱ص ۳۵۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کو سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

(شرح مسلم ج۱ص ۳۵۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ صحت کو قائم رکھنا روزہ رکھنے پر مقدم ہے حالانکہ روزہ رکھنا فرض قطعی ہے' اور سفر میں روزہ رکھنے سے مشقت کا لاحق ہونا ایک امر ظنی ہے اور اس امر ظنی کی بناء پر اس فرض قطعی کو ترک کرنا واجب ہے اور اس پر عمل کرنا گناہ ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض نے روزہ نہیں رکھا تھا' اس دن بہت سخت گرمی تھی' ہم نے ایک جگہ قیام کیا' ہم میں سے اکثر لوگ چادروں سے اپنے اوپر سایا کیے ہوئے تھے' اور بعض اپنے ہاتھوں سے اپنے اوپر سایا کر رہے تھے' روزہ دار (بے ہوش ہوکر) گر گئے اور روزہ نہ رکھنے والوں نے ان پر سایا کیا اور ان پر پانی کے چھینٹے ڈالے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج روزہ نہ رکھنے والے اجر لے گئے۔ (صحیح مسلم ج۱ص ۳۵۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر اس نے روزہ رکھا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ روزہ نہ رکھے اور قضاء کرے' امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ روزہ رکھے' وہ (روزہ نہ رکھنے کے لیے) جان کی ہلاکت یا عضو کی ہلاکت کا اعتبار کرتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مرض کا زیادہ ہونا اور اس کا بڑھنا کبھی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے' اس لیے اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲۱ 'مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

مرض کا زیادہ ہونا ایک امر ظنی ہے' اسی طرح امام شافعی کے اعتبار سے روزہ رکھنے سے جان یا عضو کی ہلاکت بھی ایک امر ظنی ہے اور اس امر ظنی کی وجہ سے رمضان میں روزہ رکھنے کے قطعی حکم کے ترک کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دیا گیا ہے' اس سے واضح ہوگیا کہ صحت اور زندگی کی حفاظت کا حکم باقی تمام احکام پر مقدم ہے۔

نیز علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

اگر ایک شخص مسافر ہو اور اس کو روزہ سے ضرر نہ ہو تو اس کا روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر وہ روزہ نہ رکھے تو جائز ہے کیونکہ سفر مشقت سے خالی نہیں ہوتا' اس لیے سفر میں نفس مشقت کو (روزہ نہ رکھنے کا) عذر قرار دیا گیا ہے' اس کے برخلاف مرض میں کبھی روزہ رکھنے سے فائدہ ہوتا ہے (جیسے ہیضہ میں) اس لیے مرض میں روزہ نہ رکھنے کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ سفر میں (مطلقاً) روزہ نہ رکھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

ہمارے نزدیک یہ حدیث اس سفر پر محمول ہے جس میں مشقت ہو اور اگر مریض اور مسافر اسی حال میں مرجائیں تو ان پر قضا لازم نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲۱ 'مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

Marfat.com

سفر میں مشقت کا لاحق ہونا بھی ایک امر ظنی ہے جس کی بناء پر رمضان میں روزہ کے قطعی حکم کو ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

نیز علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں جب (رمضان میں) روزہ رکھنے سے اپنے اوپر یا اپنے بچہ کے اوپر (ضرر کا) خوف محسوس کریں تو روزہ نہ رکھیں اور قضا کریں تاکہ ان پر تنگی نہ ہو۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲۲' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو روزہ رکھنے سے ضرر کا لاحق ہونا بھی ایک امر ظنی ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

غلبہ ظن' علامات' تجربہ یا مسلمان ماہر طبیب کے بتانے سے اگر تندرست شخص کو روزہ رکھنے سے بیمار پڑنے کا خدشہ ہو تو ان کے لیے (رمضان میں) روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور جب وہ روزہ رکھنے پر قادر ہوں تو اس کی لازماً قضا کریں۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۷۔ ۱۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

جو شخص بہت بوڑھا ہو یا جس کو ایسا مرض لاحق ہو جس سے شفاء کی امید نہیں ہے (جیسے ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر) اور اس وجہ سے اس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اس پر ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کے طعام کا (دو کلو گندم) فدیہ دینا لازم ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ (البقرہ: ۱۸۴) اور جو لوگ روزہ کی طاقت نہ رکھتے ہوں' ان پر ایک مسکین کے طعام کا فدیہ لازم ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

شیخ فانی اور جس شخص کو ایسا مرض لاحق ہو جس سے شفا کی امید نہ ہو' اس رخصت میں داخل ہیں۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کسی مرض سے شفا کی امید نہ ہونا بھی امر ظنی ہے' جس کا مدار تجربہ' مشاہدہ اور طبیب کے قول پر ہے اور ان میں سے کوئی چیز قطعی نہیں ہے اور اس کی بناء پر دائماً روزہ کو ترک کرنے اور اس کے بدلہ میں فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے' حالانکہ روزہ کا حکم فرض قطعی ہے۔

امام بخاری نے ایک باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے: جب جنبی کو اپنے نفس پر موت کا یا مرض کا خدشہ ہو یا پیاس کا اندیشہ ہو تو وہ تیمم کرلے اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سردی کی ایک رات میں جنبی ہو گئے' انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء: ۲۹) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اس پر ملامت نہیں کی' یعنی اس عمل کو صحیح قرار دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

جنبی کے لیے غسل کرنے کا حکم فرض قطعی ہے اور سردی میں غسل کرنے سے موت یا مرض کا اندیشہ محض ظن پر مبنی ہے' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس ظن کی بناء پر فرض قطعی کو ترک کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو

Marfat.com

مقرر رکھا اور صحیح قرار دیا اور امام بخاری نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ جنبی کے لیے مرض یا موت کے اندیشہ سے غسل کی بجائے تیمم کرنا جائز ہے۔

قرآن مجید' احادیث' محدثین اور فقہاء کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ صحت اور زندگی کی حفاظت کا حکم باقی تمام احکام پر مقدم ہے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ حرام چیز کے علاوہ اور کسی چیز میں شفا نہیں ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ غیر نبی کے لیے یقین کا حصول ممکن نہیں ہے اس لیے عام مکلفین کے لیے صرف غلبہ ظن کا اعتبار کیا جائے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

تم کو معلوم ہے کہ اطباء کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر یہ ہے کہ تجربہ سے بھی غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے یقین حاصل نہیں ہوتا' البتہ فقہاء علم اور یقین سے غلبہ ظن مراد لیتے ہیں اور ان کی عبارات میں یہ اطلاق عام اور شائع ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنا واجب ہے

اس بحث میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کے مالک نہیں ہیں' ہمارے پاس یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' ہم اس کو ضائع کرنے یا نقصان پہنچانے کے مجاز نہیں ہیں' اس لیے کسی مضر چیز کو استعمال کر کے زندگی اور صحت کو نقصان پہنچانا جائز ہے نہ بیماری میں علاج کو ترک کر کے زندگی اور صحت کو نقصان پہنچانا جائز ہے' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیماری میں حرام چیز سے علاج نہ کرنا عزیمت اور تقویٰ ہے اور علاج کرنا رخصت اور فتویٰ ہے اور عزیمت اور تقویٰ پر عمل کرنا افضل ہے' یہ محض جہالت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عذر کی حالت میں جو رخصت دی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لیے جو رخصت دی ہے اس رخصت پر عمل کرنا تم پر واجب ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کیا اس کو میدان عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی معصیت کو ناپسند فرماتا ہے' اسی طرح اپنی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اس جانور کا کھانا حرام ہے) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (البقرہ: ۱۷۳)

''وما اھل بہ لغیر اللہ'' کی تحقیق

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں' اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو' قتادہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ جس

Marfat.com

جانور پر اللہ کا نام لیے بغیر غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کے علاوہ دیگر کافروں نے جس جانور کو بتوں کے لیے ذبح کیا ہو' اس سے وہ جانور مراد ہے۔

(۲) ربیع نے کہا: اس سے مراد وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو' ابن وہب نے کہا: اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے اور ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۵۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۲۵' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ جانور جس کو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے' اور بت' مسیح وغیرہ یہ سب غیر اللہ میں داخل ہیں' اس کو اہلال (آواز بلند کرنا) کہتے ہیں کیونکہ ذبح کے وقت یہ بلند آواز سے اس کا نام لیتے ہیں جس کے لیے جانور کو ذبح کرتے ہیں' پھر اس کے مفہوم میں وسعت دی گئی اور ہر وہ جانور جس کو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو اس کو "ما اہل بہ لغیر اللہ" کہا جانے لگا' خواہ بلند آواز سے اس کا ذکر کیا گیا ہو یا نہیں' اور عطاء' مکحول' حسن بصری' شعبی' ابن المسیب' اوزاعی اور لیث وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو بتوں کی قربان گاہ پر ذبح کیا جائے اور وہ کہتے ہیں کہ مسیح کے نام پر نصرانی کا کیا ہوا ذبیحہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام زفر' امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب نصرانی مسیح کے نام پر جانور کو ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۱۱۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امیر یا کسی معظم شخص کی آمد پر جانور کو ذبح کیا گیا تو یہ ذبیحہ حرام ہے کیونکہ یہ "ما اہل بہ لغیر اللہ" ہے' خواہ اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو' اور اگر مہمان کے لیے جانور کو ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم کی سنت ہے اور فرق یہ ہے کہ اگر اس نے جانور کو کھانے کے لیے ذبح کیا ہے تو ذبح کرنا اللہ کے لیے ہے اور منفعت مہمان یا دعوت کے لیے ہے اور اگر اس نے کھانے کے لیے ذبح نہیں کیا بلکہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا ہے تو یہ غیر اللہ کی تعظیم کی وجہ سے حرام ہے' علامہ شامی نے وضاحت کی ہے کہ اگر ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم کا قصد ہوگا تو ذبیحہ حرام ہوگا (مثلاً کوئی بڑا آدمی آیا تو اس کی تعظیم کے لیے جانور کا خون بہا دیا' تو یہ ذبیحہ حرام ہے[1]) اور اگر یہ قصد نہیں ہے تو ذبیحہ جائز ہے مثلاً مکان کی بنیاد ڈالتے وقت جانور ذبح کیا جائے' یا کسی کے بیمار ہونے پر یا کسی کے بیماری سے شفا پانے پر' تو اس ذبیحہ کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' کیونکہ اس ذبیحہ سے مقصد اس کے گوشت کو صدقہ کرنا ہے' حموی۔ اس کی مثل یہ ہے کہ کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر وہ سمندر کے سفر سے سلامت واپس آ گیا تو اللہ کی رضا کے لیے ایک جانور ذبح کرے گا' بحر۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے گوشت کو صرف فقراء پر صدقہ کرے' شبلی۔ آیا غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کرنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں' بزازیہ وشرح وہبانیہ۔

---

[1] ہو سکتا ہے ان فقہاء کے زمانہ میں کسی بڑے آدمی کے آنے پر اس کی تعظیم کے لیے جانور کو ذبح کر کے اس کا خون بہایا جاتا ہو مگر اب یہ کہیں مروج نہیں ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ "منیہ" کی کتاب الصید میں ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے اور وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب حاصل کرے گا۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں: یعنی تقرب علی وجہ العبادۃ کیونکہ وہی کفر کا سبب ہے' اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے' لہٰذا جو شخص کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور کو ذبح کرتا ہے اس کا مقصد یا تو دنیاداری ہے یا اس جانور کو ذبح کر کے اس شخص سے اظہار محبت کرنا اور اس کے نزدیک مقبول ہونا اس کا مقصود ہے' لیکن جب کہ اس فعل میں اس کی تعظیم داخل ہے تو اس جانور پر بسم اللہ پڑھنا حکماً محض اللہ کے لیے نہ ہوا اور یہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے بسم اللہ اور بسم فلاں پڑھا تو یہ ذبیحہ حرام ہو جائے گا لیکن حرمت اور کفر میں تلازم نہیں ہے)۔

(درمختار مع ردالمختار ج ۵ ص ۱۹۸۔ ۱۹۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اگر کوئی شخص غیر اللہ کی نذر مانے مثلاً یہ کہے کہ اگر فلاں بزرگ نے میرا کام کر دیا تو میں اس بزرگ کے لیے ایک بکرا ذبح کروں گا' سو یہ نذر حرام ہے کیونکہ "البحر الرائق" اور فقہ کی دیگر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی نذر ماننا حرام ہے اور اگر اس شخص نے اس بزرگ کی تعظیم کے لیے اس بکرے کو ذبح کیا تو فقہاء کی تصریحات مذکورہ کی بناء پر وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور "وما اھل بہ لغیر اللہ" کا مصداق ہوگا اور اگر اس نے اللہ کی نذر مانی مثلاً یہ کہا کہ اگر اللہ نے میرا فلاں کام کر دیا تو میں اس کے لیے ایک بکرا ذبح کروں گا تو یہ نذر جائز ہے' اور یہ ذبیحہ بھی جائز ہے اور اگر وہ نذر ماننے کے بعد یہ کہے کہ میں اس بکرے کا گوشت فلاں بزرگ کے مزار کے فقراء میں تقسیم کروں گا اور اس نذر کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو یہ بھی جائز ہے' لیکن یہاں نذر کے لفظ سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ اس عرفی نذر کا شرعی نذر سے التباس نہ ہو اور ان پڑھ عوام کے عقائد خراب نہ ہوں' اس طرح ایصال ثواب کرنے کو علماء دیوبند نے بھی جائز کہا ہے' شیخ محمود الحسن لکھتے ہیں:

البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے فقراء کو کھلائے اور اس کا ثواب کسی قریب' یا پیر اور بزرگ کو پہنچا دے' یا کسی مردہ کی طرف سے قربانی کر کے اس کا ثواب اس کو دینا چاہیے کیونکہ یہ ذبح غیر اللہ کے لیے ہرگز نہیں۔

(حاشیہ بر قرآن ص ۳۲' مطبوعہ سعودی عربیہ)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ

بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جس کو اللہ نے کتاب میں نازل کیا ہے' اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام

اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولَٰئِكَ

نہیں کرے گا' اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ یہ وہ لوگ

الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا

ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خرید لیا' اور مغفرت کے بدلہ میں عذاب کو (خرید لیا) وہ آگ پر

Marfat.com

اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ

کس قدر صبر کرنے والے ہیں O یہ (مخالفت) اس لیے ہے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل کی' اور بے شک

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

۲۱ ع ۹ ۵

جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ بہت زیادہ مخالفت میں ہیں O

تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپانے کا گناہ ہونا

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو کھانا' اور پاک اور صاف چیزوں کو نہ کھانا جس طرح گمراہی اور گناہ ہے' اسی طرح تورات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان کو چھپانا اور ان کے عوض دنیا کا قلیل مال حاصل کرنا گمراہی اور گناہ ہے۔ جس چیز سے بعینہٖ فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کر کے کوئی فائدہ کی چیز حاصل کی جا سکے اس کو ثمن کہتے ہیں' علماء یہود تورات کی آیات کو چھپا کر جو دنیاوی فوائد اور نذرانے حاصل کرتے تھے اس کو ثمن قلیل اس لیے فرمایا کہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی مدت قلیل ہے اور دنیا کی متاع بجائے خود قلیل ہے۔ یہ فرمایا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں' تاکہ کھانے کا معنی مؤکد ہو جائے اور یہ وہم نہ ہو کہ یہاں آگ کھانا مجاز ہے' اس آیت کی تفصیل البقرہ: ۴۱ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام نہ کرنے اور نظر نہ فرمانے کی توجیہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تین بار پڑھا' حضرت ابوذر نے کہا: یہ لوگ نقصان اٹھانے والے اور نامراد ہیں۔ یا رسول اللہ! یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: (تکبر سے) چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا' احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا' اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ حضرت ابوہریرہ سے ایک اور روایت میں ہے: جو شخص جنگل میں مسافر کو فالتو پانی دینے سے (بھی) منع کرے' جو شخص عصر کے بعد کسی کو جھوٹی قسم کھا کر سودا فروخت کرے اور یہ کہے کہ خدا کی قسم! اس نے وہ چیز اتنے کی لی تھی حالانکہ اس طرح نہ ہو' اور وہ شخص اس کو سچا سمجھے' اور جو شخص کسی امام سے مال دنیا کی خاطر بیعت کرے اگر وہ اس کو مال دے تو وہ اس سے وفا کرے اور مال نہ دے تو اس سے وفا نہ کرے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس وعید کے متعلق امام مسلم نے تین مختلف حدیثیں روایت کی ہیں' ہر حدیث میں تین مختلف شخصوں کا بیان ہے جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' خلاصہ یہ ہے کہ یہ نو ایسے گناہ ہیں جن کی وجہ سے قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے لطف و کرم سے محروم ہو گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس امت میں ان کبائر میں مبتلا رہیں گے اور بغیر توبہ کے مر جائیں گے' اور قرآن مجید میں اس عذاب کا مصداق ان یہودیوں کو قرار دیا ہے جو تورات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کو چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو اختیار کر لیا۔ (البقرہ: ۱۷۵)

اس آیت کی تفسیر کے لیے البقرہ: ۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ بہت زیادہ مخالفت میں ہیں O (البقرہ: ۱۷۶)

ایک قول یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے یہودی تھے' نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ تورات میں حضرت عیسیٰ کی صفت ہے اور یہود اس کی مخالفت کرتے تھے' یا تورات میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تھیں یہود ان کی مخالفت کرتے تھے' یا یہودی قرآن مجید کے احکام کی مخالفت کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے مشرکین تھے' بعض کہتے تھے کہ یہ قرآن سحر ہے' بعض کہتے تھے کہ یہ ''اساطیر الاولین'' ہے یعنی پچھلے لوگوں کے قصے اور بعض کہتے تھے کہ اس میں اللہ پر افتراء ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ

(اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو' لیکن (اصل)

الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ

نیکی اس شخص کی ہے' جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت' اور فرشتوں اور کتابوں اور

النَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے) رشتہ داروں' یتیموں'

الْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ

مسکینوں' مسافروں' سوالیوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے' اور

اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے' اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں'

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ

اور تکلیف اور سختی میں' اور جہاد کی مشقت میں صبر کرنے والے' یہی

Marfat.com

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۱۷۷

سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں O

آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے متعلق اقوال

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے' یعنی صرف یہ نیکی نہیں ہے کہ تم نماز پڑھ لو اور اس کے سوا اور کوئی نیک عمل نہ کرو۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہود مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ صرف مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی نہیں ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی' اور فرائض کے نازل ہونے سے پہلے جب کوئی شخص توحید و رسالت کی گواہی دے دیتا تو اس کے حق میں خیر کی توقع کی جاتی تھی۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۵۶۔ ۵۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ' یومِ آخرت' فرشتوں' کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانے کا معنی

اللہ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے' اس کو ہر عیب اور نقص سے منزہ مانے' اس کی تمام صفات کو قدیم مانے اور اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کرے' اس کے سوا کسی کو نہ واجب اور قدیم مانے اور نہ اس کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانے اور اس کے تمام رسولوں کی تصدیق کرے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور آپ کی شریعت کو آخری شریعت مانے۔

یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کی' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی' عذاب قبر اور قیامت کے بعد جزا' سزا' حساب و کتاب کی' صراط' میزان اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی شفاعت کی تصدیق کرے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں کے معصوم ہونے' اور رسل ملائکہ کی رسالت' کراماً کاتبین کے اعمال کو لکھنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ان کے عمل کرنے کی تصدیق کرے اور تذکیر و تانیث سے فرشتوں کو بری مانے۔

کتاب پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کا اقرار کرے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جس کو حضرت جبرائیل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کیا ہے' یہ آخری کتاب ہے' اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی نہ کوئی اس کی کسی ایک سورت کی بھی مثل لا سکتا ہے۔

تمام نبیوں پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ یہ مانے کہ تمام انبیاء اور رسل برحق ہیں اور سب پر ایمان لانا ضروری ہے' یہ جائز نہیں ہے کہ بعض نبیوں پر ایمان لایا جائے اور بعض کا کفر کیا جائے' چونکہ ایمان کامل میں اعمال بھی داخل ہیں' اس لیے ایمان کے بعد اعمال کا ذکر شروع فرمایا۔

رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت

اور مال سے اپنی محبت کے باوجود خرچ کرے' اس کا معنی یہ ہے کہ انسان تندرست ہو' اس کو پیسوں کی ضرورت بھی ہو'

Marfat.com

تا کہ وہ اپنے مستقبل کے لمبے لمبے منصوبوں کو پورا کرے اور اسے فقر کا خدشہ بھی لاحق ہو پھر بھی وہ اللہ کی راہ میں رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سائلین وغیرہ پر خرچ کرے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے' پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔

(جامع ترمذی ص ۱۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

بعض علماء نے کہا: یہ بھی زکوٰۃ میں داخل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ زکوٰۃ کا اس کے بعد ذکر فرمایا ہے اور یہ قول حدیث مذکور کے بھی خلاف ہے' امام مالک نے کہا: اس سے مراد فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑانا ہے' زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات واجبہ بھی اس سے مراد ہو سکتے ہیں۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ' پہلو تہی کرنے والے مخالف رشتہ دار پر صدقہ کرنا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۷' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

زکوٰۃ' قربانی' عشر اور صدقہ' فطر صدقات واجبہ ہیں' باقی صدقات نفل اور مستحب ہیں۔ صدقات واجبہ ماں باپ' اولاد اور شوہر یا بیوی کے علاوہ ان رشتہ داروں کو دیئے جائیں گے جو غیر سادات اور فقراء ہوں' اور صدقات نفلیہ دینے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے' وہ ہر رشتہ دار کو دیئے جا سکتے ہیں۔ امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دو مرتبہ دگنا اجر دیا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۲۰۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

یتیم' مسکین اور ابن السبیل کا معنی

یتامیٰ: یتیم کی جمع ہے' یتیم اس نابالغ شخص کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔

مساکین: مسکین کی جمع ہے' مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس قدر کفایت یعنی گزارے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے گرد چکر کاٹتا ہے اور ایک لقمہ' دو لقمے یا ایک کھجور یا دو کھجور لے کر چلا جاتا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے پاس گزارے کے لیے کوئی چیز نہ ہو' اور نہ اس کے ظاہر حال سے اس کی مسکینی کا پتہ چلے تا کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ابن السبیل: اس مسافر کو کہتے ہیں جو حالت سفر میں ضرورت مند ہو اور اس کے پاس ضرورت پوری کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو چونکہ راستہ میں اس کے ماں باپ نہیں ہوتے اور راستہ کے سوا اس کا کسی سے تعلق نہیں ہوتا اس لیے اس کو ابن السبیل کہتے ہیں۔

سوال کرنے کی جائز حد

سائلین: سائل کی جمع ہے' بلا ضرورت سوال کرنا شرعاً حرام ہے' اور سائل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے

Marfat.com

زیادہ کا سوال نہ کرے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے' خواہ کم سوال کرے یا زیادہ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے اوپر سوال کرنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۲۳۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے۔ دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہو گیا ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے' تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ) سوال کرتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

تین آدمیوں کی گواہی کی شرط بہ طور استحباب ہے' ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے اور یہ شرط اس شخص کے لیے ہے جو معاشرہ میں مال دار مشہور ہو اور جس شخص کا مال دار ہونا مشہور نہ ہو اس کے فاقہ زدہ ہونے کی خبر کے لیے اس کا اپنا قول کافی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے اور نہ صحیح الاعضاء اور قوی شخص کے لیے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سوال کیا درآں حالیکہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے مستغنی کر سکتا تھا وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے' راوی نے پوچھا: مال میں کتنی مقدار ہو تو سوال نہیں کرنا چاہیے؟ فرمایا: جس کے پاس صبح اور شام کا کھانا ہو وہ سوال نہ کرے' ایک اور روایت میں ہے: جس کے پاس اتنا کھانا ہو کہ وہ ایک دن اور ایک رات سیر ہو کر کھا سکے وہ سوال نہ کرے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو' خواہ وہ خوراک بنفسہ موجود ہو یا اس شخص میں اس خوراک کو کما کر لانے کی صلاحیت ہو بایں طور کہ وہ تندرست اور کمانے والا ہو' ایسے شخص کے لیے خوراک کا سوال کرنا جائز نہیں ہے' اور اگر خیرات دینے والے کو اس کے حال کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کو بھیک دے تو وہ گنہ گار ہوگا'

Marfat.com

کیونکہ وہ ایک حرام کام میں مدد کر رہا ہے اور اگر سائل ضرورت مند ہو اور کپڑوں کا سوال کرے یا جہاد یا طلب علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے خوراک کا سوال کرے اور اس کو ان چیزوں کی ضرورت بھی ہو تو اس کا سوال کرنا جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔ (درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۶۹ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سائلین کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور کمانے کے لائق ہو' اس کے باوجود پیشہ ور گداگری کرتا ہو اس کو خیرات بالکل نہ دی جائے' سوال سے پہلے نہ سوال کرنے کے بعد' تاکہ اس کی حوصلہ شکنی ہو اور وہ جائز طریقہ سے کسب معاش کرے' لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب حتمی طور پر معلوم ہو کہ وہ سائل تندرست اور کمانے کے لائق ہے اور جب یہ معلوم نہ ہو تو کسی مسلمان سائل کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے سوال کو جائز صورت پر محمول کیا جائے' مثلاً یہ کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑوں کے لیے سوال کر رہا ہو' یا اپنے بیوی بچوں کے علاج یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے سوال کر رہا ہو' یا وہ طالب علم ہو یا مسافر' اور جن کے متعلق معلوم ہو کہ وہ ضرورت مند ہیں یا بے روزگار ہیں' یا ان کی آمدنی ان کی خوراک' لباس' رہائش' تعلیم اور علاج وغیرہ کے لیے کافی نہیں ہے تو ان کی سوال کے بغیر از خود مدد کرنی چاہیے اور جو لوگ مسجد میں آ کر سوال کرتے ہیں' ان کے حال کا اکثر و بیشتر لوگوں کو علم نہیں ہوتا' اگر وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گزریں' اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں اور گڑگڑا کر سوال نہ کریں تو ان مسلمان سائلوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے سوال کو جائز صورت میں محمول کرنا چاہیے اور حتیٰ الوسع ان کی مدد کرنی چاہیے۔

غلام آزاد کرنے' نماز پڑھنے اور زکوٰۃ وغیرہ کے معانی

غلام کو آزاد کرنے کے دو معنی ہیں: یا تو مکمل غلام خرید کر اس کو آزاد کیا جائے اور یا جو غلام مکاتب ہو اسے بدل کتابت دے کر اس کو آزاد کرایا جائے۔ غلام آزاد کرنے کا بہت اجر ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو جہنم سے آزاد کردے گا حتیٰ کہ اس کی فرج کے بدلہ میں فرج آزاد کردے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۵ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اور نماز قائم کرے: یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے باقی شرائط کے ساتھ نماز کے اوقات میں نماز پڑھے۔

اور زکوٰۃ ادا کرے: یعنی جو شخص نصاب کا مالک ہو وہ ایک سال گزر جانے کے بعد اس مال کا چالیسواں حصہ مستحقین کو ادا کرے۔ نماز پڑھنے سے روح کی تطہیر ہوتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کا تزکیہ ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید میں دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں' اس کے دو مطلب ہیں:

(۱) بندہ جب اللہ سے کسی عبادت کی نذر مانے تو اس نذر کو پورا کرے (۲) بندہ لوگوں کے ساتھ جو عہد کرے اس کو پورا کرے۔ ان دونوں عہدوں کو پورا کرنا واجب ہے۔ عہد کو پورا نہ کرنا ایمان صحیح کی علامت ہے اور عہد پورا کرنا نفاق کی علامت ہے' لیکن اگر کسی سے گناہ کا عہد کیا ہے تو اس کو توڑنا واجب ہے۔

اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے: اس آیت کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) یہ آیت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ان کے سوا اور کوئی پوری طرح اس آیت پر عمل نہیں

Marfat.com

کر سکتا (۲) یہ آیت تمام لوگوں کے حق میں عام ہے' کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمومی خطاب فرمایا ہے۔ جب کسی ناگہانی مصیبت سے آدمی فقر میں مبتلا ہو جائے' یا مرض طاری ہونے یا اپنے بچوں کی موت سے غم میں مبتلا ہو جائے یا معرکۂ جہاد میں شدت میں مبتلا ہو جائے تو ان حالات میں صبر کرنا نصف ایمان ہے کیونکہ صبر کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شخص قضاء وقدر پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر اور ثواب کی امید رکھتا ہے۔

یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں: یعنی جو لوگ نیکی کی ان تمام اقسام کے ساتھ متصف ہیں یہی اپنے ایمان میں سچے ہیں اور یہی لوگ حقیقۃً متقی ہیں' کیونکہ یہ لوگ معاصی سے اجتناب کی وجہ سے اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے محفوظ ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے اجر وثواب کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور حق یہ ہے کہ جس نے اس ایک آیت پر عمل کر لیا اس کا ایمان کامل ہو گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے'

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ

آزاد کے بدلہ آزاد' غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت' سو جس (قاتل) کے لیے اس کے

لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ

بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے'

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے' پھر اس کے بعد جو حد سے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لیے خون کا بدلہ (مشروع کرنے) میں زندگی ہے'

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

تا کہ تم (ناحق قتل کرنے سے) بچو ○

اس سے پہلے عبادات اور معاملات کے متعلق احکام بیان کیے گئے تھے اب فوجداری معاملات سے متعلق احکام شرعیہ بیان کیے جا رہے ہیں۔

آیت مذکورہ کا شان نزول

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

زمانہ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے' ایک معزز قبیلہ ہوتا اور دوسرا پسماندہ اور پسماندہ قبیلہ کا غلام معزز قبیلہ کے غلام کو قتل کر دیتا تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کریں گے' اسی طرح اگر پسماندہ قبیلہ کی کوئی عورت معزز قبیلہ کی کسی عورت کو قتل کر دیتی تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنی عورت کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے مرد کو قتل کریں گے تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس تکبر اور بغاوت سے منع کیا اور فرمایا: آزاد کے بدلہ میں آزاد کو' غلام کے بدلہ میں غلام کو اور عورت کے بدلہ میں عورت کو قتل کیا جائے گا' اور سورۂ مائدہ میں فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے' آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے' ناک کا بدلہ ناک ہے' کان کا بدلہ کان ہے' دانت کا بدلہ دانت اور ہر زخم کے بدلہ میں زخم ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۶۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

غلام اور ذمی کے خون کا قصاص نہ لینے کے حق میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۴۶' المغنی ج ۸ ص ۲۱۴)

قاضی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے آزاد شخص کو غلام کے بدلہ میں قتل کرنے سے منع کیا ہے' خواہ وہ غلام اس قاتل کا ہو یا اس کے غیر کا' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام کو قتل کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوڑے مارے' اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا' اور اس سے اس کے غلام کا قصاص نہیں لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۴) نیز حضرت علی نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے اور نہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۴' مطبوعہ ملتان) اور اس لیے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما محضر صحابہ میں آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کرتے تھے' اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۰۵) نیز اس پر اتفاق ہے کہ غلام کے اعضاء کے بدلہ میں آزاد کے اعضاء نہیں کاٹے جاتے' اور قرآن مجید میں جو ہے: "النفس بالنفس جان کا بدلہ جان ہے" خواہ غلام کی جان ہو یا آزاد کی ہو' اس سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ یہ تورات کا حکم ہے اور تورات کا حکم قرآن کے اس حکم کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا کہ آزاد کو آزاد کے بدلہ میں قتل کیا جائے۔

(انوار التنزیل ص ۳۷۔ ۳۶' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' بیروت)

اس آیت میں مفہوم مخالف سے استدلال نہیں کیا گیا ہے جیسا کہ شروع میں قاضی بیضاوی نے بھی اعتراف کیا ہے' پھر قاضی بیضاوی کا اپنے مذہب کو قرآن کا حکم قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا مرقوم ہے؟ فرمایا: دیت اور قیدی کو چھڑانے کے احکام ہیں اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

غلام اور ذمی کے قصاص کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

آزاد کو آزاد اور غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا' مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا' چھوٹے کو بڑے کے بدلہ

Marfat.com

میں اور مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان اور ذمی کو مستامن کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور مستامن کو مستامن کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور صحیح الاعضاء کو اپاہج ' اندھے ' مجنون اور ناقص الاعضاء کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور کسی شخص کو اس کے بیٹے ' اس کے غلام ' اس کے بیٹے کے غلام ' اور اس کے مکاتب کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

(الاختیار ج ۴ ص ۲۷۔ ۲۶ ' مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع ' مصر)

آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے امام ابوحنیفہ سے دو صورتوں میں اختلاف کیا ہے ' پہلا اختلاف یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے ' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ (البقرہ: ۱۷۸) — اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے ' یہ ہر مقتول کو شامل ہے ' خواہ آزاد ہو یا غلام ' مسلمان ہو یا ذمی ' اس کا بدلہ اس کے قتل کرنے والے سے لیا جائے گا ' خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ' لہٰذا اگر آزاد شخص نے کسی کے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد سے لیا جائے گا۔ دوسری دلیل یہ ہے:

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (المائدہ: ۴۵) — بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔

اس آیت میں بھی مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا اور اس پر علامہ بیضاوی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید نے یہ تورات کا حکم بیان کیا ہے ' یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا رد کیا ہوتا ' اور سابقہ شریعتوں کے جو احکام قرآن اور سنت میں بلانکیر بیان کیے گئے ہیں وہ ہم پر حجت ہیں۔

اس آیت کے ہمارے حق میں حجت ہونے پر دلیل یہ حدیث ہے ' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں ' اس کا خون صرف تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے بہانا جائز ہے: جان کا بدلہ جان ' شادی شدہ زانی اور دین سے مرتد ہونے والا اور جماعت کو ترک کرنے والا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۴ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ سورۂ مائدہ کی مذکور الصدر آیت ہمارے لیے بیان کی گئی ہے اور وہ تورات کے ساتھ خاص نہیں ہے ' نیز ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ (البقرہ: ۱۷۹) — اور قصاص کے حکم میں تمہارے لیے زندگی ہے۔

اس آیت میں بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اور اس کو آزاد یا غلام کے ساتھ خاص نہیں کیا ' قصاص کی وجہ سے مسلمان کسی کو قتل کرنے سے باز رہیں گے ' آزاد غلام کو قتل کرے گا نہ غلام آزاد کو۔

امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے ثبوت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے ' حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان ' مسلمان کا بھائی ہے '

Marfat.com

اس سے خیانت کرے نہ اس کو ذلیل کرے' ان کا خون ایک دوسرے (کے کفو) کی مثل ہے' الحدیث ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی کا نام قاسم بن ابی الزناد لکھا ہے حالانکہ اس کا نام ابوالقاسم بن ابی الزناد ہے' اس کے علاوہ حافظ الہیثمی نے اس حدیث پر اور کوئی جرح نہیں کی۔

(مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۳' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

آزاد سے غلام کا قصاص نہ لینے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

قاضی بیضاوی نے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس سے قصاص نہیں لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۰۴) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اختلاف اس صورت میں ہے جب کوئی آزاد شخص کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دے۔

دوسری حدیث جس سے قاضی بیضاوی نے استدلال کیا ہے اس کو امام بیہقی نے ''سنن کبریٰ'' میں از جابر از عامر حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں نہ قتل کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی نے خود ''کتاب المعرفۃ'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں جابر جعفی متفرد ہے اور اس کے معارض حضرت علی سے دو روایتیں ذکر کی ہیں کہ جب آزاد غلام کو قتل کر دے تو اس میں قصاص ہے ہر چند کہ ان روایتوں کو بھی انہوں نے منقطع لکھا ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۸ ص ۱۵۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

قاضی بیضاوی نے تیسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل نہیں کرتے تھے اور اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی آزاد شخص اپنے غلام کو قتل کر دے کیونکہ اسی صورت میں قصاص نہ لینے پر اتفاق ہے' حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ مملوک کا قصاص مالک سے نہیں لیا جائے گا اور نہ بیٹے کا باپ سے تو میں تم سے قصاص لیتا۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۸' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

نیز متعدد صحابہ اور تابعین کا یہ مؤقف ہے کہ اگر آزاد کسی کے غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے کہا کہ جب آزاد غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

ابراہیم نے کہا کہ آزاد کو غلام کے بدلہ میں اور غلام کو آزاد کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

سعید بن المسیب نے کہا کہ اگر آزاد غلام کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا' پھر کہا: بہ خدا! اگر تمام یمن والے مل کر ایک غلام کو قتل کریں تو میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔

شعبی نے کہا: آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

سفیان نے کہا: اگر کوئی شخص دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر اپنے غلام کو قتل کرے تو پھر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

(المصنف ج۹ص ۳۰۷۔ ۳۰۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

ان روایات سے قطع نظر امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید کی صریح آیات پر مبنی ہے اور امام اعظم کے مذہب میں انسانیت کی تکریم ہے کیونکہ آپ نے آزاد اور غلام مسلمانوں کے خون میں کوئی فرق نہیں کیا۔

مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہ کیے جانے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی طرف سے ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کافر حربی پر محمول ہے' اور امام ابوحنیفہ کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: اے ایمان والو! تم پر قتل (مقتول) میں قصاص فرض کیا گیا ہے' مقتول کا لفظ عام ہے مسلمان اور ذمی دونوں کو شامل ہے' اور حربی کافر' قرآن مجید کی ان آیتوں سے مستثنیٰ ہے جن میں کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اسی طرح سورۂ مائدہ میں ہے: جان کا بدلہ جان ہے' اور ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان سلیمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گردن مار دی اور فرمایا: میں ذمی کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔

عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح حضرمی بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا جس نے ایک کافر کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور فرمایا: میں اس کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۱۲' مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز' کراچی)

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

(سنن کبریٰ ج۸ ص ۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے ایک ذمی کو عمداً قتل کر دیا' یہ مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا' حضرت عثمان نے اس کو قتل نہیں کیا اور اس پر بھاری دیت مقرر کی جیسے مسلمان کے قتل ناحق پر مقرر کی جاتی ہے۔

امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث متصل ہے۔ (سنن کبریٰ ج۸ ص ۳۳' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

یہ حدیث بھی امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کیونکہ دیت قصاص کی فرع ہے' فریقین میں صلح یا کسی اور وجہ سے قصاص کی جگہ دیت فرض کی گئی۔ انسانیت کی تکریم اور عدل وانصاف کے قریب امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ جب ذمی سے اس کی جان اور مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا اور اس سے اس کے بدلہ میں جزیہ لیا گیا تو اس کا یہی تقاضا ہے کہ اگر ذمی کو مسلمان بھی قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے' اس سے اسلام میں اخلاق کی بلندی' اصول کی برتری اور تکریم انسانیت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

متعدد لوگوں کی جماعت سے ایک شخص کے قصاص لینے کا بیان

ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر چند آدمیوں کی جماعت مل کر ایک شخص کو قتل کر دے تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا'

Marfat.com

کیونکہ ظاہر آیت نے قصاص اور مساوات کی شرط لگائی ہے اور واحد اور جماعت میں مساوات نہیں ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا خواہ قاتل واحد ہو یا متعدد۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکے کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا' حضرت عمر نے فرمایا: اگر اس کے قتل میں (تمام) اہل صنعاء شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا' اور مغیرہ بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ چار آدمیوں نے مل کر ایک بچے کو قتل کیا تو حضرت عمر نے اس کی مثل فرمایا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

سلاطین اور حکام سے قصاص لینے کے متعلق احادیث اور آثار

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ سلطان اگر اپنی رعیت میں سے کسی شخص پر زیادتی کرے تو وہ خود اپنی ذات سے قصاص لے گا' کیونکہ سلطان اللہ تعالیٰ کے احکام سے مستثنیٰ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے مقتول کے سبب سے تمام مسلمانوں پر قصاص کو فرض کیا ہے' اگر سلطان کسی شخص کو بے قصور قتل کر دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ خود کو قصاص کے لیے پیش کرے۔ امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز تقسیم کر رہے تھے' ایک شخص آپ پر جھک گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک چھڑی چبھوئی' اس نے ایک چیخ ماری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آؤ بدلہ لے لو' اس شخص نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! میں نے معاف کر دیا۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۲۴۴ ـ ۲۴۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ اس کے چہرہ پر زخم لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آؤ مجھ سے بدلہ لے لو' اس نے کہا: میں نے معاف کر دیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا ہے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۴۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

ابوفراس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: میں عاملوں کو اس لیے نہیں بھیجتا کہ وہ لوگوں کے جسموں پر ضرب لگائیں اور نہ اس لیے کہ وہ ان کا مال لیں' جس شخص کے ساتھ کسی حاکم نے ایسا کیا وہ مجھ سے شکایت کرے' میں اس سے قصاص لوں گا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی رعیت کو تادیباً مارے آپ پھر بھی اس سے قصاص لیں گے؟ حضرت عمر نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں اس سے قصاص لوں گا' اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' آپ نے اپنے نفس کو قصاص کے لیے پیش کیا تھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۴۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

Marfat.com

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:
ابونضر وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص نے (سرخ رنگ کی) خوشبو لگائی ہوئی تھی، آپ نے وہ تیر اس کو چھو کر فرمایا: کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اس شخص نے کہا: رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اور بے شک آپ نے مجھے زخمی کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اس کے آگے ڈال دیا اور فرمایا: تم اپنا بدلہ لے لو، اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! جب آپ نے مجھے تیر چھویا تھا تو میرے بدن پر کپڑا نہیں تھا اور آپ نے قمیص پہنی ہوئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، اس شخص نے جھک کر آپ کے بدن مبارک کا بوسہ لے لیا۔

حضرت سواد بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میں نے سرخ رنگ کی خوشبو لیپی ہوئی تھی، جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے سواد بن عمرو! تم نے ورس (ایک خوشبودار گھاس جس سے سرخ رنگ ہو جاتا ہے) کا لیپ کیا ہوا ہے، کیا میں نے تم کو اس خوشبو سے منع نہیں کیا تھا؟ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، آپ نے مجھے وہ چھوئی جس سے مجھے درد ہوا، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے بدلہ دیں، آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور میں آپ کے پیٹ کو بوسہ دینے لگا۔

ابویعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر بہت ہنسانے والے تھے، ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنسا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اس کی کوکھ میں چھوئی، انہوں نے کہا: آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، آپ نے فرمایا: بدلہ لے لو، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے قمیص پہنی ہوئی ہے اور میں نے قمیص نہیں پہنی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اٹھا دی، وہ آپ کے بدن سے لپٹ گئے اور آپ کے پہلو کا بوسہ لے لیا اور کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں، میرا یہی ارادہ تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک حبشی شخص کو لشکر میں بھیجا، اس نے واپس آ کر کہا کہ لشکر کے امیر نے بغیر کسی قصور کے میرا ہاتھ کاٹ دیا، حضرت ابوبکر نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو میں اس سے ضرور تمہارا بدلہ لوں گا۔ الحدیث ملخصاً

جریر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ مل کر دشمن پر غلبہ پایا اور مال غنیمت حاصل کیا، حضرت ابوموسیٰ نے اس کو اس کا حصہ دیا اور تمام مال غنیمت نہیں دیا، اس نے منع کیا اور کہا: وہ تمام مال غنیمت لے گا، حضرت ابوموسیٰ نے اس کو بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا، اس نے وہ تمام بال جمع کیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور حضرت ابوموسیٰ کی شکایت کی اور وہ بال نکال کر دکھائے، حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کے نام خط لکھا: سلام کے بعد واضح ہو کہ فلاں شخص نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے اور میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر واقعی تم نے اس شخص کے ساتھ یہ زیادتی لوگوں کے مجمع میں کی ہے تو میں لوگوں کے مجمع میں تم سے اس شخص کا قصاص لوں گا اور اگر تم نے تنہائی میں اس شخص کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے تو میں تنہائی میں تم سے اس شخص کا قصاص لوں گا، لوگوں نے سفارش کی اور کہا: ابوموسیٰ کو معاف کر دیجئے، حضرت عمر نے فرمایا: نہیں! خدا کی قسم! میں کسی شخص کے ساتھ رعایت نہیں کروں گا، جب حضرت عمر نے اس شخص کو وہ خط دیا اور قصاص لینے کے لیے تیار ہو گئے تو اس شخص نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: میں نے ان کو اللہ کے لیے معاف کر دیا۔

(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۵۰۔ ۴۸، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان)

Marfat.com

قصاص لینا حکومت کا منصب ہے

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ازخود قصاص لے' قصاص لینے کے لیے ضروری ہے کہ حاکم کے پاس مرافعہ کیا جائے' پھر حاکم خود قصاص لے گا یا کسی شخص کو قصاص لینے کے لیے مقرر کرے گا' قانون پر عمل کرنے کا منصب صرف حکومت کا ہے' ہر شخص کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے' اسی طرح جادوگر اور مرتد کو قتل کرنا اور حدود اور تعزیرات کو جاری کرنا حکومت کا منصب ہے۔

کیفیت قصاص اور آلۂ قتل میں ائمہ مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا راجح مذہب یہ ہے کہ جس طرح اور جس کیفیت سے قاتل نے مقتول کو قتل کیا ہے اسی طرح اور اسی کیفیت سے قاتل کو قتل کیا جائے اور یہی قصاص کا تقاضا ہے کیونکہ قصاص کا معنی ہے: بدلہ' اور بدلہ اسی صورت میں ہوگا' نیز حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے پتھر مار کر ایک باندی کو قتل کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس یہودی کا پتھر سے سر پھاڑ کر اس کا بدلہ لیا' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے دو پتھروں کے درمیان ایک باندی کا سر پھاڑ دیا' اس باندی سے پوچھا گیا: کس نے تمہارا سر پھاڑا ہے' کیا فلاں نے' یا فلاں نے' حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس باندی نے سر ہلایا' اس یہودی کو بلایا گیا' اس نے قتل کرنے کا اقرار کر لیا تو اس کا سر بھی پتھر سے پھاڑ دیا گیا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوحنیفہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد کے نزدیک قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا اور اس حدیث میں مثلہ کرنے کی ممانعت سے پہلے کے واقعہ کا بیان ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا تو پھر اس کیفیت سے قصاص لینا منسوخ ہو گیا' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے' امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار کے سوا کسی چیز سے قصاص لینا (جائز) نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار کے بغیر کسی چیز سے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

ابراہیم نے کہا: جس شخص کو پتھروں سے قتل کیا جائے یا اس کا مثلہ کیا جائے اس کا قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا' اس کو مثلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ شعبی نے کہا: تلوار کے سوا کسی چیز سے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

قتادہ نے کہا: تلوار کے سوا کسی چیز سے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ (المصنف ج ۹ ص ۳۵۵۔ ۳۵۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی)

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

جس کیفیت سے قاتل نے قتل کیا ہے اسی کیفیت سے اس کو قتل کیا جائے گا' اگر اس نے غرق کیا ہے تو اس کو غرق کیا جائے گا' اور اگر اس نے پتھر سے قتل کیا ہے تو اس کو پتھر سے قتل کیا جائے گا' امام مالک اور امام شافعی کا یہی قول ہے' البتہ اگر اس کیفیت سے زیادہ عذاب ہو تو پھر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا اور جس نے آگ سے جلا کر قتل کیا اس کے متعلق امام مالک کے مختلف قول ہیں۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

Marfat.com

جو شخص کسی کو عمداً قتل کرے گا تو جس کیفیت سے اس نے قتل کیا ہے اسی کیفیت سے اس سے قصاص لیا جائے گا' اگر کسی نے تلوار سے قتل کیا ہے تو اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا اور اگر اس نے پتھر یا لکڑی سے قتل کیا ہے تو اس کو پتھر یا لکڑی سے قتل کیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۵۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے دوسرے شخص پر متعدد وار کر کے زخمی کر دیا' پھر زخم مندمل ہونے سے پہلے اس کو قتل کر دیا تو اس کی گردن پر تلوار مار کر اس کو صرف قتل کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بغیر تلوار کے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ عطاء' ثوری' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ جس صفت سے قاتل نے قتل کیا ہے اسی صفت سے اس کو قتل کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر اس نے آگ میں جلایا ہے تو اس کو آگ میں جلایا جائے گا' اور اگر اس نے دریا میں غرق کیا ہے تو اس کو غرق کیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم انہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جس طرح تمہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ (البقرہ: ۱۹۴) جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی تھی۔

امام احمد نے یہودی کا پتھر سے قصاص لینے پر بھی استدلال کیا ہے اور تلوار سے قصاص لینے والی حدیث کے متعلق کہا ہے: اس کی سند درست نہیں ہے۔ (المغنی ج ۸ ص ۲۴۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں:

قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے: تلوار کے بغیر قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۵۶۳' مطبوعہ مکتبہ علمیہ' ملتان)

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی آدمی کو مثلہ کر کے قتل کیا یعنی اس کے جسم کے مختلف اعضاء کاٹ ڈالے اور اگر پھر قاتل سے اسی کیفیت سے قصاص لیا جائے تو لازم آئے گا کہ اس قاتل کو مثلہ کیا جائے حالانکہ احادیث صحیحہ میں مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو' جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ قتال کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو (کسی شخص کے اعضا کاٹ کر اس کے جسم کو نہ بگاڑو)۔ الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام مالک' امام دارمی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

تاہم قرآن مجید کی یہ آیات اور سورۂ نمل اور سورۂ بقرہ کی آیتیں ائمہ ثلاثہ کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ (المومن: ۴۰) جس نے برائی کی تو اس سے اسی کی مثل بدلہ لیا جائے گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے' اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے' یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے' پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے O (البقرہ: ۱۷۸)

ولی مقتول کے معاف کرنے کی تفصیل

یعنی مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کر دیا' قاتل کو مقتول کے بھائی سے تعبیر فرمایا ہے تاکہ ولی کی مقتول کو معاف کرنے میں رغبت ہو اور وہ قصاص کا مطالبہ ترک کر دے اور دستور کے مطابق دیت کا مطالبہ کیا جائے یعنی شریعت میں جو دیت کی مقدار مقرر کی گئی ہے ولی مقتول اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے اور قاتل کے عصبات دیت کی ادائیگی کی مدت میں تاخیر اور مقدار میں کمی نہ کریں اور معاف کرنے اور دیت ادا کرنے کا حکم تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور اس میں تم پر رحمت ہے کیونکہ یہود کی شریعت میں صرف قصاص واجب تھا اور نصاریٰ کی شریعت میں صرف دیت واجب تھی' اور تمہارے لیے یہ آسانی ہے کہ مقتول کا ولی قاتل سے قصاص لے' یا دیت لے یا بالکل معاف کر دے۔ تمہیں ہر طرح اختیار کی وسعت دی گئی اور کوئی ایک شق واجب نہیں کی گئی' اور جس نے اس کے بعد حد سے تجاوز کیا یعنی اگر ولی مقتول نے معاف کرنے کے بعد قاتل کو قتل کیا تو اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا' دنیا میں اس کو قتل کیا جائے گا اور آخرت کا عذاب الگ ہوگا۔

دیت کی مقدار اور عاقلہ کا بیان

(ا) دیت کی مقدار سو اونٹ یا ہزار دینار (۴ء۳۷۴ کلو سونا) یا دس ہزار درہم (۶۱۸ء۳۰ کلو چاندی) ہے۔

(ب) دیت کو تین سال میں قسط وار ادا کرنا قاتل کی عاقلہ پر لازم ہے۔

(ج) عاقلہ سے مراد قاتل کے حمایتی اور مددگار ہیں' یہ اس کے اہل قبیلہ' اہل محلہ اور اہل صنعت و حرفت ہو سکتے ہیں' جو شخص کسی مل یا کارخانہ میں ملازم ہو' اس مل یا فیکٹری کے مالکان اور کارکنان کو بھی عاقلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

دیت پر مفصل بحث ان شاء اللہ سورۂ نساء آیت: ۹۲ میں بیان کی جائے گی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ

جب تم میں سے کسی کو موت آئے (سو) اگر اس نے مال چھوڑا ہے (تو) اس پر ماں باپ اور رشتہ داروں

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ

کے لیے دستور کے موافق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے' یہ پرہیزگاروں پر حق ہے O سو جس نے

بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ

وصیت کو سننے کے بعد اس کو تبدیل کیا تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے' بے شک

اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا

اللہ سب کچھ سننے والا بہت جاننے والا ہے O پھر جس کو وصیت کرنے والے سے بے انصافی یا گناہ کا خوف ہو'

Marfat.com

ع ۲۲ / ۶

فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾

پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

ربط آیات اور خلاصہ تفسیر

اس سے پہلی آیتوں میں قتل اور قصاص کا ذکر تھا جس کے ضمن میں موت کا معنی تھا' اور لوگ عام طور پر موت کے وقت وصیت کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وصیت کے متعلق ہدایت دی کہ جب کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو یا کسی اور وجہ سے اس پر موت کی علامات ظاہر ہوں اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے' اور وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اس کی وصیت کو تبدیل کرنا سخت گناہ ہے' اگر مرنے والے نے دستور کے مطابق وصیت کی تھی اور بعد میں کسی نے اس کو تبدیل کر دیا تو وصیت کرنے والے سے آخرت میں باز پرس نہیں ہوگی' اس کا گناہ صرف وصیت تبدیل کرنے والے کو ہوگا۔ اگر کسی شخص کو قرآن سے یا وصیت کرنے والے کے کسی بیان سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کسی وارث کو محروم کرنا چاہتا ہے یا کسی وارث کو دستور سے زیادہ دینا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اصلاح کی کوشش کرے اور وصیت کرنے والے کو عدل و انصاف کی تلقین کرے۔

وصیت کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

وصیت کا معنی اتصال ہے اور وصیت کو اس لیے وصیت کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۲' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی نے کہا: دوسروں کے عمل کرنے کے لیے پیشگی کوئی بات بہ طور تاکید کہنا وصیت ہے۔

(المفردات ص ۵۲۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ میر سید شریف نے کہا: موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا بہ طور احسان مالک بنانا وصیت ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۱۱۱' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے کہا: کسی شخص کا اپنے ترکہ میں ایسا تصرف کرنا جس کا اثر موت کے بعد مرتب ہو' یہ وصیت ہے۔

(التفسیر المنیر ج ۲ ص ۱۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) واجب: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے' مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی' یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضاء نہیں کی' ان کے فدیئے کے بارے میں وصیت کرے یا مالی کفارے ادا نہیں کیے' ان کے لیے وصیت کرے' اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کے متعلق وصیت کرے' مثلاً کسی کا قرض دینا ہے' جس کا کسی کو پتا نہیں' کسی کی امانت لوٹانی ہے' کسی کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اس کو واپس کرنا ہے' اس قسم کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) مستحب: دینی مدارس' مساجد' علماء' دینی طلبہ' غریب قرابت داروں اور دیگر امور خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

(۳) مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیاداروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔
(۴) مکروہ: فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)
مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جن حقوق کا ادا کرنا فرض ہے ان کے لیے وصیت فرض ہوگی جیسے زکوٰۃ اور جن حقوق کا ادا کرنا واجب ہے ان کے بارے میں وصیت واجب ہوگی جیسے روزے کا کفارہ (کیونکہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور ظنی ہے) اسی طرح غریب فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور امیر فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ اگر وہ غریب ہیں تو ہو سکتا ہے اس مال کو وہ اپنی کفالت پر خرچ کریں اور اگر امیر ہیں تو ظن غالب ہے کہ وہ معصیت اور فسق و فجور پر خرچ کریں گے اور معصیت کے اداروں کے لیے وصیت کرنا حرام ہے' مثلاً فلم سٹوڈیو' آرٹ کونسل' ریس کورس وغیرہ' اسی طرح کفار کے لیے وصیت کرنا بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مصنف کی تحقیق کے مطابق وصیت کی سات قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب (۴) مباح (۵) مکروہ تنزیہی (۶) مکروہ تحریمی (۷) حرام (مستحب اور مباح کی وہی مثالیں ہیں جو اوپر مذکور ہیں)۔

وصیت کی شرائط اور رکن

وصیت کی حسب ذیل شرائط ہیں:
(۱) وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو' اس لیے نابالغ' مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے۔
(۲) وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ ہو کیونکہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔
(۳) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ وصیت کے وقت زندہ ہو خواہ تحقیقاً یا تقدیراً (جیسے حاملہ کے بطن میں بچہ کے لیے وصیت کی جائے)۔
(۴) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ وارث نہ ہو۔
(۵) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ قاتل نہ ہو' خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء' البتہ قتل بالسبب وصیت کے منافی نہیں ہے۔
(۶) جس چیز کی وصیت کی ہو وہ تملیک کے قابل ہو' خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا اس کا وجود بعد میں ہو' مثلاً ایک سال یا ہمیشہ کے لیے باغ یا درخت کے پھلوں کی وصیت کی جائے۔
(۷) کل ترکہ کے تہائی مال میں وصیت کی جائے۔
وصیت کا رکن یہ ہے کہ وصیت کرنے والا کہے: میں نے فلاں چیز کی فلاں شخص کے لیے وصیت کی ہے۔
(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۶۔ ۴۱۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

وصیت کا لزوم

امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزارنا بھی جائز نہیں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے وصیت لکھے بغیر مجھ پر ایک رات بھی نہیں گزری۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۔ ۳۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

Marfat.com

ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب

جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت' میراث کی آیتوں سے منسوخ ہے' کیونکہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کے اللہ تعالیٰ نے خود حصے مقرر فرما دیئے اس لیے ان کے حق میں وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہو گیا۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے' سو وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ الحدیث

(جامع ترمذی ص ۳۰۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کی وجہ سے اب ورثاء کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے وارث کے لیے وصیت کی تو وہ نافذ نہیں ہو گی' اور جو رشتہ دار وارث نہ ہوں' ان کے لیے تہائی مال سے وصیت کرنا مستحب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں مجھے ایسا درد لاحق ہوا کہ میں قریب المرگ ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ درد سے میری کیا حالت ہے! میں ایک مال دار شخص ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا اور کوئی وارث نہیں ہے' کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تہائی مال صدقہ کرو' تہائی مال بہت ہے' اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ کر جاؤ تو یہ ان کو محتاج چھوڑنے سے بہتر ہے جس کے سبب وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں' اور تم جو کچھ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے' تم کو اس کا اجر ملے گا حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی اجر ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

احادیث کی روشنی میں وصیت کے احکام

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری وفات کے وقت تمہارے تہائی مال سے تم پر صدقہ کیا ہے' یہ تمہاری نیکیوں میں زیادتی ہے تاکہ تمہارے اعمال کو اس صدقہ سے پاکیزہ کر دے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۵۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اگر تمام وارث تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنے کی اجازت دیں تو یہ جائز ہے کیونکہ تہائی مال کی حد ورثاء کا حق محفوظ کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے' سو اگر ورثاء خود اپنے حق سے دستبردار ہو رہے ہوں تو پھر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز ہے۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے' البتہ اگر ورثاء چاہیں تو جائز ہے۔

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا

Marfat.com

جائز نہیں ہے' البتہ اگر (دیگر) وارث اجازت دیں تو پھر جائز ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اگر کوئی شخص کسی وارث کو محروم کر دے یا کسی شخص کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کرے جس سے دوسرے حق داروں کے حصوں میں کمی ہو تو وہ شخص گنہ گار ہو گا۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں پھر ان کو موت آ جاتی ہے اور وہ وصیت میں (کسی کو) ضرر پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

زندگی میں صحت کے وقت صدقہ کرنے میں موت کے وقت صدقہ کی وصیت کرنے کی بہ نسبت بہت زیادہ فضیلت ہے' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ میں زیادہ فضیلت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم صحت مند ہو' مال پر حریص ہو' زندگی کی امید ہو اور تنگ دستی کا خوف ہو' اور صدقہ میں تاخیر نہ کرتے رہو' حتیٰ کہ جب موت حلقوم تک پہنچ جائے تو کہو: یہ چیز فلاں کے لیے اور یہ چیز فلاں کے لیے' یہ تو (اب تم کہو یا نہ کہو) فلاں کے لیے ہو ہی جائے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا

ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن

تاکہ تم متقی بن جاؤ ○ معدودے چند دنوں میں' سو جو شخص

كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ

تم میں سے بیمار ہو یا مسافر (اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے)'

وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ

اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ' ایک مسکین کا کھانا ہے' پھر جو خوشی سے فدیہ

خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ ۚ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے' اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے ○

Marfat.com

ربط آیات

سابقہ آیات میں پہلے قصاص کا حکم دیا گیا تھا جس کا تقاضا یہ ہے کہ قاتل اپنے جسم کو حکام اور ولی مقتول کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں' اس حکم پر عمل کرنا انسان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہے' اس کے بعد وصیت کرنے کا حکم دیا' اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے مال کو اپنی ملکیت سے نکال کر دوسروں کے حوالے کر دے' یہ حکم پہلے حکم کی بہ نسبت بہت کم مشکل اور کم دشوار ہے' پھر اس کے بعد روزہ رکھنے کا حکم دیا' یہ اس سے بھی کم مشکل ہے کیونکہ روزہ رکھنے سے انسان کے صرف کھانے پینے کے معمولات بدل جاتے ہیں' اب وہ فجر سے پہلے سحری کرے گا اور دن بھر غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہے گا' پھر مغرب کے بعد کھانا کھائے گا' یہ حکم پہلے دو حکموں کی بہ نسبت اور بھی کم مشکل ہے تو ان احکام ثلاثہ میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے ایک زیادہ مشکل کام کا حکم دیا' پھر بہ تدریج اس مشکل کو کم کر کے احکام دیئے' نیز اسلام کے پانچ ارکان میں سے توحید ورسالت پر ایمان' نماز' زکوۃ اور ضمناً حج کا بھی ذکر اس سے پہلی آیات میں آ چکا تھا سو اب روزہ کا ذکر فرمایا'

قصاص اور وصیت کی روزہ کے ساتھ یہ مناسبت بھی ہے کہ قصاص میں نفس انسان کو حسی طور پر قتل کیا جاتا ہے اور روزہ میں شہوت کو قتل کیا جاتا ہے اور شہوت وطی کا سبب ہے اور وطی نفس انسان کے پیدا ہونے کا حساً سبب ہے' نیز قصاص میں معنوی طور پر اجسام کی حیات ہے اور روزہ میں ارواح کی حیات ہے' کیونکہ روزہ سے ذہن پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی نعمتوں اور اپنی بری عادتوں اور کوتاہیوں میں غور وفکر کرتا ہے جس سے ندامت ہوتی ہے اور وہ توبہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے بچتا ہے اور دنیا کی رنگینیوں کو ترک کرتا ہے اور فرشتوں کے اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے' اسی سبب سے اس مہینہ میں فرشتہ کی وساطت سے قرآن نازل ہوا' بہ ایں ہمہ روزہ کا حکم وصیت کے مناسب تھا' کیونکہ وصیت کے ذریعہ پاکباز لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اب ان سے فرشتوں کی ملاقات کا وقت آ رہا ہے' اس لیے وہ مال دنیا کو ترک کر دیں اور دنیا کا مال وصیت کر کے دوسرے ضرورت مندوں کے حوالے کر دیں' پھر وصیت کے حکم کو مغفرت اور رحمت پر ختم کیا اور اس کے بعد روزہ کا حکم شروع کیا تاکہ معلوم ہو کہ مغفرت اور رحمت سب سے زیادہ روزہ داروں کو حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا تھا۔ (البقرہ: ۱۸۳)

روزہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی مشروعیت کی تاریخ

روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا' اور روزہ کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور جماع کو ترک کرنا اور اپنے نفس کو تقویٰ کے حصول کے لیے تیار کرنا۔

تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے' قدیم مصری' یونانی' رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے' موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے' یروشلم کی تباہی کو یاد رکھنے کے لیے یہود اس زمانہ میں بھی ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں' اسی طرح موجودہ انجیلوں میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے' تاکہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو کیونکہ جب کسی مشکل کام کو عام لوگوں پر لاگو کر دیا

Marfat.com

جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۸۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

سب سے پہلے نماز فرض کی گئی' پھر زکوٰۃ فرض کی گئی' اس کے بعد روزہ فرض کیا گیا' کیونکہ ان احکام میں سب سے سہل اور آسان نماز ہے اس لیے اس کو پہلے فرض کیا گیا' پھر اس سے زیادہ مشکل اور دشوار زکوٰۃ ہے کیونکہ مال کو اپنی ملکیت سے نکالنا انسان پر بہت شاق ہوتا ہے' پھر اس کے بعد اس سے زیادہ مشکل عبادت روزہ کو فرض کیا گیا' کیونکہ روزہ میں نفس کو کھانے پینے اور عمل تزویج سے روکا جاتا ہے اور یہ انسان کے نفس پر بہت شاق اور دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بہ تدریج احکام شرعیہ نازل فرمائے اور اسی حکمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کا ذکر فرمایا' قرآن مجید میں بھی اس ترتیب کی طرف اشارہ ہے:

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ. (الاحزاب: ۳۵)

اور نماز میں خشوع کرنے والے مرد اور نماز میں خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے' روزہ دار نہ جماع کرے' نہ جہالت کی باتیں کرے' اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ اپنے کھانے' پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے' جس کا نام ریان ہے' اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا' پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت میں جنت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت

Marfat.com

سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ نہ جماع کی باتیں کرے نہ شور و شغب کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے' روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی افطار کے وقت ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی' اس وقت وہ اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھے' ان پر یہ روزے دشوار ہوئے' آپ نے ان کو منع فرمایا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم میں میری مثل کون ہے؟ مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر یا بغیر مرض کے چھوڑا تو اگر وہ تمام دہر بھی روزے رکھے تو اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ منذری لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ' اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔

(صحیح مسلم)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے' جب آپ نے پہلی سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! جب دوسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر جب تیسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! جس نے رمضان کو پایا اور اس کی بخشش نہیں کی گئی اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین!' اور کہا: جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اس کے باوجود دوزخ میں داخل ہو گیا' اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے' میں نے کہا: آمین! اور کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر

Marfat.com

کیا گیا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین!۔ (صحیح ابن حبان)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم اور مبارک مہینہ آ پہنچا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' اللہ نے اس مہینہ میں روزہ کو فرض کر دیا ہے اور اس کی رات میں قیام کو نفل کر دیا ہے' جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کرے تو وہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے' اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے تو وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے' یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' یہ غمگساری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے' اس مہینہ میں جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کے لیے دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کی مثل اجر ملے گا اور اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کی یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کو افطار کرا سکے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کرائے' یہ وہ مہینہ ہے جس کا اوّل رحمت ہے' جس کا اوسط مغفرت ہے اور جس کا آخر جہنم سے آزادی ہے' جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف کی اللہ اس کی مغفرت کر دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اس مہینہ میں چار خصلتوں کو جمع کرو' دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو اور دو خصلتوں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے' جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ کلمۂ شہادت پڑھنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے' اور جن دو خصلتوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اس سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا' اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں چلا جائے گا۔
(صحیح ابن خزیمہ' بیہقی' صحیح ابن حبان)

امام ابن حبان نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے مہینہ میں اپنی حلال کمائی سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور لیلۃ القدر میں جبریل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت آنسو نکلتے ہیں۔ حضرت سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! یہ فرمایئے اگر کسی شخص کے پاس افطار کرانے کے لیے کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک مٹھی طعام دے دے' میں نے کہا: یہ فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک گھونٹ دودھ دے دے' میں نے عرض کیا: اگر اس کے پاس وہ بھی نہ ہو؟ فرمایا: ایک گھونٹ پانی دے دے (امام ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے)۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے' یہ برکت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ تم کو اس میں ڈھانپ لیتا ہے' اس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس میں دعا مقبول ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں تمہاری رغبت کو دیکھتا ہے سو تم اللہ کو اس مہینہ میں نیک کام کر کے دکھاؤ کیونکہ وہ شخص بدبخت ہے جو اس مہینہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' البتہ اس کے ایک راوی محمد بن قیس کے متعلق مجھے کوئی جرح یا تعدیل مستحضر نہیں ہے)۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے' تو جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا' اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا' اور سرکش جنوں کے گلوں میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور ہر رات صبح تک ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے: اے نیکی کے طلب کرنے والے! نیکی کا قصد کر اور زیادہ نیکی کر' اور اے برائی کے طلب کرنے والے! برائی میں کمی کر اور آخرت میں غور و فکر کر' کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے اور کوئی توبہ کرنے والا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے اور کوئی سوال کرنے والا ہے تو اس کا سوال پورا کیا جائے' اور اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کی ہر رات میں ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے' اور رمضان کی ہر رات میں جتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے عید کے دن اس سے تیس گنا زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے (اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے)۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور تمام مہینوں پر اس کی فضیلت بیان کی' پس فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو (اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے)۔

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے اگر میں اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دوں' اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں۔

(مسند بزار' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۶۔ ۹۲ 'ملتقطاً مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ)

بعض نفلی روزوں کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: نہ کرو' روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (بغیر روزہ کے رہو)' قیام بھی کرو اور سوؤ بھی' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ کے تین دن روزے رکھو' اور تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ تمہارے پورے دہر کے روزے ہو جائیں گے' میں نے شدت کی اور کہا: یا رسول اللہ! میں قوت پاتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد کے روزے رکھو اور اس پر زیادتی نہ کرو' میں نے عرض کیا: اللہ کے نبی داؤد کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف دہر (ایک دن روزہ' ایک دن افطار)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

ابن ملحان قیسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے کا اور فرماتے: ان روزوں سے پورے دہر کے روزوں کا اجر ملے

Marfat.com

گا۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۲ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

تین روزوں کا دس گنا اجر ملے گا جیسا کہ ''صحیح بخاری'' کی روایت میں ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ روزے رکھے گا اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۳۶۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو چھتیس روزوں کا اجر ۳۶۰ روزوں کے برابر ہوا' گویا وہ پورا سال روزہ دار رہا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دے گا اور دس محرم کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۳۶۷ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

قدامہ بن مظعون بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ وادی القریٰ میں اپنے مال کی طلب میں گئے' حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' قدامہ نے کہا: آپ بوڑھے آدمی ہیں' آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۱ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماہِ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۰ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلسل) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار (روزہ ترک کرنا) نہیں کریں گے' اور آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے: اب آپ روزے نہیں رکھیں گے' اور میں نے رمضان کے علاوہ آپ کو کسی ماہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۱۔ ۳۳۰ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا' عید الاضحیٰ کے دن کیونکہ اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور عید الفطر کے دن کیونکہ اس دن تم اپنے روزوں سے افطار کرتے ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۲۸ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ' یوم نحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۲۹۔ ۳۲۸ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

میدانِ عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے اور دوسری جگہوں میں اس دن روزہ رکھنا کارِ ثواب ہے اور عیدین میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۳۱' مطبوعہ مطبوع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے' الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۲۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۲۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتے تھے' ان کی مشابہت کی وجہ سے اس دن کے روزے سے منع فرمایا۔

روزہ کے اسرار و رموز

(۱) روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذات میں کمی ہوتی ہے' اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) کھانے پینے اور شہوانی عمل کو ترک کر کے انسان بعض اوقات میں اللہ عزوجل کی صفت صمدیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور بہ قدر امکان ملائکہ مقربین کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

(۳) بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(۴) خود بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۵) بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

(۶) بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کی معمولی مقدار کا کس قدر محتاج ہے۔

(۷) بھوکا رہنے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے' حدیث میں ہے: جس کا پیٹ بھوکا ہو اس کی فکر تیز ہوتی ہے۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۱۸)

اور پیٹ (بھر کر کھانا) بیماری کی جڑ ہے اور پرہیز علاج کی بنیاد ہے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۲۱) اور لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: اے بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتی ہے اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے اور عبادت کرنے کے لیے اعضاء سست پڑ جاتے ہیں' دل کی صفائی میں کمی آ جاتی ہے اور مناجات کی لذت اور ذکر میں رقت نہیں رہتی۔

(۸) روزہ کسی کام کے نہ کرنے کا نام ہے' یہ کسی ایسے عمل کا نام نہیں ہے جو دکھائی دے اور اس کا مشاہدہ کیا جائے' یہ ایک مخفی عبادت ہے' اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا' باقی تمام عبادات میں ریا ہو سکتا ہے روزہ میں نہیں ہو سکتا' یہ اخلاص کے سوا اور کچھ

Marfat.com

نہیں۔

(۹) شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں اسی طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

(۱۰) روزہ امیر اور غریب' شریف اور خسیس سب پر فرض ہے' اس سے اسلام کی مساوات مؤکد ہو جاتی ہے۔

(۱۱) روزانہ ایک وقت پر سحری اور افطار کرنے سے انسان کو نظام الاوقات کی پابندی کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(۱۲) فربہی' تبخیر اور بسیار خوری ایسے امراض میں روزہ رکھنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

روزہ کے فساد و عدم فساد کے بعض ضروری مسائل

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

اگر روزہ دار بھولے سے کھالے یا پی لے یا جماع کرے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا' اگر روزہ دار کے حلق میں غبار یا مکھی یا دھواں داخل ہو خواہ اس کو روزہ یاد ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان سے بچنا مشکل ہے' تیل لگانے سے یا سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ ان کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو' فصد لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' بوسہ لینے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا بہ شرطیکہ اس سے انزال نہ ہو' احتلام سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' کلی کرنے کے بعد جو تری منہ میں رہ گئی اس کو نگلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' کان میں پانی داخل ہونے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' اگر دانتوں کے درمیان سے خون نکلا اور اس کو نگل لیا تو اگر خون غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا ورنہ نہیں' استمنا بالید سے اگر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا' ورنہ نہیں۔ اگر ناک (رینٹ) کو اندر کھینچ لیا اور وہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا' کسی چیز کے چکھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' اگر رات سمجھ کر سحری کی اور صبح ہو چکی تھی یا غروبِ آفتاب سمجھ کر روزہ افطار کیا اور آفتاب غروب نہیں ہوا تھا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر صرف قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے' اگر کوئی شخص رمضان کے روزہ میں عمداً جماع کرے' یا عمداً دوا یا غذا کھائے یا پئے تو ان تمام صورتوں میں قضا اور کفارہ ہے' اور اگر از خود قے آئے اور وہ اس کو واپس حلق میں نہ لوٹائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ قے منہ بھر کر آئے یا منہ بھر کر نہ آئے' اور اگر خود بخود واپس حلق میں چلی جائے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا' اور اگر عمداً قے لوٹا لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا بہ شرطیکہ منہ بھر کر قے آئی ہو' یہ مختار مذہب ہے' اور اگر از خود قے کی تو اگر منہ بھر کر قے کی ہے تو اجماعاً روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس میں صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔

روزہ میں کسی چیز کو بلا عذر چکھنا مکروہ ہے' دنداسہ چبانا مکروہ ہے' بوسہ لینا اور معانقہ کرنا مکروہ ہے' مونچھوں پر تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے' مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے خواہ شام کے وقت کی جائے۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۴۔ ۱۰۷ 'ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کا بیان

تحقیق یہ ہے کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' قدیم فقہاء کے دور میں انسانی جسم کی اور اس کے تمام اعضاء کی مکمل تحقیق نہیں ہوئی تھی اور ان کے نظریات محض مفروضات پر مبنی تھے' انہوں نے انسان کے جسم کا مکمل مشاہدہ اور تجزیہ نہیں کیا تھا اور اب تحقیق اور تجربہ سے ان کے کئی نظریات غلط ثابت ہو گئے' مثلاً ان کا مفروضہ تھا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ (راستہ) ہے اور دماغ سے معدہ میں یا معدہ سے دماغ میں کوئی چیز چلی جاتی ہے' حالانکہ دماغ اور معدہ میں کوئی منفذ نہیں ہے' نیز ان کا مفروضہ تھا کہ کان اور معدہ میں منفذ ہے حالانکہ کان اور معدہ میں کوئی منفذ نہیں ہے' انہیں مفروضات کی بناء پر

Marfat.com

انہوں نے یہ کہا کہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں کوئی غذا یا دوا چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا' لیکن یہ فقہاء اس غلطی میں معذور تھے کیونکہ اس زمانہ میں پوسٹ مارٹم کے ذریعہ جسم کے تمام رگ و ریشہ کا مکمل مطالعہ اور مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا' نیز ان کے زمانہ میں جسم کو غذا یا دوا کے ذریعہ منفعت پہنچانے کا ذریعہ صرف معدہ کا نظام ہضم تھا' اس لیے انہوں نے کہا: دوا یا غذا معدہ میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا' جب ہم منہ کے ذریعہ دوا کھاتے ہیں تو معدہ کے ہضم کرنے کے بعد وہ دوا خون میں پہنچ جاتی ہے اور جب تک وہ دوا خون میں نہ مل جائے اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا' پہلے دوا سے استفادہ کا صرف یہی ایک طریقہ تھا' لیکن اب میڈیکل سائنس نے ترقی کر لی ہے اور انجیکشن کے ذریعہ دوا کو براہِ راست خون میں پہنچا دیا جاتا ہے' بعض اوقات کسی عارضہ کی وجہ سے معدہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور منہ سے دوا کھانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا' بعض دفعہ اس قدر الٹیاں آتی ہیں کہ جو دوا کھاؤ وہ فوراً الٹی کے ذریعہ نکل جاتی ہے' پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا' لیکن اب جب معدہ کام نہ کرے یا کسی چیز کو قبول نہ کرے یا دوا کا اثر جلدی مطلوب ہو تو دوا کو انجیکشن کے ذریعہ براہِ راست خون میں پہنچا دیا جاتا ہے' لہٰذا منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے جو فائدہ مطلوب ہوتا ہے وہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بہ طریق اتم اور اکمل حاصل ہو جاتا ہے' فرق یہ ہے کہ منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے معدہ کے عمل ہضم کے بعد دوا خون میں پہنچتی ہے اور انجیکشن کے ذریعہ اسی وقت براہِ راست دوا خون میں پہنچ جاتی ہے اور اثر کرتی ہے اس لیے جس طرح منہ کے ذریعہ دوا کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہے اسی طرح دوا کا انجیکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بعض علماء یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ پھر مچھر یا بھڑ کے ڈنگ لگانے سے روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا' اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا مدار اس پر ہے کہ انسان اپنے قصد اور اختیار سے کوئی دوا یا غذا جسم میں پہنچائے اور مچھر یا بھڑ کے کاٹنے میں انسان کا قصد اور اختیار نہیں ہے۔ ثانیاً ان کے ڈنک سے جو زہر جسم میں پہنچتا ہے وہ دوا یا غذا نہیں ہے نہ اس میں جسم کی منفعت ہے بلکہ اس سے جسم کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں صرف قضا ہے کفارہ نہیں ہے' کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صورۃً اور معنیً دونوں طرح مفطر ہو اس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں اور جو صرف صورۃً یا صرف معنیً مفطر ہو اس سے صرف قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے اور دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانا صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر مکمل با دلائل اور با حوالہ بحث میں نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد اول طبع خامس میں کی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں' اس کا کچھ ذکر ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث کے ضمیمہ میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو (اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے)۔ (البقرہ: ۱۸۴)

مریض کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو' روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو اور اس مرض کے زائل ہونے کی توقع ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب مرض زائل ہو جائے تو اس پر ان روزوں کی قضا کرنا واجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: '' فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ '' (البقرہ: ۱۸۴) اور اگر کسی شخص نے صبح کو تندرستی کی حالت میں روزہ رکھا پھر بیمار ہو گیا تو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ ضرورت کی وجہ سے اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور ضرورت متحقق ہے' لہٰذا روزہ توڑنا جائز ہے۔ (المہذب مع شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

Marfat.com

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص کسی ایسے مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو جس کا زائل ہونا متوقع ہو اس پر اس وقت روزہ رکھنا لازم نہیں ہے' اور اس پر قضا لازم ہے' یہ اس وقت ہے جب اس کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا مرض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے لیے روزہ رکھنا ممکن ہی نہ ہو' بلکہ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ افطار کے مباح ہونے کی شرط یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے اس کو مشقت ہو' اگر اس کو پورے وقت بخار رہتا ہو تو وہ رات کو روزے کی نیت نہ کرے' اور اگر کسی وقت بخار ہو اور کسی وقت نہ ہو اگر روزہ کے شروع کے وقت بخار ہو تو روزہ کی نیت نہ کرے اور اگر بخار نہ ہو تو روزہ کی نیت کرے' پھر اگر بعد میں بخار ہو جائے اور روزہ توڑنے کی ضرورت ہو تو روزہ توڑ دے۔ اسی طرح اگر تندرست آدمی صبح روزہ رکھے اور بعد میں بیمار ہو جائے تو اس کے لیے بغیر کسی اختلاف کے روزہ توڑنا جائز ہے۔

(شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مریض کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت (۱۸۴) ہے۔ جس مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے یہ وہ مرض ہے جو روزہ رکھنے سے زیادہ یا روزہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں صحیح ہو' امام احمد سے کہا گیا کہ مریض کب روزہ نہ رکھے؟ کہا: جب روزہ کی طاقت نہ رکھے' پوچھا گیا: مثلاً بخار' تو کہا: بخار سے بڑھ کر اور کون سا مرض ہو گا؟ (المغنی ج ۳ ص ۴۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو شخص تندرست ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو بیمار پڑنے کا خدشہ ہو وہ اس مریض کی طرح ہے جس کو روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو۔ (المغنی ج ۳ ص ۴۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

مریض کی دو حالتیں ہیں: ایک حالت یہ ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی مطلقاً طاقت نہ ہو' اس حالت میں اس پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے' دوسری حالت یہ ہے کہ وہ تکلیف اور مشقت برداشت کر کے روزہ رکھ سکتا ہو' اس حالت میں اس کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے اور اس صورت میں صرف جاہل ہی روزہ رکھے گا۔ (الیٰ قولہ) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ جب روزہ رکھنے سے کسی شخص کو درد ہو یا تکلیف پہنچے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کا طول پکڑنے یا زیادہ ہونے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ امام مالک کے مذہب کے ماہرین کا یہی مذہب ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: جب یہ خوف ہو کہ اس کی آنکھ میں درد زیادہ ہو گا یا بخار زیادہ ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

سفر شرعی کرنے والے مسافر' حاملہ اور دودھ پلانے والی کو غلبہ ظن سے اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو یا مرض بڑھنے کا خوف ہو' یا تندرست آدمی کو غلبہ ظن' تجربہ' علامات یا طبیب کے بتانے سے مرض پیدا ہونے کا خوف ہو یا خادمہ کو ضعف

Marfat.com

کا خوف ہو تو ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان ایام کی قضاء کریں۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۷۔ ۱۱۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

جس شخص کے گردہ میں پتھری ہو یا جس کو درد گردہ کا عارضہ ہو اس کو دن میں بیس پچیس گلاس پانی پینے ہوتے ہیں یا جو شخص ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں داخل ہو' یہ لوگ اس بیماری کے دوران روزے نہ رکھیں اور بیماری زائل ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا کریں۔

مسافر کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بھیڑ دیکھی اور دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا گیا ہے' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ عرض کیا: یہ روزہ دار ہے' فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے' روزہ دار' روزہ نہ رکھنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ نہ رکھنے والا روزہ دار کی مذمت کرتا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ گئے' جب آپ عسفان پر پہنچے تو آپ نے پانی منگایا اور اس کو اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھایا تاکہ اس کو لوگ دیکھ لیں' پھر آپ نے روزہ کھول لیا (اس کے بعد آپ نے روزے نہیں رکھے) حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں جائز ہیں' اگر اس کو روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر ضرر ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۶۶ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے' اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو یہ مکروہ ہے لیکن روزہ ہو جائے گا۔

(المغنی ج ۳ ص ۴۲ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے کہ کس سفر پر روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت ہے۔ حج' جہاد یا دیگر عبادات کے لیے سفر ہو تو اس میں اس رخصت پر اجماع ہے۔ رشتہ داروں سے ملاقات اور طلب معاش کے لیے سفر بھی اس کے ساتھ لاحق ہے' تجارات اور مباح سفر (مثلاً سیر و سیاحت) میں اختلاف ہے لیکن ان میں بھی رخصت کا ہونا زیادہ راجح ہے' اور جو سفر معصیت ہو (مثلاً چوری یا ڈاکے کے لیے سفر کرے) اس میں اختلاف ہے اور اس میں رخصت کا ممنوع ہونا راجح ہے' اور سفر کی مسافت کی مقدار امام مالک کے نزدیک وہی ہے جتنی مسافت میں قصر جائز ہوتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷۷ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

سفر شرعی میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے جو تین دن تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو خواہ یہ سفر معصیت ہو۔
(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۴)

''الذین یطیقونہ'' کے معنی کی تحقیق میں احادیث اور آثار

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے' آیا اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں' اور پھر یہ آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط. (البقرہ: ۱۸۵) تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ میں روزہ رکھے۔

یا اس آیت میں ''یطیقونہ'' ''یطوقونہ'' کے معنی میں ہے: یعنی جن لوگوں پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو' وہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

اول الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط'' (البقرہ: ۱۸۴) حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا: اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا: ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط'' (البقرہ: ۱۸۵)۔

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیان کرتے ہیں کہ رمضان نازل ہوا اور صحابہ پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو بعض صحابہ جو روزہ کی طاقت رکھتے تھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور روزہ ترک کر دیتے' انہیں اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا: ''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ. (البقرہ: ۱۸۴) روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے'' تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ''فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ'' (البقرہ: ۱۸۴) کو پڑھا اور فرمایا: یہ منسوخ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اور ثانی الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب بوڑھا شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ ایک مد (ایک کلو) طعام کھلا دے' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۴ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دارقطنی نے ایک اور سند سے روایت کیا:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے ''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط'' (البقرہ: ۱۸۴) کی تفسیر میں فرمایا: ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور ''فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا'' (البقرہ: ۱۸۴) کی تفسیر میں فرمایا: اگر ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو زیادہ بہتر ہے' اور فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے' البتہ اس میں اس بوڑھے شخص کو رخصت دی گئی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کو طعام کھلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی سند ثابت اور صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند سے اس حدیث کو عطاء سے روایت کیا ہے اس میں حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''یطیقونہ'' کا معنی ہے: ''یکلفونہ'' یعنی جو سخت دشواری سے روزہ رکھیں وہ اس کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جو ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور تمہارا روزہ رکھنا بہتر ہے' یہ رخصت

Marfat.com

صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس مریض کے لیے ہے جس کو بیماری سے شفا کی توقع نہیں ہے۔اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند کے ساتھ مجاہد اور عطاء سے حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بوڑھے شخص کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلائے اور اس پر قضاء نہیں ہے۔اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے چودہ صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۷۔ ۲۰۵ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے ایک حاملہ عورت نے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم روزہ نہ رکھو اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ اور قضاء نہ کرو۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی بیٹی ایک قرشی کے نکاح میں تھیں' وہ حاملہ تھیں' ان کو رمضان میں پیاس لگی تو حضرت ابن عمر نے فرمایا: وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ایک کمزوری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو انہوں نے ایک تھال میں ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں) بنایا اور تین مسکینوں کو سیر کر کے کھلایا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ موت سے پہلے حضرت انس کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہ رکھے اور گھر والوں سے کہا: ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' تو انہوں نے تیس مسکینوں کو کھلایا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں ہر شخص روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلاتا ہے تم میری طرف سے دو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو بڑھاپا آ جائے اور وہ روزہ نہ رکھ سکے اس پر لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک کلو گندم دے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

ان تمام آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جو کسی دائمی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ فدیہ دے اور اس کے بعد جو "وان تصوموا خیرلکم" ہے' اس کا معنی ہے: مسافر اور مریض کا روزہ رکھنا بہتر ہے' یہ آیت فدیہ کی ناسخ نہیں ہے۔امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت انس بن مالک بوڑھے ہو گئے حتیٰ کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر نہ رہے تو وہ فدیہ دیتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۵۰ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا کہ حاملہ عورت کو جب اپنے بچہ کی جان کا خوف ہو اور اس پر روزہ دشوار ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک کلو گندم کھلائے۔

(موطا امام مالک ص ۲۵۱ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن لوگوں پر روزہ سخت دشوار ہو وہ ایک روزہ

Marfat.com

کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' یہ رخصت صرف اس بوڑھے کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس مریض کے لیے جس کو شفا کی امید نہ ہو۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب موت سے ایک سال پہلے کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہیں رکھے اور فدیہ دیا۔ (المعجم الکبیرج ۱ص ۲۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں انسان ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاتا ہے تم میری طرف سے ایک مسکین کو ہر روز ایک صاع (چار کلو) طعام دو۔

(المعجم الکبیرج ۱۸ص ۳۶۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب روزہ نہ رکھ سکیں تو فدیہ دیں' اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے حاملہ عورت کے متعلق فدیہ دینے کی روایت ذکر کی ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام بغوی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: جو بہت مشکل سے روزہ رکھیں' ان کے لیے روزہ کی جگہ فدیہ دینا جائز ہے اور بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دیں' اور حضرت انس جب کمزور ہو گئے تو انہوں نے فدیہ دیا۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵۔ ۴۰۴' مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام دارقطنی' امام مالک' امام نسائی' امام طبرانی' امام بیہقی اور امام بغوی نے متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ یہ آثار نقل کیے ہیں کہ بوڑھا شخص اور دائمی مریض جن پر روزہ رکھنا دشوار ہے' وہ روزہ کے بدلہ میں فدیہ دیں۔

''الذین یطیقونہ'' کے معنی کی تحقیق میں مفسرین کی آراء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے ''الذین یطیقونہ'' کے معنی اور اس کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق متعدد آثار اور اقوال نقل کیے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے:

عکرمہ نے ''الذین یطیقونہ'' کی تفسیر میں کہا ہے: حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد بوڑھا شخص ہے۔

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''وعلی الذین یطوقونہ'' اس کا معنی ہے: جو مشقت اور تکلیف سے روزہ رکھیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ ''الذین یطیقونہ'' کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں' یہ رخصت صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس بیمار کے لیے ہے جس کو شفا کی امید نہ ہو' مجاہد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۸۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

جو صحابہ اور فقہاء تابعین یہ کہتے ہیں کہ ''الذین یطیقونہ'' سے مراد بوڑھے اور عاجز لوگ ہیں' ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے' بلکہ محکم ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کو شامل ہے یا نہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

Marfat.com

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے' حضرت ابن عباس کا یہی مختار ہے' اور نسخ کا قول بھی صحیح ہے' البتہ یہ احتمال ہے کہ نسخ بمعنی تخصیص ہو (الی قولہ) اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزے کی طاقت نہیں رکھتے یا جو بہت مشقت سے طاقت رکھتے ہو وہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ کے وجوب میں اختلاف ہے' ربیعہ اور امام مالک کے نزدیک ان پر فدیہ واجب نہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹۔ ۲۸۸' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

''وعلى الذين يطيقونه'' اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جو لوگ تکلیف اور مشقت سے روزہ رکھیں' جیسے بوڑھے' حاملہ اور دودھ پلانے والی' یہ لوگ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں' ان پر قضا نہیں ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۲۳۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

عکرمہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کے متعلق نازل ہوئی' حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت ابن عباس نے اس آیت میں یہ قرأت کی ''وعلى الذين يطوقونه'' (جو مشکل سے روزہ رکھیں) اس سے بوڑھے لوگ مراد ہیں۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۸۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

صحابہ اور تابعین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں روزہ رکھنے کا اختیار تھا' جو شخص روزہ کی طاقت رکھتا ہو خواہ وہ روزے رکھے خواہ فدیہ دے' بعد میں روزہ کی طاقت رکھنے والوں سے یہ اختیار ''فمن شهد منكم الشهر فليصمه'' سے منسوخ ہو گیا (الی قولہ) اس آیت کا ایک اور معنی یہ ہے کہ جو لوگ مشقت اور صعوبت سے روزہ رکھتے ہیں وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے نہیں ہیں' وہ بھی روزے کے مکلف ہیں لیکن ان پر روزہ کے قائم مقام فدیہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص پانی سے طہارت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو وہ بھی پانی سے طہارت حاصل کرنے کا مکلف ہے لیکن اس کے لیے مٹی کو پانی کے قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۷۔ ۱۷۶' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک پہلے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کے لیے روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کا اختیار تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا' اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ نے اس آیت کو ''يطوقونه'' پڑھا' یعنی جو مشکل سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دے دیں اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور بعض علماء نے اس آیت کو ''الذين يطيقونه'' قرأت متواترہ کے مطابق پڑھا اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ وسعت اور طاقت میں فرق ہے' وسعت کا معنی ہے: کسی چیز پر سہولت سے قدرت ہونا اور طاقت کا معنی ہے: کسی چیز پر مشقت سے قدرت ہونا' تو آیت کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دیں یا اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ فدیہ دیں۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۵۹۔ ۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے

Marfat.com

بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت انس رضی اللہ عنہم اور سعید بن جبیر' طاؤس' ثوری اور اوزاعی کا یہی قول ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت بوڑھے شخص کی رخصت کے لیے نازل ہوئی ہے' اور اس لیے کہ روزہ رکھنا واجب ہے اور جب عذر کی وجہ سے اس سے روزہ ساقط ہوگا تو اس کے بدلہ میں قضا کی طرح کفارہ لازم آئے گا۔

نیز وہ مریض جس کے مرض کے زائل ہونے کی توقع نہیں ہے' وہ بھی روزہ نہیں رکھے گا اور یہ روزہ کے بدلہ میں ایک مریض کو کھانا کھلائے گا کیونکہ وہ بھی بوڑھے شخص کے حکم میں ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۳۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ بوڑھا شخص جس کو روزہ رکھنے میں شدید مشقت ہو اور وہ مریض جس کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو اس پر بالاجماع روزہ فرض نہیں ہے اور اس پر وجوب فدیہ کے متعلق دو قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فدیہ واجب ہے۔ (شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یا سخت مشقت سے روزے رکھتے ہیں' ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان پر کیا واجب ہے؟ ربیعہ اور امام مالک نے کہا: ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' البتہ امام مالک نے کہا: اگر وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو یہ مستحب ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص بہت بوڑھا اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو' اسی طرح جس مریض کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو وہ ہر روزہ کے لیے فدیہ دیں۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ایک روزہ کے لیے نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے' روزہ کے فدیہ میں فقراء کا تعدد شرط نہیں ہے اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دے سکتا ہے اور مہینہ کی ابتداء میں بھی دے سکتا ہے۔

(درمختار علی حامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شوگر' بلڈ پریشر' دمہ اور جوڑوں کا درد یہ چار بیماریاں ایسی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے' ان کو دواؤں سے کنٹرول تو کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بیماریاں زائل نہیں ہو سکتیں' ان میں جوڑوں کا درد روزے کے منافی نہیں ہے' اور عام حالت میں دمہ بھی روزوں کے منافی نہیں ہے' لیکن جب شوگر زیادہ ہو تو زیادہ گولیاں لینی پڑتی ہیں جس سے وقفہ وقفہ سے شدید بھوک لگتی ہے' اسی طرح جب بلڈ پریشر زیادہ ہو تو پانی پینا پڑتا ہے اس لیے جن لوگوں کو شوگر یا بلڈ پریشر کا عارضہ ہو اور ڈاکٹر انہیں روزہ رکھنے کی اجازت نہ دے تو وہ روزہ کی جگہ فدیہ دے دیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا' لوگوں کو ہدایت دینے والا اور

Marfat.com

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں' سوتم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور

فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ

اس ماہ کے روزے رکھے' اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا

اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا

کرے' اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا' اور تاکہ تم (مطلوبہ)

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

عدد پورا کرو' اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم شکر ادا کرو ○

اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر ماہِ رمضان کی لیلۃ القدر میں نازل کیا' پھر حسب مصلحت تیئس سال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل قرآن کو نازل فرمایا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کو نازل کرنے کی ابتداء رمضان کے مہینہ میں ہوئی اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ روزہ کو فرض کرنے کے احکام ماہِ رمضان میں نازل ہوئے۔

حافظ ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ابراہیم پر صحائف رمضان کی پہلی شب میں نازل کیے اور حضرت موسیٰ پر تورات رمضان کی چھٹی شب میں نازل کی' اور حضرت عیسیٰ پر انجیل رمضان کی اٹھارویں شب میں نازل کی' اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن رمضان کی چوبیسویں شب میں نازل کیا۔

(تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۹۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

رمضان کے اسرار و رموز اور رمضان میں نزول قرآن کا بیان

امام رازی لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا کہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور رمضان کے مہینہ کا معنی ہے: اللہ کا مہینہ' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان گیا' بلکہ یہ کہو کہ رمضان کا مہینہ آیا اور رمضان کا مہینہ گیا' کیونکہ رمضان' اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

دوسرا قول ہے کہ رمضان مہینہ کا نام ہے جیسا کہ رجب اور شعبان مہینوں کے نام ہیں۔ خلیل سے منقول ہے: رمضان' رمضاء سے بنا ہے اور رمضاء خریف کی اس بارش کو کہتے ہیں جو زمین سے گرد و غبار کو دھو ڈالتی ہے' اسی طرح رمضان بھی اس امت کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور ان کے دلوں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رمضان رمض سے بنا ہے اور رمض سورج کی تیز دھوپ کو کہتے ہیں اور اس مہینے میں روزہ داروں پر بھوک اور پیاس کی شدت بھی تیز دھوپ کی طرح

Marfat.com

سخت ہوتی ہے' یا جس طرح تیز دھوپ میں بدن جلتا ہے اسی طرح رمضان میں گناہ جل جاتے ہیں اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان اللہ کے بندوں کے گناہ جلا دیتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں نزول قرآن کی ابتداء اس وجہ سے کی گئی کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے اور انوار الہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں' البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ روزہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو دیکھ لیتے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے' اس لیے نزول قرآن کی ابتداء کے لیے اس مہینہ کو خاص کر لیا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔ (البقرہ: ۱۸۵)

قطبین میں روزے اور نماز کی تحقیق

بہ ظاہر اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ اس آیت سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس مہینہ سے غائب بھی ہو سکتا ہے' ہو سکتا ہے کہ پہلے یہ بات عجیب معلوم ہو لیکن اب جب کہ یہ محقق ہو گیا کہ قطبین میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے تو وہاں کے رہنے والے رمضان کے مہینہ میں حاضر نہیں ہوتے' اس لیے قطبین کے رہنے والوں پر رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں' البتہ جب باقی دنیا میں رمضان کا مہینہ ہو ان دنوں میں کسی قریبی اسلامی ملک کے حساب سے وہاں کے رہنے والے طلوع فجر اور غروب آفتاب کے اوقات کا اپنے علاقہ کی گھڑیوں کے وقت کے حساب سے ایک نظام الاوقات مقرر کر لیں اور اتنا وقت روزہ سے گزاریں تو بہت بہتر ہے' اور اب جب کہ تمام دنیا کا ٹائم بتانے والی گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں' یہ ایسا مشکل بھی نہیں ہے' وہاں کے رہنے والے اگر گھڑیوں کے حساب سے نمازیں پڑھیں تو یہ بھی بہت بہتر ہے ہر چند کہ سورج کے طلوع اور غروب کے لحاظ سے ان پر ایک سال میں صرف ایک دن کی نمازیں فرض ہوں گی۔

سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

پاکستان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سعودی عرب سے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھتے ہوئے آتے ہیں اور ان کے تیس روزے پورے ہو جاتے ہیں اور یہاں ہنوز رمضان ہوتا ہے تو چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے' اس لیے اس کو روزے رکھنے چاہئیں' نیز قرآن مجید میں ہے: "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" (البقرہ: ۱۸۵) تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے"۔ اور اس شخص نے اس صورت میں رمضان کا مہینہ پایا ہے اس لیے وہ سب کے ساتھ روزے رکھے' نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون. جس دن لوگ روزہ رکھیں اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں اس دن عید ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۲۴)" اس حدیث کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جو شخص پاکستان میں آ گیا وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ روزے رکھے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں تو اس پر اب روزے لازم نہیں' کیونکہ حدیث کے اعتبار سے مہینہ انتیس یا تیس دنوں کا ہوتا ہے اور وہ ایک مہینہ کے روزے رکھ چکا ہے' لیکن پہلی رائے کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

Marfat.com

پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے پاکستان میں چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے اور اثناء رمضان میں سعودی عرب چلا گیا جہاں لوگوں نے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھنے شروع کیے تھے اور ابھی اس کے اٹھائیس یا انتیس روزے ہوئے تھے کہ انہوں نے عید کر لی اس صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے ایک ایسے شہر سے سفر کیا جنہوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور اس شہر میں پہنچا جس میں (اس کے حساب سے) ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا گیا تھا اور ابھی اس نے انتیس روزے رکھے تھے کہ انہوں نے عید کر لی۔ اب اگر ہم عام حکم رکھیں یا یہ کہیں کہ اس کے لیے اس شہر کا حکم ہے تو وہ عید کر لے اور ایک دن کے روزے کی قضاء کرے' اور اگر ہم حکم عام نہ رکھیں اور یہ کہیں کہ اس کے لیے پہلے شہر کا حکم ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھے۔

چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے' اس لیے پاکستان سے سعودی عرب پہنچنے کے بعد اس شخص پر سعودی عرب کے مطلع کے احکام لازم ہوں گے' وہ اس کے حساب سے روزے رکھے گا اور ان کے حساب سے عید کرے گا' لیکن اس کے روزے تیس سے کم ہیں تو وہ کم دنوں کی احتیاطاً قضا کر لے۔

سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً سعودی عرب سے عید کے دن جہاز پر سوار ہو کر پاکستان پہنچا اور یہاں ہنوز رمضان ہے۔ ایسی صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر ایک شخص نے ایک شہر میں چاند دیکھا تو صبح عید کی اور وہ کشتی کے ذریعہ کسی دور دراز شہر میں پہنچا جہاں لوگوں کا روزہ تھا۔ شیخ ابو محمد نے کہا: اس پر لازم ہے کہ وہ بقیہ دن کھانے پینے سے اجتناب کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب ہم یہ کہیں کہ اس پر اس شہر کا حکم لازم ہے اور اگر ہم حکم عام رکھیں یا اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو اس پر افطار کرنا لازم ہے۔

چونکہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے' اس لیے جو شخص سفر کر کے دور دراز علاقہ میں پہنچے گا اس پر وہاں کے جغرافیائی حالات کے اعتبار سے شرعی احکام لازم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا کرے۔ (البقرہ: ۱۸۵)

روزہ کی رخصت کے لیے شرعی مسافت کا بیان

اس حکم کو دوبارہ ذکر فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ رخصت منسوخ ہو گئی ہے۔ کتنی مسافت کے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' داؤد ظاہری کے نزدیک مسافت کم ہو یا زیادہ اس پر شرعی سفر کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں' خواہ ایک میل کی مسافت کا سفر ہو' امام احمد کے نزدیک دو دن کی مسافت کا اعتبار ہے' امام شافعی کے نزدیک بھی دو دن کی مسافت کا اعتبار ہے' امام مالک کے نزدیک ایک دن کی مسافت معتبر ہے' امام ابو حنیفہ سفر شرعی کے لیے تین دن کی مسافت کا اعتبار کرتے ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

جمہور فقہاء احناف نے تین دن کی مسافت کا اندازہ اٹھارہ فرسخ کیا ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۷۲۵۔۷۲۵) اٹھارہ فرسخ' ۴۵

Marfat.com

شرعی میل کے برابر ہیں جو انگریزی میلوں کے حساب سے اکسٹھ میل' دو فرلانگ' بیس گز ہے اور ۹۸.۷۳۴ کلومیٹر کے برابر ہے۔ مسافت قصر کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثانی میں بیان کی ہے۔

میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں تو امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کوئی شخص اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ (الانعام: ۱۶۴) کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر نذر کے روزے ہوں تو صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ایک جماعت میت کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہے' نیز صحیح مذہب یہ ہے کہ ولی کا غیر بھی میت کی طرف سے اس کی اجازت سے اور اس کی اجازت کے بغیر روزے رکھ سکتا ہے' اگر ولی روزے نہ رکھے تو میت کے مال سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ (الانصاف ج ۳ ص ۳۳۷۔ ۳۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۴۵' مطبوعہ لاہور) دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادات کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا' لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا' کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلّف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن پر کوئی مشقت نہیں ہوئی' البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا' کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے تو فدیہ اس کے روزہ کا قائم مقام ہو جائے گا جیسا کہ شیخ فانی کی صورت میں ہے اور اگر اس نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک وہ وصیت کرے یا نہ کرے اس کی طرف سے کھانا کھلانا لازم ہے' فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک دو کلو گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک کلو گندم ہے۔

(المبسوط ج ۳ ص ۸۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حاملہ اور مرضعہ کے لیے روزہ کی رخصت میں مذاہب ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو جب اپنی جان کا خوف ہو تو وہ روزہ نہ رکھیں اور فقط ان روزوں کی قضاء کریں اور اگر ان کو اپنے بچہ کی جان کا خوف ہو تو وہ روزہ نہ رکھیں' ان پر قضا بھی ہے اور فدیہ بھی' ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

(المغنی ج ۳ ص ۳۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ العبدری مالکی لکھتے ہیں:

اگر حاملہ پر روزہ دشوار ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور صرف قضاء کرے اور اگر دودھ پلانے والی پر روزہ دشوار ہو تو وہ روزہ نہ رکھے' وہ قضا بھی کرے اور فدیہ بھی دے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف قضا کرے۔

(التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل ج ۲ ص ۴۴۷' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا)

Marfat.com

علامہ شمس الدین رملی شافعی لکھتے ہیں:

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان کا خوف یا اپنی اور بچہ دونوں کی جان کو خوف ہو تو وہ روزہ نہ رکھیں' صرف قضا کریں اور اگر صرف بچہ کی جان کا خوف ہو تو روزہ کی قضا بھی کریں اور فدیہ بھی دیں۔

(نہایۃ المحتاج ج ۳ ص ۱۹۴' مطبوعہ دارالکتب' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں:

حاملہ اور دودھ پلانے والی کو جب اپنی جان کا خوف ہو یا اپنے بچہ کا خوف ہو تو وہ روزہ رکھیں اور قضا کریں' تاکہ ان پر تنگی نہ ہو' ان پر فدیہ لازم نہیں ہے' کیونکہ وہ عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ رہیں' امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر بچہ کا خوف ہو تو فدیہ دیں' وہ اس کو شیخ فانی پر قیاس کرتے ہیں' ہم کہتے ہیں کہ شیخ فانی میں فدیہ کا وجوب خلاف قیاس ہے اور یہاں روزہ نہ رکھنا بچہ کے سبب سے ہے اور بچہ شیخ فانی کے حکم میں نہیں ہے کیونکہ شیخ فانی روزہ کے وجوب کے بعد عاجز ہوا' اور بچہ پر اصلاً روزہ کا وجوب نہیں ہے' اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

(البقرہ: ۱۸۵)

اسلام دین یسر ہے

اسلام نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس سے امت حرج اور دشواری میں مبتلا ہو جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ. (المائدہ: ۶) — اللہ تعالیٰ یہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر تنگی کی جائے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط. (الحج: ۷۸) — اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔

يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ○ (النساء: ۲۸) — اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے ○

ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ط. (البقرہ: ۱۷۸) — (قصاص کے ساتھ دیت کی گنجائش رکھنا) یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔

قصاص کے ساتھ دیت کی گنجائش' پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کی سہولت' بیمار اور مسافر کے لیے روزہ قضا کرنے کی رخصت' بوڑھے اور دائمی مریض کے لیے روزے کے فدیہ کی اجازت' جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اس کے لیے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی وسعت' اگر سواری سے اتر نہ سکے تو سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت' جو شخص خود حج نہ کر سکے اس کے لیے حج بدل کی وسعت' سفر میں نماز کو قصر کرنا اور بہت سے احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام شرعیہ میں مشقت کی صورت میں رخصت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے' وصال کے روزوں' صیام دہر' عمر بھر شادی نہ کرنے اور ساری رات قیام کرنے سے منع کیا ہے' اسی طرح مشکل عبادات کی نذر ماننے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے' تمام مال کو صدقہ کرنے سے منع کیا ہے اور اضطرار کی حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے' بہ کثرت احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسان احکام اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین آسان ہے' جو شخص بھی دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا (بایں طور کہ آسان طریقہ کو چھوڑ کر مشکل طریقہ کو اختیار کرے) دین اس پر غالب آ جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: تم لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' اور ان کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت سعید بن ابی بُردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کو اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا: آسانی کرنا' مشکل میں نہ ڈالنا' خوشخبری دینا' متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت کرنا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو' اپنے کسی کام کے لیے بھیجتے تو یہ فرماتے: خوشخبری دینا' متنفر نہ کرنا' آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے بچنے والے ہوتے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳' ج ۲ ص ۱۰۰۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل ادیان سے الگ ہو اور آسان اور سہل ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۸' ج ۵ ص ۳۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص فیصلہ کرنے اور تقاضا کرنے میں آسانی کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

بعض مفتی فتویٰ دیتے وقت ڈھونڈ ڈھونڈ کر لوگوں کو مشکل اور ناقابل عمل احکام بیان کرتے ہیں' مثلاً اگر کسی عورت کا خاوند گم ہو جائے تو کہتے ہیں وہ نوے سال تک انتظار کرے' پھر عقد ثانی کرے' جس عورت کو اس کا خاوند کھانے پینے کا خرچ دے نہ آباد کرے اور نہ اس کو طلاق دے تو کہتے ہیں کہ خاوند کی طلاق کے بغیر اس کی نجات نہیں ہو سکتی' عدالت نے جس کا نکاح فسخ کر دیا ہو اس کو نکاح کی اجازت نہیں دیتے' انگریزی دواؤں اور انتقال خون کو حرام کہتے ہیں' ریڈیو اور ٹی وی پر رویت

Marfat.com

ہلال کے اعلان کو ناجائز کہتے ہیں' پرفیوم کے استعمال کو ناجائز کہتے ہیں' چلتی ٹرین اور ہوائی جہاز میں نماز کو ناجائز کہتے ہیں' تعلیم نسواں کو حرام کہتے ہیں' نماز میں سجدہ کے دوران اگر پیروں کی تین انگلیاں اٹھ جائیں' کہتے ہیں کہ نماز فاسد ہوگئی' بعض علماء سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ لگانے کو فرض کہتے ہیں' گھڑی کے چین کو ناجائز کہتے ہیں' جس مسئلہ میں فقہاء کے متعدد اقوال ہوں تو اس قول پر فتویٰ دیتے ہیں جس پر عمل کرنا سب سے مشکل اور سخت ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آسان اور سہل احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم شکر ادا کرو O (البقرہ: ۱۸۵)

عیدگاہ جاتے وقت تکبیرات پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان شوال کا چاند دیکھیں تو ان پر حق ہے کہ وہ اللہ کی تکبیر کہیں' حتیٰ کہ وہ عید سے فارغ ہو جائیں اور زہری' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ عید الفطر کے دن جب عیدگاہ جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب نماز پڑھ لیتے تو تکبیر منقطع کر دیتے' حضرت علی' ابوقتادہ' حضرت ابن عمر' سعید بن مسیب' عروہ' قاسم' خارجہ بن زید' نافع بن جبیر بن مطعم وغیرہم سے مروی ہے کہ وہ عید کے دن عیدگاہ کو جاتے وقت تکبیر پڑھتے تھے۔ حنش بن معتمر نے بیان کیا کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی اپنے خچر پر سوار ہو کر گئے اور تکبیر پڑھتے رہے حتیٰ کہ جبانہ پہنچ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام شعبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے لوگوں کو تکبیر پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کیا امام تکبیر پڑھ رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' فرمایا: تو کیا یہ لوگ پاگل ہیں؟ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس نے عیدگاہ کی طرف جانے کے راستہ میں تکبیر پڑھنے کا انکار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس آیت میں تکبیر سے مراد وہ تکبیریں ہیں جو امام خطبہ میں پڑھتا ہے' اور حضرت ابن عباس سے جو یہ روایت ہے کہ مسلمانوں پر حق ہے کہ شوال کا چاند دیکھ کر تکبیر پڑھیں اس سے مراد آہستہ تکبیر پڑھنا ہے' اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے لیے جاتے تو عیدگاہ تک بلند آواز سے تکبیر پڑھتے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: عید الاضحیٰ کے لیے جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر پڑھے اور عید الفطر کے لیے جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر نہ پڑھے اور امام ابویوسف عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں تکبیر پڑھتے تھے' قرآن مجید میں کسی چیز کی تعیین نہیں ہے' امام محمد نے فرمایا کہ عیدین میں تکبیر پڑھے' اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ عیدین میں تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے' راستہ میں نہ عیدگاہ میں' تکبیر صرف عید کی نماز میں واجب ہے۔ امام اوزاعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ دونوں عیدوں میں عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں تکبیر پڑھے' جب امام آ جائے تو تکبیر منقطع کر دے اور واپسی میں تکبیر نہ پڑھے۔ امام شافعی نے فرمایا: دونوں عیدوں کی رات میں بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مستحب ہے اور صبح جب عیدگاہ کو جائے تو امام کے آنے تک تکبیر پڑھنا مستحب ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ بلند آواز سے تکبیر پڑھے اور ہلال شوال دیکھ کر آہستہ تکبیر پڑھنا بھی جائز ہے' اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ بلند آواز سے تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے اور جس نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کے لیے کہا اس نے بہ طور استحباب کہا ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ابن ابی عمران نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے تمام اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیر پڑھنا سنت ہے' یہ قول امام ابوحنیفہ کے مذہب کے زیادہ مناسب ہے' کیونکہ

Marfat.com

ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گنتی پوری کرنے کے بعد تکبیر پڑھی جائے اور گنتی پورا کرنا عید الاضحیٰ کی بہ نسبت عید الفطر کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ عید الفطر میں روزوں کا عدد پورا کیا جاتا ہے اور جب امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید الاضحیٰ میں تکبیر پڑھنا سنت ہے تو عید الفطر میں بھی سنت ہونا چاہیے کیونکہ دونوں عیدوں کی نمازوں میں تکبیر کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں ہے نہ اس کے بعد خطبہ میں نہ سنتوں میں سو چاہیے کہ عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیر پڑھنے میں بھی دونوں عیدوں میں اختلاف نہ ہو۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۶۔ ۲۲۲ ملخصاً مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور '۱۴۰۰ھ)

علامہ ابوبکر جصاص نے امام شافعی کا مذہب صحیح نقل نہیں کیا۔ امام شافعی کے نزدیک یہ تکبیرات واجب ہیں' اسی طرح ان کا جہر کے استحباب کو متفق علیہ قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ان تکبیرات کو جہر سے پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات میں بلند آواز سے تکبیر پڑھنا سنت ہے اور جب عید گاہ کی طرف جائیں' امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب عید گاہ پہنچ جائیں تو تکبیرات منقطع کر دیں اور ایک روایت ہے: جب امام خطبہ سے فارغ ہو۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۸۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اگر طلوع شمس کے بعد عید گاہ کے لیے روانہ ہو تو عید گاہ کے راستہ میں امام کے آنے تک تکبیرات پڑھے' اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ برابر ہیں اور اگر طلوع شمس سے پہلے روانہ ہو تو پھر نہ پڑھے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۰۷۔ ۳۰۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک عیدین کی تکبیرات واجب ہیں۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا: عیدین کی تکبیروں کو بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

(لباب التاویل ج ۱ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور)

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اور (اے رسول!) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں (تو آپ فرمادیں کہ) بے شک میں ان کے قریب ہوں' دُعا

إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ (بھی) میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان برقرار رکھیں تاکہ وہ کامیابی حاصل کریں ○

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں

Marfat.com

لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ

اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے

اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ

سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کردیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے

وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے)

الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا

سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزہ کو

الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي

رات آنے تک پورا کرو' اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں

الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم ان کے قریب نہ جاؤ' اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں O

شانِ نزول

اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن بصری بیان کرتے ہیں: صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہمارا رب کہاں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں۔

عطاء نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' تو صحابہ نے پوچھا: ہم کس وقت دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں اور جب کوئی دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۳۔ ۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اپنی حاجتوں کا سوال پیروں' فقیروں سے کرتے ہیں اور

Marfat.com

قبروں اور آستانوں پر جا کر اپنی حاجات بیان کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں' حالانکہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور اسی کی نذر ماننی چاہیے' کیونکہ دعا اور نذر دونوں عبادت ہیں اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے' البتہ دعا میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں! کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۸۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے' وہ عیش وآرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

(جامع ترمذی ص ۴۸۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں' تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو' اللہ تمہاری حفاظت کرے گا' تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے' جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

(جامع ترمذی ص ۳۶۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب حیا والا کریم ہے' جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' لاہور)

Marfat.com

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۲ 'مطبوعہ کراچی)
حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سوال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ' اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور گڑ گڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔
(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:
ابومحریز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو' ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (المصنف ج ا ص ۲۸۶ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی)
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ بلند کرتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کہ ان کو چہرے پر مل لیتے۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۸ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)
ہمارے زمانہ میں بعض علماء ہر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کو سنت نہیں قرار دیتے اور بغیر ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے کی تلقین کرتے ہیں' اس لیے میں نے ایسی احادیث بیان کیں جن میں دعا کرنے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (جامع ترمذی ص ۵۰۴ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)
حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۳ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)
امام نسائی روایت کرتے ہیں:
مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر' فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بھی یہ دعا کرنے لگا' میرے والد نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟ میں نے کہا: آپ سے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔
(سنن نسائی ج ا ص ۱۳۶ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:
ابوبکر بن ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے' میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔
(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۹ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)
حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر' اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما

Marfat.com

منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۱ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد فرماتے تھے: "اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام". (المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے: "لا الہ الا اللہ وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير' ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن' لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون" پھر حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع' پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔

(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۴ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹۔ ۳۸ 'مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف' حیدرآباد دکن)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے "معجم صغیر" میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

زاذان کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے: اے اللہ! میری مغفرت فرما' میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔

(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۵ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰۔۱۱۹ 'مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے' میں نے کہا: تم جھوٹی ہو' اس نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے' ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے جا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ تو میں نے سارا واقعہ عرض کیا' آپ نے فرمایا: وہ سچی ہے' اس دن کے بعد آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے جبرائیل' میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۰۰ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا' اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

(سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

Marfat.com

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۱۴' مسند الشامیین ج ۲ ص ۹' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند جید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام ابن السنی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے' پھر پڑھتے: ''اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم'' اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں اور امام بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور متعدد ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے' اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا' اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے' تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۱۔ ۴۰' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں' تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو: ''اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك''۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۱' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے' میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے' اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے' میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنیٰ سے تیری پناہ میں آتا ہے جو مجھے سرکش بنا دے۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲۔ ۴۱' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کو امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲' مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ''اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد ''معوذات'' (''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'') کو پڑھا کروں۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲ 'مطبوعہ حیدر آباد دکن' ۱۳۱۵ھ)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے' اے اللہ! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے' اور تین بار یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میری آخرت کی اصلاح فرما' جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے اور تین بار فرماتے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس کا کوئی دینے والا نہیں' اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کا امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ نے نماز کے بعد یہ دعا کی: اے اللہ! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے' اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا' میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے' اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے' تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم صغیر'' اور ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد صرف ''اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام'' کی مقدار بیٹھتے تھے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ بعینہٖ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے' اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لیے یہ حدیث ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے طویل ذکر مروی ہے۔ (غنیۃ المستملی (حلبی کبیر) ص ۳۴۲ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلاً سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے' امام حلوانی نے کہا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اور اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الی قولہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی' اور اس وقت سنت یہ ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر

Marfat.com

کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ائمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد' اور آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: بہ خدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا: ''اللهم اعنی علی ذکرك وشكرك وحسن عبادتك''۔ (مراقی الفلاح ص ۱۸۹ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں: ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۸ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے' آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو تسبیحات پڑھے اور دعا کرے اور ''سبحان ربك رب العزة عما يصفون'' پر ختم کرے۔

(درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی' ج ۱ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ طحطاوی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: کیونکہ فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھنے یا دعا اور ذکر کے بعد سنتیں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف افضلیت میں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ فرض کے بعد اوراد اور دعا سے منع کرنے والوں کا قول اگر اس پر محمول کیا جائے کہ فرض نمازوں کے بعد وظائف میں زیادہ دیر لگانا مکروہ تنزیہی ہے اور کم مقدار میں دعا اور وظائف پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تو پھر اختلاف نہیں رہے گا۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی ج ۱ ص ۲۳۳ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ حطاب مالکی طرابلسی مغربی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے' روایت ہے کہ جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے' امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے' جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

(مواہب الجلیل ج ۱ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶ 'مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے' اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں' اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے' الا یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔ (روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۳۷۴۔ ۳۷۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے' حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز

Marfat.com

پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور ''اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام'' پڑھتے' حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المغنی ج ۱ ص ۳۲۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

چونکہ بہ کثرت احادیث میں فرض نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہراً ذکر کرنا اور دعا کرنا ثابت اور مصرح ہے جیسا کہ ہم نے باحوالہ بیان کیا ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ فرض نماز کے بعد مختصر ذکر کیا جائے اور دعا کی جائے اور جن فقہاء نے اس کو غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کہا ہے ہمارے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے' ہم نے اس مسئلہ میں اس لیے طویل بحث کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بعض حنبلی المسلک علماء اور بعض صوفیاء فرض نماز کے بعد دعا مانگنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور ان کا یہ قول بکثرت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

طلب جنت کی دعا کرنے کا قرآن اور سنت سے بیان

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا جنت کی بہت تنقیص اور بہت تحقیر کرتے ہیں اور جنت کی دعا کرنے کو بہت گھٹیا درجہ قرار دیتے ہیں' بعض کہتے ہیں: ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے' حالانکہ مدینہ کی عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی وجہ سے ہے اور آپ کا روضہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے تو اگر سرکار کے مسکن کی وجہ سے مدینہ کو محبوب رکھا جاتا ہے تو دنیا اور آخرت میں آپ کا مسکن جنت ہے اس کی تنقیص کیوں کی جاتی ہے؟ بلکہ اس کو مدینہ سے زیادہ محبوب جاننا چاہیے کہ وہ اب آپ کا مسکن ہے اور آخرت میں بھی آپ کا مسکن ہے! بعض کہتے ہیں کہ جنت کا درجہ کم ہے اور اللہ کی رضا کا درجہ زیادہ ہے اس لیے وہ جنت کو کم قرار دیتے ہیں اور جنت کی دعا نہیں کرتے' لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنت کی بہت تعریف اور توصیف کی ہے اور اس کی طرف بہت رغبت دلائی ہے تو اللہ نے جس چیز کی تعریف و توصیف کی ہو اس کی تنقیص کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض! اور اللہ کی رضا اور اس کا دیدار اہل جنت کو ہوگا تو اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا وسیلہ جنت ہے اس لیے جنت کو محبوب رکھنا چاہیے' جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اس لیے محبوب رکھا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وسیلہ ہیں' نیز قرآن اور سنت میں جنت کو طلب کرنے اور اس کے حصول کی دعا کی ہدایت دی گئی ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۳)

اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے ۝

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ کی رضا کا کون طالب ہوگا انہوں نے جنت کے حصول کے لیے دعا کی:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۙ ۝ (الشعراء: ۸۵) اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے حصول کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۳۔ ۳۶۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا' جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی' جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا سکھائی: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی ہر اس خیر کا سوال کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں' اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ طلب کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں' اے اللہ! میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتی ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے نبی نے سوال کیا اور ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتی ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی' اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور اس قول اور عمل کا سوال کرتی ہوں جو جنت کے قریب کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو دوزخ کے قریب کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرے لیے جو چیز مقدر کرے تو اچھی چیز مقدر کر۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۲۶۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھائی:

اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول یا عمل کا جو جنت کے قریب کر دے اور تجھ سے جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں اور اس قول یا عمل سے جو جہنم کے قریب کر دے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' ج ۱ ص ۱۸۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے' حدیث نمبر: ۵۰۷۲' ۳۸۴۷' ۳۶۱۰۔

دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب

(۱) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور ہتھیلیوں کا باطنی حصہ اپنے کندھوں کے بالمقابل رکھے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹' جامع ترمذی ص ۴۸۸)

(۲) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ کی ایسی حمد وثناء کرے جس کا وہ اہل ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے' اس کے بعد سوال کرے تو اس کی قبولیت متوقع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲)

(۳) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے' یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۴) امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا ذکر کر کے اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔ (جامع ترمذی ص ۴۴۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

(۵) امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے' یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

(۶) امام ترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی بُرائی دور کر دیتا ہے' بہ شرطیکہ وہ گناہ کی دعا کرے نہ قطع رحم کی۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے: دعا جلد قبول کرنا یا آخرت میں اجر عطا کرنا یا مصیبت ٹال دینا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

(۷) حافظ الہیثمی نے امام احمد سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جب تم اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے' یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی)

امام غزالی لکھتے ہیں:

(۸) قبولیت کے اوقات میں دعا کرے' مثلاً رات کے آخری حصہ میں' فرض نمازوں کے بعد' اسی طرح قبولیت کے ایام میں' مثلاً یوم عرفہ کو' رمضان میں' جمعہ میں۔

(۹) قبولیت کے احوال میں دعا کرے' مثلاً بارش کے وقت' حضرت انس سے روایت ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بندہ کا اللہ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو' نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سجدہ میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۱۰) قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے' امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں قبلہ کی طرف منہ کیا اور غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔

(۱۱) بہت زیادہ گلا پھاڑ کر دعا نہ کی جائے' امام بخاری حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب سے دعا نہیں کر رہے۔

(۱۲) تصنع اور تکلف سے مسجع مقفی عبارات کے ساتھ دعا نہ کرے' امام ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایک قوم دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔

(۱۳) شوق اور خوف سے دعا کرے: "یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ۔ (الانبیاء: ۹۰) وہ ہم سے رغبت اور خوف سے دعا کرتے ہیں"۔

(۱۴) گڑگڑا کر اور خشوع سے دعا کرے: "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۔ (الاعراف: ۵۵) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے"۔

(۱۵) تین بار دعا کرے' امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب سوال کرتے تو تین بار سوال کرتے۔

(۱۶) قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے' امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک جلدی نہیں کی جائے گی تمہاری دعا قبول ہوتی رہے گی' تم میں سے ایک شخص کہتا ہے: میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی' جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو بہ کثرت سوال کرو کیونکہ تم کریم سے دعا

Marfat.com

کر رہے ہو۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا کی جو تقریباً تین ہزار سال بعد قبول ہوئی' حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول فرمائی۔ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۷)

(۱۷) قبولیت دعا کے لیے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے' لوگوں کے جو حقوق دبا رکھے ہیں وہ ان کو واپس کرے' جس پر جو ظلم کیا ہے وہ اس سے معاف کرائے' کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑ گیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے ساتھ مل کر تین بار بارش کی دعا کی لیکن بارش نہیں ہوئی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی: تمہارے درمیان ایک چغل خور ہے' جب تک وہ درمیان سے نہیں نکلے گا تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی' حضرت موسیٰ نے پوچھا: یا رب! وہ کون ہے؟ فرمایا: میں تم کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو میں تم سے اس کی چغلی کیسے کروں گا' پھر موسیٰ علیہ السلام نے سب کو توبہ کرنے کا حکم دیا' جب سب نے توبہ کر لی تو بارش ہوگئی۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۴۰۳' مطبوعہ دار الخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

(۱۸) قبولیت دعا کی ایک اور شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: '' اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ . (البقرہ: ۱۸۶) دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں''۔ انسان بندہ اور محتاج ہو کر اللہ کی بات نہ مانے اور اس کے حکم پر عمل نہ کرے اور یہ چاہے کہ وہ معبود بے نیاز ذات اس کا کہا مان لے یہ کیسی بے انصافی ہے!

(۱۹) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے' والد کی' مسافر کی اور مظلوم کی۔ یہ حدیث صحیح ہے' نیز امام طبرانی' حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غائب شخص کے لیے دعا کی جائے تو مسترد نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۵۱' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۲۰) قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تقدیر کے خلاف نہ ہو۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات

قرآن مجید میں ہے:

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . (البقرہ: ۱۸۶) میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتی' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ دعا' قبولیت کی ان شرائط اور آداب کے مطابق نہیں مانگی جاتی جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہم جس چیز کی دعا کرتے ہیں وہ مآل کار ہمارے حق میں مضر ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ دعا قبول نہ کر کے ہم کو اس کے ضرر سے بچا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۱۶) اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو' اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۝

تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہماری دعا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نہیں ہوتی اس لیے وہ اس کو قبول نہیں فرماتا' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ. (الانعام: ۴۱) بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو وہ اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا کر دیں اور ایک چیز کے سوال سے مجھے روک دیا' میں نے سوال کیا کہ میری (تمام) امت قحط سے ہلاک نہ ہو' اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا' میں نے سوال کیا کہ ان کا مخالف دشمن ان (سب) پر مسلط نہ ہو' اللہ نے یہ عطا کر دیا' میں نے یہ سوال کیا: میری امت آپس میں جنگ نہ کرے تو اللہ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۱۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور مستجاب ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مسترد نہیں کی بلکہ آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرما دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ایک دعا کے سوا آپ کی تمام دعائیں قبول کی گئیں اور چونکہ آپ کی زندگی میں ہر عمل کے لیے حسین نمونہ ہے تو دعا قبول نہ ہونے پر صبر وضبط کرنے کا نمونہ بھی آپ کی حیات طیبہ میں ہونا چاہیے تھے' سو اس حکمت کی وجہ سے آپ کی ایک دعا قبول نہیں کی گئی۔ اصل سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا' قرآن مجید میں ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ (الاعراف: ۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو' بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا○

اور جو شخص علم سے یا بغیر علم کے گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہو وہ حد سے بڑھنے والا ہے' اس کی دعا کیسے قبول ہو گی!

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے' اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں' وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! اس کا کھانا پینا حرام ہو' اس کا لباس حرام ہو' اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہو گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بن نصر کرمانی یکے از ابدال ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی' (۱) اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے (۳) قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے (۴) جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر نہیں چلتے (۵) جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر دھکم پیل کرتے ہیں (۶) ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں (۷) لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے (۸) اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے (۹) مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے (۱۰) قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۶۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو بعینہٖ عبادت اور عبادت کا مغز فرمایا ہے' اس لیے میں نے چاہا کہ دعا کے متعلق تمام اہم مباحث کو یہاں بیان کر دیا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔ (البقرہ: ۱۸۷)

روزہ کی رات میں سونے کے بعد کھانے پینے اور عمل زوجیت کی اجازت

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مسلمان ابتداء میں ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے' پھر رمضان کے روزے فرض ہو گئے' جب کوئی شخص افطار کے وقت کھانا کھائے بغیر سو جاتا تو پھر اگلے روز افطار تک کھانا نہیں کھا سکتا تھا' اور اگر وہ سو جاتا یا اس کی بیوی سو جاتی تو پھر وہ بیوی سے عمل زوجیت نہیں کر سکتا تھا' انصار میں سے صرمہ بن مالک نام کا ایک بوڑھا شخص تھا' اس نے افطار کے وقت اپنی بیوی سے کہا: کھانا لاؤ' بیوی نے کہا: میں گرم کر کے لاتی ہوں' اتنی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گیا (اور اگلے دن بھوک سے اس کی حالت غیر ہو گئی)' دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی بیوی کو عمل زوجیت کے لیے بلایا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر نے یہ گمان کیا کہ وہ بہانے کر رہی ہیں اور ان سے اپنی خواہش پوری کر لی اور دونوں نے رات گزار لی تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب (چاہو تو) تم ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۵' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے مسلمان سونے سے پہلے کھاتے پیتے رہتے تھے اور جماع کرتے تھے' اور سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دیتے تھے' ابوصرمہ نام کا ایک انصاری شخص زمین میں کھیتی باڑی کرتا تھا' افطار کے وقت وہ سو گیا اور پھر صبح روزہ کے ساتھ کی' وہ بھوک پیاس سے بے حال ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے واقعہ بیان کیا' ادھر دوسرے شخص نے خیانت کی اور بیوی سے اس کے سونے کے بعد جماع کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۵' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا بیان اور طلوع فجر کے بعد سحری کھانے کی ممانعت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی' اور ہر نماز کے وقت میں نماز پڑھنا سکھایا' پھر فرمایا: جب رمضان آئے تو کھاتے پیتے رہنا حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر رات تک روزہ پورا کرنا' حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں: میں نہیں سمجھ سکا کہ کالے اور سفید دھاگے سے کیا مراد ہے' میں فجر تک ان دونوں دھاگوں کو دیکھتا رہا اور وہ مجھے ایک جیسے دکھائی دیئے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہر وہ چیز جس کی آپ نے مجھے وصیت کی تھی مجھے یاد ہے' البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے گویا کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کیا تھا' میں نے کہا: میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا' مجھے یہ ایک جیسے دکھائی دیئے' رسول اللہ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے فجر کا لفظ نہیں کہا تھا' اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سید مودودی لکھتے ہیں:

سحر میں سیاہی شب سے سپیدۂ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لیے یہ بالکل صحیح

Marfat.com

ہے کہ اگر عین طلوع فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو وہ جلدی سے اٹھ کر کچھ کھا پی لے حدیث میں آتا ہے کہ حضور نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آ جائے تو فوراً چھوڑ نہ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔

(تفہیم القرآن ج ا ص ۱۴۶ 'مطبوعہ ترجمان القرآن' لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

سید مودودی نے یہ صحیح نہیں لکھا' طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے اور جس حدیث سے انہوں نے بلاحوالہ استدلال کیا ہے اس میں طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ اصل حدیث یہ ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۸۷۔۸۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

رمضان میں حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے تا کہ سحری کرنے والے جاگ اٹھیں اور جس نے تہجد پڑھنی ہو وہ اٹھ کر تہجد پڑھ لے اور حضرت ابن ام مکتوم طلوع فجر کے وقت صبح کی اذان دیتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کی اذان کو سحر کی انتہاء قرار دیا ہے' اس سے طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کہاں نکلتی ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷)

اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا' اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں رہنا' روزہ سے رہنا' جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا' اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا' لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے' عورتوں کے لیے یہ شرط نہیں ہے' ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے' البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔ (احکام القرآن ج ا ص ۲۴۲ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں' واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے' سنت مؤکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف اور نفل' جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس کی بھی وہی شرائط ہیں جو اعتکاف واجب کی ہیں۔

اعتکاف کی شرائط

(۱) اعتکاف کی نیت کرنا شرط ہے (۲) جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور باجماعت نماز ہو' اس میں اعتکاف کیا جائے (۳) اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے' اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں اور نہ اس میں وقت کی تحدید ہے (۴) اسلام (۵) عقل (۶) جنابت' حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے' بالغ ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں ہے اور نہ آزاد ہونا اور مرد ہونا شرط ہے۔ عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لیے مخصوص کر لیں اور اس جگہ بیٹھیں۔

اعتکاف کے آداب

معتکف اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرے' رمضان کے دس دن اعتکاف کرے' سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے' مثلاً مسجد حرام' مسجد نبوی اور جامع مسجد' قرآن اور حدیث کی تلاوت اور فقہ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول رہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سیرت اور حکایات صالحین کے پڑھنے میں منہمک رہے' اللہ عزوجل کا ذکر کرے' استغفار

Marfat.com

کرے درود شریف پڑھے زندگی کی قضا نمازیں اور نوافل پڑھے جن باتوں میں گناہ نہ ہو ان باتوں کے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اعتکاف کرنے والا خود کو دنیا کے مشاغل سے الگ کر کے بالکلیہ عبادت الٰہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اعتکاف کے ایام میں بندہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے جو اللہ کی بالکل معصیت نہیں کرتے اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات اس کی تسبیح کرنے میں مشغول رہتے ہیں نمازی نماز پڑھ کر مسجد سے چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے سو اس کے لیے اللہ کی عطا اور نوال زیادہ متوقع ہے۔

اعتکاف کے مفسدات

بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے بول و براز کے لیے جانا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عذر شرعی ہیں وضو کے لیے جانا بھی عذر شرعی ہے کھانے پینے اور سونے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے جان اور مال کو بچانے کے لیے مسجد سے جانا جائز ہے مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا مسجد سے سر باہر نکالنا تاکہ اس کے گھر والے سر دھو دیں جائز ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی حاصل کرنے کے لیے مسجد سے غسل کرنے کے لیے جانا جائز نہیں ہے البتہ غسل جنابت کے لیے جانا جائز ہے) جماع کرنا بوسہ دینا لمس اور معانقہ کرنا یہ تمام امور نا جائز ہیں اور اعتکاف کے لیے مفسد ہیں بے ہوش ہونے یا جنون سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے بعض ضرور مسائل

اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے لیکن زبان کے گناہوں سے بچنے کے لیے خاموش رہنا عظیم عبادت ہے جو چیز اعتکاف میں اعتکاف کی وجہ سے منع ہے مثلاً جماع اور مسجد سے نکلنا اس میں عمد اور نسیان میں فرق نہیں ہے اور جو چیز اعتکاف میں روزے کی وجہ سے منع ہے مثلاً کھانا پینا ان میں عمداً ارتکاب کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگا اور نسیاناً نہیں اعتکاف میں خوشبو لگا سکتا ہے اور سر میں تیل ڈال سکتا ہے اگر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے جب اعتکاف کی نذر مانے تو اس کو زبان سے کہنا ضروری ہے اگر مثلاً تین دن یا دو دن اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں راتیں شامل ہیں اور اگر مثلاً تین یا دو رات اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں دن شامل ہیں اور اگر صرف دن یا صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں رات شامل نہیں ہے فرض روزہ بلا عذر توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے اور نفل روزہ عمداً توڑنے میں صرف قضا واجب ہے۔ رمضان کفارۂ قتل کفارۂ ظہار کفارۂ قسم کفارۂ افطار رمضان اور نذر کے روزوں کو مسلسل رکھنا واجب ہے۔ (عالم گیری ج ا ص ۲۱۴۔ ۲۱۱ مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔ (رد المختار ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

چونکہ آخری عشرہ کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اس لیے ہم نے لکھا ہے کہ اس پر واجب کے احکام لاگو ہوں گے۔

برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں لیز پر جگہ حاصل کر کے مساجد بنالی جاتی ہیں وہ شرعاً مساجد نہیں ہیں کیونکہ ان پر گورنمنٹ کی

Marfat.com

ملکیت ہوتی ہے' ان میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ہوگا اور نہ ان میں اعتکاف صحیح ہوگا' شرعاً مسجد اس وقت ہوگی جب کسی زمین کو اپنی صحیح ملکیت میں لے کر مسجد کے لیے وقف کر دیا جائے' اسی طرح ان ممالک میں بعض مسلمان حکومت سے بیروزگاری الاؤنس لیتے ہیں اور ان کو ایک مقررہ تاریخ پر جا کر سائن کر کے الاؤنس لینا ہوتا ہے' بعض دفعہ اعتکاف کے دوران وہ تاریخ آ جاتی ہے اور وہ سائن کرنے چلے جاتے ہیں' اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا' لیکن ان پر صرف اس ایک دن کی قضا لازم ہوگی۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ

اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ' اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں کو دو

لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾ ع ۲۳

تاکہ تم جان بوجھ کر لوگوں کا کچھ مال گناہ کے ساتھ کھاؤ ۝

مال حرام کھانے کی حرمت

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا مال ناحق نہ کھائے' جوا' سود' دھوکے سے لیا ہوا مال' غصب شدہ مال' کسی کے حق کا انکار مثلاً کسی کی مزدوری' اجرت یا کرایہ کا انکار کر کے اس کا حق مار لینا' یا وہ مال جس کو شریعت نے حرام کر دیا ہے' مثلاً فاحشہ کی اجرت' اور شراب اور مردار کی قیمت یہ تمام قسم کے مال حرام ہیں اور ان کا کھانا ناجائز ہے۔

مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

''ظہیریہ'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ثواب کی نیت سے فقیر کو مال حرام سے کچھ دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر فقیر کو معلوم تھا اور اس نے دینے والے کے لیے دعا کی اور اس نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو جائیں گے' میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ فقیر کو دینے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اگر اس نے ثواب کی نیت سے مسجد بنائی اور کوئی مالی عبادت کی تو وہ کافر ہو جائے گا' البتہ اس مسئلہ میں یہ قید ہے کہ اس مال حرام کی حرمت قطعی ہو جیسے چوری اور ڈاکے کا مال' سحر کی کمائی' سود اور جوا' خمر' مردار اور خنزیر کی قیمت' زنا کی اجرت' یا غصب کیا ہوا مال وغیرہ' کیونکہ ان کے صدقہ پر ثواب کی امید رکھنا ان کو حلال سمجھنے پر موقوف ہے اور حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے' العیاذ باللہ! (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

گانے بجانے کی حرمت ظنی ہے' ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت' فوٹو گرافی کی اجرت' سینما کی آمدنی' اداکاروں کی آمدنی' رقص کی اجرت' فلم کی وڈیو کیسٹ کے کاروبار کی آمدنی' جان داروں کی تصویریں بنانے والے پینٹرز کی آمدنی' کاہن اور نجومی کی آمدنی وغیرہ ان سب کی آمدنی حرام ظنی ہے' اگر اس مال سے صدقہ کیا جائے اور ثواب کی امید رکھی جائے تو یہ کفر نہیں ہے' لیکن سخت حرام' شدید گناہ کبیرہ اور گمراہی ہے۔

اگر کسی شخص کے پاس رشوت' چوری' سود' غصب یا کسی اور ناجائز ذریعہ سے حاصل کیا ہوا کسی کا مال ہے اور اب وہ خوف خدا سے اس مال کے وبال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ مال اس شخص کو واپس کر دے' اگر وہ شخص فوت ہو چکا ہو تو اس

Marfat.com

کے وارثوں کو وہ مال واپس کر دے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کو یہ بتائے کہ میں نے تم سے یا تمہارے مورث سے یہ مال ناجائز طور پر لیا تھا' اور اگر وہ شخص یا اس کے وارثوں میں سے کسی کا پتا نہ چلے تو اس مال کو اس شخص کی طرف سے صدقہ کر دے اور اپنی اور اس کی مغفرت کی دعا کرے' اور اگر اس نے حکومت کے مال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا تھا تو وہ مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کر دے یا سرکاری ریل یا ہوائی جہاز کے ٹکٹ خرید کر ان کو استعمال نہ کرے اور اگر اس کے پاس کسب حرام کا مال ہے' مثلاً سینما کی آمدنی یا رقص اور موسیقی کی آمدنی تو اس تمام مال کو اپنے ذمہ سے بری اور ساقط کرنے کی نیت سے کسی غریب کو خیرات کر دے' اس میں صدقہ کے ثواب کی نیت نہ کرے' بلکہ یہ نیت کرے کہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش اور ذمہ سے عہدہ برآ ہو رہا ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی فنی مجبوری سے غیر اسلامی ملک میں سود لیا' مثلاً اس نے غیر اسلامی ملک کے بینک میں پیسہ رکھا اور اب اپنے اکاؤنٹ کو اپنے ملک میں ٹرانسفر کراتا ہے اور اس میں سود کی رقم بھی فنی وجہ سے آ گئی تو اس رقم سے نجات کی ایک صورت تو وہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی' دوسری صورت یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر اتنی رقم کسی کار خیر میں صرف کر دے اور پھر اس سود کی رقم سے اس غیر مسلم کا قرض ادا کر دے' لیکن عام حالات میں جان بوجھ کر سود لینا اور پھر کسی غریب کو وہ سود کھلانا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے: سود کھانے والے اور سود کھلانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔

رشوت کا معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رشوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کوئی شخص حاکم یا کسی اور کو کچھ چیز دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے یا حاکم کو اپنی منشاء پوری کرنے پر ابھارے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: کچھ پیسے دے کر اپنی حاجت پوری کرانا یہ رشوت ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ رشوت اصل میں رشاء سے ماخوذ ہے اور رشاء اصل میں ڈول کی اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اور راشی وہ شخص ہے جو کسی باطل چیز کو حاصل کرنے کے لیے کسی کی مدد کرتا ہے اور مرتشی رشوت لینے والے کو کہتے ہیں اور رائش اس شخص کو کہتے ہیں جو راشی اور مرتشی کے درمیان رشوت کا معاملہ طے کراتا ہے' اور جو چیز حق کو حاصل کرنے کے لیے دی جائے یا ظلم کو دور کرنے کے لیے دی جائے وہ رشوت نہیں ہے اور ائمہ تابعین سے منقول ہے کہ اپنی جان اور مال کو ظلم سے بچانے کے لیے رشوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۵۰' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بطور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ کھاؤ حالانکہ تم جانتے ہو (کہ یہ فعل ناجائز ہے) ۝

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ (المائدہ: ۴۲)

بہت حرام خور (رشوت کھانے والے)۔

Marfat.com

احادیث اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''سحت'' کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: رشوت' پھر سوال کیا کہ فیصلے پر رشوت لینے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کفر ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

ان احادیث میں فیصلہ کے لیے رشوت دینے اور باطل کام کرانے کے لیے رشوت دینے کو حرام قرار دیا ہے' اور حسب ذیل احادیث اور آثار میں ظلم اور ضرر سے بچنے کے لیے کچھ دینے کو جائز قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ رشوت نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص بیان کرتے ہیں:

روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا اور بڑے بڑے عطیات دیئے اور عباس بن مرداس کو بھی کچھ مال دیا تو وہ اس پر ناراض ہو گیا اور شعر پڑھنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کچھ اور مال دے کر) ہمارے متعلق اس کی زبان بند کر دو' پھر اس کو کچھ اور مال دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔

(احکام القرآن ج ۲ص ۴۳۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ کی سرزمین پر پہنچے تو ان سے کچھ سامان چھینا گیا۔ انہوں نے اس سامان کو اپنے پاس رکھا اور دو دینار دے دیئے' پھر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گنہگار رہتا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے ظلم اور ضرر کو دور کرنے کے لیے دی جائے۔ رشوت وہ چیز ہے جس میں دینے والا گنہگار ہوتا ہے بایں طور کہ تم اس چیز کے لیے رشوت دو جس پہ تمہارا حق نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

رشوت کی اقسام

علامہ قاضی خاں اوزجندی لکھتے ہیں: جب قاضی رشوت دے کر منصب قضاء کو حاصل کرے تو وہ قاضی نہیں ہو گا اور قاضی اور رشوت لینے والے دونوں پر رشوت حرام ہو گی' رشوت کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم یہی ہے یعنی منصب قضاء کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا' اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۲) کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے' یہ رشوت جانبین سے حرام ہے' خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو' کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری اور فرض ہے (اسی طرح کسی افسر کو اپنا کام کرانے کے لیے رشوت دینا یہ بھی جانبین سے حرام ہے' کیونکہ وہ کام کرنا اس افسر کی ڈیوٹی ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

(۳) اپنی جان اور مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لیے رشوت دینا' یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر حرام نہیں ہے' اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

(۴) کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

Marfat.com

(فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الہندیہ ج ۲ ص ۳۶۳۔ ۳۶۲ مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

رشوت کی یہ چار اقسام قاضی خاں کے حوالے سے علامہ ابن ہمام[1] علامہ بدرالدین عینی[2] علامہ زین الدین ابن نجیم[3] اور علامہ ابن عابدین شامی نے بھی بیان کی ہیں۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص نے بھی رشوت کی یہ چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قاضی ہدیہ اور تحفہ کو قبول نہ کرے ہر چند کہ شریعت میں ہدیہ قبول کرنا مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو لیکن ہدیہ لینے کا یہ جواز اس شخص کے لیے ہے جو مسلمانوں کے اعمال میں سے کسی عمل کے لیے متعین نہ ہو اور جو شخص کسی عمل کے لیے متعین ہو گیا جیسے قاضی اور حاکم وغیرہ ان پر لازم ہے کہ یہ کسی سے ہدیہ قبول نہ کریں خصوصاً اس شخص سے جو اس منصب پر مقرر ہونے سے پہلے انہیں ہدیہ نہ دیتا ہو کیونکہ ہدیہ دینے والا کسی کام یا قضاء کو اپنے حق میں کرنے کے لیے ہدیہ دیتا ہے اور یہ بھی رشوت اور سحت کی ایک قسم ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا جب وہ صدقات لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے لوگوں نے ہدیہ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو ہم کسی جگہ کا عامل بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ واپس آ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ ہمیں ہدیہ ملا ہے یہ لوگ اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر یہ دیکھا جاتا کہ ان کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی جگہ کا عامل بنایا ان کے پاس کافی مال جمع ہو گیا۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آیا؟ انہوں نے کہا: گھوڑوں کی نسل بڑھی اور لوگوں نے تحفے دیئے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم اپنے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر ہم دیکھتے کہ تم کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ اور وہ مال بیت المال میں داخل کر لیا اس حدیث اور اثر سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی منصب کی جہت سے کوئی ہدیہ ملے تو وہ رشوت ہے لہٰذا جو لوگ قاضی کو منصب قضاء پر فائز ہونے سے پہلے تحفے دیتے تھے ان کے سوا اور کسی شخص سے قاضی کو ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۱۶ ص ۸۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ)

جھوٹی گواہی سے حکم رد ہوتا ہے یا نہیں؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور اس ساعت کے اعتبار سے میں (بالفرض) اس کے حق میں فیصلہ کر دوں سو جس شخص کو میں اس کے بھائی کا حق دے دوں وہ اس کو نہ لے کیونکہ میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۶ ص ۳۸۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ بنایہ شرح ہدایہ الجزء الثالث ص ۶۹ مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۲۔ ۲۶۱ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: صحابہ کرام' فقہاء تابعین' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ حاکم کا حکم باطن میں کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام کرتا ہے' لہٰذا جب دو جھوٹے گواہ کسی کے حق میں مال کی گواہی دیں اور حاکم اس گواہی کی بناء پر مدعی کے حق میں مال کا فیصلہ کر دے تو مدعی کے لیے اس مال کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر دو جھوٹے گواہ کسی شخص کے خلاف یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے تو اگر مقتول کے ولی کو یہ علم ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو اس کے لیے ملزم کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اور اگر دو شخص کسی کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور قاضی نے اس گواہی کی بناء پر تفریق کر دی ہے تو جس شخص کو علم ہو کہ یہ گواہی جھوٹی ہے اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ قاضی کے حکم سے عورت تو حلال ہو جاتی ہے مال حلال نہیں ہوتا' لہٰذا ان کے نزدیک اس صورت میں نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث صحیح اور اجماع متقدمین کے خلاف ہے' اسی طرح ان کا یہ قول خود ان کے اور جمہور کے اس قاعدہ کے بھی خلاف ہے کہ عورت سے وطی کے معاملہ میں نکاح کی بہ نسبت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۵۔ ۷۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جان' مال اور عورت اگر حرام ہو تو وہ قاضی کے حکم سے حلال نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ قاضی کے حکم سے عورت حلال ہو جاتی ہے' پس اگر دو گواہ کسی شخص کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دیں کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو جس شخص کو یہ علم ہو کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اس کے لیے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اس قول کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر لے دے کی گئی کہ انہوں نے مال کی حفاظت کی اور عورت کی حفاظت نہیں کی' حالانکہ عورت کی حفاظت مقدم ہے' ہمارے اصحاب نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی نے اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جھوٹے گواہوں سے ظاہراً اور باطناً قضاء نافذ ہو جاتی ہے' بشرطیکہ محل اس حکم کا قابل ہو (یعنی محارم میں سے کسی پر دعویٰ نہ ہو) اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو' یہ قضا عقود (مثلاً بیع اور نکاح) اور فسوخ (مثلاً اقالہ اور طلاق) دونوں میں نافذ ہو جاتی ہے' کیونکہ حضرت علی نے اس عورت سے فرمایا تھا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا' اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں صرف ظاہراً قضاء نافذ ہوتی ہے' اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶۲' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ امام محمد کا قول بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے' نیز علامہ شامی بیان کرتے ہیں کہ "قہستانی" اور "البحر الرائق" میں حقائق اور ابو اللیث سے منقول ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے' لیکن "فتح القدیر" میں ہے کہ امام اعظم کا قول ہی معتبر ہے اور علامہ قاسم نے بھی اسی کی تائید کی اور عام متون میں بھی امام اعظم کا قول مذکور ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶۲' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے

علامہ شامی نے جھوٹی گواہی کی بناء پر عقود اور فسوخ میں قاضی کے حکم کی حسب ذیل مثالیں بیان کی ہیں:

(۱) ایک باندی نے کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا کہ اس شخص نے اس باندی کو اتنے روپوں میں خریدا ہے' اس شخص نے اس دعویٰ کا

Marfat.com

انکار کیا' قاضی نے اس کو قسم کھانے کا حکم دیا' اس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور قاضی نے اس انکار کی بناء پر اس شخص کے خلاف فیصلہ کر دیا تو اب وہ باندی اس شخص پر دیانۃً اور قضاءً دونوں طرح حلال ہے۔

(۲) ایک شخص نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے' قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

(۳) ایک عورت نے کسی شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے مدعیہ کے حق میں فیصلہ کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں مرد کے لیے عورت سے وطی کرنا اور عورت کا اس کو وطی کا موقع دینا جائز ہے۔

(۴) ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں' شوہر منکر ہے' عورت نے دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کے پیش نظر ان کے درمیان تفریق کا فیصلہ کر دیا اور عدت گزر جانے کے بعد عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا تو اس دوسرے شخص کو اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے خواہ اس کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم ہو اور گواہوں میں سے کوئی ایک اس سے نکاح کر سکتا ہے اور وطی بھی کر سکتا ہے' اور پہلا شوہر اب وطی نہیں کر سکتا نہ عورت اس کو وطی کا موقع فراہم کر سکتی ہے۔

(۵) ایک باندی یہ دعویٰ کرے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مالک منکر ہو' باندی اس پر دو گواہ پیش کر دے اور قاضی اس کے آزاد ہونے کا فیصلہ کر دے تو اب وہ باندی کسی شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اس شخص کا اس باندی سے وطی کرنا اور باندی کا اس کو وطی کا موقع فراہم کرنا جائز ہے خواہ اس شخص کو علم ہو کہ گواہ جھوٹے تھے۔

(۶) ایک شخص نے کسی مکان کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس مالک نے اس کو وقف کر دیا تھا' مالک منکر ہے' اس شخص نے اس وقف پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو مدعی کا اس جگہ پر وقف کے احکام لاگو کرنا صحیح ہے۔

(۷) کسی شئے کو کرایہ پر حاصل کرنے کا دعویٰ کیا اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا تو مدعی کے لیے اس شے میں تصرف کرنا جائز ہے۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۳۔ ۴۶۲' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط

فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور اور باطناً نافذ ہونے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱) قاضی کو یہ علم نہ ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔

(۲) مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ نہ کیا ہو بلکہ ملکیت کا سبب بھی بیان کیا ہو' قرض کا بھی یہی حکم ہے' اگر کسی شخص پر مطلقاً قرض کا دعویٰ کیا تو باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی جب تک کہ یہ نہ بتائے کہ اس پر فلاں سبب سے قرض ہے' کسی شخص پر وراثت کے دعویٰ کرنے کا بھی یہی حکم ہے' اس میں بھی باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی۔

(۳) مدعی نے جس چیز پر دعویٰ کیا ہے وہ اس کے دعویٰ کا محل بننے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو' اگر اس میں اس کے دعویٰ کی صلاحیت نہیں ہے تو اس میں باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی' مثلاً منکوحہ غیر یا معتدہ غیر کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کی بیوی ہے اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے تو اس میں ظاہراً قضاء نافذ ہوگی نہ باطناً' مرتدہ اور دیگر محارم کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) مدعی کا دعویٰ اس چیز کے متعلق ہو جس میں انشاء ممکن ہو' انشاء سے مراد ان کلمات کو بولنا ہے جن سے کسی چیز کو واقع کیا

Marfat.com

جائے' مثلاً ''میں نے یہ چیز خریدی'' کہہ کر بیع کو واقع کیا جیسے عقد بیع' فسخ بیع' نکاح اور طلاق' اور جس چیز میں انشاء ممکن نہ ہو اس میں باطناً قضاء نافذ نہیں ہو گی جیسے وراثت' کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دے۔

(۵) قاضی یہ فیصلہ منکر کی قسم پر نہ کرے' اگر قاضی نے منکر کی قسم پر فیصلہ کر دیا تو یہ قضا باطناً نافذ نہیں ہو گی' مثلاً ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں' اس کے پاس گواہ نہیں ہیں' قاضی نے شوہر سے قسم طلب کی' شوہر نے جھوٹی قسم کھالی تو اگر عورت کو یہ علم ہے کہ شوہر تین طلاقیں دے چکا ہے تو اس عورت کے لیے اس کو وطی کا موقع دینا جائز نہیں ہے اور مرد کے لیے بھی اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں انشاء نکاح نہیں ہے بلکہ جو نکاح پہلے سے قائم تھا قاضی نے اس کے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے یہاں باطناً قضاء نافذ نہیں ہو گی' خلاصہ یہ ہے کہ باطناً قضاء اس وقت نافذ ہوتی ہے جب وہ قضاء گواہی کی بناء پر ہو یا انکار قسم کی بناء پر ہو اور وہ فیصلہ کسی عقد یا فسخ کے انشاء پر مبنی ہو اور محل انشاء بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

(۶) جن گواہوں کی بنیاد پر قاضی نے فیصلہ کیا ہے وہ مسلمان' آزاد اور عادل ہوں اگر وہ گواہ کافر' غلام یا محدود فی القذف ہوئے تو باطناً قضاء نافذ نہیں ہو گی۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶۳۔ ۴۶۲' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تجزیہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود' فسوخ' نکاح' طلاق اور عتاق میں جھوٹے گواہوں سے بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے' پہلے امام ابویوسف کی بھی یہی رائے تھی۔ امام ابویوسف کے دوسرے قول اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان صورتوں میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نافذ نہیں ہوتا' حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے' امام ابویوسف کا پہلا قول بھی یہی تھا' البتہ امام ابویوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے' امام محمد اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ: ۱۸۸)

اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ' اور نہ (بطور رشوت) وہ مال حکام تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم گناہ کے ساتھ (ناجائز طریقہ پر) کھاؤ' حالانکہ تم جانتے ہو○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاکم کے فیصلہ سے مال غیر کے ناجائز طریقہ سے کھانے کو حرام کر دیا ہے' لہٰذا یہ اس پر نص صریح ہے کہ اگر قاضی نے جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی چیز کا فیصلہ کر دیا تو اس چیز کا لینا ناجائز ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے پیش کرے' پس اگر میں (ظاہری حجت کی بناء پر) کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں (درحقیقت) اس کے لیے آگ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں' وہ چاہے

Marfat.com

اس کو لے یا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فیصلہ کی بناء ایک سبب باطل پر ہے اس لیے یہ فیصلہ باطناً نافذ نہیں ہوگا' جس طرح قاضی' غلام' کافر یا محدود فی القذف کی گواہی پر فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ باطناً نافذ نہیں ہوتا' اور اس فیصلہ کی بناء جھوٹی گواہی پر ہے اور یہ ایک باطل سبب ہے کیونکہ جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے اور قضا کی حجت ایک امر شرعی ہے اور گناہ کبیرہ اس کی ضد ہے اور جب جھوٹ کی تہمت کی وجہ سے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور وہ گواہی فیصلے کی حجت نہیں بن سکتی تو حقیقتاً جھوٹی گواہی بدرجہ اولیٰ نامعتبر ہوگی' نیز قاضی نے جس چیز کا فیصلہ کیا ہے اس کا واقع میں کوئی وجود نہیں ہے' لہٰذا یہ قضا باطل ہوگی جیسا کہ اگر قاضی جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی کے لیے منکوحہ غیر کا فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ باطل ہوتا ہے' نیز اس فیصلہ کو انشاء عقد قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے' کیونکہ قاضی انشاء عقد کا قصد نہیں کرتا' بلکہ مدعی نے جس عقد کا دعویٰ کیا تھا قاضی اس کو ثابت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا' اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر اس نکاح کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا۔ دیکھئے اس عورت نے زنا سے بچنے کے لیے عقد نکاح کا مطالبہ کیا' لیکن حضرت علی نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا' ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت علی نے ان کے درمیان نکاح کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا کہ اس کا خاوند راضی نہیں تھا لیکن یہ غلط خیال ہے کیونکہ اس کا خاوند نکاح پر راضی تھا' اسی وجہ سے وہ نکاح کا دعویٰ کر رہا تھا اور عورت بھی راضی تھی' کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح کر دیجئے اور حضرت علی کے لیے ان کا نکاح کرنا آسان تھا کیونکہ خاوند کو اس میں رغبت تھی' اس کے باوجود حضرت علی نے یہ نکاح نہیں کیا' بلکہ یہ بیان فرمایا کہ ان کے فیصلہ سے ان کا مقصود حاصل ہوگیا' اور یہ فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا' لہٰذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہوگیا اور حضرت علی کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے' کیونکہ اس حکم کو عقل اور قیاس سے جاننا ممکن نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کی آیت (ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ) اور حدیث ''اگر میں (ظاہری حجت) کی بناء پر کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں'' املاک مرسلہ (سبب ملکیت بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کرنا) کے بارے میں وارد ہے اور امام ابوحنیفہ اس کے قائل ہیں اور اس کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن معاملات میں قاضی کو انشاء کی ولایت دی ہے' قاضی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان معاملات میں فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ فیصلہ حقیقتاً نافذ ہوگا' کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو فیصلہ کرنے کا حکم دے' پھر اس فیصلہ کے نفاذ کو روک دے۔ قاضی اس بات کا مکلف تھا کہ علی الاعلان اور خفیہ طریقہ سے گواہوں کی عدالت کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور جب اس نے تزکیہ شہود کر لیا اور اس کے نزدیک گواہوں کی عدالت ثابت ہوگئی تو اس گواہی کے مطابق اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا' اس لیے ہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ قاضی فیصلہ کرنے پر مامور ہے اور حقیقت میں کسی گواہ کے صدق یا کذب کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور جس چیز کی حقیقت کو جاننے کا کوئی شرعی طریقہ نہ ہو قاضی اس کے جاننے کا شرعاً مکلف بھی نہیں ہے' کیونکہ انسان کو اس کی وسعت اور طاقت کے اعتبار سے مکلف کیا جاتا ہے اور

Marfat.com

قاضی کی وسعت میں صرف اتنا ہی تھا کہ وہ گواہوں کے احوال کی جانچ پڑتال کرے اور جب اس نے اچھی طرح تزکیہ شہود کر لیا تو وہ اپنے عہدہ سے بری الذمہ ہو گیا اور اس پر لازم ہو گیا کہ وہ گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کر دے' اور قاضی کے فیصلہ پر ظاہراً اور باطناً عمل کرنا واجب ہے ورنہ قاضی کو قضاء پر مامور کرنا عبث ہوگا' اور اس صورت میں قضاء کے دو طریقے تھے: ایک نکاح کا اظہار کرنا' دوسرا عقد نکاح کر دینا' اور جب ان کے درمیان عقد نکاح نہیں تھا تو اس فیصلہ سے نکاح کا اظہار کرنا متعذر ہے' اس لیے اب انشاء نکاح متعین ہو گیا' کیونکہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے' لہٰذا دلیل شرعی کی اس نوع سے قاضی کے لیے ولایت انشاء ثابت ہو گی اور جس طرح اور نزاعی معاملات میں قاضی کی ولایت انشاء سے فیصلہ نافذ العمل ہوتا ہے اس صورت میں بھی قاضی کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا بلکہ یہاں زیادہ اولیٰ ہے۔

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جب شوہر اور بیوی آپس میں لعان کرتے ہیں تو قاضی کو انشاء تفریق کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ اسی اختیار سے زوجین کے درمیان تفریق کر دیتا ہے' اسی طرح قاضی ولایت انشاء تزویج سے نابالغ بچہ اور نابالغ بچی کا نکاح کر دیتا ہے' لہٰذا اس صورت میں بھی اس کو ولایت انعقاد عقد نکاح حاصل ہے تاکہ وہ عورت کو زنا سے محفوظ رکھ سکے اور قاضی کا یہ فیصلہ عورت کو زنا کا موقع دینے سے بچاتا ہے۔ جب دو فریق لعان کرتے ہیں تو ایک فریق یقیناً کاذب ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور باوجود اس حقیقت کے کہ ان میں سے کوئی ایک کاذب ہے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے قاضی کو ولایت انشاء تفریق حاصل ہوتی ہے اور قاضی ان کے درمیان تفریق کر دیتا ہے' اسی طرح یہاں بھی گواہوں کے جھوٹے ہونے کے باوجود قاضی کو انشاء نکاح کی ولایت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ شرعاً قضاء کرنے پر مامور ہے۔ (المبسوط ج ۱۶ص ۱۸۳۔ ۱۸۰' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: حضرت علی' حضرت ابن عمر اور امام شعبی کا بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی طرح مؤقف ہے' امام ابو یوسف نے عمرو بن مقدام سے روایت کیا ہے کہ ایک قبیلہ کے ایک شخص نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا' جو شرف اور مرتبہ میں اس سے زیادہ تھی' اس عورت نے اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا' اس شخص نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس کا عورت سے نکاح ہو چکا ہے اور حضرت علی کی عدالت میں اس پر دو گواہ پیش کر دیئے۔ اس عورت نے کہا: میرا اس شخص سے نکاح نہیں ہوا' حضرت علی نے فرمایا: ان دو گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا' امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ شعبہ بن حجاج' زید سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے' قاضی نے ان کے درمیان تفریق کر دی' پھر ان گواہوں میں سے ایک شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا' شعبی نے کہا: یہ جائز ہے اور حضرت ابن عمر نے ایک غلام کو عیب سے مبرا قرار دے کر فروخت کر دیا' خریدار اس غلام کو حضرت عثمان کی عدالت میں لے گیا' حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا تم اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ سکتے ہو کہ جب تم نے اس کو فروخت کیا تھا تو تم نے اس کی بیماری کو نہیں چھپایا تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا' حضرت عثمان نے وہ غلام ان کو واپس کر دیا اور بعد میں حضرت ابن عمر نے وہ غلام زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا' اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر نے غلام کی بیع کو جائز قرار دیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ باطن میں ایسا نہیں ہے اور باطن کا حکم ظاہر کے خلاف ہے (کیونکہ انہوں نے بری الذمہ ہو کر غلام کو فروخت کیا تھا' اس وجہ سے باطن میں اس غلام کو واپس کرنا صحیح نہیں تھا) اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس بات کا علم ہوتا تو وہ بیع کو رد نہ کرتے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کا بھی یہ مذہب تھا کہ اگر حاکم عقد کو فسخ کر دے تو وہ بائع کی ملک میں آ جاتا ہے' اگرچہ باطن میں حقیقت اس کے برعکس ہو۔

Marfat.com

امام ابوحنیفہ کے قول کی صحت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا' پھر فرمایا: اگر اس عورت کے ہاں اس طرح کا بچہ ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر دوسری شکل وصورت کا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا جس کے ساتھ ہلال بن امیہ کی بیوی کو متہم کیا گیا تھا' پھر اس عورت کے ہاں ناپسندیدہ صورت پر بچہ پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کے درمیان لعان نہ ہو چکا ہوتا تو پھر میں اس عورت کو دیکھتا! ہلال بن امیہ کا صدق اور اس کی بیوی کا کذب ظاہر ہوگیا' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفریق کو باطل نہیں کیا جو لعان کی وجہ سے ہوئی تھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حاکم جب کسی عقد کو فسخ کردے تو وہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہوجاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے اس قول پر اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جب حاکم کے پاس ایسے گواہ گواہی دیں جن کا ظاہری حال صدق ہو تو حاکم پر واجب ہے کہ ان کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کرے اور اگر اس نے گواہی کے بعد فیصلہ کرنے میں توقف کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا تارک اور گنہ گار ہوگا کیونکہ اس کو ظاہر کا مکلف کیا گیا ہے اور اس کو اس علم باطن کا مکلف نہیں کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کا غیب ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۳' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ بابرتی حنفی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو چیز پہلے ثابت ہو اس کا اظہار قضاء ہوتا ہے اور جو چیز پہلے نہ ہو اس کا اثبات قضاء نہیں ہوتا اور نکاح پہلے ثابت نہیں تھا تو پھر کس طرح قضاء باطناً نافذ ہوگی' اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح بہ طریقہ اقتضاء مقدم ہے گویا کہ قاضی نے اس عورت سے کہا: 'میں نے اس شخص سے تیرا نکاح کر دیا اور تم دونوں کے درمیان نکاح کا حکم کردیا تاکہ ان کے درمیان نزاع نہ رہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ وطی کرسکے۔ بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ نزاع ختم کرنے کے لیے یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ قاضی اس شخص سے کہتا کہ تم اس عورت کو طلاق دے دو' اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق سے کیا مراد ہے' طلاق مشروع یا طلاق غیر مشروع؟ طلاق غیر مشروع کا تو کوئی اعتبار نہیں ہے اور طلاق مشروع اس کی مقتضی ہے کہ اس سے پہلے نکاح ثابت ہونا چاہیے' لہٰذا ہر حال میں نکاح کا قول کرنا پڑے گا۔ (عنایہ علی حامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۴' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

کے اوقات کی نشانیاں ہیں' اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو' اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ

کامیابی حاصل کرو ○ اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے

Marfat.com

وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

تجاوز نہ کرو' بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا O

اسلامی تقویم کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روزوں کے مہینہ اور روزوں کے دن اور رات کے احکام بیان فرمائے' اسلام کے بہت سے احکام ھلال کے طلوع پر موقوف ہیں مثلاً قربانی اور حج' عید الفطر اور رمضان' عدت وفات کی گنتی ۴ ماہ ۱۰ دن اور جس کے حیض کی مدت تین ماہ ہو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ایک سال کا تعین' ایلاء کے لیے ۴ ماہ کا تعین' کفارہ کے روزوں کے لیے ۲ ماہ کا تعین' ان تمام امور میں مدت کا تعین ھلال کے طلوع سے ہوتا ہے' یہ تو دین کے احکام ہیں اور دنیا کے احکام میں مثلاً ۴ ماہ بعد کسی نے قرض کی ادائیگی کرنی ہو یا اسی طرح کا کوئی اور معاملہ ہو تو وہ چاند پر موقوف ہے۔ لوگ آپ سے چاند کے گھٹنے' بڑھنے کی کیفیت اور اس کی ماہیت کے متعلق سوال کرتے تھے کہ کیا وجہ ہے کہ چاند کبھی ایک باریک لکیر کی طرح نظر آتا ہے' کبھی موٹی لکیر کی طرح' کبھی آدھا اور کبھی پورا چاند نظر آتا ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ اس میں تمہارے دین اور دنیا کے کاموں اور خصوصاً حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں اور اس جواب سے اس امر پر متنبہ کیا کہ چاند کے گھٹنے' بڑھنے سے تمہارے دینی اور دنیاوی کاموں کی جو غرض متعلق ہوتی ہے تمہیں صرف اس سے سروکار رکھنا چاہیے' باقی رہا چاند کا کبھی آدھا اور کبھی پورا نظر آنا' تو اس کا تعلق علم ہیئت' علم نجوم اور علم الافلاک سے ہے اور نبی کا منصب احکام شرعیہ بیان کرنا ہے' علم توقیت کے احکام بیان کرنا نبی کا منصب نہیں ہے۔

تاہم اس سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ قمری تقویم اسلامی ہے اور شمسی تقویم غیر اسلامی ہے۔ چاند اور سورج دونوں اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور دونوں کی گردش بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ہے' بعض عبادات چاند کی گردش کے حساب سے ہیں' جیسے حج' رمضان اور عیدین اور بعض عبادات سورج کی گردش کے حساب سے مربوط ہیں' جیسے ہر روز کی پانچ نمازیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ (بنواسرائیل: ۱۲)

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے' پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹایا اور دن کی نشانی کو دیکھنے کا ذریعہ بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کے فضل کو (روزی کو) حاصل کر سکو اور تم برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب کو جان سکو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شمسی تقویم کو بھی برسوں کی گنتی اور حساب کا معیار قرار دیا ہے' اس لیے اگر ہفتہ وار اجرت اور ماہانہ تنخواہ کا حساب شمسی تقویم سے کیا جائے تو وہ بھی اسلام کے مطابق ہے' اسی طرح بیع وشراء اور دوسرے کاروباری معاملات کو شمسی تقویم سے حاصل کرنا جائز ہے اور غیر اسلامی نہیں ہے۔

اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنے کی مذمت

جس طرح چاند کے گھٹنے' بڑھنے کی علت کو دریافت کرنا کوئی نیکی نہیں تھی' اسی طرح حج کے موقع پر گھروں میں پیچھے سے داخل ہونا بھی کوئی نیکی نہیں ہے' امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار جب حج کر کے لوٹتے تو گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے

Marfat.com

تھے بلکہ پیچھے سے داخل ہوتے تھے' ایک انصاری حج کے بعد گھر میں دروازہ سے داخل ہوا تو لوگوں نے اس کو ملامت کی' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پیچھے سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے' حقیقت میں نیکی خوف خدا سے گناہوں کو ترک کرنا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے' لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں' پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو ان کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق عبادت نہ کریں ان کو لعنت ملامت کرتے ہیں' اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے' عبادت صرف اسی طریقہ سے کرنی چاہیے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی ہے اور جس طرح آپ نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں' اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ (البقرہ: ۱۹۰)

اجازت جہاد کی پہلی آیت کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روزہ کا ذکر فرمایا تھا' اور اب جہاد کا ذکر فرما رہا ہے' روزہ اور جہاد میں ایک گونہ مناسبت ہے' کیونکہ دونوں میں دنیا کو ترک کرنا پڑتا ہے' نیز حدیث میں ہے: میری امت کی سیاحت روزہ ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد ہے' اور اصل اور اہم عبادات میں سے بعض کی ادائیگی کے لیے اوقات مخصوص مقرر ہیں جیسے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج اور بعض امہات عبادات کی ادائیگی کے لیے کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں ہے جیسے جہاد اور ذکر' تو پہلے عبادات موقتہ کا ذکر فرمایا' اب عبادات غیر موقتہ میں سے جہاد کا ذکر شروع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا اور یہ پابندی لگائی کہ جو تم سے جنگ کریں ان سے جنگ کرو اور جو تم سے جنگ نہ کریں ان کے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ' پھر اس کے بعد سورۂ توبہ کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ربیع بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلی آیت ہے جو مدینہ میں قتال کے متعلق نازل ہوئی' جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان کے خلاف جہاد کرتے جو آپ پر حملہ آور ہوتے اور جو آپ پر حملہ نہ کرتے آپ بھی ان سے جنگ نہ کرتے' حتیٰ کہ سورۂ توبہ نازل ہو گئی۔

ابن زید نے کہا: سورۂ بقرہ کی اس آیت کو سورۂ توبہ کی حسب ذیل آیت نے منسوخ کر دیا:

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو' اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو۔ (التوبہ: ۵)

ان علماء کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: حد سے تجاوز نہ کرو' اس کا معنی یہ ہے کہ جو تم سے نہ لڑیں ان سے نہ لڑو' اور سورۂ توبہ کے نازل ہونے کے بعد یہ پابندی منسوخ ہو گئی' اس کے برعکس دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہوئی اور حد سے تجاوز کرنے سے جو منع فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔

قتال اور جہاد میں بچوں' بوڑھوں اور عورتوں وغیرہ کو قتل کرنے کی ممانعت

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حد سے تجاوز نہ کرو' کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور نہ اس کو قتل کرو جو ہتھیار ڈال دے' اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو گے۔
(جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خصوصیت کے ساتھ خوف خدا کی وصیت کرتے اور فرماتے: بسم اللہ پڑھ کر جہاد کرو' اور جو اللہ کا کفر کرے اس سے قتال کرو اور خیانت نہ کرنا' عہد شکنی نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا (کسی کے اعضاء نہ کاٹنا) اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ الحدیث
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کی قیادت میں شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تو ان کو یہ وصیت کی: عنقریب تم راہبوں سے ملو گے' جنہوں نے اپنے زعم میں خود کو اللہ کے لیے وقف کیا ہوا ہے ان کو چھوڑ دینا' اور عنقریب تم مجوسیوں سے ملو گے جو سر کے درمیان سے بال کاٹتے ہیں ان کو قتل کر دینا' اور میں تم کو دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی عورت کو قتل نہ کرنا' نہ کسی بچے کو' نہ کسی بوڑھے کو اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا' اور نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں کاٹنا اور نہ کسی کھجور کے درخت کو جلانا' نہ کسی آبادی کو ویران کرنا اور نہ کسی کو غرق کرنا اور نہ مال غنیمت میں خیانت کرنا اور نہ بزدلی کرنا۔ (موطا امام مالک ص ۴۶۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

ہجرت سے پہلے قتال کی ممانعت

اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت سے پہلے کفار سے قتال کرنا ممنوع تھا' اس پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ○ (المومنون: ۹۶)	برائی کو اچھائی سے دفع کیجئے' آپ کے متعلق جو یہ باتیں بناتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں ○
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ (المائدہ: ۱۳)	آپ ان مشرکین کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔
وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ○ وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ○ (المزمل: ۱۱)	اور کافر جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیجئے ○ اور جھٹلانے والے مال داروں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے' اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیجئے ○
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○ (النحل: ۸۲)	سو اگر یہ اعراض کریں' تو آپ کا کام تو صرف صاف صاف احکام پہنچا دینا ہے ○
فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ○ (الغاشیہ: ۲۲۔ ۲۱)	سو آپ نصیحت کیجئے' آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں ○ آپ ان کو جبر سے منوانے والے نہیں ہیں ○
وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ؕ (ق: ۴۵)	اور آپ ان کو جبر سے منوانے والے نہیں ہیں۔

Marfat.com

ان آیات میں کفار کی ایذا رسانیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ پہلی آیت جس میں ان کے حملوں کے جواب میں حملہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ سورۂ بقرہ کی زیر بحث آیت ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: سب سے پہلے جس آیت میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے وہ یہ آیت ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ جن (مسلمانوں) سے ناحق قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ (الحج: ۳۹)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت حقیقۃً پہلی ہو اور سورۂ حج کی یہ آیت اضافۃً پہلی ہو۔

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ

اور تم ان (کافروں) کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ' اور ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں

أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ

نکالا ہے' اور (شرک اور ارتداد کا) فساد قتل سے بڑھ کر ہے' اور مسجد حرام کے پاس

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ

ان سے اس وقت تک جنگ نہ کرو' جب تک کہ یہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں' اگر یہ تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کر دو'

كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اسی طرح کافروں کی سزا ہے O پھر اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا

رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ

بڑا مہربان ہے O اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے' اور اللہ ہی کا دین

لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾

رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے O

خلاصہ آیات

اور جب تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان جنگ اپنے پنجے گاڑ دے تو پھر تم ان کو جہاں اور جس جگہ پاؤ قتل کر دو' خواہ سرزمین حرم ہو اور ان کو مکہ سے نکال باہر کرو' جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا تھا' یہ ایمان نہیں لاتے اور الٹا تم کو کفر کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں حالانکہ شرک اور ارتداد کا فساد قتل اور خوں ریزی کے فساد سے زیادہ بڑا ہے' نیز یہ تم کو سرزمین حرم میں قتال کرنے پر ملامت کرتے ہیں' حالانکہ شرک اور کفر کا فساد حرم میں قتال کرنے سے زیادہ بڑا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مسجد حرام کے پاس ان سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک کہ یہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں۔ (البقرہ:۱۹۱)

حرم میں ابتداءً قتال کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا

اس آیت کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ پہلے مشرکین سے حرم میں ابتداءً جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی' بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جب تک مشرکین مسجد حرام کے پاس جنگ نہ کریں ان سے جنگ نہ کرو' پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو اس آیت سے منسوخ کر دیا:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. (التوبہ:۵) پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔

مجاہد اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور مکہ مکرمہ میں ابتداءً کسی سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے' ہاں! اگر کافر اور مشرک مسلمانوں پر حرم میں حملہ کریں تو ان کے خلاف مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے۔ (امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ) اور یہی صحیح قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' سو جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے اور نہ اس کے کسی درخت کو کاٹے' اگر کوئی شخص مکہ میں قتال کے جواز پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتال سے استدلال کرے تو اس سے کہو: اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی' اور میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اجازت دی گئی تھی' پھر آج اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح اس کی کل حرمت تھی اور جو شخص (یہاں) حاضر ہے وہ غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری میں اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے گئے' جب آپ حدیبیہ کے قریب پہنچے تو مشرکین نے آپ کو مکہ مکرمہ جانے سے منع کر دیا' آپ ایک ماہ تک حدیبیہ میں ٹھہرے اور مشرکین سے اس بات پر صلح ہوئی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے کے لیے آئیں اور اگلے سال تین دن آپ مکہ مکرمہ میں ٹھہر سکیں گے' اور اس بات پر صلح ہوئی کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان دس سال تک جنگ نہیں ہوگی' پھر آپ مدینہ لوٹ گئے اور جب آپ اگلے سال ۷ ہجری میں اس عمرہ کو ادا کرنے کے لیے آئے تو مسلمانوں کو کفار کی عہد شکنی کا خطرہ ہوا' اور وہ حرمت والے مہینہ میں حرم میں جنگ کرنے کو برا جانتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر کفار تم سے حرم میں جنگ کریں تو تمہارے لیے بھی حرم میں جنگ کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۴۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے' اور اللہ ہی کا دین رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آجائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے O (البقرہ:۱۹۳)

Marfat.com

اللہ کے دین کا مطلب ہے: اللہ کی اطاعت' یعنی انسان دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں' اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت کریں' اس کے آگے سر جھکائیں اور اسی سے اپنی حاجات طلب کریں اور اپنی انفرادی' عائلی' اجتماعی' نجی' تمدنی اور کاروباری زندگی کے تمام معاملات میں اسی کے دیئے ہوئے نظام پر عمل کریں' اس کے برعکس اسلام کے علاوہ تمام ادیان اور مذاہب میں لوگ خود ساختہ طریقوں سے عبادت کرتے ہیں اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: انسانوں کو انسانوں کی بندگی کرنے سے آزاد کراؤ اور سب انسانوں کو اللہ کی اطاعت میں داخل کردو اور جو شخص بھی اس مہم میں مزاحمت کرے اس کے خلاف قتال اور جہاد کرو حتیٰ کہ ساری دنیا کے انسان اللہ کے مطیع ہو جائیں۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہر اس مشرک اور کافر کے خلاف جہاد کیا جائے جو دعوتِ اسلام کو مسترد کر دے اور اسلامی نظام کو برپا کرنے کی مہم میں مزاحم ہو' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ شہادت نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ ایسا کریں گے تو حق اسلام کے ماسوا وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ

حرمت والے مہینہ کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے' اور تمام محترم چیزوں کا بدلہ ہے' سو جو شخص

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص

تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے'

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ○ اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ

خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ○

حرمت والے مہینوں کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

مع۔ عند المتقدمین ۱۲

Marfat.com

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر پھر اپنی اس حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اللہ نے اس کو زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے کے وقت بنایا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' تین مہینے پے در پے حرمت والے ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب' رجب کا مہینہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۴' ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ لوگ دور دراز سے حج کے لیے ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم میں آنے جانے کا سفر کرتے تھے اور رجب کے مہینہ میں عمرہ کے لیے سفر کرتے تھے' اس لیے ان مہینوں کو حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا اور ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے عرب ان مہینوں میں باہمی لڑائیوں کو موقوف کر دیتے تھے' بعض دفعہ جب ان کے نزدیک لڑائی ناگزیر ہوتی تو وہ محرم کو ایک مہینہ مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور محرم میں لڑائی کر لیتے اور وہ یونہی محرم کو مؤخر کرتے رہے حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تو محرم گھوم کر اپنی اصلی حالت اور اصل مہینہ میں آ چکا تھا' اسلام نے مہینوں کو مؤخر کرنا حرام کر دیا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ. (التوبہ: ۳۷) مہینوں کو مؤخر کرنا صرف کفر میں زیادتی ہے۔

پہلے ان مہینوں میں جہاد کرنا ممنوع تھا لیکن حسب ذیل آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی:

فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡہُمۡ. تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔

(التوبہ: ۵)

وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ کَآفَّۃً. (التوبہ: ۳۶) اور تم تمام مشرکین سے جنگ کرو۔

بعض علماء کے نزدیک ان مہینوں میں ابتداءً قتال کرنا منسوخ نہیں ہوا اور بدستور حرام ہے' البتہ مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے' لیکن صحیح رائے جمہور کی ہے۔

ان آیات کا شانِ نزول بھی وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ۷ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے پہنچے تو مسلمانوں کو خدشہ ہوا کہ کہیں کفار عہد شکنی نہ کریں اور وہ حرم میں اور حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنے کو بہت برا جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مہینہ اور اس جگہ کی حرمت سب کے لیے یکساں ہے' اگر وہ اس مہینہ اور اس جگہ میں جنگ چھیڑتے ہیں تو تم بھی مدافعانہ جنگ کرو اور انہوں نے تم کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے ان سے اتنا ہی بدلہ لو' ان کا زیادتی کرنا ظلم اور مسلمانوں کا بدلہ لینا عدل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کے فعل کو ''اعتداء'' زیادتی فرمایا کیونکہ صورۃً دونوں فعل ایک جیسے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (البقرہ: ۱۹۵)

خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی تفسیر

اس آیت کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں' امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی آدمی کا اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا ہلاکت نہیں ہے' اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کا گناہ کرنا اور پھر اس کی مغفرت سے مایوس ہو کر توبہ نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں کا اپنے اہل و عیال اور مال اور متاع کی دیکھ بھال میں مشغول رہنا اور اس شغل میں افراط کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۹۔ ۱۱۷ ملتقطاً مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی نے چند مزید اقوال بیان کیے ہیں:

ابو القاسم بلخی نے بیان کیا کہ بلاوجہ کسی سے بغض اور عداوت رکھنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' بعض علماء نے کہا: تبلیغ اسلام کو ترک کر دینا ہلاکت ہے۔

عکرمہ نے کہا: حرام مال سے صدقہ کرنا ہلاکت ہے' ابو علی نے کہا: تمام مال کو صدقہ کرنا ہلاکت ہے' بعض علماء نے کہا: ریاکاری یا احسان جتلا کر اپنی نیکیوں کو ضائع کر دینا ہلاکت ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۲۔ ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہیں' لیکن ان میں سب سے زیادہ معتمد اور محقق قول یہ ہے کہ جہاد کو ترک کرنا اور تبلیغ اسلام نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' آج امت مسلمہ جو ہر طرف سے دبی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے جہاد اور تبلیغ اسلام کو ترک کر چکی ہے' مسلمان حکمرانوں نے صدیوں ہندوستان پر حکومت کی لیکن غیر مسلم ریاستوں سے جہاد نہ کیا' نہ ان کو تبلیغ اسلام کی' اگر مسلمان اس فریضہ کو ترک نہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ

اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو' سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی

مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ

سے حاصل ہو' وہ بھیج دو' اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو

مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ

نہ منڈاؤ' پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ

فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ

اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے' سو جب تم حالت امن میں ہو تو جو شخص

تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ

حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ

کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ

Marfat.com

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ

کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ)

الْحَرَامِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴ ۸

کے رہنے والے نہ ہوں' اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور جان لو کہ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○

فرضیت حج کی تاریخ اور حج کی اقسام

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ یہ آیت ۶ ہجری میں نازل ہوئی ہے[۱]' ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ فرضیت حج کی تاریخ میں اختلاف ہے' ۵ ہجری' ۶ ہجری اور ۹ ہجری۔ ۸ ہجری فتح مکہ کے سال میں حضرت عتاب بن اسید نے مسلمانوں کو حج کرایا' ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق نے اور دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرایا۔

(مرقات ج ۵ ص ۲۶۳' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

حج کا لغوی اور شرعی معنی' حج کے فرائض' واجبات' سنن اور موانع ہم البقرہ: ۱۵۸ میں بیان کر چکے ہیں' اسی طرح عمرہ کے واجبات اور شرائط بھی ہم وہاں بیان کر چکے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) حج افراد: جس میں صرف مناسک حج ادا کیے جائیں اور اس سے پہلے عمرہ نہ کیا جائے' یہ صرف مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے لیے ہے (۲) حج تمتع: میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر حلال ہو جائے اور پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ لے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد حلال ہو جائے (۳) حج قران: میقات سے احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کو برقرار رکھا جائے' پھر اسی احرام کے ساتھ حج کرے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر احرام کھول دے۔ حج قران میں زیادہ مشقت ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے' اکثر روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا وہ حج قران تھا' حج قران اور حج تمتع یہ دونوں مکہ مکرمہ سے باہر کے رہنے والوں کے لیے ہیں۔

احرام میں ممنوع کام

مرد کے احرام کے لیے دو پاک صاف' نئی دھلی ہوئی چادریں ہوں' ایک چادر' تہبند کی طرح باندھ لے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے' سر کھلا رکھے' اور عورت سلے ہوئے کپڑے پہنے' سر اور پورا جسم ڈھانپ کر رکھے صرف چہرہ کھلا رکھے' احرام میں حسب ذیل پابندیاں ہیں:

(۱) محرم جماع کرنے سے یا اپنی بیوی سے جماع کا ذکر کرنے سے احتراز کرے گا' اپنی بیوی کو شہوت سے نہیں چھوئے گا نہ بوسہ دے گا (۲) کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کرے گا (۳) کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا (۴) خشکی کے جانوروں کو شکار نہیں کرے گا' نہ ان کی طرف اشارہ کرے گا' نہ ان کی طرف رہنمائی کرے گا (۵) قصداً یا بلا قصد خوشبو نہیں لگائے گا (خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہے' خوشبودار صابن سے نہانا یا شیمپو استعمال کرنا جائز نہیں) اگر خوشبودار چیز پکی ہوئی تھی تو حرج نہیں' اگر کچی ہو اور دوسری چیز سے مخلوط ہو اور خوشبو مغلوب ہو تو جائز ہے اگر غالب ہو تو جائز نہیں' اگر بعینہٖ خوشبودار چیز کھائی تو اس پر دم ہے (۶) ناخن نہ کاٹے (۷) چہرے کو نہیں ڈھانپے گا' چہرہ کا بعض حصہ مثلاً منہ یا ٹھوڑی کو ہتھیلی سے نہیں ڈھانپے گا (۸) سر کو نہیں ڈھانپے

[۱] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۵' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

Marfat.com

گا (۹) ڈاڑھی نہیں کاٹے گا' سر میں تیل نہیں ڈالے گا نہ بالوں میں خضاب لگائے گا' نہ ہاتھوں پر مہندی لگائے گا (۱۰) سر کے بال یا بدن کے بال نہیں منڈائے گا (۱۱) سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا (۱۲) عمامہ یا ٹوپی نہیں پہنے گا (۱۳) چمڑے کے موزے نہیں پہنے گا البتہ اگر ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا جائے کہ پنڈلیاں اور ٹخنے کھلے رہیں تو جائز ہے (ایسی چپل پہن سکتا ہے جس سے وسط قدم چھپا ہوا ہو اور ٹخنے کھلے ہوئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن سکتا ہے) جرابیں پہننا جائز نہیں کیونکہ ان سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں (۱۴) جس کپڑے کو ایسی چیز سے رنگا گیا ہو جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آئے مثلاً زعفران اور ورس وغیرہ اس کو نہ پہنے (۱۵) مکہ مکرمہ کے کسی درخت کو نہ کاٹے۔

احرام میں جائز کام

محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے' کسی مکان اور محمل کے سائے کو حاصل کر سکتا ہے (مثلاً چھتری استعمال کر سکتا ہے) لیکن کوئی چیز اس کے چہرہ یا سر کو مس نہ کرے' پیسے وغیرہ رکھنے کے لیے ھمیان کمر میں باندھ سکتا ہے (احرام کی چادر پر چمڑے کی پٹی باندھ لی جاتی ہے جس میں پیسے رکھنے کے لیے بٹوہ ہوتا ہے' وہ بھی اسی حکم میں ہے)' منطقہ (کمر باندھنے کی پیٹی) بھی باندھ سکتا ہے' بغیر خوشبو کا سرمہ لگا سکتا ہے' ختنہ کرا سکتا ہے' فصد لگوا سکتا ہے' ڈاڑھ نکلوا سکتا ہے' ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑوا سکتا ہے' سر یا کمر کو کھجا سکتا ہے لیکن اس احتیاط سے کہ بال نہ اکھڑیں' اگر تین بال اکھڑ جائیں تو ایک مٹھی طعام صدقہ کر دے۔ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا اور بدن پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ بعد میں خوشبو آتی رہے۔

احرام میں مستحب کام

محرم بہ کثرت تلبیہ پڑھے: ''لبیک اللھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک''. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۰) جب نماز پڑھے یا جب کسی بلندی پر چڑھے یا کسی وادی سے اترے' یا سواروں سے ملے' یا سحری کا وقت ہو تو تلبیہ پڑھے۔ جب مکہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہو اور جب کعبہ کو دیکھے تو تین بار تکبیر اور کلمہ طیبہ پڑھے' کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا کرے' اس وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے اور یہ دعا بھی کرے: اے اللہ! ہمارے دلوں میں کعبہ کی محبت' اس کی تعظیم اور اس کی ہیبت کو زیادہ کر۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

غیر ملکی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لے' پاکستان کے رہنے والے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں اس لیے وہ اپنے گھر میں غسل کر کے احرام باندھ لیں' اور ائیر پورٹ کے لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کر لیں: اے اللہ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں' اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے قبول فرما' پھر راستہ میں بہ کثرت تلبیہ پڑھے: ''لبیک اللھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک'' مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے یعنی بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے' اس طواف میں اضطباع کرے (احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال دے) پہلے تین چکروں میں رمل کرے (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے طواف کرے) جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو اگر ممکن ہو تو اس کو بوسہ دے' ورنہ اس کی طرف منہ کر کے اس کی طرف دونوں ہتھیلیاں اس طرح کرے جیسے اس پر رکھ رہا ہو' اور ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے' پھر اپنی ہتھیلیوں کو بوسہ دے' جب رکن یمانی کے پاس سے گزرے تو اس کو

Marfat.com

بھی چھو کر اس کی تعظیم کرے' اس کو بوسہ دینے میں فقہاء احناف کے دو قول ہیں' ایک قول منع کا ہے اور ایک جواز کا' اگر اس کی تعظیم نہ کر سکے تو پھر اس کے قائم مقام ہاتھ سے اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے۔ حجر اسود کی تعظیم کے ساتھ طواف کو ختم کرے' پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت طواف پڑھے۔ اس کے بعد سعی کے سات چکر لگائے' سعی صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے' صفا پر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے' پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرے' پھر مروہ کی طرف روانہ ہو' راستہ میں دو سبز نشانوں کے درمیان سے دوڑتا ہوا گزرے' طواف اور سعی کے دوران اس کو جو دعائیں اور اذکار یاد ہوں ان کو خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھتا رہے۔

صفا اور مروہ میں طواف مکمل کرنے کے بعد محرم سر کے بال کٹوا لے یا منڈوا لے' اب اس کا عمرہ مکمل ہو گیا اور وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا لیکن پھر بھی کوئی گناہ نہ کرے' فحش باتیں نہ کرے اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے' آٹھ ذوالحجہ تک حسب استطاعت عمرے کرتا رہے اور مسجد حرام میں زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے' عمرہ اور طواف میں طواف کی زیادہ فضیلت ہے' مسجد حرام میں کم از کم ایک بار قرآن مجید ختم کرنا چاہیے۔

حج کرنے کا طریقہ

حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو صبح کی نماز مسجد حرام میں ادا کرے' حج کی نیت سے غسل کر کے احرام باندھے' دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما' اور فجر کی نماز کے بعد مکہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے اور ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے' حج کی سعی کو طواف پر مقدم کرنا جائز ہے' اس لیے آسانی اس میں ہے کہ سات ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے اور حج کی سعی کر لے اور آٹھ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ روانہ ہو جائے' اور بقیہ نمازیں منیٰ میں ادا کرے اور طلوع فجر کے بعد منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو' اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھے' ورنہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھے' اس کے بعد جبل رحمت کے قریب جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بلند آواز سے گڑگڑا کر دعا مانگے اور زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرے' تاہم کھڑا ہونا شرط یا واجب نہیں ہے' اگر بیٹھ کر دعا کی پھر بھی جائز ہے۔ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا' یہ جگہ میدان عرفات کے وسط میں ہے' اگر یہاں موقع نہ ملے تو وادی عرنہ کے سوا تمام میدان عرفات موقف ہے' میدان عرفات میں جس جگہ بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا کر لی' حج ہو جائے گا' غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا واجب ہے' غروب آفتاب کے بعد میدانِ عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو' راستہ میں ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھتا رہے۔ پیدل جانا مستحب ہے' مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھے' مغرب میں ادا کی نیت کرے اور اس کی سنتوں کو ترک کر دے' اس رات کو جاگ کر عبادت کرنا لیلۃ القدر میں جاگنے سے افضل ہے' اسی رات میں رمی کے لیے ستر اسی کنکریاں چن لے۔ طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھے' اس کے بعد وقوف کرے (کھڑے ہو کر دعا کرے) وقوف کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے' خواہ اس وقت چل رہا ہو وقوف ہو جائے گا۔ (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) پڑھے' تلبیہ پڑھے' درود شریف پڑھے اور دعا کرے' اور جب خوب روشنی پھیل جائے تو منیٰ کے لیے روانہ ہو اور جمرہ عقبہ کو رمی کرے' پانچ ہاتھ کے فاصلہ سے سات کنکریاں مارے' ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے' رمی کے بعد قربانی کرے' پھر سر کے بال منڈوا لے یا کٹوا لے' منڈوانا افضل ہے' اگر بال

Marfat.com

کٹوائے تو ایک پور کے برابر کٹوائے' چوتھائی سر کے بال کٹوانا واجب ہے اور پورے سر کے بالوں کو کٹوانا مستحب ہے' سر منڈوانے کے بعد وہ حلال ہو گیا اور بیوی سے جماع کے علاوہ اس پر ہر چیز حلال ہو گئی' پھر ایام نحر کے تین دنوں میں سے کسی ایک دن مکہ جا کر طواف زیارت کرے' اگر پہلے سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں رمل نہیں کرے گا' اور اگر پہلے سعی نہیں کی تو پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا اور سات چکر پورے کرے' دو رکعت نماز طواف پڑھے گا اور اس کے بعد سعی کرے گا' طواف زیارت کے بعد اس پر بیوی بھی حلال ہو جائے گی۔ اگر اس نے طواف زیارت کو قربانی کے تین دنوں کے بعد کیا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم لازم آئے گا (طواف زیارت کا وقت ساری عمر ہے) وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنے کے بعد حج کے فرائض ادا ہو گئے' وقوف مزدلفہ' حج کی سعی اور رمی جمرات واجب ہیں' ان میں سے کسی ایک کے بھی ترک سے دم لازم آئے گا' دس ذوالحجہ کو طواف زیارت کرنے کے بعد منیٰ لوٹ آئے اور رات وہاں گزارے' اور گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر رمی کرے اور ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارے' پھر بارہ تاریخ کو اسی طرح کنکریاں مارے۔ دس تاریخ کو رمی کا وقت فجر سے غروب تک ہے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے لے کر غروب تک ہے' تیرہ تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے منیٰ سے مکہ روانہ ہو سکتا ہے اور اگر تیرہ تاریخ کی فجر کو پالیا تو پھر اس دن کی رمی کرنی ہوگی۔ جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کرے تو الوداعی طواف کرے' اس کو طواف صدر کہتے ہیں' یہ طواف واجب ہے' افتتاحی طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں' یہ مستحب ہے' طواف زیارت فرض ہے اور طواف صدر یا طواف وداع واجب ہے۔ طواف وداع کرنے کے بعد حج کے تمام ارکان اور واجبات ادا ہو گئے اور حج مکمل ہو گیا' اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے اور وہاں آٹھ یا نو دن کے قیام میں کوشش کرے کہ مسجد نبوی میں متواتر چالیس نمازیں پڑھے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر و ثواب

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اس کے لیے جہنم سے برأت اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور وہ نفاق سے بری ہو جائے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ منذری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں اور اس حدیث کو امام طبرانی نے ''اوسط'' میں روایت کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۵' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ایک لاکھ نمازوں کا اجر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے کا ایک ہزار نمازوں کا اجر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا پانچ سو نمازوں کا اجر ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ المنذری لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ

Marfat.com

لے تو اس کو ایک نماز کا اجر ملتا ہے اور اگر محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے تو پچیس نمازوں کا اجر ملتا ہے اور اگر جامع مسجد میں نماز پڑھے تو پانچ سو نمازوں کا اجر ملتا ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے' اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے' اس حدیث کو ائمہ ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۵' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ثواب میں اضافہ مسجد حرام کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پورے حرم مکہ میں کسی جگہ بھی نماز پڑھی جائے تو اتنا ہی ثواب ہوگا۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا طریقہ

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپ پر درود شریف پڑھے' کیونکہ آپ خود بھی درود شریف کو سنتے ہیں اور فرشتے بھی آپ کے پاس درود شریف پہنچاتے ہیں' جب زائر مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو درود شریف پڑھ کر یہ کہے:

اے اللہ! یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے نازل ہونے کی جگہ ہے' تو مجھے یہاں حاضر ہونے کی نعمت عطا فرما اور یہاں کی حاضری کو میرے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنا دے اور مجھے قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرما اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے غسل کرے' اچھا لباس زیب تن کرے' خوشبو لگائے' پھر انتہائی تواضع اور انکسار کے ساتھ آپ کے روضہ کی طرف روانہ ہو اور درود شریف پڑھتا ہوا اور اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتا ہوا چلتا رہے اور یہ پڑھے: ''بسم الله وعلی ملة رسول الله رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطانا نصيرا اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك'' پھر مسجد شریف میں داخل ہو اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے' آپ کی قبر شریف اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے' اس جگہ دو رکعت بہ طور شکر پڑھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر ادب سے کھڑا ہو' آپ کے مواجہ شریف (سر اور چہرہ) کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرے اور یوں سلام عرض کرے: ''السلام علیك یا سیدی یا رسول الله' السلام علیك یا نبی الله' السلام علیك یا حبیب الله' السلام علیك یا نبی الرحمة' السلام علیك یا شفیع الامة' السلام علیك یا سید المرسلین' السلام علیك یا خاتم النبیین' السلام علیك یا مزمل' السلام علیك یا مدثر' السلام علیك وعلی اصولك الطیبین' واهل بیتك الطاهرین'' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فریضۂ رسالت کو ادا کر دیا اور امانت کو پہنچا دیا اور امت کی خیر خواہی کی اور واضح دلائل بیان کیے' اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا' اور دین کو قائم کیا حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے' جس جگہ آپ اپنے جسد اطہر کے ساتھ تشریف فرما ہیں وہ جگہ تمام جگہوں سے افضل جگہ ہے' اللہ تعالیٰ آپ پر اور اس جگہ پر ہمیشہ اتنی بار صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے جس کا عدد اللہ ہی کے علم میں ہے۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے حرم مقدس اور آپ کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہیں' ہم دور دراز کے علاقوں سے آپ کے حضور میں آپ کی شفاعت کی امید سے آئے ہیں' آپ

Marfat.com

ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں' گناہوں کے بوجھ سے ہماری کمر ٹوٹ رہی ہے' آپ ہی ایسے شفاعت کرنے والے ہیں جن سے شفاعتِ کبریٰ' مقام محمود اور وسیلہ کا وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)

اور اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم کر گزریں' تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی ان کی شفاعت کریں' تو یہ بے شک اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا پائیں گے ○

اور بے شک ہم اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آئے ہیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں' سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجئے اور اللہ سے دعا کیجئے کہ آپ کی سنت پر خاتمہ فرمائے اور آپ کے دین میں ہمیں قیامت کے دن اٹھائے اور ہمیں آپ کے حوضِ کوثر پر وارد کرے اور بغیر کسی شرمندگی اور رسوائی کے ہمیں آبِ کوثر پلائے' یا رسول اللہ! شفاعت فرمائیے' یا رسول اللہ! شفاعت فرمائیے' یا رسول اللہ! شفاعت فرمائیے (تین بار کہے) اے اللہ! ہماری مغفرت فرما' اور جو ہم سے پہلے فوت ہو گئے ہیں ان کی مغفرت فرما اور مسلمانوں کے خلاف ہمارے دلوں میں کینہ نہ رکھ' اے رب! تو رؤف رحیم ہے' پھر جن لوگوں نے آپ کو سلام پہنچانے کی درخواست کی تھی' ان کا سلام پیش کرے اور کہے: یا رسول اللہ! فلاں' فلاں کی طرف سے آپ کو سلام ہو' یا رسول اللہ! وہ آپ سے شفاعت کے طلب گار ہیں' ان کی شفاعت فرمائیے' پھر درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا کرے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور کہے: ''السلام علیک یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم ' السلام علیک یا صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم انیسه فی الغار ورفیقه فی الاسفار وامینه فی الاسرار'' اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے' آپ نے بہترین نیابت کی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر قائم رہے' اور آپ کے طریقہ کے مطابق کارِ خلافت انجام دیئے' آپ نے مرتدین اور مبتدعین سے قتال کیا اور اسلام کے قلعہ کو مضبوط کیا' آپ بہترین امام تھے' آپ تادم حیات دین کی خدمت کرتے رہے' آپ اللہ سبحانہٗ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ آپ کی محبت رکھے اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی جماعت میں اٹھائے اور ہماری زیارت کو قبول فرمائے' السلام علیک ورحمة اللہ۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور یوں سلام عرض کرے: ''السلام علیک یا امیر المومنین ' السلام علیک یا مظهر الاسلام ' السلام علیک یا مکسر الاصنام'' اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے' آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا۔ یتیموں کی کفالت کی اور صلہ رحمی کی' اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیرو! رفیقو! مشیرو! اور دین قائم کرنے میں آپ کی معاونت کرنے والو! اور آپ کے بعد مسلمانوں کی بہتری کے لیے کارہائے نمایاں کرنے والو! آپ دونوں پر سلام ہو' اللہ آپ کو ہماری طرف سے تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے' ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ حضور ہماری شفاعت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں کہ وہ ہمارے اس حج اور زیارت کو قبول فرمائے' ہمیں آپ کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور آپ کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے' پھر اپنے لیے دعا کرے' اپنے والدین کے لیے دعا کرے اور جنہوں نے دعا کی

Marfat.com

درخواست کی تھی ان کے لیے دعا کرے' پھر تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے' پھر دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں جا کر کھڑا ہو' اسی طرح سلام پیش کرے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرے اور اسی طرح دعا کرے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون کے پاس نماز پڑھے' اور دیگر متبرک مقامات پر نمازیں پڑھے' بقیع شریف میں جائے' شہداء احد کی قبروں پر جائے' حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر فاتحہ پڑھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضور کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' ازواج مطہرات اور دیگر شہداء کی قبروں پر حاضر ہو اور تمام مزارات پر آیۃ الکرسی پڑھے' گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور اگر یاد ہو تو سورۂ یٰس پڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ان کا ثواب ان تمام ارواح قدسیہ کو پہنچائے' مسجد قبا میں حاضر ہو کر وہاں نماز پڑھے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۴۸) مسجد قبلتین' مساجد سبع اور تمام مشاہد کی زیارت کرے۔

(مراقی الفلاح ص ۴۵۱۔ ۴۴۸' ملخصاً مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اس کا معنی یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے تمام شرائط' فرائض اور واجبات کو ادا کرو' کہ یہ کامل ہوں ناقص نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ (البقرہ: ۱۹۶)

یعنی اپنے احرام پر برقرار رہو اور حلال نہ ہو۔

احصار (حج یا عمرہ کے سفر میں پیش آنے والی رکاوٹ) کی تعریف میں مذاہب ائمہ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دشمن سفر حج پر نہ جانے دے اور راستہ میں کسی جگہ روک لے تو یہ احصار ہے' اب محرم حرم میں قربانی بھیج دے اور جب قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک راستہ میں دشمن کے روکنے کے علاوہ راستہ میں بیمار ہو جانا اور سفر کے قابل نہ رہنا بھی احصار ہے اور لغت میں احصار اسی کو کہتے ہیں اور احادیث بھی اس کی مؤید ہیں' علماء مذاہب کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

اگر دشمن حج یا عمرہ کے لیے جانے نہ دے تو یہ احصار (روک دینا) ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن عربی مالکی لکھتے ہیں:

احصار دشمن کے منع کرنے اور روکنے کے ساتھ خاص ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' لیکن اکثر علماء لغت کی رائے یہ ہے کہ ''احصر'' کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کو مرض عارض ہو اور وہ اس کو کسی جگہ جانے سے روک دے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

احصار صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے مریض کو محصر نہیں کہتے' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت انس کا یہی قول ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' لیکن ابن قتیبہ نے یہ کہا ہے کہ جب مرض یا دشمن سفر کرنے سے روک دیں تو یہ احصار ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

کسائی' ابوعبیدہ اور اکثر اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ مرض اور زادِ راہ گم ہو جانے کی وجہ سے جو سفر جاری نہ رہ سکے اس کو احصار کہتے ہیں' اور اگر دشمن سفر نہ کرنے دے تو اس کو حصر کہتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس میں دشمن اور مرض برابر ہیں۔ ایک دم (ھدی کے قربانی کا جانور) بھیج کر محرم حلال ہو جائے گا جب کہ اس جانور کو حرم میں ذبح کر دیا جائے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور ثوری کا یہی مذہب' علامہ جصاص کہتے ہیں کہ جب لغت سے ثابت ہو گیا کہ احصار کا معنی مرض کا روکنا ہے تو اس آیت کا حقیقی معنی یہی ہے کہ جب کوئی مرض تم کو حج یا عمرہ سے روک دے' اور دشمن کا روکنا اس میں حکماً داخل ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۶۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر ائمہ لغت کی تصریحات

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ لغت میں سے ابن قتیبہ' ابوعبیدہ اور کسائی نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مرض کا لاحق ہونا احصار ہے' اسی سلسلہ میں مشہور امام لغت فراء لکھتے ہیں:

جو شخص سفر میں خوف یا مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کو پورا نہ کر سکے اس کے لیے عرب احصار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (معانی القرآن ج ۱ ص ۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

علامہ حماد جوہری لکھتے ہیں:

ابن السکیت نے کہا: جب کسی شخص کو مرض سفر سے روک دے تو کہتے ہیں: ''حصرہ المرض'' اخفش نے کہا: جب کسی شخص کو مرض روک دے تو کہتے ہیں: ''احصرنی مرضی''۔ (الصحاح ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر احادیث سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ جب کوئی شخص مرض لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اگلے سال اس کی قضاء کرے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت حجاج بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ جس شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ حلال ہو گیا اور اس پر اگلے سال حج ہے' ایک اور سند سے روایت ہے: یا وہ بیمار ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی[1]' امام ابن ماجہ[2] اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو حج کرنے سے روک دے وہ احصار ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص کو کوئی عذر حج کرنے سے روک دے یا اس کے سوا اور کوئی چیز مانع ہو تو وہ حلال ہو جائے اور رجوع نہ کرے اور جس وقت وہ محصر ہو تو اگر اس کے پاس قربانی ہو اور وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۵۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۲۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱/۴ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہیں ذبح کر دے اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی استطاعت رکھتا ہو تو جب تک وہ قربانی حرم میں ذبح نہیں ہو گی وہ حلال نہیں ہو گا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۴۴۔ ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں عذر کے لفظ سے استدلال ہے جو عام ہے اور دشمن کے منع کرنے اور بیمار پڑنے دونوں کو شامل ہے۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر آثار صحابہ سے استدلال

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس شخص نے حج کا احرام باندھا' پھر وہ بیمار ہو گیا یا کوئی اور رکاوٹ پیش آ گئی تو وہ وہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ ایام حج گزر جائیں' پھر عمرہ کر کے لوٹ آئے اور اگلے سال حج کرے۔

(المصنف ج ۱/ ۴ ص ۱۳۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

سلیمان بیان کرتے ہیں کہ معبد بن حراسہ مخزومی مکہ کے راستہ میں بے ہوش ہو گئے' ان کے بیٹے ان پر پانی ڈالنے لگے حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور مروان بن الحکم سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: وہ علاج کرے' اور جب تندرست ہو جائے تو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کر لے' اگلے سال حج کرے اور قربانی حرم میں بھیجے۔

(المصنف ج ۱/ ۴ ص ۱۴۰' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے گئے' جب ہم ذات السقوف میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کو (سانپ یا) بچھو نے ڈس لیا' ہم راستہ میں بیٹھ گئے تاکہ اس کا شرعی حکم معلوم کریں' ناگاہ ایک قافلہ میں حضرت ابن مسعود آ پہنچے ہم نے بتایا کہ ہمارا ساتھی ڈسا گیا ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک قربانی حرم میں بھیجو اور ایک دن مقرر کر لو جب وہ ھدی حرم میں ذبح کر دی جائے تو یہ حلال ہو جائے گا۔

(المصنف ج ۱/ ۴ ص ۱۴۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام ابوحنیفہ کے موقف پر اقوال تابعین سے استدلال

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں: جس شخص کو حج یا عمرہ کے سفر میں کوئی رکاوٹ درپیش ہو خواہ مرض ہو یا دشمن وہ احصار ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو سفر سے روک دے وہ احصار ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

قتادہ نے کہا: جب کوئی شخص مرض یا دشمن کی وجہ سے سفر جاری نہ رکھ سکے تو وہ حرم میں ایک قربانی بھیج دے اور جب وہ قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ابراہیم نخعی نے کہا: مرض ہو یا ہڈی ٹوٹ جائے یا دشمن نہ جانے دے' یہ سب احصار ہیں۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوحنیفہ کے موقف کی ہمہ گیری اور معقولیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد' آثار صحابہ اور اقوال تابعین' ائمہ لغت کی تصریحات ان سب سے امام ابوحنیفہ کا مسلک ثابت ہے کہ احصار دشمن کے روکنے اور مرض کے خارج ہونے دونوں کو شامل ہے اور اس میں یسر اور سہولت ہے' اسلام ہر مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے' ائمہ ثلاثہ کے موقف پر یہ اشکال ہو گا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے سفر میں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے

Marfat.com

جس کی وجہ سے وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اس کے لیے اسلام میں کیا حل ہے؟ ہر چند کہ اب ہوائی جہاز کے ذریعہ بیشتر حجاج کرام حج اور عمرہ کا سفر کرتے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے علاقوں سے لوگ سڑک کے ذریعہ سفر کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری میں اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے' جب آپ مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار نے آپ کو مکہ جانے سے روک دیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر کے دو بیٹے سالم اور عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج نے حضرت ابن الزبیر پر مکہ میں حملہ کیا ہوا تھا' ان دنوں میں حضرت ابن عمر نے حج کا ارادہ کیا' ان کے بیٹوں نے منع کیا کہ اس سال آپ حج نہ کریں' ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے گا' حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفار حائل ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کی اونٹنی کو نحر کیا اور اپنا سر مونڈ لیا اور میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ لازم کر لیا ہے' میں ان شاء اللہ روانہ ہوں گا' اگر کوئی رکاوٹ نہ ہوئی تو میں عمرہ کروں گا اور اگر کوئی رکاوٹ پیش آئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر کچھ دور چل کر کہا: احصار میں عمرہ اور حج دونوں برابر ہیں' میں عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کرتا ہوں' پھر یوم نحر کو قربانی کر کے وہ حلال ہو گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو احصار پیش آیا تھا' وہ دشمن کی وجہ سے تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی وجہ سے رکاوٹ کا بھی یہی حل بیان فرمایا ہے اس لیے دلائل شرعیہ کی قوت' یسر' ہمہ گیری اور معقولیت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی بہ نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک راجح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو' اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ (البقرہ: ۱۹۶)

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابو حنیفہ کا مسلک

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص راستہ میں مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جائے وہ کسی اور شخص کے ہاتھ قربانی (اونٹ' گائے یا بکری) یا اس کی قیمت بھی دے اور ایک دن مقرر کر لے کہ فلاں دن اس قربانی کو حرم میں ذبح کیا جائے گا اور اس دن وہ اپنا احرام کھول دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے' اور قربانی کی جگہ حرم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس جگہ کسی شخص کو رک جانا پڑے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ میں رک جانا پڑا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کی' اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم سے خارج ہے اور بعض حصہ حرم میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے جس حصہ میں رکے تھے وہ حرم میں تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوعمیس سے روایت کیا ہے کہ عطاء نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حرم میں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جگہ روک دیا گیا تھا آپ نے وہیں قربانی کی تھی' وہ جگہ حدیبیہ کی ایک طرف تھی جس کا

Marfat.com

نام الربی ہے اور یہ اسفل مکہ میں ہے اور وہ حرم ہے' زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو حرم میں نحر کیا تھا' واقدی نے کہا: حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر طرف حرم میں ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے۔ (البقرہ: ۱۹۶)

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

محل کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد حرم ہے' حضرت ابن مسعود' حسن بصری' عطاء' طاؤس' مجاہد' ابن سیرین' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ محرم کو رکاوٹ پیش آئی' وہ اس جگہ قربانی کا جانور ذبح کر کے احرام کھول دے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی[۱] اور علامہ ابن العربی[۲] مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔

قوت دلائل کے اعتبار سے ابوحنیفہ کا مسلک راجح ہے اور یسر اور سہولت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک راجح ہے کیونکہ بیمار یا دشمن میں گھرے ہوئے آدمی کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا جب تک قربانی حرم میں ذبح ہو بہت مشکل اور دشوار ہوگا' اس کے برعکس موضع احصار میں قربانی کر کے احرام کھول دینے میں اس کے لیے بہت آسانی ہے جب کہ اس طریقہ کو محصر کی آسانی ہی کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔ (البقرہ: ۱۹۶)

ضرورت کی وجہ سے منیٰ میں پہنچنے سے پہلے سر منڈانے کی رخصت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا' میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا درآں حالیکہ میرے منہ پر جوئیں ٹپک رہی تھیں' آپ نے فرمایا: میں تم پر کیسی مصیبت دیکھ رہا ہوں' کیا تمہارے پاس (قربانی کے لیے) ایک بکری نہیں ہے؟ میں نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو گرام) طعام (گندم) دو اور اپنا سر منڈادو' یہ آیت خاص میرے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن تمہارے لیے بھی عام ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ملا جیون حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص مریض ہو اور اس کو فوراً سر منڈانے کی حاجت ہو' یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو مثلاً کوئی زخم ہو یا جوئیں ہوں' تو پھر اس کے لیے منیٰ پہنچنے اور قربانی کرنے تک سر منڈانے کو موقوف کرنا ضروری نہیں

---

۱. علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب شافعی ماوردی بصری متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون ج ۱ ص ۲۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۲. علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

Marfat.com

ہے' البتہ سرمنڈانے کے بعد اس پر فدیہ دینا واجب ہوگا' قربانی کرے' تین دن کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ قربانی کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے اور روزہ رکھنا یا مسکینوں کو کھانا کھلانا حرم میں ضروری نہیں ہے۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۸۸' مطبوعہ مطبع کریمی' بمبئی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جب تم حالت امن میں ہو تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔

(البقرہ: ۱۹۶)

حج تمتع کا بیان

اس آیت کی ایک تفسیر تو یہی ہے کہ اس آیت میں زمانہ امن میں حج تمتع کا بیان فرمایا ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم سفر حج میں روک دیئے جاؤ تو تم کو جو قربانی سہولت سے حاصل ہو وہ قربانی کر کے احرام کھول دو' اور جب تم سے دشمن کا خوف جاتا رہے یا مرض دور ہو جائے اور تم حج کے ساتھ عمرہ ملاؤ تو ایک قربانی کرو جس کو آسانی کے ساتھ کر سکو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن (اس کے موافق) نازل ہو چکا تھا' پھر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۲۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس قول میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف تعریض ہے جو تمتع کرنے سے تنزیہاً منع کرتے تھے' اکابر علماء صحابہ نے ان کی مخالفت کی اور اس کا انکار کیا اور حق ان ہی کے ساتھ ہے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے فرمایا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور ہم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں نے قربانی کے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے[1] ان کے سوا باقی لوگ حج کے احرام میں عمرہ کی نیت کر لیں' سو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا' صفا اور مروہ میں سعی کی' اور (احرام کھول کر) اپنی اپنی ازواج سے مقاربت کی اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے' اور جن لوگوں نے اپنی قربانی کے جانوروں میں قلادہ (ہار) ڈال دیا تھا وہ (عمرہ کرنے کے بعد بھی) بہ دستور اپنے احرام پر برقرار رہے' کیونکہ جب تک ان کی قربانی اپنی جگہ پر ذبح نہ ہو جاتی وہ احرام نہیں کھول سکتے تھے' پھر آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لیں' سو جب ہم عرفات اور مزدلفہ کے وقوف سے فارغ ہو گئے تو ہم نے بیت اللہ میں آ کر طواف (زیارت) کیا' اور صفا اور مروہ میں سعی کی تو ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر ایک قربانی لازم تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ: ۱۹۶) اور ایک بکری کی قربانی کافی ہے" سو ان لوگوں نے ایک سال میں حج اور عمرہ کی دو عبادتیں جمع کر لیں' اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور یہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس تمتع کو مکہ والوں کے سوا باقی تمام مسلمانوں کے لیے مشروع فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي

[1] کیونکہ قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے حج کی نیت ہو گئی اور جنہوں نے ہار نہیں ڈالا تھا ان کی نیت نہیں ہوئی تھی' ان کو آپ نے عمرہ کرنے کی نیت کا حکم دیا۔

Marfat.com

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ '' (البقرہ: ۱۹۶) اور حج کے جن مہینوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے وہ شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں' سو جو شخص ان مہینوں میں تمتع کرے اس پر قربانی لازم ہے یا روزے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا وہ حج قران تھا اور یہی سب سے افضل حج ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

حج کے مہینے معروف ہیں پس جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے تو حج میں نہ

وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ

عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں' نہ گناہ اور نہ جھگڑا' اور تم جو نیکی کرتے ہو اس کا

اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کو علم ہے' اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے' اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو ○

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ

(حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اور جب تم

اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠

عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو'

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور جس طرح اس نے تم کو ہدایت دی ہے اس طرح اس کا ذکر کرو' اور بے شک اس سے پہلے تم ضرور گمراہوں میں سے تھے ○

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے بخشش طلب کرو'

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا اور عمرہ کا کوئی وقت معین نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ حج کا وقت معین ہے اور اس کے مہینے معروف اور مشہور ہیں۔

Marfat.com

حج کے مہینوں کے متعلق فقہاء امت کے نظریات

حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' عطاء' طاؤس' مجاہد' زہری' ربیع اور امام مالک کے نزدیک شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ پورے کے پورے حج کے مہینے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم' ابن سیرین' حسن' شعبی' نخعی' قتادہ' مکحول' سدی' امام ابوحنیفہ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (زادالمسیر ج ۱ ص ۲۰۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کرلے۔ (البقرہ: ۱۹۷)

فرضیت حج کے سبب میں ائمہ مذاہب کے اقوال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' عطاء' طاؤس اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے کہا: حج کی نیت سے تلبیہ پڑھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے بغیر بھی حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔ (زادالمسیر ج ۱ ص ۲۱۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں' نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)

ایام حج میں فحش باتیں' گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن جبیر' قتادہ' حسن' عکرمہ' مجاہد' زہری اور سدی نے بیان کیا کہ رفث سے مراد یہاں جماع ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور طاؤس وغیرھم نے کہا: اس سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے۔ فسق سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور جدال سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے' یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' عطاء اور مجاہد کی رائے ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔ ابن زید اور امام مالک نے کہا: اس سے مراد اس بات میں اختلاف کرنا ہے کہ کون اپنے باپ دادا کے موقف میں کھڑا ہے' کیونکہ عرب کسی اور کے موقف میں وقوف کرتے' پھر اس میں اختلاف اور بحث کرتے' قاسم نے کہا: یا اس میں اختلاف کریں کہ حج آج ہے یا کل۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

فحش باتیں' فسق اور جھگڑا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ ممنوع ہے لیکن یہ ممانعت اس وقت شدید ہے جب انسان بیت اللہ کی زیارت اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے چل کر یہاں آئے' ویسے تو تمام سفر حج میں انسان ان برائیوں میں مجتنب رہے لیکن حج کا احرام باندھنے سے لے کر مناسک حج مکمل ہونے تک جو شخص ان بُرے کاموں سے بچا رہا اس کا حج' حج مبرور ہے۔

Marfat.com

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس بیت اللہ کا حج کیا اور فحش باتیں نہیں کہیں اور فسق نہیں کیا وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو کر نکلے گا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ (زادالمسیر ج ۲ ص ۱۶۱ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ایام حج یا غیر ایام حج میں تم جو کام بھی کرتے ہو خواہ نیک ہو یا بد ان سب کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو O (البقرہ: ۱۹۷)

حج کے لیے سفر خرچ تیار کرنے حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور سفر خرچ تیار نہیں کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں' جب وہ مکہ پہنچتے تو مانگنا شروع کر دیتے' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ سفر خرچ تیار کرو' کیونکہ بہترین سفر خرچ سوال نہ کرنا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۲ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ دنیا سے آخرت کی طرف جو سفر ہے اس کے لیے سفر خرچ تیار کرو اور نیک اعمال کرو کیونکہ بہترین سفر خرچ تقویٰ اور خوف خدا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں معنی مراد ہوں' راستہ میں اور قیام حرمین کے دوران کھانے پینے اور سواری کا انتظام کر کے چلو' اور اعمال صالحہ کا زادِ راہ تیار کرو اور عقلِ سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۹۸)

حج کے دوران روزی کمانے کا جواز

جب اللہ تعالیٰ نے ایام حج میں جدال (بحث اور تکرار) کرنے سے منع کیا تو یہ وہم پیدا ہوا کہ شاید ایام حج میں تجارت بھی ممنوع ہو کیونکہ اس میں قیمت پر بحث ہوتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے' جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ (زمانۂ حج میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۲ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایام حج میں تجارت کرنا' محنت مزدوری اور ہر جائز طریقہ سے کسب معاش کرنا جائز ہے اور اس سے حج کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق' امام سعید بن منصور' امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید' امام ابوداؤد' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں: ابوامامہ تیمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: ہم لوگ

Marfat.com

محنت مزدوری کرتے ہیں کیا ہمارے لیے حج کا اجر و ثواب ہوگا؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: کیا تم لوگ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے؟ اور کیا تم اپنے سروں کو نہیں مونڈتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: ایک شخص نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے' آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ (زمانۂ حج میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۲۲' مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اگر حج کے دوران ضمناً تجارت یا محنت مزدوری ہو جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی شخص بالقصد ایام حج میں تجارت کے لیے یا مزدوری کے لیے جائے اور ضمناً حج کر لے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور جس طرح اس نے تم کو ہدایت دی ہے اس طرح اس کا ذکر کرو۔ (البقرہ: ۱۹۸)

مشعر حرام کا بیان

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عرفات کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کی تعلیم دی اور بار بار کہتے: "عرفت عرفت" (آپ نے جان لیا' آپ نے جان لیا) تو اس جگہ کا نام میدان عرفات پڑ گیا۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

مشعر حرام کی تفسیر میں امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو مزدلفہ میں ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ نے کہا: اے لوگو! تمام مزدلفہ مشعر حرام ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے مشعر حرام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: دو پہاڑوں کے درمیان جو جگہ ہے وہ مشعر حرام ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے مشعر حرام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لے جا کر دکھایا کہ عرفات کے بعد جہاں سے مزدلفہ کی ابتداء ہوتی ہے وہاں سے لے کر حرم تک مزدلفہ کی ساری وادی مشعر حرام ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۸' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

مشعر حرام کے پاس ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے' اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ' جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے بخشش طلب کرو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ (البقرہ: ۱۹۹)

نسلی برتری کے تفاخر کا ناجائز ہونا

قریش اور ان کی اولاد حمس[1] کہلاتے تھے اور یہ حج میں عرفات کے بجائے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور عام لوگوں

[1] حمس: قریش' کنانہ' خزاعہ' ثقیف' جشم' بنو عامر اور بنو نصر کا لقب حمس تھا' کیونکہ یہ لوگ اپنے دین میں بہت متشدد اور سخت تھے' حمس کا لغوی معنی بہادر ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

Marfat.com

سے اپنے آپ کو منفرد سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی عرفات میں وقوف کر کے پھر مزدلفہ میں آؤ جہاں سے اور لوگ آتے ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان کے دین پر چلنے والے حمس تھے' وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے' وہ کہتے تھے: ہم خدام حرم ہیں' اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۹' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اور زمانہ جاہلیت میں تم نے جو مناسک حج میں ترمیم کر دی تھی اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں سب برابر ہیں اور رنگ و نسل اور علاقہ اور زبان کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اور کسی شخص کا رنگ و نسل اور علاقہ اور زبان کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور اعلیٰ سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے' امام احمد نے ابونضرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں فرمایا: سنو! تم سب کا رب ایک ہے' کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر' کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ سے[1] اور جب نسلی برتری کے گھمنڈ پر عبادت میں احساس برتری جائز نہیں ہے تو دنیاوی معاملات میں کب جائز ہوگا' سو بعض سادات کرام کا نسلی برتری کی بنا پر اپنے غیر کفو میں رشتہ دینے کو حرام کہنا جائز نہیں ہے' "شرح صحیح مسلم" جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس تفسیر میں بھی ان شاء اللہ النساء: ۳ میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کریں گے۔

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ

پھر جب تم حج کی عبادات مکمل کر چکو تو اس طرح اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس

أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا

سے بھی زیادہ کرو' اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور

لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي

ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے O اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولَٰئِكَ

اچھائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطا فرما' اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا O یہ وہ لوگ ہیں

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا

جن کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے O اور گنے چنے

اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ

دنوں میں اللہ کو یاد کرو' سو جس نے دو دنوں میں (روانہ ہونے کی) جلدی کی تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے'

عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور جس نے تاخیر کی اس پر (بھی) کوئی حرج نہیں ہے' یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرے' اور اللہ سے ڈرتے رہو'

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور جان لو کہ بے شک تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے O

زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد اپنے آباء واجداد کی بڑائی بیان کرتے تھے اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد تم اپنے آباء اجداد کی بڑائی بیان کرنے کے بجائے اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمتوں کا ذکر کرو اور جتنا اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے اس سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ حج میں اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے' بعض کہتے کہ میرا باپ لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا' بعض کہتے کہ میرا باپ تلوار کا دھنی تھا' بعض کہتے کہ میرے باپ نے فلاں' فلاں کی گردنیں اڑا دیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے O (البقرہ: ۲۰۰)

دوزخ سے پناہ اور جنت کی طلب کی دعا کرنا' انبیاء کرام اور صحابہ کا طریقہ ہے

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے: اے مسلمانو! حج کی عبادات سے فارغ ہو کر زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر مانگنے میں رغبت کرو' اور اللہ تعالیٰ سے بہت عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرو' خالص اللہ عزوجل کی رضاجوئی کے لیے عبادت کرو' اور یہ دعا کرو کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں خیر عطا فرما اور آخرت میں خیر عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کو خرید لیا اور وہ صرف دنیا اور اس کی زینت کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی صرف متاع دنیا کا سوال کرتے ہیں' ان کے لیے اجر وثواب میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوبکر بن عیاش بیان کرتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر لوگ یہ دعا کرتے تھے' اے اللہ! ہمیں اونٹ دے' ہمیں بکریاں دے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ ! ہم پر بارش نازل کر! اے اللہ! ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا کر۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں مدد اور رزق مانگتے تھے اور آخرت کے متعلق کوئی سوال نہیں کرتے تھے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۷۴ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

دنیا کی بھلائی سے مراد ہے: عافیت' نیک بیوی' علم' عبادت' پاکیزہ مال' نیک اولاد' صحت' دشمنوں پر فتح' نیک لوگوں کی رفاقت' اسلام پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت' بُرے حساب اور محشر کے خوف سے سلامتی' حور عین اور دیدار الٰہی کی لذت ہے۔

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ حج کی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے دنیا کی خیر کے لیے اور آخرت کی خیر کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا چاہیے اور دوزخ سے پناہ طلب کرنی چاہیے' ہمارے زمانہ کے جاہل صوفیوں میں یہ مشہور ہے کہ عبادت بے غرض کرنی چاہیے' جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ کی دعا نہیں کرنی چاہیے' وہ کہتے ہیں کہ رابعہ بصریہ ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لیے جا رہی تھیں' کسی نے پوچھا: اے رابعہ! یہ کیا ہے؟ کہا: لوگ جنت کی طلب اور دوزخ کے ڈر سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں' میں چاہتی ہوں کہ جنت کو آگ لگا دوں اور دوزخ کی آگ بجھا دوں تاکہ جنت کا شوق رہے نہ دوزخ کا خوف اور سب بغیر کسی غرض اور عوض کے اللہ کی عبادت کریں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

بعض جعلی صوفیوں سے منقول ہے کہ ہم اللہ کی عبادت محض اس کی ذات کی وجہ سے کرتے ہیں اور ہم اس سے کسی قسم کی غرض یا کسی عوض کی طلب نہیں رکھتے' ان کا یہ قول بہت بڑا جہل ہے اور قریب بہ کفر ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا: بغیر غرض کے کوئی کام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کا خاصہ ہے' جب کہ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بھی کسی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں' تو بندہ کے افعال بغیر کسی حکمت اور غرض کے کیسے ہو سکتے ہیں' ہاں بعض اوقات انسان کی توجہ محض اللہ کی رضا کی طرف ہوتی ہے اور وہ جنت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے قطع نظر کر کے محض اس کی رضا کے لیے عبادت کرتا ہے لیکن یہ بہت اونچا مقام ہے اور سوائے اس کے مخلصین کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۹۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے:

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (التوبہ: ۷۲)

اور دائمی رہائش کی جنتیں ہیں اور اللہ کی رضا (ان) سب سے زیادہ بڑی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض (بلند ہمت) لوگ وہ ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان کا سودا کر لیتے ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخلصین اور بلند ہمت لوگ جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ کی دعا نہیں کرتے۔

انبیاء کرام اور صحابہ عظام سے زیادہ مخلص اور بلند ہمت اور کون ہوگا' انہوں نے جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور دوزخ سے پناہ طلب کی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ (الشعراء: ۸۵)

اور مجھ کو نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے ۝

Marfat.com

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: میں تشہد پڑھنے کے بعد اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں' بہ خدا! جتنی عمدگی سے آپ آہستہ آہستہ دعا کرتے ہیں اور معاذ آہستہ آہستہ دعا کرتے ہیں اتنی عمدگی سے دعا نہیں کر سکتا' آپ نے فرمایا: ہم بھی یہی دعا کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۶۵-۲۷۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۴' ج ۵ ص ۷۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

قتادہ نے حضرت انس سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دعا بہت زیادہ مانگتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا بہت زیادہ مانگتے تھے وہ یہ ہے: اے اللہ! ہم کو دنیا کی خیر اور آخرت کی خیر عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۶۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۰۲)

اللہ کے جلد حساب لینے کی تفسیر

جو لوگ حج کی عبادات سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی خیر عطا فرما اور آخرت کی خیر عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا' کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ ہر خیر اللہ کی قدرت اور اس کے قبضہ میں ہے اور ان کا دل آخرت کی نعمتوں کی طرف راغب ہے اور ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے حج کی عبادات کا ثواب عطا فرمائے گا اور انہوں نے جو دوسرے نیک کام کیے ہیں اور بدنی اور مالی عبادات کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا بھی اجر جزیل عطا فرمائے گا' اس کے برخلاف جن لوگوں نے اجر اخروی میں رغبت کیے بغیر اعمال شاقہ کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کا مطمح نظر دنیا کی حسین چیزیں تھیں' ان کو کسی قسم کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کا علم ان دونوں فریقوں کے اعمال کو محیط ہے' اور اللہ عزوجل ان سے بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اتنی دیر میں اللہ تعالیٰ مخلوق کا حساب لے گا' دوسری روایت یہ ہے کہ ایک لحہ بھر میں ساری مخلوق کا حساب لے لے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حساب لینے کے لیے غور و فکر کی حاجت نہیں ہے۔ زجاج نے کہا: کیونکہ اس کے لیے تمام جہان کا حساب لینا ایک شخص سے حساب لینے کے حکم میں ہے۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حساب جزاء سے کنایہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت جلد جزا دینے والا ہے' اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ استجابت دعا سے کنایہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت جلد دعا قبول فرمانے والا ہے۔ ہر تقدیر پر اس آیت سے مقصود اس چیز سے ڈرانا ہے کہ قیامت بہت جلد آنے والی ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۳۱۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گنے چنے دنوں میں اللہ کو یاد کرو' سو جس نے دو دنوں میں (روانہ ہونے کی) جلدی کی تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی اس پر (بھی) کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲۰۳)

Marfat.com

تکبیرات تشریق میں مذاہب ائمہ

حضرت ابن عباس نے بیان فرمایا کہ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں[1] اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق پڑھی جائیں'' اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ''[2] ایک بار یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب' تکبیرات تشریق کتنے دنوں تک پڑھی جائیں اس کے متعلق فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

قربانی کے دن ظہر کی نماز سے لے کر آخر ایام تشریق کی صبح کی نماز تک ہر نماز کے بعد تکبیرات پڑھے' یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور فقہاء میں سے امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۲۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر غیر محرم ہو تو وہ تیئس نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھے' یوم عرفہ کی فجر سے تکبیرات شروع کرے اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تک پڑھے' اور اگر وہ محرم ہو تو سترہ نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھے' قربانی کے دن کی ظہر کی نماز کے بعد سے شروع کرے اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تک تکبیرات پڑھے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یوم عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک تکبیرات پڑھے (فقہاء میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یوم عرفہ کی صبح سے لے کر قربانی کے پہلے دن کی عصر تک تکبیرات پڑھے' فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے)۔

(المصنف ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے حضرت علی کے قول کو اختیار کیا کیونکہ یہ قول زیادہ تکبیرات کو شامل ہے اور عبادات میں اسی میں احتیاط ہے' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن مسعود کے قول کو اختیار کیا کیونکہ بہ آواز بلند تکبیر کہنا بدعت ہے۔ (مشائخ حنفیہ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

یہ تکبیرات شہر میں مستحب جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کے مقیمین (غیر مسافروں) پر واجب ہیں' صرف عورتوں کی جماعت کے بعد نہیں ہیں اور مسافروں کی جماعت کے بعد بھی نہیں ہیں' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ ہر فرض نماز پڑھنے والے پر تکبیر پڑھنا واجب ہے کیونکہ تکبیرات فرض کے تابع ہیں' اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بلند آواز سے تکبیر کہنا

---

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان ج ۲ ص ۱۷۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

خلاف سنت ہے' اور چونکہ شریعت میں اس کا حکم ہے' اس لیے ان شرائط کے بعد ان کا پڑھنا واجب ہوگا۔ امام ابو یوسف نے کہا: اگر امام تکبیر بھول جائے پھر بھی مقتدی پر تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۷۵' مکتبہ شرکتہ علمیہ' ملتان)

ذکر بالجہر میں امام ابوحنیفہ کا موقف

صحیح بخاری' صحیح مسلم اور بہ کثرت احادیث صحیحہ میں فرض نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر بالجہر کرنے کی تصریح ہے' اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ تکبیرات تشریق کو بدعت یا خلاف سنت قرار دیں گے' اور علامہ مرغینانی صاحب ''ھدایہ'' نے کہا ہے کہ امام اعظم نے تکبیرات تشریق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ ان کے قول میں تکبیرات کا عدد کم ہے اور چونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے اس لیے انہوں نے حضرت ابن مسعود کے قول کو اختیار کیا' صاحب ''ھدایہ'' کا یہ استدلال ان کے وہم پر مبنی ہے اور صحیح نہیں ہے' صحیح وجہ یہ ہے کہ اختلافات صحابہ میں عام طور پر امام اعظم حضرت ابن مسعود کے قول کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کی بہ نسبت حضرت ابن مسعود زیادہ فقیہ تھے' اس لیے تکبیرات تشریق میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات کے مقابلہ میں امام اعظم نے حضرت ابن مسعود کی روایت کو اختیار فرمایا۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی لکھتے ہیں:

بہرحال بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے جیسے اذان اور خطبہ میں ہے اور تکبیرات تشریق میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ بلند آواز سے تکبیر پڑھنا بدعت ہے کیونکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اصل نماز پر تکبیرات کی زیادتی کتنی نمازوں میں سنت ہے' مثلاً اس میں اختلاف ہے کہ ظہر کی چار سنتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے یا دو سلاموں کے ساتھ اور یہ اختلاف اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اگر ظہر کی سنتوں کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ بدعت یا حرام ہوں گی۔ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۹' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد میں جو تکبیرات کے عدد کا اختلاف ہے اس میں تمام زمانوں اور تمام شہروں میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر عمل کیا گیا ہے' اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۶۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام اعظم اور صاحبین میں اختلاف ہو تو قوت دلیل کا اعتبار ہوتا ہے اور یہی وجہ صحیح ہے جیسا کہ ''الحاوی القدسی'' میں مذکور ہے' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبین کا قول بھی درحقیقت امام اعظم کا قول ہوتا ہے' علامہ ابن ہمام نے ''فتح القدیر'' میں اس مسئلہ میں امام اعظم کے قول کو ترجیح دی ہے' یہ صحیح نہیں ہے۔ (البحرالرائق)

(ردالمحتار ج ۱ ص ۵۶۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

''مجتبیٰ'' میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ اہل کوفہ وغیرھا کو چاہیے کہ ان دس دنوں میں بازاروں اور مسجدوں میں تکبیرات پڑھیں' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ہاں' اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم بن یوسف ان جگہوں میں تکبیرات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور فقیہ ابوجعفر نے کہا: میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ عام لوگوں کو تکبیرات پڑھنے سے منع نہیں کرنا چاہیے

Marfat.com

کیونکہ عوام کی خیر میں رغبت کم ہوتی ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ تکبیرات پڑھنا اولیٰ ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۶۴ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: عید الفطر کی تکبیرات بھی عید الاضحیٰ کی تکبیرات کی طرح ہیں' یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک ہے اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے بلکہ ''مسند امام اعظم'' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذکر بالجہر کو مطلقاً مستحب قرار دیتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۶۲ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس نے دو دنوں میں (روانہ ہونے کی) جلدی کی' تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی اس پر (بھی) کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۲۰۳)

قیام منیٰ کی مدت کا بیان

علامہ جیون حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

(ترجمہ:) جس شخص نے ایام منیٰ میں عجلت کی اور تیسرے دن (تیرہ ذوالحجہ) کی رمی تک نہ ٹھہرا اور یوم النحر کے بعد صرف دو دن (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) کی رمی پر اکتفاء کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص ان دو دنوں (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) کے بعد بھی ٹھہرا رہا یہاں تک کہ تیسرے دن (تیرہ ذوالحجہ) کی رمی بھی کر لی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: اس آیت سے صاحب ہدایہ نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اگر حاجی منیٰ سے جلد مکہ روانہ ہونا چاہتا ہے تو وہ بارہ ذوالحجہ کی رمی کے بعد جا سکتا ہے' اور اگر وہ چوتھے دن (تیرہ ذوالحجہ) تینوں جمرات کی رمی کرنا چاہتا ہے (تو ترک کر سکتا ہے)' وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں: جو (یوم النحر کے بعد) دو دن (گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو رمی کر کے) واپسی کی جلدی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں' اور وہ جو (تیرہ ذوالحجہ تک روانگی میں) تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے (یعنی حاجی کو اس کی رخصت ہے)' اور افضل یہ ہے کہ حاجی (تیرہ ذوالحجہ تک) قیام کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (تیرہ ذوالحجہ تک اپنی روانگی کو) مؤخر فرمایا' یہاں تک کہ چوتھے دن آپ نے رمی فرمائی' یہ ان کے الفاظ ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بھی مذکور ہے کہ حاجی کے لیے چوتھے دن بغیر رمی کے طلوع فجر سے پہلے جانا جائز ہے اور جب فجر طلوع ہو جائے تو پھر چوتھے دن کی رمی کے بغیر نہ جائے' اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور اگر چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کر لی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ جب انہوں نے اس کے ترک کو جائز قرار دیا ہے تو زوال سے پہلے کرنا بھی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' بس زوال کے بعد ہی کرے' یہ مسائل حج کی تتمہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۹۹۔۹۸ ' مطبوعہ مطبع کریمی' بمبئی)

البقرہ: ۱۶۹ سے لے کر البقرہ: ۲۰۳ تک اللہ تعالیٰ نے مسائل حج سے متعلق آیات نازل کیں اور ان آیات کی تفسیر لکھنے کا حسین اتفاق ایام حج عشرہ ذوالحجہ میں پیش آیا اور تکبیرات کی تفسیر میں نے ایام تشریق میں لکھی اور بارہ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو ان آیات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔ الہ العٰلمین! مجھے باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرما اور اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما' اس کو تا قیام قیامت باقی' فیض آفریں اور اشاعت پذیر رکھ امین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین۔

حجاج کرام کے اجر و ثواب اور ان سے مصافحہ کرنے کے متعلق احادیث و آثار

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام ابن ابی شیبہ' شعبی سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ مناسک حج اس لیے بنائے ہیں تاکہ بنو آدم کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں۔ امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے کہ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے والا بخش دیا جاتا ہے' انہوں نے کہا: یہ شرطیکہ وہ ان گناہوں کو ترک کر دے

Marfat.com

جن کو پہلے کرتا تھا۔

امام اصبہانی نے ''ترغیب'' میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ حجاج کے گناہوں میں آلودہ ہونے سے پہلے مصافحہ کرلو۔

امام اصبہانی نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ حج مبرور کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: وہ حج کرنے کے بعد دنیا سے مستغنی ہو اور آخرت میں راغب ہو۔

امام حاکم نے تصحیح حدیث کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حج پورا کرلو تو جلد گھر کی طرف روانہ ہو اس سے زیادہ اجر ملے گا۔

امام مالک' امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ سے لوٹنے کے بعد کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر تین مرتبہ تکبیر پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: ''لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وھو علی کل شی قدیر ائبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ''۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۳۲' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے اور شفاعت طلب کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن حبان نے ''الضعفاء'' میں' امام ابن عدی نے ''کامل'' میں اور امام دارقطنی نے ''العلل'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

امام سعید بن منصور' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابن عدی' امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۳۱۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲)

امام حکیم ترمذی' امام بزار' امام ابن خزیمہ' امام بن عدی' امام دارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۵' شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳)

امام طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی اور کام کے صرف میری زیارت کے لیے آیا مجھ پر واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۲۲۵)

امام طیالسی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کروں گا یا شہادت دوں گا' اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۴۵' شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۶)

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آکر سلام عرض کرتے اور قبر کو چھوتے نہیں تھے' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبر پر سلام عرض کرتے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ محمد بن منکدر نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۶ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶ کشف الاستار ج ۲ ص ۵۶ کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۰)

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے منیب بن عبداللہ بن ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر کھڑے ہوئے اور بڑی دیر تک ہاتھ بلند کیے رہے' حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ نماز کی نیت کر رہے ہیں' پھر سلام عرض کیا اور چلے گئے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۱)

امام بیہقی' حاتم بن مروان سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کسی قاصد کو مدینہ میں بھیجتے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۲۔ ۴۹۱)

امام بیہقی' ابوحرب ہلالی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حج کیا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر آیا تو اس نے اپنی اونٹنی کو وہاں باندھ دیا' پھر مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' میں آپ کے پاس اپنے گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آیا ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الایہ" (النساء: ۶۴) "اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کے پاس آ کر اللہ سے استغفار کریں' اور رسول بھی ان کی شفاعت کر دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے" اور میں گناہوں سے بوجھل ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں' آپ اپنے رب کے حضور میری شفاعت کریں کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۶۔ ۴۹۵) (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۳۸۔ ۲۳۷ ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہے اور

اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى

وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ کو گواہ بناتا ہے' حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ○ اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا ہے تو

الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا

اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں کو (برباد) اور جانوروں کو ہلاک کرے' اور اللہ

يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

فساد کو پسند نہیں فرماتا ○ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ ضد میں آ کر (اور) گناہ کرتا ہے' سو

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

اس کے لیے جہنم کافی ہے اور ضرور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے ○

Marfat.com

دنیا اور آخرت کو برباد کرنے والا

آیات حج میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا بیان فرمایا تھا جو صرف دنیا میں رغبت کرتا ہے اور صرف دنیا کے حصول کی دعائیں کرتا ہے اور اس شخص کا ذکر فرمایا تھا جو دنیا اور آخرت میں رغبت کرتا ہے اور دونوں کے لیے دعا کرتا ہے' عقلی طور پر یہاں دو قسمیں اور بھی ہیں' ایک وہ شخص جس کی رغبت دنیا میں ہو نہ آخرت میں' ان آیات میں اس شخص کا ذکر ہے' اور دوسری قسم وہ ہے جس کی رغبت صرف آخرت میں ہو اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کو چھوڑ دے' ان آیات کے بعد آیت: ۲۰۷ میں اسی شخص کا ذکر آرہا ہے' پہلے اللہ تعالیٰ نے اس منافق کا ذکر فرمایا جو دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کرتا ہے۔

یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: میں اسلام لانے کا ارادہ کرتا ہوں' اور قسم کھائی کہ وہ صرف اسی لیے آیا ہے' پھر جب آپ کے پاس سے اٹھا تو باہر جا کر مسلمانوں کے اموال کو تباہ کر دیا' امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی بیان کرتے ہیں کہ اخنس بن شریق ثقفی بنو زہرہ کا حلیف تھا' وہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اسلام کا اظہار کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی باتیں اچھی لگیں' اس نے کہا: میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں' اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنی بات میں سچا ہوں' پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو مسلمانوں کے کھیتوں اور گدھوں کے پاس سے گزرا' اس نے مسلمانوں کے کھیتوں میں آگ لگا دی اور ان کے گدھوں کی کونچیں کاٹ دیں' تب اس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۸۲۔ ۱۸۱' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

"اَلَدُّ الْخِصَامِ" (سخت جھگڑالو) کا بیان

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

مجاہد نے کہا: جو شخص کج بحث' ہٹ دھرم اور ظالم ہو وہ "الد الخصام" ہے۔

امام احمد' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض شخص "الد الخصام" (بہت جھگڑا کرنے والا) ہے۔

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گنہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔

امام بیہقی نے عبد الکریم الجذری سے روایت کیا ہے کہ متقی کبھی جھگڑا نہیں کرتا۔

امام بیہقی نے ابن عمرو بن العلاء سے روایت کیا ہے کہ جب دو شخص جھگڑا کرتے ہیں تو جو زیادہ بُرا ہوتا ہے وہ غالب آ جاتا ہے۔

امام احمد' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تمہارے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ لڑتے رہو اور تمہارے ظلم کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو اور تمہارے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ باتیں کرتے رہو' ماسوا اس گفتگو کے جو اللہ کے متعلق کی جائے' نیز امام احمد' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو بہت باتیں کرتا ہے وہ بہت جھوٹ بولتا ہے اور جو بہت قسمیں کھاتا ہے وہ بہت گناہ کرتا ہے اور جو بہت جھگڑا کرتا ہے اس کا دین سلامت نہیں رہتا[1] اس کے بعد فرمایا:

---

[1] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدر المنثور ج ۱ ص ۲۳۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران

Marfat.com

اور جب اس منافق سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو اور اللہ کی نافرمانی نہ کرو تو وہ ضد اور تکبر میں آ کر اور بڑھ چڑھ کر فساد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے بدلہ اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے' اور اللہ

رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ

بندوں پر بہت مہربان ہے O اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہےO

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

پھر اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم پھسلنے لگو' تو یقین رکھو کہ اللہ بہت غالب'

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ

بڑی حکمت والا ہے Oوہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ (کا عذاب) بادلوں کے سائبانوں میں

مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۱۴ ۹

اور (عذاب کے) فرشتے ان کے پاس آ جائیں اور کام تمام ہو جائے' اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیںO

رضاء الٰہی کی خاطر دنیا ترک کرنے والا

اس آیت میں باقی ماندہ اقسام میں اس شخص کا بیان ہے جو آخرت کی خاطر دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور وہ صرف آخرت میں رغبت رکھتا ہے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب میں نے مکہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا: اے صہیب! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا' اور اب تم یہ سارا مال لے کر جا رہے ہو' خدا کی قسم! ہرگز نہیں ہوسکتا' میں نے ان سے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنا سارا مال تم کو دے دوں تو پھر تم مجھے جانے دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ان سے کہا: یہ سارا مال لے لو اور مجھے جانے دو' جب میں مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: صہیب تمہاری تجارت نے نفع پایا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۴۰ _ ۲۳۹ 'مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

Marfat.com

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صہیب ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو قریش نے ان کا پیچھا کیا' حضرت صہیب سواری سے اتر گئے اور اپنی کمان کو سیدھا کر لیا اور کہا: اے قریش کی جماعت! تم کو معلوم ہے میں تم سب سے بڑا تیرانداز ہوں اور خدا کی قسم! جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہوگا تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے' پھر جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی میں تم سے مقابلہ کرتا رہوں گا' اب جو چاہو کرو اور اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاتا ہوں میرا مال کہاں رکھا ہے بہ شرطیکہ تم میرا راستہ چھوڑ دو' انہوں نے کہا: ہاں! سو انہوں نے ایسا ہی کیا' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا: تمہاری بیع نفع یاب ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی: اور لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے بدلہ میں اپنی جان فروخت کر دیتا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۷۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان اور حضرت ابوذر غفاری جندب بن سکن رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابوذر کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا' وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے پکڑ لیا' وہ فدیہ میں ان کو اپنا مال دے کر ہجرت کے لیے چل پڑے' راستہ میں منقد بن عمیر بن جدعان نے ان کو پکڑ لیا' وہ اس کو باقی ماندہ مال دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ مکہ والوں میں سے ایک شخص مسلمان ہو گیا' اس نے ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ کیا' راستہ میں مشرکین نے ان کو پکڑ لیا' انہوں نے کہا: میں تم کو اپنا گھر اور اپنا سارا مال و متاع دیتا ہوں' تم مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دو' پھر وہ اپنا سب کچھ دے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: تمہاری بیع نفع بخش ہے' اس میں کوئی گھاٹا نہیں ہے' انہوں نے پوچھا: کیسی بیع؟ کہا: تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک لشکر بھیجا۔ لشکر والوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا' پھر لشکر میں ایک مسلمان نکلا اور قلعہ والوں سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' لوگ کہنے لگے: اس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: نہیں یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی جان دے کر اللہ کی رضا کو خرید لیا ہے۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کا کافر سے مقابلہ ہوا' مسلمان نے کافر سے کہا: ''لا الہ الا اللہ'' پڑھو' تم یہ کلمہ پڑھ لو گے تو تمہاری جان اور مال پر حملہ نہیں ہوگا' کافر نے انکار کیا' مسلمان نے کہا: میں اپنی جان کو اللہ کے ہاتھ بیچتا ہوں' یہ کہہ کر اس کافر پر حملہ کیا اور راہِ حق میں شہید ہو گیا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۸۷۔۱۸۶' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ آلوسی نے کواشی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے' اہل مکہ نے حضرت خبیب کو سولی پر لٹکا دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خبیب کو سولی پر سے اتارے گا اس کے لیے جنت ہے' حضرت زبیر نے کہا: میں اور میرا ساتھی مقداد اتاریں گے' اور شیعہ نے کہا: یہ آیت حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ میں اپنے بستر پر سلا کر چلے گئے تھے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

یہ تمام آثار اس آیت کے نزول کے متعلق اور مطابق ہیں لیکن درحقیقت یہ آیت ان تمام لوگوں کے حق میں عام ہے جو نیکی کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور جو شخص نیکی کی راہ میں مزاحم ہو تو وہ محض اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان اور مال سے اس کے خلاف جہاد کرتے ہیں' وہ خود بھی نیک کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین کرتے ہیں' خود بھی برائی سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی بُرائی سے روکتے ہیں اور اس عظیم مقصد کے لیے محض اللہ کی رضا کی خاطر ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ (البقرہ: ۲۰۸)

دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین کی رعایت یا موافقت کا ناجائز ہونا

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ثعلبہ' عبداللہ بن سلام' ابن یامین' اسد بن کعب' اسید بن کعب' شعبہ بن عمرو اور قیس بن زید رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے' یہ سب یہود سے اسلام لائے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے' آپ ہمیں اس دن کی تعظیم کرنے دیں کیونکہ تورات بھی اللہ کی کتاب ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۸۹' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اونٹنیوں کے گوشت اور ان کے دودھ کو مکروہ جانتے تھے' مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا: ہم دونوں شریعتوں پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تورات بھی اللہ کی کتاب ہے' آپ ہمیں اس پر بھی عمل کرنے دیں' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی کہ تم اسلام میں ظاہراً و باطناً داخل ہو جاؤ اور نفاق کر کے شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو' تیسرا قول یہ ہے کہ جو اہل کتاب' کتب سابقہ پر ایمان لائے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اصل مقصود ان کی شریعت پر اسلام لانا ہے' ان سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ تم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور دین اسلام میں داخل ہو جاؤ' یہی دین اسلام ہے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۹۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین اور شریعت کی رعایت یا موافقت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

تم اس حکم کی مخالفت کر کے اور متعدد شریعتوں میں متفرق ہو کر شیطان کی پیروی نہ کرو' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم پھسلنے لگو تو یقین رکھو کہ اللہ بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے O (البقرہ: ۲۰۹)

بینات کی تفسیر

اگر پہلی آیت میں کفار سے خطاب ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر بینات (روشن دلیلیں) آنے کے بعد تم کفر کرو تو یقین کرو کہ اللہ بہت غالب ہے اور اگر اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے تو مراد یہ ہے کہ اگر بینات آنے کے بعد تم معصیت کرو' یا خطا کرو یا گمراہی پر رہو تو یقین رکھو کہ اللہ بہت غالب ہے' بڑی حکمت والا ہے۔

Marfat.com

بینات سے مراد اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل ہیں' یا اس سے مراد حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور آپ کو تعظیماً جمع سے تعبیر فرمایا ہے' ہر چند کہ آپ واحد بالشخص ہیں' لیکن آپ معنیً کثیر ہیں یا اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ (کا عذاب) بادلوں کے سائبانوں میں اور (عذاب کے) فرشتے ان کے پاس آ جائیں اور کام تمام ہو جائے۔ (البقرہ: ۲۱۰)

بادلوں کے ساتھ عذاب کی تمثیل کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ صرف اللہ کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور چونکہ آنا جانا' اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' اس لیے اس کو مجاز پر محمول کیا گیا ہے' ایک معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کے انتقام کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں' دوسرا یہ ہے کہ وہ اللہ کی وعید کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور بہترین توجیہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے: اللہ کا عذاب ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں اور سائبانوں کے ساتھ عذاب کو تشبیہ دی اور اس کی تصویر کشی کی ہے کیونکہ جب گھٹا ٹوپ گہرے بادل مہیب آوازوں کے ساتھ گرج رہے ہوں تو اس سے بہت خوف اور دہشت معلوم ہوتی ہے یا جس طرح بادل قطرہ قطرہ کر کے بے حساب برستے ہیں اسی طرح عذاب بھی بے حساب ہوتا ہے' قرآن مجید میں کئی جگہ عذاب آنے کی مثال بادلوں کے ساتھ دی ہے:

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا۝ (الفرقان: ۲۵) — اور جس دن آسمان پھٹ کر بادل کی صورت میں ہوگا اور فرشتوں کی جماعتیں اتاری جائیں گی۝

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ. (لقمان: ۳۲) — اور جب سائبانوں کی طرح موج انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔

اور کام تمام ہو جائے' اس سے مراد ہے: ان کے عذاب سے ہلاک ہونے کا کام پورا ہو جائے یا قیامت کا انتظار ختم ہو جائے اور قیامت آ جائے یا ان کا حساب پورا ہو جائے اور ان پر عذاب واجب ہو جائے۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ ۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ

بنو اسرائیل سے پوچھیے ہم نے ان کو کتنی نشانیاں دی تھیں؟ اور جو اللہ کی نعمت

نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

حاصل ہونے کے بعد اس کو بدل دے تو (وہ سن لے کہ) اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۝

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ

کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے وہ ایمان والوں کا مذاق

اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ

اڑاتے ہیں' حالانکہ وہ قیامت کے دن (کافروں سے) سربلند ہوں گے' اور اللہ جسے چاہے بے حساب

وقف لازم

Marfat.com

يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

روزی دیتا ہے O

بنو اسرائیل کا اللہ کی نعمتوں کو کفر سے تبدیل کرنا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ بادلوں کے سائبانوں میں اللہ کا عذاب آ جائے' بہ ظاہر یہ امر بہت حیران کن تھا' لیکن بنو اسرائیل میں بادلوں کی آیات اور نشانیوں کا کئی بار مشاہدہ کر چکے تھے' جب انہیں مصر سے نکالا گیا تھا اور پہاڑ طور پر وہ ان آیات کا مشاہدہ کر چکے تھے' اس لیے فرمایا: اگر تم کو یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہو تو بنو اسرائیل سے پوچھو ہم ان کو کتنی نشانیاں دے چکے ہیں' وہ اس کا انکار نہیں کر سکتے اور ان آیات کا نازل ہونے کے بعد ان کا سکوت کرنا ان کے اقرار کی دلیل ہے۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان بنو اسرائیل کی تاریخ پر توجہ کریں' ان کے بادشاہوں' علماء' ان کے بدلتے ہوئے حالات اور ان کے فرقوں میں تقسیم ہونے پر غور کریں اور وہ جن طرح طرح کی آزمائشوں سے گزرے ہیں ان سے عبرت حاصل کریں۔ اس آیت کا یہ منشاء نہیں ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ بنو اسرائیل سے جا کر پوچھیں کہ تم پر اللہ کی کتنی نشانیاں اتر چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے ان پر طرح طرح کے عذاب آتے رہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی' انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' پھر پہاڑ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا اور فرمایا: اس کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر آ گرے گا' ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کی نعمت عطا کی' انہوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ اللہ کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا' سو ایک کڑک نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان پر من و سلویٰ نازل کیا گیا' انہوں نے نافرمانی کر کے اس کو بچا کر رکھنا شروع کیا' نتیجۃً وہ سڑنے لگا' ان سے کہا گیا کہ "حطة" کہنا' انہوں نے اس کے بجائے "حنطة في شعيرة" کہا' ان سے کہا گیا تھا: شرک نہ کرنا' انہوں نے گوسالہ پرستی کی' ان سے کہا گیا تھا کہ ہفتہ کو مچھلیوں کا شکار نہ کرنا' انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں جمع کر لیا جس کی سزا میں ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیتا ہے۔

یہ تو بنو اسرائیل کے آباء واجداد کو دی ہوئی نعمتوں' ان کی ناشکری اور اس پر ملنے والی سزاؤں کا بیان تھا اور نزول وحی کے زمانہ میں جو بنو اسرائیل تھے انہوں نے اللہ کی جس نعمت کے ساتھ کفر کیا وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا" (ابراہیم: ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ کی نعمت کو بدلنے والے کفار قریش ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

تمام نعمتوں کی اصل اور نعمت عظمیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے' بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی لیکن انہوں نے ناشکری کی اور آپ پر ایمان لانے کے بجائے آپ کا کفر کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے۔ (البقرہ: ۲۱۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ تبدیل کرنے کا سبب

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ بنو اسرائیل نے اللہ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ تبدیل کر دیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا کوئی محض اللہ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ بھی بدل سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کے قبضہ میں جو اس کی پسندیدہ‘ خوش نما اور دیدہ زیب چیزیں ہوتی ہیں وہ صرف انہی کو دیکھتا ہے‘ اور دنیا کی زندگی کے ظاہری حسن و جمال اور وقتی فوائد کو دیکھتا ہے اور عقل کی آنکھوں سے ان چیزوں کی باطنی خرابیوں کو نہیں دیکھتا‘ دنیا کی رنگینیاں اور عیش و آرام انسان کے دل کو لبھاتے ہیں‘ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الحجر: ۳۹)

شیطان نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لیے میں ضرور زمین میں ان کے لیے (برے کاموں کو) مزین کر دوں گا اور میں ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا ۝

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ (التوبہ: ۳۷)

جس کو اللہ نے حرام کیا یہ اس کو حلال کرتے ہیں‘ ان کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے۔

تو اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے کا سبب یہ ہے کہ شیطان نے ان کے لیے کفر اور برے اعمال کو مزین کر دیا ہے اور ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ وہ قیامت کے دن (کافروں سے) سربلند ہوں گے‘ اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ۝ (البقرہ: ۲۱۲)

حضرت بلال‘ حضرت صہیب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ایسے فقراء مسلمین کو دیکھ کر کافر ان کا مذاق اڑاتے تھے اور اپنے دنیاوی مال و دولت اور عیش و آرام کی وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بلند اور بڑا سمجھتے تھے‘ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی‘ کہ قیامت کے دن یہ نیک مسلمان سربلند ہوں گے اور کفار ذلت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ کفار نے کہا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو ہمارے بڑے بڑے ان کی اتباع کرتے‘ بہ خدا! ان کی اتباع تو عبد اللہ بن مسعود ایسے لوگ کر رہے ہیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۹۴‘ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ

تمام لوگ ایک امت تھے (جب وہ مختلف ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے والے اور

مُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

ڈرانے والے نبی بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کی

Marfat.com

فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ

اختلاف کردہ باتوں میں فیصلہ کریں' اس میں صرف ان ہی لوگوں نے اختلاف کیا تھا جنہیں

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ

کتاب دی گئی تھی' انہوں نے روشن دلائل آنے کے باوجود محض باہمی سرکشی کی وجہ سے

الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ

یہ اختلاف کیا تھا تو اللہ نے اس اختلاف میں ایمان والوں کو اپنے اذن سے حق بات (دین حق) کی ہدایت دی' اور اللہ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾

جسے چاہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے O

تاریخ انسانیت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ لوگ دنیا کی محبت کی وجہ سے کفر پر اصرار کرتے ہیں' اب یہ بیان فرمایا ہے کہ کفر اور گمراہی کا یہ سبب نیا نہیں ہے بلکہ پہلے بھی یہی سبب تھا' تمام لوگ پہلے دین حق پر تھے' پھر دنیا کی محبت کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

تمام لوگ امت واحدہ تھے' اس کا معنی ہے: تمام لوگ دین واحد پر تھے' حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: یہاں لوگوں سے مراد وہ قرن ہیں جو حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان تھے اور یہ دس قرن ہیں جو دین حق پر رہے' پھر بعد میں ان کے درمیان اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو مبعوث فرمایا' ابن ابی خیثمہ نے کہا: اس سے حضرت آدم سے لے کر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کے قرن مراد ہیں اور یہ پانچ ہزار آٹھ سو سال کے زمانہ پر محیط لوگ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے زیادہ زمانہ کے لوگ ہیں' حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان بارہ سو سال گزرے' حضرت آدم نو سو ساٹھ سال زندہ رہے' ان کے زمانہ میں تمام لوگ ایک دین پر تھے' فرشتے ان سے مصافحہ کرتے تھے' پھر حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ان میں اختلاف ہوا' لیکن اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ادریس' حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے' کلبی اور واقدی نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی کے لوگ ہیں' یہ تمام لوگ دین حق پر تھے' حضرت نوح کی وفات کے بعد ان میں اختلاف ہو گیا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۔ ۳۰' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

حضرت ابن عباس کی تفسیر یہ ہے کہ تمام لوگ امت واحدہ تھے یعنی تمام لوگ کافر تھے' اور حضرت ابن مسعود کی قراءت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ پہلے تمام لوگ دین حق پر تھے' بعد میں انہوں نے مختلف دنیاوی اغراض کی بناء پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور بغاوت کی' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کل نبیوں کی

Marfat.com

تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔ محققین کے نزدیک اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ پہلے تمام لوگ دین حق پر تھے' بعد میں ان کے درمیان اختلاف ہوا' اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

ابتداء میں نوع انسان کے دین حق پر ہونے کے دلائل

(۱) اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ پہلے تمام لوگ ایک دین پر تھے' پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا۔ اگر وہ تمام لوگ کفر پر تھے تو رسولوں کو پہلے بھیجنا چاہیے تھا۔

(۲) نقل متواتر سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان کی اولاد کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان کی تمام اولاد مسلمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار تھی' اور اس وقت تک ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوا حتیٰ کہ قابیل نے حسد سے ہابیل کو قتل کر دیا۔

(۳) جب طوفان سے تمام روئے زمین کے لوگ غرق ہو گئے اور صرف کشتی کے لوگ بچے' یہ باقی ماندہ لوگ سب دین حق پر تھے' پھر اس کے بعد ان میں اختلاف ہوئے۔

(۴) امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ الحدیث

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی بچہ کو اس کی اصلی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کسی باطل دین پر نہیں ہوگا' کسی باطل دین کو اختیار کرنے کے سبب اس کے والدین کی کوشش ہوتی ہے یا دنیا کی محبت یا حسد' بغض اور دیگر اغراض فاسدہ ہوتی ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے یوم میثاق میں فرمایا تھا: ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں!'' اس دن سب لوگوں کا ایک ہی دین تھا اور وہ دین حق تھا۔

تمام انسانوں کا دین صرف اسلام ہے

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نوع انسان کے لیے ایک ہی دین ہے اور وہ دین اسلام ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو اسی دین کی رہنمائی کے لیے بھیجا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کو مقرر کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس دین کی ہم نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ (آل عمران: ۱۹)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (آل عمران: ۸۵)

اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم سے لے کر ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں کا ایک ہی دین تھا اور وہ دین اسلام ہے‘ البتہ شریعتیں سب نبیوں کی الگ الگ ہیں‘ دین سے مراد وہ اصول اور عقائد ہیں جو تمام نبیوں میں مشترک ہیں‘ جیسے الوہیت‘ توحید باری‘ نبوت‘ تقدیر‘ وحی‘ فرشتے‘ کتب سماویہ‘ قیامت‘ حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ پر ایمان لانا اور ہر نبی کے زمانہ میں اس زمانہ کے مخصوص حالات‘ تہذیب اور رسم و رواج کے اعتبار سے عبادت کے جو طریقے مقرر کیے گئے وہ اسی نبی کی شریعت ہیں‘ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ (المائدہ:۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور راہ عمل بنائی ہے۔

زیر بحث آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانیت کی ابتداء نور اور ہدایت سے ہوئی تھی‘ پھر لوگوں نے شیطانی راستوں اور نفسانی خواہشوں کی بناء پر اس نور کو ظلمت سے بدل لیا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو

خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى

تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں‘ ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ

يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ

(اس وقت کے) رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک

اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ

اللہ کی مدد عنقریب آئے گی ○ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ تم

اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَ

ماں باپ‘ رشتہ داروں‘ یتیموں‘ مسکینوں اور مسافروں پر جو اچھی

الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

چیز بھی خرچ کرو گے‘ تو وہ ان کا حق ہے‘ اور تم جو نیک کام بھی کرو گے تو بے شک اللہ

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى

کو اس کا علم ہے ○ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر دشوار ہے اور ہو سکتا ہے کہ

Marfat.com

أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا

تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو

وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع

اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو،اور اللہ ہی کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے O

۲۶ ع ۱۰

راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے سے جنت حاصل ہوتی ہے' اب اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے صراطِ مستقیم پر چلنا آسان نہیں ہے' اس راہ میں بہت مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور بہت مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں' بہت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور بہت قربانیاں دینی پڑتی ہیں

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں میگویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مخالفت' ان کے ساتھ آئے دن کی لڑائیوں' ان کے طعنوں' استہزاء اور ان کی فتنہ سامانیوں سے گھبرا نہ جانا' ابھی تو تمہارا ایسی آزمائشوں سے سابقہ نہیں پڑا ہے جن آزمائشوں سے تم سے پہلے مسلمان گزر چکے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب کرتے اور ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اس کو گڑھے میں کھڑا کیا جاتا' پھر آرے کو اس کے سر پر رکھ کر اس کا سارا جسم چیر دیا جاتا اور یہ چیز اس کو اس کے دین سے نہیں ہٹا سکتی تھی' اور کسی شخص کے جسم کو لوہے کی کنگھی سے چھیل دیا جاتا' وہ کنگھی اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کو کاٹتی ہوئی چلی جاتی اور اس کے پائے ثبات میں جنبش نہیں آتی تھی۔ الحدیث (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰۔ ۱۰۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق متعدد اقوال ہیں' بعض نے کہا: یہ ہجرت کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی' بعض نے کہا: جنگ احد کے موقع پر نازل ہوئی' امام ابن جریر طبری نے قتادہ کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت جنگ خندق کے موقع پر نازل ہوئی[1] جب ۵ ہجری میں کفار کی متعدد جماعتیں مدینہ پر حملہ آور ہوئیں اور مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا' ان دنوں میں سخت سردی پڑ رہی تھی اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار اور خوراک کی بہت کمی تھی اور یہود کے تعاون سے مشرکین کے متعدد قبائل نے مرکز اسلام کا محاصرہ کیا ہوا تھا' اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں اس وقت مسلمانوں کی حالت کا

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان ج ۲ ص ۱۹۸' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ

Marfat.com

اس طرح نقشہ کھینچا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۞ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۞ (الاحزاب: ۱۱۔ ۱۰)

جب تمہارے اوپر اور نیچے سے کافرتم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پتھرا کر رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے متعلق (امید وبیم میں) طرح طرح کے گمان کرنے لگے ۞ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کی آزمائش کی گئی تھی اور وہ نہایت سختی سے جھنجھوڑ دیئے گئے تھے ۞

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ تم ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں پر جو اچھی چیز بھی خرچ کرو گے تو وہ ان کا حق ہے۔ (البقرہ: ۲۱۵)

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے مصارف

اس سورت میں جن چیزوں کو زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے' جیسا کہ شروع میں فرمایا تھا: ''وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' (البقرہ: ۳) پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو بار بار دہرایا اور حج سے متعلق جن آیات کا ابھی ذکر ہوا ہے' ان میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' نیز اس کے بعد آنے والی آیات میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد کا عظیم ستون بھی اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرنا ہے' اس لیے اس آیت میں صدقہ اور خیرات کا ذکر فرمایا ہے' نیز اس سے پہلی آیت میں بتایا تھا کہ مصائب پر صبر کرنا دخول جنت کا سبب ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور اس خرچ کی وجہ سے مالی نقصان پر صبر کرنا بھی دخول جنت کا سبب ہے۔ بہ ظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں کیا چیز خرچ کریں؟ لیکن سوال کے لائق یہ چیز نہیں تھی کہ وہ کیا خرچ کریں بلکہ سوال اس چیز کا کرنا چاہیے تھا کہ وہ مال کو کس طرح خرچ کریں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جواب میں صدقہ کے مادہ کی بجائے پہلے صدقہ کے مصرف کا بیان فرمایا کہ تمہارے صدقات کے مستحق تمہارے والدین' رشتہ دار' یتیم' مسکین اور مسافر ہیں' اس آیت میں صدقہ کی مقدار کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو یہ بیان کر دیا گیا کہ کس قدر مال پر کتنا وقت گزرنے کے بعد کتنی مقدار میں زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور اس کے کیا کیا مصارف ہیں' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں' سدی نے کہا: یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ ابن جریج نے کہا: یہ آیت نفلی صدقات سے متعلق ہے اور زکوٰۃ اس کے علاوہ ہے' ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۲۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی ذکر کرتے ہیں:

امام ابن منذر نے امام ابن حبان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے مال میں سے کیا چیز خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۴۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

صدقہ کا مصرف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا مادہ بیان فرمایا: تم جو ''خیر'' بھی خرچ کرو' اور خیر حلال اور طیب چیز ہوتی ہے' حلال سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فی نفسہٖ حلال ہو جیسے بکری نہ کہ کتا اور خنزیر' اور طیب سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو یعنی وہ چوری یا ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری نہ ہو' اگر وہ چوری یا ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری

Marfat.com

ہے تو وہ فی نفسہ حلال تو ہے لیکن طیب نہیں ہے' اس لیے اللہ کی راہ میں خیر کو خرچ کرو جو حلال اور طیب ہو' اور تم اللہ کی راہ میں جس خیر کو بھی خرچ کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر دشوار ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو' اور اللہ ہی کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے ○ (البقرہ: ۲۱۶)

جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام

اس سے پہلے آیت: ۲۱۴ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے سختیاں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں گی' پھر آیت: ۲۱۵ میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی ایک مشقت ہے' اور اب اس آیت میں جہاد کی مزید مشقت برداشت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جہاد کا لغوی معنی ہے: اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنی پوری وسعت اور طاقت کو خرچ کرنا' اور جہاد کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ' اسلام کی تبلیغ کے لیے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر ان کو جزیہ ادا کرنے کے لیے کہنا اور اگر وہ اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کر سکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جائے گا۔ علیٰ ھذا القیاس اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر جہاد کرنا فرض عین ہو گا۔

علامہ کاسانی حنفی نے لکھا ہے: اگر جہاد کے لیے روانہ ہونے کا مسلمانوں کو عام حکم دیا جائے تو جہاد فرض عین ہے اور اگر عام حکم نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۸' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ)

جہاد کرنے میں عزت اور جہاد ترک کرنے میں ذلت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ میں توحید کا حکم دیا اور نماز پڑھنے کا' زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے سے منع کیا' اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو باقی فرائض نازل ہوئے اور مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر قتال (جہاد) فرض کر دیا گیا ہے' اور قتال سے ممانعت کے بعد تم کو قتال کی اجازت دے دی گئی ہے اور اگرچہ یہ طبعاً تم پر گراں اور بھاری ہے لیکن انجام کار تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ کافروں کو مغلوب کر کے تم ایک اسلامی ریاست قائم کر سکو گے اور آزادی کے ساتھ باعزت طریقہ سے زندگی گزار سکو گے اور اسلام کے تمام احکام پر بے خوف و خطر عمل کر سکو گے' اور جنگ کے ذریعہ تم کو دشمنوں کا جو مال غنیمت حاصل ہو گا اس سے تم پر خوش حالی آئے گی' اور اگر تم راہِ حق میں شہید ہو گئے' تو تمہارے لیے بے پناہ اجر ہے اور اگر تم کافروں سے جہاد نہیں کرو گے تو وقتی طور پر تمہیں آرام ملے گا لیکن مآل کار تمہارے ملک پر کافر قبضہ کر کے تمہیں آزادی سے محروم کر دیں گے۔ تمہیں اپنا غلام بنا لیں گے اور پھر تم کو ذلت اور خواری کی زندگی گزارنی ہو گی۔

Marfat.com

جہاد کے درجات اور اجر وثواب کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد‘ امام بخاری‘ امام مسلم‘ امام نسائی‘ امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے (شعب الایمان میں) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا‘ آپ سے کہا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا‘ آپ سے عرض کیا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔ امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل عمل نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

امام ترمذی‘ امام بزار‘ امام حاکم اور امام بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کا جنگل میں میٹھے پانی کے ایک چشمہ سے گزر ہوا‘ اس نے سوچا: کاش میں لوگوں کو چھوڑ کر یہیں رہ جاؤں‘ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر یہیں آ جاؤں گا‘ جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو‘ ساٹھ سال اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے تمہارا ایک وقت اللہ کی راہ میں گزارنا افضل ہے‘ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور تم کو جنت میں داخل کر دے! اللہ کی راہ میں جہاد کرو‘ جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہے جانے کے وقت کے برابر بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

امام طبرانی نے فضالہ بن عبید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کے تین درجے ہیں: ادنیٰ‘ اوسط‘ اور اعلیٰ‘ ادنیٰ درجہ کا اسلام یہ ہے کہ جس میں عام مسلمان ہیں‘ تم جس سے بھی سوال کرو گے وہ کہے گا: میں مسلمان ہوں‘ اور اوسط درجہ میں بعض مسلمانوں کے عمل بعض سے افضل ہوتے ہیں اور سب سے اعلیٰ درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

امام بزار نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کے آٹھ حصے ہیں‘ اسلام (قبول کرنا) ایک حصہ ہے‘ نماز ایک حصہ ہے‘ زکوٰۃ ایک حصہ ہے‘ روزہ ایک حصہ ہے‘ حج بیت اللہ کا حصہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا ایک حصہ ہے‘ برائی سے روکنا ایک حصہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے‘ اور وہ شخص نامراد ہے جس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

امام مسلم‘ امام ابوداؤد‘ امام نسائی‘ امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جہاد کرنے کی تمنا کیے بغیر مر گیا وہ نفاق کے ایک حصہ کے ساتھ مرا ہے۔

امام احمد‘ امام بخاری‘ امام ترمذی اور امام نسائی نے عبدالرحمان بن جبران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہوئے اللہ ان پیروں پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔

امام حاکم‘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں نکال دی گئی‘ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہی اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی رہی۔

امام عبدالرزاق‘ امام احمد‘ امام ابوداؤد‘ امام ترمذی‘ امام نسائی‘ امام ابن ماجہ‘ امام ابن حبان‘ امام حاکم اور امام بیہقی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اونٹنی کا دودھ دوہنے کے برابر وقت میں جہاد کیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس شخص نے صدق دل سے شہادت کے حصول کی دعا کی وہ مر

Marfat.com

جائے یا قتل کر دیا جائے اس کو شہادت کا اجر ملے گا' اور جو اللہ کی راہ میں زخمی ہو' وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی اٹھے گا' اس کے خون کا رنگ زعفران کی طرح ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

امام مسلم' امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے اللہ اس پر عام عذاب بھیجتا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ دنیاداری' روپے پیسے اور کھیتی باڑی میں منہمک ہو جائیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کو ترک کر دیں اور بیع عینہ کریں' تو اللہ تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل فرماتا ہے اور جب تک وہ اپنے دین کی طرف رجوع نہ کریں وہ مصیبتیں ان سے دور نہیں کرتا۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۴۹۔ ۲۴۴' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ

لوگ آپ سے ماہ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے' اور

كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ

(لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام جانے سے روکنا

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ

اور ساکنین حرم کو وہاں سے نکالنا' اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا گناہ ہے' اور فساد ڈالنے کا گناہ قتل سے زیادہ بڑا ہے'

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ

اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے' حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں دین سے پھیر دیں'

اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالت کفر میں مر گیا تو ان لوگوں کے

فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ

(نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

Marfat.com

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ
ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾
رکھتے ہیں' اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے O

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر قتال اور جہاد کو فرض کر دینے کے متعلق آیات نازل کی تھیں' اس لیے یہاں اس سوال کی گنجائش تھی کہ آیا حرمت والے مہینے میں بھی قتال جائز ہے یا نہیں؟ ادھر دو ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے احوال پر نظر رکھنے کے لیے حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا تھا۔ اس لشکر میں سے ایک شخص نے عمرو بن حضرمی نام کے ایک مشرک کو قتل کر دیا' مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے یہ لشکر جمادی الاخریٰ میں بھیجا تھا یا رجب میں' بہر حال عمرو بن حضرمی کا قتل رجب میں ہوا (اور وہ حرمت والا مہینہ ہے) اس پر مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ ایک طرف تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے دین پر عمل کی دعوت دیتے ہیں' ادھر ان کے پیروکاروں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے ماہِ حرام میں ایک شخص کو قتل کر دیا' حالانکہ حرمت والے مہینہ میں قتال کرنا ملت ابراہیم کے مطابق حرام ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ یہ لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ اس ماہ میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے' لیکن لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے سے منع کرنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور لوگوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکنا اور ساکنین حرم کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر گناہ ہے' تو جو لوگ ان بڑے گناہوں میں ملوث ہیں وہ کس منہ سے ماہِ حرام میں قتال کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش کے لشکر کی تفصیل امام ابن جریر طبری نے اس طرح بیان کی ہے:

حضرمی کے قتل کی تاریخ کی تحقیق

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا' اور واقدی کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بارہ مہاجرین کو روانہ کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش کو ایک خط دیا اور فرمایا: دو دن سفر کرنے کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں درج ہدایات پر عمل کرنا اور کسی کو مجبور نہ کرنا' اس خط میں لکھا تھا کہ تم نخلہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام) پہنچ جاؤ' قریش کا ایک قافلہ وہاں سے گزرے گا' تم اس کی گھات لگا کر بیٹھو اور اس کے احوال کی خبر ہمیں پہنچاؤ' حضرت عبداللہ بن جحش نے خط پڑھ کر اپنے اصحاب کو سنایا' وہ سب بہ خوشی ان کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے۔ جب وہ معدن میں پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان کے اونٹ گم ہو گئے' وہ دونوں اپنے اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکل گئے اور حضرت عبداللہ بن جحش اپنے بقیہ اصحاب کے ساتھ نخلہ میں پہنچ گئے' وہاں سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ گزرا جس میں خوراک اور دیگر تجارتی سامان تھا' اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی' عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ اس کا بھائی نوفل وغیرہ تھے۔ مسلمانوں نے ان کو دیکھ کر انہیں دھمکایا اور اس قافلہ کو روک لیا اور ان کے متعلق غور کیا' اس دن رجب کی آخری تاریخ تھی'

Marfat.com

بعض نے کہا: اگر تم نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ حرم میں پہنچ جائیں گے اور تم سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر تم نے ان سے جنگ کی تو تم ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا ارتکاب کرو گے۔ وہ بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ ان سے جنگ کی جائے اور جس کو قتل کر سکیں اس کو قتل کر دیں' باقی کو گرفتار کر لیں اور ان کا مال لوٹ لیں' پھر حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی نے تیر مار کر عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا' اور نوفل بن عبد اللہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا' حضرت عبد اللہ بن جحش اس قافلہ کے سامان اور دو قیدیوں کو لے کر اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے' ان لوگوں نے اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الگ کر لیا تھا اور باقی آپس میں تقسیم کر لیا تھا' یہ اسلام میں پہلا مالِ غنیمت اور پہلا خمس تھا' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو ماہِ حرام میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' ان کا قافلہ اور دو قیدی وہاں ٹھہرے رہے' آپ نے اس میں سے کسی چیز کو بھی لینے سے انکار کر دیا' اس وقت ان مسلمانوں کو بہت پشیمانی ہوئی اور دیگر مسلمانوں نے بھی ان کو ملامت کی اور کہا: تم نے وہ کام کیا ہے جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا' تم نے ماہِ حرام میں قتال کیا حالانکہ تم کو لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' ادھر قریش نے طعنہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے ماہِ حرام کو حلال کر لیا ہے اور اس ماہ میں خون ریزی کی ہے اور لوٹ مار کی ہے' ادھر یہودیوں نے اس واقعہ کو خوب اچھالا اور کہا: واقد بن عبد اللہ نے جنگ کی آگ بھڑکا دی ہے اور حضرمی کے قتل سے جنگ کی نوبت آ گئی ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ تم سے ماہِ حرام میں قتال کے متعلق دریافت کرتے ہیں' ان سے کہیں کہ یہ گناہ ہے اور اس سے بھی بڑا گناہ وہ ہے جو تم کر رہے ہو' لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہو' اللہ کا کفر کرتے ہو' مسلمانوں کو مسجد حرام جانے نہیں دیتے اور ساکنین حرم کو وہاں سے نکالتے ہو' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کا غم دور ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا' قریش نے ان دو قیدیوں کا فدیہ بھیجا' آپ نے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا' ان میں سے حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ ہی میں رہے حتیٰ کہ بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ (تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۱۲۶۔ ۱۲۴' مطبوعہ دار القلم' بیروت)

علامہ ابن اثیر جزری نے بھی اسی طرح اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے' اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جس دن حضرمی کو قتل کیا گیا وہ جمادی کا آخری دن تھا اور رجب کی پہلی شب تھی۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۸۰' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے پہلی اور امام احمد اور امام بیہقی کے حوالے سے دوسری روایت لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کون سی روایت صحیح ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۲۔ ۲۴۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

اکثر و بیشتر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کو مغالطہ ہو گیا تھا' انہوں نے سمجھا کہ یہ جمادی کی آخری تاریخ ہے لیکن درحقیقت وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی' اور انہوں نے دانستہ ماہِ حرام میں قتال نہیں کیا تھا' لیکن قرآن مجید کی اس آیت سے ابن اسحاق کی روایت کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے دانستہ ماہ حرام میں قتال کیا تھا' تب ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے یہ فعل گناہ ہے لیکن جو تم کر رہے ہو وہ اس سے بڑھ کر گناہ ہے اور امام ابن جریر طبری اور علامہ جزری وغیرھم نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کے منسوخ ہونے کی تحقیق

چار مہینوں میں جنگ کرنا حرام ہے: ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب' اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تین مہینوں میں لوگ حج کے لیے اور حج سے واپسی کا سفر کرتے ہیں اور رجب میں عمرہ کا سفر کرتے ہیں' ان مہینوں کو اشہر حرام (حرمت والے مہینے)

Marfat.com

کہتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے ان مہینوں میں جنگ نہ کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا تا کہ لوگ زمانہ امن میں حج اور عمرہ کا سفر کریں' اس میں اختلاف ہے کہ یہ حرمت اب بھی قائم ہے یا منسوخ ہوگئی' جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حرمت منسوخ ہوگئی اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔

(التوبہ: ۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں ہر جگہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر جگہ ان کو قتل کرنے کا عموم اس بات کو مستلزم ہے کہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں ان کو قتل کیا جائے اور ہر زمانہ میں حرمت والے مہینے بھی داخل ہیں' لہٰذا ان مہینوں میں بھی مشرکین کو قتل کیا جائے گا' اس سے ظاہر ہوا کہ ان مہینوں میں قتال کرنے کی حرمت اب منسوخ ہوگئی۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ان مہینوں میں قتال کی حرمت اس سے منسوخ ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف سے ماہِ حرام میں قتال کیا تھا اور آپ نے ماہِ حرام میں قتال کے لیے ابو عامر کو اوطاس روانہ کیا تھا۔

عطاء نے کہا ہے کہ یہ حرمت منسوخ نہیں ہوئی' وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ لوگوں کے لیے حرم میں اور حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا جائز نہیں' الا یہ کہ ان کو مدافعانہ جنگ کرنی پڑے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے الا یہ کہ آپ سے جنگ کی جائے اور آپ کو مدافعانہ جنگ کرنی پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان مہینوں میں جنگ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اس آیت کا غیر منسوخ ہونا اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی کے قتل کی دیت ادا کی اور مال غنیمت اور دونوں قیدیوں کو واپس کر دیا' نیز اس کے بعد جو قتال کی آیات نازل ہوئیں وہ زمانہ کے اعتبار سے عام ہیں اور یہ آیت خاص ہے اور عام خاص کو بالاتفاق منسوخ نہیں کرتا۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے آئمہ احناف کے نزدیک خاص کو عام سے منسوخ کرنا جائز ہے اور حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ ہے اور ماہِ حرام میں قتال کرنا جائز ہے' البتہ عطاء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۱۰۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس آیت کا حکم منسوخ ہے' البتہ عطاء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۴۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

زہری نے کہا: حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت کا حکم منسوخ ہوگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ط اور تم تمام مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم سب سے جنگ کرتے ہیں۔ (التوبہ: ۳۶)

Marfat.com

اور عطاء نے کہا: یہ حکم منسوخ نہیں ہوا اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ بہ کثرت احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں ان مہینوں میں جنگ کی اور آپ نے ابو العاص (یا ابو عامر) کو اوطاس میں ان مہینوں میں جنگ کے لیے بھیجا اور قریش سے قتال کے لیے بیعت رضوان بھی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔

(النکت والعیون ج ا ص ۲۷۵‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

عطاء قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی‘ اور سعید بن میتب اور سلیمان بن یسار یہ کہتے تھے کہ ماہ حرام میں قتال کرنا جائز ہے وہ سورۂ توبہ: ۱۹ اور توبہ: ۵ سے استدلال کرتے ہیں‘ جن میں مشرکین سے بالعموم قتال کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہی قول ہے۔ (زاد المسیر ج ا ص ۲۷۳‘ مطبوعہ مکتب اسلامی‘ بیروت‘ ۱۴۰۷ھ)

قاضی ثناء اللہ مظہری کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے‘ ان کے نزدیک ان مہینوں میں ابتداءً قتال کرنا جائز نہیں ہے‘ البتہ مدافعانہ جنگ جائز ہے‘ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ. (التوبہ: ۳۶)

بے شک اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے‘ جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے‘ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں‘ یہی صحیح دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

لیکن قاضی مظہری نے اس آیت کے دوسرے حصے پر غور نہیں کیا جس سے جمہور ان مہینوں کی حرمت کے منسوخ ہونے پر استدلال کرتے ہیں‘ وہ یہ ہے:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً. (التوبہ: ۳۶)

اور تم تمام مشرکوں سے قتال کرو جس طرح وہ تم سے قتال کرتے ہیں۔

قاضی مظہری نے لکھا ہے کہ خاص کا عام سے منسوخ ہونا قطعی نہیں ہے‘ شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔

(تفسیر مظہری ج ا ص ۲۶۳۔ ۲۶۱‘ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

لیکن انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ شوافع کے نزدیک بھی یہ آیت منسوخ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت والے مہینوں میں قتال کیا ہے‘ اس کے معارض انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ شوال میں کیا تھا‘ لیکن یہ جمہور کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جمہور نے یہ کہا ہے کہ طائف اور حنین کی جنگیں شوال سے لے کر ذوالقعدہ کے بعض ایام تک جاری رہیں اور ذوالقعدہ ماہ حرام ہے۔

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

ہم نے جو کہا ہے کہ سورۂ توبہ: ۳۶ سے یہ آیت منسوخ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بہ کثرت احادیث مشہورہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں جنگ کی اور ابو عامر کو مشرکین سے جنگ کے لیے طائف میں بھیجا اور یہ جنگیں شوال اور ذوالقعدہ کے بعض ایام میں ہوئیں‘ اور ذوالقعدہ ماہ حرام ہے‘ اگر ان مہینوں میں قتال اور جہاد حرام اور گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مہینوں میں قتال نہ کرتے کیونکہ آپ سب سے زیادہ حرام اور معصیت سے اجتناب کرنے والے تھے‘ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تمام جامعین اس پر متفق ہیں کہ قریش کے

Marfat.com

خلاف جنگ کرنے کی بیعت رضوان ذوالقعدہ میں منعقد ہوئی تھی' اگر بالفرض حضرت عثمان کو کفار قریش نے قتل کر دیا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قصاص لینے کے لیے ان سے ذوالقعدہ میں جنگ کرتے اور وہ ماہ حرام ہے' اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان مہینوں میں قتال کرنا ان مہینوں میں جنگ کو حرام قرار دینے سے پہلے ہے تو وہ جاہل ہوگا کیونکہ زیر بحث آیت جس میں ان مہینوں میں قتال کو بڑا گناہ فرمایا ہے اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ایک مسلمان نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا تھا' اور یہ واقعہ دو ہجری جمادی الاخرۃ کا ہے اور حنین اور طائف کا واقعہ شوال و ذوالقعدہ آٹھ ہجری کو پیش آیا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۰۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ہمارے نزدیک اس بحث میں جمہور کا قول صحیح ہے جن کے نزدیک ان مہینوں میں جنگ کی حرمت منسوخ ہے اور علامہ قاضی مظہری کی رائے صحیح نہیں ہے۔

جب کہ کفار کا مسلمانوں سے قتال کرنا صرف اس لیے تھا کہ ان کو دین حق سے پھیر کر دین باطل پر کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ کافر تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے' حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں' اور جب وہ دین باطل پر ہونے کے باوجود تم کو دین سے پھیرنے کی سعی کرتے ہیں تو تم دین حق پر ہونے کی وجہ سے اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ تم ہمیشہ دین حق پر قائم رہو' اور ان کو کامیاب نہ ہونے دو' کیونکہ تمہارا اعتماد اللہ پر ہے اور ان کا اعتماد اپنی قوت پر ہے اور جو اپنے آپ پر اعتماد کرے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو شخص کفار کے ڈالے ہوئے شبہات کا شکار ہو گیا اور دین حق سے مرتد ہو گیا اس کا کیا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالت کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O (البقرہ: ۲۱۷)

مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

جو مسلمان صاحب عقل ہو' مکلف ہو اور بغیر نیند اور نشہ کے دین اسلام سے منحرف ہو کر کوئی اور دین قبول کر لے وہ مرتد ہے' عام ازیں کہ اس کا کفر کو اختیار کرنا قولاً ہو یا فعلاً' اور عام ازیں کہ اس کا قول سنجیدگی سے ہو یا استہزاءً یا عناداً ہو۔

علامہ شمس الدین سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

جب کوئی مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اسلام کے خلاف جو اس کے شبہات ہیں ان کو زائل کیا جائے' اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ اس کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے' البتہ اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ وغیرہم سے مروی ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

(المبسوط ج ۱۰ ص ۹۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت معاذ' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضی اللہ عنہم سے مرتد کو قتل کرنے کا حکم منقول ہے اور اس کا انکار نہیں کیا گیا' لہٰذا قتل مرتد پر اجماع ہو گیا۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

قتل مرتد پر قرآن اور سنت سے دلائل

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ (الفتح: ۱۶)

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے آپ فرما دیجئے: عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف

Marfat.com

بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہوگی' تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ مرتدین کے لیے صرف دو راستے ہیں یا ان سے جنگ کی جائے یا وہ مسلمان ہو جائیں' تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کردو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام ابوداؤد[1]' امام ترمذی[2]' امام نسائی[3]' امام ابن ماجہ[4] اور امام احمد[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑا دو۔ (موطا امام مالک ص ۶۴۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ بن حیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو تبدیل کرے اس کو قتل کردو۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

مرتدہ کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام احمد' امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مرتد خواہ مرد ہو یا عورت اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کردو' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ میں سے حضرت علی اور تابعین میں سے حسن بصری اور قتادہ کا یہی موقف ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو قتل نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴) اور جب عورت کو کفر اصلی کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا تو کفر طاری کی وجہ سے بھی قتل نہیں کیا جائے گا' نیز حضرت ابوبکر نے بنو حنیفہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا تھا اور ان میں سے ایک عورت حضرت علی کو دی تھی' جس سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکر نے محضر صحابہ میں یہ کام کیا تھا' اس لیے اس پر اجماع ہوگیا۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۲۳۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۶۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۸۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۲۔ ۷۔ ۲' ج ۵ ص ۲۳۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۱۸، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان)

اس حدیث کو امام محمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو قید کیا جائے گا اور ان کو اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ امام ابن ابی شیبہ نے عطاء اور حسن سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟

بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتل مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا، مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمانوں کی لڑکیوں سے بدکاری کرنے اور اموال چرانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لیے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہوگا؟

تمام دنیا کے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرے اور حکومت کو الٹنے اور انقلاب کے پروگرام بنائے تو ایسے شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے، پھر کیا ایسے شخص کو موت کی سزا دینا آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف نہیں ہے؟ جب کہ تمام دنیا میں باغیوں اور ملک کے غداروں کو موت کی سزا دی جاتی ہے اور جب ملک کے غدار کو موت کی سزا دینا حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے تو دین کے غدار کو موت کی سزا دینا کیونکر آزادی رائے کے خلاف ہو سکتا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انصاف اور امن کے لیے آزادی رائے اور حریت فکر کو بے لگام اور بے مہار نہیں چھوڑا جا سکتا، ورنہ کسی کی جان، مال، عزت اور آبرو کا کوئی تحفظ نہیں ہوگا، اس لیے ضروری ہے کہ فکر اور اعتقاد کے لیے حدود اور قیود مقرر کی جائیں اور ان حدود کا تقرر یا عقل محض سے ہوگا یا وحی الٰہی سے، اگر ان حدود کا تقرر عقل محض سے کیا جائے تو ان حدود میں غلطی، خطاء، ظلم اور جور کا امکان ہے، اس لیے ان حدود اور قیود میں وحی پر اعتماد کرنا ہوگا اور یہ وحی الٰہی ہے جس نے مرتد کی سزا قتل کرنا بیان کی ہے، جیسا کہ ہم قرآن مجید، احادیث صریحہ اور آثار صحابہ و تابعین سے واضح کر چکے ہیں۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل کی سزا دینا خود قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ'' (البقرہ: ۲۵۶) دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کافر اصلی کے متعلق ہے یعنی جو ابتداءً کافر ہو، مرتد کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ (البقرہ: ۲۵۶)

دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے، جو شخص شیطان کے حکم کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے ایسا مضبوط دستہ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

ارتداد سے نیک عمل ضائع ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام شافعی کے نزدیک ارتداد سے نیک عمل اس وقت تک باطل نہیں ہوتے جب تک اس شخص کی موت ارتداد پر نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالت کفر میں مر گیا تو ان لوگوں کے نیک

Marfat.com

اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے' لہٰذا ایک شخص نے وضو کیا اور وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا' پھر وضو ٹوٹنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے حج کر لیا اور پھر وہ مرتد ہو گیا اور دوبارہ پھر مسلمان ہو گیا تو اب اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا' اسی طرح اگر کوئی صحابی العیاذ باللہ مرتد ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دوبارہ مسلمان ہو گیا تو وہ بدستور صحابی ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک صرف ارتداد سے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں' لہٰذا اگر کسی شخص نے وضو کیا اور مرتد ہو گیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا' اگر اس نے حج کیا تھا تو وہ ضائع ہو گیا اور مسلمان ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے کے بعد اس پر از سر نو حج اسلام فرض ہو گا' اسی طرح جو صحابی العیاذ باللہ مرتد ہو گیا تو اس کا شرف صحابیت باطل ہو گیا' اب اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمان ہوا ہے تو وہ تابعی کہلائے گا صحابی نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں دو جرم اور دو سزائیں بیان کی ہیں' ایک جرم ہے: مرتد ہونا' دوسرا جرم ہے: تاحیات مرتد رہنا اور ارتداد پر ہی مرنا اور رجوع الی الاسلام نہ کرنا' اور ایک سزا ہے: ان کے نیک اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے: ہمیشہ جہنم میں رہنا۔ پہلی سزا کا تعلق پہلے جرم کے ساتھ ہے اور دوسری سزا کا تعلق دوسرے جرم کے ساتھ ہے یعنی مرتد ہونے سے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اگر وہ مرتے دم تک مرتد رہا تو جہنمی ہوگا۔ اب ہم اس چیز کو مفسرین اور فقہاء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

نیک اعمال کے ضائع ہونے کے لیے ارتداد کو موت کے ساتھ مقید فرمایا ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے۔

(انوار التنزیل ص ۴۷' دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی لکھتے ہیں:

ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ نفس ارتداد سے نیک عمل ضائع ہوتے ہیں یا جب تک ارتداد پر اس کی موت نہ ہو نیک عمل ضائع نہیں ہوتے' امام شافعی کے نزدیک جب تک وہ تادم مرگ مرتد نہ رہے اس کے نیک عمل ضائع نہیں ہوتے اور امام مالک کے نزدیک نفس ارتداد سے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ ایک آدمی نے حج کیا' پھر مرتد ہو گیا' پھر مسلمان ہو گیا تو امام مالک کے نزدیک اس پر دوبارہ حج فرض ہے کیونکہ اس کا حج مرتد ہونے سے باطل ہو گیا اور امام شافعی کے نزدیک اس کا حج باقی ہے ضائع نہیں ہوا' اس لیے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ. (الزمر: ۶۵) اگر آپ نے (بہ فرض محال) شرک کیا تو آپ کے (نیک) عمل ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نفس ارتداد سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے کیونکہ آپ کا مرتد ہونا شرعاً محال ہے۔ شافعی یہ کہتے ہیں: بلکہ اس آیت سے آپ ہی مراد ہیں اور یہ آیت بہ طور تغلیظ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بلند مرتبہ کے باوجود یہ فرمایا ہے کہ اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے تو تمہاری کیا حیثیت ہے!

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

(اللہ جانے اس تقریر سے امام شافعی کا مدعا کیسے پورا ہوگا۔) ہمارے مؤقف پر یہ آیات بالکل واضح ہیں:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. اور جس نے ایمان لانے سے انکار کیا تو اس کا (نیک) عمل ضائع ہو گیا۔ (المائدہ: ۵)

Marfat.com

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام: ۸۸)

اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے (نیک) اعمال ضائع ہو جاتے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (الحجرات: ۲)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر آواز بلند نہ کرو اور ان کے سامنے بلند آواز سے اس طرح باتیں نہ کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے باتیں کرتے ہو ورنہ تمہارے (نیک) عمل ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں شعور بھی نہیں ہوگا ○

یعنی اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (گستاخانہ لہجہ میں) بلند آواز سے بات کی تو وہ مرتد ہو جائے گا' اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔ ان تمام آیات میں نیک اعمال ضائع ہونے کا سبب نفس ارتداد کو قرار دیا ہے اور اس کو موت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور یہ ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر واضح دلیل ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر کوئی مسلمان مرتد ہو گیا تو وہ وضو کے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتا خواہ اس نے ارتداد سے پہلے وضو کیا ہو۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: ارتداد سے اس کا وضو باطل نہیں ہوگا۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۱۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ کو یہاں بیان مذاہب میں تسامح ہوا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بھی اس کا وضو باطل ہو گیا' البتہ امام شافعی کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی کے نزدیک ارتداد پر موت سے نیک عمل ضائع ہوتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف ارتداد سے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً ظہر کی نماز پڑھی اور مرتد ہو گیا اور ظہر کا وقت ختم ہونے سے پہلے دوبارہ مسلمان ہو گیا تو امام شافعی کے نزدیک اس پر ظہر کی نماز کا اعادہ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر ظہر کی نماز کا اعادہ ہے کیونکہ ارتداد سے اس کی پہلے پڑھی ہوئی نماز باطل ہو گئی۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ (البقرہ: ۲۱۸)

دار الاسلام' دار الکفر' اور دار الحرب کی تعریفات

پہلے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا بیان فرمایا تھا جن کے لیے قطعی طور پر جہنم ہے' اب ان لوگوں کا بیان فرما رہا ہے جو جنت کی امید رکھنے کے حق دار ہیں۔ مسلمانوں پر پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا اور فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہو گئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے'[1] البتہ جب کبھی کہیں مکہ جیسے حالات پیدا ہوں جہاں اس کا ایمان' جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو تو اس کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔ آج کل جس قدر کافر ملک ہیں کسی میں ایسے حالات نہیں ہیں' ہو سکتا ہے اسرائیل میں یہ کیفیت ہو' اس لیے ان ممالک سے ہجرت کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ برطانیہ' مغربی جرمنی' کینیڈا' فرانس اور ہالینڈ میں رہنے والے مسلمان پاکستان سے زیادہ مامون اور

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

محفوظ ہیں' یہ تمام ملک دارالکفر ہیں اور جن ملکوں سے بالفعل حالت جنگ برپا ہو وہ دارالحرب ہیں اور جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور ان میں نظام اسلام جاری کرنے کی اہلیت ہو وہ دارالاسلام ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے

وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں' اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے' اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

کہ کیا چیز خرچ کریں' آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو' اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

بیان فرماتا ہے تاکہ تم تدبر کرو ○ دنیا اور آخرت کے کاموں میں' اور یہ لوگ آپ سے

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیر خواہی کرنا بہتر ہے' اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو

فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

(تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں' اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیر خواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا' اور اگر اللہ چاہتا

لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

تو تم کو ضرور سختی میں ڈال دیتا' بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان

اس سے پہلی آیت میں جہاد کا بیان کیا گیا تھا اور عربوں میں شراب پینے کا عام رواج تھا اور شراب اور جہاد دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ شراب کے نشہ میں انسان کو اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی تو ایسا شخص کافروں سے جہاد کب کر سکتا ہے' نیز وہ شراب کے نشہ میں جوا کھیلا کرتے تھے اور جیتی ہوئی رقم غریبوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہ ظاہر یہ اچھا کام تھا اس لیے صحابہ نے ان دونوں کا حکم معلوم کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ اس میں کچھ لوگوں کا فائدہ ہے' لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے کیونکہ شراب کے نشہ سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور انسان جھوٹ بولتا ہے اور گالم گلوچ کرتا ہے اور جوئے کے ذریعہ دوسروں کا مال ہتھیا لیتا ہے۔

Marfat.com

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زید بن علی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خمر (شراب) کے متعلق تین آیتیں نازل کی ہیں' ایک یہ آیت ہے (شراب پینے سے وقتی جوش اور ہیجان پیدا ہوتا ہے اور جوئے کے ذریعہ آسانی سے جیتی ہوئی رقم حاصل ہو جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں یہ رقم غرباء پر خیرات کر دی جاتی تھی' ان فوائد کی بناء پر لوگوں نے آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ ان میں کچھ فائدہ ہے لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے) تب لوگوں نے شراب پینے کے معمول کو جاری رکھا حتیٰ کہ دو آدمیوں نے شراب پی کر نماز پڑھی اور نماز میں بدکلامی کی' تب یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ. (النساء: ۴۳-۴۲)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

پھر جو لوگ شراب پیتے تھے وہ نماز کے اوقات میں شراب سے اجتناب کرتے تھے' حتیٰ کہ ایک دن ابوالقموس نے نشہ کی حالت میں مقتولین بدر کے نوحہ اور مرثیہ میں چند اشعار پڑھے' جن میں مقتولین بدر کی تعظیم اور تکریم کی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ غضب میں گھبرائے ہوئے چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے' جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ نے اس کو مارنے کے لیے کوئی چیز اٹھائی' اس نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' بہ خدا! میں اب کبھی شراب نہیں پیوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ○ (المائدہ: ۹۰)

اے ایمان والو! خمر (شراب)' جوا' بتوں کے چڑھاووں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں' ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ○ شیطان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے سبب سے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے' اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے' تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ ○

حضرت عمر نے جب یہ آیت سنی تو کہا: ہم باز آئے' ہم باز آئے!۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۱۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں شراب کی حرمت پر دس دلیلیں ہیں: (۱) شراب کا ذکر جوئے' بتوں کے چڑھاووں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیروں کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب حرام ہیں (۲) شراب کو رجس (نجس) فرمایا اور ہر نجس چیز حرام ہے (۳) شراب کو شیطانی کام فرمایا اور شیطانی کام حرام ہیں (۴) شراب پینے سے اجتناب کا حکم دیا' لہٰذا اس سے اجتناب کرنا فرض ہوا اور جس سے اجتناب فرض ہو اس کا ارتکاب حرام ہے (۵) حصول فلاح کو شراب سے اجتناب پر معلق فرمایا' اس لیے اس سے اجتناب فرض اور اس کا ارتکاب حرام ہوا (۶) شراب کے سبب سے شیطان عداوت پیدا کرتا ہے' اور عداوت حرام ہے اور حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے' لہٰذا شراب حرام ہوئی (۷) شراب کے سبب سے شیطان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے (۸) شراب کی تاثیر سے شیطان اللہ کے ذکر سے روکتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے (۹) شراب کی تاثیر سے شیطان نماز سے روکتا ہے اور نماز سے روکنا حرام ہے (۱۰) اللہ تعالیٰ نے استفہاماً انتہائی بلیغ ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم (شراب نوشی سے) باز آنے والے ہو؟

Marfat.com

احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں خمر (شراب) پی وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زنا کرتے وقت زانی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور خمر پیتے وقت شرابی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور چوری کرتے وقت چور میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ' حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی بن کعب کو ادھ پکی کھجوروں اور چھواروں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے کہا: خمر کو حرام کردیا گیا' تو حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے انس! اٹھو اور اس تمام شراب کو انڈیل دو۔

حضرت ابومالک یا حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا' ریشم' خمر اور آلات موسیقی کو حلال کہیں گے اور عنقریب کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے' جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے: کل آنا۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا' اور دوسرے لوگوں (زنا' شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت کے دن بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم بیان فرما تو سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: " یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ (البقرہ: ۲۱۹)" عمر نے پھر دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی: " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ". (النساء: ۴۳)" تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے نداء کی کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے' عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم نازل فرما تو یہ آیت نازل ہوئی: " فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ " (المائدہ: ۹۰) حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیا اس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کی پیپ۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خمر پر لعنت فرمائی ہے اور خمر پینے والے پر' پلانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدنے والے پر' خمر کو (انگوروں سے) نچوڑنے والے پر' اس کو بنانے والے پر' خمر کو لادنے والے پر اور جس کے پاس لاد کر لائی جائے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خمر پیئے اس کو کوڑے مارو اگر وہ چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کردو۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:
حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کی بناء پر اسی کوڑے مارے۔
(المصنف ج ۷ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خمر پیئے اس کو اسی کوڑے مارو۔
(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ)

خمر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے خواہ قلیل مقدار میں پیئے یا کثیر مقدار میں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۵۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)
اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے متعلق شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:
قرآن مجید نے خمر کو حرام کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر اس کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: " اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ (یوسف: ۳۶) میں نے خواب میں دیکھا کہ خمر کو نچوڑ رہا ہوں یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)
علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:
امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے اس کا پینا پلانا بیچنا خریدنا رکھنا سب حرام قطعی ہے خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں: ایک باذق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے تیسرا نقیع الزبیب ہے یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۹۰ - ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۸ھ)
ان تینوں مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور ان کی نجاست خفیفہ ہے جب کہ نشہ آور مقدار میں پیا جائے اور اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں نہ نجس۔
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:
خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوگی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب نشہ ہو جائے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۹۵ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان)
امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر تو بعینہٖ حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب اگر مقدار نشہ میں پیے جائیں تو وہ بھی حرام ہیں اور اگر اس سے کم مقدار میں پیے جائیں تو وہ حرام نہیں ہیں اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جو مشروب نشہ آور ہو وہ خمر ہو یا کوئی اور مشروب خواہ وہ قلیل مقدار میں پیا جائے یا کثیر مقدار میں وہ بہرحال حرام ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔
امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر (مطلقاً) حرام کی گئی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۲۵۴ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

امام ابو یوسف نے بھی اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار ص ۲۲۸)

امام ابن ابی شیبہ[1] اور امام دار قطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۵۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام طبرانی تین مختلف اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شراب کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو۔

(معجم کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۹ ـ ۳۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ بعض سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۹۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

ہم نے اس حدیث کے متعدد طرق اور اسانید اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس حدیث پر امام ابو حنیفہ کے مسلک کی بنیاد ہے وہ بہت قوی حدیث ہے اور جس حدیث میں ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار حرام ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے یہ حدیث ضعیف ہے "شرح صحیح مسلم" جلد سادس میں ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کی تائید میں بہت سی احادیث اور آثار نقل کیے ہیں۔

جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان

عربی میں جوئے کے لیے میسر اور قمار دونوں لفظ استعمال کیے جاتے ہیں' میسر کا لفظ یسر سے بنا ہے جس کا معنی آسانی ہے' چونکہ جوئے میں جیتنے والا آسانی سے رقم حاصل کر لیتا ہے اس لیے اس کو میسر کہتے ہیں' میر سید شریف قمار کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دے دی جائے گی قمار ہے۔

(التعریفات ص ۷۷ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قمار قمر سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اہل علم کا قمار کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپس میں شرط لگانا قمار ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے' پہلے یہ مباح تھا' بعد میں اس

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

Marfat.com

کی تحریم نازل ہوگئی' جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو' پھر بعد میں اس سے منع فرمایا اور قمار کی حرمت نازل ہوگئی' اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے' البتہ شتر سواری' گھوڑے سواری اور نیزے بازی کی سابقیت کی شرط لگانے کی رخصت ہے بلکہ سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہ جانے والے کو نہ دیا جائے' اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ ناجائز ہے اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں کہ اگر وہ آگے نکل گیا تو لے گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو کچھ نہیں دے گا یہ جائز ہے' اس دخیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل فرمایا ہے۔ (احکام القرآن ج ا ص ۳۲۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

لاٹری اور انعامی بانڈز وغیرہ کا شرعی حکم

لاٹری' معمہ بازی' ریس کورس میں گھڑ دوڑ' تاش' شطرنج' کیرم اور دیگر کھیلوں میں ہار جیت پر رقمیں لگانا' کرکٹ' فٹ بال اور سکوائش وغیرہ کے ملکی اور بین الاقوامی کھیلوں میں سٹہ کھیلنا یہ سب قمار اور میسر (جوا) ہیں' گناہ کبیرہ اور حرام قطعی ہیں' انعامی بانڈز پر جو انعامی رقم ملتی ہے وہ جائز ہے' قمار نہیں کیونکہ اس میں کسی فرد کی رقم ضائع نہیں ہوتی' ہر شخص جب چاہے اپنے بانڈز کو بینک سے کیش کرا سکتا ہے' اس میں خریداری کی ترغیب دینے کے لیے بعض نمبروں پر حکومت انعام کی رقم کا اعلان کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بعض صابن ساز ادارے یا ٹوتھ پیسٹ بنانے والے کوئی اسکیم جاری کرتے ہیں اور خریداروں کو کوئی اضافی چیز انعام میں دیتے ہیں یا بعض ٹھنڈے مشروبات والے (مثلاً کوکا کولا) بوتل کے بعض ڈھکنوں پر انعامی رقم رکھتے ہیں۔ اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد رابع میں بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں' آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔ (البقرہ: ۲۱۹)

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ شراب اور جوئے میں گناہ زیادہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ شراب اور جوئے سے روحانی اور بدنی بیماری ہوتی ہے اور ان میں پیسہ خرچ کرنا لائق مذمت ہے۔ تب یہ سوال پیدا ہوا کہ کس چیز میں پیسہ خرچ کرنا لائق تحسین ہے؟ اور چونکہ اس کلام کا سیاق جہاد ہے اور جہاد کا عظیم ستون اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس سوال کو پھر دہرایا کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ ''عفو'' جو ضرورت سے زائد ہو۔

''عفو'' (زائد از ضرورت) کے معانی اور محامل

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ضرورت سے زائد خرچ کرنے کا حکم اس وقت تھا جب زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی۔

امام طبرانی اور امام بیہقی نے ''عفو'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو چیز اہل و عیال پر خرچ کرنے سے بچ رہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے۔

امام ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ''عفو'' کے تین معنی ہیں: (۱) گناہ سے درگزر کرنا (۲) میانہ روی سے خرچ کرنا' اور اس آیت میں یہی مراد ہے یعنی اللہ کی راہ میں میانہ روی سے خرچ کرو (۳) لوگوں کے ساتھ احسان کرنا' یہ معنی اس آیت میں ہے: ''اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرہ: ۲۳۷) (دخول سے پہلے مطلقہ عورت کو)

Marfat.com

شوہر بہ طور احسان نصف مہر سے زیادہ دے دے''۔
امام عبد بن حمید نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ ''عفو'' کا معنی ہے: ضرورت سے زائد۔
امام عبد بن حمید نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ ''عفو'' کا معنی ہے: جس کا خرچ کرنا آسان ہو' اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد زکوٰۃ ہے۔
امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''عفو'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صدقہ کی کوئی معین مقدار نہیں ہے' اس کے بعد فرائض کو معین کر کے نازل کیا گیا ہے' نیز امام ابن جریر نے سدی سے ''عفو'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۵۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

''عفو'' کے لفظ سے سوشلزم کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب

جمہوری طریقہ سے رائے عامہ کو ہموار کر کے سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنا اور اسمبلی کی منظوری سے زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو ان کے مالکوں سے معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ چھین کر قومیا لینا سوشلزم ہے اور نادار اور محنت کش عوام کو منظم کر کے تاجروں' صنعت کاروں اور زمینداروں کے خلاف جنگ کر کے انقلاب لانا اور تمام پیداواری اداروں کو قومیا لینا کمیونزم ہے۔
۱۹۷۰ء میں جب پاکستان میں سوشلزم کا زور تھا اس وقت بعض سوشلسٹ علماء نے اس آیت سے سوشلزم کے اسلامی ہونے پر استدلال کیا تھا کہ اللہ نے ضرورت سے زائد ہر چیز کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے' لہٰذا تمام بڑے بڑے کاروباری اور صنعتی اداروں کو قومی ملکیت میں لینا جائز ہے کیونکہ وہ تمام ادارے ان کے مالکوں کی ضرورت سے زائد ہیں' اس وقت اس کے جواب میں یہ کہا گیا تھا کہ اس آیت میں راہ خدا میں خرچ کرنے اور دینے کا حکم ہے' لوگوں کے اموال کو بالجبر لینے یا قومیانے کا حکم نہیں ہے' نیز یہ حکم بہ طور استحباب ہے' بہ طور فرض نہیں ہے' فرض صرف زکوٰۃ اور زرعی پیداوار سے عشر یا نصف عشر ادا کرنا ہے۔
اب ہم اس آیت کو ذرا زیادہ گہرائی سے دیکھتے ہیں' اس آیت میں لفظ ''عفو'' سے استدلال کیا گیا ہے' ہم نے ائمہ تفسیر سے اس لفظ کے تین معنی نقل کیے ہیں: زائد از ضرورت' میانہ روی اور آسان۔ جن صحابہ' تابعین اور ائمہ تفسیر نے اس کا معنی زائد از ضرورت بیان کیا ہے انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ زائد از ضرورت مال خرچ کرنے کا حکم زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی مقدار بیان کرنے سے پہلے تھا' اور اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا' اور جن ائمہ تفسیر نے یہ بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: راہ خدا میں میانہ روی سے خرچ کرو یا جس کا خرچ کرنا آسان ہو اس کو خرچ کرو' سو اس معنی میں یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ''عفو'' کا معنی زائد از ضرورت ہے تو زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اگر اس کا معنی ہے: میانہ روی سے خرچ کرنا یا جس کو خرچ کرنا آسان ہو اس کو خرچ کرنا تو یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے:
حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:
امام بخاری اور امام نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی رہے' اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی سارا مال صدقہ نہ کرو کہ اس کے بعد بھیک مانگتے پھرو)' خرچ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو' بیوی کہے گی: یا مجھے نفقہ دو یا مجھے طلاق دو' خادم کہے گا: مجھے کھانا دو اور مجھ سے کام لو' بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ! تم مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟

Marfat.com

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی رہے اور خرچ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔

امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا: تم اس کے خرچ کے متعلق بہتر جانتے ہو۔

امام ابن سعد، امام ابو داؤد اور امام حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص انڈے کے برابر سونے کا ایک ٹکڑا لے کر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے ایک معدن (کان) سے یہ سونا ملا ہے، میں اس کو صدقہ کرتا ہوں، آپ اس کو لے لیجئے، میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا۔ اس نے دوبارہ پیچھے سے آ کر عرض کیا، آپ نے اس سے وہ سونا لے کر اس کی طرف اتنے زور سے پھینکا کہ اگر اس کو لگ جاتا تو اس کو بہت چوٹ لگتی یا اس کی آنکھ پھوٹ جاتی، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنا (کل) مال لے کر میرے پاس آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے، پھر وہ بیٹھ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے گا، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی رہے اور خرچ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۴۔ ۲۵۳، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اپنی ضروریات سے زائد کل مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شرعاً محمود اور مستحسن بھی نہیں ہے۔ اگر ہر شخص پر یہ لازم ہوتا کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد چیز خدا کی راہ میں دے دے تو کوئی شخص صاحب نصاب نہ ہوتا نہ کسی کے نصاب پر سال گزرتا اور پھر زکوٰۃ کا فرض کرنا بالکل لغو اور بے فائدہ ہوتا، نہ کسی شخص پر قربانی واجب ہوتی نہ کسی پر حج فرض ہوتا، نہ صدقۂ فطر ہوتا تو پھر قربانی اور حج کی مشروعیت کے احکام بھی عبث ہوتے، کیونکہ جب مال جمع کرنا شرعاً جائز ہی نہیں ہے تو پھر ان احکام کے کیا معنی؟ اور عشر اور نصف عشر کے احکام صحیح نہ ہوتے، یہ حکم نہ ہوتا کہ اپنی زرعی پیداوار کا دسواں حصہ راہ خدا میں دو بلکہ یہ حکم ہوتا کہ اپنی ضرورت کا غلہ رکھ کر باقی سارا غلہ راہ خدا میں دے دو، چور کا ہاتھ کاٹنا بھی غلط ہوتا بلکہ الٹا چور مالک سے باز پرس کرتا کہ تم نے اتنا مال جمع ہی کیوں کیا جس کو چرایا جا سکے، غرضیکہ سوشلسٹ علماء کے مزعوم کے مطابق اگر اس آیت کی (برخود غلط) تفسیر کی گئی تو ساری شریعت اسلامیہ ہی غلط ہو جائے گی۔ العیاذ باللہ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ ان کی خیر خواہی کرنا بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیر خواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا۔ (البقرہ: ۲۲۰)

زیر کفالت یتیم کے ساتھ طرز معاشرت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق سوال کا ذکر کیا گیا تھا، اس آیت میں مال خرچ کرنے کا ایک مصرف اور محل بتایا ہے کہ جو چیزیں تمہاری ضرورت سے زائد ہوں ان کو یتیموں پر خرچ کرو۔

Marfat.com

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:
امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ (الانعام: ۱۵۲)

اور اچھے طریقہ کے سوا مال یتیم کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں' اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے ۝

تو ہر وہ شخص جس کی زیر کفالت کوئی یتیم تھا' اس نے اپنا اور یتیم کا کھانا الگ الگ کر لیا' بعض اوقات یتیم کا کھانا بچ جاتا اور بعد میں سڑ کر خراب ہو جاتا' نیز الگ الگ دو سالن پکانے میں مشقت اور دشواری مستزاد تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یتیم کے مال کے ضیاع اور اپنی دشواری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر تم خیر خواہی کی نیت سے اپنا اور ان کا کھانا مشترک رکھو تو کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو (یہ آسانی مہیا نہ کر کے) تم کو مشقت میں ڈال دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ غالب ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت والا بھی ہے۔ (الدرالمنثور ج ا ص ۲۵۵' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ اللہ پر دلوں کا حال روشن ہے' وہ خیر خواہ اور بدخواہ کو جانتا ہے' اس کو علم ہے کہ یتیم کے مال کو ضیاع سے بچانے کے لیے کون مشترک کھانا پکایا کرتا ہے اور یتیم کے مال سے (بہ طور خیانت) فائدہ اٹھانے کے لیے کون ایسا کرتا ہے' یتیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقد مال اور باقی رہنے والی چیزوں کو الگ اس کے حساب میں رکھو اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں ان میں اپنا اور یتیم کا کھانا بہ قدر حساب مشترک رکھو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ یتیم کا ولی یتیم کے مال میں تصرف کر سکتا ہے' یتیم کے مال کی خرید و فروخت اور اس میں تجارت اور مضاربت کر سکتا ہے اور اگر یتیم کا فائدہ ہو تو یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر تجارت بھی کر سکتا ہے اور مضاربت بھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے ساتھ اختلاط کی اجازت دی ہے تو ان کے مال کے ساتھ بھی اختلاط کر سکتا ہے اور ان کے نسب کے ساتھ بھی' یتیم لڑکے کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے اور یتیم لڑکی کے ساتھ اپنے بیٹے کا نکاح کر سکتا ہے اور خود بھی اس سے نکاح کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ ان تمام مالی اور جسمانی تصرفات سے یتیم کی خیر خواہی مقصود ہو' اس کے مال اور نفس سے اپنے خود غرضانہ فوائد مطلوب نہ ہوں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں' اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت

مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى

سے بہتر ہے' خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو' اور مشرک مردوں سے (اپنی عورتوں کا) نکاح نہ کرو حتیٰ کہ

Marfat.com

يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ

وہ ایمان لے آئیں' اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو'

أُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلَى الْجَنَّةِ وَ

یہ (مشرکین) دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہیں' اور اللہ اپنے اذن سے جنت اور

الْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۲۲۱) ع ۲۷ ۵ ۱۱

مغفرت کی طرف بلاتا ہے' اور لوگوں کے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں O

مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کا عدم جواز

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یتیم کے ساتھ مخالطت کا جواز بیان فرمایا تھا' جس کا تقاضا یہ تھا کہ یتیم کے مال کے ساتھ اپنا مال مخلوط کرنا بھی جائز ہے اور یتیم لڑکے یا یتیم لڑکی کے ساتھ اپنا یا اپنی اولاد کا نکاح کرنا بھی جائز ہے' تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعض مسائل بیان فرمائے کہ مشرک مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح جائز نہیں ہے' کیونکہ نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے ساتھ جسمانی اور ذہنی قرب ہوتا ہے' وہ دونوں ایک دوسرے کے عقائد' نظریات' افکار اور خیالات سے متاثر ہوتے ہیں اس لیے یہ خدشہ ہے کہ مشرک شوہر کے عقائد سے مسلمان بیوی متاثر ہو یا مشرک عورت کے نظریات سے مسلمان شوہر متاثر ہو' اس لیے اسلام نے یہ راستہ ہی بند کر دیا' اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مسلمان شوہر یا بیوی سے مشرک بیوی یا شوہر متاثر ہو جائے لیکن جب کوئی چیز نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو تو نقصان سے بچنے کو نفع کے حصول پر مقدم کیا جاتا ہے اس لیے اسلام نے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان مناکحت کا معاملہ کلیۃً منقطع کر دیا۔ یہاں شرک سے مراد کفر ہے' اس لیے ملحد' مجوسی' بت پرست اور کسی قسم کے بھی کافر سے نکاح جائز نہیں ہے مسلمان مرد کا نہ مسلمان عورت کا۔

حافظ جلال الدین سیوطی اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو مرثد غنوی کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ عناق نامی ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیں جو نہایت حسین و جمیل عورت تھی اور حضرت ابو مرثد مسلمان ہو چکے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ عورت مجھے بہت اچھی لگتی ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ الآیۃ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ آزاد مشرک کی بہ نسبت مسلمان غلام بہتر ہے' اور کسی آزاد مسلمان عورت کا نکاح مسلمان غلام سے کر دینا اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کا نکاح آزاد مشرک سے کیا جائے حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہے' سو غیر کفو میں نکاح کے جواز کے لیے یہ آیت صریح جزیہ ہے' ہم ان شاء اللہ سورۂ نساء میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کریں گے' "شرح صحیح مسلم" جلد ثالث اور جلد سادس میں ہم نے اس موضوع پر بہت تفصیل اور تحقیق سے بحث کی ہے۔

Marfat.com

مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ

اسلام میں یہ جائز ہے کہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ مسلمان مرد نکاح کرلیں لیکن اہل کتاب مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' قرآن مجید نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کی اجازت دی ہے:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۗ. (المائدہ: ۵)

اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے' اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور (تمہاری) آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں' اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں) جب کہ تم ان سے نکاح کر کے ان کا مہر ادا کرو' نہ ان سے ظاہراً بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔

اب یہ سوال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کردی تھی تو پھر کتابیہ سے نکاح کی اجازت کیوں دی جب کہ اہل کتاب یہودی اور عیسائی بھی مشرک ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۗ. (التوبہ: ۳۰)

اور یہود نے کہا: عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہود و نصاریٰ دونوں مشرک ہیں لیکن قرآن مجید کی اصطلاح ہے کہ اس نے بت پرستوں پر مشرکین کا اطلاق کیا ہے اور یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا' قرآن مجید میں ہے:

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ. (البقرہ: ۱۰۵)

کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ۔۔۔۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ۙ (البینہ: ۱)

کافر اہل کتاب اور مشرکین بغیر واضح دلیل کے اپنے دین کو چھوڑنے والے نہ تھے ۝

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ مشرک عورتوں میں اہل کتاب عورتیں بھی داخل تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشرکات کے عموم سے اہل کتاب عورتوں کو مستثنیٰ کرلیا' اور یہ اصطلاح میں عام مخصوص عنہ البعض ہے' حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ'' (البقرہ: ۲۲۱) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کرلیا ہے اور دلیل استثناء یہ آیت ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ. (المائدہ: ۵)

اور اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں)۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

باقی رہی یہ بحث کہ خالص مشرک عورتوں اور اہل کتاب میں نکاح کے جواز کا فرق کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرک نہ خدا کو مانتا ہے نہ کتاب کو' نہ رسول کو نہ قیامت اور جزاء اور سزا کو' نہ حلال اور حرام کا قائل ہوتا ہے' اس کے

Marfat.com

برعکس اہل کتاب ان تمام امور کو مانتے ہیں' ان کے کفر کی صرف یہ وجہ ہے کہ انہوں نے غلو محبت میں اپنے اپنے رسول کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ مسلمان مردوں کا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیا ہے اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں کیا' اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عائلی اور گھریلو زندگی میں مرد حاکم ہوتا ہے اور اس کا گھر میں قبضہ اور اقتدار ہوتا ہے اور عورت فطرۃً منفعل مزاج اور گھر میں محکوم ہوتی ہے۔ اگر کسی یہودی یا عیسائی مرد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز ہوتا تو عین ممکن تھا کہ وہ مسلمان عورت اپنے کافر شوہر کے معتقدات اور خیالات سے متاثر ہو جاتی اور اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتی۔ اس کے برعکس جب شوہر مسلمان ہو اور بیوی یہودی یا عیسائی ہو تو چونکہ گھر میں حاکم اور مقتدر شوہر ہوتا ہے اس لیے گھر میں اسلامی ماحول اور لٹریچر فراہم ہوگا اور اس اہل کتاب عورت کو اسلام کو قریب سے دیکھنے' پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملے گا' اسلامی معاشرہ' اسلام کی تہذیب اور مسلمان خاندان سے میل جول اور ربط و ضبط کی وجہ سے اس کے اسلام قبول کرنے کے بہت ذرائع میسر ہوں گے اور وہ جلد یا بہ دیر مسلمان ہو جائے گی اور اگر بالفرض وہ مسلمان نہ بھی ہو تو بچے بہرحال باپ کے دین کے تابع رہیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام مواقع دارالاسلام میں ہی میسر ہوتے ہیں' اس لیے ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ دارالکفر میں اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہاں کفر کا غلبہ ہوتا ہے اور جس حکمت کی وجہ سے اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے اس کے پورے ہونے کے مواقع وہاں میسر نہیں ہیں۔ باقی اس مسئلہ میں فقہاء وصحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے مذاہب ہم ان شاء اللہ سورۂ مائدہ میں اس آیت کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے' سو عورتوں سے

النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا

حالت حیض میں الگ رہو' اور ان سے عمل زوجیت نہ کرو حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں' اور جب وہ

تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

مکمل پاک ہو جائیں تو ان کے پاس (وہاں) آؤ' جہاں سے (آنے کا) اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے' بے شک اللہ توبہ کرنے

التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝۲۲۲ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠

والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ○ تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے) لیے کھیتیاں ہیں

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ' اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو' اور اللہ سے ڈرتے رہو'

Marfat.com

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اور یہ یقین رکھو کہ بے شک تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو'اور آپ مؤمنوں کو بشارت دے دیجئے O

حیض کا حکم بیان کرنے کا شانِ نزول

اس سے پہلی آیت میں نکاح کا ذکر کیا گیا تھا اور نکاح کے لوازم سے بیوی کے ساتھ جماع کرنا ہے' سو ان آیتوں میں بتایا ہے کہ کس حالت میں عورت کے ساتھ جماع کرنا ہے اور کس حالت میں نہیں کرنا اور چونکہ جماع کا مقصد حصول اولاد ہے' محض قضاء شہوت نہیں ہے' اس لیے فرمایا کہ جس جگہ سے حصول اولاد ہو وہاں تخم ریزی کرو' یعنی عمل معکوس نہ کرو' خواہ اس عمل (تخم ریزی) کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرو۔

حافظ جلال الدین سیوطی اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام دارمی' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام ابویعلیٰ' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام ابن حبان اور امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتے' اس کے ساتھ کھاتے نہ پیتے نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں کو گھروں میں رکھو اور عمل زوجیت کے سوا ان کے ساتھ سب کچھ کرو' جب یہود کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے' پھر حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباس بن بشر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہود اس طرح کہہ رہے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی عورتوں سے جماع بھی کر لیں' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض ہو گئے ہیں' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں دودھ آیا تو آپ نے وہ دودھ ان دونوں کے لیے بھیجا' اس سے ان دونوں نے یہ جانا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ استاد یا ماں باپ' شاگرد یا اولاد کو اگر کسی بات پر ڈانٹیں تو بعد میں کسی طرح ان کی دل جوئی کر کے اس کی تلافی بھی کریں۔

حائضہ سے مباشرت کرنے کی دینی اور دنیاوی خرابی

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ عورت سے جماع کے سوا باقی سب کچھ کر سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کی بناء پر ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ شوہر ایام حیض میں اپنی بیوی سے جسمانی قرب اور جسمانی لذت حاصل کر سکتا ہے' البتہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک احتراز کرے' کیونکہ اگر اس میں بھی دست درازی کرے گا تو خطرہ ہے کہ وہ عمل زوجیت میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حائضہ عورت سے

Marfat.com

جماع کیا یا کسی عورت کی سرین میں دخول کیا یا کسی شخص نے کاہن کے قول کی تصدیق کی تو اس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ دین کے ساتھ کفر کیا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۴۷ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

جدید میڈیکل سائنس سے بھی واضح ہو گیا کہ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے مرد کے عضو مخصوص میں سوزاک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مرد اور عورت دونوں بانجھ ہو جاتے ہیں۔

حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

جو خون رحم سے وقت مخصوص میں وصف مخصوص کے ساتھ خارج ہو اس کو حیض کہتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لغت میں حیض کا معنی ہے: سیلان (بہنا) جب کوئی وادی بہنے لگے تو کہتے ہیں: ''حاض الوادی'' اوقات مخصوص میں خون بہنے کی وجہ سے اس خون کو حیض کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں حیض اس صفت شرعیہ کو کہتے ہیں جو ان کاموں کے کرنے سے مانع ہو جن کے لیے حیض سے پاک ہونا شرط ہے' مثلاً نماز پڑھنا' قرآن مجید کو چھونا' روزہ رکھنا' مسجد میں داخل ہونا اور عمل زوجیت کرنا۔

علامہ حصکفی نے حیض کی یہ تعریف کی ہے: وہ خون جو بالغہ کے رحم سے بغیر وقت ولادت کے خارج ہو۔ رحم کی قید سے استحاضہ خارج ہو گیا' کیونکہ یہ خون ایک رگ سے خارج ہوتا ہے اور یہ افعال مذکورہ سے مانع نہیں ہے' رحم اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں بچہ ہوتا ہے یعنی بچہ دانی' اور بغیر وقت ولادت کی قید سے نفاس خارج ہو گیا (نفاس بھی افعال مذکورہ سے مانع ہے)' ولادت کے بعد عورت کے رحم سے جو خون نکلتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔

حیض کا سبب یہ ہے کہ حضرت حواء نے شجر ممنوع کھا لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حیض میں مبتلا کر دیا' امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر اس کو مقدر کر دیا ہے' حیض کا رکن یہ ہے کہ خون رحم سے نکل کر فرج داخل کے باہر آ جائے' اگر وہ خون فرج داخل ہی میں رہے تو وہ حیض نہیں ہے۔ (المفردات ص ۱۳۶ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

ایام حیض کے تعین میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے' اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے' اور عموماً حیض چھ یا سات دن ہوتا ہے' اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر (پاکیزگی کے ایام) کی مدت پندرہ دن ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۸۹۔ ۱۸۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔

Marfat.com

(المغنی ج۱ص ۱۸۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:
حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج۱ص ۱۸۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

فقہاء احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں: امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کنواری اور شادی شدہ عورت کا حیض تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا' دس دن کے بعد نکلنے والا خون استحاضہ ہے۔ حائضہ ایام حیض کے بعد کی نمازوں کی قضا کرے۔ حیض میں سرخی مائل سیاہ گاڑھا خون ہوتا ہے اور استحاضہ میں زرد رنگ کا پتلا خون ہوتا ہے۔
(سنن دارقطنی ج۱ص ۲۱۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دارقطنی نے ایک اور سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج۱ص ۲۱۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج۱ص ۲۱۹' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
امام دارقطنی نے ان احادیث کی سند کو ضعیف کہا ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہو گئیں اور ان سے استدلال صحیح ہے' نیز ان احادیث کی تقویت حسب ذیل آثار سے ہوتی ہے:
امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:
معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔
وکیع نے کہا: حیض تین سے دس دن تک ہے' اس کے علاوہ استحاضہ ہے۔ (سنن دارقطنی ج۱ص ۲۱۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
امام دارقطنی نے ایک اور سند سے بھی یہ اثر بیان کیا' اور سفیان کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔
(سنن دارقطنی ج۱ص ۲۱۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)
علامہ شامی نے لکھا ہے کہ متعدد اسانید کے ساتھ چھ صحابہ سے منقول ہے کہ حیض کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (ردالمحتار ج۱ص ۱۸۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)
علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:
امام ابن عدی نے ''کامل'' میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن سے کم حیض نہیں ہوتا اور دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر ج۱ص ۱۴۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)
امام ابن جوزی نے ''علل متناھیہ'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (العلل المتناھیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ)

حیض' نفاس اور استحاضہ میں مبتلا خواتین کے مسائل

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:
(۱) حالت حیض میں طہارت (پاکیزگی) کے حصول کے لیے وضو کرنا منع ہے' صفائی کے لیے غسل کرنا جائز ہے جیسے دورانِ حج بدن صاف کرنے کے لیے غسل کرتے ہیں' اسی طرح جن وظائف کے پڑھنے کی اس کی عادت ہو' مثلاً تکبیر' تہلیل'

Marfat.com

درود شریف ان کے لیے وضو کرنا جائز ہے' کیونکہ فقہاء نے کہا ہے کہ حائضہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے اتنی دیر جائے نماز پر بیٹھ کر وظیفہ پڑھتی رہے جتنی دیر میں وہ نماز پڑھتی تھی تا کہ اس کی نماز کی عادت قائم رہے' اس عمل سے اس کو بہترین نماز پڑھنے کا اجر ملے گا۔

(۲) حیض کی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے' خواہ کسی قسم کی نماز ہو یا سجدۂ شکر ہو' حالت حیض میں جو نمازیں ہو گئیں ان کی قضا نہیں ہے۔

(۳) حائضہ کا اعتکاف کرنا منع ہے' اور اگر دورانِ اعتکاف اس کو حیض آ گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۴) حالت حیض میں طواف صدر (وداع) ممنوع ہے۔

(۵) حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔

(۶) حیض آنے سے لڑکی بالغہ ہو جاتی ہے۔

(۷) عدت پوری ہونے کا تعلق بھی حیض سے ہے' آزاد عورت کی عدت تین حیض ہے اور باندی کی عدت دو حیض ہے۔

(۸) استبراء کا تعلق بھی حیض سے ہے' جب مالِ غنیمت سے کوئی باندی ملے یا کسی باندی کو خریدے تو ایک حیض تک اس سے وطی نہ کرے' ایک حیض گزر جانے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اس کے رحم میں استقرار نطفہ ہے یا نہیں۔

(۹) حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

(۱۰) رمضان کے روزہ کے کفارہ اور قتل کے کفارے میں مسلسل روزے رکھے جاتے ہیں' اگر ان روزوں کے درمیان حائضہ کو حیض آ گیا تو اس کا تسلسل نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۱) حائضہ عورت پر روزہ رکھنا منع ہے لیکن وہ ان فوت شدہ روزوں کی قضا کرے گی' اس نے نفل روزہ شروع کیا اور پھر حیض آ گیا تو اس کی قضا کرے گی۔

(۱۲) حائضہ عورت کا مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔

(۱۳) حائضہ کے لیے کعبہ کا طواف کرنا منع ہے۔

(۱۴) حائضہ کی ناف سے گھٹنے تک اس کے شوہر کا قریب ہونا منع ہے۔

(۱۵) تلاوت قرآن کے قصد سے قرآن پڑھنا منع ہے' البتہ دعا کے قصد سے سورۂ فاتحہ یا کسی اور آیت کو پڑھنا یا تبرک کے قصد سے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے۔

(۱۶) قرآن مجید کو چھونا منع ہے خواہ وہ متصل یا منفصل غلاف میں ہو۔

(۱۷) اللہ کا ذکر کرنا' تسبیح کرنا' قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے' اسی طرح عید گاہ میں جانا جائز ہے۔

(۱۸) ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کے بعد کھانا پینا جائز ہے' اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر جنبی کے لیے کھانا مکروہ ہے' حائضہ کے لیے مکروہ نہیں ہے۔

(۱۹) جب اکثر مدت پوری ہونے کے بعد حیض منقطع ہو (یعنی دس دن کے بعد) تو شوہر کا اس کے ساتھ بغیر اس کے غسل کے وطی کرنا جائز ہے اور غسل کے بعد وطی کرنا مستحب ہے۔

(۲۰) اگر کم مدت گزرنے کے بعد اس کا حیض منقطع ہوا تو حائضہ وضو کرے اور آخری وقت میں نماز پڑھ لے۔

(۱۲) اگر حائض کے ایام مقرر ہیں اور اس سے کم وقت میں حیض منقطع ہو گیا تو اس کے شوہر کے لیے اس سے مباشرت جائز

Marfat.com

نہیں ہے' البتہ وہ احتیاطاً نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔
(۲۲) اگر حیض کم مدت میں منقطع ہو گیا تو شوہر کا اس سے اس وقت تک وطی کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ غسل نہ کرے۔
(۲۳) اگر حیض منقطع ہونے کے بعد حائضہ نے نماز کا اتنا وقت پالیا جس میں تکبیر تحریمہ پڑھی جاسکتی ہے تو اس پر وہ نماز فرض ہوگئی اور اس کی قضا کرے گی۔
(۲۴) جو شخص حائضہ عورت سے حلال سمجھ کر مباشرت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔
(۲۵) مدت حیض سے کم یا مدت حیض کے بعد آنے والا خون استحاضہ ہے' اس کا حکم اس طرح ہے جس طرح کسی معذور شخص کی ناک سے ہمیشہ خون جاری ہو تو اس سے نماز روزہ ساقط نہیں ہوتا' اسی طرح مستحاضہ سے بھی نماز روزہ ساقط نہیں ہوتا۔ اس کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نماز کے ایک وقت میں وضو کرے' یہ وضو اس پورے وقت میں شرعاً قائم رہے گا' بہ شرطیکہ کسی اور وجہ سے وضو نہ ٹوٹے' وہ اس وضو سے پورے وقت میں تمام عبادتیں کرسکتی ہے اور وقت ختم ہونے کے بعد اسے دوسرے وقت کے لیے وضو کرنا ہوگا۔
(۲۶) ولادت کے بعد رحم سے جو خون نکلتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ اس کے کم ہونے کی کوئی حد نہیں ہے اور اکثر نفاس کی حد چالیس دن ہے اور چالیس دن کے بعد جو خون آتا رہے وہ استحاضہ ہے' استحاضہ کے دوران وہ نماز پڑھے گی اور روزے رکھے گی اور معذور شخص کی طرح وضو کرے گی۔
(۲۷) نفاس کا خون نکلنے سے عدت پوری ہو جاتی ہے خواہ وہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو۔
(۲۸) حیض اور نفاس میں مبتلا دونوں عورتیں ان ایام میں نماز نہیں پڑھیں گی اور ان پر ان ایام کی قضا نہیں ہے' البتہ ان ایام میں اگر رمضان کے روزے آگئے تو روزے نہیں رکھیں گی' بعد میں فوت شدہ روزوں کی قضا کریں گی۔
(ردالمحتار ج ۱ ص ۲۰۰۔ ۱۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا

اور تم نیکی' تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ

وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور اللہ خوب سننے والا' بہت جاننے والا ہے ○ اللہ تم سے تمہاری

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ

بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا' لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں'

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ

اور اللہ بہت بخشنے والا بہت بردبار ہے ○ جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے

Marfat.com

أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۚ فَإِنْ فَآءُوْ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَإِنْ

چار مہینے کی مہلت ہے' اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کرلیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے O اور اگر

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کرلیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے O

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اور تم جس طرح چاہو اپنی کھیتیوں میں آؤ' پھر فرمایا: ایام حیض میں اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنا' یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات میں جماع کی ممانعت تھی' بعض لوگ ازخود چار ماہ مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا کر اپنے آپ کو عورتوں سے روک لیتے تھے' اس خاص قسم کو ایلاء کہتے ہیں' ایلاء کا حکم بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عام قسموں کا بھی حکم بیان فرمایا۔ بعض لوگ نیکی' پرہیز گاری اور لوگوں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی نہ کرنے کی قسم کھا لیتے تھے' پھر اگر کوئی ان کو ٹوکتا کہ تم یہ کارِ خیر کیوں نہیں کرتے؟ تو وہ کہتے کہ ہماری قسم ٹوٹ جائے گی' ہم نے ان کاموں کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہے۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ایک شخص یہ قسم کھا لیتا کہ وہ اپنے رشتہ دار سے کلام نہیں کرے گا' یا صدقہ نہیں دے گا' یا ان دو آدمیوں میں صلح نہیں کرائے گا جو آپس میں لڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہتا کہ میں حلف اٹھا چکا ہوں کہ میں یہ کام نہیں کروں گا' تب یہ آیات نازل ہوئیں کہ نیکی اور خدا خوفی کے کاموں سے رکنے کے لیے اللہ کی قسموں کو بہانہ نہ بناؤ اور گویا اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ تم ایسی قسموں کو توڑ کر ان نیکی کے کاموں کو کرو اور اپنی قسموں کا کفارہ دو۔

(الدرالمنثور ج ا ص ۲۶۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یمین (قسم) اور ایلاء کا بیان شروع کیا ہے اس لیے ہم یہاں یمین کا لغوی اور شرعی معنی اور یمین اور ایلاء کے شرعی احکام بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق

قسم کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور قسم کی شرائط اور ارکان

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

یمین اصل میں دائیں ہاتھ کو کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''واصحاب الیمین.'' اس میں قوت اور برکت کے معنی کا اعتبار ہے اور یمین کا استعارہ حلف سے بھی کیا جاتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی سے عہد کرتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر عہد کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ یا تمہارے لیے ہم پر کچھ عہد و پیمان (قسمیں) ہیں جو (القلم: ۳۹) قیامت تک پہنچنے والے ہیں۔

قرآن مجید کی زیر بحث آیت میں بھی یمین کا لفظ حلف کے معنی میں ہے۔

(المفردات ص ۵۵۳' المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

یمین اس قوی عقد کو کہتے ہیں جس کے ساتھ قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔ اس کی شرائط یہ ہیں: اسلام' مکلف ہونا اور قسم پوری ہونے کا ممکن ہونا۔ اس کا حکم یہ ہے: قسم کو پورا کرنا یا قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرنا۔ اس کا رکن وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' کیا غیر اللہ کے ساتھ حلف اٹھانا مکروہ ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں' کیونکہ حدیث میں ہے: جو شخص حلف اٹھائے وہ اللہ کے نام سے حلف اٹھائے ورنہ نہ اٹھائے' اور عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' ہمارے فقہاء نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے' خاص طور پر ہمارے زمانہ میں اور حدیث کی ممانعت کو اس پر محمول کیا ہے جب بغیر یقین دلانے کے قسم کھائی جائے جیسے تمہارے باپ کی قسم! اور تمہاری زندگی کی قسم! (یعنی اللہ کے نام کے ساتھ حلف اٹھانا یقین دلانے اور وثوق کے ساتھ مخصوص ہے اور بغیر وثوق کے غیر اللہ کے ساتھ حلف اٹھانا جائز ہے)۔

(درمختار علی ہامش الرد ج ۳ ص ۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

غیر اللہ کی قسم' اور مستقبل اور ماضی میں طلاق اور عتاق کی قسم کھانے کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ غیر اللہ کی یمین (قسم) بھی مشروع ہے اور یہ جزاء کو شرط پر معلق کرنا ہے اور یہ اصطلاحاً یمین نہیں ہے' اس کو فقہاء کے نزدیک یمین کہا جاتا ہے' کیونکہ اس سے بھی یمین باللہ (اللہ کی قسم) کا معنی حاصل ہوتا ہے' اور وہ ہے کسی کام پر ابھارنا یا کسی کام سے رکنا' اور اللہ کی قسم کھانا مکروہ نہیں ہے اور زیادہ قسمیں کھانے کے بجائے کم قسمیں کھانا زیادہ بہتر ہے' اور بعض فقہاء کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے مخالف کو یقین اور وثوق حاصل ہوتا ہے' خاص طور پر ہمارے زمانہ میں' اور حدیث میں جو غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت ہے (جو شخص حلف اٹھائے تو اللہ کے ساتھ حلف اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۳) یہ اس پر محمول ہے جب بغیر وثوق دلانے کے قسم کھائی جائے' جیسے کوئی کہے: تمہارے باپ کی قسم! میری زندگی کی قسم! "فتح القدیر" میں بھی اسی طرح مذکور ہے' خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم سے کبھی یقین دلایا جاتا ہے تاکہ فریق مخالف حلف اٹھانے والے کی بات پر یقین کر لے' مثلاً طلاق اور عتاق پر تعلیق کی جائے (اور یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا یا نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاق یا میرا غلام آزاد) یہ اس قسم کا حلف ہے جس میں حرف قسم نہیں ہوتا' اور کبھی غیر اللہ کی قسم سے وثوق اور یقین دلانا مقصود نہیں ہوتا' اس میں قسم پوری نہ ہونے سے قسم کھانے والا حانث نہیں ہوتا اور کفارہ لازم نہیں آتا' لہٰذا اس قسم سے فریق مخالف کو حلف اٹھانے والے کی بات پر وثوق اور یقین حاصل نہیں ہوتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے: جو شخص حلف اٹھائے وہ اللہ کا حلف اٹھائے' یہ اکثر فقہاء کے نزدیک غیر تعلیق پر محمول ہے' کیونکہ غیر تعلیق میں جب کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھائے گا تو وہ غیر اللہ کے نام کو تعظیم میں اللہ کے مساوی قرار دے گا۔ رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے جیسے والضحیٰ' واللیل' والنجم وغیرھا' تو فقہاء نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اللہ تعالیٰ مالک ہے' وہ جس کو چاہے معظم قرار دے' اور ہمارے لیے ممانعت کے بعد غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور رہی تعلیق تو اس میں غیر اللہ کی تعظیم نہیں ہے (کیونکہ اس میں غیر اللہ کا ذکر ہی نہیں ہے) بلکہ اس میں حصول وثوق کے ساتھ کسی کام پر خود کو ابھارنا ہے یا کسی کام سے خود کو روکنا ہے' لہٰذا یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ہماری تقریر سے ظاہر ہے' بلکہ ہمارے زمانہ میں اللہ کے نام سے حلف اٹھانے کی بہ نسبت طلاق یا عتاق کی قسم سے مخالف کو زیادہ وثوق اور یقین حاصل ہوتا ہے کیونکہ لوگ حانث ہونے اور لزوم کفارہ کی بہت کم پرواہ کرتے ہیں' اس لیے حلف اٹھانے والا بیوی کو طلاق پڑنے یا غلام آزاد ہو جانے کے ڈر سے قسم پوری نہ کرنے یا قسم کے خلاف کرنے سے باز رہے گا' اور "معراج" میں

Marfat.com

مذکور ہے کہ اگر کسی نے یقین دلانے کے بغیر یا ماضی کے کسی واقعہ پر طلاق یا عتاق کے ساتھ حلف اٹھایا تو یہ مکروہ (تحریمی) ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۷۔ ۴۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے کیونکہ اس سے وثوق اور حث مطلوب نہیں ہوتا' اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اس پر اکثر فقہاء کے نزدیک طلاق اور عتاق کی قسم کھانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ اصطلاحاً قسم نہیں ہے نہ اس میں قسم کے الفاظ ہیں' اور اللہ کی قسم کی بہ نسبت اس میں زیادہ وثاقت ہے' اس لیے خصوصاً یہ اصطلاحاً قسم نہیں ہے نہ اس میں قسم کے الفاظ ہیں' اور اللہ کی قسم کی بہ نسبت اس میں زیادہ وثاقت ہے' اس لیے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ قسم جائز ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا یا نہیں کیا تو میری بیوی کو طلاق یا تین طلاقیں۔ اس کے برعکس ماضی کی کسی بات پر اور دعویٰ میں طلاق اور عتاق کے ساتھ حلف اٹھانا اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی نے ''کتاب الدعویٰ'' میں لکھا ہے:

ہر چند کہ مخالف اصرار کرے پھر بھی طلاق اور عتاق کے ساتھ حلف نہ اٹھائے (تاتارخانیہ) کیونکہ ان کے ساتھ حلف اٹھانا حرام ہے۔ (خانیہ) اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو یہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے' سو اگر قاضی نے مدعیٰ علیہ کو حلف دیا اور اس نے انکار کیا اور مال کے دعویٰ میں قاضی نے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا تو اکثر کے قول کے مطابق اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ فیصلہ کا عدم نفوذ اکثر کے قول پر مبنی ہے لیکن جن فقہاء کے نزدیک مدعیٰ علیہ کو طلاق اور عتاق کا حلف دینا جائز ہے' ان کے نزدیک مدعیٰ علیہ کے انکار پر اس کے خلاف قاضی کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا ورنہ اس کو حلف دینے کا کیا فائدہ ہے۔

(درمختار علی ھامش الرد' ج ۴ ص ۴۲۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ جو فقہاء طلاق اور عتاق کے ساتھ قسم دینے کے قائل ہیں ان کے نزدیک ہر چند کہ طلاق اور عتاق کے ساتھ حلف دینا مشروع ہے' اس کے باوجود مدعیٰ علیہ پر یہ حلف پیش کیا جائے گا کیونکہ جس میں معمولی بھی دیانت ہوگی وہ طلاق اور عتاق کا جھوٹا حلف نہیں اٹھائے گا' کیونکہ اس سے یا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا اس کی باندی آزاد ہو جائے گی یا لازم آئے گا کہ وہ ان کو بر سبیل حرام اپنے پاس رکھے' اس کے برخلاف جب اس نے اللہ کی قسم کھائی تو اس میں ہر زمانہ میں لوگ بہت تساہل کرتے ہیں۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۴۲۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حاصل کلام یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق کی قسم کھانا جائز ہے' مثلاً یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا یا کیا تو میری بیوی کو تین طلاقیں یا میری باندی آزاد' علامہ زیلعی' علامہ ابن ہمام' علامہ شامی اور اکثر فقہاء کی یہی تحقیق ہے اور جب کسی شخص پر دعویٰ کیا جائے کہ مثلاً اس نے کسی شخص کے ہزار روپے دینے ہیں یا اس نے کسی کی زمین غصب کر لی ہے' مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ پر قسم آئے تو اب مدعیٰ علیہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کے ذمہ ہزار روپے نہیں ہیں یا اس نے زمین غصب نہیں کی اور علامہ ابن ہمام' علامہ زیلعی' علامہ حصکفی' علامہ شامی اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس کے لیے طلاق اور عتاق کے ساتھ حلف اٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اگر اس نے زمین غصب کی ہو تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں' اور بعض علماء کے نزدیک اس زمانہ میں یہ حلف دینا جائز ہے کیونکہ لوگ اللہ کی قسم جھوٹی کھا لیتے ہیں لیکن بیوی پر طلاق پڑنے سے ڈرتے ہیں۔ تنقیح مقام یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق اور عتاق کی قسم کھانا اکثر فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور ماضی کی کسی بات پر طلاق اور عتاق کے ساتھ حلف اٹھانا اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ

Marfat.com

تحریمی ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور ان کے نزدیک بھی یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

یمین غموس (جھوٹی قسم)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین غموس (۲) یمین لغو اور (۳) یمین منعقدہ۔

اگر کوئی شخص عمداً جھوٹ پر قسم کھائے تو یہ یمین غموس ہے مثلاً کسی نے کسی شخص کے ایک ہزار روپے دینے ہوں' اور وہ قسم کھائے: اللہ کی قسم! میں نے اس کے ایک ہزار روپے نہیں دینے' حالانکہ اس کو علم ہو کہ اس نے ایک ہزار روپے دینے ہیں۔ اس کو غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قسم' قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے' یہ قسم مطلقاً گناہ کبیرہ ہے خواہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق دبائے یا نہ دبائے' کیونکہ ''صحیح بخاری'' میں ہے: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' قتل ناحق کرنا اور یمین غموس۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اس پر یمین کا اطلاق مجازاً ہے کیونکہ یمین ایک عقد مشروع ہے اور یہ محض گناہ کبیرہ ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔

یمین لغو (بلاقصد قسم)

یمین لغو یہ ہے کہ انسان ماضی یا حال کی کسی بات پر اپنی دانست میں سچی قسم کھائے اور درحقیقت وہ جھوٹ ہو' اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا' نہ گناہ نہ کفارہ' اس میں قسم کھانے والے کی بخشش کی امید کی گئی ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یمین لغو اس قسم کو کہتے ہیں جو انسان کی زبان پر بلاقصد جاری ہو جیسے ''لا واللہ بلی واللہ'' نہیں خدا کی قسم' ہاں خدا کی قسم۔ (درمختار علی ھامش الرد ج ۳ ص ۴۸۔ ۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

یمین لغو کی جو تعریف مصنف نے ذکر کی ہے' ''ہدایہ'' اس کی شروحات اور دیگر متون میں اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ زیلعی نے امام ابوحنیفہ سے امام شافعی کی طرح یمین لغو کی تعریف نقل کی ہے' اسی طرح ''بدائع'' میں ہمارے اصحاب کی طرف سے پہلے پہلی تعریف نقل کی ہے' پھر لکھا ہے: امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں کی زبان پر جو نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم! جاری ہوتا ہے یہ یمین لغو ہے' ہمارے نزدیک یہ قسم ماضی اور حال پر موقوف ہے اور ہمارے نزدیک یہ لغو ہے اور ہمارے اور امام شافعی کے درمیان اختلاف کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بلاقصد مستقبل کے متعلق قسم کھائے تو یہ امام شافعی کے نزدیک یمین لغو ہے اور اس میں کفارہ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہ یمین منعقدہ ہے اور اس میں کفارہ ہے۔ یمین لغو صرف وہ ہے جو ماضی یا حال کے متعلق بلاقصد کھائی جائے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

یمین لغو وہ ہے جو زبان پر بلاقصد جاری ہو جاتی ہے جیسے نہیں خدا کی قسم! اور ہاں خدا کی قسم!' یہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۸۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

یمین لغو میں ایک قول یہ ہے کہ ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی بات پر حلف اٹھائے' پھر اس پر منکشف ہو کہ واقعہ اس کے خلاف ہے' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عطاء' شعبی' ابن جبیر' مجاہد' قتادہ' امام مالک اور مقاتل کا یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی شخص قسم کھانے کے قصد کے بغیر کہے: نہیں خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم!' یہ حضرت عائشہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا' طاؤس' عروہ' نخعی اور امام شافعی کا قول ہے' اس قول پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے: "لیکن اللہ ان قسموں پر تم سے مواخذہ کرے گا جو تم نے پختہ ارادوں سے کھائی ہیں" - یہ دونوں قول امام احمد سے منقول ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ آدمی غصہ میں جو قسم کھائے وہ یمین لغو ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ آدمی کسی گناہ پر قسم کھائے' پھر قسم توڑ کر کفارہ دے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' وہ یمین لغو ہے' یہ سعید بن جبیر کا قول ہے' پانچواں قول یہ ہے کہ آدمی کسی چیز پر قسم کھائے' پھر اس کو بھول جائے' یہ نخعی کا قول ہے۔(زاد المسیر ج ۱ص ۲۵۵۔ ۲۵۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ آدمی اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور واقعہ اس کے خلاف ہو۔

(احکام القرآن ج ۱ص ۲۳۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

یمین منعقدہ (بالقصد قسم)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اگر مستقبل کے کسی کام پر قسم کھائی جائے تو وہ یمین منعقدہ ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کام فی نفسہٖ ممکن ہو' اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ خدا کی قسم! میں نہیں مروں گا' یا خدا کی قسم! سورج طلوع نہیں ہوگا تو یہ یمین غموس ہے۔ اگر اس قسم کو پورا نہیں کیا تو اس میں کفارہ ہے (مثلاً اس نے قسم کھائی: خدا کی قسم! میں کل روزہ رکھوں گا' اب اگر اس نے کل روزہ نہیں رکھا تو اس کو کفارہ دینا ہوگا۔)(درمختار علی ہامش الرد ج ۳ص ۴۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

کفارہ کی تفصیل اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ (المائدہ: ۸۹)

بلاقصد کھائی ہوئی قسموں پر اللہ تم سے مواخذہ نہیں فرمائے گا' لیکن تمہاری بالقصد کھائی ہوئی قسموں (یمین منعقدہ) پر تم سے مواخذہ فرمائے گا' تو اس قسم کا کفارہ تمہارے درمیانی قسم کے کھانوں میں دس مسکینوں کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو' یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے' یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جس کو ان میں سے کسی پر قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر (توڑ دو)' اور اپنی قسموں کی (ٹوٹنے سے) حفاظت کرو۔

احکام شرعیہ کے اعتبار سے قسم کی اقسام

حالات اور واقعات کے اعتبار سے قسم کھانے کی یہ قسمیں ہیں: فرض' واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام۔

(۱) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قسم کھانا فرض ہے۔

(۲) اگر اپنی جان یا کسی مسلمان کی جان کو بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے' مثلاً کوئی شخص قتل کے الزام سے بری ہو اور اس پر قسامت کے ذریعہ قسم لازم آ رہی ہو یا کوئی اور مسلم بری ہو اور اس کو علم ہو تو اس پر قسم کھا کر اپنی اور اس مسلمان کی جان بچانا واجب ہے۔

(۳) اگر دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے یا کسی مسلمان کے دل سے بغض زائل کرنے کے لیے یا دفع شر کے لیے قسم کھانی

Marfat.com

پڑے تو قسم کھانا مستحب ہے۔

(۴) کسی مباح کام پر قسم کھانا مباح ہے' محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر عصا لیے ہوئے کھڑے تھے' انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے قسم کھانے سے گریز نہ کرو' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میرے ہاتھ میں عصا ہے۔

(۵) کسی مستحب کام کے ترک پر یا کسی مکروہ کام کے ارتکاب پر قسم کھانا مکروہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ (البقرہ: ۲۲۴)

اور تم نیکی' تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے اللہ کے نام کی قسمیں کھانے کو بہانہ نہ بناؤ۔

روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو انہوں نے قسم کھالی کہ وہ حضرت مسطح کو جو صدقات اور خیرات دیا کرتے تھے اب اس کو بند کر دیں گے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ اصحاب فضل اور ارباب وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہیں کریں گے انہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے' کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

(۶) جھوٹی قسم کھانا حرام ہے۔ قرآن مجید میں منافقوں کے متعلق ہے:

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (المجادلہ: ۱۴)

اور وہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ۝

امام بخاری روایت کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۷)

ایلاء کا معنی اور ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہاء احناف کا موقف

ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا' اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: مدت مخصوصہ تک اپنی منکوحہ سے جماع نہ کرنے کی قسم کھانا' اور زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ اپنی منکوحہ سے چار مہینے تک جماع نہ کرنے کی قسم کھانا۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اللہ کی قسم! میں تم سے مقاربت نہیں کروں گا' یا کہے: اللہ کی قسم! میں تم سے چار مہینے مقاربت نہیں کروں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے' اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۷۔۲۲۶)

اگر اس نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا' اور اگر اس نے چار مہینے اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

Marfat.com

امام شافعی نے کہا کہ قاضی کے تفریق کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگی جیسا کہ مقطوع الالہ اور نامرد کے مسئلہ میں قاضی کی تفریق سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے عورت کے حق کو اس سے سلب کر کے اس پر ظلم کیا ہے اس لیے شریعت نے اس کو یہ سزا دی ہے کہ اس مدت کے پوری ہونے پر نکاح کی نعمت اس سے زائل ہو جائے گی۔ حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے اور ان کی اقتداء کرنی ہمارے لیے کافی ہے اور اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں قسم کھاتے ہی فوراً طلاق واقع ہو جاتی تھی اور شریعت اسلامیہ نے وقوع طلاق کے لیے مدت پوری ہونے کی حد مقرر کر دی۔

اگر اس نے چار ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو چار ماہ کے بعد قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں کبھی بھی اس سے مقاربت نہیں کروں گا تو چار ماہ بعد اس کی بیوی کو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور قسم باقی رہے گی' پھر اگر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کر لیا اور اس کے بعد مقاربت کر لی تو فبہا اور اسے اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا' اور اگر اس نے پھر چار ماہ تک مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر دوبارہ طلاق بائنہ پڑ جائے گی' اور اگر اس نے اس سے پھر تیسری بار نکاح کر لیا تو پھر اسی طرح ہوگا یعنی اگر اس نے مقاربت کر لی تو فبہا ورنہ چار ماہ بعد پھر اس کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑ جائے گی اور اس کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر وہ اس سے چوتھی بار نکاح نہیں کر سکتا اور چوتھی بار نکاح کرنے کے بعد پھر اسی طرح ہوگا۔

اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی ہے تو یہ ایلاء نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: چار ماہ سے کم میں ایلاء نہیں ہے' کیونکہ جس شخص نے ایک ماہ مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی اور پھر چار ماہ تک مقاربت نہیں کی تو بقیہ تین ماہ کے عرصہ میں اس نے بغیر قسم کے مقاربت نہیں کی اور جو بغیر قسم کے تین ماہ بلکہ اس سے زائد عرصہ تک بھی مقاربت نہ کرے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (ہدایہ اولین ص ۴۰۲۔ ۴۰۱' مطبوعہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

علامہ المرغینانی نے امام شافعی کا جو یہ مذہب نقل کیا ہے کہ چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد قاضی کی تفریق سے طلاق بائن ہوگی' یہ نقل صحیح نہیں ہے' بلکہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مدت گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے چاہے تو رجوع کر لے اور چاہے تو طلاق دے دے۔

ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور دلائل اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

چار ماہ گزرنے کے بعد وقوع طلاق کے متعلق دو قول ہیں' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن زید' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ اس مدت کے گزرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے' اور حضرت عمر اور حضرت علی کا دوسرا قول' اور ایک روایت میں حضرت عثمان کا دوسرا قول یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے خواہ رجوع کرے خواہ طلاق دے دے' امام شافعی اور اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۲۹۰۔ ۲۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی مؤخر الذکر قول نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

ابو صالح نے بیان کیا کہ بارہ صحابہ سے یہی (مؤخر الذکر) قول منقول ہے اور امام مالک' امام احمد اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد از خود طلاق واقع ہو جائے گی' اور یہ طلاق بائن ہوگی' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت زید بن ثابت اور حضرت قبیصہ بن ذویب سے یہی منقول ہے۔

Marfat.com

(زادالمسیر ج ا ص ۲۵۷ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ" (البقرہ: ۲۲۷) پس اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں' اس میں یہ دلیل ہے کہ مدت گزرنے سے از خود طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شوہر طلاق دینے کا قصد کرے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ چار ماہ تک اس کا رجوع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا عزم طلاق ہے' ہمارے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چار ماہ تک رجوع نہ کرنا اس کا ماضی ہے اور ماضی پر عزم کرنا محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد اگر وہ طلاق کا عزم کریں' اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزرنے کے بعد اس کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی۔ (احکام القرآن ج ا ص ۱۷۷ 'مطبوعہ دارالمعرفتہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

قاضی ابوبکر ابن العربی کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: اگر وہ طلاق کا عزم کریں یہ نہیں فرمایا کہ وہ زبان سے طلاق دیں' جب کہ ائمہ ثلاثہ کا یہ مذہب ہے کہ شوہر جب زبان سے طلاق دے گا تو طلاق واقع ہوگی' اور قرآن مجید میں زبان سے طلاق دینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ طلاق کے عزم کا ذکر ہے اور اس کا چار ماہ تک رجوع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا عزم طلاق دینا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اگر وہ طلاق کا عزم کریں' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس مدت کے بعد وہ عزم کریں' بلکہ اس کا معنی ہے: اگر وہ طلاق کے عزم پر مستمر اور برقرار رہیں تو اللہ خوب سننے والا ہے' بہت جاننے والا ہے' یعنی ان کے دل کی بات کو سننے والا ہے اور ان کی نیت کو جاننے والا ہے' سننے کا تعلق صرف کلام لفظی سے نہیں ہوتا بلکہ کلام نفسی سے بھی ہوتا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں' اور اگر وہ اللہ

لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ

ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا ہے' اور ان کے خاوند اس مدت میں (طلاق رجعی کو) واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں بشرطیکہ

اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠

ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو' اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۸ ع ۲۸ ۷ ۱۲

مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں' اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے' اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

Marfat.com

مطلقہ عورتوں کی عدت مقرر کرنے کا شان نزول

اس سے پہلے ایلاء کی دو آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے طلاق پر ختم کیا تھا اور طلاق کو عدت لازم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عدت کا حکم بیان فرمایا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے شانِ نزول میں حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

امام ابوداؤد' امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طلاق دی گئی' اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کو بیان فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے متعلق عدت طلاق نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی عدت نہیں ہوتی تھی۔

(الدرالمنثور ج ا ص ۲۷۴' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

مطلقہ عورتوں کی اقسام اور ان کی عدتوں کا بیان

اس آیت میں مطلقات کی عدت تین قروء (تین حیض) بیان کی گئی ہے اور مطلقہ کے کئی افراد ہیں' غیر مدخولہ کی سرے سے عدت ہی نہیں ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ (الاحزاب: ۴۹)

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو' پھر تم ان کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو' سو تم ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ اور حسن سلوک کے ساتھ انہیں چھوڑ دو ○

اور جو عورت مطلقہ ہو اور حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق: ۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور جو عورت مطلقہ ہو' غیر حاملہ ہو لیکن صغر سن یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو' اس کی عدت تین ماہ ہے:

وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ (الطلاق: ۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں اشتباہ ہو (کہ ان کی عدت کیا ہوگی؟) تو ان کی عدت تین مہینے ہے' اور جن عورتوں کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا (ان کی عدت بھی تین ماہ ہے)۔

اور جو مطلقہ عورت مدخولہ ہو' غیر حاملہ ہو' بالغہ اور جوان ہو لیکن باندی ہو اس کی عدت دو حیض ہے' سو اس آیت میں جس مطلقہ عورت کی عدت تین حیض بیان کی گئی ہے وہ ایسی مطلقہ عورت ہے جو مدخولہ ہو' غیر حاملہ ہو' بالغہ اور جوان ہو اور آزاد ہو اور مطلقات کے عموم سے مطلقہ عورتوں کے باقی افراد مستثنیٰ ہیں' اس لیے یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

عدت کا لغوی اور شرعی معنی اور عدت کے احکام

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ

اے نبی! (مسلمانوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو' تو ان کو عدت کے لیے (اس زمانہ میں جس میں

Marfat.com

بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ (الطلاق: ۱)

جماع نہ کیا ہو) طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اپنے رب اللہ سے ڈرتے رہو' تم مطلقہ عورتوں کو دوران عدت ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نہ نکلیں' البتہ اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو پھر نکال دو)' اور یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

عدت کا لغوی معنی ہے: گننا اور شمار کرنا' اور اس کا اصطلاح شرع میں یہ معنی ہے کہ زوال نکاح کے بعد عورت کا شوہر کے مکان میں ایک مدت معینہ تک ٹھہرنا اور انتظار کرنا۔ عورت کے حق میں عدت کا رکن یہ ہے کہ دوران عدت اس کا گھر سے باہر نکلنا حرام ہے' اور دوران عدت نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام قبول کرنا حرام ہے' اور مرد پر لازم ہے کہ وہ عدت کے زمانہ میں عورت کو رہائش اور کھانے کا خرچ مہیا کرے۔ اگر اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو مطلقہ اس کے گھر میں اجنبی عورت کی طرح رہے گی اور اس سے پردہ کرے گی۔ عدت کے دوران مرد پر مطلقہ کی بہن' اس کی پھوپھی' اس کی خالہ' اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے' اسی طرح اگر مطلقہ اس کی چوتھی بیوی تھی اور بقیہ تین اس کے نکاح میں ہیں تو اب وہ دوران عدت مزید کسی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۹۹ - ۵۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

عدت مقرر کرنے کی حکمتیں

عدت کی حکمت یہ ہے کہ عورت کے رحم کا استبراء ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں' کیونکہ اگر اس کو حیض آ گیا تو وہ حاملہ نہیں ہوگی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی' ورنہ وضع حمل تک اس کی عدت ہوگی' دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر عورت دوسرا نکاح کرتی ہے تو اس نکاح اور دوسرے نکاح کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے تاکہ اس وقفہ میں عورت کے دل و دماغ پر پہلے شوہر کے جو اثرات نقش ہو چکے تھے وہ محو ہو جائیں اور وہ خالی الذہن ہو کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جائے' تیسری حکمت یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت طلاق کے عواقب اور نتائج پر غور کرے کہ اس کی کس خطا یا زیادتی کی وجہ سے طلاق واقع ہوئی تاکہ دوسرے نکاح میں وہ ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرے اور اگر شوہر کی کسی بدسلوکی یا زیادتی کے نتیجے میں طلاق واقع ہوئی ہے تو اب دوسرے نکاح میں زیادہ غور و فکر اور تامل سے کام لے اور احتیاط سے نکاح کرے تاکہ پھر اسی قماش کے شوہر کے پلے نہ بندھ جائے' چوتھی حکمت یہ ہے کہ اگر ایک طلاق' یا دو طلاقوں کی عدت گزار رہی ہے تو شوہر کے لیے اس طلاق سے رجوع کرنے کا موقع باقی رہے اور جس جھگڑے یا فساد کی بناء پر یہ طلاق واقع ہوئی تھی بعد میں جب فریقین کا جوش غضب ٹھنڈا ہو جائے تو اس جھگڑے کے عوامل پر غور کریں اور شوہر حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے رجوع کرلے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اور ان کے خاوند اس مدت میں (طلاق رجعی کو) واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں بہ شرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو' اس لیے یہ ضروری ہے کہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دی جائیں تاکہ رجوع کا موقع باقی رہے اور تین طلاقیں دے کر بعد میں پچھتانا نہ پڑے اور بچوں کی زندگی ویران نہ ہو' ہمارے زمانہ میں یہ وبا عام ہے کہ لوگ جب طلاق دیتے ہیں تو تین طلاقوں سے کم نہیں دیتے یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتے ہیں اور وہ تین طلاقیں لکھ کر دستخط کرا لیتا ہے اور جب جھگڑے کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو میاں بیوی دونوں دربدر مارے مارے پھرتے ہیں' غیر مقلد مولوی سے فتویٰ لیتے ہیں یا حلالہ کی ناگوار صورت اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

قرء کے معانی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے لیکن قروء کی تفسیر میں مجتہدین کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک قروء کا معنی حیض ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک قروء کا معنی طہر ہے۔ لغت میں قرء کا معنی حیض اور طہر ہے اور یہ لغت اضداد سے ہے۔ علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض' طہر اور وقت ہے۔ (قاموس' ج ۱ ص ۱۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض ہے' اس کی جمع قروء اور اقراء ہے' حدیث میں ہے: اپنے ایام اقراء میں نماز کو ترک کر دو' اس حدیث میں قروء کا اطلاق حیض پر ہے اور قرء کا معنی طہر بھی ہے' یہ لغت اضداد سے ہے۔ (الصحاح ج ۱ ص ۶۴' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۰' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

قرء حقیقت میں طہر سے حیض میں داخل ہونے کا نام ہے' اور جب کہ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں کا جامع ہے تو اس کا ہر ایک پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو (نکاح ثانی سے) تین قروء تک روکے رکھیں' یعنی تین حیض تک روکے رکھیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنے سے بیٹھی رہو' یعنی اپنے ایام حیض میں۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی ہے: جمع ہونا اور ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا ہے۔

(المفردات ص ۴۰۲' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

قرء بہ معنی حیض کی تائید میں احادیث اور فقہاء احناف کے دلائل

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کے متعلق فرمایا: تم اپنے ان ایام اقراء میں نماز چھوڑ دو جن میں تم کو حیض آتا ہے' پھر تم غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو' نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔ (جامع ترمذی ص ۴۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرء کا اطلاق حیض پر کیا ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے کیونکہ اقراء عربی قواعد کے اعتبار سے جمع قلت ہے اور اس کا اطلاق کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس پر ہوتا ہے اور آپ نے حیض کے لیے اقراء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[1]' امام نسائی[2] اور امام دارقطنی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باندی کی طلاق (مغلظہ) دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔ (جامع ترمذی ص ۱۹۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

۲۔ امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

Marfat.com

اس حدیث کو امام ابوداؤد[1]، امام ابن ماجہ[2]، امام مالک[3]، امام دارمی[4] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے[5]

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آزاد اور باندی کی عدت کے عدد میں فرق ہے جنس میں فرق نہیں ہے اور جب باندی کی عدت دو حیض ہے تو آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوئی' اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: الاقراء سے مراد حیض ہے۔

امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ''ثلاثة قروء'' سے مراد تین حیض ہیں۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

وکیع نے حسن سے روایت کیا ہے کہ عورت حیض کے ساتھ عدت گزارے خواہ اس کو ایک سال کے بعد حیض آئے۔

امام عبد الرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الاقراء حیض ہیں' طہر نہیں ہیں۔

امام عبد الرزاق اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ طلاق دینا مردوں پر موقوف ہے اور عدت عورتوں پر موقوف ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

فقہاء احناف نے ''ثلاثة قروء'' میں لفظ ''ثلثة'' سے بھی استدلال کیا ہے کیونکہ اگر قرء کا معنی طہر لیا جائے تو جس طہر میں طلاق دی جائے گی اس طہر کو شمار کیا جائے گا یا نہیں' اگر اس طہر کو شمار کیا جائے تو دو طہر اور ایک طہر کا کچھ حصہ یعنی اڑھائی طہر عدت قرار پائے گی اور اگر اس طہر کو شمار نہ کیا جائے تو ساڑھے تین طہر عدت قرار پائے گی اور تین قروء صرف اسی صورت میں عدت ہو سکتی ہے جب قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء احناف نے قرء بہ معنی حیض لینے پر یہ عقلی استدلال کیا ہے کہ عدت مشروع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ استبراء رحم ہو جائے یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ عورت کے رحم میں شوہر کا نطفہ استقرار پا گیا ہے اور بچہ بننے کا عمل شروع ہو گیا ہے یا اس کا رحم خالی اور صاف ہے' سو اگر عورت کو حیض آ گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا رحم خالی ہے اور اگر حیض نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ اس میں نطفہ ٹھہر گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدت کی حکمت حیض سے پوری ہوتی ہے نہ کہ طہر سے' اس لیے صحیح یہی ہے کہ قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء شافعیہ اور مالکیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ''فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق: ۱)'' انہوں نے کہا: اس آیت میں لام توقیت کے لیے ہے اور آیت کا معنی ہے: ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو' اور چونکہ حیض میں طلاق دینا مشروع نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ عدت کا وقت طہر ہے اس لیے ''ثلثة قروء'' میں قروء بہ معنی طہر ہے' اس کا جواب یہ

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۵۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک ص ۵۲۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور

[4] امام عبداللہ بن عبد الرحمان متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۹۸' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت

Marfat.com

ہے کہ یہاں لام توقیت کے لیے نہیں بلکہ اختصاص کے لیے ہے یعنی طلاق عدت کے ساتھ مختص ہے اور عدت حیض سے شروع ہوتی ہے' اس لیے طلاق حیض سے پہلے دینی چاہیے نہ کہ دوران حیض' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک قراءت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو یوں بھی پڑھا ہے:''فی قبل عدتھن. (روح المعانی ج ۱ص ۱۳۲) یعنی ان کو عدت سے پہلے طلاق دو'' نیز قرء بہ معنی حیض پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''ثلثة قروء'' کے بعد فرمایا ہے:''عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے'' اور یہ واضح ہے کہ اس کا تعلق حیض سے ہے نہ کہ طہر سے۔

قرء کے معنی کی تعیین میں دیگر ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

قروء کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ' مجاہد' قتادہ' ضحاک' عکرمہ' سدی' امام مالک اور ابوحنیفہ کا قول ہے (علامہ ماوردی کو نقل میں تسامح ہوا ہے' امام مالک کے نزدیک اس کا معنی حیض نہیں' طہر ہے' البتہ امام احمد کے نزدیک اس کا معنی حیض ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی طہر ہے' یہ حضرت عائشہ' حضرت ابن عمر' حضرت زید بن ثابت' زہری' ابان بن عثمان' امام شافعی اور اہل حجاز کا قول ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ص ۲۹۱۔ ۲۹۰' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین ادوار یا تین انتقالات تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں' اور مطلقہ کبھی حیض سے طہر کی طرف اور کبھی طہر سے حیض کی طرف منتقل ہوتی ہے' اور یہاں طہر سے حیض کی طرف انتقال تو قطعاً مراد نہیں ہے کیونکہ حیض میں طلاق دینا تو اصلاً مشروع نہیں ہے' اور جب کہ طلاق دینا طہر میں مشروع ہے تو پھر عدت تین انتقالات ہے اور پہلا انتقال اس طہر سے ہے جس میں طلاق واقع ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ص ۱۱۵۔ ۱۱۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اقراء کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ' حضرت عبادہ بن الصامت' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم' عکرمہ' ضحاک' سدی' سفیان ثوری' اوزاعی' حسن بن صالح' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' امام احمد نے کہا: میں پہلے یہ کہتا تھا کہ قرء بہ معنی طہر ہے' اور اب میرا مذہب یہ ہے کہ قرء کا معنی حیض ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن عمر' حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم' زہری' ابان بن عثمان' امام مالک بن انس اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (زادالمسیر ج ۱ص ۲۶۰۔ ۲۵۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ہر چند کہ قرء کا اطلاق حیض اور طہر دونوں پر ہوتا ہے' لیکن چند دلائل کی وجہ سے قرء بہ معنی حیض راجح ہے' ایک دلیل یہ ہے کہ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی اصل لغت میں وقت ہے اور اس لحاظ سے اس کا بہ معنی حیض ہونا راجح ہے' کیونکہ وقت کسی چیز کے حادث ہونے کا ہوتا ہے اور حادث حیض ہوتا ہے کیونکہ طہر تو حالت اصلی ہے اور بعض نے کہا: قرء کا معنی اصل لغت میں جمع اور تالیف ہے' اس اعتبار سے بھی حیض اولیٰ ہے کیونکہ ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا رہتا ہے' دوسری دلیل یہ ہے کہ اس

Marfat.com

عورت کو ذات الاقراء کہا جاتا ہے جس کو حیض آتا ہو اور جو کم سن ہو یا بڑھیا بانجھ ہو اس کو ذات الاقراء نہیں کہا جاتا' حالانکہ طہر تو ان کو اس وقت حاصل ہوتا ہے' تیسری دلیل یہ ہے کہ لغت قرآن پر اتھارٹی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرء کو حیض کے معنی میں استعمال فرمایا ہے' طہر کے معنی میں استعمال نہیں فرمایا کیونکہ آپ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنا چھوڑ دے' اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: جب تمہارا قرء آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب وہ چلا جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کا قرء دو حیض ہیں' اور ایک روایت میں فرمایا: اس کی عدت دو حیض ہیں' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی باندیوں کے متعلق فرمایا: وضع حمل سے پہلے حاملہ سے وطی نہ کی جائے اور جب تک ایک حیض سے استبراء نہ ہو جائے غیر حاملہ سے وطی نہ کی جائے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۴' ملخصاً مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وطی شدہ باندی کو ہبہ کیا جائے یا اسے فروخت کیا جائے یا وہ آزاد ہو جائے تو ایک حیض کے ساتھ اس کے رحم کا استبراء کیا جائے اور کنواری باندی کا استبراء نہ کیا جائے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں' جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اسلام میں عورتوں کے مردوں پر حقوق

اس آیت کی تفسیر میں ہم پہلے یہ بیان کریں گے کہ اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیئے ہیں' اس کے بعد مردوں کے حقوق اور ان کی فضیلت بیان کریں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ (النساء: ۲۰۔ ۱۸)

اے ایمان والو! تمہارے لیے زبردستی عورتوں کا وارث بن جانا جائز نہیں ہے اور ان سے اپنے دیئے ہوئے مہر کا بعض حصہ لینے کے لیے ان کو نہ روکو' ماسوا اس کے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں' اور تم ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارو' پس اگر تم ان کو ناپسند کرو گے تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لیے اس میں خیر کثیر رکھ دے ○ اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے نکاح کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی ایک کو بہت زیادہ مال دے چکے ہو تو اس سے کوئی چیز واپس نہ لو' کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر واپس لو گے اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرو گے ○ اور تم اس مال کو کیسے واپس لو گے حالانکہ تم (خلوت میں) ایک دوسرے سے باہم مل چکے ہو؟ اور وہ تم سے (عقد نکاح کے

Marfat.com

ساتھ) پختہ عہد لے چکی ہیں O

ان آیتوں کا شانِ نزول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو اس کے خاوند کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار اس سے بالجبر نکاح کر لیتا یا کسی دوسرے شخص سے اس کا بالجبر نکاح کر دیتا اور اس کے کل مہر یا آدھے مہر پر قبضہ کر لیتا' اسلام نے عورتوں پر اس ظلم اور بُری رسم کو مٹایا اور زبردستی عورتوں کا کسی سے بھی نکاح کرنے سے منع فرمایا' دوسری اہم چیز ہے مہر کا تحفظ کرنا۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے عورتوں کا مہر دبا لیتے تھے' اسلام نے اس بُری رسم کو مٹایا' واضح رہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے بھی عورتوں کے لیے مہر کو لازم نہیں کیا' صرف اسلام نے ہی عورتوں کو یہ حق دیا ہے' مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خاوند عورت کو طلاق دے دے یا مرجائے تو عورت کے پاس مہر کی صورت میں ایک معقول آمدنی ہو جس کے ذریعہ وہ اپنے نئے مستقبل کا آغاز کر سکے۔

ان آیتوں میں عورتوں کا خاوند پر تیسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ مردوں کو ہدایت دی کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ رہائش میں' کھانے پینے' بات چیت کرنے میں اور دیگر عائلی اور خانگی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہیں۔

چوتھا حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کی صورت یا سیرت تم کو ناپسند ہو پھر بھی اس کے ساتھ ازدواج کے ناطے نہ توڑو اور صبر و شکر کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی گزارو' ہو سکتا ہے کہ اس سے ایسی صالح اولاد پیدا ہو کہ اسے دیکھ کر تم بیوی کی بدصورتی یا اس کی بُری عادتوں کو بھول جاؤ یا کسی اور وجہ سے اللہ تمہارے لیے اس نکاح میں ڈھیروں برکتیں نازل فرمائے۔

پانچواں حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کو تم سونے چاندی کے پل کے برابر ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو خواہ مہر کی صورت میں یا ویسے ہی بہ طور ہبہ' تو اس مال کو اب اس سے واپس نہ لو' تم نے صرف مال دیا ہے عورت تو اپنا جسم اور بدن تمہارے حوالے کر چکی ہے اور جسم و جان کے مقابلہ میں مال کی کیا حقیقت ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء: ۴۔۳)

پھر اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم ان (متعدد ازواج) میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے' تو فقط ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ باندیوں پر اکتفاء کرو' یہ کسی ایک زوجہ کی طرف بہت مائل ہونے سے زیادہ قریب ہے O اور عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے ادا کرو۔

اسلام نے ضرورت کی بناء پر تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے' لیکن جو ان میں عدل کر سکے' اور جو عدل نہ کر سکے اس کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے۔ ان آیتوں میں عورتوں کا مردوں پر ایک حق یہ بیان کیا ہے کہ ان میں عدل و انصاف کیا جائے اور دوسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ ان کا مہر خوشی سے ادا کیا جائے۔ سورۂ نساء کی ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مہر کی ادائیگی کے متعلق بہت تاکید کی ہے اور ہمارے دور میں اس معاملہ میں بہت سستی کی جاتی ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ: ۲۳۳)

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق اس شخص کے ذمہ ہے جس کا بچہ ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عورتوں کا مردوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو کھانا اور کپڑا مہیا کریں' اگر عورتیں امورِ خانہ داری انجام دیتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہے اور ازواج مطہرات اور صحابیات کی سنت ہے۔

Marfat.com

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝ (الطلاق:۶)

پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو' اور آپس میں دستور کے ساتھ مشورہ کرو اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو بچہ کو کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی ۝

اس آیت میں بتایا ہے کہ بچہ کو دودھ پلانا عورت کی ذمہ داری نہیں ہے' اور عورت مرد کی غلام نہیں ہے' اور مرد ڈکٹیٹر نہ بنے بلکہ گھریلو معاملات کو باہمی مشاورت سے چلائیں اور اگر عورت بچہ کو دودھ پلائے تو اس کا یہ حق ہے کہ مرد سے اس کی اجرت لے لے اور یہ کہ عورت کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کوئی مناقشہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق کی محافظت کرتے ہوئے فرمایا:

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ (النساء: ۳۴)

اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا خوف ہو' ان کو (نرمی سے) نصیحت کرو اور انہیں ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں) تو انہیں (تادیباً خفیف سا) مارو' پھر وہ اگر تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں تکلیف پہنچانے کا کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔

تعدد ازدواج کی صورت میں عدل و انصاف کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ (النساء: ۱۲۹)

اور خواہ تم عدل کرنے پر حریص ہو پھر بھی تم متعدد ازواج میں عدل نہ کر سکو گے (تو جس کی طرف تم کو رغبت نہ ہو) اس سے مکمل اعراض نہ کرو کہ اسے یوں چھوڑ دو گویا وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہے' اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور خدا سے ڈرو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝ اور اگر شوہر اور بیوی علیحدگی اختیار کر لیں' تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے مستغنی کر دے گا۔

اگر عورت کو طلاق دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے دوران عدت عورت کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق:۶)

ان عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ' اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دیتے رہو۔

یہ تو اس مطلقہ عورت کے حقوق تھے جس کے ساتھ مباشرت ہو چکی ہو اور جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ . (البقرہ: ۲۳۷)

اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تم پر آدھا مہر ادا کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَّمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ .

اگر تم مباشرت سے پہلے عورتوں کو طلاق دے دو تو کوئی حرج نہیں ہے' یا تم نے ان کا کچھ مہر مقرر نہ کیا ہو' اور ان کو استعمال کی کچھ چیزیں دو' خوشحال اپنی وسعت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔ (البقرہ: ۲۳۶)

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ .

اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے ان کو (اپنے نکاح میں) نہ روکو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔ (البقرہ: ۲۳۱)

اس آیت سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر خاوند عورت کو خرچ دے نہ طلاق دے تو عدالت اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے اور ضرورت کی بنا پر علماء احناف کو بھی اسی قول پر فتویٰ دینا چاہیے۔ واضح رہے کہ اگر شوہر نامرد ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی عدالت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے جب کہ نفقہ پر بقاء حیات کا مدار ہے اور شوہر کے مرد ہونے پر صرف خواہش نفسانی کی تکمیل کا مدار ہے۔

عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات ذکر کرنے کے بعد اب ہم اس سے متعلق چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن الاحوص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تمہاری ازواج پر تمہارا حق ہے اور تمہاری ازواج کا تم پر حق ہے' تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ آنے دیں' اور نہ تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے دیں' اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو اچھے کپڑے پہناؤ اور اچھے کھانے کھلاؤ۔

امام احمد' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابن جریر' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت کا اس کے خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ کھانا چاہے تو اس کو کھانا کھلائے اور جب پہننا چاہے تو اس کو پہنائے' اس کے چہرے پر نہ مارے' اس کو برا نہ کہے اور (تادیباً) صرف گھر میں اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۷۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

میمون اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے کوئی مہر مقرر کر کے نکاح کرے خواہ کم ہو یا زیادہ' اور اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ ہو اور وہ اسے دھوکے میں رکھے اور تادم مرگ اس کا مہر ادا نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سے اس شخص کا ایمان کامل ہوگا اور اس شخص کے اخلاص سب سے اچھے ہوں گے جس کے اخلاق اپنی ازواج کے ساتھ اچھے ہوں گے۔

امام ابن حبان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ بہتر ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔

Marfat.com

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو' کیونکہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہوتی ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی' سو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

امام ابن ماجہ اور امام ترمذی حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اللہ کی حمد وثناء اور وعظ ونصیحت کے بعد فرمایا: سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو' وہ صرف تمہاری مددگار ہیں' تم ان پر صرف اس صورت میں حق رکھتے ہو جب وہ کھلی بدکاری کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو' اور ان کو معمولی سا مارو' پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو ان کو مزید مارنے کے لیے کوئی بہانہ نہ بناؤ' سنو! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے' تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں' جن کو تم ناپسند کرتے ہو' اور نہ ان کو گھروں میں آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو' سنو ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے اور پینے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۰۔ ۴۸ 'ملتقطاً' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ)

اسلام میں مردوں کے عورتوں پر حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے (حاکم یا) منتظم ہیں' کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے بھی کہ انہوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے ہیں سو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں' مردوں کی غیر حاضری میں بھی اللہ کی حفاظت کے ساتھ (شوہر کی عزت اور اس کے مال کی) حفاظت کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی کرنے کا خدشہ ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو' اور انہیں (تادیباً) مارو' اور اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کرلیں تو پھر ان کو مارنے کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو جسمانی اور عقلی قوت زیادہ عطا کی ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت کے اخراجات کا کفیل بنایا ہے اور اس کے گھر کا منتظم بنایا ہے' تیسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا پابند کیا ہے' چوتھی فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر یہ فوقیت دی ہے کہ وہ اس کو اس کی نافرمانی پر تادیباً مار سکتا ہے' اور پانچویں فضیلت یہ دی ہے کہ عورت کو اس کا پابند کیا ہے کہ وہ مرد کی غیر حاضری میں اس کی عزت کی حفاظت کرے اور اپنی پارسائی کو مجروح نہ کرے اور شوہر کی غیر حاضری میں اس کے مال کی بھی حفاظت کرے' غرضیکہ جسمانی قویٰ' کھانے پینے' رہائش اور لباس کے اخراجات اور شوہر کے احکام کی تعمیل اور اس کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت' ہر اعتبار سے عورت کو مرد کا تابع اور محکوم قرار دیا ہے۔

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ (البقرہ: ۲۳۷) نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نکاح کی گرہ کو قائم رکھنے یا طلاق کے ذریعہ اس کو توڑنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ

Marfat.com

میں رکھا ہے۔عورت کے ذمہ مرد کے فرائض اور مرد کے ذمہ جو عورتوں کے حقوق ہیں ان کا بیان حسب ذیل احادیث میں ہے:
حافظ منذری بیان کرتے ہیں:
امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔
امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے' اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جس دروازے سے چاہے گی جنت میں داخل ہو جائے گی۔
امام بزار اور امام حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی' اس نے کہا: میں فلانہ بنت فلاں ہوں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں پہچانتا ہوں' بتاؤ کیا کام ہے؟ اس نے کہا: فلاں عبادت گزار میرا عم زاد ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں' اس نے کہا: وہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہا ہے' مجھے بتائیں کہ مرد کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اگر میں اس کا حق ادا کرنے کی طاقت رکھوں گی تو اس سے نکاح کرلوں گی۔ آپ نے فرمایا: مرد کا حق یہ ہے کہ اگر بالفرض مرد کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو اور تم اس کو چاٹ لو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوا۔ اگر کسی بشر کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ جب خاوند آئے تو عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔
امام حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو' اور نہ اس کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اور نہ اس معاملہ میں کسی اور کی اطاعت کرے' اور نہ اس سے الگ بستر پر سوئے' اور نہ اس کو ستائے' اگر اس کا خاوند ظلم کرتا ہو تو وہ اس کے پاس جائے حتیٰ کہ اس کو راضی کرے' اگر وہ اس کی معذرت قبول کرلے تو فبہا اور اللہ بھی اس کے عذر کو قبول کرلے گا' اس کی حجت صحیح ہوگی اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر خاوند پھر بھی اس سے راضی نہیں ہوا تو اللہ کے نزدیک اس کی حجت تمام ہوگئی' امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔
امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں؟ میں بے نکاح عورت ہوں' اگر میں نے ان حقوق کے ادا کرنے کی طاقت پائی تو نکاح کرلوں گی ورنہ بے نکاح رہوں گی' آپ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اگر وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہو اور شوہر اسے مباشرت کے لیے بلائے تو وہ انکار نہ کرے' اور اس کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے' اگر اس نے اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھا تو وہ محض فاقہ ہے اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا' اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے' اور اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو اس کے واپس آنے تک آسمان کے فرشتے' رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے

Marfat.com

رہیں گے۔ اس عورت نے کہا: یہ حقوق ضروری ہیں اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذاء پہنچاتی ہے تو جنت میں اس کی بیوی بڑی آنکھوں والی حور اس سے کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے تو اس کو نہ ستا' یہ تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے کسی کام سے بلائے تو عورت فوراً آ جائے خواہ تنور پر بیٹھی ہو۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کو (کسی شرعی عیب کی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں' اور جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو' اور دو مسلمان بھائی جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اس کے واپس آنے تک آسمان کے سارے فرشتے اور جن انسانوں اور جنوں کے پاس سے وہ گزرتی ہے سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۹۔ ۵۲ 'ملتقطاً مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

آیا عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے یا نہیں؟

فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے' بعض علماء مالکیہ نے کہا ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ عقد نکاح کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اس کو مباشرت کا موقع دے نہ کہ خدمت کا' کیونکہ یہ مزدوری کا عقد نہیں ہے اور نہ نکاح کے ذریعے عورت اس کی باندی بن گئی' یہ عقد اجارہ ہے نہ عقد تملیک' یہ صرف عقد مباشرت ہے (نکاح کا معنی مباشرت ہے)' لہٰذا عورت سے شوہر مباشرت کے علاوہ اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کر لیں تو تم ان کو مارنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈو۔ (النساء: ۳۴)

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے۔ اگر اس کا تعلق معزز اور خوشحال گھرانے سے ہو تو گھر کی دیکھ بھال اور خانگی امور کی نگرانی اس کے ذمہ ہے اور اگر وہ متوسط گھرانے کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ خاوند کا بستر وغیرہ بچھائے اور اگر وہ غریب گھرانے کی ہو تو اس پر گھر کی صفائی کرنا' کپڑے دھونا اور کھانا پکانا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عورتوں کے اتنے ہی حقوق ہیں جتنے دستور کے مطابق ان کے فرائض ہیں۔ (البقرہ: ۲۲۸) اور یہ معقول رائے ہے اور ہر زمانے میں مسلمانوں کے گھرانوں میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ازواج محترمات چکی سے آٹا پیستی تھیں' کھانا پکاتی تھیں' بستر بچھاتی تھیں اور اپنے خاوندوں کے لیے کھانا لا کر رکھتی تھیں اور دیگر انواع کی خدمت کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کی ذمہ داریوں کو مرد اور عورت پر تقسیم کر دیا تھا' حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ خانگی ذمہ داریاں تھیں اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ کسب معاش اور کمانے کی ذمہ داریاں تھیں۔

Marfat.com

حاصل بحث

حاصل بحث یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور حسن سلوک کے ساتھ رہیں' ان کو ضرر نہ پہنچائیں۔ ہر فریق اس معاملہ میں اللہ سے ڈرے' بیوی خاوند کی اطاعت کرے اور ہر ایک دوسرے کے لیے بن سنور کر رہے۔ امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں اپنی بیوی کے لیے بن سنور کر رہتا ہوں جیسے وہ میرے لیے بن ٹھن کر رہتی ہے' ضرورت کے وقت ہر فریق دوسرے کے کام آئے اور بیماری میں ہر فریق دوسرے کا علاج اور خدمت کرے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

دو بار طلاق دینے کے بعد یا تو دستور کے مطابق روک لینا ہے' یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے'

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ

اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان کو دے چکے ہو' مگر جب دونوں

يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

فریقوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے' سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی

اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

حدود کی قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ اللہ کی حدود ہیں

فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو' اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ

ظالم ہیں O پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے یہاں تک کہ

زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ

وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے' پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں

ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

ہے کہ وہ اس (طلاق کی عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے'

Marfat.com

يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

اور یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں O

طلاق کا لغوی معنی

امام اللغت سید زبیدی طلاق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عباب'' میں ہے کہ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں: (ا) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (ب) ترک کر دینا' چھوڑ دینا۔ ''لسان العرب'' میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے: طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔ (تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵ 'مطبوعہ مطبعہ خیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

طلاق کا اصطلاحی معنی

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا' طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں' اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵ 'مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین قسمیں ہیں: احسن' حسن اور بدعی۔

طلاق احسن: جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو' ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے' اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے' اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے' اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی: اس کی تین صورتیں ہیں: (ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں یا کلمات متعددہ سے' مثلاً کہے: تم کو طلاق دی' تم کو طلاق دی' تم کو طلاق دی (ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے' اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے (ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو' ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے' طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ۲ ص ۵۷۸۔ ۵۷۳ 'مطبوعہ استنبول' ۱۳۲۷ھ)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو' کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے' مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی سے کہا تو میری ماں کی مثل ہے' طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے' لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی' اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا' طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے لیکن پچھلی طلاقوں کا شمار ہو گا۔

Marfat.com

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے' اس صورت میں ان کی' ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرا لے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۝ (النساء: ۱۹)

اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو' اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۝

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے' ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی حالت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیونکہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے گی' آج کل کے لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی' اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں' وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں' حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں' حالانکہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے' لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے بُرے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ میری تیس سالہ افتاء کی زندگی کا تجربہ ہے۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟

طلاق دینے کا حق مرد کو تفویض کیا گیا ہے حالانکہ عقد نکاح عورت اور مرد دونوں کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا

Marfat.com

ہے تو پھر عورت کو یہ اختیار کیوں نہیں ہے کہ وہ بھی جب چاہے اس عقد کو ختم کر دے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت مغلوب الغضب ہوتی ہے اور اس کو جلد غصہ آ تا ہے' اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے اختیار میں ہوتا تو وقوع طلاق کی شرح دو چند سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ عورت کے مطالبہ اور اس کی ضد پر شوہر طلاق دیتا ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے' خصوصاً حیض کے ایام میں عورت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوتی ہے اور ان ایام میں اس کا ذہن منتشر اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے' اس لیے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے سپرد کیا جاتا تو شرح طلاق زیادہ ہو جاتی اور اکثر ہنستے بستے گھر ویران ہو جاتے' تیسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں جیسا صحیح بخاری' صحیح مسلم' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' سنن ابو داؤد' مسند احمد بن حنبل اور مستدرک [1] میں اس کی تصریح ہے اور فسخ نکاح کا معاملہ ناقص العقل کے سپرد کرنے کے لائق نہیں ہے

طلاق کا معاملہ مرد کو مفوض کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لیے ان حقوق سے دست کش ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ اس چیز کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور صرف اس وقت اس چیز کو چھوڑتا ہے جب اس کو چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے ۔ اس کے برخلاف حقوق زوجیت کو قائم کرنے میں عورت کو کوئی محنت کرنی پڑتی ہے نہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اس لیے اگر طلاق کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی جاتی تو عورت کو طلاق واقع کرنے میں اس قدر سوچ و بچار اور تامل کی ضرورت نہ ہوتی ۔ علاوہ ازیں یہ اقدام عدل و انصاف کے بھی خلاف ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضا مندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟

یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات عورت طلاق لینا نہیں چاہتی اور اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہی رہنا چاہتی ہے لیکن مرد بدمزاج اور ظالم ہوتا ہے اور عورت کی مرضی کے خلاف وہ اس کو طلاق دیتا ہے' ایسی صورت میں بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اس کی مرضی کا دخل ہے تو طلاق میں اس کی رضا مندی کا دخل کیوں نہیں ہے؟ اور اس کی مرضی کے بغیر طلاق کیوں مؤثر قرار دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیے فریقین کی رضا مندی ضروری ہے (مثلاً وکالت' اجارت' مضاربت وغیرہ) لیکن عقد کو فسخ کرنے کے لیے دونوں فریقوں کی رضا مندی ضروری نہیں ہوتی' کوئی ایک فریق بھی دوسرے کی مرضی کے خلاف عقد توڑ سکتا ہے' اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ عمل زوجیت پر تیار نہ ہو تو اس سے بہ زور یہ عمل نہیں کرایا جا سکتا' نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم خواہی نخواہی اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس کو خرچ دیتے رہو اور چونکہ ازدواجی زندگی کی گاڑی میں اہم رول مرد ادا کرتا ہے کیونکہ عمل زوجیت اور نفقہ کی ادائیگی میں مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اس کے فعل کی محل یا منفعل ہوتی ہے اس لیے عقد نکاح کو قائم رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا اختیار بھی صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

خلع

طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقوع طلاع میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے' عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے' اگر عورت کو مرد کی شکل و صورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نا مناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنا مہر

[1] بخاری ج ۱ ص ۴۴ ۱۔ ج ۱ ص ۹۷۔ ج ۱ ص ۱۳۱۔ ج ۱ ص ۲۱۱۔ ج ۱ ص ۲۶۳' مسلم ج ۱ ص ۶۰' ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۷' ترمذی ص ۳۷۵' ابن ماجہ ص ۲۸۹۔ ۲۸۸' مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۶۷' مستدرک ج ۲ ص ۱۹۰

Marfat.com

چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

سید محمد قطب شہید لکھتے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی' لیکن میں اسلام کے بعد کفر (ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دو گی؟ (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انہوں نے کہا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا: باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔

(فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۱۹۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۸۶ھ)

اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے' یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کرے گا۔

قاضی اور حکمین کی تفریق

طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے لیکن اگر مرد عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرالے اور مذہب مالکیہ کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی' اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نفقہ دے نہ طلاق دے' تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے' اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے' اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزایاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے' اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے اور عورت کے گزر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کر دے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کر لیں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی۔ یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے' ان تمام امور کی باحوالہ' مکمل مفصل' اور مدلل بحث ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث باب ۴۰۴ (ص ۱۱۲۱۔ ۱۰۹۲) میں بیان کر دی ہے۔

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات' مصالح اور حکمتیں

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے' پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے' اب اگر وہ مرد اور عورت پھر ملنا چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے' عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے' نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی ہے' ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پریشانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور رو دھو کر مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے' اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے

Marfat.com

سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں تیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آ رہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے۔ جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے' حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے)۔ اگر بیوی کے مطالبہ یا اس کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرزِ عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے' اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی' جب کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہے گا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گزر گئی اور عورت بائنہ ہوگئی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانۂ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا' پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے ''الطلاق مرتان'' کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرہ: ۲۲۹)

دوبارہ طلاق دینے کے بعد دستور کے مطابق عدت میں روکنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: ۲۳۰)

پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ (وہ عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے' پھر اگر (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (دوسرے خاوند کی عدت گزارنے کے بعد) وہ آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

Marfat.com

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ و بچار اور غور و خوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے' اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے' لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کو اب صبر و استقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے در بدر مارا مارا پھرے' کیونکہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عددی معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے' پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہو جاتی ہے۔ آئندہ مباحث میں ہم ان شاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے' پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے' اس کے بعد قرآن مجید' احادیث' آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ مؤقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہرحال نافذ ہو جائیں گی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقیں دے کر عورت کو بدر کر دینا نصوص صریحہ کی بناء پر معصیت ہے۔ علماء امت کے درمیان اس مسئلہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس امر میں ہے کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق مغلظہ کے حکم میں لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حالانکہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے' وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ نہیں' مباح کہتے ہیں اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ نے مذاہب فقہاء کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا ہے۔

(حقوق الزوجین ص ۱۵۰' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' بائیسویں بار' ۱۹۸۶ء)

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا مؤقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام شافعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور قدیم و جدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(شرح مسلم ج ا ص ۴۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت عبد اللہ بن عمرو' حضرت ابن مسعود اور

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے' اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے[1] قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(بدایۃ المجتھد ج ۲ ص ۴۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃً اعتبار ہوگا[2] (یعنی قضاءً اعتبار نہیں ہوگا۔)

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں' مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں یا کہا کہ تم کو طلاق ہے' تم کو طلاق ہے' یا کہا: تم کو تین طلاقیں یا دس طلاقیں یا سو طلاقیں' یا ہزار طلاقیں' اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں اور ایک چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے' پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام اور لازم ہے' یہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے' امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے' یہ قول صحابہ میں سے حضرت زبیر بن عوام' حضرت عبدالرحمان بن عوف سے منقول ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس کے دو قول ہیں' تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس' خلاص بن عمرو' محمد بن اسحاق سے منقول ہے' داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے' ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے' اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ چوتھا قول بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے' وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی' سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب و سنت سے دلائل موجود ہیں۔

(مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۹-۷' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں' پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' یہ قول ائمہ اربعہ' جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے' (رضی اللہ عنہم) دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے' یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے' چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے' مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے' یہ قول حضرت ابن عباس کے تلامذہ کا

---

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷ ص ۲۸۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ' درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ استنبول' ۱۳۲۷ھ

Marfat.com

ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴ 'مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے' بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرائع الاسلام ج ۲ ص ۵۷)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا: یہ ایک طلاق ہوگی۔

(الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱۔ ۷۰ 'مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ' ایران)

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

(الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱ 'مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الطلاق مرتان" اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے' جیسے کسی شخص نے کہا: جاؤ' دوبار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو' اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے' مثلاً کہے: سبحان اللہ' سبحان اللہ تو یہ دوبار ہوگا اور اگر اس نے کہا: دوبار سبحان اللہ! (سبحان الله مرتان) یا سو بار سبحان اللہ (سبحان الله مأة مرة) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی' علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک یہ مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ' تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے' اب اگر کوئی شخص کہے: سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں' اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے' اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں' بلکہ موضوع ہیں' بلکہ "صحیح مسلم" اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا ہے' حضرت عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس

Marfat.com

کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی' اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہو گا' پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں' اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں' پھر سخت غمگین ہوئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا: تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہوئی ہے' اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا۔ شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا: ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جاتیں اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک قرار دی جائے گی' حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے ''مسند احمد'' کے حوالے سے بیان کی ہے۔

(مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۱۴۔ ۱۱' مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے ''الطلاق مرتان'' سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے' تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا: ''تم کو تین طلاقیں'' تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے' اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہو گی' شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انہیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار کہا: میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہئیں کیونکہ یہ تین بار دی گئی ہیں' حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے' تو اس کی یہ گواہی مردود ہو گی جب تک چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں' اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں نے قتل کیا نہ قاتل دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں' اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی' جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۵' مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۶۹ھ)

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہئیں' حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے' برخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے: میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔

علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس مع

Marfat.com

الفارق ہے' دونوں کے احکام الگ الگ ہیں' اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے' اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں وہ واقع مان لی جائیں' [1] اور یہ مسلم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ بیٹی نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو' یہ لونڈیوں سے بہتر ہے' اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہوگا؟ [2] (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)۔

یہ دلیل سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی' اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں' ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ ان کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں' دوسرا یہ کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے' تیسرا جواب ہم نے علامہ آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہوگی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا' اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل "صحیح مسلم" کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا ہے اور حضرت عمر نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہوگا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا' جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو قبول کر لیا' اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابوبکر اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے' یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا' اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲ ص ۱۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری' دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۸۹ء

Marfat.com

ہیں[1] ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا' نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے) اور ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ' معلل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں' اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

''صحیح مسلم'' کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے' اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے' امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے' اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے' پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے' پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس نے فرمایا: پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا ''الطلاق مرتان'' نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہوگئی' مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو' مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی' تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی' تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا' ان کے علاوہ عطاء' عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' اس کے

---

[1] حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری محقق سنی حنفی عالم ہیں' اس مسئلہ میں ان کی رائے ائمہ اربعہ کے متفق علیہ موقف سے مختلف ہے تاہم ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے اس رائے پر فتویٰ نہیں دیا' لیکن چونکہ غیر مقلد حضرات ان کا رسالہ مسلسل چھاپ رہے ہیں اس لیے ہم نے ان کے دلائل کا جواب ضروری سمجھا تا کہ عوام اہل سنت ان کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ (غلام رسول سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے' خصوصاً حضرت ابن عباس راوی حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے' الٰی قولہ۔ اس کے متعلق مختصر یہ گزارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں' نیز حضرت ابن عباس سے بھی دو روایتیں آئی ہیں' ایک وہ جو اوپر گزری' دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: حضرت ابن عباس کا نظریہ یہ تھا کہ ہر طہر کے وقت طلاق دی جائے۔ دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گزر چکا ہے' نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا''۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۷۹ء)

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اوّل تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر' مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔

(نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۳' مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ' قاہرہ' ۱۳۹۸ھ)

اور چونکہ ''صحیح مسلم'' کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہدِ رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے!

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا'' اس کے بارے میں گزارش ہے کہ عام راویوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث بیان کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔ کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے' اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی' انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو[1] نیز حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ

Marfat.com

منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے۔ امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے' اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے' اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ)

جب صحابی رسول کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے' یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔ علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے' یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

(النبراس ص ۴۳' مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی' بندیال' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۹۷ھ)

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے' ایسی ہی ہے' قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے او اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے' عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے' اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ''فتح الباری'' کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ''نیل الاوطار'' میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے[1] اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے' جس کو ہم نے امام طحاوی اور علامہ پرہاروی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

طاؤس کی اس روایت کے وہم اور غلط ہونے پر ایک اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا' طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہو گی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہو گی۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم

[1] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' نیل الاوطار ج ۸ ص ۴۳' مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ' قاہرہ' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی' طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر (صاحب ''استذکار'') نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ (الجوہر النقی علی ھامش البیہقی ج ۷ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز علامہ ابوجعفر بن نحاس ''کتاب الناسخ والمنسوخ'' میں لکھتے ہیں کہ طاؤس ہرچند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس سے بہت سی روایات میں متفرد ہیں' اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے' ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عباس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے' لیکن حضرت ابن عباس اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں' تین ہی ہوتی ہیں۔

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اوّلاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا' ثانیاً بر سبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے' بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے' امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا: ایک طلاق! آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے کہا: قسم بخدا! آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے' یعنی ایک[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے[2] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[3] اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے یہ استفسار نہ کرتے کہ تم نے اس لفظ سے کیا مراد لیا ہے اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں' اور حضرت عمر نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت ''مسند احمد'' کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق قرار دیا اور انہیں رجوع

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۱۸۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' لاہور' ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

Marfat.com

کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''مسند احمد'' کی اس حدیث کو جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' سنن ابوداؤد کی مذکورۃ الصدر روایت پر ترجیح دی ہے' لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل وانصاف سے سخت بعید ہے' کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ''مسند احمد'' میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا' اس میں ضعیف' حسن' صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں برخلاف جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے' کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے' یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے' لیکن انہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی: '' هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به[1] '' یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والے تھے''۔ امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں' اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے' اس کے برخلاف امام احمد نے ''مسند احمد'' میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل' امام بخاری' ابوعبید اور ابومحمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں' ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۱۵' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا' شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے ''سنن ابوداؤد'' کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر باحوالہ آگے آ رہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے ''مسند احمد'' والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے[2] اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو ''تمہید'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی ''مسند احمد'' والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور ''مسند احمد'' والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔

(العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۲ ص ۱۵۱' مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے ''مسند احمد'' کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' لاہور' ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۴ھ' تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۲۵۵' نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۱ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل وانصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے یہ حدیث ترمذی' ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے' اور امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا: تم ھناد کو لازم رکھو' ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں' قتیبہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ وکیع' ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے' امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں' امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس سند کے دوسرے راوی قبیصہ ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھ گیا تو انہوں نے کہا: ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ بہت سچے ہیں' اسحاق بن یسار نے کہا: میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا' امام نسائی نے کہا: ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹ ۔ ۳۴۸ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں: جریر بن حازم' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے' عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہیں' دوری کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے؟ انہوں نے کہا: جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۰ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں' دارقطنی نے کہا: یہ معتبر ہیں' اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں: عبداللہ بن یزید بن رکانہ' یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے[1] اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے[2]

[1] حافظ محمد بن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ' کتاب الثقات ج ۷ ص ۱۵ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب ج ۵' ص ۳۲۵ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۶ھ

Marfat.com

حضرت رکانہ سے متعلق ''سنن ابوداؤد'' کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ''سنن ابوداؤد'' کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس میں ہے: حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں' آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں' تم اس سے رجوع کرلو۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۹ ۔ ۲۹۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں' جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (شیخ ابن تیمیہ نے ''سنن ابوداؤد'' کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا' وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے' اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابورافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا' اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

(المحلی ج ۱۰ ص ۱۶۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۵۲ھ)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''مستدرک'' کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ ''لیس بشئی'' ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ ضعیف الحدیث' منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ کوفہ کے شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے' ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے' یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے: جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲۱' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۶ھ)

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے' جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے' خصوصاً جب کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں: ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے' دوسری ''مسند احمد'' کی روایت جو مضطرب' منکر' معلل اور ضعیف روایت ہے' تیسری ''سنن ابوداؤد'' کی یہ روایت جو مجہول' منکر اور متروک کی روایت ہے۔

یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد بھی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان طلاقوں سے رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ (البقرہ: ۲۳۰)

پس اگر اس نے اس کو ایک اور طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے

Marfat.com

نکاح کرے۔

اس آیت سے پہلے ''الطلاق مرتان'' کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جا سکتی ہے' اس کے بعد فان طلقھا فرمایا' اس کے شروع میں حرف ''فا'' ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے' اس آیت میں اگر حرف ''ثم'' یا اس قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو علی التعیین یہ کہا جا سکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی' لیکن قرآن مجید میں ''ثم'' کی بجائے ''فا'' کا ذکر کیا گیا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید نے ''الطلاق مرتان'' فرمایا ہے' یعنی دو مرتبہ طلاق دی جائے اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد فوراً اگر تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی' اس سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا: میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ غیر مقلدوں کے مشہور' مستند اور ان کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ آیت بیک وقت دی گئی تین طلاقوں اور الگ الگ دی گئی طلاقوں دونوں پر صادق آتی ہے اور اس آیت کو بغیر کسی نص کے طلاق کی بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۱۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۵۲ھ)

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی جمہور فقہاء اسلام کا استدلال ہے:

اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ (الاحزاب: ۴۹)	جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو' پھر ان کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو' تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جس کو تم گنو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے اور طلاق دینے کو اس سے عام رکھا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں یا الگ الگ طلاقیں دی جائیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مطلق اور عام رکھا ہو اس کو اخبار آحاد اور احادیث صحیحہ سے بھی مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ماوشما کی غیر معصوم آراء اور غیر مستند اقوال سے اس کو مقید کیا جا سکے۔

قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے: دوسری آیت اور سنت نبوی نے ان کے اطلاق کو مقید کر دیا ہے' اور ان کے احکام اور شرائط کو بیان کر دیا ہے' نیز ان آیات میں ایک ساتھ طلاق دینے کی بھی تو کہیں تصریح نہیں۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں' ص ۲۲۴' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۷۹ء)

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بیک وقت اجتماعی طور پر دی گئی تین طلاقیں ایک ہوں گی جس کو اس آیت کے عموم کی تخصیص پر قرینہ بنایا جا سکے' نہ کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے' ہاں! یہ ضروری ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے اور بدعت اور گناہ ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے' اور سنت طریقہ الگ

Marfat.com

الگ طہروں میں تین طلاقیں دینا ہے لیکن اس میں گفتگو نہیں ہے، گفتگو اس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف سنت طریقہ سے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آیا وہ نافذ ہوں گی یا نہیں! البتہ بکثرت احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جائیں گی' جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ غیر مقلدوں کے امام ثانی ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں عموم ہے اور تین' دو اور ایک طلاق دینے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

(المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۵۲ھ)

جمہور فقہاء اسلام نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ: ۲۴۱) مطلقہ عورتوں کو رواج کے مطابق متاع (کپڑوں کا جوڑا) دینا چاہیے۔

شیخ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو عام رکھا ہے خواہ وہ ایک طلاق سے مطلقہ ہو یا دو سے یا تین سے اور ان میں سے کسی کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۵۲ھ)

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینے کی ہدایت کی ہے خواہ وہ عورتیں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا دو طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا ایک سے' اور کسی ایک طلاق کے ساتھ مطلقہ کی تخصیص نہیں فرمائی' یہی چیز شیخ ابن حزم نے بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے عموم اور اطلاق کی اور بھی آیات ہیں لیکن ہم بغرض اختصار انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا' حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا' جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا: اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی' آپ نے فرمایا: سب لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں: اس کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی کی "شرح مسلم" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اس نے اس لیے تین طلاقیں دی تھیں کہ اس کا گمان یہ تھا کہ لعان سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی تو اس نے کہا: اس کو تین طلاقیں ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے

Marfat.com

سے بیوی حرام ہو جاتی ہے' اسی وجہ سے اس شخص نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو تین طلاقیں دیں' اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے: بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہوگی۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا درآں حالیکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں' پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[1] امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[2] اور ابوداؤد میں بھی ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محمد بن ابی صفرہ مالکی نے کہا ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر نفس لعان سے تفریق ہوتی تو حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے' اور شوافع نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا مباح ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بات بہرحال واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور متفق علیہ تھی کہ تین طلاقوں سے تفریق اور تحریم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں ہے ورنہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں نہ دیتے۔

اس واقعہ میں ''سنن ابوداؤد'' کی درج ذیل حدیث نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کے لیے اس مسئلہ میں تردد کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ **والحمد للہ رب العلمین.**

حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور فقہاء اسلام کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جہاں تک اس حدیث کی سند کا تعلق ہے اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے لیکن کیا اس حدیث سے

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

[2] امام عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

Marfat.com

استدلال درست ہے تو یہ ذرا تفصیل طلب ہے' خود ابوبکر الجصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔ (دعوت فکر ونظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۵' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور' ۱۹۷۹ء)

پیر محمد کرم شاہ صاحب کا یہ استدلال سخت حیرت کا باعث ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تین طلاقیں اگر بیک وقت دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں' علامہ ابوبکر جصاص اور علامہ سرخسی نے اس استدلال کا رد نہیں کیا' بلکہ یہ کہا ہے کہ احناف کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے تین طلاقیں دینے پر انکار فرماتے اور آپ کا انکار نہ فرمانا بیک وقت تین طلاقوں کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ ابوبکر الجصاص اور علامہ سرخسی نے ان کے اس استدلال کا رد فرمایا ہے۔ اب ہم پہلے علامہ ابوبکر الجصاص کی اصل عبارت ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابوبکر الجصاص الرازی فرماتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا کہ جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں بیک وقت دینے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے' (علامہ جصاص فرماتے ہیں:) اس حدیث سے امام شافعی کا استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لعان سے پہلے خاوند کے لعان کرنے سے تفریق ہو جاتی ہے اور عورت اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس کے بعد طلاق لاحق نہیں ہوتی' اور جب طلاق واقع ہوئی نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیسے انکار فرماتے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہارے یعنی احناف کے مذہب پر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ طلاق دینے کا طریقہ اور وقت مقرر کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو اور ایک طہر میں تین طلاقوں کو جمع کرنے کی ممانعت سے پہلے انہوں نے تین طلاقیں دی ہوں۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ جصاص کی بحث اس بات میں ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ممنوع ہے یا مباح ہے' اس میں بحث نہیں ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی ہے یا تین!

اب ہم آپ کے سامنے علامہ سرخسی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں' علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین طلاقوں کے جمع کا بدعت ہونا اور ان کو الگ الگ دینے کا سنت ہونا' میں نہیں جانتا' بلکہ سب طرح طلاق دینا مباح ہے اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کو جمع کر کے دینا سنت ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم کو سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر وہ اکٹھی تین طلاقوں کی نیت کر لے تو تینوں اکٹھی واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ الفاظ کے برخلاف نیت کرنا باطل ہے۔ امام شافعی نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ سے حدیث سے استدلال کیا ہے' جب حضرت عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کر لیا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اگر اب اس عورت کو رکھ لیا تو میں جھوٹا قرار پاؤں گا' اس کو تین طلاقیں۔

(المبسوط ج ۶ ص ۴' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' الطبعۃ الثالثۃ' ۱۳۹۸ھ)

اس کے بعد علامہ سرخسی نے امام شافعی کے اور بھی دلائل ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اور احناف کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا' انہوں نے پوچھا: یہ بتلائیے کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دوں تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تین طلاق دینا گناہ ہے (یہی احناف کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ نے حضرت عویمر عجلانی کو تین طلاقیں دینے سے اس وجہ سے نہیں روکا تھا کہ وہ اس وقت سخت غصہ میں تھے اور آپ کو علم تھا کہ اس وقت وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے اور اس وجہ سے کافر ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے آپ نے از روئے شفقت انکار کو کسی اور وقت کے لیے مؤخر کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جاؤ تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو یہی آپ کا انکار تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ تین طلاقوں کو بیک وقت دینا اس وقت مکروہ ہے جب وہ بلا ضرورت ہوں اور ان کی تلافی اور تدارک ممکن ہو' اور حضرت عویمر عجلانی کے حق میں یہ وجہ متحقق نہیں تھی' کیونکہ جو میاں بیوی آپس میں لعان کرنے پر مصر ہوں ان کی طلاق کا تدارک نہیں ہو سکتا اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ لعان کرنے پر مصر تھے۔ (المبسوط ج ۶ ص ۶۔ ۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' الطبعۃ الثالثۃ' ۱۳۹۸ھ)

دیکھئے شمس الائمہ سرخسی کیا فرما رہے ہیں! اور پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ان کے حوالے سے کیا سمجھا رہے ہیں؟

فیاللاسف

صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب

امام بخاری "باب من اجاز الطلاق الثلاث. جس نے بیک وقت تین طلاقوں کو جائز قرار دیا" کے باب میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں' اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی' اس نے بھی طلاق دے دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۷۵ھ)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تین طلاقیں مجموعی طور پر (ایک مجلس میں) دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی باب سے مطابقت بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد تحریم ہو جاتی ہے اور رجوع جائز نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقیں دی جانے کے بعد فرمایا کہ یہ اس شوہر پر حلال نہیں ہے' اور یہ استدلال بالکل واضح ہے کیونکہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ناجائز ہونا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے۔ بیک وقت تین طلاقوں کی تحریم میں یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور کے استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئیں تھیں بلکہ ''طلق ثلاثا'' کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تین بار طلاقیں دیں' اس لیے اس حدیث سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔

(دعوت فکر ونظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۶' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور' ۱۹۷۹ء)

جمہور فقہاء اسلام کا اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے اور طلق ثلاثا کا یہی معنی ہے کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دیں۔ پیر صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ اس کا مطلب ہے: اس نے تین بار طلاقیں دیں اس کے لیے ''طلق ثلاثا'' کی جگہ ''طلق ثلث مرات'' کا لفظ ہونا چاہیے تھے اور اس سے بھی پیر صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین بار طلاق دی جائے تو وہ بھی ان کے نزدیک ایک طلاق ہوتی ہے۔ پیر صاحب کا مدعا تب ثابت ہوتا جب حدیث کے الفاظ یوں ہوتے: ''طلق ثلاث تطليقات في ثلاثة اطهار. تین طہروں میں تین طلاقیں دیں'' لیکن بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے: ''طلق ثلاثا'' یعنی انہوں نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور اس سے جمہور فقہاء اسلام ہی کا مدعا ثابت ہوتا ہے' لہٰذا اس حدیث سے جمہور کا استدلال بالکل درست ہے۔

سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا: آپ کو خلافت مبارک ہو' حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو' جاؤ! تم کو تین طلاقیں دیں' اس نے اپنے کپڑے لیے اور بیٹھ گئی' حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی' حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا' جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا: مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے' جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا: اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے: جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بیک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے' تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

(السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۶' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو سوید بن غفلہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۳۱۔ ۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام الہیثمی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے سوید بن غفلہ اور ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

غیر مقلدوں کے عالم شیخ شمس الحق عظیم آبادی' امام دارقطنی کی بیان کردہ اس حدیث کی پہلی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں عمرو بن قیس رازی ارزق ہے' یہ راوی بہت سچا ہے لیکن اس کے اوہام ہیں' امام ابو داؤد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کی حدیث میں خطاء ہے اور اس کی سند میں سلمہ بن فضل قاضی رے ہے۔ ابن راھویہ نے اس کو

Marfat.com

ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا: ان کی احادیث میں منکر روایات بھی ہیں' ابن معین نے کہا: یہ تشیع کرتا تھا' میں نے اس کی احادیث لکھی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' ابو حاتم نے کہا: اس کی احادیث سے استدلال نہیں ہوتا۔ ابو زرعہ نے کہا کہ رے کے لوگ اس کی غلط رائے اور ظلم کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۴ ص ۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

شیخ عظیم آبادی نے اس حدیث کے دو راویوں کے بارے میں صرف جرح کے اقوال نقل کر دیئے ہیں' حالانکہ ان دونوں کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو بن قیس رازی ازرق سے' امام بخاری نے تعالیق میں روایت کی ہے' امام ترمذی' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے' رے کے لوگ امام ابوسفیان ثوری کے پاس گئے اور ان سے احادیث سننے کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے پاس عمرو بن ابی قیس نہیں ہیں؟ امام ابوداؤد نے ایک جگہ کہا کہ ان کی حدیث میں خطاء ہوتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا: ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان اور ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا: ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' ہاں! ان سے حدیث میں کچھ وہم بھی ہے۔ امام بزار نے فرمایا: یہ مستقیم الحدیث ہیں' یعنی ان کی روایت صحیح ہوتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹۵۔ ۹۴' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند)

اس حدیث کی سند کے جس دوسرے راوی پر شیخ عظیم آبادی نے جرح کی ہے' وہ ہیں سلمہ بن فضل قاضی رے (طہران)' حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ابن معین ان کو ایک روایت میں ثقہ اور ایک میں '' لیس بہ بـــاس '' کہتے ہیں' ابن سعد ان کو ثقہ اور صدوق کہتے ہیں' محدث ابن عدی فرماتے ہیں: ان کی حدیث میں غرائب و افراد تو ہیں' لیکن میں نے ان کی کوئی حدیث نہیں دیکھی جو حد انکار تک پہنچتی ہو' ان کی احادیث متقارب اور قابل برداشت ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں: '' یخطی ویخالف '' امام ابوداؤد ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کے دو راویوں عمرو بن ابی قیس رازی اور سلمہ بن فضل قاضی رے (طہران) کے بارے میں جو ائمہ حدیث کی آراء پیش کی ہیں ان میں ان کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے اور ان کے حفظ اور اتقان کی توثیق' اور حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے' اس کے راویوں میں کچھ ضعف ہے لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' الطبعۃ الثالثۃ' ۱۴۰۲ ھ)

پھر اس حدیث کو طبرانی کی دوسری سند سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان دونوں کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۴۰۔ ۳۳۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ ھ)

حافظ نور الدین الہیثمی کا علم رجال میں بہت اونچا مقام ہے' اور جب انہوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ایک انصاف پسند شخص کو اس کی سند میں تردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے' دو سندوں سے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے' دو سندوں سے امام طبرانی نے روایت کیا ہے' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ سوید

Marfat.com

بن غفلہ سے اس کو عمرو بن شمر اور ابراہیم بن عبدالاعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے' اس طرح اس حدیث کی سات اسانید کا بیان آ گیا ہے جس سے اس حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔[1]

سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی بہت واضح اور صریح ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے؟ حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایک طلاق تو سنت ہے اور اگر بیک وقت دی گئی طلاقیں بھی ایک طلاق کے مترادف ہیں تو وہ حکماً سنت قرار پائیں گی اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: حضور کا ایسے شخص پر ناراض ہونا جس نے تین طلاقیں ایک بار دی تھیں اس امر پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ایسا کرنا حکم الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں' ص ۲۳۱' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۷۹ء)

یقیناً خلاف ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے' اسی لیے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ کہتے ہیں لیکن پیر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے ایک طلاق ہوتی ہے اور وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برخلاف جمہور فقہاء اسلام کا مؤقف ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ثابت ہو جاتی ہیں۔

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی' پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے' اس میں علی بن سعید ایک راوی ہے۔ دارقطنی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے اس کو عظیم قرار دیا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کی فنی حیثیت بھی متعین کر دی ہے کہ امام دارقطنی نے اس کے ایک راوی علی بن سعید رازی کی ثقاہت سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کے باقی تمام راویوں کی ثقاہت پر اتفاق ہے اور صرف امام دارقطنی کے اختلاف سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع

---

1. پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس حدیث کو بیہقی کی ایک سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس سند پر جرح کی ہے جب کہ ہم نے "سنن دارقطنی" کی ایک روایت کی سند کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کی سند کی جرح کا جواب دیا ہے اور "مجمع الزوائد" سے اس کی توثیق کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

ہو جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ فعل گناہ ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

(المصنف ج ۶ ص ۳۹۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۹۲ھ)

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۴۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا ابا عباس!' پھر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت سے طلاق دیتا ہے' پھر کہتا ہے: اے ابو عباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔

(المصنف ج ۶ ص ۳۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۹۲ھ)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین خلاقیں دی ہوں تو آپ اس کو مارتے تھے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

شعبی سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہے؟ اس نے کہا: اس کو تین طلاقیں دے دے۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے اس کی بیوی حرام ہوگئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

حبیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ایک شخص کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں' آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہوگئی' باقی طلاقیں اپنی بیویوں میں تقسیم کر دو۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

معاویہ بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور باقی ستانوے طلاقیں' حد سے تجاوز ہیں۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں نے اس پر اس کی بیوی کو حرام کر دیا اور ستانوے طلاقیں زائد ہیں۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۴۔ ۱۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

شعبی کہتے ہیں کہ شریح سے کسی نے پوچھا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ انہوں نے کہا: تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہوگئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔

(المصنف ج ۵ ص ۱۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

حسن بصری سے ایک شخص نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے مقاربت نہ کرلے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم تینوں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

مذکور الصدر تینوں روایات میں غیر مدخولہ پر جن تین طلاقوں کے واقع کرنے کا حکم کیا گیا ہے اس سے مراد بیک وقت دی گئی لفظ واحد سے تین طلاقیں ہیں کیونکہ اگر الفاظ متعددہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو پہلی طلاق سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بقیہ طلاقوں کا محل نہیں رہتی اور وہ طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ حسب ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی شخص دخول سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور اگر اس نے متفرق الفاظ سے یہ طلاقیں دی ہیں تو عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۴۰۶ھ)

ہم نے مذکور الصدر روایات میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت عبد اللہ بن عباس' حضرت عمران بن حصین' حضرت مغیرہ بن شعبہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ایسے گیارہ جلیل القدر فقہاء صحابہ اور امہات المؤمنین کے فتاویٰ اور تصریحات پیش کی ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور فقہاء تابعین میں سے ابن شہاب زہری' شعبی' شریح' حسن بصری' اور ابراہیم نخعی کے فتاویٰ پیش کیے ہیں' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد جمہور فقہاء اسلام کا مؤقف انہی نفوس قدسیہ کی اتباع پر مبنی ہے۔

حرف آخر

تین طلاقوں کے مسئلہ میں' میں نے اس قدر تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ آج کل غیر مقلدین کی عام روش یہ ہے کہ

Marfat.com

جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ اس کو ایک طلاق قرار دے کر ثبوت میں طاؤس کی روایت لکھ کر دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتے ہیں' جب میں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے اس کو بکثرت حلال کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ ملک کے عائلی قانون میں بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے دیا گیا ہے تو میں نے اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کے علمی تحفظ اور دفاع کے لیے یہ صفحات لکھ دیئے۔

اے اللہ! اس تحریر کو نفع آور بنا' منکرین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت اور ماننے والوں کے لیے سبب استقامت کر دے' اس کے مصنف' معاون اور پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو مقدر کر دے۔ والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد خاتم النبيين شفيع المذنبين قائد الغر المحجلين وعلى اله واصحابه وازواجه امهات المؤمنين اجمعين.

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

اور جب تم عورتوں کو (رجعی) طلاق دو' پھر وہ اپنی عدت (کی میعاد) کو پہنچیں تو انہیں دستور کے مطابق (اپنے نکاح میں) روک لو

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا

یا ان کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دو' اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ روکے رکھو تاکہ تم ان پر

لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا

زیادتی کرو' اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' اور اللہ کی

تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

آیتوں کو مذاق نہ بناؤ' اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے (اس کو) یاد کرو

عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ

اور اللہ نے تم پر جو کتاب اور حکمت نازل کی ہے

يَعِظُكُم بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہ تم کو اس کی نصیحت کرتا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز کو

عَلِيمٌ ﴿٢٣١﴾ ع وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا ع ۲۹ ۳ ۱۳

خوب جاننے والا ہے ○ اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو' اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں

Marfat.com

تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

تو انہیں ان کے (انہی پہلے خاوندوں کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں' اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو' یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے'

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور اللہ (ہی) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان (عورتوں) کو ضرر پہنچانے کے لیے (اپنے نکاح میں) نہ روکے رکھو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو اور جس نے ایسا کیا تو اس نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا۔ (البقرہ: ۲۳۱)

جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے اس کی گلو خلاصی میں آراء ائمہ

ائمہ ثلاثہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی شخص کا اپنی منکوحہ کو بہ طور ظلم اور زیادتی کے اپنے نکاح میں روکے رکھنا جائز نہیں ہے' بایں طور کہ اس کو نہ کھانے' پینے' کپڑوں اور رہائش کے اخراجات دے اور نہ اس کو اپنے نکاح کی قید سے آزاد کرے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت کا حکم یہ ہے کہ قاضی ان کا نکاح فسخ کر دے اور عدت کے بعد وہ عورت نکاح ثانی کے لیے آزاد ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک اس صورت میں قاضی کو تفریق کا حق نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ جب خاوند نامرد ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی قاضی کو تفریق کا حق ہے' جب کہ خاوند کے مرد ہونے سے عورت کی شہوانی تسکین ہوتی ہے اور کھانے پینے کے خرچ نہ ہونے سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی اس لیے اس صورت میں قاضی تفریق کرنے کا زیادہ مستحق ہے' فقہاء احناف نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ استدلال اس آیت کے شانِ نزول کے خلاف ہے' علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت کو بہ طور ظلم عورت کو نکاح میں روکنے کی ممانعت اور حسن معاشرت کے ساتھ عورت کے ہمراہ رہنے کے حکم پر محمول کیا ہے' لیکن یہ تقریر اس آیت کے شانِ نزول کے خلاف ہے کیونکہ امام ابن جریر' امام ابن المنذر وغیرہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن یسار انصاری نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور جب اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے رجوع کر لیا اور اس کو پھر طلاق دے دی اور جب دوبارہ اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے پھر رجوع کر لیا اور سہ بارہ اسی طرح کیا حتیٰ کہ اس عورت کی عدت نو ماہ ہو گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لیے (عدت میں) نہ روکے رکھو۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ خصوصیت مورد کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اور اس میں کوئی

Marfat.com

شک نہیں کہ انسانی ہمدردی' قوت استدلال اور عدل وانصاف اور ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کے لحاظ سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک راجح ہے' اور علماء احناف کو اس خالص انسانی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر فتویٰ دینا چاہیے جب کہ فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ میں نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثالث کے اخیر میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔

خرچ سے محروم عورت کی گلو خلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دستور کے مطابق عورتوں کو نکاح میں رکھنے کا حکم دیا ہے اور دستور کے مطابق رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند اس کو کھانے پینے کا خرچ دے اور اگر یہ نہیں دے سکتا تو پھر اس کو طلاق دے دے' اور اگر وہ اس کو پھر بھی طلاق نہیں دیتا تو وہ عورت کو دستور کے مطابق رکھنے کے حکم سے خارج ہو گیا' اب حاکم اس عورت پر طلاق واقع کر دے گا تاکہ شوہر کی طرف سے نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے عورت کو ضرر نہ لاحق ہو' کیونکہ بھوک اور پیاس پر کوئی صبر نہیں کر سکتا (اس کے برعکس شہوانی خواہش پوری نہ ہونے پر صبر ہو سکتا ہے)۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور' ابوعبید' یحییٰ قطان اور عبدالرحمان بن مہدی کا یہی مذہب ہے' صحابہ میں سے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ کا یہی مذہب ہے اور تابعین میں سے سعید بن مسیب کا یہی مذہب ہے اور انہوں نے کہا: یہی سنت ہے اور اس کو حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ' ثوری اور زہری کا یہ قول ہے کہ جب شوہر خرچ نہ دے تو عورت پر صبر لازم ہے اور حاکم کے حکم سے یہ نفقہ شوہر کے ذمہ ہو گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ (البقرہ: ۲۸۰)

اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو فراخ دستی تک مہلت دو۔

(قرض لے کر بیوی کو کھلانا اس وقت متصور ہو گا جب اس کی نیت بیوی کو تنگ کرنا اور ضرر پہنچانا نہ ہو' اور مفروضہ صورت میں شوہر دانستہ بیوی کو خرچ نہیں دیتا) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح (آزاد) مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو' اگر وہ فقراء ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقراء کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے فقر علیحدگی کا سبب نہیں بن سکتا (کسی شخص کا فقر کی وجہ سے نفقہ دینے پر قادر نہ ہونا اور بات ہے وہ قرض لے کر بھی بیوی کو کھلا سکتا ہے اور کسی شخص کا قدرت کے باوجود عورت کو محض تنگ کرنے کے لیے نفقہ نہ دینا اور چیز ہے اور ہماری بحث اسی میں ہے اور زیر بحث آیت میں بھی عورت کو ضرر پہنچانے کی نیت سے نکاح میں روکے رکھنے سے منع کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز شوہر اور بیوی کے درمیان اجماعاً نکاح منعقد ہو گیا' اب یہ نکاح اجماع سے منسوخ ہو گا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جس کا کوئی معارض نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی رائے کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوشحالی ہو' اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' اپنے عیال سے خرچ کی ابتداء کرو' عورت کہے گی: یا مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو' غلام کہے گا: مجھے کھلاؤ

Marfat.com

اور مجھ سے کام لو' بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷۔ ۵۲۴۔ ۲۵۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بیوی کو یا خرچ دیا جائے ورنہ اس کو طلاق دے دی جائے اور یہ ائمہ ثلاثہ کے موقف پر قوی دلیل ہے بلکہ اس اختلاف میں بہ منزلہ حکم ہے۔ نفقہ نہ دینے کی وجہ سے قاضی جو تفریق کرے گا وہ امام شافعی کے نزدیک طلاق بائنہ ہے اور امام مالک کے نزدیک طلاق رجعی کے قائم مقام ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ۔ (البقرہ: ۲۳۱)

مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں: امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کسی شخص سے کہتا: میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا' پھر کہتا: میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا اور کوئی شخص کہتا: میں نے غلام آزاد کر دیا اور پھر کہتا: میں تو مذاق کر رہا تھا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ''اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی شخص ان کو مذاق سے کہے یا بغیر مذاق کے وہ نافذ ہو جائیں گی: طلاق' عتاق اور نکاح۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بغیر ارادہ طلاق کے مذاق سے طلاق دے دیتا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو لازم کر دیا۔

امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح' طلاق اور رجوع کرنا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۸۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

احکام شرعیہ کو مذاق بنا لینا حرام ہے اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے' مذاق میں طلاق دینا حرام ہے اور یہ طلاق نافذ ہو جائے گی۔ اسی طرح عمل گناہ کرتے رہنا اور زبان سے توبہ کرتے رہنا بھی احکام شرعیہ کو مذاق بنانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (ان ہی پہلے خاوندوں کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔ (البقرہ: ۲۳۲)

بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب اربعہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی اور ان کو چھوڑے رکھا حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہوگئی' پھر ان کی بہن کے خاوند نے دوبارہ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا از خود نکاح کرنا جائز نہیں ہے' وہ اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اگر بغیر ولی کے عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہوتا تو حضرت معقل کی بہن از خود اپنا نکاح اپنے پچھلے خاوند سے کر لیتیں اور ان کے خاوند کو یہ ضرورت نہ پڑتی کہ وہ ان کے بھائی سے رشتہ مانگیں' اور نہ ان کے بھائی کے منع کرنے کی کوئی وجہ ہوتی' اسی لیے امام شافعی نے کہا ہے کہ بغیر ولی کے عورت کے نکاح کے عدم جواز پر یہ آیت قوی دلیل ہے' نیز ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

Marfat.com

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے' یہ تین بار فرمایا' نیز فرمایا: جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ بالغہ عورت اپنا نکاح ازخود کر لے' ان کا استدلال بھی اسی آیت سے ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا اسناد عورتوں کی طرف کیا گیا ہے اور ان کو نکاح سے روکنے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خاص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ نابالغہ اور مجنونہ پر محمول ہے۔

بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوحنیفہ کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا: اس کی خاموشی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا در آں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۱۔ ۷۸۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے میرے نکاح کا پیغام دیا' اور میرے باپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا' اس کے باپ نے کہا: میں نے اس کے نکاح میں کسی خیر کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نکاح نہیں ہوا' (اور عورت سے فرمایا:) جاؤ جس سے چاہو نکاح کر لو۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴۔ ۱۳۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی حفصہ کا نکاح منذر بن الزبیر سے کر دیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن موجود نہیں تھے' جب وہ آئے تو انہوں نے ناراض ہو کر کہا: اے خدا کے بندو! کیا مجھ ایسے شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ ناراض ہوئیں اور فرمایا: کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو؟

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ولی کے بغیر ایک عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا' اس عورت کی مرضی سے اس کی ماں نے اس کا نکاح کر دیا تھا۔ (المصنف ج ۲ / ۴ ص ۱۳۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت

اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ

کو پورا کرنا چاہے' اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور

كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا

پہننا ہے' کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا' نہ ماں کو

تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى

اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور

الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ

وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے' پھر اگر ماں اور باپ باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر

مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر تم دائیوں سے اپنے بچوں کو

تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ

دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' بہ شرطیکہ تم (ان کو) دستور کے مطابق

اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا

اجرت ادا کرو' اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

کاموں کو دیکھنے والا ہے O

Marfat.com

دودھ پلانے کے شرعی احکام

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کے احکام بیان کیے جس سے فرقت واقع ہوئی ہے' اور اب ان چیزوں کے احکام بیان کیے جو نکاح کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہیں' کیونکہ بعض مطلقہ عورتوں کے دودھ پیتے بچے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ماں باپ کے جھگڑوں کی وجہ سے دودھ پیتے بچے ضائع ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات باپ سے انتقام لینے کے لیے ان کو مائیں دودھ نہیں پلاتیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور یہ کہ باہمی رضامندی سے وہ بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں اور بچوں کے باپ پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے' مثلاً ماں بچوں کو پالنے اور پرورش کرنے کی وجہ سے باپ کو ضرر پہنچائے اور کھانے اور کپڑوں کا دستور سے زیادہ خرچ طلب کرے' یا ماں بچوں کو دودھ پلانا چاہتی ہے اور باپ زبردستی بچوں کو ماں سے چھین لے یا اس کو دودھ پلانے پر مجبور کرے یا اس کے خرچ میں قدر معروف سے کمی کرے۔ اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں وہ مطلقہ عورتیں مراد ہیں جن کی ان کے خاوندوں سے اولاد ہو' اور اجنبی دائیوں کی بہ نسبت دودھ پلانے کی وہ زیادہ حق دار ہیں اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے والی مائیں مراد ہیں خواہ وہ مطلقہ عورتیں ہوں یا منکوحہ عورتیں ہوں۔

امام مالک کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا واجب ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا مطلقہ اور جمہور کے نزدیک ماں پر اس وقت دودھ پلانا واجب ہے جب بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پیئے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مکمل مدت دو سال ہے' کیونکہ اس مدت میں بچہ کو اپنی نشوونما کے لیے دودھ کی حاجت ہوتی ہے' نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم دودھ پلانے کی کوئی حد نہیں ہے اور ماں باپ باہمی مشورہ سے جتنے عرصہ تک چاہیں دودھ پلائیں اور اس کے بعد دودھ چھڑا دیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور دایہ کی اجرت بھی باپ کے ذمہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک بچہ کی ماں کا بھی دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنا جائز ہے' خواہ وہ نکاح میں ہو یا عدت میں' اور بچہ کا خرچ بھی باپ کے ذمہ ہے اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو باپ کے وارث کے ذمہ بھی یہی احکام ہیں' اس پر لازم ہے کہ وہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ دے اور دودھ پلانے کی اجرت دے اور دودھ پلانے والی کو ترک نہ کرے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محارم کے نفقہ کے وجوب کی اصل ہے' ان کے نزدیک ہر ذو رحم محرم پر خرچ واجب ہے مثلاً ماموں اور پھوپھی پر اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بچوں کا خرچ صرف والدین پر واجب ہے' بچہ کا خرچ باپ پر واجب ہے' باپ فوت ہو گیا ہو تو اس کے ترکہ سے خرچ کرنا واجب ہے اور اگر اس کا مال نہ ہو تو پھر ماں پر واجب ہے' قرآن مجید کی اس آیت سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے باپ کے بعد وارث پر بچہ کے خرچ کو واجب کیا ہے۔

دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں: دو سال کی مدت کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جس عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جائے وہ دو سال دودھ پلائے تاکہ تیس مہینے پورے ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ (الاحقاف: ۱۵) اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور عطاء اور ثوری کا قول یہ ہے کہ ہر بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔

Marfat.com

(النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۰ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ حد دو سال ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۳ ' مطبوعہ دار المعرفۃ ' بیروت ' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے ' حضرت عمر ' حضرت علی ' حضرت ابن مسعود ' حضرت ابن عباس ' حضرت ابو ہریرہ ' حضرت عائشہ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات ' امام مالک ' امام شافعی ' امام ابو یوسف ' امام محمد ' شعبی ' اوزاعی اور ابوثور کا یہی مسلک ہے۔ (المغنی ج ۸ ص ۱۴۲ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۰۵ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے ' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام زفر کے نزدیک یہ مدت تین سال ہے ' کیونکہ دو سال کے بعد بچے کو دفعۃً دودھ سے غذا کی طرف لانا مشکل ہے۔ اس لیے بعد کے ایک سال میں دودھ کے ساتھ اس کو غذا کا عادی بنایا جائے اور تین سال کے بعد مکمل دودھ چھڑا دیا جائے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف: ۱۵) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال باقی بچے ' امام دارقطنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طفولیت کی دو سال کی عمر کے بعد دودھ پلانے کا عمل نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۷۴) اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام مالک نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہی آیت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں ذکر کیں (حمل اور دودھ چھڑانا) اور دونوں کی ایک مدت ذکر فرمائی یعنی تیس مہینے ' لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی مدت مکمل تیس ماہ ہوگی لیکن ان میں ایک یعنی حمل کی مدت ایک حدیث سے دو سال متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں باقی رہتا۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳۲۲ ' مطبوعہ ملتان ' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳ ' مطبوعہ ملتان)

ان میں سے ایک کی مدت اس حدیث کی بناء پر دو سال رہ گئی تو دوسرے یعنی دودھ چھڑانے کی مدت اپنی اصل پر تیس ماہ رہے گی ' نیز دو سال تک بچہ کو دودھ پلانے کے بعد فوراً غذا کی طرف راجع کرنا مشکل ہوگا اس لیے اس کو بقیہ چھ مہینے میں بہ تدریج غذا کا عادی بنایا جائے گا اور اڑھائی سال کے بعد کلی طور پر دودھ چھڑا دیا جائے گا اور سورۂ بقرہ میں جو ارشاد ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور حدیث میں ہے: دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے ' اس آیت اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ دو سال سے زیادہ بچے کو دودھ پلانے کا استحقاق نہیں ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۳۵۱ ۔ ۳۵۰ ' مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ' ملتان)

ہر چند کہ امام اعظم اور صاحبین دونوں کے قول مفتیٰ بہ ہیں لیکن علامہ حصکفی نے امام اعظم کے قول کو ترجیح دی ہے۔

(درمختار علی ھامش الردج ۱ ص ۴۰۳ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ' بیروت)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں ' تو وہ (عورتیں) اپنے آپ

Marfat.com

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا

کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں' اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں' تو وہ دستور کے موافق جو

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

کام اپنے لیے کریں اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ

اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے O اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم (عدت والی عورتوں کو)

بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط عَلِمَ اللّٰهُ

اشارۃً کنایہ سے نکاح کا پیغام دو' یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ' اللہ کو علم ہے کہ

اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

(عدت کے بعد) عنقریب تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے' لیکن تم (عدت سے پہلے) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو'

تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵ط وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى

البتہ شریعت کے موافق ان سے بات کرو' اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح

يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

کا عزم نہ کرو' اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے

فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع ۳۰ ع ۱۴

سو اس سے ڈرتے رہو' اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے O

عدت وفات کا بیان اور عدت کی تعریف

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کی عدت کا ذکر فرمایا تھا اور اب بیوہ کی عدت کا ذکر فرما رہا ہے۔ وہ مدت جس میں عورت شوہر کے گھر میں بغیر نکاح کے ٹھہری رہے اور بغیر عذر شرعی کے گھر سے باہر نہ نکلے تاکہ اس کے رحم کا استبراء ہو جائے یا شوہر کی موت پر سوگ ہو' مطلقہ کے لیے یہ مدت تین حیض ہے اور بیوہ کے لیے یہ عدت چار ماہ دس دن ہے' اور جو عورت حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے خواہ شوہر کی موت کے ایک ساعت بعد وضع حمل ہو جائے' عدت وفات میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کا کوئی فرق نہیں ہے۔ چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا صرف شوہر کی موت کے ساتھ خاص ہے اور

Marfat.com

کسی عزیز یا رشتہ دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

زینب بنت ابی سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی مرگ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' سوائے شوہر کے' اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے' پھر جب حضرت زینب بنت جحش کے بھائی فوت ہو گئے تھے تو میں ان کے پاس گئی' انہوں نے خوشبو منگا کر اپنے جسم پر لگائی اور کہا: مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے' البتہ خاوند (کی موت) پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عدت کے مسائل اور شرعی احکام

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاق ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدت وفات گزارے تو انقطاع نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت کو ترک کر دے' زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے' باریک دندانوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے' خوشبو اور تیل نہ لگائے' سرمہ اور مہندی نہ لگائے' زعفران اور سرخ یا زرد رنگ میں رنگے کپڑے نہ پہنے' ہاں عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی اختیار کر سکتی ہے' کالے اور نیلے رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے' کافرہ' صغیرہ' مجنونہ' نکاح فاسد' وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی معتدہ پر سوگ نہیں ہے' دیگر رشتہ داروں کی موت پر صرف تین دن تک سوگ کرنا مباح ہے' خاوند کے لیے جائز ہے کہ عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنے پر منع کرے کیونکہ عورت کا مزین ہونا اس کا حق ہے' ہاں اگر خاوند کو اعتراض نہ ہو یا عورت شادی شدہ نہ ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی سوگ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (علامہ شامی نے کہا ہے کہ علامہ حصکفی کا تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی ''صحیح بخاری'' کے حوالے سے گزرا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) ہر قسم کی عدت گزارنے والی کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے' البتہ اشارہ کنایہ سے اپنا مدعا ظاہر کرنا جائز ہے مثلاً کہے: مجھے امید ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے' یا آپ بہت خوبصورت ہیں یا نیک ہیں' بہ شرطیکہ وہ عورت عدت وفات گزار رہی ہو اور عدت طلاق میں ایسا کہنا مطلقاً جائز نہیں ہے' کیونکہ اس سے اس کے شوہر کے ساتھ عداوت پیدا ہوگی۔ جو عورت عدت گزار رہی ہو خواہ وہ طلاق رجعی کی عدت ہو یا طلاق بائن کی وہ گھر سے بالکل نہ نکلے' نہ رات کو نہ دن کو' اور اگر حویلی میں دوسرے لوگوں کے گھر ہوں تو اس کے صحن میں بھی نہ جائے خواہ شوہر کی اجازت ہو' کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے' اور جو عورت عدت وفات گزار رہی ہو وہ دن اور رات میں گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مطلقہ کے خرچ کا کفیل اس کا خاوند ہے اس لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور جو عدت وفات گزار رہی ہے' اس کے خرچ کا کوئی کفیل نہیں ہے اس لیے اس کو طلب معاش کے لیے دن اور رات کے وقت میں نکلنا ہوگا' ہاں! اگر اس کے خرچ کی کفالت کا انتظام ہو تو پھر اس کو بھی مطلقہ کی طرح گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور وہاں عدت گزارے خواہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات' اور اس گھر سے نہ نکلے' ماسوا اس صورت کے کہ اس کو اس گھر سے نکال دیا جائے' یا وہ گھر منہدم ہو جائے یا اس گھر کے انہدام کا خدشہ ہو یا وہاں اس کے مال کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے پاس اس گھر کا

Marfat.com

کرایہ نہ ہو اس قسم کی اگر کوئی ناگزیر صورت ہو مثلاً وہ اس گھر میں تنہا ہو اور اس کی جان کو خطرہ ہو ایسی صورت میں وہ اس گھر کے قریب کسی گھر میں منتقل ہو سکتی ہے اور عدت طلاق میں جہاں اس کا شوہر چاہے وہاں منتقل ہو جائے جب عورت عدت طلاق گزار رہی ہو تو اس کے اور شوہر کے درمیان ایک پردہ ضروری ہے اور اگر گھر تنگ ہو یا شوہر فاسق ہو تو پھر اس کا اس گھر سے نکل جانا بہتر ہے۔ (درمختار علی ھامش الردص ۶۲۱ ۔ ۶۱۶ 'ملخصا' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عدت کے دوران عورتوں کو جن کاموں سے منع کیا ہے مثلاً بغیر عذر شرعی کے گھر سے باہر نکلنا یا بناؤ سنگھار کرنا یا کسی سے عقد ثانی کا عہد و پیمان کرنا اگر عورتیں عدت کے دوران ان میں سے کوئی کام کریں تو اس عورت کے وارثوں اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ عورت کو اس سے منع کریں اور اگر وہ منع نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر اس عورت کے اولیاء نہ ہوں تو پھر یہ حکام اور عام مسلمانوں کا فریضہ ہے کیونکہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں اس میں تم پر کوئی حرج (یا گناہ) نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے عدت سے پہلے یہ کام کیے اور تم نے ان کو نہ روکا تو تمہیں گناہ ہوگا۔

اس آیت میں عدت وفات چار ماہ دس دن بیان کی گئی ہے لیکن یہ عدت وفات غیر حاملہ کے ساتھ مخصوص ہے جو عورت حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے خواہ شوہر کی وفات کے ایک منٹ بعد وضع حمل ہو جائے قرآن مجید میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ
اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ (الطلاق: ۴)

اس سے پہلے عدت وفات ایک سال تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ
اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (مرنے سے پہلے) اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کر جائیں کہ ان کو گھر سے نکالے بغیر ان کو ایک سال کا خرچ دیا جائے۔ (البقرہ: ۲۴۰)

سورۂ بقرہ کی زیر بحث آیت سے یہ آیت منسوخ ہو گئی اور اب ایک سال کے بجائے چار ماہ دس دن عدت وفات ہے اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ عنقریب بیان کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔ (البقرہ: ۲۳۵)

گناہ کے ارتکاب پر مواخذہ ہونے اور گناہ کے ارادہ پر مواخذہ نہ ہونے کی تحقیق

اس آیت میں طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرنے کے ارادہ سے بھی منع فرمایا ہے اور دورانِ عدت اس سے نکاح کا عزم (پکا ارادہ) کرنا حرام ہے اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور عزم کرنا دل کا فعل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ حرام کام کا کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کا عزم بھی گناہ کبیرہ ہے عام طور پر مشہور ہے کہ برائی کا ارتکاب گناہ ہے اور اس پر مواخذہ ہوتا ہے لیکن اگر برائی کا صرف عزم کیا جائے اور برائی کا ارتکاب نہ کیا جائے تو مواخذہ نہیں ہوتا' یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے' برائی کا عزم بھی گناہ ہے اور اس پر مواخذہ ہوتا ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' مقتول کے جہنمی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ

Marfat.com

نے فرمایا: یہ بھی اپنے حریف کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اگر کسی شخص نے قتل نہ کیا ہو بلکہ صرف قتل کا عزم کیا ہو وہ پھر بھی جہنمی ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ فعل حرام کا عزم اور پکا ارادہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس پر استحقاق عذاب ہے' البتہ ''ھم'' پر مواخذہ نہیں ہوتا ''ھم'' اور ''عزم'' میں یہ فرق ہے کہ اگر کوئی شخص راجح اور غالب طور پر کسی کام کو کرنا چاہے اور مرجوح اور مغلوب طور پر کام نہ کرنا چاہے تو یہ ''ھم'' ہے اور جب سو فیصد کسی کام کا پختہ ارادہ ہو تو یہ عزم ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ دل میں کسی کام کے کرنے کا اچانک خیال آئے تو اس کو ھاجس کہتے ہیں' اور بار بار یہ خیال آئے تو اس کو خاطر کہتے ہیں اور جب ذہن اس کام کو کرنے کا منصوبہ اور پروگرام بنائے تو اس کو حدیث نفس کہتے ہیں' اور جب راجح اور غالب جانب اس کام کے کرنے کی اور مرجوح اور مغلوب جانب اس کا کو نہ کرنے کی ہو مثلاً ۹۹ فیصد کرنا چاہتا ہو اور ایک فیصد نہ کرنا چاہتا ہو تو اس کو ''ھم'' کہتے ہیں اور جب یہ ایک فیصد بھی ختم ہو جائے اور سو فیصد کام کرنا چاہتا ہو تو یہ عزم ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا کوئی دشمن ہو اور اس کے دل میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ ھاجس ہے' یہ خیال بار بار آئے تو خاطر ہے' اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا منصوبہ اور پروگرام بنائے مثلاً فلاں جگہ سے پستول حاصل کرے گا اور فلاں وقت اور فلاں جگہ جا کر اس کو قتل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے' اور جب ۹۹ فیصد اس کو قتل کرنا چاہے لیکن ایک فیصد اس کو قتل نہ کرنا چاہے مبادا پکڑا جائے اور اس کو پھانسی ہو جائے تو یہ ''ھم'' ہے اور جب یہ ایک فیصد نفی بھی زائل ہو جائے اور وہ دشمن کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلے خواہ اس کو نتیجہ میں پھانسی ہو جائے تو یہ عزم ہے' اس عزم کے بعد اگر وہ کسی وجہ سے اس کو قتل نہ بھی کرے تب بھی وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار پائے گا اور اس سے مواخذہ ہوگا۔ بہ اعتبار لغت کے ھم اور عزم دونوں کے معنی ارادہ ہیں لیکن اصطلاح شرع میں ''ھم'' وہ ارادہ ہے جس میں جانب مخالف کی بھی کسی درجہ میں گنجائش ہو اور عزم وہ ارادہ ہے جس میں جانب مخالف کی بالکل گنجائش نہ ہو اور حرام فعل کا ارتکاب اور حرام فعل کا عزم دونوں گناہ کبیرہ ہیں جب کہ حرام فعل کا ''ھم'' گناہ نہیں ہے' پچھلی امتوں سے معصیت کے ''ھم'' پر بھی مواخذہ ہوتا تھا اور ہماری امت سے صرف معصیت کے عزم پر مواخذہ ہوتا ہے اور ھاجس' خاطر اور حدیث نفس کے درجہ میں ان سے مواخذہ ہوتا تھا نہ ہم سے مواخذہ ہوتا ہے' نیز نیکی کا اگر ''ھم'' کرلیا جائے (یعنی ارادہ تو ہو لیکن سو فیصد نہ ہو) اور پھر بعد میں وہ نیکی نہ کی جائے تو اس ھم پر اجر و ثواب مل جاتا ہے' لیکن اگر معصیت کا ''ھم'' کیا جائے اور وہ معصیت نہ کی جائے تو گناہ نہیں ہوتا' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور احسان ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میرا بندہ کسی معصیت کا ''ھم'' مثلاً (۹۹ فیصد) ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھو اور جب وہ اس معصیت کا ارتکاب کرے تو اس کی ایک معصیت لکھ دو' اور جب وہ کسی نیکی کا ''ھم'' (مثلاً ۹۹ فیصد ارادہ) کرے اور اس نیکی کو نہ کرے (تو پھر بھی) اس کی ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کی دس نیکیاں لکھ دو' ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ دس سے سات سو تک نیکیاں لکھ دو۔[1]

اس حدیث کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' کی جلد اوّل میں کی ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ا ص ۷۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

Marfat.com

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو

أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ

یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو' خوشحال پر اس کے

قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق' دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

والوں پر (ان کا) حق ہے ○ اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ

درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے' البتہ

أَنْ يَّعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۗ وَأَنْ

عورتیں کچھ چھوڑ دیں' یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)' اور تمہارا

تَعْفُوْٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۗ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۗ إِنَّ

زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے' اور تم ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے کو فراموش نہ کرو' بے شک

اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے ○

غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی عدت کے مفصل احکام بیان فرمائے تھے اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مردوں کے حقوق عورتوں سے زیادہ ہیں اور عدت طلاق ہو یا عدت وفات اس کے نتیجے میں عورت کے مہر کی ادائیگی مرد پر واجب ہو جاتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مہر کے بعض احکام بیان فرمائے' جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہے جس کا نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں کیا گیا اور دوسری وہ ہے جس کا نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو' اول الذکر کو شوہر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ استعمال کی چیزیں دے دے اور ثانی الذکر کو نصف

Marfat.com

مہر ادا کرنا لازم ہے الا یہ کہ عورت نصف مہر سے کچھ رقم معاف کر دے' یا شوہر نصف مہر سے زائد ادا کرے اور شوہر کا نصف مہر سے زائد ادا کرنا مکارمِ اخلاق کے زیادہ قریب ہے۔ غیر مدخولہ کو استعمال کی کچھ چیزیں یا نصف مہر ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مباشرت سے پہلے فوراً اس کو طلاق دینے سے اس کے مستقبل پر برُا اثر پڑے گا اور اس قدر جلد طلاق ہونے سے چہ میگوئیاں ہوں گی اور اس کے لیے جو نکاح کے مزید پیغام آنے ہیں ان میں کمی ہوگی تو اس کی اشک شوئی اور تلافی کے لیے اس کے واسطے نصف مہر کو لازم کیا گیا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نکاح سے پہلے مہر کو مقرر نہ کیا جائے تو نکاح پھر بھی صحیح ہے' تاہم اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اس جیسی لڑکی یا اس لڑکی کے خاندان میں جتنے مہر کو مقرر کرنے کا رواج ہو اتنا مہر ادا کیا جائے۔

مطلقہ کی متاع کی مقدار میں ائمہ مذاہب کی آراء

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مطلقہ کی متاع میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک خادم دیا جائے' اس سے کم درجہ یہ ہے کہ چاندی دی جائے اور اس سے کم یہ ہے کہ کپڑے دیئے جائیں۔

شعبی نے کہا: متوسط مطلقہ کی متاع دوپٹہ' قمیص' چادر اور ملحفہ ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۳۲۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مطلقہ کی متاع حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ جتنے کپڑوں کے ساتھ عورت نماز ادا کر سکے وہ مطلقہ کی متاع ہے۔

(زادالمسیر' ج ۱ ص ۲۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقہ کی متاع کی کوئی معین مقدار نہیں ہے' قلیل متاع کی کوئی حد ہے نہ کثیر کی اور ائمہ کا اس کی حد میں اختلاف ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جس عورت سے بلا مہر نکاح کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیص' دوپٹہ اور ملحفہ ہے (سر سے قدم تک اوڑھے جانے والی چادر' علامہ شامی نے لکھا ہے اس کے ساتھ ازار بھی ضروری ہے۔) یہ متاع نصف مہر مثل سے زائد نہیں ہونی چاہیے' خواہ زوج خوشحال ہو' اور نہ پانچ درہم سے کم ہو' تنگ دستی اور خوشحالی میں عورت کے حال کا اعتبار کیا جائے گا' اس کے سوا باقی مطلقہ عورتوں کے لیے متاع مستحب ہے' البتہ جس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کے لیے متاع کو دینا مستحب نہیں ہے۔ مطلقات کی چار قسمیں ہیں: مطلقہ کا مہر پہلے مقرر کیا گیا تھا یا نہیں اور ہر تقدیر پر مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی یا مباشرت کے بعد' سو جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو متاع دینا واجب ہے اور باقی قسموں کی مطلقات کو متاع دینا مستحب ہے' علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو وطی سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا مستحب نہیں ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مبسوط' محیط' کنز اور ملتقی وغیرہا میں لکھا ہے کہ اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے اور یہی صحیح ہے۔

Marfat.com

(درمختار علی ھامش الرد ج ۲ ص ۳۳۶۔ ۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم میں صحابہ کرام، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ حضرت علی، حسن بصری، ابو العالیہ اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے، حضرت ابن عمر، قاسم بن محمد، شریح اور ابراہیم کا یہ نظریہ ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے سوا ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے، اور اس مطلقہ کے لیے نصف مہر واجب ہے، امام اوزاعی، ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کے لیے متاع واجب ہے، اور اگر اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو تو پھر اس کو متاع نہیں دی جائے گی۔ امام مالک، لیث بن سعد، حکم اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک متاع مستحب ہے اور کسی عورت کے لیے واجب نہیں ہے خواہ اس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو یا نہیں۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے علماء کے نزدیک مطلقہ کی متاع واجب نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے متاع کی مقدار بیان نہیں فرمائی بلکہ اس کو دینے والے کے اجتہاد پر معلق فرمایا، ثانیاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ (البقرہ: ۲۳۶) یہ محسنین پر واجب ہے'' اگر مطلقہ کی متاع واجب ہوتی تو مطلقاً تمام مسلمانوں پر واجب ہوتی۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

متاع کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے، وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فمتعوھن۔ ان کو متاع دو''۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے الا یہ کہ اس کے خلاف استحباب پر کوئی دلیل قائم ہو اور وہ یہاں نہیں ہے، نیز فرمایا: ''وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرہ: ۲۴۱) دستور کے مطابق متاع مطلقات کی ملکیت ہے'' کیونکہ لام تملیک کے لیے ہے اور جو چیز کسی کی ملکیت اور اس کا حق ہو اس کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حقا علی المحسنین'' اور ''حقا علی المتقین'' یہ وجوب کی تاکید ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۲۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۰۰ھ)

متاع کے وجوب کے خلاف فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن عربی مالکی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو ہر مسلمان پر واجب ہوتی صرف متقین اور محسنین پر واجب نہ ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب کی تاکید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متاع محسنین اور متقین پر حق ہے اور حق سے زیادہ اور کوئی وجوب کے لیے مؤکد نہیں ہے، جس طرح ''ھدی للمتقین'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت نہ ہو اسی طرح ''حقاً علی المتقین'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلقہ کی متاع ہر مسلمان پر

Marfat.com

واجب نہ ہو' نیز اس کا معنی ہے: جو تقویٰ اور احسان کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور ہر مسلمان تقویٰ اور احسان کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ باقی یہ جو کہا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی مقدار کا بیان فرماتا' اس کا جواب یہ ہے کہ مال و دولت کے لحاظ سے لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں' اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے ایک مقدار معین نہیں کی جاسکتی' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خوشحال پر (یہ متاع) اس کے (حال کے) موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)۔ (البقرہ: ۲۳۷)

نکاح کی گرہ کا مالک شوہر ہے یا عورت کا ولی؟

اس میں اختلاف ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے مراد شوہر ہے یا عوت کا ولی' اگر اس سے مراد شوہر ہو تو اس آیت کا وہ معنی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر اس سے مراد عورت کا ولی ہو تو معنی یہ ہوگا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کر دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی ولی وہ کچھ معاف کر دے۔ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس سے مراد شوہر ہے اور امام مالک کے نزدیک اس سے مراد عورت کا ولی ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے ولی کے مراد ہونے پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کر دیں' اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر عورت اپنے مہر کو معاف نہیں کر سکتی' کیونکہ صغیرہ اور مجنونہ اپنے حقوق میں خود تصرف نہیں کر سکتی' اس کے حق میں اس کا ولی تصرف کرتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ذکر کے بعد اس کے ولی کا ذکر فرمایا' یعنی جس کو وہ معاف کر سکتی ہیں وہ معاف کر دیں اور جس کو وہ معاف نہیں کر سکتیں اس کو ان کا ولی معاف کر دے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

علامہ قرطبی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ولی یعنی لڑکی کے باپ کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے' خود کو نہ کسی اور کو' نیز جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ صرف شوہر ہے' اسی کو اختیار ہے کہ وہ نکاح پر برقرار رہ کر نکاح کی گرہ کو قائم رکھے یا طلاق دے کر نکاح کی گرہ کو کھول دے اور لڑکی کے ولی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ مطلق نہیں ہے' حقیقۃً نہ مجازاً' علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے اسی طرح لکھا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۴۰' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت پر جمہور کے دلائل

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس کے مصداق کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جبیر بن مطعم' ابن المسیب' ابن جبیر' مجاہد' شریح' جابر بن زید' ضحاک' محمد بن کعب القرظی' الربیع بن انس' ابن شبرمہ' امام شافعی' امام احمد' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء رضی اللہ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ اس سے مراد شوہر ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس' حسن' علقمہ' طاؤس' شعبی' ابراہیم اور دیگر حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے مراد ولی ہے۔

(۳) عورتوں کا معاف کرنا شادی شدہ عورتوں پر محمول ہے اور اگر لڑکی کنواری ہو تو پھر اس کا ولی معاف کرے گا' یہ بھی حضرت ابن عباس اور ابوالشعثاء سے منقول ہے۔

ان تینوں اقوال میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نکاح کے بعد نکاح کی گرہ ولی کے ہاتھ سے نکل کر خاوند کے ہاتھ میں آ گئی' اور معاف کرنے کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو انسان کی ملکیت میں ہو' اور مہر ولی کی ملکیت میں نہیں ہے تو وہ اس کو

Marfat.com

معاف کرنے کا بھی مالک نہیں ہے' نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے میں (ہبہ کرنے) کو فراموش نہ کرو' اور انسان اپنے مال سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کر سکتا ہے' دوسرے کے مال سے کوئی چیز ہبہ نہیں کر سکتا لہٰذا سیاق وسباق کے اعتبار سے یہاں شوہر کو مراد لینا ہی صحیح ہے۔ (زاد المسیر ج ا ص ۲۸۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت میں شوہر کے مراد ہونے پر متعدد روایات بیان کی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام طبرانی اور امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام دار قطنی اور امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابن المنذر' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر' مجاہد' ضحاک' شریح' ابن المسیب' شعبی' نافع اور محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام عبد الرزاق نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ زوج کا عفو یہ ہے کہ وہ پورا مہر دے' اور بیوی کا عفو یہ ہے کہ وہ نصف مہر معاف کر دے۔ (الدر المنثور ج ا ص ۲۹۲' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ

تمام نمازوں کی پابندی کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی' اور اللہ کے سامنے ادب سے

قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ

قیام کرو ○ پس اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے' تو پھر

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ

اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے ○ اور تم میں سے جو لوگ

يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ

کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں

Marfat.com

عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ

تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے' اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا

بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O اور مطلقہ عورتوں کے لیے دستور کے مطابق متاع ہے' جو اللہ

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

سے ڈرنے والوں پر واجب ہے O اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے

ع ۳۱ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع
۱۵

تاکہ تم سمجھو O

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ یا زوجہ نصف مہر سے کچھ مقدار معاف کر دے' یا شوہر اس کو پورا مہر ادا کر دے اور فرمایا تھا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کو فراموش نہ کرو' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نمازوں پر پابندی اور مداومت کرنے کا حکم دیا' کیونکہ نماز انسان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اور اس کو نیکی اور اچھائی کے کاموں پر برانگیختہ کرتی ہے اور قدر واجب سے زیادہ دینا بھی اچھائی کا کام ہے' نیز پہلی آیت میں مخلوق پر شفقت کا حکم تھا اور اس آیت میں اللہ کی تعظیم کا حکم ہے' تاکہ انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کرے' نیز اس آیت سے بھی اللہ تعالیٰ نے اہل وعیال کے احکام بیان کیے اور اس آیت کے بعد پھر عائلی احکام بیان فرمائے اور درمیان میں پابندی اور دوام کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر فرمایا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بیوی بچوں کے ساتھ تعلق' محبت اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں اس قدر مشغول نہ ہو جانا کہ اپنے مولیٰ کے حقوق کی ادائیگی کو بھول جاؤ اور امور خانہ داری اور دنیا داری میں اس قدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ نمازوں کے اوقات میں بھی بیوی بچوں کے گورکھ دھندوں میں پڑے رہو اور یادِ خدا کو بالکل فراموش کر بیٹھو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O (المنافقون: ۹)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں' اور جنہوں نے ایسا کیا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں O

نماز کی حفاظت کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھا جائے اور یہ کوشش کی جائے کہ نماز میں کسی قسم کا سہو اور نقصان واقع نہ ہو۔

حفاظت نماز کی تاکیدات اور نماز میں سستی اور اس کو ترک کرنے پر وعیدات

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بخاری' امام مسلم اور امام نسائی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے' آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو' نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو' جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر اس شخص نے اس پر عمل کیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام ابویعلیٰ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کی جس چیز کو سب سے پہلے لوگوں پر فرض کیا وہ نماز ہے' اور جو چیز سب سے آخر میں باقی رہے گی وہ نماز ہے' اور سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کی نمازوں کو دیکھو' اگر وہ مکمل ہوں تو مکمل لکھ دی جائیں گی' اور اگر وہ ناقص ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو کیا اس کے نوافل ہیں؟ اگر اس کے نوافل ہوں گے تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی' پھر فرمائے گا: دیکھو اس کی زکوٰۃ پوری ہے؟ اگر زکوٰۃ پوری ہو تو پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو اس نے کوئی صدقہ کیا ہے؟ اگر اس نے صدقہ کیا ہو گا تو اس صدقہ سے اس کی زکوٰۃ پوری کر دی جائے گی۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے' اگر نماز درست ہو تو باقی عمل بھی درست ہوں گے اور اگر نماز فاسد ہو تو باقی عمل بھی فاسد ہوں گے۔

امام طبرانی' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں' جس کا وضو نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں اور جس کی نماز نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں' دین میں نماز ایسی ہے جیسے جسم میں سر ہے۔

امام بزار' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نماز نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

امام طبرانی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جو شخص پانچ نمازیں لے کر آیا جن کے وضو' ان کے اوقات اور ان کے رکوع اور سجود کی اس نے حفاظت کی ہوئی ہو' اس شخص کے ساتھ اللہ کا عہد ہے کہ وہ اس کو عذاب نہیں دے گا' اور جس نے ان میں سے کسی چیز میں کمی کی اس کے ساتھ اللہ کا کوئی عہد نہیں ہے' اگر اللہ چاہے تو اس پر رحم فرمائے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

امام طبرانی' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً (اللہ کا) ولی ہے اور جس نے ان کو ضائع کیا وہ یقیناً (اللہ کا) دشمن ہے: نماز' روزہ اور جنابت۔

امام طبرانی' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے وقت میں نماز پڑھی اور اس کے لیے مکمل وضو کیا اور نماز کے قیام' خشوع' رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا تو وہ نماز سفید اور روشن ہو گی اور اس شخص سے کہے گی: اللہ تیری بھی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے' اور جس نے وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی' اس کے لیے مکمل وضو نہیں کیا اور نہ اس کے خشوع' رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا وہ نماز سیاہ اندھیری ہو گی اور کہے گی: اللہ تجھے بھی اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے حتیٰ کہ جب اللہ چاہے گا اس نماز کو پرانے کپڑے میں لپیٹ کر اس شخص کے منہ پر مار دے گا۔

Marfat.com

امام احمد' امام طبرانی اور امام ابن مردویہ' حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم ظہر کی نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارا رب یہ فرماتا ہے کہ جس شخص نے نماز اپنے وقت میں پڑھی' اس کی حفاظت کی اور اس کے حق کو معمولی سمجھ کر ضائع نہیں کیا اس کے ساتھ میرا یہ عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا' اور جس شخص نے نماز اپنے وقت میں نہیں پڑھی' اس کی حفاظت نہیں کی' اور اس کے حق کو معمولی جان کر ضائع کیا' اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے' اگر میں چاہوں تو اس کو عذاب دوں اور اگر میں چاہوں تو اس کو معاف کر دوں۔

امام دارمی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے۔

امام دیلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز دین کا ستون ہے۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سی چیز دین میں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا' جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کا کوئی دین نہیں' نماز دین کا ستون ہے۔

امام ابن ماجہ' امام ابن حبان' امام حاکم تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستقیم رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور مومن کے سوا اور کوئی شخص ہمیشہ باوضو ہرگز نہ رہ سکے گا۔

امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کل اللہ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے' اسے چاہیے کہ جب ان نمازوں کی اذان ہو تو وہ ان کی حفاظت کرے۔ امام ابوداؤد کی روایت یہ ہے کہ جب اذان ہو تو پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو' کیونکہ جماعت سنن الھدیٰ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے سنن الھدیٰ کو مشروع کیا ہے' اور ہمارے عہد میں منافق کے سوا اور کوئی جماعت کو نہیں چھوڑتا تھا' اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے چل کر صف میں جا کر کھڑا ہوتا تھا' اور ہر شخص کے لیے اس کے گھر میں نماز کی جگہ ہوتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ دیا تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کرو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے۔

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بہ طور استخفاف یا بہ طور اہانت ترک کیا وہ کافر ہو جائے گا' یا کفر بہ معنی کفرانِ نعمت ہے۔

امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن ماجہ اور امام حاکم تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے عمل سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے' اگر وہ صحیح ہوئی تو وہ کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر وہ فاسد ہوئی تو وہ ناکام اور نامراد ہو گیا اور اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوئی تو رب فرمائے گا' دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے جس سے اس کا فرض پورا کیا جائے' پھر باقی اعمال کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو گا۔

امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص لوگوں کی ایک

Marfat.com

جماعت کے پاس سے گزرا اور ان کو سلام کیا' لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا' جب وہ گزر گیا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: بہ خدا! میں اس شخص سے اللہ کے لیے بغض رکھتا ہوں' لوگوں نے کہا: تم نے بہت بُری بات کی ہے' اے فلاں شخص! جاؤ اس کو بلا کر لاؤ' وہ شخص اس کو بلا کر لے آیا' اور اس کو بتایا کہ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرا' میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا' جب میں چلا گیا تو ایک شخص نے میرے متعلق کہا: میں اللہ کے لیے اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ! اس شخص کو بلائیے اور اس سے بغض کی وجہ معلوم کیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا تو اس نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ کہا تھا' اس نے کہا: یہ شخص میرا پڑوسی ہے' بہ خدا! میں نے اس کو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس کو ہر نیک اور بد پڑھتا ہے' اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے کبھی میں نے نماز کو وقت سے مؤخر کر کے پڑھا یا اس کے وضو میں کوئی کمی کی' یا رکوع اور سجود میں کوئی کوتاہی کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: نہیں' پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس شخص کو رمضان کے سوا اور کوئی روزہ رکھتے نہیں دیکھا جس مہینہ میں ہر نیک و بد روزہ رکھتا ہے' اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے میں نے کبھی روزہ کے حق میں کوئی کوتاہی یا کمی کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: نہیں' پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زکوٰۃ کے سوا اس کو کبھی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور زکوٰۃ تو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے' اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے میں نے کبھی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا کمی کی؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: اٹھو! یہ تم سے بہتر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' ان سے پوچھا گیا: اسلام کا کون سا درجہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز اور جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا کوئی دین نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام مسلم' امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور اس کے کفر کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابن حبان' اور امام حاکم' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات چیزوں کی نصیحت کی' فرمایا: اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو' خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں' یا تم کو جلا دیا جائے یا تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے' اور نماز کو عمداً ترک نہ کرو کیونکہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا وہ ملت اسلام سے نکل گیا' اور معصیت کا ارتکاب نہ کرو' کیونکہ اس میں اللہ کی ناراضگی ہے اور شراب نہ پیو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز کے سوا اور کسی چیز کے ترک کو کفر نہیں کہتے تھے۔

امام طبرانی' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان نماز ہے' جس نے نماز کو ترک کیا اس نے شرک کیا۔

امام بزار اور امام طبرانی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان کی آنکھوں میں تکلیف ہو گئی

Marfat.com

تو ان سے کہا گیا کہ ہم آپ کا علاج کرتے ہیں' آپ چند دن نماز چھوڑ دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

امام ابن حبان حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارش کے دن جلدی نماز پڑھ لو کیونکہ جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

امام اصبہانی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اللہ اس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کا ذمہ اللہ سے بَری ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ سے توبہ کرلے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں اور امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے اور ایک روایت ہے: اس نے کفر کیا۔

امام مالک نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عمال کی طرف لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ باقی دین کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا اس نے گناہ کبیرہ کیا۔

امام نسائی اور امام ابن حبان نے حضرت نوفل بن معاویہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال ہلاک ہوگئے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۴ ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ آلوسی حنفی بیان کرتے ہیں: صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ یہ دن کے وسط میں پڑھی جاتی ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

(۲) اس سے مراد عصر کی نماز ہے' کیونکہ یہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان پڑھی جاتی ہے' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حسن اور متعدد صحابہ اور فقہاء کا یہی نظریہ ہے' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۳) اس سے مراد مغرب کی نماز ہے' کیونکہ یہ چار رکعت اور دو رکعت کی نمازوں کے درمیان متوسط ہے' حضرت قبیصہ بن ذویب کا یہی نظریہ ہے۔

(۴) اس سے مراد عشاء کی نماز ہے' کیونکہ یہ مغرب اور فجر کی نمازوں کے درمیان ہے جن میں قصر نہیں ہے۔

(۵) اس سے مراد فجر کی نماز ہے' کیونکہ یہ دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے' نیز یہ وہ منفرد نماز ہے جو دوسری نماز کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھی جاتی۔ حضرت معاذ' حضرت جابر' عطاء' عکرمہ اور مجاہد کا یہی قول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وتر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چاشت کی نماز ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عید الفطر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عید الاضحیٰ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز جمعہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جماعت کے ساتھ نماز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صلوٰۃ خوف ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

زیادہ تر احادیث میں عصر کی نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا گیا ہے اور ظہر اور فجر کی نماز کے متعلق بھی احادیث ہیں' ہم اختصار کے ساتھ ان احادیث کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.

فجر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں: امام مالک نے ''موطا'' میں لکھا ہے کہ ہمیں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے' اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بصرہ کی جامع مسجد میں صبح کی نماز پڑھائی اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی اور فرمایا: یہ وہ صلوٰۃ وسطیٰ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

امام سعید بن منصور نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے جس کو اندھیرے میں پڑھا جاتا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حبان ازدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

ظہر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کون سی نماز ہے تو انہوں نے کہا: ہم یہ کہتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ وہ نماز ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور وہ ظہر کی نماز ہے۔

امام احمد' امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں' امام ابوداؤد' امام ابن جریر' امام طحاوی' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر میں پڑھتے تھے اور یہ نماز آپ کے اصحاب پر سب سے زیادہ دشوار تھی' تب یہ آیت نازل ہوئی: ''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' (البقرہ: ۲۳۸) نیز اس نماز سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں ہیں۔

امام طیالسی' امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں' امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں' امام ابن ابی حاتم' امام ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے زہرہ بن معبد سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو لوگوں نے حضرت اسامہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ ظہر کی نماز ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت پڑھتے تھے۔

امام نسائی اور امام طبرانی نے زہری کی سند سے روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب نے کہا: میں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا' وہ اس میں بحث کر رہے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کون سی نماز ہے؟ میں ان میں سب سے کم سن تھا۔ انہوں نے مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے معلوم کروں کہ صلوٰۃ وسطیٰ کون سی نماز ہے؟ میں نے ان کے پاس جا کر پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر کی نماز دوپہر میں پڑھاتے تھے' لوگ اس وقت گھروں میں سوئے ہوئے ہوتے تھے اور بازاروں میں ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک صف یا دو صفیں ہوتی تھیں' تو یہ آیت نازل

Marfat.com

ہوئی: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق" (البقرہ: ۲۳۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں میں آگ لگادوں گا۔

امام ابن جریر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے۔

امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت سعید بن میتب سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے' پھر وہاں سے حضرت ابن عمر کا گزر ہوا تو لوگوں نے حضرت ابن عمر سے معلوم کیا' انہوں نے کہا: صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے۔ (جامع البیان ج ۱ص ۳۰۲۔ ۳۰۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عصر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث

امام عبدالرزاق' امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابن جریر اور امام بیہقی' زر سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: عبیدہ سے کہو کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز وسطیٰ کے متعلق سوال کریں' انہوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے جواب دیا: ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ فجر کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے جنگ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان کے ساتھ (جنگ میں) مشغول رہنے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ العصر نہیں پڑھ سکے' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

امام عبدالرزاق' امام ابن ابی شیبہ' امام مسلم' امام نسائی اور امام بیہقی شتیر بن شکل سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یہ صبح کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے جنگ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب تک ظہر اور عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔

امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن فرمایا: انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر پڑھنے سے محروم کر دیا' اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں کو اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے۔

امام احمد' امام ابن جریر اور امام طبرانی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق" (البقرہ: ۲۳۸) اور ہمارے لیے صلوٰۃ وسطیٰ کا نام صلوٰۃ عصر رکھا۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس

Marfat.com

شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال ہلاک ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ ربیع بن خثیم سے روایت کرتے ہیں: ان سے کسی شخص نے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: تمام نمازوں کی حفاظت کرو صلوٰۃ وسطیٰ انہیں میں سے کوئی ایک ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۰۵۔ ۳۰۳ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو O (البقرہ: ۲۳۸)

باتیں نہ کرنے اور خضوع اور خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم

امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد امام ترمذی امام نسائی امام ابن جریر امام ابن خزیمہ امام طحاوی امام ابن حبان امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز میں باتیں کیا کرتے تھے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے شخص سے باتیں کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' (البقرہ: ۲۳۸) پھر ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتیں کرنے سے منع کر دیا گیا۔

امام عبدالرزاق امام ابن المنذر اور امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ پہلے مسلمان نماز میں باتیں کرتے تھے ایک شخص نماز میں اپنے بھائی کو کسی کام کا حکم دیتا تھا پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' (البقرہ: ۲۳۸) پھر ان کو کلام سے روک دیا گیا قنوت کا معنی سکوت ہے اور قنوت کا معنی طاعت ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے ایک شخص نماز میں اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتا ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے اور جواب دیتے حتیٰ کہ میں ایک دن نماز میں شامل ہوا اور میں نے سلام کیا تو میرے سلام کا کسی نے جواب نہیں دیا مجھے اس سے بہت رنج ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی سوا اس کے کہ ہمیں نماز میں خاموش کھڑے رہنے اور باتیں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قنوت سکوت ہے۔

امام سعید بن منصور امام ابن جریر امام اصبہانی اور امام بیہقی نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رکوع خشوع اور لمبا رکوع بھی قنوت کا معنی ہے یعنی طویل قیام کرنا نظر نیچے رکھنا بازو جھکائے رکھنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے فقہاء جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ادھر ادھر التفات کرنے کنکریاں ہٹانے آنکھیں بند کرنے کسی چیز کے ساتھ کھیلنے یا دنیاوی کاموں کے متعلق غور وفکر کرنے سے اللہ سے ڈرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ امام مسلم امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں طویل قنوت (قیام) ہو۔

امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اور آپ ہمیں جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے ہمیں جواب نہ دیا۔ ہم نے (نماز کے بعد) عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کو سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے؟ آپ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے تو پھر اسی طرح اللہ کا ذکر کرو (نماز پڑھو) جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ (البقرہ: ۲۳۹)

چلتی ٹرین اور طیارہ وغیرہ میں نماز پڑھنے کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانچوں نمازوں کی حفاظت کا اور ان کو خاموشی اور خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تھا' اور انسان کو زندگی میں بعض مرتبہ نماز کے اوقات میں خوف اور خطرہ لاحق ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں نماز کا حکم اور اس کا طریقہ بیان فرمایا کہ اگر تم کو نماز کے وقت میں خوف اور خطرہ لاحق ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو' یا سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھو' اس خوف سے مراد عام ہے' خواہ دشمن کا خوف ہو یا درندے کا خوف ہو یا سیلاب کا خوف ہو' پس ہر وہ امر جس سے اس کی جان کا خوف ہو اس کی وجہ سے پا پیادہ یا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ چلتی ٹرین' بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں دورانِ سفر نماز کا وقت آ جائے اور پورے وقت میں وہ سواری چلتی رہے اور اس چلتی سواری سے چھلانگ لگا کر اترنے میں جان جانے کا خطرہ ہو تو اس چلتی ہوئی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے' اس کے مزید دلائل اور فقہاء کی عبارات ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' جلد ثانی میں بیان کیے ہیں۔

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق ائمہ کی آراء

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس آیت کا تعلق جنگ اور قتال سے بھی ہے یعنی اگر دوران قتال شدید خطرہ اور خوف ہو تو پا پیادہ اور سواری پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جہاد اور قتال میں صلوٰۃ خوف پڑھی جائے اور اگر جنگ کی شدت کی وجہ سے صلوٰۃ خوف نہ پڑھی جا سکے تو نماز مؤخر کر دی جائے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن چار نمازیں مؤخر کر دی تھیں اور قتال کے علاوہ اور کسی صورت میں دشمن کا خوف ہو تو پا پیادہ یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے۔

ملا احمد جیون حنفی لکھتے ہیں: حالت خوف میں نماز پڑھتے وقت ضرورت کی بناء پر قبلہ سے توجہ ساقط ہو جاتی ہے' یعنی اگر تم کو دشمن سے خوف ہو یا درندہ کا خوف ہو یا کسی اور چیز کا خوف ہو تو تم پر قیام فرض نہیں ہے بلکہ تم کو اس کا اختیار ہے کہ تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر نماز پڑھو اور جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرف اشاروں سے نماز پڑھو' اسی طرح ''مدارک'' میں ہے' اور صاحب ''ہدایہ'' نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر شدید خوف ہو تو الگ الگ سواری پر نماز پڑھیں اور اشارہ سے رکوع اور سجود کریں' خواہ جس طرف منہ ہو بشرطیکہ وہ قبلہ کی طرف منہ پر قادر نہ ہوں اور جس وقت تلواریں ٹکرا رہی ہوں اور تیر چل رہے ہوں اس حال میں ہمارے نزدیک نماز جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''رجالاً'' کا معنی ہے: اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں' اور امام شافعی کے نزدیک اس کا معنی ہے: چلتے ہوئے نماز پڑھیں' اسی لیے قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس آیت میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ تلواروں سے لڑائی کی حالت میں نماز جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حالت میں نماز کو مؤخر کر دیں اور بعد میں پڑھیں۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۱۵۸' مطبوعہ مطبع کریمی' بمبئی)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر لڑائی کی حالت میں سواری ٹھہرانا ممکن نہ ہو تو تلواروں سے لڑتے ہوئے بھی نماز جائز ہے اور ہمارے امام کا یہ مذہب ہے کہ چلنے سے اور لڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز

Marfat.com

میں قنوت کا حکم دیا ہے اور چلنا اور لڑنا قنوت کے منافی ہے اور جب ایسی صورت ہو تو نماز کو مؤخر کر دے اور جب امن اور سکون ہو تو نماز پڑھ لے' اگر تم انصاف سے کام لو تو تمہیں علم ہو گا کہ یہ آیت امام شافعی کے موقف میں بالکل صریح ہے' کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کے لیے قیام کرو' اور دین آسان ہے اور مشکل نہیں ہے اور مقامات مختلف ہوتے ہیں اور مشکل کی وجہ سے آسان حکم کو نہیں چھوڑا جاتا اور جس کام کو مکمل طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا اس کو مکمل طور پر ترک بھی نہیں کیا جاتا۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام طیالسی' امام عبد الرزاق' امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام نسائی' امام ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ خندق کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' ہم ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جنگ کی مشغولیت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے' حتیٰ کہ ہم لڑائی سے بچا لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط. (الاحزاب: ۲۵) (زبردست آندھی بھیج کر) اللہ مسلمانوں کے لیے جنگ سے کافی ہو گیا" یعنی ان کو لڑنے سے بچا لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو (اذان کا) حکم دیا اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی' یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا: " فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیادہ اور سواری پر نماز پڑھو"۔

امام ابن ابی شیبہ' امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایام میں صلوٰۃ خوف پڑھی' ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی' جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسری جماعت آ گئی' آپ نے اس دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر دونوں جماعتوں نے باقی ماندہ ایک ایک رکعت نماز پڑھی' حضرت ابن عمر نے کہا: اور اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو پھر تم کھڑے ہوئے اور سواری پر اشارہ سے نماز پڑھو۔

امام مالک' امام شافعی' امام عبد الرزاق' امام بخاری' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب صلوٰۃ خوف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: امام ایک جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھائے اور دوسری جماعت ان کے اور دشمن کے درمیان کھڑی رہے اور نماز نہ پڑھے' اور جب وہ جماعت ایک رکعت نماز پڑھ لے تو وہ اس دوسری جماعت کی جگہ چلی جائے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی' اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں' اور جس جماعت نے پہلے نماز نہیں پڑھی تھی وہ امام کے پیچھے آ کر کھڑی ہو اور امام اس کو بھی ایک رکعت پڑھائے' پھر امام چلا جائے' اس کی دو رکعتیں ہو گئیں اور امام کے چلے جانے کے بعد ہر جماعت اپنی اپنی باقی ماندہ ایک ایک رکعت پڑھے' اور اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں' خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف' نافع کہتے ہیں کہ مجھے یہی یقین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۲۔ ۶۵۱)

امام بزار' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلواروں سے لڑائی کی حالت میں نماز ایک رکعت ہے' انسان جس طریقہ سے بھی یہ رکعت پڑھ لے اس کے لیے کافی ہے اور وہ اس کو نہیں دہرائے گا۔

Marfat.com

امام ابن ابی حاتم نے "فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا" (البقرہ: ۲۳۹) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سوار اپنی سواری پر نماز پڑھے اور پیدل چلنے والا اپنے پیروں پر نماز پڑھے اور جب خوف دور ہو جائے تو سوار اور پیادہ معمول کے مطابق نماز پڑھیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تلواروں سے جنگ ہو رہی ہو تو اپنے سر کے اشارہ سے نماز پڑھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو' "فرجالا او رکبانا" کی یہی تفسیر ہے۔

امام ابن المنذر اور امام ابن جریر نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: چلتے ہوئے اور سواری پر' اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے فرمایا کہ جب تم جنگ میں سواریوں پر ہو اور خوف زیادہ ہو تو ہر شخص کسی بھی سمت کھڑا ہو کر یا سواری پر سر کے اشارہ سے یا زبان کے کلام سے جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھے۔

(الدر المنثور ج ا ص ۳۰۹۔ ۳۰۸' ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

یعنی اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو تم اپنے پیروں پر یا اپنی سواریوں پر ٹھہرے ہوئے یا چلتے ہوئے نماز پڑھو خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف' اشارہ سے یا بغیر اشارہ کے جس طرح بھی قدرت ہو' اس حالت میں نماز کی مقدار میں اختلاف ہے' جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ طریقہ کے مطابق دو رکعت نماز پڑھے گا' اور حسن نے کہا: جب اسے خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھے' اہل حجاز (شافعیہ) نے کہا: اس پر بعد میں اس نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ وہ معذور تھا' اور اہل عراق (احناف) نے کہا: اس پر اعادہ واجب ہے کیونکہ چلنا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں نماز کی حفاظت کا حکم دیا ہے' مرض ہو' حضر ہو' سفر ہو' قدرت ہو' عجز ہو' خوف ہو' امن ہو' نماز مکلف سے کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو' اگر اس پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو' اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر۔ (صحیح بخاری' سنن ابوداؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' مسند احمد) اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے صلوٰۃ خوف کے ذکر میں فرمایا: اگر زیادہ خوف ہو تو کھڑے ہوئے اور سواری پر نماز پڑھو' خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۲۵۶) اس سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھ لی جائے اور کسی حالت میں بھی نماز ساقط نہیں ہوگی' حتیٰ کہ اگر صرف آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھی جا سکے تو اسی طرح لازم ہے' اسی وجہ سے نماز باقی عبادات سے ممتاز ہے' کیونکہ نماز کے علاوہ باقی عبادات عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں' اور اسی سبب سے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جنگ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث اور یہ آیت ان کے خلاف قوی دلیل ہے۔

(احکام القرآن ج ا ص ۳۰۳۔ ۳۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: یہ آیت سورۂ نساء کی اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے:

Marfat.com

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ (النساء: ۱۰۲)

اور جب آپ ان میں ہوں اور (جنگ کے دوران) انہیں نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک گروہ کو آپ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں' پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو (اے مسلمانو!) وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں اور دوسرا وہ گروہ آجائے جس نے نماز نہیں پڑھی' اور انہیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور وہ بھی اپنی حفاظت کا سامان اور اپنا اسلحہ لیے رہیں۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں اس سے زیادہ خوف ہو تو تلواروں سے لڑائی کے درمیان تم کو جس طرح قدرت ہو اس طرح نماز پڑھو' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن' ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھیں یعنی عین حالت جنگ میں یہ نمازیں نہیں پڑھیں جیسا کہ اس آیت میں ہے اور ان کو مؤخر کر دیا۔ (ترمذی' ابویعلیٰ' بیہقی) تو اس حدیث اور اس آیت میں کیسے موافقت ہوگی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خندق کا یہ واقعہ اس آیت (فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ (البقرہ: ۲۳۹)) کے نزول سے پہلے کا ہے۔ (سنن نسائی' صحیح ابن حبان)

(زادالمسیر ج ۱ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت میں خوف کی حالت میں پاپیادہ اور سواری پر نماز پڑھنے کا حکم بیان فرمایا ہے' دوران جنگ اس طرح نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہے (بلکہ دوران جنگ نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو سورۂ نساء میں ہے) جب کسی شخص کو دشمن گھیر لے اور اس کو سخت خطرہ ہو تو اس کے لیے اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے اور جب خوف کی وجہ سے اس کے لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے لیے رکوع اور سجود کو ترک کرنا جائز کر دیا تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرے یا نہ کرے' اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں بھی نماز کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتال میں مشغول تھے اور قتال میں مشغول ہونا نماز سے مانع ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کے خلاف جنگ میں مشغول رہنے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ نہیں پڑھ سکے' اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کو کیوں ترک کر دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' دوران قتال اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور جنگ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتال میں مشغول تھے اور قتال میں مشغول ہونا نماز سے مانع ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کے خلاف جنگ میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ نہیں پڑھ سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نمازیں اس لیے نہیں پڑھی تھیں کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ محمد بن اسحاق اور واقدی کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ ذات الرقاع' غزوہ خندق سے پہلے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف

Marfat.com

پڑھی تھی‘ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ خندق میں نماز نہ پڑھنا قتال کی وجہ سے تھا اور قتال نماز کی صحت سے مانع اور اس کے منافی ہے۔

بعض فقہاء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص خوف زدہ ہو اس کے لیے چلتے ہوئے بھی نماز پڑھنا جائز ہے‘ خواہ وہ کسی پر حملہ آور ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم حالت خوف میں ہو تو پاپیادہ نماز پڑھو یا سواری پر‘ یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں چلنے کا ذکر نہیں‘ علاوہ ازیں حملہ آور خوف زدہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ حملہ کرنے کی بجائے واپس چلا جائے تو اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا‘ اللہ سبحانہٗ نے اس طرح نماز پڑھنا خوف زدہ کے لیے مشروع کیا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب اس پر حملہ کیا جائے‘ اس وقت حالت خوف میں اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سواری پر نماز پڑھے یا چلتے ہوئے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۹۔ ۴۳۸‘ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور‘ ۱۴۰۰ھ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کا معاملہ کس قدر سنگین ہے‘ باقی تمام عبادات عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں لیکن جب جان کا خوف اور خطرہ ہو نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہے اور اس حال میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم چلتے ہوئے یا سواری پر جس طرح بھی بن پڑے نماز پڑھ لو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے‘ پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۴۰)

حفاظت نماز اور عدت وفات میں مناسبت کا بیان

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ نکاح‘ معاشرت‘ ان کے حقوق اور فرائض‘ ان کی طلاق اور عدت کے احکام بیان فرمائے تھے اور چونکہ ان کے ساتھ زیادہ اشتغال عبادات میں حارج ہے اس لیے ان احکام کے درمیان میں نماز کی حفاظت اور اس کی تاکید کو بیان فرمایا حتیٰ کہ عین جنگ کی حالت میں بھی نماز ساقط نہیں ہوتی اور پاپیادہ یا سواری پر جس حال میں اور جس طرح بھی بن پڑے نماز پڑھی جائے گی‘ اس تنبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر عورتوں کے ساتھ معاشرت کے احکام بیان فرمائے اور چونکہ پہلے ازدواج‘ طلاق‘ وفات اور مطلقات غیر مدخولہ کے مہر اور ان کی متاع کا ذکر کیا تھا اس لیے ان احکام کو اب شوہر کی موت کے ذکر پر ختم کیا اور شوہر کی موت کے بعد بیوہ کی عدت کا ذکر فرمایا اور چونکہ پہلے مطلقات غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کا ذکر فرمایا تھا تو اب مطلقات مدخولہ کے مہر اور ان کی عدت کا ذکر فرمایا۔

ایک سال تک عدت وفات کے منسوخ ہونے کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ موت کی آہٹ محسوس کریں یا قریب المرگ ہوں وہ اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے‘ جمہور فقہاء اور مفسرین کے نزدیک یہ آیت سورۂ بقرہ کی اس آیت سے منسوخ ہے‘ جس میں فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں‘ وہ (عورتیں) اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳۴)

امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو خاوند کے مال سے اس کے لیے ایک سال کی رہائش اور خرچ مہیا کیا جاتا تھا‘ پھر جب سورۂ نساء میں عورت کی میراث مقرر کر دی گئی کہ اگر اس کے خاوند کی اولاد نہ ہو تو اس کو خاوند کے مال کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر اس کی اولاد ہو تو پھر اس کو خاوند کے مال کا آٹھواں حصہ

Marfat.com

ملے گا‘ تو پھر رہائش اور نفقہ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا‘ البتہ مجاہد کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے‘ ان کے نزدیک اس کا محمل یہ ہے کہ بیوہ پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا تو واجب ہے جیسا کہ البقرہ: ۲۳۴ میں مذکور ہے‘ اس کے بعد سال کے باقی ماندہ سات ماہ بیس دن میں عدت گزارنے کا اسے اختیار ہے چاہے وہ یہ عدت گزارے یا نہ گزارے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۶۲‘ مطبوعہ دارالمعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن الزبیر نے حضرت عثمان سے کہا: ”وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا“. (البقرہ: ۲۴۰) ”الی قولہ. غیر اخراج“ اس آیت کو سورۂ بقرہ کی دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے‘ تو پھر آپ نے اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا ہے؟ حضرت عثمان نے کہا: اے بھتیجے! ہم اس آیت کو اسی طرح رہنے دیں گے‘ قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کریں گے (یعنی قرآن مجید کی آیات کو لکھنا امر توقیفی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آیت کی جو جگہ بتائی تھی اس کو وہیں لکھا گیا تھا)۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۱‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کی بیوی ایک سال تک عدت گزارتی‘ اس پر اس کی وراثت سے ایک سال تک خرچ کیا جاتا‘ جب ایک سال پورا ہو جاتا تو وہ اپنے شوہر کے گھر سے نکلتی اور اس کے پاس ایک مینگنی ہوتی‘ وہ ایک کتے کو مینگنی مارتی اور شوہر کی عدت سے باہر آ جاتی‘ اور مینگنی کو مارنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کہتی کہ میرے نزدیک خاوند کی وفات کے بعد میرا اس کی عدت گزارنا میرے نزدیک اس مینگنی کو مارنے سے زیادہ آسان تھا‘ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ان کو پہلے اپنے اسی دستور پر قائم رکھا اور بیوہ کی عدت ایک سال ہی برقرار رہی‘ پھر اس کے بعد اس حکم کو سورۂ البقرہ: ۲۳۴ سے منسوخ کر دیا گیا اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۶‘ مطبوعہ مکتب اسلامی‘ بیروت‘ ۱۴۰۷ھ)

عدت وفات کے شرعی حکم میں اختلاف فقہاء

امام مالک کے نزدیک اگر خاوند کا اپنا یا کرایہ کا مکان ہو تو بیوہ کا اس گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور عدت سے پہلے گھر سے نکلنا مطلقاً جائز نہیں ہے‘ امام شافعی کا ظاہر قول یہ ہے کہ خاوند کے مال سے بیوہ کے لیے عدت تک رہائش مہیا کرنا واجب ہے۔ امام احمد کے نزدیک اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کے لیے عدت کی رہائش کا استحقاق نہیں ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو پھر ان کے دو قول ہیں‘ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیوہ کا خاوند کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے لیکن وہ دن کے اوقات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

حدیث سے عدت وفات کا بیان

امام مالک روایت کرتے ہیں:

زینب بنت کعب بن عجرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں وہ روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ بنو خدرہ میں اپنے خاندان میں جا سکتی ہیں‘ کیونکہ ان کے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے گئے تھے حتیٰ کہ جب وہ قدوم کے راستہ میں پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو جا لیا‘ سو ان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کر دیا‘ وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ آیا میں بنو خدرہ میں اپنے میکہ میں جا سکتی ہوں تاکہ وہاں عدت وفات گزاروں کیونکہ میرے

Marfat.com

خاوند نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان چھوڑا ہے نہ نفقہ' وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ کہتی ہیں کہ جب میں واپس ہوئی حتیٰ کہ میں (ابھی) حجرہ میں تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی' یا مجھے کسی سے آواز دے کر بلوایا' آپ نے پوچھا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے پھر آپ سے اپنے خاوند کی وفات کا پورا قصہ دہرایا' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو' حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے' وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری' جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا' میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ (موطا امام مالک ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۵۔ ۳۱۴' جامع ترمذی ص ۱۹۳' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۶' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۹۰)

عدت وفات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں:

اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کے لیے سکنیٰ (رہائش) نہیں ہے' یہ قول واحد ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو پھر دو قول ہیں' ایک قول کے مطابق خاوند کے ترکہ سے وہ رہائش کی مستحق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ رہائش کی مستحق نہیں ہے۔

اگر وہ غیر حاملہ ہو تو اس کے لیے رہائش نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کے ترکہ سے بیوی کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ دیا ہے اور باقی ترکہ دوسرے وارثوں کا ہے اور رہائشی مکان بھی ترکہ میں سے ہے' اس لیے واجب ہے کہ وہ اپنے حصہ سے زیادہ کی مستحق نہ ہو' نیز موت کے بعد وہ اپنے شوہر سے بائن (منقطع) ہو گئی اور اب وہ مطلقہ ثلاثہ کے مشابہ ہے (حنابلہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ رہائش اور نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی) اس لیے وہ رہائش کی مستحق نہیں ہو گی۔

اور اگر وہ حاملہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ رہائش کی مستحق ہو گی کیونکہ وہ اپنے خاوند سے حاملہ ہے تو مطلقہ رجعیہ پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لیے رہائش واجب ہو گی اور جب ہم کہتے ہیں کہ وہ رہائش کی مستحق ہے تو وہ اس مکان میں رہائش کی مستحق ہے جس میں وہ دیگر ورثاء کے ساتھ رہتی تھی۔ امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے' اگر کسی وجہ سے اس مسکن میں رہائش نہ ہو سکے تو وارث پر لازم ہے کہ میت کے مال سے اس کے لیے کرائے کا مکان حاصل کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو حاکم اس کو مجبور کرے اور بغیر عذر کے بیوہ کے لیے اس مکان سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس مکان میں عدت گزارنا اللہ کے حقوق سے ہے اور یہ سوگ کرنے کا تتمہ ہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان عورتوں کو ان گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ (الطلاق: ۱) ہمارا دوسرا قول یہ ہے کہ حاملہ بیوہ کے لیے رہائشی مکان کا استحقاق نہیں ہے' اگر وارث یا سلطان یا کوئی اجنبی خوشی سے اس کو شوہر کے مکان میں رہنے دے تو اس پر وہاں عدت گزارنا لازم ہے' اور اگر وہ منع کریں تو اس کے لیے دوسری جگہ عدت گزارنا جائز ہے اور اس کے وہی دلائل ہیں جو ہم نے غیر حاملہ کے سلسلہ میں بیان کیے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ کے لیے مکان کو لازم کیا تھا' وہ ایک خاص واقعہ تھا' ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو کہ اس کے وارثوں نے اس کو اس مکان میں رہنے کی اجازت دے دی ہے' آپ نے بیوہ کے لیے استحقاق رہائش کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا تھا۔ (المغنی ج ۸ ص ۱۲۹۔ ۱۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

عدت وفات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابو العباس رملی شافعی لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ جو عورت عدت وفات گزارے اس کے لیے بھی رہائش مہیا کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ سے فرمایا تھا: تم اپنے شوہر کے گھر رہو حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے‘ سو انہوں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری‘ امام ترمذی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے‘ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے جس طرح نفقہ کا استحقاق نہیں ہے اسی طرح اس کے لیے رہائش کا بھی استحقاق نہیں ہے اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ رہائش اس کے پانی (منی) کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے اور وہ اس کی وفات کے بعد بھی موجود ہے‘ اور نفقہ کا وجوب خاوند کے تسلط کی وجہ سے ہوتا ہے اور موت سے وہ منقطع ہو گیا‘ نیز نفقہ عورت کا حق ہے اور وہ میراث سے ساقط ہو گیا اور رہائش اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور وہ ساقط نہیں ہوا۔ (نہایۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۵۴‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

عدت وفات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی حضرت فریعہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: حجاز اور عراق کے علماء کے درمیان یہ حدیث معروف ہے اور اس حدیث کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ بیوہ شوہر کے گھر عدت گزارے اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے بیوہ پر عدت گزارنا لازم کیا ہے‘ یہ لازم نہیں کیا کہ وہ شوہر کے گھر عدت گزارے‘ حضرت علی‘ حضرت ابن عباس‘ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے‘‘ موطا امام مالک‘‘ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوہ عورتوں کو عدت سے پہلے حج پر جانے سے بھی منع کرتے تھے‘ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا‘ ان کے نزدیک بیوہ کا خاوند کے گھر عدت گزارنا لازم تھا‘ اور قرآن اور سنت کا یہی مقتضیٰ ہے‘ اس لیے عدت سے پہلے بیوہ کا حج اور عمرہ کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے‘ امام مالک نے کہا: جب تک بیوہ نے احرام نہ باندھا ہو اس کو گھر لوٹا دیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب خاوند کا گھر اس کی ملکیت میں ہو۔ امام مالک‘ امام شافعی‘ امام ابوحنیفہ‘ امام احمد اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے جیسا کہ حضرت فریعہ کی حدیث میں ہے اور اگر خاوند اس گھر میں رہتا ہو لیکن اس کا مالک نہ ہو تو عدت کے دوران بیوہ کے لیے اس میں رہنے کا استحقاق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت فریعہ کے خاوند اس گھر کے مالک نہیں تھے‘ پھر بھی آپ نے حضرت فریعہ سے فرمایا: تم عدت پوری ہونے تک اس گھر میں رہو‘ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے‘ یہ حکم اس وقت ہے جب اس کا خاوند اس مکان کا کرایہ دیتا رہا ہو لیکن اگر خاوند نے اس مکان کا کرایہ نہ دیا ہو تو خاوند خواہ امیر ہو اس کے مال سے بیوہ کے لیے رہائش کا کوئی استحقاق نہیں ہے کیونکہ بیوہ کا رہائش پر استحقاق اس وقت ہو گا جب خاوند کی مکان پر مکمل ملکیت ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۸۔۱۷۷‘ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو‘ ایران)

عدت وفات کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

مطلقہ اور بیوہ اس گھر سے باہر نہ نکلے جس میں وہ رہتی تھی‘ البتہ بیوہ دن میں باہر جا سکتی ہے لیکن رات اس گھر میں آ کر گزارے‘ مطلقہ کے باہر نہ نکلنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ (الطلاق: ۱)

ان مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ خود نکلیں‘ الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

اور بیوہ کے گھر سے باہر نہ جانے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ: ۲۴۰)

بیوہ عورتوں کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نکالا نہ جائے۔

Marfat.com

پھر چار ماہ دس دن سے زائد مدت کو البقرہ: ۲۳۴ سے منسوخ کر دیا اور چار ماہ دس دن کی مدت تک یہ حکم باقی رہا' اور حضرت فریعہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ کو ان کے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے سے منع فرما دیا تھا' اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں' اوّل یہ کہ بیوہ خاوند کے گھر سے منتقل نہ ہو اور ثانی یہ کہ بیوہ کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عمر' حضرت زید بن ثابت' حضرت ام سلمہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے کہ بیوہ عورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن رات اس گھر میں گزارے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتوں کے لیے دستور کے مطابق متاع ہے جو اللہ سے ڈرنے والوں پر واجب ہے ○ (البقرہ: ۲۴۲)

مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی کا وجوب

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذکر فرمایا تھا کہ انہیں ایک سال کا نفقہ اور رہائش مہیا کی جائے' اور اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا ذکر فرمایا جو طلاق یافتہ اور مدخول بہا عورتیں ہیں کہ اگر ان کا مہر پہلے مقرر تھا تو طلاق کے وقت ان کو' ان کا پورا مہر ادا کیا جائے اور اگر پہلے ان کا مہر مقرر نہیں تھا تو ان کو مہر مثل ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کے حقوق کے بعد مطلقہ عورتوں کے حقوق کا ذکر فرمایا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ طلاق بھی بہ منزلہ موت ہے کیونکہ جس طرح شوہر کی موت کے بعد شوہر کی علیحدگی ہو جاتی ہے' اسی طرح طلاق کے بعد بھی شوہر سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ مہر کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم النساء: ۴ میں بیان کریں گے۔

اس آیت میں مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو مباشرت کے بعد طلاق دی گئی ہو کیونکہ جن عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی ہو ان کا حکم البقرہ: ۲۳۶ میں بیان کیا جا چکا ہے' اور متاع سے مراد مہر ہے' اور طلاق کے بعد مہر کا ادا کرنا واجب ہے' خواہ مقرر شدہ مہر ہو یا مہر مثل' بعض علماء نے کہا ہے کہ متاع سے مراد عورت کا لباس وغیرہ ہے یعنی مطلقہ عورتوں کو مہر کے علاوہ لباس وغیرہ بھی دیا جائے' اور جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو لباس دینا واجب ہے اور باقی تین قسم کی مطلقہ عورتوں (جن کا مہر مقرر کیا گیا ہو خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ' اور وہ مدخولہ جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو) کو لباس دینا مستحب ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے

حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ

اپنے گھروں سے نکلے' سو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ' پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا'

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے' لیکن اکثر لوگ

Marfat.com

لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ

شکر ادا نہیں کرتے O اور (اے مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو' اور یقین رکھو کہ اللہ بہت

اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا

سننے والا بہت جاننے والا ہے O وہ کون ہے جو اللہ کو

حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَ

قرض حسن دے؟ تو اللہ اس کو بڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے' اور اللہ ہی تنگی اور

يَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾

کشادگی فرماتا ہے اور اسی کی طرف تم (سب) لوٹائے جاؤ گے O

طاعون سے ڈر کر بھاگنے والوں کا مرنا اور دوبارہ زندہ ہونا

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ طلاق بہ منزلہ موت ہے اور طلاق سے رجوع کرنا بہ منزلہ حیات ہے' اور یہ موت اور حیات مجازاً ہے اور جہاد کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جان دینا بہ ظاہر موت ہے اور حقیقۃً شہادت کی صورت میں حیات ہے' سو اس سے پہلی آیت میں دنیاوی اور معاشرتی زندگی کے اعتبار سے موت اور حیات کا ذکر کیا گیا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ دینی اور اخروی اعتبار سے موت اور حیات کا ذکر فرما رہا ہے' اور چونکہ قریب ترین امت بنو اسرائیل تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے معاملہ میں بنو اسرائیل کے احوال بیان فرمائے' یہ لوگ طاعون کی صورت میں موت کے ڈر سے بھاگے' اللہ نے ان پر موت طاری کی اور پھر ان کو زندہ کیا۔ اس میں بھی موت اور حیات کا ذکر ہے' پھر ان کو جہاد کا حکم دیا' اس میں بھی موت اور حیات کا ذکر ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی بیان فرماتے ہیں: امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام حاکم نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی اور یہ داوردان نام کے ایک شہر کے رہنے والے تھے' یہ لوگ طاعون کے ڈر سے اس شہر سے بھاگ نکلے۔ امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی کی سند سے حضرت ابو مالک سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ داوردان نام کی ایک بستی جو واسط کے قریب تھی' اس میں طاعون پھیل گیا۔ لوگوں کی ایک جماعت تو اس میں ٹھہری رہی اور ایک جماعت بھاگ نکلی' جو لوگ ٹھہرے رہے تھے ان میں سے کچھ مر گئے اور بھاگنے والے بچ گئے' جب طاعون ختم ہو گیا تو وہ لوگ واپس آ گئے' اس شہر کے زندہ بچنے والے لوگوں نے کہا: ہمارے بھائی ہم سے زیادہ سمجھ دار نکلے' کاش! ہم سب ان کی طرح نکل جاتے اور سب بچ جاتے' اور اگر ہم اگلے طاعون تک زندہ رہے تو ایسا ہی کریں گے۔ اگلے سال پھر طاعون آیا' اس بار سب نکل بھاگے' جو پہلے رہ گئے تھے وہ بھی اور جو نکل گئے تھے وہ بھی' ان لوگوں کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی' وہ لوگ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں قیام پذیر ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو فرشتے بھیجے' ایک فرشتہ وادی کے اوپر تھا اور دوسرا وادی کے نیچے تھا' ان دونوں فرشتوں نے ان کو ندا کر کے

Marfat.com

کہا: مر جاؤ‘ تو وہ سب مر گئے‘ پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ اسی طرح مردہ پڑے رہے‘ پھر وہاں سے حضرت حزقیل نبی علیہ السلام کا گزر ہوا انہوں نے اتنی ساری ہڈیوں کو دیکھا تو بہت حیران ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کہ آپ یہ ندا کریں کہ اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں مجتمع ہونے کا حکم دیتا ہے‘ تو وادی کے اوپر اور نیچے سے تمام ہڈیاں مجتمع ہوگئیں اور ہر جسم کی ہڈیاں آپس میں جڑ گئیں اور بغیر خون اور گوشت کے ہڈیوں کے اجسام بن گئے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ یہ کہیں کہ اے ہڈیو! اللہ تمہیں گوشت سے ملبوس ہونے کا حکم دیتا ہے تو تمام ہڈیوں پر گوشت آ گیا‘ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ان کو ندا کر کے یہ کہیں کہ اللہ تمہیں کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے تو وہ سب زندہ ہو کر اٹھ گئے اور بے اختیار ان کی زبانوں پر جاری ہوا: ”سبحانك لا اله الا انت“ اور پھر وہ اپنے شہروں کی طرف واپس گئے‘ وہ وہاں رہنے لگے مگر وہ جب بھی کوئی لباس پہنتے تو وہ ان کے جسم پر ایک بوسیدہ کفن کی صورت اختیار کر لیتا جس سے اس زمانہ کے لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ لوگ درحقیقت مر چکے ہیں‘ وہ لوگ اپنی طبعی حیات پوری ہونے تک وہاں رہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۱۰‘ مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ‘ ایران)

وقت سے پہلے موت آنے اور تیسری موت کے اشکال کا جواب

اس روایت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ نے تو فرمایا ہے:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (یونس: ۴۹)

ہر گروہ کے لیے ایک وقت مقرر ہے‘ جب ان کا وقت آ جائے گا تو وہ اس سے ایک ساعت پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے ○

پھر طاعون سے بھاگنے والے ان لوگوں کو وقت سے پہلے موت کیسے آ گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ موت وہ نہیں تھی جو طبعی حیات مکمل ہونے کے بعد طاری ہوتی ہے‘ وہ موت اپنا وقت پورا ہونے کے بعد ان پر طاری ہوئی‘ یہ موت طاعون سے بھاگنے کی سزا کے طور پر تھی اور اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کی وجاہت کو ظاہر فرمایا کہ ان کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیا‘ اسی طرح یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن کفار کہیں گے:

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (المومن: ۱۱)

اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندہ فرمایا۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان کے لیے دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں‘ ایک موت نطفہ کی صورت میں اور اس کے بعد ولادت کی صورت میں حیات‘ دوسری موت طبعی حیات پوری ہونے کے بعد اور دوسری حیات قیامت کے دن جب مردوں کو اٹھایا جائے گا‘ اور ان لوگوں کے لیے تین موتیں اور تین حیاتیں ہوگئیں‘ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے عادۃً اور معمول کے مطابق دو موتیں اور زندگیاں ہیں اور ان پر جو تیسری موت اور تیسری حیات آئی وہ خلاف عادت اور خلاف معمول تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔ (البقرہ: ۲۴۳)

”الم تر“ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کی تحقیق

رویت کے معنی دیکھنا ہے اور یہ لفظ رویت قلبی یعنی علم کے معنی میں بھی آتا ہے‘ اس لیے کیا آپ نے نہیں دیکھا‘ اس کا معنی ہے: کیا آپ نے نہیں جانا؟ یہ جملہ ان چیزوں کے لیے کہا جاتا ہے جو پہلے مذکور ہوں اور جن کا پہلے علم ہو‘ اور ان کا

Marfat.com

استعمال ان چیزوں کو یاد دلانے‘ ان کو مقرر اور ثابت کرنے اور ان پر تعجب میں ڈالنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اس کے بغیر بھی اس جملہ کو استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ کسی چیز کی خبر دینے اور اس خبر پر تعجب میں ڈالنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اس کو مجازاً استعمال کرتے ہیں اور جس نے کسی چیز کو نہیں دیکھا ہوا ہوتا اس کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جس نے اس چیز کو دیکھا ہوا ہوتا ہے تاکہ مخاطب اس پر متنبہ ہو کہ یہ چیز اس پر مخفی نہیں ہونی چاہیے تھی اور اس کو اس پر تعجب ہونا چاہیے تھا یا یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ یہ چیز شہرت کے اس درجہ میں ہے کہ کسی پر مخفی نہیں ہے حتیٰ کہ مخاطب پر بھی مخفی نہیں ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کے بعد جو واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے اس پر غور و فکر کیا جائے اور اس سے عبرت حاصل کی جائے‘ اور اس واقعہ میں لائق غور یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لوگوں پر موت طاری کرنے کے بعد ان کو زندہ کر دیا اور جو اس دنیا میں موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وہ قیامت کے دن بھی مردوں کے زندہ کرنے پر قادر ہے اور عبرت کا تعلق اس چیز سے ہے کہ طاعون سے ڈر کر شہر چھوڑ کر بھاگنا اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے‘ سو طاعون سے گھبرا کر شہر نہیں چھوڑنا چاہیے‘ اس میں تقدیر پر ایمان رکھنے کے علاوہ یہ حکمت ہے کہ طاعون زدہ علاقہ کے لوگ جب دوسرے علاقوں میں جائیں گے تو طاعون کے جراثیم اپنے ساتھ لے جائیں گے اور دوسرے علاقوں میں بھی طاعون پھیل جائے گا‘ طاعون زدہ علاقہ میں جانا بھی نہیں چاہیے‘ شام کے علاقہ عمواس میں طاعون پھیلا ہوا تھا‘ حضرت عمر وہاں نہیں گئے اور فرمایا: ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت داخل ہو اور اگر تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

طاعون کی مفصل بحث ہم البقرہ: ۵۹ میں کر چکے ہیں‘ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقدیر پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور موت سے نہیں بھاگنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ (البقرہ: ۲۴۴)

جہاد کی تحریک

اس سے پہلی آیت میں طاعون سے بھاگنے والوں کا جو قصہ بیان کیا گیا وہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لیے تھا کیونکہ موت سے کسی کو مفر نہیں تو کیوں نہ موت کو شہادت کی صورت میں گلے لگایا جائے۔ پہلے فرمایا تھا: ان لوگوں کے واقعہ میں غور و فکر کرو اور اب فرمایا ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرو‘ اس سورت میں دین اسلام کے بنیادی احکام بیان کیے گئے ہیں اور نماز‘ روزہ‘ حج اور جہاد کا بار بار عجیب و غریب پیرایوں سے ذکر کیا گیا ہے‘ اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مسلمانوں کو معاشرتی مصروفیات اور کاروبار حیات میں مشغولیت کی وجہ سے جہاد سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ تو اللہ اس کو بڑھا کر اس کے لیے کئی گناہ کر دے۔

(البقرہ: ۲۴۵)

اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کا بیان

کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اس لیے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کو مجازاً قرض فرمایا ہے یا اللہ کے بندوں کو قرض

Marfat.com

دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح مقروض' قرض خواہ کو قرض واپس کر دیتا ہے' اسی طرح تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

اس سے پہلی آیت میں جہاد کا حکم دیا تھا اور جہاد مال کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاد کے لیے سواریاں' آلات حرب اور خوراک اور رسد کو مال کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا' اس لیے اس آیت میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے' اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرنے کو اللہ کو قرض دینے کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اور اس میں بتایا ہے کہ یہ مال ضائع نہیں ہو گا بلکہ آخرت میں کئی گنا اجر و ثواب کے ساتھ تمہیں مل جائے گا' دنیا میں لوگ زیادہ سے زیادہ دگنے چوگنے سود پر قرض دے دیتے ہیں' اللہ تمہیں اس مال کا اجر دس گنا' ستر گنا' سات سو گنا' چودہ سو گنا اور اس سے بھی زائد عطا فرمائے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی کسی محبت اور تعلق کی وجہ سے قرض دیتا ہے تو اللہ سے زیادہ اور کون محبت کا مستحق ہے' سو اگر تم محبت کی بناء پر مال خرچ کرتے ہو تو اللہ سے اور اللہ کے دین کی سربلندی سے زیادہ اور کوئی محبت کا محل نہیں ہے اور اگر فائدہ اور بڑھوتری کے لیے مال خرچ کرتے ہو تو اس سے زیادہ اور کوئی فائدہ کی صورت نہیں ہے' اور اس قرض کو قرض حسن فرمایا یعنی یہ قرض اخلاص نیت اور پاکیزہ مال کے ساتھ دیا جائے' لوگ جو آپس میں قرض کا لین دین کرتے ہیں وہ برابر برابر ہونا چاہیے' اگر قرض دینے والا یہ شرط لگائے کہ وہ اصل رقم سے ایک معین رقم زائد لے گا تو یہ سود ہے اور اگر مقروض بغیر کسی پیشگی شرط کے قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد ادا کر دے تو یہ قرض حسن ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جب کسی سے قرض لیتے تو اس کو اصل سے زائد ادا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: لوگوں میں اچھا شخص وہ ہے جو قرض کو اچھی طرح ادا کرے' اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن یعنی اچھا قرض دے اور چونکہ انسان فطرتاً بخیل ہے' اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس قرض کا اجر کئی گنا زائد بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا' نیز فرمایا: اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے' یہ اس لیے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے تم تنگی میں مبتلا ہو جاؤ گے' کیونکہ اس سے تنگی نہیں ہوتی' تنگی اور کشادگی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

قبض اور بسط کا معنی

اللہ تعالیٰ اپنی جبروتیت سے موحدین کی ارواح کو نور ازلی میں قبض کر لیتا ہے' اور عارفین کے اسرار کو مشاہدہ ذات میں بسط کر دیتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ قبض اللہ کا سر ہے اور بسط اس کا کشف ہے' ایک قول یہ ہے کہ مریدین کے لیے قبض ہے اور مرادین کے لیے بسط ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مشتاقین کے لیے قبض ہے اور عارفین کے لیے بسط ہے اور مشہور یہ ہے کہ قبض اور بسط بندہ کی ترقی کی دو حالتیں ہیں' جب عارف پر خوف کا غلبہ ہو تو یہ قبض کی حالت ہے اور جب اس پر رجاء کا غلبہ ہو تو یہ بسط کی حالت ہے اور جب اس کے قلب پر واردات غیبیہ ہوں تو آثار جلال کو قبض اور آثار جمال کو بسط کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام سعید بن منصور' امام ابن سعد' امام بزار' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام حکیم ترمذی' امام طبرانی اور امام بیہقی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ تو اللہ اس کو بڑھا کر اس کے لیے کئی گناہ کر دے' تو حضرت ابو الدحداح انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! کیا واقعی اللہ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ابو الدحداح! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیں' آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا' انہوں نے کہا: میں

Marfat.com

نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا اور ان کے باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے' ام الدحداح اور ان کے بچے اس باغ میں تھے' ابو الدداح وہاں گئے اور ام الدحداح کو آواز دے کر کہا: اے ام الدحداح! یہاں سے نکلو' میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔

امام ابوالشیخ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ایک فرشتہ یہ کہتا رہتا ہے کہ وہ کون ہے جو آج اللہ کو قرض حسن دے اور کل اس کی جزا لے لے اور ایک اور دروازہ پر فرشتہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس خرچ کا بدل عطا فرما اور بخیل کے مال کو ضائع کر دے' اور ایک دروازہ پر فرشتہ یہ کہتا ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف بڑھو' وہ قلیل مال جو کافی ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو غافل کرنے والا ہو' اور ایک اور دروازہ پر فرشتہ یہ کہتا ہے کہ اے بنو آدم! موت کے لیے جھگڑے پالو اور ویران ہونے کے لیے مکان بناؤ۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے خزانے کو میرے پاس امانت رکھو' نہ جلے گا' نہ ڈوبے گا' نہ چوری ہوگا اور تمہاری ضرورت کے وقت میں تم کو دے دوں گا۔ (الدرالمنثور ج ا ص ۳۶۳۔ ۳۶۲' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

کیا آپ نے موسیٰ (کی وفات) کے بعد بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو نہیں دیکھا!

اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

جب انہوں نے (اپنے) نبی سے کہا: ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیں تو ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے'

قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ

(نبی نے) کہا: اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو شاید تم قتال نہیں کرو گے'

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں

مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا

اور اہل و عیال سے نکال دیا گیا ہے' پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی

اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ

سب نے روگردانی کی' اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے ○ اور ان کے نبی نے ان سے کہا:

Marfat.com

نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر فرما دیا ہے' انہوں نے کہا:

اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ

اس کی بادشاہی ہم پر کیسے ہو گی' حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں

وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ

اور اس کو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی' (ان کے) نبی نے کہا: بے شک اللہ نے اس کو تمہارے لیے

عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ

منتخب فرما لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے' اور اللہ جسے چاہے

مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (۲۴۷)

اپنا ملک عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا' بہت علم والا ہے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے جہاد کی طرف متوجہ کرنے کے اسرار

اس سے پہلی آیتوں میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کرنے کے لیے پچھلی امتوں میں سے ان لوگوں کے احوال کو بیان فرمایا تھا جو موت سے ڈر کر بھاگے' پھر بھی ان کو موت نے آ لیا تاکہ مسلمان یہ غور کریں کہ جب موت سے مفر نہیں ہے تو کیوں نہ شہادت کے آئینہ میں موت کا استقبال کیا جائے اور ان آیتوں میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو جو جہاد کا مکلف کیا ہے وہ ان پر کوئی پہلا یا نیا حکم نہیں ہے' ان سے پہلے بھی بنو اسرائیل کو جہاد کا مکلف کیا گیا تھا' اور جب کسی حکم کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کسی ایک جماعت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں ہر امت کو اس حکم کا مکلف کیا جاتا رہا ہے تو اس حکم کا بار مشقت کم ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے زمانہ کے بنو اسرائیل اللہ کے حکم کی اطاعت اور آپ کی نبوت پر ایمان لانے میں فضول ضد' بحث اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ضد اور کج بحثی سے ملال ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں اور آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک نبی کے زمانے میں بنو اسرائیل کی ضد اور ہٹ دھرمی کی طرف متوجہ فرمایا کہ یہ ضد اور ہٹ دھرمی ہمیشہ سے بنو اسرائیل کا وتیرہ رہا ہے اور یہ ان کے عمل کا ایک تسلسل ہے جو آپ کے زمانہ کے بنو اسرائیل میں بھی پایا جاتا ہے۔

بنو اسرائیل کی اس جماعت کے نبی آیا شمویل تھے یا شمعون؟

اس آیت میں جس نبی کا ذکر کیا گیا ہے اس کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے' وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ وہ نبی شمویل

Marfat.com

تھے۔ سدی نے کہا: اس نبی کا نام شمعون ہے۔ معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون تھے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنواسرائیل میں حضرت یوشع بن نون خلیفہ ہوئے اور انہوں نے تورات کے احکام کو نافذ کیا۔ ان کے بعد حضرت کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے' انہوں نے بھی تورات کے احکام کو نافذ کیا' ان کی وفات کے بعد حضرت حزقیل بن یوزی خلیفہ ہوئے' ان کی وفات کے بعد بنواسرائیل میں کئی حوادث ہوئے اور انہوں نے تورات کے احکام کو فراموش کر کے بت پرستی شروع کر دی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں الیاس بن نسی فنحاص بن العیزار بن ہارون بن عمران کو مبعوث کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو تورات کے احکام کی تجدید کے لیے فرمایا تھا' حضرت الیاس کے ساتھ بنواسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جس کا نام احاب تھا' اس وقت تمام بنواسرائیل بت پرستی کرتے تھے اور حضرت الیاس ان کو اللہ وحدہٗ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے' حضرت الیاس کی دعوت کو بنواسرائیل مسترد کر دیتے تھے' صرف ایک بادشاہ ان کی دعوت سنتا تھا اور وہ بھی بت پرستی میں مشغول ہو گیا' پھر ان کے بعد حضرت الیسع خلیفہ ہوئے' وہ بھی کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے' پھر یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے' ان کے پاس ایک تابوت تھا جو آباء واجداد سے ان کے پاس چلا آتا تھا' اس میں سکینہ اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے بقیہ تبرکات تھے' ان کا جب بھی کسی دشمن سے مقابلہ ہوتا وہ اس تابوت کو آگے کر دیتے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں پر فتح عطا فرماتا' پھر ان میں ایک بادشاہ ہوا جس کا نام ایلاء تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایلیا کے پہاڑ میں برکت رکھی تھی' اس طرف سے ان پر دشمن حملہ نہیں کرتا تھا اور جب ان کی برائیاں حد سے بڑھ گئیں تو وہ تابوت ان کے ہاتھ سے جاتا رہا' وہ بادشاہ مارا گیا اور انہوں نے اپنے دشمن سے شکست فاش کھائی' اس وقت میں حضرت شمویل نبی تھے اور یہی وہ نبی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ذکر کیا ہے کہ اے نبی! کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنواسرائیل کے ایک گروہ کو نہیں دیکھا' جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دے تو ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (نبی نے) کہا: اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو شاید تم قتال نہیں کرو گے' انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اہل وعیال سے نکال دیا گیا ہے' پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی سب نے روگردانی کی اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ امام ابن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ جب بنواسرائیل پر مصیبتیں نازل ہوئیں اور انہیں ان کے شہروں سے نکال دیا گیا تو انہوں نے اپنے نبی حضرت شمویل بن بالی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں' ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے' اور بنواسرائیل کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ بادشاہ دنیاوی امور کا انتظام کرتا تھا اور نبی اللہ کی طرف سے احکام بیان کرتا تھا اور دین میں رہنمائی کرتا تھا' جب وہ دونوں کی اطاعت کرتے تو ان کے حالات درست رہتے اور جب بادشاہ سے سرکشی کرتے اور انبیاء کی اطاعت نہ کرتے تو ان کے حالات خراب ہو جاتے' ان پر اسی طرح لگاتار مصیبتیں آتی رہیں' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں' ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے' نبی نے ان سے کہا: تم نے کبھی وعدہ پورا نہیں کیا اور نہ جہاد سے تمہیں کوئی رغبت ہے' انہوں نے کہا: ہم کیسے جہاد سے بھاگیں گے حالانکہ ہمیں ہمارے شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں دوسری روایت یہ بیان کی ہے:

Marfat.com

سدی نے بیان کیا ہے کہ بنو اسرائیل عمالقہ سے جنگ کرتے رہتے تھے اور عمالقہ کا بادشاہ جالوت تھا' عمالقہ نے بنواسرائیل کو شکست دی اوران پر جزیہ مقرر کر دیا اوران کی تورات چھین لی' بنواسرائیل اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ ان میں کوئی نبی مبعوث فرمائے جس کے ساتھ مل کر وہ عمالقہ سے اپنی شکست کا بدلہ لیں' نبوت کے خاندان کے سب لوگ فوت ہو چکے تھے' ان میں سے صرف ایک حاملہ عورت باقی بچی تھی' بنواسرائیل نے اس عورت کو قید کر لیا' اس نے اللہ سے دعا کی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو' سو اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس عورت نے اس کا نام شمعون تھا' جب وہ بڑا ہوا تو اس کو بیت المقدس میں تورات کی تعلیم کے لیے بھیجا' ایک شیخ نے اس کی تربیت کی' جب وہ بالغ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مقام نبوت پر فائز کیا۔ حضرت جبریل نے ان سے کہا: آپ اپنی قوم کے پاس جائیں اور ان کو اللہ کا پیغام سنائیں' جب وہ قوم کے پاس پہنچے تو قوم نے ان کو جھٹلایا اور کہا: تم بہت جلدی نبی بن گئے' اور کہا: اگر تم سچے ہو تو ایک بادشاہ مقرر کرو' ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے اور یہ تمہاری نبوت کی دلیل ہو گی' حضرت شمعون نے کہا: جب تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو شاید تم قتال نہ کرو۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۳۷۵۔ ۳۷۲' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی سب نے روگردانی کی۔ (البقرہ: ۲۴۶)

یہود کو سرزنش

جب ان پر ان کے دشمنوں سے قتال اور اللہ کی راہ میں جہاد فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی سب قتال سے پیٹھ موڑ کر بھاگ گئے' اور انہوں نے اپنے نبی سے جہاد کی فرضیت کا جو سوال کیا تھا اس کو ضائع کر دیا اور جن چند لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے طالوت کے ساتھ دریا کو عبور کر لیا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اصحاب جو آپ کے ساتھ بدر میں تھے ان کی تعداد طالوت کے اصحاب کے برابر تھی' جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو عبور کر لیا تھا' اور وہ تین سو دس اور کچھ تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے O (البقرہ: ۲۴۶)

ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا' اور اس میں ان یہود پر زجر و توبیخ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت موجود تھے' کیونکہ وہ اس رسول کی بعثت کے منتظر تھے' انہوں نے تورات کی وساطت سے اس نبی کی اطاعت کا عہد کیا تھا' یہ اس نبی کے توسل سے فتح کی دعائیں کیا کرتے تھے اور جب یہ نبی مبعوث ہو گئے تو انہوں نے سارے عہد و میثاق پس پشت ڈال دیئے اور صاف اور صریح علامتیں پائی جانے کے باوجود اس نبی کو نہیں مانا اور اس نبی کا کفر کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر فرما دیا ہے' انہوں نے کہا: اس کی بادشاہی ہم پر کیسے ہو گی؟ حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اس کو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ (البقرہ: ۲۴۷)

طالوت کا بیان

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

جب بنی اسرائیل کی جماعت نے حضرت شمویل سے بادشاہ کا مطالبہ کیا تو حضرت شمویل نے اللہ سے دعا کی کہ وہ ایک بادشاہ کو بھیج دے' اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تمہارے گھر باورچی خانہ میں جو تیل پڑا ہوا ہے اسے دیکھتے رہو' جب کسی شخص کے آنے کی وجہ سے وہ تیل جوش مارنے لگے تو وہی بنو اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ حضرت شمویل باورچی خانہ میں رکھے ہوئے تیل کو دیکھنے لگے کہ کب کوئی شخص آتا ہے اور اس میں جوش آتا ہے۔ طالوت' بنیامین بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے' ان کی نسل میں نبوت رہی تھی نہ بادشاہت' وہ چمڑے کا کام کرتے تھے' ایک دن طالوت اپنے غلام کے ساتھ اپنے گم شدہ جانور کو ڈھونڈنے نکلے' جب وہ حضرت شمویل کے گھر کے پاس سے گزرے تو غلام نے کہا: اس نبی کے گھر چلیں شاید یہ ہمارے گم شدہ جانور کے متعلق کچھ بتائیں' جب طالوت حضرت شمویل سے بات کر رہے تھے تو اچانک مطبخ میں رکھا ہوا تیل جوش مارنے لگا' حضرت شمویل نے ان کو قریب بلایا اور ان کے سر پر وہ تیل لگایا اور کہا: تم بنو اسرائیل کے بادشاہ ہو' اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم کو ان کا بادشاہ بناؤں' طالوت نے کہا: آپ کو علم ہے کہ میں بنو اسرائیل کے نچلے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! کہا: آپ کو علم ہے کہ میرا قبیلہ اور میرا گھر سب سے پست اور نچلے درجہ کا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر بنو اسرائیل کو بتایا کہ طالوت ان کا بادشاہ ہے' انہوں نے اعتراض کیا کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اس کے پاس زیادہ مال بھی نہیں ہے' فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے منتخب کرلیا ہے اور اس کو تم سے زیادہ علم اور جسم عطا فرمایا ہے' بنو اسرائیل کی تسلی کے لیے حضرت شمویل نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عصا دیا اور کہا: تمہارے بادشاہ کا قد اس کے برابر ہوگا اور جب طالوت کو اس عصا کے ساتھ ناپا تو وہ ان کے قد کے برابر تھا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۷۹۔ ۳۷۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

طالوت کا نام سریانی زبان میں شاول بن قیس بن امال بن ضرار بن یحرب بن افیح بن اس بن بنیامین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام شارک تھا' ان کو ان کے بہت لمبے قد کی وجہ سے طالوت کہا گیا ہے' یہ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں ذکر فرمایا ہے' جنہوں نے جالوت کو قتل کیا اور ان کی بیٹی سے حضرت داؤد علیہ السلام نے نکاح کیا۔ کعب احبار نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنایا' وہ پہلے گدھوں کو چراتے تھے' وہ فقیر تھے اور بالکل کنگال تھے' ان کے دو گدھے گم ہو گئے' وہ ان کی تلاش میں نکلے' تلاش میں بہت دیر ہوگئی اور ان کو سخت بھوک لگی' حضرت شمویل کے گھر سے مساکین کھانا کھاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے حضرت شمویل کی طرف وحی کی: میں تمہارے پاس اس شخص کو بھیج رہا ہوں جو گدھا ڈھونڈنے نکلا ہے' وہی بنو اسرائیل کا بادشاہ ہوگا' جب وہ تمہارے پاس آئے تو ایک سرکنڈے سے اس کی پیائش کرنا' پھر وہ سرکنڈا بنو اسرائیل کو دے دینا کہ جس شخص کا قد اس سرکنڈے کے برابر ہوگا وہی تمہارا بادشاہ ہوگا' اس سرکنڈے کی لمبائی آٹھ ذراع (بارہ فٹ) تھی' حضرت شمویل نے وہ سرکنڈا بنو اسرائیل کو دیا کہ اس کے برابر قد کے شخص کو تلاش کرو' انہوں نے بہت تلاش کیا مگر ان کو بنو اسرائیل میں اتنا لمبا شخص کوئی نہیں ملا' حضرت شمویل نے ان کو بتایا: وہ شخص طالوت ہے جو گدھے چراتا ہے' انہوں نے اس کی پیائش کی تو طالوت کا قد اس سرکنڈے کے برابر تھا' انہوں نے پوچھا: تم کس کی سبط (اولاد) ہو؟ طالوت نے کہا: میں سبط بنیامین سے ہوں تو وہ اس سے متنفر ہوئے اور اس کو ناپسند کیا' نیز طالوت کنگال اور مقروض تھا' بنو اسرائیل نے کہا: جو شخص کنگال اور مقروض ہو وہ ہمارا بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس کے بادشاہ ہونے کی کیا علامت ہے؟ حضرت شمویل نے کہا: اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے پاس تمہارا گم شدہ تابوت آئے گا' بنو اسرائیل نے کہا: اگر یہ ہمارا تابوت واپس کردے تو ہم اس کی بادشاہت پر راضی ہو جائیں گے' وہ تابوت ان کے دشمن جالوت نے چھین لیا تھا' اس نے وہ

Marfat.com

تابوت اپنے بت خانہ میں رکھا تو سارے بت اوندھے ہو کر گر پڑے اور سب سے بڑا بت اس تابوت کے سامنے سجدہ میں گر پڑا' عمالقہ یہ منظر دیکھ کر غضب ناک ہوئے اور اس تابوت کو بول و براز کی جگہ ڈال دیا' اس اہانت کی پاداش میں رات کو چوہے ان کا پیٹ کاٹ کر ان کے مبرز سے نکل جاتے' اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان پر یہ مصیبت اس تابوت کی وجہ سے آئی ہے' پھر انہوں نے دو بیلوں کے جوئے پر یہ تابوت رکھ کر انہیں ہانک دیا اور فرشتے اس تابوت کو اٹھا کر طالوت کے پاس لے آئے۔

حضرت ابن عباس نے بیان کیا: اس تابوت میں تورات کی الواح کے ٹکڑے تھے' حضرت موسیٰ کا عصا تھا اور حضرت ہارون کا عمامہ تھا اور ان کی قبا (اچکن) تھی' اور سبز زمرد سے بنا ہوا بلی کا سر تھا' سکینہ سے یہی مراد ہے' جب لڑائی ہوتی تو بنو اسرائیل اس تابوت کو آگے رکھتے' بلی کے اس سر سے چیخ نکلتی اور زناٹے دار ہوا چلتی اور تابوت فضا میں بلند ہو جاتا اور اس سے دو زبانیں باہر نکلتیں' ایک میں نور ہوتا اور ایک میں ظلمت' مسلمانوں پر نور پھیل جاتا اور کفار پر ظلمت چھا جاتی' پھر بنو اسرائیل کو جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ (مختصر تاریخ دمشق' ج ۱۱ ص ۱۶۶۔ ۱۶۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اس بادشاہ کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ

آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ (سکون آور چیز) ہے اور آل موسیٰ

وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی باقی ماندہ کچھ چیزیں ہیں اس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے' اگر تم مومن ہو تو بے شک

ع ٣٢ / ١٦

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾

اس میں ضرور تمہارے لیے ایک عظیم نشانی ہے O

بنو اسرائیل کے تابوت کی تحقیق

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن السائب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ یہ صندوق شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا' اور اس پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے' یہ تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا' اس تابوت کی عظمت بنو اسرائیل کے نزدیک مشہور و معروف تھی' وہ اس کو گم کر چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس کے مندرجات کو مبہم رکھا ہے اور اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ اس صندوق میں کیا تھا' اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے' ہم اس صندوق کے متعلق اس چیز کو اختصار سے بیان کریں گے جس کو مفسرین اور مورخین نے بیان کیا ہے' مورخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام پر اتارا گیا تھا' اس میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے گھروں کی تصویریں تھیں' اور آخری گھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا' حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ تابوت حضرت شیث علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا' پھر حضرت اسماعیل

Marfat.com

علیہ السلام کے پاس رہا' پھر ان کے بیٹے قیدار کے پاس' پھر ان سے ان کے عم زاد اولاد اسحاق نے اس میں تنازع کیا' اور یہ کہا: اس نور کے سواتم سے نبوت لے لی گئی ہے' انہوں نے تابوت نہ دیا' اور ایک دن اس کو کھولنے کی کوشش کی تو ان سے نہیں کھلا' پھر آسمان سے ایک منادی نے ان کو ندا کی کہ نبی کے سوا اس کو کوئی نہیں کھول سکتا' تم یہ اپنے عم زاد یعقوب کو دے دو' سو انہوں نے اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر اپنے عم زاد حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دیا' پھر یہ تابوت بنواسرائیل میں منتقل ہوتا رہا' یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا' انہوں نے اس میں تورات کو رکھا اور اپنی بعض دوسری چیزیں رکھیں' پھر یہ بنواسرائیل کے انبیاء میں منتقل ہوتا ہوا حضرت شمویل تک پہنچا۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۵۸۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سکینہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

سکینہ کا معنی ثبات' امن اور سکون ہے' قرآن مجید میں ہے: ''ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

(التوبہ: ۲۶) پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر سکون اور اطمینان نازل کیا''۔

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے سکینہ کے متعدد معانی منقول ہیں: زناٹے دار ہوا' پروں اور دم والی کوئی چیز' سونے کا طشت' زمرد یا یاقوت کی تصویر جس کا سر اور دم بلی کی ہو' وہ بشارات جو اللہ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر نازل کیں' طالوت کی فتح کی بشارت' وہ جانی پہچانی آیات جن سے سکون حاصل ہو' رحمت اور وقار وغیرہ۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سکینہ انسان کے چہرہ کی طرح ایک چہرہ ہے یا پھر یہ زناٹے دار ہوا ہے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ سکینہ کے دو پر اور ایک دم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سکینہ سونے کا ایک جنتی طشت ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔

ربیع نے کہا: سکینہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے۔ قتادہ نے کہا: سکینہ وقار ہے' سب سے اولیٰ تفسیر وہ ہے جس کو عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ سکینہ وہ معروف علامتیں ہیں جن سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۳۸۷۔ ۳۸۵' ملخصاً' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سکینہ کا معنی طمانیت ہے اور جب کہ بنواسرائیل کو تابوت کے آنے سے طمانیت حاصل ہوئی تو تابوت کو سکینہ کے لیے مجازاً ظرف قرار دیا گیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سورۂ کہف پڑھ رہا تھا' اور اس کا گھوڑا دو لمبی رسیوں سے بندھا ہوا تھا' اس شخص کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا' وہ بادل چکر لگاتا ہوا قریب ہو رہا تھا اور اس کا گھوڑا اس سے ڈر کر متوحش ہو رہا تھا' جب صبح ہوئی تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ سکینہ تھا جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سکینہ کے کئی معنی ہیں اور مختار یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی چیز ہے جس میں طمانیت اور رحمت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں۔

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک رات حضرت اسید بن حضیر اپنے اصطبل میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے' ناگاہ ان کا گھوڑا اچھلنے لگا اور حضرت اسید کو یہ خوف ہوا کہ کہیں وہ ان کے بچے یحییٰ کو کچل نہ دے' میں (حضرت اسید کہتے ہیں) اس کی

Marfat.com

طرف کھڑا ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر فضا میں چراغوں کی مثل سائبان ہے۔ صبح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو عرض کیا' آپ نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سن رہے تھے' اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح سب لوگ ان کو دیکھ لیتے اور وہ کسی پر مخفی نہ رہتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حضرت براء کی حدیث میں سکینہ سے تعبیر کیا اور حضرت اسید کی حدیث میں اس کو فرشتوں سے تعبیر فرمایا' آپ نے فرشتوں کو سکینہ اس لیے فرمایا کہ ان کا ایمان غایت طمانیت میں ہوتا ہے' وہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی کبھی معصیت نہیں کرتے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جائے' اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جو جماعت اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرتی ہے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے' انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں اللہ کے گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والوں اور اس کے درس کی تکرار کرنے والوں پر نزول سکینہ کا بیان ہے کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے معانی میں تدبر اور تفکر کرتا ہے اس کو طمانیت اور انشراح قلب حاصل ہوتا ہے۔

آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات کا بیان

بنو اسرائیل کے تابوت میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات تھے' ان کی تعیین میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان باقی متروکہ چیزوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور الواح تورات کے ٹکڑے تھے۔ ابو صالح نے بیان کیا: اس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا عصا' تورات کی دو تختیاں اور من رکھے ہوئے تھے۔

عطیہ بن سعد نے بیان کیا: اس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی لاٹھیاں' ان کے کپڑے اور الواح تورات کے ٹکڑے تھے اور بعض نے کہا: اس میں ان کی لاٹھیاں اور نعلین تھیں

ابن زید نے بیان کیا کہ دن کے وقت فرشتے تابوت کو لے کر آئے اور بنو اسرائیل ان کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے' سدی نے کہا ہے کہ فرشتوں نے وہ تابوت طالوت کے گھر کے سامنے لا کر رکھ دیا' تب بنو اسرائیل حضرت شمعون (یا حضرت شمویل) کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت پر ایمان لے آئے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۸۹۔ ۳۸۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ اس تابوت کو حضرت موسیٰ نے حضرت یوشع کے پاس میدان تیہ میں چھوڑا تھا' وہ وہیں پر رکھا رہا اور بنو اسرائیل اس پر مطلع نہ ہو سکے حتیٰ کہ فرشتوں نے اس کو اٹھا کر طالوت کے گھر میں رکھ دیا' پھر وہ طالوت کی بادشاہت پر ایمان لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اس تابوت کو بھجوایا تاکہ اس نشانی کی عظمت پر لوگ متنبہ ہوں' کیونکہ فرشتے بڑے بڑے

Marfat.com

کاموں کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت عظیم قوت عطا کی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ کی کتابوں کو اللہ کے پاس سے لاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام پر نازل کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کے نافرمانوں پر مدائن کی سرزمین الٹ دی تھی' وہ روحوں کو قبض کرتے ہیں اور عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں' ایسی قوت والے فرشتے جس تابوت کو اٹھا کر لائیں گے وہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نشانی ہوگی!

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ بنو اسرائیل نے اپنے نبی سے پوچھا کہ تابوت کس وقت آئے گا؟ انہوں نے فرمایا: صبح کو وہ تمام رات نہ سوئے حتیٰ کہ صبح انہوں نے آسمانوں اور زمین کے درمیان فرشتوں کے چلنے کی آواز سنی۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۵۸۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا' اس میں ان کی اولاد میں سے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں۔ یہ اولاد آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا' پھر بنو اسرائیل کے پاس رہا' ان کا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو وہ اس تابوت کو حکم بناتے اور جب دشمنوں سے جنگ ہوتی تو اس تابوت کو اپنے آگے رکھتے اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح کی دعا کرتے' اور فرشتے اس تابوت کو ان کے لشکر کے اوپر اٹھا لیتے' وہ لشکر سے لڑتے رہتے اور جب اس تابوت سے ایک چیخ کی آواز آتی تو ان کو فتح اور نصرت کا یقین ہو جاتا' جب بنو اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا تو اللہ نے ان کے دشمن عمالقہ کو ان پر مسلط کر دیا' عمالقہ نے ان کو شکست دے دی' اور ان سے تابوت چھین کر لے گئے' پھر جن کافروں نے ان سے تابوت چھینا تھا انہوں نے اس تابوت کو گندگی اور بول و براز کی جگہ ڈال دیا' اس وقت کے نبی نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی تو اللہ نے ان کافروں کو ایک بلاء میں مبتلا کر دیا' جو شخص بھی اس تابوت کے پاس گندگی ڈالتا اللہ تعالیٰ اس کو بواسیر میں مبتلا کر دیتا' تب ان کافروں نے یہ جانا کہ ان پر یہ مصیبت اس تابوت کی بے حرمتی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے' انہوں نے دو بیلوں کے جوئے پر اس تابوت کو رکھ کر ہانک دیا' وہ بیل چلتے رہے' اللہ تعالیٰ نے چار فرشتے ان بیلوں کے ساتھ محافظ کر دیئے حتیٰ کہ وہ فرشتے اس تابوت کو طالوت کے پاس لے آئے اور تب بنو اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت کا یقین ہو گیا۔

قفال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس تابوت کی اضافت حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی آل کی طرف کی گئی ہے' حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے دور کے صدیوں بعد عہد طالوت تک یہ بنو اسرائیل کی تحویل میں رہا ہے اور تورات میں جو چیزیں تھیں ان کے وارث حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متبع علماء تھے' اس لیے یہاں پر آل متبعین کے معنی میں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ'' (الغافر: ۴۶)۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۹۱۔ ۲۸۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

دیگر انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے استفادہ اور حصول شفاء

قرآن مجید کی اس آیت اور امام رازی کی بیان کردہ تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی استعمال کی ہوئی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر برکت رکھی ہے' ان تبرکات (عصا' کپڑے اور نعلین) کے وسیلہ سے بنو اسرائیل نے فتح اور نصرت کی دعائیں کی' وہ فتح یاب ہوئے اور قوم عمالقہ نے ان تبرکات کی بے حرمتی کی تو وہ بواسیر ایسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس کی تائید سورۂ یوسف میں ہے' جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھی گئی

Marfat.com

تو ان کی بینائی لوٹ آئی:

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا‌ ۚ. (یوسف: ۹۳) میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

احادیث میں بھی انبیاء علیہم السلام کے تبرکات سے استفادہ اور استفاضہ کا بیان ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے' انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور گریبانوں پر ریشم کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے' حضرت اسماء نے کہا: یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا' اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے' ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے تھے اور اس جبہ سے ان کے لیے شفا طلب کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ اسرائیل نے تین انگلیاں سکیڑ کر اشارہ کیا کہ وہ چھوٹا پیالہ تھا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال تھا' اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی مرض لاحق ہو جاتا تو وہ حضرت ام المؤمنین کے پاس ایک تغار بھیجتا' سو میں نے گھنٹی کی شکل میں ایک نلکی دیکھی جس میں (آپ کے) سرخ رنگ کے موئے مبارک تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ جو شخص بیمار ہو جاتا وہ اپنا برتن حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجتا' وہ اس برتن میں ان مبارک بالوں کو رکھ دیتیں اور اس برتن میں ان بالوں کو بار بار دھوتیں' پھر برتن والا حصول شفاء کے لیے اس غسالہ (دھوون) کو پی لیتا یا اپنے بدن پر ملتا تو اس کو اس کی برکت حاصل ہوتی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۵۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

جعفر بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی' انہوں نے کہا: اس کو تلاش کرو' انہوں نے بار بار ڈھونڈا' وہ ٹوپی نہیں ملی' بالآخر وہ ٹوپی مل گئی' وہ بہت بوسیدہ ٹوپی تھی' حضرت خالد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور سر کے بال منڈوائے تو صحابہ ہر طرف سے آپ کے بال مبارک لینے کے لیے جھپٹ پڑے' میں نے بھی آپ کے چند بال لے لیے اور میں نے ان کو اس ٹوپی میں رکھ لیا' اس کے بعد میں جس جنگ میں بھی شریک ہوا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے اس جنگ میں فتح نصیب ہوتی تھی۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۴۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی کے حوالوں سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۴۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

خبیب بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں خبیب بن عدی کا ہونٹ کٹ کر لٹک گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگا کر اس کو جوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۹۸۔۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کی ایک آنکھ کا ڈھیلا نکل کر رخسار پر لٹک گیا' لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' آپ نے فرمایا: نہیں' پھر آپ نے ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے اس ڈھیلے کو اپنی جگہ پر رکھ کر دبایا' پھر قتادہ بن نعمان کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ کا ڈھیلا نکلا تھا۔

(مسند ابویعلیٰ موصلی ج ۲ ص ۴۱۶' مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی[1]' امام ابن اثیر[2]' حافظ ابن کثیر[3] اور حافظ ابونعیم[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بغوی اور امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ ان کی سب سے زیادہ صحیح آنکھ تھی۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ان کی آنکھ زخمی ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب دہن لگایا تو وہ ان کی سب سے بہتر آنکھ تھی۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح فرمائے گا' وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص سے محبت کرتا ہے' اس رات صحابہ یہ غور کرتے رہے کہ کل آپ کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں' صبح کو صحابہ آپ کے پاس گئے اور ہر ایک کو امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطا کریں گے' آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں' آپ نے فرمایا: انہیں بلاؤ' وہ بلائے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں کہ گویا کبھی ان میں درد ہی نہیں ہوا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۶۔۶۰۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت علی کو بلانے کے لیے بھیجا' اور فرمایا: آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے یا فرمایا: جس سے اللہ اور اس کا

---

[1] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۱۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

[2] امام ابوالحسن علی بن ابی المکرم المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

[3] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

[4] حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۸۴۔۴۸۳' مطبوعہ دار النفائس

Marfat.com

رسول محبت کرتے ہیں' حضرت علی کی آنکھیں دکھتی تھیں' میں ان کو سہارے سے پکڑ کر لایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا' حضرت علی نے اپنی تلوار سے مرحب کا سر اڑا دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح فرمایا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۵۲ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

عقیلی نے حبیب بن فدیک سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور انہیں کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ وہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگا ڈال لیتے تھے۔

جنگ احد کے دن کلثوم بن حصین کے سینہ میں زخم لگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔

جنگ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعاب دہن لگایا تو وہ جڑ گئی۔

کعب بن اشرف کے قتل کے معرکہ میں حضرت زید بن معاذ کی ٹانگ ٹوٹ گئی' آپ نے لعاب دہن لگایا تو وہ جڑ گئی۔

جنگ خندق کے دن حضرت علی بن الحکم کی پنڈلی ٹوٹ گئی' آپ نے لعاب دہن ڈالا تو وہ جڑ گئی۔

جنگ بدر کے دن ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء کا ہاتھ کاٹ دیا' آپ نے لعاب دہن لگا کر وہ ہاتھ جوڑ دیا۔

جنگ بدر کے دن حضرت حبیب بن یساف کے کندھے پر ضرب لگی' کندھا کٹ کر ایک طرف جھک گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھا جوڑ کر لعاب دہن لگایا' وہ جڑ گیا۔

قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ کے پاس اپنے بچہ کو لے کر آئی' وہ کسی بیماری کی وجہ سے بول نہیں سکتا تھا' آپ نے پانی منگایا' کلی کی اور ہاتھ دھوئے' پھر وہ غسالہ اس بچہ کو پلایا تو وہ بچہ صحیح ہوش وحواس سے باتیں کرنے لگا۔

آپ کے سامنے کھانا رکھا تھا' آپ وہ کھانا کھا رہے تھے' ایک لڑکی میں حیا بہت کم تھی' وہ کہنے لگی: آپ اپنے منہ سے نوالہ نکال کر مجھے دے دیں' آپ نے وہ نوالہ اس کو دے دیا' آپ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا تھا تو آپ منع نہیں فرماتے تھے' جب وہ نوالہ اس کے پیٹ میں پہنچا تو پورے مدینہ میں اس سے زیادہ باحیاء کوئی لڑکی نہیں تھی۔

(الشفاء ج ۱ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳ 'مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ

پھر جب طالوت اپنے لشکروں کو لے کر روانہ ہوا تو اس نے (اہل لشکر سے) کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک دریا کے ذریعہ

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ

آزمائش میں مبتلا کرے گا' سو جس نے اس سے (پانی) پی لیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہو گا' اور جس نے اس دریا

فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ

سے صرف ایک آدھ چلو کے علاوہ نہ پیا وہ میرے طریقہ پر ہو گا' تو چند لوگوں کے سوا

Marfat.com

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۙ

سب نے اس سے خوب پانی پیا' پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ ایمان والے اس دریا سے گزر گئے تو (پانی پینے والوں نے)

قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ

کہا: آج جالوت اور اس کے لشکریوں سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے' جن لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے

يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ ۙ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ

والے ہیں انہوں نے کہا: بہت دفعہ اللہ کے حکم سے قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں

فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا

پر غالب آ جاتی ہیں' اور اللہ (مدد کرنے کے لیے) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ اور جب وہ جالوت

لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ

اور اس کے لشکریوں کے سامنے صف آرا ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہم کو ثابت

أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ

قدم رکھ اور کافروں کی قوم کے خلاف ہماری مدد فرما ○ سو اللہ کے حکم سے انہوں نے ان (کافروں)

اللَّهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ

کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے انہیں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جن چیزوں کا چاہا

عَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ ۙ

انہیں علم عطا فرمایا' اور اگر اللہ بعض لوگوں (کے شر) کو بعض (نیک) لوگوں کے سبب سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین

لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ

تباہ ہو جاتی لیکن اللہ تمام جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے ○ یہ اللہ

آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت فرماتے ہیں' اور بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ○

Marfat.com

طالوت کی فتح اور جالوت کی شکست کا بیان

طالوت عمالقہ سے قتال کرنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس سے روانہ ہوئے' اس کی تفسیر میں حافظ جلال الدین سیوطی نے یہ حدیثیں بیان کی ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ اسی ہزار بنو اسرائیل طالوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے' اس زمانہ میں جالوت سب سے زیادہ طاقت ور شخص تھا اور اس کی بہت زیادہ ہیبت تھی' وہ اپنے لشکر میں سب سے آگے رہتا تھا اور ابھی اس کا لشکر اس تک نہیں پہنچ پاتا تھا کہ وہ دشمن کو شکست دے دیتا تھا' جب طالوت کا لشکر روانہ ہوا تو طالوت نے اہل لشکر سے کہا: عنقریب اللہ تمہیں ایک دریا کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرے گا' سو جس نے اس دریا سے (سیر ہو کر) پی لیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا' اور جس نے اس سے صرف ایک آدھ چلو کے علاوہ نہ پیا وہ میرے طریقہ پر ہو گا' چار ہزار کے سوا باقی سب نفوس نے جالوت کی ہیبت سے اس دریا سے پانی پی لیا اور ان چار ہزار افراد نے ہی اس دریا کو عبور کیا اور باقی ماندہ چھہتر ہزار لشکری دریا عبور نہ کر سکے' جن لوگوں نے دریا سے سیر ہو کر پانی پیا تھا وہ سخت پیاس میں مبتلا ہو گئے اور جنہوں نے چلو بھر کر پانی پیا تھا ان کو پیاس نہیں لگی' اور جب طالوت نے اور اس کے ساتھ مومنوں نے دریا عبور کر لیا اور انہوں نے جالوت کو دیکھا تو انہوں نے کہا: آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان میں سے بھی تین ہزار چھ سو اسی نفوس واپس ہو گئے اور طالوت اہل بدر کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ نفوس کے ساتھ باقی رہ گئے۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس دریا میں ان کو مبتلا کیا گیا تھا وہ فلسطین میں تھا۔ (الدر المنثور ج ا ص ۳۱۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طالوت کا لشکر ایک لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھا' تین سو تیرہ افراد کے سوا باقی سب نے اس دریا سے پانی پی لیا' اور یہ غزوۂ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ افراد تھے۔ طالوت نے ان سب کو واپس کر دیا اور ان کے ساتھ صرف تین سو تیرہ افراد رہ گئے' جب طالوت اور ان کے ساتھ مومنوں نے دریا کو عبور کر لیا تو انہوں نے طالوت سے کہا: آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' اور جو لوگ آخرت اور اللہ سے ملاقات پر یقین رکھتے تھے' انہوں نے کہا: کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے قلیل جماعت کثیر جماعت پر غالب آ جاتی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت کی دعا کی اور دعا وہ واحد ہتھیار ہے جو صرف مومنوں کے پاس ہے اور کافروں کے پاس نہیں ہے۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے طالوت کو ایک زرہ دی اور فرمایا: جس شخص کے جسم پر یہ زرہ پوری آ جائے گی وہ اللہ کے حکم سے جالوت کو قتل کر دے گا' اور طالوت کے منادی نے ندا کی: جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دوں گا اور اپنا آدھا ملک اور آدھا مال اس کو دے دوں گا (یہ زرہ حضرت داؤد پر پوری آئی تھی)' حضرت داؤد کا پورا نام و نسب یہ ہے:

داؤد بن ایشا بن حصرون بن فانص بن یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت داؤد نے اپنے توبرے میں ہاتھ ڈالا تو تین پتھر مل کر ایک پتھر بن گئے' حضرت داؤد نے اس پتھر کو نکال کر اپنی منجنیق میں ڈال دیا' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے بندے داؤد کی مدد کرو' جب حضرت داؤد نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہا تو جن و انس کو چھوڑ کر تمام فرشتوں اور حاملین عرش نے نعرۂ تکبیر بلند کیا' جب جالوت

Marfat.com

نے اللہ اکبر کی گونج دار آوازوں کو سنا تو اس نے یہ سمجھا کہ تمام دنیا نے مل کر اس پر حملہ کر دیا ہے' زور سے آندھی چلی اور ان پر اندھیرا چھا گیا' جالوت خود الٹ کر گر گیا' حضرت داؤد نے منجنیق میں پتھر ڈال کر اسے چھوڑا تو اس سے تین پتھر نکلے' ایک پتھر جالوت کی پیشانی پر لگ کر آر پار ہو گیا اور وہ مقتول ہو کر زمین پر جا گرا' دوسرا پتھر لشکر جالوت کے میمنہ پر جا کر گرا اور ان کو تباہ کر دیا' تیسرا پتھر ان کے میسرہ پر گرا اور ان کو یوں لگا جیسے ان پر پہاڑ آ گرا ہو' وہ سب گھبرا کر پیٹھ موڑ کر بھاگے اور ایک دوسرے کے پاؤں تلے روندے گئے اور کچلے گئے' طالوت بنو اسرائیل میں کامیاب اور کامران ہو کر لوٹے' اللہ نے ان کو ان کے دشمنوں پر فتح اور نصرت عطا فرمائی' طالوت نے حسب وعدہ حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور ان کو نصف سلطنت اور نصف مال عطا کر دیا۔ اس کے بعد حافظ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس اور مکحول سے ایک طویل قصہ روایت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فتح کے بعد بنو اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام کو زیادہ پسند کرنے لگے اور وہ چاہتے تھے کہ پورا ملک ان ہی کو دے دیا جائے' طالوت کو اس سے حسد ہوا اور اس نے حضرت داؤد کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن طالوت کی بیٹی جو حضرت داؤد کی اہلیہ تھیں انہوں نے ان کو بروقت سازش سے آگاہ کر دیا' طالوت اور اس کے گھر والے مارے گئے اور تمام بنو اسرائیل حضرت داؤد کی زیر سلطنت آ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کو زبور عطا کی اور ان کو زرہ بنانے کا عمل سکھایا اور پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے حکم کے تابع کر دیا' جب حضرت داؤد تسبیح کرتے تو وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ طبری نے بیان کیا ہے کہ طالوت کی حکومت چالیس سال رہی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۷ 'ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ بعض لوگوں (کے شر) کو بعض (نیک) لوگوں کے سبب سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی۔ (البقرہ: ۲۵۱)

نیکوکاروں کی برکت سے گنہ گاروں سے عذاب کا دور ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جالوت اور اس کے لشکر کے فساد کو طالوت اور اس کے لشکر سے دور فرما دیا اور جالوت کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کرا دیا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عام قاعدہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ مفسدین کے شر کو مصلحین سے دور فرماتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ زمین تباہ ہو جاتی اور قیامت آ جاتی' اس آیت میں مفسدین اور مصلحین کے متعلق کئی تقریریں کی گئی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ظالم اور جابر حکمران کے جبر کو کسی نیک شخص کے سبب سے دور کر دیتا ہے جیسے فرعون کے جبر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جالوت کے جبر کو حضرت داؤد علیہ السلام سے دور کر دیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر کو انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اور تبلیغ سے دور فرما دیتا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ (ابراہیم: ۱)

یہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکالیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ علماء اور صالحین کے سبب سے لوگوں کو معاصی اور برائیوں سے دور کر دیتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (آل عمران: ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے' تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ

برائی کو اچھے طریقہ سے دور کرو۔

Marfat.com

(المؤمنون:۹۶)

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ . (القصص:۵۴) اور وہ بدی کو نیکی کے ذریعہ دور کرتے ہیں۔

اس مفہوم میں وہ حکام بھی داخل ہیں جو اللہ کے احکام کو نافذ کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو قائم کرتے ہیں:

(۴) اللہ تعالیٰ انبیاء' خلفاء' سلاطین اور حکام کے ذریعہ لوگوں سے قتل و غارت گری' لوٹ مار' اور فتنہ و فساد کو دور فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ (الحج:۴۰) اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور راہبوں کی عبادت گاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں گرا دی جاتیں جن میں اللہ کے نام کا بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔

امام (خلیفہ) یا سلطان یا حاکم کی حجت اور اس کی اطاعت پر حسب ذیل احادیث شاہد ہیں:

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سلطان کی عزت کی اللہ قیامت کے دن اس کو عزت عطا کرے گا' اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میرا حق ہے اور تم پر امراء کا بھی حق ہے' جب تک وہ تین چیزوں کو قائم رکھیں' جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو رحم کریں' جب وہ فیصلہ کریں تو عدل کریں اور جب وہ عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور جس نے یہ نہیں کیا اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو' ان کا فرض قبول نہ ہوگا نہ نفل' اس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں بعض راوی غیر معروف ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۶۔ ۲۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر امام کے مر گیا وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۱۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۵) اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے سبب سے کفار اور فساق پر ہونے والے عذاب کو دور کر دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو اس عذاب سے زمین تباہ ہو جاتی' اس کی تصدیق ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال:۳۳) اور اللہ (کے شایان شان) نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے در آں حالیکہ آپ ان میں موجود ہیں۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (الفتح:۲۵) اگر وہ ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ہم ان (مکہ والوں میں سے) کافروں کو دردناک عذاب دیتے ۝

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے گاؤں والوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار بنا دی حالانکہ ان لوگوں نے ان کی میزبانی اور ضیافت سے انکار کر دیا تھا' اور دیوار بنانے کی اجرت بھی نہیں لی' حضرت خضر نے اس کی وجہ بیان کی:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ اور رہی دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک

Marfat.com

نیک آدمی تھا۔ (الکہف: ۸۲)

اور اس کی تصدیق ان احادیث میں ہے' حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن عدی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے سوگھروں سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک نیک مسلمان کے سبب سے اس کی اولاد' اولاد در اولاد' اس کے اہل خانہ اور اس کے پڑوس کی اصلاح فرما دیتا ہے اور جب تک وہ شخص ان میں رہے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نمازیوں کے سبب بے نمازیوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے' اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے' زکوٰۃ دینے والوں کے سبب سے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے عذاب کو دور کر دیتا ہے۔

امام احمد' حکیم ترمذی اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام میں چالیس ابدال ہیں' جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ دوسرے کو اس کا بدل بنا دیتا ہے' ان کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے' اور ان کے سبب سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے اور امام ابن عساکر کی روایت میں ہے' ان کے سبب سے روئے زمین سے بلاء اور غرق کیے جانے کو دور کیا جاتا ہے۔

امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' انہی کے وسیلہ سے زمین قائم ہے' انہی کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۰' مطبوعہ مکتب آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت فرماتے ہیں' اور بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں۔ (البقرہ: ۲۵۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل اور آپ کو تسلی دینے کا بیان

ان آیات کا اشارہ ان ہزاروں اسرائیلیوں کی طرف ہے جو طاعون کی صورت میں موت کو دیکھ کر شہر چھوڑ کر بھاگے' اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی' پھر ایک نبی کی دعا سے ان کو زندہ کر دیا' اور طالوت کو بادشاہ بنایا اور اس کی بادشاہت کی دلیل پر تابوت کو نازل کیا' اور عمالقہ اور جالوت کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں قتل کرایا' اور یہ تمام واقعات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت' اس کی حکمت اور اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان آیات کو آپ پر ہم تلاوت فرماتے ہیں' حالانکہ ان آیات کو آپ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تلاوت کیا تھا' اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت جبرائیل کا پڑھنا گویا اللہ کا پڑھنا ہے' اس میں حضرت جبرائیل کو اسی طرح مشرف فرمایا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لیے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (الفتح: ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا: ہم ان آیات کو حق کے ساتھ آپ پر تلاوت کرتے ہیں' تو اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

Marfat.com

(۱) جس طرح سابقہ امتوں نے اللہ کی راہ میں سختیوں اور مصائب کو برداشت کیا اس طرح آپ کی امت کو بھی جہاد فی سبیل اللہ میں سختیوں اور مشقتوں کو برداشت کرنا چاہیے یعنی یہ واقعات حق ہیں اور ان میں تدبر کر کے ان پر عمل کرنا چاہیے۔

(۲) حق سے مراد یقین ہے یعنی ان واقعات کے ثبوت میں کوئی شک نہیں ہے' کیونکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی یہ واقعات اسی طرح لکھے ہوئے ہیں۔

(۳) ہم نے ان واقعات کو ایسی فصیح و بلیغ عبارات میں بیان کیا ہے کہ کوئی شخص ان کی نظیر نہیں لا سکتا' اور یہ آپ کے برحق ہونے پر دلیل ہے۔

(۴) یہ آیات حق ہیں' یعنی یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں' یہ القاء شیطان سے ہیں نہ کاہنوں اور جادوگروں کی تحریف ہیں نہ شعر و شاعری ہیں' اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں' کیونکہ یہ آیات دو وجہ سے آپ کی رسالت پر دلالت کرتی ہیں:

(۱) آپ نے سابقہ امتوں کے یہ واقعات بیان فرمائے جن کی تصدیق اس زمانہ کی آسمانی کتابوں میں موجود تھی حالانکہ سب جانتے تھے کہ آپ نے کسی مکتب میں جا کر پڑھنا نہیں سیکھا' نہ علماء اہل کتاب سے آپ نے یہ واقعات سنے' اس کے باوجود جب آپ نے بغیر پڑھے اور سنے یہ واقعات بالکل درست بیان فرما دیئے تو یہ اس بات پر روشن دلیل ہے کہ اللہ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ کو ان سے مطلع فرمایا اور اس نے اپنا کلام آپ پر نازل فرمایا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر آپ کو یہ بتایا کہ ہر زمانہ میں رسولوں کی مخالفت ہوتی رہی ہے اور ان کا انکار کیا جاتا رہا ہے' سو اگر کچھ لوگ آپ کو نہیں مانتے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' رسولوں سے ہمیشہ اسی طرح ہوتا آیا ہے' ہر زمانہ میں رسولوں کو اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اللہ کا پیغام پہنچا دیں اور وہ اپنی خوشی اور اختیار سے اس کو قبول کر لیں' کسی رسول کو بھی جبراً مسلمان کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا' سو اگر بعض ضدی اور ہٹ دھرم لوگ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ آپ کا کلی طور پر نہ مانا جانا عین تاریخ رسالت کے مطابق ہے اور اگر یہ آپ کو رسول نہیں مانتے تو کیا ہوا ہم تو کہتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسولوں میں سے ہیں!

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے بعض سے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی' اور ہم نے عیسیٰ ابن

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

مریم کو واضح نشانیاں دیں' اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی' اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے

الجزء ۳ وقف لازم

Marfat.com

الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے' لیکن انہوں نے اختلاف کیا'

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ قف

سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے'

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ ع

لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے O

ع ۳۳ / ۵ / ۱

رسولوں کی باہمی فضیلت

اس سے پہلے اس سورت میں متعدد نبیوں اور رسولوں کا ذکر آ چکا ہے' مثلاً حضرت آدم' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت شموئیل' حضرت حزقیل' حضرت داؤد' حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم وعلیٰ نبینا سیدنا محمد الصلوٰۃ والسلام' اس لیے پڑھنے والے کے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوگا کہ آیا یہ تمام نبی اور رسول درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں یا ان میں درجات اور مراتب کا فرق ہے؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' یعنی بعض رسولوں کو ایسی خصوصیات اور فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو دوسرے بعض رسولوں کو عطا نہیں فرمائیں' اور چونکہ اس سورت کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کے احوال پر مشتمل تھا اور ان میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے آخری نبی تھے' اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کہ ہم نے بعض کو کلام سے سرفراز فرمایا' یعنی ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا' ان سے حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں' اس کے بعد فرمایا: اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی' اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اللہ تعالیٰ نے یہاں صراحۃً آپ کا نام نہیں لیا کیونکہ غیر متناہی درجات کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ آپ کا صراحۃً ذکر نہ کیا جائے پھر بھی ذہن آپ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا' اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کو درجات کی بلندی عطا کی ہے' یہ نہیں بیان فرمایا کہ کتنے درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے کیونکہ عالم اعداد میں کوئی عدد ایسا ہے ہی نہیں جو آپ کے تمام درجات کو بیان کر سکے اور کسی حد اور کسی عدد کا ذکر نہ فرما کر اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کے درجات کا کوئی شمار نہیں نہ ان کی کوئی حد ہے' کہ آپ رحمت للعالمین اور خاتم النبیین ہیں' لواء حمد کے حامل اور مقام محمود پر فائز ہیں' تمام سابقہ شریعتوں کے ناسخ ہیں' کوثر و سلسبیل کے ساقی ہیں' عالم میثاق میں تمام انبیاء اور مرسلین سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا' آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے قائد ہیں' شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا' روزِ حشر تمام اہل محشر کو آپ کی شفاعت کی احتیاج ہوگی' آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے' کائنات اللہ کو راضی کرتی ہے اور اللہ آپ کو راضی فرماتا ہے' اور ایسے بہت سے فضائل اور خصائص ہیں جو صرف آپ ہی کو حاصل ہیں' یہ اجمالی ذکر ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کو تفصیل سے بھی بیان کریں گے' اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ

Marfat.com

ان کے معجزات زیادہ تر حسی تھے' مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنا وغیرھا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ (البقرہ: ۲۵۳)

بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کہا: ہمیں اللہ کو ظاہر باہر دکھاؤ' اور ہمارے لیے ایک معبود بنا دو جیسے ان کا معبود ہے' اسی طرح حضرت عیسیٰ کی قوم نے روشن دلائل اور معجزات مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا دیکھا' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے' اب آپ کو یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ بھی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں تو اگر آپ کے دلائل اور معجزات پیش کرنے کے باوجود آپ کی قوم کے بعض لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى. (الحج: ۴۴۔ ۴۲)

اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی ۝ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے ۝ اور اصحابِ مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔

نیز فرمایا:

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۴)

اگر یہ آپ کی تکذیب کریں (تو غم نہ کریں) آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو واضح دلائل' آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ۝

اور اگر اللہ چاہتا تو نہ وہ لوگ اختلاف کرتے اور نہ آپ کی قوم کے بعض لوگ مخالف ہوتے' اور اللہ تعالیٰ ان سب کو جبراً مسلمان کر دیتا اور دنیا میں کبھی کوئی شخص کسی نبی کا مخالف اور کافر نہ ہوتا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہے' اس نے انسان کو حریت فکر اور سوچ و بچار کی آزادی عطا کی ہے' اس نے کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی کے راستے پیدا کیے' شیطان کو پیدا کیا جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے جو اس کو ایمان اور ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور انسان کو عقل سلیم عطا کی' سچ اور جھوٹ اور کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کا شعور دیا' اب وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ انبیاء اور رسل کی دعوت پر کتنے لوگ صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں اور شیطان کے بہکانے میں آ کر کتنے لوگ کفر اور گمراہی کو اختیار کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: لیکن انہوں نے اختلاف کیا' سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

اب ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے بیان کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبه الاستعانة یلیق.

Marfat.com

''رحمة للعلمين'' ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی تو بھیجا ہے○

آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اپنے وجود اور بقاء میں ہر چیز کو رحمت کی ضرورت ہے تو ساری کائنات آپ کی محتاج ہوئی اور محتاج الیہ محتاج سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ ساری کائنات سے افضل قرار پائے' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل ہوں' آپ سے پہلے جو نبی آئے ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی تو ان قوموں پر عذاب آیا' جب آپ کی قوم کے کافروں نے آپ کی تکذیب کی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط . (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو عذاب دے۔

انبیاء سابقین کے آنے کے بعد کافروں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ کے آنے کے بعد عذاب آ نہیں سکتا تھا۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آل عمران: ۸۲۔۸۱)

اور یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آ جائے جو اس (کتاب اور حکمت) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے' تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا: کیا تم نے اس کا اقرار کر لیا اور اس پر میرے بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ ان سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: سو گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں○ پھر اس عہد کے بعد جو اس سے پھرا تو وہی لوگ نافرمان (فاسق) ہیں○

اس آیت سے واضح ہوا کہ انبیاء سابقین میں سے جس نبی کے زمانہ میں بھی آپ مبعوث ہو جاتے' اس نبی پر لازم ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور ضرور ان پر ایمان لائے اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرے اور اپنی قوم کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

Marfat.com

(المصنف ج ۹ ص ۴۷' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۱۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' ۱۴۱۲ھ)

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو ان کے لیے میرے سوا کسی کی پیروی کرنا جائز نہ ہوتا۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۴ ص ۱۰۲' مطبوعہ دارالمامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی[1] اور حافظ سیوطی[2] نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور رسل حکماً اور تقدیراً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور نبی امت سے افضل ہوتا ہے' اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

تمام نبیوں اور رسولوں کو عالم میثاق میں کیے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کا انتظار تھا اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (البقرہ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں ایک عظیم رسول بھیج دے' جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی باطنی اصلاح کرے' بے شک تو ہی بڑا غالب اور بہت حکمت والا ہے ○

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے آنے کی بشارت دی:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ (الصف: ۶)

اور یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنو اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں تھے' اور عنقریب میں تم کو اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا' میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے (ملک) شام کے محلات روشن ہو گئے۔[3]

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدرالمنثور ج ۲ ص ۴۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

اس حدیث کو امام طبرانی[۱]، امام بزار[۲]، امام ابن حبان[۳]، امام ابونعیم[۴]، امام حاکم[۵]، امام بیہقی[۶] اور امام بغوی[۷] نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[۸]

تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۚ (الانعام: ۹۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے' سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اس آیت میں عقائد اور اصول مراد نہیں ہیں کیونکہ عقائد اور اصول میں تقلید جائز نہیں ہے اور نہ فروع اور اعمال مراد ہیں کیونکہ آپ کی شریعت تمام شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہے' سو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ محاسن اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیجئے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام اوصاف حمیدہ اور تمام اخلاق حسنہ جو تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے آپ ان تمام اوصاف اور اخلاق کے جامع ہیں' گویا آپ کی صفات کو پھیلاؤ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات کو سمیٹو تو وہ تنہا آپ کی صفات ہیں' آپ کی ذات بہ منزلہ متن ہے اور تمام انبیاء بہ منزلہ شرح ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر فائز ہیں ۝

علیٰ کا لفظ استعلاء اور تفوق کے لیے آتا ہے' جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص سواری پر سوار ہے' سو آپ بہ منزلہ سوار ہیں اور خلق عظیم بہ منزلہ سواری ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور یہاں نیکی آپ کے تابع ہے' آپ جس کام کو کرلیں وہ اچھا ہے اور جس سے منع فرمادیں وہ برا ہے' خلق عظیم کی باگیں آپ کے ہاتھ میں ہیں' آپ جس طرف ان کا رخ موڑ دیں عظمتیں وہیں ہیں' آپ عظمتوں کے تابع نہیں ہیں' عظمتیں اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہیں:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷) اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو' اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۚ (النور: ۳۵) قریب ہے کہ (آپ کی نبوت کا) تیل خود ہی روشن ہو جائے خواہ اسے (وحی کی) آگ نہ چھوئے' (نزول وحی کے بعد) وہ نورٌ علی نور ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

---

۱ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

۲ امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار المتوفی ۲۹۲ھ' کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۱۱۳' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

۳ امام ابوحاتم محمد بن حبان بستی متوفی ۳۵۴ھ' موارد الظمآن ص ۵۱۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۴ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۸۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۵ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۶ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۸ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

Marfat.com

قریب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کا تیل اپنی صفائی اور زکاوت کی وجہ سے خود ہی روشن ہو جاتا خواہ اس کو نور قرآن نے نہ چھوا ہوتا۔ امام بغوی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن لوگوں کے سامنے وحی سے پہلے ظاہر ہو جاتے۔ (روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۱ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ' بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں: قریب ہے کہ اس تیل کی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لوگوں پر آپ کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتی۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۱ ' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ' ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے:

اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس تیل سے تشبیہ دی گئی ہے جو از خود روشن ہو جاتا ہے۔

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت)

ملا علی قاری نے لکھا ہے:

کیونکہ آپ کا ظاہر اور باطن صاف تھا ' آپ میں نبوت اور رسالت مجتمع تھی ' آپ میں انوار الہیہ بہت قوی تھے اور آپ انوار صمدیہ کے مظہر تھے اور آپ ایسے کامل تھے کہ اگر آپ دعویٰ نبوت نہ کرتے پھر بھی لوگوں پر آپ کی نبوت ظاہر ہو جاتی۔

(شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یا ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق بتائیے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری[1] ' امام ابوداؤد[2] ' امام نسائی[3] ' امام ابن ماجہ[4] ' امام احمد[5] ' امام دارمی[6] ' اور امام بیہقی[7] نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل اور شمائل کی جامع عبارت قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے تیس پاروں کو اگر انسانی پیکر میں ڈھالا جائے تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (موطا امام مالک ص ۷۰۵ ' مطبوعہ مطبع مجتبائی ' پاکستان ' لاہور)

امام بغوی روایت کرتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ' الادب المفرد ص ۸۷۔۸۶ ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ ' سانگلہ ہل

۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ ' مطبوعہ مکتبہ مجتبائی ' پاکستان ' لاہور ' ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ ' سنن نسائی ج ۱ ص ۲۳۷ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی

۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ ' سنن ابن ماجہ ص ۱۶۸ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۶۔۱۸۸۔۱۱۱۔۹۱۔۵۴ ' مطبوعہ مکتب اسلامی ' بیروت ' ۱۳۹۸ھ

۶۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ ' سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۴ ' مطبوعہ نشر السنۃ ' ملتان

۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ ' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق کو تمام تک پہنچانے اور محاسن افعال کو کمال تک پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

(شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۰۔۹ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور رسول مکارمِ اخلاق اور محاسن افعال کا جامع نہیں تھا' حضرت داؤد اور سلیمان نے شاہی کی زندگی گزاری اس میں فقر کا نمونہ نہیں ہے' حضرت یحییٰ اور عیسیٰ نے تجرد کی زندگی گزاری اس میں ازدواجی زندگی اور عائلی حیات کا نمونہ نہیں ہے' ایسی کامل زندگی جو انسانیت کے ہر شعبہ پر محیط ہو وہ صرف آپ کی زندگی ہے۔ آپ نے بکریاں چرائیں' گڈریوں اور چرواہوں کو اعزاز بخشا' دودھ دوہا' گوالوں کی عزت افزائی کی' جوتی مرمت کر لی' موچیوں کا مقام اونچا کیا' پھٹے ہوئے کپڑے سی لیے' خندقیں کھودیں' تجارت ہو' صنعت و حرفت ہو' حکومت کا کوئی شعبہ ہو' امامت ہو' خطابت ہو' سپہ سالاری ہو' ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ ہے۔ اگر ایک حاکم فخر سے کہے کہ میں حکومت چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوں تو پیوند لگے ہوئے لباس پہن کر زمین کھودنے والا مزدور بھی کہے گا کہ میں بھی رسول اللہ کی سنت کا امین ہوں' سو ایسی کامل زندگی نبیوں اور رسولوں میں سے کسی نے نہیں گزاری' آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں مکارمِ اخلاق اور محاسن افعال کے سب سے زیادہ جامع ہیں' اس لیے سب رسولوں میں آپ ہی سب سے افضل ہیں۔

رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا: ۲۸)

اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں' نیز فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں ۝

اسی طرح احادیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم اور شمول بیان کیا گیا ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے' تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی ہے اور طہارت (تیمم) کا ذریعہ بنا دی گئی ہے' سو میری امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پائے وہ (جہاں بھی ہو) نماز پڑھ لے' اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا' اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے اور ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام بغوی[1] اور امام دارمی[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

---

1. امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
2. امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳۹۵ھ دار المعرفۃ' بیروت

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے' میری رعب سے مدد کی گئی' میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا' تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت کا آلہ (تیمم) اور مسجد بنا دیا گیا' مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں' مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور اور آلہ طہارت (تیمم) بنا دی گئی ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۲۔ ۱۶۱' مطبوعہ مکتبہ اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام جن اور انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں چار ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز مانگی تو میرے رب نے وہ بھی عطا کر دی' پہلے نبی کسی ایک شہر (قوم) کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے کالوں کی طرف اور گوروں کی طرف اور مجھ سے پہلے نبی کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا۔ الحدیث

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (معجم کبیر ج ۱۱ ص ۶۱۔ ۵۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

(معجم کبیر ج ۱۲ ص ۴۱۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

قرآن مجید اور بہ کثرت احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن و انس بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں' ہم البقرہ: ۴۷ کی تفسیر میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا' درختوں نے آپ کی اطاعت کی' پتھروں نے آپ کو سلام عرض کیا اور اونٹنی آپ کے فراق میں روئی اور یہ وہ عظیم خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں کی' اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

Marfat.com

خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسول ہونا

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخرالنبیین ہیں' ہر نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی سے منسوخ ہوتی رہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخرالانبیاء ہیں اور قیامت تک کے نبی ہیں' اس لیے آپ کی شریعت باقی اور غیر منسوخ ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسماء ہیں: میں محمد اور احمد ہوں' میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے' میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے' اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱' ج ۲ ص ۷۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد اور احمد ہوں' میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے' میں حاشر ہوں میری ایڑیوں پر لوگ جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

اس حدیث کو امام ترمذی[1] اور امام بغوی[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین وجمیل گھر بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہو' لوگ اس گھر کے گرد طواف کریں اور تعجب کریں اور کہیں کہ کیوں نہ یہ ایک اینٹ بھی رکھ دی گئی تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں[3] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم[4] اور امام احمد[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۹۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

[2] امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت علی کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا' حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے! مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

اس حدیث کو امام مسلم[1]' امام ترمذی[2]' امام ابن ماجہ[3]' امام احمد[4] اور امام ابن حبان[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے' سو میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی[6]

اس حدیث کو امام احمد[7]' امام حاکم[8] اور امام ابن ابی شیبہ[9] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں' اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے' اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی' اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۲۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد[10]' امام احمد[11] اور امام بیہقی[12] نے بھی روایت کیا ہے۔

کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (الحجر: ۹)

بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں○

---

۱ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۲ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۵۳۵۔ ۵۳۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۳ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۴ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳۔ ۱۸۲۔ ۱۷۷' ج ۳ ص ۳۳۸۔ ۳۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

۵ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۶ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص ۳۳۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۷ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

۸ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۹ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' المصنف ج ۱۱ ص ۵۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ

۱۰ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

۱۱ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۲ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۸۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

Marfat.com

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ. (حٰم السجدہ: ۴۲) اس قرآن مجید میں سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت بلکہ کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کا اضافہ نہیں ہوسکتا' غرض قرآن مجید کے یہ دو دعوے ہیں' اس میں کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی ہوسکتی ہے' اور تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی نظیر اور مثیل نہیں لا سکتا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ ۠. (البقرہ: ۲۳) اور ہم نے جو اپنے (مقدس) بندے پر کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) متعلق شک میں ہو تو اس (کلام) کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ (الطور: ۳۴) اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسی کوئی آیت لے آئیں ۝

قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں اور ہر آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر تین دلیلیں ہیں: (۱) قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہوسکتی (۲) قرآن مجید میں کمی نہیں ہوسکتی (۳) اس کی کوئی مثل نہیں لا سکتا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل ہوگئے۔

علوم وفنون میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین اور آپ کی رسالت کے منکرین کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھ رہی ہے' اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ گزر گئے اور اب تک کسی نے اس چیلنج کو نہیں توڑا' نہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کی کوئی مثال لا سکا نہ اس میں کمی یا زیادتی کر سکا' اگر اس چیلنج کو توڑنا کسی کے بس کی بات ہوتی تو اب تک وہ اس چیلنج کو توڑ چکا ہوتا۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مثلاً لاٹھی اور اونٹنی وغیرہ اعیان و جواہر کے قبیل سے تھے لیکن وہ باقی نہ رہے اور قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ہنوز باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک باقی رہے گا' خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر کثیر اور قوی دلائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کیے گئے وہ کسی اور نبی اور رسول کی نبوت پر قائم نہیں کیے گئے' دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلیل فانی معجزات ہیں' آپ کی نبوت پر دلیل باقی رہنے والا' اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔

آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنی نعمت تامہ قرار دیا اور فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ. (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

آپ کے دین کو ادیان سابقہ کے لیے ناسخ قرار دیا اور فرمایا:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ. (آل عمران: ۸۵) اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء اور رسل پر عظیم فضیلت ہے کہ آفتاب محمدیت کے طلوع کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی شریعت کا چراغ نہیں جلے گا' حتیٰ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری حیات سے زندہ ہوتے تو آپ کی پیروی کرتے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔

امت کی کثرت اور افضلیت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (آل عمران: ۱۱۰)

تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا' تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آپ کی امت کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایمان لانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی امت کو 'یایھا الذین امنوا۔ اے ایمان والے'' کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ' مثلاً یا بنی اسرائیل' کہہ کر پکارا اور یہ اس امت کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کو' یایھا الذین امنوا'' سے خطاب کیا کیونکہ اس پر ایمان لانے کے تو بہت دعویٰ دار ہیں لیکن فضیلت ان کی ہے جن کو وہ خود' یایھا الذین امنوا'' فرمائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انبیاء علیہم السلام کی ان کے امتی تکذیب کریں گے اور کہیں گے: ہمیں کسی نے خدا کے عذاب سے نہیں ڈرایا' اس وقت انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر آپ کی امت گواہی دے گی:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (البقرہ: ۱۴۳)

اور اے مسلمانو! اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) پر گواہ ہو جاؤ۔

اور یہ اس امت کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مقدمہ میں گواہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے متعلق فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ. (البقرہ: ۴۷) اے بنو اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو۔

اور آپ کی امت کے متعلق فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ. (البقرہ: ۱۵۲) تم میری ذات کو یاد کرو۔

بنو اسرائیل کی رسائی صرف اللہ کی صفت انعام تک تھی اور آپ کی امت کی رسائی اللہ کی ذات تک ہے' کیونکہ باقی امتوں کے نبیوں نے اللہ کی صفات کا مشاہدہ کیا اور آپ نے اللہ کی ذات کا مشاہدہ کیا' وہ صرف صفات کے مظہر تھے آپ عین ذات کے مظہر ہیں' اس لیے ان کی امتیں صفات کو یاد کرتی ہیں اور آپ کی امت ذات کو یاد کرتی ہے۔

امت کی وجہ سے آپ کے افضل الرسل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کی تعداد تمام امتوں کے مجموعہ سے بھی زیادہ ہے۔

Marfat.com

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے جن کی مثل پر ایک بشر ایمان لے آئے' اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام عطا فرمایا ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت قیامت کے دن ان سب سے زیادہ ہو گی[۱] اس حدیث کو امام مسلم[۲] اور امام بغوی[۳] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' میں نے ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک جماعت تھی' ایک اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک اور دو آدمی تھے' ایک اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا' پھر میرے سامنے ایک عظیم جماعت بلند کی گئی' میں نے گمان کیا یہ میری امت ہو گی! مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے' البتہ آپ آسمان کے کنارے پر دیکھیں' میں نے دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت تھی' پھر مجھ سے کہا گیا: آپ دوسرے کنارے کو دیکھیں تو وہاں بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی' مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہو گا' اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! تو گواہ ہو جا' پھر فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم چوتھائی اہل جنت ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کی تہائی ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ تمہارے مقابلہ میں دوسری امتیں ایسی ہوں گی جیسے سفید بیل میں ایک سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں ہے کہ آپ کی امت نصف اہل جنت ہو گی اور دوسری حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی' ان میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہوں گی یعنی آپ کی امت کل اہل جنت کی دو تہائی ہو گی اور آپ کی امت کا کل نبیوں کی امتوں سے تعداد میں سب سے زیادہ ہونا اور مرتبہ میں سب سے افضل ہونا اس کی دلیل ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں۔

مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر فرمائے گا ○ (الاسراء: ۷۹)

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے جس مقام پر فائز ہونے والے کی تمام اولین اور آخرین حمد کریں گے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا' اور آپ کو شفاعت کبریٰ عطا کی جائے گی اور آپ تمام اہل محشر کی شفاعت کریں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

۱ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

۲ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۳ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

Marfat.com

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ کہا: اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد کو وسیلہ (جنت میں ایک بلند مقام) اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے' اس شخص کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی ص ۵۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور امام مسلم نے روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اذان کے کلمات کی مثل کہو' پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو' وہ جنت میں ایک مقام ہے' جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید (بہ معنی یقین) ہے کہ وہ بندہ میں ہوں' سو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کو کلام عطا کیا اور مجھے دیدار عطا کیا اور مجھے مقام محمود اور حوض مورود (جس حوض پر لوگ وارد ہوں گے) کی فضیلت عطا کی۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

قرآن مجید اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقام محمود صرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو گا' نیز وسیلہ (جنت میں مقام بلند) بھی صرف آپ کو عطا ہو گا اور اس میں آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ (البقرہ: ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات (مغرب اور عشاء) میں اس کی تسبیح کیجئے اور دن کے درمیانی کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں ۝

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ: ۵)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ضرور اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۝

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں صرف یہی جانتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وہ آیات تلاوت کیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے شفاعت کرنے کا ذکر ہے' پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور روتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ حالانکہ آپ کا رب خوب جانتا تھا (پھر بھی) فرمایا: ان سے پوچھو آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ نے کیا کہا تھا' حالانکہ اللہ خوب جانتا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

تمام انبیاء اور رسل اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے اور یہ آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح: ۴) اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا O

دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہو رہا ہے اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہے' اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں فجر ہو رہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہو رہی ہے وعلیٰ ہذا القیاس' اور اذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جا رہا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جا رہا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور جس طرح کلمۂ شہادت میں' اذان میں' اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے' انبیاء سابقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا' نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا' آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا' فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ''۔ (المنافقون: ۸)

''اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ''۔ (التوبہ: ۶۲)

اور آپ کی اجابت کو اپنی اجابت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ'' (الانفال: ۲۴)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عزت اور سربلندی کے مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ (الاحزاب: ۵۶) اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھتے (رحمت بھیجتے) رہتے ہیں۔

گویا ازل سے لے کے ابد تک کوئی وقت نہیں گزرتا مگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتا رہا ہے' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ پر یوم ولادت' یوم وفات اور یوم بعثت میں صرف تین بار اللہ نے سلام نازل کرنے کا ذکر

Marfat.com

فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زمان و مکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا' پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوٰۃ کا ذکر ہے' وہاں تین ایام کی قید ہے' یہاں اعداد وشمار کا ذکر نہیں ہے' نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔ ورفعنا لک ذکرک.

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو آپ نے اپنے رب سے کلام کیا' آپ نے عرض کیا: تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا' اور موسیٰ سے کلام کیا اور داؤد کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کیا' اور ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا اور سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے پہاڑ' جن اور انسان مسخر کر دیئے اور شیطانوں اور ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا' اور ان کو ایسی سلطنت عطا کی جو ان کے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہوگی' اور عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم دیا' اور ان کو یہ حکمت دی کہ وہ برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے' اور تو نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھا' اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمٰن ہیں' اور آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور آپ کے لیے شرح صدر کیا' اور آپ سے مشکل احکام کا بوجھ دور کیا' اور آپ کے ذکر کو بلند کیا' اور جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی امت کو سب سے بہتر امت بنایا' اور امت وسط بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا' اور آپ کی امتوں کے دل اناجیل کی کیفیت پر بنائے اور آپ کی امت جب بھی خطبہ پڑھتی ہے تو یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں' اور آپ کو بہ اعتبار خلقت کے اول الانبیاء اور بہ لحاظ بعثت کے آخر الانبیاء بنایا اور آپ کو عرش کے خزانہ کے نیچے سے سورۂ فاتحہ دی گئی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی' اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳۔ ۴۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ کے ذکر کی رفعت سے متعلق قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے کا واضح بیان ہے۔

دنیا میں اعلان مغفرت ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ (الفتح: ۳۔۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی ۝ تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے ۝ اور اللہ آپ کو غالب نصرت عطا فرمائے ۝

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے لوٹتے وقت یہ آیت نازل ہوئی: ''لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر''[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو

[۱] ذنب کا معنی ہے: خطا' جرم اور اثم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر ذنب کا اطلاق مجاز ہے کیونکہ آپ معصوم ہیں اور معصوم کا ذنب نہیں ہوتا اس لیے یہاں ذنب سے مراد ہے: بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ کے گناہ نہیں ہیں تو مغفرت ذنوب کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب معصوم کے ساتھ مغفرت کا تعلق ہوتا ہے' تو اس سے مراد ہوتا ہے درجات کا بلند کرنا اور اپنی رحمت سے نوازنا۔ منہ

Marfat.com

مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے' پھر آپ نے اس آیت کو صحابہ کرام کے سامنے پڑھا' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کیا جائے گا' لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت "فوزاً عظیماً" تک تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۶۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری[1] اور امام مسلم[2] نے بھی روایت کیا ہے:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا' لوگ کہیں گے: کاش! ہم اپنے رب کے حضور شفاعت طلب کرتے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہم کو راحت عطا فرماتا' پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا' آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے' حضرت آدم فرمائیں گے: میں تمہارا کام نہیں کر سکتا' اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے' تم نوح کے پاس جاؤ (اخیر حدیث تک)' پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کر سکتا' تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' ان کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے:

میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی خلاف اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے' اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھ سے پہلے کسی کو وہ فضیلتیں نہیں دی گئیں' میرے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی' میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا' میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کو جائز کر دیا گیا' مجھے کوثر عطا کی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا سب قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۹۔ ۶۰۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ''کشف الاستار''[۱] میں امام بزار کی سند سے روایت کیا ہے اور ''مجمع الزوائد''[۲] میں ان کے حوالہ سے درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند جید ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے السدرۃ المنتہیٰ کی بلندی پر لے جایا گیا' اس کا ہر پتا اتنا بڑا تھا کہ وہ اس امت کو چھپا لیتا' اس کے نیچے سے ایک چشمہ جاری تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو دریا نکلے تھے' ایک کوثر اور ایک رحمت' میں نے اس میں غسل کیا' پھر میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۴' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کچھ چیزیں دی گئی ہیں جن کا میں فخر سے ذکر نہیں کرتا' وہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر بنایا گیا ہے' اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا گیا اور مجھے کوثر دی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک تمہارے پیغمبر ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے غائب ہو گئے اور باہر نہیں آئے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ تشریف نہیں لائیں گے' پھر آپ باہر آئے اور آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کی روح قبض ہو گئی' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میری امت کے متعلق مشورہ کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! جو تو چاہے' وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مشورہ کیا' میں نے پھر یہی کہا' اس نے پھر مشورہ کیا' میں نے پھر اسی طرح کہا' پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کی امت میں سزا نہیں رکھی اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت سے ستر ہزار کا ایک گروہ پہلے جنت میں داخل ہو گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے' ان سے حساب نہیں ہو گا' پھر اللہ نے میری طرف پیغام بھیجا: آپ دعا کریں قبول ہو گی۔ آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا۔ میں نے اللہ کے سفیر سے کہا: کیا اللہ میرے سوال کو عطا کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کرنے کے لیے ہی تو بھیجا ہے' اور میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ چیزیں عطا کی ہیں: میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھے یہ نعمت دی کہ میری امت بھوکی نہیں رہے گی اور نہ مغلوب ہو گی' اور مجھے جنت میں ایک نہر کوثر عطا کی جو میرے حوض میں بہ رہی ہے' اور مجھے عزت اور نصرت عطا کی' اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری رہتا ہے اور مجھے یہ نعمت دی کہ میں انبیاء میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا' اور میرے اور میری امت کے لیے غنیمت کو حلال کر دیا' اور ہم سے پہلی امتوں پر جن بہت سی چیزوں میں سختی کی گئی تھی وہ ہم پر حلال کر دیں اور ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور میں نے (ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے) اس سجدہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں پایا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

---

۱ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار ج ۳ ص ۱۴۷' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۲ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

Marfat.com

حافظ ابن کثیر نے سورۂ فتح کی اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے' آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے اور اطاعت' نیکی اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کے مقام کو نہیں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۹' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کے محامل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیئے کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا' نہ آئندہ کرے گا لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ ''لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر'' کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے بچائے رکھے گا اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا' اس آیت میں مغفرت' عصمت سے کنایہ ہے اور قرآن مجید میں بعض مقامات پر مغفرت سے عصمت کا کنایہ کیا گیا ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب ''نہایۃ السؤل فیما سنح من تفضیل الرسول'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے' پھر انہوں نے فضیلت کی وہ وجوہات ذکر کی ہیں اور ان فضیلت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب (یعنی بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کی خبر نہیں دی' یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو سب نفسی نفسی کہیں گے اور ہیبت الٰہی سے شفاعت نہیں کریں گے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرا کام ہے' اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کو ثابت کیا' پھر مغفرت ذنوب کا ذکر کیا' پھر اپنی نعمت پوری کرنے اور صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت رکھنے اور نصر عزیز کا ذکر کیا جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس آیت سے مقصود گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ گناہوں کی نفی کرنا ہے۔

ابن عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا ہے' فتح مبین عطا فرمائی جو اجابت کی علامت ہے' مغفرت عطا فرمائی جو محبت کی علامت ہے' اتمام نعمت سے سرفراز کیا جو آپ کے اختصاص کی نشانی ہے اور ہدایت عطا فرمائی جو ولایت کی علامت ہے' پس مغفرت سے مراد تمام عیوب اور نقائص سے آپ کی تنزیہہ ہے اور اتمام نعمت سے مراد آپ کو درجۂ کاملہ پر پہنچانا ہے اور ہدایت سے مراد آپ کو مشاہدہ ذات و صفات کے اس مرتبہ پر پہنچانا ہے' جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۷۳۔ ۷۲' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

Marfat.com

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو حضور کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر حضور کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ مغفور ہیں اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا' بعض علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(شفاء ج ا ص ۳۱' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

علامہ تجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے جیسے کوئی شخص کسی سے اظہار محبت کے لیے کہے: اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ذنب کا معنی ستر ہے جو نہ دکھائی دینے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو لازم ہے عدم ذنب یعنی جب گناہ ہے ہی نہیں تو کیسے دکھائی دے گا' کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو دکھائی دیتا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدم اور مؤخر دونوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ مؤخر کا وجود ہی نہیں ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ کا گناہ مقدم ہے نہ مؤخر' سو آپ سے مطلقاً گناہ سرزد نہیں ہوا۔

(نسیم الریاض ج ا ص ۲۷۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بناء پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت میں غفلت واقع ہوتی ہے' حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔

(شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ا ص ۲۷۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت عبادت کا جو حال مشہور تھا اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بلندی پر جو دلالت ہے اس کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزے رکھے اور نفلی نمازیں پڑھیں حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے اور سالخوردہ مشک کی طرح آپ کا جسم لاغر ہو گیا' آپ سے کہا گیا کہ آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (روح المعانی ج ۲۶ ص ۹۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بعض علماء نے اس آیت کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور آپ کی امت کے گناہ معاف کر دیئے' یعنی مغفرت کا تعلق آپ کے ساتھ نہیں ہے' حضرت آدم اور آپ کی امت کے ساتھ ہے۔ ملا علی قاری اس سے اختلاف کرتے

Marfat.com

ہوئے لکھتے ہیں:

اس شخص کا قول بہت بعید ہے جس نے یہ کہا کہ آپ کے اگلے ذنب سے مراد حضرت آدم کے ذنب ہیں اور آپ کے پچھلے ذنب سے مراد امت کے ذنب ہیں' اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے آپ کے وہ افعال مراد ہیں جن کو آپ نے سہواً ترک کر دیا یا جن میں آپ نے نسیان سے تاخیر کر دی اور خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے سبب سے نجات نہیں پائے گا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں' ماسوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عدل کرے تو تمام اولین اور آخرین کو عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے' ہم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں اور اس کے عدل سے اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۸۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

باعث تخلیق کائنات ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہادی خطا ہو گئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور دعا کی: میں محمد کے حق سے سوال کرتا ہوں تو میری مغفرت فرما' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ محمد کون ہیں؟ حضرت آدم نے کہا: جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تھا' وہاں یہ لکھا ہوا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' سو میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تیرے نزدیک بہت عظیم مرتبہ کا ہوگا' اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی کہ اے آدم! وہ آپ کی اولاد سے آخر النبیین ہیں اور ان کی امت آپ کی اولاد میں سے آخری امت ہے' اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔

(معجم صغیر ج ۲ ص ۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ''معجم صغیر'' اور ''معجم اوسط'' کے حوالے سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے۔

(الوفاء ج ۱ ص ۳۳' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' فیصل آباد)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد کو کیسے پہچانا' حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم نے کہا: اے میرے رب! اس لیے کہ جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' تو میں نے جان لیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا وہ تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا' اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! آپ نے سچ کہا' بے شک وہ مجھے اپنی تمام مخلوق میں بہت زیادہ محبوب ہیں اور جب آپ نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے تو میں نے آپ کو بخش دیا' اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کی سند میں عبد الرحمٰن بن زید ایک ضعیف راوی ہیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس میں بھی یہ الفاظ ہیں: اگر محمد نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا' اور امام حاکم

Marfat.com

نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام حاکم نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ محمد پر ایمان لائیے' اور اپنی امت کو حکم دیں جوان کا زمانہ پائے وہ ان پر ایمان لائے' اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا' نہ جنت کو پیدا کرتا' نہ دوزخ کو پیدا کرتا' میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا' میں نے اس پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' تو وہ ساکن ہوگیا' اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵ 'مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ)

قائد المرسلین ہونے اور بعض دیگر فضائل کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ سے قریش کو فضیلت دی اور قریش سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم سے مجھے فضیلت دی[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے[2]

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش اپنی مجلسوں میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کرتے ہیں اور آپ کی مثال وہ اس طرح دیتے ہیں جیسے کسی زمین میں کھجور کا درخت ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین فریقین میں رکھا' پھر اللہ نے مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر سب سے افضل گھر میں رکھا' پس گھرانے اور شخصیت کے اعتبار سے میں سب سے افضل ہوں۔

(جامع ترمذی ص ۵۱۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں سے اٹھنے والوں میں' میں سب سے پہلا ہوں' جب لوگوں کے وفد آئیں گے تو میں خطبہ دوں گا' اور جب لوگ مایوس ہو جائیں گے تو میں بشارت دوں گا' اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا' اولاد آدم میں اپنے رب کے نزدیک میں سب سے مکرم ہوں اور مجھے فخر نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمین شق ہوگی تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا' مجھے جنت کے حلوں میں سے حلہ پہنایا جائے گا' پھر میں عرش کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور میرے سوا مخلوق میں سے کوئی شخص اس مقام پر کھڑا نہیں ہوگا۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور خطیب ہوں گا' اور میں ہی ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا' اس پر فخر نہیں ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۲۰ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

---

1. امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
2. امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۱۹ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

Marfat.com

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اولاد آدم کا میں سردار ہوں گا' اوراس پر فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اوراس پر فخر نہیں اور آدم اوران کے علاوہ جتنے نبی ہیں سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور جب زمین شق ہوگی تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا اوراس پر فخر نہیں۔

(جامع ترمذی ص ۵۲۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قائد المرسلین ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کی شفاعت قبول ہوگی اوراس پر فخر نہیں ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر فخر اور ریا نہیں ہے' اور قیامت کے دن ہر شخص میرے جھنڈے کے نیچے کشادگی کا انتظار کر رہا ہوگا اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا' جب میں چلوں گا تو لوگ میرے ساتھ چلیں گے حتیٰ کہ میں جنت کے دروازہ پر پہنچ کر اس کو کھلوادوں گا' کہا جائے گا: یہ کون ہے؟ میں کہوں گا: محمد' اس وقت میں اپنے رب عزوجل کو دیکھ کر اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا' مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے' آپ کہیے آپ کی بات مانی جائے گی' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی' پھر اللہ کی رحمت اور میری شفاعت سے دوزخ سے ایسے لوگ نکالے جائیں گے جو جل چکے ہوں گے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا' آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا: جب آدم کو پیدا کر کے ان میں روح پھونکی جارہی تھی۔[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

خالق اور خلق کے محبوب ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۲۴)

آپ فرمایئے کہ تمہارے باپ دادا' اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خوف ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝

ماں باپ اور بھائی بہنوں سے طبعی محبت ہوتی ہے' بیوی سے شہوانی محبت ہوتی ہے اور مال و دولت' تجارت اور مکانوں سے عقلی محبت ہوتی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ محبت کی جو قسم بھی ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مغلوب کر دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر محبت پر غالب کردو۔

---

[1] حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ۵۷۱ھ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ

Marfat.com

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی وہ اپنی جان سے' ماں باپ اور اولاد سے' بیویوں سے اور مال و دولت سے اور ہر چیز سے زیادہ تھی' جنگ بدر میں حضرت ابوبکر اپنے بیٹے کے خلاف صف آرا تھے' جنگ احد میں حضرت ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا' حضرت مصعب بن عمیر نے جنگ احد میں اپنے بھائی کو قتل کر دیا' جنگ بدر میں حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا اور حضرت علی نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں: ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں ایک عورت کا باپ' بھائی اور شوہر قتل کر دیا گیا' اس نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا: الحمد للہ! وہ تمہاری تمنا کے مطابق خیریت سے ہیں' اس نے کہا: مجھے دکھاؤ' حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں' جب اس نے آپ کو دیکھا تو کہا: آپ (کی خیریت) کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ (شفاء ج ۲ ص ۱۸' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی' ملتان)

نیز قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ کفار مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے۔ اس وقت ان سے ابوسفیان بن حرب نے کہا: اے زید! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور تمہارے بدلے ہم ان کی گردن اتار دیتے؟ حضرت زید نے کہا: خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے گھر میں آرام سے ہوں اور آپ کے کانٹا چبھ جائے' ابوسفیان نے کہا: میں نے اصحاب محمد کی طرح کسی شخص کو کسی سے محبت کرتے نہیں دیکھا۔ (شفاء ج ۲ ص ۱۹' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی' ملتان)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت حنظلہ بن ابی عامر اور حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مشرک اور منافق باپ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی' حضرت حنظلہ بن ابی عامر جنگ احد میں شہید ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں' جاؤ ان کی بیوی سے جا کر پوچھو' بیوی نے کہا: جس وقت انہوں نے جہاد کی آواز سنی تو یہ غسل کیے بغیر حالت جنابت میں جہاد کے لیے نکل گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے فرشتے ان کو غسل دے رہے تھے۔ (اصابہ ج ۱ ص ۳۶۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

یہ اپنی جان' اپنے ماں باپ' اولاد اور رشتہ داروں کی طبعی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی مثالیں ہیں' اور حنظلہ بن ابی عامر کے واقعہ میں شہوانی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے اور جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مکہ میں اپنے مال و دولت' مکانات اور تجارت کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کی اس میں ان کی عقلی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا بیان ہے' ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر محبت پر غالب تھی' صرف انسان ہی نہیں' شجر و حجر اور حیوان بھی آپ سے محبت کرتے تھے' آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' کھجور کا تنا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر روتا تھا' اور جب آپ قربانی کرتے تو ہر اونٹنی آگے بڑھ بڑھ کر آپ کی چھری کے قریب ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری و سنن ابوداؤد)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے' آپ (حجرے سے) نکل کر ان کے قریب ہو کر ان کی باتیں سننے لگے' ان میں سے بعض نے تعجب سے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی

Marfat.com

مخلوق سے ایک خلیل بنانے لگا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ہم کلام ہونے کا شرف بخشا' ایک اور نے کہا: حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں' دوسرے نے کہا: اور حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا' آپ نے ان کے پاس آ کر ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور اس پر تعجب سنا کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں' وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ اللہ کے کلیم ہیں' وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں' وہ ایسے ہی ہیں اور آدم کو اللہ نے صفی بنایا اور وہ ایسے ہی ہیں' سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے' میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں' اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور اس پر فخر نہیں' میں سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا' پھر اللہ میری خاطر جنت کو کھولے گا اور اس میں مجھ کو داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور اس پر فخر نہیں اور میں اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ (جامع ترمذی ص ۵۲۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں' اور امام بخاری روایت کرتے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا یہی گمان ہے کہ آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

خلیل اور حبیب میں فرق کا بیان

قاضی عیاض مالکی نے خلیل اور حبیب کا فرق بیان کرتے ہوئے امام ابوبکر بن فورک کے حوالے سے لکھا ہے:

خلیل' اللہ تک بالواسطہ پہنچے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الانعام: ۷۵)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھائی۔

اور حبیب' اللہ تک بلاواسطہ پہنچے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (النجم: ۹۔۸)

پھر (اللہ' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) قریب ہوا' پھر زیادہ قریب ہوا ۝ پھر دو کمانوں کی مقدار کے برابر اللہ کے قریب ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے ۝

خلیل کی مغفرت کا بیان مرتبہ طمع میں ہے:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (الشعراء: ۸۲)

اور جس سے میری امید وابستہ ہے وہ قیامت کے دن میری خطا معاف فرمادے گا ۝

اور حبیب کی مغفرت کا بیان مرتبہ یقین میں ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. (الفتح: ۲۔۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی ۝ تاکہ اللہ آپ کے لیے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرمادے۔

خلیل نے دعا کی کہ اللہ انہیں روز حشر شرمندہ نہ کرے:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الشعراء: ۸۷)

اور مجھے روز حشر شرمندہ نہ فرمانا ۝

Marfat.com

اور حبیب کو بن مانگے یہ مقام عطا فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم: ۸) جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو شرمندہ کرے گا نہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو۔

امتحان کے موقع پر خلیل نے کہا:

حَسْبِيَ اللّٰهُ. مجھے اللہ کافی ہے۔

اور حبیب کے لیے اللہ نے ازخود فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال: ۶۴) اے نبی! آپ کے لیے اللہ' اور وہ ایمان لانے والے کافی ہیں' جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے ○

خلیل نے دعا کی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ○ (الشعراء: ۸۴) اور بعد کے آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری کردے ○

اور حبیب کے لیے ازخود فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ؕ (الانشراح: ۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ○

سو قیامت تک کلمہ' اذان' نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کی زبان سے آپ کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔

خلیل نے دعا کی:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ (ابراہیم: ۳۵) اور مجھے اور میرے (خاص) بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے اجتناب پر برقرار رکھ ○

اور حبیب کے لیے بلا طلب ازخود فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ۚ (الاحزاب: ۳۳) اے اہل بیت رسول! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر کے تم کو خوب پاکیزہ کر دے ○

قاضی عیاض فرماتے ہیں: ہم نے جو یہ چند آیات ذکر کی ہیں ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور آپ کے مقامات کی افضلیت کی ایک جھلک معلوم ہو جاتی ہے اور ان آیات سے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مفہوم اخذ کرتا ہے اور تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون احسن طریقہ پر ہے۔ (شفاء ج ۱ ص ۱۳۴۔ ۱۳۳' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

کلیم اور حبیب میں فرق کا بیان

کلیم اور ان کے بھائی حضرت ہارون نے فرعون کے پاس جاتے وقت اپنا خوف عرض کیا:

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ○ (طٰہٰ: ۴۵) اے ہمارے رب! ہمیں یہ خدشہ ہے کہ وہ (فرعون) ہم پر کوئی زیادتی یا سرکشی کرے گا ○

اور حبیب کے لیے ازخود فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

کلیم دعا کرتے ہیں:

Marfat.com

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ (طٰہٰ: ۲۵)

اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے O

حبیب کے لیے ازخود فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الم نشرح: ۱)

کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھولا O

کلیم دعا کرتے ہیں:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ (الاعراف: ۱۴۳)

اے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں۔

حبیب سے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ ۔ (الفرقان: ۴۵)

کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا۔

کلیم سے فرمایا:

لَنْ تَرٰىنِيْ ۔ (الاعراف: ۱۴۳)

تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔

حبیب سے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ ۔ (النجم: ۱۷)

نہ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی O

کلیم اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں:

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ (طٰہٰ: ۸۴)

اے میرے رب! میں نے تیرے پاس حاضر ہونے میں جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے O

اور حبیب کی رضا رب تعالیٰ چاہتا ہے:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔ (البقرہ: ۱۴۴)

ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہوں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ: ۵)

اور بے شک آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات اور دن کے کناروں میں تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی رہیں O

کلیم نے اپنے اور اپنی قوم کے لیے دعا کی:

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ ۔ (الاعراف: ۱۵۶)

ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں۔

حبیب کی امت کے متعلق فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۔ (الاعراف: ۱۵۷-۱۵۶)

عنقریب میں اس (بھلائی) کو ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں O جو اس رسول نبی امی (اللقب) کی پیروی کرتے ہیں جس کا نام ان کے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔

Marfat.com

دیکھئے مانگا حضرت کلیم نے اور ملا آپ کے غلاموں کو' معلوم ہوا کہ زمانہ کسی نبی کا ہو کسی رسول کا ہو سکہ چلتا تھا تو مصطفیٰ کا چلتا تھا اور ڈنکا بجتا تھا تو مصطفیٰ کا بجتا تھا۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی افضلیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی لینے کے لیے طور پر جانا پڑا اور آپ کو کلام الٰہی کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا' آپ جہاں ہوتے کلام الٰہی وہیں نازل ہو جاتا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ انہوں نے زمین پر لاٹھی ماری تو پانی نکل آیا' لیکن زمین میں عادۃً پانی ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل پڑے اور جہاں عادۃً پانی نہیں ہوتا وہاں سے پانی نکل آیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے لیکن لوہے کو بھی عادۃً آگ سے گرم کیا جا سکتا ہے' آپ کے لیے تو پتھر نرم ہو گیا جو کبھی نرم نہیں ہوتا' حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار میں گئے اور آپ نے اس میں سر مبارک داخل کیا تو وہ نرم ہوتا چلا گیا' اور ''صحیح بخاری'' میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد ایک پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (ج ۲ص ۵۸۵) دیکھئے پتھر وہ جنس ہے جس میں محبت پیدا نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس شخص کو کسی سے محبت نہ ہو اس کو سنگدل کہتے ہیں' لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ جس چیز کی حقیقت میں محبت نہیں ہے' وہاں بھی اپنی محبت پیدا کر دی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہاڑ نے تسبیح کی اور آپ کے ہاتھ میں سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھی' کہاں لوہے کا نرم ہونا اور کہاں پتھروں کا محبت کرنا' سنگ ریزوں کا تسبیح پڑھنا۔

حضرت داؤد سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى. (ص: ۲۶) اور آپ خواہش کی پیروی نہ کریں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ (النجم: ۳) وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے O

سبحان اللہ! آپ وہ ہیں جن کی اللہ کی رضا کے مقابلہ میں اپنی کوئی خواہش نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں سے گفتگو کا ملکہ دیا اور جنات اور ہوا کو مسخر کیا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکری کے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا' اور آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے' ہرن اور اونٹ نے آپ سے شکایت کی اور سنگ ریزوں نے آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھی' پتھروں نے سلام عرض کیا اور درختوں نے آپ کی اطاعت کی' آپ کے حکم سے درخت ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر آیا اور پھر واپس چلا گیا' یہ امور پرندوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی بہ نسبت زیادہ عجیب و غریب اور باکمال ہیں' ہوا کے مسخر کرنے کا قصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیٹھ کر ہوا میں اڑتے تھے اور صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے اور شام کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ (سبا: ۱۲) اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی۔

ہوا مسخر سہی' لیکن حضرت سلیمان جس جگہ کا قصد کرتے انہیں وہاں جانا پڑتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں جانا نہیں پڑتا تھا۔ آپ جس جگہ کا جہاں قصد کرتے وہ جگہ وہیں آ جاتی تھی' معراج سے واپسی کے بعد جب کفار قریش نے آپ سے

Marfat.com

بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے تو بیت المقدس کو آپ کے سامنے دار ارقم میں لا کر رکھ دیا گیا۔
(مشکوٰۃ ص ۵۳۰ 'مطبوعہ اصح المطابع' دہلی)

نیز آپ نے فرمایا:

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا. اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا اور میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اور رہا حضرت سلیمان کے لیے جنات کا مسخر ہونا تو اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے جنات مسلمان ہو گئے اور جنت کا مسخر ہونا اور بات ہے اور ان کا مسلمان ہونا اور چیز ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندھوں اور کوڑھیوں کے تندرست کرنے اور مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن نعمان کی نکلی ہوئی آنکھ دوبارہ لوٹا دی' حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی جوڑ دی' آپ کے بلانے سے درخت چل کر آئے' کھجور کا تنا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر رویا' اور یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کہیں بڑھ کر کمالات اور معجزات ہیں' کیونکہ مردے میں پہلے جان آ چکی ہوتی ہے' آپ نے ان چیزوں میں حیات جاری کی جہاں عادۃً حیات نہیں ہوتی' آنکھ والے کو دکھانا اور کان والے کو سنانا اور بات ہے اور بغیر آنکھوں کے دکھانا اور بغیر کانوں کے سنانا اور چیز ہے۔ الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات اور کمالات دیئے گئے وہ تمام نبیوں کے معجزات اور کمالات سے فائق اور ان پر غالب تھے' آپ کے معجزات کی تعداد' کیفیات اور حیثیات ہر اعتبار سے سب پر بلند و بالا تھے' دوسرے نبیوں نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہی معجزات پیش کیے اور آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد کسی معجزہ کو پیش کرنے کی بجائے اپنی زندگی کو پیش کر دیا اور یوں ظاہر ہوا کہ آپ کو اپنی نبوت ثابت کرنے کے لیے کسی خارجی معجزہ کی احتیاج نہیں تھی' آپ کی زندگی خود سراپا معجزہ تھی' یوں ہی تو نہیں فرمایا تھا: ''لَعَمْرُكَ. (الحجر: ۷۲) تمہاری زندگی کی قسم!''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ○ (المؤمنون: ۲۶) اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا○

آپ سے بلاطلب فرمایا:

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا○ (الفتح: ۳) اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے گا○

حضرت نوح نے اپنی قوم کے کافروں کی ہلاکت کی دعا کی:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ (نوح: ۲۶) اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ○

اور آپ سے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

Marfat.com

سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والی حدیث کا حضرت موسیٰ کے پہلے اٹھنے والی حدیث سے تعارض کا جواب

حدیث میں ہے: سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو' کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے' میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا' میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا' اس وقت حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب پکڑے کھڑے ہوں گے' میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے: اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ آپ مطلقاً سب سے پہلے قبر سے اٹھائے جائیں گے اور مسلم کی روایت میں جو ارشاد ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی اس تعارض کا یہی جواب دیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۹۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے' اس کے جوابات

امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں (کسی کو) فضیلت نہ دو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

''صحیح بخاری'' کی ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینا ممنوع ہے حالانکہ صحیح مسلم کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے' اس تعارض کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ''انبیاء میں کسی کو فضیلت نہ دو'' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر علم کے کسی نبی کو کسی پر فضیلت نہ دو' ورنہ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے: '' **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** ۘ. (البقرہ: ۲۵۳) یہ سب رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت کا علم ہونے سے پہلے یہ فرمایا تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی دل آزاری کا موجب ہو۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نبوت میں فرق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ قول تواضع پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

اے ایمان والو! ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں

يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ

اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ (کافروں کی) کسی سے دوستی ہو گی اور نہ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

(کفار کے لیے) شفاعت ہوگی' اور کفار ہی ظالم ہیںo

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید

سابقہ آیات میں مسلمانوں کو بدن کے ساتھ جہاد کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور چونکہ جہاد اور قتال کے لیے مال کو خرچ کرنا بہت ضروری ہے اس لیے ان آیات میں مال کے خرچ کرنے کو بیان فرمایا ہے اور اس حکم کو قیامت کے دن کی یاد دلا کر مزید مؤکد فرمایا ہے۔ دنیا میں تو انسان اپنے آپ کو مصیبت اور تکلیف سے بچانے کے لیے بعض چیزیں خرید لیتا ہے' کبھی کوئی دوست اس سے تکلیف دور کر دیتا ہے' کبھی کسی کی سفارش سے اس سے مصیبت ٹل جاتی ہے' لیکن قیامت کے دن کوئی خرید و فروخت ہو سکے گی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کون سا خرچ مراد ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے قتال اور جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے۔ بعض علماء نے کہا: اس سے زکوٰۃ اور صدقات فرضیہ مراد ہیں اور صدقات نفلیہ مراد نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خرچ نہ کرنے پر وعید فرمائی ہے اور نفل کے ترک کرنے پر وعید نہیں ہوتی لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں وعید نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور جب تک تم دنیا میں ہو آخرت کے لیے منافع حاصل کرو' کیونکہ ان منافع کا آخرت میں حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

آخرت میں دوستی اور سفارش سے مسلمانوں کے انتفاع کا بیان

ہر چند کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کی کسی سے دوستی کام نہیں آئے گی نہ کسی کی کسی کے لیے سفارش کام آئے گی لیکن قرآن مجید کی دوسری آیات سے یہ متعین ہو گیا ہے کہ یہ محرومی صرف کفار کے لیے ہے اور مسلمانوں کی مسلمانوں سے دوستی بھی کام آئے گی اور سفارش بھی' قرآن مجید میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۞ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۞ (الزخرف: ۶۹-۶۷)

متقین کے سوا گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گےo اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گےo جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے احکام کے تابع رہےo

اور مسلمانوں کی شفاعت کے متعلق فرمایا:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى . (الانبیاء: ۲۸)

اور (فرشتے) صرف اس کی شفاعت کرتے ہیں جس (کی

Marfat.com

شفاعت) پر اللہ راضی ہو۔

شفاعت پر سیر حاصل بحث ہم البقرہ: ۴۸ میں بیان کر چکے ہیں۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ

اللہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ زندہ (جاوید) ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے' اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند'

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے (سب) اسی کی ملکیت ہے' کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ

میں شفاعت کرے' وہ جانتا ہے جو ان (لوگوں) کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے' اور اس کے علم میں سے وہ

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

(لوگ) کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے' اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے'

وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ

اور ان کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں ہے اور وہی بہت بلند بڑی عظمت والا ہے O دین میں جبر نہیں ہے'

قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے' سو جو شخص طاغوت سے کفر کر کے اللہ پر ایمان لے آیا

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ

تو اس نے ایسا مضبوط دستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے' اور اللہ خوب سننے والا

عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾

بہت جاننے والا ہے O

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ توحید' رسالت اور آخرت سے متعلق عقائد اور مختلف احکام شرعیہ کو بار بار ایک دوسرے کے بعد دہراتا رہتا ہے' مسلسل عقائد کا ذکر جاری رہتا ہے نہ متواتر احکام کا' تاکہ قاری کا ذہن اکتاہٹ کا شکار نہ ہو اس لیے اللہ تعالیٰ عقائد کے مضمون کے بعد احکام کا مضمون شروع کر دیتا ہے اور عقائد میں بھی توحید' رسالت اور آخرت کے مضمون کا تنوع ہے اور اسی طرح احکام میں بھی مختلف انواع کے حکم کا ایک دوسرے کے بعد ذکر فرماتا ہے تاکہ قاری یکسانیت کا شکار نہ ہو

Marfat.com

اور ہر بار اس کو غور وفکر کی نئی راہیں ملیں۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ نجات کا مدار انسان کے اعمال صالحہ پر ہے اور قیامت کے دن اس کا مال' اس کی دوستی اور کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی اور یہ فرمایا تھا کہ تمام رسل علیہم السلام کے مراتب اور درجات اگرچہ متفاوت اور مختلف ہیں لیکن تمام رسولوں کی دعوت اور ان کا پیغام واحد ہے اور ان کا دین واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کو واحد مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی جامع آیت' آیت الکرسی ہے' ہم پہلے آیت الکرسی کے مفردات کے معانی بیان کریں گے اور پھر اس کے فضائل کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے۔

آیت الکرسی کے مفردات اور جملوں کی تشریح

اللہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ ذات جو واجب الوجود (قدیم بالذات) ہو' تمام صفات کمالیہ کی جامع ہو اور تمام نقائص سے بری ہو اور عبادت کی مستحق ہے۔

الحی: جو ہمیشہ سے ازخود زندہ ہو' اپنی حیات میں کسی کا محتاج نہ ہو' اور ہمیشہ زندہ رہے' اور کبھی اس پر موت نہ آئے۔

القیوم: جو ازخود قائم ہو' دوسروں کا قائم کرنے والا ہو' جو تمام کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہے اور ان کے نظام کی تدبیر فرماتا ہے۔ "وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ (الروم: ۲۵) اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں"۔

اونگھ اور نیند سے بری: تھکاوٹ اور سستی سے غفلت کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اونگھ ہے اور یہ نیند کا مقدمہ ہے اور نیند کا معنی ہے: دماغ کے اعصاب کا ڈھیلا پڑ جانا جس کے بعد علم اور ادراک معطل ہو جاتا ہے اور حواس کا شعور اور ادراک بھی موقوف ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ معنی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غفلت محال ہے' وہ اس عظیم کائنات کا موجد اور اس کے نظام کو جاری رکھنے والا ہے اور ہر آن اور ہر لحہ اس کائنات میں تبدیلی اور تغیر واقع ہو رہا ہے اور اس کے علم اور اس کی توجہ سے ہو رہا ہے' وہ ہر وقت ہر چیز کے ہر حال کا عالم ہے' بے خبر اور سونے والا نہیں ہے۔

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے: تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق' سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں' ہر چیز اس کی قدرت اور اس کی مشیت کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ (مریم: ۹۳) آسمانوں اور زمینوں میں ہر ایک رحمان کے حضور عبد بن کر حاضر ہوگا۔

اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت نہیں ہوگی: اللہ تعالیٰ کی عظمت' جلالت اور اس کی کبریائی کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے حضور شفاعت نہیں کر سکے گا' حشر کے دن تمام انبیاء' رسل' اولیاء' علماء اور شہداء اللہ تعالیٰ کے جلال سے سہمے ہوئے ہوں گے' اس دن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی' پھر اللہ تعالیٰ ایک حد مقرر فرمائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد کے مطابق شفاعت فرمائیں گے' یہ حدیث تفصیل کے ساتھ باحوالہ "ورفع بعضھم درجت" کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور لوگوں کو اتنا ہی علم ہے جتنا اس نے دیا: اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی' حال

Marfat.com

اور مستقبل کو محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت کے تمام امور کو تفصیلاً جانتا ہے' اس کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے' مثلاً ایک ذرہ کو کتنے انسانوں' کتنے جانوروں' کتنے جنات اور کتنے فرشتوں نے دیکھا' اس ایک ذرہ کی دیگر ذرات کے ساتھ کتنی نسبتیں ہیں' اس پر کتنے ہوا کے جھونکے اور کتنے بارش کے قطرے گزرے' اس میں کتنے فائدے' کتنے نقصانات' کتنی حکمتیں ہیں' اس ذرہ کی کتنی عمر ہے' وہ کہاں کہاں رہا اور ایسی بے شمار وجوہ ہیں' تمام کائنات کا علم تو الگ رہا ایک ذرہ کے متعلق اللہ کا علم کتنا وسیع ہے انسان کی عقل اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی' مخلوق کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا وہ عطا فرماتا ہے۔

اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے: کرسی کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں' کرسی سے مراد علم ہے' اسی وجہ سے علماء کو بھی کراسی کہتے ہیں' یا اس لیے کہ انسان کرسی پر ٹیک لگاتا ہے اور اعتماد کرتا ہے اور علماء کا اعتماد بھی علم پر ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد عظمت ہے' ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد ملک اور حکومت ہے۔ امام مقدسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے اور وہ اس طرح چرچراتی ہے جیسے نیا پالان سواروں کے بوجھ سے چرچراتا ہے۔ (الاحادیث المختارہ ج ۱ ص ۳۲۸' مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

کرسی کے متعلق حافظ سیوطی نے بہت احادیث ذکر کی ہیں' ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو بچھا دیا جائے تب بھی وہ کرسی کے مقابلہ میں اس طرح ہیں جیسے ایک انگشتری کسی وسیع میدان میں پڑی ہو۔

امام ابن جریر' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! سات آسمان اور سات زمینیں کرسی کے مقابلے میں اس طرح ہیں جیسے کسی جنگل میں انگوٹھی کا چھلہ پڑا ہو' اور عرش کی فضیلت کرسی پر اس طرح ہے جیسے جنگل کی فضیلت اس انگوٹھی کے چھلے پر ہے۔

امام ابوالشیخ نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۲۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

امام رازی کا مختار یہ ہے کہ کرسی ایک عظیم جسم ہے جو سات آسمانوں اور سات زمینوں کو محیط ہے۔ وہ فرماتے ہیں: بغیر کسی دلیل کے ظاہر قرآن اور ظاہر حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۶۳۔ ۳۶۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

کرسی کا معنی ہے: جس پر کوئی شخص بیٹھے اور بیٹھنے کے بعد اس میں جگہ نہ بچے اور یہاں یہ کلام بہ طور تمثیل ہے' ورنہ کوئی کرسی ہے نہ کوئی بیٹھنے والا' اکثر متاخرین نے یہی کہا ہے تاکہ اللہ کے لیے جسم ہونا لازم نہ آئے' اور احادیث میں بھی استعارہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور حق وہی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور توہم جسمیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا انکار لازم آئے گا اور متقدمین نے یہ کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیقت میں اس سے کیا مراد ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۱۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ کو نہیں تھکاتی: آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ پر بھاری اور دشوار نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک بہت سہل اور آسان ہے' وہ ہر چیز کو قائم رکھنے والا اور ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا

Marfat.com

ہے' اس کا ارادہ اٹل ہے اور جس کا وہ ارادہ کرلے اس کو ضرور کر گزرتا ہے' وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے سے بلند اور برتر ہے اور وہی سب سے عظیم ہے' کبریائی اور بڑائی اسی کو زیبا ہے۔

آیت الکرسی کے فضائل

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام حاکم' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (امتحاناً) سوال کیا کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ انہوں نے کہا: آیۃ الکرسی! آپ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! تم کو یہ علم مبارک ہو۔

امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں' امام طبرانی اور امام ابونعیم نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے: حضرت ابن الاسقع بکری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ '' (البقرہ: ۲۵۵) اور پوری آیت پڑھی۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کو دوسری نماز تک اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور آیت الکرسی کی حفاظت صرف نبی' صدیق یا شہید ہی کرتا ہے۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھے اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی اور وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (امام نسائی از حضرت ابوامامہ' سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰' عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۹' امام طبرانی از حضرت ابوامامہ' المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۱۴' مسند الشامیین ج ۲ ص ۹' کتاب الدعاء ص ۲۴' امام ابن السنی' عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳' حافظ الہیثمی' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۲)

امام بخاری' امام نسائی اور امام ابونعیم نے ''دلائل'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ کی حفاظت پر مامور کیا' ایک شخص آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں محتاج اور عیال دار ہوں اور مجھے بڑی سخت ضرورت تھی' میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اپنی سخت حاجت بیان کی' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور وہ پھر آئے گا' مجھے یقین ہوگیا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات لگا کر بیٹھا' وہ آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں' میں دوبارہ نہیں آؤں گا' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اپنی اور اپنے عیال کی سخت مجبوری بیان کی' مجھے ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا' وہ آیا اور پھر مٹھی بھر کر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: آج آخری بار ہے' میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا' تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تم کو نفع ہوگا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم

Marfat.com

بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھنا تو صبح تک اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہارے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا' صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے تو وہ جھوٹا لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔

امام ابن الضریس نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صبح تک دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۲۷۔ ۳۲۲' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' بیروت)

کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق

آیۃ الکرسی کی اس بحث میں ہم کرسی پر بیٹھنے کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں تشدد کیا ہے اور کرسی پر بیٹھنے کو ناجائز اور مکروہ تحریمی لکھا ہے اور بعض علماء نے کرسی پر بیٹھنے کو بدعت کہا ہے۔

علامہ ابوطالب مکی لکھتے ہیں:

پہلے صوفیاء کے بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجتمع ہو کر گھٹنوں کو کھڑا کر لیتے تھے' بعض اپنے قدموں پر بیٹھتے اور اپنی کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے' خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے زمانہ سے علماء دین کا یہی طریقہ تھا۔ حسن بصری کے زمانہ سے لے کر ابوالقاسم جنید تک صوفیاء کا یہی طریقہ تھا' اس وقت تک کرسیاں نہیں ہوتی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی مروی ہے کہ آپ اکڑوں بیٹھتے تھے اور گھٹنوں کے گرد کلائیوں سے حلقہ بنا لیتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ قدموں پر بیٹھتے تھے اور کلائیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔ صوفیاء میں سے جو شخص سب سے پہلے کرسی پر بیٹھا وہ مصر کے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تھے اور بغداد میں ان کی موافقت ابوحمزہ نے کی اور مشائخ نے ان کی مذمت کی۔ کرسی پر بیٹھنا ان عارفین کی سیرت سے نہیں ہے جو علم معرفت میں کلام کرتے ہیں' چارزانو (آلتی پالتی مار کر بیٹھنا) نحویوں' لغویوں' دنیادار علماء اور مفتیوں کا طریقہ ہے اور یہ متکبرین کی وضع ہے اور تواضع کا طریقہ سمٹ کر یا جڑ کر بیٹھنا ہے۔

(قوت القلوب ج ۱ ص ۱۶۶' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابوطالب مکی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھنا اور چارزانو بیٹھنا جنید بغدادی کے بعد صوفیاء میں شروع ہوا' عہد صحابہ سے لے کر جنید تک یہ طریقہ نہیں تھا' سو یہ بدعت اور سنت کے خلاف ہے اور متکبرین کے بیٹھنے کا طریقہ ہے۔

علامہ ابوطالب مکی کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت کے خلاف ہے' کرسی پر بیٹھنا انبیاء علیہم السلام' فرشتوں اور صحابہ کا طریقہ ہے اور چارزانو بیٹھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' پہلے ہم کرسی پر بیٹھنے کے متعلق بحث کریں گے اس کے بعد چارزانو بیٹھنے پر گفتگو کریں گے۔

کرسی کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

کرسی لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس پر ٹیک لگا کر بیٹھا جاتا ہے' ثعلب نے کہا: کرسی وہ ہے جو عرب کے نزدیک بادشاہوں کی کرسی کی حیثیت سے معروف ہے (ٹیک لگانے کی قید سے کرسی تخت سے ممتاز ہوگئی)۔

(لسان العرب ج ۶ ص ۱۹۴' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

زمخشری نے کہا ہے کہ کرسی وہ ہے جس پر بیٹھنے کے بعد مقعد سے زائد جگہ نہ بچے (یہ تخت اور کرسی میں فرق ہے' تخت پر بیٹھنے کے بعد جگہ باقی رہتی ہے اور کرسی میں نہیں رہتی)۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۶' ج ۹ ص ۴۳۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

Marfat.com

قرآن مجید' احادیث اور آثار سے کرسی پر بیٹھنے اور چار زانو بیٹھنے کا جواز

قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر بیٹھتے تھے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا۔　اور بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔ (ص: ۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں جارہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ میں نے حرا میں دیکھا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کرسی پر بیٹھے ہیں' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا' اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مسافر آیا ہے' وہ دین کے متعلق سوال کر رہا ہے' وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوگئے' حتیٰ کہ میرے پاس آئے' ایک کرسی لائی گئی' آپ اس پر بیٹھ گئے' میرا گمان ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیئے ہوئے علم سے مجھے دین کی تعلیم دی' پھر آ کر اپنا خطبہ مکمل کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرسی پر اس لیے بیٹھے تھے کہ سب لوگ آپ کا کلام سنیں اور آپ کی زیارت کریں[1] اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی کرسی تھی' امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات میں نے گھر میں آہٹ سنی تو باہر جبرئیل علیہ السلام تھے' میں نے کہا: آپ گھر کے اندر کیوں نہیں آتے؟ کہا: گھر میں کتا ہے' میں نے گھر جا کر دیکھا تو کرسی کے نیچے حسن کے کتے کا بچہ تھا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' مطبوعہ مکتبہ اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کرسی پر بیٹھے تھے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا اور کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر بھی بیٹھے تھے۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اور متعدد احادیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کرسی پر بیٹھے تھے' امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عبد خیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے لیے کرسی لائی گئی اور وہ اس پر بیٹھے۔
(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام نسائی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام احمد نے بھی اس کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۹۔ ۱۲۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

---

1. علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
2. امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں بھیجے ہوئے بارہ صحابہ کے متعلق فرمایا: وہ شہید ہو گئے' ان کے چہرے جنت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے' ان کے لیے سونے کی کرسیاں لائی گئیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

کرسی پر بیٹھنے کے جواز کو بیان کرنے کے بعد اب ہم چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنے کا جواز بیان کر رہے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اچھی طرح سورج نکلنے تک چارزانو بیٹھے رہتے تھے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: دین میں جبر نہیں ہے' بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۶)

دین میں جبر نہ ہونے کی تحقیق

اس سے پہلے آیت الکرسی میں اللہ عزوجل کی صفات بیان کی گئی تھیں' اور یہ بتایا گیا تھا کہ تمام آسمانوں میں صرف اسی کی سلطنت ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت سے اس کو تھکاوٹ نہیں ہوتی اور اس کو ہر چیز کا علم ہے' اور جب انسان نے یہ جان لیا تو پھر اس کے اسلام قبول کرنے اور اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور انسان اگر اس کائنات میں غور وفکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس کو باقی رکھنے والا وہی رب عظیم ہے' اب اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اللہ کی ذات و صفات کو جاننے کے بعد انسان کو از خود اس پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے لیے کسی جبر و اکراہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگ جبراً اسلام میں داخل ہوں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ○ (یونس: ۹۹)

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ہی ایمان لے آتے' تو کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے ○

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۚ (الکہف: ۲۹)

اور آپ کہیے کہ یہ حق (ہے) تمہارے رب کی طرف سے' سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے نصرانی تھے اور وہ خود مسلمان تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا وہ ان کو جبراً مسلمان کریں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ دین میں جبر نہیں ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۰' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

"دین میں جبر نہیں ہے" (البقرہ: ۲۵۶) اس آیت کے متعلق علماء تفسیر کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی' جب کفار سے جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' جب ان کی زیادتیوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا' اور یہ حکم تھا کہ ان کی برائی کو اچھائی سے دور کرو اور عمدہ طریقہ سے ان سے بحث کرو' اور جب جاہل مسلمانوں سے بات

Marfat.com

کرتے تو وہ سلام کہتے' اور جب جہاد اور قتال کی آیات نازل ہوئیں تو ان آیات کا حکم منسوخ ہو گیا' جہاد اور قتال کی بعض آیات یہ ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ (التوبہ: ۷۳)
اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ۵)
پس تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر دو۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (الانفال: ۳۹)
اور کافروں سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور (پورا) دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیں' جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے ماسوا حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ آیت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو لوگ کسی دین کو ماننے والے ہیں ان پر دین اسلام کو قبول کرنے کے معاملہ میں جبر نہیں کیا جائے گا اور رہے کفار اور بت پرست جن کا کسی آسمانی دین سے تعلق نہیں ہے تو ان کے اور ہمارے درمیان صرف تلوار ہے' وہ اسلام قبول کرلیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا' اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ اگر جزیہ ادا کر دیں تو ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا' امام ابن جریر کا بھی یہی نظریہ ہے اور اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستوں سے قتال کریں اس لیے آپ نے ان سے ''لا الہ الا اللہ'' یا تلوار کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کیا' اور باقی لوگوں سے جزیہ کو قبول کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: دین میں جبر نہیں ہے۔

زید بن اسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال رہے اور آپ کسی شخص پر دین میں جبر نہیں کرتے تھے' اور مشرکین آپ سے قتال کرنے کے سوا اور کسی بات کو نہیں مانتے' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے قتال کرنے کی اجازت دی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۲۔ ۱۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اہل کتاب جب جزیہ ادا کر دیں تو وہ اہل اسلام کے حکم میں داخل ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب سے تلوار یا اسلام کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کیا اور جو مشرک بھی یہودی یا نصرانی ہو جائے اس کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۵۲' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

Marfat.com

مشروعیت جہاد پر نفی جبر کی وجہ سے اعتراض اور معاصر مفسرین کے جوابات

غیر مسلم سکالرز اور مستشرقین' اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے' اس سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں ہے'' اور جہاد کا حکم صرف مدافعانہ جنگ کے لیے ہے یعنی جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے تحفظ اور دفاع کے لیے جہاد کریں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اسلام جس طرح یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انہیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے' اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس وقت اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریہ جہاد ہے' اسلام کے بعض نکتہ چیں جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں' وہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو دشمنان دین وایمان کے جوروستم کا تختہ مشق بننے نہیں دے گا۔ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

اسی طرح ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ مجرد کسی قوم کے اندر کفر کا وجود اس امر کے لیے کافی وجہ نہیں ہے کہ اسلام کے علمبرداران کے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور تلوار کے زور سے ان کو اسلام پر مجبور کر دیں' جہاد اصلاً فتنہ اور فساد فی الارض کے مٹانے کے لیے مشروع ہوا ہے' اگر یہ چیز کہیں پائی جاتی ہے تو اہل ایمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ استطاعت رکھتے ہوں تو وہ اس فتنہ اور فساد کو مٹانے کے لیے جہاد کریں' خاص طور پر اس فتنہ کو مٹانے کے لیے جو اہل کفر کے ہاتھوں اس لیے برپا کیا جائے کہ اہل ایمان کو ان کے دین سے پھیرا جائے یا اسلامی نظام کو برباد کیا جائے' صرف مشرکین بنی اسماعیل کا معاملہ اس کلیہ سے استثناء کی نوعیت رکھتا ہے۔ (تدبر قرآن ج ۱ ص ۵۹۴' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور' پاکستان)

اسی طرح مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی گول مول طریقہ سے لکھا ہے:

اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے لیے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے بلکہ دفع فساد کے لیے ہے کیونکہ فساد اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس کے کافر درپے رہتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۶۱۶' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی)

جوابات مذکورہ پر بحث ونظر

اسلام میں جہاد صرف مدافعانہ جنگ کے لیے نہیں ہے جیسا کہ علامہ ازہری نے لکھا ہے اور نہ صرف فتنہ اور فساد کو دور کرنے کے لیے ہے جیسا کہ مؤخر الذکر علماء نے لکھا ہے' بلکہ اسلام میں جہاد اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (الانفال: ۳۹)

اور کافروں سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور پورا دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

اس آیت میں یہ واضح حکم دیا گیا ہے کہ جب تک کہ پورا دین اللہ کے لیے نہ ہو جائے اس وقت تک کافروں سے جنگ اور جہاد کرتے رہو۔

Marfat.com

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں' اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں' اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے ماسوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اسلام نہ قبول کرلیں ان سے جہاد اور قتال کیا جائے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ (التوبہ: ۵)

سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کردو' ان کو گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرو' اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو' پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اور اہل کتاب کے متعلق فرمایا: انہیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قتال کرو اور اگر وہ تمہارے ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کو چھوڑ دو:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (التوبہ: ۲۹)

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اس چیز کو حرام نہیں کہتے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے جو کہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام احمد' امام ابویعلی اور امام طبرانی نے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے' پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو' جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو' اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تم دشمن مشرکوں (اہل کتاب) سے مقابلہ کرو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا' وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کرلینا اور جنگ سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو' اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں (الی قولہ) اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کردیں تو ان کو یہ خبر دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا (الی قولہ) اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو تم بھی اس کو قبول

Marfat.com

کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو۔ الحدیث
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

جنگ خیبر کے ایام میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا تو انہوں نے کہا: جب تک وہ مسلمان نہیں ہوں گے ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے' آپ نے فرمایا: اسی طرح کرنا' حتیٰ کہ جب تم ان کے علاقہ میں داخل ہو تو (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دینا' اور ان کو یہ خبر دینا کہ ان پر کیا احکام واجب ہیں' اللہ کی قسم! اگر ایک شخص بھی تمہارے سبب سے ہدایت یافتہ ہو جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (دنیا کی خیر) سے بہتر ہے۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد پر اعتراض کے جوابات

یہودی اور عیسائی مستشرقین معترضین کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کفار کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے میں اسلام تنہا اور منفرد نہیں ہے' بلکہ موجودہ تورات (کتاب مقدس' بائبل) میں بھی اپنے مخالف کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد کرنے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے' اور موجودہ انجیل میں تصریح ہے کہ تورات کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے' اب آپ تورات کے اس اقتباس کا مطالعہ فرمائیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا○ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں○ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو' تو اس کا محاصرہ کرنا○ اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا○ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا○ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں○ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا○ بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا○ تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو○ (استثناء باب: ۲۰' آیت: ۱۸۔ ۱۰) (عہد نامہ قدیم: ۱۸۶)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں○ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے○ (متی باب: ۵' آیت ۱۸۔ ۱۷) (نیا عہد نامہ: ۸)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو بہ غور پڑھنا چاہیے۔ اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں:

جہاد کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر پر حملہ کیا جائے اور مسلمان مدافعانہ جنگ کریں' یہ جہاد فرض عین

Marfat.com

ہے‘ اس کی مثال غزوۂ بدر‘ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لا اکراہ فی الدین کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ہوش مند اعتراض کر سکتا ہے اور جہاد کی دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا جائے اور بہ شرط استطاعت ازخود کافروں کے ملک پر حملہ کیا جائے‘ یہ جہاد فرض کفایہ ہے‘ فتح مکہ‘ فتح طائف اور فتح خیبر میں اس کی مثالیں ہیں اور بعد میں مسلمانوں نے مصر‘ شام‘ عراق‘ ایران اور بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا اور دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ گئی اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب مشرکین سے جہاد کیا جائے تو یہ تلوار ہے یا اسلام‘ اور اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں‘ یا وہ اسلام قبول کریں‘ یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں۔

اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی رعایت اس لیے رکھی ہے کہ وہ الوہیت اور رسالت کے کسی نہ کسی طور پر قائل ہیں‘ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جزا سزا اور حلال وحرام کے اصولی طور پر معترف ہیں اور جب وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے باج گزار ہو جائیں گے اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہو گا تو مسلمانوں کو ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے اور انہیں بھی اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ جلد یا بہ دیر اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کا اسلام کو قبول کرنا بہ رضا ورغبت ہو گا‘ اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے‘ جہاد کی اس شکل پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اب صرف ایک شکل رہ جاتی ہے اور وہ ہے تبلیغ اسلام کے لیے مشرکین کے خلاف جہاد‘ یا وہ اسلام کو قبول کر لیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور اس پر بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر واکراہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے‘ اگر کوئی شخص کسی ملک کا باشندہ ہو‘ اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے‘ اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے مخالف اور دشمن ملک اور حکومت کا علی الاعلان دم بھرتا ہو اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدار قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا‘ کیا آج دنیا کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تو یہ کیوں عدل وانصاف کے مطابق نہیں ہے جب کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے‘ سو اسی طرح جو شخص اللہ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اللہ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو‘ اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو اس سے یہ کہنا بجا اور عدل وانصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ‘ نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا موت ہے اسی طرح اسلام میں بھی مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے‘ اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب کہ غدار وطن کے لیے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے‘ اور جب کسی قاتل‘ چور‘ ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہے‘ اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ بھی ان کے جرائم کی سزا ہے‘ جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے؟ میں اس اشکال کے جواب میں کئی دن غور کرتا رہا' میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش کے لیے قدیم اور جدید متعدد تفاسیر کو دیکھا' لیکن میں نے دیکھا کہ کسی نے بھی اس کو حل نہیں کیا اور مدافعانہ جنگ اور جزیہ کے اختیار سے اصل اشکال کو ٹالنے' دفع وقتی اور فرار کی کوشش کی' بہرحال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لیے دعوتِ فکر ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے' انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے'

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں' وہ ان کو روشنی سے اندھیروں کی

ع ٣٤ ٢ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ ع

طرف نکالتے ہیں' وہ دوزخی لوگ ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

مومنوں کو ظلمات سے نکالنے کے محامل

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے' اس پر یہ سوال ہوتا تھا کہ جب ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ سب لوگ ایمان نہیں لائے؟ لہٰذا اس آیت میں بتلایا ہے کہ ایمان کی دولت اللہ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جن لوگوں نے شیاطین سے دوستی رکھی وہ اللہ کی توفیق سے محروم ہو گئے اور شیطان نے انہیں کفر کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔

ولی کا یہاں معنی ہے: مددگار' محب اور کارساز' یعنی اللہ مومنین کا محب ہے یا مددگار ہے یا کارساز ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ مومنوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے' اس پر سوال ہے کہ مومن تو ایمان کی وجہ سے پہلے ہی نور میں ہیں نہ کہ ظلمات میں پھر ان کو ظلمات سے نکالنے کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اخراج کے دو معنی ہو سکتے ہیں' حقیقت اور مجاز' اگر حقیقت مراد ہو تو ایمان والوں سے مراد ہے: جنہوں نے ایمان لانے کا ارادہ کیا تو ان کو اللہ کفر کے اندھیروں سے ایمان کے نور کی طرف نکالتا ہے یا معنی ہے: اللہ مومنوں کو ان کے نفوس کی ظلمانیت سے آدابِ شریعت کی طرف نکالتا ہے یعنی ان کو رضاء' صدق' توکل' معرفت اور محبت الٰہی کی راہ میں ڈال دیتا ہے' یا معنی ہے: ان کو وحشت اور فرقت کے اندھیروں سے سکون اور وصل کے نور کی طرف نکالتا ہے' یا اخراج سے مجازاً باز رکھنا مراد ہے یعنی اللہ مومنوں کو ظلمات کفر سے دور رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں وہ ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ (البقرہ: ٢٥٧)

Marfat.com

کفار کو نور سے نکالنے کے محامل

یہاں پر بھی یہ سوال ہے کہ کفار کے لیے نور کب ثابت ہے جو انہیں نور سے نکال کر ظلمت کی طرف لایا گیا' کفر تو ہے ہی ظلمت' اس کے متعدد جوابات ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے' پھر شیطان کے بہکانے میں آ کر وہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور یوں وہ نور سے نکل کر ظلمت میں آ گئے۔ بعض نے کہا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں کرتے رہے اور جب آپ مبعوث ہو گئے تو انہوں نے شیطان کے کہنے میں آ کر آپ کے ساتھ کفر کیا اور یوں روشنی سے اندھیرے میں آ گئے' بعض نے کہا: انہوں نے فطرت اسلام کے نور کو ترک کر کے کفر کے اندھیرے کو اختیار کیا' بعض نے کہا: عالم ارواح میں انہوں نے ''بلیٰ'' کہہ کر جو اقرار کیا تھا اس کے نور سے نکل کر وہ کفر کے اندھیروں میں آ گئے۔

طاغوت کا معنی

طاغوت کا لفظ طغیان سے ماخوذ ہے' اور طغیان کا معنی ہے: کسی چیز کی حد سے تجاوز کرنا' یہ لفظ اصل میں ملکوت کی طرح مصدر ہے اور اس میں تاء زائد ہے۔ طاغوت سے مراد بت ہیں یا شیطان' بعض محققین نے کہا: طاغوت چار ہیں: (۱) ابلیس لعنہ اللہ (۲) وہ شخص جو اپنی عبادت کیے جانے پر راضی ہو (۳) وہ شخص جو لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی دعوت دے (۴) جو شخص وحی الٰہی کے بغیر علم غیب کا مدعی ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ

(اے محبوب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا (کیونکہ) اللہ نے

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي

اس کو سلطنت دی تھی' جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں

وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

اور مارتا ہوں' ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا

تو اس کو مغرب سے لے آ' تو کافر حیران اور لاجواب ہو گیا' اور اللہ ظلم

يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَ

کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا درآں حالیکہ

وقف لازم

Marfat.com

هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحۡىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ

وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی' اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ اس بستی والوں کو مرنے کے بعد کیسے

مَوۡتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ ؕ

زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے سو برس تک اس پر موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا' فرمایا: تم نے کتنی مدت قیام کیا؟

قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ

اس نے کہا: تمام دن یا دن کا کچھ حصہ! اللہ نے فرمایا: بلکہ تم ایک سو سال تک ٹھہرے رہے'

عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ

پس تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو جو اب تک سڑی (بدبودار) نہیں' اور اپنے

اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَى الۡعِظَامِ

گدھے کو دیکھو' اور تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں اور (ان) ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم کس طرح

كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ

ان کو ملا کر جوڑتے ہیں' پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں' پھر جب ان پر (موت کے بعد زندہ ہونا) منکشف ہو گیا تو انہوں نے کہا:

اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۵۹﴾

میں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

مومن کے نور اور کافر کی ظلمت کی مثالیں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا مددگار ہے' اور کفار کے دوست شیاطین ہیں' اب اللہ تعالیٰ ایک مثال مومن کی اور ایک مثال کافر کی بیان فرما رہا ہے تا کہ اس قاعدہ کی وضاحت ہو اور اس قاعدہ پر دلیل قائم ہو' مومن کی مثال میں حضرت ابراہیم کو بیان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر دلائل پیش کرنے کی توفیق عطا کی اور انہوں نے کافر کے شبہات کا قلع قمع کیا اور کافر کی مثال میں نمرود بادشاہ کو بیان کیا جو اپنے شکوک اور شبہات کے اندھیروں میں رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کا پس منظر اور پیش منظر

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے سامنے حضرت ابراہیم نے اللہ کے رب ہونے پر دلیل پیش کی تھی' اس کا نام نمرود

Marfat.com

بن کنعان تھا' یہ زمین پر پہلا بادشاہ تھا' اس نے بابل میں قلعہ بنایا تھا اور یہ پہلا شخص تھا جو اللہ کی ربوبیت پر دلیل قائم ہونے کے بعد زمین پر لاجواب اور حیران ہوا۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ زمین پر سب سے پہلا بادشاہ نمرود تھا' لوگ اس کے پاس خوراک طلب کرنے کے لیے جاتے تھے' ایک دن لوگوں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس کے پاس گئے' وہ لوگوں سے پوچھتا: تمہارا رب کون ہے؟ لوگ کہتے کہ آپ ہیں' حتیٰ کہ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: جو لوگوں کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے؟ اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' حضرت ابراہیم نے کہا: اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال' تو وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا' پھر اس نے حضرت ابراہیم کو خوراک اور طعام دیئے بغیر واپس کر دیا' واپسی میں حضرت ابراہیم کا ایک ریت کے ٹیلہ سے گزر ہوا' انہوں نے سوچا کیوں نہ میں کچھ ریت کپڑے میں باندھ کر لے جاؤں تاکہ گھر والوں کو' کوئی بندھی ہوئی چیز دیکھ کر تسکین ہو' گھر جا کر انہوں نے گٹھڑی کو رکھ دیا' اہلیہ نے کھول کر دیکھا تو وہ بہترین طعام تھا' حضرت ابراہیم نے جان لیا کہ یہ طعام انہیں اللہ نے دیا ہے' پھر اللہ نے اس بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے' اللہ اسے اس کے ملک پر برقرار رکھے گا' نمرود نے کہا: میرے سوا اور کون رب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس تین بار فرشتے کو بھیجا' اس نے ہر بار انکار کیا' پھر فرشتے نے اس سے کہا: تم تین دن کے اندر اپنے سب لوگوں کو جمع کر لو' جب سب لوگ جمع ہو گئے' تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر مچھر چھوڑ دیئے' مچھروں نے ان لوگوں کا گوشت کھا لیا اور خون پی لیا اور وہ لوگ صرف ہڈیوں کا پنجر رہ گئے' اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر اس کے نتھنے کے ذریعہ اس کے دماغ میں بھیج دیا' چار سو سال تک نمرود کے سر کو ہتھوڑوں سے کوٹا جاتا تھا' چار سو سال تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہا' لوگ اس کو دیکھ کر رحم کھاتے تھے' بالآخر وہ مر گیا' یہ وہی شخص ہے' جس نے آسمان کی جانب ایک قلعہ بنایا تھا' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک ان سے پہلے لوگوں نے فریب کیا تو اللہ نے ان کی عمارت بنیادوں سے اکھاڑ دی' سو ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے تو نمرود نے دو آدمیوں کو بلایا' ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو مار دیا' حضرت ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال تو پھر وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو آگ سے نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا' اس سے پہلے وہ بادشاہ کے سامنے پیش نہیں ہوئے تھے' بادشاہ نے ان سے بات کی اور پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' نمرود نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' اس نے چار آدمیوں کو بلایا اور ان کا کھانا پینا بند کر دیا' جب وہ بھوک سے مرنے لگے تو اس نے ان میں سے دو آدمیوں کو کھلایا اور پلایا' وہ زندہ رہے اور باقی دو کو بدستور بھوکا رکھا' وہ مر گئے' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جانا کہ اس کو اپنی سلطنت میں اقتدار حاصل ہے اور وہ اس طرح کے کام کر سکتا ہے' تب پھر انہوں نے کہا: بے شک میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال' یہ سن کر وہ حیران اور لاجواب ہو گیا' اس نے کہا: یہ شخص مجنون ہے اس کو لے جاؤ' کیا تم نے نہیں دیکھا اس نے تمہارے خداؤں پر جرأت کی اور انہیں توڑ دیا اور آگ اس کو جلا نہیں سکی اور نمرود کو یہ ڈر تھا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے رسوا ہو جائے گا' پھر اس نے حضرت ابراہیم کو نکالنے کا حکم دیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۸۔ ۱۶' ملتقطاً مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا خلاصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے جو دلیل پیش کی تھی اس کی ایک تقریر تو یہ ہے کہ نمرود حضرت ابراہیم کی پہلی دلیل نہیں سمجھ سکا' وہ اس قدر موٹی عقل کا انسان تھا کہ اس نے زندہ کرنے کا معنی زندہ چھوڑنا سمجھا' حالانکہ زندہ کرنے کا معنی ہے: بے جان جسم میں جان ڈالنا' اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری واضح دلیل پیش کی' اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف منتقل نہیں ہوئے' بلکہ دونوں مرتبہ ایک ہی دلیل پیش کی البتہ اس کی دو مثالیں بیان فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بہت سی ایسی چیزیں حادث ہوتی ہیں جن کے وجود میں کسی شخص کا دخل نہیں ہوتا' مثلاً زندہ کرنا' مارنا' بادلوں کی کڑک اور بجلی کا چمکنا' سورج' چاند اور دیگر کواکب سیارہ کی حرکات' نمرود کا کسی کو زندہ چھوڑ دینا اور کسی کو قتل کر دینا' اس کا زندہ کرنا اور مارنا نہیں ہے' کیونکہ اس سے پہلے بھی لوگ پیدا ہوتے تھے اور مرتے تھے' وہ خود بھی پیدا ہوا اور اس نے ایک مقررہ دن میں مرنا تھا' جب اس مثال سے اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استدلال واضح نہیں ہو سکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری آسان مثال دی۔

مناظرہ اور مباحثہ کے احکام اور آداب

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کو ملک (بادشاہ) کہنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ نے اس کو ملک دیا تھا' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں نعمتیں عطا فرماتا ہے' اور آخرت میں ان کو محروم کر دیتا ہے اور دوزخ کے سوا ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے' نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دین کو ثابت کرنے کے لیے مخالفین سے مباحثہ اور مناظرہ کرنا جائز ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے مباحثہ کیا اور دلیل قائم کرنے کے بعد مباہلہ کیا یعنی یہ دعا کی: جو ہم میں سے ظالم اور باطل ہو اللہ اس پر لعنت کرے' اسی طرح صحابہ میں سے مہاجرین اور انصار نے سقیفہ بنو ساعدہ میں اس بات پر مباحثہ کیا کہ مہاجرین اور انصار میں خلافت کا مستحق کون ہے' مناظرہ اور مباحثہ کا مقصد صرف حق کو ثابت کرنا اور باطل کا رد ہونا چاہیے' مناظرہ کا معنی ہے: فریقین کے دلائل میں نظر کرنا' انانیت' ہٹ دھرمی' کج بحثی اور اپنی ضد پر قائم رہنا اور اپنے موقف پر اڑے رہنا مناظرہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مناظرہ کے حسب ذیل آداب بیان فرمائے ہیں:

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (آل عمران: ٦٦) — تم اس چیز میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بغیر علم کے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ امام اعظم نے اپنے بیٹے حماد کو مناظرہ سے منع کیا' انہوں نے کہا: آپ خود تو مناظرہ کرتے ہیں' امام اعظم نے کہا: تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کب مخالف کوئی کفریہ بات کہے اور ہم اس کی گرفت کریں اور ہم مخالف کو ایسے موقع پر سنبھال لیتے ہیں اور اس کو اس درجہ کی ضد سے بچا لیتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (النحل: ۱۲۵) — حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے اور ان سے عمدہ طریقہ سے بحث کیجئے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شے اللہ کے مشابہ نہیں ہے اور حقائق کائنات میں غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم حاصل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے افعال اور آثار سے اس کی ذات اور صفات پر

Marfat.com

استدلال کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا درآں حالیکہ وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی' اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ اس بستی والوں کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا! تو اللہ نے سو برس تک اس پر موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا۔ (البقرہ: ۲۵۹)

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کا جو واقعہ بیان کیا تھا' اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کو ثابت کرنے کا بیان تھا' اور اس واقعہ میں قیامت کے بعد لوگوں کو زندہ کرنے اور حشر کو ثابت کرنے کا بیان ہے۔

تباہ شدہ بستی اور اس کے پاس سے گزرنے والے شخص کی تحقیق

جو شخص اس تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرا تھا وہ کون تھا؟ اس کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں' امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

سلیمان بن بریدہ' قتادہ' ربیع' عکرمہ' سدی' ضحاک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔

وہب بن منبہ' عبید بن عمیر اور ابن وہب نے کہا کہ وہ ارمیاہ بن حلقیا یعنی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی علیہ السلام کے تعجب کا ذکر کیا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد لوگوں کو کیسے زندہ فرمائے گا اور اس نبی کے نام کی تعیین نہیں کی' ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت عزیر ہوں اور ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت خضر ہوں' اس لیے ہمیں بھی اس کی تعیین کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

حضرت علی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' عکرمہ' ابوالعالیہ' سعید بن جبیر' قتادہ' ربیع' ضحاک' سدی' مقاتل' سلیمان بن بریدہ' ناجیہ بن کعب اور سالم خواص نے کہا: وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔

وہب' مجاہد' ابن عمیر' بکر بن مضر' ابن اسحاق اور نقاش نے کہا: وہ حضرت ارمیاہ یعنی خضر علیہ السلام تھے۔

حسن بصری نے کہا کہ وہ ایک کافر تھا جو گدھے پر سوار تھا' اس کے پاس انجیر کی ایک ٹوکری تھی' مجاہد نے مکی سے نقل کیا ہے کہ وہ بنو اسرائیل کا کوئی شخص تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ لوط علیہ السلام کا غلام تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ شعیاء تھے۔ (فقہاء صحابہ اور تابعین کی اکثریت نے چونکہ یہ کہا ہے کہ وہ حضرت عزیر تھے اس لیے ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عزیر کا جس تباہ شدہ بستی سے گزر ہوا تھا' اس کے متعلق وہب' قتادہ' ضحاک' عکرمہ اور ربیع نے کہا ہے کہ وہ بیت المقدس کا شہر تھا' یا بیت المقدس سے دو فرسخ (نو انگریزی میل) کے فاصلہ پر انگوروں کے باغ کی ایک بستی تھی' ضحاک نے کہا: وہ ارض مقدسہ تھی' ابن زید نے کہا: یہ وہ بستی تھی جس سے لوگ طاعون سے ڈر کر بھاگ گئے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: وہ دیر ھرقل تھا' کلبی نے کہا: شابور آباد تھا' سدی نے کہا: وہ سلما باذ تھا۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام ابن جریر نے عکرمہ سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ جس بستی کے پاس سے حضرت عزیر گزرے تھے وہ بیت المقدس کے قریب ایک بستی تھی جس کو بخت نصر نے تباہ کر دیا تھا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

زمخشری نے کہا ہے کہ وہ شخص کافر تھا تاکہ یہ واقعہ نمرود کے واقعہ کے ساتھ منسلک ہو' ابوعلی نے کہا: وہ کافر ہی تھا کیونکہ نبی کو مرنے کے بعد اٹھنے میں شک نہیں تھا لیکن یہ دونوں دلیلیں کمزور ہیں' وہ حضرت عزیر تھے اور یہ قصہ حضرت ابراہیم کے قصہ

Marfat.com

کے ساتھ منسلک ہے اور ان کو شک نہیں تھا بلکہ انہوں نے ازراہِ تعجب کہا تھا' نیز اس واقعہ کے آخر میں ہے: اس نے بعث بعد الموت کی تصدیق کی اور کافر تصدیق نہیں کرتا اور اتنی بڑی نشانی دکھانے کا اعزاز نبی کے لیے ہی ہو سکتا ہے کافر کے لیے نہیں' اور نہ کافر کا یہ مقام ہے کہ اللہ اس کے تعجب کو زائل کرنے کے لیے اپنی عظیم الشان قدرت کو ظاہر فرمائے۔

حضرت عزیر کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا

بعض مفسرین کا یہ مختار ہے کہ حضرت عزیر زندہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک سو سال تک ان سے حس اور حرکت کو سلب کر لیا' پھر ان میں دوبارہ حس اور حرکت کو لوٹا دیا گویا کہ وہ سوئے تھے' پھر بیدار ہو گئے اور ان کے حواس معطل ہونے کے ستر سال بعد وہ بستی دوبارہ تعمیر ہو گئی تھی اور اس میں بنو اسرائیل لوٹ آئے تھے' اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کے واسطہ سے ان سے سوال کیا یا ہاتف غیبی نے ندا کی کہ آپ کتنی دیر ٹھہرے؟ یہ سوال اس لیے کیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے کاموں کا احاطہ نہیں کر سکتے' اور اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ ان پر حقیقۃً موت طاری ہو گئی تھی' انہوں نے جو کہا تھا کہ میں نے ایک دن یا دن کے کچھ حصہ میں قیام کیا ہے یہ انہوں نے اپنے گمان سے کہا تھا کیونکہ دن کے ابتدائی حصہ میں ان پر موت طاری ہوئی تھی' دن کے آخری حصہ میں ان کو زندہ کیا گیا' جب انہوں نے دیکھا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تو انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے دن کے کچھ حصہ میں قیام کیا ہے' ہر چند کہ ان کا یہ کلام صورت واقع کے خلاف تھا لیکن یہ کذب نہیں ہے کیونکہ ان کے گمان میں ایسا ہی تھا' کذب تب ہوتا جب وہ قصد اور ارادہ سے واقعہ کے خلاف خبر دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ایک سو سال ٹھہرے ہو تم ہماری قدرت کے دلائل پر غور کرنے کے لیے دیکھو' سو سال میں تمہارا طعام اور مشروب (انجیر یا میوے اور انگور کا شیرہ' البحر المحیط) سڑا نہیں' حالانکہ عام عادت جاریہ یہ ہے کہ اتنا عرصہ میں طعام اور مشروب بدبودار اور خراب ہو جاتا ہے' اور ان کا گدھا مر چکا تھا' اس کا گوشت پوست گل گیا تھا' اس کی ہڈیاں بکھر گئی تھیں' دیکھو کس طرح اس کی بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جڑتی ہیں اور کس طرح ہم ان ہڈیوں پر گوشت پہناتے ہیں اور اس کی رگوں میں خون رواں دواں کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس گدھے کے جسم میں روح پھونک دی اور وہ اللہ عزوجل کے اذن سے زندہ ہو کر رینکنے لگا۔ حضرت عزیر نے مشاہدہ کر لیا جو سو سال بعد مردہ کو زندہ کر دیتا ہے' وہ ہزاروں اور لاکھوں سال بعد بھی مردہ کو زندہ کرنے پر قادر ہے' گدھے میں انہوں نے حیات بعد الموت کا مشاہدہ کر لیا اور خود اپنی ذات پر حیات بعد الموت کا تجربہ حاصل ہوا اور انہیں موت کے بعد حیات کا پہلے علم الیقین تھا اور اب عین الیقین اور حق الیقین بھی حاصل ہو گیا۔

اس واقعہ میں جزوی طور پر حیات بعد الموت پر دلیل ہے اور تمام کائنات کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے اور حشر و نشر کے ثبوت پر حسب ذیل آیتیں دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ؕ (الاعراف: ۲۹) جس طرح اللہ نے تمہیں ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح تمہیں لوٹائے گا۔

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ (الانبیاء: ۱۰۴) جس طرح ہم نے ابتداءً تمہاری آفرینش کی ہے اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے کہ زندگی صرف دو بار ہے' ایک اس وقت جب اللہ تعالیٰ نطفہ میں جان ڈالتا ہے اور دوسری قیامت کے بعد' حضرت عزیر کے لیے تین بار زندگی ہو گی' اس کا جواب ہم نے البقرہ: ۲۴۳ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' اللہ نے فرمایا: کیا آپ کو

تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً

یقین نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں' مگر تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے' فرمایا: چار پرندے لیں

مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ

اور ان کو خود سے مانوس کر لیں (پھر ان کو ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیجئے' پھر انہیں

جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ

بلائیے وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے' اور یقین رکھیے اللہ بہت غالب'

حَكِيمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۲۵ / ۳ / ۲

بڑی حکمت والا ہے ○

حضرت ابراہیم کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا

اس سے پہلی آیت میں حضرت عزیر علیہ السلام کو حیات بعد الموت کے مشاہدہ کرانے اور ان کے تعجب کو زائل کرنے کا ذکر تھا' اور اس آیت میں حضرت ابراہیم کو حیات بعد الموت کے مشاہدہ کرانے کا ذکر ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ انہیں دکھایا جائے اللہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا' اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کو اس میں شک تھا یا اللہ کی قدرت میں شک تھا بلکہ وہ دوبارہ زندہ کرنے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ انسان کی طبیعت میں ان دیکھی چیز کو دیکھنے کا اشتیاق ہوتا ہے' ان کو بعث بعد الموت اور حشر ونشر پر جو ایمان علم الیقین کے درجہ میں تھا اس کو عین الیقین کے درجہ میں ترقی دینا چاہتے تھے' امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام ابن عدی نے بھی روایت کیا ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۰۳' ج ۴ ص ۱۵۸۰' ج ۷ ص ۲۴۹۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(معجم اوسط ج ۱ ص ۴۶' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے' انہوں نے دیکھا کہ راستہ میں ایک

Marfat.com

مردہ گدھا پڑا ہوا ہے جس کا گوشت نوچ نوچ کر درندے اور پرندے کھا رہے ہیں' جب درندے چلے گئے اور پرندے اڑ گئے اور اس مردہ گدھے کی صرف ہڈیاں باقی بچ گئیں تو حضرت ابراہیم کو تعجب ہوا' وہ کہنے لگے: اے میرے رب! مجھے یقین ہے کہ تو اس گدھے کو ان درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے جمع کرے گا' اے میرے رب! تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر ایمان نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں! لیکن خبر معائنہ کی طرح نہیں ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۳۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

قرآن مجید میں جن چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا بیان ہے اس کی تفسیر میں امام ابن جریر نے روایت کیا ہے:

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ یہ چار پرندے مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۵' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں کبوتر کی جگہ گدھ کا ذکر ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نفس انسانی کو حیات ابدیہ اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنی شہوات اور حسن و زیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبہ کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے اور نفس کی خساست اور گھٹیا پن کو دور کر دے جو کوے کی صفت ہے اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے' روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان پرندوں کو ذبح کر دیں' ان کے پر نوچ ڈالیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خلط ملط کر دیں' پھر ان منتشر اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دیں' پھر ان کو بلائیں' جب حضرت ابراہیم نے ان کو بلایا تو وہ اجزاء متمیز ہوئے اور ہر جسم کے اجزاء آپس میں مل گئے اور اخیر میں ان کے ساتھ ان کا سر جڑ گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر انسان حیات ابدیہ چاہتا ہے تو وہ اپنے بدن کی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے (غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے) پھر جب وہ اپنے بدن کو احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے بلائے گا تو وہ اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو دائمی حیات حاصل ہو جائے گی۔ (انوار التنزیل ص ۶۰' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے

حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

کی طرح ہے جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہیں'

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ

اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے' اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے ○ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں

Marfat.com

مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے' اور ان پر نہ کچھ خوف ہے اور

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

نہ وہ غمگین ہوں گے O (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا' اس صدقہ سے بہتر ہے

صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ بے نیاز اور بہت بردبار ہے O اے ایمان والو!

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ

احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریاکاری

رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ

کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا' اس کی مثال

صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا

اس چکنے پتھر کی طرح ہے جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا' وہ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا O

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ

اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'

تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ

ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے' پھر اگر اس پر زوردار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے' اور اللہ

Marfat.com

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ

تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے O کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں

نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں

الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ

ہر قسم کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آ جائے' اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک)

اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

اس باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولہ آئے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے' اللہ تمہارے لیے اسی طرح

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع ۲۶ ۴

آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو O

حیات بعد الموت کے ذکر کے بعد صدقہ وخیرات کے ذکر کی مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر اور حضرت ابراہیم کا قصہ بیان کیا' ان دونوں قصوں میں حیات بعد الموت پر دلائل قائم کیے گئے تھے' اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پیش آنے کا ذکر کیا گیا تھا' ان آیتوں میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اس دوسری زندگی میں کیا چیز انسان کے کام آ سکتی ہے' اور کون سا عمل وہاں نفع دے سکتا ہے' اور وہ صدقہ اور خیرات ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے بھاگے اور ان کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ پھر جالوت اور طالوت کا قصہ بیان کیا اور اس کے بعد فرمایا: اے ایمان والو! اس دن کے آنے سے پہلے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو جب خرید وفروخت ہو سکے گی' نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کی (بلا اذن) شفاعت کام آ سکے گی' اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر اور حضرت ابراہیم کے قصوں کو بیان کرنے کے بعد صدقہ اور خیرات پر اپنے بہت زیادہ اجر عطا فرمانے کا ذکر فرمایا۔

انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف

قرآن کریم میں جگہ جگہ صدقہ وخیرات کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا ہے اور صدقہ وخیرات کی بہت ترغیب دی ہے' کیونکہ صدقہ وخیرات کرنے سے دولت معاشرہ میں گردش کرتی رہتی ہے' غرباء اور فقراء کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور رفاہ عام کے بہت سے کام انجام پاتے ہیں اور ملک وملت کی بقاء میں صدقہ وخیرات کا بہت بڑا دخل ہے' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی سبیل (راہ) میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ کی سبیل کی کئی انواع ہیں: علم دین کی نشر واشاعت میں حصہ لینا' دینی مدارس کی مدد کرنا' مساجد بنانا' لائبریری قائم کرنا' سرائے بنانا' محتاج خانے اور اپاہج خانے تعمیر کرنا' مروجہ علوم

Marfat.com

کے لیے اسکولوں اور کالجوں کو گرانٹ دینا' یتیموں اور بیواؤں کے لیے وظائف جاری کرنا' بیماروں کے علاج معالجہ کے لیے ہسپتال بنانا اور ان کے لیے دوائیں فراہم کرنا' جو لوگ عدالتی اخراجات کی وجہ سے اپنے حقوق حاصل نہ کرسکیں ان کے کام آنا' اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں جو تنگ دست ہوں ان کی مدد کرنا' فقراء اور مساکین کی کفالت کرنا' قرض کی ادائیگی میں مقروض لوگوں کی مدد کرنا' اور سبیل اللہ کی انواع میں سب سے بڑی اور اہم نوع جہاد کے راستہ میں خرچ کرنا ہے تاکہ اللہ کا دین سربلند ہو۔

دس گنے' سات سو گنے اور بے حساب اجر دینے کی وجوہات

اس رکوع میں صدقہ وخیرات کی ترغیب دیتے ہوئے البقرہ: ۲۶۱ سے لے کر ۲۶۶ تک چھ آیتیں بیان کی گئی ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ — جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔ (الانعام: ۱۶۰)

اور یہاں البقرہ کی آیت: ۲۶۱ میں فرمایا ہے: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دانہ خرچ کرے گا اس کو سات سو گنا اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا اس اجر کو دگنا کر دے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ○ — صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا ○ (الزمر: ۱۰)

کسی نیکی کا اجر دس گنا ہے' کسی نیکی کا اجر سات سو گنا ہے اور کسی نیکی کا اجر بے حساب ہے' اب سوال یہ ہے کہ اجر کے یہ مختلف مدارج کس حساب سے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اللہ کی راہ میں حساب سے خرچ کرتا ہے اس کو اللہ حساب سے اجر دیتا ہے اور جو اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرتا ہے اس کو اللہ بے حساب اجر دیتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اجر وثواب کے مدارج کا یہ فرق نیت اور خلوص کے مدارج کے اعتبار سے ہے' جس شخص میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا' تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ فرق حالات کے اعتبار سے ہے' مثلاً ایک کروڑ پتی کسی بھوکے کو دو روٹیاں دے یہ بھی نیکی ہے' ایک متوسط آمدنی والا کسی بھوکے کو دو روٹیاں دے یہ بھی نیکی ہے اور جس کی کل کائنات دو روٹیاں تھیں وہ اگر بھوکے کو دو روٹیاں دے گا تو خود بھوکا رات گزارے گا' اس کا بھوکے کو دو روٹیاں دینا بھی نیکی ہے' لیکن یہ تینوں نیکیاں برابر نہیں ہیں تو ان کا اجر برابر کیسے ہوگا' جس کی کل متاع دو روٹیاں ہیں' اس کا دو روٹیاں دینا ایسے ہے جیسے ایک کروڑ پتی اپنی ساری دولت کسی کو دے دے' اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ کروڑ پتی کو اس نیکی کا اجر دس گنا ملے' متوسط آمدنی والے کو سات سو گنا اجر ملے اور جس کے پاس تھیں ہی دو روٹیاں اس کو بے حساب اجر ملے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اللہ کی راہ میں از خود خرچ کرنا آسان ہے اور کسی ناگہانی آفت اور نقصان پر شکوہ وشکایت کرنا اور خاموشی سے اس نقصان کو برداشت کرنا مشکل ہے' کیونکہ جب آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے منصوبہ اور پروگرام کے مطابق خرچ ہوتا ہے' اس کو خرچ کرنے سے طمانیت اور تسکین حاصل ہوتی ہے' کسی غریب اور فقیر کی حالت زار کو دیکھ کر جو اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کی تکلیف سے اس کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کا ازالہ ہوتا ہے لیکن اچانک اور ناگہانی نقصان ہو جائے جس میں اس کے پروگرام اور منصوبہ کا دخل نہ ہو' جس میں کسی وجہ سے خوشی اور تسکین اور کوئی پہلو نہ ہو ماسوا

Marfat.com

اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس غم کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر لے اور کسی کے سامنے حرف شکایت زبان پر نہ لائے' یہ عمل اپنے پروگرام اور منصوبہ کے مطابق خرچ کرنے کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہے۔

صدقات وخیرات کے آداب وشرائط

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رکوع کی پہلی آیت میں اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا ہے' دوسری آیت میں یہ فرمایا ہے کہ یہ اجر وثواب تب حاصل ہوگا جب صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا جائے نہ طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی جائے جس کو صدقہ دیا ہے' امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے جب غزوۂ تبوک میں ایک ہزار اونٹ مع کجاووں کے دیئے اور ایک ہزار دینار دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی عثمان سے راضی ہو جا' اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنے مال سے چار ہزار دینار صدقہ کیے تو یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے' ان پر کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ: ۲۶۲)

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اور تیسری آیت میں یہ فرمایا ہے: اگر کسی کو صدقہ دینے کے بعد طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی تو اس سے بہتر ہے کہ اس کو صدقہ نہ دیا جائے اور اس سے کوئی نیک اور اچھی بات کہہ دی جائے' مثلاً سائل سے یہ کہہ دے کہ اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے اور اس سے معذرت کرے' یا اس کی کسی اور دینے والے کی طرف رہنمائی کر دے' یا کسی مسلمان کو کوئی نصیحت کرنا' اس کی خیر خواہی میں کوئی بات کرنا' کسی کو نیک مشورہ دینا ایسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے جس کے بعد اس شخص کی دل آزاری کی جائے جس کو صدقہ دیا ہے اور اس رکوع کی چوتھی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ صدقہ اور خیرات کرنے والے اخلاص کے ساتھ' محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دیں' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے صدقہ نہ دیں' وہ ضرورت مندوں سے اپنی سخاوت اور دریا دلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہو' اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ تمام عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا' اور ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی چکنے پتھر پر مٹی جمع ہوگئی اور بارش نے اس کو بالکل صاف کر دیا' خلاصہ یہ ہے کہ صدقہ کی مقبولیت اور اس پر اجر ملنے کی تین شرطیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں: (۱) احسان نہ جتایا جائے (۲) جس کو صدقہ دیا ہو اس کو طعنہ دے کر اذیت نہ پہنچائی جائے (۳) اخلاص کے ساتھ صدقہ دیا جائے' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے نہ دیا جائے۔

صدقات کے مصارف' اجر وثواب اور آداب وشرائط کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کے حسن اور اس کی تندرستی کو دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ! کاش یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے' اگر یہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کے لیے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے' اگر یہ اپنی ضروریات میں خود کو سوال سے روکنے کے لیے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ لوگوں کو دکھانے اور فخر کے لیے جا رہا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

امام احمد اور امام بیہقی نے ''سنن کبریٰ'' میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے

Marfat.com

اللہ کی راہ میں کسی زائد چیز کو خرچ کیا اس کو سات سو گنا اجر ملے گا' اور جس نے اپنی ذات پر اور اپنے اہل پر خرچ کیا اور کسی مریض کی عیادت کی یا راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دی تو اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جب تک روزہ کو فاسد نہ کرے وہ اس کے لیے ڈھال ہے اور جس شخص کو اللہ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا کرے تو اس کو بھی اجر ملے گا۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی سات قسمیں ہیں' دو عمل واجب کرتے ہیں' دو عملوں کا بدلہ ایک مثل ہے' ایک عمل کا بدلہ دس گنا ہے' ایک عمل کا بدلہ سات سو گنا ہے اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' رہے وہ دو عمل جو واجب کرتے ہیں تو جو شخص اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے کہ اس نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کی ہو اور شرک بالکل نہ کیا ہو اس کے لیے جنت واجب ہے اور جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ اس نے شرک کیا ہو اس کے لیے دوزخ واجب ہے' (اور جن دو کاموں کا ایک مثل اجر ہے تو) جس نے برا کام کیا اس کو ایک برائی کی سزا ملے گی' اور جس نے نیکی کا صرف ارادہ کیا اس کو ایک نیکی کا اجر ملے گا' (اور جن کاموں کا سات سو گنا اجر ہے تو) جس نے اللہ کی راہ میں ایک درہم خرچ کیا اس کو سات سو درہموں کا اجر ملے گا اور جس نے اللہ کی راہ میں ایک دینار خرچ کیا اس کو سات سو دیناروں کا اجر ملے گا' اور روزہ اللہ کے لیے ہے' اس کے عامل کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ کسی آدمی کو اللہ کی راہ میں بھیجتے ہیں یا کسی آدمی پر خرچ کرتے ہیں' پھر اس پر احسان رکھتے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: میں نے اللہ کی راہ میں اتنا اتنا خرچ کیا' اللہ کے نزدیک اس عمل کا شمار نہیں ہوگا' اور جو لوگ کسی کو دے کر یہ کہتے ہیں کہ کیا میں نے تم کو فلاں فلاں چیز نہیں دی تھی وہ اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان جتانے والا' ماں باپ کا نافرمان' عادی شرابی' جادو پر ایمان رکھنے والا اور کاہن جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

امام بزار اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تین شخصوں کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا: ماں باپ کا نافرمان' عادی شرابی اور کچھ دے کر احسان جتانے والا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۳۹۔ ۳۳۶' مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے' پھر اگر اس پر زوردار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے۔ (البقرہ: ۲۶۵)

جہاد اور اللہ کی رضا جوئی میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق

اس سے پہلے فرمایا تھا کہ جو اللہ کی راہ (جہاد) میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سات سو دانے ہیں' اور اسی پر عطف کرتے ہوئے فرمایا: اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے' دنیا میں زراعت سے غلہ اور پھل حاصل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کے اجر و ثواب کی مثال بھی دانوں (غلہ) اور پھلوں سے دی ہے' اور

Marfat.com

جس نے اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کیا اس کے اجر کی مثال دانوں سے دی ہے اور جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کیا اس کی مثال باغ سے دی ہے اور جو رضا جوئی اور اسلام پر اپنا دل مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتا ہے اس کی مثال باغ کے ساتھ دینے میں یہ لطافت ہے کہ جس طرح باغ میں درختوں کی جڑیں زمین میں پیوست اور مضبوط ہوتی ہیں اسی طرح اس خرچ کرنے والے کے سینہ میں اسلام کی جڑیں پیوست اور مضبوط ہیں۔ اس کے برخلاف غلہ کے دانے کھیتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور کھیت کی جڑیں زمین میں پیوست اور مضبوط نہیں ہوتیں' نیز کھیت میں پانی لگانے کی ہر کھیتی کے وقت ضرورت ہوتی ہے اور باغ پانی لگانے سے مستغنی ہوتا ہے' سو اسی طرح جہاد کے لیے ہر مرتبہ جہاد کے وقت مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے اس کے لیے کسی وقت اور موقع کی قید نہیں ہے' وہ ہر وقت اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے۔

ریاکار منافق اور مخلص مومن کے راہ خدا میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق

اس سے پہلی آیت (البقرہ: ۲۶۴) میں اللہ تعالیٰ نے منافق کے خرچ کرنے کی مثال دی تھی کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اور ریاکاری سے اپنا مال خرچ کرتا ہے' اس کی مثال اس چکنے پتھر کی طرح ہے جس پر (کچھ) مٹی ہو' پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا' احسان جتانے والے' ایذاء پہنچانے والے اور منافق کو چکنے پتھر سے تشبیہ دی ہے اور ان کے خرچ کرنے کے ظاہری عمل کو چکنے پتھر پر پڑی ہوئی تھوڑی سی مٹی سے تشبیہ دی ہے اور قیامت کے دن کو زوردار بارش سے تشبیہ دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے نیکی کے راستوں میں بہ ظاہر جو کچھ خرچ کیا ہے قیامت کے دن ان کے نامۂ اعمال سے وہ سب دھل کر صاف ہو جائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان: ۲۳)

اور (ان کافروں نے اپنے زعم میں جو بھی نیک) عمل کیے ہیں' ہم ان کی طرف قصد فرمائیں گے' پھر ہم انہیں (فضاء میں) بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے ۝

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص سے خرچ کرنے والے مومن کی مثال دی ہے جو اللہ کی رضا جوئی اور اسلام پر اپنے دل کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتا ہے' اس کے اجر و ثواب کی مثال بلندی پر لگے ہوئے اس باغ کی طرح ہے جس پر زور کی بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے اور اگر زور کی بارش نہ ہو تو اس باغ کی ثمر آوری کے لیے معمولی شبنم ہی کافی ہے' سو اسی طرح اخلاص اور اللہ کی رضا جوئی اور دین پر ثابت قدم رہنے کے لیے زیادہ خرچ کرے یا کم خرچ کرے اللہ کے ہاں اس کے اجر و ثواب کا جو باغ لگا ہوا ہے وہ پھلتا پھولتا رہے گا' اس میں مخلص مسلمانوں کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر کوئی مسلمان تنگ دست اور کم حیثیت ہے تو وہ یہ غم نہ کرے کہ اگر اس نے اللہ کی راہ میں اپنی تنگ دستی کی وجہ سے کم خرچ کیا تو اللہ کے نزدیک اس کی کم حیثیت ہوگی' بلکہ یہ فرمایا کہ مومن اخلاص اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے حسب حیثیت کم خرچ کرے یا زیادہ آخرت میں اس کے اجر و ثواب کا باغ پھلتا پھولتا رہے گا۔

اللہ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کے لیے خرچ کرنے کی صورتیں

اس آیت (البقرہ: ۲۶۵) میں اللہ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکام شرع پر عمل کرنے کا عادی

Marfat.com

بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں' ایسی نیتوں میں ریاکاری اور دکھاوے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے' تو جو شخص اس کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس کا دل اسلام پر اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو' اسی وجہ سے حضرت علی نے خرچ کرتے وقت فرمایا: ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کھلاتے ہیں' ہم تم سے کسی صلہ اور ستائش کے طالب نہیں ہیں' اور جب حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا: ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ چکانے کے لیے ابوبکر نے بلال کو اتنی گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ○ (اللیل: ۲۱-۱۹)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ○ وہ صرف اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب سے بلند ہے ○ اور ضرور وہ عنقریب راضی ہوگا ○

اسی طرح حضرت صہیب رومی جب اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنا سارا مال و متاع مکہ میں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ . (البقرہ: ۲۰۷) اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنے نفس فروخت کر دیتے ہیں" سو جب انسان کی طبیعت میں یہ چیز راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے اور اس خرچ سے کوئی نفسانی منفعت مطلوب نہیں ہوتی تو اس کے دل میں اسلام کی جڑیں پیوست ہو جاتی ہیں اور اسلام پر اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت صہیب رومی اور دیگر صحابہ کرام اسی پائے کے مخلصین تھے۔

(۳) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی جناب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ مرتبہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

(۴) مخلصین جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو جو اللہ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہوگی کیونکہ ان کو یوم قیامت اور ثواب و عذاب کا یقین ہوتا ہے' اس کے برعکس منافق جب خرچ کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کا یہ عمل ضائع ہو رہا ہے کیونکہ اس کو آخرت پر ایمان نہیں ہوتا' اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(۵) مخلصین جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے ہیں اور خوب چھان بین کر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی گناہ کے کام میں نہ لگ جائے' اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ کی

Marfat.com

راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں' اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں' تو (اچانک) اس باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولہ آئے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے۔ (البقرہ: ۲۶۶)

سخت حاجت کے وقت باغ کے جل جانے کی مثال کی دو تقریریں

جو شخص صدقہ وخیرات کرنے کے بعد احسان جتائے اور ایذاء پہنچائے اس کی محرومی کی ایک مثال پہلے البقرہ: ۲۶۴ میں دی تھی اور دوسری مثال اس آیت میں دی ہے۔ پہلی مثال میں یہ ذکر کیا تھا کہ کسی چکنے پتھر پر مٹی ہو اور اس مٹی کو تیز بارش بہا کر لے جائے' اس مثال میں یہ بتایا ہے کہ کسی شخص کا بہت حسین اور پھل دار باغ ہو' وہ اس وقت بوڑھا ہو اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو ظاہر ہے اس وقت اس کو باغ کی بہت سخت ضرورت ہو گی کیونکہ وہ خود بڑھاپے کی وجہ سے کما نہیں سکتا' بچے جوان نہیں جو اس کو کما کر لا دیں بلکہ خود ان بچوں کی پرورش کی اس پر ذمہ داری ہے' اب اچانک اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہو گا' اسی طرح انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور فقراء اور مساکین کو صدقہ وخیرات دے اور اس کو یہ امید ہو کہ آخرت میں جب وہ نیک عمل کرنے سے بالکل عاجز ہو گا اور اس کو نیکیوں پر اجر وثواب کی سخت حاجت ہو گی اور کہیں اور کسی ذریعہ سے کسی نیکی کے ملنے کا امکان نہیں ہو گا اور اس کی واحد امید وہ صدقات وخیرات ہوں جو اس نے دنیا میں کیے تھے' پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر ایذاء پہنچائی تھی اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی کا کیا عالم ہو گا۔

اس مثال کی دوسری تقریر یہ ہے' حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام عبد بن حمید نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ نے یہ مثال بیان کی ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ساری عمر صالح اور نیک عمل کرتا رہے حتیٰ کہ جب وہ بوڑھا ہو جائے' اس کی موت قریب آ لگے اور اس کی ہڈی کمزور ہو چکی ہو اور اس وقت اس کو اس بات کی سب سے زیادہ احتیاج ہو کہ اس کے اعمال کا خاتمہ نیکیوں پر ہو' اور اس وقت وہ دوزخیوں کے سے بُرے کام کرنا شروع کر دے اور ایسے بُرے کام کرے جن سے اس کے سابقہ سارے نیک کام اور صالح عمل اکارت چلے جائیں اور ضائع ہو جائیں اور اس کی زندگی کے سارے نیک کاموں کا باغ اس آخری برائی سے جل کر راکھ ہو جائے' اس مثال کا حضرت عمر پر بڑا گہرا اثر ہوا اور وہ حیران ہو گئے۔

اے بار الٰہ! مصنف اور اس کتاب کے قارئین کو ایسی برائی سے اپنی پناہ میں رکھنا جو زندگی کی ساری نیکیوں کو جلا ڈالے اور ہمیں حسن عاقبت سے محروم نہ کرنا اور ایمان اور اعمال صالحہ پر ہمارا خاتمہ کرنا' مصنف اپنی زندگی کے آخری حصہ میں ہے' اس کو اپنی پناہ اور امان میں رکھنا' آمین!

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! جب میرا بڑھاپا ہو اور میری عمر کے انقطاع کا وقت ہو اس وقت مجھے اپنا سب سے وسیع رزق عطا فرمانا۔ (معجم اوسط ج ۱ ص ۳۴۰' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو، اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم

اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ

نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ

تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا

اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو، اور یقین رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ

کہ اللہ بہت بے نیاز بہت تعریف کیا ہوا ہے ○ شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا ہے

بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ

اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ فرماتا ہے، اور اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ ۙۖ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ

بڑی وسعت والا بہت جاننے والا ہے ○ وہ جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے

الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا

حکمت دی گئی تو بے شک اسے خیر کثیر دی گئی، اور صرف عقل والے

الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ

ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ○ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو، اور تم جو

نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

بھی نذر مانتے ہو، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ○

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَ

اگر تم علانیہ صدقات دو تو وہ کیا ہی خوب ہے، اور اگر تم ان کو مخفی رکھو اور

Marfat.com

تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ

فقراء کو دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' اور (یہ صدقہ کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا

سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ

اور تمہارے سب کاموں سے اللہ خبر رکھنے والا ہے O (اے رسول!) انہیں ہدایت یافتہ

هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا

کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے' لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے' اور تم جو

مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ

اچھی چیز خرچ کرتے ہو سو وہ تمہارے نفع کے لیے ہے' اور تم صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہی خرچ کرتے ہو'

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

اور تم جو اچھی چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ان کا تم کو پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا O

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے)

ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ

زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال

التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ

سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) ان کو صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال

۳۷ ۵ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

نہیں کرتے' اور تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو' بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے O

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ

جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ

Marfat.com

عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

کرتے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے' اور نہ ان پر کوئی خوف ہو گا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۴﴾

اور نہ وہ غمگین ہوں گے O

وقف منزل

صدقہ میں دیئے جانے والے مال کی صفات کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے صدقات اور خیرات کے متعلق چھ آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ صدقہ کرنے والے کی نیت میں اخلاص ہونا چاہیے اور لوگوں کو دکھانے اور سنانے کی غرض نہیں ہونی چاہیے اور صدقہ وخیرات کرنے کے بعد فقراء پر احسان جتانا چاہیے اور نہ طعنے دے کر انہیں اذیت پہنچانی چاہیے اور محض صفاء باطن اور تزکیہ نفس کے لیے صدقہ اور خیرات کرنی چاہیے۔اس کے بعد آنے والی آٹھ آیتوں (البقرہ: ۲۷۴ ـ ۲۶۷) میں بتایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو مال دیا جائے اس مال کی صفت کیسی ہو' وہ ردی' ناکارہ اور ناقابل استعمال نہ ہو' نیز یہ فرمایا ہے کہ اللہ تمہیں اچھا مال دینے کا جو حکم فرما رہا ہے' اس میں اس کی کوئی غرض نہیں ہے' اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور آخرت میں تم کو اس کا پورا پورا اجر دے دیا جائے گا بہ شرطیکہ تم صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے صدقہ اور خیرات کرو' نام ونمود کے لیے نہیں' نیز یہ فرمایا ہے کہ تمہارے صدقات کے اصل میں مستحق وہ فقراء ہیں جنہوں نے خود کو علم دین کے حصول کے لیے وقف کیا ہوا ہے' جو باوجود سخت ضرورت اور بھوک و پیاس کے اپنی خودداری کی وجہ سے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے اور ان کی اس روش کی وجہ سے ناواقف لوگ انہیں خوشحال سمجھتے ہیں' نیز یہ فرمایا ہے کہ اگر نیت درست ہو تو علانیہ اور خفیہ ہر طرح صدقہ وخیرات کرنا درست ہے اور صدقہ وخیرات کرنے والے آخرت میں کسی خوف سے دوچار ہوں گے نہ غم سے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی' ہم لوگوں کے کھجوروں کے درخت تھے' اور جس شخص کے پاس جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک گچھا لاتا کوئی دو گچھے لاتا اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتے' اور اہل الصفہ (وہ صحابہ جنہوں نے قرآن وحدیث کو محفوظ کرنے کے لیے خود کو وقف کر لیا تھا اور وہ دن رات مسجد نبوی میں رہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک چبوترہ بنوا دیا تھا' اس وجہ سے ان کو اصحاب الصفہ کہا جاتا ہے' صفہ کے معنی چبوترہ ہیں) کے پاس کھانا نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان گچھوں پر لاٹھی مارتا تو اس سے ادھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ ان کو کھا لیتے' ادھر لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں خاص رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے گچھے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی' ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں' اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی پاکیزہ کمائی سے اچھی اور عمدہ چیزوں کو خرچ کرو' اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں' اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو۔ (جامع ترمذی ص ۴۲۵۔ ۴۲۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اس چیز کو صدقہ کرنا چاہیے جو فی نفسہ حلال اور طاہر ہو' اور وہ چیز حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو' جو چیز فی نفسہ حلال نہ ہو مثلاً مردار یا حرام جانور' اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے' یا وہ چیز فی نفسہ حلال ہو لیکن ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً سود' رشوت یا کسب حرام سے جو پیسہ حاصل ہو اس سے کوئی چیز خرید کر صدقہ کی جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا' اور اللہ صرف پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے' تو اللہ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے' پھر اللہ اس صدقہ کو پالتا (بڑھاتا) رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کو پالتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ کھجور کا صدقہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ: ۲۶۷)

حلال کمائی کی مدح اور بربناء ضرورت اولاد کے مال سے کھانے کا جواز

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد نے حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے اچھا کسب (کمائی) کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: جائز تجارت اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی پاکیزہ کمائی سے کھاؤ' اور تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے' تمہاری اولاد اور ان کے اموال تمہاری ملکیت ہیں۔

امام احمد' امام عبد بن حمید' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عمدہ کھانا وہ ہے جس کو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

امام عبد بن حمید حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے باپ کے پاس بھی مال ہے اور اس کی اولاد بھی ہے' اور میرا باپ میرے مال سے لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔

امام عبد بن حمید نے حسن سے روایت کیا ہے کہ والد اپنی اولاد کے مال سے جو چاہے لے سکتا ہے' اسی طرح والدہ بھی' اور اولاد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز لے۔

امام عبد الرزاق اور امام عبد بن حمید نے زہری سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر ضرورت کے اپنی اولاد کا مال بالکل نہ لے اور ضرورت کے وقت دستور کے مطابق لے' اور ابراہیم سے روایت ہے کہ کھانے' کپڑے اور لباس کے علاوہ اور کچھ نہ لے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۴۷' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کی کمائی حرام ہے اس سے زکوۃ نہیں لی جائے گی۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

جب کوئی شخص اپنی حلال کمائی سے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھ کر ندا کرتا ہے: ''اللھم لبیک'' تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے: ''لبیک وسعدیک'' تمہارا زادِ راہ حلال ہے اور تمہاری سواری حلال ہے' تمہارا حج مبرور ہے' اس میں گناہ نہیں ہے' اور جب کوئی شخص حرام کمائی سے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھتا ہے اور ''لبیک اللھم لبیک'' کہتا ہے تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے: تمہارا ''لبیک'' کہنا مقبول نہیں' تمہارا سفر خرچ حرام ہے' تمہارا حج غیر مبرور ہے اور مقبول نہیں ہے۔

امام اصبہانی نے ''الترغیب'' میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حرام مال سے حج کیا اور ''لبیک اللھم لبیک'' کہا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارا ''لبیک'' کہنا مردود ہے' تمہارا حج مردود ہے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۴۷' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔ (جامع ترمذی ص ۳۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

اگر کسی شخص کے پاس ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ مال ہو اور اب اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال اصل مالکوں کو واپس کر دے' اگر وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کر دے' اور اگر ان کا پتا نہ چلے تو اس مال کو ان مالکوں کی طرف سے صدقہ کر دے اور یہ بہرحال جائز نہیں ہے کہ وہ مال حرام سے زکوٰۃ ادا کرے' صدقات و خیرات اور حج اور عمرہ کرے' علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی فقیر کو مال حرام سے کوئی چیز دی اور اس میں ثواب کی امید رکھی تو وہ کافر ہو جائے گا' اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اس کو مال حرام سے دیا ہے' اور اس نے دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو جائیں گے' لیکن تکفیر اس وقت ہوگی جب اس مال حرام کی حرمت قطعی ہو مثلاً سود' یا خمر اور زنا کی آمدنی۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔ (البقرہ: ۲۶۷)

عشر کا بیان

اس آیت میں صدقات فرضیہ زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا حکم دیا ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں' تو حضرت علی نے فرمایا: یعنی دانے (غلہ)' پھل اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

چونکہ اس آیت میں اصالۃً زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے ہم زرعی پیداوار پر عشر میں مذاہب فقہاء بیان کر رہے ہیں۔

عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات

غلہ اور پھلوں کی زکوٰۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حدیث مذکور کی روشنی میں غلہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے

Marfat.com

پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہو گا اور جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہو گا۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ غلہ' پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہو گا۔

عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام مالک' امام ثوری' امام اوزاعی' امام ابن ابی لیلیٰ' امام شافعی' امام ابو یوسف' امام محمد اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے' البتہ امام ابو حنیفہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے' اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے' اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ حدیث خاص ہے اور امام ابو حنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۲۹۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

عشر کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام: ۱۴۱)

درخت کا پھل جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے پھلوں کا کوئی نصاب نہیں بیان کیا' اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے' خواہ ان کی مقدار کثیر ہو یا قلیل' نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)۔

امام ابو حنیفہ کا استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ''ما'' عام ہے جس کا تقاضا ہے: زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو' اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا' امام ابو حنیفہ کا مشہورہ قاعدہ ہے' اور یہ انتہائی دقت نظری اور باریک بینی پر مبنی ہے' اس قاعدہ میں فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے۔ فقہ حنفی کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جب کہ دیگر ائمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن مجید کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں' اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ'' اخرجنا لکم من الارض'' کی پانچ وسق والی حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۱۰ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (۱۰/۱) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے (یعنی ۲۰/۱)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر عشر یا نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث عموم قرآن کے مطابق ہے' نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱۰/۱) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۲۰/۱ بیسواں حصہ) ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۳۷۵ھ)

امام ابو داؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۵ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۳۰ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے حضرت جابر کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام نے اپنی ''مصنف'' میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں' ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے کہا: میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے' معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ' ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۳۰ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو دریائی پانی' بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف

Marfat.com

عشر ہے۔(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں: زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

حماد کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

ابراہیم کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوٰۃ ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۱۳۹ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

ائمہ ثلاثہ جو پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ کو واجب نہیں قرار دیتے قرآن کریم کی عمومی آیت اور ان تمام احادیث اور آثار کے تارک ہیں اور عمومی دلائل کے پیش نظر ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

پانچ وسق والی احادیث کی احناف یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ احادیث اموال تجارت پر محمول ہیں کیونکہ اس وقت پانچ وسق (بارہ سو کلوگرام) دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عشری اور خراجی اراضی کی تعریفیں

جو زمین عشری ہو اس سے عشر (زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ) لیا جاتا ہے اور جو زمین خراجی ہو اس سے خراج لیا جاتا ہے' عشر کی ادائیگی عبادت ہے اور یہ صرف مسلمانوں سے وصول کیا جاتا ہے' اور خراج اصالۃً غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور اس کی مختلف پیداوار کے اعتبار سے ادائیگی کی مختلف شرح ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے' اگر مسلمان کسی خراجی زمین کو خرید لے تب بھی اس سے حسب سابق خراج ہی وصول کیا جائے گا' عشری اور خراجی زمین کے بیان میں علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ہر وہ زمین جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہو' یا جس زمین کو جنگ سے فتح کر کے مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) میں تقسیم کر دیا ہو وہ زمین عشری ہے' اور ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور وہاں کے رہنے والوں کو اسی زمین پر برقرار رکھا گیا ہو وہ زمین خراجی ہے اور اسی طرح اس زمین کا حکم ہے جہاں کے رہنے والوں سے صلح کر کے اس پر قبضہ کیا ہو' اور مکہ مکرمہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنگ اور غلبہ سے فتح کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہیں رہنے دیا اور ان پر خراج مقرر نہیں کیا' اور ''جامع صغیر'' میں مذکور ہے کہ ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دریاؤں کا پانی پہنچتا ہو تو وہ خراجی زمین ہے اور اگر اس تک دریاؤں کا پانی نہ پہنچتا ہو اور اس زمین سے چشمہ نکالا جائے تو وہ عشری زمین ہے' کیونکہ عشر کا تعلق اس زمین سے ہوتا ہے جس میں نشوونما ہو' اور نشوونما کا تعلق اس زمین کے پانی سے ہے اس لیے عشر کے پانی یا خراج کے پانی سے سیرابی کا اعتبار کیا جائے گا۔

جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس زمین کے عشری یا خراجی ہونے میں اس کے

Marfat.com

قرب کا اعتبار کیا جائے گا' اگر وہ خراجی زمین کے قریب ہے تو خراجی ہے اور اور اگر عشری زمین کے قریب ہے تو عشری ہے' اور امام محمد نے کہا: اگر اس نے اس زمین میں کنواں کھود کر اس کے پانی کو سیراب کیا ہے یا اس زمین کے چشمہ سے اس کو سیراب کیا ہے یا ان بڑے بڑے دریاؤں سے اس کو سیراب کیا ہے جن کا کوئی مالک نہیں ہے تو وہ زمین عشری ہے' اسی طرح اگر اس زمین کو بارش کے پانی سے سیراب کیا ہے تو بھی وہ زمین عشری ہے اور اگر اس زمین کو عجمیوں کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کیا ہے تو وہ زمین خراجی ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۵۹۱۔ ۵۹۰' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

خراج کی مقدار کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلو گرام غلہ) اور ایک درہم مقرر کیا تھا بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو' اور جس زمین میں ککڑی' خربوزے اور بیگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ درہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں اس میں ہر جریب پر دس درہم مقرر کیے' حضرت عمر نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا' اس لیے اس پر اجماع ہو گیا' نیز اس لیے کہ کاشتکاری میں کم و بیش مشقت ہوتی ہے' انگوروں کی بیل لگانے میں سب سے کم مشقت اور غلہ اگانے میں سب سے زیادہ مشقت ہے اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی مشقت ہے اور مشقت کے فرق کی وجہ سے وظیفہ خراج میں بھی تفریق کی گئی اور انگوروں کی بیل میں سب سے زیادہ یعنی دس درہم فی جریب وظیفہ مقرر کیا گیا اور غلہ کی کھیتی باڑی میں سب سے کم یعنی ایک صاع غلہ اور ایک درہم فی جریب مقرر کیا گیا اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی وظیفہ یعنی پانچ درہم فی جریب مقرر کیا گیا' ان کے علاوہ زراعت کی دیگر اجناس مثلاً زعفران اور باغات (جن کے گرد چار دیواری ہو) میں کاشتکاری کی مشقت کے اعتبار سے خراج مقرر کیا جائے گا اور یہ امام کے اجتہاد پر موقوف ہے' ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ان زمینوں سے پیداوار کے نصف سے زیادہ خراج نہ لیا جائے کیونکہ کاشتکار نصف پیداوار سے زیادہ ادا کرنے کا متحمل نہیں ہو گا' اگر کاشتکار امام کے مقرر کردہ خراج کو ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو پھر امام کو اس کی مقدار میں کمی کر دینی چاہیے۔

(ہدایہ اولین ص ۵۹۲۔ ۵۹۱' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

ایک درہم ۳ء۰۶ گرام چاندی کے برابر ہے اور پانچ درہم ۱۵ء۳ گرام چاندی کے برابر ہیں اور دس درہم ۳۰ء۶ گرام چاندی کے برابر ہیں۔

اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان

جو زمینیں پاکستان کے زمینداروں کی ملکیت میں ہیں ان پر قطعیت کے ساتھ عشری یا خراجی ہونے کا حکم لگانا بہت مشکل ہے' کیونکہ جب سلاطین اسلام نے ابتداءً ہندوستان کے اس حصہ کو فتح کیا تھا تو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سلاطین نے کون سی صورت اختیار کی تھی' بعض صورتیں عشری زمین کی ہیں اور بعض خراجی زمین کی' اور جو زمینیں مسلمانوں کے زیر تصرف ہوں اور ان کے متعلق عشری یا خراجی ہونا یقینی اور متحقق نہ ہو ان کو عشری زمین پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

ہر وہ شہر جس کے رہنے والے بہ خوشی مسلمان ہوئے اس کی زمین عشری ہے' کیونکہ مسلمانوں کے مسلمانوں پر وظیفہ (زمین کا محصول) مقرر کرنے کی ابتداء خراج سے نہیں کی جائے گی تاکہ مسلمان کو ذلت سے محفوظ رکھا جائے' لہٰذا ان پر عشر ہو گا۔ (المبسوط ج ۳ ص ۷' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

لہٰذا جب پاکستان بنا اور مسلمان مسلمانوں پر حاکم ہوئے تو یہاں کے کاشتکاروں سے زمین میں زراعت کرنے کے وظیفہ کی ابتداء بھی عشر سے کی جائے گی نہ کہ خراج سے' کیونکہ عشر اصالۃً مسلمانوں کا فریضہ ہے اور خراج اصالۃً کافروں پر ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

زمینیں وظیفہ (محصول یا ٹیکس) کی ادائیگی سے خالی نہیں ہیں اور یہ وظیفہ یا عشر ہوگا یا خراج اور مسلمانوں کے زیر تصرف زمین میں عشر سے ابتداء کرنا اولیٰ ہے کیونکہ عشر میں عبادت کا معنی ہے' خراج میں ذلت کا معنی ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۷' مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی' ۱۴۰۰ھ)

اسی طرح حکومت پاکستان نے جو زمینیں مسلمانوں کو الاٹ کر دیں یا ان کو بہ طور عطیہ دیں' یا کسی کارگزاری یا خدمت کے معاوضہ میں دیں وہ بھی عشری ہیں' علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

جس زمین کو مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) کے غیر میں ہماری حکومت تقسیم کرے وہ بھی عشری ہے کیونکہ مسلمان پر ابتداءً خراج مقرر نہیں کیا جاتا۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۵۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے' اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے' اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ فرماتا ہے۔ (البقرہ: ۲۶۸)

بخل کو بے حیائی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ

فحشاء کا معنی بے حیائی ہے اور اس آیت میں بخل پر بے حیائی کا اطلاق کیا گیا ہے' کیونکہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو اس کی ضروریات سے زیادہ مال دیا ہے اور جب اس کے سامنے کوئی ضرورت مند سائل سوال کرے تو وہ اس کی ضرورت کو پورا کرے اور اس کو یہ خیال آئے کہ آخر وہ بھی تو اپنی ضرورتوں کے لیے اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اللہ جب اس کو ضرورت سے زیادہ عطا کرتا ہے تو وہ اللہ کے حکم سے سائل کو خالی ہاتھ لوٹانے سے حیاء کرے' اور جو انسان کسی کو صدقہ اور خیرات دینے کا ارادہ کرتا ہے شیطان اس کو مستقبل کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے اور اس کو پیش آنے والی تنگ دستی یاد دلاتا ہے' اس کو صدقہ دینے سے منع کرتا ہے اور اسے سائل کو بری طرح جھڑکنے کا حکم دیتا ہے' اور اللہ صدقہ کرنے پر تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جتنا تم دو گے آخرت میں تم کو اس سے زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ (سبا: ۳۹)

اور تم جو کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے وہ تمہیں اس کا بدل عطا کرے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ترمذی تحسین سند کے ساتھ' امام نسائی' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام ابن حبان اور امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے پاس ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ شیطان اس کو شر سے ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا ہے اور فرشتہ اس سے خیر کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۴۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اسے خیر کثیر دی گئی۔ (البقرہ: ۲۶۹)

حکمت کے مصداق میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' مجاہد' ضحاک اور مقاتل نے کہا: حکمت سے مراد قرآن ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن مجید کے ناسخ اور منسوخ' محکم اور متشابہ' اور مقدم اور مؤخر کی معرفت حکمت ہے۔ سدی نے کہا: حکمت سے مراد نبوت ہے۔ ابراہیم' ابوالعالیہ اور قتادہ نے کہا: حکمت سے مراد فہم قرآن ہے' لیث نے مجاہد سے روایت کیا: اس سے مراد علم اور فقہ ہے' ابن نجیح نے مجاہد سے روایت کیا: اس سے مراد قول اور فعل کا درست ہونا ہے۔ حسن نے کہا: اس سے اللہ کے دین میں تقویٰ مراد ہے۔ ربیع بن انس نے کہا: اس سے مراد خشیت (خوف خدا) ہے' ابن زید نے کہا: اس سے مراد اللہ کے حکم میں تعقل ہے' شریک نے کہا: فہم ہے' ابن قتیبہ نے کہا: علم اور عمل کا مجموعہ ہے' مجاہد نے کہا: کتابت ہے' ابن المقفع نے کہا: جس چیز کی صحت کی عقل گواہی دے' قشیری نے کہا: اللہ کے احکام میں غور و فکر کرنا اور ان کا اتباع کرنا' نیز انہوں نے کہا: اللہ کی اطاعت' فقہ' دین اور اس پر عمل کرنا' عطاء نے کہا: مغفرت' ابوعثمان نے کہا: وہ نور جس کی وجہ سے وسوسہ اور الہام میں فرق ہو' قاسم بن محمد نے کہا: اپنی خواہشات کی بجائے حق کے مطابق فیصلہ کرنا' بندار بن حسین نے کہا: سرعت کے ساتھ صحیح جواب دینا' مفضل نے کہا: کسی چیز کو صحت کی طرف لوٹانا' کتانی نے کہا: جس چیز سے روحوں کو سکون ملے' اور یہ اقوال ہیں: ہر حال میں حق کی گواہی دینا' دین کی بہتری اور دنیا کی اصلاح کرنا' علم لدنی' اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنا اور الہام کا مورد بننے کے لیے صفاء باطن کرنا' یہ کل پچیس اقوال ہیں۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۴۔ ۶۸۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حکمت کی تعریف اور اس کی اقسام

حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمت نظری اور حکمت عملی' حکمت نظری کی یہ تعریف ہے کہ بشری طاقت کے مطابق حقائق اشیاء کا اس طرح علم ہو جس طرح وہ اشیاء واقع میں ہیں' اور حکمت عملی یہ ہے کہ انسان بُرے اخلاق کو ترک کرے اور اچھے اخلاق کو اپنائے' اور ایک تعریف یہ ہے کہ بشری طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام پر عمل کرنا اور آپ کے تمام افعال کی اتباع کرنا' حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں' اگر اس کا تعلق ایک فرد کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اس کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ایک خاندان کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اسے تدبیر منزل کہتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ایک شہر یا ملک کی اصلاح کے ساتھ ہو تو اس کو سیاست مدنیہ کہتے ہیں۔

حکمت کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد نے کتاب الزہد میں مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چالیس دن اللہ کے ساتھ اخلاص کیا اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑیں گے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے' جہاں سے بھی حکمت ملے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقمان نے اپنے

Marfat.com

بیٹے سے کہا: اے بیٹے! علماء کی مجالس کو لازم رکھو اور حکماء کا کلام سنو' کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح مردہ زمین تیز بارش سے زندہ ہو جاتی ہے۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کم علم بہت عبادت سے بہتر ہے اور کسی شخص کے فقیہ ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے' اور کسی شخص کے جاہل ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ (قرآن اور سنت کے خلاف) اپنی رائے کو پسند کرے۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں' امام دارقطنی نے اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں فقہ حاصل کرنے سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے اور ایک فقیہ شیطان کے نزدیک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے' اور ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر میں ایک ساعت بیٹھ کر دین کا علم حاصل کروں تو یہ میرے نزدیک ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو جمع کرے گا' پھر ان میں سے علماء کو الگ کرے گا' پھر فرمائے گا: اے علماء کے گروہ! میں نے تمہیں عذاب دینے کے لیے تم میں اپنا علم نہیں رکھا تھا' جاؤ! میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۱۔ ۳۵۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

(البقرہ: ۲۷۰)

نذر کا لغوی اور شرعی معنی اور نذر کی اقسام

علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے: نذر کا معنی ہے: تاوان' کسی چیز کو واجب کرنا' اللہ کے لیے منت ماننا۔

(القاموس المحیط ج ۲ ص ۱۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ راغب اصفہانی نذر کا شرعی معنی بیان کرتے ہیں:

نذر یہ ہے کہ تم کسی کام کے ہونے کی بناء پر اپنے اوپر ایسی عبادت کو واجب کر لو جس کو تم پر واجب نہیں کیا گیا ہے۔

(المفردات ص ۴۸۷' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ (آل عمران: ۳۵)

جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو آزاد کیا ہوا ہے (وہ خالص تیرے لیے ہے) تو اس کو میری طرف سے قبول فرما۔

فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۚ (مریم: ۲۶)

(اے مریم!) تم کہنا: میں نے رحمان کے لیے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہے' سو میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی O

Marfat.com

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ . (الحج: ۲۹) اوران پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے لیے مانی ہوئی نذروں کو پورا کریں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

نذر کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم حرام ہے اور یہ ہر وہ نذر ہے جو اللہ کی اطاعت میں نہ ہو' اور زمانہ جاہلیت میں زیادہ تر نذریں ایسی ہوتی تھیں' اور دوسری قسم ہے مباح' یہ کبھی کسی کام کے ساتھ مشروط ہوتی ہے اور کبھی مطلق ہوتی ہے' مثلاً اگر میں فلاں مرض سے شفا پا جاؤں تو میں ایک دینار صدقہ کروں گا' (یہ نذر مشروط ہے) یا میں اللہ کے لیے ایک غلام آزاد کروں گا' (یہ غیر مشروط ہے) اور کبھی نذر مطلق ہوتی ہے' مثلاً اگر میں صحت مند ہو گیا تو میں صدقہ کروں گا۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۱۲۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نذر صحیح اور نذر باطل کا بیان

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر عوام جو فوت شدہ بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات پر جو روپے' موم بتی اور تیل کی نذر مانتے ہیں' وہ بالا جماع باطل اور حرام ہے' جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے' لوگ اس آفت میں بہت مبتلا ہیں خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مثلاً کوئی شخص اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنی نذر میں کہتا ہے: اے میرے سردار فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ شخص واپس آ جائے یا میرا بیمار صحت مند ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے' تو میں آپ کے لیے اتنا سونا یا چاندی' یا کھانا' یا موم بتی یا تیل دوں گا۔ (البحر الرائق) یہ نذر کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے: (۱) یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر باطل اور حرام ہے' کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے (۲) جس کی نذر مانی گئی ہے' وہ فوت شدہ ہے اور فوت شدہ شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا (۳) اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ وہ فوت شدہ شخص اللہ کے اذن کے بغیر تصرف کرتا ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے' ہاں! اگر اس نے یہ کہا کہ اے اللہ! میں تیرے لیے نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو لوٹا دیا' یا میری حاجت پوری کر دی تو میں سیدہ نفیسہ کے مزار پر بیٹھے ہوئے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا' یا امام شافعی یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا' یا اس نے ان کی مساجد کے لیے چٹائی اور روشنی کے لیے تیل یا دیگر کاموں کے لیے روپیہ دیا جس میں فقراء کا نفع ہو' یہ نذر خاص اللہ کے لیے ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کو خرچ کرنے کے محل کے لیے ہوتا کہ اس مزار یا مسجد میں بیٹھنے والے فقراء اور مستحقین پر ان چیزوں کو خرچ کر دیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے' اور کسی غنی یا سید پر ان چیزوں کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے' اور جو نذر مخلوق کے لیے مانی گئی ہو اس کو پورا کرنا حرام ہے اور مزار کے متولی کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے' جب تک نذر ماننے والا اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر نہ مانے اور فقراء پر اس کو خرچ کرنے کی نیت نہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نذر عرف میں ہدیہ اور پیشکش کو کہتے ہیں' اور شرع میں نذر عبادت اور قربت مقصودہ ہے' اسی لیے اگر کسی نے گناہ کی نذر

Marfat.com

کی تو وہ صحیح نہیں ہوئی' نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ کے لیے نذر کرے اور کسی ولی کے آستانہ کے فقراء کو نذر کے لیے صرف کا محل مقرر کرے' مثلاً کسی نے یہ کہا کہ یارب! میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصد پورا کر دے کہ فلاں بیمار کو تندرست کر دے تو میں فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیسہ دوں یا ان کی مسجد کے لیے تیل یا بوریا حاضر کروں تو یہ نذر جائز ہے۔ (ردالمحتار) (خزائن العرفان ص ۷۳' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

جواز کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کے لیے نذر مانے اور اس عبادت کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا دے۔

اردو لغات میں نذر کا معنی ہدیہ اور تحفہ بھی ہے اور منت اور چڑھاوا بھی ہے۔ (قائد اللغات ص ۹۵۹) لیکن عربی میں نذر کا وہی معنی ہے جس کو ہم نے ''قاموس'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام مالک' امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی' اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اس کی معصیت نہ کرے۔ امام مسلم' امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر نہ مانا کرو' کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی' نذر تو صرف بخیل آدمی مانتا ہے۔ (الدرالمنثور ج ا ص ۳۵۱' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم علانیہ صدقات دو تو وہ کیا ہی خوب ہے' اور اگر ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور (یہ صدقہ کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا۔ (البقرہ: ۲۷۱)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام طبری نے اس پر اجماع نقل کیا ہے' اور قاضی ابو یعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے' نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو مخفی طور پر دینا افضل ہے' اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طور پر دینا علانیہ صدقہ سے ستر درجہ افضل ہے' اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا' خفیہ دینے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے' اس لیے یہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا' زجاج نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا' لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں اس لیے زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقات کی ایک دوسرے پر افضلیت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۹۔۶۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ عمل سے افضل ہے' اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔

امام بخاری' امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے' جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایا نہیں ہوگا' امام عادل' وہ نوجوان جس کی اللہ کی عبادت میں نشو و نما ہوئی' وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے' وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت کی وجہ سے ملتے ہیں اور

Marfat.com

اللہ کی محبت کی وجہ سے جدا ہوتے ہیں' وہ شخص جس کو کسی خوب صورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جس نے خفیہ صدقہ دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا حتیٰ کی اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کے کام بُری آفتوں سے بچاتے ہیں' اور خفیہ صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے' اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔

امام ابوداؤد نے' امام ترمذی نے تصحیح سند کے ساتھ' امام نسائی نے' امام ابن خزیمہ نے' امام ابن حبان نے اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے' جن سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک شخص لوگوں کے پاس گیا اور اس نے ان سے محض اللہ کی وجہ سے سوال کیا' اس کی ان سے قرابت داری نہیں تھی' ایک شخص ان کے پیچھے سے اٹھا اور اس کو خفیہ طور پر صدقہ دیا' اللہ کے سوا اس صدقہ کا کسی کو علم نہیں تھا' یا اس سائل کو علم تھا' کچھ لوگوں نے رات کو سفر کیا اور ایک جگہ ٹھہر کر سو گئے' ان میں سے ایک شخص رات کو اٹھا اور اللہ کو یاد کرنے لگا اور اس کی آیات تلاوت کرنے لگا' ایک شخص کسی لشکر میں تھا' ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا' انہوں نے دشمن کو شکست دے دی' اس شخص نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا یا فتح یاب ہو گیا اور جن تین لوگوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی' متکبر فقیر اور ظالم تونگر۔

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! موت آنے سے پہلے اللہ سے توبہ کر لو اور مشغول ہو جانے سے پہلے نیک عمل کر لو' اور اللہ کو بہت یاد کر کے اس سے وصل کرو' اور خفیہ اور علانیہ صدقہ دو تمہیں رزق دیا جائے گا' تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارا نقصان پورا کیا جائے گا۔

امام احمد' امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان' امام حاکم تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو گا اس وقت تک ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں رہے گا۔

امام طبرانی اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنے والوں کے لیے ان کا کیا ہوا صدقہ قبر کی گرمی کو دور کرے گا اور قیامت کے دن مومن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہو گا۔

امام ترمذی نے تحسین سند کے ساتھ اور امام ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنا رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے' بُری موت کو دور کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۵۔ ۳۵۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول!) انہیں ہدایت یافتہ کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے' لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت یافتہ بنادیتا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۲)

اہل الذمہ کو نفلی صدقات دینے کا جواز

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اپنے (نفلی) صدقات اپنے مشرک رشتہ داروں کو نہیں دیتے تھے' اسی طرح انصار بنو قریظہ اور بنو نضیر کو صدقات نہیں دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ (اے رسول!) انہیں ہدایت یافتہ کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے' لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۶۳' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نفلی صدقات ذمی کافروں کو دیئے جاسکتے ہیں یعنی جو کافر مسلمانوں کے ملک میں حکومت کی امان کے ساتھ رہتے ہیں وہ اہل ذمہ کے حکم میں ہیں' ان کو نفلی صدقات دیئے جاسکتے ہیں اور صدقات فرضیہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے اور حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا آپ کا فریضہ اور منصب نہیں ہے' آپ کا کام صرف ہدایت کو پہنچانا اور بیان کرنا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ (الشوریٰ: ۴۸) سو اگر یہ (اسلام قبول کرنے سے) منہ موڑیں تو ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا' آپ کا منصب تو صرف دین کو پہنچا دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور مقاتل نے کہا: یہ فقراء اہل صفہ تھے جنہوں نے خود کو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کرلیا تھا' ان کے پاس بالکل مال نہیں تھا' ان کی تعداد تقریباً چار سو تھی' مجاہد نے کہا: یہ قریش کے فقراء مہاجرین تھے' سعید بن جبیر نے کہا: یہ وہ صحابہ تھے جو مختلف غزوات میں زخمی ہو کر اپاہج ہو گئے تھے۔ نسائی نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ وہ مرض کی وجہ سے زندگی کے کام کاج کرنے اور سفر کرنے سے معذور ہو گئے تھے' سدی نے کہا: کفار نے ان کو گھیرے میں لے لیا تھا' اور وہ کفار کے غلبہ کی وجہ سے گھر گئے تھے' قتادہ نے کہا: انہوں نے خود کو جہاد کے لیے وقف کر لیا تھا' لیکن فقر کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے تھے' محمد بن فضل نے کہا: یہ وہ فقراء تھے جو اپنی بلند ہمت اور خودداری کی وجہ سے صرف اللہ سے دعا کرتے تھے اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے' زمخشری نے کہا: یہ وہ فقراء تھے جو جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ سے تجارت کرنے کے لیے زمین میں سفر نہیں کر سکتے تھے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۹۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ہر چند کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں ان فقراء کے متعدد مصداق بیان کیے ہیں' لیکن ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ ان فقراء سے مراد اہل صفہ ہیں جنہوں نے خود کو علم دین کے حصول کے لیے وقف کیا ہوا تھا' یہ ستر نادار صحابہ تھے جو مسجد نبوی میں رہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک چبوترہ بنوایا تھا' یہ اپنی بلند ہمت اور خودداری کی وجہ سے کسی کے آگے

Marfat.com

دست سوال دراز نہیں کرتے تھے' نہ انہوں نے اپنی وضع قطع مسکینوں اور درویشوں کی سی بنائی ہوئی تھی کہ ان کی ظاہری حالت قابل رحم ہو اور دیکھنے والا ان کو ضرورت مند سمجھ کر ان کی مدد کرے' یہ صحابہ ''خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر'' کی عملی تصویر تھے' یہ شدید ضروریات میں بھی اپنی سفید پوشی کو قائم رکھتے تھے اور اپنے چہروں سے اپنی بھوک اور پیاس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور ان سے باتیں کرنے والا اور ان کی ظاہری حالت کو دیکھنے والا ان کو خوش حال اور شکم سیر گمان کرتا تھا' اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ اہل اسلام کے مہمان تھے' ان کا کوئی گھر نہیں تھا نہ مال' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین سے لگائے رکھتا تھا' اور بھوک کے غلبہ کے وقت اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا' ایک دن میں ایک راستہ پر بیٹھا تھا جہاں سے لوگ گزر رہے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق پوچھا' میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور مہمان بنا کر کھانا کھلائیں' وہ گزر گئے اور مجھے نہیں لے گئے' پھر حضرت عمر گزرے' میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی' ان سے بھی اسی لیے پوچھا تھا' وہ بھی مجھے نہیں لے گئے' پھر سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزار ہوا' آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ اور چل پڑے' میں بھی آپ کے ساتھ گیا' آپ گھر چلے گئے' میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اجازت دے دی' گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا' آپ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ ہمارے لیے فلاں شخص نے ہدیہ بھیجا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک' آپ نے فرمایا: جاؤ تم اہل صفہ کو بلا لاؤ' وہ اہل اسلام کے مہمان ہیں' ان کا گھر بار ہے نہ مال ہے' آپ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تھا تو آپ اس کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے اور خود اس میں سے بالکل نہیں کھاتے تھے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تھا' تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے تھے' اور خود بھی اس میں سے تناول فرماتے تھے' مجھے آپ کا یہ فرمانا ناگوار لگا' میں نے سوچا: یہ ایک پیالہ دودھ تمام اصحاب صفہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے' اب میں ان کو بلا کر لاؤں گا' پھر فرمائیں گے: ان کو یہ دودھ پلاؤ' میرے لیے تو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں بچے گا' اور مجھے یہ امید تھی کہ شاید آپ یہ سارا دودھ مجھے دے دیں گے' لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا' میں گیا اور ان کو بلا کر لایا' وہ سب آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے' آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! یہ پیالہ لو اور ان کو پیش کرو' میں نے وہ پیالہ لیا اور ان میں سے ایک شخص کو پلایا' اس نے اس پیالے سے دودھ پیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا' پھر میں نے دوسرے کو پلایا حتیٰ کہ اخیر میں' میں اس پیالہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' اور تمام اصحاب صفہ سیر ہو کر پی چکے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لے کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا' پھر آپ سر اٹھا کر مسکرائے' اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! پیو' میں نے پیا' آپ نے فرمایا: (اور) پیو' میں نے پیا' میں اسی طرح پیتا رہا اور آپ فرماتے رہے: پیو' حتیٰ کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اب بالکل گنجائش نہیں ہے' آپ نے وہ پیالہ لیا' اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر پی لیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۳۵۷۔ ۳۵۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصحاب صفہ وہ فقراء صحابہ تھے جن کا گھر بار تھا نہ ان کے پاس مال و منال تھا' انہوں نے علم دین کے حصول کے لیے خود کو وقف کیا ہوا تھا' وہ سخت بھوک و پیاس کے عالم میں بھی کسی کے آگے دست سوال دراز

Marfat.com

نہیں کرتے تھے اور ان کی ظاہری حالت سے ان کی اندرونی کیفیات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا' قرآن مجید کے بیان کردہ اوصاف انہی پر پوری طرح صادق آتے تھے' نیز حسب ذیل احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کا مصداق اصحاب صفہ ہی تھے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد اصحاب صفہ ہیں۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ' اور اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے' ان کا گھر تھا نہ ان کے پاس مال تھا' جب آپ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس سے تناول نہیں فرماتے تھے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی تناول فرماتے۔

امام ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھاتے تو کچھ لوگ بھوک کی شدت سے قیام کے دوران گر پڑتے تھے' یہ اصحاب صفہ تھے' دیہاتی لوگ ان کو مجنون گمان کرتے تھے۔

امام ابن سعد' عبداللہ بن احمد اور امام ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تھی' ان میں کسی کے پاس چادر نہیں تھی۔

امام محمد بن سعد نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(الدرالمنثور ج ا ص ۳۵۸' ملتقطاً مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے' اے مخاطب تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) ان کو صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت میں احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے' جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں' یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' مسکین تو صرف وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے فاقہ یا اپنے گھر والوں کے فاقہ کے بغیر سوال کیا' قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا' اور اللہ تعالیٰ اس پر فاقوں کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بلاضرورت سوال کیا قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوں گی۔

Marfat.com

امام ابن ابی شیبہ امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مال بڑھانے کے لیے سوال کیا وہ صرف انگاروں کا سوال کر رہا ہے کم سوال کرے یا زیادہ۔

امام احمد امام ابوداؤد امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد امام ترمذی اور امام نسائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کثرت مال سے غنی نہیں ہوتا' بلکہ غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حرص کرنے سے بچو' کیونکہ حرص ہی درحقیقت فقر ہے اور اس بات سے بچو کہ تم سے معذرت کی جائے۔

امام ابن ابی شیبہ امام بخاری اور امام ابن ماجہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھ کر اپنی کمر پر لادے اور اس کو فروخت کر کے سوال کرنے سے بچے' وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

امام احمد امام ابویعلیٰ' امام ابن حبان' امام طبرانی اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت خالد بن عدی الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز بغیر کسی طمع اور بغیر کسی سوال کے پہنچی ہو وہ اس کو قبول کر لے' یہ اس کو اللہ نے رزق عطا کیا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۶۲۔ ۳۵۸' ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

سوال کرنے کی حد جواز

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا ہو یا اتنی بدنی طاقت ہو کہ وہ محنت مزدوری کر کے ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے' اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دینے والے کو یہ علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کو دے تو وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ وہ حرام کام میں مدد کر رہا ہے' اور اگر وہ شخص طلب علم دین یا جہاد میں مشغول ہو اور وہ کپڑوں کا سوال کرے تو جائز ہے' بہ شرطیکہ اس کو کپڑوں کی ضرورت ہو۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' اس کے سوال پر اس کو دینا تو حرام ہے' لیکن جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس کو اس کے سوال کے بغیر بہ طور صدقہ اور خیرات کے دینا جائز ہے اور کار ثواب ہے اور جو شخص صاحب نصاب ہو اس کو بہ طور ہدیہ اور ہبہ کے دینا جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں لوگ مسجدوں میں آ کر سوال کرتے ہیں اور بعض علماء ایسے سوال کرنے والوں کو مطلقاً منع کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے' ہاں! اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر قول مختار کے مطابق وہ مکروہ نہیں ہے' اسی طرح "اختیار" اور "مواہب الرحمان" میں مذکور ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن کی آیت نازل کی: جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

"اختیار" میں مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے آگے سے گزرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس کو دینا مکروہ ہے' کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے بھی نہیں ہو سکتے' علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے اور جب وہاں گزرنے کے لیے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن بزار کردری احکام مسجد کے بیان میں لکھتے ہیں:

جو مسکین کھانے میں فضول خرچی کرتے ہوں' اور گڑگڑا کر مانگتے ہوں ان کو دینے سے بھی اجر ملے گا' لیکن اگر کسی معین شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے اور گڑگڑا کر مانگتا ہے تو پھر اس کو دینے سے اجر نہیں ہوگا۔

(فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو سائل مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرے یا نمازیوں کی گردنیں پھلانگے' یا گڑگڑا کر سوال کرے یا اس کے متعلق دینے والے کو معلوم ہو کہ یہ فضول خرچی کرتا ہے یا اس کو معلوم ہو کہ اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے یا یہ شخص صحت مند ہے اور محنت مزدوری کر کے کما سکتا ہے اس کے سوال پر اس کو دینا جائز نہیں ہے' اور اگر یہ موانع اور عوارض نہ پائے جائیں تو اس سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے' اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرہ: ۲۷۴)

خفیہ اور علانیہ صدقہ کی آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے کی بار بار ترغیب دی ہے' اب یہ فرما رہا ہے کہ صدقہ کرنے کے لیے کوئی وقت معین نہیں ہے' دن اور رات کے کسی بھی وقت میں خفیہ یا علانیہ صدقہ کیا جا سکتا ہے' اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال ہیں' حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں۔

امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام واحدی' حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا اور اس کا یہ عمل دکھانے اور سنانے کے لیے نہیں تھا تو وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

امام عبدالرزاق' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام طبرانی اور امام ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' ان کے پاس چار درہم تھے' ایک درہم انہوں نے رات میں خرچ کیا' ایک دن میں' ایک خفیہ اور علانیہ۔

امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اللہ کی

Marfat.com

راہ میں صدقات فرضیہ خرچ کرتے ہیں' وہ اسراف کرتے ہیں' نہ تنگی کرتے ہیں نہ فساد کرتے ہیں۔
امام ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت زکوۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔
امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت سورۂ توبہ سے پہلے نازل ہوئی تھی' جب سورۂ توبہ میں صدقات فرضیہ اور ان کی تفصیل نازل ہوئی تو تمام صدقات اس تفصیل کے مطابق خرچ کیے جانے لگے۔
(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۳' مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ
جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے

الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں

قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ
نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود

الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا
کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز

سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ

النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی
دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو

الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
بڑھاتا ہے' اور اللہ کسی ناشکرے گنہ گار کو پسند نہیں کرتا ○ بے شک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوۃ دیتے رہے

وقف لازم

Marfat.com

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾

ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے' اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے O

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ

اگر تم مؤمن ہو O پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے

اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ

اعلان جنگ سن لو' اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں' نہ تم ظلم کرو

وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ

اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گے O اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو'

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوا

اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو O اور اس دن

يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا

سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾ ع

بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا O

۳۸ ع ۶

صدقہ کے بعد سود کی آیات ذکر کرنے کی مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں صدقہ دینے کا ذکر کیا تھا اور اب ان آیتوں میں سود کو حرام کرنے کا ذکر فرما رہا ہے' صدقہ میں انسان کسی ظاہری اور دنیاوی معاوضہ کے بغیر ضرورت مند کو اپنے مال سے کچھ دیتا ہے اور اپنے مال کو کم کرتا ہے' جب کہ سود میں انسان ضرورت مند کو قرض دے کر ایک مدت معینہ کے بعد اس سے اصل رقم سے ایک معین زیادتی کو وصول کرتا ہے اور اپنے مال کو بڑھاتا ہے' صدقہ دینے والا بلا معاوضہ اپنا مال دیتا ہے' اور سود کھانے والا بلا معاوضہ دوسرے کا مال لیتا ہے' صدقہ دینے والے کے مال میں اللہ برکت دیتا ہے اور سود کھانے والے کی برکت مٹاتا ہے' صدقہ دینے والے کی

Marfat.com

نظر صرف آخرت پر ہوتی ہے اور سود لینے والے کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے‘ صدقہ کا باعث خدا ترسی اور ہمدردی ہے اور سود کا محرک خدا سے بے خوفی اور خود غرضی ہے‘ صدقہ دینے والا مشکلات میں مبتلا لوگوں کو سہارا دیتا ہے‘ اور سود کھانے والا مصیبت کے مارے لوگوں کی رگوں سے خون نچوڑ لیتا ہے‘ یوں سود کھانا‘ صدقہ دینے کی مکمل ضد ہے اور ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے‘ اس وجہ سے قرآن مجید ایمان کے بعد کفر کا‘ نور کے بعد ظلمت کا اور جنت کے بعد دوزخ کا ذکر فرماتا ہے اور یہاں پر صدقہ کے بعد سود کا ذکر فرمایا ہے‘ سود لینے کو سود کھانے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ جو چیز لے لی جائے اس کی واپسی کا امکان ہوتا ہے اور جو چیز کھالی جائے اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں رہتا‘ اس سے کسی چیز کی وصول یابی کا شدید ہونا ظاہر ہوتا ہے‘ اسی لیے سود لینے والوں کو سود خور کہا جاتا ہے‘ سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں‘ ہم اس ربا کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے‘ پھر ربا کی دو قسمیں ربا النسیئہ اور ربا الفضل بیان کریں گے‘ ربا الفضل میں ائمہ اربعہ کی بیان کردہ علت پر سیر حاصل بحث کریں گے‘ ربا الفضل کی حرمت کی وجہ بیان کریں گے اور بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل بیان کریں گے‘ ان کے شبہات کے جوابات پیش کریں گے‘ دار الحرب میں سود کی بحث کا اور دار الکفر میں کافروں کے مال ہڑپ کرنے کا ذکر کریں گے‘ اس کے بعد اس رکوع کی آیات کی تفسیر بیان کریں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق.

ربا کا لغوی معنی

لغت میں ربا کے معنی زیادتی‘ بڑھوتری اور بلندی ہیں‘ علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں‘ ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لیا جائے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳‘ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ‘ مصر‘ ۱۴۰۶ھ)

علامہ عینی نے ”شرح المہذب“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف‘ واؤ‘ یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا‘ ربٰو اور ربیٰ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹‘ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ‘ ۱۳۴۸ھ)

ربا کا اصطلاحی معنی

اصطلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیئہ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو‘ مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے‘ جس کو ان شاء اللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ربا النسیئہ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹‘ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ‘ ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئہ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئہ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی

Marfat.com

صادق نہیں آتی۔

ربا النسیئہ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیئہ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ' مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ)

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر برابر فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بہ شرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴' مطبوعہ کراچی)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے' سونا' چاندی' گندم' جو' چھوارے اور نمک' غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی و زیادتی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے' امام شافعی نے فرمایا: باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی' امام مالک کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چار چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے' سو انہوں نے منقیٰ میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے' کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے' امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے' پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیب' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے' اس بناء پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی و بیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ

Marfat.com

ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۔ ۲۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ)

امام ابو القاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں: ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے[1] (اور یہی امام ابو حنیفہ کا نظریہ ہے)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۴ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔ (المغنی ج ۴ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابو الحسین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جا سکے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے' ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے' اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے' ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ اصح المطابع' کراچی) جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو' اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا: مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے: قدر میں مساوات اور قدر وزن' کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں' اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اخروٹ اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہیں۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزناً کیلاً (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل ثمن ہوں یا از قبیل طعام ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں' لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن' ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہوگی اور اگر وزن' عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہو

[1] علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

Marfat.com

گی تو ناجائز اور حرام ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت ربا کے سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے اور قدر وزن' ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے' یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا اخروٹوں کے غیر مثل نہ ہوں اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ (النساء: ۱۱) مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے"۔ فرض کیجئے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو چاندی ملے گی' لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل' ماپ والی' وزنی' عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴' سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷۸)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بہ ظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر برابر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔ **ھذا ما عندی و العلم التام عند اللہ**۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے' ان کے نزدیک علت ربا ماپ اور تول اور اشتراک جنس ہے' وہ عددی چیزوں میں حرمت ربا کے قائل نہیں ہیں مثلاً سیب وزناً بکتا ہے اس لیے ایک کلوگرام سیب کو دو کلوگرام سیب کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے ہیں اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے' اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔ بعض چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے' مثلاً پشاور میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں اور عدداً بھی فروخت ہوتے ہیں یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے بدلہ میں دو کلو اخروٹ نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے' بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دوکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی حیرت انگیز بات ہوگی کہ ایک ہی دوکان دار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو' ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔ رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں' جس کا چاہیں استثناء فرمادیں' اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند رہے گی۔ ثانیاً ہوسکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے اس طرح دو جاندار چیزوں میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہو تو وہ دس جاہل غلاموں سے قیمتی ہوگا' ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل

Marfat.com

کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہوگا' اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے' لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں' مثلاً تانبا' پیتل' چونا' کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک کلو چاندی کی دو کلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہو اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دو کلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو اور تانبا' پیتل' چونا اور کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں: جیسے پین' پنسل' ہتھیار' میز' کرسی' اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلے میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوٰ الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے ربا النسیئہ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے' یہ حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو' مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۷۔ ۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں' مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو' یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی وبیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے' اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر مبادلہ کرلیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہِ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خریدے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

مثلاً زید آج دس کلوگرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلوگرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی روپے حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے' ہم دوکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بہ خوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دوکاندار کی محنت' ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتا ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا جائز نہیں ہے۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی' بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں کسی مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے' اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے' آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے' بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعت کار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا اور تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے' اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے' اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فی صد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے' اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا' سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں' کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غرباء پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ناجائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (VALUE) دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے انتیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا' ایک سو روپیہ تولہ تھا' اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو' ڈالڈا دو روپیہ کلو' دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے کی' دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۹۵ء میں) سونا تقریباً پانچ ہزار روپیہ تولہ' دیسی گھی ایک سو تیس روپیہ کلو' ڈالڈا گھی چالیس روپیہ کلو' دیسی انڈا تین روپیہ کا' تنوری روٹی ڈیڑھ روپیہ کی' دودھ اٹھارہ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ ڈیڑھ روپے کا ہو گیا۔ اس تجزیہ

Marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر پچاس گنا (پچیس سو فیصد سے لے کر پانچ ہزار فی صد تک) گر گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انتیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو' چار روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب تک سو روپیہ تقریباً دو روپے کا رہ گیا ہے' اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود لگتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے' خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو' خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ' اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (البقرہ: ۲۷۵)

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ (البقرہ: ۲۷۹۔ ۲۷۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو ۝ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور '' لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً (آل عمران: ۱۳۰) دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ'' فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا۔ علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر '' وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا '' (البقرہ: ۲۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے' یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں کا بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔ (درمنثور ج ۱ ص ۳۶۶' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۴ھ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربٰو کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

Marfat.com

رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے' اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بیس بائیس سال بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا' اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوٰۃ' قربانی اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع ہے اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطۂ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلان جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا' کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا روپیہ امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی' صنعتی' زراعتی یا دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آ سکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو' اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اسی طرح تقسیم کر دے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل

ڈالر' ین' پونڈ اور ریال وغیرہ مستحکم کرنسی ہیں اور عرف اور تعامل سے یہ مقرر اور ثابت ہے کہ ان کی قدر برقرار رہتی ہے' پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش اور دیگر پس ماندہ ممالک کی طرح افراط زر کے نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قدر میں کمی نہیں ہوتی' سو جو شخص چار' پانچ سال یا زائد عرصہ کے لیے بینک میں اپنا پیسہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالرز یا کسی اور مستحکم کرنسی میں منتقل کر کے ان بینکوں میں اپنی رقم رکھے جو غیر ملکی کرنسی میں بھی اکاؤنٹ کھولتے ہیں' اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو ملکی کرنسی میں مثلاً ایک ہزار روپے قرض دیتا ہے اور وہ شخص اس کو دس سال بعد ایک ہزار روپے واپس کرتا ہے تو دس سال بعد اس ایک ہزار روپے کی قدر ایک سو روپے رہ جائے گی' اس ضرر سے بچنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر میں منتقل کر کے قرض دے اور جتنے ڈالر دیئے تھے اتنے ہی واپس لے لے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ملکی کرنسی میں رقم قرض دی تھی اور مثلاً دس سال بعد اس کی قدر کم ہو گئی تو وہ اب بھی دس سال پہلے کی ملکی کرنسی جتنے ڈالر کے مساوی تھی' دس سال بعد اتنی ملکی کرنسی واپس لے سکتا ہے' مثلاً پہلے ایک ہزار روپے جتنے ڈالر کے مساوی تھے دس سال بعد اگر اتنے ڈالر کے دس ہزار روپے بنتے ہیں تو وہ دس ہزار روپے لے سکتا ہے' لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بہر حال ایک ہزار روپے دے کر دس ہزار روپے لے رہا ہے اور معنوی طور پر خواہ ان کی قدر برابر ہو لیکن یہ صورۃً اصل رقم سے زائد لینا ہے اور ظاہری اور صوری طور پر اس کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' نیز چونکہ یہ پہلے سے طے نہیں کیا گیا اس لیے یہ موجب نزاع بھی ہے' افراطِ زر سے بچنے کے لیے ملکی کرنسی کو سونے چاندی سے بدل کر قرض دینا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ سونے چاندی میں ادھار جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دارالحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دارالاسلام میں حرام ہے (امام احمد) امام مالک' امام اوزاعی' امام ابو یوسف' امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا' اور ان کے اموال مباح ہیں۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دارالحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "حَرَّمَ الرِّبٰوا" (البقرہ: ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ" (البقرہ: ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو" نیز فرمایا: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا" (البقرہ: ۲۷۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو" اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا' باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام (مسلمانوں پر) دارالاسلام میں حرام ہیں وہ دارالحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمانوں میں سود کا لین دین حرام ہے' اور امام ابوحنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں لانفی کی بجائے نہی کے لیے ہو یعنی مسلمان دارالحرب میں حربی سے سود نہ لیں' اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی العموم والاطلاق حرام کر دیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے' اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی معتمد اور مستند کتاب میں ہے' اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لانفی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: "فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ" (البقرہ: ۱۹۷) حج میں جماع' فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے"۔ (المغنی ج ۴ ص ۴۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے۔ اس میں امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے' وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں ہے' اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے' اور اس لیے بھی کہ دارالحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بہ شرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد شکنی نہ کرے' اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا ممنوع ہو گیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۸۶' مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

دارالحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی "کتاب السیر" کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا

Marfat.com

ہے' امام شافعی نے کہا: امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربا نہیں ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور اہل اسلام کے مابین' امام شافعی نے فرمایا: یہ ثابت ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۴' مطبوعہ مجلس علمی' سورت' ہند)

علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

دار الحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اول تو ثابت نہیں ہے اور بر تقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جو ربا کو مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دار الحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ ''مال محظور'' کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم قطعی کو حدیث رسول سے بھی مقید کرنا صحیح نہیں ہے تو علامہ ابن ہمام کی رائے میں اتنی قوت کہاں کہ وہ قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا ہے' خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دار الاسلام میں سود لیا جائے یا دار الحرب میں' قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جا سکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ''لا ربو بین المسلم والحربی. مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے'' تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اوّل: اس حدیث میں ''لا'' نفی کا نہیں ہے بلکہ نہی کا ہے اور اس کا معنی ہے: مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ''. (البقرہ: ۱۹۷) حج میں جماع' فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے'' یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے' اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لاربو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دار الحرب میں رہنے والا مسلمان اگرچہ حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون اور حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کر سکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دار الحرب میں رہنے والا مسلمان' مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ (الانفال: ۷۲) اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی "ولایت" نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کر لیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں' یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کر دیتی ہے' اس عدم ولایت کے نتیجہ میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانونی ولی نہیں ہو سکتے۔

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور "لا ربو بین المسلم والحربی" کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کی طرف لکھا: جس شخص نے سود لیا' ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے' اور مجوس ہجر کی طرف لکھا: یا تو تم سود چھوڑ دو' یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دارالحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے ہیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مکحول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے[1] یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے' سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی خواہش ہوتی ہے۔

دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ چونکہ دارالحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں گے اور وہ اس کا مالک ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے' اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے' احکام کے حق میں نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا' دراصل احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے سے ہوتی ہے' نہ کہ دین کی وجہ سے' کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے

[1] ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

Marfat.com

ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا' اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہو تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا' پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا: ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء پر (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دارالحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گنہ گار ہو گا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دارالحرب ہوتا ہے اور اس وقت دارالحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے میں آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ' برطانیہ' کینیڈا اور جرمنی وغیرہ' ایسے ممالک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو' ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال کو ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھا لیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا' سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ (النور: ۳۳)

اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تاکہ تم (اس بدکاری کے کاروبار کے ذریعہ) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دارالکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (الانفال: ۲۷)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم جانتے ہو ○

کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کر لیا کریں؟

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ ۔ (النحل: ۹۴)

اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ (النور: ۱۹)

بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں' غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں' مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی' پارسائی' امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر و تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے' اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا ہے تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے' غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں' خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَمِنْهُمْ مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران: ۷۵)

اور ان یہودیوں (میں سے) بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم ان کے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے' یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیوں (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی' اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں○

غور کیجئے جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی' اس وقت مکہ دارالحرب تھا' حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار' اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی' بغوی' علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے' پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا ہے' بضع کا لفظ تو تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو' پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جب ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے' حضرت ابوبکر نے ابی کے ورثاء سے اونٹ لے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے' آپ نے فرمایا: یہ سحت (مال حرام) ہے' اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے۔ ''جامع ترمذی'' میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے' حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کا عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اغرب قرار دیا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲۔ ۳۴۱' مطبوعہ دارالاندلس' بیروت)

''جامع ترمذی'' کی روایت کا متن یہ ہے:

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیات نازل ہوئیں: '' الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ. (الروم: ۴۔۱) الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ

Marfat.com

اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے''۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے' اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: '' وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ (الروم: ۵۔۴) جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے' اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ عزیز رحیم ہے'' اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے' جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا: الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا: تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں' اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی' مشرکین نے کہا: ''بضع سنین'' تین سالوں سے لے کر نو سال تک ہے' تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو' پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے' پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے ''بضع سنین'' کو چھ سال کیوں قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ''بضع سنین'' فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں) امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے' اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں' بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورۂ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا' بلکہ فرمایا: یہ مال حرام ہے' اس کو صدقہ کر دو (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہے تو برأت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)۔

دار الحرب' دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات

شمس الائمہ سرخسی دار الحرب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الحرب کی تین شرطیں ہیں' ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو' دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو' اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس ملک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسر جنگ ہوں' اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا' وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا' وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی

Marfat.com

دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ ملک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں' تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں' پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں' مسلمانوں کی جان' مال اور عزت محفوظ ہیں بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکا' برطانیہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقی ممالک' یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے لیکن یہ حکماً دارالاسلام ہیں حقیقۃً دارالکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ ملک حقیقۃً درالاسلام ہیں نہ دارالحرب بلکہ دارالکفر ہیں' کافروں کی حکومت کی وجہ سے کبھی ان پر دارالحرب کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ: ۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (معجم کبیر ج ۱۸ ص ۶۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سود خوروں کی یہ علامت بنا دے گا' اور قیامت کے مجمع عظیم میں جو شخص پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس کھڑا ہوگا اسے دیکھ کر قیامت کے دن سب پہچان لیں گے کہ یہ شخص دنیا میں سود خور تھا۔

مس کا اصل معنی چھونا ہے' بعض اوقات اس کا استعمال کسی برائی اور مصیبت پہنچنے کے لیے بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے' حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؕ شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے O

(ص: ۴۱)

نیک بندوں پر تو شیطان کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ ان کو کسی اذیت اور آزمائش میں مبتلا کر دے' لیکن عام لوگ جن کی رگوں میں شیطان سیال خون کی طرح دوڑتا ہے' ان میں سے جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کی عقل اور دماغ پر بھی شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے' اور وہ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتے ہیں' اور منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے' پریشان حال' پراگندہ بال جدھر سینگھ سمائے خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا اس لیے دی جائے گی کہ دنیا میں سود خور اپنا مال بڑھانے کی حرص میں اس طرح دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس کو نہ خوف خدا تھا نہ کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ پر اس کو ترس آتا تھا اور سود خوری کی محبت میں وہ بالکل مجنون ہو چکا تھا' اس لیے قیامت کے دن اس کو پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھایا جائے گا۔ اہل عرب پاگل شخص کو مجنون کہتے ہیں یعنی یہ آسیب زدہ شخص ہے یا اس پر جن بھوت کا سایہ ہے یا جن کے چھونے کی وجہ سے یہ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے اور مخبوط الحواس اٹھے گا' عرب کے اسی اسلوب اور محاورہ کے مطابق قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے

Marfat.com

کہ قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھے گا' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے' پھر اس کے جسم پر جن کا تصرف ہوتا ہے' جن اس کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور مافوق الفطرت کام کرتا ہے' قرآن مجید اس مفہوم کی تائید اور تصدیق نہیں کر رہا جیسا کہ علامہ آلوسی نے سمجھا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی کسی جسم میں ایک متعفن روح داخل ہو جاتی ہے جس کی اس جسم کی روح کے ساتھ مناسبت ہو' پھر اس شخص پر مکمل جنون طاری ہو جاتا ہے اور بعض اوقات یہ بخار (متعفن روح) انسان کے حواس پر غالب ہو کر اس کو معطل کر دیتا ہے' پھر یہ خبیث روح اس کے جسم پر مستقل تصرف کرتی ہے' اس کی زبان سے کلام کرتی ہے اور اس کے اعضاء میں تصرف کرتی ہے اور جس شخص کے جسم میں یہ روح تصرف کرتی ہے اسے اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا' اور یہ چیز محسوس اور مشاہدہ میں ہے' اس کا صرف وہی شخص انکار کرے گا جو مشاہدات کا منکر ہوگا۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۴۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں' ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے' اس کے باوجود وہ انسان ہیں اور انسانی فروگزاشت سے خالی نہیں ہیں' یہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے تحقیق کے خلاف لکھا ہے' اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم پر کسی اور روح کو تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیتا' اللہ تعالیٰ نے انسان کو احکام شرعیہ کا مکلف کیا ہے' یہ چیز اس قاعدہ کے خلاف ہے' نیز اگر ایسا ہو تو ایک آدمی کسی کو قتل کر دے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا' مجھے اس کا پتا نہیں' مجھ پر اس وقت کسی جن کا اثر تھا' یہ قتل اسی نے کیا ہے' اسی طرح ہر شخص کوئی بھی قانون شکنی کر کے عدالت سے یہ کہہ کر بری ہو سکتا ہے کہ اس قانون شکنی کے وقت میں کسی خبیث جن کے زیر اثر تھا' اور یوں دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی اور امن اور سکون غارت ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

ربا اور بیع کا فرق

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سود خوروں کو قیامت کے دن مجنون اور مخبوط الحواس شخص کی طرح اس سے لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے' لیکن انہوں نے سود کے جائز اور حلال ہونے میں مبالغہ کیا' اور جواز اور حلت میں سود کو اصل اور مشبہ بہ قرار دیا' ان کا یہ قیاس فاسد تھا' اللہ تعالیٰ نے صریح عبارت سے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

سود خوروں کا یہ کہنا کہ سود بیع کی طرح ہے بداہۃً باطل ہے' سود اور بیع کے فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) بیع میں تاجر دس روپے کی چیز کو مثلاً بارہ روپے کی بیچتا ہے' اور دس روپے کی چیز پر دو روپے زائد لیتا ہے' اور سود میں سود خور ایک ماہ کے لیے مثلاً دس روپے قرض دیتا ہے اور اس کے عوض بارہ روپے وصول کرتا ہے' اور اس سے اصل رقم پر دو روپے زائد وصول کرتا ہے' لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ تاجر دس روپے کی چیز کو منڈی سے تھوک فروشوں سے تھوک کے حساب سے زیادہ مقدار میں خریدتا ہے' وہاں سے کسی گاڑی میں وہ سامان لاد کر لاتا ہے' پھر وہ چیز بارہ روپے میں فروخت کرتا ہے' اس پورے عمل میں اس دو روپے کے نفع پر تاجر کا وقت' اس کی محنت اور اس کی ذہانت صرف ہوئی ہے اس لیے خریدار اس نفع کو تاجر کا جائز حق سمجھتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنا وقت اور کرایہ خرچ کر کے منڈی

Marfat.com

جائے تب بھی اس کو تھوک فروشوں سے تھوک کے بھاؤ پر یہ چیز نہیں ملے گی' اس کے برعکس سود خور دس روپے پر ایک ماہ بعد جو دو روپے زائد لے رہا ہے اس کے لیے اس کے وقت' محنت اور ذہانت میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہوئی۔

(۲) تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں' اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۳) تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہتا ہے۔

ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان

شراب کی طرح سود کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہ تدریج حرام کیا ہے' سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم: ۳۹)

اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو کہ وہ مال لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا ہی رہے' تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا' اور جو تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال (بہ کثرت) بڑھانے والے ہیں ○

اس آیت میں صراحۃً سود کو حرام نہیں فرمایا' صرف اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

سود کے متعلق یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باقی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں' دوسری آیت یہ ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی ایسی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئی تھیں' اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہ کثرت روکتے تھے' نیز فرمایا:

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ (النساء: ۱۶۱)

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود لینے سے منع کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو سودی کاروبار سے صراحۃً منع نہیں فرمایا صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہود پر عتاب کی وجہ ان کا سودی کاروبار تھا' پھر یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ (آل عمران: ۱۳۰)

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔

اس آیت میں بھی مطلقاً سود سے منع نہیں فرمایا بلکہ سود در سود سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں مطلقاً سود کو حرام فرما دیا:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (البقرہ: ۲۷۵)

اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا۔

نیز فرمایا:

Marfat.com

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (البقرہ: ۲۷۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو' اگر تم مومن ہو ○

ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں

اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے' رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' ہمسایوں سے ہمدردی' فقراء اور مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کے ساتھ شفقت اور ایثار کی تلقین کی ہے' اسلام کسی ایسے کسب کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسان کی کوشش اور جدوجہد کا دخل نہ ہو' وہ صدقہ کرنے اور قرض حسن دینے کی ترغیب دیتا ہے اور ضرورت مندوں کے استحصال سے منع کرتا ہے' اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت' بغض' مناقشہ اور نزاع کا موجب ہے' اور کینہ' حسد' حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقہ سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو' اور چند ہاتھوں میں دولت کے مرتکز ہو جانے کو ناپسند کرتا ہے' ان اصولوں کی روشنی میں ربا کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اس لیے ربا کے حرام ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) سودخوری کی وجہ سے انسان بغیر کسی عمل کے پیسہ کمانے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ سود کے ذریعہ تجارت یا صنعت وحرفت میں کوئی جدوجہد کیے بغیر پیسہ حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲) سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے' اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحصال سے منع کیا ہے۔

(۳) سودخوری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں کے دلوں میں امراء اور سرمایہ داروں کے خلاف کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(۴) سودخوری کی وجہ سے صلہ رحمی کرنے' صدقہ وخیرات کرنے اور قرض حسن دینے ایسے مکارم اخلاق مٹ جاتے ہیں' پھر انسان ضرورت مند غریب کی مدد کرنے کے بجائے اس کو سود پر قرض دینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ○ (البقرہ: ۲۷۵)

سودخور کے لیے دائماً دوزخ کی وعید کی توجیہ

یعنی جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا' اور وہ سودخوری سے رک گیا' تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا' اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو آئندہ سودخوری سے محفوظ رکھے گا' اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سودخوری چھوڑ دے گا' اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا' یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے' اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائماً رہنے کا مستحق ہے' یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے'

Marfat.com

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے گا' جس مومن نے سود لیا' اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے' اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی جزا پائے' اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے' یعنی اگر اللہ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائماً رکھے گا' لیکن اللہ ایسا نہیں چاہے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۷) سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا ۝

چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجازاً دوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے' اور اللہ کسی ناشکرے گنہ گار کو پسند نہیں کرتا ۝ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے' ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے' اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝ (البقرہ: ۲۷۷۔ ۲۷۶)

سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا

سود کے مال میں برکت نہیں رہتی اور جس مال میں سود کا مال شامل ہوتا ہے وہ مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد' امام ابن ماجہ' امام ابن جریر' امام حاکم تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

امام ابن المنذر نے اس آیت کی تفسیر میں ضحاک سے نقل کیا کہ دنیا میں سود کی آمدنی بہت زیادہ ہو جاتی ہے' لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ روٹی کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر احد پہاڑ جتنا کر دیتا ہے۔

(معجم کبیر ج ۱ ص ۳۶۶۔ ۳۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو ۝ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو' اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گے ۝ (البقرہ: ۲۷۹۔ ۲۷۸)

سودی کاروبار ترک نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! سود حرام قرار دیئے جانے کے بعد لوگوں کے اوپر جو تمہاری سودی رقوم ہیں ان کو چھوڑ دو' اور ان سے صرف اپنی اصل رقم وصول کرو' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات حضرت عباس بن عبد المطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہیں' وہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے' جس وقت وہ مسلمان ہوئے تو لوگوں کے اوپر ان کے سود کی بڑی بھاری رقمیں تھیں' اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ زمانہ جاہلیت میں جو سود تھا اس کو وصول مت کرو۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ ثقیف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کر لی کہ ان کا جو سود لوگوں پر ہے اور لوگوں کا جو سود ان پر ہے وہ سب چھوڑ دیا جائے گا' فتح مکہ کے بعد حضرت عتاب بن اسید مکہ مکرمہ کے عامل بنائے گئے' اس وقت بنو عمرو بن عمیر بن عوف' بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو مغیرہ ان کو جاہلیت میں سود ادا کرتے تھے' جب وہ مسلمان ہوئے تو ان پر بہت زیادہ سود کی رقمیں واجب الادا تھیں' بنو عمرو نے آ کر ان سے اپنے سود کا مطالبہ کیا' بنو مغیرہ نے مسلمان ہونے کے بعد ان کو سود ادا کرنے سے انکار کر دیا' یہ مقدمہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا' حضرت عتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے خط لکھا' تو یہ آیت نازل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو جواب لکھا کہ اگر بنو عمرو سود کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوں تو ان سے اعلان جنگ کر دو۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۷۱' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثقیف سود لینے سے باز آ گئے اور کہا: ہم اللہ اور رسول سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ جو لوگ سود لینے کو ترک نہ کریں ان سے اسی طرح جنگ کی جائے گی جس طرح مرتدین اور باغیوں سے جنگ کی جاتی ہے۔ جمہور مفسرین کا یہی مختار ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۵۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سود پر وعید کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام مسلم اور امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے' سود کھلانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ بینک سے سود وصول کر کے غریبوں کو کھلانا جائز نہیں ہے' اور نہ بینک کی ملازمت کرنا جائز ہے۔

امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہ کرے اور ان کو جنت کی نعمتیں نہ چکھائے' عادی شرابی' سود خور' ناحق مال یتیم کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔

امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان سود کا جو ایک درہم وصول کرتا ہے وہ اللہ کے نزدیک اسلام میں تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے بہتر درجے ہیں اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہو جاتی ہے' اس قوم پر اللہ کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں سود کی کثرت ہوتی ہے اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے' اور جس قوم میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے' اس پر رعب طاری کر دیا

Marfat.com

جاتا ہے۔

امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ اور امام بیہقی اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سود کھانے سے نہیں بچے گا' جو شخص سود نہیں کھائے گا اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۶۷' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی' ایران)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی مجھے ایک ایسی قوم کے پاس سے گزارا گیا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح تھے' ان کے پیٹوں میں باہر سے سانپ دکھائی دے رہے تھے' میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ کہا: یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر گناہ ہیں اور ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۵۔ ۱۶۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح کو اپنا خواب بیان فرمایا کہ مجھے جبرائیل اور میکائیل لے گئے' میں نے دیکھا کہ خون کا ایک دریا ہے' جس کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور دریا کے کنارے ایک شخص ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے کھڑا ہے' جب دریا میں کھڑا ہوا شخص کنارے کی طرف آنے کی کوشش کرتا ہے تو کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے اور اس کو پھر دریا کے وسط میں دھکیل دیتا ہے اور وہ جب بھی دریا سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اس کے ساتھ یہی ہوتا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا' مجھے جبرائیل اور میکائیل نے بتایا کہ خون کے دریا میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ سود خور تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں سود خوروں کے عذاب قبر کا بیان ہے اور چونکہ یہ لوگ دنیا میں غریبوں کی رگوں سے خون نچوڑتے تھے اس لیے ان کو خون کے دریا میں ڈبویا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو' اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو O (البقرہ: ۲۸۰)

مقروض کو مہلت دینے اور اس سے قرض وصول کرنے کا طریقہ

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ سود چھوڑ کر قرض خواہ کی اصل رقم واپس کر دی جائے اور ثقیف نے اپنی اصل رقوم کا بنو مغیرہ سے مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی اور کہا: اس وقت ہمارے پاس مال نہیں ہے' اور کہا: جس وقت ہمارے پھل اتریں گے ہم اس وقت ادائیگی کر دیں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

جس شخص پر لوگوں کے بہت زیادہ قرض ہوں' اور قرض خواہ مطالبہ کر رہے ہوں' تو حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ مقروض کی ضروریات کے سوا باقی مال نیلام کر کے قرض خواہوں کے قرض ادا کر دے' اگر مقروض لوگوں کے واجبات ادا نہ کرے تو امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور دیگر فقہاء کے نزدیک اس کو قید کرنا جائز ہے الا یہ کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے۔ (تفسیر منیر ج ۳ ص ۱۰۱' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

Marfat.com

مقروض کو ادائیگی کی مہلت دینا واجب ہے اور اس کا قرض معاف کر دینا مستحب ہے اور اس معاملہ میں مستحب کا اجر واجب سے زیادہ ہے۔

مقروض کو مہلت دینے اور قرض معاف کرنے کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

مقروض کا قرض معاف کرنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام احمد' امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کو معاف کر دیا اللہ اس کو اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا۔

امام احمد' امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: تم نے دنیا میں کیا کیا؟ وہ شخص کہے گا: میں نے دنیا میں ایک ذرہ برابر بھی نیکی نہیں کی' تین بار یہی مکالمہ ہوگا' تیسری بار وہ کہے گا: میں دنیا میں اپنا فاضل مال دے دیا کرتا تھا' میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا' امیر آدمی پر آسانی کرتا اور غریب کو مہلت دیتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہم تم سے زیادہ معاف کرنے کے حق دار ہیں' میرے بندے سے درگزر کرو' پھر اس کو بخش دیا جائے گا۔

امام احمد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کسی آدمی پر کوئی حق ہو اور وہ اس کو مؤخر کر دے تو اس کو ہر روز صدقہ کا اجر ملے گا۔

امام احمد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی مصیبت دور کی جائے وہ تنگ دست کے لیے کشادگی کرے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رویت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تنگ دست کو کشادگی تک مہلت دی اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے توبہ کرنے کی مہلت دے گا۔

امام احمد' امام ابن ماجہ' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی اس کو ہر دن قرض کے برابر صدقہ کا اجر ملے گا' پھر میں نے آپ سے سنا کہ جس نے تنگ دست کو مہلت دی اس کو ہر دن اس قرض کے دگنے صدقہ کا اجر ملے گا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے تو آپ نے قرض کے برابر صدقہ کے اجر کا فرمایا تھا' اور اب آپ نے دگنے صدقہ کے اجر کا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: جب تک قرض کی میعاد پوری نہیں ہوگی اس کو ہر روز اس قرض کے برابر صدقہ کا اجر ملے گا اور جب میعاد پوری ہو جائے گی اور وہ اس کو مہلت دے گا تو پھر اس کو ہر روز اس کے دگنے صدقہ کا اجر ملتا رہے گا۔[1]

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰' سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴' شعب الایمان ج ۷ ص ۵۳۸)

امام احمد' امام دارمی اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

[1] اس حدیث میں قرض سے مراد دین ہے' یعنی کاروباری قرض' مدت معینہ کے ادھار پر کوئی چیز خریدنا' کیونکہ نجی قرضوں میں مدت کا تعین قرض دینے والے کی طرف سے جائز نہیں ہے ورنہ وہ قرض سود ہو جائے گا' مثلاً سو روپے دے کر ایک ماہ کے تعین کے بعد سو روپے لینا ربا النسیئہ ہے اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ ہاں! اگر قرض لینے والا مدت کا تعین کرے پھر جائز ہے' مثلاً وہ کہے: میں ایک ماہ بعد ادا کروں گا۔ منہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مقروض کو مہلت دی یا اس کو معاف کر دیا وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا[1]
(مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹' سنن دارمی ج ۲ ص ۱۷۹' شعب الایمان ج ۷ ص ۵۳۵)

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی تپش سے محفوظ رکھے گا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۶۹۔ ۳۶۸' ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گاO (البقرہ: ۲۸۱)

قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت

اللہ تعالیٰ نے آیات ربا کو اس بلیغ نصیحت پر ختم کیا ہے کہ دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور باقی ہے اور اس کے بعد وہ حساب پیش آنے والا ہے جو یقینی ہے' لہٰذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس دن سے ڈرا رہا ہے جس دن تم سب لوگ اللہ سے ملاقات کرو گے' اس دن تمہارے وہ بُرے اعمال سامنے آئیں گے جو تم کو ہلاک کر دیں گے' اور تمہیں لوگوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا کریں گے' وہ اعمال کی جزا کا دن ہے' اس دن کوئی نیک عمل ہو سکے گا نہ کسی بُرے کام پر توبہ ہو سکے گی' وہ ثواب' عتاب اور محاسبہ کا دن ہے' اس دن ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی' خواہ اس کے عمل نیک ہوں یا بد' خیر ہوں یا شر' اس دن ہر عمل سامنے آجائے گا اور کوئی چھوٹا یا بڑا عمل باقی نہیں بچے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا' اور اس ذات سے ظلم کیسے متصور ہو سکتا ہے جو برائی پر صرف اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنی وہ برائی ہو اور نیکی کا دس گنا بڑھا کر اجر دیتا ہے' بلکہ کبھی ایک نیکی پر سات سو گنا' کبھی اس سے بھی زیادہ اور کبھی بے حساب اجر دیتا ہے' اے بدکار! وہ تجھ پر عدل کرے گا' تو اس دن کے آنے سے پہلے توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اس کے فضل و کرم کا سزاوار کر لے اور اے نیکوکار! اس دن کے آنے سے پہلے اپنی نیکیوں کو اور بڑھا لے' وہ تجھ پر فضل کرے گا۔ بعض روایات کے مطابق یہ قرآن مجید کی آخری آیت ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

یہ آیت ہفتہ کے دن نازل ہوئی تھی' اس کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو دن حیات (ظاہری کے ساتھ) رہے اور پیر کے دن رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۷۶' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابوعبید' امام عبد بن حمید' امام نسائی' امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی قرآن مجید کی یہ آخری آیت تھی۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منیٰ میں نازل ہوئی تھی اور اس کے اکیاسی دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۷۰' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات میں مختلف اقوال ہیں: نو راتیں' سات دن' تین گھنٹے' اکیس

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰ میں اسی طرح روایت ہے اور ''سنن ابن ماجہ'' اور ''شعب الایمان'' میں اسی طرح ہے کہ قرض کی میعاد پوری ہونے تک اس کو صدقہ کا اجر ملے گا اور مہلت دینے کے بعد اس قرض کی مثل صدقہ کا اجر ملے گا' نیز مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱ میں بھی اسی طرح ہے۔ منہ

Marfat.com

دن اور اکیاسی دن۔
امام بخاری' امام ابو عبید' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے' یہ اس آیت کے آخری آیت ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیوع سے متعلق آیات میں آخری آیت' آیت ربا ہے' یا مراد یہ ہے کہ آیت ربا آخر میں نازل ہوئی ہے' اور تمام آیتوں کے لحاظ سے جو آخری آیت ہے وہ یہی آیت ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو'

فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن

اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ نے

يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ

لکھنا سکھایا ہو اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے' اور جس شخص پر قرض ہو لکھوانا اس کی ذمہ داری

وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِى

ہے اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے' اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے' اور اگر مقروض کم عقل ہو یا

عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ

کمزور ہو یا وہ خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے

وَلِيُّهُۥ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَٱسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن

لکھوا دے' اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو' پھر اگر

لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ

دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو) جن کو تم گواہوں سے پسند

ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ ۚ وَ

کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے' اور

Marfat.com

لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ

جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں اور (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا

صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ

اس کی میعاد تک اس (کی دستاویز) کو لکھنے میں تساہل نہ کرو، اللہ کے نزدیک یہ بہت عادلانہ

لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

کارروائی ہے اور گواہی دینے کے لیے بہت درست طریقہ ہے اور شکوک وشبہات دور کرنے کے بہت قریب ہے ہاں! جو تجارتی

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ

لین دین تم آپس میں دست بدست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ

اور جب تم آپس میں خرید وفروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو، اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو،

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ

اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہو گا، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور اللہ تمہیں

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ

سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝ اور اگر تم سفر میں ہو (اور تمہیں نے دین پر مبنی کوئی معاملہ کرنا ہو)

وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنا پر دین کا معاملہ کرلو)، پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا

اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور

تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

گواہی نہ چھپاؤ، اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گناہ آلود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

Marfat.com

ع ۳۹ / ۲

تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع

اس کو خوب جاننے والا ہےO

سود کے بعد تجارتی قرضوں کے تحفظات کے ذکر کی مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں صدقہ دینے اور سود نہ لینے کا حکم دیا تھا اور ان آیتوں میں کاروبار اور تجارت میں لین دین کے احکام بیان فرمائے ہیں' صدقہ دینا اور سود نہ لینا مال میں کمی کا سبب ہے اور تجارت' مال میں افزائش کا سبب ہے' اس سے پہلے رکوع میں سود کا ذکر تھا اور اس رکوع میں کاروبار میں ادھار کے تحفظات کا ذکر ہے' سود قرض کی ناجائز صورت ہے اور کاروبار میں بلاسود قرض' قرض کی جائز صورت ہے۔ صدقہ اور قرض میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور تعاون ہے اور سود میں سنگ دلی اور سرکشی ہے' اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر کے مال میں اضافہ کرنے کے ناجائز طریقہ سے روکا اور تجارت کو حلال کر کے مال میں اضافہ کرنے کے جائز طریقہ کی طرف رہنمائی کی۔

مال کے مذموم یا محمود ہونے کا مدار

اس آیت کو آیت مداینہ کہتے ہیں' یہ قرآن مجید کی سب سے طویل آیت ہے' اس میں مال کو محفوظ کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ جب کسی چیز کو مدت معینہ کے ادھار پر فروخت کیا جائے تو بائع اور مشتری کسی تیسرے فریق سے لکھوالیں کہ کتنی رقم ادا کرنی ہے اور کب ادا کرنی ہے اور اس دستاویز پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے اور اگر فریقین سفر میں ہوں جہاں کاتب اور گواہ میسر نہ ہوں تو مقروض بائع کے پاس اپنی کوئی چیز رہن رکھ کر اس کے قبضہ میں دے دے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک مال و دولت کوئی بُری چیز نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ مال فی نفسہٖ حلال ہو' حلال ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو اور اس مال کو جائز اور نیکی کے راستوں میں خرچ کیا جائے' اس لیے اسلام نے کسب حلال اور تجارت کی حوصلہ افزائی کی ہے جیسا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی ہے کہ کاروبار کرنے والے اپنے مال کو محفوظ کرنے کے لیے کیا طریقے اختیار کریں اور ادھار مال فروخت کرتے وقت خریدار سے کس قسم کے تحفظات حاصل کریں' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (الجمعہ: ۱۰) — پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ کے فضل کو طلب کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کو اللہ کا فضل فرمایا ہے۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۷۲۔ ۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اور جو شخص مال کو اللہ کی راہ میں نیکی کے راستہ میں خرچ نہ کرے وہ مال مذموم ہے' اس کے متعلق فرمایا:

Marfat.com

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۞ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ (الہمزہ: ۷۔۲)	جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا ○ اس نے گمان کیا کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ (دنیا میں) زندہ رکھے گا ○ ہرگز نہیں! وہ ضرور چورا چورا کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا ○ اور آپ کیا سمجھے چورا چورا کر دینے والی کیا چیز ہے؟ ○ اللہ کی آگ ہے بھڑکائی ہوئی ○ جو دلوں پر چڑھ جائے گی ○

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مال کو کثیر بنانے کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۷۲۔ ۲۷۱ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

(البقرہ: ۲۸۲)

بیع مطلق اور بیع سلم کی تعریفات

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ خرید و فروخت کا کوئی معاملہ ادھار پر کریں تو اس کے تحفظ کے لیے اس کو لکھ لیں اور اس پر گواہ بنالیں۔ اس آیت میں دین کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس لیے ہم بیع مطلق' بیع سلم' دین اور قرض کی تعریفات کو ذکر کریں گے۔ جب باہمی رضامندی سے ایک چیز کا دوسری چیز سے تبادلہ کیا جائے تو اس کو بیع کہتے ہیں' اس میں سودے کو مبیع اور اس کی قیمت کو ثمن کہتے ہیں۔ بیع تین قسم کی ہے' کسی چیز کو نقد قیمت دے کر خریدا جائے' کسی حاضر چیز کو مدت معینہ کے ادھار پر خریدا جائے یہ دونوں قسمیں جائز ہیں' تیسری قسم یہ ہے کہ کسی ادھار (غائب) چیز کو ادھار پر خریدا جائے مثلاً زید کے عمرو پر دس سیر گندم واجب ہیں' اور خالد کے بکر پر پندرہ سیر جو واجب ہیں تو زید' خالد کو اپنے وہ دس سیر گندم فروخت کر دے جو عمرو کے ذمہ ہیں' اور اس کے معاوضہ میں خالد سے وہ پندرہ سیر جو لے لے جو خالد کے بکر کے ذمہ ہیں' اس کو بیع الدین بالدین یا بیع الکالئی بالکالئی کہتے ہیں' یہ بیع جائز نہیں ہے' نقد کو عربی میں عین کہتے ہیں' اور ادھار کو دین کہتے ہیں۔ اس آیت میں بیع کی دوسری قسم کا ذکر ہے جس میں ایک عوض نقد ہو اور دوسرا مدت معینہ کے ادھار پر ہو' اگر مبیع (سودا) نقد ہو اور ثمن (قیمت) مدت معینہ کے ادھار پر ہو تو یہ بیع مطلق ہے اور اگر ثمن نقد ادا کر دی جائے اور بیع کو ایک مدت معینہ کے بعد وصول کیا جائے تو اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت خاص بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے (گندم کی قیمت کی پیشگی ادائیگی کر دی جائے اور فصل کٹنے کے بعد گندم کو وصول کیا جائے)' اس میں گندم کی مقدار بھی معلوم ہو اور اس کی مدت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۷۶ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (میں نے عرض کیا:) یارسول اللہ! میرے پاس کوئی شخص ایک چیز خریدنے کے لیے آتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں اس کے لیے بازار سے چیز خرید لوں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز

Marfat.com

تمہارے پاس موجود نہیں ہے اس کو فروخت مت کرو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کی بناء پر جو چیز موجود نہ ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی بناء پر بیع سلم کی اجازت دی ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو لوگ ایک یا دو سال کی مدت پر پھلوں میں بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں میں بیع سلم کرے اس کا کیل معلوم ہو اور وزن معلوم ہو (یعنی مقدار معلوم ہو) اور اس کی مدت معلوم ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

بیع سلم کی شرائط

بیع سلم کو بیع سلف بھی کہتے ہیں' سلم اور سلف کا معنی ہے: تسلیم اور تقدیم' کسی چیز کو پہلے دینا' اور اس کو سپرد کرنا' شریعت میں بیع سلم اس عقد کو کہتے ہیں جس میں ثمن پہلے واجب ہو اور مبیع بعد میں میعاد مقرر پر واجب ہو۔

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جس کی صفت اور مقدار کو منضبط کرنا ممکن ہو اس کی بیع سلم جائز ہے' ورنہ نہیں' بیع سلم کی شرائط یہ ہیں: ان چیزوں کو معین کیا جائے: جنس' نوع' وصف' مدت' مقدار' جس جگہ مبیع کو سپرد کیا جائے' کیل' وزن اور عدد کی تعیین کرنا' اور عقد کے بعد علیحدگی سے پہلے ثمن پر قبضہ کرنا ضروری ہے' اس چیز میں بیع سلم صحیح نہیں ہے جو عقد کے وقت سے لے کر تسلیم کرنے کی مدت تک موجود نہ رہے' نہ جواہر میں صحیح ہے' حیوان' اس کے گوشت اور اس کے اعضاء میں بھی صحیح نہیں ہے' خشک سمندری مچھلی میں صحیح ہے' کسی معین شہر کے غلہ میں بیع سلم صحیح نہیں ہے' اگر کپڑے کا طول اور عرض معین کر دیا جائے تو صحیح ہے' جس چیز میں بیع سلم کی گئی ہے اس میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس کے ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا صحیح ہے۔

(الاختیار ج ۲ ص ۳۸۔ ۴۳' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

دین اور قرض کی تعریفیں اور ان کا فرق

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جو چیز کسی عقد' یا کسی چیز کے ضائع یا ہلاک کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہو گئی ہو' یا کسی چیز کو قرض لینے کی وجہ سے کسی کے ذمہ لازم ہو گئی ہو وہ دین ہے' دین قرض سے عام ہے' دین میں مدت کا مقرر کرنا واجب ہے عام ازیں کہ مدت معلوم ہو یا مجہول ہو' لیکن اگر جہالت معمولی ہو جیسے فصل کی کٹائی یا دانہ کو بھوسے سے الگ کرنے کا وقت تو یہ جائز ہے اور اگر غیر معمولی ہو تو جائز نہیں ہے' جیسے جب آندھی آئے گی' "ہدایہ" وغیرہ میں ہے کہ معمولی جہالت دین میں برداشت کی جاتی ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۱۶۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

اور قرض میں مدت کا تعین کرنا لازم نہیں ہے' یعنی اگر قرض میں مدت کا تعین کر دیا جائے تو وہ غیر لازم ہونے کے باوجود صحیح ہے' اور قرض دینے والا مدت کا تعین کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتا ہے' لیکن "ہدایہ" میں یہ کہا ہے کہ قرض میں مدت کا تعین کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداءً اعارہ ہے اور انتہاءً معاوضہ ہے اور ابتداء کے اعتبار سے اس میں مدت کا تعین کرنا لازمی نہیں ہے جیسا کہ عاریۃً چیز دینے میں ہے اور انتہاء کے اعتبار سے اس میں مدت کا تعین کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرض انتہاءً معاوضہ ہے' اگر کسی قرض دینے والے نے ایک درہم ایک ماہ کے لیے قرض دیا اور اس کے عوض میں ایک ماہ بعد ایک

Marfat.com

درہم واپس لیا تو یہ ایک درہم کی ایک درہم کے عوض ایک ماہ کے ادھار پر بیع ہوگی اور یہ ربا النسیئۃ (سود) ہے اس لیے قرض میں مدت کا تعین کرنا جائز نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

لغت میں قرض کا معنی ہے: جس کو تقاضا کرنے کے لیے دیا جائے اور شرع میں اس کا معنی ہے: جو مثلی چیز تقاضا کرنے کے لیے دی جائے مثلی سے مراد وہ مکیل موزون اور معدود چیز ہے یعنی اس چیز کی مثل میں ایسا فرق نہ ہو جس سے قیمت مختلف ہو جائے جیسے انڈا اور اخروٹ وغیرہ اس لیے درہم دینار اخروٹ انڈے گوشت روٹی کاغذ اور سکوں وغیرہ میں قرض کا لین دین جائز ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۴ ص ۱۷۲۔۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

آیت مداینہ کے حکم کا تمام دیون کو شامل ہونا

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ بیع سلم جس میں مدت مقررہ کے بعد مبیع کی ادائیگی کی جاتی ہے وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہے لہٰذا ہر وہ دین جس میں مدت مقرر ہو وہ اس آیت میں مراد ہے خواہ وہ کسی منافع کا بدل ہو یا کسی معین چیز کا عوض ہو اس لیے جس اجرت اور مہر کی میعاد مقرر ہو اسی طرح عقد خلع قتل عمد کی دیت اور بدل کتابت جن کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو وہ سب اس آیت سے مراد ہیں کیونکہ یہ وہ دیون ہیں جو کسی عقد سے ثابت ہیں اور ان میں ادائیگی کی میعاد مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو دین کے لکھنے اور اس پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے وہ ان تمام عقود اور دیون پر لاگو ہے اسی طرح گواہوں کا عدد اور ان کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ بھی ان تمام عقود میں جاری ہوتے ہیں کیونکہ اس آیت کے الفاظ کسی ایک دین کے ساتھ خاص نہیں ہیں اسی وجہ سے جب نکاح میں عورت کا مہر دین موجل ہو تو اس پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جاتا ہے اسی طرح عقد اجارہ بدل صلح وغیرہ تمام دیون کے عقود میں اسی طرح حکم جاری ہو جائے گا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۴۔ ۴۸۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

دین پر مبنی عقود کی دستاویز لکھوانے ان پر گواہ یا رہن رکھنے کا شرعی حکم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کو لکھنے اور اس پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اس کے متعلق علامہ جصاص لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں دین کے معاملہ کو لکھنے اس پر گواہ بنانے اور اس کے لیے کسی چیز کو رہن رکھنے کا جو حکم دیا ہے یہ حکم استحباب ہماری بہتری اور خیر خواہی ارشاد اور دین اور دنیا میں احتیاط کے لیے ہے اور اس میں کوئی چیز بھی واجب نہیں ہے اور ابتداء سے آج تک تمام امت مسلمہ تمام شہروں میں دین پر مبنی عقود بغیر کسی کو گواہ بنائے کرتی رہی ہے اور ہر دور میں علماء فقہاء اور اہل فتویٰ حضرات کو اس کا علم ہوتا تھا اور ان میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اگر اس قسم کے ادھار کے معاملات کی دستاویز لکھنا یا اس پر گواہ بنانا یا رہن رکھنا واجب ہوتا تو اس کے ترک پر اعتراض کیا جاتا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ امور مستحب ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک یہی منقول ہے اور اگر صحابہ اور تابعین ان عقود پر لازماً گواہ بناتے تو یہ چیز تواتر سے منقول ہوتی۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنالو) جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔

(البقرہ: ۲۸۲)

Marfat.com

شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا جس پر کوئی شخص حاضر ہو اس کی خبر دینا لغت میں شہادت ہے۔

(نہایہ ج ۲ ص ۵۱۴ 'مطبوعہ ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

بصیرت سے یا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے جس چیز کا علم حاصل ہو اس کی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

(المفردات ص ۲۶۸ 'مطبوعہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ بویطی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی جگہ حاضر ہو یا اس نے کبھی کسی چیز کو دیکھا ہو اس کی یقینی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں اور کبھی اس چیز کی خبر کو شہادت کہتے ہیں جس کا اس کو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو۔ (شرح المہذب ج ۲۰ ص ۲۲۵ 'مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے ''میں گواہی دیتا ہوں'' کے الفاظ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۴۴۶ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ ''اشہد'' کا لفظ اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ قسم کو متضمن ہے گویا کہ گواہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ واقعہ اسی طرح دیکھا ہے اور اب میں اس کی خبر دے رہا ہوں۔

شہادت کی اقسام

(الف) عینی شہادت: یعنی گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے' یہی شہادت فیصلہ کن ہوتی ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۱۵۹)

(ب) سمعی شہادت: یعنی گواہ کسی چیز کو سن کر اس کی شہادت دے' جن امور کا تعلق مسموعات سے ہو' ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی ہے جتنی عینی شہادت ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۶۰)

(ج) شہادت علی الشہادت: اصل گواہ کسی شخص کو اپنی شہادت پر شاہد بنائے تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۱۵۸)

قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان

شہادت کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں' ایک تحمل شہادت ہے اور دوسرا اداء الشہادت۔ تحمل شہادت کا مطلب کسی وقوعہ کا معائنہ کر کے اس کو سمجھ کر منضبط کرنا[1] اور اداء الشہادت کا مطلب ہے: اس شہادت کو قاضی کے سامنے ادا کرنا۔ تحمل شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. (البقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے مردوں سے دو گواہ بناؤ' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں' ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی' الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۵۵۸ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ: ۲۸۲) اور جب تم خرید وفروخت کروتو گواہ بنالو۔

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) اور اپنوں میں دو عادل (نیک) شخصوں کو گواہ بنالو۔

اور اداءِ شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (الطلاق: ۲) اور اللہ کی خاطر شہادت ادا کرو۔

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ: ۲۸۲) اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرہ: ۲۸۲) اور گواہی کو نہ چھپاؤ' اور جو گواہی چھپاتا ہے تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہے۔

شہادت کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ تحمل شہادت اور اداءِ شہادت دونوں فرض کفایہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا . اور جب گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں'' نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ . (البقرہ: ۲۸۳) اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہے'' نیز اس لیے کہ شہادت ایک امانت ہے اور باقی امانتوں کی طرح اس کا ادا ہونا لازم ہے۔

(المغنی ج ۱۰ ص ۳۵۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن مرغینانی (صاحب ''ہدایہ'') لکھتے ہیں: شہادت کا ادا کرنا واجب ہے' اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا . (البقرہ: ۲۸۲)'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ . (البقرہ: ۲۸۳)'' اور مدعی کا گواہ کو طلب کرنا اس لیے شرط ہے کہ یہ مدعی کا حق ہے' سو باقی حقوق کی طرح یہ بھی طلب پر موقوف ہے' اور حدود میں شہادت دینے پر گواہ کو اختیار ہے کہ خواہ ستر کرے خواہ اظہار کرے کیونکہ دونوں چیزوں میں ثواب ہے پردہ پوشی میں بھی اور اقامت حدود میں بھی اور ستر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۳۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے حدود ساقط کرنے کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان سے ستر کا افضل ہونا صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۵۴' مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

علامہ مرغینانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً ستر افضل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے' اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنا افضل ہے اور جو شخص علی الاعلان بدکاری کرتا ہو جس سے حدود الہیہ کا احترام مجروح ہوتا ہو تو پھر اس کے خلاف شہادت دینا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ تحمل شہادت میں مسلمان کے حق کا تحفظ ہے اور مسلمان کے حق کا تحفظ کرنا اولیٰ ہے' اور تحمل شہادت سے انکار کرنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں شہداء کا لفظ آیا ہے اس سے مراد اداء شہادت کرنے والا ہے کیونکہ شہادت تحمل کرنے والے کو شاہد مجازاً کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب شاہد کو مدعی بلائے تو شہادت ادا کرنا فرض ہے اور تحمل شہادت کرنا مستحب ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۴۴۷۔ ۴۴۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

Marfat.com

شہادت کی تعریف، رکن اور سبب وغیرہ کا بیان

مجلس قضاء میں کسی شخص کے حق کو ثابت کرنے کے لیے لفظ ''اشھد'' (میں گواہی دیتا ہوں) کے ساتھ سچی خبر بیان کرنا شہادت ہے۔ (فتح القدیر)

شہادت کا رکن لفظ ''اشھد'' ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ (تبیین الحقائق)

شہادت کو ادا کرنے کا سبب یہ ہے کہ مدعی گواہ سے شہادت طلب کرے یا مدعی از خود گواہی دے جب کہ گواہ کو یہ علم ہو کہ مدعی کو اپنے حق پر شہادت کا علم نہیں ہے اور اس کے گواہی نہ دینے کی صورت میں مدعی کے حق کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔

شہادت کا حکم یہ ہے کہ شہادت کے بعد قاضی پر واجب ہے کہ اس شہادت کے مطابق فیصلہ کرے۔ (عنایہ)

تحمل شہادت کی شرائط

شہادت کی شرائط دو قسم کی ہیں، تحمل شہادت (حصول شہادت) کی شرائط اور ادائیگی شہادت کی شرائط، تحمل شہادت کی شرائط یہ ہیں کہ جس وقت گواہ کسی وقوعہ کو دیکھ رہا ہے اور گواہی کو حاصل کر رہا ہے تو وہ شخص مجنون نہ ہو، ناسمجھ بچہ نہ ہو اور یہ شخص بصیر ہو، لہٰذا اندھے کا تحمل شہادت کرنا جائز نہیں ہے، نیز مشہود بہ (جس چیز کی گواہی دینی ہے) کا وہ خود مشاہدہ کرے کسی اور کے مشاہدہ کا تحمل نہ کرے، البتہ بعض اشیاء میں لوگوں سے سن کر تحمل شہادت کرنا بھی جائز ہے۔ (بدائع الصنائع) تحمل شہادت کے لیے بلوغ، حریت، اسلام اور عدالت (نیک چلنی) شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر تحمل شہادت کے وقت وہ سمجھ دار بچہ ہو یا غلام ہو یا کافر ہو یا فاسق ہو، پھر بچہ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے یا فاسق توبہ کر لے اور پھر وہ قاضی کے پاس شہادت دیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (البحر الرائق)

بلحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط

شہادت ادا کرنے کے لیے شاہد میں عقل، بلوغ، بصر اور نطق (گویائی) کی شرط ہے اور یہ کہ اس کو حد قذف نہ لگی ہو (یہ شرط احناف کے نزدیک ہے) اور یہ کہ وہ محض اللہ کے لیے شہادت دے اور اس شہادت سے اس کا مقصد نہ کسی نفع کو حاصل کرنا ہو اور نہ کسی ضرر کو دور کرنا ہو اور یہ کہ اس مقدمہ میں وہ شخص خود فریق نہ ہو اور یہ کہ اداء شہادت کے وقت اس کو مشہود بہ کا علم ہو اور وہ اس کو یاد ہو (یہ شرط امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، صاحبین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے)۔ (بدائع الصنائع)

عدالت کی تعریف

گواہوں کا عادل (نیک) ہونا قاضی پر وجوب قبول کے لیے شرط ہے، نفس شہادت کے جواز کے لیے گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں ہے۔ (البحر الرائق) امام ابوحنیفہ کے نزدیک عدالت ظاہر یہ شرط ہے اور عدالت حقیقیہ جو تزکیہ شہود اور تعدیل سے ثابت ہوتی ہے وہ امام اعظم کے نزدیک شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عدالت حقیقیہ شرط ہے۔ (البدائع الصنائع) اس زمانہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (کافی) امام ابو یوسف سے جو عدالت کی تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ شہادت میں عدل یہ ہے کہ شاہد کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور اس کی درست باتیں اس کی غلط باتوں سے زیادہ ہوں، یہ عدالت کی سب سے بہترین تفسیر ہے۔ (نہایہ)

عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

(۱) زنا کے اثبات کے لیے چار آزاد مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ علامہ

Marfat.com

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ‘ امام مالک‘ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے[1]
علامہ بن ہمام حنفی[2]‘ علامہ یحییٰ بن شرف نووی[3] اور علامہ ابن رشد مالکی نے بھی اس کی تصریح کی ہے[4]
(۲) بقیہ حدود اور قصاص میں کم از کم دو آزاد اور مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔
علامہ ابن قدامہ حنبلی نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ‘ امام مالک‘ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے[5]
(۳) عطاء اور حماد سے منقول ہے کہ تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی زنا ثابت ہو جائے گا‘ اسی طرح عطاء اور حماد کہتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بقیہ حدود اور قصاص کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ یہ حضرات حدود اور قصاص کو بھی اموال پر قیاس کرتے ہیں۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۶۔ ۱۵۵‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ)
(۴) شیخ ابن حزم نے فقہاء اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی ہے‘ وہ کہتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت مطلقاً مقبول ہے‘ چنانچہ آٹھ عورتوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے گا اور بقیہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں گواہی دیں تو وہ ثابت ہو جائیں گے۔ (المحلی ج ۹ ص ۳۹۶۔ ۳۹۵‘ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ‘ ۱۳۴۹ھ)
(۵) تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے‘ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس کی تصریح کی ہے۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۸‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ)
علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح‘ طلاق‘ وصیت‘ عدت‘ حوالہ‘ وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے‘ یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک ان معاملات میں عورت کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۱‘ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ‘ سکھر)
(۶) وہ تمام امور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے‘ مثلاً حیض‘ عدت‘ رضاعت‘ ولادت‘ بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے‘ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں کو دیکھنے کی مرد استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق) علامہ مرغینانی حنفی[6]‘ شارح المہذب شافعی[7]‘ علامہ ابن قدامہ حنبلی[8] اور علامہ ابن رشد مالکی[9] وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ‘ المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۵‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ
[2] علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ‘ فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۰‘ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ‘ سکھر
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ‘ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۱ ص ۲۵۲‘ مطبوعہ مکتب اسلامی‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ
[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ‘ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۸‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت
[5] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ‘ المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۰‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ
[6] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ‘ ہدایہ اخیرین ص ۱۵۵‘ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ‘ ملتان
[7] شرح المہذب ج ۲۰ ص ۲۵۶‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت
[8] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ‘ المغنی ج ۱۰ ص ۱۶۱‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ
[9] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۳ھ‘ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۸‘ مطبوعہ دارالفکر‘ بیروت

Marfat.com

مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب بیان کرنے کے بعد ہم دو چیزوں کی وضاحت کریں گے۔ ایک یہ کہ قرض کے لین دین اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو کیوں مشروع کیا گیا ہے اور دوم یہ کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کا کیوں اعتبار نہیں کیا گیا۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس بات میں دو مرد میسر نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' یہ اختیاری شہادت کا بیان ہے یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی' ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو' ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی' کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا' قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے' اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعیٰ علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت' حوصلہ اور دلیری کی بات ہے' کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے' فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف' گواہ کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو رونے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا وکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اول فول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار' جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا' دنیا میں معدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا' غرض ہمت' دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتون کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرأت اور حوصلہ کا کام ہے' اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃً اور بالذات دو مردوں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی عقد اور معاملہ کے وقت دو مرد میسر نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰىهُمَا الۡاُخۡرٰى ؕ تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

(البقرہ: ۲۸۲)

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شہادت میں ضلال یہ ہے کہ ایک چیز یاد رہے اور دوسری یاد نہ رہے اور انسان سرگشتہ و حیران ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

Marfat.com

وکلاء بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورتیں گواہی کے لیے پیش ہوتی ہیں تو یا رو پڑتی ہیں یا گھبرا کر اول فول باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃً قوی‘ جرأت منداور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہارے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چونکہ فطرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے تا کہ گواہی کے موقعہ پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر رہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب کوئی عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں‘ لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں‘ اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہِ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کماحقہٗ واقف ہوتی ہے‘ اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دو مرد میسر نہ آ سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تا کہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جا سکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منفعل مزاج ہوتی ہے‘ اس لیے فریق مخالف کے وکیل کی جرح کے موقع پر اس کا اصل مؤقف سے پھسل جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل مؤقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تا کہ جب وہ منفعل یا متاثر ہو کر اصل مؤقف سے پھسلنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو بروقت اصل مؤقف یاد دلا دے۔

وہ امور جن میں صرف عورت کی گواہی معتبر ہے

مذکور الصدر بحث سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدھی انسان ہے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منفعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرأت اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عادۃً‘ فطرۃً گھریلو معاملات اور امور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے ورنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات‘ ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی ہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے۔ اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم قارئین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی‘ ایک اور عورت نے آ کر کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے‘ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا‘ آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جب کہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اسی ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں' ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر محمول ہے' اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعت میں ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کر دیا۔

نیز جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مرد جن امور کو دیکھنے کے شرعاً مجاز نہیں ہیں ان امور میں تنہا عورتوں کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا' بلکہ صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: اس بات پر سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ عورتوں کے بچہ جننے' نومولود بچہ کے رونے اور عورتوں کے ان معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور صرف عورتیں ہی ان معاملات کی نگہبان ہوتی ہیں' ان میں صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے' پس جب بچہ جننے والی ایک مسلمان عورت گواہی دے یا ایک عورت سے زیادہ عورتیں نومولود کے رونے کی گواہی دیں تو یہ شہادت جائز ہے۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۳۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

نیز امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے نومولود کے رونے میں ایک عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

(المصنف ج ۸ ص ۳۳۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

قعقاع بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنہا عورتوں کی شہادت حمل اور حیض وغیرہ صرف ان امور میں جائز ہے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۳۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

امام شعبی اور حسن بصری نے کہا کہ جن امور پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

(المصنف ج ۸ ص ۳۳۳ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں

مذکور الصدر احادیث' آثار' اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں' ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے' اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ ذلیل اور حقیر ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟

اگر مرد یہ اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے' جب کہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو مردوں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہوگا؟ نہیں! بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے' اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے

Marfat.com

مطابق ہے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔**

مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے' اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدھی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مردوں کو آدھا انسان قرار دینا ہے۔ اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے' اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے' عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلاء اور مصیبت ہے' بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں' اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا' ایام حیض میں نمازوں کا مکلف نہیں کیا' حالت حیض' حمل اور رضاعت میں روزے قضاء کرنے کی سہولت دی ہے' اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے' حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا۔ **الحمد للہ علی احسانہ وانعامہ۔**

اس مسئلہ کے دیگر پہلوؤں کو جاننے کے لیے ''شرح صحیح مسلم'' جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں' ہم نے وہاں اس مسئلہ کے اور پہلوؤں پر بھی بحث کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ (البقرہ: ۲۸۲)

گواہی کے لیے بلائے جانے پر گواہوں کے جانے کا شرعی حکم

اگر کسی معاملہ پر متعدد گواہ ہیں تو ہر گواہ کا گواہی دینا واجب نہیں ہے' بلکہ یہ وجوب کفائی ہے' ان میں سے کسی بھی دو گواہوں نے گواہی دے دی تو باقی سب سے وجوب ساقط ہو جائے گا اور اگر کسی نے گواہی نہیں دی تو سب گنہ گار ہوں گے' اور اگر کسی معاملہ پر صرف دو گواہ ہوں تو ان کا گواہی دینا متعین ہے اور جب ان کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو ان کا جانا واجب ہے اور نہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس' قتادہ اور ربیع وغیرہ نے کہا ہے کہ جب گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں' عطاء اور حسن بصری نے کہا: یہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے' گواہ کے لیے گواہی دینا اور نہ گواہی دینا دونوں جائز ہیں' شعبی نے کہا: اگر اس کے علاوہ اور کوئی گواہ نہیں ہے تو اس پر گواہی دینا متعین ہے ورنہ اس کو اختیار ہے' مجاہد' عکرمہ' سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر وہ اس سے پہلے شہادت دے چکے ہیں تو جب ان کو ادائے شہادت کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں' نقاش نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر اس سے عدول نہیں کیا جائے گا اور ادائے شہادت سے انکار کی ممانعت تحریمی ہوگی۔

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا مستحب ہے' اگر گواہ زیادہ ہوں اور مدعی کے حق

Marfat.com

میں معطل ہونے کا خدشہ نہ ہو تو جس گواہ کو بلایا گیا ہے اس کا جانا مستحب ہے' اور کسی عذر کی وجہ سے ان کا نہ جانا بھی جائز ہے اور اس میں گناہ نہیں ہے اور اگر گواہ کو یہ خدشہ ہو کہ اس کے نہ جانے سے کسی کا حق معطل ہو جائے گا تو پھر اس کا شہادت دینے کے لیے جانا واجب ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۳۷۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہو گا۔ (البقرہ: ۲۸۲)

کاتب اور گواہ کے ضرر کا بیان

اس آیت کی دو قرأتیں ہیں' ایک قرأت کے مطابق معنی یہ ہے کہ نہ کاتب کو ضرر پہنچایا جائے نہ گواہ کو' اس قرأت کے مطابق صاحب حق کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کاتب اور گواہ کو ان کے کاموں سے روک کر انہیں لکھنے اور گواہی دینے کے لیے مجبور کریں یا ان کو اس سلسلہ میں ہونے والے اخراجات ادا نہ کریں یا لکھنے اور گواہی دینے میں جو ان کا وقت خرچ ہو اس کا معاوضہ ان کو ادا نہ کریں۔

اور دوسری قرأت کے مطابق معنی یہ ہے کہ کاتب اور گواہ صاحب حق کو ضرر نہ پہنچائیں' مثلاً کاتب صاحب حق کے املاء کرانے کے خلاف کچھ کا کچھ لکھ دے' یا گواہ اپنی طرف سے گواہی میں کچھ بڑھا دے یا کچھ کم کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تم سفر میں ہو (اور تمہیں دین پر مبنی کوئی معاملہ کرنا ہو) اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنا پر دین کا معاملہ کرو) پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ (البقرہ: ۲۸۳)

سفر اور حضر میں رہن رکھنے کا جواز

اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور تم نے کسی شخص سے کوئی چیز ادھار خریدنی ہے اور بائع کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے تمہیں دوران سفر کاتب یا گواہ دستیاب نہ ہوں تو بائع کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رہن رکھ دو اور مقبوضہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ بائع اس چیز پر صرف قبضہ کرے گا' وہ اس میں تصرف کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کا مجاز اور مختار نہیں ہے' بعض فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ اگر کاتب موجود ہو تو پھر کسی چیز کو گروی رکھنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک نے کہا: اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ مدت معینہ کے ادھار پر کسی چیز کی بیع کرے اور اس کو کاتب نہ ملے تو اس کے لیے رہن پر قبضہ کرنا جائز ہے اور اگر کاتب ہو تو پھر اس کے لیے رہن پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اور بعض فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ صرف سفر میں رہن رکھنا جائز ہے اور حضر میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رہن پر قبضہ کرنا صرف سفر میں جائز ہے' حضر میں جائز نہیں ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

لیکن یہ دونوں قیدیں اتفاقی ہیں اور ان کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے' علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

Marfat.com

تمام اہل علم کے نزدیک یہ حکم اس طرح نہیں ہے اور تمام شہروں کے فقہاء اور عامۃ السلف کے نزدیک شہر میں بھی کسی چیز کا گروی رکھنا جائز ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۵۲۳ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جَو کے بدلہ اپنی زرہ رہن رکھی' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور پرانی چربی لے کر گیا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آل محمد کے پاس صبح اور شام کے لیے صرف ایک صاع ہے۔ (چار کلوگرام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ گروی رکھ کر ایک یہودی سے طعام خریدا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھ دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے جَو خریدے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

رہن کی تعریف اور رہن سے فائدہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء

رہن کا معنی ہے: گروی رکھنا' اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لیے روکنا' کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کو کلاً یا جزءً وصول کرنا ممکن ہو' رہن میں رکھی ہوئی چیز کو مرہون' رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے اس کو مرتہن کہتے ہیں' عقد رہن بالاجماع جائز ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۱۶ 'مطبوعہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک رہن شدہ چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہن شدہ سواری پر اس کے خرچ کے بدلہ میں سواری کی جائے گی' اور اس کے تھنوں سے دودھ نکال کر پیا جائے گا اور جو اس پر سواری کرے گا یا پئے گا خرچ اس کے ذمے ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۸ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ابراہیم نخعی' امام شافعی اور ظاہریہ (غیر مقلدین) نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رہن رکھوانے والا (مقروض) سواری پر اپنے خرچ کے باعث سواری کرے گا اور اس کا دودھ پئے گا' ابن حزم نے ''محلی'' میں لکھا ہے کہ رہن رکھوانے والا جس طرح رہن رکھوانے سے پہلے اس سے منافع حاصل کرتا تھا اسی طرح رہن رکھوانے کے بعد بھی اس چیز سے منافع حاصل کرتا رہے گا اور اس سے کسی منفعت کو روکا نہیں جائے گا اور رہن شدہ جانور پر سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح پہلے یہ منافع رہن رکھوانے والے کے لیے تھے اب بھی رہیں گے' ہاں! اگر وہ ان جانوروں کو ضائع کرے تو پھر وہ ان پر خرچ نہیں کرے گا' اور رہن رکھنے والا (راہن) ان پر خرچ کرے گا اور وہی اس پر سواری کرنے اور اس سے دودھ پینے کا نفع بھی حاصل کرے گا' اور اس کی رقم کو اس کے قرض میں محسوب نہیں کیا جائے گا' قرض کم ہو یا زیادہ

Marfat.com

اور یہ اس لیے کہ رہن رکھوانے والے کی ملکیت مرہون میں باقی ہے اور وہ مرہون چیز اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی لیکن اس جانور پر سواری کرنا اور اس کا دودھ دوہنا خصوصیت سے اس شخص کا حق ہے جو اس جانور پر خرچ کرے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ رہن رکھوانے والے کا رہن سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رہن رکھنے کے منافی ہے' رہن کا معنی ہے: دائمی طور پر کسی چیز کو محبوس کرنا' لہٰذا وہ اس سے نفع اٹھانے کا مالک نہیں ہے' اور مرہون سے خدمت طلب کرنا' اس پر سواری کرنا' اس کا دودھ دوہنا اور اس میں سکونت رکھنا وغیرہ اس کے لیے جائز نہیں ہے' اور رہن رکھنے والے کے سوا اور اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کے ہاتھ پر مرہون کو فروخت کرنا بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے' اور اگر اس نے فروخت کر دیا تو یہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کی اجازت پر موقوف ہے' اگر اس نے اجازت دے دی تو یہ فروخت کرنا جائز ہوگا اور اب قیمت اس کے پاس رہن ہوگی' اسی طرح مرتہن کے لیے بھی رہن سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر غلام رہن ہو تو وہ اس سے خدمت طلب نہیں کرے گا' سواری کا جانور ہو تو اس پر سواری نہیں کرے گا' اگر کپڑا ہو تو اس کو نہیں پہنے گا' مکان ہو تو اس میں سکونت نہیں کرے گا اور مصحف ہو تو اس کی تلاوت نہیں کرے گا' اور راہن (رہن رکھوانے والے) کی اجازت کے بغیر مرتہن کے لیے رہن کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رہن کا خرچ راہن کے ذمہ ہے اور اس پر خرچ کرنا مرتہن کی ذمہ داری نہیں ہے اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے وہ مجمل ہے' اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون رہن پر سواری کرے گا اور کون اس کا دودھ پئے گا' پس مخالف کے لیے یہ کہاں سے جائز ہو گیا کہ اس کو راہن کے ساتھ مخصوص کر دے نہ کہ مرتہن کے لیے اور بغیر دلیل کے اس کو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص کر دینا جائز نہیں ہے' اور ہشیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سواری کا جانور رہن ہو تو مرتہن پر اس کو چارہ ڈالنا لازم ہے اور اس کے تھنوں سے دودھ نکالا جائے گا اور اس کا خرچ اس کے ذمہ ہے جو اس کا دودھ پئے گا' اور اس پر سواری کرے گا' اس حدیث سے یہ متعین ہو گیا کہ ''صحیح بخاری'' کی حدیث میں سواری کرنے اور دودھ پینے کے منافع مرتہن پر محمول ہیں نہ کہ راہن پر' مرتہن رہن پر سواری کرے گا اور اس کا دودھ نکالے گا اور اس کے معاوضہ میں اس کا خرچ اٹھائے گا' ہمارے نزدیک یہ حکم اس وقت تھا جب سود لینا مباح تھا اور اس قرض سے منع نہیں فرمایا تھا جس میں نفع لیا جائے' اور نہ غیر مساوی چیزوں کی بیع سے منع فرمایا تھا' اس کے بعد آپ نے سود کو حرام کر دیا اور ہر اس قرض سے منع فرما دیا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رہن کا خرچ راہن کے ذمہ ہے مرتہن کے ذمہ نہیں ہے اور مرتہن کے لیے رہن کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ رہن کا تقاضا یہ ہے کہ راہن اس کو مرتہن کے قبضہ میں دے دے اور پھر اس سے سروکار نہ رکھے' اسی لیے اس پر اجماع ہے کہ اگر راہن اپنی لونڈی رہن رکھ دے تو وہ اس سے مباشرت نہیں کر سکتا' نیز امام طحاوی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ رہن سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۴۔ ۷۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

رہن سے نفع حاصل کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے' اس سے خدمت لے سکتا ہے' نہ اس میں سکونت کر سکتا ہے' نہ اس کو پہن سکتا ہے' نہ اس کو کرایہ پر دے سکتا ہے نہ کسی کو عاریۃً دے سکتا ہے' نہ راہن نہ مرتہن' ہاں! اگر راہن مرتہن کو یا مرتہن راہن کو اجازت دے دے تو پھر جائز ہے' کہا گیا ہے کہ مرتہن کے لیے اجازت کے باوجود نفع لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سود ہے' اور یہ بھی کہا گیا

Marfat.com

ہے کہ یہ سود اس وقت ہوگا جب رہن کے عقد میں یہ شرط ہو کہ مرتہن اس سے نفع حاصل کرے گا' ورنہ سود نہیں ہے''اشباہ'' اور ''جواہر'' میں مذکور ہے کہ راہن نے مرتہن کے لیے درخت کے پھلوں کا کھانا' یا گھر میں رہنا یا بکری کا دودھ پینا مباح کر دیا اور اس نے یہ منافع حاصل کیے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا' نیز ''اشباہ'' میں لکھا ہے کہ مرتہن کے لیے نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

رہن کی شرائط اور ضروری مسائل

عقد رہن ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے' مثلاً راہن یہ کہے کہ تمہارا دین جو میرے ذمہ ہے اس کے مقابلہ میں' میں نے یہ چیز تمہارے پاس رکھی' رہن کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) راہن اور مرتہن عاقل ہوں' ناسمجھ بچے اور مجنون کا رہن رکھنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) رہن کسی شرط پر معلق نہ ہو اور اس کی اضافت وقت کی طرف کی جائے۔

(۳) جو چیز غیر منقسم اور غیر متمیز ہو اس کو رہن رکھنا صحیح نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنا آدھا مکان رہن رکھتا ہوں اور آدھے کی تحدید اور تعیین نہ کرے۔

(۴) جس چیز کو رہن رکھا ہے وہ قابل فروخت ہو اور وہ چیز اس وقت موجود ہو اور مال متقوم ہو' درخت پر جو پھل نہیں لگے جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اور مردار اور خون ایسی حرام چیزوں کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

مرہون چیز کی مالیت مرتہن کی ضمان میں ہوتی ہے اور خود وہ چیز مرتہن کے پاس امانت ہوتی ہے' ان کے فرق کی وضاحت اس طرح ہے کہ اگر مرتہن مرہون کو راہن سے خرید لے' تو اس چیز پر مرتہن کا قبضہ خریداری کے قائم مقام نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس کے قبضہ میں امانت ہے' اور خریداری کے لیے قبضہ ضمان چاہیے' اور مرہون کا خرچ راہن کے ذمہ ہے' مرتہن کے ذمہ نہیں ہے' اگر مرہون غلام تھا اور وہ مر گیا تو اس کی تجہیز و تکفین راہن کے ذمہ ہے' اگر مرہون چیز راہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو دین اور اس چیز کی قیمت میں جو مقدار کم ہوگی اس کو ہلاک قرار دیا جائے گا' مثلاً ہزار روپے دین کے مقابلہ میں دو ہزار روپے کا گھوڑا گروی رکھا تھا تو گھوڑا ہزار روپے کے مقابلہ میں ہلاک ہو گیا اور اب مرتہن راہن کو کچھ نہیں دے گا اور اگر صورت مفروضہ میں گھوڑے کی قیمت پانچ سو روپے تھی تو ہزار روپے رہن میں سے پانچ سو روپے ساقط ہو گئے اور باقی ماندہ پانچ سو روپے راہن کے ذمہ واجب الادا ہیں' اور اگر دین اور مرہون کی مالیت برابر ہو مثلاً اس صورت میں گھوڑا ہزار روپے کا ہو تو کسی کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہے۔

اگر مرتہن نے دین میں کوئی ایسا تصرف کیا جس سے وہ چیز ہلاک ہوگئی یا اس میں نقصان پیدا ہو گیا تو وہ اس کا ضامن ہو گا' یعنی اس کا تاوان ادا کرے گا' مثلاً ایک شیروانی دو ہزار کی تھی' مرتہن نے راہن کی اجازت سے اس کو پہنا اور اس پر داغ دھبے لگ گئے' جس سے وہ ہزار روپے کی رہ گئی تو اس ہزار روپے کی کمی کا تاوان مرتہن راہن کو ادا کرے گا' اور اس نے وہ دھلنے کے لیے دی اور دھوبی نے گم کر دی تو وہ دو ہزار روپے کا ضامن ہوگا' اگر مرتہن نے راہن کی اجازت کے بغیر رہن سے فائدہ اٹھایا اور وہ چیز ہلاک ہوئی تو بھی مرتہن کو تاوان ادا کرنا ہوگا' مرہون کی حفاظت کا خرچ مثلاً اس کے لیے مکان کا کرایہ اور چوکیدار کی تنخواہ مرتہن کے ذمہ ہے' اور مرہون کی بقا کا خرچ مثلاً جانوروں کے چارے کا خرچ یا باغ میں پانی لگانے اور پھل توڑنے کے اخراجات وغیرہ یہ راہن کے ذمہ ہیں۔

(عالم گیری ج ۵ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۲۔ ۳۰۷' ہدایہ اخیرین ص ۵۲۰۔ ۵۱۶' ملخصا)

Marfat.com

فقہاء نے یہ نہیں لکھا کہ گروی رکھے ہوئے جانوروں کے دودھ کی آمدنی اور باغ کے پھلوں کی آمدنی کا کون مالک ہوگا' مرتہن تو اس کا مالک نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سود ہے' اس لیے ظاہر ہے کہ اس آمدنی کا مالک راہن ہی ہوگا' کیونکہ "درمختار" میں مذکور ہے کہ مرتہن کی اجازت سے راہن مرہون سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے' اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ (البقرہ: ۲۸۳)

اعتماد کی صورت میں وثیقہ لکھوانے' گواہ بنانے اور گروی رکھنے کو ترک کرنے کی رخصت

یعنی اگر دائن کو مقروض کی امانت داری پر اعتماد ہو اور وہ دستاویز لکھنے' کسی کو گواہ بنانے اور قرض کے مقابلہ میں کسی چیز کو گروی رکھنے کے بغیر اپنا مال مقروض کے حوالے کر دے یا اپنا مال اس کو فروخت کر دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ دائن کے اعتماد پر پورا اترے اور اس کی امانت اس کو ادا کر دے' یہ امر وجوب کے لیے ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قرضوں کا ادا کرنا واجب ہے' حاکم کو چاہیے کہ وہ مقروض کو قرض ادا کرنے کا حکم دے اور مقروض کو قرض ادا کرنے پر مجبور کرے۔

احادیث کی روشنی میں دین اور قرض کے ضروری مسائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں سے اموال لیے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان اموال کو اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے لوگوں کے مال لیے درآں حالیکہ وہ ان کو تلف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تلف کر دے گا۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۳۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یعنی جس شخص نے کوئی تقصیر نہیں کی' اس کی نیت قرض ادا کرنے کی تھی' لیکن اس کو اتنے پیسے دستیاب نہیں ہوئے' یا اس کو اچانک موت آ گئی اور اس کو قرض ادا کرنے کی مہلت نہیں ملی حالانکہ اس کی نیت ادا کرنے کی تھی' تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی طرف سے قرض خواہ کو ادائیگی کر دے گا اور اس سے مطالبہ نہیں ہوگا اور جیسا کہ طریقہ ہے کہ اگر مقروض نے قرض ادا نہ کیا ہو تو اس کی نیکیاں قرض خواہ کو دے دی جاتی ہیں یا قرض خواہ کے گناہ مقروض کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے جاتے ہیں' اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوگا' اور جس شخص کی نیت یہ ہو کہ وہ دائن کو اس کا مال نہیں دے گا' تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو ضائع کر دے گا یا اس کے مال کو ضائع کر دے گا یا آخرت میں اس کو عذاب دے گا۔

امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر لوگوں سے قرض لیتے تھے' ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے: جب تک مقروض قرض کو ادا نہ کرے اللہ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے' اس حدیث کی سند حسن ہے' نیز امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس بندہ کی نیت قرض کو ادا کرنا ہو' اس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ میرے پاس تین دن تک اس میں سے کوئی چیز رہے ماسوا اس کے جس کو میں قرض کی ادائیگی

Marfat.com

کے لیے رکھ لوں۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۳۲۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سختی کے ساتھ قرض کا تقاضا کیا' آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے یا ڈانٹنے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ صاحب حق کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے اونٹ خرید واور اس کا قرض ادا کر دو' صحابہ نے کہا: جتنی عمر کا اونٹ اس کو ادا کرنا ہے اس سے زیادہ کامل رہا ہے' آپ نے فرمایا: وہی خرید لو اور اس کو ادا کر دو' کیونکہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اچھی طرح قرض ادا کرے۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۳۲۱ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے' اور قرض خواہ کا مطالبہ میں سختی کرنا بھی درست ہے اور مقروض کو اس کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دینا چاہیے اور مقروض اصل قرض سے زیادہ ادا کرے تو مستحسن ہے بہ شرطیکہ قرض خواہ کی طرف سے اس کا مطالبہ نہ ہو ورنہ حرام ہے' اور اچھے جائز کاموں کے لیے قرض لینا درست ہے' اور امام کے لیے بیت المال پر قرض لینا جائز ہے اور جو شخص امام کے ساتھ بدتمیزی کے ساتھ پیش آئے وہ تعزیر کا مستحق ہے الا یہ کہ امام معاف کر دے' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زبردست حوصلہ' حلم' تواضع اور آپ کے خلق عظیم کا بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں' کسی شخص نے کہا: آپ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب انسان مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ص ۳۲۲ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی کا (قرض کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۳۲۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے اس کا دل گناہ آلودہ ہے۔ (البقرہ: ۲۸۳)

گواہی دینے کا وجوب اور دل کی طرف گناہ کی اضافت کی حکمتیں

یہ نہی تحریم ہے اور گواہی کا چھپانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید معلق فرمائی ہے کہ جو شخص گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گناہ آلودہ ہے' گواہی چھپانے کا معنی یہ ہے کہ انسان گواہی ادا کرنے سے اپنے آپ کو روک لے' اور گواہی چھپانا اس وقت حرام ہے جب اس کے گواہی نہ دینے سے صاحب حق کا حق ضائع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گناہ آلودہ ہے' اور گناہ کی اضافت دل کی طرف کی ہے کیونکہ شہادت چھپانے اور اس کو ادا نہ کرنے کی نیت کا تعلق دل سے ہے' اور جب کسی فعل کی اضافت کسی عضو کی طرف کی جاتی ہے تو اس میں زیادہ تاکید ہوتی ہے' جیسے کہتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا' اور میرے دل میں فلاں کی محبت ہے اور خصوصاً دل کی طرف اضافت اس لیے کی ہے کہ دل انسان کے اجزاء میں اشرف اجزاء اور رئیس اعضاء ہے اور اس کا فعل باقی اعضاء کی بہ نسبت زیادہ عظیم ہے' اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ گناہ کی اضافت دل کی طرف اس لیے کی ہے کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ شہادت چھپانے کے گناہ کا تعلق صرف زبان کے ساتھ ہے اور یہ معلوم ہو جائے کہ گناہ کا اصل سرچشمہ اور معدن انسان کا دل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہوتا ہے' سنو! وہ قلب ہے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

یا قلب کی طرف اضافت اس لیے کی ہے کہ گناہ کا اثر قلب میں ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے' اگر وہ توبہ کرے' اس کام سے باز آ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو اس کے دل میں اور سیاہ نکتے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہی وہ رین (ران) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ہرگز نہیں بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا۔ (المطففین: ۱۴)

(سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

وثیقہ لکھنے' گواہ بنانے اور رہن رکھنے کے اسرار اور حکمتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مدت معینہ کے ادھار پر کی جانے والی بیع کی دستاویز لکھنے' اس بیع پر گواہ بنانے اور مقروض کی کسی چیز کو گروی رکھنے کا جو حکم دیا ہے وہ دین اور دنیا کی صلاح پر مبنی ہے' دنیا کی صلاح یہ ہے کہ اگر اس بیع کو لکھا نہ جائے تو اس میں اختلاف' تنازع اور فساد ہو سکتا ہے اور انسان کے ہاتھ سے دین اور دنیا جاتی رہے گی' اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: تم ایک دوسرے کے ساتھ نزاع نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال: ۴۶) اور جب خرید و فروخت کے معاملات لکھے ہوئے ہوں گے اور ان پر گواہ موجود ہوں گے تو کوئی فریق دوسرے فریق کے حق کا انکار نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے حق میں کوئی کمی کر سکے گا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع کرنے سے منع فرمایا دیا جس میں مبیع یا ثمن کی مقدار مجہول ہو یا مبیع یا ثمن کو ادا کرنے کی مدت مجہول ہو' کیونکہ اس جہالت کی وجہ سے فریقین میں اختلاف اور نزاع ہو گا' اور یہ اختلاف آپس میں لڑائی جھگڑے' کینہ' بغض اور عداوت کا موجب ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام کرنے کا بھی یہ سبب بیان کیا ہے کہ ان کی وجہ سے عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے (المائدہ: ۹۰)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دستاویز لکھنے' گواہ بنانے اور رہن رکھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ بائع کا مال محفوظ رہے اور خریدار کی نادہندگی سے مامون رہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ یہ حکم دیا ہے کہ مال کی حفاظت کی جائے اور اس کو ضائع ہونے سے بچایا جائے' ارشاد فرمایا:

اور کم عقلوں (ناسمجھ یتیموں) کو ان کے (وہ) مال نہ دو (جو تمہاری تحویل میں ہیں) جن (اموال) کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔ (النساء: ۵)

نیز فرمایا: اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ میانہ روی اور اعتدال سے ہوتا ہے۔ (الفرقان: ۶۷) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

Marfat.com

تمہاری تین عادتوں کو ناپسند کرتا ہے' قیل وقال کرنا' بہ کثرت سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۵)
خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور سنت کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان آپس میں اختلاف اور نزاع نہ کریں اور اس کی وجہ سے باہمی عداوت اور بغض میں مبتلا نہ ہوں اور مسلمان اپنے مالوں کو ضائع ہونے سے بچائیں اور ان کی حفاظت کریں اور بیع کی دستاویز لکھنے' اس پر گواہ بنانے اور قیمت کے مقابلہ میں مقروض کا مال گروی رکھنے سے یہ دونوں امر حاصل ہوتے ہیں اس لیے اس آیت میں وثیقہ لکھنے' گواہ بنانے اور رہن رکھنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے تمام اسرار اور حکمتوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ

اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ

اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ (ہمارے)

الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ

رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مومن (بھی ایمان لائے)' اللہ پر

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ ہم (ایمان لانے میں) ان

مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ

رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے' اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش

اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا

کے طالب ہیں' اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے ۝ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص)

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ

نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے برے کام کیے ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے

Marfat.com

نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ

ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا' اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا

جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا' اے ہمارے رب! ہم پر ان احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جن کی ہمیں طاقت نہ ہو

بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا

اور ہمیں معاف فرما' اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' تو ہمارا مالک ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ع ﴿۲۸۶﴾ ع ۳/۸

تو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرماO

بیع اور دین کے بعد اعمال صالحہ سے مکلف کرنے کی مناسبت

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اصول اور فروع' اور عقائد اور اعمال میں سے متعدد اہم امور بیان فرمائے ہیں' توحید' رسالت' قیامت اور جزاء اور سزا کے دلائل کا ذکر فرمایا اور نماز' زکوٰۃ' صدقات' روزہ' حج' جہاد' قصاص' حیض' طلاق' عدت' خلع' ایلاء' رضاعت' ربا' بیع' دین اور رہن کے احکام بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان عقائد کو ماننے اور ان احکام پر عمل کرنے کا مکلف فرمایا ہے تو یہاں ہمیں مکلف کرنے کی دلیل ذکر فرمائی کہ تمام آسمانوں میں جو کچھ ہے اور تمام زمینوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کا مالک ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی مملوک ہے اور مالک کو حق ہے کہ وہ اپنی مملوک کو جس چیز کا چاہے مکلف کرے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توحید و رسالت' اور قیامت اور جزا اور سزا کے ماننے کا مکلف کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن عقائد کا مکلف کیا ہے ان کو ماننے کا تعلق ہمارے دلوں سے ہے' اور جن احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مکلف کیا ہے' ان کی جزاء یا سزا کا مدار ہماری نیتوں پر ہے اور ہماری نیتوں کا تعلق بھی ہمارے دلوں کے ساتھ ہے' اس لیے فرمایا: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا" چونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اس کی مملوک ہے اس لیے حساب لینا اس کا حق ہے اور وہ ہر چیز کا عالم ہے خواہ کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی' ظاہر ہو یا مخفی اسے ہر چیز کا علم ہے اور ہر چیز کی گرفت کرنے پر وہ قادر ہے' اس کا علم ہر شے کو محیط ہے اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے۔

خواطر قلب کی تکلیف کے منسوخ ہونے کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' تو رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں نماز' روزہ' جہاد اور صدقہ کا مکلف کیا گیا' یہ ایسے اعمال ہیں جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں اور اب آپ پر جو آیت نازل کی گئی ہے اس پر عمل کرنے کی ہم طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ تمہارے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا بھی حساب لیا جائے گا اور دل میں غیر اختیاری طور پر بہت سی باتوں کا خیال آتا ہے جو اچھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی اور دل میں آنے والی باتوں کے دور کرنے پر انسان قادر نہیں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) نے کہا تھا: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی' بلکہ تم کہو: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں' اے ہمارے رب اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ جب مسلمانوں نے اس طرح پڑھا اور ان کی گردنیں جھک گئیں تو اللہ عزوجل نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی: (ہمارے) رسول اس کلام پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مومن بھی ایمان لائے' اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ ہم (ایمان لانے میں) ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں' اور ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے۔ جب مسلمانوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا' اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا' اللہ نے فرمایا: ہاں! (حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے' اللہ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا) اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا' اللہ نے فرمایا: ہاں! (حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے' فرمایا: میں نے کر دیا) اے ہمارے رب! ہم پر ان احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جن کی ہمیں طاقت نہ ہو' فرمایا: ہاں! (یا فرمایا: میں نے کر دیا) اور ہمیں معاف فرما' اور ہمیں بخش دے' اور ہم پر رحم فرما' تو ہمارا مالک ہے تو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما' فرمایا: ہاں! یا فرمایا: میں نے کر دیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۸۔۷۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے' اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں کہ پہلے مسلمان دل میں بُرے خیالات اور وسوسوں سے بھی اجتناب کے مکلف تھے' پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ وسوسوں سے اجتناب کرنا ان کی وسعت اور طاقت میں نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے' اور بعض متاخرین نے کہا: یہاں نسخ نہیں ہے' کیونکہ نسخ انشاء (اوامر اور نواہی) میں ہوتا ہے' اخبار میں نہیں ہوتا' لیکن ان متاخرین کی یہ رائے صحیح نہیں ہے' کیونکہ ان کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وساوس سے اجتناب کرو اور بعد میں اس حکم کو منسوخ کیا گیا ہے اور اس آیت میں اس سابق حکم اور اس کے منسوخ ہونے کی خبر دی گئی ہے' بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نسخ سے مراد یہاں ازالہ ہے یعنی ان کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہو گئی تھی کہ ان کو ایک سخت' دشوار اور ناقابل عمل فعل کا مکلف کر دیا گیا ہے' تو ان کے دلوں سے اس بات کو زائل کیا گیا کہ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا' یہ قاضی عیاض کی رائے ہے اور واحدی کا مختار یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے' منسوخہ نہیں ہے۔

''ھم'' اور ''عزم'' کی تحقیق

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ گناہ کا "ھم" (ارادہ) کرے تو اس کا گناہ نہ لکھو اور اگر وہ اس گناہ کو کر لے تو ایک گناہ لکھ دو اور جب وہ نیکی کا "ھم" کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ دو' اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کی دس نیکیاں لکھ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نیکیاں اور برائیاں لکھتا ہے' سو جو شخص نیکی کا "ھم" کرے اور ابھی اس نیکی کو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کو ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے' اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ھم" کرے اور اس گناہ کو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے' اور اگر وہ گناہ کا "ھم" کرے اور وہ گناہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا: قاضی ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہ گار ہوگا' اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا' وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں آئی' اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ "ھم" ہے اور ھم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے (اگر کسی کام میں راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال نہ کرنے کا ہو تو یہ "ھم" ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فیصد ارادہ ہو جائے خواہ نفع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں) بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ عامۃ السلف' فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو قاضی ابوبکر کا مذہب ہے' کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی برائی کا عزم کرے تو ایک برائی لکھ لی جاتی ہے اور اگر برائی کا "ھم" کرے تو برائی نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ھم" کے بعد عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الٰہی ہو لیکن نفس اصرار اور عزم معصیت ہے' اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھ لی جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔

معصیت کے "ھم" کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ھم" میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ نہیں کرتا' نہ اس کا عقد' عزم اور نیت کرتا ہے' متکلمین نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے' مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی یا نہیں' بعض علماء نے کہا: اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی' لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۷۹۔۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم' عقد اور گناہ کی نیت سے مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

دل کے افعال پر مواخذہ کی تحقیق

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ (النور: ۱۹)

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک

Marfat.com

عذاب ہے۔

اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. (الحجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو' بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ. (البقرہ: ۲۳۵) اور (عدت کے دوران) عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں' تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قاتل تو ہوا' مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی اپنے مقابل کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریحات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حسد کرنا' مسلمانوں کو حقیر جاننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے' اور یہ تمام دل کے افعال ہیں' ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے' البتہ معصیت کا ''ھم'' معصیت نہیں ہے۔

''ھم'' اور ''عزم'' کی مزید وضاحت کے لیے یہ جاننا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ قسمیں ہیں۔

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں:

(۱) ہاجس: اچانک کسی چیز کا خیال آئے۔

(۲) خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

(۳) حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔

(۴) ھم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے' کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ضرر ہو۔

(۵) عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو' وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کرلے اور اس کی نیت کرلے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو ہاجس' خاطر' حدیث نفس اور ہم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا' البتہ اگر گناہ کا عزم کرلے تو وہ مستحق مواخذہ ہے' خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔

(تفسیر الصاوی ج ا ص ۹۹' مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ' مصر)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو

Marfat.com

یہ ھاجس ہے' اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے' اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرلے اور غالب جانب اس کو قتل کرنے کی ہو لیکن مغلوب سا یہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ ھم ہے اور جب یہ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ یہ طے کرلے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت کرے تو یہ عزم ہے' پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کرنے کا عزم کرلے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو' مثلاً وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طبعی موت سے ابھی ابھی مرا ہے' اب ہر چند کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے بہر حال اس کو قتل کرنے کی نیت کرلی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

ھاجس' خاطر اور حدیث نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی امتوں پر بھی معاف تھی اور اس امت پر بھی معاف ہے' لیکن پچھلی امتوں کا ''ھم'' پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر ''ھم'' معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کرلیا جائے تو اس امت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی حدیث نفس مذموم ہے اور نیکی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت نماز ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

حضرت عمر نے کہا: میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۶۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اپنے دل میں جن کاموں کے منصوبے بناتی ہے (حدیث نفس) جب تک ان کی بات نہ کرے یا ان پر عمل نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرماتا ہے۔

امام فریابی' امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر' محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے جس نبی اور رسول کو مبعوث کیا اور اس پر کتاب نازل کی۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' پس جس کو چاہے گا اس کو بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سابقہ امتوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں سے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا اور کہا: ہمارے دلوں میں جو باتیں آئیں اور ہم ان پر عمل نہ کریں تو ہم سے ان پر کیسے گرفت ہوگی' سو وہ کافر اور گمراہ ہو گئے' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بھی یہ آیت اسی طرح دشوار ہوئی جس طرح پچھلی امتوں پر دشوار ہوئی تھی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے دلوں میں جو باتیں آئیں اور ہم ان پر عمل نہ کریں کیا پھر بھی ہم سے ان باتوں پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم سنو اور تم اطاعت کرو' اور جب مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے حدیث نفس (دل کی باتوں) پر محاسبہ کو ساقط کر دیا' جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرلیں' اور ان کو انہی کاموں کا مکلف کیا جن کی وہ طاقت رکھتے تھے اور جب انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! نسیان اور خطا پر ہماری گرفت نہ کرنا تو ان سے نسیان اور خطا پر مواخذہ کو

Marfat.com

ساقط کر دیا اور جب انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم پر ایسے سخت احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جیسے سخت احکام پچھلی امتوں پر تھے تو ان کو ایسے سخت احکام کا مکلف نہیں کیا گیا' اور ان کو معاف کر دیا' ان کی مغفرت کی اور ان کی مدد فرمائی۔

(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۷۴۔ ۳۷۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

تکلیف مالایطاق پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ''جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے' تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا'' انسان اپنے دل میں جن وسوسوں اور حدیث نفس کو چھپاتا ہے وہ اس میں داخل نہیں ہیں' کیونکہ ان سے قلب کو فارغ کرنا اس کی طاقت اور اختیار میں نہیں ہے' البتہ جس چیز کا وہ اعتقاد کرتا ہے اور اس کا عزم کرتا ہے وہ اس میں داخل ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کو تلاوت کیا اور کہا: اگر اللہ نے اس پر ہمارا مواخذہ کیا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے' پھر وہ رونے لگے' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم کرے' جس طرح ان کو رنج ہوا ہے مسلمانوں کو بھی اس طرح رنج ہوا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' ان روایات کی بناء پر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے' اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور انہوں نے جن کاموں کا پختہ عزم کیا ہے خواہ انہوں نے وہ کام نہیں کیے ان کا بھی محاسبہ کرے گا اور مؤمنین کی مغفرت فرما دے گا اور کفار اور منافقین کا مواخذہ فرمائے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دل میں جو خواطر اور وساوس آتے ہیں ان کی سزا میں دنیا میں مصائب اور آلام پہنچتے ہیں۔ بعض علماء نے اس آیت سے تکلیف مالایطاق پر استدلال کیا ہے کیونکہ خواطر قلب سے بچنا انسان کی طاقت میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف کیا ہے' ابن عطیہ نے کہا: یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ خواطر قلب کی یہاں تاویل نیات' عزائم اور اعتقادات سے کی گئی ہے اور وہ انسان کے اختیار میں ہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۷۵۴' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا' اور مومن (بھی ایمان لائے)۔ (البقرہ: ۲۸۵)

سورۂ بقرہ کے افتتاح اور اختتام کی مناسبت

اس سورت کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی صفات بیان فرمائی تھیں کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں' اور جو اس (کلام) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا' اور یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں' اور سورت کے اختتام میں بھی مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اے ہمارے رب! ہم تیری مغفرت کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔ الایۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ ہم (ایمان لانے میں) ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۸۵)

Marfat.com

اللہ‘ فرشتوں‘ کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے ذکر کی ترتیب

اس آیت میں پہلے اللہ پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے‘ کیونکہ ہر ذی عقل سب سے پہلے وجود صانع پر استدلال کرتا ہے‘ اس کے بعد فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے‘ کیونکہ اللہ اور بندوں کے درمیان فرشتے واسطہ ہیں‘ اس لیے ان کا دوسرے درجہ میں ذکر ہے‘ پھر کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے‘ کیونکہ کتابیں وہ وحی ہیں جن کو فرشتہ اللہ سے لے کر نبیوں تک پہنچاتا ہے‘ اس لیے ان کا تیسرے مرتبہ میں ذکر ہے‘ اس کے بعد رسولوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے‘ کیونکہ وہی وحی کے انوار سے اقتباس کرتے ہیں‘ اس لیے ان کا چوتھی جگہ ذکر ہے۔

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لانے میں ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے‘ جیسے یہود اور نصاریٰ نے فرق کیا کہ بعض نبیوں پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

امام ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا‘ تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم ہاتھ‘ پاؤں اور زبان کے کاموں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں‘ وسوسوں سے کیسے رجوع کریں تو جبریل اس آیت کو لے کر آئے: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا‘ بے شک تم وسوسوں سے باز رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام بخاری‘ امام مسلم‘ امام ابوداؤد‘ امام ترمذی‘ امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینہ میں جو وسوسے آتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرما لیتا ہے‘ جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کریں اور ان کی بات نہ کریں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۶‘ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی‘ ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے‘ اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے۔ (البقرہ: ۲۸۶)

کسب اور اکتساب کا معنی اور شر کو اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہ

جس کام کو انسان قصد اور ارادہ سے کرے اس کو کسب اور اکتساب کہتے ہیں‘ اور خواطر اور وساوس میں انسان کے قصد اور ارادہ کا دخل نہیں ہوتا اس لیے ان پر گرفت نہیں ہوگی‘ اسی طرح جو کام انسان سے نسیاناً اور خطاءً ہو جائے یا جو کام اضطراری طور پر صادر ہو‘ اس پر بھی گرفت نہیں ہوگی۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان کاموں کو معاف کر دیا جو خطاءً ہوں‘ نسیاناً ہوں یا جن کاموں پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۴۷‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

اہل لغت کے نزدیک کسب اور اکتساب کا معنی واحد ہے‘ اور بعض نے کسب اور اکتساب میں فرق بیان کیا ہے‘ کسب عام ہے خواہ انسان وہ کام صرف اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے‘ اور اکتساب اس کام کو کہتے ہیں جو صرف اپنے لیے کیا جائے‘ زمخشری نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کے لیے کسب اور شر کے لیے اکتساب کو استعمال کیا ہے‘ کیونکہ باب افتعال کا خاصہ ہے! کسی چیز کو زیادہ محنت اور کوشش سے حاصل کرنا‘ اور جب انسان کسی بُرے کام کی خواہش کرتا ہے تو اس کی تحصیل میں زیادہ

Marfat.com

عمل کرتا ہے اس کے لیے اکتساب فرمایا' اور بعض نے کہا: نیکی کے کام انسان کی فطرت کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے ان کو کرنے کے لیے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑتی اور بُرائی کے کام چونکہ انسان کی فطرت کے خلاف ہوتے ہیں اس لیے ان کو کرتے وقت انسان کا نفس بوجھل ہوتا ہے اور ان کے لیے زیادہ عمل کرنا پڑتا ہے اس لیے ان کے لیے اکتساب فرمایا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کی سرشت میں خیر اور نیکی ہو وہ اگر بُرا کام کسی وجہ سے کرے گا تو اس کا ضمیر مزاحمت کرے گا اور اسے بُرائی کے لیے زیادہ دشواری ہوگی' اور جس کی سرشت میں شر اور بُرائی ہو وہ بُرے کام کو زیادہ دلچسپی اور زیادہ کوشش سے کرے گا' اس طرح ہر صورت میں بُرے کام میں زیادہ عمل ہوگا اس لیے بُرے کام کے لیے اکتساب کا لفظ فرمایا جس میں زیادہ عمل ہے کیونکہ زیادتی لفظ زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

دوسروں کے عمل سے نفع یا ضرر پہنچنے کا بیان

بہ ظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو صرف ان ہی کاموں کا نفع یا ضرر ہوگا جو اس نے خود کیے ہوں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ جن کاموں کے وجود میں آنے کے لیے کسی طور سے بھی کسی انسان کا دخل ہو تو اگر وہ اچھے کام ہیں تو اس کو ان کا نفع پہنچے گا اور اگر وہ بُرے کام ہوں تو اس کو ان کا ضرر پہنچے گا' مثلاً ایک آدمی نے مسجد بنوادی یا لائبریری قائم کردی تو جب تک اس مسجد میں نمازیں پڑھی جاتی رہیں گی اس کو اس کا اجر ملتا رہے گا اور جب تک اس لائبریری میں کتابیں پڑھی جاتی رہیں گی اس کو اجر ملتا رہے گا' اس طرح اولاد کے دعا کرنے سے اور کسی استاذ کے پڑھائے ہوئے علم سے اجر ملتا رہے گا' اور جس شخص نے کوئی جوا خانہ' قحبہ خانہ یا شراب خانہ بنایا ہے تو جب تک وہاں برائی کے کام ہوتے رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جاتے رہیں گے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے' آپ نے ان کی بدحالی اور ضرورت کو دیکھا' پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی' لوگوں نے کچھ توقف کیا جس سے آپ کے چہرۂ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے' پھر ایک نصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا' پھر دوسرا آیا' اور پھر صدقہ لانے والوں کا تانتا بندھ گیا' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی' اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی بُرے طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ میں ایک حصہ پہلے ابن آدم کا ہوگا (یعنی قابیل کا جس نے ہابیل کو ظلماً قتل کیا تھا) کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ نکالا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

Marfat.com

خطاء نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں ان پر مواخذہ نہ کرنا

امام ابن ماجہ امام ابن المنذر امام ابن حبان امام طبرانی امام دارقطنی امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء نسیان اور جس کام پر اس کو مجبور کیا گیا ہو اس سے درگزر فرمالیا ہے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ثوبان حضرت ابن عمر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام ابن عدی نے "کامل" میں امام ابو نعیم نے "تاریخ" میں اور امام سعید بن منصور نے اپنی "سنن" میں اس کو حسن سے روایت کیا ہے ہم اس سے پہلے امام مسلم کی روایت سے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی امام ابن جریر نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

سابقہ امتوں کے سخت احکام

امام ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ ہم کو ایسے احکام کا مکلف نہ کرنا جن کو ہم ادا نہ کرسکیں جس طرح ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر سخت احکام کا بوجھ ڈالا گیا وہ ان احکام پر عمل نہ کر سکے پھر اس کی سزا میں ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ امام ابو داؤد امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے عبد الرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنو اسرائیل کے کپڑوں پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کو قینچی سے کاٹ دیتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل میں جب کوئی شخص گناہ کرتا تو اس سے کہا جاتا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو سو وہ قتل کرتا اس امت سے ایسے سخت احکام کا بوجھ اٹھالیا گیا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

سابقہ امتوں پر بہت سخت اور دشوار احکام تھے ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں زکوٰۃ میں چوتھائی مال کو ادا کرنا فرض تھا نجس کپڑا کاٹے بغیر پاک نہیں ہوتا تھا۔ مال غنیمت حلال نہیں تھا مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے تیمم کی سہولت نہیں تھی قربانی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی اونٹ کا گوشت حرام تھا چربی حرام تھی ہفتہ کے دن شکار کی اجازت نہ تھی کوئی گناہ کرتے تو فوراً دنیا میں اس کی سزا مل جاتی تھی قصاص میں قتل کرنا لازم تھا شرک کی توبہ قتل کرنا تھی جس عضو سے گناہ ہوتا تھا اس کو کاٹ دیا جاتا تھا دیت کی سہولت نہیں تھی بعض گناہوں کی سزا میں ان کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا تھا۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

امام عبد بن حمید نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جبرائیل نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے کہا: آمین۔

امام احمد امام دارمی امام بخاری امام مسلم امام ابو داؤد امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا تو وہ اس کے لیے کافی ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو بار بار پڑھو کیونکہ

Marfat.com

اللہ نے ان کی وجہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی ہے۔
امام احمد نے اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔
امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی' اس میں سے دو آیتیں نازل کیں اور سورۂ بقرہ کو ان پر ختم کیا' جس گھر میں تین راتیں ان دو آیتوں کو پڑھا جائے گا اس گھر میں شیطان نہیں ٹھہرے گا۔
(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

کلمات تشکر

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/ بہ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۴ء کو میں نے ''تبیان القرآن'' لکھنے کا آغاز کیا تھا' اسی سال اللہ تعالیٰ نے مجھے فریضہ حج کی ادائیگی سے نوازا اور اپنے کرم سے حج اکبر عطا کیا' حج سے پہلے اور بعد حج کی مصروفیات اور تھکاوٹ کی وجہ سے لکھنے میں تاخیر ہوتی رہی' ۲۸ فروری ۱۹۹۵ء کو مقدمہ تفسیر' سورۂ فاتحہ اور پہلے پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی' ۱۰ جولائی ۱۹۹۵ء کو دوسرے پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ/ ۱۰ اگست ۱۹۹۵ھ کو سورۂ بقرہ کی تفسیر مکمل ہوگئی' فالحمد للہ رب العالمین۔

۱۰ رمضان المبارک کو ''تبیان القرآن'' کی پہلی جلد کا افتتاح ہوا اور بارہ ربیع الاول جشن آمد رسول کے مبارک دن یہ جلد مکمل ہوگئی' اس جلد کا افتتاح اور اختتام مبارک ایام میں ہوا ہے' سوالٰہ العلمین! اس کتاب کو مبارک بنا دے' ہمارے دلوں کو قرآن مجید کی ہدایات سے معمور کر دے اور ہماری روحوں کو احادیث مبارکہ کے انوار سے منور کر دے اور ہمارے بدن اور ہمارے تمام اعضاء کو قرآن اور سنت کے تابع کر دے۔ رب العلمین! جس طرح تو نے ''تبیان القرآن'' کی اس پہلی جلد کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے' اسی طرح اپنے کرم سے اس کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرنے کی سعادت عطا فرما' اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرما اور تا قیامت اس کے فیض کے چشموں کو جاری رکھ اور اس کے مندرجہ جات پر مجھ سمیت سب کو عمل کی توفیق عطا فرما' اس کتاب کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا موجب بنا' اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے' میرے والدین کو' میرے اقرباء کو' میرے اساتذہ اور تلامذہ کو' میرے احباب اور معاونین کو' ''تبیان القرآن'' کے ناشر' کاتب اور مصحح کو اور جملہ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کے مصائب' آفات اور بلاؤں سے محفوظ اور مامون رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر' ہر سعادت اور ہر کامرانی عطا فرما۔ آمین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ امھات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والمجتھدین الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ
۲۴ رجب ۱۴۲۷ھ/ ۱۹ اگست ۲۰۰۶ء
فون: ۹۰۳۶۵۱۲-۰۳۰۰/۲۰۲۱-۴۴۷-۰۳۲۱

Marfat.com

Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور

۶- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۷- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۸- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۹- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی متوفی ۲۰۳ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۰ھ

۱۲- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۳- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ

۱۴- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۵- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۱۶- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ

۱۷- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ مطبعہ اثریہ' سانگلہ ہل

۱۸- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۱۹- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۰- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ

۲۱- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۲- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۳- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل ترمذی' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۴- امام علی بن عمر دارقطنی متوی ۲۸۵ھ' سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان

۲۵- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بمسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۲۶- امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

Marfat.com

۲۷- امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ عمل الیوم واللیلۃ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۱۴۰۸ھ
۲۸- امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن کبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ
۲۹- امام احمد بن علی المثنی التمیمی المتوفی ۳۰۷ھ مسند ابویعلیٰ موصلی مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ
۳۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ
۳۱- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۱۶ھ مسند ابوعوانہ مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ
۳۲- امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی المتوفی ۳۲۰ھ نوادر الاصول مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ ۱۴۰۸ھ
۳۳- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح مشکل الآثار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۵ھ
۳۴- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ
۳۵- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
۳۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم صغیر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ
۳۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ
۳۸- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۹- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ مسند الشامیین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۹ھ
۴۰- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ کتاب الدعاء مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
۴۱- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ عمل الیوم واللیلۃ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد دکن
۴۲- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دارالفکر بیروت
۴۳- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ
۴۴- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دارالنفائس بیروت
۴۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۴۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
۵۰- امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۵۱- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ مختصر تاریخ دمشق مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ
۵۲- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۵۳- امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ الاحادیث المختارۃ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۵۴- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ
۵۵- امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی
۵۶- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ

Marfat.com

۵۷- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ
۵۸- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۵۹- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' موارد الظمآن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۰- امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ' حصن حصین' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۶۱- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ' الجوہر النقی' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان
۶۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۶۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۶۴- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۱ھ
۶۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۶۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ' مصر' ۱۳۰۳ھ
۶۸- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

کتب تفسیر

۶۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ' تنویر المقباس' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران
۷۰- امام حسن بن عبداللہ البصری التوفی ۱۱۰ھ' تفسیر الحسن البصری' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
۷۱- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ' معانی القرآن' مطبوعہ بیروت
۷۲- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ' تفسیر قمی' مطبوعہ دارالکتاب' ایران' ۱۴۰۶ھ
۷۳- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ' جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۷۴- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج متوفی ۳۱۱ھ' اعراب القرآن' مطبوعہ مطبعہ سلمان فارسی' ایران' ۱۴۰۶ھ
۷۵- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ' احکام القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ
۷۶- علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ' تفسیر سمرقندی' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
۷۷- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ' التبیان فی تفسیر القرآن' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۷۸- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ' مشکل اعراب القرآن' مطبوعہ انتشارات نور' ایران' ۱۴۱۲ھ
۷۹- علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۸۰- علامہ جاراللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' کشاف' مطبوعہ مطبعہ بہیہ' مصر' ۱۳۴۳ھ
۸۱- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۸۲- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ' المحرر الوجیز' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ
۸۳- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ' مجمع البیان' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۴۰۶ھ
۸۴- علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ' زاد المسیر' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۸۵- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس' کشف الاسرار وعدۃ الابرار' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر' تہران' ۱۳۷۱ھ

Marfat.com

۸۶- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ
۸۷- علامہ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ تفسیر القرآن الکریم' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۹۷۸ء
۸۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ
۸۹- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۰- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۱- علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ لباب التاویل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۲- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ۷۲۸ھ تفسیر نیشاپوری' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۹۳- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ التفسیر الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۹۴- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ البحر المحیط' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۹۵- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ
۹۶- علامہ عبد الرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت
۹۷- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی التوفی ۸۸۵ھ نظم الدرر' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی' قاہرہ' ۱۴۱۳ھ
۹۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدر المنثور' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی' ایران
۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جلالین' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ' کراچی
۱۰۰- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی' دیوبند
۱۰۱- شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران
۱۰۲- علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ تفسیر ابو السعود' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ
۱۰۳- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ عنایۃ القاضی' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ
۱۰۴- علامہ احمد جیون جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی' بمبئی
۱۰۵- علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ
۱۰۶- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ' مصر' ۱۳۰۳ھ
۱۰۷- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ تفسیر صاوی' مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ' مصر
۱۰۸- قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو' کوئٹہ
۱۰۹- شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی' دہلی
۱۱۰- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ فتح القدیر' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت
۱۱۱- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۱۲- نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبری' بولاق' مصر' ۱۳۰۱ھ
۱۱۳- علامہ محمد جمال الدین قاسمی متوفی ۱۳۳۲ھ تفسیر القاسمی' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ
۱۱۴- علامہ محمد رشید رضا متوفی ۱۳۵۴ھ تفسیر المنار' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت
۱۱۵- علامہ حکیم شیخ طنطاوی بن جوہری مصری متوفی ۱۳۵۹ھ الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبۃ الاسلامیہ' ریاض

Marfat.com

۱۱۶- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور
۱۱۷- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ 'خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور
۱۱۸- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور
۱۱۹- سید محمد قطب شہید متوفی ۱۳۸۵ھ 'فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۸۶ھ
۱۲۰- مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ نور العرفان' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' گجرات
۱۲۱- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ 'معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۳۹۷ھ
۱۲۲- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور
۱۲۳- علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز' ملتان
۱۲۴- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۲۵- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۲۶- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۹ھ
۱۲۷- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور
۱۲۸- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن' لاہور
۱۲۹- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین' ایران
۱۳۰- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن وبیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت
۱۳۱- ڈاکٹر وہبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ

کتب علوم قرآن

۱۳۲- علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ البرھان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۱۳۳- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور
۱۳۴- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

کتب شروح حدیث

۱۳۵- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ 'تمہید' مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۱۳۶- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۶۴ھ المنتقیٰ' مطبوعہ مطبع السعادۃ' مصر' ۱۳۳۲ھ
۱۳۷- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۳۸- علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۳۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ
۱۴۰- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ
۱۴۱- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ
۱۴۳- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

۱۴۴- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۴۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۴۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ
۱۴۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ' مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۱۴۹- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۱۵۰- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ
۱۵۱- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان
۱۵۲- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ
۱۵۳- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی

کتب اسماء رجال

۱۵۴- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ' العلل المتناہیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ
۱۵۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دائرۃ المعارف' دکن' ۱۳۲۶ھ
۱۵۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی

کتب لغت

۱۵۷- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۸- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ
۱۵۹- علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ مؤسسۃ' مطبوعات ایران' ۱۳۶۴ھ
۱۶۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۱- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ
۱۶۲- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۳- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۶۴- لوئیس معلوف الیسوعی' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۵- شیخ غلام احمد پرویز متوفی ۱۴۰۵ھ' لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام' لاہور
۱۶۶- ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۷- امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دارالقلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان

Marfat.com

۱۷۱- علامہ عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ ھ'الوفا' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ ھ'اسد الغابہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ ھ'الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ ھ'وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ ھ'البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۱۷۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ ھ'الاصابہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۱۷۷- علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ'وفاء الوفاء' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۷۸- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ'المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۹- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ ھ'الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۱۸۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ'شرح الشفاء' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۱۸۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ'مدارج النبوت' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۱۸۲- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ ھ'نسیم الریاض' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۱۸۳- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ'شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۱۸۴- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ'نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی

کتب فقہ حنفی

۱۸۵- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ'المبسوط' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۸ھ
۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ'شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۷- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ ھ'خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۷ھ
۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ ھ'بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی' ۱۴۰۰ھ
۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ ھ'فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۰- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ'ہدایہ اولین واخیرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۹۱- علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ ھ'عنایہ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۱۹۲- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ ھ'فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ
۱۹۳- علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ ھ'الجوہرۃ النیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان
۱۹۴- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ ھ'فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۵- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ'بنایہ' مطبوعہ ملک سنز' فیصل آباد
۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ'فتح القدیر' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۱۹۷- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر
۱۹۸- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین متوفی ۹۵۴ ھ'شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ' مصر' ۱۲۸۷ھ
۱۹۹- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ ھ'غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ

Marfat.com

٢٠٠- علامہ محمد خراسانی متوفی ٩٦٢ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ١٢٩١ھ
٢٠١- علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ٩٧٠ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ١٣١١ھ
٢٠٢- علامہ حامد بن علی قونوی رومی متوفی ٩٨٥ھ' فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ١٣١٠ھ
٢٠٣- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ٩٨٢ھ' حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمیعۃ المعارف المصریہ' مصر' ١٢٨٧ھ
٢٠٤- علامہ خیر الدین رملی متوفی ١٠٨١ھ' فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ١٣١٠ھ
٢٠٥- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ
٢٠٦- علامہ سید احمد بن محمد حموی متوفی ١٠٩٨ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ' بیروت' ١٤٠٧ھ
٢٠٧- ملا نظام الدین متوفی ١١٦١ھ' فتاویٰ عالم گیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ' بولاق' مصر' ١٣١٠ھ
٢٠٨- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ١٣١١ھ
٢٠٩- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی' کوئٹہ
٢١٠- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ١٣٩٦ھ
٢١١- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ
٢١٢- امام احمد رضا قادری ١٣٤٠ھ' فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی
٢١٣- امام احمد رضا قادری متوفی ١٣٤٠ھ' فتاویٰ افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی
٢١٤- علامہ امجد علی متوفی ١٣٧٦ھ' بہارِ شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی
٢١٥- علامہ نور اللہ نعیمی متوفی ١٤٠٣ھ' فتاویٰ نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز' لاہور' ١٩٨٣ء

کتب فقہ شافعی

٢١٦- علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی ٤٥٥ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ١٣٩٣ھ
٢١٧- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ٥٠٥ھ' احیاء علوم الدین' مطبوعہ دار الخیر' بیروت' ١٤١٣ھ
٢١٨- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
٢١٩- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ' روضۃ الطالبین' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤٠٥ھ
٢٢٠- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' الحاوی للفتاویٰ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
٢٢١- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ١٠٠٤ھ' نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ
٢٢٢- علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملسی متوفی ١٠٨٧ھ' حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

کتب فقہ مالکی

٢٢٣- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ٢٥٦ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
٢٢٤- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ٥٩٥ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
٢٢٥- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ٧٦٧ھ' مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر' بیروت
٢٢٦- علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی المتوفی ٩٥٤ھ' مواہب الجلیل' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا
٢٢٧- علامہ علی بن عبداللہ علی الخرشی المتوفی ١١٠١ھ' الخرشی علی مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر' بیروت

Marfat.com

۲۲۸- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۲۹- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۳۰- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۳۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۳۲- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاوی' مطبوعہ ریاض
۲۳۳- علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۶ھ

کتب شیعہ

۲۳۴- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الاصول من الکافی' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ' تہران
۲۳۵- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ' تہران
۲۳۶- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ شرح نہج البلاغہ' مطبوعہ مؤسسۃ النصر' ایران' ۱۳۸۷ھ
۲۳۷- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حق الیقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو' ایران' ۱۳۴۷ھ
۲۳۸- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حیات القلوب' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ' تہران

کتب عقائد و کلام

۲۳۹- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۵ھ
۲۴۰- علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد نسفی' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۲۴۱- علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح المقاصد' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ
۲۴۲- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شرح المواقف' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۳۲۵ھ
۲۴۳- علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ مسایرہ' مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ' مصر
۲۴۴- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی المتوفی ۹۰۶ھ مسامرہ' مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ' مصر
۲۴۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر' مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۷۵ھ
۲۴۶- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ کتاب العقائد' مطبوعہ تاجدار پبلشنگ کمپنی' کراچی

کتب اصول فقہ

۲۴۷- علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ھ کشف الاسرار' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ
۲۴۸- علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ
۲۴۹- علامہ احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ نورالانوار' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی
۲۵۰- علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ شرح مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ

کتب متفرقہ

۲۵۱- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ قوت القلوب' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ
۲۵۲- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

۲۵۳- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ قاعدہ جلیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ، مصر ۱۳۷۳ھ
۲۵۴- علامہ عبداللہ بن اسد یافعی متوفی ۷۶۸ھ روض الریاحین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۷۴ھ
۲۵۵- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر ۱۳۰۶ھ
۲۵۶- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۰ء
۲۵۷- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ اتحاف السادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر ۱۳۱۱ھ
۲۵۸- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۲۵۹- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، کشف الظنون، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ
۲۶۰- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور
۲۶۱- شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میور پریس، دہلی ۱۳۲۵ھ
۲۶۲- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۲۶۳- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی
۲۶۴- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یارسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ — احمد ﷺ

حامد ﷺ — محمود ﷺ — قاسم ﷺ — عاقب ﷺ

فاتح ﷺ — شاہد ﷺ — حاشر ﷺ — رشید ﷺ — مشہود ﷺ

بشیر ﷺ — نذیر ﷺ — داع ﷺ — شاف ﷺ

ہاد ﷺ — ماح ﷺ — منج ﷺ — تہامی ﷺ

ہاشمی ﷺ — امی ﷺ

نبی ﷺ — ناہ ﷺ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول ﷺ — ابطحی ﷺ

عزیز ﷺ — حریص علیکم ﷺ — رؤف ﷺ — رحیم ﷺ

طٰہٰ ﷺ — مجتبیٰ ﷺ — طٰس ﷺ — مرتضیٰ ﷺ

حٰم ﷺ — مصطفیٰ ﷺ — یٰس ﷺ — اولیٰ ﷺ — مزمل ﷺ

ولی ﷺ — مدثر ﷺ — متین ﷺ — مصدق ﷺ

طیب ﷺ — ناصر ﷺ — منصور ﷺ — مصباح ﷺ — آمر ﷺ

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
سحیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل: ۸۹)

تبیان القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

هو الله جل جلاله — بسم الله الرحمن الرحيم — الذی لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله — الرحمن جل جلاله — الرحيم جل جلاله — الملک جل جلاله

القدوس جل جلاله — السلام جل جلاله — المؤمن جل جلاله — المهيمن جل جلاله — العزيز جل جلاله

الجبار جل جلاله — المتكبر جل جلاله — الخالق جل جلاله — البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله — الغفار جل جلاله — القهار جل جلاله — الوهاب جل جلاله — الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله — العليم جل جلاله — القابض جل جلاله — الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله — الرافع جل جلاله — المعز جل جلاله — الحكم جل جلاله — البصير جل جلاله

السميع جل جلاله — المذل جل جلاله — العدل جل جلاله — اللطيف جل جلاله

الخبير جل جلاله — الحليم جل جلاله — العظيم جل جلاله — الغفور جل جلاله — الشكور جل جلاله

العلی جل جلاله — الكبير جل جلاله — الحفيظ جل جلاله — المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله — الجليل جل جلاله — الكريم جل جلاله — الرقيب جل جلاله — المجيب جل جلاله

الواسع جل جلاله — الحكيم جل جلاله — الودود جل جلاله — المجيد جل جلاله

الباعث جل جلاله — الشهيد جل جلاله — الحق جل جلاله — الوكيل جل جلاله — القوی جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

المتین — الولی — الحمید — المحیی — الممیت

الحی — القیوم — الواجد — الماجد

الواحد — الاحد — الصمد — القادر — المقتدر

المقدم — المؤخر — الاول — الآخر

الظاهر — الباطن — الوالی — المتعالی

البر — التواب

الله
جل جلالہ

المنتقم — العفو

الرؤف — مالک الملک

ذوالجلال والاکرام — المقسط — الجامع — الغنی

المغنی — المانع — الضار — النافع

النور — الھادی — البدیع — الباقی — الوارث

الرشید — الصبور — رب العالمین — ملک یوم الدین

القدیر — الوحید

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

صَنْعَتِ عَبْدِهِ

جلد دوم

آل عمران ۔ النساء

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار، لاہور۔ ۲

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : شوال 1420ھ / فروری 2000ء
الطبع الثالث عشر : جمادی الاول 1434ھ / اپریل 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
سورہ آل عمران	۲۷
سورہ آل عمران کے اسماء	۲۹
سورہ آل عمران کی سورہ بقرہ کے ساتھ وجہ اتصال' ارتباط اور مناسبت	۳۰
سورہ آل عمران کے مضامین کا خلاصہ	۳۱
الم○اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (۱-۶)	۳۵
سورہ بقرہ کی آخری اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں میں مناسبت	۳۵
سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول اور نصاریٰ نجران کے ساتھ آپ کے مناظرہ کا بیان	۳۶
موجودہ انجیل کی شہادت سے حضرت مسیح کا خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونا	۳۷
قرآن مجید کا کتاب حق ہونا	۳۸
تورات کا معنی' مصداق اور لفظی تحقیق	۳۸
پرانے عہد نامہ کے مشمولات	۳۸
اصل تورات کے مشمولات	۳۹
موجودہ تورات کے متعلق یہودی اور عیسائی علما اور مفکرین کا نظریہ	۳۹
حوادث روزگار کے ہاتھوں تورات کا تلف ہو جانا	۴۰
تورات کی نشأۃ ثانیہ	۴۰
موجودہ تورات کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں	۴۱
اصل تورات کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات	۴۳
موجودہ تورات کے محرف ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات	۴۴
موجودہ تورات کی تصدیق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۴
موجودہ تورات کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے	۴۵
انجیل کا لفظی معنی' مصداق اور لفظی تحقیق	۵۳
انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات	۵۳
انجیل کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴
موجودہ انجیل کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے	۵۴
احکام اسلام بہ مقابلہ تعلیمات انجیل	۵۶
علم محیط اور قدرت کاملہ پر الوہیت کی بناء کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا	۵۹
ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات (۷-۹)	۶۰
آیات محکمات اور متشابہات کے ذکر کی مناسبت	۶۰
محکم کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۱
متشابہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲
اصولیین کے نزدیک محکم اور متشابہ کی تعریفیں	۶۲
زائغین (جن کے دلوں میں کجی ہے) کا مصداق	۶۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
لا یعلم تاویلہ الا اللہ میں وقف کی تحقیق	۶۳
آیات متشابہات کو نازل کرنے کا فائدہ	۶۴
آیات متشابہات میں غور و فکر کرنے والے علماء متاخرین کا نظریہ	۶۴
علماء راسخین کی تعریف	۶۶
دلوں کو ٹیڑھا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت میں مذاہب	۶۷
دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا کے متعلق احادیث	۶۷
خُلف وعد کا محال ہونا اور خُلف وعید کا جائز ہونا	۶۸
ان الذین کفروا لن تغنی عنہم اموالہم ولا اولادھم (۱۲-۱۰)	۶۹
مال اور اولاد کے ذکر میں حسن ترتیب کا بیان	۷۰
قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت	۷۱
قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتا (۱۳)	۷۱
فتح کا مدار عددی برتری اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر ہے۔	۷۲
معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان	۷۲
زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین (۱۸-۱۴)	۷۴
مشکل الفاظ کے معانی	۷۵
سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط اور مناسبت	۷۶
متاع دنیا کی تزئین اور آرائش اللہ کی جانب سے بہ طور ابتلاء اور آزمائش ہے۔	۷۶
دین اور دنیا میں توازن اور اعتدال قائم رکھنا اسلام ہے۔	۷۷
اعتدال کے ساتھ عورتوں کی طرف رغبت کا استحباب	۷۹
اعتدال کے ساتھ بیٹوں کی طرف رغبت کا استحباب	۸۰
اعتدال کے ساتھ مال کی طرف رغبت کا استحباب	۸۱
اعتدال کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کی طرف رغبت کا استحباب	۸۲
اعتدال کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف رغبت کا استحباب	۸۳
اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا	۸۴
کوئی شخص بھی توبہ اور استغفار سے مستغنی نہیں ہے	۸۴
رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے کی خصوصیت اور استغفار کی فضیلت	۸۶
مشکل الفاظ کے معانی	۸۸
آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال	۸۸
علماء دین کی فضیلت	۸۹
ان الدین عند اللہ الاسلام (۲۰-۱۹)	۹۱
اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۹۱
اہل کتاب کے اختلاف کا بیان	۹۲
ان الذین یکفرون بایات اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق (۲۷-۲۱)	۹۳
رسول اللہ ﷺ کا انکار اللہ تعالیٰ کی تمام آیتوں کا انکار ہے	۹۵
رسول اللہ ﷺ کی سری شہادت	۹۵
ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنا افضل جہاد ہے	۹۶
مصیبت سے بچنے کے لیے کلمہ حق نہ کہنے کا جواز	۹۶
یہود کے جرائم پر سزاؤں کا ترتب	۹۷
بلا توبہ مرتکب کبیرہ مرنے والے مومن کی مغفرت میں مذاہب	۹۹
روم اور فارس کی فتح کی پیش گوئی	۱۰۰
سیدنا محمد ﷺ کے نبی ہونے پر مخالفین کے اعتراض کا جواب	۱۰۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء (۳۰-۲۸)	۱۰۲
کفار سے دوستی کی ممانعت کا آیات سابقہ سے ارتباط اور شان نزول	۱۰۳
کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت کا معنی اور محمل	۱۰۴
کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۰۴
بدعقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	۱۰۶
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مواسات (انسانی ہمدردی) کے متعلق آیات اور احادیث	۱۰۷
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مجرد معاملہ (معاشرتی برتاؤ) کے متعلق احادیث	۱۰۸
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مدارات (نرم گفتگو اور ملائمت) کے متعلق احادیث	۱۰۹
مداہنت کی تحقیق	۱۱۰
مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق	۱۱۱
تقیہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام	۱۱۲
تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۱۱۳
تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل	۱۱۴
تقیہ کے متعلق ائمہ اہل سنت کے مذاہب	۱۱۵
وعد اور وعید اور ترغیب اور ترہیب	۱۱۷
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (۳۲-۳۱)	۱۱۸
اتباع رسول ﷺ کے حکم کا شان نزول اور آیات سابقہ سے مناسبت	۱۱۸
محبت کے معنی اور اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی تحقیق	۱۱۹
اللہ کی محبت کا حصول جن نفوس قدسیہ کی محبت پر موقوف ہے	۱۲۰
جن افعال اور عبادات سے اللہ محبت کرتا ہے	۱۲۱
جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا	۱۲۲
ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و ال ابراھیم (۳۴-۳۳)	۱۲۳
خاص انسانوں کا خاص فرشتوں سے اور عام انسانوں کا عام فرشتوں سے افضل ہونا	۱۲۳
حضرت آدم، حضرت نوح وغیرہم کے خصوصی ذکر کی توجیہ اور ان کی فضیلتوں کا بیان	۱۲۵
انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی خصوصیات	۱۲۵
اذ قالت امراۃ عمران رب انی نذرت (۳۷-۳۵)	۱۲۸
عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل	۱۲۹
حضرت عیسیٰ کا مس شیطان سے محفوظ رہنا ہمارے نبی ﷺ کی افضلیت کے منافی نہیں ہے	۱۳۰
بچہ کا نام رکھنا، اس کو گھٹی دینا اور بچہ کی ولادت کے دیگر مسائل	۱۳۱
عقیقہ کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین	۱۳۳
عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۳۵
عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۱۳۶
عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۳۷
عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۱۳۷
عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل	۱۳۸
عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث و نظر	۱۳۹
امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا	۱۳۹
نذر کے بعض احکام اور ماں کی اولاد پر ولایت	۱۴۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت زکریا علیہ السلام کی سوانح	۱۴۱
حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم کی کفالت کرنا	۱۴۳
ھنالک دعا زکریا ربہ (۴۱-۳۸)	۱۴۴
حضرت زکریا علیہ السلام کے اولاد کی دعا کرنے کا سبب	۱۴۵
نمازی کو ندا کرنے کی بحث	۱۴۶
محراب میں نماز پڑھنے کی بحث	۱۴۶
حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سوانح	۱۴۷
حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا	۱۵۰
حضرت یحییٰ کی ولادت کو حضرت زکریا کے مستبعد سمجھنے کی توجیہ	۱۵۱
تین دن کے لیے حضرت زکریا کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں	۱۵۱
واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک (۴۴-۴۲)	۱۵۲
زیر بحث آیت میں حضرت مریم کے فضائل	۱۵۳
حضرت مریم کی فضیلت میں احادیث	۱۵۴
زیر بحث آیت میں سجدہ کے ذکر کو رکوع کے ذکر پر مقدم کرنے کی توجیہات	۱۵۵
بچہ کی پرورش کرنے کے حقداروں کا بیان	۱۵۶
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۱۵۸
رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بیان	۱۵۸
اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک (۴۷-۴۵)	۱۵۹
خلاصہ آیات اور وجہ ارتباط	۱۶۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دینے کی	

عنوان	صفحہ نمبر
توجیہ	۱۶۰
مسیح کا معنی	۱۶۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کا بیان	۱۶۱
حضرت عیسیٰ کا پختہ عمر میں کلام کرنے کا معجزہ ہونا	۱۶۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد	۱۶۳
مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب آنا	۱۶۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کے مواعظ	۱۶۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول	۱۷۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا	۱۷۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول اور ان کی تدفین	۱۷۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مدت کا شمار	۱۷۳
حضرت مریم کے حمل کی کیفیت	۱۷۳
ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ و الانجیل (۵۱-۴۸)	۱۷۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم	۱۷۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۱۷۵
فلما احس عیسیٰ منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ (۵۴-۵۲)	۱۷۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کی مخالفت کا سبب	۱۷۹
حواریین کا معنی اور مصداق	۱۷۹
اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا	۱۸۰
اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی (۵۸-۵۵)	۱۸۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت عیسیٰ کے ساتھ وفات کا تعلق بہ معنی موت	
نہ ہونے کی تحقیق	۱۸۲
ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم	۱۸۳
(۵۹-۶۳)	۱۸۵
حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد	۱۸۵
انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں	
حضرت آدم کے پتلے سے کن فیکون کے خطاب	
کی وضاحت	۱۸۶
حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کے درمیان وجوہ	
مماثلت	۱۸۶
نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ کی تفصیل	۱۸۷
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۱۸۸
مباہلہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۱۸۹
الوہیت مسیح کے ابطال پر ایک عیسائی عالم سے امام	
رازی کا مناظرہ	۱۹۰
قل یا ھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ	
(۶۴-۶۶)	۱۹۱
آیات سابقہ سے مناسبت اور شان نزول	۱۹۲
عقیدہ تثلیث اور اس کا ابطال	۱۹۲
اہل کتاب کو دعوت اسلام کا طریقہ	۱۹۳
یہود و نصاریٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف نسبت کا	
باطل ہونا اور مسلمانوں کی نسبت کا برحق ہونا	۱۹۳
ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا	
(۶۷-۷۱)	۱۹۵
عوام اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	۱۹۶
علماء اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	۱۹۷
وقالت طائفۃ من اھل الکتاب امنوا	
بالذی انزل (۷۲-۷۴)	۱۹۸

عنوان	صفحہ نمبر
نبوت کا وہبی ہونا اور باقی فضائل کا کسبی ہونا	۲۰۱
ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار	
(۷۵-۷۷)	۲۰۲
اہل کتاب کے امانت داروں اور خائنوں کا بیان	۲۰۲
کفار کی نیکیوں کے مقبول یا مردود ہونے کی بحث	۲۰۳
یہودی غیر یہودی کا مال کھانا کیوں جائز سمجھتے تھے	۲۰۴
غیر معروف طریقہ سے مخالفین کا مال کھانے کا عدم	
جواز	۲۰۵
غیر معروف اور غیر قانونی طریقوں سے کافر اقوام کا	
مال کھانے کے دلائل پر بحث و نظر	۲۰۷
حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت	۲۰۹
دار الحرب' دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات	۲۱۰
دار الکفر میں غیر قانونی طریقوں سے کافروں کا مال	
کھانے کا عدم جواز	۲۱۳
عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کے متعلق	
آیت کا نزول	۲۱۵
عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کی سزا کا بیان	۲۱۶
وان منھم لفریقا یلون السنتھم	
(۷۸-۸۰)	۲۱۸
ربط آیات اور شان نزول	۲۱۹
"لی" کا معنی اور تورات میں لفظی یا معنوی تحریف	
کی تحقیق	۲۱۹
بشر کا معنی	۲۲۲
حکم کا معنی	۲۲۳
ربانیین کا معنی	۲۲۴
ربط آیات اور شان نزول	۲۲۵
انبیاء علیہم السلام کا دعویٰ الوہیت کرنا عقلاً ممتنع	
ہے	۲۲۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
کفر ملت واحدہ ہے	۲۲۷
واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم (۸۱-۸۳)	۲۲۸
ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۲۲۸
تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے کے میثاق کی تحقیق	۲۲۹
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا عموم اور شمول	۲۳۰
زمینوں اور آسمانوں اور تمام مخلوق کی اطاعت کا بیان	۲۳۲
قل امنا باللہ وما انزل علینا (۸۴-۸۹)	۲۳۴
زیر تفسیر آیت کی آیات سابقہ کے ساتھ مناسبت	۲۳۵
انبیاء سابقین علیہم السلام پر ایمان لانے کا مفہوم	۲۳۶
اسلام کے لغوی اور شرعی معنی کا بیان	۲۳۷
اسلام قبول نہ کرنے کے نقصان کا بیان	۲۳۷
زیر تفسیر آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال	۲۳۸
اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا مطلب	۲۳۹
مرتدوں کو ہدایت نہ دینے کے اشکال کے جوابات اور بحث و نظر	۲۳۹
ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا (۹۰-۹۱)	۲۴۲
مرتدین کے کفر میں زیادتی کا بیان	۲۴۲
مرتدین کی توبہ قبول نہ ہونے کا محمل	۲۴۳
ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کفار کی تین قسمیں	۲۴۴
لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (۹۲)	۲۴۵
بر کا لغوی اور شرعی معنی	۲۴۶
نیکی کے حصول کے لیے صحابہ کرام کا اپنی محبوب چیزوں کو صدقہ کرنا	۲۴۷
پسندیدہ اور محبوب مال کا معیار	۲۴۹
کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل الا ما حرم (۹۳-۹۵)	۲۵۱
مناسبت اور شان نزول	۲۵۲
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو "شرعاً" حرام کیا تھا یا "عرفاً"	۲۵۳
اسلام میں احکام آسان ہیں	۲۵۴
ان اول بیت وضع للناس (۹۶-۹۷)	۲۵۶
کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور راجح روایت کا بیان	۲۵۷
تعمیر کعبہ کی تاریخ	۲۵۹
کعبہ کے فضائل	۲۶۱
مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت	۲۶۵
بیت اللہ کے اسماء	۲۶۵
کعبہ کی برکت اور ہدایت کا معنی	۲۶۶
کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں	۲۶۷
حرم میں داخل ہونے والے مجرم کے مامون ہونے میں مذاہب فقہاء	۲۶۸
حرم میں قتل کے "تکویناً" ممنوع ہونے پر بحث و نظر	۲۷۰
قرامطہ کا مکہ فتح کر کے حجر اسود کو اکھاڑ کر لے جانا	۲۷۰
کعبہ کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اصحاب فیل کی طرح قرامطہ پر عذاب کیوں نہیں آیا؟	۲۷۱
قرامطہ کی تعریف	۲۷۲
قرامطہ کے عقائد	۲۷۳
حج کی تعریف، شرائط، فرائض، واجبات، سنن اور آداب، ممنوعات اور مکروہات	۲۷۴
حج کے فضائل	۲۷۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حج کی استطاعت کی تفصیل	۲۷۸
قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید	۲۷۹
حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج کرنے کی مذمت	۲۸۰
قل یا ھل الکتاب لم تکفرون بایات اللہ (۱۰۱-۹۸)	۲۸۰
کفر پر مذمت میں اہل کتاب کی تخصیص کی وجہ	۲۸۱
اہل کتاب کے گمراہ کن حیلے	۲۸۲
شاس بن قیس کا مسلمانوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کی ناکام سعی کرنا	۲۸۲
صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کے لیے دین پر استقامت کے ذرائع	۲۸۳
یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ (۱۰۳-۱۰۲)	۲۸۴
ربط آیات	۲۸۵
آیا اللہ سے کماحقہ ڈرنے کا حکم محکم ہے یا منسوخ؟	۲۸۵
تقویٰ کے متعلق احادیث	۲۸۶
لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنی	۲۸۷
تاحیات اسلام پر قائم رہنے کے حکم کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	۲۸۸
اللہ کی رسی کا بیان	۲۸۹
عقائد حقہ میں اختلاف سے ممانعت	۲۹۰
باہمی بغض' حسد اور عصبیت کی وجہ سے اختلاف کی ممانعت	۲۹۱
فرعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کی گنجائش	۲۹۴
اوس اور خزرج پر اللہ تعالیٰ کے دنیاوی اور اخروی احسانات	۲۹۵
ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر (۱۰۹-۱۰۴)	۲۹۶
ربط آیات اور مناسبت	۲۹۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی مزید آیات	۲۹۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث اور آثار	۲۹۸
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق	۳۰۰
برائی سے روکنے کے لیے تادیب اور تعزیر کے مراتب	۳۰۱
بغیر علم کے وعظ اور تبلیغ کرنا حرام ہے	۳۰۳
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے	۳۰۶
ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان	۳۰۶
کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے	۳۰۷
امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	۳۰۷
بنی اسرائیل کے اختلاف کی مذمت کا سبب	۳۰۷
قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کی وہ علامات جن سے وہ پہچان لیے جائیں گے	۳۰۹
حوض پر وارد ہونے والے مرتدین کے متعلق علم رسالت اور بحث و نظر	۳۰۹
عذاب کا عدل اور ثواب کا فضل ہونا	۳۱۲
کنتم خیر امة (۱۱۲-۱۱۰)	۳۱۳
ربط آیات' مناسبت اور شان نزول	۳۱۳
تمام امتوں سے افضل امت ہونے کا مدار	۳۱۴
صحیح' صادق اور کامل ایمان کا معیار	۳۱۴
مدینہ کے یہودیوں کی ذلت اور خواری کا بیان	۳۱۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سہارے کے بغیر یہودی ریاست قائم نہیں کر سکتے	۳۱۷
لیسوا سواء من اھل الکتاب (۱۱۵-۱۱۳)	۳۱۸
ربط آیات اور مناسبت	۳۱۹
اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی صفات کی تفصیل اور تحقیق	۳۱۹
ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم (۱۱۷-۱۱۶)	۳۲۱
آخرت میں کفار کے اعمال کا ضائع ہونا	۳۲۲
یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ (۱۲۰-۱۱۸)	۳۲۳
کفار کو رازدار بنانے کی ممانعت اور اس کی حکمتیں	۳۲۴
مسلمانوں کے کافروں سے محبت کرنے اور ان کے محبت نہ کرنے کے محامل	۳۲۶
مسلمانوں کے خلاف کافروں کے غیظ و غضب کا بیان	۳۲۶
نیک اور متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا محمل	۳۲۷
غیر مسلموں سے دینی اور دنیاوی کام لینے کی تحقیق	۳۲۸
واذ غدوت من اھلک تبوئ المؤمنین (۱۲۷-۱۲۱)	۳۳۰
غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ	۳۳۱
غزوہ احد کا مختصر تذکرہ	۳۳۴
سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط	۳۳۵
غزوہ احد کے لیے نبی ﷺ کا صحابہ سے مشورہ اور جنگ کی تیاری	۳۳۶
غزوہ احد کے متعلق احادیث اور آثار	۳۳۷
ربط آیات اور مناسبت	۳۴۰
بدر کا لغوی معنی اور جغرافیائی محل وقوع	۳۴۱
بدر میں مسلمانوں کے ضعف کا بیان	۳۴۱
مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب	۳۴۱
جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار	۳۴۳
جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء	۳۴۶
غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۵۳
لیس لک من الامر شیء (۱۲۹-۱۲۸)	۳۵۴
لیس لک من الامر کے شان نزول میں متعدد اقوال	۳۵۴
آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	۳۵۵
بعض کافروں کے خلاف دعاء ضرر کرنے اور لعنت کرنے کے متعلق احادیث	۳۵۶
بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعائے ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں	۳۵۶
رسول اللہ ﷺ کو دعاء ضرر سے روکنے کی توجیہ اور بحث و نظر	۳۵۸
قنوت نازلہ کا معنی	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۳۶۱
قنوت نازلہ میں فقہاء احناف کا نظریہ	۳۶۲
قنوت نازلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ	۳۶۳
اصحاب بیر معونہ کی شہادت کا بیان	۳۶۳
علم رسالت پر اعتراض کا جواب	۳۶۴
یایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا (۱۳۲-۱۳۰)	۳۶۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
آیات سابقہ سے مناسبت	۳۶۴
سود مفرد اور سود مرکب کا بیان	۳۶۵
ربا الفضل کا بیان	۳۶۵
ربا الفضل میں علت حرمت کی تحقیق	۳۶۶
سود میں منہمک رہنے والا کفر کے خطرہ میں ہے	۳۶۷
دوزخ کا کفار کے لیے تیار کیا جانا آیا فساق مومنین کے دخول سے مانع ہے یا نہیں؟	۳۶۷
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور منصب رسالت	۳۶۸
وسارعوا الی مغفرۃ (۱۳۶-۱۳۳)	۳۷۰
ربط آیات	۳۷۰
مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ	۳۷۱
غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت	۳۷۲
معاف کرنے کی فضیلت	۳۷۳
گناہوں پر نادم ہونے اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید	۳۷۵
گناہوں پر اصرار کا لغوی اور شرعی معنی	۳۷۸
توبہ کی تعریف' ارکان اور شرائط	۳۷۸
کیا گناہوں کو معین کر کے توبہ کرنا ضروری ہے	۳۷۹
قد خلت من قبلکم سنن (۱۴۳-۱۳۷)	۳۸۰
ربط آیات	۳۸۱
قرآن مجید میں سنت کا مفہوم	۳۸۲
سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۸۲
مسلمانوں کے اعلی اور غالب ہونے کے معنی	۳۸۴
شہید کی تعریف اس کا شرعی حکم اور اس کی وجہ تسمیہ	۳۸۵
فتح اور شکست کو گردش دینے کی اصل حکمت	۳۸۶
وما محمد الا رسول (۱۴۵-۱۴۴)	۳۸۸
رسول اللہ ﷺ کی وفات اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ	

عنوان	صفحہ نمبر
کا بیان	۳۸۹
درایت اور روایت سے لوح محفوظ سے تمام امور کے لکھے جانے کا بیان	۳۹۳
نیت اور اخلاص کا بیان	۳۹۶
وکاین من نبی قتل (۱۴۸-۱۴۶)	۳۹۷
مصائب میں ثابت قدمی پر سابقہ امتوں کا نمونہ	۳۹۸
آیات مذکورہ سے مستنبط مسائل	۳۹۸
یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا (۱۵۳-۱۴۹)	۳۹۹
دینی معاملات میں کفار کی اطاعت سے ممانعت	۴۰۰
اللہ کے سوا کسی اور کی خدائی پر دلیل کا نہ ہونا	۴۰۱
جنگ احد میں مسلمانوں کی پسپائی کا بیان	۴۰۱
"اللہ نے تم کو ان سے پھیر دیا" کی تفسیریں	۴۰۲
مسلمانوں کو غم اٹھانے اور مصائب برداشت کرنے کا عادی بنانا	۴۰۳
ثم انزل علیکم (۱۵۵-۱۵۴)	۴۰۴
رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے مسلمانوں کا سو جانا اور منافقوں کا پریشانی سے جاگتے رہنا	۴۰۵
اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی	۴۰۶
جنگ احد میں بھاگنے والے مسلمانوں کا بیان	۴۰۷
جنگ احد میں بھاگنے کی وجہ سے حضرت عثمان پر طعن کا جواب	۴۰۷
جنگ احد میں مسلمانوں کی جس خطا کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش دی	۴۰۸
یایھا الذین امنوا لا تکونوا (۱۶۰-۱۵۶)	۴۰۹
ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۴۱۰
یوں کہنا منع ہے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو فلاں مصیبت نہ آتی	۴۱۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مستقبل کے لیے اگر کا لفظ کہنے کا جواز اور ماضی کے لیے اگر کا لفظ کہنے کی ممانعت	۴۱۱
اس کی تحقیق کہ جہاد کی نیت نہ کرنا نفاق ہے	۴۱۱
منافقین کے قول کے حسرت ہونے کی وجوہات	۴۱۲
اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے کا بیان	۴۱۳
اللہ کی مغفرت اور رحمت کا دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے افضل اور بہتر ہونا	۴۱۳
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام رازی کا نظریہ	۴۱۴
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام غزالی کا نظریہ	۴۱۵
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں مصنف کا نظریہ	۴۱۶
دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۴۱۶
دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں احادیث	۴۱۷
دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی طلب اخلاص کے منافی نہیں ہے	۴۱۸
نبی ﷺ کے عفو و درگزر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۱۹
نبی ﷺ کے عفو و درگزر اور حسن اخلاق کے متعلق احادیث	۴۱۹
سراقہ بن مالک کو معاف کر دینا	۴۲۰
عمیر بن وہب کو معاف کر دینا	۴۲۰
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	۴۲۲
فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کر دینا	۴۲۲
فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا	۴۲۳
فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا	۴۲۴
فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا	۴۲۵
ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا	۴۲۶
منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا	۴۲۶
عفو و درگزر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۲۷
عفو و درگزر کے متعلق احادیث	۴۲۷
نبی ﷺ کے عفو و درگزر کے مختلف محامل	۴۲۸
مشورہ کا لغوی اور عرفی معنی	۴۲۹
مشورہ کے متعلق احادیث	۴۲۹
رسول اللہ ﷺ کو صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا	۴۳۰
کس قسم کے لوگوں سے مشورہ کیا جائے	۴۳۰
توکل کا معنی	۴۳۱
توکل کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۳۲
توکل کے متعلق احادیث	۴۳۲
توکل کی صحیح تعریف	۴۳۳
کیا اسباب کو ترک کرنا اور مال جمع کرنا توکل کے خلاف ہے؟	۴۳۵
اسباب حاصل کرنے کا حکم	۴۳۶
اشیاء کو جمع کرنا اور ذخیرہ کرنا بھی مطلوب ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے	۴۳۸
اگر اللہ مدد نہ کرے تو کوئی مددگار نہیں	۴۳۹
وما کان لنبی ان یغل (۱۶۴-۱۶۱)	۴۴۰
مناسبت اور شان نزول	۴۴۰
مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	۴۴۱
مال غنیمت سے متعلق دیگر مسائل	۴۴۲
اموال مسلمین میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	۴۴۲
نیکوکاروں کا بدکاروں کی مثل نہ ہونا	۴۴۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ثواب اور عذاب کے مختلف درجات	۴۴۵
آیات سابقہ سے مناسبت	۴۴۵
نبیوں اور رسولوں کی بعثت کا عام انسانوں اور مومنوں کے لیے رحمت ہونا	۴۴۶
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل اور مومنین پر وجوہ احسان	۴۴۷
سیدنا محمد ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے	۴۵۱
تلاوت' تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم کا بیان	۴۵۳
اولما اصابتکم مصیبة (۱۶۵-۱۶۸)	۴۵۴
بعض مسلمانوں اور منافقوں کے شبہات اور ان کے جوابات	۴۵۵
ولا تحسبن الذین قتلوا (۱۶۹-۱۷۱)	۴۵۶
مناسبت اور شان نزول	۴۵۷
حیات شہداء کے متعلق احادیث	۴۵۷
حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات	۴۵۸
شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟	۴۶۰
شہداء کی حیات جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر	۴۶۰
شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۴۶۲
حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار	۴۶۳
حکمی شہداء کا خلاصہ	۴۶۷
غسل شہداء کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۶۸
شہداء کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۶۸
شہداء کے رزق کا بیان	۴۶۹
فوت شدہ مسلمانوں کا اپنے اقارب کے اعمال پر مطلع ہونا	۴۷۰
اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کی کامیابی پر خوش ہونا چاہیے	
الذین استجابوا للہ والرسول (۱۷۲-۱۷۵)	۴۷۱
آیات مذکورہ کے شان نزول میں دو روایتیں	۴۷۱
ایمان میں زیادتی کا محمل	۴۷۳
دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی	۴۷۳
رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیان	۴۷۴
دنیا میں کافروں کی خوشحالی سے دھوکا نہ کھایا جائے	۴۷۵
ان الذین اشتروا الکفر (۱۷۷-۱۷۹)	۴۷۵
ایمان کے بدلہ میں کفر کو خریدنے کا محمل	۴۷۶
زندگی اور موت میں کون بہتر ہے اور موت کی تمنا کرنا جائز ہے یا نہیں	۴۷۷
کافروں کو گناہ کے لیے ڈھیل دینے کی توجیہات	۴۷۸
اصحاب رسول (ﷺ) کے مومن اور طیب ہونے پر دلیل	۴۷۹
انبیاء علیہم السلام کو علم الغیب ہے یا غیب کی خبروں کا علم ہے	۴۸۰
انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کے متعلق علماء امت کی تصریحات	۴۸۱
رسول اللہ ﷺ کے علم غیب اور علم ماکان وما یکون کے متعلق احادیث	۴۸۳
ولا یحسبن الذین یبخلون (۱۸۰)	۴۸۴
بخل کا لغوی معنی	۴۸۵
بخل کا شرعی معنی اور اس کی اقسام	۴۸۵
بخل کی مذمت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۸۶
بخل کی مذمت کے متعلق احادیث و آثار	۴۸۷
لقد سمع اللہ قول الذین (۱۸۱-۱۸۶)	۴۹۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اسلام کے نظام زکوۃ پر یہودیوں کا اعتراض	۴۹۳
یہودیوں کے اعتراض مذکور کا جواب	۴۹۴
مخالف کے طعن کے جواب میں اس پر طعن کر کے اس کو ساکت کرنا	۴۹۴
اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز کلام کفر ہے	۴۹۵
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق معراج کا صلہ	۴۹۶
پچھلی امتوں میں قربانی، صدقات اور مال غنیمت کو آسمانی آگ کا کھا جانا	۴۹۶
یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب	۴۹۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کا بیان	۴۹۸
بینات، زبر اور کتاب منیر کا معنی	۴۹۹
جنگ احد کی ہزیمت پر مسلمانوں کو تسلی دینے کا بیان	۴۹۹
موت سے مستثنیٰ رہنے والے نفوس کا بیان	۴۹۹
دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کو طلب کرنے کے متعلق احادیث اور بحث و نظر	۵۰۰
دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق آیات	۵۰۴
دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۴
کافروں اور بے دینوں کی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا	۵۰۷
واذ اخذ اللہ میثاق الذین (۱۸۹-۱۸۷)	۵۰۸
ربط آیات اور شان نزول	۵۰۹
علم چھپانے کی مذمت کے متعلق احادیث	۵۱۰
عبداللہ بن لہیعہ کی روایت کی تحقیق	۵۱۰
بعض آیات میں عموم الفاظ کی بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار	۵۱۲
نیکی کی تعریف چاہنے پر عذاب کی وعید	۵۱۳
ان فی خلق السموت والارض (۱۹۵-۱۹۰)	۵۱۳
اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدت پر دلیل	۵۱۶
بہ کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۷
کروٹ کے بل نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کے مسلک کی وضاحت	۵۱۸
مخلوق میں غور و فکر کرنے کی ہدایت اور خالق میں غور و فکر کرنے کی ممانعت	۵۲۰
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تحقیق	۵۲۰
ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ نہ ہونے کے نظریہ کا رد	۵۲۲
گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کے مٹانے میں تکرار کے جوابات	۵۲۳
صالحین کے جوار اور قرب میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا	۵۲۴
دعا قبول ہونے کے علم کے باوجود دعا کرنے کی حکمتیں	۵۲۵
دعا کے قبول ہونے کا ایک طریقہ	۵۲۶
تمام صحابہ کے مومن ہونے کی دلیل	۵۲۷
لا یغرنک تقلب الذین (۲۰۰-۱۹۶)	۵۲۷
غرور کا معنی اور شان نزول	۵۲۸
کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث	۵۲۸
اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کے قرب کا جنت سے افضل ہونا	۵۳۰
شان نزول	۵۳۱
غائب میت کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۵۳۲
ربط آیات	۵۳۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
صبر کا لغوی اور شرعی معنی	۵۳۴
صبر کے متعلق احادیث	۵۳۴
صابروا کا لغوی معنی اور صبر اور مصابرہ میں فرق	۵۳۵
مصابرہ کے متعلق احادیث	۵۳۵
مرابطہ کے معنی	۵۳۶
آیت مذکورہ میں رابطوا کے محامل	۵۳۶
اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے متعلق احادیث	۵۳۷
سورۃ النساء	۵۳۹
سورۃ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ	۵۴۱
سورۃ النساء کے فضائل	۵۴۱
سورۃ النساء کی سورہ آل عمران کے ساتھ مناسبت اور ارتباط	۵۴۲
سورۃ النساء کے مضامین کا خلاصہ	۵۴۳
یایہا الناس اتقوا ربکم (۱)	۵۴۴
خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت	۵۴۴
اسلام میں رنگ و نسل کا امتیاز نہیں ہے	۵۴۴
رشتہ داروں سے تعلق توڑنے پر وعید اور تعلق جوڑنے پر بشارت	۵۴۵
واتوا الیتمی اموالہم (۴-۲)	۵۴۶
یتیم کا مال ادا کرنے کا حکم	۵۴۷
یتیم کا مال کھانے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی مذمت اور حسن سلوک کی تعریف	۵۴۷
نکاح کی ترغیب اور فضیلت کے متعلق احادیث	۵۴۸
نکاح کی حکمتیں اور فوائد	۵۵۰
غیر کفو میں نکاح کے جواز پر احادیث	۵۵۲
کفو میں نکاح کی شرط کے متعلق مذاہب اربعہ	۵۵۴
تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات	۵۵۴
چار بیویوں پر اقتصار کی توجیہ	۵۵۶
قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق احادیث	۵۵۶
قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۵۷
احادیث صحیحہ صریحہ کا اقوال ائمہ پر مقدم ہونا	۵۵۷
نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کا بیان	۵۵۸
تعدد ازدواج کا آپ ﷺ کی خصوصیت ہونا	۵۵۹
رسول اللہ ﷺ کے تعدد ازدواج کی تفصیل اور حکمتیں	۵۵۹
نبی ﷺ کا تعدد ازدواج کمال ضبط ہے یا حظ نفسانی کی بہتات	۵۶۶
نحلہ کا معنی	۵۶۶
مہر کا مقرر کرنا صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے	۵۶۷
مہر ادا کرنے کی تاکید اور مہر ادا نہ کرنے پر وعید	۵۶۷
رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے مہر کا بیان	۵۶۸
رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان	۵۶۹
مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۵۷۰
مہر کے ثبوت میں احادیث	۵۷۰
مہر کی مقدار کے متعلق فقہائے حنبلیہ کا مذہب	۵۷۱
مہر کی مقدار کے متعلق فقہائے شافعیہ کا مذہب	۵۷۲
مہر کی مقدار میں غیر مقلدین اور علمائے شیعہ کا نظریہ	۵۷۴
مہر کی مقدار میں فقہائے مالکیہ کا نظریہ	۵۷۵
مہر کی مقدار میں فقہائے احناف کا مذہب	۵۷۸
ٹیلی فون پر نکاح کا شرعی حکم	۵۷۸
بیویوں کے درمیان عدل کا حکم اور بعض دوسرے مسائل	۵۷۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ولا تؤتوا السفهاء اموالکم (۶-۵)	۵۷۹
کم عقلوں کو مال نہ دینے اور یتیم کے مال کو ولی کا مال فرمانے کی توجیہ	۵۸۰
مال کم عقل کی ملک کرنا اس آیت کے منافی نہیں	۵۸۰
حجر (قولی تصرف سے روکنا) کا لغوی اور شرعی معنی	۵۸۱
حجر کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل	۵۸۱
جو کسی منصب (آسامی) کے نااہل ہوں ان کو اس کی ذمہ داری نہ سونپی جائے	۵۸۲
لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کا معیار	۵۸۲
یتیم کا مال کھانے میں مذاہب فقہاء	۵۸۳
تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق	۵۸۴
للرجال نصیب مما ترک الوالدان (۱۰-۷)	۵۸۴
زمانہ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا	۵۸۵
تقسیم وراثت میں ورثا کا اقرب ہونا معیار ہے	۵۸۶
ورثاء کی ترکہ کی تقسیم کی تفصیل	۵۸۷
رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کو دینا احسان نہیں ان کا حق پہنچانا ہے	۵۸۸
یتیموں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھا جائے	۵۸۸
ظلماً مال یتیم کھانے پر انتہائی سخت عذاب کی وجہ	۵۸۹
ظلماً یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث	۵۸۹
یوصیکم اللہ فی اولادکم (۱۴-۱۱)	۵۹۰
وراثت کے تفصیلی احکام	۵۹۲
اولاد کے احوال	۵۹۳
مرد کو عورت سے دگنا حصہ دینے کی وجوہات	۵۹۴
والدین کے احوال	۵۹۴
قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کے دلائل	۵۹۵
حارث اعور کے ضعف کا بیان	۵۹۶
اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف کی تقویت	۵۹۷

عنوان	صفحہ نمبر
شوہر اور بیوی کے احوال	۵۹۷
کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۵۹۸
آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل	۶۰۰
احکام وراثت کی اطاعت پر جنت کی بشارت	۶۰۰
احکام وراثت کی نافرمانی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید اور اس کی توجیہ	۶۰۱
والتی یاتین الفاحشة (۲۲-۱۵)	۶۰۱
عورتوں کی بدکاری پر ابتدائی سزا کا بیان	۶۰۳
حدود میں عورتوں کی گواہی نامعتبر ہونے پر دلائل	۶۰۴
حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر اعتراض کا جواب	۶۰۵
کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟	۶۰۵
دو شخصوں کی بے حیائی کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۰۶
اغلام کی حرمت پر قرآن مجید کی آیات	۶۰۶
اغلام کی حرمت پر احادیث اور آثار	۶۰۷
عمل قوم لوط کی حد یا تعزیر میں مذاہب اربعہ	۶۰۸
جہالت سے گناہ کرنے پر مقبولیت توبہ کی تشریح	۶۱۰
غرغرہ موت کے وقت توبہ کا قبول نہ ہونا	۶۱۱
زمانہ جاہلیت کے مظالم سے عورتوں کو نجات دلانا	۶۱۲
زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ہے	۶۱۳
قنطار کا معنی	۶۱۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ مہر رکھنے سے منع فرمانا	۶۱۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم پر شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب	۶۱۵
خلوت صحیحہ کی وجہ سے کامل مہر کے وجوب پر فقہائے احناف کے دلائل	۶۱۶
باپ کی منکوحہ سے بیٹے کے نکاح کے متعلق	

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مذاہب فقہاء	۴۱۷
باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی سزا	۴۱۹
حرمت علیکم امہاتکم (۲۵-۲۳)	۴۱۹
محرمات نکاح کا بیان	۴۲۱
نسبی محرمات کی تفصیل	۴۲۱
رضاعی محرمات کی تفصیل	۴۲۱
رشتہ نکاح کے سبب محرمات کی تفصیل	۴۲۲
جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق	۴۲۳
مالی فدیہ کے بدلے میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۴۲۵
مسلمان قیدیوں سے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۴۲۶
جنگی قیدیوں کو احساناً" بلا معاوضہ آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۴۲۷
جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہائے اسلام کی آراء	۴۲۸
کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے	۴۲۹
مہر کے مال ہونے پر دلیل	۴۳۰
جواز متعہ پر علمائے شیعہ کے دلائل	۴۳۰
علمائے شیعہ کے نزدیک متعہ کے فقہی احکام	۴۳۱
علمائے شیعہ کے جواز متعہ پر دلائل کے جوابات	۴۳۲
حرمت متعہ پر قرآن مجید سے دلائل	۴۳۳
حرمت متعہ پر احادیث سے دلائل	۴۳۴
احادیث شیعہ سے حرمت متعہ پر دلائل	۴۳۶
بعض مفسرین کا تسامح	۴۳۶
اہل کتاب باندیوں سے نکاح میں فقہاء کے مذاہب	۴۳۷
غیر سید کا فاطمی سیدہ سے نکاح	۴۳۸
باندیوں سے نکاح کے احکام	۴۳۸
یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم (۳۳-۲۶)	۴۳۹
احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب	۴۴۱
شریعت کا مزاج آسان احکام بیان کرنا ہے نہ کہ مشکل۔	۴۴۲
مال حرام کی انواع اور اقسام	
رشوت کی تعریف، وعید اور شرعی احکام	۴۴۳
اپنے آپ کو قتل کرنے کی ممانعت کے تین محمل	۴۴۴
خودکشی کرنے والے کے عذاب کا بیان	۴۴۵
خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم	۴۴۵
صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تحقیق	۴۴۶
اصرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ	۴۴۹
اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور اس کی عطا کے خلاف تمنا کرنے سے ممانعت	۴۵۱
الرجال قوامون علی النساء (۳۴-۳۲)	۴۵۲
قرآن مجید سے عورتوں کی حاکمیت کا عدم جواز	۴۵۶
قوام کا معنی	۴۵۶
عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث	۴۵۶
عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء	۴۵۷
ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب	۴۵۸
جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب	۴۵۸
بیویوں کو مارنے کے متعلق احادیث	۴۵۹
بیویوں کو مارنے کے متعلق فقہاء کا نظریہ	۴۵۹
اختلاف زن و شوہر میں دونوں جانب سے مقرر کردہ منصف آیا حاکم ہیں یا وکیل	۴۶۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اگر شوہر بیوی کو خرچ دے نہ طلاق تو آیا عدالت اس کا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟	۶۶۲
عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات	۶۶۳
قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۶۵
قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث	۶۶۶
دفع حرج، مصلحت اور ضرورت کی بنا پر ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر فیصلہ اور فتوے کا جواز	۶۶۷
جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے نہ آباد کرے اس کے متعلق شریعت کا حکم	۶۶۸
اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کا بیان	۶۶۹
ماں باپ کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۰
پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۱
غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۲
اخلاص سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لیے وعید	۶۷۳
جبریہ کا رد اور ایمان میں تقلید کا کافی ہونا	۶۷۴
اللہ کے ظلم نہ کرنے کا معنی	۶۷۵
اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب بڑھانے کا معنی	۶۷۵
تمام نبیوں کے صدق پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت	۶۷۶
قیامت کے دن کفار کے مختلف احوال	۶۷۶
یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوة (۴۳-۵۰)	۶۷۷
حالت نشہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کا شان نزول	۶۷۹
تیمم کی مشروعیت کا سبب	۶۸۰
حضرت عائشہ کے گمشدہ ہار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے علم کی بحث	۶۸۱
حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل	۶۸۱
جنبی کے لیے جواز تیمم میں صحابہ کا اختلاف	۶۸۲
تیمم کی تعریف، شرائط اور مذاہب فقہاء	۶۸۳
تیمم کے بعض مسائل	۶۸۵
یہود کی تحریف کا بیان	۶۸۶
لعنت کی اقسام اور کسی شخص پر لعنت کرنے کی تحقیق	۶۸۶
شرک کی تعریف	۶۸۷
کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے	۶۸۸
اپنی پاکیزگی اور فضیلت بیان کرنے کی ممانعت	۶۹۰
غرض صحیح کی بناء پر اپنی پاکیزگی اور اپنی فضیلت بیان کرنے کا جواز	۶۹۱
الم تر الی الذین اوتوا نصیبا (۵۱-۵۹)	۶۹۳
جبت اور طاغوت کا معنی	۶۹۳
یہود کے بخل کی مذمت	۶۹۵
یہود کے حسد کی مذمت	۶۹۵
دوزخ میں جلی ہوئی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدلنے پر تعذیب بلا معصیت کی بحث	۶۹۷
روح اور جسم دونوں پر عذاب کی دلیل	۶۹۷
تعذیب بلا معصیت کے اشکال کے صحیح جوابات	۶۹۷
روح اور جسم دونوں کے مستحق عذاب ہونے کی ایک مثال	۶۹۸
اخروی نعمتوں کے لیے نیک اعمال چاہئیں	۶۹۸
ربط آیات اور شان نزول	۶۹۹
امانت ادا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۹۹
امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث	۷۰۰
اللہ کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
خلق خدا کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۱
اپنے نفس کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۲
قضاء کے آداب اور قاضی کے ظلم اور عدل کے متعلق احادیث	۷۰۳
کتاب' سنت' اجماع اور قیاس کی حجیت پر استدلال	۷۰۵
اولی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال اور مصنف کا مختار	۷۰۵
اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت بالتبع ہے	۷۰۶
قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	۷۰۶
ائمہ اور فقہاء کے اقوال پر احادیث کو مقدم رکھنا ان کی بے ادبی نہیں ہے	۷۰۸
دلائل کی بناء پر اکابر سے اختلاف کرنا ان کی بے ادبی نہیں ہے	۷۰۸
علماء اور مجتہدین حضرات معصوم نہیں دلائل کے ساتھ ان کے ساتھ اختلاف کرنا جائز ہے	۷۰۹
الم تر الی الذین یزعمون (۶۰-۷۰)	۷۱۱
حضور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمر ؓ کا قتل کر دینا	۷۱۳
نبی ﷺ کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا جواز	۷۱۴
گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا جواز	۷۱۶
رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں ہے	۷۱۸
نبی ﷺ کی زیارت کے لیے صحابہ کا اضطراب	۷۱۹
اہل جنت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا ان کے	

عنوان	صفحہ نمبر
درجوں میں مساوات کو مستلزم نہیں	۷۱۹
نبی' صدیق' شہید اور صالح کی تعریفات	۷۱۹
حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بعض خصوصیات اور فضائل	۷۲۰
یاایھا الذین امنوا خذوا حذرکم (۷۱-۷۶)	۷۲۰
ربط آیات اور خلاصہ مضمون	۷۲۲
جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کا بیان	۷۲۲
اخروی اجر و ثواب کے لیے جہاد کرنا	۷۲۳
مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا	۷۲۳
مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ میں ہر ایک کا ہدف اور نصب العین	۷۲۴
قرآن مجید کی ترغیب جہاد کے نکات	۷۲۴
ترغیب جہاد کے متعلق احادیث	۷۲۴
الم تر الی الذین قیل لھم کفوا (۷۷-۸۷)	۷۲۶
شان نزول اور ربط آیات	۷۲۹
اچھائی اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور برائی ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں	۷۳۰
منصب رسالت	۷۳۱
قرآن مجید میں اختلاف نہ ہونے کا بیان	۷۳۲
شان نزول	۷۳۳
قیاس اور تقلید کے حجت ہونے کا بیان	۷۳۳
شان نزول اور ربط آیات	۷۳۳
نبی ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر ہیں	۷۳۳
شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام	۷۳۴
نیکی کے کاموں میں شفاعت کے متعلق احادیث	۷۳۴
اسلام میں سلام کے مقرر کردہ طریقہ کی افضلیت	۷۳۵
مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت اور اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۷۳۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
کن لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیے	۷۳۷
جن مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے	۷۳۸
امتناع کذب کا بیان	۷۳۹
امتناع کذب پر امام رازی کے دلائل	۷۳۹
امتناع کذب پر علامہ تفتازانی کے دلائل	۷۴۰
امتناع کذب پر میر سید شریف کے دلائل	۷۴۰
شرح مواقف کے دلائل پر علامہ میر سید شریف کے اعتراضات	۷۴۱
علامہ میر سید شریف کے اعتراضات کے جوابات	۷۴۱
امتناع کذب پر علامہ میر سید شریف کی تصریحات	۷۴۲
امتناع کذب کے متعلق دیگر علماء کی تصریحات اور دلائل	۷۴۳
امتناع کذب کے متعلق علمائے دیوبند کا عقیدہ	۷۴۳
خُلف وعید کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے کذب کو مستلزم نہیں ہے	۷۴۴
فما لکم فی المنافقین فئتین (۹۱-۸۸)	۷۴۵
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	۷۴۸
ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۴۸
قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا	۷۴۹
اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے	۷۴۹
ہجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۷۵۰
جن کافروں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اس کی پابندی کی جائے گی	۷۵۰
وما کان لمؤمن (۹۶-۹۲)	۷۵۲
قتل خطا کی آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال	۷۵۴
قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام	۷۵۵
دیت کا معنی	۷۵۶
قتل خطا' قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار	۷۵۶
دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے	۷۵۷
عورت کی نصف دیت کی تحقیق	۷۵۸
قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت	۷۵۹
ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام	۷۵۹
دار الحرب میں کسی مسلمان کو خطاءً قتل کرنے پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت	۷۵۹
ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ	۷۵۹
ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا	۷۶۰
ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل	۷۶۱
قتل خطا کے کفارہ کا بیان	۷۶۱
قتل عمد کی تعریف اور اس کے متعلق احادیث	۷۶۲
قتل عمد پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کا بیان	۷۶۳
مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات	۷۶۴
سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث	۷۶۵
احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے	۷۶۵
بلاعذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے' مجاہدین کے برابر نہیں ہیں	۷۶۶
عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے' مجاہدین کے برابر ہیں	۷۶۷
غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر	۷۶۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ان الذین توفھم الملائکۃ (۱۰۰-۹۷)	۷۶۹
فرضیت ہجرت کی آیات کا شان نزول	۷۷۰
ہجرت کا شرعی حکم	۷۷۲
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کے اسباب	۷۷۲
دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام	۷۷۳
حصول نفع کے لیے ہجرت کی اقسام	۷۷۴
واذا ضربتم فی الارض (۱۰۴-۱۰۱)	۷۷۵
نماز خوف کا شان نزول	۷۷۶
نماز خوف پڑھنے کا طریقہ	۷۷۷
سفر شرعی میں نماز کو قصر کر کے پڑھنے کا وجوب	۷۷۸
مسافت شرعی کی مقدار میں مذاہب ائمہ	۷۷۹
مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلومیٹر	۷۷۹
سمندری سفر میں مسافت شرعیہ کا معیار	۷۸۲
کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرنا	۷۸۳
حالت جنگ میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۸۳
نمازوں کے اوقات	۷۸۴
ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا کرنے کا عدم جواز	۷۸۴
قطبین میں نمازوں اور روزوں کا مسئلہ	۷۸۵
مناسبت اور شان نزول	۷۸۵
انا انزلنا الیک الکتاب بالحق (۱۱۲-۱۰۵)	۷۸۶
ربط آیات	۷۸۷
منافقوں کے چوری کرنے اور بے قصور پر اس کی تہمت لگانے کے متعلق مختلف روایات	۷۸۸
نبی ﷺ کا کبھی دلیل ظاہر اور کبھی علم غیب کے مطابق فیصلہ کرنا	۷۹۰
اللہ تعالیٰ کا آپ کو منافقوں کی حمایت سے منع فرمانا	
آپ ﷺ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	۷۹۱
طعمہ کے معاملہ میں نبی ﷺ کو استغفار کا حکم دینے کی توجیہات	۷۹۲
ولولا فضل اللہ علیک (۱۱۵-۱۱۳)	۷۹۴
ماکان ومایکون کا علم	۷۹۵
ماکان ومایکون کے علم کے متعلق احادیث	۷۹۶
طعمہ بن ابیرق (چوری کرنے والے منافق) کا انجام	۷۹۸
من یشاقق الرسول الایہ کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے	۷۹۹
اجماع کا حجت ہونا نبی ﷺ کا معصوم ہونا اور دیگر مسائل	۷۹۹
ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (۱۲۶-۱۱۶)	۷۹۹
مشرکین کے بتوں کا مونث ہونا	۸۰۲
شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی	۸۰۳
جھوٹی آرزوئیں ڈالنے کا معنی	۸۰۳
مویشیوں کے کان چیرنے کا معنی	۸۰۳
تغییر خلق اللہ کا معنی	۸۰۴
شیطان کو کیسے علم ہوا کہ اس کے پیروکار بہت زیادہ ہوں گے	۸۰۵
شیطان کے کیے ہوئے وعدہ کے غرور ہونے کا بیان	۸۰۵
ہر گناہ پر سزا ہونے کے اشکال کا جواب	۸۰۶
گنہگاروں کے لیے نوید مغفرت	۸۰۸
دین اسلام کے برحق اور واجب القبول ہونے پر دلائل	۸۰۹
خلیل کا معنی اور حضرت ابراہیم کے خلیل اللہ ہونے کی وجوہات	۸۰۹
حضرت ابراہیم کا خلیل اللہ ہونا اور آپ ﷺ کا حبیب اللہ ہونا	۸۱۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت ابراہیم اور سیدنا محمد علیہما السلام کے مقام خلت کا فرق	۸۱۱
اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	۸۱۲
ویستفتونک فی النساء (۱۲۷-۱۳۴)	۸۱۲
وراثت اور نکاح میں عورتوں کے حقوق کا بیان	۸۱۳
فتویٰ کا معنی' اس کے تقاضے اور مسائل	۸۱۵
یتیم لڑکیوں کے حقوق کا بیان	۸۱۷
عورتوں کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا	۸۱۸
صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا	۸۱۹
دلی محبت میں بیویوں میں درمیان عدل کرنا ممکن نہیں	۸۱۹
بیویوں کے عدل نہ کرنے والوں کی سزا	۸۲۰
بندوں کی اطاعت اور ان کے شکر سے اللہ کے غنی ہونے کا بیان	۸۲۱
صرف دنیاوی اجر طلب کرنے کی مذمت اور دنیا و آخرت میں اجر طلب کرنے کی مدح	۸۲۲
یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط (۱۳۵-۱۳۱)	۸۲۳
ربط آیات	۸۲۵
اپنے خلاف گواہی دینے کا معنی	۸۲۶
عدل کو گواہی پر مقدم کرنے کی وجوہ	۸۲۶
کسی فریق کی رعایت کی وجہ سے گواہی نہ دینے کی ممانعت	۸۲۷
ایمان والوں کو ایمان لانے کے حکم کی توجیہ	۸۲۷
کفر اور معصیت پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت ہے	۸۲۹
منافقوں کا مسلمانوں اور کافروں کو فریب دینا	۸۲۹
مسلمانوں سے وعدہ غلبہ کے باوجود غلبہ کفار کی توجیہ	۸۳۰
کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ نہ ہونے سے فقہاء احناف اور شوافع کا استنباط مسائل	۸۳۰
ان المنافقین یخادعون اللہ (۱۴۷-۱۴۲)	۸۳۲
منافقوں کے دھوکے کا معنی ان کے دھوکے کی سزا اور شان نزول	۸۳۳
گراں باری اور سستی سے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۸۳۴
ریاکاری سے عبادت کرنے کے متعلق احادیث	۸۳۵
اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنے کا معنی	۸۳۵
منافق کا مذبذب ہونا	۸۳۶
ہدایت کے دو معنی اور ان کے محمل	۸۳۶
کافروں کے نابالغ بچوں پر عذاب نہیں ہوگا	۸۳۶
درک کے معنی اور دوزخ کے طبقات	۸۳۷
نفاق کی علامتوں پر اشکال کے جوابات	۸۳۷
نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں	۸۳۹
شکر کو ایمان پر مقدم کرنے کے اسرار	۸۳۹
شاکر' علیم میں ربط اور مناسبت	۸۴۰
لا یحب اللہ الجھر بالسوء (۱۵۲-۱۴۸)	۸۴۱
کسی کی برائی' غیبت اور چغلی کی ممانعت کے متعلق احادیث	۸۴۲
مظلوم کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنے کا جواز	۸۴۳
غیبت کرنے کی مباح صورتیں	۸۴۳
یسئلک اھل الکتاب (۱۵۳-۱۶۲)	۸۴۷
نبی ﷺ کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۰
شریعت تورات کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
چار وجوہ سے یہود کا کفر	۸۵۱
یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت مریم پر بہتان باندھا	۸۵۲
یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا	۸۵۳
یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا	۸۵۳
یہود کا کفر' حضرت عیسیٰ کے قتل کے متعلق شک میں مبتلا ہونا اور آپس میں اختلاف کرنا	۸۵۴
امام رازی کے اعتراض کا جواب	۸۵۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا بیان	۸۵۶
ابن تیمیہ کے افکار اور ان پر علمائے امت کے تبصرے	۸۵۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	۸۶۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	۸۶۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق احادیث	۸۶۲
انا اوحینا الیک کما اوحینا (۱۷۱-۱۶۳)	۸۷۴
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہود کے اعتراض کا جواب	۸۷۶
قرآن مجید کو یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	۸۷۷
نبیوں اور رسولوں کی تعداد کے متعلق احادیث	۸۷۸
علم نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	۸۷۹
حضرت موسیٰ کے اللہ سے ہم کلام ہونے میں یہود کا رد	۸۷۹
ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا اور تمام معجزات کا بدرجہ اتم جامع ہونا	۸۸۰

عنوان	صفحہ نمبر
یکبارگی کتاب نازل نہ کرنے کے اعتراض کا ایک اور جواب	۸۸۱
رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانے کے وجوب میں مذاہب	۸۸۱
رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت	۸۸۳
سیدنا محمد ﷺ کی دعوت پر دلیل	۸۸۳
حضرت عیسیٰ کی شان میں افراط و تفریط سے ممانعت	۸۸۴
حضرت عیسیٰ کے کلمۃ اللہ ہونے کا معنی	۸۸۵
حضرت عیسیٰ کے روح من اللہ ہونے کا معنی	۸۸۵
تثلیث کا بطلان	۸۸۶
ابنیت مسیح کا بطلان	۸۸۶
لن یستنکف المسیح (۱۷۶-۱۷۲)	۸۸۷
شان نزول	۸۸۹
نبیوں کے فرشتوں سے افضل ہونے کی بحث	۸۸۹
سیدنا محمد ﷺ کا برہان اور قرآن مجید کا نور ہونا	۸۹۰
آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق	۸۹۲
کلالہ کا لغوی معنی	۸۹۳
کلالہ کا شرعی معنی	۸۹۳
کلالہ کے متعلق حضرت جابر کی حدیث	۸۹۳
مناسبت	۸۹۳
کلالہ کی وراثت کے چار احوال	۸۹۳
ایک اشکال کا جواب	۸۹۴
سورۃ النساء کے اول اور آخر میں مناسبت	۸۹۴
اختتامی کلمات اور دعا	۸۹۴
مآخذ و مراجع	۸۹۷

Marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين الذى استغنى فى حمده عن الحامدين وانزل القرآن تبيانا لكل شئ عند العارفين والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد الذى استغنى بصلوٰة الله عن صلوٰة المصلين واختص بارضاء رب العالمين الذى بلغ الينا ما انزل عليه من القرآن وبين لنا ما نزل عليه بتبيان وكان خلقه القرآن وتحدى بالفرقان وعجز عن معارضته الانس والجان وهو خليل الله حبيب الرحمٰن لواءه فوق كل لواء يوم الدين قائد الانبياء والمرسلين امام الاولين والاخرين شفيع الصالحين والمذنبين واختص بتنصيص المغفرة له فى كتاب مبين وعلى اٰله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه الكاملين الراشدين وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر اولياء امته وعلماء ملته اجمعين۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له اللّٰهم ارنى الحق حقا وارزقنى اتباعه اللّٰهم ارنى الباطل باطلا وارزقنى اجتنابه اللّٰهم اجعلنى فى تبيان القرآن على صراط مستقيم وثبتنى فيه على منهج قويم واعصمنى عن الخطأ والزلل فى تحريره واحفظنى من شر الحاسدين وزيغ المعاندين فى تقريره اللّٰهم الق فى قلبى اسرار القرآن واشرح صدرى لمعانى الفرقان ومتعنى بفيوض القرآن ونورنى بانوار الفرقان واسعدنى لتبيان القرآن، رب زدنى علما رب ادخلنى مدخل صدق واخرجنى مخرج صدق واجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا۔ اللّٰهم اجعله خالصا لوجهك ومقبولا عندك وعند رسولك واجعله شائعا ومستفيضا ومفيضا ومرغوبا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ذريعة للمغفرة ووسيلة للنجاة وصدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة اللّٰهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفر لى فانه لا يغفر الذنوب الا انت اٰمين يا رب العالمين۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ و سلام کا سیدنا محمد ﷺ پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہو گا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول کر دے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

سُورَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ

(۳)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ آل عمران

یہ سورت ترتیب مصحف کے اعتبار سے تیسری سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے سورہ انفال کے بعد ہے یہ سورت مدنی ہے اور اس میں بالاتفاق دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

سورہ آل عمران کے اسماء

اس سورت کا نام آل عمران ہے کیونکہ اس سورت میں آل عمران کو فضیلت دینے کا ذکر ہے آل عمران میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام ہیں حضرت مریم اور ان کی والدہ حضرت عمران کی زوجہ بھی ان میں شامل ہیں۔ آل عمران کے متعلق سب سے زیادہ آیات اس سورت میں نازل ہوئی ہیں جن کی تعداد اسی سے زیادہ ہے اس سورت کی جس آیت میں آل عمران کا لفظ ہے وہ یہ آیت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران : ۳۳)

بیشک اللہ نے آدم' نوح' آل ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

نبی ﷺ نے سورہ آل عمران کا نام سورہ زہراء بھی رکھا ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ زہراوین کو پڑھا کرو یعنی سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کو کیونکہ وہ قیامت کے روز بادلوں کی طرح آئیں گی' یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورہ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے' جادو کرنے والے اس کو پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

زہراء کا معنی ہے صاف اور روشن' چمک دار اور روشن کرنے والی چیز۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں جو نور اور ہدایت ہے اس کی وجہ سے آپ نے ان دونوں کو زہراء فرمایا ہے نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کو جو شبہات تھے اور ان کے متعلق غلط عقائد تھے اس سورت سے ان کا ازالہ ہو جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا برگزیدہ بندہ اور معزز نبی ہونا واضح ہو جاتا ہے' تو چونکہ یہ سورت آل عمران کے مقام اور ان کی عظمت کو منکشف کرتی ہے اس لئے آپ نے اس کو زہراء فرمایا۔

اس سورت کا نام سورۃ الکنز بھی ہے۔ کنز کا معنی ہے خزانہ۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ آل عمران فقیر کا کیا خوب کنز (خزانہ) ہے۔ وہ اس کو رات

Marfat.com

کے آخری حصہ میں پڑھتا ہے (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۵' مطبوعہ نشر السنہ ملتان) اس سورت کو کنز اس لیے فرمایا کہ اس میں عیسائیت کے اسرار کا خزانہ ہے اور نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو مباحثہ فرمایا تھا اس سے متعلق اسی سے زیادہ آیات ہیں۔

اس کا نام سورہ طیبہ بھی ہے' حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں :

امام سعید بن منصور نے ابوعطاف سے روایت کیا ہے کہ تورات میں آل عمران کا نام طیبہ ہے۔

(در منثور' ج ۲ ص ۲' مطبوعہ ایران)

نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں طیبین کے تمام اوصاف کو جمع کر کے ذکر فرمایا ہے :

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران : ۱۷)

صبر کرنے والے' سچ بولنے والے' اللہ کی اطاعت کرنے والے' (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے' اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے۔

سورہ آل عمران کی سورہ بقرہ کے ساتھ وجہ اتصال' ارتباط اور مناسبت

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران دونوں کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے اور دونوں میں ایک نوع کے حرف لائے گئے ہیں۔ یعنی الم (الف لام میم) اور دونوں سورتوں کے شروع میں قرآن مجید کی صفت بیان کی گئی ہے سورہ بقرہ میں قرآن مجید کی ہدایت پر ایمان لانے والوں یا ایمان نہ لانے والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں اور سورہ آل عمران میں ان کج فکر مخالفین کا ذکر کیا ہے جو فتنہ پھیلانے کی غرض سے آیات متشابہات کے خود ساختہ معنی بیان کرتے ہیں اور ان علماء راسخین کا ذکر فرمایا ہے جو آیات محکمہ اور آیات متشابہہ دونوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور برحق ہیں۔

سورہ بقرہ میں تخلیق آدم کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور سورہ آل عمران میں تخلیق عیسیٰ (علیہما السلام) کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور ان دونوں کے ذکر میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں کی تخلیق عام اور معروف طریقہ کے خلاف ہوئی ہے۔ حضرت آدم کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا گیا اور حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

ان دونوں سورتوں میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے ساتھ مباحثہ کا ذکر ہے ان کے شبہات زائل کئے گئے ہیں اور ان کے خلاف اسلام کے حجت ہونے پر دلائل پیش کئے گئے ہیں لیکن سورہ بقرہ میں یہود کے رد میں زیادہ تفصیل بیان کی گئی ہے اور سورہ آل عمران میں نصاریٰ کے رد میں زیادہ تفصیل بیان کی گئی ہے کیونکہ وضع اور ترتیب میں سورہ بقرہ سورہ آل عمران پر مقدم ہے اور تخلیق اور ایجاد میں یہود نصاریٰ پر مقدم ہیں۔

دونوں سورتوں کے آخر میں دعاؤں کا ذکر ہے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی تعلیم ہے سورہ بقرہ کے آخر میں ایسی دعاؤں کا ذکر ہے جن کا تعلق دین اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہے مشکل احکام کا بوجھ نہ ڈالنے' خطاء اور نسیان پر مواخذہ نہ کرنے' آسانی اور سہولت مہیا کرنے' دین پر ثابت قدم رہنے' آخرت میں مغفرت اور اجر و ثواب عطا کرنے اور اعداء اسلام کے خلاف مدد کرنے کی دعائیں ہیں اور سورہ آل عمران کے آخر میں گناہوں کی مغفرت نیک لوگوں کے ساتھ خاتمہ اور رسولوں کی وساطت سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے کی دعا ہے۔

Marfat.com

سورہ بقرہ کی ابتداء میں فرمایا تھا : متقی لوگ ہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (البقرہ : ۵۔۴) اور سورہ آل عمران کے آخر میں فرمایا ہے : اور اللہ سے ڈرتے رہو (تقویٰ پر قائم رہو) تاکہ تم فلاح پاؤ (آل عمران : ۲۰۰) اس طرح سورہ بقرہ کی ابتداء اور سورہ آل عمران کی انتہاء میں یکسانیت ہے۔

سورہ آل عمران کے مضامین کا خلاصہ

سورہ بقرہ میں جس طرح اصول اور فروع' عقائد اور احکام کو بیان کیا گیا تھا اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی عقائد اور احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ عقائد میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کو بیان کیا گیا ہے اور عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے اور تثلیث کے معتقد تھے ان کے شبہات کو زائل کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی صداقت کو بیان فرمایا ہے اور قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں اہل کتاب کے جو شکوک اور شبہات تھے ان کا ازالہ کیا گیا ہے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا گیا ہے۔ تقریباً" نصف سورت عیسائیت کے رد پر مشتمل ہے اور تہائی سورت میں یہود کے قبائح اور جرائم بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مناقشات کا ذکر کیا گیا ہے۔ احکام شرعیہ میں فرضیت حج اور جہاد کو بیان فرمایا ہے۔ سود کی تحریم کو بیان کیا ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا کا ذکر فرمایا ہے اور منافقین پر زجروتوبیخ کی ہے۔ عقائد اور احکام شرعیہ کی مناسبت سے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں غوروفکر کرنے اور آسمانوں اور زمینوں میں جو اسرار اور عجائبات ہیں ان میں تفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ جہاد پر صبرواستقامت کے ساتھ ثابت قدم رہنے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی تلقین کی ہے چنانچہ فرمایا ہے : اے ایمان والو صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (آل عمران : ۲۰۰)

سورہ آل عمران کی ابتدائی دس آیتیں قرآن مجید اور اس کے ماننے والوں کے احکام سے متعلق ہیں آیت : ۱۱ سے لے کر آیت : ۳۲ تک کا تعلق جنگ بدر کے ساتھ ہے اور اس کا زمانہ نزول ۲ھ ہے آیت : ۳۳ سے آیت : ۷۱ تک اڑتیس آیات ۹ھ میں نازل ہوئیں جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ان آیتوں میں عقیدہ تثلیث کو باطل کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام نبوت اور آپ کی وجاہت وکرامت کو بھی بیان فرمایا ہے اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اللہ کی توحید کو اس طرح بیان کرتے ہیں جس سے انبیاء علیہم السلام کی وجاہت اور اولیاء عظام کی کرامت میں کمی آتی ہے اور وہ نبیوں اور ولیوں کی شان کم کرنے کو ہی اللہ کی تعظیم اور کبریائی گردانتے ہیں۔ آیت : ۲۷ سے آیت ۱۲۹ تک کا زمانہ نزول بھی ۲ھ ہے' ۲۷ سے ۸۰ تک آٹھ آیتوں میں یہود کا رد کیا گیا ہے آیت : ۸۴ تک حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ی نبوت کا بیان فرمایا ہے اور تمام نبیوں اور رسولوں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کے میثاق لینے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت ۹۲ تک یہ بیان فرمایا ہے اسلام کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں ہے اور اسلام قبول نہ کرنے والوں کے لئے وعید شدید اور اخروی عذاب کو بیان فرمایا ہے۔ آیت ۹۳ سے آیت ۹۹ تک پھر یہود کا رد فرمایا ہے' آیت ۱۰۰ سے آیت ۱۲۰ تک مسلمانوں سے خطاب ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسلام کی ڈوری سے منسلک کر دیا اور وہ دوزخ کے آخری کنارے پر پہنچ چکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی۔ ان کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ وہ آپس میں متحد رہیں اور ان

Marfat.com

کو خیر امت قرار دیا' اور ان کو بار بار یہ تاکید کی ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور اپنے راز کی باتوں سے انہیں مطلع نہ کریں اور ان ہی آیتوں کے ضمن میں موقع اور محل کی مناسبت سے جگہ جگہ یہود کا رد بھی فرمایا ہے آیت ۱۲۱ سے ۱۲۷ تک جنگ بدر سے متعلق ہیں آیت ۱۲۸ میں نبی ﷺ کو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ آیت ۱۲۹ بھی اسی کا تتمہ ہے آیت ۱۳۰ سے آیت ۱۳۸ تک پھر مسلمانوں سے خطاب ہے ان پر سودی کاروبار کو حرام فرمایا ہے اور صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے اور گناہ کے بعد فوراً" توبہ کرنے کی تلقین کی ہے۔ آیت ۱۳۹ سے لے کر آیت ۲۰۰ تک کا تعلق جنگ احد کے ساتھ ہے ان آیات میں مسلمانوں کو اس لغزش پر تنبیہہ کی ہے جس کی وجہ سے ان کو جنگ احد میں ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس ہزیمت کے نتیجہ میں مسلمان جو افسردہ اور بددل ہوگئے تھے ان کی ہمت بندھائی ہے اور ان کو حوصلہ فراہم کیا ہے۔

جنگ بدر کے متعلق زیادہ تفصیل سورہ الانفال میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ رجب کے مہینہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایک کافر عمرو بن الحضرمی قتل ہوگیا تھا نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور صحابہ نے بھی حضرت عبداللہ بن حجش رضی اللہ عنہ سے نہایت برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم ماہ حرام میں لڑے حالانکہ اس مہینہ میں تم کو لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ حضرمی کے قتل نے تمام اہل مکہ کو جوش انتقام سے لبریز کردیا تھا اسی اثناء میں ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا اور ابھی وہ شام ہی میں تھا کہ یہ خبر وہاں مشہور ہوگئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں ابوسفیان نے وہیں سے مکہ خبر بھیج دی قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کردیں اور مدینہ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ قریش ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدافعت کا قصد کیا اور معرکہ بدر پیش آگیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے صرف چودہ نفوس قدسیہ شہید ہوئے ہیں جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے لیکن دوسری طرف قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور صنادید قریش میں سے جو لوگ بہادری اور مردانگی میں نام آور تھے سب ایک ایک کرکے مارے گئے ان میں شیبہ' عتبہ' ابوجہل' ابوالبختری' زمعہ بن الاسود' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف وغیرھم تھے۔ ستر کافر قتل کئے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اسیران جنگ کے ساتھ نبی ﷺ نے بہت رحم دلانہ سلوک کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان تمام کافر قیدیوں کو قتل کردیا جائے' اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے' نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ ان تمام امور پر تفصیلی بحث انشاء اللہ سورہ الانفال کی تفسیر میں آئے گی۔

معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے تمام مخالفین اسلام چونک پڑے۔ وہ اسلام کی دعوت اور تحریک کو اتنا قوی اور موثر خیال نہیں کرتے تھے اس لئے وہ سب اسلام کی اس تحریک کو اپنے لئے خطرہ خیال کرنے لگے۔ ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے اطراف مدینہ کے یہودیوں سے جو معاہدے کئے تھے ان لوگوں نے ان کا مطلقاً لحاظ نہیں کیا اور جنگ بدر کے موقع پر ان اہل کتاب کی تمام ہمدردیاں کفار اور مشرکین کے ساتھ تھیں۔ جب ان لوگوں کی عہد شکنیاں حد سے تجاوز کرگئیں تو نبی ﷺ نے بنو قینقاع پر حملہ کیا اور ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا۔ یہ یہودیوں کا سب سے زیادہ شریر قبیلہ تھا لیکن اس اقدام سے دوسرے یہودی قبائل کی آتش عناد اور بھڑک اٹھی اور انہوں نے مدینہ کے منافقوں اور حجاز کے

Marfat.com

مشرک قبیلوں کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں ادھر بدر کی شکست کے بعد قریش مکہ کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی یہودیوں نے اس پر مزید تیل چھڑکا' اس کے نتیجہ میں معرکہ بدر کے ایک سال بعد مکہ سے تین ہزار مشرکوں کا زبردست لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا اور احد پہاڑ کے دامن میں وہ جنگ برپا ہوئی جو غزوہ احد کے نام سے مشہور ہے۔ مدینہ کی مدافعت کے لئے نبی ﷺ کے ساتھ ایک ہزار نفوس نکلے تھے مگر راستہ سے تین سو منافق اچانک پلٹ گئے اور آپ کے ساتھ جو سات سو نفوس رہ گئے تھے ان میں بھی منافقین کی ایک چھوٹی سی تعداد شامل تھی جس نے دوران جنگ مسلمانوں کے درمیان فتنہ پیدا کرنے کی سعی بسیار کی' جنگ احد میں مسلمانوں کو جو ہزیمت اٹھانی پڑی اس میں منافقوں کی فتنہ انگیزیوں کے علاوہ مسلمانوں کی اپنی کمزوریوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ تھا۔ قرآن مجید کی اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے اور اصلاح کا طریقہ کار بتلایا ہے۔ نبی ﷺ نے احد پہاڑ کے ایک درہ پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس کے قریب تیراندازوں کا ایک دستہ متعین فرما دیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ فتح ہو یا شکست وہ لوگ اس جگہ سے نہ ہٹیں' مسلمانوں کے زبردست حملوں کی وجہ سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بدحواسی میں پیچھے ہٹے اور مطلع جنگ صاف ہو گیا لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ مار شروع کر دی یہ سماں دیکھ کر جو تیرانداز پشت پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی اس درہ کی حفاظت چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف لپکے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت روکا لیکن وہ نہ رکے خالد بن ولید اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حملہ آوروں میں تھے جب انہوں نے تیراندازوں کی جگہ خالی دیکھی تو عقب سے حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ چند جانبازوں کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہو گئے' مسلمان لوٹ مار میں مصروف تھے اچانک مڑ کر دیکھا تو ان پر تلواریں برس رہی تھیں بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے اس خبر سے بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے' قریش نے جوش انتقام میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا اور ان کے اعضاء کاٹ ڈالے۔ ھند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور کچا چبا گئی اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا' اس سورت میں جنگ احد کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے" تاہم لائق غور چیز یہ ہے کہ پچاس کے قریب مسلمانوں نے نبی ﷺ کی حکم عدولی کی تو اللہ نے مسلمانوں کو یہ سزا دی کہ ان کی جیتی ہوئی جنگ کو ہار میں بدل دیا' اور یہ حکم عدولی صرف ایک بات میں تھی تو سوچئے کہ جب لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان دن رات سینکڑوں باتوں میں نبی ﷺ کی علی الاعلان حکم عدولی کریں گے تو وہ کس طرح کفار پر غالب آ سکتے ہیں۔ آج دنیا کے تمام مسلمان ملکوں میں مسلم اقوام ذلت اور پسپائی کی زندگی گزار رہی ہیں مسلمانوں کے بیشتر علاقے کافروں کے قبضہ میں ہیں بنو اسرائیل جن کو اللہ تعالیٰ نے مغضوب اور لعنتی قرار دیا ہے جن پر ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی ہے آج اس لعنتی مغضوب اور ذلیل قوم کے ہاتھوں مسلمان مسلسل خوار ہو رہے ہیں' اسرائیل نے مسلمانوں کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اور مسلمان عددی برتری اور دولت کے تفوق کے باوجود اپنے مقبوضہ علاقوں کو اس سے نہیں چھڑا سکے۔ آج امریکہ تمام دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور تمام مسلم ممالک اس کے اشارہ ابرو کے مطابق اپنے کار سلطنت چلانے پر مجبور ہیں کافر غالب ہے اور مسلمان مغلوب ہیں' احد کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے نبی ﷺ کے احکام سے روگردانی کی ان سے غلبہ جاتا رہا اور وہ محرومی' ہزیمت اور شکست سے دوچار ہو گئے اور کفار ان پر غالب آ گئے آج اگر ہم کفر کے غلبہ سے جان چھڑانا چاہتے ہیں اور اپنے

Marfat.com

مقبوضہ علاقے کافروں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں اور کافروں کی اجارہ داری اور بالادستی ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اجتماعی طور پر روٹھے ہوئے خدا کو منانا ہوگا اور ہم نے اپنی انفرادی اور اجتماعی اور نجی اور قومی زندگی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی جو خلاف ورزیاں اپنا معمول اور دستور بنائی ہوئی ہیں ان کو یکسر ترک کرنا ہوگا اور اپنی معیشت' معاشرت' ثقافت' سیاست اور حکومت غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی احکام اور اقدار کو جاری کرنا ہوگا اور ایمان محکم کے تقاضوں سے اپنی نجی اور قومی زندگی کو آراستہ کرنا ہوگا پھر کفر کی محکومی اور غلامی کی زنجیریں خود بخود کٹ جائیں گی مسلمانوں کو ایک بار پھر عروج ہوگا اور تمام دنیا کی امامت اور قیادت مسلمانوں کے ہی ہاتھوں میں ہوگی۔ پھر صرف مسلمان ہی دنیا کی واحد سپرپاور ہوں گے۔ غزوہ احد میں نبی ﷺ کی حکم عدولی کے بعد شکست خوردہ اور حوصلہ ہارے ہوئے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا تھا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران : ۱۳۹)

سستی نہ کرو اور غمزدہ نہ ہو تم ہی سب سے سربلند اور سب پر غالب رہو گے بشرطیکہ تم کامل مومن ہو۔

Marfat.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۃ آل عمران مدنی ہے، اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	اٰيَاتُهَا ۲۰۰	رُكُوْعَاتُهَا ۲۰
سورۃ آل عمران مدنی ہے	اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے	آیتیں ۲۰۰	رکوع ۲۰

الٓمّٓ ۟ۙ (۱) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۭ (۲) نَزَّلَ عَلَيْكَ

الف لام میم ○ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظامِ عالم کو قائم کرنے والا ہے ○

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ

اس نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے تورات

الْاِنْجِيْلَ ۙ (۳) مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ

اور انجیل کو نازل کیا ○ اس (کتاب) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اور فرقان (حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا) نازل کیا،

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ

بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۭ (۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ

غالب انتقام والا ہے ○ بیشک اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے زمین میں

وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۭ (۵) هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ

اور نہ آسمان میں ○ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا

يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۶)

ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

سورہ بقرہ کی آخری اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں میں مناسبت

سورہ بقرہ کی آخری آیت یہ تھی: "تو ہمارا مولیٰ (مالک اور مددگار) ہے سو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما"۔ اس

Marfat.com

دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران پیش کردی جس میں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات نازل فرمائیں۔ جن کی وجہ سے نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں پر غلبہ حاصل فرمایا۔ اس طرح اس دعا کی استجابت ظاہر ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۹ھ میں نجران سے ساٹھ عیسائیوں کا ایک وفد آیا۔ ان کا سردار عاقب عبدالمسیح تھا اور ان کا عالم ابوحارثہ بن علقمہ تھا انہوں نے کئی روز مدینہ میں قیام کیا اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مناظرہ کرتے رہے۔ وہ کبھی کہتے کہ حضرت عیسیٰ اللہ ہیں کبھی کہتے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور کبھی کہتے کہ وہ تین میں کے تیسرے ہیں' اور رسول اللہ ﷺ ان کو یہ بتاتے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ہیں اور یہ صفات حضرت عیسیٰ میں نہیں ہیں۔ وہ یہ تسلیم کرتے اور عناداً" انکار کرتے۔ آخر انہوں نے کہا کیا آپ حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور اس کی (پسندیدہ) روح نہیں مانتے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں اسی سے زیادہ آیات ان کے رد میں نازل فرمائیں اور عیسائیوں کی بدعقیدگیوں کا رد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جو وہ بیٹے اور بیوی کا اعتقاد رکھتے ہیں اس کا قوی دلائل سے رد فرمایا اور حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور جب ان تمام دلائل کے باوجود عیسائی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن وہ آپ سے مباہلہ کرنے کی جرات نہ کرسکے۔

دوسری مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آخری آیتوں میں فرمایا تھا: "رسول پر ان کے رب کی طرف سے جو کلام نازل کیا گیا وہ اس پر ایمان لائے اور مومنین بھی ایمان لائے" اس لئے آل عمران کی ابتدائی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات' رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کی صفات اور آپ کے علاوہ دیگر رسولوں پر نازل ہونے والی کتابوں کی صفات بیان کی گئیں۔

سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول اور نصاریٰ نجران کے ساتھ آپ کے مناظرہ کا بیان

جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات نجران کے عیسائیوں کے رد میں نازل ہوئی ہیں امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ربیع بیان کرتے ہیں کہ نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے متعلق بحث کرنے لگے اور کہنے لگے بتایئے حضرت عیسیٰ کا باپ کون ہے؟ اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے' انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی' انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم کرنے والا ہے اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور اس کو رزق دینے والا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا عیسیٰ علیہ السلام ان میں کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے علم دیئے بغیر عیسیٰ علیہ السلام کو کسی چیز کا علم ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا ہمارے رب نے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہا حضرت عیسیٰ کی صورت بنائی کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ ہمارا رب نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے نہ اس کو

Marfat.com

حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی ماں کے پیٹ میں اس طرح رہے جس طرح عورتوں کو حمل ہوتا ہے۔ پھر ان کو وضع حمل ہوا جس طرح عورتوں کو وضع حمل ہوتا ہے جب حضرت عیسیٰ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو ان کو غذا دی گئی جس طرح بچہ کو غذا دی جاتی ہے۔ پھر وہ کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے اور ان کو حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا تھا' انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر جس شخص کی یہ صفات ہوں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ (آپ پہلے فرما چکے تھے کہ ہر بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور آپ نے جو بعد میں تقریر کی اس سے واضح ہو گیا کہ ممکن واجب کے' حادث قدیم کے اور محتاج مستغنی کے مشابہ نہیں ہو سکتا) آپ کی اس تقریر سے وہ جان گئے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے لیکن انہوں نے عناداً" انکار کیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں الف لام میم ○ اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۰۹-۱۰۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : الف' لام' میم۔ (آل عمران : ۱)

الف' لام' میم حروف مقطعات ہیں بعض علماء نے کہا سورت کی ابتداء میں ان حروف کو تنبیہ کے لئے لایا گیا ہے جیسے "الا" اور "یا" کو مخاطب کی تنبیہ کے لئے لایا جاتا ہے۔ بعض دوسرے علماء نے ان حروف کی اور تاویلات کی ہیں۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہیں' اس لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو ان کا علم ہے یا جن عرفاء کاملین کو نبی ﷺ کی بارگاہ سے ان حروف کا علم عطا ہوا۔ اس کی پوری تحقیق اور مفصل بحث ہم سورہ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے (آل عمران : ۲)

سورہ بقرہ میں آیت الکرسی کی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا معنی ہے مستحق عبادت "حی" کا معنی ہے صاحب حیات' اور حیات کا معنی ہے ایسی صفت جو احساس' حرکت بالارادہ اور علم کے ساتھ اتصاف کو مستلزم ہو اور "قیوم" کا معنی ہے ہر چیز کو قائم کرنے والا' اس کے وجود اور بقاء کی حفاظت کرنے والا اور اس کے حقوق کی رعایت کرنے والا۔

موجودہ انجیل کی شہادت سے حضرت مسیح کا خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا وہ تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے لہذا سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ موجودہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بھوک لگتی تھی ان کو سولی دی گئی اور وہ درد سے چلائے۔ اور ظاہر ہے جس کا یہ حال ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

متی کی انجیل میں ہے :

اور صبح کو پھر شہر جا رہا تھا اسے بھوک لگی۔ متی باب : ۲۱ آیت : ۱۸

اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کے اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔ متی باب : ۲۷ آیت : ۴۰-۳۹

Marfat.com

اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز کے ساتھ چلا کر کہا کہ ایلی۔ ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ متی باب : ۲۷ آیت : ۴۶

یسوع نے پھر بڑی آواز کے ساتھ چلا کر جان دے دی۔ متی باب : ۲۷ آیت : ۵۰

ان اقتباسات کو پڑھ کر کوئی صاحب عقل یہ باور نہیں کر سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے تھے البتہ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

قرآن مجید کا کتاب حق ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اس نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے تورات اور انجیل کو نازل کیا ۝ اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور فرقان (حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا) نازل کیا' بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب منتقم ہے۔ (آل عمران ۴۔۳)

جمہور مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور تنزیل کا معنی ہے کسی چیز کو بتدریج نازل کرنا۔ اور قرآن مجید آپ پر ضرورت اور مصلحت کے اعتبار سے ۲۳ سال میں نازل ہوا ہے حق کا معنی ہے صدق' قرآن کریم کی دی ہوئی ماضی کی خبریں اور مستقبل کی پیش گوئیاں سب صادق ہیں اور قرآن مجید کے وعد اور وعید بھی صادق ہیں۔ اس لئے قرآن مجید حق ہے' حق کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس وقت اس مقدار اور اس کیفیت میں آئی ہو کہ جس وقت' مقدار اور جس کیفیت میں اس کو ہونا چاہئے' اس لحاظ سے قرآن کریم کے احکام بھی حق ہیں کیونکہ وہ احکام صحیح وقت میں نازل ہوئے' صحیح مقدار (مثلاً" کتنے فرائض ہوں) اور صحیح کیفیت (مثلاً" کون سی چیز فرض کی جائے اور کون سی حرام) کے ساتھ نازل ہوئے' اس لئے قرآن مجید کی خبریں اور وعدے اور وعیدات بھی حق ہیں کیونکہ وہ صادق ہیں اور قرآن مجید کے احکام بھی حق ہیں کیونکہ وہ صحیح وقت' صحیح مقدار اور صحیح کیفیت کے ساتھ نازل ہوئے ہیں اس آیت میں تورات اور انجیل کا ذکر ہے پہلے ہم تورات کی تحقیق کریں گے اس کے بعد انجیل کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

تورات کا معنی' مصداق اور لفظی تحقیق

بعض علماء نے کہا ہے کہ تورات کا لفظ توریہ سے ماخوذ ہے' توریہ کنایہ کو کہتے ہیں چونکہ تورات میں زیادہ تر مثالیں ہیں اس لئے اس کو توریہ کہا گیا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں تورات کا معنی شریعت ہے۔ یہ دوسری رائے زیادہ صحیح ہے۔

تورات موجودہ بائبل (کتاب مقدس) کا ایک حصہ ہے' کتاب مقدس کے دو اہم حصے ہیں۔ (۱) پرانا عہد نامہ (۲) نیا عہد نامہ۔ پرانا عہد نامہ نئے عہد نامے سے نسبتاً" زیادہ ضخیم ہے' کل بائبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے لیکن یہودیوں کی مذہبی کتاب صرف پرانا عہد نامہ ہے۔

پرانے عہد نامہ کے مشمولات

پرانا عہد نامہ یہودیوں کے مختلف مقدس صحیفوں کا مجموعہ ہے علماء یہود نے عہد نامہ قدیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا

Marfat.com

ہے۔ (۱) تورات (۲) صحائف انبیاء (۳) صحائف مقدسہ۔ تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں بنی نوع بشر کی پیدائش سے لے کر بنی اسرائیل کی تاریخ تک اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک بحث کی گئی ہے' بنی اسرائیل کے لئے جو معاشرتی قوانین اور عبادات کے طریقے وضع کئے گئے تھے وہ سب اس میں مندرج ہیں۔ اصل تورات حسب ذیل پانچ صحیفوں پر مشتمل ہے۔

اصل تورات کے مشمولات

(۱) تکوین : اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے لوگوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں تاکہ آل یعقوب کی اہمیت نمایاں ہو اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام پیدائش ہے۔

(۲) خروج : اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر ان کے اعلان نبوت اور کوہ طور پر جانے اور ان کو احکام دیئے جانے تک کے احوال مذکور ہیں۔

(۳) لاویین : اس میں خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل کی عبادتوں کے طریقہ کا ذکر ہے اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام احبار ہے۔

(۴) اعداد : اس میں خروج کے بعد کے بنی اسرائیل کے احوال مذکور ہیں کہ کس طرح بنی اسرائیل نے اردن اور ماوراء اردن کا علاقہ فتح کیا نیز اس میں تدریجی احکام اور قوانین کا بھی ذکر ہے اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام گنتی ہے۔

(۵) تثنیہ : اس میں تاریخی پس منظر پر نظر ڈالی گئی ہے اور قوانین کا ایک مجموعہ پیش کیا ہے' یہ صحیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔ یہ پانچ صحائف اصل تورات ہیں اس کے علاوہ عہد نامہ قدیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد میں آنے والے انبیاء پر نازل ہونے والے صحیفوں کو بھی شامل کیا گیا ہے مثلاً "یوشع' قضاۃ صموئیل اور ملوک وغیرہ' زبور بھی ان صحائف میں شامل ہے بعض صحائف بعض صحائف کا جزو ہیں یہ کل ۳۴ صحیفے ہیں عہد نامہ قدیم (اردو) میں تورات کے پانچ صحائف کے بعد یہ ۳۴ صحائف شامل ہیں شروع میں ان ۳۹ صحائف کی فہرست ہے یہ تمام صحائف عبرانی زبان میں تھے البتہ دانیال اور عزرا آرامی زبان میں تھے۔

موجودہ تورات کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء اور مفکرین کا نظریہ

پہلی صدی عیسوی تک تمام یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ تورات باقی تمام صحائف سمیت یعنی مکمل عہد نامہ قدیم لفظاً" لفظاً" وحی منزل من اللہ ہے اور جو کچھ بھی بین الدفتین (اس جلد میں) ہے۔ وہ اللہ کا کلام ہے۔ اوریجن متوفی ۲۵۴ء پہلا عیسائی عالم تھا جس نے یہ اعتراف کیا کہ عہد نامہ قدیم کی بعض عبارتیں معنوی طور سے صحیح نہیں ہیں اور بعض عبارات اخلاقی اعتبار سے پست اور مذموم ہیں ایک اور عیسائی عالم پوفری متوفی ۳۰۴ء نے یہ خیال ظاہر کیا کہ صحیفہ دانیال بابل کی جلاوطنی کے زمانہ میں نہیں لکھا گیا بلکہ چار صدی بعد ضبط تحریر میں آیا' اسی طرح ایک ہسپانوی یہودی عالم ابن عزراء متوفی ۱۱۶۷ء نے تحقیق کی کہ صحائف خمسہ (تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کی تالیف ہیں' ایک فاضل جرمن عالم رانماروس متوفی ۱۷۶۷ء نے ایک ضخیم تصنیف شائع کی جس میں اس نے بائبل کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کیا' اسی طرح اور بہت سے محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ تورات حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد تالیف کی گئی ہے اور موجودہ تورات مع بقیہ صحائف وحی الٰہی نہیں ہیں۔

Marfat.com

حوادث روزگار کے ہاتھوں تورات کا تلف ہو جانا

تاریخ سے ثابت ہے کہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں تورات کئی بار تلف ہوئی ۷۰۵ قبل مسیح سے ۱۳۵ء تک فلسطین مسلسل مختلف حملہ آوروں اور فاتحین کی جولانگاہ بنا رہا۔ ۷۰۰ ق م میں سنے کرب حملہ آور ہوا اور یروشلم کا محاصرہ کیا۔ ۵۸۶ ق م میں بخت نصر حملہ آور ہوا اور یروشلم کو تباہ کر دیا۔ اس تباہی میں تورات خاکستر ہو گئی اور یہودیوں کو مملکت بابل میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ۵۳۸ ق م سے لے کر ۳۳۲ ق م تک فلسطین ایران کے زیر اقتدار رہا۔ ۳۳۲ ق م سے لے کر ۳۲۳ ق م تک فلسطین سکندر اعظم کے زیر اقتدار رہا اور ۶۳ ق م سے لے کر ۳۹۵ء تک فلسطین سلطنت روما کے زیر اقتدار رہا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ یہودیوں کے اصل صحائف مقدسہ حوادث زمانہ کی نذر ہو گئے۔

تورات کی نشأۃ ثانیہ

اس بات کا کوئی محقق تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ موجودہ صحائف تورات کب مرتب ہوئے عام خیال یہ ہے کہ عزرا نبی (حضرت عزیر) نے ان کو دوبارہ مرتب کیا ایک مروجہ روایت کے مطابق حضرت عزرا نے ۹۴ صحائف ۴۰ روز میں پانچ کاتبوں کو لکھوائے جن میں سے ۳۴ صحائف اب عہد نامہ قدیم میں شامل ہیں اور باقی ۶۰ صحائف غیر مستند قرار دیئے گئے (انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا)۔ عہد قدیم کا قدیم ترین نسخہ ۹۱۶ء کا تحریر شدہ ہے دوسری صدی عیسوی سے پہلے جو مخطوطات تھے وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے عبرانی متن میں ایسے آثار بھی پائے جاتے ہیں جن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اوائل زمانہ میں عبارت میں ردوبدل کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اتنا تو خود علماء یہود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تورات میں ۱۸ مقامات ایسے ہیں جہاں اوائل زمانہ میں کاتبوں نے عمداً تبدیلیاں کیں' یہ تمام صحائف ایک مولف کے مرتب کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان میں رفتہ رفتہ اضافے ہوتے رہے اور وہ کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد موجودہ شکل میں پہنچے ہیں۔

یہود اصل تورات کو گم کر چکے تھے اور موجودہ تورات بعد میں مرتب کی گئی ہے اس کی شہادت پرانے عہد نامے میں بھی موجود ہے' کیونکہ پرانے عہد نامے میں لکھا ہے کہ جب یوسیاہ بادشاہ کے اٹھارویں برس میں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ مرمت ہوئی تو تورات اچانک مل گئی۔

اور سردار کاہن خلقیاہ نے سافن منشی سے کہا کہ مجھے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب ملی ہے اور خلقیاہ نے وہ کتاب سافن کو دی اور اس نے اس کو پڑھا ○ اور سافن منشی بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرے خادموں نے وہ نقدی جو ہیکل میں ملی لے کر ان کارگزاروں کے ہاتھ میں سپرد کی جو خداوند کے گھر کی نگرانی رکھتے ہیں ○ اور سافن منشی نے بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ خلقیاہ کاہن نے ایک کتاب میرے حوالہ کی ہے اور سافن نے اسے بادشاہ کے حضور پڑھا ○ جب بادشاہ نے توریت کی کتاب کی باتیں سنیں تو اپنے کپڑے پھاڑے ○ اور بادشاہ نے خلقیاہ کاہن اور سافن کے لئے اخی قام اور میکایاہ کے بیٹے عکبور اور سافن منشی اور عسایاہ کو جو بادشاہ کا ملازم تھا یہ حکم دیا کہ ○ یہ کتاب جو ملی ہے اس کی باتوں کے بارے میں تم جا کر میری اور سب لوگوں اور سارے یہوداہ کی طرف سے خداوند سے دریافت کرو کیونکہ خداوند کا بڑا غضب اس سبب سے ہم پر بھڑکا ہے کہ ہمارے باپ دادا نے اس کتاب کی باتوں کو نہ سنا کہ جو کچھ اس میں ہمارے بارے میں لکھا ہے اس کے مطابق عمل کرتے۔

(۲۔ سلاطین۔ باب : ۲۲ آیت : ۱۸۔۳) (عہد نامہ قدیم : ص ۳۸۸۔ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

Marfat.com

موجودہ تورات کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں

موجودہ تورات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق بہت ہی نازیبا اور توہین آمیز عبارات لکھی ہیں جس کتاب کے متعلق الہامی بلکہ کلام اللہ اور رشد وہدایت کا ذریعہ ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہو وہ کتاب یقیناً ایسی نہیں ہو سکتی!

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے :

اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ (پیدائش : باب : ۹ آیت : ۲۱-۲۰) (عہد نامہ قدیم ص ۱۱ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے :

اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے ○ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے ○ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ○ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی ○ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ○ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی ○ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں ○

(پیدائش باب : ۱۹ آیت : ۳۶-۳۰) (عہد نامہ قدیم ص ۱۹ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق ہے :

اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لئے دیوتا بنا دے ' جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہو گیا ○ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے ○ اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے کہ اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا ○ یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہو گی ○ اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انہوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں ○ پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے ○

(خروج : باب : ۳۲ آیت : ۶-۱) (عہد نامہ قدیم ص ۸۴ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے :

اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی ○ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت

Marfat.com

کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بنت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے؟ ○ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی ○ اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں ○ اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حتی اوریاہ کو میرے پاس بھیج دے سو یوآب نے حتی اوریاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا ○

(۲ سموئیل باب : ۱۱ آیت : ۷-۲) (عہد نامہ قدیم ص ۳۰۳ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

چند آیات کے بعد مذکور ہے :

صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا ○ اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جاں بحق ہو ○ اور یوں ہوا کہ جب یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اوریاہ کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ بہادر مرد ہیں ○ اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریاہ بھی مر گیا ○

(۲۔ سموئیل' باب ۱۱' آیت : ۱۸-۱۵) (عہد نامہ قدیم ص ۴-۳۰۳ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

اس کے بعد مذکور ہے :

جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی ○ اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کا ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا ○

(۲۔ سموئیل' باب ۱۱ آیت : ۲۷-۲۶) (عہد نامہ قدیم ص ۳۰۴ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے :

اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی' عمونی' ادومی' صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا ○ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی ○ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا ○ اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا ○ کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا ○ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا ○ اور سلیمان نے خدا کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔

(۱۔ سلاطین' باب : ۱۱ آیت ۷-۱) (عہد نامہ قدیم ص ۳۴۰ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

اس کے بعد مذکور ہے :

اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا۔ جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر ○ اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند

Marfat.com

نے دیا تھا۝ اس سبب سے خداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا اس لئے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا۝

(ا۔ سلاطین۔ باب : ۱۱ آیت : ۷۔۱)(عہد نامہ قدیم ص ۳۴۴ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

تورات سے جو اقتباسات ہم نے پیش کئے ہیں ان میں اس بات کی قوی شہادت ہے کہ موجودہ تورات مکمل وحی الٰہی نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی حد تک تحریف کر دی گئی ہے یہ کہنا تو صحیح نہیں کہ تورات تمام تر انسانی تالیف ہے کیونکہ اس میں اللہ کا کلام بھی موجود ہے اور ان ہی آیات کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے ان شاء اللہ العزیز۔ سردست ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تورات کے متعلق قرآن مجید کے کیا ارشادات ہیں :

اصل تورات کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات

قرآن مجید سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ تورات چند صحائف کا مجموعہ ہے :

اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِىۡ صُحُفِ مُوۡسٰى۔ (النجم : ۳۶)

کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات میں اصول اور معتقدات بھی بیان کئے گئے تھے اور تمام فروعی مسائل اور احکام شرعیہ کے لئے بھی ہدایت دی گئی تھی اور وہ بنو اسرائیل کے لئے مکمل دستور حیات تھا۔

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ (بنو اسرائیل : ۲)

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔

وَكَتَبۡنَا لَهٗ فِى الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡعِظَةً وَّتَفۡصِيۡلًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ‌ۚ (الاعراف : ۱۴۵)

اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر شے سے نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

قرآن مجید نے تورات کو ضیاء' نصیحت' فرقان' ہدایت اور نور فرمایا :

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (الانبیاء : ۴۸)

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب دی جو متقین کے لئے روشنی اور نصیحت ہے۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ (القصص : ۴۳)

اور بیشک ہم نے پہلے زمانہ کی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی درآں حالیکہ اس میں لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے دلیلیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد کے انبیاء بھی تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰٮةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق انبیاء فیصلہ کرتے رہے جو ہمارے تابع فرمان تھے' (ان لوگوں کا فیصلہ کرتے رہے) جو یہودی تھے اور اسی

Marfat.com

كِتَابِ اللّٰهِ (المائدہ : ۴۴) کے مطابق اللہ والے اور علماء فیصلہ کرتے رہے کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔

یہ بھی قرآن مجید کا امتیاز ہے ورنہ کسی اور مذہبی کتاب نے کسی دوسری مذہبی کتاب کی اس قدر تعریف اور ستائش نہیں کی۔

موجودہ تورات کے محرف ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات

قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ یہودی خود کتاب کو تصنیف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ۔ (البقرہ : ۷۹)

سو ان لوگوں کے لئے عذاب ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب تصنیف کریں پھر کہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ تھوڑی قیمت حاصل کرلیں، سو ان کے لئے اس سبب سے عذاب ہے کہ انہوں نے کتاب تصنیف کی اور ان کے لئے اس کے معاوضہ میں کمائی حاصل کرنے کے سبب سے عذاب ہے۔

بعض اوقات یہود آیات کو بدل دیتے تھے اور بعض اوقات آیات کو چھپا دیتے تھے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ : ۴۲)

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔

بعض اوقات یہود تورات کا مطلب سمجھنے کے باوجود اس کی عبارت تبدیل کرتے تھے۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (البقرہ : ۷۵)

بے شک ان (یہود) میں سے ایک گروہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے تھے پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تحریف کردیتے تھے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ (المائدہ : ۱۳)

وہ کلام میں اس کی جگہوں سے تحریف کردیتے ہیں اور جس حصہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی وہ اس کو بھول گئے، اور آپ ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ (المائدہ : ۴۱)

اللہ کے کلام میں اس کے مواقع سے تحریف کردیتے ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ۔ (حم السجدة : ۴۵)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی سو اس میں اختلاف کیا گیا۔

موجودہ تورات کی تصدیق کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَآمِنُوا بِمَا أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (البقرہ : ۴۱)

اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

Marfat.com

فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ (البقرہ : ۹۷)

اس (جبریل) نے اللہ کے حکم سے (قرآن کو) آپ کے دل پر نازل کیا درآں حالیکہ وہ اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ۔ (المائدہ : ۴۸)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے درآں حالیکہ یہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس کی محافظ اور نگہبان ہے۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ (النمل : ۷۶)

بیشک یہ قرآن بنو اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

موجودہ تورات کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اصل تورات تلف ہو چکی تھی حضرت عزیر نے لوگوں سے سن کر تورات کی آیات کو جمع کیا تھا' بعد میں ان صحائف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کے حالات زندگی اور ان کی سیرت کے واقعات کو بھی لکھا گیا' جن پانچ صحائف کے مجموعہ کو تورات کہا جاتا ہے یعنی پیدائش' خروج' احبار' گنتی اور استثناء۔ ان میں سے پیدائش میں تو انبیاء سابقین کے حالات درج ہیں اور دوسرے چار صحیفوں میں حضرت موسیٰ اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام کے حالات درج ہیں اور ان ہی صحائف میں تورات کی آیات بھی ہیں ان میں سے بعض آیات بالکل اصل حالت میں موجود ہیں' قرآن مجید نے جو فرمایا ہے کہ وہ تورات کا مصدق ہے اس کا تعلق ان ہی آیات سے ہے ہم نے تورات کا مطالعہ کر کے بعض ان آیات کو تلاش کیا ہے جو قرآن کے معیار پر پوری اترتی ہیں' اور ہم اب ان آیات کو بیان کر رہے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ قرآن مجید کی تصدیق کا تعلق کن کن آیات سے ہے نیز یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قرآن مجید نے تورات کو محرف اور موضوع بھی فرمایا ہے اور اس کی تصدیق بھی کی ہے' اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کل موجودہ تورات کو قرآن مجید محرف اور موضوع نہیں فرماتا اور نہ کل کی تصدیق کرتا ہے' ہم نے تورات کی بعض محرف عبارات کی مثالیں پیش کی تھیں اور اب بعض اصل آیات کی مثالیں پیش کر رہے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ محرف آیات اور اصل آیات کی یہ بعض مثالیں ہیں کل نہیں ہیں۔

سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ (استثناء باب : ۵' آیت : ۴) (عہد نامہ قدیم : ص ۱۷۲)

اس کی تصدیق اس آیت میں ہے :

وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (البقرہ : ۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔

دیکھ آسمان اور آسمانوں کا آسمان اور زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب خداوند تیرے خدا ہی کا ہے۔

(استثناء باب ۱۰ آیت ۱۵) (عہد نامہ قدیم ۱۷۶)

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ (البقرہ : ۲۸۴)

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔

Marfat.com

تم اپنے لئے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو اس لئے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ (احبار' باب : ۲۶' آیت : ۱)(عہد نامہ قدیم : ۱۳۰)

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الذاریات : ۵۱)

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔ (الفرقان : ۳)

اور مشرکوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اپنے لئے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی نفع کے اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے کے۔

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے موجودہ تورات میں بھی یہ بشارتیں موجود ہیں :

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا ○ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں ○ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں ○ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا ○

(استثناء' باب : ۱۸' آیت : ۱۸-۱۵)(عہد نامہ قدیم : ۱۸۴)

وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ (استثناء باب : ۳۳ آیت : ۲)(عہد نامہ قدیم : ۲۰۱)

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف : ۱۵۷)

جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبہ : ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول آگیا اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے وہ تمہاری بھلائی چاہنے میں بہت حریص ہے اور مومنوں پر نہایت مشفق اور بہت مہربان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم : ۴-۳)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہی کہتا ہے جس کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔

خداوند تیرے خدا نے تجھ کو روئے زمین کی اور سب قوموں سے چن لیا ہے تاکہ اس کی خاص امت ٹھہرے۔

(استثناء' باب : ۷' آیت : ۶)(عہد نامہ قدیم : ۱۷۳)

Marfat.com

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ۔ (البقرہ : ۴۷)

اے بنو اسرائیل میرے اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے اور یہ کہ میں نے تم کو (اس زمانہ کی) تمام قوموں پر فضیلت دی۔

خداوند تم کو اپنے زوردار ہاتھ سے نکل لایا اور غلامی کے گھر یعنی مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھ سے تم کو مخلصی بخشی۔

(استثناء' باب : ۷' آیت : ۸)(عہد نامہ قدیم : ۱۷۳)

وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ (البقرہ : ۴۹)

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی۔

اور اس نے مصر کے لشکر اور ان کے گھوڑوں اور رتھوں کا کیا حال کیا اور کیسے اس نے بحر قلزم کے پانی میں ان کو غرق کیا جب وہ تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور خداوند نے ان کو کیسا ہلاک کیا کہ آج کے دن تک وہ نابود ہیں۔

(استثناء' باب : ۱۱' آیت : ۴)(عہد نامہ قدیم : ۱۷۷)

وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ (البقرہ : ۵۰)

اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو چیر دیا سو تم کو نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا در آں حالیکہ تم دیکھ رہے تھے۔

اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا پھر اسے کوٹ کوٹ کر ایسا پیسا کہ وہ گرد کی مانند باریک ہو گیا اور اس کی اس راکھ کو اس ندی میں جو پہاڑ سے نکل کر نیچے بہتی تھی ڈال دیا۔

(استثناء' باب : ۹' آیت : ۲۱)(عہد نامہ قدیم : ۱۷۵)

وَانۡظُرۡ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىۡ ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا (طٰہٰ : ۹۷)

(موسیٰ نے سامری سے کہا) اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا میں تو جم کر بیٹھا رہا' ہم اس کو ضرور جلا ڈالیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بہادیں گے۔

اور اس نے ان سے کہا خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو۔ اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً" تین ہزار مرد کھیت آئے۔

(خروج' باب : ۳۲' آیت : ۲۸-۲۷)(عہد نامہ قدیم : ۸۵)

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡٓا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ (البقرہ : ۵۴)

اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا اے میری امت بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا سو اپنے خالق کی طرف توبہ کرو' تو اپنی جانوں کو قتل کرو' تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے حق میں بہتر ہے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا جیسے خداوند تیرے خدا نے حکم دیا ہے۔

(استثناء' باب : ۲۷' آیت : ۱۶)(عہد نامہ قدیم : ۱۷۱)

Marfat.com

لعنت اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو حقیر جانے اور سب لوگ کہیں آمین۔ (استثناء' باب : ۲۷' آیت : ۱۵)(عہد نامہ قدیم : ۱۹۲)

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (بنو اسرائیل : ۲۴-۲۳)

اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا○ اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا اور کہنا کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا○ تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے○ تو اپنے بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا○ تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے○ تیرے باپ کی بیوی کی بیٹی جو تیرے باپ سے پیدا ہوتی ہے' تیری بہن ہے' تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا○ تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے○ تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے○ تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا وہ تیری چچی ہے○ تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا○ تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بھائی کا بدن ہے○ تو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کرکے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں یہ بڑی خباثت ہے○ تو اپنی سالی سے بیاہ کرکے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔

(احبار' باب : ۱۸' آیت : ۱۸-۷)(عہد نامہ قدیم : ۱۱۲-۱۱۱)

وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ○ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وَخٰلٰتُکُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ

جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو مگر جو گزر چکا ہے بے شک ایسا کام بے حیائی موجب غضب اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ تم پر حرام کی گئیں ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان کی وہ بیٹیاں جو تمہارے زیرپرورش ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم صحبت کرچکے ہو سو اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی ہے

Marfat.com

الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ (النساء : ۲۳-۲۲)

تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب سے ناپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لئے نہ جانا۔

(احبار' باب : ۱۸' آیت : ۱۹) (عہد نامہ قدیم : ۱۱۲)

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ (البقرہ : ۲۲۲)

عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

جو جانور آپ ہی مر جائے تم اسے مت کھانا۔ (استثناء' باب : ۱۴' آیت : ۲۱) (عہد نامہ قدیم : ۱۸۰)

فقط اتنی احتیاط ضرور رکھنا کہ تو خون کو نہ کھانا کیونکہ خون ہی تو جان ہے سو تو گوشت کے ساتھ جان کو ہر گز نہ کھانا۔

(استثناء' باب : ۱۲' آیت : ۲۳) (عہد نامہ قدیم : ۱۷۹)

اور سور کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لئے ناپاک ہے۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا۔ (احبار' باب : ۱۱' آیت : ۸-۷) (عہد نامہ قدیم : ۱۰۳)

اور مردار یا درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور کو کھانے سے وہ اپنے آپ کو نجس نہ کر لے۔

(احبار' باب : ۲۲' آیت : ۸) (عہد نامہ قدیم : ۱۱۵)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ (المائدہ : ۳)

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور (رگوں سے بہایا ہوا) خون' اور خنزیر کا گوشت اور جس پر وقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا' اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ سے مارا ہوا' اور گر کر مرا ہوا اور سینگ مارنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو مگر جس کو تم نے اللہ کے نام پر ذبح کر لیا ہو۔

اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے جان کا بدلہ جان' آنکھ کا بدلہ آنکھ' دانت کا بدلہ دانت' ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔ (استثناء' باب : ۱۹' آیت : ۲۱) (عہد نامہ قدیم : ۱۸۵)

اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ کو عیب دار بنائے تو جیسا اس نے کیا ویسا ہی اس سے کیا جائے ○ یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت۔ جیسا عیب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کر دیا ہے ویسا ہی اس میں بھی کر دیا جائے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ (المائدہ : ۴۵)

اور ہم نے ان پر تورات میں فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔

تو کسی گھناؤنی چیز کو مت کھانا ○ جن چوپایوں کو تم کھا سکتے ہو وہ یہ ہیں یعنی گائے بیل اور بھیڑ بکری ○ اور ہرن اور

Marfat.com

چکارا اور چھوٹا ہرن اور بزکوہی اور سابر اور نیل گائے اور جنگلی بھیڑ۔ (استثناء' باب : ۱۴' آیت : ۵-۳) (عہد نامہ قدیم ص ۱۸۰)

پاک پرندوں میں سے تم جسے چاہو کھا سکتے ہو ○ لیکن ان میں سے تم کسی کو نہ کھانا یعنی عقاب اور استخوان خوار اور بحری عقاب ○ اور چیل اور باز اور گدھ اور ان کی اقسام ○ ہر قسم کا کوا۔

(استثناء' باب : ۱۴' آیت : ۱۴-۱۱) (عہد نامہ قدیم ص ۱۸۰)

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف : ۱۵۷) وہ امی نبی ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں

تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا یا کسی ایسی چیز کا سود' جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے۔

(استثناء' باب : ۲۳' آیت : ۱۹) (عہد نامہ قدیم : ۱۸۸)

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ : ۲۷۵) اور اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔

جب تو خداوند اپنے خدا کی خاطر منت مانے تو اس کو پورا کرنے میں دیر نہ کرنا اس لئے کہ خداوند تیرا خدا ضرور اس کو تجھ سے طلب کرے گا تب تو گنہ گار ٹھہرے گا ○ لیکن اگر تو منت نہ مانے تو تیرا کوئی گناہ نہیں۔

(استثناء' باب : ۲۳' آیت : ۲۲) (عہد نامہ قدیم ص : ۱۸۸)

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج : ۲۹) اور (اللہ کے لئے مانی ہوئی) اپنی نذریں پوری کریں۔

تو اپنے قبیلہ کی سب بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے قاضی اور حاکم مقرر کرنا جو صداقت سے لوگوں کی عدالت کریں ○ تو انصاف کا خون نہ کرنا تو نہ تو کسی کی رو رعایت کرنا اور نہ رشوت لینا کیونکہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پلٹ دیتی ہے۔ (استثناء' باب : ۱۶' آیت : ۱۹-۱۸) (عہد نامہ قدیم ص ۱۸۲)

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء : ۵۸) اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ : ۱۸۸) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) جان بوجھ کر کھاؤ

اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو ○ تو میں تمہارے لئے بروقت مینہ برساؤں گا اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھلیں گے ○ یہاں تک کہ انگور جمع کرنے کے وقت تک تم داوتے رہو گے اور جوتنے بونے کے وقت تک انگور جمع کرو گے اور پیٹ بھر اپنی روٹی کھایا کرو گے اور چین سے اپنے ملک میں بسے رہو گے ○ اور میں ملک میں امن بخشوں گا اور تم سوؤ گے اور تم کو کوئی نہیں ڈرائے گا۔

(احبار' باب : ۲۶' آیت : ۶-۳) (عہد نامہ قدیم : ۱۴۰)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ : ۶۶) اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور ان (احکام) کو قائم رکھتے جو ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے نازل کئے گئے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

Marfat.com

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا○ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت کریں○ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا○ اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا○ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس کے شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا○ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں○ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا○ بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا○ تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔

(استثناء' باب : ۲۰' آیت : ۱۸۔۱۰)(عہد نامہ قدیم : ۱۸۶۔۱۸۵)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں○ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ (متی' باب : ۵' آیت : ۱۸۔۱۷)(نیا عہد نامہ : ۸)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو غور سے پڑھنا چاہیے اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں :

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۗ (التوبہ : ۵)

سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہرگھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ (محمد : ۴)

جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو پھر خواہ ان پر احسان کرکے انہیں (بلا معاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (حکم) یہی ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى

اور اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اس کو حرام قرار نہیں دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے ان

Marfat.com

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبہ : ۲۹) سے قتال کرو حتی کہ وہ مطیع ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اسلام کے نظریہ جہاد کی زیادہ وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے' اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے' پھر آپ فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو' اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تمہارا اپنے مشرکین دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا' اور جنگ سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو' اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کو وہ سہولتیں ملیں گی جو مہاجرین کو ملتی ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں' اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کریں تو ان کو یہ خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہو گا ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے لیکن ان کو مال غنیمت اور مال فے سے جہاد کے بغیر کوئی حصہ نہیں ملے گا' اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو' اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے اللہ اور اس کے رسول کو (کسی عہد پر) ضامن بنانا چاہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بنانا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا۔ الحدیث۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ)

اسلام کے نظریہ جہاد کی وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ تورات میں جس طرح کفار سے جزیہ لینے ورنہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے اسلام میں بھی یہی حکم ہے اور قرآن مجید اسی کا مصدق ہے باقی تفصیلات میں کچھ فرق ہے اسلام نے جہاد کو زیادہ بہتر اور معتدل انداز میں پیش کیا ہے اس ضمنی وضاحت کے بعد ہم پھر اصل موضوع کی طرف آ رہے ہیں :

اگر تیری بستیوں میں کہیں آپس کے خون یا آپس کے دعوئ یا آپس کی مار پیٹ کی بابت کوئی جھگڑے کی بات اٹھے اور اس کا فیصلہ کرنا تیرے لئے نہایت ہی مشکل ہو تو تو اٹھ کر اس جگہ جسے خداوند تیرا خدا اپنے گا جانا ○ اور لاوی کاہنوں اور ان دنوں کے قاضیوں کے پاس پہنچ کر ان سے دریافت کرنا اور وہ تجھ کو فیصلہ کی بات بتائیں گے۔

(استثناء' باب ۱۷' آیت : ۹-۸) (عہد نامہ قدیم ص ۱۸۳)

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

(النحل : ۴۳)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے ○ تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ (استثناء' باب : ۲۲' آیت : ۲۴-۲۳) (عہد نامہ قدیم : ۱۸۷)

Marfat.com

اس آیت کی تصدیق میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُکْمُ اللّٰهِ (المائدہ : ۴۳)

وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اور اس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔

سو یہ موجودہ تورات کی وہ آیات ہیں جن کا قرآن مجید مصدق ہے قرآن مجید کل موجودہ تورات کا مصدق نہیں ہے اور نہ کل موجودہ تورات کو محرف قرار دیتا ہے اور ہم نے موجودہ تورات سے دونوں قسم کی مثالیں پیش کردی ہیں۔

انجیل کا لفظی معنی' مصداق اور لفظی تحقیق

انجیل عبرانی زبان کا لفظ ہے عربی کے کسی لفظ سے مشتق نہیں ہے اور اس کا کوئی وزن نہیں ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ لفظ نجل سے مشتق ہے نجل زمین سے پھوٹنے والے پانی کو کہتے ہیں اور چشمہ کے فراخ کرنے کو بھی کہتے ہیں انجیل بھی احکام الٰہی کا سرچشمہ ہے اور اس میں تورات کے مشکل احکام کو آسان کیا گیا ہے اس لئے اس میں نجل کی مناسبت پائی جاتی ہے' زمخشری نے کہا ہے کہ تورات اور انجیل دونوں عجمی زبان کے لفظ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری نسلاً" اور مذہباً" عیسائی تھے اور ان کی مذہبی زبان عبرانی تھی یا مغربی آرامی' یونانی زبان میں انجیل کے معنی بشارت ہیں انجیل کو بشارت اسی لئے کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد ﷺ کی بشارت دی۔ قرآن مجید میں ہے :

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف : ۶)

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا : اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں در آں حالیکہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہے۔

انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات

ہر چند کہ اصل انجیل اب من وعن باقی نہیں ہے اور موجودہ اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تالیف کی گئی ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں جو خطبات اور کلمات طیبات ارشاد فرمائے تھے' آپ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے کافی عرصہ کے بعد آپ کے مختلف حواریوں اور شاگردوں نے آپ کی سیرت کو مرتب کیا اور اس سیرت میں اس وحی ربانی کو بھی درج کردیا جو حقیقت میں انجیل ہے' پھر اس میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تغیرات ہوتے رہے اور کمی بیشی اور تحریف ہوتی رہی' عبرانی زبان سے اس کو سو سے زیادہ زبانوں میں منتقل کیا گیا' اس وقت دنیا میں چار انجیلیں موجود ہیں۔ متی کی انجیل' مرقس کی انجیل' لوقا کی انجیل اور یوحنا کی انجیل یہ انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور آپ کی تعلیمات پر مشتمل ہیں اور رسولوں کے اعمال ہیں یعنی حواریوں کے اور پولس' پطرس' یوحنا اور یعقوب کے مکاتب ہیں یعنی خطوط' اور یوحنا کا مکاشفہ ہے' اور جو مجموعہ ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے اس کو نیا عہد نامہ کہتے ہیں' اس کو کتاب مقدس اور بائبل بھی کہتے ہیں' بائبل لاطینی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی مجموعہ کتب ہے' اور یہ لفظ الہامی نوشتوں کے مجموعہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیتھولک بائبل کے نوشتوں کی تعداد پروٹسٹنٹ بائبل کی تعداد سے زیادہ ہے ہم نے جو تفصیل درج کی ہے وہ پروٹسٹنٹ بائبل کے مطابق ہے۔

Marfat.com

انجیل کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ‌ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (المائدہ : ۴۶)

ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشان پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا در آں حالیکہ وہ تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس کے سامنے ہے اور (اصل انجیل) ہدایت اور نصیحت ہے متقین کے لئے۔

وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ‌ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤٮِٕكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (المائدہ : ۴۷)

اور انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَ كَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ (المائدہ : ۶۶)

اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو (احکام) ان کے لئے ان کے رب کی طرف نازل ہوئے کو قائم رکھتے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ حَتّٰى تُقِيۡمُوا التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ (المائدہ : ۶۸)

آپ کہئے اے اہل کتاب! تمہارا دیندار ہونا اس وقت تک غیر معتبر ہے جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور ان احکام کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں۔

موجودہ انجیل کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے

اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

(متی' باب : ۱۵' آیت : ۲۴) (نیا عہد نامہ ص ۱۹ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرٰٓءِيۡلَ (آل عمران : ۴۹) (مسیح عیسیٰ بن مریم) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔

اور ایک بڑی بھیڑ لنگڑوں' اندھوں' گونگوں' ٹنڈوں اور بہت سے بیماروں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس آئی اور ان کو اس کے پاس پاؤں میں ڈال دیا اور اس نے انہیں اچھا کر دیا۔

(متی' باب : ۱۵' آیت : ۳۰) (نیا عہد نامہ : ۱۹)

اور ایک کوڑھی نے اس کے پاس آکر منت کی اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس سے کہا اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے ○ اس نے اس پر ترس کھا کر ہاتھ بڑھایا اور اسے چھو کر اس سے کہا میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جا ○ اور فی الفور اس کا کوڑھ جاتا رہا اور وہ پاک صاف ہو گیا۔ (مرقس' باب : ۱' آیت : ۴۰) (نیا عہد نامہ : ۳۵)

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے لوگوں نے آکر کہا تیری بیٹی مر گئی ○ (الی قولہ) وہ اس پر ہنسنے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر جہاں لڑکی پڑی تھی اندر گیا ○ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا تلیتا قومی۔ جس کا ترجمہ

Marfat.com

ہے اے لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ ○ وہ لڑکی فی الفور اٹھ کر چلنے پھرنے لگی کیونکہ وہ بارہ برس کی تھی اس پر لوگ بہت ہی حیران ہوئے۔ (مرقس' باب : ۵' آیت : ۴۲-۳۵)(نیا عہد نامہ : ۳۹)

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (آل عمران : ۴۹)

میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو شفایاب کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک کہ سب کچھ پورا نہ ہو۔ (متی' باب : ۵' آیت : ۱۸-۱۷)(نیا عہد نامہ : ۸)

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (آل عمران : ۵۰)

میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے۔

اس نے ایک اور تمثیل ان کو سنائی کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا ○ تو وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ (متی' باب : ۱۳' آیت : ۳۲-۳۱)(نیا عہد نامہ ص ۱۷)

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ (الفتح : ۲۹)

انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی تو اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہو گئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی جو کاشتکار کو بہت اچھی لگتی ہے تاکہ کافروں کا دل جلائے۔

مانگو تو تم کو دیا جائے گا' ڈھونڈو تو پاؤ گے' دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔

(متی' باب : ۷' آیت : ۷)(نیا عہد نامہ : ۱۰)

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن : ۶۰)

اور آپ کے رب نے فرمایا تم مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کروں گا۔

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔

(متی' باب : ۶' آیت : ۱۹)(نیا عہد نامہ : ۹)

الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (الھمزۃ : ۴-۲)

جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا۔ ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔

بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔

(متی' باب : ۶' آیت : ۲۰)(نیا عہد نامہ ص ۹)

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ

مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے حضور ثواب کے لئے بہتر ہیں اور امید

Marfat.com

خَيْرٌ أَمَلًا (الکھف : ۴۶) — کے لئے بہت اچھی۔

میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں○ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا○ میں تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں جس طرح دنیا دیتی ہے میں تمہیں اس طرح نہیں دیتا۔ تمہارا دل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے○ تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے○ اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو○ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

(یوحنا' باب : ۱۴' آیت : ۳۰-۲۵)(نیا عہد نامہ : ۹۹)

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ (الاعراف : ۱۵۷)

جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

احکام اسلام بہ مقابلہ تعلیمات انجیل

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا○ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا○ بس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے○ اور اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے۔

(متی' باب : ۵' آیت : ۳۰-۲۷)(نیا عہد نامہ : ۸)

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کا مجاز نہیں ہے اگر اس کے کسی عضو سے گناہ ہو جائے تو وہ صدق دل سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف فرمادے گا۔

یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے○ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔

(متی' باب : ۵' آیت : ۳۲-۳۱)(نیا عہد نامہ : ۸)

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر بیوی کو بدچلنی کے علاوہ کسی اور سبب سے طلاق دی تو پھر بھی جائز ہے اور عدت کے بعد کوئی شخص اس سے نکاح کرلے تو یہ جائز ہے جائز نکاح کرنے کے بعد اس کے شوہر کا فعل زنا نہیں ہے۔

تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت○ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے○ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے○ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو اس سے اتنا ہی بدلہ لینا جائز ہے لیکن اسے معاف کر دینا زیادہ

Marfat.com

بہتر ہے اور برائی کے جواب میں نیکی کرنا اور بھی زیادہ بہتر ہے' لیکن کسی زیادتی اور برائی کرنے والے کو مزید زیادتی اور برائی کرنے کا موقع دینا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کے ساتھ بدخواہی کرنے کے مترادف ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ (الشوریٰ : ۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے پھر جو معاف کردے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ (الشوریٰ : ۴۳)

اور جو صبر کرے اور معاف کردے تو یقیناً یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ○ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ ○ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ ○ اور پوشاک کے لئے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو وہ کس طرح بڑھتے ہیں وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں۔ (متی' باب : ۶' آیت : ۲۸۔۲۵) (نیا عہد نامہ : ۹)

اسلام میں کھانے پینے اور پہننے کی فکر کرنا اور اس کے لئے حلال ذرائع سے کسب معاش کرنا پسندیدہ فعل ہے بہ شرطیکہ اس کے ساتھ ساتھ عبادت کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام کی اطاعت کرتا رہے۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ : ۱۰)

سو جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کا فضل تلاش کرو۔

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا۔ صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے کاش کہ اس کی طاقت اللہ کے راستے میں خرچ ہوتی! اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستے میں ہے جو قتل کردیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لئے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لئے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے گا وہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۷۲۔۲۷۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

جب شام ہوئی تو وہ ان بارہ کے ساتھ آیا ○ اور جب وہ بیٹھے کھا رہے تھے تو یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھے پکڑوائے گا ○ وہ دلگیر ہونے لگے اور ایک ایک کر کے اس سے کہنے لگے کیا میں ہوں؟ ○ اس نے ان سے کہا وہ بارہ میں سے ایک ہے جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے ○ کیونکہ ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے! اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا ہوتا ○ (مرقس' باب : ۱۴' آیت : ۲۱۔۱۷) (نیا عہد نامہ ۴۸)

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو ان بارہ میں سے تھا اور اس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آپہنچی ○ اور اس کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں

Marfat.com

بوسہ لوں وہی ہے اسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا ○ وہ آکر فی الفور اس کے پاس گیا اور کہا اے ربی! اور اس کے بوسے لئے ○ انہوں نے اس پر ہاتھ ڈال کر اسے پکڑ لیا ان میں سے جو پاس کھڑے تھے ایک نے تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے نوکر پر چلائی اور اس کا کان اڑا دیا ○ یسوع نے ان سے کہا کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟ ○ میں ہر روز تمہارے پاس ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا لیکن یہ اس لئے ہوا ہے کہ نوشتے پورے ہوں ○ اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے ○ مگر ایک جوان اپنے ننگے بدن پر مہین چادر اوڑھے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیا اسے لوگوں نے پکڑا ○ مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا۔ (مرقس' باب : ۱۴' آیت : ۵۲-۴۳)(نیا عہد نامہ : ۴۹)

انجیل کے اس بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے ایک نے حضرت عیسیٰ کو پکڑوایا اور جب مخالفین پکڑنے آئے تو تمام حواری حضرت عیسیٰ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے برعکس جب کفار قریش نے سیدنا حضرت محمد ﷺ کے گھر کا ننگی تلواروں کے ساتھ محاصرہ کیا تو حضرت علی آپ کی جگہ آپ کے بستر پر لیٹ گئے غار ثور میں حضرت ابوبکر نے سانپ کے بل پر اپنی ایڑی رکھ دی سانپ نے متواتر ڈنک مارے مگر حضرت ابوبکر نے اپنی ایڑی نہ ہٹائی مبادا آپ کو کوئی گزند پہنچے' صحیح مسلم میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا خدا کی قسم! آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں' صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت مقداد نے کہا ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں ہم تو آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے اور پیچھے سے لڑیں گے' امام بیہقی نے روایت کیا ہے جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے ابو زید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے اور تمہارے بجائے ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے پیر میں کانٹا چبھ جائے۔

اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز کے ساتھ چلا کر کہا ایلی۔ ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ (متی' باب: ۲۷' آیت: ۴۶) (نیا عہد نامہ: ۳۳)

انجیل کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے چھوڑ دیا اور سیدنا محمد ﷺ کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ (الضحیٰ : ۳)

انبیاء علیہم السلام کے متعلق کتاب مقدس میں لکھا ہے :

کہ نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں۔ ہاں میں نے اپنے گھر کے اندر ان کی شرارت دیکھی خداوند فرماتا ہے ○ اس لئے ان کی راہ ان کے حق میں ایسی ہوگی جیسے تاریکی میں پھسلنی جگہ وہ اس میں رگیدے جائیں گے اور وہاں گریں گے کیونکہ خداوند فرماتا ہے میں ان پر بلا لاؤں گا یعنی ان کی سزا کا سال ○ اور میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا ○ میں نے یروشلم کے نبیوں میں ایک ہولناک بات دیکھی وہ زنا کار جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں یہاں تک کہ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔

Marfat.com

(یرمیاہ' باب : ۲۳' آیت : ۱۴۔۱۱)(عہد نامہ قدیم : ۷۴۶)

قرآن مجید حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب' حضرت نوح' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحیٰی' حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے :

كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (الانعام : ۸۵) یہ سب ہدایت یافتہ اور صالح ہیں

اور حضرت اسمٰعیل' حضرت الیسع' حضرت یونس اور حضرت لوط کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (الانعام : ۸۶) اور ہم نے ان سب کو ان کے زمانہ میں تمام جہان والوں پر فضیلت دی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمانوں میں وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔(آل عمران : ۶۔۵)

علم محیط اور قدرت کاملہ پر الوہیت کی بناء کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا

اللہ تعالیٰ تمام کلیات اور جزئیات اور ہر بڑی اور چھوٹی چیز کا جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آسمان اور زمین کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ان میں سب سے بڑی چیز آسمان اور زمین ہے سو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلالت کرتی ہے اور یہ جو فرمایا ہے وہ ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے اور کمال علم اور کامل قدرت پر ہی الوہیت کا مدار ہے کیونکہ مخلوق کو پیدا کرنا اس کو قائم رکھنا ان کی ضروریات اور ان کی بہتری کی چیزوں کو فراہم کرنا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنا اور اس کے مطابق ان کو جزاء اور سزا دینا یہ تمام امور وہی انجام دے سکتا ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہو اور اس کو ہر چیز پر قدرت ہو۔

اس آیت میں عیسائیوں کا رد کیا گیا ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتے تھے اور ان کا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبریں دیتے تھے یہ ان کا کمال علم ہے' اور وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ کمال قدرت ہے' اور علم اور قدرت کے کمال پر ہی مدار الوہیت ہے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کو زائل فرمایا ہے کہ اللہ (خدا) وہ ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو دو چار غیب کی باتیں جان لینے سے کوئی شخص خدا نہیں ہوتا' جب کہ وہ دو چار باتیں بھی خدا کی بتائی ہوئی ہوں۔ اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام چیزوں کو جاننے والے نہیں تھے۔ اسی طرح دو چار چیزیں بنا دینے سے کوئی خدا نہیں ہوتا جب کہ ان کا بنانا بھی خدا کی دی ہوئی قدرت سے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تخلیق کے مختلف مراحل طے کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں ان کی صورت بنائی اور جس طرح چاہا ان کی صورت بنائی اس عمل میں ان کا کوئی اختیار نہیں تھا پھر وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے علم اور قدرت کے بیان کے بعد فرمایا اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں پہلے دلیل بیان کی پھر دعویٰ کا ذکر فرمایا پھر فرمایا وہ عزیز اور حکیم ہے حکمت کا معنی ہے ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھنا یہ اس کے علم محیط کا تقاضا ہے اور عزیز کا معنی ہے غالب اور یہ اس کی قدرت کا تقاضا ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ

وہی (اللہ) ہے، جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب

اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

کی اصل بنیاد ہیں، اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں،

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ — وقف لازم، وقف منزل

حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ماہر علماء یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر

اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾

ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ○

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا

رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ

فرما بیشک تو بہت عطا فرمانے والا ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک تو لوگوں کو اس دن جمع فرمانے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾ ع — ع ١ / ٩

والا ہے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے، بے شک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ○

آیات محکمات اور متشابہات کے ذکر کی مناسبت

عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (النساء: ١٧١)

اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جس کو اللہ نے مریم کی طرف القا کیا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔

Marfat.com

عیسائیوں نے یہ کہا کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ قرآن مجید میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہ آیات بھی ہیں اور یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور متشابہات کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

محکم کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ حکم کے معنی ہیں منع کرنا' حکمت کو حکمت اس لئے کہتے ہیں کہ عقل اس کے خلاف کرنے کو منع کرتی ہے' اس لئے محکم کا معنی ہے جس میں اشتباہ اور خفاء ممنوع ہو اور محکم وہ آیات ہیں جن میں تاویل اور نسخ ممنوع ہو۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۲۵۳ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

محکم وہ آیت ہے جس میں لفظ کی جہت سے کوئی شبہ پیدا ہو نہ معنی کی جہت سے۔

(المفردات ص ۱۲۸ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

جس لفظ کی مراد تبدیل' تغیر' تخصیص اور تاویل سے محفوظ ہو وہ محکم ہے اس کی مثال وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلالت کرتی ہیں جیسے "اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے" اس آیت کے منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۸۹ مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے محکمات وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں' اور ان میں حلال' حرام' حدود اور فرائض کا بیان ہے اور یہ کہ کس پر ایمان لایا جائے اور کس پر عمل کیا جائے اور متشابہات وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں وہ مقدم اور موخر ہیں ان پر ایمان لایا جائے اور ان پر عمل نہ کیا جائے۔

محمد بن جعفر بن زبیر نے کہا محکم وہ آیات ہیں جن کا صرف ایک معنی اور ایک محمل ہے اور اس میں کسی اور تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن میں کئی تاویلات کی گنجائش ہے۔

ابن زید نے کہا محکم وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں اور ان کے رسولوں کے واقعات اور قصص بیان فرمائے اور سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت کے لئے ان کی تفصیل کی' اور متشابہ وہ آیات ہیں جن میں ان واقعات کو بار بار ذکر فرمایا ہے اور ان کے الفاظ اور معانی میں اختلاف ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا محکم وہ آیات ہیں جن کے معنی اور ان کی تاویل اور تفسیر علماء کو معلوم ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور مخلوق میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہیں ہے' آیات متشابہات میں حروف مقطعہ ہیں جو اوائل سور میں مذکور ہیں جیسے الم' الر' المص وغیرہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت' اور سورج کب مغرب سے طلوع ہو گا' اور قیامت کب واقع ہو گی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۱۶' ۱۱۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

متشابہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

جس لفظ کا معنی اس لفظ سے معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہے' اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس کو محکم کی طرف لوٹانے سے اس کا معنی معلوم ہو جائے دوسری قسم وہ ہے جس کی حقیقت کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور جو شخص اس کے معنی کے درپے ہو وہ بدعتی اور فتنہ پرور ہے' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر لفظ سے اس کی مراد ظاہر ہو تو اگر وہ منسوخ ہونے کا احتمال نہ رکھے تو وہ محکم ہے اور اگر وہ منسوخ ہونے کا احتمال رکھتا ہو لیکن اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو مفسر ہے اور اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہو لیکن عبارت اس کی وجہ سے لائی گئی ہو تو نص ہے ورنہ وہ ظاہر ہے' اور اگر کسی عارض کی بناء پر لفظ سے اس کی مراد مخفی ہو تو وہ خفی ہے اور اگر اس لفظ کی وجہ سے اس کی مراد مخفی ہو تو وہ مشکل ہے اور اگر عقل یا نقل سے اس کا ادراک ہو سکے تو وہ مجمل ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کا ادراک نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔

(تاج العروس ج ۹ ص ۳۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

متشابہ کی تین قسمیں ہیں : (اول) جس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو جیسے وقت وقوع قیامت اور دابۃ الارض کے نکلنے کا وقت' وغیرہ (ثانی) جس کی معرفت کا انسان کے لئے کوئی ذریعہ ہو جیسے مشکل اور غیر مانوس الفاظ اور مجمل احکام (ثالث) جو ان دونوں کے درمیان ہو علماء راسخین کے لئے اس کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے اور عام لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق دعا کی تھی : اے اللہ اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما' اس دعا سے اسی قسم کی متشابہ آیات کا علم مراد ہے آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے بھی اسی قسم کی دعا کی ہے۔ (المفردات ص ۲۵۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں :

جس کا معنی نفس لفظ کی وجہ سے مخفی ہو اور اسکی معرفت کی بالکل امید نہ ہو جیسے اوائل سور میں حروف مقطعات ہیں۔ (کتاب التعریفات ص ۸۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

اصولیین کے نزدیک محکم اور متشابہ کی تعریفیں

علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں :

لفظ سے جس معنی کا ارادہ کیا گیا ہے اگر اس میں نسخ اور تبدیل ممتنع ہو تو وہ محکم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لفظ محکم اپنے معنی کا فائدہ پہنچانے میں انتہائی واضح ہوتا ہے اور چونکہ وہ معنی منسوخ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو محکم کہتے ہیں ہمارے عام اصولیین کی یہی رائے ہے' اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں۔ (۱) جس میں صرف ایک محمل کی گنجائش ہو۔ (۲) عقل کے نزدیک وہ واضح ہو۔ (۳) وہ ناسخ ہو۔ (۴) اس کے معنی کا علم اور اس کی مراد معلوم ہو۔ (۵) تمام اہل اسلام کے نزدیک اس کا معنی ظاہر ہو اور کسی کا اس معنی میں اختلاف نہ ہو۔ (۶) جو فرائض اور حدود کے بیان پر مشتمل ہو۔ (۷) جو حلال اور حرام کے بیان پر مشتمل ہو۔ محکم کی یہ متعدد تعریفیں ہیں لیکن صحیح تعریف پہلی ہے۔

(کشف الاسرار ج ۱ ص ۱۳۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ)

Marfat.com

علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۳۰ھ متشابہ کی تعریف میں لکھتے ہیں :
جب کسی لفظ سے اس کی مراد مشتبہ ہو اور اس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو حتیٰ کہ اس کی مراد کی طلب ساقط ہو جائے اور اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد واجب ہو تو اس کو متشابہ کہتے ہیں۔

(کشف الاسرار ج ۱ ص ۱۴۹۔۔۔ ۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لئے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لئے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ماہر علماء یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ (آل عمران : ۷)

زائغین (جن کے دلوں میں کجی ہے) کا مصداق

"جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے" اس سے مراد نجران کے عیسائی ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے پر استدلال کیا' یہ ربیع کا قول ہے' اور حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد یہود ہیں کیونکہ یہودی عالم حی بن اخطب اور اس کے اصحاب کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے مختلف سورتوں کے اوائل سے حروف مقطعات پڑھے تو وہ ابجد کے حساب سے ان کے عدد نکال کر اس دین کی مدت کا حساب کرنے لگے' اور جب آپ نے کئی حروف پڑھے تو وہ کہنے لگے ہم پر حساب مشتبہ ہو گیا کہ ہم قلیل عدد کا اعتبار کریں یا کثیر کا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ اس کتاب میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد منکرین بعث ہیں' اور ابن جریج نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام مبتدعین ہیں' قرآن مجید کا ظاہر لفظ عموم کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے عموم میں ہر وہ فرقہ داخل ہے جس کے دل میں کجی ہے۔

لا یعلم تاویلہ الا اللہ میں وقف کی تحقیق

"حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا" اس میں اختلاف ہے کہ آیت کے اس حصہ پر وقف کیا جائے گا یا والراسخون فی العلم کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا اور اس پر وقف کیا جائے گا' دوسری صورت میں یہ معنی ہو گا حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ اور ماہر علماء کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن عباس' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم' حسن' عروہ' عمر بن عبدالعزیز' ابی نہیک اسدی' مالک بن انس' کسائی' فراء' جلبائی' اخفش اور ابو عبید کے نزدیک الا اللہ پر وقف ہے اور اس کا معنی ہے اللہ کے سوا اور کوئی متشابہ کے علم کو نہیں جانتا' علامہ خطابی اور فخر الدین رازی کا بھی یہی موقف ہے۔ مجاہد' ربیع بن انس' محمد بن جعفر بن زبیر اور اکثر متکلمین کے نزدیک والراسخون فی العلم پر وقف ہے اور معنی ہے "حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ اور ماہر علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا" پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے علم کے درپے ہونے والوں کی مذمت کی ہے' نیز وقت وقوع قیامت' حضرت عیسیٰ کے نزول اور دجال کے خروج اور دابۃ الارض کے ظہور کا وقت بھی متشابہات میں ہے اور اس کو ماہر علماء نہیں جانتے نیز اللہ تعالیٰ نے ماہر علماء کی مدح اس بات میں کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے" حضرت ابن عباس نے فرمایا قرآن مجید کی تفسیر کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ تفسیر جس میں جہل نہیں ہے۔ (۲) وہ تفسیر جس کو عرب اپنی زبان دانی کی وجہ سے جان لیتے ہیں۔ (۳) وہ تفسیر جس کو صرف علماء ماہرین ہی جانتے ہیں۔ (۴) وہ

Marfat.com

تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن مجید میں ہے :

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی (طٰهٰ : ۵) رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے۔

یہ آیت بھی متشابہات میں سے ہے امام مالک سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا استویٰ کا مطلب (قائم' قرار گزیں) معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے' اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے' امام مالک کے اس جواب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت میں وقف الا اللہ پر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۸۔ ۲۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

آیات متشابہات کو نازل کرنے کا فائدہ

علماء متقدمین کا یہی مذہب تھا کہ آیات متشابہات کے معنی کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو علم نہیں ہے' ان پر یہ اعتراض ہوا کہ پھر آیات متشابہات کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں علماء کا امتحان ہے جس طرح جاہل کے لئے تحصیل علم مشکل ہے اسی طرح علماء کے لئے کسی لفظ کے معنی میں تدبر اور تفکر نہ کرنا مشکل ہے' سو آیات متشابہات کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے علماء کو اس کا مکلف کیا ہے کہ وہ ان آیات میں تدبر اور تفکر کرنے سے باز رہیں' نیز علماء امت کو ان آیات متشابہات کے معنی معلوم نہیں ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کا معنی قطعی طور پر معلوم ہے۔

ملا احمد جیون جون پوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں :

آیات متشابہات کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اس کی مراد حق ہے اگرچہ قیامت سے پہلے ہمیں اس کا علم نہیں ہوگا' اور قیامت کے بعد ان کا معنی ہر شخص پر منکشف ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ' اور یہ امت کے حق میں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معنی قطعی طور پر معلوم ہے ورنہ آپ سے خطاب کرنا بے سود ہوگا اور یہ مہمل الفاظ کے ساتھ خطاب کرنے کے مترادف ہوگا یا ایسے ہوگا جیسے حبشی کے ساتھ کوئی شخص عربی میں گفتگو کرے

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۹۳' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

آیات متشابہات میں غور و فکر کرنے والے علماء متاخرین کا نظریہ

علماء متقدمین آیات متشابہات میں غور و فکر نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کو ان کا معنی بیان کرتے تھے' لیکن متاخرین علماء احناف نے جب یہ دیکھا کہ بدمذہب لوگ ان آیات کے ظاہری معنی بتا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں مثلاً "وجہ اللہ" سے اللہ کا چہرہ بیان کرتے ہیں' ید اللہ سے اللہ کا ہاتھ "یوم یکشف عن ساق" سے اللہ کے لئے پنڈلی ثابت کرتے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کے عقائد کو محفوظ کرنے کے لئے ان آیات کی تاویلات کیں' اور یہ تصریح کر دی کہ یہ تاویلات ظنی ہیں اور ان آیات متشابہات کے صحیح محمل اور حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابوبکر محمد بن حسین آجری متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات میں بحث کر رہے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' نیز حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا عنقریب لوگ قرآن کے متشابہ میں بحث کریں گے تو تم سنت کا علم رکھنے والے لوگوں کو لازم

Marfat.com

پکڑ لینا۔ (الشریعہ ص ۷۶-۷۷ ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام ریاض ' ۱۴۱۳ھ)

ملا احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں :

متاخرین علماء نے جب یہ دیکھا کہ ملحدین آیات صفات کے ظاہری معانی سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ' مکان اور اعضاء ثابت کررہے ہیں اور حضرت آدم کو اللہ کی روح کا عین ثابت کررہے ہیں ' اور انہوں نے دیکھا کہ عوام کا شریعت پر اعتقاد ضعف کا شکار ہو رہا ہے تو انہوں نے ان آیات کی ایسی تاویل کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا جس سے ان آیات کے ذریعہ فاسد عقائد نہ بیان کئے جائیں ' اور وہ معانی اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق ہوں ' متاخرین کے بیان کردہ معانی کی مثالیں حسب ذیل ہیں :

ونفخت فیہ من روحی (الحجر : ۲۹) اس کا ظاہری معنی ہے : اور میں اس میں اپنی روح سے پھونک دوں ' متاخرین نے اس میں یہ تاویل کی : اور میں اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح سے پھونک دوں۔

اللہ نور السموات والارض (النور : ۳۵) اس کا ظاہری معنی ہے : اللہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی ہے ' اس کی تاویل ہے : اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔

ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح : ۱۰) : ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس کی تاویل ہے : ان کی قدرتوں پر اللہ کی قدرت ہے۔

فثم وجہ اللہ (البقرہ : ۱۱۵) سو وہیں اللہ کا چہرہ ہے ' اس کی تاویل ہے : سو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

وجاء ربک (الفجر : ۳۰) : اور آپ کا رب آیا ' اس کی تاویل ہے : اور آپ کے رب کا حکم آیا۔

الرحمٰن علی العرش استوی (طہ : ۵) : رحمٰن عرش پر قائم ہے۔ اس کی تاویل ہے : عرش پر اللہ کی حکومت اور اس کا تسلط ہے۔

یحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ (الزمر : ۵۶) : ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے پہلو میں کیں۔ یعنی اللہ کے جوار رحمت میں ' اللہ کے حضور کے قرب میں ' یا اللہ کے متعلق۔

متاخرین نے آیات صفات کے علاوہ حروف مقطعات میں بھی تاویلات کی ہیں الم (الف لام میم) کے متعلق کہا الف سے اللہ کی طرف لام سے جبریل کی طرف اور میم سے سیدنا محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے ' یعنی اللہ نے جبریل کو سیدنا محمد ﷺ کی طرف قرآن دے کر بھیجا۔ یا اس کا معنی ہے میں اللہ جاننے والا ہوں۔ "المص" کا مطلب ہے میں اللہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا ہوں۔ "الرٰ" کا معنی ہے میں اللہ دیکھتا ہوں کھیعص میں کاف کریم سے ' ھا ھادی سے یا حکیم سے ' عین علیم سے اور صاد صادق سے کنایہ ہے "طٰہٰ" کا معنی ہے اہل بیت کی طہارت کی قسم ' طسم میں طا ذی الطول سے سین قدوس سے میم رحمٰن سے کنایہ ہے ' اس طرح "حم عسق" میں حاء اور میم رحمٰن سے عین علیم سے سین قدوس سے اور قاف قاہر سے کنایہ ہے باقی حروف مقطعات بھی اسی قیاس پر ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ ان آیات کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو ان آیات کی تاویل کے درپے ہیں ان کے دلوں میں کجی ہے ' تو پھر ان متاخرین کو ان آیات کا معنی کیسے معلوم ہو گیا؟ اور کیا وہ اس وعید کے مصداق نہیں بنے ' اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات کے حقیقی معنی اور ان کے قطعی محمل کو اللہ کے سوا کوئی

Marfat.com

نہیں جانتا' اور اللہ تعالیٰ نے اسی علم کی اپنے غیر سے نفی کی ہے اور علماء متاخرین نے جو تاویل کی ہے وہ ظنی ہے اور وہ ان کے محامل میں سے ایک محمل ہے' اور کجی ان لوگوں کے دلوں میں ہے جو ان آیات کے ایسے معانی بیان کرتے ہیں جو قرآن مجید اور احادیث کی تصریحات کے خلاف ہیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے منافی ہیں۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۱۹۷-۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علماء راسخین کی تعریف

علماء راسخین سے مراد ایسے علماء ہیں جنہوں نے دین کا پختہ علم حاصل کیا اور قرآن اور حدیث میں مہارت حاصل کی اور تمام اصول اور فروع پر حاوی ہوں' ان سے عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کے متعلق جو بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دینے پر قادر ہوں۔

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

علماء راسخین سے مراد ایسے علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو دلائل یقینیہ قطعیہ سے جانتے ہوں' اور ان کو دلائل یقینیہ سے معلوم ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور جب وہ کسی آیت کو دیکھیں کہ اس کا ظاہری معنی قطعی طور پر مراد نہیں ہے تو وہ قطعیت سے جان لیں کہ یہ آیت متشابہ ہے اور اس کی مراد کا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل سے قرآن مجید میں غور کرتے ہیں اور جس آیت کا معنی ظاہری دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتا ہے اس کو محکم قرار دیتے ہیں اور جس کا ظاہر دلائل شرعیہ کے خلاف ہوتا ہے اس کو متشابہ قرار دیتے ہیں' اس آیت سے متکلمین کی قدر و منزلت کا علم ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ سے بحث کرتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور افعال کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور دلائل عقلیہ' لغت' قواعد عربیہ اور احادیث اور آثار سے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر کرنے کے لئے لغت' قواعد عربیہ اور احادیث اور آثار میں تبحر در کار ہے اور جو شخص ان علوم میں تبحر حاصل کئے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو گا' اور اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۰۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ علماء راسخین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم کے تقاضوں پر عامل ہوں اور جس شخص کو اصول اور فروع کے مسائل حفظ ہوں اور وہ عمل سے خالی ہو یا بد عمل ہو وہ علماء راسخین میں سے نہیں ہے قرآن مجید میں ہے :

مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا (الجمعہ : ۵)

ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (اس پر عمل نہیں کیا) اس گدھے کی طرح ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔

اور امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو درداء اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ علم میں راسخ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اپنی قسم پوری کرے اور اس کی زبان سچی ہو اور اس کا دل (حق پر) مستقیم ہو اور اس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ حرام سے محفوظ ہو۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۲۳' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو امام طبرانی اور امام ابن عساکر کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

(الدر المنثور ج ۲ ص ۷، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بے شک تو بہت عطا فرمانے والا ہے۔ (آل عمران: ۸)

راسخین فی العلم یہ دعا کرتے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا کرنے کا حکم دیا۔ یا اس دعا کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ان لوگوں کا ذکر فرمایا تھا جن کے دلوں میں کجی ہے اور وہ فتنہ جوئی کے لئے آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو یہ دعا تلقین کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں کجی پیدا نہ کرے۔

دلوں کو ٹیڑھا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت میں مذاہب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا پیدا کرنے والا ہے شر کا خالق نہیں ہے، اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے، کسی شخص کے دل میں کجی اور گمراہی کو پیدا کرنا شر ہے اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ اس آیت میں اہل سنت کی دلیل ہے باقی رہا یہ اعتراض کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی انسان کے دل کو ٹیڑھا کر دیا تو اب اس کے گمراہ ہونے اور بد عقیدہ اور بد عمل ہونے میں اس کا کیا قصور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان برائی کا کسب اور قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں برائی پیدا کر دیتا ہے، انسان کاسب ہے اور اللہ خالق ہے، جب انسان کج روی کا کسب اور قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ٹیڑھا کر دیتا ہے، اس کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (الصف: ۵)

پھر جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس دعا کا ایک محمل یہ ہے: ہمیں شیطان اور اپنے نفسوں کے شر سے محفوظ رکھ تاکہ ہمارے دل ٹیڑھے نہ ہوں ایک اور محمل یہ ہے: ہم کو ایسی آفات اور بلاؤں میں مبتلا نہ فرما جس کے نتیجہ میں ہمارے دل ٹیڑھے ہو جائیں یا ہم پر لطف و کرم کرنے کے بعد ان الطاف اور عنایات کو ہم سے سلب نہ کر جس کے نتیجہ میں ہم فتنہ میں پڑ جائیں اور ہمارے دل ٹیڑھے ہو جائیں۔

بہ کثرت احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، اور اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔

دل کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی دعا کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام ترمذی، امام ابن جریر، امام طبرانی، اور امام ابن مردویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے اللہ! دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا دل بدل جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جس قدر بنو آدم اور بشر ہیں سب کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، اگر اللہ چاہتا ہے تو انہیں مستقیم رکھتا ہے اور اللہ چاہتا ہے تو انہیں ٹیڑھا کر دیتا ہے، تو ہم اپنے اللہ سے جو ہمارا رب ہے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد

Marfat.com

ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے اور ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمائے بے شک وہ بہت عطا کرنے والا ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک دعا سکھا دیں جو میں اپنے لئے کیا کروں! آپ نے فرمایا تم یہ دعا کیا کرو : اے اللہ! محمد نبی کے رب! میرے گناہ کو بخش دے میرے دل کے غیظ کو دور کر دے' اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۲' جامع ترمذی ص ۵۰۷' جامع البیان ج ۳ ص ۱۲۵' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۳۸' ۳۶۶)

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے اے دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں! آپ نے فرمایا ہر دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے' جب وہ چاہتا ہے تو اس دل کو مستقیم رکھتا ہے اور وہ جب چاہتا ہے اس کو ٹیڑھا کر دیتا ہے' کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۱۰' مسند احمد ج ص ۲۵۱)

امام ابن شیبہ' امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں' امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ اور امام ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے : اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ ہم نے عرض کیا : یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر ایمان لا چکے ہیں' کیا اب آپ کو ہمارے متعلق کوئی خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا : ہاں! تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ ان دلوں کو بدلتا رہتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۹' الادب المفرد ص ۱۷۶' جامع ترمذی ص ۳۱۲' جامع البیان ج ۳ ص ۱۲۶ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵)

امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے دل چڑیا کی طرح دن میں سات مرتبہ الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : یہ دل جنگل میں پڑے ہوئے ایک پر کی طرح ہے جس کو ہوا الٹتی پلٹتی رہتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰) (الدر المنثور ج ۲ ص ۹۔۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ہمارے رب! بے شک تو لوگوں کو اس دن جمع فرمانے والا ہے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (آل عمران : ۹)

خُلف وعد کا محال ہونا اور خُلف وعید کا جائز ہونا

علماء راسخین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ہدایت دینے کے بعد ان کے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے اور ہدایت یافتہ ہونے اور دلوں میں کجی نہ ہونے کا ثمرہ قیامت کے دن ظاہر ہو گا اس لئے انہوں نے کہا کہ وہ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں' اور جزاء اور سزا کے جاری ہونے کے لئے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان رکھتے ہیں' اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے ہی انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔

Marfat.com

"بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا" اللہ تعالیٰ نے صالحین کو نیک کاموں پر انعام دینے کی جو خبر دی ہے اس کو وعد کہتے ہیں اور فساق مومنین کو برے اعمال پر سزا دینے کی جو خبر دی ہے اس کو وعید کہتے ہیں' اس پر اتفاق ہے کہ خُلف وعد محال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نیکو کاروں سے جو ثواب عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا' کیونکہ کریم جب کسی انعام کا وعدہ کرلے تو اس کے خلاف نہیں کرتا' اور اگر وہ اس وعدہ کے خلاف کرے تو یہ اس کا عیب شمار کیا جاتا ہے اور اللہ عیب سے پاک ہے' اور اگر کریم کسی مجرم کو سزا کی خبر دے اور پھر اس کو سزا نہ دے اور اپنی وعید کے خلاف کرے تو اس پر اس کی مدح کی جاتی ہے اور اسے اس کے محاسن میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے خُلف وعید جائز ہے مثلاً" اللہ تعالیٰ نے سود خوروں' قاتلوں اور جھوٹوں پر عذاب کی وعید سنائی ہے لیکن اس کے باوجود یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وعید کے خلاف کرے اور کسی مسلمان کو ان گناہوں پر عذاب نہ دے۔ اب یہ سوال ہوگا کہ اگر خُلف وعید کو مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خُلف وعید سے کذب لازم نہیں آتا کیونکہ جن آیات میں عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے وہ عدم عفو کے ساتھ مقید ہیں یعنی اللہ تعالیٰ قاتل اور سود خور کو دوزخ کا عذاب دے گا بہ شرطیکہ اس کو معاف نہ کرے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے فساق مومنین کو معاف کردیا اور عذاب نہیں دیا تو اس کا کلام جھوٹا نہیں ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں اللہ (کے عذاب) سے نہ ان کے مال ہرگز بچاسکیں گے نہ ان کی اولاد

مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ

اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں ○ ان کا طریقہ (بھی) قوم فرعون اور

وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ

ان سے پہلی اقوام کے طریقوں کی طرح ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیا

وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَ

اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○ آپ کافروں سے کہہ دیجیے کہ تم عنقریب مغلوب ہوگے اور

تُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾

جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں اللہ (کے عذاب) سے نہ ان کے مال ہرگز بچاسکیں گے نہ ان کی اولاد اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (آل عمران : ۱۰)

Marfat.com

مال اور اولاد کے ذکر میں حسن ترتیب کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے احوال بیان فرمائے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں اور قیامت کے وقوع اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر یقین رکھتے ہیں' اب اس آیت سے کفار کے احوال کا ذکر شروع فرمایا کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ مومنوں کے بعد کافروں کا ذکر فرماتا ہے۔

اس آیت کی تفصیل یہ ہے کہ جن یہودیوں اور مدینہ کے منافقوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے کی معرفت کے باوجود آپ کا انکار کیا اور اپنے دلوں کی کجی کی وجہ سے قرآن مجید کی آیات متشابہات کی خود ساختہ تاویلات کیں ان لوگوں کو قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچاسکے گا اور ان کے پاس دنیا میں جو مال اور اولاد کی کثرت ہے وہ قیامت کے دن کسی کام نہیں آئے گی۔

علامہ ابوالحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ ایک نصرانی ابوحارثہ بن علقمہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن اگر میں نے لوگوں پر ان کی نبوت کے برحق ہونے کو ظاہر کردیا تو روم کے بادشاہ مجھ سے وہ سب مال واپس لے لیں گے جو انہوں نے مجھے دیئے ہیں' اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت نجران کے عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنے مال اور اولاد پر فخر کیا کرتے تھے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت تمام کافروں کو شامل ہے اس آیت میں مال کے ذکر کو اولاد پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ انسان مصائب سے خود کو بچانے' فتنہ پھیلانے اور کسی کا قرب حاصل کرنے کے لئے اولاد کی نسبت مال سے زیادہ کام لیتا ہے اور مال پر زیادہ اعتماد کرتا ہے۔ اسی طرح اور آیتوں میں بھی مال کے ذکر کو اولاد پر مقدم فرمایا ہے :

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ز (سبا : ۳۷)	اور (اے لوگو!) نہ تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد ایسی چیزیں ہیں جو تم کو ہمارا مقرب کردیں ہاں! جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے۔
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ لا (الانفال : ۲۸)	اور یقین رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط (الحدید : ۲۰)	یقین رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا (عارضی) زینت اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر اور مال اور اولاد میں زیادتی طلب کرنا ہے۔
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (الشعراء : ۸۸)	جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

البتہ انسان طبعی طور پر مال کی بہ نسبت اولاد سے زیادہ محبت کرتا ہے اس لئے جہاں انسان کی محبت کا ذکر فرمایا وہاں مال پر اولاد کے ذکر کو مقدم فرمایا :

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ	لوگوں کے لئے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور

Marfat.com

وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ سونے اور چاندی کے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت خوش نما بنادی گئی ہے۔ (آل عمران : ۱۴)

سو جس جگہ مصائب سے خود کو بچانے' قرب حاصل کرنے اور فتنہ جوئی کا ذکر تھا وہاں مال کے ذکر کو اولاد کے ذکر پر مقدم فرمایا اور جس جگہ محبت کا بیان تھا وہاں اولاد کے ذکر کو مال کے ذکر پر مقدم فرمایا اور یہ انتہائی نکتہ خیز ترتیب اور اعجاز آفریں بلاغت ہے جو سوا اس قادر قیوم کے اور کسی کی قدرت میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ان کا طریقہ بھی قوم فرعون اور ان سے پہلی اقوام کے طریقوں کی طرح ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (آل عمران : ۱۱)

قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت

اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچاسکتے اب یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تکذیب کی ہے ان کا طریقہ پہلے زمانہ کے کافروں کی مثل ہے سو جس طرح اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے باعث اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا سو اسی طرح ان پر بھی گرفت کی جائے گی اور ان کو بھی عذاب ہو گا۔ پچھلی امتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ قوم فرعون کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ یہاں بنو اسرائیل کے ساتھ کلام ہے اور ان کو معلوم ہے کہ جب قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کردیا بنی اسرائیل کو ان پر مسلط کردیا اور قوم فرعون کے ملک کا بنو اسرائیل کو وارث کردیا اور انجام کار فرعون کا ٹھکانہ دوزخ ہے' سو یہی حال سیدنا محمد ﷺ کے مخالفوں اور کافروں کا ہو گا دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں قریش کو شکست فاش دی تو مدینہ پہنچنے کے بعد آپ بنو قینقاع کے بازار میں گئے اور آپ نے یہود کو جمع کر کے فرمایا : اے جماعت یہود! اسلام قبول کرلو ورنہ تمہارا بھی قریش کی طرح حشر ہو گا' یہود نے جواب دیا : اے محمد! (ﷺ) آپ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوں آپ کا ہم ایسوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا جب ہم سے معرکہ ہو گا تو پتہ چل جائے گا' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ

بیشک تمہارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو (میدان بدر میں) باہم صف آرا ہوئے ایک جماعت اللہ کی راہ میں

Marfat.com

اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ

جنگ کر رہی تھی اور دوسری جماعت کافر تھی، وہ (کافر) ان (مسلمانوں) کو کھلی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اپنی مدد کے ذریعہ جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے، بیشک اس واقعہ میں آنکھوں والوں کے لیے ضرور عبرت ہے ○

فتح کا مدار عددی برتری اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں اللہ کی تائید اور نصرت پر ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا : تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے‘ کیونکہ یہود نے سیدنا محمد ﷺ کے سامنے بہت لاف گزاف کی تھی اور کہا تھا کہ آپ کا ہم ایسوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا‘ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس پہلی آیت پر دلیل قائم کی ہے کہ واقعہ بدر اس پر دلیل ہے کہ کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے ان کے پاس اسلحہ بھی بہت تھا اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اسلحہ بھی بہت کم تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو مظفر اور منصور کیا‘ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ غلبہ اور فتح کا دارومدار صرف اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت پر ہے‘ یہود یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس اسلحہ کی فراوانی ہے اور ان کو عددی برتری حاصل ہے اس لئے وہ غالب ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مذعوم کو باطل کر دیا۔

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ ان دو جماعتوں سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب اور مشرکین مکہ کی جماعتیں ہیں اور اس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ معرکہ بدر ہے‘ روایت ہے کہ جنگ بدر میں مشرکوں کی تعداد نو سو پچاس تھی ان میں ابو سفیان اور ابو جہل ایک سو گھڑ سواروں کی قیادت کر رہے تھے ان کے پاس سات سو اونٹ تھے تمام گھڑ سوار لوہے میں غرق تھے ان کے علاوہ پیادوں میں بھی زرہ پوش تھے‘ اس کے برعکس مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور ہر چار آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا کل چھ زرہیں تھیں اور دو گھوڑے سوار تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۰) دونوں جماعتوں کی ان صفات کو سامنے رکھ کر جب ہم بدر میں مسلمانوں کی فتح کو دیکھتے ہیں تو یہ کہے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اس فتح میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بہت بڑی نشانی رکھی تھی۔ ۱۷ رمضان ۲ھ کو حق اور باطل کا یہ اولین معرکہ برپا ہوا تھا۔

معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان

معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی پر حسب ذیل وجوہ ہیں :

(۱) مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت کم تھا اس کے مقابلہ میں کفار کی تعداد تین گنا زیادہ تھی اور اسلحہ بھی بہت زیادہ تھا اس معرکہ میں ساٹھ سے کچھ اوپر مہاجر اور دو سو چالیس سے کچھ اوپر انصار تھے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۴) ان کا جنگ سے پہلا سابقہ تھا خصوصاً انصار زیادہ تر زراعت پیشہ تھے اور ان کا کوئی جنگی تجربہ نہیں تھا‘ اس کے برخلاف مشرکین مکہ میں سب جنگ کے ماہر اور تجربہ کار تھے اور ماہر اور جنگ کا تجربہ رکھنے والی زیادہ تعداد اور زیادہ اسلحہ پر مشتمل جماعت پر ایک کم تعداد کم اسلحہ اور ناتجربہ کار جماعت کا غالب آجانا اللہ کی بہت بڑی نشانی اور معجزہ ہے۔

(۲) جس روز جنگ ہونی تھی اس سے پہلی شب کو قریش کے لشکر میں شراب کے جام لنڈھائے جا رہے تھے‘ ساتھ

Marfat.com

آنے والی لونڈیاں ناچ گا رہی تھیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۳۲) دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر میں نمازیں پڑھی جا رہی تھیں صبح روزہ رکھنے کی تیاریاں تھیں اللہ کے حضور فتح اور نصرت کے لئے دعائیں اور التجائیں تھیں، سب سے زیادہ خود نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن دعا کی : اے اللہ! اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا : آپ کے لئے یہ دعا کافی ہے آپ باہر آئے در آں حالیکہ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے :

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (القمر : ۴۵) عنقریب کافروں کا یہ جتھا شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس نفر تھے۔ پھر نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ پھیلا کر مسلسل اللہ سے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے رداء مبارک ڈھلک گئی' آپ دعا فرما رہے تھے اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر' اے اللہ! تو نے مجھ سے جس کا وعدہ فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا کر' اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت ابوبکر آئے انہوں نے آپ کے شانوں سے ڈھلکی ہوئی چادر کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالا پھر آپ سے لپٹ گئے اور کہا اے نبی اللہ! آپ نے اپنے رب سے کافی دعا کر لی ہے وہ عنقریب آپ سے کئے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا سو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی :

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ کراچی ۱۳۷۵ھ)

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ (الانفال : ۱۰-۹)

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی کہ میں تمہاری ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے مدد کرنے والا ہوں' اور اللہ نے اس (نزول ملائکہ) کو صرف خوش خبری بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۳۹ مطبوعہ کراچی' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲-۳۰' مطبوعہ بیروت)

نبی ﷺ کا دعائیں کرنا اظہار عبودیت کے لئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بہت پہلے کافروں کی شکست سے مطلع کر دیا تھا اور آپ نے صحابہ کرام کو بتا دیا کہ معرکہ بدر میں فلاں کافر اس جگہ گرے گا اور فلاں کافر اس جگہ گرے گا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے' حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا

Marfat.com

(یعنی جس جگہ آپ نے جس کافر کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی '۱۳۷۵ھ' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶' ج ۳ ص ۲۵۸' ۲۰۹' مطبوعہ بیروت ۱۳۹۸ھ' سنن نسائی ج ۱ ص ۲۹۳' مطبوعہ کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ معرکہ بدر میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور اس سے دعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنے والوں اور فسق و فجور میں مشغول رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باوجود کثرت اور قوت کے شکست کی ذلت میں مبتلا کیا اور اس میں دوسری نشانی یہ ہے کہ اس میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے پہلے ہی پیش گوئی فرمادی تھی کہ کون کافر کس جگہ گر کر مرے گا اور اس میں اس علم غیب کا بیان ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

(۳) معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تیسری نشانی یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو مسلمان اپنے سے دگنی تعداد میں دکھائی دے رہے تھے یعنی ان کو مسلمانوں کی تعداد دو ہزار دکھائی دے رہی تھی جس کی وجہ سے ان پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہوگئی اور وہ خوف زدہ ہوگئے۔

(۴) چوتھی نشانی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت دینے کے لئے جنگ بدر میں فرشتوں کو نازل کیا' لیکن یہ واضح رہے کہ فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کو طمانیت اور ان کو بشارت دینے کے لئے تھا کافروں سے لڑنے کے لئے نہیں تھا ورنہ ایک ہزار فرشتوں کو نازل کرنے کی کیا وجہ تھی صرف ایک فرشتہ ہی کافروں کو تہس نہس کرنے کے لئے کافی تھا۔ اور اگر فرشتے کافروں سے لڑے ہوں تو پھر کفر اور اسلام کے اس پہلے معرکہ اور بدر کی تاریخ ساز جنگ میں صحابہ کا کیا حصہ رہ جاتا ہے اور ان کا یہ کون سا کارنامہ رہ جاتا ہے! نیز قرآن مجید نے فرشتوں کو نازل کرنے کی وجہ صرف مسلمانوں کے لئے طمانیت اور بشارت بیان کی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول کی وجہ کو طمانیت اور بشارت میں منحصر کر کے بیان کیا ہے اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَ

لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے اور چاندی کے

الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ

خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی

الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ

کی محبت خوش نما بنا دی گئی ہے ۔ یہ (سب) دنیا کی زندگی کا

Marfat.com

الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

سامان ہے، اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے ○ آپ کہیے کہ کیا میں تم کو ان (سب)

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۗ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

سے بہتر چیز کی خبر (نہ) دوں ؟ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ

کے نیچے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا

مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ

ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بے شک ہم

اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ

ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ○ جو صبر کرنے والے ،

الصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ

سچ بولنے والے، (اللہ کی) اطاعت کرنے والے (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والے، رات کے پچھلے پہر اٹھ کر مغفرت

بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ

طلب کرنے والے ہیں ○ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتوں نے اور علماء نے

اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾

(شہادت دی) درآں حالیکہ وہ (اللہ) عدل کے ساتھ نظام قائم کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ بہت غلبہ والا حکمت والا ہے ○

النصف

مشکل الفاظ کے معانی

"حب" کے معنی ہیں: کسی چیز کی طرف دل کا مائل ہونا۔ شہوت: جس چیز کی طرف نفس کی تحریک اور ترغیب ہو۔ قناطیر: قنطار کی جمع ہے، قنطار ایک مخصوص وزن ہے اس کی تعبیر ۵۰ کلوگرام کے ساتھ کی گئی ہے۔ مقنطرہ: قنطرہ کا اسم مفعول ہے قنطرہ کا معنی پل ہے، مال کے بہت بڑے ڈھیر کو بھی قنطرہ کہتے ہیں۔ ذہب: سونا، فضہ: چاندی، خیل: جمع ہے اس کا واحد فرس ہے جو من غیر لفظہ ہے اس کا معنی ہے گھوڑے۔ نعم: اونٹ، اس کی جمع انعام

Marfat.com

ہے اور جمع کا اطلاق اونٹ' گائے اور بکری سب پر آتا ہے۔ نعامہ شتر مرغ کو کہتے ہیں' رضوان : رضا' جنت کے خازن کا نام بھی رضوان ہے' اسحار : سحر کی جمع ہے اس کا اطلاق طلوع فجر سے پہلے وقت پر ہوتا ہے۔

سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط اور مناسبت

اس سے پہلے ہم نے علامہ ابوالحیان اندلسی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ایک نصرانی ابوحارثہ بن علقمہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اللہ کے برحق رسول ہیں لیکن اگر میں ان پر ایمان لے آیا تو روم کے بادشاہ مجھ سے اپنا تمام دیا ہوا مال ودولت واپس لے لیں گے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مال اور دنیا کی اور چیزوں کی محبت فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس دائمی اجروثواب ہے تو تم فانی چیزوں کی خاطر دائمی چیزوں کو ترک نہ کرو' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت کے اخیر میں فرمایا تھا کہ معرکہ بدر میں آنکھوں والوں کے لئے ضرور عبرت ہے' اس آیت میں عبرت کی تفصیل کی ہے کہ دنیا کی عارضی لذتوں میں منہمک ہو کر آخرت کی دائمی نعمتوں سے غافل نہ ہو۔

متاع دنیا کی تزئین اور آرائش اللہ کی جانب سے بہ طور ابتلاء اور آزمائش ہے

عورتوں' بیٹوں اور مال ودولت کو انسان کی نظر میں بہت خوش نما اور حسین بنا دیا گیا ہے اور اس کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دی گئی ہے اور یہ محبت اس کے دل میں اس طرح مرکوز ہے کہ یہ اس کی طبعی محبت اور اس کا فطری تقاضا بن گئی ہے' اب اس چیز میں بحث کی گئی ہے کہ انسان کے لئے ان چیزوں کو مزین کرنے والا کون ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کو مزین کرنے والا شیطان ہے اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے :

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ (الانفال : ۴۸)

اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو مزین کر دیا۔

شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور باطل چیزوں کی شہوات کو انسان کی نگاہ میں حسین اور خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے جیسا کہ خود شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا :

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (الحجر : ۴۰-۳۹)

شیطان نے کہا : اے میرے رب! کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا (تو) میں ضرور ان کے لئے زمین میں (برے کاموں کو) مزین کردوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوا تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے اصحاب اخلاص ہیں۔

اور جمہور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ خیر اور شر ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے شیطان کا مزین کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے ہے اور انسان کے دل میں ان چیزوں کی شہوت کو مزین کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ تزئین ابتلاء اور امتحان کے لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ کون لوگ ان چیزوں کی محبت میں ڈوب کر یاد الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جنہیں ان چیزوں کی محبت اللہ کی یاد اور اس کے احکام کی اطاعت سے نہیں روکتی' اور جن کے دلوں میں ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جو اپنی میٹھی نیند اور اپنی ازواج کے قرب کی لذت کو چھوڑ کر رات کے پچھلے پہر اٹھتے ہیں اور سجدوں اور قیام میں صبح کر دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ

بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے زمین کے لئے

Marfat.com

اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (الکہف : ٧)

زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائش میں ڈالیں (اور یہ ظاہر کریں) کہ ان میں سے کون سب سے اچھے کام کرنے والا ہے۔

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (الانعام : ١٠٨)

اسی طرح ہم نے ہر جماعت کے لئے اس کا عمل مزین کردیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے۔

دین اور دنیا میں توازن اور اعتدال قائم رکھنا اسلام ہے

زیر بحث آیت میں یہ فرمایا ہے کہ انسان کے لئے ان چیزوں کی شہوات کی محبت کو مزین کردیا گیا ہے اور یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہے' اور ان سے بہتر چیز آخرت کی نعمتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان چیزوں سے محبت نہیں کرنی چاہئے یا ان سے نفرت کرنی چاہئے یا ان کو چھوڑ دینا چاہئے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں زیادہ اشتغال اور انہماک نہیں ہونا چاہئے حتیٰ کہ انسان دنیا کی زینت اور خوشنمائی میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے۔ بلکہ انسان معتدل طریقہ پر گامزن ہو اسلام دین فطرت ہے اس میں دین اور دنیا دونوں کے احکام موجود ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (الاعراف : ٣٣-٣١)

اے بنو آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کرلیا کرو' اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ○ آپ کہئے کہ اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور اللہ کے رزق میں سے پاک اور لذیذ چیزیں (کس نے حرام کی ہیں) آپ کہئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لئے اس دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں اور آخرت میں تو صرف انہی کے لئے ہیں ہم علم والوں کے لئے اسی طرح آیات کی تفصیل کرتے ہیں ○ آپ کہئے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے خواہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی ہو یا چھپی ہوئی اور گناہ کو اور ناحق سرکشی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زینت کو اور پاک اور لذیذ چیزوں کو اپنے بندوں پر حرام نہیں فرمایا بلکہ ان چیزوں میں اسراف اور حد سے بڑھنے کو حرام فرمایا ہے اور اسی طرح بے حیائی کے کاموں فسق وفجور اور شرک کو حرام فرمایا ہے۔

احادیث میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ جائز طریقے سے اعتدال کے ساتھ دنیا کی زیب وزینت کو حاصل کرنا

Marfat.com

موجب اجر وثواب ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس حسین ہو اور اس کی جوتی حسین ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن کو پسند فرماتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کے اثر دیکھنے کو پسند فرماتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ عمل تزویج کرنا بھی صدقہ ہے، صحابہ نے پوچھا : یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص محض اپنی شہوت پوری کرنے کے لئے یہ عمل کرے تو بھی اس کو اجر ہو گا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر وہ حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو آیا اس کو گناہ ہوتا؟ سو اسی طرح اگر وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جائز طریقہ سے اعتدال کے ساتھ متاع دنیا سے بہرہ اندوز ہونا ممنوع نہیں ہے بلکہ موجب اجر وثواب ہے، ہاں ممنوع یہ ہے کہ انسان صرف دین کے حقوق ادا کرے اور دنیا کے حقوق فراموش کر دے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنا دیا حضرت سلمان، حضرت ابو درداء سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت ام درداء (حضرت ابودرداء کی زوجہ) کو میلے کچیلے کپڑے پہنے دیکھا تو ان سے کہا یہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے پھر حضرت ابودرداء آئے اور حضرت سلمان کے سامنے کھانا رکھا اور حضرت سلمان سے کہا آپ کھائیں میں روزہ دار ہوں، حضرت سلمان نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا، پھر حضرت ابودرداء نے کھانا کھایا جب رات ہوئی حضرت ابودرداء کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، حضرت سلمان نے کہا سو جاؤ سو وہ سو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نماز کے لئے اٹھے انہوں نے پھر کہا سو جاؤ۔ جب رات کا آخری حصہ ہو گیا تو حضرت سلمان نے کہا اب نماز کے لئے اٹھو اور دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی، حضرت سلمان نے ان سے کہا تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ سو ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو، حضرت ابودرداء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا! اے عبداللہ! کیا مجھے

Marfat.com

یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم (ہر روز) دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ نہ کرو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو' قیام بھی کرو اور نیند بھی لو' کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرو ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو تمہیں پھر دہر (زمانہ) کے روزوں کا اجر مل جائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں تین شخص (حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم : مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۶۷) آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہا۔ کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی تو مغفرت کر دی گئی ہے' ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا' دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگوں نے اس اس طرح کہا تھا سنو! بہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸۔ ۷۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ عورتوں' بچوں' مال و دولت اور اسباب زینت سے جائز طریقہ سے اعتدال کے ساتھ متمتع اور مستفید ہونا اسلام میں مطلوب ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع ہے' نہ یہ کرے کہ دن رات عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو کر راہبوں کی طرح تارک الدنیا ہو جائے' نہ دنیا داروں کی طرح ان چیزوں کی محبت میں ڈوب کر دین اور شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دے' اسلام نے دین اور دنیا دونوں کے متعلق ہدایات دی ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا' اسلام دہریت اور رہبانیت دونوں کے خلاف ہے اور عبادات' معاملات اور سیاسیات کا جامع ہے۔

قرآن مجید نے اس آیت میں چھ چیزوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انسان کے لئے ان کی شہوات کی محبت مزین کی گئی ہے عورتیں' بیٹے' سونے چاندی کے ڈھیر' نشان زدہ گھوڑے' مویشی اور کھیتیاں۔ فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی کا متاع ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ ہم اجمالی طور پر ان چھ چیزوں کے متعلق قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے احکام بیان کریں گے' سب سے پہلے عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو بیان کرتے ہیں :

اعتدال کے ساتھ عورتوں کی طرف رغبت کا استحباب

اپنی منکوحہ عورتوں سے اعتدال کے ساتھ انس اور محبت کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ

Marfat.com

(الروم : ۲۱) اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی متعلق فرمایا :

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : دنیا کی تین چیزوں کی محبت میرے دل میں رکھی گئی ہے۔ عورتیں' خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

عورتوں پر زیادہ اعتماد اور ان کے ساتھ زیادہ اشتغل سے منع کرنے کے لئے فرمایا :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ نہیں چھوڑا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عید گاہ گئے۔ آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا : اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ تم زیادہ تر دوزخی ہو۔ عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ ایسی ناقصات عقل اور ناقصات دین نہیں دیکھیں جو بہت زیادہ ہوشیار مرد کی عقل کو بھی سلب کرلیں انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہمارے دین اور ہماری عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ ان کی عقل کے نقصان کی وجہ سے ہے۔ (پھر فرمایا) کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آجائے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ان کے دین کا نقصان ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اعتدال کے ساتھ بیٹوں کی طرف رغبت کا استحباب

اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے وجود کو انسان کے حق میں نعمت قرار دیا ہے کیونکہ بیٹے کے وجود سے انسان کی نسل آگے چلتی ہے اور دنیا میں باپ کا ذکر اور چرچا بیٹوں سے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً (النحل : ۷۲)
اور اللہ نے تم سے تمہاری بیویاں بنائیں اور تمہاری بیویوں سے بیٹے' پوتے اور نواسے پیدا کئے۔

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ (الشعراء : ۱۳۳)
اس نے چوپایوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائی۔

وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (نوح : ۱۲)
اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغ اگائے گا اور تمہارے لئے دریا بنا دے گا۔

Marfat.com

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے صدقہ جاریہ' یا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے یا نیک بیٹا جو اپنے ماں باپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اولاد کے ساتھ محبت میں افراط اور شدت اشتغال سے روکنے کے لئے فرمایا :

يَاَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (المنافقون : ۹)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن : ۱۵)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

اعتدال کے ساتھ مال کی طرف رغبت کا استحباب

وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (النحل : ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض دوسروں پر رزق میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال میں زیادتی کو اللہ کا فضل قرار دیا ہے' نیز فرمایا :

وَسْـَٔلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء : ۳۲)

اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء مہاجرین نے آکر عرض کیا : یا رسول اللہ! مالدار لوگ تو بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں' وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرسکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کرسکتے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم سبقت کرنے والوں کا اجر پالو اور اس کی وجہ سے تم اپنے بعد والوں پر سبقت کرو اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہو مگر وہ جو تمہاری مثل اس کام کو کرے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمدللہ کہو۔ ابو صالح نے کہا پھر فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا ہمارے مالدار بھائیوں کو ہماری تسبیحات پڑھنے کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ہماری طرح تسبیحات پڑھنا شروع کردیں (یعنی وہ پھر مالی عبادت کرنے کی وجہ سے ہم سے بڑھ گئے) آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۹۔ ۲۱۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال و دولت کو اللہ کا فضل قرار دیا ہے اور یہ اس وقت ہے جب مال و دولت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت میں خرچ کیا جائے اور اگر مال و دولت کو محض مال و دولت کی خاطر جمع کیا جائے تو اس کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ (التکاثر : ۲-۱)

تمہیں زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کردیا۔ حتیٰ کہ تم (مرکر) قبروں میں پہنچ گئے۔

Marfat.com

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗۙ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗۚ۝ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ۝ جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ چورا چورا کردینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔ (الهمزة : ۴-۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی مال میں شدید اشتغال اور استغراق کی مذمت فرمائی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا : اے لوگو! نبی ﷺ فرماتے تھے کہ اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی مل جائے تو وہ چاہے گا کہ اسے دوسری وادی بھی مل جائے اور اگر اس کو دوسری وادی بھی دے دی جائے تو وہ چاہے گا اسے تیسری وادی بھی مل جائے ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو اللہ سے توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۳ - ۹۵۲ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی '۱۳۸۱ھ)

اعتدال کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کی طرف رغبت کا استحباب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۝ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝ۙ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (النحل : ۸-۵)

اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا جن میں تمہارے لئے گرم لباس ہے اور (مزید) فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۝ اور ان میں تمہارے لئے زینت ہے جب تم شام کو ان کو چرا کر واپس لاتے ہو اور جب انہیں چرنے چھوڑ جاتے ہو۝ اور وہ مویشی تمہارا وزنی سامان اٹھا کر ان شہروں میں لے جاتے ہیں جہاں تم جسمانی مشقت اٹھائے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے بے شک تمہارا رب نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۝ اور اس نے تمہاری سواری اور زینت کے لئے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے اور وہ ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ (الانفال : ۶۰)

اور (اے مسلمانو) ان کے خلاف جتنی تم میں استطاعت ہے ہتھیاروں کی فراہمی اور گھوڑے باندھنے کی تیاری کرلو ان سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر دھاک بٹھاؤ اور ان کے سوا دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا کسی شخص کے لیے باعث اجر ہے ایک گھوڑا باعث ستر ہے اور ایک گھوڑا باعث عذاب ہے۔ جس گھوڑے کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا وہ اس کے لئے باعث اجر ہے اس کو وہ کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لئے چھوڑ دے تو جتنی دور وہ چرنے کے لئے

Marfat.com

جائے گا اس کے لئے اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ پانی پینے کے لئے یا لید کرنے کے لئے جتنے قدم چلے گا اس کے لئے اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی' اور جو گھوڑا انسان کے لئے باعث ستر ہے (یعنی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ) یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے لوگوں سے مستغنی ہونے اور سوال سے بچنے کے لئے باندھا ہو پھر اس گھوڑے پر سواری کرنے اور اس پر بوجھ لادنے میں وہ اللہ کے حق کو فراموش نہ کرتا ہو (یعنی اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو) اور جو گھوڑا انسان کے لئے باعث ضرر اور عذاب ہے۔ یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے تکبر' ریاکاری اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے باندھا ہو۔ الحدیث

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑوں اور مویشیوں میں اللہ تعالیٰ نے زینت رکھی ہے اور انسان کے دل میں ان کی محبت ودیعت فرمائی ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے اور بندوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کے لئے ان کو اعتدال کے ساتھ جمع کرے تو یہ مستحب ہے اور باعث اجر وثواب اور سبب مغفرت ہے اور اگر ان کو نمود ونمائش اور فخر اور تکبر کے لئے جمع کرے تو ان کا جمع کرنا باعث ضرر اور گناہ ہے۔

اعتدال کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف رغبت کا استحباب

کھیتی باڑی کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ○ (الواقعۃ: ۶۴ـ۶۳)

ذرا بتاؤ تو سہی! جو کچھ تم کاشت کرتے ہو آیا اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی پودا اگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ کھاتا ہے یا انسان یا جانور تو وہ اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے معاملہ طے کیا کہ کھیتوں سے جو فصل کی پیداوار حاصل ہوگی اور باغات سے جو پھل حاصل ہوں گے تو (ان کے کام کرنے کے عوض) نصف وہ لیں گے اور (زمین کی ملکیت کی وجہ سے) نصف نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنی ازواج مطہرات کو اسی وسق (۴۸۰ من) کھجوریں اور بیس وسق (۱۲۰ من) جو عطا فرماتے تھے۔ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اختیار دیا خواہ خود زمین میں کاشت کریں یا غلہ کی مقدار مذکور لیں' بعض نے (حساب سے) غلہ لیا اور بعض نے خود کاشت کا انتظام کیا۔ حضرت عائشہ نے کاشت کاری کو اختیار کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زراعت اور کھیتی باڑی میں زیادہ انہماک اور شدت اشتغال سے منع کرنے کے لئے فرمایا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ہل کی پھالی اور کچھ آلات زراعت دیکھے تو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم کے گھر میں بھی یہ آلات داخل کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ذلت میں مبتلا کر دے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۴ـ۳۱۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن چھ چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی شہوات کی محبت انسان کے لئے مزین

Marfat.com

کر دی گئی ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان ان چھ چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ان کی محبت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کو فراموش نہ کرے اور توازن اور اعتدال کے ساتھ ان چیزوں کی محبت میں مشغول رہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہئے کہ کیا میں تم کو ان (سب) سے بہتر چیزوں کی خبر (نہ) دوں؟ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ○ (آل عمران ۱۶ـ۱۵)

اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس اچھے ٹھکانے کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس میں باغات ہیں جن میں مسلمان ہمیشہ رہیں گے اور حیض اور نفاس اور برائیوں سے پاک اور صاف بیویاں ہیں یہ انسان کے جسم کی لذتیں ہیں اور روح کی لذت کے لئے اللہ کی رضا ہے اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ عزوجل اہل جنت سے فرمائے گا : اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک اے ہمارے رب! ہم تیری اطاعت کے لئے حاضر ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے! تو نے ہمیں وہ نعمتیں دی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے اے رب! اس سے زیادہ افضل چیز اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا! (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے افضل فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں انسان کو جس وقت دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں اس وقت بھی اس کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ نہ جانے کب یہ نعمتیں اس کے ہاتھ سے جاتی رہیں' نیز دنیا میں انسان کو اگر کسی ایک وجہ سے راحت میسر ہوتی ہے تو کسی اور طرف سے مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور دنیا میں کوئی شخص بھی رنج اور فکر سے خالی نہیں ہے' اس کے برعکس آخرت کی نعمتوں میں کسی اعتبار سے فکر اور رنج کی آمیزش نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت میں باغات ہیں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا ہے' اللہ سے ڈرنے والوں سے مراد متقی لوگ ہیں اور متقی وہ مومن ہے جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے مجتنب ہو اور کامل متقی وہ ہے جو خلاف سنت اور خلاف اولیٰ سے بھی محترز ہو۔

کوئی شخص بھی توبہ اور استغفار سے مستغنی نہیں ہے

دوسری آیت میں ہے وہ متقی یہ کہتے ہیں کہ : اے ہمارے رب بے شک ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو

Marfat.com

بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا! امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ صرف ایمان کی وجہ سے بندہ اللہ کی رحمت اور مغفرت کا مستحق ہوتا ہے' کیونکہ جو شخص تمام عبادات کا حامل ہو اور کامل متقی ہو اس کی مغفرت کا نہ ہونا عبث اور قبیح ہے لہٰذا اس کی دعا صرف درجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے اور جو صرف ایمان سے متصف ہو اور اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں وہ گناہوں کی معافی کے لئے دعا کرے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے ایمان کے بعد ان کے استغفار کا ذکر کیا ہے' امام رازی نے اپنے موقف پر اس آیت کو بھی پیش کیا ہے :

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۞ (آل عمران : ۱۹۳)

اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی سے یہ ندا سنی کہ (اے لوگو) اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لائے سو اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر۔

امام رازی کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں بھی یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں نے صرف اپنے ایمان لانے کا ذکر کر کے گناہوں سے استغفار کیا ہے یہ نہیں ہے کہ انہوں نے جمیع طاعات کرنے کے بعد استغفار کیا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۱۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ہمارے نزدیک یہ بات تو صحیح ہے کہ اگر انسان صرف ایمان لایا ہو اور اس کو عبادت کا موقع نہ ملا ہو یا موقع ملنے کے باوجود اس نے عبادت نہ کی ہو یا گناہ کئے ہوں تب اس کا استغفار کرنا صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم اس کی مغفرت کا وعدہ فرما لیا ہے' لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جو کامل متقی ہو اس کی دعا صرف درجات کی بلندی کے لئے ہوگی گناہوں کی مغفرت کے لئے نہیں ہوگی' کیونکہ انسان زندگی کا ہر سانس اطاعت الٰہی میں گزارنے کے باوجود اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اور یہ عدل و انصاف سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے شکر میں کوتاہی کرنے پر گرفت کرے اور اس کو عذاب دے' اس لئے بڑے سے بڑا عبادت گزار بھی استغفار کرنے اور تقصیر طاعت پر معافی مانگنے سے مستغنی نہیں ہے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' البتہ تم ہمیشہ نیک کام کرتے رہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو ضرور عذاب دے گا در آں حالیکہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

نیز اس آیت کے بعد جو قرآن مجید کی آیت ہے اس میں صاف اور صریح طور پر نیک لوگوں کے استغفار کرنے کا ذکر ہے :

اَلصّٰبِرِيۡنَ وَالصّٰدِقِيۡنَ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ (آل عمران : ۱۷)

جو صبر کرنے والے' سچ بولنے والے' اللہ کی اطاعت کرنے والے اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور رات کے

Marfat.com

آخری حصہ میں استغفار کرنے والے۔

سیدنا محمد ﷺ سے بڑھ کر کون اطاعت شعار اور عبادت گزار ہے اور آپ دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے' امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نبی ﷺ معصوم ہیں نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کوئی صغیرہ' کبیرہ گناہ سہواً" یا عمداً" صورۃ" یا حقیقتاً" آپ سے کبھی صادر نہیں ہوا' پھر آپ کا استغفار کرنا اور توبہ کرنا اس لئے تھا کہ فی نفسہ توبہ اور استغفار عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (النصر : ۳)

اور آپ کا توبہ اور استغفار کرنا اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ توبہ اور استغفار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ (البقرہ : ۲۲۲) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یا آپ نے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں یا ترک اولیٰ کی وجہ سے استغفار کیا' یا بعض اوقات آپ امت کی تبلیغ' کھانے پینے اور سونے جاگنے کے معمولات' ازواج مطہرات کے حقوق' جہاد اور اس نوع کے دیگر کاموں میں مشغول ہوتے اور آپ کا جو خاص مقام تھا کہ اللہ کے حضور میں اس طرح متوجہ ہوتے کہ اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے' ان امور میں اشتغال کی وجہ سے اس مقام میں فرق آجاتا آپ اس پر توبہ اور استغفار کرتے' ہرچند کہ ان امور میں مشغول ہونا بھی عظیم عبادات میں سے ہے' یا آپ کا حال دائماً" ترقی پذیر تھا اور آپ اگلے حال کو دیکھ کر پچھلے حال پر استغفار کرتے یا آپ اس لئے استغفار کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت نہیں ہوسکی اگرچہ آپ سب سے بڑے عبادت گزار تھے یا آپ اس لئے استغفار کرتے کہ اللہ کی تمام نعمتوں پر کماحقہ شکر ادا نہیں ہوسکا یا اس لئے کہ اللہ کی جیسی حمد و ثناء ہونی چاہئے تھی نہیں ہوسکی یا تواضعاً" استغفار کرتے یا تعلیم امت کے لئے استغفار کرتے۔ بہرحال یہ واضح ہوگیا کہ کوئی شخص بھی اللہ سے توبہ اور استغفار کرنے سے مستغنی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو صبر کرنے والے' سچ بولنے والے' (اللہ کی) اطاعت کرنے والے' (راہ خدا میں) خرچ کرنے والے' رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرنے والے ہیں۔

رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے کی خصوصیت اور استغفار کی فضیلت

صبر کا معنی ہے ہر وہ ناگوار اور ناپسندیدہ چیز جس کو برداشت کرنا' مشکل اور دشوار ہو اس کو برداشت کرنا' اس آیت میں صبر کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں مشقت کو برداشت کرتے ہیں' حرام کاموں کے ارتکاب سے اپنے آپ کو روکتے ہیں جن کی نیتوں میں صدق اور اخلاص ہے۔ جن کے دل ایمان پر ثابت قدم ہیں جو ہر وقت سچ بولتے ہیں' خلوت اور جلوت میں اللہ کے فرمانبردار ہیں اور رات کے آخری پہر اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور

Marfat.com

استغفار کرتے ہیں۔

"قانتین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے ہیں اس کی عبادت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر پناہ مانگتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں' اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرض' واجب اور مستحب ہر قسم کے صدقات ظاہر اور خفیہ ہر طریقہ سے ادا کرتے ہیں۔ اس آیت میں "قانتین" یعنی اطاعت گزاروں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر استغفار کرتے ہیں' اس میں یہ نکتہ ہے کہ بندے سے وہ استغفار مطلوب ہے جو ترک معصیت اور اعمال صالحہ کے ساتھ مقرون ہو اور اگر انسان اپنی معصیت پر برقرار رہے اور خالی زبان سے استغفار کرتا رہے تو اس کا یہ استغفار کافی نہیں ہے' کیونکہ وہ شخص جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور زبان سے استغفار کرتا رہے تو وہ گویا اپنے رب سے استہزا کر رہا ہے۔

استغفار کے لئے رات کے آخری حصہ کی تخصیص کی گئی ہے کیونکہ اس وقت سکون اور سناٹا ہوتا ہے اور بندہ خدا کے سامنے جو آہ وزاری اور نالہ وفریاد کرتا ہے اسے دیکھنے والا کوئی تیسرا نہیں ہوتا' نیز یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی بندوں پر خصوصی توجہ ہوتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ سحر کے وقت رات کی ظلمت جاری ہوتی ہے اور صبح کا نور آرہا ہوتا ہے اور ظلمت کے مقابلہ میں نور اس طرح ہے جس طرح موت کے مقابلہ میں حیات ہوتی ہے اور یہ عالم کبیر کی حیات ہے اور انسان عالم صغیر ہے جب وہ سحری کے وقت اٹھتا ہے تو نیند کے بعد اس کی بیداری بھی موت کے بعد بہ منزلہ حیات ہے اور یہ وہ وقت ہے جب انسان کے دل میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت انسان کو بہت میٹھی نیند آتی ہے اور اس کا انتہائی میٹھی نیند کو چھوڑ کر اللہ کی یاد کے لئے کھڑا ہو جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے انتہائی محبت کرنے والا اور اس کا بہت اطاعت گزار ہے اس لئے اس وقت استغفار کرنے والوں پر اللہ بہت مہربان ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جب تیسرا حصہ باقی رہتا ہے آسمان دنیا کی طرف نازل (متوجہ) ہوتا ہے اور فرماتا ہے : کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں! کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں' اور کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تو میں اس کی مغفرت کردوں! (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ جس نے تہجد کی نماز پڑھی اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کیا اس کا نام سحر کے وقت استغفار کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۳۹' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

استغفار بلکہ ہر دعا کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان حضور قلب اور خشوع اور خضوع سے دعا کرے یہ نہ ہو کہ دل اور دماغ کہیں اور ہوں اور اللہ سے دعا کر رہا ہو۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ تم کو قبولیت کا یقین ہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ لہو میں مشغول اور غافل قلب کی دعا قبول نہیں کرتا۔

(جامع ترمذی ص ۵۰۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

Marfat.com

یوں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کے لئے قرآن اور حدیث میں بہت سی دعائیں ہیں لیکن جس دعا کو نبی ﷺ نے سید الاستغفار فرمایا ہے وہ یہ ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ دعا کرے : اے اللہ تو میرا رب ہے! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی استطاعت کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں' میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیری مجھ پر جو نعمتیں ہیں میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں سو میری مغفرت فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت یقین کے ساتھ یہ دعا کی اور اس دن شام سے پہلے وہ فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہو گا اور جس نے رات کو یقین کے ساتھ یہ دعا کی اور وہ اسی رات کو صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہو گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کو حل کر دے گا' ہر تنگی میں اس کے لئے فراخی کر دے گا اور جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو گا اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۵۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتوں نے اور علماء نے (گواہی دی) درآں حالیکہ وہ (اللہ) عدل کے ساتھ نظام قائم کرنے والا ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔ (آل عمران : ۱۸)

مشکل الفاظ کے معانی

شہادت کا معنی ہے کسی یقینی بات کی خبر دینا یا کسی امر واقعی کا اظہار اور بیان کرنا۔ یہ اظہار یا تو مشاہدہ حسیہ پر مبنی ہوتا ہے یا مشاہدہ معنویہ پر مبنی ہوتا ہے۔ مشاہدہ معنویہ سے مراد دلائل اور براہین ہیں۔ اولوا العلم۔ اصحاب علم۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دلائل اور براہین سے لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔ اس کا مصداق انبیاء علیہم السلام' فقہاء مجتہدین اور علماء ہیں۔ قائما بالقسط۔ اس سے مراد ہے اپنی تدبیر سے نظام عالم کو کیفیت متوسطہ پر قائم رکھنے والا اور دین اور شریعت میں متوسط عقائد اور احکام کا مکلف کرنے والا۔

آیت مذکور کے شان نزول میں متعدد اقوال

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں :

شام کے دو عالم مدینہ منورہ آئے تو ایک نے دوسرے سے کہا یہ شہر اس نبی کے شہر سے بہت مشابہ ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی کتاب میں لکھی ہوئی نعت سے پہچان لیا ان دونوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا آپ محمد ہیں؟ (ﷺ) آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے کہا آپ احمد ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے ایک شہادت کے متعلق سوال کرتے ہیں اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے

Marfat.com

آپ نے فرمایا تم مجھ سے سوال کرو۔ انہوں نے کہا یہ بتلایئے کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتوں نے اور علماء نے (الآیہ) تو وہ دونوں مسلمان ہو گئے' ابن جبیر نے کہا بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو تمام بت سجدے میں گر پڑے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت نجران کے عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے مناظرہ کیا' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے اپنے دین کو اسلام کی بجائے یہودیت اور عیسائیت کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کر دیا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علماء دین کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اور خود انسان کے نفس میں اپنی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کر دیئے ہیں اور فرشتوں اور رسولوں کو اپنی الوہیت اور وحدانیت کی خبر دی ہے اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی ہے۔ اس طرح اللہ نے فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی ہے۔

اس آیت میں علماء دین کی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی شہادت کے بعد علماء دین کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات میں بھی علماء کی فضیلت مذکور ہے ان میں سے بعض آیات یہ ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ : ۱۱۴) — اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

اگر علم کے علاوہ کسی اور چیز میں فضیلت ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس چیز میں زیادتی کے حصول کی تلقین فرماتا۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط (الزمر : ۹) — آپ کہئے کہ کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ برابر ہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر : ۲۸) — اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (العنکبوت : ۴۳) — اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں علماء دین کی فضیلت کا بیان ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے' اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے' انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے

Marfat.com

گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بہ خدا اگر اللہ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو سب جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتی ہے۔

(جامع ترمذی ص ۳۷۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور بے شک طالب علم کی رضاجوئی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کے پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ابو جعفر نے کہا عالم کی موت ابلیس کے نزدیک ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

Marfat.com

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ

بے شک اللہ کے نزدیک دین' اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے علم حاصل ہونے کے باوجود

أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ

جو باہم اختلاف کیا وہ ایک دوسرے سے عناد کے باعث تھا'

وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ

اور جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ○ اور (اے محبوب)

حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل

اگر پھر بھی یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیے کہ میں نے اور جس نے بھی میری پیروی کی ہے اس نے اللہ کے لیے اسلام قبول کر لیا ہے' اور

لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ

آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہیے کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ؛ پھر اگر انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے

اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع ۱۰|۱۱

تو وہ ہدایت پا گئے ہیں اور اگر انھوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچانا ہے اور اللہ ہی بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ○

اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور علماء نے یہ شہادت دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک اسلام کے سوا اور کوئی دین توحید کا داعی نہیں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اصطلاح شرع کے اعتبار سے اسلام کا معنی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں اور احکام لے کر آئے ان کی تصدیق کرنا اور ان کو ماننا اور یہی ایمان کا اصطلاحی معنی ہے اور اس اعتبار سے ایمان اور اسلام واحد ہیں البتہ لغت کے اعتبار سے ان میں فرق ہے' ایمان کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو مامون اور بے خوف کرنا۔ انسان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اپنے آپ کو دوزخ کے دائمی عذاب سے محفوظ کر لیتا ہے' اور اسلام کا لغوی معنی ہے اطاعت کرنا سلامتی میں داخل ہونا اور اخلاص' جب انسان اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے دنیا میں اس کی جان اور مال سلامتی میں رہتے ہیں اور آخرت میں بھی وہ عذاب سے سلامت رہتا ہے' اور جو شخص جتنا پکا مسلمان ہوتا ہے اس کے دین میں اتنا زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ہم نے وضاحت کے ساتھ دین کا معنی بیان کیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ

Marfat.com

تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں جو عقائد اور اصول مشترک رہے ہیں ان کا نام دین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اہل کتاب نے علم حاصل ہونے کے باوجود جو باہم اختلاف کیا وہ ایک دوسرے سے عناد کے باعث تھا اور جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرے تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔○ (آل عمران : ۱۹)

اہل کتاب کے اختلاف کا بیان

اس آیت میں جن اہل کتاب کے اختلاف کا ذکر ہے اس کے مصداق کی تعیین میں حسب ذیل اقوال ہیں :

(۱) اس سے مراد یہود ہیں اور ان کے اختلاف کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے تورات کو ستر علماء کے سپرد کیا اور ان کو تورات پر امین بنایا اور حضرت یوشع علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا۔ پھر کئی قرن گزرنے کے بعد ان ستر علماء کی اولاد در اولاد نے تورات کا علم رکھنے کے باوجود باہمی حسد اور عناد کے باعث ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔

(۲) اس سے مراد نصاریٰ ہیں اور باوجود انجیل کی تعلیمات کے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا اور انہیں عبداللہ کی بجائے ابن اللہ کہا۔

(۳) اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں اور ان کا آپس میں اختلاف یہ تھا کہ یہود نے کہا کہ عزیر ابن اللہ ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہیں' اور ان دونوں نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ قریش مکہ کی بہ نسبت نبوت کے ہم زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ ان پڑھ لوگ ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں باوجود اس کے کہ ان کے پاس سیدنا محمد ﷺ کی تصدیق کے متعلق علم آچکا تھا' ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق اوصاف' علامات اور پیش گوئیاں تھیں۔ قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو رہی تھیں جن کی تائید اور تصدیق ان کی کتابوں میں تھی اور نبی ﷺ سے ایسے معجزات کا ظہور ہو رہا تھا جن سے آپ کے دعویٰ نبوت کا صدق ظاہر ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر کا اور ان کی تمام بد اعمالیوں کا علم ہے اس نے اپنی حکمت سے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے وہ بہت جلد ان کا حساب لے گا اور ان کو ان کے جرائم کی سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (اے محبوب!) اگر پھر بھی یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہئے کہ میں نے اور جس نے بھی میری پیروی کی ہے اس نے اللہ کے لیے اسلام قبول کر لیا ہے۔

یہ آیت سیدنا محمد ﷺ کے دین کے تمام مخالفین کو شامل ہے عام ازیں کہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں۔ مجوس ہوں یا بت پرست ہوں اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے علم آنے کے باوجود سیدنا محمد ﷺ کی نبوت میں اختلاف کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا' اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے جواب میں یہ کہیں کہ میں نے تو اللہ کے حضور میں اپنا سر نیاز خم کر دیا ہے' کیونکہ اس سے پہلے نبی ﷺ اپنی نبوت کے صدق پر معجزات کو ظاہر کر چکے تھے' درخت آپ کے بلانے پر چلے آئے۔ ہرنی نے آپ سے کلام کیا۔ گوہ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ پتھر آپ پر سلام عرض کرتے تھے چاند اور سورج آپ کے زیر تصرف تھے نیز اس سے پہلے جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی آپ کے دین کے صدق کا بیان تھا۔ جب الحی القیوم فرمایا تو عیسائیوں کا یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ خدا وہ ہے جو ہمیشہ زندہ ہو' حضرت عیسیٰ پہلے نہ تھے پھر پیدا ہوئے اور مسیحی عقیدہ کے مطابق ان کو سولی دی گئی اور وہ فوت ہو گئے اور بہرحال

Marfat.com

قیامت سے پہلے ایک دن انہوں نے فوت ہونا ہے' اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بدر کے اس معجزہ کا ذکر فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت قلیل تھی لیکن کافروں کو دوچند نظر آتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اپنی شہادت کا ذکر کیا۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کی بدعقیدگیوں اور ان کے تمام شبہات کا رد فرمایا اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور دین اسلام کے حق ہونے پر دلائل قائم کئے اگر اس سب کے باوجود یہ لوگ اپنے کفر پر اصرار کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے اور میرے پیروکاروں نے تو بہرحال اپنا سرنیاز اللہ کے سامنے خم کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہئے کیا تم نے اسلام قبول کرلیا؟ پھر اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو وہ ہدایت پاگئے ہیں اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچا دینا ہے اور اللہ ہی بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس آیت میں ان پڑھ لوگوں کو بھی مخاطب کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم نے لکھا تھا کہ اس آیت میں تمام کفار سے خطاب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : کیا تم نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ آپ ان سے کہئے کہ تم اسلام قبول کرلو۔ امر کے بجائے استفہام سے خطاب فرمایا اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا مخاطب بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہے اور وہ انصاف پسند نہیں ہے' کیونکہ منصف مزاج شخص کے سامنے جب کوئی چیز دلیل سے ثابت ہوجائے تو پھر وہ حیل وحجت نہیں کرتا اور اس کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ

بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے ہیں

وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ

اور عدل و انصاف کا حکم دینے والے لوگوں کو قتل کرتے ہیں آپ ان کو دردناک

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

عذاب کی خوشخبری دے دیجئے ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع

وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا

ہوگئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب

نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

کا علم دیا گیا، انھیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے

Marfat.com

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ

پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے ○ اس (سرکشی کی جرأت) کا سبب یہ ہے کہ انہوں

تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا

نے کہا کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی، اور انہیں ان کے دین کے متعلق اس بہتان نے

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ

دھوکے میں رکھا جو وہ اللہ پر باندھتے تھے ○ اور کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ

اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ آپ یوں عرض کیجیے اے اللہ ملک کے

الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ

مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت میں مبتلا کرتا ہے، سب بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے، بیشک تو ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۡ

چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ

اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے

مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

بے حساب رزق دیتا ہے ○

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچانا ہے اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ وہ اعراض کرنے والے کون لوگ ہیں' آل عمران کی اس آیت : ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے ان

Marfat.com

لوگوں کی تین صفات بیان کی ہیں : (۱) یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا کفر کرتے ہیں (۲) نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں (۳) عدل وانصاف کا حکم دینے والے علماء وناصحین کو قتل کرتے ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! قیامت کے دن کن لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کو قتل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی : بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور عدل وانصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرتے ہیں (الآیہ) پھر آپ نے فرمایا اے ابو عبیدہ! بنو اسرائیل نے صبح کے اول وقت میں تینتالیس نبیوں کو قتل کردیا' تو بنو اسرائیل کے ایک سو بارہ عبادت گزار علماء کھڑے ہوئے انہوں نے ان کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو بنو اسرائیل نے اس دن کے آخری حصہ میں ان سب کو قتل کردیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴ مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اللہ تعالیٰ کی تمام آیتوں کا انکار ہے

اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا کفر کرتے ہیں حالانکہ یہود اللہ تعالیٰ کو' فرشتوں کو' آسمانی کتابوں کو' انبیاء سابقین کو' قیامت' حشر ونشر' حساب وکتاب اور عذاب وثواب کو ماننے والے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور تورات اور قرآن مجید میں آپ کی نبوت کے متعلق جو آیات ہیں ان کا انکار کیا اور کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار اس کی تمام آیتوں کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ جس خدا نے باقی آیات نازل کی ہیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق آیتیں بھی اسی نے نازل کی ہیں اس لئے آپ کی نبوت کا انکار کرنا تمام آیات الہیہ کا انکار کرنا ہے اس وجہ سے فرمایا یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا کفر کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سری شہادت

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں یہود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے ہیں اور عدل وانصاف کا حکم دینے والے علماء ناصحین کو قتل کرتے ہیں' حالانکہ یہ قتل تو ان مخاطبین یہود کے آباؤ اجداد نے کیا تھا تو اس فعل پر ان کی مذمت کیوں کی جارہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی تھے وہ اپنے آباؤ اجدادکی سیرت کو لائق تحسین اور قابل تقلید گردانتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے' اس لئے ان افعال پر ان یہودیوں کی بھی مذمت کی گئی دوسرا جواب یہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی روش پر چلتے ہوئے ان لوگوں نے بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازشیں کیں اور مشرکین کے ساتھ ساز باز کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور خیبر میں ایک یہودی عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلود گوشت کا لقمہ کھلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس زہر کے اثر کو فی الفور روک لیا لیکن تین سال بعد اسی زہر کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی اور آپ نے بھی سری شہادت پائی۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے فرمایا : اے عائشہ! میں ہمیشہ اس طعام کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب اس زہر کے اثر سے میرے قلب کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت آگیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۷' مطبوعہ کراچی)

Marfat.com

ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنا افضل جہاد ہے

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے بنو اسرائیل نے ایک سو بارہ علماء کو قتل کردیا' اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ عزیمت اور شریعت میں اصل یہ ہے کہ مسلمان جان کی پرواہ کئے بغیر حق کا اظہار کرے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے راستہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے۔ امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا اس وقت آپ نے رکاب میں پیر رکھا ہوا تھا : کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۶ مطبوعہ کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد (ج ۲ ص ۴۱) امام ترمذی (ص ۳۱۶) ابن ماجہ (ص ۲۸۹) امام حمیدی (ج ۲ ص ۳۳۲—۳۳۱) امام بیہقی (شعب الایمان ج ۶ ص ۹۳) اور امام احمد (ج ۳ ص ۶۱) نے بھی روایت کیا ہے' اور یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سے شہداء سب سے زیادہ مکرم ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے کسی ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور حاکم نے اس شخص کو شہید کردیا۔ (مسند بزار)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے حق ظاہر ہونے کے بعد اس کو بیان کرنے سے اور کسی بڑی بات کا ذکر کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ لوگوں کا دباؤ موت کو قریب کرتا ہے نہ رزق کو دور کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۲) (مسند احمد ج ۳ ص ۹۲۔ ۸۷۔ ۷۔ ۴۷۔ ۴۴۔ مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۴۷)

نیز حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص ہے جو کسی ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کو (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا تو اس حاکم نے اس کو شہید کردیا۔ (المعجم الاوسط)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ضرور نیکی کا حکم دو اور ضرور برائی سے منع کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے برے لوگوں کو تم پر مسلط کردے گا پھر تمہارے نیک لوگ (بھی) دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ (مجمع ج ۷ ص ۲۶۶)

مصیبت سے بچنے کے لئے کلمہ حق نہ کہنے کا جواز

اصل' عزیمت اور افضل تو یہی ہے کہ مسلمان کو اپنی جان کا خطرہ ہو پھر بھی وہ اظہار حق سے باز نہ رہے لیکن شریعت میں یہ رخصت بھی دی گئی ہے کہ جب حق بات کہنے سے اس کی اپنی یا کسی اور کی جان کا خطرہ ہو تو وہ اپنے آپ کو

Marfat.com

خطرہ میں نہ ڈالے۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے خود کو ذلت میں ڈالنا جائز نہیں ہے آپ سے پوچھا گیا کہ ذلت میں ڈالنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ اپنے آپ کو کسی ایسی مصیبت میں ڈالے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۴-۲۷۳ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت '۱۴۱۰ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج سے خطبہ میں ایسی چیزیں سنیں جن کا میں انکار کرتا تھا میں نے اس کا رد کرنے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی کہ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل نہ کرے' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں ڈالے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے۔ المعجم الکبیر کی سند جید ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط میں حضرت علی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۵' ۲۷۴ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت '۱۴۱۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا آیا میں اپنے امام کو نیکی کو حکم دوں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ تم کو قتل کردے گا تو پھر نہ دو۔

(شعب الایمان ج ۶ ص ۹۶ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔○ (آل عمران : ۲۲-۲۱)

یہود کے جرائم پر سزاؤں کا ترتب

ان یہودیوں کے تین جرائم بیان کئے گئے تھے' اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا' نبیوں کو ناحق قتل کرنا اور علماء ناصحین کو قتل کرنا' اب اس کے مقابلہ میں ان کے لئے تین سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کے اعمال کا دنیا میں ضائع ہونا۔ آخرت میں ضائع ہونا اور ان کے لئے کسی مددگار کا نہ ہونا۔ دنیا میں ان کے اعمال کے ضائع ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے کئے ہوئے اچھے کاموں کی دنیا میں تحسین نہیں ہوگی' جہاد میں ان کو قتل کردیا جائے گا اور میدان جہاد میں ان کا جو مال ہاتھ آئے گا وہ بطور مال غنیمت ضبط کرلیا جائے گا اور جو لوگ میدان جنگ میں گرفتار ہوں گے ان کو غلام بنانا جائز ہو گا' اور آخرت میں اعمال ضائع ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ آخرت میں ان کی نیکیوں پر ان کو اجر و ثواب کے بدلہ عذاب ہو گا' اور تیسری سزا یہ ہے کہ یہ ہر قسم کی شفاعت سے محروم ہوں گے' انہیں جو عذاب کی خبر دی گئی ہے اس کو خوش خبری سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ جن کاموں پر انہیں عذاب ہو گا یہ ان کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ اچھے کام ہیں تو پھر ان کے لئے یہ خوشخبری ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا' انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرے' پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے۔

اس سے پہلی آیات میں یہ فرمایا تھا : اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہئے کہ میں نے اور جس نے بھی میری پیروی کی ہے اس نے اللہ کے لئے اسلام قبول کرلیا ہے' اور یہ بتایا تھا کہ انہوں نے عناداً" اعراض کیا اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ان کے عناد کی انتہاء یہ ہے کہ انہیں ان کی آسمانی کتابوں کی طرف عمل کی دعوت دی جائے تو وہ اس سے بھی اعراض کرتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شان نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہودیوں کے مدرسہ میں گئے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو ان یہودیوں میں سے نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا اے محمد! (ﷺ) آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم کے دین اور ان کی ملت پر۔ انہوں نے کہا ابراہیم تو یہودی تھے آپ نے فرمایا تورات لاؤ اس مسئلہ میں وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصل ہے۔ انہوں نے اس سے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرے تو پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۴۵' مطبوعہ دار المعرفت بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اس (سرکشی کی جرأت) کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی اور انہیں ان کے دین کے متعلق اس بہتان نے دھوکے میں رکھا جو وہ اللہ پر باندھتے تھے۔

(آل عمران : ۲۴)

یہود جو اللہ پر افتراء باندھتے تھے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ وہ کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ ہمیں صرف گنتی کے چند دن آگ جلائے گی وہ کہتے تھے کہ انہوں نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی تھی سو ان کو چالیس دن کا عذاب ہوگا نیز وہ کہتے تھے کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں اس لئے ان سے گناہوں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور وہ سیدنا محمد ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم حق پر ہیں اور آپ باطل پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(آل عمران : ۲۵)

اس آیت میں یہود کے افعال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کے مخاطبین کو اس پر تعجب کرنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہود کو جمع فرمائے گا جس دن نسب منقطع ہو جائیں گے اور کسی شخص کے کام نہ اس کا مال آئے گا نہ اس کی اولاد کام آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور کسی شخص کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

Marfat.com

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (الانبیاء : ۴۷)

قیامت کے دن ہم انصاف کی میزانیں رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے (بھی) لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔

بلاتوبہ مرتکب کبیرہ مرنے والے مومن کی مغفرت میں مذاہب

معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو مومن گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور وہ توبہ کئے بغیر مرجائے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کو اس کے ایمان کی جزا بھی تو دینی ہے اب یا تو وہ ایمان کی جزا پانے کے بعد جنت سے نکال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا یا گناہ کبیرہ کی سزا بھگتنے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے' دوسری صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے اور پہلی صورت اجماعاً" باطل ہے' نیز قرآن مجید میں ہے کسی شخص کو جنت میں داخل کرنے کے بعد اس کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر : ۴۸)

انہیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

اس لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرتکب کبیرہ مومن کو جنت سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا جائے اس لئے یا تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم یا نبی ﷺ کی شفاعت سے اس مومن کو بخش دے گا جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مرگیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء : ۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اسے جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔

اور یا پھر اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کی سزا کے لئے دوزخ میں ڈالے گا اور پھر اس شخص کو اس کے ایمان کی جزا دینے کے لئے جنت میں داخل کردے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے گناہ کی وجہ سے اس کا ایمان ضائع کردیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ بداہتہ "باطل ہے۔ یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ایک لحظہ کا ایمان ستر سال کے کفر کو ساقط کردیتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ستر سال کا ایمان ایک لحظہ کے گناہ سے ساقط ہو جائے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (الزلزال : ۷)

سو جس نے ذرہ برابر (بھی) نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا۔

اگر کسی مومن کو اس کے ایمان کی جزا نہ دی جائے تو اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ یوں عرض کیجئے اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ (آل عمران : ۲۶)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ عنقریب کفار مغلوب ہوں گے اور بہ ظاہر ایسا ہونا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دنیا کے اکثر و بیشتر ملکوں میں کافروں کی حکومت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ یہ دعا کریں : اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین

Marfat.com

لیتا ہے یعنی ملک اور بادشاہی اللہ کے اختیار میں ہے اس پر بندوں کا اقتدار نہیں ہے۔

روم اور فارس کی فتح کی پیش گوئی

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں :

روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے مکہ فتح کیا اور آپ نے اپنی امت سے روم اور فارس کی سلطنتوں کا وعدہ کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے کہا کہاں روم اور فارس کے ملک اور کہاں محمد! ﷺ یہ بہت بعید بات ہے' اور ایک روایت یہ ہے کہ جب غزوہ احزاب میں نبی ﷺ نے خندق کے نشان لگائے اور ہر دس آدمیوں کی جماعت کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی چٹان آگئی جو کسی کدال اور پھاوڑے سے نہ ٹوٹتی تھی تب صحابہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے پاس بھیجا اور انہوں نے آکر آپ کو بتایا۔ نبی ﷺ نے حضرت سلمان کے ہاتھ سے کدال لے کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو آپ کی ضرب سے چنگاریاں اڑیں اور اندھیری رات میں بجلی کی طرح روشنی پیدا ہوئی آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمانوں نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس روشنی میں مجھے حیرہ کے محلات نظر آئے' پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو فرمایا کہ اس کی روشنی میں مجھے روم کے محلات نظر آئے' پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا اس روشنی میں مجھے صنعاء کے محلات نظر آئے اور مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر خبر دی کہ میری امت ان تمام ملکوں پر قابض اور غالب ہوگی سو تمہیں خوش خبری ہو۔ یہ سن کر منافقوں نے کہا تم کو اپنے نبی پر تعجب نہیں ہوتا وہ تم سے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور وہ تمہیں خبر دیتا ہے کہ وہ یثرب سے حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات کو دیکھ رہا ہے اور وہ ملک تمہارے لئے فتح ہوں گے حالانکہ تم مارے خوف کے خندقیں کھود رہے ہو' اور تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان خندقوں سے باہر نکل کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکو' تب یہ آیت نازل ہوئی : آپ دعا کیجئے اے اللہ ملک کے مالک! تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے۔ حسن بصری نے کہا : اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو فارس اور روم کے ملکوں پر غلبہ عطا فرمائے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ دعا قبول فرمائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے مقامات اسی طرح ہیں انہیں جب کسی دعا کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ (تفسیر کبیرج ۲ص ۴۲۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث میں آپ کے کئی معجزات کا بیان ہے جو چٹان کسی سے نہ ٹوٹتی تھی وہ آپ کی ایک ضرب سے ٹوٹ کر بکھر گئی آپ نے اپنی ضرب سے پیدا ہونے والی چمک میں دور دراز ملکوں کے محلات دیکھے آپ نے اپنی امت کو روم اور فارس پر فتح کی جو بشارت دی تھی وہ پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی۔

سیدنا محمد ﷺ کے نبی ہونے پر مخالفین کے اعتراض کا جواب

"مالک الملک" میں ملک سے مراد سلطنت اور غلبہ ہے ایک قول ہے اس سے مراد مال اور غلام ہیں اور مجاہد نے کہا اس سے مراد نبوت ہے' ملک سے نبوت مراد ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ علماء ربانیین کی مخلوق کے باطن پر حکومت ہوتی ہے اور بادشاہوں کی مخلوق کے ظاہر پر حکومت ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا حکم مخلوق کے ظاہر اور باطن دونوں پر نافذ ہوتا ہے اور علماء ہوں یا حکام دونوں نبی علیہ السلام کے حکم کے تابع ہوتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا ملک بادشاہوں کے

Marfat.com

ملک سے زیادہ عظیم اور وقیع ہے۔ ادھر مشرکین نبی ﷺ کی نبوت کا اس لئے انکار کرتے تھے کہ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ تعجب سے کہتے تھے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو رسول بناتا تب بھی اس کو کسی پیکر انسانی میں بھیجتا اور وہ پھر اسی شبہ میں مبتلا ہوتے اور بعض مشرک یہ کہتے تھے کہ اگر کسی بشر نے ہی رسول ہونا تھا تو اللہ تعالیٰ کسی بہت بڑے دولتمند یا کسی بہت بڑے سردار کو رسول بناتا ایک خاک نشیں یتیم کو اللہ نے رسول کیسے بنادیا؟ یہود کہتے تھے کہ نبوت تو ہمارے آباء اور اسلاف میں تھی قریش ان پڑھ لوگ ہیں ان میں نبی کیسے مبعوث ہوگیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان تمام منکروں کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سبحانہ مالک الملک ہے' نبوت کا مالک ہے وہ جس کو چاہے نبوت عطا فرمائے' اس تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ پھر ملک چھیننے کا معنی ہوگا کہ وہ جس سے چاہے نبوت چھین لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی نبی سے نبوت سلب نہیں فرماتا! اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کی نسل میں نبوت رکھے اور اس میں نسل در نسل نبی آتے رہیں پھر اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کی نسل میں نبوت رکھ دے تو یہ بات صادق آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی نسل سے نبوت کو سلب کرلیا اور دوسرے شخص کو نبوت عطا کردی اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے بنو اسرائیل کی نسل میں نبوت رکھی اور پھر یہ نبوت بنو اسماعیل کی نسل میں سے سیدنا محمد ﷺ کو عطا کردی۔

اللہ تعالیٰ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے لیکن یہاں فرمایا ہے کہ سب خیر تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور شر کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ادب کا تقاضا ہے اللہ کی طرف شر کی نسبت نہ کی جائے بلکہ شر کی نسبت اس کے کاسب کی طرف کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم مظاہر میں سے یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے سردیوں میں بتدریج رات لمبی ہوتی رہتی ہے اور دن چھوٹا ہوتا رہتا ہے اور گرمیوں میں دن بتدریج لمبا ہوتا رہتا ہے اور رات چھوٹی ہوتی رہتی ہے کبھی دن اور رات میں بہت فرق ہوتا ہے اور کبھی دونوں معتدل ہوتے ہیں اور قطبین میں یہ فرق بہت زیادہ ہوجاتا ہے وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور بلغاریہ میں سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ بعد صبح طلوع ہوجاتی ہے اور وہاں کے رہنے والے عشاء کی نماز کا وقت نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے یا تو اس سے مادی طور پر نکالنا مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ بیج سے درخت کو نکالتا ہے' نطفہ سے انسان کو اور انڈے سے پرندے کو یا اس سے معنوی طور پر نکالنا مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ جاہل سے عالم کو پیدا کرتا ہے اور کافر سے مومن کو پیدا کرتا ہے' اور مردہ کو زندہ سے نکالنا اس کے برعکس ہے جیسے بیج کو درخت سے نطفہ کو انسان اور جاہل کو عالم سے اور کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے مال اور رزق سے بے حساب عطا فرماتا ہے۔ یعنی اے اللہ! تو اس پر قادر ہے کہ عجم سے ملک چھین کر عرب کو عطا فرمادے اور بنو اسرائیل سے نبوت لے کر بنو اسماعیل کو عطا فرمادے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا وہ اسم اعظم جس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ دعا قبول ہو آل عمران کی اس آیت میں ہے: اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء۔ الآیۃ

(المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی سند میں جسر بن فرقد ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰، رقم الحدیث: ۱۷۲۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

ایمان والے، مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں،

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا

اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان

مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

سے بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ

آپ کہیے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو اس کا علم ہے اور جو کچھ آسمانوں

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اسے اس کا (بھی) علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر

قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ

ہے ○ وہ دن جس میں ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو (بھی) حاضر پائے گا اور اپنی

وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ

کی ہوئی برائی کو (بھی) اور وہ یہ خواہش کرے گا کہ اس شخص کے اور اس دن کے درمیان بہت زیادہ

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

فاصلہ ہوتا، اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر نہایت مہربان ہے ○

معانقہ ۳ عند المتاخرین ۱۲

ع ۱۰

Marfat.com

کفار سے دوستی کی ممانعت کا آیات سابقہ سے ارتباط اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور حمد و ثناء اور اس سے دعا کس طرح کرنی چاہئے' سو وہ اللہ کے ساتھ معاملہ کا بیان تھا اور اس آیت میں بندوں کے ساتھ معاملہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھیں اور کفار کے ساتھ دوستی اور محبت نہ رکھیں' نیز اس سے پہلی آیت میں کفار کا بیان تھا اور اس آیت میں کفار کے ساتھ محبت اور ان سے رغبت رکھنے سے منع فرمایا ہے' مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ کے دشمنوں سے محبت نہ رکھیں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت رکھیں کیونکہ وہی مالک الملک ہے وہ جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف' ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید کی بعض انصار صحابہ سے باطنی دوستی تھی تاکہ وہ ان مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کریں' حضرت رفاعہ بن منذر' حضرت عبداللہ بن جبیر اور حضرت سعد بن خیثمہ نے ان انصار سے کہا کہ وہ ان یہودیوں کے ساتھ باطنی دوستی رکھنے سے اجتناب کریں لیکن یہ مسلمان نہیں مانے اور ان یہودیوں کے ساتھ باطنی دوستی رکھنے پر مصر رہے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں (یا اللہ کی عبادت میں یا اللہ والوں کی جماعت اور اللہ کے مقربین میں) بالکل نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۵۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ امام بخاری نے بھی اس آیت کو اس حدیث کا عنوان بنایا ہے' وہ حدیث یہ ہے: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا روضہ خاخ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں جاؤ وہاں ایک عورت سفر کر رہی ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے لے لو۔ ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم روضہ میں پہنچ گئے تو وہاں وہ مسافرہ تھی ہم نے اس سے کہا وہ خط نکالو اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا وہ خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے اتار دیئے جائیں گے' تب اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے وہ خط نکالا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کی طرف ہے۔ اس خط میں حضرت حاطب نے مکہ کے مشرکوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقدامات کی خبر دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! میرے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں میں قریش کے قرابت داروں میں سے نہیں ہوں' میں ان سے مل جل کر رہنے والا ہوں' آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ والوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ مکہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے اموال کی حفاظت کرلیں گے تو میں نے یہ چاہا کہ جب مکہ والوں کے ساتھ میری کوئی رشتہ داری نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کردوں اور اس احسان کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں میں نے یہ فعل کسی کفر یا ارتداد یا اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا

Marfat.com

یہ شخص بدر میں حاضر ہو چکا ہے تمہیں کیا پتا ہے کہ بے شک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۴۲۲، ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت کا معنی اور محمل

اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات سے منع فرمایا ہے۔ موالات کا معنی ہے محبت اور قلبی لگاؤ۔ یہ محبت رشتہ داری کی وجہ سے ہوتی ہے یا پرانی دوستی کی وجہ سے ہوتی ہے یا نئی شناسائی کی وجہ سے ہوتی ہے جو غیر اختیاری ہوتی ہے اور جو چیز غیر اختیاری ہو وہ شرعاً معاف ہے اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے اس لئے یہاں نفس محبت سے ممانعت مراد نہیں ہے بلکہ انسان محبت کی بناء پر جو معاملہ اپنے محبوب کے ساتھ کرتا ہے اور محبت کے جن تقاضوں پر عمل کرتا ہے ان معاملات اور تقاضوں پر عمل کرنے سے ممانعت مراد ہے۔ مثلاً محبوب کی تعظیم اور تکریم کرنا محبوب کے حکم کو باقی احکام پر ترجیح دینا اور اس کی تعریف وتوصیف کرنا، اس کا بہ کثرت ذکر کرنا اور اس کی رضاجوئی کی کوشش کرنا۔ سو کفار کی تعظیم وتکریم کرنا ان کی تعریف وتوصیف کرنا، ان کا بہ کثرت ذکر کرنا، اور ان کے احکام کو باقی احکام پر ترجیح دینا، ان کی رضاجوئی کی کوشش کرنا اپنے دین اور عبادت کے معاملات میں ان سے مدد حاصل کرنا اور ان کو ہم راز بنانا، ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق استوار کرنا یہ تمام امور ان کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔ البتہ کفار کو اپنا نوکر اور غلام بنانا اور ان سے اس طرح مدد لینا جس طرح مالک نوکروں سے مدد لیتا ہے اور تفوق اور برتری کے ساتھ ان سے تعلق رکھنا جائز ہے اسی وجہ سے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور ان کے مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بغیر کسی معاشی مجبوری اور اضطرار کے ان کی نوکری اور ملازمت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف جارہے تھے جب آپ حرۃ الوبرہ (مدینہ سے چار میل دور ایک مقام) پر پہنچے تو ایک شخص ملا جس کی جرات اور طاقت کا بہت چرچا تھا، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس نے کہا میں آپ کا ساتھ دینے آیا ہوں تاکہ مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ ملے رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ میں کسی مشرک کی مدد ہرگز طلب نہیں کروں گا وہ دوبارہ پھر آیا اور مدد کی پیش کش کی آپ نے پھر یہی فرمایا میں کسی مشرک سے مدد ہرگز طلب نہیں کروں گا بالآخر وہ مسلمان ہوگیا اور آپ نے اس کو ساتھ لے لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عزت، وقار اور غلبہ کے ساتھ مشرکین کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے اور ذلت اور خواری کے ساتھ مشرکوں کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

اس تفصیل کے ساتھ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ موالات جائز نہیں ہے البتہ ان کے ساتھ مواسات (انسانی ہمدردی کا معاملہ کرنا) مدارات (گفتگو اور برتاؤ میں نرمی کرنا) اور مجرد معاملہ (معاشرتی برتاؤ) کرنا جائز ہے اور مداہنت (دنیا داری کے لئے حق کو چھپانا) جائز نہیں ہے۔ ہم ان تمام امور پر قرآن مجید اور مستند احادیث سے استدلال کریں گے، پہلے موالات کی ممانعت پر قرآن مجید کی مزید چند آیات پیش کرتے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ : ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (الممتحنہ : ۱۳)

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا، بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (المجادلۃ : ۲۲)

(اے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ انہیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار!

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ (آل عمران : ۲۸)

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو (تو دوستی کے اظہار میں حرج نہیں) اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود : ۱۱۳)

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (آل عمران : ۱۱۸)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِیْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (الانعام : ۶۸)

اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِیْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (النساء : ۱۴۰)

جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا استہزاء کیا جارہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخر الذکر دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ان کی مجلس میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے۔ البتہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی رکھنا

Marfat.com

مطلقاً حرام اور ممنوع ہے' جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہوگیا۔

بد عقیدہ لوگوں سے معاملات کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے ان سے اجتناب کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : قدریہ اس امت کے مجوس ہیں وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہر امت کے مجوس ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : منکرین تقدیر کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۳۔۲۷۵ ملتقطاً" مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ امام طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں' ان کی توبہ نہیں ہے میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (معجم صغیر)(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں :

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمالیا اور میرے لئے اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمایا' عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو برا کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا ان کے ساتھ پینا نہ کھانا اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔ (کتاب الضعفاء ج ۱ ص ۱۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں :

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو' نہ ان سے بحث کرو' کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے

Marfat.com

کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلا کردیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کردیں گے۔
(سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان' شعب الایمان ج ۷ ص ۶۰ 'مطبوعہ بیروت)

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :
ابو جعفر کہتے ہیں کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں کج بحثی کرتے ہیں۔
(شعب الایمان ج ۷ ص ۶۰ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکو کاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں' حضرت یوشع نے عرض کیا : اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔
(شعب الایمان ج ۷ ص ۵۳ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مواسات (انسانی ہمدردی) کے متعلق آیات اور احادیث

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرنا اور ان کی تعظیم اور تکریم کرنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے البتہ غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے نیکی اور صلہ رحمی کرنا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ہے :

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (الممتحنۃ : ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور عدل کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :
حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا : میری والدہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا : ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :
حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قتیلہ بنت عبدالعزی اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس گوہ' ترس (ایک قسم کی سبزی) اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی حضرت اسماء نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کردیا۔ حضرت عائشہ نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہدیئے بھیجے جن میں ایک سونٹھ کا گھڑا تھا آپ نے اس کو اپنے اصحاب میں تقسیم کردیا' آپ نے ہر انسان کو ایک ٹکڑا دیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومتہ الجندل کے ایک عیسائی سردار نے آپ کو گوند کا ایک گھڑا ہدیہ کیا آپ نے اپنے اصحاب کو اس کا ایک ایک ٹکڑا عطا کیا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵' ص ۱۷۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشک' عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو کی ایک شیشی ہدیہ کی اور مسلمان ہوگیا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ٦' ص ۲۱۱۴' مطبوعہ بیروت)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ' امام بزار کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ قریش کو سخت قحط سالی پہنچی حتیٰ کہ انہوں نے سوکھی ہوئی ٹہنیاں بھی کھالیں اور اس وقت قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بن عبد المطلب سے زیادہ کوئی خوش حال نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے کہا اے چچا! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور قریش کو جس قحط سالی کا سامنا ہے وہ بھی آپ کے علم میں ہے۔ آیئے ان کے پاس چلیں اور ان سے ان کے بعض بچوں کو لے لیں بس وہ گئے اور کہا اے ابو طالب! آپ کو اپنی قوم کا حال معلوم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی بھی یہی کیفیت ہے ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ اپنے بعض بچوں کو ہمیں دے دیں' ابو طالب نے کہا میرے لئے عقیل چھوڑ دو اور جو تمہیں پسند ہو وہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیا اور عباس نے جعفر کو لے لیا وہ دونوں جب تک مستغنی نہ ہوئے ان کے پاس رہے' سلیمان بن داؤد نے کہا حضرت جعفر عباس کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۳ دار الکتاب العربی بیروت)

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ مجرد معاملہ (معاشرتی برتاؤ) کے متعلق احادیث

ذمی کافروں اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی برتاؤ کرنا' خرید و فروخت' قرض کا لین دین' بیمار پرسی اور تعزیت وغیرہ کرنا جائز ہے البتہ مرتدین سے کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک طویل القامت لمبے اور بکھرے ہوئے بالوں والا مشرک آیا جو بکری لے جارہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا یہ بکری فروخت کرو گے یا بطور تحفہ دو گے؟ اس نے کہا بلکہ میں فروخت کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بکری خرید لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور لوہے کی ایک زرہ گروی رکھ دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کی روٹی اور چربی لے کر گئے در آں حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اپنے اہل کے لئے اس سے جو لئے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۵۔ ۲۷۷ ملتقطا" مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

امام بخاری نے عیادۃ المشرک کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر لو۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی ﷺ ان کی عیادت کے لئے گئے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۵۔ ۸۴۴ 'مطبوعہ کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ دونوں کھڑے ہو گئے انہیں بتایا گیا کہ یہ ذمی کا جنازہ تھا' انہوں نے کہا نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا آپ سے کہا گیا کہ یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا کیا یہ روح نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵ 'مطبوعہ کراچی' ۱۳۸۱ھ)

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ مدارات (نرم گفتگو اور ملائمت) کے متعلق احادیث

کافروں' ظالموں اور بد عقیدہ لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے ان کے ساتھ نرم رویہ اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا' ان سے میٹھی باتیں کرنا اور ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا مدارات ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسانی' بدزبانی اور ان کے ہاتھوں بے عزتی سے محفوظ رہے' اور یہ کفار سے دوستی' محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا صدقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل کی اصل مدارات ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے۔

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانے کے بعد بڑی عقل مندی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی نہ ہو اس کے عمل میں کسی قابل ذکر چیز کا گمان نہ کرو۔ (۱) خوف خدا جو اس کو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے روکے۔ (۲) حلم جس کی وجہ سے وہ جاہل سے باز رہے۔ (۳) وہ خلق جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ رہے۔

وہیب مکی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین صفات نہ ہوں اس کے عمل کا اعتبار نہ کرو۔ (۱) خوف خدا جس کی وجہ سے وہ حرام کاموں سے باز رہے۔ (۲) حلم جس کی وجہ سے وہ جاہل کو لوٹا دے۔ (۳) وہ خلق جس کی وجہ سے لوگوں کی مدارات کرے۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۳۴۴۔ ۳۳۹ ملتقطا" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ

Marfat.com

لوگوں کے ساتھ محبت سے رہا جائے' اور کوئی شخص مشورہ سے مستغنی نہیں ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں برے ہیں وہ آخرت میں بھی برے ہوں گے۔

(شعب الایمان ج ٦ ص ۵۰۱ — ۵۰۰' مطبوعہ بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ بیان کرتے ہیں :

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے' مشورہ کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہوگا' جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں نیک ہوں گے۔ (المصنف ج ۸ ص ۳٦۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰٦ھ)

اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔

(تہذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۰۱ — ۳۰۰' مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۴۳' مطبوعہ بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کی اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے۔ پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی اور اس سے بہت نرم گفتگو کی جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق جو فرمایا تھا پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت کے ساتھ بات کی؟ آپ نے فرمایا : اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مدارات کے جواز میں اور بہت احادیث ہیں تاہم اتنی مدارات نہیں کرنی چاہئے جس سے دینی حمیت جاتی رہے اور مدارات کرنے والے کے متعلق مداہنت کا گمان کیا جائے۔

مداہنت کی تحقیق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ انہوں نے یہی چاہا کہ (دین کے معاملہ میں) آپ ان سے بے جا نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔ (القلم : ۹)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

دل میں جو بات چھپائی ہے اس کے خلاف بیان کرنا مداہنت ہے۔ ابوالہیثم نے کہا کہ مداہنت کا معنی ہے قول میں نرمی اور کلام میں کسی کی موافقت کرنا' ہمارے شیخ نے کہا اصل میں مداہنت کا معنی ہے کسی چیز کو تیل لگا کر حسی طور پر نرم کرنا' بعد میں اس کا استعمال معنوی نرمی میں ہوا اس کا مجازاً" استعمال بہ طور تحقیر کیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص اپنے دین یا اپنی رائے میں منصلب نہیں ہوتا وہ اس میں مداہنت کرتا ہے اور اب مداہنت کا لفظ اسی معنی میں حقیقت عرفیہ ہے اور مدارات کا معنی کلام میں مطلقاً" نرمی کرنا ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۲۰۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰٦ھ)

Marfat.com

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :

کسی کی ناحق طرف داری کرنا مداہنت ہے جو شخص نیکی کا حکم دے نہ برائی کو مٹائے حقوق کو ضائع کرے اور دکھاوا کرے وہ مداہن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں :

مداہنت یہ ہے کہ کوئی شخص برائی دیکھے اور اس کو نہ مٹائے اور باوجود قادر ہونے کے شرم کے سبب دینی بے غیرتی اور بے حمیتی سے رشوت لے کر یا کسی کی جانب داری کے سبب اس سے منع نہ کرے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں مداہنت کرنے اور اللہ کی حدود کو توڑنے والوں کی مثال یہ ہے کہ بحری جہاز میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ لوگ بالائی منزل میں بیٹھے ہوں اور کچھ نچلی منزل میں' نچلی منزل والے پانی کے لئے بالائی منزل میں جاتے ہوں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو تب نچلی منزل والوں نے ایک کلہاڑی لے کر جہاز کے نچلے حصے کو توڑنا شروع کیا (تاکہ سمندر سے پانی لے لیں) پھر بالائی منزل والوں نے توڑنے والوں سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم کو ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے' اب اگر انہوں نے توڑنے والوں کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو وہ ان کو بھی بچالیں گے اور خود کو بھی' اور اگر انہوں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ ان کو بھی ہلاک کردیں گے اور خود کو بھی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں :

مداہنت ممنوع ہے اور مدارات مطلوب ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ مداہنت کا شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر بھی ہو لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری کی وجہ سے یا خوف کے سبب یا طمع کی وجہ سے یا دینی بے حمیتی کی وجہ سے اس برائی کو نہ روکے' اور مدارات یہ ہے کہ اپنی جان یا مال یا عزت کے تحفظ کی خاطر اور متوقع شر اور ضرر سے بچنے کے لئے خاموش رہے' خلاصہ یہ ہے کہ کسی باطل کام میں بے دینوں کی حمایت کرنا مداہنت ہے اور دین داروں کے حق کی حفاظت کی خاطر نرمی کرنا مدارات ہے۔

(مرقات ج ۹ ص ۳۳۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور ظالموں سے بچنے کے لئے جو نرمی کی جائے وہ مدارات ہے اور ذاتی منفعت' طلب دنیا اور لوگوں سے فوائد حاصل کرنے کے لئے دین کے معاملہ میں جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے

Marfat.com

بچاؤ کرنا چاہو۔ (آل عمران : ۲۸)

تقیہ کی تعریف‘ اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام

اس آیت میں تقیہ کی مشروعیت پر دلیل ہے۔ تقیہ کی تعریف یہ ہے : جان‘ عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا‘ اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو جیسے کافر اور مسلمان‘ دوسرے وہ ہیں جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو مثلاً‘‘ مال‘ متاع‘ ملک اور امارت کی وجہ سے عداوت ہو‘ اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عداوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اس کے لئے دین کا اظہار کرنا ممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے‘ اور اس کے لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے‘ کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا عذر ظاہر کر کے اپنے دین کو چھپائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے‘ اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی عذر شرعی ہو مثلاً‘‘ وہ لوگ بچے‘ عورتیں اور نابینا ہوں یا قید میں ہوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے خواہ ان کی گردنیں اڑا دیں یا ان کو قید میں رکھ کر بھوکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے‘ اس صورت میں ان کے لئے کافروں کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور بہ قدر ضرورت تقیہ کر کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا حیلہ تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منفعت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ممکن ہو مثلاً‘‘ قید میں ڈال دیں اور قید میں کھانا دیں یا ان کو ماریں لیکن ایسی ضرب نہ ہو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور ان کے دین کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے‘ اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی رخصت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ نہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر اس کو دین کے اظہار کے جرم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان‘ مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ :

قرآن مجید میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوْٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے‘ فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ مگر وہ لوگ جو (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں وہ

Marfat.com

سَبِيۡلًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا (النساء : ۹۹-۹۷)

مرد، عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی حیلہ نہ پائیں اور نہ راستے سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا بے حد بخشش والا ہے۔

جبر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لئے تقیہ پر عمل کرنا رخصت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے اس پر دلیل یہ حدیث ہے :

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کرلیا ان میں سے ایک سے پوچھا : کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا ہاں، تو اس کو رہا کردیا، پھر دوسرے کو بلا کر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا میں بہرا ہوں اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا مسیلمہ نے اس کا سر تن سے جدا کردیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور یقین پر گامزن رہا اس نے فضیلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو، دوسرے نے رخصت پر عمل کیا اس پر اسے کوئی ملامت نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰ للجصاص)

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال و متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس صورت میں آیا ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛۚ (البقرہ : ۱۹۵) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب اپنی جان یا اپنے رشتہ داروں کی جان کا یا اپنی اور ان کی عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے کہ ہجرت واجب ہوتی ہے لیکن یہ عبادت اور قرب الہٰی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس ہجرت کا وجوب محض دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہے دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا جیسے سخت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے، اسی طرح بیماری میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور اس صحت کی حالت میں مضر صحت اور زہریلی اشیاء کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی مثل نہیں ہے، ہرچند کہ یہ اعلیٰ درجہ کی ہجرت نہیں ہے لیکن یہ ہجرت بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح مفید اشیاء کو کھانا اور مضر اشیاء سے اجتناب کرنا بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا صحیح نہیں ہے۔

تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ

شیعہ علماء کی تقیہ میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال

Marfat.com

میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے تقیہ واجب ہوتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تقیہ کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا ظن غالب ہو۔ مفید نے کہا کبھی تقیہ کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ نہ کرنا افضل ہوتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تقیہ کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا مال کے خطرہ کے وقت بھی تقیہ کرنا واجب ہے' اور عزت کی حفاظت کے لئے تقیہ کرنا مستحسن ہے۔ حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو نماز' روزہ اور باقی دینی امور اہل سنت کے مطابق کریں' انہوں نے بعض ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سنی کی اقتداء میں "تقیۃ" نماز پڑھی اس نے گویا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور بعد میں اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں' کسی ایک سنی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لئے تقیہ کی افضلیت میں ان کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جائز ہے بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لالچ کی بناء پر "تقیۃ" کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے' علماء شیعہ کے نزدیک تقیہ دین کی عظیم اصل ہے حتیٰ کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تقیہ منسوب کیا ہے' ان کی تقیہ سے اہم غرض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے۔ اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل

کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد کا تقیہ نہ کرنا ثابت ہے اور اس سے تقیہ کی وہ فضیلت بھی باطل ہوتی ہے جس کا انہوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ نہج البلاغت جو ان کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو۔ (نہج البلاغت ص ۲۹۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

کہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" کی یہ تفسیر کرنا "اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تقیہ کرے" اور اسی نہج البلاغت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو در آں حالیکہ میں اکیلا ہوں اور ان کی تعداد سے زمین بھری ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی' نہ گھبراہٹ ہوگی کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلاء ہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے۔ حضرت علی کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ تقیہ نہ کرنا بے دینی ہو' نیز عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کر کے مسجد میں داخل ہوا حضرت علی آئے اور اس کی گدی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے وضو نماز پڑھ رہا ہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور بہ آواز بلند فرمایا: دیکھو یہ تمہارے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اس کو میں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہ آواز بلند گفتگو کی اور تقیہ نہیں کیا۔

تقیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف' اذیت' مشقت بدنی اور سب و شتم کا۔ اول الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے

Marfat.com

منتفی ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طبعی موت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلینی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لئے ایک باب منعقد کیا ہے' اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفاصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں' لہٰذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے اور نہ تقیہ کرنا چاہئے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب و شتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے صالحین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انہوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے جد کریم ﷺ کے دین کی نصرت کے لئے حضرات اہل بیت کا اذیتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکلیفوں پر صبر کرنا دوسرے صلحاء امت کی بہ نسبت انہیں زیادہ لائق ہے پھر ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لئے تقیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

نیز اگر تقیہ واجب ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ابتداء" تقیہ کر لیتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے میں چھ ماہ تک توقف نہ کرتے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقیۃ" یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے' کیا حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لئے تقیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام الائمہ تارک واجب تھے۔

علماء شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تقیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لئے قرآن مجید کی یہ آیات کافی ہیں:

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۔ (الاحزاب: ۳۹)	جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔
يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ: ۶۷)	اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔

تقیہ کے متعلق ائمہ اہل سنت کے مذاہب

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اضطرار کی حالت میں تقیہ کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے' اور یہ واجب نہیں ہے بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے تقیہ کیا' مشرکین نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا

Marfat.com

مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے زیادہ افضل تھے جنہوں نے تقیہ "کفر کو ظاہر کیا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ تقیہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے 'کسی شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ کفر نہ کرے حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے تو وہ اس شخص سے افضل ہے جو جان بچانے کے لئے تقیہ " کفر کو ظاہر کرے ' اسی طرح ہر وہ کام جس میں دین کا اعزاز ہو اس کو بہ روئے کار لانا خواہ قتل ہونا پڑے رخصت کی بہ نسبت افضل ہے ' امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا اگر آپ کو تلوار پر پیش کیا جائے تو آپ تقیہ " جواب دیں گے؟ فرمایا نہیں۔ امام احمد نے فرمایا جب عالم تقیہ سے جواب دے اور جاہل جہالت کا اظہار کر رہا ہو تو حق کیسے ظاہر ہو گا' اور جو چیز ہم تک تواتر اور تسلسل سے پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کو خرچ کر دیا اور انہوں نے اللہ کی راہ میں کبھی کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ کی اور نہ کسی جابر کے ظلم کی۔

امام رازی نے کہا کہ ضرورت کی بناء پر تقیہ کی رخصت کا تعلق صرف اظہار حق اور دین کے ساتھ ہے اور جس چیز میں ضرورت کا تعلق دوسروں کے ساتھ ہو اس میں تقیہ کرنے کی اجازت نہیں ہے مثلاً" جان بچانے کے لئے کسی کو قتل کرنا' زنا کرنا' کسی کا مال چھیننا' جھوٹی گواہی دینا۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور مسلمانوں کے رازوں سے کفار کو مطلع کرنا اس قسم کے امور کو تقیتہ " انجام دینا بالکل جائز نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار غالب ہوں تو ان کے ساتھ تقیہ کی رخصت ہے ' مگر امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو جان اور مال کی حفاظت کے لئے ان کے درمیان بھی تقیہ کرنا جائز ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۵ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

جب مسلمان کافروں کے درمیان گھر جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے نرمی سے جواب دے در آں حالیکہ اس کا دل تصدیق سے مطمئن ہو اور جب تک قتل کا' اعضاء کاٹنے کا یا سخت ایذا پہنچانے کا خطرہ نہ ہو تقیہ کرنا جائز نہیں ہے ' اور جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے تو صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ ثابت قدمی سے دین پر جما رہے اور کفریہ کلمہ نہ کہے اگرچہ اس کی رخصت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۵۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

تقیہ کرنے کی رخصت ہے یہ عزیمت نہیں ہے۔ امام احمد سے پوچھا گیا کہ آپ کے سر پر تلوار رکھ دی جائے تو کیا آپ تقیہ سے جواب دیں گے فرمایا نہیں! آپ نے فرمایا جب عالم تقیہ سے جواب دے اور جاہل جہالت پھیلا رہا ہو تو حق کیسے ظاہر ہو گا۔ (زاد المسیر ج اص ۳۷۲ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

جب کوئی شخص کافروں میں رہتا ہو اور اس کو اپنی جان اور مال کا خطرہ ہو تو وہ ان سے نرمی کے ساتھ بات کرے اور دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ان سے اس طرح باتیں کرے جس سے ان کی محبت اور دوستی ظاہر ہو لیکن دل

Marfat.com

سے محبت نہ رکھے بلکہ دشمن جانے' نیز جس صورت میں جان بچانے کے لئے تقیہ کرنا جائز ہے وہاں بھی حق کا اور ایمان کا اظہار کرنا افضل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۲۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو اس کا علم ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسے اس کا (بھی) علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔○ (آل عمران : ۲۹)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ ظاہری اور باطنی موافقت اور دوستی رکھنے سے منع فرمایا تھا اور جان' مال اور عزت کے خطرہ کے وقت ان سے "تقیۃ" ظاہری موافقت کی اجازت دی تھی' اب اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید فرمائی ہے کہ تقیہ کے وقت اگر ان سے باطنی موافقت کی تو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے علم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے قدرت کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ وہ دلوں کے حال کو جاننے والا بھی ہے اور معصیت پر مواخذہ کرنے پر قادر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ دن جس میں ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو (بھی) حاضر پائے گا اور اپنی کی ہوئی برائی کو (بھی) حاضر پائے گا اور وہ یہ خواہش کرے گا کہ اس شخص کے اور اس دن کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا' اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر نہایت مہربان ہے۔ (آل عمران : ۳۰)

وعد اور وعید اور ترغیب اور ترہیب

اس آیت کے پہلے حصہ میں ترہیب ہے اور دوسرے حصہ میں ترغیب ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنی کی ہوئی نیکی اور برائی کو حاضر پائے گا۔ اس پر یہ سوال ہے کہ انسان کے کئے ہوئے اعمال تو اس سے صادر ہونے کے بعد باقی نہیں رہتے پھر قیامت کے دن یہ اعمال کیسے موجود ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن صحائف اعمال موجود ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (الجاثیہ: ۲۹) — بے شک ہم لکھتے رہے ہیں جو کچھ تم کرتے تھے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (المجادلہ : ۶) — جس دن اللہ سب کو جمع کرے گا پھر ان کے کئے ہوئے کاموں کی ان کو خبر دے گا' اللہ نے ان سب کو محفوظ کرلیا ہے' اور وہ انہیں بھول چکے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

مومن جن گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحیفہ اعمال سے مٹا دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ متوقع ہے کہ جن گناہوں پر بندے نے توبہ کرلی ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہوں گے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان اپنے کئے ہوئے عمل کی جزا پائے گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (الزلزال : ۸-۷) — سو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس (کی سزا) کو دیکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تمہیں اپنی ذات کے غضب سے ڈراتا ہے اس میں وعید کا بیان ہے اس کے ساتھ ہی فرمایا اللہ عباد (اپنے بندوں) پر نہایت مہربان ہے' وعید کے بعد وعد کا ذکر فرمایا کیونکہ ایمان خوف اور امید کے مابین ہے اور وعد میں رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس کی وعید پر اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم اور وسعت قدرت کا ذکر کرکے یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ہر ظاہر اور ہر باطن چیز کے مواخذہ پر قادر

Marfat.com

ہے سو اس کے غضب سے ڈرنا چاہیے اس کے ساتھ اپنے رؤف ہونے کا ذکر کیا کیونکہ وہ بندہ کے گناہوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ وہ بندوں کو اللہ سے توبہ کرنے اور اس گناہ کی تلافی اور تدارک کی مہلت دیتا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عباد کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ وہ عباد پر رؤف ہے اور قرآن مجید میں عباد کا لفظ زیادہ تر نیکو کاروں پر آیا ہے :

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا — رحمٰن کے بندے (وہ ہیں) جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (الفرقان : ۶۳)

اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا :

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (الحجر : ۴۰-۳۹) — اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا ماسوا تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے چن لئے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار اور فساق کی وعید کا ذکر کیا پھر مومنین اور صالحین کے لئے وعد کو ذکر کیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح کفار اور فساق کو سزا دینے والا ہے اسی طرح مطیعین اور محسنین کو جزا دینے والا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ

آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں

لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ

کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ آپ کہیے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○

اتباع رسول کے حکم کا شان نزول اور آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے محبت اور دوستی رکھنے سے منع فرمایا تھا اور صرف اہل اللہ کے ساتھ محبت کرنے کی اجازت دی تھی' اور جب کہ بعض کفار بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت سیدنا محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی پیروی کرنا ہے جو آپ کا پیروکار ہے وہ اللہ کا محب ہے اور جو آپ کی پیروی سے محروم ہے وہ اللہ کی محبت سے محروم ہے۔

مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی ان پر عنایت یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لئے تمام مخلوق پر یہ واجب کردیا ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں' امام احمد حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اگر موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لئے کوئی امر جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸' مطبوعہ بیروت) تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی سیدنا محمد ﷺ کی اتباع واجب ہے تو جو لوگ حضرت موسیٰ کی طرف

Marfat.com

منسوب اور ان کے امتی ہیں ان پر تو سیدنا محمد ﷺ کی اتباع بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی اتباع کریں گے' امام بخاری نے روایت کیا ہے : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰' مطبوعہ کراچی' ۱۳۸۱ھ) سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے تو ان کی ملت کے پیروکاروں پر بہ طریق اولیٰ واجب ہے کہ وہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ کی پیروی کریں۔

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیتوں میں بطور تہدید اور وعید لوگوں کو نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اب ایک اور طریقہ سے ان کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے' وہ یہ ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کہئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو۔ دوسری روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ مسجد حرام میں گئے وہاں قریش بتوں کو سجدہ کر رہے تھے' آپ نے فرمایا اے جماعت قریش! بہ خدا تم ملت ابراہیم کی مخالفت کر رہے ہو۔ قریش نے جواب دیا ہم اللہ کی محبت میں ان کی عبادت کر رہے ہیں تاکہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کہئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ عیسائیوں نے کہا ہم اللہ کی محبت میں مسیح کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی' خلاصہ یہ ہے کہ جو فریق بھی اللہ کی محبت کا مدعی ہو اور اس کی رضا اور اس کی اطاعت کا طالب ہو تو آپ اس سے کہئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعویٰ میں صادق ہو تو اللہ کے حکم کو مانو اور اس پر عمل کرو' اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ میری اتباع کرو۔

محبت کا معنی اور اللہ اور رسول کی محبت کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

انسان جس چیز کو اپنے گمان کے مطابق اچھا گمان کرے اس چیز کے ارادہ کرنے کو محبت کہتے ہیں' اس کی تین صورتیں ہیں۔ انسان لذت کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں سے محبت کرتا ہے' اور کبھی انسان نفع کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان اطباء اور حکماء سے محبت کرتا ہے اور کبھی انسان فضل اور کمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان علماء اور اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے' بہادروں اور سخیوں سے محبت کرتا ہے' ملک اور قوم کے لئے نمایاں کام کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ کبھی ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دینے کو بھی محبت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :

اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ جو لوگ دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔

(ابراھیم : ۳)

اللہ تعالیٰ جو بندہ سے محبت کرتا ہے اس کا معنی ہے وہ ان پر انعام واکرام کرتا ہے اور اس کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران : ۱۳۴) اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (یعنی ان کو ثواب عطا فرماتا ہے۔)

Marfat.com

اور جو بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اس کا معنی ہے بندہ اللہ کے قرب اور اس کی رضا کا طالب ہے۔
(المفردات ص ۱۰۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

ابن عرفہ نے کہا اہل عرب کے نزدیک کسی شے کے ارادہ اور اس کے قصد کو محبت کہتے ہیں' ازہری نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا معنی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے احکام پر عمل کیا جائے' اور اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی مغفرت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بیشک وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کافروں کو نہیں بخشے گا۔ سہل بن عبداللہ نے کہا اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن سے محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے اور ان سب سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے' اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے علاوہ دنیا سے بغض رکھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۶۱۔ ۶۰' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ کی محبت کا حصول جن نفوس قدسیہ کی محبت پر موقوف ہے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ یہ کہ اسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں' اور وہ جس شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے محبت کرے اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا آگ میں ڈالے جانے کی طرح مکروہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا' اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا' جس نے ان کو ایذاء دی اس نے مجھ کو ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو وہ عنقریب اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (جامع ترمذی ص ۵۴۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔
(سنن ابن ماجہ ص ۱۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو جبرائیل اس بندہ سے محبت کرتا ہے' پھر جبرائیل آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر اس بندہ کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲ 'مطبوعہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا' آپ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور آپ کی امت کے اولیاء اللہ سے محبت رکھنا ضروری ہے اور جو شخص ان نفوس قدسیہ کی محبت سے محروم ہو وہ کبھی اللہ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کو اللہ اپنا محبوب بنا لیتا ہے سو ہم قرآن اور سنت کی روشنی میں وہ افعال بیان کرنا چاہتے ہیں جن کو کرنے سے اللہ بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے اور وہ افعال جن کو کرنے سے بندہ اللہ کی محبت سے محروم رہتا ہے۔

جن افعال اور عبادات سے اللہ محبت کرتا ہے

وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (البقرہ: ۱۹۵)	اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَيُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ۔ (البقرہ : ۲۲۲)	بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ (آل عمران : ۷۶)	پس بے شک اللہ' اللہ سے ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ (آل عمران : ۱۴۶)	اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ (آل عمران : ۱۵۹)	بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ (المائدہ : ۴۲)	بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡيَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ (الصف : ۴)	بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں' جن چیزوں سے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں ان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے جن کو میں نے اس پر فرض کیا ہے' اور بندہ نوافل کے ساتھ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال

Marfat.com

کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں' اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں تاخیر کرتا ہوں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳' مطبوعہ کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی انہوں نے کہا۔ السام علیکم (تم پر موت ہو) حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے اس کو سمجھ لیا میں نے کہا تم پر موت اور لعنت ہو' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ٹھہرو! اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کرنے سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جب میں وہ عمل کرلوں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن سے محبت کرتا ہے جو تنگ دست ہو' سوال سے بچتا ہو اور عیال دار ہو۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۳۔ ۳۰۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا

وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (البقرہ : ۱۹۰)	اور حد سے نہ بڑھو' بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ (البقرہ : ۲۷۶)	اور اللہ کسی ناشکرے' گنہ گار سے محبت نہیں کرتا
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (آل عمران : ۵۷)	اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا (النساء : ۱۰۷)	بے شک اللہ کسی خائن اور بڑے گنہ گار سے محبت نہیں کرتا۔
لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ (النساء : ۱۴۸)	اللہ اس شخص سے محبت نہیں کرتا جو بری بات کو آشکارا کرے ماسوا اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (المائدہ : ۶۴)	اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (الاعراف : ۳۱)	اور فضول خرچ نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔
اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ (النحل : ۲۳)	بے شک وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (القصص : ۷۶)	بے شک اللہ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان : ۱۸)	بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر سے محبت نہیں کرتا۔

Marfat.com

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مال ضائع کرنے سے' زیادہ سوال کرنے سے اور بحث کرنے سے محبت نہیں کرتا۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جاہل بوڑھے' ظالم امیر اور متکبر فقیر سے محبت نہیں کرتا اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں حارث نام کا راوی ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۵ مطبوعہ بیروت)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں :

بنو ضمرہ کے ایک شخص نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ماں باپ کی نافرمانی سے محبت نہیں کرتا۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام سلیمان بن احمد طبرانی روایت کرتے ہیں :

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل بد خلق اور بد زبان سے محبت نہیں کرتا۔ (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہئے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی' پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ آیت اس حکم کی تاکید ہے "میری اتباع کرو" علامہ ابو الحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی : "آپ کہئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا"۔ تو عبد اللہ بن ابی نے اپنے اصحاب سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی مثال قرار دیتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت کی جائے جیسی عیسیٰ بن مریم سے محبت کی گئی تھی' تو یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کہئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۱۰۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى

بیشک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہانوں پر بزرگی

الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾

دی ○ ان میں سے بعض ، بعض کی اولاد ہیں اور اللہ بہت سننے والا ، خوب جاننے والا ہے ○

خاص انسانوں کا خاص فرشتوں سے اور عام انسانوں کا عام فرشتوں سے افضل ہونا

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت رسولوں کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے رسولوں کی فضیلت اور ان کے درجات کی بلندی کو بیان فرمایا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی دو قسمیں ہیں مکلفین اور غیر مکلفین اور بلاشبہ مکلفین غیر مکلفین سے افضل ہیں' اور مکلفین کی چار قسمیں ہیں ملائکہ' شیطان' جن اور انسان' شیطان اور اس کی ذریات تو کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ○ (الانعام : ۱۲۱)

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی پیروی کی تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔

اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗۤ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِیۡ وَہُمۡ لَکُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا (الکہف : ۵۰)

کیا تم میرے سوا شیطان اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کے لئے کیسا برا بدل ہے۔

اور جنات میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر ہیں' قرآن مجید میں ہے :

وَاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَمَنۡ اَسۡلَمَ فَاُولٰٓـئِکَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا○ وَاَمَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَکَانُوۡا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا (الجن : ۱۵۔۱۴)

اور ہم میں سے بعض اللہ کے فرمانبردار اور بعض (نافرمان) ظالم ہیں' سو جنہوں نے فرمانبرداری کی انہوں نے بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا○ اور رہے ظالم تو وہ جہنم کا ایندھن ہوئے۔

بشر' شیاطین اور جنات سے بالاتفاق افضل ہیں اور ملائکہ اور بشر کے درمیان افضلیت میں اختلاف ہے۔ معتزلہ ملائکہ کو افضل قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ ملائکہ کو رسل بشر سے بھی افضل کہتے ہیں' اور اہل سنت کے نزدیک رسل ملائکہ تو عوام بشر سے افضل ہیں لیکن رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں (عوام بشر سے مومنین صالحین مراد ہیں کفار اور فساق سے بالاجماع ملائکہ افضل ہیں) رسل بشر کا عوام ملائکہ سے افضل ہونا تو بالبداہت ہے اور رسل بشر کی رسل ملائکہ سے افضلیت پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہ طور تعظیم اور تکریم سجدہ کریں اور حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی تعظیم کا حکم دیا جائے دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّہَا۔ الآیہ (البقرہ : ۳۱)

اور اللہ نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے۔

اس آیت کو بیان کرنے سے یہی مقصود ہے کہ حضرت آدم کو فرشتوں پر فضیلت دی اور ان کے علم کی زیادتی کو بیان فرمایا اور ان کی تعظیم اور تکریم کے استحقاق کی وجہ بیان فرمائی۔ اور عوام بشر کی عوام ملائکہ سے افضلیت پر دلیل یہ ہے کہ انسان فضائل اور علمی اور عملی کمالات حاصل کرتا ہے جب کہ اس کی طبیعت میں اس کے خلاف شہوانی اور غضبانی موانع اور عوائق موجود ہیں اور اس کو اپنی بھوک مٹانے' تن ڈھانپنے اور سر چھپانے کے لئے کسب معاش کی احتیاج ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ موانع اور صوارف کے باوجود عبادت اور ریاضت کرنا اور علمی اور عملی کمال حاصل کرنا زیادہ دشوار ہے اور اس میں زیادہ اخلاص ہے اور یہ فرشتوں کی عبادات سے زیادہ افضل ہے کیونکہ ان کی عبادت میں کوئی مانع اور شاغل نہیں ہے اور چوتھی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو (ان کے اپنے اپنے زمانہ میں) تمام جہانوں پر برزگی دی (آل عمران : ۳۴) اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عوام ملائکہ سے عوام بشر افضل ہیں اور ملائکہ کے اس عموم

Marfat.com

سے رسل ملائکہ بالاجماع مستثنیٰ ہیں' اسی طرح آل ابراہیم اور آل عمران کے عموم سے کفار اور فساق عقلاً" مستثنیٰ ہیں اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم' حضرت نوح اور حضرت ابراہیم تو تمام فرشتوں سے افضل ہیں خواہ رسل ملائکہ ہوں یا عوام ملائکہ اور حضرت ابراہیم اور حضرت عمران کی اولاد میں سے مومنین اور صالحین عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

حضرت آدم' حضرت نوح وغیرہم کے خصوصی ذکر کی توجیہ اور ان کی فضیلتوں کا بیان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان فضیلت یافتہ اور بزرگ شخصیتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی اتباع کرنا واجب ہے اور جن کی اتباع کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے' سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ تمام انسانوں کی اصل ہیں۔ اس کے بعد حضرت نوح کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ آدم اصغر ہیں اور دنیا میں رہنے والے تمام انسان ان ہی کی اصل سے ہیں۔ اس کے بعد آل ابراہیم کا ذکر فرمایا اور رسول اللہ ﷺ بھی آل ابراہیم میں مندرج ہیں' جن کی اتباع اور اطاعت کا خصوصیت کے ساتھ اس سے پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس میں مندرج ہیں' اور اس کے بعد آل عمران کا ذکر فرمایا اور اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مندرج ہیں' آل ابراہیم کا خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا کہ یہودی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کے ساتھ مخصوص کرتے تھے اور آل عمران کا خصوصیت کے ساتھ ذکر عیسائیوں کی وجہ سے کیا' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمالیا ان کو بزرگی دی اور فضیلت عطا فرمائی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی وجوہ سے فضیلت عطا فرمائی انہیں بنی نوع انسان کا مبدء بنایا۔ وہ پہلے نبی ہیں۔ ان کو تمام اشیاء کے ناموں کا علم عطا فرمایا اور فرشتوں کے سامنے ان کی علمی برتری ظاہر فرمائی' انہیں مسجود ملائکہ بنایا' ان کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس راندہ درگاہ ہوا' ان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا' ان کو جنت میں رکھا' اس کے علاوہ حضرت آدم کی اور بہت فضیلتیں ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلتوں میں سے یہ ہے کہ زمین پر وہ پہلے تشریعی نبی ہیں۔ بیٹوں' بہنوں' پھوپھیوں' خالاؤں اور دیگر تمام ذوی الارحام کے ساتھ نکاح کی تحریم کا حکم سب سے پہلے ان پر نازل ہوا۔ حضرت آدم کے بعد روئے زمین کے تمام انسانوں کے وہی والد ہیں۔ آل ابراہیم کی یہ فضیلت ہے کہ ان کو نبوت اور کتاب عطا کی۔ اس آیت میں جو آل عمران کا لفظ آیا ہے اس میں عمران سے مراد کون ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عمران بن ماثان ہیں جو حضرت سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے ہیں اور وہی حضرت مریم بتول' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ ہیں۔ یہ حسن اور وہب کا قول ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ عمران ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے والد ہیں اور وہ عمران بن یصہیر ہیں۔ یہ مقاتل کا قول ہے لیکن پہلا قول راجح ہے کیونکہ اس آیت کے بعد والی آیتوں میں جس عمران کا ذکر ہے وہ قطعی طور پر حضرت مریم کے والد ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی خصوصیات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام عالمین پر انبیاء علیہم السلام کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ امام رازی نے علامہ حلیمی کی کتاب المنہاج سے یہ نقل کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جسمانی قوتیں عام انسان کی جسمانی قوتوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ انہوں نے پہلے حواس خمسہ کا ذکر کیا ہے اس کا بیان حسب ذیل ہے :

Marfat.com

(۱) قوت باصرہ : ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی قوت باصرہ منتہاء کمال کو پہنچی ہوئی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم) نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔ (صحیح بخاری)۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام : ۷۵)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی (کل مخلوقات) دکھائی اور اس لئے کہ وہ دیکھ کر یقین کرنے والوں سے (بھی) ہو جائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بصر اتنی قوی کر دی کہ انہوں نے تحت الثریٰ سے لے کر عرش علیٰ تک تمام مخلوق کو دیکھ لیا۔

(۲) قوت سامعہ : ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ قوی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان چرچراتا ہے اور اسے چرچرانے کا حق ہے۔ آسمان میں ہر قدم پر ایک فرشتہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہے۔ (ترمذی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی' نیز نبی ﷺ نے پتھروں اور درختوں کا کلام سنا اونٹ' گوہ' اور ہرنی کا کلام سنا' جنات اور فرشتوں کا کلام سنا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ عزوجل کا کلام سنا۔ اسی طرح قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا کلام سنا :

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ (النمل : ۱۹-۱۸)

حتیٰ کہ جب (سلیمان اور ان کے لشکری) چیونٹیوں کے میدان پر آئے تو ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ (کہیں) سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے! درآں حالیکہ انہیں خبر نہ ہو' تو (سلیمان) اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے۔

(۳) قوت شامہ : جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی سونگھنے کی قوت تھی کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا :

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ○ (یوسف : ۹۴-۹۳)

میرے اس کرتے کو لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی' اور جب قافلہ (مصر سے) چلا تو ان کے باپ نے (گھر والوں سے) کہا بے شک میں ضرور یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کی وجہ سے ناقص العقل نہ کہو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ادھر قافلہ مصر سے روانہ ہوا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے کرتے سے ان کی خوشبو آ گئی۔

(۴) قوت ذائقہ : ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود لقمہ کھلایا تو اس لقمہ نے

Marfat.com

آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ اور اسی باب سے یہ واقعات ہیں کہ جب آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں' حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں' حضرت رافع بن خدیج کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ میں اور حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی میں ڈالا تو ان کو شفاء ہوگئی۔ حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا تو کم کھانا بہت زیادہ آدمیوں کو کافی ہوگیا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

(۵) قوت لامسہ : جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ گلزار ہوگئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام برص کے مریضوں اور مادر زاد اندھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ شفایاب ہوجاتے' اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے کھجور کے ستون سے ٹیک لگائی تو اس میں حیات آگئی جب آپ اسے چھوڑ کر منبر پر بیٹھے تو وہ آپ کے فراق میں اونٹنی کی طرح چیخنے لگا۔ جب آپ نے احد پہاڑ پر قدم رکھا تو اس میں حیات آگئی' وہ ہلنے لگا آپ نے فرمایا اے احد! پرسکون ہوجا تو وہ ساکن ہوگیا۔

یہ تو حواس خمسہ ظاہرہ کا بیان ہے اور آپ کے حواس باطنہ کی غیر معمولی قوت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان حواس باطنہ میں سے ایک قوت حافظہ ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰٓی (الاعلی : ٦) اب ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہ بھولیں گے۔

اور ان حواس میں سے ایک قوت ذکاوت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے علم کے ایک ہزار باب سکھائے ہیں اور میں نے ہر باب سے ایک ہزار باب مستنبط کرلئے ہیں جب ایک ولی کی قوت ذکاوت کا یہ عالم ہے تو نبی ﷺ کی قوت ذکاوت کا کیا عالم ہوگا۔

قوت محرکہ : نبی ﷺ کا معراج پر جانا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھا لیا جانا' حضرت ادریس اور حضرت الیاس کا آسمانوں پر اٹھایا جانا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے' اور قرآن مجید میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب نے پلک جھپکنے سے پہلے تخت ان کے سامنے حاضر کردیا :

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ (النمل : ۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس (تخت) کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس لے آتا ہوں

اور جب نبی کے صحابی اور ان کے ولی کی قوت محرکہ کا یہ حال ہے تو خود نبی ﷺ کی قوت محرکہ کا کیا عالم ہوگا۔

جب انبیاء علیہم السلام کی جسمانی قوتیں اس قدر کامل ہوتی ہیں تو ان کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی منتہاء کمال پر ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا نفس قدسیہ تمام انسانوں کی نفوس سے اپنی ماہیت میں مختلف ہوتا ہے اور ان کے نفس کے کمال کے لوازم سے یہ ہے کہ وہ ذکاوت' ذہانت اور قوت عقلیہ میں عام انسانوں سے بہت بلند و برتر ہوں اور جسمانیات اور شہوات سے تنزہ میں بھی عام لوگوں سے بہت فائق ہوں' اور جب ان کی روح انتہائی صاف اور مشرف ہو اور بدن بھی بہت منزہ اور پاکیزہ ہو تو ان کی قوت محرکہ اور قوت عاقلہ انتہائی کامل ہوں گی' کیوں کہ روح فاعل ہے اور بدن قابل ہے اور روح کے انوار بدن تک پہنچتے ہیں اور جب فاعل اور قابل دونوں کامل ہوں تو ان کے آثار بھی بہت قوی اور بہت مشرف ہوں گے' اب اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی کے ساکنین پر حضرت آدم کو فضیلت دی پھر قوت روحانیہ کے کمال کو ان کی اولاد میں سے حضرت شیث میں رکھا اور ان کی اولاد میں سے حضرت نوح میں پھر ان کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم میں اس کمال کو رکھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو شاخیں ظاہر ہوئیں حضرت اسماعیل اور

Marfat.com

حضرت اسحاق' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی روح قدسیہ کے ظہور کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مبدء بنایا' اور حضرت اسحاق کو دو شاخوں کا مبدء بنایا حضرت یعقوب اور عیسو' حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں نبوت رکھی اور عیسو کی نسل میں بادشاہت رکھی اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور جب سیدنا محمد ﷺ کا ظہور ہوا تو نبوت کا نور اور بادشاہت کا نور دونوں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور قیامت تک کے لئے دین کی امامت اور ریاست کی فرمانروائی آپ کی امت کو سونپ دی گئی' چنانچہ آپ کے بعد آنے والے خلفاء ریاست کے سربراہ بھی تھے اور دین کے امام بھی تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۳۴ (مع زیادۃ) مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان میں سے بعض' بعض کی اولاد ہیں اور اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے بعض' بعض کی حقیقی اولاد ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کے سوا باقی سب حضرت آدم کی اولاد ہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب ایک دوسرے کی معنوی اولاد ہیں اور توحید' اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اخلاص میں ایک دوسرے کے متبع ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا ہے اور ان کے کاموں اور ان کے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس کے اقوال اور افعال کی استقامت کا اس کو علم ہوتا ہے اس کو منتخب فرمالیتا ہے اور اسی کو فضیلت عطا فرماتا ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام: ۱۲۴) اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (الانبیاء: ۹۰) بے شک یہ (انبیاء) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے' اور (ہماری رحمت کی) توقع اور (ہمارے جلال کے) خوف سے ہم سے دعا کرتے تھے اور ہمارے لئے عاجزی کرنے والے تھے۔

اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم آل ابراہیم اور آل عمران سے ہیں اس لئے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور عیسائی یہ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں' حالانکہ ان کو یہ علم تھا کہ یہ اقوال باطل ہیں لیکن ان کے علماء اغراض باطلہ کی بنا پر یہ کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ ان کے باطل اقوال کو سننے والا ہے اور ان کی اغراض فاسدہ کو جاننے والا ہے' تو اس آیت کا اول حصہ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت میں ہے اور اس کا آخری حصہ ان کے منکرین کی مذمت اور تہدید میں ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ

جب عمران کی بیوی نے عرض کیا اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے اس کی میں نے تیرے لیے

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

نذر مانی ہے (خاص تیرے لیے' دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا' سو تو میری طرف سے اس نذر کو قبول فرما' بیشک تو بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

Marfat.com

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ

پھر جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے عرض کیا، اے میرے رب! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى ۚ وَاِنِّىۡ سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ

کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے اور (میرا مطلوب) لڑکا (اللہ کی دی ہوئی) لڑکی کی مثل نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا

وَاِنِّىۡۤ اُعِيۡذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ﴿۳۶﴾

اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا

تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرما لیا اور اس کو عمدہ پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا اور زکریا کو

زَكَرِيَّا ۚ ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا

اس کا کفیل بنایا، جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق

رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ

(موجود) پاتے، انھوں نے کہا اے مریم! تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

بیشک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے ○

عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عمران کی بیوی حضرت مریم کی ماں ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کی نانی ہیں، ان کا نام حنہ بنت فاقوذ بنت قتیل ہے اور ان کے خاوند کا نام عمران بن یاشہم ہے یہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد سے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت زکریا اور حضرت عمران نے دو بہنوں سے شادی کی، حضرت زکریا کی بیوی سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت عمران کی بیوی سے حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ جب حضرت عمران فوت ہوئے تو ان کی بیوی حنہ حضرت مریم سے حاملہ تھیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی ان کے گھر کے پاس ایک درخت تھا ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ سے اپنے بچے کو دانہ کھلا رہا تھا اس وقت ان

Marfat.com

کے دل میں بچہ کی تمنا پیدا ہوئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بچہ عطا فرمائے تو انہیں حضرت مریم کا حمل ہو گیا اور حضرت عمران فوت ہو گئے' جب انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے تو انہوں نے اس کی اللہ کے لئے نذر مان لی یعنی وہ اس کو عبادت گاہ کے لئے وقف کردیں گی اور وہ بچہ دنیا کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھائے گا' اور جب ان کے ہاں حضرت مریم پیدا ہوئیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے کہا اے اللہ! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے' کیونکہ انہوں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے نذر مانی تھی اور لڑکی اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے خدمت کے بہت سے کام سرانجام نہیں دے سکتی' اور بعض احوال میں (مثلاً" حیض اور نفاس میں) مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے جس لڑکے کے حصول کی دعا کی تھی وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے جس پائے کی میری دی ہوئی لڑکی ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۵۹-۱۵۷ ملخصا" مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حضرت عیسیٰ کا مس شیطان سے محفوظ رہنا ہمارے نبی کی فضیلت کے منافی نہیں ہے

عمران کی بیوی نے کہا میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے ان کی زبان میں مریم کا معنی عبادت کرنے والی' اللہ کا قرب حاصل کرنے والی اور اللہ کے سامنے عاجزی اور خشوع اور خضوع کرنے والی ہے' اور انہوں نے کہا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو آدم میں سے جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ شیطان کے چھونے سے چیخ مار کر روتا ہے ماسوا مریم اور اس کے بیٹے کے' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ شرف الدین طیبی متوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو ولادت کے وقت مس شیطان سے مستثنیٰ کرنے سے ہمارے نبی پر ان کی فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ایسے فضائل اور معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ کو حاصل تھے نہ کسی اور نبی کو' اور افضل میں مفضول کی خصال کا ہونا لازم نہیں ہے۔ (شرح الطیبی ج ۱ ص ۲۰۶)

ملا علی قاری نے طیبی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے اس کی نظیر طبرانی کی یہ حدیث ہے ہر ابن آدم نے خطا کی ہے یا خطا کا ہم (ارادہ) کیا ہے سوا حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۳۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ علامہ طیبی کی تحریر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ فضیلت کلی فضیلت جزی کے منافی نہیں ہے لیکن بندہ ضعیف یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو آدم کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں اور اس حدیث میں آپ نے دوسرے فرزندان آدم کی خبر دی ہے اور طہارت میں آپ کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت شیطان آپ پر کسی قسم کا تصرف کر سکے' بعض شارحین نے کہا ہے کہ جب متکلم اس قسم کا کلام کرتا ہے تو اس کی ذات عموماً" کلام سے خارج ہوتی ہے اور ذوق اور حال اس کا قرینہ ہوتا ہے۔

شیخ محمد ادریس کاندھلوی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس تقریر کو لمعات کے حوالے سے لکھا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ' التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس فضیلت کے حصول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہیں علامہ قرطبی نے کہا یہ قتادہ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۷'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کی دعا مستجاب ہوگئی اور شیطان تمام اولاد آدم کی کوکھ میں انگلی چبھوتا ہے حتیٰ کہ انبیاء اور اولیاء کے بھی انگلی چبھوتا ہے سوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔ قتادہ نے کہا شیطان ہر نوزائیدہ بچے کے پہلو میں انگلی چبھوتا ہے سوا حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے ان کے درمیان حجاب کردیا گیا تو اس کی انگلی حجاب پر لگی اور حجاب کے پار نافذ نہیں ہوئی' اور بچہ کے انگلی چبھونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیطان اس بچہ کو گمراہ کرنے یا بہکانے پر قادر ہوگیا ہے کیونکہ کتنے انبیاء علیہم السلام کو بہکانے اور ورغلانے کے لئے شیطان نے حملے کئے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر: ۴۲) بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں

علاوہ ازیں ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا کیا جاتا ہے تو مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ اگرچہ شیطان کے انگلی چبھونے سے محفوظ رہے لیکن شیطان کے ہر وقت ساتھ اور لازم رہنے سے محفوظ نہیں رہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۶۸'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ شیطان کے انگلی نہ چبھونے سے زیادہ فضیلت اس میں ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام اس کے انگلی چبھونے کے باوجود اس کے شر سے محفوظ رہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی یہ فضیلت اور خصوصیت ہے کہ آپ کے ساتھ جو شیطان اور ہمزاد پیدا کیا گیا تھا آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے اس کی بھی کایا پلٹ گئی وہ شیطان مسلمان ہوگیا اور بجائے ورغلانے اور بہکانے کے آپ کو نیکی اور بھلائی کے مشورے دینے لگا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا جاتا ہے (سفیان کی روایت میں ہے اور ایک فرشتہ لگا دیا جاتا ہے) صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی وہ مسلمان ہوگیا اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی اور مشورہ نہیں دیتا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

رسول اللہ ﷺ کی فیض آفریں نگاہ سے شیطان کا مسلمان ہوجانا بہت عظیم فضیلت ہے اور یہ فضیلت بشمول حضرت عیسیٰ کے کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

بچہ کا نام رکھنا' اس کو گھٹی دینا' اور بچہ کی ولادت کے دیگر مسائل

ان آیات میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے اور یہود کے اس دعویٰ کا رد ہے کہ انبیاء صرف بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے' اور مشرکین کا رد ہے جن کا زعم تھا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے نبی ﷺ کو گذشتہ نبیوں اور امتوں کے ان احوال سے مطلع فرمایا جن کی تصدیق ان کی کتابوں میں موجود تھی اور یہ آپ کی نبوت کے صدق پر واضح دلیل ہے۔

نبی کی ولادت اور اعلان نبوت سے پہلے جو امور خلاف عادت ظاہر ہوں ان کو ارہاص کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم ایسی خاتون سے پیدا ہوئیں جو بوڑھی اور بانجھ تھیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص ہے' اسی طرح حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول کر لیا گیا یہ بھی ان کے معمول کے خلاف تھا تاکہ ان کی پاکیزہ سیرت ان کے بیٹے کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کا عنوان بن جائے۔

عمران کی بیوی حنہ نے اپنی بیٹی کے ولادت کے دن ان کا نام مریم رکھا اس سے معلوم ہوا کہ ولادت کے دن نام رکھنا جائز ہے ہرچند کہ یہ شریعت سابقہ ہے لیکن ہماری شریعت میں بھی اس کی تائید ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا میں اس کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو کھجور کی گھٹی کھلائی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ یہ حضرت ابوموسیٰ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا وہ سفر پر چلے گئے۔ اس اثناء میں وہ بیٹا فوت ہو گیا جب واپس آئے تو حضرت ام سلیم سے پوچھا میرا بیٹا کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا پہلے سے زیادہ پر سکون ہے۔ ان کو شام کا کھانا کھلایا اور رات کو حضرت ابو طلحہ نے ان سے عمل زوجیت کیا۔ صبح کو حضرت ام سلیم نے کہا اب بیٹے کو دفن کر دو۔ حضرت ابو طلحہ نے رسول اللہ ﷺ سے ماجرا بیان کیا آپ نے پوچھا تم نے رات اس عمل میں گزاری؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے دعا کی اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما تو ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ مجھ سے حضرت ابو طلحہ نے کہا تم اس بچہ کو نبی ﷺ کے پاس لے جاؤ میں اس بچہ کو نبی ﷺ کے پاس لے گیا اور میرے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ نبی ﷺ نے بچہ کو لے کر پوچھا کیا اس کے ساتھ کچھ چیز بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں کچھ کھجوریں ہیں۔ نبی ﷺ نے کھجور لی اور اس کو چبا کر اس بچہ کے منہ میں رکھا اور اس کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کے مسائل میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص تھکا ماندہ سفر سے آئے تو فوراً اس کو غمناک خبر نہیں سنانی چاہئے۔ بچہ کی موت پر ماں باپ کو پر سکون رہنا چاہئے۔ بچہ پیدا ہو تو کسی بزرگ سے اس کے منہ میں گھٹی ڈلوانی چاہئے اس سے برکت کی دعا کرانی چاہئے اور بچہ کا اچھا نام رکھنا چاہئے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کے نام پر اس کا نام رکھنا چاہئے۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے نام رکھو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہے اور سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے برا نام حرب اور مرہ ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تم کو تمہارے ناموں اور تمہارے

Marfat.com

باپوں کے نام سے پکارا جائے گا اس لئے اپنے اچھے نام رکھو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۰ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور '۱۴۰۵ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے آباء سے منسوب کر کے پکارا جائے گا مثلاً" فلاں بن فلاں اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے' اس کی تحقیق ان شاء اللہ سورہ احزاب میں آئے گی۔ ولادت کے دن بچہ کے نام رکھنے کے علاوہ اور بھی شرعی احکام ہیں ان احکام میں سے ہم عقیقہ کا بیان کر رہے ہیں' پہلے ہم اس کے ثبوت میں احادیث بیان کریں گے اور اس کے بعد مذاہب فقہاء بیان کریں گے۔

عقیقہ کے متعلق احادیث' آثار اور اقوال تابعین

امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی کو دور کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہو یا مادہ۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۸) اور امام احمد (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۶- ۴۲۲- ۳۸۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۳ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور '۱۴۰۵ھ)

امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۸ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں جن احادیث کا ذکر ہے وہ سب سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں بھی مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کو ذبح کرنے کا تذکرہ ہے اور سنن نسائی میں دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولادت کے دن ایک ایک مینڈھا ذبح کیا اور ساتویں دن ایک ایک مینڈھا اور ذبح کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مینڈھا آپ نے اپنی طرف سے ذبح کیا اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو دوسرا مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تو

Marfat.com

جس نے ایک ایک مینڈھے کے ذبح کی روایت کی اس نے آپ کی طرف ذبح کی حقیقی نسبت کی اور جس نے دو دو کو ذبح کرنے کی روایت کی اس نے آپ کی طرف مجازاً" نسبت کی۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عائشہ اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ (المصنف ج ۴ ص ۳۳۰)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو درداء' حضرت جابر اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج ۸ ص ۴۷-۴۶)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کیے۔

محمد بن علی بن حسین روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۹ مطبوعہ ملتان)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔

(المصنف ج ۴ ص ۳۲۹' مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۹)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۰۰' مطبوعہ ملتان)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں :

عطا بیان کرتے ہیں کہ ام اسباع نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کیا میں اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا نیز حضرت عائشہ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں سنت ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری سنت ہے۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۱' مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں :

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے جو بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے۔

(المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ ہے اور لڑکی کی طرف

Marfat.com

سے ایک بکری کا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۱۸۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اپنے بیٹوں کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو عقیقہ کیا تھا اس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ دائی کے پاس بھیجی جائے اور اس کی کسی ہڈی کو نہ توڑا جائے۔

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے نہ سر کو اور نہ بچہ کو اس کے خون میں لتھیڑا جائے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین عقیقہ میں ان تمام باتوں کو مکروہ کہتے تھے جو قربانی میں مکروہ ہیں اور ان کے نزدیک عقیقہ بہ منزلہ قربانی ہے اس کے گوشت کو کھایا جائے اور کھلایا جائے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے بچہ کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے ساتویں دن اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا۔ اس کا نام رکھا۔ اس کا سر مونڈا۔ اس کا ختنہ کیا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۵۔ ۵۲ ملتقطا" مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عطا کہتے تھے کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے اگر اس دن نہ کر سکیں تو اگلے ساتویں دن موخر کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ساتویں دن ہی عقیقہ کا قصد کرتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے خود بھی گوشت کھائیں اور لوگوں کو ہدیہ بھی دیں۔ ابن عیینہ نے کہا میں نے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ کہا نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے ابن عیینہ نے کہا کیا اس کے گوشت کو صدقہ کر دیں؟ کہا نہیں اگر چاہیں تو صدقہ کریں اور چاہیں تو خود کھا لیں۔

(المصنف ج ۴ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور چودھویں دن اور اکیسویں دن۔

(سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۰۳ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

جو دن بھی سات سے تقسیم ہو جائے اس میں عقیقہ کرنا سنت ہے اگر بچہ مثلاً" منگل کو پیدا ہوا ہے تو جس پیر کو بھی عقیقہ کیا جائے وہ سات دن سے تقسیم ہو گا۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

عقیقہ کرنا سنت ہے۔ عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ' فقہا تابعین اور تمام ائمہ کا یہی نظریہ ہے ماسوا فقہاء احناف کے انہوں نے کہا یہ سنت نہیں۔ بلکہ امر جاہلیت سے ہے۔ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے گویا آپ نے لفظ عقوق کو ناپسند فرمایا۔ (اس کا معنی قطع کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ہے) اور فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ جانور ذبح کرنا چاہے تو جانور ذبح کرے۔ (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۷-۳۶ ۳' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۷' ابوداؤد اور نسائی میں اس کے بعد مذکور ہے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری)۔ امام مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔ حسن بصری اور داؤد (ظاہری) نے کہا عقیقہ کرنا واجب ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ پانچ نمازوں کی طرح عقیقہ کا اہتمام کرتے ہیں کیونکہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے۔ ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ امام احمد نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے۔ عقیقہ کے استحباب پر یہ احادیث دلیل ہیں اور حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے اور عقیقہ کے استحباب پر اجماع ہے۔ ابو الزناد نے کہا عقیقہ کو ترک کرنا مکروہ ہے۔ امام احمد نے کہا عقیقہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے عقیقہ کیا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا کہ عقیقہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے اور ان کے ساتھ حسن ظن یہ ہے کہ ان کو یہ احادیث نہیں پہنچیں۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابو اسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ سنت ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مولود کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا اور یہ واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں عقوق کو پسند نہیں کرتا' اور جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ جانور ذبح کرنا چاہتا ہو تو کرے۔ آپ نے عقیقہ کو محبت پر معلق کیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے نیز عقیقہ بغیر کسی جنایت (جرم) اور نذر کے خون بہانا ہے لہٰذا یہ قربانی کی طرح واجب نہیں ہے (شوافع کے نزدیک قربانی بھی واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری' نیز عقیقہ خوشی کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر لڑکی کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے اس لئے اس کی ولادت پر دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ (المہذب ج ۱ ص ۲۴۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

Marfat.com

عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اہل سے جو شخص بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے اور آپ اپنی اولاد کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے۔

محمد بن حارث تیمی بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کرنا مستحب ہے خواہ چڑیا سے کیا جائے۔ (یہ مبالغہ فرمایا)

امام مالک فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا گیا۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عروہ بن زبیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا ایک ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ جو شخص عقیقہ کرے وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرے اور عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے' اور ہمارے نزدیک یہ وہ کام ہے جس کو ہمیشہ لوگ کرتے رہے ہیں جو شخص اپنے بیٹے کی طرف سے عقیقہ کرے وہ بہ منزلہ قربانی ہے اس میں کانے' لاغر' سینگ ٹوٹے ہوئے اور بیمار جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس کی کھال اور گوشت کو فروخت نہیں کیا جائے گا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے گا۔ گھر والے اس کے گوشت کو کھائیں گے اور اس میں سے صدقہ کریں گے اور بچہ کو اس کے خون میں نہ لتھیڑا جائے گا۔ (موطا امام مالک ص ۴۹۵۔ ۴۹۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام مالک نے عقیقہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر اور عروہ بن زبیر نے جو بیٹوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی ہے وہ کسی عذر پر محمول ہے اسی طرح ہڈیاں توڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے اور خون میں لتھیڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں :

امام محمد از امام ابو یوسف از امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

(الجامع الصغیر ص ۵۳۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ)

نیز امام محمد لکھتے ہیں :

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا' ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔ (موطا امام محمد ص ۸۹۔ ۸۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

Marfat.com

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں :

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کردیا' اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کردیا' اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کردیا' اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ (الی قولہ) امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔ اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہوگئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹' مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی' ۱۴۰۰ھ)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے :

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کی دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے۔ اسی طرح کردری کی وجیز میں ہے۔ امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے اس لئے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲' مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

عقیقہ نفل ہے اگر چاہے تو کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے' اور عقیقہ کی تعریف یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے سات دن گزرنے کے بعد ایک بکری ذبح کی جائے اور امام شافعی (بلکہ ائمہ ثلاثہ) کے نزدیک عقیقہ سنت ہے' پھر جب کوئی شخص عقیقہ کرنے کا ارادہ کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے' کیونکہ عقیقہ ولادت کی خوشی کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر زیادہ خوشی ہوتی ہے' اور اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک بکری کو ذبح کیا تھا (سنن ابوداؤد میں اسی طرح ہے اور سنن نسائی' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی میں ہے آپ نے ان کی طرف سے دو دو بکریاں ذبح کیں اور یہی صحیح ہے) عقیقہ میں بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے کم کا نہ ہو اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو' عقیقہ کا جانور قربانی کے جانور کی طرح عیوب اور نقائص سے بری ہو کیونکہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح شرعاً جانور کا خون بہانا ہے' اگر عقیقہ کو ساتویں دن پر موخر یا مقدم کردیا جائے تو پھر بھی جائز ہے۔ البتہ ساتواں دن افضل ہے' اور مستحب یہ ہے کہ اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ کرلیں اور نیک شگون کے لئے ہڈیوں کو نہ توڑیں تاکہ اس بچہ کی ہڈیاں سلامت رہیں۔ عقیقہ کے گوشت کو خود کھائیں' کھلائیں اور صدقہ کریں۔ فصل الکراہتہ والاستحسان میں مذکور ہے کہ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقیقہ حق ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ نبی ﷺ نے بعثت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا ہے۔ عقیقہ کی دعا یہ ہے : ذبح کے وقت کہے۔ اے اللہ یہ میرے

Marfat.com

فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس جانور کا خون میرے بیٹے کے خون کے عوض ہے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض ہے' اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیوں کے عوض ہیں' اس کی کھال اس کی کھال کے عوض ہے' اس کے بال اس کے بال کے عوض ہیں۔ اے اللہ! اس جانور کو میرے بیٹے کی جہنم سے آزادی کا فدیہ بنا دے۔

عقیقہ کی ہڈیوں کو توڑا نہ جائے اور اس کی ران دائی کو دی جائے اور گوشت پکا لیا جائے اور بچہ کے سر کو اس کے خون میں لتھیڑنا مکروہ ہے۔ (العقود الدریہ ج ۲ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ)

عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث و نظر

امام محمد شیبانی نے فرمایا ہے کہ عقیقہ رسم جاہلیت میں سے ہے اور یہ ابتداء اسلام میں بھی مشروع رہا ہے بعد میں قربانی نے اس کو منسوخ کر دیا' اس لئے عقیقہ نہ کیا جائے' علامہ کاسانی نے اس پر متفرع کیا ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور وجیز میں اس کی اباحت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کار ثواب نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک عقیقہ کو قربانی سے منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے پہلے سال قربانی مشروع ہو گئی تھی۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی کرتے رہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۴۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اگر قربانی سے عقیقہ منسوخ ہو گیا تھا تو قربانی مشروع ہونے کے بعد عقیقہ نہیں ہونا چاہئے تھا حالانکہ ہجرت کے پہلے سال سے قربانی مشروع ہو گئی تھی اور تین ہجری کو حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت) اور چار ہجری کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ بیروت) اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کا عقیقہ کیا۔ اگر قربانی کے بعد عقیقہ منسوخ ہو گیا ہوتا تو آپ ان کا عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا۔ عروہ بن الزبیر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ عقیقہ کے قائل تھے۔ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ نے عقیقہ کا حکم دیا اور متعدد صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عقیقہ کو سنت قرار دیتے تھے۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بھی بالاتفاق عقیقہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور جس چیز کا سنت ہونا اتنی کثیر احادیث سے ثابت ہو وہ مکروہ یا مباح کیسے ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ بلند پایہ محقق تھے وہ اندھی تقلید سے بہت بلند تھے' اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء احناف نے عقیقہ کرنے کو مکروہ یا مباح لکھا لیکن امام احمد رضا نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پیش نظر عقیقہ کو سنت لکھا فرماتے ہیں :

عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے اور یہی افضل ہے ورنہ چودھویں' اکیسویں دن' اور خصی جانور عقیقہ اور قربانی میں افضل ہے اور عقیقہ کا گوشت آباء و اجداد بھی کھا سکتے ہیں۔ مثل قربانی اس میں بھی تین حصہ کرنا مستحب ہے اور اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاولا" نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں۔ پسر کے عقیقہ میں دو جانور درکار ہیں اور یہی کافی ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔

Marfat.com

نیز فرماتے ہیں:

باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے۔ عقیقہ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دعا یوں پڑھے:

اللهم هذه عقيقة ابنى فلان (فلاں کی جگہ بیٹے کا نام لے) دمها بدمه و لحمها بلحمه و عظمها بعظمه وجلدها بجلده وشعرها بشعره اللهم اجعلها فداء لابنى من النار بسم الله الله اكبر۔

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھنا ہو لے۔ دختر ہو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بنتی اور پانچوں جگہ ہ کی جگہ ہا کہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کہے' بچہ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔ ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں اور نہ توڑنا بہتر اور دفن کر دینا افضل۔ عقیقہ ساتویں دن افضل ہے نہ ہو سکے تو چودہویں ورنہ اکیسویں۔ ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو۔ وقت دن کا ہو رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ کم سے کم ایک تو ہے ہی اور پسر کے لئے دو افضل ہیں' استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔ گوشت بنانے کی اجرت داموں میں مجرا کر سکتا ہے۔ سری پائے خود کھائے خواہ اقرباء یا مساکین جسے چاہے خواہ سب حجام یا سب سقا کو دے دے۔ شرع مطہر نے ان کا کوئی خاص حق مقرر نہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۵۴۲۔۵۴۱' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نذر کے بعض احکام اور ماں کی اولاد پر ولایت

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

عمران کی بیوی حنہ نے اپنے پیٹ کے بچہ کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی جو نذر مانی تھی اس طرح کی نذر ماننا ہماری شریعت میں بھی صحیح ہے' مثلاً" انسان یہ نذر مانے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کی پرورش اور تربیت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں کرائے گا اور اس کے سوا اس کو اور کسی کام میں مشغول نہیں رکھے گا' اور اس کو قرآن مجید' احادیث' فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم دے گا' یہ نذر صحیح ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی عبادت ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر سے کوئی چیز واجب ہو جاتی ہے اور جس عبادت کی نذر مانی جائے اس کا پورا کرنا واجب ہے اور یہ کہ نذر پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ کہ کسی مجہول چیز کی نذر ماننا جائز ہے کیونکہ حنہ نے اپنے پیٹ کے بچہ کی نذر مانی تھی اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی اپنی اولاد پر ایک قسم کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی تادیب' تعلیم اور تربیت کا حق رکھتی ہے اگر وہ اس کی مالک نہ ہوتی تو اپنی اولاد میں اس کی نذر نہ مانتی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی بچہ کا نام رکھنے کا حق ہے اور اس کا رکھا ہوا نام صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول کر لیا یعنی حنہ نے مریم کو بیت المقدس کی عبادت کے لئے وقف کرنے کی جو اخلاص کے ساتھ نذر مانی تھی اس کو قبول کر لیا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۱' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرما لیا اور اس کو عمدہ پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا۔ (آل عمران: ۳۷)

Marfat.com

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو عبادت گاہ کی خدمت کے لئے وقف کئے جانے کو قبول فرمالیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۲ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

حضرت مریم کی عمدہ پرورش کے متعلق امام رازی نے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت مریم کی نشوونما اتنی ہوتی تھی جتنی عام بچوں کی ایک سال میں ہوتی ہے اور دین داری میں بھی ان کی تربیت بہت اچھی تھی وہ بہت زیادہ نیک کام کرتی تھیں۔ پاکباز رہتی تھیں اور عبادت کرتی تھیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۷ ۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی سوانح

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں :

زکریا بن حنا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے زکریا بن ادن بن مسلم بن صدوف۔ ان کا نسب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔ یہ بنی اسرائیل سے ہیں۔ بثینہ نام کی دمشق کی ایک بستی میں اپنے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ڈھونڈنے گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت ان کے بیٹے یحییٰ کو قتل کیا گیا تو یہ دمشق میں تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا نجار (بڑھئی) تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد زکریا بن دان ان انبیاء علیہم السلام کے بیٹوں میں سے تھے جو بیت المقدس میں وحی لکھتے تھے' اور عمران بن ماثان حضرت مریم کے والد تھے اور بنو اسرائیل کے بادشاہوں کے بیٹوں میں سے تھے اور حضرت سلیمان کی اولاد تھے۔ (الکامل لابن اثیر ج ۱ ص ۲۹۸ 'البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۵۶ ایضاً)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بنو اسرائیل کے انبیاء کے بیٹوں سے یا ان کی نسل اور ان کی جنس سے کسی نہ کسی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیگر کاموں اور ذمہ داریوں سے الگ کرکے وقف کردیا جاتا تھا اور حضرت زکریا نے حضرت مریم بنت عمران کی بہن سے شادی کی تھی اور وہ حضرت یحییٰ کی ماں تھیں' اور حضرت مریم بنت عمران آل داؤد سے تھیں' جو یہودا ابن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے نواسے تھے۔

مکحول نے کہا حضرت زکریا اور عمران نے دو بہنوں سے شادی کی تھی حضرت یحییٰ کی ماں حضرت زکریا کے نکاح میں تھیں اور حضرت مریم کی ماں عمران کے نکاح میں تھیں۔ وہ جب اولاد سے مایوس ہوگئیں تو ان کے ہاں مریم پیدا ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے حضرت زکریا نے رات کو اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی اور کہا اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی ہے اور میرا سر سفید ہوگیا ہے' اے میرے رب تو نے اس سے پہلے میری دعا کو کبھی مسترد نہیں کیا اس لئے میری اس دعا کو بھی مسترد نہ کرنا' اور مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے خوف ہے (کہ کہیں وہ میرے بعد دین میں فتنہ نہ پیدا کریں) اور میری بیوی بانجھ ہے' تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو (اپنا) پسندیدہ بنا۔ (مریم : ۶-۳)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں : حضرت زکریا اور ان کی بیوی دونوں بوڑھے ہوچکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی سو جس وقت وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے جس جگہ قربانی کو ذبح کیا جاتا ہے تو ایک سفید پوش شخص آئے یہ

Marfat.com

حضرت جبرئیل تھے انہوں نے کہا اے زکریا! اللہ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام نہیں بنایا۔ (مریم : ۷)

پھر وہ (یحییٰ) اللہ کی طرف سے ایک کلمہ (حضرت عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے (آل عمران : ۳۹) یعنی حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہوں گے' پھر فرمایا کہ یحییٰ سید اور حصور ہوں گے یعنی حلیم ہوں گے اور عورتوں سے اجتناب کرنے والے ہوں گے۔

یزید بن ابی منصور بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں عبادت گزاروں نے موٹے کپڑے اور اونی ٹوپیاں پہنی ہوئی ہیں' اور مجتہدین نے اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونوں میں زنجیروں سے باندھ رکھا ہے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے ماں باپ کی طرف لوٹے راستہ میں بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا اے یحییٰ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو حضرت یحییٰ نے کہا میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے ماں باپ کے پاس گئے اور کہا کہ ان کے بھی اونی کپڑے بنا دیں انہوں نے بنا دیئے اور وہ بیت المقدس کی طرف چلے گئے وہ دن کو اس کی خدمت کرتے اور رات کو عبادت کرتے' حتیٰ کہ پندرہ برس گزر گئے پھر ان پر خوف کا غلبہ ہوا اور وہ جنگلوں اور غاروں کی طرف نکل گئے۔ حضرت یحییٰ کے ماں باپ ان کی طلب میں نکلے تو ان کو بحیرہ اردن کے پاس غاروں میں دیکھا وہ ایک کھاڑی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پیر پانی میں ڈوبے ہوئے تھے' قریب تھا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہو جاتے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ! تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تیرے نزدیک میرا مقام کیا ہے۔ ان کے ماں باپ کے پاس جو کی روٹی اور پانی تھا انہوں نے ان سے کھانے اور پینے کے لئے کہا انہوں نے قسم کا کفارہ دیا اور ماں باپ کا کہا مان لیا اور ماں باپ ان کو بیت المقدس واپس لے آئے۔ حضرت یحییٰ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ شجر و حجر بھی ان کے ساتھ رونے لگتے' ان کے رونے کی وجہ سے حضرت زکریا بھی روتے حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت یحییٰ اسی طرح روتے رہے حتیٰ کہ آنسوؤں نے ان کے رخساروں کو جلا دیا اور ان کی داڑھیں نظر آنے لگیں جن پر ان کی والدہ نے روئی کا نمدہ رکھا۔ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا بھاگے اور ایک کھوکھلے درخت میں داخل ہو گئے اس درخت پر آرا رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ جب ان کی پشت پر آرا چلنے لگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے زکریا! تم رونا بند کر دو ورنہ میں تمام روئے زمین کو اس کے رہنے والوں سمیت پلٹ دوں گا۔ پھر حضرت زکریا خاموش ہو گئے اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شب معراج آسمان پر رسول اللہ ﷺ کی حضرت زکریا سے ملاقات ہوئی' آپ نے ان کو سلام کر کے فرمایا اے ابو یحییٰ مجھے اپنے قتل کئے جانے کی کیفیت کی خبر دیجئے اور آپ کو بنو اسرائیل نے کیوں قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا اے محمد! میں آپ کو بتاتا ہوں' یحییٰ اپنے زمانے کے سب سے نیک آدمی تھے اور سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے سیدا و حصورا! اور ان کو عورتوں کی ضرورت نہیں تھی بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ کی عورت ان پر فریفتہ ہو گئی' وہ بدکار تھی' اس نے ان کو بلوایا۔ اللہ نے ان کو محفوظ رکھا۔ یحییٰ نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ان کی ہر سال عید ہوتی تھی اور بادشاہ کی عادت یہ تھی کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا اور نہ جھوٹ بولتا تھا' بادشاہ عید کے دن باہر نکلا اس کی عورت

Marfat.com

نے اس کو رخصت کیا' بادشاہ کو اس پر تعجب ہوا کیوں کہ اس سے پہلے وہ اس کو رخصت نہیں کرتی تھی بادشاہ نے کہا سوال کرو! تم نے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا ہے میں نے تم کو وہ چیز عطا کی ہے اس نے کہا میں یحییٰ بن زکریا کا خون چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور مانگ لو۔ اس نے کہا مجھے یہی چاہئے۔ بادشاہ نے کہا وہ تمہیں مل جائے گا۔ اس عورت نے یحییٰ کے پاس ایک سپاہی بھیجا وہ اس وقت محراب میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں ان کی ایک جانب نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کو ذبح کر دیا گیا اور ان کا سر اور خون ایک طشت میں رکھ کر اس عورت کو پیش کیا گیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا آپ کے صبر کی کیا کیفیت تھی فرمایا میں نے اپنی نماز نہیں توڑی۔ جب حضرت یحییٰ کا سر اس عورت کے سامنے پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ' اس کے گھر والوں اور تمام درباریوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ جب صبح ہوئی تو بنو اسرائیل نے کہا زکریا کا خدا زکریا کی وجہ سے غضب میں آ گیا۔ آؤ ہم اپنے بادشاہ کی وجہ سے غضب میں آئیں اور زکریا کو قتل کر دیں' وہ مجھے قتل کرنے کے لئے ڈھونڈنے نکلے میں ان سے بھاگا۔ ابلیس ان کی قیادت کر رہا تھا اور میری طرف رہنمائی کر رہا تھا۔ جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ میں ان کو باز نہیں رکھ سکوں گا تو میں نے اپنے آپ کو ایک درخت پر پیش کیا درخت نے آواز دی میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔ وہ درخت شق ہو گیا' اور میں اس میں داخل ہو گیا' میں جب درخت میں داخل ہوا تو میری چادر کا ایک پلو باہر رہ گیا تھا اور درخت جڑ گیا تھا۔ ابلیس نے اس چادر کے پلو کو پکڑ لیا اور کہا کیا تم دیکھتے نہیں وہ اس درخت میں داخل ہو گیا ہے اور یہ اس کی چادر کا پلو ہے! وہ اپنے جادو کے زور سے اس درخت میں داخل ہو گیا ہے انہوں نے کہا ہم اس درخت کو جلا دیتے ہیں' اس نے کہا اس کو آری سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دو تو مجھے آری کے ساتھ کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا اے زکریا! کیا آپ نے کوئی درد اور تکلیف محسوس کی۔ حضرت زکریا نے کہا نہیں وہ تکلیف اس درخت نے محسوس کی اللہ تعالیٰ نے میری روح اس درخت میں منتقل کر دی تھی۔

وہب بن منبہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جس نبی کے لئے درخت شق ہوا تھا اور وہ اس میں داخل ہوئے تھے وہ حضرت عیسیٰ سے پہلے اشعیاء نام کے نبی تھے اور حضرت زکریا نے طبعی موت پائی تھی۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۵۱۔ ۴۵ ملخصا" مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت زکریا کا حضرت مریم کی کفالت کرنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی ماں نے ان کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور ان کو کاہن بن عمران کے بیٹے کے پاس لے گئیں جو اس زمانہ میں بیت المقدس کے دربان تھے اور ان سے کہا اس نذر میں مانی ہوئی لڑکی کو سنبھالو یہ میری بیٹی ہے میں نے اس کو اپنی ذمہ داری اور اپنی ولایت سے آزاد کر دیا۔ عبادت گاہ میں حائض داخل نہیں ہو سکتی تھی اور میں اس کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گی۔ انہوں نے کہا یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے اور عمران ان کو نمازیں پڑھاتے تھے اور ان کی قربانیوں کے منتظم تھے۔ حضرت زکریا نے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو کیونکہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ باقی لوگوں نے کہا ہم اس فیصلہ پر خوش نہیں ہیں یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے' پھر انہوں نے حضرت مریم کی پرورش کے لئے قلموں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ یہ وہ قلم تھے جن کے ساتھ وہ تورات لکھتے تھے۔ حضرت زکریا کے نام کا قرعہ نکل آیا اور انہوں نے حضرت مریم کی کفالت کی۔ سدی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ دریا اردن میں گئے اور جن قلموں سے

Marfat.com

تورات لکھتے تھے وہ دریا میں ڈال دیئے کہ جس کا قلم پانی میں سیدھا کھڑا رہے گا وہ حضرت مریم کی پرورش کرے گا۔ باقی تمام لوگوں کے قلم پانی میں بہہ گئے اور حضرت زکریا کا قلم پانی میں اس طرح کھڑا رہا جس طرح زمین میں نیزہ گاڑ دیتے ہیں۔ تب انہوں نے حضرت مریم کو لے لیا اور ان کی کفالت کی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق (موجود) پاتے' انہوں نے کہا: اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۳۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے' اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل دیکھتے تھے مجاہد نے بیان کیا ہے وہ ان کے پاس بے موسمی انگور دیکھتے تھے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۵' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مریم کی ماں کے فوت ہونے کے بعد حضرت زکریا نے حضرت مریم کو ان کی خالہ حضرت یحییٰ کی ماں کی تحویل میں دے دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گئیں تو ان کی ماں کی نذر کے مطابق ان کو عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں پلتی بڑھتی رہیں۔ پھر بنو اسرائیل تنگی اور قحط سالی کا شکار ہو گئے اور حضرت زکریا کو ان کی پرورش کرنے میں ضعف لاحق ہوا' انہوں نے بنو اسرائیل سے کہا تم کو معلوم ہے کہ اب میں اس کی پرورش سے عاجز ہو رہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ جن مصائب کا شکار ہیں وہ ہمیں بھی درپیش ہیں وہ ایک دوسرے پر یہ ذمہ داری ڈالنے لگے اور ان کے لئے پرورش کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ انہوں نے پھر قرعہ اندازی کی اور اس دفعہ جریج نام کے ایک شخص کا قرعہ نکلا حضرت مریم نے جب جریج کے چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھے تو فرمایا۔ اے جریج اللہ سے حسن ظن رکھو وہ ہم دونوں کو رزق عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی برکت سے جریج کو غیر معمولی رزق عطا فرمانے لگا۔ حضرت زکریا نے جب رزق کی یہ فراوانی دیکھی تو پوچھا اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا' حضرت مریم نے کہا اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے' اور محراب کا معنی ہے مجلس میں سب سے مشرف مقام۔ جائے صدارت اور محفل میں مقدم جگہ۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ

اس جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی کہا اے میرے رب! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ

عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے ○ تو جس وقت وہ عبادت کے حجرے میں

Marfat.com

قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا

کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے فرشتوں نے انھیں پکار کر کہا کہ (اے زکریا) بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے، جو

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

(عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے، سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ

انھوں نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ

عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ

ہے۔ فرمایا اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ (زکریا نے) کہا اے میرے رب! میرے

لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ

لیے کوئی علامت مقرر کر دیجیے، فرمایا تمھاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکو گے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

اور اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور اس کی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو ○

حضرت زکریا علیہ السلام کے اولاد کی دعا کرنے کا سبب

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زکریا نے حضرت مریم کا حال دیکھا کہ ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل آتے ہیں تو ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جو بے موسم کے پھل دینے پر قادر ہے وہ ضرور اس بات پر قادر ہے کہ مجھے بے موسم کی یعنی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا کرنے پر راغب ہوئے' انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر چپکے چپکے اپنے رب سے دعا کی : اے رب میری ہڈی کمزور ہو چکی ہے اور میرا سر سفید ہو گیا ہے اور میں کبھی تجھ سے دعا کر کے نامراد نہیں ہوا اور مجھے اپنے بعد اپنے وارثوں سے (دین میں فتنہ ڈالنے کا) خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنی طرف سے ایک وارث عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔

بعض علماء اس آیت میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ حضرت زکریا نے حضرت مریم کے پاس جا کر دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کے لئے ولی کی بارگاہ میں جانا پڑتا ہے اور جب نبی

Marfat.com

کے لئے بھی ولی کے پاس جائے بغیر چارہ نہیں تو عام آدمیوں کا کیا ذکر ہے' اور اس آیت سے وہ نبی پر ولی کی فضیلت ثابت کرتے ہیں اور یہ فکر محض گمراہی ہے' حضرت زکریا کا دعا کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے اور تب ان کا ذہن اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جب بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو بے موسم کی اولاد بھی دے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو جس وقت وہ عبادت کے حجرے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے فرشتوں نے انہیں پکار کر کہا اے زکریا! بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے' سردار' اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور نیک بندوں میں سے ہوں گے۔ (آل عمران : ۳۹)

ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت نے آکر حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی ولادت کی نوید سنائی اور جمہور نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ ندا کرنے والے حضرت جبرائیل تھے اور چونکہ حضرت جبرائیل جماعت ملائکہ کے رئیس ہیں اس لئے ان کو ملائکہ سے تعبیر فرمایا۔ یا اس وجہ سے کہ حضرت جبرائیل تمام ملائکہ کی صفات جمیلہ کے جامع ہیں۔

نمازی کو ندا کرنے کی بحث

بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کو ندا کرنا اور اس سے کلام کرنا جائز ہے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے یا حضرت جبریل علیہ السلام نے ندا کی اور ان سے کلام کیا اور اس پر عام آدمیوں کے کلام کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں یہ شریعت سابقہ ہے ہماری شریعت میں نماز میں کلام کرنا ممنوع ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے باتیں کیا کرتے تھے' ایک نمازی اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی : وقوموا للہ قانتین (البقرہ : ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے خاموشی اور ادب سے کھڑے رہو۔ پھر ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتیں کرنے سے منع کر دیا گیا۔ (جامع ترمذی ص ۸۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا بھی ہو سکتی ہے یعنی حضرت زکریا اس وقت دعا کر رہے تھے۔ واضح رہے کہ فرض نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ کے بلانے پر جانے اور آپ سے باتیں کرنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا' اور نفل نماز میں ماں کے بلانے پر چلا جائے اور اس نفل نماز کو دوبارہ پڑھ لے اور باپ کے بلانے پر نفل نماز میں بھی جانا جائز نہیں ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں کی ہے۔

محراب میں نماز پڑھنے کی بحث

اس آیت میں مذکور ہے حضرت زکریا محراب میں نماز پڑھ رہے تھے علامہ ابوالحیان اندلسی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ اس سے منع کرتے ہیں۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۱۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی کا استدلال کئی وجہ سے صحیح نہیں ہے اول اس لئے کہ امام ابو حنیفہ مطلقاً" محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو مکروہ نہیں کہتے بلکہ جماعت سے نماز پڑھاتے وقت امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو مکروہ کہتے ہیں

Marfat.com

کیونکہ عبادت میں امام کی مخصوص جگہ نصاریٰ کی عبادت کے مشابہ ہے' اور وہ یہاں ثابت نہیں ہے کہ حضرت زکریا اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جبکہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا کا بھی احتمال ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں محراب کا معنی ہے عبادت کا حجرہ' اور امام ابوحنیفہ نے اس معروف محراب میں کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے جو مسجد کے وسط میں ایک مخصوص شکل سے بنائی جاتی ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے ہم پر حجت نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ بکثرت احادیث میں نبی ﷺ نے عبادات میں یہود و نصاریٰ کی تشبیہ سے منع فرمایا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سوانح

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اور فرشتوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا○ زکریا نے کہا : اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں○ فرمایا یوں ہی ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا وہ میرے لئے آسان ہے اور اس سے پہلے میں تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے○ زکریا نے کہا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات (دن) لوگوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تم تندرست ہو گے○ تو وہ اپنے (ماننے والوں) لوگوں کے سامنے عبادت کے حجرہ سے باہر نکلے سو ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو○

(مریم : ۱۱-۷)

پھر حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کے بعد ان کی طرف یہ وحی کی :

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ○ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ○

(مریم : ۱۵-۱۲)

اے یحییٰ! پوری قوت سے کتاب پکڑ لو اور ہم نے انہیں بچپن میں ہی نبوت دی○ اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ نہایت متقی تھے○ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے○ اور ان پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے○

ان تین اوقات میں سلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ابن آدم پر یہ تین اوقات بہت سخت ہوتے ہیں ان اوقات میں وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتا ہے حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا :

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (مریم : ۳۳)

اور مجھ پر سلام ہو میری ولادت کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا

قتادہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ سے فرمایا آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ میرے لئے استغفار کریں' حضرت یحییٰ نے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ میرے لئے استغفار کریں۔ حضرت عیسیٰ نے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ میں نے اپنے اوپر خود سلام بھیجا ہے اور آپ پر

Marfat.com

اللہ نے سلام بھیجا ہے' تو حضرت یحییٰ نے جان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہی فضیلت دی ہے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ابن آدم نے خطا کی ہے یا خطا کا ارادہ کیا ہے ماسوا یحییٰ بن زکریا کے' اور کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے زیادہ افضل ہوں۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ اور امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ ابن وہب نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کے پاس آئے تو وہ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کا ذکر کر رہے تھے' کسی نے کہا موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ کسی نے کہا عیسیٰ روح اللہ ہیں' کسی نے کہا ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا شہید کہاں ہے؟ شہید کہاں ہے؟ جو اون کے کپڑے پہنتے تھے اور درخت کے پتے کھاتے تھے اور گناہوں سے ڈرتے تھے' اور حافظ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر شخص اللہ تعالیٰ سے کسی نہ کسی (نوع کے) گناہ کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سید اور حصور فرمایا ہے پھر انہوں نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر کہا ان کے پاس بس اتنی چیز تھی پھر ان کو ذبح کر دیا گیا۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت حارث اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنو اسرائیل کو ان کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ قریب تھا کہ حضرت یحییٰ اس میں تاخیر کرتے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا آپ کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنو اسرائیل کو ان کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا یا آپ انہیں تبلیغ کریں یا پھر میں تبلیغ کرتا ہوں۔ حضرت یحییٰ نے کہا اے بھائی! مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے مجھ سے پہلے ان کلمات کی تبلیغ کر دی تو مجھے عذاب ہو گا یا مجھ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر حضرت یحییٰ نے بیت المقدس میں بنو اسرائیل کو جمع کیا اور کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو بھی ان پانچ چیزوں کی تعلیم دوں۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خالص مال سے سونے یا چاندی کے بدلہ ایک غلام خریدے اور وہ غلام اپنے مالک کے سوا کسی اور کی خدمت کرے اور مالک کی آمدنی کسی اور شخص تک پہنچائے۔ تم میں سے کون شخص پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور تم کو رزق دیا تو تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کو بالکل شریک نہ کرو۔ جب تک بندہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اللہ بھی اس کی طرف متوجہ رہتا ہے اس لئے جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کرو' اور اللہ نے تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس لوگوں کی ایک جماعت میں مشک کی تھیلی ہو جس سے سب لوگوں کو مشک کی خوشبو آ رہی ہو' اور بے شک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے' اور اللہ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو اس کے دشمنوں نے قید کر لیا اور اس کی گردن کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھ دیئے پھر وہ اس کی گردن اڑانے کے لئے آئے تو اس نے کہا تمہاری کیا رائے ہے میں تمہیں اپنی جان کا فدیہ دے دوں! پھر وہ اپنا تھوڑا اور زیادہ مال انہیں دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے' اور میں تم کو اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے اس کا دشمن دوڑ رہا ہو تو وہ ایک مضبوط قلعے میں آکر قلعہ بند ہو جائے اور جب کوئی شخص اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو وہ ایک مضبوط قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت حارث اشعری نے کہا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور

Marfat.com

میں بھی تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے' جماعت کے ساتھ رہنا' حکم سننا اور اطاعت کرنا' اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کیونکہ جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے نکلا اس نے اپنے گلے سے اسلام کا پٹہ اتار دیا الا یہ کہ وہ واپس آ جائے' اور جس نے زمانہ جاہلیت کی چیخ وپکار کی اس نے جہنم سے مٹی ڈال لی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! خواہ اس نے روزے رکھے ہوں اور نماز پڑھی ہو۔ آپ نے فرمایا خواہ اس نے روزے رکھے ہوں اور نماز پڑھی ہو اور مسلمان ہونے کا زعم کیا ہو۔ مسلمانوں کو مسلمان کہہ کر بلاؤ کیونکہ اللہ عزوجل نے اللہ کے بندوں کو مسلمان اور مومن کہا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ' امام ترمذی' امام ابو داؤد طیالسی' امام ابن ماجہ' امام حاکم اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت یحییٰ لوگوں سے الگ رہتے تھے۔ وہ جنگلوں سے مانوس تھے۔ درختوں کے پتے کھاتے۔ دریاؤں کا پانی پیتے۔ کبھی کبھی ٹڈیوں کو کھا لیتے اور کہتے تھے اے یحییٰ! تم سے زیادہ انعام یافتہ کون ہوگا۔ امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ ان کے ماں باپ انہیں ڈھونڈنے نکلے تو وہ دریا اردن کے پاس ملے ان کی عبادت اور ان میں اللہ کا خوف دیکھ کر وہ بہت روئے۔ مجاہد نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا ہری ہری گھاس کھاتے تھے اور خوف خدا سے بہت روتے تھے۔ وہیب بن ورد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت زکریا سے ان کے بیٹے یحییٰ گم ہوگئے وہ تین دن ان کو ڈھونڈتے پھرے بالآخر وہ کھودی ہوئی قبر میں ملے وہاں بیٹھے ہوئے خوف خدا سے رو رہے تھے' انہوں نے کہا اے بیٹے! میں تم کو تین دن سے ڈھونڈ رہا ہوں اور تم یہاں قبر میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہو! حضرت یحییٰ نے کہا اے میرے ابو! کیا آپ ہی نے مجھے یہ خبر نہیں دی تھی کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جنگل ہے جس کو صرف رونے والوں کے آنسوؤں سے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔ امام ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ نے کہا اہل جنت جنت کی نعمتوں کی لذت کی وجہ سے نہیں سوتے' سو اسی طرح صدیقین کو چاہئے کہ ان کے دلوں میں جو اللہ کی محبت ہے اس کی وجہ سے نہ سوئیں پھر فرمایا ان دونوں نعمتوں میں کتنا فرق ہے۔ وہ بہت زیادہ روتے تھے حتیٰ کہ مسلسل آنسو بہنے کی وجہ سے ان کے رخساروں میں نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت یحییٰ کے قتل کے کئی اسباب ذکر کئے گئے ہیں کہ اس زمانہ میں دمشق کا ایک حکمران اپنی کسی محرم سے نکاح کرنا چاہتا تھا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس بادشاہ کو اس کام سے منع کیا' اس وجہ سے اس عورت کے دل میں حضرت یحییٰ کے خلاف بغض پیدا ہوگیا جب اس عورت اور بادشاہ کے درمیان شناسائی پیدا ہوگئی تو اس عورت نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ کے قتل کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ کو قتل کر کے ان کا سر اس عورت کے سامنے پیش کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بھی اسی ساعت مر گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس بادشاہ کی عورت حضرت یحییٰ پر فریفتہ ہوگئی اس نے حضرت یحییٰ سے اپنی مقصد برآری چاہی' حضرت یحییٰ نے انکار کیا جب وہ حضرت یحییٰ سے مایوس ہوگئی تو اس نے بادشاہ کو حضرت یحییٰ کے قتل پر تیار کیا اور بادشاہ نے کسی کو بھیج کر حضرت یحییٰ کو قتل کرا یا اور ان کا سر مبارک کاٹ کر ایک طشت میں اس عورت کو پیش کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۵۴۔ ۴۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ)

حضرت یحییٰ کے قتل کا جو پہلا سبب لکھا ہے موجودہ انجیل میں بھی اس کی تصدیق ہے :

کیونکہ ہیرودیس نے آپ آدمی بھیج کر یوحنا کو پکڑوایا اور اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اسے قید خانہ میں باندھ رکھا تھا کیونکہ ہیرودیس نے اس سے نکاح کر لیا تھا○ اور یوحنا نے اس سے کہا تھا کہ اپنے بھائی کی بیوی رکھنا

Marfat.com

تجھے روا نہیں ○ پس ہیرودیاس اس سے دشمنی رکھتی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا ○ کیونکہ ہیرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا ○ اور موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی ○ اور اسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا ○ اور اس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا ○ اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں؟ اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ○ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے ○ بادشاہ بہت غمگین ہوا مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اس سے انکار نہ کرنا چاہا ○ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے قید خانہ میں جا کر اس کا سر کاٹا ○ اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا ○ پھر اس کے شاگرد سن کر آئے اور اس کی لاش اٹھا کر قبر میں رکھی ○

(مرقس: باب: ۶' آیت ۲۹۔ ۱۸' نیا عہد نامہ ص ۴۰۔ ۳۹' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے۔

(آل عمران: ۳۹)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا

یحییٰ کے معنی ہیں زندہ ہوتا ہے یا زندہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یحییٰ رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا۔ یا وہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں قتل کیے جانے کے بعد ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ امام ابو جعفر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت زکریا کی بیوی نے حضرت مریم سے کہا میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہارے پیٹ کے بچہ کے لئے حرکت کرتا ہے' پھر حضرت زکریا کی بیوی کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے مصدق تھے اس لئے اس آیت میں فرمایا ہے جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے۔ حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے' حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے عمر میں بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو سید فرمایا ہے اس کا معنی ہے وہ علم اور عبادت میں سردار تھے۔ قتادہ نے کہا وہ علم' حلم اور تقویٰ میں سردار تھے۔ مجاہد نے کہا سید کا معنی ہے جو اللہ کے نزدیک کریم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو حصور بھی فرمایا ہے' حصور کا معنی ہے جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو۔ حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی گناہ ہو گا۔ الحدیث۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۴۔۱۷۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت یحییٰ کا عورتوں کی خواہش پوری نہ کرنا اپنی پاکبازی کی وجہ سے تھا کسی عجز کی وجہ سے نہ تھا' انبیاء کرام ہر قسم کے عیب سے منزہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (زکریا نے) کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے○

حضرت یحییٰ کی ولادت کو حضرت زکریا کے مستبعد سمجھنے کی توجیہ

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت زکریا نے اپنے ہاں بیٹے کو کیوں اس قدر مستبعد سمجھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا اللہ تعالیٰ ان کے بڑھاپے کو زائل کر کے ان کو جوانی عطا فرمائے گا اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کو دور فرمائے گا پھر بیٹا ہو گا یا ان کی اسی حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا عطا فرمائے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی نعمت سے مایوس ہو پھر اچانک اس کو اس نعمت کے ملنے کی خوشخبری مل جائے تو وہ خوشی سے از خود رفتہ ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے یہ کس طرح ہو گا؟ تیسرا جواب یہ ہے کہ انسان کو جب غیر متوقع طور پر کسی نعمت کے ملنے کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اس کے متعلق بار بار سوال کرتا ہے تاکہ جواب میں پھر اس نعمت کے دیئے جانے کی خوش خبری دی جائے اور اس خبر کی تاکید اور تقریر ہو اور اسے سن کر اسے مزید اطمینان اور شرح صدر حاصل ہو' چوتھا جواب یہ ہے کہ ان کے دعا کرنے کے ساٹھ سال بعد یہ بشارت دی گئی حتیٰ کہ بشارت کے وقت وہ اپنی دعا کو بھول چکے تھے' پھر جب انہوں نے سخت بڑھاپے کی حالت میں یہ خوش خبری سنی تو فطری طور پر انہوں نے یہ سوال کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (زکریا نے) کہا اے میرے رب! میرے لئے کوئی علامت مقرر کر دیجئے فرمایا تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکو گے اور اپنے رب کا ذکر اور اسکی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو۔

تین دن کے لئے حضرت زکریا کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی ولادت کی خوش خبری اور اپنی دعا کی قبولیت سے غیر معمولی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قدر انعام اور اکرام فرمایا اس لئے انہوں نے یہ چاہا کہ اس کی کوئی علامت مقرر کر دی جائے جو استقرار حمل پر دلالت کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علامت مقرر کر دی کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے۔ اس آیت میں تین دنوں کا ذکر ہے اور سورہ مریم میں تین راتوں کا ذکر ہے اور ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ یہ علامت تین دن اور تین راتیں حاصل رہی تھی۔ اس علامت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو تین دن اور تین راتوں تک لوگوں سے بات کرنے سے روک دیا تھا اس کا ایک فائدہ یہ تھا کہ ان کی زبان کا بند ہو جانا استقرار نطفہ کی علامت بن گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دنیاوی امور میں باتیں کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو بند کر دیا اور تسبیح' تہلیل اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ان کی زبان کو قدرت دے دی۔ اس طرح یہ ایک چیز استقرار حمل کی علامت بھی بن گئی اور اس نعمت پر

Marfat.com

شکر ادا کرنے کا ذریعہ بھی بن گئی' تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت زکریا علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا کہ وہ لوگوں سے بات تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تسبیح' تہلیل اور ذکر کر سکتے تھے اور چونکہ ان کو پہلے بتا دیا گیا تھا کہ استقرار حمل کے وقت تمہاری زبان بند ہو جائے گی حالانکہ ان کا بدن صحیح و سلامت تھا اور پھر بعد میں ایسا ہی ہوا تو یہ ایک اور وجہ سے معجزہ ہے۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استقرار حمل کی علامت یہ بیان فرمائی کہ جب استقرار حمل ہو گا تو تمہیں یہ حکم دیا جائے گا کہ تم لوگوں سے تین دن تین راتیں بات نہ کرو اور تسبیح' تہلیل' اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا شکر ادا کرتے رہو اور لوگوں سے بات کرنے کی اگر ضرورت پیش آئے تو اشاروں سے بات کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کا آنا استقرار حمل کی علامت ہو گا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم لوگوں سے صرف رمزی بات کر سکو گے' رمز کا معنی ہے حرکت کرنا اور یہاں رمز سے مراد ہے اشارہ کرنا' خواہ اشارہ ہاتھ سے ہو' سر سے ہو' بھوں سے ہو' آنکھ سے ہو یا ہونٹ سے ہو' نیز اس آیت میں فرمایا ہے اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور شام کے وقت اور صبح کو اس کی تسبیح کرو' اس پر یہ سوال ہے کہ ذکر کے بعد تسبیح کا ذکر کیوں فرمایا جبکہ تسبیح کرنا بھی ذکر ہی ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ذکر سے مراد ہے زبان کے ساتھ ذکر کرنا اور صبح اور شام کی تسبیح سے مراد ہے قلب کے ساتھ ذکر کرنا' کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق ہوتے ہیں پہلے وہ بہ کثرت زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں پھر جب اللہ کے ذکر کے نور سے ان کا قلب منور ہو جاتا ہے تو پھر ان کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شام کے وقت اور صبح کو اس کی تسبیح سے مراد ہے شام اور صبح کو نماز پڑھنا کیونکہ نماز تسبیح پر مشتمل ہے اور تسبیح نماز کا جز ہے تو یہاں کل پر جز کا اطلاق ہے' قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی نماز پر تسبیح کا اطلاق ہے:

فَسُبۡحَانَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ۔ (الروم : ۱۷) اللہ کے لئے نماز پڑھو جب تم شام کا وقت پاؤ اور جب تم صبح کا وقت پاؤ

نیز شام اور صبح کے وقت نماز پڑھنا اس آیت کے موافق ہے :

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ (ھود : ۱۱۴) دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم رکھو۔

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہان

وَاصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ لِرَبِّکِ

کی عورتوں پر برگزیدگی دی ○ اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرو

وَاسۡجُدِیۡ وَارۡکَعِیۡ مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ

اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ○ یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم

Marfat.com

نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ

آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔ اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈال رہے

يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۴﴾

تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے ○

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا تھا جنہوں نے حضرت مریم کی کفالت اور پرورش کی تھی اور اب اس آیت میں خود حضرت مریم کا ذکر فرمایا ہے جن کی انہوں نے پرورش کی تھی۔ اس آیت میں فرمایا ہے جب فرشتوں نے کہا اے مریم! یہاں فرشتوں سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کو فرشتوں کی جماعت سے اس لئے تعبیر فرمایا ہے کہ ان میں تمام فرشتوں کے کمالات موجود ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بجائے حضرت جبرائیل کا ذکر فرمایا ہے:

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم: ۱۷) تو ہم نے ان کی طرف اپنے فرشتے (جبرائیل) کو بھیجا تو وہ مریم کے سامنے مکمل بشر کی صورت میں آیا۔

زیر بحث آیت میں حضرت مریم کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو حضرت مریم کی طرف بھیجا اور ان کی طرف وحی نازل کی۔ اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت مریم نبیہ تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو صرف مردوں کے لئے مخصوص رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (یوسف: ۱۰۹) اور ہم نے آپ سے پہلے (بھی) مردوں کے سوا اور کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔

اس لئے حضرت مریم کی طرف حضرت جبرائیل کا آنا حضرت مریم کی کرامت اور ولایت کی دلیل ہے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص اور حضرت زکریا علیہ السلام کا معجزہ بھی ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں حضرت مریم کی تین فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا اصطفاء کیا (ان کو چن لیا۔ منتخب کر لیا) ان کی تطہیر کی اور ان کا تمام جہانوں کی عورتوں پر اصطفاء کیا (تمام جہانوں کی عورتوں میں سے چن لیا اور ان پر فضیلت دی) سو اس آیت میں دو مرتبہ ان کو چن لینے کا ذکر ہے اور دونوں کا معنی الگ الگ ہے۔

پہلے اصطفاء کا معنی یہ ہے کہ عورت ہونے کے باوجود حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول کر لیا گیا' ان کے علاوہ اور کسی عورت کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول نہیں کیا گیا' حضرت مریم کی پرورش کے دوران ان کے لئے جنت سے بے موسم کے پھل آتے تھے اور حضرت مریم نے بالمشافہ حضرت جبریل کا کلام سنا۔

حضرت مریم کی تطہیر کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو کفر اور معصیت کی آلودگی سے پاک رکھا۔ اسی

Marfat.com

طرح ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی ازواج کے متعلق فرمایا :

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب : ۳۳) اے رسول کے گھر والو! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم کو ہر قسم کی ناپاکی سے دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے اور خوب پاکیزہ رکھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مردوں کے چھونے سے پاک رکھا' نیز حضرت مریم کو حیض سے پاک رکھا۔ یہ فضیلت حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بھی حاصل تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی حیض سے پاک رکھا۔ علامہ ابن حجر ہیتمی نے لکھا ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری بیٹی آدمیوں میں حور ہے اس کو حیض اور نفاس نہیں آتا اس کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ اللہ نے اس کو نار سے الگ کر دیا۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶۰' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر ۱۳۸۵ھ)

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بری عادتوں اور برے کاموں سے پاک رکھا اور یہودیوں نے حضرت مریم پر بدکاری کی جو تہمت لگائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت اور بہتان سے حضرت مریم کو پاک اور بری کر دیا۔

دوسرے اصطفاء کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی کلام کیا اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور اپنی ماں کی برات اور پاک دامنی بیان فرمائی۔

حضرت مریم کی فضیلت میں احادیث

امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں بہت کامل ہیں عورتوں میں صرف عمران کی بیٹی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہوئی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا عورتوں میں سب سے نیک مریم بنت عمران ہیں اور عورتوں میں سب سے نیک خدیجہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں اور مریم بنت عمران ہیں اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہیں۔

(سنن کبریٰ ج ۵ ص ۹۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں :

امام احمد' امام ترمذی تصحیح سند کے ساتھ' امام ابن حبان اور امام حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام جہانوں کی عورتوں سے تمہیں یہ کافی ہیں : مریم بنت عمران' خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ۔

امام ابن جریر نے حضرت عمار بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کی عورتوں پر خدیجہ کو اس طرح فضیلت دی گئی ہے جس طرح مریم کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی

Marfat.com

عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں' پھر فاطمہ ہیں' پھر خدیجہ ہیں' پھر فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

امام ابن عساکر نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جہان کی سردار چار عورتیں ہیں۔ مریم بنت عمران' آسیہ بنت مزاحم' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد ﷺ اور ان میں سب سے افضل فاطمہ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مریم بنت عمران' فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد کے بعد تمام جہانوں کی سردار فاطمہ ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (آل عمران : ۴۳)

زیر بحث آیت میں سجدہ کے ذکر کو رکوع کے ذکر پر مقدم کرنے کی توجیہات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم پر اپنے مخصوص انعامات کا ذکر فرمایا تھا۔ اس آیت میں ان انعامات پر شکر ادا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نماز میں پہلے رکوع ہے اور پھر سجدہ ہے اس لئے بہ ظاہر پہلے رکوع اور پھر سجدہ کا ذکر کرنا چاہئے تھا جبکہ اس آیت میں اس کے برعکس پہلے سجدہ اور پھر رکوع کا ذکر ہے اس کی کیا توجیہ ہے' علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں بعض ازاں یہ ہیں :

(۱) نماز سے مقصود اللہ کے سامنے عاجزی پیش کرنا اور ذلت کا اظہار کرنا ہے اور سجدہ میں انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار ہے کیونکہ سجدہ میں انسان اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور اپنے جسم کے مکرم اور مشرف عضو کو اس جگہ رکھ دیتا ہے جو لوگوں کے پیروں تلے آتی ہے اور چونکہ نماز کا اہم مقصود سجدہ سے ادا ہوتا ہے اس لئے اس آیت میں پہلے سجدہ کا اور پھر رکوع کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) بندے کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب سجدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

واسجدواقترب (العلق : ۱۹) سجدہ کرو اور (اللہ سے مزید) قریب ہو جاؤ

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۱' مطبوعہ کراچی)

معدان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبان سے ہوئی' میں نے کہا مجھے ایسا عمل بتلایئے جس پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے یا میں نے کہا جو عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو وہ مجھے بتلایئے۔ آپ خاموش ہو گئے میں نے پھر سوال کیا آپ پھر خاموش ہو گئے میں نے تیسری بار سوال کیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا آپ نے فرمایا تم اللہ کے لئے بکثرت سجدے کرو' کیونکہ جب تم اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ اس سے تمہارے ایک درجہ کو بلند کرتا ہے اور تمہارے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج ا ص ۱۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس آیت اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ وہ عمل ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کرتا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے اس لئے اس آیت میں سجدہ کو رکوع پر مقدم کیا گیا ہے۔

(۳) احادیث میں نماز کو سجدہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن الزبیر سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! نبی ﷺ نے کبھی میرے پاس عصر کے بعد دو سجدوں (دو رکعت نماز) کو ترک نہیں کیا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو سجدے (دو رکعت نماز) کئے اور ظہر کے بعد دو سجدے اور مغرب کے بعد دو سجدے اور عشاء کے بعد دو سجدے اور جمعہ کے بعد دو سجدے۔ رہی مغرب اور عشاء تو وہ آپ نے گھر میں پڑھی۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۷۔ ۱۵۶ مطبوعہ کراچی) یعنی مغرب اور عشاء کے نفل۔

اور کسی چیز کو اس کے اعلیٰ اور اشرف جز کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور نماز کو سجدہ سے تعبیر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ سجدہ نماز کے اجزا اور ارکان میں سے اعلیٰ اور اشرف رکن ہے اس لئے یہاں سجدہ کو رکوع پر مقدم کیا گیا ہے۔

(۴) علاوہ ازیں واؤ مطلقاً" جمع کے لئے آتی ہے اس کا تقاضا ترتیب نہیں ہے اس لئے آیت میں سجدہ کا پہلے مذکور ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ نماز میں بھی پہلے سجدہ ہو اور پھر رکوع ہو اور یہاں مقدم ذکر کرنے کی وہ وجوہ ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور جن آیات میں پہلے رکوع کا اور پھر سجدہ کا ذکر ہے وہ اصل کے مطابق ہے اور توجیہ اس کی کی جاتی ہے جو خلاف ظاہر ہو۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت زکریا کی شریعت میں سجدہ رکوع سے پہلے ہو۔

(۶) اور یہ بھی احتمال ہے کہ سجدہ کرو سے مراد یہ ہو کہ تنہا نماز پڑھو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اس سے مراد یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو' اور انہیں یہ حکم دیا گیا ہو کہ بیت المقدس کے مجاورین کے ساتھ مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان میں مختلط نہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سجدہ کے حکم سے مراد نماز پڑھنا ہو اور رکوع کے حکم سے مراد خضوع و خشوع ہو۔

بچہ کی پرورش کرنے کے حقداروں کا بیان

حضرت مریم کی پرورش ان کی خالہ نے کی اس سے معلوم ہوا کہ دور کے رشتہ داروں میں پرورش کرنے کی زیادہ حقدار بچہ کی خالہ ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا خالہ بہ منزلہ ماں ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

نیز امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی عمارہ بھی اے چچا اے چچا کہتی ہوئی آپ کے ساتھ چل پڑی' حضرت علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اپنی چچا زاد بہن کو لے لو۔ انہوں نے اس کو اٹھا لیا پھر اس کی پرورش کے

Marfat.com

متعلق حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر میں نزاع ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زید نے کہا یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کردیا اور فرمایا خالہ (پرورش کرنے میں) بہ منزلہ ماں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں :

جب خاوند اور بیوی میں تفریق ہوجائے تو ماں پرورش کی زیادہ حقدار ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میرے اس بیٹے کے لئے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری گود خیمہ تھی اور میرا پستان ڈول تھا اور اب اس کا باپ اس کو مجھ سے چھینا چاہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم کہیں شادی نہ کرو اس کی پرورش کی تم زیادہ حقدار ہو نیز ماں زیادہ شفیق ہوتی ہے اور پرورش کرنے پر زیادہ قادر ہوتی ہے اس لئے پرورش کرنے کے لئے وہ زیادہ مناسب ہے اور پرورش کا خرچ باپ پر ہوگا اور ماں کو پرورش کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اگر بچہ کی ماں نہ ہو تو دادی سے نانی اولیٰ ہے اور اگر نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی اولیٰ ہے، اور اگر دادی نہ ہو تو پھوپھی اور خالہ سے بہنیں اولیٰ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ خالہ اولیٰ ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خالہ والدہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ورفع ابویہ علی العرش (یوسف : ۱۰۰) حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو عرش پر بٹھایا۔ اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ ان کی خالہ اور ان کے والد تھے۔ پھر خالہ، پھوپھی سے اولیٰ ہے کیونکہ اس کی ماں کے ساتھ قرابت ہے اور اگر بچہ کی ماں کی طرف سے کوئی رشتہ دار نہ ہو اور مرد پرورش کرنے میں نزاع کریں تو ان میں سے جو باپ کا زیادہ قریب رشتہ دار ہوگا وہ پرورش کرے گا، ماں اور نانی بچہ کی پرورش کی اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جب تک کہ اگر وہ لڑکا ہو تو خود سے کھانے پینے اور کپڑے پہننے لگ جائے اور خود سے استنجاء کرنے لگے اور اگر لڑکی ہو تو اس کے بالغ ہونے تک ماں اور نانی کو پرورش کرنے کا حق ہے، کیونکہ عورتوں کی تربیت وہی کرسکتی ہیں اور اس کے بعد لڑکی کی حفاظت کی ضرورت ہوگی اور اس کی طاقت باپ زیادہ رکھتا ہے، اگر مطلقہ عورت بچہ کو لے کر کسی اور شہر جانا چاہے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں باپ کو ضرر ہے ہاں اگر اپنے وطن لے جانا چاہے جس شہر میں اس کی شادی ہوئی تھی تو پھر جائز ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۴۳۶۔ ۴۳۴ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم بہت عبادت کرنے والی اور اللہ سے بہت ڈرنے والی اور اس کی فرمانبردار بندی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مریم کے علاوہ اور کسی عورت کا نام نہیں لیا۔ اس میں ان گمراہ فرقوں کا لطیف رد ہے جو حضرت مریم کو اللہ کی بیوی کہتے تھے، کیونکہ معروف یہ ہے کہ لوگ باقی عورتوں کا نام لیتے ہیں اور اپنی بیوی کا نام نہیں لیتے۔ اس کا کنایتاً" ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام عورتوں کا کنایتاً" نام لیا سوا حضرت مریم کے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لئے اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے ○ (آل عمران : ۴۴)

Marfat.com

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل

ان آیات میں حضرت زکریا' حضرت یحیٰ علیہما السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گذشتہ واقعات کی خبر دی گئی ہے اور یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جن پر آپ از خود مطلع تھے نہ آپ کی قوم کا کوئی اور فرد مطلع تھا' نہ آپ نے مکتب میں جا کر کسی سے ان کے متعلق کچھ سنا تھا نہ کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ اور نہ ہی آپ ان کے زمانہ میں موجود تھے کہ آپ نے ان واقعات کا مشاہدہ کر لیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کا ذریعہ اس چیز کا مشاہدہ کرنا ہے یا اس چیز کے متعلق پڑھنا ہے یا اس کے متعلق کسی سے کچھ سننا ہے اور یہ تینوں ذرائع منتفی تھے تو ثابت ہو گیا کہ آپ نے ان گذشتہ واقعات کی جو صحیح صحیح خبریں بیان کی ہیں ان کے علم کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ وحی نازل کر کے آپ کو ان واقعات سے باخبر کیا اور آپ پر وحی نازل کرنے کا ثبوت آپ کی نبوت کا ثبوت ہے۔ سو مشرکین اور اہل کتاب دونوں کے نزدیک آپ کی نبوت ثابت ہو گی کیونکہ آپ کے بیان کردہ واقعات ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے واقعات کے مطابق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات اور حالات سے بھی آپ کو وحی سے مطلع فرمایا اور یہ تمام واقعات اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور تھے اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے آپ نے کسی انسان سے پڑھے یا سنے بغیر یہ تمام واقعات بیان فرمائے یہ بھی آپ پر وحی نازل ہونے اور آپ کی نبوت کا ثبوت ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کو بیان کر کے فرمایا :

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ (ھود : ۴۹)	یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں نہ آپ (از خود) انہیں جانتے تھے اور نہ اس سے پہلے آپ کی قوم کے لوگ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے آپ کو مطلع فرمایا اور اس کے بعد فرمایا :

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (القصص : ۴۴)	اور آپ طور کی جانب غربی میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت آپ حاضرین میں سے نہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بیان

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں کے احوال سے آپ کو مطلع فرمایا اور یہ اطلاع صرف وحی کے ذریعہ حاصل ہوئی اور وحی کا ثبوت آپ کی نبوت کا ثبوت ہے نیز ان آیات میں یہ بھی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ہم نے "یؤمنون بالغیب" کی تفسیر میں علم غیب پر تفصیل سے بحث کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا اور یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیوب میں سے بعض کا علم عطا فرمایا ہے لیکن آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح مطلقاً" یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ آپ کو غیب کا علم ہے' امام احمد رضا قادری نے میر سید شریف سے نقل کیا ہے کہ جب علم غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے متبادر ذاتی ہوتا ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۴۷' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور) ہاں یہ کہنا درست ہے کہ آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہے یا آپ غیب پر مطلع کئے گئے ہیں' قرآن مجید کی جن آیات میں آپ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے ان کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بتلائے بغیر یا اس کی وحی کے بغیر آپ از خود غیب کو نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی تعلیم سے ہر چیز آپ پر

Marfat.com

منکشف ہوگئی اور آپ نے اس کو جان لیا' امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا دست قدرت رکھا میں نے اس کی انگلیوں کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا' امام ترمذی کہتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

مذکور الصدر حدیث کو طابع نور محمد نے جامع ترمذی کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور فاروقی کتب خانہ ملتان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ حدیث اصل کے مطابق کتاب کے متن میں موجود ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۵' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

اسی طرح محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۷۸' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی)

اور تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کے متن میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۴ ص ۱۷۵' ۱۷۴ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے

اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہے

وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ

اور اللہ کے مقربین میں سے ہے ○ وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی اور

الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي

نیکوں میں سے ہوگا ○ مریم نے کہا اے میرے رب میرے بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی آدمی نے مس تک

بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ إِذَا قَضٰٓى أَمْرًا

نہیں کیا، فرمایا اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ جب کسی چیز کا فیصلہ فرمالیتا ہے

فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۷﴾

تو اسے فرماتا ہے "ہو جا" اور وہ فوراً ہو جاتی ہے ○

Marfat.com

خلاصہ آیات اور وجہ ارتباط

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کے احوال بیان فرمائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرابت دار تھے۔ اس تمہید کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال اور واقعات بیان فرمائے ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے ارشاد فرما رہا ہے : اے رسول مکرم! اس وقت کو یاد کیجئے جب جبرائیل نے مریم سے کہا اللہ آپ کو عیسیٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے صرف کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس آیت میں اگرچہ ملا ئکہ کا لفظ ہے مگر اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں اور ان کو ملا ئکہ سے اس لئے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ وہ ملا ئکہ کی تمام صفات کمالیہ کے جامع ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ اللہ کے نزدیک معزز اور مقربین میں سے ہیں اور وہ لوگوں سے پالنے میں بھی باتیں کریں گے اور پختہ عمر میں بھی باتیں کریں گے اور وہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں۔ حضرت مریم نے متعجب ہو کر کہا ان کے ہاں بچہ کیسے پیدا ہو گا ان کا تو خاوند ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اس کے نزدیک بغیر باپ کے بچہ کو پیدا کرنا کوئی مستبعد اور تعجب خیز بات نہیں ہے اس نے ابتداً" آسمان اور زمین کو پیدا کیا' حوا کو بغیر عورت کے پیدا کیا اور حضرت آدم کو عورت اور مرد دونوں کے بغیر پیدا کیا۔ نیز اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی پیدائش کا ذکر فرمایا تھا جن کو بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے پیدا کیا تھا یہ بھی عام معمول اور عادت کے خلاف پیدائش تھی اور اس وقت بھی یہی فرمایا تھا اسی طرح ہوتا ہے اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے' اب اس سے بھی زیادہ معمول اور عادت کے خلاف پیدائش کی اور حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور اس آیت میں بھی فرمایا اسی طرح ہوتا ہے اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دینے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے۔ (آل عمران : ۴۵) ایک اور آیت میں فرمایا :

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ كَلِمَتُهٗ. | مسیح عیسیٰ بن مریم محض اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے۔

(النساء : ۱۷۱)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : عیسیٰ اللہ کی (پسندیدہ) روح اور اس کا کلمہ ہیں۔

(جامع ترمذی ص ۵۲۰' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے پیدا کئے گئے ہیں یوں تو اس کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے پیدا کی گئی ہے لیکن ان چیزوں کے کچھ مادی اور ظاہری اسباب بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً" حضرت آدم علیہ السلام کے لئے مٹی کا پتلا بنایا گیا۔ عام انسانوں کی پیدائش کے لئے مرد و زن کے اختلاط اور نطفہ کو ظاہری سبب بنایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی ظاہری اور مادی سبب کے محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے پیدا کیا گیا اس لئے آپ کو کلمتہ اللہ فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح عادل سلطان کو ظل اللہ اور نور اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت اور اس کے نور کے ظہور کا سبب ہوتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ظہور کا سبب ہیں اور کلمہ "کن" کے تصرفات کے مظہر اور دلیل ہیں اس لئے ان کو کلمتہ اللہ فرمایا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس حضرت عیسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام کے ظہور اور حدوث کا مبدء ہے اس لئے "کلمۃ" اور "کلمۃ منہ" فرمایا اور اپنی طرف اضافت فرمائی ہے اور یہاں "من" کا لفظ تبعیض اور جز عیت کے لئے نہیں ہے جیسا کہ بعض عیسائیوں کا گمان ہے' بعض عیسائی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں بکلمۃ منہ (آل عمران ۴۵) مذکور ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا جز ہیں اور یہ ان کے ابن اللہ ہونے کو مستلزم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں "من" تبعیض کے لئے نہیں بلکہ ابتداء کے لئے ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی ابتداء بغیر باپ کے واسطے کے محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے ہوئی ہے جس طرح قرآن مجید کی اس آیت میں ہے :

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ : ۱۳) اور اس نے تمہارے نفع کے لئے مسخر کردیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے تمام اس کی طرف سے ہیں۔

ظاہر ہے یہاں بھی لفظ "من" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کا جز ہیں اور اس کے بیٹے ہیں بلکہ یہاں بھی لفظ "من" ابتداء کے لئے ہے یعنی سب چیزوں کے صدور کی ابتداء اللہ کی طرف سے ہوئی ہے اور اس نے ہر چیز کو کلمہ "کن" سے پیدا کیا لیکن ان سب چیزوں کو کلمۃ اللہ اس لئے نہیں فرمایا کہ ان چیزوں کو بعض ظاہری اور مادی واسطوں سے پیدا فرمایا ہے۔

مسیح کا معنی

مسیح اور عیسیٰ کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ عبرانی زبان کے لفظ ہیں' ابو عبیدہ اور لیث نے کہا مسیح عبرانی زبان میں مشیح تھا اور عربی زبان میں یہ مسیح ہو گیا۔ اور عیسیٰ اصل میں یشوع تھا جیسے کہا ہے کہ موسیٰ اصل میں موشی یا میشا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں اور مشتق ہیں اکثر علماء کا اسی پر اتفاق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بیماروں کے اوپر ہاتھ پھیرتے (مسح کرتے) تو وہ تندرست ہو جاتے' احمد بن یحییٰ نے کہا آپ کو مسیح اس لئے کہا گیا کہ آپ بہت جلد قطع مسافت کر لیتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ آپ یتیموں کے سر پر شفقت سے بہ کثرت ہاتھ پھیرتے تھے اس لئے آپ کو مسیح فرمایا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ مسح کا معنی رگڑنا اور مٹانا بھی ہے' چونکہ آپ کے مفروضہ گناہ رگڑ دیئے گئے تھے اس لئے آپ کو مسیح فرمایا' پانچویں وجہ یہ ہے کہ جس مبارک تیل کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے جسموں پر مالش کی جاتی تھی اسی تیل کے ساتھ آپ کے جسم کی مالش کی گئی' علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تیل کو انبیاء علیہم السلام کی علامت بنا دیا ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ جس وقت وہ پیدا ہوئے ان کے جسم پر تیل کی مالش کی ہوئی تھی' ساتویں وجہ یہ ہے کہ جس وقت وہ پیدا ہوئے حضرت جبریل نے ان پر اپنے پروں کے ساتھ مسح کیا تاکہ وہ مس شیطان سے محفوظ رہیں یہ سات وجوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کا لقب دینے کی ہیں' اور دجال لعین کو جو مسیح کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ممسوح العین ہوگا یعنی اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی یا مٹی ہوئی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کا بیان

حضرت عیسیٰ کو عیسیٰ بن مریم فرمایا اور ماں کی طرف ان کی نسبت کی ہے کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دنیا اور آخرت میں وجیہہ ہوں گے وجیہہ اس شخص کو کہتے ہیں جس شخص کے لئے عزت' شرف اور

Marfat.com

قدرومنزلت ہو' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بنو اسرائیل نے ایک جسمانی عیب کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت کی اور ان کی وجاہت بیان فرمائی :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ (الاحزاب : ۶۹)

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری فرمادیا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز ہیں۔

وجہ کا معنی ہے چہرہ۔ وجیہہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی نیکیوں اور مقبولیت کی وجہ سے سرخرو ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی وجوہ سے اللہ کے نزدیک دنیا اور آخرت میں سرخ رو ہیں' ایک یہ کہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی ہیں۔ دوسری وجہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہیں انکی دعا سے مردے زندہ ہوجاتے تھے اور مادر زاد اندھے بینا ہوجاتے تھے۔ اور برص والے تندرست ہوجاتے تھے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ یہود کی لگائی ہوئی تہمتوں سے دنیا میں بری ہوئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ثواب جزیل کا وعدہ فرمایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ مقربین میں سے ہیں اس میں یہ تنبیہہ ہے کہ جب انہیں پھانسی دی جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمانوں پر اٹھالے گا' یہود اور نصاریٰ دونوں اس پر متفق تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی اور صلیب پر چڑھا کر سولی دی گئی' اور جس شخص کو سولی دی جائے اس کو عیسائی لعنتی کہتے تھے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق بھی کتاب مقدس میں لکھا ہے :

مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ (گلیتوں باب : ۳' آیت : ۱۳' نیا عہد نامہ ص ۱۸۰' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک وہ دنیا اور آخرت میں معزز' قدرومنزلت والے اور مقربین میں سے ہیں۔ یہود اور عیسائی دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ ان کو سولی دی گئی' اسلام نے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برات بیان کی اور یہ اعلان کیا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کسی اور شخص کو سولی دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا۔

حضرت عیسیٰ کا پختہ عمر میں کلام کرنے کا معجزہ ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ لوگوں سے پنگوڑے میں اور حالت کہل میں باتیں کریں گے اور نیکوں میں سے ہوں گے۔ (آل عمران : ۴۶)

"کہل" کا معنی ہے جب شباب پختہ اور تام ہوجائے اور یہ چالیس سے ساٹھ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس آیت پر یہ سوال ہے کہ پنگوڑے میں باتیں کرنا تو قابل ذکر امر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ پختہ عمر میں بات کرنا کون سی خصوصیت ہے جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ذکر کیا ہے' اس سوال کے متعدد جوابات ہیں : ایک یہ کہ اس آیت سے مقصود نجران کے عیسائی وفد کا رد کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مدعی تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بچپن سے کہولت تک کا زمانہ گزاریں گے اور اس زمانہ میں ان پر جسمانی تغیرات آتے رہیں گے' اور خدا وہ ہوتا ہے جس پر کوئی تغیر اور تبدل نہ آسکے کیونکہ تغیر حدوث کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھالیا گیا' پھر کئی ہزار سال بعد جب وہ آسمان سے اتریں گے تو وہ کہولت اور پختہ عمر کے

Marfat.com

ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ کئی ہزار برس گزرنے کے بعد بھی چالیس سال کے ہوں گے' سو ان کا پنگوڑے میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے اور پختہ عمر میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے کیونکہ لیل و نہار کی گردش اور ہزاروں سال کا گذرنا ان کی جسمانی ساخت پر اثر انداز نہیں ہوا اور جس طرح پختہ عمر میں وہ اٹھائے گئے تھے آسمانوں سے اترنے کے بعد بھی وہ اسی طرح پختہ عمر کے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے یعنی یہود' نصاریٰ اور مشرکین عرب میں حضرت عیسیٰ کے میلاد کو بیان کیجئے' جب مریم بیت المقدس سے نکل کر اس کی مشرقی جانب چلی گئیں' وہ ایسی جگہ چلی گئیں جہاں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان ایک پہاڑ تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر ہم نے ان کے پاس اپنی روح یعنی حضرت جبرائیل کو بھیجا وہ ان کے سامنے مکمل انسانی صورت میں آئے ان کا رنگ سفید تھا اور بال گھونگھریالے تھے' مریم نے جب ان کو اپنے سامنے دیکھا تو کہا۔ میں تم سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تم اس سے ڈرنے والے ہو تو' کیونکہ حضرت جبریل کی صورت اس شخص کے مشابہ تھی جس نے ان کے ساتھ ہی بیت المقدس میں پرورش پائی تھی وہ قوم بنی اسرائیل سے تھا اور اس کا نام یوسف تھا اور وہ بھی بیت المقدس کے خدام میں سے تھا' مریم کو خدشہ ہوا کہیں وہ شیطان کے ورغلانے سے تو نہیں آیا جبریل نے کہا میں تو محض تمہارے رب کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ مریم نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا مجھے تو کسی خاوند نے نہیں چھوا اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ جبریل نے کہا اسی طرح ہوگا آپ کے رب پر یہ آسان ہے یعنی بغیر مرد کے پیدا کرنا کیونکہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم اس کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت پر) نشانی بنائیں گے اور وہ ہماری طرف سے اس شخص کے لئے رحمت ہوگا جو اس کی تصدیق کرے گا' اور وہ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دے گا یعنی اپنے ہاتھ سے کتاب لکھے گا اور حکمت کی یعنی سنت کی تعلیم دے گا' اور تورات اور انجیل کی تعلیم دے گا اور وہ بنو اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور میں اس کے ہاتھ سے اپنی نشانیاں اور عجیب و غریب امور کو ظاہر کروں گا' پھر مریم حضرت عیسیٰ سے حاملہ ہوگئیں' حضرت ابن عباس نے کہا جبریل علیہ السلام قریب آئے اور انہوں نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ پھونک حضرت مریم کے پیٹ میں چلی گئی اور اس سے مریم کو اسی طرح حمل ہوگیا جس طرح عورتوں کو حمل ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح پیدا ہوئے جس طرح عورتوں سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ (آل عمران: ۴۹-۴۸' مریم: ۲۲' مریم: ۱۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی روح ان روحوں میں سے تھی جن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں میثاق لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بشر کی صورت میں حضرت مریم کے پاس جبریل علیہ السلام کو بھیجا پھر وہ اس روح سے حاملہ ہوگئیں۔

مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت مریم بیان کرتی ہیں کہ جب میں کسی سے بات کرتی تو حضرت عیسیٰ پیٹ میں تسبیح کرتے رہتے تھے اور جب میرے پاس کوئی نہیں ہوتا تھا تو وہ مجھ سے بات کرتے اور میں ان سے بات کرتی۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بچپن میں بار

Marfat.com

بار گویائی عطا فرمائی انہوں نے تین مرتبہ کلام کیا پھر وہ اس طرح بہ تدریج بالغ ہوگئے جس طرح بچے بالغ ہوتے ہیں جب وہ بچپن میں کلام کرتے تھے تو وہ اللہ کی اس طرح حمد کرتے کہ اس سے پہلے کانوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد نہیں سنی تھی۔ وہ کہتے اے اللہ! تو قریب ہونے کے باوجود بہت بلند ہے تو اپنی مخلوق میں سے ہر چیز سے بلند ہے۔ تو اپنی ساری مخلوق کو دیکھتا ہے اور مخلوق تجھے دیکھنے کے لئے حیران ہے' تو نے ہی اندھیروں کو اپنے نور سے روشن کیا تو نے عرش کے ارکان کو منور کیا' کوئی شخص اپنی صفت سے تیری صفت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اے اللہ تو برکت والا ہے' تو تمام مخلوق کا خالق ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کی تقدیر بنانے والا ہے تو مخلوق کو ابتداء میں پیدا کرنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی گویائی کو روک لیا حتیٰ کہ وہ بالغ ہوگئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں۔ اس وقت میں نے سیدھے بالوں والے گندمی رنگت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابن مریم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے شب معراج کا واقعہ بیان کیا اور حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم سب سے زیادہ تمہارے پیغمبر کے مشابہ ہیں یا فرمایا ان کی اولاد میں سب سے زیادہ میں ان سے مشابہ ہوں' رہے موسیٰ تو وہ گندمی رنگ کے لمبے قد کے آدمی ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ سے ہیں اور رہے حضرت عیسیٰ تو وہ سرخ رنگ کے ہیں اور ان کا درمیانی قد ہے ان کے بال سیدھے ہیں اور ان کے چہرے پر تل زیادہ ہیں۔

جب ان کی عمر سات سال ہوئی تو ان کی ماں نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا جب معلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی چیز بتاتا تو آپ اس کے بتانے سے پہلے اس کو جان لیتے تھے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۳۔۸۵' ملتقطا" مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنے بچپن میں بہت عجیب و غریب امور کا مشاہدہ کرتے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا یہ بات یہود تک بھی پہنچ گئی اور بنو اسرائیل نے ان کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا اور انکی والدہ کو ان کے متعلق خوف دامن گیر ہوا' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو لے کر مصر چلی جائیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے :

وَاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ (المؤمنون : ۵۰)

اور ہم نے ان کو ایک اونچی ہموار زمین کی طرف پناہ دی جو بسنے کے لائق تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیرہ سال کے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مصر سے ایلیا (بیت المقدس کا شہر) جانے کا حکم دیا۔ ان کے ماموں زاد بھائی ان کو دراز گوش پر سوار کرا کر ایلیاء لائے اور انہوں نے وہیں پر اقامت کی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی اور ان کو تورات کا علم سکھایا اور انہیں مردے زندہ کرنے' بیماروں کو تندرست کرنے کے معجزات دیئے' اور لوگ جن چیزوں کو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ان کے غیوب کا علم دیا۔ لوگ ان کے آنے پر چہ میگوئیاں کرنے لگے' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے عجیب و غریب کاموں کے صدور

Marfat.com

کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے حضرت عیسیٰ نے ان کو اللہ کی دعوت دی اور ان کا پیغام لوگوں میں پھیل گیا۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لاریب محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور بے شک عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور بے شک جنت حق ہے اور نار حق ہے تو وہ شخص خواہ کوئی عمل کرے اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۵ - ۹۴ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب آنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے کہا تم تیس دن کے روزے رکھو پھر تم اللہ سے جو دعا بھی کرو گے اللہ اس کو قبول فرمائے گا' انہوں نے تیس دن کے روزے رکھ لئے تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے آسمان سے دسترخوان نازل فرمائے۔ حضرت سلمان کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بہت خشوع اور خضوع سے دعا کی اے اللہ! ہمارے رب! ہمارے اوپر آسمان سے دسترخوان نازل فرما جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو جائے اور تیری نشانی ہو جائے اور تو ہمیں رزق عطا فرما تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (المائدہ : ۱۱۴) سو دو اوپر تلے بادلوں کے درمیان ایک دسترخوان نازل ہوا لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا فرشتے اس دسترخوان کو اٹھائے ہوئے تھے اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں تمام لوگوں نے اس سے سیر ہو کر کھالیا۔ حضرت سلمان نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ یہ مائدہ ہے اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو ایسا عذاب نہیں دوں گا۔ (المائدہ : ۱۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کی تبلیغ کر دی۔ حواریوں کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس مائدہ کا نزول اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے تو نہیں ہے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھوکوں' لنجوں' اندھوں' کوڑھیوں اور دیوانوں کو بلایا اور فرمایا اپنے رب کے رزق' اپنے نبی کی دعا اور اپنے رب کی نشانی سے کھاؤ اس کی برکت تمہارے لئے ہوگی اور اس کی نحوست دوسروں کے لئے ہوگی' انہوں نے وہ کھانا کھایا اور وہ تیرہ سو مرد اور عورتیں اس کھانے سے سیر ہو گئے' حضرت عیسیٰ نے دسترخوان کی طرف دیکھا تو وہ پہلے کی طرح بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ دسترخوان اوپر اٹھالیا گیا وہ اس کے سائے کو دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا' جس فقیر نے بھی اس دسترخوان سے کھایا وہ تادم حیات کھانے سے مستغنی رہا اور جس بیمار نے بھی اس دسترخوان سے کھایا وہ تادم حیات صحت مند رہا' اس کے بعد حواری اور باقی سب لوگ نادم ہوئے' پھر دوبارہ جب مائدہ نازل ہوا تو امیر اور غریب مرد اور عورت بچے اور بوڑھے بیمار اور تندرست سب لوگ ہر جگہ سے اس مائدہ پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی باریاں مقرر کر دیں' پھر ایک دن مائدہ نازل ہوتا اور ایک دن غائب رہتا۔ چالیس روز تک یہی معمول رہا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرا یہ رزق صرف یتیموں' لنجوں اور فقراء کو دینا اور اغنیا کو نہ دینا۔ اس بات سے اغنیا ناراض ہو گئے انہوں نے برائیوں کو پھیلایا اور اس میں شک کیا حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے کلمۃ اللہ و روح اللہ! کیا واقعی یہ مائدہ ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے تباہی ہو تم ہلاک ہو گئے اور

Marfat.com

تم پر عذاب نازل ہوگا الا یہ کہ اللہ تمہیں معاف کردے اور تم پر رحم فرمائے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ : ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو' تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو عذاب نازل ہونے کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تینتیس آدمیوں کو مسخ کرکے خنزیر بنادیا ور وہ صبح کو گھاس میں لید اور گندگی تلاش کرکے کھا رہے تھے۔ رات کو وہ اپنے بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ بے خوفی سے سوئے تھے اور صبح اٹھے تو وہ مسخ ہو کر خنزیر بن چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا نام لے لے کر پکارتے تھے اور فرماتے تھے اے فلاں! کیا میں نے تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرایا تھا؟ وہ اثبات میں سر ہلاتے تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۱۱۔ ۱۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۰۴ھ)

اس کی تصدیق ان آیات میں ہے :

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (المائدہ : ۷۸)

بنو اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (المائدہ : ۶۰)

جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنادیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کے مواعظ

جعفر بن برقان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ دعا کرتے تھے' اے اللہ! میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں اپنی ناپسندیدہ چیز کو دور نہیں کرسکتا' اور جس کی مجھے امید ہے اس کے نفع کا مالک نہیں ہوں' صبح کو معاملہ میرے غیر کے ہاتھ میں ہے کوئی فقیر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اے اللہ میرے دشمنوں کو میری وجہ سے خوش نہ کر' اور میرے دوستوں کو میری وجہ سے رنجیدہ نہ کر اور میری معصیبت میرے دین میں نہ ڈال اور مجھ پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کہتے تھے اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ اس سے بے پرواہ نہ ہوجائے کہ کون شخص دنیا کھا رہا ہے۔

فضل بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ (المومنون : ۵۱) یہ عیسیٰ بن مریم ہیں جو اپنی ماں کی سوت کاتنے کی کمائی سے کھاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درختوں کے پتے کھاتے اون کا لباس پہنتے جہاں شام ہوجاتی وہیں رات گزار لیتے' ان کی اولاد تھی جس کے مرنے کا ڈر ہو نہ ان کا گھر تھا جس کے اجڑنے کی فکر ہو۔ صبح کا کھانا رات کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے اور رات کا کھانا صبح کے لئے نہیں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر دن اپنے ساتھ رزق لاتا ہے۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔ ان سے حواریوں نے کہا : اے روح اللہ!

Marfat.com

آپ پانی پر چلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا : ہاں یہ محض اللہ پر یقین رکھنے کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے کہا ہم بھی اللہ پر یقین رکھنے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے ان سے پوچھا اگر تم کو راستہ میں موتی اور پتھر دونوں ملیں تو تم کس کو اٹھاؤ گے؟ انہوں نے کہا موتی کو۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم جب تک تمہاری نظر میں موتی' یاقوت اور پتھر برابر نہ ہو جائیں۔ حسن نے کہا اگر اللہ ہمیں صرف اس وجہ سے عذاب دے کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے ہیں تو اس کا عذاب دینا برحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس چیز سے محبت رکھتے ہو جس سے میں بغض رکھتا ہوں! اور قرآن مجید میں ہے :

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ — تم متاع دنیا کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔

(الانفال : ۶۷)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ جو کی روٹی کھاتے تھے اور پیدل چلتے تھے۔ سواریوں پر سواری نہیں کرتے تھے' نہ گھروں میں رہتے تھے نہ چراغ روشن کرتے تھے' سوتی کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ نہ عورتوں کو چھوتے تھے' نہ خوشبو لگاتے تھے' کوئی چیز ملائے بغیر پانی پیتے تھے نہ اس کو ٹھنڈا کرتے تھے' انہوں نے کبھی سر میں تیل نہیں لگایا نہ کبھی سر اور داڑھی کو کسی چیز سے دھویا۔ زمین پر کوئی چیز بچھائے بغیر لیٹتے بیٹھتے تھے۔ وہ صبح اور شام کے کھانے کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہیں کرتے تھے' کمزوروں اپاہجوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے تھے جب ان کے قریب کھانا لایا جاتا تو اس کو زمین پر رکھ دیتے۔ انہوں نے کھانے میں سالن کبھی نہیں کھایا' وہ صرف اتنا کھاتے تھے جس سے رمق حیات برقرار رہے اور فرماتے تھے یہ چیزیں اس کے لئے ہیں جو مرے گا اور اس کو حساب بہت زیادہ دینا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم سے کہا گیا کہ آپ شادی کرلیں فرمایا شادی سے میں کیا کروں گا' کہا آپ کی اولاد ہوگی' آپ نے فرمایا اگر اولاد زندہ رہی تو وہ آزمائش ہے اور اگر مر گئی تو غم اور اندوہ ہے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا اے حواریو! جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لئے حکمت کو چھوڑ دیا ہے تم ان کے لئے دنیا کو چھوڑ دو۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے کہا اے حواریو! اللہ کا ڈر اور جنت کی محبت مشقت پر صبر کو پیدا کرتے ہیں اور دنیا کی رونق سے دور کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا اے حواریو! جو کی روٹی کھاؤ اور سادہ پانی پیو اور امن اور عافیت کے ساتھ دنیا سے گزر جاؤ' میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی مٹھاس آخرت کی تلخی ہے' اور دنیا کی تلخی آخرت کی مٹھاس ہے' اور اللہ کے بندے نازو نعمت سے نہیں رہتے' میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں بدترین شخص وہ عالم ہے جو اپنی خواہش کو اپنے علم پر ترجیح دیتا ہے۔

عتبہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا اے ابن آدم تو ضعیف ہے' تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر' اور اپنی حلال کی کمائی سے کھا اور مسجد کو گھر بنا' اور دنیا میں مہمان کی طرح رہ' اور اپنے نفس کو رونے کا عادی بنا اور دل کو غور و فکر کا اور جسم کو صبر کا' اور کل کے رزق کی فکر نہ کر کیونکہ یہ تیرا گناہ لکھا جائے گا۔

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرماتے تھے : میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے' اور دیکھنے سے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال میں بڑی بیماری ہے۔ ان کے اصحاب

Marfat.com

نے پوچھا مال میں کیا بیماری ہے۔ فرمایا فخر اور تکبر' انہوں نے کہا اگر وہ تکبر نہ کرے تو فرمایا مال کی اصلاح اسے اللہ کی یاد سے غافل رکھے گی۔

نیز سفیان ثوری بیان کرتے ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت مومن کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتیں جیسے پانی اور آگ ایک برتن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

ابن شوذب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنے گناہوں پر رو رہے تھے' آپ نے فرمایا تم گناہوں کو ترک کرو تمہیں بخش دیا جائے گا۔

ابو عبید اللہ صوفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا دنیا کے طالب کی مثال سمندر کا پانی پینے والے کی طرح ہے۔ جتنا زیادہ پانی پئے گا اتنی زیادہ پیاس بڑھے گی حتیٰ کہ وہ پانی اس کو ہلاک کر دے گا۔

یزید بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں تم جتنی تواضع کرو گے تم کو اتنا بلند کیا جائے گا' اور جتنا تم رحم کرو گے اتنا تم پر رحم کیا جائے گا' اور جس قدر تم لوگوں کی ضرورتیں پوری کرو گے اسی قدر اللہ تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا۔

ابن شابور بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا : وہ شخص قابل رشک ہے جس نے غائب انعام کی وجہ سے حاضر خواہش کو ترک کر دیا۔

سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا وہ آنکھ قابل رشک ہے جو سو گئی در آں حالیکہ اس کے دل نے گناہ کا منصوبہ نہیں بنایا اور کوئی گناہ کیے بغیر بیدار ہوئی۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے یہ تو اس کی نیکی کا بدلہ ہے' نیکی یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کے حواریوں کا ایک مرے ہوئے کتے کے پاس سے گزر ہوا۔ حواریوں نے کہا اس کی بدبو کتنی سخت ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا اس کے دانت کتنے سفید ہیں وہ ان کو غیبت کرنے سے روکتے تھے۔

عبد العزیز بن حصین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بد اخلاق ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو عذاب دیتا ہے' جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہے اس کا جمال جاتا رہتا ہے۔ جو شخص لوگوں سے جھگڑا کرتا ہے اس کی عزت جاتی رہتی ہے اور جو شخص بہت فکر کرتا ہے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ فضیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے جو شخص نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور گناہوں کو ترک نہیں کرتا اس کو ملکوت میں کذاب لکھا جاتا ہے۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم سے پوچھا خالص عمل کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا جس عمل کے متعلق تمہاری یہ خواہش نہ ہو کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ پوچھا نصوح للہ کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا لوگوں کے حقوق سے پہلے اللہ کا حق ادا کرو' اور جب تمہارے سامنے دو کام ہوں ایک دنیا کے لئے اور ایک اللہ کے لئے تو جو کام اللہ کے لئے ہو اس کو پہلے کرو' نیز حضرت عیسیٰ نے فرمایا اس وقت تک کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ یہ خواہش نہ کرے کہ اللہ کی عبادت

Marfat.com

پر اس کی تعریف کی جائے۔

ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (نفلی) روزہ رکھے تو اپنی داڑھی میں تیل لگائے اور ہونٹوں پر ہاتھ پھیرے اور لوگوں کے سامنے اس طرح آئے گویا وہ روزہ سے نہیں ہے اور جب دائیں ہاتھ سے کچھ دے تو بائیں ہاتھ سے مخفی رکھے اور جب تم میں سے کوئی شخص (نفلی) نماز پڑھے تو کمرہ بند کرلے۔

ابن حلبس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا جو نیک کام کرے وہ ثواب کی امید رکھے اور جو برے کام کرے وہ سزا کو بعید نہ جانے' اور جو شخص بغیر استحقاق کے عزت حاصل کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کے مطابق ذلت میں مبتلا کردے گا' اور جو شخص ظلم سے کسی کا مال لے گا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقر میں مبتلا کردے گا۔

عمران بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا اگر تم میرے بھائی اور اصحاب ہو تو اپنے آپ کو لوگوں کے بغض اور دشمنی کا سامنا کرنے کے لئے تیار رکھو' کیونکہ جب تک تم اپنی خواہشوں کو ترک نہیں کرو گے اپنے مطلوب کو حاصل نہیں کرسکو گے' اور جب تک تم اپنی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر نہیں کرو گے اپنے مقصود کو حاصل نہیں کر سکو گے' وہ شخص لائق رشک ہے جس کی آنکھ اس کے دل میں ہے اور اس کا دل اس کی آنکھ میں نہیں ہے۔

مالک بن مغول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا : اے حواریو! اللہ کے نافرمانوں سے بغض رکھ کر اللہ کے محبوب بن جاؤ' اور ان سے دور ہو کر اللہ کا قرب حاصل کرو انہوں نے پوچھا اے روح اللہ! ہم کس کی مجلس میں بیٹھیں؟ فرمایا ان لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے' اور جس کی باتیں سن کر تم نیک عمل زیادہ کرو اور جس کے کام تمہیں آخرت کی طرف راغب کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے بنو اسرائیل کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا اے حواریوں کی جماعت! تم نااہل لوگوں کے سامنے حکمت کی باتیں نہ بیان کرو تم اس حکمت پر ظلم کرو گے' اور اہل کے سامنے حکمت کو نہ چھپاؤ ورنہ تم ان پر ظلم کرو گے' تین قسم کے امور ہیں ایک وہ جن کا ہدایت ہونا ظاہر ہے ان پر عمل کرو دوسرے وہ ہیں جن کا گمراہی ہونا ظاہر ہے ان سے اجتناب کرو تیسرے وہ جو مشتبہ ہیں ان کا علم اللہ کے حوالے کردو۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے کہا خنزیر پر موتی مت پھینکو خنزیر موتیوں سے کچھ نہیں کرے گا اور جو حکمت کا ارادہ نہ کرے اس کو حکمت کی بات نہ سناؤ کیونکہ حکمت موتیوں سے بہتر ہے' اور جو حکمت کا ارادہ نہ کرے وہ خنزیر سے بدتر ہے۔

عمران کوفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم سے پوچھا گیا سب سے بڑا فتنہ کس شخص کا ہے؟ فرمایا عالم کی لغزش کا کیونکہ جب عالم لغزش کرتا ہے تو اس کی لغزش سے ایک عالم لغزش کرتا ہے۔

سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا : اے علماء سوء تم پر افسوس ہے! تم چھلنی کی طرح نہ بنو اس سے صاف آٹا چھن کر نکل جاتا ہے اور بھوسی باقی رہ جاتی ہے اور یہی تمہارا حال ہے تمہارے منہ سے حکمت کی باتیں نکل جاتی ہیں اور تمہارے سینوں میں کھوٹ باقی رہ جاتا ہے' تم پر افسوس ہے جو آدمی دریا میں غوطہ زنی کرتا ہے اس کے کپڑے ضرور بھیگتے ہیں خواہ وہ ان کو بچانے کی کوشش کیوں نہ کرے اسی طرح جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے

Marfat.com

وہ گناہوں سے نہیں بچتا۔ اے علماء سوء! (بد عمل علماء) تم نے دنیا اپنے سروں پر رکھی ہے اور آخرت اپنے قدموں کے نیچے۔ اے علماء سوء! تم جنت کے دروازوں پر بیٹھے ہو تم جنت میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟ اللہ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ عالم ہے جو اپنے علم کے بدلے دنیا طلب کرتا ہے۔ تم دنیا کے لئے عمل کرتے ہو اور تمہیں دنیا میں بغیر عمل کے رزق دیا جاتا ہے' اور تم آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے اور آخرت میں بغیر عمل کے رزق نہیں ملے گا اے علماء سوء! تم پر افسوس ہے تم اجر لیتے ہو اور عمل ضائع کرتے ہو' قریب ہے کہ مالک اپنا عمل طلب کرے گا اور عنقریب تم اس بھری دنیا سے قبر کے اندھیروں کی طرف چلے جاؤ گے۔ اللہ نے جس طرح تمہیں نماز اور روزے کا حکم دیا ہے اسی طرح گناہوں سے روکا ہے وہ شخص اہل علم میں کس طرح شمار ہو گا جو اپنے رزق سے ناراض ہو اور اپنی منزل کو حقیر جانے' اور وہ شخص کیسے اہل علم سے شمار ہو گا جو اللہ کی تقدیر سے راضی نہ ہو' اور وہ شخص کیسے اہل علم سے شمار ہو گا جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اور وہ شخص کیسے اہل علم میں شمار ہو گا جو آخرت کی طرف جاتے ہوئے بھی دنیا کی طرف متوجہ ہو اور جس کے نزدیک اس کو ضرر دینے والی چیزیں نفع آور چیزوں سے زیادہ مرغوب ہوں' اور وہ شخص اہل علم میں کیسے شمار ہو گا جس کا کلام آمدنی حاصل کرنے کے لئے ہو نہ کہ عمل کرنے کے لئے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۱۲-۱۱۳' ملخصا" مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول

امام ابن عساکر لکھتے ہیں:

حضرت یعلیٰ بن شداد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چھ رمضان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی' اور بارہ رمضان کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی' اور تورات کے نازل ہونے کے چار سو بیاسی سال بعد زبور نازل ہوئی تھی' اور زبور نازل ہونے کے ایک ہزار پچاس سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اٹھارہ رمضان کو انجیل نازل ہوئی اور چوبیس رمضان کو ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۹۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

گزشتہ انبیاء میں کسی نبی کے زمانہ میں اتنے عجیب و غریب واقعات نہیں ہوئے جتنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھا لیا' اور آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا سبب یہ تھا کہ بنو اسرائیل کا ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا اس کا نام داؤد بن بوذا تھا' اس نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کے لئے کسی کو روانہ کیا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل کی اور جس وقت ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تو ان کی عمر چونتیس سال تھی اور ان کی نبوت کا زمانہ بیس سال تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (آل عمران: ۵۵)	بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں (کے بہتان) سے آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔

یعنی آپ کو یہود سے نجات دینے والا ہوں وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے نہیں پہنچ سکیں گے' حضرت ابن عباس نے

Marfat.com

اس کی تفسیر میں کہا' میں آپ کو آسمان پر اٹھالوں گا پھر آخر زمانہ میں آپ پر وفات طاری کروں گا۔
(ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور نبوت دے دی گئی تھی۔)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہود نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندے تک پہنچو' حضرت جبریل علیہ السلام نیچے اترے ان کے پر کے اوپر ایک سطر میں لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' حضرت جبریل نے کہا : اے عیسیٰ آپ دعا کیجئے : اے اللہ میں تیرے اسم واحد احد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میں تیرے اسم صمد کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے اسم عظیم کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ میں صبح اور شام جس مصیبت میں گرفتار ہوں تو اس کو مجھ سے دور کردے۔ حضرت عیسیٰ نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کی طرف یہ وحی کی کہ میرے بندے کو اوپر اٹھالو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا : اے بنو ہاشم! اے بنو عبدالمطلب! اے بنو عبد مناف! ان کلمات سے دعا کرو قسم اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے جس قوم نے بھی ان کلمات کے ساتھ دعا کی تو عرش' سات آسمان اور سات زمینیں ہلنے لگیں گی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس گئے اور وہ ایک گھر میں بارہ آدمی تھے' حضرت عیسیٰ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ میرا کفر کرے گا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس پر میری شبہ ڈال دی جائے اور اس کو میرے بدلہ میں قتل کردیا جائے اور وہ میرے درجہ میں پہنچ جائے۔ ایک سب سے کم عمر کا نوجوان اٹھا اور اس نے کہا میں۔ آپ نے دوبارہ پوچھا اس نے دوبارہ پیش کش کی پھر تیسری بار پوچھا اس نے پھر پیش کش کی تو اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ کو روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈنے کے لئے آئے تو انہوں نے اس شخص کو پکڑلیا جس پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی تھی اور اس کو قتل کیا اور اس کو سولی دے دی' اور ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ ان کا کفر کیا' پھر ان کے تین فرقے ہوگئے ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ موجود تھا جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کا نام یعقوبیہ ہے۔ دوسرے فرقہ نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا موجود تھا جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا پھر وہ آسمانوں کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کا نام نسطوریہ ہے' اور ایک فرقہ نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے انہوں نے جب تک چاہا ہم میں رہے پھر اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا یہ لوگ مسلمان ہیں پھر دونوں کافر فرقے مسلمانوں پر غالب آگئے۔ پھر اسلام کا نور مدہم رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ پھر بنو اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت بدستور کفر پر برقرار رہی (الصف : ۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی وصیت سے فارغ ہوئے اور شمعون کو اپنا خلیفہ بنایا اور یہود نے یوذا کو قتل کردیا اور کہا وہ عیسیٰ ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : انہوں نے اس کو نہ قتل کیا نہ سولی دی لیکن ان کے لئے (کسی کو عیسیٰ کا) ہم شکل بنادیا گیا اور بے شک جن لوگوں نے ان کے متعلق اختلاف کیا وہ ان کی طرف سے ضرور شک میں ہیں انہیں یقین بالکل نہیں وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً" قتل

Marfat.com

نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا اور اللہ بڑا غالب' بڑی حکمت والا ہے۔○ (النساء : ۱۵۸۔ ۱۵۷) رہے یہود اور نصاریٰ تو وہ کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے اور حواریوں کو یقین تھا کہ حضرت عیسیٰ قتل نہیں کئے گئے اور انہوں نے یہود اور نصاریٰ کے قول کا انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اللہ نے آسمان سے ایک بادل نازل کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بادل پر چڑھ گئے ان کی ماں ان سے چمٹ گئیں اور رونے لگیں۔ بادل نے کہا اس کو چھوڑ دو اللہ اس کو آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ پھر قرب قیامت میں ان کو زمین والوں پر شرف عطا کرے گا اور ان کو زمین پر اتارے گا پھر جب تک اللہ چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل اور امن سے بھر دے گا' پھر حضرت مریم نے ان کو چھوڑ دیا ان کی طرف دیکھتی رہیں اور انگلی سے ان کی طرف اشارہ کرتی رہیں پھر حضرت عیسیٰ نے ان پر ایک چادر ڈال دی اور کہا آپ کے اور میرے درمیان قیامت کے دن یہ چادر علامت ہوگی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۳۹۔ ۱۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول اور ان کی تدفین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ابن مریم نازل ہوں گے حکم' عادل' امام' انصاف کرنے والے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کو تقسیم کریں گے حتیٰ کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! عیسیٰ بن مریم کے اور میرے درمیان کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ سنو وہ میرے بعد میری امت میں خلیفہ ہوں گے' سنو وہ دجال کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے جزیہ کو موقوف کریں گے اور جنگ ختم ہو جائے گی۔ سنو تم میں سے جو ان کو پالے وہ ان کو میرا سلام کہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ عزوجل عیسیٰ بن مریم کو ضرور زمین پر اتارے گا وہ فیصلہ کریں گے' عدل کریں گے' امام اور منصف ہوں گے وہ حرمین کے راستہ میں حج اور عمرہ کے لئے سفر کریں گے اور وہ میری قبر پر ضرور کھڑے ہوں گے اور وہ مجھ کو ضرور سلام کریں گے اور میں ان کو ضرور جواب دوں گا اور ایک روایت میں ہے اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں "یا محمد" تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ قرآن مجید میں ہے :

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا۔ (النساء : ۱۵۹)

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت حضرت عیسیٰ کے خروج کے متعلق ہے۔ مجاہد اور حسن بصری نے کہا اس وقت ہر شخص اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں۔ اور اس کے آخر میں عیسیٰ بن مریم ہیں اور میرے اہل بیت سے مہدی اس کے وسط میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا گمان ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کر دی جاؤں؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے وہاں کہاں جگہ ہے؟ اس جگہ صرف میری قبر ہوگی اور ابو بکر اور عمر کی قبر ہوگی اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی قبر ہوگی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔ ابو مودود نے کہا حضرت عائشہ کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ میں نے تورات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں یہ پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴۔ ۱۴۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مدت کا شمار

شعبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش تک پانچ ہزار پانچ سو سال کا زمانہ ہے' اور طوفان نوح سے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش تک تین ہزار دو سو چوالیس سال ہیں' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی پیدائش تک دو ہزار سات سو تیرہ سال ہیں' اور داؤد علیہ السلام سے لے کر ان کی پیدائش تک ایک ہزار نو سو پچاس سال ہیں' اور حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک نو سو تینتیس سال ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۸۶)

اور سلمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہی صحیح ہے۔
(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : مریم نے کہا اے میرے رب میرے بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی آدمی نے مس تک نہیں کیا' فرمایا اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' وہ جب کسی چیز کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے فرماتا ہے "ہوجا" اور وہ فوراً ہوجاتی ہے۔○ (آل عمران : ۴۷)

حضرت مریم کے حمل کی کیفیت

جب حضرت جبریل آدمی کی صورت میں حضرت مریم کے پاس آئے اور ان کو ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی تو حضرت مریم نے اس بچہ کی ولادت کے طریقہ کو جاننا چاہا کہ ان کا کسی سے نکاح ہوا ہے نہ وہ فاحشہ اور بدکار ہیں یعنی بہ ظاہر کوئی حلال سبب میسر ہے نہ حرام تو پھر بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح ہوتا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' اور فرمایا یہ آپ کے رب کے لئے آسان ہے' ابن جریج نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت جبریل نے حضرت مریم کی آستین اور گریبان میں پھونک ماری اور وہ اسی وقت حاملہ ہوگئیں' اور بعض علماء نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ کا نفخ جبریل سے پیدا ہونا جائز نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بچہ فرشتہ اور انسان کے اجزاء سے مرکب ہو۔ لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کی ذریت سے میثاق لیا تو اولاد کے بعض پانی کو ان کے آباء کی پشتوں میں رکھا اور بعض پانی کو ان کے امہات کے ارحام میں رکھا اور جب یہ دونوں پانی جمع ہوجاتے ہیں تو بچہ پیدا ہوجاتا ہے' اور حضرت عیسیٰ کے دونوں پانی حضرت مریم میں رکھ دیئے۔ بعض پانی ان کے رحم میں رکھا اور بعض پانی ان کی پشت میں رکھا۔ حضرت جبریل نے جب پھونک ماری تو حضرت مریم کی طبیعت میں ہیجان ہوا اور جو پانی ان کی پشت میں تھا وہ ان کی پشت سے منتقل ہوکر ان کے رحم میں آگیا اور جب یہ دونوں پانی مختلط ہوگئے تو حضرت مریم حاملہ ہوگئیں۔

نیز کہا جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ فرمالیتا ہے تو فرماتا ہے "ہوجا" اور وہ چیز ہوجاتی ہے' اس پر مفصل بحث تو البقرہ

Marfat.com

۷۷ا میں ہم کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کام کو کرنا کسی عمل اور آلہ پر موقوف نہیں ہے وہ جب چاہتا ہے کسی چیز کو آلہ اور مادہ کے بغیر فی الفور پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ فلاں چیز کو فلاں کیفیت سے ہونا ہے سو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا

اور اللہ اسے لکھنے کا اور شریعت کا اور تورات اور انجیل کا علم عطا فرمائے گا ○ اور وہ بنو اسرائیل

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ

کی طرف رسول ہو گا (یہ کہتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں، میں

اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ

تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے

طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

اڑنے والی ہو جاتی ہے اور میں اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھے اور برص زدہ کو شفا دیتا ہوں اور میں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ

اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، اگر تم

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا

مومن ہو تو بیشک ان سب چیزوں میں تمہارے لیے قوی نشانی ہے ○ اور میرے سامنے جو تورات

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ

ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، تاکہ تمہارے لیے کچھ ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام

عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

کر دی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے ○

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم

اس آیت میں کتاب کی مختار تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد لکھنا ہے' امام ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا ہے اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے' علامہ ابوالحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ کتاب سے مراد گذشتہ آسمانی کتابیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کا علم عطا فرمایا اور خصوصاً" تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے میرے نزدیک کتاب سے مراد لکھنے کی تعلیم دینا ہے اور حکمت سے مراد علوم اور تہذیب الاخلاق کی تعلیم ہے' کیونکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ حقیقت کو جانے نیک اعمال کا علم حاصل کرے اور ان دونوں کے مجموعہ کے علم کو حکمت کہتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ کو کتابت اور علوم عقلیہ اور شرعیہ کا علم عطا کردیا تو ان کو تورات کا علم عطا فرمایا اور تورات کے علم کو موخر اس لئے کیا کہ تورات اللہ کی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسرار عظیمہ ہیں' اور انسان جب تک علوم کثیرہ حاصل نہ کرے اس کے لئے اللہ کی کتاب میں غوروخوض کرنا ممکن نہیں ہے' پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انبیاء سابقین علیہم السلام پر نازل کی ہوئی کتابوں کے اسرار کو جان لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور وہ بنو اسرائیل کی طرف رسول ہوگا یہ کہتا ہوا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں۔ (آل عمران : ۴۹)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام بنو اسرائیل کی طرف رسول تھے اور اس میں بعض یہودیوں کے اس قول کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک مخصوص قوم کے رسول تھے۔ اس آیت میں ایک نشانی سے مراد جنس نشانی ہے جو ان تمام نشانیوں کو شامل ہے جن کا ذکر اس آیت کے اگلے حصہ میں کیا ہے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی ایک صورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والی ہو جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں مکتب کے لڑکوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اٹھائی اور فرمایا میں تمہارے لئے اس مٹی سے ایک پرندہ بنا دیتا ہوں۔ لڑکوں نے کہا کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں اپنے رب کے حکم سے ایسا کرسکتا ہوں' پھر آپ نے مٹی اٹھا کر ایک پرندہ کی ایک صورت بنائی اور اس میں پھونک ماردی۔ پھر فرمایا "تو اللہ کے اذن سے اڑنے والا ہوجا" وہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر اڑنے لگا۔ لڑکوں نے جاکر اپنے معلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' انہوں نے لوگوں میں یہ خبر پھیلادی۔ لوگ اس سے خوف زدہ ہوگئے اور بنو اسرائیل نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ان کی ماں حضرت مریم کو ان کی جان کا خوف دامن گیر ہوا تو وہ ان کو لے کر اس شہر سے چلی گئیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے پرندہ بنانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے پوچھا کون سے پرندہ کو بنانا مشکل ہے تو بتایا گیا چمگادڑ کو۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۹۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندہ کی صرف صورت بناتے تھے اور اس کا پتلا بناتے تھے اور اس میں جان اللہ ڈالتا تھا کیونکہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ (الانعام : ۱۰۲)
یہ ہے اللہ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے سو تم اس کی عبادت کرو۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ (الفاطر : ۳)
کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟

یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات کو ظاہر کیا تو منکرین نے ہٹ دھرمی کی اور ان سے چمگادڑ پیدا کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی لے کر چمگادڑ کی صورت بنائی اور اس میں پھونک ماری تو وہ فضا میں اڑنے لگی۔ وہب بن منبہ نے کہا جب تک لوگ اس کی طرف دیکھتے رہتے تھے وہ اڑتی رہتی تھی اور جب وہ ان کی نظر سے غائب ہو جاتی تو مر کر زمین پر گر جاتی تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۲۔ ۴۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور میں اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتا ہوں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں :

اکثر اہل لغت کا قول یہ ہے کہ اکمہ وہ شخص ہے جو مادر زاد اندھا ہو' اور اس امت میں قتادہ بن دعامہ السدوسی کے سوا کوئی مادر زاد اندھا نہیں ہوا' یہ صاحب تفسیر تھے' حضرت ابن عباس' حسن بصری اور سدی کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً" نابینا شخص ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ دعا کر کے بیماروں کو شفا دیتے تھے یا ان پر ہاتھ پھیر کر۔ روایت ہے کہ بعض اوقات ایک دن میں ان کے پاس پچاس ہزار بیمار جمع ہو گئے' جو ان کے پاس آنے کی طاقت رکھتے تھے وہ آ گئے اور جو نہیں آ سکے ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود چلے گئے' حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب کا غلبہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس جنس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دے کر بھیجا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کا علاج کیا جن کی بیماریوں کو لاعلاج سمجھا جاتا تھا' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر کا چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دے کر بھیجا جس کا معارضہ کرنے سے اس زمانہ کے تمام جادوگر عاجز رہے' اور نبی ﷺ کے زمانہ میں بلاغت کا شہرہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید دے کر بھیجا۔ جس کی نظیر لانے سے تمام عرب عاجز رہے اور آج تک پوری دنیا علوم کی ترقی اور اسلام کی مخالفت کے باوجود عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور میں اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ (آل عمران : ۴۹)

ائمہ تفسیر سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا۔ ایک شخص حضرت عیسیٰ کا دوست تھا جس کا نام عازر تھا آپ نے اس کے مرنے کے تین دن بعد اس کو زندہ کر دیا وہ کافی عرصہ زندہ رہا حتیٰ کہ اس کی اولاد ہوئی۔ دوسرا شخص ایک بڑھیا کا بیٹا تھا وہ اپنے جنازہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہ بھی کافی عرصہ زندہ رہا اور اس کی اولاد ہوئی۔ تیسری بنت عاشر تھی وہ زندہ ہونے کے بعد اپنی اولاد سے نفع یاب ہوئی' اور لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ سام بن نوح کو زندہ کریں تاکہ وہ لوگوں کو کشتی کے حال کی خبر دے۔ وہ قبر سے نکلے اور پوچھا کیا قیامت قائم ہو گئی' ان کے آدھے سر پر

Marfat.com

بڑھاپے کے آثار تھے ان کی عمر پانچ سو سال تھی انہوں نے کہا مجھے قیامت کے خوف نے بوڑھا کردیا۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ میت یا قبر یا میت کی کھوپڑی پر اپنی لاٹھی مار کر اس کو زندہ کرتے' وہ جس انسان کو زندہ کرتے وہ باتیں کرتا اور کافی عرصہ زندہ رہتا' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جلد مرجاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ (آل عمران : ۴۹)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن ہی سے غیب کی خبریں دیتے تھے۔ سدی نے روایت کی ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے اور ان کو ان کے ماں باپ کے کئے ہوئے کاموں کی خبر دیتے' اور بچہ کو بتاتے کہ تمہاری ماں نے فلاں چیز تم سے چھپا کر رکھی ہے۔ پھر بچہ گھر جا کر روتا حتیٰ کہ وہ اس چیز کو حاصل کرلیتا۔ پھر ان کے گھر والوں نے کہا اس جادوگر کے ساتھ مت کھیلا کرو اور سب بچوں کو ایک گھر میں جمع کردیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو ڈھونڈنے کے لئے آئے تو گھر والوں نے کہا وہ گھر میں نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا پھر اس گھر میں کون ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تو پھر خنزیر ہی ہیں۔ سو وہ سب خنزیر بن گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ غیب کی خبریں دینے کا واقعہ اس وقت ظاہر ہوا جب مائدہ نازل ہوا' کیونکہ لوگوں کو منع کیا گیا تھا کہ وہ اس مائدہ سے کوئی چیز بچا کر نہ رکھیں اور اس کو ذخیرہ نہ کریں' اور وہ لوگ آپ کی حکم عدولی کر کے ذخیرہ کرتے تھے تو آپ خبر دیتے تھے کہ فلاں شخص نے مائدہ سے کھانا بچا کر ذخیرہ کیا ہے۔ بعض لوگ مختلف آلات کے ذریعے غیب کی خبریں بتا دیتے ہیں یہ معجزہ نہیں ہے۔ معجزہ یہ ہے کہ بغیر کسی آلہ اور ذریعہ کے محض وحی سے غیب کی خبر دی جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر تم مومن ہو تو بے شک ان سب چیزوں میں تمہارے لئے قوی نشانی ہے۔ (آل عمران: ۴۹)

یعنی یہ مذکور الصدر پانچ چیزیں زبردست اور قوی ترین معجزات ہیں جو میرے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت کرتے ہیں اور جو شخص بھی دلیل سے کسی بات کو مانتا ہو اس پر حجت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور میرے سامنے جو تورات ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں تاکہ تمہارے لئے بعض ایسی چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں' اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (آل عمران : ۵۰)

ہر نبی پر واجب ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرے کیونکہ تمام نبیوں کی تصدیق کا ذریعہ معجزہ ہے اور جب ہر نبی نے اپنی نبوت کے ثبوت میں معجزہ پیش کیا ہے تو پھر ہر نبی کی تصدیق کرنا واجب ہے' اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے یہ غرض ہو کہ وہ تورات کو مقرر اور ثابت رکھیں۔ منکرین کے شبہات کا ازالہ کریں اور غالی یہودیوں نے دین میں جو تحریف کردی ہے اس تحریف کو زائل کریں۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ وہ ہفتہ کے

Marfat.com

دن کی تعظیم کرتے تھے اور نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے۔ انہوں نے بنو اسرائیل سے کہا کہ میں تم کو تورات کی کسی بات کی مخالفت کی دعوت نہیں دیتا' البتہ بعض چیزیں جو تورات میں حرام کردی گئیں میں ان کو حلال کرتا ہوں اور بعض مشکل احکام کو منسوخ کرتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۹۶-۱۹۵ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان عبداللہ بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں :

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے اونٹ کا گوشت اور چربی کو حلال کردیا اور کئی قسم کی مچھلیاں حلال کردیں اور جس پرندے پر نشانات نہ ہوں ان کو حلال کردیا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۱۶۸-۱۶۷ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۲ھ)

اس جگہ یہ سوال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کے مصدق تھے تو انہوں نے تورات کی بعض حرام کردہ چیزوں کو حلال کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کے آسمانی کتاب ہونے کے مصدق تھے اور اس کے کہ تورات کے زمانہ میں تورات کے احکام برحق تھے' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں تورات کی حرام کردہ بعض چیزیں حلال کرنا اور تورات کے بعض احکام کو منسوخ کرنا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ جزوی احکام میں ہر رسول کی شریعت دوسرے رسول سے مختلف ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا : اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت کو ثابت فرمایا۔ پھر انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا یعنی میں تم کو جن کاموں کے کرنے کا حکم دوں ان پر عمل کرنے میں اور جن کاموں سے روکوں ان سے اجتناب کرنے میں اللہ کے خوف سے میری اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

(آل عمران : ۵۱)

صراط مستقیم سے مراد ہے اعتقاد حق اور اعمال صالحہ' اور یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی وہ پیغام ہے جس کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام نے دی ہے اور اسی کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور معاملات کے طریقے الگ ہیں اور اس کو شریعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا اللہ کی طرف میرے کون مددگار

اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

ہیں، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے (راستہ میں) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ

Marfat.com

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ

ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں ○ اے ہمارے رب! جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ہم نے رسول

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ

کی پیروی کی، تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ○ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی

خَيْرُ الْمٰكِرِينَ ﴿۵۴﴾

اور اللہ سب سے عمدہ خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے ○

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کی مخالفت کا سبب

اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر فرمایا' اور سورہ مریم میں اس کو زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر فرمایا اور لوگوں کے سامنے اپنی رسالت کے پیش کرنے اور اپنی اطاعت کی دعوت دینے کا ذکر فرمایا' اور ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جب نبی لوگوں کے سامنے اللہ کے دین کو پیش کرتے ہیں تو زیادہ تر لوگ نبی کی مخالفت کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے دین کو قبول کر لیتے ہیں اور نبی کی حمایت اور نصرت کرتے ہیں' سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ مخالفین آپ کے انکار پر اصرار کر رہے ہیں اور انہوں نے آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نے اپنے حواریوں سے فرمایا اللہ کے دین میں تم میں سے کون میری مدد کرے گا؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

مخالفت کی وجوہ میں بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں ایک واقعہ یہ ہے کہ یہود کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جس مسیح کی تورات میں بشارت دی گئی ہے وہ یہی ہیں اور وہ ان کے دین کے بعض احکام کو منسوخ کر دیں گے۔ تو وہ ابتداء امر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت کا اعلان کیا تو ان کا غضب اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دینی شروع کر دی اور آپ کو قتل کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔

حواریین کا معنی اور مصداق

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو حواری کہتے ہیں۔ کلبی اور ابو روق نے بیان کیا ہے کہ یہ بارہ شخص تھے۔ امام ابو جعفر طبری روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حور کے معنی سفید ہیں ان کو حواری اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ ابو ارطاۃ نے بیان کیا ہے کہ یہ کپڑے دھو کر سفید اور صاف کرتے تھے اس لئے ان کو حواری کہتے ہیں۔ قتادہ نے نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حواری اس کو کہتے ہیں جو نبی کا خلیفہ بننے کی صلاحیت رکھے۔ ضحاک نے کہا

Marfat.com

حواری انبیاء علیہم السلام کے اصفیاء اور مخلصین کو کہتے ہیں۔ حواری کے ان معانی میں تحقیق کے زیادہ قریب وہ قول ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کے سفید کپڑوں کی وجہ سے ان کو حواری کہا جاتا ہے' کیونکہ عرب بہت سفید چیز کو حور کہتے ہیں' اور چونکہ حضرت عیسیٰ کے اصحاب کو حواری کہا جاتا تھا تو پھر کسی شخص کے مخلص مصاحب کو حواری کہا جانے لگا۔ اسی لئے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔ (آل عمران : ۵۴)

اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا

مکر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے کسی شخص کو مخفی طریقہ سے ضرر پہنچایا جائے یا ضرر رسانی کو ملمع کاری سے نفع رسانی بنایا جائے' اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے۔ فراء نے بیان کیا ہے کہ کافروں کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی اور اللہ کا مکر یہ تھا کہ اللہ نے ان کو ڈھیل دی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب بھی وہ کوئی گناہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک نئی نعمت دیتا۔ زجاج نے کہا اللہ کے مکر سے مراد انہیں ان کے مکر کی سزا دینا ہے' جس طرح قرآن مجید میں ہے اللہ یستھزئ بھم یعنی اللہ ان کو ان کے استہزاء کی سزا دیتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سدی بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے انیس (۱۹) حواریوں کو ایک گھر میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کون شخص میری صورت کو قبول کرے گا؟ سو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کو جنت مل جائے گی ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت کو قبول کر لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھ گئے' اور یہ اس کا معنی ہے کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی شبہ کسی اور پر ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے بچنے کے لئے بھاگ کر ایک گھر میں آئے۔ حضرت جبریل نے اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ ان کے بادشاہ نے ایک خبیث شخص یہوذا سے کہا جاؤ گھر میں داخل ہو اور ان کو قتل کر دو۔ وہ روشن دان سے گھر میں داخل ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر پایا انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا۔ پھر ان کے درمیان لڑائی ہوئی اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا' اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے کہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے

Marfat.com

خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۹۹ ‘مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران‘ ۱۳۸۷ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی اور اس زمانہ کے کافر بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا اور کہا یہ شخص لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور ان کو بادشاہ کی اطاعت کرنے سے منع کرتا ہے اور رعایا کو خراب کرتا ہے اور باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے‘ اور کئی بہتان تراشے اور کہا یہ شخص ولد الزنا ہے‘ حتیٰ کہ انہوں نے بادشاہ کو غضب ناک کردیا۔ بادشاہ نے ان کی طلب میں اپنے اہلکاروں کو روانہ کیا تاکہ وہ اس کو گرفتار کرکے سولی پر چڑھا دیں۔ جب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے گھر میں پکڑ لیا اور یہ گمان کیا وہ کامیاب ہوگئے ہیں تو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے درمیان سے نجات دے دی اور اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان آدمیوں میں سے ایک پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی جو اس وقت ان کے گھر میں تھا۔ جب وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو رات کے اندھیرے میں انہوں نے اس شخص کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کرلیا۔ اس کی اہانت کی۔ اس کے سر پر کانٹے ڈالے اور اس کو سولی پر چڑھا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ان کے خلاف خفیہ تدبیر تھی‘ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ان کے درمیان سے نجات دی‘ اور ان کے سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت‘ ۱۳۸۵ھ)

إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰىٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَ

(اے رسول مکرم! یاد کیجیے) جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا

مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ

ہوں اور آپ کو کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں، اور آپ کے پیروکاروں کو (دلائل کے ذریعہ) قیامت تک کافروں پر

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

فوقیت دینے والا ہوں ، پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے

فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ

پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے ○ سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کو

كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز

میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی

Marfat.com

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

مددگار نہیں ہو گا ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٧﴾

عمل کیے ان کو اللہ پورا پورا اجر دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ○

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿٥٨﴾

یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جس کو ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں ○

حضرت عیسیٰ کے ساتھ وفات کا تعلق بہ معنی موت نہ ہونے کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ہے: اے عیسیٰ! میں تم کو وفات دوں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ میں تم پر موت طاری کروں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا لیکن یہ معنی حدیث کے خلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری نے حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا عیسیٰ پر موت نہیں آئی وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲) اس لئے یہاں "توفی" کے معنی میں غور کرنا ضروری ہے 'وفات کے معنی ہیں پورا کرنا' موت کو بھی وفات اس لئے کہتے ہیں کہ موت کے ذریعہ عمر پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

وافی اس چیز کو کہتے ہیں جو تمام اور کمال کو پہنچ جائے قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (بنو اسرائیل: ۳۵) اور جب تم ناپو تو پورا ناپو

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (الزمر: ۷۰) اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

موت پر وفات کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ موت کے ذریعہ زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے' اور نیند بھی موت کی بہن ہے کیونکہ نیند میں بھی اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں اس لئے نیند پر بھی وفات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (المفردات ص ۵۲۹-۵۲۸ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر: ۴۲) اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جنہیں موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند میں۔

امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو زمین پر نہیں چھوڑوں گا تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں بلکہ اپنی طرف اٹھالوں گا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۷ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس آیت کے متعدد محامل بیان کئے ہیں:

ربیع بیان کرتے ہیں کہ اللہ آپ پر نیند کی وفات طاری کرے گا اور آپ کو نیند میں آسمان پر اٹھالے گا۔

کعب احبار نے بیان کیا کہ اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ میں آپ کو جسم مع روح کے قبض کر لوں گا اور آپ

Marfat.com

کو اپنی طرف اٹھالوں گا' اور میں عنقریب آپ کو کانے دجال کے خلاف بھیجونگا آپ اس کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد آپ چوبیس سال تک زندہ رہیں گے۔ پھر میں آپ پر موت طاری کروں گا۔ کعب احبار نے کہا یہ معنی رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے آپ نے فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا واو مطلق جمع کے لئے آتی ہے ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لئے اس آیت کا معنی یہ ہے : اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تمہیں کافروں (کی تہمت) سے پاک کروں گا اور اس کے بعد دنیا میں نازل کر کے تم پر وفات طاری کروں گا۔

امام ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ ان اقوال میں میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ میں آپ کو روح مع جسم کے قبض کرلوں گا پھر آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے پھر ایک مدت تک زمین پر رہیں گے پھر وفات پائیں گے پھر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کریں گے۔ پھر امام ابو جعفر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے' وہ زمین پر نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو پہچان لو گے۔ وہ متوسط الخلق ہیں ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہوگا۔ ان کے بال سیدھے ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے۔ وہ صلیب توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ فیاضی سے مال تقسیم کریں گے اسلام کے لئے لوگوں سے جہاد کریں گے حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں تمام باطل دین مٹ جائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کردے گا اور تمام روئے زمین پر امن ہوگا اونٹ سانپوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے' بیل چیتوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ۔ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ چالیس سال تک زمین میں رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کردیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم ضرور زمین پر نازل ہوں گے وہ برحق فیصلہ کریں گے اور نیک امام ہوں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے وہ بڑی فیاضی سے مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی شخص اس مال کا لینے والا نہیں ہوگا اور وہ مقام روحاء پر حج یا عمرہ کرنے کے لئے جائیں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۴۔ ۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چند گھنٹوں کے لئے موت آئی تھی اور پھر ان کو زندہ کردیا گیا لیکن یہ روایات صحیح نہیں ہیں۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا اور وہ زمین پر نازل ہونے کے بعد طبعی وفات پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (آل عمران : ۵۶)

دنیا کا عذاب یہ ہے کہ کافر مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل کئے جائیں گے' گرفتار ہوں گے اور ان کو جزیہ دینا ہوگا' نیز

Marfat.com

ان کے حق میں مصائب اور آلام بھی دنیاوی عذاب ہیں' اس وعید کے بعد مسلمانوں کو بشارت دی : اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کو اللہ پورا پورا اجر دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (آل عمران : ۵۷) پھر یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جس کو ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں (آل عمران : ۵۸) اس آیت میں حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ان حالات کی طرف اشارہ ہے جن کا گذشتہ آیات میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ

بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اس کو مٹی سے بنایا پھر

ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ

اس سے فرمایا ہو جا سو وہ ہو گیا ○ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق (کا بیان) ہے۔ سو (اے مخاطب)

الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ

تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ○ پھر (اے رسول مکرم!) جو لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ کے متعلق کٹ حجتی

الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَ

کریں تو آپ کہیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور

نِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ

تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں، پھر ہم مباہلہ (عاجزی کے ساتھ دعا) کریں اور جھوٹوں پر اللہ

اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا

کی لعنت بھیجیں ○ بیشک یہی بیان حق ہے اور اللہ

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن

کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بیشک اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے ○ پھر (بھی)

تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع ۶ / ۱۴

اگر وہ اعراض کریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حسن بیان کرتے ہیں کہ نجران کے دو راہب (سید اور عاقب : الدر المنثور ج ۲ ص ۳۷) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا ہم اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسلام قبول کرنے سے تمہیں تین چیزیں مانع ہیں۔ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو۔ تم خنزیر کھاتے ہو اور تم یہ کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے۔ ان دونوں نے کہا پھر عیسیٰ کا باپ کون ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی : بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس آیت میں قیاس سے استدلال کرنے کا جواز ہے۔ عیسائی 'حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اس لئے کہتے تھے کہ وہ عام عادت اور معمول کے خلاف باپ کے بغیر پیدا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت آدم کی پیدائش اس سے بھی غیر معمولی طریقہ سے ہوئی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے' اور حضرت آدم باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے' اور دونوں میں وجہ مشترک یہ ہے کہ دونوں اللہ کے کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے اور جب حضرت آدم علیہ السلام بھی کلمہ "کن" سے پیدا ہونے کے باوجود ابن اللہ نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ابن اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ بعض علماء کا روم کے عیسائیوں سے مباحثہ ہوا ان سے پوچھا تم عیسیٰ کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کیونکہ ان کا باپ نہیں تھا۔ علماء نے کہا تو پھر حضرت آدم عبادت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کے باپ اور ماں دونوں نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ علماء نے کہا حضرت عیسیٰ نے چار مردے زندہ کئے ہیں اور حضرت حزقیل نے آٹھ ہزار مردے زندہ کئے تھے۔ انہوں نے کہا وہ مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا دیتے تھے۔ علماء نے کہا پھر جرجیس عبادت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ آگ میں جل جانے کے باوجود صحیح و سالم نکل آئے اور ہمارے نبی ﷺ نے حضرت قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ دوبارہ لگا دی اور آپ کی دعا سے ایک نابینا' بینا ہو گیا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۱۸۶-۱۸۵ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اس کو مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا ہو جا سو وہ ہو گیا۔

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں۔

حضرت آدم کو مٹی سے بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ ان کی اصل فطرت میں تواضع اور انکسار ہو کیونکہ عناصر اربعہ میں سے مٹی سب سے نیچے ہوتی ہے' دوسری حکمت یہ ہے کہ مٹی دوسری چیزوں کو چھپا لیتی ہے اس سے انسان کی اصل فطرت میں ستر (لوگوں کے عیوب پر پردہ رکھنے) کی صفت آئے گی۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ حضرت آدم کو زمین کا خلیفہ بنانا تھا اس لئے ان کو مٹی کا بنایا گیا تاکہ ان کی مٹی کے ساتھ قوی مناسبت ہو۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان کو مٹی سے بنایا تاکہ وہ اس مٹی سے شہوت حرص اور غضب کی آگ کو بجھا سکے۔ پانچویں حکمت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے کیونکہ عناصر اربعہ میں سب سے روشن آگ ہے اللہ تعالیٰ نے آگ سے شیاطین کو پیدا کیا اور انہیں گمراہی کے اندھیروں میں مبتلا کر دیا اور سب سے لطیف ہوا ہے۔ (ایک قول کے مطابق) فرشتوں کو ہوا سے پیدا کیا اور ان کو انتہائی شدت اور قوت عطا فرمائی اور پانی جو بہت رقیق ہے اس سے آسمانوں کو پیدا کیا اور ان کو فضاء میں معلق کر دیا اور مٹی جو عناصر اربعہ میں

Marfat.com

سب سے کثیف' تاریک اور نچلے درجہ میں تھی اس سے انسان کو پیدا کیا اور اس کو اپنی معرفت' ہدایت' نورانیت اور محبت عطا فرمائی اور اس کو سب پر فائق اور سربلند کر دیا اور تمام مخلوقات میں انسان کو سرخرو اور بلند کیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنو اسرائیل : ۷۰)

اور بے شک ہم نے بنو آدم کو بزرگی عطا فرمائی اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا' اور ہم نے ان کو اپنی مخلوق میں بہت سی چیزوں پر واضح فضیلت دی۔

حضرت آدم کے پتلے سے "کن فیکون" کے خطاب کی وضاحت

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے : اس کو مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا "کن" (ہوجا) "فیکون" (سو وہ ہوگیا)۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے حضرت آدم کی تخلیق کی گئی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "کن" فرمایا۔ حالانکہ تخلیق "کن" سے ہی ہوتی ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ "خلقه من تراب" کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی مٹی سے تخلیق کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا "کن" تو وہ ہوگئے دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے ایک پتلا بنایا پھر "کن" فرما کر اس میں جان ڈال دی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا۔ "خلقه من تراب" آدم کو مٹی سے بنایا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اور وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے کیسے بنایا تو فرمایا ہم نے اس سے "کن" کہا تو وہ ہوگئے خلاصہ یہ ہے کہ لفظ "ثم" تاخیر واقع کے لئے نہیں ہے بلکہ تاخیر بیان کے لئے ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ "فیکون" مضارع کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے ہوتا ہے یا ہوگا۔ بہ ظاہر فکان فرمانا چاہئے تھا جس کا معنی ہے ہوگیا اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہے : اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کا رب جس چیز کے لئے "کن" فرماتا ہے وہ لامحالہ ہو جاتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے پھر اس سے (آدم سے) فرمایا "کن" تو وہ ہوگئے۔ "کن" فرمانے سے پہلے تو حضرت آدم وجود میں آئے ہی نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے کسے فرمایا کہ اس سے کہا "کن" اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جو حضرت آدم کا وجود علمی تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم اب علم تفصیلی اور وجود خارجی میں بھی آجاؤ۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کے درمیان وجوہ مماثلت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے۔ یہ مماثلت کئی وجوہ سے ہے۔ (۱) یہ دونوں بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۲) دونوں کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے۔ (۳) دونوں نبی ہیں۔ (۴) دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ (۵) دونوں کی مخالفت کی گئی حضرت آدم کی ابلیس نے مخالفت کی اور حضرت عیسیٰ کی یہود نے مخالفت کی۔ (۶) اس مخالفت کی وجہ سے حضرت آدم آسمانوں سے زمین کی طرف آئے اور حضرت عیسیٰ زمین سے آسمانوں کی طرف گئے۔ (۷) حضرت آدم پھر کامیاب ہو کر جنت میں جائیں گے اور حضرت عیسیٰ پھر کامیاب ہو کر زمین پر آئیں گے۔ (۸) اللہ تعالیٰ نے دونوں کے علم کا اظہار فرمایا حضرت آدم کے علم کے متعلق فرمایا وعلم ادم الاسماء کلها (البقرہ : ۳۱) اور حضرت عیسیٰ کے علم کے متعلق فرمایا ویعلمه الکتاب والحکمة (آل عمران : ۴۸) (۹) دونوں میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ونفخت فیه من روحی (الحجر : ۲۹' ص : ۷۲) اور حضرت عیسیٰ کے متعلق

Marfat.com

فرمایا : نفخنا فیہ من روحنا (الانبیاء : ۹۱ التحریم : ۱۲) (۱۰) دونوں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں دونوں کھاتے پیتے تھے اور دونوں کے لئے موت مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ تمہارے رب کی طرف سے حق (کا بیان) ہے سو تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ (آل عمران : ۶۰)

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ قرآن مجید میں شک کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے لیکن دراصل یہ آپ کی امت کے افراد سے خطاب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ قرآن مجید میں شک نہ کریں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن مجید پر یقین رکھنے اور شک نہ کرنے کی صفت پر دائم اور مستمر رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پھر (اے رسول مکرم!) جو لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ کے متعلق کٹ حجتی کریں تو آپ کہیں آؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں پھر ہم مباہلہ (عاجزی کے ساتھ دعا) کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (آل عمران : ۶۱)

نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ کی تفصیل

نجران کے وفد کے سامنے پہلے نبی ﷺ نے اس پر دلائل پیش کئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ہیں اور اس مسئلہ میں عیسائیوں کے تمام شبہات کو مکمل طور پر زائل کیا اور جب نبی ﷺ نے یہ دیکھا کہ وہ ہٹ دھرمی سے کسی دلیل کو نہیں مان رہے تو انہیں عاجز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے نجران کے وفد کو مباہلہ کرنے کے لئے بلایا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھائے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نصاریٰ کے سردار اسقف نے کہا اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ ان کی دعا قبول کر کے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا سو تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں بچے گا پھر انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنے علاقہ میں واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اللہ کا عذاب اہل نجران کے نزدیک آچکا تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا اور ان کی وادی میں آگ بھڑکتی رہتی اور اہل نجران کو ملیا میٹ کر دیا جاتا حتیٰ کہ درختوں پر پرندے بھی ہلاک ہو جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام عیسائی فنا کے گھاٹ اتر جاتے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(المستدرک ج ۲ ص ۵۹۴ دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۲۹۸ طبری ج ۶ ص ۴۸۲۔ ۴۷۸ الدر المنثور ج ۲ ص ۳۹۔ ۳۸ کنزالعمال ج ۲ ص ۳۸۰)

Marfat.com

امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اور امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا : اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۲۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

قرآن مجید کی اس آیت میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں کا اطلاق کیا ہے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ باہر تشریف لائے در آں حالیکہ آپ نے کسی کو چادر میں لیا ہوا تھا جس کا مجھے پتہ نہیں چلا جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا آپ نے چادر میں کس کو لیا ہوا ہے؟ آپ نے چادر کھولی تو آپ کے زانو پر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' سو تو بھی ان سے محبت کر اور تو اس سے بھی محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرے

(جامع ترمذی ص ۵۳۹۔ مطبوعہ کراچی)

واضح رہے کہ آپ کی دیگر صاحبزادیوں سے اولاد کا سلسلہ قائم اور جاری نہیں رہا۔ آپ کی آل کے سلسلہ کا فروغ صرف نسب فاطمی سے مقدر تھا۔ نیز آپ کی اولاد کی خصوصیت میں یہ دلیل ہے۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا ماسوا میرے سبب اور نسب کے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۱۴' البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۸۱' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۷۱' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۱۷۷)
(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۳۶' ج ۱۱ ص ۲۴۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۲' ۲۷۱' مطبوعہ بیروت)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل

مناظرہ اور مجادلہ میں مباہلہ کرنا حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن امر ہے کیونکہ اس میں جھوٹے فریق پر لعنت ثابت ہو جاتی ہے اور اس میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دو دلیلیں ہیں اول یہ کہ اگر آپ کو اپنی نبوت پر یقین واثق نہ ہوتا تو آپ ان کو مباہلہ کی دعوت نہ دیتے اور ثانی یہ کہ فریق مخالف کے سردار عاقب نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر راضی ہو گیا اور وہ اس شرط پر واپس چلے گئے کہ ہر سال ایک ہزار حلے صفر میں اور ایک ہزار حلے رجب میں بھیجیں گے۔ امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ عامر سے روایت کرتے ہیں :

نبی ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم مباہلہ سے انکار کرتے ہو تو اسلام قبول کر لو جو حقوق مسلمانوں کے ہیں وہ تمہارے ہوں گے اور جو چیزیں ان پر فرض ہیں وہ تم پر فرض ہوں گی اور اگر تم کو یہ منظور نہیں ہے تو پھر ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کرو اور اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے ساتھ جنگ کی طاقت

Marfat.com

نہیں رکھتے لیکن ہم جزیہ ادا کریں گے سو رسول اللہ ﷺ نے ان پر دو ہزار حلے مقرر کئے ایک ہزار صفر کے مہینہ میں اور ایک ہزار رجب کے مہینہ میں۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

مباہلہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: مباہلہ کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا۔

(المفردات ص ۶۳ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران '۱۳۴۲ھ)

امام ابن جریر نے لکھا ہے' مباہلہ کا معنی ہے فریق مخالف کے لئے ہلاکت اور لعنت کی دعا کرنا۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۹ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں ابتہال کے دو معنی ہیں۔ عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا' اور لعنت کرنا' اور یہ دونوں قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں' کلبی سے روایت ہے بہت کوشش کے ساتھ دعا کرنا اور عطاء نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۵ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مباہلہ کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جس کو اپنے حق پر ہونے کا یقین واثق ہو اور فریق مخالف کے کفر پر ہونے کا یقین ہو کیونکہ مباہلہ میں یہ دعا کی جاتی ہے:

اے اللہ! ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما' اور لعنت صرف کافر پر جائز ہے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کسی شخص سے اختلاف ہوا تو آپ نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ آیت پڑھی اور مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے دعا کی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کا گوجرانوالہ کے مولوی عبدالعزیز سے علم غیب پر مناظرہ ہوا آپ نے مشکوۃ سے یہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنا دست قدرت رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی سو میں نے جان لیا جو کچھ تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے' مولوی عبدالعزیز نے کہا مشکوۃ بے سند کتاب ہے میں اس کو نہیں مانتا حضرت نے جامع ترمذی سے یہ حدیث نکال کر دکھائی اس نے طیش میں آ کر ترمذی شریف کو پھینک دیا' حضرت نے فرمایا تم نے حدیث کی بے ادبی کی ہے اب میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مباہلہ کر لو۔ پھر دونوں نے یہ الفاظ کہے کہ ہم میں سے جو فریق باطل ہو وہ دوسرے فریق کے سامنے ایک سال کے اندر خدا کے قہر و غضب میں مبتلا ہو کر مرجائے' مولوی عبدالعزیز جب گوجرانوالہ پہنچے اور صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دینے بیٹھے اور بولنا چاہا تو الفاظ منہ سے نہ نکلے زبان باہر نکل آئی کافی دنوں تک علاج کی کوشش کی گئی لیکن ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ کوئی مرض ہو تو علاج کیا جائے یہ تو اللہ کا عذاب ہے بالآخر سال پورا ہونے سے پہلے ہی وہ عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔

Marfat.com

الوہیت مسیح کے ابطال پر ایک عیسائی عالم سے امام رازی کا مناظرہ

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جن دنوں میں خوارزم میں تھا مجھے معلوم ہوا کہ ایک عیسائی بہت تحقیق اور تدقیق کا مدعی ہے۔ ہم نے علمی گفتگو شروع کر دی اس نے مجھ سے پوچھا کہ (سیدنا حضرت) محمد ﷺ کی نبوت پر کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا جس طرح ہم تک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معجزات کی خبر تواتر سے پہنچی ہے اسی طرح ہم تک تواتر سے سیدنا محمد ﷺ کے معجزات کی خبر پہنچی ہے' سو جس طرح ہم اس خبر متواتر کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو نبی مانتے ہیں اسی طرح ہم اس خبر متواتر کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ اس عیسائی عالم نے کہا لیکن میں حضرت عیسیٰ کو نبی نہیں خدا مانتا ہوں میں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق الوہیت کا دعویٰ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) خدا اس کو کہتے ہیں جو لذاتہ واجب الوجود ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ جسم ہو نہ کسی حیز میں ہو نہ عرض ہو' اور وہ تغیر اور حدوث کی علامات سے منزہ ہو اور حضرت عیسیٰ جسم اور متحیز تھے وہ پہلے معدوم تھے پھر پیدا ہوئے ان پر بچپن' جوانی اور ادھیڑ عمری کے جسمانی تغیرات آئے' وہ کھاتے پیتے تھے' بول و براز کرتے تھے' سوتے جاگتے تھے اور تمہارے قول کے مطابق ان کو یہودیوں نے قتل کر دیا اور صلیب پر چڑھا دیا اور بداہت عقل اس پر شاہد ہے کہ جس شخص کے یہ احوال ہوں وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۲) تمہارے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ یہودیوں سے چھپتے پھرے اور جب ان کو سولی پر چڑھایا گیا تو وہ بہت چیخے اور چلائے۔ اگر وہ خدا تھے تو ان کو چھپنے کی کیا ضرورت تھی اور چیخنے چلانے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) اگر حضرت عیسیٰ خدا تھے تو جب یہود نے ان کو قتل کر دیا تھا تو بغیر خدا کے یہ کائنات کیسے زندہ رہی۔؟

(۴) یہ تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی بہت عبادت کرتے تھے جو شخص خود خدا ہو وہ عبادت کیوں کرے گا؟

پھر میں نے اس عیسائی عالم سے پوچھا تمہارے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟ اس نے کہا حضرت عیسیٰ سے بہت عجیب و غریب امور کا ظہور ہوا۔ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا' مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا دی' میں نے اس سے کہا لاٹھی کو سانپ بنا دینا عقل کے نزدیک مردہ کو زندہ کرنے سے زیادہ عجیب و غریب ہے کیونکہ مردہ آدمی کے بدن اور زندہ آدمی کے بدن میں مشاکلت ہوتی ہے جب کہ لاٹھی اور سانپ میں کوئی مشابہت نہیں ہے اور جب لاٹھی کو سانپ بنا دینے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا لازم نہیں آیا تو چار مردے زندہ کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا کیسے لازم آئے گا؟

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۶۴ — ۴۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہی بیان حق ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک اللہ ہی غلبہ والا حکمت والا ہے ○ پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے ○ (آل عمران ۶۳ — ۶۲)

اس میں ان دلائل کی طرف اشارہ ہے جو بیان کئے جا چکے سو وہ دلائل اور مباہلہ اور جو ذکر ان کے بیان پر مشتمل ہے وہ سب حق ہے اور رشد و ہدایت ہے' پھر ان دلائل سے یہی مطلوب ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق

Marfat.com

نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ اس میں بھی عیسائیوں کا رد ہے کیونکہ چند مردوں کو زندہ کرنے اور چند بیماروں کو شفا دینے کی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ صرف اتنی قدرت سے کسی کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تم کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عیسیٰ یہودیوں سے چھپتے پھرتے تھے اور یہودیوں نے ان کو قتل کردیا تھا اور خدا کسی سے مغلوب نہیں ہوتا خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے' اور اسی کی قاہر قدرت سے تمام نظام عالم جاری وساری ہے۔ اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اس لئے خدا کہتے تھے کہ انہوں نے چند غیب کی خبریں دیں اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا صرف اتنے علم سے کسی کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خدا وہ ہے جو تمام معلومات اور تمام عواقب امور کا عالم ہو اور کائنات کے ماضی اور مستقبل کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہ ہو' اور اگر وہ اس سے اعراض کریں کہ خدا کے لئے تمام مقدورات پر قادر اور غالب ہونا اور تمام معلومات غیر متناہیہ کا عالم ہونا ضروری ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح غالب اور عالم نہ ہونے کے باوجود ان کو خدا مانیں تو پھر آپ ان سے بحث نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں کیونکہ اللہ ان کے فساد اور ان کے اغراض فاسدہ کو خوب جانتا ہے اور وہی ان کی خبر لے گا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

آپ کہیے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلم) ہے

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

(وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا

چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

ہم مسلمان ہیں ○ اے اہل کتاب تم ابراہیم کے متعلق کیوں بحث میں پڑتے ہو

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے ○

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ

سنو! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے اس چیز میں بحث کی جس کا تمہیں کچھ (نہ کچھ) علم تھا سو اب تم اس چیز

Marfat.com

فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۶﴾

میں کیوں بحث کر رہے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے اور اللہ کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے ○

آیات سابقہ سے مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان فرمایا تھا کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے احقاق اور اثبات پر دلائل پیش کیے اور جب عیسائیوں نے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی وہ مباہلہ کرنے سے خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کر لیا' اور نبی ﷺ اس پر حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کر لیں' تب اللہ تعالیٰ نے مناظرہ اور مباہلہ کے بجائے ایک اور طریقہ سے ان کے سامنے دعوت اسلام کو پیش کرنے کا حکم دیا اور یہ ایسا طریقہ ہے جو ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص کے نزدیک قابل قبول ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ان سے یہ کہیں کہ اے اہل کتاب! آؤ ہم اور تم ایسی چیز کو مان لیں جو ہم دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے' سیاق و سباق کے مطابق یہاں اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں' تاہم یہاں دو اور قول ہیں ایک یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں۔ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جب انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا : آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو دعوت دی اور فرمایا آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر طبری نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں کسی ایک کو معین نہیں کیا گیا' اسی طرح امام واحدی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو رب نہ بنائے' اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو رب بنایا اور بنو اسرائیل نے حضرت عزیر کو رب بنایا۔

(الوسیط ج ۱ ص ۴۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عقیدہ تثلیث اور اس کا ابطال

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو اس آیت میں تین چیزوں کی دعوت دی ہے کہ (۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ (۲) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور عیسائی اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتے تھے' وہ کہتے تھے کہ یہاں تین اقانیم ہیں (تین اصلیں یا تین چیزیں) باپ' بیٹا اور روح القدس' اور یہ تینوں ذوات

Marfat.com

قدیمہ ہیں اور اقنوم کلمہ ناسوت مسیح میں داخل ہو گیا اور اقنوم روح القدس ناسوت مریم میں داخل ہو گیا' اس طرح انہوں نے ان دونوں اقانیم کو ذوات قدیمہ مان کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرالیا۔ (۳) اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ مانیں سو انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب مان لیا یعنی ان کے ساتھ رب کا معاملہ کیا' کیونکہ وہ چیزوں کو حلال اور حرام قرار دینے میں ان کی اطاعت کرتے تھے' نیز وہ اپنے راہبوں کو سجدہ کرتے تھے' اور وہ یہ کہتے تھے کہ جو راہب زیادہ مجاہدہ کرتا ہے اس میں لاہوت کا اثر حلول کر جاتا ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرنے اور مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

عیسائیوں کے یہ تینوں عقائد باطل ہیں' حضرت عیسیٰ کا خدا ہونا اس لیے باطل ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ظہور سے پہلے ان کی خدائی کا نام و نشان تک نہ تھا اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی معبود تھا۔ اس لیے واجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ظہور کے بعد بھی وہی معبود اور وہی خدا ہو' اسی طرح ان کا دو اقانیم کو الوہیت میں شریک کرنا بھی باطل ہے کیونکہ ایک چیز کا دوسری چیز میں حلول کرنا تغیر کو مستلزم ہے اور تغیر حدوث کو مستلزم ہے اور جو حادث ہو وہ قدیم نہیں ہو سکتا' اس لیے ان کا کلمہ اور روح القدس کی اقانیم کو قدیم کہنا باطل ہے' اور جب ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر نعمت کا عطا کرنے والا' اللہ تعالیٰ ہے تو احکام شرعیہ کے حلال اور حرام کرنے کا بھی اسی کو اختیار ہے اور اس میں اسی کی اطاعت ہو گی اور عیسائیوں کا اشیاء کی حلت اور حرمت میں اپنے علماء اور پیروں کی اطاعت کرنا اور ان کے ساتھ رب کا معاملہ کرنا باطل ہے۔

اہل کتاب کو دعوت اسلام کا طریقہ

نبی ﷺ نے امراء اہل کتاب کو جو اسلام کی دعوت دی یہ آیت اس دعوت کی اصل عظیم ہے' نبی ﷺ نے ہرقل کو جو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اپنے مکتوب میں اس آیت کو لکھا' امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو منگوایا جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے امیر کی طرف بھیجا گیا تھا' بصریٰ کے امیر نے وہ مکتوب ہرقل کو دیا اس میں لکھا ہوا تھا' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے امیر ہرقل کے نام ہے' اس پر سلام ہو جو ہدایت کا متبع ہے' اللہ کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور اگر تم نے روگردانی کی تو تمہارے پیروکاروں (کے اسلام قبول نہ کرنے) کا گناہ بھی تم پر ہو گا' اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلم) ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو رب نہ بنائے' پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ○

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۔ ۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے متعلق کیوں بحث میں پڑتے ہو' حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں کیا تم نہیں سمجھتے (آل عمران : ۶۵)

یہود و نصاریٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف نسبت کا باطل ہونا اور مسلمانوں کی نسبت کا برحق ہونا

یہود یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیم ہمارے دین پر ہیں اور نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیم ہمارے دین پر ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ تم دونوں یہ دعویٰ کس طرح کر رہے ہو حالانکہ تورات اور انجیل حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کے کافی زمانہ کے بعد نازل ہوئی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان سات سو سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ ہے' نیز حضرت ابراہیم یہود کے دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم موحد تھے اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور عیسائیوں کے دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ وہ موحد تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ مسلمان بھی تو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیروکار کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان حضرت ابراہیم کو اپنے دین کا تابع نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملت ابراہیم کے تابع ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ توحید' رسالت اور معاد اور دیگر اصول ہمارے اور ان کے درمیان مشترک ہیں جب کہ یہود اور نصاریٰ توحید کے قائل نہیں اور معاد پر بھی ان کا صحیح ایمان نہیں ہے۔ یہود صرف چند دن عذاب کے قائل ہیں اور نصاریٰ کفارہ مسیح کی وجہ سے مطلقاً" عذاب کے قائل نہیں' نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے کو مسلم فرمایا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں :

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (البقرہ : ۱۲۸) اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنے لیے مسلمان رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو مسلمان رکھ

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ لا مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا (الحج : ۷۸) تمہارے باپ ابراہیم کا دین' اس (اللہ) نے تمہارا نام پہلی کتابوں میں اور اس (قرآن) میں مسلمان رکھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سنو! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے اس چیز میں بحث کی جس کا تمہیں (کچھ نہ کچھ) علم تھا سو اب تم اس چیز میں کیوں بحث کر رہے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے اور اللہ کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے۔ (آل عمران : ۶۶)

یہود اور نصاریٰ کو اس کا علم تھا کہ تورات اور انجیل کی شریعت قرآن مجید کی شریعت سے مختلف ہے' ان کے اس زعم کی تو ایک وجہ ہے لیکن ان کو اس کا تو بالکل علم نہیں تھا کہ قرآن کی شریعت حضرت ابراہیم کی شریعت کے مخالف ہے' لہٰذا ان کے اس قول کی کوئی صحیح توجیہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی شریعت حضرت ابراہیم کی شریعت کے مخالف ہے اور اللہ ہی کو اس کا علم ہے کہ کون سی شریعت کس شریعت کے موافق ہے اور کس شریعت کے مخالف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم جو کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم کا دین ہمارے موافق ہے تو اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اصول اور عقائد میں موافقت یا احکام شرعیہ میں موافقت' اگر تمہاری مراد اصول اور عقائد میں موافقت ہے تو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور سب کے اصول اور عقائد واحد ہیں اس لحاظ سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا دین بھی حضرت ابراہیم کے موافق ہے اور اگر اس سے مراد احکام شرعیہ میں موافقت ہے تو لازم آئے گا سیدنا محمد ﷺ صاحب شریعت نہ ہوں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے تابع ہوں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دونوں صورتیں اختیار کر سکتے ہیں یعنی ہماری مراد یہ ہے کہ اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصول اور عقائد میں موافق ہے جب کہ موجودہ یہودیت اور نصرانیت ان کے موافق نہیں ہے' کیونکہ یہودی عزیر کو اللہ کو بیٹا کہتے ہیں اور عیسائی مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور حضرت ابراہیم کے اصول اور عقائد میں اللہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ توحید صرف اسلام کے موافق ہے' اسی طرح نبوت

Marfat.com

اور آخرت کے متعلق بھی حضرت ابراہیم کے اصول اور عقائد اسلام کے موافق ہیں یہودیت اور نصرانیت کے اصول اور عقائد کے موافق نہیں ہیں اس لیے اصول اور عقائد کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین اسلام کے موافق ہے' اور حضرت ابراہیم کا خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی ان کی موافقت کے دعوی دار تھے' اور فروع اور احکام شرعیہ کے لحاظ سے بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کے بعض احکام شریعت ابراہیم کے موافق ہیں مثلاً مناسک حج' قربانی' وضو کی سنتیں' ختنہ اور غیر ضروری بالوں کا کاٹنا' ناخنوں کو تراشنا وغیرہ یہ ملت ابراہیم کے احکام ہیں جن کو اسلام نے مقرر اور ثابت رکھا اس لیے فروع کے اعتبار سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی شریعت سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کے موافق ہے۔

مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ ہر باطل نظریہ سے الگ رہنے والے خالص مسلمان

مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ

تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○ بیشک تمام لوگوں میں ابراہیم

بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَـلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَ

سے نزدیک تر وہی لوگ تھے جنھوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی اور جو (ان پر) ایمان لائے ۔ اور

اللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ○ اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں

لَوۡ يُضِلُّوۡنَكُمۡ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

گمراہ کر سکیں حالانکہ وہ صرف اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور انھیں اس کا شعور نہیں ہے ○

يٰۤـاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾

اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو ○

يٰۤـاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ

اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو

Marfat.com

ع ۷/۱۵

الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾

چھپاتے ہو؛ حالانکہ تم جانتے ہو ۔ O

یہ آیت' آیات سابقہ کا تتمہ ہے' یہود و نصاریٰ رسول اللہ ﷺ سے اس بات میں بحث کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے یا نصرانی تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوؤں کی تکذیب کی اور فرمایا سیدنا محمد ﷺ اور ان کی امت ہی حضرت ابراہیم کے دین اور ان کی شریعت پر ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دین اور کوئی ملت ان کے طریقہ پر نہیں ہے۔ خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مشرکین ہوں جو بت پرستی کرتے ہیں' حضرت ابراہیم تمام ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے اور خالص مسلم تھے اور یہی سیدنا محمد ﷺ کی دعوت' آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہے' امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں : عامر بیان کرتے ہیں کہ یہود نے کہا ابراہیم ہمارے دین پر ہیں اور نصاریٰ نے کہا وہ ہمارے دین پر ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی : ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ ہر باطل نظریہ سے الگ رہنے والے خالص مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۷' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے نزدیک تر وہی لوگ تھے جنہوں نے اس کی اتباع کی اور یہ نبی اور جو (ان پر) ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے O (آل عمران : ۶۸)

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرنے کے دعویٰ کا حق ان ہی لوگوں کو ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین' ان کی شریعت اور ان کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ہیں یعنی سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے متبعین اور آپ پر ایمان لانے والے' اور جو سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ ان کی مدد کرنے والا ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے نبیوں میں سے کچھ مددگار ہوتے ہیں اور ان نبیوں میں سے میرے مددگار میرے باپ اور میرے رب کے خلیل ہیں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۸' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' جامع ترمذی ص ۴۲۶' مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر سکیں حالانکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں۔ (آل عمران : ۶۹)

عوام اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ دلائل سے روگردانی کرتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے' اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شبہات ڈال کر ان کو دین سے منحرف کرنے کی ناکام کوشش بھی کرتے ہیں' مثلاً وہ کہتے تھے کہ جب (سیدنا) محمد (ﷺ) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں تو پھر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟ اور وہ کہتے تھے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت دائمی ہے اور قیامت تک رہے گی' اور مسلمان جو کہتے تھے کہ اسلام نے سابقہ شریعتوں کو

Marfat.com

منسوخ کر دیا ہے اس پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ اللہ کسی حکم کو نازل کرنے کے بعد اس کو منسوخ کر دے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس حکم میں کیا خرابیاں ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم پر اعتراض ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے گمراہ کرنے سے مسلمانوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا نہ ان پر اثر ہو گا البتہ اس گمراہ کرنے کا گناہ اور وبال انہیں ہو گا' نیز یہاں فرمایا ہے کہ اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کیونکہ تمام اہل کتاب ایسے نہیں تھے یہود و نصاریٰ میں سے بعض اہل کتاب ایمان لے آئے تھے اور ان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے :

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ. (آل عمران : ۱۱۳)

اہل کتاب میں سے بعض لوگ حق پر قائم ہیں' وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں در آں حالیکہ وہ سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ. (المائدہ : ۶۶)

بعض اہل کتاب معتدل ہیں' اور زیادہ تر لوگ کیا ہی برے کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہیں اس کا شعور نہیں ہے' یعنی انہیں اس کا شعور نہیں ہے کہ ان کے گمراہ کرنے کا وبال صرف ان ہی کو لاحق ہو گا' یا وہ دین اسلام کے برحق ہونے کا شعور نہیں رکھتے' حالانکہ اسلام کی صداقت پر اس قدر کثیر دلائل اور براہین ہیں کہ ادنیٰ تامل کرنے سے انسان پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے' یا انہیں اس کا شعور نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مکر و فریب کے جو طریقے استعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مطلع فرما دیتا ہے اور یوں ان کی سعی رائیگاں جاتی ہے

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں :

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت معاذ' حضرت حذیفہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے' یہودیوں میں سے بنو نضیر' بنو قریظہ اور بنو قینقاع نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی' ایک قول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں اور بعض یہودیوں نے ان کو اپنے اپنے دین کی دعوت دی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : یہود نے حضرت معاذ اور حضرت عمار سے کہا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دین محمد کی اتباع کر لی تو یہ آیت نازل ہوئی' اور ایک قول یہ ہے کہ یہود نے مسلمانوں کے سامنے احد کا واقعہ ذکر کر کے ان کو عار دلایا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود گواہ ہو۔
(آل عمران : ۷۰)

علماء اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عوام اہل کتاب کا ذکر فرمایا تھا جن کو تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل کا علم اور شعور نہیں تھا اور وہ بغیر علم اور شعور کے محض عناد سے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے' اس آیت میں علماء اہل کتاب کا ذکر فرمایا ہے جن کو تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل اور آپ کی علامات

Marfat.com

کے متعلق آیات کا علم تھا اور وہ ان آیات اور علامات پر شاہد اور گواہ تھے لیکن جب عوام اہل کتاب یا عوام مسلمین ان سے ان آیات کے متعلق سوال کرتے تو وہ صاف انکار کر دیتے حالانکہ ان کو ان آیات کا علم تھا' وہ اصل تورات کا کفر نہیں کرتے تھے بلکہ ان آیات کے سیدنا محمد ﷺ پر اطلاق اور انطباق کا کفر کرتے تھے۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ اس بات کے معترف تھے کہ معجزہ نبوت کی دلیل ہے اور نبی ﷺ نے ان کے سامنے بہت سے معجزات کو ظاہر کیا پھر چاہئے تھا کہ جن معجزات کا وہ مشاہدہ کر چکے ہیں ان کی بناء پر سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو مان لیتے لیکن انہوں نے عناداً" انکار کیا اور آپ کی نبوت کا انکار اللہ تعالیٰ کے معجزات اور اس کی آیات کا انکار کرنا ہے۔

اور اس کی تیسری تقریر یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید کی نظیر کوئی شخص نہیں لا سکتا تھا اس لیے اس کا معجز ہونا ظاہر ہو چکا تھا اور وہ اس کے معجز ہونے کے شاہد اور گواہ تھے اس کے باوجود وہ قرآن مجید کی آیات سے انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ اور کیوں حق کو چھپاتے ہو؟

(آل عمران : ۷۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے اہل کتاب! انبیاء علیہم السلام جس حق کو لے کر آئے ہیں تم اس میں اس باطل کی آمیزش کیوں کرتے ہو جس کو تمہارے احبار اور رہبان نے اپنی فاسد تاویلات سے وضع کیا ہے اور اسلام کے خلاف جو شبہات ڈالے ہیں اور آیات میں جو تبدیلی اور تحریف کی ہے تم (سیدنا) محمد ﷺ کی صفات آپ کی علامات اور شان کے بیان کو چھپاتے ہو' حالانکہ یہ سب کچھ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے اور اس میں یہ بشارت ہے کہ بنو اسماعیل سے ایک نبی مبعوث ہو گا جو لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا' حالانکہ تم کو علم ہے کہ ان آیات کے چھپانے میں اور ان میں تحریف کرنے میں تم خطاء اور باطل پر ہو اور تم جو کچھ کر رہے ہو اس کا سبب صرف حسد اور عناد ہے۔

علماء اہل کتاب کی واردات کے دو طریقے تھے ایک یہ کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والی آیات کا انکار کرتے تھے حالانکہ وہ اس پر شاہد تھے کہ تورات اور انجیل میں ایسی آیات ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں ان کے اس طریقہ کی مذمت کی ہے اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ نبی ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والی آیات کو چھپاتے تھے اور کبھی ان آیات میں تحریف کر دیتے اور کبھی ان کی باطل تاویل کرتے اور کبھی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شبہات پیدا کرتے' حالانکہ انہیں علم تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ غلط اور باطل ہے' اس دوسرے طریقہ کی مذمت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کی ہے۔ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

ابن زید نے کہا حق وہ آیات ہیں جو اللہ نے حضرت موسیٰ پر تورات میں نازل کیں اور باطل وہ ہے جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ

اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا تم صبح کو اس پر ایمان لاؤ جو مسلمانوں پر

Marfat.com

عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

نازل ہوا ہے اور شام کو اس کا کفر کرو، شاید کہ وہ (مسلمان، دین سے)

يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ

پھر جائیں ○ اور تم صرف اس شخص کی بات مانو جو تمہارے دین کا پیروکار ہو، آپ کہیے کہ بیشک

الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ

(اصل) ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور انہوں نے کہا، تم یہ بھی نہ مانو کہ) جو کچھ تم کو دیا گیا اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا جا

يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ

سکتا ہے، یا کوئی تمہارے خلاف تمہارے رب کے پاس کوئی حجت قائم کرسکتا ہے، آپ کہیے کہ بیشک فضل تو اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہتا

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ۚۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

ہے فضل عطا فرماتا ہے، اور اللہ بہت وسعت والا بہت علم والا ہے ○ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر

يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کس طرح یہود مسلمانوں کو ورغلانے اور ان کو دین اسلام سے منحرف کرنے کے لیے ان کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں اس آیت میں بھی ان کی اسی نوع کی سازشیں اور تلبیس کا ذکر فرمایا ہے:

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عرینہ (مدینہ کی بستی) کے بارہ علماء یہود نے ایک دوسرے سے کہا دن کے اول وقت میں دین محمد میں داخل ہو جاؤ اور یہ کہو کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد حق اور صادق ہیں اور جب دن کا آخری حصہ ہو تو ان کا کفر کردو اور بیان کرو کہ ہم نے اپنے علماء اور احبار کی طرف رجوع کیا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں (العیاذ باللہ) اور تم نے جس دین کو اختیار کیا ہے وہ بالکل غیر معتبر ہے، اور اب ہم نے اپنے سابق دین کی طرف رجوع کرلیا ہے، اور یہ تمہارے دین سے بہتر ہے، شاید اس ترکیب سے مسلمان شک میں پڑ جائیں اور کہیں کہ یہ لوگ صبح ہمارے ساتھ تھے، اب کیا ہوا جو یہ اسلام کو چھوڑ گئے، تب اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی اس سازش سے بروقت خبردار کردیا۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۱، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس سازش سے نبی ﷺ کو بروقت خبردار کر دیا اس میں حسب ذیل حکمتیں ہیں :

(۱) یہودیوں نے مخفی طور پر یہ حیلہ کیا تھا اور کسی اجنبی کو اس حیلہ سے مطلع نہیں کیا تھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس سازش کی خبر دی' تو یہ غیب کی خبر ہوئی اور اس سے آپ کا مطلع علی الغیب ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ان کی اس سازش سے مطلع فرما دیا تو اب ان کا اس سازش پر عمل کرنا بے سود ہو گیا اور جس کا ایمان ضعیف تھا اس پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

(۳) جب یہودیوں کی اس سازش کا راز فاش ہو گیا تو آئندہ اس قسم کے مکرو فریب اور سازشیں کرنے کے لیے ان کے حوصلے نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اور انہوں نے کہا' تم یہ بھی نہ مانو کہ) جو تم کو دیا گیا اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے' یا کوئی تمہارے خلاف تمہارے رب کے پاس کوئی حجت قائم کر سکتا ہے۔ الآیہ (آل عمران : ۷۳)

اس آیت میں بھی یہود کے کلام کا تتمہ بیان کیا گیا ہے چونکہ یہود کا یہ زعم تھا کہ نبوت صرف بنو اسرائیل کے ساتھ مختص ہے اس لیے انہوں نے آپس میں کہا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جیسا دین اور جیسی کتاب تمہیں دی گئی ہے وہ کسی اور کو بھی دی جائے' اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص تمہارے خلاف تمہارے رب کے سامنے کوئی حجت پیش کر سکے' اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اپنے ہم مذہب یہودیوں کے سوا اپنے اسرار اور راز کی باتیں اور کسی پر ظاہر نہ کرو' اور اس آخری نبی کے متعلق جو پیش گوئیاں ہماری کتاب میں ہیں وہ مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو ورنہ ان کا اس نبی پر ایمان اور پختہ ہو گا اور قیامت کے دن وہ تمہارے خلاف حجت پیش کریں گے' اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ تمہارے پاس جو علم اور حکمت کی باتیں ہیں وہ مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو ورنہ وہ تم سے یہ باتیں سیکھ لیں گے' اور تمہارے برابر ہو جائیں گے اور وہ تم سے علم اور حکمت کی باتیں سیکھ کر ان کو تمہارے خلاف قیامت کے دن اللہ کے سامنے بطور حجت پیش کریں گے۔ ان دو جملوں کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے کہ اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر جو آیات نازل کی ہیں اللہ تعالیٰ جس کو ان کی طرف ہدایت دینا چاہئے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے' اور اسلام اور سیدنا محمد ﷺ کے خلاف تمہاری سازشیں' مکرو فریب اور دجل و تلبیس کوئی اثر نہیں کر سکتا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہئے کہ بے شک فضل تو اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا بہت علم والا ہے۔ (آل عمران : ۷۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ نبوت صرف بنو اسرائیل میں رہے گی' اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا نبوت ہو یا کوئی اور نعمت ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے' وہ جس کو چاہے ایمان اور علم و حکمت سے نوازتا ہے' اور جس کو چاہے گمراہی میں پڑے رہنے دیتا ہے' اس کی بصر اور بصیرت کو سلب کر لیتا ہے اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے' کل خیر اور فضل مطلق اسی کے ہاتھ میں ہے' اور نبوت بنو اسرائیل میں منحصر نہیں ہے اور نہ کسی کے نسب اور شرف کی نبوت پر اجارہ داری ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بہت علم والا ہے اس میں یہ ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون اس کا اہل ہے جس کو وہ اپنا فضل عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (الانعام : ۱۲۴) اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (آل عمران : ۷۴)

نبوت کا وہبی ہونا اور باقی فضائل کا کسبی ہونا

جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ یہ اس کی رحمت کے لائق ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ خصوصاً" وہ رحمت جس سے مراد نبوت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اس شخص کو نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہے جو نبوت کے قابل ہو وہ اس شخص کو صفاء باطن اور پاکیزہ فطرت کے ساتھ پیدا کرتا ہے تاکہ اس پر بہ تدریج وحی نازل فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ (یوسف : ۲۲)

اور جب وہ (یوسف) اپنی پوری قوت کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکم اور علم عطا فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔" (الانعام : ۱۲۴) یہی وجہ ہے کہ نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنانا چاہتا ہے اس کی اہلیت رکھنے والا شخص پیدا فرما دیتا ہے بلکہ عام انسانوں کے اعتبار سے نبی کی حقیقت میں ایک زائد خصوصیت ہوتی ہے اور وہ ہے حصول وحی کی استعداد اور صلاحیت' عام انسان صرف حواس اور عقل سے شہادت اور ظاہر کا ادراک کرتے ہیں اور نبی میں ایک ایسی خصوصیت ہے جس سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے' جنات اور فرشتوں کو دیکھتا ہے اور فرشتوں کا کلام سنتا ہے' سو اللہ تعالیٰ جس کو نبی بناتا ہے اس میں ایسی صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے جس کی بناء پر اس پر وحی نازل کی جاسکے اور عام انسانوں میں یہ صلاحیت اور استعداد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (الحشر : ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) تو ضرور اسے (اللہ کے لیے) جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتا۔

نبوت کے علاوہ دیگر فضائل مثلاً علم و حکمت' نیکی اور تقویٰ وغیرہ کو کسب سے حاصل کرنا ممکن ہے' اس کے باوجود ان صفات کی بھی پہلے صلاحیت اور استعداد کا حاصل ہونا ضروری ہے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی نظر عنایت ہو تو یہ صفات حاصل ہوتی ہیں' اور جب کہ رحمت نبوت اور دیگر تمام نیک صفات کو شامل ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل ذکر نہیں کی' بلکہ اجمالاً" فرمایا اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے خاص فرما لیتا ہے یعنی اس کے علم کے مطابق جو شخص جس رحمت کا اہل ہو اور اس کو اس رحمت سے نوازنا اس کی حکمت کا تقاضا ہو وہ اس کو اس رحمت سے نواز دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ بڑے فضل والا ہے' اس میں یہ تنبیہہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا ارادہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف متوجہ اور راغب ہوتا ہے تاکہ اللہ اس پر اپنے فضل اور رحمت سے تجلی فرمائے اس کو برائیوں اور گناہوں سے پاک اور صاف کرے اور اس کو نیکیوں اور خوبیوں سے مزین فرمائے۔

Marfat.com

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ

اور (اے مخاطب) اہل کتاب میں سے بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ڈھیروں مال بھی امانت رکھو تو وہ تم

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

کو ادا کر دیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم ان کے

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ

سر پر کھڑے رہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ ان ان پڑھ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

پر ان کی کوئی گرفت نہیں ہوگی اور وہ دانستہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ○

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

کیوں نہیں! جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور اللہ سے ڈرا تو اللہ متقین کو محبوب رکھتا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا

ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

اہل کتاب کے امانت داروں اور خائنوں کا بیان

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے اس کی مثل کسی اور کو بھی دی جائے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ خیانت کرنا تمام مذاہب میں مذموم ہے' اس کے باوجود وہ خیانت کرتے ہیں' اور جو لوگ مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں جھوٹے ہیں وہ خالق کے ساتھ معاملہ میں کب سچے ہو سکتے ہیں! نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ اہل کتاب کی دو قسمیں ہیں' بعض' معاملات میں ایماندار ہیں اور بعض

Marfat.com

خائن ہیں تاکہ مسلمان ان سے تعلق قائم کرنے میں ہوشیار رہیں- کیونکہ اہل کتاب خائن ہیں وہ مسلمانوں کا مال ہڑپ کرنا جائز سمجھتے ہیں-

امام واحدی ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس بارہ سو اوقیہ (ایک اوقیہ چوتھائی چھٹانک کے برابر ہے) سونا رکھا' انہوں نے وہ سونا اس کو ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی' اور ایک شخص نے فنحاس میں عازوراء نام کے ایک یہودی عالم کے پاس ایک دینار امانت رکھا تو اس نے اس میں خیانت کی (الوسیط ج ۱ ص ۴۵۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوا اس کے کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عملاً" اس کے سر پر کھڑا رہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے مسلسل مطالبہ کرتا رہے خواہ کھڑا ہو یا نہ ہو' سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ اس کا پیچھا نہ چھوڑے' ہر وقت اس کے ساتھ رہے اور اس سے مطالبہ کرتا رہے' امام ابو حنیفہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرض خواہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس وقت تک مقروض کا پیچھا نہ چھوڑے جب تک کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے-

اللہ تعالیٰ نے ان کی خیانت کی وجہ بیان فرمائی کہ یہودی یہ کہتے تھے کہ ان' ان پڑھ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے پر ان کی کوئی گرفت نہیں ہو گی' یہودی اسلام اور قرآن کے مخالف تھے اس کے باوجود ان میں جو نیک لوگ تھے اور امانت ادا کرتے تھے قرآن مجید نے ان کی نیکی کو ظاہر فرمایا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے یہودیوں کی خیانت کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ اور قوموں میں بھی خائن موجود ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے کو جائز سمجھتے تھے بلکہ اس کو کار ثواب قرار دیتے تھے-

کفار کی نیکیوں کے مقبول یا مردود ہونے کی بحث

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اچھی بات گو کافر کی ہو وہ بھی کسی درجہ میں اچھی ہی ہے' جس کا فائدہ اس کو دنیا میں نیک نامی ہے اور آخرت میں عذاب کی کمی- (معارف القرآن ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ) ہمارے نزدیک یہ تفسیر صحیح نہیں ہے- آخرت میں کفار کے عذاب میں کمی ہونا صراحۃ" قرآن مجید کے خلاف ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۝ (البقرہ : ۱۶۲) نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی نہ انہیں مہلت دی جائے گی-

شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

یعنی ان پر عذاب یکساں اور متصل رہے گا اور یہ نہ ہو گا کہ عذاب میں کسی قسم کی کمی ہو جائے یا کسی وقت ان کو عذاب سے مہلت مل جائے-

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں :

داخل ہونے کے بعد کسی وقت ان پر سے جہنم کا عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پائے گا اور نہ داخل ہونے سے قبل ان کو کسی میعاد کی مہلت دی جائے گی-

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں

Marfat.com

رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا تھا مسکین کو کھانا کھلاتا تھا کیا اس کو اس کا فائدہ ہو گا آپ نے فرمایا ان نیکیوں سے اس کو نفع نہیں ہو گا اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا۔ اے اللہ! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۵)

علامہ نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کفار کو ان اعمال سے نفع نہیں ہو گا' ان کو ثواب ہو گا نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

علامہ عینی نے علامہ قرطبی سے نقل کیا ہے کہ ابولہب اور جن کفار کے متعلق تخفیف عذاب کی تصریح ہے وہ ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۵)

یہودی غیر یہودی کا مال کھانا کیوں جائز سمجھتے تھے؟

(۱) یہودی اپنے دین میں سخت متعصب تھے وہ کہتے تھے جو دین میں ان کا مخالف ہو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور جس طرح بن پڑے اس کا مال لوٹنا بھی جائز ہے۔

(۲) یہودی کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ساری مخلوق ہماری غلام ہے اس لیے وہ ہر غیر یہودی کا مال اپنے لیے جائز سمجھتے تھے۔

(۳) یہودی مطلقاً" غیر کے مال کو حلال نہیں سمجھتے تھے بلکہ عرب کے جو لوگ نبی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے ان کے مال کو کھانا اپنے لیے جائز گردانتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۷۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

یہودی جو کہتے تھے کہ مسلمانوں کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی تحقیر اور اپنا تفوق بیان کرنا تھا' وہ اس پر تکبر کرتے تھے کہ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں اور ان کو مسلمانوں سے پہلے کتاب دی گئی اس لیے وہ خود کو اہل کتاب اور مسلمانوں کو امیین کہتے تھے' اور جو شخص دین میں ان کا مخالف ہو اس کے حقوق کے استحصال کو جائز سمجھتے تھے' اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص جاہل ہو یا امی ہو اس کے حقوق کو ضائع کرنا جائز ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تورات میں اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے ساتھ معاملات میں تفریق تو کی ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ غیر اسرائیلی کے مال کو ناجائز طور پر ہڑپ کر لیا جائے لیکن انہوں نے اپنے سوء فہم اور کم عقلی سے یہ سمجھ لیا کہ غیر اسرائیلی کا مال کھانا جائز ہے' تورات کی عبارت یہ ہے :

تو پردیسی (اجنبی' غیر اسرائیلی) کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا تاکہ خداوند تیرا خدا اس ملک میں جس پر تو قبضہ کرنے جا رہا ہے تیرے سب کاموں میں جن کو تو ہاتھ لگائے تجھ کو برکت دے۔

(استثناء باب : ۲۳' آیت : ۲۰' پرانا عہد نامہ ص ۱۸۸)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ غیر اسرائیلی سے اسرائیلی کا سود لینا جائز ہے' یہ نہیں کہا کہ غیر اسرائیلی کا اصل مال ہڑپ کر لینا جائز ہے' اور یہ بھی اس تقدیر پر ہے کہ ہم یہ تسلیم کر لیں کہ موجودہ تورات میں جو یہ آیت لکھی ہوئی ہے اصل تورات میں بھی یہ حکم اسی طرح تھا' جب کہ قرآن مجید میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت محرف ہے' کیونکہ جب غیر اسرائیلی سے سود لینا جائز ہو گا تو غیر اسرائیلی سے اس کی اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنا جائز ہو گا۔ اور یہی غیر اسرائیلی کا ناحق مال کھانا ہے جس کو یہودی جائز سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا : وہ اللہ پر دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

(آل عمران : ۷۵)

Marfat.com

امام ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے کہا عربوں کا مال لوٹنے پر ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ یہود سے کہا گیا کہ تم اپنے پاس رکھوائی ہوئی امانتیں واپس کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کہ عربوں کا مال کھانے پر ہماری گرفت نہیں ہو گی' کیونکہ اللہ نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ قبل از اسلام کچھ لوگوں نے یہودیوں کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا' پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے یہودیوں سے اپنے مال کی قیمت کا تقاضا کیا' یہودیوں نے کہا ہمارے پاس تمہاری کوئی امانت نہیں ہے' نہ ہم نے تمہارا کوئی مال ادا کرنا ہے' کیونکہ تم نے اپنا سابق دین ترک کر دیا ہے اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہماری کتاب میں اسی طرح لکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ پر دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

غیر معروف طریقہ سے مخالفین کا مال کھانے کا عدم جواز

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کے دشمن جھوٹ بولتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے' ماسوا امانت کے کیونکہ وہ ادا کی جائے گی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی روایت کیا ہے (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۵۹) اور حافظ سیوطی نے اس حدیث کا امام عبد بن حمید' امام ابن منذر' امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ ایران)

امام رازی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۷۶' مطبوعہ بیروت)

امام ابن جریر کے علاوہ باقی ائمہ نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے: نیک ہو یا بد ہر شخص کی امانت ادا کی جائے گی۔

نیز امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم اہل کتاب سے جہاد کرتے ہیں تو ان کے باغوں سے پھلوں کو کھا لیتے ہیں انہوں نے کہا تم اسی طرح تاویل کرتے ہو جس طرح اہل کتاب نے کہا تھا کہ امیین کا مال کھانے میں ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔

صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ہم اہل ذمہ کے اموال میں مرغیاں اور بکریاں دیکھتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ ایسا ہے جس طرح یہودی یہ کہتے تھے کہ امیین کا مال کھانے میں ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا' تحقیق یہ ہے کہ جب اہل کتاب جزیہ ادا کر دیں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ)

بعض یورپی ممالک میں بعض علماء اسلام یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ یورپ' امریکہ اور افریقہ کے کافر ممالک میں سود کا لین دین جائز ہے اور غیر معروف طریقہ سے کافروں کا مال کھانا جائز ہے مثلاً ایک شخص شہر میں خود کو بے روزگار ظاہر کر کے حکومت سے بیروزگاری کا وظیفہ لے اور دوسرے شہر میں کوئی ملازمت کرے اور حکومت کو فریب دے کر وظیفہ لیتا رہے تو

Marfat.com

یہ جائز ہے' یا خاوند اور بیوی جھوٹ بول کر طلاق ظاہر کریں اور دونوں الگ الگ رہائش حکومت سے حاصل کرلیں اور ایک رہائش کو خفیہ طور پر کرایہ پر اٹھادیں' یا ایک شخص کسی ادارہ سے تنخواہ زیادہ وصول کرے اور کاغذات میں تنخواہ کم دکھائے تاکہ حکومت سے کم آمدنی کی مراعات حاصل کرے تو یہ تمام امور شرعاً" جائز ہیں کیونکہ کافر کا مال کھانا جائز ہے۔

یہ طریقہ بالکل یہودیوں کا طریقہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسلام ایک عالم گیر دین ہے' اسلام نے ایمان داری اور راستبازی کی تعلیم دی ہے' ایسی دیانت اور امانت کی تعلیم دی جس سے متاثر ہو کر دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں' نہ یہ کہ اسلام میں دوسرے مذہب کے لوگوں سے دھوکے اور فریب سے رقم بٹورنے کا جواز بیان کیا جائے جس سے دوسری اقوام متنفر ہوں۔ اسلام کی ہدایت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے' میدان جنگ اور جہاد میں جو قوم مسلمانوں سے بالفعل برسرپیکار ہو ان کی جان اور ان کے اموال محترم نہیں ہیں۔ ان کو دوران جہاد قتل کردیا جائے گا اور جو زندہ بچیں گے ان کو گرفتار کرلیا جائے گا اور میدان جنگ میں کافروں کا جو مال ملے گا وہ مال غنیمت ہے' امام اس مال کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے روانہ کرے گا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

یا کافر اپنی املاک چھوڑ کر چلے جائیں اور مسلمان ان املاک پر بغیر جنگ کے قبضہ کرلیں جیسے فدک تھا اس کو مال فے کہتے ہیں' اس کے علاوہ کافروں کا مال لینے کی کوئی جائز صورت نہیں ہے' جو کافر جزیہ دے رہے ہوں ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے' اور جن کافر ملکوں سے ان کے معاہدے ہوں ان کے مال بھی کسی غیر معروف طریقہ سے لینا جائز نہیں ہے۔ یہ صرف یہودیوں کا نظریہ تھا کہ جو لوگ دین میں ان کے مخالف ہوں ان کا مال غیر معروف اور غیر قانونی طریقہ سے لینا جائز ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

حقوق اور امانات کی ادائیگی میں اللہ کے دین میں مومن اور غیر مومن کی مطلقاً" تفریق نہیں ہے' کیونکہ حق مقدس ہے اور کسی شخص کے دین کی وجہ سے اس کا حق بالکل متاثر نہیں ہوتا' اور رہے یہود تو وہ عہد پورا کرنے کو حق واجب نہیں کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کے بعد فرمایا :

وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ اور وہ دانستہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(آل عمران : ۷۵)

اس آیت میں ان کافروں کا رد ہے جو از خود چیزوں کو حرام اور حلال قرار دیتے تھے اور ان کو شریعت اور دین بتاتے تھے۔

اللہ کے ساتھ عہد پورا کرنا یہ ہے کہ اس کے احکام پر وجوباً" عمل کیا جائے اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے ان سے لازماً" اجتناب کیا جائے۔ اور لوگوں سے معاملات' عقود اور امانات کی ادائیگی کا جو عہد کیا ہے اس کو پورا کیا جائے۔ اس عہد کو پورا کرنا بھی ایمان سے ہے بلکہ یہ ایمان کی اعلیٰ خصال میں سے ہے اور اسی ایمان کی وجہ سے بندہ اپنے رب کے قریب تر ہوتا ہے اور اس کی محبت اور رضا کا مستحق قرار پاتا ہے' اور جو شخص عہد شکنی کرے وہ بالکل اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ گروہ منافقین میں سے ہے اور باطل اور غیر معروف طریقہ سے مال کھانے کی وجہ سے انسان اللہ کے غضب

Marfat.com

اور اس کی ناراضگی کا مستحق ہوتا ہے' امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال ناحق کھایا وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس سے ناراض ہو گا' اور امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے' اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص امانت دار نہ ہو وہ مومن نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں اور عہد توڑنے والے اور امانت میں خیانت کرنے والے کی سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا' چوری' شراب نوشی' جوئے اور ماں باپ کی نافرمانی اور دیگر تمام کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہے' کیونکہ عہد شکنی کا فساد اور اس کا ضرر بہت بڑا اور بہت عام اور بہت شامل ہے۔

(تفسیر منیر ج ۳ ص ۲۷۰ ـ ۲۶۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

غیر معروف اور غیر قانونی طریقوں سے کافر اقوام کا مال کھانے کے دلائل پر بحث و نظر

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دارالحرب ہوتا ہے اور اس وقت دارالحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسرجنگ نہیں ہیں۔ ان سے سفارتی تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے سے آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان ومال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ' برطانیہ' کینیڈا اور جرمنی وغیرہ ایسے ملک دارالحرب نہیں بلکہ دارالکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال مسلمانوں پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال ان پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو۔ ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

(النساء: ۲۹)

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھالیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا' سو مسلمانوں کے لئے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔ اولاً" تو یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ جائز نہیں ہے' ثانیاً" یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کے ساتھ خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن مجید کا منشاء یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔

اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہوں تاکہ تم (اس بدکاری کے کاروبار کے ذریعہ) دنیا کا

Marfat.com

(النور : ۳۳) عارضی فائدہ طلب کرو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور کریں تو کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دارالکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر اس سے کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الانفال : ۲۷) اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو در آں حالیکہ تم جانتے ہو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کر لیا کریں؟

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لئے بہانہ نہ بناؤ۔

(النحل : ۹۴)

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(النور : ۱۹)

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشا یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں۔ مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی ﷺ کی راستبازی' پارسائی' امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی ﷺ کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کافر سے لڑائی تیر و تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے۔ اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جس کو پھیلانے کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لئے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے امی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح لے لیا جائے روا ہے' غیر مذاہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً" وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے خدا نے ان کا مال ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآىِٕمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ اور ان (یہودیوں) میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم ان کے سر پر نہ کھڑے رہو

Marfat.com

عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۔ وہ تم کو واپس نہیں دیں گے یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیین (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ (آل عمران : ۷۵)

غور کیجئے جو لوگ دارا لکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان کے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت

جو لوگ کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی اس وقت مکہ دارالحرب تھا حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کرلی اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی' بغوی' علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی تھی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا ہے۔ بضع کا لفظ تو تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جب ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آگئے حضرت ابوبکر نے ابی کے ورثاء سے اونٹ لے لئے اور نبی ﷺ کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا یہ سحت (مال حرام) ہے اس کو صدقہ کردو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے' جامع ترمذی میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کو عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو بہت غریب (اجنبی) قرار دیا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲۔۳۴۱ مطبوعہ دار الاندلس بیروت)

جامع ترمذی کی روایت کا متن یہ ہے :

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین ○ الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں بعد غالب ہوجائیں گے۔ جن دنوں یہ آیت نازل ہوئی ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پاجائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے اور اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ

Marfat.com

قول ہے : ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم۔ ○ جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ عزیز رحیم ہے۔ اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا۔ الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں حضرت ابوبکر نے کہا کیوں نہیں اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی مشرکین نے کہا "بضع سنین" تین سالوں سے لے کر نو سالوں تک ہے تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی پھر چھ سال گذر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے اور مشرکین نے حضرت ابوبکر سے شرط وصول کر لی اور پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب ہو گئے تو پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے "بضع سنین" کو چھ سال کیوں قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو "بضع سنین" فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں) امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں :

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں یعنی بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورہ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی ﷺ نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا بلکہ فرمایا یہ مال حرام ہے اس کو صدقہ کر دو۔ (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہے تو برات کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دار الحرب' دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات

شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ دار الحرب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الحرب کی تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو' دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

(المبسوط ج ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ سرخسی نے دار الحرب کی تیسری شرط یہ بیان کی ہے کہ اس میں مشرکین شرک کے احکام ظاہر کریں' علامہ شامی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :

یعنی شرک کے احکام مشہور ہوں اور اس میں اہل اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے۔ (ھندیہ) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر

Marfat.com

اس میں مسلمانوں اور مشرکوں دونوں کے احکام جاری ہوں تو پھر وہ دار الحرب نہیں ہوگا۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

یہ تعریف اس ملک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً" بر سر جنگ ہوں اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانونا" جرم تھا ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی ہے اس سے اسی دار الحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ ملک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ممالک میں آتے جاتے ہیں مسلمانوں کی جان' مال اور عزت محفوظ ہے بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ برطانیہ ہالینڈ جرمنی اور افریقی ممالک یہ ملک دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ممالک کو دار الاسلام کہا ہے لیکن یہ حکما" دار الاسلام ہیں حقیقتاً" دار الکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دار الکفر پر مجازا" دار الحرب کا بھی اطلاق کر دیتے ہیں لیکن یہ ملک حقیقتاً" دار الاسلام ہیں نہ دار الحرب بلکہ یہ دار الکفر ہیں' کافروں کی حکومت کی وجہ سے کبھی ان پر دار الحرب کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دار الاسلام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں :

معراج الدرایہ میں مبسوط کے حوالے سے لکھا ہے جو شہر کفار کے ہاتھوں میں ہیں وہ بلاد اسلام ہیں بلاد حرب نہیں ہیں کیونکہ کفار نے ان شہروں میں کفر کے احکام ظاہر نہیں کئے بلکہ قاضی اور حاکم مسلمان ہیں جو ضرورت کی وجہ سے یا بلا ضرورت کفار کی اطاعت کرتے ہیں' اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے حاکم مقرر ہو اس میں جمعہ اور عیدین پڑھنا اور حد قائم کرنا اور قاضیوں کو مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ شرعا" مسلمان کافروں پر غالب ہیں اور اگر حاکم کفار ہوں پھر بھی مسلمانوں کے لئے جمعہ کو قائم کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے کسی شخص کو قاضی بنا دیا جائے گا اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ کسی مسلمان حاکم کو تلاش کریں۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۴۱۔ ۵۴۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

مبسوط کی اس عبارت میں کافروں کے ملک کو جو بلاد اسلام یا دار الاسلام سے تعبیر کیا گیا ہے ظاہر ہے یہ حقیقی اطلاق نہیں ہے کیونکہ دار الاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور وہاں اسلامی شعائر اور احکام اسلامیہ کا غلبہ ہو لیکن کافروں کے جس ملک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کی آزادی ہو وہاں جمعہ اور عید کا قیام جائز ہے اور اسی وجہ سے وہ علاقہ حکما" دار الاسلام ہے حقیقتاً" دار الاسلام ہے نہ حقیقتاً" دار الحرب ہے' قبل از تقسیم ہندوستان کو جو علماء نے دار الاسلام قرار دیا تھا اس کا یہی مطلب تھا ورنہ ظاہر ہے کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت تھی نہ احکام اسلامیہ کا غلبہ تھا اس لئے ہندوستان حقیقتاً" دار الکفر ہی تھا اور حقیقتاً" دار الحرب اس لئے نہیں تھا کہ وہاں مسلمانوں کو جان اور مال کا تحفظ حاصل تھا۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

Marfat.com

مسلمان تاجر جب گھوڑے پر سوار ہو کر اور اسلحہ کے ساتھ امان لے کر دارالحرب جائیں در آں حالیکہ وہ اس گھوڑے اور اسلحہ کو کافروں کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو ان کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ تاجر کو اپنے مصالح کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح تاجر کے لئے یہ چیزیں دارالاسلام میں ممنوع نہیں ہیں اسی طرح دارالحرب میں بھی ممنوع نہیں ہیں۔ (شرح السیر الکبیر ج ۴ ص ۱۵۷۱ 'مطبوعہ المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ)

فقہاء نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان تاجر کے لئے سواری اور اسلحہ کو دارالحرب میں تجارت کے لئے لے جا کر فروخت کرنا جائز نہیں البتہ کھانے پینے کی اشیاء اور جن چیزوں کا تعلق آلات حرب سے نہ ہو ان کو دارالحرب میں لے جا کر فروخت کرنا اور ان کی تجارت کرنا جائز ہے۔

ہم نے یہ عبارت اس لئے نقل کی ہے کہ فقہاء دارالکفر پر بھی مجازاً" دارالحرب کا اطلاق کر دیتے ہیں کیونکہ دارالحرب کی تو یہ تعریف ہے جہاں مسلمان اور ذمی کو جان' مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہ ہو اس لئے ایسی جگہ مسلمان تاجروں کا تجارت کے لئے جانے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اس لئے یہ دارالحرب نہیں ہے اب تک کی بحث سے جو تعریفات حاصل ہوئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

دارالاسلام : وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور شعائر اسلامی اور احکام اسلامیہ کا غلبہ ہو۔

دارالحرب : وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو اور کفر کے احکام کا غلبہ ہو اور کسی مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہ ہو' اسی طرح ذمی کو بھی تحفظ حاصل نہ ہو۔

دارالکفر : وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو' اس علاقے کے ساتھ مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہوں' مسلمان وہاں تجارت کے لئے جاتے ہوں' مسلمانوں کو وہاں جان' مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو اور احکام اسلامیہ پر عمل کرنے کی آزادی ہو۔

ان تعریفات کے اعتبار سے امریکہ' برطانیہ' کینیڈا' ہالینڈ' مغربی جرمنی اور افریقی ممالک جہاں مسلمان امان اور آزادی کے ساتھ رہتے ہیں یہ سب دارالکفر ہیں یہاں جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز ہے اور یہ ممالک دارالحرب نہیں ہیں اس لئے یہاں مسلمانوں کے لئے سود کا لین دین کسی طرح جائز نہیں ہے اسی طرح یہاں کافروں کا مال عقود فاسدہ سے لینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اگر فقہاء احناف نے درجہ کراہت میں کافروں کے مال لینے کو جائز کہا ہے تو دارالحرب میں کہا ہے اور یہ ممالک دارالحرب نہیں ہیں۔ فقہاء نے ایسے ممالک پر مجازاً" دارالحرب کا اطلاق کیا ہے اور مجازاً" دارالاسلام کا اطلاق بھی کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ممالک دارالکفر ہیں' دارالحرب ہیں نہ دارالاسلام۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں :

اگر دارالحرب میں اہل اسلام کے احکام جاری کر دیئے جائیں تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے مثلاً" جمعہ اور عید پڑھائی جائے۔ خواہ اس میں کافر اصلی باقی رہیں اور خواہ وہ علاقہ دارالاسلام سے متصل نہ ہو۔

یہ دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفیں ہیں اور دارالکفر کی تعریف علامہ شامی کی اس عبارت سے مستفاد ہوتی ہے:

رہے وہ ممالک جن کے والی کفار ہیں تو مسلمانوں کے لئے ان ملکوں میں جمعہ اور عید کی نماز قائم کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے وہاں قاضی مقرر کرنا جائز ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مسلمان والی کو (بہ شرط

Marfat.com

استطاعت) طلب کریں اور ہم اس سے پہلے جمعہ کے باب میں اس کو بزازیہ سے نقل کر چکے ہیں۔
(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۵۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ' ۱۴۰۷ھ)

دارالکفر میں غیر قانونی طریقہ سے کافروں کا مال کھانے کا عدم جواز

خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل کے سوا تمام کافر ملکوں کے ساتھ حکومت پاکستان کے سفارتی تعلقات ہیں اور پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ مسلمان ان کافر ملکوں میں جاسکتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے ملکوں میں آسکتے ہیں اور جو لوگ ویزہ لے کر کسی ملک میں جائیں ان کو اس ملک میں امان حاصل ہوتی ہے اور ان کی جان اور مال کی حفاظت کرنا اس حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ شخص کسی مال کو غیر معروف اور غیر قانونی طریقہ سے حاصل نہیں کرسکتا اور اگر اس نے ایسا کیا تو وہ مال حرام ہوگا اور اس پر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اس کو شرعی اصطلاح میں مستامن کہتے ہیں:

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مستامن کا معنی ہے جو امان کا طالب ہو اور یہ وہ شخص ہے جو کسی دوسرے ملک میں امان لے کر داخل ہو خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا حربی' مسلمان دارالحرب (یعنی دارالکفر) میں امان لے کر داخل ہوا تو اس پر ان کی جان' مال اور ان کی عورتوں کی عزت کے درپے ہونا حرام ہے' کیونکہ مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں (علامہ شامی نے لکھا ہے کیونکہ مسلمان جب امان لے کر ان کے ملک میں داخل ہوا تو وہ اس بات کا ضامن ہوگیا کہ وہ ان کی جان مال اور عزت کے درپے نہیں ہوگا اور عہد شکنی کرنا حرام ہے' ہاں اگر کافروں کا حکمران عہد شکنی کرے اور اس مسلمان کا مال لوٹ لے یا اس کو قید کرلے یا کوئی اور کافر ایسا کام کرے اور حکمران کو اس کا علم ہو اور وہ اس کو منع نہ کرے تو پھر مسلمان پر بھی ان شرائط کی پابندی نہیں ہے کیونکہ انہی کافروں نے عہد شکنی کی ہے۔ (بحر' ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۷) اگر کوئی مسلمان وہاں سے (غیر قانونی طور پر) کوئی مال لے کر دارالاسلام میں آیا تو وہ اس کی ملکیت میں حرام چیز ہے اور اس کا صدقہ کرنا واجب ہے' اور اگر وہ ان سے کوئی چیز چھین کر لایا ہے تو اس پر واجب ہے کہ جس شخص کی چیز ہے وہ اس کو واپس کرے۔
(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۲۵۳ - ۲۴۷' ملتقطا" مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ حاکم نے کافی میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں نے کافروں کے ملک میں ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نقد یا ادھار فروخت کیا یا کوئی چیز ان کے ہاتھ خمر (انگوری شراب) یا خنزیر یا مردار کے عوض فروخت کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی رضامندی سے ان سے مال حاصل کرلے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے۔
(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ہمارے نزدیک امام ابو یوسف کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ اسلام عالم گیر مذہب ہے اور اس کے احکام قیامت تک تمام انسانوں کے لئے ہیں اسلام نے شراب' خنزیر' مردار اور سود کو مطلقاً" حرام کیا ہے' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ان کی حرمت کے لئے کوئی استثناء نہیں ہے دارالاسلام ہو' دارالکفر ہو یا دارالحرب ہو ہر جگہ شراب' خنزیر' مردار اور سود حرام ہیں' اور جو لوگ غیر قانونی طریقہ سے کافروں کے مال لینے کو جائز کہتے ہیں وہ بھی دارالکفر میں مسلمانوں کے لئے خنزیر اور

Marfat.com

شراب کی بیع کو جائز کہنے کی جرات نہیں کریں گے۔

پاکستان اور دیگر اسلامی ملکوں نے جن کافر ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں اور پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملکوں میں ان کے باشندوں کی آمدورفت رہتی ہے اور ان کے ساتھ تجارتی اور ثقافتی تعلقات بھی ہیں سو یہ ان کے ساتھ معاہدہ امن و سلامتی اور بقاء باہمی کے وعدہ کے قائم مقام ہے' اس لیے کسی مسلمان کا ایسے کسی کافر ملک میں جا کر دھوکے اور فراڈ کے ذریعہ ان کا پیسہ بٹورنا جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

جو مسلمان کافر ملک میں امان حاصل کر کے (ویزہ لے کر) جائے اس پر ان کے ساتھ عہد شکنی کرنا اور دھوکہ دینا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ غدر (عہد شکنی) حرام ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن کی دبر (مقعد) پر ایک جھنڈا اگاڑ دیا جائے گا جس سے اس کی عہد شکنی پہچانی جائے گی' اگر اس مسلمان نے کافروں سے عہد شکنی اور دھوکا دہی سے ان کا مال حاصل کر لیا اور اس مال کو دارالاسلام میں لے آیا تو دوسرے مسلمانوں کو اگر علم ہو تو ان کے لیے اس مال کو خریدنا حرام ہے کیونکہ وہ مال کسب خبیث سے حاصل ہوا ہے اور اس مال کو خریدنے سے اس کسب خبیث کی حوصلہ افزائی ہو گی اور یہ مسلمانوں کے لیے مکروہ ہے' اور اس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ جب انہوں نے اپنے کافر ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال لے کر مدینہ آئے اور اسلام قبول کر لیا اور انہوں نے یہ چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے خمس (پانچواں حصہ) لے لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام تو مقبول ہے لیکن تمہارا مال غدر (عہد شکنی اور دھوکا دہی پر مبنی ہے) سو ہمیں اس مال کی ضرورت نہیں ہے۔

(المبسوط ج ۱۰ ص ۹۷۔۹۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نیز علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں :

جب مسلمان مشرکین کی کسی قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ کریں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال لینا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ قائم ہے' اور اس معاہدہ کی وجہ سے ان کی جان اور مال مسلمانوں کی جان اور مال کی طرح محترم ہے' سو جس طرح مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مال لینا جائز نہیں ہے' اسی طرح جن مشرکوں سے معاہدہ ہو ان کی رضامندی کے بغیر ان کا مال لینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ بغیر رضامندی کے ان کا مال لینا غدر اور عہد شکنی ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عہد پورا کیا جائے اور اس میں غدر نہ کیا جائے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاہدہ ہونے کے بعد کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے اصحاب نے ہمارے کھیتوں میں سے سبزیاں اور لہسن لے لیے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس قوم کے ساتھ معاہدہ ہو اس کا کوئی مال حق کے سوا لینا جائز نہیں ہے۔ (شرح السیر الکبیر ج ۴ ص ۱۳۴۳' مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں :

جب مسلمان دارالحرب (دار الکفر) میں تجارت کے لیے داخل ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی جانوں اور مالوں کے درپے ہو' کیونکہ وہ ان سے امان طلب کرنے کے بعد اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ وہ ان کی جان اور مال میں

Marfat.com

تعرض نہیں کرے گا' اور ضمانت کے بعد تعرض کرنا غدر (عہد شکنی) ہے اور غدر حرام ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۵۸۴' مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ بدرالدین عینی نے اس کی شرح میں یہ حدیث ذکر کی ہے :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۲)

(البنایہ ج ۶ ص ۶۱۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ)

احادیث اور فقہاء کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ دارالکفر میں غیر قانونی طریقہ سے کافروں کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیوں نہیں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا' اور اللہ سے ڈرا تو اللہ متقین کو محبوب رکھتا ہے۔

(آل عمران : ۷۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کا رد کیا ہے کہ "ان پڑھ لوگوں کا مال کھانے پر ہماری گرفت نہیں ہو گی" اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کیوں نہیں ان کی اس پر گرفت ہو گی' عہد شکنی کرنے والوں کی مذمت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عہد پورا کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے' کہ جس شخص نے عہد پورا کیا اور عہد شکنی کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

عہد پورا کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ اطاعت دو چیزوں میں منحصر ہے' اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت' اور عہد پورا کرنا ان دونوں چیزوں پر مشتمل ہے' اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے عہد پورا کرنے سے اس کے حکم پر عمل ہوتا ہے اور یہ اللہ کی تعظیم ہے اور عہد پورا کرنے سے مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ مخلوق پر شفقت بھی ہے' اور جو شخص بندوں سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرے گا وہ اللہ سے بھی کیے ہوئے عہد کو پورا کرے گا' اور بندہ کا اللہ سے عہد یہ ہے کہ وہ اس کے تمام احکام پر عمل کرے اور اس کی عبادت بجالائے اور ان تمام کاموں سے باز رہے' جن سے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع کیا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ اور بندوں سے کیے ہوئے عہود کو پورا کرے گا تو وہ کامل متقی بن جائے گا اور انہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا' اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (آل عمران : ۷۷)

عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کے متعلق آیت کا نزول

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھالے وہ جس وقت اللہ سے ملاقات کرے گا وہ اس پر غضبناک ہو گا' اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی : ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا

Marfat.com

الآیہ (آل عمران : ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا حضرت ابو عبدالرحمان نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا اس اس طرح حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے عم زاد کی زمین میں میرا کنواں تھا' میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش کیا' آپ نے فرمایا تم اس کے ثبوت میں گواہ لاؤ' ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہو گا' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! وہ تو اس پر قسم کھالے گا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس قسم کے ذریعہ وہ مسلمان کا مال کھالے وہ جب قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہو گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ امرء القیس اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا آپ نے حضرمی سے فرمایا تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہو گا' حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر اس نے قسم کھالی تو پھر یہ میری زمین لے لے گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضبناک ہو گا' امرء القیس نے کہا : یا رسول اللہ جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا جنت! اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدی نے کہا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۸' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کی ہوئی کتاب کے ذریعہ جن لوگوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام لائے ہیں ان کی تصدیق اور ان کا اقرار کریں گے' ان میں سے جو لوگ اس عہد کو پورا نہیں کرتے' اور وہ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کا مال کھاتے ہیں' اور اس عہد شکنی اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ دنیا کا تھوڑا مال خریدتے ہیں' ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کی جو نعمتیں تیار کی ہیں' ان سے وہ محروم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی بات نہیں کرے گا جس سے ان کو خوشی ہو اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر فرمائے گا اور نہ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک فرمائے گا اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کی سزا کا بیان

ہر چند کہ اس آیت کا شان نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں : جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں" اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مال دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی پانچ سزائیں بیان فرمائیں ہیں۔ (۱) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (۲) آخرت میں اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ (۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔ (۴) ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا۔ (۵) ان کے لیے دردناک عذاب ہے' ان پانچوں وعیدوں کی تشریح حسب ذیل ہے :

(۱) ان کے لیے آخرت کی خیر اور نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں' معتزلہ اسی آیت سے استدلال کرتے تھے کہ عہد شکنی

Marfat.com

کرنا اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے اور جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور بغیر توبہ کے مرجائے وہ آخرت میں اجر و ثواب سے محروم رہے گا بلکہ اس کو دائمی عذاب ہو گا' ہمارے نزدیک یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مشیت اور عدم عفو کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دائمی عذاب دے گا یا اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے تو اس کو دائمی عذاب دے گا' یا یہ آیت محض انشاء تخویف کے لیے ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے کے لیے فرمایا فی الواقع ایسا نہیں کرے گا اور وعید کے خلاف کرنا عین کرم ہے یا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استحقاق بیان فرمایا ہے یعنی عہد شکنی اور جھوٹی قسم کھانے والے اس سزا کے مستحق ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ ان کو ضرور یہ سزا دے گا یا یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی یہ آیت کافروں کے ساتھ خاص ہے اور کافروں میں سے جو عہد شکنی کرے گا یا جھوٹی قسم کھائے گا اس کی یہ سزا ہو گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے کلام فرمائے گا اور ان سے پوچھے گا :

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ (الاعراف : ۶)

پس ضرور ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے' اور ہم ضرور رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر : ۹۳-۹۲)

سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے' ان سب کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ سوال بغیر کلام کے متصور نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ جو شخص کسی سے ناراض ہو وہ اس سے بات نہیں کرتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کاملین اور اولیاء عارفین سے براہ راست اور بالمشافہ بات کرے گا اور کفار اور ساق اور فجار سے بالمشافہ بات نہیں کرے گا بلکہ فرشتوں کے وساطت سے بات کرے گا' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے بات نہیں کرے گا' اور نہ ان سے ایسی بات کرے گا جس سے وہ خوش ہوں۔

(۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا : اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا نہیں کیونکہ کائنات کی کوئی چیز اللہ سے اوجھل اور مخفی نہیں ہے بلکہ اسکا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف محبت اور رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا : اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک اور صاف نہیں کرے گا بلکہ ان کے گناہوں کی ان کو سزا دے گا اور ان کو معاف نہیں کرے گا' دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے نیک بندوں کی تعریف اور ستائش کرے گا ان کی تعریف نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تعریف فرشتوں کے واسطہ سے بھی کرے گا اور بلاواسطہ بھی ان کی تعریف فرمائے گا فرشتوں کے واسطہ سے یہ تعریف ہے :

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد : ۲۴-۲۳)

اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازہ سے (یہ کہتے ہوئے) ان پر داخل ہوں گے' تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا سو کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نیک بندوں کی دنیا میں بھی تعریف فرمائی ہے :

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ : ۱۱۲)

جو توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' اللہ کی حمد کرنے والے ہیں' روزہ رکھنے والے ہیں' رکوع کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' نیکی کا حکم دینے والے ہیں' برائی سے روکنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مومنوں کو بشارت دیجئے۔

اور اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی ان کی تعریف فرمائے گا :

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ : ۳۶)

ان پر رب رحیم کا فرمایا ہوا سلام ہو گا۔

(۵) ان کے لیے دردناک عذاب ہے : پہلے چار امور میں اللہ تعالیٰ نے ان سے ثواب کی نفی کی ہے اور اس آخری امر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ

اور بیشک ان میں سے ایک گروہ کتاب (تورات) پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑ لیتا ہے تاکہ تم یہ گمان کرو کہ

مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ

یہ کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے

اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(منزل) ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے (منزل) نہیں ہے اور وہ دانستہ اللہ پر جھوٹ

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ

بولتے ہیں ○ کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب، حکم اور نبوت

الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ

عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ

جاؤ، لیکن (وہ یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے بن جاؤ کیوں کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے

Marfat.com

الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا
ہو اور تم پڑھتے پڑھاتے ہو ○ اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں
الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ
اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾
حکم دے گا؟ ○

ع ۸ ۱۶

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یہود عہود اور مواثیق کو توڑتے ہیں یہ بھی ان کی بڑی گمراہی اور معصیت تھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زیادہ بڑی گمراہی اور بڑی معصیت کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں۔ بعض آیات کو چھپا لیتے ہیں اور بعض آیات اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے دشمن یہود ہیں جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے تھے اور اپنی طرف سے کلام گھڑ کر یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ یہود ہیں جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا تھا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

"لی" کا معنی اور تورات میں لفظی یا معنوی تحریف کی تحقیق

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا ہے "لی" کا معنی ہے کسی چیز کو مروڑنا اور پلٹ دینا' جب کوئی کسی شخص کا ہاتھ مروڑ دے تو کہتے ہیں لوی یدہ اور جب کوئی پہلوان دوسرے پہلوان کی پشت زمین سے نہ لگا سکے تو کہتے ہیں "مالوی ظھرہ"۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ بیروت)

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

"لوی لسانہ" (زبان مروڑنا) کذب اور من گھڑت باتیں کرنے سے کنایہ ہے۔

(المفردات ص ۴۵۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:

قفال نے بیان کیا ہے کہ زبان مروڑنے کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی لفظ کو پڑھتے وقت اس کی حرکات اور اعراب میں

Marfat.com

تبدیلی کر دیتے تھے جس سے اس کا معنی بدل جاتا تھا' عربی میں بھی اس کی بہت مثالیں ہیں' اسی طرح عبرانی میں بھی اس کی مثالیں ہیں' خاص طور پر تورات کی جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں وہ اس میں اس قسم کی تحریف کرتے تھے۔

امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف نہیں کرتے تھے' کیونکہ تورات کا متن مشہور تھا' اگر وہ اس میں لفظی تبدیلی کرتے تو سب لوگوں کو ان کی تحریف کا پتا چل جاتا' اور اس سے ان کی سبکی ہوتی اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ تورات کی جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں وہ ان پر اعتراضات کرتے تھے اور ان کی باطل تاویل اور تشریح کرتے تھے اور ان آیات کے صحیح معنی پر شبہات واقع کرتے تھے۔

امام رازی کی علمی عظمت اور جلالت قدر کے ہم معترف ہیں اس کے باوجود ہمیں ان کی اس تحقیق سے اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے' بعض اوقات وہ الفاظ بدل دیتے' بعض اوقات وہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر یہ کہتے کہ یہ اللہ نے فرمایا ہے اور بعض اوقات وہ بعض آیات کو چھپا لیتے یا تورات سے حذف کر دیتے' اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ تورات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف شراب پینے اور زنا کرنے کی نسبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی' اور اس میں کوئی عاقل شک نہیں کر سکتا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے' بلکہ ان کا خود ساختہ کلام ہے' ہم نے آل عمران کی آیت : ۳ کی تشریح میں ان محرف آیات کو باحوالہ بیان کیا ہے۔ نیز تورات میں سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کا صراحۃً بیان ہے جس کو انہوں نے تورات میں حذف کر دیا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف : ۱۵۷)

جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور ان کو برائی سے روکتے ہیں' اور پاک چیزیں ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر (مشکل احکام کے) جو بوجھ اور طوق تھے ان کو اتارتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (الفتح : ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اصحاب کفار پر بہت سخت ہیں' آپس میں بڑے نرم دل ہیں (اے مخاطب!) تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں' سجدوں کے اثر سے ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے' ان کی یہ صفات تورات میں ہیں۔

یہود نے تورات میں سے سیدنا محمد ﷺ کا ذکر اور آپ کی ان صفات کا ذکر حذف کر دیا اور اسی طرح آپ کے اصحاب کا ذکر اور ان کی صفات کا ذکر حذف کر دیا اور اسی طرح اور بہت سے احکام کو چھپا لیا' اس کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے :

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو تم سے بہت سی ایسی چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے اور

Marfat.com

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (المائدہ : ۱۵) بہت سی باتوں سے درگذر فرماتا ہے۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے وہ حسب ذیل ہیں :

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النسآء : ۴۶)

بعض یہودی اللہ کے کلموں میں اس کی جگہوں سے تحریف کر دیتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی' (اور آپ سے کہتے ہیں کہ) سنیے در آں حالیکہ آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں' اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری باتیں سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے حق میں بہتر اور نہایت درست ہوتا' لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی تو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (المائدہ : ۱۳)

وہ اللہ کے کلموں کو ان کی جگہوں سے محرف کر دیتے ہیں اور جس (کلام) کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی وہ اس کے ایک بڑے حصے کو بھول گئے' بجز ان میں سے چند آدمیوں کے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا (المائدہ : ۴۱)

وہ اللہ کے کلموں کو ان کی جگہوں سے محرف کر دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو (ہمارا تحریف کیا ہوا) یہ حکم دیا جائے تو اسے مان لو' اور اگر تم کو یہ حکم نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرو۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ : ۷۵)

بے شک ان میں سے ایک فریق اللہ کا کلام سننے اور اس کو سمجھنے کے بعد اس میں دیدہ دانستہ تحریف کر دیتا تھا۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ۔ (البقرہ :۵۹)

تو ظالموں سے جو قول کہا گیا تھا اس کو انہوں نے دوسرے قول سے تبدیل کر دیا۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرہ : ۷۹)

سو ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب تصنیف کریں پھر کہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات کے علاوہ ہم نے امام ابن جریر طبری کے حوالے سے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں بھی اس پر دلیل ہے کہ یہود تورات میں لفظی تحریف کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں :

بعض اوقات وہ اس طرح تحریف کرتے تھے کہ مثلاً لا تقتلوا النفس الا بالحق کو الا بالحد پڑھتے' اصل آیت کا معنی تھا کسی شخص کو ناحق قتل نہ کرو اور ان کی تحریف سے یہ معنی ہو گیا کہ کسی شخص کو حد کے سوا قتل نہ کرو' اسی طرح من زنی فارجموہ کو فحمموہ پڑھتے تھے۔ اصل آیت کا معنی ہے جس نے زنا کیا اس کو رجم کرو

Marfat.com

اور ان کی تحریف سے یہ معنی ہو گیا جس نے زنا کیا اس کا منہ کالا کرو۔

(نظم الدرر ج ۲ ص ۲۶۴' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ یہود کی تحریف کئی قسم کی تھی بعض اوقات وہ زبان مروڑ کر لفظ کو کچھ کا کچھ پڑھ دیتے تھے' جس سے معنی بدل جاتا تھا' جیسے راعنا کو راعینا پڑھ دیتے تھے' بعض اوقات آیات کو حذف کر دیتے اور احکام چھپا لیتے تھے' اور بعض اوقات آیات کو تبدیل کر دیتے تھے' بعض اوقات خود ایک مضمون تصنیف کر کے کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کے متعلق انہوں نے توہین آمیز واقعات لکھے ہیں اور بعض اوقات تورات کی آیت میں باطل تاویل کرتے تھے جس کا ذکر اس آیت میں ہے :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ : ۴۲) اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔

اس تفصیل اور تحقیق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہود تورات کی آیات میں لفظی تحریف نہیں کرتے تھے' بلکہ تورات کی آیات کے صحیح معنی اور درست محمل پر اشکالات اور خدشات وارد کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام اپنی فصاحت اور بلاغت اور حلاوت اور جلالت کے اعتبار سے انسان کے کلام سے کسی صاحب فہم پر ملتبس اور مشتبہ نہیں ہو سکتا' البتہ عام لوگوں کو مغالطہ ہو سکتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ تم یہ گمان کرو کہ یہ کتاب کا حصہ ہے' حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل کردہ) ہے' حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل کردہ) نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ یہ تحریف کوئی نئی بات نہیں ہے' بلکہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ان کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ لیکن (وہ یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم پڑھتے پڑھاتے ہو۔ (آل عمران : ۷۹)

اس آیت کے اہم الفاظ کے معانی حسب ذیل ہیں :

بشر کا معنی

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں :

بشر انسان کو کہتے ہیں' واحد ہو یا جمع ہو اس کی جمع ابشار ہے' بشر کا معنی انسان کی ظاہری کھال ہے' اور کھال کو کھال سے ملانا مباشرت ہے' اور بشارت اور بشریٰ کا معنی خوشخبری دینا ہے۔

(القاموس المحیط ج ۱ ص ۶۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بشر' انسان اور آدمی میں فرق ہے' ظاہری کھال اور چہرے مہرے کے اعتبار سے بشر کہتے ہیں' حقیقت کے اعتبار سے انسان کہتے ہیں اور نسل اور نسب کے اعتبار سے آدمی کہتے ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

کھال کے ظاہر کو بشرہ کہتے ہیں اور کھال کے باطن کو ادمہ کہتے ہیں' انسان کو اس کی ظاہری کھال کے اعتبار سے بشر

Marfat.com

کہتے ہیں کیونکہ جانوروں کی کھالوں پر بڑے بڑے بال ہوتے ہیں یا اون ہوتا ہے' قرآن مجید میں جب انسان کے جسم اور اس کے ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے تو پھر اس پر بشر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا (الفرقان : ۵۴) اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا۔

اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (ص : ۷۱) بے شک میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں۔

کفار جب انبیاء علیہم السلام کی قدر و منزلت کو گھٹانا چاہتے تھے تو ان کو بشر کہتے تھے' قرآن مجید میں ہے :

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر : ۲۵-۲۴) اس (کافر) نے کہا یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے ۝ یہ صرف ایک بشر کا قول ہے۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (هود : ۲۷) سو قوم نوح کے کافر سرداروں نے کہا : (اے نوح!) ہم تمہیں اپنی مثل بشر ہی دیکھتے ہیں۔

قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (بنواسرائیل : ۹۴) انہوں (کافروں) نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا۔

قرآن مجید میں ہے آپ کہئے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام انسان بشریت میں انبیاء علیہم السلام کے مساوی ہیں اور علوم و معارف اور اعمال حسنہ کی خصوصیت کی وجہ سے ان کو عام انسانوں پر فضیلت حاصل ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یوحی الی "میری طرف وحی کی جاتی ہے۔" کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس پر تنبیہہ ہو کہ ہرچند کہ انبیاء علیہم السلام بشریت میں عام انسانوں کے مساوی ہیں لیکن وحی کی خصوصیت کی وجہ سے عام انسانوں سے ممتیز ہیں۔ (عام انسانوں اور انبیاء علیہم السلام میں بشریت بہ منزلہ جنس ہے اور استعداد نزول وحی اور ادراک غیب' انبیاء علیہم السلام کے لیے بہ منزلہ فصل ممیز ہے' حواس اور عقل سے ادراک کرنا عام انسانوں اور انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے جس سے وہ عالم شہادت میں ادراک کرتے ہیں اور عالم غیب کا ادراک کرنا' جنات اور فرشتوں کو دیکھنا اور ان سے کلام کرنا اور حامل وحی ہونا' یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے' اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں اسی کو بیان فرمایا ہے) :

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف : ۱۱۰' حم السجدۃ : ۶) آپ کہئے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح (خدا نہیں ہوں) مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ (میرا اور) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

حضرت جبرائیل جب حضرت مریم کے سامنے بشری صورت میں آئے تو فرمایا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم : ۱۷) یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل بشری صورت میں آئے اور جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو اچانک بے حجاب دیکھا تو بے ساختہ کہا حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا (یوسف : ۳۱) یہاں مراد یہ ہے کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو بہت عظیم اور بلند جانا اور ان کے جوہر ذات اور حقیقت کو بشر سے بہت بلند سمجھا' بشارت اور مُباشرت کے الفاظ بھی اسی لفظ سے بنے ہیں جب انسان کوئی خوشخبری سنے تو اس کے چہرے کی کھال پر خوشی کی لہر دوڑنے لگتی ہے' اس لیے اس کو بشارت کہتے ہیں اور مباشرت میں مرد اور عورت اپنے جسموں کی کھال کو ملاتے ہیں اور ایک دوسرے میں پیوست

Marfat.com

کرتے ہیں' قرآن مجید اور احادیث میں ان دونوں لفظوں کا بھی استعمال ہے۔

(المفردات ص ۴۸-۷-۴'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

حکم کا معنی

حکم کا معنی ہے شریعت کی فقہ (سمجھ) اور قرآن کی فہم اور اس کا تقاضا شریعت پر عمل کرنا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

سدی نے کہا اس سے مراد نبوت ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حقائق قرآن کی فہم ہے' ابن زید نے کہا اس سے مراد اللہ کی آیات اور اس کی حکمتوں کو جاننا ہے' بعض علماء نے کہا اس سے مراد وہ علوم اور معارف ہیں جن سے اولوالعزم رسل مختص ہیں اور باقی انبیاء ان کے تابع ہیں۔ (المفردات ص ۱۲۸' مطبوعہ ایران)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا حکم سے مراد یہاں سنت ہے' کیونکہ اس آیت میں کتاب کے بعد حکم کا ذکر فرمایا ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ حکم سے مراد یہاں قضاء ہے یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تدریجاً مراتب کا ذکر فرمایا ہے پہلے کتاب کا ذکر فرمایا جس سے علم حاصل ہوتا ہے' پھر اس سے ترقی کرکے قضا کا ذکر فرمایا کیونکہ جب انسان کو علم میں مہارت تامہ حاصل ہو جائے تو پھر وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے' پھر اس کے بعد سب سے بلند مرتبہ کا ذکر فرمایا جو نبوت ہے اور تمام خیرات کا مجمع ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۳۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس تفسیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان پہلے عالم بنتا ہے پھر قاضی بن جاتا ہے پھر نبی بن جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے نبی بنانا ہوتا ہے اس کو ایسی صفات مخصوصہ کے ساتھ پیدا کرتا ہے جو نبی کے لیے ضروری ہیں' پھر پہلے مرتبہ میں اس کے علم کو ظاہر فرماتا ہے' پھر اس کی قضاء کے مرتبہ کو ظاہر فرماتا ہے پھر اس کو مقام بعثت پر فائز کرتا ہے اور اس کو اعلان نبوت کا حکم دیتا ہے۔

ربانیین کا معنی

ربانیین کا واحد ربانی ہے' یہ رب کی طرف منسوب ہے' اسی طرح مولوی وہ شخص ہے جو مولا کی طرف منسوب ہے' اس کا معنی ہے مولا والا' اسی طرح ربانی کا معنی ہے رب والا' ربانی اس عالم کو کہتے ہیں جو علم کے تقاضوں پر ہمیشہ عمل کرے۔ فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو محمد بن حنیفہ نے کہا اس امت کے ربانی فوت ہو گئے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "ربانیین بن جاؤ۔" (آل عمران: ۷۹) کی تفسیر میں فرمایا: حکماء' علماء اور فقہاء بن جاؤ' ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو بڑے علوم (حقائق اور دقائق) سے پہلے چھوٹے علوم (مسائل) کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

ربانی' ربان کی طرف منسوب ہے ربان عطشان اور سکران کی طرح صفت مشبہ ہے' بعض نے کہا یہ رب کی طرف

Marfat.com

منسوب ہے جو شخص علوم کی تعلیم دے وہ ربانی ہے' بعض نے کہا جو شخص علم سے اپنے نفس کی تربیت اور اصلاح کرے وہ ربانی ہے' بعض نے کہا یہ رب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اس میں نون زائد ہے جیسے جسمانی میں نون زائد ہے' سو ربانی مولوی کی طرح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس امت کا ربانی ہوں' اس کی جمع ربانیون ہے۔

(المفردات ص ۱۸۴' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو رب کے دین کا عالم ہو اور اپنے علم کے مطابق عمل کرے' کیونکہ جب وہ علم کے مطابق عمل نہیں کرے گا تو وہ عالم نہیں ہو گا' ابو رزین نے کہا ربانی عالم حکیم کو کہتے ہیں' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ربانیین حکماء علماء ہیں' ابن جبیر نے کہا حکما اتقیاء ہیں' ضحاک نے کہا کسی شخص کو بھی قرآن مجید حفظ کرنے میں مشقت کو ترک کرنا نہیں چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن تم ربانی بن جاؤ' ابن زید نے کہا ربانیین حکام اور احبار اور علماء ہیں' مجاہد نے کہا ربانیین کا مرتبہ احبار سے زیادہ ہے' نحاس نے کہا ربانی وہ عالم ہے جو سیاست پر نظر رکھتا ہو' ابو عبیدہ نے کہا ربانی وہ شخص ہے جو حلال اور حرام اور امر اور نہی کا عالم ہو اور اس امت کی خبروں اور ماکان ومایکون کا عارف ہو' جس دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو محمد بن حنیفہ نے کہا اس امت کے ربانی فوت ہو گئے' حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام' اس پر اللہ عزوجل کا یہ حق ہے کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرے اور دین میں تفقہ حاصل کرے پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا لیکن ربانیین بن جاؤ۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی تحریف کو بیان فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اہل کتاب کی عادت اور ان کا طریقہ کتاب میں تحریف اور تبدیل کرنا ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان کی من جملہ تحریفات میں سے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے خدا ہونے کے دعویٰ دار تھے اور وہ اپنی امت کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیتے تھے حالانکہ کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابو رافع قرظی نے کہا جب نجران کے احبار یہود اور علماء نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح عبادت کریں جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم غیر اللہ کی عبادت کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں' اور غیر اللہ کی عبادت کا حکم دینے سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے نہ اس کا مجھے حکم دیا ہے تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ۔

Marfat.com

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کا ایک گروہ اپنی کتاب کی تحریف کرنے کے سلسلہ میں لوگوں کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۲ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

انبیاء علیہم السلام کا دعویٰ الوہیت کرنا عقلاً" ممتنع ہے

ہم نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے کہ نبی کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرنا عقلاً" ممکن نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس دعویٰ کی تکذیب کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے مجھے معبود بنالو' اور اگر اس آیت کا یہ معنی کیا جائے کہ نبی کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے یعنی حرام ہے تو اس سے عیسائیوں کی تکذیب نہیں ہو گی مثلاً ایک شخص کسی کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے اور آپ یہ کہیں کہ شراب پینا تو حرام ہے اس سے اس کے دعویٰ کی تکذیب نہیں ہو گی' اس کے دعویٰ کی تکذیب اس وقت ہو گی جب آپ یہ ثابت کردیں کہ شراب پینا اس کے لیے عقلاً" ممکن ہی نہیں ہے' اس آیت کی نظیر درج ذیل آیات ہیں:

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ (مریم: ۳۵) اللہ کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا تمہارے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ تم (از خود) باغوں کے درخت اگاتے۔ (النمل: ۶۰)

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے اذن کے بغیر کسی نفس کے لیے مرنا ممکن نہیں ہے۔ (آل عمران: ۱۴۵)

اسی نہج پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب' حکم اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ۔ اس امتناع عقلی پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) رسول یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کے احکام حاصل کرکے ان کی تبلیغ کرتا ہے' اور اپنے صدق پر معجزہ کو پیش کرتا ہے' اگر وہ خود الوہیت کا دعویٰ کرے تو اس کے صدق پر معجزہ کی دلالت باطل ہو جائے گی اور لازم آئے گا کہ وہ صادق ہو اور صادق نہ ہو اور یہ محال ہے۔ معجزہ کے اظہار کا تقاضا یہ ہے کہ وہ صادق ہو اور الوہیت کے دعویٰ کا تقاضا ہے کہ وہ صادق نہ ہو اور یہ اجتماع نقیضین ہے۔

(۲) اگر رسول الوہیت کا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے تو اللہ اس کی شہ رگ کو کاٹ دے گا اور ماضی کے واقعات شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسولوں کو غلبہ عطا فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ (الحاقہ: ۴۷-۴۴)

اگر وہ (رسول) ہم پر کسی قسم کا افتراء باندھتا ۝ تو ہم ضرور اس کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ۝ پھر ہم ضرور اس کی شہ رگ کاٹ دیتے ۝ پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو بچانے والا نہ ہوتا۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر رسول الوہیت کا دعویٰ کرتا تو وہ مغلوب ہو جاتا' اور اس دوسری آیت میں فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ط اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور بہ ضرور

Marfat.com

غالب ہو کر رہیں گے۔ (المجادلہ: ۲۱)

سو اگر رسول الوہیت کا دعویٰ کر کے اللہ پر افتراء باندھے تو لازم آئے گا کہ وہ مغلوب ہو اور مغلوب نہ ہو اور یہ اجتماع نقیضین ہونے کی وجہ سے محال عقلی ہے۔

(۳) امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں کہ ان صفات کے ساتھ الوہیت کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ان کو کتاب اور وحی عطا فرماتا ہے اور کتاب اور وحی صرف نفوس طاہرہ اور ارواح طیبہ کو ہی دی جا سکتی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ (الانعام: ۱۲۴) اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج: ۷۵) اللہ چن لیتا ہے رسولوں کو فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے۔

اور نفس طاہرہ سے اس قسم کا دعویٰ ممتنع ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی دو قوتیں ہیں نظری اور عملی اور جب تک قوت نظریہ علوم اور معارف حقیقیہ کے ساتھ کامل نہ ہو اس وقت تک قوت عملیہ اخلاق ذمیمہ سے طاہر نہیں ہوتی' اور نہ اس میں وحی اور نبوت کے قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہو گی اور قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال الوہیت کا دعویٰ کرنے سے مانع ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے کسی بندہ کو نبوت اور رسالت سے مشرف فرماتا ہے جب اسے یہ علم ہو کہ وہ بندہ اس قسم کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

کفر ملت واحدہ ہے

بعض مفسرین نے کہا اس کا فاعل سیدنا محمد ﷺ ہیں' یعنی نہ محمد تم کو یہ حکم دیں گے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو' بعض نے کہا اس کا فاعل حضرت عیسیٰ ہیں اور بعض نے کہا اس کا فاعل انبیاء ہیں' اس آیت میں فرشتوں اور نبیوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ صابئین فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور بعض اہل کتاب حضرت عزیر کی اور بعض حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

نیز اس میں فرمایا ہے کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہونا زیادہ قبیح ہے' کیونکہ کفر کا حکم دینا ہر حال میں مذموم ہے' اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے' اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے' کیونکہ جنہوں نے فرشتوں کو رب بنایا وہ صابئین اور بت پرست تھے' اور جنہوں نے نبیوں کو رب بنایا وہ یہود' نصاریٰ اور مجوس تھے اس اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کافر فرمایا ہے۔

Marfat.com

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَ

اور (اے رسول) یاد کیجیے جب اللہ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ

تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے تو تم ان پر ضرور بضرور

بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ

ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور ان کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول

إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ

کر لیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں

الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

میں سے ہوں ○ پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا سو وہی لوگ

الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن

نافرمان ہیں ○ کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمانوں

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

اور زمینوں کی سب مخلوق نے خوشی اور ناخوشی سے اسی کی اطاعت کی ہے اور اسی کی طرف وہ سب لوٹائے جائیں گے ○

ربط آیات اور خلاصہ تفسیر

اس سورت کے شروع سے اب تک جتنی آیات ذکر کی گئی ہیں ان میں اہل کتاب کی تحریفات اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے انہوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی اور ان کی کتابوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف ذکر کیے گئے تھے' ان کو چھپایا یا ان کو تبدیل کر دیا' اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو اس تحریف اور خیانت سے منع کیا جائے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے پر برانگیختہ کیا جائے' زیر تفسیر آیت میں بھی اس مقصود کی تاکید کی گئی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام سے عالم ارواح میں یا بعثت کے بعد بذریعہ وحی یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور آپ کی مہمات میں آپ کی نصرت اور مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے

Marfat.com

لیے ان سے صراحتہ "اقرار کرایا پھر اس کی مزید تاکید کے لیے فرمایا تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ہوں' پھر اس کے بعد فرمایا "پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا وہی لوگ نافرمان ہیں" اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طرف متوجہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اس عہد سے پھرنا انبیاء علیہم السلام سے متصور نہیں ہے' اور چونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر اس امت کے زمانہ میں وہ نبی امی مبعوث ہو جائیں تو ان پر لازم ہو گا کہ وہ اس نبی امی پر ایمان لے آئیں جس نبی کی امت نے بھی اس عہد سے روگردانی کی وہ فاسق اور نافرمان ہو گی- علامہ سید محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی طرف متوجہ ہو یعنی بہ فرض محال اگر نبیوں میں سے بھی کوئی اس عہد سے پھرا تو وہ بھی فاسق ہو جائے گا اور اس میں ان کی امتوں سے تعریضا" خطاب ہے یعنی صراحتہ "انبیاء علیہم السلام کی طرف اسناد اور کنایتہ" ان کی امتوں کی طرف اسناد ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے : (روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الزمر : ۶۵)

اگر آپ نے (بہ فرض محال) شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور البتہ آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے-

لیکن راجح یہی ہے کہ یہ کلام امتوں کی طرف متوجہ ہے' امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام امتوں میں سے جو شخص بھی اس عہد کو پکا کرنے کے بعد پورا نہیں کرے گا تو وہ فاسق ہو گا-

تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے کے میثاق کی تحقیق

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد اہل کتاب سے لیا تھا' یا نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کے متعلق لیا تھا یعنی ہر نبی بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کرے یا تمام نبیوں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا پختہ عہد اور میثاق لیا تھا-

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس میثاق کو انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے لیا یعنی جب ان کی قوم کے پاس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں تو وہ آپ کی تصدیق کریں اور آپ کی نبوت کا اقرار کریں-

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ بعض نبی بعض دوسرے نبیوں کی تصدیق کریں اور اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کریں' پھر انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کی اور اپنی امتوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی نصرت کریں گے-

لیکن راجح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عالم ارواح میں یا بذریعہ وحی یہ عہد لیا کہ اگر ان کے زمانہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کی نصرت کریں گے-

Marfat.com

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں :

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو گئے تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور اس کی نصرت کرے گا' اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے یہ عہد لیتا تھا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور ان کی نصرت کرے گا بہ شرطیکہ وہ اس وقت زندہ ہو ورنہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لیتا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں وہ مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں' ان کی تصدیق کریں اور ان کی نصرت کریں۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۹۔ ۲۳۶' ملتقطا'' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اگر یہ شبہ ہو کہ اس آیت میں ان انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے کا ذکر ہے جن پر کتاب نازل کی گئی ہے اور وہ صرف تین سو تیرہ رسول ہیں' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نبیوں سے یہ میثاق لیا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے جن نبیوں پر کتاب نازل نہیں کی گئی وہ بھی ان نبیوں کے حکم میں ہیں جن پر کتاب نازل کی گئی ہے کیونکہ ان کو نبوت اور حکمت دی گئی ہے' نیز جن انبیاء علیہم السلام کو کتاب نہیں دی گئی ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ سابق نبی کی کتاب پر عمل کریں' نیز اس آیت میں کتاب اور حکمت سے مراد دین ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور توحید' نبوت' تقدیر' قیامت' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حشر و نشر' حساب و کتاب اور جزاء و سزا پر ایمان رکھنے میں تمام نبی ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ البتہ شریعت ہر نبی کی الگ الگ ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں (شرائع) مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں نے جس دین کو پیش کیا اور اللہ کی طرف سے جو پیغام سنایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی' اس لیے تمام نبیوں اور ان کی امتوں پر یہ واجب تھا کہ اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو وہ آپ کی تصدیق کرتے اور آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی نصرت کرتے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عموم اور شمول

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیراً'' امت ہیں اور ہم آپ کی تحقیقاً'' امت ہیں' اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت کرنا ان پر ضروری تھا اور ہم آپ پر بالفعل ایمان لائے ہیں' نیز قرآن مجید میں ہے :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا : ۲۸)

اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے در آں حالیکہ آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر چھ اوصاف کی وجہ سے فضیلت

Marfat.com

دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم دیئے گئے، رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مادہ تیمم اور مسجد بنا دیا گیا، اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنایا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک (حضرت) موسیٰ اگر تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ (مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۴۲۷-۴۲۶، مطبوعہ بیروت) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند میں جابر جعفی ہے وہ ضعیف ہے اور امام طبرانی کی سند میں قاسم بن محمد اسدی ہے اس کا حال مجھے معلوم نہیں، البتہ سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام احمد، امام دیلمی اور امام ابونصر سجزی کے حوالوں سے درج کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۵ ص ۱۴۷، مطبوعہ ایران)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دائماً "قیامت تک کے لیے رسول اور خاتم النبیین ہیں"، آپ جس زمانہ میں بھی مبعوث ہوتے تو آپ ہی امام اعظم ہوتے، اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کی اطاعت مقدم اور واجب ہے، یہی وجہ ہے جب سب نبی مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے تو آپ ہی نے سب کی امامت فرمائی اور جب اللہ عزوجل میدان حشر میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو آپ ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے شفاعت کریں گے، اور مقام محمود صرف آپ ہی کے سزاوار ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ بیروت)

حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہو گا، حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء اور مرسلین آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، تمام رسولوں کی آپ قیادت فرمائیں گے، تمام اولین و آخرین میں آپ مکرم ہوں گے، آپ ہی کوثر کے ساقی ہوں گے، سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہو گی اور دخول جنت کا افتتاح آپ سے ہو گا!

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں عارفین نے کہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں اور آپ کے ماسوا تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے تابع ہیں۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰، مطبوعہ بیروت)

شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

باقی رہا آپ کا وصف ثبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا آپ کے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقق معنی خاتمیت پر موقوف ہے۔ (تحذیر الناس ص ۴۶ 'مطبوعہ کراچی)

واسطہ فی العروض اس واسطہ کو کہتے ہیں جو وصف کے ساتھ حقیقتہ" متصف ہو اور موصوف بالذات ہو اور ذوالواسطہ اس وصف کے ساتھ مجازا" متصف ہو مثلاً جب کشتی چل رہی ہو تو کشتی حرکت کے ساتھ حقیقتہ" متصف ہے' اور کشتی میں بیٹھا ہوا شخص کشتی کے واسطہ سے مجازا" حرکت کے ساتھ متصف ہے' حقیقتہ" حرکت کے ساتھ متصف نہیں ہے اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف نبوت کے لیے واسطہ فی العروض قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ باقی انبیاء علیہم السلام نبوت کے ساتھ مجازا" متصف ہوں اور آپ حقیقتہ" متصف ہوں آپ حقیقی نبی ہوں اور باقی انبیاء مجازا" نبی ہوں اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے :

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ : ۲۸۵) ہم رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔

اس لیے تحقیق یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام سب حقیقی نبی ہیں اور آپ باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے لیے واسطہ فی الثبوت ہیں غیر سفیر محض ہیں' یہ اس واسطہ کو کہتے ہیں جس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں وصف کے ساتھ حقیقتہ" متصف ہوں' پہلے واسطہ متصف ہو اور پھر ذوالواسطہ متصف ہو جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم حرکت کرے تو قلم کی حرکت ہاتھ کے واسطے سے ہے لیکن دونوں حرکت کے ساتھ حقیقتہ" متصف ہیں پہلے ہاتھ حرکت کرتا ہے اور پھر اس کے واسطہ سے قلم حرکت کرتا ہے سو اسی طرح پہلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ساتھ متصف ہوئے پھر آپ کے واسطہ سے باقی انبیاء نبوت کے ساتھ متصف ہوئے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اتصاف میں واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہیں اور آپ اور باقی انبیاء حقیقی نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی سب مخلوق نے خوشی اور ناخوشی سے اسی کی اطاعت کی ہے اور اسی کی طرف وہ سب لوٹائے جائیں گے۔ (آل عمران : ۸۳)

زمینوں اور آسمانوں اور تمام مخلوق کی اطاعت کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر یہ واجب اور لازم کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں' لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کا دین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہے' اور جو شخص اس دین کو ناپسند کرے گا وہ اللہ کے دین کو ناپسند کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا : کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ اور کسی دین کو تلاش کرتے ہیں' اس کے بعد فرمایا : حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے اس کے لیے اسلام لائی' اسلام کا اصطلاحی معنی ہے : سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کو ماننا' قبول کرنا اور اس کی تصدیق کرنا' اور اسلام کا لغوی معنی ہے : اطاعت سے سر تسلیم خم کرنا اور یہاں لغوی معنی مراد ہے' آسمانوں اور زمینوں پر مخلوق نے خوشی یا ناخوشی سے اس کی اطاعت کی' اس اطاعت کا معنی امام رازی نے یہ بیان فرمایا ہے :

اللہ سبحانہ کے ماسوا ہر چیز ممکن لذاتہ ہے اور ہر ممکن اپنے وجود اور عدم میں اس کا محتاج ہے اور اپنے وجود اور عدم میں اللہ کا محتاج ہونا یہی اس کے اطاعت گزار ہونے کا معنی ہے کہ اس کے ایجاد کرنے سے ممکن موجود ہو جائے اور اس کے فنا کرنے سے ممکن معدوم ہو جائے تو آسمانوں اور زمینوں کی ہر مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اللہ کی اطاعت گزار ہے اور

Marfat.com

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حصر کر دیا ہے کہ سب اسی کے اطاعت گزار ہیں' اس کا معنی ہے کہ اللہ ہی خلاق واحد ہے اس کے سوا اور کوئی نہ کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ کسی چیز کو فنا کر سکتا ہے اور قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں کا بھی یہی معنی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (الرعد : ۱۵)

اور آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل : ۴۴)

اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے' لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

امام رازی نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق کی اطاعت کی تفسیر ان کے امکان اور احتیاج سے کی ہے یہ بہت عمدہ تفسیر ہے تاہم یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان تمام مخلوق کا جو تکوینی نظام بنایا ہے وہ سب خوشی یا ناخوشی سے اس نظام کے مطابق عمل کر رہے ہیں' کواکب سیارہ کی گردش' مہر و ماہ کا طلوع اور غروب' زمین کی حرکت' بارش کا ہونا' سمندروں اور دریاؤں کی روانی' نباتات کی روئیدگی' طوفانوں کا اٹھنا' زلزلوں کا آنا اور ہر ذی روح کا مقررہ وقت پر پیدا ہونا اور مرجانا' تمام جواہر' موالید اور عناصر اس تکوینی نظام کے تحت اپنا اپنا کام خوشی یا ناخوشی سے انجام دے رہے ہیں۔

انسان کے جسم کی رگوں میں خون گردش کر رہا ہے' انسان غذا کو کھا کر حلق کے نیچے اتار لیتا ہے پھر اس کھائی ہوئی غذا کو خون' گوشت اور ہڈیوں میں منتقل کرنے کے لیے اس کے جسمانی اعضاء اس تکوینی نظام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ دل' پھیپھڑے' جگر اور معدہ ایک مقررہ وقت تک یہ کام انجام دیتے رہتے ہیں' غرض انسان کے باہر جو پھیلی ہوئی کائنات اور عالم کبیر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں لگا ہوا ہے۔ اور انسان کے اندر جو عالم صغیر ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں لگا ہوا ہے کوئی چیز اس کی اطاعت سے باہر نہیں ہے' ایک درمیان میں یہ خاک کا پتلا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے کر انسان بنا دیا پھر اس کو یہ موقع دیا کہ وہ عالم کبیر کو اللہ کا اطاعت گزار دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرے یا خود اپنے نفس اور عالم صغیر میں جھانک کر دیکھ لے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔ جب اس کا اپنا نفس اور کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریزی سے باہر نہیں ہے تو وہ خود اس کے حضور اطاعت سے سر تسلیم خم کیوں نہیں کرتا!

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حٰمٓ السجدۃ : ۵۳)

عنقریب ہم عالم کے اطراف میں انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے نفسوں میں حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یقیناً وہی (قرآن) حق ہے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ○ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (الذاریات : ۲۱-۲۰)

اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں' کیا تم (ان سے) بصیرت حاصل نہیں کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق کے خوشی یا ناخوشی سے اطاعت گزار ہونے کے دو معنی ہیں ایک وہ جو امام رازی نے بیان فرمایا کہ ہر مخلوق کا اپنے وجود اور عدم میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا اس کی اطاعت گزاری ہے اور دوسرا

Marfat.com

وہ معنی جو ہم نے بیان کیا کہ تمام ممکنات کا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے تکوینی نظام کے تحت خوشی یا ناخوشی سے کام کرنا اس کی اطاعت گزاری ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

آپ کہیے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ

اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور

مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

عیسیٰ اور (دیگر) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ

کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے اطاعت گزار ہیں ○ اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور

الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ

دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

میں سے ہو گا ○ اللہ اس قوم کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے

وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا

حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آچکی تھیں اور اللہ ظالم لوگوں

يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ

کو ہدایت نہیں دیتا ○ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ

لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے

Marfat.com

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○ سوا ان لوگوں کے

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

زیر تفسیر آیت کی آیات سابقہ کے ساتھ مناسبت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ جب ان کے پاس وہ رسول آ جائیں جو ان پر نازل کی ہوئی کتابوں اور ان کے دین کی تصدیق کریں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس رسول پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں' اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے: "آپ کہئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور (دیگر) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا" تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ سیدنا محمد ﷺ ہی وہ رسول ہیں جن پر ایمان لانے کے متعلق نبیوں سے پختہ عہد لیا گیا تھا' اور آپ کے زمانہ میں جس قدر اہل کتاب تھے ان سب پر ضروری تھا کہ وہ آپ پر ایمان لاتے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس آیت سے متصل پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا: کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں؟

اور اللہ تعالیٰ نے اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے کی مذمت فرمائی ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اللہ کا دین کون سا ہے؟ اور کس دین کو اختیار کیا جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتلایا کہ جو کتاب سیدنا محمد ﷺ پر نازل کی گئی اور آپ سے پہلے انبیاء پر جو کتابیں اور احکام نازل کئے گئے تھے ان سب پر ایمان لانا ہی اللہ کا دین ہے اور یہی اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا۔ (آل عمران: ۸۴)

"آپ کہئے" یہ واحد کا صیغہ ہے اور "ہم اللہ پر ایمان لائے" یہ جمع کا صیغہ ہے' بہ ظاہر یوں ہونا چاہئے تھا "آپ کہئے میں اللہ پر ایمان لایا" اس خلاف ظاہر اسلوب کی وجہ یہ ہے کہ اس پر متنبہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کی طرف پیغام لانے والے صرف واحد ہیں اور وہ سیدنا محمد ﷺ ہیں' اس لیے پہلے صیغہ واحد سے خطاب کر کے فرمایا آپ کہئے۔ پھر "ہم اللہ پر ایمان لائے۔" صیغہ جمع کے ساتھ اس لیے فرمایا کہ اس پیغام پر ایمان لانے کے صرف آپ مکلف نہیں ہیں' بلکہ تمام امت اس کی مکلف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ واحد کا صیغہ تواضع' انکسار اور عاجزی کے اظہار کے لیے لاتے ہیں اور جمع کا صیغہ تعظیم اور اجلال کے لیے لاتے ہیں اور اللہ کے سامنے آپ متواضع اور منکسر ہیں اس لیے واحد کے صیغہ سے فرمایا آپ کہئے اور امت کے سامنے آپ معظم اور مکرم اور صاحب جلال ہیں' اس لیے فرمایا آپ امت سے کہیں ہم اللہ پر ایمان لائے' جیسے امراء اور حکام' عوام کے سامنے خود کو جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اور ہم اس پر ایمان لائے) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور (دیگر) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ (آل عمران : ۸۴)

انبیاء سابقین علیہم السلام پر ایمان لانے کا مفہوم

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اس میں اختلاف ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے ان پر کس طرح ایمان لایا جائے' بعض علماء نے یہ کہا کہ جب ان کی شریعت منسوخ ہو گئی تو ان کی نبوت بھی منسوخ ہو گئی' اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ انبیاء اور رسل تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے کہ وہ اب انبیاء اور رسل ہیں اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ان کی شریعت کا منسوخ ہونا ان کی نبوت کے منسوخ ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اب بھی انبیاء اور رسل ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس مسئلہ میں تحقیق دوسرا قول ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ تمام انبیاء سابقین اب بھی نبی اور رسول ہیں اور ان پر نازل کی ہوئی کتابوں پر بھی ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ آسمانی کتابیں ہیں' ہرچند کہ اب وہ کتابیں بعینہٖ باقی نہیں ہیں اور اہل کتاب نے ان میں لفظی اور معنوی تحریف کر دی ہے۔ یہ آیت سورہ بقرہ میں بھی ہے وہاں پر ارشاد ہے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ۔ رسول اس پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا۔ (البقرۃ : ۲۸۵)

اور یہاں ارشاد ہے :

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا۔ آپ کہیے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا۔ (آل عمران : ۸۴)

سورۂ بقرہ میں "الی" کا لفظ ہے اور یہاں "علی" کا لفظ ہے۔ "الی" کا معنی اللہ کی طرف سے اور "علی" کا معنی رسول پر ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ کا کلام اور اس کی کتابیں اللہ کی طرف سے رسول پر نازل ہوتی ہیں سورہ بقرہ میں اللہ کی جانب کا اعتبار کیا اور فرمایا جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اور یہاں رسول کا اعتبار کیا اور فرمایا اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا' خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں منزل اور دوسری آیت میں منزل علیہ کا اعتبار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

اس میں یہود کی طرف تعریض ہے کہ وہ بعض نبیوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض پر ایمان نہیں لاتے تھے' اس کے برعکس ہم تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور نفس نبوت میں کسی نبی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران : ۸۵)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہود نے کہا ہم مسلمان ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر حج کرنے کا حکم نازل کیا' مسلمانوں نے حج کر لیا اور کفار بیٹھے رہے۔

Marfat.com

نیز اس آیت نے درج ذیل آیت کے مفہوم کو منسوخ کر دیا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ : ۶۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو بھی اللہ اور روز قیامت پر ایمان لالیا اور اس نے نیک عمل کیے تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں' عیسائیوں اور صابئین کا دین بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اسلام کے سوا اور کوئی دین اللہ کے نزدیک ہرگز قبول نہیں ہو گا' اور سورہ بقرہ کی ظاہر آیت سے جو مفہوم نکل رہا تھا اس کو اس آیت سے منسوخ فرما دیا۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۴۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اسلام کے لغوی اور شرعی معنی کا بیان

علامہ ابوالحیان اندلسی اور بعض دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اسلام سے مراد یہاں اسلام کا لغوی معنی ہے یعنی ظاہری اطاعت اور فرمانبرداری' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد اسلام کا شرعی اور اصطلاحی معنی ہے یعنی وہ عقائد اور احکام جن کے ساتھ نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور جس دین کی آپ نے تبلیغ کی۔

امام رازی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان اور اسلام مترادف ہیں کیونکہ اگر ایمان اسلام کا غیر ہو تو لازم آئے گا کہ پھر ایمان غیر مقبول ہو۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں ہے' اس لیے یہ جائز ہے کہ ایمان سے مراد عقائد اور احکام کی تصدیق ہو اور اسلام سے مراد ان عقائد کا اقرار اور ان احکام پر عمل کرنا ہو' تاہم صحیح یہی ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں مترادف ہیں اور دونوں سے مراد ان عقائد اور احکام کی تصدیق ہے جن کے ساتھ نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا' البتہ درج ذیل آیت میں اسلام کا لغوی معنی یعنی اطاعت کرنا مراد ہے : (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا (الحجرات : ۱۴)

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے' آپ کہیے تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو ہم نے اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اسلام قبول نہ کرنے کے نقصان کا بیان

نقصان کا معنی ہے اصل مال کا ضائع ہو جانا' اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس فطرت سلیمہ کو ضائع کر دیا جس پر وہ پیدا کیا گیا تھا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور سے مکمل جانور پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کوئی نقص دیکھتے ہو! اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۵ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ' ۱۳۸۱ھ ' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۶ ' ۳۱۵ ' مطبوعہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کی صلاحیت رکھتا ہے اور آخرت کی فوز و فلاح حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس یہی اصل سرمایہ ہے اور جب اس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کر لیا تو اس نے اپنے اصل سرمایہ کو ضائع کر دیا اور اب اس کے پاس اخروی کامیابی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا' اب وہ آخرت میں ثواب سے محروم ہو گا اور عذاب میں مبتلا ہو گا' اسے اسلام قبول نہ کرنے کا افسوس ہو گا اور دوسرے ادیان کے احکام پر عمل کرنے کی مشقت اٹھانے کی وجہ سے پشیمانی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی' حالانکہ وہ لوگ پہلے یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آچکی تھیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔
(آل عمران : ۸۶)

زیر تفسیر آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کے شان نزول کے متعلق کئی اقوال ہیں' امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص مسلمان ہوا' پھر مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ لاحق ہو گیا' پھر وہ نادم ہوا اور اس نے اپنی قوم کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی ---- سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے۔ ان کی قوم نے ان کو پیغام بھیجا' پھر وہ مسلمان ہو گئے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ حارث بن سوید آئے اور نبی ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے' پھر حارث دوبارہ کافر ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے' تب اللہ عزوجل نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں' ان کی قوم کے ایک شخص نے ان کے سامنے ان آیات کو پڑھا' حارث نے کہا بے شک تم نے سچ کہا' اور بے شک رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ صادق ہیں اور بے شک اللہ عزوجل تینوں میں سب سے زیادہ صادق ہے' حارث دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور انہوں نے اسلام میں نیک عمل کیے۔

حسن بصری نے کہا یہ آیتیں یہود و نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں' جو اپنی کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کی صفات پڑھتے تھے اور ان کا اقرار کرتے تھے اور ان کے حق ہونے کی شہادت دیتے تھے اور جب آپ ان کے علاوہ دوسری قوم سے مبعوث ہو گئے تو انہوں نے آپ کا انکار کیا اور آپ کا اقرار کرنے کے بعد آپ کا کفر کیا۔

ایک اور سند کے ساتھ حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنی آسمانی کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کا ذکر پڑھتے تھے اور آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

امام ابو جعفر نے کہا ان اقوال میں حق کے زیادہ مشابہ اور آیات قرآن کے زیادہ قریب وہ قول ہے جو حسن بصری سے منقول ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۴۳ ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا مطلب

اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیرو شر کے راستوں کو پیدا کیا اور انسان کی عقل میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ خیر اور شر کو متمیز کر سکے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی معرفت اور اپنے پسندیدہ اعمال کی طرف رہنمائی کرنے اور ناپسندیدہ اعمال سے روکنے کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور آسمانی کتابوں اور صحائف کو نازل کیا اور ان کی توضیح اور تشریح کے لیے ہر دور میں علماء ربانیین اور مجددین کو پیدا فرمایا- درج ذیل آیات میں اس امر پر روشنی پڑتی ہے :

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (البلد : ۱۰-۸)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان اور دو ہونٹ ○ اور ہم نے اسے (خیر اور شر کے) دو واضح راستے دکھا دیئے-

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ○ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (القیامہ : ۱۵-۱۴)

بلکہ انسان خود اپنے اوپر شاہد ہے ○ خواہ وہ اپنے تمام عذر (بھی) پیش کردے-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنو اسرائیل : ۱۵)

اور ہم عذاب دینے والے نہیں حتی کہ ہم رسول بھیج دیں-

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اللہ نے خیر اور شر کو متمیز کرنے کے لیے انسان کو عقل اور شعور عطا کیا اور اپنی معرفت اور اپنے احکام سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے رسول بھیجے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وہ عام ہدایت ہے جو اس نے ہر انسان کو عطا کی ہے اور کوئی شخص اللہ کے خلاف یہ حجت نہیں پیش کر سکتا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت نہیں دی اس لیے وہ معذور ہے-

مرتدوں کو ہدایت نہ دینے کے اشکال کے جوابات اور بحث و نظر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے : "اللہ اس قوم کو کیونکر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی' حالانکہ پہلے یہ لوگ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آچکی تھیں' اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا-"

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان ظالمین اور مرتدین کو ہدایت نہیں دی تو پھر ان کا دوبارہ اسلام کی طرف رجوع نہ کرنا اور توبہ نہ کرنا اور اپنے کفر اور ارتداد پر برقرار رہنا کیوں کر لائق مذمت اور باعث عذاب ہو گا! امام رازی نے معتزلہ کی طرف سے اس اشکال کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ہدایت سے مراد وہ الطاف اور عنایات ہیں جو اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ مومنین کو عطا فرماتا ہے اور اس کی ہدایت میں مزید ترقی عطا فرماتا ہے جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے :

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت : ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھا دیں گے اور بے شک اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے-

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا

Marfat.com

ہے۔ (مریم : ۷۶)

يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ : ۱۶)

اللہ اس (رسول اور کتاب) کے ذریعہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو سلامتی کی راہوں کی اتباع کرتے ہیں' اور ان کو اپنے اذن سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور مرتدوں کو اسلام کی طرف ہدایت نہیں دیتا' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور مرتدوں پر وہ الطاف اور عنایات نہیں فرماتا جو ہدایت یافتہ مومنوں پر فرماتا ہے' لیکن یہ جواب اس آیت کے سیاق اور سباق کے خلاف ہے کیونکہ اس کے متصل بعد دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

''ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے' سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا صریح مفہوم یہی ہے کہ جن لوگوں پر کھلی ہوئی نشانیاں اور دلائل اور معجزات سے ہدایت بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہو گئی اور اس کو انہوں نے تسلیم بھی کر لیا اور پھر کسی دنیاوی اور باطل غرض کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ از خود اسلام کی اور توبہ کی ہدایت نہیں دیتا الا یہ کہ وہ خود اپنے اس ارتداد پر نادم اور تائب ہوں' تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور معتزلہ کے جواب کا اس اشکال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب امام رازی اور علامہ ابوالحیان اندلسی وغیرھما نے متکلمین اہل سنت کی طرف سے یہ نقل کیا ہے کہ بندہ جس فعل کو کرنے کا قصد (کسب) کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس فعل کو پیدا فرمادیتا ہے تو جن مرتدوں اور ظالموں نے ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام کی طرف لوٹنے اور توبہ کرنے کا قصد ہی نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ ان میں ہدایت کیونکر پیدا فرمائے گا ہاں جو مرتدین بعد میں نادم ہوئے اور انہوں نے اسلام کی طرف رجوع کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں ہدایت کو پیدا فرمادیا۔ معتزلہ نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر مومنوں میں اللہ تعالیٰ ہدایت پیدا کرتا ہے تو کافروں میں کفر بھی اس کے پیدا کرنے سے ہو گا اور پھر کافر اپنے کفر میں معذور ہو گا' لیکن یہ اعتراض اس لیے صحیح نہیں ہے کہ کافر جب کفر کا ارادہ کرتا ہے تب اللہ تعالیٰ اس میں کفر کو پیدا کرتا ہے اور اس کو سزا اس کے کسب اور اختیار کی وجہ سے دی جائے گی' دراصل معتزلہ اور اہل سنت میں بنیادی اختلاف یہ ہے کہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے مومن اپنے ایمان کا خالق ہے اور کافر اپنے کفر کا' اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ہر فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' البتہ انسان جس فعل کو اختیار کرتا ہے اور اس کا کسب اور ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی فعل کو پیدا فرمادیتا ہے' انسان کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان کو جزاء اور سزا اس کے کسب اور اختیار کی وجہ سے دی جاتی ہے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب جس کی طرف میرا ذہن متوجہ ہوا وہ یہ ہے کہ جو لوگ حق اور ہدایت کے بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہونے اور پھر اس کو قبول کرنے کے بعد اس سے مرتد ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہ طور سزا از خود ہدایت نہیں دیتا البتہ اگر وہ اس ارتداد پر نادم اور تائب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

Marfat.com

اور اس اشکال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی حقانیت کو دلائل اور کھلی نشانیوں سے جان چکے پھر اس کو مان چکے اس کے بعد وہ کسی باطل غرض کی بناء پر مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو جبراً ہدایت نہیں دیتا کہ ان کو بہ زور اسلام میں داخل کر دے' ہاں! جو از خود نادم اور تائب ہو اور اسلام کی طرف پلٹ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

شیخ امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ہدایت کے تین مرحلے ہیں آخری مرحلہ اس کا ہدایت آخرت کا ہے۔ اس مرحلہ میں غایت مقصود کی طرف ہدایت ہوتی ہے اور بندہ اپنی مساعی کے ثمرہ سے بہرہ مند اور اپنی جدوجہد زندگی کے حاصل سے بامراد ہوتا ہے۔ ہدایت کا لفظ اس معنی میں بھی قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ مجھے بار بار خیال ہوتا ہے کہ " یھدی " اس آیت میں اس معنی میں ہے۔

(تدبر قرآن ج ۲ ص ۱۳۷)

اصلاحی صاحب کی اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتدوں کو دین اسلام کی طرف ہدایت تو دیتا ہے لیکن ان کو آخرت میں جنت کی ہدایت نہیں دیتا جب کہ قرآن مجید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ دین اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کو از خود اسلام کی طرف ہدایت نہیں دیتا' الا یہ کہ وہ خود اسلام کی طرف پلٹ آئیں' نیز یہاں پر اصل اشکال یہ تھا کہ جب اللہ مرتدوں اور ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا تو پھر ان کے توبہ نہ کرنے اور اسلام کی طرف نہ لوٹنے میں ان کا کیا قصور ہے؟ اصلاحی صاحب کی تقریر میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

نیز شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں :

استاذ مرحوم اس ہدایت کا عام مفہوم ہی مراد لیتے ہیں' ان کے نزدیک یہاں بنی اسرائیل کے لیے جس ہدایت کی نفی کی ہے وہ من حیث القوم ہے' من حیث الافراد نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ جو قوم ایسے شدید جرائم کی مرتکب ہوئی ہے اس کے اسلام کی راہ کس طرح کھل سکتی ہے۔ (تدبر قرآن ج ۲ ص ۱۳۷' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور)

شیخ امین احسن اصلاحی کے استاذ گرامی فراہی صاحب کی تفسیر بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو لوگ اسلام کی حقانیت کو دلائل اور کھلی نشانیوں سے جاننے اور پھر ماننے کے بعد کافر ہو گئے اور ظاہر ہے کہ بنو اسرائیل من حیث القوم پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ پوری قوم بنو اسرائیل پہلے مسلمان ہوئی اور پھر اس کے بعد کافر ہو گئی اور یہ بالکل بدیہی ہے البتہ بنو اسرائیل کے بعض افراد پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ اسلام کی صداقت کو پہچان کر مسلمان ہو گئے اور پھر اغراض باطلہ کی وجہ سے پھر کفر کی طرف لوٹ گئے' ان میں سے بعض تادم مرگ کفر پر برقرار رہے اور بعض نادم اور تائب ہو کر اسلام کی طرف پلٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں اپنے استاذ شیخ اشرف علی تھانوی سے نقل کرتے ہیں :

اس آیت سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کسی کو مرتد ہونے کے بعد ہدایت نصیب نہیں ہوتی حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ بہت سے لوگ مرتد ہونے کے بعد ایمان قبول کر کے ہدایت یافتہ بن جاتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں جو ہدایت کی نفی کی گئی ہے اس کی مثال ہمارے محاورات میں ایسی ہے جیسے کسی بدمعاش کو کوئی حاکم اپنے ہاتھ سے سزا دے اور وہ کہے کہ مجھ کو حاکم نے اپنے ہاتھ سے خصوصی عنایت فرمائی ہے' اور اس کے جواب میں کہا جاوے کہ ایسے بدمعاش کو ہم خصوصیت کیوں دینے لگے' یعنی یہ امر خصوصیت ہی نہیں اور یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایسا شخص کسی طرح قابل خصوصیت

Marfat.com

نہیں ہو سکتا اگر شائستہ بن جاوے۔ (بیان القرآن) (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۰۵ مطبوعہ کراچی)

اس تفسیر کا غیر صحیح ہونا بالکل واضح ہے' اس آیت سے یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ کسی کو مرتد ہونے کے بعد ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے صراحتہ "استثناء بیان فرمایا ہے: سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے' سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے اس آیت پر ہونے والے اشکال کو چھیڑا ہی نہیں اور سرسری تفسیر کر کے گزر گئے' حالانکہ تفسیر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ قرآن مجید پر وارد ہونے والے اشکالات کو دور کیا جائے اور اس میں پیدا ہونے والی الجھنوں سے ذہنوں کو صاف کیا جائے اور بعض مفسرین نے یہاں قیل و قال کی اور موشگافیاں نکالیں لیکن ان کا ذہن اصل اشکال اور اعتراض کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن

بیشک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر انھوں نے اور زیادہ کفر کیا ان کی توبہ

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ

ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں ○ بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم

کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے، ان میں سے اگر کوئی شخص تمام (روئے) زمین کو بھر کر سونا

مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

(بھی) فدیہ میں دے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ان ہی لوگوں کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع ۹ ۱۱ ۱۷

دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا' پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا۔ (آل عمران: ۹۰)

مرتدین کے کفر میں زیادتی کا بیان

جو لوگ مرتد ہو گئے' اور انہوں نے ارتداد کے بعد اور زیادہ کفر کیا اس کفر میں زیادتی کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) اہل کتاب سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے تھے' پھر جب آپ مبعوث ہو گئے تو انہوں نے

Marfat.com

آپ کا کفر کیا' پھر وقتاً" فوقتاً" آپ پر طعن کر کے اور مومنین کے دلوں میں آپ کی نبوت کے خلاف شکوک و شبہات ڈال کر' کتاب میں تحریف کر کے' اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے میثاق کو توڑ کر اور کھلے ہوئے معجزات دیکھنے کے باوجود ہٹ دھرمی سے آپ کا مسلسل انکار کر کے زیادہ کفر کرتے رہے۔

(۲) یہود پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہو گئے' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا انکار کر کے انہوں نے اور زیادہ کفر کیا۔

(۳) یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے' پھر ان کا زیادہ کفر یہ تھا کہ وہ مکہ میں آپ کے خلاف گھات لگا کر بیٹھ گئے' تاکہ آپ کو نقصان پہنچائیں۔

(۴) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرتد ہو گئے اور کفر میں ان کی زیادتی یہ تھی کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے نفاقاً" مسلمان ہو گئے۔ علاوہ ازیں مرتدین کے کفر میں زیادتی کے متعلق مطلقاً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مرتد کا اپنے ارتداد پر اصرار کرنا اور اسلام کی طرف رجوع نہ کرنا یہ بھی اس کے کفر میں زیادتی ہے۔

مرتدین کی توبہ قبول نہ ہونے کا محمل

اس آیت میں فرمایا ہے: "بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا' پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا' ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔" اس سے معلوم ہوا کہ مرتدین کی توبہ قبول نہیں ہو گی' حالانکہ اس سے پہلی آیت میں مرتدین کے متعلق فرمایا تھا: "سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے' سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مرتدین کی توبہ قبول کر لی جائے گی' اور یہ ان دو آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مرتدین کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اس آیت میں جو فرمایا ہے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اس کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) جو لوگ غرغرہ موت اور نزع روح کے وقت توبہ کریں یا اخروی عذاب کو دیکھ کر توبہ کریں ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (النساء: ۱۸)	ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہو گی جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے جب کسی کو موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہو گی جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں۔ ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

(۲) جو لوگ حالت کفر پر مر جاتے ہیں ان کی توبہ مرنے کے بعد قبول نہیں ہو گی جیسا کہ مذکور الصدر آیت کے آخر میں فرمایا ہے۔

(۳) جو لوگ ایک کفر سے تائب ہو کر دوسرے کفر کی طرف لوٹتے ہیں مثلاً یہودیت سے نصرانیت کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

(۴) کفر پر مرنا توبہ قبول نہ ہونے کا سبب ہے' اس آیت میں مسبب کا ذکر ہے اور اس سے سبب کا ارادہ کیا ہے اور توبہ قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ مرتد ہو گئے اور بار بار کفر کرتے رہے (جیسے بعض معاندین یہود اور منافقین تھے)

Marfat.com

وہ کفر پر مریں گے۔

(۵) اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے حالت کفر اور ارتداد میں اپنے گناہوں سے توبہ کی ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ گناہوں سے توبہ کے لیے ایمان شرط ہے' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس نے اپنے کفر اور ارتداد سے توبہ کی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

(۶) جن لوگوں نے صرف زبان سے توبہ کی' اخلاص اور صدق نیت سے توبہ نہیں کی' ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

(۷) جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کیا پھر کفر میں زیادتی کی پھر اس کفر میں زیادتی سے توبہ کی اور اصل کفر سے توبہ نہیں کی ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا ہے "وہی لوگ گمراہ ہیں۔" حالانکہ ان کے علاوہ دیگر کفار بھی گمراہ ہیں' پھر یہ حصر کیونکر صحیح ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ بار بار کفر کریں وہ مکمل گمراہ ہیں' اگرچہ دوسرے بھی گمراہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ حالت کفر میں مر گئے ان میں سے اگر کوئی شخص تمام (روئے) زمین کو بھر کر سونا بھی فدیہ میں دے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا' ان ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (آل عمران : ۹۱)

ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کفار کی تین قسمیں

مذکور الصدر آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان کے ایمان مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں بیان فرمائی ہیں :

(۱) جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جائے اور تادم مرگ کفر پر قائم رہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا' اور اس کو جزا" یا سزاء" ہدایت نہیں دیتا' اس کے لیے سخت سزا ہے' وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی نہ اس کو مہلت دی جائے گی' البتہ ان میں سے جو شخص نادم اور تائب ہو گیا اور اس نے بداعمالیوں کی تلافی کی اور نیک عمل کر لیے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس کے لیے رحمت اور مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(۲) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور مسلسل کفر کرتے رہے اور موت کو دیکھ کر توبہ کی یا صرف زبان سے توبہ کی اور دل سے توبہ نہیں کی' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول نہیں فرمائے گا۔

(۳) جو کافر کفر پر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی کسی نیکی کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا خواہ اس نے عبادت کی نیت سے روئے زمین کے برابر سونا خیرات کیا ہو' اور نہ روئے زمین کے برابر سونا آخرت میں اس کے عذاب کا فدیہ ہو سکتا ہے قرآن مجید میں ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (المائدہ : ۳۶)	بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور چیزیں (بھی) ہوں تاکہ وہ ان کو قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دیں' تو وہ ان سے قبول نہیں کی جائیں گی اور ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے قیامت کے دن ایک کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ بتا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ تمام زمین کو بھر لے' کیا تو اس کو فدیہ میں دے گا؟ وہ کہے گا : ہاں! اس سے کہا جائے گا تجھ سے تو دنیا میں اس سے کہیں آسان چیز (اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے) کا سوال کیا گیا تھا۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اس میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ کی اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن کافر تو کسی کھجور کی کھوکھلی گٹھلی جیسی حقیر چیز کا بھی مالک نہیں ہو گا تو اس کے متعلق تمام زمین بھر سونا فدیہ کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دنیا میں کافر نے اتنا سونا خیرات کیا ہو پھر بھی وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض قیامت کے دن کافر کے پاس اتنا سونا ہو اور وہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دینا چاہے تو یہ فدیہ قیامت کے دن اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

نیز اس سے پہلے ہم صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان بہت نیکیاں کرتا تھا' مہمانوں کو کھلاتا تھا' قیدیوں کو آزاد کراتا تھا' بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا' کیا اس کو اس سے نفع ہو گا؟ آپ نے فرمایا نہیں' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا : اے میرے رب! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

اس آیت کے اخیر میں فرمایا ہے کہ کفار کا کوئی مددگار نہیں ہو گا' اور اس میں حصر فرمایا ہے یعنی صرف ان ہی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اس آیت میں مومنین کے لیے شفاعت کے قبول ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ اگر مومنوں کے لیے بھی شفاعت قبول نہ ہو تو اولاً تو حصر صحیح نہیں رہے گا۔ ثانیاً اگر مسلمانوں اور کافروں دونوں کے حق میں شفاعت کا مقبول نہ ہونا مشترک ہو تو یہ چیز صرف کافروں کے لیے کیوں کر حسرت و حرمان اور وعید کا سبب بن سکتی ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو اور تم جس چیز کو بھی خرچ کرتے ہو ، اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ○

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کافر اگر قیامت کے دن بالفرض روئے زمین کے برابر سونا بھی صدقہ کرے تو وہ مقبول نہیں ہو گا' تب یہ سوال پیدا ہوا کہ صدقہ کب قبول ہو گا' کس کا قبول ہو گا اور کون سے صدقہ کی قبولیت زیادہ متوقع ہے' تب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صدقہ کرنا بر (نیکی) ہے اور ابرار کا صدقہ قبول ہو گا' اور نیکی تب حاصل ہو گی جب ان چیزوں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے جو انسان کو سب سے زیادہ پسند ہوں۔

Marfat.com

بِر کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

بِر کا معنی ہے صلہ' جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے تو کہتے ہیں اس نے بِر کی' قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت اسی معنی میں ہے:

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (الممتحنہ: ۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ بر کرنے یعنی عدل اور احسان کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا' بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز بر یعنی نیکی نہ پا سکو گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

ابو منصور نے کہا بر دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو ہدایت' نعمت اور اچھی چیزیں عطا فرمائی ہیں وہ دنیا کی خیر ہے اور جنت میں دائمی نعمتوں کا حصول آخرت کی خیر ہے (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائے آمین) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی بر کی ہدایت دیتی ہے' شمر نے کہا اس حدیث میں بر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا بر سے مراد صلاح (درستگی) ہے اور بعض نے کہا بر سے مراد خیر ہے' اور میرے علم میں اس سے زیادہ جامع بر کی اور کوئی تفسیر نہیں ہے' کیونکہ یہ تمام اقوال کو جامع ہے۔

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بر ہے' ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ بعض اہل لغت نے کہا کہ بر کا اصل معنی وسعت ہے بحر کے مقابلہ میں بر کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے' پھر یہ لفظ شفقت' احسان اور صلہ میں مشہور ہو گیا' مصنف (صاحب قاموس) نے بصائر میں کہا ہے کہ بر کا معنی ہے فعل خیر میں توسع' کبھی یہ لفظ اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور البر الرحیم کہا جاتا ہے اور کبھی بندے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور بر العبد ربہ کہا جاتا ہے یعنی بندے نے زیادہ عبادت کی' یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو ثواب عطا کرنے اور بندے کی طرف منسوب ہو تو اطاعت کے معنی میں ہے' اطاعت کی ایک قسم اعتقاد ہے اور دوسری اعمال' قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت ان دونوں قسموں کو شامل ہے:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِۙ وَالسَّآىٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْاۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِؕ

اصل بر (نیکی) یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو' البتہ اصل بر اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ' روز آخرت' فرشتوں' (آسمانی) کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے' اور مال سے محبت کے باوجود (اللہ کے لیے) رشتہ داروں' مسکینوں' مسافروں' سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرنے کے لیے مال دے اور نماز قائم کرے' اور زکوٰۃ ادا کرے' اور عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرنے والے اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے۔ یہی

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ لوگ (بر میں) صادق ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔
(البقرة : ۱۷۷)

روایت ہے کہ نبی ﷺ سے بر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی' کیونکہ یہ آیت اعتقاد' اعمال' فرائض' نوافل' بر والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں وسعت پر مشتمل ہے۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۴۷۔۳۶' مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر' ۱۳۰۶ھ)

نیکی کے حصول کے لیے صحابہ کرام کا اپنی محبوب چیزوں کو صدقہ کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں کھجوروں کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے' اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحا کا باغ تھا' یہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا' رسول اللہ ﷺ اس باغ میں داخل ہوتے اور اس کا میٹھا پانی پیتے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : "تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتی کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو" تب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا : یا رسول اللہ! بے شک اللہ فرماتا ہے : تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکو گے حتی کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔" اور بے شک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحا ہے' اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور میں اللہ کے نزدیک اس کی نیکی اور آخرت میں اس کے اجر کی توقع رکھتا ہوں' یا رسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو رکھیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑو' یہ نفع بخش مال ہے' یہ نفع بخش مال ہے' اور میں نے سن لیا جو تم نے کہا ہے' اور میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابو طلحہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے :

(ا) زمینوں اور باغات کو اپنی ملکیت میں رکھنا جائز ہے' اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو زمینوں کی شخصی ملکیت کو ناجائز کہتے ہیں' اور اس میں اس روایت کا بھی رد ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ زمینوں کو نہ رکھو ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(ب) دوست کے باغ سے پانی پینا اور پھل کھانا جائز ہے اسی طرح اس کے مکان سے کھانا' کھانا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کا دوست اس سے خوش ہوتا ہو' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء کا باغات میں جانا جائز ہے۔

(ج) علماء اور صالحین سے مشورہ لینا جائز ہے' خواہ مشورہ صدقہ و خیرات سے متعلق ہو یا کسی اور نفلی عبادت سے' یا دنیا کا کوئی معاملہ ہو' اور اپنی محبوب چیز کو خرچ کرنے کے متعلق بھی مشورہ کرنا جائز ہے۔

(د) اگر کسی مال کو مطلق وقف کیا جائے اور اس کے خرچ کرنے کی مد کو متعین نہ کیا جائے پھر بھی وقف کرنا صحیح ہے' اور جب تک قبول نہ کیا جائے وکالت صحیح نہیں ہے۔

(ہ) اپنے رشتہ داروں اور خاندان کے دیگر غریبوں پر نفلی صدقہ کرنا دوسرے لوگوں پر صدقہ کرنے سے افضل ہے' اور اس

Marfat.com

کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ "تمہارے لیے دو اجر ہیں رشتہ داروں سے حسن سلوک کا اور صدقہ کا۔" نیز صحیح بخاری (کتاب الھبہ) میں ہے کہ جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا تو آپ نے فرمایا اگر تم یہ اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں زیادہ اجر ہوتا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی خدمت میں اپنے محبوب گھوڑے کو لے کر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اللہ کی راہ میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے یہ گھوڑا (ان کے بیٹے) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت زید بن حارثہ اس پر رنجیدہ ہوئے' جب نبی ﷺ نے ان کی اس کیفیت کو دیکھا تو آپ نے فرمایا سنو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس صدقہ کو قبول کر لیا ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۴۷' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ آیت یاد آئی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تو میں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں غور کیا کہ کون سی نعمت مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' تو میں نے دیکھا کہ ایک رومی کنیز تھی جو مجھے زیادہ محبوب تھی میں نے کہا یہ اللہ کے لیے آزاد ہے' سو اب اگر میں اس کی طرف لوٹتا تو اس سے نکاح کر لیتا۔

(تفسیر القرآن ج ۲ ص ۷۱' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ ان کے لیے قیدیوں میں سے ایک کنیز خرید لیں' حضرت عمر نے اس کنیز کو بلایا اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتی کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔" پھر آپ نے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔

امام عبد بن حمید ثابت بن حجاج سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت زید نے کہا اے اللہ! تجھے علم ہے کہ مجھے اپنے مال میں سے اس گھوڑے کے سوا اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے' حضرت زید نے وہ گھوڑا مسکینوں پر خرچ کر دیا' پھر حضرت زید نے دیکھا کہ وہ لوگ اس گھوڑے کو فروخت کر رہے تھے' انہوں نے نبی ﷺ سے اس گھوڑے کو خریدنے کے متعلق سوال کیا' آپ نے ان کو خریدنے سے منع فرمایا۔

امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (پکی ہوئی) گوہ لائی گئی آپ نے اس کو خود کھایا نہ اس سے منع فرمایا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آیا ہم یہ مسکینوں کو کھلا دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو تم خود نہیں کھاتے وہ دوسروں کو بھی نہ کھلاؤ۔ امام ابن المنذر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر شکر خرید کر اس کو صدقہ کر دیتے' ہم نے مشورہ دیا اگر آپ اس شکر کے بدلہ طعام خرید لیں تو اس سے ان کو بہت فائدہ ہوگا! حضرت ابن عمر نے فرمایا میں جانتا ہوں تم جو کچھ کہہ رہے ہو' لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

فرماتا ہے۔ "تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکو گے حتی کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔"
(الدر المنثور ج ۲ ص ۵۱ 'مطبوعہ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی' ایران)

پسندیدہ اور محبوب مال کا معیار

مال محبوب میں محبت سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کی طرف نفس کا میلان ہو اور اس چیز میں اس کا دل اٹکا رہے' اسی وجہ سے اس چیز کو خرچ کرنا نفس پر بہت شاق اور دشوار ہوتا ہے اور اسی بناء پر ان مسلمانوں کی مدح کی گئی ہے جو اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں' قرآن مجید میں ہے :

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا (الدھر : ۹۔۸)

اور وہ طعام سے محبت کے باوجود مسکین' یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں' ہم تم سے کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ سپاس۔

بعض علماء نے کہا مال محبوب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو خود اس مال کی ضرورت ہو' کیونکہ جو لوگ اپنی ضروریات کے باوجود مال کو دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے :

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (الحشر : ۹)

اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں (خود) شدید حاجت ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال محبوب سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فی نفسہ صحیح اور لائق استعمال ہو' ردی' خبیث اور ناقابل استعمال نہ ہو جیسے گلے سڑے پھل' خراب ہو جانے کے بعد بدبودار کھانا' بہت زیادہ بوسیدہ اور پھٹے ہوئے کپڑے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ (البقرہ : ۲۶۷)

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی کمائی سے عمدہ چیزوں کو خرچ کرو' اور ان چیزوں میں سے جن کو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے اور جو ردی اور ناکارہ چیز ہو اس کو دینے کا ارادہ (بھی) نہ کرو کہ (راہ خدا میں) اس میں سے خرچ کرنے لگو' حالانکہ تم خود بھی اس کو لینے والے نہیں ہو سوا اس کے کہ تم چشم پوشی کرو۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کا بھی یہی محمل ہے کہ انسان اپنے لیے ردی اور ناقابل استعمال چیز پسند نہیں کرتا' سو وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اس کو پسند نہ کرے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے شخص کی طبیعت کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے

Marfat.com

مریض کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم (ہائی بلڈ پریشر) کے مریض کے لیے نمکین چیز اور کلسٹرول اور یرقان کے مریض کے لیے چکنائی اور گوشت منع ہیں- گردہ میں پتھری کے مریض کے لیے چاول اور کیلشیم پر مشتمل دوسری اجناس منع ہیں جب کہ دوسرے تندرست شخص کے لیے ان چیزوں کا کھانا منع نہیں ہے' اس لیے اس آیت اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شوگر کا مریض کسی صحت مند شخص کو میٹھی اور نشاستہ والی چیز نہ دے' بلکہ وہ کسی شوگر کے مریض کو کھانے کے لیے ایسی چیز نہ دے جس کو وہ خود اس بیماری میں نقصان دہ سمجھتا ہے- البتہ صحت مند لوگوں کو ان چیزوں کا دینا اس آیت اور اس حدیث کے تحت داخل نہیں ہے-

اسی طرح اہل ثروت بعض چیزوں کے استعمال کو اپنے معیار کے اعتبار سے لائق استعمال نہیں سمجھتے جب کہ ان کے نوکروں اور دوسرے غرباء کے لیے وہ چیزیں بہرحال نعمت ہوتی ہیں مثلاً قابل استعمال پرانے کپڑے' پرانے بستر اور دوسری کار آمد چیزیں' ہاں وہ اہل ثروت اپنے ہم مرتبہ دوسرے اہل ثروت کو ایسی چیزیں نہ دیں جن کو وہ اپنے معیار سے کم تر خیال کرتے ہیں- امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور اس کے رتبہ کے لحاظ سے سلوک کرو- (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر تاجر مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے گی' اور اگر کوئی غریب یا مزدور مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کی حیثیت کے لحاظ سے کی جائے گی- اسی طرح رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی حسب حیثیت سلوک کیا جائے گا-

علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس آیت میں صدقہ سے مراد آیا صدقہ واجبہ ہے یا صدقہ نفلیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے صدقہ واجبہ مثلاً زکوۃ مراد ہے اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ اس سے مراد عام صدقات ہیں خواہ صدقات واجبہ ہوں یا صدقہ نفلیہ' یعنی مسلمان جس چیز کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ ایسی چیز ہو جس کو وہ خود بھی اپنے لیے پسند کرتا ہو اور وہ چیز ردی' ناکارہ اور ناقابل استعمال نہ ہو' اور اگر وہ چیز اس کی پسندیدہ اور محبوب ہے تو یہ بڑی فضیلت کی بات ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ناقابل استعمال چیز کا تو دینا جائز نہیں ہے اور پسندیدہ نفیس اور محبوب چیز کا دینا فضیلت اور رضائے الٰہی کا موجب ہے-

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو تمہاری پسندیدہ ہیں' اس آیت میں "من" کا لفظ ہے اگر یہ من تبعیضیہ ہو تو معنی ہو گا تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکو گے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی بعض پسندیدہ چیزیں خرچ نہ کرو اور اس صورت میں پسندیدہ چیزوں سے محبوب اور نفیس چیزیں مراد ہوں گی' اور اس آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ نیکی حاصل کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں اپنی تمام پسندیدہ چیزوں کو دینا ضروری نہیں ہے' بلکہ اگر کسی شخص نے زندگی میں دو چار بار بھی اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دی ہیں تو اس کا ابرار اور نیکوں میں شمار ہو گا اور اگر یہ "من" بیانیہ ہو تو اس کا معنی ہو گا : تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکو گے جب تک تم ان چیزوں کو خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہوں اور اب یہ ضروری ہو گا کہ کسی ناپسندیدہ چیز کو خرچ نہ کیا جائے اور اس صورت میں پسندیدہ کا معنی ہو گا جو چیزیں فی نفسہ صحیح اور لائق استعمال ہوں' اور اللہ کی راہ میں کوئی ردی اور ناکارہ چیز نہ دی

Marfat.com

جائے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اس آیت میں "من" تبعیضیہ اور "من" بیانیہ دونوں درست ہیں اور "من" تبعیضیہ ہو تو پسندیدہ سے مراد محبوب چیزیں اور "من" بیانیہ ہو تو اس سے مراد قابل استعمال چیزیں ہیں' بعض علماء اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکے اور انہوں نے یہاں پر من کو مطلقاً" تبعیضیہ پر محمول کیا' اور بعض نے "من" کو مطلقاً" بیانیہ پر محمول کیا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس آیت میں بِر سے کیا مراد ہے' بعض علماء نے کہا اس سے مراد اعمال مقبولہ ہیں' بعض علماء نے کہا اس سے مراد ثواب اور جنت ہے اور بعض علماء نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور اس کا احسان ہے۔ یعنی جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو نہ خرچ کرو' اس وقت تک تمہارے اعمال مقبول نہیں ہو سکتے یا تم کو جنت نہیں ملے گی یا تم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے اکرام اور احسان کو نہیں پا سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم جس چیز کو بھی خرچ کرتے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کا معنی ہے تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا' خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور اس کو علم ہے کہ تم نے کس وجہ سے خرچ کیا ہے اور اس خرچ کا باعث اور محرک کیا چیز ہے۔ آیا تم محض اخلاص سے اس کی رضاجوئی کے لیے خرچ کر رہے ہو یا نام و نمود کے لیے خرچ کر رہے ہو اور اللہ کی راہ میں عمدہ اور نفیس چیز خرچ کر رہے ہو یا ردی اور ناکارہ چیز خرچ کر رہے ہو' سو اللہ تمہارے خرچ کرنے کے اعتبار سے تم کو جزاء دے گا۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ

ہر قسم کا طعام تورات کے نزول سے پہلے بنو اسرائیل کے لیے حلال تھا ماسوا اس کے جس کو یعقوب نے

عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا

اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ، آپ کہیے اگر تم سچے ہو تو تورات

بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى

کو لا کر اس کی تلاوت کرو ○ پھر اس کے بعد جو لوگ اللہ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

پر جھوٹ باندھیں تو وہی لوگ ظالم ہیں ○

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ

آپ کہیے کہ اللہ نے سچ فرمایا تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنے والے

وقف جبریل علیہ السلام

Marfat.com

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○

مناسبت اور شان نزول

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ابو روق اور ابن السائب نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا میں ملت ابراہیم پر ہوں تو یہود نے کہا اگر آپ ملت ابراہیم پر ہیں تو آپ اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ اور اونٹنیوں کا دودھ کیوں پیتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا یہ میرے باپ ابراہیم پر حلال تھیں' اور ہم بھی اس کو حلال قرار دیتے ہیں' یہود نے کہا ہم جن چیزوں کو حرام کہتے ہیں وہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی شریعت سے حرام چلی آرہی ہیں حتی کہ ہماری شریعت میں بھی حرام ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ہر قسم کا طعام تورات کے نزول سے پہلے بنواسرائیل کے لیے حلال تھا' ماسوا اس کے جس کو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۲۶۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

شہر بن حوشب نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! آپ ہمیں چند ایسی باتیں بتایئے جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ہم آپ سے ان کے متعلق سوال کرتے ہیں' انہوں نے جو سوالات کئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے یعقوب نے کون سے طعام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ نبی ﷺ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' جس نے تورات کو موسیٰ پر نازل کیا ہے' کیا تم کو علم ہے یعقوب علیہ السلام بہت سخت بیمار ہوگئے اور ان کی بیماری بہت طول پکڑ گئی' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بیماری سے شفا دے دی تو وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنے محبوب مشروب اور محبوب طعام کو اپنے اوپر حرام کردیں گے' اور ان کے نزدیک محبوب طعام اونٹ کا گوشت تھا اور محبوب مشروب اونٹنیوں کا دودھ' تو یہودیوں نے کہا' ہاں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۳' مطبوعہ بیروت' جامع البیان ج ۴ ص ۵' مطبوعہ بیروت)

اس سے پہلی آیت میں یہ بیان فرمایا تھا کہ جب تک انسان اللہ کی راہ میں اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرے وہ نیکی نہیں پاسکتا' اور اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت یعقوب نے اللہ کی رضا کے لیے اپنے محبوب طعام اور مشروب کو چھوڑ دیا۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دین کے اصول اور بنیادی عقائد پر یہود کے شبہات کا جواب دیا تھا اور اس آیت میں دین کی فروع اور فقہی مسائل میں یہود کے اعتراض اور شبہات کا جواب دیا ہے۔

نیز اس سے پہلی آیات میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو مقرر فرمایا تھا اور اس آیت میں بھی آپ کی نبوت پر دلیل ہے اول تو اس لیے کہ یہود نسخ کے منکر تھے اور اپنی شریعت کو قیامت تک کے لیے نافذ مانتے تھے' اس آیت میں ان پر یہ ثابت کیا گیا کہ پہلے اونٹ کا گوشت حرام نہیں تھا۔ حضرت یعقوب نے اس کو حرام کیا ہے' اس سے نسخ ثابت ہوگیا اور جب نسخ جائز ہوگیا تو یہودی شریعت کا منسوخ ہونا اور سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کا نافذ ہونا جائز ہوگیا' ثانیاً'' اس لیے کہ سیدنا محمد ﷺ

Marfat.com

امی تھے' آپ نے کسی مکتب میں پڑھا نہیں تھا نہ کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے تھے اس کے باوجود آپ نے بتا دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور اونٹنیوں کا دودھ حرام کیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو شرعاً" حرام کیا تھا یا عرفاً"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کر لیا تھا' حالانکہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا یہ اللہ کے اختیار میں ہے' بندوں کے اختیار میں نہیں ہے' امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی نے اس کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں :

(ا) یہ ہو سکتا ہے کہ انسان کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ بھی اس کو حرام کر دے مثلاً انسان اپنی بیوی کو طلاق مغلظ دے کر اپنے اوپر حرام کر لے' پھر اللہ تعالیٰ بھی اس عورت کو اس پر حرام کر دے۔

(ب) انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد کے ذریعہ کسی چیز کا حلال یا حرام ہونا معلوم کرتے ہیں' حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے یہ معلوم کیا تھا کہ اونٹ کا گوشت حرام ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ امام شافعی نبیذ کو حرام قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں یا جو مچھلی دریا میں مر کر سطح آب پر آ جائے' امام ابو حنیفہ اس کو حرام کہتے ہیں اور امام شافعی اس کو حلال کہتے ہیں اور یہ حلت اور حرمت اجتہادی ہے' اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو اپنے اجتہاد سے حرام قرار دیا تھا۔

(ج) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یعقوب کا اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دینا ایسا ہو جیسے ہماری شریعت میں نذر ماننا' اور جس طرح ہماری شریعت میں نذر کو پورا کرنا واجب ہے' اسی طرح ان کی شریعت میں کسی چیز کی تحریم کو پورا کرنا واجب ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام رازی کے یہ جوابات بھی بہت عمدہ ہیں تاہم میری تحقیق یہ ہے کہ اس اعتراض کی اس وقت گنجائش ہوتی جب حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حلال کیے ہوئے کو شرعاً" حرام قرار دے دیتے' جب کہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے طبعی مرغوبات سے روک لیا تھا' جیسا کہ حضرت عمر کو شہد ملا ہوا پانی پسند تھا مگر وہ خوف خدا اور حساب کی سختی کے ڈر سے اس کو نہیں پیتے تھے اور جس طرح بہت سے زہاد ریاضت اور مجاہدہ کے لیے اپنے آپ کو طبعی مرغوبات سے روک لیتے ہیں اور ان کو شرعاً" حرام نہیں کہتے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بہت پسند تھا لیکن انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنے نفس کے تقاضوں کی مخالفت کی اور اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا' اور یہ شرعی تحریم نہیں تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو شرعاً" حلال یا حرام کرنا' بالاستقلال اللہ کا اختیار ہے اور وہی مستقل شارع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نیابت سے انبیاء علیہم السلام بھی اشیاء کو حلال اور حرام کرتے ہیں' اور ان کے کیے ہوئے حلال اور حرام پر عمل کرنا اسی طرح لازم ہے جس طرح اللہ کے حلال اور حرام کئے ہوئے پر عمل کرنا' قرآن مجید میں سیدنا محمد ﷺ کا یہ منصب بیان کیا گیا ہے :

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف : ۱۵۷)

وہ پاک چیزیں ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید میں جانوروں میں سے خنزیر کو حرام کیا ہے لیکن نبی ﷺ نے کتے کو بھی حرام کر دیا' اور کچلیوں سے پھاڑنے والے تمام درندوں کو اور پنجوں سے پھاڑنے والے تمام پرندوں کو اور حشرات الارض کو حرام کر دیا۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تورات کے نزول سے پہلے بنواسرائیل کے لیے ہر قسم کا طعام حلال تھا' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا بنی اسرائیل کے لیے مردار اور خنزیر بھی حلال تھے! حالانکہ کسی ذریعہ سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کے لیے مردار اور خنزیر بھی حلال تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کل طعام سے مراد وہ طعام ہیں جن کے متعلق یہود نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ حضرت نوح اور ابراہیم کی شریعت سے لے کر آج تک حلال چلے آ رہے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ الطعام میں لام استغراق کے لیے نہیں ہے بلکہ عہد کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ طعام کی یہ نوع (اونٹ کا گوشت اور دودھ) پہلے بنی اسرائیل پر حلال تھی اس کے بعد حرام ہوئی۔ اس لیے بعض احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا قول صحیح ہے' اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سچ فرمایا کہ اونٹ کے گوشت کو حرام کرنا' حضرت یعقوب کی شریعت کے ساتھ مخصوص تھا اور سیدنا محمد ﷺ کا ملت ابراہیم کے مطابق اونٹ کا گوشت کھانا صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہیے اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو۔ (آل عمران : ۹۳)

اس آیت میں بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو کہ اونٹ کے گوشت کا حرام ہونا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی شریعت سے چلا آ رہا ہے تو تورات میں یہ نکال کر دکھاؤ' کیونکہ تورات میں ان کے دعویٰ کے مطابق یہ بات نہیں تھی بلکہ تورات میں یہی لکھا تھا کہ یہ چیزیں شروع سے حلال ہیں' اور تحریم بعد میں شروع ہوئی ہے' اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ تورات لانے کی جرأت نہیں کر سکے بلکہ یہ حکم سن کر مبہوت ہو گئے' اور نبی ﷺ نے جو ان سے تورات لانے کا مطالبہ کیا تھا' اس میں نبی ﷺ کے صدق کی واضح دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ امی تھے' آپ نے آسمانی کتابوں کو نہیں پڑھا تھا' اور نہ آپ نے پچھلی امتوں کی تاریخ پڑھی تھی اس کے باوجود آپ کا اس یقین سے یہ مطالبہ کرنا کہ تورات میں یہ بات نہیں ہے آپ کی نبوت پر روشن دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پھر اس کے بعد جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (آل عمران : ۹۴)

اسلام میں احکام آسان ہیں

اس آیت کا معنی یہ ہے جو لوگ ان باتوں کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کریں جو اس میں نہیں ہیں' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں اپنی طرف سے اضافہ کریں' اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام کر لیا تو ان کے اس حکم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت احکام نازل فرمائے :

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۔ (النساء : ۱۶۰)

تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی حلال چیزیں حرام کر دیں' جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ (لوگوں کو) بہت زیادہ اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔

جب کہ ہماری شریعت اس کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

Marfat.com

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط (الحج : ۷۸)
اللہ نے دین میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ : ۱۸۵)
اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے کوئی شخص دین میں سختی نہیں کرے گا مگر دین اس پر غالب آجائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور لوگوں کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰' ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی ان تعلیمات کے خلاف ہمارے بعض علماء ڈھونڈ ڈھونڈ کر' مشکل اور ناقابل عمل احکام بیان کرتے ہیں : مثلاً وہ کہتے ہیں کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' سجدہ میں اگر انگلیاں اٹھ گئیں تو نماز فاسد ہو جائے گی' قمیص کے کالر اور گھڑی کے چین کو ناجائز کہتے ہیں' ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرانا جائز نہیں ہے' انتقال خون جائز نہیں ہے' ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اگر کسی کی ڈاڑھی ایک مشت سے ایک سوت کے برابر بھی کم ہو تو وہ اور ڈاڑھی منڈانے والا برابر ہے' وہ فاسق معلن ہے' جس کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے' جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو (لاپتہ ہو) وہ اس شوہر کی ۹۰ نوے برس عمر ہونے تک انتظار کرے' اگر کسی عورت کا شوہر اس عورت کو اپنے گھر رکھے نہ خرچ دے نہ اس کو طلاق دے' تو جب تک اس عورت کو خود اس کا شوہر طلاق نہ دے وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور عدالت کو اس کا نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اس قسم کے اور مسائل ہیں جن میں یہ انتہا پسند علماء مشکل احکام بیان کرکے پڑھے لکھے مسلمانوں کو اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات میں مبتلا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو باطل کو چھوڑ کر حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ (آل عمران : ۹۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے منع کر دیا تھا' اسی طرح انہوں نے بتوں کی پرستش کرنے سے انکار کر دیا تھا' جس طرح عرب بت پرستی کرتے تھے یا یہود حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے' اس سے غرض یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین کے اصول اور عقائد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں اور دین کی فروع اور بعض احکام شرعیہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں' اصول میں موافقت اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید کی دعوت دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیتے تھے' سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی توحید کی دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں' اور فروع میں موافقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنیوں کا دودھ پینا جائز تھا سو آپ نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے اس لیے یہود کو دعوت دی ہے کہ تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔

Marfat.com

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى

بیشک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور تمام

لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ

جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے○ اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں

كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔ بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت

إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بیشک اللہ سارے جہانوں سے بے پروا ہے ○

اس آیت کی آیات سابقہ سے مناسبت کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) سابقہ آیات میں بھی یہود کے شبہات کے جوابات دیئے گئے تھے اور اس آیت سے بھی یہود کے ایک شبہ کا جواب دینا مقصود ہے جس کو وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں پیش کرتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنالیا تو یہود کہتے تھے کہ بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور وہ زیادہ اس کا مستحق ہے کہ نماز میں اس کی طرف منہ کیا جائے کیونکہ بیت المقدس کو کعبہ سے پہلے بنایا گیا ہے' اور اسی جگہ حشر ہو گا' اور تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کا یہی قبلہ ہے لہٰذا کعبہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف نمازوں میں منہ کرنا زیادہ لائق ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ کی عبادت کے واسطے لوگوں کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ کعبہ ہے' جو مکہ میں ہے سو کعبہ بیت المقدس سے افضل اور اشرف ہے' لہٰذا نمازوں میں اس کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

(۲) اس سے پہلی آیت میں نسخ کو ثابت کیا گیا تھا کیونکہ اونٹ کا گوشت پہلے حلال تھا اور پھر حرام کر دیا گیا' سو اسی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی بعض احکام منسوخ کر دیئے گئے اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

(۳) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا اور ملت ابراہیم کا عظیم شعار حج ہے' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۴) یہود و نصاریٰ میں سے ہر فرقہ اس کا مدعی تھا کہ وہ ملت ابراہیم پر ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ دونوں کا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ ملت ابراہیم میں حج کعبہ ہے اور یہود و نصاریٰ دونوں حج نہیں کرتے لہٰذا دونوں میں سے کوئی بھی ملت ابراہیم پر نہیں ہے۔

(۵) مجاہد سے منقول ہے کہ یہود کہتے تھے کہ بیت المقدس افضل ہے' کیونکہ وہ انبیاء کی ہجرت کی جگہ ہے اور ارض مقدسہ میں ہے اور مسلمان کہتے تھے کہ بلکہ کعبہ افضل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ عبادت کا پہلا گھر مکہ میں

Marfat.com

کعبہ ہے لہٰذا وہی افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ (آل عمران : ۹۶)

کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور راجح روایت کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام' میں نے کہا پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ' میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال (صحیح بخاری ج ۱ص ۴۷۷)

اس حدیث کو امام مسلم (ج ۱ص ۱۹۹) امام نسائی (سنن نسائی ج ۱ص ۱۱۲) امام ابن ماجہ' (سنن ابن ماجہ ص ۵۵) امام احمد (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷'۱۶۶) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ص ۴۳۱' مطبوعہ ملتان)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان دونوں مسجدوں کے ابتداء" بنانے اور ان کی بنیادیں رکھنے کا ذکر ہے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتداء" کعبہ کو بنایا تھا اور نہ حضرت سلیمان نے ابتداء" مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا' کیونکہ پہلے حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا تھا' پھر ان کی اولاد زمین میں پھیل گئی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کو بنایا ہو' اور اس کے بعد حضرت ابراہیم نے انہی بنیادوں پر کعبہ کو اٹھایا ہو' جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے' علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان نے ان مسجدوں کو ابتداء" بنایا بلکہ انہوں نے ان کی بنیادوں پر کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی عمارت کی تجدید کی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو بعض اولیاء اللہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے پہلے بنایا تھا پھر انہوں نے اس کی عمارت میں زیادتی اور توسیع کی' بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا' ایک قول ہے کہ فرشتوں نے بنایا تھا' ایک قول ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام نے بنایا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنایا تھا' جن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا ان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب کعبہ کو بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہاں پر ایک مسجد بنائیں اور اس میں عبادت کریں' اور حضرت آدم علیہ السلام کا بیت اللہ کو بنانا بہت مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ طوفان نوح کے زمانہ میں بیت اللہ کو اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس کو مہیا کیا' اور امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی بیت کو بنایا تھا اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو ان کو فرشتوں کی آوازیں اور ان کی تسبیحات سنائی نہیں دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا : "اے آدم! میں نے ایک بیت کو زمین پر اتارا ہے اس کے

Marfat.com

گرد بھی اسی طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے' آپ اس بیت کی طرف چلے جائیں۔" حضرت آدم کو ہند میں اتارا گیا تھا پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیت اللہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی تو انہیں بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے وہاں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز پڑھی تاکہ آپ کی بعض اولاد کے لیے وہ قبلہ ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۰۹۔۴۰۸' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری روایت کرتے ہیں :

ابن عرعرہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگوں کے لیے زمین پر سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : نہیں' پھر نوح علیہ السلام کی قوم کہاں رہتی تھی؟ اور ہود علیہ السلام کی قوم کہاں رہتی تھی؟ لیکن جو گھر لوگوں کے لیے برکت اور ہدایت کے لیے سب سے پہلے بنایا گیا وہ مکہ میں تھا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے عبادت کے لیے نہیں بنایا گیا' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رہائش کے لیے تو پہلے بہت سے مکان بنائے گئے تھے لیکن لوگوں کی عبادت کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ مکہ میں کعبہ تھا اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام ابن جریر نے اس کے بعد ذکر کیا ہے:

مطر سے روایت ہے کہ بیت اللہ سے پہلے بھی گھر تھے لیکن یہ پہلا گھر تھا جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کو بنایا' اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بنایا پھر اس کے نیچے سے زمین کو پھیلا دیا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کو زمین پر اتارا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک بیت کو نیچے اتار رہا ہوں' اس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے گرد حضرت آدم نے طواف کیا اور آپ کے بعد مومنین نے طواف کیا۔ پھر جب طوفان نوح کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت کو اوپر اٹھا لیا اور اس کو زمین والوں کے عذاب سے محفوظ رکھا' پھر بیت اللہ آسمان میں معمور رہا' اس کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کے آثار تلاش کر رہے تھے تو انہوں نے اس کو پہلے کی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۷۔۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ زمین پر لوگوں کے رہنے کے لیے پہلے اور بھی گھر بنے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر سب سے پہلے زمین پر بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں کعبہ تھا' امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ہشام سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ آدم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور اس کے چالیس سال بعد انہوں نے ہی بیت المقدس کو بنایا' اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے' باقی جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے زمین پر کعبہ بنایا' یا کعبہ کو حضرت آدم کے ساتھ زمین پر اتارا' یہ روایات ہمارے نزدیک مرجوح ہیں ہم نے ان روایات کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو بنانے کے سلسلہ میں تمام کلیدی روایات کا استیعاب ہو جائے۔

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا' اور انہوں نے امام ابن ہشام کی کتاب التیجان سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت آدم نے پہلے مکہ میں بیت اللہ کو بنایا پھر اس کے بعد بیت المقدس کو بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۲' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

تعمیر کعبہ کی تاریخ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کعبہ کو بنایا گیا تو نبی ﷺ اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس نے نبی ﷺ سے کہا اپنی چادر اپنی گردن کے نیچے رکھ لیں (تاکہ آپ کی گردن میں پتھر نہ چبھیں) آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں' آپ نے فرمایا میری چادر مجھے دو' پھر آپ کی چادر آپ پر باندھ دی۔ یہ حدیث درایۃً" صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پینتیس سال تھی اور اس وقت حضرت عباس حضور کو چادر اتارنے کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا : اے عائشہ! اگر تمہاری قوم زمانہ جاہلیت سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا' اور اس میں اس حصہ (حطیم) کو داخل کر دیتا جو اس سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کو زمین سے ملا دیتا' اور اس میں دو دروازے بناتا ایک شرقی دروازہ' ایک غربی دروازہ' اور اس کو میں اساس ابراہیم کے مطابق کر دیتا' یہی وہ حدیث تھی جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو کعبہ کے منہدم کرنے پر برانگیختہ کیا' یزید بن رومان کہتے ہیں میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کو دوبارہ بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کر لیا اور میں نے حضرت ابراہیم کی رکھی ہوئی بنیاد کے پتھر دیکھے جو اونٹ کے کوہان کے برابر تھے' جریر کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا اس بنیاد سے حطیم تک چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

کعبہ کی تعمیر اور اس کی تجدید اور اصلاح کئی مرتبہ کی گئی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(۱) پہلی بار کعبہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا' علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں :

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کے پاس بھیجا اور ان سے فرمایا کہ میرے لیے ایک بیت بناؤ' جبرائیل علیہ السلام نے ان کے لیے نشان ڈالے' حضرت آدم زمین کھودتے تھے اور حضرت حوا مٹی نکالتی تھیں' انہوں نے اس قدر گہری بنیاد کھودی کہ زمین کے نیچے سے پانی نکل آیا' پھر یہ ندا کی گئی کہ اے آدم یہ کافی ہے' جب حضرت آدم نے یہ بیت بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کے گرد طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا بیت ہے' پھر صدیاں گزرتی گئیں حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا۔

(۲) کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم گمراہ ہو گئی اور انہوں نے کعبہ کو منہدم کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم ان کی ہلاکت کا انتظار کرو حتیٰ کہ تنور جوش مارنے لگے۔ ازرقی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول نو ہاتھ تھا' زمین میں اس کا طول تیس ہاتھ اور عرض بائیس

Marfat.com

ہاتھ تھا' اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب قریش نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول اٹھارہ ہاتھ رکھا' اور زمین میں اس کے طول کو چھ ہاتھ اور ایک بالشت کم کر دیا اور حطیم کو چھوڑ دیا' اور جب حضرت ابن الزبیر نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول بیس ہاتھ رکھا اور جب حجاج نے اس کو منہدم کر کے بنایا تو اس میں تغیر نہیں کیا اور یہ اب تک اسی طرح بنا ہوا ہے۔

(۳) جرہم کے ایام میں کعبہ کو ایک یا دو مرتبہ بنایا گیا کیونکہ سیلاب سے کعبہ کی ایک دیوار منہدم ہو گئی تھی' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو بنایا نہیں گیا تھا صرف اس کی مرمت کی گئی تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور کافی زمانہ گزر گیا تو یہ بوسیدہ ہو کر منہدم ہو گیا پھر اس کو جرہم نے بنایا اور کافی زمانہ کے بعد یہ پھر منہدم ہو گیا تو اس کو قریش نے بنایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے' امام حاکم نے اس حدیث کی اصل کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حضرت ابراہیم اور قریش کے درمیان دو ہزار سات سو پچھتر سال کا عرصہ ہے)

(۴) امام محمد بن اسحاق نے السیرۃ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس سال کی تھی تو قریش کعبہ کو بنانے کے لیے جمع ہوئے وہ اس کی چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے اور اس کو منہدم کرنے سے خوف کھاتے تھے' پھر قریش کے تمام قبائل جمع ہوئے اور انہوں نے پتھر جمع کیے اور اس کی بنیاد میں ہر قبیلہ نے پتھر ڈالے حتیٰ کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ آ گئی اور اس کو نصب کرنے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ والا اس کو نصب کرنا چاہتا تھا' حتیٰ کہ قریش کے سب سے بوڑھے شخص ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمران بن مخزوم نے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو شخص اس مسجد کے دروازہ میں سب سے پہلے داخل ہو گا وہی تمہارے درمیان اس کا فیصلہ کرے گا' اور اس دن سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے' لوگوں نے کہا یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ایک چادر لاؤ' پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس چادر میں رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا ہر قبیلہ والا اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے جب انہوں نے اس چادر کو حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ تک اوپر اٹھا لیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو نصب کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۷۔ ۲۱۶' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

(۵) اس کے بعد ۶۴ھ یا ۶۵ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کو منہدم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق بناء ابراہیم پر کعبہ کو بنا دیا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا۔

(۶) پھر تہتر (۷۳ھ) میں عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء کو منہدم کر دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر کعبہ کو بنا دیا اور آج تک کعبہ اسی بناء قریش پر قائم ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

حافظ ابن عبدالبر اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ رشید یا مہدی یا منصور نے دوبارہ کعبہ کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کے مطابق بنانے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں امام مالک سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہیں کعبہ کی تعمیر بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے' تو پھر اس نے بنانے کا ارادہ ترک کر دیا' فاکہی نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن الزبیر کعبہ کو بنانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو اس وقت منع فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بعد کوئی اور امیر آئے گا تو پھر اس میں تغیر کرے گا اس کو اسی طرح رہنے دو۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۴۸' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

علامہ سیوطی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ کعبہ کو دس بار بنایا گیا' پہلی بار فرشتوں نے بنایا' دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے' تیسری بار ان کی اولاد نے' چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے' پانچویں بار عمالقہ نے' چھٹی بار جرہم نے' ساتویں بار نبی ﷺ کے جد امجد قصی بن کلاب نے' آٹھویں بار نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش نے' نویں بار حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اور دسویں بار حجاج بن یوسف نے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح قول وہی ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے مدلل اور باحوالہ بیان کیا ہے۔

کعبہ کے فضائل

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا : اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے' اس کے کانٹوں کو (بھی) نہیں کاٹا جائے گا' نہ اس کے جانوروں کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس کی گری ہوئی چیز اٹھائے گا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۱۶' مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت میں ہے نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ہرچند کہ اس حدیث میں مکہ مکرمہ کی فضیلت ہے لیکن مکہ مکرمہ کی یہ فضیلت کعبہ کی وجہ سے ہے اور کعبہ ہی کی وجہ سے مکہ کو حرم بنایا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ کی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر لوگ ایک سال تک اس بیت کی زیارت نہ کریں تو وہ بارش سے محروم ہو جائیں گے۔

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ کعب سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی فضیلت کے متعلق احادیث بیان کیں' شام کے ایک آدمی نے ان سے کہا : اے ابو عباس! آپ بیت المقدس کا بہت ذکر کرتے ہیں اور بیت اللہ کا اتنا ذکر نہیں کرتے؟ کعب نے ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں کعب کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر اس بیت سے افضل کوئی بیت پیدا نہیں کیا' اس بیت کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' اور وہ ان سے کلام کرتا ہے' اور اس کا ایک دل ہے جس سے وہ تعقل کرتا ہے' یہ سن کر ابو حفص نام کے ایک شخص نے کہا کیا پتھر کلام کرتا ہے' کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کعبہ نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میری زیارت کرنے والے اور میری طرف آنے والے کم ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف یہ وحی کی کہ میں تمہاری طرف ایک نئی کتاب نازل کروں گا' اور ایسے بندے بھیجوں گا جو رات کو جاگ کر سجدے کریں گے' اور تمہارے فراق میں روئیں گے اور تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے' اور جس نے تمہارے گرد سات طواف کیے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جو اس بیت کے گرد سر منڈائے گا قیامت کے دن اس کو ہر بال کے بدلہ میں ایک نور

Marfat.com

حاصل ہو گا۔ (المصنف ج ۵ ص ۱۴-۱۳ ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۳۹۰ھ)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر روز کعبہ کے گرد ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لیے ' چالیس اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۰۳ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام (کعبہ) کے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا ' پچیس نمازوں کے برابر ہے ' اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۲ ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ' ج ۱ ص ۴۵۳ ' مطبوعہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں :

عام محدثین یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی مسجد سے سو گنا افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ایک ہزار گنا افضل ہے۔

(الاستذکار ج ۷ ص ۲۲۶ ' مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ ' بیروت ' ۱۴۱۳ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے گا ' مسجد حرام ' مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ' ۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے طور پر جا کر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی سفر کرنے والے کے لیے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے ماسوا مسجد حرام ' مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے ' الحدیث (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۳۹۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور حافظ بدر الدین عینی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان تین مسجدوں کے علاوہ مطلقاً" سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کسی اور مسجد کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے ' اس لیے روزگار ' علم دین کے حصول اور سیدنا محمد ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں :

لہذا ان لوگوں کا قول باطل ہے جنہوں نے نبی ﷺ کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے منع کیا ہے' نیز لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے جو مسائل منقول ہیں یہ ان میں سب سے قبیح مسئلہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۶' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :

طلب علم' تجارت' نیک لوگوں اور متبرک مقامات کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع نہیں ہے' نیز لکھا ہے کہ قاضی ابن کج نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے نذر مانی تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہنے کی وجہ سے شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کی گئی ہے اور یہ تکفیر صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کو حرام کہنا بھی کفر ہے تو جس چیز کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اس کو حرام کہنا بہ طریق اولیٰ کفر ہو گا۔

(شرح الشفاء ج ۳ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نیکی کرتا ہوا بیت اللہ میں داخل ہو وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا بیت اللہ سے نکلے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوا وہ بخشا ہوا نکلے گا۔

علامہ عزالدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں :

امام ابوسعید جندی فضائل مکہ میں اور امام واحدی اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' اور زمزم کا پانی پیا اس کے گناہ جتنے بھی ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔

امام ازرقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص بیت اللہ میں طواف کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے' اور جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے' اور اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ پانچ سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے پانچ سو گناہ مٹا دیتا ہے' اور اس کے لیے پانچ سو درجات بلند کر دیتا ہے اور جب وہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے' تو وہ گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اس کے لیے اولاد اسماعیل سے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور حجر اسود کے قریب ایک فرشتہ اس کا استقبال کر کے کہتا ہے تم اپنے پچھلے عملوں سے فارغ ہو گئے' اب از سر نو عمل شروع کرو' اور اس کو اس کے خاندان کے ستر نفوس کے حق میں شفاعت کرنے والا بنایا جائے گا۔ (اخبار مکہ ج ۲ ص ۵۔ ۴)

Marfat.com

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کے سات طواف کیے' اور اس نے ان کلمات کے سوا اور کوئی کلام نہیں کیا : سبحان اللّٰہ' والحمد للّٰہ' ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر' ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس نے یہ کلمات پڑھتے ہوئے طواف کیا وہ اللہ کی رحمت میں ڈوبا ہوا طواف کرے گا۔

امام فاکہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ستر ہزار فرشتوں نے کعبہ کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ طواف کرنے والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

قاضی عیاض نے شفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن اس کا امن والوں میں حشر کیا جائے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے بیت اللہ کے گرد پچاس طواف کیے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

اس حدیث سے مراد پچاس مرتبہ سات طواف کرنا ہے' کیونکہ صرف ایک طواف کے ساتھ عبادت نہیں کی جاتی' امام عبدالرزاق اور امام فاکہی نے یہ روایت کیا ہے کہ جس نے پچاس مرتبہ سات طواف کیے تو وہ اس دن کی طرح ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو' اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ پچاس مرتبہ سات طواف ایک ہی وقت میں کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے صحیفہ اعمال میں پچاس بار سات طواف کرنے کا عمل ہونا چاہیے۔

امام سعید بن منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور پچاس مرتبہ سات طواف کیے وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

امام سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں آیا اور وہ اسی بیت کا ارادہ کر کے آیا تھا پھر اس نے طواف کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک آسمان پر اس کے سب سے معزز فرشتے وہ ہیں جو اس کے عرش کے گرد طواف کرتے ہیں اور زمین پر اس کے نزدیک سب سے معزز وہ انسان ہیں جو اس کے بیت کے گرد طواف کرتے ہیں۔ (ہدایہ السالک الی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۵۵' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

نیز علامہ عزالدین بن جماعہ الکنانی لکھتے ہیں :

بیت اللہ کی آیات میں سے یہ ہیں کہ دلوں میں اس کی ہیبت واقع ہوتی ہے اس کے پاس دل جھک جاتے ہیں' اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں' پرندے اس کے اوپر نہیں اڑتے اور اس پر بیٹھتے نہیں ہیں' البتہ اگر کوئی پرندہ بیمار ہو تو طلب شفاء کے لیے اس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منیٰ پر تعجب ہوتا ہے۔ یہ بہت تنگ جگہ ہے لیکن جب لوگ یہاں آتے ہیں تو یہ وسیع ہو جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منیٰ رحم کی طرح ہے' جب عورت کو حمل ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ اس کو وسیع کر دیتا ہے۔ (ہدایہ السالک الی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۳۹ — ۳۷' مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت

اس آیت میں فرمایا ہے "لوگوں کے لیے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے" بکہ اور مکہ ایک شہر کے دو نام ہیں' اور چونکہ باء اور میم دونوں قریب المخرج ہیں اس لیے بکہ اور مکہ دونوں کہنا صحیح ہیں' مکہ مکرمہ کو بکہ کہنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں :

(۱) بک کا معنی ہے ایک دوسرے کو دھکا دینا' اور مکہ میں بہت رش اور ازدحام ہوتا ہے اس لیے لوگ ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں۔

(۲) چونکہ مکہ مکرمہ بڑے بڑے جابر حکمرانوں کی گردنیں جھکا دیتا ہے اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ بکاء سے بنا ہو اور چونکہ یہاں آ کر لوگ یاد خدا میں اور خوف خدا سے بہت روتے ہیں اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں' اور مکہ کہنے کی یہ وجوہ ہیں :

(۱) تمک الذنوب کا معنی ہے گناہوں کو زائل کرنا' چونکہ اس شہر میں عبادت کرنے اور حج اور عمرہ کرنے سے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔

(۲) تمک العظم کا معنی ہے ہڈی کے اندر جو کچھ ہو اس کو کھینچ لینا' اور یہ شہر دوسرے شہروں کے لوگوں کو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں

(۳) اس شہر میں پانی کم ہے گویا اس کا پانی کھینچ لیا گیا اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔

بعض علماء نے کہا کہ مکہ پورے شہر کا نام ہے اور بکہ خاص مسجد حرام کا نام ہے کیونکہ بک کا معنی ازدحام ہے اور ازدحام اور ایک دوسرے کو دھکا دینا مسجد حرام میں طواف کے وقت ہوتا ہے' اور بعض علماء نے اس کے برعکس کہا کیونکہ قرآن مجید میں ہے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ یہاں بکہ شہر کو فرمایا ہے۔

بیت اللہ کے اسماء

بیت اللہ کے اسماء حسب ذیل ہیں :

(۱) بیت اللہ کا مشہور نام کعبہ ہے قرآن مجید میں ہے :

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ (المائدہ : ۹۷) اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا۔

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے' اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

(۲) بیت اللہ کو البیت العتیق بھی کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے :

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (الحج : ۲۹) اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

اس بیت کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے قدیم بیت ہے' اور عتیق کا معنی قدیم ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک آسمان اور زمین سے پہلے اس بیت کو بنایا گیا' عتیق کا دوسرا معنی ہے آزاد' اور بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو طوفان نوح میں غرق ہونے سے آزاد رکھا' اور طوفان کے وقت اس کو اوپر اٹھا لیا گیا' عتیق کا معنی قوی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو اتنا قوی بنایا ہے کہ جو شخص اس کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو خود تباہ کر دیا جاتا ہے اور جو

Marfat.com

شخص اس بیت کی زیارت کے قصد سے آئے اللہ اس کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔

(۴) بیت اللہ کو مسجد الحرام بھی کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے :

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بنی اسرائیل : ۱)

سبحان ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

بیت اللہ کو مسجد حرام اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے اس شہر میں قتل کو حرام کر دیا ہے' اور یہ دائمی حرمت ہے' نیز اس شہر میں شکار کو حرام کر دیا ہے' اس شہر کے درختوں کو اور اس کی گھاس کاٹنے کو حرام کر دیا ہے' اس شہر کے جانوروں کو ستانا اور پریشان کرنا حرام ہے۔ اس میں حدود کو جاری کرنا حرام ہے اور اس شہر کے یہ تمام احکام اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : برکت والا اور تمام جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے (آل عمران : ۹۶)

کعبہ کی برکت اور ہدایت کا معنی

برکت کا ایک معنی ہے کسی چیز کا بڑھنا اور زائد ہونا' اس لحاظ سے کعبہ اس لیے برکت والا ہے کہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر دوسری مساجد کی نسبت ایک لاکھ درجہ زیادہ ہے' جیسا کہ پہلے سنن ابن ماجہ اور الاستذکار کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں' اور کعبہ میں حج کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے' امام محمد بن اسماعیل بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں جماع کیا نہ جماع کے متعلق کوئی بات کی اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حج مبرور کی زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور تعریف یہ ہے کہ اس حج کے دوران کوئی گناہ نہ کیا ہو' ایک قول یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد انسان پہلے سے زیادہ نیک ہو جائے اور دوبارہ گناہوں کو نہ کرے' دوسرا قول یہ ہے کہ جو حج ریاکاری کے لیے نہ کیا جائے' تیسرا قول یہ ہے کہ جس حج کے بعد انسان گناہ نہ کرے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور جماع یا اس سے متعلق باتیں نہیں کیں اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح اس دن تھا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے احرام سے لے کر حج مکمل ہونے تک۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

برکت کا دوسرا معنی دوام اور بقاء ہے' اور چونکہ روئے زمین پر ہر وقت کسی نہ کسی جگہ نماز کا وقت ہوتا ہے اس لیے ہر وقت کعبہ کی طرف توجہ کر کے عبادت کی جاتی ہے اور خود کعبہ میں بھی ہر وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس لیے کعبہ کی طرف منہ کر کے اور خود کعبہ میں دائماً عبادت کی جاتی ہے۔

Marfat.com

کعبہ تمام "العلمین" کے لیے ہدایت ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں :

(۱) کعبہ تمام روئے زمین کے نماز پڑھنے والوں کے لیے قبلہ ہے اور وہ اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں اس لیے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے سمت قبلہ کی ہدایت ہے۔

(۲) کعبہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور کعبہ میں جو عجائب اور غرائب ہیں وہ سیدنا محمد ﷺ کے صدق اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اس اعتبار سے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔

(۳) کعبہ تمام جہان والوں کو جنت کی ہدایت دیتا ہے جو خلوص نیت سے کعبہ کی زیارت کرے' کعبہ کا طواف کرے اور اس میں نمازیں پڑھے کعبہ ان کو جنت کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اس میں واضح نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے۔

کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں

ان نشانیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(۱) اس بیت کے بیت اللہ ہونے کی واضح نشانی یہ ہے کہ یہ بیت غیر آباد بیابان میں بنایا گیا جس کے اطراف میں پھلوں اور کھیتوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رہنے والوں کے لیے رزق پہنچانے کا بہترین انتظام کر دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر والوں کے لیے پھلوں کے حصول کی دعا کی تھی' سو تمام دنیا کے پھل یہاں لائے جاتے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استجابت دعا کا ثمر ہے۔

(۲) اس بیت میں اس بات کی واضح نشانیاں موجود ہیں کہ یہی وہ بیت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا تھا' اسی مقام کو حضرت ابراہیم نے ہجرت کے بعد اپنی رہائش کے لیے منتخب فرمایا' اسی کے پاس صفا اور مروہ کی وہ پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ بے قراری سے دوڑ رہی تھیں' یہیں پر زمزم نام کا وہ کنواں ہے جو حضرت جبرائیل کے پر مارنے سے جاری ہوا تھا' حضرت ہاجرہ نے اس بہتے ہوئے چشمہ کو روکنے کے لیے زمزم کہا تھا اسی نام سے یہ کنواں آج تک موسوم ہے۔ اسی کے پاس منیٰ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے لے گئے تھے' یہیں پر وہ جمرات ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔

(۳) اسی بیت کے شہر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا۔ اور جب ابراہیم نے دعا کی اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے۔ (ابراھیم : ۳۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پونے تین ہزار سال تک جاہلیت کے سبب تمام ملک عرب بدامنی کا شکار رہا اور اس شورش زدہ ملک میں صرف کعبہ کی سرزمین ہی ایسا حصہ تھی جس میں ہمیشہ امن رہا' بلکہ اسی کعبہ کی بدولت باقی ملک عرب میں بھی چار ماہ کے لیے امن ہو جاتا تھا۔

(۴) یہ کعبہ کی ہی فیض آفرینی ہے کہ حدود حرم میں وہ جانور بھی امن سے رہتے ہیں جن کا دوسری جگہوں پر شکار کرلیا جاتا ہے' بلکہ سرزمین کعبہ میں لگنے والے درخت کٹنے سے محفوظ رہتے ہیں اور حدود حرم میں مجرموں پر حد نہیں لگائی جاتی۔

(۵) جب سے بیت اللہ قائم ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرزمین کو مخالفین کے حملوں سے محفوظ رکھا سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے

Marfat.com

پہلے ابرہہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعہ ہاتھیوں کی اس فوج کو تباہ و برباد کردیا۔

(۶) مقام ابراہیم ایک پتھر ہے' جس میں ٹخنوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ثبت ہیں اور یہود و نصاریٰ کی عداوت اور بغض کے باوجود اس پتھر کا پونے تین ہزار سال سے محفوظ چلا آنا زبردست نشانی ہے۔

(۷) یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے اپنا سر دھلوایا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔ (آل عمران : ۹۷)

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (العنکبوت : ۶۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا اور حرم والوں کے آس پاس سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا (القصص : ۵۷)

کیا ہم نے انہیں حرم میں نہیں بسایا؟ جو امن والا ہے' اس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ (البقرہ : ۱۲۵)

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا مرجع اور مقام امن بنا دیا۔

حرم میں داخل ہونے والے مجرم کے مامون ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں :

یہ آیت صورۃً" خبر ہے اور معنیً" امر ہے' ہمیں حرم میں قتل کرنے سے روکا گیا ہے' اب یہ حکم دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو ہمیں ظلماً" قتل کرنے سے روکا گیا ہے یا عدلاً" قتل کرنے سے روکا گیا ہے یعنی جو شخص قتل کیے جانے کا مستحق ہو اس کو بھی قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔ اگر اس آیت میں صرف ظلماً" قتل کرنے سے روکا گیا ہے تو پھر حرم کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ ظلماً" قتل کرنا کسی جگہ بھی جائز نہیں ہے' لہٰذا اس سے متعین ہو گیا کہ جو شخص اپنے جرم کی وجہ سے حرم میں قتل کیے جانے کا مستحق ہو حرم میں اس کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔

جو شخص غیر حرم میں کوئی جرم کرے پھر حرم میں آکر پناہ لے اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص غیر حرم میں قتل کرے پھر حرم میں آکر پناہ لے تو جب تک وہ حرم میں رہے گا اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا' البتہ اس کو کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ اس کو کھانے پینے کی کوئی چیز دی جائے گی حتیٰ کہ وہ مجبور ہو کر حرم سے باہر آجائے پھر اس سے قصاص لے لیا جائے گا' اور اگر اس نے حرم میں قتل کیا ہے تو پھر اس سے حرم میں ہی قصاص لے لیا جائے گا' اور اگر اس کے جرم کی سزا قتل سے کم ہے تو پھر بھی اس پر حرم میں سزا نافذ کردی جائے گی' امام مالک اور امام شافعی (اور اسی طرح امام احمد) یہ کہتے ہیں کہ تمام صورتوں میں حرم میں قصاص لے لیا جائے گا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی شخص ایسا جرم کرے جس پر حد لگتی ہو

Marfat.com

مثلاً قتل کرے یا چوری کرے پھر حرم میں داخل ہو تو اس سے بیع کی جائے نہ اس کو پناہ دی جائے حتی کہ وہ زچ ہو جائے' اور پھر حرم سے باہر آجائے پھر اس پر حد قائم کی جائے کیونکہ حرم شدت کو زیادہ کرتا ہے۔

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے حرم کے علاوہ کہیں جرم کیا' پھر اس نے حرم میں آکر پناہ لی' اس کو کوئی چیز پیش کی جائے گی اور نہ اس سے بیع کی جائے گی اور نہ اس سے کلام کیا جائے گا' اور نہ اس کو پناہ دی جائے گی' حتی کہ وہ حرم سے باہر آجائے اور جب وہ حرم سے باہر آجائے گا تو اس کو پکڑ لیا جائے گا اور پھر اس پر حد قائم کی جائے گی۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے کوئی جرم کیا پھر بیت اللہ میں آکر پناہ لی' وہ مامون ہے' اور مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو کسی چیز پر سزا دیں حتی کہ وہ حرم سے باہر نکل آئے اور جب وہ باہر آئے تو اس پر حد قائم کر دیں۔

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں حضرت عمر کے قاتل کو حرم میں دیکھوں تو اس کو کچھ نہیں کہوں گا۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی شخص کوئی جرم کرے پھر حرم میں داخل ہو تو اس کو پناہ دی جائے نہ بٹھایا جائے' نہ اس کو کوئی چیز فروخت کی جائے نہ کھلایا جائے نہ پلایا جائے حتی کہ وہ حرم سے باہر آجائے' سعید بن جبیر کی روایت میں ہے جب وہ حرم سے باہر آجائے تو اس پر حد قائم کر دی جائے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۰-۹' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

یہ تمام آثار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی واضح دلیل ہیں' اور یہی آیت کریمہ "ومن دخلہ کان امنا" کا صریح مدلول ہے' ائمہ ثلاثہ اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جو شخص حرم میں داخل ہو گیا وہ آخرت میں عذاب سے مامون ہو جائے گا' امام رازی نے اس آیت کی ایک یہ تاویل بھی کی ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے ساتھ عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے جائے گا وہ مامون ہو گا' لیکن یہ تمام تاویلات ضعیف ہیں' علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کی یہ تقریر کی ہے کہ اگر اس آیت کو خبر پر محمول کیا جائے تو اس کا معنی ہو گا جو شخص بھی حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہو گیا حالانکہ حس اور مشاہدہ اس کا مکذب ہے کیونکہ کئی لوگ حرم مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور مار دیئے جاتے ہیں اس لیے یہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص حرم میں داخل ہو اس کو مامون رکھو اور اگر وہ جرم کر کے آیا ہو تو اس پر حد جاری نہ کرو اور اس لحاظ سے اس آیت کا واقع کے خلاف ہونا لازم نہیں آتا' اور اگر امام رازی کی تاویل کے مطابق یہ کہا جائے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ آخرت میں عذاب سے مامون ہو گیا تو اس کے معارض یہ ہے کہ بعض گنہ گار مسلمان' یا بعض منافقین حرم میں داخل ہونے کے باوجود عذاب سے مامون نہیں رہیں گے اور جو بد عقیدہ اور گمراہ لوگ حرم میں رہتے ہیں وہ بھی عذاب سے مامون نہیں رہیں گے اور جو حج کرنے کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہو گیا وہ بھی مامون نہیں ہو گا اس لیے اس آیت کی تقریر وہی ہے جو علامہ ابوبکر رازی حنفی نے کی ہے کہ یہ آیت بہ ظاہر خبر ہے اور حقیقت میں امر ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص حرم میں آجائے اس کو مامون رکھو اور ہم نے جو آثار ذکر کیے ہیں ان کا ائمہ ثلاثہ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

Marfat.com

حرم میں قتال کے "تکوینا" ممنوع ہونے پر بحث و نظر

حرم مکہ میں "تشریعا" قتال ممنوع ہے' اور وہاں "تکوینا" قتال ممنوع نہیں ہے (حرم میں قتال "تشریعا" ممنوع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حرم میں قتال نہ کیا جائے اور حرم میں قتال "تکوینا" ممنوع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ حرم میں قتال نہیں ہو گا) ذوالقعدہ ۷۲ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج بن یوسف نے جو حرم میں حملہ کیا اور جمادی الثانیہ ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مکہ میں شہید کیا وہ ناجائز اور گناہ کبیرہ تھا اور اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ حرم شریف "شرعا" مامون ہے "تکوینا" مامون نہیں ہے' بعض علماء نے حرم کو "تکوینا" بھی مامون لکھا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں :

دوسرے حرم میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا یوں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم و ملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈال دی ہے' اور وہ سب "عموما" ہزاروں اختلافات کے باوجود اس عقیدے پر متفق ہیں کہ اس میں داخل ہونے والا اگرچہ مجرم یا ہمارا دشمن ہی ہو تو حرم کا احترام اس کا مقتضی ہے کہ وہاں اس کو کچھ نہ کہیں' حرم کو عام جھگڑوں لڑائیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

حجاج بن یوسف نے جو حرم میں قتال کیا اس کے متعلق مفتی صاحب لکھتے ہیں :

اور تکوینی طور بھی اس کو احترام بیت اللہ کے منافی اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ حجاج خود بھی اپنے اس عمل کے حلال ہونے کا معتقد نہ تھا وہ بھی جانتا تھا کہ میں ایک سنگین جرم کر رہا ہوں لیکن سیاست و حکومت کی مصالح نے اس کو اندھا کیا ہوا تھا۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۲۱' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ)

اس توجیہ کے ظاہر البطلان ہونے کے علاوہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ۳۱۷ھ میں قاہر محمد بن المعتضد باللہ کے دور خلافت میں قرامطہ نے حرم مکہ پر حملہ کیا اور بے شمار حجاج کو تہ تیغ کیا کعبہ کی بے حرمتی کی اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور بائیس سال کے بعد اس کو واپس کیا اور انہوں نے حرم میں جو خون ریزی کی تھی وہ جرم سمجھ کر نہیں کی تھی' کہ وہ کوئی جرم کر رہے ہیں اس سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ حرم میں قتال کرنا "تشریعا" ممنوع ہے اور "تکوینا" ممنوع نہیں ہے۔

قرامطہ کا مکہ فتح کر کے حجر اسود کو اکھاڑ کر لے جانا

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

قرامطہ نے ۸ ذوالحج کو مکہ پر حملہ کیا اور حجاج کے اموال لوٹ لیے اور ان کو تہ تیغ کیا' مکہ کے راستوں' گھاٹیوں' مسجد حرام اور خانہ کعبہ کے اندر بے شمار حجاج کو قتل کیا گیا' اور قرامطہ کا امیر ابو طاہر لعنہ اللہ کعبہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا' اور اس کے گرد حجاج کی لاشیں گر رہی تھیں اور حرمت والے مہینہ میں' مسجد حرام میں ۸ ذالحج کے معظم دن مسلمانوں پر تلواریں چل رہی تھیں اور ابو طاہر ملعون کہہ رہا تھا کہ میں اللہ ہوں' میں ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہوں اور میں ہی مخلوق کو فنا کرتا ہوں' لوگ اس سے بھاگ کر کعبہ کے پردوں سے لپٹتے تھے اور انہیں اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا' بلکہ وہ اسی حال میں قتل کیے جا رہے تھے اور حالت طواف میں قتل کیے جا رہے تھے بعض محدثین بھی اس دن طواف کر رہے تھے ان کو بھی طواف

Marfat.com

کے بعد قتل کر دیا گیا۔

جب قرمطی ملعون حجاج کو قتل کرنے سے فارغ ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مقتولین کو زمزم کے کنویں میں دفن کر دیا جائے' اور بہت سے حجاج کو حرم کی جگہوں میں دفن کر دیا گیا' اور بہت سوں کو مسجد حرام میں دفن کر دیا گیا' ان حجاج کو غسل دیا گیا' نہ کفن دیا گیا' نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی' وہ سب حالت احرام میں شہید ہوئے تھے' اس ملعون نے زمزم کا گنبد گرا دیا' اور کعبہ کے دروازہ کو اکھاڑنے کا حکم دیا اور اس کے پردے اتارنے کا حکم دیا' اس نے وہ پردے پھاڑ کر اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیئے' اس نے کعبہ کے میزاب کو بھی اکھاڑنے کا حکم دیا مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکا پھر اس نے ایک بھاری آلہ کے ذریعہ حجر اسود کو اکھاڑ کر کعبہ سے الگ کر لیا' اور وہ چلا کر کہہ رہا تھا کہ وہ ابابیل نامی پرندے کہاں ہیں؟ اور وہ نشان زدہ کنکریاں کہاں ہیں؟ پھر وہ حجر اسود کو اپنے ساتھ اپنے ملک (الاحساء' خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک شہر' جو مکہ کی راہ پر ہے) میں لے گئے' بائیس سال تک ان کے پاس حجر اسود رہا' اس کے بعد انہوں نے اس کو واپس کیا جیسا کہ ہم ۳۳۹ھ کے حالات میں ذکر کریں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جب قرمطی حجر اسود لے کر اپنے ملک میں پہنچا تو امیر مکہ اپنے اہل بیت اور لشکر کو لے کر اس کے پیچھے گیا اور اس کی خوشامد کی کہ وہ حجر اسود اس کو واپس کر دے تاکہ وہ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھ دے اور اس کے عوض اس کے پاس جس قدر بھی مال تھا وہ اس کو پیش کر دیا' لیکن قرمطی نہیں مانا' پھر امیر مکہ نے اس سے جنگ کی' قرمطی نے اس کو اور اس کے اکثر اہل بیت کو قتل کر دیا' اور حجر اسود اور حجاج کے دیگر اموال قرمطی کے قبضہ میں رہے' اس ملعون نے مسجد حرام میں اس قدر الحاد کیا جو پہلے کبھی ہوا تھا نہ بعد میں ہوا' اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو ایسی سزا دے گا جیسی اس سے پہلے کسی کو نہ دی ہو گی' قرامطہ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کہ وہ کفار اور زندیق تھے اور اس صدی میں افریقہ میں زمین کے مغرب میں جو فاطمیین نمودار ہوئے تھے انہوں نے ان کا بھیس بدل لیا تھا' ان کے امیر کا لقب مہدی تھا' اس کا نام ابو محمد عبید اللہ بن میمون القداح تھا' یہ سلمیہ میں رنگریز تھا' یہ اصل میں یہودی تھا' پھر اس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا' پھر یہ افریقی ممالک میں داخل ہو گیا' اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ فاطمی سید ہے' بربر کی ایک بڑی جماعت اور دوسرے جاہلوں نے اس کی تصدیق کر دی' اور اس نے حکومت قائم کر لی اور یہ بجلماسہ نامی شہر کا بادشاہ بن گیا' پھر اس نے ایک شہر بسایا اور اس کا نام مہدیہ رکھا' اور قرامطہ اس کے ساتھ پیغام رسانی رکھتے تھے۔ یہ سب ان کی سیاست تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کعبہ کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اصحاب الفیل کی طرح قرامطہ پر عذاب کیوں نہیں آیا؟

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اصحاب الفیل نصاریٰ تھے اور انہوں نے مکہ مکرمہ میں اس طرح کی خونریزی نہیں کی تھی جیسی قرامطہ نے کی اور یہ بھی معلوم ہے کہ قرامطہ' یہود' نصاریٰ' مجوس بلکہ بت پرستوں سے بھی بدتر ہیں اور انہوں نے مکہ مکرمہ کی اور مسجد حرام کی ایسی بے حرمتی کی ہے جو کسی نے بھی نہیں کی تو پھر ان پر اس طرح جلد عذاب کیوں نہیں آیا جس طرح اصحاب الفیل پر آیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصحاب الفیل پر فوری گرفت بیت اللہ کے شرف کو ظاہر کرنے کے لیے کی گئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس عظمت والے شہر میں نبی ﷺ کو مبعوث کرنا تھا اور جس زمین کے خطہ مبارکہ میں آپ کی تشریف آوری ہونی تھی۔ اصحاب الفیل اس خطہ زمین کی اہانت کرنا چاہتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو فوراً ہلاک کر دیا اور اس سے پہلے کی شریعتوں میں مکہ مکرمہ اور کعبہ کی فضیلت نہیں بیان کی گئی تھی' اگر اصحاب

Marfat.com

الفیل اس شہر میں داخل ہو کر اس کو تباہ کر دیتے تو پھر لوگوں کے لیے اس کی فضیلت کا اعتراف کرنا بہت مشکل ہوتا' اور رہے یہ قرامطہ تو انہوں نے حرم شریف کی بے حرمتی شرعی احکام اور قواعد کے مقرر ہونے کے بعد کی ہے اور جب سب کو بداھتہ" معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ کے دین میں مکہ اور کعبہ محترم ہیں اور ہر مومن کو یہ یقین ہے کہ انہوں نے حرم میں بہت بڑا الحاد کیا ہے اور یہ بہت بڑے ملحد اور کافر ہیں- اس لیے ان کو فوراً سزا نہیں دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کو روز قیامت کے لیے موخر کر دیا' جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو پھر اس کو مہلت نہیں دیتا' پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی :

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ۝ (ابراھیم : ۴۲)

ظالموں کے کاموں سے اللہ کو ہرگز غافل گمان نہ کرو وہ انہیں صرف اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝ (آل عمران : ۱۹۷)

(اے مخاطب!) کافروں کا (تکبر کے ساتھ) ملکوں میں پھرنا' تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے' (یہ حیات فانی کا) قلیل فائدہ ہے' پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے!

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم ان کو تھوڑا فائدہ پہنچائیں گے پھر ان کو سخت عذاب کی طرف کھینچ لیں گے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرامطہ کی تاریخ

صحیح معنی میں عربوں اور نبطیوں کی باغی جماعتوں کا نام قرامطہ تھا' جو ۲۶۴ھ سے عراق زیریں میں زنج کی جنگ غلامی کے بعد منظم ہوئیں جس کی بنیاد اشتراکی نظام پر رکھی گئی' پر جوش تبلیغ کے باعث اس خفیہ جماعت کا دائرہ عوام' کسانوں اور اہل حرفت تک وسیع ہو گیا' خلیفہ بغداد سے آزاد ہو کر انہوں نے الاحساء (خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک شہر جو مکہ مکرمہ کی راہ پر ہے- منہ) میں ایک ریاست کی بنیاد رکھ لی' اور خراسان' شام اور یمن میں ان کے ایسے اڈے قائم ہو گئے جہاں سے ہمیشہ شورشیں ہوتی رہتی تھیں۔

نویں صدی عیسوی کے درمیان انہوں نے ساری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' پھر اسماعیلی خاندان نے اس تحریک پر اپنا قبضہ کر لیا انہوں نے ۲۹۷ھ میں خلافت فاطمیہ کے نام سے ایک حریف سلطنت قائم کی یہ تحریک ناکام رہی آخر کار دولت فاطمیہ کے ساتھ اس تحریک کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اشتقاقی اعتبار سے اس باغیانہ تحریک کے اولین قائد حمدان قرمط (یہ ایک ملحد شخص تھا) کی طرف یہ نام منسوب ہے' قرامطہ کی تحریک بغاوت کا آغاز حمدان نے واسط کے مضافات سے شروع کیا' ۲۷۷ھ میں اس نے کوفہ کے مشرق میں اپنے رفقاء کے لیے دار الہجرت کی بنیاد ڈالی جن کے متعلق رضاکارانہ چندے (مثلاً صدقہ فطر اور خمس وغیرہ) جماعت کے مشترکہ خزانے میں جمع ہوتے تھے' عراق زیریں میں بزور شمشیر قرامطہ کی تحریک ختم کر دی گئی اور ۲۹۴ھ میں اس کی سیاسی اہمیت بھی ختم ہو گئی۔

کچھ عرصہ بعد اس تحریک نے الاحساء میں پھر سر اٹھایا ۲۸۲ھ میں عبد القیس کے ربیعی قبیلہ کی اعانت سے الجنابی نے

Marfat.com

الاحساء کے سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں ایک آزاد ریاست قائم کر لی جو قرامطہ کی پشت پناہ اور خلافت بغداد کے لیے ایک زبردست خطرہ بن گئی' الجنابی کے بیٹے اور جانشین ابوطاہر سلیمان (۳۰۱ھ تا ۳۳۲ھ) نے عراق زیریں کی تاخت و تاراج کے ساتھ ساتھ حجاج (حج کرنے والوں) کے راستے بند کر دیئے آخر ۸ ذوالحجہ ۳۱۷ھ کو اس نے مکہ فتح کر لیا اور اس کے چھ روز بعد حجر اسود کو اٹھا کر لے گیا تاکہ اسے الاحساء میں نصب کر سکے' اپنے باپ کی طرح ابوطاہر بھی ایک خفیہ انجمن کا داعی اور الاحساء میں اس کا ناظم امور خارجہ تھا۔

اس نے یہاں بزرگان قبیلہ (السادۃ) کی ایک نمائندہ مجلس قائم کی اور امور داخلہ کا نظم و نسق اس کے سپرد کر دیا۔ یہ تنظیم قرامطہ کی عسکری قوت کے زوال کے بعد ۴۷۲ھ تک باقی تھی' تاآنکہ اسماعیلی دعوت کے احیاء نے ایک نئے خاندان مکرمیہ کی شکل اختیار کی جس کا مرکز المومنیہ تھا۔

قرامطہ کے عقائد

قرمطی عقائد میں عام رجحان یہ ہے کہ حضرت علی کے حق خلافت کے نظریہ کو ایک مقصد کے بجائے ایک ذریعہ سمجھا جائے' ان کے نزدیک امامت کوئی موروثی اجارہ نہیں جو ایک ہی خاندان میں منتقل ہوتا رہے' ۲۸۷ھ میں عبیداللہ نے فاطمی خاندانی لقب اختیار کیا تو ان میں سے کسی ایک نے بھی واضح طور پر یہ نہیں کہا کہ نسلی اعتبار سے ان کا سلسلہ نسب حضرت علی کی اسماعیلی شاخ سے ملتا ہے۔

جب المغرب (تونس) میں خلافت فاطمیہ قائم ہو گئی تو خراسان اور یمن کی طرح الاحساء میں بھی قرامطہ نے عام طور پر ان سے بہت سی توقعات وابستہ کر لیں' ابوسعید ابتداء ہی سے صاحب الناقہ کو خمس ادا کرتا تھا' پھر حیلے بہانے کے بعد ابوطاہر نے یہ رقم القائم کو بھیجنا شروع کر دی' لیکن وہ اس کے جائز استحقاق کے متعلق اس قدر بدگمان تھا کہ ۳۱۹ھ میں اس نے ایک دیوانے ابوالفضل الزکری التمامی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے امام منتظر کی حیثیت سے تخت نشین کر دیا' ۳۴۰ھ میں فاطمی خلیفہ المنصور کے حکم سے حجر اسود اہل مکہ کو واپس کر دیا گیا۔

قرامطہ کے عقائد میں الوہیت محض ایک تصور واحد ہے جو تمام صفات سے مبرا اور منزہ ہے' حقیقی عبادت کا تعلق اس علم کے حصول پر ہے کہ ذات الہیہ سے باہر کائنات کا تخلیقی ارتقاء کن کن مدارج سے گزرا ہے' ہر مرید کو بتدریج اس علم سے آشنا کیا جاتا ہے حتی کہ اس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ معکوس عمل معرفت سے ان مدارج ارتقاء کو فراموش کر کے ذات الہی میں جذب ہو جائے۔

اگر قرامطہ کے اصول و عقائد کا مقابلہ ان کے پیش رو امامیہ عقائد سے کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ فرقہ امامیہ کے تجسیمی اور تشخصی تصورات اور حضرت علی اور ان کے اخلاف کی پرستش کی بجائے قرامطہ کے ہاں ان عقائد کو محض عقلیت کے رنگ میں اور مجرد تصورات کی شکل میں پیش کیا ہے۔ فلسفہ میں الفارابی اور ابن سینا کے مثالی امامت کے سیاسی نظریہ اور عقول عشریہ کا نظریہ صدور' ان کے زیر اثر تسلیم کئے گئے' ایسے ہی اصول و عقائد میں بھی قرمطی اثرات سرایت کر گئے' مثلاً قرامطہ وحدۃ الوجود کو مانتے تھے' ان کا کہنا یہ تھا کہ حروف ابجد محض عقلی علامات ہیں نام کسی شے کا حجاب ہے اس کا شہود نہیں۔ انبیاء' ائمہ اور ان کے مریدان خاص کی عقول اشعۂ نورانیہ کے شرارے ہیں جو ابتدائی انوار و تجلیات کے وقفوں کے مطابق نور ظلامی یعنی غیر حقیقی اور اندھے مادے میں گھری ہوئی ہوتی ہیں اور یک بیک یوں منور ہو جاتی ہیں جیسے آئینہ

Marfat.com

میں عکس- (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲/۱۶ ص ۳۲-۲۱ ملخصا" مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور '۱۳۹۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتا ہو۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے فضائل اور مناقب بیان فرمائے اس کے بعد حج بیت اللہ کی فرضیت بیان فرمائی' نیز اس آیت میں لوگوں پر حج کا فرض ہونا بیان فرمایا ہے اور اس کو مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار بھی حج اور دیگر اسلامی احکام کے مخاطب ہیں۔

حج کی تعریف' شرائط' فرائض' واجبات' سنن اور آداب' ممنوعات اور مکروہات

حج کا لغوی معنی ہے کسی عظیم شے کا قصد کرنا اور اس کا شرعی معنی حسب ذیل ہے :

نو ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے دس ذوالحجہ کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھے ہوئے میدان عرفات میں وقوف کرنا اور دس ذوالحجہ سے آخر عمر تک کسی وقت بھی کعبہ کا طواف زیارت کرنا حج ہے' حج کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ وقوف عرفات اور کعبہ کے طواف زیارت کا قصد کرنا حج ہے۔

حج کی شرائط یہ ہیں : حج اسلام کرنے والا مسلمان ہو' آزاد ہو' مکلف ہو' صحیح البدن ہو' بصیر ہو' اس کے پاس حج کے لیے جانے' سفر حج تک کے قیام' حج سے واپس آنے اور اس دوران جن کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان سب کا خرچ ہو' نیز اس کے پاس سواری ہو یا سواری کا خرچ ہو' اور راستہ مامون ہو' اور اگر عورت حج کرنے والی ہے تو اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا عاقل بالغ محرم ہو۔

حج کے فرائض : حج میں تین امور فرض ہیں- احرام' ۹ ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے دسویں کی فجر تک کسی بھی وقت میدان عرفات میں وقوف کرنا اور دس ذوالحجہ سے اخیر عمر تک کسی بھی وقت کعبہ کا طواف کرنا' موخر الذکر دونوں رکن ہیں' ان میں ترتیب بھی فرض ہے یعنی پہلے حج کی نیت سے احرام باندھنا' پھر وقوف عرفات کرنا' اور اس کے بعد طواف زیارت کرنا' حج کی سعی کو طواف زیارت سے پہلے کرنا بھی جائز ہے۔

حج کے واجبات : مزدلفہ میں وقوف کرنا' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا)' جمرات کو رمی کرنا' طواف وداع کرنا' (مکہ میں رہنے والا اور حائضہ عورت طواف وداع سے مستثنیٰ ہے) سر منڈانا یا بال کٹوانا' میقات سے احرام باندھنا' غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف کرنا' طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرنا' اپنی دائیں جانب سے طواف کرنا' اگر عذر نہ ہو تو خود چل کر طواف کرنا' باوضو طواف کرنا (ایک قول یہ ہے کہ وضو سنت ہے)' پاک کپڑوں کے ساتھ طواف کرنا' شرم گاہ کو ڈھانپ کر رکھنا' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتداء صفا سے کرنا' اگر عذر نہ ہو تو خود چل کر سعی کرنا' قران اور تمتع کرنے والے کے لیے ایک بکری ذبح کرنا' سات چکر پورے ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا' قربانی کے دن رمی جمرات' سر منڈانے اور قربانی کرنے کے افعال کو ترتیب وار کرنا' قربانی کے تین دنوں میں کسی ایک دن میں طواف زیارت کرنا' حطیم کے باہر سے طواف کرنا' طواف کے بعد سعی کرنا' قربانی کے ایام میں اور حرم کے اندر حلق کرانا۔

حج کے سنن اور آداب : خرچ میں وسعت اختیار کرنا' ہمیشہ باوضو رہنا' فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا (گالی وغیرہ سے حفاظت کرنا واجب ہے)' اگر ماں باپ کو اس کی ضرورت ہو تو ان سے اجازت لے کر حج کے لیے جانا' قرض خواہ اور کفیل سے بھی اجازت طلب کرنا' اپنی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر نکلنا' لوگوں سے کہا سنا معاف کرانا' ان سے دعا کی درخواست کرنا'

Marfat.com

نکلتے وقت کچھ صدقہ و خیرات کرنا' اپنے گناہوں پر سچی توبہ کرے' جن لوگوں کے حقوق چھین لیے تھے وہ واپس کر دے' اپنے دشمنوں سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرے' جو عبادات فوت ہو گئیں (مثلاً جو نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں) ان کی قضا کرے' اور اس کوتاہی پر نادم ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کرے' اپنی نیت کو ریاکاری اور فخر سے مبرا کرے' حلال اور پاکیزہ سفر خرچ کو حاصل کرے کیونکہ حرام مال سے کیا ہوا حج مقبول نہیں ہوتا' اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے' اگر اس کا مال مشتبہ ہو تو کسی سے قرض لے کر حج کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کر دے' راستہ میں گناہوں سے بچتا رہے اور بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' سفر حج میں تجارت کرنے سے اجتناب کرے ہر چند کہ اس سے ثواب کم نہیں ہوتا۔

حج کے ممنوعات : جماع نہ کرے' احرام کی حالت میں سر نہ منڈائے' ناخن نہ کاٹے' خوشبو نہ لگائے' سر اور چہرہ نہ ڈھانپے' سلا ہوا کپڑا نہ پہنے' حرم اور غیر حرم میں شکار کے درپے نہ ہو' حرم کے درخت نہ کاٹے۔

حج کے مکروہات : اگر ماں باپ کو اس کی خدمت کی ضرورت ہے اور وہ اس کے حج پر جانے کو ناپسند کرتے ہوں تو اس کا حج کے لیے جانا مکروہ ہے' اور اگر ان کو اس کی خدمت کی ضرورت نہیں ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے' اگر ماں باپ نہ ہوں اور دادا' دادی ہوں تو وہ ان کے قائم مقام ہیں' اس کے اہل و عیال جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے اگر وہ اس کے حج پر جانے کو ناپسند کرتے ہوں اور اسے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے جانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ ضائع ہو جائیں گے تو پھر اس کا حج پر جانا مکروہ ہے' اگر کسی شخص کا بیٹا بے ریش ہو تو وہ داڑھی آنے تک اس کو حج کرنے سے منع کرے' اگر حج فرض ہو تو وہ ماں باپ کی اطاعت سے اولیٰ ہے اور اگر حج نفل ہو تو ماں باپ کی اطاعت اولیٰ ہے' جس شخص کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو قرض ادا کرنے سے پہلے اس کا حج یا جہاد کے لیے جانا مکروہ ہے' ہاں اگر قرض خواہ اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(یہ تمام احکام اور مسائل در مختار' رد المحتار اور عالم گیری سے ماخوذ ہیں)

حج کے فضائل

امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور (اس میں) جماع یا اس کے متعلق باتیں نہیں کیں اور کوئی گناہ نہیں کیا وہ گناہوں سے اس طرح (پاک) لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔
(صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک عمرہ سے لے کر دوسرا عمرہ اس کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے' اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔

(موطا امام مالک' صحیح بخاری' صحیح مسلم' جامع ترمذی' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' حلیۃ الاولیاء)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈالا' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں' آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا' آپ نے فرمایا اے عمرو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا جو چاہو شرط لگاؤ' میں نے عرض کیا میری مغفرت کر دی جائے' آپ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اس

Marfat.com

سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے' اور ہجرت اس سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج اس سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم و صحیح ابن خزیمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہماری رائے میں جہاد افضل ہے کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا لیکن افضل حج مبرور ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو سند حسن سے روایت کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر کمزور آدمی کا جہاد حج ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے' پوچھا گیا بر کیا ہے؟ فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے' امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے' امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے' امام بیہقی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے' اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے' چاندی اور سونے کے زنگ کو مٹاتی ہے اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔

(جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' سنن بیہقی)

حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو دھو ڈالتا ہے جس طرح پانی میل کو دھو ڈالتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا حج کرنے والا اپنے خاندان کے چار سو آدمیوں کے لیے شفاعت کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آتا ہے جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد حرام کے قصد سے روانہ ہوا' اور اپنے اونٹ پر سوار ہوا اس کے اونٹ کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک گناہ مٹا دے گا' اور اس کا ایک درجہ بلند کر دے گا' حتی کہ جب وہ بیت اللہ پہنچ کر طواف کرے گا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا پھر سر منڈوائے یا بال کٹوائے گا تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(سنن بیہقی)

حضرت زاذان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سخت بیمار ہو گئے' انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو بلا کر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مکہ سے پیدل حج کے لیے روانہ ہوا حتی کہ واپس مکہ پہنچ گیا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ سات سو نیکیاں لکھ دے گا' اور ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی طرح ہو گی' ان سے پوچھا گیا اور حرم کی نیکیاں کتنی ہیں انہوں نے فرمایا ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے' دونوں نے عیسیٰ بن سوارہ سے روایت کیا ہے' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام ابن خزیمہ نے کہا اگر حدیث صحیح ہو تب بھی عیسیٰ بن سوارہ کے متعلق دل میں تشویش ہے' امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ (حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے' امام بزار نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک سند میں کذاب راوی ہے اور دوسری سند میں اسمٰعیل بن ابراہیم کی سعید بن

Marfat.com

جبیر سے روایت ہے اور اس کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹) میں کہتا ہوں کہ امام ابو یعلیٰ کی سند میں سعید بن جبیر سے روایت کرنے والا مجہول ہے اور یہ سند منقطع ہے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے' حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے' اللہ کے وفد ہیں' اللہ نے ان کو بلایا تو انہوں نے لبیک کہا' یہ اللہ سے سوال کرتے ہیں تو اللہ انہیں عطا فرماتا ہے' اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی سنن اور صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے کی مغفرت کی جائے گی اور جس کے لیے حج کرنے والا استغفار کرے گا اس کی مغفرت کی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۶۷۔ ۱۶۳' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد خیف میں بیٹھا ہوا تھا' کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی آئے' انہوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے ایک سوال کرنے آئے ہیں' آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں خود تمہارا سوال بیان کروں' اور اگر تم چاہو تو تم سوال کرو' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ بیان فرمائیں ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گا! انصاری نے ثقفی سے کہا تم سوال کرو' اس نے کہا بلکہ تم سوال کرو' انصاری نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے! آپ نے فرمایا تم یہ سوال کرنے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لیے روانہ ہو اور بیت اللہ کا طواف کرو تو اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا کیا اجر ہے' اور وقوف عرفہ کا کیا اجر ہے؟ اور رمی جمار کا کیا اجر ہے اور نحر (قربانی) کا کیا اجر ہے؟ اور سر منڈانے کا کیا اجر ہے؟ اور اس کے بعد طواف (زیارت) کا کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' ہم آپ سے یہی سوال کرنے آئے تھے' آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لیے روانہ ہوتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے کے بدلہ میں اللہ تمہاری ایک نیکی لکھتا ہے' ایک گناہ مٹاتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہیں اولاد اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے' اور جب تم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہو تو تمہیں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے' اور جب تم زوال آفتاب کے بعد میدان عرفات میں وقوف کرتے ہو تو اللہ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے وہ بندے ہیں جو دور دراز کے علاقوں سے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں یہ میری رحمت اور میری مغفرت کی امید رکھتے ہیں سو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو اللہ ان کو معاف کر دے گا' میرے بندو! عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاؤ' تمہاری بھی مغفرت ہو گی اور جن کی تم شفاعت کرو گے اس کی بھی مغفرت ہو گی' اور جب تم رمی جمار (کنکری پھینکتے ہو) کرتے ہو تو ہر کنکری کے بدلہ میں تمہارا ایک کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے' اور تمہاری قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کی جائے گی اور جب تم سر منڈاتے ہو تو ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے' انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! اگر اس کے گناہ کم ہوں؟ آپ نے فرمایا تو پھر اس کی نیکیاں ذخیرہ کی جائیں گی اور جب تم اس کے بعد طواف (زیارت) کرو گے تو تم اس حال میں طواف کرو گے کہ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہو گا' پھر ایک فرشتہ تمہارے

Marfat.com

دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا جاؤ از سر نو عمل کرو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔
(المطالب العالیہ ج ا ص ۳۱۴۔ ۳۱۲ 'توزیع عباس احمد الباز مکہ مکرمہ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں اسماعیل بن رافع نام کا ایک ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۷۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کی عبادات انجام دیں اور مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ کے شر سے محفوظ رہے' اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ایک ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت اسلام کا ستون ہے' جو شخص حج' عمرہ' یا زیارت کے قصد سے اس بیت کے لیے روانہ ہو' تو اللہ اس بات کا ضامن ہے کہ اگر وہ اس دوران فوت ہو گیا تو اس کو جنت میں داخل کر دے اور اگر اس کو لوٹائے تو اجر اور غنیمت کے ساتھ لوٹائے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۲۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا' اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایک راوی عائذ بن بشیر ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کے لیے روانہ ہوا اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک حج کا اجر لکھا جاتا رہے گا' اور جو شخص عمرہ کے لیے روانہ ہوا اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک عمرہ کا اجر لکھا جاتا رہے گا' اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہوا اور مر گیا' اس کے لیے قیامت تک غازی کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ اس حدیث کو بھی امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ (المطالب العالیہ ج ا ص ۳۲۶۔ ۳۲۴ 'توزیع عباس احمد الباز' مکہ مکرمہ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں جمیل بن ابی میمونہ ہے' امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : **جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتا ہو**

حج کی استطاعت کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

استطاعت میں تین قول ہیں : امام شافعی کے نزدیک استطاعت مال سے ہوتی ہے اور یہ سفر خرچ اور سواری ہے' امام مالک کے نزدیک استطاعت بدن کے ساتھ ہوتی ہے یعنی وہ شخص صحت مند اور تندرست ہو' امام ابو حنیفہ کے نزدیک استطاعت مال اور بدن دونوں کے ساتھ مشروط ہے۔ (النکت والعیون ج ا ص ۴۱۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی استطاعت کی تفسیر مال اور بدن دونوں کے ساتھ کی ہے۔
(زاد المسیر ج ا ص ۴۲۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

فتاویٰ عالم گیری میں استطاعت کی تفصیل میں حسب ذیل امور مذکور ہیں :

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش' کپڑوں' نوکروں' گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لیے اس کے اہل و عیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) اس کو یہ علم ہو کہ اس پر حج کرنا فرض ہے' جو شخص دارالاسلام میں رہتا ہے اس کے لیے دارالاسلام میں رہنا اس علم کے قائم مقام ہے' اور جو شخص دارالحرب میں ہو اس کو دو مسلمان خبر دیں یا ایک عادل مسلمان خبر دے کہ اس پر حج فرض ہے تو یہ اس کے علم کے لیے کافی ہے

(۳) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو' حتیٰ کہ لولے' لنگڑے' مفلوج' ہاتھ پیر بریدہ' بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے' اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ بیمار شخص پر حج کی وصیت کرنا فرض ہے۔ (فتح القدیر والبحر الرائق) اسی طرح جو شخص قیدی ہو یا جو شخص سلطان سے خائف ہو جس نے اس کو حج کرنے سے منع کیا ہو اس پر بھی حج کرنا فرض نہیں ہے' (النہر الفائق) اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرانا فرض ہے' اگر اس کو قائد میسر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔ (قاضی خاں)

(۴) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۵) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون' آزاد اور عاقل اور بالغ ہو' محرم کا خرچ حج کرنے والے کے ذمہ ہے۔

(۶) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت وفات یا عدت طلاق نہ گزار رہی ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۹۔ ۲۱۷' مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

آج کل استطاعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرنے والے کو حج پاسپورٹ اور حج ویزا مل جائے اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے ان کا قول باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ وہ نصرانی ہو کر مرے' اس حدیث کو امام ترمذی اور امام بیہقی نے حارث کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی شدید حاجت مانع نہ ہو' نہ کوئی سخت مرض

Marfat.com

مانع ہو' نہ ظالم بادشاہ مانع ہو اور وہ پھر بھی حج نہ کرے وہ خواہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی ہو کر مرے- اس حدیث کو بھی امام بیہقی نے روایت کیا ہے-

ان حدیثوں میں حج نہ کرنے والے پر "تغلیظا" وعید کی گئی ہے-

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسلام کے آٹھ حصے ہیں' ایک حصہ اسلام ہے' ایک حصہ نماز ہے' ایک حصہ زکوۃ ہے' ایک حصہ حج بیت اللہ ہے' ایک حصہ نیکی کا حکم دینا ہے' ایک حصہ برائی سے روکنا ہے' ایک حصہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے' وہ شخص نامراد ہے جس کا کوئی حصہ نہیں ہے' اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے-(غالبا" راوی ایک حصہ کا ذکر کرنا بھول گیا-)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے : جس بندہ کا جسم تندرست ہو اور وہ مالی اعتبار سے خوشحال ہو اور وہ پانچ سال تک میرے پاس نہ آئے وہ ضرور محروم ہے-

(صحیح ابن حبان و سنن بیہقی) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۱' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ- ۱۴۰۷ھ)

حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج کرنے کی مذمت

حافظ منذری بیان کرتے ہیں : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں سات سو گنا زیادہ خرچ کرنے کی مثل ہے- اس حدیث کو امام احمد نے' امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے امام احمد کی اسناد حسن ہے-

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے ایک درہم سات سو گنا زیادہ ہے' اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حج کرنے والا پاکیزہ کمائی لے کر نکلتا ہے اور اپنا پیر رکاب میں ڈالتا ہے اور اللھم لبیک سے ندا کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی کہتا ہے لبیک و سعدیک' تمہارا سفر خرچ حلال ہے' تمہاری سواری حلال ہے' تمہارا حج مبرور (مقبول) ہے' اس میں گناہ نہیں ہے' اور جب وہ حرام مال سے حج کے لیے روانہ ہوتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں ڈالتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے تمہارا لبیک کہنا مقبول نہیں' تمہارا زاد راہ حرام ہے' تمہارا خرچ حرام ہے تمہارا حج گناہ ہے' مقبول نہیں ہے- اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور امام اصبہانی نے بھی روایت کیا ہے-

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۸۱-۱۷۹' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ

آپ کہیے اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے تمام

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ

اعمال پر گواہ ہے ○ آپ کہیے اے اہل کتاب : تم اللہ کے راستہ سے

Marfat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَ

کیوں روکتے ہو؟ تم ایمان والوں کے راستہ کو (بھی) ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود (اس دین کے برحق ہونے

مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ

پر) گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے ○ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک

تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

دیں گے ○ اور تم کیوں کر کفر کرو گے حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی تلاوت

اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ

کی جاتی ہے اور تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو بیشک

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰/۱۰

اسے سیدھے راستہ کی ہدایت دی جائے گی ○

کفر پر مذمت میں اہل کتاب کی تخصیص کی وجہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے فضائل اور حج کی فرضیت کو بیان فرمایا ہے' اور اہل کتاب کو اس بات کا علم تھا کہ اسلام ہی دین حق ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم کو علم ہے کہ اسلام ہی دین حق ہے تو پھر تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں باقی کفار کے بجائے خصوصیت کے ساتھ اہل کتاب کا کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی حقانیت پر دلائل بیان فرمادیئے تھے' آپ کی علامات بھی بیان کر دی تھیں' پھر آپ کی نبوت کے متعلق جو ان کو شبہات تھے ان کو قرآن مجید کی آیات سے زائل کر دیا تھا' اور جب ان پر حجت تمام ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کر کے فرمایا: اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ ثانیاً" دوسرے کفار اور مشرکین کی بہ نسبت اہل کتاب اللہ تعالیٰ کی آیات کی زیادہ معرفت رکھتے تھے کیونکہ وہ الوہیت اور توحید کے معترف تھے اور نبوت کا اقرار کرتے تھے اور ان کی کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کے متعلق بشارتیں موجود تھیں۔

اس آیت میں اللہ کی آیتوں سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی علامات ہیں اور ان کے کفر اور انکار سے ان

Marfat.com

علامتوں کی دلالت کا کفر اور انکار مراد ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تمہارے تمام اعمال پر گواہ ہے' یعنی اللہ تم کو تمہارے ان اعمال کی سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہیے : اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستہ سے کیوں روکتے ہو؟ (آل عمران : ۹۹)

اللہ کے راستہ سے روکنے کے کئی محامل ہیں بعض ازاں یہ ہیں :

اہل کتاب کے گمراہ کن حیلے

(۱) وہ ضعیف مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات ڈالتے تھے مثلاً وہ نسخ پر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ بداء ہے یعنی اللہ نے ایک حکم دیا بعد میں وہ اس حکم کی قباحت پر مطلع ہوا تو اس نے اس حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم نازل کر دیا' اسی طرح وہ کہتے کہ تورات میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔

(۲) وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ تورات میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا ذکر ہے اور جب ان سے آخر زمانے میں آنے والے نبی کی صفات پوچھی جاتیں تو وہ دجال کی صفات بیان کر دیتے۔

(۳) وہ لوگوں کو کعبہ کا حج کرنے سے روکتے تھے اور بیت المقدس کا حج کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "تم ایمان والوں کے راستہ کو بھی ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو۔" یعنی اپنی تحریفات کے ذریعہ انہیں بھی گمراہ کرنا چاہتے ہو' یا اس کا معنی ہے کہ تم صراط مستقیم کے دعویٰ دار ہو جب کہ تم جس راستہ پر چل رہے ہو وہ ٹیڑھا راستہ ہے حالانکہ تم گواہ ہو کہ تورات میں مذکور ہے کہ اللہ اسلام کے علاوہ اور کسی دین کو قبول نہیں کرے گا' یا تم سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والے معجزات کے ظہور پر گواہ ہو' یا تم اس پر گواہ ہو کہ اللہ کے راستہ سے روکنا جائز نہیں ہے' یا تم اپنے اہل مذہب کے نزدیک لائق اعتبار اور نیک ہو جس کی گواہی کو قبول کرنا واجب ہے اور جو شخص ایسے منصب کا حامل ہو اس کا جھوٹ' باطل اور گمراہی پر اصرار کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے اس میں ان کی تہدید کی ہے اور خبردار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے واقف ہے اور عنقریب ان کو سزا دے گا۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کو بیان کرکے اس کا رد فرمایا تھا اور اس آیت میں ان کے گمراہ کرنے کو بیان کرکے اس کا رد فرمایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو شہداء فرمایا ہے' اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے' امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی گواہی بالاجماع جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔ (آل عمران ۱۰۰)

شاس بن قیس کا مسلمانوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کی ناکام سعی کرنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شان نزول کے متعلق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ شاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی تھا اور کٹر کافر تھا' مسلمانوں سے سخت بغض رکھتا تھا' ایک دن اس نے دیکھا کہ اوس اور خزرج کے کچھ لوگ آپس میں بیٹھے ہوئے الفت اور محبت سے باتیں کر رہے ہیں' وہ ان کی الفت اور محبت کو دیکھ کر غصہ سے جل بھن گیا' اس نے ایک یہودی کو وہاں بٹھالیا اور اس کے سامنے پرانے قصے

Marfat.com

چھیڑ دیئے اور جنگ بعاث کے متعلق اشعار پڑھنے لگا' اس دن اوس اور خزرج میں زبردست جنگ ہوئی تھی' اور اوس فتحیاب ہوئے تھے' اس نے اس راکھ میں سے چنگاریاں نکال کر آگ بھڑکا دی اور اوس اور خزرج ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نکل آئے قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں' دونوں فریق اپنے اپنے حمایتیوں کو بلا چکے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی آپ چند مہاجرین صحابہ کے ساتھ آئے آپ نے فرمایا: اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو! کیا تم زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو! حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی ہدایت آ چکی ہے اور اللہ تمہیں دولت اسلام سے مشرف کر چکا ہے اور تمہاری گردنوں سے جاہلیت کا جوا اتار پھینکا ہے' اور تم کو کفر سے نجات دے دی ہے اور تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے' کیا تم پچھلی جاہلیت اور کفر کی طرف لوٹ رہے ہو؟ تب مسلمانوں کو احساس ہوا کہ یہ شیطان کا وسوسہ تھا' اور ان کے دشمنوں کا مکر تھا' انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور رونے لگے' اوس اور خزرج نے ایک دوسرے کو گلے لگایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطاعت اور موافقت کرتے ہوئے چلے گئے اور اللہ کے دشمن شاس بن قیس نے جو ان کے دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکائی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا تب اللہ تعالیٰ نے شاس بن قیس کی اس ناکام سعی کے متعلق یہ آیت نازل کی' اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کے لیے دین پر استقامت کے ذرائع

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو مسلمانوں کے گمراہ کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس پر عذاب کی وعید سنائی تھی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب کے بہکانے' ورغلانے اور ان کے گمراہ کرنے سے خبردار رہیں اور ان کے بھڑکانے میں نہ آ جائیں ورنہ وہ ان کو کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم کیونکر کفر کرو گے حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اور تم میں اس کا رسول موجود ہے۔ (آل عمران: ۱۰۱)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کا کفر کی طرف لوٹنا دو وجہ سے بہت بعید ہے' ایک تو یہ کہ ان کے سامنے دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا جاتا ہے اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں قرآن کریم کی تبلیغ فرماتے ہیں' اور قرآن مجید کا معجز ہونا ان پر بالکل روشن تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار چیلنج کیا کہ اس قرآن کی چھوٹی سی سورت کی مثال بنا کر لے آؤ لیکن انسانوں اور جنوں میں سے کوئی بھی اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکا' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور آپ پر دن رات انواع و اقسام کے معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے اور ان معجزات کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحب عقل اور صاحب انصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے روگردانی نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے بعد فرمایا جو شخص اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو بے شک اسے سیدھے راستے کی ہدایت دی جائے گی۔ (آل عمران: ۱۰۱)

اس آیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ ان کے لیے دین پر استقامت اور گمراہی سے حفاظت کی دو زبردست چیزیں موجود تھیں' قرآن مجید کا سننا جو ہر قسم کے شک اور شبہ کے ازالہ کے لیے کافی

Marfat.com

اور روانی تھا اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انوار کا مشاہدہ جو ان کے صفاء باطن' پاکیزگی اور کردار کی بلندی کا ہادی اور مرشد تھا اور جب انہوں نے قرآن اور سنت کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ صراط مستقیم کے سالک بن گئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ تو رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور اللہ کی رحمت سے واصل ہو گئے اب بعد کے لوگوں کے لیے دین پر استقامت اور صراط مستقیم کے حصول کا کیا ذریعہ ہے تو میں کہوں گا کہ ان کے ایمان پر استقامت اور گمراہی سے حفاظت کے لیے قرآن مجید موجود ہے' قرآن کریم جس طرح چودہ سو سال پہلے تمام دنیا کے فصحاء اور بلغاء کے لیے چیلنج تھا آج بھی چیلنج ہے' نہ اس وقت اس کی کسی سورت کی کوئی نظیر لا سکا تھا نہ آج لا سکا ہے اور ان کے صفاء باطن' پاکیزگی اور کردار کی بلندی کے لیے قرآن مجید کی تعلیمات موجود ہیں اور ان کی توضیح اور تشریح رسول اللہ ﷺ کی سنت میں موجود ہے۔ آپ کی تمام سنتوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا اور سینوں سے صحیفوں میں منتقل کر دیا اور صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال' آپ کے افعال اور آپ کے احوال مذکور ہیں اور جس شخص نے قرآن اور حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیا اس نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور جس نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اس کو بے شک صراط مستقیم کی ہدایت دے دی گئی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے

وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

مگر مسلمان ہوتے کی حالت میں ○ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو،

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم (آپس میں) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں

قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ

میں الفت ڈال دی تو تم اس کے کرم سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر

مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی، اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنی آیتوں کو بیان فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تاکہ تم ہدایت پاؤ ○

Marfat.com

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کے گمراہ کرنے سے خبردار فرمایا تھا اور اس کے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات اور تمام خیرات کا جامع حکم بیان فرمایا : ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو' دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو' اور ان میں ترتیب یہ ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت عذاب کے خوف سے کرتا ہے یا ثواب کے شوق سے کرتا ہے' اور عذاب کا خوف مقدم ہے کیونکہ دفع ضرر حصول نفع پر مقدم ہوتا ہے' اس لیے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے تاکہ عذاب سے بچنے کے لیے انسان اللہ کی عبادت کرے پھر اس کو موکد کرنے کے لیے فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اس کے بعد اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگ نعمت کے شوق میں عبادت کی طرف راغب ہوں۔ اور جو لوگ تصوف اور حال کے مدعی ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ ہمیں ثواب سے غرض ہے اور نہ عذاب کی فکر ہے ہم مولیٰ کی عبادت مولیٰ کے لیے کرتے ہیں وہ اپنی چادر سے زیادہ پیر پھیلاتے ہیں وہ خود فریب خوردہ ہیں اور لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جس طرح اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ (آل عمران : ۱۰۲)

آیا اللہ سے کماحقہ ڈرنے کا حکم محکم ہے یا منسوخ؟

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے' اور اس کو یاد رکھا جائے اور اس کو بھولا نہ جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے۔ (حلیتہ الاولیاء ج ۷ ص ۲۳۸' مطبوعہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۰۔۱۹)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام عبدالرزاق' امام طبرانی اور امام حاکم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۵۹' مطبوعہ ایران)

اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت' منسوخ ہے یا نہیں' امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں ہے' اور اللہ سے اس طرح ڈرنا جس طرح ڈرنے کا حق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کماحقہ جہاد کیا جائے اور اس سلسلہ میں انسان کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے' اور عدل و انصاف قائم کیا جائے' خواہ وہ فیصلہ اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کے خلاف ہو' اور حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کی جائے اور اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی تمام نافرمانیوں سے اجتناب کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "حق تقاۃ" کی جو تفسیر کی ہے اس میں کون سی بات ناقابل عمل ہے؟ بلکہ ان تمام باتوں پر عمل کرنا واجب ہے' اسی لیے صحیح یہی ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔

بعض فقہاء تابعین نے کہا یہ آیت منسوخ ہے' امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

قتادہ نے کہا پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف اور آسانی کو نازل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ضعف کی وجہ سے ان پر رحمت نازل فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی :

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن : ۱۶) سو جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۲۰' مطبوعہ بیروت)

لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کماحقہ ڈرنے کا معنی یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب کیا جائے' اور اگر اس کو منسوخ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بعض گناہوں کا کرنا مباح ہو' اور ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ تمام احکام پر عمل کرنا اور تمام گناہوں سے بچنا استطاعت کے مطابق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' مثلاً کسی شخص کا پیر کٹا ہوا ہو اور وہ وضو میں پیر نہ دھوئے تو وہ گنہ گار نہیں ہو گا' اسی طرح بلغاریہ میں رہنے والے عشاء کی نماز کا وقت نہیں پاتے تو وہ عشاء کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوں گے' قرب قیامت میں جب کوئی زکوۃ لینے والا نہ ہو گا تو کوئی شخص زکوۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہو گا' اور جو شخص کسی دائمی مرض (مثلاً ذیابیطس یا بلند فشار دم) کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے تو وہ گنہ گار نہیں ہو گا' اسی طرح حلال دوائیں نہ ملنے کی وجہ سے جو شخص حرام دواؤں سے علاج کرے وہ بھی گنہ گار نہیں ہو گا' معاشرتی' عمرانی اور دینی ضرورتوں (مثلاً حج اور عمرہ کے سفر) کی وجہ سے جو شخص پاسپورٹ سائز کا فوٹو کھنچوائے تو وہ بھی گنہ گار نہیں ہو گا' اسی طرح ضرورت کی بناء پر ضبط ولادت کرنا یا اسقاط حمل کرانا یا نس بندی کرانا ان میں سے کوئی چیز بھی گناہ نہیں اور نہ تقویٰ کے خلاف ہے کیونکہ انسان اللہ سے ڈرنے اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حسب استطاعت ہی مکلف ہے۔

تقویٰ کے متعلق احادیث

امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۷' مطبوعہ کراچی)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے یہ نصیحتیں کون حاصل کرے گا تاکہ ان پر عمل کرے یا ان پر عمل کرنے والوں کو ان کی تعلیم دے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا میں یا رسول اللہ! آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ نصیحتیں گنوائیں' آپ نے فرمایا حرام کاموں سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے' اللہ کی تقسیم پر راضی رہو تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے' اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تم مومن (کامل) ہو جاؤ گے' لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو تم (کامل) مسلمان ہو جاؤ گے' زیادہ ہنسا نہ کرو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین میں شمار نہیں ہو گا جب تک کہ وہ کسی مباح کام کو بھی اس خدشہ سے ترک نہ کردے کہ شاید اس میں حرج ہو۔

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو گا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا اس طرح محاسبہ نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے' کہ اس کا کھانا کہاں سے آیا؟ اس کا لباس کہاں سے آیا؟

Marfat.com

(جامع ترمذی ص ۳۵۴-۳۳۵' ملتقطا" مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنی

وقی اور وقایہ کا معنی ہے کسی چیز کو ایذا اور ضرر سے محفوظ رکھنا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (الدخان : ۵۶) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

تقویٰ کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو ضرر کا خوف ہو' اور شریعت میں تقویٰ کا معنی ہے نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا' تقویٰ ممنوعات کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے' اور اس کا کمال بعض مباحات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا' اور جو شخص مشتبہات میں واقع ہو گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے' وہ اس خطرہ میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں' سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

قرآن مجید میں ہے :

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاعراف : ۳۵) جن لوگوں نے تقویٰ کیا اور نیکی اختیار کی ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقویٰ کے کئی مدارج ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہو وہ اللہ سے ڈرے' (یعنی متقی بنے) اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے' اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو اس کا اعتماد اپنے قبضہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر ہو' حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے۔ حسن بصری نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اختیار نہ کرو اور یہ یقین رکھو کہ تمام کام اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہیں' ابراہیم بن ادہم نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم مخلوق کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتے ہو اسی طرح تم خالق کے لیے اپنے باطن کو مزین کرو' ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم سیرت مصطفےٰ کے راستہ پر چلو' دنیا کو پس پشت ڈال دو' اپنے نفس میں اخلاق اور وفا کو لازم کر لو' حرام اور جفا سے اجتناب کرو۔ قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا کہ قرآن انسانوں کے لیے ہدایت ہے' دوسرے مقام پر یہ فرمایا قرآن مجید متقین کے لیے ہدایت ہے' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان وہی ہیں جو صاحب تقویٰ ہیں اور جن میں تقویٰ نہیں ان میں انسانیت نہیں' یہ تقویٰ کی کیا کم فضیلت ہے! شرعا" متقی وہ شخص ہے جو اپنی ذات اور عذاب الٰہی کے درمیان اپنی عبادات اور طاعات کو حفاظت کا ذریعہ اور آڑ بنا دیتا ہے' تقویٰ کی اصل خوف ہے' وہ خوف جو اللہ تعالیٰ کے جلال ذات' اس کی عظیم قدرت اور اس کے عذاب کی معرفت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کا محل دل ہے (یعنی دماغ ہے) اس لیے آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : تقویٰ یہاں ہے۔

قرآن مجید اور احادیث میں سائنسی زبان استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان میں عرف اور محاورہ کی زبان ہے اور عرف میں

Marfat.com

دماغ پر دل کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد رابع ص ۴۱۴-۴۱۳ میں ہے)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں (آل عمران : ۱۰۲)
اس آیت کا معنی اس کو مستلزم ہے کہ تمہاری زندگی میں کسی لحہ بھی کفر نہ آنے پائے اور تم ہمیشہ اسلام پر ثابت قدم رہو' انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا رہے۔

تاحیات اسلام پر قائم رہنے کے حکم کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص طویل زمانہ تک اہل جنت کے عمل کرتا ہے پھر اس کے اعمال کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر کیا جاتا ہے اور ایک شخص طویل زمانہ تک دوزخیوں کے عمل کرتا ہے پھر اس کا خاتمہ جنتیوں کے اعمال پر کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی ایک شخص کی خلقت کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کیا جاتا ہے پھر وہ جمع ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیج کر اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیتا ہے' اس کا رزق' اس کی مدت حیات' اس کا عمل اور یہ کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے' سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے' حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر وہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے ایک شخص دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر وہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۴-۳۳۲' ملتقطا' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اسلام اور اعمال صالحہ انسان کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے جو کچھ اس کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ وہ سعید (جنتی) یا شقی (دوزخی) ہے اسی کے مطابق اس کا خاتمہ ہو گا' جب کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ "تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں" اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر قائم رہنا اور نیک اعمال پر ثابت قدم رہنا انسان کے اختیار میں ہے اور اس طرح اس آیت اور اس حدیث میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنی عمر کے آخری حصہ میں کیا کرے گا اور وہ آخری عمر میں اہل جنت کے عمل کرے گا' یا اہل دوزخ کے عمل کرے گا' اسی علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کی ماں کے پیٹ میں لکھوا دیا' لہٰذا انسان اپنی آخری عمر میں جو عمل کرتا ہے وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کرتا ہے جبر سے نہیں کرتا' جبر اس وقت ہوتا جب وہ نیک عمل کرنا چاہتا اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی غیر مرئی طاقت اس سے برے عمل کرا لیتی جیسے کوئی انسان اپنی بیوی کو طلاق نہ دینا چاہتا ہو اور کوئی شخص اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر جبراً اس سے طلاق کہلوا لیتا' اور ظاہر ہے کہ انسان نہ صرف حیات کے آخری حصہ میں بلکہ پوری زندگی میں پوری آزادی کے ساتھ اپنے اختیار اور

Marfat.com

ارادہ سے عمل کرتا ہے خواہ وہ عمل نیک ہو یا بد اور جو کچھ اس نے کرنا ہے وہی لکھا گیا ہے یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس نے کرنا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ (القمر: ۵۳-۵۲)

ہر وہ کام جس کو انہوں نے کیا ہے نوشتوں میں ہے ۝ ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ بندوں نے کیا ہے وہ لکھا ہوا ہے یہ نہیں فرمایا جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ بندوں نے کرنا ہے- خلاصہ یہ ہے کہ علم معلوم کے مطابق ہے معلوم علم کے مطابق نہیں ہے- زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں' یعنی تم اپنے اختیار اور ارادہ سے تاحیات اسلام پر قائم رہو' اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انہوں نے تاحیات اسلام پر قائم رہنا ہے یا نہیں' اور اسی علم کے مطابق ان کی پیدائش سے پہلے جب وہ ماں کے پیٹ میں تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو فرشتوں سے لکھوا دیا سو یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے منافی اور معارض اور جبر کی موجب نہیں ہے-

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے بھی اس بحث کو چھیڑا ہے لیکن ان کے جواب سے اصل اشکال دور نہیں ہوتا وہ لکھتے ہیں:

بعض روایات حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ بعض آدمی ایسے بھی ہوں گے کہ ساری عمر اعمال صالحہ کرتے ہوئے گزر گئی آخر میں کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس سے سارے اعمال حبط و برباد ہو گئے یہ ایسے ہی لوگوں کو پیش آسکتا ہے جن کے عمل میں اول اخلاص اور پختگی نہیں تھی واللہ اعلم- (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۳۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو- آل عمران (۱۰۳)

اللہ کی رسی کا بیان

اللہ کی رسی کی متعدد تفسیریں کی گئیں ہیں' امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی رسی سے مراد جماعت ہے-

قتادہ نے کہا اللہ کی مضبوط رسی جس کو ہمیں پکڑنے کا حکم دیا ہے وہ یہ قرآن ہے- نیز قتادہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد اللہ کا عہد اور اس کا حکم ہے-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صراط مستقیم پر شیاطین آکر اپنی طرف بلاتے ہیں سو تم اللہ کی رسی کو پکڑ لو' اللہ کی رسی کتاب اللہ ہے- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ' اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے-

ابوالعالیہ نے کہا اللہ کی رسی پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو-

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۹۵' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے' ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے کتاب اللہ'

Marfat.com

اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے' اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز الگ نہیں ہوں گے حتی کہ میرے حوض پر آئیں گے۔ پس دیکھو تم میرے بعد ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ (جامع ترمذی ص ۵۴۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس راستہ پر شیاطین آتے ہیں اور ندا کرتے ہیں اے اللہ کے بندے راستہ یہ ہے' تو تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو' کیونکہ اللہ کی رسی قرآن ہے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۳۱۰' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رسی کی تفسیر قرآن مجید' اللہ کے عہد' دین' اللہ کی اطاعت' اخلاص کے ساتھ توبہ' جماعت مسلمین' اخلاص کے ساتھ توحید اور اسلام کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ تمام اقوال متقارب ہیں کیونکہ جو شخص کنویں میں اتر رہا ہوتا ہے وہ مضبوطی کے ساتھ رسی کو پکڑتا ہے تاکہ کنویں میں گر نہ جائے۔ اسی طرح جو مسلمان قرآن مجید' اللہ کے عہد' اس کے دین یا اس کی اطاعت یا جماعت مسلمین یا اسلام کو مضبوطی سے پکڑے تو وہ جہنم کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہے گا اس لیے ان امور کو اللہ کی رسی کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تفرقہ نہ ڈالو۔

اس آیت میں تفرقہ کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ عقائد میں ایک دوسرے کی مخالفت کرکے مختلف گروہ نہ بناؤ یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ عداوت اور مخاصمت نہ رکھو اور دنیاوی امور اور اغراض باطلہ کی وجہ سے ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو' اور فروعی اور اجتہادی مسائل میں مجتہدین اور ائمہ فتویٰ کا اختلاف اس اختلاف کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

عقائد حقہ میں اختلاف سے ممانعت

عقائد میں اختلاف کی ممانعت اس لیے ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کے عقائد واحد تھے۔ الوہیت' توحید' فرشتے' آسمانی کتابیں' نبوت اور رسالت' تقدیر' اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا واجب ہونا اور اس کی ناشکری کا حرام ہونا' وحی سے حاصل شدہ احکام پر عمل کرنے کا وجوب اور استحباب وغیرہ' مرنے کے بعد اٹھنا اور جزاء اور سزا کو ماننا یہ وہ عقائد ہیں جن کو اصول اور دین کہا جاتا ہے' حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کے دور میں ان میں اختلاف جائز نہیں رہا کیونکہ حق بات صرف ایک ہی ہوتی ہے اس میں اختلاف نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ سو حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ تم کہاں حق سے پھرے جا رہے ہو۔ (یونس : ۳۲)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کے اکہتر یا بہتر فرقے تھے' نصاریٰ کے بھی اسی طرح تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت بنی اسرائیل کے برابر برابر عمل کرے گی حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا بدکاری کی ہو تو میری امت میں بھی لوگ اس طرح کریں گے' اور بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کونسا گروہ ہو گا؟ فرمایا جس ملت پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

(جامع ترمذی ص ۳۷۹—۳۷۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ نے بھی حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷' مطبوعہ کراچی)

امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا سنو تم سے پہلے اہل کتاب کے بہتر فرقے تھے' اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے' بہتر فرقے جہنم میں ہوں گے اور ایک فرقہ جنت میں ہو گا۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام محمد ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے تھے اور عنقریب میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخ میں ہوں گے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہو گا؟ آپ نے مٹھی بند کی اور فرمایا جماعت' تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۲۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ان احادیث میں جس امت کے اکہتر یا بہتر فرقے بیان کیے گئے ہیں اس سے مراد امت دعوت بھی ہو سکتی ہے اور امت اجابت بھی' لیکن زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد امت اجابت ہے۔ پھر علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے بہتر فرقے بھی گنوائے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ علامہ قرطبی ساتویں صدی ہجری کے ہیں اور اب مزید سات سو سال گزر چکے ہیں اور اس عرصہ میں کئی نئے فرقے وجود میں آچکے ہیں' اور قیامت تک نہ جانے اور کتنے فرقے وجود میں آئیں گے اس لیے تحقیق یہ ہے کہ ان فرقوں کے مصداق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو معلوم ہیں' اور وہ فرقہ نجات یافتہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے سواد اعظم سے تعبیر فرمایا اور بعض احادیث میں فرمایا جو میری سنت اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہے اس کو کامل نجات ہو گی اور باقی فرقوں میں سے جن کی گمراہی کفر کی حد تک پہنچ گئی جیسے مرزائی یا شیعہ کے بعض فرقے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن فرقوں کی گمراہی کفر تک نہیں پہنچی جیسے معتزلہ اور بعض شیعہ وہ اپنی بدعقیدگی اور بدعملی کی سزا پا کر دوزخ کے عذاب سے نجات پا جائیں گے۔

باہمی بغض' حسد اور عصبیت کی وجہ سے اختلاف کی ممانعت

اس آیت میں تفرقہ کی ممانعت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ مسلمان دنیاوی امور' اغراض باطلہ' بغض' حسد اور عصبیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے اختلاف نہ رکھیں اور تفرقہ میں نہ بٹ جائیں' مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی مسلمان تفرقہ کا شکار ہوئے عنان حکومت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی اور یا تو وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے یا غیر قوموں کے محکوم اور غلام بن گئے' اندلس میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن آپس کے تفرقہ کی وجہ سے

Marfat.com

عیسائیوں نے پورے اسپین کر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کے لیے صرف تین راستے رکھے اندلس سے نکل جاؤ' عیسائی ہو جاؤ یا پھر مرنے کے لیے تیار رہو حتی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ پورے اسپین میں ایک بھی مسلمان نہ رہا' بغداد میں اسی تفرقہ بازی اور شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے مسلمان کمزور ہو گئے اور ہلاکو کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت کی ایک اور تاریخ لکھی گئی' ہندوستان میں مسلمانوں نے کئی صدیوں تک حکومت کی لیکن جب مسلمان طوائف الملوکی کا شکار ہو گئے اور شراب اور موسیقی میں ڈوب گئے تو انگریزوں کی غلامی ان کا مقدر بن گئی' مشرقی پاکستان میں جب مسلمان اردو اور بنگلہ کے اختلاف کا شکار ہوئے تو مشرقی پاکستان ختم ہو گیا اور اب کراچی میں مہاجر اور غیر مہاجر کا اختلاف زور پر ہے۔ اللہ جانے یہ قوم اس اختلاف سے نکل آتی ہے یا اپنی تباہ کاریوں کی ایک اور تاریخ رقم کرتی ہے' بہرحال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے اختلاف سے روکا اور منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو' ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال : ۴۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کا ایک دوسرے پر رحم کرنا' ایک دوسرے سے دوستی رکھنا اور ایک دوسرے پر نرمی کرنا تم دیکھو گے کہ اس کی مثال ایک جسم کی طرح ہے' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد اور تکلیف سے بے قرار رہتا ہے اور جاگتا رہتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مومن' مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض کو مضبوط کرتے ہیں' پھر نبی ﷺ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ یوم حرام ہے' آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شہر حرام ہے' کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ ماہ حرام ہے' آپ نے فرمایا اللہ نے تم پر تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اس طرح حرام کر دیں ہیں جس طرح اس دن کی اس مہینہ میں اس شہر میں حرمت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ' اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ (گناہ کبیرہ) اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق کی تہمت لگائے نہ کفر کی۔ ورنہ اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہوا تو وہ (فسق یا کفر) کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۳-۸۸۹ ' ملتقطاً" مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بغاوت کرنے والے اور قطع رحم کرنے والے کو اخروی سزا کے باوجود جس قدر جلد دنیا میں سزا دیتا ہے کسی اور کو سزا نہیں دیتا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا حسد کرنے سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اور ان دونوں دنوں میں ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جس نے شرک نہ کیا ہو مگر ان دو شخصوں کی مغفرت نہیں کی جاتی جو آپس میں عداوت رکھتے ہوں' ان کے متعلق کہا جاتا ہے ان کو مہلت دو حتی کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۷ 'مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو اس عبادت کی خبر نہ دوں جس کا نماز' روزہ اور صدقہ سے زیادہ اجر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا! کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا دو لڑے ہوئے شخصوں میں صلح کرانا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۷ 'مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھنا جائز نہیں ہے' اور جس نے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھا اور مر گیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۷ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر بہ آواز بلند ندا کی : اے لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور تمہارے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا' مسلمانوں کو ایذاء نہ دو' ان کو عار نہ دلاؤ' ان کے عیوب نہ تلاش کرو' کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا' اللہ اس کے عیوب کو ظاہر کر دے گا' اور جس کے عیوب کو اللہ ظاہر کر دے گا اس کو رسوا کر دے گا' خواہ وہ کجاوے کے اندر چھپا ہو' حضرت ابن عمر نے ایک دن کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو کس قدر عظیم ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے اور اللہ کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۹۷ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اندھی حمایت کے جھنڈے تلے لڑا وہ کسی عصبیت کی دعوت دیتا تھا یا عصبیت کی آگ بھڑکاتا تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷ 'مطبوعہ کراچی)

فسیلہ کہتی ہیں کہ میرے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا کسی شخص کا اپنی قوم سے محبت رکھنا عصبیت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! لیکن عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم کے باوجود اپنی قوم کی مدد کرے۔

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳ مطبوعہ کراچی)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا آج وہ لوگ کہاں ہیں جو میری ذات کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ میں انہیں آج اپنے سائے میں رکھوں گا جس دن میرے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ میری وجہ سے باہم محبت رکھتے ہیں' جو میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے میری محبت واجب ہو گئی۔ (موطا امام مالک ص ۷۴۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

فرعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کی گنجائش

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اصول دین اور عقائد میں اختلاف جائز نہیں ہے اور نہ حسد اور بغض کی وجہ سے باہم اختلاف کرنا جائز ہے' البتہ مسائل فرعیہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے لوٹے تو آپ نے فرمایا: بنو قریظہ ہی میں پہنچ کر نماز پڑھنا' راستہ میں نماز کا وقت آ گیا بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض صحابہ نے کہا: نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی' ہم نماز پڑھیں گے' بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹)

بعض مسائل میں صحابہ کرام کا اختلاف رہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے اور حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام اس کے جواز کے قائل تھے' احرام باندھنے سے پہلے غسل کر کے خوشبو لگانے کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ناجائز کہتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو جائز کہتی تھیں' حضرت عمر فرماتے تھے کہ میت پر نوحہ کرنے سے اس میت کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ فرماتی تھیں یہ نوحہ کرنے والوں کا گناہ ہے اس میں میت کو عذاب کیوں ہو گا؟ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حج تمتع کو ناجائز کہتے تھے اور باقی صحابہ اس کو جائز کہتے تھے' ان تمام مذکورہ اختلافات صحابہ کی مثالیں صحیح بخاری اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہیں۔

نیز حافظ سیوطی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۸' مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کو نصر المقدسی نے الحجۃ میں اور امام بیہقی نے الرسالۃ الاشعریۃ میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور حلمی قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہ نے بھی اس کو وارد کیا ہے اور شاید کہ حفاظ کی بعض کتب میں اس کی تخریج ہے جو ہم کو نہیں ملی۔

بعض چیزیں ایک امام کے نزدیک حرام ہیں اور دوسرے امام کے نزدیک حلال ہیں اس سے امت کے لیے عمل میں

Marfat.com

وسعت پیدا ہو گئی مثلاً امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک خنزیر کے سوا تمام سمندری جانور حلال ہیں (امام شافعی کے بعض اقوال کے مطابق سمندری خنزیر بھی حلال ہے' امام مالک نے بعض اقوال میں سمندری خنزیر کے متعلق توقف کیا ہے' اور امام احمد کے نزدیک جو جانور صرف پانی میں زندہ رہتے ہوں وہ سب حلال ہیں' انہوں نے سمندری خنزیر کا استثناء نہیں کیا۔) اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں' اتفاق سے ساحلی علاقوں اور جزائر (مثلاً انڈونیشیا' ملائشیا اور مراکش وغیرہ) میں رہنے والے امام شافعی اور امام مالک کے پیروکار ہیں اور ان کے مذہب کے مطابق ان کے پیروکاروں کے لیے سمندری جانوروں سے غذا حاصل کرنا آسان ہو گیا' اور امام ابوحنیفہ کے اکثر مقلدین خشکی کے علاقوں (مثلاً برصغیر' ترکی' وسط ایشیاء کی نو آزاد ریاستیں) میں رہنے والے ہیں لہٰذا ان کے لیے سمندری جانوروں کے حرام ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرعی مسائل میں اختلاف امت کے لیے رحمت اور وسعت کا باعث ہے اور یہ ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح بعض احادیث میں ہے نبی ﷺ نے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے' بعض میں ہے آپ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے' بعض احادیث میں ہے آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اور بعض میں ہے آپ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کیا' اسی طرح آپ نے نماز میں آہستہ آمین بھی کہی ہے اور بلند آواز سے بھی' اور ائمہ اربعہ میں سے ہر امام نے آپ کی کسی نہ کسی حدیث پر عمل کیا ہے اگر یہ اختلاف نہ ہوتا اور یہ سب ایک ہی طریقہ سے نماز پڑھتے تو آپ کے کئے ہوئے باقی اعمال متروک ہو جاتے' اس اختلاف ائمہ کے سبب آپ کا کوئی عمل متروک نہیں ہوا اور آپ کا ہر عمل کسی نہ کسی امام کا مذہب بن کر قیامت تک کے مسلمانوں کی عبادات میں محفوظ ہو گیا تو اس اختلاف کی اس سے بڑھ کر اور کیا رحمت ہو گی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم (آپس میں) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کے کرم سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ (آل عمران : ۱۰۳)

اوس اور خزرج پر اللہ تعالیٰ کے دنیاوی اور اخروی احسانات

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے پہلے حصہ میں مسلمانوں کو دین اسلام کی وحدت کے ساتھ متحد رہنے اور مسلمانوں کو اپنی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور تفرقہ نہ کرنے کی تلقین کی تھی اور آیت کے اس درمیانی حصہ میں یہ بتایا کہ وہ پہلے افتراق اور انتشار کا شکار تھے اور مختلف ٹکڑوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام عطا فرمائی اور وہ سب رشتہ اسلام میں منسلک ہو گئے اور جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے وہ الفت اور محبت کے ساتھ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے سو اب ان کو چاہیے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس اتحاد اور اتفاق کو قائم رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

یہ لوگ پہلے شرک اور بت پرستی کرتے تھے اور دنیا میں کفر کی وجہ سے قتل کیے جانے کے مستحق تھے اور آخرت میں دائمی عذاب کے سزاوار تھے۔ اب اسلام کی بدولت وہ دنیا میں قتل اور آخرت میں دائمی عذاب سے محفوظ ہو گئے بلکہ باقی دنیا اور آنے والی نسلوں کے لیے ہادی اور رہنما بن گئے۔ عرب کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کے درمیان ایک سو بیس سال سے شدید عداوت چلی آ رہی تھی اور دونوں قبیلے ایک دوسرے کو قتل کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے تھے اور جب یہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کی دشمنیاں ایک دوسرے کے ساتھ محبت' خیر خواہی اور تعاون میں بدل گئیں اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

Marfat.com

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الانفال : ۶۳)

اور (اللہ نے ہی) مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کی' اگر آپ زمین کا سب کچھ بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی' بے شک وہ بہت غلبہ والا ہے' بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اس لیے نازل فرمائی ہیں کہ مسلمان ان سے ہدایت حاصل کریں اور ان کی ہدایت دائمی اور ترقی پذیر رہے حتیٰ کہ وہ پھر جاہلیت اولیٰ کی طرف نہ لوٹ جائیں اور اپنے اتحاد اور جمعیت کو ٹوٹنے سے بچائے رکھیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ کوئی نعمت دے کر اس وقت تک اس نعمت کو سلب نہیں فرماتا جب تک کہ وہ لوگ اپنے عمل سے خود کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہ کر دیں' اس نعمت کی قدر نہ کریں اور اس نعمت کے تقاضوں پر عمل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی' اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنی آیتوں کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران : ۱۰۳)

اس سے پہلے اس آیت کے درمیانی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انتشار اور افتراق سے نکال کر اتحاد اور اتفاق کے راستہ پر ڈال دیا اور دشمنوں کو دوستوں سے بدل دیا اور اب اس آیت کے اس آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا اخروی احسان یاد دلایا ہے کہ مسلمان دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس گڑھے سے نکال کر جنت کے راستے پر لا کھڑا کیا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور تم میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائیں اور نیک کاموں کا حکم دیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

اور بُرے کاموں سے منع کریں ، اور وہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں ○ اور تم ان لوگوں

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ

کی طرح نہ ہو جاؤ جو متفرق ہو گئے اور انھوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا اور وہی لوگ

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ

ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے ○ جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض

Marfat.com

وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۖ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ

چہرے سیاہ ہوں گے سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے

إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ

بعد کفر کیا؟ سو اب تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے ○ اور جن لوگوں کے چہرے

ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

سفید ہوں گے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم کا ارادہ

لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَ

نہیں کرتا ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے

إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۱۰۹﴾ ع

اور اللہ ہی کی طرف تمام چیزیں لوٹائی جائیں گی ○

ع ۸ / ۱۱ / ۲

ربط آیات اور مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب کی دو وجہ سے مذمت فرمائی تھی ایک یہ کہ وہ خود کافر اور گمراہ ہیں اس لیے فرمایا اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو (آل عمران : ۹۸) اور دوسری اس وجہ سے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں لہذا فرمایا : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے (آل عمران : ۱۰۲) اور چونکہ گمراہ کرنے کی وجہ سے اہل کتاب کی مذمت کی تھی اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا اور تم میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جو نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی مزید آیات

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران : ۱۱۰)

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان : ۱۷)

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔

Marfat.com

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات : ۹)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ (المائدہ : ۷۹-۷۸)

بنو اسرائیل سے جنہوں نے کفر کیا وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی' اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے' وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے برائی کو دیکھا وہ اپنے ہاتھ سے برائی کو مٹائے' اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے مٹائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے' اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی متوفی ۶۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سلطان یا ظالم امیر کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (سنن ابوداؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں' اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس ظالم حاکم نے اسے قتل کر دیا اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث فرمایا اس نبی کے اس امت میں حواری ہوتے تھے' اور اس کے اصحاب ہوتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکم پر عمل کرتے تھے' پھر ان کے بعد ایسے برے لوگ آئے جو ایسی باتیں کرتے تھے جس پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا' سو جو ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے' اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے' اس کے علاوہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ جانے صحابہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص کیسے اپنے آپ کو حقیر جانے گا؟ آپ نے فرمایا : وہ یہ گمان کرے گا کہ اس کے اوپر کلام کی گنجائش ہے پھر وہ کلام نہیں کرے گا' اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے فرمائے گا تمہیں میرے متعلق کس چیز نے کلام سے روکا تھا؟ وہ کہے گا لوگوں کے خوف نے ' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تم مجھ سے خوف کھاتے' اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا' وہ باز نہ آئے' وہ علماء ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے' اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل ان جیسے کر دیئے' اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانوں سے ان پر لعنت کی' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے' پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے حتی کہ وہ اپنے نفس کو اتباع حق پر لازم کر لیں' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم میں رہ کر گناہ کر رہا ہو اور وہ لوگ اس کو گناہ سے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کرے گا' اس حدیث کو امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے فرمایا : اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو :

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ (المائدہ : ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے : جب لوگ کسی شخص کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میری امت میں ان لوگوں کو دیکھو جو ظالم کو ظالم کہنے سے ڈریں تو تم ان سے الگ ہو جاؤ۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسند احمد' جامع ترمذی' صحیح ابن حبان) (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۳۔ ۲۲۴' ملتقطا" مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

امام بزار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے اور امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم ہی میں سے برے لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہو گی' امام ترمذی کی روایت میں ہے : ورنہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی- یہ حدیث حسن صحیح ہے-

امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا: جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھ کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا: مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا- اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں زیادہ حقدار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۴-۶ ملخصا" مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا خاموش رہنے سے بہتر ہے-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مقام پر کھڑا ہو کر حق بات کہہ سکتا ہے اس کو حق بات کہہ دینی چاہئے کیونکہ یہ (حق کہنا) اس کی موت کو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کو اس کے لکھے ہوئے رزق سے محروم کر سکتا ہے-

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ افضل جہاد ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا ہے-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نیکی کا حکم دیا نہ برائی سے روکا وہ ہلاک ہو گیا-

حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے فرمایا اگر تم کو یہ خوف ہو کہ نیکی کا حکم دینے سے تمہارا امام تمہیں قتل کر دے گا تو پھر چھوڑ دو-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ فلاں شہر کو شہر والوں سمیت الٹ دو' حضرت جبرائیل نے کہا اے میرے رب ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی تیری نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شہر کو الٹ دو وہ بندہ میری وجہ سے ایک ساعت کے لیے بھی ناراض نہیں ہوا-

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی محبت کی وجہ سے دنیاداروں سے صلح کرلی ہے ہم میں سے کوئی کسی کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور نہ برائی سے روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس حال پر نہیں چھوڑے گا' کاش مجھے علم ہوتا کہ کون سا عذاب نازل ہو گا- (شعب الایمان ج ۶ ص ۹۷-۹۲' ملتقطا" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق

برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے' جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کرلیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہ گار ہوں گے' اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے- مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو' اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی برا کام کرتے ہوئے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہوا پائے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے-

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کامل ہو تمام احکام شرعیہ پر عامل اور تمام

Marfat.com

محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز' روزہ کی فرضیت' جھوٹ' قتل' زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوکے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور جو احکام شرعیہ غامض اور دقیق ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں انکار کر سکتے ہیں (مثلاً روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں' ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں' اعضاء اور قرنیہ کی پیوند کاری' انتقال خون وغیرہ) جو مسئلہ اجتہادی اور مختلف فیہ ہو' مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کر رہا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہوگا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو' ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہئے کہ اس کو ٹوکے تاکہ وہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو (مثلاً بیمار روزہ دار' اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرلے۔)

برائی سے روکنے کے لیے تادیب اور تعزیر کے مراتب

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدہ : ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو' ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے' ابو امیہ شعبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابو ثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جارہی ہے' دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے' اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے' اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو' کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں' ان ایام میں صبر کرنا انگارے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہے' اس حال میں جس شخص کے لیے برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس برائی کو مٹانا فرض ہے' اور اس کی کئی صورتیں ہیں' ایک صورت یہ ہے کہ وہ برائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے' یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے' یا اس کی بیوی سے زنا کرنے کا قصد کرے' اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً تھپڑ یا مکہ مارا) تب بھی باز نہ آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔" اور جو شخص برائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کیے بغیر اس برائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے' اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس برائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور مکے مارنے سے) تو پھر

Marfat.com

اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آ جائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ برائی نہیں مٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے ملکی قانون کو ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے' البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان' مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً" کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتی کہ تم اس کا سامان چھڑا لو' اور اس آدمی کو واپس کر دو' اسی طرح امام ابو حنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو' تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور جو آدمی تمہارا دانت توڑنا چاہتا ہو (مدافعت میں) تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں' اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ جو جماعت زیادتی کرے اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتی کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ (الحجرات : ۹)

اسی طرح حدیث میں ہے : "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے۔" اس لیے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ برائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے' اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آ جائے تو اس کو زبان سے منع کرے' یہ حکم ہر اس برائی کے لیے ہے جو علی الاعلان کی جا رہی ہو اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہو' مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے' اور جب ہاتھ سے برائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس برائی سے اور ان برائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے :

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا : جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو' اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو' اسی طرح حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتی کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے' خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر ٹوکنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

Marfat.com

بغیر علم کے وعظ اور تبلیغ کرنا حرام ہے

وعظ' تقریر اور تبلیغ دین کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا علماء دین کا منصب ہے اور علم دین کی حسب ذیل شرائط ہیں :

(۱) عربی لغت' صرف اور نحو کا عالم ہونا کہ عربی عبارت بغیر اعراب کے صحیح پڑھ سکے اور قرآن مجید اور احادیث کا صحیح ترجمہ کر سکے۔

(۲) قرآن مجید' احادیث' آثار صحابہ' نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سیرت اور فقہ کا عالم ہو اور اس پر کامل عبور رکھتا ہو۔

(۳) مسلک حق اہل سنت و جماعت کے عقائد اور ان کے دلائل کا عالم ہو اور باطل فرقوں کے رد کی کامل مہارت رکھتا ہو۔

(۴) پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن' سنت' علم کلام اور فقہ کی کتابوں میں دیکھ کر بغیر کسی کی مدد کے نکال سکتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا الْعَالِمُونَ (العنکبوت : ۴۳) یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں' ان کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیتوں کا ترجمہ کرنا' ان سے مسائل کا استنباط کرنا اور ان کی باریکیوں اور اسرار کو سمجھنا نور الصدر علوم کے بغیر ممکن نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کو عالم فرمایا ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر علم کے قرآن مجید میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (جامع ترمذی ص ۴۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا :

عرض : کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ارشاد : غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض : عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد : عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ لاہور)

کتاب سے مراد تفسیر' حدیث اور فقہ کی عربی کتابیں ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت نے اردو کی کتابیں پڑھ کر وعظ کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ عنقریب فتاویٰ رضویہ سے بیان کیا جائے گا۔

نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

صوفی بے علم مسخرہ شیطان است وہ جانتا ہی نہیں' شیطان اپنی باگ ڈور پر لگالیتا ہے' حدیث میں ارشاد ہوا بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔

(الملفوظ ج ۳ ص ۲۹' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

Marfat.com

نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ بے علم واعظ کے متعلق لکھتے ہیں :

مسئلہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر و حدیث بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ' بر سربازار و مسجد وغیرہ بطور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کر کہتے ہیں یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کا شرعاً" جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من قال فی القران بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار' والحدیث رواہ الترمذی و صححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۱۸۸' مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ اگر بے علم اپنے آپ کو مولوی کہلوائے (آج کل تو بے علم' ناخواندہ' اور بے سند یافتہ اپنے آپ کو علامہ کہلواتے ہیں!) اور منبر پر بیٹھ کر وعظ کرے اس کا کیا حکم ہے تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں :

یونہی اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالف حکم قرآن عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی○ اللہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اوس نے تمہیں زمین سے اوٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہے۔ اور فرماتا ہے الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء کیا تم نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من قال انا عالم فھو جاھل جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سند حسن' ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا تھا انی حفیظ علیم○ پھر یہ بھی سچے عالموں کے لیے ہے۔ زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا قال اللہ عز وجل لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم○ ہرگز نہ جانیو تو انہیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کیے جائیں اس بات سے جو انہوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انہیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور ان کے لیے دکھ کی مار ہے معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم خوش ہوتے ہیں' لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔ جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہو گی یا نبی ﷺ کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو

Marfat.com

ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی القران بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما احادیث میں اسے صحیح و غلط و ثابت و موضوع کی تمیز نہ ہو گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے رواہ البخاری فی صحیحہ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا رواہ الائمۃ احمد والشیخان والترمذی وابن ماجہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بے علم فتویٰ دے اسے آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ یونہی جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کر سکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۹۶۔ ۹۵، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نیز بے علم کے فتویٰ دینے اور علماء کی توہین کرنے والے کے متعلق لکھتے ہیں :

الجواب : سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے۔ مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بد تر نیم ملا خطرہ ایمان ہو گا ایسے شخص کو فتویٰ نویسی پر جرات حرام ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے اور اگر فتویٰ سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہو تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا اولئک لا خلاق لھم فی الاخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم○ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالعلم وذوالشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو عالم اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور سلطان اسلام عادل، تحصیل زر کے لیے علماء و مسلمین پر بیجا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات، قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

(فتاویٰ رضویہ ۲ ر ۱۰ ص ۳۰۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

بے علم کے وعظ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

الجواب : (۱) اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ بیعت کی شرائط کے متعلق فرماتے ہیں :

بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہو گی۔ اول سنی صحیح العقیدہ ہو، کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔ ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو، رابعاً فاسق معلن نہ ہو۔ (الملفوظ ص ۵۲۳ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں :

قرآن مجید اور نبی ﷺ کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کرلیں تو پھر باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے، اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔ اس طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ رکے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انہوں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کرلیں حتی کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام برائیوں سے بچیں حتی کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم برائی سے نہ رکتے ہو۔ نبی ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے، جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔

ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا کہ باغی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور ہتھیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے انہوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے :

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ ‏ جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو حتی کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے، البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے، اس کو قول سے منع کیا جائے اور بغیر ہتھیار کے ہاتھ سے منع کیا جائے۔ یہ لوگ بدترین امت ہیں۔ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا

Marfat.com

اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۳۴-۳۰ ملخصاً مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے

کسی شخص سے دوستی اور محبت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے' نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ طلب کرنے کے لیے مداہنت (بے جا نرمی اور دنیاوی مفاد کے لیے نہی عن المنکر کو ترک کرنا) کرنی چاہیے۔ کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے' اور اگر وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر کر رہا ہو تو اسے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کو برائی سے روکے۔

امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی اور ملائمت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ موثر ہو' امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی' اور جس نے کسی شخص کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی اور ملامت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے سے ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹایا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے' اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں۔ مثلاً قاتل کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں' زانی کو کوڑے لگائیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الٰہیہ جاری کریں۔ اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے برا جانیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو' اس کو حسب مقدور مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو متفرق ہو گئے اور انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا اور وہی لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے○ جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے' سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ سو اب تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے○ اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا○ (آل عمران : ۱۰۸-۱۰۵)

بنی اسرائیل کے اختلاف کی مذمت کا سبب

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے ایک متحد جماعت تھے اور بعد میں بہت سے فرقوں میں بٹ گئے' حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے جو ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیتے اگر وہ ان کی

Marfat.com

اتباع کر لیتے' اور اس تفرقہ کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا تھا' اس وجہ سے وہ دنیا اور آخرت میں عذاب عظیم کے مستحق ہو گئے' دنیا میں عذاب یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے خوف میں مبتلا تھے اور مختلف جنگوں میں ان کو ذلت اور رسوائی کا سامنا ہوتا تھا' اور آخرت کا عذاب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے' اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے :

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ○

بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے' وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کی تھی' یقیناً وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (المائدہ : ۷۹-۷۸)

کفار پر یہ وعید اس لیے کی گئی ہے کہ وہ دین کے اصول اور عقائد میں اختلاف کرتے تھے' اور اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق عقائد کو ڈھال لیتے تھے' لیکن فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف پر یہ وعید نہیں ہے جیسے ائمہ اربعہ کے فروعی مسائل میں مختلف مذاہب ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے متعدد معانی ہوتے ہیں' جیسے قرء کے معنی حیض اور طہر ہے' اور نبی ﷺ سے عبادت کے مختلف طریقے مروی ہوتے ہیں جیسے آپ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین کیا اور اس کو ترک بھی کیا' اسی طرح قرات خلف الامام اور آمین بالجہر وغیرہ' اور احادیث کے ثبوت میں بھی اختلاف ہوتا ہے' راویوں کے ضعف اور قوت کے لحاظ سے بھی اختلاف ہوتا ہے اس لیے ایک حدیث ایک امام کے نزدیک مقبول ہوتی ہے اور دوسرے امام کے نزدیک مقبول نہیں ہوتی' مثلاً ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فقہاء احناف کے نزدیک اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک یہ سماع ثابت نہیں ہے لہذا ابو عبیدہ کی اپنے والد سے روایت احناف کے نزدیک متصل اور مقبول ہو گی اور شافعیہ کے نزدیک مقبول نہیں ہو گی' سو اس طرح آیات کے معانی' نبی ﷺ کے افعال اور ثبوت روایات میں اختلاف کی وجہ سے مجتہدین کا فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف جائز اور رحمت کا سبب ہے' اور اس میں ان کے لیے وسعت اور آسانی ہے اور بنو اسرائیل کا اختلاف اس نوعیت کا نہیں تھا وہ دین کے اصول اور عقائد میں اپنی نفسانیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے' سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ سو اب تم عذاب کا مزہ چکھو اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے○ اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(آل عمران : ۱۰۷-۱۰۶)

اس آیت سے پہلی آیت میں کفار اہل کتاب کو عذاب کی وعید سنائی تھی اس آیت میں اس عذاب کی کچھ تفصیل بیان فرمائی ہے' کہ قیامت کے دن مسلمانوں کے چہرے سفید' روشن اور مسرور ہوں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے :

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ○

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے

Marfat.com

ہوئے۔ (القیامہ : ۲۳۔ ۲۲)

کفار پر عذاب کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنے انعام و اکرام کا بیان فرمایا کیونکہ کسی شخص کے دشمنوں پر انعام بھی اس شخص کے حق میں عذاب کا موجب ہوتا ہے' پھر ان پر صراحتہً عذاب کا بیان فرمایا۔

قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کی وہ علامات جن سے وہ پہچان لیے جائیں گے

وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ ۝ (القیامہ : ۲۵۔ ۲۴)

اور کتنے ہی چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے وہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ ۝ ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ ۝ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْہَا غَبَرَۃٌ ۝ تَرْہَقُہَا قَتَرَۃٌ ۝ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ ۝ (عبس : ۴۲۔ ۳۸)

اس دن کئی چہرے چمکتے ہوئے مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش ہوں گے اور کئی چہرے اس دن خاک آلود ہوں گے' ان پر سیاہی چھائی ہوگی' وہی لوگ کافر بدکار ہیں۔

نیز فرمایا :

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ ؕ وَلَا یَرْہَقُ وُجُوْہَہُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۚ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِہَا ۙ وَتَرْہَقُہُمْ ذِلَّۃٌ ؕ مَا لَہُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ کَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْہُہُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ۝ (یونس : ۲۷۔ ۲۶)

جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اچھی جزا ہے اور اس سے بھی زیادہ' اور ان کے چہروں پر سیاہی چھائے گی نہ ذلت' وہی جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کی سزا اسی کی مثل ہوگی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی' انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیں گے وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے میدان حشر میں کفار کی علامتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا :

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰہُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ۝ (الرحمٰن : ۴۱)

اس دن مجرم اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۝ (الواقعہ : ۹۔ ۸)

تو دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے' اور بائیں طرف والے کیسے برے ہیں بائیں طرف والے ۝

حوض پر وارد ہونے والے مرتدین کے متعلق علم رسالت اور بحث و نظر

ان آیات سے معلوم ہوا کہ میدان حشر میں کفار کے چہرے سیاہ اور مرجھائے ہوئے ہوں گے ان کو ذلت اور رسوائی نے گھیرا ہوا ہوگا' اور ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' اور اس کے برخلاف مومنوں کے چہرے سفید' روشن' ترو تازہ اور ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان علامات کی وجہ سے کفار پہچانے جائیں گے جیسا کہ سورہ رحمٰن میں ہے اور ان علامات سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہو جائے گا کہ کون مومن

Marfat.com

ہے اور کون کافر ہے' لیکن حیرت ہے کہ شیخ تھانوی نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن بھی نبی ﷺ کو بعض مرتدین کے متعلق یہ علم نہ تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں' شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں :

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس ﷺ سے کہا جائے گا انک لا تدری ما احدثوا بعدک (آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا تبدیلیاں کیں) اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیونکہ بالعطاء کے بعد آپ ان کو نہ بلاتے صریح اس اطلاع کے بعد سحقا" سحقا فرمادیا۔

(حفظ الایمان ص ۱۷' مکتبہ تھانوی کراچی)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت حوض پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو حوض سے روک رہا ہوں گا' جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو دور کرتا ہے' صحابہ نے پوچھا یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہو گی جو کسی امت میں نہیں ہو گی' تم جس وقت میرے پاس حوض پر آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے' اور تم میں سے ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے' میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دے گا کیا آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئی نئی باتیں نکالی تھیں- (ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا) پھر میں کہوں گا دور ہو جاؤ' دور ہو جاؤ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

بعض لوگ نبی ﷺ کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آنے والے ان مرتدین کو اصیحابی نہ فرماتے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا انہیں اصیحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہو گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصیحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو' یعنی کیا یہ میرے اصحابی ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ' اعمال نامے بائیں ہاتھ میں' آنکھیں نیلی' چہرے تاریک اور مرجھائے ہوئے ہیں- یہ میرے صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں- قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ مومنوں کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے بائیں ہاتھ میں ہوں گے' ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہو گا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے- علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا

Marfat.com

اظہار فرمادیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں :

امام بزار نے سند جید کے ساتھ اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو اچھے اعمال ہوں میں ان پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے اعمال ہوں میں ان پر تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم ہو کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد ہو چکے تھے اور صحیح مسلم کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں' شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ بعض دیگر علماء کے جوابات نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق لکھتے ہیں :

میں کہتا ہوں کہ مسند بزار کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پر امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جاتا ہے' پس ہو سکتا ہے کہ اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کیے جاتے ہوں' نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ برے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور ارتداد لائق حمد ہے نہ لائق استغفار۔

(فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۲' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی)

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے ان کو میدان محشر میں نہیں پہچانا' اور ان کو اپنا صحابی گمان فرمایا' ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً" اس لیے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو اعمال لائق استغفار ہوں میں ان پر استغفار کرتا ہوں اور جو لائق استغفار نہ ہوں آپ ان پر استغفار نہیں کرتے اور ارتداد لائق استغفار نہیں ہے لیکن اس کا لائق استغفار نہ ہونا اس عمل کے پیش کیے جانے کے منافی نہیں ہے۔

باقی رہا شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے خارج ہوا ہے' اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے فلاں امتی نے یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اس کی ضد کے علم کو مستلزم ہوتا ہے' مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہو گا وہ رات ہو گا' اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہو گا وہ کفر ہو گا' تو جب نبی ﷺ کو آپ کی تمام امت دکھا دی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بہ قول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا' رہا یہ کہ پھر آپ نے ان کو اصیحابی کیوں فرمایا تو اس کا یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استفہام تھا یا ان میں مزید حسرت' افسوس اور عذاب واقع کرنے کے لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے علم کلی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے مزید جوابات اور سیر

Marfat.com

حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد اول میں ذکر کردی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور دیکھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام چیزیں لوٹائی جائیں گی۔ (آل عمران: ۱۰۹)

عذاب کا عدل اور ثواب کا فضل ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اللہ جہان والوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم فرمائی ہے کیونکہ ظلم کا معنی ہے غیر کی ملک میں تصرف کرنا' اور کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے' وہ اس کا ظلم نہیں ہے' بلکہ اگر وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے تو یہ اس کا ظلم نہیں ہو گا کیونکہ وہ مالک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے' لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے نیک لوگوں کو اجر و ثواب دینے کا وعدہ فرمالیا ہے اسی لیے اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ نیک لوگوں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور برے لوگوں کو عذاب دینا اس کا عدل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں! ماسوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' لیکن تم درست کام کرتے رہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

یعنی اعمال بحسب الذات نجات اور ثواب کا تقاضا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اعمال صالحہ کو ثواب کی علامت بنا دیا ہے' نیز تمام انسان اور ان کے اعمال اللہ کے پیدا کرنے سے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔ وہ جو چاہے ان کے ساتھ معاملہ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے' اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ — اپنے اعمال کے سبب سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(النحل: ۳۲)

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کے سبب سے نجات ہو گی اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی مجمل ہے اور حدیث نے اس کی تفسیر کردی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے جو تم نے نیک عمل کیے اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ نہ یہ کہ تم محض ان اعمال کی وجہ سے دخول جنت کے مستحق ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہے لیکن نیک اعمال کی ہدایت دینا اور ان کا قبول فرمانا یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ جنت کے دخول کے دو سبب ہیں ایک صورۃ" اور دوسرا حقیقتہ" صورۃ" سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقتہ" سبب اللہ کا فضل ہے' اس آیت میں سبب صوری بیان فرمایا ہے اور حدیث میں سبب حقیقی بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

تو ان کے حق میں بہتر تھا ، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں ○

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف

وہ تمہیں زبانی اذیت دینے کے سوا اور کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے ، اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا

پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی ○ وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

بجز اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) وہ اللہ کے غضب کے مستحق

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

ہوئے اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ

کا کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے ،

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ○

ربط آیات، مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہی پر رہنے دے' پھر اس امت کی مدح کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو جبلتہ" و فطرۃ" سب سے بہتر بنایا کیونکہ تم تمام لوگوں کو نیکی کی ہدایت دیتے ہو اور ان کو برائی سے روکتے ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے فرمایا تھا کہ تم اہل کتاب کی طرح سرکش اور نافرمان نہ ہو جانا' پھر ان کو نیکی اور اطاعت شعاری پر برانگیختہ کرنے کے لیے آخرت میں مومنوں کی سرخ روئی اور ان کے درجات کو بیان فرمایا اور کافروں کی روسیاہی اور ان کے عذاب کو بیان فرمایا' اور اب ایک اور طریقہ سے مومنوں کو نیکی اور اطاعت شعاری کی ترغیب دی ہے اس لیے فرمایا تم بہترین امت ہو یعنی تم لوح محفوظ میں سب سے بہتر اور سب سے افضل امت ہو اس لیے مناسب یہ ہے کہ تم اپنی اس فضیلت کو ضائع نہ کرو اور اپنی اس سیرت محمودہ کو زائل نہ کرو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت میں امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مراد ہیں اور جو مسلمان ان کے طریقہ پر گامزن ہوں۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم نے ستر امتوں کو پورا کر دیا تم ان کے آخر میں ہو اور تم اللہ کے نزدیک سب سے مکرم ہو۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو پورا کر دیں گے ہم ستر امتوں میں سب سے آخر میں ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۳۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۸۹ھ)

تمام امتوں سے افضل امت ہونے کا مدار

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ اس وقت تمام امتوں سے افضل ہے' اور جب تک یہ امت نیکی کا حکم دیتی رہے گی اور برائی سے روکتی رہے گی اور اللہ پر صحیح' صادق اور کامل ایمان رکھے گی اس وقت تک یہ امت تمام امتوں سے افضل ہی رہے گی' اس آیت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ایمان پر مقدم کیا ہے' اس لیے کہ ان ہی دو وصفوں کی وجہ سے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت ہے' کیونکہ ایمان کا تو دوسری امتیں بھی دعویٰ کرتی ہیں لیکن دوسری امتوں نے ایمان کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور ان میں شر اور فساد غالب آچکا تھا' اس لیے ان کا ایمان صحیح نہیں تھا' اور وہ نیکی کا حکم دیتے تھے نہ برائی سے روکتے تھے۔

صحیح' صادق اور کامل ایمان کا معیار

اللہ تعالیٰ نے جس صحیح' صادق اور کامل ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس کا معیار اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ	ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے' پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

Marfat.com

(الحجرات : ۱۵)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال : ۲)

ایمان والے تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں' اور وہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کریں۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا تب صحیح ہو گا جب ہر اس چیز پر ایمان لایا جائے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً آسمانی کتابوں پر' فرشتوں پر' تمام نبیوں پر' تقدیر پر' مرنے کے بعد اٹھنے پر' حساب و کتاب پر اور جزاء اور سزا پر' اور جو شخص ان میں سے بعض پر ایمان لایا اور بعض پر ایمان نہیں لایا تو اس کا ایمان صحیح نہیں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ (النساء : ۱۵۱-۱۵۰)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان جدائی کا ارادہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے اور وہ کفر اور ایمان کا درمیانی راستہ بنانے کا ارادہ کرتے ہیں' درحقیقت وہی لوگ کافر ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا' ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ اللہ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان نہیں لائے تھے اور قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے اور سیدنا محمد ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو یہ خوف تھا کہ اگر انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کو مان لیا تو ان کی ریاست جاتی رہے گی' اور یہودی عوام جو ان کی اتباع کرتے ہیں وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور دنیاوی مال اور نذرانے ملنے بند ہو جائیں گے حالانکہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو دنیا میں بھی ان کی عزت و کرامت زیادہ ہوتی اور وہ آخرت میں بھی اجر عظیم کے مستحق ہوتے۔

یہ ایمان صحیح کا معیار ہے اور ایمان صادق کا معیار یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کو بے دریغ خرچ کریں' تاکہ ان کا دعویٰ ایمان صادق ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت : ۲)

کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی!

اور ایمان کامل کا یہ معیار ہے کہ تمام فرائض اور واجبات کو دوام اور التزام کے ساتھ ادا کیا جائے اور کسی فرض اور واجب کو ترک نہ کیا جائے اور حتی الامکان تمام سنن اور مستحبات کو ادا کیا جائے' اور کسی حرام اور مکروہ تحریمی کا کبھی بھی ارتکاب نہ کیا جائے اور ہر قسم کے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کاموں سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے' اور اگر تقاضائے بشریت سے کبھی کوئی فرض یا واجب رہ جائے تو فوراً اس کی قضا کر لی جائے اور اگر غلبہ نفسانیت سے کبھی کسی حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہو جائے تو اس پر فوراً توبہ کر لی جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں :

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ ایمان کے فرائض اور شرائع ہیں اور حدود اور سنن ہیں جس نے ان کو مکمل کر لیا اس کا ایمان کامل ہو گیا اور جس نے ان کو مکمل نہیں کیا اس کا ایمان کامل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی زانی زنا کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا' اور کوئی چور چوری کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا' اور کوئی شرابی شراب پیتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا اور کوئی لٹیرا لوٹ مار کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا انسان اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱ — ۵۵ ملتقطا" مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر خطبہ میں یہ فرماتے تھے جو شخص امانت دار نہ ہو وہ (کامل) مومن نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا دین (کامل) نہیں۔ اس حدیث کو امام احمد' امام ابو یعلی' امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بہت طعنے دیتا ہو بہت لعنت کرتا ہو' بدزبانی اور بے حیائی کی باتیں کرتا ہو وہ (کامل) مومن نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۷ — ۹۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص (کامل) مومن نہیں ہے جو رات کو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان یہ ہے کہ ان تمام امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانا ضروری ہے' اور صادق ایمان یہ ہے کہ اس کے دل میں اس کے خلاف شک نہ آئے' وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اللہ کی راہ میں جان اور مال کو بے دریغ خرچ کرے۔ اور کامل ایمان یہ ہے کہ تمام فرائض اور واجبات پر دائما" عمل کرے اور سنن اور مستحبات پر بھی عامل ہو اور ہر حرام اور مکروہ تحریمی سے دائما" مجتنب ہو اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ سے بچتا رہے' اور اس درجہ کے ساتھ جو مسلمان

Marfat.com

بھی نیکی کا حکم دیتے رہیں گے اور برائی سے روکتے رہیں گے وہ تمام امتوں میں بہترین امت ہونے کے مصداق ہیں۔

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں' مومنوں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایسے لوگ مراد ہیں جو پہلے یہودی تھے اور بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ فاسق کا معنی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس سے مراد مرتکب کبیرہ ہیں' اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہود میں ایسے لوگ تھے جو کافر ہونے کے علاوہ دینی اور دنیاوی معاملات میں بدعمل اور بداخلاق بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ تمہیں زبانی اذیت دینے کے سوا اور کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے' اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (آل عمران: ۱۱۱)

مدینہ کے یہودیوں کی ذلت اور خواری کا بیان

"اذی" کا معنی دکھ اور تکلیف ہیں' اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء" ان کے مختلف قبائل سے جو معاہدے کیے تھے وہ ان کی عہد شکنیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ختم کر دیئے گئے اور بعد میں یہ اپنی ریشہ دوانیوں اور جرائم کی سزا میں قتل کر دیئے گئے یا جلاوطن کر دیئے گئے' اور دوسرے قبائل سے جو انہوں نے معاہدے کر رکھے تھے وہ قبائل بھی آہستہ آہستہ اسلام کے زیر اثر آ گئے' سو وہ معاہدے بھی عملاً" بے اثر ہو کر رہ گئے اور جس درخت کی تمام جڑیں کٹ چکی ہوں وہ محض تنے کے سہارے کب تک کھڑا رہ سکتا ہے' اس آیت میں مدینہ کے یہودیوں کی اسی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اب ان کی جڑ کٹ چکی ہے اور ان کے اندر اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے تم کو اپنی زبانوں سے کچھ دکھ اور تکلیف پہنچائیں۔ مسلمانوں کو طعن و تشنیع کریں ان کے خلاف افتراء پردازی اور تہمت تراشی کریں یا کلمات کفریہ کہیں مثلاً یہ کہ عزیر ابن اللہ ہیں' یا تورات کی عبارات میں تحریف کریں' یا کمزور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات ڈالیں' اس سے زیادہ مسلمانوں کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچانے کی سکت اب ان میں نہیں رہی' اور بالفرض یہ اگر کسی مقابلہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے تو پیٹھ دکھائیں گے اور ایسے ذلیل و خوار ہوں گے کہ کسی طرف سے بھی ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے بجز اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی۔ (آل عمران: ۱۱۲)

مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سہارے کے بغیر یہودی ریاست قائم نہیں کر سکتے

یہودیوں پر اس طرح ذلت لازم کر دی گئی ہے کہ وہ کرہ ارض پر ہر خطہ میں ذلیل و خوار ہیں' اور اپنے زور بازو سے انہیں کہیں پر بھی غلبہ حاصل نہیں ہے۔ ماسوا اس کے کہ کہیں مسلمانوں نے ان کو امان دے دی اور کہیں غیر مسلموں نے ان کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیا' اس زمانہ میں انگلینڈ' امریکہ اور روس نے باہمی اشتراک سے فلسطین میں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی ہے اور آج کل امریکہ ان کا پشت پناہ ہے' یہ صرف اپنی انفرادی قوت سے کہیں حکومت قائم نہیں کر سکے' ان کا ایٹمی قوت بننا بھی امریکی مدد کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ ذلت‘ غضب الٰہی اور مسکینی مسلط کیے جانے کے مستحق اس لیے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے رہے تھے‘ اور اللہ کی آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کا قتل یہ اس لیے کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتے رہے ہیں‘ اس آیت سے مسلمانوں کو یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ جن لوگوں پر ہر جگہ خدا کی مار اور لعنت پڑ رہی ہے وہ تمہارا کیا بگاڑ سکیں گے اور جو لوگ غیروں کے سہارے کے بغیر اپنی حکومت قائم نہیں کر سکتے وہ تمہاری حکومت کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے یہ اطمینان اور تسلی اور یہودیوں پر غلبہ کی بشارت صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار رہیں اور جب مسلمان اجتماعی طور پر دینی اقدار سے منحرف ہو جائیں‘ اسلامی اقدار پر عمل کرنا ان کے لیے باعث ننگ اور عار ہو (سو آج کے ماڈرن معاشرہ میں کسی مسلمان نوجوان کا ڈاڑھی رکھ لینا‘ ٹخنوں سے اوپر شلوار پہننا اور سر پر عمامہ باندھنا اسی طرح اس طبقہ میں باعث ملامت ہے اور عورتوں کا برقعہ پہننا‘ نامحرموں سے پردہ کرنا اور گھر کی چار دیواری میں رہنا اس ترقی یافتہ مہذب معاشرہ میں گنوار پن کی علامت سمجھا جاتا ہے) اور غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کو اپنانا ان کے لیے فخر کا باعث ہو‘ نماز‘ روزہ‘ زکوٰۃ‘ حج اور دیگر اسلامی احکام ان کو بوجھ معلوم ہونے لگیں تو پھر ان مسلمانوں کا ان لعنتی اور مغضوب یہودیوں کے ہاتھوں مسلسل شکست کھانا کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہیں ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ
وہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے ایک گروہ قیام کرتا ہے رات کے اوقات میں اللہ کی
اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور وہ سجدہ کرتے ہیں ○ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
ایمان رکھتے ہیں اور وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں
وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا
اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکوں میں سے ہیں ○ اور وہ جو
يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
بھی نیک کام کرتے ہیں ان کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

ربط آیات اور مناسبت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اہل کتاب میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب کی مذمت فرمائی تھی اب اس کے مقابلہ میں اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی مدح فرما رہا ہے' امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' جب عبداللہ بن سلام' ثعلبہ بن سعید' اسید بن سعید' اسد بن عبید اور دیگر یہودی اسلام لے آئے' انہوں نے نبی ﷺ کی تصدیق کی اور اسلام میں رغبت کی اور قبول اسلام کے بعد اسلام کی راہ میں مال خرچ کیا تو علماء یہود اور ان میں سے دیگر کفار نے کہا جو لوگ (سیدنا) محمد (ﷺ) پر ایمان لائے ہیں اور ان کی پیروی کر رہے ہیں وہ ہم میں بہت برے لوگ تھے' اگر وہ نیک لوگ ہوتے تو اپنے آباء واجداد کے دین کو ترک نہ کرتے' اس کے علاوہ ان کی مذمت میں اور باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح سرائی میں یہ آیات نازل فرمائیں اور ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۵' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی صفات کی تفصیل اور تحقیق

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے اوصاف بیان کیے ہیں' آیات سابقہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اہل کتاب میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔ پھر فاسقوں کے احوال بیان فرمائے اور ان کا انجام بیان فرمایا' اور ان آیات میں اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے احوال اور ان کی صفات بیان فرمائیں۔ اگرچہ اسلام میں داخل ہونے والے اہل کتاب بہت کم تعداد میں تھے۔

مومنین اہل کتاب کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ قائم ہیں' اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز میں قیام کرتے ہیں اور نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا — اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں۔ (الفرقان : ۶۴)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ گروہ دین حق پر قائم ہے اور ثابت قدم ہے اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں اور اسلام کے خلاف ان کے شکوک و شبہات ڈالنے کی کوششیں ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کرتیں۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں بھی خضوع اور خشوع سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' لیکن سجدہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا منع ہے۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور' ۱۴۰۵ھ)

یہ ممانعت قرآن مجید کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ رکوع اور سجود انتہائی ذلت کی حالت ہے اس لیے اس حال میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

''اور وہ سجدہ کرتے ہیں'' یہ ان کی الگ اور مستقل صفت ہے اور پہلی صفت کی قید نہیں ہے اور آیت کا معنی یہ ہے

Marfat.com

کہ وہ نماز میں کبھی قیام کرتے ہیں اور کبھی سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ کا اطلاق نماز پر بھی کیا جاتا ہے اس لیے اس آیت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات کے وقت نماز میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس آیت میں یہودیوں کی تعریف ہے کیونکہ یہودی بھی تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور رات کو اٹھ کر تورات کی تلاوت کرتے تھے' سو اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہاں رسول پر ایمان لانے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تب صحیح ہوگا جب اس کی تمام آیتوں پر ایمان لایا جائے اور تمام آیتوں میں یہ آیت بھی ہے :

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ : ۲۸۵)

سب ایمان لائے اللہ پر' اس کے سب فرشتوں پر اس کی سب کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ) ہم ایمان لانے میں اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

اور بالخصوص سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کے متعلق فرمایا :

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ (الاعراف : ۱۵۷)

جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس رسول' نبی' امی کی جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اور یہود تمام رسولوں پر ایمان نہیں لائے تھے۔ ان کا حضرت عیسیٰ کی رسالت پر ایمان نہ تھا اور بالخصوص وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے منکر تھے اس لیے ان کا اللہ کی تمام آیتوں پر ایمان نہ ہوا' اور جب اللہ کی آیتوں پر ایمان نہ ہوا تو اللہ پر ایمان نہ ہوا' لہٰذا اس میں ایمان والوں کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں' اس سے یہودی مراد نہیں ہو سکتے۔

چوتھی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' انسان کا پہلا کمال یہ ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں اور اس کے اعمال صالح ہوں' اور دوسرا کمال یہ ہے کہ وہ خود کامل ہونے کے بعد دوسرے ناقصوں کو کامل بنائے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم : ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

سو انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کامل ہونے کے بعد دوسرے ناقصوں کو کامل بنائے اور یہ فریضہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے ادا ہوگا' بعض علماء نے کہا ہے کہ نیکی کا حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیں' اور برائی سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک بنانے اور آپ کی رسالت کے انکار سے روکیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ امر بالمعروف سے مراد یہ ہے کہ تمام عقائد صحیحہ کے ماننے کا حکم دیا جائے اور تمام فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات پر حسب مراتب عمل کرنے کا حکم دیا جائے اور تمام محرمات' مکروہات تحریمہ' تنزیہہ اور خلاف اولیٰ کاموں سے حسب مراتب منع کیا جائے۔

Marfat.com

پانچویں صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں' یعنی ہر نیک کام کو اس کے وقت پر کر لیتے ہیں اور فرائض اور واجبات کو فوت ہونے سے پہلے ادا کر لیتے ہیں' اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نیک کاموں کو خوشی اور سعادت سمجھ کر کرتے ہیں' بوجھ اور بیگار سمجھ کر نہیں کرتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عجلت سے کام کرنا تو ممنوع ہے' امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان سے کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے' اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۹۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس کا جواب یہ ہے کہ سرعت اور عجلت میں فرق ہے' سرعت کا معنی ہے جس کام کو پہلے کرنا چاہیے اس کو پہلے کیا جائے اور عجلت کا معنی ہے جس کام کو موخر کرنا چاہیے اس کو مقدم کر دیا جائے' نیز یہاں سرعت سے مراد یہ ہے کہ دین کے کاموں کو انتہائی خوش دلی اور رغبت سے کیا جائے۔

چھٹی صفت یہ بیان فرمائی : کہ وہ لوگ صالحین میں سے ہیں' یہ بہت عظیم صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کا صالحیت کے وصف کے ساتھ ذکر کیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ (الانعام : ۸۵) — اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (یہ) سب صالحین میں سے ہیں۔

اور ساتویں صفت یہ بیان فرمائی : اور وہ جو بھی نیک کام کرتے ہیں اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی۔ یعنی ان لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا سے ہرگز محروم نہیں کیا جائے گا' کفر کا معنی ہے چھپا لینا اور کسی شخص کی نیکی کی جزا نہ دینا اس کو چھپانے کے مترادف ہے' اس لیے یہاں انہیں جزا نہ دینے کو کفر سے تعبیر فرمایا۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی جزاء دینے کو شکر فرماتا ہے۔ فان اللہ شاکر علیم (البقرہ : ۱۵۸) اس اعتبار سے اس آیت میں جزا نہ دینے کو کفر سے تعبیر فرمایا۔ اور اس کی دلیل یہ فرمائی کہ اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے اور چونکہ وہ متقین کو خوب جاننے والا ہے اس لیے ان کے نیک کاموں پر ان کو اچھی جزا سے محروم نہیں فرمائے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ (کے عذاب) سے ہرگز نہیں بچا سکیں گے

مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿١١٦﴾

وہ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ

وہ جس چیز کو دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح

Marfat.com

فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ط

ہے جس میں (جلا ڈینے والی) سخت سردی ہو، جو ان لوگوں کی کھیتیوں پر پہنچے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پھر

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۱۷)

وہ ہوا اس کھیت کو جلا ڈالے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ○

آخرت میں کفار کے اعمال کا ضائع ہونا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان فرمائی تھیں۔ اور اب ان آیتوں میں ان کے مقابلہ میں کفار کے احوال بیان فرما رہا ہے۔ سو ان آیتوں میں کفار پر وعید بیان کی ہے اور ان کی آرزوؤں کا انقطاع بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے خیال میں دنیا میں جو کچھ بھی نیکی کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں وہ سب رائیگاں جائے گا اور ان سے اللہ کے عذاب کو ہرگز دور نہیں کر سکے گا۔

یہود' منافقین اور مشرکین نبی ﷺ کی عداوت میں آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے مال خرچ کرتے تھے اور اپنے اس خرچ پر خوش ہوتے تھے اور فخر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکیں گے' مال اور اولاد کا بالخصوص ذکر اس لیے فرمایا کہ انسان اپنی جان بچانے کے لیے کبھی مال کا فدیہ دیتا ہے اور کبھی اولاد کے ذریعہ اپنے آپ کو دکھ اور آزار سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور آیتوں میں بھی یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مال اور اولاد کسی شخص کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے' فرمایا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (الشعراء: ۸۸) — جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (آل عمران: ۹۱) — سو ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا (بھی) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا خواہ وہ اسے فدیہ میں دے۔

وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى (سبا: ۳۷) — تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں ہیں جو تم کو ہم سے قریب کر دیں۔

کفار اپنے اموال کو دنیا کی اغراض باطلہ اور دنیاوی لذتوں کے لیے خرچ کرتے ہیں' اور اگر وہ مال کو غریبوں کی مدد کے لیے اور نیکی کے راستوں میں خرچ کرتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے' سنانے' اس پر تعریف چاہنے' شہرت اور فخر کے لیے خرچ کرتے ہیں' اللہ کے لیے خرچ نہیں کرتے اور اگر اللہ کے لیے خرچ کرتے تو اس کی پہلی شرط اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے' لیکن وہ زیادہ تر اپنے اموال کو اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکنے کے لیے اور سیدنا محمد ﷺ کی اتباع سے منع کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور آپ کی عداوت اور آپ کی مخالفت میں اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں۔

اور یہ کفار جو اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس طرح ہے جس طرح ظالموں کے کھیت پر سخت سرد جلا دینے والی ہوا پہنچے اور اس کھیت کو جلا ڈالے' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ — اور انہوں نے (اپنے زعم میں) جو بھی نیک عمل کیے' ہم ان

Marfat.com

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان : ۲۳) کی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انہیں (فضا میں) بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنادیں گے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــًٔا (النور : ۳۹) کافروں کے اعمال زمین میں چمکتے ہوئے ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے کچھ بھی نہ پایا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کے سبب ان کے کھیتوں کو جلا ڈالتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ آخرت میں کافروں کے اعمال کو برباد اور رائیگاں کردے گا۔ اور ان کے اعمال کو قبول نہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے برے اعمال کی سزا دی ہے' انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ایمان کے ساتھ ایسے اعمال کرکے نہ لائے جنہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ ایمان کے بغیر کسی شخص کا کوئی نیک عمل قبول نہیں فرماتا :

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (النحل : ۹۷) جس مرد یا عورت نے نیک عمل کیا بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم ان کے بہترین کاموں کا ان کو ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور واضح فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا' اور ان کے تمام اعمال آخرت میں ضائع ہوجائیں گے۔ نیک اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر سلامت رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں

یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ

چھوڑیں گے انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، ان کی باتوں سے دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے

اَفْوَاهِهِمْ ۚ ۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ

اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے اگر تم عقل سے کام لیتے ہو

الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا

تو ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو بیان کردیا ہے ○ سنو تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت

Marfat.com

يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا

نہیں کرتے اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو ، اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ

کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں ۔ آپ کہیے

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ

کہ تم اپنے غصہ میں مر جاؤ بیشک اللہ دل کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ۞ اگر تمہیں

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

کوئی اچھائی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو یہ اس سے خوش

بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـًٔـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکر و فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا بیشک

بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲ ع ۱۱ ۴

اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے ۞

کفار کو رازدار بنانے کی ممانعت اور اس کی حکمتیں

"بطانہ" اس کپڑے کو کہتے ہیں جو انسان نے کپڑوں کے نیچے پہنا ہوتا ہے جو اس کے باطن سے ملا ہوتا ہے جیسے بنیان' اور چونکہ انسان کا گہرا دوست بھی اس کے تمام باطنی اوصاف اور خصائل پر مطلع ہوتا ہے اس لیے اس کو بھی بطانہ کہتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی فتنہ انگیزیوں' رسول اللہ ﷺ سے ان کی عداوت اور مسلمانوں سے ان کی مخالفت کو تفصیل سے بیان فرما دیا تھا' لیکن اس کے باوجود مسلمان ان سے اپنی رضاعت کے رشتوں یا ان کو اپنا حلیف بنانے کی وجہ سے ان کے ساتھ دوستی رکھتے تھے' اور ان کو اپنے راز کی باتیں بتا دیتے تھے' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ کفار کو اپنا رازدار نہ بنائیں ورنہ وہ ان کے رازوں پر مطلع ہو کر مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے' اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں جن کو رازدار بنانے سے منع فرمایا ہے اس کا مصداق کون ہیں' بعض مفسرین نے کہا اس کے مصداق یہود ہیں' بعض نے کہا اس کا مصداق منافقین ہیں اور بعض نے کہا اس کا مصداق تمام کفار ہیں۔

Marfat.com

جن مفسرین نے کہا اس سے مراد یہود ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اپنے معاملات میں یہودیوں سے مشورہ کرتے تھے' اور ان کے رضاعی رشتوں اور حلیف ہونے کی وجہ سے یہ گمان کرتے تھے کہ ہرچند کہ یہودی دین میں ان کے مخالف ہیں لیکن دنیاوی معاملات اور معاشرتی امور میں ان کے ساتھ خیر خواہی کریں گے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بعض مسلمان یہودیوں سے میل جول رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کے پڑوسی تھے' یا زمانہ جاہلیت میں وہ ان کے حلیف بن چکے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور یہودیوں کو رازدار بنانے سے منع فرمایا اور ان کے فتنوں سے ڈرایا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اور بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں منافقین کے ساتھ رازداری کے تعلقات رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ مسلمان منافقوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا کھا جاتے تھے' مسلمان ان کو ان کے دعویٰ ایمان میں صادق گمان کرتے تھے اور وہ مسلمانوں سے ان کے راز کی باتیں سن کر ان کے دشمنوں تک پہنچا دیتے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقین کے ساتھ اخوت اور محبت رکھنے سے منع فرمایا ہے' ربیع نے کہا اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے ساتھ ملنے جلنے سے منع فرمایا ہے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۴۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

بعض مفسرین نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقاً مشرکین کے ساتھ محبت رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: ۱)	اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کے ساتھ کفر کیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو اور نہ اپنی انگشتریوں میں کسی عربی کا نام نقش کراؤ۔ حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا یعنی مشرکین سے اپنے امور میں مشورہ نہ لو اور اپنی انگشتریوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نقش نہ کراؤ۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ان آیات میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلق رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کو تحفہ اور ہدیہ وغیرہ دیں اور ایک دوسرے کی دعوتیں کریں اور اپنے دینی اور دنیاوی معاملات میں ان سے مشورہ کریں' کیونکہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے معاملات بگاڑنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں' اور ان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو مصائب اور آلام پہنچیں اور ان کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے' وہ جب مسلمانوں سے باتیں کرتے ہیں اس وقت

Marfat.com

بھی ان کی باتوں سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے چہرے کینہ خاطر ہوتے ہیں' وہ مسلمانوں کی کتاب اور ان کے نبی کے مکذب ہیں اور ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سنو تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے' اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران : ۱۱۹)

مسلمانوں کے کافروں سے محبت کرنے اور ان کے محبت نہ کرنے کے محامل

مسلمان ان سے کونسی محبت کرتے تھے اور وہ ان سے کونسی محبت نہیں کرتے تھے اس کے حسب ذیل محامل بیان کیے گئے ہیں :

(۱) مسلمان یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں' کیونکہ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی دولت اسلام ہے' اور یہ ان کی محبت تھی' اور یہودی یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام پر قائم نہ رہیں تاکہ وہ دین اور دنیا میں ہلاک ہو جائیں اور یہ ان کا محبت نہ کرنا تھا۔

(۲) مسلمان اپنی رشتہ داریوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتے تھے اور وہ مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان سے محبت نہیں کرتے تھے۔

(۳) چونکہ منافقین نے بہ ظاہر اسلام قبول کر لیا تھا' اس لیے مسلمان ان سے محبت کرتے تھے اور چونکہ ان کے دلوں میں کفر تھا اس لیے وہ مسلمانوں سے محبت نہیں کرتے تھے۔

(۴) مسلمان یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی تکلیف اور مصیبت میں گرفتار ہوں اس کے برخلاف وہ مسلمانوں کی بربادی اور تباہی چاہتے تھے۔

(۵) مسلمان ان کو اپنے راز بتا دیتے تھے جب کہ وہ مسلمانوں کو اپنے راز نہیں بتاتے تھے اس کے برعکس مسلمانوں کے راز افشاء کر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں' آپ کہئے کہ تم اپنے غصہ میں مر جاؤ' بے شک اللہ دل کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (آل عمران : ۱۱۹)

مسلمانوں کے خلاف کافروں کے غیظ و غضب کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں' اور جب انسان بہت زیادہ غصہ میں ہوتا ہے تو دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگتا ہے۔ یہاں انگلیاں کاٹنے سے مراد ان کے انتہائی غیظ و غضب کا بیان ہے' خواہ وہ انگلیاں کاٹیں یا نہ کاٹیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہئے کہ "تم اپنے غصہ میں مر جاؤ۔" یہ ان کے خلاف بہ ظاہر دعاء ضرر ہے کہ تمہارا غیظ اس قدر زیادہ ہو جائے کہ تم اس کی زیادتی سے ہلاک ہو جاؤ' اور حقیقت میں یہ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و کرامت میں زیادتی اور ان کی سربلندی اور سرفرازی کی دعا ہے کیونکہ ان کے غیظ و غضب کی وجہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی ہے اور جوں جوں یہ ترقی زیادہ ہو گی ان کا غیظ و غضب زیادہ ہو گا' حتیٰ کہ مسلمانوں کی بہت زیادہ سربلندی اور سرفرازی سے وہ جل بھن کر مر جائیں گے' لہٰذا اب یہ اعتراض نہ ہو گا کہ اسلام کے

Marfat.com

خلاف غیظ و غضب تو کفر ہے اور یہ دعا کرنا کہ تم اپنے غیظ میں مرجاؤ ان کو کفر پر برقرار رکھنے کی دعا ہے اور یہ آپ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ ہم نے بتادیا کہ حقیقت میں یہ اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے' یعنی تم اگرچہ بہ ظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے ہو لیکن تم نے اپنے دلوں میں کفر کو چھپایا ہوا ہے اور تم اپنے دلوں میں اسلام کے خلاف جس قدر غیظ و غضب رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس سب کو جانتا ہے اور تمہارے دلوں کی تمام باتوں پر مطلع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اگر تمہیں کوئی اچھائی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں' اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکرو فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بے شک اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔ (آل عمران : ۱۲۰)

نیک اور متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا محمل

"حسنہ" کا معنی ہے اچھائی' اور یہاں اس سے دنیاوی منفعت مراد ہے مثلاً صحت' خوشحالی' دشمنوں پر غلبہ' اور دوستوں کے درمیان الفت اور محبت کا حصول اور سیئہ کا معنی ہے برائی' اور یہاں اس سے مراد ہے مرض' فقر' جہاد میں شکست' دوستوں میں رنجش اور جدائی' قتل' غارت گری اور لوٹ مار وغیرہ' اور اس آیت کا معنی ہے اگر تم اللہ کی عبادت کرنے میں تکلیف اور مشقت اور قدرتی آفتوں اور مصائب پر صبر کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو تو کفار اپنے مکرو فریب سے تمہارے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں اس سے تم کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہو گا۔ "کید" کا معنی ہے ایک انسان دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے کے لیے جو خفیہ تدبیر کرتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہاں کید کا معنی عداوت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے سو جس شخص نے اپنے اس مقصد تخلیق کو پورا کیا اور عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے وہ اس کو اپنی حفاظت میں رکھے گا اور اس کے خلاف اس کے دشمنوں کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق : ۳-۲)	اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کی (مشکلات سے) نجات کی راہ پیدا کردے گا' اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اسے کافی ہے۔

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے نیک اور متقی لوگ اپنے دشمنوں کی تدبیروں اور اس کی سازشوں کا شکار ہو جاتے ہیں جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا گیا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو شہید کر دیا گیا' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا حالانکہ یہ نفوس قدسیہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے تھے اور عبادت کی مشقتوں پر صبر کرتے تھے اور اس کی معصیت کرنے سے ڈرتے تھے' اور اللہ پر توکل کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لیے یہی قاعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا لیکن خاص مسلمانوں کو اور کاملین کو اللہ تعالیٰ آزمائش اور امتحان میں ڈالتا ہے اور اللہ سے اور اللہ کے دین سے ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ کاملین اللہ کے دین کے لیے اپنی جان دے دیتے

Marfat.com

ہیں لیکن دین کے معاملہ میں کسی نرمی اور مداہنت کو اختیار نہیں کرتے' اس آزمائش کا ذکر ان آیتوں میں ہے :

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت : ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ان کے اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرہ : ۱۵۵)

اور ہم تمہیں کچھ ڈر' بھوک اور مال' جان اور پھلوں میں کمی سے ضرور آزمائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے' یعنی ان کے تمام کام اللہ کے علم میں ہیں' لوح محفوظ اور کراما" کاتبین کے پاس لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا۔

غیر مسلموں سے دینی اور دنیاوی کام لینے کی تحقیق

ان آیتوں میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان کفار سے دوستی اور امن کا تعلق نہ رکھیں کیونکہ وہ مسلمانوں سے کینہ اور بغض رکھتے ہیں اور اپنے کسی معاملہ میں کفار سے مشورہ بھی نہ کریں اور نہ ان سے تعاون چاہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف گئے جب آپ حرۃ الوبرۃ (مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جس کی بہادری اور دلیری کا بہت چرچا تھا' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے' جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ہمراہ لڑوں اور جو مال ملے اس سے حصہ پاؤں' رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا پھر واپس جاؤ' میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

دوسری حدیث میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے صفوان بن امیہ کے اسلام لانے سے پہلے ان سے مدد لی' بعض علماء نے پہلی حدیث پر علی الاطلاق عمل کیا اور مشرک سے مدد لینے کو مطلقا" ناجائز کہا' اور امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا کہ اگر کافر کی مسلمانوں کے متعلق اچھی رائے ہو اور اس سے مدد لینے کی ضرورت ہو' تو اس سے مدد لی جائے گی ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے' محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو دو مختلف حالوں پر محمول کیا ہے' اور جب مسلمانوں کی اجازت سے کافر جہاد میں حاضر ہو تو اس کو عطیہ اور انعام وغیرہ دیا جائے گا' اور مال غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہو گا' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور زہری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ ہو گا۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک اور تمام علماء نے اس حدیث پر عمل کیا ہے اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ

Marfat.com

غیر مسلموں کو صفائی اور خدمت کے لیے رکھنا جائز ہے' ابن حبیب نے کہا اسی طرح مجانیق سے پتھر پھینکوانے کے لیے انہیں رکھنا بھی جائز ہے' اور ہمارے دوسرے اصحاب نے اس کو مکروہ کہا ہے' ابن حبیب نے یہ بھی کہا ہے کہ مشرک کو لڑائی میں شامل کرنا جائز ہے' اور ان کو لشکر کے اندر نہ رکھا جائے بلکہ لشکر کے باہر رکھا جائے' بعض علماء نے کہا یہ اجازت کسی خاص وقت کے لیے ہے بر سبیل عموم نہیں ہے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں' تمام ائمہ نے اس سے منع کیا ہے اور امام اوزاعی اور امام زہری نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی طرح ان کا بھی حصہ نکالا جائے گا اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے لشکر کو ان سے قوت حاصل ہوئی ہے تو ان کا حصہ نکالا جائے گا ورنہ نہیں' امام شافعی نے ایک بار یہ کہا کہ ان کو فئی سے بالکل نہیں دیا جائے گا اور ان کو خمس سے دیا جائے گا اور قتادہ نے یہ کہا ان سے جس چیز پر صلح ہو جائے ان کو وہ دینا جائز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۴۸۸' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد رشید رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

قرآن مجید میں یہود کو ہم راز بنانے اور ان سے مشورہ لینے سے منع کیا ہے یہ ممانعت ان یہودیوں کے ساتھ مختص ہے جو مسلمانوں کے ساتھ عداوت رکھتے تھے' اوائل اسلام میں یہودی ایسے ہی تھے اس لیے ان سے اپنے دین کے کسی کام میں مدد لینا جائز نہیں تھا لیکن بعد میں یہودیوں میں تغیر آ گیا اور وہ بعض فتوحات میں مسلمانوں کے مددگار بن گئے۔ جیسے فتح اندلس میں یہودیوں نے مسلمانوں کی مدد کی' اور مصر میں قبطیوں نے رومیوں کے خلاف مدد کی' اس لیے یہودیوں بلکہ مطلقاً" غیر مسلموں سے مسلمانوں کا مدد لینا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے عداوت نہ رکھتے ہوں)۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الممتحنہ : ۹-۸)

اللہ تمہیں ان کے ساتھ احسان اور عدل کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ۝ اللہ تمہیں انہی لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس نکتہ کی طرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور انہوں نے اپنے لکھنے پڑھنے کے دفتری کاموں کا معاملہ رومیوں کے سپرد کیا اور بعد کے دو خلفاء اور ملوک بنی امیہ نے بھی ان کی پیروی کی اور مسلمان بادشاہوں میں سے عباسیوں نے بھی اس پر عمل کیا' اور یہود' نصاریٰ اور صابئین میں سے اپنے عمال مقرر کیے اور دولت عثمانیہ کے بھی اکثر سفراء اور وکلاء عیسائی تھے' اس تمام وسعت اور عالی ظرفی کے باوجود یورپ کے مستشرقین یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت تعصب اور تنگ نظری ہے۔ (المنار ج ۴ ص ۸۴-۸۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر مسلموں پر یہ اعتماد ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے تو ان سے دینی اور دنیاوی مہمات میں مدد لینا اور ان کو مختلف مناصب تفویض کرنا جائز ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اسلام اور

Marfat.com

مسلمانوں کے دشمن ہیں تو پھر ان سے کسی معاملہ میں مشورہ کرنا یا خدمت لینا یا ان کو کوئی منصب سپرد کرنا جائز نہیں ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ

اور اس وقت کو یاد کیجیے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے دراں حالیکہ آپ مومنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر

لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ

بٹھا رہے تھے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے حالانکہ

تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اللہ ان کا مددگار تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی دراں حالیکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ

شکر ادا کرو ○ (اے رسول مکرم) یاد کیجیے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا

رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ

رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے ○ ہاں کیوں نہیں! اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کے بجائے)

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ

پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا ○ اور اللہ نے اس

اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

(امداد) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف

Marfat.com

مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقۡطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيۡنَ

اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ (اور اس مدد کا باعث یہ ہے) تاکہ اللہ کافروں کے ایک گروہ کو

كَفَرُوۡۤا اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ﴿۱۲۷﴾

(جڑ سے) کاٹ دے یا انہیں (شکست خوردہ کر کے) رسوا کرے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں ○

ان آیات میں غزوہ بدر اور غزوہ احد کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم پہلے غزوہ بدر اور غزوہ احد کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان آیات کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہو جائے اور ان کی تفسیر پر قارئین کو بصیرت حاصل ہو۔

غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ

امام ابن ہشام بیان کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا کہ ابوسفیان شام سے مال تجارت کا ایک قافلہ لے کر آ رہا ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا یہ ابوسفیان ہے جو اپنے قافلہ سمیت واپس آ رہا ہے' نکلو! شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں عطا فرما دے۔ اس قافلہ میں ابوسفیان کے ساتھ چالیس آدمی تھے اور مکہ کے سرداروں میں سے عمرو بن العاص تھے' ہجرت کے انیس ماہ بعد بارہ رمضان المبارک کو ہفتہ کے دن رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے' مجاہدین صحابہ کے پاس دو گھوڑے' ساٹھ زرہیں اور اسی اونٹ تھے' باقی صحابہ پیادہ تھے' رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں کے لیے ایک اونٹ مقرر کر دیا جس پر وہ باری باری سواری کرتے' آپ نے اپنے آپ کو بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں رکھا' آپ کے ساتھ جو دو صحابہ تھے انہوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! ہماری باری میں بھی آپ سوار رہیں' ہم پیدل چلیں گے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : سنو! تم دونوں نہ مجھ سے زیادہ قوی ہو نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں!

جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو وہ آنے جانے والوں سے نبی ﷺ کے متعلق خبریں معلوم کرتا تھا' اسے بعض سواروں نے بتایا کہ سیدنا محمد ﷺ تم پر اور تمہارے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں' اس نے فوراً ضمضم بن عمرو الغفاری کو مکہ روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ وہ قریش کو جا کر کہے کہ وہ اپنے اموال کی حفاظت کا انتظام کریں کیونکہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہم پر حملہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں' دوسری طرف مکہ میں عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ قریش پر کوئی آفت اور مصیبت آنے والی ہے' اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بیان کیا' ابھی اس خواب کا چرچا ہو رہا تھا اور اس کے متعلق چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں کہ مکہ والوں نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ و پکار سنی اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیئے تھے' کجاوہ کو الٹا کر دیا تھا اور اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اپنے اس قافلہ کو بچاؤ جس پر تمام مکہ والوں کے اموال لدے ہوئے ہیں' (سیدنا) محمد (ﷺ) نے اس پر حملہ کر دیا ہے اور مجھے امید نہیں ہے کہ تم اس کی مدد کے لیے بروقت پہنچ جاؤ گے!

قریش نے اپنا تمام مال و متاع داؤ پر لگا کر جنگ کی تیاری کی جب انہوں نے عزم سفر کیا تو قریش مکہ کی فوج کی تعداد نو

Marfat.com

سو پچاس تھی' ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر ایک سو زرہ پوش سوار تھے' پیدل سپاہیوں کے لیے بھی زرہیں مہیا تھیں' ان کے ساتھ رقص کرنے والی کنیزیں بھی تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جوشیلے گیت گا کر ان کی آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں' سو قریش کا یہ لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ روانہ ہوا۔

ضمضم غفاری کو بھیجنے کے بعد ابو سفیان نے مزید احتیاط کی خاطر عام راستہ چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو جاتا تھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ مسلسل سفر کرنا شروع کیا اور جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے قیس بن امرء القیس کو یہ پیغام دے کر قریش کے لشکر کے پاس بھیجا کہ اب یہ قافلہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہے اس لیے اب اس کی حفاظت کے لیے لشکر کی ضرورت نہیں ہے اور تم لوگ واپس مکہ چلے جاؤ' اس نے یہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابو جہل تک پہنچا دیا' لیکن ابو جہل نے واپس جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا بہ خدا ہم ضرور جائیں گے اور بدر پہنچ کر دم لیں گے اور مسلمانوں کو سبق سکھائیں گے' تاکہ آئندہ وہ ہمیشہ ہم سے دبے رہیں ہر چند کہ بعض متحمل مزاج لوگوں نے ابو جہل کی مخالفت کی اور کچھ لوگ واپس چلے گئے لیکن اکثریت ابو جہل کے ساتھ رہی۔

رسول اللہ ﷺ جب زفران کے مقام پر پہنچے تو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی تیاری کے ساتھ اپنے قافلہ کے دفاع کے لیے آ رہا ہے' اب صورت حال اچانک بدل چکی تھی پہلے مسلمان ایک قافلہ پر حملہ کے لیے روانہ ہوئے تھے جس کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے' اب معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے قریش کا ایک لشکر جرار چلا آ رہا ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس نئی صورت حال سے اپنے اصحاب کو آگاہ فرمایا اور ان سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا' تمام صحابہ نے نہایت گرمجوشی سے آپ کے ساتھ جہاد کرنے کے عزم کو ظاہر کیا' حضرت مقداد بن عمرو نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو اللہ نے جہاں جانے کا حکم دیا ہے وہیں چلیے ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں جو یہ کہہ دیں کہ جائیے آپ اور آپ کا خدا ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور آپ کے ساتھ دشمن کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔

حضرت سعد بن معاذ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر پر لے جائیں اور آپ اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے' رسول اللہ ﷺ ان کے یہ ایمان افروز کلمات سن کر خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا روانہ ہو جاؤ' اور تمہیں یہ خوشخبری مبارک ہو کہ اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے' بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔

بدر میں پہنچ کر سارے صحابہ تھکے ہارے سو گئے صرف رسول اللہ ﷺ رات بھر ایک درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے رہے' اس رات خوب بارش ہوئی' مسلمان ریتلے علاقہ میں خیمہ زن تھے' اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہو گئی اور مسلمانوں کے لیے چلنے پھرنے میں آسانی ہو گئی' اور جہاں کفار قریش خیمہ زن تھے وہاں بارش سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گئی' صبح کو نبی ﷺ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے غرور و تکبر سے چلا آ رہا ہے' اے اللہ! اپنی وہ مدد

Marfat.com

تیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور یہ دعا کر رہے تھے : اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں' اے اللہ اگر تو نے (بالفرض) اپنے وعدہ کو پورا نہ فرمایا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دعا بہت کافی ہے' جب رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے :

سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ‌ عنقریب یہ جماعت پسپا ہو گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ (القمر : ۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے رات ہی کو صف بندی کر دی تھی اور تمام مجاہدین صحابہ اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تھے' جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل تھیں اس وقت نبی ﷺ نے بہت موثر خطبہ دیا جس میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی' اللہ کی اطاعت پر برانگیختہ کیا اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔

جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ کافروں کے لشکر سے اسود بن عبدالاسد المخزومی مسلمانوں کے حوض سے پانی پینے کا بلند بانگ دعویٰ کر کے مسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو تہ تیغ کر دیا' جنگ بدر میں مارا جانے والا یہ پہلا کافر تھا' یہ منظر دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ' اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر جوش غضب میں مسلمانوں کی طرف آیا اور یہ نعرہ لگایا کہ میرا مقابلہ کون کرے گا! تین انصاری نوجوان ان کے مقابلہ میں نکلے مگر اس نے کہا ہمارے مقابلہ کے لیے ہماری قوم قریش کے جوانوں کو بھیجو' تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہ' حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا' حضرت علی اور حضرت حمزہ نے اپنے اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن عتبہ کے ایک وار سے حضرت عبیدہ کی ٹانگ کٹ گئی' حضرت حمزہ اور حضرت علی ان کی امداد کو پہنچے تو ان کے حملہ سے عتبہ کی لاش خاک اور خون میں تڑپ رہی تھی۔ حضرت عبیدہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا انہوں نے آخری لمحات میں اپنا رخسار رسول اللہ کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے' یہ جنگ اسی طرح جاری رہی اسی دوران ابوجہل دو انصاری نوجوانوں حضرت معاذ اور حضرت معوذ کے ہاتھوں مارا گیا اور حضرت بلال کے ہاتھوں امیہ بن خلف مارا گیا' نبی ﷺ نے ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا : اے اللہ ان کے چہروں کو بگاڑ دے' ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے' ان کنکریوں کا لگنا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مشرکین میدان جنگ سے بھاگنے لگے' مجاہدین اسلام نے جب یہ بھگدڑ دیکھی تو انہوں نے مشرکوں کو اپنا قیدی بنانا شروع کیا اور ان کو رسیوں سے باندھنے لگے۔ معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ واقع ہوا' صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی جب سورج ڈھلنے لگا اس وقت کفار کے قدم اکھڑ گئے۔ جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے' اور ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر گرفتار کیے گئے۔

جنگ بدر میں جو فرشتوں کا نزول ہوا اس کے متعلق ہم انشاء اللہ متعلقہ آیات میں بحث کریں گے۔

(الروض الانف مع السیرۃ النبویہ لابن ھشام ج ۲ ص ۸۱۔ ۶۱' ملخصاً' تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۲ ص ۱۷۲۔ ۱۳۱' ملخصاً'' الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۲ ص ۹۴۔ ۸۰' ملخصاً'' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۱۔ ۲۵۶ ملخصاً'')

Marfat.com

غزوہ احد کا مختصر تذکرہ

غزوہ احد تین ہجری کو وقوع پذیر ہوا' قریش مکہ جو ایک سال پہلے بدر میں شکست کھا کر گئے تھے' ایک سال تک بڑے جوش و خروش سے جنگ کی تیاری کرتے رہے' ان کے سینوں میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی' پانچ شوال تین ہجری کو رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار قریش کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب آ پہنچا ہے۔ صبح کو آپ نے مہاجرین' انصار اور عبداللہ بن ابی ابن سلول سے مشورہ کیا' مہاجرین' اکابرین انصار اور عبداللہ بن ابی کی یہی رائے تھی کہ شہر میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے' لیکن انصار کے نوجوانوں کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے' رسول اللہ ﷺ زرہ پہن کر باہر تشریف لے آئے' ان لوگوں کو بعد میں افسوس ہوا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے خلاف اصرار کیا' ان نوجوانوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔

قریش مکہ نے بدھ کے دن مدینہ کے قریب کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا' رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے' عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کی جمعیت لے کر آیا تھا لیکن یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا' اب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں ایک سو کے پاس زرہیں تھیں' ان میں بھی کئی کم عمر صحابہ کو واپس کر دیا گیا ان میں حضرت زید بن ثابت' حضرت براء بن عازب' حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شامل تھے' رسول اللہ ﷺ نے احد کے پہاڑ کی پشت پر صف بندی کی' احد پہاڑ کی پشت کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ دشمن اس طرف سے حملہ نہ کر دے' اس لیے آپ نے وہاں حضرت عبداللہ بن جبیر کی زیر کمان پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا اور یہ حکم فرمایا کہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہوں سے نہ ہٹیں۔

جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ قریش کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا مجھ سے کون مقابلہ کرے گا؟ حضرت علی اس کے مقابلہ کے لیے نکلے' اور اس زور سے اس پر تلوار سے حملہ کیا کہ دوسرے لمحہ میں اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی' طلحہ کے بعد عثمان نکلا اور وہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی' حضرت حمزہ' حضرت علی' اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم فوجوں کے اندر گھس گئے اور کفار کی صفیں الٹ دیں' جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا' جبیر نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ حضرت سیدنا حمزہ کی تاک میں لگا ہوا تھا ایک بار حضرت حمزہ اس کے نشانہ کی زد پر آئے اس نے تاک کر نیزہ مارا جو آپ کی ناف کے آرپار ہو گیا۔ حضرت حمزہ لڑکھڑا کر گرے اور روح مبارک پرواز کر گئی۔

کفار اس جنگ میں بہت بے جگری سے جان پر کھیل کر لڑے۔ ایک کے ہاتھ سے علم گرتا تو دوسرا لے لیتا' اس کے ہاتھ سے علم گرتا تو کوئی اور لے لیتا' تاہم جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا' حضرت علی اور حضرت ابودجانہ کے شدید حملوں سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تھے' بالآخر کفار بدحواسی سے پیچھے ہٹے' اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ کی پشت پر مامور کیا تھا' وہ بھی مال غنیمت لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے ان کو بہت روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ تیراندازوں کی خالی جگہ دیکھ کر خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا' حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ چند سرفروش مجاہدین کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب شہید ہو

Marfat.com

گئے' اب مشرکین کا راستہ صاف تھا' مسلمان مال لوٹنے میں مشغول تھے' اچانک پلٹ کر دیکھا تو ان کے سروں پر تلواریں پڑ رہی تھیں' بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح مخلوط ہو گئیں کہ خود بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے' حضرت مصعب بن عمیر' ابن قمیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے' وہ صورۃ" رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لیے یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے' اس افواہ سے بدحواسی اور مایوسی اور بڑھ گئی اور افراتفری پھیل گئی' مسلمان گھبرا گئے بوکھلاہٹ میں دوست اور دشمن کی تمیز نہ رہی' اس ہنگامہ میں حضرت حذیفہ کے والد یمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے' رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ برابر لڑ رہے تھے' لیکن ان کی آنکھیں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کر رہی تھیں' سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کو دیکھا آپ کے چہرہ مبارک پر مغفر تھا' لیکن آنکھیں نظر آ رہی تھیں' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ زور سے پکارے اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ یہاں ہیں' یہ سن کر ہر طرف سے جان نثار صحابہ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے' کفار نے بھی اسی طرف دباؤ ڈالا' پانچ صحابہ نے ایک ایک کر کے جان دے دی لیکن کسی کافر کو آپ کی طرف بڑھنے نہیں دیا' عبداللہ بن قمیہ مسلمانوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور چہرہ مبارک پر تلوار ماری' جس کی چوٹ سے مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں' چاروں طرف سے تلواروں سے حملے ہو رہے تھے اور تیر پھینکے جا رہے تھے' یہ دیکھ کر جانثاروں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا' حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ آپ کی ڈھال بن گئے اور جو تیر آتے تھے وہ ان کی پیٹھ پر لگتے تھے' دوسری طرف حضرت طلحہ آپ کی ڈھال بنے ہوئے تھے اور تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھوں سے روک رہے تھے اسی کیفیت میں ان کا ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا' حضرت ابو طلحہ بھی آپ کی سپر بنے ہوئے تھے' صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے کہ دشمن ادھر نہیں آ سکیں گے لیکن ابوسفیان نے دیکھ لیا' فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا' لیکن حضرت عمر اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پتھر برسانے کی وجہ سے وہ آگے نہیں بڑھ سکے۔

قریش کی عورتوں نے جوش انتقام میں مسلمانوں کی لاشوں کو بھی نہیں چھوڑا' ان کو مثلہ کیا یعنی ان کے چہرے سے ناک اور کان کاٹ لیے' ہند نے ان کٹے ہوئے اعضاء کا ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر گئی اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور کچا چبا گئی لیکن گلے سے نہ اتر سکا اس لیے اگلنا پڑا۔ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور بائیس کافر مارے گئے۔ (تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۱۸۷' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۱۰۳' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۹۔ ۹' التفسیر المنیر ج ۴ ص ۶۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے در آں حالیکہ آپ مومنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (آل عمران : ۱۲۱)

سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکر و فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' اور ان آیتوں میں جنگ بدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے' جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ جنگ کی تیاری بھی کر کے گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے' اور جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور وہ چالیس آدمیوں کے ایک تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے

Marfat.com

کے لیے نکلے تھے کسی بڑے لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے گھروں سے نہیں نکلے تھے لیکن چونکہ سب نے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر پورا پورا عمل کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح اور نصرت سے نوازا' اس سے معلوم ہوا کہ فتح کا مدار عددی کثرت اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ اس کا مدار صبر اور تقویٰ پر ہے۔

غزوہ احد کے لیے نبی ﷺ کا صحابہ سے مشورہ اور جنگ کی تیاری

پانچ شوال تین ہجری کو بدھ کے دن قریش مکہ' مدینہ کے قریب پہنچے تھے' نبی ﷺ نے ان سے جنگ کرنے کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ ایک بیل ذبح کیا جا رہا ہے میں نے زرہ سے مدینہ کو تعبیر کیا اور بیل کی تعبیر بھاگنا ہے' اور اللہ کے کام میں بہت خیر ہے اور اگر ہم مدینہ ہی میں رہیں تو وہ اگر ہم سے قتال کریں گے' تو ہم ان سے قتال کریں گے (نوجوان) صحابہ نے کہا بہ خدا وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی مدینہ میں داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکے تو کیا اب زمانہ اسلام میں ہم ان کو مدینہ میں داخل ہونے دیں گے! آپ نے فرمایا پھر جس طرح تم چاہو' پھر انصار نے ایک دوسرے سے کہا ہم نے نبی ﷺ کی رائے کو نہیں مانا انہوں نے آپ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ جس طرح حکم فرمائیں' آپ نے فرمایا اب یہ کہہ رہے ہو! نبی جب ہتھیار پہن لے تو اس کے لیے جنگ کیے بغیر ہتھیار اتارنا جائز نہیں ہے۔

(سنن دارمی ج ا ص ۵۵' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اس کی تعبیر وہ ہے جو جنگ احد کے دن مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا ہوا' میں نے تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے بھی اچھی صورت میں بن گئی' اس کی تعبیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور مسلمان متحد ہوئے اور میں نے خواب میں ایک بیل دیکھا اور اللہ کے کام میں بہت بہتری ہے اس کی تعبیر وہ ہے جو مسلمانوں کو جنگ احد کے دن پریشانی لاحق ہوئی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت موسیٰ بن عقبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن صبح کو فرمایا میں نے خواب میں بیل کو دیکھا اس کو ذبح کیا جا رہا ہے اور میں نے اپنی تلوار کو دیکھا اس کا شروع کا حصہ ٹوٹ گیا' آپ نے بیل کی یہ تعبیر فرمائی کہ ہم میں سے ایک جماعت بھاگے گی' اور تلوار کا بالائی حصہ ٹوٹنے کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے چہرے پر زخم آیا اور آپ کے سامنے کا دانت شہید ہو گیا' نبی ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر کفار قریش سے جنگ کی جائے عبداللہ بن ابی سے پہلی بار مشورہ لیا گیا تھا اس کی رائے بھی یہی تھی' لیکن انصار کے پرجوش نوجوان مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنا چاہتے تھے۔ نبی ﷺ ہتھیار زیب تن فرما کر آ گئے' بعد میں ان نوجوانوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا لیکن نبی ﷺ نے فرمایا نبی جب ہتھیار پہن لے تو جنگ کے بغیر نہیں اتارتا' رسول اللہ ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ ایک ہزار مسلمان تھے

Marfat.com

لیکن عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر نکل گیا کیونکہ اس کی رائے پر عمل نہیں کیا گیا تھا' حتی کہ آپ کے ساتھ سات سو نفوس رہ گئے اور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد احد کی طرف روانہ ہوئے' اور ہفتہ کے دن احد کی گھاٹیوں میں پہنچے' آپ پیدل چل رہے تھے اور جنگ کے لیے اپنے اصحاب کی صفیں باندھ رہے تھے اگر کوئی شخص صف سے باہر نکلا ہوا ہوتا تو آپ اس کو صف کے اندر کر دیتے آپ وادی کے نشیب میں اترے تھے اور آپ کی پشت اور لشکر احد کی طرف تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن ہمارا مشرکوں سے مقابلہ ہوا نبی ﷺ نے تیراندازوں کا ایک لشکر (احد پہاڑ پر) بٹھا دیا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر بن مطعم کو ان کا امیر بنا دیا اور فرمایا تم اس جگہ سے نہ جانا' اگر تم یہ دیکھو کہ ہم غالب آگئے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا' اور اگر تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آگئے ہیں تو تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔ الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔ (آل عمران : ۱۲۲)

غزوہ احد کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت موسیٰ بن عقبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا تو مسلمانوں کی دو جماعتوں کے دل بیٹھ گئے اور یہ دو جماعتیں بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا' اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

مشرکین نے مسلمانوں پر تین بار حملے کیے اور ہر بار پسپا ہوئے' جن پچاس تیراندازوں کو رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ پر کھڑا کیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ کفار مغلوب اور پسپا ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کو فتح عطا کر دی ہے' بہ خدا اب ہم یہاں بالکل نہیں بیٹھیں گے اور جس جگہ نبی ﷺ نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے' اور یہی حکم عدولی ان کی شکست کا سبب بن گئی۔ جب مشرکین کے لشکر نے دیکھا کہ مسلمان متفرق ہو گئے اور بکھر گئے تو انہوں نے احد پہاڑ کی پشت سے ان پر حملہ کر دیا' مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے کہ وہ اچانک تیروں اور تلواروں کی زد میں آگئے' اور کسی پکارنے والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا رسول اللہ قتل کر دیئے گئے' یہ خبر سن کر مسلمانوں کی رہی سہی کمر ٹوٹ گئی' بہت سے مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ جب بہت سے صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ثابت قدم رکھا۔ آپ مسلمانوں کو آوازیں دے کر بلاتے رہے آپ اس وقت احد کی گھاٹیوں میں

Marfat.com

مہراس نام کی ایک گھاٹی کے قریب تھے۔ کئی صحابہ آپ کے پاس وہاں پہنچ گئے تھے' ادھر دوسری طرف جب مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نہیں ملے تو وہ ہمت ہار بیٹھے' بعض نے کہا جب رسول اللہ ﷺ ہی نہیں رہے تو اب لڑنے سے کیا فائدہ! بعض نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے دین کی حمایت میں نہیں لڑو گے! تم اپنے دین کی حمایت میں لڑتے رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ سے شہید ہونے کی حالت میں ملاقات کرو' یہ حضرت انس بن نضر نے کہا تھا' اور بنو قشیر میں سے کسی نے کہا اگر ہمارے دین میں کچھ بھلائی ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے!

نبی ﷺ اپنے اصحاب کو ڈھونڈ رہے تھے اور ان کو بلا رہے تھے' صحابہ کی ایک جماعت ثابت قدمی سے آپ کے ساتھ تھی' ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام بھی تھے' ان صحابہ نے تادم مرگ آپ کا ساتھ دینے پر بیعت کی تھی' انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بنایا ہوا تھا۔ ان میں سے چھ یا سات صحابہ آپ پر سپر بنے ہوئے شہید ہو گئے وہ آپ کے ساتھ مہراس نامی گھاٹی میں چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا پتہ چلنے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک نے آپ کو دیکھا' آپ کا چہرہ مغفر (خود) میں چھپا ہوا تھا صرف آپ کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے آنکھوں سے آپ کو پہچان لیا اور بلند آواز سے چلائے اللہ اکبر! یہ ہیں رسول اللہ ﷺ' اس وقت آپ کا چہرہ زخمی تھا اور ایک دانت (سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کے نچلے دانت کا ایک جز) شہید ہو چکا تھا۔

(دلائل النبوت ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۰' ملخصاً" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیراندازوں کو احد پر مامور کیا تھا اور فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم یہاں سے نہ ہٹنا' جب مسلمانوں کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تو مشرک بھاگ گئے حتی کہ میں نے دیکھا عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے پہاڑ پر بھاگ رہی تھیں ان کی پازیب دکھائی دے رہی تھیں تو یہ لوگ بھی غنیمت' غنیمت پکارتے ہوئے دوڑے' حضرت عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ نبی ﷺ نے تم کو یہ نصیحت کی تھی کہ فتح ہو یا شکست یہاں سے نہ جانا وہ نہیں مانے اور جب وہ نہیں مانے تو شکست ان کا مقدر بن گئی' ستر مسلمان شہید کر دیئے گئے' ابو سفیان نے سر اٹھا کر کہا کیا قوم میں (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو جواب مت دو' پھر کہا کیا قوم میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) ہیں؟ آپ نے فرمایا مت جواب دینا' پھر کہا کیا قوم میں ابن الخطاب ہیں؟ پھر کہنے لگا یہ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ اگر یہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور کہا : اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے ان کو باقی رکھا ہے جو تیری رسوائی کے لیے کافی ہیں' ابو سفیان نے کہا ھبل بلند ہو' نبی ﷺ نے فرمایا اس کو جواب دو' عرض کیا : ہم کیا کہیں فرمایا کہو اللہ اعلیٰ و اجل (اللہ سب سے بلند اور سب سے بزرگ ہے)' ابو سفیان نے کہا ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں' نبی ﷺ نے فرمایا اس کا جواب دو' عرض کیا' کیا کہیں؟ فرمایا : کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں' ابو سفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ کنوئیں کے ڈول کی طرح ہے اور تم کچھ لاشوں کے اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے میں نے اس کا حکم دیا تھا نہ مجھے اس پر افسوس ہوا۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف روزہ دار تھے (افطار کے وقت) ان کے پاس کھانا لایا گیا' انہوں نے کہا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (احد میں) شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہت افضل تھے' ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا

Marfat.com

اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا' اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے وہ مجھ سے افضل تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی اور ہمیں دنیا کی وہ چیزیں دی گئیں جو دی گئیں اور ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں ہمیں نیکیوں کا صلہ دنیا میں ہی نہ مل گیا ہو' پھر حضرت عبدالرحمان روتے رہے حتی کہ کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ فرمائیے اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا جنت میں' اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینک دیں اور جا کر جہاد کرتا رہا حتی کہ شہید ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے' انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوبارہ جہاد کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا دے گا کہ میں کس طرح جہاد کرتا ہوں' وہ جہاد کر رہے تھے کہ مسلمان مشرکوں کے اچانک حملہ کی وجہ سے بھاگے' انہوں نے کہا اے اللہ! میں ان لوگوں کی کاروائی سے تیری بارگاہ میں عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکوں کے حملہ سے بیزار ہوں' پھر وہ تلوار لے کر آگے بڑھے' تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا اے سعد! تم کہاں جا رہے ہو مجھے تو احد کے پاس جنت کی خوشبو آ رہی ہے وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے' ان کی لاش پر اتنے زخم تھے کہ پہچانی نہیں جاتی تھی حتی کہ ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا' ان کی لاش پر تلواروں اور تیروں کے اسی سے زیادہ زخم تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مسلمان (گھبرا کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے' اس وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال لیے ہوئے کھڑے تھے' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بہت ماہر تیرانداز تھے۔ اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں تھیں' جو مسلمان بھی وہاں سے اپنے ترکش میں تیر لیے ہوئے گزرتا آپ فرماتے یہ تیر ابو طلحہ کو دے دو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم (گھاٹی سے) جھانک کر قوم کی طرف دیکھ رہے تھے حضرت ابو طلحہ کہتے آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ مت جھانکیے' کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے سپر ہے اور میں نے دیکھا حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما اپنی پیٹھوں پر مشکیں لاد لاد کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں' اس دن دو یا تین بار حضرت ابو طلحہ کے ہاتھوں سے تلوار گری تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مشرکین شکست کھانے لگے تو ابلیس لعنہ اللہ چلایا' اے اللہ کے بندو! پچھلے گروہ پر حملہ کرو تو لشکر کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو گئے' حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد یمان کو قتل کر رہے ہیں' انہوں نے چلا کر کہا اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ ہیں' یہ میرے باپ ہیں' لیکن بہ خدا وہ میرے باپ کو قتل کرنے سے باز نہیں آئے' حتی کہ انہوں نے میرے والد کو قتل کر دیا' حضرت حذیفہ نے کہا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے' (عروہ نے کہا بہ خدا حضرت حذیفہ نے تمام زندگی نیکی کے ساتھ گزاری۔) (حضرت یمان اس وجہ سے قتل کر دیئے گئے کہ مسلمان اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انہیں اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں ہو رہی تھی۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا' آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شئی "آپ کی چیز

Marfat.com

کے مالک نہیں ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم پر بہت شدید غضبناک ہوتا ہے جو اس کے نبی کے ساتھ (یہ) کارروائی کرے آپ نے اپنے سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کے نچلے دانت کی طرف اشارہ کیا' اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جو اللہ کے راستہ میں اس کے رسول کو قتل کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جس شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستہ میں قتل کر دیں' اور اللہ تعالیٰ اس قوم پر شدید غضب ناک ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے' جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون کا بہنا کم ہونے کے بجائے اور زیادہ ہو رہا ہے تو حضرت فاطمہ نے ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم کے اوپر رکھا' تو خون رک گیا' اس دن آپ کے سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک دائیں جانب کا نچلا دانت ٹوٹ گیا تھا اور آپ کا سر زخمی ہو گیا تھا' اور خود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴-۵۷۹ ملتقطا" مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عتبہ بن ابی وقاص نے تیر مارا تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا' یہ دانت جڑ سے نہیں ٹوٹا تھا بلکہ اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا' اور عبداللہ بن شہاب نے آپ کے خود پر تلوار سے وار کیا تھا جس سے خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہونا اور چہرہ اقدس زخمی ہونا اس لیے تھا تاکہ اللہ کی راہ میں خون بہانے اور زخم کھانے کے عمل میں آپ کا اسوہ اور نمونہ ہو' اور اس عمل میں آپ کی اقتداء کا اجر و ثواب ملے' اور آپ کے حیرت انگیز معجزات دیکھ کر کوئی شخص آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائے اور آپ کے زخمی ہونے سے آپ کے متعلق الوہیت کے عقیدہ کی نفی ہو اور آپ نے جو زخم دھلوایا اور اس کا علاج کرایا اس سے علاج کرانے کا سنت ہونا ثابت ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی' درآں حالیکہ تم کمزور تھے' سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (آل عمران : ۱۲۳)

ربط آیات اور مناسبت

اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنگ احد کا واقعہ بیان کیا تھا اور اب ان آیتوں میں جنگ بدر کا تذکرہ فرما رہا ہے' کیونکہ جنگ بدر میں مسلمان نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور کفار بہت تیاری اور اسلحہ کی فراوانی کے ساتھ آئے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں پر غالب کر دیا' اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر توکل نہیں کرنا چاہیے' اور نہ اس کے سوا اور کسی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس آیت کو موکد کیا جائے کہ اگر تم اللہ کے احکام (کی اطاعت) پر صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو کافروں کا مکر و فریب تمہیں بالکل ضرر نہیں پہنچا سکتا' نیز اس بات کو موکد کرنا ہے کہ مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

بدر کا لغوی معنی اور جغرافیائی محل وقوع

مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی کا نام بدر ہے' شعبی نے کہا یہاں ایک کنواں تھا جس کا نام بدر تھا کیونکہ اس کے مالک کا نام بدر تھا' پھر مالک کے نام سے وہ کنواں مشہور ہو گیا۔

علامہ ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں :

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا' بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کی مسافت پر واقع ہے' بدر کا لغوی معنی ہے بھرنا' چودھویں رات کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھرا ہوا اور مکمل ہوتا ہے' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی میں مشہور کنواں ہے جس کو بدر کہتے ہیں۔ (معجم البلدان ج ۱ ص ۳۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

بدر میں مسلمانوں کے ضعف کا بیان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی در آں حالیکہ تم ذلیل تھے۔

اور ایک اور جگہ فرمایا ہے :

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اللہ ہی کے لیے عزت (غلبہ) ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے۔ (المنافقون : ۸)

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے ذلت کا لفظ استعمال فرمایا اور سورہ منافقون میں عزت کا لفظ استعمال فرمایا اور یہ بہ ظاہر تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذلت سے مراد مادی ضعف ہے اور سورہ منافقون میں اس سے مراد ہے اللہ کی نظر میں معزز ہونا' یا دلائل اور معقولیت کے لحاظ سے مسلمانوں کے دین کا باقی ادیان پر غالب آنا' یا اللہ اور اس کی اطاعت کی شرط پر دنیا میں بھی مادی غلبہ پانا اور سرفرازی حاصل کرنا۔ جنگ بدر میں مسلمان مادی طور پر ضعیف تھے کیونکہ ان کی تعداد تین سو تیرہ نفوس قدسیہ تھی اور کفار نو سو پچاس تھے۔ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اور اسی اونٹ تھے' اور کفار کے پاس سو گھوڑے' بہ کثرت اونٹ اور وافر مقدار میں اسلحہ تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کفار کی نظروں میں مسلمان ضعیف تھے یا مسلمانوں نے مکہ میں کفار کی جو قوت اور شوکت دیکھی تھی اس کے مقابلہ میں وہ خود کو ضعیف اور کمزور خیال کرتے تھے۔

مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب

آج بھی مسلمان مادی طور پر ضعیف اور مغلوب ہیں اور ان کے مقابلہ میں کفار مادی طور پر قوی اور غالب ہیں' لیکن مسلمانوں کو اس لحاظ سے غلبہ حاصل ہے کہ ان کی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ من و عن محفوظ ہے' جب کہ تورات اور انجیل جس زبان میں نازل ہوئیں تھیں اس زبان میں وہ کتاب آج کہیں بھی موجود نہیں ہے' قرآن مجید میں کسی ایک لفظ کی تبدیلی یا کمی اور بیشی نہیں ہوئی' جب کہ تورات اور انجیل محرف ہو چکی ہیں' متن قرآن کے ہزاروں بلکہ لاکھوں حافظ موجود ہیں جب کہ تورات اور انجیل کا کوئی ایک حافظ دنیا میں کبھی بھی نہیں پایا گیا' قرآن کا چیلنج ہے کہ اس کی کسی ایک سورت کی مثل کوئی بنا کر نہیں لا سکتا' اور آج تک کوئی اس چیلنج کو نہیں توڑ سکا' مسلمانوں کے نبی کی پیدائش سے لے کر وفات تک مکمل سیرت مستند مآخذ کے ساتھ مکمل محفوظ ہے' جب کہ اور کسی نبی کی مکمل سیرت پوری سند کے ساتھ موجود نہیں ہے' مسلمانوں کے نبی کے تمام ارشادات (احادیث مبارکہ) اسانید کے ساتھ موجود ہیں اور کتاب کی تعلیم اور دین کی

Marfat.com

ہدایت کے متعلق آپ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ محفوظ کرلیا گیا اور سینوں سے صحیفوں میں منتقل ہو کر دنیا میں آج تک موجود ہے اور وہی دین پر اتھارٹی ہے' جب کہ اور کسی نبی کے ارشادات اس طرح محفوظ نہیں کیے گئے' نہ ان کو دین میں حجت تسلیم کیا گیا' قرآن اور حدیث کی پیش گوئیاں اپنے صدق کو ہر زمانہ میں متواتی رہی ہیں مثلاً روم کا ایرانیوں پر غالب آنا' صدیاں گزر جانے کے بعد بھی فرعون کے جسد کا قرآن مجید کی پیش گوئی کے مطابق آج تک سلامت رہنا' قرآن مجید کی کسی سورت کی مثال نہ لا سکنا' اس میں کمی بیشی اور تغیر نہ ہونا' قرآن مجید نے معیشت کا جو نظام پیش کیا ہے اس کے مقابلہ میں تمام معاشی نظاموں کا ناقص ہونا' یہ چند مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی بے عملی اور بد عملی کی وجہ سے خواہ مادی طور پر ضعیف اور مغلوب ہوں لیکن ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہے :

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ (الفتح : ۲۸)

(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

باقی مسلمانوں کے ضعف اور مغلوبیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے اجتماعی طور پر انحراف کیا الا ماشاء اللہ' رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنا وہ باعث عار سمجھنے لگے' اور مغربی تہذیب اپنانے کو باعث فخر سمجھنے لگے' وہ موسیقی اور راگ و رنگ میں ڈوب گئے' اور مسلمان آپس میں افتراق اور انتشار کا شکار ہو گئے' سائنسی علوم اور عسکری تربیت حاصل کرنے کے بجائے تعیشات اور تن آسانیوں میں مبتلا ہو گئے' مضاربت کے اصول پر تجارت کرنے کے بجائے سودی کاروبار اور جوئے اور سٹے کو اپنایا نتیجے کے طور پر وہ معاشرتی بدحالی کا شکار ہوئے اور اپنے وطن کے دفاع اور اس کی حفاظت کے قابل نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال : ۴۶)

اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران : ۱۳۹)

اور سستی نہ کرو اور غم نہ کرو' اور تم ہی غالب رہو گے بہ شرطیکہ تم ایمان کامل پر قائم رہو۔

علامہ اقبال کہتے ہیں :

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے؟ ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کے بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا ○ اور اللہ نے اس (فرشتوں کے نازل کرنے) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب اور بڑی حکمت

Marfat.com

والا ہے○ (اور اس مدد کا باعث یہ ہے کہ) تاکہ اللہ کافروں کے ایک گروہ کو (جڑ سے) کاٹ دے یا انہیں (شکست خوردہ کر کے) رسوا کرے تاکہ وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۔ (الانفال : ۹)

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری (فریاد) سن لی کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کی بشارت دی' پھر اس کو بڑھا کر تین ہزار تک پہنچا دیا' پھر تین شرطوں سے مشروط فرما کر اس تعداد کو پانچ ہزار تک پہنچایا' وہ شرطیں یہ ہیں تم صبر کرو' اللہ سے ڈرتے رہو' اور دشمن تم پر اچانک یک بارگی ہلہ بول دے' چونکہ دشمن نے اچانک یک بارگی حملہ نہیں کیا تھا اس لیے پانچ ہزار فرشتوں کا نزول نہیں ہوا۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ فرشتوں کا نزول جنگ بدر میں ہوا تھا' یا جنگ احد میں یا جنگ احزاب میں جس وقت مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا' جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ فرشتوں کا نزول جنگ بدر میں ہوا تھا۔

جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار

قرآن مجید کی مذکور الصدر آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں کا نزول مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ہوا تھا اور ان کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے' قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال بھی کیا تھا' البتہ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال بھی کیا تھا' ہم پہلے وہ احادیث پیش کریں گے' پھر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا یہ جبرئیل ہیں جنہوں نے گھوڑے کے سر کو پکڑا ہوا ہے اور ان پر جنگی ہتھیار ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا' جو اس سے آگے تھا' اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا' اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام محمد بن عمر بن واقد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے عماموں کے شملوں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا ان کے عماموں کا رنگ سبز' زرد اور سرخ تھا' اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں

Marfat.com

پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

ابو رہم غفاری اپنے ابن عم سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا عم زاد بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے تھے' جب ہم نے دیکھا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھ لوگوں کی تعداد کم ہے اور قریش کی تعداد زیادہ ہے تو ہم نے کہا جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گا تو ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے لشکر پر حملہ کریں گے' پھر ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کی بائیں جانب چلے گئے' اور ہم کہہ رہے تھے کہ یہ تو قریش کے لشکر کا چوتھائی ہیں' جس وقت ہم مسلمانوں کے لشکر کے بائیں جانب جا رہے تھے تو ایک بادل نے آ کر ہم کو ڈھانپ لیا' ہم نے اس بادل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ہمیں مردوں اور ہتھیاروں کی آوازیں سنائی دیں' اور ہم نے سنا ایک شخص اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا "حیزوم آگے بڑھو" اور ہم نے سنا وہ کہہ رہے تھے ٹھیرو' پیچھے سے آؤ' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب اترے' پھر ان کی طرح ایک اور جماعت آئی' اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھی' پھر جب ہم نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ قریش سے دگنے نظر آئے' میرا عم زاد فوت ہو گیا' اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

سائب بن ابی حبیش اسدی' حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بیان کر رہے تھے کہ بہ خدا مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا تھا' ان سے پوچھا پھر کس نے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا جب قریش نے شکست کھائی تو میں نے بھی ان کے ساتھ شکست کھائی' مجھے سفید رنگ کے ایک طویل القامت شخص نے گرفتار کیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا' اس نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا' حضرت عبدالرحمان بن عوف آئے تو انہوں نے مجھے بندھا ہوا پایا' حضرت عبدالرحمٰن لشکر میں اعلان کر رہے تھے کہ اس شخص کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ تو کسی شخص نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے مجھے گرفتار کیا ہے' حتی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جایا گیا' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابن ابی جیش! تم کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا' اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کو بتلانا ناپسند کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو فرشتوں میں سے ایک کریم فرشتے نے گرفتار کیا ہے' اے ابن عوف اپنے قیدی کو لے جاؤ! تو حضرت عبدالرحمان مجھے لے گئے' سائب نے کہا میں نے ایک عرصہ تک اس بات کو مخفی رکھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کو موخر کرتا رہا بالآخر میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے) میں نے اس دن دیکھا آسمان ایک سیاہ چادر سے ڈھکا ہوا ہے اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان سے کوئی چیز آ رہی ہے جس سے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی تائید کی گئی ہے' اور اسی وجہ سے شکست ہوئی اور یہ فرشتے تھے۔

امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعائیں کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے : "اے اللہ! اپنا وعدہ پورا فرما۔" اور کہہ رہے تھے : "اے اللہ! اگر آج یہ جماعت مغلوب ہو گئی تو پھر شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا' اور حضرت ابوبکر آپ سے کہہ رہے تھے کہ بہ خدا! اللہ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو سرخرو کرے گا' پھر اللہ عزوجل نے دشمن کی جانب ایک ہزار لگاتار فرشتے نازل کیے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے ابوبکر خوشخبری ہو! یہ جبرائیل ہیں جو زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں' ان کے دانتوں پر غبار ہے وہ آسمان اور زمین کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے آ رہے ہیں' جب وہ زمین پر اترے تو ایک ساعت کے لیے مجھ سے غائب ہو

Marfat.com

گئے' پھر ظاہر ہوئے اور کہہ رہے تھے کہ جب آپ نے مدد طلب کی تو اللہ کی مدد آ گئی۔

امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مٹھی میں کنکریاں لیں اور یہ کہہ کر کفار کی طرف پھینکیں کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں' اے اللہ! ان کے دلوں پر رعب طاری کر! اور ان کے قدم اکھاڑ دے' پھر اللہ کے دشمن شکست کھا گئے اور مسلمان قتل کر رہے تھے اور کفار کو قید کر رہے تھے اور مشرکوں کے چہرے اور ان کی آنکھیں خاک میں اٹی ہوئی تھیں اور ان کو پتا نہیں چل رہا تھا کہ یہ خاک کہاں سے آئی اور مومنین اور فرشتے ان کو قتل کر رہے تھے۔

(کتاب المغازی ج ۱ ص ۸۱-۷۵' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' الطبعۃ الثالثہ)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن حاضر تھے' انہوں نے اپنی بینائی چلے جانے کے بعد کہا اگر میں تمہارے ساتھ اس وقت بدر میں ہوتا اور میں بینا بھی ہوتا تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۸۱' جامع البیان ج ۴ ص ۵۰' سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۴)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں :

حضرت ابوداؤد مازنی نے کہا میں جنگ بدر کے دن مشرکین میں سے ایک شخص کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ میں اس کو قتل کروں سو میرے تلوار مارنے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ میرے علاوہ کسی اور نے اس کو قتل کیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۴۵۳-۴۵۲' سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۶۳۳' جامع البیان ج ۴ ص ۵۰)

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان مکہ کے لوگوں میں جنگ کے احوال بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا ہم نے زمین اور آسمان کے درمیان سفید رنگ کے سوار دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے وہ ہم کو قتل کر رہے تھے اور ہم کو قید کر رہے تھے' ابو رافع نے کہا وہ فرشتے تھے۔

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جس شخص نے عباس کو گرفتار کیا وہ حضرت ابوالیسر تھے' حضرت ابوالیسر دبلے پتلے آدمی تھے اور عباس بہت جسیم تھے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالیسر سے پوچھا تم نے عباس پر کیسے قابو پایا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص نے میری مدد کی تھی میں نے اس کو اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی تھی۔

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم بدر کے سوا ملائکہ نے کسی دن بھی قتال نہیں کیا' باقی ایام میں وہ عددی قوت اور مدد کے لیے آتے تھے قتال نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب تک اللہ نے چاہا قریظہ اور نضیر کا محاصرہ کرتے رہے' اور ہم کو فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر ہم واپس آ گئے' سو جس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں اپنا سر دھو رہے تھے' اچانک آپ کے پاس جبریل آئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) آپ نے اپنا اسلحہ اتار دیا' اور فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں اتارے' پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک کپڑا منگایا اور اس کو سر پر لپیٹا اور سر نہیں دھویا' پھر آپ نے ہمیں بلایا ہم سب آپ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم قریظہ اور نضیر کے پاس پہنچے' اس دن اللہ تعالیٰ نے ہماری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی' اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہم اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے۔ (جامع البیان جز ۴ ص ۵۲ - ۵۰)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ خندق سے واپس آئے تو آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا' آپ کے پاس جبرائیل آئے اور کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے' بہ خدا ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے' آپ ان کی طرف نکلئے' آپ نے پوچھا کس طرف؟ جبرائیل نے کہا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا سو نبی ﷺ ان کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں جبرائیل کے چلنے سے بنو غنم کی گلیوں میں غبار بلند ہو رہا تھا' جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ - ۵۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فرشتوں کے قتال کے متعلق جس قدر اہم روایات ہم کو دستیاب ہوئیں ہم نے ان سب کو یہاں ذکر کر دیا ہے۔ رہا فرشتوں کی مدد کا معاملہ تو کئی غزوات میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہوئے' لیکن فرشتوں کا نزول ان کے جنگ کرنے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی عددی قوت بڑھانے کے لیے' ان کی دلجمعی کے لیے' ان کو مطمئن کرنے کے لیے' جنگ میں ان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے' دشمنوں پر رعب طاری کرنے کے لیے اور ان کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے فرشتوں کا نزول ہوا تھا' انہوں نے کفار کے خلاف جنگ میں عملاً" حصہ نہیں لیا کیونکہ انسانوں کا فرشتوں سے مقابلہ کرانا اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کی حکمت کے خلاف ہے' مقابلہ ایک جنس کے افراد میں ہوا کرتا ہے' جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ فرشتوں نے کفار سے قتال کیا تھا ان میں سے بعض سنداً" ضعیف ہیں اور بعض میں تاویل اور توجیہ ہے' اس سلسلہ میں ہم پہلے اس مسئلہ میں مفسرین کی آراء کا ذکر کریں گے پھر اپنا موقف پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء

امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں :

ان آیات کی تفسیر میں صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کی طرف سے یہ خبر دی کہ آپ نے مسلمانوں سے یہ فرمایا کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کرے' سو اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کا وعدہ فرمالیا' پھر ان سے پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ فرمالیا بہ شرطیکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں' اور ان آیتوں میں اس پر دلیل نہیں ہے کہ ان کی تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی مدد نہیں کی گئی تھی' اس لیے فرشتوں کا مدد کرنا اور نہ کرنا دونوں امر جائز ہیں' اور ہمارے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی یا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور بغیر کسی صحیح حدیث کے ان میں سے کسی چیز کا قول کرنا جائز نہیں ہے' البتہ قرآن مجید میں یہ دلیل ضرور ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور وہ یہ آیت ہے :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ — جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری

Marfat.com

مُمِدُّكُم بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ۔ فریاد سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے (الانفال: ۹) مدد کرنے والا ہوں۔

البتہ جنگ احد میں مسلمانوں کی فرشتوں سے مدد نہیں کی گئی ورنہ وہ شکست نہ کھاتے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۵۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اہل تفسیر اور اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن فرشتوں کو نازل کیا اور انہوں نے کفار سے قتال کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرشتوں نے جنگ بدر کے سوا اور کسی دن قتال نہیں کیا اور باقی غزوات میں فرشتے عددی قوت کے اظہار اور مدد کے لیے نازل کیے گئے تھے لیکن انہوں نے عملی طور پر قتال میں کوئی حصہ نہیں لیا' اور یہی جمہور کا قول ہے لیکن ابوبکر اصم نے اس کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا ہے اور ان کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) تمام روئے زمین کو تباہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ کافی ہے' حضرت جبرائیل نے اپنے ایک پر سے مدائن کی سرزمین کو تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک اٹھایا پھر اس زمین کو پلٹ کر پھینک دیا اور قوم لوط تباہ ہو گئی تو پھر جنگ بدر کے دن ان کو کافروں سے لڑنے کی کیا حاجت تھی؟ پھر ان کے ہوتے ہوئے باقی فرشتوں کی کیا ضرورت تھی۔

(۲) قتل کیے جانے والے تمام بڑے بڑے کافر مشہور تھے اور یہ معلوم تھا کہ فلاں کافر کو فلاں صحابی نے قتل کیا ہے تو پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا تھا۔

(۳) اگر فرشتے کفار کو انسانی شکل میں نظر آ رہے تھے تو پھر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیرہ سو یا تین ہزار یا اس سے زائد ہو جائے گی حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کافروں سے کم تھی' اور اگر وہ غیر انسانی شکل میں تھے تو کفار پر سخت رعب طاری ہونا چاہئے تھا' حالانکہ یہ منقول نہیں ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں اس قسم کے شبہات وہی شخص پیش کر سکتا ہے جو قرآن مجید اور نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ لیکن جو قرآن مجید اور احادیث پر ایمان رکھتا ہو اس سے اس قسم کے شبہات بہت بعید ہیں' سو ابوبکر اصم کے لائق نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے قتال کرنے کا انکار کرے جب کہ قرآن مجید میں فرشتوں کی مدد کرنے کا ذکر ہے اور فرشتوں کے قتال کرنے کے متعلق جو احادیث ہیں وہ تواتر کے قریب ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب قریش جنگ احد سے واپس ہوئے تو وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس مرتبہ ہم نے وہ چتکبرے گھوڑے اور سفید پوش انسان نہیں دیکھے جن کو ہم نے جنگ بدر میں دیکھا تھا' ابوبکر اصم کے شبہات کا جب ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مقابلہ میں جائزہ لیتے ہیں تو وہ زائل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ اپنے کسی کام پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ہم کسی مشرک پر تلوار مارتے اور ہماری تلوار پہنچنے سے پہلے اس کا سر دھڑ سے الگ ہو جاتا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الانفال : ۱۲)

جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں پر رعب طاری کروں گا' تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کے ہاتھوں قتل کیے ہوئے کافر الگ پہچانے جاتے تھے۔ ان کی گردنوں کے اوپر تلوار کے وار تھے اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب تھی' اور ہر ضرب کی جگہ ایسی تھی جیسے آگ سے جلی ہوئی ہو' امام بیہقی نے ان تمام کافروں کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ فرشتے قتل کرتے تھے اور کافروں میں ان کی ضرب کی علامت صاف ظاہر تھی' کیونکہ جس جگہ وہ ضرب لگاتے تھے وہ جگہ آگ سے جل جاتی تھی۔ حتیٰ کہ ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم نے مجھے قتل کیا ہے؟ مجھے اس شخص نے قتل کیا کہ باوجود میری پوری کوشش کے میرا نیزہ اس کے گھوڑے تک نہیں پہنچ سکا' اور اس قدر زیادہ فرشتے نازل کرنے کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل پر سکون رہیں' اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان فرشتوں کو مجاہد بنا دیا' سو ہر وہ لشکر جو صبر و ضبط سے کام لے اور محض ثواب کی نیت سے لڑے فرشتے آ کر اس کے ساتھ قتال کرتے ہیں' حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا کہ جنگ بدر کے سوا اور کسی جنگ میں فرشتوں نے قتال نہیں کیا اور باقی غزوات میں وہ صرف عددی قوت کے اظہار اور مدد کے لیے آتے تھے' اور بعض علماء نے کہا کہ بہ کثرت فرشتوں کو نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دعا کریں' تسبیح پڑھیں اور لڑنے والوں کی عددی قوت میں اضافہ کریں' اس قول کی بناء پر فرشتوں نے جنگ بدر میں بھی قتال نہیں کیا وہ صرف دعا کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ لیکن پہلی رائے کے قائلین زیادہ ہیں۔

قتادہ نے کہا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جنگ بدر میں مدد کی گئی تھی' حسن نے کہا یہ پانچ ہزار فرشتے قیامت تک مسلمانوں کے مددگار ہیں' شعبی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو یہ خبر پہنچی تھی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کی مدد کرنا چاہتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر یہ خبر شاق گزری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے○ ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کی بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا○ (آل عمران : ۱۲۵۔ ۱۲۴) کرز کو جب مشرکوں کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ ان کی مدد کے لیے نہیں آیا اور لوٹ گیا' اور اللہ تعالیٰ نے بھی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے نہیں بھیجے' اور ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کی گئی تھی' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنگ بدر کے دن یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈریں اور بچیں' تو اللہ تعالیٰ ان کی تمام جنگوں میں مدد فرمائے گا اور مسلمان جنگ خندق کے سوا اور کسی جنگ میں ثابت قدم نہیں رہے اور صرف اسی جنگ میں نافرمانی کرنے سے ڈرے تو جب انہوں نے قریظہ کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی (انزال ملائکہ) سے مدد فرمائی' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جنگ احد کے متعلق ہے کہ اگر وہ اس میں ثابت قدم رہتے' اور نافرمانی نہ کرتے تو پانچ ہزار فرشتوں سے ان کی مدد کی جاتی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ میں نے جنگ بدر کے دن دو

Marfat.com

سفید پوش آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں بہت شدت سے قتال کرتے ہوئے دیکھا' اور اس سے پہلے اور اس کے بعد ان آدمیوں کو نہیں دیکھا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو اور عام صحابہ کی فرشتوں کے قتال سے مدد نہ کی گئی ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

مفتی محمد عبدہ لکھتے ہیں :

فرشتوں کی مدد معنوی تھی جس سے مسلمان ثابت قدم رہے اور ان کے ارادے پختہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اور اللہ نے ان (فرشتوں کے نازل کرنے) کو محض تمہیں خوش خبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ (آل عمران : ۱۲۶) یعنی تاکہ کفار کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر تمہارے دلوں میں گھبراہٹ پیدا نہ ہو سو تمہاری تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل کیے' اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تم سے فرشتوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ محض تمہیں خوشخبری دینے اور تمہاری تسکین کے لیے ہے' کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل کرنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جو مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے اس کو نقل فرمایا ہے اور فرشتوں کی مدد کا محمل یہ ہے کہ اس سے دشمن کے دل میں رعب واقع ہو گا اور خوف پیدا ہو گا' اور مسلمان جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور فرشتے ان کو جنگ کے متعلق عمدہ تدبیریں القاء کریں گے چنانچہ نبی ﷺ وادی کے قریب ترین راستے میں اتر گئے تھے' اور آپ نے اس راستہ کو دشمن سے مخفی رکھا اور آپ نے بہت مناسب جگہ لشکر کو ٹھیرایا' اور لشکر کی پشت پہاڑ کی طرف رکھی اور تیراندازوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا' اگر ان تدبیروں میں سے کوئی تدبیر بھی بروئے کار نہ لائی جاتی تو مشکل پیش آتی۔

بعض سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے جنگ احد میں لڑائی میں حصہ لیا' امام ابن جحر نے اس کی نفی کی ہے اور حضرت ابن عباس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتوں نے صرف جنگ بدر میں قتال کیا ہے اور کسی جنگ میں قتال نہیں کیا' ابوبکر اصم نے اس کا بہت شدت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ہی تمام روئے زمین کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے اتنے فرشتے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی' نیز ہر کافر کے متعلق معلوم ہے کہ اس کو فلاں صحابی نے قتل کیا ہے پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا تھا' نیز اگر فرشتے انسانی شکلوں میں دکھائی دے رہے تھے تو مسلمانوں کی تعداد کافروں سے بہت زیادہ ہو گئی حالانکہ قرآن مجید میں ہے :

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيٓ اَعْيُنِهِمْ (الانفال : ۴۴) — اور اللہ تم کو ان کی نگاہوں میں کم دکھا رہا تھا۔

اور اگر فرشتے انسانی شکلوں میں نظر نہیں آ رہے تھے تو لازم آئے گا کہ بغیر کسی فاعل کے سر کٹ کٹ کر گر رہے ہوں' پیٹ چاک ہو رہے ہوں اور اعضاء کٹ کٹ کر گر رہے ہوں اور یہ بہت عظیم معجزہ تھا اور اس کو تواتر سے نقل ہونا چاہئے تھا۔

امام رازی نے جو ابوبکر اصم کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوبکر اصم کا یہ قول قرآن مجید کے خلاف ہے تو قرآن مجید میں کہیں یہ نص صریح نہیں ہے کہ فرشتوں نے بالفعل قتال کیا ہے' البتہ سورہ انفال میں غزوہ بدر کے سیاق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مدد کرے گا' اور اس مدد کا یہ معنی ہے کہ فرشتے مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھیں گے اور ان کی نیت درست رکھیں گے کیونکہ فرشتے انسانوں میں الہام وغیرہ کے ساتھ تاثیر

Marfat.com

کرتے ہیں اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے کہ اور اللہ نے اس (نزول ملائکہ) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں۔ (آل عمران : ۱۲۶' الانفال : ۱۰)

باقی رہا یہ کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کی مدد آئی اور جنگ احد کے دن نہیں آئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے احوال ان دنوں میں مختلف تھے' جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی اور کسی پر نظر نہیں تھی اور انہوں نے اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کی' اور جنگ احد میں سب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت نہیں کی بلکہ بعض مسلمان آپ کی مقرر کی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ (المنارج ۴ ص ۱۱۵۔ ۱۱۲' ملخصا' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں :

فرشتوں کے قتال کرنے میں اختلاف ہے اور بعض احادیث فرشتوں کے قتال کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

(انوار التنزیل ص ۲۳۵' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں :

اس میں اختلاف ہے کہ فرشتوں نے کفار کے خلاف قتال کیا تھا یا قتال نہیں کیا بلکہ فرشتوں کا نازل ہونا صرف مسلمانوں کی تقویت کے لیے تھا اور ان کے دشمنوں کو کمزور کرنے کے لیے تھا' اس کی تفصیل کشاف میں ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۲۵۶' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۲۸۳ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس امداد کو محض بشارت اور مسلمانوں کے دلوں کے اطمینان کے لیے نازل کیا ہے' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا' اور یہ بعض علماء کا مذہب ہے' اور بعض احادیث میں اس کی دلیل ہے حضرت ابواسید نے نابینا ہونے کے بعد کہا اگر میں اس وقت بدر میں ہوتا اور بینا ہوتا تو تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جس سے فرشتے نکل رہے تھے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۷۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں صراحۃً یہ مذکور نہیں ہے کہ فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال کیا' البتہ سورہ انفال کی اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے :

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الانفال : ۱۲)

جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کروں گا تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں :

اس آیت سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے بالفعل لڑائی میں حصہ لیا' لیکن جن حضرات نے اسے مستبعد جانا ہے ان کا خیال ہے کہ فاضربوا میں خطاب مومنین سے ہے اور انہیں مارنے کا حکم دیا جا رہا ہے لیکن اس آیت کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ (ضیاء القرآن ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

Marfat.com

علامہ ابو محمد ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں :

اس آیت میں یا تو فرشتوں سے خطاب ہے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور یا یہ مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم کافروں کو قتل کرو۔ (المحرر الوجیز' ج ۸ ص ۲۷' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

اس آیت میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا تھا وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کے قول کی حکایت کی ہے وہ مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھتے تھے' ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور فرشتے مومنوں سے یہ کہتے تھے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں :

جو معنی واضح ہے وہ یہی ہے کہ اس آیت میں فرشتوں کے ثابت قدم رکھنے کی تفسیر ہے اور فرشتے مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (البحر المحیط ۵ ص ۲۸۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کیے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ (تفسیر بر حاشیہ قرآن' مطبوعہ سعودی عربیہ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ابوداؤد مازنی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک مشرک کی گردن مارنے کے لیے اس کے درپے ہوا اس کا سر میری تلوار کے پہنچنے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ اس کو کسی اور نے قتل کیا۔

(تفسیر بر حاشیہ قرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہیں ان کی بناء پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال میں یہ کام نہیں لیا ہو گا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں' بلکہ شاید اس کی صورت یہ ہو گی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔ واللہ اعلم بالصواب

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور)

مفتی محمد شفیع کا کلام اس مسئلہ میں واضح نہیں ہے' انہوں نے دو ٹوک طریقے سے نہ تو فرشتوں کے قتال کا قول کیا ہے اور نہ صراحتہ" اس کی نفی کی ہے۔ سورہ آل عمران کی تفسیر میں قتال ملائکہ کی بعض روایات نقل کر کے لکھتے ہیں :

یہ سب مشاہدات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کہ ملائکۃ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت کا یقین دلانے کے لیے کچھ کچھ کام ایسے بھی کیے ہیں کہ گویا وہ بھی قتال میں شریک ہیں اور در اصل ان کا کام مسلمانوں کی تسلی اور تقویت قلب تھا' فرشتوں کے ذریعہ میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہیں تھا' اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں جنگ و جہاد کے فرائض انسانوں پر عائد کیے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو فضائل و درجات حاصل ہوتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ

Marfat.com

فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کرائے جائیں تو دنیا میں کفر و کافر کا نام ہی نہ رہتا' حکومت و سلطنت کی تو کیا گنجائش تھی مگر اس کارخانہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہی نہیں- (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۷۴' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ)

اور سورہ انفال کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

اس میں فرشتوں کو دو کام سپرد کیے گئے ایک یہ کہ مسلمانوں کی ہمت بڑھائیں- یہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے میدان میں آکر ان کی جماعت کو بڑھائیں اور ان کے ساتھ مل کر قتال میں حصہ لیں' اور اس طرح بھی کہ اپنے تصرف سے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیں اور ان میں قوت پیدا کر دیں- دوسرا کام یہ بھی ان کے سپرد ہوا کہ فرشتے خود بھی قتال میں حصہ لیں اور کفار پر حملہ آور ہوں- اس آیت سے ظاہر یہی ہے کہ فرشتوں نے دونوں کام انجام دیئے' مسلمانوں کے دلوں میں تصرف کر کے ہمت و قوت بھی بڑھائی اور قتال میں بھی حصہ لیا' اور اس کی تائید چند روایات حدیث سے بھی ہوتی ہے جو تفسیر در منثور اور مظہری میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور قتال ملائکہ کی عینی شہادتیں صحابہ کرام سے نقل کی ہیں- (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۹۷' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ)

شیعہ مفسر شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں :

روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن جبرائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اور میکائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے' جبرائیل دائیں جانب تھے اور میکائیل بائیں جانب تھے' انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور عمامہ کا شملہ کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا' انہوں نے مشرکوں کے ساتھ جنگ کی اور ان کو مغلوب کیا' اور ماضی اور مستقبل میں سے جنگ بدر کے سوا اور کسی دن میں فرشتوں کو جہاد کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کو صرف جنگ بدر کے دن جہاد کا حکم دیا گیا تھا' حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مشرک کے ساتھ جنگ کرتا تو اس مشرک کے سر کے اوپر سے تازیانہ کی آواز آتی اور جب مسلمان شخص نظر اوپر اٹھاتا تو وہ مشرک زمین پر پڑا ہوتا اور اس کے سر کے اوپر تازیانہ کا نشان ظاہر ہوتا' اور وہ شخص کسی اور کو نہ دیکھتا' اور جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جن کو حق تعالیٰ نے تمہاری مدد کے لیے بھیجا تھا' اور حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے شہید اور قریش کے مقتولین میں فرق یہ تھا کہ ہمارے شہداء پر زخموں کے نشانات تھے اور قریش کے مقتولین پر زخموں کے نشانات نہیں تھے-

(منہج الصادقین ج ۴ ص ۱۶۸' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

آیۃ اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں :

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے' بعض اس کے معتقد ہیں کہ فرشتے اپنے مخصوص اسلحہ کے ساتھ نازل ہوئے تھے' اور انہوں نے دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کی ایک جماعت کو خاک پر گرا دیا' اور اس سلسلہ میں انہوں نے کچھ روایات کو بھی نقل کیا ہے' اور مفسرین کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ فرشتے صرف مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے' ان کے دلوں کو تقویت دینے اور ان کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے نازل ہوئے تھے اور یہی قول حقیقت سے قریب تر ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) آل عمران : ۱۲۶ اور الانفال : ۱۰ میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کو فتح کی بشارت دینے کے لیے ہوا تھا-

Marfat.com

امام ابو منصور محمد بن محمد محمود ماتریدی السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ملائکہ کے قتال میں اختلاف کیا گیا ہے' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرشتوں نے کفار سے قتال کیا تھا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا بلکہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن رکھنے کے لیے آئے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ. (الانفال:۴۴)

اور (یاد کرو) جب تم سے مقابلہ کے وقت تمہیں کفار کی تعداد کم دکھائی اور تمہاری تعداد بھی انہیں کم دکھائی۔

یعنی مسلمانوں کو کفار کی تعداد کم دکھائی تاکہ ان کی اصل تعداد جو بہت زیادہ تھی' کو دیکھ کر مسلمان گھبرا نہ جائیں اور اگر یہ کہا جائے کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا تو فرشتے تو کفار کی زیادہ تعداد سے گھبرانے والے نہیں ہیں' کیونکہ ان میں سے ایک فرشتہ بھی تمام مشرکین کے لیے کافی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل نے کیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اٹھا کر پلٹ دیا تھا' سو یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا' غزوۂ احد میں نہیں کیا تھا' سو ہم کو نہیں معلوم کہ اصل واقعہ کیا تھا۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۱ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام ابو الحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی المتوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کے ساتھ فرشتوں نے غزوۂ احد میں قتال نہیں کیا' انہوں نے مشرکین کے ساتھ صرف یوم بدر میں قتال کیا تھا۔

(تفسیر مجاہد ص ۴۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی المتوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور صحابہ کرام کے دائیں جانب پانچ سو فرشتوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ان صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کہ حضرت میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ صحابہ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے' ان صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ان فرشتوں نے سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کیے ہوئے تھے اور انہوں نے عمامہ کے شملے کندھوں کے درمیان پیچھے چھوڑے ہوئے تھے۔ فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال کیا تھا اور جنگ احزاب و جنگ خیبر میں قتال نہیں کیا تھا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۲ ص ۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ بدر میں رب عزوجل سے بہت زیادہ دعا کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عریش میں بیٹھے معمولی سی نیند آ گئی' پھر آپ بیدار ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! اللہ کی مدد آ گئی' یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے قیادت کر رہے ہیں اور ان کے سامنے کے دانتوں پر گرد و غبار ہے۔ (دلائل النبوت للبیہقی ج ۳ ص ۸۰۔۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا: یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے اور جنگ حنین میں سبز عمامے تھے اور فرشتوں نے جنگ بدر کے سوا کسی دن بھی قتال نہیں کیا اور باقی ایام میں فرشتے عددی برتری اور مدد کے لیے آئے تھے۔

اور ابو اُسید مالک بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں موجود تھے اور انہوں نے اپنی بینائی زائل ہونے کے بعد کہا کہ اگر میں

Marfat.com

تمہارے ساتھ آج وادی بدر میں ہوتا اور میری بصارت بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔

(دلائل النبوت للبیہقی ج ۳ ص ۵۳) (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۷۳، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی مظہری نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

بعض فرشتے بعض مردوں کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے۔ ابوسفیان بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ بدر میں کچھ سفید انسان دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار آسمان اور زمین کے درمیان تھے۔

امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے سہل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے جنگ بدر میں کچھ سفید رنگ کے انسانوں کو چتکبرے گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان دیکھا' وہ نشان زدہ تھے وہ کافروں کو گرفتار بھی کر رہے تھے اور قتل بھی کر رہے تھے۔

امام ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے جنگ بدر میں دو آدمیوں کو دیکھا' ایک آپ کے دائیں جانب تھا اور ایک آپ کے بائیں جانب تھا۔ وہ دونوں بہت شدت سے قتال کر رہے تھے' پھر میں نے ایک تیسرے شخص کو دیکھا جو آپ کے پیچھے تھا' پھر ایک چوتھے شخص کو دیکھا جو آپ کے آگے تھا۔

ابراہیم غفاری اپنے عم زاد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا عم زاد بدر کے پانی پر کھڑے ہوئے تھے' جب ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کی قلت کو دیکھا اور قریش کی کثرت کو دیکھا تو ہم نے کہا: یہ لوگ تو قریش کے چوتھائی ہیں' اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ ایک بادل آیا جس نے ہم کو ڈھانپ لیا' پھر ہم نے آدمیوں کی اور ہتھیاروں کی آوازیں سنیں اور ہم نے سنا' ایک آدمی کہہ رہا تھا: اے حیزوم! آگے بڑھو۔ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اتر آئے' پھر اسی طرح کی دوسری جماعت آپ کے بائیں جانب اتر آئی۔ (الحدیث)

(تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۵' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ' کوئٹہ' ۱۴۲۵ھ)

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ

آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں، اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے

فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

کیونکہ بیشک وہ ظلم کرنے والے ہیں ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ نہایت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○

لیس لک من الامر شیء کے شان نزول میں متعدد اقوال

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں

اس آیت کے شان نزول میں کئی اقوال ہیں' زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ آیت واقعہ احد میں نازل ہوئی ہے اور اس کی بھی کئی تقریریں درج ذیل ہیں:

(۱) عتبہ بن ابی وقاص کی ضرب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا اور سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کا

Marfat.com

نچلا دانت شہید ہو گیا' آپ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام آپ کے چہرے سے خون دھو رہے تھے' اس وقت آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا' اس وقت آپ نے ان کے لیے دعائے ضرر کرنا چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (اس حدیث کا بیان صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ میں ہے۔)

(۲) سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کے لیے دعاء ضرر کی اور فرمایا : اے اللہ ابو سفیان پر لعنت فرما' اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت فرما' اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت فرما' تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' اور ان لوگوں نے مسلمان ہو کر نیک عمل کیے۔

(۳) نبی ﷺ نے سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو دیکھا ان کو مثلہ کر دیا گیا تھا اور ان کی لاش کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے تو آپ نے فرمایا میں تمیں کافروں کو مثلہ کروں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قفال نے کہا جنگ احد میں یہ تمام واقعات پیش آئے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں واقعات اس آیت کے نزول کا سبب ہوں۔ (امام رازی اور بعض دیگر مفسرین کو یہاں وہم ہوا ہے' رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں تمیں کافروں کو مثلہ کروں گا' آپ نے فرمایا تھا میں بھی ان کو مثلہ کروں گا' کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۳۲۰' کیونکہ قرآن مجید میں ہے : وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ النحل : ۱۲۶' اگر تم انہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی۔ امام رازی نے بغیر کسی حوالہ کے اس روایت کو تفسیر کبیر میں درج کیا ہے' جب میں نے اس روایت کو پڑھا تو میرے قلب و ضمیر نے یہ قبول نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کی لاش کو مثلہ کیے ہوئے دیکھ کر یہ فرمایا ہو کہ میں اس کے بدلہ میں ان کے تمیں کافر مثلہ کروں گا' میں اس روایت کی اصل تلاش کرتا رہا بہر حال مجھے کتاب المغازی للواقدی میں یہ روایت مل گئی جس میں ہے کہ میں ان کو مثلہ کروں گا' اور آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کے مطابق ہے کہ "برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔" (الشوریٰ : ۴۰) اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ توفیق بخشی) اس آیت کے متعلق دوسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جن بعض لوگوں نے جنگ احد میں نبی ﷺ کی حکم عدولی کی تھی' اور اس وجہ سے شکست ہوئی تھی' نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ان تمام اسباب کا تعلق واقعہ احد سے ہے' لیکن مقاتل نے ایک اور سبب بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو بیر معونہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں' عامر بن طفیل ان کو اپنے لشکر کے ساتھ لے گیا اور ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے سخت اذیت پہنچی اور آپ نے چالیس روز تک ان کافروں کے خلاف دعائے ضرر کی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن یہ قول بعید ہے کیونکہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا تعلق قصہ احد کے ساتھ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۷۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

اس آیت کے جو شان نزول بیان کیے گئے ہیں ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ایسے کام کرتے رہے تھے جن سے آپ کو منع کیا گیا' سو اگر یہ کام حسن تھے تو آپ کو ان سے منع کیوں کیا گیا اور اگر یہ کام قبیح تھے تو یہ آپ کے معصوم ہونے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو کفار پر لعنت کی یا دعاء ضرر کی یہ ترک اولیٰ اور ترک افضل کے باب سے ہے' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے :

Marfat.com

وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ (النحل : ۱۲۶)

اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے۔

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی کی اذیت پہنچانے سے اس کا بدلہ لو' تو بدلہ لینا جائز ہے لیکن اگر تم بدلہ لینے کے بجائے صبر کرو تو وہ افضل اور اولیٰ ہے' اسی طرح نبی ﷺ کا کفار پر لعنت کرنا اور ان کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز تھا لیکن اس کو ترک کرنا زیادہ افضل اور اولیٰ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل اور اولیٰ کے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے اور ترک افضل اور ترک اولیٰ عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ عصمت کے خلاف گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ ہے اور آپ نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' نہ سہواً" نہ عمداً" نہ صورۃً" نہ حقیقۃً"۔ نبی ﷺ کا بعض کفار پر لعنت کرنے اور دعاء ضرر کرنے کا بیان ان حدیثوں میں ہے :

بعض کافروں کے خلاف دعاء ضرر کرنے اور لعنت کرنے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کے بعد یہ دعا کرتے : اے اللہ! فلاں اور فلاں اور فلاں کو لعنت کر' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شیئی' نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صفوان بن امیہ' سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شئی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھتے رہے۔ آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعاء ضرر کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز میں قرات سے فارغ ہو کر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے : اے اللہ ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ضعفاء مومنین کو نجات دے' اے اللہ مضر کو شدت کے ساتھ پامال کر دے' اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح قحط نازل فرما' اے اللہ! لحیان' رعل اور ذکوان پر اور عصیہ پر جس نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی ہے' لعنت فرما' پھر جب نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی : لیس لک من الامر شیئی او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون تو آپ نے اس دعاء ضرر کو ترک فرما دیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعاء ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں

رہا یہ اعتراض کہ نبی ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں تو بعض کفار کے لیے آپ کا دعاء ضرر کرنا اور لعنت کرنا کس طرح مناسب ہو گا؟ اس کا جواب بہ طور نقض اجمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کفار کو عذاب دینا جب اس کے رحمان و رحیم ہونے کے منافی نہیں ہے تو آپ کا ان کے لیے دعاء ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعلمین

Marfat.com

ہونے کے منافی کیونکر ہو گا۔ اور بہ طور نقض تفصیلی اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے رحمتہ للعالمین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی ہدایت اور اسلام لانے کی دعوت تمام جہانوں کے لیے ہے۔ آپ کسی خاص علاقہ' قوم یا خاص زمانہ کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ کی بعثت قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کے لیے ہے اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کرکے تمام مخلوق دنیا میں عدل اور امن کے ساتھ رہے گی اور آخرت میں اس پر جنت کی تمام نعمتوں کا دروازہ کھل جائے گا' اور جس طرح دعوت اسلام کو رد کرنے والے کافروں سے قتال کرنا' مرتدین کو قتل کرنا' زانیوں کو رجم کرنا اور ان کو کوڑے لگانا' چوروں کے ہاتھ کاٹنا اور ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور ان کو پھانسی دینا اور دیگر مجرموں کو سزائیں دینا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کافروں کے لیے دعاء ضرر کرنا بھی آپ کی رحمت کے منافی نہیں ہے۔

جن کافروں نے نبی ﷺ کے سر اور چہرہ کو زخمی کیا آپ نے ان کے متعلق صرف اتنا فرمایا : وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور جو کافر تبلیغ کا نام لے کر ستر صحابہ کو لے گئے اور ان کو قتل کر دیا۔ ان کے خلاف نبی ﷺ ایک ماہ تک دعاء ضرر کرتے رہے' ظاہر ہے کہ اگر یہ فعل ناجائز یا نامناسب ہوتا تو اللہ تعالیٰ روز اول ہی آپ کو اس سے منع فرما دیتا' آپ کا ہر فعل نیک اور حسن ہے اور ہر فعل میں امت کے لیے نمونہ اور ہدایت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔ (الاحزاب : ۲۱)

سو نبی ﷺ کا ان کافروں کے لیے دعا ضرر کرنا اور ان پر لعنت کرنا' یہ بھی ایمان والوں کے لیے نہایت حسین عمل ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جو کافر بد عہدی کریں ان کے لیے دعاء ضرر کرنا جائز ہے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھیں اس میں مسلمانوں کے لیے سلامتی اور کافروں کے لیے ہلاکت کی دعا کریں' بعض علماء اور مفسرین کو اس مقام پر لغزش ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دعاء ضرر کرنے کو بددعا لکھا ہے' یاد رکھیے رسول اللہ ﷺ کا کوئی فعل بد نہیں ہے' آپ کا ہر فعل نیک اور حسین ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے' لہٰذا آپ کے کسی فعل کو بد کہنا اور آپ کی دعاء ضرر کو بددعا کہنا اس آیت کے خلاف اور حلاوت ایمان کے منافی ہے' ان علماء نے زیادہ غور نہیں کیا اور اردو محاورے کی روانی میں آپ کی دعاء ضرر کو بددعا لکھ گئے' ہم ذیل میں ان علماء کی عبارات نقل کر رہے ہیں :

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں :

اور بخاری سے ایک قصہ اور بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے بعض کفار کے لیے بددعا فرمائی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۲۵' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں :

چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرتے تھے' چند روز کے بعد سب کو خدا تعالیٰ نے آپ کے قدموں میں لا ڈالا۔ (حاشیۃ القرآن ص ۸۵)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں :

بخاری سے ایک قصہ اور بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے بعض کفار کے لیے بددعا بھی فرمائی تھی۔

Marfat.com

(معارف القرآن ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب زخمی ہوئے تو آپ کے منہ سے کفار کے حق میں بددعا نکل گئی۔

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۷، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیر معونہ والے کفار کے لیے بددعا کی (نور العرفان ص ۱۰۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں :

یعنی حضور نے ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(ضیاء القرآن ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

امام احمد رضا قادری نے قنوت نازلہ کی بحث میں بہت محتاط ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

اور نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۱۳، مطبوعہ سنی دار الاشاعت لائل پور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء ضرر سے روکنے کی توجیہ اور بحث و نظر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے، یا وہ ان کو عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ (آل عمران : ۱۲۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ظالم کافروں کے متعلق ہلاکت اور نقصان کی دعا کرتے رہے اور مسلمانوں کے لیے حصول رحمت کی دعا فرماتے رہے تاکہ آپ کی زندگی میں یہ نمونہ ہو کہ ظالم کافروں کے لیے تباہی اور بربادی کی دعا کرنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے، اسی لیے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو یا کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں تو صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی جائے، امام آہستہ آہستہ مسلمانوں کی کامیابی اور کفار کی تباہی کے لیے دعا کرے اور اسی طرح مقتدی بھی دعا کریں، اور یہ بھی جائز ہے کہ امام بلند آواز سے یہ دعا کرے اور مقتدی پست آواز سے آمین کہیں، اور جب مسلمانوں سے مصیبت ٹل جائے تو پھر اس دعا کو ترک کر دیں اور عام معمول کے مطابق نمازیں پڑھیں، جس طرح ضرورت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا سے روک دیا تھا۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنگ احد میں عین معرکہ کارزار کے وقت عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا، اور بعض مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، کئی مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا اور دانت مبارک شہید ہوا، ان حالات کی وجہ سے قدرتی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و غم ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ اگر کافروں اور منافقوں نے ظلم کیا ہے تو آپ اس پر غم نہ کریں آپ کا کام صرف زبان اور عمل سے ہدایت دینا ہے۔ رہا ان کا کفر سے توبہ کرنا اور ان کے دلوں میں اسلام کا پیدا کرنا یا ان کو ان کے کفر پر قائم رکھ کر عذاب دینا اس کے آپ مالک و مختار نہیں ہیں، اللہ چاہے تو ان کی توبہ

Marfat.com

قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ نہایت بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

ہمارے نزدیک اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ ظالموں اور کافروں کی ہلاکت کی دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرمادیا کہ یہ دعا آپ کی رحمت کے شایان شان نہیں ہے' ان کافروں اور ظالموں میں سے بعض نے اسلام قبول کرلیا اور بعض کی اولاد نے اسلام قبول کرلیا' کیونکہ اگر یہ دعا کرنا آپ کی شان کے لائق نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ روز اول ہی اس دعا سے آپ کو روک دیتا' ایک ماہ تک کیوں آپ کو یہ دعا کرنے دی' ہمارے نزدیک نبی ﷺ کا ہر فعل حسن ہے اور واجب الاتباع ہے' آپ کا کوئی فعل غیر مستحسن اور ناپسندیدہ نہیں ہے۔ اب ہم بعض مفسرین کی تفسیر کو نقل کر رہے ہیں۔ ہرچند کہ یہ مفسرین بہت مشہور اور اپنے حلقوں میں مقبول ہیں لیکن ان کی یہ تفسیر پسندیدہ اور مختار نہیں ہے۔

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس دعا سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بعض کافر توبہ کرکے اسلام لے آئیں گے اور بعض اگرچہ تائب نہیں ہوں گے لیکن ان کی اولاد نیک اور متقی ہوگی' اور جو لوگ اس قسم کے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لائق یہ ہے کہ وہ ان کو دنیا میں مہلت دے اور ان سے آفات کو دور کرے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلیں یا ان سے وہ اولاد پیدا ہو جائے' اور اگر رسول اللہ ﷺ ان کی ہلاکت کی دعا کرتے رہتے تو اگر آپ کی دعا قبول ہوتی تو یہ مقصود حاصل نہ ہوتا اور اگر آپ کی دعا قبول نہ ہوتی تو اس سے آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ کم ہوتا' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرمادیا' نیز اس میں یہ بھی مقصود ہے کہ بندہ کے عجز کو ظاہر کیا جائے اور یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ملک اور اس کی ملکوت کے اسرار میں غور و خوض نہیں کرنا چاہئے' میرے نزدیک یہ بہت اچھی تفسیر ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۸۹ھ لکھتے ہیں)

شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

لیس لک من الامر شیئی میں آنحضرت ﷺ کو متنبہ فرمایا کہ بندہ کو اختیار نہیں نہ اس کا علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے' اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے وہ ان کو ہدایت دے چاہے عذاب کرے تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو۔ (حاشیۃ القرآن ص ۸۵ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اے محبوب تمہیں ان کفار پر بددعا کرنے کا اختیار یا حق نہیں' ورنہ گذشتہ انبیاء کرام کفار پر بددعا کرکے انہیں ہلاک نہ کراتے' بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ بددعا آپ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ (نور العرفان ص ۱۰۴' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

یعنی حضور نے ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو معلوم ہوگیا کہ ان میں سے کئی لوگ مسلمان ہوں گے چنانچہ ایک کثیر تعداد اسلام لائی' انہیں

Marfat.com

میں حضرت خالد بھی تھے۔ (ضیاء القرآن ج ا ص ۲۷۴-۲۷۳)

یہ تفسیر کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جب کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے دعاء ضرر فرمائی ہے۔

بہر حال ہمارے نزدیک مختار تفسیر یہ ہے کہ آپ کا کافروں اور منافقوں کے لیے دعاء ضرر کرنا اس لیے تھا کہ ظالموں اور کافروں کے لیے دعاء ضرر کرنا مشروع اور سنت ہو جائے اور قنوت نازلہ کا جواز ثابت ہو اور جب یہ حکمت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت آپ کو تسلی دینے کے لیے نازل ہوئی کہ اگرچہ کافروں اور منافقوں نے ظلم کیا ہے لیکن آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ ان میں ہدایت اور توبہ کی تحریک پیدا کرنا آپ کے اختیار میں نہیں ہے اللہ چاہے تو ان میں ہدایت پیدا کر کے ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو ان کے کفر پر برقرار رکھ کر ان کو عذاب دے۔

قنوت نازلہ کا معنی

قنوت کا معنی دعا ہے اور نازلہ سے مراد ہے نازل ہونے والی آفت اور مصیبت' اگر مسلمانوں پر خدانخواستہ کوئی مصیبت نازل ہو مثلاً دشمن کا خوف ہو' قحط ہو' خشک سالی ہو' وباء ہو' طاعون ہو یا کوئی اور ضرر ظاہر ہو تو آخری رکعت میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد امام آہستہ دعا کرے اور مقتدی بھی آہستہ دعا کریں یا امام جہری نماز میں جہراً دعا کرے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہیں اور مسلمان اس وقت تک نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس مصیبت کو دور نہ کر دے۔

قنوت نازلہ میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

امام مالک کا مختار یہ ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھے اور یہی اسحاق کا قول ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھے' خلفاء اربعہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' صحابہ کی ایک جماعت سے یہ روایت ہے کہ اس میں پڑھنے والے کو اختیار ہے' اور امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے حتی کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۰۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

قنوت نازلہ میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا جب صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کھڑا ہو تو سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا	اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے مجھے ان میں ہدایت پر برقرار رکھ اور جن کو تو نے عافیت دی ہے مجھے ان میں عافیت سے رکھ اور جن چیزوں کا تو ولی ہو چکا ان میں میرا ولی ہو'

Marfat.com

يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ اور جو چیزیں مجھے عطا فرمائی ہیں ان میں برکت دے اور میرے لیے جو شر مقدر کیا ہے اس سے مجھ کو محفوظ رکھ' تو قسمت بناتا ہے اور تجھ پر مقسوم نہیں کیا جاتا اور جس کا تو کارساز ہو وہ رسوا نہیں ہوتا' اے ہمارے رب تو برکت والا اور بلند ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا کرتے : اے اللہ ولید بن ولید' سلمہ بہ ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے کمزور مسلمانوں کو نجات دے' اے اللہ مضر پر اپنی گرفت کو مضبوط کر' اور ان پر یوسف علیہ السلام کے قحط کے سالوں کی طرح قحط کے سال مقرر کر دے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ دعا تو آپ نے صرف ایک ماہ کی تھی جب بیر معونہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر اصحاب کو شہید کر دیا گیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی حتی کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شئی (آل عمران : ۱۲۸) تو پھر آپ نے یہ دعا ترک کر دی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کا نام لے کر دعا کرنا ترک کر دیا تھا' اور صبح کے علاوہ باقی چار نمازوں میں دعا کرنے کو ترک کر دیا تھا' اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے آپ کو فوت کر دیا' رہا حضرت ابن عمر کا یہ کہنا کہ قنوت بدعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر خود اپنے والد کے ساتھ قنوت کرتے تھے لیکن وہ بھول گئے' اور باقی نمازوں کو صبح کی نماز پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ صبح کی نماز کئی احکام میں باقی نمازوں سے مختلف ہے۔ اس کی اذان وقت سے پہلے دی جاتی ہے اور اس میں تثویب کی جاتی ہے' (الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۹۹۔ ۱۹۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

قنوت نازلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت پڑھنا سنت نہیں ہے' صبح کی نماز میں نہ اور کسی نماز میں' ہماری دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک عرب کے بعض قبیلوں کے لیے دعاء ضرر کرتے رہے پھر آپ نے اس کو ترک کر دیا' اور امام ترمذی نے تصحیح سند کے ساتھ ابومالک سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' اور حضرت علی کی اقتداء میں کوفہ میں پانچ سال نمازیں پڑھیں ہیں کیا یہ لوگ قنوت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے' ابراہیم نخعی نے کہا سب سے پہلے جس نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی وہ حضرت علی تھے' کیونکہ وہ جنگ میں مشغول رہے اور اپنے دشمنوں کے خلاف صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے' امام سعید نے اپنی سنن میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی تو لوگوں نے اس پر تعجب کیا' حضرت علی نے فرمایا : ہم اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کر رہے ہیں' اور امام سعید نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اسی وقت قنوت پڑھتے تھے جب آپ کسی قوم کے لیے رحمت کی یا کسی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات صبح کی نماز میں قنوت کرتے رہے اس سے مراد طول قیام ہے۔ کیونکہ طول قیام کو بھی قنوت کہتے ہیں' اور حضرت عمر سے جو قنوت مروی ہے اس سے مراد مصائب کے وقت قنوت پڑھنا ہے' کیونکہ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عمر قنوت نہیں

Marfat.com

پڑھتے تھے- اور امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام کے لیے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا جائز ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۴۵۰-۴۴۹ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت '۱۴۰۵ھ)

قنوت نازلہ میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

امام محمد نے فرمایا وتر کے سوا کسی نماز میں ہمارے نزدیک قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی ابن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں :

قنوت (نازلہ) اجتہادی مسئلہ ہے 'امام ابو حنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

(ھدایہ اولین ص ۱۴۵ 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

متاخرین احناف نے مصائب کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کو جائز کہا ہے 'علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں : قنوت نازلہ پڑھنا دائمی شریعت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو قنوت نازلہ کو ترک کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شئی (آل عمران : ۱۲۸) نازل فرما کر آپ کو روک دیا تھا اور بعد میں مسلمانوں پر کوئی آفت نہیں آئی- بعد میں جن صحابہ کرام نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی اس کی بھی یہی وجہ تھی اور بعض صحابہ نے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے اس وجہ سے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۹ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں :

مصیبت کے وقت قنوت (نازلہ) پڑھنا دائمی شریعت ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر '۱۳۵۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

البحر الرائق اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے' الاشباہ اور شرح المنیتہ میں لکھا ہے کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا دائمی شریعت ہے' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے قنوت پڑھی ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے' امام ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت صرف صبح کی نماز میں قنوت پڑھے اور تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا صرف امام شافعی کا قول ہے' صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عشاء کی نمازوں میں قنوت پڑھی اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت پڑھی' یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ اس عمل پر اتنی مواظبت نہیں ہے جتنی فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے پر تکرار اور مواظبت ہے' اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ہمارے نزدیک قنوت صرف فجر کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے' فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ فجر کی نماز میں امام قنوت پڑھے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مقتدی قنوت نہ پڑھے' رہا یہ کہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھے یا بعد- اس مسئلہ میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی اتباع کرے (اگر وہ سرا" قنوت پڑھے) ہاں اگر امام جہرا" قنوت پڑھے تو مقتدی آمین کہے' اور رکوع کے بعد قنوت پڑھے کیونکہ اسی طرح حدیث میں ہے' میں نے علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح

Marfat.com

میں دیکھا ہے کہ رکوع کے بعد قنوت پڑھے' اور علامہ حموی نے یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھے اور زیادہ ظاہر وہ ہے جو ہم نے کہا ہے (یعنی رکوع کے بعد قنوت پڑھے) (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۵۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قنوت نازلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں :

پانچوں نمازوں میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا بدعت ہے' البتہ فجر کی نماز میں بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ حدیث میں جب ضعف تھوڑا ہو تو فضائل اعمال میں معتبر ہے ہاں ضروری سمجھنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ضعف ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۶۳۳' مطبوعہ دار احیاء السنتہ النبویہ سرگودھا)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں' اللہ جانے محدث روپڑی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کو ضعیف کیسے کہہ دیا' ان حدیثوں کے منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کی بحث کی گئی ہے ان کو ضعیف کسی نے نہیں کہا۔

نیز حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں :

مقتدیوں کا دعاء قنوت میں آمین کہنا ابوداؤد میں موجود ہے۔ مگر یہ عام دعاء قنوت کے متعلق ہے وتروں کی خصوصیت نہیں آئی۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۶۳۵)

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کا بیان

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں :

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان نہیں ہوا اور اسلام سے بیزار بھی نہیں ہوا اور کہنے لگا یا محمد! کاش آپ صحابہ کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کرلیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی' صحابہ کو ہلاک کر دیں گے' عامر نے کہا میں ضامن ہوں انہیں کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر قاری بھیج دیئے۔ یہ لوگ رات بھر نفل پڑھتے تھے۔ صبح کو لکڑیاں اور پانی تلاش کرکے لاتے اور سرکار کے حجرہ میں پہنچا دیتے۔ آپ نے ان ستر قاریوں پر منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور ان سب کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انہوں نے حرام بن ملحان کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دے کر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس بھیجا' جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کرکے انہیں شہید کر دیا' پھر عصیہ' ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ سوا کعب بن زید کے ان میں کچھ رمق حیات باقی تھی۔ اس لیے نجدیوں نے انہیں چھوڑ دیا وہ بعد میں زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۱' مطبوعہ بیروت' ۱۳۸۸ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۔ ۱۸ مطبوعہ بیروت)

یہ واقعہ غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر ۴ ہجری میں پیش آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸)

Marfat.com

علم رسالت پر اعتراض کا جواب

بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ عامر کے مطالبہ پر ستر صحابہ کو نجد نہ بھیجتے اور اگر باوجود علم کے آپ نے ان کو بھیجا تو آپ پر العیاذ باللہ الزام آئے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر انہیں موت کی طرف دھکیل دیا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اہل نجد کی اسلام دشمنی کا علم تھا تبھی آپ نے فرمایا تھا انی اخشی علیھم اھل نجد (مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی صحابہ کو ہلاک کردیں گے) اور باوجود اس کے کہ آپ کو ان کی شہادت کا علم تھا۔ آپ نے اہل نجد کے مطالبہ تبلیغ پر انہیں نجد بھیج دیا تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو قبول اسلام کے لیے تیرے نبی سے مبلغ مانگے تھے اس نے نہیں بھیجے' نیز آپ نے یہ تعلیم دی کہ جان کے خوف سے تبلیغ سے نہیں رکنا چاہیے' اگر جان کے خوف سے تبلیغ چھوڑنا جائز ہوتا تو جہاد اصلا" مشروع نہیں ہوتا کیونکہ اس بات کا ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ مسلمان یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جان کے خوف سے جہاد نہ کرنا نہ مردانگی ہے نہ مسلمانی! نیز جو موت شہادت کی صورت میں حاصل ہو وہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے اگر اس وقت علم نہیں تھا تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے

اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ

رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ○ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے

لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ ﴿۱۳۲﴾

تیار کی گئی ہے ○ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ مومن کسی غیر مومن کو اپنا دوست اور ہم راز بنائے' اور اس کے بعد احد کا قصہ بیان فرمایا' اور کفار اپنے کاروبار کے اکثر معاملات سود کے ذریعہ کرتے تھے' اور یہ سودی کاروبار وہ مسلمانوں اور کافروں دونوں کے ساتھ کرتے تھے اور اس کاروباری معاملہ کی وجہ سے بھی مسلمان کافروں سے ملتے جلتے تھے' تب مسلمانوں کو سودی لین دین سے بالکل روک دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ تعلقات کی کوئی وجہ نہ رہے' ابتداء میں مسلمان تنگ دست تھے' اور کفار اور یہودی بہت خوش حال تھے' دوسری وجہ یہ ہے کہ حرام مال کھانے کی وجہ سے نیک اعمال اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں' جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے جس شخص کا کھانا پینا حرام ہو اس کی دعا قبول نہیں

Marfat.com

ہوتی اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے جو شخص مال حرام سے حج کرتا ہے تو جب وہ لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارا لبیک کہنا مقبول نہیں ہے اور تمہارا حج مردود ہے۔

نیز جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست مال دنیا کی مالی محبت کی وجہ سے ہوئی تھی کیونکہ مال دنیا کی محبت کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو نظرانداز کر کے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تھے' سو اس آیت میں ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم مال دنیا کی محبت کی وجہ سے دگنا چوگنا سود کھانا نہ شروع کر دینا' اور مسلمانوں کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرمائی ہے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مشرکین مکہ نے سودی کاروبار سے اپنا سرمایہ بڑھا کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا اور جنگ احد لڑی تھی ہو سکتا تھا کہ اس سے مسلمانوں کو بھی سودی کاروبار کے ذریعہ اپنے سرمایہ کو بڑھانے کا خیال آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے ہی منع فرما دیا کہ دگنا چوگنا سود مت کھاؤ۔

سود مفرد اور سود مرکب کا بیان

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے شخص کو مثلاً ایک سال کی مدت کے لیے دس روپے کی زیادتی پر سو روپے قرض دیتا' اور جب ایک سال کے بعد مقروض رقم ادا نہ کر سکتا تو اب قرض خواہ ایک سو دس روپے پر دس روپے فی صد کے حساب سے سالانہ سود مقرر کر دیتا اس طرح ہر سال کرتا' یا کہتا کہ تمہیں ایک سال کی مزید مہلت دیتا ہوں لیکن تمہیں سو روپے کی بجائے دو سو روپے دینے ہوں گے' اسی طرح عدم ادائیگی کی صورت میں ہر سال سو روپے کا اضافہ کرتا چلا جاتا' یہ سود در سود ہے اس کو سود مرکب بھی کہتے ہیں' اس کے مقابلہ میں سود مفرد یہ ہے کہ اصل رقم سو روپے ہو اور قرض خواہ اس رقم پر مقروض سے دس فیصد سالانہ کے حساب سے سود وصول کرے۔

اس آیت میں سود مرکب کو حرام کیا گیا ہے' لیکن اس آیت میں اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ صرف سود مرکب حرام ہے' اور سود مفرد جائز ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً" سود کو حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔   اور اللہ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا۔

(البقرہ: ۲۷۵)

ربا الفضل کا بیان

سورہ بقرہ میں ہم سود کے متعلق مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس بحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔ یہ بحث ربا النسیہ سے متعلق ہے اور ربا الفضل یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کی جب بیع کی جائے تو وہ دونوں نقد ہوں اور برابر برابر ہوں اور ان میں زیادتی سود ہے' امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونا' سونے کے عوض' چاندی' چاندی کے عوض' گندم' گندم کے عوض' جو' جو کے عوض' کھجور' کھجور کے عوض اور نمک' نمک کے عوض فروخت کرو' برابر' برابر اور نقد بہ نقد' اور جب یہ اقسام مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بہ شرطیکہ نقد ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۸۷ جامع ترمذی' رقم الحدیث: ۱۲۴۰' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۳۴۹' سنن نسائی رقم الحدیث ۴۵۷۵'

Marfat.com

سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث ۲۲۵۴' سنن داری' رقم الحدیث : ۲۵۴۱' مسند ابو یعلی رقم الحدیث : ۵۶۹۰' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث ۱۴۱۹۳' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۵۰۱۸' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' سنن کبری للبیہقی ج ۵ ص ۲۸۲۔ ۲۷۷)

صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۰۲۷' سنن ابن ماجہ (۲۲۵۴) اور طبرانی (المعجم الکبیر : ۱۰۱۷) میں حضرت عمر سے روایت ہے اور اس میں چاندی کے علاوہ باقی پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

ربا الفضل میں علت حرمت کی تحقیق

احادیث میں سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک ان چھ چیزوں کی بیع ان کی مثل میں زیادتی اور ادھار کے ساتھ منع کی گئی ہے اور جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر زیادتی کے ساتھ بیع منع نہیں ہے' ائمہ مجتہدین نے ان چھ چیزوں میں علت مشترکہ نکال کر باقی چیزوں کی مثل میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع کو منع کیا ہے' امام شافعی نے کہا ان چھ چیزوں میں ثمنیت اور طعم مشترک ہے' سو جو چیز ثمن ہو یا کھانے پینے کی چیز ہو اس کی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع منع ہے اور باقی چیزوں میں جائز ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں ان کی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہو گی مثلاً ایک کپڑے کا تھان اس جیسے دو تھانوں کے ساتھ بیچنا جائز ہو گا' امام مالک کے نزدیک ثمنیت اور خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت علت ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں اپنی مثل میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے' امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز نہیں ہے۔ ان کا یہ قول فقہاء احناف کی طرح ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے۔ یہ قول فقہاء شافعیہ کی طرح ہے' ان دونوں قولوں پر وہی اعتراض ہے جو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے مذہب پر ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرمت کی علت وزن اور کیل (ماپنا) ہے' سو دو ایک جنس کی چیزیں جو وزنی ہوں یا کیلی ہوں ان میں زیادتی کے ساتھ بیع ناجائز ہے اس پر اعتراض ہے کہ جو چیزیں عدداً" فروخت ہوتی ہیں مثلاً انڈے' اخروٹ' صابن' گلاس' پلیٹیں وغیرہ ان سب میں زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہو گی مثلاً ایک صابن کی ٹکیہ کی بیع دس صابن کی ٹکیوں کے ساتھ جائز ہو گی اور یہ سود نہ ہو گا' نیز جو عام استعمال کی چیزیں ہیں صابن' پلیٹیں' پین' پنسل' میز' کرسی وغیرہ جو عدداً" فروخت کیے جاتے ہیں ان کی مثل میں اگر زیادتی کے ساتھ بیع کی جائے تو وہ کسی امام کے نزدیک سود نہ ہو گی۔

جن احادیث میں ان چھ چیزوں کا ذکر ہے' ان میں ایک جنس کی دو چیزوں کی بیع میں جو مقدار مشترک ہے وہ وزن اور کیل ہے' کیونکہ سونے اور چاندی کو وزن سے فروخت کیا جاتا ہے اور گندم' جو' کھجور اور نمک کو کیل (پیمانے سے ماپ کر) سے فروخت کیا جاتا ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے ایک جنس کی دو چیزوں کی بیع میں وزن اور کیل کو علت قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان دو چیزوں کا وزن اور کیل برابر ہو اور زیادتی سود ہے' لیکن یہ کہنا بھی بعید نہ ہو گا کہ کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اس سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو سامنے رکھ کر غور کرنا ضروری ہے اور بعض احادیث میں نبی ﷺ نے ایک درہم کی دو درہموں سے ایک دینار کی دو دیناروں سے بیع کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک جنس کی دو چیزوں میں بیع کی جائے تو وزن اور کیل کے علاوہ عدد میں بھی مساوات ضروری ہے' اور اگر ان میں

Marfat.com

کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع کی جائے تو پھر سود ہو گا اور اگر ربا الفضل کی علت میں وزن' کیل اور عدد تینوں کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر حرمت سود کی علت جامع ہو جائے گی اور ہر صورت میں دو ہم جنس چیزوں میں کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع ناجائز اور سود ہو گی۔ وہ حدیث یہ ہے :

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔

(سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷۸ موطا امام مالک رقم الحدیث ۱۳۲۷)

ہر چند کہ مقدار کی مساوات میں عدد کا اعتبار کرنا' کسی امام سے ثابت نہیں ہے لیکن اگر ربا الفضل کی علت و حرمت میں اس کا اعتبار کر لیا جائے تو پھر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ کتنی ہی ہم جنس چیزوں میں کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع کی جائے تو وہ پھر بھی سود نہیں ہو گا' میں نے اس پر بہت غور کیا ہے اور میرے نزدیک ربا الفضل میں حرمت کی علت یہی معقول اور جامع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کی بیع وزن کیل اور عدد میں مساوی ہو اور زیادتی سود ہو گی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران : ۱۳۱)

سود میں منہمک رہنے والا کفر کے خطرہ میں ہے

سود سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے' اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ سود خوری کی وجہ سے مسلمان کافر تو نہیں ہوتا تو پھر اس کو اس آگ سے کیوں ڈرایا گیا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ سود خوری میں گرفتار ہونے کے بعد یہ خطرہ رہتا ہے کہ انسان اس کی تحریم کا انکار کر کے کافر ہو جائے گا' ہمارے ملک میں وفاقی شرعی عدالت نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو سود کی قانونا" ممانعت کر دی لیکن ہماری حکومت نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر دی اور اس حکم پر عمل درآمد کرنے سے روک دیا' اس کے نتیجہ میں سودی کاروبار حکومت کی سرپرستی میں اسی طرح جاری و ساری رہا۔ سو اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سود میں شدت اشتغال کی وجہ سے تم سود کی تحریم کا انکار نہ کر دینا ورنہ تم کافر ہو کر اس آگ میں داخل ہو جاؤ گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

دوزخ کا کفار کے لیے تیار کیا جانا آیا فساق مومنین کے دخول سے مانع ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ صرف کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور کوئی مومن اس آگ میں داخل نہیں ہو گا' حالانکہ دوسری آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاتل' ڈاکو' چور' زانی اور دیگر جرائم اور معاصی میں مبتلا لوگ بھی اس آگ میں داخل ہوں گے' اس سوال کے متعدد جواب ہیں : اول یہ کہ ہو سکتا ہے کہ جہنم کے کئی طبقات ہوں' ایک طبقہ وہ ہو جو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہو جو فاسقوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ثانی یہ کہ اس آیت میں حصر کا کوئی کلمہ نہیں ہے کہ دوزخ کی آگ صرف کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے' ثالث یہ کہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو سامنے رکھ کر کوئی نظریہ قائم کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات کو سامنے رکھ کر نظریہ قائم کرنا صحیح ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو اور ناسخ قرآن مجید میں دوسری جگہ مذکور ہو' یا وہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہو اور اس کا مخصص دوسری جگہ مذکور ہو یا ایک جگہ یہ حکم مطلق ہو

Marfat.com

اور دوسری جگہ اس کی کوئی قید' صفت یا شرط بیان کی گئی ہو' سو اسی طرح یہاں پر بیان کیا گیا ہے کہ دوزخ کی آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور دوسری جگہ بعض دوسرے جرائم اور گناہوں پر بھی دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے مثلاً فرمایا :

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۡ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۙ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ (الھمزۃ : ۱-۶)

ہر طعنہ دینے والے اور چغلخوری کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے○ جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا○ وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا○ ہرگز نہیں وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا○ آپ کیا جانتے ہیں کہ چورا چورا کر دینے والی کیا چیز ہے؟○ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے○

لہٰذا اس قسم کی آیات کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو کہ دوزخ کی آگ کافروں کے لیے بھی تیار کی گئی ہے اور دیگر نافرمانوں اور فاسقوں کے لیے بھی' رابع یہ کہ اگر دوزخ کی آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہو پھر بھی اس میں دیگر گنہ گار مسلمانوں کے دخول سے کیا چیز مانع ہے۔ کفار اس آگ میں بہ طور اہانت ہمیشہ کے لیے داخل کیے جائیں گے اور جو فاسق مسلمان اس میں داخل کیے جائیں گے وہ عارضی طور پر تطہیر کے لیے داخل کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور منصب رسالت

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا بعینہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے' اللہ تعالیٰ کے احکام کا ماخذ قرآن مجید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا ماخذ احادیث ہیں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعلیم اور تبیین کی ہے' اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کر کے دکھایا ہے' اور قرآن مجید میں جن احکام کا اجمالی ذکر تھا ان کی تفصیل کی ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہی عمل کرنا ہے۔

قرآن مجید نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن نماز کے اوقات کی تعیین اور اس کی شرائط کو نہیں بیان فرمایا اور نہ نماز کی رکعات بیان کی ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان رکعات میں کیا پڑھا جائے' اذان اور اقامت کے کلمات کا بیان نہیں کیا' کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کیا چیزیں نماز کے منافی ہیں ان کو قرآن مجید نے بیان نہیں کیا یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

قرآن مجید نے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ مال کی کن اقسام سے زکوۃ ادا کی جائے گی اور کن سے ادا نہیں کی جائے گی اور مال کی مختلف اقسام میں سے کن اقسام کا کیا کیا نصاب ہے' کتنی مدت کے بعد زکوۃ کا ادا کرنا ضروری ہے' اور کس کا مال ادائیگی زکوۃ سے مستثنیٰ ہے' روزہ کا حکم فرمایا ہے لیکن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا' کس چیز میں قضا ہے اور کس چیز میں کفارہ ہے یہ بیان نہیں فرمایا' حج کے ارکان اور شرائط' اور اس کے مفسدات کا بیان نہیں فرمایا حتیٰ کہ قرآن مجید میں یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا' قربانی کا ذکر فرمایا ہے لیکن قربانی کے جانوروں کی اقسام اور ان کی عمروں کو بیان نہیں فرمایا' حج زندگی میں ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے' حج اور عمرہ میں ارکان اور شرائط کے لحاظ سے کیا فرق ہے' چور کے ہاتھ کاٹنے کا کیا نصاب ہے' اس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا

Marfat.com

کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل ہے اور کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل نہیں ہے' حد قذف اور حد زنا میں جو کوڑے لگائے جائیں گے ان کی کیا کیفیت ہونی چاہیے' شراب کی حرمت کا ذکر ہے لیکن کس چیز سے بنے ہوئے مشروب کو خمر کہا جاتا ہے اور خمر کی حد کیا ہے' خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی سزا کیا ہے' غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کا ذکر ہے' اور جزیہ لینے کا بھی ذکر ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ جزیہ کی رقم کتنی ہوگی اور کتنی مدت میں واجب الادا ہوگی' جب کفار کے خلاف جہاد کیا جائے تو کافروں میں سے کس کس کو قتل کرنے سے احتراز کیا جائے گا' یہ اور ایسی بہت سی تفصیلات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کا بیان رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' نبی ﷺ کے اس منصب کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل : ۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض پاک چیزوں کو حلال کیا اور بعض ناپاک چیزوں کو حرام کیا' قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ہے' مثلاً رسول اللہ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا' دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا ہے' جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آجائے اس کو حرام کیا ہے' بغیر ذبح کے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرمایا' کلیجی اور تلی کے خون کو حلال فرمایا ہے اور اس میں سے کسی کا بھی ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' البتہ قرآن مجید نے منصب رسالت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف : ۱۵۷)

وہ ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید نے بعض چیزوں کا عمومی حکم بیان فرمایا لیکن نبی ﷺ نے ان میں سے بعض چیزوں کے استثنیٰ کا بیان فرمایا مثلاً قرآن مجید میں حکم ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھا جائے :

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء : ۱۰۳)

بے شک مومنوں پر نماز وقت مقرر پر کیا ہوا فریضہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے' لیکن نبی ﷺ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھا' اور مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت میں پڑھا' اس سے معلوم ہوا کہ عرفات اور مزدلفہ میں یہ دو نمازیں اس عام حکم اور قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی اور بھی نظائر ہیں' حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی ایک گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام قرار دینا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حیات فاطمہ میں دوسرا نکاح کرنے سے منع فرمانا' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' ازواج مطہرات اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کو وارث نہ بنانا' ان خصوصی احکام کے ذریعہ نبی ﷺ نے ان حضرات کو قرآن مجید کے عام حکم سے مستثنیٰ فرمادیا اور زمانہ امن کے سفر میں نماز کو قصر کرکے پڑھنے کا حکم بھی اسی قبیل سے ہے حالانکہ قرآن مجید نے زمانہ جنگ کے سفر میں نماز کو قصر کرنے کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ قرآن مجید کے کسی حکم کی تفصیل اور اس کی ادائیگی کی شکل و صورت بیان فرمائیں یا کسی چیز کے شرعاً حلال یا حرام ہونے کو بیان فرمائیں یا قرآن مجید کے کسی عام حکم سے کسی فرد یا کسی چیز کا استثنیٰ بیان فرمائیں ان

Marfat.com

تمام امور میں نبی ﷺ کی اطاعت لازم ہے اور یہی آپ کا منصب رسالت ہے' آپ صرف احکام پہنچانے والے نہیں ہیں بلکہ احکام دینے والے بھی ہیں اور احکام پہنچانے والے بھی ہیں۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور

وَالْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَۙ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ

زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے ○ جو لوگ خوشحالی اور تنگ دستی میں خرچ

وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ

کرتے ہیں اور جو غصہ پینے والے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ

یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا

نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَمَنْ یَّغْفِرُ

کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۫ۗ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

گناہوں کو بخشتا ہے، اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا ○

اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ

ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں (باغات) ہیں جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَؕ ﴿۱۳۶﴾

نیچے دریا بہ رہے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک کام کرنے والوں کی کیا خوب جزا ہے ○

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کھانے سے منع فرمایا تھا' اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ دنیا کے مال اور اس کی زینت کی طرف رغبت نہ کی جائے' کیونکہ جب انسان دنیا کی رنگینیوں میں رغبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی

Marfat.com

عبادت سے غفلت اور سستی پیدا ہوتی ہے' نیز اس سے پہلے فرمایا تھا کہ اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو تمہارے پاس فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی' اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی اور اس کی جنت کی طرف جلدی کرو' اور دنیا کی رنگینیوں اور اس کے مال و متاع میں رغبت نہ کرو' اور اگر اللہ کی راہ میں تم قتل کیے جاؤ یا تمہاری اولاد قتل کی جائے یا تم زخمی ہو تو تم اس پر صبر کرو اور اگر تم کسی کے ساتھ احسان کرو اور نیک سلوک کرو اور وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم اپنا غصہ ضبط کر لو اور اس کو معاف کر دو بلکہ اس کے ساتھ احسان کرو' جس طرح کفار نے جنگ احد میں نبی ﷺ کے محبوب چچا کو شہید کیا اور فتح مکہ کے موقع پر جب وہ نبی ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے جب وہ مغلوب تھے اور نبی ﷺ ان سے بدلہ لینے پر ہر طرح قادر تھے' تو آپ نے غصہ ضبط کیا' ان کو معاف کر دیا اور ان سب کو آزاد کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو۔ (آل عمران : ۱۳۳)

مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ

اس آیت کا معنی ہے : اس چیز کی طرف جلدی کرو جس سے تمہیں اپنے رب کی مغفرت حاصل ہو اور رب کی مغفرت اس کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہنے سے حاصل ہوتی ہے' امام رازی نے لکھا ہے مفسرین نے اس کی کئی تفسیریں کی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد ہے اسلام کی طرف جلدی کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی جنت کے حصول کا ذریعہ ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد اخلاص ہے' ابو العالیہ نے کہا اس سے مراد ہجرت ہے' ضحاک نے کہا جہاد ہے' سعید بن جبیر نے کہا تکبیرہ اولیٰ ہے' عکرمہ نے کہا تمام عبادات ہیں' اصم نے کہا توبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران : ۱۳۳)

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کے تمام طبقات کو پھیلا دیا جائے تو وہ جنت کا عرض ہو گا اور جس کے عرض کی اس قدر وسعت ہے اس کے طول کا کیا عالم ہو گا! اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بطائنها من استبرق (الرحمٰن : ۵۴) "جنت کے تکیوں کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے۔" اور استر بیرونی غلاف سے کم خوب صورت ہوتا ہے تو جن تکیوں کا استر استبرق کا ہے ان تکیوں کے بیرونی غلاف کی خوبصورتی کا کیا عالم ہو گا' سو اسی طرح یہ آیت کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو پھیلا دیا جائے تو جنت کا عرض ہے' اور جس کا عرض اتنا وسیع ہے اس کے طول کا کیا عالم ہو گا۔" (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۱۔ ۵۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ میری حمص میں ہرقل کے قاصد سے ملاقات ہوئی وہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہرقل کا مکتوب لے کر گیا تھا' میں نے کہا آپ اس جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کا عرض سات آسمان اور زمینیں ہیں تو پھر دوزخ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟ (جامع البیان ج ۴ ص ۶۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب فلک گردش کرتا ہے تو دنیا کی ایک جانب دن ہوتا ہے اور دوسری جانب رات ہوتی ہے' اسی طرح جنت سات آسمانوں کے اوپر ایک جانب بلندی میں ہے اور دوزخ سات زمینوں کے نیچے پستی کی جانب ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو لوگ خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں۔ (آل عمران : ۱۳۴)

خوشحالی اور تنگ دستی کے علاوہ سراء اور ضراء کے اور بھی کئی معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک معنی آسانی اور مشکل ہے' دوسرا معنی صحت اور مرض ہے' تیسرا معنی زندگی اور موت کے بعد وصیت ہے' چوتھا معنی شادی اور غمی ہے' پانچواں معنی ہے اپنی اولاد اور قرابت داروں پر خرچ کرنا اس سے خوشی ہوتی ہے اور دشمنوں پر خرچ کرنا جو کوئی خوشی کا باعث نہیں ہے' چھٹا معنی ہے مہمانوں پر خرچ کرنا اور مصیبت زدہ لوگوں پر خرچ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو غصہ پینے والے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ (آل عمران : ۱۳۴)

غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت

غصہ ضبط کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ کسی غصہ دلانے والی بات پر خاموش ہو جائے اور غیظ و غضب کے اظہار اور سزا دینے اور انتقام لینے کی قدرت کے باوجود صبر و سکون کے ساتھ رہے۔ نبی ﷺ نے غصہ ضبط کرنے اور جوش غضب ٹھنڈا کرنے کے طریقوں کی ہدایت دی ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی نبی ﷺ کے سامنے لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص بہت شدید غصہ میں تھا اور یوں لگتا تھا کہ غصہ سے اس کی ناک پھٹ جائے گی' نبی ﷺ نے فرمایا مجھے ایک ایسے کلمہ کا علم ہے اگر یہ وہ کلمہ پڑھ لے گا تو اس کا غضب جاتا رہے گا' حضرت معاذ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہے اللھم انی اعوذبک من الشیطن الرجیم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص غصہ ہو اور وہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے' پھر اگر اس کا غصہ دور ہو جائے تو فبہا ورنہ پھر وہ لیٹ جائے۔

عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غضب شیطان (کے اثر) سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضو کرلے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۴-۳۰۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

غصہ ضبط کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں' امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غصہ ضبط کرلیا حالانکہ وہ اس کے اظہار پر قادر تھا' اللہ تعالیٰ اس کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۶۱' مطبوعہ دار المعرفت بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غصہ کو ضبط کرلیا باوجودیکہ وہ اس کے

Marfat.com

اظہار پر قادر تھا اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اس کو اختیار دے گا وہ جس حور کو چاہے لے لے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے نزدیک پہلوانی کا کیا معیار ہے؟ صحابہ نے کہا جو لوگوں کو پچھاڑے اور اس کو کوئی نہ پچھاڑ سکے' آپ نے فرمایا نہیں' بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۳' مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے غصہ کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے عذاب کو دور کردے گا' اور جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالسلام بن ہاشم ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۸' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اور غصہ نہ کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں' حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اللہ عزوجل کے غضب سے کیا چیز دور کرسکتی ہے؟ فرمایا تم غصہ نہ کرو' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم غصہ نہ کرو تو تمہارے لیے جنت ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے' اور معجم کبیر کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۰۔ ۶۹' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

معاف کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشوریٰ: ۳۷)
اور جب وہ غضب ناک ہوں تو معاف کردیتے ہیں۔

وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ: ۴۰)
اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے' پھر جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کرلی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (الشوریٰ: ۴۳)
اور جس نے صبر کیا اور معاف کردیا تو یقیناً یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بے حیائی کی باتیں طبعاً کرتے تھے نہ "تکلفاً" اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے تھے' اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کردیتے تھے اور درگذر فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ پر جو زیادتی بھی کی گئی میں نے کبھی آپ کو اس زیادتی کا بدلہ

Marfat.com

لیتے ہوئے نہیں دیکھا بہ شرطیکہ اللہ کی حدود نہ پامال کی جائیں اور جب اللہ کی حد پامال کی جاتی تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے' اور آپ کو جب بھی دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (جامع ترمذی ص ۵۹۶' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ گناہ ہوتی تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے' رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' ہاں اگر اللہ کی حدود پامال کی جاتیں تو آپ ان کا انتقام لیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۴' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا' میں نے ابتدا" آپ کا ہاتھ پکڑ لیا' اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے فضیلت والے اعمال بتائیے' آپ نے فرمایا : اے عقبہ' جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم کرے' اس کو عطا کرو' اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۶۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

میمون بن مہران روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ان کی باندی ایک پیالہ لے کر آئی جس میں گرم گرم سالن تھا' ان کے پاس اس وقت مہمان بیٹھے ہوئے تھے' وہ باندی لڑکھڑائی اور ان پر وہ شوربا گر گیا' میمون نے اس باندی کو مارنے کا ارادہ کیا' تو باندی نے کہا اے میرے آقا' اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کیجئے' والکاظمین الغیظ' میمون نے کہا میں نے اس پر عمل کرلیا (غصہ ضبط کرلیا) اس نے کہا اس کے بعد کی آیت پر عمل کیجئے والعافین عن الناس میمون نے کہا میں نے تمہیں معاف کر دیا' باندی نے اس پر اس حصہ کی تلاوت کی : "واللہ یحب المحسنین میمون نے کہا میں تمہارے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں اور تم کو آزاد کر دیتا ہوں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۰۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

نیز علامہ قرطبی نے امام مبارک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ عزوجل کے سامنے ایک منادی ندا کرے گا جس نے اللہ کے پاس کوئی بھی نیکی بھیجی ہو وہ آگے بڑھے تو صرف وہ شخص آگے بڑھے گا جس نے کسی کی خطا معاف کی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا' یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا۔ (آل عمران : ۱۳۵)

Marfat.com

گناہوں پر نادم ہونے والے اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابو مقبل نبہان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے پاس ایک حسین عورت آئی انہوں نے اس کو کھجور فروخت کی' وہ اس سے لپٹ گئے اور اس کا بوسہ لے لیا' پھر اس فعل پر نادم ہوئے تو نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس کے شان نزول میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ثقفی صحابی کسی غزوہ میں گئے اور اپنے ایک انصاری دوست کو گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے۔ انہوں نے اس ثقفی کی امانت میں خیانت کی وہ اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس کی عورت نے مدافعت کی تو انہوں نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا' پھر نادم ہوئے اور روتے چیختے ہوئے جنگل میں چلے گئے' جب وہ ثقفی واپس آیا تو اس کی بیوی نے اس کو خبر دی' وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا' اور اس کو تلاش کر کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے گیا کہ وہ شاید اس کی نجات کی کوئی صورت نکالیں' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گیا اور اپنے اس فعل کی خبر دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت سے عموم مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۱۰۔۲۰۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث خود سنتا ہوں تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مجھے اس حدیث سے نفع پہنچاتا ہے' اور جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مجھے کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو میں اس سے اس حدیث پر حلف طلب کرتا ہوں' اور جب وہ حلف اٹھالیتا ہے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں اور مجھ سے حضرت ابو بکر نے یہ حدیث بیان کی اور حضرت ابو بکر نے سچ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی کوئی گناہ کرے' پھر وہ اچھی طرح وضو کرے' پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے' پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے' پھر حضرت ابو بکر نے یہ آیت پڑھی والذین اذا فعلوا فاحشۃ الخ　(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۳' مطبوعہ لاہور)

اس حدیث کو امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام احمد' امام نسائی' امام ابن جریر اور امام واحدی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا : یا رسول اللہ! بنو اسرائیل اللہ کے نزدیک ہم سے بہت زیادہ مکرم تھے کہ صبح کو ان کے اس گناہ کا کفارہ ان کے دروازہ کی چوکھٹ پر لکھا ہوا ہوتا تھا۔ "تم اپنا کان کاٹ لو' تم اپنی ناک کاٹ لو" رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تب یہ آیات نازل ہوئیں : اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں' جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے (الی قولہ) اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں؟ پھر آپ نے ان آیات کو پڑھا۔

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس رویا۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۶۳۔۶۲' مطبوعہ دار المعرفت بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری روایت کرتے ہیں :
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا : ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کر دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے : میرے بندہ نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے' اور وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کر دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے' تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی' راوی نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا جو چاہو کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تم جو چاہو کرو۔ اس میں صرف یہ لفظ ہیں' میں نے اس کی مغفرت کر دی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸۔۱۱۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے' اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷' مطبوعہ کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :
علامہ قرطبی نے مفہم میں لکھا ہے یہ حدیث استغفار کے عظیم فائدے اور اللہ کے عظیم فضل' اس کی رحمت کی وسعت' اس کے حلم اور اس کے کرم پر دلالت کرتی ہے لیکن بندہ کا زبان سے استغفار کرنا اس کے دل کے ساتھ مقرون ہونا چاہئے تاکہ اصرار کی گرہ کھل جائے اور اس کے ساتھ بندہ کو اس گناہ پر نادم بھی ہونا چاہئے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ کرے۔" اس کا معنی یہ ہے کہ جس سے بار بار گناہ ہو وہ بار بار توبہ کرے اور جب بھی اس سے کوئی گناہ ہو جائے وہ توبہ کر لے' اور ایسا نہ ہو کہ وہ زبان سے توبہ کرے اور اس کا دل اس گناہ پر مصر ہو' کیونکہ ایسا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا" روایت کیا ہے۔ "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو' اور جو شخص گناہ سے توبہ کر رہا ہو حالانکہ وہ اس گناہ پر قائم ہو وہ گویا اپنے رب سے مذاق کر رہا ہے" راجح یہ ہے کہ حدیث کا دوسرا حصہ موقوف ہے (یعنی حضرت ابن عباس کا قول ہے) اور حدیث کے پہلے حصہ کو امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ بار بار گناہ کرنا ہرچند کہ برا کام ہے' لیکن جب اس کے ساتھ توبہ مقرون ہو تو یہ نیک کام ہے کیونکہ وہ کریم سے گڑگڑا کر معافی مانگ رہا ہے' چونکہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے' اور صحیح مسلم کی روایت میں جو ہے کہ تم جو چاہو کرو اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے رہو گے میں تم کو معاف کرتا رہوں گا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۷۲۔۴۷۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

Marfat.com

علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں :

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے "جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بہ طور اعزاز اور اکرام ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :

اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ (الحجر : ۴۶) (متقین سے کہا جائے گا) تم جنتوں میں سلامتی اور بے خوفی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس توبہ کرنے والے شخص کو یہ خبر دی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا ہے اور وہ مستقبل میں گناہوں سے محفوظ رہے گا' اور پہلی صورت میں جب یہ حکم بہ طور اعزاز اور اکرام ہو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کے لیے ہر کام مباح کر دیا ہے وہ جو چاہے کرے' اور اب اس کا معنی یہ ہو گا کہ جب تک تم گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے رہو گے میں تم کو بخشتا رہوں گا' علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ یہ کلام (جو چاہو کرو) کبھی بہ طور اظہار غضب ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے :

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ (حٰمٓ السجدہ : ۴۰) (کفار سے فرمایا) جو چاہو کیے جاؤ بے شک وہ تمہارے سب کام خوب دیکھنے والا ہے۔

اور کبھی اظہار لطف کے لیے کہا جاتا ہے جیسے نبی ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق فرمایا تحقیق اللہ اھل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے اھل بدر جو چاہو کرو بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲) اور دونوں صورتوں میں اس کلام کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم کو ہر قسم کے کام کی رخصت دے دی ہے خواہ جائز ہو یا ناجائز۔

(مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۱۷۱-۱۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے : اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے' جو جب نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برے کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : چار شخص جنت کے پاکیزہ باغوں میں ہوں گے' جو شخص لا الہ الا اللہ پر مضبوط اعتقاد رکھے اور اس میں شک نہ کرے' اور جو شخص جب نیک کام کرے تو خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور وہ شخص جو جب برا کام کرے تو غمگین ہو اور اللہ سے استغفار کرے اور وہ شخص جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو کہے : انا للہ وانا الیہ راجعون (شعب الایمان ج ۵ ص ۴۷۲-۴۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جب کوئی بندہ گناہ کر کے غمگین ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے خواہ وہ استغفار نہ کرے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

توبہ کا معنی ہے گناہ پر نادم ہونا' دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور اس گناہ کی تلافی کرنا' اور اس کا سب سے بڑا جز گناہ پر نادم ہونا ہے تو جو شخص گناہ کرنے کے بعد غمگین ہوا وہ گویا تائب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار نہیں کیا۔ (آل عمران : ۱۳۵)

Marfat.com

گناہوں پر اصرار کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

اصرار کا معنی ہے گناہ کو پختہ اور مضبوط کرنا اور گناہ کو ترک نہ کرنا اور اس کے ترک سے باز رہنا' اصل میں یہ لفظ صر سے بنا ہے جس کا معنی ہے باندھنا' صرہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں دراہم رکھ کر گرہ لگا دی جاتی ہے۔

(المفردات ص ۲۷۹' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۶۲ھ)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا تم لوگ گناہوں پر اصرار کرنے سے باز رہو' کیونکہ ماضی میں گناہوں پر اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے ان کو خدا کا خوف حرام کے ارتکاب سے نہیں روکتا تھا' اور وہ گناہ کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتے تھے' حتیٰ کہ انہیں اسی گناہ پر موت آ جاتی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۶۴۔ ۶۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استغفار کر لیا اس نے اصرار نہیں کیا' خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۱۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ گناہ پر برقرار رہنا اور اس پر توبہ نہ کرنا اس گناہ پر اصرار ہے' اور اگر بار بار گناہ کرے اور ہر گناہ کے بعد توبہ کر لے تو یہ گناہ کا تکرار ہے اصرار نہیں ہے' علماء نے کہا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے' مجھ سے ایک مرتبہ ایک فاضل دوست نے پوچھا گناہ پر اصرار کرنا بھی تو اسی درجہ کی معصیت ہے۔ یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو جاتا ہے' میں نے کہا گناہ صغیرہ پر توبہ نہ کرنا' اس گناہ کو معمولی سمجھنا ہے' اور کسی گناہ کو معمولی سمجھنا ہی کبیرہ گناہ ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ توبہ کرنا فرض ہے اور فرض کا ترک گناہ کبیرہ ہے اس لیے گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

کسی کام کے کرنے پر دل سے عزم کرنا اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کو ترک کرنا' یہ اصرار ہے' سہل بن عبداللہ تستری نے کہا جاہل' مردہ ہے' اور بھولنے والا سویا ہوا ہے' اور گنہ گار نشہ میں مدہوش ہے' اور اصرار کرنے والا ہلاک ہونے والا ہے' اور اصرار یہ ہے کہ وہ شخص یہ کہے کہ میں کل توبہ کروں گا' اور یہ اس کے نفس کا دعویٰ ہے۔ وہ کل کا کب مالک ہے تو وہ کل کیسے توبہ کرے گا' دوسرے علماء نے کہا اصرار یہ ہے کہ وہ توبہ نہ کرنے کی نیت کرے اور جب اس نے توبہ کر لی تو وہ اصرار سے نکل گیا اور سہل کا قول عمدہ ہے۔

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے کا باعث اور اصرار کی گرہ کھولنے کا محرک' اللہ کی کتاب میں دائماً" غور و فکر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نیک اور اطاعت شعار لوگوں کے لیے جن انعامات کا ذکر کیا ہے اور برے اور نافرمان لوگوں کے لیے جس عذاب کا ذکر کیا ہے اس میں تدبر کرنا ہے اور جب انسان ہمیشہ اس طرح غور و فکر کرتا ہے تو اس کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کا شوق بہت قوی ہو جاتا ہے' اور پھر اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً" توبہ کر لیتا ہے۔

توبہ کی تعریف' ارکان اور شرائط

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جس کو سعادت دیتا ہے وہ گناہ کی برائی اور اس کے ضرر پر متنبہ ہو جاتا ہے اور یہی تنبیہ توبہ کا باعث ہے کیونکہ گناہ ایسا زہر ہے جس کے ضرر سے دنیا اور آخرت کی سعادت ضائع ہو جاتی ہے اور وہ دنیا میں اللہ کی معرفت سے محجوب اور آخرت میں اس کے قرب سے محروم ہو جاتا ہے' گنہ گار اللہ کے حق ضائع کرنے پر تائب ہو گا یا مخلوق کے حق کو ضائع کرنے پر توبہ کرے گا' اللہ کے حق کو ضائع کرنے کی توبہ یہ ہے کہ وہ آئندہ کے لیے اس گناہ کو ترک کردے اور اس کی جو قضا اور کفارہ مشروع ہے اس کو ادا کرے' اور مخلوق کا حق ضائع کرنے پر توبہ یہ ہے کہ وہ مستحق کو اس کا حق ادا کرے ورنہ وہ اس گناہ کے ضرر سے نجات نہیں پائے گا' اگر وہ پوری کوشش کرنے کے بعد بھی اس حق کو ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے کی امید رکھے' عبداللہ بن المبارک نے یہ کہا کہ توبہ کی شرائط یہ ہیں کیے ہوئے کام پر ندامت ہو' آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو' حق واپس کرے' اور جو فرائض رہ گئے ہیں ان کو ادا کرے اور حرام مال کھانے سے جو بدن بن گیا ہے اسے غم اور فکر سے گھلا دے حتیٰ کہ دوبارہ اس کے جسم پر پاکیزہ گوشت پیدا ہو جائے اور اپنے نفس کو اطاعت کی مشقت کا اس طرح مزہ چکھائے جس طرح اس نے معصیت کی لذت کا مزہ چکھا تھا' جن علماء نے توبہ کی تفسیر ندامت سے کی ہے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" روایت کیا ہے کہ ندامت توبہ ہے اور درحقیقت ندامت توبہ کا رکن اعظم ہے' بعض علماء نے توبہ کی شرائط میں مزید اضافہ کیا ہے کہ وہ اس جگہ سے چلا جائے جہاں گناہ کیا تھا' اور آخر عمر تک اس جگہ دوبارہ نہ جائے' اور دوبارہ وہ گناہ نہ کرے ورنہ اس کی توبہ باطل ہو جائے گی' پہلی اور دوسری شرط مستحب ہے اور آخری شرط باطل ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ بندہ بار بار گناہ کرے اور ہر گناہ کے بعد توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

کیا گناہوں کو معین کر کے توبہ کرنا ضروری ہے؟

اس آیت میں فرمایا ہے اور انہوں نے ان کاموں پر اصرار نہیں کیا درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں' اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں اور ان پر توبہ کرتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ میں اصرار پر سزا دیتا ہوں' تیسرا قول یہ ہے کہ گنہ گاروں کو یہ علم ہے کہ میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں' چوتھا قول یہ ہے کہ ان کو علم ہے کہ گناہ پر اصرار کرنا ان کے لیے باعث ضرر ہے اور اصرار کو ترک کرنا نفع کا سبب ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ان کو علم ہے کہ ان کا رب ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

انسان کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے گنہ کو یاد کرے اور بعینہ اس گناہ کی معافی مانگے البتہ یہ ضروری ہے کہ جب اسے کوئی گناہ یاد آئے تو فوراً اس گناہ سے توبہ کر لے' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ شراب کے ہر ہر گھونٹ پر معافی مانگے' اور بدکاری کی ہر ہر حرکت پر معافی مانگے اور کسی حرام کام کے لیے جتنے قدم چلے ہیں تو ہر ہر قدم پر معافی مانگے اور جتنا وقت کسی حرام کام میں صرف ہوا ہے تو ہر ہر منٹ اور ہر ہر سیکنڈ کی معافی مانگے' بلکہ اس کے لیے یہ کافی ہے کہ جب کوئی گناہ کرے تو فوراً" اس گناہ کی معافی مانگ لے اور اگر اس وقت غافل ہو گیا تو جب اسے وہ گناہ یاد آیا اس وقت اس کی معافی مانگ لے اور مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے' انسان کے لیے معین خطاء پر توبہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ فی الجملہ خطاؤں پر معافی مانگنا کافی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم اور تلقین کے لیے اسی قسم کی دعا کی

Marfat.com

ہے' امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے : اے اللہ! میری خطا اور جہالت کو معاف فرما' اور تمام کاموں میں میرے حد سے تجاوز کرنے کو معاف فرما اور میری جن خطاؤں کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے ان کو معاف فرما' اے اللہ! میں نے جو گناہ غلطی سے کیے ان کو معاف فرما اور جو گناہ عمداً" اور جہلاً" اور مذاقاً" کیے ان کو معاف فرما اور ہر وہ گناہ جو میرے نزدیک ہے' اے اللہ! میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کئے اور جو چھپ کر کئے اور جو ظاہراً" کیے' تو مقدم کرنے والا ہے اور تو موخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۷-۹۴۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

گناہ پر توبہ کرنے کی بحث کو ہم اس حدیث پر ختم کر رہے ہیں :

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ابن آدم خطاکار ہے اور خطاکاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (جامع ترمذی ج ۴ ص ۶۵۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ' امام دارمی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں (باغات) ہیں جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک کام کرنے والوں کی کیا خوب جزا ہے۔

(آل عمران : ۱۳۶)

یعنی جن لوگوں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ اگر وہ کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً خدا کو یاد کرتے ہیں اور اس گناہ پر فوراً توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور عمداً" اس گناہ پر اصرار نہیں کرتے' ان کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معافی حاصل ہوتی ہے' اور انہوں نے جو نیک کام کیے ہیں اللہ تعالیٰ ان نیکیوں پر اپنے فضل سے ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہوں گے' وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے اور نیکی کرنے والوں کے لیے یہ کیا خوب جزاء ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا

بیشک تم سے پہلے (قانونِ قدرت کے) طریقے گزر چکے ہیں سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو (کہ پیغمبروں کو) جھٹلانے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى

والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا ○ یہ لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور متقین کے

وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

لیے ہدایت اور نصیحت ہے ○ اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن

Marfat.com

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ

ہو تو تم ہی غالب رہو گے ○ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ

مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ

بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کے درمیان ایام (کی تنگی اور کشادگی) کو گردش

النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ

دیتے رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو چھانٹ کر الگ کرے اور تم میں سے بعض لوگوں کو مرتبۂ شہادت دے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ○ اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کردے اور

وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

کافروں کو مٹا دے ○ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ

اللہ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا ○ تم تو موت

كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ

کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ

اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴ ع ۵

تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ○

ربط آیات

اس سے پہلے مسلمانوں کی وہ لغزشیں بیان فرمائیں تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی تھی' اور آئندہ کے لیے اس قسم کے کاموں سے منع فرمایا تھا' اور ایسے کاموں کی ترغیب دی تھی جن کے کرنے سے مسلمان اپنی شجاعت کے جوہر دکھائیں اور جہاد میں کافروں کے خلاف فتح حاصل کریں' اب اس سلسلہ میں مزید ہدایت دینے کے لیے فرمایا ہے: جو لوگ اسلام کی صداقت کے متعلق شکوک اور شبہات کا شکار ہیں وہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لیں کہ جن لوگوں

Marfat.com

نے گذشتہ زمانوں میں اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی وہ کس طرح عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور اب بھی مختلف علاقوں میں ان پر کیے ہوئے عذاب کے آثار موجود ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور معصیت سے توبہ کرنے والوں سے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا تھا' اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ پچھلی امتوں میں سے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے احوال اور آثار کا مشاہدہ کرو تاکہ اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی معصیت سے بچنے کی مزید ترغیب اور تحریک ہو۔

قرآن مجید میں سنت کا مفہوم

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم سے پچھلی امتوں میں اللہ کی اطاعت کرنے سے انحراف کرنے والوں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے متعلق اللہ کا طریقہ گزر چکا ہے کہ وہ کافروں اور مکذبوں پر کس طرح عذاب نازل کرتا رہا ہے اس لیے تم اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسول کی تکذیب سے باز رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی یہ عذاب آجائے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں تم سے پہلے سنتیں گزر چکی ہیں سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا' "سنن" سنت کی جمع ہے سنت کا معنی ہے طریقہ اور عادت' اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قوموں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے' اگر ایک قوم اللہ کو مان لیتی ہے اور اس کے رسول کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو دنیا میں سرخرو اور کامیاب کرتا ہے اور اس کے برعکس جو قوم اللہ کو نہیں مانتی اور اس کے رسول کی تکذیب کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب بھیج کر اس کو تباہ اور برباد کر دیتا ہے' اس سنت کے مظاہر عاد' ثمود' اہل مدین اور قوم لوط وغیرہ کے آثار کی شکل میں موجود تھے' اللہ تعالیٰ نے ان ہی مظاہر کو یہاں "سنن" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے' اس مفہوم میں یہ لفظ قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے :

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (الاحزاب : ۳۸)	جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے متعلق اللہ کا طریقہ۔
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (فاطر : ۴۳)	سو وہ صرف پہلے لوگوں کے طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں' تو آپ اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔
سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (المؤمن : ۸۵)	یہ وہ طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا' اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔

قرآن مجید میں سنت اللہ کا لفظ جس مفہوم میں استعمال ہوا ہے اس کو بیان کرنے کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بھی بیان کر دیں۔

سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

سنت کا معنی ہے طریقہ' سنت النبی کا معنی ہے نبی ﷺ کا وہ طریقہ جس کا آپ قصد کرتے تھے اور سنت اللہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا طریقہ جیسے فرمایا سنة اللہ التی قد خلت فی عبادہ' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا طریقہ جیسے

Marfat.com

فرمایا و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ احکام شرعیہ ہر چند کہ صورۃً مختلف ہوتے ہیں لیکن ان کی غرض مقصود مختلف نہیں ہے اور وہ تبدیل نہیں ہوتی اور وہ نفس کو پاکیزہ کرنا اور اس کو اللہ کے قرب اور اس کے ثواب کے قابل بنانا ہے۔ (المفردات ص ۲۴۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

لغت میں سنت کا معنی طریقہ اور سیرت ہے اور شریعت میں اس سے مراد ہے جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا' یا جس قول اور فعل کو مستحب قرار دیا ہو' اور قرآن مجید میں ان امور کا ذکر نہ آیا ہو' اسی لیے دلائل شرع میں قرآن اور سنت کا ذکر کیا جاتا ہے' حدیث میں ہے میں بھول جاتا ہوں تاکہ میں اس کو سنت کر دوں' یعنی مجھ پر اس لیے نسیان طاری کیا جاتا ہے کہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی طرف لاؤں اور ان کو یہ بیان کروں کہ جب ان کو نسیان عارض ہو تو وہ کس طرح عمل کریں۔ (نہایہ ج ۲ ص ۴۱۰-۴۰۹' مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران' ۱۳۶۴ھ۔)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں :

لغت میں سنت کا معنی ہے طریقہ خواہ پسندیدہ طریقہ ہو یا غیر پسندیدہ' اور شریعت میں اس کا معنی ہے وہ طریقہ جو دین میں مقرر کیا گیا ہے' جو فرض ہے نہ واجب' لہذا سنت وہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائما" عمل کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو' اور اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو سنن ھدی کی قسم ہے اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن زوائد کی قسم سے ہے' سنت ھدی وہ سنت ہے جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لیے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہو' اور سنت زائدہ وہ سنت ہے جس پر عمل کرنا نیکی ہو اور اس کے ترک سے کراہت یا اساءت کا تعلق نہ ہو' جیسے کھڑے ہونے' بیٹھنے' لباس پہننے اور کھانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔

نیز علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں :

لغت میں سنت کا معنی ہے عادت اور شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' افعال اور تقریرات کو سنت کہتے ہیں اور جن کاموں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجوب دوام کیا ہو ان کو بھی سنت کہتے ہیں' اس کی دو قسمیں ہیں' سنن ھدی اور سنن زوائد' سنت ھدی جیسے اذان اور اقامت ان کو سنت موکدہ بھی کہتے ہیں' ان کا حکم واجب کی طرح ہے اور واجب کی طرح اس پر عمل کا مطالبہ کیا جائے گا' مگر واجب کا تارک سزا کا مستحق ہے اور اس کا تارک سزا کا مستحق نہیں ہے' اور سنن زوائد جیسے اکیلے آدمی کا اذان دینا اور مسواک کرنا اور وہ افعال جو نماز اور غیر نماز میں معروف ہیں اور اس کا تارک سزا کا مستحق نہیں ہے۔

(التعریفات ص ۵۴-۵۳' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ میر سید شریف نے سنت زائدہ کی جو پہلے تعریف لکھی ہے وہ صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران : ۱۳۸)

اس آیت میں بیان' ہدایت اور نصیحت کا ذکر ہے' جس کلام سے کسی پیدا ہونے والے شبہ کا ازالہ کیا جائے اس کو بیان کہتے ہیں' اور جو کلام امور شرعیہ میں رہنمائی پر مشتمل ہو اس کو ہدایت کہتے ہیں' اور جو کلام کسی برے کام سے ممانعت کی تلقین پر مشتمل ہو اس کو نصیحت کہتے ہیں' اس آیت میں فرمایا ہے یہ کلام متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت

Marfat.com

ہے' اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ہدایت اور نصیحت متقین ہی حاصل کرتے ہیں اگرچہ یہ کلام تمام دنیا کے لیے پیش کیا گیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہدایت کی پیش کش دنیا کے تمام لوگوں کے لیے ہے لیکن اس سے فائدہ متقین نے ہی اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (آل عمران : ۱۳۹)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ پچھلی امتوں کے احوال پر غور کرو' سو جب تم گزری ہوئی امتوں کے احوال پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ بعض اوقات باطل قوتوں کو وقتی طور پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن انجام کار وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق پرست غالب آ جاتے ہیں۔ اس لیے اگر جنگ احد میں وقتی طور پر کفار مکہ کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے تو تم اس سے چنداں پریشان نہ ہو اور گھبراؤ مت بالآخر تم ہی کو غلبہ حاصل ہو گا' "وہن" کے معنی کمزوری ہیں اور اس آیت کا معنی ہے اور تم جہاد کرنے سے کمزوری نہ دکھاؤ اور ہمت نہ ہارو۔

مسلمانوں کے اعلیٰ اور غالب ہونے کے معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے' اس آیت میں غلبہ سے مراد مادی غلبہ ہے یا دلیل اور برہان کا غلبہ ہے یا مرتبہ کا غلبہ ہے' یعنی اگر تم ایمان کامل پر قائم رہے اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی اطاعت کرتے رہے تو کفار کے خلاف معرکہ آرائیوں میں تم ہی فتح یاب اور کامران ہو گے جیسا کہ جنگ احد کے بعد کی جنگوں میں مسلمان عہد رسالت میں مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ پھر عہد صحابہ میں بھی مسلمان کفار کے خلاف جنگوں میں کامیاب ہوتے رہے حتیٰ کہ بنو امیہ کے دور میں تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ چکی تھی۔ لیکن بعد میں جب مسلمان تن آسانی' تعیش' باہمی لڑائیوں اور طوائف الملوکی کا شکار ہوئے اور ایمان کامل پر قائم رہنے کا معیار برقرار نہ رکھ سکے تو ان کو پھر اسی شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑا جس کا اس سے پہلے جنگ احد میں سامنا کر چکے تھے' اور اس کا دوسرا معنی ہے دلیل اور برہان کا غلبہ' یعنی اگرچہ مادی اعتبار سے مسلمان کسی زمانہ میں مغلوب ہو جائیں جیسا کہ اب ہیں اور کفار غالب ہوں تب بھی مسلمانوں کا دین کفار کے باطل دینوں کے مقابلے میں دلیل اور برہان کے اعتبار سے غالب ہے اور دین اسلام کا ہر اصول معقولیت کے لحاظ سے کفار کے اصولوں سے برتر ہے۔ آج دنیا کے کافروں میں زیادہ عیسائی ہیں۔ پھر دہریئے ہیں اور پھر بت پرست ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا خدائے واحد کا عقیدہ ان تمام عقائد پر دلیل کے اعتبار سے غالب ہے کیونکہ بتوں کا مستحق عبادت نہ ہونا بدیہی ہے' اور مطلقاً" کسی پیدا کرنے والے کا نہ ہونا بھی بداہتہ" باطل ہے اور تین خداؤں کا ہونا بھی باطل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ اور روح القدس دونوں مخلوق ہیں اور مخلوق خدا نہیں ہو سکتی' یہودیوں اور عیسائیوں کے نبیوں کے معجزات اب دنیا میں موجود نہیں ہیں اور مسلمانوں کے نبی کا معجزہ اب بھی موجود ہے۔ یہود و نصاریٰ کی کتاب کی اصل زبان تک باقی نہیں رہی اور ان کی کتاب میں رد و بدل ہو گیا جب کہ مسلمانوں کے نبی کی کتاب من و عن اسی طرح موجود ہے اور انشاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی' اسی طرح عبادات کے طریقوں' سیاست' معاشرت' اور زندگی کے باقی شعبوں میں مسلمانوں کے دین کے اصول باقی تمام ادیان سے افضل اور اعلیٰ ہیں' اور یا مسلمانوں کے اعلیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے' اگر کسی جنگ میں مسلمان

Marfat.com

مغلوب ہو جائیں اور کافر غالب ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان اعلیٰ ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر تم زخمی ہوئے ہو' تو تمہارے مخالف لوگ بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کے درمیان ایام (کی تنگی اور کشادگی) کو گردش دیتے رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے بعض لوگوں کو مرتبہ شہادت دے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (آل عمران : ۱۴۰)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کے زخمی ہونے' اور قتل ہونے سے تم کیونکر کمزوری دکھاؤ گے اور غم کھاؤ گے! اگر تم میں سے بعض زخمی ہوئے ہیں اور بعض قتل ہوئے ہیں تو جنگ بدر میں تمہارے دشمنوں کو اس سے زیادہ ہزیمت اٹھانی پڑی تھی ان کے بھی اسی قدر افراد قتل ہوئے تھے اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے تھے اور جنگ تو کنوئیں کے ڈول کی طرح ہے۔ کبھی ایک کے ہاتھ آتی ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ۔ ایک دن تمہارا ہے' ایک دن ان کا ہے' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کسی دن حق کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی دن (بظاہر) باطل کا' اور حق اور باطل کے درمیان اسی طرح ایام گردش کرتے رہتے ہیں اور اسی گردش ایام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظاہر فرماتا ہے اور مسلمانوں کو کافروں سے چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے' اور مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں شہادت کے لیے تیار کر دیتا ہے جو اللہ کے لیے اپنی جان اور مال کو نچھاور کر دیتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ شہداء کو موت کے بعد حیات عطا فرماتا ہے اور شہداء کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ انبیاء اور صدیقین کے ساتھ رکھا ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

شہید کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور اس کی وجہ تسمیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مرتبہ شہادت عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے' اور فرمایا ہے تاکہ تم میں سے بعض مومنوں کو شہداء بنا دے۔ شہداء' شہید کی جمع ہے۔ شہید اس مسلمان کو کہتے ہیں جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے' یا جس مسلمان کو ظلماً" قتل کیا جائے' ان دونوں کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ اسی حادثہ میں جاں بحق ہو جائیں اور کسی علاج اور دوا دارو کی نوبت نہ آئے تو ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن غسل نہیں دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائے گا ان کو اسی طرح دفن کر دیا جائے گا' اور اگر یہ معرکہ کارزار سے زخمی ہو کر آئیں اور علاج کے بعد جاں بحق ہو جائیں تو پھر ان کو غسل دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا پھر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ان کو دفن کر دیا جائے گا' اور جو مسلمان کسی طرح بھی غیر طبعی طریقہ سے جاں بحق ہو جائے خواہ جل کر' ڈوب کر' کسی بھی حادثہ میں' یا وہ مسلمان کسی نیک کام کرتے ہوئے یا کسی نیکی کے سلسلہ میں طبعی طور پر فوت ہو یا کسی بیماری میں فوت ہو تو وہ بھی احادیث کی روشنی میں شہید ہے۔ اس کو شہادت کا اجر ملے گا لیکن اس کی تجہیز و تکفین عام مسلمانوں کے طریقہ سے ہو گی۔

اللہ کی راہ میں مرنے والے کو حسب ذیل وجوہ سے شہید کہا جاتا ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں جنت کی شہادت دی ہے۔
(۲) قیامت کے دن وہ انبیاء اور صدیقین کے ساتھ گواہی کے لیے طلب کیے جائیں گے۔
(۳) جس طرح کافر مرتے ہی دوزخ میں داخل ہوتا ہے' اسی طرح شہید قتل ہوتے ہی جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتا ہے یا قتل ہوتے ہی اس کے سامنے جنت پیش کر دی جاتی ہے۔
(۴) شہید زندہ ہوتا ہے اور اس کی روح جنت میں شاہد اور موجود ہوتی ہے' جبکہ دوسرے مسلمانوں کی ارواح قیامت کے

Marfat.com

دن جنت میں موجود ہوں گی۔

(۵) اس کی روح جسم سے نکلتے ہی اس اجر و ثواب پر شاہد ہو جاتی ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

(۶) شہادت کے وقت رحمت کے فرشتے اس کے پاس موجود ہوتے ہیں جو اس کی روح کو لے جاتے ہیں۔

(۷) شہید کا شہید ہونا اس کے ایمان کے صحیح ہونے اور اس کے خاتمہ بالخیر پر شہادت دیتا ہے۔

(۸) شہید کے شہید ہونے پر اس کا خون اور اس کے زخم شاہد اور گواہ ہوتے ہیں۔

شرح صحیح مسلم جلد خامس کے اخیر میں ہم نے حکمی شہادت کی پینتالیس قسمیں بیان کی ہیں اور ہر قسم کے ثبوت میں احادیث بیان کی ہیں اور شہادت کے دیگر علمی مباحث بھی بیان کئے ہیں' شہادت کے اجر و ثواب اور اس کی فضیلت کا بیان وہاں طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا اس کو ہم ان شاء اللہ آل عمران : ۱۶۹ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

(آل عمران : ۱۴۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے "لیمحص" اور کافروں کے لیے "یمحق" کا لفظ استعمال فرمایا ہے' محص کا معنی ہے تنقیہ' کسی چیز کو پاک اور صاف کرنا' اور محق کا معنی ہے کمی کرنا یا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا' اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فتح اور شکست کو گردش دیتا رہتا ہے سو اگر کافر مسلمانوں پر غالب آ جائیں تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے' اور اس شکست کا رنج و ملال ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے' اور اگر مسلمان کافروں پر غالب آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے والے کافروں کی تعداد کو کم کر دیتا ہے یا ان کو جڑ سے مٹا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا۔ (آل عمران : ۱۴۲)

فتح اور شکست کو گردش دینے کی اصل حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو جنگ احد میں ہمارے نبی ﷺ کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے شکست کھا چکے ہو اور کافروں کی یلغار اور ان کے دباؤ کی وجہ سے جن کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور جان بچانے کے لیے گھبرا کر بھاگے تھے کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح جنت میں داخل ہو جاؤ گے جو اس جنگ میں شہید ہو چکے ہیں یا جو لوگ زخمی ہونے اور کافروں کے دباؤ کے باوجود ثابت قدم رہے اور زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود صبر و استقامت کے ساتھ اپنے مورچوں میں ڈٹے رہے اور اپنی جانوں پر کھیل کر ہمارے نبی ﷺ کی حفاظت کرتے رہے!

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مسلمانوں کے درمیان فتح اور شکست کو گردش دینے کے اسباب بیان فرمائے تھے' ایک سبب یہ تھا کہ اللہ مسلمانوں کو کافروں سے چھانٹ کر الگ کر لے کیونکہ جب جنگ احد میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول اپنے ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا تو صرف مخلص مسلمان ہی نبی ﷺ کے ساتھ رہ گئے' اور اس شکست کے نتیجہ میں جو مسلمان قتل کیے گئے وہ مقام شہادت سے سرفراز ہوئے' اور جو مسلمان زندہ بچے وہ زخمی تھے اور شکست کے صدمہ سے دوچار تھے اور یہ چیز ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئی اور جب مسلمان جنگ میں غالب

Marfat.com

ہوں گے تو کفار بہ تدریج کم ہوتے چلے جائیں گے اور اس آیت میں فتح اور شکست کو گردش دینے کا اصل سبب بیان فرمایا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرنا کہ تم مشقتوں کو جھیلنے' جہاد کی صعوبتوں کو برداشت کرنے اور مصائب پر صبر کئے بغیر جنت میں چلے جاؤ گے' جنت میں دخول کے لیے ضروری ہے کہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے تم جہاد میں ثابت قدم رہو اور اگر تم اپنی کسی کوتاہی کی بناء پر شکست کھا جاؤ تو اس مصیبت پر صبر کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے' سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ (آل عمران : ۱۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض صحابہ جنگ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے' اور وہ جنگ احد برپا ہونے سے پہلے یہ تمنا کرتے تھے کہ پھر جنگ بدر کی طرح کوئی معرکہ ہو تو وہ اس جنگ میں داد شجاعت دیں یا شہید ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پائیں اور جب جنگ احد ہوئی تو ان میں سے بعض کفار کے دباؤ اور ان کے رش کی وجہ سے ثابت قدم نہ رہے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور بعض صبر و استقامت کے ساتھ لڑتے رہے اور اس سے پہلے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ سو جو لوگ کفار کے رش اور اچانک حملہ کی وجہ سے بھاگ پڑے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کہ تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اور جنہوں نے اس پر صبر کیا اور استقامت کے ساتھ جہاد کرتے رہے ان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں :

ربیع بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکی تھی اور اہل بدر کو جو فضیلت اور کرامت حاصل ہوئی تھی اس سے محروم رہے تھے۔ اس لیے وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ پھر کوئی جہاد کا موقع آئے تو وہ اللہ کی راہ میں قتال کریں پھر جب جنگ احد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۷۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے' انہوں نے کہا میں پہلے جہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا تھا' اگر اب اللہ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) دکھا دے گا کہ میں کس قدر کوشش کرتا ہوں' جب جنگ احد میں مقابلہ ہوا تو مسلمان شکست کھا گئے حضرت نضر تلوار لے کر آگے بڑھے' تو حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نضر نے کہا اے سعد کہاں جا رہے ہو؟ مجھے تو احد کے پاس سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے! وہ کفار سے قتال کرتے رہے حتی کہ قتل کر دیئے گئے ان کی لاش پر اس قدر زخم تھے کہ ان کی بہن کے سوا ان کو کوئی نہ پہچان سکا' ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں اور تل سے پہچانا تھا ان کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت اور ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام شہادت کی تمنا کرتے تھے' نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس آیت اور ان احادیث پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ شہادت کا حاصل یہ ہے کہ کافر مومن پر غالب آ کر مسلمان کو قتل کر دے' سو شہادت کی تمنا کافر کے ہاتھوں مرنے کی تمنا کرنا ہے' اور مسلمان پر کافر کے غلبہ کی تمنا کرنا ہے اور یہ مذموم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شہادت فی نفسہ قبیح ہے لیکن چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا سبب ہے اس وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے' اور جب مسلمان شہادت کی تمنا اور دعا کرتا ہے تو اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو سربلند کرے اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کرے۔ خواہ اس راہ میں اس کی جان جاتی رہے وہ یہ دعا نہیں کرتا کہ اس کو کوئی کافر آ کر مار دے کیونکہ ایسی دعا تو معصیت اور کفر ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں اگر وہ فوت

مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى

ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے

عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

گا سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا ○

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ

اور کسی شخص کے لیے اللہ کے اذن کے بغیر مرنا ممکن نہیں ہے (سب کی) اجل لکھی ہوئی ہے'

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

اور جو دنیا کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا اجر چاہے گا

الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ہم اسے اس میں سے دیں گے اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے ○

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

ایک مہاجر ایک انصاری کے پاس سے گزرا اس وقت وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا' اس نے کہا اے فلاں شخص کیا تمہیں معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' انصاری نے کہا اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں تو آپ تبلیغ فرما

Marfat.com

چکے ہیں' اب تم ان کے دین کی طرف سے قتال کرو۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کو شکست ہو گئی تو ایک منادی نے ندا کی سنو! محمد تو قتل کر دیئے گئے اب تم اپنے پچھلے دین کی طرف لوٹ جاؤ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی دعوت دیں' اور جب ان کی مدت پوری ہو گئی تو وہ فوت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا' سو اسی طرح محمد ﷺ بھی اپنی مدت پوری ہونے کے بعد وفات پا جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان بعض لوگوں پر اظہار ناراضگی فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر یہ سوچنے لگے تھے کہ اب کافروں سے صلح کر لینی چاہیے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

امام رازی لکھتے ہیں :

جنگ احد میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں جھنڈا تھا ان کو ابن قمیہ نے شہید کر دیا۔ اس واقعہ سے یہ گمان کر لیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا' اور شیطان نے پکار کر کہا سنو محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے' پھر آپ کی شہادت کی خبر لوگوں میں پھیل گئی' اس وقت بعض ضعیف العقیدہ مسلمانوں نے کہا کاش عبداللہ بن ابی ہمیں ابوسفیان سے امان دلوا دے' اور منافقوں نے کہا اگر یہ نبی ہوتے تو قتل نہ کیے جاتے' تم اپنے بھائیوں اور اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ' حضرت انس بن نضر نے کہا اے قوم! اگر محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو محمد ﷺ کا رب تو زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی اور تم رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے! جس دین کے لیے آپ نے قتال کیا تھا تم بھی اسی دین کی خاطر قتال کرو اور جس پر آپ فدا ہو گئے تم بھی اس پر فدا ہو جاؤ۔ پھر کہا اے اللہ! میں ان لوگوں کے قول پر تجھ سے معذرت کرتا ہوں! پھر انہوں نے تلوار سونت کر قتال کرنا شروع کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور آپ کی نماز جنازہ کا بیان

ان آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کے وفات پانے کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے آپ کی نماز جنازہ کا بیان کیا ہے اور ایک یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ آپ کی تدفین میں تاخیر کیوں کی گئی' اس کا ایک سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا جانشین اور مسلمانوں کا ایک امیر مقرر کرنا ضروری تھا' جو مسلمانوں کے تمام معاملات کا والی' اسلامی سرحدوں کا محافظ' نمازوں کا قائم کرنے والا اور حدود کو جاری کرنے والا ہو' اگر بالفرض اس وقت کوئی دشمن ملک حملہ کر دیتا تو مسلمانوں کا کوئی امیر ہونا چاہیے تھا جو مسلمانوں کی حفاظت کرتا' دوسری وجہ یہ تھی کہ تمام مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کا حق تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھتے' آپ کے حجرہ میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں تھی اس لیے باری باری تمام مسلمانوں نے جا کر آپ کی نماز جنازہ پڑھی' اور چونکہ ولی شرعی کے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جنازہ کا تکرار جائز نہیں ہے اس لیے پہلے خلیفۃ المسلمین اور آپ کے ولی شرعی کو منتخب کیا گیا وہ حضرت ابوبکر تھے' اور سب مسلمانوں کے بعد حضرت ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد آپ کو دفن کر دیا گیا' اس تمام کارروائی میں تین دن لگے۔

Marfat.com

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی اس وقت حضرت ابوبکر مدینہ کے بالائی حصہ میں اپنی بیوی بنت خارجہ کے پاس تھے' مسلمان کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ آپ پر وہ کیفیت طاری ہے جو نزول وحی کے وقت ہوتی ہے' حضرت ابوبکر آئے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا' اور کہا آپ اللہ کے نزدیک اس سے مکرم ہیں کہ آپ پر وہ دو موتیں طاری کرے' بے شک' خدا کی قسم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں' ادھر حضرت عمر مسجد کی ایک جانب یہ کہہ رہے تھے' خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے' جب تک آپ تمام منافقوں کے ہاتھ اور پیر نہیں کاٹ دیں گے اس وقت تک آپ فوت نہیں ہوں گے' حضرت ابوبکر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی' اور جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک فوت ہو گئے ہیں' وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين' حضرت عمر نے کہا مجھے ایسا لگا جیسے میں نے اس دن سے پہلے یہ آیت نہیں پڑھی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ کی طرف ایک آدمی بھیجا جو اہل مکہ کی طرح (شق) قبر بناتے تھے' اور ایک آدمی حضرت ابوطلحہ کی طرف بھیجا جو اہل مدینہ کی طرح لحد (بغلی قبر) بناتے تھے' اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے رسول کے لیے ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لے' تو مسلمانوں کو حضرت ابوطلحہ مل گئے' ان کو بلایا گیا اور حضرت ابوعبیدہ (وقت پر) نہیں ملے' سو انہوں نے لحد بنائی' منگل کے دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تیار کر لیا (غسل دے کر کفن پہنا دیا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آپ کو ایک تخت پر رکھا گیا' پھر باری باری مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور نماز جنازہ پڑھتے' حتیٰ کہ جب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتیں آئیں اور کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کی امامت نہیں کی۔ مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کس جگہ بنائی جائے' بعض مسلمانوں نے کہا آپ کو آپ کے اصحاب کے ساتھ دفن کیا جائے' حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس جگہ نبی کی روح قبض کی جاتی ہے اس کو وہیں دفن کیا جاتا ہے' پھر جس بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تھے' انہوں نے اس بستر کو اٹھایا اور وہیں آپ کی قبر کھودی پھر بدھ کی رات جب آدھی ہو گئی تو آپ کو دفن کر دیا گیا' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت فضل بن عباس اور ان کے بھائی حضرت قثم' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقران آپ کی قبر میں اترے' حضرت اوس بن خولی نے حضرت علی سے کہا میں تم کو اللہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی قسم دیتا ہوں' حضرت علی نے ان سے کہا تم بھی اترو' حضرت شقران نے اس چادر کو لیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے تھے' اور اس کو قبر میں رکھ دیا اور کہا خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس چادر کو کوئی نہیں پہنے گا۔ (سنن ابن ماجہ' باب: ۶۵' ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابن عباس کی اس روایت میں ایک راوی حسین بن عبید اللہ ہاشمی ہے۔ امام احمد' علی بن مدینی اور امام نسائی نے اس کو متروک قرار دیا' امام بخاری نے کہا اس پر زندقہ کی تہمت ہے' اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے مرض میں بے ہوشی طاری ہو گئی' آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا نماز کا وقت ہو گیا؟ صحابہ نے عرض کی ہاں' آپ نے فرمایا بلال سے کہو اذان کہیں اور ابوبکر سے کہو مسلمانوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا میرے والد رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے' اگر آپ کسی اور کو حکم دے دیں! آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہو گئی' جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا بلال سے اذان کے لیے کہو اور ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا' انہوں نے اذان دی' اور حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام محسوس کیا' آپ نے فرمایا دیکھو میں کس کے سہارے چلوں' پھر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک اور شخص آئے' آپ ان کے سہارے سے چلے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے' آپ نے اشارہ کیا وہ اسی جگہ کھڑے رہیں حتی کہ حضرت ابوبکر نے نماز پوری کر لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی' حضرت عمر نے کہا بہ خدا میں نے جس شخص کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی ہے میں اس تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا' اور وہ لوگ ان پڑھ تھے ان میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا' لوگ رک گئے' لوگوں نے کہا اے سالم جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کو بلا کر لاؤ' میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں روتا ہوا گیا' جب حضرت ابوبکر نے میری یہ کیفیت دیکھی تو پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی ہے میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے جس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی ہے تو میں اس کو اپنی اس تلوار سے مار دوں گا' حضرت ابوبکر نے کہا چلو' میں ان کے ساتھ گیا' حضرت ابوبکر آئے اس وقت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا میرے لیے جگہ چھوڑو' ان کے لیے کشادگی کی گئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے' آپ کو چھوا' اور پڑھا انک میت وانھم میتون "بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک انہوں نے بھی مرنا ہے۔" (الزمر : ۳۰) صحابہ نے پوچھا اے رسول اللہ کے صاحب! کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! صحابہ نے پوچھا کس طرح؟ حضرت ابوبکر نے کہا ایک قوم جائے تکبیر پڑھے۔ دعا کرے اور درود پڑھے۔ پھر دوسری قوم جائے' تکبیر پڑھے درود پڑھے اور دعا کرے پھر باہر آ جائے' حتی کہ تمام لوگ اسی طرح داخل ہوں' صحابہ نے پوچھا : اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا فرمایا : ہاں! پوچھا کہاں؟ فرمایا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تھی! کیونکہ اللہ نے آپ کی روح صرف پاک جگہ پر ہی قبض کی ہے' تب صحابہ نے جان لیا کہ آپ نے سچ کہا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ کے عم زاد آپ کو غسل دیں گے اور مہاجرین باہم مشورہ کرنے لگے' صحابہ نے کہا انصار کو بلاؤ تاکہ اس معاملہ (خلافت) میں ہم ان سے مشورہ کریں' انصار نے کہا ایک امیر ہم سے ہو جائے' ایک امیر تم سے ہو جائے' حضرت عمر نے کہا اس شخص کی مثل کون ہو گا جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی : ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا' پھر حضرت ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت عمر نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ (الشمائل المحمدیہ ص ۳۳۷-۳۳۸' رقم الحدیث : ۳۹۷' یہ حدیث صحیح ہے' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۱۲۳۴' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو لوگ حجرہ میں داخل ہوئے اور باری باری آپ پر نماز جنازہ پڑھی' جب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی' پھر بچوں نے نماز پڑھی' پھر غلاموں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کسی نے امامت نہیں کی۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۵۰' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۲۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی صرف صلوة و سلام عرض کیا گیا تھا' بعض روایات اس کی موید بھی ہیں لیکن جمہور کے نزدیک آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی جیسا کہ شمائل ترمذی میں تصریح ہے کہ آپ پر نماز جنازہ میں تکبیرات پڑھی جائیں اور صلوة پڑھی جائے اور دعا کی جائے۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں :

جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوة و سلام عرض کرتے' بعض احادیث بھی اس کی موید ہیں' اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی' جیسا کہ زرقانی شرح المواہب میں ہے' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تسکین فتن و انتظام امت میں مشغول' جب تک اون کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی' لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے' جب بیعت ہوئی ولی شرعی صدیق ہوئے انہوں نے جنازہ اقدس پر نماز پڑھی' پھر کسی نے نہ پڑھی' کہ بعد صلوة ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں' مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معاملات کو درست کرنے اور فتنہ کو سرد کرنے میں مشغول تھے' مسلمان آپ کے آنے سے پہلے نماز جنازہ پڑھتے رہے اور حق آپ کا تھا' کیونکہ آپ ہی خلیفہ مقرر ہوئے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ کے بعد کسی نے آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

(مبسوط ج ۲ ص ۶۷' مطبوعہ بیروت) (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۴' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

بعض علماء جو اس کے قائل ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی' صرف آپ پر صلوة و سلام عرض کیا گیا تھا وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں :

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض کا غلبہ ہوا تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ پر نماز کون پڑھے گا؟ حضور روئے' ہم بھی روئے' آپ نے فرمایا' ٹھہرو' اللہ تمہاری مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی طرف سے تم کو اچھی جزا دے' جب تم مجھے غسل دے چکو' اور مجھ پر خوشبو لگا چکو' اور مجھے کفن پہنا چکو تو مجھے میری قبر کے کنارے رکھ دینا' پھر ایک ساعت کے لیے میرے پاس سے چلے جانا' کیونکہ پہلے مجھ پر میرے دوست اور میرے ہم نشین جبرائیل اور میکائیل نماز پڑھیں گے' پھر اسرافیل' پھر ملک الموت اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھیں گے' پھر تمام فرشتے آکر نماز پڑھیں گے' پھر تم لوگ فوج در فوج آکر داخل ہونا اور مجھ پر صلوة و سلام پڑھنا الحدیث' اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے لیکن اس کی اسانید منقطع ہیں' عبدالرحمن نے مرہ سے سماع نہیں کیا' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں کئی ضعیف راوی ہیں ان میں سے ایک اشعث بن طابق ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی اپنی سند سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالملک بن عبدالرحمن مجہول ہے ہم کو اس کی عدالت یا جرح کا علم نہیں ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔
(المستدرک ج ۲ ص ۶۰ مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی' امام حاکم پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں' عبدالملک مجہول نہیں ہے' بلکہ اس کو فلاس نے کذاب قرار دیا ہے' اور انہوں نے کہا اس کے باقی راوی ثقہ ہیں' تو ہر موضوع حدیث اسی طرح ہوتی ہے' جس میں ایک کے سوا باقی راوی ثقہ ہوتے ہیں اگر حاکم احتیاط کرتے تو اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے اپنے ایک مقالہ میں کی ہے جس میں بہ کثرت حوالہ جات درج کیے ہیں' یہ مقالہ مقالات سعیدی میں شامل کر دیا گیا ہے' اہل علم اس کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کسی شخص کے لیے اللہ کے اذن کے بغیر مرنا ممکن نہیں ہے۔ (آل عمران : ۱۴۵)

اذن سے مراد اللہ کا امر یا اس کی قضاء اور قدر ہے' اس آیت کی پہلی آیت سے مناسبت یہ ہے کہ منافقوں نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے یہ خبر اڑا دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ قتل موت کی مثل ہے اور موت اللہ تعالیٰ کے مقدر کیے ہوئے وقت پر آتی ہے تو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے گھر میں موت آتی تو وہ آپ کے دین کے فساد کی موجب نہ ہوتی سو اسی طرح اگر بہ فرض محال آپ کو شہید کر دیا جائے تو وہ آپ کے دین کے فساد کا کس طرح موجب ہوگا!

دوسری وجہ یہ ہے کہ سابقہ آیتوں میں بھی مسلمانوں کو جہاد پر برانگیختہ کیا گیا تھا اور اس آیت میں بھی ان کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے کہ موت کے ڈر سے جہاد کو نہ چھوڑو' کیونکہ اللہ کے امر اور اس کی قضاء اور قدر کے بغیر موت نہیں آسکتی خواہ تم اپنے گھر میں ہو یا میدان جہاد میں' اور اس میں منافقین کے ایک طعنہ کا جواب بھی ہے کیونکہ جب مسلمان جنگ احد سے فارغ ہو کر شہر میں پہنچے تو ان سے منافقوں نے کہا اگر تم ہمارے ساتھ رہتے تو تمہارے ساتھی جو جنگ احد میں قتل کر دیئے گئے قتل نہ کیے جاتے' اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا ہر شخص کی موت ایک وقت معین میں مقرر ہے' اس وقت پر جو شخص جہاں ہوگا مر جائے گا خواہ وہ اپنے گھر میں ہو یا میدان جنگ میں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (سب کی) اجل لکھی ہوئی ہے۔ (آل عمران : ۱۴۵)

درایت اور روایت سے لوح محفوظ میں تمام امور کے لکھے جانے کا بیان

کتاب موجل سے مراد ہے وہ کتاب جس میں سب کی اجل لکھی ہوئی ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔

آیت کے اس حصہ میں بھی ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کی افواہ اڑائی تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی موت کا وقت لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور کوئی شخص اس وقت کے آنے سے پہلے نہیں مر سکتا تو سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے وقت سے پہلے موت کیسے آسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تمام حوادث اور کوائف کا علم ہے اور تمام مخلوق' اس کا رزق' اس کی اجل' اس کی سعادت یا شقاوت لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کا خلاف ہونا محال ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جہل کو مستلزم ہے' اور کفر' فسق' ایمان اور اطاعت ان سب کی نسبت بندوں کی طرف کی جاتی ہے وہ ان میں سے جس چیز کو اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ان کے لیے وہی چیز پیدا کر دیتا ہے اور ان کے اسی اختیار کی بناء پر ان کو جزاء یا سزا دی جاتی ہے لیکن ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بندوں نے اپنے اختیار سے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور اس نے اس علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اسی علم کو قضاء و قدر سے تعبیر کیا جاتا ہے لہٰذا لوح محفوظ میں وہی لکھا ہے جو بعد میں بندوں نے اپنے اختیار سے کرنا تھا اس لیے یہ وہم نہ کیا جائے کہ بندے تقدیر کی وجہ سے مجبور ہیں۔

لوح محفوظ میں تمام امور کے لکھے جانے پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں' امام طبرانی روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ قلم اور مچھلی ہے' قلم نے پوچھا میں کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ن والقلم "ن" سے مراد مچھلی ہے اور قلم سے مراد قلم ہے۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث میں ایک راوی مومل ثقہ اور کثیر الخطاء ہے' ابن معین وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے' اور امام بخاری وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے' اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۲۸)

نیز امام طبرانی روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا لکھو تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ دیا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۰)

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے' پھر اس کو لکھنے کا حکم دیا تو اس نے ہر چیز کو لکھ دیا۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار کے حوالے سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۰)' امام ابن جریر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (جامع البیان ج ۲۹ ص ۱۱) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۲۷۱) حافظ سیوطی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۴۹)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے لوح محفوظ کو موتی سے پیدا کیا اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں' اس کا قلم نور ہے' اللہ تعالیٰ ہر روز اس میں تین سو ساٹھ بار نظر فرماتا ہے' پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے' اور مارتا ہے اور جلاتا ہے' اور عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۵۷ مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میں جوان مرد ہوں' مجھے اپنے نفس پر بدکاری کا خوف ہے' اور میں عورتوں سے نکاح کرنے کی (مالی) قدرت نہیں رکھتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' میں نے پھر یہی گزارش کی آپ پھر خاموش رہے میں نے سہ بارہ عرض کیا آپ پھر خاموش رہے' میں نے پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ' تمہارے ساتھ جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے' اب تم خصی ہو یا نہ ہو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۰ - ۵۹۷' مطبوعہ کراچی)

اس حدیث میں آپ نے خصی ہونے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ امر بہ طور تہدید ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو جائے گا تم خصی ہو یا نہ ہو خلاصہ یہ ہے کہ تمام امور ازل میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے متعلق ہو چکے ہیں اس لیے خصی ہونا نہ ہونا برابر ہے' کیونکہ جو کچھ مقدر ہو چکا وہ ہو کر رہے گا' اس حدیث میں آپ نے خصی ہونے کی اجازت نہیں دی' بلکہ اشارۃً اس سے منع فرمایا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے متعلق ہے تو خصی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے آپ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی تو آپ نے اس سے صراحۃً منع فرمایا تھا' اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک کسی شخص کے لیے ممکن ہو وہ جائز اسباب کو حاصل کرے اس کے بعد اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دے اور جب جائز اسباب کو حاصل کرنا اس کی قدرت میں نہ ہو تو پھر اللہ پر توکل کرے اور ان اسباب کے پیچھے نہ پڑے جو اس کی قدرت میں نہیں ہیں' اسی لیے جب حضرت ابوہریرہ نکاح کرنے کے مالی وسائل نہیں رکھتے تھے تو گناہ سے بچنے کے لیے ان کو آپ نے خصی ہونے کا حکم نہیں دیا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جیسا کہ دوسرے صحابہ کو دیا تھا کیونکہ حضرت ابوہریرہ اصحاب صفہ میں سے تھے اور بہ کثرت روزے رکھتے تھے لیکن بعض لوگوں کی جوانی کا دف روزوں سے بھی نہیں مرتا۔

اس حدیث سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے' ہاں! واقعی مجبور ہے لیکن تقدیر میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو انسان نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا' اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو ازل میں علم تھا کہ انسان پیدا ہونے کے بعد کیا کرے گا اور جو کچھ انسان نے اپنے اختیار سے کرنا تھا وہ اس نے لکھ دیا' اسی علم کا نام تقدیر اور لکھے ہوئے کا نام لوح محفوظ ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَ كَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ۝ (القمر : ۵۳-۵۲)

اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب صحیفوں میں لکھا ہوا ہے' ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم بشرح الابی ج ۹ ص ۲۶' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں پچاس ہزار سال کے عدد سے وقت کی اتنی مقدار تقدیراً مراد ہے' حقیقتہً پچاس ہزار سال کا وقت مراد نہیں ہے کیونکہ وقت تو حرکات فلک اور سورج کی رفتار سے بنتا ہے اور سورج کے طلوع اور غروب سے دن رات بنتے ہیں اور دن رات سے مہینے اور سال بنتے ہیں اور جب افلاک اور سورج نہیں پیدا کیے گئے تھے تو اس متعارف معنی میں

Marfat.com

وقت بھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو دنیا کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔ (آل عمران : ۱۴۵)

نیت اور اخلاص کا بیان

جنگ احد میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے ان میں سے نومسلموں کی نیت غنیمت اور متاع دنیوی تھی اکثر راسخ العقیدہ مسلمان صرف دین کی سربلندی کے لیے اس جنگ میں شریک ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ہر شخص کو اس کی نیت کے اعتبار سے حصہ دیں گے جو دنیا چاہتا ہو اس کو دنیا ملے گی اور جو عقبیٰ چاہتا ہو اس کو عقبیٰ ملے گی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے' سو جس شخص کی ہجرت دنیا پانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

شفی الاصبحی بیان کرتے ہیں کہ وہ جب مدینہ میں آئے تو ایک شخص کے گرد لوگ جمع تھے' انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت ابو ہریرہ ہیں' میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا وہ لوگوں میں حدیث بیان کر رہے تھے' جب وہ خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے کہا آپ مجھے ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ غور سنا ہو اور اس کو سمجھا ہو' حضرت ابو ہریرہ نے کہا میں تم کو ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے بہ غور سنا اور سمجھا ہے پھر حضرت ابو ہریرہ بے ہوش ہو گئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آئے اور کہنے لگے میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی۔ اس وقت میرے اور آپ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا' پھر حضرت ابو ہریرہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے پھر تھوڑی دیر بعد چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے' اور کہا میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو اس گھر میں آپ نے مجھے سنائی اور میرے اور آپ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا' پھر حضرت ابو ہریرہ تیسری بار بے ہوش ہو گئے پھر تیسری بار چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے اور کہا میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں تنہائی میں مجھے سنائی تھی پھر چوتھی بار کافی دیر بے ہوش رہے' پھر لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے' میں نے ان کو سہارا دیا پھر جب ہوش میں آئے تو بیان کرنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا' تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور سب لوگ گھٹنوں کے بل ہوں گے' سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن یاد کیا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جو شخص بہت مالدار تھا' اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو اس کتاب کا علم نہیں دیا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے اس علم پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں دن رات قرآن مجید پڑھتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا! فرشتے بھی کہیں گے تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے! یہ کہا گیا' پھر اس مالدار

Marfat.com

شخص کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو وسعت نہیں دی تھی حتیٰ کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میں نے تم کو جو کچھ دیا تھا تم نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا' تم جھوٹ بولتے ہو' فرشتے بھی اس سے کہیں گے تم جھوٹ بولتے ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جواد ہے' سو یہ کہا گیا' پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تم کو کس چیز میں قتل کیا گیا! وہ کہے گا مجھے تیرے راستہ میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا' سو میں نے قتال کیا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تم جھوٹ بولتے ہو' فرشتے بھی اس سے کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے' سو یہ کہا گیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابو ہریرہ قیامت کے دن اللہ کی مخلوق میں سے یہ پہلے تین شخص ہوں گے جن سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی' شفی نے یہ حدیث حضرت معاویہ کو سنائی تو حضرت معاویہ نے کہا ان لوگوں کو یہ سزا دی گئی ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا! پھر حضرت معاویہ اتنی دیر تک روتے رہے کہ ہم نے گمان کیا وہ ہلاک ہو جائیں گے' کچھ دیر بعد حضرت معاویہ کی حالت سنبھلی تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے پھر یہ آیات پڑھیں:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (ھود: ۱۶۔۱۵)

جو لوگ (صرف) حیات دنیا اور اس کی زینت کے طالب ہیں ہم انہیں دنیا میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور اس میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی' یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں' اور دنیا میں انہوں نے جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور انہوں نے جو عمل کیے وہ رائیگاں چلے گئے۔

(الجامع الصحیح' کتاب الزھد: ۳۷' باب: ۴۸' ماجاء فی الریاء والسمعۃ)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ

اور کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا، تو اللہ کی راہ میں مصائب پہنچنے کی وجہ

اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَ

سے نہ وہ سست ہوئے نہ کمزور پڑے اور نہ دبے اور اللہ

اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ اور ان کی دعا صرف یہی تھی کہ اے ہمارے رب! ہمارے

Marfat.com

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ

گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتیاں (بھی)، اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

خلاف ہماری مدد فرما ○ تو اللہ نے ان کو دنیا کی نعمت (بھی) دی

وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵ ع ۵ ۶

اور آخرت میں بھی نیک اجر عطا فرمایا اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

مصائب میں ثابت قدمی پر سابقہ امتوں کا نمونہ

جو مسلمان جنگ احد میں گھبرا کر بھاگ گئے تھے ان کی تادیب کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ انبیاء سابقین اور ان کے متبعین کے احوال بیان فرما رہا ہے کہ تمہارے لیے انبیاء سابقین کے متبعین میں نمونہ ہے وہ جہاد کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرتے تھے اور کسی مرحلہ پر دشمن سے گھبرا کر بھاگتے نہیں تھے' سو جنگ احد میں تمہارا دشمنوں کے اچانک حملہ کرنے اور ازدہام سے گھبرا جانا اور افراتفری میں بھاگ جانا کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔ تمہیں غور کرنا چاہیے کہ کتنے نبیوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب نے دین کی سربلندی کے لیے قتال کیا' ان میں سے کتنے جنگ میں شہید ہوئے اور کتنے زخمی ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ سست اور کمزور نہیں ہوئے اور نہ اس کے بعد وہ جہاد کرنے سے گھبرائے نہ انہوں نے دشمنوں سے صلح کرنے کے لیے سوچا نہ وہ دنیا کے مال و متاع دیکھ کر اس کو لوٹنے کے لیے ٹوٹ پڑے' نہ انہوں نے پیٹھ پھیری بلکہ اپنے نبی کے شہید ہونے کے بعد بھی وہ اسی پامردی اور ثابت قدمی سے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ یہ ان کے چند قابل تحسین کاموں کی ایک جھلک ہے' اور اس میں ان مسلمانوں پر تعریض ہے جو اپنے نبی ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر سن کر گھبرا گئے تھے اور ان میں سے بعض ابوسفیان سے امان حاصل کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔

انبیاء سابقین کے متبعین کے محاسن افعال میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے جنگ میں ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنے مطلوب کا ذکر کرنے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اور اس میں دعا کا یہ ادب بتایا ہے کہ پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور پھر اللہ تعالیٰ سے کوئی اور مراد طلب کیا کرو' اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرمائی اور ان کو نیکوکار قرار دیا اور ان کو دنیا اور آخرت کا اجر عطا فرمایا۔

آیات مذکورہ سے مستنبط مسائل

۱۴۲ سے ۱۴۸ تک جو آیات ذکر کی گئی ہیں ان سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں :

(۱) جنت میں داخل ہونے کے لیے جہاد کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنا چاہیے اور دین کی راہ میں اور شرعی احکام پر عمل کرنے میں جن مصائب کا سامنا ہو ان پر صبر کرنا چاہیے۔

Marfat.com

(۲) اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی سعادت محض اس کی آرزو کرنے سے نہیں ملتی' بلکہ جہاد کی تکلیفوں اور صعوبتوں پر صبر کرنے سے ملتی ہے۔

(۳) شہادت کی تمنا میں یہ نیت نہ کرے کہ مجھے کوئی کافر مار دے' بلکہ یہ نیت کرے کہ میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتا رہوں گا خواہ مجھے قتل کر دیا جائے۔

(۴) رسول اپنی امتوں میں ہمیشہ نہیں رہتے اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو ان کے مشن کو اسی سابقہ جذبہ سے آگے بڑھاتے رہنا چاہیے نہ یہ کہ آدمی اللہ کے دشمنوں سے مفاہمت کی تدبیریں سوچنے لگے۔

(۵) سیدنا محمد ﷺ بھی باقی انبیاء علیہم السلام کی مثل نبی اور رسول ہیں اور ان نبیوں پر موت آچکی ہے' اور ہر نبی کا مشن دین کی تبلیغ ہے اور دین کی مکمل تبلیغ کرنے کے بعد ان کا مشن پورا ہو جاتا ہے اور دنیا سے ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کی رسالت اور تشریع باقی رہتی ہے' سو اس سنت کے مطابق آپ بھی اپنے وقت پر وفات پا جائیں گے لیکن آپ کا دین اور آپ کی شریعت باقی رہے گی۔

(۶) موت کا ایک وقت مقرر ہے اور کوئی شخص اس وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔

(۷) ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے' جو دنیا چاہتا ہے اس کو اپنے مقسوم کے مطابق دنیا مل جاتی ہے اور جو آخرت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔

(۸) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور نیکیوں کے لیے کوشش کرنا صرف اس امت کی خصوصیت نہیں ہے' انبیاء سابقین علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی امتیں بھی انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ جہاد کے لیے بھرپور کوششیں کرتی رہیں۔

(۹) مصیبت' پریشانی اور دشمنوں کی یورش کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

(۱۰) دعا میں اپنے مقصود کو طلب کرنے سے پہلے اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کرنا چاہیے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تُطِيعُواْ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يَرُدُّوكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم نے کفار کا کہنا مان لیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے، اور تم

عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ فَتَنقَلِبُواْ خَٰسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ ٱللَّهُ مَوْلَىٰكُمْ ۖ وَ

نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے ○ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ

هُوَ خَيْرُ ٱلنَّٰصِرِينَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِى فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ

سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے ○ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے

ٱلرُّعْبَ بِمَآ أَشْرَكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا ۖ وَمَأْوَىٰهُمُ

کیوں کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی، ان کا (آخری)

Marfat.com

النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ

ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ اور بیشک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ

وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان (کافروں) کو قتل کر رہے تھے، حتیٰ کہ جب تم نے بزدلی دکھائی

فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ

اور (رسول اللہ کا) حکم ماننے میں اختلاف کیا اور اپنی پسندیدہ چیزوں (مالِ غنیمت) کو دیکھنے کے بعد تم نے (رسول اللہ

مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

کی) نافرمانی کی تم میں سے بعض دنیا کا ارادہ کر رہے تھے اور بعض آخرت کا ارادہ کر رہے تھے، پھر اللہ نے تم کو ان سے

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

پھیر لیا تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے اور بیشک اس نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ ایمان والوں پر بہت فضل

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

(کرنے) والا ہے ○ جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری

يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى

پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم بالائے غم میں مبتلا کیا تاکہ (مالِ غنیمت سے) محرومی

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

دینی معاملات میں کفار کی اطاعت سے ممانعت

اس سے پہلی امتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے متبعین کے آثار صالحہ پر چلنے کی تلقین فرمائی تھی اور اس آیت میں مشرکین عرب اور کفار کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ جب جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو منافقوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اب جا کر ابو سفیان سے امان حاصل کرنی چاہیے اور بعض نے کہا اب تم اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اے

Marfat.com

ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہا مان لیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے اور تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے' ہر چند کہ یہ آیت خاص موقع اور خاص سبب کے متعلق نازل ہوئی اور ان کا مورد جنگ احد کے خاص واقعات ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے' اور مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے مذہبی معمولات کے خلاف کفار کی کسی بات کو نہیں ماننا چاہیے اور اپنے دین اور مذہب کے خلاف ان کی اطاعت کرنا دین اور دنیا کا فساد مول لینا ہے۔

اللہ کے سوا کسی اور کی خدائی پر دلیل کا نہ ہونا

جنگ احد میں جب ابو سفیان اور اس کے رفقاء دیگر مشرکین مسلمانوں کو شکست دے کر لوٹ گئے اور مکہ کی جانب جانے لگے تو کچھ مسافت طے کرنے کے بعد وہ نادم ہوئے اور کہنے لگے' یہ ہم نے کیا کیا' ہم نے ان سے جنگ کی اور جب تھوڑے سے مسلمان باقی بچ گئے تو ہم لوٹ آئے' واپس چلو ہمارے لیے یہ نادر موقع ہے کہ ہم مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں' جب انہوں نے واپسی کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنا ارادہ پورا کیے بغیر مکہ واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا : ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا ہے جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

سلطان کا معنی حجت' بیان' عذر اور برہان ہے' والی کو سلطان اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین پر اللہ عزوجل کی حجت ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ سلیط سے بنا ہے سلیط تلوں کے تیل کو کہتے ہیں جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے اور حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو مٹانے کے لیے بھی سلطان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ سلیط کا معنی لوہا ہے اور سلاطۃ حدت کو کہتے ہیں اور سلیط کا معنی قہر ہیں۔ اس میں نون زائد ہے اور سلطان کا معنی قوت ہے کیونکہ وہ اپنی قوت سے حکومت کو قائم کرتا ہے اور اپنے احکام جاری کرتا ہے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنا کسی ملت میں بھی جائز نہیں رہا اور نہ عقل اس کو جائز قرار دیتی ہے' اس آیت سے معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے' جو چیز بغیر کسی دلیل کے محض رائے اور نفسانی خواہش پر مبنی ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے' مشرکین ایک سے زیادہ عبادت کے مستحق مانتے تھے اور بغیر دلیل کے ان کی عبادت کرتے تھے' بہ فرض محال اگر دو خدا ہوتے تو وہ اپنی خدائی پر کوئی دلیل نازل کرتے اور کوئی حجت اتارتے اور جب اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کسی اور خدا کی خدائی پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی تو معلوم ہوا اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اگر کوئی اور خدا ہوتا تو وہ ضرور کوئی دلیل بھیجتا' اس لیے بغیر کسی دلیل کے اللہ کے سوا کسی اور کو خدا ماننا اور اس کی عبادت کرنا شرک اور باطل ہے اور ان مشرکوں کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

جنگ احد میں مسلمانوں کی پسپائی کا بیان

جب رسول اللہ ﷺ جنگ احد کے بعد مدینہ لوٹ آئے جب کہ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہو چکے تھے اور بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے تھے' اس وقت بعض مسلمانوں نے کہا ہم کو یہ شکست کیسے ہو گئی۔ ہم سے تو اللہ نے مدد کا وعدہ فرمایا تھا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : اور بے شک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان کافروں کو قتل کر رہے تھے۔ کیونکہ جنگ احد کے شروع میں مسلمانوں نے مشرکوں کے علم برداروں کو قتل کر دیا تھا ان کے سات علم بردار مارے گئے تھے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی تھی' کافر بھاگ گئے اور مسلمان ان کا مال

Marfat.com

غنیمت لوٹنے لگے' نبی ﷺ نے احد پہاڑ کی پشت پر پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے نہ ہٹنا' جب ان تیر اندازوں نے مسلمانوں کو مال غنیمت لوٹتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم بھی جا کر مال غنیمت لوٹتے ہیں ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر بن مطعم نے ان کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر حال میں یہیں قائم رہنے کا حکم دیا ہے لیکن دو چار کے سوا کسی نے ان کی بات نہ مانی اور جب یہ مورچہ خالی ہو گیا تو یکایک پیچھے سے آ کر خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکوں نے حملہ کیا' مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے تھے کہ اچانک ان کے سروں پر تلواریں برسنے لگیں وہ گھبرا کر افراتفری میں بھاگے' اور یوں اللہ کی دی ہوئی فتح کو مسلمانوں نے باہمی اختلاف اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے شکست میں بدل دیا' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی واقعات کا نقشہ کھینچا ہے فرماتا ہے: حتی کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور (رسول اللہ کا) حکم ماننے میں اختلاف کیا' اور اپنی پسندیدہ چیزوں (مال غنیمت) کو دیکھنے کے بعد تم نے (رسول اللہ کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے بعض دنیا کا ارادہ کر رہے تھے (جو اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر مال غنیمت کے پیچھے دوڑے) اور بعض آخرت کا ارادہ کر رہے تھے (جو اپنی ڈیوٹی پر قائم رہے اور وہیں کفار سے مدافعت کرتے ہوئے شہید ہو گئے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اللہ نے تم کو ان سے پھیر لیا تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ (آل عمران: ۱۵۲) اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں:

"اللہ نے تم کو ان سے پھیر دیا" کی تفسیریں

(۱) احد پہاڑ کی پشت پر جو تیر انداز مقرر کیے گئے تھے ان کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ مال غنیمت کے پیچھے دوڑ پڑا تھا' اور ایک گروہ اپنی جگہ قائم رہا تھا' پھر جو گروہ اپنی جگہ قائم رہا دشمن کی چڑھائی کے بعد اگر وہ اسی طرح قائم رہتا تو دشمن ان کو قتل کر دیتا اور وہ بغیر کسی مقصد اور فائدہ کے قتل ہو جاتے' اس لیے ان کے لیے یہ جائز ہوا کہ وہ اس جگہ سے کسی اور مناسب مورچہ پر چلے جائیں اور وہاں جا کر دشمن کا مقابلہ کریں' جس طرح نبی ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ احد پہاڑ پر ایک محفوظ جگہ چلے گئے تھے' اسی طرح وہ مسلمان بھی ایک محفوظ جگہ چلے گئے اور وہاں ان کو جہاد کرنے کا اور باقی مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کرنے کا حکم دیا اس لیے فرمایا پھر اللہ نے تم کو ان سے پھیر لیا تاکہ وہ تم کو آزمائش میں ڈالے' اور جو صحابہ مال غنیمت لوٹنے چلے گئے تھے ان کے متعلق فرمایا: اور بے شک اس نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ ایمان والوں پر بہت فضل کرنے والا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا لیکن جب مسلمانوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف مال غنیمت لوٹنے کے لیے بھاگا تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور سزا مسلمانوں کا رعب کفار کے دلوں سے زائل کر دیا اس لیے فرمایا: پھر اللہ نے تم کو ان سے پھیر لیا' اور اس چیز کو مسلمانوں کے لیے آزمائش بنا دیا تاکہ وہ اللہ سے توبہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے سے استغفار کریں' پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا۔ اس کا معنی ہے اللہ نے تم کو فوراً ان پر دوبارہ حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا تاکہ اس تخفیف کے ذریعہ تم کو آزمائش میں ڈالے اور یہ ظاہر فرمائے کہ تم میں سے کتنے لوگ دوبارہ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس بار جو تم سے چوک ہو گئی اس کو اللہ نے معاف کر دیا۔

(۴) "اللہ نے تم کو ان سے پھیر دیا" اس کا معنی یہ ہے تم کفار پر غلبہ پا چکے تھے لیکن جب تم نے نافرمانی کی اور بزدلی دکھائی

Marfat.com

تو اللہ نے تم کو شکست میں مبتلا کر کے تم کو ان سے پھیر دیا یعنی تمہارے غلبہ کو ان سے پھیر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک اس نے تم کو معاف کر دیا' یعنی اس حکم عدولی کی سزا میں تم کو بالکل نیست و نابود نہیں کیا اور تمہاری اس لغزش کو معاف کر دیا' جہاد میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور یہاں اس گناہ کبیرہ پر مسلمانوں کے معافی مانگنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بغیر توبہ اور استغفار کے مسلمانوں کے اس گناہ کو معاف کر دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا ذکر فرمایا کہ اللہ ایمان والوں پر بہت فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی گناہ کبیرہ کو معاف کر دیتا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اس کے برخلاف خوارج اور معتزلہ کے نزدیک بغیر توبہ کے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم بالائے غم میں مبتلا کیا تاکہ (مال غنیمت سے) محرومی اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو' اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

مسلمانوں کو غم اٹھانے اور مصائب برداشت کرنے کا عادی بنانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حسن بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب مسلمان دشمن سے شکست کھا گئے تو وہ وادی میں بگٹٹ بھاگتے ہوئے جا رہے تھے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں جنگ احد کے دن مسلمان وادی میں بھاگے جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب مشرکوں نے مسلمانوں پر شدت سے دباؤ ڈالا اور ان کو شکست دے دی تو بعض مسلمان مدینہ چلے گئے' اور بعض پہاڑ پر چڑھ کر ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پہاڑ پر چڑھنے اور رسول اللہ ﷺ کے ان کو بلانے کا ذکر کیا ہے۔

جس طرح کسی بڑی مصیبت کو دیکھ کر چھوٹی مصیبت کا غم جاتا رہتا ہے' اسی طرح مسلمان مال غنیمت سے محرومی اور شکست پر غم زدہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے غم میں مبتلا کیا تاکہ اس بڑے غم کے مقابلہ میں یہ چھوٹا غم جاتا رہے اس بڑے غم کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں' امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن سب سے بڑا غم یہ تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی ﷺ شہید کر دیئے گئے' اور دوسرا غم یہ تھا کہ ستر صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ ۶۶ انصار اور ۴ مہاجرین اور بہت سارے صحابہ زخمی ہو گئے تھے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک غم یہ تھا کہ نبی ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی اور دوسرا غم یہ تھا کہ کافروں نے پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمان اس اچانک یلغار سے گھبرا کر بھاگ پڑے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۸۹۔۸۸' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کر کے جو آپ کو غم پہنچایا تھا اس کی سزا میں انہیں جنگ احد میں شکست اور اپنے احباب کے قتل اور ان کے زخمی ہونے کا غم اٹھانا پڑا' تاکہ مسلمان غم

Marfat.com

اٹھانے اور مصیبت برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں اور مستقبل میں پھر کبھی کسی مصیبت اور محرومی سے غم زدہ نہ ہوں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنگ بدر میں جو مشرکین کو غم اٹھانا پڑا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ احد میں مسلمانوں کو غم اٹھانا پڑا تاکہ مسلمانوں کی توجہ دنیا سے منقطع ہو جائے۔ وہ دنیا کے ملنے سے خوش ہوں' نہ دنیا کے جاتے رہنے سے مغموم ہوں' یعنی نہ بدر کی کامیابی پر اترائیں نہ احد کی ناکامی پر حوصلہ ہار بیٹھیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ جنگ احد میں ان کو بہت سے غموں سے سابقہ پڑا تھا' جانی اور مالی نقصان کا غم تھا' تمام مسلمانوں کو جو ہزیمت اٹھانی پڑی اس کا غم تھا' رسول اللہ ﷺ کا جو چہرہ زخمی ہوا اور آپ کا دانت شہید ہوا اس کا غم تھا' رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی اس کا غم تھا' مسلمانوں سے جو حکم عدولی سرزد ہو گئی اس کی پشیمانی تھی اور اس پر مواخذہ کا غم تھا' مسلمان رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے حالانکہ آپ انہیں آوازیں دے رہے تھے۔ اس بزدلی دکھانے کا غم تھا' آپ کے حکم ماننے میں جو اختلاف اور تنازع کیا اس کا غم تھا' مال غنیمت ہاتھ سے نکل جانے کا غم تھا' ابو سفیان نے جو پلٹ کر حملہ کیا اور بھگدڑ میں مسلمان مارے گئے اس کا غم تھا۔ مسلمانوں کے احباب اور رشتہ دار مارے گئے ان کا مثلہ کیا گیا اس کا غم تھا' غرض بہت سارے غموم تھے ان پر یہ غم اس لیے مسلط کیے گئے کہ وہ غم جھیلنے اور مصائب برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں تاکہ پھر کبھی اگر کوئی نعمت جاتی رہے یا کوئی مصیبت آپڑے تو گھبرا نہ جائیں اور ثابت قدمی اور اطمینان سے مردانہ وار مصائب کا مقابلہ کریں۔

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

شروع میں مسلمان بھاگے جا رہے تھے لیکن بعد میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا اور انہوں نے بلند آواز سے ندا کی اے مسلمانو! مبارک ہو یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا پھر سب مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے۔

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً

پھر (اللہ نے) پریشانی کے بعد تم پر سکون نازل کیا (جس کے نتیجہ میں) تمہاری ایک جماعت پر اونگھ طاری ہو گئی اور

مِّنۡكُمۡ‌ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ

دوسری جماعت (منافقوں کی) اپنی جانوں کے متعلق پریشانیوں میں مبتلا تھی، وہ اللہ کے متعلق زمانۂ جاہلیت کی طرح ناحق

ظَنَّ الۡجَـاهِلِيَّةِ‌ؕ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ؕ قُلۡ

بدگمانی کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؛ آپ کہیے

Marfat.com

إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ

بیشک تمام معاملات میں اللہ ہی کا اختیار ہے وہ اپنے دلوں میں ان چیزوں کو چھپاتے تھے جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے تھے

يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل

وہ کہتے تھے کاش ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے ۔ آپ کہیے اگر

لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ

تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا مقدر ہو چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں

مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا

کی طرف نکل آتے ، اور (یہ اس لیے ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے (ظاہر کرے) اور تمہارے

فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا

دلوں کو (وسوسوں اور اندیشوں سے) صاف کردے اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○ بیشک جس دن دو فوجیں ایک

مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا

دوسرے کے بالمقابل ہوئی تھیں اس دن جو لوگ تم میں سے پھر گئے تھے، ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے

كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ ۱۶ ع ۷

ان کے قدموں کو لغزش دی تھی اور یقیناً اللہ نے ان کو معاف کر دیا ، بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے ○

رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے مسلمانوں کا سو جانا اور منافقوں کا پریشانی سے جاگتے رہنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

سدی بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مشرکین واپس جانے لگے تو انہوں نے نبی ﷺ سے کہا ہم اگلے سال بدر میں مقابلہ کریں گے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا دیکھو اگر وہ اپنے ساز و سامان پر بیٹھ گئے ہیں اور گھوڑے ایک طرف کر دیئے ہیں تو پھر یہ لوگ واپس جا رہے ہیں اور اگر تم یہ دیکھو کہ یہ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے ہیں اور ساز و سامان ایک طرف رکھ دیا ہے تو پھر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آ رہے ہیں- تب تم اللہ سے ڈرو' اور صبر کرو اور جنگ کی تیاری کرو' جب اس قاصد نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اپنے ساز و سامان پر بیٹھ گئے ہیں تو وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ان کے جانے کی خبر دی' جب مسلمانوں کو اس خبر کا علم ہوا تو انہوں نے نبی ﷺ کی تصدیق کی اور وہ بے فکر ہو کر

Marfat.com

سو گئے اور منافق جاگتے رہے انہیں یہ خطرہ تھا کہ کفار پھر آ کر حملہ کر دیں گے' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ خبر دے دی تھی کہ جب وہ اپنے ساز و سامان پر سوار ہوں گے تو واپس چلے جائیں گے اس لیے مسلمان بے فکر ہو کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر (اللہ نے) پریشانی کے بعد تم پر سکون نازل کیا (جس کے نتیجہ میں) تمہاری ایک جماعت پر اونگھ طاری ہو گئی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن پر اونگھ طاری ہو گئی تھی میرے ہاتھ سے تلوار بار بار گر جاتی تھی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہر شخص اپنی ڈھال کے نیچے نیند سے جھونٹے کھا رہا تھا۔ نیز حضرت ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اونگھ طاری ہو رہی تھی میرے ایک ہاتھ سے تلوار گر جاتی تو میں دوسرے ہاتھ میں اٹھا لیتا' ادھر منافقین کو اپنی جانوں کا خطرہ لگا ہوا تھا وہ زمانہ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں کر رہے تھے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۹۳-۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی بدگمانیوں کا حال بیان فرمایا: وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ آپ کہئے کہ بے شک تمام معاملات میں اللہ ہی کا اختیار ہے' اور وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کوئی اختیار ہوتا تو ہم اس جگہ قتل نہ کیے جاتے' وہ زمانہ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانیاں کر رہے تھے۔ یعنی وہ تقدیر کا انکار کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہئے کہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں' یعنی اچھی اور بری ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی

وہ اپنے دلوں میں ان چیزوں کو چھپاتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے یعنی وہ شرک' کفر اور تکذیب کو چھپاتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتے تھے کاش ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے' یعنی وہ کہتے تھے کہ اگر ہماری عقل حاضر ہوتی تو ہم اہل مکہ سے قتال کے لیے نہ نکلتے اور ہمارے بڑے بڑے سردار قتل نہ کیے جاتے۔ آپ کہئے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا مقدر ہو چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

اور یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے' یعنی اللہ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو آزمانے والا کرتا ہے' تاکہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ بہ طور غیب جانتا تھا ان کا ظہور بہ طور مشاہدہ ہو جائے' یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہد کرائے' کیونکہ حقیقتہً "آزمانا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیونکہ آزماتا وہ شخص ہے جو نتیجہ اور انجام سے بے خبر ہو اور تمہارے دلوں کو (وسوسوں اور اندیشوں سے) صاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر جنگ اور قتال کو فرض کیا اور جنگ احد میں تمہاری مدد نہیں کی' تاکہ تمہارے صبر کو آزمائے اور جب تم اخلاص سے توبہ کرو تو تمہارے گناہوں کو مٹا دے۔ اس آیت میں بھی آزمانے کا یہی معنی ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو آزمانے والا کرتا ہے اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی دل میں کیا خیر ہے اور کیا شر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئی تھیں۔ اس دن جو لوگ تم سے پھر گئے تھے' ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کے قدموں کو لغزش دی تھی' بے شک اللہ نے ان کو

Marfat.com

معاف کر دیا بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا حلم والا ہے۔ (آل عمران : ۱۵۵)

جنگ احد میں بھاگنے والے مسلمانوں کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب جنگ احد کے دن مشرکین کے مقابلہ سے بھاگ گئے' اس لغزش کی وجہ شیطان کا بہکانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لغزش کو معاف کر دیا۔ اب اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں' بعض نے کہا اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اس دن مشرکین کے مقابلہ سے بھاگ گیا تھا۔ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد جنگ احد کے دن قتال سے بھاگنے والے رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور یہ عمل شیطان کے بہکانے اور اس کے ڈرانے کی وجہ سے ہوا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو معاف کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے اس آیت سے خاص لوگ مراد ہیں جو جنگ احد میں پیٹھ موڑ کر بھاگ گئے تھے' امام ابن جریر روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں یہ آیت رافع بن معلی' دیگر انصار' ابوحذیفہ بن عتبہ اور ایک اور شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان' حضرت عقبہ بن عثمان' حضرت سعد بن عثمان اور دو انصاری جنگ احد کے دن بھاگ گئے حتیٰ کہ وہ مدینہ کی ایک جانب جلعب نامی پہاڑ کے پاس پہنچ گئے' پھر تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا تم بہت دور چلے گئے تھے۔

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا کیونکہ ان کو کوئی سزا نہیں دی۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۹۶' مطبوعہ بیروت)

جنگ احد میں بھاگنے کی وجہ سے حضرت عثمان پر طعن کا جواب

امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۰ھ روایت کرتے ہیں :

غیلان بن جریر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان بحث ہوئی' حضرت عبدالرحمان نے کہا تم مجھے برا کہتے ہو' حالانکہ میں جنگ بدر میں حاضر ہوا اور تم حاضر نہیں ہوئے' اور میں نے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی اور تم نے نہیں کی اور تم جنگ احد کے دن لوگوں کے ساتھ بھاگ گئے تھے' حضرت عثمان نے فرمایا جنگ بدر میں حاضر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ میں کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے غائب نہیں رہا' البتہ غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی بیمار تھیں' اور میں ان کی تیمارداری میں مشغول تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مال غنیمت سے مجھے بھی اتنا ہی حصہ دیا تھا جتنا آپ نے دوسرے مسلمانوں کو حصہ دیا تھا' اور رہا درخت کے نیچے بیعت کرنے کا معاملہ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے مکہ میں مشرکین سے بات کرنے کے لیے بھیجا تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا تھا یہ عثمان کی بیعت ہے' اور رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ میرے اپنے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں سے بہتر ہے اور رہا جنگ احد میں بھاگنے کا سوال تو اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور یہ آیت نازل

Marfat.com

فرمائی: بے شک جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئی تھیں اس دن جو لوگ تم میں سے پھر گئے تھے۔ ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کو لغزش دی تھی۔ بے شک اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔
(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۱۰' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
عثمان بن موہب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حج بیت اللہ کرنے کے لیے آیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا' اس نے پوچھا یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں' پوچھا یہ بوڑھا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' اس نے کہا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیا آپ مجھے اس کا جواب دیں گے؟ میں آپ کو اس بیت اللہ کی حرمت کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان بن عفان جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا ہاں! اس نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر میں بھی حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا ہاں! اس نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی حاضر نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر نے کہا ہاں! اس نے نعرہ لگایا اللہ اکبر' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا تم نے جن چیزوں کے متعلق سوال کیا تھا اب میں تم کو ان کی وجوہات بیان کرتا ہوں۔ رہا جنگ احد میں بھاگنے کا معاملہ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا' اور رہا غزوہ بدر میں غیر حاضر رہنا' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) ان کے نکاح میں تھیں' (وہ ان کی تیمارداری کر رہے تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم کو بدر میں حاضر ہونے والے مسلمانوں کا اجر اور مال غنیمت ملے گا' اور رہا بیعت رضوان سے غائب ہونے کا معاملہ تو یہ بیعت اس وقت ہوئی تھی جب حضرت عثمان مکہ جا چکے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے' پھر اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا' اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔ پھر حضرت ابن عمر نے اس شخص سے فرمایا تم نے یہ جوابات سن لیے اب جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲-۵۸۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

جنگ احد میں مسلمانوں کی جس خطاء کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش دی

اس آیت میں یہ مذکور ہے: ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کے قدموں کو لغزش دی تھی۔
ان کے وہ کون سے کام تھے جن کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش دی تھی؟ اس کی کئی تفسیریں ہیں: ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مرکز کو ترک کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی' اور مال غنیمت لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے' حسن نے کہا انہوں نے شیطان کے وسوسوں کو قبول کر لیا' دوسرا قول یہ ہے کہ دشمن سے شکست کھا جانا معصیت نہیں تھا' لیکن جب انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے تو وہ مدینہ کی حفاظت کے لیے شہر میں چلے گئے تاکہ دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پکار رہے تھے تو انہوں نے خوف اور ہراس کے غلبہ کی وجہ سے آپ کی پکار کو نہیں سنا' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی کیونکہ وہ سات سو تھے اور دشمن تین ہزار تھا اور ان حالات میں شکست کھا جانا بعید نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جانا ایسی خطاء ہے جو جائز نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سوچا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی احد پہاڑ کی کسی جانب نکل گئے ہیں۔
معلوم یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے اچانک پلٹ کر آنے اور اس کے زبردست دباؤ کی وجہ سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور

Marfat.com

وہ بے سوچے سمجھے بھاگ پڑے۔ بہرحال یہ خطاء کسی وجہ سے بھی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے گناہ سے تائب ہو جائے وہ اس کی مثل ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا تو اب کسی شخص کے لیے ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے' صحابہ کرام میں جو باہمی اختلافات تھے اور اس کی وجہ سے جو ان میں جنگیں ہوئیں۔ وہ سب اجتہادی امور پر مبنی تھیں' حضرت علی اور ان کے رفقاء کا گروہ اپنے اجتہاد میں حق پر تھا ان کو دو اجر ملیں گے اور حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی' ان کو ایک اجر ملے گا' ان میں سے کسی فریق پر بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے عاقبت حسنی کا وعدہ فرمایا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَقَالُواْ لِإِخْوَٰنِهِمْ

اے ایمان والو! کافروں کی مثل نہ ہو جانا! جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انھوں نے

إِذَا ضَرَبُواْ فِى ٱلْأَرْضِ أَوْ كَانُواْ غُزًّى لَّوْ كَانُواْ عِندَنَا مَا مَاتُواْ

ان کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے

وَمَا قُتِلُواْ لِيَجْعَلَ ٱللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ

تاکہ (انجام کار) اللہ اس قول کو ان کی حسرت کا سبب بنا دے، اور اللہ ہی زندہ کرتا ہے

يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ

اور موت طاری کرتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے○ اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے

فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ

جاؤ یا تم فوت ہو جاؤ تو البتہ اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو

مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى ٱللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

وہ جمع کرتے ہیں ○ اور اگر تم فوت ہو جاؤ یا تم قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے○

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ

سو اللہ کی عظیم رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور

Marfat.com

لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور (اہم)

فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

کاموں میں ان سے مشورہ لیں اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کریں، بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو

الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ

محبوب رکھتا ہے ○ (اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا

فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾

چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے ○

ربط آیات اور خلاصہ تفسیر

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شیطان کے وسوسوں سے ڈرایا تھا جس کے نتیجہ میں وہ جنگ احد میں شکست سے دوچار ہو گئے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقوں کے وسوسوں سے خبردار کیا ہے جو شیطان کے مددگار ہیں' کیونکہ منافقین مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے سے عار دلاتے تھے اور جو مسلمان ان کے نسبی بھائی تھے یا دینی بھائی تھے (کیونکہ منافق بھی بہ ظاہر مسلمان تھے) جب وہ کسی دور دراز سفر پر جاتے یا کافروں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے اور اس سفر میں وہ فوت ہو جاتے یا قتل کر دیئے جاتے تو وہ ان کے متعلق کہتے اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

یوں کہنا منع ہے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو فلاں مصیبت نہ آتی

منافقین یہ بات اس لیے کہتے تھے کہ ان کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا' جو چیز جس شخص کے لیے مقدر کی جاچکی ہے وہ کسی عمل سے ٹل نہیں سکتی' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' کہ اگر کوئی نقصان ہو جائے تو یوں نہ کہو کہ اگر یہ شخص فلاں کام کر لیتا تو نقصان نہ ہوتا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : قوی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے' اور ہر ایک میں خیر ہے' جو چیز تمہیں نفع دے اس پر حرص کرو' اور اللہ سے مدد حاصل کرو اور عاجز نہ ہو' اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو مجھے یہ مصیبت نہ پہنچتی' البتہ یہ کہو کہ یہ چیز اللہ نے مقدر کر دی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور "اگر" (کالفظ) شیطان کے عمل کو کھول دیتا ہے۔

(کتاب القدر' باب : ۸' باب فی الامر بالقوۃ و ترک العجز)

Marfat.com

اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جب کوئی امر واقع ہو جائے تو پھر یہ نہ کہا جائے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو یہ مصیبت نہ آتی' اگر وہ یہ بات جزم اور یقین کے ساتھ کہتا ہے یعنی اگر میں یہ کام کر لیتا تو یقیناً یہ مصیبت نہ آتی تو ایسا کہنا حرام ہے' کیونکہ اس سے تقدیر کا انکار ظاہر ہوتا ہے اور اگر وہ اظہار افسوس کے لیے ایسا کہتا ہے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے جیسے کوئی طالب علم کہے اگر میں امتحان کی اچھی طرح تیاری کرتا تو فیل نہ ہوتا' لیکن یہ کہنا بہرحال ناجائز ہے کہ اگر میں اس مریض کا فلاں ڈاکٹر سے علاج کرا لیتا یا فلاں دوائی پلا دیتا تو یہ مریض نہ مرتا کیونکہ موت و حیات کا تعلق قضاء مبرم سے ہے اور امتحان میں فیل یا پاس ہونے کا تعلق قضاء معلق سے ہے۔

مستقبل کے لیے اگر کا لفظ کہنے کا جواز اور ماضی کے لیے اگر کا لفظ کہنے کی ممانعت

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے غار میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا' اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کو دیکھ لیا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو منہدم کر کے (دوبارہ بنا دیتا اور) جو حصہ (حطیم) اس سے نکال دیا گیا تھا وہ اس میں داخل کر دیتا۔ (صحیح بخاری' کتاب الحج باب : ۴۲) اور آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا (صحیح بخاری کتاب التمنی باب : ۹) اور آپ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت وضو کا حکم دیتا (صحیح بخاری' کتاب الایمان باب : ۲۶) ان تمام حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے بھی "اگر" کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو امر ماضی میں واقع ہو چکا ہو اس کے متعلق آپ نے "اگر" کہنے سے منع فرمایا ہے مثلاً اگر ایسا ہو جاتا تو ایسا نہ ہوتا اور اس سوال میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں "اگر" کا لفظ مستقبل کے بارے میں ہے اور یہ منع نہیں ہے اور ماضی میں اظہار تاسف کے لیے "اگر" کا لفظ جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے بیان جواز کے لیے اس طرح فرمایا ہے حجۃ الوداع میں جن صحابہ نے ہدی نہیں بھیجی تھی آپ نے ان کو عمرہ کرنے کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا اور آپ نے چونکہ ہدی بھیج دی تھی اس لیے آپ احرام پر قائم رہے۔ ان صحابہ کو آپ کی اتباع سے محروم ہونے پر افسوس ہوا تو آپ نے فرمایا : اگر میں اس بات پر پہلے مطلع (متوجہ) ہو جاتا جس پر بعد میں مطلع ہوا ہوں تو میں ہدی روانہ نہ کرتا۔ آپ کا یہ فرمانا اظہار افسوس کے لیے تھا۔

اس کی تحقیق کہ جہاد کی نیت نہ کرنا نفاق ہے

منافقین نے جو یہ کہا تھا کہ اگر یہ ہمارے پاس رہتے تو قتل نہ کیے جاتے اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ کفار کے خلاف جہاد کرنے سے گھبراتے تھے اور موت سے ڈرتے تھے ان کے دل میں جہاد کرنے کے لیے کوئی جذبہ تھا نہ کوئی امنگ اور یہ نفاق کی علامت ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہیں کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کی خواہش ہوئی وہ نفاق کی ایک شاخ پر مرا ہے۔ (کتاب الامارۃ' باب : ۴۷' ذم من مات ولم یغز)

جس شخص پر کسی فعل کا کرنا دشوار ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ یہ نیت کرے کہ جب وہ اس فعل پر قادر ہو گا تو وہ اس فعل کو کرے گا' اور اس کی یہ نیت اس فعل کے قائم مقام ہو گی اور اگر اس نے ظاہراً" اس فعل کو کیا نہ اس فعل کی نیت

Marfat.com

کی تو یہ اس منافق کا حال ہے جو نیکی کرتا ہے نہ اس کی نیت کرتا ہے' عبداللہ بن المبارک نے کہا میری رائے میں یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھا' جب جہاد واجب تھا اس لیے جس نے جہاد کی نیت نہیں کی وہ منافق تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم تمام زمانوں کو شامل ہو اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے جہاد کی نیت بھی نہیں کی وہ اخلاق منافقین کے مشابہ ہے یہ معنی نہیں ہے کہ وہ حقیقتہً منافق ہے' کیونکہ جہاد میں شریک نہ ہونا منافقین کا طریقہ تھا۔ حدیث میں ہے جس نے کسی عبادت کے کرنے کی نیت کی اور اس عبادت کے کرنے سے پہلے وہ فوت ہو گیا تو وہ اس ملامت کا مستحق نہیں ہے جو اس شخص پر کی جاتی ہے جس نے اس عبادت کی نیت بھی نہیں کی' اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے کسی عبادت کو شروع کر دیا اور مکمل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کو اس کا اجر مل جاتا ہے :

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ (النساء : ۱۰۰)

اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر اسے موت آ جائے تو بے شک اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ثابت ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تاکہ (انجام کار) اللہ اس قول کو اس کی حسرت کا سبب بنا دے۔ (آل عمران : ۱۵۶)

منافقین کے قول کے حسرت ہونے کی وجوہات

جو مسلمان کسی سفر میں جاتے اور فوت ہو جاتے' یا کسی غزوہ میں جاتے اور وہاں شہید ہو جاتے تو منافقین ان مسلمانوں کے رشتہ داروں سے کہتے اگر وہ مسلمان ہمارے پاس رہتے اور اس سفر میں نہ جاتے تو نہ مرتے یا اس غزوہ میں نہ جاتے تو قتل نہ کیے جاتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ ان کے اس قول کو انجام کار ان کی حسرت کا سبب بنا دے گا۔ یہ قول ان کی حسرت کیسے بنے گا اس کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں :

(۱) منافقین اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں جب یہ شبہ ڈالیں گے اور وہ ان کے کہنے میں آ کر جہاد کرنے نہیں جائیں گے' پھر جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمان جہاد کر کے سلامتی سے مال غنیمت لے کر کامیاب و کامران لوٹے تو ان کو حسرت ہو گی کہ کاش انہوں نے ان منافقوں کا کہنا نہ مانا ہوتا اور جہاد میں چلے گئے ہوتے۔

(۲) قیامت کے دن جب منافقین دیکھیں گے کہ مجاہدین اور شہداء کو اللہ تعالیٰ کس قدر انعام و اکرام سے نواز رہا ہے اور ان کو بے پناہ اجر و ثواب مل رہا ہے اور ان منافقوں کو اس قول کی بناء پر ذلت اور رسوائی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو وہ حسرت سے کہیں گے کاش ہم نے یہ نہ کہا ہوتا۔

(۳) منافقین ضعفاء مسلمین کو جہاد سے روکنے کے لیے شبہ ڈالیں گے اور جب وہ مسلمان جہاد پر نہیں جائیں گے تو وہ خوش ہوں گے لیکن بعد میں جب ان مسلمانوں پر ان منافقوں کے مکر و فریب کا حال کھل جائے گا اور وہ ان سے بیزار ہو جائیں گے تو پھر وہ منافق حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے یہ نہ کہا ہوتا۔

(۴) جب منافق متصلب اور پختہ مسلمانوں کے سامنے یہ شبہات بیان کریں گے تو وہ ان کی طرف توجہ نہیں کریں گے اور ان کی سعی رائیگاں جائے گی اس وقت ان منافقوں کو حسرت ہو گی کہ کاش انہوں نے ان سے یہ نہ کہا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا تم فوت ہو جاؤ تو البتہ اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔ (آل عمران : ۱۵۷)

Marfat.com

اللہ کی راہ میں مرنے کا بیان

منافقین نے جو یہ کہا تھا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے' اس قول کا ایک رد تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ کسی جگہ پر آنے جانے میں مرنے اور جینے کا دخل نہیں ہے' اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت طاری کرتا ہے' اور دوسرا جواب اس آیت میں دیا ہے کہ انسان کو موت تو لامحالہ آنی ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں ہے کہ انسان قتل کر دیا جائے یا طبعی موت سے مرجائے اور جب یہ موت یا قتل ہونا اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کی طلب میں واقع ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انسان دنیا اور اس کی لذتوں کے طلب میں مرجائے کیونکہ انسان مرنے کے بعد ان لذتوں سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا' کیونکہ انسان جب جہاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا دل دنیا سے اعراض کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا وہ دشمن سے نجات حاصل کر کے دوست کے پاس پہنچ جاتا ہے' اور جب انسان جہاد سے اعراض کر کے دنیا کمانے میں مشغول ہو جائے تو وہ موت سے ڈرتا رہتا ہے اور موت کے بعد وہ اپنی محبوب چیزوں سے بچھڑ جاتا ہے اور حشر تک قبر کے اندھیروں میں پڑا رہتا ہے' اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونا یا مرجانا اور اس کی مغفرت اور رحمت کو حاصل کرنا دنیا جمع کرنے سے بہتر ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' اللہ کی راہ میں قتل ہونا یہ میدان جہاد میں شہادت پانا ہے اور اللہ کی راہ میں مرنا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی دین کی تبلیغ میں گزارے' قرآن اور حدیث کو پڑھتا اور پڑھاتا رہے اور اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچاتا رہے' اب اگر اس دوران اس کی موت آگئی تو یہ اللہ کی راہ میں مرنا ہے' میرے زمانہ میں بعض غلط باتیں دین کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں اگر میں ان سے اغماض کر لیتا اور ان کے غلط ہونے کو واضح نہ کرتا تو میری بہت واہ واہ ہوتی اور میرے کام کی بہت عزت افزائی کی جاتی لیکن میرے قلب و ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا اور میں غلط باتوں کے ساتھ موافقت نہ کر سکا مجھے پھولوں کے بجائے کانٹے ملے' داد و تحسین کے بجائے طعن و تشنیع اور دشنام کی سوغاتیں ملیں' میں اس راہ میں مسلسل عملی جہاد کر رہا ہوں اور یہی جہاد کرتے ہوئے میں قتل کر دیا گیا یا طبعی موت مرگیا تو انشاء اللہ میری موت بھی اسی آیت کا مصداق ہو گی۔

اللہ کی مغفرت اور رحمت کا دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے افضل اور بہتر ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو تم جمع کرتے ہو' اس بہتری کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں :

(۱) جو شخص دنیا کا مال جمع کر رہا ہے اور اسی میں مصروف ہے ہو سکتا ہے وہ کل اس سے استفادہ نہ کر سکے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کل کا سورج دیکھنے سے پہلے فوت ہو جائے لیکن جو شخص اللہ کی مغفرت اور رحمت کو حاصل کرنے کے لیے علمی اور عملی جہاد کر رہا ہے وہ اگر اس راہ میں مارا بھی گیا تو کل آخرت میں اس کو اللہ کی رحمت اور مغفرت مل جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اس نے فرمایا ہے جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس کا اجر پائے گا۔

(۲) ہو سکتا ہے کہ دنیا کا مال جمع کرنے والا کل تک زندہ رہے لیکن یہ ممکن ہے کہ کل اس کے پاس یہ مال نہ رہے' کیونکہ کتنے لوگ صبح امیر ہوتے ہیں اور شام کو غریب ہو جاتے ہیں اور ان کا مال کسی وجہ سے ان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے لیکن آخرت کی خیرات ختم نہیں ہوتیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے رب کے پاس اچھی ہیں' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں وہ ختم ہونے والی ہیں اور جو اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہنے والی ہیں۔

Marfat.com

(۳) ہو سکتا ہے کہ دنیا کا مال جمع کرنے والا کل تک زندہ رہے اور اس کا مال بھی اس کے پاس رہے لیکن کل کوئی ایسی آفت ٹوٹ پڑے یا مصیبت آجائے کہ وہ اس مال سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ مثلاً وہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا کوئی اور اندوہ گیں حادثہ پیش آجائے' اور آخرت کی نعمتوں میں اس طرح ممکن نہیں ہے۔

(۴) اگر کوئی مصیبت نہ بھی آئے تب بھی دنیاوی لذتوں کے ساتھ ہزاروں پریشانیاں لگی رہتی ہیں اور ہر نعمت خطرات کے غلاف میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے' اور آخرت کی نعمتوں کے ساتھ کوئی غم اور فکر نہیں ہوتا۔

(۵) اگر ان خطرات اور پریشانیوں سے صرف نظر بھی کرلی جائے تب بھی دنیا کی لذتیں اور نعمتیں بہرحال فانی ہیں اور ایک دن ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتیں اور لذتیں ہمیشہ باقی رہیں گی اور جس نعمت اور لذت کے ساتھ ہر وقت اس کے ختم ہونے یا چھن جانے کا خوف ہو تو انسان عین حصول لذت کے عالم میں بھی ملول اور پریشان رہتا ہے۔

جب ان پانچ وجوہات پر غور کیا جائے گا تو انسان پر منکشف ہو جائے گا کہ اللہ کی مغفرت اور رحمت دنیاوی لذتوں سے بہت بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر تم فوت ہو جاؤ یا تم قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ (آل عمران : ۱۵۸)

دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام رازی کا نظریہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ کی طرف جمع کیے جانے کا ذکر فرمایا' اور یہ دراصل آخرت کے تین مرتبوں اور درجات کی طرف اشارہ ہے' پہلا مرتبہ دوزخ کے عذاب سے نجات ہے اس کی طرف مغفرت سے اشارہ فرمایا دوسرا مرتبہ جنت میں دخول اور اس کا حصول ہے اس کی طرف رحمت سے اشارہ فرمایا اور سب سے بلند مرتبہ اللہ کی رضا اور اس کی ذات سے ملاقات ہے اس کی طرف اس سے اشارہ فرمایا کہ تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے' کچھ لوگ اللہ کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں ان کا پہلا مرتبہ ہے' اور کچھ لوگ جنت کی طمع سے عبادت کرتے ہیں یہ دوسرے مرتبہ کے لوگ ہیں اور کچھ لوگ محض اللہ کی رضا اور اس کی ملاقات کے شوق میں عبادت کرتے ہیں یہ سب سے بلند مرتبہ ہے۔

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن بہت لاغر اور چہرے کمزور ہو گئے تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر کثرت عبادت کے آثار دیکھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا تم اللہ سے کس چیز کی طلب کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو عذاب سے نجات نہ دے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان پر بھی اسی طرح عبادت کے آثار دیکھے' ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی جنت اور اس کی رحمت کو طلب کرتے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو جنت اور اپنی رحمت عطا نہ کرے' پھر تیسری قوم کے پاس سے گزرے ان پر عبادت کے آثار بہت زیادہ تھے' ان سے سوال کیا تم کس لیے عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ وہ ہمارا معبود ہے اور ہم اس کے بندے ہیں ہم کسی چیز کی رغبت سے عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز

Marfat.com

کے خوف سے عبادت کرتے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ کے مخلص بندے ہو اور تم سچے عبادت گزار ہو۔
تم ان آیات کی ترتیب میں غور کرو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا ذکر کیا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اس کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں' پھر رحمت کا ذکر فرمایا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ثواب کی طلب میں اس کی عبادت کرتے ہیں' پھر آخر میں فرمایا تم ضرور اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اس کے بندے ہیں اور اللہ ان کا رب' مالک اور معبود ہے اور یہ عابدوں کا سب سے بلند مقام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (الانبیاء: ۱۹)

اور جو اللہ کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔

اور متقین کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ○ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر: ۵۵-۵۴)

بے شک متقین جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے' سچی عزت کے بلند مقام میں بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

چونکہ ان لوگوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے عبادت کی اور اس کی ملاقات کے شوق میں ریاضت کی اس لیے وہ اللہ کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام غزالی کا نظریہ

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے' یہ رویم کا قول ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں نفس کا حصہ ایک آفت ہے' اور جو شخص جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے حصہ لینے کے لیے عبادت کرتا ہے اس کی عبادت میں اخلاص نہیں ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ عز و جل کی ذات کا ارادہ کیا جائے اور یہ صدیقین کا اخلاص ہے اور یہی اخلاص مطلق ہے' اور جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے پیٹ اور فرج کے حصہ کی طلب میں عبادت کر رہا ہے اور صاحبان عقل کے نزدیک تو صرف اللہ عز و جل کی ذات ہی مطلوب ہے' لیکن انسان کی ہر حرکت کسی غرض کے لیے ہوتی ہے اور تمام اغراض سے بری ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے' اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ بے غرض عبادت کرتا ہے وہ کافر ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اس شخص کی تکفیر کا فیصلہ کیا جو تمام حظوظ اور اغراض سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہا یہ صفات الوہیت سے ہے' قاضی ابوبکر کا فیصلہ برحق ہے لیکن ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ عام لوگ جن حظوظ اور اغراض کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں یعنی وہ فقط جنت کی لذتوں کے حصول کے لیے عبادت نہیں کرتے ان لوگوں کا حظ اور ان کی غرض اللہ کی معرفت' اس سے مناجات' اور اس کے دیدار کی لذت حاصل کرنا ہے' عام لوگ اس لذت کا تصور نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس پر حیران ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو عبادت' مناجات اور دیدار کے بدلہ میں جنت کی نعمتیں دی جائیں تو وہ ان کو حقیر جانیں گے اور ان کی طرف التفات نہیں کریں گے' سو ان کا حرکت کرنا اور عبادت کرنا بھی ایک حظ اور غرض کے لیے ہے لیکن ان کا حظ فقط ان کا معبود ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (احیاء العلوم ج ۵ ص ۲۹۱-۲۹۰)

Marfat.com

دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کے طلب کے مدارج میں مصنف کا نظریہ

امام غزالی اور امام رازی نے عبادت گزاروں کے جو یہ تین مراتب بیان کیے ہیں یہ برحق ہیں اور جو شخص معرفت الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور اخلاص کا پیکر ہو اور دنیا کی تمام نعمتوں اور لذتوں سے حظ حاصل نہ کرتا ہو اور ہر کام اور ہر مشغلہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے مشغول ہو' کھانے پینے اور عمل ازدواج میں اسے کوئی لذت اور سرور حاصل نہ ہو بلکہ ان کاموں میں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے مشغول ہو اس کا سرور اور اس کی لذت صرف اطاعت الٰہی کا جذبہ ہو' وہ اپنی طبیعت اور اشتہاء کی وجہ سے عمدہ اور لذیذ کھانوں' خوب صورت ملبوسات اور اپنی بیوی سے عمل ازدواج اور بچوں کے پیار کا شوق نہ رکھے بلکہ ہر تعلق اور ہر نسبت میں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ہی اس کا ذوق و شوق اور اس کی غرض و غایت ہو تو ایسا شخص یہ کہے کہ میرا مقصد صرف اللہ عزوجل کی ذات کا دیدار' اس سے ملاقات' اس سے مناجات اور اس کی معرفت ہے نہ مجھے دوزخ سے نجات کی طلب ہے نہ جنت کے حصول کی تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے' لیکن جس شخص کو اچھے کھانے کھا کر لطف اور مزہ آتا ہو' جو عمل ازدواج میں لذت پاتا ہو اور جو اچھے کپڑے پہن کر خوش ہوتا ہو اور جس کو اپنے بچوں کو پیار کر کے راحت اور سکون ملے وہ یہ کہے کہ مجھے جنت نہیں چاہیے صرف اللہ کا دیدار چاہیے اور جنت کا حقارت سے ذکر کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بناوٹی صوفی ہے۔

دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے عذاب سے نجات اور مغفرت کی دعا کی ہے' قرآن مجید میں ہے :

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (الشعراء : ۸۲)

اور جس سے میری امید وابستہ ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (ظاہری) خطائیں معاف فرمائے گا۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ○ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ (الشعراء : ۸۸-۸۷)

جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنت کے حصول کی دعا کی۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (الشعراء : ۸۵)

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت عظیم اولوالعزم نبی ہیں' جب وہ قیامت کے عذاب سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کر رہے ہیں تو یہ مدعیان تصوف جو ان کے گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے وہ کیسے دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب سے مستغنی ہو سکتے ہیں!

دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں احادیث

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی : اے اللہ! جبرائیل اور میکائیل کے رب یا فرمایا اسرافیل کے رب میں دوزخ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کرتے تھے' اے اللہ! میں قبر کے

Marfat.com

فتنہ' اور دجال کے فتنہ' اور زندگی اور موت کے فتنہ اور جہنم کی گرمی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا تو جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ اس کو جنت میں داخل کردے اور جس شخص نے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگی تو دوزخ دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کون صاحب اخلاص ہو گا بلکہ آپ سید المخلصین ہیں اور جب آپ نے خود دوزخ سے پناہ کی دعا کی ہے اور امت کو اس دعا کی تلقین کی ہے تو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کا عمل گھٹیا اور معمولی کیسے ہو سکتا ہے۔

نیز امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے : اے اللہ! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی' صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴' مطبوعہ کراچی' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ۳۰۳' بیروت)

امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی' اے اللہ! ہم تجھ سے رحمت کے موجبات اور پختہ مغفرت کو طلب کرتے ہیں' اور ہر گناہ سے سلامتی اور نیکی کی سہولت طلب کرتے ہیں اور جنت کی کامیابی اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات طلب کرتے ہیں' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے (حافظ ذہبی نے اس حدیث کو بلا جرح نقل کیا ہے) (المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند درجہ ہے اس سے جنت کے چار دریا بہہ رہے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

(کتاب صفۃ الجنۃ' باب : ۴' ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ رقم الحدیث : ۲۵۳۱)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا : اے اللہ میں تجھ سے تمام نعمت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے پوچھا تمام نعمت کیا چیز ہے' اس نے کہا میں نے جو دعا کی ہے میں اس سے خیر کی امید رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا تمام نعمت جنت میں داخل ہونا ہے اور دوزخ سے کامیابی حاصل کرنا ہے۔

(الجامع الصحیح' کتاب الدعوات' باب : ۹۴' حدیث : ۳۵۲۷ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۵۔۲۳۱' الادب المفرد للبخاری ص ۱۸۸' مطبوعہ پاکستان)

امام احمد روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن رفاعہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کا نام سلیم تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے پاس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! جب ہم سو جاتے ہیں اس وقت ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل آتے ہیں' ہم دن بھر کام کاج میں مشغول رہتے ہیں' یہ اس وقت آ کر نماز کی اذان دیتے ہیں پھر ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل تم فتنہ ڈالنے والے نہ بنو' یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ' پھر آپ نے سلیم سے پوچھا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا میں اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں' اس نے کہا بہ خدا آپ کی دعا اور معاذ کی دعا بہت حسین ہے' آپ نے فرمایا میری اور معاذ کی دعا صرف یہ ہے کہ ہم اللہ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی طلب اخلاص کے منافی نہیں ہے

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عذاب سے نجات کی اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور امت کو بھی ان دعاؤں کی تلقین کی ہے' اس لیے کوئی شخص کتنا ہی بڑا صاحب اخلاص اور صوفی کیوں نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ اس کو اپنی پناہ میں رکھے اور جنت الفردوس عطا فرمائے اور یہ سمجھنا چاہئے اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہر چند کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی ذات کے دیدار کے لائق نہیں ہے اور یہ اللہ کے اولی العزم بندوں اور مقربین کا حصہ ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کے حال پر کرم فرمائے اور اس کو شرف ملاقات عطا کرے اور اپنے دیدار سے نوازے تو یہ اس پر اس کا بہت بڑا کرم ہے' امام اعظم ابوحنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا یہ تو جنتی شخص ہے' امام اعظم رونے لگے اور فرمایا میں کہاں جنت کے لائق ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دے دی تو یہی اس کا مجھ پر بڑا کرم ہو گا' غور کیجئے ایک امام اعظم ہیں جو اپنے آپ کو جنت کے قابل نہیں سمجھتے تھے اور ایک اس زمانہ کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

البتہ یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب انسان اللہ کی عبادت کرے تو عبادت میں صرف یہ نیت کرنی چاہئے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے' اللہ اس کا معبود ہے اور بندہ پر لازم ہے کہ اپنے معبود کی عبادت کرے اور اس کی اطاعت کرے' کسی غرض اور ثواب کی نیت سے عبادت نہ کرے' اگر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب نہ بھی عطا کرے تب بھی اس کا مملوک اور اس کا بندہ ہونے کی وجہ سے اس پر اللہ کی عبادت اور اطاعت لازم ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع بھی اس نیت سے کرے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور فضل سے جن عبادات پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور اپنے کرم سے عطا فرمائے گا' اور اللہ تعالیٰ سے عذاب سے نجات اور جنت کے حصول اور اجر و ثواب کی دعا کرتا رہے کہ یہ بھی عبادت ہے اور اس کے حکم پر عمل کرنا اور اس کی اطاعت ہے اور جنت کی نعمتوں کو معاذ اللہ حقیر نہ جانے' اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں کو بہت عظمت اور شکوہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کو حقیر جاننا معاذ اللہ' اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملاقات اور اس کا دیدار سب سے بڑی نعمت ہے لیکن یہ نعمت بھی جنت ہی میں حاصل ہو گی' بعض مدعیان محبت کہتے ہیں کہ ہم کو مدینہ چاہئے جنت نہیں چاہئے اور مدینہ کے مقابلہ میں جنت کو حقیر جانتے ہیں لیکن وہ یہ غور نہیں کرتے کہ مدینہ کی عظمت اور محبت اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے لیکن وہ عارضی مسکن ہے اور جنت آپ کا دائمی مسکن ہے تو اگر حضور کے مسکن ہونے کی وجہ سے مدینہ محبوب ہے تو جنت کو زیادہ محبوب ہونا چاہئے کیونکہ وہ آپ کا دائمی مسکن ہے' نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت

Marfat.com

مدینہ کے جس حصہ میں آرام فرما ہیں وہ بھی جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے کیونکہ آپ نے فرمایا میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۶) سو حضور ﷺ اب بھی جنت میں ہیں اور قیامت کے بعد بھی جنت میں ہوں گے تو اول آخر جنت ہی کو محبوب قرار دینا چاہیے' اور مدینہ منورہ کی محبوبیت جنت کے بعد ثانوی درجہ میں ہے۔ البتہ جس جگہ آپ کا جسد انور ہے وہ کعبہ' عرش اور جنت سے بھی افضل ہے اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اللہ کی عظیم رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہوگئے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف کردیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔

(آل عمران: ۱۵۹)

بعض مسلمان جنگ احد میں نبی ﷺ کے پاس سے بھاگ گئے تھے' بعد میں وہ آپ کے پاس لوٹ آئے' نبی ﷺ نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی نہ سختی کی بلکہ نہایت نرم اور ملائم طریقہ سے ان سے گفتگو فرمائی' اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو معاف کردیا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی مسلمانوں پر اس نرمی کی تعریف فرمائی ہے۔

نبی ﷺ کے عفو و درگذر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الشعراء: ۲۱۵)

جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا دیجئے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف: ۱۹۹)

معاف کرنا اختیار کیجئے' نیکی کا حکم دیجئے' اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت دشوار ہے جو تمہاری (آسانی پر) بہت حریص ہیں اور ایمان والوں پر بہت شفیق اور بہت مہربان ہیں۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم: ۴)

بے شک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں۔

نبی ﷺ کے عفو و درگزر اور حسن اخلاق کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا اور بہت بدکلامی کی' آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو' کیونکہ صاحب حق کے لیے بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک اونٹ خرید کر اس کا حق ادا کردو' صحابہ نے کہا اس وقت جو اونٹ دستیاب ہیں اس کے اونٹ سے افضل ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی خرید کر اس کو ادا کردو' کیونکہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳' ۳۲۱' ۳۰۹' طبع کراچی)

اگر وہ شخص کوئی مسلمان اعرابی تھا تو بدکلامی کا مطلب ہے اس نے قرض کی واپسی کا سختی سے مطالبہ کیا اور اگر وہ

Marfat.com

شخص یہودی یا کافر تھا تو اس بد کلامی سے کفریہ کلام بھی مراد ہو سکتا ہے۔

سراقہ بن مالک کو معاف کر دینا

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا' اس نے کہا آپ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

عبدالرحمن بن مالک المدلجی (سراقہ بن مالک کے بھتیجے) روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور انہوں نے کہا قریش نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو قتل کرے گا یا ان کو گرفتار کر کے لائے گا تو ہر ایک کے بدلہ میں اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے' اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ دیکھے ہیں اور میرا گمان ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں' میں نے اس کو ٹالنے کے لیے کہا وہ نہیں ہوں گے لیکن تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہو گا' میں تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھا رہا پھر میں گھر گیا اور میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ میری گھوڑی کو فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جاؤ' میں اپنا نیزہ لے کر گھوڑی پر سوار ہوا حتی کہ میں ان کے قریب جا پہنچا پھر میں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ میرے خلاف نکلی' لیکن میں نے فال والے تیر کی مخالفت کی اور آپ کا پیچھا کرتا رہا حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی' آپ ادھر' ادھر نہیں دیکھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے اچانک میری گھوڑی کے دونوں اگلے پیر زمین میں دھنس گئے اور میں زمین پر گر گیا' میں نے اس کو ڈانٹا لیکن اس کے پیر زمین سے نہیں نکل سکے میں نے پھر تیر سے فال نکالی تو میرے خلاف نکلی' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو امان دینے کا اعلان کیا' وہ ٹھہر گئے اور میں پھر اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور جس وقت میری گھوڑی زمین میں دھنس گئی تھی اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو جائے گا' میں نے آپ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کے اوپر سو اونٹوں کا انعام رکھا تھا اور یہ بتایا کہ قریش آپ کو قتل کرنے یا آپ کو گرفتار کرنے کے درپے ہیں اور میں نے آپ کو زاد راہ اور متاع پیش کیا' آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا صرف اتنا فرمایا کہ ہمارے معاملہ کو مخفی رکھنا میں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھے امان لکھ کر دے دیں' آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان لکھ دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ کی طرف) روانہ ہو گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۴' طبع کراچی)

غور کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے نکلا تھا!

عمیر بن وہب کو معاف کر دینا

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے' عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے ایک بڑا شیطان تھا' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

Marfat.com

آپ کے اصحاب کو بہت ایذاء پہنچایا کرتا تھا' اور مکہ میں آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس سے بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں' عمیر کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا' انہوں نے مقتولین بدر کا ذکر کیا' صفوان نے کہا خدا کی قسم ان کے بعد اب زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے' عمیر نے کہا تم نے سچ کہا' خدا کی قسم اگر میں نے قرض نہ دینا ہوتا جس کی میرے پاس گنجائش نہیں ہے اور مجھے اپنے بال بچوں کے ضائع ہو جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ابھی روانہ ہوتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آتا' صفوان نے اس بات کو غنیمت جانا اور کہا تمہارے قرض کا میں ضامن ہوں اور تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کا خرچ میں اٹھاؤں گا' اس معاہدہ کے بعد عمیر نے اپنی تلوار کو زہر میں ڈبویا اور مدینہ پہنچ گیا' حضرت عمر بن الخطاب صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے جنگ بدر کے متعلق باتیں کر رہے تھے' اچانک حضرت عمر نے دیکھا کہ عمیر بن وہب مسجد کے دروازہ پر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے کھڑا ہوا ہے' حضرت عمر نے کہا اللہ کا یہ دشمن ضرور کسی شر کی نیت سے آیا ہے' جنگ بدر کے دن یہی شخص فتنہ کی آگ بھڑکا رہا تھا' پھر حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے نبی! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے' آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ' حضرت عمر اس کو لے کر آئے اس کی گردن سے اس کی تلوار کی پیٹی پکڑی اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بٹھا دیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے عمر اس کو چھوڑ دو' اور عمیر سے کہا میرے قریب آؤ اس نے کہا صبح بخیر یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا اسلام تمہارے سلام سے بہتر ہے اور وہی اہل جنت کا سلام ہے' آپ نے اس سے پوچھا اے عمیر! تم کس لیے آئے ہو! اس نے کہا آپ کے پاس جو ہمارے قیدی ہیں ان کے متعلق یہ کہنے آیا ہوں کہ آپ ان پر احسان کریں' آپ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں یہ تلوار کیسی ہے؟ اس نے کہا ان تلواروں کے لیے خرابی ہو انہوں نے ہم سے کون سی مصیبت دور کر دی ہے! آپ نے فرمایا کیا تم سچ کہہ رہے ہو تم اسی لیے آئے ہو؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں اسی لیے آیا ہوں' آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تم نے مقتولین بدر کا ذکر کیا پھر تم نے کہا اگر مجھ پر قرض اور بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ابھی روانہ ہو جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آتا' پھر صفوان اس شرط پر تمہارے قرض اور تمہارے بچوں کی کفالت کا ضامن ہو گیا کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور تمہارے اور تمہارے اس ارادہ کے پورا ہونے کے درمیان اللہ حائل ہو گیا' یہ سن کر عمیر نے بے ساختہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ پہلے ہم آسمانی خبروں اور وحی کے متعلق آپ کی تکذیب کرتے تھے' اور یہ ایسی خبر ہے جس کے موقع پر میرے اور صفوان کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا' خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ بات صرف اللہ نے بتائی ہے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی' اس نے کلمہ شہادت پڑھا' نبی ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا دینی بھائی ہے اس کو قرآن کی تعلیم دو' اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو' پھر حضرت عمیر بن وہب مکہ چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور جس طرح پہلے مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے اب مشرکین کے خلاف تیغ بے نیام رہتے تھے' ان کی تبلیغ سے بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۷۲-۲۷۴' الروض الانف ج ۳ ص ۱۱۴-۱۱۳' بیروت' الاستیعاب رقم: ۲۰۲۰' اسد الغابہ رقم: ۴۰۹۶' الاصابہ رقم: ۶۰۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر

Marfat.com

آیا وہ آپ کی نرمی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ اسلام کا مبلغ بن گیا!

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ چھوڑ نہ دیں اس وقت تک ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی جس سے آپ کو سخت رنج پہنچا تھا' اور آپ سے کہا تھا کہ اپنی سواری دور کرو مجھے اس سے بدبو آتی ہے' جنگ احد میں عین لڑائی کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا) میں آپ کو یہ تمام باتیں گنواتا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا۔ "اپنی رائے کو رہنے دو" جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کرو یا نہ کرو) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا' اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا' حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ الحدیث (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور اس پر میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۴۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سو آپ کی اس نرمی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔

فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کر دینا

امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المتوفی ۶۳۰ھ بیان کرتے ہیں :

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی' ابوسفیان نے کہا اگر مجھے باریاب ہونے کی اجازت نہیں ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ کا دل نرم ہو گیا اور آپ نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوسفیان سے کہا تم حضور کے سامنے کی طرف سے جانا اور آپ سے وہی کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کہا تھا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی قصوروار تھے' انہوں نے اسی طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' آپ نے ان کو قریب بٹھایا اور

Marfat.com

انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ابوسفیان نے اپنی پچھلی تمام زیادتیوں پر معافی مانگی' ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے' اس کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس کی وجہ سے یہ اپنی قوم میں فخر کرے' آپ نے فرمایا ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اس کو امان ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۶۶۔ ۱۶۴' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

جب آپ کے سامنے ہند کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ ہند ہے؟ ہند نے کہا میں ہند ہوں' اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ میری پچھلی باتوں کو معاف کر دیجئے' ہند کے ساتھ اور بھی عورتیں تھیں۔ آپ نے ان سے عہد لیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' چوری نہیں کریں گی' بدکاری نہیں کریں گی' اولاد کو قتل نہیں کریں گی کسی بے قصور پر بہتان نہیں باندھیں گی' کسی نیک کام میں حضور کی نافرمانی نہیں کریں گی' پھر آپ نے حضرت عمر سے فرمایا ان سے بیعت لو' اور ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۷۲۔ ۱۷۱' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کیے تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہا تھا' آپ نے ابوسفیان پر قابو پانے کے بعد اس کو معاف کر دیا' ہند نے آپ کے محبوب چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا تھا مکہ فتح کرنے کے بعد آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔

فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ (یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے عمیر بن وہب کو مدینہ بھیجا تھا) جدہ جانے کے لئے مکہ سے نکلا تا کہ جدہ سے یمن چلا جائے' حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : یا رسول اللہ! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ آپ کے خوف سے بھاگ رہا ہے تا کہ اپنے آپ کو سمندر میں گرادے آپ اس کو امان دے دیجئے' آپ نے فرمایا اس کو امان ہے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو امان دے دی ہے' نبی ﷺ نے ان کو اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جس کو پہن کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے' حضرت عمیر وہ عمامہ لے کر گئے اور ان کو جدہ میں جالیا اس وقت وہ جہاز میں سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے' انہوں نے کہا اے صفوان! اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے بجائے اپنے دل میں اللہ کو یاد کرو' دیکھو یہ امان ہے جو میں تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ سے لے کر آیا ہوں' صفوان نے کہا تم چلے جاؤ' حضرت عمیر نے کہا اے صفوان' وہ سب سے زیادہ افضل' سب سے زیادہ نیک' سب سے زیادہ حلیم اور سب سے اچھے ہیں' حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کو حضور کے پاس لے آئے' صفوان نے رسول اللہ ﷺ سے کہا' اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے! آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا' صفوان نے کہا مجھے اسلام لانے کے لیے دو ماہ کی مہلت دیجئے' آپ نے فرمایا میں تمہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳۹۔ ۳۳۸' مطبوعہ بیروت' کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۳' الکامل لابن الاثیر ج ۲ ص ۱۶۸' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۰۸)

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا

امام ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں :

عکرمہ بن ابی جہل بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے' آپ سے عداوت رکھنے اور آپ کے خلاف جنگوں میں پیسہ صرف کرنے میں اپنے باپ کی مثل تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا تو اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ گیا' لیکن اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث مسلمان ہوگئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کے لیے امان طلب کی' اور اپنے ساتھ ایک رومی غلام لے کر اس کو ڈھونڈنے نکلیں' انہوں نے عرب کے بعض قبیلوں کی مدد سے عکرمہ کو جالیا' اس وقت عکرمہ سمندر کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے' ام حکیم نے کہا میں تمہارے پاس اس شخص کے ہاں سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں' سب سے زیادہ حلیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں' اور انہوں نے تم کو امان دے دی ہے' جب عکرمہ رسول اللہ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے' پھر عکرمہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے لیے استغفار کریں پھر آپ نے ان کے لیے استغفار کیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۶۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں :

جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے تو سخت تیز ہوا چلی انہوں نے اس وقت لات اور عزیٰ کو پکارا' کشتی والوں نے کہا اس موقع پر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لاشریک کو پکارا جائے اور کسی کو پکارنا جائز نہیں' عکرمہ نے سوچا اگر سمندر میں صرف اسی کی الوہیت ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر دل میں عہد کیا کہ وہ ضرور (سیدنا) محمد (ﷺ) کے پاس جا کر رجوع کریں گے۔ سو انہوں نے آپ کے پاس جا کر آپ سے بیعت کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۱۳۴)

نیز امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ بیان کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کر کے پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا : راکب (سوار) مہاجر کو خوش آمدید ہو' میں نے عرض کیا : اے اللہ کے نبی میں کیا کہوں؟ فرمایا کہو : اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ میں نے عرض کیا : میں پھر کیا کہوں فرمایا : کہو : اے اللہ! میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں مہاجر اور مجاہد ہوں' سو انہوں نے اسی طرح کہا' پھر نبی ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے جس کسی ایسی چیز کا سوال کرو گے جو میں لوگوں کو عطا کر رہا ہوں گا تو میں وہ تم کو ضرور عطا کروں گا' حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ سے کسی مال کا سوال نہیں کروں گا' میں قریش میں بہت زیادہ مالدار ہوں' لیکن میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں اور کہا میں نے پہلے جتنا مال لوگوں کو اللہ کی راہ میں روکنے کے لیے خرچ کیا تھا۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے لمبی زندگی دی تو میں اس سے دگنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا۔

ایک اور روایت میں ہے جب عکرمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ فرط خوشی سے کھڑے ہو گئے' اور فرمایا اس مہاجر کو مرحبا ہو!

(مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۱۳۳-۱۳۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۱' تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص

Marfat.com

۴۳۱؎ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۹۸' سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۲ ص ۲۷۸)

فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا

وحشی بن حرب' جبیر بن مطعم کے غلام تھے' ایک قول یہ ہے کہ بنت الحارث بن عامر کے غلام تھے' حارث بن عامر کی بیٹی نے ان سے کہا میرا باپ جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا اگر تم نے (سیدنا) محمد (ﷺ) حمزہ یا علی بن ابی طالب ان تینوں میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' جنگ احد میں وحشی نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا' اور اس قتل سے رسول اللہ ﷺ کو بہت اذیت پہنچی تھی' جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو یہ جان کے خوف سے طائف بھاگ کر چلے گئے تھے' پھر ایک وفد کے ساتھ آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور کلمہ پڑھ لیا' حافظ ابن عساکر نے ان کے اسلام قبول کرنے کا بہت تاثر انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی' وحشی نے کہا: اے محمد! (ﷺ) آپ مجھے کس طرح اپنے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں نے شرک کیا ہے' قتل کیا ہے اور زنا کیا ہے اور آپ یہ پڑھتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان: ۶۹-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ (مثلاً قصاص میں) اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا ۝ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا۔

جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کر دی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰)

لیکن جو (موت سے پہلے) توبہ کر لے' اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا: اے محمد! (ﷺ) یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے' ہو سکتا ہے مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہو تو پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ!

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا' اور اس کے علاوہ جو گناہ ہو اسے جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

وحشی نے کہا اے محمد! (ﷺ) اس آیت میں تو مغفرت اللہ کے چاہنے پر موقوف ہے' ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا

Marfat.com

نہ چاہے پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی :

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر : ۵۳)

آپ کہیے کہ اے میرے بندو' جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا اب مجھے اطمینان ہوا پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا' صحابہ نے پوچھا یہ بشارت آیا صرف وحشی کے لیے ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا سب کے لیے ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ وحشی امان طلب کر کے آیا اور پھر رسول اللہ ﷺ سے اسلام قبول کرنے کے متعلق یہی شرائط پیش کیں اور آپ نے یہی جوابات دیئے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۲۶۳-۲۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

غور فرمایئے رسول اللہ ﷺ اس شخص کی ایک ایک شرط پوری کر کے اور اس کا ایک ایک ناز اٹھا کر اس کو کلمہ پڑھا رہے ہیں اور جنت کا راستہ دکھا رہے ہیں جو آپ کے انتہائی عزیز چچا کا قاتل تھا' اگر کوئی شخص ہمارے کسی عزیز رشتہ دار کو قتل کر کے ہم سے دنیا کی کسی جگہ کا راستہ پوچھے تو ہم اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے تو ان کے ظرف کی عظمت کا کیا کہنا جو ایسے شخص کا ایک ایک نخرہ پورا کر کے اسے جنت کا راستہ دکھا رہے ہیں!

ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا

امام محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں :

ہبار بن اسود کا جرم یہ تھا کہ اس نے نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کو پشت میں نیزہ مارا تھا اس وقت وہ حاملہ تھیں وہ گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا' جس وقت نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہبار بن اسود آ گیا وہ بہت فصیح اللسان تھا اس نے کہا : اے محمد! (ﷺ) جس نے آپ کو برا کہا اس کو برا کہا گیا۔ میں آپ کے پاس اسلام کا اقرار کرنے آیا ہوں' پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا' رسول اللہ ﷺ نے اس کا اسلام قبول کر لیا' اس وقت نبی ﷺ کی کنیز سلمہ آئیں اور انہوں نے ہبار سے کہا اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے تو وہی ہے جس نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں کام کیا تھا' آپ نے فرمایا اسلام نے ان تمام کاموں کو مٹا دیا' اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو برا کہنے اور اس کے پچھلے کام گنوانے سے منع فرمایا۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۸-۸۵۷' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت)

منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! محمد (ﷺ) نے اس تقسیم سے اللہ کی رضاجوئی کا ارادہ نہیں کیا' میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی' تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۹۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام واقدی متوفی ۲۰۷ھ نے بیان کیا ہے کہ اس شخص کا نام معتب بن قشیر تھا اور یہ منافق تھا' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر خیر خواہی کی نیت سے کسی شخص سے اس کے متعلق کہا ہوا قول بیان کیا جائے کہ فلاں شخص آپ کے

Marfat.com

متعلق یہ کہہ رہا تھا' تو یہ چغلی نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے' ورنہ رسول اللہ ﷺ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے تم چغلی کیوں کر رہے ہو؟ چغلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص فساد ڈالنے اور دو آدمیوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کی نیت سے ایک کی بات دوسرے شخص تک پہنچاتا ہے' اور اس حدیث میں آپ کی نرمی اور ملائمت کا بیان بالکل واضح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا اس وقت آپ ایک نجرانی (یمنی) چادر اوڑھے ہوئے تھے راستہ میں ایک اعرابی (دیہاتی) ملا اس نے بہت زور سے آپ کی چادر کھینچی' حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نبی ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان چادر کا نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ نبی ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے پھر اس کو مال دینے کا حکم دیا۔ (کتاب المغازی ج ۲ ص ۹۰۰' مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

اس حدیث میں نبی ﷺ کی نرمی' حسن اخلاق اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا واضح بیان ہے۔

عفو اور درگزر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: ۱۹۹)

معاف کرنا اختیار کیجئے' نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور: ۲۲)

(اور اہل فضل کو چاہئے) کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (الشوریٰ: ۳۷)

اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب وہ غضبناک ہوں تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ: ۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (الشوری: ۴۳)

اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً ضرور یہ ہمت والوں کے کاموں میں سے ہے۔

عفو اور درگزر کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا' بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں جو عزت بڑھانے کا ذکر ہے اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ جس کا قصور معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھ جاتی ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھائے گا۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بڑا پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بڑا پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۶)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص لڑے ' دو میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا' وہ کلمہ یہ ہے : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم-الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی تکلیف پہنچائی گئی آپ نے اس کا کبھی بدلہ نہیں لیا حتیٰ کہ اللہ کی حدود کو توڑا جائے تو پھر آپ اللہ کی وجہ سے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے' بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا' الا یہ کہ کوئی شخص اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگذر کے مختلف محامل

جب کفار نے آپ کے سر پر پتھر مار کر آپ کا خون بہایا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے' یا جب کسی نے آپ کو سختی سے آواز دی یا جس نے آپ کی چادر کو اس زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن میں نشان پڑ گیا اور اس نے آپ سے کہا آپ مجھے اپنے مال یا اپنے باپ کے مال سے نہیں دیتے تو آپ ہنسے اور اس کو مال دینے کا حکم دیا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر' حلم' حق کو قائم کرنے اور دین پر تصلب کی دلیل ہے' اور یہی آپ کا خلق حسن ہے کیونکہ اگر آپ اللہ کی حدود کو قائم نہ کرتے تو اس سے دین میں ضعف ہوتا' اور اگر آپ اپنے نفس کا انتقام لیتے تو یہ صبر اور حلم کے خلاف ہوتا آپ نے ان دونوں مذموم طریقوں کو ترک کر کے متوسط طریقہ کو اختیار فرمایا۔

جس منافق شخص نے آپ سے یہ کہا تھا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' آپ نے اس شخص کی تالیف قلب کے لیے اس کو معاف کر دیا' یا اس کی قوم کی تالیف کے لیے اس کو معاف کر دیا' اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلام کہتا ہے اس کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقین سے اس لیے درگذر کرتے تھے کہ لوگ آپ سے دور نہ ہوں اور لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں کیونکہ منافق بہ ظاہر مسلمان تھے'

Marfat.com

کبھی آپ تالیف قلب کے لیے ذمی کافر سے بھی درگذر کر لیتے تھے اور کبھی کافر حربی سے اس لیے درگذر فرما لیتے تھے کہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ لیں (آل عمران : ۱۵۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مسلمانوں پر نرمی اور شفقت کرنے کا بہ تدریج حکم دیا ہے' پہلے آپ کو یہ حکم دیا کہ جنگ احد میں جن مسلمانوں سے تقصیر ہو گئی ہے آپ ان کو معاف کر دیں پھر آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کے لیے اللہ سے استغفار کریں اور شفاعت طلب کریں اور جب وہ اس درجہ پر پہنچ جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے اور یہ اہم قومی معاملات میں مشورہ دینے کے اہل ہو جائیں تو پھر آپ ان سے مشورہ کریں۔

مشورہ کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

مشاورت اور مشورہ کا معنی ہے : بعض کا بعض کی طرف رجوع کر کے ان کی رائے کو حاصل کرنا' جب عرب والے کسی جگہ سے شہد کو نکالتے ہیں اور حاصل کرتے ہیں تو کہتے ہیں "شرت العسل" جس امر میں مشورہ طلب کیا جائے اس کو شوریٰ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے : "وامرھم شوریٰ بینھم" "اور ان کا کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

(المفردات ص ۲۷۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

مشورہ کے ذریعہ مختلف آراء ظاہر ہوتی ہیں' اور مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور و فکر کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس کی رائے کتاب و سنت' حکمت اور موقع اور محل کے مناسب ہے اور جب اللہ اسے کسی رائے کی طرف ہدایت دے دے تو وہ اس رائے پر عمل کرنے کا عزم کرے اور اللہ پر توکل کر کے اس رائے کو نافذ کر دے۔

مشورہ کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳' مطبوعہ لاہور)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہو گا' اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہو گا' اور جس نے میانہ روی کی وہ کنگال نہیں ہو گا' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبد السلام بن عبد القدوس ایک ضعیف راوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس میں کسی مسلمان شخص سے مشورہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو درست کام کی ہدایت دے دیتا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن الحصین العقیلی متروک راوی ہے۔

Marfat.com

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

رسول اللہ ﷺ کو صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسائل اور معاملات میں امکان وحی کے باوجود اجتہاد کرنا جائز ہے' اور ظن غالب پر عمل کرنا صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کو کن امور میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' بعض علماء نے کہا اس کا تعلق جنگی چالوں سے ہے کہ جب دشمن کا سامنا ہو تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کس طریقہ پر عمل کیا جائے' اور اس کی حکمت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی تالیف قلب کی جائے' اور جنگ احد میں شکست کی وجہ سے جو صحابہ کرام دل شکستہ ہو گئے تھے ان کی دلجوئی کی جائے' اور ان کے مرتبہ کی بلندی کو ظاہر کیا جائے۔ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ ان کی رائے سے مستغنی ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کر کے صحیح سمت کی طرف آپ کی رہنمائی پر قادر ہے' قتادہ' ربیع' ابن اسحاق اور امام شافعی وغیرہ کی یہی رائے ہے کیونکہ عرب سرداروں سے جب کسی اہم معاملہ میں مشورہ نہ لیا جائے تو ان پر گراں گذرتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ اہم جنگی معاملات میں ان سے مشورہ کریں اس سے ان کی قدر افزائی اور دلجوئی ہو گی۔

حسن بصری اور ضحاک نے یہ بیان کیا ہے کہ جن معاملات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وحی نازل نہیں کی ان میں آپ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس وجہ سے نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان کے مشورہ کی حاجت ہے بلکہ اس لیے کہ ان کو مشورہ کی تعلیم دی جائے' ان کو مشورہ کی فضیلت کا علم ہو اور آپ کے بعد آپ کی امت مشورہ کرنے میں آپ کی اقتداء اور اتباع کرے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۷) اور علامہ آلوسی نے امام ابن عدی اور امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے : جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو میری امت کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ (روح المعانی : ج ۴ ص ۱۰۷)

کس قسم کے لوگوں سے مشورہ کیا جائے

مشورہ اس شخص سے طلب کرنا چاہیے جو عالم دین ہو اور صاحب فہم و فراست ہو' اور جب کسی ایسے شخص سے مشورہ لیا جائے اور وہ اس مسئلہ کا صحیح حل معلوم کرنے کی پوری کوشش کرے اس کے باوجود اگر اس کو خطا لاحق ہو جائے تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو بندہ مشورہ لے وہ کبھی بدبخت نہیں ہوتا اور جو بندہ خود رائے ہو اور دوسروں کے مشوروں سے مستغنی ہو وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوتا' بعض علماء نے کہا ہے کہ کسی تجربہ کار شخص سے مشورہ لینا چاہیے' کیونکہ وہ تم کو ایسی چیز بتلائے گا جس میں وہ زیادہ تر کامیاب رہا ہو گا' امام اور خلیفہ کو نصب کرنا کس قدر اہم مسئلہ تھا لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو ارباب حل و عقد کے باہمی مشورہ اور اتفاق پر

Marfat.com

چھوڑ دیا' امام بخاری نے کہا نبی ﷺ کے بعد ائمہ مباح کاموں میں امین لوگوں اور علماء سے مشورہ کیا کرتے تھے' سفیان ثوری نے کہا متقی اور امانت دار شخص سے مشورہ کرنا چاہیے۔ حسن بصری نے کہا خدا کی قسم! جو لوگ مشورہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی صحیح حل کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۵۱۔ ۲۵۰' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (آل عمران : ۱۵۹)

کسی کام کو کرنے کے پختہ ارادہ کو عزم کہتے ہیں۔ نیت' عزم اور قصد یہ الفاظ مترادفہ ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو اس مشورہ پر توکل نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو پھر اس کام سے رجوع نہ کریں' جس طرح جنگ احد میں جب مسلمانوں سے مشورہ کیا گیا' تو نبی ﷺ اور پختہ کاروں کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر کافروں سے مدافعانہ جنگ کی جائے اور بعض نوجوان مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے' نبی ﷺ نے اس رائے کو قبول کر لیا اور جمعہ کی نماز کے بعد گھر گئے اور ہتھیار پہن کر باہر آئے' وہ نوجوان صحابہ نادم ہوئے کہ ہم نے حضور ﷺ کی بات نہیں مانی' انہوں نے آپ سے معذرت کی اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا' نبی ﷺ نے فرمایا جب نبی ہتھیار پہن لے تو بغیر جنگ کیے اس کے لیے ہتھیار اتارنا جائز نہیں ہے' اور یہی اس آیت پر عمل ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کے بعد اللہ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیا ہے تو پھر اس سے رجوع نہ کریں اور اس کام کو کر ڈالیں۔

توکل کا معنی

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں :

توکل کا معنی ہے ضامن ہونا' حدیث مرفوع میں ہے : جو شخص دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان کا متوکل (ضامن) ہوا' میں اس کے لیے جنت کا متوکل (ضامن) ہوں' یعنی جس نے اپنے منہ کو حرام کھانے اور فرج کو حرام کاری سے بچایا میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں' اور توکل کا معنی پناہ میں دینا بھی ہے' حدیث میں ہے مجھے پلک جھپکنے کے لیے بھی غیر کے توکل (پناہ) میں نہ دے یا غیر کے سپرد نہ کر' اور توکل کا معنی اعتماد کرنا اور سپرد کرنا ہے' اور کسی معاملہ میں اللہ پر توکل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس میں اللہ پر اعتماد کیا جائے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۲۲۱' مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران' ۱۳۶۴ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں :

جب انسان پر یہ منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی فاعل نہیں ہے اور خلق ہو یا رزق ہو' دینا ہو یا روکنا ہو' زندہ کرنا ہو' یا مارنا ہو' غنا ہو یا فقر ہو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر وہ اپنی ضرورتوں میں غیر کی طرف نہیں دیکھے گا' اس کے دل میں اسی کا خوف ہو گا اور اسی سے امید ہو گی اسی پر بھروسہ ہو گا اور اسی پر اعتماد ہو گا کیونکہ صرف وہی مستقل فاعل ہے اور باقی چیزیں اس کے مسخر اور تابع ہیں' آسمان اور زمین میں سے کوئی ذرہ خود بہ خود حرکت نہیں کر سکتا' اور جو شخص سبزہ اور فصل کی پیداوار میں بادل' بارش اور ہواؤں پر اعتماد کرتا ہے وہ فاعل حقیقی سے غافل ہے اور ایک قسم کے شرک میں مبتلا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۵ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' مطبوعہ دارالخیر بیروت' ۱۴۱۳ھ)

Marfat.com

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

توکل کا معنی یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی مساعی کو مہمل چھوڑ دے' جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم نہ دیتا' بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان اسباب ظاہرہ کی رعایت کرے لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت' اس کی تائید اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے میں' اور اللہ کے ماسوا سے اعراض کرنے میں رغبت دلائی جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

توکل کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور اگر تم مومن ہو تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

(المائدہ : ۲۳)

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

(الطلاق : ۳)

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر : ۳۶) کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔

توکل کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' ایک نبی اور دو نبیوں کے ساتھ (دس سے کم لوگوں کی) ایک جماعت تھی' اور بعض نبی ایسے تھے کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا' حتیٰ کہ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی' میں نے سوچا یہ کون سی جماعت ہے؟ کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا بلکہ یہ حضرت موسیٰ ہیں اور ان کی امت ہے' اور کہا گیا کہ آپ افق کی طرف دیکھئے' تو ایک جماعت نے افق کو بھر لیا تھا' پھر مجھ سے کہا گیا' ادھر ادھر آسمان کے کناروں میں دیکھئے تو ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا' کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے' پھر آپ (حجرہ میں) داخل ہو گئے اور یہ نہیں بیان فرمایا (کہ وہ ستر ہزار کون ہیں) لوگ (اس حدیث میں) بحث و تمحیص کرنے لگے' انہوں نے کہا اس کا مصداق ہم لوگ ہیں ہم لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی' ہم ہیں یا پھر ہماری اولاد ہے' جو اسلام میں پیدا ہوئی' کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے' جب نبی ﷺ تک یہ بحث پہنچی تو آپ تشریف لائے آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو (زمانہ جاہلیت کا) منتر نہیں کرتے تھے' اور نہ پرندوں سے بدشگونی نکالتے تھے اور نہ (حصول شفا میں) داغ لگانے پر اعتماد کرتے تھے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے تھے (اسباب کو مسببات پر مرتب کر کے نتیجہ کو اللہ کے سپرد کر دیتے تھے اور اسی پر اعتماد کرتے تھے) حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا : یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے کہا کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا : تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ پر کماحقہ توکل کرو تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

(الجامع الصحیح' کتاب الزہد' باب ۳۳' التوکل علی اللہ' و مسند احمد ج ا ص ۵۲' ۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو تنگی اور فقر لاحق ہو اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اس کا فقر و فاقہ ختم نہیں ہو گا' اور جس شخص کو فقر و فاقہ لاحق ہو اور وہ اللہ کے سامنے اپنی حاجت بیان کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو جلد یا بہ دیر رزق عطا فرمائے گا۔

(الجامع الصحیح' کتاب الزہد' باب : ۱۸' باب ماجاء فی الھم فی الدنیا' شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۱۲۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ہر مسئلہ کا ضامن ہوتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو دنیا کی طرف رجوع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے سپرد کر دیتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۹۔ ۲۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۳۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۳)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن الاشعث ہے وہ ضعیف ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

توکل کی صحیح تعریف

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے توکل کی حسب ذیل تعریفات نقل کی ہیں :

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا توکل یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسا ہو جیسے غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں مردہ ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے اس کو الٹتا ہے پلٹتا ہے۔

نہرجوری نے کہا حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو مخلوق سے تعلق نہ رکھے' وہ اپنے حال کی کسی سے شکایت نہ کرے اور اگر اس کو کوئی شخص کچھ نہ دے تو اس کی مذمت نہ کرے کیونکہ اس کا یقین ہے کہ دینا اور نہ دینا اللہ کی جانب سے ہے۔

ابویزید سے پوچھا گیا کہ بندہ متوکل کب ہوتا ہے انہوں نے کہا جب وہ اپنے دل کو ہر موجود اور مفقود سے منقطع کر لیتا ہے۔ عامر بن عبد قیس نے کہا اللہ کی کتاب میں تین آیات ایسی ہیں جو انسان کو تمام مخلوقات سے کفایت کرتی ہیں اور اس کو ان سے مستغنی کر دیتی ہیں :

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس : ۱۰۷)

(اے مخاطب!) اور اللہ اگر تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے لیے کسی خیر کا ارادہ کرلے تو اس کے سوا کوئی اور اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ

اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے اسے کوئی روکنے والا

Marfat.com

لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (فاطر : ۲)
نہیں اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ○ (هود : ۶)
اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے' وہ اس کے ٹھیرنے کی جگہ اور اس کے سپرد کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے' سب کچھ روشن کتاب میں ہے۔

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا : اے بھائی تم طالب بھی ہو اور مطلوب بھی' تم کو وہ طلب کرتا ہے جو فوت ہونے والا نہیں ہے اور تم اس چیز کو طلب کرتے ہو جس سے تم مستغنی کر دیئے گئے ہو' اے بھائی! تم دیکھتے ہو کہ کئی حریص لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور کئی بے رغبت لوگ نواز دیئے جاتے ہیں۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۱۱۳۔۱۰۹)

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں :

توکل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور اسی پر توکل کرے۔

توکل یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے چلنے کے لیے جو راستہ بیان کیا ہے جب اس کے سامنے وہ راستہ ظاہر ہو تو وہ اس راستہ پر چلیں اور اس کی مراد تک پہنچنے کا سبب حاصل کریں اور اللہ پر اعتماد کریں کہ وہ ان کو ان کی کوششوں میں کامیاب فرمائے گا اور انہیں ان کی مراد تک پہنچائے گا' اور جس نے توکل کو اللہ کے بنائے ہوئے اسباب سے خالی کر لیا۔ اس نے اللہ کے حکم پر عمل نہیں کیا اور اللہ کے بنائے ہوئے طریقہ پر نہیں چلا۔

سعید بن جبیر کو ایک رات نماز میں کسی چیز نے ڈنک مارا انہوں نے اس پر دم کیا' ان سے حصین نے پوچھا' آپ کو دم کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صرف نظر لگنے یا ڈنک مارنے پر دم کیا جائے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ پر کما حقہ توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیا جائے گا جو صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا اس حدیث میں کسب اور رزق کو طلب کرنے کی نفی نہیں ہے کیونکہ پرندے صبح سے شام تک رزق کی طلب میں پھرتے رہتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : رزق کی طلب میں تاخیر نہ کرو کیونکہ اس وقت تک کوئی بندہ مر نہیں سکتا جب تک اسے اس کا آخری رزق نہ پہنچ جائے' اللہ سے ڈرو اور رزق حلال کو اچھی طرح سے طلب کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے تنگی اور فقر کی شکایت کی اور اس نے کہا : یا رسول اللہ! میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آیا ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں جس کو میں ان کے پاس لے کر جاؤں حتی کہ ان میں سے بعض مر جائیں گے' آپ نے فرمایا جاؤ دیکھ کر آؤ گھر میں کیا چیزیں ہیں؟ وہ ایک چادر اور ایک پیالہ لے آیا' اس نے کہا یا رسول اللہ! اس چادر کے بعض حصہ کو ہم بچھا لیتے ہیں اور بعض کو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور اس پیالہ سے پانی پیتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو مجھ سے کون ایک درہم میں خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا میں یا

Marfat.com

رسول اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک اور شخص نے کہا میں ان کو دو درہموں میں خریدوں گا' آپ نے اس شخص سے فرمایا ایک درہم سے کلہاڑی خرید لو' اور دوسرے درہم سے اپنے اہل کے لیے کھانا خریدو' اس نے ایسا ہی کیا' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو اور پندرہ دن سے پہلے میرے پاس نہ آنا' وہ پندرہ دن کے بعد آیا تو اس نے کہا میرے پاس دس درہم ہیں' آپ نے فرمایا پانچ درہم سے اپنے اہل کے لیے طعام خریدو اور پانچ درہم سے اپنے اہل کے لیے کپڑے خریدو' اس شخص نے کہا : یا رسول اللہ! آپ نے مجھے جس چیز کا حکم دیا تھا اس میں اللہ نے مجھے بڑی برکت دی ہے' آپ نے فرمایا یہ (تمہارا کسب اور محنت کرنا) اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن آؤ اور تمہارے چہرے پر سوال کرنے کی وجہ سے خراشیں پڑی ہوں' سوال کرنا صرف تین شخصوں کے لیے جائز ہے' جو سخت بیمار ہو' یا قرض میں ڈوبا ہوا ہو' یا ہلاکت خیز تنگی میں مبتلا ہو۔

(الجامع الصحیح للترمذی' کتاب البیوع' باب : ۱۱ ماجاء فی بیع المدبر' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۵)

امام احمد نے فرمایا اس حدیث میں کسب اور محنت کرنے کی دلیل ہے اور جو شخص کمانے پر قادر ہو اس کو سوال کرنے سے منع فرمایا ہے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص غنی اور تندرست ہو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳' شعب الایمان ج ۲ ص ۸۷۔۵۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کیا اسباب کو ترک کرنا اور مال جمع کرنا توکل کے خلاف ہے؟

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ لکھتے ہیں :

ذوالنون سے پوچھا گیا توکل کیا ہے انہوں نے کہا توکل دنیا والوں سے مستغنی ہونا اور اسباب سے منقطع ہونا ہے' اور نہرجوری نے کہا توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اختیار کو ترک کر دے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۰۵۔ ۱۰۴' مطبوعہ بیروت)

ہمارے نزدیک یہ دونوں تعریفیں صحیح نہیں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا' آپ نے پوچھا اے بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے کھجوروں کو ذخیرہ کیا ہے' آپ نے فرمایا : اے بلال کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان کھجوروں کے لیے دوزخ کی آگ میں دھواں ہو! ۔ اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے تنگی کرنے کا خوف نہ کرو۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۱۸' دلائل النبوت للبیہقی ج ۱ ص ۳۴۷)

ہمارے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اگر کسی مال کو جمع کیا جائے اور اس میں سے زکوۃ ادا نہ کی جائے تو وہ دوزخ کی آگ کا دھواں بن جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین پرندے ہدیہ کیے گئے' آپ نے ایک پرندہ کھا لیا اور آپ کی خادمہ نے دو پرندے چھپا کر رکھ دیئے' صبح آپ کے سامنے وہ پرندے پیش کیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تم کو کل کے لیے کوئی چیز رکھنے سے منع نہیں کیا تھا' اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق عطا فرماتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۱۱۹' طبع بیروت) (مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۹)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں' سوا ہلال بن امیہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۲)

Marfat.com

ہمارے نزدیک یہ حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب مسلمانوں پر تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا' جب کبھی دو ایسے متواتر دن نہیں آئے جب دونوں دن رسول اللہ ﷺ کے گھر آگ جلی ہو' پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی بہ کثرت فتوحات ہوئیں اور مال غنیمت کی ریل پیل ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کو مال جمع کرنے کی اجازت دے دی گئی' اگر مسلمانوں کے لیے مال جمع کرنا جائز نہ ہوتا تو مسلمانوں پر حج کیسے فرض کیا جاتا کیونکہ حج اسی پر فرض ہے جس کے پاس زاد اور راحلہ ہو' نہ مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہوتی' کیونکہ زکوۃ اس پر فرض ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی' یا اس کے مساوی مال تجارت ہو' یا اس کے پاس پانچ اونٹ' تیس گائے یا چالیس بکریاں ہوں' اور ظاہر ہے کہ وہ یہ مال جمع کرے گا تو اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔ اسی طرح زرعی پیداوار پر عشر اور خراج کا معاملہ ہے۔ اسی طرح قربانی بھی صاحب نصاب پر واجب ہے اور مالی صدقات نافلہ بھی مالدار شخص پر واجب ہوں گے' اگر اسلام میں مال جمع کرنے کی اجازت نہ ہو تو ان عبادات کی کس طرح گنجائش ہوگی!

اسباب حاصل کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرہ: ۱۹۷)

اور سفر کے لیے زاد راہ لو' سو یقیناً بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یمن والے بغیر سفر خرچ لیے ہوئے حج کے لیے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں اور جب وہ مکہ میں پہنچتے تو لوگوں سے مانگنا شروع کر دیتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سفر کے لیے زاد راہ لو سو یقیناً بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۰۶' مطبوعہ کراچی)

جو لوگ کسب معاش کے لیے زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (المزمل: ۲۰)

اور کچھ لوگ اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین میں سفر کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے کسب معاش کرنے کا حکم دیا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)

سو جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا' صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقت ور ہے کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کیا وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال کرنے سے روکنے کے لیے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے' البتہ جو شخص (محض) مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ

Marfat.com

نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۷۲-۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا اگر لوگ اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں تو اللہ ان کو رزق عطا فرمائے گا' حضرت ابن مسعود نے فرمایا یہ بات دین میں معروف نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو معاش کے ساتھ بتلا کیا ہے اور فرمایا ہے کچھ لوگ اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین میں سفر کرتے ہیں۔ (المزمل: ۲۰)

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے اپنے اہل و عیال کے لیے سعی کرنے کی مثل کسی عمل میں فضیلت نہیں ہے حتی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی نہیں۔

سفیان ثوری نے کہا جب تم عبادت کرنے کا ارادہ کرو تو دیکھو گھر میں گندم ہے یا نہیں اگر گھر میں گندم ہے تو عبادت کرو' ورنہ پہلے تم گندم کو طلب کرو پھر اللہ کی عبادت کرو۔

ابراہیم خواص نے کہا آداب توکل میں تین چیزیں ہیں' قافلہ کے ساتھ جاؤ تو سفر خرچ لے کر جاؤ' کشتی میں سفر کرو تو سفر خرچ سے سفر کرو' اور مجلس میں بیٹھو تو توشہ دان (ناشتہ دان) لے کر بیٹھو۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۹۷-۹۶ ملخصاً' طبع بیروت)

بیماری کے علاج کا سبب دوا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا لینے کی ہدایت دی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اعراب نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم دوا نہیں کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو! علاج کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا ہر بیماری کی دوا بنائی ہے' یا فرمایا اس کی شفا رکھی ہے' پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سی بیماری ہے؟ فرمایا بڑھاپا' امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الجامع الصحیح للترمذی' کتاب الطب' باب: ۲' ماجاء فی الدواء' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۱' کتاب الطب' باب: ۱' شعب الایمان ج ۲ ص ۷۸)

امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ہم جس دوا سے علاج کرتے ہیں اور جن اوراد سے دم کرتے ہیں اور جس آڑ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں' کیا ان میں سے کوئی چیز اللہ کی تقدیر کو بدل سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۹۹' مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ)

امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۱۹۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا یہ حدیث اس باب میں اصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو اسباب بیان کیے ہیں اور ان کی اجازت دی ہے ان اسباب کو استعمال کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھے کہ مسبب اللہ تعالیٰ ہے اور ان اسباب کو استعمال کرنے کے بعد جو نفع پہنچتا ہے وہ اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہے اور اگر وہ چاہے تو ان اسباب کے استعمال کے باوجود ان کی منفعت کو روک لے لہٰذا ان اسباب کے نفع پہنچانے میں اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد کرنا چاہیے اور تمام نتائج اس کے

Marfat.com

سپرد کرنا چاہئیں۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۷۹ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھول کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۶۶۸ 'طبع بیروت 'المستدرک ج ۳ ص ۶۲۳ 'شعب الایمان ج ۲ ص ۸۰ 'موارد الظمآن ص ۶۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں اور آپ جنگ احد میں دو زرہیں پہن کر میدان جنگ میں گئے 'فتح مکہ کے دن آپ نے اپنے سر پر خود پہنا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرض میں فصد لگوائی۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۷۸ 'الجامع الصحیح للترمذی ج ۴ ص ۳۹۰ 'طبع بیروت)

ان تمام احادیث سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ اسباب کو مسببات پر مرتب کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

اشیاء کو جمع کرنا اور ذخیرہ کرنا بھی مطلوب ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے

کھانے پینے اور دیگر اشیاء کو جمع کرنا اور ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ آج کی چیز کو کل کے لیے بچا کر نہ رکھو یہ اس زمانہ پر محمول ہے جب مسلمانوں پر تنگی تھی اور جب فتوحات اور مال غنیمت کی کثرت ہوئی اور مسلمان خوشحال ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کھانے پینے کی اشیاء جمع کرنے کی اجازت دے دی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عابس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے 'حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف اس سال کیا تھا جس سال لوگ بھوکے تھے 'آپ نے یہ چاہا کہ غنی فقیر کو کھلائے اور ہم اب پائے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں اور اس کو پندرہ دن بعد کھاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۱۶ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی '۱۳۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانی اور ھدی کے گوشت کو بہ طور زاد راہ لے جاتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کرے تین دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ باقی نہ رہے 'اس کے اگلے سال صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اس سال بھی ہم پچھلے سال کی طرح کریں؟ آپ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور گوشت کو ذخیرہ کرو 'کیونکہ اس سال لوگوں میں بھوک تھی 'تو میں نے چاہا کہ اس سال میں تم مسلمانوں کی مدد کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی '۱۳۸۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں اس کے باوجود آپ ہر سال ازواج مطہرات کو سو وسق غلہ دیتے تھے 'ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام کے برابر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی زمین نصف غلہ یا نصف پھلوں کے

Marfat.com

عوض بٹائی پر دیتے تھے' اور اپنی ازواج کو ہر سال میں سو وسق دیتے تھے- اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو' جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نبی ﷺ کی ازواج کو اختیار دیا وہ چاہیں تو خود زمین اور پانی لے کر کھیتی باڑی کرائیں' یا وہ ان کو ہر سال اتنے وسق غلہ دیں' بعض ازواج نے زمین اور پانی کو اختیار کیا اور بعض ازواج نے اسواق کو اختیار کیا- حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے زمین اور پانی کو اختیار کیا-

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ' صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۱۳' شعب الایمان ج ۲ ص ۷۸)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو جمع کرنا اور مستقبل کے لئے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے' توکل کے سلسلہ میں میں نے یہاں بہت تفصیل سے لکھ دیا ہے اور بناوٹی صوفیوں اور جعلی درویشوں نے توکل کا جو غلط مفہوم مشہور کر رکھا ہے- قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی روشنی میں اس کا بطلان واضح کیا ہے' اور توکل کا صحیح معنی اور مفہوم بیان کیا ہے' اللہ تعالیٰ میری اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور قیامت تک تمام مسلمانوں کے لئے اس کو نفع آور بنائے- آمین)

اگر اللہ مدد نہ کرے تو کوئی مددگار نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے-

(آل عمران : ۱۶۰)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ پر توکل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا' اور دین کی سربلندی میں ان کی آرزوؤں کو پورا کر دے گا' اس کے بعد از سر نو فرمایا اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا' اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن تمہاری مدد فرمائی تھی اگر وہ تمہاری اسی طرح مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا' اور جس طرح جنگ احد میں اس نے تمہیں بے سہارا چھوڑ دیا تھا' اگر وہ اس طرح تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور اپنی نافرمانی سے ڈرایا ہے- قرآن مجید کی اور آیات میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج : ۴۰)

اور اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا- بے شک اللہ بہت قوت والا بہت غالب ہے-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد : ۷)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے (دین کی) مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الروم : ۴۷)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے ان کے (زمانے کے مشرک) لوگوں کی طرف وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے' پھر ہم نے تکذیب کرنے والے مجرموں سے انتقام لیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ (کرم پر) ہے-

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ

اور خیانت کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں اور جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کی ہوئی چیز کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

قیامت کے دن لے کر آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ

ظلم نہیں کیا جائے گا ○ تو کیا جس شخص نے اللہ کی رضا کی پیروی کی وہ اس شخص کی مثل ہو گا جو

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ

اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○ وہ اللہ کے نزدیک مختلف

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى

درجوں والے ہیں اور اللہ ان کے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے

اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا

باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے بیشک وہ اس سے

مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ النصف

پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے ○

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ احد پہاڑ کی پشت پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کیا گیا تھا' وہ مال غنیمت دیکھ کر اس کو لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے- ان کو شاید یہ خیال تھا کہ اگر انہوں نے بروقت مال غنیمت سے حصہ نہیں لیا تو شاید ان کو بعد میں حصہ نہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ خیانت کرنا کسی نبی کی شان نہیں ہے تو جو سید الانبیاء اور امام المرسلین ہیں ان کے متعلق یہ گمان کس طرح صحیح ہو سکتا ہے- اس آیت کے شان نزول کے متعلق امام ابن جریر نے کئی روایات

Marfat.com

بیان کی ہیں :

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : جنگ بدر کے دن سرخ رنگ کی ایک چادر گم ہو گئی بعض لوگوں نے کہا شاید نبی ﷺ نے یہ چادر لی ہو گی- تب یہ آیت نازل ہوئی کہ خیانت کرنا نبی ﷺ کی شان نہیں ہے- بہ ظاہر اس قول کے قائل منافقین تھے-

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بعض اصحاب میں مال غنیمت تقسیم کرتے تھے اور بعض اصحاب میں نہیں کرتے تھے- اس وقت یہ آیت نازل ہوئی- (جامع البیان ج ۴ ص ۱۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

نبی ﷺ کے عادلانہ مزاج کے پیش نظر یہ روایت صحیح نہیں ہے-

امام رازی اور بعض دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ بعض اشراف یہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ مال غنیمت میں سے ان کو زیادہ حصہ عطا کریں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا تعلق اداء وحی کے ساتھ ہے' کیونکہ نبی ﷺ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس میں مشرکین کے دین کی مذمت تھی اور ان کے باطل خداؤں کا بطلان ظاہر کیا تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ ایسی آیات نہ پڑھا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی-

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت کی آیات سابقہ کے ساتھ صحیح مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے احکام بیان فرمائے تھے- اور جہاد کے احکام میں سے ایک حکم مال غنیمت کو تقسیم کرنا ہے سو اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم میں خیانت نہ کی جائے-

مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن صحابہ کرام آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ فلاں شخص شہید ہوا اور فلاں شخص شہید ہوا' دوران گفتگو ایک شخص کا ذکر ہوا صحابہ کرام نے اس شخص کے بارے میں بھی کہا کہ وہ شہید ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں! میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے' کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چرائی تھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا جا کر لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے' چنانچہ میں نے حسب ارشاد لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر فتح کرنے گئے' اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی' وہاں سے مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا' بلکہ مختلف قسم کا سامان' غلہ اور کپڑے وغیرہ ملے' ہم ایک وادی کی طرف چل پڑے' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رفاعہ بن زید نامی بنو ضبیب کا ایک غلام تھا' جو آپ کو قبیلہ جذام کے ایک شخص نے نذر کیا تھا- جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول اللہ ﷺ کا سامان کھولنا شروع کیا' اسی دوران کہیں سے اچانک ایک تیر آ کر اسے لگا' جس سے وہ فوت ہو گیا' ہم نے عرض کیا : یا رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے' جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت میں سے لی تھی' وہ اس کے حصہ کی نہ تھی وہی چادر ایک شعلہ کی صورت میں اس کے اوپر جل رہی

Marfat.com

ہے' یہ سن کر سب خوف زدہ ہو گئے' ایک شخص چمڑے کے ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا : یا رسول اللہ! میں نے جنگ خیبر کے دن ان کو پایا تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ص ۷۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

مال غنیمت سے متعلق دیگر مسائل

ان دونوں حدیثوں سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے :

(۱) مال غنیمت میں سے کچھ چرانا حرام ہے۔ (۲) مال غنیمت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (۳) مال غنیمت میں کچھ چرانے والے کو اگر قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔ (۴) اس زمین پر رہتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ جہنم کو دیکھ رہے ہیں۔ (۵) جن لوگوں کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے رسول اللہ ﷺ ان کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ (۶) نہ صرف یہ کہ آپ عذاب میں مبتلا لوگوں کو دیکھ رہے ہیں بلکہ آپ کو ان کے عذاب کی وجہ کا بھی علم ہے۔ (۷) مطالبہ قسم کے بغیر بھی کلام کو موکد کرنے کے لیے قسم کھانا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے۔ (۸) مال غنیمت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔ (۹) مال غنیمت سے چوری کرنے والے شخص کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "جو شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو" اس حدیث کو حافظ عبدالبر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے' اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو گئی۔ یہ حکم اس وقت تھا جب عقوبات مالیہ (جرمانے) مشروع تھیں۔

اموال مسلمین میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے خیانت کا ذکر کیا اور اس کا سخت گناہ بیان کیا' اور فرمایا میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوار اونٹ بڑبڑا رہا ہو' وہ شخص کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تجھ کو تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوار گھوڑا ہنہنا رہا ہو' وہ کہے گا : یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے۔ میں کہوں گا' میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوار بکری ممیا رہی ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پہ سوار انسان چیخ رہا ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہ ہوں' میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کی اس کی گردن پر کپڑوں کی ایک گٹھڑی ہل رہی ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے میں کہوں گا' میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں اور تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا اور چاندی ہو وہ کہے گا

Marfat.com

یارسول اللہ! میری مدد فرمائیے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں۔
(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۶۲۔۱۴۶۱ مطبوعہ بیروت' صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۲' مطبوعہ کراچی' مسند احمد مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۴۲۶)

نبی ﷺ ابتداء" سختی فرمائیں گے اور شفاعت نہیں کریں گے اور فرمائیں گے میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں لیکن بعد میں جب آپ پر رحمت کا غلبہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کا اذن دے دے گا اس وقت شفاعت فرمائیں گے' اس حدیث میں طعام کے علاوہ ہر چیز کی خیانت کا ذکر ہے' دنیا میں خیانت کرنے والے کو حاکم تعزیرا" سزا دے گا' اور اس کے اس سامان کو جلایا نہیں جائے گا جس میں اس نے خیانت کا مال رکھا تھا' حسن' مکحول اور اوزاعی کے نزدیک ان کا پالان جلا دیا جائے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے : امام احمد روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے سامان میں تم خیانت کا مال پاؤ اس کے سامان کو جلا دو' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا اس کو ضرب لگاؤ (مارو) (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲)

جمہور نے اس حدیث پر اس لیے عمل نہیں کیا کہ سالم سے اس حدیث کی روایت میں صالح بن محمد منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' نیز نبی ﷺ کے سامنے جن لوگوں نے خیانت کا اقرار کیا آپ نے ان کا سامان نہیں جلایا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو اسد کے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا اس کا نام ابن اللتبیہ تھا' جب وہ صدقات وصول کر کے آیا تو اس نے کہا یہ تمہارا مال ہے' اور یہ میرا مال ہے مجھے ہدیہ کیا گیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اس کے بعد فرمایا : جن عاملوں کو میں بھیجتا ہوں ان کو کیا ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے' یہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہیں بیٹھ گیا۔ پھر ہم دیکھتے کہ اس کو ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' تم میں سے جو شخص بھی صدقات (اموال مسلمین) میں سے کوئی چیز لے گا قیامت کے دن جب وہ آئے گا تو وہ چیز اس کی گردن پر سوار ہو گی' اونٹ بڑبڑا رہا ہو گا' یا گائے ڈکرا رہی ہو گی' یا بکری ممیا رہی ہو گی' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے حتی کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر دو مرتبہ فرمایا : اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۶۳' مطبوعہ بیروت)

حکومت کے عمال جو چیزیں ہدیہ کے نام پر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اس میں اللہ کی بھی خیانت ہے اور مسلمانوں کی بھی' اللہ کی خیانت اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی خیانت اس لیے ہے کہ انہوں نے بیت المال کو اپنے ذاتی تصرف میں لے لیا۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں :

عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی منصب کا عامل بنایا اور اس نے کوئی سوئی یا اس سے بھی چھوٹی کوئی چیز ہم سے چھپالی تو یہ خیانت ہے جس کو وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا' انصار میں سے ایک سیاہ فام شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا' یا رسول اللہ! اپنے دیئے ہوئے منصب کو مجھ سے واپس لے لیجئے' آپ نے پوچھا : کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا

Marfat.com

میں اب بھی یہی کہتا ہوں ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی عہدہ کا عامل بنایا' اس کو چاہیے کہ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو لے کر آئے' پھر اس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۶۵ 'مطبوعہ بیروت)

ہمارے ملک میں جو لوگ دفاتر میں کام کرتے ہیں وہ دفاتر سے سٹیشنری کا سامان گھر لے آتے ہیں' جو لوگ ریلوے ورکشاپ میں کام کرتے ہیں' ان کی ذاتی ضروریات کی تمام چیزیں ورکشاپ سے بنتی ہیں' حتی کہ بعض دینی مدارس کے ناظمین' مدرسہ کے تمام اموال کو بے دھڑک اپنے ذاتی تصرف میں لاتے ہیں' یہ تمام امور خیانت ہیں اللہ تعالیٰ ان خیانتوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ان لوگوں کو توبہ کی توفیق دے' ان کو ہدایت دے اور معاف فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو کیا جس شخص نے اللہ کی رضا کی پیروی کی وہ اس شخص کی مثل ہو گا جو اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔ (آل عمران : ۱۶۲)

نیکو کاروں کا بدکاروں کی مثل نہ ہونا

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں :

(۱) جس نے خیانت کو ترک کرنے میں اللہ کی رضا کی پیروی کی کیا وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو خیانت کا ارتکاب کر کے اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا۔

(۲) جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی اطاعت کر کے اس کی رضا کی پیروی کی کیا وہ اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے جو کفر اور معصیت کر کے اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا۔

(۳) جن ایمان والوں نے اخلاص کے ساتھ نیک کام کر کے اللہ کی رضا حاصل کی کیا وہ ان منافقوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔

(۴) جنگ احد میں جن مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ کر میدان جنگ میں پہنچ کر اللہ کی رضا حاصل کی کیا وہ ان مسلمانوں کے برابر ہو سکتے ہیں جنہوں نے میدان جنگ میں نہ پہنچ کر اللہ کے غضب کو دعوت دی۔

یہ تمام وجوہ صحیح ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ اس آیت کو اپنے عموم پر رہنے دیا جائے' قرآن مجید میں اس مضمون کی اور بھی آیات ہیں :

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا (السجدة : ۱۸)	تو کیا جو مومن ہو وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟
اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ص : ۲۸)	کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی مثل کر دیں گے یا ہم متقین کو بدکاروں کی مثل کر دیں گے۔
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○	کیا جن لوگوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے ان کا یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی مثل کر دیں گے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے؟ وہ کیسا برا

Marfat.com

(الجاثیہ : ۲۱) فیصلہ کر رہے ہیں۔

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ○ کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟ تمہیں کیا
مَا لَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ (القلم : ۳۶-۳۵) ہو گیا تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ اللہ کے نزدیک متعدد درجوں والے ہیں' اور اللہ ان کے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

ثواب اور عذاب کے مختلف درجات

اس آیت کا معنی ہے جن لوگوں نے خیانت کو ترک کیا وہ سب ایک درجہ کے نہیں ہیں بلکہ نیت اور اخلاص کے اعتبار سے ان کے مختلف درجات ہیں یا اس کا معنی ہے ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والے سب ایک درجہ کے نہیں ہیں بلکہ نیت' اخلاص اور اعمال کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ان کے مختلف مدارج اور درجات ہیں اور اجر و ثواب کے لحاظ سے جنت کے بہت درجات ہیں' اسی طرح جن لوگوں نے خیانت کی یا جنہوں نے کفر کیا اور معصیت کی ان سب کا دوزخ میں ایک درجہ نہیں ہے بلکہ ان کے کفر کی کیفیت اور گناہوں کی کمی اور بیشی کے لحاظ سے دوزخ میں بہت درجات ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا منافقین دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوں گے' اسی طرح آپ نے ابوطالب کے متعلق فرمایا وہ جہنم کی سختیوں میں تھا میں نے اس کو کھینچ کر تھوڑی سی آگ میں کر دیا' اس کے بعد فرمایا اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے' یہ ان کے مختلف درجات کی دلیل ہے کیونکہ وہ ہر شخص کے عمل کو خوب جاننے والا ہے' تو اس کو اس کے عمل کے اعتبار سے پوری پوری جزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے' بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران : ۱۶۴)

احسان جتلا کر جزا کا طالب ہونا یہ معنی "مذموم ہے' اللہ تعالیٰ نے بغیر طلب جزاء کے مومنوں پر اپنے انعام اور احسان کا ذکر فرمایا ہے۔

آیات سابقہ سے مناسبت

آیات سابقہ سے اس آیت کے ارتباط کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں :

(۱) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر لوگوں کے دو گروہ بیان فرمائے ایک وہ جو اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ کی ناراضگی کے کام کرتے ہیں۔ اب اللہ نے ان دونوں فریقوں کی تفصیل شروع کی پہلے مومنین کا ذکر فرمایا جو اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج کر ان پر احسان فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو کفر اور شرک کی نجاست سے پاک کرتا ہے اور ان کے اعضاء اور قلب کو ہر قسم کے گناہوں سے بچا کر صاف رکھتا ہے اور ان کو کتاب اور سنت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۲) بعض منافقین نے جنگ بدر کے دن ایک چادر کے متعلق یہ کہا تھا کہ شاید نبی ﷺ نے یہ چادر لی ہو گی' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے اور نبی ﷺ کی براءت کرتے ہوئے فرمایا تھا اور خیانت کرنا کسی نبی کی شان نہیں ہے۔ (آل عمران : ۱۶۱) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اسی براءت اور نزاہت کو موکد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ عظیم رسول ان کے

Marfat.com

شہر میں پیدا ہوئے اور ان کے سامنے نشو و نما پائی اور پوری زندگی میں اس نبی سے صدق' امانت' اللہ کی طرف بلانے اور دنیا سے بے رغبتی کرنے کے سوا ان سے کچھ ظاہر نہیں ہوا' تو ایسے صادق' امین اور زاہد کی طرف خیانت کی نسبت کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

(۳) پھر اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کی براءت اور نزاہت پر اکتفا نہیں کی بلکہ فرمایا اس عظیم رسول کا وجود تو تمہارے لیے بہت بڑی نعمت ہے' کیونکہ وہ تم کو بے دینی اور گمراہی سے پاک کرتے ہیں اور تم کو علوم و معارف سے نوازتے ہیں' امام احمد روایت کرتے ہیں :

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کہا : اے امیر! ہم لوگ جاہل تھے' بتوں کی عبادت کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' بے حیائی کے کام کرتے تھے' رشتے توڑتے تھے' ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے' ہم میں سے قوی شخص ضعیف کا حق کھا جاتا تھا' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک عظیم رسول بھیجا جن کے نسب کو' ان کے صدق کو' ان کی امانت داری کو اور ان کی پاک دامنی کو ہم اچھی طرح جانتے تھے' انہوں نے ہم کو دعوت دی کہ ہم اللہ واحد لاشریک کی عبادت کریں' اور ہم اور ہمارے آباء و اجداد جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اس کو ترک کر دیں' انہوں نے ہم کو تعلیم دی کہ ہم سچ بولیں' امانت ادا کریں' رشتے جوڑیں' ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں' حرام کاموں اور خوں ریزی کو چھوڑ دیں' انہوں نے ہمیں بے حیائی کے کاموں' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں' نماز پڑھیں' زکوۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔

الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲)

سو جس نبی نے ایسی انقلاب افروز تعلیم دی ہو اس کی طرف خیانت کی نسبت کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

(۴) تم لوگ گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے تمہارے شہر میں یہ عظیم رسول پیدا ہوئے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بے نظیر اور لافانی کتاب نازل کی اور ان کو بہ کثرت معجزات عطا کئے' تمام انبیاء کا ان کو قائد بنایا تو ان کی وجہ سے اور ان کے دین پر عمل کرنے کی وجہ سے تمہیں تمام دنیا میں شہرت اور عزت ملی تو ان پر کسی قسم کا طعن کرنا کس قدر عدل اور انصاف سے بعید ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیتوں میں مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے کی تلقین کی تھی' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس عظیم رسول کی بعثت تم پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے سو تم پر لازم ہے کہ تم اپنی تمام تر قوتوں سے ان کے ساتھ مل کر جہاد کرو۔

نبیوں اور رسولوں کی بعثت کا عام انسانوں اور مومنوں کے لیے رحمت ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو مسلمانوں پر احسان قرار دیا ہے' جس طرح آپ کی بعثت مومنوں پر احسان ہے اسی طرح عموماً" نبیوں اور رسولوں کی بعثت بھی عام انسانوں اور مومنوں پر احسان ہے' اللہ تعالیٰ نے عموماً" انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے متعلق اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے :

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء : ۱۶۵)

(ہم نے) بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول (بھیجے) تاکہ رسولوں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے

Marfat.com

خلاف کسی عذر کی گنجائش نہ رہے۔

رسولوں کی بعثت سے لوگوں کو متعدد طریقوں سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے :

(۱) انسانوں کی عقل اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کے لیے ناقص اور نارسا ہے اور شیطان قدم قدم پر لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوک و شبہات ڈالتا ہے' اللہ کا نبی انسانوں کو اللہ کی معرفت کراتا ہے اور شکوک و شبہات کا ازالہ کرتا ہے۔

(۲) ہرچند کہ بعض انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ ازخود یہ نہیں جان سکتے کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں سے راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے' نبی ان کو عبادات اور معاملات کے لیے ایسے طریقے بتاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کاموں سے منع فرماتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

(۳) انسان اپنی فطرت میں سست اور غافل ہے' اسے عبادات اور معاملات کے طریقے معلوم بھی ہو جائیں پھر بھی وہ سستی اور غفلت کی وجہ سے بے عملی اور بد عملی کا شکار ہو جاتا ہے نبی آ کر انہیں نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہے اور برائی پر اللہ کی گرفت سے ڈراتا ہے۔

(۴) جس طرح آنکھ میں اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو دیکھنے کا نور رکھا ہے لیکن جب تک آفتاب یا چراغ کا نور اس نور کے معاون نہ ہو تو اشیاء کو دیکھنے کے لیے یہ نور ناکافی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عقل میں اپنی معرفت کا نور رکھا ہے لیکن جب تک نور نبوت اس کے معاون نہ ہو یہ نور ناکام اور ناتمام ہے۔

(۵) نبی اللہ کے احکام پر عمل کر کے دکھاتا ہے اور عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

(۶) انسان اس وقت بے جھجک گناہ کرتا ہے جب وہ حرص' شہوت یا غضب سے بے قابو ہو جائے' نبی اپنی تعلیم سے دلوں میں ایسا خوف خدا پیدا کرتا ہے کہ انسان ایسی حالت میں سنبھل جاتا ہے خدا کو یاد کرتا ہے اور معصیت سے باز آ جاتا ہے۔

(۷) سخت مشکلات' مصائب اور بیماریوں میں نبی پابندی سے اللہ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے تاکہ سخت مشکلات اور مصائب کسی شخص کے لیے عبادت نہ کرنے کا عذر نہ بن سکیں۔

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل اور مومنین پر وجوہ احسان

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر حسب ذیل دلائل ہیں اور یہی دلائل مومنوں پر وجوہ احسان ہیں۔

(۱) سیدنا محمد ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ نے وہیں نشوونما پائی' اور چالیس سال تک اہل مکہ دیکھتے رہے کہ آپ نے ہمیشہ سچ بولا' اور آپ کی پارسائی اور امانت و دیانت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ آپ حرص و طمع' جھوٹ' بے حیائی' اور برائی کے کاموں سے ہمیشہ دور رہے لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پہچانتے تھے۔ پھر جب آپ نے چالیس سال بعد اللہ کے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ یقین کیا جا سکتا تھا کہ جس شخص نے آج تک بندوں کے متعلق کوئی جھوٹ نہیں بولا وہ یکایک خدا پر کیسے جھوٹ باندھے گا!

(۲) اہل مکہ کو علم تھا کہ آپ نے کسی استاذ کے آگے کبھی زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا' کسی کا درس سنا نہ کسی کتاب کو پڑھا' نہ کسی سے علم کا تکرار کیا' پھر چالیس سال اسی طرح گزارنے کے بعد آپ یکایک غار حرا سے نکلے اور ایسا فصیح و بلیغ کلام پڑھا

Marfat.com

جس کی نظیر لانے سے آج تک تمام دنیا عاجز ہے' پھر اس کلام میں گذشتہ اقوام کی تاریخ اور ان کے واقعات تھے جن کو پہلے آپ نے کسی سے سنا نہ تھا اور جن کی اہل کتاب نے تصدیق کر دی اور اس کلام میں مستقبل کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت میں حرف بہ حرف پوری ہوئیں تو عقل سلیم کے لیے اس کو باور کرنے میں کوئی تامل نہ رہا کہ یہ کسی انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے' اور اس کلام کو اللہ نے آپ پر نازل کیا اور آپ اس کے برگزیدہ نبی اور رسول ہیں۔

(۳) مخالفین نے آپ کو دعویٰ نبوت سے دستبردار ہونے کے لیے بڑی بھاری مالی پیش کشیں کیں' عرب کی حسین عورتوں کو نکاح کے لیے پیش کیا' لیکن آپ توحید کا پیغام سنانے سے دستبردار نہیں ہوئے' پھر آپ کو اذیتیں پہنچائی گئیں' آپ کے اصحاب کو تنگ کیا گیا' آپ کا سماجی بائیکاٹ کر دیا گیا (۷ نبوت میں) مخالفین نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنوہاشم سے تعلق رکھے گا نہ ان سے خرید و فروخت کرے گا نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دے گا حتیٰ کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں' اس کے نتیجہ میں آپ تین سال تک شعب ابوطالب میں محصور رہے' جب ان مصائب اور مشقتوں کے باوجود آپ اللہ کی توحید بیان کرنے سے دست کش نہیں ہوئے تو سب نے مل کر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا حتیٰ کہ آپ کو ہجرت کر کے اپنا وطن چھوڑنا پڑا' آپ نے سب کچھ چھوڑا' لیکن پیغام حق سنانا نہیں چھوڑا' جو شخص اپنے موقف میں صادق نہ ہو وہ کبھی اپنے موقف کی خاطر اتنے مصائب اور اذیتیں برداشت نہیں کر سکتا۔ سو جس شخص کے سامنے نبی ﷺ کی یہ سیرت ہو اس کو آپ کی صداقت میں کبھی تامل نہیں ہو سکتا۔

(۴) سیدنا محمد ﷺ نے جو کتاب پیش کی' اس میں اللہ کے وجود' اس کے خالق کائنات ہونے اور واحد لاشریک ہونے کا بیان ہے اور شرک سے تنزیہ ہے' اس میں نیک عمل کرنے اور برے عمل نہ کرنے کی تلقین اور ترغیب ہے' اور ان کے منکروں پر عذاب نازل ہونے کا بیان ہے۔ غرض اس کتاب میں نیکی اور سچائی کے سوا کچھ نہیں تو جس شخص نے یہ کتاب پیش کی اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا وہ خود نیک اور سچا کیوں نہیں ہو گا!

(۵) نبی ﷺ نے بے شمار معجزات پیش کیے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا' سورج کو پلٹایا' درخت آپ کے اشارہ پر چل کر آتے اور پھر واپس اپنی جگہ چلے جاتے' درختوں' پتھروں' اور مختلف جانوروں نے آپ کا کلمہ پڑھا' کھانے پینے کی چیزوں کی کم مقدار آپ کی برکت سے بہت زیادہ ہو جاتی تھی' آپ نے علوم و معارف کے دریا بہائے' غیب کی خبریں بیان کیں' آپ چاہتے تو آپ خدائی کا دعویٰ کر دیتے اور یہ دنیا جو چند کمالات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو خدا مان چکی ہے' جس نے فرعون کو بغیر کسی کمال کے خدا مان لیا تھا جو لوگ بلاوجہ اور بے سبب عناصر اور پتھروں کی پرستش کرتے رہے ان سے کچھ بعید نہ تھا بلکہ زیادہ توقع تھی کہ وہ ان کمالات کو دیکھ کر آپ کی خدائی کے دعویٰ پر یقیناً ایمان لے آتے' لیکن آپ نے کہا میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں' جس طرح تم خدا نہیں ہو میں بھی خدا نہیں ہوں' مجھ پر صرف اس کی وحی آتی ہے' یہ کلام جس کی فصاحت و بلاغت' غیب کی خبروں اور عالم گیر ہدایتوں کے اعتبار سے میں نے اس کی نظیر لانے کا چیلنج کیا ہے۔ یہ میری قابلیت اور کاوش کا نتیجہ نہیں ہے لفظ بہ لفظ اللہ کا کلام ہے' اور یہ جو بہ کثرت معجزات میں نے دکھائے ہیں یہ میری قدرت کا ثمرہ نہیں ہیں یہ اسی خدائے واحد کی قدرت سے ظہور میں آئے ہیں' میں جو اولین اور آخرین کی خبریں' ما کان وما یکون اور غیب کی باتیں بتاتا ہوں یہ میرا ذاتی علم نہیں ہے' یہ سب کچھ میں اللہ کے دیئے ہوئے علم اور اس کی وحی سے بتاتا ہوں' میرا علم اور میری قدرت' میرا کوئی وصف اور کوئی کمال بھی ذاتی نہیں ہے' میں خود اور میرے تمام اوصاف

Marfat.com

سب اللہ کے عطا کردہ ہیں' آپ سے کہا گیا کہ فلاں علاقہ کے لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے' آپ نے فرمایا اگر مخلوق کے لیے سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' ہماری تعظیم صرف سلام کرنے میں ہے' آپ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اور راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر سوج جاتے تھے' دن میں سو مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتے تھے آپ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اتنے عظیم کمالات پیش کیے اور برملا یہ اعلان کیا کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں ہے' جھوٹا انسان تو بڑا بننے کے لیے دوسروں کے ایسے کمالات بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے جن کے اصلی ماخذ کا بہ آسانی پتا چل جاتا ہے' اگر بالفرض آپ یہ کہہ دیتے کہ یہ سب میرے ذاتی کمالات ہیں تو کسی انسان کے پاس ان کمالات کے اصل ماخذ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا' آپ کی صداقت اور راست بازی پر اس سے بڑھ کر کھلی ہوئی دلیل اور کیا ہو گی! صرف یہی نہیں آپ نے ان کمالات میں سے کسی کمال کا اعزاز نہیں لیا' بلکہ آپ نے ہمیشہ اس سے اجتناب کیا کہ ان کمالات کی وجہ سے آپ کی غیر معمولی تعظیم اور تکریم کی جائے' لوگوں نے آپ کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان قطعی کر دیا پھر بھی راتوں کو اس قدر طویل قیام فرماتے کہ پاؤں پر ورم آ جاتا' اور استفسار پر بھی فرماتے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! غرض ان تمام کمالات کے باوجود آپ نے عجز و انکسار اور اظہار عبدیت کو اپنا شعار بنایا' ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام' باندیاں اور بہت ساز و سامان ملا' آپ نے اس سے بہت مسلمانوں کو دیا اگر کسی کو نہیں دیا تو اپنی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو' فرمایا تم عشاء کی نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لینا' یہ تمہیں ایک باندی کی ضرورت سے کفایت کرے گا' جو شخص جھوٹا ہو وہ اپنے کمالات سے اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کرتا ہے یا اپنی اولاد کے لیے' آپ نے اپنے کمالات سے اپنے لیے کوئی بڑائی چاہی' نہ نفع اور آرام چاہا' نہ اپنی اولاد کے لیے کوئی منفعت طلب کی بلکہ جو نفع ملا وہ عام مسلمانوں کو پہنچایا اور جو بڑائی اور کبریائی تھی اس کی نسبت اللہ کی طرف کی' لوگوں کو بھی اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور خود بھی دن رات اس کی عبادت میں لگے رہے تو ہم ان کو سچا کیوں نہ مانیں' ان کی تصدیق کیوں نہ کریں اور ان پر ایمان کیوں نہ لائیں!

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل عرب کا دین بد ترین دین تھا' وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے' ان کے اخلاق بھی بہت خراب تھے' وہ قتل و غارت گری' لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' رشتوں کو توڑتے تھے' شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے' لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں مبعوث کیا' تو وہ ذلت کی پسماندگی سے نکل کر عزت کی بلندیوں پر فائز ہو گئے' حتیٰ کہ وہ علم و ہنر' زہد و تقویٰ اور فہم و فراست اور شجاعت اور بہادری کے لحاظ سے دنیا کی سب سے افضل اور برتر قوم شمار کیے جانے لگے اور چونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے تو دوسروں کی بہ نسبت ان کو آپ سے استفادہ کا زیادہ موقع ملا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

(۷) ہر قوم اپنے بطل جلیل اور رجل عظیم پر فخر کرتی ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہود و نصاریٰ اور عرب سب فخر کرتے تھے' سو ان پر فخر کرنا سب میں مشترک تھا' اور یہود صرف حضرت موسیٰ پر فخر کرتے تھے اور نصاریٰ صرف حضرت عیسیٰ پر فخر کرتے تھے' عرب والوں کے لیے کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جس پر وہ انفرادی طور پر فخر کرتے اللہ تعالیٰ نے ان میں

Marfat.com

سے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور اب عرب بجا طور پر یہ فخر کرتے ہیں کہ انبیاء و رسل کے سردار دو عالم کے مختار ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور یہیں انہوں نے اعلان نبوت کیا۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے نوع انسان اور بشر سے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا' اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اگر اللہ تعالیٰ نور' نار' ملائکہ یا جنات میں سے آپ کو مبعوث کر دیتا تو انسانوں کے لیے آپ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا' آپ کی سیرت مسلمانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتی اس لیے اللہ نے اپنا یہ عظیم رسول فرشتوں میں سے بھیجا نہ جنات میں سے نہ نور میں سے نہ نار میں سے بلکہ یہ عظیم رسول انسانوں میں سے مبعوث فرمایا اور مومنوں کی جنس میں سے اس عظیم رسول کو بھیجا' تاکہ مومن اس سے استفادہ کر سکیں' اس کی بات سن سکیں' اس کے عمل کو دیکھ سکیں اور بے شک یہ اللہ کا مومنوں پر بہت بڑا احسان ہے' اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو جو تکریم دی' اس کو احسن تقویم میں پیدا کیا۔ اپنے دست قدرت سے اس کی تخلیق کی اور اسے اپنی صورت پر بنایا' یہ ساری عزتیں اور کرامتیں انسان اور بشر کو اس لیے دی گئی تھیں کہ اس عظیم رسول کو نوع انسان اور بشر سے مبعوث فرمانا تھا۔ اگر ان کو مبعوث کرنا نہ ہوتا تو بشریت کا یہ فروغ ہوتا نہ انسانیت کا یہ عروج ہوتا۔

(۹) اس آیت میں مومنین سے مراد وہ مومن ہیں جو اس وقت سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے تھے' اور فرمایا ہے "جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔" اس سے مراد ان امور میں مماثلت ہے جو آپ کے قرب اور آپ سے اکتساب فیض کا سبب ہوں' اور اس سے مراد نسب' لغت اور وطن ہے' جب آپ ان کے نسب اور ان کی قوم سے مبعوث ہوئے تو لوگ آپ سے مانوس ہوئے اور آپ کی طرف مائل ہوئے اور آپ کے قرب سے توحش اور اجنبیت کا شکار نہیں ہوئے' اور جب آپ ان کی لغت اور ان کی زبان میں کلام کرتے تھے تو آپ کا خطاب اور آپ کا کلام سمجھنا ان کے لیے آسان ہوا نیز ہم زبان ہونا بھی قرب کا ذریعہ ہوتا ہے' اور جب آپ ان کے وطن میں رہنے والے تھے اور آپ نے ان کے سامنے نشو و نما پائی اور آپ کی تمام زندگی ان کے سامنے تھی' انہوں نے آپ کی سچائی' اپنے موقف پر استقامت اور آپ کے معجزات دیکھے تو ان کے لیے آپ پر ایمان لانا بہت آسان ہو گیا۔

(۱۰) علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ آپ ان کے نسب سے مبعوث کئے گئے یا ان کی جنس سے قوم عرب سے مبعوث کئے گئے یا بنو آدم سے مبعوث کئے گئے فرشتوں اور جنات میں سے مبعوث نہیں کئے گئے' اور یہ مومنوں پر اس وجہ سے احسان ہے کہ اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث کیے جاتے تو ایک جنس دوسری مختلف جنس سے متوحش اور متنفر ہوتی ہے اور اس سے مانوس نہیں ہوتی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مومنوں کی جنس سے مبعوث کیا تو وہ آپ سے مانوس ہوئے اور ان کو آپ سے وحشت نہیں ہوئی اور آپ سے فیض حاصل کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا اور آپ کی زبان وہ سمجھتے تھے' اور آپ کی سیرت پر مطلع تھے اور یہ آپ کی تصدیق کا ذریعہ بنا' اس آیت میں آپ کی بعثت کو مومنین کے لیے احسان فرمایا ہے حالانکہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی رحمت سے استفادہ صرف مومنین ہی کرتے ہیں' جس طرح قرآن مجید کو فرمایا یہ متقین کے لیے ہدایت ہے جب کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے یہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرہ : ۱۸۵) کیونکہ قرآن مجید کی ہدایت سے صرف متقین ہی استفادہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی : ج ۴ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲)

Marfat.com

سیدنا محمد ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

"من انفسھم" کا معنی ہے ان کے نسب سے' حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کے نسب سے مراد یہ ہے کہ آپ ولد اسماعیل سے تھے' اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا یہ آیت خاص عربوں کے لیے ہے' اور دوسرے مفسرین نے کہا اس آیت سے مراد کل مومن ہیں اور "من انفسھم" کا معنی یہ ہے کہ آپ ان میں سے ایک فرد ہیں' وہ آپ کو بھی پہچانتے تھے اور آپ کے نسب کو بھی پہچانتے تھے' آپ نہ فرشتے تھے اور نہ بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد تھے' یہ قول زجاج کا مختار ہے' اگر مومنوں پر احسان کی وجہ یہ ہو کہ آپ عرب تھے تو عجمیوں پر آپ کی بعثت کی وجہ سے کوئی احسان نہیں ہوگا' لیکن عجمیوں پر بھی اس وجہ سے احسان ہے کہ جب ان کو آپ کی بعثت کی خبر دی گئی اور ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ ان ہی میں سے ایک فرد ہیں اور انہوں نے آپ کے صدق اور آپ کی امانت کو جان لیا تو ان کے لیے آپ کی نبوت کو ماننا آسان ہو گیا۔ (الوسیط ج ۱ ص ۵۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

"من انفسھم" کا معنی ہے ان کی اصل اور عرب میں ان کے نسب سے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی جنس سے یعنی بنو آدم سے' اللہ نے آپ کو فرشتوں میں سے نہیں بنایا' آپ کی تین فضیلتیں تھیں' آپ کا نسب عربوں میں سے قریش میں سے تھا' اور قریش میں سے بنو ہاشم میں سے تھا' اور اس پر اتفاق تھا کہ عرب افضل ہیں اور عربوں میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم۔ دوسری فضیلت یہ تھی کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لوگوں میں بہ طور امین معروف تھے' اور تیسری فضیلت یہ تھی کہ سب کو معلوم تھا کہ آپ امی ہیں اور پھر آپ نے ایک معجز کلام پیش کیا۔

(تفسیر السمرقندی ج ۱ ص ۳۱۳' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

"من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان کی مثل بشر ہیں' ایک قرات شاذہ فا کی زبر کے ساتھ ہے یعنی آپ ان میں سے زیادہ نفیس ہیں' کیونکہ آپ بنو ہاشم سے ہیں اور بنو ہاشم قریش میں افضل ہیں' اور عرب عجم سے افضل ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت عرب کے لیے ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد کل مومن ہیں اور "من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان میں سے ایک فرد ہیں' اور ان کی مثل بشر ہیں اور صرف وحی سے ان میں ممتاز ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں دو قول ہیں حضرت عائشہ اور جمہور سے منقول ہے کہ یہ آیت عربوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کا معنی ہے آپ کا نسب ان میں معروف ہے اور یہی وجہ احسان ہے' اور دوسروں کا قول ہے یہ آیت سب مومنوں کے لیے ہے اور اس آیت کا معنی ہے نہ آپ فرشتے ہیں اور نہ بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد ہیں اور یہی وجہ احسان ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۴۹۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

"من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان کے نسب سے اور ان کی جنس سے ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آسانی کے ساتھ آپ کا کلام سمجھ لیں 'اور صدق اور امانت میں آپ کے حال سے واقف ہوں اور آپ پر فخر کریں ایک قرات فا کی زبر کے ساتھ ہے 'یعنی آپ ان میں سے سب سے زیادہ شرف والے ہیں کیونکہ آپ کا قبیلہ سب سے اشرف اور افضل تھا۔

(انوار التنزیل ص ۹۵' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کا معنی ہے کہ آپ بنو آدم کی جنس سے ہیں 'اور یہ اس وجہ سے احسان ہے کہ لوگ آپ سے مانوس ہو کر اکتساب فیض کر لیں 'اور دو مختلف جنسوں میں جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ نہ ہو 'اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب عرب ہیں اور وجہ احسان یہ ہے کہ آپ ان کی مثل عرب ہیں 'ان کی زبان بولتے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے آپ سے استفادہ آسان ہے اور آپ کی سیرت طیبہ ان میں معروف ہے اور یہ آپ کی نبوت کو جاننے کا ذریعہ ہے۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۴۱۶–۴۱۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الحلبی الشافعی المتوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں :

"من انفسھم" کا معنی ہے کہ آپ ان کی جنس سے ہیں 'حضرت عائشہ 'حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ضحاک کی یہی قرات ہے 'اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ فاء کی زبر کے ساتھ ہے 'یعنی آپ سب سے زیادہ نفیس اور مکرم ہیں 'حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا : میں نسب 'حسب اور صھر (سسرال) کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ نفیس ہوں۔ (الدر المصون ج ۲ ص ۲۵۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ جلال الدین شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

آپ ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آپ کا کلام سمجھ سکیں اور آپ کی وجہ سے مشرف ہوں نہ فرشتے ہیں نہ عجمی

(جلالین مع الجمل ج ۱ ص ۳۳۲' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں :

آپ ان کے نسب سے یا ان کی جنس سے ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آسانی سے آپ کا کلام سمجھ سکیں اور آپ کے صدق اور آپ کی امانت پر مطلع ہوں اور اس پر فخر کریں اور اس میں ان کے لیے عظیم شرف ہے 'ایک قرات فا کی زبر کے ساتھ ہے کیونکہ آپ کا قبیلہ سب سے افضل قبیلہ تھا۔

(تفسیر ابو السعود علی ہامش الکبیر ج ۲ ص ۴۵۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ پر نور کا اطلاق بھی فرمایا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ — بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ (المائدۃ : ۱۵)

اس لیے نبی ﷺ پر نور کا اطلاق بھی جائز ہے 'نور کی دو قسمیں ہیں ایک حسی اور مادی نور ہے جیسے سورج 'چاند اور چراغ کا نور ہے جو آنکھ سے نظر آتا ہے اور حسی نور اندھیروں کو دور کرتا ہے 'اور ایک معنوی نور ہے جو کفر اور گمراہی سے نکال کر اسلام اور ہدایت کی طرف لاتا ہے 'اس کا ادراک عقل سے ہوتا ہے 'اور یہی نور افضل ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

کی صفت ہے' سیدنا محمد ﷺ کی شان کے لائق بھی یہی نور ہے' نیز آپ کی بشریت مادی کثافتوں سے پاک اور منزہ تھی اور غایتِ لطافت میں تھی حتیٰ کہ آپ کے جسم مبارک کا سایہ بھی نہیں پڑتا تھا اس وجہ سے بھی آپ کو نور فرمایا گیا اور اس لیے بھی کہ آپ کی حقیقت میں عقل کے علاوہ استعداد وحی کا عنصر بھی رکھا گیا جو عام انسانوں کے اعتبار سے بہ منزلہ فصل ہے اور اسی سے آپ امور غیبیہ کا ادراک کرتے ہیں' اس لیے آپ کو نور فرمایا گیا' نیز اس لیے بھی کہ بعض اوقات آپ سے حسی نورانیت کا بھی ظہور ہوتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی' جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۶۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی' سنن دارمی ج ۱ ص ۲۲' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا' آپ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تھے' آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب رہتا اور آپ جب بھی چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب رہتا۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۴۰۷' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

بعض علماء سیدنا محمد ﷺ کو انسان اور بشر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور ہے اور بشریت آپ کی صفت یا آپ کا لباس ہے' اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا' نورانیت بھی آپ کی صفت ہے' اور بشریت بھی آپ کی صفت ہے' لیکن قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آپ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے ہیں اور یہی آپ کی حقیقت ہے لیکن استعداد وحی کے لحاظ سے آپ عام انسانوں سے ممتاز ہیں اور آپ پر نور کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور اس کے محامل وہی ہیں جو ہم نے بیان کر دیئے ہیں لیکن یہ ایک فکری مسئلہ ہے اس کا ضروریات دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاہم یہ بات ضرور ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہماری عقائد کی تمام کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نبی انسان اور بشر ہوتا ہے جس پر وحی نازل کی جاتی ہے اور اس کو تبلیغ احکام کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے :

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں :

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

(کتاب العقائد ص ۸' مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں :

عقیدہ : نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو' اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔

عقیدہ : انبیاء سب بشر تھے اور مرد' نہ کوئی عنین نبی ہوا نہ عورت۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۹' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

تلاوت' تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم کا بیان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ (آل عمران : ۱۶۴)

Marfat.com

یعنی ان پر آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' آیت کا معنی دلیل ہے' قرآن مجید کے جملوں کو اس لیے آیات فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید کا ہر جملہ اپنی بلاغت کے اعتبار سے سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلیل ہے' اور وہ چونکہ اہل لسان تھے اس لیے ہر جملہ سے ان کے مفہوم کو بغیر کسی ترجمہ کے جان لیتے تھے اور اس کی بلاغت کی وجہ سے اس کے اعجاز کو بھی سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے۔ (آل عمران : ۱۶۴)

تزکیہ کا معنی ہے پاک اور صاف کرنا' یعنی آپ انہیں اسلام کی ہدایت دے کر ان کے ظاہر کو صاف اور ان کے باطن کو پاک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (آل عمران : ۱۶۴)

کتاب کی تعلیم سے مراد ہے قرآن مجید کے مقاصد کا بیان کرنا اور قرآن مجید کے حفظ کا حکم دینا' تاکہ انہیں ہر وقت قرآن مجید کے معانی مستحضر رہیں اور حکمت سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہے' یا کتاب سے مراد ظاہر شریعت ہے اور حکمت سے مراد شریعت کے اسرار اور معارف ہیں' یا حکمت سے مراد ہے شریعت کے بیان کیے ہوئے وہ اصول جن پر عمل کرنے سے ایک فرد' ایک خاندان اور ایک ملک کی اصلاح ہوتی ہے جس کو تہذیب اخلاق' تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے :

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ　جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ (الحشر : ۹)

یا جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا : کسی چیز کی محبت تمہیں (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کا عیب سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴' ج ۶ ص ۴۵۰)

نبی ﷺ نے جو حکمت کی تعلیم دی ہے یہ اس کی دو تین مثالیں ہیں' جو شخص قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرے گا وہ ایسی بے شمار مثالوں پر مطلع ہو گا۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ

یہ کیا ہوا کہ جب تمہیں ایک مصیبت پہنچی حالانکہ تم اس سے دگنی مصیبت (کفار کو) پہنچا چکے تھے' (پھر بھی) تم نے کہا

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

یہ مصیبت کہاں سے آئی' آپ کہیے کہ یہ مصیبت تمہاری ہی طرف سے آئی ہے' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ

دو فریقوں کے مقابلہ کے دن تم پر جو مصیبت آئی تھی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ اللہ مومنوں

Marfat.com

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

کو متمیز کر دے ○ اور تاکہ (اللہ) منافقوں کو الگ کر دے، اور ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں

قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ

جنگ کرو، یا (اپنے شہر کا) دفاع کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی

هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ

کرتے، اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہہ رہے تھے

مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ

جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اور اللہ ان چیزوں کو زیادہ جاننے والا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں ○ یہ وہ لوگ

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا

ہیں جو خود تو بیٹھ رہے اور انھوں نے (شہید ہونے والے) اپنے بھائیوں کے متعلق کہا اگر یہ ہمارا کہا مان لیتے تو قتل کیے

عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

جاتے، آپ کہیے اگر تم سچے ہو تو جب تمہاری موت آئے تو اسے ٹال دینا ○

بعض مسلمانوں اور منافقوں کے شبہات اور ان کے جوابات

جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کر دیا تھا اور ستر مشرک گرفتار کر لیے گئے تھے' اس کے بعد جب جنگ احد میں ستر مسلمان شہید کر دیئے گئے تو بعض مسلمان کہنے لگے' ہم پر یہ مصیبت کیسے ٹوٹ پڑی' حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے مقابلہ پر مشرک ہیں اور ہم میں اللہ کا نبی بھی موجود ہے جن پر آسمان سے وحی آتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا : اے نبی! آپ کہئے کہ یہ مصیبت تمہاری خود لائی ہوئی ہے' تم میری حکم عدولی کر کے احد پہاڑ سے ہٹے اور مال غنیمت لینے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' وہ چاہے تو تمہاری اس تقصیر پر درگذر کرے اور چاہے تو سزا دے' وہ چاہے تو فضل اور احسان کرے اور چاہے تو انتقام لے۔ جس دن کفر اور اسلام کے دو لشکر معرکہ آراء ہوئے اس دن جو مسلمان شہید ہوئے اور جو مسلمان زخمی ہوئے وہ سب اللہ کی قضاء و قدر کے مطابق ہوا اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلص مسلمانوں کو منافقوں سے متمیز کر دیا' اور جن منافقوں نے اپنے نفاق پر ظاہری اسلام کا پردہ ڈالا ہوا تھا وہ پردہ اٹھا دیا اور ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا۔

عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی جو جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت سے انحراف کر کے لشکر اسلام سے

Marfat.com

نکل گئے تھے' ان کے پیچھے حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام گئے اور ان سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے نبی کا ساتھ نہ چھوڑو اللہ کی راہ میں قتل کرو یا کم از کم اپنے شہر کا دفاع کرو تو عبداللہ بن ابی نے کہا میرے خیال میں جنگ نہیں ہو گی' اور اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ رہتے' جب حضرت عبداللہ ان سے مایوس ہو گئے' تو انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! جاؤ عنقریب اللہ اپنے نبی کو تم سے مستغنی کر دے گا' وہ نبی ﷺ کے ساتھ گئے اور شہید ہو گئے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۱۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کا پردہ چاک کر دیا اور جو لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے ان پر ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور جس دن ان کا حال ظاہر ہو گیا اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے' یہ منافق اپنی زبانوں سے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے۔

یہ منافق یعنی عبداللہ بن ابی کے اصحاب جو جہاد میں شامل نہیں ہوئے تھے اور شہر میں بیٹھے رہے تھے۔ ان کے نسبی بھائی جن کا تعلق خزرج سے تھا جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے' ان کے متعلق ان منافقوں کو کہا کہ اگر ہمارے یہ (نسبی یا پڑوسی) بھائی مدینہ میں رہتے تو قتل نہ کئے جاتے' اور ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب نے قبیلہ خزرج کے لوگوں سے کہا یہ لوگ جو قتل کر دیئے گئے اگر یہ ہماری پیروی کر لیتے تو جنگ میں نہ مارے جاتے' اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی : اے نبی! آپ ان سے کہئے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو جب تمہارے اوپر موت آئے تو تم اس کو خود سے ٹال کر دکھانا۔

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں :

میں نے بعض مفسرین سے سمرقند میں سنا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی' اسی دن ستر منافقین مر گئے تھے۔

(تفسیر سمرقندی مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

انھیں رزق دیا جا رہا ہے ○ اللہ نے اپنے فضل سے جو انھیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ

خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَ

ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے

وقف لازم

Marfat.com

فَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۷۱)

ہیں، اور اس پر کہ اللہ مومنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○

مناسبت اور شان نزول

جہاد میں جانے والوں کو منافقین یہ کہہ کر جہاد سے روکتے تھے کہ جہاد میں انسان قتل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد فرمایا کہ قتل کیا جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے وابستہ ہے جس طرح طبعی موت مرنے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے متعلق ہے' سو جس طرح جس شخص کی موت مقدر کر دی گئی ہو وہ اس سے ٹل نہیں سکتی۔ اسی طرح جس شخص کا قتل کیا جانا مقدر کر دیا گیا ہو وہ اس سے ٹل نہیں سکتا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ایک اور جواب دیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا ناپسندیدہ اور بری بات یا کوئی آفت اور مصیبت نہیں ہے' کیونکہ جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو قتل کے بعد زندہ کر دیتا ہے اور اس کو انواع و اقسام کی نعمتوں اور ثواب سے نوازتا ہے اور اس کو طرح طرح کے رزق اور خوشیاں عطا فرماتا ہے۔

یہ آیت جنگ بدر اور جنگ احد کے شہداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت ان ہی دو مشہور جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے تھے اور منافق مجاہدوں کو جہاد کرنے سے اس لیے روکتے تھے کہ وہ ان دو جنگوں میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔

حیات شہداء کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا' وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں' جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کر لیں تو انہوں نے کہا ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جا رہا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۴۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی' آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا ہوا میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے' اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا کیا میں تم کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر

Marfat.com

تمہارے والد سے بلاحجاب بات کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے میرے بندے تم تمنا کرو میں تم کو عطا کروں گا' تمہارے والد نے کہا اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے آپ نے فرمایا پھر یہ آیت نازل ہوئی : ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا' انہوں نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تھا' تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں' اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا : تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا : اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہوں نے کہا ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۵' ص ۲۳۱ ـ ۲۳۰' حدیث : ۳۰۱۱ ـ ۳۰۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

شہداء کی حیات کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے' اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے عند ربھم یرزقون "انہیں ان کے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے۔" نیز صرف روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہو گا؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات صرف روحانی ہوتی ہے اور ان کو رزق دیا جانا اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ حسن سے مروی ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحوں کو رزق پیش کیا جاتا ہے جس سے ان کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے' جس طرح آل فرعون پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو تکلیف اور اذیت ہوتی ہے' سو رزق سے مراد یہ فرحت اور مسرت ہے اور شہداء کا باقی مسلمان روحوں سے صرف حیات میں امتیاز نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی قرب حاصل ہے اور جو ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خصوصی عزت اور وجاہت حاصل ہو گی اس سے ان کا باقی مسلمانوں سے امتیاز ہو گا۔

بلخی نے شہداء کی حیات کا مطلقاً انکار کیا ہے اور اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شہداء کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان کو اچھی جزا دی جائے گی اور بعض معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر زندہ رہے گا اور دنیا میں ان کی تعریف ہوتی رہے گی' اور اصم سے منقول ہے کہ حیات سے مراد ہدایت اور موت سے مراد گمراہی ہے یعنی یہ نہ کہو کہ شہداء گمراہ ہیں بلکہ وہ ہدایت پر ہیں لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف ہیں بلکہ باطل ہیں اور شہداء کی حیات

Marfat.com

جسمانی کا قول ہی صحیح ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ' مجاہد' حسن' عمرو بن عبید' واصل بن عطاء' جبائی' رمانی اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔

جو علماء شہداء کی جسمانی حیات کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وہی جسم زندہ ہوتا ہے جس کو قتل کر دیا گیا تھا یا وہ کسی اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں' جو علماء اس کے قائل ہیں کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس کو قتل کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس قتل شدہ جسم میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے ان کو احساس اور ادراک حاصل ہو جائے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اجسام زمین میں مدفون ہیں اور کوئی تصرف نہیں کر رہے اور ان میں زندہ جسموں کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی کیونکہ حدیث میں ہے کہ انتہاء بصر تک مومن کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم دلہن کی طرح سو جاؤ' حالانکہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ برزخ کے امور اور واقعات ہمارے ذہنوں اور ادراک و شعور سے بہت دور ہیں۔

جسمانی حیات کے بعض قائلین نے کہا کہ شہداء کی حیات ایک اور جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو پرندوں کی صورت پر ہوتا ہے اور ان کی روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے ان کی دلیل اس حدیث سے ہے' امام عبد الرزاق' عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کی قندیلوں پر معلق رہتی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو لوٹا دے گا' اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مالک' امام احمد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت کے پھلوں یا درختوں پر معلق رہتی ہیں' اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں چرتی ہیں۔ پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں کیونکہ پرندوں کے پیٹوں میں یا ان کے پوٹوں میں ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں کیونکہ دیکھنے والا ان کو صرف پرندوں کی صورتوں میں دیکھتا ہے۔

بعض امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ شہداء اپنے دنیاوی جسم کی صورت پر ایک اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں (یعنی جسم مثالی کے ساتھ) حتیٰ کہ اگر ان کو کوئی شخص دیکھ لے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو جعفر یونس بن ظبیان سے روایت ہے کہ ایک دن میں ابو عبد اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا مومنین کی ارواح کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عرش کے نیچے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی' ابو عبد اللہ نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو سبز پرندے کے پوٹے میں رکھے' اللہ تعالیٰ جب مومن کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ اس روح کو ایسے قالب (جسم) میں رکھتا ہے جو اس کے دنیاوی قالب کی مثل ہوتا ہے پھر وہ کھاتے پیتے رہتے ہیں پھر جب ان کے پاس کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کو ان کی اسی دنیاوی صورت میں پہچان لیتا ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۴۵' مطبوعہ طہران)

اگر اس حدیث میں مومنوں سے مراد شہداء ہوں پھر تو وجہ استدلال بالکل ظاہر ہے اور اگر اس سے مراد عام مومن ہو تو پھر شہید کا حال اس سے بطریق اولیٰ معلوم ہو گا۔

Marfat.com

(میں کہتا ہوں کہ علامہ آلوسی ایسے سنی عالم کا احادیث اہل سنت کے خلاف امامیہ کی روایت سے استدلال کرنا باعث حیرت ہے۔ سعیدی غفرلہ)

شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں میرے نزدیک ہر مرنے والے کے لیے برزخ میں حیات ثابت ہے خواہ وہ شہید ہو یا نہ ہو' اور اس بات سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اس دنیاوی بدن کے علاوہ کسی اور برزخی بدن کے ساتھ اس کی روح کا تعلق ہو اور ارواح شہداء کا بھی برزخی ابدان کے ساتھ اس طرح تعلق ہوتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز رہتے ہیں اور علاوہ ازیں ان کو ایسی فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور ایسی نعمتیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے جو ان کے مقام کے لائق ہے اور ان برزخی ابدان لطیفہ کی دنیاوی اجسام کثیفہ کے ساتھ مکمل مشابہت ہوتی ہے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ احادیث میں شہداء کے لیے جو سبز پرندوں کا ذکر ہے وہ بربناء تشبیہ ہو' یعنی یہ اجسام برزخیہ اس قدر سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں کہ ان کو سبز پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' اور صورت کا معنی صفت ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے خلق آدم علی صورۃ الرحمان "آدم صورت رحمان پر پیدا کیا گیا ہے" یعنی رحمان کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے' اور حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو مومن کی روح کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہنے کو مستبعد قرار دیا وہ اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے تھا اور ہم نے جو بیان کیا ہے کہ سبز پرندوں سے مراد ان کے تیزی سے اڑنے کی صفت ہے اس بناء پر یہ اشکال لازم نہیں آئے گا کہ ایک جسم کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو گئیں۔ ایک پرندے کی روح اور ایک شہید کی روح' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شہید کی روح بنفسہ پرندہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے' کیونکہ ارواح انتہائی لطیف ہوتی ہیں اور ان میں کسی جسم کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل نے حضرت دحیہ کلبی کی شکل اختیار کر لی تھی' رہا یہ کہنا کہ دنیاوی جسم جو بوسیدہ ہو جاتا ہے جس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں اور جسم کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے' شہید کا یہی جسم زندہ رہتا ہے تو ہر چند کہ اس جسم کا زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں شہید کی کوئی فضیلت اور عظمت ہے بلکہ اسکی وجہ سے ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا اور اس کے جسم کے زخم اب بھی تر و تازہ ہیں اور اس کے زخم سے پٹی ہٹائی تو اسی طرح خون بہہ رہا تھا تو یہ محض قصہ کہانیاں اور خرافات ہیں۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۲۲۔ ۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شہداء کی حیات جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر

علامہ آلوسی کے عظیم علم و فن کے باوجود ہمیں علامہ آلوسی کی اس رائے سے اختلاف ہے کیونکہ یہ امر تسلسل اور تواتر سے منقول ہے کہ کسی وجہ سے بعض شہداء کی قبریں ایک بڑے عرصہ کے بعد کھل گئیں اور ان کے اجسام اسی طرح تر و تازہ پائے گئے اور ان کے زخموں سے اسی طرح خون رس رہا تھا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن معصعہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا' یہ دونوں جنگ

Marfat.com

احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے' جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔

(المرقات ج ۴ ص ۷۲' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ موطا امام مالک ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' طبع لاہور)

امام مالک کی یہ روایت بعد کی روایتوں پر راجح ہے۔

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' میں اس سے خوش نہیں ہوا' حتی کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا' حضرت جابر کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح تر و تازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸۔ ۵۷' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

ایک اور سند سے امام بیہقی روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' اس سے میرے دل میں کچھ بات تھی پھر میں نے چھ ماہ بعد اپنے والد کے جسم کو نکالا تو ان کی ڈاڑھی کے چند بالوں کے سوا جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے باقی پورا جسم اسی طرح تازہ تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ ملتان)

خیال رہے کہ حضرت جابر کے والد' حضرت عبداللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ان قوی آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بسا اوقات شہداء کے یہی دنیاوی اجسام باقی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اجسام کو زندہ رکھتا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرور زمانہ کے باوجود یہ اجسام اسی طرح تر و تازہ رہتے ہیں اور ان کے زخم اسی طرح خون آلود رہتے ہیں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں جو مسلمان قتل کیے جاتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد ان کے اجسام پھول جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں اور ان سے بدبو آنے لگتی ہے' ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مقتولین بدعقیدہ ہوں یا ان کا عقیدہ تو صحیح ہو لیکن ان کی نیت صحیح نہ ہو اور اگر ان کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور ان کی نیت بھی شہادت کی ہو تو یہ کہا سکتا ہے کہ ان کی حیات جسمانی اس دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیاوی جسم کے بدلہ ان کو کوئی اور جسم دے دیا ہے جو ان کے دنیاوی جسم کی مثل ہے۔

شہداء کی حیات جسمانی کے سلسلہ میں تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے درجات اور مراتب کے اعتبار سے شہداء کی حیات جسمانیہ کے متعدد اعتبار ہوتے ہیں' صحابہ کرام اور دوسرے مقربین اور صالحین اگر شہید ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اسی جسم کے ساتھ زندہ رکھتا ہے' اور بعض شہداء کو جسم مثالی عطا فرما دیتا ہے کیونکہ جو مسلمان اللہ کی راہ میں ایک چیز خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی دس مثلیں عطا فرماتا ہے تو اس لیے ہو سکتا ہے کہ جب شہداء اللہ کی راہ میں اپنے جسم کو خرچ کریں اور وہ جسم قتل کے بعد بوسیدہ اور مٹی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس جیسے کئی اجسام مثالیہ عطا فرما دے' اور بعض شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں اڑتی پھرتی ہیں' جنت کی

Marfat.com

کیاریوں میں چرتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں میں لٹکی رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث ہیں۔

شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کو میرے پیچھے رہنا ناگوار نہ ہوتا کیونکہ میں ان سب کے لیے سواری مہیا نہیں کر سکتا' تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہر لشکر میں شامل ہوتا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو یہ پسند نہیں ہو گا کہ مرنے کے بعد اس کے لیے اللہ کے پاس اتنا اجر و ثواب ہو جو دنیا و مافیہا کے برابر ہو اور اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے سوائے شہید کے کیونکہ جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور اس کو دوبارہ (راہ خدا میں) قتل کر دیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دس بار اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کی تمنا کرے گا۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۱۸۷' طبع بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا قرض کے سوا ہر چیز کا کفارہ ہے۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۰۲' حدیث : ۱۸۸۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کو قتل کیے جانے سے صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۱۹۰' طبع بیروت' سنن نسائی ج ۲ ص ۵۹' طبع کراچی' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۰۷' طبع بیروت' سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵' طبع ملتان' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷' طبع بیروت)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ' الشریعہ للآجری ص ۳۴۲' مطبوعہ دار السلام ریاض)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک شہید کے چھ خصال (اجور) ہیں' پہلی مرتبہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی' وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا' وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا' (حشر کے دن) فزع اکبر (سب سے ہولناک گھبراہٹ اور پریشانی) سے امن میں رہے گا' اس کو یاقوت کا تاج وقار پہنایا جائے گا جس میں دنیا اور مافیہا کی خیر ہو گی' بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا وہ اپنے ستر رشتہ داروں

Marfat.com

کی شفاعت کرے گا۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۱۸۸-۱۸۷ حدیث: ۱۶۶۳ مطبوعہ بیروت)

امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت کردی جائے گی اور وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا' باقی درجات کا اسی طرح ذکر ہے اور ان میں ایک اور درجہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو ایمان کا حلہ پہنایا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۶' حدیث : ۲۷۹۹' طبع بیروت' مسند احمد ج ۴ ص ۲۰' ۱۳۱' طبع بیروت)

امام آجری متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں نو خصال کا ذکر ہے۔

(الشریعہ ص ۳۱۲' مطبوعہ دارالسلام ریاض' ۱۴۱۳ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو اثروں (نشانوں) سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے گرا ہو' دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرایا گیا ہو' اور رہے دو اثر تو ایک اثر اللہ کی راہ میں ہے اور ایک اثر اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائیگی میں ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۱۹۰' الحدیث : ۱۶۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر تین قسم کے لوگ پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے' شہید' پاک دامن اور وہ بندہ جس نے اچھی طرح اللہ کی عبادت کی اور اپنے مالکوں کی بھی خیر خواہی کی۔

(جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۷۶' الحدیث : ۱۶۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سہل بن حنیف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صدق دل سے اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ خواہ وہ اپنے بستر پر مرے۔

(جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۸۳' الحدیث : ۱۶۵۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۵' طبع بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ شخص جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس میں خوشبو مشک کی ہوگی۔

(جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۸۴' الحدیث : ۱۶۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳۴' طبع بیروت)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔ (جامع ترمذی ج ۴ ص ۱۸۶' الحدیث : ۱۶۵۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا : تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا : اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونے کو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل فی سبیل اللہ کے سوا شہادت کی سات قسمیں اور ہیں' طاعون میں مرنے والا شہید ہے' نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے' پیٹ کی بیماری میں

Marfat.com

مرنے والا شہید ہے' جل کر مرنے والا شہید ہے' کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے اور حاملہ دردزہ میں مبتلا ہو کر مرجائے تو وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے' جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' جو دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

(جامع ترمذی ص ۲۲۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر کر مرا وہ شہید ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اللہ کی راہ میں (طبعی موت) مرنے والا شہید ہے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پہاڑ کی چوٹیوں سے گر کر مرجائے اور جس کو درندے کھاجائیں اور جو سمندر میں ڈوب جائے وہ سب اللہ کے نزدیک شہید ہیں۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت نفاس میں مرنا شہادت ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا' صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقت ور ہے! کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کردیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے' اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے' البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۷۲۔۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مصیبت (حادثہ) میں فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۳۳۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صدق دل کے ساتھ اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا' امام مسلم' امام دارمی' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے: خواہ

Marfat.com

وہ بستر پر فوت ہو۔ (المستدرک ج ۲ ص ۷۷ 'مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ 'سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵ 'مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : پھیپھڑوں کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور سفر میں مرنے والا شہید ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی '۱۴۰۲ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کی "اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی '۱۴۰۲ھ)

امام علی متقی متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نیزہ کی ضرب سے مرنا اور درندوں کے کھانے سے مرنا یہ شہادت ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت '۱۴۰۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو حرام کاری سے بچایا وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت '۱۴۰۵ھ)

امام علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بخار (میں مرنا) شہادت ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶ 'مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گڑھے میں گر کر مرنا شہادت ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۹ 'طبع بیروت)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے وہ لڑے اور مارا جائے تو وہ شہید ہے (کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۲ 'طبع بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں بستر پر مرے وہ شہید ہے 'اور سانپ یا بچھو سے ڈسا جانے والا شہید ہے 'اچھو سے مرنے والا شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۲ 'طبع بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے اوپر گھر گر جائے وہ شہید ہے 'جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے 'جس پر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے 'جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے لیے شہید کا اجر ہے 'جو اپنے بھائی کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے 'جو اپنے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے 'جو شخص نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۵ 'طبع بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سرحد کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۸ 'طبع بیروت)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں نکلا پھر مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے یا جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے

Marfat.com

ڈس لیا یا جو شخص (اللہ کی راہ میں) بستر پر مر گیا یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آ گئی وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا : طاعون ایک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ جس قوم پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے' اور مسلمانوں کے لیے طاعون کو رحمت بنا دیا' سو جو مسلمان کسی ایسے شہر میں ہو جس میں طاعون پھیلا ہوا ہو' وہ اسی شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر و استقامت کی نیت کر کے اس شہر سے نہ نکلے اور اس پر یقین رکھے کہ جو چیز اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی تو وہ شہید ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہو گیا وہ شہید ہے۔ اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام رزق دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ پڑھا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور سورہ حشر کی آخری تین آیتوں کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اگر وہ اس دن فوت ہو گیا تو وہ شہادت کی موت مرے گا' اور جس نے شام کو یہ کلمات پڑھے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۱۸۲' مطبوعہ بیروت' سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۹' مطبوعہ ملتان' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱' مطبوعہ بیروت)

امام ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں کبھی وتر کو نہیں چھوڑا' اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۲' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۰۷' مطبوعہ قاہرہ ۱۴۰۷ھ' مجمع الزوائد طبع بیروت' ۱۴۰۲ھ ج ۲ ص ۲۴۱' کنز العمال ج ۷ ص ۸۱۰۔۸۰۹' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے انس! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ جب فرشتہ کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ باوضو ہو تو اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام احمد متوفی ۲۴۱ھ سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

راشد بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بیت المقدس کا خادم شہید ہے اور زکام یا کھانسی

Marfat.com

میں مرنے والا شہید ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت 'الترغیب والترہیب مطبوعہ قاہرہ ۱۴۰۷ھ ج ۲ ص ۳۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے میری امت کے فساد (بدعت اور جہالت کے غلبہ) کے وقت میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا اجر ہوگا' امام بیہقی نے اس حدیث کو کتاب الزہد میں روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ ص ۳۰ 'مطبوعہ دہلی' مصابیح السنہ ج ۱ ص ۱۶۳)

امام ابن عدی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے متعلق لکھا ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ (کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۳۹)

حافظ منذری نے اس کو امام بیہقی اور امام طبرانی کے حوالے سے درج کیا ہے اور اس کی سند پر اعتماد کیا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۸۰)

امام طبرانی کی روایت میں ایک شہید کا اجر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۶ ص ۱۹۷ 'مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۹۵ھ)

نیز یہ حدیث امام ابو نعیم نے بھی روایت کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۰ 'مطبوعہ بیروت)

علامہ ہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر مومن شہید ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ (الحدید: ۱۹)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور نور ہے۔

(المصنف ج ۵ ص ۲۶۹ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت '۱۳۹۰ھ)

حکمی شہداء کا خلاصہ

مذکور الصدر احادیث میں جو حکمی شہادت کی اقسام بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) طاعون میں مرنے والا۔ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ (۳) ڈوبنے والا۔ (۴) دب کر مرنے والا۔ (۵) نمونیہ میں مرنے والا۔ (۶) جل کر مرنے والا۔ (۷) درد زہ میں مبتلا ہو کر مرنے والی حاملہ۔ (۸) اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۹) اپنی جان کی حفاظت میں مارا جانے والا۔ (۱۰) اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۱۱) دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۱۲) سواری سے گر کر مرنے والا۔ (۱۳) اللہ کے راستہ میں مرنے والا مثلاً علم دین کی طلب میں جانے والا' نماز کو جانے والا' حج کو جانے والا' غرض ہر نیک کام کے لیے جانے والا اس دوران اگر مر جائے۔ (۱۴) پہاڑ سے گر کر مرنے والا۔ (۱۵) جس کو درندے کھا جائیں۔ (۱۶) نفاس میں مرنے والی عورت۔ (۱۷) اپنے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا۔ (۱۸) اپنے اہل و عیال کے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا۔ (۱۹) کسی مصیبت یا حادثہ میں مرنے والا۔ (۲۰) صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا۔ (۲۱) پھیپھڑوں کی بیماری مثلاً دمہ' کھانسی یا تپ دق میں مرنے والا۔ (۲۲) سفر میں مرنے والا۔ (۲۳) جو شخص ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کرے اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت (۲۴) نیزہ کی ضرب سے مرنے والا۔

Marfat.com

(۲۵) جو عاشق پاک دامن رہا۔ (۲۶) بخار میں مرنے والا۔ (۲۷) سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا۔ (۲۸) گڑھے میں گر کر مرنے والا۔ (۲۹) ظلماً" قتل کیا جانے والا (۳۰) اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا۔ (۳۱) اللہ کی راہ میں بستر پر فوت ہونے والا۔ (۳۲) جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے۔ (۳۳) جو اچھو سے مرجائے۔ (۳۴) پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔ (۳۵) جو چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مرجائے۔ (۳۶) جو پتھر گرنے سے مرجائے۔ (۳۷) جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہوئی مرجائے۔ (۳۸) نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہوئے مرجائے۔ (۳۹) اپنے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔ (۴۰) جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے مرجائے۔ (۴۴) جو شخص کسی بھی بیماری میں فوت ہو وہ شہید ہے۔ (۴۵) صبح و شام سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے والا شہید ہے۔ (۴۶) چاشت کی نماز پڑھنے والا ہر ماہ تین روزے رکھنے والا اور وتر قضانہ کرنے والا شہید ہے۔ (۴۷) دائماً باوضو رہنے والا شہید ہے۔ (۴۸) بیت المقدس کا خادم شہید ہے۔ (۴۹) زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے۔ (۵۰) غلبہ بدعت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا شہید ہے۔ (۵۱) ہر مومن کامل شہید ہے۔

غسل شہداء کے متعلق مذہب فقہاء

جو شخص میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کے علاج کا موقع نہیں ملا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ کفن پہنایا جائے گا بلکہ ان ہی خون آلودہ کپڑوں میں اس کو دفن کر دیا جائے گا۔ یہی حکم اس مسلمان کا ہے جس کو ظلماً" قتل کیا گیا' اور باقی تمام شہداء کو غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے' اور امام احمد اور داؤد بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ تمام شہداء کو غسل دیا جائے گا جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان کو ان کے خونوں میں دفن کرو یعنی جنگ احد کے دن' اور آپ نے ان کو غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

شہداء کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء

اسی طرح شہید کی نماز جنازہ میں بھی اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور داؤد بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شہداء احد میں سے دو دو کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے پھر فرماتے ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے' پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے اور فرماتے قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا' اور ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا' نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن باہر آئے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ الحدیث

(صحیح بخاری ج ۱ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ائمہ ثلاثہ نے حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے اور امام

Marfat.com

ابو حنیفہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے' اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک صحابی کسی چیز کے ثبوت کی خبر دے اور دوسرا اس کی نفی کی خبر دے تو ثبوت کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ جو نفی کی خبر دے رہا ہے اس نے اس چیز کے ثبوت کو نہیں دیکھا اور دوسرے نے دیکھا ہے اس لیے اس کی روایت کو ترجیح ہے نیز حضرت عقبہ کی روایت کی تائید اور تقویت ان احادیث سے ہوتی ہے' امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

ابومالک بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش لانے کا حکم دیا پھر ان کو رکھا گیا پھر نو اور شہداء لائے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی' پھر ان کو اٹھا لیا گیا' اور حضرت حمزہ کو رہنے دیا گیا' پھر نو اور شہداء کو لا کر رکھا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سات بار نماز پڑھی' حتی کہ آپ نے حضرت حمزہ سمیت ستر شہداء پر نماز پڑھی اور ہر بار ان کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی نماز پڑھی۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ستر بار نماز پڑھی' پہلے آپ حضرت حمزہ پر نماز پڑھتے پھر دوسرے شہداء کو منگواتے پھر ان پر نماز پڑھتے اور ہر ایک کے ساتھ حضرت حمزہ پر بھی نماز پڑھتے۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۱۸' مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس دن والد فوت ہو گئے تھے اور وہ شدت غم سے نڈھال تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھے جانے کا علم نہ ہو سکا ہو' یا اس وقت وہ کسی اور کام میں مشغول ہوں اور وہاں پر موجود نہ ہوں یا ان کی روایت کا یہ مطلب ہو کہ شہداء احد پر علی الفور نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : انہیں رزق دیا جا رہا ہے۔

شہداء کے رزق کا بیان

اس سے مراد رزق معروف ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں جنت میں چرتی پھرتی ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی روحیں جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتی ہیں اور جو نعمتیں ارواح کے لائق ہیں ان سے متمتع ہوتی ہیں اور جب ان روحوں کو ان کے اجسام میں لوٹا دیا جائے گا تو وہ ان تمام نعمتوں سے متمتع ہوں گی جو اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیا ہے۔ وہ جنت کے دریاؤں پر جاتی ہیں اور اس کے پھلوں سے کھاتی ہیں اور عرش کے سائے کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔ (مسند احمد و سنن ابوداؤد) اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ شہداء کی روحیں سفید پرندوں کی صورتوں میں جنت کے پھلوں سے کھاتی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی طرح ہیں ان کے لیے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۱۴' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور ان پرندوں کے پیٹ بہ منزلہ سواری ہوتے ہیں

Marfat.com

اور ان روحوں کا تعلق اپنے اپنے اجسام سے بھی ہوتا ہے۔

حافظ شمس الدین ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں :

بعض احادیث میں ہے شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں' بعض میں ہیں ان کے پیٹوں میں ہیں' بعض میں ہے کہ سبز پرندوں کی مثل ہیں' ہو سکتا ہے کہ یہ تمام کلمات تشبیہ کے ہوں اور چونکہ شہداء کی روحیں بہت تیزی کے ساتھ جنت میں پھرتی ہیں۔ اس لیے ان کو سبز یا سفید پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہو۔ اور شہداء کی یہ روحیں جو عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتی ہیں ابھی بہ طور دوام کے جنت میں داخل نہیں ہوئیں اور قیامت کے بعد بہ طور دوام کے جنت میں داخل ہوں گی تو اپنی اصل منازل اور محلات میں قیام کریں گی۔ (کتاب الروح ص ۹۳۔ ۹۴' مطبوعہ دار الحدیث)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں۔ اس کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق یہ اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (آل عمران : ۱۷۰)

فوت شدہ مسلمانوں کا اپنے اقارب کے اعمال پر مطلع ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہداء اپنے جن لاحقین کے متعلق متفکر رہتے ہیں ان کے احوال ان پر منکشف کر دیئے جاتے ہیں اور اس آیت میں اصحاب احد کے لیے یہ بشارت ہے کہ اس دن کے بعد ان کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو گی۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ عزیزوں اور رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوتے ہیں تو وہ ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ عمل اچھے نہ ہوں تو وہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! ان کو ہدایت دینے سے پہلے ان پر موت طاری نہ کرنا جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸' کنز العمال' الحدیث : ۴۳۰۲۹' ج ۱۵ ص ۱۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں اور اس پر کہ اللہ مومنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ (آل عمران : ۱۷۱)

اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کی کامیابی پر خوش ہونا چاہیے

اس سے پہلے یہ ذکر کیا گیا کہ شہداء احد کی روحیں اس بات پر خوشی منا رہی ہیں کہ ان کے بعد والے اصحاب احد پر بھی کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے' اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ان نعمتوں پر خوشی منا رہے ہیں۔ پہلے شہداء احد کی اسی خوشی کا ذکر فرمایا جو ان کو اپنے بھائیوں کی اخروی سعادت سن کر حاصل ہوئی اور پھر اس خوشی کا ذکر فرمایا جو ان کو اپنی سعادت اور سرفرازی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے بھائیوں کی کامیابی پر خوشی ہونی چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا اللہ مومنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا اس میں بتلایا ہے کہ شہادت پر یہ اجر و ثواب صرف شہداء احد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ اجر و ثواب تمام مومنین کو حاصل ہو گا اور ایمان پر اجر کا ضائع نہ ہونا اس کو مستلزم ہے کہ مومن مرتکب گناہ کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا ورنہ اس کے ایمان کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

Marfat.com

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ

جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا، ان میں سے نیکی کرنے

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾ الَّذِينَ قَالَ

والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے ○ ان لوگوں سے بعض لوگوں نے

لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان

إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ

اور پختہ ہوگیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پس وہ اللہ کی نعمت اور اس کے

مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ

فضل سے لوٹ آئے اور انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی، انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی،

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿۱۷۴﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ

اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ وہ شیطان ہی ہے جو اپنے چیلوں کے ذریعہ ڈراتا ہے

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنكَ

سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو بہ شرطیکہ تم مومن ہو ○ اور آپ ان لوگوں سے غمزدہ

الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ

نہ ہوں جو کفر (کے میدان) میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ بے شک یہ اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، اللہ یہ

اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾

چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

آیات مذکورہ کے شان نزول میں دو روایتیں

ان آیات کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں بیان کی گئی ہیں' ایک روایت یہ ہے : امام ابن جریر اپنی سند کے

Marfat.com

ساتھ روایت کرتے ہیں : سدی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو سفیان احد سے واپس ہوا تو وہ راستہ میں ایک جگہ اپنے واپس ہونے پر پچھتایا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے اچھا نہیں کیا تم نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور جب ان میں سے تھوڑے رہ گئے تو تم واپس آ گئے' واپس چلو اور ان کی بنیاد ختم کر دو اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکو' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کر دیا' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ان کافروں کا تعاقب کرو' مسلمان اگرچہ جنگ احد میں زخمی اور دل شکستہ تھے لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر لبیک کہی اور دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے' ابو سفیان کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے نبی ﷺ نے حمراء الاسد (ایک مقام ہے) تک ان کا پیچھا کیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۱۷' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس کی تائید میں امام بخاری کی یہ روایت ہے :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے الذین استجابوا للہ والرسول۔ الخ کی تفسیر میں عروۃ بن الزبیر سے فرمایا :

اے میری بہن کے بیٹے' ان مسلمانوں میں تمہارے باپ حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر شامل تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ جنگ احد میں زخمی ہو گئے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ مشرکین لوٹ آئیں گے آپ نے فرمایا ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر مسلمانوں نے لبیک کہا ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر بھی تھے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

دوسری روایت یہ ہے' امام علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ بیان کرتے ہیں :

مجاہد' مقاتل' عکرمہ' واقدی اور کلبی نے بیان کیا ہے کہ جنگ احد کے دن جب ابو سفیان نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اعلان کیا :

اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال بدر صغریٰ کے موسم میں جنگ ہو گی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے درمیان ہے انشاء اللہ! جب اگلا سال آیا تو ابو سفیان اہل مکہ میں نکلا اور مقام مجنہ پر ٹھیرا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب طاری کر دیا اور اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا' پھر اس کی نعیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات ہوئی' اس نے نعیم کو مدینہ بھیجا اور کہا وہاں جا کر (سیدنا) محمد (ﷺ) کو روک دینا اور مسلمانوں کو ڈرانا حتی کہ وہ بدر صغریٰ میں ہمارے مقابلے کے لیے نہ آئیں' کیونکہ اگر ان کی جانب سے اس میعاد کی مخالفت ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے' نعیم مسلمانوں کے پاس گیا تو وہ اس میعاد پر پہنچنے کے لیے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے' اس نے مسلمانوں سے کہا اہل مکہ تمہارے گھر پر آ کر تم پر حملہ کر چکے ہیں اور اس جنگ میں تم کو نقصان پہنچا چکے ہیں تو جب تم ان کے شہر پر جا کر حملہ کرو گے حالانکہ تم تعداد میں کم ہو گے اور وہ زیادہ ہوں گے تو پھر تم کو کسی قدر نقصان اٹھانا پڑے گا' اسی طرح منافقوں نے بھی مسلمانوں کو ڈرایا کہ ابو سفیان اور اس کے اصحاب ایک بڑا لشکر تیار کر چکے ہیں سو تم ان سے ڈرو' مسلمانوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے' پھر رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور بدر صغریٰ پر پہنچ گئے' یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آٹھ دن بازار لگتا تھا' جب مسلمان وہاں پہنچے تو وہاں ان سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی مشرک موجود نہیں تھا' مسلمانوں نے اس بازار میں کافی تجارت اور خرید و فروخت کی اور بہت نفع لے کر کامیابی اور کامرانی کے ساتھ واپس آئے۔

(الوسیط ج ۱ ص ۵۲۳۔ ۵۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

ان آیتوں کے شان نزول میں اختلاف ہے' امام واقدی کی تحقیق یہ ہے کہ پہلی آیت : "جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی' یہ آیت غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے-" اور دوسری آیت : "ان لوگوں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے- سو تم ان سے ڈرو-" یہ آیت بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض ائمہ تفسیر نے کہا یہ دونوں آیتیں بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں' لیکن امام واقدی کی تحقیق زیادہ قرین قیاس ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی اس بات پر مدح فرمائی ہے کہ انہوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی اور یہ مدح اسی وقت لائق ہے جب وہ غزوہ احد کے فوراً بعد غزوہ حمراء الاسد کے لیے روانہ ہوں' کیونکہ اس وقت وہ تازہ تازہ زخمی ہوئے تھے اور غزوہ بدر صغریٰ تو ایک سال بعد واقع ہوا تھا اس وقت ان کے زخم مندمل ہو چکے تھے- اور دوسری آیت جس میں مسلمانوں کو شیطان کے ڈرانے کا ذکر ہے وہ غزوہ بدر صغریٰ کے مناسب ہے کیونکہ اسی موقع پر نعیم بن مسعود' ابوسفیان کے کہنے سے مسلمانوں کو ڈرانے مدینہ گیا تھا-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا- (آل عمران : ۱۷۳)

ایمان میں زیادتی کا محمل

جب نعیم بن مسعود اور منافقوں نے مسلمانوں کو ابوسفیان کے لشکر سے ڈرایا تو انہوں نے ان کے قول کی طرف توجہ نہیں کی اور ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ اعتماد اور قوی ہو گیا کہ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے- بعض علماء ایمان میں کمی اور زیادتی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایمان قول اور عمل سے مرکب ہے اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' لیکن تحقیق یہ ہے کہ بعض اوقات ایمان کا اعمال پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ایمان کامل ہوتا ہے اور نفس ایمان جو دل کے ماننے اور تصدیق کرنے کو کہتے ہیں اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جوں جوں انسان کا شرح صدر ہوتا ہے اور وہ دلائل پر مطلع ہوتا ہے تو اس کا ایمان اور قوی اور پختہ ہو جاتا ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور آپ ان لوگوں سے غم زدہ نہ ہوں جو کفر (کے میدان) میں دوڑتے پھرتے ہیں : (آل عمران : ۱۷۶)

دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی

اس آیت کے سبب نزول کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے متعلق ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار قریش آپ سے جنگ کرنے کے لیے جو منصوبے بنا رہے ہیں اور بار بار مدینہ پر لشکر کشی کر رہے ہیں اس سے آپ متفکر اور پریشان نہ ہوں- یہ اللہ کے دین اور اس کی نشر و اشاعت کو مٹا نہیں سکتے اور نہ تمام مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتے ہیں' ان جنگوں کے نتیجہ میں جو مسلمان زخمی یا شہید ہو جاتے ہیں اس سے دین اسلام کو کچھ ضرر نہیں ہوتا' نہ ان مسلمانوں کو نقصان ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت میں بہت اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں-

دوسرا سبب یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ جنگ احد کے بعد اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر نعوذ باللہ (سیدنا) محمد (ﷺ) سچے نبی ہوتے تو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست نہ

Marfat.com

ہوتی۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک بادشاہ کی طرح ہیں جس طرح بادشاہ کو کبھی فتح ہوتی ہے اور کبھی شکست سو ان کا بھی یہی حال ہے۔ نبی ﷺ اس قسم کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں ان کی یہ مخالفانہ باتیں اسلام اور مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ بعض کافر مسلمان ہوئے اور کفار قریش کے ڈر سے پھر مرتد ہو گئے اس سے نبی ﷺ کو رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا تعلق کفار' منافقین اور مرتدین سب کے ساتھ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تسلی دی ہو کہ اسلام کے جس قدر مخالفین ہیں ان کی اسلام کے خلاف سازشیں اور سرگرمیاں اللہ کے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَٰفِرُونَ (الصف: ۸)

(یہ کافر) اپنے منہ سے (پھونک مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبہ: ۳۲)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اس وقت تک نہیں مانے گا جب تک کہ اپنے نور کو پورا نہ کر دے خواہ کافروں کو (کتنا ہی) ناگوار ہو۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (التوبہ: ۳۳)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو (کتنا ہی) ناگوار ہو۔

اور کفار اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور ایک وقت وہ آیا کہ سرزمین عرب میں اسلام کے سوا اور کوئی دین باقی نہیں رہا' اور آج تک وہاں ایسا ہی ہے اور اس کے بعد مسلمان دنیا کے کئی براعظموں میں فتوحات اسلام کے جھنڈے گاڑتے رہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی پوری ہوئی' اور زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہی تسلی دی کہ آپ کفار کی مخالفت سے آزردہ نہ ہوں ان کی مخالفت دین اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیان

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کافر کے کفر اور فاسق کے فسق پر رنج اور افسوس کرنا تو اللہ اور اس کے دین سے محبت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ عین عبادت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کافروں کے کفر میں سبقت اور سرعت پر رنج اور افسوس کرنے سے کیوں منع فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کو زیادہ رنج اور افسوس کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ نہی تشریعی نہیں ہے بلکہ مشفقانہ ممانعت ہے' نبی ﷺ لوگوں کے اسلام لانے پر بہت حریص تھے اور ان کے کفر پر ڈٹے رہنے سے آپ کو بہت زیادہ رنج ہوتا تھا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (الکہف: ۶)

اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو کہیں آپ فرط غم سے ان کے پیچھے جان دے بیٹھیں گے۔

سو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے بہت زیادہ محبت ہے وہ آپ کو آزردہ خاطر نہیں دیکھنا چاہتا

Marfat.com

اس نے فرمایا :

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ — اگر یہ اعراض کریں تو آپ کا کام تو صرف دین کو پہنچانا ہے۔

(آل عمران : ۲۰)

کسی کو مومن بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے' اگر کوئی ایمان لائے گا تو اس کا فائدہ ہے اور کفر پر قائم رہے گا تو اس کا نقصان ہے آپ کیوں ملول خاطر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

(آل عمران : ۱۷۶)

دنیا میں کافروں کی خوشحالی سے دھوکا نہ کھایا جائے

کافروں کو دنیا میں جو ڈھیل دی جا رہی ہے اور وہ مادی ترقی میں سب سے آگے نکل رہے ہیں۔ صنعت و تجارت' آلات حرب اور مال و دولت کی فراوانی کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ شاید ان کا دین اور ان کا نظریہ ہی برحق ہے اور وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں' بلکہ یہ صرف اس لیے ہے کہ ان کو جو کچھ دینا ہے وہ دنیا میں ہی دے دیا جائے' آخرت میں ان کے لیے اجر و ثواب سے کچھ نہ رہے اور وہ صرف ذلت و خواری کے عذاب میں مبتلا رہیں جیسا کہ ان آیات میں ہے :

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (آل عمران : ۱۹۷-۱۹۶)

(اے مخاطب!) کافروں کا شہروں میں (شان و شوکت کے ساتھ) گھومنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے' یہ (حیات فانی کا) قلیل فائدہ ہے' پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کٰفِرُوْنَ (التوبہ : ۵۵)

تو ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈال دیں۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اس (مال اور اولاد) کی وجہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا کرے اور کفر کی حالت میں ان کی جان نکلے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (طٰہٰ : ۱۳۱)

اور آپ دنیاوی زندگی کی ان زینتوں کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) فائدہ کے لیے دی ہیں تاکہ ہم ان کو آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا (اخروی) رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کا دنیا میں شوکت اور قوت کے ساتھ رہنا اور مسلمانوں کا ان سے کم آسودگی سے رہنا ان کے مقبول ہونے اور مسلمانوں کے نامقبول ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ۚ

بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ کفر کو خرید لیا وہ اللہ (کے دین) کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے

Marfat.com

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے○ اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کو محض ان کی بھلائی کے لیے

خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ڈھیل دے رہے ہیں ، ہم تو ان کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ (کا عذاب) زیادہ ہو اور ان

مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ

کے لیے ذلت والا عذاب ہے○ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر (آج کل) تم ہو ،

حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

حتیٰ کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے ، اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں) کو غیب

الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب)

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

رسول ہیں ، سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان (برقرار) رکھو اور اگر تم ایمان اور تقویٰ پر (برقرار) رہے تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے○

ایمان کے بدلہ میں کفر کو خریدنے کا محمل

اس سے پہلی آیت کے مصداق منافقین بھی ہو سکتے ہیں' مرتدین بھی اور یہود بھی' اگر اس کا مصداق منافقین ہوں' تو ایمان کے بدلہ کفر کو خریدنے کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ساتھ رہ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر ان کے لیے یہ موقع تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لے آتے لیکن انہوں نے یہ موقع ضائع کر دیا اور اپنے باطنی کفر پر قائم اور مصر رہے' اور اگر اس سے مراد مرتدین ہوں تو پھر واضح ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے' اور اگر اس سے مراد یہود ہوں تو معنی یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں کرتے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد تورات میں درج علامتوں کی وجہ سے آپ کو پہچانتے تھے لیکن انہوں نے بغض اور عناد کی وجہ سے آپ کا کفر اور انکار کیا کیونکہ آپ بنو اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل سے مبعوث ہوئے تھے' سو اس طرح انہوں نے ایمان کے بدلہ میں کفر کو خرید لیا' خریدنے سے مراد یہاں تبدیل کرنا ہے' اور یہاں تبدیل کرنے کو خریدنے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ آدمی اس چیز کو خریدتا ہے جس کی طرف وہ راغب ہو اور یہ کفر پر راغب تھے اور جس چیز کے بدلہ میں خریدتا ہے وہ اس کے قبضہ میں ہوتی ہے اور چونکہ آپ پر ایمان لانا ان کے اختیار میں تھا اور اس کے محرکات بھی موجود تھے

Marfat.com

تو گویا ایمان ان کے قبضہ میں تھا لیکن انہوں نے اس کو خرچ کر کے کفر خرید لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کو محض ان کی بھلائی کے لیے ڈھیل دے رہے ہیں، ہم تو ان کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ (کا عذاب) زیادہ ہو۔ (آل عمران : ۱۷۸)

زندگی اور موت میں کون بہتر ہے اور موت کی تمنا کرنا جائز ہے یا نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کے مصداق منافقین اور بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں اور مقاتل نے کہا اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا : اللہ تعالیٰ ان کی عمر لمبی کر کے ان کو مزید گناہ کرنے کا موقع دیتا ہے تاکہ ان کا کفر اور گناہ زیادہ ہوں، زجاج نے کہا اس کا مصداق وہ قوم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر دے دی تھی کہ وہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کی بقا صرف کفر اور گناہوں میں زیادتی کے لیے ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن ہو یا کافر، ہر ایک کے لیے موت اس کی زندگی سے بہتر ہے، کسی نے کہا کیا یہ بات نہیں ہے کہ مومن زندگی میں نماز پڑھتا رہتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوتی رہتی ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما عند اللہ خیر للابرار (آل عمران : ۱۹۸) تو اگر وہ نیک ہے تو اللہ کے پاس جو اس کا اجر ہے وہ زیادہ بہتر ہے، ان سے کہا گیا کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب کافر مرے گا تو فوراً دوزخ میں چلا جائے گا حالانکہ دنیا میں وہ کھاتا پیتا ہے اور کپڑے پہنتا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ عزوجل فرماتا ہے : اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کو محض ان کی بھلائی کے لیے ڈھیل دے رہے ہیں، ہم تو ان کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ (کا عذاب) زیادہ ہو۔ (آل عمران : ۱۷۸) (الوسیط ج ۱ ص ۵۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے موت کو زندگی سے بہتر فرمایا ہے بہ ظاہر ان کا یہ قول حسب ذیل احادیث کے خلاف ہے :

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مصیبت پہنچنے پر موت کی تمنا نہ کرے، اگر اس نے خواہ مخواہ موت کی تمنا کرنی ہو تو یہ دعا کرے اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ شخص نیک ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ کی رضا طلب کرے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور مومن کی عمر اس میں نیکی کے سوا اور کسی چیز کو زیادہ نہیں کرتی۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۶۵ الحدیث : ۲۶۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں :

امام مروزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے موت کی تمنا کی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا موت کی تمنا نہ کرو اگر تم اہل جنت میں سے ہو تو تمہارا باقی رہنا زیادہ بہتر ہے (کیونکہ تم نیکیاں کرو گے) اور اگر تم اہل دوزخ میں سے ہو تو تمہیں دوزخ میں جانے کی کیا جلدی ہے؟

(شرح الصدور ص ۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا ہے کہ کافر ہو یا مومن اس کے لیے موت زندگی سے بہتر ہے' وہ بہ اعتبار نتیجہ اور مآل کے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی دعا اور اس کی تمنا سے منع فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ زندگی موت سے بہتر ہے بلکہ امام عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مومن کا تحفہ موت ہے۔

(کتاب الزہد ص ۲۱۲' الحدیث : ۵۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' المستدرک ج ۴ ص ۳۱۹' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۵۸' حافظ منذری نے اس کو امام طبرانی کی معجم کبیر کے حوالہ سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۳۵' مطبوعہ مصر)

اس حدیث سے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲)

اور حضرت عمر نے دعا کی : اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت مقدر کردے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴-۲۵۳) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صدق دل سے شہادت کی دعا کی اللہ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا خواہ وہ بستر پر فوت ہو۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵) ان احادیث میں موت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور اس سے پہلے جن احادیث کا ذکر کیا گیا ہے ان میں موت کی تمنا کرنے کی ممانعت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کے مصائب اور آلام سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا منع ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس سے ملاقات اور شوق شہادت میں موت کی تمنا کرنا جائز ہے بلکہ پسندیدہ امر ہے۔

کافروں کو گناہوں کے لیے ڈھیل دینے کی توجیہات

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہم کافروں کو صرف ڈھیل دے رہے ہیں یعنی ان کی عمر زیادہ کر رہے ہیں کہ ان کے گناہ زیادہ ہوں' اس آیت میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک اور جگہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات : ۵۶)

میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

سورہ ذاریات کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور زیر بحث آیت سے معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ کافروں کی عمر اس لیے زیادہ کی جا رہی ہے تا کہ وہ زیادہ گناہ کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں لام' لام عاقبت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (القصص: ۸)
سو فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ کو اٹھا لیا تا کہ (بالآخر) وہ ان کے لیے دشمن ہو جائیں اور غم کا باعث ہوں۔

ظاہر ہے کہ فرعون کے گھر والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دریا سے اپنا دشمن بنانے کے قصد سے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اپنا دست و بازو بنانے کے لیے اٹھایا تھا لیکن انجام کار وہ ان کے دشمن بن گئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو بھی اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا اور ان کے لیے ایک لمبی عمر مقرر فرمادی تھی' لیکن انجام کار وہ عبادت کرنے کے بجائے گناہ کرنے لگے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر لمبی فرمائے گا لیکن یہ اپنے اختیار اور ارادہ سے عبادت کی بجائے گناہ کریں گے' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ کافر نبی ﷺ کی مخالفت کر کے اور پھر لمبی عمر پا کر خوش نہ ہوں اور نہ یہ سمجھیں کہ ایمان نہ لانے کے باوجود ان کی عمر لمبی ہو رہی ہے تو ضرور ان پر یہ قدرت کا انعام ہے بلکہ جوں جوں ان کی عمر زیادہ ہو رہی ہے یہ اور گناہ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کا اخروی عذاب اور زیادہ ہو گا۔ نیز اللہ تعالیٰ ان کی عمر زیادہ کر کے ان کو ایمان لانے کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرتا ہے لیکن وہ اپنی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے زیادہ کفر اور زیادہ گناہ کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے ان کی عمر لمبی کرنا تا کہ وہ انجام کار زیادہ گناہ کریں قضا و قدر کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے مطابق نہیں ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا شدید کفر اور گستاخیاں کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بہ طور سزا کے ان کے دلوں پر مہر لگادی اور ان کو ڈھیل دی تا کہ وہ زیادہ گناہ کریں اور زیادہ عذاب کے مستحق ہوں' یہ بھی ان کی سزا کا ایک حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر (آج کل) تم ہو حتی کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے۔

اصحاب رسول کے مومن اور طیب ہونے پر دلیل

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منافقوں سے متمیز کر دیا' ابن جریج نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچے مومنوں کو جھوٹوں سے الگ کر دیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۲۴' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

یہ آیت بھی قصہ احد کے واقعات میں سے ہے جب عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا تو مومن اور منافق الگ الگ ہو گئے۔ اسی طرح جنگ احد کے فوراً بعد جب نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ حمراء الاسد کے مقام پر ابو سفیان دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت مسلمان زخمی اور دل شکستہ ہونے کے باوجود آپ کے حکم کی تعمیل میں چل پڑے اور منافقوں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا' اس طرح مومن اور منافق الگ الگ ہو گئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا ساتھ دینے والے تمام صحابہ کو مومن اور طیب فرمایا ہے اور یہ سات سو صحابہ تھے اور ان میں خلفاء راشدین حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی ہیں اس لیے جو

Marfat.com

شخص ان کو برا اور کافر' ظالم یا منافق کہتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد چھ کے سوا تمام اصحاب مرتد ہو گئے تھے وہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں) کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔ (آل عمران : ۱۷۹)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔"

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) لکھتے ہیں: "اور نہیں ہے اللہ کہ آگاہی بخشے تم سب کو غیب پر لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔"

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۸ھ) لکھتے ہیں: "اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔"

ان تراجم میں "من" کو تبعیضیہ قرار دیا ہے' جس کا حاصل ہے بعض رسولوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے اور ہمارے ترجمہ میں "من" "من یشاء" کا بیان ہے' جس کا حاصل ہے سب رسولوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے' کیونکہ سب رسول اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور برگزیدہ ہیں......

انبیاء علیہم السلام کو علم الغیب ہے یا غیب کی خبروں کا علم ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم عام مسلمانوں کو لوگوں کے دلوں کے احوال پر مطلع کردے اور تم لوگوں کو دیکھ کر یہ جان لو کہ فلاں شخص مخلص مومن ہے اور فلاں منافق ہے اور فلاں کافر ہے' البتہ اللہ تعالیٰ مصائب' آلام' اور آزمائشوں کے ذریعہ مومنوں اور منافقوں کو متمیز کردیتا ہے۔ جیسا کہ جنگ احد میں منافق مسلمانوں سے الگ ہو گئے۔ اسی طرح اسلام کی راہ میں جب بھی جہاد کا موقع آیا منافق پیچھے ہٹ گئے اور مسلمان آگے بڑھے' ماسوا رسولوں کے جن کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لیے چن لیتا ہے اور ان کو لوگوں کے دلوں کے احوال پر مطلع فرماتا ہے اور وہ نور نبوت سے جان لیتے ہیں کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کس کے دل میں نفاق ہے۔

اس آیت میں یہ صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع ہوتے ہیں' اور ظاہر ہے کہ غیب پر مطلع ہونا غیب کے علم کو مستلزم ہے' سو یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے لیے علم غیب کے ثبوت میں قطعی الدلالۃ ہے' بعض متاخرین علماء یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو علم الغیب نہیں دیا گیا اور علم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے البتہ انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور غیب کی خبروں کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور علم الغیب اور چیز ہے' ان علماء کی مراد یہ ہے کہ علم الغیب میں اضافت اور "الغیب" میں لام استغراق کے لیے ہے اور اس سے مراد ہے تمام امور غیبیہ غیر متناہیہ کا علم' اور ظاہر ہے کہ یہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علم الغیب کی اپنے غیر سے مطلقاً" نفی کی ہے :

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ (النمل : ۶۵)

آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کسی کو علم الغیب نہیں ہے۔

Marfat.com

اب اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے علم الغیب مانا جائے تو ظاہر ہے قرآن سے تعارض لازم آئے گا- تیسری وجہ یہ ہے کہ جب مطلقاً علم الغیب کا اطلاق کیا جائے تو اس سے متبادر علم الغیب ذاتی اور مستقل ہوتا ہے جس کا ثبوت بغیر کسی کی عطا کے ہوتا ہے اس لیے جب مطلقاً" یہ کہا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام کو علم الغیب ہے تو اس سے یہ وہم ہو گا کہ ان کو ذاتی اور مستقل طور پر علم الغیب ہے-

امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً" جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمتہ اللہ علیہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے' کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے- (الملفوظ ج ۳ ص ۷۴' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

دوسری طرف قرآن مجید کی متعدد آیات اور بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو عموماً" اور سیدنا محمد ﷺ کو خصوصاً" غیب کا علم دیا گیا ہے' اس لیے ان میں تطبیق کے لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے ہیں (واضح رہے کہ یہ علوم اللہ کے اعتبار سے بعض ہیں) علامہ آلوسی نے کہا یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم دیا گیا یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے' علماء دیوبند نے اس کی یہ تعبیر کی انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں' بہرحال اس پر سب متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع کیے گئے ہیں اور ان کو بلاواسطہ اطلاع دی گئی ہے اور امت کو ان کے واسطے سے غیب پر مطلع کیا جاتا ہے' اب ہم اس کے ثبوت میں مستند مفسرین کی عبارات نقل کر رہے ہیں-

انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کے متعلق علماء امت کی تصریحات

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ تم سب کو غیب کا عالم نہیں بنائے گا جیسے رسول کو علم ہے حتیٰ کہ تم رسول سے مستغنی ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسالت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور باقی لوگوں کو ان رسولوں کی اطاعت کا مکلف کرتا ہے' نیز اس سے پہلے امام رازی نے لکھا ہے کہ غیب پر مطلع ہونا انبیاء علیہم السلام کے خواص میں سے ہے-

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لیے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے-

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۸۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے' پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے' سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا-

(البحر المحیط ج ۳ ص ۴۴۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

Marfat.com

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

واحدی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر پیش کی گئی تھی اور مجھے یہ علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا' منافقوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے مذاق اڑایا اور کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) کا زعم یہ ہے کہ انہیں ان پر ایمان لانے والوں اور کفر کرنے والوں کا علم ہے اور ہم ان کے ساتھ ہیں اور ان کو ہمارا علم نہیں ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہ طور وراثت ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے' اور انبیاء علیہم السلام کو بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ (روح المعانی ج ۴ ص ۱۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ محمود الحسن دیو بندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

خلاصہ یہ ہے کہ عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی۔ انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے۔ اس میں رسل کی شرکت ہو گئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں اس علم کا ذاتی ہونا اور اس علم کا محیط ہونا۔ یہاں ذاتی اس لیے نہیں ہے کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۵۰' مطبوعہ تاج کمپنی لیمٹڈ لاہور' کراچی)

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں :

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور غیبیہ بتاتے ہیں وہ حقیقتاً" علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کو دی گئی ہیں جس کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۲۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۴ھ)

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئیں ہیں اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا' کیونکہ شرح عقائد اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں۔ خبر صادق' حواس سلیمہ اور عقل' اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :

مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے۔ غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس ترجمہ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا بلکہ منتخب رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی کا ترجمہ صحیح ہے وہ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ (مقتضائے حکمت) ایسے امور غیبیہ پر تم کو (بلاواسطہ ابتلاء و امتحان کے) مطلع نہیں کرنا چاہتے لیکن ہاں

Marfat.com

جس کو (اس طرح مطلع کرنا) خود چاہیں اور (ایسے حضرات) وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب اور علم ماکان ومایکون کے متعلق احادیث

نبی ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے اس پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے ناپسند کیا جب آپ سے زیادہ سوالات کیے گئے تو آپ غضبناک ہوئے اور آپ نے لوگوں سے فرمایا تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے' دوسرے شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے' جب حضرت عمر نے آپ کے چہرے میں غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰-۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا مجھ سے جو چاہو سوال کرو یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر سوال کے جواب کا علم عطا فرمایا ہو خواہ احکام شرعیہ سے متعلق سوال کیا جائے یا ماضی اور مستقبل کی خبروں کے متعلق سوال کیا جائے یا اسرار تکوینیہ کے متعلق سوال کیا جائے اور صحابہ کرام نے اس کو عموم پر ہی محمول کیا تھا اس لیے دو اصحاب نے آپ سے اپنے نسب کے متعلق سوال کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے ان کو بھلا دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک ہونے والے تمام امور بیان فرما دیے جس شخص نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان ومایکون کی خبریں دی سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔ (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۷' رقم الحدیث ۲۸۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۶۔ ۲۲۱۵ ' رقم الحدیث ۲۸۸۹ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ' سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۹۵ ' رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت ' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸۷ ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول ﷺ نے صبح کی نماز کے لیے آنے میں دیر کی حتی کہ عنقریب ہم سورج کو دیکھ لیتے پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی ' پھر آپ نے سلام پھیر کر ہم سے بہ آواز بلند فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو ' پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم سے یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز کے لیے آنے میں کیوں دیر ہو گئی ' میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آ گئی ' پھر مجھے گہری نیند آ گئی اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ' رب تعالیٰ نے فرمایا : اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں ' فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا ' آپ نے کہا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی ' پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ الحدیث الی قولہ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۳۶۹۔ ۳۶۸ ' رقم الحدیث ۳۲۳۵ ' مطبوعہ بیروت ' ج ۲ ص ۱۵۵ ' فاروقی کتب خانہ ملتان ' و مطبع مجتبائی پاکستان و کتب خانہ رحیمیہ دیوبند انڈیا ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ ' ج ۴ ص ۶۶ ' العلل المتناھیہ ج ۱ ص ۲۱۔ ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا ' میرے رب نے فرمایا : اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے رب میں نہیں جانتا ' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی ' پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۳۶۷ ' رقم الحدیث ۳۲۳۴ ' مطبوعہ بیروت ' ج ۲ ص ۱۵۶ ' فاروقی کتب خانہ ملتان ' و مطبع مجتبائی پاکستان ' و کتب خانہ رحیمیہ دیوبند انڈیا تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۳ ' نشر السنۃ ملتان)

یہ حدیث حضرت عبد الرحمن بن عائش سے بھی مروی ہے دیکھئے سنن دارمی ج ۲ ص ۵۱ ' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۰۸ ' جامع البیان للطبری ج ۷ ص ۱۶۲ ' الدر المنثور ج ۳ ص ۲۴ ' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابو نعیم کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ الاصابہ ج ۲ ص ۳۹۹۔ ۳۹۷ ' الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۵۰ ' زاد المسیر ج ۱ ص ۱۵۵ ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۲۲۵ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

اس حدیث کے مزید حوالہ جات شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۴ اور ج ۵ ص ۱۱۶۔ ۱۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ

جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں

Marfat.com

خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت برا ہے عنقریب ان کے گلے میں قیامت کے دن اسکا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے

۱۸ع۹ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

تھے، آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تھا' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں بخل کرتے ہیں ان کے لیے شدید وعید بیان فرمائی ہے۔

بخل کا لغوی معنی

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں :

بخل کرم کی ضد ہے۔ (القاموس المحیط ج ۳ ص ۴۸۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

جس مال کو جمع کرنے کا حق نہ ہو اس کو خرچ نہ کرنا بخل ہے' اس کا مقابل جود ہے' بخیل اس شخص کو کہتے ہیں جو بہ کثرت بخل کرے' بخل کی دو قسمیں ہیں' اپنے مال میں بخل کرنا' اور غیر کے مال میں بخل کرنا اور یہ زیادہ مذموم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء : ۳۷)

جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں' اور اللہ نے اپنے فضل سے جو ان کو دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(المفردات ص ۳۸' مطبوعہ کتاب فروشے مرتضوی' ۱۳۶۲ھ)

بخل کا شرعی معنی اور اس کی اقسام

بخل کرم اور جود کی ضد ہے' بغیر عوض کسی کو مال دینے سے منقبض اور تنگ ہونے کو بخل کہتے ہیں یا کوئی شخص اس وقت مال خرچ نہ کرے جب اس مال کو خرچ کرنے کی ضرورت اور اس کا موقع اور محل ہو' عرب کہتے ہیں بخلت العین بالدموع آنکھوں نے آنسوؤں میں بخل کیا اور جب آنسو بہانے کا وقت تھا اس وقت آنسو نہیں بہائے۔

تحقیق یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرنا بخل ہے' اور جہاں خرچ نہ کرنا واجب ہو وہاں خرچ کرنا اسراف اور تبذیر ہے اور ان کے درمیان جو متوسط کیفیت ہے وہ محمود ہے اس کو جود اور سخا کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے :

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

(الاسراء : ۲۹)

اور اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے پوری طرح کھول دے کہ ملامت زدہ تھکا ہارا بیٹھا رہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ (الفرقان : ۶۷)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا زیادتی اور کمی کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔

خرچ کرنا شرعاً" واجب ہوتا ہے یا عرف اور عادت کے اعتبار سے' زکوٰۃ' صدقہ فطر' قربانی' حج' جہاد اور اہل و عیال کی ضروریات پر خرچ کرنا شرعاً" واجب ہے' جو ان پر خرچ نہ کرے وہ سب سے بڑا بخیل ہے اور دوستوں' رشتہ داروں اور ہمسایوں پر خرچ کرنا عرف اور عادت کے اعتبار سے واجب ہے جو ان پر خرچ نہ کرے وہ اس سے کم درجہ کا بخیل ہے اور بخل کی ایک تیسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تو خرچ کرتا ہے لیکن نفلی صدقات' عام فقراء اور مساکین اور سائلین اور رفاہی اور فلاحی کاموں میں خرچ نہیں کرتا اور باوجود وسعت ہونے کے اپنا ہاتھ روک کر رکھتا ہے اور پیسے گن گن کر رکھتا ہے یہ بخل کی تیسری قسم ہے لیکن یہ پہلے دو درجوں سے کم درجہ کا بخل ہے۔

بخل کی مذمت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ (اللیل : ۱۰-۸)

اور جس نے بخل کیا اور (تقویٰ سے) بے پرواہ رہا اور اس نے نیکی کو جھٹلایا تو ہم عنقریب اس کے لیے تنگی کا راستہ مہیا کردیں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (التوبہ : ۷۶)

تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور انہوں نے پیٹھ پھیرلی در آں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد : ۳۸)

ہاں تم وہی لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ صرف اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (الحدید : ۲۴)

جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جس نے اعراض کیا تو اللہ بے نیاز ہے ستائش کیا ہوا۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء : ۳۷)

جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو ان کو دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں' اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ○ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا

ہر طعنہ دینے والے اور چغلی کرنے والے کے لیے عذاب

Marfat.com

وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝

(الھمزة : ۱-۶)

ہے'جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا- وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا- ہرگز نہیں وہ ضرور چورا چورا کرنے والی میں پھینک دیا جائے گا- اور آپ کو (ازخود) کیا پتا کہ چورا چورا کرنے والی کیا چیز ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی-

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(التوبہ : ۳۴-۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان سب کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے- جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیاں' ان کے پہلو' اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ (مال) جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا سو اپنے جمع کیے ہوئے کا مزہ چکھو-

بخل کی مذمت کے متعلق احادیث اور آثار

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی' قیامت کے دن وہ مال ایک موٹا اور گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے' پھر اس شخص کو وہ سانپ اپنے دو جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں اور تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی : ولا یحسبن الذین یبخلون- الایۃ (آل عمران : ۱۸۰)

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۳۰' رقم الحدیث ۱۴۰۳' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہر روز فرشتے نازل ہو کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور اے اللہ خرچ نہ کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے-

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۴۳' رقم الحدیث ۱۴۴۲' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ کثرت مرتبہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے : اے اللہ! میں پریشانی' غم' عاجز ہونے' سستی' بخل' بزدلی' قرض کی زیادتی اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں-

(صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۵' رقم الحدیث ۲۸۹۳' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ کرنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی' ان کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جنہوں نے لوہے کی دو زرہیں پہنی ہوئی ہیں جو ان کی چھاتیوں سے ہنسلیوں اور ان کے ہاتھوں تک ہیں' جب صدقہ کرنے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے حتی کہ اس کی انگلیوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کا نشان مٹ جاتا ہے اور جب بخیل کسی چیز کے صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ تنگ ہو جاتا ہے- (صحیح البخاری ج ۷ ص ۴۷' رقم الحدیث ۵۷۹۷' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

Marfat.com

سخی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے پوری زرہ پہنی اور وہ اس کے جسم پر پھیلتی رہی حتیٰ کہ اس نے پورے بدن کو چھپالیا' اور زرہ نے اس کو محفوظ کرلیا اور بخیل کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے دونوں ہاتھ طوق بنے ہوئے ہیں جو اس کے سینہ کے سامنے ابھرے ہوئے ہیں- جب وہ زرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں اور اس زرہ کو بدن پر پھیلنے نہیں دیتے اور وہ اس کی گردن میں اکٹھی ہو کر اس کی ہنسلیوں سے چمٹ جاتی ہے اور اس کے لیے وبال جان اور بوجھ بن جاتی ہے' اور اس کے بدن کی حفاظت نہیں کرتی' خلاصہ یہ ہے کہ سخی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کی موافقت کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ فراخ ہو جاتے ہیں اور بخیل جب کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ کوتاہ ہو جاتے ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صدقہ کرنے سے مال بڑھنے اور بخل سے مال کم ہونے کی مثال ہو اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سخی پر اللہ دنیا اور آخرت میں پردہ رکھتا ہے جس طرح یہ زرہ اس کے جسم کو چھپالیتی ہے اور بخیل کے عیوب دنیا اور آخرت میں کھل جاتے ہیں جس طرح یہ زرہ اس کے گلے میں سکڑ کر اکٹھی ہو جاتی ہے اور اس کا باقی جسم برہنہ ہو جاتا ہے-

امام خرائطی متوفی ۳۲۷ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخی کی لغزش سے درگذر کرو کیونکہ وہ جب بھی لڑکھڑاتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھ کو پکڑلیتا ہے-

(مکارم الاخلاق ج ۲ ص ۵۹۰' مطبوعہ دارالکتب المصریہ مصر' ۱۴۱۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ہر وہ اونٹ والا جو اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس کے اونٹ بہت فربہ ہو کر آئیں گے اور ان کے سامنے چٹیل میدان میں مالک کو بٹھادیا جائے گا اور اونٹ اس کو اپنی ٹانگوں اور کھروں کے ساتھ روندتے ہوئے گزر جائیں گے' اور جو گائے والا گائے کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن وہ گائیں بہت فربہ ہو کر آئیں گی' ان کے سامنے چٹیل میدان میں ان کے مالک کو بٹھادیا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی اور پیروں سے کچلتی ہوئی گزر جائیں گی' اور جو بکریوں والا بکریوں کا حق ادا نہیں کرے گا وہ بکریاں قیامت کے دن بہت فربہ ہو کر آئیں گی ان کے سامنے چٹیل میدان میں مالک کو بٹھادیا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی اور کھروں سے روندتی ہوئی گزر جائیں گی' اس دن ان میں نہ کوئی بغیر سینگ کے ہو گی نہ کسی کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو گا' اور جو خزانہ والا خزانہ میں سے اللہ کا حق ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں منہ کھولے اس کے پیچھے دوڑے گا' خزانہ کا مالک بھاگے گا تو ایک منادی آواز دے کر کہے گا اپنا خزانہ لے لو' ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے' جب خزانہ کے مالک کو کوئی چارہ نظر نہیں آئے گا تو وہ اس سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا' اور سانپ اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبائے گا' راوی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اونٹنی کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا پانی کے موقع پر اس کا دودھ دوہنا (تاکہ لوگ اس کو پئیں) اور ڈول دینا' اور نر اونٹ کو جفتی کے لیے عاریتہً "دینا" اور اونٹنی کو دودھ پینے کے لیے (ضرورت مندوں کو) دینا اور راہ خدا میں اس پر لوگوں کا مال لادنا-

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸۴' رقم الحدیث : ۹۸۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : تنگ دلی کرنے سے بچو' کیونکہ تم سے پہلے لوگ تنگ دلی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' اس تنگ دلی نے ان کو بخل کا حکم دیا تو انہوں نے بخل کیا اور اس نے ان کو قطع تعلق کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے قطع تعلق کیا اور اس نے ان کو جھوٹ بولنے کا حکم دیا تو انہوں نے جھوٹ بولا۔

ہم نے الشح کا ترجمہ تنگ دلی کیا ہے کیونکہ حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے کہ شح منع کرنے میں بخل سے زیادہ بلیغ ہے' شح بہ منزل جنس ہے اور بخل بہ منزلہ نوع ہے شح انسان کی طبیعت اور جبلت کی طرف سے وصف لازم کی طرح ہے اور بعض نے کہا کہ بخل صرف مال میں ہوتا ہے اور شح مال اور نیکی دونوں میں ہوتا ہے۔

(مختصر سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس صرف وہی مال ہے جو زبیر نے اپنے گھر میں رکھا ہے کیا میں اس میں سے دیا کروں؟ آپ نے فرمایا دیا کرو اور تھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی بندش کر دی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے مساکین یا صدقہ کو گننے کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیا کرو اور گنا نہ کرو ورنہ تم کو بھی گن کر دیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۳' رقم الحدیث ۱۷۰۰' ۱۶۹۹' ۱۶۹۸' مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : انسان کا بدترین خلق گھبراہٹ پیدا کرنے والا بخل ہے (یعنی کسی کو دینے سے دل گھبراتا ہو) اور بے شرمی والی بزدلی ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۱۲' رقم الحدیث ۲۵۱۱' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۳ھ)

ابو امیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوثعلبہ خشنی سے پوچھا کہ تم "علیکم انفسکم" المائدہ : ۱۰۵ "تم (صرف) اپنی جانوں کی فکر کرو" کی کیا تفسیر کرتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا' آپ نے فرمایا : نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو حتیٰ کہ تم جب یہ دیکھو کہ بخل کی موافقت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ذو رائے اپنی رائے کو اچھا سمجھ رہا ہے تو تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو' کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہوں گے' ان میں صبر کرنا انگاروں کو پکڑنے کی مثل ہے اور ان ایام میں (نیک) عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے (نیک) عمل کا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۱۲۱' رقم الحدیث ۴۳۴۱' مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : مسلمان میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بد خلقی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا دھوکا دینے والا' احسان جتلانے والا اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۳۴۳' رقم الحدیث : ۱۹۶۳۔ ۱۹۶۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جب تمہارے اچھے لوگ تمہارے حاکم ہوں اور

Marfat.com

تمہارے مال دار سخی ہوں' اور تمہارے باہمی امور مشاورت سے ہوں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لیے زمین کے نیچے دفن ہونے سے بہتر ہے' اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے حاکم ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے نیچے دفن ہونا تمہارے لیے زمین کے اوپر رہنے سے بہتر ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۵۲۹' رقم الحدیث ۲۲۶۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا : اللہ کے ساتھ شرک کرنا' بخل کرنا (ایک روایت میں سحر ہے) ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا' پاک دامن' مومن بھولی بھالی عورتوں کو تہمت لگانا۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۳۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قرب قیامت میں) احکام میں سختی زیادہ ہو گی' اور دنیا سے صرف بدبختی زیادہ ہو گی' اور لوگوں میں صرف بخل زیادہ ہو گا' اور قیامت صرف بدترین لوگوں پر قائم ہو گی اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی ہدایت یافتہ نہیں ہو گا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۰' رقم الحدیث ۴۰۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کے پیٹ میں اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو گا اور کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل جمع نہیں ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو پکڑنے لگے' پھر آپ پیچھے ہٹے اور لوگ بھی پیچھے ہٹ گئے' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے نماز میں ایک کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے آپ نے فرمایا مجھ پر جنت پیش کی گئی اس میں چمک اور تروتازگی تھی۔ میں نے تمہارے پاس لانے کے لیے انگوروں کا ایک گچھا پکڑا تو میرے اور اس کے درمیان ایک چیز حائل کر دی گئی' اگر میں اس کو لے آتا تو اس کو آسمان اور زمین کے درمیان کھلایا جاتا اور اس میں کچھ کمی نہیں ہوتی' پھر میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی جب میں نے اس کی تپش دیکھی تو میں اس سے پیچھے ہٹا' اور میں نے دوزخ میں ان عورتوں کو دیکھا جن کو کوئی راز بتایا جاتا تو وہ اس کو افشاء کر دیتیں' ان سے سوال کیا جاتا تو وہ بخل کرتیں اور جب وہ خود سوال کرتیں تو گڑگڑا کر کرتیں اگر ان کو کچھ دیا جاتا تو وہ اس کا شکر ادا نہ کرتیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳۔ ۳۵۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی المتوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کسی شخص کے گناہ گار ہونے

Marfat.com

کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ضائع کردے۔ (مکارم الاخلاق ج ۲ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ مصر ۱۴۱۱ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو خرچ کرے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو بخل کرے تو یہ تیرے لیے بدتر ہے اور قدر ضروری پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی' اور اپنے اہل و عیال سے ابتداء کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے :

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۱۸' سنن کبری للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ شخص مومن (کامل) نہیں ہے جو سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوک سے کروٹیں بدل رہا ہو۔ (مستدرک ج ۴ ص ۱۶۸' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص کا غلام اس کے پاس جائے اور اس سے کسی فالتو چیز کا سوال کرے اور وہ اس کو نہ دے تو قیامت کے دن وہ فالتو چیز جس سے اس نے منع کیا تھا ایک گنجا سانپ بن کر اس کو اپنے جبڑوں سے چبائے گی۔ (سنن کبری للبیہقی ج ۴ ص ۱۷۹)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام فرماتے تھے جب تم سیر ہو تو بھوکے کو یاد کرو اور جب تم غنی ہو تو فقراء کو یاد کرو۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۲۲۶۔ ۲۲۴' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ' رقم الحدیث ۳۳۹۳' ۳۳۹۰' ۳۳۸۹' ۳۳۸۶)۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حجر بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کسی رشتہ دار کے پاس جا کر اس سے کسی فاضل چیز کا سوال کرے جو اس کو اللہ نے دی ہے اور وہ اس کو دینے سے بخل کرے تو وہ چیز قیامت کے دن آگ کا سانپ بن کر اس کے گلے میں طوق بن جائے گی اور اس کو اپنے جبڑوں سے چبائے گی' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ (آل عمران : ۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک سانپ ان (بخلاء) میں سے کسی ایک کے سر کو کھوکھلا کرے گا اور کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جس کے ساتھ تو نے بخل کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کا مال ایک سانپ کی شکل میں آئے گا اور اس کے سر کو کھوکھلا کرے گا اور کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جس کے ساتھ تو نے بخل کیا تھا پھر اس کی گردن پر لپٹ جائے گا۔

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اپنے قرابت داروں کو اس کا حق دینے سے منع کرے جو اللہ نے اس کے مال میں ان کا حق رکھا ہے پھر اس مال کو سانپ بنا کر اس کے گلے میں طوق ڈال دیا جائے گا وہ شخص کہے گا تیرا مجھ سے کیا واسطہ ہے وہ سانپ کہے گا میں تیرا مال ہوں۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں :

محمد بن یوسف فریابی متوفی ۲۱۲ھ (یہ امام احمد اور امام بخاری کے اصحاب میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں میں اپنے اصحاب کے ساتھ ابوسنان رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے گیا' جب ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا چلو ہم اپنے پڑوسی کی

Marfat.com

تعزیت کے لیے جائیں اس کا بھائی فوت ہو چکا ہے جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ اپنے بھائی پر زار و قطار رو رہا تھا' ہم نے اس کو تسلی دی اور تعزیت کی لیکن اس کو قرار نہیں آیا' ہم نے اس سے کہا تم کو معلوم ہے کہ موت سے کسی کو رستگاری نہیں ہے' اس نے کہا یہ ٹھیک ہے میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے بھائی کو صبح و شام عذاب ہوتا ہے' ہم نے کہا کیا تم کو اللہ نے غیب پر مطلع کر دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! لیکن جب میں نے اس کو دفن کیا اور اس پر مٹی برابر کی' اور لوگ چلے گئے تو میں اس کے پاس بیٹھ گیا اچانک میں نے یہ آواز سنی' آہ انہوں نے مجھے اکیلے بٹھا دیا ہے اور میں عذاب برداشت کر رہا ہوں' حالانکہ میں نماز پڑھتا تھا اور روزے رکھتا تھا' مجھے اس کے کلام نے رلا دیا' میں نے قبر سے مٹی کھود کر ہٹائی تاکہ اس کا حال دیکھوں' اس وقت اس کی قبر آگ سے بھڑک رہی تھی' اور اس کی گردن میں آگ کا طوق پڑا ہوا تھا' بھائی کی محبت سے مجبور ہو کر میں نے اس کی گردن سے طوق نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میری انگلیاں اور ہاتھ جل گیا' پھر اس نے ہمیں اپنا ہاتھ نکال کر دکھایا جو جل کر سیاہ ہو چکا تھا' اس نے کہا میں نے قبر پر دوبارہ مٹی ڈال دی اور لوٹ آیا' ہم نے پوچھا تمہارا بھائی دنیا میں کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تھا' ہم نے کہا یہ اس آیت کی تصدیق ہے ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیر الھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ (آل عمران : ۱۸۰) تمہارے بھائی کو قیامت کا عذاب قبر میں جلدی دے دیا گیا۔

(الکبائر ص ۴۰۔۳۹ مطبوعہ دار الفدا العربی قاہرہ' والزواجر ج ا ص ۳۳۲۔۳۳۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ

بیشک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنھوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ،

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

عنقریب ہم ان کا قول لکھ لیں گے اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا (بھی لکھ لیں گے) اور ہم کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ

کہ دوزخ کی آگ کا عذاب چکھو ○ یہ تمہارے (ان اعمال کی سزا ہے) جو تم نے پہلے اپنے ہاتھوں سے کیے

اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

تھے، اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ○ جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے

عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں حتی کہ وہ ایسی قربانی پیش کرے جس کو آگ کھا جائے

Marfat.com

النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ

آپ کہیے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس کئی رسول بہت سی واضح نشانیاں لے کر آئے اور تمہاری کہی ہوئی

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ

نشانی (بھی) لے کر آئے تھے تو اگر تم سچے ہو تو تم ان کو پھر کیوں قتل کرتے تھے ○ سو اگر یہ آپ کی تکذیب کریں

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ

تو آپ سے پہلے کئی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے جو واضح نشانیاں اور آسمانی صحیفے اور روشن کتاب

الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ

لے کر آئے تھے ○ ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور تمہارے کاموں کی جزا تو قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ

کے دن ہی دی جائے گی۔ سو جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب

فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

ہے، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○ بیشک تم اپنی جانوں اور

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

مالوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا

مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہے اور

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اللہ سے ڈرتے رہے تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے ○

اسلام کے نظام زکوٰۃ پر یہودیوں کا اعتراض

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔

Marfat.com

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المدراس گئے آپ نے دیکھا وہاں بہت سے یہودی فنحاص کے گرد جمع تھے۔ یہ شخص یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فنحاص سے کہا اے فنحاص! تم پر افسوس ہے' تم اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو' تم کو معلوم ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' وہ اللہ کے پاس سے وہ دین برحق لے کر آئے ہیں جس کو تم تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو' فنحاص نے کہا بہ خدا اے ابوبکر ہمیں اللہ کی کوئی حاجت نہیں ہے' بلکہ اللہ ہمارا محتاج (فقیر) ہے' ہمیں اس سے فریاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ہم سے فریاد کرتا ہے اور ہم اس سے مستغنی (غنی) ہیں' اگر اللہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسا کہ تمہارے پیغمبر کہتے ہیں' وہ ہم کو ربا (سود) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو سود (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زیادہ اجر) دیتا ہے' اگر اللہ غنی ہوتا تو ہم کو سود نہ دیتا' حضرت ابوبکر یہ سن کر غضبناک ہوئے اور فنحاص کے منہ پر زور سے ایک تھپڑ مارا' اور فرمایا بہ خدا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا' فنحاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضرت ابوبکر کی شکایت کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تم نے اس کو تھپڑ کیوں مارا تھا؟ حضرت ابوبکر نے بتایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' اس وجہ سے میں نے غضبناک ہو کر اس کو تھپڑ مارا' فنحاص نے اس کا انکار کیا اور کہا میں نے یہ نہیں کہا تھا' تب اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے رد اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی : بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۲۹' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

یہودیوں کے اعتراض مذکور کا جواب

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں جان اور مال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا' اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے خلاف یہودیوں کے شبہات کے جواب دیئے ہیں ان کا ایک شبہ یہ تھا اللہ مسلمانوں سے قرض مانگتا ہے اور اس پر اصل رقم سے زیادہ اجر دینے کا وعدہ فرماتا ہے اور یہ بعینہ سود ہے وہ مسلمانوں کو سود سے منع کرتا ہے اور خود سود دیتا ہے' نیز اس کا قرض مانگنا اس کی احتیاج کو ظاہر کرتا ہے۔ سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس خدا کی دعوت دے رہے ہیں وہ عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک ہے وہ جو چاہے حکم دے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' نیز اللہ تعالیٰ کے قرض مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دین کی سربلندی اور ناداروں اور مسکینوں کی مدد کے لیے اصحاب ثروت خرچ کریں اور وہ جو کچھ دنیا میں خرچ کریں گے اللہ ان کو دس گنا' سات سو گنا' یا اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے گا' نیز مال انسان کو طبعاً محبوب ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کے حکم پر مال خرچ کریں گے تو ان کے دعویٰ ایمان کا سچا ہونا ثابت ہو گا' نیز مال کو خرچ کرنے سے انسان کے دل سے مال کی محبت کم ہو گی اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو گی' غریبوں اور مسکینوں کی محبت اور ان کی دعائیں حاصل ہوں گی اور یہ بہت عظیم نفع ہے۔

مخالف کے طعن کے جواب میں اس پر طعن کر کے اس کو ساکت کرنا

فنحاص یہودی نے اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے بر سبیل الزام یہ کہا تھا کہ اسلام کے نظام زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کے احکام سے اللہ کا فقیر ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت کرتے ہوئے ان پر بر سبیل الزام فرمایا پھر تم نبیوں کو

Marfat.com

ناحق کیوں قتل کرتے تھے اور ایک مسلم برائی بیان فرما کر ان پر گرفت فرمائی ہرچند کہ قتل ان کے آباؤ اجداد نے کیا تھا لیکن یہ ان کے اس فعل پر راضی تھے اس لیے ان کو اس فعل کا مخاطب کیا گیا' اس آیت سے معلوم ہوا کہ معترض کے جواب کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ اس کے اعتراض کے جواب میں اس کے مسلم عیب اور نقص کو بیان کر کے اس کو ساکت کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز کلام کفر ہے

فنحاس یہودی کا یہ عقیدہ اور نظریہ نہیں تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' بلکہ اس نے اسلام کے نظام زکوۃ پر اعتراض کرتے ہوئے بہ طریق الزام یہ کہا تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو تھپڑ مارا اور اس کو واجب القتل قرار دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی ہتک آمیز جملہ خواہ بہ طریق الزام کہا جائے یا بہ طریق عقیدہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے اور کفر ہے اور اس کا قائل موجب قتل ہے۔

علامہ اقبال ایشیا کے عظیم شاعر انقلاب ہیں انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ ہندوستان کے غلام مسلمانوں میں آزادی کا شعور پیدا کیا فرنگی تہذیب سے نفرت دلائی اور اسلام کی عظمت کو جاگزیں کیا لیکن ان کے بعض اشعار بارگاہ الوہیت میں بہت گستاخانہ ہیں۔

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

(کلیات اقبال ص ۱۳۱' الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور' ۱۹۹۵ء)

واضح رہے کہ جواب شکوہ' شکوہ کے گستاخانہ اشعار سے رجوع اور توبہ نہیں ہے' رجوع تب ہوتا جب ان اشعار کو کتاب سے نکال دیا جاتا۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

(کلیات اقبال ص ۲۴۰' مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور' ۱۹۹۵ء)

خود ڈاکٹر اقبال کو بھی بارگاہ الوہیت میں اپنی گستاخیوں کا احساس تھا وہ کہتے ہیں۔

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند

(کلیات اقبال ص ۲۵۲' مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور' ۱۹۹۵ء)

اسرار خودی کے مقدمہ میں ڈاکٹر اقبال نے حافظ شیرازی کی بہت ہجو کی تھی لکھا تھا :

الحذر از محفل حافظ الحذر
الحذر از گوسفنداں الحذر

حافظ شیرازی کے چاہنے والوں نے اس کے جواب میں ڈاکٹر اقبال کی بہت مذمت کی اور ان کی ہجو میں بہت اشعار لکھے ایک شعر یہ تھا :

Marfat.com

الحذر از بد سگالاں الحذر
الحذر از شغالاں الحذر

چنانچہ ڈاکٹر اقبال نے اسرار خودی کے مقدمہ سے حافظ شیرازی کی ہجو والے تمام اشعار نکال دیئے' میں سوچتا ہوں کہ اس زمانے میں حافظ کے چاہنے والے تو تھے خدا کا چاہنے والا کوئی نہ تھا ورنہ ڈاکٹر اقبال' اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ اشعار کو بھی نکال دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ کی شان میں فقیر کا لفظ نہ سن سکے اور برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں بخیل کا لفظ خاموشی سے سن لیا حالانکہ بخیل کے لفظ میں فقیر کی بہ نسبت زیادہ توہین ہے۔ شاید اس زمانہ میں صدیق اکبر کی طرح غیرت مند کوئی مسلمان نہیں تھا!

حضرت ابوبکر کی تصدیق معراج کا صلہ

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (الی قولہ) صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس آ گئے ہیں' اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں آپ آسمانوں سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۸' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ)

جب تمام مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا انکار کر رہے تھے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی تھی اور جب فنحاص اللہ تعالیٰ کو فقیر کہہ کر منکر ہو گیا اور سب یہودی حضرت ابوبکر کی تکذیب کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی تصدیق کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حضرت ابوبکر نے تصدیق کی تھی اس کا بدلہ اتار دیا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ وہ ایسی قربانی پیش کرے جس کو آگ کھا جائے۔ (آل عمران: ۱۸۳)

پچھلی امتوں میں قربانی' صدقات اور مال غنیمت کو آسمانی آگ کا کھا جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں یہ یہودیوں کا دوسرا طعن ہے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے نبیوں کی شریعت میں قربانی' صدقات اور مال غنیمت کے مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ ان کو ایک آگ آ کر کھا جاتی تھی اگر آپ سچے نبی ہوتے تو آپ کی قربانی کو بھی آگ کھا جاتی!

قربان اس نیکی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے' اس کا مصدر قرب ہے' اور قرب سے قربان اسی طرح بنا ہے جس طرح کفر سے کفران' اسی طرح رجحان اور خسران ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

عطا بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے اور اس میں سے عمدہ گوشت نکال کر گھر کے وسط میں رکھ دیتے' گھر کی چھت کھلی ہوئی ہوتی تھی۔ پھر ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرتے اور بنو اسرائیل گھر کے

Marfat.com

گرد کھڑے ہوتے تھے' پھر آسمان سے بغیر دھوئیں کے صاف آگ اترتی اور اس قربانی کو کھا جاتی تھی۔

(الوسیط ج ۱ ص ۵۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (پچھلی امتوں میں) ایک شخص صدقہ کرتا تھا اگر وہ صدقہ قبول ہو جاتا تو آسمان سے آگ اتر کر اس کو کھا جاتی تھی۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۳۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ در المنثور ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ ایران)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ ہم سے پہلی امتوں میں کوئی شخص قربانی سے تقرب حاصل کرتا تو لوگ نکل کر دیکھتے کہ اس کی قربانی قبول ہوئی ہے یا نہیں اگر اس کی قربانی قبول ہوتی تو آسمان سے ایک سفید آگ آکر اس کو کھالیتی' اگر اس کی قربانی قبول نہ ہوتی تو آگ آکر نہیں کھاتی تھی۔

حافظ جلال الدین نے ابن ابی حاتم سے روایت کیا ہے کہ پچھلی امتوں میں رسول دلائل لے کر آتے اور ان کی نبوت کی علامت یہ تھی کہ وہ گائے کے گوشت کو اپنے ہاتھ پر رکھتے پھر آسمان سے آگ آکر اس کو کھالیتی۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۴۰۵' مطبوعہ ایران)

پچھلی امتوں پر مال غنیمت کا کھانا بھی حلال نہیں تھا اور آسمانی آگ آکر مال غنیمت کو کھا جاتی تھی البتہ اگر کوئی شخص خیانت کر کے مال غنیمت سے کوئی چیز نکال لیتا تو پھر آسمانی آگ نہیں آتی تھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی نے جہاد کیا اور اپنی امت سے فرمایا جس شخص نے نکاح کیا ہو اور وہ اپنی بیوی سے عمل ازدواج کرنا چاہتا ہو' جب کہ ابھی تک اس نے یہ عمل نہ کیا ہو اور جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ ڈالی ہو' اور جس شخص نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچوں کی پیدائش کا انتظار کر رہا ہو' یہ سب لوگ ہمارے ساتھ نہ جائیں' اس نبی نے عصر کی نماز یا اس کے قریب وقت تک جہاد کیا' پھر اس نے سورج سے کہا تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں' اے اللہ! اس کو ہم پر روک دے' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح عطا فرمائی' پھر تمام مال غنیمت جمع کیا گیا' آگ آئی اور اس نے مال کو نہیں کھایا اس نبی نے فرمایا تم میں کوئی خیانت کرنے والا ہے' ہر قبیلہ کا ایک شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے' ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا' انہوں نے کہا تم میں کوئی شخص خیانت کرنے والا ہے' تمہارے قبیلے کا ہر شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے' پھر اس قبیلہ کے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا' انہوں نے فرمایا تم میں خیانت ہے' تب وہ سونے کی بنی ہوئی گائے کا سر لائے' انہوں نے مال غنیمت میں سونے کا وہ سر رکھا تو آگ نے اس کو کھالیا پھر اللہ نے ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا' اللہ نے ہمارے ضعف اور عجز کو دیکھ کر اس کو حلال کیا۔

(صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۸۲' رقم الحدیث ۳۱۲۴ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۶۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بنو آدم میں سے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوا' آسمان سے ایک آگ آکر اس کو کھالیتی تھی۔

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۷۲' رقم الحدیث ۳۰۸۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن کبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۵۲ طبع بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا : اے میرے رب! میں نے تورات میں یہ دیکھا ہے کہ ایک امت اپنے صدقات کو خود کھائے گی اور ان سے پہلے جب کوئی اپنا صدقہ نکالتا تھا تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتا تھا وہ اس کو کھالیتی تھی' اگر وہ صدقہ قبول نہیں ہوتا تھا تو وہ آگ اس کے قریب نہیں جاتی تھی' اے اللہ! اس امت کو میری امت بنا دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت احمد ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۷۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۴۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' الوفا لابن الجوزی ج ۱ ص ۳۹' طبع فیصل آباد پاکستان' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۶۸' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۳۲۶)

تورات میں لکھا ہے :

اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور سوختنی قربانی اور چربی کو مذبح کے اوپر بھسم کر دیا۔

(احبار : باب '۹' آیت : ۲۴' تورات ص ۱۰۲' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب

یہود کا یہ کہنا کہ سچے نبی کی صرف یہ علامت ہے کہ اس کی پیش کی ہوئی قربانی کو آسمانی آگ کھا جائے' صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت میں ید بیضا اور اژدھے کا معجزہ پیش کیا تھا' نیز قربانی کو آسمانی آگ کا کھا جانا اس لیے نبوت پر دلیل ہے کہ وہ ایک امر خلاف عادت ہے اور معجزہ ہے سو جو امر خلاف عادت پیش کیا جائے اس کی بناء پر دعویٰ نبوت کی تصدیق واجب ہے اور یہود کے سامنے نبی ﷺ نے بے شمار امور خلاف عادت پیش کیے تو ان پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے' نیز اس سے پہلے بہت سے نبیوں نے ان کا مطلوبہ معجزہ بھی پیش کیا تھا اور ان کی قربانی کو آسمانی آگ کھا گئی تھی۔ اس کے باوجود یہود ان پر ایمان نہیں لائے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہود کا رد کرتے ہوئے فرمایا : آپ کہیے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس کئی رسول بہت سی واضح نشانیاں لے کر اور تمہاری کہی ہوئی نشانی (بھی) لے کر آئے اگر تم سچے ہو تو تم ان کو پھر کیوں قتل کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے کئی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے جو واضح نشانیاں اور آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ (آل عمران : ۱۸۴)

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کا بیان

اس آیت میں آپ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ آپ کے اس قول کی تکذیب کریں کہ پہلے نبیوں نے ان کا مطلوبہ معجزہ پیش کیا تھا اور ان کی قربانی کو آگ نے کھا لیا تھا پھر بھی یہودیوں نے ان کو نہیں مانا ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کر دیا' تو آپ غم نہ کریں یا اگر یہ آپ کی نبوت اور رسالت کو نہیں مانتے اور بے شمار معجزات دیکھنے کے باوجود آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ افسوس نہ کریں ہمیشہ سے کفار اور منکرین بڑے بڑے رسولوں کی تکذیب کرتے آئے ہیں۔

Marfat.com

بینات، زبر اور کتاب منیر کا معنی

بینات سے مراد دلائل اور معجزات ہیں' اور زبور سے مراد حکمت والی کتاب ہے' زبر کا معنی زجر و توبیخ بھی ہے' زبور کو اس لیے زبور کہتے ہیں کہ اس میں خلاف حق' باطل امور اور برائیوں پر زجر و توبیخ کی گئی ہے اور نصیحتوں کا بیان کیا گیا ہے اور کتاب منیر سے مراد روشن کتاب ہے جس میں واضح احکام بیان کیے گئے ہوں' بینات سے مراد معجزات ہیں اور ان پر کتاب منیر کا عطف کیا گیا ہے اور عطف تغایر کا مقتضی ہے اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں اور صحیفے معجزہ نہیں تھے' یہ صرف قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ وہ معجزہ ہے' آج تک کوئی اس کی نظیر لا سکا' نہ اس میں کمی یا زیادتی ثابت کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تمہارے کاموں کی جزا تو قیامت کے دن ہی دی جائے گی۔ (آل عمران : ۱۸۵)

جنگ احد کی ہزیمت پر مسلمانوں کو تسلی دینے کا بیان

جنگ احد کی ہزیمت پر جو مسلمان رنجیدہ اور غمزدہ تھے اس آیت میں بھی گذشتہ آیات کی طرح ان کو تسلی دی گئی ہے اور منافقوں کے طعن کا جواب دیا ہے' منافق یہ کہتے تھے کہ اگر اس جنگ میں ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا اور مسلمان شہر بند ہو کر لڑتے تو اس جنگ میں اس قدر مسلمان مارے نہ جاتے' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اگر بہ فرض محال وہ مسلمان اس جنگ میں نہ مارے جاتے تب بھی انہوں نے ایک نہ ایک دن مرنا تھا' پہلے کوئی ہمیشہ زندہ رہا نہ اب ہمیشہ زندہ رہے گا' پھر تم ان مسلمانوں کے مرنے پر غم کیوں کرتے ہو! خصوصاً" اس لیے کہ وہ شہادت کی موت مرے ہیں اور شہداء اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کی ان نعمتوں پر بہت خوش ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو دنیا میں ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر عطا فرمایا ہے' تم کو جنگ بدر میں فتح عطا کی' اور جب تک تم مکہ مکرمہ میں رہے تم کو کفار کے قتل کرنے سے بچائے رکھا حتی کہ تم ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے اور جہاد میں اللہ تم کو جو فتح و ظفر' مال غنیمت اور دشمن پر تسلط عطا فرماتا ہے' یہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دنیا میں تھوڑا سا اجر ہے اس کا پورا پورا اجر تم کو قیامت کے دن دیا جائے گا' "توفیہ" کا معنی کسی چیز کو پورا پورا کرنا ہے' مومنوں کو دنیا میں جو نعمتیں دی ہیں وہ تھوڑی ہیں ان کو پوری پوری نعمتیں آخرت میں دی جائیں گی۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(کتاب الزہد ص ۳۷' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۴ھ)

اسی طرح کفار کو جو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہوتا ہے یا ان کا جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے یہ بہت تھوڑا عذاب ہے ان کو پورا پورا عذاب آخرت میں دیا جائے گا جو دائمی عذاب ہو گا۔

موت سے مستثنیٰ رہنے والے نفوس کا بیان

اس آیت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ذات پر نفس کا اطلاق کیا ہے ارشاد ہے :

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ — اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا

Marfat.com

(الانعام : ۱۲) ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (الزمر : ۶۸)
اور صور پھونکا جائے گا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگوں کو موت نہیں آئے گی اور کچھ مخلوق ایسی ہو گی جو قیامت کے صور سے بھی صرف بے ہوش ہو گی مرے گی نہیں اور زیر بحث آیت کا تقاضا ہے کہ ہر نفس پر موت آئے حتیٰ کہ اللہ پر بھی اور ان پر بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے' اللہ تعالیٰ اور جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے (مثلاً انبیاء و شہداء) وہ اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ ہیں' امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں نفس سے مراد وہ مکلف ہیں جو دار تکلیف میں حاضر ہیں (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۲) لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ پھر بچوں اور دیوانوں پر موت نہ آئے' اسی طرح جمادات اور نباتات پر موت نہ آئے حالانکہ ان سب پر موت آئے گی' صحیح جواب وہی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران : ۱۸۵)

دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کو طلب کرنے کے متعلق احادیث اور بحث و نظر

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہونا چاہئے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے اور وہ جنت میں پہنچ جائے اور جو شخص دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائے اس کے لیے یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے اور جس نے اللہ کے احکام کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کے لیے دنیا سے تعلق رکھا اس کے لیے دنیا اچھی متاع ہے' اس آیت کے دو جز ہیں' ایک جہنم سے دوری اور جنت کا وصال اس کو کامیابی فرمایا ہے اور دنیا کی بے ثباتی ہے۔ پہلے جز کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں :

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو سو جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے۔

(آل عمران : ۱۸۵)

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' رقم الحدیث ۳۰۱۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ کی راہ میں صبح یا شام کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(کتاب الزہد ص ۲۹' ۲۷' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ)

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی دوزخ سے پناہ اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے :

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ جب عذاب کی آیت پڑھتے تو ٹھیر کر اس سے پناہ مانگتے اور جب بھی رحمت کی آیت پڑھتے تو ٹھیر کر اس کی دعا کرتے۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوداؤد بجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے اس حدیث کو حضرت عون بن مالک اشجعی سے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۹' رقم الحدیث ۸۷۳' مطبوعہ دار الجیل بیروت' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۹' مطبوعہ بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی: اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے موکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا' اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات کا' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (علامہ ذہبی نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے) (المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجہ اللہ کے وسیلہ سے صرف جنت کا سوال کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۱' رقم الحدیث ۱۶۷۱' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں سستی' بڑھاپے' قرض اور گناہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب' دوزخ کے فتنہ' قبر کے فتنہ' قبر کے عذاب' مال کے شر کے فتنہ' فقر کے شر کے فتنہ اور مسیح دجال کے شر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے' اے اللہ! میری (بہ ظاہر) خطاؤں سے میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا جاتا ہے' اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۷' ۷۵' ۶۳' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۷۸' رقم الحدیث ۲۷۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' الجامع الصحیح ج ۵ ص ۵۲۵' رقم الحدیث ۳۴۹۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۵' مطبوعہ نور محمد کراچی' مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۷' ۵۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس دعا کی قرآن کی سورت کی طرح تعلیم دیتے تھے: اے اللہ! میں عذاب جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۲۶۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد بن ابوبکر بوصیری متوفی ۸۴۰ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم

Marfat.com

کی حدیث عائشہ میں ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت کا سوال کیا جنت کہتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی جہنم کہتی ہے اے اللہ اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۷۰۰' رقم الحدیث ۲۵۷۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۵۲' رقم الحدیث ۴۳۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۵' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۶۷۵' رقم الحدیث ۲۵۳۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۹' ۱۵' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۱' مطبوعہ بیروت' تاریخ کبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۴۶' کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۴)

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آپ نے اس کو عزت بخشی' وہ آپ کے بلانے پر آیا تھا' آپ نے اس سے فرمایا تم اپنی حاجت کا سوال کرو' اس نے کہا ہمیں ایک اونٹنی دیجئے تاکہ ہم اس پر سوار ہوں اور ہمارے گھر والے اس کا دودھ دوہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بنو اسرائیل کی بڑھیا کی مثل ہونے سے بھی عاجز ہو' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! بنو اسرائیل کی بڑھیا کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ تو علماء بنو اسرائیل نے کہا جب حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اس وقت تک مصر سے نہ نکلیں جب تک کہ ان کی نعش کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں' حضرت موسیٰ نے پوچھا ان کی قبر کا کس کو علم ہے؟ تو انہوں نے کہا بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا کو اس کا علم ہے' اس کو بلایا گیا وہ آئی تو حضرت موسیٰ نے کہا ہماری حضرت یوسف کی قبر کی طرف رہنمائی کرو' اس بڑھیا نے کہا جب تک تم میری ایک بات نہیں مانو گے میں نہیں بتاؤں گی' پوچھا تمہاری بات کیا ہے؟ اس نے کہا میں جنت میں تمہارے ساتھ رہوں' حضرت موسیٰ نے اس کو یہ مرتبہ دینا مکروہ جانا' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کو یہ مرتبہ دے دیں' تب وہ ان کو ایک ایسی جگہ لے گئی جو سمندر کے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی' اس بڑھیا نے کہا اس جگہ کو پانی سے خالی کرو' سو اس جگہ کو خالی کیا گیا' بڑھیا نے کہا اس جگہ کھدائی کرو' پھر انہوں نے وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش کو نکالا' جب انہوں نے ان کی نعش کو اوپر اٹھایا تو ان پر گم شدہ راستہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

(اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ کے رسول جنت عطا کرتے ہیں اور ان سے جنت کا سوال کرنا جائز ہے۔)

(مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۲۹۳-۲۹۱' رقم الحدیث ۷۲۱۸' مطبوعہ موسسہ علوم القرآن بیروت' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام ابو یعلیٰ کی اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۱' ناصر البانی نے بھی یہی لکھا ہے' سلسلۃ الصحیحہ رقم: ۳۱۳' حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے' المستدرک ج ۲ ص ۵۷۲' ۵۷۱' ۴۰۵' ۴۰۴' امام ابن حبان نے بھی اس کو روایت کیا ہے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۷' موارد الظمآن ص ۶۰۳' حافظ ابن حجر

Marfat.com

عسقلانی نے بھی اس کو درج کیا ہے' المطالب العالیہ ج ۳ ص ۲۷۴' امام طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے المعجم الاوسط ج ۸ ص ۲۶۹۔ ۲۶۸' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس بندہ نے سات بار جہنم سے پناہ مانگی جہنم دعا کرتی ہے کہ اے اللہ اس کو مجھ سے پناہ میں رکھ اور جس شخص نے سات بار جنت کا سوال کیا' جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کو مجھ میں سکونت عطا فرما' اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یونس بن خباب ایک ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع معتبر ہوتی ہے اور اس کی تائید میں ہم احادیث صحیحہ نقل کر چکے ہیں نیز قرآن مجید میں تصریح ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے عذاب سے پناہ کی دعا کی اور جنت کے حصول کی دعا کی :

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (الشعراء : ۸۷) — اور حشر کے دن مجھے شرمندہ نہ کرنا۔

وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ (الشعراء : ۸۵) — اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کردے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جنت کو اس لیے طلب نہیں کرتے کہ اصل مقصود اللہ کی رضا اور اس کا دیدار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا دیدار جنت میں ہوگا سو جنت اللہ کے دیدار کا وسیلہ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کا وسیلہ ہے' سو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع باوجود وسیلہ ہونے کے مقصود ہے اسی طرح جنت بھی رضاء الٰہی کا وسیلہ ہونے کے باوجود مقصود ہے' اور اللہ کی رضا جنت کے طلب کرنے میں ہے کیونکہ اس نے جنت کی طلب کا حکم دیا ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (آل عمران : ۱۳۳) — اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو جنت نہیں مدینہ چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں مدینہ کے محبوب ہونے سے انکار نہیں لیکن مدینہ اس لیے محبوب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے' لیکن جس جگہ آپ کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے وہ جنت ہے آپ نے فرمایا میرے منبر اور بیت کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱۰ مطبوعہ بیروت' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۶' کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے تو اول آخر جنت ہی مطلوب ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ جس جگہ آپ کا جسد اطہر ہے وہ جگہ کعبہ' جنت حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے۔

ہم نے اس عنوان پر کافی طویل بحث کی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بعض جعلی صوفی اور بناوٹی درویش جنت کی بہت تحقیر کرتے ہیں اور جنت طلب کرنے سے اپنا مقام بہت بلند سمجھتے ہیں' الٰہ العلمین! جنت تو بہت اعلیٰ اور ارفع مقام ہے ہم

Marfat.com

جنت کے کب لائق ہیں اگر تو نے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیا تو تیرا یہ بھی ہم پر بہت بڑا کرم ہوگا' اے ارحم الراحمین! ہم تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں جنت کی طلب کرتے ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم جنت کے اہل نہیں ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)

دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق آیات

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (الحدید: ۲۰)

یقین کرو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے' اور عارضی زینت اور ایک دوسرے پر فخرو برتری ہے اور مال اور اولاد میں زیادتی طلب کرنا ہے' اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس سے پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے' پھر وہ (پیداوار) خشک ہو جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی' پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں (نافرمانوں کے لیے) سخت عذاب ہے اور (فرمانبرداروں کے لیے) اللہ کی مغفرت ہے' اور (اس کی) خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران: ۱۴)

عورتوں اور بیٹوں اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں' نشان زدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیت سے لوگوں کی محبت کی خواہشوں کو مزین کر دیا گیا ہے' یہ دنیا کی زندگی کا (عارضی) سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود: ۱۶-۱۵)

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہیں' ہم ان کو دنیا میں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں' اور انہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا وہ ضائع ہو گیا اور ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا سڑک پار کرنے والے' اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو' اور جب صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو (یعنی مسلسل نیک عمل کرتے رہو) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے لیے عمل کر لو' اور زندگی میں موت کے لیے عمل کر لو۔ (رقم الحدیث ۶۴۱۶)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں تو تم ابن الآخرت بنو ابن الدنیا نہ بنو' کیونکہ آج عمل کا موقع ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہو گا اور عمل کا موقع نہیں ہو گا۔ (رقم الحدیث ۶۴۱۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ منبر کی طرف گئے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا' اور خدا کی قسم! بے شک میں اب بھی ضرور اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں' اور بے شک مجھے روئے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں' اور خدا کی قسم! بے شک مجھے تمہارے متعلق ہرگز یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم سب میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے' لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (رقم الحدیث : ۶۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کو تلاش کرے گا' اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی' اور توبہ کرنے والے کی توبہ کو اللہ قبول فرماتا ہے۔ (رقم الحدیث : ۶۴۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون اپنے اس مال کا وارث ہے جو اس کو اپنے مال میں بہت پسند ہو' صحابہ نے کہا ہم میں سے ہر شخص اپنے مال کو بہت پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہلے بھیج دیا اور جو اس نے بچا کر رکھا ہے وہ اس کے وارث کا مال ہے (رقم الحدیث : ۶۴۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سامان کی کثرت غنیٰ نہیں ہے غنیٰ نفس کا استغناء ہے۔ (رقم الحدیث : ۶۴۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر نہیں کھایا حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا اور آپ نے پتلی چپاتی نہیں کھائی حتی کہ آپ فوت ہو گئے۔ (رقم الحدیث : ۶۴۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے جس دن بھی دو قسم کے طعام کھائے تو ان میں ایک قسم کھجور تھی۔ (رقم الحدیث : ۶۴۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک چمڑا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (رقم الحدیث : ۶۴۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم پر ایسا مہینہ آتا تھا کہ پورے مہینہ آگ نہیں جلتی تھی' ہم صرف کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے الا یہ کہ کبھی گوشت آ جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! آل محمد کو اتنا رزق دے جس سے رشتہ حیات برقرار رہ سکے۔ (رقم الحدیث : ۶۴۶۰) (صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲-۲۱۸' ملتقطاً "مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے آپ کی آل نے تین دن مسلسل گندم نہیں کھایا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (رقم الحدیث : ۲۹۷۰)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور زیتون کا تیل پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ (رقم الحدیث: ۲۹۷۴)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتواں شخص تھا اور ہمارا طعام درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (رقم الحدیث: ۲۹۶۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بازار سے گزرے تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا' آپ چھوٹے کانوں والے ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے' آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو ایک درہم کے بدلہ میں خریدنا پسند کرتا ہے' لوگوں نے کہا ہم اس کو کسی چیز کے بدلہ میں خریدنا پسند نہیں کرتے' ہم اس کا کیا کریں گے! آپ نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟ لوگوں نے کہا بہ خدا اگر یہ زندہ ہوتا پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور اب تو یہ مردہ ہے! آپ نے فرمایا بہ خدا اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی کم تر ہے۔ (رقم الحدیث: ۲۹۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں' دو لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے' اس کے ساتھ اس کے گھر والے' اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے' اس کا اہل اور اس کا مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل رہ جاتا ہے۔ (رقم الحدیث: ۲۹۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو مالی اور جسمانی حالت میں افضل دیکھے تو فوراً اس شخص کو دیکھے جو اس سے کمتر ہو اور جس سے یہ افضل ہو۔ (رقم الحدیث: ۲۹۶۳)

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۸۳۔ ۲۲۷۳' ملتقطاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم ان تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق میں نہیں ہے' اس کے رہنے کے لیے گھر ہو' اس کا ستر ڈھانپنے کے لیے لباس ہو' روٹی کا ٹکڑا اور پانی ہو۔ (رقم الحدیث: ۲۳۴۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (رقم الحدیث: ۲۳۲۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں' اس نے کہا کون سا شخص سب سے برا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔ (رقم الحدیث: ۲۳۳۰)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنا پیٹ کھول کر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے (بندھے ہوئے) دو پتھر دکھائے۔ (رقم الحدیث: ۲۳۷۱)

حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس کو یہ

Marfat.com

مال حق کے ساتھ ملے اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی' بسا اوقات لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال سے ناحق لے لیتے ہیں۔ ان کے لیے قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہیں۔ (رقم الحدیث : ۲۳۷۵)
(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۵۸۲۔ ۵۶۰' ملتقطا" مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک تم اپنی جانوں اور مالوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور دل آزار باتیں سنو گے' اور اگر تم صبر کرتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (آل عمران : ۱۸۶)

کافروں اور بے دینوں کی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ فرما کر تسلی دی تھی کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ یہ آیت بھی تسلی کے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے' اور یہ بیان فرمایا کہ جس طرح کفار اور مشرکین نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچائی تھی' اسی طرح مستقبل میں بھی یہ لوگ ہر ممکن طریقہ سے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا کر' ان کے خلاف سازشیں کر کے اور دل آزار باتیں کر کے انہیں ایذاء پہنچائیں گے' اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ان مصائب کے لیے تیار رکھیں اور تکلیفیں برداشت کرنے اور مشقتیں جھیلنے کا خود کو عادی بنائیں' اور جب انسان کو پہلے سے یہ پتہ چل جائے کہ اس پر مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لیے وہ مصیبت آسان ہو جاتی ہے' سو اللہ تعالیٰ کا ان کو پہلے سے آنے والی مصیبتوں پر خبردار کرنا بھی ان پر اللہ کا بڑا کرم ہے۔

ان آنے والے مصائب کے متعلق بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد مال کی کمی اور جہاد میں قتل ہونا اور زخمی ہونا ہے' اور اس سے کافروں اور مشرکوں کی دل آزار باتیں بھی مراد ہے' اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس جانی اور مالی نقصان اور کفار کے طعن و تشنیع پر صبر کریں اور ان کی ایذاء کا جواب ایذا رسانی سے نہ دیں کیونکہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر بہت سے کافر مسلمان ہو جائیں گے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف : ۳۵)
آپ صبر کیجئے جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (حٰمٓ السجدة : ۳۴)
نیکی اور بدی برابر نہیں ہے' آپ بدی کو بہترین طریقہ سے دفع کیجئے' تو آپ کے اور جس شخص کے درمیان عداوت ہے تو وہ گویا آپ کا خیر خواہ اور دوست ہو جائے گا۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (الشوری : ۴۰)
سو جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (الشوری : ۴۳)
اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو الحارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ایک دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اس سواری پر فدک کی بنی ہوئی ایک موٹی چادر تھی اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے' یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی بیٹھا ہوا تھا' اس وقت تک وہ اسلام نہیں لایا تھا' اس مجلس میں مسلمان' مشرک' بت پرست اور یہودی سب ہی لوگ تھے' اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب اس مجلس پر اس سواری کا غبار پڑا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر کپڑا رکھ لیا اور پھر کہا ہم پر غبار نہ اڑاؤ' رسول اللہ ﷺ نے ان کو سلام کیا' پھر آپ ٹھیر گئے اور سواری سے اترے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی' اور ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی' عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا جو آپ کہتے ہیں اس سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے اگر یہ حق بھی ہے تو آپ ہمیں ہماری مجلس میں ایذاء نہ پہنچائیں' اپنی سواری کی طرف جائیں اور جو شخص آپ کے پاس آئے اس کے سامنے بیان کریں' حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھیریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان اور مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا کہنے لگے' حتی کہ قریب تھا کہ وہ جوش میں آجاتے' اور نبی ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے' حتی کہ ان کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے' اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے' نبی ﷺ نے ان سے فرمایا اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابو حباب (عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے) نے کیا کہا ہے' اس نے اس اس طرح کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا یا رسول اللہ! اس کو معاف کر دیجئے اور اس سے درگزر کیجئے' اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اور آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اس خطہ زمین کے لوگوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ اس کے سر پر تاج پہنائیں گے' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین حق دے کر اس کا انکار کر دیا تو یہ غضب ناک ہو گیا اور اس نے وہ کچھ کیا جو آپ نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا' اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب' اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے' اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۸' رقم الحدیث ۴۵۶۶' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ

(اور یاد کیجیے) جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور

لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا

اس کو نہ چھپانا ، تو انھوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا ، اور اس کے

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

بدلے میں تھوڑی قیمت لی ، سو وہ کیسی بری چیز ہے جس کو یہ خرید رہے ہیں ○ ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو

Marfat.com

يَفْرَحُونَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّونَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

۱۹ ع ۹ ۱۰ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

اور آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت میں یہود کے طعن اور ان کے طعن کا جواب ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ رد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر جو دلائل ذکر فرمائے ہیں ان کو لوگوں کے سامنے بیان کریں جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں دنیا کا قلیل مال لینے کو اختیار کر لیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں یہود کی ایذا رسانیوں پر آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اور ان کی ایذا رسانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تورات اور انجیل میں آپ کی نبوت پر جو دلائل تھے وہ ان کو چھپا لیتے تھے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس کو چھپایا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر انہوں نے نبی ﷺ کو جس چیز کی خبر دی تھی اور انہوں نے آپ کے سوال کے جواب میں جس چیز کو چھپایا تھا اس پر وہ بہت خوش ہوئے پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی : واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب۔

(صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۹' رقم الحدیث ۴۵۶۸' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ان کو جس چیز کے نہ چھپانے کا حکم دیا تھا اس کے چھپانے پر ان کی مذمت کی ہے' اور اس پر ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے' محمد بن ثور نے روایت کیا ہے : اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دین اسلام کو فرض کیا ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے جس چیز کے متعلق سوال کیا تھا' میں نے اس کی تفسیر نہیں دیکھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان سے تورات میں اپنی صفت کے متعلق سوال کیا تھا تو انہوں نے اس کا مجملا" جواب دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۳۵' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی امی کی اتباع کریں اور اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لائیں اور جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو میں تم سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں گا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ تورات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو اپنے بندوں پر فرض کیا ہے وہ اسلام ہے' اور ان کے پاس تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کا نام لکھا ہوا تھا۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۳۵' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علم چھپانے کی مذمت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۲۰' مطبوعہ دار الجیل بیروت' امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۱۷ طبع بیروت' امام ابو یعلیٰ متوفی ۳۰۷ھ' نے بھی اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے' مسند ابو یعلیٰ ج ۳ ص ۹۵۔ ۹۴' امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۲۹' طبع بیروت' امام طبرانی کی دونوں سندیں ضعیف ہیں)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرے پھر اس کو بیان نہ کرے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ حاصل کرے پھر اس کو خرچ نہ کرے۔

(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۳۹۵' ۳۹۴' رقم الحدیث ۶۹۳' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۰۵ھ)

عبداللہ بن لہیعہ کی روایت کی تحقیق

حافظ نورالدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی کی عادت ہے جس حدیث کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہو اس کو وہ ضعیف کہہ دیتے ہیں اور یہ ان کا تسامح ہے کیونکہ عبداللہ بن لہیعہ کی ہر حدیث ضعیف نہیں ہے بلکہ جس حدیث کو ابن وہب یا ابن مبارک نے ابن لہیعہ سے روایت کیا ہو وہ ضعیف نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہوتی ہے' اور اس حدیث کو امام طبرانی نے از عبداللہ بن وہب از عبداللہ بن لہیعہ سے روایت کیا ہے لہٰذا یہ ضعیف نہیں ہے۔

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں :

عبداللہ بن لہیعہ مصری فقیہ اور مصر کے قاضی ہیں' ان کی ولادت ۹۶ یا ۹۷ھ میں ہوئی اور ۱۷۴ھ میں ہارون کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث کو اپنی صحاح میں درج کیا ہے' امام بخاری نے یحییٰ بن بکیر سے روایت کیا ہے کہ ۱۷۰ھ میں ان کے گھر میں آگ لگ گئی تھی اور ان کی کتابیں جل گئی

Marfat.com

تھیں' عثمان بن صالح نے کہا ان کے گھر میں آگ لگی تھی لیکن کتابیں نہیں جلی تھیں' اور میں نے آگ لگنے کے بعد ان کی اصل کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں' امام ابوداؤد نے کہا کہ امام احمد نے فرمایا مصر میں ابن لہیعہ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں ہیں اور نہ ان سے زیادہ کوئی حدیث کو ضبط کرنے والا ہے۔ سفیان ثوری نے کہا کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع ہیں' روح بن صلاح نے کہا ابن لہیعہ نے بہتر (۷۲) تابعین سے ملاقات کی ہے۔

امام بخاری نے حمیدی سے نقل کیا ہے کہ یحیٰ بن سعید ابن لہیعہ کا بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے' عبدالرحمان بن مہدی نے کہا میں ابن لہیعہ سے قلیل روایت کرتا ہوں نہ کثیر' محمد بن مثنی نے کہا عبدالرحمان' ابن لہیعہ سے کوئی حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

نعیم بن حماد نے کہا اگر عبداللہ بن المبارک اور ان جیسے لوگ ابن لہیعہ سے روایت کریں تو پھر ان کی حدیث قابل اعتبار ہے ورنہ نہیں' امام ابوداؤد یہ کہتے تھے کہ میں نے قتیبہ سے سنا ہے کہ ہم ابن لہیعہ کی احادیث صرف ان کے بھتیجے یا عبداللہ بن وہب کی کتابوں سے لکھتے ہیں' جعفر بن محمد فریابی نے کہا کہ قتیبہ کہتے تھے کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل نے کہا کہ تمہاری ابن لہیعہ سے روایات صحیح ہیں' انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے عبداللہ بن وہب کی کتابوں سے حدیث لکھتے ہیں' پھر ان احادیث کا ابن لہیعہ سے سماع کرتے ہیں' ابو الطاہر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عبداللہ بن وہب سے ایک حدیث سے متعلق سوال کیا' انہوں نے وہ حدیث بیان کی' اس نے کہا اے ابو محمد تم یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا بہ خدا مجھے ایک سچے اور نیک شخص عبداللہ بن لہیعہ نے یہ حدیث بیان کی ہے' امام احمد نے کہا کہ ابن لہیعہ اپنی کتابوں کو ابن وہب سے زیادہ اچھا پڑھتے تھے' احمد بن صالح نے کہا ابن لہیعہ علم کی بہت طلب کرنے والے تھے' اور صحیح لکھتے تھے اور وہ اپنے اصحاب کو اپنی کتاب سے حدیث املاء کراتے تھے' بسا اوقات لوگ سمجھ کر لکھتے اور بسا اوقات ضبط نہیں کرتے تھے اور کچھ لوگوں نے ان سے احادیث سن کر نہیں لکھیں' ان کی حدیثیں لوگوں تک اس طرح پہنچیں' سو بعض لوگوں نے ان کی کتابوں سے صحیح لکھا اور ان پر اس حدیث کو صحیح طرح پڑھا' اور بعض ان لوگوں نے پڑھا جن کا ضبط اور پڑھنا صحیح نہیں تھا تو اس کی روایت میں فساد آگیا' اور میرا گمان ہے کہ ابوالاسود نے ان کی صحیح کتاب سے لکھا ہے لہٰذا اہل علم کے نزدیک ابوالاسود کی ابن لہیعہ سے روایت صحیح کے مشابہ ہے۔ یحیٰ بن معین نے کہا ہے کہ اہل مصر یہ کہتے تھے کہ ابن لہیعہ کی کوئی کتاب نہیں جلی اور ابن لہیعہ ہمیشہ ان کتابوں سے احادیث لکھتے رہے حتی کہ فوت ہو گئے اور ابوالاسود النضر بن عبدالجبار اس سے حدیث روایت کرتے ہیں اور وہ شیخ صادق ہیں اور ابن ابی مریم کی رائے ان کے متعلق درست نہیں تھی۔ جب لوگوں نے ابن لہیعہ سے احادیث لکھیں اور اس کے متعلق سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے' یحیٰ بن معین نے مزید کہا کہ قدماء اور متاخرین کا ابن لہیعہ سے سماع کرنا ایک حکم رکھتا ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۵۷۔ ۴۵۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

ابن خراش نے کہا اس کی کتابیں جل گئی تھیں حتی کہ اگر کوئی شخص کوئی حدیث وضع کر کے اس کے پاس آتا تو وہ اس کو بھی پڑھتا تھا' خطیب نے کہا اس کے تساہل کی وجہ سے اس کی روایت میں مناکیر بہت زیادہ ہیں' احمد بن صالح نے کہا ابن لہیعہ ثقہ ہیں اس کی احادیث میں جو تخلیط ہے اس کو نکال دیا جائے' حاکم نے کہا اس نے قصداً" جھوٹ نہیں بولا' اس

Marfat.com

کی کتابوں کے جل جانے کے بعد اس کے حافظہ میں خلل ہو گیا اس لیے وہ روایت میں خطا کرتا ہے' ابو جعفر طبری نے تہذیب الآثار میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں اس کی عقل مختل ہو گئی تھی (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۷۹ ۳۔ ۷۸ ۳)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کتاب الفتن میں المقری اور ابوالاسود کی روایت درج کی ہے' اسی طرح انہوں نے کتاب الاعتصام' سورہ نساء کی تفسیر کے آخر اور کتاب الطلاق میں کئی جگہ ابوالاسود کی روایات درج کی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایات ابن لہیعہ سے مروی ہیں اگرچہ امام بخاری نے ابن لہیعہ کا نام نہیں لیا' امام نسائی نے ابن وہب کی روایات درج کی ہیں اور وہ ابن لہیعہ سے مروی ہیں' امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو جگہ ابن لہیعہ سے استشہاد کیا ہے' عبدالغنی بن سعید ازدی نے کہا جب عبادلہ (عبداللہ بن مبارک اور عبداللہ بن وہب) ابن لہیعہ سے روایت کریں تو وہ حدیث صحیح ہے' انہوں نے عبداللہ بن وہب' عبداللہ بن مبارک اور المقری کا ذکر کیا' ساجی وغیرہ نے بھی اس کی مثل ذکر کیا ہے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب موطا میں سند اس طرح ہو از مالک از ثقہ نزد مالک از عمرو بن شعیب' تو امام مالک کے نزدیک ثقہ سے مراد ابن لہیعہ ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۷۸ ۳۔ ۷۷ ۳' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف دکن' ۱۳۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ ضعیف راوی ہے لیکن جب عبداللہ بن مبارک' عبداللہ بن وہب' ابوالاسود اور مقری اس سے حدیث روایت کریں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام طبرانی کی زیر بحث حدیث کو چونکہ عبداللہ بن وہب نے عبداللہ بن لہیعہ سے روایت کی ہے اس لیے وہ حدیث صحیح ہے اور حافظ الہیثمی کا اس حدیث کو ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف کہنا ان کا تساہل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے' ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○ اور اللہ ہی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

بعض آیات میں عموم الفاظ کی بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آپ کو یہود اور مشرکین کی طرف سے اذیتیں نہیں لاحق ہوں گی' اللہ تعالیٰ نے ان ہی ایذاؤں میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی ایک ایذاء یہ بھی ہے کہ وہ کمزور مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شبہات ڈالتے ہیں' اور وہ اس پر یہ چاہتے ہیں کہ ان کی یہ تعریف کی جائے کہ وہ صالح' متقی' متدین اور صادق القول ہیں' اور ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں نبی ﷺ اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اذیت پہنچتی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کے متعلق تورات کی آیات چھپاتے تھے اور اس کے بدلہ میں اپنے ارادت مندوں سے نذرانے وصول کرتے تھے' اور ان پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ بہت بڑے عالم اور دیندار ہیں اور وہی مقتداء بننے کے لائق ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس فعل کی سزا بیان فرمائی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو بعض منافقین پیچھے

Marfat.com

رہ جاتے اور آپ کے ساتھ نہ جاتے اور اپنے فعل پر خوش ہوتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے' اور جب رسول اللہ ﷺ واپس آتے تو مختلف حیلے بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے اور اس پر قسمیں کھاتے کہ جو کام انہوں نے کیا ہے (جہاد میں آپ کے ساتھ جو نہیں گئے) اس پر ان کی تعریف کی جائے' تب یہ آیت نازل ہوئی : لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا- علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ' اور پوچھو کہ ہر شخص اپنے فعل پر خوش ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو کام اس نے کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اگر عذاب دیا جائے گا تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ نبی ﷺ نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اصل چیز کو چھپالیا اور آپ کو کچھ اور بتادیا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو جس چیز کی (جھوٹی) خبر دی ہے اور انہوں نے آپ کے سوال کے جواب میں جو اصل چیز نہیں بتائی اس پر ان کی تعریف کی جائے' اور پھر حضرت ابن عباس نے یہ دو آیتیں پڑھیں- واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب اور یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا-

(صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۹' رقم الحدیث ۴۵۶۸' ۴۵۶۷' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۴۳' ۲۱۴۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۳۱۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ' الجامع الصحیح للترمذی ج ۵ ص ۲۲۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ہر چند کہ قرآن مجید کی آیات میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اور خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات میں خصوصیت مورد ہی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔

نیکی کی تعریف چاہنے پر عذاب کی وعید

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس آیت کی وعید سے ڈریں اور یہ نہ چاہیں کہ جو کام انہوں نے نہ کیا ہو اس پر ان کی تعریف کی جائے' جیسا کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عالم' علامہ' مفتی اور شیخ الحدیث بلکہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہوتے' اور اگر کوئی مسلمان کسی نیک کام کے کرنے پر خوش ہو یا برا کام نہ کرنے پر خوش ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اپنی نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو وہ مومن (کامل) ہے' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۴۶۶' رقم الحدیث ۲۱۶۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶' ۱۸' ج ۳ ص ۴۴۶' ج ۵ ص ۲۵۶' ۲۵۲' ۲۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

البتہ کوئی نیک کام کرکے یہ خواہش رکھنا کہ اس پر اس کی دنیا میں تعریف کی جائے اخلاص کے منافی ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہو

Marfat.com

گا تاکہ ان کا فیصلہ فرمائے‘ اس وقت ہر امت دوزانو بیٹھی ہوگی‘ سب سے پہلے قرآن کے حافظ کو بلایا جائے گا اور اس شخص کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا اور مالدار شخص کو‘ اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس چیز کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا میں رات دن قرآن پڑھتا تھا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے‘ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے سو یہ کہا گیا‘ پھر مالدار شخص کو بلایا جائے گا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو مالی وسعت نہیں دی تھی حتیٰ کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا! وہ شخص کہے گا اے میرے رب! کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو نے میرے دیئے ہوئے مال میں کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے‘ فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جواد ہے سو یہ کہا گیا‘ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس وجہ سے قتل کیا گیا تھا؟ وہ شخص کہے گا مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا سو میں نے قتال کیا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے‘ فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہادر ہے سو یہ کہا گیا‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ پہلے وہ تین شخص ہیں جن سے دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۵۹۳۔ ۵۹۲‘ رقم الحدیث ۲۳۸۲‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۳ رقم الحدیث ۱۹۰۵‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ سنن نسائی ج ۲ ص ۵۷‘ مطبوعہ کراچی‘ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت اور اس حدیث میں نیکیوں پر اپنی تعریف کی خواہش رکھنے پر سخت وعید ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے

لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ

ضرور نشانیاں ہیں ○ جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور

قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں

الْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ

غور و فکر کرتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے

Marfat.com

النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا

عذاب سے بچا ۝ اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا ، اور ظالموں

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ

کا کوئی مددگار نہیں ہے ۝ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی ندا کرتے ہوئے

لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

سنا کہ (اے لوگو) تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا

اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر ۝ اے ہمارے رب! ہمیں وہ عطا فرما

وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا

جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا ، بیشک تو وعدہ کے

تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ

خلاف نہیں کرتا ۝ سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بیشک میں تم میں سے کسی عمل کرنے

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ

والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو ، سو جن لوگوں نے

هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ہجرت کی اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا اور ان کو میری راہ میں اذیتیں پہنچائی گئیں اور

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جنہوں نے جہاد کیا اور جو شہید کر دیئے گئے، میں ضرور ان کے سب گناہ مٹا دوں گا اور ان کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ثواب ہو گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین

Marfat.com

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ثواب ہے ○

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدت پر دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یہ آیت اس دعویٰ کو متضمن تھی کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے' سو اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی جو اس دعویٰ کی دلیل ہے' آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل ہے' کیونکہ اس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا ہوا ہے اور ان کو ستاروں سے مزین کیا ہے' اور زمین کی پیدائش میں اس کی وحدانیت کی دلیل ہے' کیونکہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں' اور اس میں دریا جاری کر دیئے اور اس میں درختوں اور سبزہ کو اگایا اور سمندروں کو اس میں رواں دواں کر دیا' اور رات اور دن کے اختلاف یعنی رات اور دن کی کمی بیشی میں یا رات کے بعد دن کے آنے میں اس کی وحدانیت پر دلیل ہے کیونکہ یہ تمام نظام نہج واحد پر چل رہا ہے اور تمام دنیا میں اس نظام کی وحدانیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کو بنانے والا واحد ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اس جگہ تین دلیلیں ذکر کی گئی ہیں اور سورہ بقرہ کی آیت : ۱۶۴ میں ان تین دلیلوں کے علاوہ پانچ اور دلیلوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ راہ حق کی تلاش میں چلنے والوں کو ابتداء میں زیادہ دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ان پر راستہ روشن ہو جاتا ہے تو پھر زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں رہتی۔ نیز اللہ کی معرفت میں ڈوبنے کے لیے کثرت ادلہ بہ منزلہ حجابات ہوتے ہیں اور جیسے جیسے یہ معرفت قوی ہوتی ہے حجاب کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا' رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر اپنی اہلیہ کے ساتھ باتیں کیں پھر آپ سو گئے' جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ گیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ الخ پھر آپ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور مسواک کی اور گیارہ رکعات پڑھیں' پھر حضرت بلال نے اذان دی تو آپ نے دو رکعات (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ باہر آئے اور صبح کی نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۱۰' رقم الحدیث : ۴۵۶۹' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۱۸' مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو لوگ کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں :) اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا تو پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (آل عمران : ۱۹۱)

Marfat.com

بہ کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت پر دلائل ذکر فرمائے' اب اللہ تعالیٰ عبودیت کے احوال بیان فرما رہا ہے' سو بندہ کو چاہئے کہ دل سے اسرار کائنات میں غور و فکر کرے اور حوادث اور صنائع سے اللہ تعالیٰ کی صفات تک پہنچے اور اس کی ذات اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' اس کا شکر بجالائے اور اس کی حمد و ثناء کرے اور باقی اعضاء سے اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی عبادت کرے' خلاصہ یہ ہے کہ بندہ ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے' اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اللہ اس کو دوزخ کے عذاب سے بچائے' امام ابوحنیفہ کو دیکھ کر کسی نے کہا یہ جنتی ہے فرمایا میں جنت کے کب لائق ہوں اللہ اگر مجھے دوزخ سے بچالے تو یہ اس کا بڑا کرم ہو گا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارا سب سے بہتر عمل ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے سب سے بلند درجہ کا باعث ہو' اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کی خیرات سے افضل ہو اور جب کل تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو یا وہ تمہاری گردنیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہو! صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے' حضرت معاذ نے کہا اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۴۵۹' رقم الحدیث ۳۳۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۲۴۵' رقم الحدیث ۳۷۹۰' مسند احمد ج ۱ص ۴۴۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۳)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لیے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے' برائی سے روکنے اور اللہ کے ذکر کے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۶۰۸' رقم الحدیث ۲۴۱۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۷۱۲' رقم الحدیث: ۲۵۹۴)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں مجھ کو ایسی چیز بتایئے جس سے میں چمٹ جاؤں آپ نے فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۴۵۸' رقم الحدیث: ۳۳۷۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا جو مرد اور عورت بہ کثرت اللہ کا ذکر کرتے ہوں! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ' آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔

Marfat.com

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۴۵۸' رقم الحدیث ۳۳۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی پر درود نہ پڑھیں ان کو حسرت اور ندامت ہو گی اگر اللہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو بخش دے گا' امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۴۶۱' رقم الحدیث ۳۳۸۰' سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۳۴۶' رقم الحدیث ۴۸۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۲)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا گناہوں کو ترک کر دو یہ سب سے اچھی ہجرت ہے' فرائض کی حفاظت کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرو کیونکہ تم جو کام بھی کرو گی اس میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اللہ کا ذکر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۷ ص ۳۶۷' رقم الحدیث : ۶۷۳۱' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۲۹' رقم الحدیث : ۳۱۴)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن نسطاس ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۱۸' مجمع البحرین رقم الحدیث ۴۳۳۵)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے' آپ جمدان نام کے ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا چلو یہ جمدان ہے مفردون سبقت کر گئے صحابہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مرد اور عورت جو اللہ کا بکثرت ذکر کرتے ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۶۲' رقم الحدیث ۲۶۷۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا' ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۹' رقم الحدیث ۶۴۰۷' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

کروٹ کے بل نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کے مسلک کی وضاحت

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

ایک قول یہ ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ حالت قیام میں نماز پڑھتے ہیں اگر اس سے عاجز ہوں تو حالت قعود میں نماز پڑھتے ہیں اور بیٹھنے سے عاجز ہوں تو کروٹ کے بل نماز پڑھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی حالت میں نماز ترک نہیں کرتے' اور پہلے معنی پر آیت کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے' کیونکہ ذکر کی فضیلت میں بہت آیات ہیں اور نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص جنت کی کیاریوں میں چرنا چاہتا ہو وہ بہ کثرت ذکر کرے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام شافعی نے یہ کہا جب مریض لیٹ کر نماز پڑھے تو کروٹ کے بل نماز پڑھے اور امام ابو حنیفہ نے کہا بلکہ چت لیٹ کر نماز پڑھے حتیٰ کہ جب تخفیف محسوس کرے تو بیٹھ جائے' امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ظاہر آیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

پہلو کے بل لیٹ کر ذکر کرنے کی مدح فرمائی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام رازی نے امام ابوحنیفہ کا مسلک صحیح نقل نہیں کیا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مریض چت لیٹ کر اور کروٹ کے بل دونوں طرح نماز پڑھ سکتا ہے البتہ چت لیٹ کر پڑھنا اولیٰ ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب مریض قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجود کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر تم اس سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر تم اس سے بھی عاجز ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔ (اس حدیث کا مکمل متن یہ ہے): امام بخاری حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بواسیر تھی، میں نے نبی ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر تم اس سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اور اگر تم اس سے (بھی) عاجز ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۳۰، رقم الحدیث ۱۱۱۰، ابوداؤد رقم: ۹۵۲، ترمذی: ۳۷۳، ابن ماجہ: ۱۲۲۳، دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۰، بیہقی ج ۲ ص ۳۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں اور اگر مریض بیٹھنے کی طاقت نہ رکھے تو کمر کے بل چت لیٹ جائے اور اپنے پیر کعبہ کی طرف کرے اور رکوع اور سجود اشارہ سے کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر اس سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر اس سے عاجز ہو تو گدی پر لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرنے کا زیادہ حقدار ہے، اور اگر مریض کروٹ کے بل لیٹ کر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے جب کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو، جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے حضرت عمران بن حصین کی روایت بیان کی ہے لیکن چت لیٹ کر نماز پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے، اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے، اولویت کی دلیل یہ ہے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا اشارہ کعبہ کی ہوا (فضا) کی طرف ہو گا اور کروٹ کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا اشارہ اپنے قدموں کی جانب ہو گا تاہم نماز ہو جائے گی۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ المرغینانی نے جو حدیث ذکر کی ہے "اگر مریض اس سے عاجز ہو تو گدی کے بل لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔" ان الفاظ کے ساتھ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ سند ضعیف کے ساتھ امام دار قطنی نے یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مریض اگر طاقت رکھتا ہو تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے، اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اگر سجدہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اشارہ سے پڑھے اور سجدہ رکوع سے زیادہ پست کرے، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھے تو دائیں کروٹ کے بل قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، اگر دائیں کروٹ کے بل نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھے تو چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے پیر قبلہ کی جانب ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مریض گدی کے بل چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۳۔ ۴۲، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حضرت ابن عمر کا یہ اثر صراحۃً "فقہاء احناف کا موید ہے اور اس کی سند پر کوئی جرح نہیں کی گئی، اور حضرت علی کی حدیث میں بھی ان کی تائید ہے، اور حضرت عمران بن حصین کو جو رسول اللہ ﷺ نے کروٹ کے بل نماز پڑھنے کا فرمایا اس کی یہ

Marfat.com

وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان کے مرض بواسیر کی وجہ سے ہو' جب کہ احناف کے نزدیک کروٹ کے بل نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

مخلوق میں غور و فکر کرنے کی ہدایت اور خالق میں غور و فکر کرنے کی ممانعت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبان عقل کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں کیونکہ ہمیں مخلوق میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خالق میں غور و فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے :

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر حیان المعروف بابی الشیخ اصبہانی متوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرو اور اللہ میں غور و فکر نہ کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر چیز میں غور و فکر کرو' اور اللہ میں غور و فکر نہ کرو۔

اس حدیث کو امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی روایت کیا ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۴۲۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرو اللہ میں غور و فکر نہ کرو' ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اللہ میں غور و فکر کر رہی تھی' آپ نے فرمایا مخلوق میں غور و فکر کرو' خالق میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

(کتاب العظمۃ ص ۱۸۔ ۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اور اس کا سبب یہ ہے کہ مخلوق کی کوئی صفت اللہ کی کسی صفت کی مماثل نہیں ہے' اس لیے ہم مخلوق کے کسی حال کو خالق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے نہ بسیط ہے' نہ مرکب ہے' کسی مکان میں ہے نہ جہت میں ہے۔ اس لیے عقل اس کی حقیقت کو پانے سے عاجز اور حیران ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تحقیق

امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مخالف ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا' اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے حادث ہونے کو جان لیا اس نے اپنے رب کے قدم کو جان لیا' اور جس نے اپنے نفس کے امکان کو جان لیا اس نے اپنے رب کے وجوب کو جان لیا اور جس نے اپنے نفس کی احتیاج کو جان لیا اس نے اپنے رب کے استغنا کو جان لیا۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" یہ حدیث نہیں ہے لیکن امام رازی کا بیان کیا ہوا معنی صحیح ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن ابراہیم سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں :

ابو المظفر بن السمعانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ یہ یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کے حدوث کو جان لیا اس نے اپنے رب کے قدم کو جان لیا اور جس نے اپنی فنا کو جان لیا اس نے اپنے رب کی بقا کو جان لیا۔

(المقاصد الحسنہ ص ۴۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی متوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں :

ابن تیمیہ نے کہا یہ حدیث موضوع ہے' علامہ نووی نے کہا یہ حدیث ثابت نہیں ہے' ابن السمعانی نے کہا یہ یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے' ابن الفرس نے کہا صوفیہ کی کتابیں اس سے بھری ہوئی ہیں' مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ اور وہ اس کو بہ طور حدیث لکھتے ہیں' ابن عربی کے بعض اصحاب نے کہا ہرچند کہ یہ حدیث روایت کے اصول پر صحیح نہیں ہے لیکن ہمارے نزدیک بہ طریق کشف صحیح ہے' النجم نے کہا ماوردی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں اپنے رب کا سب سے زیادہ عارف کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اپنے نفس کا سب سے زیادہ عارف ہے۔ (کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۲ ص ۲۶۲' مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

یہ حدیث صحیح نہیں ہے' علامہ نووی نے کہا یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔

علامہ عزالدین نے کہا اس حدیث کا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لطیف روح کو اس کثیف جسم میں رکھا اور اس جسم کی کثافت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربانیت پر حسب ذیل وجوہ سے دلالت کرتی ہے :

(۱) اس جسم کو یہ روح حرکت دیتی ہے اور اس کی تدبیر کرتی ہے تو جب یہ جسم ایک مدبر اور محرک کا محتاج ہے تو یہ عالم بھی ایک مدبر اور محرک کا محتاج ہو گا۔

(۲) جب اس جسم کا محرک اور مدبر واحد ہے تو اس عالم کا مدبر اور محرک بھی واحد ہو گا۔

(۳) جب یہ جسم روح کے ارادہ کے بغیر حرکت نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس عالم کی کوئی چیز بھی خواہ خیر ہو یا شر وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی قضاء و قدر کے بغیر حرکت نہیں کرتی۔

(۴) جسم کی ہر حرکت کا روح کو علم ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر حرکت اور ہر چیز کا اللہ کو علم ہے۔

(۵) روح سے زیادہ کوئی چیز جسم کے قریب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کائنات کی ہر چیز کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

(۶) روح جسم کے پیدا ہونے سے پہلے موجود تھی اور اس کی فنا کے بعد بھی موجود رہے گی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اس کائنات سے پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہے گا۔

(۷) ہمیں روح کی حقیقت معلوم نہیں ہے' اسی طرح اللہ کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہے۔

(۸) ہمیں جسم میں روح کا مکان' اس کی جہت اور کیفیت معلوم نہیں ہے اسی طرح اللہ کا مکان' اس کی جہت اور اس کی کیفیت بھی معلوم نہیں ہے۔ (بلکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ کا کوئی مکان ہے' نہ جہت' سعیدی غفرلہ)

(۹) روح کو آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا نہ اس کی تصویر بنائی جا سکتی ہے' نہ مثال' اسی طرح دنیا میں اللہ کو بھی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے نہ اس کی صورت اور مثال بنائی جا سکتی ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کا شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۱۰) روح کو مس نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اللہ بھی جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔

یہ اسی قول کا معنی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس نے اپنے رب کو جان لیا سو اس کو مبارک ہو جس نے اپنے رب کو جان لیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔

Marfat.com

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو جان لو سو تمہارے رب کی صفات اس کی ضد ہیں' لہٰذا جس نے اپنی فنا کو جان لیا اس نے اپنے رب کی بقا کو جان لیا اور جس نے اپنی جفا کو جان لیا اس نے اپنے رب کی وفا کو جان لیا اور جس نے اپنی خطا کو جان لیا اس نے اپنے رب کی عطا کو جان لیا۔

علامہ قونوی نے شرح التعرف میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں تعلیق المحال بالمحال ہے کیونکہ انسان اپنے نفس اور روح کی معرفت آج تک نہیں حاصل کر سکا تو وہ اپنے رب کی معرفت کیسے حاصل کر سکے گا' انسان آج تک قطعی طور پر یہ نہیں جان سکا کہ اس کے کلام کی حقیقت کیا ہے' اس کے حواس میں سے دیکھنے' سننے' چکھنے' سونگھنے اور چھونے کی حقیقت کیا ہے کیونکہ ان کی تعریفات میں بہت اختلاف ہے مثلاً دیکھتے وقت کسی چیز کی صورت ہماری آنکھوں میں مرتسم ہو جاتی ہے یا ہماری آنکھوں سے شعاعیں نکل کر اس چیز پر پڑتی ہیں' کلام اور حواس بالکل ظاہر ہیں جب ہم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکے تو روح جو مخفی ہے اس کی حقیقت کو جاننے میں تو ہم اور بھی عاجز ہیں' پھر اللہ کی حقیقت کو جاننے میں تو ہمارا عجز اور بھی زیادہ واضح ہے۔ سو جو اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا وہ اپنے رب کی حقیقت کو کیسے جان سکتا ہے' اس لیے فرمایا اگر انسان اپنے نفس کی حقیقت کو جان لیتا تو اپنے رب کی حقیقت کو جان لیتا' سو اس حدیث میں ایک محال کو دوسرے محال پر معلق کیا گیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۱۔۲۳۹' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا' اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (آل عمران : ۱۹۲)

ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ نہ ہونے کے نظریہ کا رد

اس سے پہلی آیت میں عقل والوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تھی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور اس میں یہ تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا سے پہلے اس کی حمد و ثناء کرنی چاہئے' فرقہ مرجیہ نے کہا اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (التحریم : ۸)

جس دن اللہ نہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا نہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اس کو تو نے رسوا کر دیا' اور ان دونوں آیتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مومن دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' اس سے معلوم ہوا کہ بعض معصیت سے ضرر نہیں ہوتا' اور مومن خواہ نیک کام کرے یا برا کام کرے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً" دوزخ میں داخل ہونا باعث رسوائی نہیں ہے کیونکہ جہنم کے محافظ اور پہرہ دار بھی جہنم میں ہوں گے اور وہ رسوا نہیں ہوں گے' قرآن مجید میں ہے :

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ○ لَا تُبْقِىْ وَلَا تَذَرُ ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ○ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ○ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (المدثر : ۳۱۔۲۷)

اور آپ نے کیا جانا کہ دوزخ کیا ہے ○ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے ○ آدمی کو جھلسا دینے والی (آگ) ہے ○ اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں ○ اور ہم نے دوزخ کا نگہبان صرف فرشتوں کو مقرر کیا ہے

Marfat.com

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا پھر متقی لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور ظالموں کو اس میں رہنے دیا جائے گا۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۞ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۞ (مریم: ۷۲-۷۱)

اور تم میں سے ہر شخص دوزخ سے ضرور گزرے گا اور آپ کے رب کے نزدیک یہ بات قطعی فیصلہ کن ہے ۞ پھر ہم متقی لوگوں کو نجات دیں گے' اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ مطلقاً جہنم میں دخول رسوائی کا موجب نہیں ہے' بلکہ جس شخص کو دوام اور خلود کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا وہ ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا' اور جن مسلمانوں کو تطہیر کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے یا انبیاء علیہم السلام کی شفاعت کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا ان کا دوزخ میں عارضی دخول ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے اس ظلم سے مراد شرک اور کفر ہے کیونکہ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرایا جائے' اور اللہ کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے' اور مشرکین اور کفار ظالم ہیں ان کی شفاعت نہیں کی جائے گی' اور جن مسلمانوں نے گناہ کبیرہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کی شفاعت کی جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۶۲۵' رقم الحدیث ۲۴۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی ندا کرتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو!) تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ' سو ہم ایمان لے آئے' اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ (آل عمران: ۱۹۳)

گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کے مٹانے میں تکرار کے جوابات

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہم ایمان لے آئے وہ تو پہلے ہی مسلمان تھے' پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں منادی سے مراد یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا اس سے مراد قرآن کریم ہے' اس سے پہلی آیتوں میں ذکر کیا تھا کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا' اس آیت میں بتایا ہے کہ مسلمان اپنی دعا کی قبولیت کے لیے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا رہے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید کی دعوت پر فوراً ایمان لے آئے' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہرچند کہ وہ پہلے سے مسلمان تھے لیکن انسانی کمزوریوں کی وجہ سے جو خطائیں اور تقصیریں ہو جاتی ہیں ان کی بناء پر انہوں نے اپنے ایمان کو بہ منزلہ عدم ایمان قرار دے کر کہا کہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے۔

Marfat.com

اس آیت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے' بہ ظاہر گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کے مٹانے کا ایک ہی معنی ہے اور ان جملوں کا ذکر کرنا تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا جملہ تاکید کے طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ دعا میں سائل گڑگڑا کر دعا کرتا ہے اور اپنے مطلوب کا بار بار ذکر کرتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ پچھلے جملہ سے مراد پچھلے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے اور دوسرے جملہ سے اس کے بعد ہونے والے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد یہ ہے کہ توبہ سے ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور دوسرے جملہ سے مراد یہ ہے کہ ہماری نیکیوں سے ہماری برائیوں کو مٹا دے' اور چوتھا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو علم کے باوجود کیے اور دوسرے سے مراد وہ گناہ ہیں جو جہالت سے کیے۔

صالحین کے جوار اور قرب میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد انہوں نے دعا کی : اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہمارا عقیدہ نیک لوگوں کے مطابق ہو اور ہمارے اعمال نیک لوگوں کے اعمال کے مطابق ہوں' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہمیں اس جگہ دفن کیا جائے جہاں نیک لوگوں کی قبریں ہوں اور نیک لوگوں کی معیت میں ہمیں موت آئے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہما السلام کی طرف بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ نے اس کے ایک تھپڑ مارا' اس نے جا کر اپنے رب سے کہا تو نے مجھے ایسے بندہ کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ (ہی) نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کی آنکھ لوٹا دی' اور فرمایا جاؤ ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت کے اوپر رکھ دیں ان کے ہاتھ کے نیچے اس کے جتنے بال آئیں گے اتنے سال اس کی عمر کر دی جائے گی' انہوں نے کہا : اے رب! پھر کیا ہو گا؟ فرمایا موت' حضرت موسیٰ نے کہا تو پھر ابھی آ جائے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ ان کو بیت المقدس سے اتنی دور کر دے جتنی دور ایک پتھر پھینکنے سے جاتا ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں راستہ کی ایک جانب کثیب احمر کے پاس ان کی قبر دکھاتا۔

(صحیح البخاری : رقم الحدیث' ۳۲۲۶' ۱۳۳۹' صحیح مسلم : رقم الحدیث : ۲۳۷۲' سنن نسائی ج ۴ ص ۱۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹' ج ۲ ص ۳۱۵' ج ۲ ص ۵۳۳)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک مقامات پر صالحین کی قبروں کے پاس میت کو دفن کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

حرمین طیبین' انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور اولیاء اور شہداء کی قبروں کے پاس دفن کرنا تاکہ ان کے جوار سے برکتیں حاصل ہوں اور ان پر جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کے بقیہ آثار ان پر نازل ہوں' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کی وجہ سے مستحب ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا اس لیے کی تھی کہ ان کو ان انبیاء علیہم السلام کا قرب مطلوب تھا جو بیت المقدس میں مدفون ہیں' قاضی عیاض مالکی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

Marfat.com

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے جوار میں دفن ہونا اس لیے پسند کیا تھا کہ آپ کو اس جگہ کی برکتیں حاصل ہوں، اور جو صالحین وہاں مدفون ہیں ان کے قرب کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل ہو، اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک جگہوں اور صالحین کی قبروں کے پاس دفن ہونے میں رغبت کرنا چاہیے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی مکمل شرح، شرح صحیح مسلم ج ۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (آل عمران: ۱۹۴)

دعا قبول ہونے کے علم کے باوجود دعا کرنے کی حکمتیں

مسلمانوں نے اپنی دعا میں یہ کہا تو نے اپنے رسولوں کی زبانوں کے ذریعہ ہم سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے، پھر یہ دعا کیوں کی گئی کہ تو اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرما۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا سے مقصود اظہار عبودیت ہے کیونکہ بعض چیزوں کے متعلق ہم کو معلوم ہے کہ لامحالہ ایسا ہو گا پھر بھی اس کی دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (المؤمنون: ۱۱۸) آپ دعا کیجئے اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مغفرت سورہ فتح سے قطعی طور پر ثابت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اظہار عبودیت کے لیے آپ کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم برقرار رکھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ (الانبیاء: ۱۱۲) (اللہ کے رسول نے) دعا کی اے میرے رب برحق فیصلہ فرما۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ برحق ہی ہوتا ہے پھر بھی اللہ کے رسول نے اظہار عبودیت کے لیے یہ دعا کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو رسولوں کے ذریعہ مغفرت اور اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ نام بہ نام معین اشخاص سے وعدہ نہیں فرمایا بلکہ وہ وعدہ بہ طور نیک اوصاف کے ہے یعنی جو لوگ اعمال صالحہ کریں گے ان کے لیے جنت اور آخرت کی نعمتیں ہیں، اس لیے ہم کو یہ معلوم نہیں کہ ہمارا شمار ان اوصاف کے حاملین میں ہے یا نہیں جب کہ ہم سے انواع و اقسام کے گناہ بھی ہوتے رہتے ہیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرما۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمائے گا لیکن یہ نہیں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو کب غلبہ نصیب ہو گا سو مسلمانوں نے اس غلبہ کے حصول کے لیے دعا کی۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک اعمال کی وجہ سے اجر و ثواب کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس وعدہ کی وجہ سے اجر کا مستحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور مسلمانوں نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے اللہ اپنے وعدہ کی وجہ سے ہمیں عطا فرما یہ نہیں کہا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے عطا فرما۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں الا یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' تم درست کام کرو اور نیکی کے قریب ہو' صبح' شام اور رات کے کچھ حصہ میں درمیانہ روی اور اعتدال سے عمل کرو۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۴۶۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۸۱۸' ۲۸۱۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۰۱' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳' ۵۲۴' ۵۱۹' ۵۱۴' ۵۰۹' ج ۳ ص ۳۶۲' ۳۳۷' ۵۲' ج ۶ ص ۱۲۵۔ الادب المفرد' رقم الحدیث: ۴۶۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو' سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور ان کو گھروں سے نکال دیا گیا اور ان کو میری راہ میں اذیتیں پہنچائی گئیں اور جنہوں نے جہاد کیا اور جو شہید کردیئے گئے' میں ضرور ان سب کے گناہ مٹا دوں گا اور ان کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' یہ اللہ کی طرف سے ثواب ہوگا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔ (آل عمران: ۱۹۵)

دعا کے قبول ہونے کا ایک طریقہ

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پانچ دعائیں ذکر فرمائی تھیں: ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیته وما للظالمین من انصار' ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا' وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار' ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیمة۔ اس آیت میں ان دعاؤں کی مقبولیت کا بیان ہے' امام جعفر صادق نے فرمایا جو شخص اپنی دعاؤں میں پانچ مرتبہ ربنا کہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے کیونکہ اس سے پہلے مسلمانوں نے اپنی دعاؤں میں پانچ مرتبہ ربنا کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ عمل' عامل سے صادر ہونے کے بعد فنا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ضائع نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں کسی عمل کا ثواب ضائع نہیں کرتا' یا اس سے مراد یہ ہے کہ میں خضوع اور خشوع اور حضور قلب سے کی ہوئی کسی دعا کو ضائع نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ دعا کو فوراً قبول فرمالیتا ہے' یا اپنی کسی حکمت کی وجہ سے اس کو موخر کر دیتا ہے' اور دعا کرنے والا تاخیر پر صبر کرے تو اس کو اجر عطا فرماتا ہے یا اس دعا کے عوض اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو' اس آیت کے سبب نزول میں

Marfat.com

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :
مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میں نے ہجرت (کے اجر و ثواب) میں عورتوں کا ذکر بالکل نہیں سنا تو یہ آیت نازل ہوئی : (جامع البیان ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

تمام صحابہ کے مومن ہونے کی دلیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت کے مہاجرین اور مجاہدین سے بلا استثناء مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابی جنتی اور مغفور ہیں اور شیعہ اور رافضیہ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے' اس آیت کے صریح خلاف ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عہد رسالت کے تمام جہاد کرنے والے اور ہجرت کرنے والے مسلمانوں سے مغفرت اور جنت کا وعدہ نہ فرماتا اور انہوں نے مغفرت اور دوزخ سے نجات کی جو دعائیں کی تھیں ان کو قبول نہ فرماتا۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ
(اے مخاطب) کافروں کا شہروں میں (خوش حالی سے) گھومنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے ○ یہ (حیات فانی کا) قلیل سامان ہے

ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا
پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے

رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، یہ

نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَإِنَّ
اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے ○ اور بیشک

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ
بعض اہل کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور

وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
اس پر جو ان کی طرف نازل کیا گیا درانحالیکہ ان کے دل اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہیں ، وہ اللہ کی آیتوں کے بدلہ میں

Marfat.com

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

تھوڑی قیمت نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ، بےشک اللہ جلد حساب لینے

الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ قف

والا ہے ○ اے ایمان والو ! فی نفسہٖ صبر کرو اور لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کرو اور اپنے نفسوں اور اپنی سرحدوں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو ○

ع ۲۰ / ۱۱ / ۱۱

غرور کا معنی اور شان نزول

انسان کسی چیز کو بہ ظاہر اچھا گمان کرے اور تحقیق و تفتیش کے بعد وہ چیز اس کے بالکل برعکس ہو تو اس کو غرور کہتے ہیں اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ کفار کی خوشحالی اور ان کے عیش و طرب سے دھوکا نہ کھائیں لیکن اس سے مراد عام مسلمان یا مخاطب ہیں۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ خدا کی قسم اللہ کے نبی نے کفار سے کبھی دھوکا نہیں کھایا حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۳۵' مطبوعہ بیروت)

کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث

امام بخاری ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی' اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا' اور آپ کے پاس کچی (بغیر رنگی ہوئی) کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں گڑ گئے تھے' میں رونے لگا' آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! بے شک قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو!

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۹۱۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۴۷۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث ۴۱۵۳' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۱۸۸' المستدرک ج ۴ ص ۱۰۴' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۱۴۴۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹)

ایک اور حدیث میں روایت کرتے ہیں :

میں نے نظر اٹھا کر گھر میں دیکھا تو خدا کی قسم مجھے تین کچی کھالوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آیا' میں نے عرض کیا آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت کرے' کیونکہ فارس اور روم پر وسعت کی گئی اور ان کو دنیا دی گئی حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے' آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے' آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم کو شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو

Marfat.com

ان کی اچھی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں' میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔

(صحیح البخاری ج ۳' رقم الحدیث ۲۴۶۸)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی چارپائی پر سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آئے تو نبی ﷺ اس پر لیٹے ہوئے تھے' جب آپ نے دیکھا تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے' حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یا رسول اللہ آپ کی چارپائی اور بستر کی سختی سے آپ کو کس قدر تکلیف پہنچتی ہے اور یہ قیصر اور کسریٰ ریشم اور دیباج کے بستروں پر سوتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایسا نہ کہو کسریٰ اور قیصر کے بستر دوزخ میں ہیں اور میرا یہ بستر اور میری چارپائی کا انجام جنت ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث : ۷۰۴)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ عطا فرماتا۔

(الجامع الصحیح' رقم الحدیث : ۲۳۲۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۱۱۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے بستر پر ایک مڑی ہوئی چادر دیکھی۔ اس نے حضرت عائشہ کے پاس ایک گدا بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا : اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تو وہ گئی اور اس نے یہ بستر بھیج دیا' آپ نے فرمایا : اے عائشہ اس کو واپس کر دو' خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑوں کو روانہ کر دے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث : ۱۴۶۸' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۴۵)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' لیکن اس سے بہرحال یہ معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا فقر اختیاری تھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کسی مومن پر ظلم نہیں کرتا' اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور اس کی پوری جزاء اس کو آخرت میں دی جائے گی اور کافر نے دنیا میں اللہ کے لیے جو نیکیاں کی ہیں اس کی پوری جزا دنیا میں دے دی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی ایسی نیکی نہیں ہو گی جس کی جزا دی جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث : ۲۸۰۸)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے' امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

Marfat.com

(الجامع الصحیح' رقم الحدیث : ۲۲۲۴' مسند البزار" رقم الحدیث : ۳۶۴۵' المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۶۱۸۳' ۶۰۸۷' المستدرک ج ۳ ص ۶۰۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔ (آل عمران : ۱۹۸)

اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کے قرب کا جنت سے افضل ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق وعید کا ذکر کیا تھا' اور اب اس آیت میں مسلمانوں کے متعلق وعد اور بشارت کا ذکر فرمایا ہے' یہ بشارت متقین کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ سے ڈرنے والا' اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق فرمایا ہے یہ اس کی مہمانی ہے اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آگئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تین سوال کروں گا جن کے جواب کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا (الی قولہ) اہل جنت' جنت میں سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا اہل جنت جس چیز کو سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۴۸۰)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یہ زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی' اللہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اس زمین کو الٹ پلٹ دے گا' جس طرح تم میں سے کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے' پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا رحمان آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپ کو یہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہو گی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا زمین تو ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' اس نے کہا کیا میں آپ کو اس کے سالن کی خبر نہ دوں آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا بالام اور نون' صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۷۹۲)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : "اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔" اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ دنیا میں نیک لوگوں کے پاس جو نعمتیں تھیں یا دنیا میں کافروں کے پاس جو نعمتیں تھیں' اس کے مقابلہ میں اللہ کے پاس جو اجر و ثواب ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا

Marfat.com

خیال آیا ہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے (السجدۃ: ۱۷) کیا نعمتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۷۹۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۸۲۴)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۲۵۰' جامع ترمذی' رقم الحدیث: ۱۶۴۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۳۳۰' سنن دارمی: رقم الحدیث: ۲۸۲۳' مسند احمد ج ۲' ص ۴۸۳' ۴۸۲' ۴۳۸' ۳۱۵' ج ۳ ص ۴۳۴' ۴۳۳' ۱۴۱' ج ۵ ص ۳۳۹' ۳۳۷' ۳۳۰)

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لیے جنت اور اس میں ان کی مہمانی تیار کر رکھی ہے اور جو اللہ کے پاس اجر ہے وہ جنت اور اس کی مہمانی سے بہتر ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب اور اس کا دیدار اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے' لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ جو مسلمان دنیا میں ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کام دوزخ سے پناہ مانگنا اور جنت کو طلب کرنا بھی ہے ان ہی کو اللہ کی رضا اور اس کا دیدار نصیب ہو گا اور جو لوگ جنت کو معمولی اور اپنے مقام سے کمتر خیال کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں کیونکہ وہ اس چیز کو معمولی اور گھٹیا کہہ رہے ہیں جس کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک بعض اہل کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں' اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور اس پر جو ان کی طرف نازل ہوا اور ان کے دل اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہیں' بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(آل عمران: ۱۹۹)

شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے' اور نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو منافقین نے اس پر طعن کیا تو یہ آیت نازل ہوئی نیز ابن جریج سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب خواہ یہود ہوں یا نصاریٰ ان میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ مجاہد کی روایت زیادہ اولیٰ ہے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۷ ۱۴ـ ۱۴۶' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

غائب میت کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن نجاشی فوت ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کی خبر دی' آپ عید گاہ کی طرف گئے مسلمانوں نے صفیں باندھیں اور آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۸۸۱' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۹۵۱)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں :

نجاشی کافر قوم کے درمیان تھا وہ مسلمان تھا اور کافروں سے اپنا ایمان چھپاتا تھا' اور جس جگہ وہ تھا وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کا حق ادا کرنے والا کوئی نہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا اہتمام کیا اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ ایک مسلمان ایسی جگہ فوت ہو گیا جہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں ہے تو اس پر اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے' اس حدیث کے فوائد سے یہ ہے کہ غائب میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' وہ لوگ قبلہ کی طرف منہ کریں اس شخص کے شہر کی طرف منہ نہ کریں اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے یہ اصحاب رائے (ائمہ احناف اور مالکیہ) کا قول ہے ان کا قول یہ ہے کہ یہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء واجب ہے جب تک کہ تخصیص کی دلیل نہ پائی جائے اور تخصیص کا دعویٰ صحیح نہیں ہے کیونکہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اس کی نماز پڑھی تھی۔ (شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھمام المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ اس لیے پڑھی تھی کہ آپ کے سامنے اس کا تخت لایا گیا تھا' حتی کہ آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا' سو یہ اس میت پر نماز تھی جس کو امام دیکھ رہا تھا' اور اس کا جنازہ امام کے سامنے تھا' اور مقتدیوں کے سامنے نہیں تھا اور یہ اقتداء سے مانع نہیں ہے' ہرچند کہ یہ ایک احتمال ہے لیکن اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا اٹھو اس پر نماز پڑھو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں' آپ نے چار تکبیریں پڑھیں اور وہ یہ گمان نہیں کرتے تھے کہ اس کا جنازہ آپ کے سامنے تھا' (صحیح ابن حبان' رقم الحدیث ۳۱۰۲) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ واقع میں ان کے گمان کے خلاف تھا' یا تو حضرت عمران نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا تھا اور یا ان کے لیے جنازہ منکشف کر دیا گیا تھا' یا یہ صرف نجاشی کی خصوصیت تھی اور دوسرا کوئی اس کے ساتھ لاحق نہیں ہے جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے' جیسے حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ' حضرت جبرائیل علیہ السلام تبوک میں نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہو گئے کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین سمیٹ دی جائے اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں؟ آپ نے فرمایا : ہاں! انہوں نے اپنے دونوں پر زمین پر مارے تو ان کا تخت اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا' آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں' اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے' پھر وہ تخت

Marfat.com

واپس ہو گیا' نبی ﷺ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ معاویہ نے یہ فضیلت کس وجہ سے حاصل کی۔ انہوں نے کہا وہ سورہ قل ھو اللہ احد سے محبت رکھتے تھے اور آتے جاتے' اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اس کو پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' مسند الشامیین' رقم الحدیث : ۸۳۱' المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۷۵۳۷' اور امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث : ۱۸۰) اور امام ابن سعد نے اس کو طبقات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اور امام واقدی نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے اور شام کے درمیان جو منظر تھا وہ آپ پر منکشف کر دیا گیا' آپ صحابہ کو جہاد کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے' تو آپ ﷺ نے فرمایا زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا اور وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی' آپ نے فرمایا ان کے لیے استغفار کرو' وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑ رہے ہیں' پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی' آپ نے فرمایا ان کے لیے استغفار کرو' وہ جنت میں داخل ہو گئے اور اپنے دو پروں کے ساتھ جہاں چاہے جنت میں دوڑ رہے ہیں۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۷۶۲-۷۶۱' مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے خصوصیت کا دعویٰ اس وقت کیا ہے جب ان کا تخت لایا گیا ہو نہ وہ دکھائی دیئے گئے ہوں' علاوہ ازیں مغازی میں اس کی دونوں سندیں ضعیف ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے اور طبقات کی سند میں علاء بن یزید ضعیف ہے اور امام طبرانی کی سند میں بقیہ بن ولید معنعن ہے' پھر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان لوگوں اور نجاشی کے سوا اور کسی کی نمازہ جنازہ نہیں پڑھی' اور ان کے متعلق یہ تصریح ہے کہ ان کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا تھا اور آپ ان کو دیکھ رہے تھے' جب کہ بہت سے صحابہ متعدد سفروں میں غائبانہ فوت ہو جاتے تھے مثلاً حبشہ اور متعدد غزوات میں' اور سب سے زیادہ عزیز آپ کو ستر قاری تھے جن کو تبلیغ کے لیے کافر لے گئے اور ان کو قتل کر دیا لیکن یہ کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھی ہو حالانکہ صحابہ میں سے جو فوت ہو جاتے آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی مرجائے تم مجھے اس کی خبر دو کیونکہ اس کے اوپر میری نماز (جنازہ) اس کے لیے رحمت ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷۶-۲۷۵' سنن نسائی ج ۴ ص ۸۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۵۲۸' المستدرک ج ۳ ص ۵۹۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث ۳۰۹۲-۳۰۸۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۵) (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۲' ۱۲۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! فی نفسہ صبر کرو اور لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کرو' اور اپنے نفسوں اور اپنی سرحدوں کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو۔ (آل عمران : ۲۰۰)

ربط آیات

یہ اس سورت کی آخری آیت ہے' اور سورہ آل عمران میں جو تمام مضامین تفصیلی طور پر ذکر کیے گئے ہیں وہ تمام مضامین اجمالی طور پر اس آیت میں ذکر کر دیئے گئے ہیں' اس آیت میں عبادات کی مشقتوں کو برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی طرف "اصبروا" میں اشارہ ہے' اور مخالفین کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی طرف "صابروا" میں اشارہ ہے اور کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے اس کی طرف "رابطوا" میں اشارہ ہے اور اصول اور فروع یعنی عقائد اور

Marfat.com

اعمال سے متعلق احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی طرف "واتقوا اللہ" میں اشارہ ہے۔

صبر کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

صبر کے معنی ہیں تنگی میں کسی چیز کو روکنا' صبرت الدابۃ کا معنی ہے میں نے بغیر دانے اور چارہ کے سواری کو روک لیا' اور صبر کا اصطلاحی معنی ہے عقل اور شرع کے تقاضوں کے مطابق نفس کو روکنا اور پابند کرنا' صبر ایک جنس ہے اور اس کی کئی انواع ہیں' مصیبت پہنچنے پر نفس کو جزع و فزع یعنی بے قراری اور چیخ و پکار سے روکنا صبر ہے' اس کے مقابلہ میں جزع اور فزع ہے' اور جنگ کے وقت نفس کو بزدلی سے روکنا صبر ہے اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بزدلی ہے' عبادات میں مشقتوں کو برداشت کرنا اور غضب' شہوت اور حرص و طمع کی تحریک کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی سے روکنا بھی صبر ہے اس کو اطاعت کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں فسق و فجور ہے۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۲۷۳' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

صبر کے متعلق احادیث

مصیبت کے وقت نفس کو جزع اور فزع سے روکنے کے متعلق یہ حدیث ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی' آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اس نے کہا ایک طرف ہٹو' تم کو میری طرح مصیبت نہیں پہنچی' اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی وہاں اس نے کوئی دربان نہیں پایا' اس نے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا جب پہلی بار صدمہ (یا مصیبت) پہنچے' اسی وقت (نفس کو روکنا) صبر ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۲۸۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۹۲۶)

اور کفار سے جنگ کے وقت اپنے نفس کو بزدلی سے روکنے کے متعلق یہ حدیث ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے ایک دن انتظار کیا حتی کہ سورج ڈھل گیا' پھر آپ نے لوگوں میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی توقع نہ کرو' اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو' اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو (یعنی بزدلی نہ کرو) اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۹۶۵' ۲۹' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۷۷)

عبادات کی مشقتوں کو برداشت کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے :

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جس دن سورج گرہن ہوا اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے آپ نے اپنی قمیص پہنی' اور چادر اوڑھی' پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں بہت لمبا قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' میں نے دیکھا کہ ایک عورت مجھ سے عمر میں بڑی تھی اور وہ کھڑی ہوئی تھی اور ایک عورت میری بہ نسبت بیمار تھی وہ بھی قیام

Marfat.com

میں تھی' تو میں نے دل میں کہا میں تمہاری بہ نسبت زیادہ حقدار ہوں کہ طول قیام کی مشقت پر صبر کروں۔
(مسند احمد ج ۶ص ۳۴۹ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حرص' غضب اور شہوت کے تقاضوں پر صبر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے :

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر ایک رات کو اس سے جماع کر لیا' صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا : آپ نے فرمایا اے سلمہ! تم نے یہ کام کیا؟ میں نے دو مرتبہ عرض کیا : یا رسول اللہ! مجھ سے تقصیر ہو گئی اور میں اللہ کے حکم پر صابر ہوں' آپ کو جو اللہ فرمائے آپ مجھے اس کا حکم دیجئے۔ الحدیث
(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۲۱۳)

صابروا کا لغوی معنی اور صبر اور مصابرہ میں فرق

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اصبروا وصابروا ورابطوا اس آیت میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف انتقال ہے' صبر' مصابرہ سے کم ہے اور مصابرہ' مرابطہ سے کم ہے' ایک قول یہ ہے کہ اصبروا کا معنی ہے اپنے نفوس کے ساتھ صبر کرو اور صابروا کا معنی ہے مصیبتوں پر اپنے دلوں میں اللہ پر صبر کرو' اور رابطوا کا معنی ہے اپنے اسرار کا اللہ کے ساتھ رابطہ رکھو اور ایک قول یہ ہے کہ اصبروا کا معنی ہے اللہ میں صبر کرو' اور صابروا کا معنی ہے اللہ کے ساتھ صبر کرو اور رابطوا کا معنی ہے اللہ کے ساتھ رابطہ رکھو۔
(تاج العروس ج ۳ص ۳۲۴ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

قدرتی مصائب مثلاً مرض' فقر' قحط اور خوف پر ضبط نفس کرنا صبر ہے اور کسی دوسرے شخص کی ناپسندیدہ باتوں' زیادتیوں اور ایذاء رسانیوں پر ضبط نفس کرنا اور اس سے انتقام نہ لینا مصابرہ ہے' سو انسان کو اپنے گھر والوں' پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی طرف سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں ان پر ضبط نفس کرنا اور ان سے بدلہ نہ لینا مصابرہ ہے' اس لیے اصبروا کا معنی ہے قدرتی مصائب پر صبر کرو' اور صابروا کا معنی ہے دوسروں کی ایذا رسانیوں پر ضبط نفس اور صبر کرو۔
(تفسیر کبیر ج ۳ص ۱۲۸ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

مصابرہ کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کے دن تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی' اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے اور عرب کے بعض شرفاء کو بھی آپ نے کچھ عطا فرمایا اور ان کو بھی ترجیح دی' ایک شخص نے کہا خدا کی قسم اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا' اور نہ اس کے ساتھ اللہ کی رضاجوئی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ میں نے کہا بہ خدا میں اس بات کی ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا' پھر میں نے جا کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۱۵۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۰۶۲)

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب مشرکین کو معاف کر دیتے تھے اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث ۶۲۰۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۹۸)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جو شخص اپنے امیر کی کوئی ناگوار چیز دیکھے وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا' اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۸۴۹)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' آپ ہنسے' پھر آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے نہیں دریافت کرتے کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے' اس کا ہر حال خیر ہے اگر اس کو کوئی پسندیدہ چیز ملے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے تو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو کوئی ناگوار چیز ملے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ بھی اس کے لیے خیر ہے اور مومن کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا ہر حال خیر ہو۔

(سنن دارمی' رقم الحدیث : ۲۷۸۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۹۹۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۳' ۳۳۲' ج ۶ ص ۱۶' ۱۵)

مرابطہ کے معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

مرابطہ کی دو قسمیں ہیں' مسلمانوں کی سرحدوں کی نگہبانی اور حفاظت کرنا' کہیں اس پر دشمن اسلام حملہ آور نہ ہوں اور دوسری قسم ہے نفس کا بدن کی نگہبانی اور حفاظت کرنا کہیں شیطان اس سے گناہ نہ کرائے' نبی ﷺ نے فرمایا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا بھی رباط ہے' یہ دوسری قسم ہے اور پہلی قسم کے متعلق یہ آیت ہے :

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (الانفال : ۶۰) ان کے لیے بہ قدر استطاعت ہتھیاروں کی قوت اور گھوڑے باندھنے کو فراہم کرو۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۱۸۶۔ ۱۸۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

آیت مذکورہ میں رابطوا کے محامل

ہر چند کہ انسان ضبط نفس کر کے فی نفسہ صبر کرتا ہے اور لوگوں کی ایذاء رسانی پر بھی صبر کرتا ہے لیکن پھر بھی اس میں شہوت' غضب اور حرص پر مبنی برے اخلاق ہوتے ہیں اور اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس سے جہاد کرے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور جب کبھی شہوت یا حرص کے غلبہ سے کسی گناہ کی تحریک ہو تو اپنے نفس کو اس گناہ سے آلودہ نہ ہونے دے' اور یہ محاسبہ اور نگہبانی اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا ورابطوا واتقوا اللہ یعنی اپنے نفس کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں کامیابی کی امید ہو۔

Marfat.com

چونکہ سورہ آل عمران کی زیادہ تر آیتیں جنگ احد سے متعلق ہیں اور بعض مسلمانوں نے نبی ﷺ کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ شکست سے دوچار ہوئے اور اس شکست پر آزردہ خاطر ہوئے' اس لیے اس آیت کا ایک ظاہری محمل یہ ہے کہ کفار سے جنگ کے دوران ثابت قدم رہو اور جنگ میں ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرو' اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو' اور اس سلسلہ میں اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور کسی قسم کی حکم عدولی نہ کرو تاکہ تمہیں کامیابی اور سرفرازی کی امید ہو۔

اس آیت کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ فی نفسہ صبر کرو اور مخالفوں کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرو اور ہر حال میں اللہ سے رابطہ استوار رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۸۹۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا' ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے افضل ہے' اور اگر وہ مرگیا تو اس کا یہ اجر جاری رہے گا اور وہ فتنہ میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۹۱۳' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۱۶۸' ۳۱۶۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۱۶۷' مسند احمد' ج ۲ ص ۱۷۷' ج ۵ ص ۴۴۱' ۴۴۰' تحفۃ الاشراف : رقم الحدیث : ۴۴۹۱)

فتنہ میں ڈالنے والے سے مراد یا تو منکر نکیر ہیں اور یا اس سے مراد شیطان ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل منقطع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ثواب کو جاری رکھے گا اور جس حدیث میں ہے ابن آدم میں سے ہر ایک کا عمل منقطع ہو جاتا ہے ماسوا تین کے اس کا مطلب ہے ان تین کا عمل منقطع نہیں ہوتا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل منقطع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کا ثواب جاری رکھے گا۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا' اس کے علاوہ ہزار ایام سے افضل ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۷۵' ۶۶' ۶۵' ۶۴' سنن داری' رقم الحدیث : ۲۴۳۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ گناہوں کو مٹا دے اور درجات کو بلند کر دے' صحابہ نے عرض کیا : کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مشقت کے وقت مکمل وضو کرنا' زیادہ قدم چل کر مسجد میں جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا' سو یہی رباط ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۲۵۱' جامع ترمذی' رقم الحدیث : ۵۱' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۱۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷' ۲۰۲)

گناہوں کو مٹانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال سے گناہ مٹا دیئے جائیں' یا گناہ کے مقابلہ میں دل کے اندر جو

Marfat.com

ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے اس کو مٹا دیا جائے' مشقت کے وقت مکمل وضو کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب انسان کو پانی ٹھنڈا لگے یا پانی کے استعمال سے جسم میں تکلیف ہو اس وقت مکمل وضو کرے' دور سے چل کر مسجد میں آنا یہ واضح ہے' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اس سے یا تو مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنا مراد ہے تو یہ اعتکاف کے ایام میں پانچوں نمازوں سے حاصل ہوتا ہے اور عام دنوں میں آسانی سے عصر کے بعد مغرب کی نماز اور مغرب کے بعد مسجد میں عشاء کی نماز کے انتظار میں حاصل ہوتا ہے اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک نماز پڑھ کر اپنے گھر یا دوکان یا دفتر میں آجائے لیکن اس کا دل و دماغ دوسری نماز کے انتظار میں لگا ہوا ہو' تو یہ انتظار پانچوں نمازوں میں آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے' اس کو آپ نے رباط فرمایا ہے کیونکہ رباط سے مراد نفس کو پابند کرنا ہے۔ خواہ سرحد کی حفاظت پر خواہ ان عبادات میں' یا اس لیے کہ رباط کا معنی ہے نفس اور جسم کا عبادات کے ساتھ ارتباط رکھنا' یا رباط کا معنی ہے نگہبانی کرنا خواہ سرحد کی دشمنان اسلام سے نگہبانی کی جائے خواہ وضو سے نماز کی حفاظت کی جائے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کر کے اس کی نگہبانی کی جائے اور اس کو ضائع ہونے سے بچایا جائے' نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے سو یہی رباط ہے اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سورہ آل عمران میں جو رابطو' کا لفظ ہے اس سے مراد ان عبادات کی نگہبانی کرنا ہے۔

آج ۲۲ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء بروز پیر سورہ آل عمران کی تفسیر مکمل ہو گئی' الہ العلمین جس طرح آپ نے آل عمران کی تفسیر مجھ سے مکمل کرائی ہے بقیہ قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور اس تفسیر میں مجھ کو غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھیں اور اس تفسیر تبیان القرآن کو تا روز قیامت مقبول اور اثر آفریں رکھیں اور مجھے' میرے والدین' میرے اساتذہ اور میرے قارئین اور محبین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچائیں اور ان کے لیے دارین کی نعمتوں کا دروازہ کھول دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَعُلَمَآءِ مِلَّتِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَاُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

Marfat.com

سُورَةُ النِّسَاءِ

(۴)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ النساء

سورۃ النساء مدنی ہے' اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے' اس میں ۲۴ رکوع ہیں اور ۱۷۶ آیتیں ہیں۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ چوتھی سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے یہ سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ سورۃ البقرہ کے بعد سب سے بڑی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ

بعض قرائن کی بناء پر علماء نے یہ کہا ہے کہ سورہ النساء کا زمانہ نزول ۳ھ کے اواخر سے لے کر ۴ھ کے اواخر یا ۵ھ کے اوائل تک ہے' شوال ۳ھ میں جنگ احد ہوئی تھی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس وقت ان مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا تھا اس لیے مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں۔ نماز خوف غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی گئی تھی اور یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا تھا اس لئے نماز خوف سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں اور تیمم کی اجازت غزوہ بنو مصطلق میں دی گئی تھی یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا اور اسی موقع پر تیمم کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ ۴ھ میں بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہوا تھا اس لئے اس سے متعلق آیتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ اور سورہ نساء جب نازل ہوئیں تو میں حضور کے پاس تھی۔

اس سورت میں عورتوں کے احکام بہ کثرت بیان کئے گئے ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام سورہ النساء ہے۔

سورۃ النساء کے فضائل

امام احمد' امام حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس نے سات سورتوں کو یاد کرلیا ہے وہ بہت بڑا عالم ہے۔ (ان میں سورہ النساء بھی ہے)

امام ابویعلیٰ' امام ابن خزیمہ' امام ابن حبان' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تکلیف محسوس کی صبح کو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر تکلیف کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا الحمد للہ میں نے سات بڑی سورتیں پڑھ لی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جس نے سورہ نساء کو پڑھ لیا وہ جان لے گا

Marfat.com

کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران)

قرآن مجید کی پہلی سات بڑی سورتوں کو السبع الطوال کہتے ہیں وہ یہ ہیں : البقرہ' آل عمران' النساء' المائدہ' الانعام' الاعراف' الانفال' اور جن سورتوں میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں ان کو مئین کہتے ہیں اور جن سورتوں میں ایک سو سے کم آیتیں ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور مثانی کے بعد مفصل ہیں۔ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ سورہ بروج سے سورہ لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور سورہ لم یکن سے لے کر آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔

سورہ النساء کی سورہ آل عمران کے ساتھ مناسبت اور ارتباط

(۱) سورہ آل عمران تقویٰ اختیار کرنے کے حکم پر ختم ہوتی ہے۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون

(آل عمران : ۲۰۰)

اور سورہ النساء تقویٰ اختیار کرنے کے حکم سے شروع ہوتی ہے۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام

(النساء : ۱)

(۲) ان دونوں سورتوں میں یہود اور نصاریٰ کے خلاف حجت قائم کی گئی ہے۔

(۳) ان دونوں سورتوں میں منافقین کے متعلق بھی قتال کے ضمن میں آیتیں ہیں۔

(۴) ان دونوں سورتوں میں قتال کے متعلق بھی آیتیں ہیں۔

(۵) آل عمران میں غزوہ احد کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں اور اس سورت میں بھی "فما لکم فی المنافقین فئتین میں غزوہ احد کا ذکر ہے۔

(۶) سورہ آل عمران میں غزوہ حمراء الاسد کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی ولا تھنوا فی ابتغاء القوم میں اس کا ذکر ہے۔

(۷) انسان کو چار چیزوں سے بنیادی فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں علم' شجاعت' عدل اور عفت۔ سورہ آل عمران میں علم اور شجاعت کو اہمیت سے بیان کیا ہے۔ علم کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ نزل علیک الکتاب بالحق۔ (آل عمران : ۳) وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون.... (آل عمران : ۷) اور شجاعت کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران : ۱۳۹) فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ (آل عمران : ۱۴۶) علم اور شجاعت کا ذکر سورہ آل عمران کی بہت سی آیتوں میں کیا گیا ہے اور سورہ النساء میں عدل اور عفت کے متعلق بہت آیات ہیں جیسا کہ عنقریب اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ واضح ہو جائے گا۔

(۸) سورہ آل عمران میں جنگ بدر اور جنگ احد کے واقعات کے ضمن میں مخالفین کے ساتھ سلوک کا ذکر تھا سورہ النساء میں اپنوں کے ساتھ سلوک کا ذکر ہے مثلاً" یتیموں رشتہ داروں اور بیویوں کے ساتھ۔

(۹) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

یوسف بن ماھک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عراقی آیا اور اس نے پوچھا کون سا کفن بہتر ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خیر تو ہے، تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا اے ام المومنین مجھے اپنا مصحف دکھائیے؟ آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا شاید میں اس کے مطابق قرآن کو جمع کروں کیونکہ اب قرآن مجید کو غیر منظم طور سے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اس سے پہلے جو تم نے پڑھا اس سے تمہیں کیا نقصان ہوا؟ آپ نے فرمایا پہلے مفصل کی سورتیں نازل ہوئی تھیں اگر ابتداء میں یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی بھی شراب کو نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم نازل ہوتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی بھی زنا نہیں چھوڑیں گے۔ سیدنا محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا اس وقت میں کھیلنے والی بچی تھی۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ۔ بلکہ ان سے اصل وعدہ قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے۔ (القمر : ۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عراقی سے فرمایا اور جب سورہ بقرہ اور سورہ نساء نازل ہوئیں اس وقت میں آپ ہی کے پاس تھی پھر حضرت عائشہ نے اس کے لئے مصحف نکالا اور اس کو سورت کی آیتیں لکھوائیں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث : ۴۹۹۳)

سورہ النساء کے مضامین کا خلاصہ

- ○ رشتہ داروں سے حسن سلوک، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی اور تعدد ازدواج کی اجازت۔ (النساء : ۱-۶)
- ○ وراثت کے احکام (النساء : ۷-۱۴)
- ○ معاشرہ سے فحاشی اور بے حیائی ختم کرنے کے ابتدائی احکام (النساء : ۱۵-۱۸)
- ○ اس کا بیان کہ کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز۔ (النساء : ۱۹-۲۵)
- ○ اعمال صالحہ اور توبہ کی تلقین، مسلمان کا مال ناحق کھانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کی ممانعت۔ (النساء : ۲۶-۳۱)
- ○ عائلی اور معاشرتی احکام، والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا بیان اور بخل کی مذمت۔ (النساء : ۳۲-۴۰)
- ○ ایمان اور اعمال صالحہ کی نصیحت، یہود کی شرارتوں کا رد اور مسلمانوں کو یہود سے خبردار کرنا۔ (النساء : ۴۱-۵۹)
- ○ منافقین کو سرزنش، جہاد کی تلقین، دار الحرب میں گھرے ہوئے مسلمانوں کے احکام، مسلمانوں کو منافقوں سے متنبہ کرنا۔ (النساء : ۶۰-۱۲۶)
- ○ یتیموں سے متعلق احکام کی تفصیل، منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو نصیحت۔ (النساء : ۱۲۷-۱۷۶)

اس سورت میں اور اسی طرح قرآن مجید کی باقی سورتوں میں صرف فقہی اور شرعی احکام نہیں ہیں بلکہ شرعی احکام کے ساتھ دعوت و تذکیر کا سلسلہ بھی ہے۔ ہم نے اپنی اس تفسیر میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ جن آیات کا تعلق دعوت و تذکیر اور وعظ و نصیحت کے ساتھ ہے وہاں بہ کثرت احادیث بیان کی ہیں اور جن آیات میں شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں وہاں ہم نے مذاہب فقہاء بیان کئے ہیں اور باقی مذاہب کے مقابلہ میں فقہ حنفی کی ترجیح اور برتری بیان کی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے استنباط شدہ مسائل کی تائید میں قرآن مجید کی آیات، احادیث اور آثار بیان کئے ہیں۔ اب ہم سورہ النساء کی تفسیر شروع کریں گے فنقول و باللہ التوفیق۔ ۲۴ صفر، ۱۴۱۷ھ، ۱۰ جولائی، ۱۹۹۶ء بروز بدھ۔

Marfat.com

سُوۡرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسَبۡعُوۡنَ اٰيَةً وَّاَرۡبَعٌ وَّعِشۡرُوۡنَ رُكُوۡعًا

سورہ نساء مدنی ہے اور اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص (آدم) سے پیدا

وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ

کیا، اور اسی سے اس کی بیوی (حوا) پیدا کی اور ان دونوں سے بہ کثرت مردوں اور عورتوں

نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کو پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور رشتہ داروں سے

كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ۞ ۱

قطع تعلق کرنے سے ڈرو، بےشک اللہ تم پر نگہبان ہے ○

خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیویوں' بچوں' یتیموں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے' ان پر شفقت کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یتیموں کے مال کی حفاظت اور وراثت کا حکم دیا ہے۔ طہارت حاصل کرنے' نماز پڑھنے اور مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان تمام احکام پر عمل صرف خوف خدا سے ہو سکتا ہے اس لئے اس سورت کے اول ہی میں فرما دیا: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو' اس کے بعد فرمایا جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا' اس میں یہ تنبیہہ ہے کہ تم کو عدم سے وجود میں لانے والا' اور تمہارا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تم اس کے مملوک ہو اور مملوک پر حق ہے کہ وہ اپنے مالک کی اطاعت کرے اس وجہ سے تم بھی اللہ کے احکام کی اطاعت کرو۔ نیز تمام احکام کا دارومدار دو چیزوں پر ہے خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت سو پہلے اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا پھر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان سے قطع تعلق کرنے سے منع فرمایا۔

اسلام میں رنگ و نسل کا امتیاز نہیں ہے

اس آیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے اور قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے اور اس کی یہ علت بیان

Marfat.com

فرمائی کہ تم سب لوگ ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہو کیونکہ انسان سرخ، سفید اور سیاہ رنگ میں مختلف ہیں۔ قد اور قامت میں مختلف ہیں۔ خوب صورت اور بدصورت ہونے اور نسل اور نسب میں مختلف ہیں اس کے باوجود سب انسانوں کی بنیادی شکل وصورت اور وضع قطع ایک ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ سب ایک ہی شخص سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب اس کی اولاد ہیں اس لئے رنگ اور نسل میں اختلاف کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے پر رحم کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کے کام آنا چاہئے :

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے اور کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا کسی اور وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث : ۴۷۶۶ ج ۵ ص ۳۷۶)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے اور تمہارا باپ آدم ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث : ۲۰۴۴، ج ۲ ص ۴۳۵)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام بزار کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)

اس حدیث کو امام احمد متوفی ۲۴۱ھ نے حضرت ابو نضرہ سے روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱)

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث : ۵۱۳۰، ج ۴ ص ۲۸۶، رقم الحدیث ۵۱۳۷، ج ۴ ص ۲۸۹)

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دو غلام تھے ایک حبشی تھا اور دوسرا نبطی۔ وہ آپس میں لڑ پڑے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے ایک نے کہا اے حبشی دوسرے نے کہا اے نبطی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو تم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث : ۴۱۳۱، ج ۴ ص ۱۴۴، المعجم الصغیر رقم الحدیث : ۵۷۳، ج ۱ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف راوی ہے لیکن اس کی حدیث حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۶)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سادات کا نکاح غیر سادات میں جائز نہیں ہے، ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

رشتہ داروں سے تعلق توڑنے پر وعید اور تعلق جوڑنے پر بشارت

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری۔ رقم الحدیث ۵۹۸۴ صحیح مسلم رقم الحدیث : ۲۵۵۶، جامع ترمذی رقم الحدیث : ۱۹۰۹)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم' رحمن کے آثار میں سے ایک اثر ہے اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا جو تجھ سے وصل کرے گا میں اس سے وصل کروں گا اور جو تجھ کو قطع کرے گا میں اس کو قطع کروں گا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۹۸۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۵۴ جامع ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۰۷)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں :

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر بڑھائی جائے اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بری موت کو دور کیا جائے وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحم کرے (رشتہ داروں سے تعلق جوڑے)۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث ۱۸۷۹ ج ۲ ص ۳۷۴' المعجم الاوسط' رقم الحدیث ۵۶۲۲ ج ۶ ص ۲۹۱)

امام بزار کی سند صحیح ہے ماسوا عاصم بن ضمرہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کردے گا۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں وہ کون سی تین خصلتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو تم کو محروم کرے اس کو دو' جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑو' جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔ جب تم یہ کرلو گے تو اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث ۱۹۰۶' المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۹۱۳ ج ۱ ص ۲۹۷)

اس کی سند میں سلیمان ابن داؤد یمامی متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۴)

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا

اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان

تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ

کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ اگر تمہیں یہ

خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو،

النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

دو، دو سے تین تین سے اور چار چار سے، پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کرسکو گے

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ ۭ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ

تو (صرف) ایک سے نکاح کرو، یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو، یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ

Marfat.com

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو، تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے

فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـــًٔـا مَّرِيْٓـــًٔـا ④

مزے سے کھاؤ ○

یتیم کا مال ادا کرنے کا حکم

اس آیت میں یتیموں کے سرپرستوں کو خطاب ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کو دے دیئے جائیں، یتیم کا ولی اس کا اچھا مال رکھ لیا کرتا تھا اور اپنا خراب مال اس کو دے دیتا تھا اس آیت میں ان کو اس سے منع کیا گیا۔

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا یہ آیت غطفان کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کے پاس اس کے یتیم بھتیجے کا بہت سارا مال تھا جب یتیم بالغ ہوا تو اس نے اپنا مال طلب کیا، اس کے چچا نے اس کو منع کیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی ﷺ نے اس شخص کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی، اس شخص نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور بہت بڑے گناہ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اس نے اپنے بھتیجے کو مال دے دیا اس جوان نے اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ)

یتیم کا مال کھانے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی مذمت اور حسن سلوک کی تعریف

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۸۵۷، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۸۷۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث، ۳۶۷۹ ج ۴ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابی سلیمان ہے، امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے، (تاریخ الکبیر ج ۸ ص ۲۹۹۹) امام ابوحاتم نے کہا وہ مضطرب الحدیث ہے (الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۶۳۸) امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات ج ۹ ص ۲۶۳)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی آپ نے فرمایا : یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷ '۲۶۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کرسکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء : ۳)

نکاح کی ترغیب اور فضیلت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۹۰۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۴۰۰' جامع ترمذی' رقم الحدیث : ۱۰۸۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۰۴۶' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۲۰۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۸۴۵)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت سے ہے۔ جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا۔ وہ میرے طریقہ (کاملہ) پر نہیں ہے' نکاح کرو کیونکہ تمہاری وجہ سے میری امت دوسری امتوں سے زیادہ ہو گی' جس کے پاس طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جس کے پاس طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے' کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۱۸۴۶)

اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن میمون ایک ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث کا ایک صحیح شاہد ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں : ختنہ کرنا' عطر لگانا' مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی' رقم الحدیث ۱۰۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دنیا عارضی نفع کا سامان ہے اور اس میں بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۴۶۷' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۲۳۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۱۸۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے خوف کے بعد مومن کے فائدہ کی سب سے اچھی چیز اس کی نیک بیوی ہے اگر وہ اس کو حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اگر وہ اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے اگر وہ اس پر قسم کھائے تو وہ اس کی قسم کو پورا کرے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو اس کی جان اور مال کی خیرخواہی کرے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۸۵۷)

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں علی بن یزید بن جدعان ضعیف ہے لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں کے پاس تین شخص آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب ان کو آپ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس کو کم گمان کیا انہوں نے کہا کہاں ہم کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دیئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ ساری عمر روزے رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور ساری عمر نکاح نہیں کروں گا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس اس طرح کہا تھا بہ خدا میں تم سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (کاملہ) پر نہیں ہے۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث' ۵۰۶۳ صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۴۰۱ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۷' شعب الایمان ج ۴ ص ۳۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کسی عورت سے چار سبب سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے' اس کے حسب (آباء و اجداد کا شرف اور فضیلت) کی وجہ سے' اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تم اس کو اس کی دینداری کی وجہ سے طلب کرو' تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۹۰' صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۴۶۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث : ۲۰۴۷' سنن نسائی رقم الحدیث : ۳۲۳۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۸۵۸' سنن دارمی رقم الحدیث : ۲۱۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۸۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کئی خصلتوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے حسن کی وجہ سے' اس کے مال کی وجہ سے' اس کے عمدہ اخلاق کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے' تم دیندار اور اچھے اخلاق والی سے نکاح کرو تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۸۰' کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث : ۱۴۰۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث : ۱۰۰۸)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دنیا کی (یہ چیزیں) میرے نزدیک محبوب کی گئی ہیں۔ عورتیں' خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔

(سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۹۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۵' ۱۹۹' ۱۲۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث : ۳۴۶۹' ۳۵۱۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۸)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

ابو نجیح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کرنے کی مالی وسعت رکھتا ہو پھر نکاح نہ کرے، وہ میری سنت (میرے طریقہ کاملہ) پر نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۹۹۳' ج ۱ ص ۵۲۸' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۱)

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں :

عبید بن سعد نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں : آپ نے فرمایا جو میری فطرت سے محبت رکھتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے اور میری سنت سے نکاح ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث : ۲۷۴۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۸، الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴، شعب الایمان ج ۴ ص ۳۸۱)

یہ حدیث مرسل ہے (ابن حجر) اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۲)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے قریش کے جوانو! زنا نہ کرو جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث ۱۴۰۱، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۲۸ رقم الحدیث : ۲۷۷۶، المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۶۸۴۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۳)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۶۳۱ جامع ترمذی، رقم الحدیث : ۱۳۷۶، سنن نسائی رقم الحدیث ۳۶۵۳، الادب المفرد، رقم الحدیث : ۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲، مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۱۶۷، رقم الحدیث : ۱۵۲)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے ایک معزز خاندان کی خوبصورت عورت ملی ہے لیکن وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پھر دوسری اور تیسری بار پوچھا آپ نے فرمایا (خاوند سے) محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے امتوں پر فضیلت حاصل کروں گا۔ (سنن ابو داؤد، رقم الحدیث : ۲۰۵۰، سنن نسائی، رقم الحدیث : ۳۲۲۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث : ۱۸۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۸، ۲۴۵، ۳۵۴، ج ۴ ص ۳۴۹، ۳۵۱)

نکاح کی حکمتیں اور فوائد

(۱) نکاح کے ذریعے نسل انسان کا فروغ ہوتا ہے انسان میں شہوت اس لئے رکھی گئی ہے کہ مذکر بیج کا اخراج کرے اور مونث کی کھیتی میں اس کی کاشت کرے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے بغیر بھی نسل انسانی کی افزائش کرسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ اسباب کا مسببات پر ترتب ہو، مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی وجہ سے اولاد کی طلب کی کوشش کرے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے آپ کی امت کو بڑھانے کی کوشش کرے۔

(۲) نکاح کے ذریعہ اولاد کا حصول ہوتا ہے اور انسان کو نیک اولاد کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں جو بعض اوقات اس کی بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

(۳) انسان اولاد کی اچھی تربیت کرکے ملک وملت کی تعمیر اور استحکام کے لئے افراد مہیا کرتا ہے۔

Marfat.com

(۴) اولاد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے اس حصہ پر عمل کا موقعہ ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے ان پر عمل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(۶) اولاد کی تربیت اور پرورش کرکے مسلمان اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(۷) جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔

(۸) بچوں کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے انسان بیمار ہو تو بچے اس کی تیمار داری کرتے ہیں۔

(۹) بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ محنت کرنے اور کمانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے ملک و ملت کی تعمیر اور ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۰) بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۱) شادی شدہ شخص معاشرہ میں الگ تھلگ نہیں رہتا اور اس کو عزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی معاشرتی اور تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۲) اولاد کی شادی بیاہ کی وجہ سے نئی نئی رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱۳) بچے اگر کم عمری میں فوت ہو جائیں تو وہ ماں باپ کی شفاعت کرتے ہیں اور ان کی مغفرت کا سبب بن جاتے ہیں۔

(۱۴) ماں باپ کی تعلیم کی وجہ سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے ان کا اجر ماں باپ کو ملتا رہتا ہے۔

(۱۵) بعض اوقات اولاد کی نیکیوں سے ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

(۱۶) نکاح کے ذریعہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور وہ بدکاریوں سے بچا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نکاح کرتا ہے وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے سو باقی نصف دین کو محفوظ کرنے کے لئے خدا سے ڈرنا چاہئے (المعجم الاوسط، رقم الحدیث : ۷۶۴۳)

(۱۷) انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے :

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (الاعراف : ۱۸۹)

اللہ وہ ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

(۱۸) نکاح کی وجہ سے انسان پر اس کی بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق و فرائض اس کے ساتھ متعلق ہو جاتے ہیں اور اس کی قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۹) انسان اپنے اہل اور عیال کی اصلاح میں مصروف ہوتا ہے اور جو شخص صرف اپنی اصلاح میں منہمک ہو اس سے اس کا درجہ بہت زیادہ ہے جو اپنے اہل و عیال کی اصلاح میں بھی مشغول ہو۔

(۲۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

(کنز العمال، رقم الحدیث : ۴۴۴۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بال بچوں

Marfat.com

کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا اپنی دو رشتہ دار لڑکیوں پر خرچ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا یا ان سے کفایت کر دی تو وہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب ہو جائیں گی۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ رقم الحدیث : ۳۹۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا تم میں سے جو عورت تین نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرے گی وہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب بن جائیں گے ایک عورت نے پوچھا اور دو پر؟ فرمایا دو پر۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث ۱۰۱' صحیح مسلم رقم الحدیث : ۲۶۳۳' جامع ترمذی رقم الحدیث : ۱۰۵۹' سنن نسائی رقم الحدیث ۱۸۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۱۶۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' ۴۲۹' ۴۵۱' ج ۲ ص ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

بعض لوگوں کی سرپرستی اور ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہوتی تھی اس کا سرپرست اس سے شادی کرنا چاہتا لیکن اس کو پورا مہر نہیں دینا چاہتا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا اے بھتیجے ایک سرپرست کے زیر پرورش ایک یتیم لڑکی ہوتی جو اس کے مال میں شریک ہوتی۔ اس شخص کو اس لڑکی کا مال اور اس کا حسن و جمال پسند آتا وہ اس کے مہر میں عدل و انصاف کئے بغیر اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا اور اس لڑکی کو جتنا مہر دوسرے لوگ دیتے اس سے کم مہر دینا چاہتا تو ایسے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا حتیٰ کہ وہ ان کے مہر میں عدل و انصاف کریں اور رواج کے مطابق ان جیسی لڑکیوں کو جتنا مہر ملتا ہے اتنا مہر ان کو دیں۔ (اور اگر وہ ایسا نہ کریں) تو ان یتیم لڑکیوں کے سوا اور لڑکیاں جو ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کرلیں۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث ۲۴۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث : ۳۰۱۸' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۰۶۸' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۳۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکی سے نکاح جائز ہے کیونکہ یتیم نابالغ کو کہتے ہیں اور لڑکیوں کو رواج کے مطابق مہر دینا چاہئے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لڑکیاں تم کو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو اور لفظ "ما" عام ہے' اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جواز نکاح کے لئے کفو کی شرط لگانا غلط ہے اور سیدہ کا غیر سید سے نکاح کرنا جائز ہے اس پر حسب ذیل دلائل ہیں :

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اس کے خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح

Marfat.com

کرو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہو گا اور بہت بڑا فساد ہو گا۔
(الجامع الصحیح' رقم الحدیث : ۱۰۸۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۹۶۷' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۸۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴' مراسیل ابو داؤد ص ۱۱' کنزالعمال رقم الحدیث : ۴۴۶۹۵' مصابیح السنہ رقم الحدیث : ۲۲۹۵)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے اس حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے :
یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کردو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہو گا اور بہت بڑا فساد ہو گا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۱۰۳۲۵' ج ۶ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :
حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق دے دی در آں حالیکہ وہ غائب تھے۔ ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے وہ ناراض ہو گئیں وکیل نے کہا بہ خدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے' حضرت فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں' پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ تو وہ مفلس آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے' تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو' میں نے ان کو ناپسند کیا آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو' میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۴۸۰' جامع ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۳۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۲۸۴' سنن نسائی رقم الحدیث : ۳۴۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث : ۱۸۶۹' موطا امام مالک' رقم الحدیث : ۱۲۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۲)

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ غلام زادے تھے ان کے کفو نہ تھے' لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کر دیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے اور بسا اوقات اس میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابو حذیفہ جنگ بدر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے' حضرت ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا' سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے' حضرت ابو حذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۰۸۸ سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۲۸۰' مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۵۵' سنن کبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۱۳۷)
اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے ایک آزاد قرشیہ کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔

Marfat.com

ان احادیث میں تصریح ہے کہ نکاح کے جواز کے لئے نسب میں کفو اور مساوات اور مماثلت کی شرط لگانا ازروئے اسلام صحیح نہیں ہے۔

کفو میں نکاح کی شرط کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

علامہ حامد آفندی حنفی سے سوال کیا گیا کہ ایک ہاشمی شخص نے دانستہ اپنی مرضی سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک غیر ہاشمی شخص سے کردیا آیا یہ نکاح صحیح ہے؟ جواب ہاں اس صورت میں نکاح صحیح ہے۔

(تنقیح الفتاوئ الحامدیہ ج ا ص ۲۱' مطبوعہ کوئٹہ)

افضل اور انسب یہی ہے کہ کفو میں یعنی ایک جیسے خاندانوں میں نکاح کیا جائے تاکہ شوہر اور اس کی زوجہ کے درمیان ذہنی یگانگت رہے اور خاندان کی ناہمواری کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا نہ ہوں تاہم اگر کسی وقت کسی وجہ سے ماں باپ کسی مصلحت کی بناء پر غیر کفو میں رشتہ کردیں مثلاً" سیدہ کا غیر سید سے نکاح کردیں تو یہ نکاح جائز ہے امام احمد کے نزدیک اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول کے مطابق کفو شرط ہے اور دوسرے کے مطابق کفو شرط نہیں ہے۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۷ ص ۲۶) امام مالک کے نزدیک جواز نکاح کے لئے کفو شرط نہیں ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴) امام شافعی کے نزدیک غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۱۵' روضۃ الطالبین ج ۷ ص ۸۴) فقہاء احناف میں سے امام ابوبکر جصاص اور امام کرخی کے نزدیک کفو مطلقاً" شرط نہیں ہے اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک اگر لڑکی کے اولیاء (سرپرست) غیر کفو میں اس کی مرضی سے نکاح کردیں تو نکاح صحیح ہے اور اگر لڑکی خود غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے اولیاء کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے اور وہ عدالت سے یہ نکاح منسوخ کرا سکتے ہیں۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۱۸)

اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل جانبین کے دلائل اور بحث و نظر کے لئے شرح صحیح مسلم ج ۳ اور ج ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ دو دو سے' تین تین سے اور چار چار سے۔

(النساء : ۳)

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص مالی اور جسمانی طور پر متعدد بیویاں رکھ سکتا ہو وہ بہ شرط عدل و انصاف چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے اور اگر وہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہ کرسکے تو وہ صرف ایک بیوی کو نکاح میں رکھے۔

تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات

اسلام نے بہ شرط عدل چار عورتوں سے نکاح کی جو اجازت دی ہے اس پر مستشرقین اعتراض کرتے رہتے ہیں دوسری طرف کچھ آزاد خیال مسلمان ہیں جو اپنے آپ کو اللہ اور رسول سے زیادہ حقوق انسانیت کا محافظ سمجھتے ہیں ان ہی لوگوں کے اثر سے پاکستان میں عائلی قوانین بنائے گئے اور بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کے لئے دوسری شادی کرنا قانوناً" ممنوع قرار دے دیا گیا۔ سالہا سال سے تادم تحریر پاکستان میں یہ قانون نافذ ہے حالانکہ ملک کے تمام اہل فتویٰ علماء اس قانون کو مسترد کرچکے ہیں۔ بعض معاشرتی مشکلات کے لئے تعدد ازدواج کی رخصت ایک معقول حل ہے اور اس کے بغیر اور کوئی

Marfat.com

چارہ کار نہیں ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورتوں کی اوسط پیدائش مردوں کی اوسط پیدائش سے زیادہ ہوتی ہے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کی شرح پیدائش میں ایک اور دو کی نسبت ہے اب اگر ہر مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے تو سوال یہ ہے کہ جو عورتیں بچ جائیں گی ان کے لئے کیا طریقہ تجویز کیا جائے گا اس مسئلہ کے حل کی صرف تین صورتیں ہیں :

(ا) باقی ماندہ عورتیں تمام عمر شادی کے بغیر گزار دیں اور اپنی جنسی خواہش کبھی کسی مرد سے پوری نہ کریں۔

(ب) باقی عورتیں بغیر شادی کے ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کریں۔

(ج) باقی عورتوں سے وہ مرد شادی کرلیں جو مالی اور جسمانی طور سے اس کے اہل ہوں۔

پہلی صورت فطرت کے خلاف ہے اور عام بشری طاقت سے باہر ہے۔ دوسری صورت دین اور قانون دونوں اعتبار سے ناجائز اور گناہ ہے اس لئے قابل عمل' معروف' فطری اور پسندیدہ صورت صرف تیسری صورت ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بالعموم مرد ساٹھ سال کی عمر تک جنسی عمل کا اہل اور تروتازہ رہتا ہے جب کہ عورت بالعموم دس بارہ بچے جن کر چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد جنسی عمل کے لئے پرکشش یا اہل نہیں رہتی اب اگر صرف ایک بیوی سے نکاح کی اجازت ہو تو مرد اپنی زندگی کے بیس سال کیسے گزارے گا۔ اس کی بھی صرف تین صورتیں ہیں۔

(ا) ان بیس سالوں میں مرد اپنی جنسی خواہش کو بالکل پورا نہ کرے۔

(ب) اس عرصہ میں مرد ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرے۔

(ج) اس عرصہ کے لئے مرد دوسری عورت سے نکاح کرلے۔

پہلی صورت غیر فطری ہے اور دوسری صورت غیر قانونی اور غیر شرعی ہے اس لئے قابل عمل صرف تیسری صورت ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ مرد اور عورت کی جسمانی اہلیت میں عمر کا یہی معیار ہو' اس میں کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے لیکن بعض صورتوں میں یہ مشکل بہرحال پیش آتی ہے اور تعدد ازدواج کے سوا اس کا اور کوئی معقول حل نہیں ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کی بیوی بانجھ ہوتی ہے جس سے اولاد نہیں ہوسکتی اور انسان اپنی نسل بڑھانے اور اپنا سلسلہ نسب آگے منتقل کرنے کے لئے طبعی طور پر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے اس مشکل کے حل کی بھی صرف دو صورتیں ہیں۔

(ا) پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری شادی کرلے۔

(ب) پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کرلے۔

اور عدل وانصاف کے مطابق اور انسانی ہمدردی کے نزدیک تر صرف دوسری صورت ہے جو اسلام کے تعدد ازدواج کے اصول پر مبنی ہے کیونکہ جو عورت بانجھ ہو اس کو خود بھی اولاد کی پیاس ہوتی ہے اور شوہر کی اولاد سے بھی اس کی ایک گونہ تسکین ہوجاتی ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ کسی شخص کی بیوی ایک متعدی مرض میں مبتلا ہو یا اس کو کوئی ایسی بیماری ہو

Marfat.com

جس میں شفاء کی امید بالکل نہ ہو یا بہت کم ہو اور اس کا شوہر جوان اور صحت مند ہو۔ اب اس شخص کے سامنے صرف چار راستے ہیں۔

(ا) اس عورت کو طلاق دے دے۔

(ب) تمام عمر جنسی خواہش پوری نہ کرے۔

(ج) ناجائز طریقہ سے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔

(د) وہ شخص دوسری شادی کر لے۔ عدل و انصاف اور انسانی ہمدردی کے اعتبار سے یہی صورت قابل عمل ہے۔

چار بیویوں پر اقتصار کی توجیہہ

صاحب استطاعت کو چار بیویوں کی اجازت دینے میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس کی صرف ایک یا دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں ماہواری کے ایام میں ہوں اور اس کا خاوند صحت مند' قوی اور توانا ہو تو اس کا نفسانی خواہش پر قابو پانا مشکل ہو گا اور جب اس کی چار بیویاں ہوں گی تو ایسا بہت کم اتفاق ہو گا کہ وہ چاروں بہ یک وقت حیض اور نفاس کے مسائل سے دو چار ہوں اور اگر چار سے زیادہ نکاح کی اجازت ہوتی تو اس بات کا خدشہ تھا کہ وہ ان کے حقوق ادا نہیں کر سکے گا اور بیویوں کے ساتھ بے انصافی ہو گی کیونکہ تمام بیویوں کے حقوق ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ "اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر صرف ایک عورت سے نکاح کرو"۔ بیویوں کی باری مقرر کرنے میں' ان کے ساتھ جماع کرنے اور ان کے کھانے' پینے' کپڑوں اور رہائش میں مساوات کرنا عدل اور انصاف ہے اور اگر اس کو کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت اور دوسری سے کم ہو تو یہ عدل اور انصاف کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے صرف چار بیویوں پر اکتفا کرنا عدل اور متوسط صورت ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بیویوں کی تعداد کی کوئی حد معین نہیں تھی۔ تاہم اسلام میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت اسی شخص کے لئے ہے جو عدل و انصاف کے ساتھ ان کے حقوق ادا کر سکے اور چار سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ احادیث میں ہے کہ جن مسلمانوں نے پہلے چار سے زیادہ بیویاں رکھی ہوئی تھیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ان میں سے چار کو منتخب کر کے رکھ لیں اور باقی کو الگ کر دیں۔

قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے اور ان کی زمانہ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو گئیں تو ان کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ ان میں سے چار کو اختیار کر لیں۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۳۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۹۵۳)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار کو اختیار کر لو۔

(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۹۵۲' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۲۴۲)

Marfat.com

قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ زکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کرلو' اس حدیث کی ظاہری عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرد کو اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جن کو چاہے رکھ لے۔ خواہ ان تمام بیویوں سے عقد واحد میں نکاح کیا ہو یا ہر بیوی سے الگ الگ عقد کیا ہو اور اس میں پہلی اور پچھلی کا امتیاز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بغیر کسی استثناء اس کی طرف اختیار مفوض کردیا ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے اور اسحٰق بن راہویہ' محمد بن الحسن اور حسن بصری سے بھی یہی منقول ہے۔ اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ اگر ان سب سے عقد واحد میں نکاح کیا ہے تو تمام بیویوں کو اس سے الگ کردیا جائے گا اور اگر اس نے متعدد بیویوں سے یکے بعد دیگرے ترتیب سے نکاح کیا ہے تو علی الترتیب پہلی چار سے نکاح صحیح ہوگا اور چار سے زائد بیویوں کو اس سے الگ کردیا جائے گا۔

حافظ منذری فرماتے ہیں مذکور الصدر احادیث سے یہ معنی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ان احادیث کی رو سے یہ جائز ہے کہ جس کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں ہیں وہ ان میں سے کسی بھی چار بیویوں کو اختیار کرلے خواہ وہ پہلی ہوں یا پچھلی' اور جو ائمہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ دیکھنا ہوگا کہ جن کے ساتھ ماضی میں نکاح صحیح تھا وہ اسلام لانے کے بعد نکاح میں برقرار رہیں گی تو ان پر یہ لازم آئے گا کہ ماضی میں جو نکاح بغیر گواہ اور ولی کی اجازت کے بغیر کئے گئے ہوں وہ بھی اسلام لانے کے بعد صحیح نہ ہوں اور نہ وہ نکاح صحیح ہوں جو پہلے خاوند کی عدت میں کئے گئے اور اگر یہ نکاح اس لئے صحیح قرار دیئے جائیں کہ یہ جاہلیت کے نکاح تھے اور اسلام لانے کے بعد وہ معاف ہوگئے ہیں تو اسی طرح متعدد ازواج کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے اور تقدیم اور تاخیر سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اگر کسی نے جاہلیت میں اپنی ماں یا بہن سے نکاح کرلیا تو وہ بھی اسلام لانے کے بعد صحیح ہونا چاہئے کیونکہ ماں یا بہن ذوات میں سے ہیں وہ ہر حال میں ماں اور بہن ہی رہیں گی اس کے برخلاف کسی بیوی کا مقدم یا موخر ہونا اوصاف میں سے ہے۔

(مختصر سنن ابو داؤد ج ۳ ص ۱۵۷-۱۵۵' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

ہاں امام اعظم کے مذہب پر اس حدیث کا جواب مشکل ہے کیونکہ ابن ہبیرہ نے یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص مسلمان ہوا اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں تھیں تو امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اگر ان سب سے بہ یک وقت نکاح کیا ہے تو یہ نکاح باطل ہے اور اگر یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے تو پہلی چار کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا اور باقی کے ساتھ نکاح باطل ہوگا' اور ائمہ ثلاثہ نے حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس کو اختیار ہوگا وہ ان میں سے جن چار کو چاہے اپنے نکاح میں رکھ لے اور باقی کو چھوڑ دے۔ (روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث صحیحہ صریحہ کا اقوال ائمہ پر مقدم ہونا

اس مسئلہ میں بلکہ ہر مسئلہ میں ہمارا یہ موقف ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ ہر امام کے قول پر مقدم ہیں البتہ جس مسئلہ

Marfat.com

میں دو حدیثیں ہوں کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا اور دوسرے امام نے دوسری حدیث پر عمل کیا تو ہم اسی حدیث پر عمل کریں گے جس پر ہمارے امام نے عمل کیا ہے اور اس کی وجہ ترجیح بیان کریں گے جیسا کہ عنقریب مہر کی مقدار میں انشاء اللہ واضح ہو جائے گا' اور جس مسئلہ میں بہ ظاہر قرآن اور حدیث کا تعارض ہو اور ہمارے امام نے قرآن پر عمل کیا ہو ہم اس حدیث کو قرآن مجید کے مطابق کر کے اس کی توجیہہ کریں گے اور جس مسئلہ میں ایک طرف حدیث ہو اور دوسری طرف محض رائے اور قیاس ہو تو اس صورت میں ہمارے نزدیک حدیث مقدم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح اور صریح حدیث کو کسی امام کے قول اور اس کی رائے کی بناء پر ترک کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور زیر بحث صورت ایسی ہی ہے اس لئے صحیح یہی ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جس شخص کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ شخص اور اس کی تمام بیویاں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو اس شخص کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے جن چار کو چاہے رکھ لے اور باقی کو چھوڑ دے' میں نے تقریباً" بیس اکیس سال پہلے تذکرۃ المحدثین میں اس کے خلاف لکھا تھا' اس سے میں اب رجوع کرتا ہوں۔

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کا بیان

تعدد ازدواج کی بحث میں مستشرقین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں اور ان کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا زیادہ نفسانی خواہشوں پر مبنی ہے' نیز آپ نے تزویج کی زیادہ سے زیادہ حد چار بیویاں مقرر کی ہے پھر آپ کا یہ عمل خود آپ کے قول کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کی ازواج کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی وہ ایک بیوہ خاتون تھیں پچاس سال کی عمر تک آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پچیس سال بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ہجرت سے دو سال پہلے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا تھا اور ہجرت کے ایک سال بعد ان کی رخصتی عمل میں آئی پھر واقعہ بدر کے دو سال بعد حضرت ام سلمہ سے نکاح ہوا' ہجرت کے دو سال بعد حضرت حفصہ سے نکاح ہوا پھر ۳ھ میں حضرت زینب بن جحش سے نکاح ہوا پھر ۵ھ میں حضرت جویریہ سے نکاح ہوا پھر ۶ھ میں حضرت ام حبیبہ سے نکاح ہوا۔ پھر ۷ھ میں حضرت صفیہ سے نکاح ہوا پھر میمونہ بنت الحارث پھر فاطمہ بنت سریح پھر زینب بنت خزیمہ پھر ہند بنت یزید پھر اسماء بنت النعمان پھر قتیلہ بنت الاشعث پھر شتاء بنت اسماء سے نکاح کیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۱۴۵)

ابو طاہر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے پندرہ خواتین سے نکاح کیا' تیرہ ازواج کی رخصتی ہوئی اور آپ کے پاس گیارہ ازواج نکاح میں جمع ہو گئیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں۔

مشہور یہ ہے کہ گیارہ ازواج کی رخصتی ہوئی اور دو میں اختلاف ہے ان گیارہ ازواج میں سے چھ قرشیہ تھیں چار غیر قرشیہ اور ایک بنو اسرائیل میں سے تھیں۔

جو چھ ازواج قرشیہ تھیں ان کی تفصیل یہ ہے : حضرت خدیجہ' حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت ام حبیبہ' حضرت ام سلمہ' حضرت سودہ بنت زمعہ' اور جو چار ازواج عربیہ غیر قرشیہ تھیں وہ یہ ہیں : حضرت زینب بنت جحش'

Marfat.com

حضرت میمونہ بنت الحارث' حضرت زینب بنت خزیمہ' حضرت جویریہ بنت الحارث' اور ایک بنو اسرائیل میں سے ہیں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب۔

تعدد ازواج کا آپ کی خصوصیت ہونا

اس تفصیل سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا متعدد ازواج سے نکاح کرنا کسی نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ نفسانی خواہش کا غلبہ زیادہ سے زیادہ بیس سے پچاس سال کی عمر تک ہوتا ہے اور آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بال بچوں والی بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے پچاس سال کی عمر تک دوسرا نکاح نہیں کیا اگر تعدد ازواج کی وجہ حظ نفسانی ہوتا تو آپ جوانی میں کسی حسین' کم عمر اور کنواری لڑکی سے نکاح کرتے بلکہ ایسی متعدد لڑکیوں سے نکاح کرتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا اور مکہ کی زندگی میں ترپن سال کی عمر تک آپ کے حرم میں صرف ایک زوجہ تھیں پہلے حضرت خدیجہ اور پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور مدینہ منورہ میں ہی آپ کے حرم میں متعدد ازواج آئیں جن میں سے حضرت عائشہ کے علاوہ باقی تمام ازواج معمر' بیوہ یا مطلقہ خواتین تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازواج کا تعدد کسی حظ نفسانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خانگی اور عائلی زندگی میں اسلام کے احکام کی روایت اور تبلیغ تھی اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں کے ساتھ رشتہ قائم کرنا تھا تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر ہوں اور کئی مسلم خاندانوں کو رشتہ داری کا شرف عطا کرنا تھا اور کئی عیالدار خواتین سے نکاح کر کے سوتیلے بچوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا تھا نیز یہ بتلانا تھا کہ عام مسلمان تو دو بیویوں کے درمیان بھی عدل اور انصاف قائم نہیں کر پاتے تو سلام ہو ان کی سیرت کی عظمت پر جنہوں نے بہ یک وقت نو ازواج مطہرات کے درمیان عدل وانصاف کو قائم رکھا اور یہ کہ نبی ﷺ کا عمل ہر شعبہ میں آپ کے قول سے بڑھ کر ہوتا ہے آپ نے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو بیویوں میں عدل کر کے دکھایا اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی ﷺ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں عام افراد امت کے مساوی نہیں ہیں بلکہ احکام شرعیہ کے ہر شعبہ میں آپ کی انفرادیت اور خصوصیت ہے' آپ کی نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا آپ کے فضلات طیب وطاہر ہیں۔ نماز میں آپ قبلہ کی طرف منہ کرنے کے محتاج نہیں بلکہ قبلہ اپنے قبلہ ہونے میں آپ کی توجہ کا محتاج ہے' آپ کا نماز پڑھنا اس لئے ہے کہ آپ اپنے رب سے راضی ہوں' زکوٰۃ آپ پر فرض نہیں' صدقات آپ کے لائق نہیں بلکہ قیامت تک آپ کی آل کے بھی لائق نہیں۔ نکاح میں آپ کے لئے تعدد کی شرط نہیں' مہر مقرر کرنا آپ پر ضروری نہیں' ازواج میں باریوں کی تقسیم بھی آپ پر واجب نہیں' آپ کسی کو اپنے ترکہ کا وارث نہیں بناتے کیونکہ آپ زندہ ہیں اسی طرح آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج کا کسی اور سے نکاح کرنا جائز نہیں' سو جس طرح دیگر احکام شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا امتیاز قائم رکھا ہے نکاح میں تعدد ازدواج کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں

(ا) نبی ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں ان سے ایک بیٹی ہند تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے ابوہالہ مالک بن نباش کے ساتھ نکاح کیا اور ان سے ہند اور ہالہ نام کے دو بیٹے پیدا ہوئے (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۴) زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہ کا لقب

Marfat.com

طاہرہ تھا۔ نبی ﷺ مضاربت پر ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ اپنے شوہر کی وفات کے بعد حضرت خدیجہ نبی ﷺ کی امانت اور دیانت سے متاثر ہوئیں۔ نبی ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ہجرت سے چار یا پانچ سال پہلے حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خدیجہ سے رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ ان سب نے زمانہ اسلام پایا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ایک صاحب زادے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ایک اور صاحبزادہ حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ساتھ چوبیں یا پچیس سال تک زندہ رہیں اور ان کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ سے آپ کا نکاح عام عادت اور فطرت کے مطابق ہوا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد امجاد حضرت خدیجہ سے ہی مقدر کر دی تھی۔

(۲) حضرت عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی دوسری زوجہ ہیں۔ امام طبرانی اور احمد نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نکاح کیوں نہیں کرلیتے؟ آپ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا آپ چاہیں تو کنواری سے نکاح کرلیں اور چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔ کنواری عائشہ بنت ابی بکر ہیں اور بیوہ سودہ بنت زمعہ ہیں رضی اللہ عنہما۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ الحدیث۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۱) ہجرت سے دو سال پہلے حضرت عائشہ سے نکاح ہوا اس وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے ایک سال بعد حضرت عائشہ کی رخصتی ہوئی (صحاح ستہ) نو سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں اور سترہ رمضان منگل کی شب ۵۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوگیا۔ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عادت اور فطرت کے مطابق نکاح ہوا اور جب نکاح ہوا تو تعدد ازواج کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اور ان کے ساتھ نکاح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ کے سب سے زیادہ معتمد صحابی تھے ان کو رشتہ کی فضیلت عطا کرنی تھی کہ وہ آپ کے خسر ہوگئے۔ جس طرح حضرت عثمان اور حضرت علی کے ساتھ اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کرکے آپ نے ان کو دامادی کی فضیلت عطا فرمائی' اور کمسن اور کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا نمونہ قائم کرنا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ دوست اور ایمانی بھائی حقیقی بھائی نہیں ہوتا اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

(۳) آپ کی تیسری زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ بہت پہلے اسلام لا کر بیعت کرچکی تھیں۔ یہ آپ سے پہلے اپنے عمزاد سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ وہ حضرت سودہ کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ ان دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مکہ میں آئے تو ان کے خاوند فوت ہوگئے۔ جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ نے نبوت کے آٹھویں یا دسویں سال ان سے نکاح کرلیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی۔ حضرت عمر کی خلافت کے اخیر میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ امام واقدی سے منقول ہے کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے دوران چون (۵۴) ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

Marfat.com

ان سے نکاح کے وقت بھی تعدد ازواج کا مسئلہ نہیں تھا کیونکہ حضرت خدیجہ کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت عائشہ کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور ان سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ یہ قریش اور اپنے اعزہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں جب یہ حبشہ سے واپس آئیں تو ان کے خاوند فوت ہو گئے اب اگر یہ اپنے عزیزوں میں لوٹ جاتیں تو وہ ان پر اور زیادہ ظلم و ستم کرتے اور ان کے دین کو آزمائش میں ڈال دیتے۔ نبی ﷺ نے ان کے حال پر ترس کھا کر ان سے عقد کر کے ان کو اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں لے لیا اور انہیں ان کے اسلام اور ان کی ہجرت کی جزا دی۔ نیز اس میں آپ کی سیرت کا یہ نمونہ ہے کہ کسی بے سہارا بیوہ عورت سے نکاح کر کے اپنی حفاظت میں لے لینا آپ کی سنت اور آپ کی پاکیزہ سیرت ہے۔ ہجرت کے ایک سال بعد آپ کی دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت سودہ آپ کے پاس جمع ہو گئیں اور اسی وقت تعدد ازواج کی ابتداء ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۴ سال تھی۔

(۴) آپ کی چوتھی زوجہ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ یہ نبی ﷺ کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ یہ پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے بدر میں حاضر ہوئے اور مدینہ میں فوت ہو گئے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۱۲۲) ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ان سے نکاح کا سبب حضرت عمر کی دلداری تھا اور ان کو اپنے رشتہ کی فضیلت عطا کرنا تھا جیسا کہ ہم نے حضرت عائشہ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔

(۵) آپ کی پانچویں زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں ان کا لقب ام المساکین تھا کیونکہ یہ بہت زیادہ صدقہ اور خیرات کرتی تھیں۔ یہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ان کو طلاق دے دی پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کر لیا وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح حضرت حفصہ سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس دو یا تین ماہ رہیں۔ اس کے بعد فوت ہو گئیں۔ حضرت زینب چونکہ دوسروں کا سہارا بنی تھیں اس لیے نبی ﷺ نے ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان کو بے سہارا نہیں چھوڑا۔ ان سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ بہت صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس نیکی کے صلہ میں ان کو شرف زوجیت بخشا۔

(۶) رسول اللہ ﷺ کی چھٹی زوجہ حضرت ام سلمہ عاتکہ بنت عامر رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے پہلے شوہر ابو سلمہ بن عبدالاسد تھے۔ انہوں نے اور ان کے شوہر نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ان سے سلمہ' عمر' رقیہ اور زینب چار بچے پیدا ہوئے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ۴ھ میں فوت ہو گئے۔ وہ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے تھے' وہ احد کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے' ہجرت کے ۳۵ ماہ بعد وہ فوت ہو گئے تھے' عدت پوری ہونے کے بعد شوال چار ہجری میں ان سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ

Marfat.com

مصیبت پہنچے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ مجھ کو اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۹۱۸) نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں سوچتی تھی میرے لئے ابو سلمہ سے اچھا کون ہو گا؟ مجھے پہلے حضرت ابو بکر نے نکاح کا پیغام دیا میں نے انکار کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو میرا شوہر بنا دیا۔ میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تم کو ان سے مستغنی کر دے گا۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۹۱۸)

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں چوراسی سال کی عمر گزار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ امام طبرانی نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ کی وفات ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ انہوں نے دعا کی تھی اے اللہ! مجھے ابو سلمہ سے بہتر شوہر عطا فرما۔ آپ کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ کی سنت اور آپ کا اسوہ قرار پایا۔

(۷) آپ کی ساتویں زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تو آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت زید آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت زینب آزاد اور بنو اسد کے معزز گھرانے سے تھیں اس وجہ سے ان میں ناچاقی رہتی تھی۔ حضرت زید رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایتیں کرتے تھے رسول اللہ ﷺ ان کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے رہتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نکاح آپ سے کر دے گا لیکن آپ کو یہ پریشانی تھی کہ عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دیتے ہیں اور بیٹے کی بیوی سے نکاح ممنوع ہے تو وہ اس نکاح کی وجہ سے آپ کی نبوت پر طعن کریں گے اور اس سے آپ کی تبلیغ پر اثر پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ نکاح ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور اس کی بیوی سے انقطاع نکاح کے بعد نکاح کرنا جائز ہے تاکہ مسلمانوں پر اس نکاح میں تنگی نہ ہو۔ بالآخر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تنگ آ کر حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زوجنکھا نازل فرما کر آپ کا حضرت زینب سے خود نکاح کر دیا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی عقد کے حضرت زینب آپ کی زوجہ ہو گئیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

اور جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) اس پر انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرو، اور آپ اپنے دل میں اس چیز (حضرت زینب سے نکاح) کو چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ لوگوں (کے اس اعتراض کہ بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا) سے ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ

Marfat.com

مفعولًا ۔(الاحزاب : ۳۷) اس سے ڈریں اور جب زید نے (ان کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ (اس کے بعد) مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ (طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں' اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

۳ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر دیا ایک قول ۴ ہجری کا ہے اور ایک قول ۵ ہجری کا ہے۔ اس وقت حضرت زینب کی عمر پینتیس سال تھی۔ حضرت زینب دیگر ازواج سے فخر سے کہتی تھیں کہ تمہارا رسول اللہ ﷺ سے نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا آپ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور خلافت میں ۲۰ھ میں ہوئی اور حضرت عمر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اس وقت آپ کی عمر ترپن سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت زینب سے نکاح کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ آپ کی سیرت میں یہ نمونہ ہو کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔

(۸) رسول اللہ ﷺ کی آٹھویں زوجہ محترمہ حضرت جویریہ بنت الحارث ہیں آپ پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں جو حالت کفر میں قتل کئے گئے تھے۔ ۶ھ غزوہ بنو المصطلق کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو المصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ (یہ غزوہ بنو المصطلق میں گرفتار کرکے باندی بنالی گئی تھیں) انہوں نے نو اواق چاندی (ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہوتا ہے) پر ان کو مکاتب کر دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث ہوں۔ حارث اپنی قوم کا سردار تھا آپ کو معلوم ہے مجھے باندی بنالیا گیا ہے۔ آپ میری مکاتبت کی رقم ادا کرکے مجھے آزاد کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ کہا ہاں! فرمایا میں تمہاری رقم ادا کرکے تم سے نکاح کر لوں۔ وہ راضی ہو گئیں۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ بنو المصطلق تو رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں ہم ان کو کیسے غلام بنائے رکھیں تو سب مسلمانوں نے اپنے اپنے حصہ کے غلام آزاد کر دیئے اور بنو المصطلق کے سو (۱۰۰) نفوس آزاد کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے کسی اور عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے اتنی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷)

حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا ۷۰ سال کی عمر گزار کر ربیع الاول ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئیں۔ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت جویریہ سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس نکاح کی وجہ سے بنو المصطلق کے سو نفوس آزاد کر دیئے گئے اور آپ کی زندگی میں ایک باندی کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرنے کا نمونہ حاصل ہوا۔

(۹) رسول اللہ ﷺ کی نویں زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب ہیں یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں

Marfat.com

سے ہیں۔ ان کے والد بنو النضیر کے سردار تھے۔ ان کے پہلے خاوند قتل کر دیئے گئے تھے۔ فتح خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اول وقت میں صبح کی نماز پڑھی پھر آپ نے سوار ہو کر کہا اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے علاقہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو جن کو پہلے ڈرایا جا چکا ہے ان کی کیسی بری صبح ہوتی ہے۔ یہودی اپنی گلیوں سے نکلے اور کہنے لگے (سیدنا) محمد (ﷺ) لشکر کے ساتھ آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے۔ ان کے جنگ جو مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے قیدیوں میں سے ایک لڑکی دیجئے۔ آپ نے فرمایا ایک لڑکی لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی کو لے لیا پھر ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا : اے اللہ کے نبی! آپ نے دحیہ کو حضرت صفیہ بنت حیی عطا کر دی جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو لاؤ۔ جب نبی ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے حضرت دحیہ سے (فتنہ فرو کرنے کے لئے) فرمایا قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور باندی لے لو۔ پھر نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انس سے پوچھا ان کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر تھا۔ حضرت ام سلیم نے ان کو بناؤ سنگھار کر کے راستہ میں قیام کی ایک جگہ پر رات کو انہیں نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا نبی ﷺ نے بہ طور عروس کے صبح کی' پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس جو کھانے پینے کی چیز ہو لے آئے۔ پھر چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا کوئی کھجوریں لایا کوئی ستو کوئی گھی پھر اس کا ایک طعام بنایا گیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ولیمہ تھا۔ (صحیح بخاری : ۷،۹۴۷'۳ صحیح مسلم : ۱۳۵۶' ۲۰۵۴'سنن ابو داؤد : ۱۱۱۵ فی نسخۃ۔ ۱۱۱۸'سنن ترمذی : ۵'سنن نسائی : ۳۳۴۲'سنن ابن ماجہ : ۱۹۵۷'مسند : ج ۳ ص ۱۰۲'تحفۃ الاشراف : ۲۹۱)

حضرت صفیہ رمضان المبارک ۵۰ یا ۵۲ میں فوت ہوئیں اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر وہ کسی اور کے حصہ میں آتیں تو فتنہ اور نزاع پیدا ہوتا کیونکہ وہ نبی زادی تھیں قریظہ اور نضیر کی سردار تھیں اس لئے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کے ساتھ نکاح پر صحابہ راضی نہ ہوتے نیز ان کے والد قریظہ کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے اور ان کے شوہر جنگ خیبر میں مارے گئے تھے اس لئے ایسی شریف النسب خاتون جو دل شکستہ ہو چکی تھیں ان کی تالیف قلب اور ان کے اسلام کی یہی صورت تھی اور اس سے بنو اسرائیل کی تالیف قلب بھی ہوئی کہ ان کی معزز خاتون کو نبی ﷺ نے شرف زوجیت بخشا۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ کی دسویں زوجہ حضرت ام حبیبہ ہیں۔ ان کا نام رملہ بنت ابو سفیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ اس سے حبیبہ نام کی لڑکی پیدا ہوئی اسی وجہ سے ان کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ عبید اللہ نے دوسری ہجرت ان کے ساتھ حبشہ کی طرف کی وہ وہاں نصرانی ہو کر مر گیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا اس نے آپ کا حضرت ام حبیبہ سے نکاح کر دیا۔ نجاشی نے رسول اللہ کی طرف سے چار سو دینار مہر رکھا۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ یہ نکاح ۷ھ میں ہوا تھا اور جس دن حضرت ام

Marfat.com

حبیبہ مدینہ آئی تھیں اس وقت ان کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۴۴ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۰۰۔۹۹)

امام ابن جوزی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ جب ابو سفیان بن حرب مدینہ میں صلح کی مدت دراز کرنے کی درخواست لے کر آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور نہیں کی۔ وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ سے ملنے گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرت ام حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا کیوں؟ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۱۹۶۔۱۹۵)

اس نکاح میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ام حبیبہ ہجرت کر کے حبشہ آئیں ان کا شوہر نصرانی ہو کر مر گیا اور یہ ہجرت اور اسلام پر قائم رہیں۔ ان کا باپ سخت دشمن اسلام تھا۔ اب حکمت اور انسانی ہمدردی کا تقاضا کیا تھا کہ اسلام کے لئے ایسی قربانی دینے والی خاتون کو شوہر کے مرنے کے بعد بے سہارا چھوڑ دیا جاتا جب کہ اس کا باپ اسلام کا کٹر دشمن تھا یا اسلام کی خاطر قربانی دینے والی اس خاتون کو صلہ دینے اور حوصلہ افزائی کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کر لیتے نیز اس نکاح کی وجہ سے بنو امیہ کے ساتھ رشتہ قائم ہو گیا اور اسلام کی تبلیغ اور اس کی نشرو اشاعت کا ایک قوی ذریعہ پیدا ہو گیا۔

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام پہلے برہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ان کی بڑی بہن کا نام ام الفضل لبابہ کبریٰ تھا جو حضرت عباس کی بیوی تھیں اور چھوٹی بہن کا نام لبابہ صغریٰ تھا جو ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید کی ماں تھیں۔ حضرت میمونہ پہلے ابی رھم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں وہ مر گیا تھا اور یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۴۱۲۔۴۱۱)

امام محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں :

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے بعد اگلے سال ذوالقعدہ ۷ھ میں (فتح خیبر کے بعد) عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے وہاں جا کر آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت جعفر نے یہ پیغام پہنچایا تو حضرت میمونہ نے یہ معاملہ عباس بن عبد المطلب کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۴۰۷۔۴۰۶)

حافظ ابن عبد البر' حافظ عسقلانی' امام محمد بن سعد اور علامہ زرقانی سب نے اس نکاح کا سال ۷ھ ہی لکھا ہے لیکن علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ نے ابو عبیدہ معمر بن المثنی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نکاح محرم ۸ھ میں مقام سرف پر ہوا تھا۔ جب آپ عمرہ قضا کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۲۰۸)

امام ابن سعد نے بہ کثرت روایات سے یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت یہ نکاح ہوا اس وقت آپ محرم تھے۔

حضرت میمونہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ زرقانی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی ہے۔ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۲۵۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی حکمت یہ تھی کہ قبیلہ بنو ہاشم کی مختلف شاخوں کے ساتھ آپ کی قرابت اور رشتہ داری ہو جائے اور اسلام کی تبلیغ اور نشرو اشاعت میں آسانی ہو۔

Marfat.com

نبی ﷺ کے نکاحوں کی تاریخ اور ترتیب میں بہت اختلاف ہے میں نے سیرت کی مختلف کتابوں کے تتبع اور مطالعہ سے یہ ترتیب قائم کی ہے لیکن یہ حتمی نہیں ہے۔ میں نے ازواج مطہرات کی مختصر سوانح جو بیان کی اس کا ماخذ یہ کتابیں ہیں : الطبقات الکبریٰ' الاستیعاب' الاصابہ' شرح الزرقانی اور سبل الہدیٰ والرشاد۔

نبی ﷺ کا تعدد ازدواج کمال ضبط ہے یا حظ نفسانی کی بہتات؟

نبی ﷺ کے تعدد ازدواج کی بحث میں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ اسی طرح احادیث میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھی سو بیویاں تھیں اور انبیاء علیہم السلام کو غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رات اور دن کی ساعت واحدہ میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے اور وہ گیارہ ازواج تھیں۔ قتادہ نے حضرت انس سے پوچھا کیا حضور اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا ہم آپس میں یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت ہے۔ ایک اور سند سے قتادہ سے یہ روایت ہے کہ آپ کی نو ازواج تھیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث : ۲۶۸)

صحیح الاسماعیلی میں ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی طاقت تھی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :

امام ابو نعیم نے مجاہد سے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت دی گئی اور امام ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں مومن کو اتنی اتنی عورتوں سے جماع کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا : یا رسول اللہ! کیا مومن کو اتنی قوت ہوگی؟ آپ نے فرمایا مومن کو سو مردوں کی طاقت ہوگی۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے' اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کیا ہے جب ہم چالیس کو سو سے ضرب دیں تو حاصل ضرب چار ہزار کے برابر ہوگا اور ابن العربی نے لکھا ہے کہ آپ کو چار ہزار مردوں کی طاقت تھی پھر اس کے باوجود آپ کھانے پینے اور جماع کرنے میں کس قدر ضبط سے کام لیتے تھے!

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ)

سوچئے جن کو اللہ تعالیٰ نے چار ہزار مردوں کی قوت جماع عطا فرمائی تھی انہوں نے بہ یک وقت نکاح میں صرف نو ازواج کو جمع کیا وہ بھی مختلف تبلیغی وجوہات سے اور یہ تعدد ازواج بھی چون سال کی عمر سے شروع ہوا اور اکسٹھ باسٹھ سال کی عمر میں جا کر نو ازواج اکٹھی ہوئیں تو اتنی زیادہ جنسی طاقت رکھنے کے باوجود صرف عمر کے آخری حصہ میں نو ازواج کو جمع کرنا اپنے نفس پر کمال ضبط اور غایت اعتماد ہے یا حظ نفسانی کی بہتات!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور عورتوں کو ان کے مہر نحلۃ (خوشی سے) ادا کرو۔

نحلۃ کا معنی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ بیویوں کے ساتھ عدل اور انصاف کرو اور عدل و انصاف میں ان کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے اور حقوق کی ادائیگی میں ان کا مہر ادا کرنا بھی ہے اس لئے اس آیت میں فرمایا : اور عورتوں کو

Marfat.com

ان کے مہر نحلہ (خوشی) سے ادا کرو۔ نحلہ کا معنی شریعت اور فریضہ بھی ہیں اور ہبہ اور عطیہ بھی ہیں۔ پہلی صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ عورتوں کو ان کے مہراز روئے شریعت اور بہ طور فرض ادا کرو' یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر کو ادا کرنا تم پر فرض کردیا ہے' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب عورتوں سے بغیر مہر کے نکاح کرتے تھے' اور دوسری صورت میں اس آیت کا معنی ہے۔ عورتوں کو ان کے مہر ادا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کے لئے عطیہ ہے۔ نحل کا معنی کسی کام کو خوشی سے کرنا بھی ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہے کہ عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو اور اس کی ادائیگی میں دل تنگ نہ کرو۔

مہر کا مقرر کرنا صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے

اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب میں نکاح کے ساتھ مہر کو مقرر نہیں کیا گیا۔ مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خاوند عورت کو طلاق دے دے تو دوسری جگہ نکاح ہونے تک اس کے پاس کچھ رقم ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے یا گزر اوقات کا کوئی اور معاشی ذریعہ مقرر ہونے تک اس کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے۔ اسلام نے مردوں کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ عورتوں کو ان کا مہر ادا کریں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب آیات اور احادیث سے واضح کریں گے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام مذاہب میں عورتوں کے حقوق کا محافظ اور ضامن صرف مذہب اسلام ہے۔

مہر ادا کرنے کی تاکید اور مہر ادا نہ کرنے پر وعید

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا : وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی۔ الآیہ' حضرت عائشہ نے فرمایا ایک یتیم لڑکی اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی تھی۔ وہ اس کے حسن اور اس کے مال کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہوتا تھا اور اس جیسی لڑکیوں کے مہر سے کم مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا ماسوا اس کے کہ وہ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں ورنہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی : ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیہن۔ حضرت عائشہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا کہ جب یتیم لڑکی مالدار اور حسین ہو' اور اس کے ولی (سرپرست) اس کے ساتھ نکاح میں راغب ہوں اور اس کو پورا پورا مہر نہ دیں' اور جب اس کے مال اور اس کی شکل وصورت میں ان کو رغبت نہ ہو تو (ان دو صورتوں میں) کسی اور عورت سے نکاح کرلیں' اور جب وہ اس کے حسن اور مال میں رغبت کریں تو اس سے نکاح کرنا ان کے لئے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ اس کو پورا پورا مہر ادا کریں اور اس کا حق نہ ماریں۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۷۶۳)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو دھوکا دے کر اس کی فرج کو حلال کرلیا' قیامت کے دن وہ اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی شخص سے قرض لیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ اس قرض کو واپس کرنے کا نہ تھا' بہ خدا اس نے اس شخص کو دھوکا دیا اور باطل کے عوض اس

Marfat.com

کے مال کو حلال کرلیا وہ قیامت کے دن اللہ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲، المعجم الکبیر، رقم الحدیث : ۷۳۰۱، اس حدیث کا ایک راوی مجہول ہے باقی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۴)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

میمون کردی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں : کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی خواہ اس کا مہر کم ہو یا زیادہ اور اس کا ارادہ اس مہر کو ادا کرنے کا نہیں تھا۔ اس نے اس عورت کو دھوکا دیا اور اگر اس نے اس عورت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور وہ صاحب مال کی رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور اس نے اس کو دھوکا دے کر اس کا مال لیا اور اگر وہ اس کا قرض ادا کئے بغیر مرگیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث : ۱۱۱، المعجم الاوسط، رقم الحدیث : ۱۸۷۲)

اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۲)

رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے مہر کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری روایت کرتے ہیں :

ابو سلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنا مہر مقرر کرتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا آپ کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا فرمایا تم جانتے ہو نش کیا ہے میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا نصف اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)۔ تو یہ پانچ سو درہم ہوگئے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کا مہر تھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۱۴۲۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث : ۱۸۸۶، سنن دارمی، رقم الحدیث : ۲۱۹۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث : ۲۱۰۵، سنن النسائی، رقم الحدیث : ۳۳۴۷، مسند احمد ج ۶ ص ۹۴، جامع الاصول، رقم الحدیث : ۴۹۸۳)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہوگئے پھر نجاشی نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کردیا اور ان کا چار ہزار درہم مہر مقرر کیا اور ان کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث : ۲۱۰۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا چار ہزار درہم پر رسول اللہ ﷺ سے نکاح کردیا اور رسول اللہ ﷺ کو یہ لکھ کر بھیجا تو آپ نے قبول فرمالیا۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث : ۲۱۰۸)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے گھر کے سامان کے عوض نکاح کیا جس کی مالیت چالیس درہم تھی۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث : ۲۰۹۷)

اس حدیث کی سند میں عطیہ عوفی ایک ضعیف راوی ہے لیکن اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۲۴۷، کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۴۲۶، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث : ۳۳۷۲، ابوداؤد طیالسی، رقم الحدیث : ۲۰۲۲، المطالب العالیہ ج ۴ ص ۱۳۴)

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں حکم بن عطیہ ایک ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ سچا راوی ہے لیکن اس کے اوہام ہیں اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۴۶۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۰۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۶۵' جامع ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۱۸' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۲۰۵۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۹۵۸' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۳۴۲' ۳۳۴۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۲۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹' ۱۶۵' ۱۷۰' ۱۸۱' ۲۰۲' ۲۳۹' ۲۴۲' ۲۸۰' ۲۹۱)

نوٹ : دس درہم ۳۰ء۶۱۸ گرام چاندی اور دو سو درہم ۶۱۲ء۳۶ گرام چاندی کے برابر ہے۔

رسول اللہ کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

ابو العجفاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو کیونکہ اگر اس دنیا میں کوئی عزت ہوتی یا اللہ کے نزدیک اس میں تقویٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے کہ آپ مہر میں غلو کرتے اور میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی صاحبزادی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بارہ اوقیہ ۴۸۰ درہم کے برابر ہیں۔ (حضرت عائشہ نے ۵۰۰ درہم کا ذکر کیا ہے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول گویا تقریبا" ہے۔ نیز حضرت ام حبیبہ کا مہر جو چار ہزار درہم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اس لئے ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۱۷' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۱۰۶' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۳۴۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث' ۱۸۸۷' سنن دارمی' رقم الحدیث : ۲۲۰۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث : ۱۰۳۹۹' موارد الظمآن لزوائد ابن حبان' رقم الحدیث : ۱۲۵۹' المستدرک ج ۲ ص ۱۷۶' جامع الاصول' رقم الحدیث : ۸۹۸۲)

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں :

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اس زرہ کے عوض میرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کردیا اور فرمایا یہ زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بھیج دو سو میں نے بھیج دی بہ خدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۹' مسند احمد ج ۱ ص ۸۰)

(مجاہد کا حضرت علی سے سماع نہیں ہے۔ امام احمد نے جس شخص سے روایت کیا ہے اس کا حضرت علی سے سماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۳)

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول سے پہلے حضرت علی کو زرہ حطمیہ دینے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۱۲۵' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۳۷۵) یہ حدیث صحیح ہے۔ مسانید میں اس زرہ کی قیمت کا ذکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ کی صاحبزادیوں کے مہر کا تفصیلی نقشہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر:			دیگر ازواج مطہرات کا مہر:		
۴۰۰۰ درہم	۱۲۴۷۲ گرام چاندی	۱۰۵۲ تولہ	۵۰۰ درہم	۱۵۰۹ گرام چاندی	۱۳۱.۵ تولہ

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر:			سیدہ فاطمہ زہراء کا مہر:		
۴۰ درہم	۱۲۲.۴۷۲ گرام چاندی	۱۰.۵ تولہ	۴۰۰ درہم	۱۲۲۴.۷۲ گرام چاندی	۱۰۵ تولہ
حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر:			دیگر صاحبزادیوں کا مہر:		
۱۰ درہم	۳۰.۶۱۸ گرام چاندی	۲.۶۲۵ تولہ	۴۸۰ درہم	۱۷۳۶.۶۴ گرام چاندی	۱۲۶ تولہ

مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ ؕ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِیۡضَةً ؕ (النساء: ۲۴)

تمہارے لئے وہ سب عورتیں حلال کی گئی ہیں جو ان محرمات کے علاوہ ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو در آں حالیکہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ ان سے زنا کرنے والے' پھر جن عورتوں سے (بذریعہ) نکاح تم فائدہ اٹھا چکے ہو تو ان کا مہر ان کو ادا کردو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ (النساء: ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ (الاحزاب: ۵۰)

ہم جانتے ہیں ہم نے جو (مہر) مسلمانوں کی بیویوں کے متعلق ان پر فرض کیا ہے۔

مہر کے ثبوت میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے ان کا کتنا مہر مقرر کیا۔ انہوں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا آپ نے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۶۷' ۵۱۵۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۴۲۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۰۹۶' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۲۱۰۹' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۳۴۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۹۰۷' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۱۵۷' مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۳۳۶۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا نظر اوپر اٹھائی پھر نظر نیچے کرلی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو پھر اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے اس سے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے وہ گیا پھر واپس آگیا۔ اس نے کہا بہ خدا مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا دیکھو خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو وہ گیا اور واپس آگیا اور اس نے کہا بہ خدا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے پاس صرف یہ تہبند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی؟ اگر

Marfat.com

تم اس کو پہنو گے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہو گا اور اگر وہ اس کو پہنے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہو گا' وہ شخص بیٹھ گیا جب کافی دیر ہو گئی اور رسول اللہ نے اس کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے گن کر بتایا کہ اس کو فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ان سورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے یہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۰۸۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۴۲۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۲۱۱۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۱۶' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۳۲۰۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۸۸۹' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۱۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶' ۳۳۰' سنن دارمی' رقم الحدیث: ۲۲۰۱)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم از کم نہ زیادہ سے زیادہ' بلکہ ہر وہ چیز جس میں مال بننے کی صلاحیت ہو وہ مہر ہو سکتی ہے۔ امام شافعی اور داؤد (ظاہری) کا بھی یہی مسلک ہے۔ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کا مہر دو درہم رکھا اور کہا اگر اس کا مہر ایک رسی بھی ہوتی تو یہ جائز تھا۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے کہا مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے اور یہ وہ مقدار ہے جس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' نیز مہر کے عوض عورت کا ایک عضو حلال ہو جاتا ہے تو اس کی وہ مقدار مقرر کی جائے گی جس کے عوض چور کا ایک عضو کاٹ دیا جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ نے ایک شخص سے مہر کے متعلق فرمایا: تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو' اور سنن ابو داؤد اور ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت سے پوچھا: کیا تو اپنے نفس اور مال کے عوض دو جوتیوں پر راضی ہو گئی ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں! (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۱۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۲۱۰۴' یہ حدیث عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایک شخص کسی عورت کا مٹھی بھر طعام مہر رکھے تو وہ عورت اس کے لئے حلال ہو گی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۵) نیز اثرم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک مٹھی بھر طعام پر نکاح کر لیتے تھے۔ (اس کی سند میں یعقوب بن عطا ایک ضعیف راوی ہے) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ان (محرمات) کے سوا عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو" (النساء: ۲۴) اور مال عام ہے وہ قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے' اور چونکہ مہر بدل منفعت ہے اس لئے جس مقدار پر دونوں فریق راضی ہو جائیں وہ جائز ہے جس طرح اجرت ہے' اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "دس درہم سے کم مہر صحیح نہیں ہے" وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو میسرہ بن عبید نے حجاج بن ارطاۃ سے روایت کیا ہے' میسرہ ضعیف ہے اور حجاج مدلس ہے' نیز یہ حدیث حضرت جابر سے روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت جابر سے اس کے خلاف حدیث بیان کر چکے ہیں' اور بر تقدیر صحت وہ حدیث کسی معین عورت کے معاملہ پر محمول ہے اور چور کے ہاتھ کاٹنے پر اس کا قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ نکاح میں ایک عضو سے نفع حاصل کرنے کی اباحت ہے اور ہاتھ کاٹنے میں ایک عضو کو ضائع کرنا ہے اس سے نفع حاصل کرنے کی اباحت نہیں ہے نیز یہ سزا اور حد ہے' اور اس پر اجماع ہے کہ مہر میں زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح

Marfat.com

اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ کرنا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم بہت مال دے چکے ہو تو اس مال سے کچھ واپس نہ لو۔ (النساء : ۲۰)

(المغنی ج ۷ ص ۱۶۱ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت '۱۴۰۵ھ)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو قیمت اور اجرت ہو سکتی ہے وہ مہر ہو سکتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ' صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب ہے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے تین مٹھی انگوروں کو مہر فرمایا (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۴۰) اور تابعین میں سے حسن بصری اور سعید بن مسیب کا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کا دو درہم مہر رکھا (سنن سعید بن منصور : ۶۲۰) اور فقہا میں سے ربیعہ' اوزاعی' ثوری' احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

امام مالک کے نزدیک کم از کم مہر کی مقدار وہ ہے جو چور کے ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے اور وہ چوتھائی دینار یا تین درہم ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار ایک دینار یا دس درہم ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو" (النساء : ۲۴) اور کم تر چیزوں مثلاً" دمڑی اور قیراط پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور حدیث میں ہے از حجاج بن ارطاۃ از عطا از عمرو بن دینار از جابر بن عبداللہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کفو کے سوا عورتوں کا نکاح نہ کرو' اور سوائے ولی کے اور کوئی نکاح نہ کرے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۳) اور یہ نص ہے' اور یہ ایک مال ہے جس کے عوض ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اس لئے اس کو مقرر ہونا چاہئے' جیسا کہ ہاتھ کاٹنے کے لئے چوری کا نصاب ہے' نیز نکاح میں یہ ایک معین چیز کا عوض ہے اس لئے اس کو مقرر ہونا چاہئے اور حقوق عقد میں معین چیز مقرر ہوتی ہے جیسے گواہوں کی مقدار مقرر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔ اور اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی در آں حالیکہ تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے تو جو مہر مقرر کیا گیا تھا اس کا نصف ادا کرنا واجب ہے۔ (البقرہ : ۲۳۷)

اس آیت میں لفظ "ما" ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ قلیل اور کثیر دونوں مہر ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث دلیل ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علائق کو ادا کرو' صحابہ نے پوچھا : یا رسول اللہ علائق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ چیز جس پر دونوں فریق راضی ہو جائیں (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹' یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے) اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ "ما" (وہ چیز) عام ہے خواہ دونوں فریق قلیل پر راضی ہوں یا کثیر پر۔

امام شافعی نے کتاب الام میں کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے دو درہموں سے حلال کیا

Marfat.com

اس نے حلال کرلیا۔ (الام ج ۵ ص ۹۵' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۸' یہ حدیث بھی بلاغات سے ہے اور منقطع ہے)

ابو ہارون العبدی از ابو سعید خدری' نبی ﷺ نے فرمایا : اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جس نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر جب کہ گواہ ہوں اور فریقین راضی ہوں۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹' اس کی سند میں ہارون العبدی ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا)

عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور اپنے مال پر ان دو جوتیوں سے راضی ہو گئی ہو' اس نے کہا : ہاں! (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۱۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۸۸۸' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵' اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبداللہ ہے وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے)

ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کردیا تھا' تلاش کرو خواہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۰۸۷) اور لوہے کی انگوٹھی قیمتی جواہر میں سے نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم مہر ہو سکتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ انگوٹھی کسی خاص لوہے کی ہو جو دس درہم کی ہو اسی طرح وہ جوتیاں بھی دس درہم کی ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کے اسلوب کے مخالف ہے کیونکہ آپ نے فرمایا خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس کا تقاضا ہے کہ وہ کوئی بے قیمت چیز ہو ورنہ آپ اس کے بجائے دس درہم فرماتے تو وہ زیادہ سہل تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی عورت کو دو مٹھی طعام مہر دے تو وہ عورت اس پر حلال ہو جائے گی۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۱۱۰' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۸' اس حدیث کی سند میں ابو الزبیر ہے وہ حضرت جابر کی روایت میں تدلیس کرتا تھا اور صالح بن مسلم ہے اس کو ابن معین نے کہا کہ یہ ضعیف ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک مٹھی یا دو مٹھی آٹے پر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں نکاح کرلیا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۰' اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عطاء ہے اس کو امام احمد اور یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔)

ان احادیث میں دس درہم سے کم مہر ہونے کی تصریح ہے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (ماسوا امام بخاری کی روایت کے باقی روایات کا ضعف ہم نے بیان کردیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور قیاس سے دلیل یہ ہے کہ یہ ایک منفعت کا عوض ہے اور اس میں کم از کم مقدار معین نہیں ہوتی جس طرح اجارہ (اجرت) میں ہوتا ہے' نیز خلع بھی اسی چیز کا بدل ہے اور اس میں بھی کم از کم مقدار متعین نہیں ہے' لہٰذا مہر کی کم از کم مقدار کا متعین ہونا صحیح نہیں ہے۔ البتہ جزیہ میں کم از کم مقدار معین ہے لیکن وہ کسی منفعت کا عوض نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ نے آیت سے جو استدلال کیا ہے اور دس درہم سے کم کو مال نہیں مانا یہ صحیح نہیں ہے اول تو اس آیت کا ظاہری معنی متروک ہے کیونکہ اگر کوئی شخص مہر کا ذکر کیے بغیر نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے "ثانیاً" اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں کا مال دینا ہے پھر کہے میں نے اس کا ایک درہم دینا ہے یا نصف درہم دینا ہے تو اس کا یہ قول صحیح ہے' اس

Marfat.com

سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم پر بھی مال کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

احناف نے حضرت جابر کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں مبشر بن عبید ضعیف ہے اور حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے علاوہ ازیں حضرت جابر کی دیگر روایات اس کے معارض ہیں' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث کسی خاص عورت کے معاملہ میں ہو جس کا مہر مثل دس درہم ہو۔

فقہاء احناف نے چور کا ہاتھ کاٹنے پر مہر کو قیاس کیا ہے یہ قیاس صحیح نہیں ہے' کیونکہ چوری میں اس عضو سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا بلکہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے' ثانیا" اگر مال کے بدلہ میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا تو پھر چور سے مال واپس نہ لیا جاتا حالانکہ اگر اس سے مال برآمد ہو تو اس سے واپس لیا جاتا ہے اور مالک کو دیا جاتا ہے۔ ثالثا" اس سے معلوم ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اس مال کے عوض نہیں ہے بلکہ اللہ کی حد توڑنے کی سزا ہے۔ رابعا" مہر کے ذریعہ عورت کا صرف ایک عضو مباح نہیں ہوتا بلکہ اس کے سارے بدن سے فائدہ حاصل کرنا مباح ہوتا ہے۔ خامسا" یہ کہ چوری میں ہاتھ کاٹنا ایک سزا ہے اس لئے اس کا نصاب مقرر ہونا چاہئے جیسا کہ باقی جنایات میں ہے اس کے برخلاف مہر باہمی رضامندی سے ایک عقد کا عوض ہے اس لئے جس طرح باقی عقود میں کوئی مقدار شرعا" معین نہیں ہے اس میں بھی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ان کا شہادت پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ شہادت عقد کی شرائط میں سے ہے اور مہر عقد کا عوض ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۲ ص ۱۶۔ ۱۱ ملخصا)

مہر کی مقدار میں غیر مقلدین اور علمائے شیعہ کا نظریہ

غیر مقلدین کا بھی یہی نظریہ ہے شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں نکاح میں کسی قسم کے مال یا منفعت کو مہر مقرر کیا جاسکتا ہے ان کا استدلال بھی لوہے کی انگوٹھی والی حدیث سے ہے۔ (السیل الجرار ج ۲ ص ۲۷۷) حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں : اور مہر حسب حیثیت باندھنا چاہئے جو ادا ہو سکے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۷۴) علماء شیعہ کے نزدیک نکاح دائم میں مہر کا معین کرنا لازم نہیں اور نکاح عارضی میں مہر معین کرنا لازم ہے لیکن مقدار معین نہیں۔

(شرائع الاسلام ج ۲ ص ۲۴۹)

مہر کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے' انہوں نے چور کے ہاتھ کاٹنے کے نصاب پر قیاس کیا ہے' اسی طرح امام مالک نے بھی چور کے ہاتھ کاٹنے کے نصاب پر قیاس کیا ہے جو ان کے نزدیک مقرر ہے مدینہ میں امام مالک سے پہلے کسی کا یہ قول نہیں تھا۔ نیز امام مالک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے :

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ (النساء : ۲۵)

اور تم میں سے جو شخص آزاد کنواری مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرے۔

اور اس آیت میں طاقت سے مراد مالی طاقت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ایک پیسہ' ایک دمڑی یا مٹھی بھر جو ہر شخص کی استطاعت میں ہوتے ہیں تو اگر مہر کی مقدار ایک پیسہ ایک مٹھی جو بھی جائز ہوتی تو پھر ہر شخص کے پاس نکاح کرنے کی

Marfat.com

مالی طاقت ہوتی اور اس آیت کا کوئی معنی نہ ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک تین درہم سے کم پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اس لئے واجب ہے کہ تین درہم سے کم مہر جائز نہ ہو لیکن امام ابن عبدالبر نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آزاد اور باندی کے کم از کم مہر کی مقدار میں مالکیہ کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر مسلمان آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو پھر مسلمان باندی سے نکاح کرلو اور جب کہ باندی کا بھی مہر ان کے نزدیک کم از کم تین درہم ہے تو پھر مالی طاقت اس سے زیادہ مراد لینی ہوگی۔ (الاستذکار ج۱۶ ص ۷۲-۷۱' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ شمس الدین شیخ محمد عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں :

مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار چوتھائی دینار یا خالص چاندی کے تین درہم ہیں یا جو اس کے مساوی سازوسامان ہے اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے' اور قول مشہور کے مقابلہ میں ابن وہب مالکی سے ایک درہم منقول ہے اور ابن وہب سے یہ بھی منقول ہے کہ کم از کم مہر کی کوئی حد نہیں ہے اور نکاح قلیل اور کثیر دونوں کے ساتھ جائز ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج۲ ص ۳۰۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مہر کی مقدار میں فقہاء احناف کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

ہمارے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سنو عورتوں کے نکاح صرف ان کے اولیاء (سرپرست) کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو (خاندان) میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے' اور کتاب میں ہے کہ ہمیں حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ' عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ حدیث پہنچی ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک عقد کا بدل ہے اور یہ عقد عاقدین کی طرف مفوض نہیں ہے اس لئے اس کی مقدار شرعاً مقرر ہے جیسے دیت میں ہے اور عورت کے عضو سے استفادہ شرعاً ممنوع ہے جب تک کہ نکاح صحیح نہ ہو اور اس عضو کا عوض واجب نہ ہو خواہ فوراً یا بعد میں' اور یہ مقصود اصل مالیت کے بغیر حاصل نہیں ہوگا اور مال کا لفظ حقیر اور خطیر دونوں کو شامل ہے۔ اور یہ مقصود تب پورا ہوگا جب خطیر رقم کو عوض قرار دیا جائے اور وہ مال مقرر ہو۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے :

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ.　　ہم جانتے ہیں جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے متعلق مقرر فرمایا ہے۔ (الاحزاب : ۵۰)

اور عورت کا عضو مخصوص بھی اس کے نفس کے حکم میں ہے اور عمل تزویج نفس کی چسپدگی کا سبب ہے' اور مال ہی وہ چیز ہے جو نفس میں شرعاً بہ طور بدل مقرر ہوتا ہے' جیساکہ دیت ہے' اور ہر وہ مال جس کو شرع نے واجب کیا ہو اس کی مقدار بیان کی جاتی ہے جیساکہ زکوٰۃ میں ہے' اور اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے اسی طرح چوری کا نصاب بھی بالاتفاق مقرر ہے کیونکہ اس میں بھی ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اسی طرح مہر کی مقدار بھی شرعاً مقرر ہونی چاہئے۔ امام شافعی نے جو احادیث اور آثار بیان کئے ہیں جن میں دس درہم سے کم چیز کو مہر قرار دیا گیا ہے۔ اس سے مراد مہر معجل ہے اور باقی مہر شوہر کے ذمہ ثابت تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تلاش کرو حالانکہ مہر فوراً دینا

Marfat.com

واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں مہر سے مراد مہر معجل ہے اور ہمارے نزدیک مہر معجل کی مقدار شرعاً معین نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۵ ص ۸۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں :

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سنو! عورتوں کا نکاح صرف ان کے سرپرست کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴۵ سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۳) اور جن احادیث میں دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے وہ تمام احادیث مہر معجل پر محمول ہیں تاکہ احادیث میں تطبیق ہو کیونکہ عرب کی عادت تھی کہ وہ مہر کا کچھ حصہ دخول سے پہلے دیا کرتے تھے حتیٰ کہ فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ جب تک عورت کو کوئی چیز پہلے نہ دے دے اس وقت تک دخول نہ کرے۔ یہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم زہری اور قتادہ سے منقول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ کچھ دینے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دخول سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حضرت علی نے ان کے ساتھ دخول کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ان کو کوئی چیز دے دیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو اپنی زرہ دے دو' تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرہ دے دی پھر ان کے ساتھ دخول کیا۔ (سنن ابو داؤد : ۲۱۲۶' ۲۱۲۵' اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں) یہ سنن ابو داؤد کی عبارت ہے اور اس کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن نسائی : ۳۳۷۵' اس کی سند صحیح ہے) اور یہ معلوم ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم چاندی تھا' پسندیدہ امر یہ ہے کہ دخول سے پہلے کچھ دے دیا جائے اور بغیر دیئے بھی دخول جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں ایک عورت کو اس کے خاوند کے کچھ دینے سے پہلے اس کے پاس بھیج دوں۔ (سنن ابو داؤد : ۲۱۲۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۳' یہ حدیث قوی مرسل ہے) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو دخول سے پہلے کچھ دینا مستحب ہے' واجب نہیں ہے تاکہ عورت کا دل دخول کے وقت خوش ہو اور اس کی تالیف قلب ہو اور جب یہ امر معروف ہے تو دس درہم سے کم مہر کی جو احادیث ہیں وہ مہر معجل پر ہی محمول ہیں تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو لوہے کی ایک انگوٹھی ڈھونڈنے کا حکم دیا تھا وہ بھی تالیف قلب کے لئے بہ طور مہر معجل تھا اور جب وہ اس سے بھی عاجز رہا تھا تو آپ نے فرمایا اس کو بیس آیتوں کی تعلیم دو یہ تمہاری بیوی ہے (سنن ابو داؤد : ۲۱۱۲) اور یہ حدیث اس کا صحیح محمل ہے جس میں آپ نے فرمایا تم کو جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (صحیح البخاری : ۲۳۱۰' صحیح مسلم : ۱۴۲۵' سنن ابو داؤد : ۲۱۱۱' سنن ترمذی : ۱۱۱۶' سنن نسائی : ۳۲۰۰' سنن ابن ماجہ : ۱۸۸۹) سو یہ ہماری روایت کردہ حدیث کے منافی نہیں ہے اور اس طریقہ سے احادیث جمع ہو جاتی ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر کی دس درہم والی روایت کی سند میں مبشر بن عبید اور حجاج بن ارطاۃ دو ضعیف راوی ہیں' تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو اس کو تقویت پہنچاتا ہے : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴۷' ۲۴۶' ۲۰۰' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۱' ۲۴۰) یہ اثر

Marfat.com

حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر' عامر اور ابراہیم سے مروی ہے (ہر چند کہ اس اثر کی اسانید میں محمد بن مروان اصغر' جو بیر اور غیاث بن ابراہیم داؤد الایدی ضعیف راوی ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے یہ اثر حسن لغیرہ ہے اور حدیث جابر کا موید ہے) شرح طحاوی میں اسی سند کے ساتھ یہ اثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور چونکہ اس اثر میں نصاب کا عدد معین بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے یہ حدیث حکماً" مرفوع ہے۔ یہ اثر از اودی از شعبی از حضرت علی مروی ہے' اور داؤد کو امام ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور حق یہ ہے کہ بہ اعتبار ظاہر کے بہ کثرت احادیث ہیں جو دس درہم کی تعیین کی نفی کرتی ہیں (یہ تمام وہ احادیث ہیں جن کو ہم نے علامہ ماوردی شافعی کی تحریر میں باحوالہ ذکر کر دیا ہے) لیکن سوائے لوہے کی انگوٹھی والی حدیث کے باقی تمام احادیث ضعیف ہیں۔ (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے دو جوتیوں والی حدیث روایت کی ہے اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبان نے کہا وہ فاحش الخطاء ہے' امام دار قطنی اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس مقدار پر فریقین راضی ہو جائیں خواہ وہ پیلو کی شاخ ہو۔ اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمان بیلمانی ہے' امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے' ابن القطان نے کہا اس کا ضعف ظاہر ہے۔ امام دار قطنی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ "گواہ ہونے کے بعد کوئی حرج نہیں خواہ تم نے قلیل مال سے نکاح کیا یا کثیر سے"۔ اس حدیث کی سند میں مرہ ضعیف راوی ہے اور اس کی سند میں حملو بن زید کذاب ہے' اس کے علاوہ اور بھی آثار ہیں جن کے ضعف کو ہم نے علامہ ماوردی کی تحریر میں ذکر کر دیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) جس حدیث میں ہے: "جس نے عورت کے مہر میں دو ستو دیئے" اس کی سند میں اسحاق بن جبرائیل ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے یہ غیر معروف ہے اور اودی نے اس کو ضعیف کر دیا اور اس کی سند میں مسلم بن رومان بھی مجہول ہے اور دو جوتیوں والی حدیث کو ہر چند کہ امام ترمذی نے صحیح کہا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ ہے' ابن الجوزی نے کہا یہ فاحش الخطا ہے' غرض یہ تمام آثار ضعیف ہیں اور صحیح حدیث صرف صحاح ستہ کی ہے جس میں آپ نے فرمایا۔ "ڈھونڈو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو" ہمارے نزدیک یہ مہر معجل پر محمول ہے ہر چند کہ یہ خلاف ظاہر ہے لیکن اس کو مہر معجل پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ بعد میں آپ نے فرمایا تم کو جو قرآن یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا' اگر اس کو تعلیم پر محمول کیا جائے یا مہر کی بالکلیہ نفی کر دی جائے تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

اور محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں کہ تم ان کو اپنے مال سے طلب کرو۔ (النساء: ۲۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال کو مہر بنانے کا حکم دیا ہے اس لئے اس حدیث میں مہر معجل کی تاویل کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس عورت کا مہر بہ طور مال اس شخص کے ذمہ تھا جو اس وقت نہیں دیا گیا تھا اب اگر شوہر کے ذمہ اس کا مہر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ خبر واحد نے قرآن مجید کی اس آیت قطعیہ متواترہ کو منسوخ کر دیا' اور اس وقت مہر کا ذکر نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ جب نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۹۔ ۳۰۵ ملخصاً" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

نوٹ : جو مہر شب زفاف میں دخول (عمل تزویج) سے پہلے یا عند الطلب دیا جائے اس کو مہر معجل کہتے ہیں اور جس مہر کی ادائیگی کا وقت مقررہ کر لیا جائے یا جو انقطاع نکاح (طلاق یا موت کے بعد) کے وقت دیا جائے اس کو مہر موجل کہتے ہیں۔

ٹیلی فون پر نکاح کا شرعی حکم

نکاح کے منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے البتہ امام مالک کے نزدیک گواہوں کی بجائے اعلان شرط ہے۔ جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے' امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بغیر ولی اور دو صالح گواہوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۲۷' ۲۲۶' ۲۲۵)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جو عورتیں از خود بغیر گواہوں کے نکاح کر لیں وہ فاحشہ ہیں۔

(سنن ترمذی : ۱۱۰۴)

بعض اوقات لڑکا ایک ملک میں اور لڑکی دوسرے ملک میں ہوتی ہے اور ضرورت یہ ہوتی ہے کہ لڑکی کا نکاح کر کے اس کو لڑکے کے پاس بھیج دیں مثلاً" لڑکی پاکستان میں اور لڑکا انگلینڈ میں ہو۔ ایسے مواقع پر لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا ٹیلی فون پر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ٹیلی فون پر مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہیں ہوتا اس لئے ٹیلی فون پر نکاح جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہ چاہئے کہ خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ لڑکا کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے پاکستان میں مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے قبول کر لے' اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کو لڑکے کے پاس کسی محرم کے ہمراہ بھیجا جا سکتا ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

اگر غائب کسی حاضر شخص کو نکاح کا وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکی کا نکاح اس غائب شخص سے کر دے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ (الی قولہ) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی طرف خط لکھا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اور نجاشی نے نبی ﷺ سے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کر دیا کیونکہ وہ سلطان ہونے کی وجہ سے حضرت ام حبیبہ کا ولی تھا۔

بیویوں کے درمیان عدل کا حکم اور بعض دوسرے مسائل

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شب زفاف کے بعد نئی بیوی کا پرانی بیوی سے زیادہ حصہ ہے اگر نئی بیوی کنواری ہے تو اس کے ساتھ پہلے سات دن رہے گا اور اس کے بعد باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا' اور اگر نئی بیوی بیوہ ہے تو اس کے ساتھ پہلے تین دن رہے گا۔ اس کے بعد باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا۔ امام ابو حنیفہ بیویوں کے دنوں کی تقسیم کے معاملہ میں نئی پرانی کا فرق نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں بیویوں میں تقسیم واجب ہے اگر نئی بیوی کے ساتھ تین دن رہے گا تو باقی بیویوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین دن رہے گا۔

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے۔ نئی' پرانی' کنواری اور بیوہ اس حکم میں سب برابر ہیں۔ لباس' کھانے پینے' رہنے کی جگہ اور بیوی کے ساتھ رات گزارنے میں تمام بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا واجب ہے۔ البتہ انس اور محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہے۔ آج کل لوگ دو شادیاں کرلیتے ہیں۔ ایک بیوی کے ساتھ مستقل رہتے ہیں اور دوسری کے ساتھ نہیں رہتے یہ عدل کے خلاف ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے اولیاء' اور اگر اولیاء (سرپرست) نے مہر وصول کرلیا ہو تو ان پر لازم ہے کہ اس مہر کو مستحق عورت تک پہنچادیں۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو وہ اپنے شوہروں کو کل مہر یا مہر کا بعض حصہ ہبہ کردیں لیکن ان سے مہر معاف کرانے کے لئے ان کو مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر وہ خوشی سے تم کو مہر میں سے کچھ دے دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ۔ اس لئے ان کی خوشی کے بغیر ان سے مہر معاف کرالینا جائز نہیں ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے اور اس مال میں سے

فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی

ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو ○ اور یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا

لیتے رہو، حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، اور تم ان میں سمجھداری (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے

اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَ

حوالے کر دو۔ اور ان کے مال کو فضول خرچ کرکے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ اور

مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ

جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے، اور جو حاجت مند ہو

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ

وہ دستور کے موافق کھالے، پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنا لو،

Marfat.com

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ⑥

اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

کم عقلوں کو مال نہ دینے اور یتیم کے مال کو ولی کا مال فرمانے کی توجیہہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا یتیموں کا مال ان کے حوالے کردو اور عورتوں کا مہران کے حوالے کردو۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب یتیم یا تمہاری منکوحہ عاقل بالغ ہو اور جب وہ عاقل بالغ نہ ہوں تو ان کے اموال کو اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور جب وہ بالغ ہو جائیں اور ان کی عقل پختہ ہو جائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے اور کم عقلوں کو اپنے مال نہ دو حالانکہ مراد یہ ہے کہ کم عقلوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو حتیٰ کہ وہ عاقل بالغ ہو جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یتیم کا مال اس کے ولی اور سرپرست کی تحویل میں رہتا ہے۔ اس ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے یتیم کے مال کی اس کے سرپرست کی طرف نسبت کردی گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں یتیم کے مال کو ولی کا مال اس لئے فرمایا ہے تاکہ ولی یتیم کے مال کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح وہ اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اس کو فضول اور بے دریغ خرچ نہ کرے اور اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے اور یتیم کے مال کی اپنے مال کی طرح حفاظت کرے۔

مال کم عقل کی ملک کرنا اس آیت کے منافی نہیں

سفہاء' سفیہ کی جمع ہے۔ سفیہ کم عقل کو کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہاں سفہاء سے کون مراد ہیں :

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں :

سعید بن جبیر نے کہا سفہاء سے مراد یتیم اور عورتیں ہیں۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد نابالغ ہیں۔ امام طبری کا مختار یہ ہے کہ اس سے کم عقل مراد ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہو یا نابالغ۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۶۵' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں نابالغ بچوں کو مال دینے سے منع فرمایا ہے اور احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور کہا میں نے اپنے اس بیٹے کو مال ہبہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا ہی مال ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس سے رجوع کرلو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث : ۲۵۸۶' صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۶۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم عمر بچوں کو ہبہ کرنا صحیح ہے البتہ ان میں مساوی ہبہ کرنا چاہئے اور اس آیت میں کم عمر بچوں کو دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ناسمجھ بچوں کو مال ہبہ کرنے اور ان کی ملکیت میں دینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ تصرف کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں میں مال دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اس کی

Marfat.com

حفاظت کرنے اور اس کو صحیح محل پر خرچ کرنے کے طریقوں پر مطلع نہیں ہوتے۔

حجر (قولی تصرف سے روکنا) کا لغوی اور شرعی معنی

حجر کا لغوی معنی ہے منع کرنا اور روکنا' اور اصطلاحی معنی ہے ولی یا قاضی کا کسی کم عقل بچہ' مجنون یا غلام کو قولی تصرف (مثلاً" خریدنا' بیچنا' ہبہ کرنا) سے روکنا' اس کا سبب صغر' جنون اور غلام ہونا ہے اس لئے بچہ' مجنون اور مغلوب العقل کی دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی اور ان کا اقرار کرنا صحیح نہیں ہے' اگر بچہ یا مجنون کو بیع و شراء کی سمجھ ہو اور ان کے ولی نے ان کو اجازت دی ہو اور اس بیع و شراء میں غبن فاحش نہ ہو تو ان کی بیع و شراء صحیح ہے' اور اگر ولی نے اجازت نہ دی ہو یا اس بیع و شراء میں غبن فاحش ہو تو پھر ان کی بیع و شراء صحیح نہیں ہے' اگر یہ کسی کے پاس اجرت پر کام کریں تو ان کی اجرت واجب ہو جائے گی اور جس عقد میں ان کے لئے نفع محض ہو وہ صحیح ہے۔ اس لئے ان کا صدقہ اور ہبہ قبول کرنا صحیح ہے جو شخص آزاد' عاقل اور بالغ ہو لیکن اس کی عقل کم ہو امام اعظم کے نزدیک اس کو قولی تصرف سے روکنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی آزادی اور بلوغ کے منافی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کو روکنا صحیح ہے تاکہ اس کا مال محفوظ رہے' ورنہ وہ اس کو بے جا خرچ کرکے ضائع کردے گا اور فتویٰ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے۔

(در مختار و رد المحتار ج ۵ ص ۹۳'۸۹ ملخصا" مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حجر کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل

نابالغ بچہ اور کم عقل کو مالی تصرف سے روکنے پر قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت دلیل ہے جس میں فرمایا ہے:

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو' اور یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان لیتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور تم ان میں سمجھ داری (کے آثار) دیکھو۔ تو ان کے مال ان کے حوالے کردو (النساء : ۶-۵)

اور حجر (قولی تصرف سے روکنے) کے ثبوت میں یہ احادیث بھی ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ تین شخصوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے' بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے۔ حضرت علی نے فرمایا: مغلوب العقل کے سوا ہر شخص کی طلاق جائز ہے۔ (صحیح البخاری' کتاب الطلاق باب : ۱۱ رقم الحدیث : ۵۲۶۸)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ بیدار ہو جائے' مجنون سے حتیٰ کہ شفایاب ہو جائے اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔

(سنن ابو داؤد : ۴۳۹۸' سنن ترمذی : ۱۴۲۸' سنن نسائی : ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ : ۲۰۴۱' سنن کبریٰ للنسائی : ۷۳۴۶' مسند احمد : ج ۱ ص ۱۱۸' ۱۴۰' ج ۶ : ص ۱۰۱' ۱۰۰' سنن دارمی : ۲۲۹۶)

ان حدیثوں میں مجنون اور نابالغ کے قولی تصرفات کو روکنے کی دلیل ہے اور جو آزاد عاقل بالغ ہو لیکن کم عقل ہو اس کو روکنے پر سورہ نساء کی زیر تفسیر آیت میں بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے:

Marfat.com

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیع اور شراء میں کچھ کمزوری تھی اور وہ بیع کرتا تھا اس کے گھر والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا : یا رسول اللہ اس کو حجر (منع) کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر منع فرمایا اس نے کہا یا رسول اللہ میں بیع کرنے سے صبر نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا جو تم بیع کرو تو کہو یہ چیز اتنے اور اتنے کی ہے اور کوئی دھوکا نہ کیا جائے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۲۵۴' صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۹۶۴' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۳۵۰۱' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۴۴۹۷)

جو کسی منصب (اسامی) کے نااہل ہوں ان کو اس کی ذمہ داری نہ سونپی جائے

حجر یعنی قولی تصرفات سے روکنا' اس کا تعلق ولی سے بھی ہے اور قاضی سے بھی' اور حجر کا سبب کم عقلی ہے اور نااہلی بھی اس کے قریب ہے۔ اس لئے جو شخص کسی عہدہ کا اہل نہ ہو اور وہ اس عہدہ پر کام کرے تو قاضی' سلطان یا حکومت وقت پر لازم ہے کہ مسلمانوں کو اس کے ضرر سے بچانے کیلئے اسے اس عہدہ پر کام کرنے سے روک دے مثلاً" ان پڑھ' عطائی حکیم اور بے سند ڈاکٹر۔ ان کو لوگوں کی جانوں سے کھیلنے کے لئے علاج معالجہ سے روکنا لازم ہے۔ بعض جگہ کمپاؤڈر حضرات محلہ میں ایک چھوٹی سی کلینک کھول کر طب کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض مساجد میں پانچ وقتی امام جو نماز کے مسائل سے بھی بمشکل واقف ہوتے ہیں وہ لوگوں کو نکاح' طلاق' حلال اور حرام کے مسائل غلط سلط بتاتے رہتے ہیں۔ اس لئے علاج کے معاملہ میں مستند اور تجربہ کار ڈاکٹر سے اور دینی مسائل میں کسی دینی دار العلوم کے مفتی سے رجوع کرنا چاہئے۔ اسی طرح باقی معاملات میں بھی ہر فن کے ماہر سے رجوع کرنا چاہئے اور کسی اناڑی اور ناتجربہ کار کے ہاتھ میں اپنا کوئی معاملہ نہیں دینا چاہئے۔

ہمارے زمانہ میں حجر کو صحیح طریقہ سے جاری کرنے کی حکومت سے کوئی امید نہیں ہے کیونکہ تمام سرکاری اداروں میں حکومت نے سیاسی وابستگی' رشوت اور سفارش کی بنیاد پر ہر شعبہ میں بہ کثرت نااہل افراد بھرتی کردیئے ہیں۔ اب کسی منصب کے لئے اہلیت اور قابلیت معیار نہیں ہے بلکہ سرکاری افسروں کے ساتھ تعلقات یا پھر زیادہ سے زیادہ روپوں کی پیش کش معیار ہے اس لئے ہر ادارہ میں اکثریت ان ملازموں کی ہوتی ہے جو ان ملازمتوں کے نااہل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے جس طرح حکم دیا ہے کہ کم عقل لوگوں کو ان کا مال نہ دو کیونکہ وہ اس مال کو ضائع کردیں گے۔ اس سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ جو شخص کسی منصب کا اہل نہ ہو اس کو اس منصب کی ذمہ داری نہ سونپی جائے لیکن ہمارے ملک اور ہمارے معاشرے میں اس کے صریح خلاف عمل ہو رہا ہے۔ کئی انگوٹھا چھاپ پیسے کے زور پر اسمبلی کے ممبر بن جاتے ہیں اور وزارت کے اہل ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم یتیموں کا (بہ طور تربیت) امتحان لیتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ الخ۔

لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کا معیار

لڑکے کے بلوغ کی علامت احتلام اور انزال ہے اور لڑکی کے بلوغ کی علامت احتلام' حیض اور حمل ہے۔ اگر ان دونوں میں ان میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ان دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا اسی پر فتویٰ ہے

Marfat.com

(اس سے یہ معلوم ہوا کہ زیر ناف بالوں کے ظہور کا بلوغ میں اعتبار نہیں ہے' پندرہ سال کی عمر' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام اعظم کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سترہ سال بلوغت کا معیار ہے' جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر جنگ احد میں چودہ سال تھی وہ جہاد کے لئے آئے تو آپ نے قبول نہیں کیا اور ایک سال بعد پندرہ سال کی عمر میں جنگ خندق میں پیش ہوئے تو آپ نے قبول فرمالیا۔ شامی) اور لڑکے کی بلوغ کے لئے کم از کم عمر بارہ سال ہے اور لڑکی کی نو سال عمر ہے۔ اگر وہ اس عمر میں بلوغ کا دعویٰ کریں اور مشاہدہ ان کے دعویٰ کی تکذیب نہ کرے تو ان کے دعویٰ کو مان لیا جائے گا۔ (در مختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (یتیم کا جو ولی ان کے مال سے) مستغنی ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے۔ (النساء : ۶)

یتیم کا مال کھانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے بیان کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک یتیم کے ولی کے لئے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ بہ طور قرض نہ بہ طور تبرع۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ یتیم کے ولی کو قاضی اور عامل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ وصی اور ولی بغیر کسی شرط کے بہ طریق تبرع اور احسان یتیم کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے اس لئے اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اس کو یتیم کے مال سے لینا جائز نہیں ہے بہ طور قرض نہ بہ طور غیر قرض۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضرورت کے وقت قرض کی صورت میں یا بغیر قرض کے یتیم کا مال کھانا جائز ہے۔ حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ولی کی ضرورت اور اس کی اجرت میں سے جو کم ہو وہ اس کو لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو جائے تو اس کی واپسی کے متعلق دو قول ہیں : امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا میرے پاس مال ہے اور میرے پاس یتیم ہے آپ نے فرمایا : بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور نہ مال جمع کرنا اور نہ اپنا مال بچانا۔ اور امام ابو داؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے آیا میں اس کے مال سے کھالوں؟ آپ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھا لو' دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کردے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۶۔ ۲۰۵' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ)

فقیہ ابو اللیث محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں :

اگر ولی فقیر ہو اور اپنی خدمت اور محنت کے مطابق یتیم کے مال سے کھالے تو مجھے امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ بہت سے علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور اس سے احتراز کرنا افضل ہے۔

Marfat.com

(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۳۴ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۳ھ)

علامہ عبدالرحمان بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

حضرت عمر ' حضرت ابن عباس ' حضرت حسن بصری ' شعبی ' ابوالعالیہ ' مجاہد ' ابن جبیر ' نخعی ' قتادہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک غنی کے لئے یتیم کا مال کھانا بالکل جائز نہیں ہے اور جس فقیر کے پاس قدر کفایت مال نہ ہو اور مال یتیم کی حفاظت اور نگرانی کی وجہ سے وہ اپنے لئے کسب معاش نہ کر سکتا ہو وہ بغیر اسراف کے بہ قدر ضرورت یتیم کے مال سے لے سکتا ہے اور جب وہ غنی ہو جائے تو اس مال کو واپس کرنے کے متعلق دو قول ہیں۔ حسن ' شعبی ' نخعی ' قتادہ اور امام احمد کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے اور جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بہ منزلہ اجرت ہے ' اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غنی ہونے کے بعد اس مال کو واپس کرنا اس پر واجب ہے۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۱۷ ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

ہمارے شیخ ابوالعباس یہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم کا مال بہت زیادہ ہو اور اس کی حفاظت اور اس کو کاروبار میں لگانے کے لئے ولی کو اپنے ضروری کاموں کو چھوڑنا پڑے تو اس کی محنت کے مطابق اس کا اجر متعین کیا جائے گا ' اور اگر وہ مال کم ہو اور اس کی حفاظت کی وجہ سے اپنا کام چھوڑنا پڑے تو اس مال سے بالکل نہ لے البتہ اس کے جانوروں سے اپنے لئے تھوڑا دودھ لے لینا اس کے لئے جائز ہے اور اس کے کھانے میں سے کچھ کھا لینا اس کے لئے جائز ہے۔ زیادہ نہ لے بلکہ رواج کے مطابق لے ' اور اجرت لینا اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں لینا دستور کے مطابق ہے اور اس آیت کو اس معنی پر محمول کرنا چاہئے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس سے احتراز کرنا افضل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۴ ' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ' ۱۳۸۷ھ)

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق

علماء دین اور دینی خدمات بجالانے والے عاملین کے لئے ان خدمات پر اجرت لینا اس وقت منع ہے جب ان کے علاوہ ان خدمات کو انجام دینے کے لئے اور کوئی شخص نہ ہو اور ان کے حق میں ان خدمات کا انجام دینا فرض عین ہو جائے ' اور جب ایسی صورت حال نہ ہو تو پھر ان کے لئے ان خدمات پر اجرت لینا جائز ہے۔ اس کی ممانعت میں جو احادیث مروی ہیں ان میں اکثر غایت درجہ کی ضعیف ہیں۔ ثانیاً " ان کا محمل یہ ہے کہ جب اس فرض کی ادائیگی کے لئے اور کوئی نہ ہو ' نیز احادیث صحیحہ سے دینی امور پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہے اس امر کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع (۷) کے اخیر میں بیان کی ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ

مردوں کے لیے (اس مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو ، اور عورتوں

Marfat.com

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ

کے لیے (بھی) اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم

كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ

ہو یا زیادہ، یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے ○ اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار، یتیم اور

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾

مسکین (بھی) موجود ہوں، تو (اس ترکہ سے) انہیں بھی کچھ دے دو، اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو ○

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا

وہ لوگ یہ سوچ کر ڈریں کہ اگر وہ اپنے (مرنے کے) بعد بے سہارا اولاد چھوڑ جاتے تو انہیں (مرتے وقت) ان

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ

کے متعلق کیسا اندیشہ ہوتا، سو انہیں (یتیموں کے متعلق) اللہ سے ڈرنا چاہیے اور درست بات کہنی چاہیے ○ بیشک جو لوگ ناجائز

يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ

طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ ع ۱/۱۰ ۱۲

اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ○

زمانہ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باپ دادا کے ترکہ سے عورتیں وارث نہیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹا بچہ خواہ مذکر ہو وہ اپنے ماں باپ کے ترکہ سے وارث نہیں کیا جاتا تھا۔ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میرا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے مجھ کو اور ایک بیٹی کو چھوڑا ہے اور ہم کو وارث نہیں بنایا جا رہا' اس کی بچی کے چچا نے کہا یا رسول اللہ! یہ عورتیں نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہیں نہ گھاس کا گٹھا اٹھا کر لا سکتی ہیں نہ دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہیں نہ کما کر لا سکتی ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی مردوں کے لئے اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال میں) سے حصہ ہے

Marfat.com

جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم ہو یا زیادہ یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۷۶' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

تقسیم وراثت میں ورثاء کا اقرب ہونا معیار ہے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے سے منع فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب وہ سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو اور اس آیت میں یہ واضح کیا ہے کہ یتیموں کے ولی ان کے جس مال کی حفاظت کرتے ہیں اس میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو وارث بنایا جاتا تھا نہ بچوں کو' وہ کہتے تھے کہ ہم اس کو وارث نہیں بنائیں گے جو نیزوں سے جنگ کر سکے نہ مال غنیمت لوٹ سکے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ جب یتیم بچوں کے ماں باپ اور قرابت دار مال چھوڑ جائیں تو وہ ترکہ کے مستحق ہونے میں برابر ہیں اس میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ترکہ کے کم یا زیادہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ ہرچند کہ حصہ کی مقدار میں فرق ہوتا ہے' اسی طرح میت کے ساتھ لاحق ہونے میں بھی فرق ہوتا ہے اور جو میت کے ساتھ بلاواسطہ لاحق ہو اس کے ہوتے ہوئے وہ محروم ہوتا ہے جو کسی واسطہ کے ساتھ میت کے ساتھ لاحق ہوتا ہے مثلاً" میت کا ایک بیٹا ہو اور ایک یتیم پوتا ہو تو بیٹا میت کے ساتھ بلاواسطہ لاحق ہے اور یتیم پوتا (فوت شدہ) دوسرے بیٹے کے واسطہ سے لاحق ہے۔ اس لئے بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتا محروم رہے گا۔

یتیم اس نابالغ بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔

علم وراثت کا یہ قاعدہ ہے کہ قریب وارث کے ہوتے ہوئے بعید وارث محروم ہو جاتا ہے اسی بناء پر اگر کسی شخص کا ایک بیٹا زندہ اور دوسرے فوت شدہ بیٹے کا بیٹا یعنی یتیم پوتا بھی زندہ ہو تو اس شخص کی وراثت سے بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو حصہ نہیں ملے گا کیونکہ یتیم پوتا میت سے ایک واسطہ سے بعید ہے اور بیٹا میت سے بلاواسطہ لاحق ہے اور اقرب ہے۔ اس قاعدہ کی اصل یہ حدیث ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا فرائض اہل فرائض کو لاحق کردو۔ (قرآن مجید میں ورثاء کے مقرر کردہ حصص کو فرائض کہتے ہیں) اس کے بعد جو ترکہ باقی بچے وہ میت کے سب سے قریب مرد کو دے دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث : ۶۷۳۲' ۶۷۳۵' ۶۷۳۷' ۶۷۴۶)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ وارث اقرب کے ہوتے ہوئے وارث ابعد محروم ہو جاتا ہے اور اقرب اور ابعد کا یہ اصول ورثاء کے لئے ہے مورث کے لئے نہیں ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں جو اقربون کا لفظ ہے وہ مورث کے لئے ہے۔ مردوں کے لیے (اس مال) میں سے حصہ ہے جس کو والدین اور اقربین نے چھوڑا ہے۔ مفتی محمد شفیع نے اس آیت میں اقربین کے لفظ سے یہ استدلال کیا ہے کہ استحقاق وراثت کے لئے ورثاء کا اقرب ہونا ضروری ہے۔ یہ اصول تو صحیح ہے مگر اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں اقربون کا لفظ مورثین اور مرنے والوں کے لئے ہے ورثاء کے لئے نہیں ہے۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں :

نیز اسی لفظ "اقربون" سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مال وراثت کی تقسیم ضرورت کے معیار سے نہیں بلکہ

Marfat.com

قرابت کے معیار سے ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ رشتہ داروں میں جو زیادہ غریب اور حاجت مند ہو اس کو زیادہ وراثت کا مستحق سمجھا جائے بلکہ جو میت کے ساتھ رشتہ میں قریب تر ہو گا وہ بہ نسبت بعید کے زیادہ مستحق ہو گا۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۳۱۱، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں۔ تو (اس ترکہ سے) انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو○۔ (النساء : ۸)

ورثاء میں ترکہ کی تقسیم کی تفصیل

اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ اے ایمان والو جب تم اپنے کسی رشتہ دار کا ترکہ تقسیم کرو اور تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دار اور یتیم آجائیں جن کو اس ترکہ سے از روئے شریعت کچھ نہ مل رہا ہو یا دوسرے غریب اور مسکین آجائیں تو اس ترکہ سے انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے نرمی اور خیر خواہی کی بات کرو مثلاً" یہ کہو کہ تم یہ مال لے لو' تمہیں اللہ برکت دے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق متعلق ہوئے اول یہ کہ میانہ روی کے ساتھ اس کی تجہیز اور تکفین کی جائے ثانی یہ کہ اس کے ترکہ سے اس کا قرض ادا کیا جائے اگر قرض ہو۔ اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی میت پر قرض ہے اور تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ ثالث یہ کہ اس کے ثلث (ایک تہائی) مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے اگر اس نے وصیت کی ہو۔ رابع یہ کہ اس کے باقی ماندہ مال کو اس کی ورثاء میں قرآن' حدیث اور اجماع کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

تقسیم میں اصحاب الفرائض سے ابتداء کی جائے۔ اصحاب الفرائض وہ ہیں جن کے حصص قرآن مجید میں مقرر کردیئے گئے ہیں مثلاً" ایک بیٹی کو نصف مال ملے گا دو یا دو سے زائد بیٹیوں کو دو ثلث (دو تہائی) ملیں گے۔ اگر اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف (آدھا) اور اگر اولاد ہو تو خاوند کو ربع (چوتھائی) ملے گا۔ یہ کل چھ حصص ہیں : نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں حصہ) سدس (چھٹا حصہ) ثلث (تہائی) دو ثلث (دو تہائی) اور ان کے لینے والے بارہ ہیں۔ چار مرد ہیں : باپ' جد صحیح (دادا اور نانا' نانا جد فاسد ہے) اخیافی بھائی (ماں کی طرف سے) اور خاوند' اور آٹھ عورتیں ہیں : بیوی' بیٹی' پوتی' عینی بہن (سگی بہن) اخیافی بہن' علاتی بہن (باپ کی طرف سے) ماں اور جدہ صحیحہ (نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے) ان کے حصوں کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

اصحاب الفرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد اگر ترکہ بچ رہے' یا اصحاب الفرائض نہ ہوں تو پھر وہ تمام ترکہ عصبات کو دیا جاتا ہے۔ باپ کی طرف سے قرابت داروں کو عصبات کہا جاتا ہے عصبات بنفسہ چار ہیں : بیٹا یا پوتا' باپ یا دادا' بھائی اور چچا' عصبات میں جو قریب ہو اس کو ملے گا اور بعید محروم ہو گا۔ اگر بیٹے کے ساتھ بیٹیاں بھی ہوں تو وہ عصبات بالغیر ہیں' اور اگر بیٹیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں تو وہ عصبات مع الغیر ہیں۔ اگر عصبات نہ ہوں تو پھر ترکہ کو ذوی الفروض میں دوبارہ تقسیم کردیا جاتا ہے' اس کو رد کہتے ہیں اور اگر ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو پھر تمام مال ذوی الارحام میں تقسیم کردیا جاتا ہے' ذوی الارحام وہ ہیں جو ماں کی طرف سے میت کے رشتہ دار ہوں ان کے چار درجات ہیں پہلا درجہ ہے بیٹی کی اولاد اور پوتی کی اولاد۔ دوسرا درجہ ہے : جد فاسد اور جدات فاسدہ یعنی نانا اور نانا کی ماں' اور تیسرا

Marfat.com

درجہ ہے بہنوں کی اولاد اور عینی اور علاتی بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائی کی اولاد' اور چوتھا درجہ ہے پھوپھیاں' اخیافی چچا اور ماموں اور خالہ ان میں درجہ بہ درجہ ترتیب ہے اور اقرب کے مقابلہ میں ابعد محروم ہوگا۔

اگر ذوی الارحام نہ ہوں تو پھر میت کا ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے کل مال کی وصیت کی ہو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر میت کا ترکہ بیت المال یعنی سرکاری خزانہ میں داخل کردیا جائے گا۔ واضح رہے کہ ہم نے ترکہ کی تقسیم میں لونڈی' غلام' مولی الموالات اور مقرلہ وغیرہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اب ان کا رواج نہیں ہے ہم نے اکثر پیش آمدہ صورتیں بیان کی ہیں جو حضرات پوری تفصیل جاننا چاہیں وہ سراجی اور شریفیہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کو دینا احسان نہیں ان کا حق پہنچانا ہے

اب اس آیت کی تفسیر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس کا ایک بیٹا' دو بیٹیاں اور اس کا ایک چچا اور بھانجا ہو تو اس صورت میں بیٹا عصبہ بنفسہ ہے اور بیٹیاں عصبہ بالغیر ہیں۔ چچا بھی عصبہ ہے مگر بیٹے کی بہ نسبت بعید ہے اور بھانجا ذوی الارحام کے تیسرے درجہ میں ہے۔ اس صورت میں کل ترکہ کے چار حصے کئے جائیں گے دو حصہ ایک بیٹے کو اور ایک ایک حصہ دو بیٹیوں کو ملے گا۔ چچا عصبہ بعید ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا اور بھانجا عصبہ کی موجودگی میں ذو الارحام ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا تاہم چچا اور بھانجہ کو ورثاء انسانی ہمدردی کے تحت اپنی طرف سے تبرعاً" کچھ دے دیں تو یہ اس آیت پر عمل ہوگا اسی طرح اگر کوئی اور مسکین ہو تو اس کو بھی دے دیا جائے اور ان سے نرم اور ملائم گفتگو کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (بنواسرائیل : ۲۶)

اور رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو اور مسکینوں اور مسافروں کو اور فضول خرچ نہ کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ داروں کو کچھ دے رہا ہے تو ان پر احسان نہیں کر رہا بلکہ ان کا حق ان تک پہنچا رہا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات : ۱۹)

اور ان کے اموال میں سوال کرنے والے اور محروم کا حق ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسکینوں' حاجت مندوں اور سائلوں کو انسان کچھ دیتا ہے تو ان پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ ان کا حق ان تک پہنچا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ لوگ یہ سوچ کر ڈریں کہ اگر وہ اپنے (مرنے کے) بعد بے سہارا اولاد چھوڑ جاتے تو انہیں (مرتے وقت) ان کے متعلق کیسا اندیشہ ہوتا سو انہیں (یتیموں کے متعلق) اللہ سے ڈرنا چاہئے اور درست بات کہنی چاہئے۔ (النساء : ۹)

یتیموں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھا جائے

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

(۱) بعض لوگ مریض سے یہ کہتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہارے مرنے کے بعد نیکیاں نہیں کرے گی جن سے تم کو

Marfat.com

آخرت میں ثواب پہنچے تو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے دو یا صدقہ وخیرات کردو' یا کسی نیک کام میں صرف کردو' یہ لوگ مرنے والے کو وصیت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی اولاد کو ترکہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بھی صاحب اولاد ہو تم یہ سوچو کہ اگر کوئی شخص تمہاری اولاد کو تمہارے ترکہ سے محروم کرنے کی کوشش کرتا تو تم پر کیا گزرتی؟

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں یتیم کے ولی سے یہ فرمایا ہے کہ وہ یتیم کی جان اور مال کے ساتھ انصاف اور احسان کریں اور یتیم کے مال کو جلدی جلدی ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجائیں تو ان کے یتیم بچوں کا ولی ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لئے وہ اپنے انجام سے ڈریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ سچی اور صحیح بات کہیں۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۸۳۔۱۸۱ ملخصا'' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جو لوگ ناجائز طریقے سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (النساء : ۱۰)

ظلماً'' مال یتیم کھانے پر انتہائی سخت عذاب کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظلماً'' مال یتیم کھانے پر سخت وعید فرمائی ہے اور اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ظلماً'' مال یتیم کھانے پر یکے بعد دیگرے آیات نازل فرمائیں۔ فرمایا ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب (النساء : ۲) اپنے کھوٹے مال کو ان کے کھرے مال سے نہ تبدیل کرو اور فرمایا ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انہ کان حوبا کبیرا (النساء : ۲) ان کے اموال کو اپنے اموال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے' اور فرمایا : ولا تاکلوھا اسرافا وبدارا ان یکبروا (النساء : ۶) اور یتیموں کے بڑے ہوجانے کے خوف سے ان کے اموال کو فضول خرچ کرکے اور جلدی جلدی نہ کھاؤ' اور اس سے پہلی آیت میں فرمایا : یتیم کے ولی یہ سوچ کر ڈریں کہ اگر وہ اپنے مرنے کے بعد بے سہارا اولاد چھوڑ جاتے تو انہیں (مرتے وقت) ان کے متعلق کیسا اندیشہ ہوتا' سو انہیں (یتیموں کے متعلق) اللہ سے ڈرنا چاہئے اور درست بات کہنی چاہئے (النساء : ۹) اور اس آیت میں فرمایا بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (النساء : ۱۰)

ان تمام وعیدوں کا نازل کرنا' یتیموں پر اللہ کی رحمت ہے کیونکہ یتیم کمزور اور بے سہارا ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ توجہ اور التفات کے مستحق ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم' معاف کرنے اور درگزر کرنے والا ہے اس کے باوجود ظلماً'' مال یتیم کھانے والوں پر اتنی سخت وعید نازل فرمائی کیونکہ یتیم انتہائی درجہ کے بے بس اور بے سہارا تھے اس لئے ان پر ظلم کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی وعید بھی بہت سخت ہے۔

ظلماً'' یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا : میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح ہیں اور ان کو ایسے لوگوں کے سپرد کردیا گیا ہے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑ رہے ہیں پھر ان کے مونہوں میں ایسے آگ کے پتھر ڈال رہے ہیں جو ان کے دھڑ کے نچلے حصہ سے نکل رہے ہیں۔ میں نے کہا : اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور وہ در حقیقت اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے تھے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت '۱۴۰۹ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام ابن ابی شیبہ' امام ابو یعلی' امام طبرانی اور امام ابن حبان حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن ایسے لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے جن کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا : کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : جو لوگ ظلماً یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے جو شخص یتیم کا مال ظلماً کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کے منہ' اس کے کانوں' اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل کرے نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔ عادی شرابی' سود کھانے والا' یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ ایران)

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ج

اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے

فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَإِن

سو اگر صرف بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ (کل ترکہ کا) دو تہائی ہے اور اگر صرف ایک

كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے، اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر

السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ج فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ

ایک کا چھٹا حصہ ہے ، اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ

Marfat.com

وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ

ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے (اور باقی سب باپ کا ہے) اور اگر میت کے (بہن)

فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ

بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے،

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم (خود) نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿11﴾ وَلَكُمْ

(یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حصص ہیں، بیشک اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○ تمہاری بیویوں

نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ

کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو، اور اگر

كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے ان کی وصیت پوری کرنے

يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ

اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا

يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

چوتھائی حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں

تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ

حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر کسی ایسے

رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ

مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں

Marfat.com

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا

فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ

ایک تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے

دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۗ ﴿۱۲﴾

کے بعد، وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا بہت حلم والا ہے ○

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ

یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اس کو ان

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ

جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ

بڑی کامیابی ہے ○ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے

حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۲ ۱۴

تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے ○

وراثت کے تفصیلی احکام

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر وراثت کے احکام بیان فرمائے تھے : مردوں کے لئے اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ وہ (مال) کم ہو یا زیادہ۔ یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے (النساء : ۷) اور اب اللہ تعالیٰ نے تفصیلی طور پر وراثت کے احکام شروع فرمائے۔ وراثت کے احکام میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے ذکر سے احکام شروع فرمائے کیونکہ انسان کا سب سے زیادہ تعلق اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا و سلام اللہ علیہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ (صحیح البخاری رقم

Marfat.com

الحدیث : ۲۷۶۷) اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام میں سب سے پہلے اولاد کے حصص بیان فرمائے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بنو سلمہ میں اپنے گھر کے اندر بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا : اے اللہ کے نبی! میں اپنے مال کو اپنی اولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی : اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ میت کے ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث : ۲۱۰۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اولاد کے احوال

اولاد کئی صورتوں میں وارث ہوتی ہے، ایک حال یہ ہے کہ میت کی اولاد کے ساتھ میت کے والدین بھی ہوں اور دوسرا حال یہ ہے کہ میت کی وارث صرف اس کی اولاد ہو اور اسکی تین صورتیں ہیں یا تو بیٹے اور بیٹیاں دونوں وارث ہوں گے یا صرف بیٹیاں یا صرف بیٹے، اگر میت نے بیٹے اور بیٹیاں دونوں چھوڑے ہیں تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا مثلاً اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی ہے تو امور متقدمہ علی الارث کے بعد میت کے ترکہ کے تین حصے کریں گے دو حصص بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔ علی ہذا القیاس اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت نے زوجہ، ماں باپ اور بیٹے اور بیٹیوں کو چھوڑا ہو تو اس صورت میں زوجہ اور ماں باپ اصحاب الفرائض ہیں یعنی ان کے حصص مقرر ہیں زوجہ کا آٹھواں حصہ، ماں کا چھٹا حصہ اور باپ کا بھی چھٹا حصہ، تو اصحاب الفرائض کو ان کے حصص دینے کے بعد جو باقی بچے گا وہ سب اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ اولاد عصبات ہیں اور اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو باقی بچے وہ عصبات میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتاب اللہ کے مطابق مال کو اصحاب الفرائض کے درمیان تقسیم کرو اور اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو باقی بچے وہ (میت کے) سب سے اقرب مرد کو دو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث : ۲۷۴۰، صحیح البخاری، رقم الحدیث : ۶۷۳۷، ۶۷۳۵، ۶۷۳۲، ۶۷۴۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۱۶۱۷، سنن ترمذی، رقم الحدیث : ۲۰۹۸)

سو اس صورت میں کل ترکہ کے ۲۴ حصص کیے جائیں اس میں سے ۳ حصے اس کی بیوی کو، ۴، ۴ حصے اس کے باپ اور ماں کو اور باقی ماندہ ۱۳ حصص اس کی اولاد میں اس طرح تقسیم کردیں کہ بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک حصہ ملے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ میت نے صرف بیٹیاں چھوڑی ہوں اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو دو ثلث (دو تہائی) ملیں گے اور اگر صرف ایک بیٹی چھوڑی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا اور اس کے بعد جو ترکہ بچے گا تو وہ دیگر اصحاب الفرائض کو ملے گا اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر میت کے عصبات کو مل جائے گا، اور اگر میت نے صرف بیٹے چھوڑے ہوں تو وہ تمام مال کے وارث ہوں گے اور اگر بیٹوں کے ساتھ اصحاب الفرائض بھی ہوں تو اصحاب الفرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی تمام مال بیٹوں کو دے دیا جائے گا۔

Marfat.com

مرد کو عورت سے دگنا حصہ دینے کی وجوہات

عورت کو وراثت میں مرد کے حصہ کا نصف ملتا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عورت مرد کی بہ نسبت پیسوں کی زیادہ محتاج ہے کیونکہ مرد آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر گھر سے باہر نکل سکتا ہے اور عورت اپنے شوہر یا والدین کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل نہیں سکتی اور اگر باہر جائے تو اس کی عزت اور عصمت کے لئے متعدد خطرات ہیں نیز چونکہ اس کی عقل کم ہوتی ہے اس لئے اگر وہ خرید و فروخت کرے تو اس کے لٹ جانے یا دھوکا کھانے کا بہت اندیشہ ہے اور جسمانی طور پر وہ کمزور صنف ہے اس لئے اگر اس کو مرد سے دگنا حصہ نہ دیا جائے تو کم از کم برابر حصہ دینا چاہئے۔

اس سوال کے حسب ذیل متعدد جوابات ہیں :

(۱) مرد کے بہ نسبت عورت کے اخراجات کم ہوتے ہیں کیونکہ مرد پر اپنی' اپنی بیوی اور بچوں کی اور اپنے بوڑھے والدین کے مصارف کی ذمہ داری ہوتی ہے اس کے برخلاف عورت پر کسی کی پرورش کی ذمہ داری نہیں ہے اور جب عورت کی بہ نسبت مرد کے اخراجات زیادہ ہیں تو مرد کا حصہ بھی عورت سے دگنا ہونا چاہئے۔

(۲) سماجی کاموں کے لحاظ سے مرد کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً" وہ امام اور قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ملک اور وطن کے نظم و نسق چلانے کی ذمہ داریاں رکھتا ہے اور ملک اور وطن کے دفاع کے لئے جہاد کی ذمہ داری بھی مرد پر ہے۔ حدود اور قصاص میں وہی گواہ ہو سکتا ہے اور کاروباری معاملات میں بھی مرد کی گواہی عورت سے دگنی ہے سو جس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں اس کا وراثت میں حصہ بھی دگنا ہونا چاہئے۔

(۳) عورت چونکہ صنفاً" کمزور ہوتی ہے اور اس کو دنیاوی معاملات کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس لئے اگر اس کو زیادہ پیسے مل جائیں تو اندیشہ ہے کہ اس کے وہ سب پیسے ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بحث ذکر کی ہے کہ ایک بیٹی کا وراثت سے نصف حصہ قطعی ہے اور جس حدیث میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء مورث نہیں بنائے جائیں گے وہ ظنی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظنی حکم کے مقابلہ میں قطعی کو کیوں ترک کر دیا اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت سے حصہ کیوں نہیں دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہمارے لئے ظنی ہے حضرت ابوبکر نے چونکہ اس کو زبان رسالت سے سنا تھا اس لئے ان کے لئے یہ حدیث قرآن مجید کی طرح قطعی تھی اس کی مفصل بحث ہم نے شرح مسلم جلد خامس میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر میت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے) اور اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ (النساء : ۱۱)

والدین کے احوال

اولاد کا اطلاق مذکر اور مونث دونوں پر ہوتا ہے اس لئے میت کے ماں باپ کے ساتھ اگر اولاد ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں :

پہلی صورت یہ ہے : کہ ماں باپ کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا دوسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہوں پھر بھی ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا

Marfat.com

حصہ ملے گا' تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور ماں باپ ہوں تو بیٹی کو نصف ملے گا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا البتہ باقی مال بھی باپ کو بہ طور عصبہ ہونے کے مل جائے گا۔

اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تہائی مل جائے گا اور باقی دو تہائی مال باپ کو بہ طور عصبہ دے دیا جائے گا اور اس صورت میں مرد (باپ) کو عورت (ماں) سے دگنا حصہ مل جائے گا۔

اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہ والدین کے احوال میں سے تیسرا حال ہے جس میں میت نے والدین کے ساتھ اپنے بہن بھائیوں کو بھی چھوڑا ہو' اس پر اتفاق ہے کہ ایک بہن یا بھائی ماں کے تہائی حصہ کے لئے حاجب بن کر اس کو چھٹا نہیں کرتے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جب بہن یا بھائی کا عدد تین کو پہنچ جائے تو وہ ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے ہیں اور اگر دو بہنیں یا دو بھائی ہوں تو اس میں اختلاف ہے اکثر صحابہ کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بھی ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دو بہنیں ماں کا حصہ تہائی سے کم نہیں کرتیں۔ فقہاء احناف کا مذہب اکثر صحابہ کے قول کے مطابق ہے' یہ بھی واضح رہے کہ دو بہنیں کسی قسم کی ہوں سگی یا سوتیلی خواہ ماں کی طرف سے خواہ باپ کی طرف سے۔ اسی طرح سے بھائی بھی۔ وہ ماں کے لئے حاجب ہیں اور اس کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے ہیں اور ایک بہن ہو یا ایک بھائی وہ ماں کے لئے حاجب نہیں ہیں خواہ وہ بہن یا بھائی عینی ہوں علاتی ہوں یا اخیافی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد' اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔
(النساء : ۱۱)

قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کے دلائل

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ وارثوں میں ترکہ کی تقسیم پر قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ اگر میت پر لوگوں کا اتنا قرض ہے کہ وہ اس کے تمام ترکہ پر محیط ہے تو وارثوں کو کچھ نہیں ملے گا اور میت کے ترکہ سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا اور اگر میت کا قرض ادا کرنے کے بعد مال بچ رہتا ہے اور میت نے وصیت بھی کی ہوئی ہے تو ایک تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اس کے بعد اس کا باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اس آیت میں میت کی وصیت پوری کرنے کا قرض کی ادائیگی سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن اس پر امت کا اجماع ہے کہ پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ اس کے حسب ذیل دلائل ہیں :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں :

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے فیصلہ کیا کہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا — اور بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت امانتوں والوں کو ادا کر دو۔ (النساء : ۵۸)

اور نفلی وصیت پوری کرنے کی بہ نسبت امانت کو ادا کرنا مقدم ہے (قرض بھی ایک طرح سے امانت ہے)۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۷۴۹' کتاب الوصایا' باب : ۹)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حارث' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کو پورا کرنے سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا حالانکہ تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض سے پہلے پڑھتے ہو۔ امام ترمذی نے کہا عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۱۲۹' ۲۱۰۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۱۵)

حارث اعور کے ضعف کا بیان

یہ حدیث حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' حارث کے ترجمہ میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں :

حارث بن عبداللہ ہمدانی اعور (یک چشم) کبار علماء تابعین میں سے ہے اور اس میں ضعف ہے۔ یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے عمرو بن مرہ' ابو اسحاق اور ایک جماعت حدیث روایت کرتی ہے شعبی نے کہا کہ ابو اسحٰق نے اس سے صرف چار احادیث کا سماع کیا ہے نیز شعبی نے کہا مجھے حارث اعور نے حدیث بیان کی اور وہ کذاب تھا' نیز مغیرہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت میں حارث کی تصدیق نہیں کی جاتی تھی۔ ابن المدینی نے کہا یہ کذاب ہے۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا اس کی عام روایات غیر محفوظ ہیں۔ دار قطنی نے کہا ضعیف ہے۔ حصین نے شعبی سے روایت کیا کہ حضرت علی کی طرف حارث نے جتنی جھوٹی احادیث منسوب کی ہیں اتنی اور کسی نے نہیں کیں۔ ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ اس کی حضرت علی سے عام روایات باطل ہیں۔ ابن اسحاق نے اس کو کذاب کہا۔ ابن حبان نے کہا حارث تشیع میں غالب تھا اور حدیث میں ضعیف تھا۔

ابوبکر بن ابی داؤد نے کہا حارث بہت بڑا فقیہ تھا اور علم میراث کا ماہر تھا اس نے یہ علم حضرت علی سے سیکھا تھا۔ حارث اعور نے ۶۵ھ میں وفات پائی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۷۲۔ ۱۷۰ ملخصاً")

نیز اس کے ترجمہ کے متعلق دیکھیں : تاریخ صغیر للبخاری ج ۱ ص ۱۴۱' الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۳۶۳' ضعفاء ابن الجوزی ج ۱ ص ۱۸۱' النجوم الزاہرۃ ج ۱ ص ۱۸۵' شذرات الذہب ج ۱ ص ۷۳' طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۸' مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۴۱۔

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں :

امام مسلم بن الحجاج نے اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حارث اعور کذاب تھا' ابو معاویہ نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حارث اعور کذاب تھا ابن معین سے ایک روایت ہے کہ حارث ثقہ ہے۔ امام ابوزرعہ نے کہا اس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جائے گا' امام نسائی سے ایک روایت ہے کہ یہ قوی نہیں ہے اور ایک روایت ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جابر جعفی نے عامر شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما حارث سے حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم کی روایات کے متعلق سوال کرتے تھے۔ امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اس کی روایات درج کی ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۴ ص ۴۴۔ ۳۹ ملخصاً" مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی زیادہ تر یہی نقل کیا ہے کہ حارث اعور کذاب اور ضعیف ہے اور بعض ائمہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۵۔ ۱۳۳ ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی اس کے متعلق رائے یہ ہے :
یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا شعبی نے اس کو کذاب کہا ہے' اور اس پر رفض کی تہمت ہے اور اس کی احادیث ضعیف ہیں۔ امام نسائی نے اس کی صرف دو حدیثیں روایت کی ہیں یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوا تھا۔
(تقریب التہذیب ج ا ص ۱۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف کی تقویت

ہر چند کہ حارث کی جس روایت میں قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کا ذکر ہے اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً درج کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے باوجود علماء امت کا اس حدیث پر عمل ہے' جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' حالانکہ حدیث ضعیف سے استدلال کرنا ان کی عادت نہیں ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۸–۳۷۷' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم کے عمل سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے۔

قرض کو وصیت پر مقدم کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید میں وصیت کے ذکر کو قرض پر مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ قرض کا مطالبہ کرنے والے قرض خواہ ہوتے ہیں اور وصیت کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا' اس لئے یہ خدشہ ہے کہ ورثاء وصیت کو چھپالیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے وصیت کا ذکر پہلے فرمایا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص موت تک قرض ادا نہ کرے اس لئے یہ نادر الوجود ہے اور وصیت عام طور پر کی جاتی ہے اس لئے وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں ذکر فرمایا لیکن ذکر میں تقدم واقع میں تقدم کو مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ واسجدی وارکعی (آل عمران : ۴۳) میں سجدہ کا پہلے اور رکوع کا بعد میں ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لئے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد' اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد۔

شوہر اور بیوی کے احوال

اولاد کی ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کی اولاد کے ساتھ نسبی قرابت ہے' اور یہ بلا واسطہ قرابت ہے اور شوہر کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کی شوہر کے ساتھ نکاح کے سبب سے قرابت ہے اور یہ بھی بلا واسطہ قرابت ہے' ان کے علاوہ جو قرابتیں ہیں مثلاً" بھائی بہن وغیرہ وہ بالواسطہ قرابتیں ہیں کیونکہ بھائی' بہن وغیرہ کی قرابت ماں باپ کے واسطہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بلا واسطہ قرابت داروں کے احکام وراثت بیان فرمائے اور پھر بالواسطہ قرابت داروں کے احکام بیان فرمائے' اور بلا واسطہ قرابت میں نسبی قرابت سببی قرابت سے قوی ہے اس لئے پہلے نسبی قرابت داروں میں اولاد اور ماں باپ کے حصص بیان فرمائے اس کے بعد سببی قرابت میں شوہر اور بیوی کے حصص بیان فرمائے اور یہ نہایت عمدہ ترتیب ہے۔

اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف (آدھا) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ

Marfat.com

چوتھائی ہے اور اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اس سے واضح ہوا کہ شوہر کا حصہ بیوی کے حصہ سے دگنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اولاد سے مراد عام ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ' مذکر ہو یا مونث' نیز وہ اولاد بلا واسطہ ہو جیسے بیٹا یا بیٹی یا بالواسطہ ہو جیسے پوتا اور پوتی' اور جب بیوی شوہر کی وارث ہو تو شوہر کی اولاد عام ہے خواہ اسی بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے۔ اسی طرح جب شوہر بیوی کا وارث ہو تب بھی اولاد عام ہے خواہ وہ اسی شوہر کی اولاد ہو یا اس کے پہلے شوہر کی اولاد ہو' اسی طرح بیوی ایک ہو یا کئی بیویاں ہوں سب کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اور وہ آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد۔ وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا' بہت حکمت والا ہے۔

کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

کلالہ کی کئی تفسیریں ہیں : ایک تفسیر یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو میت کے نہ والد ہوں اور نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کلالہ اس مورث میت (مرنے والے شخص) کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ میت کے ترکہ کو بھی کہتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلالہ کی تفسیر میں میری ایک رائے ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور اگر یہ خطاء ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اس سے بری ہے' کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ والد ہو اور نہ اولاد' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے کہا میں اس بات سے اللہ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' ۱۴۰۹ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لئے آئے مجھ پر بے ہوشی طاری تھی آپ نے وضو کیا اور وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا مجھے ہوش آگیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں۔ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہوئی :

Marfat.com

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔

(النساء : ۱۷۶)

(صحیح مسلم ٬ رقم الحدیث : ۱۶۱۶)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہوجائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ والد) اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے نصف ترکہ ہے' اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کا بیٹا نہ ہو' اور اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو اس شخص کے ترکہ کا دو تہائی ۲/۳ ملے گا اور اگر اس کے وارث بہن بھائی ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔

یہ سورہ النساء کی آخری آیت ہے نبی ﷺ نے کلالہ کی تفسیر میں اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے :

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

معدان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور اس خطبہ میں نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا میں اپنے بعد کلالہ سے اہم اور کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جارہا' اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے جتنا کلالہ کے متعلق پوچھا ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھا اور آپ نے جتنی سختی اس میں کی ہے اور کسی چیز میں نہیں فرمائی حتیٰ کہ آپ نے میرے سینہ میں انگلی چبھوئی اور فرمایا اے عمر کیا تم کو سورہ النساء کی آخری آیت کافی نہیں ہے؟

(صحیح مسلم ٬ رقم الحدیث : ۱۶۱۷)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :

کلالہ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو والد (ماں باپ) اور اولاد (یا بیٹے کی اولاد) کے ماسوا ہوں' اس کے ثبوت میں حضرت براء بن عازب سے حدیث صحیح ہے' ایک قول یہ ہے کہ جو وارث بیٹے کے ماسوا ہوں' ایک قول یہ ہے کہ اخیافی بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں' ایک قول ہے عم زاد بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں ایک قول ہے تمام عصبات کو' ایک قول ہے تمام وارثوں کو' ایک قول ہے میت کو' ایک قول ہے مال موروث کو' جوہری نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد (ماں باپ) ہو' زمخشری نے کہا کلالہ کا اطلاق تین پر کیا جاتا ہے اس مرنے والے پر جس کی نہ اولاد ہے نہ والد (ماں باپ) اور اس وارث پر جو نہ والد (ماں باپ) ہے نہ اولاد' اور ان قرابت داروں پر جو والد (ماں باپ) اور اولاد کی جہت سے نہ ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۷ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں :

صحیح یہ ہے جس پر علماء کی ایک جماعت کا اتفاق ہے کہ کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو اور نہ اولاد۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۶۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

جب کوئی شخص فوت ہوجائے اور نہ اس کا والد (ماں باپ) ہو اور نہ اس کی اولاد تو اس کے وارث کلالہ ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور جمہور اہل علم کا قول ہے۔

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۷۶ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اکثر صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ وارث ہیں جو والدین اور اولاد کے ماسوا ہوں یہی قول صحیح اور مختار ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۲ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

مرنے والا خود کلالہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وان کان رجل یورث کلالۃ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کلالہ میت کا اسم ہے اور کلالہ اس کا حال اور اس کی صفت ہے اسی لئے منصوب ہے' حضرت عمر نے فرمایا تھا کلالہ مرنے والے کا وارث ہے جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ ولد' اور میں حضرت ابوبکر کی مخالفت سے حیا کرتا ہوں اور جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو انہوں نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ حضرت ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے سو قرآن مجید کی یہ آیت اور صحابہ کرام کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مرنے والا خود کلالہ ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۸۶ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کریمہ میں بھائی یا بہن سے مراد فقط اخیافی بھائی بہن (ماں کی طرف سے) ہیں' عام مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا اس پر اجماع ہے۔ متعدد مفسرین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے ولہ اخ و اخت من ام۔ اور حضرت ابی اس کو پڑھتے تھے ولہ اخ او اخت من الام' ہر چند کہ یہ قرات شاذ ہے تاہم اکثر علماء کا یہ مختار ہے کہ جب قرات شاذہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو تو وہ خبر واحد کے حکم میں ہے اور اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس میں بعض کا اختلاف بھی ہے۔ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ عینی اور علاتی بھائی' بہن (سگے اور باپ کی طرف سے) کا ذکر اس سورت کی آخری آیت میں ہے۔ نیز اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اس کا حصہ سدس (چھٹا) ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو ان کا حصہ ثلث (تہائی) ہے اور ماں کا بھی یہی حصہ ہے تو مناسب ہوا کہ ماں کی طرف بھائی یا بہن کا بھی یہی حصہ ہو نیز عینی بھائی اور بہن عصبہ ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے اور اس آیت میں بھائی اور بہن کا حصہ سدس اور ثلث مقرر فرمایا ہے اب اگر اس آیت میں بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن مراد لیا جائے تو ان آیتوں میں تعارض لازم آئے گا۔

احکام وراثت کی اطاعت پر جنت کی بشارت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے○ (النسآء : ۱۳)

Marfat.com

یتیموں اور میراث کے متعلق جو احکام بیان کئے گئے ہیں یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی اللہ کے دیئے ہوئے شرعی احکام ہیں اور اس کی اطاعت کی تفصیلات اور شرائط ہیں' ان پر حدود کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا کہ مکلف کے لئے ان احکام سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

اور جو شخص اللہ کے ان احکام پر عمل کرے گا اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کردے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ (النساء : ۱۴)

احکام وراثت کی نافرمانی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید اور اس کی توجیہہ

جس نے میراث کے ان احکام میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یا اللہ اور اس کے رسول کے فرائض میں سے کسی فرض میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اس نے حلال سمجھ کر وراثت کی حدود سے تجاوز کیا اللہ اس کو دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل کردے گا۔

اس آیت میں کسی حکم کی نافرمانی کرنے اور حدود سے تجاوز کرنے پر دائمی عذاب کی وعید ہے جب کہ دائمی عذاب صرف کفار کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے اللہ کی اہانت اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یا حلال سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی حدود سے تجاوز کیا' یا جمیع حدود سے تجاوز کیا وہ کافر ہو گیا' اور اس آیت میں یہی تاویل ہے۔

جنتیوں کے بیان میں خلود کا ذکر جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے اور دوزخیوں کے ذکر میں خلود کا ذکر واحد کے صیغہ کے ساتھ ہے کیونکہ اطاعت گزار اپنے ساتھ ان کو بھی جنت میں لے جائیں گے جن کی وہ شفاعت کریں گے اس لئے جمع کے صیغہ کا ذکر کیا اور کافر دوزخ میں اکیلا جائے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ جنت میں خلود انس کا سبب ہو گا اس لئے جمع کا صیغہ ذکر کیا' اور دوزخ میں خلود وحشت کا سبب ہو گا اور دوزخی اس وحشت میں اکیلا ہو گا اس لئے واحد کا صیغہ ذکر کیا۔

معتزلہ وغیرہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس نے وراثت کے کسی حکم میں نافرمانی کی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق مرتکب کبیرہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عدم عفو کے ساتھ مقید ہے یعنی اگر اللہ اس کو معاف نہ کرے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جبکہ معتزلہ کے نزدیک بھی اس میں یہ قید ہے کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو شخص کسی وارث کی میراث سے بھاگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی وراثت کو منقطع کردے گا۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۰۳)

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی

Marfat.com

أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ

طلب کرو، پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انھیں

يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذَانِ

موت آ جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ○ اور تم میں سے جو

يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا ۚ فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ

دو شخص بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ، پس اگر وہ توبہ کریں اور نیک ہو جائیں تو ان سے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿١٦﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ

درگزر کرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو

يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ

جہالت سے گناہ کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ

يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ

اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے ○ اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے

لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آتی ہے تو

قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ

وہ کہتا ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہے جو حالتِ کفر میں مرتے ہیں

أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں

يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا

کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ، اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیے ہوئے

Marfat.com

بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ
(مہر) میں سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں،
وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ
اور تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو، پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز
تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ
کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○ اور اگر تم ایک بیوی
اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا
کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو، تو
تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـئًا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۲۰﴾ وَ
اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے؟ اور تم
كَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ
اس مال کو کیونکر واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے
مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ
پختہ عہد لے چکی ہیں ○ اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے
۱۴ ع ۸ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾ ع
باپ دادا نکاح کر چکے ہیں مگر جو گزر چکا، بیشک ایسا فعل بے حیائی اور موجب غضب ہے اور بہت ہی برا طریقہ ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں۔ (النساء: ۱۵)

عورتوں کی بدکاری پر ابتدائی سزا کا بیان

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بدکاری پر انہیں سزا دینے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی درحقیقت ان کے ساتھ حسن سلوک ہے کیونکہ سزا ملنے کے بعد جب وہ بدکاری سے باز آجائیں گی تو آخرت کی سزا سے بچ جائیں گی، دوسری وجہ یہ بتلانا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن

Marfat.com

سلوک کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہیں بے حیائی کے لئے بے لگام چھوڑ دیا جائے' اور تیسری وجہ یہ بتانا ہے کہ احکام شرعی اعتدال پر مبنی ہیں' ان میں افراط اور تفریط نہیں ہے نہ یہ کہ عورت کو بالکل دبا کر رکھا جائے اور اس کے حقوق سلب کر لئے جائیں اور نہ یہ کہ اسے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے اور اس کی بے راہ روی پر بھی اس سے محاسبہ اور مواخذہ نہ کیا جائے۔

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں بدکاری سے مراد زنا ہے کیونکہ جب عورت کی طرف زنا کی نسبت کی جائے تو اس کا ثبوت اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے خلاف چار مسلمان مرد گواہی دیں۔ اسلام میں ابتداء" اس کی یہ سزا تھی کہ ایسی عورت کو تاحیات گھر میں قید کر دیا جائے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ پیدا کر دے' اور وہ راہ یہ ہے کہ کنواری عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے اور اس راہ کا بیان رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے :

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے لو' مجھ سے لو' اللہ نے عورتوں کے لئے راہ پیدا کر دی' اگر کنوارہ مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ان کو سو کوڑے لگاؤ اور ان کو سنگسار کر دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث : ۱۶۹۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۳۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۵۵۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۲۲' صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۴۲۵)

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت اس وقت منسوخ ہو گئی جب زنا کی حد کے احکام نازل ہو گئے' اور ابو مسلم اصفہانی کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ان کے نزدیک عورتوں کی بدکاری یا بے حیائی کے کام سے مراد زنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عورتوں کا اپنی جنس کے ساتھ لذت حاصل کرنا ہے' لیکن ابو مسلم اصفہانی کا یہ قول اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی نے یہ تفسیر نہیں کی' اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ اللہ نے عورتوں کے لئے راہ پیدا کر دی۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان آزاد) گواہ طلب کرو۔

حدود میں عورتوں کی گواہی نامعتبر ہونے کے دلائل

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں :

زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد دونوں خلیفوں کے زمانہ میں یہ سنت تھی کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

عامر بیان کرتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد سے سنا ہے کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حدود میں عورت کی گواہی جائز ہے نہ غلام کی۔

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۶۰ ـ ۵۹ ' مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۳۳۰ ـ ۳۲۹)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

زنا کے ثبوت کے لئے چار مسلمان آزاد مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے تاکہ زنا کے ثبوت کے لئے بار ثبوت سخت ہو زنا کے ثبوت کے لئے یہ کڑی شرط اس لئے عائد کی گئی ہے تاکہ لوگوں کی عزتیں محفوظ رہیں اور کوئی شخص دو جھوٹے گواہ پیش کرکے کسی کو بلاوجہ متہم نہ کرسکے 'اگر کوئی شخص چار مسلمان گواہ پیش نہ کرسکا تو اس پر حد قذف لگے گی جو اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور جس نے کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر چار گواہ نہ ہوں تو بندوں کا پردہ رہے گا' یا اس لئے کہ زنا کا ارتکاب مرد اور عورت کرتے ہیں اور ہر دو کو سزا ملتی ہے اس لئے اس میں چار گواہ مقرر کئے گئے تاکہ ہر ایک کے حق میں دو دو گواہ ہوں اور نصاب شہادت مکمل ہو جائے لیکن یہ کوئی قوی وجہ نہیں ہے۔

حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر اعتراض کا جواب

چار مرد گواہوں کی شرط پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مثلاً" لڑکیوں کے ہوسٹل میں ایک لڑکی کی جبراً" اور ظلماً" عصمت دری کی گئی اور موقع پر صرف لڑکیاں ہیں یا کسی صورت میں کوئی بھی نہیں ہے وہ لڑکی کیسے انصاف حاصل کرے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ سزا اس وقت دی جاتی ہے جب قانونی تقاضے پورے ہوں مثلاً" اگر جنگل میں جہاں کوئی نہ ہو وہاں کوئی شخص کسی کو قتل کردے تو گواہ نہ ہونے کی وجہ سے قاتل کو سزا نہیں ملے گی ایسی صورتوں میں مجرم دنیاوی سزا سے تو بچ جائے گا لیکن اخروی سزا کا مستحق ہو گا۔

کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟

ایک وحشت زدہ کنواری لڑکی جس کا لباس تار تار اور خون آلود ہے روتی اور آنسو بہاتی ہوئی پولیس کے پاس پہنچتی ہے اور کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ اس شخص کو فوراً" موقع واردات پر گرفتار کرلیا جاتا ہے اور میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس لڑکی سے دخول کیا گیا ہے اور اس شخص کی منی اس لڑکی کے اندام نہانی میں موجود ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس قرینہ کی وجہ سے اس شخص پر زنا کی حد لازم ہوگی یا بغیر چار مرد گواہوں کے اس شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنے کی وجہ سے اس لڑکی پر حد قذف لگائی جائے گی؟ اس کا حل یہ ہے کہ ثبوت زنا کے لئے یقیناً" یہ قوی قرینہ ہے لیکن اس شخص پر حد لگانے کے بجائے اس کو تعزیراً" سزا دی جائے جیسا کہ فقہاء شراب کی بو کی بناء پر شراب کی حد تو جاری نہیں کرتے لیکن تعزیراً" سزا دیتے ہیں' باقی رہا یہ سوال کہ بغیر چار مرد گواہوں کے کسی شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف ہے اور اس کو تہمت لگانا ہے اس لئے اس لڑکی پر حد قذف لگنی چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قذف اس وقت ہو گا جب کوئی شخص کسی کو متہم اور بدنام کرنے کی حیثیت سے مسلمانوں میں ایک فحش بات کو پھیلانے کی غرض سے اس پر زنا کی تہمت لگائے' اس کے علاوہ اگر کسی غرض صحیح کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو یہ قذف نہیں ہے مثلاً" ایک شخص حاکم کے سامنے اعتراف جرم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس لئے مجھ پر حد جاری کی جائے۔ اب اس کے اعتراف سے اس پر تو زنا کی حد لازم ہو جائے گی لیکن اس کے اعتراف سے اس عورت پر اس وقت تک حد لازم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور اس شخص نے جو اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس عورت کی طرف زنا

Marfat.com

کی نسبت کی ہے یہ قذف نہیں ہے' اور نہ ان کلمات سے اس شخص پر حد قذف لازم ہوگی کیونکہ ان کلمات سے اس شخص کا مقصود اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہے نہ کہ کسی کو بدنام اور متہم کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم میں سے جو دو شخص بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ' پس اگر وہ توبہ کرلیں تو ان سے درگزر کرو۔

"دو شخصوں کی بے حیائی" کی تفسیر میں متعدد اقوال

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد کنوارہ مرد اور کنواری عورت ہے اور اس سے پہلی آیت میں شادی شدہ عورتیں مراد تھیں اس کی دلیل یہ ہے :

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سدی نے کہا اس آیت میں کنواری لڑکیاں اور کنوارے لڑکے مراد ہیں جن کا نکاح نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کو (مار پیٹ سے) ایذا پہنچاؤ۔ ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔

بعض نے کہا پہلی آیت میں زناکار عورتیں مراد تھیں اور ان کی سزا یہ تھی کہ ان کو ان کے گھروں میں مقید کردو اور اس آیت میں زناکار مرد مراد ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو مار پیٹ سے ایذا پہنچاؤ' اس کی دلیل یہ ہے کہ مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے اس آیت سے زنا کرنے والے مرد مراد ہیں' اور بعض نے کہا اس آیت میں مرد اور عورت دونوں مراد ہیں خواہ وہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو مار پیٹ کر ایذا پہنچائی جائے یہ عطا اور حسن بصری کا قول ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۰۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

ایذاء پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس بے حیائی پر ملامت کی جائے اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے اور مار پیٹ کی جائے۔ حسن بصری کا قول یہ ہے کہ عورتوں کو پہلے ملامت کی جائے اور مارا جائے اور پھر گھروں میں قید کردیا جائے اور اس آیت کا حکم مقدم ہے اور اس سے پہلے والی آیت کا حکم موخر ہے' بہرحال جمہور مفسرین کے نزدیک ان دونوں آیتوں کا حکم سورہ نور سے منسوخ ہوگیا جس میں کنواروں کے لئے زنا کی حد سو کوڑے بیان کی گئی ہے اور احادیث متواترہ سے جن میں شادی شدہ زانیوں کی حد رجم (سنگسار کرنا) بیان کی گئی ہے البتہ ابو مسلم کے نزدیک پہلی آیت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنی جنس کے ساتھ شہوانی لذت حاصل کرتی ہیں اور دوسری آیت سے مراد وہ مرد ہیں جو ایک دوسرے سے عمل قوم لوط (اغلام) کرکے لذت حاصل کرتے ہیں۔ ابو مسلم کے نزدیک یہ دونوں آیتیں منسوخ نہیں ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے عمل قوم لوط کی حرمت پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا تاہم چونکہ یہاں اغلام کی بحث آگئی ہے اس لئے ہم اغلام کی حرمت پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل کا ذکر کریں گے۔

اغلام کی حرمت پر قرآن مجید کی آیات

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (الاعراف : ۸۱-۸۰)

اور لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کی ۝ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم (انسانیت کی) حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

Marfat.com

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ○ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ (النمل : ۵۵-۵۴)

اور لوط کو (یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم (آپس میں) دیکھتے ہوئے بے حیائی کرتے ہو○ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ○ (النمل : ۵۸)

اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی سو جو لوگ ڈرائے ہوئے تھے ان پر کیسی بری بارش ہوئی۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ ○ (هود : ۸۳-۸۲)

اور جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے (قوم لوط کی) بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ کردیا اور ہم نے ان پر لگاتار کنکر پتھر برسائے جو آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے' اور پتھر برسانے کی یہ سزا ظالموں کے لئے مستبعد نہیں ہے۔

اغلام کی حرمت پر احادیث اور آثار

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز کا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل (اغلام' مرد کا اپنی جنس کے ساتھ بد فعلی کرنا) ہے۔ (یہ حدیث حسن ہے)

(سنن ترمذی' رقم الحدیث ۱۴۵۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۵۶۳' المستدرک صحیح الاسناد : ج ۴ ص ۳۵۷)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۴۴۶۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۵۶' سنن ابن ماجہ : رقم الحدیث' ۲۵۶۱' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۳۸۶)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو لوگ عہد شکنی کرتے ہیں ان میں قتل (عام) ہو جاتا ہے اور جن لوگوں میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان میں موت کو مسلط کردیتا ہے اور جو لوگ زکوۃ نہیں دیتے ان سے بارش کو روک لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرح کے مطابق صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۱۲۶' امام ذہبی نے بھی اس حدیث کی موافقت کی ہے)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سات آدمیوں پر سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت کرتا ہے' اور ان میں سے ایک شخص پر تین بار لعنت کرتا ہے اور ہر ایک پر ایسی لعنت کرتا ہے جو اس کو کافی ہوگی۔ فرمایا : جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے' جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے' جو قوم لوط کا عمل

Marfat.com

کرے وہ ملعون ہے' جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے وہ ملعون ہے' جو کسی جانور سے بد فعلی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص ایک عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرے وہ ملعون ہے' جو شخص زمین کی حدود میں تبدیلی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص اپنے مولا کے غیر کی طرف منسوب ہو وہ ملعون ہے۔ (محرز بن عارون کے سوا اس حدیث کی سند صحیح ہے جمہور کے نزدیک وہ ضعیف ہے' لیکن امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے' حاکم نے اس حدیث کو کہا یہ صحیح الاسناد ہے) (المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۸۴۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمی اللہ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ کے غضب میں شام کرتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا : وہ مرد جو عورت کی مشابہت کریں اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں اور جو شخص جانوروں سے بدفعلی کرے اور جو مرد' مرد سے بدفعلی کرے۔

اس حدیث کے ایک راوی محمد بن سلام خزاعی کی حضرت ابو ہریرہ سے روایت غیر معروف ہے' امام بخاری نے کہا اس حدیث میں اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔ امام ابن عدی نے کہا محمد بن سلام کی وجہ سے یہ حدیث منکر ہے' ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن ترہیب میں معتبر ہے۔

(المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۶۸۵۴' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۳۸۵' کامل ابن عدی : ج ۶ ص ۲۲۳۳)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ عرب کے بعض قبائل میں ان کو ایک مرد ملا جو مرد کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے' حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع کیا جن میں حضرت علی بھی تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) حضرت علی نے فرمایا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کو صرف ایک امت نے کیا تھا اور تمہیں معلوم ہے اللہ نے ان پر کیسا عذاب بھیجا' میری رائے ہے کہ اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب نے اس پر اتفاق کر لیا کہ اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے' پھر حضرت ابوبکر نے اس شخص کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ (یہ حدیث حسن ہے) (شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۳۸۹)

امام بخاری عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے۔ انہوں نے ان کو جلا دیا' حضرت ابن عباس کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے عذاب کے ساتھ سزا دینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۶۹۲۲) چونکہ وہاں پر موجود حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا اور دیگر صحابہ نے اس مشورہ کی تائید کی۔

عمل قوم لوط کی حد یا تعزیر میں مذاہب اربعہ

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں :

درر غرر میں مذکور ہے کہ جو شخص عمل قوم لوط کرے اس کو تعزیر لگائی جائے گی مثلاً" اس کو آگ میں جلا دیا جائے گا' اور اس پر دیوار گرا دی جائے گی' اور اس کو کسی بلند جگہ سے الٹا کر کے گرا دیا جائے گا اور اس پر پتھر مارے جائیں گے اور الحاوی میں مذکور ہے کہ اس کو کوڑے مارنا زیادہ صحیح ہے' فتح القدیر میں مذکور ہے اس پر تعزیر ہے اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے یا توبہ کر لے' اور اگر وہ دوبارہ یہ عمل کرے تو اس کو امام سیاستہ" قتل کر دے' امام کی قید

Marfat.com

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے (النہر والبحر) اسی طرح استمناء حرام ہے' صحیح مذہب یہ ہے کہ جنت میں عمل قوم لوط نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کو قبیح اور خبیث فعل قرار دیا ہے اور جنت اس عمل سے پاک ہے (فتح القدیر) الاشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ اس فعل کی حرمت عقلی ہے اس لئے جنت میں اس کا وجود نہیں ہوگا ایک قول یہ ہے کہ اس کی حرمت شرعی ہے' البحر میں مذکور ہے کہ اس کی حرمت عقلاً" شرعاً" اور طبعاً" زنا سے زیادہ شدید ہے اور زنا کی حرمت طبعاً" نہیں ہے کیونکہ جس عورت کی طرف طبیعت راغب ہو اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ کنیز ہو تو اس کو خرید کر اس سے شہوت پوری کی جاسکتی ہے' اس کے برخلاف اگر کسی لڑکے پر طبیعت راغب ہو تو اس سے قضاء شہوت کا کوئی جائز ذریعہ نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ یہ کم درجہ کا جرم ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حد مجرم کو جرم سے پاک کردیتی ہے (یہ امام شافعی کا قول ہے) بلکہ حد نہ ہونا اس جرم کی شدت کی وجہ سے ہے اور جو شخص اس عمل کو جائز سمجھے وہ جمہور کے نزدیک کافر ہے۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

زیادات میں مذکور ہے اس کے فاعل کی سزا امام کی رائے پر موقوف ہے جب کہ فاعل عادی ہو خواہ اس کو قتل کردے خواہ اس کو مارے اور قید کردے' الاشباہ میں مذکور ہے جب تک وہ بار بار یہ فعل نہ کرے امام اعظم کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ علامہ بیری نے کہا ہے کہ دو بار اس فعل کے کرنے پر اس کو قتل کردیا جائے گا' فتح القدیر میں ہے کہ اس کو بلندی سے گرانے کی سزا اس لئے ہے تاکہ قوم لوط کی سزا سے مشابہت ہو کیونکہ ان کی زمین کو الٹ پلٹ کردیا گیا تھا۔ ابن الولید معتزلی نے کہا جنت میں اس فعل کے اندر کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں اس فعل سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس سے نسل منقطع ہوتی ہے اور یہ فعل محل نجاست میں ہوتا ہے اور جنت میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں' اس لئے جنت میں شراب حلال ہے کیونکہ اس میں نشہ نہیں ہوگا اور نہ عقل زائل ہوگی' امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ مردوں کی طرف جنسی میلان کرنا ان کے لئے باعث عار ہوتا ہے اور یہ فی نفسہ قبیح ہے کیونکہ ان کو اس عمل کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اسی وجہ سے اس فعل کو کسی شریعت میں جائز نہیں کیا گیا' اس کے برعکس شراب بعض شریعتوں میں جائز تھی اور جنت کو باعث عار اور قابل نفرت کاموں سے پاک رکھا گیا ہے' لیکن ابن الولید نہیں مانا اس نے کہا عار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نجاست کے ساتھ تلویث ہے اور جب جنت میں نجاست نہیں ہوگی تو عار بھی نہیں ہوگا' اس کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی ہیں نہ کہ چار اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۵ مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

عمل قوم لوط سب سے بڑی بے حیائی کا کام ہے اس لئے اس پر سب سے بڑی حد ہے اس میں دو قول ہیں :

(۱) امام شافعی نے کہا ہے کہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ اس کو پتھر مار مار کر قتل کردیا جائے (کتاب الام ج ۷ ص ۸۳)

حضرت عبداللہ بن عباس' سعید بن مسیب' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ قتل کرنے کے دو طریقے ہیں یا تو رجم کردیا جائے یہ فقہائے بغداد کا قول ہے یا تلوار سے قتل کردیا جائے یہ فقہائے بصرہ کا قول ہے۔

(۲) شادی شدہ کو رجم کردیا جائے اور کنوارے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو ایک سال کے لئے شہر بدر کردیا

Marfat.com

جائے۔ اس کی حد میں فاعل اور مفعول بہ برابر ہیں البتہ اگر مفعول نابالغ ہو تو اس پر تعزیر ہے۔
(الحاوی الکبیر ج ۱۷ ص ۶۲ ملخصاً" مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں :

امام احمد بن حنبل کے نزدیک عمل قوم لوط کرنے والے کی حد یہ ہے کہ اس کو رجم کردیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو خواہ کنوارہ۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ کنوارے کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا۔
(المغنی ج ۹ ص ۵۸ ملخصاً" مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی المالکی متوفی ۱۱۰۱ھ لکھتے ہیں :

جس شخص نے قوم لوط کا عمل کیا ہو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو رجم کردیا جائے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' فاعل کی اس بات میں تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس نے خوشی سے یہ فعل کیا تھا یا مجبوراً" اگر مفعول بہ کے ساتھ جبراً" یہ فعل کیا گیا یا بچہ کے ساتھ اس کی خوشی سے کیا گیا ہو تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا' اور صرف فاعل کو رجم کیا جائے گا اس کے ثبوت کے لئے بھی چار گواہ ضروری ہیں جس طرح زنا میں چار مرد گواہوں کی شرط ہے۔
(الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ج ۸ ص ۸۲' مطبوعہ دار صادر بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس عمل پر حد ہے اور بہ ظاہر اس کا ثبوت بھی چار گواہوں سے ہوگا. امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر تعزیر ہے کیونکہ اس کی سزا حد زنا کی طرح معین اور قطعی نہیں ہے نیز امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد کا نہ ہونا تخفیف کے لئے نہیں بلکہ تغلیظ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : توبہ کی توفیق دینا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کرلیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً") قبول فرماتا ہے۔ (النساء : ۱۷)

جہالت سے گناہ کرنے پر مقبولیت توبہ کی تشریح

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب دو شخص بے حیائی کا کام کریں تو ان کو ایذا پہنچاؤ' اور جب وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کرو' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول ہونے کی یہ شرط بیان فرمائی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کریں تو ان کی توبہ قبول ہوگی' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہالت سے کوئی گناہ کرنا تو مواخذہ اور گرفت کا مستحق ہی نہیں تو اس پر توبہ کرنے یا صرف اسی کی توبہ قبول ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر غفاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے میری امت کی خطا' نسیان اور جس کام پر اس کو مجبور کیا جائے اس سے درگزر فرمالیا۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۰۴۳) نیز قرآن اور حدیث کی دیگر تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمداً" گناہ کرنے پر بھی توبہ قبول ہوجاتی ہے۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک معصیت کا ارتکاب جہالت ہے خواہ وہ معصیت عمداً" کی جائے' قرآن مجید میں ہے :

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ (یوسف نے) دعا کی اے میرے رب مجھے قید خانہ اس گناہ کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ دعوت دیتی ہیں اور اگر تو

Marfat.com

الْجٰهِلِيْنَ○(یوسف : ۳۳)

نے ان کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ (یوسف : ۸۹)

یوسف نے (اپنے بھائیوں سے) کہا کیا تم کو علم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل تھے۔

ان کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات ہیں جن میں عمداً معصیت پر جہالت کا اطلاق کیا گیا ہے امام عبدالرزاق اور امام ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ قتادہ نے کہا صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ ہر معصیت جہالت ہے خواہ عمداً ہو یا بغیر عمد کے (در منثور ج ۲ ص ۱۳۰)

(۲) زیر بحث آیت میں جہالت سے مراد اس فعل کی معصیت ہونے کی جہالت نہیں ہے بلکہ اس فعل پر جو عذاب مرتب ہوتا ہے اس کی جہالت مراد ہے۔

(۳) بعض اوقات انسان کو یہ علم ہوتا ہے کہ یہ فعل معصیت ہے اور اس پر عذاب ہوتا ہے لیکن وہ اس عذاب کی کیفیت اور اس کی مدت سے جاہل ہوتا ہے اس وجہ سے وہ معصیت کا ارتکاب کرلیتا ہے۔

ان جوابات کی روشنی میں اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جو لوگ جہالت کا کام کر بیٹھیں پھر توبہ کرلیں' یا جو لوگ معصیت کے عذاب سے جہالت کی بناء پر گناہ کر بیٹھیں پھر توبہ کرلیں تو صرف ان کے لئے توبہ کی قبولیت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت کے پہلے جز میں بھی یہی فرمایا تھا کہ صرف ان کے لیے توبہ کی قبولیت ہے اور بعد میں بھی یہی فرمایا کہ ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور یہ بہ ظاہر تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے پہلے جز میں توبہ کی توفیق مراد ہے اور دوسرے جز میں اللہ کا اپنے کرم سے حتماً توبہ کا قبول فرمانا مراد ہے اور یہ صرف اللہ کے کرم سے ہے اس میں بندہ کا کوئی استحقاق نہیں ہے' اور اس کا خلاصہ یہ ہے : توبہ کی توفیق دینا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کرلیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے۔

توبہ کی تعریف اس کے ارکان اور شرائط ہم نے آل عمران : ۱۳۳ میں تفصیل سے بیان کردیئے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ معصیت پر دل سے نادم ہونا اور دوبارہ اس معصیت کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرنا' اللہ تعالیٰ سے گذشتہ معصیت پر بخشش چاہنا' اور معصیت کا تدارک اور تلافی کرنا ہی توبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں (النساء : ۱۸)

غرغرہ موت کے وقت توبہ کا قبول نہ ہونا

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ جو لوگ گناہ کرنے کے بعد جلد توبہ کرلیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا

Marfat.com

ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی نزع روح کا وقت آ جاتا ہے اور وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اس وقت ان کو اضطراری طور پر اللہ کے حق ہونے کا یقین ہو جاتا ہے اس وقت وہ ایمان لے آئیں یا توبہ کر لیں تو وہ ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ اپنے اختیار سے اللہ کو حق ماننے اور توبہ کرنے کا نام ایمان ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تک غرغرہ موت (نزع روح) کا وقت نہ آئے اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۵۴۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۲۵۳' شرح السنۃ' رقم الحدیث : ۱۳۰۶' صحیح ابن حبان : ج ۲ ص ۶۲۸' مسند احمد : ج ۲ ص ۱۳۲' ۱۵۳' ج ۳ ص ۴۲۵)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے فرشتوں کو دیکھنے سے پہلے توبہ کر لی وہ اس کی عنقریب توبہ ہے۔ امام ابن جریر اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک سے روایت کیا ہے کہ موت سے پہلے ہر چیز عنقریب ہے۔ موت کے فرشتہ کو دیکھنے سے پہلے توبہ مقبول ہوتی ہے اور موت کے فرشتہ کو دیکھنے کے بعد توبہ مقبول نہیں ہوتی۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۳۰' مطبوعہ ایران)

فرعون چونکہ موت کے فرشتے اور عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان لایا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان قبول نہیں فرمایا :

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (یونس : ۹۰-۹۱)

حتیٰ کہ فرعون کو جب غرق نے گھیر لیا تو اس نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (فرمایا) تو اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا تھا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لئے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں' اور تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ۝ (النساء : ۱۹)

زمانہ جاہلیت کے مظالم سے عورتوں کو نجات دلانا

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مسائل اور احکام بیان فرمائے تھے درمیان میں ایک مناسبت سے توبہ کا ذکر آ گیا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اس موضوع کو شروع کر دیا' زمانہ جاہلیت میں لوگ عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے اور ان کو ایذا پہنچاتے تھے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ایذا رسانی اور ظلم سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے اولیاء

Marfat.com

(ورثاء) اس کی بیوی کے حق دار ہوتے تھے' اگر وہ چاہتے تو اس کا کہیں نکاح کر دیتے اور اگر چاہتے تو خود اس سے نکاح کر لیتے اور اگر چاہتے تو اس کا کہیں نکاح نہ کرتے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر مجاہد ص ۱۵۰' تفسیر سفیان ثوری ص ۹۲' تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۲۹)

اس آیت میں یہ بتادیا کہ کسی شخص کا زبردستی عورت کا وارث بن جانا ناجائز اور حرام ہے' نیز فرمایا : اور نہ تم ان کو اس لئے روکو' اس سے مراد یہ ہے کہ جب بیوہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرنا چاہے تو تم اس کو اس سے منع نہ کرو زمانہ جاہلیت میں بیوہ عورت کے وارث اس کو اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے تاکہ ان کی گرفت سے آزاد ہو کر وہ اپنے مہر کا مطالبہ نہ کرے یا وہ اس عورت کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک کہ وہ اپنے مہر کی رقم ورثاء کو دے کر اپنی خلاصی نہ کرائے (تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۳۰) یا پھر وہ عورت ورثاء کی قید میں مرجاتی اور وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مہر کی رقم پر قبضہ کر لیتے تھے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۰۸)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا : سوا اس صورت کے کہ وہ عورتیں علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں علی الاعلان بے حیائی سے کیا مراد ہے؟ عطا خراسانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد زنا ہے' یعنی اگر کوئی عورت زنا کرے تو اس کا شوہر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لے لے پہلے یہی حکم تھا بعد میں جب حدود کے احکام نازل ہوئے کہ کنواری کو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ علی الاعلان بے حیائی سے مراد شوہر سے بغض رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے اگر عورت ایسا کرے تو شوہر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو تم نے ان عورتوں کو اپنے عقد میں اللہ کی امانت سے لیا ہے' اور اللہ کی اجازت سے تم نے ان کے جسموں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے اور تمہارے ان پر حقوق ہیں' اور تم پر ان کے حقوق ہیں' تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ آنے دیں' اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں' جب وہ یہ کرلیں تو دستور کے مطابق ان کا طعام اور پوشاک تم پر لازم ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو اللیث سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ نے لکھا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تو وہ اس سے دی ہوئی چیزیں واپس لے سکتا ہے۔ (تفسیر سمرقندی ا ص ۲۴۲۔ ۲۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ آلوسی حنفی نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے یا متصل' اگر یہ استثناء منقطع ہو تو اس میں عورتوں کے شوہروں سے خطاب ہے۔ جیسا کہ مذکور الصدر تفاسیر سے ظاہر ہے اگر یہ استثناء متصل ہو تو پھر اس میں بیوہ عورتوں کے ورثاء سے خطاب ہے کہ تم بیوہ عورتوں کے زبردستی وارث نہ بنو اور نہ تم ان کو اس لئے کسی جگہ نکاح کرنے سے روکو تاکہ تم ان کو دیئے ہوئے مہر سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ زنا کریں پھر بہ طور سزا ان کے مہر سے کچھ رقم لے لو' لیکن حدود کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا اور تم ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو' یہ عورتوں کے شوہروں سے خطاب ہے' یعنی جب عورتیں

Marfat.com

بے حیائی کا کام نہ کریں اور جائز اور نیکی کے کاموں میں تمہاری اطاعت اور مدد کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو' ان کو اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔ پھر فرمایا اگر تم ان کو ناپسند کرو' تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو' اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے' یعنی جس عورت کی شکل وصورت تم کو ناپسند ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے بہت حسین وجمیل اولاد پیدا ہو' اور نیک سیرت بچے ہوں جو بڑھاپے میں تمہارا سہارا بنیں' اور ان کی نیکیاں تمہاری بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو' اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے تم کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے؟

(النساء : ۲۰)

زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر تم کو کوئی عورت ناپسند ہو اور اس کے علاوہ دوسری عورت پسند ہو اور تم یہ ارادہ کرو کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کر لو تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مطلقہ عورت کو جو مہر دیا تھا اس کو واپس لے لو' خواہ وہ ڈھیروں مال کیوں نہ ہو' کیا تم اس عورت پر کوئی تہمت یا بہتان باندھ کر اس مال کو واپس لو گے؟ اور تمہارے لئے اس عورت سے مال لینا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ عمل ازدواج کر کے جسمانی قرب حاصل کر چکے ہو' اور تم اس عورت سے مہر پر عقد نکاح کر چکے ہو جس پر مسلمان گواہ ہو چکے ہیں اور اللہ بھی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۲۸۔۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ہے۔

قنطار کا معنی

اس آیت میں عورت کو دی ہوئی رقم کے لئے قنطار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کی مقدار میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابو ہریرہ نے کہا قنطار بارہ ہزار ہیں' ابو نضرہ العبدی نے کہا بیل کی کھال میں جتنا سونا بھرا جا سکے' حسن بصری نے کہا اس سے مراد بارہ ہزار ہیں' مجاہد نے کہا اس سے مراد ستر ہزار دینار ہیں' حضرت معاذ نے کہا اس سے مراد بارہ سو اوقیہ ہیں (ایک اوقیہ' چالیس درہم کے برابر ہے) مجاہد سے ایک اور روایت ہے کہ اس سے مراد ستر ہزار مثقال ہیں۔

(سنن دارمی' رقم الحدیث : ۳۳۷۰۔۳۳۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

تاہم اس آیت میں قنطار سے مراد ڈھیروں روپیہ ہے۔ امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا اس سے مراد مال کثیر ہے (جامع البیان : ج ۴ ص ۲۱۴) اسی طرح علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی لکھا ہے اس سے مراد مال کثیر ہے۔

(روح المعانی ج ۴ ص ۲۴۳)

حضرت عمر کا زیادہ مہر رکھنے سے منع فرمانا

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں :

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ نہ رکھا کرو۔ اگر مجھے کسی کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باندھے

Marfat.com

ہوئے مہر سے زیادہ مہر باندھا ہے تو میں آپ کے مقرر کردہ مہر سے زائد رقم کو بیت المال میں داخل کر دوں گا۔ اس وقت قریش کی ایک عورت نے کہا اے امیر المومنین آیا اللہ کی کتاب پر عمل کرنا زیادہ حقدار ہے یا آپ کے حکم پر عمل کرنا' حضرت عمر نے کہا بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا' اس عورت نے کہا آپ نے ابھی عورتوں کا زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا ہے حالانکہ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے : اگر تم نے کسی عورت کو قنطار (ڈھیروں مال) بھی دیا ہو تو اس سے واپس نہ لو' حضرت عمر نے فرمایا ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہہ ہے آپ دو یا تین بار یہ فرما کر منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا میں نے تم کو زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا تھا سنو اب جو شخص جتنا چاہے مہر رکھ سکتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث : ۵۹۸' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث : ۱۰۴۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۳۳' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۴)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ کوئی شخص چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ رکھے اور جب اس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی تو آپ نے فرمایا اے اللہ مجھے معاف فرما ہر شخص کو عمر سے زیادہ قرآن کی سمجھ ہے' اور زبیر بن بکار نے عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے کہ اس عورت کے اعتراض کے بعد حضرت عمر نے فرمایا مرد نے خطا کی اور عورت نے درست کیا۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۳۳) دوسری روایت کو حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت عمر کے علم پر شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شیعہ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمر کو اس مسئلہ کا بھی علم نہیں تھا تو وہ خلافت کے اہل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے مثلاً کوئی کہے کہ اگر فلاں شخص تمہارے بیٹے کو قتل کر دے پھر بھی تم اس کو معاف کر دینا اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے اسی طرح یہاں فرمایا کہ اگر تم عورت کو قنطار دو پھر بھی اس سے واپس نہ لینا۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں قنطار دینے کا ذکر ہے نہ یہ کہ قنطار بہ طور مہر دیا جائے اس لئے اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے اور خاوند کا عورت کو ہبہ کر کے واپس لینا صحیح نہیں ہے' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر عورت وہ ہے جس کا سب سے آسان مہر ہو' حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے کہ عورت کی سعادت یہ ہے کہ اس کا مہر سہل ہو۔ (روح المعانی ج ۴ ص ۲۴۵)

ہمارے نزدیک علامہ آلوسی کے یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث کے مطابق حضرت عمر نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ قنطار مہر باندھنا جائز ہے اور اس عورت کی رائے کو صحیح اور اپنی رائے کو خطا قرار دے کر اس سے رجوع فرما لیا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی للہیت اور بلند ہمتی کی دلیل ہے کہ بھرے مجمع میں انہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرما لیا۔ رہا شیعہ کا اعتراض تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کے لئے عالم کل ہونا لازم نہیں ہے' امام بخاری نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندیقوں کو جلا دیا۔ حضرت ابن عباس کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو اور میں ان زندیقوں کو قتل کر دیتا' کیونکہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کردو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۹۲۲)

امام حسین بن محمد بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا : ابن عباس نے سچ کہا۔ اور تمام اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔

(شرح السنۃ ج ۵ ص ۲۳۱'۲۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اس کا جواب دیا اس شخص نے کہا یہ مسئلہ اس طرح نہیں اس طرح ہے' حضرت علی نے فرمایا تم نے درست کہا اور میں نے خطا کی۔ وفوق کل ذی علم علیم اور ہر علم والے سے زیادہ علم والا ہے۔

(جامع البیان ج ۱۳ ص ۱۹' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے بھی اس اثر کو محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۳۱)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کسی ایک مسئلہ کا علم نہ ہونا خلافت کے منافی نہیں اور یہ حضرت علی کی عظمت ہے کہ انہوں نے حدیث کے سامنے ہونے کے بعد اپنے موقف سے رجوع فرمالیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم اس مال کو کیونکر واپس لوگے! جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں (النساء : ۲۱)

خلوت صحیحہ کی وجہ سے کامل مہر کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

اس آیت میں زن وشو کے لئے افضاء کا لفظ استعمال فرمایا ہے' حضرت ابن عباس' مجاہد' اور سدی سے یہ روایت ہے کہ اس سے مراد جماع ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے کہ اس سے مراد جماع ہے اور اگر شوہر نے جماع نہ کیا ہو تو طلاق کے وقت عورت صرف نصف مہر لینے کی مستحق ہے خواہ ان کے درمیان خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ زجاج کا بھی یہی مختار ہے' اور افضاء کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنبلی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں :

فرا نے کہا ہے کہ افضاء کا معنی یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان خلوت صحیحہ ہو' خواہ جماع ہو یا نہ ہو' اور اس سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے' کلبی نے کہا ہے کہ جب شوہر اور بیوی ایک بستر میں جمع ہوں تو پورا مہر واجب ہو جاتا ہے خواہ خاوند اس کے ساتھ جماع کرے یا نہ کرے' زرارہ بن اوفی متوفی ۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خلفاء راشدین مہدیین نے یہ فیصلہ کیا کہ جس نے دروازہ بند کرکے پردہ ڈال دیا اس پر پورا مہر اور عورت پر عدت واجب ہو گئی (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۲۵) اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ افضاء کا معنی جماع ہے اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جب خلوت صحیحہ ہو گئی تو پورا مہر اور عدت واجب ہو جائے گی خواہ جماع ہو یا نہ ہو۔

(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۴۳'۳۴۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد فرمایا حالانکہ وہ عورتیں تم سے میثاق غلیظ (پختہ عہد) لے چکی ہیں۔ اس کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قول ہے جو نکاح کرانے والے کہتے ہیں کہ ہم نے اس عورت سے تمہارا نکاح اس عہد وپیمان پر کیا

Marfat.com

ہے کہ تم اس عورت کو دستور کے مطابق رکھو گے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دو گے' اور ابوالعالیہ نے کہا اس سے مراد یہ قول ہے کہ تم نے ان عورتوں کو اللہ کی امانت کے طور پر عقد میں لیا ہے اور اللہ کی اجازت سے تم نے ان کے جسموں کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں مگر جو ہو چکا' بے شک ایسا فعل بے حیائی اور موجب غضب ہے اور بہت ہی برا طریقہ ہے۔ (النساء : ۲۲)

باپ کی منکوحہ سے بیٹے کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں لوگ محرمات کو حرام قرار دیتے تھے لیکن اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کو جائز سمجھتے تھے' اسی طرح دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی جائز سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں کو حرام قرار دے دیا۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کی ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام ہے' خواہ وہ عورت اس کے باپ کی بیوی ہو یا باندی ہو یا اجنبی عورت ہو جس سے اس نے زنا کیا ہو' اور یہ فقہاء احناف کا مذہب ہے' اور اکثر مفسرین کا مختار ہے' اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام نہیں ہے کیونکہ زنا قبیح بنفسہ ہے اس لئے وہ کسی امر مشروع کے لئے سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امر مشروع سے مراد تحریم مصاہرت (سسرالی رشتوں کی تحریم) ہے کیونکہ یہ ایک نعمت ہے اور نعمت کسی حرام چیز کو شامل نہیں ہوتی' ہماری دلیل یہ ہے کہ بچہ کے سبب سے ماں باپ ایک دوسرے کے جز ہو جاتے ہیں اسی لئے بچہ دونوں کی طرف منسوب ہوتا ہے' اور عورت کے اصول و فروع بچہ کیلئے مرد کے اصول و فروع کے حکم میں ہوتے ہیں اور مرد کے اصول و فروع بچہ کے لئے عورت کے اصول و فروع کے حکم میں ہوتے ہیں' اور باپ نے جس عورت سے مباشرت کی ہو اس سے بیٹے کا نکاح اس لئے حرام ہے کہ یہ مباشرت اولاد کا سبب ہے نہ اس لئے کہ یہ مباشرت بہ صورت زنا ہے۔ اسی طرح جس عورت کو باپ نے شہوت سے مس کر لیا ہو یا اس کی فرج کو شہوت سے دیکھا ہو وہ بھی بیٹے پر حرام ہے' اور امام شافعی کے نزدیک حرام نہیں ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے' اور نکاح کا حقیقی معنی وطی اور مباشرت ہے۔ ایجاب اور قبول کا عقد نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے :

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۔ اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔ (النساء : ۶)

اس آیت میں نکاح سے مراد وطی اور مباشرت ہے' کیونکہ انسان جب وطی اور مباشرت کی صلاحیت کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تب ہی وہ بالغ ہوتا ہے ورنہ عقد تو بچپن میں بھی ہو سکتا ہے اور جوانی اور بڑھاپے میں بھی۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (البقرہ : ۲۳۰) پھر اگر اس کا شوہر اس کو (تیسری) طلاق دے دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ عورت اس شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔

اس آیت میں بھی نکاح سے مراد وطی اور مباشرت ہے کیونکہ دوسرے شوہر کے صرف عقد نکاح' اور نکاح کے دو

Marfat.com

بول پڑھوانے سے وہ عورت پہلے شوہر پر حلال نہیں ہوتی جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے وطی نہ کرے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً (النور : ۳) زانی صرف زانیہ سے ہی نکاح کرتا ہے

اس آیت میں نکاح سے مراد اگر عقد لیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے اس لئے یہاں لامحالہ وطی اور مباشرت ہی مراد ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے ناکح الید ملعون (عنایۃ القاضی ج ۱ ص ۴۴۹) ہاتھ سے نکاح کرنے والا ملعون ہے' یہاں نکاح سے مراد عقد نہیں ہو سکتا اس سے مراد بھی وطی اور مباشرت ہے' اور جن آیات میں نکاح عقد کے معنی میں ہے مثلاً" فانکحوا ما طاب لکم من النساء (النساء : ۳) یا جس طرح آپ نے فرمایا النکاح سنتی (الجامع الکبیر ج ۸ ص ۸) وہاں نکاح مجازاً" عقد کے معنی میں ہے۔

امام اللغۃ امام اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں :

نکاح کا معنی وطی ہے اور کبھی یہ عقد کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ (الصحاح ج ۱ ص ۴۱۳' مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۳۹۶ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں :

ازہری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا اصل معنی وطی ہے اور تزوج کو بھی نکاح کہتے ہیں کیونکہ تزوج وطی مباح کا سبب ہے۔ (لسان العرب : ج ۲ ص ۶۲۶ مطبوعہ قم ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

نکاح کا اصل معنی وطی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وطی کے لئے عقد کرنے کو بھی نکاح کہا جاتا ہے کیونکہ یہ وطی مباح کا سبب ہے' قرآن مجید میں نکاح عقد کے معنی میں مستعمل ہوا ہے کیونکہ وطی جماع کے لئے صریح ہے' اور عقد جماع سے کنایہ ہے اور بلاغت اور ادب کے بھی موافق ہے' اسی طرح زمخشری اور راغب اصفہانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۲۴۲' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

باپ کی منکوحہ سے ہر حال میں نکاح حرام ہے کیونکہ نکاح' جماع اور تزوج (شادی) دونوں کو کہتے ہیں پس اگر باپ نے کسی عورت سے شادی کی ہو یا بغیر نکاح کے کسی عورت سے وطی کی ہو تو وہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیتے تھے۔ عمرو بن امیہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس سے مسافر اور ابو معیط دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ابو قیس ایک صالح انصاری تھے وہ فوت ہو گئے تو ان کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کو نکاح کا پیغام دیا اس نے کہا میں تو تم کو اپنا بیٹا سمجھتی ہوں لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کروں گی۔ اس نے آکر آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' مطبوعہ ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابو الفرج علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

نکاح وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے' کیونکہ نکاح کا معنی جمع کرنا ہے اور جمع صرف وطی میں ہے اور عقد اس کا سبب ہے اس لئے عقد کو بھی نکاح کہتے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک باپ کی مدخولہ سے بیٹے کا نکاح کرنا مطلقاً" حرام ہے خواہ دخول نکاح سے ہو خواہ زنا سے' اور امام شافعی کے نزدیک باپ کی منکوحہ سے بیٹے کا نکاح حرام ہے اور باپ کی مزنیہ سے بیٹے کا نکاح حرام نہیں ہے۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی سزا

باپ کی منکوحہ بیٹے کی ماں ہے اور جو شخص اپنی ماں یا کسی اور محرم کے ساتھ نکاح کرے اس کی سزا اسلام میں یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جائیداد ضبط کرلی جائے۔ امام ابو داؤد براء کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لئے بھیجا جس نے اپنی ماں سے نکاح کرلیا تھا (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۴۴۵۷) امام ابو حنیفہ اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں جو شخص اپنی محرم سے نکاح کرے اس کو تعزیراً" قتل کر دیا جائے اور جو شخص اس کے ساتھ زنا کرے اس پر حد جاری کی جائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں

وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَ

اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور

أَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ

تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں ، اور تمہاری بیویوں کی مائیں ، اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا

زیر پرورش ہیں تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو، اور اگر تم نے ان بیویوں

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ

سے صحبت نہ کی ہو تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں، اور (تم

مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا ،

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ

بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں

إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا

مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک بن جاؤ، یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے، اور ان کے علاوہ سب عورتیں

وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوٰلِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسٰفِحِينَ ؕ

تم پر حلال کی گئی ہیں، کہ تم اپنے مال (مہر) کے عوض ان کو طلب کرو، درآں حالیکہ تم ان کو قلعہ نکاح کی حفاظت میں لانے والے ہو

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ؕ وَ

نہ کہ محض عیاشی کرنے والے ہو، پھر جن عورتوں سے (نکاح کرکے) تم نے مہر کے عوض لذت حاصل کی ہے، تو ان عورتوں کو ان کا مہر ادا کر

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرٰضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ؕ إِنَّ

دو (یہ اللہ کا کیا ہوا) فرض ہے، اور مہر مقرر کرنے کے بعد جس (کمی بیشی) پر تم باہم راضی ہو گئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بیشک

اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٢٤﴾ وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن

اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ۝ اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی

يَنكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن

طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ، مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے)

فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمٰنِكُمْ ؕ بَعْضُكُم مِّن

اور اللہ تمہارے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، تم باہم ایک دوسرے کی جنس

بَعْضٍ ۚ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

سے ہو، تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو

بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ

درآں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں، بدکار نہ ہوں، نہ غیروں سے آشنائی کرنے

Marfat.com

اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

والی ہوں، اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری)

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ

عورت کی آدھی سزا ملے گی (باندیوں سے نکاح کا) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جس کو

مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۴ ۳ ۱

اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو، اور تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

محرمات نکاح کا بیان

جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام کیا گیا ہے ان کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جن سے نسب اور نسل کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کے ساتھ رضاعت (دودھ شریک ہونے) کے رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا ہے، اور تیسری قسم وہ ہے جن کے ساتھ نکاح کے رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا اس کو عربی میں مصاہرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے نسبی رشتوں کی حرمت بیان فرمائی پھر رضاعی رشتوں کی حرمت بیان فرمائی اور پھر نکاح کے رشتوں کی وجہ سے حرمت بیان فرمائی ہم بھی اسی ترتیب کے ساتھ احادیث اور فقہاء کے حوالوں سے ان رشتوں کی تفصیل بیان کریں گے۔

نسبی محرمات کی تفصیل

محرمات نسبیہ میں مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں۔ ان سے نکاح کرنا، صحبت کرنا اور کسی قسم کا کوئی بھی شہوانی عمل کرنا دائماً حرام ہے۔ ماؤں میں دادی، پردادی، نانی اور پرنانی اور ان سے بھی اوپر کی دادیاں اور نانیاں داخل ہیں اور بیٹیوں میں اس کی اپنی بیٹی، اس کی پوتی، پرپوتی اور اس سے نچلے درجہ کی بیٹیاں سب داخل ہیں، اور بہنوں میں عینی (سگی) علاتی (باپ کی طرف سے سوتیلی) اخیافی (ماں کی طرف سے سوتیلی) بہنیں داخل ہیں، اسی طرح بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان سے نچلے درجہ کی بھی داخل ہیں، اور پھوپھیوں میں اس کے باپ کی عینی بہن، علاتی بہن اور اخیافی بہن داخل ہیں۔ اسی طرح اس کے باپ اور دادا کی پھوپھیاں اور اس کی ماں اور اس کی نانی کی پھوپھیاں بھی داخل ہیں اور ان سے اوپر کے درجہ کی بھی، اور عینی اور علاتی پھوپھی کی پھوپھی بھی حرام ہے اور اخیافی پھوپھی کی پھوپھی حرام نہیں ہے یعنی باپ کی اخیافی بہن کی پھوپھی، اور خالاؤں میں ماں کی سگی بہن، ماں کی علاتی بہن اور ماں کی اخیافی بہن سب حرام ہیں اور عینی خالہ کی خالہ اور اخیافی خالہ کی خالہ بھی حرام ہیں البتہ علاتی خالہ کی خالہ حرام نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ مکتبہ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

رضاعی محرمات کی تفصیل

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے جن رشتوں کو ولادت کی وجہ سے حرام کیا ہے ان کو رضاعت کی وجہ سے بھی حرام کر دیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۶۴۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۴۴۴' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۵۰)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو رشتہ نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۴۹' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۳۰۶)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک مرد بیٹھا ہوا تھا' آپ پر وہ شاق گزرا اور میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے آپ نے فرمایا اپنے رضاعی بھائیوں کے متعلق غور و فکر کیا کرو کیونکہ رضاعت اس مدت میں ثابت ہوتی ہے جب صرف دودھ سے بھوک مٹے (یعنی جس زمانہ میں اس کی غذا صرف دودھ ہو)۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۴۵۵)

مدت رضاعت میں دودھ کم پیا ہو یا زیادہ اس سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے (ہدایہ) قلیل کا معیار یہ ہے کہ دودھ پیٹ میں پہنچ جائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے (فتاویٰ قاضی خان) مدت رضاعت گزرنے کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ تحریم (ہدایہ) حرمت رضاعت کا تعلق جس طرح دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح اس کے شوہر سے بھی ہوتا ہے (ظہیریہ) دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول اور فروع حرام ہیں خواہ وہ اصول اور فروع نسباً ہوں یا رضاعی' حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کا اس شخص (شوہر) سے یا کسی اور سے بچہ پیدا ہو' اس دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد یا وہ عورت کسی اور بچہ کو اپنا دودھ پلائے یا اس شخص (شوہر) کا کسی اور عورت سے بچہ پیدا ہو' اس دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد یا وہ عورت کسی اور بچہ کو اپنا دودھ پلائے تو یہ سب اس دودھ پینے والے کے بہن بھائی ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے' اور دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور اس کا بھائی اس کا ماموں ہے اور اس کی بہن اس کی خالہ ہے اسی طرح دادا اور دادی کا حکم ہے' اور رضاع میں حرمت مصاہرت بھی ثابت ہو گی حتیٰ کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہو گی اور دودھ پینے والے کی بیوی اس پر حرام ہو گی۔ (عالم گیری ج ا ص ۳۴۳۔ ۳۴۲' مطبوعہ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

رشتہ نکاح کے سبب محرمات کی تفصیل

نکاح کے سبب محرمات کی چار قسمیں ہیں :

(۱) بیویوں کی مائیں اور ان کی دادیاں خواہ اوپر کے درجہ میں ہوں۔ (۲) بیوی کی بیٹیاں اور بیٹیوں کی اولاد۔ (۳) بیٹے کی بیوی' پوتے کی بیوی' نواسے کی بیوی خواہ نیچے کے درجہ میں ہوں۔ (۴) باپ اور دادا کی عورتیں خواہ وہ علاتی ہوں یا اخیافی۔ یہ سب عورتیں دائماً حرام ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ اور رشتے بھی لاحق فرمائے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کسی عورت کا اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے' اور نہ پھوپھی کا اس کی بھتیجی پر نکاح کیا جائے اور نہ کسی عورت کا اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے اور نہ خالہ کا اس کی بھانجی پر نکاح کیا جائے اور نہ (رشتہ میں) بڑی کا چھوٹی پر اور نہ (رشتہ میں) چھوٹی کا بڑی پر۔ (یہ پہلے جملوں کی تاکید ہے۔)

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۰۶۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۲۹)

اس نکاح کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ رحم کے رشتے ہیں اور سوکنوں میں عداوت اور جلاپا ہوتا ہے سو اگر دو بہنوں یا خالہ اور بھانجی دونوں کو ایک نکاح میں جمع کر لیا جائے تو یہ صلہ رحم کے منافی ہے اور قطعیت رحم کو مستلزم ہے۔

دو بہنوں کو نکاح میں نہ جمع کیا جائے خواہ وہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی بہنیں ہوں' اور قاعدہ یہ ہے کہ عورتوں میں سے جب بھی ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے (محیط) اس لئے ایک عورت اور اس کی نسبی یا رضاعی پھوپھی یا خالہ کو ایک عقد میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

(عالم گیری ج ۱ ص ۲۷۷' مطبوعہ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اور تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک ہو جاؤ۔ یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔ (النساء : ۲۴)

جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق

میدان جنگ میں جو کافر قید ہو جائیں ان کو غلام بنا لیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور جو کافر عورتیں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں اور قید ہو جائیں ان کو باندیاں بنا لیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور ان باندیوں کے ساتھ ان کے مالک بغیر نکاح کے مباشرت کر سکتے ہیں۔ مخالفین اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور باندیاں بنایا جاتا ہے اور یہ شرف انسان کے خلاف ہے بلکہ تذلیل انسانیت ہے۔ اس اعتراض کی وجہ اس مسئلہ سے ناواقفیت ہے۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ روس' جرمنی اور یورپی ممالک میں جو وحشیانہ مظالم کئے جاتے رہے اور ان سے جو جبری مشقتیں لی جاتی رہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ جس حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اور ان کو آزاد کرنے پر جو اجر و ثواب کی بشارتیں دی ہیں یہ ان ہی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا سے لونڈی اور غلاموں کا چلن ختم ہو گیا' نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ اسلام نے یہ لازمی طور پر نہیں کہا کہ جنگی قیدیوں کو لونڈیاں اور غلام بنایا جائے بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا جائے یا جسمانی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دیا جائے یا ان کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے چونکہ اس زمانہ میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا رواج تھا' اس لئے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنائیں تو تم بھی مکافات عمل کے طور پر ان کے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا سکتے ہو۔ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلے میں آزاد کریں تو تم بھی ان کے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دو' اور اگر وہ تمہارے جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کریں تو تم بھی ان کے

Marfat.com

جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کر لو اور اگر وہ تبرع اور احسان کر کے تمہارے جنگی قیدیوں کو بلامعاوضہ چھوڑ دیں تو مسلمان مکارم اخلاق اور تبرع اور احسان کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے :

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد : ۴)

جب تم کافروں سے نبرد آزما ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو' یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ گرفتار ہوں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو پھر یا تو ان پر محض احسان کر کے ان کو آزاد کر دو یا ان سے (مالی یا بدنی) فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔

اور اگر کافر مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنائیں تو مکافات عمل کے طور پر ان کے جنگی قیدیوں کو بھی لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ : ۴۰) اور برائی کا بدلہ تو اس کی مثل برائی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے لازمی طور پر جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنانے کی ہدایت نہیں دی ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی آیت سے یہ بیان کیا ہے کہ جنگی قیدیوں کو بلامعاوضہ یا مالی یا جانی فدیہ لے کر آزاد کرنا اسلام میں جائز ہے اب ہم اس پر احادیث سے دلائل پیش کر رہے ہیں مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا اور تمام اہل مکہ جنگی قیدی تھے پھر نبی ﷺ نے "امتناناً" ان کو آزاد کر دیا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۸۰' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۷۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲' ۵۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۷۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۱۸' مطولاً و مختصراً)

امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ روایت کرتے ہیں :

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور صرف اسی نے تمام لشکروں کو شکست دی' سنو زمانہ جاہلیت کی ہر زیادتی' ہر خون اور ہر مال آج میرے ان قدموں کے نیچے ہے یہاں کعبہ کی چوکھٹ اور حجاج کی سبیل پر' اے قریش کی جماعت! اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے' تمام انسان آدم سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اے قریش کی جماعت تمہارا کیا گمان ہے میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے کہا آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (مختصراً)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۲ ص ۲۷۴' مطبوعہ مطبعہ فاروقیہ ملتان ۱۳۹۷ھ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۴۲)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس خطبہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۱۸' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

Marfat.com

مالی فدیہ کے بدلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا فرمایا تھا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگی قیدیوں کے متعلق فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بدبوداروں (قیدیوں) کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو آزاد کر دیتا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۱۳۹' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۸۹' مسند حمیدی' رقم الحدیث : ۵۵۸' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث : ۷۴۱۶' شرح السنہ رقم الحدیث : ۲۷۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰' المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۱۵۰۶)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی ﷺ نے فدیہ لے کر (قیدیوں کو) آزاد کر دیا۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کے لئے چار سو (درہم) فدیہ مقرر فرمایا۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے لئے فدیہ کی رقم بھیجی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص کے فدیہ کے لئے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی ابو العاص سے شادی کے موقع پر ان کو دیا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہو گئی اور آپ نے فرمایا : اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو (بلا معاوضہ) آزاد کر دو اور ان کا ہار ان کو واپس کر دو۔ صحابہ نے کہا ٹھیک ہے' اور نبی ﷺ نے ابو العاص سے وعدہ لے لیا یا اس نے از خود وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیج دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یاجج میں ٹھہرنا حتیٰ کہ تمہارے پاس سے (حضرت) زینب گزریں وہ دونوں حضرت زینب کو حضور کے پاس لے کر آئے۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۹۲' المستدرک ج ۳ ص ۲۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۶)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کا چار سو درہم فدیہ مقرر کیا تھا' عباس نے کہا ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے بیٹوں فضل' عبد اللہ اور قثم کے لئے ہوگا۔ عباس نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو پتہ نہیں تھا۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور عرض کیا : یا رسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھتیجے عباس سے فدیہ نہ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں بہ خدا تم ان سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔ آپ نے بعض سے چار ہزار فدیہ لیا بعض سے دو ہزار' بعض سے ایک ہزار اور بعض پر احسان کر کے ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا۔

Marfat.com

اہل مکہ کو لکھنا آتا تھا اور اہل مدینہ کو لکھنا نہیں آتا تھا' جن اہل مکہ کے پاس مال نہیں تھا آپ نے ان کا یہ فدیہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھائیں اور جب وہ لڑکے لکھنے میں ماہر ہو گئے تو وہ آزاد کر دیئے گئے' حضرت زید بن ثابت نے بھی ان ہی سے لکھنا سیکھا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

مسلمان قیدیوں سے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبادلہ میں بھی قیدیوں کو آزاد کیا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف بنو عقیل کا حلیف تھا۔ ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے پاس گئے در آں حالیکہ وہ بندھا ہوا تھا اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حجاج کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ یعنی عضباء' اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف کے بدلہ میں پکڑا ہے پھر آپ چلے گئے اس نے کہا یا محمد' یا محمد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رقیق القلب تھے' آپ لوٹ آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں! آپ نے فرمایا اگر تو گرفتار ہونے سے پہلے یہ کہتا تو تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا آپ چلے گئے اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا اور پیاسا ہوں مجھے کھانا اور پانی دیجئے آپ نے اس کی حاجت پوری کی' پھر اس کو ان دو مسلمانوں کے بدلہ میں آزاد کر دیا گیا جن کو ثقیف نے پکڑا تھا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۶۴۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۳۱۶' مسند حمیدی' رقم الحدیث : ۸۲۹' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۸۵۹' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث : ۹۳۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۰' ۴۳۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۸' المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۴۵۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا۔ اس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا تھا جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رات کے آخری حصہ میں اتریں' پھر ہر طرف سے حملہ کا حکم دیا گیا' اور ہم ان کے پانی پر پہنچے اور جس جگہ جس کو قتل کرنا تھا اس کو قتل کیا اور قید کیا' میں کفار کے ایک گروہ کو دیکھ رہا تھا جس میں کفار کے بچے اور عورتیں تھیں مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں وہ مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر مارا جب انہوں نے تیر کو دیکھا تو سب ٹھہر گئے میں ان سب کو گھیر کر لے آیا' ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی جس نے چمڑے کی کھال کو منڈھ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو عرب کی حسین ترین دوشیزہ تھی' میں ان سب کو پکڑ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا حضرت ابو بکر نے وہ لڑکی مجھے انعام میں دے دی' ہم مدینہ پہنچے ابھی میں نے اس لڑکی کے کپڑے بھی نہ اتارے تھے کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا : اے سلمہ یہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ خدا کی قسم یہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے اور میں نے ابھی تک اس کا لباس بھی نہیں اتارا' اگلے دن میری پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا : اے سلمہ یہ لڑکی مجھے دے دو تمہارا باپ بہت اچھا

Marfat.com

تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! یہ آپ کی ہے میں نے اس لڑکی کا لباس تک نہیں اتارا تھا' رسول اللہ نے وہ لڑکی اہل مکہ کو بھیج دی اور اس کے بدلہ میں کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۵۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۹۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۸۴۶' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۸۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۶' ۵۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۲۹)

جنگی قیدیوں کو احساناً "بلامعاوضہ آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی ﷺ نے بلامعاوضہ بھی بہت سے جنگی قیدیوں کو آزاد کیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کو طلقاء (آزاد) قرار دینے اور جنگ بدر کے بعض جنگی قیدیوں کو بلامعاوضہ آزاد کرنے کی ہم اس سے پہلے احادیث سے مثالیں ذکر کر چکے ہیں بعض مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں :

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف حملہ کرنے کے لئے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھیجی' صحابہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو' ثمامہ مسجد کے قریب ایک درخت کے پاس گیا اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا : اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۶۲' ایضاً" : ۴۶۹' ۲۴۲۲' ۲۴۲۳' ۴۳۷۲)

امام مسلم نے اس حدیث کو بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۶۴)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

مروان بن الحکم اور مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ہوازن کے مسلمانوں کا وفد آیا اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ آپ انہیں (مال غنیمت میں ان سے لئے ہوئے) اموال اور ان کے جنگی قیدی واپس کر دیں آپ نے فرمایا میرے نزدیک سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو تم دو میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو جنگی قیدی یا مال' اور میں تم کو غور کے لئے مہلت دیتا ہوں' رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس سے زیادہ راتوں تک ان کا انتظار کیا جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا ہم اپنے جنگی قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا تمہارے یہ مسلمان بھائی تمہارے پاس رجوع کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں تم میں سے جو شخص طیب خاطر سے ایسا کر سکتا ہے وہ کر دے' اور جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ اس کے پاس رہے تو جب اس کے بعد سب سے پہلے مال غنیمت حاصل ہو گا ہم اس کو اس کا حصہ واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے کہا ہم رسول اللہ کی خاطر خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں پتا نہیں چلا کہ تم میں سے کس شخص نے خوشی سے اجازت دی اور کسی نے خوشی سے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ اور اپنے اپنے کار مختار سے مشورہ کرو۔ انہوں نے اپنے اپنے کار مختار سے مشورہ کیا اور پھر آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۱۳۱-۲۱۳۲' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۶۹۳)

Marfat.com

جنگی قیدیوں کو مال کے بدلہ آزاد کرنے' جنگی قیدیوں کے بدلہ آزاد کرنے' اور بلا معاوضہ آزاد کرنے کے متعلق ہم نے احادیث بیان کی ہیں اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کے متعلق فقہاء کی آراء بھی بیان کردیں :

جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جنگی قیدیوں سے فدیہ نہ لیا جائے قدوری اور صاحب ہدایہ کا یہی مختار ہے' اور امام ابو حنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' مگر عورتوں کا فدیہ لینے میں ان کا اختلاف ہے اور امام احمد نے بچوں کا بھی فدیہ لینے سے منع کیا ہے اور سیر کبیر میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ان کا فدیہ لیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ظاہر روایت یہی ہے' امام ابو یوسف نے کہا کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ان کا فدیہ لیا جائے بعد میں نہیں اور امام محمد نے فرمایا ہر حال میں ان کا فدیہ لے لیا جائے۔ امام ابو حنیفہ کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگر جنگی قیدی کافروں کو لوٹا دیئے گئے تو وہ ان کی قوت اور مسلمانوں کے لئے ضرر کا باعث ہوں گے اور دوسرے قول اور تمام ائمہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدی کو قتل کرنے یا اس کو غلام بنانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں مسلمان قیدی کو کافروں سے چھڑا لیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی حرمت بہت عظیم ہے' اور جنگی قیدی کو ان کے حوالے کرنے سے مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کی جو دلیل دی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کے بدلہ میں ہمارا مسلمان قیدی ہمارے پاس آجائے گا تو اس ضرر کا توڑ ہو جائے گا اور یہ معاملہ برابر برابر ہو جائے گا اس کے علاوہ ایک مسلمان کو کافروں کی قید سے چھڑانے کی فضیلت اور اس کو اللہ کی عبادات کرنے کا موقع فراہم کرنا اس پر مستزاد ہے اور جب کہ یہ نبی ﷺ کی احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

کافر جنگی قیدی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں آزاد کیا جائے یا مال کے بدلہ میں' قول مشہور کے مطابق پہلی صورت جائز نہیں ہے لیکن ضرورت کے وقت اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ سیر کبیر میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا جب ان قیدیوں سے نسل متوقع نہ ہو جیسے شیخ فانی پھر بھی ان کے تبادلہ میں کوئی حرج نہیں ہے (الاختیار) قیدیوں کے تبادلہ میں اختلاف ہے لیکن محیط میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق یہ جائز ہے اس کی پوری بحث قہستانی میں ہے' اور زیلعی نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ظاہر قول جواز ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور ائمہ ثلاثہ سے بھی یہی منقول ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی یہی ثابت ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو مسلمانوں قیدیوں کا دو مشرک قیدیوں سے تبادلہ کیا اور ایک عورت کے بدلہ میں مکہ میں قید بہت سے مسلمانوں کو آزاد کرایا (ہدایہ' قدوری) اور دیگر متون میں جو مذکور ہے قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں ہے اس سے مراد مالی فدیہ ہے جب ضرورت نہ ہو اور ضرورت کے وقت مالی فدیہ لینا بھی جائز ہے اور مسلمان قیدیوں سے تبادلہ بھی جائز ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے

عام طور سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا ایک غیر اخلاقی فعل ہے حالانکہ اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے بعد بیویوں سے مباشرت کرنا اور ان کے جسم پر خواہی نخواہی مالکانہ تصرف کرنا کیونکر اخلاقی فعل ہو گیا؟ نکاح کی حقیقت صرف یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک عورت خود یا اس کا وکیل کہے کہ میں اس شخص کے ساتھ اتنے مہر کے عوض خود کو یا اپنی موکلہ کو نکاح میں دیتا ہوں اور مرد کہے میں نے قبول کیا' اور امام مالک کے نزدیک گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے کسی مجمع عام میں ایجاب و قبول کر لیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے' آخر ایجاب و قبول کے ان کلمات میں کیا تاثیر ہے کہ ایک عورت بالکلیہ مرد پر حلال ہو جاتی ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ محض ایجاب و قبول سے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حلال ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نکاح کی اس خاص صورت میں عورتوں کو مردوں پر حلال کر دیا ہے ورنہ تنہائی میں اگر عورت اور مرد ایجاب و قبول کے یہی کلمات کہہ لیں تو وہ ایک دوسرے پر حلال نہیں ہیں' بلکہ نکاح کے بعد بھی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا مطلقاً" حلال نہیں ہے۔ حیض اور نفاس کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی سے مباشرت کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے ان ایام میں بیوی سے مباشرت کرنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ عورت کے مرد پر حلال ہونے کا سبب نکاح نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے' اگر اللہ تعالیٰ نکاح کی صورت میں اجازت دے تو بیویاں شوہروں پر حلال ہو جاتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ملک یمین کی صورت میں اجازت دے تو باندیاں مالکوں پر حلال ہو جاتی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد وہ قابل اعتراض نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں کو مالکوں پر حلال کر دیا ہے بشرطیکہ اس کا باندی ہونا شرعاً" صحیح ہو' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ (النساء : ۳)

اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک بیوی پر قناعت کرو یا اپنی باندیوں پر اکتفاء کرو۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ (النساء : ۲۴)

دوسروں کی بیویاں تم پر حرام ہیں البتہ تمہاری باندیاں تم پر حرام نہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ (المؤمنون: ۵-۶' المعارج: ۳۰ - ۲۹)

اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے مباشرت کرنے میں ان پر ملامت نہیں ہے۔

ان کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں باندیوں کے ساتھ مباشرت کی اجازت دی گئی ہے۔ اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ عقد نکاح میں عورت اپنے اختیار سے یہ عقد کرتی ہے جب کہ جب باندی کو ہبہ کیا جاتا ہے یا اس کو فروخت کیا جاتا ہے تو اس میں اس کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی پاداش میں بہ طور سزا اس کا یہ اختیار سلب کر لیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب سے دنیا میں لونڈی اور غلام

Marfat.com

بنانے کا رواج ہوا لونڈیوں کے ساتھ یہی معاملہ روا رکھا گیا ہے اس لئے اگر کافر مسلمانوں کے ساتھ یہ معاملہ کریں تو ان کے ساتھ بھی عمل مکافات کے طور پر یہی معاملہ روا رکھا گیا' لیکن جو شخص کسی باندی کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور اس سے اولاد ہو جاتی ہے تو وہ اس کی حقیقی اولاد اور اس کی وارث ہوتی ہے اور وہ باندی ام ولد ہو جاتی ہے اور اس شخص کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتی ہے' اسلام نے غلامی کے رواج کو ختم کرنے کے لئے بہت اقدامات کئے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے بہت بشارتیں دی ہیں' ہم ان شاء اللہ النساء : ۳۶ میں اس کو تفصیل سے بیان کریں گے اور اس کے نتیجہ میں اب دنیا سے غلامی کا چلن ختم ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ تم اپنے مال (مہر) کے عوض ان کو طلب کرو۔ (النساء : ۲۴)

مہر کے مال ہونے پر دلیل

اس آیت میں امام اعظم ابو حنیفہ کی یہ دلیل ہے کہ مہر مال ہوتا ہے۔ بعض شوافع اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ عرف عام میں مال کو مہر قرار دیا جاتا ہے اس لئے یہاں مال کا ذکر کیا گیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا ایک شخص نے جب دیکھا کہ آپ کو اس حاجت نہیں تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ جب اس شخص کو مہر کے لئے کچھ نہ مل سکا تو آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے اس نے کہا مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے آپ نے فرمایا تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن بھی مہر ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیم قرآن مہر کا بدل نہیں ہے آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے قرآن مجید کی تعظیم کی وجہ سے تمہارا اس سے نکاح کر دیا اور اس شخص پر مہر مثل واجب تھا۔ اس پر تفصیلی بحث ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پھر جن عورتوں سے (نکاح کر کے) تم نے مہر کے عوض تمتع کیا ہے (لذت حاصل کی ہے) تو ان عورتوں کو ان کا مہر ادا کر دو۔ (النساء : ۲۴)

جواز متعہ پر علماء شیعہ کے دلائل

مشہور شیعہ مفسر ابو علی فضل بن الحسن الطبرسی من القرن السادس لکھتے ہیں :

اس آیت سے مراد نکاح المتعہ ہے اور یہ وہ نکاح ہے جو مہر معین سے مدت معین کے لئے کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس' سدی' ابن سعید اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی مروی ہے' اور ہمارے اصحاب امامیہ کا یہی مذہب ہے اور یہی واضح ہے کیونکہ لفظ استمتاع اور تمتع کا لفظی معنی نفع اور لذت حاصل کرنا ہے لیکن عرف شرع میں وہ اس عقد معین کے ساتھ مخصوص ہے۔ خصوصاً" جب اس لفظ کی عورتوں کی طرف اضافت ہو اس بناء پر اس آیت کا یہ معنی ہو گا جب تم ان سے متع کر لو' تو ان کو اس کی اجرت دے دو' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماع کے بعد مہر کو واجب نہیں کیا بلکہ متعہ کے بعد مہر کو واجب کیا ہے اور حضرت ابی بن کعب' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس آیت کی اس طرح قرأت کی ہے :

Marfat.com

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ جب تم نے مدت معین تک ان سے استمتاع (متعہ) کیا تو ان کو ان کی اجرت (مہر) دے دو۔

اور اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اس آیت میں استمتاع سے مراد عقد متعہ ہے۔

حکم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر حضرت عمر متعہ سے منع نہیں کرتے تو کسی بدبخت کے سوا کوئی زنا نہیں کرتا' اور عطا نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ نیز اس آیت میں لفظ استمتاع سے مراد متعہ ہے نہ کہ جماع اور انتفاع' اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر اس آیت کا یہ معنی ہو کہ جن عورتوں سے تم نے مہر کے عوض لذت حاصل کی یعنی جماع کیا ہے تو ان کو ان کا مہر ادا کر دو تو اس سے لازم آئے گا کہ بغیر جماع کے مہر واجب نہ ہو' حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ غیر مدخولہ کا بھی نصف مہر واجب ہوتا ہے۔ اس پر مزید تائید یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو متعہ (متعہ نکاح اور تمتع بالحج) حلال تھے اور میں ان سے منع کرتا ہوں' اور تمتع بالحج بالاتفاق منسوخ نہیں ہے تو پھر تمتع بالنکاح بھی منسوخ نہیں ہوگا۔ (مجمع البیان ج ۳ ص ۵۳۔ ۵۲' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۴۰۶ھ)

علماء شیعہ کے نزدیک متعہ کے فقہی احکام

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں :

ابو عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن سالم سے متعہ کا طریقہ پوچھا انہوں نے کہا تم یوں کہو اے اللہ کی بندی میں اتنے پیسوں کے عوض اتنے دنوں کے لئے تم سے متعہ کرتا ہوں' جب وہ ایام گزر جائیں گے تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۵ ص ۴۵۶' ۴۵۵' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران' ۱۳۶۲ھ)

شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مجوسی (آتش پرست) عورت سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۴' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران' ۱۳۶۵ھ)

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے کیا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا متعہ اجرت کے عوض ہوتا ہے خواہ ہزار عورتوں سے کر لو۔ (الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۷)

عمر بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ متعہ میں فریقین کے درمیان میراث نہیں ہوتی۔ (الاستبصار ج ۳ ص ۱۵۳)

شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین قمی متوفی ۳۸۱ھ لکھتے ہیں :

محمد بن نعمان نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کم از کم کتنی چیز کے عوض متعہ ہو سکتا ہے انہوں نے کہا دو مٹھی گندم سے۔ تم اس سے کہو کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق متعہ کرتا ہوں جو نکاح ہے زنا نہیں ہے اس شرط پر کہ نہ میں تمہارا وارث ہوں اور نہ تم میری وارث ہو' نہ میں تم سے اولاد کا مطالبہ کروں گا' یہ نکاح ایک مدت متعین تک ہے پھر اگر میں نے چاہا تو میں اس مدت میں اضافہ کر دوں گا اور تم بھی اضافہ کر دینا۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران' ۱۳۶۱ھ)

شیخ روح اللہ خمینی متعہ کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

Marfat.com

(۲۴۴۱) متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(۲۴۴۲) متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔

(۲۴۴۳) متعہ والی عورت کو اگرچہ علم نہ ہو کہ وہ اخراجات اور اکٹھا سونے کا حق نہیں رکھتی تب بھی اس کا عقد صحیح ہے اور نہ جاننے کی وجہ سے بھی شوہر پر کوئی حق نہیں رکھتی۔ (توضیح المسائل اردو '۳۶۹' ۳۶۸ 'مطبوعہ سازمان تبلیغات)

علماء شیعہ کے جواز متعہ پر دلائل کے جوابات

علماء شیعہ نے الی اجل مسمی کی قرأت سے متعہ کے جواز پر جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ قرات شاذہ ہے قرآن مجید کی جو قرأت متواتر ہے حتیٰ کہ شیعہ کے قرآن میں بھی جو قرأت مذکور ہے اس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں اس لئے قرأت متواترہ کے مقابلہ میں اس قرأت سے استدلال درست نہیں ہے۔

اس پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا پھر جنگ خیبر کے موقعہ پر متعہ کو حرام کر دیا گیا' پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لئے متعہ حلال کیا گیا تھا اور اس کے بعد اس کو دائما" حرام کر دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کے جواز کے قائل تھے لیکن اخیر عمر میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور جب حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا میرے نزدیک متعہ خون' مردار اور خنزیر کی طرح حرام ہے اور یہ صرف اضطرار کے وقت حلال ہے' یعنی جب نکاح کرنا ممکن نہ ہو اور انسان کو غلبہ شہوت کی وجہ سے زنا کا خطرہ ہو' لیکن اخیر عمر میں حضرت ابن عباس نے اس سے بھی رجوع کر لیا اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا جاتا تھا حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں تک متعہ کی حرمت نہیں پہنچی تھی وہ متعہ کرتے تھے حضرت عمر نے ان کو تبلیغ کر دی تو وہ متعہ سے باز آ گئے۔ حضرت عمر نے متعہ کو حرام نہیں کیا نہ یہ ان کا منصب ہے انہوں نے صرف متعہ کی حرمت بیان کی ہے جیسے اور دیگر احکام شرعیہ بیان کئے ہیں اور حضرت علی نے جو فرمایا کہ اگر حضرت عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت عمر متعہ کی حرمت کو قرآن اور حدیث سے واضح نہ کرتے اور متعہ کی ممانعت پر سختی سے عمل نہ کراتے تو زنا بالکل ختم ہو جاتا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہم سے اباحت متعہ کے متعلق احادیث ہیں لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وطن میں متعہ کی اجازت دی گئی ہو' ان تمام احادیث میں یہ مذکور ہے کہ سفر میں متعہ کی اجازت دی گئی تھی۔ جہاں ان صحابہ کی بیویاں نہیں تھیں جب کہ وہ گرم علاقے تھے اور عورتوں کے بغیر ان کا رہنا مشکل تھا۔ اس وجہ سے جہاد کے موقعہ پر ضرورتا" متعہ کی اجازت دی گئی حضرت ابن ابی عمر کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ ابتداء اسلام میں ضرورت کی بناء پر متعہ کی اجازت تھی جیسے ضرورت کے وقت مردار کا کھانا مباح ہوتا ہے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا اور حجتہ الوداع کے موقع پر تاکیدا" اس تحریم کو دہرایا گیا ہم ان تمام امور پر باحوالہ احادیث پیش کریں گے۔

شیخ طبرسی نے لکھا ہے کہ اگر اس آیت کا یہ معنی ہو کہ جن عورتوں سے تم نے مہر کے عوض لذت حاصل کی یعنی

Marfat.com

جماع کیا ہے تو ان کا مہر ادا کرو' تو اس سے لازم آئے گا کہ بغیر جماع کے مہر واجب نہ ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ غیر مدخولہ کا بھی نصف مہر واجب ہوتا ہے' یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں حصر کا کوئی لفظ نہیں ہے کہ تم صرف اسی عورت کا مہر ادا کرو جس سے تم نے جماع کیا ہو۔

حرمت متعہ پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النسآء: ۳)

جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو' دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفاء کرو۔

یہ آیت سورہ نساء سے لی گئی ہے جو مدنی سورت ہے اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قضاء شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان فرمائی ہیں کہ وہ ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہیں' اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکیں تو پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس! اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرما دیتا اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی اس آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

شیعہ حضرات کو اگر شبہ ہو کہ اس آیت میں لفظ نکاح متعہ کو بھی شامل ہے لہٰذا نکاح کے ساتھ متعہ کا جواز بھی ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کی حد صرف چار عورتوں تک ہے اور متعہ میں عورتوں کی تعداد کے لئے کوئی قید نہیں ہے۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ نکاح اور متعہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں نکاح میں عقد دائمی ہوتا ہے اور متعہ میں عقد عارضی ہوتا ہے نکاح میں منکوحات کی تعداد محدود ہے اور متعہ میں ممتوعات کی کوئی حد نہیں۔ نکاح میں نفقہ' سکنیٰ' نسب اور میراث لازم ہوتے ہیں اور ایلاء' ظہار' لعان اور طلاق عارض ہوتے ہیں اور متعہ میں ان میں سے کوئی امر لازم نہیں ہے نہ عارض۔ لہٰذا نکاح اور متعہ دو متضاد حقیقتیں ہیں اور نکاح سے متعہ کا ارادہ غیر معقول ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (الی قولہ) ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (النساء: ۲۵)

اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے۔ اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لئے صرف دو طریقے تجویز کئے گئے ہیں ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے

Marfat.com

کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی‘ لیکن ایسا نہیں کیا گیا پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا۔ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور : ۳۳) اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرمادیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی‘ جب کہ متعہ کی اجازت کی بجائے ضبط نفس کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں ہے۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (النساء : ۲۴) در آں حالیکہ تم ان کو قلعہ نکاح کی حفاظت میں لانے والے ہو نہ محض عیاشی کرنے والے۔

اور یہ واضح ہے کہ متعہ میں محض عیاشی ہوتی ہے اس میں متعہ والی عورت کا مرد پر نفقہ ہوتا ہے نہ اس کی طلاق ہے نہ عدت اور نہ وہ مرد کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے یہ محض عیاشی ہے۔ حفاظت صرف نکاح میں ہوتی ہے۔

حرمت متعہ پر احادیث سے دلائل

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔

(صحیح البخاری‘ رقم الحدیث : ۴۲۱۶‘ صحیح مسلم‘ رقم الحدیث : ۱۴۰۷‘ سنن ترمذی‘ رقم الحدیث : ۱۱۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے ہم ثنیۃ الوداع پر اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغوں کو دیکھا اور عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ جن عورتوں سے متعہ کیا گیا تھا وہ رو رہی ہیں آپ نے فرمایا نکاح‘ طلاق‘ عدت اور میراث نے متعہ کو حرام کر دیا۔

(مسند ابو یعلیٰ‘ رقم الحدیث : ۶۵۹۴‘ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت‘ ۱۴۰۸ھ)

کیونکہ متعہ میں نہ طلاق ہوتی ہے نہ عدت اور نہ میراث‘ نہ اس کو نکاح کہا جاتا ہے بلکہ اس میں عورت کا نان نفقہ بھی واجب نہیں ہوتا جیسا کہ کتب شیعہ سے باحوالہ گزر چکا ہے اور نہ متعہ والی عورت پر بیوی کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں بیویوں کی وراثت بیان کی گئی ہے اور متعہ والی عورت وارث نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے امام بخاری نے اس کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن معین اور ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اس کی سند کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم باہر گئے اور ہمارے ساتھ وہ عورتیں تھیں جن کے

Marfat.com

ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا جب ہم ثنیۃ الرکاب پر پہنچے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ عورتیں ہیں جن سے ہم نے متعہ کیا تھا آپ نے فرمایا یہ قیامت تک کے لئے حرام کردی گئی ہیں۔ (المعجم الاوسط : ۹۴۲ مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض۔ ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبداللہ ہے۔ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام ابو حاتم نے اس کو ثقہ کہا ہے اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا آپ نے متعہ کے جواز کا کیسا فتویٰ دیا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا' انا للہ و انا الیہ راجعون' خدا کی قسم میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا اور نہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا میں نے اسی صورت میں متعہ کو حلال کہا ہے جس صورت میں اللہ نے مردار' خون اور خنزیر کے گوشت کو حلال فرمایا ہے۔

(المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۱۰۶۰۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ثقہ ہے لیکن وہ مدلس ہے اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں :

ربیع بن مرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا : سنو! اے لوگو! میں نے تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی سنو اب اللہ نے متعہ کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے' سو جس شخص کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہے اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس کو دیا ہے وہ اس سے واپس نہ لے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے اگر وہ متعہ کی حرمت نہ بیان کرتے تو علی الاعلان زنا ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا سنو متعہ زنا ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۲۹۳۔ ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

ابن ابی عمرۃ انصاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے متعہ کے متعلق فتویٰ کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا میں نے امام المتقین کے ساتھ متعہ کیا ہے' ابن ابی عمرہ نے کہا اللہ معاف فرمائے متعہ ضرورت کی بناء پر رخصت تھا جیسے ضرورت کے وقت مردار خون اور خنزیر کے گوشت کی رخصت ہوتی ہے۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۳۳)

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے متعہ کو حرام کر دیا۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۳۴)

معمر اور حسن بیان کرتے ہیں کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر صرف تین دن کے لئے متعہ حلال ہوا تھا اس سے پہلے حلال ہوا تھا نہ اس کے بعد۔ (المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۴۰' سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث : ۸۴۲)

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے جب آپ مقام عسفان پر پہنچے تو آپ نے فرمایا عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ سراقہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ دائما"

Marfat.com

ہے؟ آپ نے فرمایا دائما" ہے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا پھر آپ نے ہم کو عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم دیا ہم نے کہا ہم اس کو مدت معین کے لئے کریں گے آپ نے فرمایا کرو' میں اور میرا ایک ساتھی باہر نکلے ہم دونوں کے پاس ایک ایک چادر تھی ہم دونوں ایک عورت کے پاس گئے اور ہم دونوں نے اپنے آپ کو اس پر پیش کیا اس نے میرے ساتھی کی چادر کی طرف دیکھا تو وہ میری چادر سے زیادہ نئی تھی اور میری طرف دیکھا تو میں اس سے زیادہ جوان تھا بالآخر اس نے مجھ کو پسند کر لیا اور میں نے اپنی چادر کے عوض اس سے متعہ کر لیا میں اس کے ساتھ اس رات کو رہا جب صبح کو میں مسجد کی طرف گیا تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ مدت معین کے لئے متعہ کیا ہے تو وہ اس کو طے شدہ چیز دے دے اور جو اس کو دے رکھا ہے اس سے واپس نہ لے اور اس سے الگ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے متعہ حرام کر دیا ہے۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۳)

حضرت ابن عمر سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ زنا ہے۔ (المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۴۲)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ متعہ صرف تین دن ہوا پھر اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے اس کو حرام کر دیا۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : متعہ کو طلاق' عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا۔

(المصنف : ۱۴۰۴۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۷)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا رمضان نے ہر روزہ کو منسوخ کر دیا' زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا اور طلاق' عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۴۰۴۶' سنن کبریٰ : ج ۷ ص ۲۰۷' موارد الظمآن : ص ۳۰۹)

احادیث شیعہ سے حرمت متعہ پر دلائل

زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱' الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب خیبر کے دن متعہ حرام کر دیا گیا تھا تو پھر فتح مکہ کے موقع پر متعہ کیوں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ متعہ خیبر کے دن ہی حرام کر دیا گیا تھا فتح مکہ کے موقع پر ضرورت کی وجہ سے تین دن کے لئے عارضی رخصت دی گئی اور پھر اس کو دائما" حرام کر دیا گیا۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر تاکیدا" اس کی حرمت کو دہرایا گیا جیسے اور کئی حرام کاموں کی حرمت کو اس موقع پر بیان کیا گیا۔

بعض مفسرین کا تسامح

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں : فرمان باری تعالیٰ شانہ والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین یہ ایسا واضح ارشاد ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس سے حرمت متعہ صاف ظاہر ہے اس کے مقابلہ میں بعض شاذ قراتوں کا سہارا لینا قطعا" غلط ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۶۸)

Marfat.com

علامہ آلوسی (روح المعانی : ج ۵ ص ۷) امام رازی (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۵) پیر محمد کرم شاہ الازہری (ضیاء القرآن ج ۳ ص ۲۴۵) اور دیگر مفسرین نے بھی سورہ المومنون (۶:) کی اس آیت کو حرمت متعہ کی قطعی دلیل بنایا ہے لیکن یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ المومنون مکی سورت ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مکہ میں متعہ حرام ہو گیا تھا جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ ۷ ہجری تک مدینہ میں متعہ حلال رہا اور جنگ خیبر کے موقع پر متعہ کو حرام کیا گیا جیسا کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی حدیث میں ہے اور مفتی محمد شفیع نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اسی لئے ہم نے النساء اور النور کی آیتوں سے حرمت متعہ پر استدلال کیا ہے اور یہ مدنی سورتیں ہیں اور ان پر شیعہ علماء کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ فافہم وتشکر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) (النساء : ۲۵)

اہل کتاب باندیوں سے نکاح میں فقہاء کے مذاہب

امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی قدرت کے باوجود باندی یا کتابیہ باندی سے نکاح کرنا مکروہ ہے کیونکہ باندی کی اولاد بھی اس کے مالک کی غلام ہوتی ہے اور آزاد شخص کے لئے یہ باعث عار ہے کہ اس کی اولاد لونڈی اور غلام بن جائے۔

اس آیت میں باندیوں کے ساتھ مسلمان ہونے کی صفت کو ذکر کیا ہے امام شافعی کے نزدیک چونکہ مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ صفت بمنزلہ شرط ہے اور جو شخص آزاد (کنواری) مسلمان عورت سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ باندی سے اسی وقت نکاح کر سکتا ہے جب باندی مسلمان ہو' اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک باندی کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے باندی اگر اہل کتاب ہو پھر بھی وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۴۷۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک کے نزدیک جو شخص آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ بھی باندی سے نکاح کر سکتا ہے' اور امام اعظم کے نزدیک آزاد مسلمان عورت کے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح جائز نہیں (الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۳۶) اہل کتاب باندیوں سے نکاح کے جواز پر امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محرمات کے علاوہ ہر عورت سے نکاح کرنے کو حلال قرار دیا ہے ماسوا ان کے جن کی کتاب اللہ میں تخصیص کر لی گئی ہے اور اہل کتاب باندی کی تخصیص نہیں کی گئی' وہ آیتیں یہ ہیں :

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء : ۳) — تو اپنی پسند کے موافق عورتوں سے نکاح کر لو۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء : ۲۴) — ان محرمات کے سوا باقی تمام عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ اہل کتاب باندی کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

Marfat.com

غیر سید کا فاطمی سیدہ سے نکاح

بعض سادات کرام نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نسب کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں وہ بھی ان آیات کے عموم کے لئے مخصص ہیں اور سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام ہے۔ سادات کرام کا احترام اور اکرام مسلم ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ احادیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہیں اور خبر واحد قرآن مجید کے عموم کے لئے ناسخ نہیں ہو سکتی' بعض سادات کرام نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی آواز پر آواز اونچی کرنا جائز نہیں ہے تو آپ کے نسب کے اوپر نسب کرنا کیسے جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ شوہر کا نسب بیوی کے نسب سے اونچا ہو جائے ورنہ کسی سید کا نکاح بھی سیدہ سے جائز نہیں ہوگا۔ نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاجزادیوں میں سے کسی صاجزادی کا نکاح تو یقیناً" غیر فاطمی شخص سے ہوا ہے کیونکہ ہماری شریعت میں بھائی بہن کا نکاح جائز نہیں ہے جیسا کہ محرمات کے بیان میں گزر چکا ہے' اس بحث میں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ ہم یہ دعوت نہیں دیتے کہ غیر فاطمی سید فاطمی سیدہ سے نکاح کریں نہ یہ ہمارا منصب اور حق ہے ہمارا صرف یہ کہنا ہے کہ اگر کہیں یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو اس کو حرام کہنے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے' اگر ہمارے کسی استدلال سے سادات کرام کی دل آزاری ہوئی ہے تو ہم ان سے معافی چاہتے ہیں اور سادات کرام کی محبت کو حرز ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن مسئلہ اپنی جگہ پر ہے۔ اگر اس نکاح کو حرام کہا جائے تو جس سیدہ خاتون نے اپنی مرضی یا اپنے والدین کی مرضی سے غیر سید سے نکاح کیا اس فاطمی سیدہ خاتون کو مرتکب حرام' زانیہ اور اس کی اولاد کو ولد الزنا کہنا لازم آئے گا' اور مانعین ایسا کہتے بھی ہیں لیکن ہم شہزادی رسول اور سیدہ فاطمہ کی صاجزادی کے متعلق ایسا فتویٰ لگانا رسول اللہ ﷺ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچانے کے مترادف سمجھتے ہیں اور اس کو خطرہ ایمان گردانتے ہیں' سو جو لوگ اس نکاح کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں وہ نادانستگی میں شہزادی رسول کو زانیہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچا رہے ہیں۔ کسی بھی نکاح رجسٹرار کے ریکارڈ شدہ رجسٹر کو دیکھ لیں ملک کے طول و عرض میں غیر فاطمی سید کے فاطمی سیدہ سے نکاح کے بہت مندرجات مل جائیں گے' آخر جس فاطمی سیدہ خاتون نے غیر سید سے نکاح کیا ہے وہ بھی تو بنت رسول ہے اس کو زنا کی گالی دینا کسی مسلمان کے لئے کس طرح زیبا ہے کیا اس کا احترام اور اکرام واجب نہیں ہے۔ کیا اس کو گالی دینے سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہیں پہنچے گی؟ خدارا سوچئے کہ ہم اس نکاح کے جواز کا فتویٰ دے کر رسول اللہ ﷺ کی شہزادیوں کی عزتوں کا تحفظ کر رہے ہیں یا العیاذ باللہ ان کی توہین کر رہے ہیں۔ مانعین اس نکاح کو حرام کہتے ہیں اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے تو جس سیدہ خاتون یا اس کے سادات والدین نے جائز سمجھ کر نکاح کر دیا تو آپ کے نزدیک وہ العیاذ باللہ کافر ہو گئے اور کافر کا ٹھکانہ دوزخ ہے آخر آپ خون رسول کو دوزخ میں کیوں پہنچانے کے درپے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو در آں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں' بدکار نہ ہوں نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں۔ (النساء : ۲۵)

باندیوں سے نکاح کے احکام

اس آیت میں باندیوں کے اہل سے مراد ان کے مالک ہیں اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ باندی کے مالک کی

Marfat.com

اجازت کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ زانی ہے۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۰۷۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۱۳)

اس آیت کے آخر میں فرمایا یہ حکم تم میں سے ہر اس شخص کے لئے ہے جس کو اپنے نفس پر بد چلنی کا خدشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے' اس میں یہ بتایا ہے کہ اگرچہ باندیوں سے نکاح کی تم کو اجازت دی گئی ہے لیکن اگر تم آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہو اور پاک دامنی کے ساتھ رہ سکتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ باندی پر اس کے مالک کا حق شوہر کے حق سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تمہاری خدمت اور حقوق کے لئے سبیل نہیں پا سکیں گی اور ان کے مالک سفر اور حضر میں ان سے خدمت لینے اور جس کو چاہے فروخت کرنے پر قادر ہوں گے اور اس میں شوہروں کے لئے دشواری ہے کیونکہ باندی کے مہر کا مالک اس کا مولیٰ ہو گا اور اس باندی سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ اس کے مالک کی غلام ہو گی۔ اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر صبر نہ کر سکا تو اللہ اس کو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں پھر بے حیائی کے کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری) عورت کی آدھی سزا ملے گی۔

یعنی اگر باندیاں زنا کریں تو ان کی سزا وہ ہے جو آزاد کنواریوں کو سزا دی جاتی ہے اور آزاد کنواری عورت کو زنا کرنے پر سو کوڑے لگائے جاتے ہیں تو ان کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اللہ تمہارے لیے وضاحت سے احکام بیان کرنا چاہتا ہے' اور تمہیں ان (نیک) لوگوں کے راستوں پر چلانا چاہتا ہے جو تم سے پہلے

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ

گزر چکے ہیں' اور تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے○ اللہ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے

عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا

اور جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ تمہیں سیدھی راہ سے بہت دور ہٹا دینا

عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ

چاہتے ہیں ○ اللہ تم سے (مشکل احکام کا) بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان کو کمزور پیدا کیا

Marfat.com

ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

گیا ہے ○ اے ایمان والو ! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ

بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا

کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو

تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ

ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے ○ اور جو شخص زیادتی اور

ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ

ظلم کی بنا پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے، اور یہ اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

آسان ہے ○ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا

تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے، اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کر دیں گے ○ اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو

فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے ان کی کمائی سے

اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ

حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کے فضل

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا

کا سوال کرو، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ اور ہم نے ہر شخص کے

مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ

ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں اولاد اور قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد

Marfat.com

أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾

ہو چکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو، بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ○

احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ تمہارے لئے وضاحت سے احکام بیان کرنا چاہتا ہے۔ (النساء : ۲۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکام شرعیہ بیان کر دیئے اور حلال کو حرام سے متمیز کر دیا اور اچھے اور نیک کام کو برے اور قبیح کام سے ممتاز کر دیا۔ پھر فرمایا : اور تمہیں ان نیک لوگوں کے راستہ پر چلانا چاہتا ہے جو گزر چکے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ تم سے پہلے جو نیک' صالحین اور حق پرست لوگ گزرے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ان کی سیرتیں بیان کر دی ہیں تاکہ تم حق کی اتباع کرو اور باطل سے اجتناب کرو' پھر فرمایا اللہ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بیان کئے ہوئے احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں اور اہل حق کی اتباع کرنے میں اگر تم سے کوئی تقصیر یا کوئی زیادتی یا کمی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ تمہیں سیدھی راہ سے بہت دور ہٹا دینا چاہتے ہیں (النساء : ۲۷)

خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ زنا حلال ہو جائے یا بعض محرمات حلال ہو جائیں۔

مجاہد نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ تم زنا کرو۔

بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد یہود ہیں وہ علاتی بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی ایسا کریں۔

ابن زید نے کہا اس سے مراد اہل باطل ہیں وہ چاہتے تھے کہ تم اللہ کے دین کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرو۔

(جامع البیان ج ۵ ص ۱۹' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابواللیث سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں :

یہود' نصاریٰ اور مجوس یہ چاہتے تھے کہ تم کوئی بہت بڑا گناہ کر بیٹھو' کیونکہ بعض کافر علاتی بہنوں' بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کو جائز کہتے تھے' اور جب اللہ نے مسلمانوں پر یہ رشتے حرام کر دیئے تو انہوں نے کہا خالہ اور پھوپھی محرم ہیں جب تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کو جائز کہتے ہو تو بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح کو جائز کیوں نہیں کہتے؟ اور ایک قول یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ تم سے کوئی بڑا بھاری گناہ ہو جائے۔

(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۴۹ - ۳۴۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

اس آیت میں ایسے تمام لوگ داخل ہیں جو اپنی عقل سے احکام شرع پر اعتراض کرتے ہیں مثلاً" مردوں کو عورتوں کے مساوی کیوں نہیں رکھا' نابالغ لڑکی کا نکاح کرنا کیوں جائز ہے' یتیم پوتے کو دادا کی میراث سے ترکہ کیوں نہیں ملتا' تجارتی سود تو نفع کا متبادل ہے اس کو کیوں حرام کیا گیا ہے' پردہ کی قیود سے عورتوں کا حق آزادی مجروح ہوتا ہے' موسیقی تو روح کی

Marfat.com

غذا ہے اس کو کیوں ناجائز کیا گیا' اور اس قسم کے تمام احکام کو ملا کی رجعت پسندی اور فرسودگی قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عورت کو طلاق کا حق کیوں نہیں ہے' اور عورت کو بیک وقت چار خاوندوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ نعوذ باللہ من تلک الخرافات۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ تم سے (مشکل احکام کا) بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

شریعت کا مزاج آسان احکام بیان کرنا ہے نہ کہ مشکل

اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر آسانی کر کے ضرورت کے وقت باندیوں سے نکاح کرنا ان کے لئے جائز کر دیا' اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آسان احکام مشروع کئے ہیں ایسے سخت اور مشکل احکام کا ہم کو مکلف نہیں کیا جیسے مشکل احکام کا بنو اسرائیل کو مکلف کیا تھا۔ ہمارے لئے تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے کو جائز کر دیا اور خصوصاً "مسجد میں نماز پڑھنے کا مکلف نہیں کیا۔ پانی نہ ملنے یا پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے تیمم کو جائز کر دیا' قربانی کو کھانا اور مال غنیمت ہمارے لئے حلال کر دیا' گناہ کے لئے استغفار اور توبہ رکھی بنو اسرائیل کی شریعت کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو تو تمہاری توبہ ہوگی' سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی نیز سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کر دیا غرض پچھلی شریعتوں میں جو مشکل احکام تھے وہ ہمارے لئے آسان کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف : ۱۵۷)

(وہ نبی امی) ان سے (مشکل احکام کا) بوجھ اتارتے ہیں اور ان کے (گلے کے) طوق ان سے نکال کر دور کرتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ : ۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج : ۷۸)

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۲۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۷)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ زیادہ آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (شمائل ترمذی' رقم الحدیث : ۳۴۸)

اسی طرح جب کسی مسئلہ میں علماء اور فقہاء کے مختلف قول ہوں تو مفتیان کرام کو اس قول پر فتویٰ دینا چاہئے جو مسلمانوں کے لئے آسان ہو۔

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفق و تیسیر (آسانی اور تخفیف) پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ

Marfat.com

تشدید و تضییق (سختی اور تنگی) لہٰذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علماء کرام انہیں (ان ہی) روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بناء پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ کتاب النکاح ص ۲۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

ہمارے دور میں آج کل بعض مفتیوں کی روش اس کے برعکس ہے۔ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے کو ناجائز کہتے ہیں' ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر روزہ اور عید کو ناجائز کہتے ہیں' ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنے اور پرفیوم لگانے کو حرام کہتے ہیں' کالر والی قمیص کو بھی حرام کہتے ہیں' جس عورت کا خاوند مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اس کو ستریا نوے سال سے پہلے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتے' جس عورت کا خاوند اس کو نہ طلاق دے اور نہ خرچ دے اور عدالت اس بناء پر اس کا نکاح فسخ کردے تو اس کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے' نماز میں اگر سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ زمین سے نہ لگیں تو کہتے ہیں نماز فاسد ہو گئی' اسی طرح اور بہت سے معاملات میں سخت اور مشکل احکام کو بیان کرتے ہیں جب کہ اس کے بالمقابل آسان احکام اور دلائل بھی فقہاء کی عبارات سے ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (النساء : ۲۹)

مال حرام کی انواع اور اقسام

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جسموں اور بدنوں میں تصرف کرنے کی ہدایت دی تھی' زنا اور عمل قوم لوط سے منع فرمایا' اسی طرح محرمات کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا' اور اس آیت میں مسلمانوں کو ان کے اموال میں تصرف کے متعلق ہدایت دی ہے بیع و شراء کے ذریعہ دوسرے کا مال حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اسی طرح ہبہ' وراثت اور کسی چیز کو بنا کر اس کا مالک ہونا جائز ہے' اور جوا' سٹہ' سود' غصب' چوری' ڈاکہ' خیانت' جھوٹی قسم کھا کر اور جھوٹی گواہی کے ذریعہ اور رشوت سے دوسرے کا مال کھانا ناجائز ہے۔

سود کے متعلق ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں باقی چیزوں کا ناجائز اور گناہ ہونا واضح ہے اس لئے ہم یہاں رشوت کے متعلق گفتگو کریں گے۔

رشوت کی تعریف' وعید اور شرعی احکام

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں :

کوئی شخص حاکم یا کسی اور افسر مجاز کو کوئی چیز دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کردے یا حاکم کو اپنی منشاء پوری کرنے پر ابھارے۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۵۰' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سحت کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا رشوت' پھر سوال کیا گیا کہ فیصلہ پر رشوت لینے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (نازل کردہ) احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (المائدہ : ۴۴)

(سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

Marfat.com

کسی پر ظلم کرنے کے لئے یا کوئی ناجائز کام کرانے کے لئے کچھ دینا رشوت ہے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے یا خود کو ظلم سے بچانے کے لئے کچھ دینا یہ رشوت نہیں ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ روایت کرتے ہیں :

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا اور بڑے بڑے عطایا دیئے اور عباس بن مرداس کو بھی کچھ مال دیا تو وہ اس پر ناراض ہو گیا اور شعر پڑھنے لگا نبی ﷺ نے فرمایا (کچھ اور مال دے کر) ہمارے متعلق اس کی زبان بند کر دو' پھر اس کو کچھ اور مال دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔ (احکام القرآن ج ۲ص ۴۳۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ کی سرزمین پر پہنچے تو ان سے ان کا کچھ سامان چھین لیا گیا انہوں نے اس سامان کو اپنے پاس رکھا اور دو دینار دے کر وہ سامان چھڑا لیا۔

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گناہ گار ہوتا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے ظلم اور ضرر دور کرنے کے لئے دی جائے' رشوت وہ چیز ہے کہ تم اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے کچھ دو جو تمہارا حق نہیں ہے اس میں دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

قاضی خاں اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے رشوت کی چار قسمیں لکھی ہیں :

(۱) منصب قضاء کو حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا اس میں رشوت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

(۲) کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لئے رشوت دے یہ رشوت جانبین سے حرام ہے خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو' کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری اور اس پر فرض ہے۔

(۳) اپنی جان اور اپنے مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لئے رشوت دینا یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر حرام نہیں ہے' اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لئے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

(۴) کسی شخص کو اس لئے رشوت دی کہ وہ اس کو سلطان یا حاکم تک پہنچا دے تو اس کا دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۲ص ۳۶۳' ۳۶۲' مطبوعہ مصر' فتح القدیر ج ۶ص ۳۸۵' طبع سکھر' بنایہ شرح ہدایہ الجزء الثالث ص ۲۶۹' طبع فیصل آباد' البحر الرائق ج ۶ص ۲۶۲-۲۶۱' طبع مصر)

اپنے آپ کو قتل کرنے کی ممانعت کے تین محمل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے (النساء : ۲۹)

اس آیت کے تین معنی ہیں ایک معنی یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۸۶) اس لئے اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کیا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اپنے آپ کو قتل کیا۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرو جس کے نتیجہ میں تم ہلاک ہو جاؤ اس کی مثال یہ حدیث ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سرد رات میں جنبی ہو گئے تو انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی ولا

Marfat.com

تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔ "تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" پھر نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے (ان کو) ملامت نہیں کی۔

(صحیح البخاری : کتاب التیمم باب ۷ سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۳۴)

اس آیت کا تیسرا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خود کشی کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسی آیت کی بناء پر خود کشی کرنا حرام ہے۔

خود کشی کرنے والے کے عذاب کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جس ہتھیار سے خود کشی کرے گا تو دوزخ میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ شخص جہنم میں اس ہتھیار سے ہمیشہ خود کو زخمی کرتا رہے گا' اور جو شخص زہر سے خود کشی کرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خود کشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ گرتا رہے گا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۰۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا پھر خود کشی کرنے والا دائمی عذاب میں کیوں مبتلا ہوگا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں : اول یہ کہ یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جس کو خود کشی کے حرام ہونے کا علم تھا اس کے باوجود اس نے حلال اور جائز سمجھ کر خود کشی کی' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں خلود کا استحقاق بیان کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے کہ مستحق خلود ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے یا پھر خلود مکث طویل کے معنی میں ہے۔

خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں :

جس نے خود کو قتل کر لیا خواہ عمداً" اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کی بہ نسبت یہ زیادہ بڑا گناہ ہے' امام ابن ہمام نے امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خود کشی کی تھی آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

(الدر المختار ج ۱ ص ۵۸۴' علی ہامش رد المحتار)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم نے خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور بہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اس پر نماز جنازہ زجراً" نہیں پڑھی جس طرح آپ نے مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ میں سے بھی کسی نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی کیونکہ دوسروں کی نماز آپ کی نماز کے برابر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ کی صلوٰۃ ان کے لئے سکون ہے۔ شرح المنیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور اہل سنت وجماعت کے قواعد پر یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں ہے' کیونکہ مطلقاً" گنہگار کی توبہ مقبول ہوتی ہے بلکہ کافر کی توبہ بھی کفر سے قطعاً" مقبول ہوتی ہے حالانکہ اس کا گناہ زیادہ ہے' ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ نزع روح کے

Marfat.com

وقت توبہ مقبول نہیں ہوتی اور جس نے ایسے فعل سے خود کشی کی جس سے فوراً مرجائے (مثلاً کنپٹی پر پستول رکھ کر فائر کر دینا) تو اس کو توبہ کا وقت ہی نہیں ملا یا نزع روح کے وقت چند لمحے ملے اور اس وقت کی توبہ مقبول نہیں ہے اور جس نے اپنے آپ کو کسی آلہ سے زخمی کرلیا اور اس کے بعد وہ کچھ دن زندہ رہا اور اس نے توبہ کرلی تو اس کی توبہ کی قبولیت کا یقین رکھنا چاہئے یہ ساری بحث اس کے متعلق ہے جس نے عمداً خود کو قتل کیا اور جس نے خود کو خطاءً قتل کیا اس کا شمار شہداء میں ہو گا۔ (ردالمحتار ج ا ص ۵۸۵ '۵۸۴)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بڑے عالم اور مفتی کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانا چاہئے اور عام مسلمان کو چاہئے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھا دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کردیں گے۔ (النساء: ۳۱)

صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تحقیق

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ مت سوچو کہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ' یہ غور کرو کہ تم کس ذات کی نافرمانی کر رہے ہو اور اس اعتبار سے تمام گناہ کبیرہ ہیں۔ قاضی ابوبکر بن طیب' استاد ابو اسحٰق اسفرائنی' ابوالمعالی' ابونصر عبدالرحیم قشیری وغیرہم کا یہی قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ گناہوں کو اضافی طور پر صغیرہ یا کبیرہ کہا جاتا ہے مثلاً زنا کفر کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور بوس وکنار زنا کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور کسی گناہ سے اجتناب کی وجہ سے دوسرے گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ تمام گناہوں کی مغفرت اللہ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔

اور یہ جو قرآن مجید میں ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم (النساء: ۳۱) اس آیت میں کبائر سے مراد انواع کفر ہیں' یعنی اگر تم تمام انواع کفر سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا' نیز صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر دوزخ واجب کردے گا اور اس پر جنت حرام کردے گا' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہرچند کہ (اس شخص کا حق) تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: ہرچند کہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو! پس معمولی معصیت پر بھی ایسی شدید وعید ہے جیسی بڑی معصیت پر وعید ہے۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جن چیزوں سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب کے ذکر پر ختم کیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورہ نساء کی تینتیس (۳۳) آیتوں میں جن چیزوں سے منع کیا ہے اور پھر فرمایا ہے "ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه" وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر سات (۷) ہیں فرمایا یہ ستر کے قریب ہیں اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا کبائر سات ہیں فرمایا یہ سات سو کے

Marfat.com

قریب ہیں البتہ استغفار کے بعد کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے)
گناہ کبیرہ کی تعداد اور ان کے حصر میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ ان میں آثار مختلف ہیں' میں یہ کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کے متعلق صحیح اور حسن بکثرت احادیث ہیں اور ان سے حصر مقصود نہیں ہے البتہ بعض گناہ بعض دوسرے گناہ سے زیادہ بڑے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ورحمتی وسعت کل شئ" میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔ میری رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تیسرا درجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تکیہ کر کے بے خوفی سے گناہ کرے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (الاعراف: ۹۹) کیا یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے درجہ پر قتل سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کے بعد لواطت ہے' پھر زنا ہے' پھر شراب نوشی ہے پھر نماز اور اذان کا ترک کرنا ہے پھر جھوٹی گواہی دینا ہے اور ہر وہ گناہ جس پر عذاب شدید کی وعید ہے یا اس کا ضرر عظیم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۶۱۔ ۱۵۹ ملخصاً انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

میں نے گناہ کبیرہ کے متعلق ان تمام اقوال اور تعریفات پر غور کیا میرے نزدیک جامع مانع اور منضبط تعریف یہ ہے:
جس گناہ کی دنیا میں کوئی سزا ہو یا اس پر آخرت میں وعید شدید ہو یا اس گناہ پر لعنت یا غضب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان اور واضح تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے نیز کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بے خوفی سے کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے علامہ نووی شافعی اور علامہ بھوتی حنبلی نے جو گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مثالیں دی ہیں ان پر یہ تعریفیں صادق آتی ہیں اس لئے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو سمجھنے کے لئے ان تعریفات کی روشنی میں ان مثالوں کو ایک بار پھر پڑھ لیا جائے۔ اس بحث میں یہ نکتہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ فرض کے ترک کا عذاب واجب کے ترک کے عذاب سے اور حرام کے ارتکاب کا عذاب مکروہ تحریمی کے ارتکاب کے عذاب سے شدید ہوتا ہے اور اصولیین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فرض اور واجب کے ترک کا عذاب ایک جیسا ہوتا ہے اور ان میں صرف ثبوت کے لحاظ سے فرق ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:
گناہ صغیرہ اور کبیرہ دو قسم کے ہیں۔ استاذ ابو اسحاق نے کہا ہے کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے' گناہ کبیرہ کی چار تعریفیں ہیں۔

(۱) جس معصیت پر حد واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔
(۲) جس معصیت پر کتاب اور سنت میں وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔
(۳) امام نے "ارشاد" میں لکھا ہے کہ جس گناہ کو لاپرواہی کے ساتھ کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔
(۴) جس کام کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہو یا جس کام کی جنس میں قتل وغیرہ کی سزا ہو یا جو کام علی الفور فرض ہو

Marfat.com

اس کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے دوسری تعریف کو ترجیح دی ہے پھر علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ گناہ کبیرہ کی منضبط تعریفات ہیں۔ بعض علماء نے گناہ کبیرہ کو تفصیلاً" شمار بھی کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے : قتل' زنا' لواطت' شراب پینا' چوری' قذف (تہمت لگانا) جھوٹی گواہی دینا' مال غصب کرنا' میدان جہاد سے بھاگنا' سود کھانا' مال یتیم کھانا' والدین کی نافرمانی کرنا' رسول اللہ ﷺ پر عمداً" جھوٹ باندھنا' بلاعذر شہادت کو چھپانا' رمضان میں بلاعذر روزہ نہ رکھنا' جھوٹی قسم کھانا' قطع رحم کرنا' ناپ اور تول میں خیانت کرنا' نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا' بلاعذر نماز قضاء کرنا' مسلمان کو ناحق مارنا' صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا' رشوت لینا' دیوثی (فاحشہ عورتوں کے لئے گاہک لانا) حاکم کے پاس چغلی کھانا' زکوٰۃ نہ دینا' نیکی کا حکم نہ دینا' باوجود قدرت کے برائی سے نہ روکنا' قرآن مجید بھلانا' حیوان کو جلانا' عورت کا بلاسبب خاوند کے پاس نہ جانا' اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا' اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا' علماء کی توہین کرنا' ظہار' بلاعذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا' جادو کرنا' حالت حیض میں وطی کرنا اور چغلی کھانا۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔

علامہ نووی نے گناہ صغیرہ کی تفصیل میں ان گناہوں کو لکھا ہے : اجنبی عورت کو دیکھنا' غیبت کرنا' ایسا جھوٹ جس میں حد ہے نہ ضرر' لوگوں کے گھروں میں جھانکنا' تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا' زیادہ لڑنا جھگڑنا اگرچہ حق پر ہو' غیبت پر سکوت کرنا' مردہ پر بین کرنا' مصیبت میں گریبان چاک کرنا اور چلانا' اترا اترا کر چلنا' فاسقوں سے دوستی رکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا' اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا' مسجد میں خرید و فروخت کرنا' بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانا' جس شخص کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اس کا امام بننا' نماز میں عبث کام کرنا' جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا' قبلہ رخ بول و براز کرنا' عام راستہ پر بول و براز کرنا' جس شخص کو غلبہ شہوت کا خطرہ ہو اس کا روزہ میں بوسہ لینا' صوم وصال رکھنا' استمناء' بغیر جماع کے اجنبیہ سے مباشرت کرنا (یعنی بوس و کنار اور بغل گیر ہونا) بغیر کفارے کے مظاہر کا اپنی عورت سے جماع کرنا' اجنبی عورت سے خلوت کرنا' عورت کا بغیر محرم اور خاوند کے سفر کرنا یا بغیر ثقہ عورتوں کے سفر کرنا۔ (یہ مذہب شافعی کے ساتھ خاص ہے) بخش' احتکار' مسلمان کی بیع پر بیع کرنا' اسی طرح مسلمان کی قیمت پر قیمت لگانا اور منگنی پر منگنی کرنا' شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا' دیہاتی قافلہ سے بیع کے لئے ملاقات کرنا' تصریہ (بیع کے لئے تھنوں میں دودھ روک لینا) بغیر عیب بیان کئے ہوئے عیب دار چیز کو فروخت کرنا' بلاضرورت کتا رکھنا' مسلمان کا کافر کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو فروخت کرنا' بلاضرورت نجاست کو بدن پر لگانا اور بلاضرورت خلوت میں اپنی شرمگاہ کھولنا۔

عدالت (نیک چلنی) میں صغائر سے بالکل اجتناب کرنا شرط نہیں ہے لیکن صغیرہ پر اصرار یعنی بلاتوبہ بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرنا صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۱ ص ۲۲۵۔ ۲۲۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں :

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر حد ہو یا اس پر وعید ہو یا غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان کی نفی کی گئی ہو جس طرح حدیث میں ہے : من غش فلیس منا "جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے" یعنی یہ وہ کام ہے جو ہمارے احکام میں سے نہیں ہے یا ہمارے اخلاق میں سے نہیں ہے یا ہماری سنت میں سے نہیں ہے' اور فصول' غنیہ اور مستوعب میں ہے کہ غیبت اور چغلی صغائر میں سے ہے اور قاضی نے معتمد میں کہا ہے کہ کبیرہ وہ ہے جس کا عقاب

Marfat.com

زیادہ ہو اور صغیرہ وہ ہے جس کا عقاب کم ہو۔ ابن حامد نے کہا ہے کہ صغائر خواہ کسی نوع کے ہوں وہ تکرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ تکرار سے صغیرہ کبیرہ نہیں ہوتا جیسا کہ جو امور غیر کفر ہوں وہ تکرار سے کفر نہیں ہوتے۔ (کتاب الفروع ج ۶ ص ۵۶۵۔ ۵۶۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت '۱۳۸۸ھ)

علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۴۶ھ بیان کرتے ہیں :

گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر دنیا میں حد ہو اور آخرت میں وعید ہو جیسا کہ سود کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا' اور شیخ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس فعل پر غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان کی نفی ہو۔

جھوٹ بولنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ اس پر دوام اور استمرار نہ ہو البتہ جھوٹی گواہی دینا' نبی پر جھوٹ باندھنا یا کسی پر جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور صلح کرانے کے لئے' بیوی کو راضی کرنے کے لئے اور جنگی چال کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے ہر وہ نیک مقصد جو جھوٹ کے بغیر حاصل نہ کیا جا سکتا ہو اس کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے۔ غیبت میں اختلاف ہے علامہ قرطبی نے اس کو کبائر میں شمار کیا ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ صغیرہ ہے۔ صاحب الفصول' صاحب الغنیہ اور صاحب المستوعب کی یہی تحقیق ہے۔ امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان شخص کی عزت پر ناحق ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے' اور پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق بلا علم کچھ کہنا گناہ کبیرہ ہے' ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ کبیرہ ہے' فخر اور غرور کے لئے علم حاصل کرنا گناہ کبیرہ ہے' جاندار کی تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے' کاہن اور نجومی کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا گناہ کبیرہ ہے' غیر اللہ کو سجدہ کرنا' بدعت کی دعوت دینا' خیانت کرنا' بدفالی نکالنا' سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا' وصیت میں زیادتی کرنا' خمر بیچنا' سودی معاملہ لکھنا اور سود پر گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے' دو چہروں والا ہونا یعنی بظاہر دوستی رکھنا اور بباطن دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ خود کو کسی اور نسب کی طرف منسوب کرنا' جانور سے بدفعلی کرنا' بلا عذر جمعہ ترک کرنا' نشہ آور اشیاء استعمال کرنا' نیکی کر کے احسان جتلانا' لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کی باتیں کان لگا کر سننا' کسی پر بلا استحقاق لعنت کرنا' غیر اللہ کی قسم کھانا یہ تمام امور گناہ کبیرہ ہیں' اور جو مسائل اجتہادیہ ہیں ان کو کسی مجتہد کی اتباع میں کرنا' معصیت نہیں ہے مثلاً امام ابو حنیفہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ علامہ بھوتی حنبلی کے ذکر کردہ کبیرہ گناہوں میں سے ہم نے ان گناہوں کو حذف کر دیا جن کو اس سے پہلے ہم علامہ نووی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(کشاف القناع ج ۶ ص ۴۲۲۔ ۴۱۹ ' ملخصا" مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

اصرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی اور دوسرے فقہاء نے لکھا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے ایک علمی مجلس میں مجھ سے ایک فاضل دوست نے سوال کیا کہ صغیرہ پر اصرار کرنا دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اس لئے یہ اسی درجہ کی معصیت ہونی چاہئے اور جب یہ پہلے صغیرہ تھا تو دوبارہ اس کو کرنے سے یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو گیا؟ میں نے اس کے جواب میں کہا : اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد انسان نادم ہو اور اس پر استغفار کرے اور پھر دوبارہ شامت نفس سے وہ صغیرہ گناہ کر لے تو یہ اصرار نہیں ہے تکرار ہے اور گناہ صغیرہ کرنے کے بعد نادم اور تائب نہ ہو اور بلا جھجک اس گناہ کا اعادہ کرے تو پھر یہ

Marfat.com

اصرار ہے اور یہ کبیرہ اس وجہ سے ہو گیا کہ اس نے اس گناہ کو معمولی سمجھا اور اس میں احکام شرعیہ کی تخفیف اور بے وقعتی ہے اور شریعت کی تخفیف اور بے وقعتی گناہ کبیرہ ہے ' جبکہ شریعت کی توہین کفر ہے۔ فرض اور واجب تو دور کی بات ہے جو فعل مسنون ہو اس کی تخفیف اور بے وقعتی بھی گناہ کبیرہ ہے ' اور اس کی توہین کرنا کفر ہے۔ العیاذ باللہ!

اس کے بعد اس بحث کو لکھتے وقت جب میں نے اس سوال پر غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ قرآن اور حدیث میں معصیت پر اصرار کرنے کو کبیرہ قرار دیا ہے خواہ وہ کسی درجہ کی معصیت ہو معصیت پر نفس اصرار گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ (آل عمران : ۱۳۶-۱۳۵)

اور جب وہ لوگ بے حیائی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ لوگ جان بوجھ کر اپنے کئے (یعنی گناہوں) پر اصرار نہ کریں۔ ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ جنات ہیں جن کی نیچے دریا جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اخروی انعامات کو عدم اصرار معصیت پر مرتب فرمایا ہے اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ معصیت پر اصرار کرنا اخروی عذاب کو مستلزم ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح یہ آیت ہے :

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (المائدہ : ۹۵)

جو ہو چکا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ بڑا غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصرار پر وعید فرمائی ہے اور وعید گناہ کبیرہ پر ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کے لئے عذاب ہو جو اپنے کئے ہوئے (گناہ) پر جان بوجھ کر اصرار کرتے ہیں۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے (گناہ پر) استغفار کر لیا تو یہ اس کا اصرار نہیں ہے خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۱۵۱۴)

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ گناہ کے بعد استغفار کر لیا جائے تو یہ تکرار ہے اور گناہ کے بعد پھر گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا :

استغفار کے ساتھ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے)

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۵۹' مطبوعہ ایران)

اصرار کے ساتھ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اس پر یہ حدیث صراحتاً" دلالت کرتی ہے علامہ آلوسی امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً" روایت ہے کہ جس گناہ پر بندہ اصرار کرے (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرے) وہ گناہ کبیرہ ہے اور جب بندہ کسی گناہ پر توبہ کر لے تو وہ گناہ کبیرہ نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۴ ص ۱۲' مطبوعہ بیروت)

قرآن مجید کی آیات' احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ گناہ پر اصرار کرنا (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا) اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے خواہ وہ گناہ کسی درجہ کا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص اس گناہ کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا ہے اور اس کا یہ عمل اس بات کا مظہر ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کرنے کو اہمیت نہیں دیتا اور ان کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت کو معمولی اور بے وقعت سمجھنا اور اس سے لاپرواہی برتنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (النساء : ۳۲)

اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور اس کی عطا کے خلاف تمنا کرنے سے ممانعت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں لوگوں کے اموال کی طمع اور خواہش کرنے سے بھی منع فرمایا ہے' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلی آیت میں ظاہری اعضاء سے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں دل سے حسد کرنے سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ ظاہر اور باطن میں موافقت ہو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مسلمانوں کو جو مال' عزت اور مرتبہ کے اعتبار سے فضیلت دی ہے اور جو بھی ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جس میں رغبت کی جا سکے اس کے حصول کی دوسرے تمنا نہ کریں نہ اس پر حسد کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک' مختار اور علیم اور حکیم ہے وہ جس کو جو چاہتا ہے نعمت عطا فرماتا ہے' اس لئے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ کاش میرے پاس فلاں مال ہوتا یا فلاں نعمت ہوتی یا فلاں حسین عورت ہوتی۔ رشک کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر انسان یہ دعا کرے کہ اس شخص کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اللہ مجھے بھی ایسی نعمت عطا کر دے سو رشک کرنا جائز ہے' اور حسد کا معنی یہ ہے کہ انسان یہ چاہے کہ مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے اس شخص کے پاس یہ نعمت نہ رہے اور حسد جائز نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کوئی مرد یہ تمنا نہ کرے کہ کاش وہ عورت ہوتا اور کوئی عورت یہ تمنا نہ کرے کہ کاش وہ مرد ہوتی' اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کا حصہ عورتوں سے دگنا کیا تو بعض عورتوں نے کہا ہم چونکہ صنف ضعیف ہیں اور ہم کو مال کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو ہمارا حصہ دگنا ہونا چاہئے تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔ اس آیت کے

Marfat.com

شانِ نزول کے متعلق تین روایات ہیں :

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : یا رسول اللہ مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتے اور ہمارے لئے آدھی میراث ہے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں نے جہاد کا سوال کیا اور انہوں نے کہا ہماری بھی یہ خواہش ہے کہ ہم بھی مردوں کی طرح جہاد کریں اور ہمیں بھی ان کی طرح اجر ملے۔

قتادہ اور سدی نے بیان کیا ہے کہ مردوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم کو وراثت میں دگنا حصہ دیا جاتا ہے ہماری عبادتوں کا بھی ہم کو عورتوں سے دگنا اجر ملے اور عورتوں نے کہا ہم یہ چاہتی ہیں کہ ہمارے آدھے گناہ مردوں پر ڈال دیئے جائیں' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ص ۱۴۹ مطبوعہ ایران)

اس کے بعد فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو' یعنی اللہ سے اپنے اعمال کا صلہ نہ مانگو اور نہ اللہ تعالیٰ سے اس کے عدل کی بناء پر سوال کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۵۸۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لئے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اولاد' قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (النساء : ۳۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس انسان کا مال اور ترکہ ہے ہم نے اس کے لئے وارث بنا دیئے ہیں پھر ان وارثوں کا بیان فرمایا وہ اس کی اولاد اور اس کے قرابت دار ہیں اور وہ لوگ ہیں جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص دوسرے شخص سے (جس سے اس کی نسبی قرابت نہیں ہوتی تھی) یہ عہد کرتا کہ میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا نقصان تمہارا نقصان ہے تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا وارث ہوں گا تم مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے مطالبہ کروں گا پھر زمانہ اسلام میں اس کا چھٹا حصہ مقرر کر دیا گیا اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ورثہ میں ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا پھر جب سورہ انفال میں یہ آیت نازل ہوئی :

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ (الانفال : ۷۵) اور قرابت دار ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی کتاب میں زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد جس شخص سے کسی نے عہد کیا تھا اس کی وراثت منسوخ ہو گئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے یہ

Marfat.com

عہد کیا کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہو گا تو اس کا دیت ادا کرنا صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی اور نسبی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وارث ہو گا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۲)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی لکھتے ہیں :

اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں :

(۱) زمانہ جاہلیت میں جو لوگ ایک دوسرے سے ایک دوسرے کا وارث ہونے کا عہد کرتے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں اور سورہ انفال کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(۲) اس سے وہ مہاجرین اور انصار مراد ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔

(۳) اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنا بیٹا بنا لیا کرتے تھے حالانکہ وہ کسی اور کے بیٹے ہوتے تھے' پہلے قول کے متعلق امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ وہ سورہ انفال کی آخری آیت سے منسوخ ہو گیا۔

(۴) امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے البتہ عصبات اور ذوالارحام اس شخص پر مقدم ہیں جس سے عہد کیا گیا وہ نہ ہوں تو اس کو عہد کرنے والے کی وراثت ملے گی۔

اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص سے تم نے وراثت کے علاوہ مدد کرنے اور خیر خواہی کا معاہدہ کیا ہے اس معاہدہ کو پورا کرو' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں صرف ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ ہوتا تھا اس کے سوا نہیں ہوتا تھا اور اسلام نے اس کو متغیر نہیں کیا بلکہ اور پختہ کیا ہے۔ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے اور یہ آیت محکم ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۷۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اسلام میں حلف نہیں ہے حلف صرف جاہلیت میں ہوتا تھا اور اسلام نے اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۳۰' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۹۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۸۳)

اس حدیث میں غیر شرعی باتوں پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کا وارث بنانے پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لیے جو حلف اٹھایا جائے اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے

بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

پر فضیلت دی ہے، اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے سو نیک عورتیں فرماں بردار ہیں

Marfat.com

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ

مردوں کے پس پشت اللہ کی توفیق سے حفاظت کرنے والی ہیں۔ اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو

فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ

نصیحت کرو اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو ، اور ان کو (تادیبا) مارو ، پس اگر وہ

اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝۳۴

تمہاری فرماں برداری کریں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو ، بیشک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے ۝

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَحَكَمًا

اور (اے مسلمانو) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف

مِّنْ اَھْلِھَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

عورت کی طرف سے مقرر کرو ، اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (زن و شو) کے درمیان اتفاق پیدا کرے

كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّ

گا ، بیشک اللہ بڑا جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے ۝ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَـنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ

اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْــتَالًا فَخُــوْرَۨا ۝۳۶ۙ الَّذِيْنَ

(نیکی کرو) بیشک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا ۝ جو لوگ

يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىھُمُ

خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے ان کو جو کچھ اپنے فضل

Marfat.com

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿۳۷﴾ وَ

سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اور (ان کے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

لیے بھی ذلت والا عذاب ہے) جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں

وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ

اور نہ قیامت کے دن پر ، اور جس شخص کا شیطان ساتھی ہو تو وہ کیسا برا ساتھی

قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

ہے ○ آخر ان پر کیا آفت آجاتی اگر وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لے آتے اور اللہ کے دیے

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

ہوئے میں سے خرچ کرتے اور اللہ انہیں خوب جاننے والا ہے ○ بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ

نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے

لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ

اجر عظیم عطا فرماتا ہے ○ تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور (اے رسول مکرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ○ جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، اس دن وہ

وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ

تمنا کریں گے کہ کاش (ان کو دفن کر کے) ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کسی بات

اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع

کو چھپا نہ سکیں گے ○

وقف النبی علیہ السلام

ع ۶ ۴

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : مرد عورتوں پر قوام ہیں۔

قرآن مجید سے عورتوں کی حاکمیت کا عدم جواز

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس کا شان نزول یہ تھا کہ بعض عورتوں نے یہ کہا تھا کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور وراثت میں ان کا حصہ دگنا رکھا گیا حالانکہ ہم صنف ضعیف ہیں اس لئے ہمارا زیادہ حصہ ہونا چاہئے تھا' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے کہ مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لئے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے۔

قوام کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

قوام' کا معنی ہے کسی چیز کو قائم کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ۴۱۶' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں :

مرد عورت کا قوام ہے یعنی اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کا خرچ برداشت کرتا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۲ ص ۵۰۳' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران' ۱۴۰۵ھ تاج العروس ج ۹ ص ۳۵)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

الرجال قوامون کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت' رسالت' حکومت' امامت' اذان اقامت اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایام جمل میں ہو سکتا تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح (اخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۴۲۵' ۷۰۹۹' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۲۶۹' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۴۰۳' صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۵۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۵۱' ۴۷' ۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸۔ ۱۱۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶۶' شرح السنۃ' رقم الحدیث : ۲۴۸۶' مسند الطیالسی' رقم الحدیث : ۸۷۸' المستدرک ج ۴ ص ۵۲۵۔ ۵۲۴' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے حکام نیک ہوں' تمہارے اغنیاء سخی

Marfat.com

ہوں' اور تمہاری حکومت باہمی مشورہ سے ہو' تو تمہارے لئے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں' اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں' اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لئے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۲۷۳)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔) (المستدرک ج ۴ ص ۲۹۱)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳' ص ۱۸۳' مطبوعہ ایران)

امام حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں :

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی' کیونکہ سربراہ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔
(شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۷۷' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :

جمہور فقہاء اسلام نے حضرت ابوبکرہ کی حدیث کی بناء پر عورت کے قاضی بنانے کو ممنوع قرار دیا ہے' علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن معاملات میں عورت شہادت دے سکتی ہے وہ قضاء بھی کر سکتی ہے اور بعض مالکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً" جائز کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو منصب قضاء سونپنا جائز نہیں ہے اور علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ قضاء بھی کر سکتی ہے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ عورت کی قضاء مطلقاً" جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۶' مطبوعہ لاہور)

ہر چند کہ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ علامہ طبری نے بعض امور میں اور بعض مالکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً" جائز قرار دیا ہے لیکن اول تو یہ ثابت نہیں' اور ثانیاً" ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ' احادیث صحیحہ' اسلام کے عمومی احکام اور جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے سامنے ان اقوال کی کوئی وقعت نہیں ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ علامہ طبری اور بعض مالکیہ نے عورت کی عمومی سربراہی کو جائز نہیں کہا بلکہ بعض امور میں عورت کی صرف قضاء کو جائز کہا ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے بغیر کسی ثبوت کے علامہ طبری اور بعض مالکیہ کی طرف عورت کی قضاء کے جواز کی نسبت کردی‘ حقیقت یہ ہے کہ علامہ طبری اور مالکی فقہاء دونوں اس تہمت سے بری ہیں‘ علامہ ابوبکر ابن العربی مالکی اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکرہ کی روایت کردہ حدیث میں تصریح ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ محمد بن جریر طبری سے یہ منقول ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا قاضی ہونا جائز ہے لیکن ان کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ ان کی طرف اس قول کی نسبت ایسے ہی غلط ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کی طرف یہ غلط منسوب کردیا گیا ہے کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔

نیز قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں :

عورت سربراہی کی اس لئے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے قومی معاملات کو سلجھایا جائے‘ ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی محاصل حاصل کر کے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام امور مرد انجام دے سکتا ہے عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی کیونکہ عورت کے لئے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اختلاط کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ عورت جوان ہے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس کا بھیڑ بھاڑ میں جانا مخدوش ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۵۸‘ ملخصا" مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب

قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کے واقعے کا جس قدر ذکر ہے اس میں اس کی حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے‘ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے لہذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو بھی تو وہ شریعت سابقہ ہے ہم پر حجت نہیں ہے۔

جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد علماء جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال قطعا" باطل ہے اول تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی مدعیہ نہیں تھیں ہاں وہ امت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا تھی اور وہ اس پر تاحیات نادم رہیں‘ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وقرن فی بیوتکن "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱‘ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور ان کو (تادیبا") مارو پس اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کرلیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو۔ (النساء : ۳۴)

Marfat.com

بیویوں کو مارنے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا : اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے ان کو اللہ کی امان میں حاصل کیا ہے اور اللہ کی اجازت سے ان کے جسموں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ چوٹ کا نشان نہ پڑے اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دو۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۲۱۸)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

سلیمان بن عمرو اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجتہ الوداع میں تھے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا : سنو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو وہ تمہارے پاس تمہاری قید میں ہیں تم اس کے سوا ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو' ہاں اگر وہ کھلی بے حیائی کریں تو ان کو ان کے بستروں میں اکیلا چھوڑ دو اور ان کو اس طرح مارو کہ چوٹ کا اثر ظاہر نہ ہو اور اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ تلاش نہ کرو سنو تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے' تمہاری عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ آنے دیں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو ان کو تمہارے گھروں میں آنے نہ دیں' اور سنو تمہاری عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۶۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۸۵۱)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن زیاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مارا نہ کرو' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ بد خلقی اور بدزبانی کرتی ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مارنے کی اجازت دی پھر بہت ساری عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر جاکر اپنے خاوندوں کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا آل محمد (ﷺ) کے پاس آکر بہت سی عورتوں نے اپنے خاوندوں کی شکایت کی ہے اور یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۱۴۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی شخص سے اس پر بازپرس نہیں ہوگی کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا ہے۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۲۱۴۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے پھر دن گزرنے کے بعد اس سے جماع کرے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۲۰۴)

بیویوں کو مارنے کے متعلق فقہاء کا نظریہ

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

Marfat.com

ہمارے اصحاب (احناف) نے یہ تصریح کی ہے کہ چار صورتوں میں مرد عورت کو مار سکتا ہے۔ (۱) جب خاوند چاہتا ہو کہ بیوی بناؤ سنگھار کرے اور بیوی میک اپ نہ کرے۔ (۲) خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے (۳) جب وہ نماز نہ پڑھے ایک قول یہ ہے کہ جب وہ غسل نہ کرے۔ (۴) جب وہ بغیر عذر شرعی کے گھر سے باہر نکلے' ایک قول ہے کہ جب وہ خاوند کو ناراض کرے' حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت زبیر بن العوام کی چوتھی بیوی تھی جب وہ کسی بیوی سے ناراض ہوتے تو وہ اس کو کھونٹی کی لکڑی سے مارتے حتیٰ کہ وہ لکڑی ٹوٹ جاتی' واضح رہے کہ بیوی کی اذیتوں کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا اس کو مارنے سے افضل ہے الا یہ کہ کوئی ناقابل برداشت معاملہ ہو۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۲۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (زن و شوہر) کے درمیان اتفاق پیدا کردے گا۔

اختلاف زن و شوہر میں دونوں جانب سے مقرر کردہ منصف آیا حاکم ہیں یا وکیل

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ منصف حاکم ہیں اور ان منصفوں کو از خود یہ اختیار ہے کہ وہ مناسب جانیں تو خاوند اور اس کی بیوی کو نکاح پر برقرار رکھیں یا ان میں سے کسی ایک کے ذمہ کسی چیز کی ادائیگی لازم کردیں یا مناسب جانیں تو ان کا نکاح فسخ کردیں' اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک یہ منصف وکیل ہیں اور ان کو اختیار نہیں ہے الا یہ کہ زوجین ان کو فسخ نکاح کا اختیار بھی تفویض کردیں۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت اور مرد کی طرف سے جو دو شخص مقرر کیے جائیں وہ ان کے وکیل ہوں گے اور بہ حیثیت وکیل کے ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم کے بغیر از خود ان کا نکاح فسخ کردیں۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۰۔ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

یہ دونوں حاکم زوجین کے وکیل ہیں اور ان کے فیصلہ میں ان دونوں کی رضا کا اعتبار ہوگا یہ امام احمد' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ حاکموں کے فیصلہ کے لئے زوجین کی رضا کی ضرورت نہیں ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۷۸۔ ۷۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں :

جن دو شخصوں کو بھیجا جائے گا اس کے متعلق دو قول ہیں وہ وکیل ہیں اور ان کو از خود زوجین میں تفریق کا اختیار نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حاکم ہیں اور ان کو اس کا اختیار ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۴۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ یہ وکیل ہیں۔

(روضۃ الطالبین ج ۵ ص ۶۷۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت یہ ہے کہ یہ دونوں شخص حاکم ہیں اور جب یہ دونوں شخص زوجین کے درمیان تفریق کر دیں تو تفریق واقع ہو جائے گی' کیونکہ نکاح سے مقصود الفت اور حسن معاشرت ہے اور وہ ان کے نزدیک نہیں پائی گئی (الی قولہ) ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اگر خاوند کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اگر عورت کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو ہم عورت کو مرد کا تابع کریں گے اور اگر دونوں کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو بھی ان میں تفریق کر دی جائے گی اور مرد کو بعض مہر ادا کرنا ہوگا نہ کہ پورا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۵۴۱۔۵۴۰ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

جہاں دونوں حاکم زوجین کے درمیان تفریق کر دیں گے تو یہ طلاق بائن کے قائم مقام ہے اور حاکموں کا منصب طلاق واقع کرنا ہے وکالت کرنا نہیں ہے' امام مالک' امام اوزاعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ حضرت عثمان' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے "فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا"۔ "ایک حاکم مرد کی طرف سے بھیجو اور ایک حاکم عورت کی طرف سے بھیجو" یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ یہ دونوں قاضی اور حاکم ہیں وکیل یا شاہد نہیں ہیں' اور وکیل کی شریعت میں اور تعریف ہے اور حاکم کی شریعت میں اور تعریف ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی تعریف الگ الگ بیان کر دی ہے تو کسی شخص یا کسی عالم کے لئے یہ کس طرح جائز ہوگا کہ وہ ایک لفظ کی تعریف کو دوسرے لفظ پر محمول کر دے (اس کے بعد علامہ قرطبی نے اپنے موقف پر سنن دار قطنی سے حدیث پیش کی) (الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۷۶ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے :

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت اور اس کا خاوند آئے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی ان لوگوں نے عورت کی طرف سے بھی ایک حاکم پیش کیا اور مرد کی طرف سے بھی ایک حاکم پیش کیا' حضرت علی نے ان دونوں حاکموں سے فرمایا : کیا تم جانتے ہو کہ تم دونوں پر کیا فرض ہے؟ اگر تمہاری رائے میں ان دونوں میں تفریق ہونی چاہئے تو تم ان میں تفریق کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کو اکٹھا ہونا چاہئے تو تم ان کو اکٹھا کر دو' خاوند نے کہا رہی فرقت تو میں اس کو اجازت نہیں دیتا۔ حضرت علی نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا بہ خدا تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤ گے جب تک تم اپنے متعلق کتاب اللہ سے راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا تمہارے خلاف' عورت نے کہا میں اپنے متعلق کتاب اللہ سے راضی ہوں خواہ وہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۱۱۸۸۳' جامع البیان : ج ۵ ص ۴۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۰۶۔۳۰۵)

امام ابو بکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں :

اس حدیث میں حضرت علی نے خبر دی ہے کہ حاکموں کا فیصلہ اس وقت تک معتبر نہیں ہوگا جب تک کہ دونوں فریق

Marfat.com

اس فیصلہ پر راضی نہ ہو جائیں' اسی لئے ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ حاکموں کا تفریق کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ خاوند اس پر راضی نہ ہو جائے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اگر خاوند اس کا اقرار کر لے کہ وہ بیوی کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے تو ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی اور نہ قاضی جانبین سے حاکم بنانے سے پہلے اس کو طلاق پر مجبور کرے گا' اسی طرح سے اگر عورت خاوند کی نافرمانی کا اقرار کر لے تو قاضی اس کو خلع پر مجبور کرے گا نہ مہر واپس کرنے پر' اور جب جانبین سے حاکم مقرر کرنے سے پہلے یہ حکم ہے تو جانبین سے حاکم مقرر کرنے کے بعد بھی یہی حکم ہو گا اور خاوند کی مرضی کے بغیر ان حاکموں کا اس کی بیوی کو طلاق دینا صحیح نہیں ہو گا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۱' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام مالک کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا کہ حضرت علی کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو بیوی اور خاوند کے جھگڑے میں حاکم بنانے کا معنی ہی یہ ہے کہ حاکم کو یہ اختیار ہے کہ فریقین کے بیان لینے کے بعد وہ اپنی صوابدید سے فیصلہ کرے خواہ نکاح برقرار رکھے خواہ نکاح کو فسخ کر دے' اور حاکم بنائے جانے کے بعد بھی ان کو یہ اختیار نہ ہو اور طلاق دینے کا اختیار خاوند کے پاس ہی رہے تو پھر ان کی حیثیت حاکم کی نہیں وکیل کی ہو گی' حالانکہ قرآن مجید نے ان کو حاکم فرمایا ہے نیز حسب ذیل آثار بھی امام مالک کے موید ہیں :

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

ابو سلمہ بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ اگر دونوں حاکم ان میں تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر ان کو ملانا چاہیں تو ان کو ملا دیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ اگر دونوں حاکم چاہیں تو ان میں تفریق کر دیں اور اگر چاہیں تو ان کو ملا دیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو حاکم بنایا گیا' ہم سے کہا گیا کہ اگر تمہاری رائے ان کو جمع کرنا ہو تو ان کو جمع کر دو اور اگر تمہاری رائے ان میں تفریق کرنا ہو تو ان میں تفریق کر دو' معمر نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان دونوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔

(المصنف' رقم الحدیث : ۵۱۲-۵۱۱' جامع البیان ج ۵ ص ۴۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۰۶)

اگر خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف کو دونوں طرف کے وکیل یا منصف ختم کرا کر صلح نہ کرا سکیں تو جو فریق مظلوم ہو اس کو دادرسی کے لئے عدالت میں جانا چاہیے۔

اگر شوہر' بیوی کو خرچ دے نہ طلاق تو آیا عدالت اس کا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

ہمارے زمانہ میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کا خرچ نہیں دیتا اور نہ اس کو طلاق دیتا ہے بیوی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتی ہے شوہر عدالت میں پیش نہیں ہوتا اور عدالت گواہوں کی بنیاد پر یک طرفہ فیصلہ کر کے اس نکاح کو فسخ کر دیتی ہے اور اس کو موجودہ مجسٹریٹ اپنی اصطلاح میں خلع سے تعبیر کرتے ہیں' اب سوال یہ ہے کہ عدالت کا یہ فیصلہ ازروئے شرع قابل عمل ہے یا نہیں۔

امام دار قطنی متوفی ۲۸۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ میرے عیال کون ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی جو کہتی ہے مجھ

Marfat.com

کو کھلاؤ یا مجھ کو علیحدہ کر دو۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷۔ ۲۹۶ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اس کے بارے میں امام مالک' امام شافعی اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جب شوہر نامرد ہو تو بالاتفاق ان میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب کہ نفقہ نہ دینے کا ضرر مباشرت نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے تو اس میں بہ طریق اولیٰ تفریق ہونی چاہئے (کیونکہ شوہر کے جماع نہ کرنے پر تو صبر ہو سکتا ہے لیکن بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا)۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت' المہذب مع شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۶۷ مطبوعہ بیروت)

علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی لکھتے ہیں:

جب عورت فسخ نکاح کا ارادہ کرے اور حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے تو اگر خاوند کا افلاس ثابت نہ ہو تو حاکم خاوند کو کھانے کا خرچ اور کپڑے دینے کا حکم دے جبکہ عورت نے نفقہ نہ دینے کی شکایت کی ہو یا اسکو طلاق دینے کا حکم دے یا کہے کہ یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔ (الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب رہا یہ سوال کہ ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے مطابق جو اقوال پیش کئے گئے ہیں ان میں خاوند عدالت میں حاضر ہوتا ہے اور ہمارے زیر بحث جو صورت ہے اس میں خاوند عدالت میں حاضر نہیں ہوتا اور غائب ہوتا ہے تو غائب کے خلاف جو فیصلہ کیا جائے گا وہ کیسے نافذ ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اگر غائب کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا گمان غالب یہ ہے کہ یہ حق ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے تو غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہئے اسی طرح مفتی بھی یہ فتویٰ دے سکتا ہے تاکہ حرج نہ ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں' اور اس میں ضرورت ہے علاوہ ازیں یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے' ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کے بھی اس میں دو قول ہیں اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کمی نہیں کرے گا' نور العین میں اس کو برقرار رکھا گیا ہے اور عنقریب مسخر میں اس کا ذکر ہو گا اسی طرح فتح القدیر کے باب المفقود میں ہے کہ جب قاضی غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

(رد المحتار ج ۴ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات

کسی مظلوم اور نان و نفقہ سے محروم عورت کے حق میں جب عدالت فسخ نکاح کر دیتی ہے اور اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دیتی ہے تو اس پر بعض علماء کرام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر عدالت کے فیصلہ کی بناء پر اس نکاح کے جواز کا دروازہ کھول دیا جائے تو جو عورت بھی اپنے خاوند سے نجات حاصل کرنا چاہے گی وہ عدالت میں جھوٹا دعویٰ دائر کر

Marfat.com

کے اپنے حق میں فیصلہ کرالے گی۔ اس اعتراض کے جواب میں پہلے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں :
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :
نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجرہ کے دروازہ پر کچھ لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی آپ ان کے پاس باہر گئے اور فرمایا میں صرف بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میرے پاس لوگ اپنے جھگڑے لے کر آتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا موقف زیادہ وضاحت سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کرکے اس کے حق میں فیصلہ کردوں سو (بہ فرض محال) اگر میں کسی شخص کو کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ صرف آگ کا ٹکڑا ہے وہ اس کو لے یا ترک کردے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۴۵۸' ۷۱۸۱' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۱۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :
یعنی میں (ازخود) غیب اور مخفی امور کو نہیں جانتا جیسا کہ حالت بشریہ کا تقاضا ہے اور آپ صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے اور مخفی چیزیں اللہ کی ولایت میں تھیں' اور اگر اللہ چاہتا تو آپ کو مخفی امور پر مطلع فرما دیتا حتیٰ کہ آپ (صورت واقعیہ کے مطابق) یقین کے ساتھ فیصلہ فرماتے لیکن اللہ نے آپ کی امت کو آپ کی اقتداء کا حکم دیا اس لئے آپ نے ظاہر صورت حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تاکہ امت کو آپ کا اتباع کرنے میں آسانی اور اطمینان ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۵)

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت خاوند کے خلاف جھوٹے گواہ پیش کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرالیتی ہے تو عدالت تو بہرحال ظاہر صورت حال کے مطابق فیصلہ کرے گی لیکن اس جھوٹ کا وبال اس عورت کے سر پر ہوگا۔ ظاہر صورت حال کے مطابق فیصلہ کرنے کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے : جو لوگ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے آپ نے واپس آکر ان سے بازپرس کی تو اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ لوگ (منافقین) آئے انہوں نے مختلف بہانے کئے اور قسمیں کھائیں سو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر کردہ بہانوں کو قبول کر لیا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطنی امور کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۴۱۸)

دوسرا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک صرف حجت ظاہریہ کا اعتبار ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں :
جھوٹے گواہوں کے ساتھ ظاہرا" وباطنا" عقود اور فسوخ میں قضانافذ ہو جاتی ہے بہ شرطیکہ قضا کے محل میں اس قضا کی صلاحیت ہو اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۴ ص ۳۳۳)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :
فسوخ سے مراد ایسا فیصلہ ہے جو عقد کے حکم کو فسخ کردے' لہٰذا یہ طلاق کو بھی شامل ہے اور اس کی فروع میں سے یہ ہے کہ ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور خاوند اس کا منکر ہو اور اس عورت نے اپنے دعویٰ پر دو جھوٹے گواہ پیش کردیئے اور قاضی نے ان میں علیحدگی کا فیصلہ کردیا' اس عورت نے عدت کے

Marfat.com

بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہے خواہ اس کو حقیقت حال کا علم ہو اور ان دو گواہوں میں سے بھی اگر کوئی اس عورت سے نکاح کرے تو عدت کے بعد اس عورت سے نکاح اور مباشرت کرنا جائز ہے اور اس کے پہلے خاوند کا اس عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اور اس عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو وطی کرنے کا موقع دے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۴ ص ۳۳۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جس عورت پر اس کا خاوند ظلم کرے اس کو نہ گھر میں رکھے اور نہ کھانے پینے اور کپڑوں کا خرچ دے اور نہ اس کو طلاق دے اور وہ عورت جوان ہو وہ اپنے معاش کے حصول کے لئے محنت مزدوری یا ملازمت کرے تو اس کو اپنی عزت اور عفت کے لٹ جانے کا بھی خطرہ ہو (اور ایسے واقعات ہمارے ہاں ہوتے رہتے ہیں) تو اس صورت حال کے مطابق اگر عدالت اس کے فسخ نکاح کا فیصلہ کردے تو یہ ائمہ ثلاثہ کے مطابق ایک جائز عمل ہے' اب اگر کوئی عورت اس قانون سے فائدہ اٹھا کر جھوٹے گواہوں کے ذریعہ شوہر کے آباد نہ کرنے کی فرضی داستان سنا کر اپنے حق میں فسخ نکاح کا فیصلہ کرالے تو اس کا وبال اس عورت کے سر ہوگا اور اس کے اس جھوٹ کی وجہ سے اس جائز طریقہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے :

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :

علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ زیارت قبور کو اس لئے ترک نہیں کیا جائے گا کہ زیارت قبور میں بہت سے منکرات اور مفاسد (ناجائز اور برے کام) مثلاً" مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور دوسرے امور (مثلاً" قبروں پر سجدہ کرنا) داخل ہو گئے ہیں کیونکہ عبادات کو ان کاموں کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ انسان پر لازم ہے کہ ان عبادات کو بجالائے اور ان غلط کاموں کا رد کرے اور حسب استطاعت ان بدعات کو زائل کرے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۶۰۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ثانیاً" یہ کہ جھوٹے گواہ پیش کرکے اپنے حق میں عدالت سے فیصلہ کرانا صرف فسخ نکاح کے عقد کے ساتھ تو مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے دیوانی اور فوجداری مقدمات میں پیشہ ور جھوٹے گواہ عدالت کے باہر مل جاتے ہیں اور ان کی بناء پر بہت سے مقدمات میں ظاہری شہادت کی بناء پر فیصلہ کردیا جاتا ہے تو اب اگر کسی مقدمہ میں ظاہری شہادت کی بناء پر عدالت کے فیصلہ کو اس لئے معتبر نہ مانا جائے کہ یہ شہادت فی الواقع جھوٹی تھی تو پھر عدالت کا کوئی بھی فیصلہ معتبر نہیں رہے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ فیصلہ جھوٹی گواہی کی بناء پر ہو اور اس کا حل یہی ہے کہ عدالت کا کام ظاہری شہادت کی بناء پر فیصلہ کرنا ہے اگر کسی فریق نے جھوٹے شواہد پیش کئے ہیں تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور حقیقت کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔

قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ

قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں :

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غائب کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے انہوں نے کہا جو دور دراز غائب ہو اس کے خلاف فیصلہ کردیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ غائب کے خلاف مطلقاً" فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۵۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں :

جس طرح حاضر کے خلاف ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اسی طرح غائب کے خلاف بھی ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۸ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام ابو اسحٰق ابراہیم بن علی فیروز آبادی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں :

اگر ایک شخص قاضی کے سامنے پیش ہو اور شہر سے غائب شخص کے خلاف دعویٰ کرے یا شہر میں حاضر ہو لیکن بھاگ جائے یا شہر میں حاضر ہو اور چھپ جائے اور اس کو حاضر کرنا مشکل ہو تو اگر مدعی کے پاس اس غائب کے خلاف گواہ نہ ہوں تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کا سننا غیر مفید ہے' اور اگر مدعی کے پاس اس غائب کے خلاف گواہ ہوں تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اس کے گواہوں کو بھی سنا جائے گا کیونکہ اگر ہم اس کے دعویٰ کو نہ سنیں تو اس مدعی علیہ کا غائب ہونا یا شہر میں چھپ جانا لوگوں کے حقوق ساقط کرنے کا سبب ہو گا جب کہ ان حقوق کی حفاظت کے لئے حاکم کو نصب کیا جاتا ہے۔

(المہذب ج ۲ ص ۳۰۳ 'مطبوعہ دارالکتب بیروت' شرح المہذب ج ۲۰ ص ۱۶۱ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں :

جس غائب شخص کے خلاف کوئی حق ثابت ہو جائے تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا (الی قولہ) غائب کے خلاف صرف آدمیوں کے حقوق میں فیصلہ کیا جائے گا البتہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدود میں اسقاط کی گنجائش ہے اگر کسی غائب شخص کے چوری کرنے پر گواہ قائم ہوں تو اس سے مال واپس لینے کا حکم دیا جائے گا اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا (المغنی ج ۱۰ ص ۱۳۸ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص مجلس عدالت سے غائب ہو یا اس شہر سے غائب ہو اور اس کے خلاف گواہ قائم ہوں تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا خواہ اس مقدمہ کا تعلق آدمیوں کے حقوق سے ہو یا اللہ تعالیٰ کی حدود سے۔ (محلی ابن حزم ج ۹ ص ۳۶۶)

قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ابو سفیان ایک کم خرچ کرنے والے انسان ہیں اور مجھے ان کے مال سے خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کے مال سے اتنی مقدار لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لئے دستور کے مطابق کافی ہو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۷۱۸۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۱۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اس مجلس سے غائب تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا' امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے باب القضاء علی الغائب۔ اس حدیث میں مالی معاملات میں غائب کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے اور حضرت عمر اور عثمان نے فسخ نکاح میں غائب کے خلاف فیصلہ کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے :

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے مفقود (لاپتہ) شخص کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اس کی بیوی چار سال انتظار کرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن (عدت وفات گزارے) پھر اگر اس کا پہلا خاوند آجائے تو اس کو اپنے دیئے ہوئے مہر اور بیوی کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ (المصنف' رقم الحدیث : ۱۲۳۱۷)

Marfat.com

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں :
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے پھر وہ حلال ہو جائے گی۔
-امام مالک فرماتے ہیں کہ جب اس نے عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لیا تو پہلے خاوند کا اس پر کوئی حق نہیں رہا۔
امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی اور وہ غائب ہو گیا اور اس حال میں اس نے اس طلاق سے رجوع کر لیا عورت کو طلاق کی خبر پہنچی اور اس کے رجوع کی خبر نہیں پہنچی اور اس نے دوسری جگہ شادی کر لی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا جب اس عورت نے نکاح کر لیا تو اب پہلے خاوند کا اس پر کوئی حق نہیں رہا خواہ دوسرے خاوند نے اس سے دخول کیا ہو یا نہیں۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث : ۱۲۱۹)
ان دو حدیثوں میں فسخ نکاح اور طلاق کے معاملہ میں قضاء علی الغائب کا ثبوت ہے۔
امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قضاء علی الغائب جائز ہے' امام ابو حنیفہ کے نزدیک قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے لیکن فقہاء احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر کوئی حنفی قاضی یا مفتی ائمہ ثلاثہ کے اس قول پر فتویٰ دے تو یہ جائز ہے اور جس عورت کو اس کا خاوند تنگ کرنے کے لئے نہ خرچ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو اور اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کے ساتھ ملازمت کر کے اس کے لئے روٹی کمانا مشکل اور دشوار ہو اور اندریں صورت وہ عدالت میں اپنا کیس پیش کرے' خاوند حاضر نہ ہو اور عدالت خاوند کے خلاف یک طرفہ ڈگری دے کر خلع کر دے (یعنی نکاح فسخ کر دے) تو یہ فیصلہ صحیح ہے اور عدت کے بعد اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح ہے۔

دفع حرج' مصلحت اور ضرورت کی بناء پر ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر فیصلہ اور فتویٰ کا جواز

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :
جو فقہاء احناف قضاء علی الغائب کو جائز کہتے ہیں وہ یہ فرق نہیں کرتے کہ حنفی قاضی یہ فیصلہ کرے یا غیر حنفی فیصلہ کرے' قنیہ میں بھی یہی مذکور ہے کہ اس فیصلہ کے لئے قاضی کا حنفی ہونا شرط نہیں ہے' اس تصریح سے علامہ رملی اور علامہ مقدسی کا یہ کہنا غلط ہو جاتا ہے کہ اس فیصلہ کے لئے قاضی کا مجوزین میں سے ہونا شرط ہے اور یہی صاحب البحر الرائق کا نظریہ ہے' صاحب البحر نے قضاء علی الغائب کو مفقود کے ساتھ خاص کیا ہے' علامہ رملی نے ان کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں عموم ہے' جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مضطرب ہیں پس میرے نزدیک یہ ظاہر ہے کہ تمام مقدمات میں غور و فکر کیا جائے اور احتیاط سے کام لیا جائے اور حرج اور ضرورت کا لحاظ رکھا جائے' اور اگر جواز کا تقاضا ہو تو اس کو جائز کہا جائے ورنہ اس کو ناجائز کہا جائے' مثلاً" ایک شخص نے اپنی بیوی کو چند نیک لوگوں کے سامنے طلاق دی پھر وہ شہر سے غائب ہو گیا اور اس کی جگہ کا پتہ نہیں یا پتہ تو ہے لیکن اس کو حاضر کرنا مشکل ہے یا عورت یا اس کے وکیل کا اس کے پاس جانا مشکل ہے کیونکہ وہ جگہ دور ہے یا کوئی اور مانع ہے' اسی طرح اگر مقروض غائب ہو جائے اور اس کا شہر میں مال ہو' اس قسم کی مثالوں میں اگر قاضی کے سامنے غائب کے خلاف گواہ پیش کر دیئے جائیں اور قاضی کا ظن غالب یہ ہو کہ یہ گواہ سچے ہیں اور ان میں کوئی جھوٹ یا حیلہ نہیں ہے تو قاضی کو چاہئے کہ غائب کے خلاف فیصلہ کر دے اور مفتی کو بھی چاہئے کہ حرج اور حاجت کو دور کرنے کے لئے اس کے جواز کا فتویٰ دے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع ہونے سے محفوظ رہیں جب کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ

Marfat.com

ہے' ائمہ ثلاثہ اس کو جائز کہتے ہیں اور ہمارے اصحاب (احناف) کے بھی اس میں دو قول ہیں اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی جانب سے ایک ایسا وکیل کرلیا جائے جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی جانب سے مکمل رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا' نور العین میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے اسی طرح مسخر میں ہے اور فتح القدیر کے باب المفقود میں بھی یہی مذکور ہے کہ غائب کے خلاف قضاء جائز نہیں لیکن جب قاضی غائب کے حق میں اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے تو فیصلہ کردے اور یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔ (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ خواہ قاضی حنفی ہو۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۴ ص ۳۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے نہ آزاد کرے اس کے متعلق شریعت کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ (البقرہ : ۲۳۱) اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو معروف طریقہ سے علیحدہ کردو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے ان کو اپنے پاس نہ رکھو۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے پاس جب بیوی کو نفقہ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے' اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ بیوی کو معروف طریقہ سے علیحدہ کرنے کی حد سے نکل گیا پھر حاکم کو چاہئے کہ وہ اس کی بیوی پر طلاق واقع کردے' کیونکہ جو شخص اس کو خرچ دینے پر قادر نہیں ہے اس کے نکاح میں رہنے سے اس عورت کو ضرر لاحق ہوگا اور بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابو ثور' ابو عبید' یحیٰ بن القطان اور عبد الرحمن بن مہدی کا یہی قول ہے' اور صحابہ میں سے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے سعید بن مسیب نے کہا یہی سنت ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے اس کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۵۵' مطبوعہ ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں :

حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کردے۔ (الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹' مطبوعہ بیروت)

سو اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے خلاف یہ مقدمہ دائر کرے کہ اس کا خاوند اس کو خرچ دیتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور اس پر گواہ قائم کردے اور خاوند بلانے پر بھی عدالت میں پیش نہ ہو تو عدالت پر لازم ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کردے' خواہ وہ قاضی حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔

مفتی محمد عبد السلام چاٹ گامی رئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی لکھتے ہیں :

ہاں شوہر کا ظلم و زیادتی اگر عدالت میں شرعی گواہوں سے ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضامند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی

Marfat.com

بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔ (جواہر الفتاوی ج ۳ ص ۳۲۳ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
مفتی رشید احمد کراچی نے بھی اسی صورت میں عدالت کے فیصلہ کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔
(احسن الفتاوی ج ۵ ص ۴۱۱ ۔ مطبوعہ کراچی)

میں نے اس مسئلہ کو شرح صحیح مسلم میں بھی لکھا تھا اور یہاں مزید تحقیق کے ساتھ لکھا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں جب کوئی مظلوم عورت ہمارے زمانہ کے مفتیوں کے پاس جاتی ہے جس کو خاوند نہ خرچ دیتا ہے نہ طلاق' خاوند عدالت میں پیش نہیں ہوتا اور عدالت یک طرفہ ڈگری دے دیتی ہے تو ہمارے مفتی اس فیصلہ کو نہیں مانتے اور اس عورت کو عقد ثانی کی اجازت نہیں دیتے اور وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس کے مسئلہ کا اسلام میں کوئی حل نہیں ہے' سو میں نے صرف اسلام کے دفاع کے جذبہ سے یہ تحقیق پیش کی ہے اور اللہ ہی نیتوں کو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ (نیکی کرو) اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ نیکی کرو (النساء : ۳۶)

اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں دراز گوش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا : اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا : اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا : اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں' اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کرے وہ اس کو عذاب نہ دے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دوں؟ آپ نے فرمایا ان کو خوش خبری نہ دو ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے (عمل نہیں کریں گے) (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۸۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث' ۳۰' سنن ترمذی : ۲۶۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۲۹۶' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۲۱۰' مسند ابو عوانہ : ج ۱ ص ۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ پر بندوں کے حق کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے فضل اور کرم سے شرک نہ کرنے والوں کے لئے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے ورنہ عمل کی وجہ سے کسی بندہ کا اللہ پر کوئی حق نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حدیث بیان کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دے دی تو حضرت معاذ نے موت سے پہلے اس حدیث کو بیان فرما دیا تاکہ علم کو چھپانے پر جو وعید ہے اس میں داخل نہ ہوں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اس نے کہا اے اللہ کے نبی مجھ کو وصیت کیجئے آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو خواہ تمہیں کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے اور کسی وقت کی نماز ترک نہ کرو اور شراب نہ پیو کیونکہ وہ برائی کی کنجی ہے۔
(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۰۳۴' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۹۵' مجمع الزوائد : ج ۴ ص ۲۱۷ ۔ ۲۱۶)

Marfat.com

ماں باپ کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (لقمان : ۱۴)

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو میری طرف لوٹنا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ کون لوگ میرے اچھے سلوک کے مستحق ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے فرمایا پھر تمہاری ماں' کہا پھر فرمایا پھر تمہارا باپ۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۴۸' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۳۹' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۰۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۴۱' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۵۹۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲' شرح السنۃ' رقم الحدیث : ۳۴۱۶)

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اپنے شکر کے بعد ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کے حق میں سب سے بڑی نعمت اس کا وجود اور اس کی تربیت اور پرورش ہے اور اس کے وجود کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں' اسی طرح اس کی تربیت اور پرورش میں حقیقی سبب اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں۔ نیز جس طرح اللہ بندے کو نعمتیں دے کر اس سے اس کا عوض نہیں چاہتا اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کو بلا عوض نعمتیں دے دیتے ہیں' اور جس طرح اللہ بندہ کو نعمتیں دینے سے تھکتا اور اکتاتا نہیں والدین بھی اولاد کو نعمتیں دینے سے تھکتے اور اکتاتے نہیں' اور جس طرح بندے گنہ گار ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتا' اسی طرح اگر اولاد نالائق ہو پھر بھی ماں باپ اس کو اپنی شفقت سے محروم نہیں کرتے' اور جس طرح اللہ اپنے بندوں کو دائمی ضرر اور عذاب سے بچانے کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے ماں باپ بھی اپنی اولاد کو ضرر سے بچانے کے لئے نصیحت کرتے رہتے ہیں۔

ماں باپ کے ساتھ اہم نیکیاں یہ ہیں کہ انسان ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے' ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے' ان کے ساتھ سختی سے بات نہ کرے' ان کے مطالبات پورے کرنے کی کوشش کرے' اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق ان پر اپنا مال خرچ کرے' ان کے ساتھ عاجزی اور تواضع کے ساتھ رہے' ان کی اطاعت کرے اور ان کو راضی رکھنے کی کوشش کرے خواہ اس کے خیال میں وہ اس پر ظلم کر رہے ہوں ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دے' ماں کے بلانے پر نفل نماز توڑ دے البتہ فرض نماز کسی کے بلانے پر نہ توڑے اگر اس کا باپ یہ کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کو طلاق دے دے۔

Marfat.com

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا پھر حضرت عمر نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا نبی ﷺ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۵۱۳۸' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۹۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۰۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳' ۴۲' ۲۰)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے' تم چاہو تو اس کو ضائع کردو اور تم چاہو تو اس کی حفاظت کرو' سفیان کی ایک روایت میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں باپ کا ذکر ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۰۶)

حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی لکھتے ہیں:

سب سے پہلے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا اور بیٹے کی باپ کے ساتھ نیکی یہی ہے کہ جس کو باپ ناپسند کرے اس کو بیٹا بھی ناپسند کرے اور جس سے اس کا باپ محبت کرتا ہو اس سے محبت کرے خواہ اس کو وہ ناپسند ہو' یہ اس وقت واجب ہے جب اس کا باپ مسلمان ہو' ورنہ مستحب ہے۔ (مختصر سنن ابو داؤد ج ۸ ص ۳۵)

نیز باپ کے ساتھ یہ بھی نیکی ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے' نبی ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور ان کو تحائف بھیجتے تھے' جب بیویوں کی سہیلیوں کا یہ درجہ ہے تو باپ کے دوستوں کا مقام اس سے زیادہ بلند ہے' نیز ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے لیے استغفار کرنا بھی ان کے ساتھ نیکی ہے' ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد میں ان کے ساتھ کس طرح نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا ان کی نماز جنازہ پڑھو' ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو' انہوں نے لوگوں سے جو وعدے کئے تھے ان کو پورا کرو' ان کے دوستوں کی عزت کرو اور جن کے ساتھ وہ صلہ رحم کرتے تھے ان کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان

جو پڑوسی رشتہ دار ہو اس کا ایک حق اسلام ہے اور ایک رشتہ داری کا حق ہے اور ایک پڑوسی کا حق ہے' اور جو پڑوسی اجنبی ہو اس کے ساتھ اسلام اور پڑوسی کا حق ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دوبار پوچھا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے ہدیہ بھیجا یا نہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرائیل مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میراوارث کردے گا۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۴۹' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۶۰۱۴' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۶۲۴' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۵۱۵۱' سنن ابن

Marfat.com

ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے دوستوں کے نزدیک اچھا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے' اور جو شخص اپنے پڑوسیوں کے نزدیک اچھا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۵۱' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۱۱۵' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۵)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کے ساتھ ابتداء کروں' فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازہ کے زیادہ قریب ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۵۰' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۶۰۲۰)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو تو تم اس کی عیادت کرو' اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو' اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو' اگر وہ بدحال ہو تو اس پر ستر کرو' اگر اس کو کوئی اچھائی پہنچے تو اس کو مبارک باد دو' اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو' اپنے گھر کی عمارت اس کی عمارت سے بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا رک جائے۔

(المعجم الکبیر: ج ۱۹ ص ۴۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سالن پکائے تو اس میں شوربا زیادہ کرے۔ پھر اپنے پڑوسی کو بھی اس میں سے دے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۱۵' کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث: ۱۹۰۱' مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۳۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جو شخص پیٹ بھر کر رات گذارے اور اس کو علم ہو کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہے اس کا مجھ پر ایمان نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر' رقم الحدیث: ۷۵۱' کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث: ۱۱۹)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے لکھا ہے کہ جس شخص کا گھر یا دکان تمہارے گھر یا دکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی ہے' بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اپنے غلاموں کے ساتھ نیکی کرو

غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کردیا ہے۔ سو جو تم کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ اور ان کے ذمہ ایسا کام نہ لگاؤ جو ان پر بھاری ہو اور اگر تم ان کے ذمہ ایسا کام لگاؤ تو تم ان کی مدد کرو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۴۲۸۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۵۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۵۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۶۹۰)

Marfat.com

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے اپنے غلام کو تہمت لگائی حالانکہ وہ اس تہمت سے بری تھا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر حد قائم کرے گا' سوا اس کے کہ وہ بات صحیح ہو' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۵۴' صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۶۸۵۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۶۶۰' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۶۵)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا میں نے سنا کوئی شخص میرے پیچھے کھڑا یہ کہہ رہا تھا ابو مسعود تحمل کرو' ابو مسعود تحمل کرو' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے' آپ نے فرمایا جتنا تم اس پر قادر ہو اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے۔ سنن ابو داؤد میں یہ اضافہ ہے میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! یہ اللہ کے لیے آزاد ہے' آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ میں جاتے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۵۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۶۵۹' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میں اپنے خادم کو دن میں کتنی بار معاف کروں' آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۵۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے اور اس کو خدا یاد آجائے تو اس کو مارنا چھوڑ دے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۹۵۷)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر دیا وہ ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے انہوں نے کہا اس عمل میں ایک تنکے کے برابر بھی اجر نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا پیٹا اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۶۸)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام آزاد کیا اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا حتی کہ اس کی فرج کے بدلہ میں اس کی فرج آزاد کر دے گا۔

اسلام میں غلامی کو ختم کرنے کے لئے بہت سے طریقے مقرر کیے گئے قتل خطا کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے' قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے ظہار کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے' عمداً" روزہ توڑنے کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے اور جس کے پاس غلام نہ ہوں تو وہ کفارہ قسم میں تین دن روزے رکھے گا' اور باقی صورتوں میں دو ماہ کے روزے رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو لوگ خود بخل کرتے ہیں' اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں' اور اللہ نے جو کچھ ان کو اپنے فضل سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں' اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء : ۳۷)

اخلاص سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لیے وعید

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد اللہ کے دشمن اہل کتاب ہیں اللہ کا جو ان پر حق ہے یہ اس میں بخل

Marfat.com

کرتے ہیں' اسلام اور سیدنا محمد ﷺ کے ذکر کو چھپاتے ہیں حالانکہ ان کا ذکر ان کے پاس تورات میں لکھا ہوا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو انصار مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے ان سے یہودی کہتے تھے کہ تم اپنے اموال خرچ نہ کرو کیونکہ ہم کو تم پر فقر کا اندیشہ ہے تمہارا مال ضائع ہو جائیگا' اور تم کو پتا نہیں ہے کہ آگے چل کر اسلام کا کیا ہو گا' سو یہ لوگ خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے تھے اور نبی ﷺ کی تصدیق کے متعلق تورات میں جو آیات مذکور ہیں ان کو چھپاتے تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۵۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (ان لوگوں کے لئے بھی ذلت والا عذاب ہے) جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور جس شخص کا شیطان ساتھی ہو وہ کیسا برا ساتھی ہے۔ (النساء: ۳۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ محتاجوں اور ضرورت مندوں میں اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال تقسیم کرو' منافقین اس حکم کی نافرمانی دو طرح سے کرتے تھے۔ یا تو خود مال خرچ نہیں کرتے تھے اور خرچ کرنے والوں کو بھی منع کرتے تھے یا پھر لوگوں کو دکھانے سنانے اور نام آوری کے لیے خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے لیے ذلت والے عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آخر ان پر کیا آفت آجاتی اگر یہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے اور اللہ انہیں خوب جاننے والا ہے۔ (النساء : ۳۹)

جبریہ کا رد اور ایمان میں تقلید کا کافی ہونا

اس آیت سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے میں کیا نقصان ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ سراسر فائدہ ہے' اس سے ان منافقوں کو زجر و توبیخ اور ان کو ملامت کرنا اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے۔

اس آیت میں جبریہ کا رد اور ابطال ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بندوں کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے' اگر بندے مجبور محض ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایمان نہ لانے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر ملامت نہ فرماتا' آج کل بھی بہت سے پڑھے لکھے لوگ گناہ کرنے کے بعد کہتے ہیں ہم نے وہی کیا جو ہمارے لیے مقدور ہو چکا تھا اگر اللہ چاہتا تو ہم یہ گناہ نہ کرتے' حالانکہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار سے کرتا ہے اس کو کسب کہتے ہیں اور جس چیز کا وہ کسب کرتا ہے اللہ اس کو پیدا کر دیتا ہے' اسی لیے کہتے ہیں کہ بندہ کاسب اور اللہ خالق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان لانا بہت آسان اور سہل ہے' اسی وجہ سے مقلد کا ایمان لانا معتبر ہے' کیونکہ اللہ کی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کرنا اور سیدنا محمد ﷺ کی رسالت اور امور آخرت پر دلائل قائم کرنا آسان اور سہل نہیں ہے' عام لوگ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور ماں باپ کے اسلام کی وجہ سے ان کی تقلید میں مسلمان ہوتے ہیں اور ہر شخص ان دلائل میں غور و فکر کرنے کا اہل نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ صحت ایمان کے لیے تقلید کافی ہے اور استدلال ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ (النساء : ۴۰)

Marfat.com

اللہ کے ظلم نہ کرنے کا معنی

ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مخصوص محمل کے سوا' کمی یا زیادتی کر کے کسی اور جگہ رکھنا' سو اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کسی کی نیکیوں کے ثواب میں کمی کرتا ہے نہ کسی کی برائیوں کے عذاب میں کمی کرتا ہے' اس لیے بندوں کو چاہئے کہ ان کو جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور جس کام سے منع کیا ہے اس سے رک جائیں۔

ظلم کا یہ معنی بھی ہے : غیر کی ملک میں تصرف کرنا' اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے اور مالک اپنی ملک میں جو تصرف بھی کرے وہ ظلم نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا لیکن پھر بھی بہ فرض محال اگر وہ تمام مخلوق کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ ظلم نہیں ہوگا کیونکہ سب اس کے مملوک ہیں اور وہ مالک علی الاطلاق ہے' ہم نے بہ فرض محال اس لیے کہا ہے کہ وہ نیکی کرنے والوں اور ایمان والوں کو اجر و ثواب دینے کا وعدہ فرما چکا ہے اور اپنے وعدے کے خلاف کرنا اس کے حق میں محال ہے کیونکہ انعام کا وعدہ کر کے انعام نہ دینا عیب ہے اور عیب اللہ کے لیے محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب بڑھانے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اس کو دگنا کر دیتا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ ایک نیکی پر دس گنے اجر کا مستحق ہے تو اللہ اس کو بیس گنا اجر عطا فرمائے گا یا تیس گنا اجر عطا فرمائے گا یا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائیگا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

زازان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائیگا' پھر اللہ کی طرف سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ جس شخص نے اپنا حق لینا ہو آئے اور اپنا حق لے لے' بہ خدا اگر بچے کا اپنے باپ پر یا کسی کا اپنے بیٹے پر یا اپنی بیوی پر جو بھی حق ہو گا وہ لے لے گا' خواہ وہ چھوٹا حق ہو' اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں یہ آیت ہے :

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (المؤمنون : ۱۰۱)

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان اس دن رشتے (باقی) نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔

ایک شخص سے کہا جائیگا ان لوگوں کے حقوق ادا کرو وہ شخص کہے گا اے رب! دنیا تو گذر چکی ہے میں ان کے حقوق کہاں سے ادا کروں؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا اس شخص کے نیک اعمال کو دیکھو' اور مستحقین کو اس کی نیکیاں دے دو' پھر جب اس کی ایک ذرہ کے برابر نیکی رہ جائے گی تو فرشتے کہیں گے' (حالانکہ اللہ کو خوب علم ہے) اے ہمارے رب ہم نے ہر حقدار کو اس کی نیکی دیدی اب اس کی صرف ایک نیکی رہ گئی ہے' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا میرے اس بندہ کی نیکی کو دگنا چوگنا کردو' اور اس کو میرے فضل اور رحمت سے جنت میں داخل کردو' اور اس کا مصداق یہ آیت ہے' اور اگر وہ بندہ شقی ہو اور اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں تو فرشتے عرض کریں گے کہ اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اس کی صرف برائیاں رہ گئی ہیں اور لوگوں کے حقوق باقی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا حقداروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دو اور اس کے لیے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (نعوذ باللہ منہ)

ابو عثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ

Marfat.com

آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک نیکی کا اجر بڑھا کر ایک کروڑ درجہ کر دیا جاتا ہے' انہوں نے کہا تم کو اس پر کیوں تعجب ہے بہ خدا میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو ہزار ضرب ہزار (ایک کروڑ) درجہ تک پہنچا دے گا۔

(جامع البیان ج ۵ ص ۵۸-۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ بندہ کا عمل اتنے بڑے اجر کا مقتضی نہیں ہے یہ اجر اللہ اپنے پاس سے عطا فرماتا ہے' دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں کا اجر و ثواب بڑھاتا ہے جس سے بندہ کو جنت میں جسمانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے جس سے بندہ کو روحانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں اور یہ روحانی لذتیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ جنت میں حاصل ہونے والی سب سے عظیم نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس وقت کیسا سماں ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے (رسول مکرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ (النساء: ۴۱)

تمام نبیوں کے صدق پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا یعنی کافر کو جو عذاب دے گا وہ ظلم نہیں ہو گا' اور مومنوں کو بشارت دی تھی کہ ان کی نیکیوں کے اجر کو بڑھا دے گا' اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ جزا اور سزا نبیوں اور رسولوں کی گواہی پر مترتب ہو گی جس کے خلاف وہ گواہی دیں گے اس کو سزا ملے گی اور جس کے حق میں گواہی دیں گے اس کو اجر و ثواب بیش از بیش ملے گا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے قرآن پڑھو' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل ہوا ہے' آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن سنوں' میں نے سورہ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید و جئنا بک علی ھؤلاء شہیدا (النساء: ۴۱) میں نے سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے میرے پہلو میں ٹہوکا دیا اور میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۸۰۰)

رسول اللہ ﷺ کا رونا خوف خدا کے غلبہ سے تھا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء صادقین علیہم السلام کے صدق پر گواہی دیں گے' یا انبیاء سابقین کی تقویت کے لیے ان کی امت کے کافروں کے خلاف شہادت دیں گے' اور اس میں ہمارے نبی ﷺ کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ تمام نبیوں اور رسولوں کی شہادت آپ کی شہادت سے مانی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافر اور رسول کی نافرمانی کرنے والے اس دن یہ تمنا کریں گے کہ کاش (ان کو دفن کر کے) ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے۔ (النساء: ۴۲)

قیامت کے دن کفار کے مختلف احوال

اس آیت میں رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا کافروں پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے' اس سے یہ

Marfat.com

واضح ہوا کہ کفر الگ گناہ ہے اور رسول کی نافرمانی کرنا الگ گناہ ہے اور کافروں کو کفر کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا اور رسول کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا' اور کافروں کو رسول کی نافرمانی کی وجہ سے اسی وقت عذاب ہوگا جب یہ مانا جائے کہ کافر فروعی احکام کے بھی مخاطب ہیں۔ نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس روز کافر یہ تمنا کریں گے کہ ان پر زمین برابر کردی جائے اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ تمنا کریں گے کہ ان کو زمین میں دفن کردیا جائے' دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا اور وہ اسی طرح زمین میں مدفون رہتے' تیسرا معنی یہ ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ جانوروں کو مٹی بنادیا گیا ہے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کو بھی مٹی بنادیا جائے۔

پھر فرمایا اور وہ اللہ سے کسی بات کو نہیں چھپاسکیں گے' اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب مشرکین دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمارہا ہے جنہوں نے شرک نہیں کیا تو وہ کہیں گے واللہ ربنا ماکنا مشرکین (الانعام : ۲۳) "ہمیں اپنے پروردگار کی قسم ہم شرک کرنے والے نہیں تھے" اس وقت ان کے منہ اور ہاتھ اور پیر ان کے خلاف گواہی دیں گے اور وہ اللہ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورۃ الانعام میں یہ مذکور ہے کہ کفار یہ کہیں گے کہ ہم شرک کرنے والے نہیں تھے اور اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ وہ اللہ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن مختلف احوال ہوں گے' ایک وقت میں وہ کہیں گے کہ ماکنا نعمل من سوء (النحل : ۲۸) "ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے" اور کہیں گے کہ ہم شرک کرنے والے نہیں تھے اور ایک وقت ہوگا کہ شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون (حم السجدہ : ۲۰) "ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے" اس وقت وہ کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان پر زمین برابر کردی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ

تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کر لو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت

الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا

کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو

Marfat.com

طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا

سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو، بےشک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت

غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

بخشنے والا ہے ○ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ

وہ (خود بھی) گمراہی خریدتے ہیں اور تم کو (بھی) راستہ سے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں ○ اور اللہ تمہارے

اَعْلَمُ بِاَعْدَاۗىِٕكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڎ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ تمہارا کافی کارساز اور کافی مددگار ہے ○

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ

ہم نے سنا اور نافرمانی کی، (اور آپ سے کہتے ہیں) سنیے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی

طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ

کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات

انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَھُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا

فرمائی ہے سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے ○ اے اہل کتاب! اس کتاب پر ایمان لاؤ

بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا

جس کو ہم نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ اس (اصل) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے

Marfat.com

فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدۡبَارِهَآ اَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ كَمَا لَعَنَّآ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ؕ

کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا دیں پھر ان کو ان کی پیٹھ کی جانب پھیر دیں یا ہم ان پر (اس طرح) لعنت کریں جس طرح ہم نے

وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ

ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے ○ بیشک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے

وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ

اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً

افۡتَرٰٓى اِثۡمًا عَظِيۡمًا ۴۸ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ بَلِ

اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا ○ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ

اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۴۹ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ

ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ دیکھیے یہ لوگ کس طرح

يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۵۰ ع

اللہ پر عمداً جھوٹ باندھ رہے ہیں اور ان کے لیے یہی علی الاعلان گناہ کافی ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتی کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (النساء : ۴۳)

حالت نشہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کا شان نزول

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانے کی دعوت کی' اور ہم کو (تحریم شراب سے پہلے) شراب پلائی ہم نے شراب پی اور نماز کا وقت آ گیا' انہوں نے نماز پڑھانے کے لیے مجھے امام بنا دیا میں نے پڑھا قل یا یھا الکافرون○ لا اعبد ما تعبدون و نحن نعبد ما تعبدون (آپ کہیے کہ اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی : اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتی کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۳۷' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۳۶۷۱)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے از ابو عبد الرحمن از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور

Marfat.com

حضرت علی نے شراب پی اور نماز حضرت عبد الرحمن بن عوف نے پڑھائی اور ان کو اس آیت کے پڑھنے میں التباس ہو گیا تب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۶۱)

امام ابو بکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۰۱)

امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث میں یہ روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو امام بنادیا گیا اور اس نے قرات میں یہ غلطی کی پھر یہ آیت نازل ہوئی' یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام ذہبی نے بھی اس کو صحیح لکھا ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۳۰۷)

امام ابو الحسن واحدی متوفی ۴۶۸ھ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

(الوسیط ج ۲ ص ۵۶' تفسیر سفیان الثوری' ص ۵۶' تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۵۶)

بعض مفسرین نے کہا اس آیت کا معنی ہے جب تم پر نیند کا غلبہ ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کرلو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حالت جنابت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص سفر میں جنبی ہو جائے اور اس کو غسل کے لیے پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے' زجاج نے کہا اس کی حقیقت یہ ہے کہ حالت جنابت میں تم نماز نہ پڑھو' قتبی نے کہا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد موضع الصلوۃ ہے یعنی مسجد' اور اس کا معنی ہے کہ حالت جنابت میں تم مساجد کے قریب نہ جاؤ مگر صرف راستہ گذرنے کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر تم بیمار ہو یا تم سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو' سو تم اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔

تیمم کی مشروعیت کا سبب

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئے' جب مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' رسول اللہ ﷺ اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے رک گئے' اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا' اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا' صحابہ نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہرا لیا' اس مقام پر پانی ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ (یہ شکایت سن کر) حضرت ابو بکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے' حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے' نہ صحابہ کے پاس پانی ہے' پھر حضرت ابو بکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھوتے رہے' اور میں رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً" نہیں ہلی' یہاں تک کہ اسی حال میں یعنی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا' صبح ہو گئی' اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی' پھر نقباء میں سے حضرت اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابو بکر یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار

Marfat.com

اس کے نیچے سے نکل آیا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۳۶۷' صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۳۳۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۲۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۵۶۸)

حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے علم کی بحث

اس حدیث میں ہے :

حضرت عائشہ نے فرمایا : ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار نکل آیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں :

صحیح بخاری میں ہے : رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو ہار مل گیا (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۳۴) ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے' اور یہ ایک ہی واقعہ ہے' علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور اس کے متبعین تھے' وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا' پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔ (شرح مسلم للنووی ج ا ص ۱۶۰' مطبوعہ کراچی)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء" نہیں بتایا یا اس طرف متوجہ نہیں کیا کہ ہار کہاں ہے کیونکہ اس میں متعدد حکمتیں تھیں اور آپ کی امت کو بہت سے مسائل کی تعلیم دینا تھی بعض ازاں یہ ہیں :

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں :

ا۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے' جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو' کیونکہ نبی ﷺ نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔

۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا' خواہ اس کا خاوند موجود ہو' صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ سو رہے تھے اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔

۳۔ کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا' کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کا گم ہونا تھا۔

۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو' جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہو گا۔

۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سرزنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔

۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جسم کو ہلنے سے باز رکھے جب کہ اس کی حرکت سے کسی سونے والے' بیمار یا نمازی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷۔ سفر میں تہجد کی رخصت' یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔

۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے' کیونکہ عمرو بن حارث کی روایت میں ہے نماز کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

Marfat.com

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا' اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے' اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ پر ناراضگی کا اظہار کیا' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی ﷺ پر نماز فرض ہوئی ہے' آپ نے وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ وضو کی فرضیت کی آیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی فرضیت سنت سے تھی اور اب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہوگئی' بعض روایت میں ہے کہ حضرت اسلع اعرجی' جو نبی ﷺ کے لیے سواری لاتے تھے ایک دن انہوں نے نبی ﷺ سے کہا میں جنبی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہوگئی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی ہار گم ہونے والے دن پیش آیا ہو کیونکہ وہی نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور سواری والا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرو۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست' مریض' بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے' لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا' کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے' اس پر سب کا اجماع ہے' اور حضر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے' جب پانی نہ ملے' یا مرض یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو' علامہ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو' علامہ طبری نے کہا امام ابویوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے' امام شافعی' لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں' وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے' اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں ازواج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کو ساتھ لے جائے' اور قرعہ اندازی کر کے اس کو لے جانا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

جنبی کے لیے جواز تیمم میں صحابہ کا اختلاف

جنبی کے لیے تیمم کرنے میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے اور جمہور صحابہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کرنا جائز تھا۔

Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

ابزی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا' حضرت عمر نے فرمایا نماز مت پڑھ۔ حضرت عمار کہنے لگے' اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہرحال نماز نہیں پڑھی' لیکن میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا' اور میں نے نماز پڑھ لی (جب حضور کی خدمت میں میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا : تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر پھونک مار کر گرد اڑا دیتے' پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے' حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو' حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں' امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ تمہیں پر ڈالتے ہیں۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا' اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نمازیں پڑھے گا' حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے' حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا' پھر آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے۔ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو" حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا' راستہ میں (جب میں سویا تو) مجھ پر غسل فرض ہو گیا۔ پس میں خاک پر اسی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا' جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں' پھر جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک مرتبہ مارے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پر مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا' حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۳۶۸' صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۴۶۔۳۴۰' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۲۲۔۳۲۱)

نیز امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ایک سرد رات کو جنبی ہو گئے' انہوں نے یہ آیت پڑھی ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما' پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔ (صحیح البخاری کتاب التیمم باب : ۷)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بعض مسائل میں اختلاف ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کو طعن تشنیع نہیں کرتے تھے اور فروعی مسائل میں اختلاف کو وسعت ظرف سے لیتے تھے' اگر اس قسم کا اختلاف آج کے مسلمانوں میں ہوتو ایک دوسرے کے خلاف نہ جانے کتنے رسالے لکھے جائیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جائے اور آپس میں جو تم پیزار

Marfat.com

شروع ہو جائے۔

تیمم کی تعریف ' اس کی شرائط اور مذاہب فقہاء

تیمم ' کتاب ' سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے ' تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے ' امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر ' تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے ' ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مارنا) ضروری ہیں ' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے ' حضرت علی بن ابی طالب ' حضرت عبداللہ بن عمر ' حسن بصری ' شعبی ' سالم بن عبداللہ بن عمر ' سفیان ثوری ' امام مالک ' امام ابوحنیفہ ' اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے ' عطاء ' مکحول ' اوزاعی ' امام احمد ' اسحٰق ' ابن المنذر ' اور عامتہ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے ' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے ' اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں ' ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے ' تیمم حدث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی ' حائض اور نفساء) کے لیے بھی ہے ' سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے ' ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ایک قول کے ' یہ بھی روایت ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا ' جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں ' جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے ' اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمٰن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے ' اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی ﷺ نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری ' رقم الحدیث : ۳۴۴) اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے ' وہ (اگر اتنا پانی ہو تو) اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے ' اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر رطوبت فرج لگی ہوئی تھی جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہو گا ورنہ نہیں ' جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا ' مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے ' اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ہدایہ)

امام شافعی ' امام احمد ' ابن المنذر ' داؤد ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے ' اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے ' حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے ' اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو ' اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں ' اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ

Marfat.com

کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کے بعض مسائل

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیر جمل (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کی طرف جا رہے تھے ایک مسلمان نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کو سلام کا جواب نہیں دیا حتی کہ آپ ایک دیوار کے پاس گئے اور تیمم کر کے اس کو جواب دیا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۳۶۹)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے' خواہ فرض نماز' نماز عید' یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو' یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے' کیونکہ ان کی قضاء نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہو گا' اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے' پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کوئیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ (خود بھی) گمراہی خریدتے ہیں اور تم کو (بھی) راستہ سے گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (النساء : ۴۴)

حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد یہود ہیں (جامع البیان ج ۵ ص ۴۷) زجاج نے کہا وہ لوگوں سے رشوت لینے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر ترجیح دیتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی اسلام کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے' اور اللہ کافی کارساز اور کافی مددگار ہے۔

(النساء : ۴۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی نصرت تم کو دوسروں سے مستغنی کر دے گی۔ خصوصاً یہودیوں سے جن کی نصرت کی تم توقع رکھتے ہو' زجاج نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ خبر دی ہے کہ یہود اور دوسرے کافروں کی دشمنی تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی جب کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں' اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی' اور آپ سے کہتے ہیں سنیے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں' اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے' سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔(النساء : ۴۶)

یہود کی تحریف کا بیان

کلبی اور مقاتل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات' آپ کی بعثت کے زمانے اور آپ کی نبوت کے متعلق یہود کی کتاب میں جو پیش گوئیاں تھیں وہ ان کو بدل دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے آپ کی بات سنی اور اس کی نافرمانی کی' اور اپنی زبان مروڑ کر آپ سے راعنا کہتے تھے اور یہ ان کی لغت میں گالی تھی۔ قتبی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث فرماتے یا کوئی حکم دیتے تو وہ کہتے تھے ہم نے سن لیا اور دل میں کہتے تھے کہ ہم نے نافرمانی کر لی' اور جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتے تو کہتے تھے اے ابو القاسم سنیے اور اپنے دل میں کہتے تھے۔ آپ نہ سنیں' اور وہ آپ سے راعنا کہتے تھے اور اس لفظ سے یہ معنی ظاہر کرتے تھے کہ آپ ان پر نظر رحمت فرمائیں اور زبان مروڑ کر اس سے اپنے دل میں رعونت کا معنی لیتے تھے اور اگر وہ سمعنا و عصینا کی بجائے سمعنا واطعنا کہتے اور واسمع غیر مسمع اور راعنا کی جگہ انظرنا کہتے ہیں تو یہ بہت بہتر اور بہت درست ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر دی ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس توہین کی سزا میں ان کو دنیا میں رسوا کر دیا اور آخرت میں ان کو اپنی رحمت سے بالکلیہ دور کر دیا' سو ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائیں گے' اور یہ وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ایسا لفظ کہنا جس کا ظاہری معنی توہین کا موہم ہو کفر ہے' اس کی پوری تفسیر ہم نے تبیان القرآن جلد اول البقرہ : ۱۰۴ میں بیان کر دی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت فرمائی ہے اس لیے ہم یہاں کسی شخص پر لعنت کرنے کی تحقیق کر رہے ہیں۔

لعنت کی اقسام اور کسی شخص پر لعنت کرنے کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

لعنت کا معنی ہے کسی شخص کو رد کرنا اور از روئے غضب کسی شخص کو دھتکارنا' آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس کو سزا اور عذاب دینا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس پر رحمت نہ فرمانا' اور اس کو نیکی کی توفیق نہ دینا' اور جب انسان کسی پر لعنت کرے تو اس کا معنی ہے اس کو بددعا دینا۔(المفردات ص ۴۵۱' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

(۱) فسق اور ظلم پر علی الاطلاق لعنت کرنا جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے : لعنة الله على الكاذبين (آل عمران : ۶۱) لعنة الله على الظالمين (الاعراف : ۴۴)

(۲) کسی معین شخص پر لعنت کرنا جس کا معنی یہ ہو کہ وہ اللہ کی رحمت سے مطلقاً مردود ہے یہ اس شخص کے سوا اور کسی پر جائز نہیں ہے جس کی کفر پر موت قطعی اور یقینی ہو جیسے ابولہب اور ابوجہل اور دیگر مقتولین بدر واحد' اور جس کی کفر پر

Marfat.com

موت قطعی اور یقینی نہ ہو اس پر یہ لعنت نہیں کی جائے گی خواہ وہ مشہور فاسق ہو جیسے یزید۔

(۳) علامہ قہستانی نے لکھا ہے کہ جب کفار پر لعنت کی جائے تو شرعاً اس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا' اور جب مومنین پر لعنت کی جائے تو اس کا معنی ہے ان کو ابرار اور مقربین کے درجہ سے دور کرنا' البحر الرائق کی بحث لعان میں ہے کیا معین کاذب پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں کہتا ہوں کہ غایت البیان کے باب العدۃ میں مذکور ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا جو شخص چاہے میں اس سے مباہلہ کرلوں اور مباہلہ کا معنی ہے ایک دوسرے پر لعنت کرنا' اور جب ان کا کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو وہ کہتے تھے کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو' اور فقہاء نے کہا یہ لعنت ہمارے زمانہ میں بھی مشروع ہے' قرآن مجید میں مومن پر لعن معین کا ثبوت ہے جب لعان میں پانچویں دفعہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والا مرد کہتا ہے:

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (النور : ۷)

اور پانچویں گواہی یہ ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ مومن پر لعنت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو مقربین اور ابرار کے درجہ سے دور کیا جائے نہ کہ اللہ کی رحمت سے بالکلیہ دور کیا جائے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۱' مختصراً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے اہل کتاب! اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ اس (اصل) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے' اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا دیں پھر ان کو ان کی پیٹھ کی جانب پھیر دیں' یا ہم ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی' اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

اس آیت کا معنی ہے اے اہل کتاب قرآن مجید کی تصدیق کرو جو توحید' رسالت' مبداء اور معاد اور بعض احکام شرعیہ میں تورات کے موافق ہے' اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا دیں' یعنی آنکھوں اور ناک کی بناوٹ کے ابھار کو دھنسا کر چہرے کو بالکل سپاٹ بنا دیں یا چہرے کو گدی کی جانب لگا دیں' اس میں اختلاف ہے کہ یہ وعید دنیا کے متعلق ہے یا آخرت کے۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ حسن بصری نے کہا اس آیت کا معنی ہے کہ اے اہل کتاب! قرآن مجید پر ایمان لے آؤ اس سے پہلے کہ تم کو ہدایت سے پھیر کر گمراہی کی طرف لوٹا دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن صوریا' کعب بن اسد اور دیگر علماء یہود سے فرمایا : اے یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ بہ خدا تم کو یقین ہے کہ میں جس دین کی دعوت لے کر آیا ہوں وہ حق ہے' انہوں نے کہا اے محمد (ﷺ) ہم اس دین کو نہیں جانتے انہوں نے انکار کیا اور کفر پر اصرار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

عیسیٰ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم کعب احبار بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے انہوں نے حمص میں ایک شخص سے یہ آیت سنی تو ان پر دہشت طاری ہو گئی اور انہوں نے کہا اے رب میں ایمان لاتا ہوں اور اس سے پہلے کہ مجھے یہ وعید پہنچے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۷۹)

یا اس سے پہلے ایمان لے آئیں کہ ہم ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ان لوگوں پر لعنت کی تھی جن کو ہفتہ

Marfat.com

کے دن شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا اور پھر انہوں نے ہفتہ کے دن شکار کیا یعنی جس طرح ہم نے ان لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم گناہ ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔ (النساء: ۴۸)

شرک کی تعریف

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شرک کا لغوی معنی ہے دو یا دو سے زیادہ لوگ کسی ایک معین چیز کے مالک ہوں تو وہ دونوں اس کی ملکیت میں شریک ہیں' اور دین میں شرک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کا شریک ٹھیرائے اور یہ سب سے بڑا کفر ہے اور شرک صغیر یہ ہے کہ بعض کاموں میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی بھی رعایت کرے جیسے ریاء اور نفاق۔

(المفردات ص ۲۶۰' المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

شرک کرنے کی تعریف یہ ہے: کسی شخص کو الوہیت میں شریک ماننا جیسے مجوس اللہ کے سوا واجب الوجود مانتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں۔

(شرح عقائد نسفی ص ۶۱' مطبوعہ مطبع یوسفیہ ہند)

کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا (مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو از خود علم ہے یا از خود قدرت ہے) یا کسی کو اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ماننا' (مثلاً کسی کو سجدہ عبودیت کرنا' یا کسی کو اس اعتقاد سے مصائب میں پکارنا کہ وہ از خود سن لے گا یا از خود مدد کرے گا' یا جو عبادات اللہ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے بجا لانا' مثلاً کسی بزرگ کی نذر ماننا یا کسی کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنی قدرت سے رزق اور اولاد دیتا ہے' بارش برساتا ہے' بلاؤں کو ٹالتا ہے نفع پہنچانا اور ضرر دینا اس کی ذاتی قدرت میں ہے یا حانث ہونے کے قصد سے کسی کے نام کی قسم کھانا یہ تمام امور شرک ہیں)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے لکھا ہے کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی یہ بھی شرک ہے۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۳۰)

یہ تعریف دو وجہ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ شرک کا تعلق کسی چیز کو سمجھنے اور جاننے سے نہیں ہے' ماننے اور اعتقاد کرنے سے ہے' ثانیاً" اس وجہ سے کہ کوئی کسی شخص کو دور سے پکارے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اس کو خبر ہو گئی۔ یہ اس وقت شرک ہو گا جب وہ یہ اعتقاد رکھے کہ وہ بے عطائے غیر مستقل سننے والا ہے' شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کی اس سلسلہ میں بہت محتاط عبارت ہے وہ لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل

Marfat.com

عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادیوے گا' یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جائے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسرو حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔

(فتاوی رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' مطبوعہ ناشران محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی)

اسی طرح مفتی محمد شفیع نے کسی کو سجدہ کرنا بھی شرک لکھا ہے' جب کہ اس میں بھی تفصیل ہے' سجدہ عبودیت شرک ہے اور سجدہ تعظیم ہماری شریعت میں حرام ہے سابقہ شریعتوں میں جائز تھا۔

کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا بھی شرک لکھا ہے' جب کہ اس میں بھی تفصیل ہے اگر عبادت کی نیت سے قبر کا طواف کرے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے تو یہ شرک ہے اور اگر تعظیم کی وجہ سے طواف کرے جیسا کہ اکثر جاہل مسلمان کرتے ہیں تو یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

کسی کے روبرو رکوع کی طرح جھکنا' اس کو بھی شرک لکھا ہے' جب کہ عبادت کی نیت سے شرک ہے خواہ حد رکوع تک ہو یا اس سے کم ہو اور تعظیم کی نیت سے حد رکوع تک جھکنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا اس کو بھی شرک لکھا ہے' حالانکہ ان کو صرف موثر حقیقی ماننا شرک ہے' نیز ہم نے پہلے بھی لکھا ہے کہ کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا شرک نہیں ہوتا اعتقاد اور ماننا شرک ہوتا ہے' اور اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ستارے نظام عالم میں اللہ کی قدرت کی علامات ہیں اور مثلاً کہے کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ کفر نہیں ہے۔ البتہ مکروہ ہے۔ (شرح مسلم للنووی ج ا ص ۵۹' مطبوعہ کراچی)

اور کسی مہینہ کو منحوس سمجھنا اس کو بھی شرک لکھا ہے (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۳۰) اس سے قطع نظر کرکے کہ سمجھنے کا شرک سے تعلق نہیں ہے' نحوست کا اعتقاد شرک نہیں ہے بلکہ خلاف واقع اور خلاف شرع ہے رسول اللہ ﷺ نے بدشگونی لینے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر کسی نے کسی چیز کو منحوس سمجھا تو وہ گنہ گار ہو گا مشرک نہیں ہو گا۔

زیر بحث آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے سوا ہر گناہ بخش دیا جائے گا خواہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ اس پر توبہ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو' اور اس آیت میں معتزلہ اور خوارج کا صراحتہ" رد ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے رب کے پاس سے آنے والے نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو آپ نے فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۷۴۸۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۹۴' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۸۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے یقیناً بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

(النساء : ۴۸)

اس کا معنی ہے جس شخص نے ایسا گناہ کیا جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی اور وہ شرک ہے' اور اس کا دوسرا معنی ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔ افتری کا لفظ فری سے ماخوذ ہے فری کا معنی ہے قطع کرنا اور جیسے کسی چیز کو کاٹا جائے

Marfat.com

تو وہ عموماً" فاسد ہو جاتی ہے اس لیے افتریٰ کا معنی بہ طور غلبہ کے فساد ہو گیا اور قرآن مجید میں یہ لفظ ظلم' کذب اور شرک کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (النساء : ۵۰)

اپنی پاکیزگی اور فضیلت بیان کرنے کی ممانعت

تزکیہ کا معنی ہے صفاء باطن اور اس آیت میں جو اپنے تزکیہ سے منع فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے متعلق یہ نہ کہو کہ ہم گناہوں سے پاک ہیں اور اپنی تعریف اور ستائش نہ کرو۔ امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ہمارا کوئی گناہ نہیں ہے' ضحاک نے بیان کیا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہمارے گناہ صرف اتنے ہیں جتنے ہمارے نوزائیدہ بچوں کے گناہ ہوتے ہیں جس دن وہ پیدا ہوئے ہوں اگر ان کے گناہ ہیں تو ہمارے بھی گناہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو یہ کس طرح اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے لیے یہی کھلا گناہ کافی ہے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۸۱)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے نام رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے جن سے اپنی پاکیزگی اور اپنی تعریف کا اظہار ہوتا ہو۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زینب کا نام برہ (نیکی کرنے والی) تھا ان سے کہا گیا کہ تم اپنی پارسائی بیان کرتی ہو! تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۴۱)

محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا' تو مجھ سے زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے میرا نام برہ رکھا گیا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی پارسائی نہ بیان کرو اللہ ہی جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے' مسلمانوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا اس کا نام زینب رکھو۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۴۲' صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۱۹۲)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ چار نام اپنے بیٹوں کے نہ رکھو افلح (بہت فلاح پانے والا) رباح (نفع حاصل کرنے والا) یسار (آسانی کرنے والا) نافع (نفع پہنچانے والا) (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۳۶)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

مقدام بن شریح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے تو آپ نے سنا کہ لوگ ان کو ابوالحکم کی کنیت کے ساتھ پکار رہے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا : اللہ تعالیٰ ہی حکم (فیصلہ کرنے والا) ہے اور اسی کی طرف حکم راجع ہوتا ہے۔ تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے' انہوں نے کہا جب میری قوم کا آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں' اور دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بہت اچھی بات ہے تمہاری اولاد بھی ہے؟ اس نے کہا میرے تین بیٹے ہیں شریح' مسلم اور عبداللہ' آپ نے فرمایا ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے کہا شریح' آپ نے فرمایا تو تم ابوالشریح ہو۔

Marfat.com

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۴۹۵۵' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۴۰۲' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۸۱۳' المستدرک ج ۱ ص ۲۴)

جس شخص کا کسی شخص یا کسی چیز کے ساتھ زیادہ اشتغال ہو وہ اس کے ساتھ کنیت رکھ لیتا ہے' مثلاً حضرت ابو ہریرہ کا بلی سے زیادہ اشتغال تھا تو ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھ دی' ابو کا معنی والا یا صاحب ہے اور ابو ہریرہ کا معنی بلی والا ہے' ابو الشریح کا معنی شریح والا ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی صفات کے ساتھ کنیت نہیں رکھنی چاہیے اس اعتبار سے ابو الاعلیٰ کنیت بھی صحیح نہیں ہے۔

غرض صحیح کی بناء پر اپنی پاکیزگی اور اپنی فضیلت بیان کرنے کا جواز

قرآن مجید اور ان احادیث میں اپنی پارسائی اور بڑائی بیان کرنے سے منع فرمایا ہے یہ اس وقت ہے جب انسان کسی پر اپنا تفوق اور برتری ظاہر کرنے کے لیے اپنی بڑائی بیان کرے' لیکن جب اس سے اللہ کی نعمت کا اظہار مقصود ہو یا جب کسی جگہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرنا مقصود ہو یا کسی عیب اور الزام سے اپنی براءت بیان کرنا مطلوب ہو یا اپنا حق اور اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے اپنے محامد بیان کرنے مقصود ہوں تو پھر اپنے محامد اور اپنے فضائل اور اپنی براءت اور پاکیزگی کو بیان کرنا جائز ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں ہے' اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہو گا اور فخر نہیں ہے' اور تمام بنی آدم ہوں یا ان کے غیر سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری قبر شق ہو گی اور فخر نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۱۴۸' ۳۶۱۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا : یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۶۰۹' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۰)

ثمامہ بن حزن قشیری بیان کرتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس وقت میں ان کے سامنے حاضر تھا' حضرت عثمان نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہاں چاہ رومہ کے سوا اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا' آپ نے فرمایا چاہ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے کون وقف کرے گا؟ اور اس کے بدلہ میں جنت میں اس سے بہتر چیز لے گا! تو اس کنویں کو میں نے اپنے ذاتی مال سے خریدا تھا اور آج تم نے مجھ پر اس کنویں کا پانی بند کر دیا ہے اور میں سمندر کا کھاری پانی پی رہا ہوں' لوگوں نے کہا اے اللہ! ہاں' حضرت عثمان نے کہا میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب مسجد نمازیوں سے تنگ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : فلاں شخص کی زمین کو خرید کر مسجد کے ساتھ کون لاحق کرے گا؟ اور اس کے بدلہ میں جنت میں اس کو اس سے بہتر چیز مل جائے گی! تو میں نے اپنے ذاتی مال سے زمین کو خریدا اور آج تم مجھ کو اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی منع کرتے ہو! انہوں نے کہا : اے اللہ ہاں! آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ میں نے جیش العسرۃ (غزوہ تبوک کے لشکر) کے لیے مالی مدد فراہم کی تھی' انہوں نے کہا اے اللہ!

Marfat.com

ہاں' حضرت عثمان نے کہا میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے ایک پہاڑ ثبیر پر تشریف فرما تھے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور میں تھا' پہاڑ ہلنے لگا' حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں گرنے لگے' رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا : اے ثبیر ساکن ہو جا تجھ پر صرف نبی ہے' صدیق ہے اور دو شہید ہیں' انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دی ہے اور تین بار کہا رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۷۰۳' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۶۰۵' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶۸' کنزالعمال' رقم الحدیث : ۳۶۲۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی غرض صحیح کی بناء پر اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے' نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جو اپنی پاکیزگی اور تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے اس کا محمل یہ ہے کوئی شخص یہ نہ بیان کرے کہ آخرت میں اللہ کے نزدیک اس کا یہ درجہ ہے اور جنت میں یہ مقام ہے اور وہ اخروی عذاب سے بری ہے' اور یہودی کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو گا اور اگر ہوا بھی تو صرف چالیس دن ہو گا' اور اس سے اس لیے منع فرمایا کہ آخرت کا حال غیب ہے اور غیب کا علم نبی ﷺ کے خبر دیئے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا' اور نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ براہ راست مطلع فرماتا ہے' یا فرشتہ کی وساطت سے آپ کو مطلع فرماتا ہے' اور جو دنیاوی فضائل ہیں یا نبی ﷺ کے بتلانے سے جن درجات کا علم ہوا ان کا ضرورت کے وقت بیان کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : دیکھئے یہ لوگ کس طرح اللہ پر عمداً جھوٹ باندھ رہے ہیں اور ان کے لیے یہی علی الاعلان گناہ کافی ہے۔ (النساء : ۵۰)

اللہ پر عمداً جھوٹ باندھنے سے مراد ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک گناہوں سے پاک ہیں' حالانکہ وہ نہ اللہ کے بیٹے ہیں نہ اس کے محبوب ہیں نہ گناہوں سے پاک ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ بت اور شیطان پر ایمان

وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ

لاتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت

الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ

زیادہ صحیح راستہ پر ہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت

Marfat.com

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا

کرے تو (اے مخاطب) تو ہرگز اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا ○ یا ان کا ملک میں کوئی حصہ ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں

لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ

کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے ○ یا یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ

ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، تو بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا

الْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ

کی تھی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا ○ سو ان میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لائے

مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور بعض لوگوں نے اس سے منہ موڑا، اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے ○ بیشک جن لوگوں نے ہماری

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

آیتوں کا انکار کیا ہم اس کو عنقریب آگ میں ڈال دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا

ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو (ہمیشہ) چکھتے رہیں، بیشک اللہ بہت غالب

حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

بڑی حکمت والا ہے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم عنقریب ان کو ان جنتوں میں داخل

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ

کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے جنتوں میں پاکیزہ

مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا

بیویاں ہیں، اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے ○ بیشک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں

Marfat.com

الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا

کو ان کی امانتیں ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ

بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ

کرو بیشک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے بیشک اللہ سننے والا ، دیکھنے

بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

والا ہے ○ اے ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ

اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول

وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ

کی طرف لوٹا دو بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو ، یہ بہتر ہے

خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ ۹ ۵

اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔

(النساء : ۵۱)

جبت اور طاغوت کا معنی

ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے وہ جبت ہے (تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۶۴) عطیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جبت سے مراد بت ہیں اور طاغوت سے مراد بتوں کے ترجمان ہیں جو بتوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بتوں کی طرف منسوب کر کے لوگوں سے جھوٹی اور من گھڑت باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں' حضرت عمر نے فرمایا جبت سے مراد ساحر ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے' مجاہد نے کہا طاغوت سے مراد وہ شیطان ہے جو انسان کی صورت میں آتا ہے اور لوگ اس کے پاس اپنے مقدمات پیش کرتے ہیں' مجاہد نے ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ طاغوت سے مراد کاہن ہے اور جبت سے مراد ساحر ہے' حضرت ابن عباس سے ایک تفسیر یہ ہے کہ جبت سے مراد ایک یہودی عالم حی بن اخطب ہے اور طاغوت سے مراد ایک یہودی سردار اور عالم کعب بن اشرف ہے۔

Marfat.com

(جامع البیان ج ۵ ص ۸۴-۸۳)

امام رازی نے بیان کیا ہے کہ حی بن اخطب اور کعب بن الاشرف چند یہودیوں کے ساتھ مکہ گئے وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کفار قریش کو اپنا حلیف بنانا چاہتے تھے۔ قریش نے کہا تم اہل کتاب ہو اور ہماری بہ نسبت تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے زیادہ قریب ہو۔ ہم تمہاری بات پر اس وقت تک اعتبار نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے تاکہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں سو انہوں نے بتوں کو سجدہ کرلیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعض اہل کتاب جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں' پھر ابوسفیان نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ ہم زیادہ ہدایت کے طریقہ پر ہیں یا (سیدنا) محمد (ﷺ) تو کعب نے پوچھا (سیدنا) محمد (ﷺ) کیا کہتے ہیں؟ قریش نے کہا وہ کہتے ہیں صرف ایک خدا کی عبادت کرو' بتوں کی عبادت نہ کرو اور انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر دیا ہے اور لوگوں میں جدائی ڈال دی ہے' کعب نے پوچھا اور تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم بیت اللہ کے محافظ ہیں' حجاج کو پانی پلاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو چھڑاتے ہیں تو کعب بن اشرف نے کہا تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہودی اہل کتاب کافروں کے متعلق کہتے ہیں یہ زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۳۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو (اے مخاطب) تو اس کا ہرگز کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ (النساء: ۵۲)

چونکہ یہودیوں نے بت پرستوں کو موحدین پر فضیلت دی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی' اور اللہ کی لعنت کا معنی ہے ان کو اللہ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دیا جائے' اور یہ ان پر دنیا میں لعنت ہے یہ جہاں کہیں بھی ہوں لعنتی رہیں گے اور آخرت میں ان پر زیادہ لعنت ہو گی جس دن کوئی شخص کسی کافر کے کام نہیں آسکے گا' اس کے برخلاف مومنوں کو اللہ کا قرب حاصل ہو گا۔

یہود کے بخل کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا ان کا ملک میں کوئی حصہ ہے' اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے۔ (النساء: ۵۳)

یہاں سے یہود کی برائیوں کا بیان شروع کیا گیا ہے' اس آیت کا معنی ہے ان کا ملک میں کوئی حصہ نہیں ہے' یہود کہتے تھے کہ آخر زمانہ میں ملک ان کی طرف لوٹ آئے گا اس آیت میں ان کے اس دعویٰ کا رد ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملک سے مراد نبوت ہو' یعنی ان کے لیے نبوت سے کوئی حصہ نہیں ہے حتیٰ کہ لوگوں پر ان کی اطاعت اور اتباع لازم ہو' پہلی تفسیر زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کا بعد کے جملہ کے ساتھ ربط ہے کیونکہ اگر ان کا ملک ہوتا یا اس میں ان کا کچھ حصہ ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے' یعنی ضرورت مندوں کو کچھ نہ دیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے' تو بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا۔ (النساء: ۵۴)

یہود کے حسد کی مذمت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے بخل کی مذمت کی تھی اور اس آیت میں ان کے حسد کی مذمت کی

Marfat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنے فضل سے جو نعمت عطا فرمائی تھی یہود اس پر حسد کرتے تھے' وہ کس نعمت پر حسد کرتے تھے اس میں اختلاف ہے' قتادہ نے کہا ان کو یہ امید تھی کہ آخری نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل سے آخری نبی مبعوث فرمایا تو وہ اس پر حسد کرنے لگے' اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود نے کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) اس قدر تواضع کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے نکاح میں اتنی ازواج ہیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۸۸) لیکن پہلی تفسیر زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس آیت کے دوسرے جملہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا تو پھر رسول اللہ ﷺ سے حسد کیوں کرتے ہیں یہ نعمت تو حضرت ابراہیم کی آل کو بھی ملی تھی اور ان کو بھی مل چکی ہے۔

اس آیت میں کتاب سے مراد جنس کتاب ہے اور وہ تورات' انجیل اور زبور اور دیگر صحائف کو شامل ہے اور حکمت سے مراد نبوت ہے یا وہ اسرار ہیں جو اللہ کی کتب میں ودیعت کیے گئے ہیں' حضرت ابراہیم کی آل میں نبی اور رسول مبعوث کیے گئے جن کو یہ کتابیں اور حکمتیں دی گئیں اور وہ سب ان یہودیوں کے آباء اور اسلاف تھے' اور ان کے آباء اور اسلاف کو ملک عظیم بھی دیا گیا جیسے حضرت یوسف' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو ملک دیئے گئے' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے لیے بہت زیادہ بیویاں حلال کی گئی تھیں۔ پھر سیدنا محمد ﷺ پر یہ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں :

امام ابوداؤد نے سنن میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسد کرنے سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں سدی سے روایت کیا ہے کہ ملک عظیم سے مراد عورتوں سے نکاح ہے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں تو سیدنا محمد ﷺ کے لیے کثرت ازدواج کس طرح باعث اعتراض ہو گا!

اور حاکم نے مستدرک میں محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۷۳' مطبوعہ ایران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو ان میں سے بعض لوگ ابراہیم پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے ان سے منہ موڑا اور (ان کے لیے) بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے۔ (النساء : ۵۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یا ان کی آل میں سے جو انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے ان پر سب لوگ ایمان نہیں لائے' بعض ایمان لائے اور بعض ایمان نہیں لائے تو جب بعض کا ایمان نہ لانا حضرت ابراہیم کی نبوت اور ان کی نسل میں سے دوسرے انبیاء کی نبوت کے لیے موجب نقصان نہیں ہے تو اگر کچھ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تو اس سے آپ کی نبوت اور رسالت میں کیا فرق پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم ان کو عنقریب آگ میں جھونک دیں گے جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو ہمیشہ چکھتے رہیں۔ (النساء : ۵۶)

Marfat.com

دوزخ میں جلی ہوئی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدلنے پر تعذیب بلامعصیت کی بحث

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

ربیع بیان کرتے ہیں کہ کافروں کی کھال چالیس ہاتھ موٹی ہوگی اور ان کا دانت ستر ہاتھ بڑا ہوگا' اور ان کا پیٹ اتنا بڑا ہوگا کہ اس میں پہاڑ سما جائے۔

حسن بیان کرتے ہیں ایک دن میں ستر ہزار بار ان کی کھال جلے گی اور بدل جائے گی۔

(جامع البیان ج ۵ ص ۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی' اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۸۵۱)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ ایک تیز رفتار سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۸۵۲)

قرآن مجید کی اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کافر کی کھال جلنے کے بعد اس کو نئی کھال دی جائے گی اور اس کو عذاب دیا جائے گا تو یہ تعذیب بلامعصیت ہے کیونکہ اس نئی کھال نے تو کوئی گناہ نہیں کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اصل عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم اور اس کے اجزاء تو روح تک عذاب پہنچانے کے آلات ہیں' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ مذہب یہ ہے کہ روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

روح اور جسم دونوں پر عذاب کی دلیل

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے' آپ ہم سے آملے اس وقت ہم نے نماز میں تاخیر کردی تھی' ہم نے وضوء کیا اور پیروں پر مسح کرلیا' تو آپ نے دو یا تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا : (خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہوگا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روح اور بدن دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

نیز علامہ محمد بن احمد سفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں :

امت کے تمام متقدمین اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔

(لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۱۱ھ)

تعذیب بلامعصیت کے اشکال کے صحیح جوابات

اس لیے اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ کھال کے جل کر پکنے کا معنی ہے اس کا سیاہ پڑ جانا' اور اس کو دوسری کھال سے بدلنے کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کھال کا رنگ اپنی قدرت کاملہ سے سفید کردے گا' جیسے دنیا میں انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور صحت مند ہونے کے بعد اسی چہرہ کا رنگ نکھر کر تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح سنار ایک انگوٹھی کو توڑ کر یا اس کو پگھلا کر اسی مادہ سے دوسری نئی صورت کی

Marfat.com

انگوٹھی بنا دیتا ہے' اسی طرح بلا تشبیہ و تمثیل اللہ تعالیٰ ایک کھال کو جلا کر اس سے نئی کھال پیدا کر دے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں عذاب بدن کے اجزاء اصلیہ اور روح کو ہوتا ہے اور وہ ختم نہیں ہوتے باقی اعضاء کا جل جانا اور دوبارہ بن جانا صرف روح اور اجزاء اصلیہ تک عذاب پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

اور جن احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر کے دانت' اس کی کھال اور دیگر اعضاء کی جسامت بڑھ جاتی ہے ان پر بھی یہ اشکال ہوتا ہے کہ جس دانت نے گناہ کیا تھا وہ تو احد پہاڑ جتنا نہیں تھا اس دانت کے ساتھ جو اضافہ کیا گیا ہے اس پر عذاب بغیر کسی معصیت کے ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی اجزاء اور اعضاء کو کسی اضافہ کے بغیر اتنا بڑا کر دے گا' یا زائد حصہ کو عذاب نہیں ہو گا اور کافر کی شکل قبیح بنانے کے لیے اس کے اعضاء کو بڑا کر دیا جائے گا اور صحیح جواب یہی ہے کہ اصل عذاب بدن کے اجزاء اصلیہ اور روح کو ہو گا یہ اضافات تو ان اجزاء تک عذاب پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

روح اور جسم دونوں کے مستحق عذاب ہونے کی ایک مثال

عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے اس سلسلہ میں علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے علامہ سفیری کی شرح بخاری سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن روح اور بدن میں بحث ہو گی' روح جسم سے کہے گی کہ گناہ تم نے کیے ہیں میں تو ایک ہوا کی مانند تھی اگر تم نہ ہوتے تو میں کوئی عمل نہیں کر سکتی تھی' اور جسم کہے گا تم نے مجھے کام کرنے کا حکم دیا تھا اگر تم نہ ہوتیں تو میں درخت کے تنے کی طرح ہوتا اور اپنے ہاتھ اور پاؤں کو کبھی حرکت نہ دیتا' تب اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا وہ کہے گا تم دونوں کی مثال ایک لنجے اور ایک اندھے کی ہے یہ دونوں ایک باغ میں گئے لنجے نے اندھے سے کہا میں یہاں پھل دیکھ رہا ہوں لیکن ان کو توڑ نہیں سکتا' تو اندھے نے کہا تم مجھ پر سوار ہو جاؤ پھر جہاں پھل ہوں تم دیکھ کر توڑ لینا' سو دونوں مجرم ہیں اور دونوں سزا کے مستحق ہیں لنجا بہ منزلہ روح ہے اور اندھا بہ منزلہ جسم ہے' علامہ آلوسی نے اس مثال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اندھے اور لنجے دونوں کو شعور ہے اور یہاں صرف روح کو شعور ہے جسم کو شعور نہیں ہے' پھر اس کا جواب دیا کہ ہو سکتا ہے جسم کو شعور ہو اور ہم کو اس کا پتا نہ ہو۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۵۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

میرے نزدیک اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ مثال صرف مسئلہ کی تفہیم کے لیے ہوتی ہے اس کا ممثل لہ سے بالکلیہ مطابق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم عنقریب ان کو ان جنتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' ان کے لیے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ (النساء : ۵۷)

اخروی نعمتوں کے لیے نیک اعمال چاہییں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ اسلوب ہے کہ وعد کے بعد وعید یا وعید کے بعد وعد کا ذکر فرماتا ہے' اس لیے پہلے آخرت میں کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا اور اب آخرت میں مومنوں کے ثواب کا ذکر فرمایا۔

اس آیت میں کئی مسائل ہیں ایک یہ کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں' کیونکہ اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف

Marfat.com

مغائرت کو چاہتا ہے' دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اخروی انعامات کو ابتداء" حاصل کرنے کے لیے صرف ایمان کافی نہیں اس کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں البتہ دائمی عذاب سے نجات کے لیے صرف ایمان کافی ہے۔ قاعدہ یہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے جس کو چاہے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کردے۔ جنت میں دوام کا ذکر فرمایا اس میں جہم بن صفوان اور ان جیسے لوگوں کا رد ہو گیا جن کے نزدیک جنت میں ثواب اور دوزخ میں عذاب فانی ہے' پاکیزہ بیویوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک ہوں گی۔ جنت میں دھوپ نہیں ہوگی اس کے باوجود جنت میں سائے کا ذکر فرمایا کیونکہ یہاں سائے سے مراد آرام اور سکون ہے جس شخص کو جلتے ہوئے ریگستان میں سایہ میسر آجائے تو وہ اس کے لیے بہت بڑی راحت ہوتا ہے سو یہاں بھی گھنے سائے سے مراد راحت اور آرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کردو' اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے' بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (النساء: ۵۸)

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بعض احوال بیان فرمائے اور وعید اور وعد کا ذکر فرمایا' اس کے بعد پھر احکام تکلیفیہ کا ذکر شروع فرمایا' نیز اس سے پہلے یہود کی خیانت کا ذکر فرمایا تھا کہ ان کی کتاب میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر جو دلائل ہیں وہ ان کو چھپالیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے اور اس میں خیانت کرتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو امانت داری کا حکم دیا۔ امانت ادا کرنے کا حکم عام ہے خواہ مذاہب میں ہو' عقائد میں ہو معاملات میں ہو یا عبادات میں ہو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' فتح مکہ کے دن جب نبی ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس سے کعبہ کی چابیاں لے لیں پھر آپ بیت اللہ کے باہر اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے آئے' پھر آپ نے عثمان کو بلایا اور انہیں چابیاں دے دیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۲)

امانت ادا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (البقرہ: ۲۸۳)

پس اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس کی امانت ادا کردے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الانفال: ۲۷)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم کو علم ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون: ۸)

اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو' سائل نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہو گی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب کسی نااہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو' اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۳۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۲۶۸' سنن دارمی' رقم الحدیث : ۲۵۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو' یا کسی کی آبرو ریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو (یعنی اگر ایسی بات ہو تو اس کی صاحب حق کو اطلاع دے کر خبردار کرنا چاہئے) (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۶۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا ایمان نہیں اور جو وضو نہ کرے اس کا ایمان نہیں۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۲۵۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں' جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کرو' جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو' جب تم بات کرو سچ بولو' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔
(شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۲۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھائی جائیں گی وہ حیا اور امانت ہیں' سو تم اللہ عزوجل سے ان کا سوال کرو۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۲۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا' جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے وہ دین دار نہیں ہے۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث : ۵۲۷۹)

اللہ کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار

انسان کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے یا مخلوق کے ساتھ اور ہر معاملہ کے ساتھ اس پر لازم ہے کہ وہ اس معاملہ کو امانت داری کے ساتھ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام بجالائے اور جن چیزوں سے اللہ نے اس کو منع کیا ہے ان سے رک جائے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہر چیز میں امانت داری لازم ہے۔ وضو میں' جنابت میں' نماز میں' زکوٰۃ میں اور روزے میں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان میں شرم گاہ پیدا کی اور فرمایا میں اس امانت کو تمہارے پاس چھپا کر رکھ رہا ہوں' اس کی حفاظت کرنا' ہاں اگر اس کا حق ادا کرنا ہو' یہ بہت وسیع معاملہ ہے' زبان کی امانت

Marfat.com

یہ ہے کہ اس کو جھوٹ' چغلی' غیبت' کفر' بدعت اور بے حیائی کی باتوں میں نہ استعمال کرے' آنکھ کی امانت یہ ہے کہ اس سے حرام چیز کی طرف نہ دیکھے- کان کی امانت یہ ہے کہ اس سے موسیقی' فحش باتیں' جھوٹ اور کسی کی بدگوئی نہ سنے' نہ دین اور خدا اور رسول کے خلاف باتیں سنے' ہاتھوں کی امانت یہ ہے کہ ان سے چوری' ڈاکہ' قتل' ظلم اور کوئی ناجائز کام نہ کرے' منہ میں لقمہ حرام نہ ڈالے' اور پیروں کی امانت یہ ہے کہ جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہاں نہ جائے اور تمام اعضاء سے وہی کام لے جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (الاحزاب : ۷۲)

ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت کو پیش کیا انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور انسان نے اس میں خیانت کی بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے-

خلق خدا کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار

تمام مخلوق کی امانت کو ادا کرنا' اس میں یہ امور داخل ہیں : اگر کسی شخص نے کوئی امانت رکھوائی ہے تو اس کو واپس کرنا' ناپ تول میں کمی نہ کرنا' لوگوں کے عیوب بیان نہ کرنا' حکام کا عوام کے ساتھ عدل کرنا' علماء کا عوام کے ساتھ عدل کرنا بایں طور کہ ان کی صحیح رہنمائی کرنا' تعصب کے بغیر اعتقادی مسائل کو بیان کرنا' اس میں یہود کے لیے بھی یہ ہدایت ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے جو دلائل تورات میں مذکور ہیں ان کو نہ چھپائیں' اور بیوی کے لیے ہدایت ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی عزت اور اس کے مال کی حفاظت کرے اور جس شخص کا گھر میں آنا اسے ناپسند ہو اس کو نہ آنے دے' تاجر ذخیرہ اندوزی نہ کریں- بلیک مارکیٹ نہ کریں' نقلی دوائیں بنا کر لوگوں کی جان سے نہ کھیلیں' کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ نہ کریں' ٹیکس نہ بچائیں' اسمگلنگ کر کے کسٹم ڈیوٹی نہ بچائیں- سودی کاروبار نہ کریں- ہیروئن' چرس اور دیگر نشہ آور اور مضر صحت اشیاء کو فروخت نہ کریں' بیوروکریٹس رشوت نہ لیں' سرکاری افسران اپنے محکمہ سے ناجائز مراعات حاصل نہ کریں' ڈیوٹی پر پورا وقت دیں' دفتری اوقات میں غیر سرکاری کام نہ کریں- آج کل شناختی کارڈ' پاسپورٹ مختلف اقسام کے لائسنس اور ٹھیکہ داروں کے بل غرض کوئی کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتا جب ان کاموں کا کرنا ان کی سرکاری ڈیوٹی ہے تو بغیر رشوت کے یہ کام نہ کرنا سرکاری امانت میں خیانت ہے' اسی طرح ایک پارٹی کے ممبر کو عوام اس پارٹی کی بنیاد پر ووٹ دیتے ہیں ممبر بننے کے بعد وہ رشوت لے کر لوٹا کریسی کی بنیاد پر پارٹی بدل لیتا ہے تو وہ بھی عوام کے انتخاب اور ان کی امانت میں خیانت کرتا ہے' حکومت کے ارکان اور وزراء جو قومی خزانے اور عوام کے ٹیکسوں سے بلاوجہ غیر ملکی دوروں پر غیر ضروری افراد کو اپنے ساتھ لے جا کر اللے تللے اور عیاشیاں کرتے ہیں وہ بھی عوام کی امانت میں خیانت کرتے ہیں' اسکول اور کالجز میں اساتذہ اور پروفیسر حضرات پڑھانے کی بجائے گپ شپ کر کے وقت گزار دیتے ہیں- یہ بھی امانت میں خیانت ہے' اسی طرح تمام سرکاری اداروں میں کام نہ کرنا اور بے جا مراعات حاصل کرنا اور اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو نوازنا' کسی اسامی پر رشوت یا سفارش کی وجہ سے نااہل کا تقرر کرنا یہ بھی امانت میں خیانت ہے' کسی دنیاوی منفعت کی وجہ سے نااہل کو ووٹ دینا یہ بھی خیانت ہے- اگر ہم گہری نظر سے جائزہ لیں تو ہمارے پورے معاشرہ میں خیانت کا ایک جال بچھا ہوا ہے اور ہر شخص اس نیٹ ورک میں جکڑا ہوا ہے-

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت افراد کے متعلق سوال ہو گا' حاکم نگہبان ہے اور اس سے اپنے عوام کے متعلق جواب طلبی ہو گی' اور مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور اس سے اپنے اہل کے متعلق جواب طلبی ہو گی' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے امور خانہ کے متعلق جواب طلبی ہو گی' نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق جواب طلبی ہو گی اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق جواب طلبی ہو گی اور تم میں سے ہر شخص (کسی نہ کسی چیز کا) نگہبان ہے اور اس سے اس چیز کے متعلق جواب طلبی ہو گی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۸۹۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۲۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۹۲۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس کی جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ' اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی' اس حدیث کی سند صحیح ہے' لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۹۳-۹۲)

علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ شخص جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۷۹)

ان دونوں حدیثوں کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے :

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا' اور جس شخص نے اپنے بھائی کی رہنمائی کسی چیز کی طرف کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ اہلیت اور صلاحیت اس کے غیر میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۶۵۷)

اپنے نفس کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار

انسان کا اپنے نفس کے ساتھ امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اس چیز کو پسند کرے جو دین اور دنیا میں اس کے لیے زیادہ مفید اور نفع آور ہو' اور غلبہ غضب اور غلبہ شہوت کی وجہ سے ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے مآل کار دنیا میں اس کی عزت و ناموس جاتی رہے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہو' انسان کی زندگی اور صحت اس کے پاس اللہ کی امانت ہے وہ اس کو ضائع کرنے کا مجاز نہیں ہے' اس لیے سگریٹ پینا' چرس' ہیروئن اور کسی اور طرح تمباکو نوشی کرنا' افیون کھانا' یہ تمام کام صحت اور انسانی زندگی کے لیے مضر ہیں' اسی طرح شراب پینا یا کوئی اور نشہ آور مشروب کھانا اور پینا'

Marfat.com

نشہ آور دوائیں استعمال کرنا یہ بھی انسان کی صحت کے لیے مضر ہیں اور آخرت میں عذاب کا باعث ہیں' اور یہ تمام کام اپنے نفس کے ساتھ خیانت کے زمرہ میں آتے ہیں' ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرنا' لوگوں پر ظلم کرنا یہ بھی دنیا اور آخرت کی بربادی کا سبب ہیں اور اپنی ذات کے ساتھ خیانت کرنا ہے' فرائض اور واجبات کو ترک کرکے اور حرام کاموں کا ارتکاب کرکے خود کو عذاب کا مستحق بنانا یہ بھی اپنی ذات کے ساتھ خیانت ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا مکلف کیا ہے کہ وہ خود بھی نیک بنے اور اپنے گھر والوں کو بھی نیک بنائے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم : ۶) — اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اگر کوئی شخص خود نیک ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ ہے لیکن اس کے گھر والے اور اس کے ماتحت لوگ بدکار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور وہ ان کو برے کام ترک کرنے اور نیک کام کرنے کا حکم نہیں دیتا تب بھی وہ بری الذمہ نہیں ہے اور اخروی عذاب کا مستحق ہے اور اپنے نفس کے ساتھ خیانت کر رہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے اور ہر شخص ان کے متعلق جواب دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ (النساء : ۵۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو حاکم بنایا جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے' ہم اس جگہ قضاء کے متعلق احادیث بیان کریں گے تاکہ معلوم ہو کہ اسلام میں قضاء کے متعلق کیا ہدایات ہیں :

قضاء کے آداب اور قاضی کے ظلم اور عدل کے متعلق احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا' آپ نے پوچھا تم کیسے فیصلہ کرو گے' انہوں نے کہا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں (مطلوبہ حکم) نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا' آپ نے پوچھا اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مطلوبہ حکم نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ کو توفیق دی۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۳۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۹۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بجستان میں اپنے بیٹے کی طرف خط لکھا کہ تم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا' کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کوئی شخص غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۷۱۵۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۱۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۳۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس دو شخص مقدمہ پیش کریں تو جب تک تم دوسرے شخص کا موقف نہ سن لو پہلے کے لیے فیصلہ نہ کرو۔

Marfat.com

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۳۶' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۸۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۳۱۰)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک جنت میں ہو گا اور دو دوزخ میں ہوں گے' جنت میں وہ قاضی ہو گا جو حق کو پہچان لے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے' اور جو حق کو پہچاننے کے باوجود اس کے خلاف فیصلہ کرے وہ دوزخ میں ہو گا' اور جو شخص جہالت سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے وہ بھی دوزخ میں ہو گا۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۷۳)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور غلط نتیجہ پر پہنچے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۵۷۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے نزدیک سب سے مقرب شخص امام عادل ہو گا اور سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے دور امام ظالم ہو گا۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۳۴)

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک قاضی ظلم نہ کرے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ اس کے ساتھ نہیں ہوتا اور شیطان اس سے چمٹ جاتا ہے۔ (سنن ترمذی : ۱۳۳۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں کرتا جس میں اس کے کمزور کا حق اس کے طاقت ور سے نہ لیا جائے۔ (اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں المثنیٰ بن صباح ہے یہ ضعیف راوی ہے' ایک روایت میں ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور ایک روایت میں کہا ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور دوسروں کے نزدیک یہ متروک ہے۔)

(کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث : ۱۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی فیصلہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۴۱)

امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیصلہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۹۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس دن کسی کا سایہ نہیں ہو گا اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے۔ عدل کرنے والا حاکم' وہ شخص جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا' جس کا دل مسجدوں میں معلق رہا' وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں' وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہیں' وہ شخص جس کو خوب صورت اور بااختیار عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۶۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۰۳۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۳۹۱' صحیح ابن خزیمہ' رقم الحدیث : ۳۵۸' مسند الطیالسی' رقم الحدیث : ۲۴۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۴۶۹' سنن کبریٰ للبیہقی : ج ۴

Marfat.com

ص ۶۵' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۷۳۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : چار آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے : جو بہت قسمیں کھا کر سودا بیچے۔ متکبر فقیر' بوڑھا زانی اور ظالم حاکم۔

(صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۵۵۳۲' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۷۳۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدل کرنے والے حاکم کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین میں حد کو قائم کرنا اس زمین پر چالیس روز کی بارش سے زیادہ نفع آور ہے۔

(المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۱۱۹۳۲' سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۲' شعب الایمان' رقم الحدیث : ۷۳۷۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو' اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو' بہ شرطیکہ تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو' یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ (النساء : ۵۹)

کتاب' سنت' اجماع اور قیاس کی حجیت پر استدلال

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں۔ کتاب' سنت' اجماع اور قیاس' اطیعوا اللہ سے مراد کتاب اللہ کے احکام ہیں۔ اطیعوا الرسول سے مراد سنت ہے اور اولی الامر منکم سے مراد اجماع ہے یعنی ہر زمانہ کے علماء حق کی اکثریت کیونکہ علماء حق کی اکثریت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی اور فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اس سے مراد قیاس ہے یعنی جس مسئلہ کی کتاب اور سنت میں صاف تصریح نہ ہو اس کی اصل کتاب اور سنت سے نکال کر اس کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دو اور اس پر وہی حکم جاری کر دو۔

اولی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال اور مصنف کا مختار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "اولی الامر منکم" سے مراد امراء اور حکام ہیں' ابن وہب نے کہا اس سے مراد سلاطین ہیں' مجاہد نے کہا اس سے مراد اصحاب فقہ ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد اہل دین اور اہل فقہ ہیں یعنی دیندار علماء' عطاء بن سائب نے کہا اس سے مراد صاحبان علم اور اصحاب فقہ ہیں' حسن بصری نے کہا اس سے مراد علماء ہیں' مجاہد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ ہیں' امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے فرمایا ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد ائمہ اور حکام ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد حکام ہوں گے (ان میں) نیک حاکم بھی ہوں گے اور فاسق بھی' تم ان کے احکام سننا اور ان کا جو حکم حق کے موافق ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اگر وہ نیک کام کریں گے تو اس میں تمہارا اور ان کا نفع ہے اور اگر وہ برے کام کریں گے تو تم کو نفع ہوگا اور ان کو ضرر' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان شخص پر حکم کی اطاعت لازم ہے خواہ اس کو وہ حکم پسند ہو یا ناپسند' ہاں اگر اس کو اللہ کی معصیت کا حکم دیا جائے تو خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۵۔ ۹۳' ملخصا" مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے فرمایا "اولی الامر منکم" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں (۱) خلفاء راشدین (۲) عہد رسالت میں لشکروں کے حاکم (۳) وہ علماء حق جو احکام شرعیہ کے مطابق فتوی دیتے ہیں اور لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں

Marfat.com

یہ قول حضرت ابن عباس' حسن بصری اور مجاہد سے مروی ہے اور روافض سے مروی ہے کہ اس سے مراد ائمہ معصومین ہیں۔ (تفسیر کبیرج ۴ص ۲۴۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ "اولی الامر منکم" سے مراد علماء حق ہیں جو قرآن اور سنت سے مسائل استنباط کرتے ہیں اور پیش آمدہ مسائل میں فتوے دیتے ہیں اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے :

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النسآء : ۸۳)

اور اگر وہ اس معاملہ کو رسول اور اپنے اولی الامر کی طرف لوٹا دیتے تو اس کا (حل) وہ لوگ ضرور جان لیتے جو ان میں سے کسی مسئلہ کو مستنبط کر سکتے ہیں۔

اور خلفاء راشدین کے دور کے بعد ہر زمانہ میں مسلمان' امراء اور حکام کے مقابلہ میں ائمہ فتویٰ کی پیروی کرتے ہیں۔ آج بھی اگر عدالت کسی عورت کا یک طرفہ فیصلہ کرکے اس کا نکاح فسخ کر دیتی ہے تو مسلمان اس فیصلہ کو ائمہ فتویٰ کے پاس لے جاتے ہیں اگر وہ اس کی تائید کر دیں تو اس فیصلہ پر عمل کرکے عورت کا نکاح کر دیتے ہیں ورنہ نہیں کرتے' اور خلفاء راشدین خود اصحاب علم اور ائمہ فتویٰ تھے اس سے معلوم ہوا کہ "اولی الامر منکم" سے مراد ہر دور میں ائمہ فتویٰ اور علماء اور فقہاء ہی ہیں۔

اللہ اور رسول کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت بالتبع ہے

اس آیت میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فرمایا ہے اور "اولی الامر منکم" سے پہلے "اطیعوا" کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس کا پہلے اطیعوا پر عطف کیا گیا تاکہ ان کی اطاعت بالتبع ہو اس میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ کی مستقل اطاعت ہے اور رسول کی بھی مستقل اطاعت ہے اور علماء اور حکام کی مستقل اطاعت نہیں ہے جب ان کے احکام اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہوں تو ان کی اطاعت ہے ورنہ نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے :

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنا دیا اس نے آگ جلائی اور لشکر سے کہا اس میں داخل ہو جاؤ' بعض لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا دوسروں نے کہا ہم آگ ہی سے بھاگ کر (اسلام میں) آئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو جن لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس آگ ہی میں رہتے اور دوسروں کی آپ نے تعریف کی اور فرمایا اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف نیکی میں ہے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۴۰)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اقوال صحابہ پر مقدم ہیں

نیز اس آیت میں فرمایا : پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اللہ اور رسول کے ارشادات باقی تمام لوگوں پر مقدم ہیں' ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کو تیمم کرنے سے منع کرتے تھے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کے لیے تیمم کو مشروع کیا ہے اس لیے جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور مجتہدین اسلام نے حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کی جلالت شان کے باوجود ان کے قول کو قبول نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کو مقدم رکھا۔

Marfat.com

اس کی ایک اور مثال یہ ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے ہائے میرے بھائی' ہائے میرے صاحب' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے صہیب تم مجھ پر رو رہے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۲۸۷) جب حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت عمر کا یہ قول بیان کیا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے' خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى — اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الزمر : ۷) (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۲۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ (کی قبر) سے ہوا جس پر لوگ رو رہے تھے' آپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۲۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کو حضرت عمر کے قول پر مقدم رکھا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عام قاعدہ نہیں بیان کیا کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے کیونکہ کسی کے گناہ کا دوسرے کو عذاب نہیں ہوتا' بلکہ آپ نے ایک خاص واقعہ میں ایک یہودی عورت کے متعلق یہ فرمایا تھا' مرتبہ صحابیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ ہے لیکن حضرت عائشہ نے اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کو حضرت عمر کے قول پر مقدم رکھا۔

اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان حج تمتع سے منع کرتے تھے لیکن چونکہ حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اس لیے جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور علماء اسلام نے آپ کی سنت ثابتہ کے مقابلہ میں ان کے قول کو قبول نہیں کیا : مروان بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا' حضرت عثمان تمتع اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ وحجۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بناء پر ترک نہیں کروں گا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۵۶۳)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوتا رہا اور ایک شخص نے اپنی رائے سے جو کہا سو کہا۔ (صحیح البخاری : رقم الحدیث : ۱۵۷۱)

سالم بن عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ اہل شام سے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع' (الگ الگ احرام کے ساتھ حج اور عمرہ جمع کرنے) کے متعلق سوال کیا' حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا وہ جائز ہے' اس نے کہا آپ کے باپ تو اس سے منع کرتے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا یہ بتاؤ کہ میرے باپ حج تمتع سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہو تو میرے باپ کے حکم پر عمل کیا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر! اس شخص

Marfat.com

نے کہا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کیا جائے گا حضرت عبداللہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۸۲۵)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اکابر کا کوئی قول اگر قرآن مجید اور حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اصاغر کے لیے یہ جائز ہے کہ اس قول سے اختلاف کریں اور اللہ اور رسول کے مقابلہ میں ان کے قول کو قبول نہ کریں اور اس میں ان کی کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی بڑائی کا اظہار ہے اور سورہ نساء کی اس آیت پر عمل ہے : پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

ائمہ اور فقہاء کے اقوال پر احادیث کو مقدم رکھنا ان کی بے ادبی نہیں ہے

اسی طرح اگر ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا اور اس میں کسی امام کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ اس آیت پر عمل ہے' امام ابوحنیفہ نے عیدالفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے خواہ متصل روزے رکھے جائیں یا منفصل تاکہ فرض پر زیادتی کے ساتھ تشبیہ نہ ہو' لیکن حدیث صحیح میں اس کی فضیلت اور استحباب ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۱۶۴)

لیکن چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول حدیث صحیح کے خلاف ہے اس لیے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ نے لکھا ہے کہ لیکن عام متاخرین فقہاء کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنے میں مطلقاً" کوئی کراہت نہیں ہے۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸)

علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سب نے اسی طرح لکھا ہے اور ان روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔

اسی طرح امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کی ہے کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا (الجامع الصغیر ص ۵۳۴) اور تمام فقہاء احناف نے عقیقہ کرنے کو مکروہ یا مباح لکھا ہے (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹' عالم گیری ج ۵ ص ۳۶۲)

لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث سے عقیقہ کا سنت ہونا ثابت ہے اس لیے امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ نے لکھا ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۵۴۲' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

دلائل کی بناء پر اکابر سے اختلاف کرنا ان کی بے ادبی نہیں ہے۔

اسی طرح امام احمد رضا قادری کے بعد کے علماء نے امام احمد رضا قادری سے بھی اختلاف کیا ہے۔

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ بدھ کے دن ناخن کاٹنے کے متعلق لکھتے ہیں :

نہ چاہیے حدیث میں اوس سے نہی (ممانعت) آئی کہ معاذ اللہ مورث برص ہوتا ہے بعض علماء رحمہم اللہ نے بدھ کو ناخن کتروائے کسی نے برنباء حدیث منع کیا' فرمایا صحیح نہ ہوئی فوراً برص ہو گئے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۷' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی قادری متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں :

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے جو ہفتہ کے دن ناخن ترشوائے اس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہو گی اور جو اتوار کے دن ترشوائے فاقہ نکلے گا' اور تونگری آئے گی' اور جو پیر کے دن ترشوائے جنون جائے گا اور صحت آئے گی اور جو منگل کے دن ترشوائے مرض جائے گا اور شفا آئے گی اور جو بدھ کے دن ترشوائے وسواس و خوف نکلے گا اور امن و شفا آئے گی الخ۔

(درمختار- ردالمحتار) (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۱۲۲' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں ان میں عموماً" اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ نجس ہے ان کا کھانا حرام بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شے لگی ہوئی ہو نماز نہ ہو گی۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۸۸' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۹۶۶ء لکھتے ہیں :

لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی زبانی سنا یہی معلوم ہوا کہ یہ (اسپرٹ) بھی شراب سے نہیں بنائی جاتی جس کو شرعاً" خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ (اسپرٹ) ایسی شراب کا جوہر ہے جو گنے وغیرہ سے بنائی گئی ہے پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بغرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے۔

(فتاوی مظہریہ ص ۲۸۹' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ سید مہدی حسن مارہرہ کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :

حضور عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً" ممنوع و سنت نصاریٰ و فتح باب ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۵۴' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

فقیہ اعظم مفتی نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ لکھتے ہیں :

پھر حدیث صحیح سے بھی یہ مسئلہ تعلیم الکتابہ للنساء ثابت ہے مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۷۲' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶' مستدرک حاکم ج ۴ ص ۵۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۴۹' میں حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے بکلمات متقاربہ ثابت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور میں بھی حاضر تھی تو مجھے فرمایا کیا تو اس کو رقیہ النملۃ کی تعلیم نہیں دیتی جیسے اس کو کتابت کی تعلیم تم نے دی ہے حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (فتاوی نوریہ ج ۳ ص ۷۴' ۴' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

نیز امام احمد رضا قادری نے سماع مع المزامیر کو حرام لکھا ہے اور استاذ العلماء مولانا حافظ عطا محمد چشتی دامت برکاتہم اور حضرت غزالی زماں امام اہل سنت سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے اس کو جائز لکھا ہے۔

علماء اور مجتہدین حضرات معصوم نہیں دلائل کے ساتھ ان سے اختلاف کرنا جائز ہے

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالمعدوم نہیں پھر سلف صالحین و ائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر شخص کا قول قبول بھی کیا جاتا ہے اور اس کو رد بھی کیا جاتا ہے ماسوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے' جس کی جو بات خلاف حق و جمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا

Marfat.com

جو جماعت کا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۸۳' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نیز فرماتے ہیں :

ویابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ ولکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اپنے کلام اور اپنے رسول ﷺ کے کلام کے سوا کسی کے کلام کو معصوم قرار دینے سے انکار فرماتا ہے (پھر فرمایا) انسان سے غلطی ہوتی ہے مگر رحمت ہے اس پر جس کی خطا کسی امر دینی مہم پر زد نہ ڈالے۔

(الملفوظ ج ۴ ص ۳' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ نے گھڑی کے چین اور عورتوں کی کتابت اور انگریزی لباس وغیرہ کو ناجائز لکھا ہے اور آپ نے ان کو جائز لکھا ہے کیا وہ فتویٰ وقتی اور عارضی تھا اور اب یہ امور جائز ہو گئے ہیں؟ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ نے اس کے جواب میں لکھا :

۱۔ ہاں مجدد وقت کی ایسی ہدایات و تصریحات (جو کتاب و سنت سے مستنبط ہیں) کی روشنی میں یوں ہو سکتا ہے؟ بلکہ عملاً" خود مجدد وقت ہی اس کا سبق بھی دے چکے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ خالصا" لوجہ اللہ تعالیٰ ہو' تعجب ہے کہ خود مستفتی صاحب کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے محققانہ اقوال و فتاوائے شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرہما اجلہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال و فتاویٰ ہیں' جو ان کے خلاف ہیں جن کی بنا قول صوری و ضروری وغیرہ اصول ستہ پر ہے جس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۵ وغیرہا میں ہے بلکہ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ خود ہمارے مجدد برحق کے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا تطفلات ہیں جو صرف متاخرین نہیں بلکہ متقدمین حضرات فقیہ النفس امام قاضی خاں وغیرہ کے اقوال و فتاویٰ شرعیہ پر ہیں جن میں اصول ستہ کے علاوہ سبقت قلم وغیرہ کی صریح نسبتیں بھی مذکور ہیں اور یہ بھی نہاں نہیں کہ ہمارے مذہب مہذب میں مجددین حضرات معصوم نہیں تو تطفلات کا دروازہ اب کیوں بند ہو گیا؟ کیا کسی مجدد کی ہی کوئی ایسی تصریح ہے یا کم از کم اتنی ہی تصریح ہو کہ اصول ستہ کا زمانہ اب گزر گیا لہٰذا لکیر کا فقیر بننا فرض عین ہو گیا' کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صم بکم بن جائیں اور عملاً" اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے' اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اسی ایک جواب سے نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے جواب بھی واضح ہیں البتہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعا" اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں' غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے' کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں' مثلاً یہ کہ وہ لباس جو کفار یا فجار کا شعار ہونے کے باعث ناجائز تھا کیا اب بھی شعار ہے تو ناجائز ہے یا اب شعار نہیں رہا تو جائز ہے' مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

(فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۷۰-۴۶۹)

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر (ایمان لائے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس

وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ

لے جائیں حالانکہ انھیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے بہت دور کی گمراہی

ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى

میں ڈال دے ○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور

الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ

رسول کی طرف تو آپ دیکھتے ہیں منافقین آپ سے اعراض کرتے ہوئے کترا کر نکل جاتے ہیں ○ اس وقت کیا

إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ

حال ہوگا جب ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں

بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ

کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھا ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ

اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي

ان کے دلوں میں ہے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے

أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ

بہت اثر آفریں بات کہیے جو ان کے دلوں میں اتر جائے ○ اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے مغفرت

Marfat.com

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا ، بے حد رحم فرمانے والا پاتے ○

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

تو (اے رسول مکرم) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

کو حاکم نہ مان لیں پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے مان لیں ○

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ

اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل

دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا

جاؤ تو اس پر ان میں سے صرف کم لوگ عمل کرتے اور جو ان کو نصیحت کی گئی ہے

يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ

اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا اور ثابت قدمی کے لیے بہت مضبوط ہوتا ○ اور اس وقت

مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ

ہم انھیں اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتے ○ اور ہم ضرور ان کو سیدھے راستہ پر چلاتے ○ اور جو اللہ

يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ

ہے جو انبیاء ، صدیقین ، شہداء اور صالحین ہیں ، اور یہ کیا ہی

حَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى

عمدہ ساتھی ہیں ○ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کافی

Marfat.com

بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

ہے جاننے والا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر (ایمان لائے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت (سرکش کافر) کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں۔
(النساء : ۶۰)

حضور کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمر کا قتل کر دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ منافقین رسول اللہ کی اطاعت نہیں کرتے اور آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتے اور اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں' امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہے' یہ ایک یہودی عالم تھا۔

ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا' یہودی نے کہا میرے اور تمہارے درمیان ابو القاسم ﷺ فیصلہ کریں گے' اور منافق نے کہا میرے اور تمہارے درمیان کعب بن اشرف فیصلہ کریں گے' کیونکہ کعب بن اشرف بہت رشوت خور تھا اور اس مقدمہ میں یہودی حق پر تھا اور منافق باطل پر تھا' اس وجہ سے یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا' اور منافق کعب بن اشرف کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا' جب یہودی نے اپنی بات پر اصرار کیا تو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے' رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں اور منافق کے خلاف فیصلہ کر دیا' منافق اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اور کہا میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمر فیصلہ کریں گے' دونوں حضرت عمر کے پاس گئے' یہودی نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں اور اس منافق کے خلاف فیصلہ کر چکے ہیں لیکن یہ مانتا نہیں ہے' حضرت عمر نے منافق سے پوچھا کیا ایسا ہی ہے' اس نے کہا ہاں! حضرت عمر نے فرمایا ٹھہرو انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں' گھر گئے تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا' پھر اس منافق کے گھر والوں نے نبی ﷺ سے حضرت عمر کی شکایت کی' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے پوری تفصیل معلوم کی' حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے آپ کے فیصلہ کو مسترد کر دیا تھا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا عمر فاروق ہیں انہوں نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا' نبی ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا تم فاروق ہو اس قول کی بناء پر طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۴۹-۲۴۸' الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵-۲۶۴' الدر المنثور ج ۲ ص ۱۷۹' روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے تو منافقین آپ سے اعراض کرتے ہوئے کترا کر نکل جاتے ہیں۔ اس وقت کیا حال ہو گا جب ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے' تو پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ (النساء : ۶۲-۶۱)

Marfat.com

ابن جریج نے بیان کیا کہ جب مسلمان منافقوں سے کہتے تھے کہ آؤ اپنے مقدمہ کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کراؤ تو وہ منہ موڑ کر کتراتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۹)

جس منافق کو حضرت عمر نے قتل کیا تھا اس کا قصاص لینے کے لیے اس کے اہل آئے اور معذرت کر کے کہنے لگے' کہ ہم نے جو حضرت عمر سے فیصلہ کرانے کے لیے کہا تھا اس سے ہمارا صرف یہ مقصد تھا کہ اس منافق کے ساتھ نیک سلوک ہو اور اس منافق اور اس کے مخالف یہودی کے درمیان صلح ہو جائے' اس آیت میں اس مصیبت سے مراد اس منافق کا قتل کیا جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان منافقوں کے دلوں میں جو شر اور فتنہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے' آپ ان کے بہانوں کو قبول کرنے سے اعراض کیجئے کیونکہ ان کے بہانوں کے قبول کرنے کا مطلب ہے حضرت عمر سے قصاص لینا' اور جو رسول اللہ کا فیصلہ نہ مانے اس کا خون مباح ہے اور اس کا کوئی قصاص نہیں ہے' آپ ان کو زبان سے نصیحت کیجئے اور ان کے نفاق سے درگذر کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان سے ان کے نفسوں میں اثر آفریں بات کیجئے۔ (النساء : ۶۳)

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ ان کو تنہائی میں نصیحت کیجئے' کیونکہ تنہائی میں نصیحت کے قبول کرنے کی توقع زیادہ ہوتی ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان سے ایسی اثر آفریں بات کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا پاتے (النساء : ۶۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو سرزنش کی ہے جو دعویٰ یہ کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لائے ہیں اور اپنے مقدمہ کا فیصلہ یہودی عالم کے پاس لے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کے لیے جب انہیں بلایا جاتا تو وہ منہ موڑ کر کترا کر نکل جاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے' مجاہد نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ نعمت مقدر کر دی ہے۔

پھر فرمایا جب ان منافقوں نے کعب بن اشرف کے پاس اپنا مقدمہ پیش کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر ہی لیا تھا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ آپ کے پاس آ کر معذرت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی چاہتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پاتے۔

نبی ﷺ کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا جواز

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گنہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے' مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے ان

Marfat.com

میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ' میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے : ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤک الآیہ اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں' پھر اس نے دو شعر پڑھے :

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں — جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں — اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا' عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' میں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸' الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵' البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴' مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں :

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے' لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے' اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکور الصدر حکایت بیان کی ہے۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰۔ ۴۵۹' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں :

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیما" و حدیثا" اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمھم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل' اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو انھم اذظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے' غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں' بس حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴) اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں : "کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں' اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے

Marfat.com

ہیں : پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے' بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے (شفاء السقام ص ۴۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور ص ۳۶۶۔۳۶۵' ملخصا" مطبوعہ ادارہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا جواز

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا مستحسن اور مستحب ہے' شیخ ابن تیمیہ نے اس سفر کو سفر معصیت اور سفر حرام کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں (سفر نہ کیا جائے) مسجد حرام' مسجد الرسول' اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۸۹' صحیح مسلم' الحج: ۵۱۱' (۱۳۹۷) ۳۳۲۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۹۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴' ۲۳۸' ۲۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۹۰' جامع الاصول ج ۹ رقم الحدیث: ۶۸۹۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۶۵' مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کجاوہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴' طبع قدیم دار الفکر' مسند احمد ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۵۵۲' طبع دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

شیخ عبد الرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوہام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۷۱' طبع ملتان)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب' بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی' اور کہا کہ عبد الحمید بن بہرام کی وہ

Marfat.com

احادیث صحت کے قریب ہیں جو شہر بن حوشب سے مروی ہیں' دارمی نے کہا امام احمد شہر بن حوشب کی تعریف کرتے تھے امام ترمذی نے کہا امام بخاری نے فرمایا شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے' ابن معین نے کہا یہ ثقہ ہے' ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷-۳۲۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین مزی متوفی ۷۴۲ھ' اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ' اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں (تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۰۹' میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۹۰' طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶) اور شیخ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ۱۰ ص ۲۰۱' طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے' بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت' رشتہ داروں سے ملنے' دوستوں سے ملنے' علوم مروجہ کو حاصل کرنے' تلاش معاش' حصول ملازمت' سیر و تفریح' سیاحت اور سفارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز' حرام اور سفر معصیت ہو گا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے)۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۷۱' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو سفر کی انواع ذکر کی ہیں وہ سب غرض صحیح پر مبنی ہیں اور ان کے جواز پر کون سے دلائل ہیں جو صحاح ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابلہ میں راجح ہوں؟ خصوصاً" نیک لوگوں' رشتہ داروں' دوستوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے سفر کرنے' اسی طرح سائنسی علوم کے حصول' تلاش معاش' حصول ملازمت اور سیر و تفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر راجح یا اس کے لیے ناسخ ہوں! نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۶۴-۷۶۳ ملاحظہ فرمائیں' شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے' حافظ ابن حجر نے فرمایا یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے' اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہو گا۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴' مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو (اے رسول مکرم) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ

Marfat.com

پائیں اور اس کو خوشی سے مان لیں۔ (النساء : ۶۵)

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں ہے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے سامنے زمین کو سیراب کرنے والی پانی کی ایک نالی میں جھگڑا کیا وہ دونوں اس سے اپنے درختوں کو پانی دیتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا : اے زبیر تم اپنی زمین کو پانی دو' پھر پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو' وہ انصاری غضبناک ہوا اور اس نے کہا یہ آپ کے عم زاد ہیں اس لیے! رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا : اے زبیر تم پانی دو پھر پانی کو روک لو حتی کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے' حضرت زبیر نے کہا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم (صحیح البخاری رقم الحدیث : ۲۳۶۰' ۲۳۵۹' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۳۵۷' سنن ابوداؤد : ۳۶۳۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۳۸' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۴۳۱' ۵۴۳۱' سنن کبری للنسائی' رقم الحدیث : ۱۱۱۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۴۸۰' سنن کبری للبیہقی ج ۶ ص ۱۵۳)

امام ابن جریر نے اس آیت کے شان نزول میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں مذکور الصدر حضرت عبداللہ بن الزبیر کی روایت بھی ذکر کی ہے اور وہ روایت بھی ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہوا' منافق یہ فیصلہ کعب بن اشرف سے کرانا چاہتا تھا بعد ازاں جس کا حضرت عمر نے سر اڑا دیا تھا' امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے اس آیت کے نزول کا سبب ہوں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مومن نہیں ہے' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک فیصلہ کو بہ ظاہر مان لیتا ہے' لیکن دل سے قبول نہیں کرتا اس لیے فرمایا کہ وہ آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی تنگی نہ پائیں' بعض اوقات ایک عدالت سے فیصلہ کے بعد اس سے اوپر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جیسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ کی جا سکتی ہے لیکن نبی ﷺ کے فیصلہ کرنے کے بعد پھر کسی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ نہیں کی جا سکتی' اس لیے بعد میں فرمایا اس فیصلہ کو خوشی سے مان لو' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جو فیصلہ کریں وہ خطا سے مامون اور محفوظ بلکہ معصوم ہوتا ہے۔ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے اگر کوئی شخص کتنا ہی عبادت گزار ہو لیکن اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ اگر حضور ایسا نہ کرتے اور ایسا کر لیتے تو وہ مومن نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں سے صرف کم لوگ عمل کرتے' اور جو ان کو نصیحت کی گئی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ (النساء : ۶۶)

Marfat.com

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان منافقین پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے وطن سے نکل جاؤ تو ان منافقوں میں سے بہت کم لوگ اس پر عمل کرتے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور اپنی رحمت سے ہم پر آسان اور سہل احکام فرض کیے تو ان منافقوں کو چاہئے تھا کہ یہ نفاق کو ترک کر دیتے' دکھاوے اور سنانے کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوتے اور اگر یہ ایسا کرتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے' جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا ○

نبی ﷺ کی زیارت کے لیے صحابہ کا اضطراب

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوا' آپ نے پوچھا کیا ہوا میں تم کو غمزدہ کیوں دیکھ رہا ہوں' اس نے کہا : اے اللہ کے نبی میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم ہر صبح و شام آپ کے چہرے کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں' کل جب آپ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے' اور ہم آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں تو ہمارا کیا حال ہو گا' نبی ﷺ نے ابھی اس کو کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے : اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ الآیہ

(جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۴' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اہل جنت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا ان کے درجوں میں مساوات کو مستلزم نہیں

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے اور انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین سب جنت کے ایک درجہ میں ہوں گے' کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ فاضل اور مفضول کا ایک درجہ ہو جائے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت میں رہنے والے سب ایک دوسرے کی زیارت کرنے پر قادر ہوں گے اور ان کے درجات کا فاصلہ ایک دوسرے کی زیارت اور مشاہدہ کے لیے حجاب نہیں ہو گا۔

اس آیت میں انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کا ذکر کیا گیا ہے ہم سطور ذیل میں ان کی تعریفات ذکر رہے ہیں :

نبی' صدیق' شہید اور صالح کی تعریفات

(۱) نبی وہ انسان ہے جس پر وحی نازل ہو اور جس کو اللہ نے مخلوق تک اپنے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا ہو۔

(۲) صدیق وہ شخص ہے جو اپنے قول اور اعتقاد میں صادق ہو۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر فاضل صحابہ' اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کیونکہ وہ صدق اور تصدیق میں دوسروں پر فائق اور غالب ہوتے ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو

Marfat.com

دین کے تمام احکام کی بغیر کسی شک اور شبہ کے تصدیق کرے وہ صدیق ہے۔

(۳) شہید وہ شخص ہے جو دلائل اور براہین کے ساتھ دین کی صداقت پر شہادت دے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتا ہوا مارا جائے جو مسلمان ظلماً" قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے۔

(۴) صالح نیک مسلمان کو کہتے ہیں' جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں۔

اس آیت میں چونکہ صدیقین کا ذکر آیا ہے اس لیے ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بعض خصوصیات اور فضائل

(۱) امام بخاری حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا' تم لوگوں نے کہا آپ جھوٹے ہیں (العیاذ باللہ) اور ابوبکر نے تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری غم خواری کی۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۳۶۶۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے تھے جب اور لوگ آپ کی تکذیب کر رہے تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر نے امت میں سب سے پہلے تبلیغ اسلام کی اور ان کی تبلیغ سے حضرت عثمان' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم ایسے اکابر صحابہ اسلام لائے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت میں اپنی رفاقت کے لیے تمام صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج میں مسلمانوں کا امیر بنایا۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام علالت میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

(۷) واقعہ معراج کی جب کافروں نے تکذیب کی تو حضرت ابوبکر نے آپ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور یہیں سے آپ کا لقب صدیق ہوا۔

(۸) غزوہ تبوک میں گھر کا سارا سامان اور مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں آپ کو صدیق فرمایا۔

(۱۰) قرآن مجید میں نبوت کے بعد جس مرتبہ کا ذکر ہے وہ صدیقیت ہے اور متعدد آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے ذکر کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابوبکر کے صدیق ہونے پر امت کا اجماع ہے اور چونکہ نبی کے بعد صدیق کا ذکر اور مقام ہے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو، پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں

Marfat.com

جَمِيعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ ج فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ

روانہ ہو یا سب مل کر روانہ ہو۞ بیشک تم میں وہ (گروہ بھی) ہے جو ضرور تاخیر کرے گا، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو وہ

قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ

کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر انعام کیا کہ میں (جنگ میں) ان کے ساتھ نہ تھا ۞ اور اگر تمہیں

أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ

اللہ کا فضل (مالِ غنیمت) مل جائے تو ضرور (اس طرح) کہے گا گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی

مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ

نہ تھی کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا ۞ پس اللہ کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ط

ان لوگوں کو لڑنا چاہیے جو آخرت (کے ثواب) کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں۔

وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آجائے تو ہم عنقریب

نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے ۞ اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ

حالانکہ بعض کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں

يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ج وَ

اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، اور

اجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ج لا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ

ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنا دے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنا

Marfat.com

نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ

دے ○ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر

كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ

ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو (اے مسلمانو!) تم شیطان

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ ع ۱۰ ۶ ۷

کے مددگاروں سے لڑو، بیشک شیطان کا مکر کمزور ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو' پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں روانہ ہو یا سب مل کر روانہ ہو۔ (النساء: ۷۱)

ربط آیات اور خلاصہ مضمون

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق وعید نازل فرمائی تھی' اور ان کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا تھا' ان آیتوں میں مسلمانوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور کافروں سے جہاد کے لیے سامان جنگ تیار رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ کہیں کفار اچانک حملہ نہ کر دیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا حال بیان فرمایا جو جہاد کی راہ میں روڑے اٹکانے والے تھے' اس سے پہلی آیات میں مسلمانوں کے ملک کے داخلی اور اندرون ملک کی اصلاح کے لیے آیات نازل فرمائی تھیں اور اب بیرون ملک اور میدان جنگ کے سلسلہ میں ہدایات نازل کی ہیں۔

جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کا بیان

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ کفار کے دفاع اور اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ اور ہتھیار فراہم کریں' اور دشمن جس طرح کے ہتھیار استعمال کر رہا ہے ویسے ہی ہتھیار استعمال کریں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ میں خالد بن ولید کو لکھا دشمنوں کے مقابلہ میں ان جیسے ہتھیار استعمال کرو۔ تلوار کے مقابلہ میں تلوار اور نیزہ کے مقابلہ میں نیزہ سے لڑو۔ اب دنیا میں اپنی بقاء کے لیے ایٹمی طاقت بننا ضروری ہے اور دشمنان اسلام سے مقابلہ اور جہاد کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے لیکن ہمارے طالب علم جدید ثقافت کے نام پر بین الاقوامی کھیلوں کے میدان میں ہیرو بننا چاہتے ہیں' ڈسکو میوزک' لڑکے لڑکیوں کے مخلوط رقص' اور اچھل کود کے شوز میں ڈوبے ہوئے ہیں اور متوسط گھر ڈش انٹینا اور ٹی۔ وی اور وی۔ سی۔ آر کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ ایسے میں مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد کہاں سے پیدا ہو گا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تم میں (وہ گروہ) بھی ہے جو ضرور تاخیر کرے گا' پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو وہ کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر انعام کیا کہ میں (جنگ میں) ان کے ساتھ نہ تھا○ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل (مال غنیمت) مل جائے تو ضرور (اس طرح) کہے گا گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا

Marfat.com

تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا○ (النساء : ۷۳-۷۲)

ان دو آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ تمہارے درمیان منافق بھی ہیں اور بزدل اور کمزور ایمان والے بھی ہیں' منافقوں کو تو جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' کیونکہ ان کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی محبت نہیں ہے اور جو بزدل اور کمزور ایمان والے ہیں- وہ موت کے ڈر سے جہاد میں شریک نہیں ہونا چاہتے' یہ لوگ جہاد کے نتیجہ اور انجام کے منتظر رہتے ہیں اگر کسی معرکہ میں مسلمان قتل ہو جائیں یا بہت زخمی ہو جائیں تو یہ جہاد میں اپنے شریک نہ ہونے اور قتل سے بچنے کی وجہ سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس لشکر میں وہ نہیں تھے' اور اگر مسلمان فتح یاب ہو کر لوٹیں اور بہت سامال غنیمت لائیں تو یوں کہتے ہیں جیسے ان کا تمہارے دین سے کوئی تعلق ہی نہیں' کاش ہم بھی اس معرکہ میں ہوتے اور ہم کو بھی مال غنیمت سے حصہ ملتا-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پس اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہئے جو آخرت (کے ثواب) کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آ جائے تو ہم عنقریب اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے-(النساء : ۷۴)

اخروی اجر و ثواب کے لیے جہاد کرنا

اس سے پہلی آیتوں میں جہاد سے منع کرنے والوں کی مذمت کی تھی اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کر رہا ہے' اس آیت میں فرمایا ہے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو اخروی ثواب کے بدلہ میں اپنی دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں' انسان طبعاً" اپنی زندگی خرچ کرنے کو بھاری سمجھتا ہے لیکن جب اس کو یقین ہو گا کہ یہ زندگی خرچ کرنے سے اس کو آخرت کی نعمتیں ملیں گی تو وہ بہت خوشی سے اس راہ میں زندگی خرچ کرے گا' اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور اخیر میں فرمایا پس تم نے جو اللہ سے بیع کی ہے' اس بیع پر خوش ہو جاؤ- پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اس جنگ میں شہید ہو گئے تو اللہ کی راہ میں شہادت کا بڑا اجر ہے اور اگر تم غالب آ گئے تو اخروی اجر کے ساتھ دنیاوی منفعت بھی حاصل ہو گی- خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کرنے میں تمہارا سراسر فائدہ ہے خواہ تم غالب ہو یا مغلوب-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' حالانکہ بعض کمزور مرد' عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنا دے- (النساء : ۷۵)

مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی اور جہاد کے خلاف حیلوں اور بہانوں کو زائل فرمایا ہے' اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے' جہاد کی وجہ سے شرک کے اندھیروں کی جگہ توحید کا نور پھیلتا ہے' شر اور ظلم کے بجائے خیر اور عدل کا دور دورہ ہوتا ہے اور مکہ میں تمہارے جو مسلمان بھائی مرد' عورتیں اور بچے کفار کے ظلم کا شکار ہیں' کفار ان کو ہجرت کرنے نہیں دیتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں' اور تم خود مکہ کی زندگی میں ان کے مظالم کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے ہو' بلال' صہیب اور عمار

Marfat.com

بن یاسر پر کس کس طرح مشق ستم کی جاتی تھی' سو کفار کے خلاف جہاد کر کے تم اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کی دست برد سے بچا سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں' سو (اے مسلمانو) تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو' بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔(النساء : ۷۶)

مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ میں ہر ایک کا ہدف اور نصب العین

اس آیت میں یہ بتایا کہ جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو اس جنگ سے کافروں کی غرض کیا ہوتی ہے اور مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہیے' کافر مادی مقاصد کے حصول کے لیے جنگ کرتے ہیں اور بت پرستی کا بول بالا کرنے کے لیے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کی حمایت میں لڑتے ہیں' ان کے پیش نظر زمین اور مادی دولت ہوتی ہے' نام و نمود اور اپنی بڑائی کے لیے اور دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے لڑتے ہیں اور کمزور ملکوں کی زمین' ان کی معدنی دولت اور ان کے ہتھیاروں کو لوٹنے کے لیے لڑتے ہیں' اس کے برعکس مسلمانوں کے سامنے اخروی مقاصد ہوتے ہیں' وہ اللہ کی بڑائی اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں' وہ بت پرستی' کفر' شر اور ظلم کو مٹانے' نظام اسلام کو قائم کرنے' خیر کو پھیلانے اور عدل و انصاف کو نافذ کرنے کے لیے لڑتے ہیں' ان کا مقصد زمین کو حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے' وہ اپنے استعمار اور آمریت قائم کرنے کے لیے اور دوسروں کی زمین اور دولت پر قبضہ کرنے اور لوگوں کو اپنا محکوم بنانے کے لیے نہیں لڑتے بلکہ انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کرا کر سب لوگوں کو خدائے واحد کے حضور سربسجود کرانے کے لیے جہاد کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی ترغیب جہاد کے نکات

اپنے ملک کے دفاع اور کفار کے خلاف جہاد کے لیے اسلحہ کو حاصل کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ توکل کا معنی ترک اسباب نہیں ہے بلکہ کسی مقصود کے حصول کے اسباب کو فراہم کر کے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا توکل ہے۔

اسی طرح آلات حرب کو حاصل کرنا بھی تقدیر کے خلاف نہیں ہے بلکہ جہاد کی تیاری کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ اس رکوع کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ جہاد کے لیے پے در پے مجاہدوں کے دستے بھیجنا بھی جائز ہے اور یک بارگی مل کر حملہ کرنا بھی جائز ہے اور یہ کہ ہر دور میں کچھ لوگ اپنی بدنیتی یا بزدلی کی وجہ سے یا غداری اور منافقت کی وجہ سے جہاد سے منع کرنے والے بھی ہوتے ہیں' لیکن مسلمان ان سے متاثر نہ ہوں بلکہ اخروی اجر و ثواب کی وجہ سے جہاد کریں' وہ جہاد میں غالب ہوں یا مغلوب ہر صورت میں ان کے لیے اجر ہے' نیز یہ بتایا ہے کہ جہاد کا ایک داعیہ اور سبب یہ ہے کہ جس خطہ زمین میں کافروں نے مسلمانوں کو غلام بنایا ہوا ہے یا ان کے ملک پر قبضہ کر کے ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا ہوا ہے' ان کو کافروں اور ظالموں سے آزاد کرانے کے لیے بھی جہاد کرنا چاہیے اور آخر میں یہ بتایا کہ کافروں کا جنگ میں کیا مطمح نظر ہوتا ہے اور مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہیے۔

ترغیب جہاد کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :) جو شخص میرے راستہ میں جہاد کے لیے نکلا اور وہ شخص صرف مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسول کی تصدیق کی وجہ سے نکلا ہو۔ میں اس کا ضامن ہوں کہ اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں یا جنت میں داخل کر دوں' (آپ نے فرمایا :) اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر میں شامل ہوئے بغیر نہ رہتا' اور بے شک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۳۶' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۷۶' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۰۴۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا کسی عبادت کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' انہوں نے دو یا تین مرتبہ یہی سوال کیا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' تیسری بار آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھے' رات کو قیام کرے اور اللہ کی آیات کی تلاوت کرے اور وہ روزے اور نماز سے تھکتا نہ ہو۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۷۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۶۲۵)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہر شخص کا خاتمہ اس کے عمل پر کر دیا جاتا ہے۔ ماسوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے اس کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا رہے گا۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۶۲۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۵۰۰' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۸۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴' مشکل الآثار ج ۳ ص ۱۰۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل اعمال ہیں' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ در آں حالیکہ تم صبر کرنے والے ہو' ثواب کی نیت کرنے والے ہو آگے بڑھ کر وار کرنے والے ہو پیچھے ہٹنے والے نہ ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم نے کیا کہا؟ اس شخص نے کہا میں نے کہا یہ بتائیے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں بہ شرطیکہ تم صبر پر قائم ہو' اور تمہاری نیت ثواب کی ہو' تم آگے بڑھنے والے ہو' پیچھے ہٹنے والے نہ ہو تو قرض کے سوا تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے' مجھ سے ابھی جبرائیل نے یہ کہا ہے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۸۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۷۱۸' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۱۵۶)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : شہید کو قتل ہونے سے صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی شخص کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔

(سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۱۶۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۶۶۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۸۰۲)

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان شخص نے اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر بھی جہاد کیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی' اور جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا اس کا خون بہا وہ جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کا بہت زیادہ خون بہہ رہا ہو گا اس خون کا رنگ زعفران کا ہو گا اور خوشبو مشک کی ہو گی۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۶۶۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۵۴۱' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۱۴۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۹۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ (ابھی جنگ سے) اپنے ہاتھ روکے رکھو، اور نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا

سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور انہوں نے کہا اے ہمارے

لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ

رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا! کیوں نہ تو نے ہمیں کچھ اور مہلت دی ہوتی،

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا

آپ کہیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے، اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے اور

تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ

تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ تم جہاں کہیں بھی ہو تم کو موت پالے گی خواہ تم مضبوط قلعوں

فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ

میں ہو، اور اگر ان کو کچھ اچھائی پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ

کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچے تو (اے رسول مکرم) یہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے

Marfat.com

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

آپ کہیے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ یہ کوئی بات سمجھ نہیں

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝۷۸ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَ

پاتے ○ (اے مخاطب) تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور

مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ

تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری ذات کی وجہ سے ہے، اور ہم نے آپ کو تمام

لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۷۹ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ (بہ طور) گواہ کافی ہے ○ جس نے رسول کی اطاعت کی

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰ ۭ

تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کرلی، اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو اس کا نگران بنا کر نہیں بھیجا ○

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ

وہ آپ سے کہتے ہیں ہم نے اطاعت کی اور جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ

مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ

رات کو اس بات کے خلاف کہتا ہے جو وہ کہہ چکا تھا اور اللہ اس کو لکھتا ہے جو کچھ وہ رات کو کہتے ہیں تو آپ ان سے

عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۸۱ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

اعراض کیجیے اور اللہ پر توکل کیجیے اور اللہ (بہ طور) کارساز کافی ہے ○ وہ قرآن میں غور کیوں

الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا

نہیں کرتے: اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کے پاس سے آیا ہوتا تو یہ اس میں بہت اختلاف

كَثِيْرًا ۝۸۲ وَاِذَا جَاۗءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا

پاتے ○ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو یہ اس کو پھیلا

Marfat.com

بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ

دیتے ہیں اور اگر یہ اس خبر کو رسول یا اپنے صاحبانِ علم کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے خبر کا تجزیہ

الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

کرنے والے ضرور اس کے (صحیح) نتیجہ تک پہنچ جاتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ

رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم شیطان کی پیروی کر لیتے ○ سو آپ اللہ کی راہ میں قتال

اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ

کیجئے آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا، اور آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں، عنقریب اللہ کافروں

اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ

کے زور کو روک دے گا اور اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کا عذاب

تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ

بہت شدید ہے ○ جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے ،

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ

اور جو بری سفارش کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے اور اللہ

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا

ہر چیز پر قادر ہے ○ اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے

بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا

حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ النصف

ہے ○ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس

Marfat.com

لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿۸۷﴾ ع 11/11 8

میں کوئی شک نہیں ہے اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ (ابھی جنگ سے) اپنے ہاتھ روکے رکھو' اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو' پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے اس طرح ڈرنے لگا' جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ' اور انہوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا! کیوں نہ تو نے ہمیں کچھ اور مہلت دی ہوتی آپ کہئے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے' اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (النساء : ۷۷)

شان نزول اور ربط آیات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہجرت سے پہلے بعض صحابہ کفار سے جلد جنگ کرنا چاہتے تھے' انہوں نے کہا آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم مشرکین سے مکہ میں قتال کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا ابھی مجھے کفار سے قتال کرنے کی اجازت نہیں ملی اور جب ہجرت ہو گئی اور مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے اس کو مکروہ جانا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۸) امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور بعض دیگر صحابہ نے ایسا کہا تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۲۵) واللہ اعلم بالصواب۔

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ملک کے دفاع اور کفار کے خلاف جہاد کی تیاری کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ موت کے ڈر سے جہاد کرنے سے گھبراتے ہیں' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جہاد سے منع کرنے والے کچھ ضعیف مسلمان اور منافقین تھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم پر فتیل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا' فتیل کا معنی باریک دھاگا بھی ہے' اور کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سا چھلکا ہوتا ہے اس کو بھی فتیل کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تم جہاں کہیں بھی ہو تم کو موت پا لے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر ان کو کچھ اچھائی پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچے تو (اے رسول مکرم) یہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے' آپ کہئے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے' تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ یہ کوئی بات سمجھ نہیں پاتے۔

(النساء : ۷۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت ایک حتمی چیز ہے اور جب انسان کی مدت حیات پوری ہو جائے تو اس کو موت بہرحال آ لیتی ہے خواہ وہ کھلے میدان میں ہو یا کسی مضبوط قلعہ میں ہو یا وہ میدان جنگ میں ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے متعدد معرکوں میں حصہ لیا' اور بہت جنگیں لڑیں لیکن وہ کسی جنگ میں شہید نہیں ہوئے ان کو بستر پر طبعی موت آئی

Marfat.com

اس سے واضح ہو گیا کہ جہاد میں شرکت کرنا موت کا سبب نہیں ہے' موت صرف اپنے وقت پر آتی ہے خواہ انسان میدان جنگ میں ہو یا اپنے گھر کے بستر پر!

البتہ مضبوط قلعوں اور مستحکم مکانوں کا بنانا ناجائز نہیں ہے' اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے اسباب مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے' نبی ﷺ نے خندقیں کھدوائیں اور صحابہ کرام زرہ پہن کر لڑتے تھے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے لیکن ان میں سے کوئی چیز انسان کو موت سے بچا نہیں سکتی۔

اچھائی اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور برائی ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں

جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے محترم اصحاب رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ آئے اور اس کے بعد یہودیوں اور منافقوں کو اچھائیاں اور برائیاں' راحتیں اور مصیبتیں پہنچیں تو انہوں نے کہا جب سے یہ مدینہ میں آئے ہیں ہمارے پھلوں اور کھیتوں کی پیداوار کم ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' سختی ہو یا آسانی' کامیابی ہو یا ناکامی فصلوں کی پیداوار زیادہ ہو یا کم' فائدہ ہو یا نقصان' اور بیماری ہو یا صحت' تمام امور کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی قضا اور قدر سے ہوتا ہے' البتہ جب تم پر رزق کی وسعت' خوشحالی اور فراخ دستی ہو تو یہ محض اللہ کا فضل اور انعام ہے۔ سو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرو اور جب تم کو تنگی اور رزق میں کمی پہنچے تو یہ تمہارے گناہوں اور شامت اعمال کا نتیجہ ہے اس کی نسبت اپنی طرف کرو۔

بعض پڑھے لکھے جاہلوں نے "کل من عند اللہ" کا غلط معنی سمجھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال اور برے اعمال دونوں اللہ کی طرف سے ہیں تو اس میں بندے کا کیا قصور ہے! اور اس کو آخرت میں سزا کیوں ملے گی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اچھائی اور برائی اور ہر چیز کا تعلق امور تکوینیہ سے ہے امور تشریعیہ سے نہیں ہے' امور تکوینیہ سے مراد وہ امور ہیں جو بندوں کے دخل کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے پیدا ہونا' مرنا' صحت' بیماری' بارش کا ہونا نہ ہونا' طوفانوں اور زلزلوں کا آنا وغیرہ' اور امور تشریعیہ سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے یا ان کو نہ کرنے کا بندوں کو حکم دیا ہے مثلاً نیک کام کرنا اور برے کاموں کو ترک کرنا' نیک اور بد کاموں میں سے جس کا بھی بندہ قصد اور ارادہ کرتا ہے اللہ اس کو پیدا فرما دیتا ہے' بندہ کے ارادہ کو کسب اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کو خلق اور ایجاد کہتے ہیں' اور بندہ کو اس کے کسب کی وجہ سے جزاء یا سزا ملتی ہے' جو کسب اور خلق کا فرق نہیں کرتے ان میں سے بعض کہتے ہیں انسان پتھروں کی طرح مجبور ہے اور ہر نیک اور بد کام کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں یہ جبریہ ہیں' اور بعض کہتے ہیں انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے یہ معتزلہ ہیں' اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے' جبریہ اور معتزلہ مردہ مذاہب ہیں لیکن ان کے نظریات اور آثار اب بھی بعض لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کر لی اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو اس کا نگران بنا کر نہیں بھیجا○ وہ آپ سے کہتے ہیں ہم نے اطاعت کی اور جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس بات کے خلاف کہتا ہے جو وہ کہہ چکا تھا' اور اللہ اس کو لکھ لیتا ہے جو کچھ وہ رات کو کہتے ہیں' تو آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر توکل کیجئے اور اللہ (بہ طور) کارساز کافی ہے۔

(النساء : ۸۱۔۸۰)

Marfat.com

منصب رسالت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے‘ حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول کی اطاعت حجت ہے‘ امام شافعی نے الرسالہ میں ذکر کیا ہے کہ ہروہ کام جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے مثلاً حج‘ نماز اور زکوٰۃ‘ اگر رسول اللہ ﷺ ان کا بیان نہ فرماتے تو ہم ان کو کیسے ادا کرتے اور کسی بھی عبادت کو انجام دینا ہمارے لیے کس طرح ممکن ہوتا‘ اور جب احکام شرعیہ کا آپ کے بیان کے بغیر ادا کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر آپ کی اطاعت کرنا حقیقت میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔ (الوسیط ج ۲ ص ۸۴‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری معصیت کی اس نے اللہ کی معصیت کی‘ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔

(صحیح مسلم‘ رقم الحدیث : ۱۸۳۵‘ صحیح بخاری‘ رقم الحدیث : ۷۱۳۷‘ سنن ابن ماجہ‘ رقم الحدیث : 2859‘ مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۱)

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں اس کی اطاعت حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم دینا اللہ کا حکم دینا ہے‘ آپ کا منع کرنا اللہ کا منع کرنا ہے‘ آپ کا وعدہ اللہ کا وعدہ ہے اور آپ کی وعید اللہ کی وعید ہے‘ آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے اور آپ کا غضب اللہ کا غضب ہے‘ اور آپ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے‘ کیونکہ آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور سورہ آل عمران : ۳۱‘ میں آپ کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے‘ اگر آپ کے قول یا عمل میں معصیت اور گناہ آ سکے تو پھر معصیت اور گناہ میں بھی آپ کی اتباع واجب ہوگی اور یہ محال ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو اس کا نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں :

(۱) اگر کوئی شخص زبان سے اسلام کو قبول کر لیتا ہے اور دل سے ایمان نہیں لاتا تو آپ اس کے نگران نہیں ہیں کیونکہ آپ کے احکام صرف ظاہر پر ہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص آپ کی تبلیغ کے باوجود ظاہراً بھی اسلام نہیں لاتا تو آپ غم نہ کریں‘ کیونکہ آپ کسی کو جبراً مسلمان بنانے والے نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا : وہ آپ سے کہتے ہیں ہم نے اطاعت کی اور جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو۔ الخ۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین موافقت اور اطاعت کو ظاہر کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہتے تھے کہ ہم اللہ

Marfat.com

اور اس کے رسول پر ایمان لائے تاکہ اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیں' اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے تو اس کے خلاف کہتے تھے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۱۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزنش فرمائی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور اللہ اس کو لکھ لیتا ہے جو کچھ وہ رات کو کہتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ جو کراما" کاتبین مقرر کیے ہیں وہ ان کی باتوں کو لکھ لیتے ہیں' اس کے بعد فرمایا آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر توکل کیجئے' یعنی آپ ان سے درگزر فرمائیں اور ان کا مواخذہ نہ کریں اور نہ (ابھی) ان کے نفاق کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اور اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات کو اللہ پر چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ ان کے شر کو آپ سے دور کرنے کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے! اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کے پاس سے آیا ہوتا تو یہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (النساء : ۸۲)

قرآن مجید میں اختلاف نہ ہونے کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کے معانی میں اور اس کے الفاظ بلیغہ میں غور کیوں نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قرآن مجید میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ اضطراب ہے نہ تعارض اور تضاد ہے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت اختلاف اور تعارض ہوتا' اور جب ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

غیر اللہ کے کلام میں اختلاف تین وجہ سے ہو سکتا ہے' اس کے الفاظ میں اختلاف ہو یا معنی میں یا ترتیب میں' الفاظ میں اختلاف اس طرح ہو سکتا تھا کہ بعض الفاظ تو فصاحت اور بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچے ہوں اور بعض اس حد سے کم ہوں اور جب قرآن مجید کا تمام متن کلام معجز ہے اور اس کی ہر سورت اور ہر آیت حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے تو اس میں الفاظ کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہے' اور اس میں معانی کے اعتبار سے اس طرح اختلاف ہو سکتا تھا کہ اس میں غیب کی خبریں جو بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض صحیح ہوتیں اور بعض غلط ہوتیں' اسی طرح مبدء اور معاد کے جو تکوینی احکام بیان کیے گئے ہیں وہ غلط ثابت ہوتے حالانکہ ہر زمانہ میں قرآن مجید کی صداقت تسلیم کی جاتی رہی ہے' اور قرآن مجید نے ماضی کی جو خبریں اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے جو احوال بیان کیے ہیں وہ حرف بہ حرف صادق ہوئے' اسی طرح قرآن مجید نے جو عقائد اور احکام شرعیہ بیان کیے ان میں بھی کسی قسم کا کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے۔

قرآن مجید میں روز افزوں واقعات اور نئے نئے احوال کے مطابق آیات نازل ہوتی رہیں اور بہ یک وقت کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہیں اور نبی ﷺ ہر آیت کو اس سے متعلق سورت میں لکھواتے رہے اور کسی جگہ ترتیب میں کوئی خطا یا کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی۔

دنیا کی ہر کتاب میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ سے کوئی خطاء اور کوئی غلطی اور کوئی تعارض اور تضاد واقع ہو جاتا ہے صرف اللہ کی کتاب قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس میں کسی وجہ سے کہیں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ اس خبر کو رسول یا صاحبان علم کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے خبر کا تجزیہ کرنے والے ضرور ان کے (صحیح) نتیجہ تک پہنچ جاتے

Marfat.com

الخ (النساء : ۸۳)

اس آیت میں استنباط کا لفظ ہے' استنباط کا معنی ہے کسی چیز سے کسی چیز کو نکالنا' اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ عالم اپنی عقل اور علم سے کسی خبر میں غور و فکر کر کے اس سے صحیح نتیجہ نکالے' قرآن اور حدیث میں غور و فکر کر کے ان سے احکام شرعیہ اخذ کرنے کو بھی استنباط کہتے ہیں۔

شان نزول

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوتے اور لشکر کو شکست ہوتی یا اس کو مال غنیمت حاصل ہوتا' تو وہ نبی ﷺ کے خبر دینے سے پہلے اس خبر کو اڑا دیتے تھے تاکہ مسلمانوں کے دل کمزور ہوں اور نبی ﷺ کو اذیت پہنچے' اگر وہ یہ خبر نہ پھیلاتے حتی کہ رسول اللہ ﷺ یا آپ کے معظم اصحاب میں سے مثلاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہ اس خبر کی خود تحقیق کرتے تو وہ اس خبر سے صحیح نتیجہ نکال لیتے۔ (الوسیط ج ۲ ص ۸۷)

امام ابن جریر نے لکھا ہے ان لوگوں سے مراد منافق ہیں یا ضعفاء مسلمین (جامع البیان ج ۵ ص ۱۱۴)

اس آیت میں اولی الامر سے مراد یا تو ان لشکروں کے امیر ہیں یا اصحاب علم و فضل ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۷۲)

قیاس اور تقلید کے حجت ہونے کا بیان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت میں قیاس بھی حجت اور دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ واجب کیا ہے کہ خبر کے ظاہر پر عمل نہ کیا جائے بلکہ غور و فکر کر کے اس خبر سے صحیح نتیجہ اخذ کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام ظاہر نص سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ ظاہر نص سے جو حکم مستنبط کیا جائے اس پر عمل کرنا واجب ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نئے نئے مسائل پیش آتے ہیں ان میں عوام پر واجب ہے کہ وہ علماء کی تقلید کریں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بھی مسائل شرعیہ میں استنباط کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے بعد پیش آمدہ واقعات اور مسائل حاضرہ میں اصحاب علم کو قرآن اور احادیث سے استنباط اور اجتہاد کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے' آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا۔

(النساء : ۸۴)

شان نزول اور ربط آیات

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی بہت زیادہ ترغیب دی تھی' اور ان لوگوں کی مذمت کی تھی جو جہاد سے روکتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا آپ ان لوگوں کے منع کرنے کی طرف توجہ اور التفات نہ کیجئے بلکہ آپ خود اللہ کی راہ میں قتال کیجئے۔

نبی ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دیا ہے خواہ آپ کو تنہا کافروں سے جہاد کے لیے جانا پڑے' ابوسفیان نے بدر الصغری میں آپ سے مقابلہ کا وعدہ کیا تھا' بعض مسلمانوں نے وہاں جانا ناپسند کیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' آپ نے کسی کے منع کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور ستر مسلمانوں کے ساتھ آپ روانہ ہوئے اگر کوئی نہ جاتا تو آپ تنہا روانہ ہو جاتے۔

Marfat.com

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور دلیر تھے اور قتال کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے' کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف نبی ﷺ کو قتال کا مکلف کیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے' سو نبی ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کرنے کے لیے بہت ارشادات فرمائے جن کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا عنقریب اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا' اللہ کے کلام میں جب بھی عسیٰ (عنقریب) کا لفظ آئے تو وہ یقین کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ عنقریب کفار مغلوب ہوں گے اور مسلمان غالب ہوں گے' سو بعد میں ایسا ہی ہوا اور تمام جزیرہ عرب مسلمانوں کے تسلط میں آگیا اور جب تک مسلمان احکام شرعیہ سے تغافل' عیاشی اور باہمی تفرقہ میں مبتلا نہیں ہوئے اور تبلیغ اسلام کے لیے دنیا میں جہاد کرتے رہے تمام ممالک ان کے زیر تسلط آتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (النساء : ۸۵)

شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام

شفاعت کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے ایک انسان دوسرے ضرورت مند انسان کے ساتھ مل جائے اور دونوں مل کر اس ضرورت کے متعلق سوال کریں' اور یہاں یہ مراد ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور جو مسلمان آپ کی ترغیب سے جہاد کریں گے تو ان کی اس نیکی میں آپ کا بھی حصہ ہو گا' یہ شفاعت حسنہ ہے' اور شفاعت سیہ یہ ہے کہ منافق اپنے بعض منافقوں کو جہاد میں شریک نہ کرنے کے لیے حضور ﷺ سے شفاعت کرتے تھے کہ ان کو فلاں فلاں عذر ہے اس لیے ان کو جہاد میں نہ شریک ہونے کی اجازت دیں چونکہ یہ بدنیتی پر مبنی شفاعت ہوتی تھی اس لیے یہ بری شفاعت ہے اور اس شفاعت سے جہاد میں شریک نہ ہونے کا گناہ دونوں کو ہو گا ان کو بھی جو شریک نہیں ہوئے اور ان کو بھی جنہوں نے ان کے لیے اس کی سفارش کی۔

اسی طرح کسی بھی نیک کام میں سفارش کرنا اچھی شفاعت ہے مثلاً کسی طالب علم کو دینی مدرسہ میں داخل کرنے کے لیے سفارش کرنا' کسی ضرورت مند عالم دین کے لیے کسی تونگر سے سفارش کرنا کہ ان کی ضرورت کی کتابیں ان کو خرید کر دیں' مسجد اور دینی مدرسہ بنوانے کے لیے سفارش کرنا' کسی مجاہد کے لیے اسلحہ کے حصول میں سفارش کرنا' کسی غریب لڑکی کی شادی کے لیے رشتہ یا جہیز کی سفارش کرنا' کسی بے روزگار کے لیے ملازمت کی سفارش کرنا بہ شرطیکہ وہ اس ملازمت کا اہل ہو' اللہ کے حضور کسی مسلمان کے لیے دعا کرنا اس کی مغفرت چاہنا' یہ سب اچھی سفارشیں ہیں' اور بری سفارش یہ ہے کہ شراب خانہ کے پرمٹ کے لیے سفارش کی جائے' سینما بنانے کے لیے کسی سے سفارش کی جائے' آلات موسیقی کی دکان کے لیے کسی سے سفارش کی جائے' بینک اور انشورنس کمپنی میں ملازمت کے لیے سفارش کی جائے یا کسی نااہل اور غیر مستحق کے لیے سفارش کی جائے۔

نیکی کے کاموں میں شفاعت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی شخص حاجت طلب

Marfat.com

کرنا تو آپ فرماتے تم شفاعت کرو تمہیں اجر دیا جائے گا' اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۴۳۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۶۲۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۳۲' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۲۵۵۶' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۸۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۰' ۴۰۳' ۴۰۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۷' صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۳۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جو آپ سے سواری طلب کرتا تھا' آپ کے پاس اس وقت کوئی سواری نہیں تھی۔ آپ نے اس کی کسی اور شخص کی طرف رہنمائی کی اس شخص نے اس کو سواری دے دی' اس سائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی' آپ نے فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۶۹' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۹۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۲۹' مسند احمد' رقم الحدیث : ۱۷۰۸۳' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۱۴۲)

کسی برے کام کے حصول کے لیے شفاعت کی ممانعت پر اس آیت میں دلیل ہے :

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

(المائدہ : ۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو' بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (النساء : ۸۶)

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا تھا اور جہاد کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ جب فریق مخالف صلح کرنے پر تیار ہو تو تم بھی اس سے صلح کر لو' قرآن مجید میں ہے :

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ۔ اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہوں۔

(الانفال : ۶۱)

اسی طرح جب کوئی شخص سلام کرے تو اس کے سلام کا عمدہ طریقہ سے جواب دینا چاہیے ورنہ کم از کم اسی لفظ سے سلام کا جواب دیا جائے۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

اسلام میں سلام کے مقرر کردہ طریقہ کی افضلیت

عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہے منہ پر ہاتھ رکھا جائے (آج کل پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں) یہودی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں' مجوسی جھک کر تعظیم کرتے ہیں' عرب کہتے ہیں حیاک اللہ (اللہ تمہیں زندہ رکھے) اور مسلمانوں کا سلام یہ ہے کہ کہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام طریقوں سے افضل ہے کیونکہ سلام کرنے والا مخاطب کو یہ دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آفتوں' بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے' نیز جب کوئی شخص کسی کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو ضرر اور خوف سے مامون اور محفوظ رہنے کی بشارت دیتا ہے' مکمل سلام یہ ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اور تشہد میں بھی اتنا ہی سلام ہے' جب کوئی شخص فقط السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اگر کوئی السلام

Marfat.com

علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے' اور بعض روایات میں و مغفرتہ کا اضافہ بھی ہے۔ (سنن ابو داؤد : ۵۱۹۶) سلام کی ابتداء کرنے والا پہلے لفظ السلام کہتا ہے اور جواب دینے والا وعلیکم السلام کہہ کر بعد میں لفظ السلام کہتا ہے' اس میں نکتہ یہ ہے کہ سلام اللہ کا نام ہے اور مجلس کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہو اور انتہا بھی اللہ کے نام پر ہو' اور ابتداء بھی سلامتی کی دعا سے ہو اور انتہاء بھی سلامتی کی دعا پر ہو۔

مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت اور اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا وصف سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا : تم کھانا کھلاؤ اور ہر (مسلمان) کو سلام کرو خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۲' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۴)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے' اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان (کامل) نہیں ہو گا' کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۵۴' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۳' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۹۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۶۹۲' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۹۶۹' کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث : ۲۰۰۲' شعب الایمان' رقم الحدیث ۸۷۴۵)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۹۴' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۹۱)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے اگر ہم کسی درخت کی وجہ سے جدا ہو کر پھر مل جاتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۷۹۸۳)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا : السلام علیکم آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا' نبی ﷺ نے فرمایا : دس (نیکیاں)' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ' آپ نے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا پھر آپ نے فرمایا (تیس) نیکیاں' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے' امام بیہقی نے بھی اس کو حسن کہا ہے' امام ابو داؤد نے سہل سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے : پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ آپ نے فرمایا : چالیس (نیکیاں)

Marfat.com

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۹۸' کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث : ۲۸۰' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۹۸۶' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی' رقم الحدیث : ۳۳۹)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے الگ ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۲۱۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۳۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۷۰۳' کشف الاستار' رقم الحدیث : ۲۰۰۴)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ حافظ منذری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۲۳' المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۹۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی در آں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔ (صحیح البخاری کتاب الاستیذان' باب ۲۸' الاخذ بالیدین' رقم الحدیث : ۶۲۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے' اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو دوبارہ سلام کرے۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۲۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سلام کرنے میں ابتداء کرے وہ تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔

(شعب الایمان' رقم الحدیث : ۸۷۸۶)

کن لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہئے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار' پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۶۲۳۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۶۰' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۱۲' الادب المفرد' رقم الحدیث : ۹۹۵' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث : ۱۹۴۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۶۲۴۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۶۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۲۰۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث :

Marfat.com

۷۲۰۵' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی' رقم الحدیث : ۳۳۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۷۰۰' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۵۹' حلیۃ الاولیاء : ج ۶ ص ۲۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے' اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر اور قلیل' کثیر پر۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث ۶۲۳۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۱۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۱۹۸)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۵۲۰۴' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۹۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۷۰۱' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷' المعجم الکبیر' رقم الحدیث : ۲۴۸۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو اس سے تم پر برکت ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۰۷) حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلام سے پہلے سلام کرو' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث منکر ہے (سنن ترمذی : ۲۷۹۸)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ (صحیح مسلم : ۲۱۶۳' سنن ابوداؤد' ۵۲۰۷)

جن مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہودی کو سلام کی ابتداء نہ کرو' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے اس کو خط میں بھی سلام نہ کہو' امام ابویوسف نے کہا نہ ان کو سلام کرو نہ ان سے مصافحہ کرو' اور جب تم ان پر داخل ہو تو کہو السلام علی من اتبع الھدی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت ان کو ابتداء" سلام کرنا جائز ہے (مثلاً کسی کافر افسر یا بدمذہب ہو تو اس کو اس کے دائیں بائیں فرشتوں کی نیت کر کے سلام کرے) اور جب وہ سلام کریں تو وعلیک کہنا چاہیے' حسن نے کہا ہے کہ کافر کو وعلیکم السلام کہنا تو جائز ہے لیکن وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ مغفرت کی دعا ہے اور کافر کے لیے مغفرت کی دعا جائز نہیں' شعبی نے ایک نصرانی کے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' ان پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا کیا یہ اللہ کی رحمت میں جی نہیں رہا!

(۲) جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو تو حاضرین کو سلام نہ کرے کیونکہ لوگ امام کا خطبہ سننے میں مشغول ہیں۔

(۳) اگر حمام میں لوگ برہنہ نہا رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے اور اگر ازار باندھ کر نہا رہے ہوں تو ان کو سلام کر سکتا ہے۔

(۴) جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو' روایت حدیث کر رہا ہو' یا مذاکرہ علم میں مشغول ہو اس کو بھی سلام نہ کرے۔

Marfat.com

(۵) جو شخص اذان اور اقامت میں مشغول ہو اس کو بھی سلام نہ کرے۔
(۶) امام ابو یوسف نے کہا جو شخص چوسر یا شطرنج کھیل رہا ہو یا کبوتر اڑا رہا ہو' یا کسی معصیت میں مبتلا ہو اس کو بھی سلام نہ کرے۔
(۷) جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرے۔
(۸) جو شخص گھر میں داخل ہو تو اپنی بیوی کو سلام کرے اگر اس ساتھ کوئی اجنبی عورت ہو تو اس کو سلام نہ کرے۔
(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۰)

سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے' اگر جماعت مسلمین کو سلام کیا تو ہر ایک پر جواب دینا فرض کفایہ ہے لیکن جب کسی ایک نے جواب دے دیا تو باقیوں سے جواب دینے کا فرض ساقط ہو جائے گا' فساق اور فجار کو پہلے سلام نہیں کرنا چاہئے اگر کوئی اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اگر بوڑھی ہو تو اس کا جواب دینا چاہئے اور اگر جوان ہو تو اس کے سلام کا جواب نہ دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے' اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو۔ (النساء : ۸۷)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سلام کا احسن طریقہ سے جواب دینے کا حکم دیا تھا' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو اجنبی شخص تم کو سلام کرے تم اس کو مسلمان جانو' اور یہ نہ سمجھو کہ اس نے جان بچانے کے لیے سلام کیا ہے اور اس کے دل میں کفر ہے کیونکہ باطن کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے' اور جس نے اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں وہ کافر تھا اس کا حساب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لے گا' اس لیے اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو' لہٰذا ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے صدق کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

امتناع کذب کا بیان

اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور اس کی تمام صفات قدیم اور واجب بالذات ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا صدق بھی قدیم اور واجب بالذات ہے اور کذب صدق کی نقیض ہے' جب کذب آئے گا تو صدق نہیں رہے گا اور کذب آ نہیں سکتا لہٰذا صدق جا نہیں سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے۔

امتناع کذب پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں :

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صدق واجب ہے اور اس کے کلام میں کذب اور خلف محال ہے' ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کاذب ہو تو اس کا کذب قدیم ہو گا اور جب اس کا کذب قدیم ہو گا تو اس کا زوال ممتنع ہو گا' کیونکہ قدیم کا عدم ممتنع ہے' اور جب کذب کا زوال ممتنع ہو گا تو اس کا صدق ممتنع ہو گا' کیونکہ ایک ضد کا وجود دوسری ضد کے وجود سے مانع ہے' اس لیے اگر اللہ کو کاذب مانا جائے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہو گا' لیکن اس کا کذب ممتنع ہے کیونکہ ہم بالبداہت جانتے ہیں کہ جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو وہ اس علم کے مطابق اس چیز کی خبر دے سکتا ہے اور یہی صدق ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا صادق ہونا ثابت ہو گیا تو اس کا کاذب ہونا ممتنع ہو گیا۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ کذب کا امکان صدق کے عدم کے امکان کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کا صدق واجب ہے اور قدیم ہے اس کا عدم اور سلب ممکن نہیں ہے لہٰذا اس کے کلام میں کذب بھی ممکن نہیں ہے۔

امتناع کذب پر علامہ تفتازانی کے دلائل

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر رازی تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا کلام ازل میں ماضی' حال اور استقبال کے ساتھ متصف نہیں تھا ورنہ لازم آئے گا کہ ازل میں اللہ کا کلام مثلاً نعصی فرعون "فرعون نے معصیت کی" کاذب ہو کیونکہ ازل میں فرعون تھا نہ اس نے معصیت کی تھی' اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے اولاً" اس لیے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے' ثانیاً" اس لیے کہ معجزہ کی دلالت سے انبیاء علیہم السلام کی خبروں کا صدق تواتر سے ثابت ہے اور ان کا صدق اللہ کے کلام پر موقوف نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اللہ کے کلام کے صدق پر موقوف ہو' ثالثاً" اس لیے کہ تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے کیونکہ نقص عجز' جہل یا عبث کو مستلزم ہے' رابعاً" اس لیے کہ اگر ازل میں اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہو تو ازل میں اس کا صدق ممتنع ہو گا' کیونکہ جس چیز کا قدم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے' جب ازل میں اللہ تعالیٰ صادق ہے تو ازل میں کذب محال ہو گا۔

(شرح المقاصد ملخصاً ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۸' مطبوعہ ایران)

امتناع کذب پر میر سید شریف کے دلائل

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۲ھ لکھتے ہیں :

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کی تین دلیلیں ہیں : پہلی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے' نیز اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب واقع ہو تو لازم آئے گا کہ بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کامل ہوں یعنی جس وقت ہمارا کلام صادق ہو (اور اس کا کلام کاذب ہو) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب سے متصف ہو تو اس کا کذب قدیم ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث قائم نہیں ہو سکتے اور جب اس کا کذب قدیم ہو گا تو اس کا صدق سے متصف ہونا محال ہو گا جو کذب کا مقابل ہے ورنہ اس کی صفت کذب کا زوال ممکن ہو گا اور ہم پہلے اس کے زوال کو محال فرض کر چکے ہیں کیونکہ اس کی صفات قدیم ہیں اور جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے اور لازم باطل ہے یعنی اللہ پر صدق کا ممتنع ہونا باطل ہے کیونکہ ہم بالبداہت جانتے ہیں کہ جس کو کسی چیز کا علم ہو اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس علم کے مطابق خبر دے۔ اور تیسری اور معتمد دلیل جو کلام لفظی اور کلام نفسی دونوں میں کذب کے محال ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے ہر کلام میں صادق ہیں اور نبی ﷺ کا دین میں صادق ہونا بالبداہت معلوم ہے اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے' لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ تواتر سے منقول ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں صادق ہے' جس طرح تواتر سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے' اگر اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے صادق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کی اور ان کو صادق فرمایا اب اگر اللہ کا صادق ہونا اور اس پر کذب کا ممتنع ہونا انبیاء علیہم السلام کے قول اور ان کی خبر سے ثابت ہو تو

Marfat.com

یہ دور ہو جائے گا' انبیاء کا صادق ہونا اللہ کی خبر پر اور اللہ کا صادق ہونا انبیاء کی خبر پر موقوف ہوا اور یہ کسی شے کا اپنے نفس پر موقوف ہونا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا صدق اللہ کی تصدیق پر موقوف نہیں ہے بلکہ معجزہ کی دلالت پر موقوف ہے' انبیاء علیہم السلام اپنے دعویٰ نبوت پر معجزہ خارق عادت پیش کرتے ہیں جس سے ان کا صدق ثابت ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا صادق اور متکلم ہونا انبیاء علیہم السلام کی خبر پر موقوف ہے' وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متکلم اور صادق ہے۔ (شرح مواقف ج ۸ ص ۱۰۳-۱۰۱' مطبوعہ ایران)

شرح مواقف کے دلائل پر علامہ میر سید شریف کے اعتراضات

صاحب مواقف نے امتناع کذب پر پہلی دلیل یہ قائم کی کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ کلام نفسی میں کذب نقص ہے کلام لفظی میں کذب نقص نہیں ہے' کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جسم میں کلام کاذب پیدا کردے' اس کا جواب یہ دیا کہ کلام کاذب کو پیدا کرنا بھی نقص ہے اور وہ اللہ پر محال ہے' ثابت ہوا کہ اللہ کے کلام میں کذب مطلقاً" محال ہے' اس پر علامہ میر شریف نے یہ اعتراض کیا کہ اشاعرہ افعال کا حسن اور قبح شرعی مانتے ہیں اور قبح عقلی کے قائل نہیں ہیں اور قبح عقلی اور نقص میں کوئی فرق نہیں ہے اور جب اللہ پر قبح عقلی جائز ہے تو اس پر نقص بھی جائز ہونا چاہئے اور جب اللہ پر نقص جائز ہو گیا تو اس کے کلام میں کذب کا ممتنع ہونا ثابت نہیں ہوا۔

(شرح المواقف ج ۸ ص ۱۰۳ مطبوعہ ایران)

علامہ میر سید شریف کے اعتراضات کے جوابات

ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ فی نفسہ حسن ہے اور جس چیز سے منع کیا ہے وہ فی نفسہ قبیح ہے مثلاً منعم کا شکر ادا کرنا حسن ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کا حکم نہ بھی دیتا تب بھی فی نفسہ حسن ہی رہتا اور قتل ناحق فی نفسہ قبیح ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے منع نہ بھی فرماتا تب بھی یہ قبیح ہی رہتا' کیونکہ اول الذکر کے حسن اور ثانی الذکر کے قبح کا ادراک کرنے میں عقل مستقل ہے اور یہ معنی ہے ان کے اس قول کا کہ افعال کا حسن اور قبح عقلی ہے' اور اشاعرہ یہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح شرعی ہے یعنی جس کا شارع نے حکم دیا ہے وہ حسن ہے اور جس سے منع کیا ہے وہ قبیح ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں' اگر بالفرض شارع قتل ناحق کا حکم دیتا تو وہ حسن ہوتا اور شکر منعم یا عبادت کرنے سے منع کرتا تو وہ قبیح ہوتی۔ اور اس بحث میں حسن کا معنی ہے جس کام کی وجہ سے انسان دنیا میں مدح کا اور آخرت میں ثواب کا مستحق ہو اور قبح کا معنی ہے جس کام کی وجہ سے انسان دنیا میں مذمت کا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو' اس حسن اور قبح کو اشاعرہ کہتے ہیں کہ شرعی ہے عقلی نہیں ہے یعنی عقل اس کے ادراک میں مستقل نہیں ہے مثلاً عقل کیسے جان سکتی ہے کہ تیمم سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے یا موزہ کے اوپر کے حصے پر مسح کرنے سے طہارت ہو جاتی ہے یا سونے اور ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے ان کا حسن اور قبح شرعی ہے اور ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ افعال کا حسن اور قبح عقلی ہے یعنی عقل' ان کے حسن اور قبح کی ادراک میں مستقل ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا افعال کے حسن اور قبح کے عقلی ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف اسی معنی میں ہے۔

حسن کا دوسرا معنی ہے صفت کمال جیسے علم اور صدق' قبح کا دوسرا معنی ہے صفت نقصان جیسے جہل اور کذب اس میں ماتریدیہ اور اشاعرہ سمیت تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا حسن اور قبح عقلی ہے اور جب یہ واضح ہو گیا تو مواقف

Marfat.com

میں جو یہ لکھا ہے کہ کذب نقص ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے پھر اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کذب کا نقص ہونا تو قبح عقلی ہے اور اس کو اشاعرہ نہیں مانتے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ اشاعرہ حسن اور قبح کے جس معنی کو شرعی کہتے ہیں اور اس کے عقلی ہونے کی نفی کرتے ہیں وہ اور معنی ہے' وہ یہ ہے کہ جس کام کی وجہ سے انسان دنیا میں مذمت اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو وہ قبیح ہے اور جس کی وجہ سے دنیا میں تعریف اور آخرت میں ثواب کا مستحق ہو وہ حسن ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے اس معنی کے لحاظ سے نہ کوئی فعل حسن ہے نہ قبیح' اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے حسن وہ فعل ہے جس میں کمال ہو اور قبیح وہ ہے جس میں نقص ہو اور اس معنی کے لحاظ سے حسن اور قبح کا عقلی ہونا اشاعرہ سمیت سب کے نزدیک مسلم ہے اس لیے کذب صفت نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے اور اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے' مسلم الثبوت اور اس کی شروحات میں بھی یہی لکھا ہے لیکن ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے اس کو بہت آسان' سہل اور واضح کرکے پیش کیا۔ (شرح مسلم الثبوت للخیر آبادی ص ۸۳۔ ۵۲ ملخصاً' مطبوعہ کوئٹہ' فواتح الرحموت مع المستصفیٰ ج ۱ ص ۴۶۔ ۲۶' ملخصاً مطبوعہ مصر)

صاحب مواقف نے دوسری دلیل یہ قائم کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب سے متصف ہو تو اس کا کذب قدیم ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث قائم نہیں ہو سکتے اور جب اس کا کذب قدیم ہو گا تو اس کا صدق سے متصف ہونا محال ہو گا' جو کذب کا مقابل ہے اور اگر کذب قدیم نہ ہو تو اس کا زوال ممکن ہو گا اور ہم پہلے فرض کر چکے ہیں کہ کذب اس کی صفت ہے اور قدیم ہے اور جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے' پس اگر کذب کو اللہ کی صفت مانا جائے تو اس کا صادق ہونا محال ہو گا اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم بداھتہ" جانتے ہیں کہ جس کو کسی چیز کا علم ہو وہ اس کے مطابق خبر دے سکتا ہے۔

علامہ سید شریف نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس دلیل سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی میں کذب محال ہو' کیونکہ قدیم کلام نفسی ہے' رہا کلام لفظی تو وہ مخلوق اور حادث ہے اور کلام لفظی جو صادق ہو وہ ممکن اور حادث ہونے کی وجہ سے زائل بھی ہو سکتا ہے اور کلام لفظی میں صدق کے زوال کا امکان بعینہ کذب کا امکان ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ کا کلام لفظی صادق اور حادث ہے اور حادث کا زوال بھی ممکن ہے لیکن کلام صادق کے زوال سے کلام کاذب کا امکان لازم نہیں آتا' کیونکہ کذب کا معنی ہے ایسی خبر جو واقع کے خلاف ہو اور کلام صادق کے زوال اور عدم کے امکان سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ایسی خبر وجود میں آجائے جو واقع کے خلاف ہو' خلاصہ یہ ہے کہ کلام لفظی صادق کے زوال کا امکان عام ہے اور کلام کاذب کا ثبوت خاص ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں ہوتا' عام کی خاص پر دلالت نہ مطابقی ہوتی ہے نہ تضمنی نہ التزامی' اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ کلام صادق لفظی کے زوال کا امکان بعینہ کذب کا امکان ہے۔

امتناع کذب پر علامہ میر سید شریف کی تصریحات

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں :

(فرق باطلہ میں سے) مزداریہ نے کہا اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے پر قادر ہے' علامہ میر سید شریف اس کا رد فرماتے ہیں : اگر اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا تو وہ جھوٹا خدا ہو گا' اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

(شرح مواقف ج ۸ ص ۳۸۱' مطبوعہ ایران)

Marfat.com

امتناع کذب کے متعلق دیگر علماء کی تصریحات اور دلائل

علامہ محمد عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کی ذات پر جہل اور کذب دونوں محال ہیں۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۲۵۷‘ مع مجموعہ الحواشی البہیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ‘ ۱۳۹۷ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ صادق نہیں ہو سکتا اور کذب اللہ پر محال ہے کیونکہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں : زیادہ صادق ہونے کی نفی کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ کے مساوی بھی نہیں ہو سکتا‘ اللہ تعالیٰ کے حق میں کذب ”عقلاً“ اور ”شرعاً“ محال ہے کیونکہ جھوٹ یا تو کسی ضرورت کی بناء پر بولا جائے گا یا بلاضرورت‘ کسی ضرورت کی بناء پر جھوٹ بولنا اللہ پر اس لیے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے مستغنی ہے اور بلاضرورت جھوٹ عدم علم کی وجہ سے بولا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے‘ کوئی چیز اس سے غائب نہیں‘ یا بلاضرورت قصداً“ جھوٹ بولا جائے گا اور یہ حماقت ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس دلیل سے تو کلام نفسی میں جھوٹ محال ہو گا اور کلام لفظی میں تو جھوٹ ممکن رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق میں ایسی خبر پیدا کر دے جو واقع کے خلاف ہو بایں طور کہ وہ اس مخلوق کا کلام نہ ہو بلکہ اللہ کا کلام ہو اور غیر کی طرف منسوب نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جیسے قرآن کلام لفظی ہے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی نقص ہے کیونکہ اس سے جہل تو لازم نہیں آتا لیکن اس میں تجہیل ہے اور دوسروں کو جاہل بنانا ہے اور یہ بھی اللہ کے لیے نقص ہے اور نقص اللہ پر ”عقلاً“ محال ہے‘ علاوہ ازیں یہ محال شرعی بھی ہے۔

زیر تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”اور کون ہے جس کی بات اللہ کی بات سے زیادہ سچی ہو۔“ اس کا معنی ہے‘ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے نہ کوئی صدق میں اس کے برابر ہے اور نہ کوئی صدق میں اس سے زیادہ ہے‘ مخلوق میں سب سے زیادہ سچے انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن ان کا صدق واجب بالغیر ہے اور ان کے کلام میں کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے‘ اگر اللہ کا صدق بھی اسی طرح ہو اس کے کلام میں بھی کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہو تو انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ صدق میں مساوی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو‘ یعنی وہ سب سے زیادہ سچا ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کا صدق قدیم اور واجب بالذات ہو اور اس کا کذب ممتنع بالذات ہو۔

مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہئے ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہو گا۔

(نور العرفان ص ۱۴۳‘ مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

امتناع کذب کے متعلق علماء دیوبند کا عقیدہ

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں :

Marfat.com

آپ نے مسئلہ امکان کذب کو استفسار فرمایا ہے مگر امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو وہ نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علماء امت کا بھی یہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز اس کو نہ دیوے گا' اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اس کو اعداء نے دوسری طرح پر بیان کیا ہو گا اس قدرت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی و امتناع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقط

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۸۵۔ ۸۴' مطبوعہ قرآن محل کراچی)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع اور محال بالذات ہے اور محال بالذات تحت قدرت نہیں ہوتا' مثلاً اللہ تعالیٰ کا عدم محال بالذات ہے اور یہ تحت قدرت نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جہل اور کذب بھی محال بالذات ہے اور یہ تحت قدرت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل عبارت میں ہے۔

خلف وعید کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے کذب کو مستلزم نہیں ہے

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

امام قرافی اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر کی تکذیب کو طلب کرنا ہے اور یہ کفر ہے۔ (الی قولہ) کیا خلف فی الوعید جائز ہے؟ مواقف اور مقاصد کی ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اشاعرہ خلف فی الوعید کے قائل ہیں کیونکہ خلف فی الوعید جود اور کرم ہے نقص نہیں ہے' اور علامہ تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ خلف فی الوعید جائز نہیں ہے' علامہ نسفی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے کیونکہ خلف فی الوعید محال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ما یبدل القول لدی اور فرمایا ہے لن یخلف اللہ وعدہ ای وعیدہ اور اشبہ بالحق یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں خلف فی الوعید جائز ہے اور کفار کے حق میں جائز نہیں ہے تاکہ دونوں طرف کے دلائل میں تطبیق ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء اس میں یہ تصریح ہے کہ مشرک کی مغفرت نہیں ہو گی' اور مسلمان نے خواہ کبیرہ گناہ کیا ہو اس کی مغفرت ہو جائے گی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی : ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب' ان آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ کافر کی مغفرت نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب کی جو وعید فرمائی ہے اس کا خلاف محال ہے اور گنہ گار مسلمانوں کے لیے جو عذاب کی وعیدیں ہیں ان کے خلاف ہو جائے گا اور وہ اللہ کا کرم ہے' نیز گنہ گار مسلمانوں کے لیے عذاب کی جو وعیدیں ہیں وہ عدم عفو کے ساتھ مقید ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ شرک کے سوا ہر گناہ کو بخش دے گا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے لیے جو عذاب کی وعید ہے اس کا خلاف محال ہے اور گناہ گار مسلمانوں کے لیے جو عذاب کی وعید ہے اس کا خلاف ہو جائے گا کیونکہ مسلمان کے حق میں وعید کا یہ معنی ہے کہ اگر تم نے فلاں گناہ کیا تو میں تم کو عذاب دوں گا بہ شرطیکہ میں نے چاہا یا میں نے تم کو معاف نہ کیا اور اس سے کذب لازم نہیں آتا کیونکہ گناہ گار مسلمانوں کے لیے آیات وعید عدم عفو یا مشیت کے ساتھ مقید ہیں۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۱' ملخصاً و موضحاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں :

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

(براہین قاطعہ ص ۲، مطبوعہ مطبع بلالی ہند)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اشاعرہ جو خلف وعید کے قائل ہیں وہ گناہ گار مسلمانوں کے حق میں خلف وعید کے قائل ہیں اور عذاب کی آیات کو عدم عفو کے ساتھ مقید کرتے ہیں اور کفار کے حق میں خلف وعید کے قائل نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کذب کے لزوم سے برات کا اظہار کرتے ہیں :

علامہ کمال الدین بن ابی شریف اشعری المذہب متوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں :

اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ شے جو بندوں کے حق میں نقص ہو وہ اللہ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں وصف نقص ہے سو وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ (مسامرہ ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ مکران)

اور علامہ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں :

حق یہ ہے کہ حقیقت سے عدول کرنے کا موجب موجود ہے اور وہ گنہ گار مسلمانوں، نہ کہ مشرکوں کے لیے جواز عفو کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت آفتاب نیم روز کی طرح قطعی اور یقینی ہے پس کفار کے غیر (گناہ گار مسلمانوں) کی وعیدوں میں ظاہر سے عدول کرنا ضروری ہے پس یا تو آیات وعید کو عدم عفو کے ساتھ مقید کیا جائے گا (یعنی اگر اللہ ان کو معاف نہ کرے تو یہ سزا دے گا) یا ان کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ نے گنہ گار مسلمانوں کو عذاب دینے کی خبر نہیں دی بلکہ ان کو عذاب سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا ہے) رہا وعد تو اس میں حقیقت سے عدول کرنے کا کوئی موجب نہیں تو وہ آیات اپنی حقیقت پر ہیں۔ (فواتح الرحموت مع المستصفیٰ ص ۶۲، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۴ھ)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْاؕ

تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ

اوندھا کر دیا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ اس کو ہدایت پر چلاؤ جس میں اللہ نے گمراہی پیدا کر دی ہے اور جس میں اللہ نے گمراہی

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

کو پیدا کر دیا، تم اس کے لیے (ہدایت پر چلانے کا) کوئی طریقہ نہیں پا سکو گے ○ وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا

ہو جاؤ تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ، لہٰذا تم ان کو دوست نہ بناؤ حتیٰ کہ وہ ہجرت کر کے اللہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر

Marfat.com

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا

دو ، اور ان میں سے کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ مدد گار ○ ماسوا ان

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ

کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس (قوم) کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ

جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آچکے ہوں یا وہ اپنی قوم سے

قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ

لڑیں ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کو تم پر مسلط کر دیتا پس بیشک وہ تم سے لڑتے، سو اگر وہ

اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا

تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام پہنچائیں تو اللہ نے

جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ

تمہارے لیے ان کے خلاف (لڑنے کا) کوئی طریقہ نہیں رکھا ○ عنقریب تم ایک اور قسم کے منافقوں کو پاؤ گے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى

جو یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ بھی امن سے رہیں اور اپنی قوم سے بھی مامون رہیں اور جب بھی (ان کی قوم کی طرف

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ

سے) فتنہ کی آگ بھڑکائی جائے تو وہ اس میں کود پڑیں، پس اگر وہ تم سے الگ نہ ہوں اور تمہیں صلح کا پیغام نہ بھیجیں

السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اور (لڑائی سے) اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم ان کو پکڑ لو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر

ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع

دو ، یہ وہ لوگ ہیں جن پر (ہاتھ اٹھانے کے لیے) ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئی ہیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے۔ (النساء : ۸۸)

اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں' پہلے قول کے متعلق یہ حدیث ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف نکلے تو آپ کے لشکر میں سے کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک فریق نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے اور دوسرے فریق نے کہا ہم ان کو قتل نہیں کریں گے۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : فما لکم فی المنافقین فئتین (النساء : ۸۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ لوگوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جسے بھٹی لوہے سے زنگ نکال دیتی ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۸۸۴' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث : ۲۱۶۵۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ مکہ سے مدینہ آ گئے تھے' انہوں نے مسلمانوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہیں پھر وہ مکہ واپس چلے گئے اور مکہ والوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ مشرک ہیں : امام ابن جریر روایت کرتے ہیں : مجاہد اس آیت کے شان نزول میں بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے اور انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مہاجر ہیں' پھر اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ مکہ سے اپنا مال لا کر تجارت کریں گے تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا' بعض مسلمانوں نے کہا وہ منافق ہیں اور بعض نے کہا وہ مومن ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو بیان کر دیا اور ان سے قتال کا حکم دیا وہ اپنا مال لے کر مدینہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان سے ہلال بن عویمر اسلمی نے ملاقات کی' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس کا مسلمانوں سے لڑتے لڑتے دل تنگ ہو چکا تھا یا وہ اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے عاجز ہو چکا تھا' اس نے ان لوگوں کی مدافعت کی اور کہا یہ مومن ہیں۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : کیا تم چاہتے ہو کہ اس کو ہدایت پر چلاؤ جس میں اللہ نے گمراہی پیدا کر دی ہے اور جس میں اللہ نے گمراہی کو پیدا کر دیا تم اس کے لیے (ہدایت پر چلانے کا) کوئی طریقہ نہیں پا سکو گے۔ (النساء : ۸۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو ان کی سرکشی اور ان کے کفر کی وجہ سے دین سے گمراہ کر دیا ہے' مسلمان یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ منافق سچے اور مخلص مسلمان بن جائیں' اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ کیا تم ان لوگوں کو جنت کا راستہ دکھانا چاہتے ہو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے راستہ سے گمراہ کر دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کو جنت کے راستہ کی ہدایت نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔ لہٰذا تم ان کو دوست نہ بناؤ حتیٰ کہ وہ ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں' پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو' اور ان میں سے کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ مددگار ○ (النساء : ۸۹)

Marfat.com

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا تم ان منافقوں کو ہدایت یافتہ بنانا چاہتے ہو' اور اس آیت میں فرمایا : حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ تم کو کافر بنانا چاہتے ہیں اس لیے تم ان کو دوست نہ بناؤ- کفار کو دوست بنانے سے قرآن مجید اور احادیث میں منع کیا گیا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ : ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو ان کے پاس آیا ہے-

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے' جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں- (مقدمہ صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے' جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں- (مقدمہ صحیح مسلم)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : منکرین تقدیر کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ان سے پہلے مخاطب ہو- (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۷۱۰)

ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم ان (منافقوں) کو دوست نہ بناؤ حتیٰ کہ وہ ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ منافق پہلے خلوص قلب سے اسلام لائیں پھر ہجرت کریں کیونکہ ایمان اور اخلاص کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہے-

ہجرت کا معنی ہے دار الحرب کو ترک کر کے دار الاسلام میں منتقل ہونا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آ گئے تو مکہ کے مسلمانوں پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت واجب ہو گئی اور جب مکہ فتح ہو گیا تو اب یہ ہجرت منسوخ ہو گئی کیونکہ اب مکہ دار الاسلام بن گیا' جو مسلمان کسی کافر ملک میں رہتے ہوں اور وہاں ایمان کے اظہار کی وجہ سے ان کی جان' مال اور عزت کے ہلاک ہونے کا یقینی خطرہ ہو ان پر واجب ہے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر دار الاسلام میں منتقل ہو جائیں' النساء : ۹۷' میں انشاء اللہ ہم اس ہجرت کی فرضیت کو بیان کریں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کو سخت اور مشکل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے یہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی' ہجرت کی ایک اور قسم ہے دار الخوف سے دار الامن میں منتقل ہونا' جیسے مسلمان مکہ سے حبشہ میں منتقل ہو گئے تھے یا جیسے مسلمان بھارت سے برطانیہ' ہالینڈ' جنوبی افریقہ اور جرمنی وغیرہ کافر ملکوں میں منتقل ہو جائیں' اور ہجرت کی تیسری قسم ہے گناہوں سے ہجرت کرنا' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں-

Marfat.com

قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو' اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۴۷۹' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث : ۱۶۷۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے' جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۶۴' ۱۸۶۳' صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۸۳۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۴۸۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۵۹۰' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۴۱۸۰)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت منسوخ ہو گئی اور مطلقاً دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک مشروع ہے۔

اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے

ہجرت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ برے کاموں کو چھوڑ کر توبہ کرنا اور نیک کاموں کی طرف منتقل ہونا' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کی۔ (یعنی ان کو ترک کر دیا) (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۱۰)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی۔

(سنن نسائی' رقم الحدیث : ۲۵۲۵' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۱۴۴۹' سنن دارمی' رقم الحدیث : ۱۳۲۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق دریافت کیا' آپ نے کچھ دیر توقف کیا پھر فرمایا سائل کہاں ہے' اس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہجرت یہ ہے کہ تم تمام بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو خواہ وہ کام ظاہر کیے جائیں یا چھپ کر اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم مہاجر ہو خواہ تم اپنے شہر میں مر جاؤ۔ (مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث : ۷۰۱۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

عبید بن عمیر لیثی بیان کرتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: اب ہجرت نہیں رہی' پہلے مسلمانوں میں کوئی شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگ کر جاتا تھا' اس کو یہ خطرہ ہوتا تھا کہ دین پر قائم رہنے کی وجہ سے وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے' لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا' اب انسان جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۳۹۰۰)

ہجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اگر اب کسی جگہ اسلام کی وجہ سے مسلمان کو فتنہ کا خطرہ ہو تو اب بھی اس پر ہجرت فرض ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی پھر فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنا مستحب ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے ایک مسلمان اپنے اہل' مال اور گھر بار کو چھوڑ کر نبی ﷺ کے پاس چلا جاتا تھا فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہو گئی' اور دوسری ہجرت وہ ہے جیسے اعراب ہجرت کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور اول الذکر کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے یہ ہجرت قیامت تک باقی ہے' میں کہتا ہوں ہجرت کی ایک اور قسم بھی ہے وہ ہے گناہوں سے ہجرت کرنا' امام احمد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ تم برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرو اور دوسری قسم یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرو اور جب تک توبہ منقطع نہ ہو یہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہو گی۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۳۰-۲۹' مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو' یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آ چکے ہوں' یا وہ اپنی قوم سے لڑیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کو تم پر مسلط کر دیتا پس بے شک وہ تم سے لڑتے۔ (النساء : ۹۰)

جن کافروں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اس کی پابندی کی جائے گی

اس میں اختلاف ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم سے مستثنیٰ فرمایا ہے وہ کون ہیں' آیا وہ مسلمان ہیں یا کافر' جمہور نے کہا وہ کافر ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کو واجب قرار دیا ہے مگر جب کفار کے ساتھ معاہدہ ہو یا انہوں نے تم سے قتال کرنا ترک کر دیا ہو تو پھر ان کے خلاف قتال واجب نہیں ہے' اس تقدیر پر یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (التوبہ : ۵) (جب حرمت والے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو) البتہ جن مشرکوں سے مسلمان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر چکے ہوں ان کے حق میں یہ آیت منسوخ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ — مگر جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے

Marfat.com

يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ (التوبہ : ۴)
تمہارے ساتھ اس عہد میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی تو ان سے ان کا عہد ان کی مدت معینہ تک پورا کرو۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ (النحل : ۹۱)
اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں سے مسلمانوں نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا تو سورہ النساء : ۹۰ کی اس آیت کے مطابق ان سے جنگ نہیں کی جائے گی اور جن کافروں نے مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ دیا ہے اور وہ جنگ سے تنگ آ چکے ہیں ان سے نہ لڑنے کا حکم التوبہ : ۵ کے حکم سے منسوخ ہے۔

ابو مسلم اصفہانی نے کہا یہ استثناء مسلمانوں کے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب تمام مسلمانوں پر ہجرت کو فرض کر دیا تو جو لوگ ہجرت کرنے سے معذور تھے ان کو مستثنیٰ کر دیا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کا قصد کریں لیکن ان کے راستہ میں کفار ہوں جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو جس کی وجہ سے وہ ہجرت نہ کریں یا جو مسلمان اس لیے کفار سے جہاد نہ کریں اور وہاں سے ہجرت نہ کریں کہ ان کافروں کے درمیان ان کے اہل اور رشتہ دار ہوں اور ان کو یہ خوف ہو کہ اگر انہوں نے وہاں سے ہجرت کی یا ان کافروں کے خلاف جہاد کیا تو وہ ان کے اہل اور رشتہ داروں کو قتل کر دیں گے تو وہ بھی معذور ہیں اور ان مسلمانوں کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : عنقریب تم ایک اور قسم کے منافقوں کو پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ بھی امن سے رہیں اور اپنی قوم سے بھی مامون رہیں اور جب بھی (ان کی قوم کی طرف سے) فتنہ کی آگ بھڑکائی جائے تو وہ اس میں کود پڑیں۔ (النساء : ۹۱)

اس آیت میں منافقین کی ایک اور قسم بیان کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے اسلام کو ظاہر کرتے تھے تاکہ وہ قتل کیے جانے' گرفتار ہونے اور اموال کے چھن جانے سے محفوظ رہیں اور درحقیقت وہ کافر تھے اور کافروں کے ساتھ تھے اور جب بھی کفار ان کو شرک اور بت پرستی کی طرف بلاتے تو یہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے' ان کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ میں رہتے تھے اور بہ طور تقیہ اسلام لے آئے تھے' تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے رشتہ داروں کو قتل کیے جانے سے محفوظ رکھیں اور جب کفار ان کو بت پرستی کی طرف بلاتے تو وہ چلے جاتے تھے' اس تقدیر پر فتنہ سے مراد شرک اور بت پرستی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تہامہ کا ایک قبیلہ تھا' انہوں نے کہا تھا اے اللہ کے نبی ہم آپ سے قتال کریں گے نہ ہماری قوم آپ سے قتال کرے گی اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نبی ﷺ سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی' اس کے باوجود جب بھی مشرکین فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکاتے تو وہ اس میں کود پڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پس اگر وہ تم سے الگ نہ ہوں اور تمہیں صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور (لڑائی سے) اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم ان کو پکڑ لو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہاتھ اٹھانے کے لیے ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔ (النساء : ۹۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر یہ منافق اپنی روش پر قائم رہیں تو ان سے کھلا جہاد کرو۔

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر) اور جس نے کسی مسلمان کو خطا

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ

(بلا قصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد

مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ

کرنا لازم ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ

اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے، سو جو شخص

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ

(غلام یا باندی) کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے ○ اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَ

سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اللہ اس پر لعنت

اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ

کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ○ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ

جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ

Marfat.com

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
تو مسلمان نہیں ہے ، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو ،

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ
تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں ، اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے پھر اللہ نے

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾
تم پر احسان فرمایا سو تم خوب تحقیق کرلیا کرو ، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ
بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے

وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ
(کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں ، اپنے جان اور مال سے جہاد کرنے والے

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے ،

دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے ، اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ لا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ
پر اجرِ عظیم کی فضیلت دی ہے ○ اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور

رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع
رحمت ، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کردے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر) (النساء : ۹۲)

Marfat.com

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دی تھی اور کفار کے خلاف جہاد نہ کرنے والوں کی مذمت کی تھی' اس آیت میں جہاد سے متعلق بعض احکام بیان کیے ہیں کیونکہ جب مسلمان کافروں پر حملہ کریں گے تو بلا قصد و ارادہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان مسلمان کے ہاتھوں مارا جائے' ایسی صورت کا اللہ تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر مسلمان مقتول دارالاسلام کا باشندہ ہو یا کسی معاہد ملک کا باشندہ ہو تو اس کے ورثاء کو اس کی دیت ادا کی جائے گی اور اس خطا کے کفارہ میں ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا اور اگر وہ مقتول دارالحرب کا باشندہ ہو تو صرف ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا اور اگر غلام یا باندی کو آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔

قتل خطاء کے شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے حضرت حذیفہ کے والد یمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تھے اس وقت ابلیس لعنت اللہ علیہ نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں پر حملہ کرو' پھر اگلی صفوں نے پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور وہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اچانک حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان حضرت یمان پر حملہ کر رہے ہیں' انہوں نے چلا کر کہا یہ میرے باپ ہیں' یہ میرے باپ ہیں' حضرت عائشہ نے بیان کیا بہ خدا وہ اس وقت تک باز نہیں آئے جب تک کہ انہوں نے حضرت یمان کو قتل نہیں کر دیا' حضرت حذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۰۶۵)

دوسرا قول یہ ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص مسلمان ہو گیا تھا' حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کو اس کی خبر نہ تھی انہوں نے غلط فہمی سے اس کو قتل کر دیا' اس کی تفصیل یہ ہے:

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ' ابو جہل بن ہشام کے اخیافی (سوتیلے) بھائی تھے' وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ چلے گئے' ابو جہل' حارث بن ہشام اور ان کے ساتھ بنو عامر کا ایک اور شخص تھا' یہ ان کو لینے مدینہ پہنچ گئے' عیاش سے ان کی ماں بہت محبت کرتی تھی' انہوں نے کہا تمہاری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم کو دیکھ نہ لے گی سائے میں نہیں بیٹھے گی' وہ دھوپ میں لیٹتی ہے' تم جا کر اپنی ماں کو دیکھ لو' پھر واپس چلے جانا' اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ ان کو واپس مدینہ پہنچا دیں گے' جب وہ مدینہ کی حدود سے باہر آئے تو انہوں نے حضرت عیاش کو باندھ لیا اور بنو عامر کے شخص نے ان کو کوڑے مارے' اس پر انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ عامری کو قتل کر دیں گے' پھر وہ کافی عرصہ تک مکہ میں قید رہے اور فتح مکہ کے دن آزاد ہوئے' ایک دن ان کے سامنے سے عامری آ رہا تھا' وہ مسلمان ہو چکا تھا حضرت عیاش کو اس کے اسلام لانے کا علم نہیں تھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان جز۵ ص ۲۷۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے غلط فہمی سے حارث بن زید کو

Marfat.com

قتل کیا تھا' اس کے گمان میں وہ کافر تھا' ان کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی۔

(الوسیط ج ۲ ص ۹۴۔ ۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن الاثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ نے لکھا ہے کہ حارث بن زید مکہ میں مسلمانوں کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا وہ مسلمان ہو گیا اور نبی ﷺ کے اصحاب کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی حتی کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچا تو عیاش بن ربیعہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۹۴)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی :

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء کسی لشکر کے ساتھ جا رہے تھے وہ قضاء حاجت کے لیے ایک گھاٹی میں اترے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو لے جا رہا تھا' انہوں نے اس پر تلوار سے حملہ کیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ حضرت ابوالدرداء نے اس کو قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے پھر ان کے دل میں اضطراب ہوا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا! اس نے تم کو اپنی زبان سے اسلام لانے کی خبر دی' اور تم نے اس کی تصدیق نہیں کی' حضرت ابوالدرداء نے کہا یا رسول اللہ! اب میرا کیا ہو گا' آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کا کیا ہو گا' میں بار بار حضور سے یہی عرض کرتا اور آپ یہی فرماتے حتی کہ میں نے تمنا کی کاش یہ واقعہ میرے اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۲۷۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

چوتھا قول سعید بن جبیر کا ہے' انہوں نے کہا کہ یہ آیت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے غلط فہمی سے مرداس بن عمر کو خطاء "قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی' الدر المنثور) اس کی تفصیل یہ ہے :

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا' ہم صبح کے وقت جہینہ کے ایک مقام حرقات میں پہنچے' میں نے ایک شخص کو پکڑ لیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ میں نے اس کو نیزہ سے مار دیا' پھر مجھے اضطراب ہوا تو میں نے نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا پھر تم نے اس کو قتل کر دیا! میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ اس نے حملہ کے خوف سے لا الہ الا اللہ کہا تھا' آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا حتی کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں! آپ بار بار یہ کلمات فرماتے رہے حتی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۹۶' صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۲۰۱' ۶۸۷۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۶۴۳)

قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام

قتل خطاء کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فعل میں خطاء ہو جائے مثلاً انسان ایک ہرن کا نشانہ لے رہا تھا اور گولی کسی انسان کو لگ گئی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ قصد میں خطا ہو' قتل کرنے والے کا گمان یہ تھا کہ وہ شخص کافر

Marfat.com

ہے اور وہ در حقیقت مسلمان تھا' قتل خطا کی دوسری قسم قتل قائم مقام خطاء ہے مثلاً ایک انسان کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر گئی جس سے دوسرا شخص ہلاک ہو گیا' اس کا حکم بھی قتل خطاء کی طرح ہے۔ اس میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا' اور ایک قتل بالسبب ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا جس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا یا کوئی شخص کسی سواری پر سوار تھا اور اس سواری نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا' اس میں صرف عاقلہ پر دیت ہے۔ (آج کل ٹریفک کے حادثات میں کار' ٹرک یا بس کے نیچے آ کر جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں وہ بھی قتل بالسبب ہیں) (عالم گیری ج ۶ ص ۳' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

دیت کا معنی

وہ مال جو مقتول کے ورثاء کو مقتول کی جان کے عوض میں دیا جاتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اگر مسلمان مقتول کے قرابت دار کافر ہوں تو ان کو دیت نہیں دی جائے گی کیونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا' مسلمان مقتول کے جو وارث مسلمان ہوں ان کو دیت ادا کی جائے گی۔ علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے کہ دیت کا معنی ہے مقتول کا حق (القاموس ج ۴ ص ۵۷۹) اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو ناحق تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعاً مالی تاوان لازم آتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اور بعض اوقات جان کے تاوان کو دیت اور عضو کے تاوان کو ارش کہتے ہیں۔

قتل خطاء' قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے : ایک سال کی بیس اونٹنیاں' ایک سال کے بیس اونٹ' دو سال کی بیس اونٹنیاں' تین سال کی بیس اونٹنیاں' اور چار سال کی بیس اونٹنیاں (اس حدیث کی سند ضعیف ہے خشف بن مالک مجہول الحال ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے۔) (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۵۴۵' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۴۸۱۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۶۳۱' موطا امام مالک' رقم الحدیث : ۱۶۰۵)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت اسی طرح ہے جس طرح اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اور قتل شبہ عمد (کسی شخص کو ایسے آلہ سے ضرب لگائی جائے جس سے قتل نہیں کیا جاتا اور اس کا قصد صرف ضرب لگانا ہو قتل کرنا نہ ہو لیکن اس ضرب کے نتیجہ میں مضروب مر جائے) کی دیت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں' پچیس دو سال کی اونٹنیاں' پچیس تین سال کی اونٹنیاں اور پچیس چار سال کی اونٹنیاں۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۶ ص ۲۴' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس سے دیت وصول کر لیں' قتل عمد کی دیت یہ ہے : تیس تین سال کی اونٹنیاں' تیس چار سال کی اونٹنیاں اور چالیس

Marfat.com

پانچ سال کی اونٹنیاں اس کے علاوہ جس مقدار پر وہ صلح کر لیں۔
(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۹۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۵۰۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۶۲۶)
امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم بھی دیئے جاسکتے ہیں۔
(ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵۔ ۵۸۴' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)
ایک ہزار دینار (۴۷ء۳۷ ۴) چار اعشاریہ تین سات چار کلوگرام سونے کے برابر ہے اور دس ہزار درہم' (۶۱۸ء۳۰) تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں :
تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دیت تین سال میں لی جائے گی ہر سال میں تہائی (۱/۳) دیت وصول کی جائے گی اور قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے' باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ عاقلہ ہیں' یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' بعض ائمہ نے کہا دیت صرف ان مردوں پر ہے جو عصبات ہوں عورتوں اور بچوں پر دیت نہیں ہے' اور ہر شخص پر چوتھائی (۱/۴) دینار دیت لازم کی جائے گی۔ بعض ائمہ نے کہا کہ نصف دینار تک دیت لازم کی جائے گی اگر ان رشتہ داروں سے دیت پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ جو قریب ترین قبیلہ کے لوگ ہیں ان پر دیت لازم کی جائے گی۔
(سنن ترمذی ج ۳ ص ۹۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت)
امام ابو حنیفہ کے نزدیک عمد' شبہ العمد اور خطائیوں کی دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک دیت العمد معجل ہے اور باقی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی۔(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)
علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :
عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطاء میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں اور اسی معنی میں حدیث ہے "دیت عاقلہ پر ہے"
علامہ سید عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں :
امام شافعی کے نزدیک باپ' دادا' بیٹا اور پوتا' عاقلہ میں داخل نہیں ہیں' امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے' امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک آباء اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں' جس طرح میراث میں عصبات اقرب فالا قرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہو گا۔ (التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔ ۱۹۵' ملخصا' مطبوعہ بیروت)
جو لوگ کسی کمپنی کی بس' ٹرک یا ٹریلر کے نیچے آکر حادثہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اس میں قاتل کی عاقلہ وہ کمپنی یا ادارہ ہے اور اس کی دیت اس کمپنی کو ادا کرنی چاہیے۔
امام مالک اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار مقرر ہو گی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے' امام شافعی کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط شخص پر چوتھائی مثقال ہے' اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں (نصف دینار' پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ تین ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور

Marfat.com

ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے)

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی' ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔ (التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔ ۱۹۵' ملخصاً' مطبوعہ بیروت)

عورت کی نصف دیت کی تحقیق

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے' یہ حضرت علی سے موقوفاً روایت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے' کیونکہ عورت کا حال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے' عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ روایت کرتے ہیں :

امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کا نصف ہے۔ (کتاب الآثار ص ۱۳۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۷ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں :

سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے' ان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث : ۱۶۰۷)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۵)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں :

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کا نصف ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۹ ص ۲۵۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں :

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱۰' ص ۶۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں بھی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس پر تمام ائمہ مذاہب کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء" (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔ (النساء : ۹۲)

Marfat.com

قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت

اس آیت میں مسلمان کو خطاء" قتل کرنے والے پر دو چیزیں واجب کی ہیں' کفارہ اور دیت' اور کفارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے کیونکہ قاتل نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے' غلام ہونا بہ منزلہ موت ہے' اور آزادی بہ منزلہ حیات ہے' تو ایک مسلمان کو مارنے کی تلافی اس طرح ہوگی کہ ایک مسلمان کو زندہ کیا جائے' ہرچند کہ یہاں غلام کا مطلقاً" ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق کو ذکر کیا جائے تو اس سے ذات کے اعتبار سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور صفت اپنے اطلاق پر رہتی ہے' اس لیے اندھا' لنگڑا' مجنون اور لولا غلام آزاد کرنا معتبر نہیں اور نہ ہی مکاتب' مدبر یا ام ولد کا اعتبار ہوگا' اس کے علاوہ غلام کا چھوٹا یا بڑا ہونا' مرد یا عورت ہونا' کالا یا گورا ہونا' یہ از قبیل صفات ہیں اور کسی بھی صفت کا غلام آزاد کیا جاسکے گا' اب چونکہ اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کی وجہ سے غلام بنانے کا دور ختم ہو چکا ہے' اس لیے اب قتل خطاء کے کفارہ میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے جائیں گے۔

ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام

مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم' اور یہ دیت تین سال کے اندر مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے گی اور جس طرح ورثاء میں مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے اسی قاعدہ اور تناسب سے دیت تقسیم کی جائے گی' مقتول کی تجہیز و تکفین کے بعد اس میں سے پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر تہائی (۱/۳) دیت سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب مقتول کے ورثاء دیت معاف نہ کریں لیکن اگر انہوں نے معاف کر دی تب بھی کفارہ بہرحال ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : **پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ مقتول مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے۔** (النساء : ۹۲)

دار الحرب میں کسی مسلمان کو خطاء" قتل کرنے پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو دار الحرب میں خطاء" قتل کر دیا تو اس کے کفارہ میں صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا نہیں کی جائے گی' کیونکہ دیت بہ طور وراثت دی جاتی ہے اور دار الاسلام اور دار الحرب کے رہنے والوں کے درمیان وراثت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : **اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے۔** (النساء : ۹۲)

ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ

جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاء" قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاء" قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء

Marfat.com

کو بھی دیت ادا کی جائے گی' اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار سے معین نہیں فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اہل عرب میں دیت کا لفظ سو اونٹوں میں معروف تھا اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کرنے کا تعامل تھا' اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاہد اور ذمی کو اگر خطاءً" قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ادا کی جائے گی تو اس کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس کا معنی ہوگا کہ ذمی مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اس آیت کے نزول سے پہلے مسلم اور کافر کی دیت میں فرق نہیں تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذمی کی دیت کو مسلم کی دیت کے ذکر کے بعد بغیر کسی فرق کے ذکر کیا للہذا اس آیت میں بھی دیت کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور ذمی کافر کی بھی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

امام مالک نے کہا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۷' ملخصاً' مطبوعہ ایران)

ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی' متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے کیونکہ عمرو بن شعیب از والد از جد مختلف فیہ ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۱۸' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۴۸۲۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۶۴۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۵۸۳)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

یہودی اور نصرانی کی دیت میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم کا مذہب اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ہے' اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے' اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے' امام مالک بن انس' امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے' یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳ ص ۱۰۷۔۱۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں ایک راوی محمد بن راشد ہے اس کے متعلق امام عبداللہ بن المبارک نے کہا یہ صادق تھا لیکن یہ شیعی یا قدری تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۵)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ایک راوی عبدالرحمان بن الحارث بن عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ ہے اس کے متعلق امام احمد نے کہا یہ متروک ہے اور علی بن المدینی نے اس کو ضعیف کہا

Marfat.com

ہے تاہم اس کی تعدیل بھی کی گئی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۳)
ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے وہ اس قدر مستحکم نہیں کہ وہ قرآن مجید کے ذکر کردہ لفظ کے متعارف معنی کے مزاحم ہو سکے۔

ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قتل نفس میں مسلمان اور کافر ذمی یا معاہد کی دیت برابر ہے' قرآن مجید میں لفظ دیت کے متعارف معنی کے علاوہ ان کے موقف پر حسب ذیل احادیث دلیل ہیں' امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔
(مسند ابی حنیفہ مع شرح القاری ص ۲۰۸' مطبوعہ بیروت)

امام قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ روایت کرتے ہیں :
ابراہیم نخعی نے کہا ذمی مرد کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ (کتاب الآثار' رقم الحدیث : ۹۶۹)
زہری نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل ذمہ کی دیت آزاد مسلمان کے برابر ہے۔
(کتاب الآثار' رقم الحدیث : ۹۷۲)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ روایت کرتے ہیں :
ابوالہیثم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر ہے۔ (کتاب الآثار' رقم الحدیث : ۵۸۷)
زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے نصرانی کی دیت اور یہودی کی دیت کو آزاد مسلمان کے برابر قرار دیا۔ امام محمد نے کہا ہمارا اسی حدیث پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار' رقم الحدیث : ۵۸۹)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذمی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔
(المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۷۹۵)
اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو کرز ضعیف ہے لیکن باقی احادیث اور آثار صحیحہ امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف پر قوی دلیل ہیں اور ظاہر قرآن بھی آپ کے موقف پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے مسلم اور کافر کی دیت' عمد اور دیت خطا میں کوئی فرق نہیں کیا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جو شخص (غلام یا باندی) کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء : ۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ کا بیان

کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو دارالاسلام میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی مسلمان کو دارالحرب میں خطاء" قتل کیا ہو یا کسی

Marfat.com

ذمی کو دارالاسلام میں قتل کیا ہو تینوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل پر کفارہ لازم کیا ہے اور وہ ایک مسلمان گردن (باندی یا غلام) کو آزاد کرنا ہے' اب اگر کسی شخص کی قدرت میں غلام آزاد کرنا نہ ہو یا غلام کا رواج ہی ختم ہو گیا ہو جیسا کہ آج کل ہے تو وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے گا' بایں طور کہ یہ روزے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں اس ترتیب سے رکھے جائیں کہ عیدین اور ایام تشریق کے دن ان میں حائل نہ ہوں' اس لیے یہ روزے ایام تشریق کے بعد رکھنے چاہئیں اور جو شخص نادم ہو کر خطاء' قائم مقام خطا' قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت اور کفارہ ادا کر دے گا تو اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً" قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(النساء : ۹۳)

قتل عمد کی تعریف اور اس کے متعلق احادیث

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمداً" مسلمان کو قتل کرنے پر دوزخ کی وعید سنائی ہے اس لیے قتل عمد کی تعریف کو جاننا ضروری ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں :

قتل عمد وہ قتل ہے جس میں جان نکالنے کے لیے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جان غیر محسوس ہے پس وہ جان نکالنے کے لیے ایسے ہتھیار کو استعمال کرے گا جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر اور باطن میں موثر ہو۔

(المبسوط ج ۲۶ ص ۵۹' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ کی اصل کے مطابق جس قتل کو ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام کے ساتھ کیا جائے وہ قتل عمد ہے' مثلاً بانس کی کھپچی یا لاٹھی کے ٹکڑے یا کسی اور ایسی دھار والی چیز کے ساتھ قتل کر دے جو ہتھیار کا کام کرتی ہو یا آگ سے جلا دے' امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ تمام قتل عمد کی صورتیں ہیں اور ان میں قصاص واجب ہے اور ہمارے علم کے مطابق ان صورتوں کے قتل عمد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

احادیث میں تلوار اور پتھر سے قتل کرنے کو قتل عمد قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلوار کے علاوہ ہر چیز خطاء ہے اور ہر خطاء کا ایک تاوان ہے۔ (مسند احمد ج ۶' رقم الحدیث ۱۸۴۵۱' ۱۸۴۲۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۴۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک یہودی نے ایک لڑکی پر حملہ کیا اور اس کے جسم سے زیورات اتار لیے اور اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا' اس لڑکی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اس وقت اس میں آخری رمق حیات تھی' اور اس کی گویائی ختم ہو گئی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تم کو کس نے قتل کیا

Marfat.com

ہے۔ کیا فلاں شخص نے؟ اس کے قاتل کے سوا کسی اور کا نام لیا' اس نے سر کے اشارہ سے کہا نہیں' پھر فرمایا فلاں شخص اور اس کے قاتل کا نام لیا اس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں' رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلانے کا حکم دیا اور دو پتھروں کے درمیان اس کے سر کو کچل دیا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۲۹۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۶۷۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۵۲۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۳۹۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۶۶۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱۰۵' ۲۵۸' ۱۲۷۴۸' ۱۲۷۴۱)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ' تلوار ہو' پتھر ہو یا کوئی اور دھار دار چیز ہو یا ہتھیار ہو اس سے قتل کرنا عمد ہے' بندوق' کلاشنکوف' پستول وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔

قتل عمد پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ میرا کسی کافر شخص سے مقابلہ ہو وہ مجھ سے قتال کرے اور تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے' پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی آڑ میں آئے اور کہے میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا' یا رسول اللہ! کیا میں اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو قتل مت کرو' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے' اور اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو مت قتل کرو اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے والے درجہ میں ہو گا اور تم اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے والے درجہ میں ہو گے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۹۵' صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۴۷۹۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۶۴۴)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۰۰ 'سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۹۹۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۴۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲' کنز العمال' رقم الحدیث : ۳۹۹۵۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر کہا یہ بتایئے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کو عمداً" قتل کیا اس کی سزا کیا ہو گی؟ انہوں نے کہا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا' اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہو گا اور اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ وہ آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی (النساء : ۹۳) حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی نازل نہیں ہوئی' اس نے کہا یہ بتایئے اگر وہ توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے' پھر وہ ہدایت یافتہ ہو جائے گا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کی توبہ کیسے ہو گی؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے : اس شخص کی ماں اس پر روئے جس نے کسی مسلمان کو عمداً" قتل کر دیا وہ مقتول اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں جانب سے

Marfat.com

پکڑے ہوئے آئے گا اور دائیں یا بائیں ہاتھ سے اس نے اپنا سر پکڑا ہوا ہو گا اور عرش کے سامنے اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا اور وہ شخص کہے گا اے میرے رب اپنے اس بندہ سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔

(مسند احمد ج ا رقم الحدیث : ۲۱۴۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے' اور شرک کے سوا ہر گناہ لائق مغفرت ہے' حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً" قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور جہنم میں خلود کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائق معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں :

۱۔ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

۲۔ اس آیت میں "من" کا لفظ ہر چند کہ عام ہے لیکن یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر' مراد نہیں ہے بلکہ اس سے کافر قاتل مراد ہے اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

۳۔ یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ روح المعانی میں اس کے متعلق روایت بیان کی گئی ہے۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

۴۔ اگر اس آیت میں قاتل سے مراد مسلمان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے' یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

۵۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً" مکث طویل مراد ہے یعنی وہ لمبے عرصے تک جہنم میں رہے گا۔

۶۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو اس آیت میں شرط محذوف ہے یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کو خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بہ طور کرم خلف وعید جائز ہے لیکن یہ بظاہر خلف وعید ہے' حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے کوئی خلف نہیں ہے۔

۷۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے' حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

۸۔ اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

۹۔ اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتل مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

۱۰۔ اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو۔ (النساء : ۹۴)

سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جماعت کے ساتھ اضم (مکہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام) روانہ کیا اس جماعت میں ابو قتادہ بن ربعی اور محلم بن جثامہ بھی تھے' ہم روانہ ہو گئے حتی کہ جب اضم میں پہنچ گئے' تو ہمارے پاس سے عامر اشجعی کا گزر ہوا جو ایک اونٹ پر اپنا سامان رکھے ہوئے جا رہا تھا' اور اس کے پاس دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا' جب وہ ہمارے پاس سے گزرا تو اس نے ہم کو سلام کیا' ہم نے اس کو کچھ نہیں کہا اور محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کا اونٹ اور اس کا سامان چھین لیا۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو ہمارے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی : اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ الآیہ (النساء : ۹۴) (مسند احمد ج ۹' رقم الحدیث ۲۳۹۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس سے بکریاں چراتے ہوئے گزرا اس نے سلام کیا' صحابہ نے کہا اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لیے ہم کو سلام کیا ہے انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اس موقع پر یہ آیت (النساء : ۹۴) نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۵۹۱' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۳۰۲۵' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۳۹۷۴' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۴۱' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث : ۱۱۱۱۶' مسند احمد' رقم الحدیث : ۲۰۲۳' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث : ۴۷۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۲۹۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۱۵)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت قبیلہ غطفان کے ایک شخص مرداس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب لیثی کی قیادت میں ایک لشکر فدک کی طرف روانہ کیا ان کو وہاں مرداس' غطفان کے لوگوں کا ساتھ ملا' مرداس کے ساتھی بھاگ گئے' مرداس نے کہا بخدا میں مومن ہوں اور میں تمہارا پیچھا نہیں کر رہا تھا' پھر صبح کو سواروں کی ایک اور جماعت آئی مرداس نے ان کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۰۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے

قرآن مجید کی اس آیت اور اس کے شان نزول میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر حال پر ہے اور کسی شخص کے باطن کو ٹٹولنے سے ہم کو منع کیا گیا ہے اور دل کے حال کو جاننا انسانوں کا منصب نہیں ہے' یہ صرف اللہ عز و جل کی شان ہے جو علام الغیوب ہے اور کسی شخص کے متعلق بدگمانی کر کے

Marfat.com

اس کو قتل کرنا ممنوع ہے' اس سے پہلے ہم صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت اسامہ نے ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے بعد اس خیال سے قتل کر دیا تھا کہ شاید اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا ہے تو رسول اللہ ﷺ بہت ناراض ہوئے' آپ نے حضرت اسامہ سے اس شخص کے قصاص لینے کا حکم نہیں دیا' اور مذکور الصدر احادیث میں جن صحابہ نے ایک شخص کو سلام کرنے کے بعد قتل کر دیا تھا آپ نے ان کو بھی قصاص میں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ اول تو یہ ابتداء اسلام کے واقعات ہیں ثانیاً" یہ کہ انہوں نے تاویل سے قتل کیا تھا' البتہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اور اس کا حکم معلوم ہونے کے بعد جس نے کسی کے متعلق بدگمانی کر کے اس کو قتل کر دیا اس سے قصاص لیا جائے گا' بہرحال اس آیت سے فقہ کا یہ عظیم ضابطہ معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر حال پر ہے۔

نیز اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ مسلمانوں کا جہاد سے مقصود صرف اللہ کے دین کی سربلندی ہونا چاہئے اور مال غنیمت حاصل کرنا ان کا مطمح نظر نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بلاعذر اور بلاضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر ایک درجہ میں فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے○ اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

بلاعذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے' مجاہدین کے برابر نہیں ہیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں جاتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لا یستوی القاعدون من المؤمنین۔ الایہ تو حضرت عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے وہ نابینا تھے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نابینا ہوں۔ آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی غیر اولی الضرر۔ نبی ﷺ نے فرمایا (چوڑی) ہڈی اور دوات لاؤ' یا فرمایا لوح اور دوات لاؤ۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۴۲' صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۴۵۹۴' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۸۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر سے مراد وہ مسلمان ہیں جو بغیر کسی ضرر یا عذر کے جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے اور جہاد کرنے والوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جو جنگ بدر میں جہاد کے لیے گئے تھے۔ جب غزوہ بدر میں شریک ہونے کا حکم آیا تو نبی ﷺ کے پاس حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کیا : یا رسول اللہ ہم نابینا ہیں کیا ہمارے لیے رخصت ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۴۳' سنن کبریٰ للنسائی ج ۶' رقم الحدیث : ۱۱۱۲۷)

Marfat.com

عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے 'مجاہدین کے برابر ہیں

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلاعذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے' مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا : ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا ہے تو وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۲۸۳۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا تم نے جب بھی کسی رات سفر کیا یا کسی وادی کو عبور کیا تو مدینہ کے کچھ مسلمان تمہارے ساتھ ہوتے تھے' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو مدینہ میں ہیں' آپ نے فرمایا : وہ مدینہ میں ہیں لیکن عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ (امام مسلم نے یہ حدیث اختصار کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے۔)

(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۲۷۶۵' ۲۷۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث : ۴۹۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' ۱۸۲)

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بھی فضیلت بیان کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو مال دار لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض اور واجبات کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے شریعت میں منع کیا گیا ہے ان سے باز رہتے ہیں ان کو نفلی عبادت کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ وہ اپنے مال کو جہاد' اسلام کی ترویج و اشاعت اور دیگر نیکی کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں بحث کی گئی ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے یا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان کو فضیلت اور درجہ حاصل ہے' نیز غنی کو قدرت حاصل ہوتی ہے اور فقیر عاجز ہوتا ہے اور قدرت عجز سے افضل ہے' اور بعض نے کہا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' کیونکہ غنی شاکر کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے جو اجر ملتا ہے وہ دس گنا ہے' سات سو گنا ہے یا چودہ سو گنا ہے اور بہرحال حد اور حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کو اللہ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے :

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر : ۱۰) — صرف صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنی شاکر سے فقیر صابر افضل ہے' نیز غنی دنیا کی طلب میں رہتا ہے جب کہ فقیر دنیا کو ترک کرتا ہے اور دنیا کو طلب کرنے سے دنیا کو ترک کرنا افضل ہے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل

Marfat.com

ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی یہ بحث رہتی تھی کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے اور ہر ایک اجر و ثواب میں دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مالدار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور جنت کی نعمتیں لے گئے' نبی ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرسکتے' وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کرسکتے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس سے تم ان سے بڑھ جاؤ گے جو تم پر سبقت کرتے ہیں اور تم اپنے بعد والوں سے بھی بڑھ جاؤ گے؟ اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو سکے گا مگر وہ جو تمہاری طرح اس کام کو کرے' فقراء مہاجرین نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو' (دوسری روایت میں ہے سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو) فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا : ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کام کو سن لیا اور وہ بھی اس طرح کرنے لگے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۵۹۵)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقیر صابر سے غنی شاکر افضل ہے کیونکہ اس کو ایسی عبادات انجام دینے کا موقع ملتا ہے جو فقراء کی پہنچ میں نہیں ہوتیں' یہ بھی واضح رہے کہ فقیر صابر سے مراد آج کل کے گداگر نہیں ہیں اور نہ غنی شاکر سے مراد آج کل کے سرمایہ دار ہیں بلکہ فقراء سے مراد ایسے فقراء ہیں جیسے فقراء مہاجرین تھے مثلاً حضرت بلال' حضرت سلمان فارسی اور حضرت صہیب رومی وغیرہ' اور اغنیاء سے مراد ایسے اغنیاء ہیں جیسے حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمان بن عوف وغیرہ تھے' اور فقیر صابر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ شاکر نہ ہو' اور غنی شاکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ صابر نہ ہو' بلکہ ہر دو کو جب کوئی نعمت ملے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کریں لیکن غنی کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو شکر کرنے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں اس لیے اس کو غنی شاکر سے تعبیر کرتے ہیں اور فقیر کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو صبر کے مواقع زیادہ ملتے ہیں' اس لیے اس کو فقیر صابر سے تعبیر کرتے ہیں اور صبر کرنا بھی عبادت ہے اور شکر کرنا بھی عبادت ہے تاہم اگر اغنیاء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کو ایسی عبادت کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہیں جو فقراء کی دسترس میں نہیں ہیں تو فقراء کے لیے یہ فضیلت کچھ کم نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے جو زندگی گزاری ہے وہ عیش' نعمت اور اغنیاء کی زندگی نہیں ہے وہ فقراء کی زندگی ہے اگر اغنیاء کو عبادت میں سبقت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کو رسول اللہ ﷺ کی حیات اپنانے کی فضیلت حاصل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا' اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا تو رب العلمین ہے'

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' پھر فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا' وہ کہے گا : اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا تو رب العلمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' پھر فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا! وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو رب العالمین ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۶۹)

فقراء کے لیے یہ کچھ کم اعزاز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے' اگر اغنیاء کو کثرت عبادت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کے لیے یہ کم فضیلت نہیں ہے کہ اللہ ان کے حال کو اپنا حال فرماتا ہے۔ ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ

بیشک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ تم

كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ

کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ

تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ

کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا

مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿۹۷﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ

ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے ○ مگر جو (واقعی) کمزور ہوں

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً

مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں

وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾ فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ

اور نہ راستہ جانتے ہوں ○ سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب ان سے درگزر

Marfat.com

عَنۡهُمۡ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾ وَ مَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ
فرمائے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے O اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا
اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِیۡرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنۡ یَّخۡرُجۡ
وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا، اور جو اپنے گھر سے
مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ
اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اس کو موت پا لے
فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۴/۴ ۱۱
تو بے شک اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ثابت ہو گیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ الآیہ (النساء : ۹۸-۹۷)

فرضیت ہجرت کی آیات کا شان نزول

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو فرض فرمایا ہے اور مکہ کے جن مسلمانوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی ان پر سخت وعید فرمائی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

عبد الرحمان بن اسود بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ سے جنگ کے لیے ایک لشکر تیار کیا گیا۔ میرا نام بھی اس میں لکھا گیا تھا اس وقت حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے اس جنگ میں شامل ہونے سے سختی سے منع کیا اور کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ (مکہ کے) کچھ مسلمان (جنگ بدر میں) مشرکین (کی تعداد بڑھانے کے لیے ان) کے ساتھ تھے' یہ لشکر رسول اللہ ﷺ سے لڑنے کے لیے آیا تھا' آپ کے لشکر کی طرف سے کوئی تیر آکر ان مسلمانوں کے لگتا اور وہ ہلاک ہو جاتا یا لڑائی میں مارا جاتا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۵۹۶' سنن کبریٰ للنسائی : ج ۶' رقم الحدیث ۱۱۱۹)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میری ماں ان کمزور لوگوں میں سے تھی جن کا اللہ نے کفر کی سرزمین سے ہجرت کرنے کے حکم سے استثناء فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۵۹۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مکہ کے ان مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی جو ان میں سے مکہ میں فوت ہو گئے وہ ہلاک ہو گئے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی : بے شک فرشتے جن لوگوں کی

Marfat.com

روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے (فرشتے کہتے ہیں) کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے ---- یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔ مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے ---- سو یہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا۔ (النساء : ۹۸۔ ۹۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا میں اور میری والدہ ان کمزور لوگوں میں سے تھے۔ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عباس بھی ان کمزور لوگوں میں سے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے' جنگ بدر کے دن مشرکین ان کو اپنے ساتھ لے گئے' ان میں سے بعض مسلمان جنگ میں مارے گئے' مسلمانوں نے کہا ہمارے یہ اصحاب مسلمان تھے ان کو زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا' انہوں نے ان کے لیے استغفار کیا اس موقع پر سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔ تب مکہ میں باقی ماندہ مسلمانوں کو یہ آیت لکھ کر بھیجی گئی اور ان سے یہ کہا گیا کہ اب ان کے لیے ہجرت میں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے وہ مکہ سے نکلے تو مشرکین ان کے مقابلہ میں آئے اور وہ فتنہ میں پڑ گئے اس وقت ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ط (العنکبوت : ۱۰)

اور کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے' پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جائے تو وہ لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی طرح کر دیتے ہیں۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے : اے اللہ! ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما' اور ان کمزور مسلمانوں کو جو مشرکین کے زیر تسلط ہیں' جن کو وہاں سے نکلنے کے لیے کسی حیلہ پر قدرت ہے نہ وہ راستہ جانتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۲۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ہرچند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی سمع اللہ لمن حمدہ پڑھ کر آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ سے پہلے آپ نے یہ دعا مانگی : اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما' اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما' اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما' اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما' اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت سخت فرما' اے اللہ! ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف کے زمانہ میں (قحط کے) سال مسلط کر دیئے تھے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۵۹۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا' وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے' پھر اس کو موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ثابت ہو گیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے (النساء : ۹۹)

اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لیے مشرکوں کے ملک سے اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی طرف بھاگے' اور ارض اسلام اور دار ہجرت میں پہنچنے سے پہلے اس کو موت آلے تو اس کے اس عمل کا اجر اور ہجرت کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' اور اس نے اسلام کی خاطر اپنے وطن اور رشتہ داروں کو جو چھوڑا ہے اللہ اس کی جزاء اس کو عطا فرمائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا' جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا اس نے اپنے گھر والوں سے کہا وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلیں' وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے وہ ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہجرت کا شرعی حکم

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جس ملک یا شہر میں مسلمانوں کو دین اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے اور یہ کہ ابتداء میں مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض تھا اور مکہ فتح ہونے کے بعد جب مکہ دار الاسلام بن گیا تو یہ ہجرت منسوخ ہو گئی' اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مرد' عورتیں اور بچے کمزور ہوں یا بیمار ہوں اور ان کو ہجرت کرنے کی کوئی تدبیر معلوم نہ ہو' نہ راستے کا علم ہو ان کے ہجرت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا' اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان نیک نیتی سے کوئی عبادت شروع کرے اور اس کو مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس نیک کام کا پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کے اسباب

ابتداء اسلام میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے حسب ذیل اسباب تھے :

(۱) مدینہ منورہ میں نبی ﷺ پر وقتاً" فوقتاً" احکام شرعیہ نازل ہو رہے تھے اور دین کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان ہر طرف سے اس مرکز علم کی طرف آئیں' اسی طرح اب بھی اگر کوئی مسلمان کسی ایسے علاقہ میں رہتا ہو جہاں علماء دین نہ ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اس علاقہ کی طرف ہجرت کرے جہاں علماء دین ہوں' اور وہاں جا کر علماء دین سے علم حاصل کرے نکاح کرنے سے پہلے نکاح اور طلاق کے ضروری مسائل سیکھے حج اور عمرہ سے پہلے حج اور عمرہ کے مسائل معلوم کرے' تجارت کرنے سے پہلے تجارت' بیع شراء اور سود کے مسائل کا علم حاصل کرے' اور بالغ ہونے سے پہلے نماز' روزہ اور زکوٰۃ کے مسائل کا علم حاصل کرے علیٰ ھٰذا القیاس۔

(۲) مدینہ میں مسلمان آزادی سے احکام شرعیہ اور شعائر اسلام پر عمل کرتے تھے جب کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ میں شعائر اسلام پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا سو اب بھی اگر کسی ملک میں کوئی مسلمان اسلام کے شعائر پر آزادی اور امن سے عمل نہ کر سکے تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا فرض ہے۔

(۳) مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ بتلایا جائے کہ اسلام میں وطن کی اہمیت نہیں ہے بلکہ دین کی اہمیت ہے اور دین کی خاطر وطن کو چھوڑ دیا جائے گا' اور یہ کہ نبی ﷺ کی اطاعت اور آپ کی اتباع مسلمانوں پر فرض ہے اور جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تو آپ کی اتباع میں مسلمانوں پر بھی ہجرت فرض کر دی گئی' اور

Marfat.com

اس لیے بھی کہ مدینہ منورہ اسلام کی پہلی ریاست تھی سو اس ریاست کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے وہاں مسلمانوں کی عددی قوت بڑھانا ضروری تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جب مسلمان مدینہ میں جمع ہو جائیں۔

دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں :

(۱) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا' ہجرت کی یہ قسم قیامت تک کے لیے فرض ہے' سو جو شخص دارالحرب میں اسلام قبول کرے اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے' اگر وہ دارالحرب میں ہی مقیم رہا تو گنہ گار ہو گا۔

(۲) جس علاقہ میں اہل بدعت کا غلبہ ہو اور سلف صالحین پر وہاں تبرا کیا جاتا ہو اور صالح مسلمان اپنی قوت سے اس بدعت کو مٹانے پر قادر نہ ہوں اس علاقہ سے ان مسلمانوں کا ہجرت کرنا واجب ہے' اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے :

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (الانعام : ۶۸)

اور (اے مخاطب) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے اعراض کرو حتی کہ وہ کسی اور موضوع پر بحث کرنے لگیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

(۳) جس سرزمین پر حرام کاموں کا غلبہ ہو اس سرزمین سے نکل جائے کیونکہ حلال کو طلب کرنا اور حرام سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۴) جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے جسم کے نقصان کا خطرہ ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ کسی محفوظ علاقہ میں چلا جائے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا :

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (العنکبوت : ۲۶)

میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (القصص : ۲۱)

سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے' وہ انتظار کرتے تھے (کہ اب کیا ہو گا) انہوں نے دعا کی اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچالے۔

(۵) جس شہر میں کوئی متعدی مرض پھیلا ہوا ہو' اس شہر سے ایسی جگہ چلا جائے جہاں وہ وبا نہ ہو' اس قاعدہ سے صرف طاعون مستثنیٰ ہے۔

(۶) جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے مال کے ضائع ہونے یا مالی نقصان کا یقینی خطرہ ہو اس جگہ سے انسان کسی پر امن علاقہ میں چلا جائے۔

(۷) اسی طرح جس جگہ انسان کی عزت اور ناموس کو یقینی خطرہ ہو اس علاقہ سے بھی نکلنا واجب ہے' کیونکہ مسلمان پر اپنی جان' مال اور عزت کی حفاظت کرنا فرض ہے' امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا : یہ حج اکبر کا دن ہے تمہارا خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اس شہر کی حرمت ہے۔

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ ' رقم الحدیث : ۳۰۵۸ ' صحیح البخاری ' رقم الحدیث : ۱۷۳۹ ' سنن ابوداؤد ' رقم الحدیث : ۱۹۴۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں تقیہ جائز نہیں ہے ورنہ ہجرت فرض نہ ہوتی کیونکہ انسان تقیہ کرکے کافروں اور فاسقوں سے ظاہری موافقت کرکے ایسی جگہ رہ سکتا ہے۔

یہ ہجرت کی وہ اقسام ہیں جن میں کسی ضرر سے بچنے کے لیے ہجرت کی جاتی ہے ' اور ہجرت کی بعض اقسام وہ ہیں جن میں کسی نفع کے حصول کے لیے ہجرت کی جاتی ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :

حصول نفع کے لیے ہجرت کی اقسام

(۱) کسی علاقہ کے آثار عذاب سے عبرت حاصل کرنے کے لیے اپنے ملک سے دوسرے ملک جانا ' قرآن مجید میں ہے :

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (یوسف : ۱۰۹)

کیا یہ لوگ زمین میں سفر نہیں کرتے تاکہ یہ دیکھیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔

اس نوع کی قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں ' اور کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین نے زمین میں اس لیے سفر کیا تھا کہ زمین کے عجائبات دیکھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے باطل کو مٹانے اور حق کو نافذ کرنے کے لیے زمین میں سفر کیا تھا۔

(۲) حج کرنے کے لیے سفر کرنا ' یہ سفر زندگی میں ایک بار بشرط استطاعت فرض ہے اور بار بار مستحب ہے۔

(۳) جہاد کے لیے سفر کرنا ' اگر دشمن اسلامی ملک کی سرحد پر حملہ آور ہو تو سربراہ ملک جن لوگوں کو جہاد کے لیے بلائے ان کا جانا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے لیکن یہ بھی امام یا امیر کی دعوت پر موقوف ہے۔

(۴) اگر اپنے شہر میں رزق حلال اور معاش کا حصول متعذر اور مشکل ہو اور کسی دوسرے شہر میں رزق حلال کے ذرائع حاصل ہوں تو اس شہر میں جانا اس پر فرض ہے کیونکہ رزق حلال کو طلب کرنا فرض ہے ' قرآن مجید میں ہے :

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (المزمل : ۲۰)

اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے ' اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے۔

(۵) تجارت کے لیے سفر کرنا اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں تجارت کے لیے جانا ' اللہ تعالیٰ نے سفر حج میں بھی تجارت کی اجازت دی ہے :

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرہ : ۱۹۸)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو۔

(۶) علم دین اور علم نافع کی طلب کے لیے سفر کرنا ' قرآن مجید میں ہے :

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ : ۱۲۲)

تو (مسلمانوں کے) ہر گروہ سے کیوں نہ ایک جماعت دین سیکھنے کے لیے روانہ ہوئی تاکہ وہ واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں۔ شاید وہ گناہ سے بچتے رہیں۔

(۷) متبرک مقامات کی زیارت کے لیے سفر کرنا ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھنا میری یہ مسجد ' مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔ (صحیح البخاری ' رقم الحدیث : ۱۱۸۹ ' صحیح مسلم ' رقم الحدیث : ۱۳۹۷ ' سنن ابوداؤد ' رقم الحدیث : ۲۰۳۳ ' سنن نسائی ' رقم الحدیث : ۲۸۹۷ ' سنن ترمذی ' رقم الحدیث : ۳۲۶ ' سنن ابن ماجہ ' رقم

Marfat.com

الحدیث : ۱۴۰۹ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۴ سنن دارمی رقم الحدیث : ۱۴۲۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴)

(۸) اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر کرنا اور دشمن سے مقابلوں کے لیے مجاہدوں کا جمع ہونا۔

(۹) ماں باپ کی زیارت کے لیے سفر کرنا' رشتہ داروں اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے سفر کرنا۔

(۱۰) ملک کے نظم و نسق چلانے اور انتظامی امور کے لیے سفر کرنا۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۶۱۲ - ۶۱۱ مع توضیح و زیادۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ
اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم

تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ
نماز میں قصر کر لو ، اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں

كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ
گے ، بیشک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں ○ اور (اے رسول مکرم) جب

فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ
آپ ان (مسلمانوں) کے درمیان ہوں اور آپ (حالت جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ

وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪
نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں ،

وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا
اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ
اور وہ بھی اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں ، کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز و سامان سے

اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ
غافل ہو جاؤ تو وہ یکبارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کر دیں ،

Marfat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار

مَّرْضٰٓى أَنْ تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لیے رہو، بیشک اللہ نے کافروں

أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱۰۲﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ

کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ پس جب تم نماز ادا کر لو تو حالتِ قیام

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ

میں، بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرو، پھر جب تم مامون ہو جاؤ

فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا

تو (معمول کے مطابق) نماز پڑھو۔ بیشک ایمان والوں پر نماز وقتِ مقررہ میں فرض کی گئی

مَّوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۖ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ

ہے ○ اور کافروں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو، اگر تم کو تکلیف پہنچی ہے تو ان کو

فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۚ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

بھی تکلیف پہنچی ہے جیسا کہ تم کو تکلیف پہنچی ہے (جب کہ) تم اللہ سے جو امید رکھتے ہو، اس کی وہ امید

يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵ ع ۱۲

نہیں رکھتے، اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو' اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے۔ (النساء : ۱۰۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم مسافت کے مطابق سفر کرو (یہ اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز ہے) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم چار رکعت کی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھ لو' قرآن مجید سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی رخصت صرف اس صورت میں ہے جب کفار کے حملہ کرنے کا خطرہ ہو لیکن احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سفر شرعی میں یہ

Marfat.com

رخصت زمانہ جنگ اور امن دونوں کو شامل ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے عنقریب بیان کریں گے' پہلے ہم اس آیت کا شان نزول بیان کریں گے' اور صلوۃ خوف پڑھنے کا طریقہ بیان کریں گے' پھر زمانہ امن میں نماز قصر پڑھنے کے دلائل ذکر کریں گے اور اخیر میں مسافت شرعیہ کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق

نماز خوف کا شان نزول

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

ابو عیاش الزرقی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے' ہم نے ظہر کی نماز پڑھی' مشرکین نے کہا ہم نے ان کو غافل پایا کاش ہم ان پر اس وقت حملہ کر دیتے جب یہ نماز میں تھے' اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق (یہ) آیت نازل ہو گئی' جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' آپ نے ہمارے دو گروہ کر دیئے' ایک گروہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ (الحدیث)

(سنن نسائی' رقم الحدیث : ۱۵۴۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۱۲۳۶' المستدرک : ج ۱ ص ۳۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۵۶۔ ۲۵۴)

نماز خوف پڑھنے کا طریقہ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا' ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' رسول اللہ ﷺ نے ہماری صفیں بنائیں' ایک صف نے نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' نبی ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی' پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے (جو دشمن کے سامنے تھا) جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر گروہ نے (بقیہ) ایک رکوع اور دو سجدے کیے (جس نے آپ کے پیچھے پہلی رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت لاحق کی طرح پڑھی اور جس نے آپ کے پیچھے دوسری رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت مسبوق کی طرح پڑھی)

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۹۴۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۸۳۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۱۲۴۳' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۵۶۴' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۱۵۳۸' مصنف عبدالرزاق : ۴۲۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۶۳)

امام محمد از امام ابو حنیفہ' از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں :

جب امام اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائے تو ایک جماعت امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے' جو جماعت امام کے ساتھ کھڑی ہے امام اس کو ایک رکعت نماز پڑھائے' پھر جس جماعت نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی وہ کوئی کلام کیے بغیر دوسری جماعت کی جگہ جا کر کھڑی ہو جائے اور وہ دوسری جماعت امام کے پیچھے آ کر نماز پڑھے امام اس کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے' پھر یہ جماعت کوئی کلام کیے بغیر پہلی جماعت کی جگہ جا کر کھڑی

Marfat.com

ہو جائے اور پہلی جماعت آئے اور تنہا تنہا (بقیہ) ایک رکعت پڑھے ' پھر وہ جا کر دوسری جماعت کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور پھر دوسری جماعت آئے اور وہ بھی تنہا تنہا اپنی (بقیہ) پہلی رکعت پڑھے۔

امام محمد از امام ابوحنیفہ ' از حارث بن عبدالرحمان از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل روایت کرتے ہیں ' امام محمد نے کہا ہم اس پوری روایت پر عمل کرتے ہیں ' لیکن پہلی جماعت اپنی بقیہ دوسری رکعت کو بغیر قرأت کے پڑھے گی کیونکہ اس نے امام کے ساتھ پہلی رکعت پالی ہے ' اور دوسری جماعت اپنی بقیہ پہلی رکعت کو قرأت کے ساتھ پڑھے گی کیونکہ اس کی امام کے ساتھ ایک رکعت رہ گئی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ جو شخص تنہا نماز خوف پڑھ رہا ہو وہ قبلہ کی طرف منہ کرے ' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو سواری پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ' اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھے ' منہ جس طرف بھی ہو ' اشارہ کرتے ہوئے کسی چیز پر سجدہ نہ کرے ' اپنے رکوع میں سجدہ سے زیادہ جھکے ' اور وضو کو ترک نہ کرے اور نہ دو رکعتوں میں قرأت کو ترک کرے ' امام محمد نے کہا ہم اس پوری حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار رقم الحدیث : ۱۹۶۔ ۱۹۵۔ ۱۹۴ ' ص ۴۰۔ ۳۹ ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ ' اور علامہ حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ نے بھی نماز خوف کا یہی طریقہ لکھا ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۷ ' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان ' در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۹۔ ۵۶۸ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور یہ لوگ ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ (النساء : ۱۰۲)

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت سے آیا یہ مراد ہے کہ جو جماعت نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہی ہے وہ مسلح رہے ' یا جو جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہے وہ مسلح رہے ' ثانی الذکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے اور ان کے لیے ہتھیار اٹھانا دشوار تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی : اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم بارش یا بیماری کی وجہ سے ہتھیار اتار دو۔

سفر شرعی میں نماز کو قصر کر کے پڑھنے کا وجوب

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر سفر میں کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز کو قصر کر کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ امن میں نماز کو قصر کر کے پڑھنے کی رخصت نہیں ہے لیکن احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ رخصت زمانہ امن میں سفر کو بھی شامل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم سفر میں قصر کر لو (النساء : ۱۰۱) اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملہ سے مامون ہیں! حضرت عمر نے کہا جس چیز سے تم کو تعجب ہوا ہے مجھے بھی تعجب ہوا تھا ' میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا ' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (قصر) صدقہ ہے جس کا اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے ' تم اس کے صدقہ کو قبول کر لو۔ (صحیح مسلم ' رقم الحدیث : ۶۸۶ ' سنن ابوداؤد ' رقم الحدیث : ۱۱۹۹ ' ۱۲۰۰ ' سنن کبری للنسائی ' رقم الحدیث : ۱۱۲۰ ' سنن ابن ماجہ ' رقم الحدیث : ۱۰۶۵ ' سنن دارمی ' رقم الحدیث ' ۳۵۴ ' صحیح ابن خزیمہ ' رقم الحدیث

Marfat.com

۹۳۵ مسند احمد : ج ۱ رقم الحدیث : ۱۷۴ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے امر فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کرو اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے' سو اگر کسی نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہو گا۔

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

امیہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن مجید میں حضر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز خوف کا بھی قرآن میں ذکر ہے اور سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے جو سیدنا محمد ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۰۶۶' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۱۴۳۳)

مسافت شرعی کی مقدار میں مذاہب ائمہ

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا۔ (السراج الوہاج' ج ۱ ص ۲۷۷)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔

(المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک بھی مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں :

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا : اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے' میں نے پوچھا تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے' میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۳۸۶ھ)

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلو میٹر

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے۔ متاخرین فقہاء کرام نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائے گی۔ بعض فقہاء نے اس مسافت کو اکیس (۲۱) فرسخ قرار دیا بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا اور مفتی بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹' مطبوعہ مصر' غنیۃ المستملی ص ۴۹۸' مطبوعہ مجتبائی دہلی)

بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی بدلتے گئے اور پھر مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلو میٹر سے ناپا جانے لگا۔ لہٰذا عہد حاضر کے علماء نے مسافت قصر کا اندازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔

Marfat.com

اس سے پہلے کہ ہم انگریزی میل اور کلومیٹر کے اعتبار سے مسافت قصر کا ذکر کریں وہ قاعدہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے فرسخ کی مسافت انگریزی میل اور کلومیٹر میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل' چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک ہاتھ) کا ہوتا ہے۔ (عالم گیری ج ا ص ۲۰۰ مطبوعہ مصر) اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا اور اکیس فرسخ تریسٹھ میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ چھبیس ہزار گز یعنی اکہتر انگریزی میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵ء۱۸۹) کلومیٹر کے برابر ہیں۔ فقہاء کا دوسرا قول پندرہ فرسخ ہے اور پندرہ فرسخ پینتالیس میل شرعی ہیں جو نوے ہزار گز یعنی اکیاون انگریزی میل' ایک فرلانگ بیس گز ہیں جو بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲ء۲۶۸) کلومیٹر کے برابر ہیں۔ فقہاء کا تیسرا قول جو مفتی بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چون میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸ء۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اس اعتبار سے مفتی بہ قول پر سفر شرعی اور قصر کے احکام اکسٹھ میل دو فرلانگ بیس گز یا اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸ء۷۳۴) کلومیٹر کی مسافت کے بعد شروع ہوں گے۔ زمانہ قریب کے علماء نے بھی مسافت شرعیہ کو انگریزی میلوں کے حساب سے بیان کیا ہے لیکن کسی کا حساب بھی فقہاء کے مذکورہ قاعدہ کے موافق نہیں ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس سفر میں پیدل یا اونٹ کی سواری سے تین دن صرف ہوں (یعنی تقریباً ۱۸ فرسنگ یا چون میل) اس میں قصر کیا جا سکتا ہے۔ یہی رائے ابن عمر' ابن مسعود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ا ص ۳۹۰' مطبوعہ لاہور)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اس عبارت میں چون میل سے چون میل شرعی مراد ہیں۔ مودودی صاحب کو اس بات کی وضاحت کرنی چاہئے تھی اور بتلانا چاہئے تھا کہ چون میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل کے برابر ہیں کیونکہ عام اردو پڑھے لکھے لوگ چون میل سے چون انگریزی میل ہی باور کریں گے۔

شیخ عزیز الرحمان لکھتے ہیں :

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین دن کا سفر ہو اور وہ جگہ جس کی طرف سفر کا ارادہ ہے تین منزل ہو لیکن بہت سے مشائخ نے فراسخ کا اعتبار کیا ہے اور اس میں فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ' یعنی اڑتالیس میل پر ہے' مکرر آنکہ عبارت مذکور سے واضح ہے کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین منزل کا سفر ہو پس اگر حساب منازل کا سہل ہو تو اس کو دیکھا جائے مگر چونکہ ہر ایک کو اعتبار منازل میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نے کل منازل کی تحدید میلوں سے کر دی ہے جس میں تین قول ہیں جو اوپر معلوم ہوئے میل کی مقدار شرعی ذراع سے چار ہزار ذراع لکھی ہے اور ذراع شرعی اس زمانہ کے گز کے حساب سے قریب دس گرہ کے ہوتا ہے۔ پس اس کے موافق میلوں کا حساب کر لیا جائے اور اڑتالیس میل کا اندازہ کر لیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ا ص ۲۸۵' مطبوعہ کراچی)

شیخ عزیز الرحمٰن نے اس عبارت میں کئی غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ پندرہ فرسخ' پینتالیس شرعی میل کا ہے کیونکہ تین

Marfat.com

میل کا ایک فرسخ ہوتا ہے اور انہوں نے اڑتالیس میل لکھے ہیں- دوم یہ کہ چونکہ انہوں نے میل کے ساتھ شرعی کی قید نہیں لگائی اس لیے عوام اردو داں لوگ اس کو انگریزی مروجہ میل پر محمول کریں گے- سوم یہ کہ انہوں نے ذراع شرعی دس گرہ قرار دیا ہے جو ڈیڑھ فٹ سے زیادہ ہے اس حساب سے شرعی مسافت اکسٹھ انگریزی میل سے متجاوز ہو جائے گی جب کہ وہ اڑتالیس انگریزی میل بیان کرتے ہیں-

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں :

الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار اور معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کر کے چوبیس انگشت قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے (الی ان قال) اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ میل کے بارے میں قول مختار فقہاء کرام کا یہ ہے کہ چوبیس انگشت کے گز سے دو ہزار گز کا ایک میل شرعی ہوا کیونکہ چوبیس انگشت کا ذراع ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہے جیسا کہ ذراع کی تحقیق میں بحوالہ چکرورتی گزر گیا ہے- (الی ان قال) اور مشائخ حنفیہ میں سے بعض نے اکیس فرسخ جس کے تریسٹھ میل ہوتے ہیں- بعض نے اٹھارہ فرسخ جس کے چون میل ہوتے ہیں اور بعض نے پندرہ فرسخ جس کے پینتالیس میل ہوتے ہیں مسافت قصر قرار دی ہے- عمدۃ القاری میں اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے اور البحر الرائق میں بھی بحوالہ نہایہ اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے اور شامی اور بحر نے بحوالہ مجتبیٰ اکثر ائمہ خوارزم کا فتویٰ پندرہ فرسخ کی روایت پر ذکر کیا ہے- (اوزان شرعیہ ص ۲۶- ۲۳' ملخصاً مطبوعہ کراچی)

مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ جتنے اصول بیان کیے ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن ان اصولوں کی بنیاد پر جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط ہے لکھتے ہیں :

محققین علماء ہندوستان نے اڑتالیس (۴۸) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دیا ہے جو اقوال فقہاء مذکورین کے قریب قریب ہے اور اصل مدار اس کا اسی پر ہے کہ اتنی ہی مسافت تین دن تین رات میں پیادہ مسافر باآسانی طے کر سکتا ہے اور فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ اقوال میں سے جو فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ کا نقل کیا گیا ہے وہ تقریباً اسی کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ پینتالیس (۴۵) میل شرعی ہوتے ہیں اور شرعی میل انگریزی میل سے دو سو چالیس گز بڑا ہوتا ہے تو ۴۵ میل شرعی ۴۸ میل انگریزی سے کچھ زیادہ متفاوت نہیں رہتے- (اوزان شرعیہ ص ۲۶)

مفتی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کیونکہ ۴۵ میل شرعی اکاون انگریزی میل ایک فرلانگ بیس گز کے برابر ہیں-

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں :

اگر اپنے مقام اقامت سے ساڑھے ستاون میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے-

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۹۰' مطبوعہ فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے ساڑھے ستاون میل کس ضابطہ اور قاعدہ سے مقرر کیے ہیں-

علماء دیوبند نے مسافت قصر ۴۸ انگریزی میل قرار دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ :

ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر یعنی سولہ میل انگریزی اختیار فرمایا ہے' کیونکہ روزانہ اگر چھ گھنٹہ سفر کے لیے مقرر کیے جائیں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے اس اعتبار سے مسافت قصر ۴۸ میل یعنی

Marfat.com

۳۶ کوس کو قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم مدلل ج ۴ ص ۴۹۲۔۴۹۱)

۴۸ انگریزی میل کو ثابت کرنے کے لیے یہ انتہائی عجیب طریقہ ہے' کھانے پینے' آرام' نمازوں کے اوقات اور رات کی نیند بھی نکال لی جائے تو ۲۴ گھنٹوں میں سے سفر کے لیے یقیناً چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت بچے گا۔ اور جو شخص سفر کرتا ہے وہ یقیناً دن رات میں سے سفر کے لیے چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت نکالے گا اور متوسط اونٹ کی رفتار سے ایک انسان ایک دن میں یقیناً بیس میل سے زیادہ سفر کر سکتا ہے پھر جمہور فقہاء کے مطابق یہ قول کیوں نہ اختیار کیا جائے کہ مسافت قصر ۴۵ میل شرعی ہے جو اکسٹھ میل انگریزی اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب نے ۴۸ انگریزی میل کے ثبوت میں لکھا ہے کہ :

اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو دار قطنی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

يَا اَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُ والصَّلٰوةَ فِيْٓ اَدْنٰى مِنْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِّنْ مَّكَّةَ اِلٰى عُسْفَانَ

اے اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۳۱' اوزان شرعیہ ص ۲۶)

لیکن مفتی صاحب کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے نہ کہ بارہ میل انگریزی کا' سترہ فروری ۱۹۸۸ء کو ایک علمی مجلس میں مذاکرہ کے دوران مفتی صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد رفیع عثمانی نے بھی تسلیم کیا کہ یہ تسامح ہے اور ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے مسافت قصر ۴۸ میل شرعی قرار پائے گی جو ۵۴ انگریزی میل ۹۶۰ گز کے برابر ہے۔ تاہم یہ روایت سنداً ضعیف ہے جیساکہ مفتی صاحب نے بھی تصریح کی ہے اس لیے مدار سفر تین دن کی مسافت ہے' جس کو جمہور فقہاء نے ۵۴ شرعی میل کے برابر قرار دیا ہے۔ اور اس پر فتویٰ ہے یہ متوسط قول ہے اور یہ اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز اور اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸٫۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔ علماء دیوبند کے ایک مستند عالم مفتی رشید احمد لکھتے ہیں :

اکثر مشائخ احناف نے ۱۸ فرسخ ۵۴ میل شرعی' سوا اکسٹھ میل انگریزی کو متوسط قول قرار دے کر اس پر فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قول کو مفتی بہ لکھا ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔

(احسن الفتاوی ج ۴ ص ۹۳' مطبوعہ کراچی)

اس بحث کے اخیر میں مفتی محمد رفیع عثمانی نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم اب مسافت قصر کو تبدیل کریں تو لوگ کہیں گے کہ ہماری پچھلی پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس آخری دلیل کی بناء پر انہوں نے ۴۸ انگریزی میل ہی کو قائم رکھا۔

سمندری سفر میں مسافت شرعیہ کا معیار

سمندری سفر میں تین دن کی مسافت معتبر ہے جب کہ ہوا معتدل ہو نہ بہت تیز ہو نہ بالکل ساکن ہو' جیساکہ پہاڑ میں بھی تین دن کی مسافت معتبر ہوتی ہے۔ (عالم گیری ج ۱ ص ۱۳۹' مطبوعہ مصر)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

سمندر کے سفر میں جب ہوا معتدل ہو تو پھر تین دن کی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ لوگوں کو اپنے عرف میں

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا جائے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ سمندری سفر میں بادبانی کشتی تین دن میں جتنی مسافت طے کرتی ہے وہ سفر شرعی کا معیار ہے' خواہ دخانی کشتی کے ذریعہ وہ سفر ایک دن یا اس سے کم میں بھی طے کر لیا جائے' اب یہ بادبانی کشتیوں کے ملاحوں سے معلوم کرنا چاہیے کہ معتدل ہوا کے ساتھ وہ تین دن میں کتنا سفر طے کر لیتے ہیں وہی سفر شرعی کا معیار ہو گا۔

کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پس جب تم نماز ادا کر لو تو حالت قیام میں' بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرو' پھر جب تم مامون ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق) نماز پڑھو۔ (النساء : ۱۰۳)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

قرآن مجید کی بعض آیات میں ذکر کا اطلاق نماز پر کیا گیا ہے لیکن یہاں ذکر سے مراد ذکر بالقلب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت' اس کے جلال اور اس کی قدرت میں غور و فکر کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور صنعت میں جو اپنی ذات اور اپنی وحدانیت پر دلائل رکھے ہیں ان میں غور و فکر کر کے اس کی ذات اور اس کی وحدانیت تک پہنچنا' اور یا ذکر سے مراد زبان سے اس کی تسبیح' تقدیس اور تہلیل کرنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : اللہ کے ذکر کرنے میں صرف وہی شخص معذور ہے جس کی عقل زائل ہو چکی ہو۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۵' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہو یعنی تم کفار سے کھڑے ہوئے لڑ رہے ہو اور اسی حال میں نماز کا وقت آ جائے تو عین لڑائی کے عالم میں کھڑے ہوئے نماز پڑھو' یا تم بیٹھ کر تیر اندازی کر رہے ہو' یا زخموں سے چور ہو کر پہلو کے بل گر گئے ہو تو اسی عالم میں نماز پڑھو' اور یہ معنی امام شافعی کے مذہب کے مطابق ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کفار سے دست بہ دست لڑائی کی حالت میں بھی نماز کا وقت آ جائے تو نماز پڑھ لی جائے اور پھر بعد میں اس نماز کی قضاء کر لی جائے' لیکن یہاں پر یہ معنی بعید ہے کیونکہ اس آیت کا معنی ہو گا جب تم نے نماز پڑھ لی ہے تو پھر نماز پڑھو نیز ذکر کا معنی نماز مجازاً" ہے اور بغیر ضرورت شرعیہ کے کسی لفظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۰۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک ایمان والوں پر نماز وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء : ۱۰۳)

حالت جنگ میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

نماز کے اوقات مقرر ہیں اور کسی نماز کو اس کے وقت کے بغیر ادا نہیں کیا جا سکتا' اس لیے سفر میں نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا جائے گا' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ حضر میں چار رکعت نماز فرض کی گئی ہے اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی گئی سو ہر حال میں اس حال کے مطابق نماز ادا کی جائے گی' امام شافعی اس کے قائل ہیں کہ جب کافر اور مسلمان کی تلواریں ٹکرا رہی ہوں تو اس وقت بھی مسلمان اپنے وقت پر نماز پڑھے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حالت میں نماز فرض نہیں ہے اور وہ شخص وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضا کرے گا۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر یہ کہتے ہیں کہ حالت جنگ میں نماز نہیں پڑھی جائے گی' اگر کسی

Marfat.com

شخص نے نماز پڑھتے ہوئے قتال کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' امام مالک اور ثوری یہ کہتے ہیں کہ جب رکوع اور سجود پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے' حسن بن صالح نے کہا جب لڑائی کے وقت رکوع پر قادر نہ ہو تو ہر رکوع کے بدلہ میں ایک تکبیر کہہ لے' امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ نماز کی حالت میں ضرب لگائے یا نیزہ مارے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس نے مسلسل نیزے مارے یا ضرب لگائی یا کوئی اور عمل طویل کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی' امام ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ قتال سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کئی مقامات پر نماز خوف پڑھائی ہے اور جنگ خندق میں آپ نے چار نمازیں نہیں پڑھیں حتی کہ رات داخل ہو گئی پھر آپ نے فرمایا اللہ ان کے گھروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کی وجہ سے ہم عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے' پھر آپ نے ان چاروں نمازوں کو ترتیب وار قضا کیا' اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ قتال میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں اگر حالت قتال میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو آپ نماز کو ترک نہ فرماتے' جس طرح آپ نے بغیر قتال کے حالت خوف میں نماز کو ترک نہیں کیا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۴' مطبوعہ لاہور)

نمازوں کے اوقات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر نماز ایک وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔ فجر کی نماز کا وقت فجر صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت سورج کے استواء اور نصف النہار سے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے (اور دو مثل سایہ تک رہتا ہے) اور عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور سرخی کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کے مکمل چھپنے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت اس سفیدی کے چھپنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور فجر صادق کے طلوع تک رہتا ہے۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۹' ۶' ۳)

ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا کرنے کا عدم جواز

چونکہ یہ اوقات نمازوں کے لیے شرط ہیں اس لیے ہر نماز اپنے وقت میں ہوگی اور دوسری نماز کے وقت میں یا اپنا وقت آنے سے پہلے ادا نہیں ہوگی۔ ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکتا ہے۔ مثلاً عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لیا جائے یا عشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھ لیا جائے' ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا اس آیت کے خلاف ہے' بعض احادیث صحیحہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس سے روایت ہیں کہ جب نبی ﷺ کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ ظہر اور عصر' یا مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھ لیتے۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۱۱۰۷' ۱۱۰۶)

ہمارے نزدیک یہ جمع صوری پر محمول ہے یعنی آپ ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لیتے تھے یا مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لیتے تھے ہم نے ان حدیثوں کو حقیقتہً "جمع" پر اس لیے محمول نہیں کیا تاکہ اخبار آحاد سے قرآن مجید کے عموم کا نسخ لازم نہ آئے اور میدان عرفات میں جو ظہر کے وقت میں عصر کو پڑھا جاتا ہے اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب کو پڑھا جاتا ہے تو یہ خبر واحد نہیں ہے بلکہ تواتر سے ثابت ہے اور یہ خبر متواتر اس آیت کے عموم کے لیے مخصص ہے۔

Marfat.com

قطبین میں نمازوں اور روزوں کا مسئلہ

اسی طرح یہ سوال کیا جاتا ہے کہ قطبین میں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے تو وہاں روزے اور نمازوں کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ :

اگر فی الواقع قطبین کے افق پر چوبیس گھنٹے کے بعد سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اور وقت کی باقی علامات بھی افق پر ظاہر ہوتی ہیں جن سے ظہر اور عصر اور مغرب وغیرہا کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ تب تو وہاں چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں بھی فرض ہیں' رمضان کے روزے بھی فرض ہیں اور لیلۃ القدر بھی متحقق ہوگی اور اگر وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور سورج اور چاند کا طلوع اور غروب چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں نہ رمضان کے روزے اور نہ وہاں شب قدر کا وجود ہوگا کیونکہ یہ تمام چیزیں چوبیس گھنٹہ کے بعد سورج کے طلوع اور غروب پر موقوف ہیں۔ البتہ نماز اور روزے میں عبادت کی مشابہت اختیار کرنی چاہئے اور قطبین کے قریب جس ملک میں چوبیس گھنٹے کے بعد سورج کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اس کے اوقات کے مطابق نماز کے اوقات مقرر کیے جائیں اور اسی ملک کے حساب سے روزے رکھے جائیں اور شب قدر کی جائے یعنی جب اس قریب کے ملک میں رمضان ہو اس وقت وہاں رمضان کا اعتبار کر لیا جائے اور اسی ملک کے اوقات کے لحاظ سے سحر و افطار کا تعین کیا جائے لیکن یہ تشبہ بالعبادت ہے اور عبودیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بعینہٖ نماز کے اوقات اور رمضان کا مہینہ نہیں پایا لیکن اس کے مشابہ اوقات میں ہم ان عبادات کو کر رہے ہیں' آخر وہاں دنیا کے دوسرے تمام کاموں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں' کاروبار' سیرو تفریح' کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں' صبح سے لے کر شام تک کام کرنے والے لوگ وہاں چھ ماہ کے دن میں مسلسل کام کرتے ہیں' نہ چھ ماہ سوتے ہیں۔ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا تین ماہ بعد یا شام کا کھانا چھ ماہ بعد تو نہیں کھاتے جس طرح زندگی کے باقی معمولات کو وہاں کے غیر معمولی حالات اور اوقات میں معین کیا جاتا ہے خواہ باقی دنیا کے اعتبار سے وہ غیر معمولی لگتا ہو کہ سورج نکلا ہوا ہے اور وہ شام کا کھانا کھا رہے ہیں' اسی طرح عبادات کے نظام کو بھی قریب ترین ملک کے اوقات کے لحاظ سے ترتیب دینا چاہئے۔ جہاں معمول کے مطابق طلوع اور غروب ہوتا ہو ہرچند کہ یہ معمول کے مطابق عبادات نہیں ہیں لیکن وہاں کے حالات سے اعتبار سے یہی ترتیب معمول ہوگی اس لیے وہاں چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں اور سال کے بعد روزے فرض عین تو نہیں لیکن فرض کے مشابہ ضرور ہیں اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کو یہ عبادات کسی حال میں ترک نہیں کرنی چاہئیں اور جب وہ اپنے قریب ترین ملک کے لحاظ سے شب قدر مقرر کر کے اس میں عبادت کریں گے تو انشاء اللہ اس کا ثواب بھی ضرور ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کافروں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو' اگر تم کو تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی تکلیف پہنچی ہے (جب کہ) تم اللہ سے جو امید رکھتے ہو' اس کی وہ امید نہیں رکھتے' اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

(النساء : ۱۰۴)

مناسبت اور شان نزول

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے جہاد کی ترغیب کے لیے آیات نازل کی تھیں اسی کے ضمن میں جہاد کے دوران نماز پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے احکام نازل کیے' اس کے بعد پھر جہاد کی ترغیب دی اور فرمایا جہاد میں کفار کا پیچھا کرنے سے تم

Marfat.com

ہمت نہ ہارو اگر تم زخمی ہو گئے ہو تو کافر بھی تو زخمی ہو گئے ہیں' جب کہ تمہیں اپنے زخموں پر اللہ تعالیٰ سے جو اجر و ثواب کی امید ہے کافروں کے ہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے' اس آیت کے شان نزول میں یہ حدیث ہے :

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی تو نبی ﷺ پہاڑ پر پہنچ گئے' ابو سفیان نے کہا یا محمد (ﷺ) آپ کو جو زخم پہنچے ہیں وہ ہمارے زخموں کے بدلہ ہیں اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' ایک دن ہمارا ہوتا ہے اور ایک دن تمہارا ہوتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اس کو جواب دو' آپ کے اصحاب نے کہا ہم اور تم برابر نہیں ہیں' ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں' ابو سفیان نے کہا ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ فرمایا : اس سے کہو اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے' ابو سفیان نے کہا ہبل بلند ہو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اعلیٰ اور اجل ہے' ابو سفیان نے کہا : ہماری اور تمہاری ملاقات بدر صغریٰ میں ہو گی' اور مسلمانوں کو زخمی ہونے کے باوجود نیند آ گئی' اس موقع پر آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی) ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ (ال عمران : ۱۴۰) اور سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی : ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون (النساء : ۱۰۴)

(جامع البیان ج ۵ ص ۳۵۸ـ۳۵۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ

بیشک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق

أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَٱسْتَغْفِرِ

فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے' اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں ○ اور آپ اللہ سے مغفرت

ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ

طلب کریں' بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے

ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ

نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے والے ہیں' بیشک اللہ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو

خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ

بہت بد دیانت گنہگار ہو ○ یہ لوگ انسانوں سے (اپنے کام) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا

Marfat.com

مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ

سکتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کے متعلق مشورہ کرتے ہیں جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ

اور اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے ۝ ہاں تم وہ لوگ ہو جنھوں نے ان (مجرموں) کی

عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْيَا قف فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ

طرف سے دنیا میں تو جھگڑا کر لیا ، تو قیامت کے دن ان کی طرف سے کون اللہ کے

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا

ساتھ جھگڑا کرے گا یا کون ان کا حمایتی ہو گا ؟ ۝ اور جو شخص کوئی برا کام کرے

اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا ۝

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ

اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی شخص پر ہو گا اور اللہ بہت جاننے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ

والا بڑی حکمت والا ہے ۝ اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی

بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع

بے گناہ پر لگا دے تو بے شک اس نے بہتان باندھا اور کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کیا ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے' تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔ (النساء : ۱۰۵)

ربط آیات

اللہ تعالیٰ نے چند آیتیں پہلے منافقین کے احوال اور ان کے احکام بیان فرمائے تھے' اس کے بعد کفار سے جہاد کرنے

Marfat.com

کی ترغیب میں آیتیں نازل فرمائیں اور اس ضمن میں یہ فرمایا کہ اگر کسی نے کسی مسلمان یا ذمی کو خطاء "قتل کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے اور جس نے کسی مسلمان کو عمدا" قتل کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے' پھر اسی سلسلہ میں نماز خوف اور حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ہدایت دی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر منافقوں کے ذکر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا منافق یہ چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حق کے خلاف اور باطل کے موافق فیصلہ کرنے پر ابھاریں' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مطلع فرمایا کہ منافقوں کا موقف باطل ہے' اور اس مقدمہ میں یہودی حق پر ہیں آپ منافقوں کے قول اور قسموں کی طرف توجہ نہ کریں۔

دوسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن ان کے خلاف جہاد کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ساتھ بے انصافی کی جائے' بلکہ واجب یہ ہے کہ اگر ان کا موقف صحیح ہو تو ان کے حق میں فیصلہ کیا جائے اور اگر ان کا موقف غلط ہو تو ان کے خلاف فیصلہ کیا جائے اور کسی شخص کے ظاہری اسلام کی وجہ سے کسی کافر کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے۔

منافقوں کے چوری کرنے اور بے قصور پر اس کی تہمت لگانے کے متعلق مختلف روایات

اس آیت میں کسی منافق کی چوری یا خیانت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس نے کسی بے قصور مسلمان یا یہودی پر اپنی چوری یا خیانت کی تہمت لگا دی تھی پھر اس منافق اور اس کے اقرباء نے یہ چاہا کہ نبی ﷺ اس منافق کی حمایت کریں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیں اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں' منافق ابیرق کا بیٹا بشیر تھا اور ایک روایت میں اس کا نام طعمہ ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں سے ایک گھر تھا جس کو بنو ابیرق کہتے تھے' وہ تین شخص تھے بشر' بشیر اور مبشر' بشیر ایک منافق آدمی تھا' وہ نبی ﷺ کے اصحاب کی ہجو میں شعر کہتا تھا پھر بعض عرب کو وہ اشعار ہبہ کر دیتا' پھر کہتا کہ فلاں فلاں نے اس طرح کہا ہے اور فلاں فلاں نے اس طرح کہا ہے' جب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب یہ شعر سنتے تو وہ کہتے کہ بہ خدا یہ اشعار اس خبیث شخص کے کہے ہوئے ہیں' اور وہ کہتے تھے کہ یہ اشعار ابن ابیرق کے کہے ہوئے ہیں' اور بنو ابیرق زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت تنگ دست اور فاقہ زدہ تھے' اور مدینہ میں لوگ بالعموم کھجوریں اور جو کھاتے تھے' اور جب کوئی شخص خوشحال ہوتا اور شام سے کوئی غلہ کا سامان لاتا تو وہ اس سے آٹا خرید لیتا اور اس آٹے سے صرف وہ روٹی کھاتا تھا اور اس کے گھر والے حسب معمول کھجور اور جو کھاتے تھے ایک دفعہ شام سے غلہ کا قافلہ آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے اس سے آٹے کی ایک بوری خرید لی' اور اس کو اپنے گھر کی کوٹھڑی (اسٹور) میں رکھ دیا اور کوٹھڑی میں ہتھیار' زرہ اور تلوار بھی رکھی ہوئی تھی' پھر گھر کے نیچے سے چوری کی گئی اور کوٹھڑی میں نقب لگائی گئی اور کھانے کی چیزیں اور ہتھیار چوری کر لیے گئے' صبح کو میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور کہا اے میرے بھتیجے! اس رات ہمارے گھر میں چوری کی گئی ہے' اور ہماری کوٹھڑی سے غلہ اور ہتھیار اٹھا لیے گئے ہیں' ہم نے اپنی حویلی میں پوچھ گچھ شروع کی' ہمیں بتایا گیا کہ اس رات بنو ابیرق روشنی کرتے پھر رہے تھے اور ہمارا یہی گمان ہے کہ وہ تمہارا طعام چرا کر لائے ہیں اور جس وقت ہم یہ تفتیش کر رہے تھے تو بنو ابیرق نے کہا بہ خدا ہمارا گمان یہ ہے کہ تمہارا چور لبید بن سہل ہے' یہ شخص ہم میں سے نیک مسلمان تھا' جب لبید نے یہ سنا تو اس نے تلوار سونت لی اور اس نے کہا میں چوری کروں گا! خدا کی قسم میں تم کو اس تلوار سے قتل کر دوں گا ورنہ تم یہ بتاؤ کہ یہ چوری کس نے کی ہے' انہوں نے کہا اے شخص پرے ہٹو'

Marfat.com

تمہارا اس چوری سے کوئی تعلق نہیں ہے' پھر ہم نے اس حویلی میں تفتیش کی حتیٰ کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ بنو ابیرق نے ہی چوری کی ہے' پھر مجھ سے میرے چچا نے کہا' اے بھتیجے! تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کرو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا' اور میں نے عرض کیا کہ ہمارے گھروں میں بعض خائن لوگ ہیں انہوں نے میرے چچا رفاعہ بن زید کی کوٹھڑی (گودام یا سٹور) میں نقب لگائی اور وہاں سے ہتھیار اور غلہ اٹھا لیا وہ ہمارے ہتھیار ہمیں واپس دے دیں اور غلہ (طعام) کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا میں عنقریب اس کا فیصلہ کروں گا' جب بنو ابیرق نے یہ سنا تو وہ اپنے ایک آدمی کے پاس گئے' جس کا نام اسیر بن عروہ تھا' اور اس سے اس مسئلہ میں بات کی اور اس معاملہ میں حویلی کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! قتادہ بن نعمان اور اس کے چچا نے ہمارے ایک گھر کو (پھنسانے کا) قصد کر لیا ہے وہ لوگ مسلمان ہیں اور نیک ہیں انہوں نے بغیر گواہ اور ثبوت کے ان پر چوری کی تہمت لگائی ہے' قتادہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور میں نے آپ سے اس مسئلہ میں بات کی تو آپ نے فرمایا : تم نے ایک گھر والوں کے خلاف ارادہ کیا ہے جن کے اسلام اور نیکی کا ذکر کیا جاتا ہے تم نے ان پر بغیر گواہ اور ثبوت کے چوری کی تہمت لگائی ہے' قتادہ کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا اور میں نے یہ خواہش کی کہ کاش میرا کچھ مال چلا جاتا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ میں بات نہ کی ہوتی' پھر میرے چچا رفاعہ آئے اور کہا : اے میرے بھتیجے یہ تم نے کیا کیا' میں نے ان کو بتایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے' میرے چچا نے کہا اللہ مدد کرنے والا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں : "بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے' اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔ (النساء : ۱۰۵) "یعنی بنو ابیرق کی طرف سے نہ جھگڑا کریں اور اللہ سے استغفار کیجئے۔" (النساء : ۱۰۶) اس بات کے متعلق جو آپ نے قتادہ سے کہی تھی' "بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرنے والے ہیں' بے شک اللہ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بہت بددیانت اور گنہ گار ہو یہ لوگ انسانوں سے (اپنے کام) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا سکتے وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔" (النساء : ۱۰۸) الی قولہ غفورا رحیما یعنی اگر یہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ ان کو بخش دیتا (النساء : ۱۱۰) "اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی شخص پر ہو گا۔ (النساء : ۱۱۱) منافقوں نے لبید پر اس چوری کی تہمت لگائی تھی اس کے متعلق فرمایا "اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو بے شک اس نے بہتان باندھا اور کھلے گناہ کا ارتکاب کیا (النساء : ۱۱۲) جب قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہتھیار لائے گئے اور آپ نے وہ ہتھیار رفاعہ کو واپس دے دیئے' قتادہ کہتے ہیں جب میں نے اپنے چچا کو وہ ہتھیار دیئے تو انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے "میں یہ ہتھیار اللہ کی راہ میں دیتا ہوں' مجھے پہلے ان کے اسلام کے متعلق شک پڑتا تھا اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ ان کا اسلام صحیح ہے' جب قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں تو بشیر جا کر مشرکین سے مل گیا اور سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے ہاں ٹھہرا' اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے

Marfat.com

اور جو گناہ اس سے کم ہو اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا' اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔" (النساء : ۱۱۶-۱۱۵) جب بشیر سلافہ کے ہاں ٹھیرا تو حسان بن ثابت نے اس کی مذمت میں اشعار کہے اور وہ اپنا سامان لے کر اس کو چھوڑ کر چلی گئی۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۴۷' المستدرک ج ۴ ص ۳۸۷-۳۸۵)

امام ابن جریر طبری نے عکرمہ کی روایت سے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک انصاری نے طعمہ بن ابیرق (یہ منافق تھا) کی کوٹھڑی (گودام' حفاظت کے لیے سامان رکھنے کی جگہ) میں کچھ سامان رکھوایا اس سامان میں ایک زرہ بھی تھی' پھر وہ انصاری کہیں چلا گیا' جب وہ انصاری واپس آیا اور اس کوٹھڑی (سٹور) کو کھولا تو اس میں وہ زرہ نہیں تھی اس نے طعمہ بن ابیرق سے اس کے متعلق سوال کیا اس نے زید بن السمین نام کے ایک یہودی پر اس کی تہمت لگا دی' اس انصاری نے طعمہ سے ہی اپنی زرہ کا مطالبہ کیا' جب طعمہ کی قوم نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ نبی ﷺ کے پاس گئی اور یہ چاہا کہ آپ طعمہ کو اس الزام سے بری کر دیں' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں' اور بالآخر طعمہ بن ابیرق مشرکوں سے جاملا۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۳۶۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ترمذی کی روایت کے مطابق اس منافق کا نام بشیر بن ابیرق تھا اور اس نے اپنی چوری کی تہمت ایک نیک مسلمان لبید بن سہل پر لگائی تھی اور منافقوں نے چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بشیر کو بری کر دیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان منافقوں کی مدافعت کرنے سے منع کیا اور ظاہر فرمایا کہ لبید بے قصور ہے اور منافقوں کی مذمت کی اور بالآخر بشیر مشرکوں سے جاملا' اور امام ابن جریر کی روایت کے مطابق اس منافق کا نام طعمہ بن ابیرق تھا اور اس نے اپنی چوری کی تہمت زید بن السمین یہودی پر لگا دی' اللہ تعالیٰ نے اس منافق کی ملامت کی اور زید بن السمین یہودی کی برات بیان کی' اور بالآخر طعمہ بن ابیرق مشرکوں سے جاملا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ من یشاقق الرسول۔ الایہ

نبی ﷺ کا کبھی دلیل ظاہر اور کبھی علم غیب کے مطابق فیصلہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے۔

اس آیت میں دکھانے سے مراد تعلیم اور خبر دینا ہے' اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ دراصل مجرم اور خائن بشیر بن ابیرق یا طعمہ بن ابیرق ہے' اور منافقوں نے لبید بن سہل مسلمان یا زید بن السمین یہودی کے خلاف جو چوری کی گواہی دی ہے وہ جھوٹی ہے' اس لیے آپ منافقوں کی ظاہری شہادت کے مطابق فیصلہ نہ کریں' بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو غیب منکشف کر دیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے دکھانے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ یہ علم اس قدر یقینی تھا کہ یہ علم بہ منزلہ مشاہدہ کے تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ یہ صرف نبی ﷺ کی خصوصیت ہے اس لیے تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کر رہا ہوں جو مجھے اللہ نے دکھائی ہے بلکہ یہ کہے کہ میں اپنی رائے اور اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر رہا ہوں۔

بعض علماء نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ نبی ﷺ صرف وحی الٰہی سے فیصلہ کرتے تھے' اور اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنا آپ کے لیے جائز نہ تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس خاص واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اصل صورت حال منکشف کر دی تاکہ آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور اللہ آپ کو غیب پر مطلع فرماتا ہے' لیکن کئی مرتبہ آپ نے ظاہری شہادت کے مطابق فیصلہ کیا' امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسی (۸۰) سے

Marfat.com

زیادہ منافق نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے' جب آپ واپس آئے تو یہ منافق آپ کے پاس آ کر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے عذروں کو قبول کر لیا اور ان سے بیعت لے لی اور ان کے لیے استغفار کیا' آپ نے ظاہر حال کے مطابق عمل کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے حوالے کر دیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۴۱۸)

نبی ﷺ نے غزوہ تبوک میں منافقوں کے جھوٹے اعذار کو قبول فرما کر ان کے لیے استغفار کیا' اور اس میں امت کے لیے یہ نمونہ ہے کہ تم نے ظاہر حال کے مطابق عمل اور فیصلہ کرنا ہے اور باطن اور غیب کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے اور نبی ﷺ کا اکثر اور غالب عمل ظاہر دلیل کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں : حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا' میں نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا "جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتی کہ (سب) منتشر ہو جائیں۔" (المنافقون : ۷) اور یہ کہتے ہوئے سنا "اگر (اب) ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔" (المنافقون : ۸) میں نے اس کا اپنے چچا سے ذکر کیا' میرے چچا نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا' رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا انہوں نے قسمیں اٹھا لیں کہ ہم نے یہ نہیں کہا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تصدیق کر دی اور میری تکذیب کر دی' مجھے اس پر اتنا غم ہوا کہ ایسا غم کبھی نہیں ہوا تھا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی۔ یہی لوگ ہیں جو یہ کہہ رہے تھے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتی کہ یہ (سب) منتشر ہو جائیں الآیہ' پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ پر یہ آیات پڑھیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی (صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۴۹۰۱) حضرت زید بن ارقم کے پاس اپنے قول کی صداقت پر گواہ نہ تھے اور منافقوں نے ان کے خلاف قسمیں کھائی تھیں اس لیے نبی ﷺ نے ظاہر دلیل کے مطابق منافقوں کے ساتھ سچوں کا معاملہ کیا اور حضرت زید بن ارقم کے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر نبی ﷺ پر امر باطن کو منکشف کر دیا اور آپ کو غیب پر مطلع فرما دیا اور آپ نے حضرت زید بن ارقم کی تصدیق کر دی اور اس غیب کی خبر دینے سے نبی ﷺ کی نبوت کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ اکثر و بیشتر ظاہر دلیل کے مطابق اپنے اجتہاد سے فیصلہ فرماتے تھے' تاکہ آپ کی زندگی میں یہ نمونہ قائم ہو کہ مقدمات کے فیصلہ میں ظاہر حال اور حجت ظاہرہ کا اعتبار ہوتا ہے اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی معاملہ میں اپنی کسی حکمت کو پورا کرنے کے لیے آپ پر حقیقت حال کو منکشف کر دیتا اور آپ کو غیب پر مطلع فرماتا اور آپ اس غیب کی خبر کے مطابق فیصلہ کرتے اور اس سے آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو جاتی اور طعمہ بن ابیرق یا بشیر بن ابیرق منافق کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔ (النساء : ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کا آپ کو منافقوں کی حمایت سے منع فرمانا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

جو لوگ عصمت نبوت پر اعتراض کرتے ہیں انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر نبی ﷺ نے خائنوں کی طرف سے جھگڑنے اور ان کی حمایت کا ارادہ نہیں کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے منع نہ فرماتا' اور خائنوں کی طرف سے جھگڑنا اور ان کی حمایت کا ارادہ کرنا گناہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ منافق ظاہراً" مسلمان تھے اور ان پر مسلمانوں کے

Marfat.com

احکام جاری تھے اور ایک سے زیادہ منافقوں نے طعمہ بن ابیرق یا بشیر بن ابیرق کے اس چوری سے بری ہونے کی گواہی دی اور اس ظاہری شہادت کا قبول کرنا واجب ہے اس لیے ان قرائن اور شہادتوں کی بناء پر ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ نبی ﷺ ان کی حمایت اور ان کی طرف سے مخاصمت کریں' اگرچہ بالفعل آپ نے ان کی حمایت اور ان کی طرف سے مخاصمت نہیں کی تھی لیکن ان کی شہادتوں کی وجہ سے آپ کا ان کی طرف سے مخاصمت کرنا متوقع تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی سے منع فرما دیا "اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔" اور اس میں کوئی چیز آپ کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (النساء : ۱۰۶)

طعمہ کے معاملہ میں نبی ﷺ کو استغفار کا حکم دینے کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے طعمہ بن ابیرق کے معاملہ میں آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا ہے' جو لوگ عصمت انبیاء کے منکر ہیں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں آپ سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوئی تھی تو اللہ آپ کو استغفار کرنے کا حکم نہ دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں آپ سے کوئی معصیت سرزد ہوئی تھی' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں :

(۱) اس معاملہ میں ظاہری شہادت کی بناء پر آپ طعمہ یا بشیر کی حمایت کی طرف مائل تھے اور اس میں کوئی معصیت نہیں ہے اس کے باوجود آپ کو استغفار کرنے کا حکم دینا' حسنات الابرار سیئات المقربین کے باب سے ہے۔

(۲) جب منافقوں نے یہودی کے چوری کرنے اور طعمہ کی براءت پر شہادت قائم کر دی اور بہ ظاہر اس شہادت کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر غیب منکشف کر دیا اور آپ پر واضح ہو گیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور اگر آپ ان کی شہادت کے مطابق فیصلہ کر دیتے تو ہر چند کہ آپ شرعاً" معذور تھے لیکن یہ فیصلہ حقیقت میں صحیح نہ ہوتا' اس لیے آپ کو استغفار کا حکم دیا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں آپکو ان مسلمانوں کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا ہو جو ظاہری شہادت کی بناء پر طعمہ کے حامی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرنے والے ہیں۔ بے شک اللہ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بہت بددیانت اور گنہگار ہو۔ (النساء : ۱۰۷)

اس آیت میں نبی ﷺ کو خطاب ہے' اور آپ ہی کو ان کی حمایت سے منع کیا گیا ہے لیکن کسی شخص کو کسی چیز سے منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اس چیز کا ارتکاب بھی کیا ہو' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر (بہ فرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ (الزمر : ۶۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : "اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو بہت زیادہ خیانت کرتا ہو۔" یہاں پسند نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے' "خوانا" مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بہت زیادہ خیانت کرنے والا' یعنی جو بار بار قصداً" خیانت کرتا ہو اور بار بار قصداً" گناہ کرتا ہو اور جس شخص سے بلاقصد اور غفلت سے

Marfat.com

گناہ ہو جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ لوگ انسانوں سے (اپنے کام) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا سکتے' حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کے متعلق مشورہ کرتے ہیں' جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے اور اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔ (النساء : ۱۰۸)

یعنی جو لوگ کوئی برا کام کرتے ہیں تو لوگوں سے حیاء کرتے ہیں اور چھپ کر وہ کام کرتے ہیں یا لوگوں کے ضرر کے خوف سے چھپ کر وہ کام کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ سے حیاء نہیں کرتے' یعنی اللہ کے خوف سے اور اس کے عذاب کے ڈر سے اس برائی کو ترک نہیں کرتے' جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے اس سے مراد جھوٹ ہے اور بے قصور پر تہمت لگانا اور بہتان باندھنا ہے اور اللہ ہر کام کو محیط ہے' خواہ کوئی کام چھپ کر کیا جائے یا لوگوں کے سامنے وہ ہر ایک کے کام سے پوری طرح باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ہاں تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ان (مجرموں) کی طرف سے دنیا میں تو جھگڑا کر لیا' تو قیامت کے دن ان کی طرف سے کون اللہ کے ساتھ جھگڑا کرے گا' یا کون ان کا حمایتی ہو گا؟ (النساء : ۱۰۹)

مجادلہ کے معنی ہیں بہت زیادہ جھگڑا کرنا' اور وکیل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی طرف معاملات سپرد کر دیئے جائیں اور محافظ اور حمایتی کو بھی وکیل کہتے ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں تو تم ان کی طرف سے جھگڑا کر لو گے لیکن قیامت کے دن اس خائن اور بددیانت کو اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔ (النساء : ۱۱۰)

جن لوگوں نے ایک بے قصور شخص پر تہمت لگائی تھی' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس گناہ پر توبہ اور استغفار کرنے کی ترغیب دی ہے' برا کام کرنے سے مراد ایسا فعل ہے جیسے طعمہ نے کیا تھا اور اس کی تہمت ایک یہودی پر لگا دی' یعنی ایسی برائی جس کا ضرر دوسروں کو پہنچے' اور اپنی جان پر ظلم کرنے سے مراد ایسا گناہ ہے جس کا اثر صرف اس گناہ کرنے والے تک محدود رہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے گناہ پر توبہ مقبول ہو جاتی ہے' خواہ کفر ہو' قتل عمد ہو' غصب اور سرقہ یا کسی پر تہمت لگانا ہو' اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو توبہ کی ترغیب دی اگر یہ سچے دل سے نادم ہو کر اخلاص سے توبہ اور استغفار کرتے اور اپنی اصلاح کر لیتے تو اللہ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی شخص پر ہو گا اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء : ۱۱۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کی سزا اسی شخص کو ملے گی اور کسی دوسرے شخص کو اس کا ضرر نہیں پہنچے گا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الزمر : ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو بے شک اس نے بہتان باندھا اور کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کیا۔ (النساء : ۱۱۲)

اس آیت میں خطا اور گناہ کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے' اس کے معنی کی کئی تفسیریں ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ خطا سے مراد صغیرہ گناہ ہے اور گناہ سے مراد کبیرہ گناہ ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ خطا سے مراد وہ گناہ ہے جس کا ضرر صرف گناہ کرنے والے کو پہنچے جیسے نماز نہ پڑھنا' روزہ نہ رکھنا' اور گناہ سے مراد ایسا گناہ ہے جس کا ضرر دوسروں کو بھی پہنچے' جیسے ظلم' قتل' چوری اور خیانت وغیرہ' تیسری تفسیر یہ ہے کہ خطاء سے مراد وہ برا کام ہے جس کو کرنا نہیں چاہئے اور گناہ سے مراد وہ برا کام ہے جس کو عمداً'' کیا جائے۔ بہتان کا معنی ہے کسی بے قصور پر کسی برے کام کی تہمت لگا دی جائے' اس آیت میں اس کی مذمت کی ہے کہ کوئی شخص خود برا کام یا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے قصور پر لگا دے کیونکہ یہ دہری برائی ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

اور (اے رسولِ مکرم) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (منافقین) کی ایک جماعت ضرور

اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ

آپ کو گمراہ کرنے کا قصد کر لیتی، اور وہ صرف اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ

پہنچا سکیں گے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے ○

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی

مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا ۔ اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام

Marfat.com

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

کرے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے ○

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ

اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف

جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○

۱۷ ع ۱۴

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان (منافقین) کی ایک جماعت ضرور آپ کو گمراہ کرنے کا قصد کر لیتی اور وہ صرف اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں' اور وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ (النساء: ۱۱۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ پر وحی نازل فرما کر آپ کو اصل واقعہ سے مطلع نہ فرماتا اور آپ پر غیب کو منکشف نہ کرتا اور یہ نہ بتاتا کہ اصل مجرم طعمہ یا بشیر بن ابیرق منافق ہے اور جس یہودی یا مسلمان پر ان منافقوں نے خیانت یا چوری کی تہمت لگائی ہے وہ اس تہمت سے بری ہے' تو یہ منافق ضرور اس بات کا قصد کر لیتے کہ آپ پر اصل مجرم کو ملتبس اور مشتبہ کر دیں گے' اور جو یہودی یا مسلمان بے قصور ہے اس کو آپ کی نظر میں مجرم اور خائن ٹھہرا دیں گے' اور اپنے منافق ساتھیوں کو خیانت سے بری کرا لیں گے لیکن اپنی اس نامشکور سعی میں یہ خود ہی گمراہی میں پڑ گئے' انہوں نے ایک شخص کا مال چرایا یا اس میں خیانت کی پھر اس برائی پر مزید برائی یہ کی کہ اپنی اس خیانت کا بہتان ایک بے قصور شخص پر باندھا' اور انہوں نے اصل صورتحال کو آپ پر مشتبہ بنانے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس سے وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اصل صورت واقعہ سے آپ کو مطلع فرما دیا اور غیب آپ پر منکشف کر دیا۔ نیز فرمایا:

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان (تمام) چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ (النساء: ۱۱۳)

ماکان ومایکون کا علم

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے' ہدایت اور نصیحت ہے اور آپ پر حکمت نازل کی ہے'

Marfat.com

حکمت سے مراد یہ ہے کہ حلال' حرام' امر' نہی' دیگر احکام' وعد' وعید اور ماضی اور مستقبل کی خبریں' ان چیزوں کا کتاب میں اجمالاً" ذکر کیا گیا ہے اور ان تمام چیزوں کی تفصیل ہم نے وحی خفی کے ذریعہ آپ پر نازل کی ہے اور یہی حکمت کو نازل کرنے کا معنی ہے اور جن تمام چیزوں کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے ہم نے ان سب کا علم آپ کو عطا فرمادیا' اس کا معنی ہے تمام اولین اور آخرین کی خبریں اور ماکان ومایکون پر آپ کو مطلع فرمادیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۷۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک محمل یہ ہے کہ : اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا اور آپ کو کتاب کے اسرار پر مطلع فرمایا اور ان کے حقائق سے واقف کیا جب کہ اس سے پہلے آپ کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا' اسی طرح اللہ آپ کو مستقبل میں بھی علم عطا فرمائے گا اور منافقین میں سے کوئی شخص آپ کو گمراہ کرنے اور بہکانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اولین کی خبروں کا علم عطا فرمایا' اسی طرح اللہ آپ کو منافقین کے مکر اور ان کے حیلوں کی خبر دے گا' پھر فرمایا یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے' یہاں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا : وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (الاسراء : ۸۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو قلیل فرمایا : قل متاع الدنیا قلیل (النساء : ۷۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دیا اس کے متعلق فرمایا : وکان فضل اللہ علیک عظیما' سو جس کے سامنے ساری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۲' البحر المحیط ج ۴ ص ۶۲' روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۲)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت کے متعلق تین قول ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وحی کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔ (۲) مقاتل نے کہا اس سے مراد حلال اور حرام کا علم ہے۔ (۳) ابو سلیمان دمشقی نے کہا اس سے مراد کتاب کے معانی کا بیان اور دل میں صحیح اور نیک بات کا القا کرنا ہے اور علمک مالم تکن تعلم کی تفسیر میں بھی تین قول ہیں :

(۱) حضرت ابن عباس اور مقاتل نے کہا اس سے مراد شریعت ہے۔ (۲) ابو سلیمان نے کہا اس سے مراد اولین اور آخرین کی خبریں ہیں۔ (۳) اور ماوردی نے کہا اس سے مراد کتاب اور حکمت ہے' اور وکان فضل اللہ علیک عظیما کی تفسیر میں بھی تین قول ہیں : (۱) ایمان عطا کرنے کا احسان (۲) نبوت عطا کرنے کا احسان' یہ دونوں حضرت ابن عباس کے قول ہیں (۳) ابو سلیمان دمشقی نے کہا اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل اور آپ کے تمام خصائص ہیں۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۱۹۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

ماکان ومایکون کے علم کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر

Marfat.com

ہمیں خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آگیا' پھر آپ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا' آپ پھر منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' آپ نے پھر منبر کو زینت بخشی اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں ماکان ومایکون کی خبر دی سو ہم میں جس کا حافظہ زیادہ تھا اس کا علم زیادہ تھا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۸۹۲)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آج رات میرا رب تبارک وتعالیٰ میرے پاس بہت حسین صورت میں آیا' یعنی خواب میں' اس نے کہا یا محمد! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں' آپ نے کہا پھر اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھ دیا حتی کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی' سو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! کفارات میں۔ الحدیث

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۲۳۴' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث : ۳۴۸۴' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث : ۲۶۰۸' الشریعہ للآجری' رقم الحدیث : ۴۹۶)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں : پس میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۲۳۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آنے میں دیر کر دی حتی کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا' پھر آپ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے بہ آواز بلند فرمایا تم جس طرح بیٹھے ہو اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہو' پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا : میں عنقریب تم سے بیان کروں گا کہ مجھے صبح آنے میں تاخیر کیوں ہو گئی' آپ نے فرمایا میں رات کو اٹھا اور میں نے وضوء کر کے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی' پھر مجھے نماز میں نیند آ گئی اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب لبیک' فرمایا مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب مجھے (ازخود) علم نہیں' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں نے اس کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی' پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے جان لیا۔ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے' میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۲۴۶' مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث : ۲۲۷۰)

حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ امام طبرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بے شک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لیے اٹھا لیا میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے' اس کی طرف دیکھ رہا ہوں' جس طرح میں اپنی ان دو ہتھیلیوں کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ الحدیث۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور ضعف کثیر کے باوجود اس کے

Marfat.com

راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷' حلیۃ الاولیاء : ج ۶ ص ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا' اور جو اللہ کی رضاجوئی کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (النساء : ۱۱۴)

دو آدمی آپس میں جو سرگوشی کرتے ہیں اس کو عربی میں نجوی کہتے ہیں' اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا وہ رات کو ایسی بات کرتے ہیں جو اللہ ناپسند کرتا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو بیان فرمایا ہے جو اللہ کو پسند ہیں' اور وہ ہیں صدقہ و خیرات کا حکم دینا' نیکی کا حکم دینا اور لوگوں میں صلح کرانا' صدقہ اور خیرات کرنا جسمانی نیکی ہے' نیکی کا حکم دینا روحانی نیکی ہے اور ان دونوں نیکیوں سے جلب منفعت ہوتی ہے اور لوگوں میں صلح کرانے سے ضرر اور نقصان دور ہوتا ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لیے نفع بخش نہیں ہے' سوا اس کے کہ اس نے نیکی کا حکم دیا ہو یا برائی سے روکا ہو یا اللہ کا ذکر کیا ہو۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۴۲۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۳۹۷۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے' تو ہم اسے اس طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔ (النساء : ۱۱۵)

طعمہ بن ابیرق (چوری کرنے والے منافق) کا انجام

امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

حضرت ابن عباس' قتادہ اور ابن زید وغیرہ نے کہا ہے کہ جب قرآن مجید نے طعمہ بن ابیرق کی تکذیب کردی اور اس کے ظلم کا بیان کیا' تو اسے اپنی جان کا خطرہ اور رسوائی کا خوف ہوا پھر وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا' اور مشرکین سے جا ملا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' مقاتل نے کہا کہ طعمہ مکہ پہنچ کر حجاج بن علاط سلمی کے ہاں ٹھیرا' اس نے طعمہ کو اچھی طرح ٹھیرایا' طعمہ کو یہ پتا چلا کہ حجاج کے گھر میں سونا ہے' اس نے رات کو اٹھ کر گھر کی دیوار میں سوراخ کیا' گھر والوں کو معلوم ہو گیا انہوں نے اس کو موقع پر پکڑ لیا' انہوں نے اس کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا لیکن حجاج کو حیاء آئی کیونکہ وہ اس کا مہمان تھا' پھر گھر والوں نے اس کو چھوڑ دیا' وہ وہاں سے نکل کر بنو سلیم کے علاقہ میں چلا گیا اور وہاں ان کے بت کی پرستش کرنی شروع کر دی' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ الآیہ "اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا" اور بعض روایات میں ہے کہ وہ تاجروں کے ساتھ نکل گیا اور وہاں اس نے کوئی چیز چرائی' انہوں نے اس کو سنگسار کیا حتی کہ قتل کر دیا' ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہوا وہاں اس نے کچھ مال چرایا اور پکڑا گیا پھر اس کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۲۰۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

یہ آیت طعمہ بن ابیرق کا مصداق ہے کیونکہ اس نے چوری کی تھی جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا اور جب نبی ﷺ نے قرآن مجید کے ذریعہ اس کی چوری کی خبر دے دی تو اس کو شرح صدر ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ سچے نبی ہیں اور قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور تمام مسلمان جس دین پر ہیں وہ سچا دین اسلام ہے' اس کے باوجود اس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا' اور تمام مسلمانوں کے خلاف طریقہ کو اختیار کیا اور اسلام کو چھوڑ کر شرک اور بت پرستی کو اپنا لیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ جس گمراہی میں پھرا ہے ہم اس کو اسی گمراہی میں پھیر دیں گے' یعنی اس کو اسی شرک اور بت پرستی میں رہنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔

من یشاقق الرسول' الآیہ کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے

بعض علماء نے کہا ہے کہ جب مشرکین کو قتل کرنے کے متعلق سورہ توبہ میں آیت نازل ہوئی اور خصوصاً" مرتدین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۳) لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا بلکہ طعمہ بن ابیرق اور اس جیسے لوگوں کو ان کی اختیار کردہ گمراہی میں رکھنے کی خبر دی گئی ہے اور نسخ احکام (مثلاً امر اور نہی) میں جاری ہوتا ہے اخبار میں جاری نہیں ہوتا' آیت سیف سے اس آیت کو منسوخ قرار دینے کا قول تب صحیح ہوتا جب اس آیت میں ان کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہوتا' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اجماع کا حجت ہونا' نبی ﷺ کا معصوم ہونا اور دیگر مسائل

یہ آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے' امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے قرآن مجید کو تین سو بار پڑھا تو میں نے اس آیت کو اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پایا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۳) ان کی دلیل کا بیان یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کے طریقہ کو چھوڑنا حرام ہے لہٰذا تمام مسلمانوں کے طریقہ پر عمل کرنا واجب ہوا' نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ تمام گناہوں سے معصوم ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ' سہواً" ہوں یا عمداً" صورۃً" ہوں یا حقیقۃً" کیونکہ گناہ کے خلاف کرنا واجب ہے اور اس آیت کی رو سے نبی ﷺ کے خلاف کرنا حرام ہے' نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع کرنا واجب ہے' نیز اس آیت میں ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اس کی مخالفت کو حرام فرمایا ہے اور ہدایت نظر اور استدلال سے واضح ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کی تصحیح کے لیے نظر اور استدلال سے کام لینا واجب ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

بیشک اللہ اس کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہو گا اس کو جس کے

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا

لیے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو بلاشبہ وہ گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت

Marfat.com

بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ

دور جا پڑا ○ یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ صرف سرکش

يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ وقف لازم

شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں ○ اللہ نے اس پر لعنت کی، اور (شیطان نے) کہا میں

مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ

تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا ○ اور مجھے قسم ہے میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا اور

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ

میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے، اور میں

خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا مطاع بنا لیا تو وہ

فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ

کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہو گیا ○ وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کے دلوں میں آرزوئیں ڈالتا

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ

ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ اس سے نکلنے کی جگہ

عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

نہیں پائیں گے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم ان کو عنقریب

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ

ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ

اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے ○ (اللہ کا وعدہ) نہ

Marfat.com

بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا
تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہلِ کتاب کی خواہشوں پر ، جو شخص کوئی برا کام کرے گا
يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾
اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار ○
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
اور جن لوگوں نے حالتِ ایمان میں نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تو وہ لوگ جنت
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ
میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور اس سے اچھا
اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ
دین کس کا ہو گا جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے جھکا دیا درآں حالیکہ وہ نیکی کرنے والا ہے اور اس نے
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا
ملتِ ابراہیم کی پیروی کی جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف مائل تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنا لیا ○ اور اللہ ہی کی
فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ
ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز کو محیط
مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع
ہے ○

۱۸ ع ۱۱/ ۱۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک اللہ اس کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہو گا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ (النساء : ۱۱۶)

یہ آیت اس سے پہلے النساء : ۴۸ میں بھی گزر چکی ہے' یہاں اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ذکر فرمایا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں عمومات وعد اور عمومات وعید کا بار بار ذکر کیا گیا ہے' اس سے پہلی آیات میں زرہ چوری کرنے والے منافق کے متعلق آیات وعید ذکر فرمائی تھیں' اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ شرک نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ (النساء : ۱۱۷)

مشرکین کے بتوں کا مونث ہونا

اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو مونث فرمایا ہے کیونکہ یہ خود اپنے بتوں کو مونث کہتے تھے' ابومالک نے کہا کہ لات' منات اور عزیٰ سب مونث ہیں' ابن زید نے کہا لات' عزیٰ' سیاف اور نائلہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ مونث ہیں' ضحاک نے اس کی تفسیر میں کہا وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے' اور بعض نے یہ کہا کہ وہ اپنے بتوں کا نام مونث رکھتے' اس لیے اللہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۳۷۸-۳۷۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں' بہ ظاہر یہ حصر پہلے حصر کے مخالف ہے کیونکہ پہلے فرمایا تھا یہ صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ دوسرا حصر اس لیے فرمایا کہ ان بتوں کی عبادت کا حکم ان کو شیطان ہی دیتا تھا' اور یہ اس کی اطاعت میں بتوں کی عبادت کرتے تھے 'گویا پہلا حصر حقیقت پر محمول ہے اور دوسرا مجاز پر' دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے حصر میں عبادت بمعنی اطاعت ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں ہے' امام ابن ابی حاتم نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ ہر بت میں ایک شیطان تھا' اور مقاتل سے مروی ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے' کیونکہ اس کے بعد والی آیت میں جو شیطان کا قول مذکور ہے وہ ابلیس ہی کا قول ہے اور مرید کا معنی ہے جو بہت زیادہ نافرمانی کرتا ہو اور اطاعت سے مکمل خارج ہو' مارد اور متمرد کا بھی یہی معنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ نے اس پر لعنت کی' اور (شیطان نے) کہا میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا۔ (النساء : ۱۱۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان لعنہ اللہ نے کہا میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقدار معین کو اپنا لوں گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو شیطان کے وسوسوں کو قبول کریں گے' اور اس کی اتباع کریں گے' اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے متبعین کم لوگ ہوں گے کیونکہ "من" تبعیض کے لیے آتا ہے حالانکہ شیطان کے متبعین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بہت کم ہیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے :

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء : ۸۳)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم (سب) شیطان کی پیروی کر لیتے سوا قلیل لوگوں کے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا :

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا (بنواسرائیل : ۶۲)

اور (شیطان نے) کہا بھلا دیکھو تو! جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے' اگر تو مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے تو میں اس (آدم) کی اولاد کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا سوا قلیل لوگوں کے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قلیل انسانوں کے سوا سب شیطان کے پیروکار ہیں' اور زیر تفسیر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیروکار بعض ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ لاتعداد فرشتے اللہ کے عباد مخلصین ہیں اور ان کے اعتبار سے

Marfat.com

شیطان کے متبعین بعض ہی ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (شیطان نے کہا) اور مجھے قسم ہے میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا' اور میں ضرور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں ڈالوں گا' اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا کہ وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے' اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا مطاع بنالیا تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہو گیا۔ (النساء : ۱۱۹)

شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چار دعاوی ذکر کیے ہیں' پہلا دعویٰ اس نے یہ کیا تھا کہ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کے راستہ سے ہٹا دے گا' اور دوسروں نے کہا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دے گا' اور یہی صحیح ہے۔

جھوٹی آرزوئیں ڈالنے کا معنی

شیطان کا دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ میں ضرور لوگوں کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں ڈالوں گا' اس کی تفسیر میں چار قول ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو ہو گی کہ نہ جنت ہو نہ دوزخ' اور نہ حشر و نشر ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کے دلوں میں توبہ اور استغفار میں تاخیر کرنے اور اس کے ٹالنے کو ڈالتا رہے گا' یہ بھی حضرت ابن عباس کا قول ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کے دلوں میں یہ آرزو ڈالے گا کہ آخرت میں ہمیں بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا۔ یہ زجاج کا قول ہے' ہمارے زمانہ میں بعض جاہل پیر اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے مجھے مقام وجاہت عطا کیا تو میں فلاں کو بخشوالوں گا' اور جب میں محشر میں اٹھوں گا تو شور مچ جائے گا دیکھو فلاں شخص آ گیا ہے' ہم اس قسم کے اقوال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' ہماری تو آرزو یہ ہے کہ اللہ ہمیں عذاب سے نجات دے دے اور یہ اس کا ہم پر بہت بڑا کرم ہے' جنت اور اس کی نعمتوں کے ہم کب لائق ہیں چوتھا قول یہ ہے کہ وہ ان کی آرزوؤں کو ان کے لیے مزین کر دے گا۔

مویشیوں کے کان چیرنے کا معنی

شیطان کا تیسرا دعویٰ یہ تھا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے۔
قتادہ' عکرمہ' اور سدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ بحیرہ کے کان چیرنے کا حکم دے گا' بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی اور پانچواں بچہ نر ہوتا' تو وہ اونٹنی کے کان چیر دیتے اور اس سے نفع اٹھانا بند کر دیتے' وہ اونٹنی جس جگہ سے چاہے پانی پیے اور جس چراگاہ سے چاہے چرے اس کو کوئی منع نہیں کرتا تھا' اور نہ کوئی شخص اس پر سوار ہوتا تھا شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ یہ تمام کارروائی عبادت ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۱۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ دوہنے سے بتوں کے لیے منع کیا جاتا تھا' اور کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۳۵۲۲)

Marfat.com

تغییر خلق اللہ کا معنی

شیطان کا چوتھا دعویٰ یہ تھا کہ میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے۔ تغییر خلق اللہ یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنے کی بھی پانچ صورتیں ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک روایت میں حسن بصری کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے ہاتھ پیروں پر نقش و نگار گودواتی ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو اپنے جسم پر گودواتی ہیں اور اپنے بال اکھاڑتی ہیں اور خوب صورتی کے لیے اپنے دانتوں کے درمیان جھریاں کرواتی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلتی ہیں' ام یعقوب نے کہا آپ ان پر کیوں لعنت کرتے ہیں؟ کہا میں ان پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور اللہ کی کتاب میں ان پر لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے تو پورا قرآن پڑھا ہے۔ مجھے اس میں یہ آیت نہیں ملی' حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر تم قرآن پڑھتیں تو تم کو یہ آیت مل جاتی کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی : وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا اور رسول تم کو جو (احکام) دیں وہ لے لو' اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے رک جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت کی جو ایک عورت کے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال ملاتی ہے اور جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال لگواتی ہے اور جسم کو گودنے والی پر اور گودوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۵۹۴۰' ۵۹۳۹' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۱۲۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۱۶۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۷۹۱' سنن نسائی : ۵۱۱۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۹۸۹' المعجم الکبیر ج۱۹ص ۲۴۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۶' مسند حمیدی' رقم الحدیث : ۶۰۰' مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث ۴۴۲۹' ۴۴۲۳' ۴۳۲۳)

جو مرد ڈاڑھی منڈواتے ہیں' عورتوں کی طرح چوٹی کرتے ہیں اور جو عورتیں مردوں کی طرح بال کٹواتی ہیں یا سر منڈاتی ہیں اور جو بوڑھے مرد بالوں کو سیاہ خضاب لگاتے ہیں یہ سب اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کر رہے ہیں' سفید بالوں کو عنابی' زرد یا مہندی کے رنگ سے رنگنا اس حکم میں داخل نہیں ہے' کیونکہ اس رنگ کا خضاب حدیث سے ثابت اور مطلوب اور مستحب ہے۔

اس سلسلہ میں دوسرا قول حضرت ابن عباس اور حضرت ابن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ سعید بن جبیر' سعید بن مسیب' نخعی' ضحاک' ابن زید اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے' ان کے نزدیک تغییر خلق اللہ کا معنی ہے اللہ کے دین کو بدلنا اور اس میں تغیر کرنا' حرام کو حلال' اور حلال کو حرام کہنا۔

تیسرا قول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' مجاہد' قتادہ اور عکرمہ کا ہے ان کے نزدیک کسی انسان کا خصی ہونا اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنا ہے۔

چوتھا قول ابو شیبہ کا ہے کہ تغییر خلق اللہ کا معنی ہے اللہ کے امر میں تغیر کرنا۔

پانچواں قول زجاج کا ہے کہ تغییر خلق اللہ کا معنی ہے سورج' چاند اور پتھروں کی عبادت کرنا' کیونکہ سورج' چاند اور

Marfat.com

پتھروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے نفع کے لیے بنایا تھا اور مشرکوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔

شیطان کو کیسے علم ہوا کہ اس کے پیروکار بہت زیادہ ہوں گے؟

ایک سوال یہ ہے کہ شیطان کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ ضرور لوگوں کو گمراہ کر دے گا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا تو اکثر انسانوں کو شکر گزار نہیں پائے گا' (الاعراف : ۱۷) اور کہا میں قلیل لوگوں کے سوا آدم کی تمام ذریت کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا (بنو اسرائیل : ۶۲) اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ابلیس کا گمان تھا جو واقع کے مطابق ثابت ہوا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا : میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا (ص : ۸۵) تو شیطان نے جان لیا کہ اس کے پیروکاروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گی' تیسرا جواب یہ ہے کہ جب اس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو لغزش ہو گئی تو اس نے جان لیا کہ ان کی اولاد کو بہکانا تو زیادہ آسان ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ کیا تو اس کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا۔ (البقرہ : ۳۰) تو اس نے جان لیا کہ اکثر انسان اس کے پیروکار بن جائیں گے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ شیطان نے جو کہا تھا کہ میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا اس کا معنی یہ ہے کہ میں ان کو ضرور گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا' چھٹا جواب یہ ہے کہ جب اس نے جنت اور دوزخ کو دیکھا تو جان لیا کہ دوزخ میں رہنے کے لیے بھی ایک مخلوق بنائی جائے گی اس لیے اس نے کہا تھا : میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا۔ (النساء : ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کے دلوں میں آرزوئیں ڈالتا ہے اور شیطان نے جو وعدے کیے ہیں وہ صرف دھوکا ہیں۔ (النساء : ۱۲۰)

شیطان کے کیے ہوئے وعدہ کے غرور ہونے کا بیان

غرور (دھوکا) کا معنی ہے' انسان کسی چیز کو لذیذ اور نافع گمان کرے اور وہ درحقیقت اس کے لیے بہت مضر اور تکلیف دہ ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ شیطان انسان کے دل میں یہ ڈالتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو گی' اور دنیا میں اس کا مطلوب اور مقصود حاصل ہو جائے گا اور وہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرے گا' کیونکہ بعض اوقات اس کی عمر لمبی نہیں ہوتی' اور بعض دفعہ اس کی عمر لمبی ہوتی ہے لیکن اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا اور کبھی اس کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن اچانک اس کو کوئی سخت بیماری آلیتی ہے اور وہ اپنے مقصود سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا' اور یا اچانک وہ مرجاتا ہے' اور کبھی شیطان اس کے دل میں یہ آرزوئیں ڈالتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے نہ قیامت آنی ہے نہ حساب ہو گا نہ جنت اور دوزخ ہو گی اس لیے وہ انسان کو دنیا کی رنگینیوں اور عیش و عشرت میں منہمک کر دیتا ہے اور جب قیامت آتی ہے تو وہ ایمان اور نیک اعمال سے تہی دامن ہوتا ہے اور کبھی شیطان انسان سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کے راستوں پر چلتا رہے وہ اس کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچالے گا اور جب آخرت میں جزاء اور سزاء کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا : "اور فیصلہ ہو چکنے کے بعد شیطان کہے گا اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ حق تھا' اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا' اور میرا تم پر اس کے سوا اور کوئی زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو' تم نے اس سے پہلے جو مجھے (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں نے اس سے انکار کیا۔ بے شک ظالموں ہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

(ابراہیم : ۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ اس سے نکلنے کی جگہ نہیں پائیں گے۔ (النساء : ۱۲۱)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں کا ذکر فرمایا اس آیت میں ان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم ان کو عنقریب ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے۔ (النساء : ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ کا اسلوب ہے کہ وعید کے بعد وعد کا ذکر فرماتا ہے اور کافروں کے بعد مومنوں کا' اور بدکاروں کے بعد نیکوکاروں کا اور شیطان کے جھوٹے وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے وعدہ کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (اللہ کا وعدہ) نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر' جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار۔ (النساء : ۱۲۳)

اس آیت کے سبب نزول میں تین قول ہیں :

(۱) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے ایک دوسرے پر فخر کیا' اہل کتاب نے کہا ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی' لہٰذا ہم کو تم پر فضیلت ہے' مسلمانوں نے کہا ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتابوں کی ناسخ ہے اس لیے ہم افضل ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۳۹۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

(۲) مجاہد نے کہا یہ آیت قریش مکہ کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا تھا ہم مر کر دوبارہ اٹھیں گے نہ حساب و کتاب ہو گا' نہ ہم کو عذاب دیا جائے گا' امام ابن جریر نے اس کو ترجیح دی ہے۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۳۹۲)

(۳) مجاہد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہ قول ہے : یہود نے کہا ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا' اگر ہمیں عذاب ہوا بھی تو صرف چند دن ہو گا' اور نصاریٰ نے کہا ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا اور مشرکین عرب نے کہا : ہم مر کر دوبارہ اٹھیں گے نہ ہمیں عذاب ہو گا تو یہ آیت نازل ہوئی : (اللہ کا وعدہ) نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر۔ الآیہ (جامع البیان جز ۵ ص ۳۹۲)

ہر گناہ پر سزا ہونے کے اشکال کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جس نے بھی کوئی برا کام کیا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور برا کام عام ہے خواہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ۔

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے گناہوں کے متعلق ہے۔ اس تقدیر پر یہ اشکال ہے کہ اگر ہر گناہ کی سزا ملے تو پھر مسلمانوں کی نجات بہت مشکل ہو گی اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں :

پہلا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت من یعمل سوءا یجز بہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت دشوار ہوئی' اور ان کو بہت تشویش لاحق ہوئی' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا نیک عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو' مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتی ہے حتی کہ اگر اس کے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی اس کے لیے کفارہ ہو جاتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث : ۷۳۹۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا : یا نبی اللہ! اس آیت کے بعد کس طرح بہتری ہو گی؟ آپ نے پوچھا : کون سی آیت کے بعد' عرض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہ تمہاری آرزوؤں کے مطابق ہو گا نہ اہل کتاب کی خواہشوں کے مطابق ہو گا جو بھی برا کام کرے گا اس کو اس کی سزا دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ کیا تم کو مصیبت نہیں پہنچتی؟ فرمایا تمہاری برائیوں کی یہی سزا ہو جاتی ہے۔

(مسند احمد ج ۱ رقم الحدیث : ۶۸'۶۹'۷۰'۷۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ (مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث : ۲۴۶۵۹'۲۴۲۵۵)

دوسرا جواب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کی وجہ سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیک کاموں کی وجہ سے بھی برے کام مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔ (النساء : ۳۱)

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے اور تم کو عزت کی جگہ داخل کر دیں گے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ہود : ۱۱۴)

بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

وضو کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں ایک نماز جمعہ سے دوسری نماز جمعہ کے درمیان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک پچھلے اور ایک اگلے سال کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور حج کرنے سے ساری عمر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب مسلمان اپنے گناہوں پر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (الشوریٰ : ۲۵)

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو انبیاء علیہم السلام' ملائکہ' اولیاء کرام' علماء' شہداء اور نیک اولاد کی شفاعت کی وجہ سے معاف فرما دے گا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو اپنے فضل محض سے بھی معاف فرمائے گا۔ قرآن مجید میں بہت جگہ ہے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

صفوان بن محرز مازنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے

Marfat.com

جا رہا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نجویٰ (سرگوشی کرنا) کی کیا تفسیر سنی ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے : اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کر کے اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) پردہ رکھ دے گا اور اس کو چھپا لے گا اور فرمائے گا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا ہاں! اے میرے رب! حتیٰ کہ اللہ اس شخص سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کرا لے گا' اور وہ شخص یہ سمجھے گا کہ وہ اب ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرا پردہ رکھا تھا' اور آج میں تجھے بخش دوں گا پھر اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دی جائے گی اور رہے کافر اور منافق تو اللہ لوگوں کے سامنے فرمائے گا ان لوگوں نے اپنے رب کی تکذیب کی' سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۴۴۱' ۴۶۸۵' ۶۰۷۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۷۶۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۸۳' مسند احمد ج ۵ رقم الحدیث : ۶۲۰۰)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کفار اور مشرکین کے ساتھ مخصوص ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد مومنوں کے متعلق الگ آیت نازل فرمائی ہے : اور جن لوگوں نے حالت ایمان میں نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے' نیز جب کفار کو ان کے ہر برے کام کی سزا دی جائے گی تو اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کفار فروع کے مخاطب اور مکلف ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جن لوگوں نے حالت ایمان میں نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (النساء : ۱۲۴)

گناہ گاروں کے لیے نوید مغفرت

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جس نے بھی کوئی برا کام کیا اسے اس کی سزا ملے گی تو اہل کتاب نے کہا ہم میں اور تم میں کیا فرق رہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جن مسلمانوں نے ایمان کی حالت میں نیک کام کیے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا' اور یہ اس وقت ہو گا جب ان کے گناہ اور برے کام معاف کر دیئے جائیں' اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا اور نیک کاموں کے مقبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے' نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا جس نے ایمان کے ساتھ تمام اعمال نیک کیے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور چند مخصوص بندگان خدا کے سوا اور کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ اس کا کیا ہوا ہر عمل نیک ہو اور اس سے کوئی برا کام نہ ہوا ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس نے حالت ایمان میں تمام نیک عمل کیے ہوں بلکہ فرمایا جن لوگوں نے حالت ایمان میں نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سے ہم عام لوگوں کے لیے یہ نوید اور بشارت ہے جن کے بعض عمل نیک ہیں اور ان سے گناہ اور خطائیں بھی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے کرم اور فضل سے جنت میں داخل کر دے گا' اور یہ آیت معتزلہ اور خوارج کے خلاف بہت قوی دلیل ہے کہ مومن مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' اور توبہ کے بعد یا بلا توبہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اس سے اچھا دین کس کا ہو گا جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے جھکا دیا در آں حالیکہ وہ نیکی کرنے والا ہے اور اس نے ملت ابراہیم کی پیروی کی جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف مائل تھے۔ (النساء : ۱۲۵)

Marfat.com

دین اسلام کے برحق اور واجب القبول ہونے پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے واجب القبول اور برحق ہونے پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں اول یہ ہے کہ دین اسلام ایمان باللہ اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہے اور جب انسان کسی کو معبود مان لیتا ہے تو اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے' سو جس نے اپنے جسم کے اعضاء میں سے سب سے اشرف اور اعلیٰ عضو کو اللہ کے سامنے جھکا دیا وہ اللہ پر ایمان لانے والا ہے' اور اللہ پر ایمان اسی وقت صحیح ہو گا جب اس کے رسولوں' اس کی کتابوں' اس کے فرشتوں اور اس کی فرمائی ہوئی تمام باتوں کو مان لیا جائے اور اس کے ارشادات پر سر تسلیم خم کر لیا جائے' اور اللہ کے آگے سر جھکانا اسی وقت صحیح ہو گا جب غیر اللہ کے آگے سر نہ جھکایا جائے سو مشرک اور بت پرست جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں' اسی طرح یہودی اور عیسائی' حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان ہی کو اپنا حاجت روا مانتے ہیں۔ اللہ کے آگے سر جھکانے والے نہیں ہیں' لہٰذا اللہ کے آگے اپنا منہ جھکانے والوں کے مفہوم میں صرف مسلمان داخل ہیں اور یہ لفظ اختصار کے ساتھ اسلام کے تمام عقائد پر مشتمل ہے' پھر فرمایا در آں حالیکہ وہ نیکی کرنے والا ہے' یہ لفظ اپنے اختصار کے ساتھ تمام نیک اعمال کو بجالانے اور تمام برے کاموں سے اجتناب کو محیط ہے' تو یہ صرف دین اسلام ہی ہے جو تمام عقائد صحیحہ اور تمام اعمال صالحہ پر مشتمل ہے تو اس سے اچھا اور کون سا دین ہو گا سو اسی دین کو قبول کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت معزز اور مکرم تھے اور ان کی شخصیت سب کے نزدیک مسلم اور واجب القبول تھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور ان کی شریعت کے احکام صرف دین اسلام میں ہیں' ختنہ کرنا' ڈاڑھی بڑھانا' مونچھیں کم کرنا' زیر ناف بال مونڈنا' ناک میں پانی ڈالنا' غرارہ کرنا' اور دیگر طہارت کے احکام یہ صرف دین اسلام میں ہیں' دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا' حج میں احرام باندھنا' صفا اور مروہ میں سعی کرنا' منیٰ میں جمرات پر شیطان کو کنکریاں مارنا' کعبہ کا طواف کرنا یہ تمام امور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں اور صرف دین اسلام میں بہ طور عبادت کے داخل ہیں تو پھر اسلام سے اچھا اور کون سا دین ہو گا لہٰذا اسی دین کو قبول کرنا سب پر واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل (اپنا مخلص دوست) بنا لیا۔ (النساء : ۱۲۵)

خلیل کا معنی اور حضرت ابراہیم کے خلیل اللہ ہونے کی وجوہات

اس آیت کے پہلے جز میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم دیا تھا' اور اس کے بعد اس کی وجہ بیان فرمائی ہے' کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اس لیے ان کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں :

خلیل کا لفظ خلل سے بنا ہے' خلل کا معنی ہے کسی چیز کو دو چیزوں میں درمیان رکھنا خلہ (بالکسر) کے معنی ہیں تلوار کی میان یا غلاف کیونکہ تلوار اس کے درمیان ہوتی ہے۔ خَلہ (بالفتح) کا معنی اختلال اور پریشانی ہے اور اس کی تفسیر احتیاج کے ساتھ کی گئی ہے اور خُلہ (بالضم) کے معنی ہیں محبت کیونکہ محبت نفس میں سرایت کر جاتی ہے اور اس کے وسط میں ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا ہے کیونکہ وہ ہر حال میں صرف اللہ کے محتاج تھے یا اس لیے

Marfat.com

خلیل فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے تھے یا اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا تھا' حضرت ابراہیم کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنی ہے اللہ کی رضا کے لیے ہر کام اور ہر بات کرنا اور ہر حال میں اس سے راضی رہنا' اور اللہ کی آپ سے محبت کا معنی ہے آپ پر اکرام اور احسان کرنا اور دنیا اور آخرت میں آپ کی ثناء جمیل کرنا۔

(المفردات ص ۱۵۶۔ ۱۵۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

انسان کا خلیل وہ ہوتا ہے جس کی محبت انسان کے قلب کے خلال (درمیان) میں سرایت کر جائے' اور یہ انتہائی درجہ کی محبت ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ملکوت (نشانیوں) پر مطلع فرمادیا' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں' چاند اور سورج کی الوہیت کو ساقط الاعتبار قرار دیا اور بتوں کی عبادت کرنے کو مسترد کر دیا اور بت پرستوں کے بڑے بت کے سوا تمام بت توڑ ڈالے اور فرمایا اس بڑے بت سے پوچھو کہ ان چھوٹے بتوں کو کس نے توڑا ہے؟ اور قوم سے فرمایا کہ افسوس تم ان کی عبادت کرتے ہو جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے' اور قوم نے اس کی پاداش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا' اور انہوں نے اللہ کے لیے خود کو آگ میں ڈلوانا قبول کیا' اپنے بیٹے کو قربان کیا اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا' اس طرح' اللہ کے لیے انہوں نے اپنی جان' اپنے بیٹے اور اپنے مال کی قربانی دی' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنالیا' اور ان کی اولاد میں ملک اور نبوت کو رکھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اخلاق اور اوصاف سے کامل درجہ کے متخلق اور متصف تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنالیا' تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ اطاعت گزار اور بہت متواضع تھے' قرآن مجید میں ہے: اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین (البقرہ: ۱۳۱) "جب ابراہیم سے ان کے رب نے کہا اسلام لاؤ' (اطاعت کرو) تو انہوں نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔" لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنالیا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فطرت بہت پاکیزہ تھی وہ جسمانی علائق اور ان کے تقاضوں سے مبرا تھے' اور ان پر روحانیت کا غلبہ تھا ان کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لیے تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کا نور جلال اور اس کا خاص فیضان ان کے تمام اعضاء اور قویٰ میں جذب ہو گیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے اے اللہ میرے دل میں نور کر دے میری آنکھوں میں نور کر دے' اور میرے کانوں میں نور کر دے' اور میرے دائیں نور کر دے' اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے سراپا نور کر دے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۳۱۶) اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام اعضاء اور قویٰ میں نور جذب ہو گیا تھا اور ان کی بشریت صیقل اور مجلیٰ اور مصفیٰ ہو گئی تھی' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا۔

حضرت ابراہیم کا خلیل اللہ اور آپ کا حبیب اللہ ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب کا مرتبہ خلیل سے زیادہ ہے' امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' آپ تشریف لائے' ان کے قریب پہنچے وہ بیٹھے ہوئے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر رہے تھے' ان میں سے بعض

Marfat.com

نے کہا کس قدر حیرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' دوسرے نے کہا اس سے بھی زیادہ حیرت اس پر ہے کہ حضرت موسیٰ کو اللہ نے اپنا کلیم بنایا' ایک اور نے کہا عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں' اور دوسرے نے کہا آدم کو اللہ نے صفی بنایا' نبی ﷺ ان کے پاس آئے ان کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہارا کلام سنا اور تمہارے تعجب کرنے پر مطلع ہوا' بے شک ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح ہیں' اور موسیٰ اللہ کے نجی ہیں (جن سے اللہ نے سرگوشی میں بات کی) اور وہ اسی طرح ہیں اور عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں' اور وہ اسی طرح ہیں اور آدم اللہ کے صفی ہیں اور وہ اسی طرح ہیں' سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور فخر نہیں اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گا اور فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا' اللہ میرے لیے جنت کو کھولے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین داخل ہوں گے اور فخر نہیں اور میں تمام اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور فخر نہیں۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۶۳۶)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور موسیٰ کو نجی بنایا اور مجھے حبیب بنایا پھر اللہ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر فضیلت دوں گا۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث : ۱۴۹۴)

حضرت ابراہیم اور سیدنا محمد علیہما السلام کے مقام خلت کا فرق

ان دونوں حدیثوں کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے ترمذی کی سند میں زمعہ بن صالح جندی اور بیہقی کی سند میں مسلمہ بن علی کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محققین کی رائے یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کو بھی خلیل ہونے کا مقام حاصل ہے۔ آپ کا مرتبہ اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بہت بلند ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں دکھائیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو آسمان و زمین کے علاوہ خود اپنی ذات کا بے حجاب دیدار کرایا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی صفات سے متصف تھے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مظہر تھے' قرآن مجید آپ کا خلق تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت کی دعا کی : اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (ظاہری) خطا معاف فرمائے گا (الشعراء : ۸۲) اور بغیر دعا اور طلب کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی بہ ظاہر خطاؤں کی مغفرت کا اعلان کردیا۔ (الفتح : ۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی مجھے حشر کے دن شرمندہ نہ کرنا (الشعراء : ۸۷) اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے بغیر دعا اور طلب کے فرمایا : حشر کے دن اللہ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔ (التحریم : ۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھنا (الشعراء : ۸۴) اور نبی ﷺ سے از خود فرمایا اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کردیا (الانشراح : ۴) یہ سب خلیل ہونے کے آثار ہیں اور نبی ﷺ اللہ کے حبیب ہیں اور حبیب ہونے کے آثار کا کون احاطہ کرسکتا ہے' آپ تمام انبیاء اور رسل کے قائد ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے' آپ کا حکم' اللہ کا حکم ہے'

Marfat.com

آپ کی اطاعت' اللہ کی اطاعت ہے۔ حشر کے دن آپ کی عزت دیکھنے والی ہوگی جب تمام نبیوں اور رسولوں کو آپ کی حاجت ہوگی' جب آپ مقام محمود پر فائز ہوں گے اور آپ اس وقت اللہ سے گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے جب بہ شمول نبیوں اور رسولوں کے کسی کو اللہ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز کو محیط ہے۔(النساء : ۱۲۶)

اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا ہے' اس آیت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اس لیے خلیل نہیں بنایا کہ اس کو کسی خلیل کی حاجت تھی جس طرح دنیا میں لوگ اپنی ضرورت کی وجہ سے کسی کو دوست بناتے ہیں' اور اللہ کو کیا ضرورت ہوگی کہ وہ کسی کو دوست بنائے جب کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی ملکیت میں ہے' نیز اس پوری سورت میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت اور اس کی بندگی کریں اور لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کی قدرت کامل ہو اور کوئی شخص اس کی گرفت اور پکڑ سے باہر نہ ہو سکے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کا علم کامل ہو اور کسی شخص کا کوئی کام اس کے علم سے مخفی نہ ہو سکے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے اور کمال علم کو بیان کرنے کے لیے فرمایا اللہ ہر چیز کو محیط ہے سو جب وہی علم اور قدرت میں کامل ہے تو اس کے سوا اور کوئی اطاعت اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا

اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم

يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ

دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انھیں نہیں دیتے جو ان کے

مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا

(بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اور تم جو بھی نیک

Marfat.com

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ

کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے ○ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی

مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا

یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ

اور صلح کرنا بہتر ہے ، اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے ،

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تو بیشک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو سو (جس سے

تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا

تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو ، اور اگر تم

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا

اصلاح کرلو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ اور اگر خاوند اور بیوی علیحدہ

يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا بڑی حکمت والا ہے ○

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا

اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو حکم

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

دیا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

Marfat.com

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اور اگر تم نہیں مانو گے تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ،

وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور اللہ بے نیاز ہے حمد و ثنا کیا ہوا ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا

زمینوں میں ہے ، اور اللہ کافی ہے حمایت کرنے والا ○ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر

النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

دے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے ، اور اللہ اس پر قادر ہے ○

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا

جو شخص دنیا کا ثواب چاہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے ،

وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹/۸/۱۶

اور اللہ سننے والا ، دیکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہئے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے۔ (النساء : ۱۲۷)

وراثت اور نکاح میں عورتوں کے حقوق کا بیان

قرآن کریم کی ترتیب میں اللہ تعالیٰ کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے چند احکام بیان فرماتا ہے' پھر ان احکام کے عمل پر اجر و ثواب کی بشارت دیتا ہے اور ان احکام کی معصیت کرنے پر عذاب کی وعید سناتا ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے علم اور قدرت کی کبریائی بیان فرماتا ہے تاکہ واضح ہو کہ کسی کی معصیت اس کے علم سے باہر نہیں اور اس پر گرفت اس کی قدرت سے خارج نہیں' پھر اس کے بعد دوبارہ ان احکام کا بیان شروع فرما دیتا ہے اور اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ مسلسل ایک ہی قسم کی عبارت سے بعض اوقات قاری کا ذہن اکتا جاتا ہے اس لیے قاری کے ذہن کو اکتاہٹ' غفلت اور بے توجہی سے دور رکھنے اور اس کے ذہن کو بیدار' اس کے ذوق و شوق کو تازہ اور اس کی توجہ کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کلام میں تنوع ہو اور ایک مضمون کو مختلف پیرایوں سے بیان کیا جائے' اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور یتیم بچوں کے حقوق کو بیان فرمایا تھا' پھر اس کے بعد اور مختلف نوعیت کے احکام بیان فرمائے وعد اور وعید' ترغیب اور ترہیب

Marfat.com

اور اپنی عظمت اور کبریائی کے متعلق آیات نازل فرمائیں اس کے بعد اب پھر عورتوں کے حقوق کے متعلق احکام بیان فرما رہا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتی ہیں : کسی شخص کی سرپرستی میں یتیم لڑکی ہوتی تھی اور وہ اس کا وارث ہوتا تھا وہ لڑکی اس کو اپنے مال میں حتیٰ کہ کھجور کے خوشوں میں شریک کرلیتی وہ شخص اس لڑکی سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا اور اس کو ناپسند کرتا کہ اور کوئی شخص اس لڑکی سے نکاح کرے اور اس لڑکی کے اس مال میں شریک ہو جائے جس میں وہ (سرپرست) شریک ہو چکا ہے اس لیے وہ اس کو دوسری جگہ نکاح سے منع کرتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۶۰۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۳۰۱۸' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث : ۱۱۱۲۴)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں : زمانہ جاہلیت میں صرف بالغ مرد وارث ہوتا تھا' نابالغ بچہ وارث نہیں ہوتا تھا اور نہ عورت وارث ہوتی تھی' جب سورہ نساء کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور بچوں کے حقوق کے متعلق آیات نازل فرمائیں' تو یہ مسلمانوں پر شاق گزریں انہوں نے کہا جو یتیم بچہ مال کما سکتا ہے نہ مال کی حفاظت کر سکتا ہے' اور عورت بھی مال کما سکتی ہے نہ اس کی حفاظت کر سکتی ہے' یہ دونوں کیسے مال کے وارث بنائے جائیں گے! ان کو یہ امید تھی کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے گا اور ان کے متعلق کوئی اور حکم نازل ہو جائے گا' پھر جب انہوں نے دیکھا کہ اور کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا تو انہوں نے کہا لگتا ہے یہ حکم واجب ہے اور اس پر عمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں' پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہئے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے۔ الآیہ۔

سعید بن جبیر نے کہا اگر عورت خوب صورت اور مال دار ہوتی تو اس کا سرپرست اس میں رغبت کرتا اور اس سے نکاح کر لیتا اور جب وہ خوب صورت نہ ہوتی تو وہ اس سے نکاح نہ کرتا اور کسی اور سے بھی اس کا نکاح نہ کرتا بلکہ نکاح کرنے سے منع کرتا کہ کہیں کوئی اور شخص اس کے مال کا وارث نہ بن جائے۔ بعض روایات میں ہے وہ اس کو تاحیات نکاح نہیں کرنے دیتے تھے۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۴۰۵۔ ۴۰۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فتویٰ کا معنی اور اس کے تقاضے اور مسائل

اس آیت میں استفتاء اور افتاء کا لفظ استعمال ہوا ہے' استفتاء کا معنی ہے فتویٰ معلوم کرنا' اور افتاء کا معنی ہے فتویٰ دینا' فتویٰ کا لفظ فتی سے ماخوذ ہے' فتی کا معنی ہے جوان آدمی' اور جوان آدمی قوی ہوتا ہے اس لیے فتویٰ کا معنی ہے قوی حکم۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ معلوم کیا اور فتویٰ اللہ تعالیٰ نے دیا۔ سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہے' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو مفتی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے افعال کے اطلاق سے مشتقات کا اطلاق لازم نہیں آتا مثلاً علم کا اطلاق معلم کے اطلاق کو مستلزم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات سماع شرع

Marfat.com

پر موقوف ہیں جن اسماء صفات کا قرآن مجید اور احادیث میں اطلاق آگیا ہے ان ہی کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا جائز ہے۔ از خود اللہ تعالیٰ پر کسی اسم صفت کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اسم ذات کا اطلاق کرنا جائز ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کو خدا کہہ سکتے ہیں۔

فتویٰ میں جب کسی سوال کا جواب ذکر کیا جائے تو اگر اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیت مل جائے تو پہلے اس کو ذکر کیا جائے۔ پھر حدیث شریف کو ذکر کیا جائے اور اس کے بعد آثار صحابہ اور اپنے امام کا قول ذکر کیا جائے' ہمارے زمانہ میں مفتی حضرات بعض اردو یا عربی کی فقہ کی کتابوں کی عبارات کو نقل کر دینا فتویٰ کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ یہ درحقیقت مفتی نہیں ہیں بلکہ ناقل مذہب ہیں' اگر یہ قرآن اور حدیث سے استدلال کرنے کے بعد امام کا قول ذکر کریں گے تو لوگوں کو یہ معلوم ہو گا کہ ہمارے امام کا قول محض رائے اور قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی ہے اور تب ہی یہ واضح ہو گا کہ یہ قوی جواب ہے اور صحیح معنی میں فتویٰ کا مصداق ہے۔

پیش آمدہ مسائل میں اہل علم سے رجوع کر کے فتویٰ لینا اور اس مسئلہ کا حل معلوم کرنا قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور صحابہ و تابعین کے تعامل سے ثابت ہے' قرآن مجید میں ہے :

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ سو اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے سوال کرو۔

(النحل : ۴۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آتی تھی' میں نے (حضرت) مقداد سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کریں (آیا اس میں وضوء کافی ہے یا غسل ضروری ہے) انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس میں وضو (کافی) ہے۔ (صحیح البخاری : ج ۱' رقم الحدیث : ۱۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کو حیض آگیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا کیا یہ ہم کو یہاں ٹھہرانے والی ہیں؟ صحابہ نے کہا وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔ (صحیح البخاری : ج ۲' رقم الحدیث : ۱۷۵۷)

طواف زیارت حج میں فرض ہے اور مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت طواف وداع کرنا واجب ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہونے لگے اور آپ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ان کو حیض آگیا ہے تو آپ نے خیال فرمایا شاید انہوں نے طواف زیارت نہیں کیا جو حج میں فرض ہے اس لیے آپ نے فرمایا کیا یہ ہم کو مکہ میں روکنے والی ہیں؟ پھر آپ کو بتایا گیا کہ انہوں نے طواف زیارت کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا پھر روانہ ہونے میں کوئی حرج نہیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طواف زیارت کرنے کے بعد کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر طواف وداع کرنا واجب نہیں ہے اور وہ مکہ سے روانہ ہو سکتی ہے' حضرت ابن عباس اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور حضرت زید بن ثابت کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی وہ یہ کہتے تھے کہ اگر طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آگیا تو وہ مکہ سے روانہ نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ وہ طواف وداع نہ کرے لیکن جب ان کو یہ حدیث پہنچ گئی تو انہوں نے رجوع کر لیا' اسی طرح حضرت ابن عمر نے بھی بعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک عورت طواف زیارت کرے پھر اس کو حیض آ جائے تو اس کا کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ روانہ ہو جائے‘ اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے اور حضرت زید کے قول کو ترک نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو اس حدیث کی تحقیق کر لینا‘ وہ مدینہ گئے اور اس مسئلہ کی تحقیق کی‘ انہوں نے حضرت ام سلیم سے سوال کیا‘ حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کی حدیث کو بیان کیا۔ (صحیح البخاری‘ رقم الحدیث : ۱۷۵۸)

امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا‘ اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ جس عورت کو حیض آ جائے وہ طواف وداع سے پہلے روانہ ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا : فلاں انصاریہ سے پوچھیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روانہ ہونے کا حکم دیا تھا‘ حضرت زید بن ثابت نے اس عورت سے پوچھا اور اپنے قول سے رجوع کر لیا‘ اور ہنستے ہوئے فرمایا جس طرح آپ نے مسئلہ بیان کیا تھا حدیث اسی طرح ہے۔ (سنن کبریٰ للنسائی : ج ۲‘ رقم الحدیث : ۴۲۰۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا تھا کہ وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ طواف وداع کیے بغیر حائضہ عورت روانہ نہ ہو‘ پھر بعد میں میں نے یہ سنا کہ وہ فتویٰ دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روانہ ہونے کی اجازت دی تھی۔ (صحیح البخاری : ج ۲‘ رقم الحدیث : ۱۷۶۱)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ تابعین‘ صحابہ کرام سے فتویٰ لیتے تھے‘ اور ان کے اقوال پر عمل کرتے تھے‘ اور اس کا نام تقلید ہے اور جب کسی صحابی کا قول حدیث کے خلاف ہوتا تو وہ صحابی حدیث کی طرف رجوع کر لیتے تھے اور ان کی تقلید کرنے والے تابعین کو جب معلوم ہوتا کہ یہ قول حدیث کے خلاف ہے تو وہ حدیث کی تحقیق کرنے کے بعد حدیث پر عمل کرتے تھے‘ اور ہونا بھی یہی چاہئے کہ جب کسی مقلد کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے امام کا قول حدیث کے خلاف ہے تو وہ حدیث پر عمل کرے‘ بہ شرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو اور کسی دلیل سے منسوخ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء : ۱۲۷)

یتیم لڑکیوں کے حقوق کا بیان

اس آیت میں یتیم لڑکیوں کے جس حق کا ذکر کیا گیا ہے اس حق کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کی میراث ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا مہر ہے‘ اور اس آیت کے مخاطبین کے متعلق بھی دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عورتوں کے سرپرست ہیں وہ عورتوں کے مہر پر خود قبضہ کر لیتے تھے اور ان عورتوں کو ان کا مہر نہیں دیتے تھے‘ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یتیم لڑکی کا ولی ہے جب وہ اس یتیم لڑکی سے نکاح کرتا تھا تو اس کے مہر میں انصاف نہیں کرتا تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے حسن و جمال اور ان کے مال و دولت کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو' اور حسن نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ تم ان کی بدصورتی کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح میں رغبت نہیں رکھتے اور ان کے مال و دولت میں رغبت کی وجہ سے ان کو اپنے پاس روکے رکھتے ہو اور ان کو کہیں اور نکاح نہیں کرنے دیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے۔ (النساء : ۱۲۷)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پہلے لوگ نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو وارث نہیں بناتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ہر حصہ دار کا حصہ مقرر فرمادیا' اور یتیموں کے متعلق انصاف کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا مہر مقرر کرنے میں اور وراثت میں ان کا حصہ ادا کرنے میں انصاف سے کام لیا جائے۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۱۲۸)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عورتوں کے حقوق کے متعلق نصیحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ عورتوں' یتیم لڑکیوں اور کمزور بچوں کے وہی احکام ہیں جو پہلے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے تھے اور یہاں مسلمانوں کے سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پھر ان ہی احکام کی طرف متوجہ کیا ہے تاکہ مسلمان ان آیات میں غور و فکر کریں اور ان کے تقاضوں پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء : ۱۲۸)

عورت کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کرلینا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے نہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرے خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو یا جہیز کم لائی ہو' اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورت حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کردے گا' اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کردے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے' مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے' اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو دلچسپی ہو تو اپنی باری ساقط کر دے' یا اس کا خرچ جو شوہر کے ذمہ ہے اس کو ساقط کردے' اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کرلے شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی ﷺ ان کو طلاق دے دیں گے' تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں' مجھے نکاح میں برقرار رکھیں

Marfat.com

اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' آپ نے ایسا کر لیا' تو یہ آیت نازل ہوئی : تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء : ۱۲۸) حضرت ابن عباس نے فرمایا شوہر اور بیوی جس چیز پر صلح کر لیں وہ جائز ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۰۵۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں ایک شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی وہ اس عورت سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرتا' اور اس کو طلاق دینا چاہتا تو وہ عورت کہتی میں اپنے معاملہ میں تمہارے لیے فلاں چیز کی اجازت دیتی ہوں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام نسائی نے اس میں یہ زیادہ روایت کیا ہے کہ وہ عورت کہتی تم مجھے طلاق نہ دو مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور میں اپنا خرچ اور اپنی باری تم سے ساقط کرتی ہوں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۴۶۰۱' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث : ۱۱۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔ (النساء : ۱۲۸)

صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کا بیان فرمایا ہے کہ وہ فطرتاً بخل پر حرص کرتا ہے' عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے اور شوہر ان کے ساتھ خوشگوار عائلی زندگی گزارے اور ان کا پورا مہر ادا کرے اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچ اٹھائے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرا لینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں ہرچند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا ناگزیر ہے۔ جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے الگ ہونا نہیں چاہتی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ آپ کو حضرت عائشہ سے بہت محبت ہے تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کو طلاق نہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو۔

دلی محبت میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن نہیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! تم دلی محبت میں اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے۔ خواہ تم دلی محبت میں ان کے درمیان مساوات کرنے کا ارادہ بھی کرو کیونکہ محبت میں سب بیویوں کے ساتھ برابری کرنا تمہاری قدرت اور اختیار میں نہیں ہے نہ تم اس کے مالک ہو۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی ازواج کی باریوں میں عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے :

Marfat.com

اے اللہ یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز پر ملامت نہ کرنا جس میں مالک نہیں ہوں' امام ترمذی نے کہا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت میں برابری رکھنے کا میں مالک نہیں ہوں۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۴۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۱۳۴' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۱۹۷۱)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے' یا اللہ! میرے دل میں جو محبت ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں اور اس کے سوا باقی امور میں مجھے امید ہے کہ میں عدل کروں گا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم چاہو بھی تو محبت اور جماع میں دو بیویوں میں عدل نہیں کر سکتے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو' کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو' اور اگر تم اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ (النساء : ۱۲۹)

بیویوں میں عدل نہ کرنے والوں کی سزا

ہشام نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ محبت اور عمل تزویج میں کسی ایک بیوی کی طرف بالکل راغب نہ ہو' حسن نے کہا عمل تزویج اور باریوں میں کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ' مجاہد نے کہا دوسری بیوی کے ساتھ عمداً" برا سلوک اور ظلم نہ کرو' سدی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ دوسری بیویوں کو نہ باری دو اور نہ ان کو خرچ دو۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو' ربیع نے کہا اس کا معنی ہے نہ وہ مطلقہ ہو اور نہ شوہر والی ہو' مجاہد نے کہا نہ وہ بیوہ ہو نہ شوہر والی ہو۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۷۔ ۴۲۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہو گا۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۲۱۳۳' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث ۱۹۶۹' مسند احمد : ج ۳' رقم الحدیث : ۷۹۴۱' ۸۵۷۶' ۱۰۰۹۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اگر خاوند اور بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا' اور اللہ وسعت والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء : ۱۳۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جب خاوند اور بیوی کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں اور ان میں موافقت اور صلح مشکل ہو جائے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا' اس کو پہلی بیوی سے بہتر زوجہ عطا فرمائے گا اور عورت کو مرد سے غنی کر دے گا اس کو پہلے خاوند سے بہتر خاوند عطا فرمائے گا اور اللہ بہت فضل والا اور بڑے احسان والا ہے اور اس کے تمام تکوینی اور تشریعی کاموں میں بہت حکمتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے' اور بے شک ہم نے ان

Marfat.com

لوگوں کو حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو' اور اگر تم نہیں مانو گے تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے' اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد ثناء کیا ہوا اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ کافی ہے حمایت کرنے والا۔ (النساء : ۱۳۲۔۱۳۱)

بندوں کی اطاعت اور ان کے شکر سے اللہ کے غنی ہونے کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں اور کمزوروں کے ساتھ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیا تھا' اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ اس میں اللہ کا کوئی فائدہ ہے یا اللہ کو اس کی کوئی احتیاج ہے' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی ملکیت میں ہے اور وہ ہر چیز سے غنی ہے اور ہر چیز پر قادر ہے لیکن وہ بندوں کو نیکی اور خیر پر برانگیختہ کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور ان میں حاکم ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی مخلوق اور اس کی مملوک ہے' اور جس طرح ہم نے تم کو احکام دیئے ہیں اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ کو بھی احکام دیئے تھے اور ہم نے ان کو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اللہ سے ڈریں اور صرف تنہا اس کی عبادت کریں اور اس کی دی ہوئی شریعت پر عمل کریں۔ اسی طرح ہم نے تم کو بھی یہ حکم دیا ہے' اور اگر تم اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا کفر (انکار) کرو تو تمہارے کفر اور معصیت سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جس طرح تمہارے ایمان' اطاعت اور شکر سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا' کیونکہ وہ مالک الملک ہے اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اس نے یہ احکام اپنی رحمت سے صرف تمہارے فائدے کے لیے دیئے ہیں اس کا ان میں کوئی فائدہ نہیں ہے' اور یہ اس کی وصیت قدیمہ ہے صرف تم اس وصیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہو اور ہم نے پچھلی امتوں سے بھی کہا تھا اور تم سے بھی کہتے ہیں کہ اگر تم اللہ کے ان احسانات کو نہ مانو اور اس کی اطاعت نہ کرو اور اس کا شکر نہ بجالاؤ تو تمام آسمان اور زمینیں اللہ کی ملک میں ہیں اور ان میں سارے فرشتے اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اللہ اپنی ہر مخلوق اور اس کی عبادت سے غنی ہے وہ اپنی بے پایاں نعمتوں اور احسانات کی وجہ سے بذاتہ حمد و ثناء کا مستحق ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔

دوسری آیت میں پھر ذکر فرمایا اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے' یہ تاکید کے لیے ہے کہ زمین و آسمان میں وہ جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے' زندہ کرنا' مارنا' صحت دینا' بیمار کرنا' مالدار اور مفلس کرنا یہ سب اللہ ہی کے تصرف سے ہوتا ہے' وہی اپنی تمام مخلوق کا محافظ اور ان کا کفیل ہے اور یہ اس لیے بھی دوبارہ ذکر کیا کہ بندے اس سے ڈریں اور اس کی اطاعت کریں کیونکہ وہی تمام آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے اس کا مالک ہے اور ان کا حاکم ہے' ان کا محافظ ہے اور ان میں متصرف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے اور اللہ اس پر قادر ہے۔ (النساء : ۱۳۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتہً عام تہدید فرمائی ہے کہ اے لوگو! اگر اللہ چاہے تو وہ تم کو فنا کر دے گا اور تمہارے بدلہ میں ایک دوسری قوم پیدا کر دے گا' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کو چاہے پیدا کرنے اور فنا کے گھاٹ اتارنے پر قادر ہے' اس آیت میں اللہ نے ان مشرکین پر غضب کا اظہار فرمایا ہے جو

Marfat.com

نبی ﷺ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ کی دعوت کو مسترد کرتے تھے اور اس میں اپنی قدرت قاہرہ اور سلطنت غالبہ کا اظہار فرمایا ہے' اس آیت کی مثل یہ آیات ہیں :

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ (محمد : ۳۸) — اور اگر تم نے (حق سے) روگردانی کی' تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ (ابراھیم : ۲۰-۱۹) — اور اگر (اللہ) چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق پیدا کردے' اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو شخص دنیا کا ثواب چاہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (النساء : ۱۳۴)

صرف دنیاوی اجر طلب کرنے کی مذمت اور دنیا اور آخرت میں اجر طلب کرنے کی مدح

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے اعمال اور جہاد سے دنیاوی مال اور عزو جاہ کے حصول کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا اجر و ثواب ہے' مثلاً جو مجاہد اپنے جہاد سے مال غنیمت کے حصول کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کیا ہوا کہ وہ فقط خسیس اور گھٹیا چیز کا ارادہ کر رہا ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کی خیر اور اجر و ثواب کا ارادہ کرے' اسی طرح جو موذن' امام' خطیب' واعظ' مفتی' محدث اور فقیہ اپنی دینی' تبلیغی اور تدریسی خدمات سے صرف دنیاوی وظائف اور نذرانوں کا ارادہ کرتے ہیں وہ عارضی اور فانی اجر کے طالب ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنی خدمات میں اجر اخروی کی نیت رکھیں اور دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بہ قدر حاجت اور فراغت وظائف کو حاصل کریں' اور ہمارے دور میں جو امراء اور حکمرانوں کا طبقہ ہے اور اسکولوں اور کالجوں میں ماسٹروں اور پروفیسروں کا جو شعبہ ہے اور یہ لوگ جو عوام کو انتظامی اور تعلیمی خدمات مہیا کرتے ہیں ان کے ہاں تو ان خدمات کے مقابلہ میں اجر آخرت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ پھر حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ علماء پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگوں کے چندوں سے اپنا پیٹ پالتے ہیں جب کہ امراء' حکام اور پروفیسروں کو جو تنخواہیں ملتی ہیں وہ عوام سے ٹیکس وصول کر کے دی جاتی ہیں اور ہمارے زمانہ میں (اکتوبر ۱۹۹۶ء) ایک متوسط امام مسجد کی تنخواہ دو ہزار سے تین ہزار تک ہوتی ہے اور دینی مدرس کی تنخواہ دو ہزار سے چار ہزار تک ہوتی ہے اور اس مہنگائی کے دور میں جب کہ دودھ بیس روپے لیٹر' آٹا آٹھ روپے کلو' اور گوشت ۱۲۵ روپے کلو ہے اس آمدنی سے بہ مشکل ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں' اس کے مقابلہ میں ایک متوسط پروفیسر کی تنخواہ ۱۰ ہزار روپے ہوتی ہے' انتظامی افسروں' حکمرانوں' وزراء اور گورنروں کی تنخواہیں' انکے الاؤنسز اور دیگر مراعات کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہے' جب یہ لوگ غیر ملکی دوروں پر جاتے ہیں تو اپنے ساتھ چالیس' پچاس افراد کو لے جاتے ہیں اور ان کی شاہ خرچیاں لاکھوں سے متجاوز ہو کر کروڑوں تک پہنچتی ہیں اور ان کے یہ تمام اخراجات عوام سے وصول کیے ہوئے جبری ٹیکسوں سے پورے ہوتے ہیں' جب کہ علماء کی جو خدمات کی جاتی ہیں وہ ظلم اور جبر سے نہیں بلکہ خوشی اور اختیار کے ساتھ دیئے ہوئے چندوں اور نذرانوں سے ہوتی ہیں' پھر بھی ان لوگوں کی زبانیں علماء کو یہ طعنہ دینے سے نہیں تھکتیں کہ یہ چندوں سے پلنے والے لوگ ہیں' جب کہ علماء اپنی خدمات پر اجر اخروی کے طالب ہوتے ہیں اور دنیا سے صرف بہ قدر ضرورت لیتے ہیں اور یہ امراء' حکام' وزراء اور گورنر ملکی اور ملی خدمات کا جو معاوضہ لیتے ہیں اس میں ان کے ہاں آخرت کا کوئی تصور نہیں ہے ان کے پیش نظر صرف

Marfat.com

دنیا اس کی زیب و زینت اور عیاشیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور آیات میں بھی اس طرز عمل کی مذمت کی ہے اور ان کی مدح فرمائی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے طالب ہیں :

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ : ۲۰۰)

پھر لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور بعض وہ ہیں جو دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں (بھی) اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوریٰ : ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کی کھیتی زیادہ کریں گے' اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کو اس میں سے دیں گے' اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (الاسراء : ۱۸-۲۱)

جو لوگ صرف دنیا کے خواہش مند ہیں ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہیں اسی دنیا میں دے دیتے ہیں' پھر ہم نے اس کے لیے دوزخ بنادی ہے وہ اس میں ذلت سے اور دھتکارا ہوا داخل ہو گا ۝ اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لیے عمل کرے بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کا عمل مقبول ہو گا ۝ ہم سب کی مدد فرماتے ہیں ان کی بھی اور ان کی بھی۔ اور آپ کے رب کی عطا (کسی سے) روکی ہوئی نہیں ہے ۝ دیکھیے ہم نے کس طرح ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ

اے ایمان والو ! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے

لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ

والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے، (فریق معاملہ)

يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى

خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل

Marfat.com

اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

سے روگردانی نہ کرو ، اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

رکھنے والا ہے ○ اے ایمان والو ! (دائمی) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ

کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ، اور اس کتاب پر

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ

جو پہلے نازل فرمائی - اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں ،

كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کے ساتھ کفر کرتا ہے تو بیشک وہ گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت دور جا پڑا ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا

بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ

كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ ؕ بَشِّرِ

گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انھیں راہِ راست پر چلائے گا ○ منافقین کو

الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ

خوش خبری دیجیے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ

دوست بناتے ہیں کیا وہ کافروں کے پاس غلبہ تلاش کرتے

الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ ؕ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي

ہیں بیشک تمام غلبہ اللہ کے پاس ہے ○ اور بیشک اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم

Marfat.com

الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ

تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ تم بھی ان

اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

کی مثل قرار دیے جاؤ گے، بیشک اللہ تمام منافقوں اور سب کافروں کو دوزخ میں جمع کرنے

جَمِيْعَا ۙ (۱۴۰) الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ

والا ہے ○ یہ منافق تمہارا جائزہ لے رہے ہیں، اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو

اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ

تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے، اور اگر کافروں کو (کامیابی سے) حصہ ملے تو

قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ

کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا؟ تو (اے منافقو)

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا، اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ؑ (۱۴۱)

کوئی سبیل نہیں بنائے گا ○

۲۰ع۱۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے (النساء: ۱۳۵)

ربط آیات

اس سے پہلی آیتوں میں عورتوں، یتیم لڑکیوں اور کمزور بچوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا تھا، اور عورتوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ اگر انہیں اپنے شوہروں سے بے رغبتی اور علیحدگی کا خطرہ ہو تو وہ اپنے بعض حقوق ترک کر کے صلح کر لیں، اور

Marfat.com

شوہروں کو حکم دیا تھا کہ وہ بیویوں کے ساتھ عدل اور انصاف کریں' غرض یہ کہ اس پورے رکوع میں عائلی اور خانگی معاملات میں عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں عمومی طور پر عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ آیات میں حقوق العباد کو ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں اللہ کے لیے گواہی دینے کا حکم فرما کر حقوق اللہ کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل پہلی آیت میں محض دنیا کو طلب کرنے کی مذمت کی تھی اور دنیا اور آخرت دونوں کو طلب کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اس آیت میں بھی اسی نہج پر فرمایا ہے کہ تم اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہی دو' خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ہر عمل اللہ کے لیے ہو حتیٰ کہ ہر حرکت اور ہر سکون' ہر قول اور ہر فعل اللہ کے لیے ہو' اور یہی انسانیت کی معراج ہے' ورنہ محض پیٹ بھرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ سے کھالینا اور جس سے چاہے قضاء شہوت کرلینا ہی مقصود ہو تو پھر انسان میں اور جانوروں اور درندوں میں کیا فرق رہے گا!

اپنے خلاف گواہی دینے کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عدل اور انصاف کو قائم کرنے میں اور جور و ظلم سے احتراز کرنے میں بہت مضبوطی اور بہت مستعدی سے قائم رہیں' خواہ یہ شہادت خود ان کے اپنے خلاف ہو یا ان کے آباء کے خلاف ہو یا ان کے قرابت داروں کے' اپنے خلاف شہادت دینے کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف کسی کے حق کا اقرار کرلیں' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے اگر انہیں کسی طاقت ور ظالم یا کسی مقتدر شخصیت کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ کریں خواہ اس کے نتیجے میں انہیں اپنے' اپنے والدین یا اپنے اقرباء پر مظالم اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں اور کئی متوقع فوائد کو ہاتھ سے کھو کر نقصان اٹھانا پڑے' واضح رہے کہ والدین کے خلاف شہادت دینا ان کے ساتھ نیکی کرنے کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ان کے ساتھ نیکی ہے۔ اس کی تفصیل ہم انشاء اللہ پھر کریں گے۔

عدل کو گواہی پر مقدم کرنے کی وجوہ

اس آیت میں عدل و انصاف کے قائم کرنے کو ادائے شہادت پر مقدم فرمایا ہے' کیونکہ شہادت کے ذریعہ دوسرے شخص سے فیصلہ کرایا جاتا ہے' اور عدل و انصاف اسے خود کرنے کا حکم دیا ہے' اور جب تک انسان خود عدل و انصاف نہیں کرے گا تو دوسرے شخص کو عدل و انصاف کے لیے اس کا کہنا کب موثر ہو گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے انسان اپنے نفس کے ساتھ عدل و انصاف کرے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام برائیاں اور برے کام چھوڑ دے اور نیکیوں کو اختیار کرے اور جب تک کوئی انسان خود نیک نہیں ہو جاتا' اس کی کسی کے حق میں شہادت قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ فرائض کے تارک اور مرتکب کبیرہ کی شہادت شرعاً" مقبول نہیں ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے عدل اور انصاف قائم کرنے کا حکم دیا پھر شہادت دینے کا حکم دیا' تیسری وجہ یہ ہے کہ عدل و انصاف کرکے انسان اپنے نفس سے ضرر کو دور کرتا ہے اور شہادت کے ذریعہ دوسروں سے ضرر کو دور کرتا ہے اور اپنے نفس سے ضرر کو دور کرنا دوسروں سے ضرر کو دور کرنے پر مقدم ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ عدل کرنا فعل ہے اور شہادت دینا قول ہے اور فعل قول سے قوی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اقوی کو مقدم فرمایا ہے۔

Marfat.com

کسی فریق کی رعایت کی وجہ سے گواہی نہ دینے کی ممانعت

پھر فرمایا (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی امیر کی امارت کی وجہ سے رعایت کر کے اس کے خلاف شہادت دینے کو ترک نہ کرو' اور نہ کسی غریب کی غربت کی وجہ سے اس کے خلاف شہادت کو ترک کرو بلکہ ان کے معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو' تمہاری بہ نسبت اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے اور اس کو علم ہے کہ ان کی اچھائی اور بھلائی کس چیز میں ہے۔

اس کے بعد فرمایا لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے حق سے روگردانی نہ کرو' انسان عصبیت کی وجہ سے یا عداوت کی وجہ سے خواہش کی پیروی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ : ۸)

کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر برانگیختہ نہ کرے' تم عدل کرتے رہو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

پھر فرمایا اگر تم نے (گواہی میں) ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تلوا" اس کا مادہ "لی" ہے اس کا معنی ہے کلام میں تحریف کرنا اور عمداً جھوٹ بولنا اور اعراض کا معنی ہے شہادت کو چھپانا اور اس کو ترک کرنا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرہ : ۲۸۳)

اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شہادت کو چھپائے اس کا دل گنہ گار ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں! بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی کو طلب کرنے سے پہلے گواہی کو پیش کر دے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۷۱۹)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک انسان کا کسی شخص پر کوئی حق نکلتا ہو اور اس کو اپنے حق کا علم نہ ہو اور کسی دوسرے شخص کو اس کے اس حق کا علم ہو تو وہ آ کر اس کے پاس اس کے حق کی شہادت دے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہاں مجازاً" سرعت مراد ہے یعنی جو شخص سوال کرنے کے فوراً بعد بغیر کسی توقف کے شہادت دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! (دائمی) ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو پہلے نازل فرمائی۔ (النساء : ۱۳۶)

ایمان والوں کو ایمان لانے کے حکم کی توجیہ

اس آیت میں اے ایمان والو! فرمایا تو مسلمانوں سے خطاب ہے اس تقدیر پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو' اپنے ایمان پر ثابت قدم اور برقرار ہو' جیسے مسلمان ہر نماز میں دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم "اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر ثابت قدم اور برقرار رکھ' اور یا اس آیت میں مومنین اہل کتاب سے خطاب ہے کہ تم (سیدنا) محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر ایمان لاؤ۔ جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر ایمان لائے ہو' اور جس شخص نے اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں میں فرق کیا اور بعض پر ایمان لایا اور بعض کے ساتھ کفر کیا اس کے ایمان کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اللہ کی نازل کی ہوئی کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسول کا انکار کرنا سب آسمانی کتابوں اور سب رسولوں کا انکار کرنا

Marfat.com

ہے۔

اس آیت کی زیادہ ظاہر یہی تفسیر ہے کہ اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مومنین اہل کتاب مراد ہیں جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں منافقین سے خطاب ہے یعنی زبان سے ظاہری ایمان لانے والو! اخلاص کے ساتھ دل سے ایمان لے آؤ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں مشرکین سے خطاب ہے یعنی اے وہ لوگ جو لات اور عزیٰ پر ایمان لائے ہو' اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی کتاب کی تصدیق کرو' اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس میں انبیاء سابقین سے خطاب ہے لیکن یہ تمام اقوال خلاف ظاہر ہیں اور صحیح یہی ہے کہ اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہی قرآن مجید کا اسلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے' پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے' پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے' اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ کبھی انہیں راہ راست پر چلائے گا۔ (النساء : ۱۳۷)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ پر رسول پر اور آسمانی کتابوں پر ایمان برقرار رکھیں اور اس میں ثابت قدم رہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان دو قسموں کا ذکر فرما رہا ہے جو ایمان سے خارج ہیں' ان میں پہلی قسم وہ ہے جو نفاق سے بہ ظاہر ایمان لائے تھے' پھر کفر کی طرف لوٹ گئے اور گمراہی میں مر گئے' انہوں نے توبہ کا موقع ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا' اور دوسری قسم ان منافقوں کی ہے جو ظاہری اسلام پر برقرار رہے اور درپردہ کافروں کے ہم نوا رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : منافقین کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (النساء : ۱۳۸)

خوش خبری کسی اچھی خبر کی دی جاتی ہے ان کو جو عذاب کی خبر دی گئی ہے اس کو خوش خبری اس طرح فرمایا ہے جیسے عرب کہتے ہیں تحیتک الضرب تمہاری تعظیم مار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ کافروں کے پاس غلبہ تلاش کرتے ہیں' بے شک تمام غلبہ اللہ کے پاس ہے۔ (النساء : ۱۳۹)

اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں ان سے مراد منافقین ہیں اور کافروں سے مراد یہود ہیں' منافقین یہود سے دوستی رکھتے تھے اور بعض' بعض سے کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشن کامیاب نہیں ہو گا' اور یہود یہ کہتے تھے کہ بالآخر غلبہ اور اقتدار ان ہی کو حاصل ہو گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کر کے فرمایا : بے شک تمام غلبہ اللہ ہی کے پاس ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تمام غلبہ اللہ ہی کے پاس ہے اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے :

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ — غلبہ تو صرف اللہ' اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے۔ (المنافقون : ۸)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے بھی غلبہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اصل غلبہ صرف اللہ کے لیے ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے غلبہ عطا فرما دے اس کے لیے بھی غلبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک اللہ نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا

Marfat.com

رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ (کسی) دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ تم بھی ان کی مثل قرار دیئے جاؤ گے۔ (النساء : ۱۴۰)

کفر اور معصیت پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت ہے

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں :

منافقین' علماء یہود کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور وہ قرآن مجید کا مذاق اڑاتے تھے اور اس کی تکذیب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرمادیا۔ (الوسیط : ج ۲ ص ۱۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے منافقو! تم بھی کفر میں ان علماء یہود کی مثل ہو' اہل علم نے کہا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کفر سے راضی ہو وہ بھی کافر ہے اور جو شخص کسی برے کام سے راضی ہو اور برا کام کرنے والوں کے ساتھ مل جل کر رہے تو خواہ اس نے وہ برا کام نہ کیا ہو پھر بھی وہ ان کے ساتھ گناہ میں برابر کا شریک ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "(ورنہ) تم بھی ان کی مثل قرار دیئے جاؤ گے۔" یہ اس وقت ہے جب ان کی مجلس میں بیٹھنے والا وہاں بیٹھنے پر راضی ہو' لیکن اگر وہ وہاں بیٹھنے سے بیزار ہو اور ان کی کفریہ باتوں پر غضبناک اور متنفر ہو لیکن کسی مجبوری اور خوف کی وجہ سے وہاں بیٹھا ہو تو پھر وہ ان کی مثل نہیں ہو گا' اسی وجہ سے ہم یہ فرق کرتے ہیں کہ منافق مدینہ میں یہود کے پاس بیٹھتے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف باتیں کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے اور منافق خوش ہوتے تھے اس لیے وہ بھی ان کافروں کی مثل قرار پائے' اور مکہ میں جب مسلمان مشرکوں سے رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف باتیں سنتے تھے تو ان کے دل ان باتوں سے بیزار اور متنفر ہوتے تھے اور مسلمان مشرکوں کے غلبہ اور ظلم کی وجہ سے مجبور تھے اس لیے ان مسلمانوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

ہمارے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک شخص کسی کے پاس مسلمان ہونے کے لیے جائے اور وہ اس سے یہ کہے کہ تم کل آنا' یا شام کو آنا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص اتنی دیر کے لیے اس کے کفر پر راضی ہو گیا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے پاس بیٹھنا ان سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا مطلقاً" منع نہیں ہے' ان کے پاس بیٹھنا اس وقت ممنوع ہے جب وہ اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں' ہاں کفار کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنا ممنوع ہے اور معاشی' عمرانی' ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں ضرورۃ" ان سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ منافق تمہارا جائزہ لے رہے ہیں' اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے' اور اگر کافروں کو (کامیابی سے) حصہ ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم غالب نہیں آ گئے تھے؟ اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا؟ (النساء : ۱۴۱)

منافقوں کا مسلمانوں اور کافروں کو فریب دینا

ابو سلیمان نے کہا ہے کہ یہ آیت بالخصوص منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' مقاتل نے کہا منافقین مسلمانوں کے حالات کو دیکھتے رہتے تھے' اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی تو وہ کہتے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ سو تم ہم کو غنیمت میں سے حصہ دو' اور اگر کافروں کو غلبہ ہو جاتا تو کہتے کیا ہم تمہاری رائے پر غالب نہیں آ گئے تھے یا ہم تمہاری دوستی میں غالب نہیں تھے یا کیا ہم نے تمہاری مدد نہیں کی تھی' یا کیا ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم دین میں تمہارے ساتھ ہیں' اور کہتے کیا ہم نے تم

Marfat.com

کو مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا یعنی کیا ہم نے تم کو ان کے رسوا کرنے سے نہیں بچایا تھا' یا کیا ہم نے تم کو ان کے منصوبوں سے آگاہ نہیں کیا تھا یا کیا ہم نے تم کو اسلام میں داخل ہونے سے نہیں روکا تھا- خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس کلام سے کافروں پر احسان جتانا چاہتے تھے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو (اے منافقو!) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا- (النساء : ۱۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ منافقوں کی سزا کو موخر کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم نہیں دیا-

مسلمانوں سے وعدہ غلبہ کے باوجود غلبہ کفار کی توجیہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا مجھے یہ بتایئے کہ اللہ نے فرمایا ہے اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا○ حالانکہ وہ ہم سے قتال کرتے ہیں اور (بعض اوقات) ہم پر غالب آ جاتے ہیں' حضرت علی نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن کافروں کی مسلمانوں کے خلاف کوئی سبیل نہیں ہوگی- امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے- (المستدرک ج ۲ ص ۳۰۹)

حضرت ابن عباس نے فرمایا انجام کار مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے- (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۴۱)

دلیل اور حجت کے اعتبار سے کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہو گا- (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳)

اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ کافر دنیا کی جنگوں میں بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکیں گے بہ شرطیکہ مسلمان اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں اور کسی برائی میں مبتلا نہ ہوں اور گناہوں پر اصرار نہ کریں اور توبہ کو نہ چھوڑیں' اور جب وہ برے کاموں میں ملوث ہو جائیں اور اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیں اور لڑائی میں کافر ان پر غالب آ جائیں تو یہ صرف ان کی شامت اعمال کا نتیجہ ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ : ۳۰)

اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو وہ تمہاری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے-

کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ نہ ہونے سے فقہاء احناف اور شوافع کا استنباط مسائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں :

امام شافعی نے اس آیت سے کئی مسائل مستنبط کیے ہیں- (۱) کافر جب مسلمان پر غلبہ پا لے اور اس کے مال کو دار الحرب میں محفوظ کر لے تب بھی وہ اس مال کا مالک نہیں ہو گا' اور اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا (۲) کافر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلمان غلام کو خریدے- (۳) مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا' ان تینوں مسئلوں پر یہ آیت دلیل ہے-

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک کافر' غلبہ سے مسلمان کے مال کا مالک ہو جاتا ہے-

علامہ نظام الدین الشاشی حنفی اشارۃ النص کے بیان میں لکھتے ہیں :

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (الحشر : ۸)

(یہ مال) فقراء مہاجرین کے لیے (بھی) ہیں جو اپنے گھروں اور اموال سے نکال دیئے گئے ہیں۔

اس آیت کا سیاق مال غنیمت کے استحقاق کے بیان میں ہے اور یہ اس مسئلہ میں نص (تصریح) ہے اور آیت کے الفاظ سے اشارۃً" یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ وہ مہاجرین جو اپنے گھروں اور اموال سے نکال دیئے گئے تھے وہ اب فقیر ہو چکے ہیں (حالانکہ وہ پہلے صاحب جائیداد تھے) اور اس سے اشارۃً" یہ معلوم ہوا کہ کافر کو جب مسلمان کے مال پر غلبہ ہو جائے (اور وہ مال مسلمان کے ہاتھ سے نکل جائے) تو کافر اس کے مالک ہو جاتے ہیں' کیونکہ اگر وہ مال بدستور مسلمان کی ملکیت میں رہتا تو اس پر قرآن مجید میں فقر کا اطلاق نہ ہوتا۔ (اصول الشاشی ص ۲۹' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

فقہاء احناف کے نزدیک کافر' مسلمان غلام کو خرید تو سکتا ہے لیکن وہ اس سے خدمت نہیں لے سکتا۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر کا مسلمان غلام کو خریدنا فاسد ہے کیونکہ اگر اس کا یہ خریدنا صحیح ہو تو کافر کا مسلمان پر مالکانہ تفوق ہو گا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا خریدنا صحیح ہے لیکن کافر کو اس سے منع کیا جائے گا کہ وہ مسلمان سے خدمت لے وہ اس سے صرف اشیاء کی خرید و فروخت کا کام لے سکتا ہے اور اس میں اس کا تفوق ظاہر نہیں ہو گا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے :

علامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں :

آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں اور مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا۔

(مختصر القدوری ص ۲۰۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا میں سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا ہوں۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۳۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں :

علماء نے اس آیت سے چند مسائل مستنبط کیے ہیں۔ (۱) کافر مسلمان کا وارث نہیں (۲) کافر مسلمان کے مال پر استیلاء پا کر مالک نہیں ہو سکتا (۳) کافر مسلمان کے خریدنے کا مجاز نہیں (۴) ذمی کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا۔ (جمل)

کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا اس میں سب کا اتفاق ہے اور موخر الذکر تینوں مسائل فقہاء شافعیہ کے نزدیک ہیں جیسا کہ خود حضرت نے جمل کا حوالہ دے کر اشارہ فرمایا ہے کیونکہ جمل' علامہ سلیمان بن عمر شافعی متوفی ۱۲۰۴ھ کی تالیف ہے۔

اس آیت سے فقہاء احناف نے جو دیگر مسائل مستنبط کیے ہیں وہ یہ ہیں :

Marfat.com

(۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی مسلمان پر کوئی سبیل نہیں رکھی اس لیے اگر کسی عورت کا خاوند مرتد ہو جائے اور عدت تک دوبارہ اسلام قبول نہ کرے تو وہ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی' اور جب تک وہ ارتداد پر رہے گا اور اسلام کی طرف رجوع نہیں کرے گا وہ اس سے الگ رہے گی۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۵)

(۲) کافر مسلمان کے نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا اور نہ مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔

(۳) کافر کی مسلمان کے خلاف شہادت جائز نہیں ہے۔

(۴) کافر کو مسلمان کا قاضی بنانا جائز نہیں ہے۔

(۵) کافر کو مسلمان کے لشکر کا امیر بنانا جائز نہیں ہے۔ (التفسیرات الاحمدیہ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲)

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا

بیشک منافق (اپنے زعم میں) اللہ کو دھوکا دے رہے ہیں درآں حالیکہ اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے اور جب

قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا

وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کا

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ

ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں ○ وہ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان متزلزل ہیں ،

لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

نہ اُن (کافروں) کی طرف ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں ، اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو آپ اس کے

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ

لیے کوئی راہ نہ پائیں گے ○ اے ایمان والو : مومنوں کے سوا کافروں کو

أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا

دوست نہ بناؤ کیا تم اپنے خلاف اللہ کے لیے ایک

لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ

واضح حجت قائم کرنا چاہتے ہو ○ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے

Marfat.com

الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

طبقہ میں ہوں گے اور (اے مخاطب) تو ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائے گا ○ مگر ان (منافقوں)

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے اور انہوں نے اللہ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر لیا

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

سو وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم عطا

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ

فرمائے گا ○ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور

اٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

(خالص) ایمان لے آؤ اور اللہ شکر کی جزا دینے والا، بہت جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک منافق (اپنے زعم میں) اللہ کو دھوکا دے رہے ہیں در آں حالیکہ اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے۔ (النساء : ۱۴۲)

منافقوں کے دھوکے کا معنی' ان کے دھوکے کی سزا' اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں اور ان کے خواص بیان فرمائے تھے' اس آیت میں ان کا تتمہ بیان فرمایا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی' ابوعامر بن النعمان اور دیگر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسے سورہ بقرہ میں ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم (البقرہ : ۹)

حسن نے بیان کیا ہے کہ مومن اور منافق دونوں پر ایک نور ڈالا جائے گا جس میں چلتے ہوئے وہ پل صراط تک پہنچیں گے' پل صراط پر پہنچنے کے بعد منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا اور مومن اپنے نور کی وجہ سے پل صراط پر چلتے رہیں گے اس وقت منافقین مومنوں سے کہیں گے :

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے یہ کہیں گے' ہمیں دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' ان

Marfat.com

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

(الحدید : ۱۳-۱۴)

سے کہا جائے گا اپنے پیچھے واپس جاؤ پھر وہاں کوئی نور تلاش کرو' پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی' جس کی اندرونی جانب کے دروازہ میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کے دروازہ میں عذاب ہوگا ۝ منافق مسلمانوں کو پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں! لیکن تم نے خود کو (نفاق کے) فتنہ میں ڈال دیا' اور تم (مسلمانوں کی مصیبتوں کے) منتظر رہے' اور تم (اسلام کے متعلق) شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تم کو دھوکے میں ڈالے رکھا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آگیا' اور (شیطان کے) دھوکے نے تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھا ۝

حسن نے کہا اللہ تعالیٰ جو ان کو دھوکے کی سزا دے گا' اس کا بھی یہی معنی ہے' ابن جریج نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۴۹)

خداع کے معنی ہیں کسی شخص کو کسی شے کی حقیقت کے خلاف وہم میں ڈالنا' اللہ کو ان کے دھوکا دینے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے باطن میں جو کفر چھپایا ہوا تھا اس کے خلاف زبان سے اسلام کو ظاہر کرتے تھے' تاکہ اس نفاق کے ذریعہ وہ دنیا میں اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیں' اور جو فوائد مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں مثلاً صدقات اور مال غنیمت اس میں بھی حصہ دار بن جائیں۔

اکثر منافقین اللہ کو مانتے تھے' اب یہ سوال ہوگا کہ وہ اپنے زعم میں اللہ کو کس طرح دھوکا دیتے تھے' کیونکہ ان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے منکر تھے اور وہ اپنے زعم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے اور اللہ نے یہ فرما کر کہ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینا' اللہ کو دھوکا دینا ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا بعینہٖ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے دھوکے کی یہ سزا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے نبی ﷺ کو ان کے نفاق پر مطلع فرمادیا اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی خبر دے دی ان کا راز فاش ہوگیا اور وہ دنیا میں رسوا ہوگئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو الگ سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔ (النساء : ۱۴۲)

اس آیت میں منافقوں کی تین علامتیں ذکر فرمائی ہیں سستی سے نماز پڑھنا' لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھنا اور اللہ کا ذکر بہت کم کرنا' سستی اور کم ذکر کرنے پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے :

گراں باری اور سستی سے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

علاء بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ وہ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے جب وہ ظہر کی نماز پڑھ کر

Marfat.com

فارغ ہو گئے تھے' ان کا گھر مسجد کے ساتھ تھا' جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں' انہوں نے کہا عصر کی نماز پڑھو' ہم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' جب ہم فارغ ہوئے تو حضرت انس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اتنی تاخیر کرنا منافق کی نماز ہے' وہ بیٹھ کر سورج کو دیکھتا رہتا ہے حتی کہ جس وقت سورج دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے' تو کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۶۲۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۱۳' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۶۰' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۱۰)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا عشاء اور فجر کی نماز منافقوں پر سب سے بھاری ہے' اور فرمایا کاش ان کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور فجر کی نماز میں کتنا اجر ہے!

(صحیح البخاری : کتاب مواقیت الصلوۃ' باب : ۲۱' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۶۵۱)

ریاکاری سے عبادت کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک ریا شرک ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۱۵۴۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت محمود بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ شرک اصغر ہے' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ریا' قیامت کے دن جب اللہ عزوجل لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو فرمائے گا : جاؤ! انہی لوگوں کے پاس جن کے لیے تم ریاکاری کرتے تھے' دیکھو ان سے تمہیں کوئی جزا ملتی ہے! (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خوف ہے' میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی' آپ نے فرمایا ہاں' لیکن وہ سورج' چاند' پتھروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرے گی' لیکن وہ اپنے اعمال میں ریا کرے گی' اور شہوت خفیہ یہ ہے کہ ایک شخص روزہ رکھے' پھر کسی نفسانی خواہش کی بناء پر وہ روزہ ترک کر دے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت بشیر بن عقربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے محض لوگوں کے دکھانے اور سنانے کے لیے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ریا اور سمعہ (دکھانے اور سنانے) کے مقام پر کھڑا کرے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اللہ کا ذکر کم کرنے کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافق صرف دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور صرف سنانے کے لیے نیک کام کرتے ہیں۔ ان کے پاس جب دوسرے لوگ ہوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتے ہیں اور جب کوئی نہیں ہوتا تو وہ نماز نہیں پڑھتے اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ نماز میں جو تکبیرات بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں ان کو

Marfat.com

پڑھتے ہیں اور نماز میں اللہ کا جو ذکر پست آواز سے کیا جاتا ہے اس میں وہ خاموش رہتے ہیں۔ مثلاً قرات اور تسبیحات وغیرہ کو نہیں پڑھتے یا معنی یہ ہے کہ نماز کے علاوہ وہ اور کسی وقت میں اللہ کا ذکر نہیں کرتے' آج کل ہم اکثر لوگوں کا یہی حال دیکھتے ہیں وہ اکثر اوقات گپ شپ' دوسروں کی غیبت' کہانیوں' لطیفوں اور کاروباری باتوں میں گزار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تقدیس' تسبیح و تہلیل' توبہ استغفار اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا ذکر ان کی زبانوں پر نہیں آتا' یا بہت کم آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وہ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان متزلزل ہیں' نہ ان (کافروں) کی طرف ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں' اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (النساء : ۱۴۲)

منافق کا مذبذب ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافق کو مذبذب فرمایا ہے' مذبذب اس شخص کو کہتے ہیں جو دو چیزوں یا دو کاموں کے درمیان متردد ہو' تذبذب کا اصل معنی تحیر اور اضطراب ہے' کیونکہ منافق اپنے دین میں متحیر ہوتا ہے' اور وہ کسی صحیح اعتقاد کی طرف رجوع نہیں کرتا' منافقین نہ مشرکین کی طرح صراحتہً شرک کرتے تھے اور نہ مومنوں کی طرح مخلص تھے' وہ اس کے درمیان مذبذب تھے اس کا معنی ہے وہ اسلام اور کفر کے درمیان مذبذب ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان حیران ہو کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہو اور کبھی اس ریوڑ کی طرف۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۷۸۴' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۰۵۲' مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث : ۵۰۷۹' ۵۷۹۴)

ہدایت کے دو معنی اور ان کے محمل

"جس کو اللہ گمراہ کردے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے کفر اور خباثت کی وجہ سے اللہ اس سے ہدایت کی استعداد اور صلاحیت کو سلب کرلے آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے' یہاں آپ سے ہدایت کے جس معنی کی نفی کی ہے اس کا معنی ہے کسی شخص کو ہدایت یافتہ اور مومن بنانا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے' اور ہدایت کا دوسرا معنی ہے سیدھا راستہ دکھانا' سو اس معنی میں نبی ﷺ ان کو بھی ہدایت دیتے تھے اور دیگر کافروں' منافقوں کو بھی بلکہ تمام مخلوق کو ہدایت دیتے تھے اور اس معنی میں ہدایت دینا آپ کا منصب ہے' اور قرآن مجید میں جہاں بھی آپ سے ہدایت کی نفی کی گئی ہے وہاں ہدایت کا معنی ہدایت یافتہ اور مومن بنانا ہے یعنی سیدھے راستہ پر چلانا اور جہاں آپ کی طرف ہدایت کی نسبت کی گئی ہے وہاں ہدایت سے مراد ہے سیدھا راستہ دکھانا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے ایمان والو! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم اپنے خلاف اللہ کے لیے واضح حجت قائم کرنا چاہتے ہو۔ (النساء : ۱۴۴)

کافروں کے نابالغ بچوں پر عذاب نہیں ہوگا

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ "اے ایمان والو!" اس سے مراد مخلصین مومنین ہیں' اور کافروں سے مراد یہودی یا منافق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والو! یہودیوں یا منافقوں کو دوست نہ بناؤ'

Marfat.com

جیسا کہ منافق کافروں کو دوست بناتے ہیں ورنہ تم بھی منافقوں کی مثل ہو جاؤ گے' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ "اے ایمان والو!" سے مراد منافق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے بہ ظاہر ایمان لانے والو! کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ' بلکہ مخلص مومنین کو اپنا دوست بناؤ' تاکہ تمہیں بھی اخلاص نصیب ہو لیکن پہلی تفسیر راجح ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اپنے خلاف واضح حجت قائم کرنا چاہتے ہو؟ یعنی تم ایسی حجت اور دلیل قائم کرنا چاہتے ہو جس کی بناء پر تم عذاب کے مستحق ہو جاؤ' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو بغیر دلیل کے عذاب نہیں دے گا' حالانکہ اگر وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کو عذاب دے تو یہ اس کا عین عدل ہو گا کیونکہ وہ سب مخلوق کا مالک ہے اور مالک اپنے ملک میں جو چاہے کر سکتا ہے' لیکن اس نے اپنی حکمت سے اور اپنے فضل سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ اپنے مخلص اور صالح بندوں کو عذاب نہیں دے گا اور خلف وعد محال ہے اس لیے مخلصین اور صالحین کو عذاب ہونا بھی محال ہے' نیز اس آیت سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ وہ بغیر دلیل کے عذاب نہیں دیتا تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مشرکوں اور کافروں کے نابالغ بچوں کو عذاب نہیں ہو گا کیونکہ نابالغ بچوں کے حق میں بعثت متحقق نہیں ہوئی اور نہ ہی نابالغ بچے مکلف ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور (اے مخاطب) تو ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ (النساء : ۱۴۵)

درک کا معنی اور دوزخ کے طبقات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا منافق آگ کے سب سے نچلے درک میں ہوں گے' ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ درک کا معنی منزل ہے اور جہنم میں کئی منازل ہیں اور منافق سب سے نچلی منزل میں ہوں گے' ابن الانباری نے کہا ہے کہ درک سیڑھی کے ڈنڈے کو کہتے ہیں' ضحاک نے کہا جب منازل میں یہ لحاظ کیا جائے کہ بعض' بعض سے اوپر ہیں تو ان کو درج (درجہ) کہتے ہیں اور جب یہ لحاظ کیا جائے کہ بعض بعض سے نیچے ہیں تو ان کو درک کہتے ہیں۔ ابن فارس نے کہا جنت میں درجات ہیں اور دوزخ میں درکات ہیں' حضرت ابن مسعود نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا منافق لوہے کے ایک ایسے تابوت میں ہوں گے جس کا کوئی دروازہ نہیں ہو گا۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۴۵۴)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں :

دوزخ کے سات طبقات ہیں' پہلا طبقہ جہنم ہے دوسرا لظی ہے' تیسرا الحطمہ ہے چوتھا السعیر ہے' پانچواں سقر ہے چھٹا جحیم ہے اور ساتواں ھاویہ ہے' اور کبھی ان تمام طبقات پر جہنم کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے' ان طبقات کو درکاتؒ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تہ در تہ ہیں' اور منافقوں کا آخری طبقہ میں ہونا ان کے شدت عذاب پر دلالت کرتا ہے۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نفاق کی علامتوں پر اشکال کے جوابات

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۶۸۲' ۳۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۵۹' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۶' مسند احمد : ج ۳' رقم الحدیث : ۹۱۴۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہو گا' اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی خصلت ہو گی حتی کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۴۵۹' ۳۴' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۵۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۶۴۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۶۸۸' سنن نسائی' رقم الحدیث : ۵۰۳' مسند احمد : ج ۲ رقم الحدیث : ۶۷۸۲' سنن کبریٰ : ج ۹ ص ۲۳۰)

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان میں یہ چاروں خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہو گا اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی خصلت ہو گی' محدثین کرام نے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں بعض ازاں یہ ہیں :

(۱) یہ علامتیں نبی ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص تھیں کیونکہ نبی ﷺ تو وحی کے نور سے لوگوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے' اور آپ جانتے تھے کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور چونکہ یہ غیب نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اس لیے آپ نے اپنے اصحاب کو یہ نشانیاں بتائیں تاکہ وہ ان علامتوں سے منافقوں کو پہچان لیں اور ان سے احتراز کریں اور آپ نے معین کر کے نہیں بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ لوگ مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص حلال اور جائز سمجھ کر یہ چار کام کرے وہ منافق کے حکم میں ہو گا۔

(۳) جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو وہ منافقین کے مشابہ ہو گا' اور نبی ﷺ نے اس پر "تغلیظا" اور "تہدیدا" منافق کا اطلاق فرمایا ہے اور یہ اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو "عادۃ" یہ چار کام کرتا ہو اور اس کے متعلق نہیں فرمایا جس سے "نادرا" یہ کام سرزد ہوں۔

(۴) عرف میں منافق اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو سو ایسا شخص "عرفا" منافق ہے "شرعا" منافق نہیں ہے لہٰذا ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا نہ وہ اس آیت کی وعید کا مصداق ہو گا۔

(۵) دینی معاملات میں ایسے شخص کا حکم منافق کا ہو گا اور اس کی خبر معتبر نہیں ہو گی۔

ایک حدیث میں تین کاموں کو منافق کی علامت فرمایا ہے اور دوسری میں چار کاموں کو منافق کی علامت قرار دیا ہے' یہ اختلاف مقتضی حال اور مقام کے اعتبار سے ہے۔ کبھی آپ کے سامنے ایسے منافق تھے جن میں چار خصلتیں تھیں اور کبھی ایسے تھے جن میں تین خصلتیں تھی اس وجہ سے کبھی آپ نے تین علامتیں بیان فرمائیں اور کبھی چار۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور (اے مخاطب) تو ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا' اس آیت میں منافقین کی نصرت کی نفی کی تخصیص کی ہے اور یہ تخصیص اس وقت صحیح ہو گی جب مخلص مسلمانوں کی نصرت اور ان کی شفاعت

Marfat.com

کی جاسکے' اور تب ہی منافقین کی مدد کا نہ کیا جانا ان کے لیے باعث حسرت اور افسوس ہو گا اور اگر مخلص مسلمانوں کی بھی مدد نہ کی جائے تو منافقین کو کیوں ندامت اور حسرت ہو گی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : مگر ان (منافقوں) میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے اور انہوں نے اللہ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر لیا سو وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (النساء : ۱۴۶)

نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقین سے عذاب کو دور کرنے کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں' پہلی شرط یہ ہے کہ وہ توبہ کریں اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں کیونکہ نفاق سے توبہ کے بعد کیے ہوئے نیک اعمال لائق اعتبار ہوتے ہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کا دامن پکڑ لیں' کیونکہ توبہ اور نیک اعمال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اخروی فلاح اور سعادت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے' اور چوتھی شرط ہے اخلاص' یعنی ان کا ہر کام کو کرنا اور چھوڑنا محض اللہ کی خاطر ہو' یعنی نیک کاموں کو کرنا اور برائیوں کو چھوڑنا دونوں اللہ کی وجہ سے ہوں' اور ان کے کسی کام سے غیر اللہ کی نیت اس کی خوشنودی اور اس کی داد و تحسین کا دخل نہ ہو۔ اور جب یہ چار شرائط حاصل ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ جزاء بیان کی ہے کہ وہ آخرت میں مخلص مومنوں کے ساتھ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور (خالص) ایمان لے آؤ' اور اللہ شکر کی جزاء دینے والا' بہت جاننے والا ہے۔ (النساء : ۱۴۷)

اس آیت میں بھی منافقین سے خطاب ہے' ایک ضعیف قول یہ ہے کہ مومنین سے خطاب ہے' اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ منافقین کو عذاب دینے یا نہ دینے کا مدار صرف ان کے کفر پر ہے اور کسی اور چیز پر نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا' کیا اس سے اس کا غیظ و غضب ٹھنڈا ہو گا' یا اس کو اسے کوئی نفع حاصل ہو گا یا اس سے کوئی ضرر دور ہو گا؟ جیسے بادشاہوں کو عموماً" کسی مجرم کو سزا دینے سے تسکین ہوتی ہے' ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے' اور ان تمام چیزوں سے بلند اور منزہ ہے' منافقوں کو عذاب دینے کی وجہ صرف ان کا نفاق ہے جب وہ نفاق سے توبہ کر لیں اور ایمان لا کر اللہ کا شکر ادا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب کیوں دے گا!

شکر کو ایمان پر مقدم کرنے کے اسرار

اس آیت میں فرمایا ہے۔ "اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ" اور شکر کو ایمان پر مقدم فرمایا ہے' بہ ظاہر ایمان کو شکر پر مقدم ہونا چاہئے تھا کیونکہ ایمان تمام اعمال پر مقدم ہے' امام رازی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ اصل عبارت میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی اصل عبارت یہ ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ اور شکر ادا کرو' اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ واو ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۶) لیکن بلیغ کے کلام میں جب کوئی عبارت ظاہری ترتیب کے خلاف ہو تو وہ کسی رمز اور نکتہ پر مبنی ہوتی ہے' اس لیے اس پر غور کرنا چاہئے کہ یہاں کس حکمت یا کس رمز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے شکر کو ایمان پر مقدم کیا ہے۔

Marfat.com

شکر کا ایک معنی ہے کسی نعمت کی بنا پر منعم کی تعظیم کرنا' اور یہ تین امور پر موقوف ہے پہلے اس شخص کو نعمت کی معرفت ہو اور جب نعمت کی معرفت حاصل ہو جائے تو اس کا ذہن کسی نہ کسی منعم کو تلاش کرے تا کہ وہ اس کی تعظیم کرے اور اس تلاش کے بعد جب وہ منعم حقیقی تک پہنچ جائے تو بے اختیار تعظیم کرتا ہوا اس کے آگے جھک جائے اور یہی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' اور اس طرح شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا موجب ہوتا ہے اور اسی نکتہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے شکر کو ایمان پر مقدم فرمایا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شکر میں منعم کی تعظیم دل سے بھی ہوتی ہے' زبان سے بھی اور باقی ظاہری اعضاء سے بھی تعظیم ہوتی ہے۔ منافق کلمہ پڑھ کر زبان سے منعم کی تعظیم کرتے تھے' اور نماز پڑھ کر باقی اعضاء سے بھی تعظیم کرتے تھے لیکن دل سے اللہ کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے باطن میں کفر تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ کیا کہ وہ صحیح اور کامل شکر ادا نہیں کرتے اگر وہ صحیح اور کامل شکر ادا کریں اور اخلاص سے ایمان لے آئیں تو اللہ انہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ شکر کا دوسرا معنی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے خرچ کرنا جس مقصد کے لیے وہ نعمتیں دی گئی ہیں' جس زمانہ میں سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا' اس زمانہ میں سب سے بڑی نعمت نبی ﷺ کی ذات مقدسہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں بھی آپ کا ذکر فرمایا ہے یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (الاعراف : ۱۵۷) "وہ آپ کا ذکر تورات اور انجیل میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں۔" اور اس نعمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ آپ پر دل و جان سے ایمان لاتے اور تن من' دھن کی بازی لگا کر آپ کی اطاعت اور اتباع کرتے۔

جس نبی کے وسیلہ سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی' حضرت ابراہیم پر آگ گلزار ہوئی' حضرت اسماعیل کا گلا جس کے نور کی برکت سے کٹنے سے بچا' حضرت ابراہیم نے جس کی بعثت کی دعا کی' حضرت موسیٰ نے جس کے امتی ہونے کی تمنا کی' حضرت عیسیٰ نے جس کے آنے کی بشارت دی' عالم میثاق میں تمام نبیوں نے جس پر ایمان لانے اور جس کی نصرت کرنے کا قول و اقرار اور عہد کیا اور اللہ اس عہد پر خود گواہ ہوا ایسا عظیم الشان نبی اللہ نے ان کے عہد میں پیدا کیا' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس جلیل القدر اور رفیع المرتبت نعمت پر اللہ کا احسان اور امتنان مانتے اور اس کا بے پایاں شکر ادا کرتے اور اس عظیم الشان نبی پر اخلاص سے ایمان لاتے اور دل و جان سے اس کی تصدیق کرتے' اس لیے فرمایا : اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ' ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں شکر کو ایمان پر مقدم کرنے میں کیا رمز ہے' کیا لطافت ہے اور کیا بلاغت ہے!

شاکر' علیم میں ربط اور مناسبت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور "اللہ تعالیٰ شاکر علیم ہے۔" اللہ تعالیٰ نے بہ طور استعارہ شکر کی جزاء کو بھی شکر فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم کو شکر ادا کرنے کی جزا دے گا اور ثواب عطا فرمائے گا' اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں ہیں ان کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے' بلکہ اس کی کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا اس لیے فرمایا وہ علیم ہے وہ جاننے والا ہے کہ محدود انسان لامحدود نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا وہ اپنے بندہ کے عجز کو جاننے والا ہے اور وہ جاننے والا ہے کہ کون اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی بے مائیگی' کم ہمتی اور قصور عبادت کا اعتراف اور اقرار کرتا ہے اور وہ جاننے والا ہے کہ کون اس کی نعمتوں اور

Marfat.com

اس کے احسانوں کا اعتراف کر کے اس کے سامنے نیازمندی اور اطاعت سے سر جھکا کر اس کی تعظیم بجالاتا ہے اور وہ جاننے والا ہے کہ کون اس کی نعمتوں کی قدر کرتا ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے سو وہ اس کو اس کے اس عمل کی اور اس کے شکر ادا کرنے کی جزا عطا فرمائے گا' یہاں بھی بہ ظاہر' پہلے علیم اور پھر شاکر کا ذکر ہونا چاہیے تھا' لیکن اس کے عکس ترتیب میں رمز یہ ہے کہ جس صفت کا بندوں پر اثر مرتب ہونا تھا یعنی شکر کی جزا دینا اس کا پہلے ذکر کیا اور جس صفت میں صرف اس کی شان کبریائی تھی جس کا صرف اس کے ساتھ تعلق تھا اس کا بعد میں ذکر فرمایا۔ اس نے بندوں کا حق مقدم رکھا ہم بندے ہیں اور ہم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ ہم اپنے مولیٰ کے حق کو پہچانیں اور اس کے ذکر کو اپنے ذکر پر اور اس کے حق کو اپنے حق پر مقدم رکھیں۔

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے،

وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ

اور اللہ بہت سننے والا، نہایت علم والا ہے ○ اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا چھپا کر کرو،

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ

یا کسی برائی کو معاف کر دو تو بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہے ○ بیشک جو

الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا

لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان

بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ

فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا

بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾

انکار کرتے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ بنالیں ○

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا

یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب

Marfat.com

مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ

تیار کر رکھا ہے ○ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان رسولوں میں سے

اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کیا، یہ وہ لوگ ہیں کہ (اللہ) عنقریب ان کو ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بہت بخشنے

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع

والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○

ع ۲۱ / ۱۱ / ۱

اللہ عزو جل کا ارشاد ہے : اللہ تعالیٰ بہ آواز بلند بری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے۔

(النساء : ۱۴۸)

شان نزول

اس آیت کے شان نزول میں محدثین نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے :

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو برا کہا اور ان کو اذیت دی' حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو دوسری دفعہ اذیت دی پھر حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو تیسری بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لیا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا : یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وہ شخص تم کو برا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا' اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا تو شیطان آگیا اور جس جگہ شیطان آجائے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۹۶)

حضرت ابوہریرہ نے بھی اس حدیث کو اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۹۷)

کسی شخص کو برا کہنا' گالی دینا' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' اور کسی شخص کی غیبت کرنا یا کسی شخص کی چغلی کرنا یہ تمام امور اس آیت سے ممنوع اور ناجائز ہیں۔

کسی کی برائی' غیبت اور چغلی کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : ایک دوسرے کو برا کہنے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہوتا ہے جب تک کہ مظلوم تجاوز نہ کرے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۸۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۹۴)

Marfat.com

امام ابوداؤد بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو' اور اس کو برا نہ کہو۔ (سنن ابوداؤد : ۴۸۹۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اپنے فوت شدہ لوگوں کی نیکیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو۔ (سنن ابوداؤد : ۴۹۰۰)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے' صحابہ نے عرض کیا : اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا تم اپنے بھائی کے اس وصف کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو' آپ سے عرض کیا گیا یہ بتائیے اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو تم بیان کرتے ہو تب ہی تو تم اس کی غیبت کرو گے' اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تم اس پر بہتان باندھو گے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۵۸۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۷۴)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کا لحاف چوری ہو گیا۔ وہ چرانے والے پر بددعا کر رہی تھیں آپ نے فرمایا : اپنی دعا میں اس کی تخفیف نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۱۴۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا آپ کے لیے صفیہ سے اتنا اتنا (قد) کافی ہے! ان کا ارادہ تھا کہ ان کا قد چھوٹا ہے' آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس سے سارا پانی آلودہ ہو جائے گا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی انسان کی نقل اتاری آپ نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کی نقل اتاروں اور مجھے اس کے بدلہ فلاں فلاں چیز مل جائے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۷۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا جس کے پیتل کے ناخن تھے جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے' میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہیں' انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی بے عزتی کرتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے)

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی اس جگہ بے عزتی کرتا ہے جہاں اس کی عزت نہ کی جارہی ہو اور اس کی توقیر میں کمی کی جارہی ہو تو اللہ اس کو ایسی جگہ بے عزت کرے گا جہاں وہ اپنی نصرت چاہتا ہو' اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ نصرت کرے گا جہاں اس کی توقیر میں کمی کی جارہی ہو اور اس کی بے حرمتی کی جارہی ہو تو اللہ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد پسند کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد : ۴۸۸۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں چغل خور داخل نہیں ہو گا۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۸۷۲)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان بند رکھو' اور اپنا گھر فراخ رکھو اور اپنے گناہوں پر روؤ۔ (مسند احمد : ج ۸ رقم الحدیث : ۲۲۲۹۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو ہمارے متعلق اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں' اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۴۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۹)

حضرت نعمان بن بشیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے سنو وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری : ۵۲)

سنن ترمذی کی روایت میں ہے تمام اعضاء کی صحت اور فساد کا مدار زبان پر ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے اس کا مدار دل پر ہے اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے' اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کون ہے جو میرے لیے اس کا ضامن ہو جو دو جبڑوں کے درمیان اور جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے۔ میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۴۲۶' صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۶۴۷۴' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث : ۲۲۸۸۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۶)

مظلوم کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنے کا جواز

پہلے اللہ تعالیٰ نے بہ آواز بلند بری بات کہنے کو ناپسند فرمایا پھر اس حکم سے مظلوم کا استثناء فرمایا اس کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ مظلوم کے سوا کسی کے بری بات ظاہر کرنے کو ناپسند کرتا ہے لیکن مظلوم اپنے اوپر کیے ہوئے ظلم کو بیان کر سکتا ہے یہ زجاج کا قول ہے۔

(۲) مظلوم ظالم کے خلاف بددعا کر سکتا ہے' یہ حضرت ابن عباس اور قتادہ کا قول ہے۔

(۳) اصم نے کہا کہ کسی کے پوشیدہ احوال کی لوگوں کو خبر دینا جائز نہیں ہے' تاکہ لوگ کسی کی غیبت نہ کریں' لیکن مظلوم شخص یہ بتا سکتا ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ہاں چوری کی یا غصب کیا۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ مظلوم شخص ظالم کی غیبت کر سکتا ہے پس پشت اس کے ظلم کو بیان کر سکتا ہے' اس مناسبت سے ہم یہاں پر وہ صورتیں بیان کر رہے ہیں جن میں غیبت کرنا جائز ہے۔

غیبت کرنے کی مباح صورتیں

جس غرض صحیح اور مقصد شرعی کو بغیر غیبت کے پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان' قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان

Marfat.com

کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو! اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار۔ کوئی شخص مفتی سے پوچھے فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں' اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں۔

(ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے۔

(ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے' یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پاس امانت رکھنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پڑوس میں رہنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص سے کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کردے۔

(ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔

(د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو' اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں تاکہ اہل اور کار آمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً شراب نوشی' جوا کھیلنا' لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو' اس کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب یہ ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے) اصم (بہرے) اعمیٰ (اندھے)' احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے تو وہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اگر تم کسی نیکی کو ظاہراً" کرو یا چھپا کر کرو' یا کسی برائی کو معاف کردو' تو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہے۔ (النساء : ۱۴۹)

تمام احکام کا مدار دو چیزوں پر ہے خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت' ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم وکان اللہ شاکرا علیما میں خالق کی عظمت کو بیان فرمایا' اور مخلوق پر شفقت بھی دو طرح سے ہے' مخلوق سے ضرر کو دور کرنا اور ان کو نفع پہنچانا' مخلوق سے ضرر کو دور کرنے کے متعلق فرمایا لا یحب اللہ الجہر بالسوء۔ الا یہ اور ان کو نفع پہنچانے کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ "تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا چھپا کر کرو۔" نماز' روزہ' صدقہ اور خیرات تمام اقسام کے نیک کاموں کو شامل ہے۔ فرائض علی الاعلان ادا کرنے چاہئیں تاکہ انسان پر ترک فرائض کی تہمت نہ لگے اور نوافل چھپا کر ادا کرنے چاہئیں تاکہ انسان کے اعمال میں زیادہ سے زیادہ اخلاص آسکے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن سات آدمیوں پر اللہ اپنا سایہ کرے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہو گا' آپ نے ان سات میں سے ایک اس شخص کا ذکر کیا جو چھپا کر صدقہ دے حتی کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث : ۱۴۲۳)

اس آیت میں دوسری نیکی یہ بیان فرمائی ہے کہ کسی برائی کو معاف کردو اور اس پر دلیل یہ قائم فرمائی ہے کہ اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ عذاب پر قادر ہونے کے باوجود بندوں کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے سو تم بھی اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ اور اس کی صفات سے متصف ہو جاؤ اور انتقام لینے پر قدرت کے باوجود لوگوں کی غلطیوں اور خطاؤں کو معاف کردو اور اگر تم نے لوگوں کی خطاؤں کو معاف نہ کیا تو تم اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی کی کیسے توقع رکھو گے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں' اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں' اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ بنالیں۔ (النساء : ۱۵۰)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا رد فرمایا تھا' اس آیت میں یہود و نصاریٰ کا رد فرما رہا ہے' یہود حضرت موسیٰ پر اور تورات پر ایمان لائے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور قرآن مجید کے کلام اللہ اور آسمانی کتاب ہونے کا انکار کرتے تھے' اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ اور انجیل پر ایمان لائے اور آپ کی نبوت اور قرآن مجید کا انکار کیا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا رد فرمایا کیونکہ کسی بھی نبی کو نبی ماننے کی دلیل معجزہ ہے اور جب معجزہ کی دلالت کی وجہ سے یہودیوں نے حضرت موسیٰ کو نبی مان لیا' اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو نبی مان لیا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو معجزات پیش کیے اگر معجزہ کی دلالت مقبول نہیں ہے تو پھر ہر نبی کا انکار کرو اور اگر معجزہ کی دلالت مسلم ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانو' غرض یہ کہ بعض نبیوں اور ان کی کتابوں کو ماننا اور بعض کا انکار کرنا اس کی کوئی معقول وجہ اور صحیح دلیل نہیں ہے' یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی کا رد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کا بیان فرمایا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء : ۱۵۱)

اس آیت میں فرمایا کہ یہ یہود اور نصاریٰ جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں یہ یقیناً کافر ہیں' خواہ یہ اپنے آپ کو مومن کہتے رہیں ان کے خود کو مومن کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے' یہ عذاب میں سب سے پہلے داخل ہوں گے' اور وہ عذاب ان کو ذلیل کرنے والا ہو گا' اس میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ بعض گنہ گار مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے عذاب میں داخل کیا جائے گا لیکن ان میں اور کافروں کے عذاب میں یہ فرق ہو گا کہ اول تو وہ مسلمان کافروں کے بعد عذاب میں داخل ہوں گے۔ ثانیاً یہ کہ وہ عذاب ان بعض مسلمانوں کی تطہیر کے لیے ہو گا اور صورۃ" ہو گا۔ اس کے برخلاف کافروں کو جو عذاب

Marfat.com

ہوگا وہ حقیقتہً "عذاب ہوگا اور ان کو ذلیل کرنے کے لیے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ (اللہ) عنقریب ان کو اجر عطا فرمائے گا' اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (النساء: ۱۵۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ اسلوب ہے کہ مومنوں کے ذکر کے بعد کافروں کا اور کافروں کے ذکر کے بعد مومنوں کا ذکر فرماتا ہے کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے پہچانی جاتی ہے' سو پہلے ان لوگوں کا ذکر فرمایا تھا جو بعض نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں اور جو رسولوں میں فرق کرتے ہیں اور ان کے متعلق فرمایا یہ یقیناً کافر ہیں اور ان کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا' اس کے بعد مسلمانوں کا ذکر فرمایا جو رسولوں کے درمیان ایمان لانے کا فرق نہیں کرتے اور سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں پھر آخرت میں ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سے اجر کا وعدہ بھی فرمایا اور مغفرت کا بھی' یعنی ان مسلمانوں میں سے جو کامل اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں ان کو اپنے فضل سے ثواب عطا فرمائے گا' اور جن سے کچھ کوتاہیاں اور گناہ ہو گئے ان کو بخش دے گا' یا ان کی توبہ سے ان کو بخش دے گا' یا نبی ﷺ یا کسی فرشتے یا کسی اور نبی' یا کسی اور مقبول بندہ کی شفاعت سے معاف کر دے گا' یا محض اپنے فضل سے بخش دے گا' یا پھر ان کو کچھ عرصے کے لیے دوزخ میں داخل کرے گا اور پھر نکال لے گا اور جنت میں داخل کر دے گا!

اے بار الٰہ! اس کتاب کے مصنف کو اور اس کے خیر خواہ قاری کو بلا عذاب و حساب و کتاب اپنے محبوب نبی ﷺ کی شفاعت سے بخش دینا۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ

اہل کتاب آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیں،

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً

سو بے شک وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں، انہوں نے کہا ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ

دکھاؤ تو ان کے (اس) ظلم کی وجہ سے ان کو آسمانی بجلی نے پکڑ لیا پھر انھوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى

بچھڑے کو (معبود) بنا لیا، سو ہم نے اس کو معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو کھلا

Marfat.com

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا

ہوا غلبہ دیا ○ اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لیے طور کو ان کے اوپر اٹھا لیا، اور ہم

لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ

نے ان سے کہا سجدہ (شکر) کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ، اور ہم نے ان سے کہا ہفتہ کے

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

دن حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا ○ پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے

وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ

اور اللہ کی آیتوں کا کفر کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ

کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو

اِلَّا قَلِيْلًا ۪ ﴿١٥٥﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا

وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے ○ اور ان کے کفر اور اس قول کی وجہ سے (بھی جس میں) انھوں نے مریم پر بہت بڑا

عَظِيْمًا ۙ ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

بہتان باندھا ○ اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ

قتل کر دیا حالانکہ انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انھوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا)

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

مشابہ بنا دیا گیا تھا اور بے شک جنھوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں، انھیں اس کا بالکل

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ

یقین نہیں ہے ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں اور انھوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ○ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی

Marfat.com

اللّٰہُ اِلَیۡہِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ

طرف اٹھا لیا اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے ۞ اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے

الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکُوۡنُ

ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر

عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِمۡ

گواہ ہوں گے ۞ تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں

طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَہُمۡ وَ بِصَدِّہِمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ

حرام کردیں جو پہلے ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بہت روکتے تھے ۞ اور

اَخۡذِہِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُہُوۡا عَنۡہُ وَ اَکۡلِہِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ

ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق

بِالۡبَاطِلِ ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۶۱﴾

کھاتے تھے ، اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے ۞

لٰکِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ مِنۡہُمۡ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ

لیکن ان میں سے جو پختہ علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں ، وہ اس (وحی) پر ایمان لاتے

بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَ الۡمُقِیۡمِیۡنَ الصَّلٰوۃَ

ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور نماز قائم کرنے والے

وَ الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ

اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں

اُولٰٓئِکَ سَنُؤۡتِیۡہِمۡ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۶۲﴾ ع

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے ۞

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اہل کتاب آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیں' سو بے شک وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں' انہوں نے کہا ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ' تو ان کے (اس) ظلم کی وجہ سے ان کو آسمانی بجلی نے پکڑ لیا' پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو (معبود) بنا لیا سو ہم نے اس کو معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ دیا۔ (النساء : ۱۵۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے' موسیٰ اللہ کے پاس سے الواح لائے تھے تو جب آپ بھی اللہ کے پاس سے (لکھی ہوئی) الواح لے آئیں گے تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریج نے کہا کہ یہود اور نصاریٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا ہم آپ کی دعوت کی اس وقت تک پیروی نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہماری جانب اللہ کے پاس سے یہ مکتوب آئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور فلاں شخص کے پاس بھی یہ مکتوب آئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۱۱۔ ۱۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جب یہودیوں نے از راہ عناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے پاس آسمان سے لکھی ہوئی کتاب آئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا : کہ یہ یہودی تو اس سے بڑے بڑے سوال حضرت موسیٰ سے کر چکے ہیں' ہرچند کہ یہ سوال ان کے آباؤ اجداد نے کیے تھے لیکن چونکہ یہ ان سوالات پر راضی تھے اور ان ہی کی طرح سرکشی کر رہے تھے اور کئی معجزات دیکھنے کے باوجود نبوت پر ایمان نہیں لا رہے تھے اور ان ہی کی طرح معاند تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سوالات کی نسبت آپ کے زمانہ کے یہودیوں کی طرف کر دی' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ اب کہہ رہے ہیں کہ تورات کی طرح آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہو تو پھر ایمان لائیں گے' حالانکہ جب ان کے آباؤ اجداد پر آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہوئی تو وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ اس سے واضح ہو گیا کہ ان کا یہ مطالبہ شرح صدر اور اطمینان قلب کے لیے نہیں تھا بلکہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو معبود بنا لیا' ان واضح دلائل سے مراد آسمانی بجلی ہے جو اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے والوں پر گری اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کر دیا' اس سے اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے تام اور کامل ہونے پر دلالت ہوتی ہے اور اسی پر مدار الوہیت ہے اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہے کہ ان کی دعا سے وہ دوبارہ زندہ کر دیئے گئے' بہ ظاہر آسمانی بجلی ایک دلیل ہے لیکن یہ کئی دلائل کو متضمن ہے' اس کے علاوہ انہوں نے حضرت موسیٰ کا عصا دیکھا' ید بیضا دیکھا' سمندر کو چیر کر اس میں بارہ رستوں کو بنتا دیکھا' ان کے تعاقب میں آنے والے فرعون اور ان کے لشکر کا ان ہی راستوں میں ڈوبنا دیکھا ان تمام معجزات کو دیکھنے کے بعد انہوں نے گوسالہ کو اپنا معبود بنا لیا اور اس کی پرستش کی' تو اے رسول مکرم! آپ سے ان کا یہ

Marfat.com

مطالبہ کرنا کہ ان کے پاس آسمان سے لکھی ہوئی کتاب آ جائے انشراح صدر کے لیے نہیں ہے یہ ان کی وہ سرکشی اور ہٹ دھرمی ہے جو ان میں نسل در نسل چلی آ رہی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی گوسالہ پرستی کی سزا میں ہم نے ان کو بالکل صفحہ ہستی سے نہیں مٹا دیا بلکہ ان کی سرکشی اور عناد کے باوجود ان کو معاف کر دیا اور ہم نے حضرت موسیٰ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا یعنی ان کی قوم کو ان کے مخالفین پر غلبہ عطا فرمایا اس میں نبی ﷺ کے لیے یہ رمز اور بشارت ہے کہ اگرچہ کفار آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور آپ کے خلاف معاندانہ کارروائیوں میں مصروف ہیں لیکن انجام کار اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور فتح عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لیے طور کو ان کے اوپر اٹھا لیا' اور ہم نے ان سے کہا سجدہ (شکر) کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ' اور ہم نے ان سے کہا ہفتہ کے دن حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔ (النساء : ۱۵۴)

شریعت تورات کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد

اس آیت سے آیت : ۱۶۱ تک اللہ نے یہود کی باقی سرکشیوں اور جہالتوں کو بیان فرمایا ہے' ان میں سے ایک جہالت اور سرکشی اس موقع پر ہوئی جب ان کے سروں کے اوپر پہاڑ طور اٹھا لیا گیا' اور اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ دین سے نہ پھریں لیکن وہ دین سے پھر گئے پھر ان پر پہاڑ طور اٹھا کر ان سے عہد لیا گیا کہ وہ عہد شکنی نہیں کریں گے اور انہوں نے اپنے اوپر پہاڑ کے گرنے کے خوف سے یہ عہد کر لیا' دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی شریعت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں کے اوپر طور مسلط کر دیا اور انہوں نے اس پہاڑ کے خوف سے تورات کی شریعت کو قبول کر لیا۔

دوسری جہالت اور سرکشی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور ہم نے ان سے کہا سجدہ (شکر) کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ' اس کی پوری تفصیل سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے اور تیسری سرکشی یہ تھی کہ ان سے اللہ نے فرمایا تھا کہ ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھنا' اس کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن شکار نہ کرنا' دوسرا قول یہ ہے کہ تلاش روزگار اور حصول معاش کے لیے ہفتہ کے دن کوئی کام نہ کرنا اس کی تفصیل اور تحقیق بھی سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے' اور اللہ کی آیتوں کا کفر کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے۔ (النساء : ۱۵۵)

چار وجوہ سے یہود کا کفر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے کفر کی چار وجوہ بیان فرمائی ہیں' ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بار بار عہد شکنی کی' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا کفر کیا۔ آیتوں سے مراد معجزات ہیں اور معجزہ کا انکار کرنا نبوت کا انکار ہے اور ایک نبی کا انکار تمام نبیوں کا انکار ہے کیونکہ تمام نبیوں کی نبوت معجزہ سے ثابت ہوتی ہے اور ایک نبی کا انکار بھی کفر ہوتا ہے چہ جائیکہ تمام نبیوں کا انکار کیا جائے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا ناحق قتل کرتے تھے

Marfat.com

یہاں ناحق کے لفظ کو بہ طور تاکید ذکر فرمایا ہے' کیونکہ نبی کو قتل کرنا ہوتا ہی ناحق ہے' اور چوتھی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں' یعنی ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا' اس کی نظیر کافروں کا یہ قول ہے :

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ۔ (حٰمٓ السجدة : ۵)

اور انہوں نے کہا جس چیز کی آپ دعوت دے رہے ہیں اس پر ہمارے دلوں میں پردے پڑے ہوئے ہیں' اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے' یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں اور آپ کی بات ہم تک نہیں پہنچتی' یہ بات نہیں ہے بلکہ تمہارے دل اس قابل نہیں ہیں کہ ہم اپنے معظم رسول کی بات تم تک پہنچنے دیں کیونکہ تم مسلسل کفر اور گستاخیاں کرکے اپنے دلوں کو ارشادات رسول سننے کا نااہل بنا چکے ہو' اس لیے یہ نہ کہو کہ تم نہیں سنتے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ تم سننے کے اہل نہیں رہے' اس کے بعد فرمایا تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے' اس آیت کے تین محمل ہیں' ایک محمل یہ ہے کہ وہ بہت ہی کم چیزوں پر ایمان لائیں گے' یعنی صرف حضرت موسیٰ اور تورات پر ایمان لائیں گے اور باقی نبیوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے لیکن یہ ایمان بھی صرف ان کے زعم میں ہے حقیقت میں ایمان نہیں ہے' کیونکہ ایک نبی کا انکار تمام نبیوں کا انکار ہے' دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ بہت ہی کم وقت کے لیے ایمان لائیں گے اور تیسرا محمل یہ ہے کہ ان میں سے بہت ہی کم لوگ ایمان لائیں گے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کی امثال۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کے کفر اور اس قول کی وجہ سے (بھی جس میں) انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ (النساء : ۱۵۶)

یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت مریم پر بہتان باندھا

اس آیت میں یہود کی دو خرابیاں اور دو بدعقیدگیاں بیان کی ہیں' ایک ان کا کفر ہے اور دوسرا حضرت مریم پر بہتان ہے' کفر کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ سے پیدا ہونے کا انکار کیا' اور یہ انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے' اور اللہ کی قدرت کا انکار کفر ہے' دوسری وجہ کفر یہ ہے کہ اگر یہ ضروری ہو کہ ہر شخص کسی باپ سے پیدا ہو تو یہ سلسلہ غیر متناہی ہو گا اور عالم قدیم ہو جائے گا اور عالم کا قدم ماننا کفر ہے اور ان کی دوسری بدعقیدگی اور سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور انہوں نے ایک پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی' جب کہ ان کی پاک دامنی پر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد (پالنے) میں کلام کرکے دلیل قائم کی' اسی طرح منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور قرآن مجید نے حضرت عائشہ کی برأت بیان کی اور یہودیوں کی طرح روافض اب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں تبرا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا' حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنادیا گیا تھا' اور بے شک جنہوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں۔ انہیں اس کا بالکل یقین

Marfat.com

نہیں ہے' ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقیناً" قتل نہیں کیا۔ (النساء : ١٥٧)

یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا

اس آیت میں یہود کے ایک اور کفریہ قول کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان کا بہت بڑا کفر ہے' کیونکہ اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے اور اس میں بہت کوشش کرتے تھے' ہرچند کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل نہیں تھے لیکن چونکہ وہ فخریہ طور پر یہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے' اس لیے ان کا یہ قول کفریہ قرار پایا۔

یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا نہ انہوں نے ان کو سولی دی لیکن ان کے لیے کسی شخص کو (عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سترہ حواریوں کے ساتھ ایک گھر میں اس وقت داخل ہوئے جب یہودیوں نے ان کو گھیر لیا تھا' جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورت حضرت عیسیٰ کی صورت کی طرح بنا دی' یہودیوں نے ان سے کہا تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے' تم یہ بتلاؤ کہ تم میں سے عیسیٰ کون ہے ورنہ ہم سب کو قتل کر دیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا تم میں سے کون آج اپنی جان کو جنت کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے؟ ان میں سے ایک حواری نے کہا میں! وہ یہودیوں کے پاس گیا اور کہا میں عیسیٰ ہوں' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ کی طرح بنائی ہوئی تھی' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا' اس وجہ سے وہ شخص ان کے لیے حضرت عیسیٰ کے مشابہ کر دیا گیا تھا' یہودیوں نے گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسائیوں نے بھی یہی گمان کر لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اسی دن اٹھا لیا تھا۔

(جامع البیان جز ٦ ص ١٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں اور بھی کئی روایات ذکر کی ہیں لیکن ان کا اعتماد صرف مذکور الصدر روایت پر ہے' ہم اس سلسلہ میں بعض دیگر روایات کا بھی ذکر کر رہے ہیں :

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا : تم میں سے کس شخص پر میری شبہ ڈالی جائے تاکہ وہ قتل کر دیا جائے؟ ان کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میں حاضر ہوں! سو اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور اللہ نے اپنے نبی کو بچا لیا اور ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کے انیس حواریوں کو ایک مکان میں بند کر دیا' حضرت عیسیٰ نے اپنے اصحاب سے کہا کون شخص میری صورت کو قبول کرے گا؟ تاکہ وہ قتل کر دیا جائے! اور اس کو جنت مل جائے گی! تو ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت لے لی' اور حضرت عیسیٰ آسمان کی طرف چڑھ گئے' جب حواریوں کو اس مکان سے نکالا گیا تو وہ کل انیس تھے' اور انہوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ آسمان کی طرف چڑھ کر چلے

Marfat.com

گئے ہیں' یہودیوں نے ان کو گنا تو ان میں سے ایک شخص کو کم پایا' اور وہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا ایک آدمی دیکھتے تھے' سو وہ شک میں پڑ گئے' اس کے باوجود انہوں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا جو ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ تھے انہوں نے اس کو سولی پر چڑھا دیا اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔

(جامع البیان جز ۶ ص ۱۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ یہودی سرداروں نے ایک انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کو ایک اونچی جگہ پر سولی دے دی' اور کسی شخص کو اس کے قریب جانے نہیں دیا حتی کہ اس کا حلیہ متغیر ہو گیا اور ان یہودیوں نے کہا ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا تاکہ ان کے عوام اس وہم میں رہیں' کیونکہ یہودیوں نے جس مکان میں حضرت عیسیٰ کو بند کر رکھا تھا جب وہ اس میں داخل ہوئے تو وہ مکان خالی تھا اور ان کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں یہ واقعہ یہودیوں کے ایمان لانے کا سبب نہ بن جائے اس لیے انہوں نے ایک شخص کو قتل کر کے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری منافق تھا اس نے یہودیوں سے تیس درہم لے کر یہ کہا کہ میں تم کو بتا دوں گا کہ عیسیٰ کہاں چھپے ہیں' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کے اوپر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی' یہودیوں نے اس کو اس گمان میں قتل کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ ہے۔

(امام ابن جریر نے جامع البیان جز ۶ ص ۱۸ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی ج ۲ ص ۴۳۱۔ ۴۳۰ پر اس روایت کو وہب بن منبہ سے بہت تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔) (روح المعانی جز ۶ ص ۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہود کا کفر حضرت عیسیٰ کے قتل کے متعلق شک میں مبتلا ہونا اور آپس میں اختلاف کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور بے شک جنہوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں' انہیں اس کا بالکل یقین نہیں ہے' ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا۔

(النساء : ۱۵۷)

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں :

یہودیوں نے جس شخص کو قتل کیا تھا اس کے متعلق یہودیوں کا اختلاف تھا کہ یہ عیسیٰ ہے یا نہیں' کیونکہ حضرت عیسیٰ کے جس مشابہ شخص کو انہوں نے قتل کیا تھا اس کے صرف چہرے پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالی گئی تھی اور اس کے باقی جسم پر حضرت عیسیٰ کی شبہ نہیں ڈالی گئی تھی' اس لیے جب انہوں نے اس کو قتل کر کے دیکھا تو کہا اس کا چہرہ تو عیسیٰ کی طرح ہے اور بدن کسی اور کا ہے۔ (الوسیط ج ۲ ص ۱۳۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں :

جو شخص حضرت عیسیٰ کو ڈھونڈنے گیا تھا اس پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی تھی یہودی کہتے تھے کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو عیسیٰ کہاں گئے؟ (زاد المسیر ج ۲ ص ۲۴۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں :

حسن بصری نے کہا ہے کہ ان کا اختلاف یہ تھا کہ بعض نے کہا عیسیٰ اللہ ہیں اور بعض نے کہا عیسیٰ ابن اللہ ہیں' ایک

Marfat.com

قول یہ ہے کہ ان کے عوام نے کہا ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اور جنہوں نے ان کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا تھا انہوں نے کہا ہم نے ان کو نہیں قتل کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ نصاریٰ میں سے نسطوریہ نے کہا عیسیٰ کو بہ حیثیت ناسوت (جسم) کے سولی دی گئی اور بہ حیثیت لاہوت کے سولی نہیں دی گئی' اور فرقہ ملکانیہ نے کہا کہ عیسیٰ کو ناسوت اور لاہوت دونوں اعتبار سے قتل بھی کیا گیا اور سولی بھی دی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا اختلاف یہ تھا کہ انہوں نے کہا اگر یہ ہمارا صاحب ہے تو عیسیٰ کہاں ہیں اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا صاحب کہاں ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہود نے کہا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے کیونکہ یہودیوں کے سردار یہوذا نے ان کو قتل کرنے کی سعی کی تھی اور عیسائیوں کے ایک گروہ نے کہا بلکہ ہم نے ان کو قتل کیا ہے اور اس میں سے ایک گروہ نے کہا بلکہ ان کو اللہ نے آسمان کی طرف اٹھا لیا اور ہم ان کو دیکھ رہے تھے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام رازی کے اعتراض کا جواب

جس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی گئی تھی اس پر امام رازی نے دو اعتراض کیے ہیں ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ ممکن ہو کہ ایک شخص پر دوسرے شخص کی شبہ ڈال دی جائے تو ہو سکتا ہے کہ مثلاً جس شخص کو ہم زید سمجھ رہے ہیں وہ زید نہ ہو بلکہ اس پر زید کی شبہ ڈال دی گئی ہو اس صورت میں اس کا نکاح اور اس کی ملکیت باقی نہیں رہے گی اور اس کی طلاق نافذ نہیں ہو گی' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس سے خبر تواتر میں نقص لازم آئے گا کیونکہ خبر متواتر کی انتہا کسی امر محسوس کے علم پر ہوتی ہے اور امر محسوس اب مشتبہ ہو جائے گا کیونکہ جس شخص کو مثلاً زید سمجھا جا رہا ہے ہو سکتا ہے وہ زید نہ ہو بلکہ ممکن ہے اس پر زید کی شبہ ڈال دی گئی ہو۔

امام رازی نے ان اعتراضوں کا جواب یہ دیا ہے کہ ولکن شبہ لھم کا یہ معنی نہیں ہے کہ کسی انسان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی گئی تھی اور یہودیوں نے اس کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا حتیٰ کہ یہ دو اعتراض لازم آئیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کا قصد کیا تو اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اب یہود کے سرداروں نے سوچا کہ اگر یہودی عوام کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تو وہ فتنہ میں پڑ جائیں گے تو انہوں نے ایک انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا اور لوگوں کو اس مغالطہ میں رکھا کہ وہ مسیح ہیں اور لوگ مسیح کو صرف نام سے جانتے تھے شکل سے نہیں پہچانتے تھے کیونکہ حضرت مسیح لوگوں میں بہت کم مل جل کر رہتے تھے اور اس طریقہ سے یہ دونوں سوال اٹھ جاتے ہیں۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ عیسائی اپنے اسلاف سے یہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح کو قتل کیا ہوا مشاہدہ کیا تھا' کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا تواتر چند لوگوں پر منتہی ہوتا ہے جو اس قدر کم ہیں کہ ان کا کذب پر متفق ہونا بعید نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر ولکن شبہ لھم کا یہ معنی کیا جائے کہ ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی تھی تب بھی امام رازی کے اعتراض لازم نہیں آتے کیونکہ کسی شخص پر حضرت عیسیٰ کی شکل کا ڈال دینا خرق عادت اور حضرت عیسیٰ کا معجزہ ہے اور یہ عادۃ" محال ہے اور ہر معجزہ عادۃ" محال ہوتا ہے' اس لیے یہ اعتراض لازم نہیں آئے گا کہ پھر مثلاً زید میں یہ احتمال ہو گا کہ وہ زید نہ ہو بلکہ کسی اور شخص پر زید کی شبہ ڈال دی ہو۔ دیکھئے قرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم پر آگ

Marfat.com

ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی' اب کوئی شخص کسی آگ کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ آگ بھی گرم اور جلانے والی نہ ہو کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی تھی' اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا' اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن گئی تھی اور یہ حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا' اب کوئی شخص کسی لاٹھی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہو سکتا ہے یہ لاٹھی سانپ بھی ہو' حضرت داؤد کے ہاتھ پر لوہا نرم ہو گیا تھا اس لیے اب کوئی شخص کسی لوہے کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بھی نرم ہو- اسی طرح مثلاً" زید کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ زید نہ ہو اس پر زید کی شبہ ڈال دی گئی ہو جیسا کہ کسی شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی تھی اس لیے کہ وہ خرق عادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا' اور جو کام بہ طور اعجاز کیا جائے اس کا ہر شخص میں جاری ہونے کا احتمال نہیں ہوتا' میں نے اس مقام پر بہت سی تفسیروں کو دیکھا بعض مفسرین نے امام کے اعتراض کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا- یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اس گنہ گار کے سینہ پر اس جواب کو القا فرمایا ہے جیسے وہ گندی جگہ پر پاکیزہ سبزہ اگا دیتا ہے' ایسے ہی وہ ایک کم علم بے مایہ عمل' اور پر از معاصی قلب پر لطیف اور پاکیزہ نکات وارد کر دیتا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے-(النساء : ۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی کیفیت کا علم اس روایت سے ہوتا ہے :

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں :

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور اس وقت گھر میں بارہ حواری تھے' حضرت عیسیٰ جس وقت گھر میں داخل ہوئے تو ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص ایسا ہے جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ میرا کفر کرے گا پھر فرمایا تم میں سے کون شخص ایسا ہے جس پر میری شبہ ڈال دی جائے اور اس کو میری جگہ قتل کر دیا جائے اور وہ میرے ساتھ جنت میں ہو' تو ان میں سے ایک کم عمر نوجوان اٹھا' آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ' پھر دوبارہ سوال دہرایا پھر وہ جوان اٹھا' اور کہا میں حاضر ہوں' آپ نے فرمایا ہاں تم ہی اس کے اہل ہو' پھر اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی گئی' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا' پھر یہود حضرت عیسیٰ کی تلاش میں آئے انہوں نے حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو پکڑ لیا اور اس کو قتل کر دیا پھر اس کو سولی پر لٹکا دیا' پھر ان میں سے بعض نے حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ ان کا انکار کیا اور ان کے تین فرقے ہو گئے ایک فرقہ نے کہا ہمارے درمیان خود اللہ تھا' جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا اس فرقہ کا نام یعقوبیہ ہے' دوسرے فرقے نے کہا وہ ابن اللہ تھا جب تک چاہا ہم میں رہا اور جب چاہا آسمان پر چڑھ گیا اس فرقہ کا نام نسطوریہ ہے' اور ایک فرقہ نے کہا ہمارے درمیان اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا جب تک اللہ نے چاہا وہ ہم میں رہا پھر اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ فرقہ مسلمان تھا' پھر دونوں کافر فرقے اس پر غالب آ گئے اور اس کو قتل کر دیا پھر اس وقت سے دین اسلام کا چراغ بجھا رہا حتیٰ کہ اللہ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا

Marfat.com

اس حدیث کی حضرت ابن عباس تک سند صحیح ہے امام نسائی نے اس حدیث کو از ابو کریب از ابو معاویہ اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

اسی طرح اس کو متعدد اسلاف نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کس شخص پر میری شبہ ڈالی جائے اور اس کو میری جگہ قتل کر دیا جائے اور وہ جنت میں میرا رفیق ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۰۔۴۲۹، مطبوعہ دار الاندلس بیروت)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہودیوں کے اس دعویٰ کا انکار ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب بھی دوسرے آسمان میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث معراج میں ہے، اور وہ وہیں پر مقیم ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دجال کو قتل کرنے کے لیے انہیں زمین پر نازل فرمائے گا اور وہ زمین کو اسی طرح عدل سے بھردیں گے جس طرح پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی اور زمین پر چالیس سال زندہ رہیں گے جس طرح انسان زندہ رہتے ہیں پھر اس طرح وفات پا جائیں گے جس طرح انسانوں کو موت آتی ہے، قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا ان کو نور کا لباس پہنایا اور ان کے پر لگا دیئے اور ان کو کھانے پینے سے منقطع کر دیا اور وہ ملائکہ کے ساتھ عرش کا طواف کرنے لگے اور وہ ایسے انسان بن گئے جو ملکی سماوی اور ارضی تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے اور حکمت کا معنی کمال علم اور عزت کا معنی کمال غلبہ ہے، اس صفت کے لانے میں یہ تنبیہہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے آسمانوں کی طرف اٹھانا اگرچہ بشر پر متعذر اور دشوار ہے لیکن میری حکمت اور میرے غلبہ کے سامنے اس میں کوئی دشواری نہیں ہے، حکمت اور غلبہ کی یہ تفسیر بھی ہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ان کو ناکام کیا اور اپنی قوت اور غلبہ سے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھالیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے انہیں آسمان پر لے جائے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ تیس سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی گئی اور تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آپ کو اوپر اٹھالیا گیا، لہٰذا آپ کی نبوت کی مدت تین سال ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھت کے ایک سوراخ میں داخل کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سوراخ سے آسمان کی طرف اٹھالیا۔

(البحر المحیط ج ۴ ص ۱۲۹۔۱۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ علامہ ابو الحیان اندلسی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ لوقا کی انجیل میں بھی اس عبارت کی تائید ہے، اور بعض حواریوں نے سولی کے واقعہ کے بعد حضرت عیسیٰ کو دیکھا تو وہ ان کی روح کے متشکل ہونے کے باب میں ہے کیونکہ قدسیوں کی روح کو اس عالم میں تشکل اور تطور (یعنی روح کا مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر آنا) کی قوت حاصل ہوتی ہے خواہ ان کی ارواح کسی بلند مقام پر ہوں، اور اس امت کے بہ کثرت اولیاء مختلف شکلوں میں آتے ہیں اور ان کی حکایات اس قدر زیادہ ہیں کہ حصر اور بیان سے باہر ہیں۔

(روح المعانی جز ۶ ص ۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

Marfat.com

ابن تیمیہ کے افکار اور ان پر علماء امت کے تبصرے

شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ٧٢٨ھ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کی آیات کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں سورہ النساء کی زیر تفسیر آیت بل رفعه الله اليه (١٥٨) سے بھی انہوں نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔

(شرح العقیدہ الواسطیہ ص ٦٥ مطبوعہ دار السلام ریاض)

نیز لکھا ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی' (مرتفع' مستقر یا صاعد) ہونے کا ذکر ہے اور یہ آیات ان کے نزدیک اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں اور ان میں سلطنت کا غلبہ کا معنی کرنا باطل ہے۔

(شرح العقیدۃ الواسطیۃ ص ٦٣)

علامہ تقی الدین ابوبکر حصنی دمشقی متوفی ٨٢٩ھ لکھتے ہیں :

ابوالحسن دمشقی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہم ابن تیمیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس نے وعظ کیا اور استواء کی آیات کو بیان کیا' اس نے کہا اللہ عرش پر اس طرح بیٹھا ہے جس طرح میں یہاں بیٹھا ہوں یہ سن کر لوگ اس پر پل پڑے اور اس کی جوتیوں سے مرمت شروع کر دی' اور اس کو بعض حکام تک پہنچایا' انہوں نے اس کا علماء سے مناظرہ کرایا' اس نے یہ آیت پیش کی الرحمٰن علی العرش استوی علماء اس پر ہنسے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ قواعد علم کو جاری کرنے سے جاہل ہے' پھر علماء نے اس پر یہ آیت پیش کی' اینما تولوا فثم وجه الله (البقرہ : ١١٥) "تم جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) منہ پھیرو' اللہ اسی طرف متوجہ ہے۔" اس نے اس آیت کی باطل تاویلات کیں۔ اس نے کہا اللہ حقیقتہ "ہمارے ساتھ ہے' اور اللہ عرش پر بھی حقیقتہ "مستوی ہے' اور یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عداوت رکھتا تھا' علماء نے اس کو مارنے اور اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا' قاضی مالکی کے حکم سے اس کو اور اس کے بھائیوں کو قید کر دیا گیا' اس کو قید کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ اس نے کہا انبیاء علیہم السلام مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے' امام برہان الدین فزاری نے اس کے خلاف چالیس سطروں کا فتویٰ لکھا جس میں اس کو کافر قرار دیا' اور شیخ شہاب الدین بن جہل شافعی نے اور مالکی علماء نے بھی اس کی موافقت کی اور اس کے گمراہ' بدعتی اور زندیق ہونے پر اتفاق کیا' سلطان نے تمام قاضیوں کو جمع کیا اور قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعہ نے اس فتویٰ کو پڑھ کر اس پر مہر لگائی اور لکھا کہ اس قول کا قائل بدعتی اور گمراہ ہے اور حنفی اور حنبلی علماء نے اس فتویٰ کی موافقت کی لہٰذا اس کے کفر پر اجماع ہو گیا۔ (کتاب دفع شبہ من شبہ و تمرد ص ٤٥-٤١' ملخصاً' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ حلب' ١٣٥٠ھ)

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی المتوفی ٧٧١ھ نے قصیدہ نونیہ میں ان مسائل کو جمع کیا ہے جس میں اشاعرہ کا اختلاف ہے اور بعض عقائد کی سنت کے مطابق تصحیح کی ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

كذب ابن فاعله يقول لجهله اللہ جسم لیس کالجسمان

زانیہ کے بیٹے نے اپنے جہل کی وجہ سے یہ کہا کہ اللہ جسم ہے' حالانکہ اللہ جسموں کی مثل نہیں ہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ٣ ص ٣٧٩' دار احیاء الکتب العربیہ)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتے ہیں :

ابن تیمیہ دمشق کا بہت بڑا عالم تھا' لیکن اس کی عقل میں کمی تھی' دمشق کے علماء کے اس پر اعتراض تھے اس کو

Marfat.com

قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے کہا ان اعتراضات کے جواب دو' اس نے کہا لا الہ الا اللہ اور کوئی جواب نہیں دیا' دوبارہ کہا دوبارہ اس نے یہی جواب دیا اس کو قاضی القضاۃ نے قید کر دیا' میں نے دمشق کے قیام کے دوران ایک دن اس کے پیچھے جمعہ پڑھا' یہ مسجد کے منبر پر وعظ کر رہا تھا' دوران وعظ اس نے کہا اللہ آسمان دنیا سے اس طرح اترتا ہے یہ کہہ کر اس نے منبر سے اتر کر دکھایا' پھر اس سے ابن الزہراء مالکی نے معارضہ کیا اور لوگوں نے ہاتھوں اور جوتوں سے اس کو اس قدر مارا کہ اس کی پگڑی گر گئی اور اس کا لباس پھٹ گیا۔ اس کو ایک حنبلی قاضی کے پاس لے گئے انہوں نے اس کو قید کرنے اور تعزیر لگانے کا حکم دیا۔ اس کے مردود اقوال میں سے یہ ہیں : اس نے کلمہ واحدہ سے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا' قبر انور کی زیارت کرنے والے کے لیے نماز قصر کرنے کو ناجائز کہا' ملک ناصر نے اس کو قلعہ میں قید کرنے کا حکم دیا اور یہ وہیں مر گیا۔ (رحلہ ابن بطوطہ ج ۱ ص ۱۱۲۔ ۱۱۱' مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت)

امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں :

حافظ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی بہت بڑا عالم تھا' اس کی تصانیف تین سو مجلدات کو پہنچتی ہیں' یہ دمشق اور مصر میں کئی مرتبہ فتنہ میں پڑا' اور مصر' قاہرہ' اسکندریہ اور قلعہ دمشق میں دو مرتبہ قید ہوا اور قلعہ دمشق میں ۷۲۸ھ ہجری میں فوت ہوا' اس کے بہت سے متفردات ہیں اور ائمہ میں سے ہر ایک کے قول کو اخذ بھی کیا جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی' پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر کہا جس طرح میں اترا ہوں اللہ اس طرح اترتا ہے' اس وجہ سے یہ کہا گیا کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل ہے۔ (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴' مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

احمد بن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ' پیر' چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا' تو اس نے کہا میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے' اس وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے' بعض علماء نے ابن تیمیہ کو زندیق قرار دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہیے' اس کے قول میں نبی ﷺ کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے' بعض علماء نے اس کو منافق قرار دیا' کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات میں خطاء کی' اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انہوں نے شکست کھائی' انہوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے' اور ان کی جنگ حکومت کے لیے تھی دین کے لیے نہیں تھی' نیز ابن تیمیہ نے کہا کہ حضرت عثمان مال سے محبت کرتے تھے' حضرت ابو بکر کے متعلق کہا کہ وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں' حضرت علی کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔ (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۵' مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں :

Marfat.com

احمد بن تیمیہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا' اور گمراہ کیا اور اندھا اور بہرہ کیا اور ذلیل کیا' اس کی بڑے بڑے ائمہ نے تصریح کی ہے مثلاً امام مجتہد سبکی' اور ان کے بیٹے تاج سبکی اور امام عز بن جماعہ اور ان کے معاصرین اور دیگر شافعی' مالکی' اور حنفی علماء' اس شخص نے اکثر اکابر صوفیاء کو بدعتی کہا مثلاً عارف ابوالحسن شاذلی کو اور ابن عربی' ابن الفارض' ابن سبعین' الحلاج حسین بن منصور کو' اس کے معاصر تمام علماء نے اس کو فاسق اور بدعتی کہا بلکہ بہت علماء نے اس کو کافر کہا' اس کے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا میں نے خود اس سے جامع الجبل کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا ہے اس نے حضرت عمر بن الخطاب کے متعلق کہا انہوں نے بہت سی غلطیاں کیں' اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ حضرت علی نے تین سو سے زیادہ غلطیاں کیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جسمیت اور جہت اور منتقل ہونے کا قول کیا' اور اس نے کہا اللہ عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا ہے اور اس نے کہا کہ دوزخ فنا ہو جائے گی اور انبیاء غیر معصوم ہیں' اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وجاہت نہیں اور نہ آپ کے ساتھ توسل کیا جائے' اور اس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کرنا معصیت ہے اور اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ عنقریب آپ کی شفاعت سے قیامت کے دن محروم ہو گا' اور اس نے کہا کہ تورات اور انجیل کے الفاظ تبدیل نہیں ہوئے صرف معانی تبدیل ہوئے ہیں۔ ملخصاً" (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰-۹۹' ملخصاً مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

علامہ ابن حجر مکی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

تم اپنے آپ کو ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کی کتابوں سے بچائے رکھنا جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی' اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا' اور اس کے دل اور اس کے کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۷۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں :

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ زیارت (قبر کریم) کا عبادت ہونا ضروریات دینیہ سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے' اور ابن تیمیہ کی تکفیر کا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہو گا۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں : اللہ کی جناب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن ہے' اور سلف اور خلف میں سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' اس نے یہ بدعت کی اور وہ بات کہی جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

مشہور دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں :

امام ابن تیمیہ کے علمی اختیارات و تفردات ہیں جو ان کے فتاویٰ کی چوتھی جلد کے ساتھ کتابی شکل میں منسلک ہیں اور فتاویٰ میں بھی موجود ہیں' مثلاً یہ کہ سجدۂ تلاوت کے لیے وضو ضروری نہیں۔ (فتاویٰ ج ۴ ص ۹۵) اور یہ کہ ایک مجلس یا ایک کلمہ کے ساتھ دی گئی تین طلاقیں صرف ایک ہی ہوتی ہے' اور یہ کہ حیض کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی' اور یہ کہ ہر

Marfat.com

بڑے اور چھوٹے سفر میں قصر اور دوگانہ ضروری ہے۔ (فتاویٰ ج ٣ ص ٩٥) اور یہ کہ اگر کوئی شخص عمداً" نماز چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں اور یہ کہ توسل درست نہیں اور استشفاء عند القبر جائز نہیں وغیرہ وغیرہ اور اسی قسم کے اختلافی مسائل کی وجہ سے ان کو حکومت وقت اور عوام اور علماء کی طرف سے خاصی دقت پیش آئی اور کئی مرتبہ قید و بند سے دوچار ہوئے مگر اپنے نظریات سے انہوں نے رجوع نہیں کیا اور تادم مرگ ان پر سختی سے کاربند اور مصر رہے۔

(سماع الموتیٰ ص ١٣٤۔ ١٣٣' مطبوعہ لاہور' ١٩٨٤ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا' اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے۔ (النساء : ١٥٩)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "قبل موتہ" کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں' ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

پہلی صورت میں اس آیت کا معنی ہو گا : اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے ضرور حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی مختار ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

علی بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کوئی یہودی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے۔ (جامع البیان جز ٦ ص ٢٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہودی محل کے اوپر سے گرے تو وہ زمین پر پہنچنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا : ہر یہودی اور نصرانی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لے آئے گا' ان پر ان کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا جو شخص ڈوب رہا ہو' یا آگ میں جل رہا ہو' یا اس پر اچانک دیوار گر جائے' یا اس کو درندہ کھا جائے وہ مرنے سے پہلے کیسے ایمان لائے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کے جسم سے اس کی روح اس وقت تک نہیں نکلے گی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے۔ (جامع البیان جز ٦ ص ٢٨۔ ٢٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ تفسیر مرجوح ہے کیونکہ جو یہودی یا نصرانی لڑائی میں اچانک دشمن کے حملہ سے مر جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے یا وہ کسی بھی حادثہ میں اچانک مر جاتا ہے اس کو کب حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا موقع ملے گا' اور راجح دوسری تفسیر ہے جس میں یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے' امام ابن جریر نے بھی اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے' واضح رہے کہ مرزائی پہلی تفسیر کو راجح قرار دیتے ہیں تاکہ نزول مسیح نہ ثابت ہو' بہر نوع اس صورت میں معنی یہ ہے : اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لے آئے گا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے۔

Marfat.com

ابومالک نے اس کی تفسیر میں کہا جب حضرت عیسیٰ بن مریم کا زمین پر نزول ہو گا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔

حسن نے اس کی تفسیر میں کہا حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے' بہ خدا وہ اب بھی زندہ ہیں لیکن جب وہ زمین پر نازل ہوں گے تو ان پر سب ایمان لے آئیں گے۔

ابن زید نے کہا جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو دجال کو قتل کر دیں گے اور روئے زمین کا ہر یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان جز ٦ ص ٢٦۔ ٢٥' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل کرنے کی حسب ذیل حکمتیں ہیں :

(١) یہود کے اس زعم اور دعویٰ کا رد کرنا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے' اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کر کے ان کے جھوٹ کو ظاہر فرما دے گا۔

(٢) جب ان کی مدت حیات پوری ہونے کے قریب ہو گی تو زمین پر ان کو نازل کیا جائے گا تاکہ ان کو زمین میں دفن کیا جائے کیونکہ جو مٹی سے بنایا گیا ہو اس میں یہی اصل ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کیا جائے۔

(٣) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد ﷺ کی صفات اور آپ کی امت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ کو ان میں سے کر دے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو باقی رکھا حتیٰ کہ آپ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے' احکام اسلام کی تجدید کریں گے اور آپ کا نزول دجال کے خروج کے زمانہ کے موافق ہو گا سو آپ اس کو قتل کریں گے۔

(٤) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے نصاریٰ کے جھوٹے دعووں کا رد ہو گا جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کرتے رہے' وہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ کہ یہودیوں نے ان کو سولی دی اور وہ مرنے کے تین دن بعد زندہ ہو گئے۔

(٥) نیز حضرت عیسیٰ نے نبی ﷺ کے آنے کی بشارت دی تھی اور مخلوق کو آپ کی تصدیق اور اتباع کی دعوت دی تھی اس لیے خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق احادیث

(١) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہو گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہو گا' اور تم چاہو تو (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھو : وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته" "اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔"

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ٣٤٤٨' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ٢٤٢' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ٢٢٤٠' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ٤٠٧٨' مسند احمد ج ٣ رقم الحدیث : ١٠٩٤٤' صحیح ابن حبان ج ١٥' رقم الحدیث : ٦٨١٨' مصنف عبدالرزاق ج ١١ ص ٣٩٩ رقم الحدیث : ٢٠٨٤٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٥ ص ١٤٤' رقم الحدیث : ١٩٣٤١' شرح السنہ ج ٧' رقم الحدیث ٤١٧٠)

Marfat.com

(٢) نیز امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ٣٤٤٩' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ٢٤٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٦' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث : ٢٠٨٤١' شرح السنہ ج ٧' رقم الحدیث : ٤١٧٢)

(٣) امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہ کر جنگ کرتی رہے گی اور وہ قیامت تک غالب رہے گی حتیٰ کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے' ان (مسلمانوں) کا امیر کہے گا آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے۔ حضرت عیسیٰ اس امت کی عزت افزائی کے لیے فرمائیں گے نہیں تمہارے بعض' بعض پر امیر ہیں۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٣٨٤' ٣٤٥' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

(٤) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' عیسیٰ بن مریم فج روحاء (مدینہ سے چھ میل دور ایک جگہ) میں ضرور بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک) کہیں گے در آں حالیکہ وہ حج کرنے والے ہوں گے' یا عمرہ کرنے والے ہوں گے یا (دونوں کو ملا کر) حج قران کرنے والے ہوں گے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ١٢٥٢)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں :

(٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو مٹا دیں گے' اور ان کے لیے نماز جماعت سے پڑھائی جائے گی' وہ مال عطا کریں گے' حتیٰ کہ اس کو' کوئی قبول نہیں کرے گا' وہ خراج کو موقوف کر دیں گے' وہ مقام روحاء پر نازل ہوں گے' وہاں حج یا عمرہ کریں گے یا قران کریں گے' پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت تلاوت کی وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ حنظلہ کا خیال ہے حضرت ابو ہریرہ نے "قبل موت عیسیٰ" پڑھا تھا' پتا نہیں یہ بھی حدیث کا جز ہے یا حضرت ابو ہریرہ نے خود تفسیر کی تھی۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٠' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

(٦) امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' انصاف کرنے والے امام عادل ہوں گے' وہ ضرور راستوں پر حج یا عمرہ کرنے جائیں گے وہ ضرور میری قبر پر آئیں گے اور مجھ کو سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا' حضرت ابو ہریرہ نے (راوی سے) کہا اے میرے بھتیجے اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ٢ ص ٥٩٥' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ' المطالب العالیہ ج ٤ ص ٢٣)

(٧) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں :

Marfat.com

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کے ذکر میں آپ نے آواز پست بھی کی اور بلند بھی' (یا اس کو بہت معمولی بھی قرار دیا اور بہت ہولناک بھی) حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں (یہیں کہیں) ہے' ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے اور پھر حاضر ہوئے' آپ نے ہمارے چہروں کو وحشت زدہ دیکھ کر پوچھا : تمہیں کیا ہو گیا؟ ہم نے کہا : یا رسول اللہ! آپ نے دجال کا ذکر کیا اور اس کی حقارت اور ہولناکی کو بیان کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے' آپ نے فرمایا دجال سے زیادہ مجھے ایک اور چیز کا تم پر خدشہ ہے اگر (بالفرض) دجال کا ظہور میرے سامنے ہوا تو تمہارے بجائے میں اس کے خلاف حجت پیش کروں گا' اور اگر دجال کا ظہور اس وقت ہوا جب میں تم میں نہیں ہوں گا تو ہر شخص خود اس کے مقابلہ میں حجت پیش کرے گا' اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ محافظ ہے' دجال گھنگریالے بالوں والا جوان ہو گا' اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہو گی (کانا ہو گا) گویا کہ میں اس کو (زمانہ جاہلیت کے ایک شخص) عزی بن قطن کے غلام کے مشابہ پاتا ہوں' تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے' آپ نے فرمایا وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا' اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا' ہم نے عرض کیا : یا رسول اللہ! اس کا زمین میں قیام کتنی مدت کے لیے ہو گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن تک' ایک دن ایک سال کی طرح ہو گا' اور ایک دن ایک مہینہ کی طرح ہو گا' اور ایک دن ایک جمعہ (سات دنوں) کی طرح ہو گا' اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے' ہم نے عرض کیا : یا رسول اللہ! یہ بتلایئے جو دن ایک سال کی طرح ہو گا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں' لیکن تم اندازہ سے نماز کے اوقات مقرر کر لینا' ہم نے عرض کیا : یا رسول اللہ! وہ زمین میں کس قدر تیز رفتاری سے چلے گا؟ آپ نے فرمایا : جس تیز رفتاری سے ہوا بادلوں کو چلاتی ہے' پھر وہ لوگوں کے پاس جا کر ان کو اپنی دعوت دے گا وہ اس کی تکذیب کریں گے' اور اس پر رد کریں گے' جب وہ وہاں سے واپس ہو گا تو ان لوگوں کے اموال اس کے ساتھ چل پڑیں گے اور صبح کو وہ لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے' پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت قبول کر لیں گے' اور اس کی تصدیق کریں گے' وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بارش ہونے لگے گی' زمین کو درخت اگانے کا حکم دے گا تو وہ درخت اگائے گی' شام کو ان کے مویشی اپنی چراگاہوں سے اس طرح لوٹیں گے کہ ان کے کوہان لمبے' کولہے چوڑے اور پھیلے ہوئے اور تھن دودھ سے بھرے ہوں گے' پھر وہ ایک ویران زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکالو' اور جب وہ لوٹے گا تو زمین کے خزانے اس کے پیچھے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح (بہ کثرت) چل رہے ہوں گے' پھر وہ ایک جوان شخص کو بلائے گا جو بھرپور جوان ہو گا' اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر اس کو بلائے گا تو وہ خوشی سے ہنستا ہوا اس کے پاس آئے گا' وہ اسی حال میں ہو گا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے جب آپ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے' جس کافر تک آپ کے سانس کی بو پہنچے گی وہ مر جائے گا اور آپ کے سانس کی بو حد نگاہ تک پہنچے گی' پھر حضرت عیسیٰ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ اس کو لد کے دروازے پر پا کر قتل کر دیں گے' پھر جب تک اللہ چاہے گا وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہیں گے' پھر اللہ تعالیٰ آپ کی

Marfat.com

طرف وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو پہاڑ طور کی طرف جمع کرو' کیونکہ میں وہاں اپنی ایک ایسی مخلوق اتاروں گا جس سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے' آپ نے فرمایا : اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ اللہ کے ارشاد کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے' آپ نے فرمایا : یہ لوگ پہلے بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے' پھر یہاں سے ان کے آخری لوگ گزریں گے اور کہیں گے کہ شاید کبھی یہاں پانی تھا' پھر وہ چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچیں گے' اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو اب قتل کر لیا چلو اب آسمان والوں کو قتل کریں' وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے' اللہ ان کے خون آلودہ تیر واپس بھیج دے گا' اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا جائے گا' حتیٰ کہ (بھوک کی وجہ سے) ان کے نزدیک بیل کا سر تمہارے سو دیناروں سے زیادہ قیمتی ہو گا' پھر حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا حتیٰ کہ وہ سب یک لخت مر جائیں گے' پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اتریں گے تو ان کی بدبو' اور ان کی چربی اور ان کے خون سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے' پھر حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تو اللہ لمبی گردن والے اونٹوں کو مثل پرندے بھیجے گا' جو انہیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے' مسلمان ان کے تیر و ترکش سات سال تک جلائیں گے' پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور ہر خیمہ تک پہنچے گی' اور تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی' پھر زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل باہر نکال اور اپنی برکتیں لوٹا' سو اس دن ایک جماعت ایک انار کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سائے میں بیٹھے گی' دودھ میں اتنی برکت ہو گی کہ ایک اونٹنی کا دودھ پوری جماعت کے لیے کافی ہو گا' ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلہ سیر ہو جائے گا اور ایک بکری کا دودھ ایک چھوٹے قبیلہ کے لیے کافی ہو گا' وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی پھر (برے) لوگ باقی رہ جائیں گے وہ عورتوں سے اس طرح کھلم کھلا جماع کریں گے جس طرح گدھے کرتے ہیں' ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہو گی' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۲۴۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۹۳۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۳۲۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۰۷۵' مسند احمد ۴ رقم الحدیث : ۱۸۱' المستدرک ج ۴ ص ۴۹۲)

(۸) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دجال نکلے گا وہ چالیس...... تک ٹھہرے گا' پتا نہیں آپ نے چالیس دن فرمایا تھا' یا چالیس ماہ یا چالیس سال فرمایا تھا' پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا' گویا کہ وہ عروہ بن مسعود کی مثل ہوں گے' وہ دجال کو ڈھونڈ کر اس کو ہلاک کر دیں گے' پھر لوگ سات سال تک ٹھہرے رہیں گے' پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا' اور روئے زمین میں جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی خیر یا ایمان ہو گا وہ ہوا اس کی روح کو قبض کر لے گی اور زمین میں برے لوگ باقی رہ جائیں گے نہ وہ کسی نیکی کو پہچانیں گے نہ کسی برائی کا انکار کریں گے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۹۴۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۶' المستدرک ج ۴ ص ۵۴۳)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق (شام کے دو مقامات جو حلب کے قریب ہیں) نہ پہنچ جائیں' پھر ان (سے لڑنے) کے لیے مدینہ سے ایک

Marfat.com

لشکر روانہ ہو گا' وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہوں گے' جب دونوں لشکر صف آراء ہوں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے' مسلمان کہیں گے نہیں بہ خدا ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے' پھر وہ ان سے لڑیں گے تو ان میں سے ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا' اور ایک تہائی مسلمان قتل کر دیئے جائیں گے' وہ اللہ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے' بقیہ تہائی فتح حاصل کریں گے وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے' وہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے' جس وقت وہ مال غنیمت کو تقسیم کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکا دیں گے' تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا' تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے' مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے' حالانکہ یہ خبر غلط ہو گی' جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا' جس وقت وہ لڑائی کے لیے صفیں درست کریں گے' اور نماز قائم کی جائے گی تو حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے' اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے' اگر حضرت عیسیٰ اس کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا' لیکن اللہ ان کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون (لوگوں کو) دکھائے گا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۲۸۹۷)

(۱۰) حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے ہم اس وقت مذاکرہ کر رہے تھے' آپ نے پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو' صحابہ نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا : قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک تم دس علامتیں نہ دیکھ لو پھر آپ نے دخان (دھوئیں) دجال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے طلوع' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول' یاجوج ماجوج' تین بار زمین کا دھنسنا' مشرق میں دھنسنا' مغرب میں دھنسنا' جزیرۃ العرب کا دھنسنا' اس کی آخری علامت آگ ہو گی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم : ۲۹۰۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۳۱۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۱۹۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۰۴۱' مسند احمد ج ۵' رقم الحدیث : ۱۶۱۴۴' مسند الطیالسی' رقم الحدیث : ۱۰۶۷' مسند الحمیدی' رقم الحدیث : ۸۲۷' شرح السنۃ' رقم الحدیث : ۴۲۵۰)

(۱۱) امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ آگ سے محفوظ رکھے گا' ایک وہ جماعت جو ہند میں جہاد کرے گی' دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہو گی۔ (سنن نسائی' رقم الحدیث : ۳۱۷۵' مسند احمد ۵ ص ۲۷۸' المعجم الاوسط' رقم الحدیث : ۶۷۴۷' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۲)

(۱۲) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے' اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے' ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہو گا' قد متوسط ہو گا دو ہلکے زرد حلے پہنے ہوئے ہوں گے' ان پر تری نہیں ہو گی لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے' وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے جزیہ موقوف کر دیں گے' اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام

Marfat.com

مذاہب کو مٹا دے گا' وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے' چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث : ۴۳۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷' جامع البیان جز ۶ ص ۲۱' طبع دار المعرفہ)

(۱۳) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم' دجال کو لد (بیت المقدس کے قریب فلسطین کی ایک بستی ہے) کے دروازے کے قریب قتل کریں گے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۲۲۵۱' مسند احمد ج ۵ رقم الحدیث : ۱۵۴۶۶' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم الحدیث ۱۰۷۷' مسند الطیالسی' رقم الحدیث : ۱۲۲۷' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث : ۲۰۸۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۳۹)

(۱۴) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تم میں عیسیٰ بن مریم نازل نہ ہو جائیں احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے' اور اس قدر مال عطا کریں گے کہ اس کو لینے والا کوئی نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث : ۲۴۷۶' نحوہ صحیح مسلم' رقم الحدیث : ۱۵۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۰۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۴۱)

(۱۵) امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا' پس میں شفاعت کروں گا' اور میری امت کے لوگ عنقریب عیسیٰ بن مریم کو پائیں گے اور دجال سے قتال کا مشاہدہ کریں گے۔

(المعجم الاوسط ج ۵' رقم الحدیث : ۴۱۷۲' حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے المستدرک ج ۴ ص ۵۴۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۴۹)

(۱۶) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص عیسیٰ بن مریم کو پائے ان کو میری طرف سے سلام کہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۵۴۵)

(۱۷) امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب تک دس علامتیں (ظاہر) نہ ہوں قیامت قائم نہیں ہو گی' مشرق میں زمین دھنس جائے گی' اور مغرب میں اور جزیرہ عرب میں' اور دجال کا خروج ہو گا اور دھوئیں کا ظہور ہو گا' اور عیسیٰ کا نزول ہو گا' اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض' اور سورج کا مغرب سے طلوع' اور عدن کے وسط سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۸۰۔۷۹' المستدرک ج ۴ ص ۴۲۸' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۲۸)

(۱۸) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے امید ہے کہ اگر میری عمر طویل ہوئی تو میں عیسیٰ بن مریم کو پا لوں گا' اور اگر مجھے جلدی موت آ گئی تو جو ان کو پائے وہ ان کو میرا سلام کہہ دے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹' ۳۹۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن سلام اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تورات میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی صفت لکھی ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے' ابومودود نے کہا آپ کے روضہ میں ایک قبر کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث : ۳۶۴۷' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۶)

(۱۹) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جامع دمشق کے سفید مشرقی کنارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ (المعجم الکبیر ج ا رقم الحدیث : ۵۹۰' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۵' الجامع الصغیر ج ۲' رقم الحدیث : ۱۰۰۲۳' الجامع الکبیر ج ۹' رقم الحدیث : ۲۸۹۰۴' تہذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۰۴)

(۲۰) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : میری امت میں سے بعض لوگ ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے' جو ان سے عداوت رکھے گا ان پر غالب رہیں گے' حتی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم آجائے گا' اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۹' یہ حدیث صحیح ہے' اقامۃ البرہان ص ۵۸)

(۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے در آں حالیکہ میں رو رہی تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دجال کو یاد کرکے رو رہی ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر (بالفرض) وہ میری زندگی میں نکلا تو میں اس کے لیے کافی ہوں' اور اگر میرے بعد دجال نکلا تو تمہارا رب عزوجل کانا نہیں ہے' وہ اصفہان (ایران کا ایک شہر) کے یہودیوں میں سے نکلے گا' حتی کہ مدینہ پہنچے گا اور اس کی ایک جانب میں ٹھہرے گا' اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ میں دو فرشتے ہوں گے' اور سب برے لوگ دجال کے ساتھ آملیں گے' حتی کہ وہ شام میں پہنچے گا' اور فلسطین کی بستی لد کے دروازہ میں آئے گا' پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس کو قتل کر دیں گے' پھر عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے' در آں حالیکہ وہ امام عادل' اور انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۷۵' اس حدیث کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۸)

(۲۲) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب سے اللہ نے آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ روئے زمین پر نازل نہیں کیا' اور میں تم کو اس کے متعلق ایسی بات بتاتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں بتائی' وہ گندمی رنگ کا ہوگا' اس کے بال گھنگریالے ہوں گے اور اس کی بائیں آنکھ رگڑی ہوئی ہو گی۔ اس کی دونوں آنکھوں پر دبیز گوشت چڑھا ہوا ہوگا' وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں' سو جس نے کہہ دیا کہ میرا رب اللہ ہے وہ کسی آزمائش میں نہیں پڑے گا' اور جس نے کہہ دیا تو میرا رب ہے وہ آزمائش میں پڑ جائے گا' جب تک اللہ چاہے گا وہ تم میں سے ٹھہرے گا' پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے' در آں حالیکہ وہ (سیدنا) محمد ﷺ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے' اور آپ کی ملت پر ہوں گے' امام' مہدی' حاکم اور عادل ہوں گے سو وہ دجال کو قتل کر دیں گے۔

(المعجم الاوسط ج ۵' رقم الحدیث : ۴۵۷۷' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۶)

Marfat.com

(۲۴) امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ہمیں بہت طویل خطبہ دیا' اور ہمیں دجال سے ڈرایا' اور فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو زمین میں پھیلایا ہے دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے' اور اللہ عزوجل نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور میں نبیوں میں سب سے آخر ہوں اور تم امتوں میں سب سے آخر ہو' اور وہ لامحالہ نکلنے والا ہے اگر وہ (بالفرض) تمہارے درمیان میری موجودگی میں نکلا' تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس سے مقابلہ کروں گا' اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرے گا اور ہر مسلمان میری طرف سے نگہبان ہے' اور وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا' وہ اپنے دائیں اور بائیں فساد برپا کرے گا' اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا' میں عنقریب تمہارے لیے اس کی صفات بیان کروں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں وہ ابتداء" یہ کہے گا کہ میں نبی ہوں' حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے' پھر دوبارہ یہ کہے گا' میں تمہارا رب ہوں' حالانکہ تم موت سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھو گے' اور وہ کانا ہو گا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہو گا' جس کو ہر مومن پڑھے گا خواہ وہ لکھنے والا ہو یا نہ ہو۔ اور دجال کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہو گی' حالانکہ اس کی دوزخ جنت ہو گی اور اس کی جنت دوزخ ہو گی' جو شخص اس کی دوزخ میں مبتلا ہو وہ اللہ سے مدد طلب کرے' اور سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے' تو اس پر وہ دوزخ ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی' اور اس کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا یہ بتا کہ اگر میں تیرے لیے تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تو یہ گواہی دے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ہاں! پھر وہ دو شیطانوں کو اس کے ماں باپ کی صورتوں میں متمثل کر دے گا اور وہ کہیں گے اے میرے بیٹے اس کی اطاعت کر یہ تمہارا رب ہے' اور اس کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ ایک شخص پر مسلط ہو کر اس کو قتل کر دے گا اس کے آری سے دو ٹکڑے کر دے گا' پھر کہے گا اب میرے اس بندے کی طرف دیکھو میں اس کو زندہ کرتا ہوں پھر کیا یہ گمان کرے گا کہ میرے سوا اس کا کوئی رب ہے؟ اللہ اس شخص کو زندہ کر دے گا' اور وہ خبیث اس شخص سے کہے گا' تیرا رب کون ہے' وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے! اور تو اللہ کا دشمن ہے اور تو دجال ہے بہ خدا مجھے آج سے پہلے تیرے متعلق اتنی بصیرت نہ تھی!

ابو الحسن طنافسی (امام ابن ماجہ کے شیخ) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ شخص میری امت میں سے جنت کے سب سے بلند درجہ میں ہو گا' ابو سعید نے کہا بہ خدا ہمیں یہ یقین تھا کہ وہ شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں' حتی کہ وہ شہید ہو گئے' محاربی نے کہا اب ہم پھر ابو رافع (حضرت ابو امامہ باہلی) کی روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں!

آپ نے فرمایا : اور دجال کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بارش ہو گی' اور زمین کو درخت اگانے کا حکم دے گا تو زمین درخت اگائے گی' اور اس کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا تو وہ اس کی تکذیب کریں گے سو ان کے تمام مویشی ہلاک ہو جائیں گے' اور اس کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ اس کی تصدیق کریں گے تو وہ آسمان کو بارش کا حکم دے گا تو بارش ہو جائے گی

Marfat.com

اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی حتی کہ ان کے مویشی چریں گے' اور وہ پہلے سے بہت موٹے اور فربہ ہو جائیں گے ان کی کوکھیں بھری ہوئی ہوں گی اور ان کے تھن دودھ سے پر ہوں گے' وہ تمام روئے زمین کا سفر کر کے اس پر غلبہ حاصل کرے گا ماسوا مکہ اور مدینہ کے' ان کے درمیان پہاڑی راستوں پر وہ نہیں جا سکے گا اور ہر راستہ پر فرشتے تلواریں سونتے کھڑے ہوں گے' حتی کہ وہ بنجر زمین میں ایک چھوٹی پہاڑی پر اترے گا' پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے' اور ہر منافق مرد اور ہر منافق عورت نکل کر اس کی طرف آجائیں گے۔ سو مدینہ اپنے میل کچیل کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے' اور وہ دن یوم نجات کہلائے گا' پھر ام شریک بنت ابی العکر نے کہا یا رسول اللہ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا عرب اس دن کم ہوں گے' اور وہ سب بیت المقدس میں ہوں گے' اور ان کا امام ایک نیک شخص ہو گا' جس وقت ان کا امام ان کو صبح کی نماز پڑھا رہا ہو گا' اس وقت صبح کو عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے' وہ امام الٹے پیر پیچھے ہٹ جائے گا' تاکہ حضرت عیسیٰ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس کے دو کندھوں پر رکھ کر فرمائیں گے' آگے بڑھو' نماز پڑھاؤ اقامت تمہارے لیے کہی گئی ہے' پھر ان کا امام ان کو نماز پڑھائے گا' جب وہ نماز پڑھ لے گا تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے (مسجد کا) دروازہ کھول دو' دروازہ کھولا جائے گا تو اس کے پیچھے ستر ہزار یہودیوں کے ساتھ دجال ہو گا' وہ سب موٹی چادریں اوڑھے تلواروں سے مسلح ہوں گے' جب دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور وہ وہاں سے بھاگے گا' عیسیٰ فرمائیں گے میں تجھے ایک ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے تو زندہ نہ رہ سکے گا پھر اس کو لد (فلسطین کی ایک بستی) کے مشرقی دروازہ کے پاس قتل کر دیں گے' پھر یہودی شکست کھا جائیں گے وہ جس چیز کے پیچھے جا کر چھپیں گے وہ چیز بتا دے گی یہاں یہودی چھپا ہوا ہے خواہ وہ پتھر ہو' درخت ہو' دیوار ہو یا کوئی جانور ہو۔ اس سے آواز آئے گی اے اللہ کے مسلمان بندے یہ یہودی ہے؟ اس کو قتل کر دے۔ الحدیث بطولہ۔ (سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث : ۴۰۷۷' المستدرک ج ۴ ص ۵۳۶' شرح المواہب اللدنیہ ج ٦ ص ۵۳' ٦۱)

(۲۴) امام جعفر صادق اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور لوگوں کو خوش خبری دو' میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے پتا نہیں اس کے اول میں خیر ہے یا آخر میں' یا اس باغ کی طرح ہے جس سے ایک سال تک ایک فوج کھاتی رہی' پھر دوسرے سال ایک اور فوج کھاتی رہی اور شاید دوسری فوج زیادہ وسیع' عریض اور حسین تھی اور وہ امت کیسے ہلاک ہو گی جس کے اول میں میں ہوں وسط میں مہدی ہے اور آخر میں مسیح ہے لیکن ان کے درمیان ایسے ٹیڑھے لوگ بھی ہوں گے جو نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔ (مشکوۃ ص ۵۸۳ مطبوعہ دہلی)

(۲۵) امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں :

طاؤس روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے در آں حالیکہ وہ امام اور ہادی ہوں گے اور عدل و انصاف کرنے والے' جب وہ نازل ہوں گے تو صلیب کو توڑ دیں گے' اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے' اور سب لوگ ایک ہی ملت پر ہوں گے' ان کے احکام زمین پر نافذ ہوں گے حتی کہ شیر گائے کے ساتھ بیل کی طرح چلے گا' اور بھیڑیا بکریوں کے ساتھ کتے کی طرح۔ الحدیث (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱' رقم الحدیث : ۲۰۸۴۳' مطبوعہ بیروت' ۱۳۹۰ھ)

(۲٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل نہ ہو جائیں' وہ امام عادل ہوں گے۔۔۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ جزیہ کو موقوف کریں گے۔

Marfat.com

رب العلمین کے لیے ایک (طرح کا) سجدہ ہوگا' جنگ اپنے بوجھ اتار دے گی اور زمین اسلام سے اس طرح بھر جائے گی جس طرح کنواں پانی سے بھر جاتا ہے اور زمین کو دسترخوان بنادیا جائے گا اور عداوت اور بغض کو اٹھالیا جائے گا بھیڑیا بکریوں میں کتے کی طرح ہوگا' اور شیر اونٹنیوں میں ان کے نر کی طرح ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۸' رقم الحدیث : ۲۰۸۴۴)

(۲۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمام انبیاء باپ شریک بھائی ہیں۔ ان کا دین واحد ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں۔ ان میں میرے سب سے قریب عیسیٰ بن مریم ہیں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی رسول نہیں ہے' وہ ضرور تم میں نازل ہوں گے ان کو پہچان لینا وہ متوسط القامت اور سرخی مائل سفید ہوں گے' خنزیر کو قتل کردیں گے' صلیب کو توڑ دیں گے' جزیہ کو موقوف کردیں گے' اسلام کے سوا اور کسی دین کو قبول نہیں کریں گے' ان کی دعوت صرف ایک ہوگی رب العلمین کے لیے۔ ان کے زمانہ میں عدل ہوگا' حتیٰ کہ شیر گایوں کے ساتھ اور بھیڑیا بکریوں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ رقم الحدیث : ۲۰۸۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ رقم الحدیث : ۱۹۳۷۲)

(۲۸) یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم دیکھتے ہو کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں' اور بڑھاپے کی وجہ سے میں جاں بلب ہو رہا ہوں اور بہ خدا مجھے امید ہے کہ میں عیسیٰ کو پالوں گا اور ان کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں گا اور وہ میری تصدیق کریں گے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱' رقم الحدیث : ۲۰۸۴۶)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں :

(۲۹) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے جب دجال ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح چربی پگھل جاتی ہے' پھر دجال قتل کردیا جائے گا اور یہود اس سے منتشر ہو جائیں گے' پس ان کو قتل کیا جائے گا حتیٰ کہ پتھر کہے گا اے اللہ کے مسلمان بندے یہ یہودی ہے اس کو قتل کردے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۴۰)

(۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ فج روحاء میں ضرور حضرت عیسیٰ حج یا عمرہ یا قران کا تلبیہ پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۴۲' شرح السنہ ج ۷' رقم الحدیث : ۴۱۷۲)

(۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مسیح کے خروج کے لیے مساجد کی تجدید کی جائے گی وہ عنقریب نکلیں گے' صلیب کو توڑ دیں گے' اور خنزیر کو قتل کریں گے' جو شخص ان کو پائے گا وہ ان پر ایمان لے آئے گا' تم میں سے جو شخص ان کو پائے وہ ان کو میرا اسلام پہنچائے' پھر انہوں نے میری طرف (یعنی ابن المغیرہ کی طرف) توجہ کی اور کہا میرے خیال میں تم سب سے کم عمر ہو پس اگر تم ان کو پاؤ تو میرا اسلام کہنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' رقم الحدیث : ۱۹۳۴۳)

(۳۲) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سنو عیسیٰ بن مریم اور میرے درمیان کوئی نبی ہے نہ کوئی رسول ہے۔ سنو وہ میری امت میں میرے بعد خلیفہ ہوں گے' سنو وہ دجال کو قتل کریں گے' اور صلیب کو توڑ دیں گے' اور جزیہ کو موقوف کریں گے اور جنگ اپنے بوجھ اتار دے گی' سنو تم میں سے جو شخص ان کو پائے وہ انہیں میرا

Marfat.com

سلام پہنچادے۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث : ۷۲۵، المعجم الاوسط ج ۵، رقم الحدیث : ۴۸۹۵)

(۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور لوگوں میں چالیس سال ٹھیریں گے۔ (المعجم الاوسط ج ۶، رقم الحدیث ۵۴۶۰)

(۳۴) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دجال نکلنے والا ہے، وہ کانا ہو گا اس کی بائیں آنکھ پر ناخن کے برابر دبیز گوشت ہو گا، وہ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا، اور مردوں کو زندہ کرے گا، اور لوگوں سے کہے گا میں تمہارا رب ہوں، پس جس نے کہا تو میرا رب ہے، وہ فتنہ میں پڑ گیا اور جس نے کہا میرا رب اللہ ہے حتیٰ کہ مر گیا، وہ دجال کے فتنہ سے بچ گیا اور اس پر کوئی فتنہ نہیں ہو گا، جب تک اللہ چاہے گا وہ زمین پر ٹھیرے گا، پھر مغرب کی طرف سے عیسیٰ بن مریم نکلیں گے، وہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے، اور دجال کو قتل کریں گے، اور یہی قیامت کا قائم ہونا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۷، رقم الحدیث : ۶۹۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳، کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث : ۳۳۹۸)

(۳۵) امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم صادق مصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس زمانہ میں لوگوں کا اختلاف اور فرقے ہوں گے اس زمانہ میں کانا دجال مسیح الضلالہ مشرق کی طرف سے نکلے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چالیس دن میں جہاں تک چاہے گا زمین پر پہنچائے گا، اس کی مسافت کی مقدار کا اللہ ہی کو علم ہے، اور مسلمان بہت سختی اٹھائیں گے، پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، پس وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، جب وہ رکوع سے سر اٹھائیں گے، تو کہیں گے سمع اللہ لمن حمدہ اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کر دے گا اور مسلمانوں کو غالب کر دے گا، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث : ۳۳۸۷)

(۳۶) امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو گا، کیونکہ خندق اور مدینہ کے ہر راستہ میں فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں، سب سے پہلے عورتیں اور باندیاں اس کی اتباع کریں گی، پھر وہ چلا جائے گا پھر لوگ اس کی اتباع کریں گے پھر وہ غصہ میں بھر کر واپس جائے گا حتیٰ کہ خندق میں گر جائے گا اس وقت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ (المعجم الاوسط ج ۶، رقم الحدیث : ۵۴۶۱)

(۳۷) حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں :

امام محمد بن سعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، اور لوگوں کو ایک دین پر جمع کریں گے، اور جزیہ کو موقوف کریں گے۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۹، رقم الحدیث : ۲۸۹۰۵)

(۳۸) امام دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : روئے زمین کے آٹھ سو بہترین مرد اور چار سو بہترین عورتوں پر عیسیٰ بن مریم کا نزول ہو گا۔ (جامع الاحادیث الکبیر ج ۹، رقم الحدیث : ۲۸۹۰۶)

(۳۹) امام ابو داؤد الطیالسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دجال پر حضرت عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کسی کو

Marfat.com

مسلط نہیں کیا جائے گا۔ (الجامع الصغیر ج ۲' رقم الحدیث : ۷۳۹۳)

(۴۰) امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو ضرور توڑیں گے' خنزیر کو ضرور قتل کریں گے' اور جزیہ ضرور موقوف کریں گے اور ضرور اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور کوئی ان پر ڈاکہ نہیں ڈالے گا' اور کینہ' بغض اور حسد ضرور نکل جائے گا اور وہ مال کی طرف بلائیں گے سو اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

(شرح السنہ ج ۷' رقم الحدیث : ۴۱۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ '۴۰۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق یہ چالیس احادیث میں نے کتب صحاح ستہ' مسانید اور معاجم سے منتخب کی ہیں اور ان تمام احادیث کی اسانید صحیح اور ثقہ راویوں پر مشتمل ہیں' اکثر احادیث صحیح ہیں اور بعض حسن ہیں اور کوئی سند بھی درجہ اعتبار سے ساقط نہیں ہے' کتب احادیث میں ان احادیث کے علاوہ اور بھی صحیح اور معتبر احادیث ہیں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور بشارت کے حصول کے لیے چالیس احادیث پر اکتفاء کی نیز یہ خیال بھی تھا کہ کہیں قارئین اکتاہٹ اور ملال کا شکار نہ ہو جائیں اور ان احادیث کو جمع کرنے کا محرک اور باعث یہ تھا کہ مرزائی بڑے شد و مد سے نزول مسیح کا انکار کرتے ہیں۔ سو میں نے پہلے قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو واضح کیا۔ بعد ازاں یہ احادیث بیان کی ہیں جو اپنی کثرت کے اعتبار سے معنیً ''متواتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان پر حلال تھیں' اور اس وجہ سے کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے بہت روکتے تھے۔ (النساء : ۱۶۰)

اس آیت کا معنی ہے چونکہ یہود نے اللہ سے کیے ہوئے میثاق کو توڑ دیا' اور اللہ کی آیات کا انکار کیا' اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا' حضرت مریم پر بہتان باندھا اور اللہ کے بندوں کو اللہ کے دین اور اس کے راستہ سے روکنے کے لیے' اللہ کی کتاب میں ترمیم اور تحریف کی' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کے واضح ہونے کے باوجود اس کا انکار کیا تو اللہ نے بہ طور سزا کئی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں ان چیزوں کا بیان انشاء اللہ سورۃ الانعام کی تفسیر میں وضاحت کے ساتھ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ان کے سود لینے کی وجہ سے' حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے' اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ (النساء : ۱۶۱)

سود کی دو قسمیں ہیں ربا النسیئہ اور ربا الفضل' ربا النسیئہ کی تعریف یہ ہے کہ مدت میں تاخیر کی بنا پر مقروض سے اصل رقم سے ایک معین رقم معین شرح کے ساتھ زائد وصول کی جائے' اور ربا الفضل کی جامع تعریف یہ ہے کہ جن دو چیزوں کی جنس ایک ہو ان میں سے ایک چیز کو دوسری چیز کے بدلہ میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا خواہ یہ زیادتی وزن میں ہو یا پیمانہ سے ماپ میں ہو یا عدد میں ہو' یہود مقروض سے سود بھی لیتے تھے اور لوگوں کا مال ناحق بھی کھاتے تھے' اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کی ایک صورت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے رشوت لے کر کتاب میں تحریف کر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : لیکن ان میں سے جو پختہ علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں' وہ اس (وحی) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور نماز قائم کرنے والے اور زکوۃ ادا کرنے والے' اور

Marfat.com

اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے' یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (النساء : ۱۶۲)

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے جن یہودیوں کا ذکر فرمایا تھا کہ وہ آپ سے کہتے ہیں کہ آسمان سے کتاب نازل کی جائے اور ان کی دیگر مذموم صفات بیان فرمائی تھیں' ان یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے ان علماء یہود کا استثناء فرمایا جو علم میں راسخ ہیں اور جو آپ پر نازل کی ہوئی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور آپ سے پہلے نازل کی ہوئی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں' انہوں نے سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ کے متعلق جو بشارات پڑھی ہیں ان کے اطمینان کے لیے وہ کافی ہیں اور وہ آپ کی تصدیق کے لیے آپ سے کوئی اور معجزہ طلب نہیں کرتے' اور یہ لوگ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتے ہیں۔ نماز اور زکوۃ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ جسمانی عبادت میں پانچ وقت کی نماز میں مشقت ہوتی ہے اور مالی عبادت میں زکوۃ کا ادا کرنا دشوار ہوتا ہے اور نماز اور زکوۃ ایسی بدنی اور مالی عبادتیں ہیں کہ ان کے ادا کرنے سے انسان باقی بدنی اور مالی عبادات بھی کرنے لگتا ہے نیز تمام عبادتوں کا خلاصہ خالق کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت ہے اور نماز سے خالق کی تعظیم ہوتی ہے اور زکوۃ ادا کرنے سے مخلوق خدا پر شفقت ہوتی ہے' اس کے بعد قیامت پر ایمان کا تذکرہ فرمایا کیونکہ تمام نیک اعمال کی تحریک اور گناہوں سے اجتناب کی توفیق قیامت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہوتی ہے' نیز قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ برے لوگوں کے بعد اچھے لوگوں کا اور عذاب کے بعد ثواب کا ذکر فرماتا ہے کیونکہ ہر شے کی معرفت اس کی ضد سے ہوتی ہے۔ اس لیے پہلی آیتوں میں یہودی کافروں اور ان کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں یہودی مومنوں اور ان کے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ

(اے رسول معظم!) بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل)

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَ

فرمائی، اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف

ٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ

اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی،

وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ○ اور ہم نے ایسے رسول (بھیجے) جن کا قصہ ہم نے اس سے پہلے

قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ

آپ کو بیان فرمایا اور ہم نے ایسے رسول (بھی) بھیجے جن کا قصہ ہم نے آپ سے (ابھی تک) بیان نہیں کیا۔ اور اللہ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ)

Marfat.com

تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ

بہ کثرت کلام فرمایا ○ (اور ہم نے) خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے

عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

اللہ پر کوئی حجت نہ رہے ، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

لَّٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی)

يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

گواہی دیتے ہیں ، اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے ○ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو)

عَن سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ کے راستے سے روکا وہ گمراہ ہوگئے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ○ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا

وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾

اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ انہیں (آخرت میں) کوئی راہ دکھائے گا ○

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى

ماسوا دوزخ کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ابد تک رہیں گے ، اور یہ کام اللہ پر

اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ

آسان ہے ○ اے لوگو : بے شک تمہارے پاس رسول (معظم) تمہارے رب کے پاس سے

مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي

حق لے کر آگیا سو تم اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ ، اور اگر تم کفر کرو تو اللہ ہی کی ملک میں ہے جو کچھ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾ يَا أَهْلَ

آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے ، اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے ○ اے اہل کتاب

Marfat.com

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو،

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ

مسیح عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی

اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا

طرف القا کیا اور اس کی روح ہے، سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ

ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ

تین (معبود) ہیں، (اس قول سے) باز رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، صرف اللہ ہی واحد مستحق عبادت ہے، وہ اس سے پاک

یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى

ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ کافی

بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع

کارساز ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول معظم!) ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی' اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ' ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ (النساء: ١٦٣)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہود کے اعتراض کا جواب

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا (بنو قینقاع کے یہودیوں میں سے) مسکین اور عدی بن زید نے کہا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور نبیوں کی طرف وحی نازل فرمائی ہے اسی طرح آپ پر بھی وحی نازل فرمائی ہے۔

(جامع البیان جز ٦ ص ٣٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح کتاب نازل کی جائے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم

Marfat.com

نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان کو نبی مانتے ہو حالانکہ ان پر بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی' سو تمہارا آسمان سے کتاب نازل کیے جانے کا مطالبہ کٹ حجتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نبوت کا ثبوت صرف اظہار معجزہ پر موقوف ہے آپ سے پہلے نبیوں کی نبوت بھی معجزہ سے ثابت ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت پر متعدد معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس کی نظیر پیش کرنا یا جس میں کمی بیشی اور تحریف ثابت کرنا آج بھی پوری دنیا کے لیے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جب کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کسی نبی کا معجزہ ان کے جانے کے بعد باقی نہیں رہا تو یہ کس قدر انصاف سے بعید ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو نبی مانا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

انبیاء کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے احکام شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی ﷺ کی دعوت اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے اس طرح حضرت نوح کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔

حضرت نوح کے بعد دوسرے نبیوں کا بالعموم ذکر فرمایا پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام لیا' یہ ان کے شرف کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ تمام نبیوں کے سلسلہ آباء میں تیسرے اہم باپ ہیں' حضرت آدم' حضرت نوح اور پھر حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یہود کا رد کرنے کے لیے فرمایا کیونکہ یہود ان کی نبوت کے منکر تھے' اور حضرت داؤد کو زبور عطا فرمانے کا ذکر فرمایا کیونکہ زبور بھی اسی طرح قسط وار نازل کی گئی تھی جس طرح قرآن مجید قسط وار نازل ہو رہا تھا۔

قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں

قرآن مجید کے قسط وار نازل ہونے کو یہود نے اپنی کم عقلی سے نقص گردانا حالانکہ اس میں ہمارے نبی ﷺ کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ کتاب نازل کرنے کا جو رابطہ حضرت موسیٰ سے زندگی میں صرف ایک بار قائم ہوا وہ رابطہ نبی ﷺ کے ساتھ تاحیات قائم رہا' حضرت موسیٰ تورات لینے پہاڑ طور پر گئے تھے' نبی ﷺ کو قرآن مجید کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا' بلکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے' قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' خواہ آپ بدر کے میدان میں ہوں' احد کی گھاٹیوں میں ہوں' غار ثور میں ہوں' کسی سواری پر ہوں' حضرت عائشہ کے بستر پر ہوں' جہاں آپ ہوتے تھے قرآن کریم وہیں نازل ہو جاتا تھا' لوگ آپ سے سوالات کرتے تھے ان کے جواب میں آیتیں نازل ہوتیں' یہود اور نصاریٰ کے اعتراضات کے جوابات میں' اور مختلف پیش گوئیوں کے سلسلہ میں آیات نازل ہوتی تھیں' یہ سہولت یک بارگی نزول میں کہاں ہے پھر اگر یکبارگی کتاب نازل ہوتی تو تمام احکام یک بارگی فرض ہو جاتے اور لوگوں کے لیے ایک دم ان پر عمل کرنا اور پرانی عادتوں اور رسموں کا چھوڑنا مشکل ہوتا' بہ تدریج کتاب کے نزول سے لوگوں پر اسلام کا قبول کرنا آسان ہو گیا' قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے میں یہ فضیلت' باریکیاں اور فوائد ہیں جو یہود کی سمجھ میں نہیں آئے اور ان کو سمجھایا گیا تو انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے مانا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ہم نے ایسے رسول (بھی) بھیجے جن کا قصہ ہم نے آپ سے (ابھی تک) بیان نہیں کیا' اور

Marfat.com

اللہ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا (النساء : ١٦٤)

نبیوں اور رسولوں کی تعداد کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ بیان کرتے ہیں :

امام عبد بن حمید' حکم ترمذی نے نوادر الاصول میں' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں' حاکم نے اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! نبی کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ان میں سے رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا تین سو اور تیرہ جم غفیر ہیں۔ پھر فرمایا اے ابوذر! چار سریانی ہیں : آدم' شیث' نوح اور خنوخ اور وہ ادریس ہیں اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا' اور چار عرب ہیں : ہود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بنو اسرائیل کے انبیاء میں سب سے پہلے موسیٰ ہیں اور سب سے آخری عیسیٰ ہیں' اور سب سے پہلے نبی آدم ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبی ہیں۔

امام ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور امام ابن الجوزی نے موضوعات میں' اور یہ دونوں حکم متضاد ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے نہ صحیح ہے نہ موضوع ہے جیسا کہ میں (سیوطی) نے مختصر الموضوعات میں بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یا نبی اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں' ان میں سے تین سو پندرہ جم غفیر رسل ہیں۔

امام ابو یعلیٰ نے اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے پہلے میرے بھائی انبیاء میں سے آٹھ ہزار نبی ہیں' پھر عیسیٰ بن مریم ہیں پھر ان کے بعد میں ہوں۔

امام حاکم نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ ہزار انبیاء کے بعد مبعوث کیا گیا' ان میں سے چار ہزار انبیاء بنی اسرائیل تھے۔

امام ابن عساکر نے کعب احبار سے روایت کیا ہے اللہ نے حضرت آدم پر انبیاء اور مرسلین کی تعداد کے برابر لاٹھیاں نازل فرمائیں' پھر انہوں نے اپنے بیٹے شیث کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا : اے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے' تم اس لاٹھی کو مضبوطی اور تقویٰ کے ساتھ پکڑ لو' اور جب تم اللہ کا نام لو تو اس کے ساتھ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لینا' کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے پائے پر اس وقت لکھا دیکھا جب میں ہنوز روح اور مٹی (کے پتلے) کے درمیان تھا' پھر میں نے آسمان کا طواف کیا تو میں نے آسمانوں میں ہر جگہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لکھا ہوا دیکھا' پھر اللہ نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالاخانہ میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لکھا ہوا دیکھا' اور میں نے بڑی آنکھ والی حوروں پر سرکنڈوں پر شجرہ طوبیٰ کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان . ھنوں پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لکھا ہوا دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آدم اور نوح کے درمیان ایک ہزار سال ہیں' اور نوح اور ابراہیم کے درمیان ایک ہزار سال ہیں' اور ابراہیم اور موسیٰ کے درمیان ایک ہزار سال ہیں' اور موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان چار سو سال ہیں' اور عیسیٰ اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان چھ سو سال ہیں۔

Marfat.com

امام ابن ابی حاتم نے اعمش سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار سال ہیں۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم اور نوح کے درمیان ایک ہزار سال ہیں اور نوح اور ابراہیم کے درمیان ایک ہزار سال ہیں' اور ابراہیم اور موسیٰ کے درمیان سات سو سال ہیں' اور موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار پانچ سو سال ہیں اور عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چھ سو سال ہیں۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷' مطبوعہ ایران)

علم نبوت پر ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کلی علم (تمام مخلوق کا علم) نہیں عطا فرمایا' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے بعض انبیاء کا قصہ آپ کو بیان فرمایا ہے اور بعض کا قصہ بیان نہیں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زمانہ ماضی میں بعض انبیاء کا قصہ بیان کرنے کی نفی ہے' اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ کی آخر عمر شریف تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان بعض انبیاء کے احوال کی خبر سے مطلع نہیں فرمایا نیز اس بحث میں اس آیت کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ھود: ۱۲۰)

اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب باتیں آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں۔

ہر چند کہ سورہ نساء مدنی ہے اور سورۂ ہود مکی ہے' لیکن اہل علم پر روشن ہے کہ ان سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا اکثر آیات کے اعتبار سے ہوتا ہے' ہر ہر آیت کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں مذکور ہے نبی ﷺ نے بتایا کہ نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں' اور رسول تین سو تیرہ ہیں' اور اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کا قصہ آپ سے بیان نہیں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض انبیاء کا قصہ بیان نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان انبیاء کا عدد بھی نہ بیان فرمایا ہو' اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی خبروں سے مطلع نہ فرمایا ہو لیکن یہ اطلاع دی ہو کہ کل نبی اتنے ہیں' اس تقریر سے بعض معاصرین کا یہ اعتراض دور ہو گیا کہ اس آیت میں نبی ﷺ کے عدم علم کی تصریح ہے اور نبی ﷺ اس سے منزہ ہیں کہ آپ کو انبیاء کی تعداد کا علم نہ ہو۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۸۔ ۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ کے اللہ سے ہم کلام ہونے میں یہود کا رد

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا۔

جزء بن جابر الخثعمی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہودی علماء سے سنا' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی زبان کے سوا ہر زبان میں حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو حضرت موسیٰ کہنے لگے' اے میرے رب میں اس کلام کو نہیں سمجھ رہا' حتیٰ کہ اللہ نے ان کی زبان میں ان کی آواز کے مشابہ آواز میں کلام فرمایا' حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟ فرمایا اگر میں اپنے کلام کے ساتھ تم سے کلام کروں تو تم فنا ہو جاؤ گے' حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! کیا مخلوق میں کوئی چیز تیرے کلام کے مشابہ ہے؟ فرمایا آسمانی بجلی کی گرج دار کڑک میری آواز کے مشابہ ہے۔

Marfat.com

(جامع البیان جز٦ ص ۴۱-۴۰- مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

لیکن تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بغیر آواز کے ہر جہت اور ہر طرف سے سنا' جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر رنگ کے دکھائی دے گا اسی طرح اس کا کلام بغیر آواز کے سنائی دیتا ہے۔

اس آیت سے بھی یہود کا رد کرنا مقصود ہے انہوں نے کہا تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ پر آسمان سے کتاب نازل ہوئی تھی اسی طرح آپ پر بھی آسمان سے کتاب نازل کی جائے تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو شرف کلام سے نوازا اور باقی نبیوں سے ہم کلام نہیں ہوا حالانکہ تم ان سب کو نبی مانتے ہو جس طرح حضرت موسیٰ کی خصوصیت کلام کی وجہ سے تم باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار نہیں کرتے تو اگر حضرت موسیٰ پر خصوصیت کے ساتھ آسمان سے کتاب نازل کی گئی ہے تو تم اس وجہ سے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی نبوت کا انکار کیوں کرتے ہو!

ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا اور تمام معجزات کا بہ درجہ اتم جامع ہونا

واضح رہے کہ حضرت موسیٰ کی خصوصیت ہم کلامی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کے اعتبار سے ہے اور یہ خصوصیت اضافی ہے حقیقی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ شب معراج' ہمارے نبی ﷺ سے بھی ہم کلام ہوا' اور آپ کو زیادہ شرف اور فضیلت سے نوازا' بلکہ ہر وہ معجزہ جو دوسرے نبیوں کو دیا گیا وہ زیادہ کمال اور حسن کے ساتھ نبی ﷺ کو عطا فرمایا ہے' دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی مار کر زمین سے پانی نکالا' لیکن زمین میں پانی ہوتا ہے نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی جاری کر دیا جہاں پانی ہوتا ہی نہیں' حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا وہ اس سے زرہ بن لیتے تھے' لیکن لوہے کی طبیعت میں نرمی ہے وہ آگ سے نرم ہو جاتا ہے' نبی ﷺ نے پہاڑ میں سر داخل کر دیا تو وہ موم کی طرح نرم ہوتا چلا گیا جب کہ پتھر کی طبیعت میں نرمی نہیں وہ ٹوٹ جاتا ہے نرم نہیں ہوتا۔ یہ حسی نرمی تھی اور معنوی نرمی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا احد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پتھر میں محبت نہیں ہوتی جو محبت نہ کرے اس کو سنگ دل کہتے ہیں لیکن یہ تو ان کا کمال ہے کہ جس کی طبیعت میں محبت نہیں ہوتی اس میں بھی اپنی محبت پیدا کر دی' حضرت سلیمان کے لیے دور کی مسافت سے پلک جھپکنے سے پہلے تخت لایا گیا' لیکن تخت ایسی چیز ہے جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے' معراج کے بعد آپ مشرکوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے کسی نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں ایک لمحہ کے لیے آپ کو تردد ہوا تو جبرائیل نے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے لا کر رکھ دی اور آپ مسجد کو دیکھ کر نشانیاں بتاتے رہے' حالانکہ مسجد ایسی چیز ہے جس کو صحیح و سالم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا سو تخت لانے سے یہ زیادہ بعید ہے' حضرت عیسیٰ نے چار مردے زندہ کیے لیکن ان کے بدن موجود تھے جس بدن میں ایک بار حیات آ چکی ہو اس میں دوبارہ حیات جاری کرنا' اتنا بعید نہیں ہے' آپ کی توجہ سے پتھروں نے کلام کیا' درخت چل کر آئے' کھجور کا ستون آپ کے فراق میں چلا چلا کر رونے لگا' گوشت کا ایک ٹکڑا آپ کے دہن میں بول اٹھا' پتھروں' درختوں اور ستونوں میں آپ کی توجہ سے حیات آئی جن میں عادۃً حیات نہیں ہوتی! سو واضح ہو گیا کہ ہر نبی کو جو معجزہ دیا گیا اس نوع کا معجزہ آپ کو زیادہ کمال اور زیادہ شرف کے ساتھ دیا گیا' بلکہ اس کائنات میں جس صاحب کمال کو کوئی کمال ملا ہے وہ آپ ہی کا تصدق ہے' جس کو جو روشنی ملتی ہے وہ آپ کے نور نبوت سے ملتی ہے اور حقیقت میں کمال وہی ہے جس کی

Marfat.com

اصل آپ میں ہو اور جس چیز کی اصل میں آپ نہ ہوں جس کی آپ سے نسبت نہ ہو وہ کمال نہیں وہ سراسر نقص اور سرتاپا زوال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور ہم نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے' تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء : ۱۶۵)

یک بارگی کتاب نازل نہ کرنے کے اعتراض کا ایک اور جواب

اس آیت میں بھی یہود کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر یک بارگی پوری کتاب کیوں نہیں نازل کی گئی' جواب کی تقریر یہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور عبادت کرنے والوں اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے والوں کو ثواب کی بشارت دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور یہ مقصد صرف نبی پر کتاب نازل کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ کتاب الواح (تختیوں) کی صورت میں یکبارگی نازل کی جائے یا متفرق طور پر تھوڑے تھوڑے کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام نازل کیے جائیں' بلکہ تھوڑے تھوڑے احکام وقتاً" فوقتاً" نازل کرنا مصلحت اور حکمت کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ اگر تمام احکام ایک دم نازل کر دیئے جائیں تو ان سب پر فوراً عمل کرنا دشوار ہو گا' اور بنواسرائیل کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان پر یکبارگی تمام احکام کا بوجھ ڈال دیا گیا تھا' اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ پر اور آپ کے وسیلہ سے ہم پر یہ رحمت فرمائی کہ تھوڑے تھوڑے کر کے احکام نازل کیے' شراب کی حرمت تدریجاً" نازل کی' کتوں سے اجتناب کا حکم بھی بہت بعد میں دیا' جوئے کو بھی بعد میں حرام کیا کیونکہ جو لوگ برسوں سے ان کاموں کے عادی تھے ان کے لیے ان کاموں کو یک لخت چھوڑنا آسان نہ تھا' مکہ کی زندگی میں پہلے ان کو نماز کا پابند کیا' پھر مدینہ منورہ میں جہاد' زکوۃ اور روزے کے احکام نازل کیے اس کے بعد حج فرض کیا' پھر بتدریج مسلمانوں کو تمام برے کاموں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ سو واضح ہوا کہ قرآن مجید میں جو تھوڑے تھوڑے کر کے احکام نازل کیے گئے ہیں۔ مصلحت اور اللہ کی رحمت کے بہت زیادہ قریب ہیں اور اس پر یہود کا اعتراض بالکل بے جا اور ان کی کم عقلی پر مبنی ہے۔

رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانے کے وجوب میں مذاہب

علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں :

بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ بعض احکام کا ادراک کرنے میں عقل مستقل ہے' اس لیے انہوں نے کہا کہ ایمان واجب ہے اور کفر حرام ہے' اسی طرح ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو مثلاً کذب اور جہل وغیرہ' یہ بھی حرام ہے' حتیٰ کہ عقل مند بچہ جو ایمان اور کفر میں تمیز کر سکتا ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے' اور اس مسئلہ میں ان کے اور معتزلہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' اور وہ (احناف) اس کے قائل ہیں کہ بعض اشیاء کا حکم عقل سے معلوم ہو جاتا ہے اور شرع پر موقوف نہیں ہوتا' اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جو شخص اپنے خالق سے جاہل ہو اس کا عذر مقبول نہیں ہے' کیونکہ وہ اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلائل کا مشاہدہ کر رہا ہے' اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لانا تمام عقلاء کے نزدیک صفت کمال ہے اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنا سب کے نزدیک صفت نقصان ہے' نیز

Marfat.com

ایمان کا معنی ہے نعمت کا شکر ادا کرنا اور یہ صفت کمال ہے اور کفر کرنا نعمت کا کفر ہے اور یہ صفت نقصان ہے' پس عقل کے نزدیک ایمان حسن ہے اور کفر قبیح ہے لہٰذا اگر انسان اس کام کو ترک کر دے جو عقل کے نزدیک حسن ہے تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا' خواہ اس تک اللہ کا حکم نہ پہنچے اور وہ معذور نہیں ہو گا' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کے پاس بالفعل اللہ کا حکم نہیں پہنچا' اور عقل پر اعتماد کلی نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر رسول کے بھیجنے اور اس کی دعوت کے بغیر ایمان لانا واجب ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص عقل کے حکم پر اللہ اور اس کی صفات پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو لازم آئے گا کہ رسولوں کے بھیجے بغیر بھی اس کو عذاب دیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔ (الاسراء: ۱۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی انسان پر غور و فکر کی مدت گزر جائے تو پھر اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا' کیونکہ غور و فکر کی مدت عقل کو متنبہ کرنے کے لیے رسولوں کی بعثت کے قائم مقام ہے' اور یہ مدت مختلف ہوتی ہے' کیونکہ لوگوں کی عقلیں مختلف ہوتی ہیں۔ امام فخر الاسلام نے اصول بزدوی میں یہ کہا ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ انسان عقل سے مکلف ہوتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ اس کی تجربہ سے مدد فرماتا ہے اور اس کو انجام کا ادراک کرنے کی مہلت مل جاتی ہے تو پھر وہ معذور نہیں رہے گا۔ خواہ اس کو رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو' جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کم عقل شخص جب پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس سے اس کے مال کو روکا نہیں جائے گا لیکن اللہ پر ایمان لانے کے باب میں عمر کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی۔ بہرحال جب انسان پر غور و فکر کی مدت گزر جائے جس مدت میں اس کا دل متنبہ ہو سکے تو یہ مدت اس کے حق میں رسول کی دعوت کے قائم مقام ہے۔

ہم نے بیان مذاہب کی جو تقریر کی ہے اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ جو انسان دور دراز کے پہاڑوں میں بالغ ہو اور اس تک رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو' اور نہ اس نے ضروریات دین کا عقیدہ رکھا ہو اور نہ احکام شرعیہ پر عمل کیا ہو' تو معتزلہ اور احناف کی ایک جماعت کے نزدیک اس کو آخرت میں عذاب ہو گا' کیونکہ اس کی عقل جن احکام کا ادراک کرنے میں مستقل تھی اس نے اس کے تقاضے پر عمل نہیں کیا' صحیح یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ معتزلہ اور بعض احناف کے نزدیک اس کو مطلقاً" کفر کے اختیار کرنے پر عذاب ہو گا' خواہ وہ بلوغت کی ابتداء میں کفر کو اختیار کرے خواہ غور و فکر کی مدت گزرنے کے بعد کفر کو اختیار کرے' اسی طرح اگر وہ ایمان نہیں لایا پھر بھی اس کو عذاب ہو گا خواہ وہ بلوغت کی ابتداء میں اللہ پر ایمان نہ لایا ہو یا غور و فکر کی مدت گزرنے کے بعد ایمان نہ لایا ہو' اور اشاعرہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک اس کو عذاب نہیں ہو گا' کیونکہ حکم شرع سے ثابت ہوتا ہے اور مفروض یہ ہے کہ اس شخص کے پاس شریعت کی دعوت نہیں پہنچی' اس لیے اشاعرہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک اس شخص کے ایمان نہ لانے یا کفر کرنے کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ انسان تک تمام احکام کی دعوت پہنچ جانی لازم ہے۔

(شرح مسلم الثبوت ص ۶۲ ـ ۶۰' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

Marfat.com

(۱) جمہور معتزلہ اور بعض احناف کے نزدیک رسول کی بعثت نہ ہو پھر بھی انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لائے اور اس کے ساتھ کفر نہ کرے' اگر وہ ایمان نہیں لایا اور اس نے کفر کیا تو اس کو عذاب ہو گا۔

(۲) امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر ایسے شخص نے اللہ کی معرفت حاصل نہ کی تو وہ مستحق عذاب ہو گا خواہ اس کو عذاب نہ ہو۔

(۳) اشاعرہ اور جمہور احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے پاس رسول کی دعوت اور شریعت کا پیغام نہ پہنچے وہ ایمان لانے یا کسی اور حکم کو بجالانے کا مکلف نہیں ہے۔ جمہور کا استدلال النساء : ۱۶۵' الاسراء : ۱۵ اور حسب ذیل آیت سے ہے :

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰہٰ : ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی اتباع کرتے' اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے آپ کی طرف جو کچھ نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی) گواہی دیتے ہیں اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ (النساء : ۱۶۶)

رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت

اس آیت میں بھی یہود کے اعتراض کا جواب ہے' یہود نے کہا تھا کہ وہ اس قرآن کو منزل من اللہ نہیں مانتے' جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے' سو آیت کا معنی یہ ہے کہ ہرچند کہ یہود آپ کی کتاب اور آپ کی نبوت کو نہیں مانتے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے آپ کی طرف جو کچھ نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزات عطا فرمائے اور ان معجزات کی وجہ سے آپ کی تصدیق کرنا واجب ہے' اور اگر یہود آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے تو اس سے آپ کو کیا کمی ہوتی ہے جب کہ اس کائنات کا رب اور آپ کا معبود آپ کی تصدیق کرتا ہے اور عرش' کرسی اور آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور یہود تو لوگوں میں سب سے خسیس درجہ کے ہیں اس لیے یہ اگر آپ کی تصدیق نہیں کرتے تو آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان لوگوں کو نہیں بخشے گا' اور نہ انہیں (آخرت میں) کوئی راہ دکھائے گا○ ماسوا دوزخ کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ابد تک رہیں گے اور یہ کام اللہ پر آسان ہے۔

(النساء : ۱۶۹۔ ۱۶۸)

اس آیت میں یہود پر عذاب کی وعید ہے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہود نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی نبوت کا کفر کیا' اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شبہات ڈال کر ان کو اسلام لانے سے روکا مثلاً ان سے کہا اگر یہ واقعی رسول ہوتے تو آسمان سے یک بارگی کتاب لے کر آتے جیسے حضرت موسیٰ تورات لائے تھے' اور یہ کہا کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت قیامت تک تبدیل نہیں ہوگی نہ اس میں کوئی نسخ ہو گا' اور انہوں نے کہا کہ حضرت ہارون اور حضرت داؤد کے سوا اور کسی کی نسل سے نبی مبعوث نہیں ہو سکتا' ان اقوال کی وجہ سے یہ لوگ بہت دور کی

Marfat.com

گمراہی میں جا پڑے اور وہ اپنی اس گمراہی کو حق باور کرتے تھے' اور اسی گمراہی کی وجہ سے دنیا کا مال اور دنیاوی مناصب حاصل کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سنائی کہ ان کی ان گمراہیوں کی وجہ سے اور ان پر قائم رہنے اور ان کو حق سمجھنے کی وجہ سے اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں مبتلا رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے لوگو! بے شک تمہارے پاس رسول (معظم) تمہارے رب کے پاس سے حق لے کر آ گیا سو تم اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ اور اگر تم کفر کرو تو اللہ ہی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء : ۱۷۰)

سیدنا محمد ﷺ کی دعوت پر دلیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دلائل کثیرہ کے ساتھ یہود کے قول باطل کا رد کیا' اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے صادق اور برحق ہونے کو ظاہر کیا' اور اس آیت میں نبی ﷺ کی نبوت کو ماننے کی عام دعوت دی ہے۔ خواہ یہود ہوں یا غیر یہود ہوں سب کو سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو ماننے کی دعوت دی ہے' نیز فرمایا وہ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں اس سے مراد یا تو قرآن عظیم ہے کیونکہ قرآن عظیم کلام معجز ہے اور یہ معجزہ آج تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا' سو قرآن عظیم کے اعجاز کو دیکھ کر تم آپ کو نبی مان لو اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آؤ' اور یا حق سے مراد دین اسلام ہے آپ نے یہ دعوت دی ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور باطل خداؤں کی پرستش نہ کرو اور یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے' سو تم اس دعوت کو قبول کر لو اور آپ کو نبی مان کر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اگر تم نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نہ صرف تمہارے اسلام لانے سے بلکہ سارے جہانوں سے مستغنی ہے تمام آسمان اور زمینیں اس کی ملک میں ہیں اور وہ بہت علم والا اور بڑی حکمت والا ہے' اور اس کے علم اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کافر اور مومن اور نیکوکار اور بدکار کو ایک درجہ میں نہیں رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو' اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو' مسیح عیسیٰ ابن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہے۔ (النساء : ۱۷۱)

حضرت عیسیٰ کی شان میں افراط اور تفریط سے ممانعت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کا رد کیا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط (کمی) کرتے تھے' حضرت مریم پر بہت بڑا بہتان باندھتے تھے' اور یہ کہتے تھے کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نزاہت اور وجاہت بیان فرمائی' اور اہل کتاب میں سے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بہت افراط (حد سے بڑھانا) کرتے تھے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کا رد کیا ہے' اور فرمایا ہے کہ تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو' یعنی یہ نہ کہو کہ اللہ عیسیٰ کے بدن میں حلول کر گیا ہے' یا ان کے بدن کے ساتھ متحد ہو گیا ہے' یا وہ عیسیٰ کی روح کے ساتھ متحد ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح عقیدہ بیان کیا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ کے کلمۃ اللہ ہونے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عیسیٰ اللہ کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا' کلمہ کا معنی بات اور کلام ہے' اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔ (آل عمران : ۴۵)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تمہیں ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر کسی واسطہ اور نطفہ کے محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن اور اس کے امر سے پیدا ہوئے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے :

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران : ۵۹)

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے' اس کو مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا "ہو جا" تو وہ ہو گیا۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ محض اللہ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمۃ اللہ فرمایا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر انسان اللہ کے کن فرمانے سے پیدا ہوتا ہے تو پھر ہر انسان کو کلمۃ اللہ ہونا چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام غزالی نے کہا ہے کہ ہر انسان کی پیدائش کا ایک سبب قریب ہے اور ایک سبب بعید ہے۔ سبب قریب نطفہ ہے اور سبب بعید اللہ کا کن فرمانا ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا کوئی سبب قریب نہیں تھا اس لیے ان کی خصوصیت کے ساتھ کلمہ کن کی طرف نسبت کی' ورنہ ہر انسان بلکہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے ہی پیدا ہوئی ہے کلمہ اللہ کی وہ بشارت ہے جو حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں دی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ کے روح من اللہ ہونے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : عیسیٰ اس کی طرف سے روح ہے' حضرت عیسیٰ کو اللہ کی طرف سے روح کہنے کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں :

(۱) جب کوئی چیز بہت زیادہ طاہر اور نظیف ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ روح ہے' حضرت عیسیٰ چونکہ نطفہ کی آمیزش کے بغیر محض نفخ جبرائیل سے پیدا ہوئے تھے' اس لیے وہ عام انسانوں کی بہ نسبت بہت طاہر اور طیب تھے اس لیے ان کو روح فرمایا۔

(۲) حضرت عیسیٰ اپنی نبوت اور تبلیغ کی وجہ سے لوگوں کے دین میں حیات پیدا کرنے کا سبب تھے اور ان میں روحانیت پیدا کرنے کا باعث تھے اس لیے ان کو روح فرمایا جس طرح قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے روح فرمایا۔ وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا (الشوریٰ : ۵۲)

(۳) حضرت عیسیٰ لوگوں سے برائیوں کو دور کرتے ان کو نیکیوں سے آراستہ کرتے اور لوگوں کے حق میں یہی رحمت ہے کہ ان کو شر سے نکال کر خیر کی طرف لایا جائے تو وہ اللہ کی طرف سے رحمت ہیں اس لیے فرمایا "و روح منہ" جیسا کہ فرمایا وایدھم بروح منہ (المجادلہ : ۲۲) "اور ان کی اپنی طرف سے رحمت سے تائید فرمائی۔"

(۴) کلام عرب میں روح پھونک کو کہتے ہیں' حضرت جبرائیل نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری تھی جس سے

Marfat.com

حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اس لیے ان کو روح فرمایا اور چونکہ یہ پھونک اللہ کے اذن اور اس کے امر سے تھی اس لیے فرمایا وروح منہ وہ اللہ کی طرف سے روح ہیں' قرآن مجید کی اس آیت میں بھی پھونک پر روح کا اطلاق ہے : فنفخنا فیہ من روحنا (التحریم : ۱۲) "تو ہم نے (مریم کے) چاک گریبان میں اپنی طرف سے روح (پھونک) پھونک دی۔" یعنی حضرت جبرائیل کی وساطت سے۔

(۵) روح پر تنوین تعظیم کے لیے ہے' اس کا معنی ہے ارواح شریفہ قدسیہ عالیہ میں سے آپ ایک عظیم' مقدس اور عالی قدر روح ہیں اور اس روح کی اللہ کی طرف اضافت تعظیم اور تشریف کے لیے ہے' یعنی آپ اللہ کی طرف سے پسندیدہ' معظم اور عالی قدر روح ہیں' جس طرح بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کہا گیا ہے۔

تثلیث کا بطلان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور یہ نہ کہو کہ تین معبود ہیں' (اس قول سے) باز رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ اللہ' عیسیٰ اور مریم اور ان کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں' اور ہر اقنیم کا دوسری اقنیم میں حلول مانتے ہیں' قرآن مجید میں ہے :

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ (المائدہ : ۱۱۶)

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟

عیسائیوں کا ایک اور فرقہ اللہ' عیسیٰ اور روح القدس کو تین خدا مانتا ہے' عیسائی ان تینوں کو الگ الگ خدا بھی مانتے ہیں اور ان تینوں کو ایک خدا بھی کہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں' یا تین اقانیم ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی عین ہے' اور ان میں سے ہر ایک کامل خدا ہے اور ان کا مجموع بھی ایک خدا ہے' کیونکہ اس نظریہ سے اس توحید خالص کا انکار ہوتا ہے جس کی دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی' اور تثلیث کو جمع کرنا غیر معقول ہے اور اجتماع الاضداد ہے' اللہ تعالیٰ نے تثلیث کے قائلین کو کافر قرار دیا ہے :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَاحِدٌ ۚ (المائدہ : ۷۳)

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے' جنہوں نے کہا یقیناً اللہ تین میں سے تیسرا ہے' حالانکہ سوا ایک مستحق عبادت کے اور کوئی مستحق عبادت نہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ : ۷۲)

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔

ابنیت مسیح کا بطلان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا : صرف اللہ ہی واحد مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو' اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ (النساء : ۱۷۱)

اس آیت کا معنی ہے : اللہ واحد ہے مستحق عبادت ہے' وہ تعدد' اجزاء اور اقانیم سے منزہ ہے' اور نہ ہی وہ اجزاء

Marfat.com

سے مرکب ہے کیونکہ مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو کسی کی طرف محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' وہ سبحان ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو' عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے' اگر وہ حقیقی بیٹا کہتے ہیں تو یہ اللہ پر محال ہے کہ اس کی کوئی زوجہ ہو اور وہ کسی کا باپ ہو' کیونکہ باپ اولاد کے حصول میں زوجہ کا محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' نیز حقیقی باپ ہونا جسمیت کا متقاضی ہے اور جسم مرکب اور محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا' نیز اس میں مسیح کی الوہیت کا بھی بطلان ہے کیونکہ بیٹا باپ کے بعد ہوتا ہے اور جو کسی کے بعد ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' اور اگر وہ مجازاً" مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو اس میں مسیح کی تخصیص نہیں ہے' نیز خدا پر باپ کا اطلاق اس لیے جائز نہیں کہ یہ لفظ مخلوق کی صفت ہے خالق کی صفت نہیں ہے' اللہ کی شان خالق ہے۔ باپ اس کی شان نہیں ہے۔

تمام آسمان اور تمام زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب اللہ کی مملوک ہیں اور مسیح بھی اللہ کا مملوک ہے اور بیٹا مملوک نہیں ہوتا اور کائنات کی ہر چیز اس کے احکام کے تحت اور مسخر ہے' سب اس کے مقدور ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم : ۹۳) — آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز بندگی کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والی ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (الانعام : ۱۰۱) — آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء" پیدا کرنے والا ہے' اس کا بیٹا کیونکر ہوگا اس کی تو بیوی ہی نہیں۔

جب آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اور سب لوگ اس کے بندے' مملوک اور مخلوق ہیں تو اس کا بیٹا کیسے ہو گا!

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ

مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے ، اور نہ مقرب

الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ

فرشتے ، اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں تو اللہ ان سب کو اپنے

اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ

سامنے جمع کرے گا ○ سو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو اللہ ان کو ان کا پورا پورا

اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ

اجر عطا فرمائے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ اجر دے گا ، اور جن لوگوں نے (عبادت کو) عار سمجھا اور

اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۵ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا ، اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا کوئی

Marfat.com

دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ

کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے ○ اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب

بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ

کی طرف سے قوی دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے ○ سو جو لوگ اللہ پر ایمان

اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِهٖ فَسَيُدۡخِلُهُمۡ فِىۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَ

لے آئے اور انہوں نے اس (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل

فَضۡلٍ ۙ وَّيَهۡدِيۡهِمۡ اِلَيۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ﴿۱۷۵﴾ يَسۡتَفۡتُوۡنَكَ ؕ

کرے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا ○ آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں،

قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِى الۡكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ

آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد

وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ

ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی ایک (حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر

يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا

اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر

تَرَكَ ؕ وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ

بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے

الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

برابر ہے۔ اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو

شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴ ۵

خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے' اور نہ مقرب فرشتے۔ (الآیہ : ١٧٢)

شان نزول

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں :

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کا وفد آیا اور انہوں نے کہا : اے محمد! (ﷺ) آپ ہمارے صاحب کو برا کیوں کہتے ہیں' آپ نے پوچھا تمہارا صاحب کون ہے؟ انہوں نے کہا عیسیٰ (علیہ السلام) آپ نے فرمایا میں ان کے متعلق کیا کہوں وہ اللہ کے بندے ہیں! انہوں نے کہا نہیں وہ اللہ ہے' آپ نے فرمایا ان کے لیے اللہ کا بندہ ہونا عار نہیں ہے' انہوں نے کہا نہیں بلکہ عار ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں عار نہیں سمجھیں گے اور نہ مقرب فرشتے۔ (زادالمسیر ج ٢ ص ٢٦٢' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ١٤٠٧ھ)

اس کے بعد اللہ نے فرمایا اور نہ مقرب فرشتے (اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار سمجھیں گے) امام رازی متوفی ٦٠٦ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے کا شبہ اس وجہ سے ہوتا تھا کہ حضرت عیسیٰ غیب کی خبریں دیتے تھے' اور ان سے کئی امور خارقہ للعادت ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا اور بیماروں کو تندرست کیا' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ صرف اتنی قدر سے کسی کو اللہ کی عبادت سے عار نہیں آتی۔ دیکھو ملائکہ مقربین کو اس سے زیادہ غیب کا علم ہے کیونکہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں' اور ان کی قوت بھی بہت زیادہ ہے' کیونکہ ان میں آٹھ فرشتے اللہ کے عظیم عرش کو اٹھائے رہتے ہیں' پھر جب مقرب فرشتے اس قدر عظیم علم اور قدرت کے حامل ہونے کے باوجود اللہ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو حضرت عیسیٰ اس سے کم علم اور کم قدرت کے ساتھ متصف ہونے پر کیسے اللہ کی عبادت کرنے کو باعث عار قرار دیں گے؟

نبیوں کے فرشتوں سے افضل ہونے کی بحث

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقرب فرشتوں کا علم اور ان کی قدرت حضرت عیسیٰ سے زیادہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ فرشتوں کو نبیوں پر فضیلت حاصل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو گا' اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقرب فرشتوں کا علم اور ان کی قدرت حضرت عیسیٰ سے زیادہ ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اجر و ثواب حضرت عیسیٰ سے زائد ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٣ ص ٣٣٦' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٣٩٨ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ نے معتزلہ کے جواب کی زیادہ عمدہ تقریر کی ہے' وہ لکھتے ہیں :

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر مقرب فرشتہ نبی سے افضل ہے اور اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام مقرب فرشتے مل کر بہ حیثیت مجموع مسیح سے افضل ہیں۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ ہر نبی ہر مقرب فرشتہ سے افضل ہو اور مقرب فرشتوں کا مجموعہ کسی ایک نبی سے افضل ہو' دوسرا جواب سب سے عمدہ ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا اس لیے کہتے تھے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ بغیر باپ کے پیدا ہونے سے زیادہ عجیب و غریب وہ فرشتے ہیں جو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے اور ملائکہ مقربین

Marfat.com

ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تو جب وہ اللہ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو مسیح علیہ السلام جو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے وہ عبادت کرنے کو کیسے باعث عار قرار دیں گے!

(روح المعانی جز ۶ ص ۴۰۔ ۳۸ ' ملخصا" مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لیکن اس دوسرے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ ہر فرشتہ ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوا ہے پھر فرشتوں کے ساتھ مقربین کی قید لگانے کا کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو اللہ ان کو ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ اجر دے گا اور جن لوگوں نے (عبادت کو) عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا' اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے۔ (النساء : ۱۷۳)

اس آیت میں نیکوکار مومنوں کو جو زیادہ اجر کی بشارت دی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں ان کے ساتھ نیکی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں اس کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ان کا اجر یہ ہے کہ اللہ انہیں جنت میں داخل کر دے گا اور اپنے فضل سے جو ان کو زیادہ اجر دے گا' وہ ان لوگوں کے لیے شفاعت کرنا ہے جنہوں نے ان کے ساتھ دنیا میں کوئی نیکی کی تھی۔ (المعجم الکبیر ج ۱۰' رقم الحدیث : ۱۰۴۶۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عبداللہ الکندی ہے اس کی امام ذہبی نے تضعیف کی ہے' اور اس حدیث کے بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳)

واضح رہے کہ فضائل میں اس قسم کا ضعف استدلال میں مضر نہیں ہے' البتہ حلال اور حرام سے متعلق روایات میں بہت احتیاط کی جاتی ہے۔

جو مسلمان اللہ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کا اجر و ثواب بیان کیا' پھر ان لوگوں کا اخروی عذاب بیان کیا جو اللہ کی عبادت کرنے کو عار سمجھتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اسلوب ہے وہ ترغیب اور ترہیب کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے' کیونکہ ہر چیز اپنی ضد کے ساتھ زیادہ بہتر طور پر پہچانی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے قوی دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف ہدایت دینے والا نور نازل کیا ہے۔ (النساء : ۱۷۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا برہان اور قرآن مجید کا نور ہونا

اس سے پہلی آیتوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق کفار' منافقین اور یہود و نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کیا اور اب اس آیت میں اس وقت کے تمام فرقوں کو عمومی طور پر آپ کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا' اس آیت میں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس برہان یعنی قوی دلیل آ گئی اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور یہ جو فرمایا ہے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا گیا ہے۔ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برہان فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت اور رسالت کو منوانے کے لیے کسی

Marfat.com

الگ اور خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کا وجود مسعود اور آپ کی ذات گرامی بجائے خود آپ کی نبوت اور رسالت پر دلیل ہے' یہی وجہ ہے کہ دوسرے نبیوں اور رسولوں نے اپنی نبوت اور رسالت پر خارجی معجزات پیش کیے اور سیدنا محمد ﷺ نے اپنی نبوت اور رسالت پر اپنی زندگی پیش کی- قرآن مجید میں ہے :

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ میں تم میں اس (نزول قرآن) سے پہلے اپنی عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے- (یونس : ۱۶)

حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ سب بغیر کسی معجزہ کے ایمان لائے تھے' ان کے لیے یہی دلیل کافی تھی کہ انہوں نے آپ کی زندگی کو دیکھا تھا اور آپ کی زندگی ہی آپ کے دعویٰ نبوت پر بہت قوی دلیل تھی-

اس آیت میں قرآن مجید کو نور مبین فرمایا ہے' نور اس چیز کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردے' قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کی وجہ سے خود ظاہر ہے اور احکام شرعیہ' ماضی اور مستقبل کی خبروں' اور عقائد صحیحہ اور اسرار کونیہ کو بیان کرنے والا اور ظاہر کرنے والا ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا- (النساء : ۱۷۵)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا والوں پر سیدنا محمد ﷺ کا رسول ہونا اور قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کردیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو سیدنا محمد ﷺ کی شریعت پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کی شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لیں' اور ان سے آخرت میں اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا' اللہ پر ایمان لانے کا معنی ہے کہ اللہ کی ذات' صفات' اس کے اسماء' اس کے احکام اور اس کے افعال پر ایمان لایا جائے' اور اللہ کے دامن رحمت کو مضبوطی سے پکڑنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ان کو لغزش دینے سے بچائے رکھے اور وہ ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور ان کو اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا راستہ بتائے گا' اس آیت میں ان سے تین وعدے کیے ہیں رحمت' فضل اور ہدایت کے' حضرت ابن عباس نے فرمایا رحمت سے مراد جنت ہے' اور فضل سے مراد جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا' اور صراط مستقیم کی ہدایت سے مراد ہے دین مستقیم کی ہدایت' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صراط مستقیم کی ہدایت سے مراد ہو اللہ عزوجل کی ذات کا دیدار اور عالم قدس کے انوار' یعنی پہلی دو نعمتیں جسمانی لذتوں پر مشتمل ہیں اور آخری نعمت روحانی لذت کے حصول کا نام ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اسے اس کے ترکہ کا نصف ملے گا' اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہو گا' پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ (اس بھائی کے) ترکہ سے دو تہائی ہے' اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے' اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے- (النساء : ۱۷۶)

Marfat.com

آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ سورہ توبہ ہے اور جو آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ یستفتونک (النساء : ١٧٦) ہے۔ (صحیح البخاری ج ٥ رقم الحدیث : ٤٦٠٥' صحیح مسلم ج ٣' رقم الحدیث : ١٦١٨' سنن ابوداؤد ج ٢' رقم الحدیث : ٢٨٨٨' سنن ترمذی ج ٤' رقم الحدیث ٣٠٥٢)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ لکھتے ہیں :

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آخری سورت النصر ہے' اس کے نزول کے وقت میں کئی اقوال ہیں حق کے زیادہ قریب حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کو سورہ التودیع بھی کہتے ہیں' اس کے بعد الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ : ٣) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی ﷺ اسی (٨٠) دن زندہ رہے' اس کے بعد یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ (النساء : ١٧٦) نازل ہوئی۔ اس کے بعد نبی ﷺ پچاس دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی : لقد جاءکم رسول من انفسکم (التوبہ : ١٢٨) اس کے بعد نبی ﷺ پینتیس (٣٥) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی : واتقوا یوما" ترجعون فیہ الی اللہ (البقرہ : ١٢٨) اس کے بعد نبی ﷺ اکیس دن زندہ رہے اور مقاتل نے کہا سات دن زندہ رہے' یہ ترتیب ابو الفضل محمد بن یزید نے ذکر کی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ٥ ص ٥٦٧' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

اس تحقیق کے اعتبار سے سورۂ النساء کی اس آیت کو جو آخری آیت کہا گیا ہے اس سے مراد آخری اضافی ہے۔

کلالہ کا لغوی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں :

کلالہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) زندہ ہو نہ اولاد ہو' یا کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو' جیسے عم زاد بھائی' یا اخیافی بھائی بہن' ازہری نے کہا کہ سورہ نساء میں دو جگہ کلالہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آیت : ١٢' اور آیت : ١٧٦ میں' آیت : ١٢ میں فرمایا اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جائے جو کلالہ ہو' اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پس اگر وہ (اخیافی بہن یا بھائی) ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں اور آیت : ١٧٦ میں فرمایا : آپ کہئے اللہ تمہیں کلالہ میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر ایسا مرد فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو' اور اس کی ایک (حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ سے نصف ملے گا' اور وہ اس (بہن) کا وارث ہو گا اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ الآیہ

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ دور کے عم زاد کو کلالہ کہتے ہیں اور اخفش نے فراء سے نقل کیا ہے کہ والد (ماں باپ) اور اولاد کے سوا قرابت داروں کو کلالہ کہتے ہیں' اور ان کو کلالہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ میت کے نسب کے گرد قرابت کی جہت سے گھومتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے والد (ماں باپ) اور ولد ساقط ہو جائیں وہ کلالہ ہے' نیز کل کا معنی تھکنا ہے اور ضعیف کو تھکنا لازم ہے' یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے کیونکہ جو وارث اصول اور فروع نہ ہوں وہ ضعیف ہوتے ہیں۔ اس لیے کلالہ کا معنی ہے ضعیف وارث (تاج العروس' ج ٨ ص ١٠١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

Marfat.com

کلالہ کا شرعی معنی

علامہ ابو سلیمان خطابی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں :

اکثر صحابہ کا یہ قول ہے کہ جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو وہ کلالہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس میں دو قول ہیں ایک قول جمہور صحابہ کی مثل ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی اولاد نہ ہو اور یہ ان کا آخری قول ہے۔ امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کو موت کے وقت یہ وصیت کی کہ کلالہ تمہارے قول کے مطابق ہے' حضرت ابن عباس نے کہا میرا کیا قول ہے تو انہوں نے کہا جس شخص کی اولاد نہ ہو' حسن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کلالہ کون ہے؟ انہوں نے کہا والد اور ولد کے ماسوا کلالہ ہے' میں نے کہا اللہ عزوجل تو فرماتا ہے ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد (النساء : ١٧٦) "اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو۔" (یعنی اس آیت میں کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس ناراض ہوئے اور مجھے جھڑک دیا' میں کہتا ہوں کہ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں کلالہ کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اس میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے' اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت حضرت جابر کی اولاد تھی نہ والد زندہ تھے۔ (حضرت جابر کی اس وقت والدہ بھی زندہ نہیں تھیں۔ اس لیے کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں نہ اولاد ہو) (معالم السنن علی مختصر سنن ابوداؤد ج ٤ ص ١٦٤۔ ١٦٣' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

کلالہ کے متعلق حضرت جابر کی حدیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے اس وقت میں بیمار تھا ہوش میں نہیں تھا' آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آگیا' میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ میری میراث کس کے لیے ہوگی؟ میرا وارث تو کلالہ ہوگا! تو فرائض کی آیت نازل ہوگئی۔ صحیح مسلم میں ہے یہ آیت نازل ہوئی : یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ (النساء : ١٧٦) (صحیح البخاری ج ١' رقم الحدیث : ١٩٤' صحیح مسلم ج ٣' رقم الحدیث : ١٦١٦' سنن ابوداؤد ج ٢' رقم الحدیث : ٢٨٨٦' سنن ترمذی ج ٤' رقم الحدیث : ٢١٠٤' سنن ابن ماجہ ج ٢' رقم الحدیث : ٢٧٢٨' مسند احمد ج ٥' رقم الحدیث : ١٤١٩' مسند حمیدی ج ٢' رقم الحدیث : ١٢٢٩)

اس حدیث میں صالحین کی استعمال شدہ اشیاء اور آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے آثار کا ظہور ہے' اور یہ کہ اکابر کو اصاغر کی عیادت کرنی چاہئے' اور اہل علم سے مسائل معلوم کرنا چاہئے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کلالہ وہ ہوتا ہے جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد' کیونکہ اس وقت حضرت جابر کی صرف بہنیں تھیں' نہ والدین تھے نہ اولاد۔ کلالہ کی تعریف میں جہاں یہ کہا ہے کہ اس کا والد نہ ہو اس سے ماں اور باپ دونوں مراد ہیں اور جہاں یہ کہا ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ نہ اس کا بیٹا ہو نہ بیٹی۔ (التفسیر المنیر جز ٦ ص ٥٧)

مناسبت

اس سورت کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ نے اموال اور میراث کے احکام بیان کئے تھے اور اس کے آخر میں بھی

Marfat.com

میراث کے احکام بیان کیے ہیں' تاکہ سورت کے اول اور آخر میں مناسبت ہو' اور اس سورت کے وسط میں یہود' نصاریٰ اور منافقین کا رد فرمایا ہے اور ان کے شبہات کو زائل فرمایا ہے۔

کلالہ کی وراثت کے چار احوال

جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس آیت میں اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال بیان فرمائے ہیں :

(۱) ایک شخص فوت ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو' تو اس کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) ایک عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا' اسی طرح اگر ایک شخص فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو وہ بھی اس کے تمام ترکہ کا وارث ہو گا۔

(۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بہن بھائیوں میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا بایں طور کہ مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

ایک اشکال کا جواب

اس کے بعد ارشاد ہے : اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام) بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔ بہ ظاہر اس پر اشکال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ کراہیت مضاف محذوف ہے اور معنی یہ ہے اللہ تمہارے لیے (احکام) بیان فرماتا ہے تمہاری گمراہی کو ناپسند کرتے ہوئے' جیسے قرآن مجید میں ہے وسئل القریۃ (یوسف : ۸۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں حرف نفی محذوف ہے اور معنی ہے اللہ (احکام) بیان فرماتا ہے کہیں تم گمراہ نہ ہو جاؤ جیسے ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ای لئلا تزولا (فاطر : ۴۱) میں ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تمہارے لیے گمراہی کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم جان لو کہ یہ گمراہی ہے اور اس سے اجتناب کرو۔

سورت نساء کے اول اور آخر میں مناسبت

اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس سورت کے آخر میں فرمایا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اور یہ آیت اللہ کے کمال علم پر دلالت کرتی ہے اور علم اور قدرت ہی دو ایسے وصف ہیں جن پر بناء الوہیت ہے' کیونکہ جس کو علم نہ ہو کہ اس کی مخلوق اس کی اطاعت کر رہی ہے یا نہیں وہ خدا نہیں ہو سکتا اور جس کو علم تو ہو لیکن وہ اطاعت کرنے والوں کو جزا دینے پر اور نافرمانی کرنے والوں کو سزا دینے پر قادر نہ ہو وہ بھی خدا نہیں ہو سکتا' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے خصوصیت کے ساتھ ان کے ذاتی علم اور ذاتی قدرت کی نفی کی ہے' حالانکہ ان کا کوئی وصف بھی ذاتی نہیں ہے۔

اختتامی کلمات اور دعا

آج ٦ رجب ۱۴۱۷ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۹٦ء بروز پیر کو سحر کے مبارک وقت میں اس سورت کی تفسیر ختم ہو گئی فالحمد

Marfat.com

اللہ رب العالمین-الہ العلمین! جس طرح سورۃ النساء تک آپ نے اس تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق دی اسی طرح اپنے فضل اور کرم سے پورے قرآن کی تفسیر مکمل کرا دینا' مجھے اس تفسیر میں خطاء اور زلل سے محفوظ رکھنا اور ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول کرنا اور اس کو تاقیام قیامت باقی اور فیض آفریں رکھنا اور اس کو میرے لیے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنا دینا' مجھے' اس تفسیر کے ناشر' اس کے مصحح اور اس کے معاونین' قارئین اور محبین کو دنیا اور آخرت کے ہر شر اور ہر بلا سے محفوظ رکھنا اور دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی نعمتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند کرنا- اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاهِ حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعُلَمَآءِ مِلَّتِهٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ-

Marfat.com

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ انجیل

کتب احادیث

۴۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۵۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶۔ امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

۸۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰۔ امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی متوفی ۲۰۴ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۲۔ امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' المصنف مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۳۹۰ھ

۱۴۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۵۔ امام سعید بن منصور خراسانی مکی متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۶۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ

۱۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۸۔ امام ابو عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ

۱۹۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۰۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۱۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ

۲۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۲۴- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ 'مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۵- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ 'سنن ترمذی' مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ 'شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ 'مکہ مکرمہ '۱۴۱۵ھ
۲۷- امام علی بن عمردار قطنی متوفی ۳۸۵ھ 'سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۲۸- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ 'البحر الزخار المعروف بمسند البزار مطبوعہ مؤسستہ القرآن بیروت '۱۴۰۹ھ
۲۹- امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ 'سنن نسائی' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۱۲ھ
۳۰- ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ 'عمل الیوم واللیلۃ مطبوعہ موسستہ الکتب الثقافیہ بیروت '۱۴۰۸ھ
۳۱- امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ 'سنن کبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۱ھ
۳۲- امام احمد بن علی المثنی التمیمی المتوفی ۳۰۷ھ 'مسند ابو یعلیٰ موصلی مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت '۱۴۰۴ھ
۳۳- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ 'صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت '۱۳۹۵ھ
۳۴- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۱۶ھ 'مسند ابو عوانہ' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۳۵- امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی المتوفی ۳۲۰ھ 'نوادر الاصول' مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ '۱۴۰۸ھ
۳۶- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ 'شرح مشکل الآثار' مطبوعہ مؤستہ الرسالتہ بیروت '۱۴۱۵ھ
۳۷- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ 'شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور '۱۴۰۴ھ
۳۸- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی متوفی ۳۲۷ھ 'مکارم الاخلاق' مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر '۱۴۱۱ھ
۳۹- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ 'الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسہ الرسالتہ بیروت '۱۴۰۷ھ
۴۰- امام ابو بکر احمد بن حسین آجری متوفی ۳۶۰ھ الشریعہ مطبوعہ مکتبہ دار السلام ریاض '۱۴۱۳ھ
۴۱- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ '۱۳۸۸ھ 'مکتب اسلامی بیروت '۱۴۰۵ھ
۴۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض '۱۴۰۵ھ
۴۳- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۴- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'مسند الشامیین مطبوعہ مؤستہ الرسالتہ بیروت '۱۴۰۹ھ
۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۳ھ
۴۶- امام ابو بکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ 'عمل الیوم واللیلۃ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن
۴۷- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ 'الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۴۸- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ متوفی ۳۹۶ھ کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ 'المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۵۰- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت '۱۴۰۷ھ
۵۱- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ 'دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۵۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ 'سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

Marfat.com

۵۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۵۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الآداب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۵۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ
۵۸۔ امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضلہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۹۔ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۶۰۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ مختصر تاریخ دمشق مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ
۶۱۔ امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۶۲۔ امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ الاحادیث المختارۃ مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۶۳۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ
۶۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرہ فی امور الآخرۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
۶۵۔ امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی
۶۶۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ
۶۷۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ
۶۸۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ
۶۹۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ موارد الظمآن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۰۔ امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ حصن حصین مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۷۱۔ امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی متوفی ۸۴۰ھ زوائد ابن ماجہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۷۲۔ حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ الجوہر النقی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۷۳۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ تلخیص المستدرک مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۷۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المطالب العالیہ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۷۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ
۷۶۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جامع الاحادیث الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۷۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۷۸۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ کشف الغمہ مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر ۱۳۰۳ھ
۷۹۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

کتب تفسیر

۸۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ ' تنویر المقباس ' مطبوعہ مکتبہ آیتہ اللہ العظمی ایران

۸۱۔ امام حسن بن عبداللہ البصری المتوفی ۱۱۰ھ ' تفسیر الحسن البصری ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۳ھ

۸۲۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ ' معانی القرآن ' مطبوعہ بیروت

۸۳۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ ' تفسیر قمی مطبوعہ دارالکتاب ایران ' ۱۴۰۶ھ

۸۴۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ ' جامع البیان مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ' ۱۴۰۹ھ ' دارالفکر بیروت ' ۱۴۱۵ھ

۸۵۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج متوفی ۳۱۱ھ ' اعراب القرآن ' مطبوعہ مطبعہ سلمان فارسی ایران ' ۱۴۰۶ھ

۸۶۔ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ ' احکام القرآن ' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ' ۱۴۰۰ھ

۸۷۔ علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ ' تفسیر سمرقندی ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۳ھ

۸۸۔ شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ ' التبیان فی تفسیر القرآن مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۸۹۔ علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ ' مشکل اعراب القرآن ' مطبوعہ انتشارات نور ایران ' ۱۳۶۲ھ

۹۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ ' النکت والعیون ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۹۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد ' واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ ' الوسیط ' مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ' ۱۴۱۵ھ

۹۲۔ علامہ جاراللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۴۶۷ھ ' کشاف ' مطبوعہ نشر البلاغہ قم ایران ' ۱۴۱۳ھ

۹۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ ' احکام القرآن ' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ' ۱۴۰۸ھ

۹۴۔ علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ ' المحرر الوجیز ' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ

۹۵۔ شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ ' مجمع البیان ' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ' ۱۴۰۶ھ

۹۶۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ ' زاد المسیر ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۴۰۷ھ

۹۷۔ خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس ' کشف الاسرار وعدۃ الابرار ' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران ' ۱۳۷۱ھ

۹۸۔ امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ ' تفسیر کبیر ' مطبوعہ دارالفکر بیروت ' ۱۳۹۸ھ

۹۹۔ علامہ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ ' تفسیر القرآن الکریم ' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ' ۱۹۷۸ء

۱۰۰۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ ' الجامع لاحکام القرآن ' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ' ایران ' ۱۳۸۷ھ

۱۰۱۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ ' انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر

۱۰۲۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ ' مدارک التنزیل مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور

۱۰۳۔ علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ ' لباب التاویل ' مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور

۱۰۴۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ۷۲۸ھ ' تفسیر نیشاپوری ' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ' ۱۴۰۹ھ

۱۰۵۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ ' التفسیر الکبیر ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۰۹ھ

۱۰۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ ' بدائع التفسیر ' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ ' مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

۱۰۷۔ علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ 'البحر المحیط' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

۱۰۸۔ علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی متوفی ۷۵۶ھ 'الدر المصؤن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۰۹۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ 'تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ

۱۱۰۔ علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ 'تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت

۱۱۱۔ علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ 'نظم الدرر' مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ

۱۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'الدر المنثور' مطبوعہ مکتبہ آیتہ اللہ العظمیٰ ایران

۱۱۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'جلالین' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۱۴۔ علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ 'حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند

۱۱۵۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

۱۱۶۔ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ 'تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۱۷۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ 'عنایتہ القاضی' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۲۸۳ھ

۱۱۸۔ علامہ احمد جیون جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ 'التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی

۱۱۹۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ 'روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۱۲۰۔ شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ 'الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبعۃ البہیتہ مصر' ۱۳۰۳ھ

۱۲۱۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ 'تفسیر صاوی' مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

۱۲۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ 'تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

۱۲۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ 'تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

۱۲۳۔ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ 'فتح القدیر' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت

۱۲۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ 'روح المعانی' مطبوعہ ار احیاء التراث العربی بیروت

۱۲۵۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ 'فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۰۱ھ

۱۲۶۔ علامہ محمد جمال الدین قاسمی متوفی ۱۳۳۲ھ 'تفسیر القاسمی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۲۷۔ علامہ محمد رشید رضا متوفی ۱۳۵۴ھ 'تفسیر المنار' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت

۱۲۸۔ علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری متوفی ۱۳۵۹ھ 'الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبتہ الاسلامیہ ریاض

۱۲۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ 'بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

۱۳۰۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ 'خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۱۳۱۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ 'و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیتہ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

۱۳۲۔ علامہ محمد طاہر بن عاشور متوفی ۱۳۸۰ھ 'التحریر والتنویر مطبوعہ تونس

۱۳۳۔ سید محمد قطب شہید متوفی ۱۳۸۵ھ 'فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ

۱۳۴۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ 'نور العرفان' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات

Marfat.com

۱۳۵- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ
۱۳۶- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۳۷- علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، التبیان مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان
۱۳۸- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی، اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۳۹- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۴۰- آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۶۹ھ
۱۴۱- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
۱۴۲- شیخ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۴۳- علامہ محمود صافی، اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۴۴- استاذ محی الدین درویش، اعراب القرآن و بیانہ، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت
۱۴۵- ڈاکٹر وھبہ زحیلی، تفسیر منیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۴۶- سعید حوی، الاساس فی التفسیر، مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۴۷- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۴۸- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۴۹- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۵۰- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۵۱- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ
۱۵۲- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ، المنتقی مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ
۱۵۳- علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ، عارضۃ الاحوذی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۵۴- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۵۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۵۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۵۷- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

Marfat.com

۱۵۹۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ 'عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ
۱۶۰۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ 'مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۶۱۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ 'ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ
۱۶۲۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ 'فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۱ھ
۱۶۳۔ علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ 'شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۶۴۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ 'جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۶۵۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۶۶۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ 'مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ
۱۶۷۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ 'الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۴ھ
۱۶۸۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ 'تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ
۱۶۹۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ 'اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ
۱۷۰۔ شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ 'تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۱۷۱۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ 'فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۵۷ھ
۱۷۲۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ 'فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۱۷۳۔ شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ 'التعلیق الصبیح' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور

کتب اسماء رجال

۱۷۴۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ 'العلل المتناھیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ
۱۷۵۔ حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ 'تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۷۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ 'میزان الاعتدال مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ 'تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ 'تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۷۹۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ 'موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

کتب لغت

۱۸۰۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ 'الصحاح' مطبوعہ دار العلم بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۸۱۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ 'المفردات' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ

Marfat.com

۱۸۲۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ 'نہایہ' مطبوعہ مؤسسہ مطبوعات ایران' ۱۳۶۴ھ
۱۸۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ 'تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۴۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ 'لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ
۱۸۵۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ 'القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۶۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ 'تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۱۸۷۔ لوئیس معلوف الیسوعی' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثو لیکہ بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۸۸۔ شیخ غلام احمد پرویز متوفی ۱۴۰۵ھ 'لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۱۸۹۔ ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۹۰۔ امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ 'السیرۃ النبویہ' مکتبہ فاروقیہ ملتان
۱۹۱۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ 'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ
۱۹۲۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ 'تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت
۱۹۳۔ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۹۴۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ 'الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان
۱۹۵۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ 'الروض الانف' مکتبہ فاروقیہ' ملتان
۱۹۶۔ علامہ عبد الرحمان بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ 'الوفا' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۹۷۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ 'اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۹۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ 'الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت
۱۹۹۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ 'وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۰۰۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ 'البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ 'الاصابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۰۲۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ 'وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ
۲۰۳۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ 'المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۰۴۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ 'سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵۔ علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۲۰۶۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۰۷۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ 'مدارج النبوت مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

Marfat.com

۲۰۸۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ 'نسیم الریاض' مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۰۹۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ 'شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

۲۱۰۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ 'نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی لیٹڈ' کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۱۱۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ 'فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

۲۱۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ 'المبسوط' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ

۲۱۳۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ 'شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ

۲۱۴۔ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ 'خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ

۲۱۵۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ 'بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ

۲۱۶۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ' ھدایہ اولین و اخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

۲۱۷۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ 'عنایہ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۱۸۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ 'فتاویٰ تاتار خانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ

۲۱۹۔ علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ 'الجوہرۃ النیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۲۰۔ علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی متوفی ۸۲۷ھ 'فتاویٰ بزازیہ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

۲۲۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ 'بنایہ' مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

۲۲۲۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ 'فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

۲۲۳۔ علامہ جلال الدین خوارزمی 'کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۲۴۔ علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ

۲۲۵۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ

۲۲۶۔ علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۲ھ 'جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نوا لکشور' ۱۲۹۱ھ

۲۲۷۔ علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ 'البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۲۲۸۔ علامہ حامد بن علی قونوی رومی متوفی ۹۸۵ھ 'فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۰ھ

۲۲۹۔ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ 'حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ

۲۳۰۔ علامہ خیرالدین رملی متوفی ۱۰۸۱ھ 'فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۰ھ

۲۳۱۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ 'الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ

۲۳۲۔ علامہ سید احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ 'غمز عیون البصائر' مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

۲۳۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ 'فتاویٰ عالم گیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

Marfat.com

۲۳۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ 'منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۲۳۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ

۲۳۶۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ

۲۳۷۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ' ردالمحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۲۳۸۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ 'فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

۲۳۹۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ 'فتاویٰ افریقہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۲۴۰۔ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ 'بہار شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

۲۴۱۔ علامہ نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ 'فتاویٰ نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور' ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۲۴۲۔ علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ 'الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۴۳۔ علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ 'المہذب' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۳ھ

۲۴۴۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ 'احیاء علوم الدین' مطبوعہ دارالخیر بیروت' ۱۴۱۳ھ

۲۴۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ 'شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۴۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ 'روضۃ الطالبین' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ

۲۴۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'الحاوی للفتاویٰ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲۴۸۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۴۹۔ علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملسی متوفی ۱۰۸۷ھ 'حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۲۵۰۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ 'المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۵۱۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ 'بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۵۲۔ علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ۷۶۷ھ 'مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت

۲۵۳۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی المتوفی ۹۵۴ھ 'مواہب الجلیل' مطبوعہ مکتبۃ النجاح لیبیا

۲۵۴۔ علامہ علی بن عبداللہ علی الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ 'الخرشی علی مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت

۲۵۵۔ علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ 'الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۵۶۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ 'حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت

Marfat.com

کتب فقہ حنبلی

۲۵۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ 'المغنی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۵۸۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ 'الکافی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۵۹۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ 'مجموعۃ الفتاوی' مطبوعہ ریاض
۲۶۰۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ 'الانصاف' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۶ھ

کتب شیعہ

۲۶۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ 'الاصول من الکافی' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران
۲۶۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ 'الفروع من الکافی' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران
۲۶۳۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ 'شرح نہج البلاغہ' مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران' ۱۳۸۷ھ
۲۶۴۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ 'حق الیقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران' ۱۳۴۷ھ
۲۶۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ 'حیات القلوب' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

۲۶۶۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ 'المنقذ من الضلال' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۵ھ
۲۶۷۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ 'شرح عقائد نسفی' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۶۸۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ 'شرح المقاصد' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران' ۱۴۰۹ھ
۲۶۹۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ 'شرح المواقف' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران' ۱۳۲۵ھ
۲۷۰۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ 'مسایرہ' مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
۲۷۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی المتوفی ۹۰۶ھ 'مسامرہ' مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
۲۷۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح فقہ اکبر' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر' ۱۳۷۵ھ
۲۷۳۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ 'کتاب العقائد' مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۲۷۴۔ علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ھ 'کشف الاسرار' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ

Marfat.com

۲۷۵۔ علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ 'مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۲۷۶۔ علامہ احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ 'نور الانوار' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۷۷۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ 'شرح مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۲۷۸۔ شیخ ابو طالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ 'قوت القلوب' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ

۲۷۹۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ 'التذکرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

۲۸۰۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ 'قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ

۲۸۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ 'الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی' قاہرہ' مصر

۲۸۲۔ علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ 'روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ

۲۸۳۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ 'کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر' ۱۳۰۶ھ

۲۸۴۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ

۲۸۵۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ 'الزواجر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۸۶۔ امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ 'مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۰ھ

۲۸۷۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ 'اتحاف سادۃ المتقین' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۲۸۸۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ 'فتاوی رشیدیہ کامل' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۲۸۹۔ علامہ مصطفی بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ 'کشف الظنون' مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ طہران' ۱۳۷۸ھ

۲۹۰۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ 'الملفوظ' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

۲۹۱۔ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ 'ہدیۃ المہدی' مطبوعہ میور پریس دہلی' ۱۳۲۵ھ

۲۹۲۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ 'بہشتی زیور' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور

۲۹۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ 'حفظ الایمان' مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی

۲۹۴۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی 'نداء یا رسول اللہ' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۵ھ

سرٹیفکیٹ

میں نے تبیان القرآن جلد دوئم تصنیف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور کے پروف بغور پڑھے ہیں۔ میری دانست کے مطابق اس تفسیر کے متن' اور تفسیر میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں نے اطمینان کے بعد یہ سرٹیفکیٹ تحریر کیا ہے۔

محمد ابراہیم فیضی

ظہور احمد فیضی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد ﷺ — احمد ﷺ

حامد ﷺ — محمود ﷺ — قاسم ﷺ — عاقب ﷺ

فاتح ﷺ — شاہد ﷺ — حاشر ﷺ — رشید ﷺ — مشہود ﷺ

بشیر ﷺ — نذیر ﷺ — داعی ﷺ — شافی ﷺ

ہادی ﷺ — ماحی ﷺ — منجی ﷺ — تہامی ﷺ

ہاشمی ﷺ — امی ﷺ

نبی ﷺ — ناہ ﷺ

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

رسول ﷺ — ابطحی ﷺ

عزیز ﷺ — حریص علیکم ﷺ — رؤف ﷺ — رحیم ﷺ

طٰہٰ ﷺ — مجتبیٰ ﷺ — طٰس ﷺ — مرتضیٰ ﷺ

حٰم ﷺ — مصطفیٰ ﷺ — یٰس ﷺ — اولیٰ ﷺ — مزمل ﷺ

ولی ﷺ — مدثر ﷺ — متین ﷺ — مصدق ﷺ

طیب ﷺ — ناصر ﷺ — منصور ﷺ — مصباح ﷺ — آمر ﷺ

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
حسیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ

تبیان القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸- اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو اللہ جل جلالہ — الذی لا الہ جل جلالہ

الا ھو جل جلالہ — الرحمن جل جلالہ — الرحیم جل جلالہ — الملک جل جلالہ

القدوس جل جلالہ — السلام جل جلالہ — المومن جل جلالہ — المہیمن جل جلالہ — العزیز جل جلالہ

الجبار جل جلالہ — المتکبر جل جلالہ — الخالق جل جلالہ — الباری جل جلالہ

المصور جل جلالہ — الغفار جل جلالہ — القہار جل جلالہ — الوہاب جل جلالہ — الرزاق جل جلالہ

الفتاح جل جلالہ — العلیم جل جلالہ — القابض جل جلالہ — الباسط جل جلالہ

الخافض جل جلالہ — الرافع جل جلالہ — المعز جل جلالہ — الحکم جل جلالہ — البصیر جل جلالہ

السمیع جل جلالہ — المذل جل جلالہ — العدل جل جلالہ — اللطیف جل جلالہ

الخبیر جل جلالہ — الحلیم جل جلالہ — العظیم جل جلالہ — الغفور جل جلالہ — الشکور جل جلالہ

العلی جل جلالہ — الکبیر جل جلالہ — الحفیظ جل جلالہ — المقیت جل جلالہ

الحسیب جل جلالہ — الجلیل جل جلالہ — الکریم جل جلالہ — الرقیب جل جلالہ — المجیب جل جلالہ

الواسع جل جلالہ — الحکیم جل جلالہ — الودود جل جلالہ — المجید جل جلالہ

الباعث جل جلالہ — الشہید جل جلالہ — الحق جل جلالہ — الوکیل جل جلالہ — القوی جل جلالہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

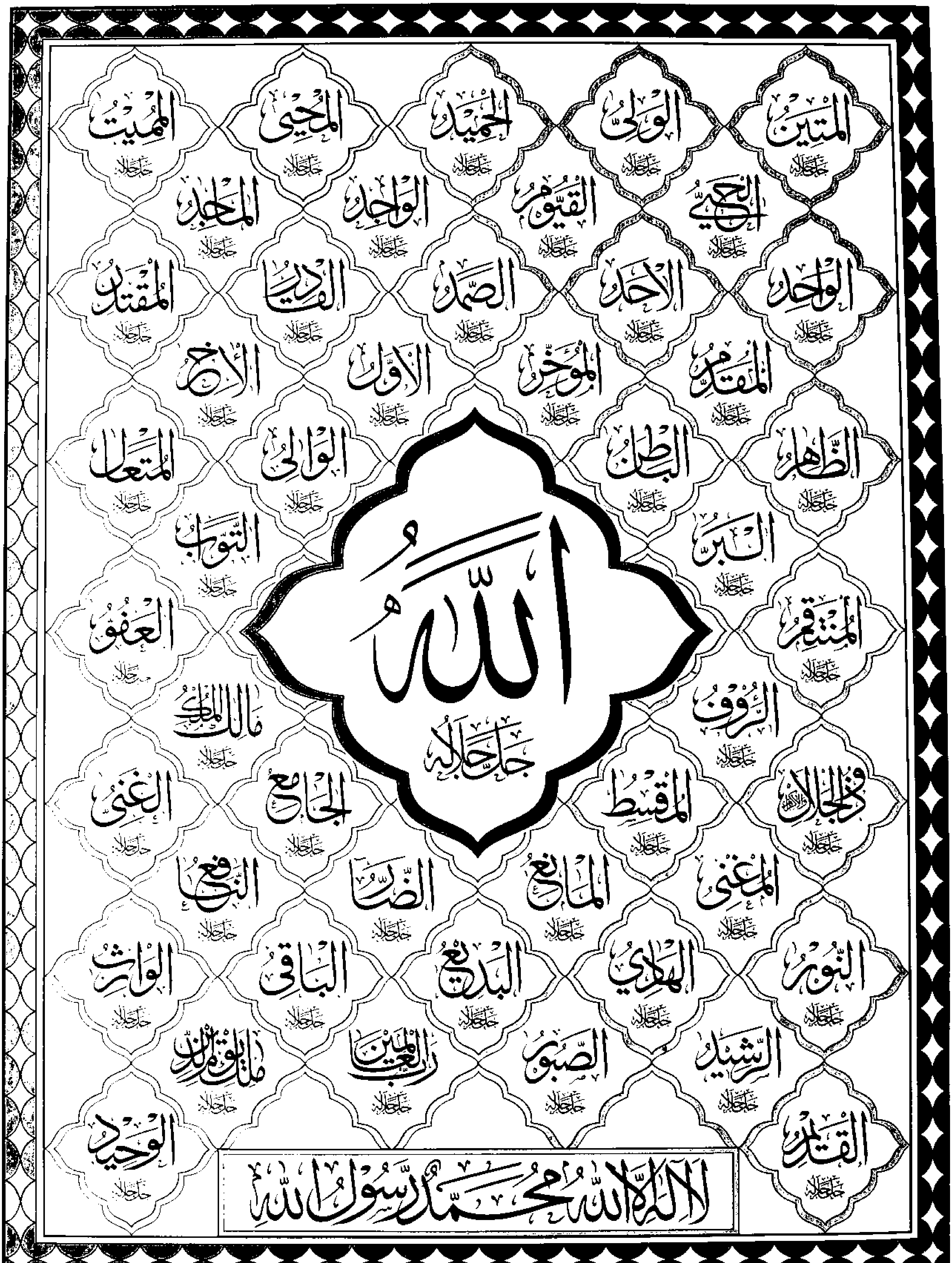
المتين
الولی
الحميد
المحيی
المميت
الحيي
القيوم
الواجد
الماجد
الواحد
الاحد
الصمد
القادر
المقتدر
المقدم
المؤخر
الاول
الآخر
الظاهر
الباطن
الله
جل جلاله
الوالی
المتعال
البر
التواب
المنتقم
العفو
الرؤف
مالك الملك
ذوالجلال والاكرام
المقسط
الجامع
الغنی
المغنی
المانع
الضار
النافع
النور
الهادی
البديع
الباقی
الوارث
الرشيد
الصبور
رب العالمين
مالك يوم الدين
القدير
الوحيد
لا اله الا الله محمد رسول الله

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد سوم

المائدہ ۰ الانعام

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال، ۳۸-اردو بازار، لاہور-۲

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

ISBN 969-563-012-X

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضیؔ
مولانا قاری ظہور احمد فیضی
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : شوال 1420ھ / فروری 2000ء
الطبع الحادی عشر: ذوالقعدۃ 1434ھ / ستمبر 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ المائدہ	۲۵
۱	نام	۲۷
۲	زمانہ نزول	۲۸
۳	سورۃ النساء اور المائدہ میں ارتباط اور مناسبت	۳۰
۴	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	۳۰
۵	یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود (۱---۲)	۳۲
۶	عقود کا لغوی اور عرفی معنی	۳۳
۷	عقود کا شرعی معنی	۳۳
۸	عقود کی اقسام	۳۳
۹	بھیمۃ الانعام کا معنی	۳۴
۱۰	جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب	۳۵
۱۱	شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی	۳۶
۱۲	حرمت والے مہینوں ہدی اور قلائد کا بیان	۳۶
۱۳	آیت مذکورہ کا شان نزول	۳۷
۱۴	آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں اختلاف	۳۷
۱۵	صیغہ امر کے متعدد مواضع استعمال	۳۸
۱۶	تقاضائے امر کے واحد ہونے پر دلیل	۴۰
۱۷	امر کا مقتضی وجوب ہونے پر دلائل	۴۱
۱۸	ممانعت کے بعد امر کے مقتضی کی تحقیق	۴۲
۱۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے وجوب کا ثابت نہ ہونا	۴۳
۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے سنت، مستحب اور واجب ہونے کا ضابطہ	۴۴
۲۱	کتنی مقدار ڈاڑھی رکھنا سنت ہے؟	۴۶
۲۲	آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام	۴۸
۲۳	حرمت علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر (۳---۵)	۴۹
۲۴	مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۵۱
۲۵	خون کے شرعی احکام	۵۲
۲۶	خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان	۵۲
۲۷	"ما اھل لغیر اللہ بہ" کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۵۳
۲۸	المنخنقۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۴
۲۹	الموقوذۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۵
۳۰	المتردیۃ کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم	۵۵
۳۱	النطیحۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۶
۳۲	جس جانور کو درندے نے کھالیا ہو اسکا شرعی حکم	۵۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	"الاما ذکیتم" کے مستثنیٰ منہ کا بیان	۵۶	۵۳	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	۷۵
۳۴	نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۷	۵۴	غلیل، کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم	۷۷
۳۵	ازلام کا معنی	۵۷	۵۵	بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق	۷۹
۳۶	نجومیوں، کاہنوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت	۵۷	۵۶	بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل	۸۰
۳۷	کسی درپیش مہم کے متعلق استخارہ کرنے کی ہدایت	۵۹	۵۷	بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل	۸۰
۳۸	استخارہ کرنے کا طریقہ	۵۹	۵۸	بندوق کے شکار کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر	۸۰
۳۹	قرائن کی بناء پر مستقبل کے ظنی ادراک حاصل کرنے کا حکم	۶۰	۵۹	قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور	۸۴
۴۰	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین پر بحث و نظر	۶۱	۶۰	اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق	۸۹
۴۱	حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا	۶۵	۶۱	اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ	۹۱
۴۲	تدریجاً احکام کا نزول دین کے کامل ہونے کے منافی نہیں	۶۵	۶۲	دیگر کفار کے برعکس اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ	۹۱
۴۳	اسلام کا کامل دین ہونا ادیان سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں	۶۶	۶۳	اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ	۹۱
۴۴	یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عید ہونا	۶۷	۶۴	آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ	۹۲
۴۵	یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ	۷۱	۶۵	یایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا (۶)	۹۳
۴۶	عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا، مفتی نعیم	۷۱	۶۶	آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت	۹۳
۴۷	ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت	۷۲	۶۷	آیت وضو کا شان نزول	۹۴
۴۸	زیر بحث آیت کا معنی اور شان نزول	۷۲	۶۸	آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان	۹۵
۴۹	شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام	۷۳	۶۹	شرائع سابقہ اور مکی دور میں فرضیت وضو کے متعلق احادیث	۹۶
۵۰	شکار کی شرائط کا بیان	۷۳	۷۰	وضو کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۹۸
۵۱	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان	۷۴			
۵۲	شکاری کتے کے معلّم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط	۷۴			

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز	۹۹
۷۲	وضو کے متفق علیہ فرائض	۱۰۰
۷۳	سر کے مسح کی مقدار میں مذاہب ائمہ	۱۰۰
۷۴	پیروں کے دھونے پر دلائل	۱۰۲
۷۵	پیروں کے دھونے پر علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات	۱۰۳
۷۶	وضو کے مختلف فیہ فرائض	۱۰۴
۷۷	وضو کی سنتیں	۱۰۵
۷۸	وضو کے مستحبات	۱۰۸
۷۹	وضو کے آداب	۱۰۹
۸۰	وضو توڑنے والے امور	۱۰۹
۸۱	تیمم کی شرط، طریقہ اور دیگر احکام	۱۱۴
۸۲	واذکروا نعمۃ اللہ علیکم و میثاقہ (۱۱-----۷)	۱۱۴
۸۳	اللہ کی نعمت اور اس کے عہد و میثاق کا معنی	۱۱۶
۸۴	صحیح اور سچی شہادت کی اہمیت	۱۱۷
۸۵	نااہل کو سند یا لائسنس دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر	۱۱۸
۸۶	شہادت کی تعریف	۱۱۹
۸۷	نااہل شخص کو ووٹ دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر	۱۲۰
۸۸	طلب منصب کی تحقیق	۱۲۲
۸۹	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	۱۲۳
۹۰	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	۱۲۴
۹۱	ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل (۱۴-----۱۲)	۱۲۵
۹۲	سابقہ آیات سے ارتباط	۱۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۳	حل لغات	۱۲۷
۹۴	بنو اسرائیل کی عہد شکنی کا بیان	۱۲۷
۹۵	بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں ہوگی، خواہ نیک عمل کیے ہوں	۱۲۸
۹۶	تورات کی تحریف میں علماء کے نظریات	۱۲۹
۹۷	استخراج مسائل	۱۳۱
۹۸	یاھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم (۱۷-----۱۵)	۱۳۱
۹۹	رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علماء کے نظریات	۱۳۲
۱۰۰	نبی ﷺ کے نور حسی ہونے پر دلائل	۱۳۴
۱۰۱	نبی ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل	۱۳۷
۱۰۲	قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد	۱۳۹
۱۰۳	حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کا رد	۱۴۰
۱۰۴	وقالت الیہود والنصاری نحن ابناء اللہ واحباءہ (۱۹-----۱۸)	۱۴۱
۱۰۵	یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں	۱۴۱
۱۰۶	فترت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۴۲
۱۰۷	حضرت آدم سے لیکر سیدنا محمد ﷺ تک کا زمانہ	۱۴۳
۱۰۸	واذ قال موسی لقومہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم (۲۶-----۲۰)	۱۴۳
۱۰۹	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۴۵
۱۱۰	بنو اسرائیل کے انبیاء کا بیان	۱۴۵
۱۱۱	بنو اسرائیل کے ملوک (بادشاہوں) کا بیان	۱۴۶
۱۱۲	بنو اسرائیل کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا	۱۴۶
۱۱۳	ارض مقدسہ کا مصداق	۱۴۶
۱۱۴	جبارین کا بیان	۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۵	فاذھب انت وربک میں بنو اسرائیل کے کفر اور فسق کی وجوہات	۱۴۸
۱۱۶	میدان تیہ میں بنو اسرائیل کا بھٹکنا	۱۴۹
۱۱۷	حضرت یوشع کے لیے سورج کو ٹھہرانا	۱۴۹
۱۱۸	نبی ﷺ کا سورج کو لوٹانا	۱۵۰
۱۱۹	حدیث رد شمس کی سند کی تحقیق	۱۵۱
۱۲۰	واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق (۲۷-----۳۱)	۱۵۲
۱۲۱	ربط آیات اور مناسبت	۱۵۳
۱۲۲	قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تفصیل	۱۵۴
۱۲۳	ہابیل کے اس قول کی توجیہ کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ذمہ لگے	۱۵۵
۱۲۴	قابیل کے قتل کرنے کی کیفیت	۱۵۶
۱۲۵	ہر نیک اور بد کام کے ایجاد کرنے والوں کو بعد والوں کے عمل سے حصہ ملتا رہتا ہے	۱۵۶
۱۲۶	قابیل کا انجام	۱۵۷
۱۲۷	من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل (۳۲-----۳۴)	۱۵۸
۱۲۸	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۵۹
۱۲۹	ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر کس طرح ہوگا؟	۱۶۰
۱۳۰	شان نزول	۱۶۱
۱۳۱	حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی	۱۶۲
۱۳۲	ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف	۱۶۲
۱۳۳	ڈاکہ کا رکن	۱۶۲
۱۳۴	ڈاکہ کی شرائط	۱۶۲
۱۳۵	ڈاکہ کے جرم کی تفصیل	۱۶۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۶	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا	۱۶۴
۱۳۷	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا	۱۶۵
۱۳۸	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا	۱۶۵
۱۳۹	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۶۶
۱۴۰	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ اور احناف کا جواب	۱۶۷
۱۴۱	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۶۸
۱۴۲	حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو حدیثوں میں تطبیق	۱۶۹
۱۴۳	یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (۳۵-----۴۰)	۱۷۰
۱۴۴	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۷۱
۱۴۵	وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب	۱۷۱
۱۴۶	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز	۱۷۱
۱۴۷	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث	۱۷۳
۱۴۸	وسیلہ بہ معنی درجہ جنت	۱۷۴
۱۴۹	دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق	۱۷۴
۱۵۰	دعاء اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	۱۷۵
۱۵۱	وسیلہ بہ معنی مرشد کامل	۱۷۶
۱۵۲	آیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا یا اس کے ایمان کا؟	۱۷۶
۱۵۳	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۴	سرقہ کا لغوی معنی	۱۸۰
۱۵۵	سرقہ کا اصطلاحی معنی	۱۸۰
۱۵۶	شان نزول	۱۸۰
۱۵۷	جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	۱۸۰
۱۵۸	چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت	۱۸۱
۱۵۹	حجیت حدیث پر دلیل	۱۸۱
۱۶۰	حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ	۱۸۱
۱۶۱	حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ	۱۸۲
۱۶۲	حد سرقہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ	۱۸۳
۱۶۳	حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے جوابات	۱۸۴
۱۶۴	مذہب احناف کے ثبوت میں احادیث	۱۸۵
۱۶۵	کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟	۱۸۶
۱۶۶	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	۱۸۷
۱۶۷	یایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر (۴۱----۴۳)	۱۸۹
۱۶۸	یہود کا تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرنا	۱۹۱
۱۶۹	نبی ﷺ کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا	۱۹۱
۱۷۰	یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	۱۹۲
۱۷۱	سحت کا معنی اور اس کا حکم	۱۹۳
۱۷۲	رشوت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۱۹۴
۱۷۳	اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ	۱۹۵
۱۷۴	موجودہ تورات میں آیت رجم	۱۹۷
۱۷۵	انا انزلنا التورۃ فیھا ھدی ونور (۴۴----۴۵)	۱۹۷
۱۷۶	شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا	۱۹۸
۱۷۷	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا	۱۹۹
۱۷۸	قصاص کے حکم کا شان نزول	۲۰۰
۱۷۹	ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء	۲۰۰
۱۸۰	تورات میں قرآن مجید کی صداقت	۲۰۱
۱۸۱	اعضاء کے قصاص کی کیفیت میں مذاہب اربعہ	۲۰۱
۱۸۲	بدلہ نہ لینے کی فضیلت	۲۰۲
۱۸۳	وقفینا علی اثارھم بعیسی ابن مریم (۴۶----۵۰)	۲۰۳
۱۸۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۲۰۵
۱۸۵	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	۲۰۵
۱۸۶	قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا	۲۰۶
۱۸۷	شرائع سابقہ کے حجت ہونے کی وضاحت	۲۰۶
۱۸۸	شان نزول	۲۰۷
۱۸۹	یایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود (۵۱----۵۶)	۲۰۸
۱۹۰	شان نزول	۲۰۹
۱۹۱	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۹۲	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۱۰
۱۹۳	کفار سے دوستی کے حق میں منافقوں کے بہانوں کا بطلان	۲۱۲
۱۹۴	عہد رسالت اور بعد کے مرتدین کا بیان	۲۱۳
۱۹۵	اللہ کی محبوب قوم کے مصداق میں متعدد اقوال	۲۱۴
۱۹۶	حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلائل	۲۱۵
۱۹۷	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۱۷
۱۹۸	حضرت ابوبکر کے فضائل میں موضوع احادیث	۲۱۹
۱۹۹	آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال	۲۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۰	حضرت علی کے مستحق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل	۲۲۰
۲۰۱	علماء شیعہ کی دلیل کا جواب	۲۲۱
۲۰۲	یا یہا الذین امنوا لا تتخذوا (۶۱----۵۷)	۲۲۲
۲۰۳	مناسبت اور شان نزول	۲۲۳
۲۰۴	یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں سے متعلق قرآن مجید کی اصطلاح	۲۲۳
۲۰۵	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذاہب	۲۲۴
۲۰۶	مناسبت اور شان نزول	۲۲۴
۲۰۷	ابتداء اذان کی کیفیت	۲۲۵
۲۰۸	کلمات اذان میں مذاہب ائمہ	۲۲۶
۲۰۹	حضرت ابو محذورہ کی روایت کا محمل	۲۲۷
۲۱۰	کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ	۲۲۸
۲۱۱	اذان کا جواب	۲۲۹
۲۱۲	دعا بعد الاذان	۲۲۹
۲۱۳	اذان کی فضیلت میں احادیث	۲۳۰
۲۱۴	مناسبت اور شان نزول	۲۳۱
۲۱۵	آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات	۲۳۱
۲۱۶	وتری کثیرا منہم یسارعون فی الاثم (۶۶----۶۲)	۲۳۳
۲۱۷	نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی مذمت	۲۳۴
۲۱۸	نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث	۲۳۵
۲۱۹	مناسبت اور شان نزول	۲۳۷
۲۲۰	ید اللہ (اللہ کا ہاتھ) کا معنی	۲۳۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۱	گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے رزق میں وسعت اور فراخی	۲۴۱
۲۲۲	یا یہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۷۲----۶۷)	۲۴۲
۲۲۳	ایک آیت کی تبلیغ نہ کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کس طرح درست ہے؟	۲۴۴
۲۲۴	تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث	۲۴۵
۲۲۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر علماء شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب	۲۴۷
۲۲۶	آیا رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور تھے' یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟	۲۴۹
۲۲۷	نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں	۲۵۱
۲۲۸	وہ علم جسکو تمام امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے	۲۵۱
۲۲۹	وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے	۲۵۲
۲۳۰	وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے	۲۵۴
۲۳۱	شان نزول	۲۵۵
۲۳۲	یہود و نصاریٰ کے کسی عمل کا لائق شمار نہ ہونا	۲۵۵
۲۳۳	نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا اور زیادہ ہونا	۲۵۶
۲۳۴	الصابئون کے رفعی حالت میں ہونے کی توجیہ	۲۵۶
۲۳۵	کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی؟	۲۵۷
۲۳۶	فتنہ کے معنی	۲۵۷
۲۳۷	بنو اسرائیل کا ہدایت سے دوبارہ اندھا اور بہرا ہونا	۲۵۸
۲۳۸	عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد	۲۶۰
۲۳۹	لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثة (۷۷----۷۳)	۲۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۰	متقدمین اور متاخرین عیسائیوں کا نظریہ تثلیث اور اس کا رد	۲۶۱
۲۴۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر دلائل	۲۶۲
۲۴۲	حضرت مریم کے نبیہ نہ ہونے پر دلائل	۲۶۴
۲۴۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گزاری سے ان کے خدا نہ ہونے پر استدلال	۲۶۴
۲۴۴	غلو حق اور غلو باطل کی تعریفیں	۲۶۵
۲۴۵	لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل (۸۲----۷۸)	۲۶۶
۲۴۶	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل پر لعنت کا بیان	۲۶۷
۲۴۷	نجاشی کا اسلام لانا	۲۶۹
۲۴۸	مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا اور کفار مکہ کا ان کو واپس بلانے کی سعی کرنا	۲۶۹
۲۴۹	حضرت جعفر کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا	۲۷۰
۲۵۰	کفار قریش کا مسلمانوں کو نکلوانے کی مہم میں ناکام ہونا	۲۷۱
۲۵۱	واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم (۸۶----۸۳)	۲۷۲
۲۵۲	شان نزول	۲۷۳
۲۵۳	یایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم (۸۹----۸۷)	۲۷۳
۲۵۴	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	۲۷۴
۲۵۵	عبادات اور معاملات میں میانہ روی کے متعلق آیات اور احادیث	۲۷۵
۲۵۶	اسلام معتدل، سہل اور دین فطرت ہے	۲۸۰
۲۵۷	آیا حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۰
۲۵۸	امام مالک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۵۹	امام شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۶۰	امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۶۱	امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۲
۲۶۲	بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس میں مفتی بہ قول	۲۸۴
۲۶۳	افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے تقاضوں کو پورا کرے اور کبھی نہ کرے	۲۸۵
۲۶۴	مناسبت اور شان نزول	۲۸۶
۲۶۵	یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۸۶
۲۶۶	قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت	۲۸۷
۲۶۷	جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز	۲۸۸
۲۶۸	فی نفسہ قسموں کی اقسام	۲۸۹
۲۶۹	اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات	۲۹۰
۲۷۰	قسم کھانے کا طریقہ	۲۹۱
۲۷۱	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق	۲۹۱
۲۷۲	یمین لغو کی تعریف	۲۹۲
۲۷۳	یمین منعقدہ کی تعریف	۲۹۳
۲۷۴	یمین غموس کی تعریف	۲۹۳
۲۷۵	کفارہ قسم کی مشروعیت	۲۹۴
۲۷۶	کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ	۲۹۴
۲۷۷	یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب (۹۳----۹۰)	۲۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷۸	مشکل الفاظ کے معنی	۲۹۶
۲۷۹	شراب کی تحریم کے متعلق احادیث	۲۹۷
۲۸۰	خمر کی حقیقت میں مذاہب فقہاء	۲۹۸
۲۸۱	خمر کا بعینہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا	۲۹۹
۲۸۲	جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو' اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز	۲۹۹
۲۸۳	جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	۳۰۰
۲۸۴	انگریزی دواؤں اور پرفیوم کا شرعی حکم	۳۰۰
۲۸۵	شراب نوشی پر وعید کی احادیث	۳۰۳
۲۸۶	خمر کی حد کا بیان	۳۰۴
۲۸۷	بھنگ اور افیون کا شرعی حکم	۳۰۴
۲۸۸	سکون آور دواؤں کا شرعی حکم	۳۰۵
۲۸۹	تمباکو نوشی کا شرعی حکم	۳۰۵
۲۹۰	جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان	۳۰۵
۲۹۱	معمہ' لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم	۳۰۶
۲۹۲	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر	۳۰۶
۲۹۳	چوسر اور شطرنج کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۰۷
۲۹۴	کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت	۳۰۸
۲۹۵	شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۳۰۹
۲۹۶	انصاب اور ازلام کی تفسیر	۳۱۰
۲۹۷	شان نزول کا بیان	۳۱۲
۲۹۸	تحریم خمر کی تاریخ	۳۱۲
۲۹۹	اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجیہات	۳۱۳
۳۰۰	یایھا الذین امنوا لیبلونکم اللہ بشئی (۹۶۔۔۔۔۹۴)	۳۱۴
۳۰۱	شان نزول اور مناسبت	۳۱۵
۳۰۲	"تاکہ اللہ یہ جان لے" کی توجیہات	۳۱۵
۳۰۳	حالت احرام میں شکار کرنے کی سزا	۳۱۶
۳۰۴	خشکی کے جانوروں کے قتل کی ممانعت سے پانچ فاسق جانوروں کا استثناء	۳۱۶
۳۰۵	کھیتوں کے کوے کے علاوہ ہر کوے کو قتل کرنے کا حکم	۳۱۷
۳۰۶	تین صورتوں میں محرم کے لیے شکاری جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت	۳۱۷
۳۰۷	محرم عمداً قتل کرے یا خطاءً ہر صورت میں اس پر ضمان کا وجوب	۳۱۸
۳۰۸	شکار کی تعریف	۳۱۸
۳۰۹	شکار پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمان کے لزوم میں مذاہب ائمہ	۳۱۸
۳۱۰	شکار کی جزاء میں اس کی مثل صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟	۳۲۰
۳۱۱	جزاء میں اختیار منصفوں کی طرف راجع ہے یا محرم کی طرف؟	۳۲۱
۳۱۲	طعام کا صدقہ مکہ میں کرنا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی جائز ہے؟	۳۲۲
۳۱۳	دوسری بار شکار کو مارنے سے جزاء لازم ہوگی یا نہیں؟	۳۲۲
۳۱۴	اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے؟	۳۲۲
۳۱۵	سمندری شکار کی تعریف اور اس میں مذاہب ائمہ	۳۲۳
۳۱۶	شکار کا گوشت محرم کے لیے ناجائز ہونے کے متعلق احادیث	۳۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۷	محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب ائمہ	۳۲۵
۳۱۸	محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	۳۲۵
۳۱۹	جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیما للناس (۱۰۰----۹۷)	۳۲۷
۳۲۰	مشکل الفاظ کے معنی	۳۲۷
۳۲۱	مناسبت	۳۲۸
۳۲۲	کعبہ اور دیگر شعائر حرم کا لوگوں کے لیے مصلح اور مقوم ہونا	۳۲۸
۳۲۳	کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا فرائض رسالت میں سے نہیں ہے	۳۲۹
۳۲۴	اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بدکاروں کا برابر نہ ہونا	۳۲۹
۳۲۵	یا یھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم (۱۰۴----۱۰۱)	۳۳۰
۳۲۶	نبی ﷺ سے سوالات کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۳۳۱
۳۲۷	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات	۳۳۲
۳۲۸	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے محامل	۳۳۳
۳۲۹	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق قرآن مجید کی ایات	۳۳۴
۳۳۰	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث	۳۳۵
۳۳۱	مشکل سوالات اور بجھارت ڈالنے کی ممانعت	۳۳۶
۳۳۲	سوالات کرنے کے جائز اور ناجائز مواقع	۳۳۷
۳۳۳	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے پچھلی امتوں کا ہلاک ہونا	۳۳۷
۳۳۴	البحیرہ کا معنی	۳۳۸
۳۳۵	السائبہ کا معنی	۳۳۸
۳۳۶	الوصیلہ کا معنی	۳۳۹
۳۳۷	الحامی کا معنی	۳۳۹
۳۳۸	بحیرہ اور سائبہ وغیرھا کے متعلق احادیث	۳۳۹
۳۳۹	ایصال ثواب کے لیے نامزد جانوروں کا حلال اور طیب ہونا	۳۴۰
۳۴۰	بحیرہ وغیرہ کی تحریم کا خلاف عقل ہونا	۳۴۱
۳۴۱	تقلید مذموم اور تقلید محمود	۳۴۱
۳۴۲	یا یھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم (۱۰۸----۱۰۵)	۳۴۲
۳۴۳	مناسبت اور شان نزول	۳۴۳
۳۴۴	نجات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ضروری ہونا	۳۴۴
۳۴۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے متعلق احادیث	۳۴۴
۳۴۶	سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے متعلق احادیث	۳۴۵
۳۴۷	سفر میں وصیت کرنے اور غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل	۳۴۶
۳۴۸	سفر میں وصیت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کے دلائل	۳۴۶
۳۴۹	اہل ذمہ کی آپس میں گواہی کے جواز پر امام ابو حنیفہ کے دلائل	۳۴۷
۳۵۰	امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب	۳۴۹
۳۵۱	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا جواز	۳۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵۲	شک اور شبہ کی بناء پر ملزم یا متہم کو قید میں رکھنے کا جواز	۳۵۰
۳۵۳	مجرموں کو قید میں رکھنے کا جواز	۳۵۱
۳۵۴	نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق احادیث	۳۵۱
۳۵۵	نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۳۵۲
۳۵۶	گواہ بنانے کے لیے بعد از نماز وقت کی خصوصیت	۳۵۳
۳۵۷	قسم دلانے اور گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت میں مذاہب	۳۵۴
۳۵۸	صرف اللہ کی ذات کی قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے	۳۵۵
۳۵۹	مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کی توجیہ	۳۵۶
۳۶۰	یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم (۱۰۹---۱۱۱)	۳۵۷
۳۶۱	آیات سابقہ سے مناسبت	۳۵۸
۳۶۲	قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے اس قول کی توجیہات کہ "ہمیں کچھ علم نہیں"	۳۵۸
۳۶۳	اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ	۳۶۱
۳۶۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۳۶۱
۳۶۵	روح القدس کا معنی	۳۶۲
۳۶۶	حیات مسیح اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل	۳۶۲
۳۶۷	کتاب، حکمت اور تورات اور انجیل کا معنی	۳۶۲
۳۶۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندے بنانا، بیماروں کو شفاء دینا اور دیگر معجزات	۳۶۳
۳۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں	۳۶۴
۳۷۰	اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم ھل یستطیع (۱۱۲---۱۱۵)	۳۶۵
۳۷۱	مناسبت اور شان نزول	۳۶۶
۳۷۲	نزول مائدہ کے فرمائشی معجزہ کی توجیہات	۳۶۶
۳۷۳	عام آدمی کی نظر اور نبی کی نظر	۳۶۷
۳۷۴	اول اور آخر کے لیے عید ہونے کا معنی	۳۶۸
۳۷۵	بنو اسرائیل پر نازل ہونے والے طعام کا خوان	۳۶۸
۳۷۶	میلاد رسول ﷺ	۳۶۹
۳۷۷	محفل میلاد کا بدعت حسنہ ہونا	۳۶۹
۳۷۸	نزول مائدہ کی کیفیت کی تحقیق	۳۷۱
۳۷۹	دستر خوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم	۳۷۲
۳۸۰	واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت (۱۱۶---۱۲۰)	۳۷۲
۳۸۱	اس اشکال کا جواب کہ عیسائی تو حضرت مریم کو خدا نہیں کہتے اور اللہ کی الوہیت کی نفی نہیں کرتے	۳۷۶
۳۸۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی برأت کرنا	۳۷۷
۳۸۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ایک اشکال کا جواب	۳۷۷
۳۸۴	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کی شفاعت کی	۳۷۸
۳۸۵	العزیز الحکیم اور الغفور الرحیم کا فرق	۳۷۹
۳۸۶	فساق مومنین کے لیے نبی ﷺ کی شفاعت	۳۷۹
۳۸۷	سچ بولنے کا فائدہ صرف آخرت میں کیوں ہوگا؟	۳۸۰
۳۸۸	اللہ کی عظمت و جبروت کے ذکر پر سورت کا اختتام	۳۸۱
۳۸۹	شریعت اور حقیقت کی طرف اشارہ	۳۸۱
۳۹۰	تمام مضامین سورت کی دلیل	۳۸۱
۳۹۱	اختتامی کلمات	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الانعام	۳۸۳
۳۹۲	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	۳۸۶
۳۹۳	سورۃ الانعام سے مدنی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث	۳۸۶
۳۹۴	سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۸۷
۳۹۵	سورۃ الانعام کا موضوع	۳۸۸
۳۹۶	سورۃ الانعام کے مضامین	۳۸۹
۳۹۷	الحمد للہ الذی خلق السموت والارض (۶----۱)	۳۹۰
۳۹۸	حمد، مدح اور شکر کا فرق	۳۹۲
۳۹۹	تمام تعریفوں کا اللہ کے ساتھ مختص ہونا	۳۹۲
۴۰۰	عالم کبیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۳
۴۰۱	کفار کی احسان فراموشی	۳۹۳
۴۰۲	عالم صغیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۴
۴۰۳	دو اجلوں کی تفسیریں	۳۹۵
۴۰۴	اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل	۳۹۶
۴۰۵	کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر بالرسول کی مذمت	۳۹۶
۴۰۶	ربط آیات اور خلاصہ مضمون	۳۹۷
۴۰۷	قرن کی تحقیق	۳۹۸
۴۰۸	بعض سوالوں کے جوابات	۳۹۸
۴۰۹	ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ (۱۰----۷)	۳۹۹
۴۱۰	ربط آیات اور شان نزول	۳۹۹
۴۱۱	کفار کے انکار کا حقیقی سبب	۴۰۰
۴۱۲	کفار کے مطالبہ کے باوجود نبی ﷺ کے ساتھ فرشتے کو نہ بھیجنے کی حکمت	۴۰۰
۴۱۳	نبی ﷺ پر طعن اور استہزاء کرنے والوں کی سزا	۴۰۱
۴۱۴	قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان (۱۸----۱۱)	۴۰۲
۴۱۵	الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل	۴۰۴
۴۱۶	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۴۰۴
۴۱۷	مغفرت، نجات اور دخول جنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، نہ کہ اعمال	۴۰۸
۴۱۸	اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول جنت کی تحقیق	۴۱۰
۴۱۹	حقیقی حاجت روا، کارساز اور مستعان صرف اللہ تعالیٰ ہے	۴۱۱
۴۲۰	انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں	۴۱۳
۴۲۱	قل ای شیء اکبر شہادۃ قل اللہ (۲۰----۱۹)	۴۱۵
۴۲۲	ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی گئی	۴۱۵
۴۲۳	اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	۴۱۷
۴۲۴	کفار کے اخروی نقصان کا معنی	۴۱۸
۴۲۵	ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا (۲۶----۲۱)	۴۱۹
۴۲۶	یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۲۷	روز قیامت مشرکین کی ناکامی اور نامرادی	۴۲۰
۴۲۸	شان نزول	۴۲۲
۴۲۹	کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات	۴۲۳
۴۳۰	ایمان ابو طالب کی تحقیق	۴۲۴
۴۳۱	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث	۴۲۵
۴۳۲	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مفسرین کے مذاہب کی تصریحات	۴۲۷
۴۳۳	ابو طالب کے ایمان کے متعلق مصنف کا نظریہ	۴۲۹
۴۳۴	ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا (۳۰----۲۷)	۴۲۹
۴۳۵	قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت	۴۳۰
۴۳۶	قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ (۳۷----۳۱)	۴۳۱
۴۳۷	منکرین قیامت کے خسارہ کا بیان	۴۳۳
۴۳۸	روز قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی توجیہ	۴۳۳
۴۳۹	آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط	۴۳۵
۴۴۰	دنیا کی زندگی کو لہو و لعب قرار دینے کی وجوہات	۴۳۵
۴۴۱	دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث	۴۳۶
۴۴۲	نیکی کی راہ میں صرف کرنے کی نیت سے مال دنیا کا استحسان	۴۳۸
۴۴۳	دنیا کی محبت مطلقاً مذموم نہیں ہے	۴۴۰
۴۴۴	لہو و لعب کے معنی کی تحقیق	۴۴۱
۴۴۵	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام	۴۴۲
۴۴۶	شان نزول اور مناسبت	۴۴۴
۴۴۷	نبی ﷺ کی تسلی کی آیات	۴۴۵
۴۴۸	شان نزول	۴۴۶
۴۴۹	زمین میں سرنگ بنانے اور آسمان پر سیڑھی لگانے کے معانی اور توجیہات	۴۴۶
۴۵۰	معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟	۴۴۷
۴۵۱	جبراً ہدایت نہ دینے کی حکمت	۴۴۸
۴۵۲	کفار کو مردہ فرمانے کی توجیہ	۴۴۸
۴۵۳	کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب	۴۴۹
۴۵۴	وما من دابۃ فی الارض ولا طیر یطیر (۴۱----۳۸)	۴۵۰
۴۵۵	آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط	۴۵۱
۴۵۶	جانوروں کے حساب اور قصاص کے متعلق احادیث	۴۵۱
۴۵۷	حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجوہ	۴۵۲
۴۵۸	رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا محمل	۴۵۳
۴۵۹	لوح محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے	۴۵۴
۴۶۰	قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے	۴۵۴
۴۶۱	سنت کی حجیت پر دلائل	۴۵۵
۴۶۲	آثار صحابہ کی حجیت پر دلائل	۴۵۶
۴۶۳	اجماع کی حجیت پر دلائل	۴۵۶
۴۶۴	قیاس کی حجیت پر دلائل	۴۵۷
۴۶۵	قرآن مجید میں ہر چیز کے ذکر ہونے پر دلائل	۴۵۸
۴۶۶	قرآن مجید میں صرف ہدایت کے مذکور ہونے پر دلائل	۴۵۹
۴۶۷	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند مفسرین کا نظریہ	۴۶۰
۴۶۸	اللہ تعالیٰ کے گمراہی اور ہدایت پیدا کرنے کی توجیہ	۴۶۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۶۹	مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے	۴۶۵
۴۷۰	ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذنھم (۵۰----۴۲)	۴۶۶
۴۷۱	مصیبتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں	۴۶۸
۴۷۲	گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے استدراج اور ڈھیل ہے	۴۶۸
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۴۷۰
۴۷۴	کافروں کے عمومی عذاب میں' آیا مومن بھی مبتلا ہوں گے یا نہیں؟	۴۷۰
۴۷۵	انبیاء علیہم السلام کا مقرر شدہ کام	۴۷۱
۴۷۶	نبی ﷺ سے قدرت' علم غیب اور فرشتہ ہونے کی نفی	۴۷۲
۴۷۷	نبی ﷺ سے قدرت اور علم غیب کی نفی کا محمل	۴۷۲
۴۷۸	علماء دیوبند کے نزدیک علم غیب کی نفی کا محمل	۴۷۳
۴۷۹	نبی ﷺ کے لیے علم غیب کا ثبوت	۴۷۴
۴۸۰	نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز	۴۷۵
۴۸۱	نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسلک	۴۷۵
۴۸۲	کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے منافی ہے؟	۴۷۶
۴۸۳	نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل	۴۷۶
۴۸۴	صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل	۴۷۷
۴۸۵	آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے	۴۷۸
۴۸۶	اجتہاد کی تعریف	۴۷۸
۴۸۷	نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب	۴۷۸
۴۸۸	نبی ﷺ کے اجتہاد کے عدم جواز کے قائلین	۴۷۹
۴۸۹	نبی ﷺ کے اجتہاد کے جواز کے قائلین	۴۷۹
۴۹۰	نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق توقف کے قائلین	۴۷۹
۴۹۱	نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء	۴۸۰
۴۹۲	نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث	۴۸۱
۴۹۳	وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم (۵۵----۵۱)	۴۸۳
۴۹۴	کافروں اور مسلمانوں کو ڈرانے کے الگ الگ محمل	۴۸۴
۴۹۵	مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینی کی بناء پر مجلس سے اٹھانے کی ممانعت	۴۸۵
۴۹۶	صبح و شام اخلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت	۴۸۶
۴۹۷	مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت	۴۸۶
۴۹۸	نبی ﷺ کو منع کرنا در اصل امت کے لیے تعریض ہے	۴۸۷
۴۹۹	نبی ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب	۴۸۷
۵۰۰	بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا	۴۸۹
۵۰۱	شان نزول میں متعدد اقوال	۴۹۰
۵۰۲	اولیاء اللہ کی تعظیم کی تاکید	۴۹۰
۵۰۳	جہالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی کی وضاحت	۴۹۱
۵۰۴	مجرموں کے طریقے کو بیان کرنے کی حکمت	۴۹۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰۵	قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ (۶۰۔۔۔۔۵۶)	۴۹۲
۵۰۶	بتوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا	۴۹۳
۵۰۷	غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا فرق	۴۹۳
۵۰۸	کفار کے مطالبے کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	۴۹۵
۵۰۹	زیر بحث آیت کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	۴۹۵
۵۱۰	مفاتح الغیب کی تفسیر میں بعض علماء کی لغزش	۴۹۶
۵۱۱	مفاتح الغیب کی تفسیر میں احادیث اور آثار	۴۹۷
۵۱۲	مفاتح الغیب کی تفسیر میں علماء کے نظریات	۴۹۸
۵۱۳	آیا نبی ﷺ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں یا غیب کا علم بھی دیا گیا ہے؟	۴۹۹
۵۱۴	اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں فرق	۵۰۰
۵۱۵	لوح محفوظ کا بیان	۵۰۱
۵۱۶	نیند کا وفات صغریٰ ہونا	۵۰۲
۵۱۷	وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ (۶۷۔۔۔۔۶۱)	۵۰۳
۵۱۸	اللہ تعالیٰ کے قہر کا معنی	۵۰۴
۵۱۹	کراماً کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض	۵۰۵
۵۲۰	کراماً کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیت	۵۰۵
۵۲۱	کراماً کاتبین کے فرائض اور وظائف کے متعلق احادیث	۵۰۶
۵۲۲	آیا دل کی باتوں کو کراماً کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟	۵۰۷
۵۲۳	اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں	۵۰۹
۵۲۴	اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت کی وضاحت	۵۰۹
۵۲۵	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت	۵۱۰
۵۲۶	اللہ تعالیٰ کے مولیٰ اور حق ہونے کا معنی	۵۱۱
۵۲۷	روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر امام رازی کے دلائل	۵۱۱
۵۲۸	امام رازی کے دلائل پر بحث و نظر	۵۱۲
۵۲۹	جسم سے پہلے روح کے پیدا ہونے پر دلائل اور بحث و نظر	۵۱۳
۵۳۰	قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان	۵۱۶
۵۳۱	حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۱۶
۵۳۲	حساب کی کیفیت کے متعلق احادیث	۵۱۷
۵۳۳	حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہ، تابعین اور علماء کے نظریات	۵۲۰
۵۳۴	نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب لیا جائے گا؟	۵۲۱
۵۳۵	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ	۵۲۱
۵۳۶	مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بھول جانے پر ملامت	۵۲۲
۵۳۷	اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے عذاب کی اقسام	۵۲۳
۵۳۸	امت کے اختلاف اور لڑائیوں سے نجات کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو منع فرمانا	۵۲۴
۵۳۹	فقہ کا لغوی معنی اور اصطلاحی معنی	۵۲۶
۵۴۰	واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم (۷۰۔۔۔۔۶۸)	۵۲۷
۵۴۱	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت	۵۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۴۲	شیطان کے لیے نبی ﷺ کو نسیان میں مبتلا کرنا ممکن نہیں	۵۲۹
۵۴۳	قرآن اور سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کا نسیان	۵۳۰
۵۴۴	نبی ﷺ کے سہو اور نسیان کے متعلق فقہاء اور محدثین کا موقف	۵۳۱
۵۴۵	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن' سنت اور آثار سے تصریحات	۵۳۳
۵۴۶	اہل بدعت کے مصداق	۵۳۵
۵۴۷	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق فقہاء کی تصریحات	۵۳۶
۵۴۸	احتجاجاً واک آؤٹ کرنے کی اصل	۵۳۷
۵۴۹	بسل کا معنی	۵۳۷
۵۵۰	بت پرستی کا لہو و لعب ہونا	۵۳۸
۵۵۱	قل اندعوا من دون اللہ مالا ینفعنا (۷۱---۷۳)	۵۳۹
۵۵۲	گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثال	۵۴۰
۵۵۳	آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	۵۴۱
۵۵۴	قرآن اور احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان	۵۴۱
۵۵۵	واذ قال ابراھیم لابیہ ازر اتتخذ اصناما الھۃ (۷۴---۸۳)	۵۵۰
۵۵۶	آیات سابقہ سے مناسبت	۵۵۱
۵۵۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام' نسب اور تاریخ پیدائش	۵۵۲
۵۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات	۵۵۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۵۹	آزر کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال	۵۵۳
۵۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آزر!	۵۵۴
۵۶۱	آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہنے کی توجیہ	۵۵۴
۵۶۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مومن ہونے کی دلیل	۵۵۵
۵۶۳	قیامت کے دن آزر کو باپ کہنے کی توجیہ	۵۵۷
۵۶۴	نبی ﷺ کے تمام آباء کرام کے مومن ہونے پر دلیل	۵۵۸
۵۶۵	موحدین اور عابدین سے زمین کبھی خالی نہیں رہی	۵۵۸
۵۶۶	رسول اللہ ﷺ کے تمام آباء کرام کا اپنے اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور بہتر ہونا	۵۵۹
۵۶۷	ابوین کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر پر بحث و نظر	۵۶۲
۵۶۸	ابوین کریمین کے ایمان کے متعلق امام رازی کا صحیح موقف	۵۶۳
۵۶۹	ابوین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر	۵۶۴
۵۷۰	بتوں کی پرستش کا کھلی ہوئی گمراہی ہونا	۵۶۵
۵۷۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا مصداق	۵۶۵
۵۷۲	ستارے' چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا	۵۶۷
۵۷۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو "ھذا ربی" کہنا شک کی بناء پر نہیں تھا	۵۶۷
۵۷۴	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	۵۶۸
۵۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ	۵۶۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۷۶	اس مباحثہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	۵۶۹
۵۷۷	وتلک حجتنا اتینها ابراهیم علی قومه (۹۰----۸۳)	۵۶۹
۵۷۸	مسلمانوں پر مصائب نازل ہونے کی وجوہات	۵۷۱
۸۷۹	انبیاء علیہم السلام ' علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی	۵۷۲
۵۸۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تسلسل	۵۷۲
۵۸۱	حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ	۵۷۳
۵۸۲	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	۵۷۴
۵۸۳	نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۷۴
۵۸۴	حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق	۵۷۶
۵۸۵	انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت	۵۷۷
۵۸۶	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	۵۷۸
۵۸۷	اللہ تعالیٰ کی ہدایت	۵۷۹
۵۸۸	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	۵۸۰
۵۸۹	وما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله (۹۴----۹۱)	۵۸۱
۵۹۰	مناسبت اور شان نزول	۵۸۳
۵۹۱	تورات میں تحریف کے متعلق امام رازی کا موقف اور بحث و نظر	۵۸۴
۵۹۲	آیت مذکورہ کا منسوخ نہ ہونا	۵۸۴
۵۹۳	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر ناشناسی	۵۸۵
۵۹۴	قرآن مجید کی خیر اور برکت	۵۸۸
۵۹۵	قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہونا	۵۸۹
۵۹۶	مکہ مکرمہ کا ام القریٰ ہونا	۵۸۹
۵۹۷	نبی ﷺ کی عمومی بعثت پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب	۵۹۰
۵۹۸	آخرت پر ایمان نبی ﷺ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے	۵۹۰
۵۹۹	تمام عبادات میں نماز کی اہمیت	۵۹۱
۶۰۰	تارک نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۹۲
۶۰۱	مناسبت اور شان نزول	۵۹۳
۶۰۲	مسیلمہ اور اسود العنسی کے احوال	۵۹۳
۶۰۳	معرفت کے جھوٹے دعویٰ داروں کا رد اور ابطال	۵۹۵
۶۰۴	حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال	۵۹۶
۶۰۵	کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت	۵۹۷
۶۰۶	مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی	۵۹۹
۶۰۷	ان الله فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت (۱۰۰----۹۸)	۵۹۹
۶۰۸	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۱
۶۰۹	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۲
۶۱۰	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۳
۶۱۱	تمام انسان نسلاً "برابر ہیں	۶۰۴
۶۱۲	مستقر اور مستودع کا معنی	۶۰۴
۶۱۳	سابقہ آیات سے ارتباط	۶۰۵
۶۱۴	کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا	۶۰۵
۶۱۵	کھجور ' انگور ' زیتون اور انار کے خواص	۶۰۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٦١٦	پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود باری پر استدلال	٦٠٨
٦١٧	توڑے بغیر پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کا عدم جواز	٦٠٨
٦١٨	باغوں میں پھلوں کی مروجہ بیع کے جواز کی صورتیں	٦٠٩
٦١٩	مشرکین کے اپنے شرکاء کے متعلق نظریات اور ان کے فرقے	٦١٠
٦٢٠	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونے پر دلائل	٦١٠
٦٢١	بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد (١٠١----١١٠)	٦١١
٦٢٢	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دلائل سے رد	٦١٣
٦٢٣	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	٦١٤
٦٢٣	رویت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	٦١٦
٦٢٤	منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات	٦١٦
٦٢٥	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	٦١٨
٦٢٦	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	٦١٨
٦٢٧	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات	٦١٩
٦٢٨	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رویت کے جوابات	٦٢١
٦٢٩	کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز آپ کے ذمہ نہیں ہے؟	٦٢٢
٦٣٠	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ	٦٢٢
٦٣١	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	٦٢٣
٦٣٢	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے	٦٢٤
٦٣٣	سد ذرائع کی بناء پر بتوں کو برا کہنے کی ممانعت	٦٢٥
٦٣٤	فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ	٦٢٦
٦٣٥	جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان کا کفر میں کیا قصور ہے؟	٦٢٦
٦٣٦	ولو اننا نزلنا الیہم الملئکۃ و کلمہم الموتی (١١١----١١٧)	٦٢٧
٦٣٧	اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے	٦٢٨
٦٣٨	انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین (سرکشوں) کا ہونا	٦٢٩
٦٣٩	وحی، زخرف القول اور غرور کے معنی	٦٢٩
٦٤٠	شیطان کے وسوسہ اندازی کی تحقیق	٦٣٠
٦٤١	شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمت	٦٣١
٦٤٢	لتصغی کا معنی	٦٣٢
٦٤٣	نبوت کی دو دلیلیں	٦٣٢
٦٤٤	کلمات رب کے صادق اور عادل ہونے کے معانی	٦٣٣
٦٤٥	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے	٦٣٣
٦٤٦	عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں کی تفصیل	٦٣٤
٦٤٧	اتباع ظن کی مذمت کی وضاحت	٦٣٥
٦٤٨	فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مؤمنین (١١٨----١٢١)	٦٣٥
٦٤٩	مکی سورت میں مدنی سورت کے حوالہ کا اشکال اور اس کا جواب	٦٣٧
٦٥٠	تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق	٦٣٧
٦٥١	ظاہر اور پوشیدہ گناہوں کی ممانعت	٦٣٨
٦٥٢	اثم کا معنی	٦٣٨
٦٥٣	اثم کی تعریف اور مصادیق کے متعلق احادیث	٦٣٨
٦٥٤	دل کے افعال پر مواخذہ کے دلائل	٦٣٩

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵۵	جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۴۱
۶۵۶	امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل	۶۴۱
۶۵۷	حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	۶۴۲
۶۵۸	اومن کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ نورا (۱۲۹---۱۲۲)	۶۴۲
۶۵۹	کافر کے مردہ اور مومن کے زندہ ہونے کی مثالیں	۶۴۴
۶۶۰	علم اور جہل کے مراتب	۶۴۵
۶۶۱	کفار اور فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت	۶۴۵
۶۶۲	حصول نبوت کا معیار	۶۴۶
۶۶۳	حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد	۶۴۶
۶۶۴	اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء	۶۴۷
۶۶۵	نبی کی صفات لازمہ	۶۴۷
۶۶۶	اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت	۶۴۸
۶۶۷	جنت کو دار السلام فرمانے کی وجوہات	۶۴۹
۶۶۸	جہنم کے خلود سے استثناء کی توجیہات	۶۵۰
۶۶۹	ظالم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	۶۵۱
۶۷۰	یمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم (۱۳۵---۱۳۰)	۶۵۲
۶۷۱	جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیہات	۶۵۳
۶۷۲	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا' وہاں کے باشندوں کا حکم	۶۵۵
۶۷۳	آیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	۶۵۵
۶۷۴	جنات کے دخول جنت کے متعلق علماء کی آراء	۶۵۶
۶۷۵	مسلمان جنوں کے جنت میں نہ داخل ہونے کے دلائل	۶۵۶
۶۷۶	مسلمان جنوں کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل	۶۵۶
۶۷۷	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کے معنی	۶۵۷
۶۷۸	استغناء اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	۶۵۸
۶۷۹	وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث و الانعام (۱۳۰---۱۳۶)	۶۵۹
۶۸۰	اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے محامل	۶۶۰
۶۸۱	اس تقسیم کی مذمت	۶۶۱
۶۸۲	آیات سابقہ سے ارتباط	۶۶۱
۶۸۳	خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم	۶۶۲
۶۸۴	ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق	۶۶۳
۶۸۵	مشرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور ابطال	۶۶۶
۶۸۶	خود ساختہ شریعت سازی کا رد اور ابطال	۶۶۷
۶۸۷	بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت	۶۸۶
۶۸۸	وھو الذی انشا جنت معروشت (۱۴۳---۱۴۱)	۶۶۹
۶۸۹	مشکل الفاظ کے معانی	۶۷۰
۶۹۰	وجود باری اور توحید پر دلیل	۶۷۰
۶۹۱	فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ؟	۶۷۱
۶۹۲	عشر کے نصاب میں مذاہب فقہاء	۶۷۱
۶۹۳	امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	۶۷۲
۶۹۴	نفلی صدقہ کرنے میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟	۶۷۲
۶۹۵	مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۶۷۴
۶۹۶	مناظرہ اور قیاس کی اصل	۶۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹۷	قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما (۱۴۵---۱۵۰)	۶۷۵
۶۹۸	قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	۶۷۷
۶۹۹	بعض الفاظ کے معنی	۶۷۹
۷۰۰	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۶۷۹
۷۰۱	مشرکین کے شبہات کا جواب	۶۸۰
۷۰۲	جبریہ کا رد اور ابطال	۶۸۱
۷۰۳	قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم (۱۵۱---۱۵۴)	۶۸۱
۷۰۴	اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل	۶۸۳
۷۰۵	شرک کا حرام ہونا	۶۸۳
۷۰۶	والدین کے ساتھ بد سلوکی کا حرام ہونا	۶۸۴
۷۰۷	قتل اولاد کا حرام ہونا	۶۸۵
۷۰۸	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	۶۸۶
۷۰۹	قتل ناحق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام	۶۸۶
۷۱۰	قتل مومن پر وعید	۶۸۸
۷۱۱	یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	۶۸۹
۷۱۲	ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا	۶۹۰
۷۱۳	ناحق بات کا حرام ہونا	۶۹۰
۷۱۴	اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے کا حرام ہونا	۶۹۱
۷۱۵	بدعات سے اجتناب کا حکم	۶۹۱
۷۱۶	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۶۹۲
۷۱۷	وھذا کتاب انزلنہ مبارک فاتبعوہ (۱۵۵---۱۵۹)	۶۹۴
۷۱۸	مشرکین پر اتمام حجت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرمانا	۶۹۵
۷۱۹	قیامت سے پہلے دس نشانیوں کا ظہور	۶۹۶
۷۲۰	فرقہ بندی کی مذمت	۶۹۷
۷۲۱	من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا (۱۶۰---۱۶۵)	۶۹۸
۷۲۲	دس گنا اجر، سات سو گنا اجر اور بے حساب اجر کے محامل	۶۹۹
۷۲۳	نسک کا معنی	۷۰۱
۷۲۴	نماز کا افتتاح انی وجہت سے واجب ہے یا تکبیر سے	۷۰۲
۷۲۵	نبی ﷺ کا اول المسلمین ہونا	۷۰۲
۷۲۶	فتنہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا	۷۰۳
۷۲۷	فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں مذاہب فقہاء	۷۰۳
۷۲۸	برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا	۷۰۴
۷۲۹	کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا اس قاعدہ کے بعض مستثنیات	۷۰۵
۷۳۰	مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محامل	۷۰۶
۷۳۱	مسلمانوں کی آزمائش	۷۰۶
۷۳۲	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان	۷۰۷
۷۳۳	حرف آخر	۷۰۸
۷۳۴	ماخذ و مراجع	۷۰۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوۃ اللہ عن صلوۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القرآن وبین لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القرآن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والاخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ اللھم اجعلنی فی تبیان القرآن علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہ اللھم الق فی قلبی اسرار القرآن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القرآن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القرآن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے۔ جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے نزدیک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوۃ و سلام کا سیدنا محمد پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوۃ بھیجنے والے کی صلوۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا' ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں۔ قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں' تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں' یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے' اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا' اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما' اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لیے کھول دے۔ مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر۔ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقہ سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔ اے اللہ اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لیے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے۔ اس کو قیامت تک کے لیے تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنا دے۔ اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' اور نجات کا وسیلہ بنا اور قیامت تک کے لیے اس کو صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما۔ اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما' کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ الْمَآئِدَةِ

(۵)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المائدہ

سورۃ المائدہ قرآن کی مجید کی ترتیب مصحف کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے۔ قراء **کوفیین** کے نزدیک اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں' ہمارے پاس جو قرآن مجید کے نسخے ہیں' ان میں ایک سو بیس آیتیں ہی لکھی ہوئی ہیں اور **حجازیین** کے نزدیک اس میں ایک سو بائیس آیتیں ہیں اور **بصریین** کے نزدیک اس میں ایک سو تیس آیتیں ہیں۔ یہ اختلاف صرف آیتوں کے گننے کی وجہ سے ہے' ورنہ سب کے نزدیک سورۃ المائدہ کی وہی آیتیں ہیں جو اس میں درج ہیں۔ البتہ! بعض کے نزدیک یہ آیتیں ایک سو بیس ہیں' بعض کے نزدیک ایک سو بائیس اور بعض کے نزدیک ایک سو تیس آیتیں ہیں اور اس میں بالاتفاق سولہ رکوع ہیں۔

نام:

اس سورت کا نام المائدہ ہے کیونکہ اس کی دو آیتوں میں المائدہ (کھانے کا خوان) کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدہ: ١١٢)

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان اتار سکتا ہے۔

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ (المائدہ: ١١٤)

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان نازل فرما' تاکہ (اس کے نزول کا دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید اور تیری طرف سے نشانی ہو جائے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا ہے' اس سورت کا نام سورۃ العقود اور سورۃ المنقذہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ المائدہ اللہ کی ملکوت میں منقذہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے نجات دیتی ہے۔ (التفسیر المنیر' جز ٦' ص ٦٠) ہمیں اس روایت کا ماخذ نہیں مل سکا۔

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ مائدہ کو پڑھا' اس کو دس نیکیوں کا اجر دیا جائے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں گے اور یہ درجات ہر متنفس یہودی اور نصرانی کے عدد کے برابر ہوں گے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' یہ موضوع ہے۔ امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو حضرت ابی کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے۔ یہ موضوع ہے۔

(عنایۃ القاضی' ج ۳' ص ۳۰۷' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

زمانہ نزول

سورۃ المائدہ مدنی ہے۔ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی بعض آیتیں حدیبیہ سے لوٹتے وقت مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت کی ابتداء میں عمرہ اور حج کے آداب اور احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ٦ھ میں رسول اللہ ﷺ چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے' جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ وہ گاؤں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس مقام پر کفار نے مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا اور حسب ذیل شرائط پر صلح کی:

۱- مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲- اگلے سال عمرہ کرنے آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

۳- ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلوار ساتھ لائیں' وہ بھی نیام میں ہو اور نیام بھی تھیلے میں ہو۔

۴- مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں' ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵- کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے' لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

٦- قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں' معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۶۹۹' ۲۷۰۰' ۲۷۰۱' صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۸۴' ۱۷۸۳' سبل الھدیٰ والرشاد' ج ۵' ص ۵۲-۵۱)

سات ہجری کو مسلمانوں نے عمرۃ القضاء کیا اور نو ہجری میں مسلمان فرضیت حج کے بعد پہلی بار حضرت ابوبکر کی قیادت میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو عمرہ اور حج کے آداب اور احکام بتائے جاتے۔ کافروں کے بہت سے قبائل مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں سے گزر کر حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔ اس لیے یہ ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافروں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے اور زیارت بیت اللہ سے روک دیا تھا' کہیں مسلمان بھی کافروں کو زیارت حرم سے نہ روک دیں۔ اس لیے ان کو اس معاملہ میں بھی ہدایت دینی تھی۔ سورۃ المائدہ کی ابتدائی آیات میں اسی نوع کا مضمون بیان فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو' تمہارے لیے ہر قسم کے چارپاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا' لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا' بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو' اور نہ حرمت والے مہینہ کی' اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی' اور نہ ان

Marfat.com

جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں' اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا' تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو۔ اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو' اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (المائدہ: ٢-١)

ان آیات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ المائدہ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی' اس کی بعض آیات حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں۔ اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے' آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ: ٣) حضرت عمر نے فرمایا ہمیں معلوم ہے وہ کون سے دن نازل ہوئی تھی؟ اور کس مقام پر نازل ہوئی تھی؟ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مقام عرفات میں نازل ہوئی تھی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔

(صحیح بخاری' ج ا' رقم الحدیث: ٤٥' صحیح مسلم ج ٤' رقم الحدیث: ٣٠١٧' سنن ترمذی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٠٥٤' سنن نسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٠٠٢' سنن کبریٰ للنسائی' ج ٦' رقم الحدیث: ١١١٣٧' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ٥' ص ١١٨)

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کو پڑھا "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" اور ان کے پاس ایک یہودی تھا۔ اس نے کہا' اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور حدیث ابن عباس صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٠٥٤' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "میرے نزدیک امام بخاری نے اس حدیث میں اشارہ پر اکتفاء کیا ہے' ورنہ امام اسحٰق کی قبیصہ سے روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ روایت جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے اور الحمد للہ! یہ دونوں دن ہمارے لیے عید ہیں اور اسی طرح امام ترمذی کی آیت میں ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن عید ہیں"۔ (فتح الباری' ج ا' ص ١٠٥' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ١٤٠١ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ بیان کرتے ہیں "امام احمد اور امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے اپنی "سنن" میں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آخری سورت جو نازل ہوئی' وہ سورۃ المائدہ اور سورۃ الفتح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی "مسند" میں' امام بغوی نے اپنی "معجم" میں' امام ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ام عمرو بنت عبس سے اور انہوں نے اپنے عم محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے تو سورۃ المائدہ نازل ہوئی اور اس کے ثقل سے آپ کی اونٹنی عضباء کا شانہ ٹوٹ گیا۔

Marfat.com

امام ابو عبید نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان حجۃ الوداع میں سورۃ المائدہ نازل ہوئی' اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے' اس کا شانہ ٹوٹ گیا' اور نبی ﷺ اس سے اتر گئے۔

امام سعید بن منصور اور امام ابن المنذر نے ابو میسرہ سے روایت کیا ہے کہ جو سورت آخر میں نازل ہوئی' وہ المائدہ ہے اور اس میں سترہ فرائض ہیں۔

امام فریابی اور امام ابن المنذر نے ابو میسرہ سے روایت کیا ہے کہ المائدہ میں اٹھارہ ایسے فرائض ہیں جو کسی اور سورت میں نہیں ہیں' اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

امام احمد' امام نسائی' امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا' اے جبیر! کیا تم المائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے کہا' ہاں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آخری سورت نازل ہوئی ہے۔ اس میں جو حلال ہے' تم اس کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام ہے' تم اس کو حرام سمجھو۔ (الدر المنثور' ج ۲' ص ۲۵۲' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی' ایران)

ان احادیث کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یعنی ۷ھ سے لے کر ۱۰ھ تک سورۃ المائدہ کے نزول کا زمانہ ہے۔

سورۃ النساء اور المائدہ میں ارتباط اور مناسبت

سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ دونوں میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ' منافقین اور مشرکین کے اعتراضوں کے جوابات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے باطل عقائد اور نظریات کا رد کیا گیا ہے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کو ثابت فرمایا ہے۔

ان دونوں سورتوں میں عقود اور عہود کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء میں عقد نکاح' عقد امانت' عقد وصیت' عقد وکالت اور عقد اجارہ کو پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور سورۃ النساء کی ابتداء عقد کو پورا کرنے کے حکم سے کی گئی ہے۔

سورۃ النساء میں تحریم خمر (انگوری شراب) کی تمہید بیان کی تھی اور سورۃ المائدہ میں قطعی طور پر خمر کو حرام قرار دیا ہے۔

جس طرح سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دونوں سورتوں میں توحید اور رسالت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں مسائل فرعیہ اور احکام شرعیہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

وضو اور تیمم کے احکام ان دونوں سورتوں میں مشترک ہیں۔ سورۃ النساء میں پاک دامن مسلمان عورتوں سے نکاح کے احکام بیان فرمائے ہیں اور سورۃ المائدہ میں پاک دامن اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے احکام بیان کیے ہیں اور عدل و انصاف کرنے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم ان دونوں سورتوں میں ہے۔

سورۃ المائدہ کھانے پینے' شکار' احرام' چوروں اور ڈاکوؤں کی حد اور کفارۂ قسم کے احکام میں منفرد ہے۔ جیسے سورۃ النساء خواتین کے حقوق' وراثت اور قصاص کے احکام میں منفرد ہے۔

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ

اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کو پورا کرنے کا حکم' حرمت والے مہینوں اور تمام شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم' حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت' جن چیزوں کا کھانا حرام ہے' ان کا بیان' شکاری جانوروں کی تربیت اور آداب کا ضابطہ۔ اہل کتاب کے کھانوں اور ان کی عورتوں سے نکاح کے احکام۔ (المائدہ: ۵-۱)

وضو کی فرضیت کا بیان' حالت عذر میں تیمم کا حکم' مسلمانوں کو کفار کے شر اور فساد کے باوجود عدل و انصاف پر قائم رہنے کا

Marfat.com

حکم' بنو اسرائیل سے اتباع شریعت کے عہد و میثاق لینے کا بیان اور اس عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کا لعنتی ہونا۔

(المائدہ: ۱۳-۶)

نصاریٰ سے میثاق لینے کا ذکر اور میثاق پورا نہ کرنے پر ان کے عذاب کا بیان' اھل کتاب کو دعوت اسلام' یہود اور نصاریٰ کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ بنو اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا بیان' فتح و نصرت کی بشارت کے ساتھ ان کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم اور ان کی نافرمانی اور بزدلی کی سزا میں ان کا چالیس سال تک صحرا میں بھٹکنا۔

(المائدہ: ۲۶-۱۴)

قابیل کا ھابیل کو قتل کرنا' ایک انسان کا قاتل تمام انسانوں کا قاتل ہے' ڈاکوؤں کی حد' مسلمانوں کو اتباع شریعت کا حکم' چوری کی حد' نبی ﷺ کی عدالت سے گریز کرنے کے لیے یہود کی سازشوں کا بیان اور ان کا رد۔ (المائدہ: ۴۵-۲۷)

نصاریٰ کو ان کا عہد یاد دلانا' قرآن مجید کا قول فیصل ہونا' اہل کتاب اگر اپنی بدعات سے باز نہیں آتے تو انہیں ان کے حال پر چھوڑنا' مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانے کا حکم' یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی بنا پر منافقوں کو زجر و توبیخ' اللہ کو منافقوں کی کوئی پرواہ نہیں' خواہ وہ مرتد ہو جائیں۔ (المائدہ: ۵۶-۴۶)

یہود کو دوست بنانے پر منافقوں کو سرزنش' یہود کی دھوکہ بازی اور ان کے علماء کی بے حمیتی پر سرزنش' یہود کے اللہ پر طنز کا جواب' یہود کا جنگ کی آگ بھڑکاتے رہنے کا بیان' اھل کتاب کو دعوت اسلام' یہود کا اللہ سے عہد و میثاق کرنے کے بعد اس کے خلاف کرنا اور نبیوں کو قتل کرنا۔ (المائدہ: ۷۱-۵۷)

نصاریٰ کے عقیدہ حلول اور تثلیث کا کفر ہونا' حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا صحیح مرتبہ' بنو اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت مسیح کا لعنت کرنا' اسلام دشمنی میں یہود' مشرکین قریش اور نصاریٰ کے مزاج کا فرق' عیسائیوں میں سے حق پرستوں کی تحسین۔ (المائدہ: ۸۶-۷۲)

از خود کسی حلال چیز کو حرام کرنے کی ممانعت' عہد پورا کرنے کی تاکید' قسم کے کفارہ کا بیان' شراب' جوئے' بت اور فال نکالنے کے تیروں کے حرام ہونے کا بیان' حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت' بلاضرورت سوال کرنے سے منع کرنا' بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام وغیرہ کو کفار کے حرام کہنے کی مذمت کرنا اور کفار جو اپنے آباء کی اندھی تقلید کرتے تھے' اس کا رد کرنا۔

(المائدہ: ۱۰۸-۸۷)

سفر میں وصیت پر گواہ مقرر کرنے کی ہدایت' گواہی کے آداب اور احکام' قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصاً اپنی امت کو تبلیغ کرنے کا بیان' حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا حضرت عیسیٰ سے نزول مائدہ (کھانے کا خوان) کی درخواست کرنا اور ان کے لیے آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا۔ عیسائیوں کے اہنیت مسیح کے عقیدے سے حضرت عیسیٰ کا بیزار ہونا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گنہ گاروں کی شفاعت کرنا' اور اللہ کی عظمت اور کبریائی کا بیان۔

(المائدہ: ۱۲۰-۱۰۹)

سورۃ المائدہ کا اجمالی خاکہ بیان کرنے کے بعد میں اللہ کی توفیق اور اعانت سے سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع کرتا ہوں۔ اللہ العالمین! مجھے اس تفسیر میں ہدایت پر برقرار رکھنا اور خطاؤں اور لغزشوں سے بچانا۔ اس تفسیر کو اختتام تک پہنچانا' اسے اپنی اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی بارگاہ میں اور مسلمانوں کے نزدیک مقبول بنانا اور اس کو قیامت تک فیض آفریں اور نفع آور رکھنا اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنانا اور محض اپنے فضل سے مجھے بخش دینا۔ آمین یا رب

Marfat.com

العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد قائد الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ افضل الصلوات واکمل التحیات الی یوم الدین۔

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ المائدہ مدنی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ

کیے گئے ہیں، ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آیندہ تلاوت کیا جائے گا لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا، بے شک

اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ

اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی

اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ

نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی، اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے

الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا

پڑے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں، اور جب

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ

تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو، اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ

میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے

المنزل الثانی ۲

وقف لازم

Marfat.com

التَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

کی مدد کرو ، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ،

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۲

بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے عقود (عہدوں) کو پورا کرو

عقود کا لغوی اور عرفی معنی

عقود عقد کی جمع ہے۔ عقد کا معنی ہے کسی چیز کو پختگی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا' یا ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ گرہ باندھنا' عہد کا معنی ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور عقد کا معنی ہے پختگی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا' یعنی اس لزوم کو ماننا' اور عقود سے مراد وہ عہود ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان کیے گئے' یا وہ عہود ہیں جو بندوں نے آپس میں عقد بیع اور عقد نکاح وغیرہ کے ساتھ کیے' یا جو لوگوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے عہد کیے' یا جس چیز پر حلف اٹھا کر عہد کیا۔

عقود کا شرعی معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو" اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اس کے احکام اور اس کے افعال کو ماننے اور قبول کرنے کا نام ایمان ہے' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان والے اس کے تمام احکام پر عمل کریں اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے' ان سے باز رہیں۔ لہٰذا جو شخص ایمان لاتا ہے' اس کا ایمان اس عقد اور عہد کو متضمن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجالائے گا' تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم نے اللہ پر ایمان لا کر جس عقد کا التزام کر لیا ہے' اس کو پورا کرو۔

اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں' اس کی اطاعت کریں' جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے' ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے' ان کو حرام قرار دیں۔

ابن زید اور زید بن اسلم نے کہا اس سے مراد وہ عقد اور عہد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً قسم کھا کر معاہدہ کرنا' عقد نکاح اور عقد بیع وغیرہ

مجاہد نے بیان کیا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے کرتے تھے

قتادہ نے کہا "اس سے مراد وہ عقود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تورات اور انجیل میں لیے تھے کہ وہ نبی ﷺ کی تصدیق کریں گے اور آپ کی کتاب پر ایمان لائیں گے"۔

(جامع البیان' ج ۶' ص ۶۶-۶۴' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عقود کی اقسام

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عقد کی تین قسمیں ہیں:

Marfat.com

(١) اللہ اور بندہ کے درمیان عقد

(٢) بندہ اور اس کے نفس کے درمیان عقد

(٣) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ عقد۔

جو عقد اللہ اور بندہ کے درمیان ہے اس کا موجب عقل ہے یا شرع ہے۔ عقل سے مراد یا تو بداہت عقل ہے کیونکہ انسان کی عقل میں اللہ تعالیٰ نے ایسا نور رکھا ہے جس سے انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور یا عقل سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق میں غور و فکر کرے تو ہر چیز کا ایک نظم اور ضبط کے ساتھ کام کرنا اور نظام کائنات میں کسی فرق اور رخنہ کا واقع نہ ہونا' زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق وحدہ لا شریک ہے' اور یا اس عقد کا موجب شرع ہے اور شرع سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ سو کتاب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں' بندہ ایمان لانے کے بعد ان سب پر عمل کرنے کا اللہ سے عقد کر لیتا ہے۔ جو عقد بندہ اور اس کے نفس کے درمیان ہے' اس سے مراد ہے بندہ کا نذر مان لینا۔ اگر وہ کسی عبادت کی اور کار خیر کی نذر مان لیتا ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے' مثلاً یہ کہ وہ اونٹ کا گوشت یا شہد نہیں کھائے گا تو اس قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔ اور اس کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی معصیت کی یا کسی عبادت کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم کو پورا کرنا حرام ہے' اور اس کو توڑنا واجب ہے۔

اور جو عقد ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوتا ہے' جیسے عقد بیع' عقد نکاح وغیرہ۔ ان کا حکم معقود علیہ کے اعتبار سے ہے۔ جس چیز پر عقد کیا ہے اگر وہ واجب ہے تو عقد واجب ہے' مثلاً غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہے تو یہ عقد واجب ہے۔ اگر وہ سنت ہے تو عقد سنت ہے' جیسے عام حالات میں عقد نکاح۔ اگر وہ جائز ہے تو عقد جائز ہے' جیسے بیع شراء۔ اگر وہ مکروہ ہے تو عقد مکروہ ہے' جیسے نبیذ کی بیع۔ اگر وہ حرام ہے تو عقد حرام ہے' جیسے خمر اور خنزیر کی بیع ہے۔ اسی طرح عقد اجارہ (کرایہ) کی اقسام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال کیے گئے ہیں

بھیمۃ الانعام کا معنی

بھیمہ اس جاندار کو کہتے ہیں جو بے عقل ہو اور عرف میں یہ سمندر اور خشکی کے چار پاؤں والے جانوروں کے ساتھ خاص ہے اور انعام اونٹ' گائے اور بکریوں کو کہتے ہیں اور جو جانور ان کے ساتھ ملحق ہیں' جیسے بھینس' بھیڑ' اور ہرن وغیرہ۔

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (المؤمن: ٧٩)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے' تاکہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو کھاؤ۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ..... ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ..... وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ..... (الانعام: ١٤٢-١٤٤)

اور بعض (قد آور) چوپائے (پیدا کیے) بوجھ اٹھانے والے اور بعض زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اس رزق سے جو اللہ نے تمہیں دیا۔ آٹھ جوڑے پیدا کیے' بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ ......) اور اونٹ سے دو پیدا کیے اور گائے سے دو پیدا کیے۔

Marfat.com

ان آیتوں میں آٹھ چوپایوں' بھیڑ' بکری' اونٹ اور گائے کے جوڑوں پر انعام کا اطلاق فرمایا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے المائدہ کی تیسری آیت میں جن چوپایوں کا استثناء فرمایا ہے' ان کے علاوہ باقی تمام جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کو کھانا اور ان سے بار برداری وغیرہ کے دیگر منافع حاصل کرنا جائز ہیں۔

جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب

مجوسی اور ہندوؤں کے بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ جانوروں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ جانور بے زبان ہیں اور اپنے خلاف مدافعت نہیں کر سکتے اور ان کو پکڑ کر زبردستی ذبح کر دینا ظلم ہے اور کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ذبح کے وقت ان کو تکلیف نہیں ہوتی اور اللہ ان سے اس تکلیف کو اٹھالیتا ہے۔ لیکن اس جواب میں مکابرہ ہے اور بداہت کا انکار ہے۔ معتزلہ نے کہا' درد اور تکلیف مطلقاً قبیح نہیں ہے' انسان سرجری اور جراحی کرتا ہے' تاکہ اس عمل جراحی کے ذریعہ اس کو کسی بڑی تکلیف سے نجات مل جائے۔ اسی طرح ان جانوروں کو آخرت میں ذبح کی اس تکلیف کے بدلہ بہت عمدہ عوض ملے گا' اس لیے یہ قبیح نہیں ہے اور اہل سنت نے یہ کہا کہ چوپایوں کو ذبح کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے' اور اللہ ہر چیز کا مالک ہے' اور وہ ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' ظلم اس وقت ہوتا جب غیر کی ملک میں تصرف کیا جاتا' اور جب ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے' تو پھر جب وہ اپنی ملک میں کوئی تصرف کرے تو کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا۔ (المائدہ: ۱)

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا بیان (المائدہ: ۳) میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

مردار' رگوں کا بہا ہوا خون' خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو' اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ سے مارا ہوا اور اوپر سے گرا ہوا' اور جس کو درندے نے کھالیا ہو مگر جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا اور جس کو بتوں کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا ہو (یہ سب) تم پر حرام کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا' بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ (المائدہ: ۱)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بهیمة الانعام (چوپایوں) کو حلال فرمایا تھا۔ اب یہ فرمایا ہے کہ جو چوپائے شکار ہوں' وہ حالت احرام میں حلال نہیں ہیں' اور جب احرام کھول دیا ہو' تو حلال ہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لیے ہر قسم کا شکار کرنا جائز نہیں ہے' لیکن ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم پر صرف خشکی کا شکار کرنا ممنوع ہے' اور سمندری شکار کرنا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (المائدہ: ۹۶)

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام (اس کی پھینکی ہوئی مچھلیاں وغیرہ) حلال کر دی گئی ہیں' تمہارے لیے (بھی) اور تمہارے مسافروں کے لیے (بھی) اور جب تک تم محرم ہو' تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے محرم پر خشکی کا شکار کرنا حرام کیا ہے' اور سمندر کا شکار حلال کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک اور خالق ہے اور کسی عام حکم میں کسی چیز کو مستثنیٰ کرنے یا کسی چیز کی

Marfat.com

تخصیص کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک اللہ جو چاہتا ہے' حکم دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو' اور نہ حرمت والے مہینہ کی' اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی' اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوں۔ (المائدہ: ۲)

شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی

شعائر شعیرہ کی جمع ہے' ہر وہ چیز جس کو کسی چیز کی علامت قرار دیا جائے' اس کو شعیرہ' شعار اور مشعرہ کہتے ہیں۔ جس ھدی (قربانی کے جانور) کو مکہ بھیجا جاتا ہے' اس کے گلے میں ہار' جوتا' یا درخت کی چھال ڈال دیتے ہیں۔ اس کو بھی شعار کہتے ہیں۔
شعائر کی شرعی تعریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:
عطاء نے کہا کہ شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے' اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شعائر اللہ سے مراد ہے اللہ کی حدود کی علامتیں' اس کا امر' اس کی نہی' اس کے مقرر کیے ہوئے فرائض اور محرمات۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا شعائر اللہ سے مراد ہیں مناسک حج۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے' ھدی بھیجتے تھے' مشاعر کی تعظیم کرتے تھے اور سفر حج میں تجارت کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کہ اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔
مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا: شعائر اللہ سے مراد ہے صفا' مروہ' ھدی اور دوسرے مشاعر۔
(جامع البیان' ج ٦' ص ۷۴-۷۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حرمت والے مہینوں' ھدی اور قلائد کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور نہ حرمت والے مہینہ کی بے حرمتی کرو" حرمت والے مہینوں کا بیان اس حدیث میں ہے۔
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں۔
"حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زمانہ گھوم کر اسی ہیئت پر آ چکا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال میں بارہ مہینہ ہیں' ان میں سے چار حرمت والے مہینہ ہیں۔ تین مہینہ متواتر ہیں۔ ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' رجب مضر کا مہینہ جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے' الحدیث۔
(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۴۰٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ ھدی کی (بے حرمتی کرو)
ھدی کا معنی ہے: وہ اونٹ' بکری' یا گائے جس کو بیت اللہ میں ہدیہ کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ قلائد کی (بے حرمتی کرو)
قلائد قلادہ کی جمع ہے' ھدی کے گلے میں قربان کیے جانے کی نشانی کے طور پر اون کا ہار' یا جوتی یا درخت کی چھال ڈال دی جاتی ہے۔ اس کو قلادہ کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے گلوں میں قلائد ڈالے جاتے ہیں۔ اور ابن زید نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حرم کے درخت کی چھال اپنے اوپر لپیٹ لیتا تھا' وہ مامون قرار دیا جاتا' اور جہاں چاہتا چلا جاتا' اور قلائد کا یہی معنی ہے (جامع البیان' ج ٦' ص ۷٦) حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی کا معنی ہے' ان مہینوں میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی جائے' اور ھدی کی بے حرمتی کا معنی ہے ان جانوروں کو ان کے مالکوں سے چھین لیا جائے یا ان کو کعبہ میں نہ پہنچنے دیا جائے' اور

Marfat.com

قلائد کی بے حرمتی کا معنی یہ ہے کہ ہدی کے گلے سے قلادہ اتار لیا جائے' یا اس کو نوچ' کھسوٹ کر خراب کر دیا جائے' یا جس شخص نے اپنے جسم پر حرم کے درخت کی چھال لپیٹ لی ہو' اس کی بے حرمتی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں (المائدہ: ۲)

آیت مذکورہ کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا' اس آیت میں حجاج پر لوٹ مار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حطم نبی ﷺ کے پاس آیا' تاکہ آپ کی دعوت کے متعلق غور و فکر کرے' اس نے آپ سے کہا: میں اپنی قوم کے سامنے آپ کی دعوت پیش کروں گا۔ آپ بتلائیے کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور نماز قائم کرو' اور زکوٰۃ ادا کرو' اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو' اور بیت اللہ کا حج کرو۔ حطم نے کہا آپ کے اس دین میں سختی ہے۔ میں اپنی قوم کے پاس جا کر آپ کی دعوت کا ذکر کروں گا' اگر انہوں نے اس دین کو قبول کر لیا تو میں بھی ان کے ساتھ قبول کر لوں گا' اور اگر انہوں نے اس سے پیٹھ پھیر لی تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔

آپ نے اس سے فرمایا: تم واپس جاؤ' جب وہ چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا یہ میرے پاس کافر چہرے کے ساتھ آیا اور میرے پاس سے دھوکہ دیتا ہوا نکلا۔ جب وہ اہل مدینہ کی چراگاہوں کے پاس سے گزرا تو آپ کے اصحاب نے اس کو پکڑنا چاہا' لیکن وہ نکل گیا اور یمامہ پہنچ گیا۔ وہ حج کے موقع پر سامان تجارت لے کر آیا' صحابہ نے آپ سے اجازت طلب کی کہ اس کو پکڑ کر اس کا سامان اس سے چھین لیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینہ کی۔ اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ۹۷' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۵ھ' بیروت)

آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں اختلاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے' کہ وہ کسی شخص کو بیت اللہ کے حج سے منع کریں یا اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں' خواہ وہ مومن ہو یا کافر' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ (التوبہ: ۲۸)

اے ایمان والو! تمام مشرک محض ناپاک ہیں' وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ (التوبہ: ۱۷)

مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں' در آنحالیکہ وہ اپنی جانوں کے کفر پر گواہ ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام میں آنے سے منع فرما دیا۔

Marfat.com

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے' زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص حج کے لیے روانہ ہوتا اور ھدی کے گلے میں قلادہ ڈالتا تو کوئی شخص اس پر حملہ نہ کرتا' ان دنوں میں مشرک کو بیت اللہ میں جانے سے منع نہیں کیا جاتا تھا اور ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حرمت والے مہینوں میں اور بیت اللہ کے پاس قتال نہ کریں' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ' ان کو قتل کر دو۔

(التوبہ: ۵)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

مجاہد نے یہ کہا ہے: کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا' زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے لیے جانے والوں کو لوٹ لیتے تھے' اور ان مہینوں میں قتال بھی کرتے تھے' اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کاموں کو حرام کر دیا' سو اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے: کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا' کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کے خلاف سال کے تمام مہینوں میں قتال کرنا جائز ہے' خواہ وہ حرمت والے مہینے ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر مشرک اپنے گلے میں حرم کے تمام درختوں کی چھال بھی ڈال لے' تب بھی اس کا یہ فعل اس کے لیے قتل سے پناہ نہیں ہوگا' جب تک کہ اس سے پہلے اس نے مسلمانوں سے پناہ نہ حاصل کر لی ہو' یا کوئی معاہدہ نہ کر لیا ہو۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ۸۳-۷۹' **ملخصا مطبوعہ دار الفکر**' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام رازی نے لکھا ہے جو علماء اس آیت کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں ہیں' وہ اس آیت میں تخصیص کے قائل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء نے یہ کہا کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ جو مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے قصد کے لیے روانہ ہوں ان کی ھدی کو لوٹنا اور ان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہ شعائر اللہ کو حلال نہ کرو۔ اور شعائر اللہ کا اطلاق مسلمانوں کی قربانیوں اور ان کی عبادتوں ہی کے لائق ہے' نہ کہ کفار کی قربانیوں کے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا کو تلاش کرتے ہیں' اور یہ بھی مسلمانوں کے لائق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ابتداء مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے' کفار کو شامل ہی نہیں ہے' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ یہ آیت بعد میں منسوخ ہو گئی۔

ابو مسلم اصفہانی نے یہ کہا: کہ اس آیت کے عموم میں وہ کافر داخل تھے جو نبی ﷺ کے عہد میں تھے اور جب سورۃ توبہ کے نازل ہونے کے بعد ان سے معاہدہ ختم کر دیا گیا' تو اب وہ کافر اس آیت کے عام حکم میں داخل نہیں رہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۳' ص ۳۵۴' **مطبوعہ دار الفکر**' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو (المائدہ: ۲)

صیغہ امر کے مواضع استعمال

اس آیت میں "فاصطادوا" (شکار کرو) امر کا صیغہ ہے' امر کا صیغہ متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں مشہور چھبیس معانی ہیں۔

۱- وجوب کے لیے جیسے "واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة" (البقرۃ: ۴۳) "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو"

۲- استحباب کے لیے جیسے "فکاتبوھم" (النور' ۳۳) تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں انہیں مکاتب کر دو۔

Marfat.com

۳- ارشاد (دنیاوی مصلحت کی طرف رہنمائی کرنے) کے لیے مثلاً "واشھدوا اذا تبایعتم" (البقرۃ: ۲۸۲) "اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو" استحباب اور ارشاد میں یہ فرق ہے کہ استحباب میں اخروی ثواب مطلوب ہوتا ہے' اور ارشاد میں دنیاوی فائدہ اور مصلحت۔

۴- اباحت کے لیے "فکلوا مما امسکن علیکم" (المائدہ: ۴) "سو اس (شکار) سے کھاؤ جسے وہ (شکاری جانور مار کر) تمہارے لیے روک رکھیں" اس کی دوسری مثال زیر بحث آیت ہے "واذا حللتم فاصطادوا" (المائدہ: ۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو"

۵- اکرام (عزت افزائی) کے لیے مثلاً "ادخلوھا بسلام امنین" (الحجر: ۴۶) "تم ان جنتوں میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ"

۶- امتنان (احسان فرمانے) کے لیے مثلاً کلوا مما رزقکم اللہ (الانعام: ۱۴۲) "اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ"۔

۷- اہانت (رسوا کرنے) کے لیے مثلاً "ذق انک انت العزیز الکریم" (الدخان: ۴۹) "لے چکھ عذاب کا مزہ' بے شک تو ہی بڑا معزز مکرم ہے"

۸- تسویہ (دو چیزوں میں مساوات بیان کرنے کے لیے) مثلاً "اصلوھا فاصبروا او لا تصبروا سواء علیکم" (الطور: ۱۶) "اس آگ میں داخل ہو جاؤ' پھر تم صبر کرو یا صبر نہ کرو' تم پر برابر ہے"

۹- تعجب کے لیے مثلاً "اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا" (مریم: ۳۸) "وہ کیسا سنتے ہوں گے اور کیسا دیکھتے ہوں گے' جس دن وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے"

۱۰- تکوین (کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے) کے لیے مثلاً "کن فیکون" (البقرۃ: ۱۱۷) "ہو' سو وہ ہو جاتا ہے"

۱۱- احتقار کے لیے مثلاً "القوا ما انتم ملقون" (یونس: ۸۰) "ڈالو جو تم ڈالنا چاہتے ہو"

۱۲- اخبار کے لیے مثلاً "فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا" (التوبہ: ۸۲) "سو انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور روئیں زیادہ"

۱۳- تہدید (ڈرانے اور دھمکانے کے لیے) مثلاً "اعملوا ما شئتم" (حم السجدہ: ۴۰) "تم جو چاہو کیے جاؤ" اس کی ایک اور یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا: "واستفزز من استطعت منھم بصوتک" (بنی اسرائیل' ۶۴) تو ان میں سے جن کو اپنی آواز سے ڈگمگا سکتا ہے' ڈگمگا دے"

۱۴- انذار (ڈرانے) کے لیے۔ یہ بھی قسم اول کے قریب ہے۔ مثلاً "قل تمتعوا" (ابراہیم: ۳۰) "آپ کہیے (چند روزہ) فائدہ اٹھالو"

۱۵- تعجیز (عاجز کرنے) کے لیے' مثلاً "فاتوا بسورۃ من مثلہ" (البقرۃ: ۲۳) "سو اس قرآن کی مثل کوئی سورت لے آؤ"

۱۶- تسخیر کے لیے مثلاً "کونوا قردۃ خسئین" (البقرۃ: ۶۵) "دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ"

۱۷- تمنی کے لیے مثلاً امرؤ القیس کے شعر میں ہے "الا ایھا اللیل الطویل انجلی" "سن اے لمبی رات! تو ظاہر ہو جا"

Marfat.com

۱۸- تادیب (ادب سکھانے) کے لیے مثلاً رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "کل مما یلیک" (صحیح بخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۵۳۷۷) "تم اپنے آگے سے کھاؤ"

۱۹- امتثال (کسی کی اطاعت شعاری بیان کرنے کے لیے) کوئی شخص کسی سے کہے' مجھے پانی پلاؤ۔

۲۰- اجازت دینے کے لیے مثلاً کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹانے والے سے کہے' اندر آجاؤ۔

۲۱- انعام کے لیے مثلاً "کلوا من طیبت ما رزقنکم" (البقرہ: ۵۷) "ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے کھاؤ"

۲۲- تکذیب کے لیے مثلاً "قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین" (آل عمران: ۹۳) "آپ کہئے کہ تورات لے کر آؤ' اور اس کو پڑھو' اگر تم سچے ہو"

۲۳- مشورہ کے لیے' مثلاً حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے فرمایا: "فانظر ماذا تری" (الصفت: ۱۰۲) "تو اب تم غور کرو' تمہاری کیا رائے ہے؟"

۲۴- اعتبار (تدبر) کرنے کے لیے مثلاً "انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ" (الانعام: ۹۹) "دیکھو درخت کے پھل کی طرف' جب اس کو پھل لگے اور اس کے پکنے کی طرف"

۲۵- تفویض کے لیے' مثلاً ایمان لانے والے ساحروں نے فرعون سے کہا: "فاقض ما انت قاض" (طٰہٰ: ۷۲) "تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے سو کر"

۲۶- دعا کے لیے مثلاً "واعف عنا واغفرلنا وارحمنا" (البقرۃ: ۲۸۶) "ہم کو معاف فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما"۔

۲۷- تخییر کے لیے مثلاً "ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب" (ص: ۳۹) یہ ہماری عطا ہے' تو آپ (جس پر چاہیں) احسان کریں' اور جس سے چاہیں احسان روک رکھیں۔ آپ سے کچھ باز پرس نہیں ہوگی۔

(کشف الاسرار' ج ۱' ص ۵۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۱ھ۔ توضیح و تلویح' ج ۱' ص ۲۸۳' ۲۸۲)

تقاضائے امر کے واحد ہونے پر دلیل

ابن جریج نے کہا' امر ان مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے' اس لیے اس کا مقتضی توقف ہے۔ حتیٰ کہ کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ یہاں پر کون سا معنی مراد ہے؟ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر امر کا مقتضی توقف ہو تو پھر نہی کا مقتضی بھی توقف ہونا چاہیے' کیونکہ نہی کا استعمال بھی متعدد معانی میں ہوتا ہے۔ کبھی نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے مثلاً "لا تاکلوا الربوا" (آل عمران: ۱۳۰) "سود نہ کھاؤ" اور کبھی تنزیہ کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً "ولا تمنن تستکثر" (المدثر: ۶) "اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ کیجئے" اور کبھی تحقیر کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً "ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم" (الحجر: ۸۸) "آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے گروہوں کو کچھ فائدہ اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں" اور کبھی ارشاد کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم" (المائدہ: ۱۰۱) "ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں" اور کبھی شفقت کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا یمش احدکم فی نعل واحد" (ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۸۱) "تم میں سے کوئی شخص ایک جوتی پہن کر نہ چلے" اور اگر نہی کا مقتضی بھی توقف ہو تو پھر امر اور نہی میں کوئی فرق نہیں رہے گا' حالانکہ فعل کی طلب اور ترک فعل کی طلب میں فرق بداہۃً ثابت ہے۔

Marfat.com

امر کا مقتضیٰ وجوب ہونے پر دلائل

عام علماء اور فقہاء کے نزدیک امر کا مقتضیٰ واحد ہے' کیونکہ امر کا ان معانی میں مشترک ہونا خلاف اصل ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ واحد مقتضیٰ اباحت ہے' کیونکہ یہ امر کا ادنیٰ درجہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک امر کا مقتضیٰ استحباب ہے' کیونکہ امر میں فعل کی جانب وجود کو ترجیح دینا ضروری ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک امر کا مقتضیٰ وجوب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ٦٣)

جو لوگ رسول کے امر (حکم) کی مخالفت کرتے ہیں' وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ○ (الاحزاب: ٣٦)

اور نہ کسی مسلمان مرد کے لیے یہ جائز ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دے دیں' تو ان کے لیے اس حکم میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو' اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے' وہ بے شک کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے' اور اس میں کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اور اللہ اور اس کے رسول کے امر پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ (الاعراف: ١٢)

(اللہ نے) فرمایا: تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے منع کیا تھا؟ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی اس لیے مذمت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سجدہ کا امر کیا تھا اور یہ مذمت اسی وقت ہوگی جب امر وجوب کے لیے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے شکوہ کرتے ہوئے فرمایا "افعصیت امری" (طٰہٰ: ٩٣) "کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا:

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا (الکہف: ٦٩)

میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

ان دونوں صورتوں میں امر کی خلاف ورزی اسی وقت لائق مواخذہ ہوگی جب امر کا مقتضیٰ وجوب ہو' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم: ٦)

(فرشتے) اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔

حکم پر عمل نہ کرنا معصیت اسی وقت ہوگا جب حکم پر عمل کرنا واجب ہو۔

Marfat.com

نیز اللہ تعالیٰ نے کفار کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ (المرسلات: ۴۸) — اور جب ان سے کہا جاتا ہے 'نماز پڑھو' تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

ان کی مذمت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' اور یہ مذمت اسی وقت درست ہوگی' جب ان کو نماز پڑھنے کا حکم وجوب کے لیے ہو۔

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ امر کا مقتضیٰ واحد ہے' اور وہ مقتضیٰ وجوب ہے۔ اسی طرح لوگوں کا عرف ہے کہ جب وہ کسی فعل کو جزماً اور حتماً طلب کرتے ہیں' تو امر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

ممانعت کے بعد امر کے مقتضیٰ کی تحقیق

جب پہلے کسی فعل سے منع کیا جائے اور پھر بعد میں امر کے صیغہ سے اس فعل کو طلب کیا جائے' تب بھی امر کا مقتضیٰ وجوب ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا: ممانعت کے بعد اس فعل کا امر استحباب کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں فرمایا: "جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو بیع (کاروبار) کو چھوڑ دو' اور اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو"۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ" اور:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰) — اللہ کے فضل کو تلاش کرو (یعنی بیع' کاروبار کرو)

اس آیت میں ممانعت کے بعد رزق طلب کرنے اور کاروبار کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے' وہ بطور استحباب ہے۔

اور بعض علماء نے کہا کہ ممانعت کے بعد امر کا صیغہ اباحت کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ المائدہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' اس کے بعد فرمایا:

اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ: ۲) — جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں استحباب اور اباحت قرینہ سے ثابت ہے' کیونکہ رزق طلب کرنے اور شکار کرنے کا حکم بندوں کو ان کی منفعت حاصل کرنے کے لیے دیا گیا ہے' اگر اس حکم کو واجب قرار دے دیا جائے تو یہ نفع ضرر سے منقلب ہو جائے گا' کیونکہ پھر جو بیع نہیں کرے گا' یا شکار نہیں کرے گا' وہ گنہ گار ہوگا اور جو معنی کسی قرینہ کی بناء پر کیا جائے' وہ مجاز ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کے بعد بھی امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

ممانعت کے بعد امر کے وجوب کے لیے ہونے کی مثال یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں میں مشرکین کے خلاف قتال سے منع فرمایا اور ان مہینوں کے بعد ان سے قتال کرنے کا حکم دیا' اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ۵) — پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو قتل کرو' جہاں انہیں پاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی ﷺ کے گھر میں بلا اذن داخل ہونے سے منع فرمایا' پھر فرمایا: جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو اور ممانعت کے بعد یہ داخل ہونے کا حکم بھی وجوب کے لیے ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ — اے ایمان والو! جب تک تمہیں کھانے کے لیے بلایا نہ جائے' نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' پہلے سے آ کر کھانا پکنے کا

Marfat.com

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا (الاحزاب: ۵۳) انتظار نہ کرو' ہاں جب بلایا جائے تو آ جاؤ۔

اسی طرح حیض اور نفاس میں مبتلا عورتوں کو نماز اور روزے سے منع کیا گیا اور حیض اور نفاس منقطع ہونے کے بعد نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا' اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح حالت نشہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اور اس عارض کے زوال کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا' اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان شخص کو حالت اسلام میں اور کافر کو عہد ذمہ کی وجہ سے قتل کرنے سے منع کیا گیا' لیکن اس کے مرتد ہونے' یا ڈاکہ ڈالنے کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا' یا شادی شدہ کے زنا کی وجہ سے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا' اور یہ حکم بھی وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی شخص کے ہاتھ اور پیر کاٹنا ممنوع ہیں' لیکن چوری کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹنا واجب ہیں۔ ان مثالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی کام سے منع کرنے کے بعد جب اس کام کا امر کیا جائے تو سابقہ ممانعت اس امر کے وجوب کے منافی نہیں ہے اور اس امر کے اباحت یا استحباب کے لیے ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ امام شافعی اور بعض حنابلہ کے نزدیک ممانعت کے بعد امر اباحت کے لیے ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور شوافع میں سے محققین' مثلاً امام رازی اور قاضی بیضاوی او جمہور اصولیین کے نزدیک ممانعت کے بعد بھی امر وجوب ہی کے لیے ہوتا ہے اور فقہاء احناف میں سے کمال الدین ابن الہمام کے نزدیک ممانعت سے پہلے امر کا جو مقتضیٰ ہو ممانعت کے بعد بھی وہی مقتضیٰ ہوتا ہے۔ اگر وجوب ہو تو وجوب اور استحباب ہو تو استحباب۔

(توضیح و تلویح' ج ۱' ص ۲۸۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع۔ و کشف الاسرار' ج ۱' ص ۲۸۲-۲۷۹' ملخصا)

نبی ﷺ کے افعال سے وجوب کا ثابت نہ ہونا

صدر الشریعہ علامہ عبیداللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

امر کا اطلاق جمہور کے نزدیک قول پر حقیقتاً ہے اور فعل پر امر کا اطلاق مجازاً ہے۔ اس میں بھی اتفاق ہے اور بعض کے نزدیک نبی ﷺ کے فعل پر بھی امر کا اطلاق حقیقتاً ہے۔ کیونکہ آپ کا فعل حقیقتاً امر ہے اور ہر امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور فعل پر امر کے اطلاق کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما امر فرعون برشید" (ھود: ۹۷) "اور فرعون کا فعل درست نہ تھا" اور نبی ﷺ نے فرمایا "صلوا کما رایتمونی اصلی" (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۳۱) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"

ہم کہتے ہیں کہ امر کا اطلاق فعل پر حقیقتاً نہیں ہے' اور مشترک ہونا خلاف اصل ہے' کیونکہ جب کوئی شخص کوئی کام کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ کام کرو تو اس کے اس فعل سے امر کی نفی کرنا صحیح ہے' اور سورۂ ھود کی آیت میں جو فعل کو امر فرمایا ہے' وہ مجاز ہے اور اگر بالفرض ہم یہ مان لیں کہ فعل پر امر کا اطلاق حقیقت ہے' تب بھی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امر قولی وجوب کے لیے ہوتا ہے نہ کہ فعلی' کیونکہ جو دلائل اس پر پیش کیے گئے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' وہ سب امر قولی سے متعلق ہیں۔ مثلاً یہ آیت:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ (النور: ۶۳) وہ لوگ ڈریں جو رسول کے امر (حکم) کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس آیت میں امر سے مراد امر قولی ہے اور اس کو امر فعلی پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور امر قولی مقصود (ایجاب) کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے اور ترادف خلاف اصل ہے' اور نبی ﷺ نے جو فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی" اس حدیث میں ایجاب آپ کے قول صلوا سے مستفاد ہوا ہے۔ علاوہ ازیں جب

Marfat.com

آپ نے وصال کے روزے رکھے اور آپ کو دیکھ کر صحابہ نے وصال کے روزے رکھ لیے اور جب آپ نے نماز میں نعلین اتاریں اور آپ کو دیکھ کر آپ کے اصحاب نے بھی اپنی نعلین اتاریں تو آپ نے ان کو منع فرمایا' حالانکہ دونوں صورتوں میں آپ کے اصحاب نے آپ کے فعل کی اتباع کی تھی۔ ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ فعل وجوب کے لیے نہیں ہوتا۔

(توضیح مع تنقیح' ج ا' ص ۲۸۱-۲۷۸' مختصراً' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ سے کوئی فعل منقول ہو' پس اگر وہ فعل سہو ہو یا طبعی ہو یا آپ کا خاصہ ہو تو اس سے اجماعاً وجوب ثابت نہیں ہوتا اور اگر وہ فعل قرآن مجید کی کسی مجمل آیت کا بیان ہو تو اس سے اجماعاً وجوب ثابت ہوتا ہے' اور اگر وہ فعل ان کے ماسوا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے' کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ نبی ﷺ نے حقیقتاً ہم کو اس فعل کا امر فرمایا ہے اور ہم پر اس فعل کی اتباع واجب ہے یا نہیں؟ سو بعض نے کہا ہاں اور اکثر نے کہا نہیں' اور یہی مختار ہے۔

(تلویح مع توضیح' ج ا' ص ۲۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے' آپ نے اپنی نعلین اتاریں اور ان کو اپنی بائیں جانب رکھ دیا' جب قوم نے یہ دیکھا: تو انہوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کے جوتیاں اتارنے کا کیا سبب تھا؟ صحابہ نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جوتیاں اتاریں تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ ان جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھناؤنی چیز ہے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو اچھی طرح دیکھ لے۔ اگر اس کی جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھناؤنی چیز ہو تو اس کو کھرچ کر صاف کرلے' پھر ان جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ (سنن ابوداؤد' ج ا' رقم الحدیث: ٦٥٠)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم وصال کے روزے نہ رکھو' صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ یا فرمایا: میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں' کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۱۹۶۱)

ان حدیثوں میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا فعل کسی چیز کو واجب نہیں کرتا' کیونکہ اگر آپ کا فعل آپ کے امر کی طرح موجب ہوتا تو پھر آپ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی' جیسے اگر آپ کسی چیز کا امر فرمائیں اور صحابہ اس پر عمل کریں۔

(کشف الاسرار' ج ا' ص ۲۵۰-۲۴۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت)

نبی ﷺ کے افعال کے سنت' مستحب اور واجب ہونے کا ضابطہ

جس فعل کو آپ نے احیاناً (کبھی کبھی) کیا ہو اور غالب اوقات میں ترک کیا ہو' وہ سنت غیر مؤکدہ یا سنت مستحبہ ہے اور جس کو آپ نے غالب اوقات میں کیا ہو اور احیاناً ترک کیا ہو' وہ سنت موکدہ ہے اور جس پر آپ نے مواظبت فرمائی ہو' اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو' وہ فعل واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ نبی

Marfat.com

ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اس پر مواظبت (دوام) فرمائی ہے اور مواظبت سنت کی دلیل ہے"

(ھدایہ اولین 'ص ۲۲۹ 'مطبوعہ شرکت علمیہ 'ملتان)

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ مواظبت وجوب کی دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مواظبت سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور یہ وجوب کی قوت میں ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ نے اعتکاف ترک کرنے والے پر انکار نہیں فرمایا 'اگر اعتکاف واجب ہوتا تو آپ اس کے ترک پر انکار فرماتے"۔

(البنایہ 'ج ۳ 'ص ۷۴۲ 'مطبوعہ دار الفکر 'بیروت '۱۴۱۱ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جس فعل پر مواظبت فرمائیں اور اس فعل کے تارک پر انکار نہ فرمائیں تو وہ سنت موکدہ ہے اور اگر آپ کسی فعل پر مواظبت فرمائیں اور اس کے تارک پر انکار فرمائیں تو وہ فعل واجب ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں "نبی ﷺ نے اعتکاف پر بلا ترک مواظبت فرمائی ہے 'لیکن جن صحابہ نے اعتکاف نہیں کیا' آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا' تو یہ اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ ترک کرنے والوں پر انکار فرماتے تو یہ وجوب کی دلیل ہوتا"۔

(فتح القدیر 'ج ۲ 'ص ۳۹۴ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۱۵ھ)

علامہ سعدی چلپی متوفی ۹۴۵ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت موکدہ کی تعریف یہ ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواظبت فرمائی ہو' حالانکہ سنت موکدہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی فعل پر مواظبت فرمائی ہو اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے اس کے ترک پر انکار نہیں فرمایا' تو یہ احیاناً ترک کرنے کے حکم میں ہے۔ کیونکہ آپ کا احیاناً ترک کرنا جواز ترک کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے اور آپ کا تارک پر انکار نہ فرمانا بھی تعلیم جواز کے لیے تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعریف میں جو احیاناً ترک کرنا ملحوظ ہے' وہ اس سے عام ہے کہ احیاناً ترک کرنا حقیقتاً ہو یا حکماً' اور اب سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہوگی کہ جس فعل پر نبی ﷺ مواظبت فرمائیں اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی فرمادیں' خواہ ترک کرنا حقیقتاً ہو یا حکماً' اور جس فعل پر نبی ﷺ بلا ترک مواظبت فرمائیں اور تارک پر انکار فرمائیں' وہ فعل واجب ہوگا۔ (حاشیہ سعدی چلپی مع فتح القدیر' ج ۲' ص ۲۹۴' مطبوعہ بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

"سنت مؤکدہ میں شرط یہ ہے کہ مواظبت ہو اور اس کے ساتھ ترک بھی ہو' خواہ حکماً ہو' لیکن تعریف میں عموماً شروط کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ (الدر المختار مع رد المحتار' ج ۱' ص ۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی مصری متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جس فعل پر بلا ترک مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ کیا ہو' وہ سنت موکدہ ہے اور اگر کبھی کبھی اس فعل کو ترک بھی کیا ہو تو وہ سنت غیر موکدہ ہے اور جس فعل پر آپ نے مواظبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو' وہ وجوب کی دلیل ہے۔ (البحر الرائق' ج ۱' ص ۱۷' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

"البحر الرائق" میں سنت مؤکدہ کی دو تعریفوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایک تعریف یہ ہے کہ:

Marfat.com

الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ۔ وہ طریقہ جس پر دین میں بغیر لزوم کے ہمیشہ عمل کیا گیا ہو۔

اور دوسری تعریف یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جس فعل پر بلا ترک مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ فرمایا ہو' اور اگر آپ نے کسی فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا ہو' تو وہ وجوب کی دلیل ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار' ج ۱' ص ٦٦' مطبوعہ بیروت' ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

سنت اس طریقہ مسلوکہ فی الدین کو کہتے ہیں جو کسی قول یا فعل سے متعلق ہو۔ وہ قول یا فعل لازم نہ ہو' اور نہ اس کے تارک پر انکار ہو اور نہ وہ خصوصیت ہو۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ لازم نہ ہو اس قید سے فرض' سنت کی تعریف سے خارج ہو گیا اور ہم نے جو کہا اس کے تارک پر انکار نہ ہو' اس قید سے واجب خارج ہو گیا اور ہم نے جو کہا ہے کہ وہ خصوصیت نہ ہو' اس قید سے صوم وصال خارج ہو گئے۔ پھر اگر نبی ﷺ نے غالب اوقات میں اس فعل پر مواظبت نہ کی ہو' تو وہ سنت مستحبہ ہے۔ اس کو سنت زائدہ' مستحب' مندوب اور ادب وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اگر آپ نے اس فعل کے تارک پر وعید فرمائی ہو' تو پھر یہ واجب ہے۔ (ایضاً' مراقی الفلاح) سنت مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں۔ اذان' اقامت' جماعت' پانچ نمازوں کی سنتیں' کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اس سنت کو سنت الھدی بھی کہتے ہیں' یعنی اس سنت پر عمل کرنا ہدایت اور دین کی تکمیل کے لیے ہے' اور اس کو ترک کرنا کراہت اور اساءت ہے۔

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ دنیا میں مطالبہ عمل کے لحاظ سے سنت مؤکدہ واجب کی مثل ہے' مگر واجب کے ترک پر آخرت میں عذاب کا مستحق ہو گا' اور سنت مؤکدہ کے ترک پر آخرت میں عتاب کا مستحق ہو گا' اور سنت غیر مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں: تنہا شخص کا اذان دینا' وضو میں گردن پر مسح کرنا اور دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور نفلی نماز' نفلی روزہ اور نفلی صدقہ۔

(حاشیہ مراقی الفلاح' ص ۳۹-۳۸' مطبوعہ مصر' ۱۳۵٦ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

"البحر الرائق" میں مذکور ہے' سنت وہ فعل ہے جس پر نبی ﷺ نے مواظبت کی ہو' پھر اگر یہ مواظبت بغیر ترک کے ہے تو یہ سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور اگر آپ نے اس فعل کو کبھی کبھی ترک کیا ہو تو وہ اس فعل کے سنت غیر مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے' اور اگر آپ نے اس فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا' تو یہ اس فعل کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور النہر الفائق کے مصنف نے یہ کہا ہے' کہ یہاں پر یہ قید بھی ملحوظ ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواظبت کی ہے' اس کا وجوب آپ کے ساتھ مختص نہ ہو۔ مثلاً صلوۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) اس میں آپ کا دوسروں کے ترک پر انکار نہ فرمانا' آپ کے حق میں اس کے واجب ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ نیز ترک میں یہ قید بھی لگانی چاہیے کہ وہ ترک بلا عذر ہو' کیونکہ عذر کی وجہ سے تو فرض کا ترک بھی جائز ہے۔ مثلاً نماز میں قیام فرض ہے' لیکن اگر کوئی شخص بیماری یا کمزوری کی وجہ سے نماز میں قیام پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (رد المحتار' ج ۱' ص ۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کتنی مقدار ڈاڑھی رکھنا سنت ہے؟

اس تمام تفصیل سے واضح ہو گیا کہ وجوب صرف نبی ﷺ کے امر سے ثابت ہوتا ہے' آپ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں! جس فعل پر نبی ﷺ نے مواظبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو' تو یہ بھی اس فعل کے واجب ہونے

Marfat.com

کی دلیل ہے۔ ڈاڑھی رکھنے کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ نبی ﷺ نے ڈاڑھی منڈانے پر انکار فرمایا ہے' اس لیے نفس ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی ہے اور حرام ظنی ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عبیداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مجوسی آیا' درآنحالیکہ اس نے ڈاڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا' یہ ہمارے دین میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کرائیں اور ڈاڑھی بڑھائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' ص ۳۷۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

چونکہ نبی ﷺ نے ڈاڑھی منڈانے پر انکار فرمایا ہے' اس لیے ڈاڑھی منڈانا حرام (ظنی) ہوا اور ڈاڑھی رکھنا واجب ہوا۔

رہا اس کی مقدار کا معاملہ تو نبی ﷺ نے اس کی تحدید نہیں فرمائی۔ البتہ! آپ کی ڈاڑھی مبارک بہت دراز اور گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی۔ (الشفاء' ج ۱' ص ۳۸' مطبوعہ ملتان) اور اتنی لمبی اور گھنی ڈاڑھی رکھنا جو سینہ کو یا کم از کم سینہ کے بالائی حصہ کو بھرے' سنت کے مطابق ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت اور کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اتنی لمبی اور گھنی ڈاڑھی ہی رکھنی چاہیے۔ بالعموم فقہاء کرام نے قبضہ بھر ڈاڑھی رکھنے کو سنت کہا ہے اور بعض فقہاء (مثلاً ملا علی قاری اور علامہ زبیدی) نے قبضہ کو مستحب لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک بہرحال قبضہ سے زائد تھی' کیونکہ آپ کوتاہ گردن نہیں تھے۔ آپ کی گردن لمبی تھی اور یہی حسن کا تقاضا ہے۔ پھر سینہ مبارک کے بالائی حصہ کو بھرنے کے لیے بھی دو ڈھائی مشت ڈاڑھی ہونی چاہیے' اس لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت قبضہ بھر ڈاڑھی نہیں' بلکہ قبضہ سے زائد مقدار رکھنا ہے۔ اور فقہاء نے جو قبضہ کو سنت لکھا ہے' اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سنت سے مراد لغوی معنی ہے' یعنی وہ طریقہ جو ان کے دور کے مسلمانوں میں مروج تھا۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کو سنت غیر موکدہ لکھا ہے' یہ بھی لغوی معنی میں ہے' کیونکہ کسی حدیث میں آپ نے قبضہ کی تاکید نہیں فرمائی۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد میں قبضہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ سے قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹنا ثابت ہے' لیکن صحابی کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ وجوب رسول اللہ ﷺ کے امر سے ثابت ہوتا ہے' یا رسول اللہ ﷺ نے کسی فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر وعید فرمائی ہو' تو یہ بھی وجوب کی دلیل ہے۔ لیکن قبضہ کے متعلق ان میں سے کسی چیز کا ثبوت نہیں ہے۔

ہرچند کہ قبضہ بھر ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے' لیکن ڈاڑھی کی اتنی مقدار رکھنا ضروری ہے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق کیا جاتا ہو اور عرفی مقدار بھی دلیل شرعی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی مقدار کے متعلق دلیل شرعی نہ پائی جائے' اس کی مقدار کو اس میں مبتلا شخص کے ظن غالب کی طرف مفوض کر دینا چاہیے۔ (ردالمحتار' ج ۱' ص ۱۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

سو اگر کوئی شخص خشخشی ڈاڑھی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھتا ہے یا ایک یا دو انگل ڈاڑھی رکھتا ہے تو اس کو عرف میں مطلقاً ڈاڑھی نہیں کہتے۔ بلکہ فرنچ کٹ ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی کہتے ہیں۔ لہٰذا ڈاڑھی کی اتنی مقدار رکھنا ضروری ہے جس کو عرف میں مطلقاً ڈاڑھی کہا جائے۔ خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو یا زائد ہو۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب نہیں فرمایا اور آپ نے اس کی تحدید نہیں کی' اس لیے ہم اس کی حد قبضہ مقرر کرنے کا خود کو مجاز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہم مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں' اس بناء پر ہمیں کافی مطعون بھی کیا گیا ہے اور

Marfat.com

ہمارے خلاف کتابیں بھی لکھی گئیں۔ بہرحال ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور انسانوں کی بنائی ہوئی شریعت کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کو پیش کیا ہے اور حق گو لوگ ہر دور میں شخصیت پرستوں اور غالی اور جامد لوگوں کے لعن طعن کا شکار ہوتے رہے ہیں' ہم ان کے سب وشتم پر صبر کرتے ہیں اور اللہ ہی سے جزاء کے طالب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس کے ساتھ اس پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا' تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو (المائدہ: ۲)

شنآن کے معنی بغض ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کسی قوم کے ساتھ تمہارا بغض تمہیں اس کے ساتھ زیادتی پر نہ ابھارے' یعنی جس طرح مشرکین نے تمہیں عمرہ کے لیے مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا' اسی طرح تم ان کو مسجد حرام میں جانے سے نہ روکنا۔

واضح رہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مشرکوں کو مسجد حرام میں جانے سے منع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ: ۲۷)

اے ایمان والو! تمام مشرک محض ناپاک ہیں' وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

اس خاص صورت کے علاوہ یہ حکم عام ہے اور کسی قوم کے ساتھ عداوت رکھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو' اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (المائدہ: ۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بر (نیکی) اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ بر سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جسکا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد ہر اس کام سے اجتناب ہے جسکو کرنے سے شریعت نے روکا ہے' اور فرمایا ہے: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ گناہ سے مراد ہر وہ کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور ہر وہ کام جس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو انسان ناپسند کرتا ہے' اور ظلم کا معنی ہے دوسروں کے حقوق میں تعدی اور تصرف کرنا اور اثم اور عدوان سے مراد وہ تمام جرائم ہیں جن کی وجہ سے انسان اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے' ان کو کرو اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے' ان سے باز رہو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور خلاف ورزی کریں' تو بے شک اللہ ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔

یہ آیت جوامع الکلم میں سے ہے اور یہ ہر خیر اور شر اور ہر معروف اور منکر کے حکم کو شامل ہے۔

آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام

قرآن مجید کی یہ دو آیتیں بہت سے فقہی احکام کو شامل ہیں۔

۱- اپنے عہد پورے کرو' یعنی اللہ تعالیٰ سے جن احکام شرعیہ کو بجالانے کا عہد کیا ہے' ان کو پورا کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کیے ہیں' ان کو پورا کرو۔ خریدی ہوئی چیز کی قیمت ادا کرنا' بیویوں کا مہر ادا کرنا' ان کا خرچ اٹھانا' امانت' عاریت اور رہن رکھی ہوئی چیز کو حفاظت کے ساتھ ادا کرنا اور ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنا' ان عقود میں شامل ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

عبادات مقصودہ مثلاً نماز' روزہ' حج' اعتکاف اور صدقات کی نذر پوری کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ کسی غیر مقصودہ عبادت مثلاً وضو' یا کسی مباح کام کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔ ان پڑھ عوام میں جو پیروں' فقیروں کی نذر مشہور ہے' یہ محض جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے۔

۲- شرعی طریقہ سے ذبح کر کے حلال جانوروں کا کھانا' کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور پالتو گدھے کو اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو نبی ﷺ نے حرام کر دیا ہے اور (المائدہ: ۳) میں بھی ان جانوروں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو' ان کے علاوہ خنزیر کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے۔

۳- حالت احرام میں شکار کرنے کی حرمت بیان کی گئی ہے' اسی طرح حرمین میں شکار کرنا بھی منع ہے۔

۴- جو شخص محرم نہ ہو' اس کے لیے حرمین کے علاوہ دوسری جگہوں پر شکار کا حلال ہونا۔

۵- محرم کے لیے صرف خشکی کا شکار ممنوع ہے۔ سمندری جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے۔

٦- قربانی کے لیے بھیجے ہوئے جانوروں کو ضرر پہنچانے کی حرمت' جو اونٹ قربانی کے لیے حرم میں بھیجا جاتا ہے' اس کے گلے میں قلادہ ڈال دیتے ہیں' تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے کوہان پر معمولی سا شگاف ڈالتے ہیں جس سے اس کے کوہان پر خون بہہ جاتا ہے' اور یہ بھی اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے۔ اس کو اشعار کہتے ہیں' یہ سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ! عجمی لوگ جو اشعار کرنا نہیں جانتے' ان کے حق میں یہ سنت نہیں ہے' کیونکہ وہ زیادہ شگاف ڈال دیتے ہیں جس سے بڑا زخم پڑ جاتا ہے' ایسے لوگوں کو امام ابو حنیفہ اشعار کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۷- شعائر اللہ میں ہدی اور قلائد کے علاوہ حرمت والے مہینے بھی داخل ہیں' تحقیق یہ ہے کہ اب ہر مہینہ میں جہاد کرنا جائز ہے۔

۸- کسی کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے انسان اس کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی نہ کرے۔

۹- نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا' اس میں ملک اور قوم کے اجتماعی مفاد میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور سماجی خدمت اور سوشل ورک داخل ہیں۔

۱۰- جرم اور گناہ میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ بینک اور بیمہ کمپنی' جوئے خانہ اور کسی بھی بدی کے اڈے میں ملازمت کرنا' خواہ وہ ملازمت کلرکی کی ہو یا چوکیداری کی' وہ بہرحال اس برائی کے ساتھ ایک نوع کا تعاون ہے اور ناجائز ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ

اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا

کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ جانے والا' اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس

أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا

کو درندے نے کھایا ہو ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا' اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا اور

Marfat.com

بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ

فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں، آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے ،

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ

سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو ، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ

کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین پسند کر لیا، پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام

غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳ يَسْــَٔلُوْنَكَ

چیز کھا لے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے ○ (اے رسول مکرم!) آپ

مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ

سدھا لیے ہیں دراں حالیکہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں (اور شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ

پڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ○ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا ذبیحہ

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ

تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی) تمہارے لیے حلال

Marfat.com

قَبْلِكُمْ إِذَآ آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ

ہیں) جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو ، دراں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ

وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

علانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے، اور جس نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا تو بیشک اس کا عمل

۱ ع ۵ ۵ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝٥

ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے ۝

مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام

جو جانور طبعی موت مرجائے' نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو' اس کو میتہ (مردار) کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مرجائے' اس کو میتہ کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے' کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں' جو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں طبائع سلیمہ مردار جانور کا گوشت کھانے سے متنفر ہوتی ہیں' سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی' کیونکہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔ لہٰذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔ البتہ! فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (بدائع الصنائع' ج ۱' ص ۶۳' مطبوعہ کراچی) علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام احمد' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے۔ (المغنی' ج ۱' ص ۵۶) اور امام شافعی کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں' کیونکہ حیوان کی نشوونما سے وہ بڑھتے ہیں' اور باقی اعضاء کی طرح اس کی موت سے نجس ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔ کیونکہ امام دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردار کی مشک میں کوئی حرج نہیں ہے' جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے اون اور بالوں میں کوئی حرج نہیں ہے' جب انہیں دھو لیا جائے۔ نیز اس پر موت طاری نہیں ہوتی' اس لیے جانور کی موت سے یہ نجس نہیں ہوں گے' جیسے انڈا نجس نہیں ہوتا۔ (المغنی' ج ۱' ص ۶۰' مختصراً مطبوعہ بیروت)

مردار جانور حرام ہے' لیکن اس کے عموم سے بالاتفاق مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۱۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی' متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے' تو کیا ہم سمندر کے پانی

Marfat.com

سے وضو کر لیا کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے' اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٦٩' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۸۳' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۸٦' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۴۳' مسند احمد' ج ۳' ۲۳۷' المستدرک' ج ۱' ص ۱۴۰)

خون کے شرعی احکام

اس آیت میں خون کو حرام کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بہنے والا خون ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں بہنے والے خون کو حرام فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا-الایہ (الانعام: ۱۴۵)

آپ کہئے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے پر جو وہ کھاتا ہو' صرف مردار' بہنے والے خون اور خنزیر کے گوشت کو میں حرام پاتا ہوں' کیونکہ وہ نجس ہے' یا نافرمانی کی وجہ سے جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے بعد گوشت میں جو خون عادتاً باقی رہ جاتا ہے' وہ حرام نہیں ہے اور جو خون جامد ہو جیسے کلیجی اور تلی' وہ بھی حرام نہیں ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو مردے حلال کیے گئے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ رہے دو مردے تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۱۴' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

بہنے والے خون کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خون نجس ہے اور اس میں جراثیم اور زہریلے اجزاء ہوتے ہیں' اور اس کو ہضم کرنا مشکل ہے' تمام قسم کی بیماریوں کے اجزاء اور جراثیم خون میں ہوتے ہیں۔ اس لیے مادی طور پر بھی خون کو کھانا صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ اسی طرح (الانعام: ۱۴۵) میں بھی خنزیر کے گوشت کو حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے خمر (شراب) مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۲۳٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں۔ سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص نردشیر کے ساتھ کھیلا' اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیا۔

(صحیح مسلم' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۲٦۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کے خون اور گوشت سے نفرت دلائی ہے۔ خنزیر کا خون' گوشت اور اس کے تمام اجزاء حرام ہیں۔ قرآن مجید میں خنزیر کے گوشت کا ذکر کیا ہے' کیونکہ کسی جانور کا اہم مقصود اس کا گوشت کھانا ہوتا ہے۔

Marfat.com

خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت گندہ اور نجس جانور ہے اور یہ بالعموم گندگی میں رہتا ہے۔ اس کے جسم اور بالوں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بہت ثقیل اور دیر ہضم ہوتا ہے' اور اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خون میں کلسٹرول کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔ جس جانور کا گوشت کھایا جائے' اس کے اوصاف کا انسان کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ جانوروں میں خنزیر نہایت بے غیرت جانور ہے۔ اس کی مادہ سے ایک خنزیر جفتی کرتا ہے اور باقی کئی خنزیر اس کے قریب کھڑے اپنی باری کے منتظر رہتے ہیں' جبکہ دوسرے جانور اپنی مادہ کے قریب دوسرے نر کو آنے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اقوام خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں وہ بھی بے غیرت ہوتی ہیں' ان میں بہت زیادہ فحاشی اور بد چلنی ہوتی ہے۔ بہر حال! مسلمان کے لیے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی کے ساتھ خنزیر کو حرام فرمایا' خواہ حرمت کی یہ وجوہ ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے یہ وجوہ صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس نے جن تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے' اس کی وجوہ نہایت معقول ہیں۔

"ما اھل لغیر اللہ بہ" کا معنی اور اس کے شرعی احکام

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں و ما اھل لغیر اللہ بہ کا معنی ہے جس پر غیر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اھلال کا معنی ہے چاند دیکھتے وقت بلند آواز سے چلانا' پھر ہر بلند آواز کو اھلال کہا گیا۔ نوزائیدہ بچے کے رونے کو بھی اھلال کہتے ہیں۔

(المفردات' ص ۵۴۴' مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

ملا احمد جون پوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: "و ما اھل لغیر اللہ بہ" کا معنی ہے جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' مثلاً لات' عزیٰ اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر۔ (تفسیرات احمدیہ' ص ۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' پشاور)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں اس کا معنی ہے جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند آواز سے پکارنا اور اھلال کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ جس کے لیے جانور ذبح کیا جائے' مثلاً لات اور عزیٰ اس کا ذبح کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا (روح المعانی' ج ٦' ص ۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷٦ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "و آنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود"۔

عام ازیں کہ ذبح کے وقت صرف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً مسیح کا نام لے کر ذبح کیا جائے' یا اللہ کے ساتھ بطریق عطف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ اور مسیح کے نام سے ذبح کرتا ہوں' تو یہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غیر وقت ذبح میں غیر اللہ کے ساتھ وہ جانور نامزد ہو' مثلاً قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ محمود کا بکرا ہے' یہ اسلم کا بکرا ہے' یہ فہیم کی گائے ہے' یا کسی نے اپنے والد عبد الرحیم کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کوئی بکرا موسوم کیا ہو' اور کسی نے حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے بکرا نامزد کیا ہو' یا کسی نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ ثواب کرنے کے لیے کوئی بکرا نامزد کیا ہو' پھر ان جانوروں کو اپنے اپنے وقت میں صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح جائز ہے' اور ان کا گوشت حلال ہے اور ان کا ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں حاکم یا کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کیا گیا تو یہ حرام ہے (اور اس ذبح سے جانور کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو' صرف اس کا خون بہانا مطلوب ہو) کیونکہ یہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" ہے۔ خواہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور اگر مہمان کے لیے ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے' کیونکہ یہ حضرت خلیل

Marfat.com

علیہ السلام کی سنت ہے اور مہمان کی تکریم اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے اور وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس نے جانور کو اس لیے ذبح کیا تاکہ یہ اس سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لیے ہوگا' اور منفعت مہمان کے لیے' یا دعوت کے لیے' یا نفع کے لیے ہوگی اور اگر اس نے کھانے کے لیے نہیں ذبح کیا' بلکہ اس لیے کہ کسی غیر کے آنے پر محض اس کو ذبح کرے (یعنی صرف خون بہائے) تو اس میں غیراللہ کی تعظیم ہوگی' سو یہ حرام ہوگا۔ کیا وہ شخص کافر ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔ (بزازیہ و شرح وھبانیہ) میں کہتا ہوں کہ منیہ کی کتاب الصید میں ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے' اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب (بہ طور عبادت کیونکہ یہی کفر ہے۔ شامی) حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ شرح الوھبانیہ میں ذخیرہ سے اسی طرح منقول ہے۔

(در مختار مع رد المحتار' ج ۵' ص ۱۹۷-۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں تعظیم اور غیر تعظیم کے لیے ذبح کا فرق یہ ہے کہ اگر دیوار چنتے وقت یا کسی مرض سے شفاء کے حصول کے وقت جانور ذبح کیا جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ اس ذبح کا مقصد صدقہ کرنا ہے (حموی) اسی طرح کسی نے سفر سے سلامتی کے ساتھ آنے پر قربانی کی نذر مانی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (البحر الرائق) اب اس پر لازم ہے کہ اس گوشت کو فقط فقراء پر صدقہ کرے۔ (فتاویٰ الشلبی) اور جو شخص کسی کے آنے پر جانور کو ذبح کرے اور پھر اس کو یونہی چھوڑ دے' یا اس میں سے کل یا بعض لے لے اور فرق کا مدار ابتداء ذبح کے وقت ہے۔ اگر اس نے مہمان کے اکرام اور اس کو گوشت کھلانے کے سبب سے جانور کو ذبح کیا ہے' تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر اس نے کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے محض خون بہانے کے قصد سے جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ حرام ہے' اور یہ فرق اس طرح مزید ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے حاکم کی ضیافت کی اور اس کے آنے پر جانور کو ذبح کیا۔ اگر اس ذبح سے اس کی تعظیم کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے' اور اگر اس ذبح سے اس کی مہمانی اور اس کے اکرام کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال ہے۔ خواہ یہ ذبیحہ مہمان کے علاوہ کسی اور کو کھلا دے۔ جو شخص کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے جانور کو ذبح کرتا ہے تو یہ ذبیحہ حرام ہے' لیکن یہ کفر نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب علی وجہ العبادت حاصل کرے گا اور تکفیر کا اسی پر مدار ہے' اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اس کا یہ فعل دنیاداری کے لیے ہے' یا اس کے سامنے اظہار محبت کر کے اس کا مقبول بننا چاہتا ہے' لیکن جبکہ اس حاکم کی تعظیم کی وجہ سے ذبح کرنا تھا تو ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا حکماً خالص اللہ کے لیے نہ تھا' اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی شخص ذبح کے وقت کہے' اللہ کے نام سے اور فلاں کے نام سے' اس لیے یہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ لیکن حرمت اور کفر میں تلازم نہیں ہے۔

(رد المحتار' ج ۵' ص ۱۹۷-۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

المنخنقة کا معنی اور اس کا شرعی حکم

منخنقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو گلا گھٹنے سے مر جائے' عام ازیں کہ کسی نے قصداً اس کا گلا گھونٹ دیا یا کسی حادثہ سے اچانک اس کا گلا گھٹ گیا ہو' یہ مردار ہے اور شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ اس کو مردار میں شامل نہیں کیا' بلکہ الگ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ مردار وہ ہے جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مر جائے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا ایک خارجی سبب سے مرتا ہے' لیکن یہ مذبوح نہیں ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کے گلے پر چھری پھیری جائے جس سے اس کی

Marfat.com

چاروں رگیں کٹ جائیں اور جسم کا سارا خون بہہ جائے۔

الموقوذۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم

جس غیر دھار والی بھاری چیز سے کسی جانور پر ضرب یا چوٹ لگائی جائے' خواہ دور سے پتھر مارا جائے' یا ہاتھ میں ڈنڈا پکڑ کر اس سے مارا جائے۔ اس چوٹ کے نتیجہ میں وہ جانور مرجائے تو وہ بھی شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ یہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے' اور زمانہ جاہلیت میں اس کو کھایا جاتا تھا۔

اسلام میں ثقیل شئے کی ضرب یا چوٹ سے جانور کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے' اور کسی دھار والی چیز سے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' تاکہ جانور کو اذیت نہ پہنچے اور آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا "منخنقہ" وہ ہے جس کا گلا گھونٹا جائے اور وہ مرجائے۔ "موقوذہ" وہ ہے جس کو لکڑی سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے۔ "متردیہ" وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے اور "نطیحہ" وہ ہے جس کو دوسری بکری نے سینگ مارا ہو' اگر اس کی دم یا آنکھ ہل رہی ہو تو اس کو ذبح کرکے کھالو۔ (صحیح البخاری' ج ٦' کتاب الصید والذبائح' ۷۲' باب ۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کو فرض کردیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو درست طریقہ سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو درست طریقہ سے ذبح کرو' اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی چھری تیز کرلینی چاہیے' تاکہ ذبیحہ کو آسانی ہو۔ (صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۵)

جب چھری تیز ہوگی تو جلدی سے جانور ذبح ہو جائے گا اور مستحب یہ ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو گھسیٹ کر مذبح تک نہ لے جایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز میں روح ہو' اس کو (مشق کے لیے) نشانہ نہ بناؤ۔ (صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو) کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب جانور اس کی دھار سے زخمی ہو تو اس کو کھالو اور جب جانور کو اس کی چوڑائی کی جانب تیر لگے اور وہ مرجائے تو اس کو مت کھاؤ' کیونکہ وہ وقیذ (چوٹ سے مرا ہوا) ہے۔

(صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ۵۴۷٦)

موقوذہ کی بحث میں بندوق سے کیے ہوئے شکار کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بحث تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سادس میں لکھ دی ہے اور (المائدہ: ۴) میں بھی انشاء اللہ اس پر گفتگو کریں گے۔

المتردیۃ کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم

جو جانور کسی پہاڑ سے یا کسی بلند جگہ سے مثلاً چھت سے گر جائے' یا کنوئیں میں گرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے' اس کو متردیہ کہتے ہیں۔ مردار کی طرح اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس میں کچھ رمق حیات ہو تو اس کو ذبح کرلیا جائے۔

Marfat.com

النطیحہ کامعنی اور اس کا شرعی حکم

جس جانور کو دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو' اور وہ اس کے سینگ مارنے سے مرگیا' خواہ اس کے سینگ مارنے سے وہ زخمی ہوا ہو' اور اس کا خون بھی بہا ہو' اس کا حکم بھی مردار کی طرح ہے' اور اس کا کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

جس جانور کو درندے نے کھالیا ہو' اس کا شرعی حکم

کسی درندے مثلاً شیر' چیتے یا بھیڑیے نے کسی حلال جانور کو چیر پھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصے کو کھالیا ہو' تو اس کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کے جسم یا اس کے ذبح کی جگہ سے خون بہہ رہا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور میں سے بقیہ کو کھالیا کرتے تھے' لیکن طبائع سلیمہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

"الا ماذ کیتم" کے مستثنیٰ منہ کا بیان

مردار' خون' خنزیر اور "ما اھل لغیر اللہ بہ" کے علاوہ باقی جانوروں میں سے جو جانور زندہ مل جائیں اور ان کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے' ان کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمالیا۔ اس مستثنیٰ منہ میں المنخنقہ' الموقوذہ' المتردیہ' النطیحہ اور جن کو درندہ نے کھالیا ہو' داخل ہیں۔ اور بعض علماء نے "ما اھل لغیر اللہ بہ" کو بھی اس میں داخل کرلیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس جانور کے ذبح کا موقع تمہیں مل جائے' بایں طور کہ اس کی دم ہل رہی ہو' یا وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہو' اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کر دو' وہ حلال ہے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ لحم الخنزیر کے سوا باقی تمام کو "الا ماذ کیتم" کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ جانور پلک جھپکا رہا ہے' دم ہلا رہا ہے' یا اس کی ٹانگ مضطرب ہو رہی ہے' تو تم اس کو ذبح کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جب تم موقوذہ' متردیہ اور نطیحہ کو ہاتھ' پیر ہلاتے دیکھو تو اس کو (ذبح کر کے) کھالو۔

ان اقوال کی بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ موقوذہ' متردیہ' نطیحہ اور جس کو درندہ نے کھالیا ہو' وہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں' لیکن اگر تم ان میں زندگی کے آثار دیکھو اور ان کے مرنے سے پہلے تمہیں ان کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں' تم ان کو ذبح کر کے کھالو۔

بعض علماء اہل مدینہ نے یہ کہا کہ یہ استثناء ان محرمات میں سے نہیں ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے' بلکہ یہ تحریم سے استثناء ہے' یعنی مردار' خون' خنزیر "وما اھل لغیر اللہ بہ" اور باقی مذکورہ جانور تم پر حرام کر دیئے گئے۔ مگر جن حلال جانوروں کو تم شرعی طریقہ سے ذبح کر لو' وہ تم پر حلال ہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ایک درندہ ایک بھیڑ پر حملہ کرتا ہے اور اس کی کمر توڑ ڈالتا ہے۔ تو اگر اس کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو کیا اس کو کھانا جائز ہے' امام مالک نے کہا اگر اس کی ضرب اس کے پیٹ' جگر اور دل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر اس کے ہاتھ' پیر توڑے ہیں' تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا' اگر وہ اس پر حملہ کر کے اس کی کمر توڑ دے؟ امام مالک نے کہا: اس کے بعد جانور زندہ نہیں رہتا۔ میرے نزدیک اس کا کھانا بہتر نہیں ہے' ان سے پوچھا گیا کہ بھیڑیا بکری کا پیٹ پھاڑ دے' لیکن اس کی آنتیں باہر نہ نکلیں' امام مالک نے کہا جب اس کا پیٹ پھاڑ دیا جائے تو میری رائے میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے' اس تقدیر پر یہ استثناء منقطع ہے۔

Marfat.com

امام ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ میری رائے میں "وما اھل لغیر اللہ بہ" سے لے کر آخر آیت تک یہ استثناء لاحق ہے' کیونکہ ان تمام صورتوں میں موت سے پہلے وہ جانور ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مشرکین جب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان جانوروں کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں اور وہ غیر اللہ کی قربانی کہلاتی ہیں' اس لیے وہ حرام ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور گلا گھٹنے سے مرجاتا ہے' وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس جانور کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو' اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے' یا جس جانور کا گلا گھونٹا گیا ہو' اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہو گا۔ لہٰذا جس حلال جانور یا پرندہ کی روح نکلنے سے پہلے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے' وہ حلال ہو گا۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ٩٩-٩٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا۔

نُصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم

قرآن مجید میں نصب کا لفظ ہے' یعنی جو جانور نصب پر ذبح کیا گیا' وہ بھی حرام ہے۔ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کیے گئے تھے' اور زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پتھروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا' اس کو ان پتھروں پر چھڑکتے تھے اور اس قربانی کو عبادت قرار دیتے تھے اور اس گوشت کے ٹکڑے ان پتھروں پر رکھ دیتے تھے' اس کو نصب اور انصاب کہا جاتا ہے۔ نصب' نصیب کی جمع ہے۔ نصیب اس پتھر کو کہتے ہیں جس کو کسی شئے پر نصب کیا جاتا ہے۔ (المفردات' ص ٤٩٤) نصب بتوں کو نہیں کہتے' نصب غیر منقوش پتھر ہوتے ہیں اور بت منقوش پتھر ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس فعل سے منع فرمادیا اور جو جانور نصب پر ذبح کیے جاتے ہیں' ان کا کھانا ان پر حرام کر دیا۔ خواہ ان جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے' تاکہ اس شرک سے اجتناب ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں۔ (المائدہ: ٣)

ازلام کا معنی

ازلام زلم کی جمع ہے۔ یہ تیر کی شکل کا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نوک پر لوہے کا وہ پھل نہیں ہوتا جو شکار کو زخمی کرتا ہے' زمانہ جاہلیت میں مشرکین اس سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے تھے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے تھے' جن میں سے کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے حکم دیا ہے اور کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سادہ ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا' یا شادی کا ارادہ کرتا' یا کسی نئے کام کا ارادہ کرتا تو وہ کاہن کے پاس جاتا اور تیر سے فال نکالتا۔ اگر اس کا تقاضا ہوتا کہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا' اور اگر اس کا تقاضا ہوتا وہ کام نہ کرے تو پھر وہ کام نہ کرتا اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو دوبارہ فال نکالتے۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ١٠٣' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

نجومیوں' کاہنوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت

جس طرح فال کے تیروں کے ذریعہ اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا اور امور غیبیہ کو دریافت کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اسی طرح نجومیوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا' یا جو لوگ ستارہ شناسی کے دعوے دار ہیں' ان سے مستقبل کا حال معلوم کرنا بھی ممنوع اور حرام ہے۔ ہمارے بعض اخبارات اور رسائل میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا؟ اور انگل پچو سے غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں' نجومی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ طوطا' اپنی چونچ سے لفافہ نکالتا

Marfat.com

ہے' بعض صوفی باصفا قسم کے لوگ قرآن سے فال نکالتے ہیں۔ یہ تمام امور باطل' ناجائز اور حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا' یا جن امور پر وحی کے ذریعہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کو مطلع فرماتا ہے' اس کے سوا اور کوئی غیب کو نہیں جانتا' اولیاء اللہ کو جو الہام ہوتا ہے وہ ایک ظنی امر ہے' قطعی چیز نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کافر اور مشرک کاہنوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں مستقبل میں جس کام کے متعلق تردد ہوتا' وہ ان سے معلوم کرتے اور وہ فال کے تیروں سے فال نکال کر انکل پچو سے ان کو غیب کی باتیں بتاتے۔ اسلام نے اس طریقہ کی ممانعت کر دی' اب جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ داروں' نجومیوں اور طوطے والوں سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے اور مستقبل کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں' ان کا بھی یہی حکم ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت' طوائف (رنڈی) کے معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی دینے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۲۳۷' صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۶۷' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۴۸۱' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۷۸' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۵۹' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۰۶۹' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۶۸' شرح السنہ' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۳۰' المعجم الکبیر' ج ۱۷' رقم الحدیث: ۷۲۶' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۳۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۶' ص ۲۴۳' سنن کبریٰ' للبیھقی' ج ۶' ص ۶)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی' یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا' یا جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ عمل معکوس کیا' تو وہ اس (دین) سے بری ہو گیا' جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۹۰۴)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا' یا جس نے کسی عورت کے ساتھ عمل معکوس کیا' یا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا' اس نے اس (دین) کے ساتھ کفر کیا جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث تغلیظ پر محمول ہے۔ (سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۵' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۳۰۱' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۷' ص ۱۹۸) امام بخاری نے کہا: اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اثرم کا حضرت ابوہریرہ سے سماع معروف نہیں ہے اور اثرم منکر الحدیث ہے۔ (التاریخ الکبیر' ج ۱' ص ۱۸) امام ابن عدی نے اس کو ضعفاء میں بیان کیا ہے۔ (الکامل فی الضعفاء' ج ۲' ص ۶۳۷) تاہم اس حدیث کے شواہد ہیں۔

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی کے متعلق یہ یقین رکھے کہ اس کو غیب کا علم ہے اور پھر حلال اور جائز سمجھ کر اس سے غیب کی باتیں دریافت کرے' وہ کافر ہو گیا اور اگر وہ ناجائز اور گناہ سمجھ کر یہ کام کرے' تو پھر یہ گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عرب میں کاہن تھے اور وہ متعدد امور کی معرفت کا دعویٰ کرتے تھے' ان میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ جن آکر ان کو خبریں دیتے ہیں' اور بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ مستقبل کے امور کو اپنی عقل سے جان لیتے ہیں' اور بعض عراف کہلاتے تھے جو قرائن اور اسباب سے مختلف چیزوں کا پتا چلا لیتے تھے۔ مثلاً بتاتے فلاں شخص نے چوری کی ہے اور فلاں شخص نے فلاں عورت

Marfat.com

سے بدکاری کی ہے' اور بعض نجومی اور ستارہ شناس کو کاہن کہتے تھے۔ حدیث میں ان تمام لوگوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے' اور ان کے اقوال اور ان کی خبروں کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(معالم السنن' ج ۵' ص ۱۷۔ ۳۷۰' ۴ مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

کسی درپیش مہم کے متعلق استخارہ کرنے کی ہدایت

بہرحال! جو شخص بھی غیب کی خبروں کے جاننے کا دعویٰ کرے' وہ کافر ہے۔ خواہ وہ کاہن ہو' نجومی ہو' یا دست شناس ہو' اور جو شخص اس کی خبر کی تصدیق کرے' وہ بھی کافر ہے۔ اور جن لوگوں کو مستقبل میں کسی کام کے متعلق تردد ہو' مثلاً کسی جگہ رشتہ کرنا ہے' کسی شخص کے ساتھ شراکت میں کوئی کاروبار کرنا ہے' کسی جگہ سفر پر جانا ہے اور اب وہ جاننا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے حق میں بہتر ہیں یا نہیں' تو اس کے لیے کسی نجومی وغیرہ کے پاس نہ جائے' بلکہ شریعت نے اس کے لیے ہمیں استخارہ کی تعلیم دی ہے' سو وہ اس کے لیے استخارہ کرے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام کاموں میں ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے' پھر یہ دعا کرے' اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو عالم ہے اور میں عالم نہیں ہوں اور تو علام الغیوب ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور آخرت میں' میرے لیے خیر ہو تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے' اور میرے لیے آسان کر دے' پھر اس کام میں میرے لیے برکت ڈال اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور میری آخرت میں میرے لیے شر ہو' تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے' اور مجھے اس کام سے دور کر دے' اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے' جہاں کہیں بھی ہو اور مجھ سے راضی رہ۔ آپ نے فرمایا دعا میں اپنے اس کام کا نام بھی لے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۶۲' سنن ترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۷۹' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۸۳' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۴۷۱۳)

استخارہ کرنے کا طریقہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

اگر ایک بار دعاء استخارہ کرنے کے بعد آدمی کا دل کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف نہ جھکے تو آیا دوبارہ یہ عمل کرنا مشروع ہے یا نہیں' حتیٰ کہ اس کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق شرح صدر ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ صلاۃ استخارہ اور دعا کو بار بار کرنا مستحب ہے۔ امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! جب تم کسی کام کا قصد کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو' پھر یہ غور کرو کہ تمہارا دل کس جانب مائل ہوتا ہے' بس خیر اسی میں ہے۔ امام عقیلی اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے' اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ساقط ہے' اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب نبی ﷺ کوئی دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے۔ علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ صلاۃ استخارہ کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قل یاایھا

Marfat.com

الکافرون" پڑھے' اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قل ھو اللہ احد" پڑھے۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں اسی طرح لکھا ہے' اور ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے' صلاۃ استخارہ میں کسی سورت کی قرأت کرنا معین نہیں ہے' اور کسی حدیث میں اس تعین کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری' ج ٧' ص ٢٢٤' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ١٣٤٨ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی ﷺ پر صلوۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرائت کے بعد یہ زیادہ پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار) اور اس کو یعلنون تک پڑھے اور دوسری رکعت میں (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ الایہ) پوری آیت پڑھے اور استخارہ کا عمل سات مرتبہ کرے' جیسا کہ امام ابن السنی نے (عمل الیوم واللیلہ میں) روایت کیا ہے' اور شرح الشرعہ میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ نماز استخارہ پڑھ کر اور دعاء مذکور کرنے کے بعد باوضو قبلہ کی طرف منہ کرکے سو جائے' اگر اسے خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے شر ہے اور اس کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(ردالمحتار' ج ١' ص ٤٦١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

قرائن کی بناء پر مستقبل کے ظنی ادراک حاصل کرنے کا حکم

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں جب تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا فسق ہے تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی ﷺ فال (نیک شگون) کو پسند کرتے تھے اور تیروں سے اپنے سفر یا مستقبل کے کسی کام کے متعلق معلومات حاصل کرنا بھی ایک قسم کی فال ہے تو پھر تیروں کے ذریعہ فال نکالنے کو کیوں فسق فرمایا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ واحدی نے کہا ہے کہ تیروں سے فال نکالنا یا قسمت کا حال معلوم کرنا اس لیے حرام ہے کہ اس میں غیب کی معرفت کی طلب ہے اور یہ حرام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا — اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

(لقمان: ٣٤)

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل: ٦٥) — آپ کہئے کہ اللہ کے سوا جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے' وہ (بذاتہ) غیب کو نہیں جانتا۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا یا جس شخص نے تیروں کے ذریعہ قسمت کو معلوم کیا' یا کسی چیز سے جو فال نکال کر سفر سے واپس ہوا' وہ قیامت کے دن جنت کے بلند درجات کو نہیں دیکھ سکے گا۔ (تفسیر کبیر' ج ٣' ص ٣٥٧' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٣٩٨ھ)

اور کوئی معترض یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر علامات متعارفہ کے ذریعہ ظنی علم حاصل کرنا (مثلاً موسمی علامات کے ذریعہ درجہ حرارت' یا بارش کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل کرنا' یا جدید سائنسی آلات کے ذریعہ سورج اور چاند کے گہن لگنے کا علم حاصل کرنا) معرفت غیب کی طلب ہو' تو پھر خواب کی تعبیر معلوم کرنے کا علم بھی کفر ہونا چاہیے' کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے' اور کسی چیز سے نیک فال نکالنا بھی کفر ہونا چاہیے' کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے' اور جو اصحاب کرامات اور اولیاء اللہ الہام کا دعویٰ کرتے ہیں' وہ بھی کافر ہونے چاہئیں' اور یہ بداہۃً معلوم ہے کہ ان امور کا کفر ہونا باطل ہے' کیونکہ یہ تمام امور شریعت

Marfat.com

سے ثابت ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی چیز میں بدشگونی نہیں ہے' اور سب سے عمدہ چیز فال ہے۔ انہوں نے پوچھا' یارسول اللہ! فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔ (صحیح البخاری' ۵۷۵۵' صحیح مسلم' ۲۲۲۳) کسی ناپسندیدہ قول یا فعل سے برا معنی لینا بدشگونی ہے۔ عرب جب کہیں جانا چاہتے تو وہ پرندہ یا کسی جانور کو ڈرا کر اڑاتے یا بھگاتے۔ اگر وہ دائیں جانب بھاگتا' تو اس کو مبارک جانتے اور سفر پر چلے جاتے اور اگر وہ بائیں جانب جاتا تو اس کو منحوس جانتے اور سفر پر نہ جاتے' یا جو کام کرنا ہوتا' نہ کرتے' اور فال کا معنی نیک اور اچھی بات ہے جس سے طبیعت میں خوشی ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی ﷺ جب کسی کام کے لیے جاتے' تو آپ یہ سن کر خوش ہوتے تھے یا راشد (اے ہدایت یافتہ) یا نجیح (اے کامیاب)۔ (سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱٦۲۲)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ آپ جب کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے' جب آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے' اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا' تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی' اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام پوچھتے۔ اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا' تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۹۲۰' مسند احمد' ج ۱' ص ۱۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' طبع قدیم)

سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں غیب کے جس علم کی طلب سے منع فرمایا ہے' اس سے مراد غیب کا یقینی اور قطعی علم ہے اور علامات' آلات اور علم تعبیر اور فال سے جو غیب کا ادراک حاصل ہوتا ہے' وہ محض ظن ہے۔ بعض صورتوں میں یہ ظن قوی ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ ظن ضعیف ہوتا ہے۔ اس آیت کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کا عقیدہ یہ تھا کہ تیروں کے ذریعہ جو ان کو معلومات حاصل ہوتی ہیں' وہ بتوں کے تصرف سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کا یہ عقیدہ فسق تھا' اس لیے فرمایا: کہ یہ فسق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو"۔ (المائدہ: ۲)

شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کی تکفیر مسلمین پر بحث و نظر

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چند محرمات کے کھانے سے منع فرمایا' جن کا ذکر اس آیت کے شروع میں ہے اور تیروں سے قسمت کا حال دریافت کرنے سے منع فرمایا۔ اور آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شرعیہ کے عمل پر برانگیختہ فرمایا' اور ان کو غلبہ کی بشارت دی' تاکہ شریعت پر عمل کرنے کا عزم اور قوی ہو اور ان کی شجاعت اور زیادہ ہو۔ یہ آیت دس ہجری حجۃ الوداع کے سال عرفہ کے دن نازل ہوئی' وہ دن جمعہ کا تھا' اور اس میں فرمایا کفار تمہارے دین کو باطل کرنے اور تم پر غلبہ پانے سے اور اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف تمہارے لوٹ جانے سے مایوس ہو چکے ہیں' اور شیطان بھی مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں یہ یوم عرفہ تھا اور اس دن جمعہ تھا جب نبی

Marfat.com

ﷺ نے میدان عرفات پر نظر ڈالی تو آپ کو موحدین کے سوا کوئی نظر نہیں آیا' اور آپ نے کسی مشرک کو نہیں دیکھا' تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ۱۰۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو گیا ہے' لیکن وہ ان (مسلمانوں) کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا۔

(صحیح مسلم' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۸۱۲' مسند احمد' ج ۳' ص ۳۸۴-۳۵۴' ج ۴' ص ۱۲٦)

اس آیت اور ان احادیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جزیرۂ عرب اور خصوصاً حرمین طیبین میں شیطان کی عبادت نہیں ہو سکتی' نہ بت پرستی ہو گی اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ترکوں کے دور میں حرمین شریفین میں جو اہل سنت کے معمولات تھے۔ مسلمان روضہ انور کی جالیوں کو چومتے تھے اور نبی ﷺ سے استمداد اور استغاثہ کرتے تھے' اسی طرح افاضل صحابہ اور اہل بیت کرام کی قبور سے استمداد کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں تھی' اور نہ شیطان کی عبادت تھی' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو چکا ہے۔

بارھویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا' اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے' وہ کافر ہے' اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰٦ھ نے لکھا ہے:

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے' اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا ارادہ کرنے کی وجہ سے اور ان کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا مباح ہو گیا ہے۔ (کشف الشبہات' ص ۹' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ)

شیخ مذکور کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے شیخ مذکور کے رد میں مسطور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس قدر چاہا' اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دے دی' اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے' اور شداد کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہو گی اور تمہارا مذہب ان حدیثوں کے برعکس ہے' کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں' اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے' اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے برأت کی حضور ﷺ نے خبر دی ہے' اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے' وہ بھی کافر ہے۔ سو یہ تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ نیز امام احمد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان ہمیشہ کے لیے اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں اس کی پرستش کی جائے۔ البتہ! تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے اور جن چیزوں (توسل اور طلب شفاعت) کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو' ان کے مرتکبین کو بت پرست کہتے ہو' ان

Marfat.com

تمام امور پر تمام اہل مکہ' ان کے عوام' امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں' اور تمہارا گمان ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کارد کرتی ہیں۔ (الصواعق الالٰہیہ' ص ۴۷-۴۶' مطبوعہ مکتبہ الیشیق' استنبول)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے متبعین نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے۔ یہ خود کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں' لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے مخالف ہوں وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے اہل سنت کے قتل اور ان کے علماء کے قتل کو جائز قرار دیا۔

(ردالمحتار' ج ۳' ص ۳۰۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی تو وہ بلید شخص تھا' کم علم تھا' اور وہ بہت جلد کفر کا حکم لگاتا تھا۔ حالانکہ تکفیر اس شخص کو کرنی چاہیے جس کا علم بہت پختہ ہو' اور وہ حاضر دماغ ہو' اور کفر کی وجوہ اور اس کے اسباب کا جاننے والا ہو۔ (فیض الباری' ج ۱' ص ۱۷۱' مطبوعہ مطبعہ الحجازی' القاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں اور شیخ نجدی بہ صراحت کہا کرتا تھا کہ چھ سو سال سے تمام امت کافر ہے' اور وہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی اتباع نہ کرے۔ خواہ وہ انتہائی پرہیزگار شخص ہی کیوں نہ ہو' وہ ایسے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر ان کو قتل کرا دیتا' اور ان کے مال و متاع کو لوٹنے کا حکم دیتا اور جو شخص اس کی اتباع کر لیتا' اس کو مومن قرار دیتا۔ خواہ وہ شخص بدترین فاسق ہو۔ (خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام' ص ۲۳۳' مطبوعہ مکتبہ الیشیق' استنبول)

سید حسین احمد مدنی لکھتے ہیں محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ (یہ ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ میں مرگیا۔ سعیدی غفرلہ) اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا' ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا' ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا' اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً تکالیف شاقہ پہنچائیں' سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے' بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا' اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوجوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی و خونخوار شخص تھا۔ (شہاب ثاقب' ص ۴۲' مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ' دیوبند' ضلع سہارن پور)

نیز حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

۱- محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں' اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے' چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲- نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے' جب تک وہ دنیا میں تھے' بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ۴۳)

۳- زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حضوری آستانہ شریفہ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت' حرام وغیرہ لکھتا ہے' اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے۔ بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں' اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے' اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ۴۵)

Marfat.com

۴- شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبها الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں' اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں' اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے' اور اسی وجہ سے توسل و دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے: نقل کفر' کفر نہ باشد' کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے' ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں' اور ذات فخر عالم ﷺ تو یہ بھی نہیں کر سکتے (شہاب ثاقب' ص ۴۷)

۵- وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و ضلالت شمار کرتے ہیں' اور ان اکابر کے اقوال و افعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں' اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح' بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ۵۹)

٦- وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے' چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں' لیکن عمل در آمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے' بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں' اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ٦۳-٦۲)

۷- مثلاً علی العرش استوی وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ مسئلہ نداء رسول ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔ (الی قولہ) چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کو سخت منع کرتے ہیں' اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں' اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ نداء و خطاب کیوں نہ ہو' مستحب و مستحسن جانتے ہیں' اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ (الی قولہ) وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے' اور یہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے' حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو۔ (شہاب ثاقب' ص ٦۵-٦۴' ملخصاً)

۸- وہابیہ خبیثہ کثرت صلوۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرات دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں' اور بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً

یا اشرف الخلق ما لی من الوذ بہ
سواک عند حلول الحادث العمم

"اے افضل مخلوقات میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں' بجز تیرے' بروقت نزول حوادث"۔ (شہاب ثاقب' ص ٦٦)

۹- وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کو پہنچا دیتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ٦۷)

۱۰- وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کو خالی

Marfat.com

جانتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ٦٧)

١١- وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں' اور علی ھذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ٦٧)

وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جبکہ وہ غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے' ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں' بار بار ان سے مباحثے ہوئے۔ ان سب امور میں ہمارے اکابر ان کے سخت مخالف ہیں۔ (شہاب ثاقب' ص ٦٨-٦٧' مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ' دیوبند' ضلع سہارنپور)

شیخ خلیل انبیٹھوی نے ایک کتاب لکھی ہے "التصدیقات لدفع التلبیسات" اس میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک محمد بن عبدالوہاب کا وہی حکم ہے جو صاحب الدر المختار نے خوارج کا لکھا ہے۔ اور جو علامہ شامی نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی' شیخ شبیر احمد عثمانی' شیخ حبیب الرحمٰن اور دیگر اکابر دیوبند نے اس کی تصدیق کی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی' متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

حرمین شریفین کے لوگ شیخ نجدی کے نام سے بھی ناراض ہوتے ہیں' کیونکہ شیخ نجدی ان کے لیے شدید تکالیف اور مصائب کا سبب بنا تھا۔ پس جو شخص بھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آتا ہے' وہ اپنے دل میں محمد بن عبدالوہاب کے خلاف سخت غم و غصہ لے کر آتا ہے۔ (موائد العوائد من عیون الاخبار والفوائد' ص ٣٨)

حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار آج تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے۔ پھر اس کو موکد فرمایا' تم ان سے نہ ڈرو' مجھ سے ڈرو اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منصوص اور واجب الاطاعت نہیں تھی' ورنہ جو شخص اس نص کو چھپانے کا ارادہ کرتا یا اس میں تغیر اور تحریف کا ارادہ کرتا' وہ اس دین کی ناکامی سے مایوس ہو جاتا' جیسا کہ اس آیت کا تقاضا ہے اور صحابہ میں سے کوئی شخص بھی اس نص کو چھپانے پر قادر نہ ہوتا۔ اور جب اس نص کا کہیں کوئی ذکر نہیں آیا' کسی حدیث اور کسی اثر میں اس کا بیان نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ اور رافضیوں کا یہ پروپیگنڈا باطل ہے' کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نص صریح تھی' اور صحابہ نے اس کو چھپا لیا۔ کیونکہ اگر اس نص کا تعلق دین کی کامیابی اور اس کے غلبہ سے ہوتا' جیسا کہ شیعہ کا دعویٰ ہے' تو پھر اس کے چھپانے سے دین کے مخالف مایوس ہو چکے تھے اور شیعہ صحابہ کو دین کا مخالف اور کافر ہی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا' اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا (المائدہ: ٣)

تدریجاً احکام کا نزول دین کے کامل ہونے کے منافی نہیں

یہ آیت حجۃ الوداع کے سال دس ہجری کو عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے' اور اس دن دین کامل ہوا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے پہلے دس سال تک دین ناقص رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں فرائض اور واجبات اور محرمات اور مکروہات پر مشتمل احکام کا نزول تدریجاً ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا نزول بھی تدریجاً ہوا ہے اور اس آیت میں دین کے کامل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اصول اور فروع' عقائد اور احکام شرعیہ کے متعلق جتنی آیات نازل ہونی تھیں' وہ تمام آیات اللہ تعالیٰ نے نازل کر دی ہیں۔ عقائد کے باب میں تمام آیات نازل کر دی گئیں۔ اسی طرح قیامت تک پیش آنے والے مسائل اور

Marfat.com

حوادث کے متعلق تمام احکام کے متعلق آیات نازل کردی گئیں' اور ان کی تشریح زبان رسالت سے کردی گئی ہے۔ دین اسلام تو ہمیشہ سے کامل ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسانی کے لیے اس کا بیان تدریجاً فرمایا' کیونکہ جو لوگ کفر اور برائی میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے تھے' اگر ان کو یک لخت ان تمام احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ ان کی طبیعت پر سخت مشکل اور دشوار ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی سہولت کی خاطر اس کا بیان رفتہ رفتہ اور تدریجاً فرمایا' اور آج یہ بیان اپنے تمام و کمال کو پہنچ گیا۔

اسلام کا کامل دین ہونا ادیان سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں

اس آیت پر دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں اسلام کو کامل دین فرمایا ہے' تو کیا حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ' اور دیگر انبیاء سابقین کا دین کامل نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ادیان سابقہ اپنے اپنے زمانوں کے لحاظ سے کامل تھے۔ ان کے زمانوں میں تہذیب و تمدن کے جو تقاضے تھے اور ان کی رعایت سے جس طرح کے شرعی احکام ہونے چاہئیں تھے' اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی احکام نازل فرمائے' پھر حالات کے بدلنے اور تہذیب و ثقافت کی ترقی سے تقاضے بدلنے لگے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر بعد کی شریعت میں پہلی شریعت کے بعض احکام منسوخ کر دیئے اور نسخ احکام کا یہ سلسلہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تک جاری رہا' بلکہ آپ کی شریعت میں بھی بعض احکام منسوخ کیے گئے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی حکم منسوخ نہیں ہوگا اور اب جس قدر احکام ہیں' وہ سب محکم ہیں اور ناقابل تنسیخ ہیں' اور قیامت تک یہ تمام احکام نافذ العمل رہیں گے' الا یہ کہ جس حکم کی مدت خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادی ہے۔ مثلاً جزیہ کی مدت نزول عیسیٰ علیہ السلام تک ہے' اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس وقت سب مسلمان ہو جائیں گے۔ لہٰذا کسی سے جزیہ لینے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادیان سابقہ میں سے ہر دین کامل تھا' لیکن اس کا کمال اضافی تھا' وہ دین جس زمانہ اور جس قوم اور جس علاقہ کے لیے تھا' اس کے لحاظ سے وہ دین کامل تھا اور اسلام بھی دین کامل ہے اور اس کا کمال حقیقی ہے' یہ اپنے زمانہ نزول سے لے کر قیامت تک کے لیے کامل ہے' تمام لوگوں کے لیے اور تمام دنیا کے لیے اب یہی دین ہے' اور یہی کمال حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا: ٢٨)	اور ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے رسول بنایا در آنحالیکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔
تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان: ١)	وہ برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندہ پر کتاب فیصل نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: ٨٥)	جس شخص نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کیا' تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم (ایسا کلام جس میں الفاظ کم ہوں اور معنی زیادہ ہوں) عطا کیے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور غنیمتیں میرے لیے حلال کردی گئیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی (آلہ تیمم) اور مسجد بنادیا گیا' اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا' اور حضرت جابر کی روایت میں ہے ہر نبی کو بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث

Marfat.com

کیا جاتا تھا' اور مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔
(صحیح مسلم' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۲۳-۵۲۱' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۵۹)

قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ کو قیامت تک تمام لوگوں کیلئے رسول بنایا گیا ہے' اور اسکا معنی یہ ہے کہ آپکی شریعت قیامت تک کیلئے ہے' اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ سو واضح ہو گیا کہ باقی ادیان اپنے اپنے زمانوں کے اعتبار سے کامل تھے' اور اسلام قیامت تک کیلئے کامل دین ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اسلام کے متعلق فرمایا: کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔

یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ بیان کرتے ہیں: یہ آیت حجۃ الوداع کے سال یوم عرفہ کو بروز جمعہ نازل ہوئی' اس کے بعد فرائض سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی' نہ حلال اور حرام سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف اکیس روز زندہ رہے۔ ابن جریج سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ۱۰٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی "الیوم اکملت لکم دینکم" الایہ تو اس یہودی نے کہا اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے' یوم الجمعہ اور یوم عرفہ کو۔ (سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید ہے اور عرفہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کی صرف دو عیدیں ہیں' انہوں نے اس حدیث پر غور نہیں کیا۔ البتہ! یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشہور عیدیں صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں جن کے مخصوص احکام شرعیہ ہیں۔ عید الفطر میں صبح افطار کیا جاتا ہے' اس کے بعد دو رکعت نماز عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اور عید الاضحیٰ میں پہلے نماز اور خطبہ ہے اور اس کے بعد صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ جمعہ کا دن مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے اور اس میں ظہر کے بدلہ میں نماز اور خطبہ فرض کیا گیا ہے' اور عرفہ کے دن غیر حجاج کے لیے روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے اور اس سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور شریعت میں عید کا دن یوم الفطر اور یوم النحر (قربانی کا دن) کے ساتھ مخصوص ہے' اور جبکہ شریعت میں یہ دن خوشی کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں متنبہ فرمایا ہے یہ کھانے پینے اور ازدواجی عمل کے دن ہیں اور عید کا لفظ ہر اس دن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خوشی حاصل ہو اور اس پر قرآن مجید کی اس آیت میں دلیل ہے:

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ (المائدہ: ۱۱۴)

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا' اے اللہ! ہمارے رب! آسمان سے ہم پر کھانے کا خوان نازل فرما جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی۔

(المفردات' ص ۳۵۲' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳٦۲ھ)

Marfat.com

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شرعی اور اصطلاحی عید تو صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں اور یوم عرفہ اور یوم جمعہ عرفاً عید ہیں اور جس دن کوئی نعمت اور خوشی حاصل ہو وہ بھی عرفاً عید کا دن ہے اور تمام نعمتوں کی اصل سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ سو جس دن یہ عظیم نعمت حاصل ہوئی' وہ تمام عیدوں سے بڑھ کر عید ہے اور یہ بھی عرفاً عید ہے' شرعاً عید نہیں ہے' اس لیے مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ بارہ ربیع الاول نبی ﷺ کا یوم ولادت ہے اور بعض اقوال کے مطابق آپ کا یوم وفات بھی یہی ہے۔ تم اس دن نبی ﷺ کی ولادت پر خوشی مناتے ہو۔ اس دن آپ کی وفات پر سوگ کیوں نہیں مناتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ہمیں نعمت پر خوشی منانے' اس کا اظہار اور بیان کرنے کا تو حکم دیا ہے اور کسی نعمت کے چلے جانے پر سوگ منانے سے منع کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم غم اور سوگ کیوں کریں؟ نبی ﷺ جس طرح پہلے زندہ تھے' اب بھی زندہ ہیں۔ پہلے دار التکلیف میں زندہ تھے' اب دار الجزاء اور جنت میں زندہ ہیں' آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور برے اعمال پر آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ آپ زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں' طالبین شفاعت کے لیے شفاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مطالعہ اور مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور آپ کے مراتب اور درجات میں ہر آن اور ہر لحظہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس میں غم کرنے کی کون سی وجہ ہے؟ جبکہ آپ نے خود یہ فرمایا ہے میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ' ص ۸۱۰)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کی عید میلاد منائی' ان کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی پیدائش پر عید میلاد النبی کے نام سے ایک عید بنادی' اس روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات میں چراغاں کو عبادت سمجھ کر کرنے لگے۔ جس کی کوئی اصل صحابہ و تابعین اور اسلاف امت کے عمل میں نہیں ملتی۔ (معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۵' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۳۹۷ھ)

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۶ھ نے ایک انٹرویو کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں۔ اس تہوار کو' جس کو ھادی اسلام ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے حقیقت میں اسلامی تہوار ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا' حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ افسوس! اس تہوار کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے' لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔

(ہفت روزہ قندیل' لاہور' ۳ جولائی ۱۹٦٦ء)

عام طور پر شیخ محمد بن عبد الوھاب کے متبعین اور علماء دیوبند یہ تاثر دیتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا اھل سنت و جماعت کا طریقہ ہے اور ان کی ایجاد و اختراع ہے۔ جیسا کہ مذکور الصدر اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' بلکہ ہمیشہ سے اہل اسلام ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں' اور ان ایام کو عید مناتے رہے ہیں۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے اہل اسلام رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے مہینہ میں محفلیں منعقد کرتے رہے ہیں اور دعوتیں کرتے رہے ہیں' اور اس مہینہ کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کرتے ہیں' خوشی کا اظہار کرتے ہیں' اور نیک اعمال زیادہ کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس کی برکت سے ان پر فضل عام ظاہر ہوتا ہے۔ میلاد شریف منعقد کرنے سے یہ تجربہ کیا گیا ہے' کہ انسان کو اپنا نیک مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جس

Marfat.com

نے مولود مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عیدیں بنادیا۔ (المواہب اللدنیہ ' ج ١ ' ص ٧٨ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت ١٤١٦ھ)

علامہ قسطلانی نے علامہ محمد بن محمد ابن الجزری متوفی ٨٣٣ھ کی اس عبارت کو ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ١١٢٦ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں اس محفل کے انعقاد کا اہتمام نہیں ہوتا تھا' لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس عمل میں بعض دنیادار لوگوں نے جو منکرات شامل کرلیے ہیں' علامہ ابن الحاج مالکی نے مدخل میں ان کا رد کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس مہینہ میں نیکی کے کام زیادہ کرنے چاہئیں اور صدقات' خیرات اور دیگر عبادات کو بہ کثرت کرنا چاہیے' اور یہی مولود منانے کا مستحسن عمل ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اربل کے بادشاہ ملک مظفر ابوسعید متوفی ٦٣٠ھ نے سب سے پہلے میلاد النبی کی محفل منعقد کی۔ یہ بہت بہادر عالم' عاقل' نیک اور صالح بادشاہ تھا' یہ تین سو دینار خرچ کرکے بہت عظیم دعوت کا اہتمام کرتا تھا۔ (شرح المواہب اللدنیہ ' ج ١ ' ص ١٣٩ ' مطبوعہ دار المعرفہ ' بیروت ' ١٣٩٣ھ)

شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ہم نے بہت تفصیل سے میلاد النبی منانے پر بحث کی ہے اور علامہ سیوطی' ملا علی قاری اور دیگر علماء نے کتاب و سنت سے جو میلاد النبی کی اصل نکالی ہے اور معترضین کے جوابات دیئے ہیں اور اس پر دلائل فراہم کیے ہیں' ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ بعض شہروں میں میلاد النبی کے جلوس میں بعض لوگ باجے گاجے اور غیر شرعی کام کرتے ہیں اور ہمارے علماء ہمیشہ اس سے منع کرتے ہیں۔ تاہم اکثر شہروں میں بالکل پاکیزگی کے ساتھ جلوس نکالا جاتا ہے۔ میں دو مرتبہ برطانیہ گیا اور میں نے وہاں اس مہینہ میں متعدد جلوسوں میں شرکت کی۔ ان جلوسوں میں نعت خوانی اور ذکر اذکار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا' کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوتا اور تمام شرکاء جلوس باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور بعد ازاں جلسہ ہوتا ہے' جس میں نبی ﷺ کے فضائل اور محامد بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے دیوبند اور جماعت اسلامی کے علماء عید میلاد النبی منانے اور جلوس نکالنے پر انکار کرتے تھے' لیکن اب تقریباً پندرہ بیس سال کے عرصہ سے دیوبند اور جماعت اسلامی کے مقتدر علماء میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالنے اور اس میں شرکت کرنے لگے ہیں اور سپاہ صحابہ کے اکابر علماء حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ایام بھی منانے لگے ہیں۔ ان دنوں میں جلوس نکالتے ہیں اور حکومت سے ان ایام میں سرکاری تعطیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ١٣٩٦ھ عید میلاد النبی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہیں قوم کے بڑے آدمی کی پیدائش یا موت کا یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے' اور کہیں کسی خاص ملک یا شہر کی فتح اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل اشخاص خاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔ اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں ہے' اس نے ان تمام رسوم جاہلیت اور شخصی یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یادگاریں قائم کرنے کا اصول بنادیا۔

(معارف القرآن ' ج ٣ ' ص ٣٤ ' مطبوعہ ادارۃ المعارف ' کراچی ' ١٣٩٧ھ)

لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء دیوبند کی طرف سے نہ صرف ایام صحابہ منائے جاتے ہیں' بلکہ وہ اپنے اکابرین مثلاً شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کے ایام بھی مناتے ہیں اور دیوبند کا صد سالہ جشن بھی منایا گیا۔ ہم پہلے میلاد النبی کے جلسوں اور جلوسوں میں مقتدر علماء دیوبند کی شرکت کو باحوالہ بیان کریں گے۔ پھر ایام صحابہ اور ایام اکابرین دیوبند کو ان حضرات کا منانا بیان کریں گے۔ جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت لکھتا ہے:

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد

Marfat.com

حاصل کر لیا ہے جس کے لیے اس نے ان تھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی۔ وہ آج یہاں مسجد نیلا گنبد پر نماز ظہر کے بعد قومی اتحاد کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں' امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں محمد طفیل' وفاقی وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الٰہی اور مسلم لیگ چٹھہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا۔ تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیلا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی' جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پہنچ کر ختم ہوا' جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی قیادت میں نماز مغرب ادا کی۔ (روزنامہ جسارت' ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء)

جماعت اسلامی اور دیوبندی ارکان پر مشتمل قومی اتحاد کی حکومت کے دور میں عید میلاد النبی کے موقع پر روزنامہ جنگ کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمایئے۔

جشن عید میلاد النبی آج جوش و خروش سے منایا جائے گا' تقریبات کا آغاز ۲۱ توپوں کی سلامی سے ہو گا' گورنر کی صدارت میں جلسہ ہو گا' شہر بھر میں جلوس نکالے جائیں گے' نشتر پارک آرام باغ اور دیگر علاقوں میں جلسے ہوں گے۔

(روزنامہ جنگ' کراچی' ۹ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ حریت کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں:

اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد قومی اتحاد کی تحریک کا مثبت مقصد حاصل ہو گا۔ مفتی محمود نے کہا' معاشرے کو مکمل طور پر اسلامی بنانے میں کچھ وقت لگے گا' عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس۔

(روزنامہ حریت' ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ مشرق کی ایک خبر ملاحظہ ہو:

لاہور ۹ فروری (پ پ ا) قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں کل یہاں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی قیادت کریں گے' یہ اجلاس نیلا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء پر ختم ہو گا۔

(روزنامہ مشرق' کراچی' ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء)

جمعیت علماء اسلام کے مولانا محمد اجمل خاں نے مطالبہ کیا ہے کہ خلفاء راشدین کے ایام سرکاری طور پر منائے جائیں۔

(روزنامہ جنگ' لاہور' ۲۰ جون ۱۹۹۲ء)

سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمن فاروقی نے اعلان کیا ہے کہ یکم محرم کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت منایا جائے گا' اور جلوس بھی نکالے جائیں گے۔ (نوائے وقت لاہور' ۲۲ جون ۱۹۹۲ء)

سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی نے یکم محرم الحرام کو یوم فاروق اعظم کی سرکاری تعطیل پر کہا ہے' کہ آج کا دن عید کا دن ہے۔ (نوائے وقت' ۷ اجون ۱۹۹۴ء)

سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام گزشتہ روز ۲۲ فروری کو پورے ملک میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا یوم شہادت انتہائی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ سپاہ صحابہ جھنگ کے زیر اہتمام احرار پارک محلہ حق نواز شہید میں ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اعظم طارق ایم۔ این۔ اے نے کہا کہ ۲۲ فروری کی نسبت سے حضرت جھنگوی شہید کی شہادت کا دن ہے۔ اور ۲۱ رمضان المبارک کی نسبت کی وجہ سے یہی دن حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کی شہادت کا دن ہے۔ (نوائے وقت' لاہور' ۲۳ فروری ۱۹۹۵ء)

Marfat.com

سپاہ صحابہ کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی کی دوسری برسی کے موقع پر ۲۲ فروری کو پاکستان سمیت دیگر ممالک میں مولانا جھنگوی کی یاد میں سپاہ صحابہ جلسے' سیمینار اور دیگر تقریبات منعقد کرے گی۔ سپاہ صحابہ کے تمام مراکز و دفاتر میں ایصال ثواب کے لیے صبح نو بجے قرآن خوانی ہوگی۔ مرکزی تقریب جھنگ میں مولانا جھنگوی کی مسجد میں قرآن خوانی سے شروع ہوگی اور بعد میں عظیم الشان جلسہ ہوگا' جس میں قائدین خطاب کریں گے۔ (نوائے وقت لاہور' ۲۱ فروری ۱۹۹۲ء)

یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ

خلفائے راشدین کے یوم سرکاری سطح پر نہ منانا ناقابل فہم ہے' محمد احمد مدنی کا مظاہرین سے خطاب۔

کراچی (پ ر) سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام یوم شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عقیدت و احترام سے منایا گیا' اس سلسلے میں جامعہ صدیق اکبر ناگن چورنگی میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈویژنل رہنما علامہ محمد اویس نے حضرت عمر فاروق کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں یوم شہادت حضرت عمر فاروق پر عام تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کے تحت احتجاجی مظاہرہ کیا گیا' مظاہرین پلے کارڈ اور بینر اٹھائے ہوئے تھے' جن پر یوم خلفائے راشدین کو سرکاری سطح پر منانے' اس روز عام تعطیل کرنے' اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لٹریچر کی ضبطی اور اسیر رہنماؤں اور کارکنوں کی رہائی پر مشتمل مطالبات درج تھے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی سیکرٹری جنرل مولانا محمد احمد مدنی نے کہا' کہ ملک میں ملکی اور علاقائی سطح کے رہنماؤں کے یوم منائے جاتے ہیں' لیکن اسلامی ملک میں خلفائے راشدین کے یوم پر تعطیل نہ کرنا ناقابل فہم ہے۔ اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعے مولانا علی شیر حیدری' مولانا اعظم طارق' حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ' مولانا غفور ندیم اور دیگر کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ دریں اثناء سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس کراچی ڈویژن کے جنرل سیکرٹری حافظ سفیان عباسی' شفیق الرحمن' ابو عمار' جی۔ اے قادری اور ایم۔ اے کشمیری نے مظاہرہ میں شرکت پر طلبہ کا شکریہ ادا کیا۔

(روزنامہ جنگ' کراچی' ۱۰ مئی ۱۹۹۷ء)

عشرۂ حکیم الامت منایا جائے گا' مفتی نعیم

کراچی (پ ر) سنی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے کہا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی' تصنیفی اور اصلاحی خدمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں' جسے کوئی بھی عاشق رسول اور محب پاکستانی فراموش نہیں کر سکتا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا' کہ ہمارا بزرگوں کے ساتھ لگاؤ اور تعلق اظہر من الشمس ہے۔ اجلاس میں سنی مجلس عمل پاکستان کے زیر اہتمام عشرۂ حکیم الامت منانے کا اعلان کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم نے کہا کہ کراچی کے تمام اضلاع میں مولانا اشرف علی تھانوی کی یاد میں مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں گے۔ (روزنامہ جنگ' کراچی' ۳۰ جون ۱۹۹۷ء)

کراچی (پ ر) سنی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے جامع مسجد صدیق اور نگی ٹاؤن میں عشرہ حضرت حکیم الامت کے سلسلہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مذہب کسی پر بلا تحقیق بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے جھوٹ' فریب اور غیبت سے پرہیز کیا جائے۔ اجتماع سے مولانا غلام رسول' مولانا انصر محمود اور مولانا محمد صدیق نے بھی خطاب کیا۔ (روزنامہ جنگ' کراچی ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھالے) درآنحالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو' تو بے شک اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے (المائدہ: ۳)

Marfat.com

ضرورت کی بنا پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا کھانا مسلمانوں پر عام حالات میں حرام کر دیا ہے' اس سے ضرورت کے احوال مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً بھوک کی شدت سے کسی شخص کی جان نکل رہی ہو اور اس کے پاس کوئی حلال چیز کھانے کے لیے نہ ہو تو وہ رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے حرام چیز کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے اس حرام چیز کھانے کا شوق اور میلان نہ ہو اور وہ طبعاً اس کی طرف راغب نہ ہو اور جس چیز کو کسی ضرورت کی بناء پر لیا جائے اس کو بہ قدر ضرورت لیا جاتا ہے۔ اس لیے صرف اتنی مقدار میں حرام چیز کھائی جائے جتنی مقدار میں کھانے سے اس کی جان بچ جائے اور لذت اندوزی کے لیے اس حد سے تجاوز نہ کرے' ان چیزوں کا کھانا ہرچند کہ بندوں پر حرام ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور رحیم و کریم ہے اور وہ ضرورت کی وجہ سے اتنی مقدار کھانے کو معاف کر دے گا۔ اسی اصول پر ہمارے فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ جان بچانے کے لیے حرام دوا کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مسلمان معالج یہ بتائے کہ اس کے علم اور اس کی دسترس میں اس کے سوا اور کوئی حلال چیز ذریعہ علاج نہیں ہے۔ لہٰذا جان بچانے کے لیے کسی انسان کو خون دیا جا سکتا ہے' اور جن دواؤں میں الکحل ہوتی ہے ان کو بھی علاج کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ قلیل الکحل حرام اور نجس نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ نمکیات سے مخلوط ہو۔ اس کی مکمل اور باحوالہ بحث (البقرہ' ۱۷۳) میں گزر چکی ہے اور شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بھی ہم نے اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں' درآنحالیکہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو' تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ سو اس (شکار) سے کھاؤ' جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لئے روک رکھیں اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (المائدہ: ۴)

زیر بحث آیت کا معنی اور شان نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسول معظم! آپ سے آپ کے اصحاب یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے کھانے کے لیے کون سے جانور حلال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے کہ جن جانوروں کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے' ان کو ذبح کرنے کے بعد تم کھا سکتے ہو اور تمہارے سدھائے ہوئے شکاری جانوروں نے جن جانوروں کو زخمی کر کے شکار کر لیا ہے' ان کو بھی تم کھا سکتے ہو۔

اس آیت میں فرمایا ہے تمہارے لیے طیبات کو حلال کر دیا ہے' طیبات کا معنی ہے وہ چیزیں جن سے طبائع سلیمہ گھن نہ کھاتی ہوں اور متنفر اور متوحش نہ ہوں۔ یہ بلخی کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ طیبات وہ چیزیں ہیں جن کی تحریم میں نص وارد نہ ہو' نہ ان کی حرمت پر اجماع ہو اور نہ قیاس سے ان کی حرمت ثابت ہو۔ پہلے قول کی بناء پر اس سے مراد لذیذ اشیاء ہیں' اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد حلال اشیاء ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حلال اور لذیذ چیزیں ہیں۔

اس آیت کے شان نزول میں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کہا' یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا' لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینہ کے ہر کتے کو قتل

Marfat.com

کردوں اسو میں نے کتوں کو قتل کر دیا۔ پھر میں ایک عورت کے پاس پہنچا جس کے پاس کتا بھونک رہا تھا' میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو چھوڑ دیا' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے مجھے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے اس کو بھی قتل کر دیا' پھر مسلمانوں نے آ کر آپ سے پوچھا' یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی کوئی چیز ہمارے لیے حلال ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی! آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہئے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں' در آنحالیکہ تم انہیں شکار کے طریقہ سکھانے والے ہو۔ الایہ۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ۱۱۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۹' ص ۲۳۵' المستدرک' ج ۲' ص ۳۱۱)

شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام

علامہ نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

شکار کرنا مباح ہے' اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کتاب' سنت اور اجماع سے اس پر بکثرت دلائل ہیں۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص کسب معاش کے لیے شکار کرے' یا ضرورت کی بناء پر شکار کرے' یا شکار یا اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کے لیے شکار کرے تو ان تمام صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے۔ البتہ! جو شخص بطور لہو و لعب کے شکار کھیلے' لیکن اس کا قصد اس شکار کو ذبح کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو' اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اور لیث اور ابن عبد الحکم نے اس کو جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کی نیت کے بغیر شکار کھیلے تو یہ حرام ہے' کیونکہ یہ زمین میں فساد کرنا ہے' اور ایک جاندار کو بے مقصد ضائع کرنا ہے۔

(شرح مسلم' ج ۲' ص ۱۴۵' مطبوعہ کراچی)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ لخمی نے شکار کے حکم کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) زندگی برقرار رکھنے کے لیے' یعنی کھانے پینے کے لیے شکار کرنا مباح ہے (۲) اہل و عیال کی تنگی کے وقت یا سوال سے بچنے کے لیے شکار کرنا مستحب ہے (۳) اپنے آپ کو بھوک کی ہلاکت سے بچانے کے لیے شکار کرنا واجب ہے (۴) لہو و لعب کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے' جبکہ شکار کے بعد جانور کو ذبح کر کے کھا لیا جائے۔ (۵) ذبح کرنے اور کھانے کی نیت کے بغیر شکار کرنا حرام ہے۔

علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں' بلا ضرورت محض لہو و لعب کے لیے شکار کرنے میں بہت مفاسد ہیں۔ اس میں گھوڑے کو کتے کے پیچھے بھگا کر تھکانا ہے اور اگر باز سے شکار کیا جائے تو نظر کو اس کے پیچھے لگا کر تھکانا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑا اس کو کسی کھائی یا کنوئیں میں گرا دے۔ (اکمال اکمال المعلم' ج ۵' ص ۲٦۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شکار کی شرائط کا بیان

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

۱۔ جس جانور کے ساتھ شکار کھیلا جائے' وہ سدھایا ہوا ہو۔

۲۔ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی کرنے والا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ" اور جن شکاری جانوروں (زخمی کرنے والے) کو تم نے سدھا لیا ہے' جن کو خدا کے دیئے ہوئے علم کے مطابق تم شکار کی تعلیم دیتے ہو' جوارح (زخمی کرنے والے) کے متعلق دو قول

Marfat.com

ہیں۔ (۱) وہ جانور اپنے دانتوں اور پنجوں سے حقیقتاً زخم ڈالے (۲) وہ شکار کو پکڑ کر لانے والے جانور ہوں' کیونکہ جرح کا معنی کسب بھی ہے۔

۳۔ شکاری جانور کو بھیجا جائے' کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ سے فرمایا: جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجا اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی تو اس کو کھالو اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا شریک ہو گیا تو پھر اس (شکار) کو مت کھاؤ اور جب دو کتوں میں سے ایک کتا بھیجا ہوا نہ ہو تو کھانا حرام ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتے کو بھیجنا شرط ہے۔ نیز ذکاۃ حلت کا سبب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا حصول کسی آدمی سے ہوا ہو' اس لیے شکار کے آلہ کو آدمی کا قائم مقام بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں آدمی کا فعل داخل ہو اور یہ صرف شکاری جانور کو بھیجنے سے ہو سکتا ہے' اور کتے کے لیے سدھائے ہونے کی شرط بھی اس میں بھیجنے کے تحقق کے لیے لگائی گئی ہے۔

۴۔ بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو بھیجے۔

۵۔ اس کے بھیجے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو۔

٦۔ جس جانور کا شکار کیا جائے' وہ فی نفسہ حلال ہو۔

شکار کرنے والے جانوروں کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سدھائے ہوئے کتے' چیتے' تمام زخمی کرنے والے اور سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام سدھائے ہوئے اور پھاڑنے والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے شکار کرنا جائز ہے۔ اور سدھائے ہوئے جانور کے سوا کسی اور جانور سے شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کو ذبح کر لیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما علمتم من الجوارح مکلبین" "تم نے جو (شکار کا) کسب معاش کرنے والے جانور سدھائے ہیں' درآنحالیکہ وہ شکار پر مسلط ہونے والے ہیں" یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شکار کرنے والے جانوروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ ہرچند کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں کلب کا ذکر ہے۔ لیکن لغت کے اعتبار سے ہر درندے پر کلب کا اطلاق ہوتا ہے' حتیٰ کہ شیر پر بھی کلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ان جانوروں سے شیر اور ریچھ کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ یہ جانور دوسروں کے لیے کام نہیں کرتے۔ شیر اپنی بلند ہمت کی وجہ سے اور ریچھ اپنی خساست کی وجہ سے۔ بعض علماء نے چیل کا بھی اس کی خساست کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ خنزیر بھی ان جانوروں سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے' اس لیے اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر ان شکاری جانوروں کو تعلیم دینا اور سدھانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح (وما علمتم) میں تعلیم کی شرط کا ذکر ہے اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں بھی تعلیم کی شرط کا ذکر ہے۔ اور جانور کو چھوڑنا بھی ضروری ہے' کیونکہ یہی تعلیم کا معیار ہے کہ جب جانور کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو پکڑ کر رکھے۔

(ہدایہ اخیرین' ص ۵۰۲' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

شکاری کتے کے معلَّم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط

شمس الائمہ سرخسی نے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

۱۔ اپنے مالک کے پیچھے حملہ کرنے کے لیے نہ دوڑے۔

Marfat.com

۴- مارے نہ سکھائے بلکہ شکاری دوسرے کتے کو شکار کھانے پر مارے' تاکہ اس سے وہ کتا سیکھ لے کہ شکار کو نہیں کھانا چاہیے۔

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابوبکر جصاص الحنفی متوفی ٣٧٠ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) امام مالک اور حسن بن صالح نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان (شکار یا ذبیحہ پر) عمداً بسم اللہ ترک کردے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اگر نسیاناً بسم اللہ کو ترک کردیا' تو پھر اس کو کھالیا جائے گا۔ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں ذبیحہ کو کھالیا جائے گا۔ امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' مجاہد' عطاء بن ابی رباح' سعید بن مسیب' ابن شہاب اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ کو نسیاناً ترک کردیا جائے' اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا مسلمان کے دل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ جس طرح مشرک کا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا سودمند نہیں ہے' اسی طرح مسلمان کا بھولے سے نام نہ لینا مضر نہیں ہے۔ ابن سیرین نے کہا اگر مسلمان نسیاناً بھی بسم اللہ کو ترک کردے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ ابراہیم نے کہا ایسے ذبیحہ کو نہ کھانا مستحب ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (انعام: ٦-١٢١)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' اس کو مت کھاؤ' بلاشبہ اس کو کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس (شکار یا ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' اس کا کھانا حرام ہے۔ خواہ اللہ کا نام عمداً ترک کیا ہو یا نسیاناً۔ لیکن دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہاں نسیان مراد نہیں ہے۔ البتہ! اس شخص کا قول اس آیت کے خلاف ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ کو ترک کردیا گیا اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اس شخص کا یہ قول بکثرت آثار اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں مشرکین کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا گیا ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا' جس جانور کو تمہارے رب نے قتل کیا اور وہ مرگیا تو تم اس کو نہیں کھاتے اور جس جانور کو تم نے قتل کیا' یعنی ذبح کیا اس کو تم کھالیتے ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ" حضرت ابن عباس نے فرمایا یعنی مردار پر' اور جب اس آیت میں مردار اور مشرکین کا ذبیحہ مراد ہے تو اس میں مسلمانوں کا ذبیحہ داخل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ معروف ہے کہ جب کسی آیت کا مورد نزول خاص ہو اور اس کے الفاظ عام ہوں' تو پھر خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا' بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور خصوصیت مورد کا لحاظ نہیں ہے' اور اگر یہاں مشرکین کے ذبیحے مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا' اور صرف بسم اللہ کے ترک کرنے پر اقتصار نہ فرماتا' اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین اگر اپنے ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھ بھی لیں' تب بھی ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے مراد نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ مشرکوں کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ خواہ وہ

Marfat.com

بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں' اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں مشرکوں کے ذبیحوں کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے- وہ ہے "وماذبح علی النصب" اور جس جانور کو بتوں کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا ہو" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکوں کا ذبیحہ مراد نہیں ہے' بلکہ یہ مراد ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو' اس کا کھانا جائز نہیں ہے- کیونکہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم (الانعام: ۱۲۱) بلاشبہ شیطان تم سے جھگڑا کرنے کے لیے اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں- اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے' اس کو مت کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے' اس کو کھا لو- تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ" (الانعام: ۱۲۱) "جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ" اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ مشرکوں کا جھگڑا بسم اللہ کے ترک کرنے میں تھا' اور یہ آیت بسم اللہ کو واجب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے- مشرکوں کے ذبیحوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' نہ کہ مردار کے بارے میں- نیز بسم اللہ کو عمداً ترک کرنے سے ذبیحہ یا شکار کے حرام ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (المائدہ: ۴)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں' آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں' اور تم نے جو شکاری جانور سدھا لیے ہیں درآنحالیکہ تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو' سو وہ (شکاری جانور) جس شکار کو تمہارے لیے روک رکھیں اس کو کھاؤ اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو-

اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا امر کیا گیا ہے' اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہ بداہتہً معلوم ہے کہ کھانا کھانے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے- اس سے معلوم ہوا کہ شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کی تائید حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے' جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو اس کو کھا لیا کرو- اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس چیز کا کھانا ممنوع ہو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور اس آیت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنا ممنوع ہو اور اس ممانعت کی یہ تاکید آیت کے اس جزو سے ہوتی ہے و انہ لفسق جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا گناہ ہے یا بسم اللہ کو ترک کرنا گناہ ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بسم اللہ کو عمداً ترک کرنا گناہ ہے- کیونکہ بھول کر کوئی کام کرنا یا نہ کرنا گناہ نہیں ہوتا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! دیہاتی لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں..... اور وہ نئے نئے کفر سے نکلتے ہیں- ہم کو پتا نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں- آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھا لو' اگر بسم اللہ کو پڑھنا ذبح کی شرط نہ ہوتا تو آپ یہ فرماتے کہ اگر انہوں نے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو پھر کیا ہوا' لیکن آپ نے فرمایا تم اس کو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ' کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے افعال کو جواز اور صحت پر محمول کیا جاتا ہے اور بغیر کسی دلیل کے مسلمانوں کے امور اور افعال کو فساد پر محمول نہیں کیا جاتا-

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہ مراد ہو کہ بسم اللہ کو نہ پڑھنا گناہ ہے تو جو شخص ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھے' وہ گنہگار ہو گا'

Marfat.com

حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ اس لیے اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے یا مردار مراد ہونے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ اجماع تسلیم نہیں ہے اور جو شخص ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ کو ترک کرے گا وہ بہرحال گنہ گار ہو گا۔

باقی رہا یہ کہ جو مسلمان بھول کر بسم اللہ ترک کردے' اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس کو گناہ فرمایا ہے۔ اور یہ گناہ اسی وقت ہو گا جب وہ عمداً اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی مکلف ہوتا ہے۔ اور امام اوزاعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا' نسیان اور جبر سے درگزر فرمالیا ہے اور جب وہ نسیان کی حالت میں بسم اللہ پڑھنے کا مکلف نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ حرام نہیں ہو گا۔ حالت نسیان میں بسم اللہ ترک کرنے کو حالت نسیان میں شرائط نماز (مثلاً تکبیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب انسان کو یاد آجائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تدارک فرض ہے۔ بایں طور کہ وہ وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھے' اور جب اس نے بھول کر بسم اللہ پڑھے بغیر جانور کو ذبح کردیا تو اب اس کا تدارک نہیں ہو سکتا' اس لیے اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھا' یا پی لیا تو اس کا روزہ صحیح اور برقرار رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھانے پینے سے اجتناب کرے اور حالت نسیان میں بھی کھانے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے' اسی طرح حالت نسیان میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔

(احکام القرآن' ج ۳' ص ۸-۵' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

غلیل' کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے' ان تمام آلات کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مرگیا یا گلا گھٹنے سے مرگیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلہ سے کٹ کر یا چھد کر مرا' اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ایسا آلہ پھینکنا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون بہے' ذکاۃ اضطراری ہے۔ اختیاری ذکاۃ یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری پھیریں کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جب جانور دور بیٹھا ہو یا بھاگ رہا ہو یا اڑ رہا ہو اور اس کو پکڑ کر معروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر یا کوئی اور آلہ جارحہ پھینک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مرجائے تو وہ حلال ہو گا اور یہ ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لاٹھی' پتھر یا کسی اور وزنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مرجائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ گلا گھٹنے سے مرجائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستفاد ہے:

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ (المائدہ: ۳)

تم پر یہ حرام کیے گئے ہیں۔ مردار' خون' خنزیر کا گوشت' جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' جس کا گلا گھونٹا گیا ہو' جو کسی ضرب سے دب کر مرا ہو' اوپر سے گرا ہو' سینگ مارا ہوا ہو اور جس کو درندہ نے کھایا ہو' البتہ ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کرلیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوذۃ (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مرا ہو) اور منخنقہ

Marfat.com

(جو گلا گھٹ کر مرا ہو) حرام ہے' اس لیے اگر کسی ایسے آلہ سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مرجائے یا گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ جانور حرام ہو گا۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موقوذۃ وہ جانور جو بغیر ذکاۃ کے لاٹھی یا پتھر مارنے سے مرجائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھا لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جب تم "معراض" کو پھینکو اور وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھالو' اور اگر جانور اس کے عرض سے مرے' تو پھر اس کو مت کھاؤ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ وقیذ (موقوذہ) ہے۔ علامہ ابو عمرو نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بندقہ (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جس کو غلیل یا کمان سے پھینکا جاتا ہے' (عمدۃ القاری' ج ٢١' ص ٩٦' ردالمحتار' ج ٥' ص ٢١٧' تفسیر المنار' ج ٦' ص ١٣٨' نیل الاوطار ج ١٠' ص ٨٤) سے شکار کیا ہوا آیا حلال ہے یا نہیں؟

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

"جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہاء نے موقوذہ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ جصاص کی یہ عبارت نقل کی ہے المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ" امام اعظم' امام شافعی' امام مالک وغیرہ سب اسی پر متفق ہیں (معارف القرآن' ج ٣' ص ٢٩) عربی میں بندوقہ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی۔ جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ ١٥٠ھ' امام مالک ١٧٩ھ' امام شافعی ٢٠٤ھ' علامہ جصاص ٣٧٠ھ اور علامہ قرطبی ٦٦٨ھ میں فوت ہوئے۔ سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بندقہ کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کھایا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم (ج ٢' ص ٩٥٥) میں بھی انہوں نے یہی مغالطہ کھایا ہے۔ ١٢ منہ

اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سیسہ کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔--- سعیدی غفرلہ) پتھر اور معراض سے جس جانور کو مار دیا جائے' آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوذہ ہے' اگر یہ مرگیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر' امام مالک' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے۔ فقہاء شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ معراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے۔ خواہ وہ جانور کے آر پار گزرے یا نہیں۔ حضرت ابو الدرداء' حضرت فضالہ بن عبید اور مکحول اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' لیکن اس مسئلہ میں قول فیصل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ اگر جانور معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ' کیونکہ وہ وقیذ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ٦' ص ٤٨)

علامہ ابوالحسن الرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

جس جانور کو معراض کے عرض سے مارا گیا ہو' اس کو کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر معراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جانور معراض کی دھار سے مرا اس کو کھالو اور جو جانور معراض کے عرض سے مرا اس کو مت کھاؤ۔ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے' تاکہ اس میں ذکاۃ کا معنی متحقق ہو سکے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ الرغینانی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق شکار میں

Marfat.com

زخم کرنا ضروری ہے' تاکہ ذکاۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکاۃ اضطراری کی تعریف یہ ہے کہ شکاری کے آلہ استعمال کرنے کی وجہ سے شکار کے بدن کے کسی حصہ میں بھی زخم آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من الجوارح" اور تم نے زخمی کرنے والے شکاری جانور سدھائے ہیں۔ اس آیت میں شکار کو زخمی کرنے کی شرط کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ جوارح جرح سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے "زخمی کرنے والے" (ہدایہ اخیرین' ص ۵۰۳) اور جو جانور غلیل یا کمان کی گولی سے مرا ہو اس کو بھی کھانا جائز نہیں' کیونکہ یہ گولی شکار کے جسم کو کوٹتی ہے اور توڑتی ہے اور اس کو زخمی نہیں کرتی۔ سو یہ معراض کی طرح ہے جو شکار کے آرپار نہ ہو۔ اسی طرح اگر پتھر سے شکار کو مار ڈالا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر پتھر بھاری اور دھار والا ہو تو اس سے مرنے والے جانور کو کھانا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ جانور کو زخمی کردے' کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ جانور اس پتھر کے ثقل کی وجہ سے مرا ہو' اور اگر وہ پتھر خفیف ہو اور اس میں دھار ہو اور جانور زخمی ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب یہ متعین ہو گیا کہ جانور کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اگر پتھر خفیف ہو اور وہ اس کو تیر کی طرح لمبا کرے اور اس میں دھار ہو تو اس سے کیا ہوا شکار حلال ہے' کیونکہ اس پتھر سے جانور زخمی ہو کر مرے گا۔ اگر شکاری نے دھار والی سنگ مرمر کو پھینکا اور اس نے جانور کو کاٹا نہیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ اب جانور اس کے کوٹنے سے مرا ہے۔ اسی طرح اگر اس پتھر کے پھینکنے سے اس کا سر الگ ہو گیا یا اس کی گردن کی رگیں الگ ہو گئیں' تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح پتھر کی دھار سے رگیں کٹتی ہیں' اسی طرح پتھر کے ثقل سے بھی رگیں کٹ جاتی ہیں۔ اس لیے اب شک واقع ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رگوں کے کٹنے سے پہلے وہ جانور مر گیا ہو' اور اگر جانور کو لاٹھی یا لکڑی سے مار ڈالا تو وہ حلال نہیں ہے' کیونکہ وہ لاٹھی یا لکڑی کے ثقل سے مرا ہے۔ ہاں! اگر اس لکڑی یا لاٹھی کی دھار ہو اور اس سے جانور کٹ جائے تو اب اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب وہ لاٹھی تلوار اور نیزے کے حکم میں ہے اور ان تمام مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حلال ہے اور جب یہ یقین ہو کہ موت ثقل کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حرام ہے اور جب یہ شک ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ موت زخم سے ہوئی ہے یا ثقل سے تو پھر شکار کا حرام ہونا احتیاطاً ہے۔

(ہدایہ اخیرین' ۵۱۲-۵۱۱' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق

آٹھویں صدی ہجری سے پہلے دنیا بارودی بندوق سے متعارف نہیں ہوئی تھی۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے دستی بندوق کا استعمال یورپ میں ۱۳۶۵ء میں شروع ہوا تھا' اور مسلمان ممالک میں اس کی ابتداء سلطان **قاتیبانی** کے عہد میں ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء میں ہوئی۔ (اردو' دائرۂ معارف اسلامیہ' ج ۳' ص ۸۸۷' مطبوعہ لاہور)

بہر حال! دسویں صدی تک بندوق کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارھویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی۔ بارھویں صدی میں علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی اور یہ بحث ہنوز جاری ہے۔ بعض علماء بندوق سے کیے ہوئے شکار کو اس بناء پر ناجائز کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار ٹوٹتا ہے' کٹتا نہیں' اور جانور اس کے ثقل سے مرتا ہے۔ اس لیے یہ موقوذہ ہے اور حرام ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار زخمی ہوتا ہے' اس کا خون بہتا ہے اور بعض اوقات گولی شکار کے آرپار ہو جاتی ہے اور ذکاۃ اضطراری کا مدار زخم لگنے اور خون بہنے پر ہے اور وہ بندوق کے شکار سے حاصل ہو جاتا ہے' اس لیے بندوق سے کیا ہوا شکار جائز ہے۔ ہم پہلے مانعین کے دلائل پیش کریں گے۔ اس کے بعد مجوزین کے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اپنی رائے کا

Marfat.com

ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بات واضح ہے کہ بندوق کی گولی پریشر سے نکلنے کی بنا پر جلاتی ہے اور اس کے بوجھ کی وجہ سے زخم پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں دھار نہیں ہوتی اس بنا پر بندوق سے کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(ردالمحتار' ج ۵' ص ۲۱۷' مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

مولانا امجد علی لکھتے ہیں بندوق کا شکار مرجائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا آلہ جارحہ نہیں' بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔ (بہار شریعت' ج ۱۷' ص ۲۳' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کھانا اس کا حلال نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند' ج ۲' ص ۹۵۵' مطبوعہ دارالاشاعت' کراچی)

بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل

علامہ ابوالبرکات احمد بن دردیر مالکی لکھتے ہیں:

بندوق کی گولی سے کیے ہوئے شکار کو کھایا جائے گا' کیونکہ وہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ بعض فضلاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ (شرح الصغیر علی اقرب المسالک' مطبوعہ دارالمعارف' مصر' ۱۹۷۴ء)

علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے شکار کے متعلق متقدمین کی تصانیف میں کوئی تصریح نہیں ہے' کیونکہ بارودی بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے غلیل کی (مٹی کی خشک) گولی پر قیاس کر کے اس کو ناجائز کہا ہے اور بعض علماء نے جائز کہا۔ چنانچہ ابوعبداللہ القروی' ابن غازی اور سید عبدالرحمن فاسی نے اس کو جائز کہا ہے' کیونکہ بندوق کے ذریعے خون بہایا جاتا ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کام تمام کر دیا جاتا ہے' جس کے سبب سے ذکاۃ مشروع کیا گیا ہے۔ (حاشیہ الصاوی علی الشرح الصغیر' مطبوعہ مصر)

بندوق کے شکار کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر

قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور فقہاء احناف کے قواعد کی روشنی میں مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید نے شکار کی حلت کا مدار شکار کو زخمی کرنا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ (المائدہ: ۴)

آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے زخمی کرنے والے جانور سدھالیے ہیں۔

الجوارح جارحہ کی جمع ہے اور جارحہ زخمی کرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شکاری جانور کا کیا ہوا شکار اسی وقت حلال ہوتا ہے جب وہ شکار کو زخمی کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جوارح کے کیے ہوئے شکار کو کھانے کا حکم دیا ہے اور جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو مشتق کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے' اس لیے شکار کے حلال ہونے کی علت اس کو زخمی کرنا ہے اور بندوق کی گولی یا اس کے چھروں سے بھی چونکہ شکار زخمی ہوتا ہے' اس لیے آیت کی تصریح کے مطابق بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور یہ موقوذ نہیں ہے' کیونکہ موقوذ وہ ہوتا ہے جو چوٹ سے مرے' اس کو زخم آئے اور نہ اس سے خون بہے۔

Marfat.com

احادیث صحیحہ کی روشنی میں بھی بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ امام مسلم' حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا رمیت بالمعراض فخزق فکلہ و اذا اصابہ بعرضہ فلا تاکلہ

جب تم شکار پر معراض پھینکو اور معراض شکار میں نفوذ کر جائے' تو اس کو کھالو اور اگر شکار معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم' ج ٢' ص ١٤٥' مطبوعہ کراچی' ١٣٧٥ھ)

اور بندوق کی گولی اور چھرے بھی شکار میں نفوذ کر جاتے ہیں اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ لفظ فخرق ("ر" کے ساتھ) ہے تو اس کا معنی ہے جانور میں سوراخ کرنا۔

(فتح الباری' ج ٩' ص ٦٠٠' طبع لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ "ز" کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے نفوذ کرنا اور بندوق کی گولی شکار میں نفوذ کر جاتی ہے اور اگر یہ لفظ (ر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے سوراخ کرنا اور پھاڑنا اور بندوق کی گولی شکار کو پھاڑ دیتی ہے اور اس میں سوراخ کر دیتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے مطابق ہر تقدیر پر بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس آلہ سے بھی جانور کا خون بہہ جائے' وہ جائز ہے اور ذبیحہ اور شکار حلال ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا جلدی کرنا۔ یا فرمایا اس کو جلدی ذبح کرنا (تاکہ وہ طبعی موت نہ مر جائے) جس چیز کا خون بہایا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھالو' مگر دانت اور ہڈی نہ ہوں۔ دانت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ (اس غزوہ میں) ہم کو مال غنیمت میں بکریاں اور اونٹ ملے۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا' ایک شخص نے اس کو تیر مارا سو (اللہ نے) اس اونٹ کو روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہیں' جب ان میں سے کوئی تم پر غالب آجائے تو اسی طرح کیا کرو"۔

(صحیح بخاری' ج ٢' ص ٨٢٨' مطبوعہ کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دانت اور ناخن کے سوا جو چیز بھی خون بہادے' اس (کے مارے ہوئے) کو کھالو۔ (صحیح بخاری' ج ٢' ص ٨٢٨' مطبوعہ کراچی)

بندوق کی گولی ناخن اور ہڈی نہیں ہے اور جانور کا خون بہا دیتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے مطابق اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ بندوق سے مارے ہوئے شکار کے حلال ہونے پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے: جب جانور "معراض" کی دھار سے مرے تو اس کو کھالو' اور جب وہ معراض کے عرض سے مرے تو وہ وقیذ ہے' اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم' ج ٢' ص ١٤٥' مطبوعہ کراچی)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی اور چھروں میں چونکہ دھار نہیں ہوتی' اس لیے بندوق سے مارا ہوا جانور وقیذ ہے

Marfat.com

اور حلال نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوذہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے موقوذہ وہ جانور ہے جس کو لکڑیوں کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے۔ (صحیح بخاری' ج ٢' ص ٨٢٣' مطبوعہ کراچی)
اور جو جانور معراض کے عرض سے مارا جائے' وہ وقیذ ہے۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
کیونکہ اس صورت میں وہ معراض بھاری لکڑی' پتھر اور بھاری چیز کے حکم میں ہے۔
(فتح الباری' ج ٩' ص ٦٠٠' مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ موقوذہ وہ جانور ہے جس کو کسی بھاری اور وزنی چیز کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے اور بندوق کی گولی یا چھرے بھاری اور وزنی نہیں ہوتے' اس لیے ان سے مارا ہوا جانور موقوذہ نہیں۔ بندوق کی گولی نوکدار ہوتی ہے' اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ! بندوق کے چھروں میں نوک نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ گوشت کو پھاڑتے ہیں اور خون بہاتے ہیں' اس لیے وہ دھار والی چیز کے حکم میں ہیں۔ اس لیے بندوق کی گولی یا چھروں سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور حلال کہتے ہیں۔ جبکہ غلیل کی گولی سے جانور کے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے اور ہمارے نزدیک اس کے وقیذ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب غلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے تو بندوق کی گولی یا چھروں سے مارے ہوئے شکار کو حرام کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:
ابن مسیب کہتے ہیں کہ جس وحشی جانور کو تم نے پتھر' غلیل کی گولی یا پتھر سے مارا' اس کو کھالو۔
ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر نے کہا' جب تم پتھر یا غلیل کی گولی مارو اور بسم اللہ پڑھ لو تو پھر کھالو۔
ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کے بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے غلیل کے ساتھ ایک پرندہ یا شکار مارا' پھر میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے مجھے اس کو کھانے کا حکم دیا۔
ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معراض کے شکار کے متعلق یہ کہا:
جب معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو پھر اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اگر تم نے ایسا تیر مارا جس میں لوہا (یا دھار) نہیں تھا اور شکار گر گیا تو اس کو کھالو۔ (مصنف عبدالرزاق' ج ٤' ص ٤٧٧' ٤٧٤' مطبوعہ بیروت)

ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی اور بغیر لوہے کے تیر سے مارے ہوئے شکار کو حلال اور جائز کہتے تھے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ غلیل کی گولی اور بغیر دھار کے تیر سے مارے ہوئے شکار کی حرمت بھی قطعی' یقینی اور اتفاقی نہیں ہے۔ اور بندوق کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی اگرچہ بعض متاخرین فقہاء نے موقوذہ قرار دے کر حرام کہا ہے' لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں حلال اور طیب ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے بندوق سے مارے ہوئے شکار کا حکم واضح کرنے کے بعد اب ہم فقہاء احناف کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں:
شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ذکاۃ (ذبح) کا معنی ہے فاسد اور نجس خون کو بہانا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری۔ ذبح اختیاری یہ ہے کہ قدرت اور اختیار کے وقت حیوان کے گلے پر چھری پھیرنا اور جب گردن پر چھری پھیرنا ممکن نہ ہو تو جانور کے جسم کے کسی حصہ پر بھی زخم ڈال دینا' ذبح اضطراری ہے' کیونکہ انسان اپنی قدرت کے اعتبار سے مکلف ہوتا ہے۔ سو جس صورت میں وہ حیوان کے گلے پر چھری پھیر سکتا ہو' تو اس کے گلے پر چھری پھیرے بغیر ذکاۃ حاصل نہیں ہوگی اور جہاں اس پر قدرت نہ ہو' وہاں جانور کے جسم میں کہیں پر بھی زخم ڈالنا' اس ذکاۃ کے قائم مقام ہے۔ (المبسوط' ج ۱۱' ص ۲۱' مطبوعہ بیروت)

لاٹھی اور پتھر سے مارے ہوئے شکار کو اسی لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ عادتاً لاٹھی اور پتھر سے اس وقت مارا جاتا ہے جب جانور قریب ہو۔ اور جب جانور قریب ہو تو اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہاں ذبح اختیاری ہے' اضطراری نہیں ہے اور جب جانور دور ہو اور اس کو پکڑ کر اس کے گلے پر چھری پھیرنا قدرت میں نہ ہو مثلاً کسی درخت پر بیٹھا ہو یا اڑ رہا ہو یا بھاگ رہا ہو اور بندوق سے فائر کر کے ان جانوروں کو شکار کر لیا جائے اور گولی یا چھرے لگنے سے وہ جانور زخمی ہو جائیں اور ان کے جسم سے خون بہہ جائے تو ان کا زخمی ہونا اور خون بہنا ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور فقہاء کے اس بیان کردہ قاعدہ کے مطابق حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب معراض شکار کو پھاڑ دے تو کھالو اور جب نہ پھاڑے تو نہ کھاؤ۔ معراض اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پیکان نہ ہو الا یہ کہ اس کا سر دھار والا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر پر کا تیر ہے۔ بسا اوقات تیر عرض کی جانب سے لگتا ہے اور شکار کو پھاڑتا نہیں' توڑ دیتا ہے۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا: کہ اگر شکار تیر کی دھار سے مرے اور زخمی ہو تو کھالو اور اگر تیر کے عرض سے مرے تو مت کھاؤ اور ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ حلت کا مدار نجس خون کے بہنے پر ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب معراض شکار کو پھاڑ دے اور اگر شکار کو پھاڑے بغیر توڑ دے تو خون نہ بہے گا۔ (مثلاً اس ضرب سے ہڈی یا ٹانگ ٹوٹ جائے) اور یہ حکماً موقوذہ ہے اور یہ نص قطعی سے حرام ہے۔ (المبسوط' ج ۱۱' ص ۲۲۲' مطبوعہ بیروت)

علامہ سرخسی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ موقوذہ وہ جانور ہے جو کسی بھاری اور وزنی چیز سے ٹوٹ جائے (یعنی اس کی ہڈی ٹوٹ جائے) اس کے جسم میں زخم آئے اور نہ خون بہے اور اگر کوئی آلہ جانور کے جسم کو پھاڑ دے اور اس کا خون بہائے تو یہ حلال ہے اور بندوق سے مارا ہوا شکار ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں زخم آئے نہ خون بہے۔ اس لیے وہ موقوذہ نہیں ہے' بلکہ بندوق کی گولی اس کے جسم کو پھاڑ دیتی ہے۔ اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات گولی آر پار ہو جاتی ہے' اس کے جسم میں زخم آتا ہے اور خون بہتا ہے۔ (یاد رہے کہ ذکوۃ اضطراری میں پورے جسم سے خون بہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ کتے کے مارے ہوئے شکار کے جسم میں بسا اوقات سارا خون نہیں بہتا) اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار حلال اور طیب ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ! قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ اس زمانہ میں بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوق سے مارا ہوا شکار موقوذہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان علماء نے نیک نیتی سے یہ فتویٰ دیا ہے' لیکن یہ علماء اس مسئلہ میں زیادہ گہرائی اور گیرائی میں نہیں گئے' اور ان کو اس مسئلہ میں اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔ آج کل بندوق سے شکار عام ہوگیا ہے اور بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں' اور اگر گولی یا چھرہ لگنے سے جانور مرجائے تو اس کو اسی فتویٰ کی بناء پر مردار اور حرام قرار دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔ جبکہ قرآن مجید' احادیث اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق یہ حلال اور طیب ہے' اور اجتہادی مسائل میں میراذہن یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لیے آسان اور سہل احکام بیان کیے جائیں اور قرآن مجید' احادیث اور فقہاء اسلام کے اصول اور قواعد سے امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ یسر اور آسانی کو حاصل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آسانی کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو" شرح صحیح مسلم میں میرا یہی اسلوب رہا ہے کہ اجتہادی مسائل میں قرآن' سنت اور فقہاء اسلام کے قواعد میں مسلمانوں کے عمل کے لیے مجھے جہاں بھی کوئی یسر اور آسانی کی دلیل اور سبیل ملی' میں نے اسی کو اختیار کرلیا اور امت کی دشواری اور عسر کی راہ کو ترک کر دیا' اور میں نے جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھایا تو قرآن مجید' سنت اور فقہاء اسلام کی تصریحات کو مقدم رکھا ہے اور مشکل پسند اور فقہاء عسر کے اقوال کو ترک کر دیا۔

بہرحال! میں نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی نیک نیتی اور للّٰہیت سے لکھا ہے۔ اگر یہ حق اور صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میرے مطالعہ کا نقص اور میری فہم کی کمی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہران کو ادا کر دو' درآنحالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو' نہ اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے اور جس نے ایمان (لانے کے بعد) کفر کیا' تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ: ٥)

جن جانوروں کو قرآن اور حدیث میں حرام کیا گیا ہے' ہم ان کا یہاں تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔ اور ان کے ماسوا جانور حلال ہیں۔

قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصیت کے ساتھ خنزیر کو حرام فرمایا ہے اور چونکہ بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا' اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بندر بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (المائدہ: ٦٠)

وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک قاعدہ بیان فرما دیا ہے کہ جو درندے کچلیوں (نوک دار دانتوں) سے پھاڑ کر کھاتے ہیں' جیسے شیر اور بھیڑیا وغیرہ اور جو پرندے اپنے ناخنوں سے شکار کر کے کھاتے ہیں' جیسے باز اور شکرہ وغیرہ' یہ سب حرام ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر ناخنوں (سے شکار کرنے) والے پرندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم' ج ٣' رقم الحدیث: ١٩٣٤' صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ٥٥٣٠' سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٤٨٣' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٨٠٣' سنن نسائی' ج ٧' رقم الحدیث: ٤٣٤٧' موطا امام مالک' ١٠٧٥' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٩' ص ٣١٥' مصنف

Marfat.com

عبدالرزاق' ٨٧٠٤' المعجم الکبیر' ج ٢٢' رقم الحدیث: ٥٤٩-٥٦٦' مسند احمد' ج ٦' رقم الحدیث: ١٧٧٥٠) شیخ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد' ج ٣' رقم الحدیث: ٣١٤١' ص ٣٥٨' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤١٦ھ)

پھاڑنے والے درندوں سے حملہ آور جنگلی جانور مراد ہیں' لہٰذا اس حدیث سے ہاتھی' لومڑی اور بجو بھی حرام ہیں۔ نیز ہاتھی کی کچلیاں بھی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس برتن کو دھونے کا حکم دیا ہے' جس میں کتا منہ ڈال دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا لعاب نجس ہے۔ اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کا گوشت بھی نجس ہوا اور ہر نجس حرام ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ کتے کا کھانا بھی حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ١٧٢' صحیح مسلم' ج ١' رقم الحدیث: ٢٩١' سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ٧١' سنن ترمذی' ج ١' رقم الحدیث: ٩١' سنن کبری للبیہقی' ج ١' ص ٢٤٠' قدیم' مسند احمد' ج ١' رقم الحدیث: ٨١٣٣)

احمد محمد شاکر نے لکھا ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔ مطبوعہ دار الحدیث' القاہرہ ١٤١٦ھ)

رسول اللہ ﷺ نے کتے کی بیع کو حرام فرمایا ہے' اس سے بھی واضح ہوا کہ کتا حلال نہیں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت' فاحشہ کی اجرت اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری' ج ٣' رقم الحدیث: ٢٢٣٧' صحیح مسلم' ج ٣' رقم الحدیث: ١٥٦٨' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٤٢٨' سنن ترمذی' ج ٢' رقم الحدیث: ١١٣٦' سنن نسائی' ج ٧' رقم الحدیث: ٤٣٠٣' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٢١٥٩)

نیز امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتے کی قیمت' کاہن کی شیرینی اور فاحشہ کی اجرت حلال نہیں ہے۔ (سنن نسائی' ج ٧' رقم الحدیث: ٤٣٠٤' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٤٨٤)

رسول اللہ ﷺ نے سیاہ کتے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور شکاری کتے' کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کے سوا اور کسی کتے کو رکھنے کی اجازت نہیں دی' اگر کتے کو کھانا حلال ہوتا تو مطلقاً کتے کو رکھنے کی اجازت ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان (سب) کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ پس تم ان میں سے کالے سیاہ کتے کو قتل کر دو' اور جن لوگوں نے کھیت' شکار اور مویشیوں کے بغیر کتا رکھا' ان کے اجر میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

(سنن نسائی' ج ٧' رقم الحدیث: ٤٢٩١' سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٤٩١-١٤٩٢' صحیح مسلم' ج ٣' رقم الحدیث: ١٥٧٤' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٨٤٥' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٢٠٥' موطا امام مالک' ١٨٠٨' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٤٧٩' صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ٥٤٨٠)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اگر کتے کا کھانا حلال ہوتا تو فرشتے

Marfat.com

اس سے نفرت نہ کرتے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ بہت پریشان تھے۔ حضرت میمونہ نے کہا' آج صبح سے میں آپ کو بہت مغموم دیکھ رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے جبرائیل نے رات کو ملاقات کا وعدہ کیا تھا' وہ نہیں آئے۔ بہ خدا انہوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی' پھر سارا دن رسول اللہ ﷺ کی یہی کیفیت رہی' پھر رسول اللہ ﷺ کو ایک کتے کے پلے کا خیال آیا جو ہمارے پردے کے پیچھے تھا' آپ نے اس کو گھر سے نکالنے کا حکم دیا تو اس کو نکال دیا گیا' پھر آپ نے پانی سے اس جگہ کو دھویا جہاں کتا تھا' جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے ان سے کہا' تم نے گزشتہ رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا' ہاں! لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ پھر اس دن رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا' حتیٰ کہ چھوٹے باغ (کی حفاظت) کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کی حفاظت کے کتے کو چھوڑ دیا۔

(صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۱۰۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۱۵۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۸۱۵' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۰۱۹۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۷۰' ۲' قدیم)

عبارت النص کے ساتھ آپ نے کتا کھانے کو حرام نہیں فرمایا' لیکن ان احادیث سے دلالت النص کے ساتھ کتا کھانے کی حرمت ثابت ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کتا کھانے کی حرمت حدیث سے ثابت نہیں ہے' اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تفصیل کی ہے۔ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے کھانے کو بھی حرام فرمادیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے کو اور پالتو گدھوں کے کھانے کو حرام فرمادیا' (یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے)

(صحیح البخاری ج ۵' رقم الحدیث: ۴۲۱٦' صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۰۷' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۰۸' سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۲۷۳' سنن کبریٰ' للبیہقی' الجدیدہ' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۹۹۹۵)

نبی ﷺ نے چوہے' بچھو' چیل' کوے اور باؤلے کتے کے متعلق فرمایا: ان کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا اور ان کو فاسق فرمایا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ (جانور) فاسق ہیں' جن کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ چوہا' بچھو' چیل' کوا اور باؤلا کتا۔ (بعض روایات میں بچھو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے)

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۱۴' صحیح مسلم' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۹۸' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۴۸' سنن ترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۳۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۸۷' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۲۴۷۱۵)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوا کون شخص کھائے گا' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فاسق فرمایا

Marfat.com

ہے۔ یہ خدا وہ پاک جانوروں میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ٢، رقم الحدیث: ٣٢٤٨)
نبی ﷺ نے چھپکلی کو بھی فاسق فرمایا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بھی کھانا حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکلی کو فویسق فرمایا۔ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکلیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری، ج ٤، رقم الحدیث: ٣٣٠٦، ٣٣٠٧، صحیح مسلم ج ٤، رقم الحدیث: ٢٢٣٩)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں:

ابو الاحوص جشمی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن مسعود خطبہ دے رہے تھے۔ اسی اثناء میں دیوار پر ایک سانپ گزر رہا تھا، حضرت ابن مسعود نے اپنا خطبہ منقطع کیا اور اس کو لاٹھی سے مار کر قتل کر دیا۔ پھر کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی سانپ کو قتل کیا، اس نے گویا اس مشرک کو قتل کیا، جس کا خون مباح تھا۔ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد بشرح احمد شاکر، ج ٤، رقم الحدیث: ٣٩٩٥، مطبوعہ قاہرہ، ١٤١٦ھ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چوہا، سانپ، چھپکلی اور بچھو حرام ہیں۔ فقہاء نے ان پر قیاس کر کے باقی حشرات الارض کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ١٥٧)
اور وہ ان کے لیے پاک اور مرغوب چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک اور نفرت انگیز چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔

اور طبیعت سلیمہ حشرات الارض سے نفرت کرتی ہے اور گھن کھاتی ہے۔ اس لیے تمام حشرات الارض حرام ہیں۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ لکھتے ہیں:

ہم نے نبی ﷺ سے وہ احادیث روایت کی ہیں جو سانپ اور بچھو کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور ان کے حکم میں ہیں، جن کو عرب خبیث قرار دیتے ہیں اور ان کو بلا اضطرار نہیں کھاتے۔

(السنن الکبریٰ، ج ١٤، ص ٣١١، الجدیدہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ١٤١٦ھ)

نیز نبی ﷺ نے گوہ کو حرام فرمایا ہے اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد، ج ٢، رقم الحدیث: ٣٧٩٦، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٦ھ)

بجو، کچھوا اور بھڑ بھی حشرات الارض میں سے ہیں، اس لیے وہ بھی حرام ہیں۔ امام شافعی بجو اور گوہ کو حلال کہتے ہیں، نبی ﷺ نے خچر کو حرام فرمایا ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں، خچروں اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے

Marfat.com

سے منع فرمایا ہے اور حیوۃ نے یہ اضافہ کیا ہر کچلیوں والے درندے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٨٠٢' مطبوعہ بیروت)

نبی ﷺ نے لومڑی' بھیڑیے اور بجو کے متعلق خصوصیت کے ساتھ ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! میں آپ سے جنگلی جانوروں کے متعلق پوچھنے کے لیے آیا ہوں' آپ لومڑی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لومڑی کو کون کھائے گا؟ میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ بھیڑیے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس میں کوئی خیر ہوگی' وہ بھیڑیے کو کھائے گا؟

(سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٢٣٥-٣٢٣٧' سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٧٩٩' سنن کبریٰ' للبیہقی' ج ١٤' رقم الحدیث: ١٩٩٣١' مختصراً الجدیدہ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بجو کھانے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص بجو کھائے گا؟ پھر میں نے بھیڑیے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا جس شخص میں کوئی خیر ہو وہ بھیڑیا کھائے گا؟ (سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٧٩٩' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٢٣٧)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اسماعیل بن مسلم پر بعض محدثین نے جرح کی ہے' لیکن کسی حدیث سے مجتہد کا استدلال کرنا بھی اس کی تقویت کا سبب ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کچلیوں اور ناخنوں سے پھاڑنے' چیرنے والے درندے اور پرندے' خچر اور پالتو گدھے' کتا اور خنزیر' سانپ' بچھو' بجو' گوہ اور دیگر حشرات الارض کو کھانا قرآن اور حدیث سے حرام ہے۔

سمندری جانوروں کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک تمام مردار سمندری جانور حلال ہیں' خواہ طبعاً مرے ہوں یا شکار سے۔ امام احمد کے نزدیک جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں' وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں جیسے کچھوا اور جن سمندری جانوروں میں بہنے والا خون نہیں ہے۔ وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور جن میں بہنے والا خون ہو' ان کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ آیت ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ (المائدہ: ٩٦)	تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اس سے مراد سمندر کا شکار کرنا ہے اور حرام جانوروں کا بھی دیگر فائدوں کے لیے شکار کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد شکار کھانا نہیں ہے اور طعام سے مراد مچھلی ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا' یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی تھوڑا سا ہوتا ہے' اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہ جائیں گے۔ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (فقہاء احناف اس مردار کو مچھلی پر محمول کرتے ہیں)

Marfat.com

(سنن ترمذی' ج ا' رقم الحدیث: ٦٩' سنن ابوداؤد' ج ا' رقم الحدیث: ٨٣' سنن نسائی' ج ا' رقم الحدیث: ٥٠' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ٣٨٦' الموطاء' رقم الحدیث: ٤٣' مسند احمد' ج ٣' رقم الحدیث: ٧٢٣٣' المستدرک' ج ا' ص ١٤٠)

فقہاء احناف اس حدیث میں بھی مردار کو مچھلی پر محمول کرتے ہیں اور اس پر قرینہ یہ حدیث ہے:

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں' مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٢١٨' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٥٧٢٧)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور خبیث ہیں' یعنی غیر مرغوب ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (الاعراف: ١٥٧) اور ناپاک اور نفرت انگیز چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔

جو مچھلی طبعی موت سے مرکر سطح آب پر آجائے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ بھی حلال ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہے' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس سے سمندر کا پانی ہٹ جائے' اس کو کھالو' اور جو پانی میں مرکر اوپر آجائے' سو تم اس کو نہ کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٨١٥' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٢٤٧)

محدثین نے کہا ہے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیم الطائفی ہے' اور یہ ضعیف راوی ہے۔ لیکن امام بیہقی نے اس کو دیگر متعدد اسانید کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ' ج ١٤' ص ١٦١-١٥٩' الجدیدہ) علاوہ ازیں جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہٰذا حلت کی روایات پر یہ حدیث راجح ہے۔

خشکی اور سمندری حرام جانوروں کی یہ تفصیل ہے' ان کے علاوہ باقی تمام جانور حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس کی تفصیل (المائدہ: ٣) میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کے لیے حلال ہے۔

اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق

جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ غلہ' پھل اور میوہ جات وغیرہ مراد نہیں ہیں' کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے۔ باقی کھانے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں۔ اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ عنقریب ہم بعض آثار نقل کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہاں طعام سے مراد ذبائح ہیں۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' جن کے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب فرمایا:

Marfat.com

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ: ٣٠)
اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن شہاب سے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا گیا' تو انہوں نے کہا' ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا' کیونکہ وہ دین میں اہل کتاب ہیں اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ١٣٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت علی رضی اللہ نے نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا: "وہ حلال نہیں ہے"۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کو نہ کھاؤ' کیونکہ وہ شراب پینے کے سوا نصرانیت کی اور کسی چیز پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ١٣٧' مطبوعہ بیروت' ١٤١٥ھ)

لیکن اکثر فقہاء تابعین مثلاً حسن بصری' عکرمہ' قتادہ' سعید بن المسیب' شعبی اور ابن شہاب وغیرہ نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کو کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ١٣٦' طبع بیروت)

ابن زید سے سوال کیا گیا کہ عیسائیوں نے بسم اللہ پڑھ کر جانور کو گرجا کے لیے ذبح کیا۔ آیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا' اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتاب کے طعام کو حلال کیا ہے اور اس میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ١٤٠' طبع بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا معتقد ہو اور اس کے پاس کتاب ہو' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف یا حضرت شیث کے یا حضرت داؤد کی زبور ہو' وہ اہل کتاب میں سے ہے اور ان کے ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔ مستصفی میں مذکور ہے کہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں یہ قید ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں اور اسی کے موافق شیخ الاسلام کی مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر وہ مسیح کی الوہیت یا عزیر کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں تو واجب ہے کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ البحر الرائق میں مذکور ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے' خواہ وہ تین میں کے تیسرے کا قول کریں یا نہیں' کیونکہ قرآن مجید نے ان کے طعام کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی مطلقاً اجازت دی ہے۔ علامہ ابن ہمام نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہی دلیل کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب پر مشرکین کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور مشرک اس کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور کسی نبی کی اتباع کا مدعی نہ ہو۔

(رد المحتار' ج ٢' ص ٢٨٩' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ١٤٠٧ھ)

نیز علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ کھائے' نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔

(رد المحتار' ج ٥' ص ١٨٨' مطبوعہ بیروت' ١٤٠٧ھ)

اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے ذبح کے وقت یہ سنے کہ وہ مسیح کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے' تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے ارادہ مسیح کا کرے' تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ ہاں! اگر وہ صراحتاً کہے اللہ کے نام سے جو تین میں کا تیسرا ہے' تو پھر اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ

Marfat.com

جب عیسائی ذبح کر کے لے آئے تو اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ (عنایہ) جیسا کہ اس نے صرف اللہ کا نام لیکر سامنے ذبح کیا ہو۔
(ردالمحتار' ج ۵' ص ۱۸۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

غیر اہل کتاب کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ بت پرست ہو' مجوسی ہو' مرتد ہو' جنی ہو یا جبری ہو۔ اگر یہودی یا عیسائی' مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہو گا اور اگر مجوسی یہودی یا عیسائی ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہو جائے گا۔
(در مختار مع ردالمحتار' ج ۵' ص ۱۸۹' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے ذبیحہ کے بیان میں جانبین سے حکم فرمایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے' اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے' اور نکاح کے متعلق فرمایا اور اہل کتاب کی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں' یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اور تمہاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔ سو نکاح میں صرف ایک جانب سے حلت ہے اور وجہ فرق ظاہر ہے' کیونکہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں دونوں طرف سے طعام کا حلال ہونا کسی شرعی خرابی کو مستلزم نہیں ہے اور اگر نکاح میں بھی دونوں جانب سے جواز ہوتا اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب سے نکاح جائز ہوتا اور شوہر' بیوی پر حاکم ہوتا ہے تو مسلمان عورت پر کافر مرد کا غلبہ ہوتا اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۴۱)

اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا کوئی راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔

دیگر کفار کے برعکس اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ

دیگر کفار کے برعکس صرف اہل کتاب کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال کیا گیا ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں متعدد امور مشترک ہیں' یہ دونوں آسمانی مذہب ہیں۔ اللہ تعالیٰ' فرشتے' انبیاء علیہم السلام' آسمانی کتابیں' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا' جزا' سزا اور جنت دوزخ کے دونوں قائل ہیں۔ اس کے علاوہ جانور کی حلت اور حرمت میں بھی ان میں کئی امور مشترک ہیں۔ اسلام میں مردار جانور' جس کا گلا گھونٹا گیا ہو' جس کو درندے نے پھاڑا ہو' جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو اور خون اور خنزیر حرام ہیں اور موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس (بائبل) میں بھی ان کی حرمت بیان کی ہے۔ جو جانور خود بخود مر گیا ہو اور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو' ان کی چربی اور کام میں لاؤ' پر اسے تم کسی حال میں نہ کھانا۔
(پرانا عہد نامہ' احبار' باب: ۷' آیت ۲۴' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

اور سور کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں' پر وہ جگالی نہیں کرتا' وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے' تم ان کا گوشت نہ کھانا۔ (پرانا عہد نامہ' احبار' باب: ۱۱' آیت ۷۔۹' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

مگر غیر قوموں میں سے جو ایمان لائے' ان کی بابت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا کہ وہ صرف بتوں کی قربانی کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔
(نیا عہد نامہ' رسولوں کے اعمال' باب: ۲۱' آیت ۲۵' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ

اس تخصیص کی بھی یہ وجہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو' فرشتوں کو'

Marfat.com

آسمانی کتابوں کو' انبیاء علیہم السلام کو' مرنے کے بعد اٹھنے کو' جزاء و سزا کو اور جنت و دوزخ کو یہ سب مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے' اھل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے:

تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے' بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے' تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا O تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے O تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو' چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو' خواہ اور کہیں' بے پردہ نہ کرنا O تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے O تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے O تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے O تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا۔ وہ تیری چچی ہے O تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے' سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا O تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کرکے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ کرنا' کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ بڑی خباثت ہے O تو اپنی سالی سے بیاہ کرکے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا' کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے O اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب سے ناپاک ہے' اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جانا O

(پرانا عہد نامہ' احبار' باب: ۱۸' آیت ۱۹-۷' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)

اس آیت کا معنی یہ ہے اے مسلمانو! تمہارے لیے آزاد مسلمان عورتیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں خواہ ذمی ہوں یا حربی ہوں' حلال کر دی گئی ہیں۔ جب تم ان کے مہر ادا کر دو" مہر کا ذکر اس لیے کیا ہے' تاکہ اس کا وجوب اور موکد ہونا ظاہر ہو۔ یہ نکاح کے حلال ہونے کی شرط نہیں ہے اور آزاد عورتوں کا ذکر اس لیے فرمایا ہے' کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنے کی بہ نسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا اولیٰ اور راجح ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے در آنحالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو' نہ اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے اور جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا' تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ: ۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جبکہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کرکے اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ' نہ ظاہرا بدکاری کرو اور نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کرو۔ یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش نفس پوری کرو اور اعلانیہ اور خفیہ طریقہ سے بدکاری سے اجتناب کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شرعیہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی' تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہو گا' اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے یہی مراد ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال ضائع ہو

Marfat.com

جاتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور تم بے وضو ہو) تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت

اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

دھو لو، اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لو، اور اگر تم بیمار ہو

اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ

یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو، سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں

وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ

پر اس پاک مٹی سے مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن

وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دے تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ۝ ٦

شکر ادا کرو ○

آیت وضوء کی سابقہ آیات سے مناسبت

انسان کے طبعی تقاضے دو چیزوں میں منحصر ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور عمل ازدواج۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اس کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں اور کیا چیزیں حرام ہیں اور جنسی خواہشوں کی تکمیل کے لیے کون سی عورتیں اس کے لیے حلال ہیں اور کون سی عورتیں حرام ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بتایا کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے اس پر اللہ تعالیٰ کی عبادات فرض ہیں اور ان عبادات میں سب سے اہم نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے اور

Marfat.com

طہارت غسل اور وضو سے حاصل ہوتی ہے اور اگر پانی نہ مل سکے تو طہارت تیمم سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اس آیت میں وضو‘ غسل اور تیمم کا بیان فرمایا ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال (مال حرام) سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ یہ حدیث اصح الاسانید ہے۔

(سنن ترمذی‘ رقم الحدیث:۱‘ صحیح مسلم‘ رقم الحدیث:۲۲۴‘ ۱۸۷‘ سنن ابن ماجہ‘ رقم الحدیث:۲۷۲‘ مسند احمد‘ ج۲‘ رقم الحدیث:۴۷۰۰‘ سنن کبریٰ للبیہقی‘ ج۴‘ ص۱۹۱)

نیز امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت ہے۔

علامہ احمد محمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا‘ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(مسند احمد بتحقیق احمد شاکر‘ ج۱۱‘ رقم الحدیث:۱۴۵۹۷‘ مطبوعہ القاہرہ)

آیت وضو کا شان نزول

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا‘ اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے‘ آپ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسے مارے اور کہا تم نے تمام لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا‘ حالانکہ حضرت ابوبکر نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی‘ پھر نبی ﷺ بیدار ہوئے‘ اس وقت صبح ہو چکی تھی‘ پانی کو تلاش کیا گیا تو پانی نہیں ملا‘ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ“ الایہ (المائدہ:٦) حضرت اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر! اللہ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود ان کے لیے محض برکت ہے۔

(صحیح البخاری‘ ج۵‘ رقم الحدیث:۴۶۰۸‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت)

اس آیت میں وضو اور تیمم دونوں کا ذکر ہے۔ تیمم کا ذکر سورۃ النساء میں بھی ہے اور اس آیت میں بھی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کے موقع پر سورۃ النساء کی آیت نازل ہوئی تھی یا سورۃ المائدہ کی زیر تفسیر آیت۔ محققین کے نزدیک ہار گم ہونے کے موقع پر سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی تھی۔ امام بخاری کی اس روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

امام بخاری نے حدیث ۳۳۴ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے‘ پھر اللہ نے تیمم کی آیت نازل کر دی اور اس آیت کی تعیین نہیں کی اور مذکور الصدر روایت میں تصریح کر دی کہ یہ سورۃ المائدہ کی آیت ہے۔

(فتح الباری‘ ج۱‘ ص۴۳۲‘ مطبوعہ لاہور‘ عمدۃ القاری‘ ج۴‘ ص۵‘ مطبوعہ مصر)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر غزوہ مریسیع

Marfat.com

میں ہوا تھا' جو بنو مصطلق بن خزاعہ کے خلاف تھا' یہ واقعہ چھ ہجری کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پانچ ہجری کا واقعہ ہے۔
(الاستذکار' ج ٣' ص ١٤١' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت ١٤١٣ھ)

آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان

اس جگہ ایک بحث یہ ہے کہ آیت وضو تو پانچ یا چھ ہجری میں نازل ہوئی اور نماز ابتداء وحی کے ساتھ مکہ میں فرض ہو گئی تھی' تو ابتداء میں نماز وضو کے ساتھ پڑھی جاتی تھی یا بلا وضو؟

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: "پھر اللہ نے تیمم کی آیت نازل کردی" اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے۔ یا وہ آیت ہے جو سورۃ النساء میں ہے۔ ان دو آیتوں کے سوا اور کسی آیت میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ غسل جنابت وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا۔ پس جس طرح مصنفین سیرت کے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نبی ﷺ پر مکہ میں نماز فرض ہوئی ہے اور غسل جنابت بھی مکہ میں فرض ہوا ہے' اور یہ کہ آپ نے مکہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مدینہ میں آپ نے وضو کیا' یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں اور یہ وہ امر ہے کہ اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔ (الاستذکار' ج ٣' ص ١٥٥' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤١٣ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ سفاقسی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو کرنا ان پر لازم تھا اور تیمم کی آیت سورۃ المائدہ میں ہے اور سورۃ النساء میں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے مشروع نہیں تھی۔ اس لیے جب تیمم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ تیمم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے اس آیت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے' اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں تیمم کا ذکر ہے۔ پھر یہ آیت پوری ہو گئی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وضو کا حکم پہلے سنت سے مشروع ہوا نہ کہ قرآن سے' پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا' اور حضرت عائشہ نے اس کو تیمم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر یہی مقصود تھا (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ امام حمیدی کی اس روایت پر مطلع ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: پھر یہ آیت نازل ہوئی "یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم۔ الایہ (المائدہ: ٦) تو ان تاویلات میں نہ پڑتے۔ (عمدۃ القاری' ج ٤' ص ٥' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ١٣٤٨ھ)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وضو کا حکم پہلے سنت سے ثابت تھا اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

آیت وضو اجماعاً مدنی ہے اور تمام اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ فرض ہو گئے تھے اور نبی ﷺ نے کبھی بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی' بلکہ ہم سے پہلی شریعت میں بھی وضو فرض تھا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے اور اصول فقہ میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول بغیر انکار کے کوئی قصہ بیان کریں اور اس کا نسخ ظاہر نہ ہو' تو وہ بھی ہماری شریعت ہے اور اس آیت کے نزول کا یہ فائدہ ہے کہ جو حکم پہلے ثابت ہو چکا تھا' اس کو مقرر اور ثابت کیا جائے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار' ج ١' ص ٦٢-٦١' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

Marfat.com

شرائع سابقہ اور مکی دور میں فرضیت وضو کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا' پھر فرمایا: یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا۔ آپ نے پھر پانی منگوایا اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا' پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا' اس کے لیے دگنا اجر ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۵۷' ۲۵٦' ۲۵۵' ۲۵۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۰' المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۳٦۷۴' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۸۰)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے' ہرچند کہ اس حدیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے وہ حسن لغیرہ ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی وضو مشروع تھا۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے صرف تین (ظاہری اور صوری) جھوٹ بولے' جب انہیں باطل خداؤں کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے کہا انی سقیم میں بیمار ہوں اور انہوں نے کہا "فعلہ کبیرھم ھذا ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے" اور انہوں نے (حضرت) سارہ کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے' حضرت ابراہیم ایک بستی میں گئے جس میں ایک جابر بادشاہ تھا' اس کو بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) سب سے حسین عورت کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوئے ہیں' اس بادشاہ نے ان کے پاس اپنا ہرکارہ بھیجا اور پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا' یہ میری بہن ہے۔ اس نے کہا اس کو بھیج دو۔ آپ نے ان کو اس کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا: میری بات کو جھٹلانا نہیں' میں نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔

جب حضرت سارہ اس کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف اٹھا۔ حضرت سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی' اور اللہ سے دعا کی اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔ سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا۔ سو اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔ حضرت سارہ نے کہا' یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے مار دیا۔ پھر اس کو زمین نے چھوڑ دیا' وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا' حضرت سارہ نے وضو کیا' نماز پڑھی اور دعا کی اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں' اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے' سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا۔ پس اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی' اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی' پھر حضرت سارہ نے کہا' یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا' پھر اس کو چھوڑ دیا گیا' پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ اس بادشاہ نے کہا' تم نے میرے پاس کس جنی کو بھیجا ہے۔ اسے ابراہیم کو واپس کر دو اور اس عورت کو ہاجرہ دے دو' وہ واپس گئیں اور حضرت ابراہیم سے کہا' کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کے مکر کو باطل کر دیا اور خدمت کے لیے ایک باندی دے دی۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۴۰۴-۴۰۳' طبع قدیم' بیروت' احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صحیح بخاری' صحیح مسلم'

Marfat.com

سنن ابوداؤد' سنن ترمذی' اور مسند ابو یعلی میں بھی یہ حدیث اختصار سے مروی ہے)۔ مسند احمد 'تحقیق احمد شاکر' ج ۹' رقم الحدیث: ۹۲۱۳' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا' کیونکہ حضرت سارہ نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جریج کہا جاتا تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس کی ماں نے آ کر اس کو بلایا' وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا اور کہا کیا نماز کی حالت میں میں اس کو جواب دوں؟ اس کی ماں آئی اور اس نے کہا' اے اللہ! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا' جب تک یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا' ایک عورت نے کہا' میں جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی' اس عورت نے اس کو گناہ کی دعوت دی' جریج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی' اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا' اس نے لوگوں سے کہا: یہ جریج کا بچہ ہے۔ لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گرجا توڑ دیا اور اس کو گرجا سے نکال دیا اور اس کو برا کہا' جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر اس نوزائدہ بچہ سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا' چرواہا۔ لوگوں نے کہا' ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیں' اس نے کہا' نہیں صرف مٹی کا ہی بنا دو۔

(صحیح بخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۴۸۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بنو اسرائیل کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا' کیونکہ جریج نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا' مجھے بعض اہل علم نے یہ حدیث بیان کی کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو آپ کے پاس جبرائیل آئے وہ اس وقت مکہ کی بلند وادی پر تھے۔ انہوں نے وادی پر اپنی ایڑی ماری تو اس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا' پھر جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور نبی ﷺ ان کو دیکھتے رہے' کہ وہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں؟ پھر نبی ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جبرائیل علیہ السلام لوٹ گئے اور نبی ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس آئے' پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو وضو کر کے دکھایا کہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں' جس طرح آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دکھایا تھا' پھر حضرت خدیجہ نے وضو کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو اس طرح نماز پڑھائی جس طرح حضرت جبرائیل نے نماز پڑھائی تھی۔ (السیرۃ النبویہ مع الروض الانف' ج ۱' ص ۱۶۳-۱۶۲' مطبوعہ ملتان)

علامہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے اس حدیث کی سند کو مقطوع لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ایسی حدیث احکام شرعیہ کی اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی' لیکن ان کے استاذ قاضی ابوبکر محمد بن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ہرچند کہ اس کو اہل صحیح نے روایت نہیں کیا' لیکن انہوں نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور صحابہ اور علماء اس حدیث سے تغافل کرتے تھے' جس کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

(احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۸-۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

تاہم علامہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے اپنے استاذ حافظ ابن العربی کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے' اور آپ کو وضو سکھایا اور جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو میں پانی لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا' اس حدیث کی بناء پر وضو مکہ میں فرض ہوا' اور اس کی تلاوت مدینہ میں ہوئی۔

(الروض الانف' ج ا' ص ۱۶۳-۱۶۲' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' ملتان)

وضو کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کو قیامت کے دن غرمحجل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا' اس کا سبب وضو کے آثار ہیں۔ سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اعضاء وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر) اپنی سفیدی کو زیادہ کرلے۔

(صحیح بخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۱۳۶' صحیح مسلم' ج ا' رقم الحدیث: ۲۴۶' سنن ابوداؤد' ج ا' رقم الحدیث: ۲۲۳۷' سنن نسائی' ج ا' رقم الحدیث: ۱۵۰' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ۲۸۴)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو وہ جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا' اور جب وہ ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

(سنن ترمذی' ج ا' رقم الحدیث: ۲' صحیح مسلم ج ا' رقم الحدیث: ۲۴۴' الموطا' رقم الحدیث: ۳۳' سنن دارمی' ج ا' رقم الحدیث: ۱۸۳' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۰۲۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ا' ص ۸۱' صحیح ابن خزیمہ' ج ا' رقم الحدیث: ۴)

امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ۲۸۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا' پھر کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ' اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین" اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے' جنت میں داخل ہو جائے۔

(سنن ترمذی' ج ا' رقم الحدیث: ۵۵' صحیح مسلم' ج ا' رقم الحدیث: ۲۳۴' سنن ابوداؤد' ج ا' رقم الحدیث: ۱۶۹' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم

Marfat.com

الحدیث: ٧٠٤ 'مسند احمد' ج ٦' رقم الحدیث: ١٧٣١٦)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں سلمان کے ساتھ تھا' انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ کو پکڑ کر ہلایا اور کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (المصنف' ج ١' ص ٨-٧' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

سالم بن عبداللہ بن عمر' کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگوں کو حساب کے لیے جمع کیا گیا' پھر انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی امت تھی اور اس نے دیکھا کہ ہر نبی کے ساتھ دو نور ہیں جو ان کے درمیان چل رہے ہیں' اور ان کی امت میں سے جو ان کے متبعین تھے' ان کے لیے ایک نور تھا' حتیٰ کہ سیدنا محمد ﷺ کو بلایا گیا۔ آپ کے سر کے بالوں اور آپ کے پورے چہرے پر نور تھا' جو ہر دیکھنے والے کو نظر آ رہا تھا' اور آپ کی امت میں سے آپ کے متبعین کے لیے دو نور تھے' جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے نور تھے۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں یہ خواب نہیں تھا' انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ اور تم کو اس کا علم کس طرح ہوا تو اس نے بتایا کہ اس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ پھر کعب نے اسے اللہ کی قسم دے کر کہا' کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں! میں نے یہی خواب دیکھا تھا۔ کعب نے کہا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا کہا' اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا یہ سیدنا احمد ﷺ اور آپ کی امت کی صفت ہے' اور اللہ کی کتاب تورات میں انبیاء کی صفت ہے جس طرح میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں نے تمہید (ج ٢' ص ٢٥٩) میں بیان کی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام امتیں وضو کرتی تھیں اور یہ چیز میرے نزدیک کسی سند سے ثابت نہیں ہے۔ (الاستذکار' ج ٢' ص ١٨٠' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤١٣ھ)

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو اور اس وقت تم بے وضو ہو تو تم پر وضو کرنا فرض ہے' اور جب کوئی شخص باوضو ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے' وہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ البتہ! ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے۔ راوی نے پوچھا آپ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا' ہم میں سے کسی ایک شخص کے لیے وضو کافی ہوتا تھا' جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ٢١٤' سنن ابو داؤد' ج ١' رقم الحدیث: ١٧١' سنن ترمذی' ج ١' رقم الحدیث: ٥٨)

سوید بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام صہباء پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے جب طعام منگوایا تو صرف ستو لائے گئے' ہم نے ان کو کھایا اور پیا' پھر نبی ﷺ مغرب کے لیے اٹھے' آپ نے کلی کی اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ (صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ٢١٥)

غزوۂ خیبر' غزوۂ فتح مکہ سے پہلے سات ہجری میں ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ فتح مکہ سے پہلے بھی ایک وضو

Marfat.com

سے کئی نمازیں پڑھتے تھے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے کہا' آج آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو آپ (پہلے) نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا: میں نے عمداً کیا ہے۔
(صحیح مسلم' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۷۷)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے' جس سال فتح مکہ ہوا' آپ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔ حضرت عمر نے کہا آپ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا "میں نے عمداً کیا ہے"۔ (سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس سے پہلے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۲۱۵) کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے سال بھی دو نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے' بلکہ جو شخص بے وضو ہو اور وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے' اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

وضو کے متفق علیہ فرائض

وضو کے فرائض میں سے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے۔ سر کے بال جہاں سے اگنے شروع ہوتے ہیں وہاں سے ٹھوڑی کے نچلے حصہ تک چہرہ کی لمبائی ہے اور دو کانوں کا درمیانی حصہ چوڑائی ہے۔ جس آدمی کی چھدری داڑھی ہو' اس پر بالوں کو اور بالوں کے نیچے کھال کو دھونا ضروری ہے اور جس کی گھنی داڑھی ہو' وہ صرف بالوں میں خلال کرے' داڑھی کو دھونا اس پر واجب نہیں ہے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے' اس کی تفصیل انشاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

وضو میں ہاتھوں کا دھونا بھی فرض ہے' انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنیوں تک ہاتھ ہیں اور کہنیاں بھی ہاتھوں میں داخل ہیں۔

سر کے مسح کی مقدار میں مذاہب ائمہ

وضو میں تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے' مسح کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام شافعی نے کہا مسح کی اتنی مقدار ہے جس سے کم سے کم مقدار پر مسح کا اطلاق آسکے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے' یہ مقدار فرض ہے۔ کیونکہ "وامسحوا برء وسکم" میں با کا معنی تبعیض ہے' اور آیت کا معنی ہے اپنے سر کے بعض حصہ پر مسح کرو۔ اور حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن سیرین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی پیشانی پر' یا سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: المسلسل ۲۷۴۔ الکتاب ۸۲-۸۱) اور ابو معقل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے اور آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا' آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ کو نہیں کھولا۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۱۴۷' سنن کبریٰ' للبیہقی' ج ۱' ص ۶۱) البتہ امام شافعی کے

Marfat.com

نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا۔

(الحاوی الکبیر' ج ١' ص ١٣٨-١٣٧' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

امام شافعی کی اس دلیل پر دو وجہ سے نقض ہے۔ ایک تو یہ کہ باء کا متفق علیہ معنی الصاق ہے۔ تبعیض نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر تین بالوں پر مسح کرنا فرض ہوتا' تو نبی ﷺ بیان جواز کے لیے کبھی تو صرف تین بالوں پر مسح کرتے یا پھر اس مقدار کا صراحتًا بیان فرماتے۔

امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ٥٤٣ھ لکھتے ہیں۔

چہرہ اس عضو کا نام ہے جس پر آنکھیں' ناک اور منہ ہے۔ اسی طرح سر اس عضو کا نام جس پر بال ہیں' سو جس طرح چہرہ دھونے کا معنی یہ ہے اس تمام عضو کو دھویا جائے جس پر آنکھیں' ناک اور منہ ہے۔ اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنی ہے کہ اس کے تمام بالوں پر مسح کیا جائے۔ امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے؟ امام مالک نے جواب دیا' اگر کوئی شخص وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہوگا؟ (احکام القرآن' ج ٢' ص ٦٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

علامہ ابن العربی نے امام مالک کے موقف پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ اپنے ہاتھوں کو سر کے ابتدائی حصہ سے پیچھے اپنی گدی کی طرف لے گئے اور پھر گدی سے سر کے اگلے حصے تک لائے۔ جہاں سے آپ نے ابتداء کی تھی۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١٨٥' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٢٣٥' سنن ابوداؤد' ١١٨' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٣٢' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٤٣٤' مسند احمد' ج ٤' ص ٣٩-٣٨' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ١' ص ٥٩' کتاب المعرفہ ج ١' ص ٢١٢)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ نے سر کے اگلے حصہ پر دونوں ہتھیلیاں رکھیں' پھر آپ ان ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے ان کو گدی تک لائے' پھر ان سے مسح کرتے ہوئے ان کو واپس اسی جگہ لے گئے جہاں سے ابتداء کی تھی۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ١٢٣-١٢٤' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ٥٩)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ نے لکھا ہے کہ سر کے مسح کے متعلق امام احمد کے تین قول ہیں۔ (١) پورے سر کا مسح فرض ہے (٢) پیشانی کے برابر یعنی چوتھائی سر کا مسح فرض ہے (٣) سر کے اکثر حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔

(المغنی' ج ١' ص ٨٧-٨٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ١٤٠٥ھ)

پورے سر کا مسح کرنے یا اکثر حصہ کا مسح کرنے کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے سر پر پیشانی کی مقدار کے برابر بھی مسح کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے' کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے' پھر پیشاب کیا اور پیشانی کی مقدار (پر) مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا' اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث اس کا بیان ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف دلیل ہے' جو تین بالوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک پر بھی حجت ہے جو پورے سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنے کو فرض کہا ہے' کیونکہ مسح کرنے کا آلہ ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔

(ھدایہ اولین' ص ١٧' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

سر پر مسح کرنا فرض قطعی ہے اور اس کی مقدار فرض ظنی ہے' فرض قطعی میں اختلاف یا اس کا انکار جائز نہیں ہے اور فرض ظنی میں مجتہد دلائل سے اختلاف کر سکتا ہے' اسی طرح ربو الفضل کی حرمت بھی ظنی ہے اور اس کی حرمت کی علت میں بھی مجتہدین کا اختلاف ہے۔

پیروں کے دھونے پر دلائل

قرآن مجید' احادیث اور اجماع علماء سے وضو میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور وضو میں پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں پیروں پر مسح کیا جائے' ان کو دھویا نہ جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے وارجلکم اور لام پر نصب ہے اور اس کا عطف "وجوھکم وایدیکم" پر ہے' یعنی اپنے چہروں' ہاتھوں اور پیروں کو دھوؤ۔ صحابہ میں سے حضرت علی رضی اللہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی یہی قرأت ہے اور قراء میں سے ابن عامر' نافع' اور کسائی کی یہی قرأت ہے اور عاصم سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (الحاوی الکبیر' ج ١' ص ٤٩) اور اس قرأت کا یہ تقاضا ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہو اور حسب ذیل احادیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہم سے آ ملے' درآنحالیکہ ہم نے عصر کی نماز میں دیر کر دی تھی' سو ہم وضو کرنے لگے اور پیروں پر مسح کرنے لگے' تو آپ نے باآواز بلند دو یا تین بار فرمایا: ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن ایڑیوں کو دھویا نہ گیا ہو' ان کو آگ کا عذاب ہو۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ١٦٥-١٦٣' صحیح مسلم' ج ١' رقم الحدیث: ٢٤٢-٢٤١-٢٤٠' سنن ترمذی' ج ١ رقم الحدیث: ٤١' سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ٩٧' سنن نسائی' ج ١' رقم الحدیث: ١١١' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٤٥٠' مسند احمد' رقم الحدیث: ٢٣٥٧٠)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مغیرہ بن حنین بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دیکھا ایک شخص وضو کر رہا تھا اور وہ اپنے پیروں کو دھو رہا تھا' آپ نے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیر میں ناخن جتنی جگہ کو دھونے سے چھوڑ دیا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے وضو اور نماز کو دہرائے۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ١٧٢' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

Marfat.com

پیروں کے دھونے پر علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات

شیعہ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کی دو قراءتیں ہیں۔ نصب کی قراءت (ارجلکم) سے دھونا ثابت ہوتا ہے اور جر کی قراءت (ارجلِکم) سے مسح ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف برؤسکم پر ہوگا۔ اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ جر کی تقدیر پر بھی ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہے' اور اس پر جوار کی وجہ سے جر ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ (ھود: ٢٦)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے' اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے تھی' لیکن چونکہ اس کے جوار میں یوم پر جر ہے' اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ اس کو جر جوار کہتے ہیں۔ اسی طرح ارجلکم کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہے۔ اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے تھی' لیکن اس کے جوار میں برء وسکم چونکہ مجرور ہے' اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ لہٰذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا عطف برء وسکم پر ہے' اور اس سے پہلے وامسحوا مقدر ہے' لیکن وامسحوا برء وسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے۔ یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے' یعنی دھونا۔ اہل عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا۔ سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (نساء: ٤٣)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ' حتیٰ کہ تم غسل کر لو' الا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف لا تقربوا الصلوۃ پر ہے اور اس سے پہلے بھی لا تقربوا الصلوۃ مقدر ہے' لیکن معطوف علیہ میں الصلوۃ کا معنی حقیقتاً مراد ہے یعنی نماز' اور معطوف میں الصلوۃ کا معنی مجازاً مراد ہے' یعنی مسجد اور محل صلوۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں وامسحوا برء وسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے' یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلَکم اور ارجلِکم دو متواتر قراءتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تعارض نہیں ہے' اسی طرح قرآن مجید کی قراءت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور ارجلَکم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور ارجلِکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا۔ اسی لیے ارجلَکم کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلِکم کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ یعنی جب موزے پہنے ہوں' تو پیروں پر مسح کر لو اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھو لو۔ اس طرح ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

Marfat.com

علماء شیعہ نے کہا کہ قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے جن پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء کو تیمم میں ترک کر دیا جاتا ہے' ان پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے۔ اگر وضو میں پیروں کو دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا' اور جبکہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے نہ کہ دھونا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ حدیث میں' یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ' ہاتھ اور پیر ہیں' تو ان کو دھویا جائے' اور جس عضو پر مسح کا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے تیمم یا وضو کے لیے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا' بلکہ دونوں کے الگ الگ صراحتاً احکام بیان فرمائے اور ان دونوں کا تفصیلی حکم اسی آیت میں ہے۔ قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی چیز کا صراحتاً حکم بیان نہ کیا گیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے' کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے' اسی طرح غسل کی فرع ہے' اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کر دیا جاتا ہے' تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر صرف مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا' تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

وضو کے مختلف فیہ فرائض

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

غسل اور وضو سے اس وقت تک طہارت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے (صحیح البخاری' رقم الحدیث:۱) نیز تیمم بغیر نیت کے جائز نہیں ہے' اور یہ دونوں طہارتیں ہیں تو دونوں کا حکم مختلف کیسے ہوگا۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔

(مغنی' ابن قدامہ' ج ۱' ص ۷۸' الحاوی الکبیر' ج ۱' ص ۱۰۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بیع' شراء' نکاح' طلاق' رد اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح نہ ہو۔ اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ لہٰذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص بارش میں نہا لیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہوگا اور اس سے نماز صحیح ہوگی' اگرچہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وضوء' غسل اور تیمم سب میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے' کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو نہ کرے' اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے' اس کا وضو نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۹۷) علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا ہے اس کی اسناد جید حسن ہے) پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے' اور اس حدیث میں وضو کی نفی کمال پر محمول ہے' جیسے آپ نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنی پر محمول ہے۔ اگر اس نے عمداً بسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہیں ہوگا اور

Marfat.com

اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔(المغنی 'ج ا'ص ٧٤-٧٣ 'مطبوعہ دار الفکر 'بیروت '١٤٠٥ھ)

امام شافعی کے نزدیک اعضاء وضو میں وہ ترتیب بھی فرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے 'یعنی پہلے چہرہ دھوئے 'پھر ہاتھ' پھر سر کا مسح کرے اور پھر پیروں کو دھوئے۔

ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل اس آیت میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فاغسلوا وجوهكم وايديكم "(الآیہ)اور "فا" تعقیب اور تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ امام احمد کا بھی یہی موقف ہے۔(الحاوی الکبیر 'ج ا'ص ١٦٨)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض نہیں ہے 'کیونکہ ان کے درمیان حرف واؤ کے ساتھ عطف کیا گیا ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے۔ نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں خواہ کسی عضو کے ساتھ وضو کی ابتداء کروں۔(سنن کبریٰ 'للبیھقی 'ج ا'ص ٨٧) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم وضو میں ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ 'ج ا'ص ٣٩) امام بیہقی نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے۔(سنن کبریٰ 'ج ا'ص ٨٧) نیز جب بے وضو آدمی وضو کی نیت سے نہر یا دریا میں غسل کرے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بالاتفاق اس کا وضو ہو جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک موالات فرض ہے 'یعنی ایک عضو کے فوراً بعد دوسرے عضو کو دھونا بشرطیکہ اس کو یاد رہے۔ علامہ احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ٥٩٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک موالات فرض ہے 'بشرطیکہ اس کو یاد ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور امام شافعی 'امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک موالات فرض نہیں ہے۔ امام مالک کا استدلال اس آیت میں لفظ "فا" سے ہے۔ کیونکہ "فا" ترتیب علی الفور کے لیے آتی ہے (بدایۃ المجتہد 'ج ا'ص ١٢) اور جمہور کا استدلال لفظ "واؤ" سے ہے 'کیونکہ "واؤ" مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے اور ان اعضاء کے درمیان "واؤ" کے ساتھ عطف کیا گیا ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے 'امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں مگر پیروں کو نہیں دھویا' آپ نے استنجاء کیا اور جو ناگوار چیز لگی تھی 'اس کو صاف کیا' پھر تمام جسم پر پانی ڈالا۔ اس کے بعد ایک طرف ہو کر اپنے پیروں کو دھویا' یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔(صحیح البخاری 'ج ا' رقم الحدیث: ٢٤٩ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے پیروں کے دھونے کو باقی اعضاء سے موخر کر دیا' اس سے واضح ہو گیا کہ وضو میں موالات فرض نہیں ہے۔

وضو کی سنتیں

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے' کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے؟ صحیح مسلم کی روایت میں تین دفعہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ اسی طرح سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۶۲، صحیح مسلم ۲۷۸، سنن ابوداؤد ۱۰۳، سنن ترمذی ۲۴، سنن ابن ماجہ ۳۹۳، سنن دار قطنی ۷ ۱۲۷، مسند احمد ج ۲، ص ۷-۵۰۷، ۴، ۴۵۵، ۲۸۴، ۲۶۵، طبع قدیم)

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ امام ابوداؤد بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضو نہ ہو، اس کی نماز نہیں ہے اور جو بسم اللہ نہ پڑھے، اس کا وضو نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۹۹، سنن دار قطنی، رقم الحدیث: ۲۲۰، المستدرک، ج ۱، ص ۱۴۶)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! جب تم وضو کرو تو، کہو بسم اللہ والحمد للہ، پھر تمہارے کراماً کاتبین اس وقت تک تمہاری نیکیاں لکھتے رہیں گے جب تک تم اس وضو پر قائم رہو گے۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۱۹۶) اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن محمد متفرد ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا اس کی روایات منکر ہیں۔ (میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۸۱) امام ابن عدی نے کہا اس کی روایات ضعیف ہیں (کتاب الضعفاء، ج ۱، ص ۲۶۰) حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۲۰)

مسواک کرنی چاہیے، لکڑی کی معروف مسواک نہ ہو تو انگلی سے یا برش سے دانت صاف کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۵، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۵۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۸۶، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۶۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۸۷، مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۲، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۶، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۸۷، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۶۸۷، مسند احمد، ج ۲، ص ۵۳۱، طبع قدیم)

بعض روایات میں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دینے کا ذکر ہے، امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح البخاری، باب السواک الرطب والیابس للصائم، سنن کبریٰ، للبیہقی، ج ۱، ص ۳۵، مسند احمد، ج ۲، ص ۴۶۰-۵۷۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے وضو کے وقت تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں جن کو تم دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔ امام بیہقی نے کہا، اس حدیث کی سند محفوظ ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کے ساتھ نماز کی فضیلت بغیر مسواک کے ساتھ نماز پر ستر درجہ زیادہ ہے۔

(علامہ احمد شاکر' متوفی ١٣٧٧ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ١٨' رقم الحدیث: ٢٦٢١٨' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' ص ٧١' برقم ١٣٧' حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ المستدرک' ج ١' ص ١٤٦)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی ہو' اس کو نبی ﷺ اس نماز پر ستر درجہ فضیلت دیتے تھے جو مسواک کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ٨' رقم الحدیث: ٤٧٣٨' مطبوعہ دار المامون' بیروت' مسند البزاو' ج ١' ص ٢٤٤' برقم ٥٠١' سنن کبریٰ ج ١' ص ٣٨)

کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور انہیں نبی ﷺ کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے اس برتن سے پانی انڈیل کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے' پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا' پھر ہاتھ سے پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو مرتبہ دھویا' پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کیا۔ ایک مرتبہ ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اور ایک مرتبہ پچھلے حصہ سے اگلے حصہ تک پھیرا۔ پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١٨٦' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٢٣٥' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ١١٨-١١٩' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٣٢-٢٨' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٤٠٥' سنن دارمی' رقم الحدیث: ٦٩٨)

کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں کا مسح کیا' کانوں کے اندر اپنی انگلیاں (سبابہ) ڈالیں اور کانوں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کانوں کے ظاہر اور باطن پر مسح کیا۔

(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٤٣٩' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١٤٠' سنن نسائی' رقم الحدیث: ١٠١)

داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ داڑھی میں خلال کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٣١' المستدرک' ج ١' ص ١٥٠-١٤٩)

ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٣٩' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٤٤٧)

ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! وضو کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا' پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا' پھر اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا اور اپنی دو (سبابہ) انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا اور اپنے انگوٹھوں سے اپنے کانوں کی پشت پر مسح کیا اور انگلیوں سے کان کے باطن پر مسح کیا' پھر اپنے دونوں پیروں کو تین تین بار دھویا' پھر فرمایا: اس طرح وضو ہوتا ہے جس نے اس پر زیادتی کی' یا کمی کی' اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ١٣٥)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لیے ناکافی جان کر زیادتی کی' اس نے ظلم کیا۔ ورنہ اگر مزید صفائی کے قصد سے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا تو وہ مباح ہے۔ اور یا جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لیے زائد جان کر کمی کی' اس نے ظلم کیا' ورنہ ایک یا دو بار دھونا بھی آپ سے ثابت ہے۔

وضو کے مستحبات

وضو میں نیت کرنا' علامہ ابوالحسن احمد قدوری متوفی ۴۲۸ھ کے نزدیک مستحب ہے اور علامہ المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ حنفی کے نزدیک سنت ہے۔ کیونکہ وضو کرنا عبادت ہے اور ہر عبادت میں ثواب کی شرط اخلاص ہے اور اخلاص کا معنی نیت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ: ۵)

اور ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں درآنحالیکہ وہ صرف اسی کے لیے اخلاص سے اطاعت کرنے والے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے' ہر شخص کے لیے وہی صلہ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔ سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف (محسوب ہوگی) جس کی طرف اس نے نیت کی ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٩٠٧' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٢٢٠١' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٦٤٧' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۲۷' مسند احمد' رقم الحدیث: ج ١' ص ۴۳-۲۵' طبع قدیم)

وضو کو اس ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے قرآن مجید میں اعضاء کو دھونے کا حکم ہے' یہ بھی مستحب ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اس ترتیب کا مذکور ہونا ہے' اور بکثرت احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا اس ترتیب سے وضو کرنا لکھا ہے۔ علامہ قدوری کے نزدیک یہ مستحب ہے' اور علامہ المرغینانی کے نزدیک سنت ہے۔

دائیں عضو کو بائیں عضو سے پہلے دھونا مستحب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر کام میں دائیں طرف سے ابتدا کرنا پسند تھا' حتیٰ کہ جوتی پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضو کرنے میں اور تمام کاموں میں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١٦٨' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٢٦٨' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴١۴٠' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٦٠٨'

Marfat.com

سنن نسائی' رقم الحدیث: ۱۱۴' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۵۸۲۱' مطبوعہ دارالفکر ۱۴۱۴ھ)

وضو کے آداب

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد سکندری حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں' وضو کے حسب ذیل آداب ہیں:

(۱) اسراف کو ترک کرنا (۲) بہت کم پانی لینے کو ترک کرنا (۳) اس کپڑے سے اعضاء وضو کو نہ پونچھنا جن سے استنجا کی جگہ کو پونچھا ہو (۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا (۵) بلاضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا۔ وبری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت انس' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کو وضو کراتے تھے۔ (۶) وضو کے لیے خود پانی لانا (۷) استنجاء کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو۔ (۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا (۹) ہر عضو دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا (۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا (۱۱) انگوٹھی کے نیچے سے پانی گزارنا (۱۲) چہرے پر پانی سے چھپکے نہ مارنا۔ (۱۳) جن اعضاء کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے (۱۴) اطمینان سے وضو کرنا (۱۵) مل مل کر دھونا' خصوصاً سردیوں میں (۱۶) چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا' تاکہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضا سفید ہوں (۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللھم اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم اجعلنی من التوابین" (الخ) (۱۸) قبلہ رو کھڑے ہو کر وضو کا پانی پینا۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو بیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے "ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب" (الحج: ۳۲) "اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالایا تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے" علامہ شامی نے لکھا ہے یہ مستحب نہیں' مباح ہے۔ افضل ان پانیوں کو بیٹھ کر پینا ہے۔ لیکن شاید انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔ سعیدی' غفرلہ) (۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضوء پڑھنا (۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بچانا (۲۱) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکنا (۲۳) تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا (۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا۔

(فتح القدیر' ج ۱' ص ۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وضو توڑنے والے امور

سبیلین یعنی اگلے مخرج اور پچھلے مخرج سے جو چیز نکلے مثلاً بول اور براز اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں وضو ٹوٹنے کے اسباب میں بیان فرمایا ہے:

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (المائدہ: ٦) یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے۔

جسم سے خون یا پیپ نکلے یا منہ بھر کرتے آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جس کو مسلسل حیض آتا رہتا ہے اور میں بالکل پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں! نہیں! یہ صرف رگ (سے خون نکلتا ہے' رحم سے نہیں نکلتا) ہے۔ سو جب تمہیں حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون دھو لو اور نماز پڑھو۔ پھر ہر نماز کے لیے ایک بار وضو کر لو' حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۲۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۳۳۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۹۸-۲۹۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۲۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۶۲۴' الموطاء' رقم الحدیث: ۱۳۷' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۲۵۶۷۹' طبع دارالفکر' ۱۴۱۴ھ ج ۶' ص ۲۶۴-۲۰۴-۴۲' طبع قدیم)

اس حدیث میں رگ سے نکلنے والے خون کو وضو ٹوٹنے کی علت فرمایا۔ سو جہاں بھی یہ علت پائی جائیگی' وضو ٹوٹ جائیگا۔

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بہنے والے خون سے وضو (لازم) ہے۔

اس حدیث کی سند منقطع ہے' کیونکہ عمر بن عبدالعزیز کا تمیم داری سے سماع نہیں ہے اور اس کی سند میں یزید بن خالد اور یزید بن محمد ضعیف ہیں۔ (سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خون کے ایک قطرہ یا دو قطروں سے وضو نہیں ہے' سوا اسکے کہ بہنے والا خون نکلے۔ (سنن دار قطنی' رقم الحدیث: ۵۷۳-۵۷۲)

امام دار قطنی نے ان دونوں سندوں کو بھی ضعیف کہا ہے' لیکن تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور وہ لائق استدلال ہوتی ہے۔ ابن جریج اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے منہ بھر کرقے کی یا اس کی نکسیر پھوٹ گئی' وہ واپس لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز پوری کرے۔

(سنن دار قطنی' رقم الحدیث: ۵۵۸' سنن ابن ماجہ' ۱۲۲۱' سنن کبریٰ' للبیہقی' ج ۱' ص ۱۵۳' کامل ابن عدی' ج ۱' ص ۲۹۳)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۵۹' ۵۶۰' ۵۶۱) نیز امام دار قطنی نے اس حدیث کو ابن جریج کے والد سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۳) دو سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۵۶-۵۶۵) نیز اور کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۷۰' ۵۶۹' ۵۶۸' ۵۶۷)

ہرچند کہ اس حدیث کی اسانید ضعیف ہیں' لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے' اور لائق استدلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قے کرنے سے اور غیر مخرجین سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (الحاوی الکبیر' ج ۱' ص ۲۴۴)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو صرف پاد نکلنے سے یا ہوا خارج ہونے سے لازم آتا ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۷۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۵۱۵' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۳۲۳' دارالفکر' سنن کبریٰ' للبیہقی' ج ۱' ص ۱۱۷)

اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ بول و براز نکلنے سے نیند سے اور جماع سے بھی وضو نہ ٹوٹے۔ جب کہ شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اس لیے اس حدیث میں غیر مخرجین سے خون نکلنے اور منہ بھر کے قے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث اس شخص کو سنائی ہے جس کو ہوا خارج ہونے کا شک ہوتا رہتا تھا' اس لیے انہوں نے کہا جب تک آواز نہ نکلے' یا بدبو نہ آئے' وضو نہیں ٹوٹے گا۔

Marfat.com

امام شافعی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گئے' ایک شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا' اس مشرک نے قسم کھائی میں اس وقت تک ان کا پیچھا کرتا رہوں گا جب تک کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کا خون نہ بہادوں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتا رہا' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصار نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم دونوں گھاٹی کے منہ پر کھڑے رہنا' جب وہ دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہا۔ اس مشرک نے اس انصاری کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ مسلمانوں کی حفاظت کر رہا ہے' اس نے اپنا تیر نکال کر کمان میں رکھا اور لگاتار تین تیر مارے۔ وہ انصاری' اسی طرح نماز میں رکوع اور سجود کرتا رہا۔ حتیٰ کہ مہاجر بیدار ہو گیا۔ جب اس مشرک کو اندازہ ہوا کہ یہ لوگ چوکنے ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا' جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتا ہوا دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ انصاری نے کہا' میں قرآن مجید کی جس سورت کو پڑھ رہا تھا میں نے اس کو منقطع کرنا پسند نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۹۸' مسند احمد' ج ۳' ص ۳۴۴۔۳۴۳' طبع قدیم' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۱۴۰' صحیح ابن خزیمہ' رقم الحدیث: ۳۶' سنن دار قطنی' رقم الحدیث: ۸۵۸' المستدرک' ج ۱' ص ۱۵۶)

امام شافعی رحمہ اللہ کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوتا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا جاتا اور آپ اس نماز کو دہرانے کا حکم نہ دیتے۔ ثانیاً: حافظ منذری نے لکھا ہے کہ جب کہ تیر لگ کر بہنے والا خون اس انصاری کے بدن' اس کی کھال اور اس کے کپڑوں پر بھی یقیناً لگا ہو گا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں نماز صحیح نہیں ہوتی خواہ خون تھوڑا ہی ہو' اور اگر یہ کہا جائے کہ خون کی دھار اس طرح بہی تھی کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر خون نہیں لگا تو یہ بہت تعجب خیز بات اور بہت بعید احتمال ہے۔ (مختصر سنن ابوداؤد' ج ۱' ص ۱۴۳)

علامہ ماوردی شافعی نے بعض آثار صحابہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ لیکن وہ سب ضعیف ہیں۔

اگر کسی شخص کو لیٹے ہوئے نیند آجائے یا کسی چیز سے اس طرح ٹیک لگائے ہوئے نیند آجائے کہ اگر اس چیز کو ہٹایا جائے تو وہ گر جائے' تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سوئے ہوئے تھے' حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پوری کی۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ تو سو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا وضو اس شخص پر واجب ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوئے۔ کیونکہ جب انسان لیٹ جاتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۷۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۰۲' سنن کبریٰ' ج ۱' ص ۱۲۱' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۵۶' طبع قدیم

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے سند صحیح سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سوتے تھے' پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا نیند سے ہل رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے مجھے گود میں بھر لیا' میں نے دیکھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا مجھ پر وضو واجب ہو گیا؟ آپ نے

Marfat.com

فرمایا نہیں' جب تک تم اپنا پہلو زمین پر نہ رکھو۔ (سنن کبریٰ' ج ۱' ص ۱۲۰' کامل ابن عدی' ج ۲' ص ۵۵)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے یہ حسن لغیرہ ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔

امام دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آنکھ سرین کی رسی ہے جب آنکھ سو جاتی ہے تو یہ رسی ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے سو جو شخص سو جائے وہ وضو کرے۔

(سنن دار قطنی' رقم الحدیث: ۵۸۷' المعجم الکبیر' ج ۱۹' رقم الحدیث: ۸۷۵' مسند احمد' ج ۴' ص ۹۷-۹۶' مسند ابو یعلیٰ' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۷۳۷۲' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۲۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۷۷' سنن کبریٰ' ج ۱' ص ۱۱۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۰۳' مجمع الزوائد' ج ۱' ص ۲۴۷' الجامع الصغیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۷۴۹' الجامع الکبیر' ج ٦' رقم الحدیث: ۱۴۵۶۳)

اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم ضعیف راوی ہے اور بقیہ بن الولید مدلس ہے۔ امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ حافظ الہیثمی اور حافظ سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے' تاہم یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ اور حسنہ کی موید ہے۔

نماز میں قہقہہ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے' کیونکہ بدن سے کوئی نجاست نہیں نکلی' لیکن حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قیاس پر حدیث کو مقدم رکھتے ہیں۔ ہرچند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

ملیح بن اسامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ایک نابینا شخص آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا' ہم اس سے ہنس پڑے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پورا وضو دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کو شروع سے دہرانے کا حکم دیا۔

(سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۹۱)

اس حدیث کی سند میں حسن بن دینار متروک ہے۔ (میزان الاعتدال' ج ۲' ص ۲۳۴)

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب مرد عورت کے یا عورت مرد کے بدن کو بلا حجاب چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ زیر تفسیر آیت میں "اولمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا" (المائدہ: ٦) وہ اس آیت میں لمس کا معنی چھونا کرتے ہیں' یعنی یا تم نے عورتوں کو مس کیا ہو' پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں لمس جماع سے کنایہ ہے' یعنی جماع اور مباشرت سے وضو ٹوٹتا ہے' صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں لمس' مس کے الفاظ جماع سے کنایہ ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۳' ص ٦٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو رہی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے سامنے تھے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ میرے پیروں کو ہاتھ لگاتے' میں اپنے پیر کھینچ لیتی' جب

Marfat.com

آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیر پھیلا دیتی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں تھے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۸۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث المسلسل' ۵۱۲' رقم الحدیث الکتاب ۲۷۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۷۱۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۱۶۷' الموطا' رقم الحدیث: ۲۵۸' مسند احمد' ج ٦' ص ۲۵۵'۲۲۵'۱۴۸' ۵۵' ۴۴' طبع قدیم)

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عورت کے بدن کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا' کیونکہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیروں کو ہاتھ لگاتے اور نماز میں بدستور مشغول رہتے۔

امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی کسی زوجہ کو بوسہ دیتے' پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ امام نسائی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے حسن حدیث ہے۔ اگرچہ یہ حدیث مرسل ہے۔

(امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے)

(سنن نسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۸٦' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۵۰۲' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۵۸۲۴' مطبوعہ دارالفکر)

علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مس ذکر (شرم گاہ کو چھونا) سے وضو نہیں ٹوٹتا' امام شافعی کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے' اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں (المغنی' لابن قدامہ' ج ۱' ص ۱۱٦) امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

طلق بن علی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا "وہ تمہارے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے"۔

(سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۵' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۸۳' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱٦۴۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱' ص ۱٦۵' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۴۲٦)

اس حدیث کی سند قوی ہے۔ امام شافعی کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

بسرہ بنت صفوان بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے ذکر (شرم گاہ) کو چھوا' وہ وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔ (سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۸۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۷۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے اس کے خلاف بکثرت آثار روایت کیے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں ذکر کو چھوؤں یا کان کو چھوؤں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں ذکر کو چھوؤں یا ناک کو چھوؤں۔

حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا یہ میری یا تمہاری ناک کی طرح عضو ہے اور تمہارے چھونے کے لیے اور اعضا بھی ہیں۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اس کو چھوؤں یا ناک کو چھوؤں۔

(شرح معانی الآثار' ج ۱' ص ۷۴' مطبوعہ مجتبائی' پاکستان)

اس مسئلہ میں دونوں جانب احادیث اور آثار ہیں اور قیاس صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

کیونکہ اولاً: تو یہ دیگر اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جس طرح دیگر اعضاء کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا' اس کو چھونے سے بھی وضو واجب نہیں ہوتا۔ ثانیاً: اس لیے کہ خون' پیپ اور بول' براز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' جو نجس العین ہیں تو جو عضو فی نفسہ طاہر ہے' اس کو چھونے سے وضو کیسے ٹوٹے گا؟

تیمم کی شرط' طریقہ اور دیگر احکام

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جو شخص سفر کے دوران پانی نہ پائے' یا وہ شخص شہر سے باہر ہو اور شہر اس سے ایک میل (انگریزی ڈیڑھ میل) یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ پاک مٹی سے تیمم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا" (المائدہ: ٦) پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو"۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ خواہ اس کو دس سال تک پانی نہ ملے' سو جب اس کو پانی مل جائے تو وہ اس سے اپنی کھال تر کرے' یعنی وضو کرے' یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ محمود کی روایت میں ہے کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۲۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۳۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۲۱' سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۱۶۲۴' المستدرک' ج ۱' ص ۱۷۷' سنن کبریٰ' ج ۱' ص ۲۲۰-۲۱۲)

ایک (شرعی) میل کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ ایک میل کی مسافت سے وضو کے لیے شہر میں جانے سے ضرر ہوگا' اعتبار مسافت کا ہے' تنگی وقت یا نماز فوت ہونے کے خوف کا اعتبار نہیں ہے' کیونکہ یہ تقصیر اس کی طرف سے ہے اور اگر اس کو پانی دستیاب ہو لیکن وہ بیمار ہو اور اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر اس نے پانی استعمال کیا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا' تو وہ تیمم کرے۔ اگر جنبی کو یہ خدشہ ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سردی سے مرجائے گا یا بیمار ہو جائے گا' تو وہ تیمم کرے' خواہ وہ شہر میں ہو۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سردی کی رات میں جنبی ہو گئے۔ انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی و لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما (النساء: ۲۹) تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر مہربان ہے" پھر انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔ (صحیح بخاری' کتاب التیمم' باب: ۷)

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر دو بار ہاتھ مارے۔ ایک بار ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملے اور دوسری بار کہنیوں سمیت ہاتھوں پر ملے' ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑے' تاکہ چہرہ خراب نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک زمین کی جنس سے ہر چیز کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ مثلاً مٹی' ریت' پتھر' چونا اور ہڑتال (ایک قسم کی زرد اور زہریلی دھات) وغیرہ سے۔ تیمم ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے' جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔ نیز جب انسان کو پانی مل جائے اور وہ اس کے استعمال پر قادر ہو تو اس سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ تیمم سے فرائض اور نوافل سب کچھ پڑھ سکتا ہے' اگر نماز جنازہ یا عید کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو شہر میں بلاعذر بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

(ہدایہ اولین' ص ۵٦-۴۹' ملخصا' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

تیمم سے متعلق دیگر مباحث ہم نے (النساء: ۴۳) میں بیان کر دیئے ہیں۔ وہاں مطالعہ فرمائیں۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ

اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو، اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختگی کے ساتھ

Marfat.com

بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

تم سے لیا ہے، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ دلوں کی باتوں

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ

کو جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم

لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي

رہنے والے ہو جاؤ دراں حالیکہ تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو، کسی قوم کی عداوت

اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے، تم عدل کرتے رہو وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو،

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

بیشک اللہ تمہارے کاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں ○ اے ایمان والو:

اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا

اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ

ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور ایمان والوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١ ع

اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختگی کے ساتھ تم سے لیا ہے۔ جب تم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ (المائدہ: ٧)

اللہ کی نعمت اور اس کے عہد و میثاق کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا۔ جب تم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ تمہیں خوشی ہو یا رنج' سہولت ہو یا تنگی' ہر حال میں تم اللہ کے احکام سن کر قبول کرو گے اور اس کی اطاعت کرو گے اور تم نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں جس چیز کا حکم دیں گے ہم اس کو بجالائیں گے اور جس کام سے منع کریں گے' اس سے باز رہیں گے اور تم پر یہ بھی اللہ کا انعام تھا کہ تم نے یہ عہد کیا' سو اے مسلمانو! تم اپنے اس عہد کو پورا کرو' تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں دائمی نعمتیں عطا فرمائے۔

تم اس عہد کو توڑنے یا پورا نہ کرنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' ایسا نہ کرنا کہ زبان سے اطاعت کا اقرار کرو اور دل میں اس کے خلاف ہو' اور اپنے ظاہر اور باطن میں اس عہد کی خلاف ورزی کرنے سے اللہ سے ڈرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی معین نعمت کا ذکر نہیں فرمایا' بلکہ جنس نعمت کا ذکر فرمایا ہے' اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں پر غور کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہیں۔ اللہ نے بندوں کو جو نعمتیں دی ہیں' ان کا شمار کون کر سکتا ہے۔ اس نے حیات عطا فرمائی' صحت دی' عقل اور ہدایت دی۔ آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھا اور دنیا میں بہت اچھائیاں عطا فرمائیں' بندوں کو چاہیے کہ اللہ کی ان نعمتوں پر غور کریں' اس کا شکر بجالائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم ان نعمتوں کو یاد کرو اور یاد کرنا بھولنے کی فرع ہے' یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ دنیا کی رنگینیوں میں اور نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے' اور جب کوئی نعمت چلی جاتی ہے' تو پھر اس نعمت کو یاد کرتا ہے' حالانکہ اسے چاہیے کہ وہ نعمت کی حالت میں اپنے منعم کو یاد رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ کرنے کا ایک سبب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس کی طرف متنبہ کرنے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد و میثاق ہے۔ اس میثاق کی ایک تفسیر وہ ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے وقت آپ کی اطاعت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے عہد اور میثاق لیا کہ وہ تورات پر ایمان لائیں اور تورات میں سیدنا محمد ﷺ کی بشارت ہے' تو انہوں نے تورات کے ضمن میں آپ کی نبوت پر ایمان لانے کا بھی اقرار کیا تھا' سو اس سے یہ میثاق مراد ہے' اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تو ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا' اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور شریعت پر جو عقلی دلائل اور شرعی براہین قائم کی ہیں' عہد اور میثاق سے وہ دلائل اور براہین مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ' درآنحالیکہ تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو۔ (المائدہ: ٨)

Marfat.com

صحیح اور سچی شہادت کی اہمیت

یہ آیت بھی سابقہ آیت سے متصل ہے اور اس سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر برانگیختہ کرنا ہے۔ اس آیت میں دو حکم ہیں (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنا اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا' اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا خلاصہ بھی دو چیزیں ہیں۔ اللہ کی تعظیم اور بندوں پر شفقت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور حق پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا' اس کا تعلق اللہ کی تعظیم کے ساتھ ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا اس کا تعلق بندوں پر شفقت کے ساتھ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے قرابت داروں اور دوستوں کی محبت کی وجہ سے شہادت دینے میں کوتاہی یا کمی نہ کرو' اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بغض کی وجہ سے شہادت میں کوئی رد و بدل نہ کرو' صرف انصاف کی رو سے شہادت دو' خواہ اس سے تمہارے دوستوں کو نقصان پہنچے یا تمہارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے۔

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر عام ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ بغض تمہیں اس کے ساتھ بے انصافی کرنے پر نہ ابھارے' بایں طور کہ تم حد سے تجاوز کرو' بلکہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو' خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ برائی کی ہو اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ پیش آؤ' خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ بدی اور برائی کی ہو' اور مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ عدل اور انصاف کرو' اور کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرو' اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو چھ ہجری میں مسجد حرام میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا' اور حدیبیہ سے آگے نہیں جانے دیا تھا۔ سو اس وجہ سے تم ان پر ظلم اور زیادتی نہ کرنا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کو کفار پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے' حالانکہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکوں کو جہاں پائیں' قتل کر دیں اور میدان جنگ میں آنے والے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیں اور ان کے اموال لوٹ لیں تو پھر اور ظلم اور زیادتی کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم یہ ہے کہ جب وہ اسلام لائیں تو ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے' ان کے بچوں کو قتل کیا جائے' بڑوں کا مثلہ کیا جائے' اور ان سے کیے ہوئے معاہدوں کو توڑ دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا: تم عدل کرتے رہو' وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے۔

عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی بھی دو تفسیریں ہیں۔ تقویٰ کے معنی ہیں خوف خدا کی وجہ سے گناہوں سے اجتناب کرنا' اور جو شخص عدل کرتا ہے' وہ گناہوں سے اجتناب کے زیادہ قریب ہوتا ہے' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص عدل کرتا ہے' وہ عذاب اخروی سے بچنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اس آیت میں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا ہے' حالانکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور جب اللہ کے دشمنوں کے ساتھ عدل کرنا واجب ہے تو اللہ کے دوستوں کے ساتھ عدل کرنا کس قدر زیادہ مطلوب ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ تمہارے کاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے (المائدہ: ۸)

یعنی اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور وہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے' سو اگر تم نے کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دی یا کسی کے حق میں جھوٹی گواہی دی اور بے انصافی کی' تو وہ اللہ سے مخفی نہیں ہے۔ پھر صحیح اور سچی گواہی پر اجر و ثواب کی بشارت دی اور جھوٹی گواہی پر عذاب کی وعید سنائی اور فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے' ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (المائدہ: ۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا' وہ لوگ دوزخی ہیں۔

(المائدہ: ۱۰)

Marfat.com

نا اہل کو سند یا لائسنس دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ١٣٩٦ھ لکھتے ہیں:

آخر میں ایک اور اہم بات بھی یہاں جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ لفظ شہادت اور گواہی کا جو مفہوم آج کل عرف میں مشہور ہوگیا ہے وہ تو صرف مقدمات و خصومات میں کسی حاکم کے سامنے گواہی دینے کے لیے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں لفظ شہادت اس سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دینا کہ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں یا نوکری کرنے کے قابل نہیں' یہ بھی ایک شہادت ہے۔ اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شہادت ہو کر گناہ کبیرہ ہوگیا۔

اسی طرح امتحانات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا بے پروائی سے نمبروں میں کمی بیشی کردی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔

(معارف القرآن' ج ٢' ص ٧١-٧٠' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی)

ہمارے نزدیک اگر کوئی ڈاکٹر کسی صحت مند شخص کو کسی تعلق کی بنا پر یا رشوت لے کر بیماری کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے تو اس کے سر پر ایک گناہ تو رشوت لینے کا ہے اور اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا گناہ ہے۔ اور دوسرا گناہ اس کا جھوٹ ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے:

اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (النور: ٧) اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اور جھوٹ پر عذاب کی وعید سنائی ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (البقرہ: ١٠) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

اگر کوئی ممتحن کسی طالب علم کے پرچہ میں رشوت لے کر یا سفارش یا تعلق کی بنا پر زیادہ نمبر لگاتا ہے یا دشمنی اور عداوت کی بنا پر اس کے نمبر کم لگاتا ہے تو یہ ظلم ہے' کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ٨١٦ھ لکھتے ہیں:

ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔ اور اس کا شرعی معنی ہے حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنا اور اس کو جور کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا ظلم ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے۔

(کتاب التعریفات' ص ٦٢' مطبوعہ ایران' النہایہ' ج ٣' ص ١٦١' المفردات' ص ٣١٦-٣١٥)

اور ظلم بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت فرمائی ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (ھود: ١٨) سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لیے کسی ڈاکٹر کا صحت مند کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دینا یا کسی افسر کا اناڑی کو ڈرائیونگ لائسنس دینا یا کسی ٹیکسی ڈرائیور کے غلط میٹر کی صحیح میٹر کا سند دینا یا رشوت لے کر کسی غیر ملکی کو قومی شناختی کارڈ بنا دینا یا کسی یونیورسٹی یا ادارہ کی جعلی سند جاری کر دینا اور اس نوع کی تمام جھوٹی اور جعلی دستاویزات' جھوٹ اور ظلم پر مبنی ہیں' اور گناہ کبیرہ ہیں۔ تاہم ان کو جھوٹی شہادت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے' خصوصاً ممتحن کے نمبر لگانے کا معاملہ کسی طور پر شہادت نہیں ہے۔ اس کے لگائے ہوئے نمبر شہادت

Marfat.com

نہیں' بلکہ ایک قسم کا فیصلہ ہیں' اگر وہ غلط نمبر لگائے گا تو یہ اس کی عدالت کے خلاف ہو گا اور قرآن مجید میں ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ: ۸) کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے۔ تم عدل کرتے رہو' وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے۔

طالب علم کا پرچہ چیک کر کے جو نمبر لگاتا ہے وہ اس کی قضا اور فیصلہ ہے۔ اسی طرح جو افسر گاڑی کی فٹ نیس کا سرٹیفکیٹ دیتا ہے' یا میٹر کو صحیح قرار دیتا ہے' یہ اس کی قضا اور فیصلہ ہے اور ڈاکٹر جو سرٹیفکیٹ دیتا ہے یہ اس کی ماہرانہ رائے ہے۔ یہ تمام امور مشابہ بالقضاء ہیں' شہادت نہیں۔ پس شہادت دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں جیسا کہ ہم عنقریب باحوالہ بیان کریں گے۔ اس لیے اگر یہ لوگ غلط فیصلہ کریں گے اور خلاف واقع تحریر کریں گے' تو عدل کے خلاف ہو گا' اور ظلم اور جھوٹ ہو گا' اور یہ کام موجب لعنت ہیں اور گناہ کبیرہ ہیں' لیکن یہ شہادت کی تعریف میں نہیں آتے۔ اب ہم آپ کے سامنے شہادت کی تعریف اور ارکان بیان کر رہے ہیں۔

شہادت کی تعریف

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں قاضی کے سامنے ایک شخص کے دوسرے شخص پر حق کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دینا (مثلاً کہے میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں آدمی کا فلاں شخص پر فلاں حق ہے) شریعت میں شہادت ہے۔ (کتاب التعریفات' ص ۵۷' مطبوعہ ایران)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم علم اور یقین کے قائم مقام ہے' اس میں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ دوسری قسم وہ ہے جو قسم کے قائم مقام ہے' اس میں مثلاً یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ زید چلنے والا ہے۔ (المفردات' ص ۲۶۸)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

جب گواہ مسموعات کی جنس سے کوئی بات سنے مثلاً بیع' اقرار یا حاکم کے حکم کو سنے' یا مبصرات میں سے کسی چیز کو دیکھے مثلاً کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھے' یا کسی کو غصب کرتے ہوئے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں فلاں شخص نے بیع کی' یا حاکم نے فیصلہ کیا خواہ اس کو گواہ نہ بنایا گیا ہو۔

(عنایہ مع فتح القدیر' ج ۷' ص ۳۵۷' طبع بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے لکھا ہے کہ شہادت میں لفظ شہادت (مثلاً میں شہادت دیتا ہوں) کہنا ضروری ہے' کیونکہ قرآن مجید میں اسی لفظ کے ساتھ شہادت دینے کا حکم فرمایا ہے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ (الطلاق: ۲) اور تم میں سے دو نیک شخص شہادت دیں۔

وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ (البقرہ: ۲۸۲) جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو شاھد (گواہ) بنا لو۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ (البقرہ: ۲۸۲) اور تم اپنے مردوں میں سے دو شاہد طلب کرو۔

وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (الطلاق: ۲) اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔

امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے شہادت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس کی مثل ہو تو شہادت دو' ورنہ چھوڑ دو
(المستدرک' ج ۴' ص ۹۸' سنن کبری' ج ۱۰' ص ۱۵۶)

ان تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی سنی ہوئی بات یا کسی وقوع پذیر ہونے والے حادثہ کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔ اور ڈاکٹر جو کسی مریض کے متعلق اپنی رائے لکھتا ہے' یا ممتحن کسی پرچہ پر نمبر لگاتا ہے' اس میں کسی واقعہ یا حادثہ کی خبر نہیں دی جاتی' بلکہ اپنی طرف سے ایک رائے دی جاتی ہے یا ایک حکم لگایا جاتا ہے۔ اس لیے ان امور کو شہادت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے۔ البتہ! اگر بدنیتی کی وجہ سے صحیح رائے نہ لکھی جائے یا صحیح حکم نہ لگایا جائے تو یہ عدل کے خلاف ہے اور ظلم ہے' اور اگر اس نے دانستہ اپنی فی الواقع رائے کے خلاف لکھا تو یہ جھوٹ ہے اور بہرحال گناہ کبیرہ ہے۔

نااہل شخص کو ووٹ دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

کامیاب ہونے والے فارغ التحصیل طلباء کو سند یا سرٹیفکیٹ دینا اس کی شہادت ہے کہ وہ متعلقہ کام کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر وہ شخص واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس سرٹیفکیٹ یا سند پر دستخط کرنے والے سب کے سب شہادت کاذبہ کے مجرم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح اسمبلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے نمائندوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کے حق میں یہ گواہی سچی اور صحیح ثابت ہو سکے' مگر ہمارے عوام ہیں کہ انہوں نے اس کو محض ہار جیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے ووٹ کا حق کبھی پیسوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے' کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے' کبھی ناپائدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تو اور' لکھے پڑھے دیندار مسلمان بھی نااہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت و عذاب بن رہے ہیں۔

نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے' کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ اس کا حکم قرآن کریم کے الفاظ میں پہلے بیان ہو چکا ہے' ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا۔

یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا' تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے' یعنی کسی نااہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے' اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امیدوار اپنی کارکردگی کے پنج سالہ دور میں غلط اور ناجائز کام کرے گا' ان سب کا وبال ووٹ دینے

Marfat.com

والے کو بھی پہنچے گا۔

ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کیلئے وکیل بناتا ہے۔ لیکن اگر یہ وکالت اسکے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اسکا نفع نقصان صرف اسکی ذات کو پہنچتا تو اسکا یہ خود ذمہ دار ہوتا' مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اسکے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لیے اگر کسی نا اہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اسکی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک شہادت' دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک صالح قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں' اسی طرح نا اہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری شفاعت بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان ووٹر پر فرض ہے کہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کرلے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے' وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں' اور دیانت دار ہے یا نہیں' محض غفلت و بے پرواہی سے بلاوجہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ بنے۔ (معارف القرآن' ج ۳' ص ۷۲-۷۱' مطبوعہ ادارہ المعارف' کراچی)

جو شخص علم اور عمل کے اعتبار سے نا اہل ہو' اس کو ووٹ دینا ہمارے نزدیک بھی ناجائز اور گناہ ہے' لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ووٹ کسی کے حق میں شہادت ہے' یا وکالت ہے' یا شفاعت ہے' اس کا شہادت نہ ہونا تو ہماری پہلی تقریر سے واضح ہو گیا۔ شہادت میں کسی دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے واقعہ کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دی جاتی ہے' اور ووٹ دینے کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ شفاعت اس لیے نہیں ہے کہ شفاعت میں کسی تیسرے شخص کے پاس کسی منصب کے لیے سفارش کی جاتی ہے' اور اس تیسرے شخص کے اختیار میں یہ معاملہ ہوتا ہے کہ خواہ اس شفاعت کو قبول کرے خواہ رد کر دے' جبکہ ووٹ کی حیثیت اس طرح نہیں ہے۔ جس نمائندہ کے ووٹ ڈالے گئے ہیں' اگر اس کے ووٹ اپنے مقابل سے زیادہ ہوں تو وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے گا۔ اس میں کسی کے قبول کرنے نہ کرنے کا کوئی معاملہ نہیں ہے' اس طرح ووٹ وکالت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وکالت میں موکل کسی شخص کو وکیل بنانے کے بعد اس کو معزول بھی کر سکتا ہے۔ (ہدایہ اخیرین' ص ۱۹۹) اور ووٹر کسی امیدوار کو ووٹ ڈالنے کے بعد اپنے ووٹ کو کینسل نہیں کر سکتا' اور نہ ہی منتخب ہونے کے بعد اس امیدوار کو معزول کر سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی تعلق یا لالچ یا دباؤ کی وجہ سے کسی نا اہل شخص کو ووٹ ڈال رہا ہے' تو اس عمل کے ناجائز ہونے کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک منصب کے لیے نا اہل شخص کو مقرر کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور اسلام میں کسی نا اہل کو منصب دینے سے منع کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے اپنی بات مکمل کر کے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب کسی نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۹' مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۸' رقم الحدیث: ۸۷۱۴' الجامع الصغیر ج ۱' رقم الحدیث: ۸۸۷' الجامع الکبیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۹۵)

Marfat.com

جو کسی ایسے شخص کو قومی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ووٹ ڈالتا ہے' جو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ مند نہ ہو اور اس کا بدچلن اور بدکردار ہونا بالکل واضح ہو تو وہ اس نمائندگی کے لیے نا اہل شخص کو منتخب کر رہا ہے اور نا اہل کو منصب کے لیے منتخب کرنا اس حدیث کے مطابق قیامت آ جانے کے مترادف ہے۔ نیز اس سلسلہ میں مزید احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا' حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ کا فرماں بردار بندہ تھا' تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک' ج ۴' ص ۹۳-۹۲' مطبوعہ دار الباز' مکہ المکرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا' حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔ (کنز العمال' ج ٦' ص ۷۹' مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' جب کوئی اہل شخص دین کا والی ہو تو دین پر نہ رونا اور جب نا اہل والی ہو تو پھر دین پر رونا۔ (علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے' اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۱۷' رقم الحدیث: ۲۳۴۷٦' امام حاکم اور امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک' ج ۴' ص ۵۱۵' نیز امام طبرانی' متوفی ۳٦۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ المعجم الاوسط ج ۱' رقم الحدیث: ۲۸٦' المعجم الکبیر' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۹۹۹)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جو شخص پیسوں کے لالچ' برادری کے تعلق یا کسی بااثر آدمی کے دباؤ کی وجہ سے نا اہل کو ووٹ ڈالتا ہے' وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کرتا ہے۔ نیز اہل شخص کے ہوتے ہوئے نا اہل شخص کو ووٹ ڈالنا' ظلم ہے' کیونکہ ظلم کا معنی ہی یہ ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور ظالموں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے' اور ظلم گناہ کبیرہ ہے۔

نیز جب کوئی بدکردار اور فاسق و فاجر یا بدمذہب شخص اسمبلی میں پہنچے گا اور اس کو قانون سازی کا اختیار ملے گا' تو یہ ممکن ہے کہ وہ خلاف شرع قانون بنائے' یا اس کے حق میں ووٹ دے۔ جیسے ایوب خان کے دور میں عائلی قوانین بن گئے جو سراسر غیر اسلامی ہیں اور ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹٦ء کی وفاقی کابینہ نے یہ مسودہ قانون منظور کیا کہ عورت خواہ قاتل ہو' اس کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے ایسے بے دین لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچایا' یا جنہوں نے خلاف شرع قانون سازی کی' وہ بھی برابر کے مجرم ہیں۔ اس لیے جو لوگ غیر متدین اور غیر صالح لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچائیں گے' وہ بھی برابر کے مجرم ہوں گے۔ اس لیے نا اہل شخص کو ووٹ دینا بالکل جائز نہیں ہے' یہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے' ظلم ہے' اور خلاف شرع قانون بنانے کا ذریعہ ہے۔

طلب منصب کی تحقیق

ہمارے ملک میں طریق انتخاب کی یہ بہت بڑی خامی ہے کہ قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے ہر امیدوار از خود کھڑا ہوتا ہے' حالانکہ اسلام میں از خود عہدہ کی طلب کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو عم زاد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک

Marfat.com

شخص نے کہا یا رسول اللہ! اللہ نے جن چیزوں پر آپ کو ولایت دی ہے' ان میں سے بعض پر ہمیں امیر بنا دیں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا: آپ نے فرمایا بخدا! ہم اس شخص کو کسی منصب پر امیر نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا' اور نہ اس کو جو اس کی حرص کرے گا۔ (صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۳۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے' کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب کیا تھا' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔ (یوسف: ۵۵)

حضرت یوسف نے (عزیز مصر سے) کہا' ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے' میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں' وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے۔ ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخدا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے' نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے' اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں' جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا' جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو' اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ ہمیں اس قاعدہ کی صحت سے انکار نہیں ہے' لیکن جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز کی گئی ہو' اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے۔ اس کو عام رواج اور معمول بنا لینا صحیح نہیں ہے' مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بنا پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے' لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنا لے' تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا

پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنونسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کردار کشی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں غیبت' افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے' اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بناء پر کھڑا ہوا ہے' بداہۃً باطل ہے۔ کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا' اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں۔

امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج

درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے۔ جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' ان ہی میں سے منتخب افراد آگے چل کر وزیر اعظم' صدر مملکت اور وزراء اعلیٰ کا انتخاب کرتے ہیں اور یہی لوگ

Marfat.com

اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ملک کے سربر آوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے' لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ نیکی اور تقویٰ کی مبہم شرائط رکھی گئی ہیں اور ان کا دیانت داری سے متعلقہ امیدواروں پر اطلاق بھی نہیں کیا جاتا۔ حال ہی میں صدر مملکت چیف الیکشن کمشنر اور بالواسطہ طور پر عدلیہ یہ کہہ چکے ہیں کہ ان کا اطلاق کون کرے گا؟ اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ ایسے کڑے معیار پر کون اترے گا؟ گویا وہ بالواسطہ طور پر کہہ رہے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی دفعات ٦٢ اور ٦٣ ناقابل اطلاق اور ناقابل عمل ہیں۔ نیز سیاسی تجربہ اور تدبر کی حتیٰ کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے۔ دفتر میں کلرک بھرتی ہونے کے لیے بھی کم از کم میٹرک پاس ہونے کی شرط ہوتی ہے۔ بس چلانے والے ڈرائیور کے لیے بھی تجربہ کی شرط ہوتی ہے لیکن اس ملک کو چلانے کے لیے امیدواروں کے علم اور تجربہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ہر فاسق و فاجر' جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت' انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیسہ اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت' وزیر اعظم' وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے۔ اور وہ دینی علم' تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے' اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے' اس کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔ (المائدہ: ١١)

امام ابو جعفر محمد بن جریر متوفی ٣١٠ ھ نے اس آیت کے حسب ذیل دو شان نزول بیان کیے ہیں۔

یزید بن ابی زیاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنو نضیر کے پاس ایک دیت کے معاملہ میں گئے (دو عامری مسلمانوں کو عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا۔ آپ یہودیوں سے ان کی دیت وصول کرنے تشریف لے گئے تھے) آپ نے ان یہودیوں سے فرمایا: اس دیت (کی وصول یابی میں) میری مدد کرو۔ انہوں نے کہا ہاں! اے ابا القاسم! اب آپ کو ہم سے کام در پیش ہوا ہے۔ آپ بیٹھیے ہم آپ کو کچھ کھلاتے ہیں اور آپ کا مطلوب مہیا کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب بیٹھ گئے اور اس کا انتظار کرنے لگے۔ آپ سے یہ گفتگو حیی بن اخطب نے کی تھی' وہ یہودیوں کا سردار تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا' جس قدر اب یہ تمہارے قریب ہیں' اس سے زیادہ قریب تم ان کو کبھی نہ پاؤ گے۔ ان کو پتھروں سے مار کر قتل کر دو' پھر اس کے بعد تم کو کبھی مصیبت کا سامنا نہیں ہو گا۔ وہ چکی کا ایک بہت بڑا پاٹ لے کر آئے' تاکہ اس کو آپ پر گرا دیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے آپ کو بچا لیا اور جبرائیل آپ کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو' جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا...... (جامع البیان' ج ٦' ص ١٩٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ١٤١٥ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک منزل پر ٹھہرے اور مسلمان مختلف درختوں کے نیچے ان کے سایوں میں لیٹ گئے' نبی ﷺ نے بھی اپنے ہتھیار اتار کر ایک درخت پر لٹکا دیئے' ایک اعرابی آیا اس نے آپ کی تلوار درخت سے اتار لی اور وہ آپ کے سامنے تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا' اور کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ! اس اعرابی نے تلوار میان میں ڈال لی۔ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو بلایا اور ان کو اعرابی کے واقعہ کی خبر دی' درآنحالیکہ وہ آپ کے

Marfat.com

پہلو میں بیٹھا ہوا تھا' آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ قتادہ نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض دشمن آپ کی غفلت میں آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس اعرابی کو بھیجا تھا۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ٣٠١-٣٠٠' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٢٩١٣-٢٩١٠' مسند احمد' ج ٥' رقم الحدیث: ١٤٣٤١)

علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے پہلی روایت میں بیان کیا ہوا شان نزول راجح ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے کافروں کے ہاتھ کو روک لیا اور پہلی روایت میں نبی ﷺ اور مسلمان دونوں سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں صرف نبی ﷺ سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور بیشک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ نگران

اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۗ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۗ لَئِنْ اَقَمْتُمُ

مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ؛ البتہ اگر تم نے نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ

رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کے ساتھ مدد کی

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا ،

وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ

اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں سو تم میں سے جس

بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ بیشک سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا ○ تو ان کے عہد توڑنے

مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ

کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا ؛ وہ (اللہ کے) کلام کو اس کے

عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ

مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا اور آپ ان کی خیانت

Marfat.com

عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ

پر ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے ماسوا چند لوگوں کے، آپ ان کو معاف کیجیے اور درگزر کیجیے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى

بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ○ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا ہم

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ

کے درمیان عداوت اور بغض کو روزِ قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں

اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بے شک بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سردار مقرر کیے۔ (المائدہ: ۱۲)

سابقہ آیات سے ارتباط

یہ آیت سابقہ آیتوں کے ساتھ تین وجہوں سے مرتبط ہے:

۱۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختگی کے ساتھ تم سے لیا ہے (المائدہ: ۹) اور اب یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بھی پختہ عہد لیا تھا' لیکن انہوں نے اس عہد کو فراموش کر دیا اور پورا نہیں کیا' تو اے مسلمانو! تم اس برائی میں یہود کی مثل نہ ہو جانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عہد شکنی کی پاداش میں تم بھی اللہ کے غضب' اس کی لعنت کا مصداق بن جاؤ اور تم پر بھی ذلت اور مسکینی ڈال دی جائے۔

۲۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو' جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا (المائدہ: ۱۱) اور ہم نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر کے حوالے سے بیان کیا تھا۔ یہ آیت یہود کے متعلق ہے' جب انہوں نے نبی ﷺ اور آپ کے بعض اصحاب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ سو اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی مزید شرارتیں اور خباثتیں بیان کیں کہ انہوں نے صرف اللہ کے نبی کے ساتھ ہی خباثت نہیں کی' بلکہ انہوں نے خود اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و میثاق کو بھی توڑ ڈالا تھا۔

۳۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ کے احکام کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رہیں۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ ان کے لیے کوئی نیا حکم نہیں ہے' بلکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کو بھی

Marfat.com

یہی حکم دیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور سرکشی نہ کریں۔

حل لغات

دیوار یا لکڑی میں سوراخ کو نقب کہتے ہیں۔ پہاڑوں میں جو سرنگ بنائی جائے' اس کو منقبت کہتے ہیں' کسی نیک انسان کے افعال کو بھی منقبت کہتے ہیں' کیونکہ جس طرح لکڑی یا دیوار میں سوراخ موثر ہوتا ہے' اسی طرح نیک آدمی کے افعال بھی دوسرے لوگوں میں تاثیر کرتے ہیں۔ قوم کا رئیس جو قوم کے احوال کی تفتیش کرتا ہے' اور ان میں موثر ہوتا ہے' اس کو نقیب کہتے ہیں۔ اس کی جمع نقباء ہے۔ اس آیت میں فرمایا: ہم نے بنو اسرائیل کے بارہ نقباء مقرر کیے ہیں یعنی ان کو بارہ گروہوں میں بانٹ دیا اور ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کیا۔ (المفردات' ص ۵۰۳' مطبوعہ ایران)

اس آیت میں فرمایا ہے "وعزرتموھم" تم نے رسولوں کی تعزیر کی۔ تعزیر کا معنی ہے تعظیم کے ساتھ مدد کرنا' تعزیر حد سے کم درجہ کی سزا کو بھی کہتے ہیں' اور یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے' کیونکہ جس شخص میں کوئی ایسی خصلت ہو' جس سے اس کو دنیا یا آخرت میں ضرر پہنچے' تعزیر کے ذریعہ اس خصلت کو مٹا کر اس کی نصرت کی جاتی ہے۔ اسی طرح تادیب ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی تعظیم کے ساتھ مدد کرنا ہے۔

(المفردات' ص ۳۳۳' مطبوعہ ایران)

قاسیۃ کا معنی ہے سخت جامد جو کسی قسم کی خیر کو قبول نہ کرے' تحریف کا معنی ہے کسی شئے کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔

بنو اسرائیل کی عہد شکنی کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم بنو اسرائیل کے بارہ سرداروں کو منتخب کر کے جبابرہ کی سرزمین شام میں بھیجیں' تاکہ وہ اس قوم کے احوال کی تفتیش کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کریں اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو اس قوم کا وارث بنائے اور اس سرزمین میں آباد کرے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو قوم فرعون سے نجات دی تھی' اور ان کو مصر سے نکال لیا تھا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق بارہ نقیبوں کو بھیجا' یہ بارہ نقیب جبابرہ کی جاسوسی کرنے کے لیے روانہ ہو گئے' ان کو راستہ میں ایک شخص ملا جس کا نام عاج تھا۔ (عوج بن عنق) وہ اس قدر لمبا اور جسیم تھا کہ اس نے ان بارہ نقیبوں کو پکڑ کر اپنے نیفہ میں اڑس لیا' اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا' وہ ان کو لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا: دیکھو یہ لوگ اپنے زعم میں ہم سے لڑنے آئے تھے۔ پھر اس نے ان سب کو اپنے نیفہ سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا: کیا خیال ہے میں ان سب کو اپنے قدموں تلے روند کر پیس ڈالوں؟ اس کی بیوی نے کہا' نہیں' بلکہ ان کو چھوڑ دو' تاکہ یہ اپنی قوم کو جا کر ہماری قوت اور طاقت کا حال بتائیں۔ جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا: اگر تم نے بنو اسرائیل کو اس قوم کا حال بیان کر دیا تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ جائیں گے اور مرتد ہو جائیں گے۔ اس لیے تم صرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو اس خبر سے مطلع کرنا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے اس پر عہد و پیمان لیا لیکن ان میں سے صرف دو اس عہد پر قائم رہے۔ وہ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے' اور باقی دس نے اس عہد کو توڑ کر تمام بنو اسرائیل سے عاج کا واقعہ بیان کر دیا۔ بنو اسرائیل کو جب جبابرہ کی قوت اور طاقت کا علم ہوا' تو انہوں نے ان کے خلاف جنگ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

Marfat.com

فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ۔ (المائدہ: ٢٤) آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں، سو وہ جنگ کریں، ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں۔

(جامع البیان، ج ٦، ص ٢٠٦-٢٠٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ، الوسیط، ج ٢، ص ١٦٦، طبع بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ نقیبوں سے یہ عہد اور میثاق لیا تھا کہ وہ جبابرہ کے جو بہت بڑے بڑے جسم دیکھ کر آئے تھے، اس کی بنو اسرائیل کو خبر نہ دیں، لیکن انہوں نے ان کو یہ خبر دے دی، اور یہی ان کا عہد توڑنا تھا۔

(تفسیر کبیر، ج ٣، ص ٣٨٢، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

ابو العالیہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ اس کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور مقاتل نے کہا ان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ تورات کے احکام پر عمل کریں۔

(زاد المسیر، ج ٢، ص ٣١٠، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ١٤٠٧ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، البتہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کی، اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کی ساتھ مدد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹادوں گا۔ الایہ۔ (المائدہ: ١٢)

بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں ہوگی، خواہ نیک عمل کیے ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں تمہارے ساتھ ہوں" اس کا معنی ہے میں علم اور قدرت سے تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بارہ نقیبوں سے خطاب ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنو اسرائیل کے ہر فرد سے خطاب ہو، یعنی میں تمہارا کلام سن رہا ہوں اور تمہارے افعال دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں تم کو اس کی جزا دینے پر قادر ہوں اور اگر تم اس عہد کو پورا نہیں کرو گے تو اس کی سزا دینے پر قادر ہوں۔ پھر جزا کا ذکر فرمایا، میں تم سے تمہارے گناہوں کو مٹادوں گا اور تم کو جنتوں میں داخل کروں گا، پھر سزا کا ذکر فرمایا، کہ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا۔

اس آیت میں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کو پہلے ذکر کیا اور رسولوں پر ایمان لانے کو بعد میں ذکر کیا، جبکہ بہ ظاہر رسولوں پر ایمان لانے کا پہلے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بعد میں ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود اس کا اقرار کرتے تھے کہ نجات کے لیے نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، اس کے باوجود وہ بعض رسولوں کے انکار پر اصرار کرتے تھے۔ اس لیے ان سے فرمایا: کہ تم میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ، ورنہ اس کے بغیر محض نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اللہ کو اچھا قرض دینے کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ زکوٰۃ سے مراد صدقات واجبہ ہیں اور اللہ کو اچھا قرض دینے سے مراد نفلی صدقات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ہم نے ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا۔ (المائدہ: ١٣)

Marfat.com

اس آیت میں یہود کے عہد توڑنے کا ذکر فرمایا ہے' ان کے عہد توڑنے کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بعض نبیوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے۔ اور دوسری یہ کہ وہ' تورات میں مذکور نبی ﷺ کی صفات کو چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے لعنت کرنے کی بھی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ دوسری یہ کہ ان کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا' اور تیسری یہ کہ ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ نیز فرمایا: ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ایسا کر دیا کہ وہ دلائل دیکھنے کے باوجود حق کو قبول نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات سے بدل دیتے ہیں (المائدہ: ۱۳)

تورات کی تحریف میں علماء کے نظریات

یہود نے تورات میں جو تحریف کی ہے' اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:

۱- یہود تورات کی آیتوں میں ردوبدل کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے عبارات بنا کر آیات میں شامل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ حسب ذیل آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرہ: ۷۹) ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے جو اللہ کی کتاب میں (اپنی طرف سے) لکھیں' پھر کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

۲- تحریف کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تورات کی آیتوں کی اپنی طرف سے باطل تاویل کرتے تھے۔ امام رازی کا یہی مختار ہے۔ وہ لفظی تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کتاب تواتر سے منقول ہو' اس میں لفظی تغیر نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر کبیر' ج ۳' ص ۳۸۳)

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ تورات کی جن آیات میں سیدنا محمد ﷺ کی صفات ہیں' وہ ان کو چھپا لیتے تھے۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ۲۱۲' مطبوعہ بیروت)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

تاریخ میں یہ معروف ہے اور یہود و نصاریٰ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کا انہوں نے حکم دیا تھا' اس کا صرف ایک نسخہ تھا۔ اور یہود و نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بابل نے یہودیوں کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا۔ اور جب اہل بابل نے ان کے ہیکل کو جلا دیا' تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔

اور وہ پانچ سورتیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں' جن میں حضرت موسیٰ کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہو گا' وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد' بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کو عزرا کاہن نے لکھا تھا' جو بنو اسرائیل کے قید ہونے والے بوڑھوں میں سے بچ گیا تھا۔ اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی زمانہ بعد لکھی گئی تھی۔

(التفسیر المنیر' ج ٦' ص ۱۲٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ تورات اور انجیل کلیۃً ساقط الاعتبار نہیں ہیں۔ موجودہ تورات اور انجیل خواہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد لکھی گئی ہوں' لیکن ان میں بہرحال اصل تورات اور انجیل کی بہت آیات موجود ہیں اور بعد کی بنائی ہوئی آیات بھی ان میں موجود ہیں' کیونکہ قرآن مجید نے ان کتابوں کا اعتبار کیا ہے اور قرآن مجید کو ان کا مصدق قرار دیا ہے۔ اور

Marfat.com

ان کتابوں کے حاملین کو اہل کتاب فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک ان کتابوں میں ہر طرح سے تحریف کی گئی ہے۔ اصل آیات نکال کر اور اپنی طرف سے آیات بنا کر ان میں داخل کی گئی ہیں' اور اصل آیات کی باطل تاویلات بھی کی گئی ہیں' اور جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی صفات اور آپ کی آمد کی بشارت پر مشتمل تھیں' ان کو چھپایا اور نکالا بھی گیا ہے۔ حدود کی آیات میں حسب منشاء تغیر بھی کیا گیا اور بعض الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی پڑھا گیا ہے' تاکہ معنی کچھ سے کچھ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کے بڑے حصہ کو انہوں نے بھلا دیا۔ (المائدہ: ١٣)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی وساطت سے ان سے جو عہد لیا تھا کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے' اس عہد کو انہوں نے پورا نہیں کیا۔

اس کے بعد فرمایا: اور آپ ان کی خیانت پر ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے ماسوا چند لوگوں کے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ اس سے مراد یہود بنو نضیر ہیں' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اس دن قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' جب آپ عامریوں کی دیت وصول کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے آگاہ کر دیا اور آپ وہاں سے بحفاظت سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ٢١٤' مطبوعہ بیروت)

اس آیت میں فرمایا ہے' ماسوا چند لوگوں کے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے' جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب' آپ ان سے خیانت کا خوف نہ کریں۔

اس کے بعد فرمایا آپ ان کو معاف کیجئے اور درگزر کیجئے۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہودیوں کے تین گروہ بنو قینقاع' بنو النضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ نبی ﷺ نے نیک سلوک کیا۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد آپ نے ان سے صلح کی اور یہ معاہدہ کیا کہ وہ نہ خود آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے اور وہ نبی ﷺ کی طرف سے مامون رہیں گے اور ان کے اموال اور ان کی جانیں محفوظ رہیں گی اور وہ مکمل آزادی کے ساتھ مدینہ میں رہیں گے' یہ معاہدہ میثاق مدینہ کہلاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہود نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور نبی ﷺ کے ساتھ خیانت کی اور کفار قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو صرف حجاز سے جلاوطن کرنے پر اکتفاء کیا اور ان کے اس جرم پر ان کو قرار واقعی سزا نہیں دی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم آیت سیف سے منسوخ ہو گیا۔ وہ آیت یہ ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ — تو تم مشرکین کو قتل کرو انہیں جہاں پاؤ۔

(التوبہ: ٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا: ہم نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو روز قیامت تک لازم کر دیا۔ (الآیہ) (المائدہ: ١٤)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے نصاریٰ سے بھی اس بات کا پختہ عہد لیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور

Marfat.com

آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے' لیکن انہوں نے بھی یہود کی طرح اس عہد کو توڑ دیا اور انہوں نے اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف عداوت اور بغض کو ڈال دیا' اور وہ قیامت تک اسی مخالفت میں برقرار رہیں گے۔ عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں' اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں' اور عنقریب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ان کے کاموں کی خبر دے گا' جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر افتراء باندھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کو منسوب کیا اور اس کا شریک بنایا اور آخرت میں ان کو ان کے اس شرک کی سزا دے گا۔

استخراج مسائل

١۔ یہود نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑا تو اللہ نے ان پر لعنت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑنے کی سزا لعنت ہے۔

٢۔ احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے بنو اسرائیل میں بارہ نقیب مقرر کیے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

٣۔ بارہ نقیبوں کو جبابرہ کے احوال کی تفتیش کے لیے شام بھیجا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں جاسوس بھیجنا جائز ہے۔

٤۔ اللہ کے سب رسولوں پر ایمان لانا' نماز پڑھنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور نفلی صدقات دینا گناہوں کی مغفرت اور دخول جنت کا سبب ہے۔

٥۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں لفظی اور معنوی تحریف کر دی ہے۔

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا

اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے

كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ

جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، بیشک آگیا تمہارے

مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ﴿١٥﴾ يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ

پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب ○ اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں

رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ﴿١٦﴾ لَـقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ

لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ○ بیشک ان لوگوں نے کفر کیا

Marfat.com

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے ، آپ کہیے کہ اگر اللہ مسیح ابن

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ

مریم ، اس کی ماں اور تمام روئے زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو

اُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کون اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے ؛ اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور

وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے (المائدہ: ۱۵)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یہود اور نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور ان پر نازل کی ہوئی کتابوں کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام کی دعوت دے رہا ہے' اور یہ فرمایا ہے کہ ہمارا نبی تم کو تمہاری کتاب کی وہ باتیں بتاتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے۔ حالانکہ ہمارے نبی امی ہیں' انہوں نے کسی درس میں تعلیم حاصل نہیں کی' اس کے باوجود ان کا تمہاری کتاب کی باتوں کو بتانا ان کے معجزات میں سے ہے۔

یہود رجم کی آیت کو چھپاتے تھے اور جن یہودیوں نے منع کرنے کے باوجود ہفتہ کے دن شکار کیا' اس کی پاداش میں ان کو بندر بنا دیا گیا اس کو بھی وہ چھپاتے تھے' اور سیدنا محمد ﷺ نے ان امور کو بیان فرما دیا اور بہت سی ایسی باتیں جن کو یہود چھپاتے تھے' ان کو نبی ﷺ نے نہیں بیان فرمایا' کیونکہ ان کے بیان سے دین کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔ (المائدہ: ۱۵)

رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علماء کے نظریات

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات اور اہل انجیل کو مخاطب کرکے فرمایا: تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آگئی۔ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا' اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ وہ باتیں بیان فرما دیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو بیان فرما دیا جس میں ان کا اختلاف تھا۔ مثلاً اللہ کی توحید' حلال اور حرام اور شریعت کا بیان اور وہ کتاب قرآن مجید ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا'

Marfat.com

جس میں دین سے متعلق احکام کو بیان فرمایا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٢٢٠ مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ٤٦٨ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور ہدایت یعنی اسلام۔ قتادہ نے کہا اس سے نبی ﷺ مراد ہیں۔ یہی زجاج کا مختار ہے۔ اس نے کہا نور سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے جس چیز میں اہل کتاب اختلاف کرتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید قول فیصل بیان کرتا ہے۔ (الوسیط ج ٢ ص ١٦٩۔١٦٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حسب ذیل تفاسیر میں بھی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور دوسروں نے کہا اس سے مراد اسلام ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ٧٨ مطبوعہ بیروت فتح القدیر ج ٢ ص ٢٣ الدر المنثور ج ٢ ص ٢٦٨ نظم الدرر ج ٦ ص ٦٣ زاد المسیر ج ٢ ص ٣١٦)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ٣٧٥ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور وہ سیدنا محمد ﷺ ہیں اور قرآن اور نور وہ ہے جس سے اشیاء ظاہر ہوتی ہیں اور آنکھیں اس کی حقیقت کو دیکھتی ہیں۔ قرآن کو نور فرمایا ہے کیونکہ وہ دلوں میں نور کی طرح واقع ہوتا ہے کیونکہ جب قرآن دل میں جاگزین ہوتا ہے تو اس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سمرقندی ج ١ ص ٤٢٤ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ١٤١٣ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

١۔ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

٢۔ نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

٣۔ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ اور اسلام اور قرآن پر نور کا اطلاق بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ نور ظاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آنکھ اشیاء ظاہرہ کا ادراک قوت سے کرتی ہے اور نور باطن اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بصیرت حقائق اور معقولات کا ادراک قوت سے کرتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ٣ ص ٣٨٤ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٣٩٨ھ)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ٦٨٦ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے قرآن جو شک کے اندھیروں کو دور کرتا ہے اور کتاب مبین سے مراد ہے جس کا اعجاز واضح ہو اور ایک قول یہ ہے کہ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ (علامہ بیضاوی کی پہلی تفسیر زمخشری سے مستفاد ہے کشاف ج ١ ص ٦١٧)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تفسیر کے مطابق نور اور کتاب دونوں سے مراد واحد ہے۔ قرآن مجید کو نور اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو ظاہر فرماتا ہے۔ دوسری تفسیر جس کے مطابق نبی ﷺ کو نور فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے معجزات کے سبب سے ظاہر تھے اور آپ حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کردے)

(عنایۃ القاضی ج ٣ ص ٢٢٦ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ﷺ ہیں۔ قتادہ کا یہی مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے۔ ابو علی جبائی (معتزلی) نے کہا نور سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اقتصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہو گا کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغایر کس طرح ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عنوان کا تغایر کافی ہے۔ معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغایر کو تغایر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی ﷺ ہوں' اور یہاں بھی صحت عطف کے لیے عنوان کا تغایر کافی ہو گا اور نبی ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی' جز ٦' ص ٩٧' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا' کیونکہ آپ اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لیے لفظی تغایر کافی ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی ﷺ کی نعت اور صفت ہوں۔ آپ نور عظیم ہیں' کیونکہ انوار میں آپ کا کامل ظہور ہے اور آپ کتاب مبین ہیں' کیونکہ آپ اسرار کے جامع ہیں اور احکام' احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح الشفاء' علی ہامش نسیم الریاض' ج ١' ص ١١٤' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا' کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔

(خزائن العرفان' ص ١٧٦' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

اکثر مفسرین کا مختار یہی ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے۔ البتہ! اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد نور ہدایت اور نور معنوی ہے یا اس سے مراد نور حسی ہے۔ جیسے چاند اور سورج کا نور ہے۔ امام ابن جریر' علامہ سمرقندی حنفی' قاضی بیضاوی شافعی' علامہ احمد خفاجی حنفی' ملا علی قاری حنفی' اور علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نور ہدایت ہیں اور علامہ آلوسی اور بعض دیگر علماء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نور حسی ہیں۔

نبی ﷺ کے نور حسی ہونے پر دلائل

علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج المتوفی ٧٣٧ھ لکھتے ہیں:

امام ابو عبدالرحمن الصقلی رحمہ اللہ نے کتاب الدلالات میں نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے اللہ عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کو اس امت سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اس امت کے نبی سے زیادہ کوئی عزت والا پیدا کیا ہے اور ان کے بعد نبیوں کا مرتبہ ہے' پھر صدیقین کا اور پھر اولیاء کرام کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سیدنا محمد ﷺ کا نور پیدا کیا اور وہ نور عرش کے ستون کے سامنے اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتا رہا' پھر سیدنا محمد ﷺ کے نور سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کے نور سے باقی انبیاء علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا۔ (یہاں علامہ صقلی کی عبارت ختم ہوئی) اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں' فقیہ خطیب ابو الربیع نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں چند عظیم باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے یہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ذات مبارکہ کو پیدا کرنا چاہا'

Marfat.com

تو اللہ سبحانہ نے جرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے قلب سے مٹی لے کر آئیں۔ جرائیل علیہ السلام اور جنت کے فرشتے اور رفیقِ اعلیٰ کے فرشتے گئے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے‘ اس کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا‘ حتیٰ کہ وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی۔ اس مٹی کا نور تھا اور اس کی شعاع عظیم تھی۔ حتیٰ کہ فرشتوں نے اس مٹی کے ساتھ عرش‘ کرسی‘ آسمانوں‘ زمینوں‘ پہاڑوں اور سمندروں کے گرد طواف کیا اور فرشتوں نے اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی فضیلت کو پہچان لیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں رسول اللہ ﷺ کے مادہ خلقت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں پرندوں کی آواز کی مانند اس کی آواز سنی۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا: یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی تسبیح ہے‘ وہ خاتم الانبیاء ہیں‘ اللہ ان کو تمہاری پشت سے نکالے گا‘ تم میرے عہد اور میثاق پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رحموں میں رکھنا۔ حضرت آدم نے کہا میں تیرے عہد اور میثاق پر قائم ہوں اور ان کو صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں رکھوں گا۔ حضرت سیدنا محمد ﷺ کا نور حضرت آدم کی پشت میں چمکتا تھا‘ اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر صف باندھے ہوئے حضور ﷺ کے نور کو دیکھتے تھے اور سبحان اللہ کہتے تھے۔

علامہ ابن الحاج اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور یہ نور اللہ عزوجل کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عرش کو پیدا کیا‘ دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا اور تیسرے حصہ سے لوح کو پیدا کیا۔ پھر قلم سے فرمایا: چل لکھ! اس نے کہا اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا: میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں‘ پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا‘ وہ لکھ دیا۔ پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا‘ دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا کیا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا اور تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا کیا اور آنکھوں کے نور کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا‘ حتیٰ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان میں رکھا۔ پس عرش کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور لوح کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور دن کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور عقل کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور معرفت کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور سورج‘ چاند اور آنکھوں کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے۔ (اس روایت کی عبارت ختم ہوئی)

اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں:

اس معنی میں بکثرت روایات ہیں۔ جو ان پر مطلع ہونا چاہے‘ وہ ابو الربیع کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کرے۔ اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے ہمارے نبی ﷺ سے کہا: اے وہ! جو معنی میرے باپ ہیں اور صورۃً میرے بیٹے ہیں‘ اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا: ابھی آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (المدخل‘ ج ٢‘ ص ٣٤-٣٠‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ٨١٢ھ لکھتے ہیں:

حکماء نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے جیسا کہ صریح حدیث میں وارد ہے۔ بعض علماء نے کہا: اس حدیث اور دوسری دو حدیثوں میں مطابقت ہے۔ وہ حدیثیں یہ ہیں۔ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا‘ اور اللہ نے سب

Marfat.com

سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا' اور مطابقت اس طرح ہے کہ معلول اول اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات کا بہ حیثیت مبداء تعقل کیا جائے تو وہ عقل ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ باقی موجودات اور نفوس علوم کے صدور میں واسطہ ہے تو وہ قلم ہے' اور اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے افاضہ میں واسطہ ہے وہ سید الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نور ہے۔

(شرح مواقف' ج ٧' ص ٢٥٤' مطبوعہ ایران' ١٣٢٥ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام احمد اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا' پھر اس سے فرمایا: لکھ! تو اس نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے' اس کو لکھ دیا۔ حسن' عطاء اور مجاہد کا یہی مختار ہے اور ابن جریر اور ابن جوزی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا' پھر ان کو ممتاز کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔ تو ان مختلف روایات میں کس طرح موافقت ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ ان میں موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔

(عمدۃ القاری' ج ١٥' ص ١٠٩' مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے اس اعتبار سے رحمت ہیں کہ آپ ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے اللہ کے فیضان کا واسطہ ہیں' اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے' کیونکہ حدیث میں ہے' اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ (روح المعانی' ج ١٥' ص ١٠٥' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت ملکی ہے جس سے آپ فیض لیتے ہیں اور ایک حیثیت بشری ہے' جس سے آپ فیض دیتے ہیں اور قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر نازل کیا جاتا ہے' کیونکہ آپ کی روح صفات ملکیہ کے ساتھ متصف ہے' جن کی وجہ سے آپ روح امین سے فیض لیتے ہیں۔

(روح المعانی' ج ١٩' ص ١٢١' مطبوعہ دار احیاء' التراث العربی' بیروت)

نواب وحید الزمان (غیر مقلدین کے مشہور عالم) متوفی ١٣٢٨ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی' پھر عرش کو پیدا کیا' پھر پانی کو' پھر ہوا کو' پھر دوات' قلم اور لوح کو پیدا کیا' پھر عقل کو پیدا کیا۔ پس آسمانوں' زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' ان کی پیدائش کا مادہ اولیٰ نور محمدی ہے۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے:

وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' اور سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا' اس سے مراد اولیت اضافیہ ہے۔ (ہدیۃ المہدی' ص ٥٦' مطبوعہ سیالکوٹ)

جس حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا' بعض علماء نے کہا اس حدیث میں نور سے مراد روح ہے۔ ملا علی قاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے سب سے پہلے میری روح کو

Marfat.com

پیدا کیا' ان دونوں روایتوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ ارواح روحانی ہوتی ہیں۔
(مرقاۃ الفاتیح' ج ا' ص ١٦٧' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ١٣٩٠ھ)

نبی ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل

نبی ﷺ کے نور حسی ہونے کے متعلق علماء کے یہ نظریات ہیں' جن کو ہم نے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ البتہ! ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ انسان اور بشر ہیں' لیکن آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اور ہر نبی انسان اور بشر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ہماری جنس سے مبعوث کیا ہے اور اسی کو ہمارے لیے وجہ احسان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران: ١٦٤)
اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

یہ کتنی عجیب بات ہو گی کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ ہمارا تم پر یہ احسان ہے کہ ہم نے رسول کو تم میں سے بھیجا اور ہم یہ کہیں کہ نہیں رسول ہماری جنس سے نہیں ہیں' ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ہم میں سے ہونا ہمارے لیے اس وجہ سے احسان ہے' تاکہ آپ کے افعال اور آپ کی عبادات ہمارے لیے نمونہ اور حجت ہوں' ورنہ اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث ہوتے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ کے افعال اور آپ کی عبادات ہم پر حجت نہیں ہیں' کیونکہ آپ کی حقیقت اور ہے اور ہماری حقیقت اور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ افعال اور عبادات کر سکتے ہوں اور ہم نہ کر سکیں!

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ١٢٨)
بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (الانبیاء: ٧)
ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

کفار یہ کہتے تھے کہ کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ○ (الانعام: ٩)
اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو ہم اسے مرد (ہی کی صورت میں) بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

ان تمام آیات میں تصریح ہے کہ نبی ﷺ بشر' انسان اور مرد ہیں لیکن آپ افضل البشر' انسان کامل اور سب سے اعلیٰ مرد ہیں' اور اگر نور سے مراد نور ہدایت لیا جائے تو ان آیتوں میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اور اکثر مفسرین نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے۔ اور اگر آپ کو چاند اور سورج کی طرح نور حسی مانا جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے' تو قرآن مجید کی ان صریح آیات کو ان اقوال کے تابع کرنا لازم آئے گا اور کیا قرآن مجید کی ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں ان اقوال کو عقیدہ کی اساس بنانا صحیح ہو گا؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بشریت اور نورانیت میں کوئی تضاد نہیں ہے' کیونکہ حضرت جبرائیل حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں آئے تھے' لیکن اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کیا فرشتے اور حضرت جبرائیل چاند اور سورج کی طرح نور حسی ہیں؟ کیا رات کے وقت ہمارے ساتھ منکر نکیر نہیں ہوتے؟ پھر کیا ان کے ساتھ ہونے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے؟ کیا جب رات کو نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل آتے تھے تو روشنی ہو جاتی تھی' فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں' اللہ ہی جانتا ہے وہ

Marfat.com

کس قسم کے نور سے بنائے گئے؟ لیکن یہ بہرحال مشاہدہ سے ثابت ہے کہ وہ چاند اور سورج کی طرح نور حسی نہیں ہیں' کیونکہ دنیا میں ہر جگہ' ہروقت فرشتے موجود ہوتے ہیں' اس کے باوجود دنیا میں رات کو اندھیرا بھی ہوتا ہے۔

البتہ! معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور حسی سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ روشن تھا۔ جو شخص بھی آپ کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا' اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا' اور کہتا کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ کا رنگ چمکدار اور چہرہ منور تھا اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔

(دلائل النبوۃ' ج ۱' ص ۳۰۰' مطبوعہ بیروت' خصائص کبریٰ' ج ۱' ص ۶۷' مطبوعہ لائل پور)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(شمائل محمدیہ' رقم الحدیث: ۱۵' المعجم الکبیر' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۲۱۸۱' المعجم الاوسط' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷۱' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۱' ص ۲۱۵' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۷۹' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۸)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسی شخص کو سخی دیکھا' نہ بہادر' نہ روشن چہرے والا۔ (سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۹' حجۃ اللہ علی العالمین' ص ۶۸۹)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(شمائل محمدیہ' رقم الحدیث: ۱۰' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۷' المعجم الکبیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۴۲' المستدرک' ج ۴' ص ۱۸۶' حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا: ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو تم طلوع ہونے والے آفتاب کو دیکھتے۔

(سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۰' المعجم الکبیر' ج ۲۴' رقم الحدیث: ۶۹۶' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۸۰)

نبی ﷺ کے حسن و جمال اور آپ کی حسی نورانیت سے متعلق ہم نے یہ احادیث تلاش کر کے نقل کی ہیں۔ ان سے

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ چاند اور سورج سے زیادہ حسین تھے۔ آپ کا چہرہ بہت منور اور روشن تھا اور آپ کے دانتوں کی جھری میں سے نور کی مانند کوئی چیز نکلتی تھی' لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کا خمیر مٹی سے بنایا گیا تھا اور آپ انسان اور بشر تھے' لیکن آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں۔

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہر بچہ کے ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا' یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے' اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاویٰ افریقیہ' ص ۱۰۰-۹۹' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

نیز امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے' وہ کافر ہے۔ قال تعالی: قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا O (فتاویٰ رضویہ' ج ٦' ص ٦٧' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی)

اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳٦۷ھ نے آپ کے نور ہدایت ہونے کی تصریح کی ہے۔ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا' کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں' کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ نور ہدایت ہیں اور نور حسی سے بھی آپ کو حظ وافر ملا ہے۔ جو آپ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں' وہ بد عقیدگی کا شکار ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے اور صورت بشر ہے یا آپ لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے اور حقیقت اس سے ماوراء ہے' سو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس قول کا مختار ہونا ہم پر واضح نہیں ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے' جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں' اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے' اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (المائدہ: ۱٦)

قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستہ پر چلاتا ہے جن کا مقصد محض دین کی پیروی کے لیے اللہ کے پسندیدہ دین پر عمل کرنا ہو اور جو بغیر غور و فکر کے صرف اپنے باپ دادا کے طریقہ پر چلنا چاہتے ہوں' وہ اللہ کی رضا کے طالب نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کی رضا کا معنی کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اللہ کی رضا کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل کو قبول کر لے اور اس کی مدح و ثناء فرمائے۔ بعض علماء نے کہا اللہ جس کے ایمان کو قبول کرے اور اس کے باطن کو پاکیزہ کرے' وہ اس سے راضی ہے اور بعض نے کہا اللہ جس پر ناراض نہ ہو' وہ اس سے راضی ہے۔

سلامتی کے راستوں سے مراد وہ راستے ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع کیے ہیں اور جن پر چلنے کی بندوں کو دعوت دی ہے اور جن راستوں کی اس کے رسولوں نے پیروی کی ہے اور اس کا مصداق دین اسلام ہے۔ اللہ اسلام کے سوا اور کسی طریقہ کو قبول نہیں کرے گا۔ نہ یہودیت کو نہ عیسائیت کو اور نہ مجوسیت کو۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ سلامتی کے رستوں سے

Marfat.com

مراد سلامتی کے رستوں کا گھر ہے اور وہ جنت ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہو گا کہ اللہ اس کتاب کے ذریعہ جنت کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں۔

اللہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لاتا ہے۔ کفر کے اندھیرے اس لیے فرمایا کہ جس طرح انسان اندھیرے میں حیران اور پریشان ہو جاتا ہے' اسی طرح کافر بھی اپنے کفر میں حیران ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' وہ اپنے اذن سے اندھیروں سے نکالتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے وہ اپنی توفیق سے انہیں کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔ پھر فرمایا: انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ صراط مستقیم سے مراد دین حق ہے' کیونکہ دین حق واحد راستہ ہے اور اس کی تمام جہات متفق ہیں۔ اس کے برخلاف دین باطل میں متعدد جہات ہوتی ہیں اور اس کے راستہ میں کجی ہوتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین فائدے بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے' اس کو قرآن مجید اخروی عذاب سے سلامتی اور نجات کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مومنوں کو کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور توحید کی روشنی میں لاتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ دین کے احکام پر عمل کرنے کے لیے صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ آپ کہئے کہ اگر اللہ' مسیح ابن مریم' اس کی ماں اور تمام روئے زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے؟ (المائدہ: ۱۷)

حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کا رد

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ موجودہ چھپی ہوئی انجیل کے ٹائیٹل پر یہ لکھا ہوا ہے انجیل مقدس! یعنی ہمارے خداوند اور منجی یسوع مسیح کا نیا عہد نامہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم فاسد کا رد کیا اور فرمایا: اے نبی! آپ ان عیسائیوں سے یہ کہئے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں سے موت کو دور کرنے پر کون قادر ہے؟ بلکہ اگر وہ تمام مخلوق کو فنا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو ہلاک کرنے پر قادر ہے۔ کوئی اس کے فیصلہ کو رد کر سکتا ہے' نہ اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے۔ اس کی مشیت اور ارادہ کے مقابلہ میں کسی کا زور نہیں اور جب مسیح اپنے نفس سے اور اپنی ماں سے ہلاکت اور موت کو دور نہیں کر سکتے تو وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس کے بعد فرمایا:

اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا' اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ: ۱۷)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ حقیقت میں وہ ہے جو مالک علی الاطلاق ہو اور اسکا تصرف آسمانوں اور زمینوں میں نافذ ہو اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو انسان' جن' فرشتے اور جس قدر بھی مخلوقات ہیں' ان سب پر اسکی سلطنت اور حکومت ہو اور اللہ ہی اپنی حکمت اور ارادہ سے مخلوق کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش کیلئے مرد اور عورت کے اختلاط کو ظاہری سبب بنایا' لیکن اس نے چاہا تو مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو عورت کے

Marfat.com

بغیر حضرت حوا کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہیے

فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ

پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا بلکہ تم ان میں سے بشر ہو جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اللہ جس کو

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں تمام آسمان اور

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○ اے اہل کتاب!

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ

بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو انقطاع رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکام شرعیہ) بیان

تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ

کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، پس بیشک تمہارے پاس

وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ ع

بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

٣٠٨/٧

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ کہیے: پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا۔ (المائدہ: ١٨)

یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس (یہود میں سے) نعمان بن رضاء، بحری بن عمرو اور شاس بن عدی آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور ان کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ انہوں نے کہا اے محمد! آپ ہمیں کیوں ڈرا رہے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں جس طرح عیسائیوں نے کہا تھا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ اے جھوٹو! اگر واقعی ایسا ہی ہے تو اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ کیونکہ کوئی

Marfat.com

شخص اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا اور تم خود اقرار کرتے ہو کہ اللہ تمہیں عذاب دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی' اتنے دن ان کو عذاب ہو گا اور یہ مدت چالیس دن تھی۔ حالانکہ باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی شخص اپنے دوست کو عذاب نہیں دیتا۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ٢٢٥-٢٢٤' مطبوعہ دار الفکر 'بیروت' ١٤١٥ھ)

اس کے بعد فرمایا: آپ ان سے کہئے کہ جس طرح تم نے گمان کیا ہے اس طرح نہیں ہے' بلکہ امر واقعی یہ ہے کہ تم عام لوگوں کی طرح بشر ہو۔ اگر تم ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو تو تم کو اجر و ثواب ملے گا اور اگر ایمان نہیں لائے' تو سزا پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ پھر فرمایا: اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' تو تم بھی اللہ کے مملوک اور اس کے بندے ہو' اس کے بیٹے اور اس کے محبوب نہیں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا' جو انقطاع رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکام شرعیہ) بیان کرتا ہے' تاکہ تم یہ نہ کہو کہ تمہارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا پس تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ: ١٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل' حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عقبہ بن وھب رضی اللہ عنہم نے یہودیوں سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو۔ بخدا! تم کو یقیناً معلوم ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی بعثت سے پہلے تم ہم سے آپ کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کی صفات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وھب بن یہوذا اور رافع نے کہا ہم نے تم سے یہ نہیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی کتاب نازل کی اور نہ کسی رسول کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا' تب ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر' ج ٢' ص ٣١٩' الدر المنثور' ج ٢' ص ٢٦٩)

فترت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اہل کتاب فترت کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا' جب کسی چیز کی حدت اور تیزی ختم ہو جائے اور اس کا پہلا اثر منقطع ہو جائے تو اس کو فترت کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں دو نبیوں کے درمیان اس زمانہ کو فترت کہتے ہیں جس میں کوئی رسول نہ آیا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا' اس لیے یہ زمانہ فترت تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل کتاب! فترت رسل کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں' تمام انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے

(صحیح البخاری' ج ٤' رقم الحدیث: ٣٤٤٢' صحیح مسلم' ج ٤' رقم الحدیث: ٢٣٦٥' طبع بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے خالد بن سنان کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا وہ نبی ہیں' ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ نیز حضرت سماک بن حرب نے کہا کہ خالد بن سنان کا بیٹا نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا میرے بھتیجے مرحبا۔ امام حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے' لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک' ج ٢' ص ٦٠٠-٥٩٩)

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کی اس (مذکور الصدر) حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ہمارے نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سورۂ یٰسین میں جب تین رسولوں کا ذکر ہے جن کو بستی والوں کی طرف بھیجا گیا تھا' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے تھے اور جرجیس اور خالد بن سنان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس روایت کے مقابلہ میں بلا تردد ضعیف ہے' یا پھر اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

(فتح الباری' ج ٦' ص ۴۸۹' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کے قول کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے' جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کے درمیان رسل اور انبیاء ہیں اور حوارین بھی نبی تھے جو حضرت عیسیٰ کے بعد لوگوں کی طرف بھیجے گئے اور یہ اکثر نصاریٰ کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔ (اکمال اکمال المعلم' ج ۸' ص ۱۱٦' مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک کا زمانہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ۲۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا حضرت آدم نبی تھے؟ فرمایا: ہاں! اس نے پوچھا ان کے اور حضرت نوح کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا: بیس صدیاں۔ اس نے پوچھا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا دس صدیاں! اس نے پوچھا یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا تین سو پندرہ۔

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان سترہ صدیاں ہیں۔

(تفسیر منیر' ج ٦' ص ۱۴۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک چھ ہزار تین سو سال کا زمانہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور (یاد کیجیے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم پر جو اللہ نے انعام کیا ہے اس کو یاد کرو

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ

جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا اور تم کو بادشاہ بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں

Marfat.com

أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

کسی کو نہیں دیا تھا ○ اے میری قوم اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ

الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ تم نقصان پانے

خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا

والے ہو جاؤ گے ○ انھوں نے کہا اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جسموں والے لوگ ہیں، اور ہم اس زمین

لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں، پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور

دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

اس میں داخل ہوں گے ○ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا، جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا،

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ

تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بیشک تم ہی غالب رہو گے،

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو ○ انھوں نے کہا اے موسیٰ!

اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

بیشک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں، سو آپ اور آپ کا رب جائیں

فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا

اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بیشک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ○ موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بیشک میں صرف اپنے آپ کا

نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾

اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے ○

Marfat.com

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى

(اللہ نے) فرمایا یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی، یہ زمین میں بھٹکتے

الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

پھریں گے، سو آپ ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم پر جو اللہ نے انعام کیا ہے' اس کو یاد کرو جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔ (المائدہ: ۲۰)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت کی سابقہ آیات سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس سے پہلے (المائدہ: ۱۲ میں) فرمایا تھا اور بے شک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے بارہ نگران مقرر کیے۔ اس آیت میں بنو اسرائیل سے عہد اور میثاق لینے کا ذکر تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور اس کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی سرکشی کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کو ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جبارین سے جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے رکوع میں سیدنا محمد ﷺ کی رسالت اور نبوت پر دلائل قائم کیے تھے اور یہ بتایا تھا کہ یہود آپ کی نبوت کو نہیں مانتے۔ اس رکوع میں دو چیزیں بیان فرمائی ہیں جو یہود کے عناد پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت نعمتوں کا انکار کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جبارین کے خلاف لڑنے سے انکار کیا۔ ان آیتوں سے نبی ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے' کہ اگر یہود عناد کے سبب آپ کی رسالت کو نہیں مانتے' تو آپ اس سے دل گرفتہ نہ ہوں۔ عناد تو ان کی سرشت ہے' یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کر چکے ہیں۔

بنو اسرائیل کے انبیاء کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنی نعمتیں انعام فرمائیں' وہ قوم فرعون کی غلامی کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون سے نجات دی' ان میں انبیاء کو مبعوث فرمایا' جو وحی سے ان کے پاس اللہ کے احکام لاتے اور ان کو غیب کی خبریں دیتے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبوت کا معنی ہے وحی کے ذریعہ غیب کی خبریں بیان کرنا۔

اس آیت میں ایک نعمت یہ بیان فرمائی ہے' جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا۔

علامہ محمود آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں نبیوں سے مراد ہیں حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت یوسف اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی تمام اولاد۔ جو ایک قول کے مطابق نبی ہیں اور ایک قول کے مطابق وہ ستر افراد جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے میقات کے لیے چنا تھا' ابن السائب اور مقاتل نے کہا یہ نبی تھے۔ اور علامہ ماوردی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو اس کے بعد بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے۔ اور تحقق وقوع کے لیے ان کی بعثت کو ماضی سے تعبیر کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تم میں نبیوں کو بنایا: اس سے مراد عام ہے۔ خواہ وہ انبیاء مقدم ہوں یا موخر اور کسی امت میں اتنے انبیاء مبعوث نہیں کیے

Marfat.com

گئے، جتنے انبیاء بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے تھے۔ (روح المعانی' ج ٦' ص ١٠٥' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بنو اسرائیل کے ملوک (بادشاہوں) کا بیان

اس آیت میں بنو اسرائیل پر دوسری نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملوک (بادشاہ) بنایا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم کو ایسا بنا دیا کہ تم اپنے معاملات کے مالک تھے اور تم پر کوئی غالب نہیں تھا' جبکہ اس سے پہلے تم فرعون کے مملوک اور غلام تھے' اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے تم کو اس کی غلامی سے نجات دی۔ حسن بصری اور سدی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے' کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اہل' اپنی جان اور اپنے مال کا مالک تھا' وہ اس اعتبار سے ملوک تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کسی شخص کے گھر میں کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکے' تو وہ ملک (بادشاہ) ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کیا ہم فقراء اور مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تمہاری رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا: تم اغنیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا میرا ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا: پھر تم بادشاہوں میں سے ہو۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا ان کو اس لیے ملوک فرمایا کیونکہ ان پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' اور ان پر بادل سایہ کرتا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ٣' ص ٨٣' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

بنو اسرائیل کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا

نیز اس آیت کے آخر میں فرمایا: اور تم کو وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

یہ حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے خطاب ہے۔ ان کو جو کچھ دیا' اس سے مراد من و سلویٰ' پتھر سے پانی نکالنا اور بادل کا ان پر سایہ کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے ان میں بہ کثرت انبیاء کا مبعوث ہونا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے جو ان کے پاس نشانیاں آئیں۔ مثلاً سمندر کو چیر دینا اور ان کے دشمن کو غرق کر دینا وغیرہ' جو نشانیاں ان کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا' کہ ان کو سیدنا محمد ﷺ کی امت سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں ان کو سب سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں' جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت موسیٰ نے کہا) اے میری قوم! اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے' اور پشت نہ دکھانا' ورنہ تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔ (المائدہ: ٢١)

ارض مقدسہ کا مصداق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ارض مقدسہ کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد طور اور اس کے ارد گرد کی زمین ہے۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد شام ہے۔ ابن زید نے کہا اس سے مراد اریحا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دمشق' فلسطین اور اردن کا بعض علاقہ ہے۔

امام ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ ارض مقدسہ کو عموم اور اطلاق پر رکھنا چاہیے اور اس کو کسی علاقہ کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ بغیر کسی حدیث کے ارض مقدسہ کی تعیین جائز نہیں ہے اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے کہا ہے' کہ اس سے مراد سرزمین فلسطین ہے۔ اس کو مقدس اس لیے فرمایا ہے کہ یہ جگہ شرک سے پاک ہے' کیونکہ یہ جگہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہے' یا اس لیے کہ اس جگہ عبادت کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ فرمایا ہے: کہ اللہ نے تمہارے لیے یہ زمین لکھ دی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سورت کی آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین ان کے لیے لکھ دی تھی تو وہ چالیس سال تک ان پر حرام کیسے ہو گئی؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جواب ہیں:

۱۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انجام کار یہ سرزمین بنو اسرائیل کے لیے لکھ دی گئی ہے۔

۲۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جن یہودیوں کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا' ان کے لیے یہ سرزمین لکھ دی گئی ہے اور چالیس سال تک ان ہی لوگوں پر اس میں داخل ہونا حرام فرمایا۔

۳۔ اس آیت میں اگرچہ عمومی طور پر بنو اسرائیل کا ذکر ہے' مگر اس سے مراد خاص شخص ہیں۔ یوشع اور کالب جو ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے تھے اور باقی بنو اسرائیل جو بزدلی کی وجہ سے اس سرزمین میں داخل نہیں ہوئے۔ ان پر چالیس سال تک اس میں دخول کو حرام قرار دے دیا۔

۴۔ بنو اسرائیل کے لیے لکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر اس میں داخل ہونے کو فرض کر دیا تھا' اور جب وہ داخل نہیں ہوئے تو بطور سزا' ان پر چالیس سال تک اس میں دخول کو حرام فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جسموں والے لوگ ہیں اور ہم اس زمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں' پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔ (المآئدہ: ۲۲)

جبارین کا بیان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس کی یہ وجہ بیان کی اس جگہ جبارین رہتے ہیں' جن سے ہم لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کو جبارین اس لیے کہا: کہ ان کے جسم بہت بڑے بڑے تھے۔ اصل میں جبار اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اور دوسروں کے معاملات کی اصلاح کرنے والا ہو۔ پھر اس کے استعمال میں وسعت ہوئی اور ہر اس شخص کو جبار کہا جانے لگا جو زور اور طاقت سے نفع حاصل کرے' خواہ وہ اس کا حق ہو یا نہ ہو۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبارین کے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ روانہ ہوئے' حتیٰ کہ اس شہر کے قریب پہنچ گئے' اس شہر کا نام اریحا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل کے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی کو چن لیا اور ان بارہ آدمیوں کو جبارین کی جاسوسی کے لیے ان کے شہر بھیجا' جب وہ لوگ اس شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے غیر معمولی جسامت والے انسان دیکھے۔ وہ ان میں سے کسی کے باغ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا: کہ باغ والا اپنے باغ سے پھل توڑ رہا ہے' اس نے ان جاسوسوں کو دیکھ لیا۔ اس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر اپنی آستین میں ڈال لیا' پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا اور آستین سے نکال کر ان کو زمین پر ڈال دیا' بادشاہ نے ان سے کہا: تم نے ہماری جسامت اور طاقت کا حال دیکھ لیا ہے' جاؤ جا کر اپنے سردار کو مطلع کر دو۔

(جامع البیان' ج ۶' ص ۲۳۸-۲۳۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم اس زمین میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں پر

Marfat.com

غالب ہوں گے۔ پھر ان جاسوسوں نے آ کر بیان کیا کہ ان جبارین کے بہت بڑے بڑے جسم ہیں اور وہ بہت زور والے ہیں' ہم تو ان کی نظروں میں ٹڈوں کی طرح ہیں' یہ سن کر بنو اسرائیل آہ و بکا کرنے لگے۔ افسوس! ہم یہاں کیوں آ گئے۔ کاش! ہم مصر ہی میں رہتے اور انہوں نے جبارین کے ساتھ لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ٢٣٩' مطبوعہ بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا کہ تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ' جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی غالب رہو گے۔ (المائدہ: ٢٣)

مجاہد نے بیان کیا ہے یہ دو آدمی یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ جاسوسوں سے عہد لیا تھا کہ جبارین کا حال صرف مجھے بتانا' قوم کو نہ بتانا' تو اس عہد کو ان دو نے پورا کیا تھا۔ باقی نے نہیں کیا' اور قوم کے سامنے جبارین کی غیر معمولی جسامت کو بیان کر دیا۔ اسی وجہ سے قوم نے بزدلی دکھائی اور یہی دو شخص اللہ سے ڈرنے والے تھے' اور حضرت موسیٰ پر کامل ایمان لانے والے تھے۔ انہوں نے قوم کو حضرت موسیٰ کی اطاعت کرنے اور جبارین کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ تم اللہ پر توکل کر کے ان پر حملہ کر دو' اور دروازہ سے داخل ہو جاؤ' تم ہی کامیاب رہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے' جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔

(المائدہ: ٢٤)

فاذهب انت وربک میں بنو اسرائیل کے کفر اور فسق کی وجوہات

بنو اسرائیل کا یہ کہنا کہ جب تک کہ جبارین اس زمین میں ہیں' ہم اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے۔ جہاد کے حکم سے عناداً انکار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مایوس ہونا ہے' اور انہوں نے جو یہ کہا کہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور جا کر لڑو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے صریح جہالت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ آنے جانے اور منتقل ہونے سے منزہ ہے' اور ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشبہہ کی طرح اللہ کی جسمیت کے قائل تھے۔ حسن بصری نے کہا اس وجہ سے ان کا یہ قول کفر ہے اور اگر ان کے قول کا یہ مطلب ہو کہ اگر آپ رسول برحق ہیں' تو ہماری بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے اللہ کی نصرت پر توکل کر کے آپ ہی جا کر ان سے لڑیں' تب بھی یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شک کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے قول میں رب سے مراد حضرت ہارون ہیں۔ کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے بڑے تھے' اور حضرت موسیٰ ان کی اطاعت کرتے تھے۔ تب بھی ان کے اس قول کے فسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے بعد والی آیت میں ان کو فاسق ہی فرمایا ہے۔ یہ یہودیوں کا اپنے نبی کے ساتھ سلوک تھا' اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا اپنے نبی ﷺ کے ساتھ معاملہ دیکھئے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت مقداد نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے لیکن آپ چلیے ہم آپ کے ساتھ رہیں گے تو گویا رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے پریشانی کا بادل

Marfat.com

چھٹ گیا۔ (ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت مقداد سے سن کر دوسرے صحابہ بھی اسی طرح کہنے لگے)
(صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ٤٦٠٩' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٦٩٨' جامع البیان' ج ٦' ص ٢٤٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور فاسق لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے۔ (المائدہ: ٢٥)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنے اور فاسق لوگوں کے درمیان فیصلہ کی دعا کی تھی' اس کے دو محمل ہیں:

١- چونکہ وہ حق سے دور چلے گئے تھے اور نافرمانی کرکے راہ راست سے ہٹ گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو میدان تیہ میں بھٹکنے کی سزا دی گئی تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کے متعلق فیصلہ کردیا جائے۔

٢- ان کو ہم سے الگ اور متمیز کردیا جائے اور ان کو دی جانے والی سزا کے ساتھ ہمیں لاحق نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ نے) فرمایا: یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی' یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے' سو آپ ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں۔ (المائدہ: ٢٦)

میدان تیہ میں بنو اسرائیل کا بھٹکنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان نافرمان یہودیوں کو چالیس سال تک میدان تیہ میں بھٹکنے کی سزا دی۔ تیہ کا لغوی معنی ہے حیرت' وہ میدان چھ فرسخ کا تھا' یعنی اٹھارہ شرعی میل اور ستائیس انگریزی میل کا۔ وہ دن رات چلتے رہتے تھے' لیکن اس میدان کو قطع نہیں کرپاتے تھے' وہ صبح کو جہاں سے چلنا شروع کرتے' شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے اور شام کو جہاں سے چلتے تھے' صبح پھر وہیں پہنچ جاتے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام انکے ساتھ تھے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ انکے ساتھ نہیں تھے' کیونکہ میدان تیہ میں ہونا ان کیلئے سزا تھا۔ انہوں نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی تھی' تو ایک دن کے مقابلہ میں ایک سال انکی سزا مقرر کی گئی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ ہم میں اور ان فاسقوں میں فیصلہ یا علیحدگی کردے۔ اسکا بھی تقاضا ہے کہ وہ انکے ساتھ نہ ہوتے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ انکے ساتھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امر آسان کردیا تھا' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کردی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارض مقدسہ میں داخلہ کو ان لوگوں پر حرام کردیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ لوگ ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہوسکے۔ البتہ! ان کی اولاد داخل ہوئی اور یوشع اور کالب داخل ہوئے' کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تھا' اور وہ جبارین سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ حضرت یوشع ان کی اولاد کو ساتھ لے کر ارض مقدسہ میں داخل ہوئے اور اس کو فتح کرلیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بیس سال سے زیادہ عمر کا جو شخص بھی میدان تیہ میں داخل ہوا' وہ مرگیا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی تیہ میں فوت ہوگئے۔ پہلے حضرت ہارون فوت ہوئے' حضرت یوشع ان یہودیوں کی اولاد کے ساتھ ارض مقدسہ پر حملہ آور ہوئے' جبارین سے مقابلہ کیا اور اس شہر کو فتح کرلیا۔

(جامع البیان' جز ٣' ص ٢٤٩' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت یوشع کے لیے سورج کو ٹھہرانا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون کو نبوت عطا کی اور ان کو جبارین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقابلہ میں سورج کو ٹھہرا دیا گیا' حتیٰ کہ وہ شہر میں داخل ہو گئے اور اسی جنگ کا یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص کی خیانت کی وجہ سے آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی نے جہاد کیا اور اپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اس نے ہنوز شب زفاف نہ گزاری ہو اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہو' وہ میرے ساتھ نہ جائے' اور نہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہو اور اس نے ہنوز چھت بلند نہ کی ہو' اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ دینے کا منتظر ہو۔ پھر اس نبی (علیہ السلام) نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے وقت' یا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا: تم بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہو' اور میں بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہوں۔ اے اللہ! اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر روک دے' پھر سورج روک دیا گیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی۔ آپ نے فرمایا پھر انہوں نے مال غنیمت جمع کیا' پھر اس مال کو کھانے کے لیے ایک آگ آئی' لیکن اس نے مال کو نہ کھایا۔ اس نبی نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے خیانت کی ہے' سو ہر قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے' پھر سب نے بیعت کی اور ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ نبی نے فرمایا خیانت کرنے والا تمہارے قبیلہ میں ہے۔ لہٰذا اب تمہارا پورا قبیلہ میری بیعت کرے' انہوں نے بیعت کی' آپ نے فرمایا پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ نبی نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے۔ بالآخر وہ گائے کے سر کے برابر سونا نکال کر لائے۔ نبی نے فرمایا اس کو مال غنیمت میں اونچی جگہ پر رکھ دو۔ پھر آگ نے آکر اس مال کو کھا لیا (آپ نے فرمایا) سو ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف اور عجز دیکھا تو ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔

(صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج کو لوٹانا

اس حدیث میں حضرت یوشع بن نون کے لیے غروب سے پہلے سورج کے ٹھہرانے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب کے بعد سورج کو لوٹا دیا تھا۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے' تو ان پر سورج لوٹا دے۔ حضرت اسماء نے کہا: میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔

(المعجم الکبیر' ج ۲۴' رقم الحدیث: ۳۹۰' ص ۱۵۲-۱۵۰' مشکل الآثار' للطحاوی' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۵۰' ص ۲۶۸' مختصر تاریخ دمشق' ج ۱۷' ص ۳۰۸' سبل الہدیٰ والرشاد' ج ۹' ص ۴۳۹-۴۳۵' التذکرہ' ص ۱۷' شرح مشکل الآثار للطحاوی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۰۶۸-۱۰۶۷)

امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث نبوت کی عظیم علامتوں میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند

Marfat.com

رکھا۔ اس لیے آپ نے ان کے لیے سورج لوٹانے کی دعا کی۔ اس سے نماز عصر کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(شرح مشکل الآثار' ج ۳' ص ۹۸۔۹۷' مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت)

حدیث رد شمس کی سند کی تحقیق

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن تیمیہ' ابن القیم' ذہبی' ابن کثیر اور ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ امام ابوالحسن فضلی متوفی ۶۰۷ھ نے اس حدیث کی تمام اسانید کو جمع کیا ہے اور ایک رسالہ لکھا ہے "تصحیح حدیث رد الشمس" اور امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے "کشف اللبس عن حدیث الشمس" اور امام محمد بن یوسف دمشقی نے ایک رسالہ لکھا ہے "مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس"۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے ان کی پیروی کر کے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔ لیکن امام طحاوی اور صاحب الشفاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس کو اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے' اور امام ابن مردویہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے اس دن سورج کو لوٹایا' جس دن آپ نے اس قافلہ کے آنے کی خبر دی تھی۔ جس کو آپ نے شب معراج دیکھا تھا' اس روز دن غروب ہو رہا تھا اور ابھی تک قافلہ نہیں آیا تھا' تو نبی ﷺ کیلئے ایک ساعت سورج کو روک دیا گیا (الخ)

(المقاصد الحسنہ' ص ۲۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ نبی ﷺ نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے انکا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آجائے گا' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا۔ یہ حدیث منقطع ہے' لیکن امام طبرانی کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور مسند احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا' اسکا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی ﷺ کیلئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی' امام طبرانی' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی ﷺ سو گئے اور حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی' تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نماز پڑھ لی' اور اسکے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپکا بہت عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کی ہے۔ واللہ اعلم۔

البتہ! قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یوم خندق کو بھی نبی ﷺ کے لیے سورج کو لوٹایا گیا تھا' حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے رد شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری' ج ٦' ص ۲۲۲-۲۲۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

(عمدۃ القاری' ج ۱۵' ص ۴۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

Marfat.com

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے ابن عقدہ کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے' کیونکہ وہ رافضی تھا اور صحابہ کو برا کہتا تھا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ محض کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے' جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے ثقہ ہو اور غالباً اسی وجہ سے امام طحاوی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔ (شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض' ج ۳' ص ۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ سیوطی اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات کا اکثر حصہ مردود ہے' حتیٰ کہ انہوں نے بکثرت احادیث صحیحہ کو بھی موضوعات میں درج کر دیا ہے۔ امام ابن الصلاح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی متعدد اسانید ہیں' جو اس کی صحت اور صدق پر شاہد ہیں' اور ان سے پہلے بکثرت ائمہ حدیث نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طحاوی' امام ابن شاہین اور امام ابن مندہ اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام طبرانی نے اس کو اپنی معجم میں روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(نسیم الریاض' ج ۳' ص ۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ھیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا' تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔ (المعجم الاوسط' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۰۵۱) اس حدیث کی سند حسن ہے اور ایک حدیث کی سند صحیح ہے۔ وہ ابراہیم بن حسن سے مروی ہے اور وہ ثقہ راوی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (ہم نے اس روایت کو درج کیا ہے)

(المعجم الکبیر' ج ۲۴' رقم الحدیث: ۳۹۰' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۹۷-۲۹۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن الجوزی نے کہا یہ موضوع ہے' لیکن ان کی خطا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کو امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام حاکم نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا: احمد بن صالح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت عمیس کی اس حدیث کو نہیں چھوڑنا چاہیے' کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔ یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے' اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس' ج ۱' ص ۲۲۰' مطبوعہ مکتبہ الغزالی' دمشق)

اس حدیث پر مزید بحث و تمحیص ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

اور آپ ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ تلاوت کیجیے' جب (ان) دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی (قربانی)

وقف لازم

Marfat.com

مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ

قبول کی گئی اور دوسرے کی نہیں قبول کی گئی ، اس (دوسرے) نے کہا میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا، اس

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ

نے کہا اللہ صرف متقین لوگوں سے قبول فرماتا ہے ○ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری

النصف

لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں ، میں اللہ سے ڈرتا

اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ

ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور

فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ

تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے ○ تو اس نے اپنے

لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا سو اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ○

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی

سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

کی لاش چھپائے ، اس نے کہا ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی

معٰ

الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

لاش چھپا دیتا ، پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا ○

ربط آیات اور مناسبت

یہود اپنے حسد اور بغض کی وجہ سے نبی ﷺ کے ساتھ جو ظالمانہ کارروائی کرتے تھے اور موقع بہ موقع آپ کو آزار پہنچانے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے' اور تورات کے ضمن میں انہوں نے آپ پر ایمان لانے کا جو عہد و میثاق کیا تھا' اس کو توڑ

Marfat.com

چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے اس سے پہلی آیتوں میں یہود کی عہد شکنیوں کو بیان فرمایا' کہ یہود نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے توڑ دیا' اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد کر کے اس کو توڑا۔ اب اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرما رہا ہے کہ جس طرح یہود نے حسد کی وجہ سے آپ کی نبوت کو نہیں مانا' اور آپ کی مخالفت کی' اس طرح آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے قابیل نے حسد کی وجہ سے ان کے دوسرے بیٹے ہابیل کو قتل کر دیا۔

قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم کے ہاں جب اولاد ہوتی تو ایک ساتھ ایک بچہ اور بچی پیدا ہوتی۔ ایک حمل سے جو لڑکا پیدا ہوتا اس کا نکاح وہ دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ کر دیتے اور اس حمل کی لڑکی سے دوسرے حمل کے لڑکے کا نکاح کر دیتے' حتیٰ کہ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے' قابیل اور ہابیل۔ قابیل زراعت کرتا تھا اور ہابیل مویشی پالتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی' وہ اس لڑکی سے بہت خوبصورت تھی جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی' قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹے تھے۔ قاعدہ کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا' لیکن قابیل نے انکار کیا۔ اس نے کہا یہ میری بہن ہے اور میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اور یہ تمہاری بہن سے زیادہ خوبصورت ہے اور میں اس سے نکاح کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے' قابیل نے کہا ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور تم دونوں زمین پر پیدا ہوئے ہو اور میں اپنی بہن کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹے! یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے' قابیل نے حضرت آدم کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹو! تم دونوں قربانی پیش کرو' تم میں سے جس کی قربانی قبول ہو گئی' وہ اس کے ساتھ نکاح کا حقدار ہو گا؟ ہابیل نے ایک کنواری بکری کی قربانی پیش کی اور قابیل نے گندم کی قربانی پیش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سفید آگ کو بھیجا اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو ترک کر دیا۔ اس پر قابیل غضب ناک ہو گیا اور ہابیل سے کہا: میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ورنہ تم میری بہن سے نکاح نہ کرنا' ہابیل نے کہا اللہ تعالیٰ متقین سے قربانی کو قبول کرتا ہے۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ٢٥٧-٢٥٦)

متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈر کر ان فرائض کو ادا کرتے ہیں جن کا اللہ نے ان کو مکلف کیا ہے' اور جن کاموں سے اللہ نے منع کیا ہے' ان سے باز رہتے ہیں۔

ہابیل نے کہا اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ ہابیل' قابیل سے زیادہ طاقتور تھے' لیکن انہوں نے گناہ سے بچنے کے لیے مقابلہ نہیں کیا۔ انہوں نے کسی موحد سے قتال کرنے میں حرج سمجھا اور ظلم سہنے پر راضی ہو گئے تاکہ ان کو آخرت میں جزا دی جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا' جب کہ کسی انسان کا اپنے نفس کے لیے مدافعت کرنا جائز ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہابیل سوئے ہوئے تھے۔ قابیل نے ایک بھاری پتھر مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ٣' ص ٩٩' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ہابیل نے کہا) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ لگے (المائدہ: ٢٩)

Marfat.com

ہابیل کے اس قول کی توجیہہ کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ذمہ لگے

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اس شخص (حضرت علی) کی مدد کے لیے روانہ ہوا' میری حضرت ابوبکرہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں اس شخص کی مدد کے لیے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' مقتول کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی تو اپنے حریف کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۱)

گویا کہ ہابیل نے یہ ارادہ کیا کہ میں تمہارے قتل پر حریص نہیں ہوں۔ پس وہ گناہ جو میرے حریص ہونے کی صورت میں مجھے لاحق ہوتا' میرا ارادہ ہے کہ وہ بھی تم کو لاحق ہو' کیونکہ صرف تم میرے قتل پر حریص ہو۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے کہا ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ پیسے ہوں اور نہ سامان ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو' کسی پر تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون بہایا ہو' اور کسی کو مارا ہو تو اس کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا' اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث المسلسل ۲۵۸۱' رقم الحدیث الکتاب ۵۹)

اس حدیث کے اعتبار سے ہابیل کے قول کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تم مجھے قتل کرو گے تو تمہاری نیکیاں مجھے مل جائیں گی' اور پھر بھی حق پورا نہ ہوا تو میرے گناہ تم پر ڈال دیے جائیں گے' سو تم میرے اور اپنے گناہوں کے ساتھ لوٹو گے اور دوزخ میں ڈال دیے جاؤ گے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (العنکبوت: ۱۳)

اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' تو اس کے خون (کے گناہ) کا ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہوگا' کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۹۹۶' سنن ابن ماجہ' ۲۶۱۶' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۳۰' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۹۷۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۳۶۴' سنن کبریٰ' ج ۸' ص ۱۵)

ابوالحسن بن کیسان سے سوال کیا گیا ایک مسلمان یہ ارادہ کس طرح کر سکتا ہے کہ اس کا بھائی گنہ گار ہو اور دوزخ میں داخل ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہابیل نے یہ ارادہ اس وقت کیا تھا جب قابیل ان کی طرف قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا۔ پھر ان سے سوال کیا گیا ہابیل نے یہ کیسے کہا: میرے گناہ اور تمہارے گناہ' جبکہ انہیں ظلماً قتل کیا گیا تھا اور انہوں نے گناہ نہیں کیا تھا؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ میرے قتل کا گناہ اور تمہارا وہ گناہ جس کی وجہ سے تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی' تم

Marfat.com

ان دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھاؤ گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تم مجھ کو قتل کرنے کا گناہ اٹھاؤ گے اور مجھ پر زیادتی کرنے کا گناہ اٹھاؤ گے۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ٣' ص ٩٣' مطبوعہ دار الفکر 'بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس نے اپنے بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا' سو اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا (المائدہ: ٣٠)

قابیل کے قتل کرنے کی کیفیت

امام ابن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ جس وقت ہابیل بکریاں چرا رہے تھے تو قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ قابیل' ہابیل کے پاس گیا اور اس کو یہ سمجھ نہیں آسکا کہ وہ اس کو کس طرح قتل کرے۔ اس نے ہابیل کی گردن مروڑی اور اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا' تب شیطان آیا' اس نے کسی جانور یا پرندے کو پکڑا' اس کا سر ایک پتھر پر رکھا' پھر دوسرا پتھر اس کے سر پر دے مارا' قابیل دیکھ رہا تھا' اس نے بھی اسی طرح ہابیل کو قتل کر دیا۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ ابن آدم نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور یہ خبر نہیں دی' کہ اس نے کس کیفیت سے قتل کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کا بیان فرمایا' سو ہمیں اتنا ہی یقین رکھنا چاہیے جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ٣١-٣٠' مطبوعہ دار الفکر 'بیروت' ١٤١٥ھ)

ہر نیک اور بد کام کے ایجاد کرنے والوں کو بعد والوں کے عمل سے حصہ ملتا رہتا ہے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' تو اس کے خون (کے گناہ) کا ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہو گا' کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی برائی کا موجد ہو تو قیامت تک اس برائی کرنے والوں کے گناہ میں اس کا بھی حصہ ہو گا' اسی طرح شیطان وہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ حضرت آدم پر حسد کیا اور اللہ کے سامنے تکبر کیا' تو قیامت تک نافرمانی کرنے والوں اور حسد اور تکبر کرنے والوں کے گناہوں میں شیطان کا بھی حصہ ہو گا۔ اسی طرح جو شخص دین میں کسی بدعت سیئہ کو نکالے' جیسے رافضیوں نے صحابہ کو برا کہنے اور ماتم کرنے کو ایجاد کیا اور اس کو دین میں داخل کر لیا اور کار ثواب قرار دیا' ان کا بھی یہی حال ہے اور جس نے اسلام میں کسی اچھے اور پسندیدہ طریقہ کی ابتداء کی' تو قیامت تک اس نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں اس کا حصہ ہو گا۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت تراویح کی ابتداء کی اور اس میں قرآن مجید پڑھوانے کا اہتمام کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان سے پہلے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے ایک اور اذان کا اضافہ کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں محراب بنانے کی ابتداء کی۔ حجاج بن یوسف نے قرآن مجید پر اعراب لگائے۔ مروجہ محفل میلاد کی ابتداء اربل کے بادشاہ ابو سعید مظفر متوفی ٦٣٠ھ نے کی' اور اذانوں کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھنے کی ابتداء ٧٨١ھ میں سلطان صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے امر سے ہوئی۔ اس سے پہلے ایک بادشاہ کے بھانجہ پر سلام پڑھا جاتا تھا' السلام علی الامام الظاھر۔ سلطان ابو المظفر نے یہ سلسلہ موقوف کرایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھنے کے طریقہ کو شروع کرایا۔ علامہ سخاوی' علامہ ابن حجر مکی' علامہ علاء الدین حصکفی' علامہ طحطاوی اور شامی نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ یہ تمام نیکی کے کام ہیں اور ہر نیکی ایجاد کرنے والوں کو قیامت تک کی جانے والی نیکیوں اور ہر برائی ایجاد کرنے والے کو قیامت تک کی جانے والی برائیوں میں سے اپنا اپنا حصہ ملتا رہے گا' حدیث میں ہے:

Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں نیک طریقہ ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا' اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل اجر لکھا جائے گا' اور ان کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی' اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا' اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل گناہ لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۷۴' ۲۶۷۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۶۰۹' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۸۳' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۰۷' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۵۰۷' مسند احمد' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۱۹۰۵۷' ج ۹' رقم الحدیث: ۱۰۵۰۴' تحقیق احمد شاکر' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۱۳)

نیز امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہ نصیحت کی مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے' وہ گمراہ کرنے والے ائمہ ہیں۔

(مسند احمد' ص ۴۴۱' طبع قدیم' بیروت' علامہ احمد شاکر نے کہا' اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۱۸' رقم الحدیث: ۲۷۳۵۸' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ)

تاہم ہر برائی کی ابتداء کرنے والے کو بعد کے عمل کرنے والوں کی مثل گناہ اس وقت ہوگا جب وہ اس گناہ سے توبہ نہ کرے' اور اگر وہ اس گناہ سے توبہ کرلے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود انسانوں میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی' کیونکہ قرآن مجید نے خود شہادت دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے۔ "فنسی ولم نجد لہ عزما" (طٰہٰ: ۱۱۵) "سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کی نافرمانی کا قصد نہیں پایا اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کرلی تھی اور بھولنے والے اور توبہ کرنے والے سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ البتہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے توبہ کرنے والے ہیں اور بعد کے تائبین کے عمل سے ان کو حصہ ملتا رہے گا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسد بہت سنگین نفسانی مرض ہے۔ اس حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کے ساتھ خونی رشتہ کا لحاظ نہیں کیا اور اپنے سگے بھائی کو قتل کردیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا' تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ اس نے کہا ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا' کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔ (المائدہ: ۳۱)

قابیل کا انجام

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قابیل ہابیل کو ایک جراب (چرمی تھیلا) میں ڈال کر ایک سال تک اپنے کندھے پر اٹھائے پھرتا رہا' اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لاش سے کس طرح گلو خلاصی حاصل کرے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا' پھر اس نے زمین میں اس مردہ کوے کو دفن کردیا۔ تب اس نے کہا

Marfat.com

ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔
(جامع البیان' ج ٦' ص ٢٦٨' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

قابیل کا پچھتانا اس کی توبہ نہیں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس پر افسوس کر رہا تھا کہ اس کے دفن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکا تھا' اس کے قتل کرنے پر افسوس نہیں کیا تھا' حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر وہ اس کے قتل پر نادم ہوتا تو یہ ندامت توبہ ہو جاتی' وہ اس وجہ سے نادم تھا کہ اس قتل سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا' ماں باپ' بہن اور بھائی ناراض ہوئے اور مقصود حاصل نہ ہوا' یا اس وجہ سے کہ ایک سال تک بھائی کی لاش دفن نہ ہو سکی۔

روایت ہے کہ حضرت آدم اور حواء ہابیل کی قبر پر گئے اور کئی دن تک روتے رہے' پھر قابیل ایک پہاڑ کی چوٹی پر گیا' وہاں ایک بیل نے اس کو سینگ مار کر نیچے گرا دیا اور وہ مر گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی' تو وہ زمین میں دھنس گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہابیل کو قتل کرنے کے بعد جنگلوں میں چلا گیا' وہ کسی جانور کو بلندی سے زمین پر گرا دیتا اور اس کے مرنے کے بعد اس کو کھا لیتا' چوٹ کھانے سے مرا ہوا جانور اس دن سے حرام کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا بنو آدم میں سے سب سے پہلے جہنم میں جانے والا قابیل ہے۔ اس ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنو آدم میں جو شخص سب سے پہلے فوت ہوا' وہ ہابیل تھا۔ اسی وجہ سے قابیل اس کے دفن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکا۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ٣' ص ٩٧' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حسد سب سے بڑی خرابی اور بہت بڑا جرم ہے۔ قابیل نے اس حسد کی آگ کی وجہ سے اپنے سگے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ (آیت ٢٩) میں ہے' ہابیل نے قابیل سے کہا اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قابیل معذب ہوگا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ظالم تھا' کافر نہیں تھا۔ آیت ٢٨-٢٧ میں' ہابیل نے قابیل کو قتل کرنے سے باز رہنے کے تین محرکات بیان کیے۔ اول: یہ کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں' ثانی: یہ کہ قتل کرنے سے پہلے اور قتل کے گناہ قابیل کے ذمہ لگیں اور وہ دوزخ کا سزاوار ہو' اور ثالث: یہ کہ وہ ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ سو جو شخص بھی کسی گناہ سے باز رہنا چاہے' اس کو گناہ سے باز رکھنے کے یہی تین محرکات ہوں گے۔ خوف خدا' دوزخ کی سزا اور ارتکاب ظلم سے بچنا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ

اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا

قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا

زمین میں فساد پھیلانے کے لیے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں

قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ

کو قتل کیا، اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم

بچا لیا ، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن معجزات لے کر آئے : پھر اس کے باوجود ان میں سے

بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ

بہت سے زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے تھے ○ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول

يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر

أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ

قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے

خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن

آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے تمہارے

قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾ ع ۵/۹

ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا' تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا' اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا' تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔ (المائدہ: ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قابیل اور ہابیل کے قصہ میں اور بنو اسرائیل پر قصاص کے وجوب میں کیا مناسبت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قابیل اور ہابیل کے قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قتل کے فعل میں اللہ تعالیٰ کی شدید نافرمانی اور اس کی ناراضگی ہے۔ نیز اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والا دوزخی ہے۔ نقصان اٹھانے والا ہے اور پچھتانے والا ہے' تو چونکہ قتل کرنا ان خرابیوں کا سبب ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر قتل میں قصاص (بدلہ لینے) کو واجب کر دیا' تاکہ لوگ قتل کرنے سے باز رہیں۔

Marfat.com

اس آیت پر دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل سے پہلی امتوں پر بھی قتل کرنا حرام تھا اور ان پر قصاص واجب تھا۔ پھر اس آیت میں بنو اسرائیل کا خصوصیت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ان کے انبیاء علیہم السلام زبانی وجوب قصاص کا ذکر فرماتے تھے اور بنو اسرائیل میں سب سے پہلے اس حکم کو کتاب میں نازل کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے قتل کیا تھا اور بنو اسرائیل میں بھی حسد بہت زیادہ تھا' اور انہوں نے بیشتر قتل حسد کی بناء پر کیے تھے۔ انہوں نے حسد کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا' اور دو مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ایک مرتبہ مدینہ میں جب آپ بنو قینقاع کے پاس ایک مسلمان کی دیت وصول کرنے کے سلسلہ میں گئے تھے' اور دوسری مرتبہ خیبر میں جب ایک یہودی بڑھیا نے آپ کو زہر آلود گوشت کھانے کے لیے دیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عموماً قتل کا سبب قساوت قلبی' یعنی سنگ دلی اور عدوان اور سرکشی ہوتا ہے اور بنو اسرائیل میں یہ سبب بہ درجہ اتم موجود تھا' حتیٰ کہ انہوں نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر کس طرح ہوگا؟

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فساد کے قتل کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک وجہ قصاص ہے' دوسری وجہ کسی کافر کا مسلمان سے جنگ کرنا ہے' تیسری وجہ ارتداد ہے' چوتھی وجہ شادی شدہ کا زنا کرنا ہے' اور پانچویں وجہ زمین میں ڈاکہ ڈالنا ہے۔ پہلی وجہ کا اس آیت میں صراحتاً ذکر ہے اور پانچویں وجہ یعنی ڈاکہ کا اس آیت کے بعد والے حصہ میں تفصیلی بیان آ رہا ہے۔ باقی ماندہ تین وجوہات زمین میں فساد پھیلانے کے ضمن میں آ گئیں۔ اس لیے فرمایا: جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔

اس آیت پر یہ سوال ہے کہ ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کو قتل کرنے کے کیسے مساوی ہو سکتا ہے؟ حتیٰ کہ اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے' جتنا تمام انسانوں کو قتل کر دینا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا جہنم مقرر کی۔ اس پر اپنا غضب نازل کیا اور لعنت کی اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کیا اور اگر کوئی شخص تمام انسانوں کو قتل کر دیتا' تب بھی اس کی یہی سزا ہوتی۔ نیز! اگر تمام انسان کسی ایک بے قصور انسان کے قتل میں عمداً شریک ہوں تو ان سب کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص کسی بے قصور انسان کو عمداً قتل کرتا ہے' اس کی طبیعت پر غضب کا غلبہ ہے' اور جو اپنے جوش غضب سے مغلوب ہو کر ایک شخص کو قتل کر سکتا ہے' وہ اس کے بعد دوسرے شخص کو' پھر تیسرے شخص کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض اس کے لیے ممکن ہو تو وہ اپنے جوش غضب میں تمام انسانوں کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ امریکہ کے ایک صدر کے فیصلہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے تھے' جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے۔ اس طرح اب بھی اگر جوش غضب سے مغلوب ہونے والا کوئی امریکی صدر ہو تو اس کے پاس اب ایسے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں جن سے پوری دنیا کو ہلاک اور تباہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک انسان کا تمام انسانوں کو ہلاک کرنا ممکن ہے۔ سو جو شخص جوش غضب سے مغلوب ہو کر ایک بے قصور انسان کو ہلاک کر سکتا ہے' اگر اس کے بس میں ہو تو وہ تمام انسانوں کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا: جس شخص نے ایک انسان کو مرنے سے بچا لیا' اس نے گویا تمام انسانوں کو بچا لیا۔ مثلاً کوئی شخص آگ میں جل رہا

Marfat.com

تھا' یا دریا میں ڈوب رہا تھا' یا بھوک سے مر رہا تھا' یا شدید سردی میں ٹھٹھر کر مرنے والا تھا اور کسی انسان نے اس کو اس مصیبت سے نکال کر اس کی جان بچالی' تو اللہ کے نزدیک اس کی یہ نیکی اتنی عظیم ہے جیسے کسی شخص نے تمام انسانوں کو موت کے چنگل سے آزاد کرالیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے"

شان نزول

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے' انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو' انہوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے۔ پھر انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے کر بھاگ گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا' ان کو پکڑ کر لایا گیا۔ آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کٹوا دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور ان کو تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا' حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۶۷۱' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۵۰۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۷۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۳۶۷' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۴۰۳۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۵۷۸' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۶۳-۱۰۷)

امام رازی شافعی نے اسی آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت **عوینیین** کے بارے میں نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابوبرزہ اسلمی کی قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا' لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو اسرائیل کے قاتلوں اور مفسدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل ہیں:

(الف) مرتد کو قتل کرنا' زمین میں فساد کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر موقوف نہیں ہے' جبکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فساد کرے' اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب) مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہر بدر کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے' جبکہ اس آیت کی رو سے یہ جائز ہے۔

(ج) مرتد کو سولی پر چڑھانا مشروع نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مرتد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(د) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فساد کرتے ہوں' ان کو یہ سزائیں دی جائیں۔ خواہ وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے' لیکن اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے' خصوصیت مورد کا نہیں ہوتا۔

(تفسیر کبیر' ج ۳' ص ۳۹۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

Marfat.com

حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں' حرب کا معنی ہے جنگ۔ صلح کی ضد' اور حرب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا مال لوٹ لینا اور اس کو بالکل تہی دست چھوڑ دینا۔

(تاج العروس' ج ۳' ص ۳۹۶)

ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں' باغیوں اور محاربین (ڈاکوؤں) میں فرق یہ ہے کہ باغی کسی تاویل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی تاویل کے قتل اور غارت گری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے حرابہ (ڈاکہ) کی تعریف کو سرقہ (چوری) کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے' مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے' کیونکہ خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے۔ چور' محافظ' امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو اعلانیہ مار دھاڑ کر کے لوٹتا ہے' اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو (قاطع الطریق یا محارب) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ اور مامون ہو اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں' جس میں اس طریقہ سے مال کو لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ' ج ۶' ص ۱۲۹-۱۲۸)

ڈاکہ کا رکن

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مال لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے۔ خواہ ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت' جبکہ ڈاکو کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو' خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں' کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے' خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معاون ہوں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکو اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جس کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو' اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مال لوٹنے کا قصد کریں۔ (بدائع الصنائع' ج ۷' ص ۹۰)

ڈاکہ کی شرائط

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے ڈاکہ کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

۱- ڈاکہ ڈالنے والا عاقل اور بالغ ہو۔ اگر وہ بچہ یا مجنون ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

۲- ڈاکو مرد ہو' اگر عورت نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد نہیں ہے' لیکن امام طحاوی کے نزدیک اس میں عورت اور مرد برابر ہیں' اور دونوں پر حد ہوگی۔ روایت مشہورہ کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ سے مال لوٹنا عادتاً عورتوں سے متصور نہیں ہے' اور امام طحاوی کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باقی حدود میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے' عورتوں پر بھی حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکہ میں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہوگی۔

۳- جن پر ڈاکہ ڈالا ہے' وہ مسلمان یا ذمی ہوں' اگر ان غیر مسلموں پر ڈاکہ ڈالا ہے جو پاسپورٹ کے ذریعہ دارالاسلام میں

Marfat.com

آئے ہوں' تو ڈاکوؤں پر حد نہیں ہے (بلکہ تعزیر ہے)

۴- جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ ڈاکوؤں کے محرم نہ ہوں۔

۵- جس چیز پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے' وہ قیمت والا مال ہو اور محفوظ ہو' اس میں کسی اور کا حق نہ ہو' نہ اس میں لینے کی کوئی تاویل ہو اور نہ تاویل کا کوئی شبہ ہو' نہ اس میں ڈاکو کی ملکیت ہو نہ ملکیت کی تاویل یا شبہ ہو اور وہ مال دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو (یعنی ۲.۲۵ تولہ چاندی ہو جو ۶۱۸.۳ گرام چاندی کے برابر ہے) اگر متعدد ڈاکو ہوں تو ہر ڈاکو کے حصہ دس درہم کی مالیت کا مال ہو اور ہر ڈاکو کے حصہ میں اتنا مال نہ آئے تو حد واجب نہیں ہوگی۔

٦- جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے' وہ جگہ دارالاسلام ہو' اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ حد کو حاکم اسلام جاری کرتا ہے اور دارالحرب حاکم اسلام کی ولایت اور تصرف میں نہیں ہے۔ اس لیے وہ دارالحرب میں حد جاری کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (علامہ کاسانی نے جو وجہ بیان کی ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالحرب میں جاکر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کریں اور یہ کہ ناجائز طریق سے کفار کا مال لینا بہرحال گناہ ہے خواہ ان کا مال سود کے ذریعہ لیں یا قمار کے یا رشوت کے۔ (سعیدی غفرلہ)

۷- جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے' وہ جگہ شہر نہ ہو۔ اگر کسی نے شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔ خواہ دن میں ڈاکہ ڈالا ہو یا رات میں اور خواہ ہتھیاروں کے ذریعہ ڈاکہ ڈالا ہو یا بغیر ہتھیاروں کے' یہ استحسان ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی اور یہ امام ابویوسف کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حد واجب ہونے کا سبب ڈاکہ ہے اور جب ڈاکہ ثابت ہو گیا تو حد واجب ہوگی۔ خواہ شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قطع الطریق (ڈاکہ) سفر میں ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ شہر میں راستے منقطع نہیں ہوتے کیونکہ اگر شہر میں ڈاکہ پڑے تو اس سے راستے منقطع نہیں ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے غیر شہر کی قید اپنے زمانہ کے اعتبار سے لگائی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں شہر والے ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے' اس لیے ڈاکوؤں کو شہر میں ڈاکہ ڈالنے کی قدرت نہیں تھی اور اب شہر کے لوگوں نے ہتھیار رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے۔ اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی۔

۸- جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے اس جگہ اور شہر کے درمیان مسافت سفر ہو (یعنی اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز) یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول پر شرط ہے۔ امام ابویوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

ڈاکہ کے جرم کی تفصیل

ڈاکو کی سزاؤں میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ آیا یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں یا یہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہیں' ڈاکو کے جرم کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- صرف لوگوں یا مسافروں کو ڈرانا اور دھمکانا' کسی کو قتل کرنا' نہ مال لوٹنا۔

۲- صرف مال لوٹنا۔ ۳- صرف قتل کرنا۔ ۴- مال لوٹنا اور قتل کرنا۔

ان میں سے ہر جرم کی ائمہ کے نزدیک ایک الگ سزا ہے۔ امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ اگر ڈاکو نے قتل نہیں کیا ہے تو قاضی قتل اور پھانسی کی سزا میں سے کوئی بھی سزا اپنے اجتہاد سے دے سکتا ہے۔ اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے اور قتل اور پھانسی بھی ہو سکتی ہے۔ ان سزاؤں میں قاضی کو اختیار ہے اور باقی سزاؤں میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ ڈاکو کا جو بھی جرم ہو' قرآن مجید کی بیان کردہ سزاؤں میں سے قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔

Marfat.com

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا

جب ڈاکو صرف ڈرائے اور دھمکائے' نہ مال لوٹے اور نہ قتل کرے تو امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی سزا شہر بدر کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے او ینفوا من الارض "یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے"

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب ڈاکو راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں' نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو زمین سے نکال دیا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے او ینفوا من الارض (مائدہ:۳۶) اس حالت میں جلاوطن کرنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہی نخعی' قتادہ اور عطاء خراسانی کا قول ہے اور زمین سے نکالنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام شہروں اور قصبوں سے نکال دیا جائے اور ان کے لیے کسی شہر میں رہنے کا ٹھکانا نہ ہو۔ اس طرح کی تفسیر حسن اور زہری سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیا جائے' جس طرح زانی کو شہر بدر کیا جاتا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شہر میں اس کو بھیجا جائے' اس میں اس کو قید کر دیا جائے' جس طرح زانی کے متعلق ان کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کو زمین سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے' حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔ امام شافعی کا بھی اسی قسم کا قول ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں امام اس کو تعزیر لگائے اور اگر اس کی رائے ڈاکو کو قید کرنا ہو تو اس کو قید کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام ڈاکوؤں پر حدود جاری کرنے کے لیے ان کو طلب کرے۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ ابن شریح نے کہا ڈاکوؤں کو ان کے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں قید کر دے۔ یہ قول امام مالک کے قول کی مثل ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اگر ان کو کسی اور شہر میں بھیجیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کو ایذاء پہنچائیں گے۔ اس لیے ان کو قید کرنا بہتر ہے۔

نیز علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں "ہماری دلیل ظاہر آیت ہے کیونکہ نفی کا معنی نکالنا' دور کرنا اور بھگانا ہے اور قید کا معنی روکنا ہے۔ اگر ان کو کسی غیر معین جگہ کی طرف نکال دیا جائے تو اس کی دلیل "او ینفوا من الارض" (المائدہ: ۳۶) ہے' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے' باقی ہمارے اصحاب نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کتنی مدت کے لیے شہر بدر کیا جائے؟ تاہم اس کو اتنی مدت کے لیے شہر بدر کرنا چاہیے جس میں اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور اس کا چال چلن ٹھیک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔

(المغنی مع الشرح الکبیر' ج ۱۰' ص ۳۰۸-۳۰۷)

علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں' زمین سے نکالنے کی تین صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ڈاکو' کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے۔

دوسری یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکال دیا جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دار الاسلام سے نکال دیا جائے۔

پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے' کہ تمام زمینوں سے نکال دینا اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آچکا ہے۔ دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا' اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا' اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں کو دار الحرب میں بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں نفی من الارض کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکال کر اس زمین میں رکھا جائے جس میں اس کو قید کیا جائے جہاں پر اس کا فساد کرنا متصور نہ ہو۔ (احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۱۲)

Marfat.com

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں' نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو تعزیر لگانے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں' اور اللہ کے قول "او ینفوا من الارض" سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی ان کو قید کر لیا جائے۔ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ سرخسی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا' نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھمکایا یا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا' ہاتھ پیر کاٹنا' انتہائی سزائیں ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی۔ جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔ (المبسوط للسرخسی' ج ۹' ص ۱۹۵) اور یہ امام شافعی کی تفسیر سے بہتر ہے۔ یعنی ان کو طلب کرنا تاکہ ان کو ہر جگہ سے بھگا دیا جائے' کیونکہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے اور جس چیز کی شریعت میں نظیر ہو' اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ (المبسوط' ج ۹' ص ۱۹۹)

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا

اگر ڈاکو نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ڈاکو کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ یعنی سیدھا ہاتھ اور الٹا پیر' اس سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی۔ اگر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر پہلے کٹا ہوا تھا تو اب اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا' بلکہ اس کو تعزیراً قید کیا جائے گا اور اگر اس کا پہلے ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا تو اب صرف پیر کاٹا جائے گا اور اگر پہلے ایک پیر کٹا ہوا تھا تو اب صرف ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہے اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں امام کو اختیار ہے کہ وہ ڈاکو کو قتل کر دے یا سولی دے۔ یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔ البتہ اس صورت میں اس کو شہر بدر کرنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بھی دوبارہ ڈاکہ ڈالنے پر اس کے بقیہ ہاتھ اور پیر کو کاٹ دیا جائے گا۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو امام کو اسے قید یا شہر بدر کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولی دے یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ امام ابن قاسم نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا: کہ جس ڈاکو کا ایک ہاتھ اور پیر کاٹا جا چکا ہے' اور وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کا دوسرا ہاتھ اور پیر بھی کاٹ دے۔ (بدایۃ المجتہد' ج ۲' ص ۳۴۱)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں "جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو' اس کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا"۔ (بدائع الصنائع' ج ۷' ص ۹۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں "اگر ڈاکو نے چوری کے نصاب کے مطابق مال لیا ہو تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو اس کا بایاں ہاتھ اور دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر نصاب سے کم مال لیا تو اس کے ہاتھ اور پیر کو نہیں کاٹا جائے گا"۔ (روضۃ الطالبین' ج ۱۰' ص ۱۵۶)

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا' اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے' پھر اس کو قتل کر دے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولی دے دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور

Marfat.com

پیر کاٹ دے' پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے یونہی چھوڑ دے' حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ (بدائع الصنائع' ج ۷' ص ۹۳)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ امام محمد نے یہ کہا ہے کہ ڈاکو کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ یہ ایک جرم ہے' اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی۔ نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے' جیسا کہ حد سرقہ' حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مثلاً کسی نے چوری بھی کی ہو اور زنا بھی کیا ہو تو اس کو صرف رجم کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔۔۔۔ سعیدی غفرلہ) امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے' اور چونکہ ڈاکہ کا جرم زیادہ ہے' اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے' کیونکہ جو ڈاکو لوگوں کو قتل کرتا ہے اور ان کا مال لوٹتا ہے' وہ امن میں خلل ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ میں ہاتھ اور پیر دونوں کاٹنا ایک حد ہے جبکہ چوری میں دونوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں' اور امام محمد نے جو حد رجم اور حد سرقہ کی مثال دی ہے' وہاں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے' اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔ امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سولی میں اختیار نہیں ہے' اس کو ترک نہ کیا جائے' کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شہرت دی جائے' تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور امام ابوحنیفہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ اصل شہرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھانے میں مبالغہ ہے' لہٰذا اس میں اختیار دیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین' ص ۵۳۶)

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں' میں نے امام ابن قاسم مالکی سے پوچھا اگر ڈاکو قتل کرے اور مال لے' تو کیا اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا' اور اس کو قتل کیا جائے گا' یا اس کو صرف قتل کیا جائے گا' اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا؟ اس میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اس کو ہر صورت میں قتل کیا جائے گا۔ (خواہ قاضی کی رائے میں اس کا ہاتھ اور پیر کاٹنا ضروری ہو یا نہ ہو)۔ (المدونۃ الکبریٰ' ج ۴' ص ۴۲۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اگر ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی' اور یہ اس وقت ہے جب مال نصاب کے برابر ہو اور مذہب یہی ہے۔ ابن سلمہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا' اور قتل کیا جائے اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تقریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔ (روضۃ الطالبین' ج ۱۰' ص ۱۵۷۔۱۵۶)

علامہ ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں "جس ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا' اس کو قتل کیا جائے گا۔ خواہ صاحب مال معاف کر دے اور اس کو سولی دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی شہرت ہو جائے اور اس کی لاش ڈاکوؤں کے حوالے کر دی جائے گی۔

(المقنع مع المغنی والشرح' ج ۱۰' ص ۲۹۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے' ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی' سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے"

(المائدہ: ۳۴۔۳۳)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا نظریہ

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا میں سزا پانے کے بعد بھی مجرموں کو آخرت میں عذاب عظیم ہو گا' البتہ جو لوگ توبہ کر لیں گے' ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہو گا۔ فقہاء احناف نے اسی آیت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہوتیں اور حدیث میں جو ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں' وہ توبہ کے ساتھ مقید ہے' تاکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں موافقت

Marfat.com

رہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں' ہاں! اگر مسلمان مجرم اجراء حد سے پہلے توبہ کرلے تو پھر حد اس کے لیے اخروی عذاب سے کفارہ ہو جاتی ہے اور اگر اس نے اجراء حد سے پہلے توبہ نہیں کی تو وہ عذاب اخروی کا مستحق ہو گا۔ (احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۱۲' مطبوعہ لاہور)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ نے لکھا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۳' ص ۱۰۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ اور احناف کا جواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا' پھر اس پر حد لگادی گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

(شرح مسلم' ج ۲' ص ۷۳' مطبوعہ کراچی)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور وہ شب عقبہ کے نقباء میں سے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا تم مجھ سے (ان امور پر) بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے' اور نہ تم چوری کرو گے' اور نہ تم زنا کرو گے' اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے' اور نہ تم کسی بے قصور پر بہتان باندھو گے' اور نہ کسی نیکی میں نافرمانی کرو گے۔ سو تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا' اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے' اور جس نے ان میں سے کوئی (ممنوع) کام کرلیا' اور اس کو دنیا میں اس کی سزا مل گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے' اور جس نے ان میں سے کوئی (ممنوع) کام کرلیا' پھر اللہ نے اس کا پردہ رکھا تو وہ اللہ کی طرف مفوض ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے' اور اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔ سو ہم نے (ان امور پر) آپ سے بیعت کرلی۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۸' ٦۷۸۴' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۷۰۹' ۴۳۸۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۴۴۴' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۴۱۷۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲٦۰۳' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۷۹۵' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ۳۸۷' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۳۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حد قائم کرنا مجرم کے گناہ کا کفارہ ہے۔ خواہ اس نے توبہ نہ کی ہو۔

(فتح الباری' ج ۱' ص ٦۸' مطبوعہ لاہور)

علامہ عماد الدین منصور بن الحسن القرشی الکازرونی الشافعی المتوفی ۸٦۰ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام نووی نے اپنے فتاویٰ اور شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ جب کوئی شخص قصاص میں قتل کردیا جائے تو اس سے اخروی عذاب ساقط ہو جاتا ہے۔ تو اس شخص کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کس طرح ہو گا؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ ڈاکو جب قصاص میں قتل کردیا جائے تو اس سے قتل کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت کو ڈرانے' دھمکانے کا گناہ اس کے ذمہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی جماعت کو ضرر پہنچتا ہے' سو اس کو ڈرانے کی وجہ سے آخرت میں عذاب عظیم ہو گا' اور یہ سزا ہر ڈاکو کے لیے عام ہے۔ لیکن یہ امر حدیث صحیح کے خلاف ہے' جس

Marfat.com

میں نبی ﷺ نے فرمایا جس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو اس جرم کی سزا دے دی گئی' تو اس کے لیے آخرت میں یہ سزا کفارہ ہو جائے گی' کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈاکو نے فقط ڈرایا' دھمکایا اور اس کو سزا کے طور پر جلاوطن کر دیا گیا' تو اس کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا' لیکن آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو آخرت میں عذاب ہوگا' اور اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سزا ملنے سے وہ عذاب ساقط ہو جائے گا جس کا تعلق اللہ کے حق سے ہے' اور بندہ کا حق باقی رہے گا اور اس کی آخرت میں سزا ہوگی' کیونکہ جس ڈاکو نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا' اس نے اللہ کی حکم عدولی بھی کی اور بندوں کو بھی نقصان پہنچایا' اور حد جاری کرنے سے اللہ کے حق ضائع کرنے کی تلافی ہوگی' بندوں کے حق کی تلافی نہیں ہوگی۔ سو اس بنا پر آخرت میں عذاب ہوگا۔ (حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی' ج ۲' ص ۳۲۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ کازرونی نے نہایت عمدہ توجیہ کی ہے' لیکن فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد مطلقاً عذاب نہیں ہوگا' جیسا کہ ہم علامہ نووی اور علامہ عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ امام شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد توبہ کے بغیر آیا کوئی شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرنا حد کے احکام میں سے نہیں ہے۔ پس جب ایک شخص پر حد قائم کی گئی اور اس نے توبہ نہیں کی' تو ہمارے نزدیک اس سے وہ گناہ ساقط نہیں ہوگا۔ ہمارے علماء نے قرآن مجید میں قطاع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا یہ ان (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے' ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کو توبہ سے ساقط کیا ہے' اور اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ استثناء عذاب آخرت ہی کی طرف راجع ہے' اور وہ جو بخاری کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے ان میں سے کوئی گناہ کیا اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی' تو وہ اس کا کفارہ ہے" تو اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے' جب اس نے سزا کے وقت توبہ کر لی ہو' کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے اور جب ظنی اور قطعی میں تعارض ہو تو ظنی کو قطعی کے موافق کرنا واجب ہے' اور اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

(البحر الرائق ج ۵' ص ۳-۲' مطبوعہ مطبع علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی القرشی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

مسلمان ڈاکوؤں کی سزا میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کرنے سے اللہ کی حدود ساقط ہو جاتی ہیں مثلاً قتل کرنا' سولی دینا' ہاتھ پیر کاٹنا اور شہر بدر کرنا۔ توبہ کے بعد یہ حدود نافذ نہیں ہوں گی' لیکن انسان کے حقوق توبہ سے ساقط نہیں ہوں گے مثلاً مال لوٹا ہے تو واپس لیا جائے گا اور کسی کو زخمی کیا ہے تو اس کو بھی زخمی کیا جائے گا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۲' ص ۳۴۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی امام شافعی کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

(النکت والعیون ج ۲' ص ۳۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

Marfat.com

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:
اگر ڈاکوؤں نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلی تو ان سے اللہ کی حدود ساقط ہو جائیں گی لیکن اگر انہوں نے کسی کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے یا مال لوٹا ہے تو ان سے بدلہ لیا جائے گا' ماسوا اس کے کہ صاحب حق اس کو معاف کردے۔
اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام مالک' امام شافعی' اصحاب رائے (فقہاء احناف) اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے' اس وجہ سے ڈاکوؤں سے حتمی قتل' سولی' ہاتھ پیر کاٹنے اور شہر بدر کرنے کی حد ساقط ہو جائے گی' اور ان پر قتل کرنے' زخمی کرنے اور مال لوٹنے کا بدلہ لیا جائے گا اور اگر انہوں نے پکڑے جانے کے بعد توبہ کی ہے تو ان سے کوئی حد ساقط نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان کو پکڑنے سے پہلے توبہ کرلی۔ (المائدہ: ۳۴) سو پکڑے جانے والوں پر اللہ تعالیٰ نے حد واجب کردی۔
(المغنی ج ۹ ص ۱۲۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو حدیثوں میں تطبیق

ہم اس سے پہلے کتب صحاح کے حوالے سے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ جب مجرم پر حد لگادی جائے' تو وہ اس کے جرم کا کفارہ ہو جاتی ہے' لیکن ایک روایت اس کے خلاف ہے۔
امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (از خود) نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں اور میں از خود نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں' اور میں از خود نہیں جانتا کہ حدود ان کے اصحاب کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور مجھے اس کی کسی علت (ضعف) کا پتا نہیں اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے)
(المستدرک ج ۱' ص ۳۶' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۳۲۹' ملتان)
اس تعارض کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث' حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے' اس لیے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت جس میں مذکور ہے' مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں۔ یہ پہلے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ سات ہجری میں فتح خیبر کے وقت اسلام لائے تھے' اور حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث جس میں مذکورہ ہے حدود کفارہ ہوتی ہیں' یہ بعد کا واقعہ ہے' کیونکہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد لی گئی تھی۔ کیونکہ امام مسلم نے اس کے بعد دوسری حدیث (رقم الحدیث: ۴۳۸۲) جو ذکر کی ہے' اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر عورتوں کی آیت تلاوت کی "ان لا یشرکن باللہ شیئا" (الممتحنہ: ۱۲) اور معجم طبرانی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح بیعت لی جس طرح فتح مکہ کے موقع پر بیعت لی تھی۔ اس سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث مقدم ہے اور حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث موخر ہے۔ نیز! تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبادہ سے جب عقبہ اولیٰ کے موقع پر آپ نے بیعت لی تھی' اس وقت تو حدود نازل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اس لیے آپ کا یہ فرمانا جس پر حد جاری ہوگئی وہ اس کا کفارہ ہے' اس موقع کا نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ! یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے' جب آپ نے دوسری مرتبہ بیعت لی تھی۔
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت جس میں مذکور ہے مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟ پہلے کا واقعہ ہے اور بعد میں آپ کو اللہ نے علم عطا فرمادیا اور آپ نے فرمایا حدود کفارہ ہیں' (یعنی بشرط توبہ)

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو، اور

جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا

لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

عذاب سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں، تو وہ (فدیہ) ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے

اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ

نہایت دردناک عذاب ہے ○ وہ (دوزخ کی) آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے

مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا

اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ○ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ

اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾

کو کاٹ دو، یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے ○

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ

پھر جس نے اپنے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا،

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک

وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز

Marfat.com

کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۰﴾

پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو"۔ (الخ) (المائدہ: ۳۵)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی اور عناد اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیدہ دلیری کو بیان فرمایا تھا' اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادات کا بجالانا ہے' یہود نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یہود کے برعکس ہونا چاہیے' تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کرکے اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہیں اپنے اکابر اور اسلاف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے' اور عبادات کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ قبولیت توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اسکے راستہ کی رعایت کرنا' اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔ (المفردات' ص ۵۲۴-۵۲۳' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے' وہ وسیلہ ہے۔

(نہایہ' ج ۵' ص ۱۸۵' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے' وہ وسیلہ ہے۔

(صحاح جوہری' ج ۵' ص ۱۸۴۱' لسان العرب' ج ۱۱' ص ۷۲۵-۷۲۴' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۵ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین' ص ۳۴' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ)

Marfat.com

شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ٧٢٨ھ لکھتے ہیں:

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیر ھم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے' کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ' ج ا' ص ٢١١' مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے' مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ (تحفۃ الذاکرین' ص ٦٩' مطبوعہ مصر' ١٣٥٠ھ)

امام ابو حاتم محمد بن حبان متوفی ٣٥٤ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ (قسم کے) آدمیوں پر میں نے لعنت کی ہے' اور ان پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جائے گی۔ (الحدیث)

(صحیح ابن حبان' ج ١٣' رقم الحدیث: ٥٧٤٩' حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور میرے علم میں اس کی کوئی علت نہیں ہے اور ذہبی نے اس کو برقرار رکھا۔ المستدرک' ج ا' ص ٣٦' ج ٢' ص ٥٢٥' ج ٣' ص ٩٠' الجامع الکبیر' ج ٣' رقم الحدیث: ٢٨٨٥' ١٢٩٢١' المعجم الاوسط' للطبرانی' ج ٢' رقم الحدیث: ١٦٨٨۔ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا۔ مجمع الزوائد' ج ٧' ص ٢٠٥' المعجم الکبیر' ج ١٧' ص ٤٣' موارد الظمآن' رقم الحدیث: ٥٢)

اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام کی وجاہت' ان کی حرمت اور ان کے حق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی بارگاہ میں یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان کے سوال اور ان کی دعا کو مسترد نہیں فرماتا' ہرچند کہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کی دعا کو مسترد فرمادے' لیکن ایسا کرنا ان کو دی ہوئی عزت اور وجاہت کے خلاف ہے۔ ان کا اللہ پر حق ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جیسے اجیر کا آجر پر حق ہوتا ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی دعا کو قبول کرنے کا جو وعدہ فرمالیا ہے' اس وعدہ کی جہت سے ان کا حق ہے' فی ذاتہ کوئی استحقاق نہیں ہے' یا حق بمعنی وجاہت اور حرمت ہے' استحقاق کے معنی میں نہیں ہے۔

اس پر ایک دلیل مذکور الصدر حدیث ہے اور دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب بندہ فرائض ادا کر کے نوافل کو ہمیشہ پڑھتا ہے تو اللہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور جب وہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اللہ اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے' اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور فرماتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اس کو اپنی پناہ میں لوں گا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٥٠٢' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٢ھ' مختصر تاریخ دمشق' ج ٤' ص ١٠٤' مسند احمد' تحقیق

Marfat.com

احمد شاکر' رقم الحدیث: ۲۶۰۷۱' مسند ابو یعلی' ۷۰۸۷' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۳۴۷' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۲۶۹' المطالب العالیہ' ج ۱' ص ۱۳۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی اور نبی سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا' اور ان کی دعا رد نہیں فرمائے گا اور ان کا اللہ پر یہی حق ہے' اور یہی ان کی اللہ کی بارگاہ میں وجاہت اور حرمت ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا' یا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنا صحیح ہے' اور اب ہم اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور یہ عرض کرتے' اے اللہ! ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے' تو' تو ہم پر بارش برساتا تھا (اب) ہم اپنے نبی کے عم (محترم) کو تیری طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں' تو' تو ہم پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس نے کہا پھر لوگوں پر بارش ہوتی۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۱۰' مطبوعہ دار الکتب' العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' المعجم الکبیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۴' کتاب الدعاء للطبرانی' رقم الحدیث: ۹۶۵' شرح السنہ للبغوی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۶۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے "اے اللہ! میں تیرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں' اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' تاکہ میری حاجت پوری ہو' اے اللہ! میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما۔ (امام ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحاق نے کہا' یہ حدیث صحیح ہے)

علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۱۷۱۷۴' ۱۷۱۷۵' طبع قاہرہ' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۵۸۹' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۸۵' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۴۹۶' عمل الیوم و اللیلہ للنسائی' رقم الحدیث: ۶۶۴' عمل الیوم و اللیلہ لابن السنی' رقم الحدیث: ۶۳۳' المستدرک ج ۱' ص ۵۱۹' دلائل النبوۃ' ج ۶' ص ۱۶۷' امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کرکے لکھا ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔ المعجم الصغیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۰۸' المعجم الکبیر' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۳۱۱' حافظ منذری نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ الترغیب و الترہیب' ج ۱' ص ۴۷۶-۴۷۴' حافظ الہیثمی نے بھی لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۲۷۹' مختصر تاریخ دمشق' ج ۳' ص ۳۰۴)

شیخ ابن تیمیہ' قاضی شوکانی' علامہ نووی اور امام محمد جزری وغیرہم نے امام ترمذی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں' لیکن ہمیں جو ترمذی کے پاکستانی اور بیروت کے نسخے دستیاب ہیں' ان میں یا محمد کے الفاظ نہیں

Marfat.com

ہیں۔ سنن ترمذی کے علاوہ ہم نے باقی جن کتب حدیث کے حوالے دیئے ہیں' ان سب میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔
امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی' اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں' سو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔
(سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷۸' عمل الیوم واللیلہ لابن السنی' رقم الحدیث: ۸۵' الترغیب والترہیب' ج ۲' ص ۴۵۲' صحیح ابن خزیمہ' ج ۲' ص ۴۵۸' علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹)
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:
عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ ان میں سب سے زیادہ قریب اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ تھے۔
(مسند احمد' ج ۵' ص ۳۹۵' دار الفکر بیروت' طبع قدیم' علامہ احمد شاکر' متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۳۲۰۱' طبع قاہرہ)

وسیلہ بہ معنی درجہ جنت

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
وسیلہ کا ایک معنی جنت کے درجات میں سے ایک (مخصوص) درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (نہایہ' ج ۵' ص ۱۸۵)
امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم موذن (کی اذان) کو سنو تو اس کے کلمات کی مثل کہو' پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا' اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو' کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا' اس کے حق میں میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔
(صحیح مسلم' رقم الحدیث: (۳۸۴) ۸۲۶' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۶۱۴' صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۱۴' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۶۷۷' عمل الیوم واللیلہ للنسائی' رقم الحدیث: ۴۵' عمل الیوم واللیلہ لابن السنی' رقم الحدیث: ۹۴' مسند احمد بتحقیق احمد شاکر' ج ۶' رقم الحدیث: ۶۵۶۸' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۰۹۶۳' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۱۴۴۲' ۱۱۶۸۱' ۱۱۷۹۹' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۴۱۰-۴۰۹' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۱۶۸۸' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' فیصل آباد)

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے "اے اللہ! اس دعوت کاملہ اور (اس کے نتیجہ میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب' اپنے بندے اور اپنے رسول محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل) کردے"۔ (المعجم الاوسط' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۶۷۵' مکتبۃ المعارف الریاض' ۱۴۰۵ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدقہ بن عبداللہ السمین ہے۔ امام احمد' امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابوحاتم اور احمد بن صالح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد' ج ۱' ص ۳۳۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت)

حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

صدقہ بن عبداللہ السمین کی روایات سے امام ترمذی' امام نسائی' اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ ہرچند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے' لیکن سعید بن عبدالعزیز اور امام اوزاعی نے اس کو ثقہ کہا۔ عبدالرحمن بن ابراہیم نے کہا: صدقہ ہمارے شیوخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صالح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدریہ کی طرف مائل تھا' لیکن روایت میں صادق تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ۱۶۶ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (تہذیب الکمال' ج ۹' ص ۸۱-۷۸' ملخصا" میزان الاعتدال' ج ' ص ۴۲۶-۴۲۵' تہذیب التہذیب' ج ۴' ص ۳۸۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی "اشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" "اے اللہ! آپ پر صلوۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کردے' سو جو شخص یہ دعا کرے گا' اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۵۵۴' الجامع الکبیر ج ۷' رقم الحدیث: ۲۲۱۱۸' عمدۃ القاری' ج ۵' ص ۱۲۴)

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان ہے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱' ص ۳۳۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں سے اسحٰق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی صرف ایک حدیث متابعۃً درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان ۱۴۴ھ میں فوت ہوا تھا۔

(تہذیب الکمال' ج ۱' ص ۶۲-۵۷' میزان الاعتدال' ج ۱' ص ۳۴۶' کتاب الجرح والتعدیل' ج ۲' ص ۲۲۸)

ہرچند کہ یہ حدیث ضعیف ہے' لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں "انک لاتخلف المیعاد" کا ذکر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی "اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کاملہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد

Marfat.com

ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے' اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے' بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا"۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ' ج ۱' ص ۴۱۰' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

اس دعا میں الوسیلۃ اور الفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

ایوب اور جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت کہا: "اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما' جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما" تو اس کے حق میں نبی ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف' ج ۱' ص ۴۹۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

وسیلہ بہ معنی مرشد کامل

ایمان' اعمال صالحہ' فرائض کی ادائیگی' اتباع سنت' اور محرمات اور مکروہات سے بچنا' یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے' جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے' اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے' اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کے ذریعہ میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اور شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے' اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے' اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔ (صراط مستقیم' (فارسی)' ص ۵۰' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' لاہور)

اسلام میں بیعت کا تصور' شیخ طریقت کی شرائط' بیعت برکت' بیعت ارادت' تبدیلی بیعت' اور تجدید بیعت کا حکم' کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض ہے' ان تمام عنوانات پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع کے اخیر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ جو حضرات ان مباحث سے دلچسپی رکھتے ہوں' وہ اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا' اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن عذاب سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں' تو وہ (فدیہ) ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ: ۳۶)

آیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا یا اس کے ایمان کا؟

اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ جن یہودیوں نے اللہ کی ربوبیت کا انکار کیا اور بچھڑے کی عبادت کی' اور جن مشرکوں نے بتوں' انسانوں یا عناصر کی عبادت کی اور وہ توبہ کرنے سے پہلے مر گئے' تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اگر تمام روئے زمین کے برابر فدیہ بھی دے دیں' تب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو دائماً" درد دینے والے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس آیت میں ان یہودیوں کا رد فرمایا ہے' جنہوں نے کہا تھا' ہم کو صرف چند دن عذاب ہو گا اور اسی طرح بت پرست

Marfat.com

کافروں کو عذاب کی وعید سنائی ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اپنے آباء واجداد کے وسیلہ سے دوزخ کے دائمی درد دینے والے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا' یہ بتا اگر تیرے پاس روئے زمین جتنا سونا ہو تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا' ہاں! پھر اس سے کہا جائے گا (دنیا میں) تجھ سے اس کی بہ نسبت بہت آسان سوال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۵۳۸' صحیح مسلم' منافقین' ۵۴' (۲۸۰۵) ۶۹۵۰)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابی عمران کی روایت میں ہے' اللہ فرمائے گا جس وقت تو آدم کی پشت میں تھا' میں نے تجھ سے اس کی بہ نسبت آسان چیز کا سوال کیا تھا' یہ کہ تو میرے ساتھ شرک نہ کرنا' مگر تو شرک کے بغیر نہیں مانا' اور ثابت کی روایت میں ہے' ہم نے تجھ سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا سوال کیا تھا۔ پس تو نے نہیں کیا' پھر اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ۔

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے اوپر انہیں گواہ بنایا' کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا' کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی' تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

(الاعراف: ۱۷۲)

یہ وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ان کی اولاد سے لیا تھا۔ جس نے بعد میں آ کر دنیا میں اس عہد کو پورا کیا' وہ مومن ہے اور جس نے اس عہد کو پورا نہیں کیا' وہ کافر ہے۔ سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں جب تم کو دنیا میں نکالوں گا تو تم اس عہد کو پورا کرنا' لیکن تم نے اس کا انکار کر کے شرک کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارادہ سے مراد طلب ہو۔ یعنی میں نے تم کو ایمان لانے کا حکم دیا تھا اور تم ایمان نہیں لائے' کیونکہ اس کائنات میں وہی ہوتا ہے جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ معتزلہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا حکم دے جس کا وہ ارادہ نہ کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محال نہیں ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے اور کافر کے کفر کا' اور اگر اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان کا ارادہ کرتا تو وہ ایمان لے آتا' یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کو مقدر کرتا تو وہ ایمان لے آتا' اس کے برخلاف معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے ایمان کا ارادہ کیا۔ مومن نے اس پر لبیک کہا' اور کافر نے انکار کیا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ کفر شر اور برائی ہے اور کفر کا ارادہ بھی شر اور برائی ہے اور اللہ تعالیٰ شر اور برائی سے منزہ ہے۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی کے کفر کا ارادہ کرے۔ اہل سنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مخلوق کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شر ہے۔ خالق کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شر نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے' وہ جس طرح چاہتا ہے' اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے' مخلوق کے لیے شر کا ارادہ کرنا اس لیے شر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے منع کیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے جو اس کو امر کرے۔ اس لیے مخلوق کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز! مخلوق جب کسی

Marfat.com

چیز کا ارادہ کرے اور وہ نہ ہو تو یہ مخلوق کے ضعف اور اس کے عجز کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضعف اور عجز سے پاک ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کافر کے ایمان کا ارادہ کرے اور وہ ایمان نہ لائے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر: ۷) اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پر راضی نہیں ہوتا۔

تو جب اللہ کفر سے راضی نہیں ہے تو وہ کافر کے کفر کا ارادہ کیسے کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارادہ اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ رضا کا معنی ہے ثواب دینا' یعنی وہ کفر پر ثواب نہیں دیتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ارادہ عام ہے اور رضا خاص ہے' رضا کا معنی ہے خیر کا ارادہ کرنا' جس طرح ناراضگی اور غضب کا معنی ہے شر کا ارادہ کرنا۔

(فتح الباری' ج ۱۱' ص ۳۰۴-۳۰۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اہل سنت و جماعت کا جو مذہب نقل کیا ہے' اس کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن قتادہ السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا' پھر ان کی پشت سے ایک مخلوق کو نکالا۔ پھر فرمایا: یہ جنت میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوزخ میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر ہم کس پر عمل کریں؟ آپ نے فرمایا تقدیر پر۔

(صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۸' المستدرک' ج ۱' ص ۳۱' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۸۶' طبع قدیم' علامہ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۱۸۶)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا (الاعراف: ۱۷۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے آدم کو پیدا کیا' پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا' اور اس سے اولاد کو نکالا۔ پھر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں کے عمل کریں گے' پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے اولاد کو نکالا' پھر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیوں کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر عمل کس لیے کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے عمل کراتا ہے' حتیٰ کہ وہ اہل جنت کے اعمال کرتا ہوا مرتا ہے۔ پس اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے' اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے عمل کراتا ہے' حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال کرتا ہوا مرتا ہے۔ پس اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۰۸۶' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۰۳' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۹۰' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۳۶۱' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۱۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۱۶۶' المستدرک' ج ۱' ص ۲۷' ج ۲' ص ۳۲۴' ج ۲' ص ۵۴۴' امام ذہبی نے تینوں حدیثوں میں حاکم کی موافقت کی ہے)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

ابن دیلمی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شک پیدا ہوا اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں اس سے میرا

Marfat.com

دین فاسد نہ ہو جائے اور ایمان نہ جاتا رہے۔ پس میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اور میں نے عرض کیا اے ابوالمنذر! اس تقدیر کے متعلق میرے دل میں ایک شک پیدا ہوا ہے' اور مجھے خدشہ ہوا ہے کہ اس سے میرا دین اور ایمان فاسد نہ ہو جائے۔ آپ میری تسلی کے لیے کوئی حدیث بیان کیجئے۔ شاید! اللہ اس سے مجھے نفع پہنچائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا' اور وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہو گا۔ (کیونکہ وہ ان سب کا مالک ہے' اور سب اس کی مملوک ہیں) اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے' اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ تم سے اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ۔ پس تم یہ یقین رکھو کہ تم کو جو مصیبت پہنچی ہے' وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے' وہ تم کو پہنچنے والی نہیں تھی' اور اگر تم اس کے علاوہ کسی دوسرے عقیدہ پر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو گے' اور تم پر کوئی اعتراض نہیں ہے' تم جا کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو' میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سوال کیا؟ تو انہوں نے بھی حضرت ابی بن کعب کی طرح جواب دیا اور فرمایا: تم پر کوئی اعتراض نہیں ہے' تم جا کر حضرت حذیفہ سے سوال کرو۔ میں نے حضرت حذیفہ سے سوال کیا؟ تو انہوں نے بھی ان دونوں کی طرح جواب دیا اور کہا: اب تم جا کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کرو میں نے حضرت زید بن ثابت سے سوال کیا؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں والوں اور تمام زمینوں والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا' اور وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہو گا اور اگر وہ رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے' اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو' تو وہ اس وقت تک تم سے قبول نہیں کیا جائے گا' جب تک کہ تم ہر تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین نہ رکھو کہ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے' وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے' وہ تم کو پہنچنے والی نہیں تھی اور اگر تم اس کے سوا کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو تم دوزخ میں داخل ہو گے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۹۹' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۱۶۶۷' طبع **دارالفکر**' بیروت' علامہ احمد شاکر' متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۱۴۸۱' ۲۱۵۰۲' ۲۱۵۳۶' طبع دارالحدیث' قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ کافر کا کفر اور مومن کا ایمان اللہ کے ارادہ سے ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' کیونکہ سب اس کے مملوک ہیں۔ اس نے جس کو جنت کے لیے پیدا کیا' اس کے لیے جنت کے اعمال آسان کر دیئے اور جس کو دوزخ کے لیے پیدا کیا' اس کے لیے دوزخ کے اعمال آسان کر دیئے۔ اللہ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے ہم کو ایمان اور اعمال صالحہ سے نوازا۔ اے اللہ! ہمارا خاتمہ بھی ایمان اور اعمال صالحہ پر کرنا اور اسی عقیدہ پر ہمارا حشر کرنا' ہم دوزخ سے اور دوزخیوں کے اعمال سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

متکلمین نے اس کی توجیہ میں یوں کہا ہے کہ چونکہ کافر کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں کفر کو پیدا کر دیا اور مومن نے ایمان کا ارادہ کیا' تو اللہ نے اس میں ایمان کو پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو خیر اور شر کا اختیار دیا جو خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس میں خیر پیدا کر دیتا ہے اور جو شر کا ارادہ کرتا ہے' اس میں شر کو پیدا کر دیتا ہے' بندہ کے ارادہ کو کسب کہتے ہیں۔ کسب کا تعلق بندہ سے ہے اور خلق کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور انسان کو جزا اور سزا اس کے کسب اور ارادہ کی وجہ سے ملتی ہے' اور اگر بندہ کے افعال میں اس کے کسب اور ارادہ کا دخل نہ مانا جائے' تو پھر دنیا میں انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل کو بھیجنا اور

Marfat.com

آسمانی کتابوں کو نازل کرنا اور آخرت میں جزاء اور سزا کا نظام قائم کرنا' سب بے معنی اور خلاف حکمت ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو' یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے اور اللہ بہت غالب اور نہایت حکمت والا ہے (المائدہ: ۳۹)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتلایا تھا کہ ڈاکو کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جائیں اور اس آیت میں چور کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ دوسری چوری پر اس کا پیر کاٹ دیا جائے گا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا جب کسی شخص نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر دوبارہ چوری کی تو اس کا بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا۔

(کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی' ص ۱۳۸)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی جان کی اہمیت بیان کی تھی کہ ایک انسان کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک گویا تمام انسانوں کو قتل کرنا ہے۔ پھر فرمایا: کہ اگر یہی انسان ڈاکہ ڈالے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور یہاں فرمایا کہ اگر انسان چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

سرقہ کا لغوی معنی

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اہل عرب چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور مال غیر لے کر چلا جائے۔ اگر وہ چھپ کر لینے کے بجائے کھلم کھلا لے تو وہ اچکا اور لٹیرا (مختلس اور منتھب) ہے اور اگر زبردستی چھینے تو غاصب ہے۔

(لسان العرب' ج ۱۰' ص ۱۵۶' مطبوعہ نشر ادب الحوزہ' قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

سرقہ کا اصطلاحی معنی

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

عاقل بالغ کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے اٹھا لے' جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو' درآنحالیکہ وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو تو وہ سرقہ (چوری) ہے۔

(فتح القدیر' ج ۵' ص ۳۳۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شان نزول

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت طعمہ بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی ہے' جس نے زرہ کی چوری کی تھی۔ اس کی تفصیل ہم النساء: ۱۰۵ میں بیان کر چکے ہیں۔ (اسباب النزول' ص ۱۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں بھی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا' زمانہ جاہلیت میں جس کا سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا' وہ ولید بن مغیرہ تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اسلام میں جس چور کا سب سے پہلے مردوں میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا' وہ خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف تھے' اور عورتوں میں جس چور کے سب سے پہلے ہاتھ کاٹے گئے' وہ مرہ بنت

Marfat.com

سفیان بن عبدالاسد تھیں۔ ان کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ حضرت ابوبکر نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا جس نے ہار چرایا تھا۔ حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کے بھائی کا ہاتھ کاٹا تھا' ان واقعات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۳' ص ۱۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر فرما کر مسلمانوں کے اموال کو محفوظ کر دیا اور اگر کوئی شخص اچک کر کوئی چیز لے جائے یا لوٹ کر لے جائے یا غصب کرے' تو اس پر حد مقرر نہیں (ہر چند کہ اس میں تعزیر ہے) کیونکہ یہ جرائم چوری کی بہ نسبت معمولی ہیں اور ان کے خلاف گواہ قائم کیے جاسکتے ہیں اور گواہوں کے ذریعہ عدالت سے اپنا حق آسانی سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برخلاف چور چھپ کر مال لے جاتا ہے' لہٰذا اس پر گواہی قائم کرنا مشکل ہے' اس لیے اس کی سزا سخت رکھی' تاکہ اس سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور چوری کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہ سکیں۔

بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو فوراً جوڑ دیا جائے' تو یہ جائز ہے لیکن یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کو فرمایا ہے' یہ اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے' اگر چور کا ہاتھ جوڑ دیا گیا' تو پھر یہ عبرت نہیں رہے گا اور یہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے' اس کی مکمل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں کی ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ چور ہاتھ سے چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' تو زانی جب زنا کرتا ہے تو اس کا آلہ تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چور کا جب ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' تو اس کا دوسرا ہاتھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ کام کاج کر سکتا ہے' جبکہ زانی کے پاس دوسرا آلہ نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدود اس لیے مقرر کی گئی ہیں کہ لوگ دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ کٹا ہوا ہاتھ تو دکھائی دیتا ہے' اور آلہ مستور ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آلہ تناسل کاٹ دینے سے فروغ نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا' اور ہاتھ کاٹنے میں یہ خطرہ نہیں ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ زنا کی سزا میں جرم تو صرف ایک جز نے کیا ہے' اور کوڑوں یا رجم کی شکل میں سزا پورے جسم کو ملتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کرنے سے پورا جسم لذت حاصل کرتا ہے' اس لیے پورے جسم کو سزا دی جاتی ہے۔

حجیت حدیث پر دلیل

اس آیت میں کئی وجوہ سے اجمال ہے۔ اول: یہ کہ مطلقاً چوری کرنے پر حد واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک پیسہ یا روپیہ چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' بلکہ ایک معین مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس آیت میں اس مقدار کا بیان نہیں ہے۔ ثانیاً: اس آیت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور ہاتھ کا اطلاق انگلیوں پر' ہتھیلی پر' پہنچے تک' کلائی کے وسط تک' کہنی تک اور بازو تک' پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ثالثاً: اس آیت میں یہ بیان نہیں ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم امت کے عام افراد کو دیا گیا ہے' یا یہ حکم صرف مسلمان حاکم کے لیے ہے۔ ان تمام امور کا بیان نبی ﷺ کی سنت اور احادیث میں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ احادیث کے بغیر قرآن مجید کے معنی کو سمجھنا اور اس کے حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب چور کسی چیز کو چرائے تو اس چیز کی قیمت کا اس دن سے لحاظ کیا جائے گا' جس دن اس نے چوری کی تھی۔ اگر اس کی قیمت چوتھائی دینار کو پہنچ گئی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(الام' ج ٦' ص ١٤٧' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤٠٣ھ)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٧٨٩' صحیح مسلم' حدود ١' (١٦٨٤) ٤٣١٩' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٣٨٣' سنن نسائی' ج ٨' رقم الحدیث: ٤٩٤٩' مسند احمد' ج ٩' رقم الحدیث: ٢٤١٣٤' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٨' ص ٢٥٤' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ١٥٧٥' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٩' ص ٤٧٠' صحیح ابن حبان' ج ١٠' رقم الحدیث: ٤٤٦٢' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ٢٧٩' مسند الشافعی' ج ٢' رقم الحدیث: ٨٣' شرح السنہ للبغوی' رقم الحدیث: ٢٥٩٥)

واضح رہے کہ چوتھائی دینار تین درہم کے مساوی ہے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹو اور اس سے کم میں نہ کاٹو' اور ان دنوں میں چوتھائی دینار تین درہم کے برابر تھا اور دینار بارہ درہم کا تھا اور اگر چوری چوتھائی درہم سے کم ہوتی' تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا نہ کہتی۔

(علامہ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' بتحقیق احمد شاکر' ج ١٧' رقم الحدیث: ٢٤٣٩٦-٢٤٩٦٠' طبع قاہرہ)

حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی متوفی ٢٥٦ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام مالک سے پوچھا یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آج تین درہم کی چوری کرے اور وہ چوتھائی دینار کے برابر آج نہ ہوں' کیونکہ دینار کی قیمت بڑھ گئی ہو تو کیا آپ کے قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام مالک نے فرمایا ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' جبکہ اس نے اس دن تین درہم کی مالیت کی چوری کی ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(المدونۃ الکبریٰ' ج ٦' ص ٢٦٥' مطبوعہ مطبعہ السعادۃ' مصر' ١٣٢٣ھ)

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ١٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

(الموطا امام مالک' رقم الحدیث: ١٥٧٢' مسند الشافعی' ج ٢' رقم الحدیث: ٨٣' صحیح البخاری' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٧٩٥' صحیح مسلم' حدود ٦' (١٦٨٦) ٤٣٢٧' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٣٨٥' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٤٥١' سنن نسائی' ج ٨' رقم الحدیث: ٤٩٢١' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٥٣١٠' صحیح ابن حبان' ج ١٠' رقم الحدیث: ٤٤٦٣' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٣' ص ١٩٠' سنن دار قطنی' ج ٣' رقم الحدیث: ٤٣٨٥' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٨' ص ٢٥٦' شرح السنہ للبغوی' رقم الحدیث: ٢٥٩٦)

Marfat.com

حد سرقہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ! حسن بصری' داؤد ظاہری' امام شافعی کے نواسے اور خوارج کا قول یہ ہے کہ قلیل چیز کی چوری ہو یا کثیر کی' چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں مطلقا ارشاد ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (المائدہ: ۳۸) چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے' وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے (صحیح بخاری' و صحیح مسلم) نیز قلیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے' تو کثیر چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف تین چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور اجماع کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کاٹا جائے جس کی مالیت ربع دینار ہو (جیسے جہازوں کی رسی' سعیدی) اور بیضہ سے مراد مرغی کا انڈا نہ ہو' بلکہ لوہے کا بیضہ یعنی "خود" مراد ہو۔

امام احمد سے نصاب سرقہ میں مختلف روایات ہیں۔ ابو اسحاق جوزجانی سے ربع طلائی دینار یا تین چاندی کے درہموں کی روایت ہے' یا جو ان کی مالیت ہو۔ امام مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سونے یا چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چوتھائی دینار یا تین درہم کی مالیت نصاب ہے' اور ان میں سے کم تر مالیت کو نصاب مانا جائے گا' لیث اور ابو ثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز' اوزاعی' امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے اور عثمان بتی نے کہا کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہ چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا' اور حضرت عمر سے ایک روایت ہے کہ صرف پانچ درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سلیمان بن یسار' ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' کہ حضرت ابوبکر نے اس ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ عطاء' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ حجاج بن ارطاۃ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا' اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی اور نخعی سے روایت ہے کہ چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک دینار یا دس درہم کی ڈھال پر قطع ید کا ذکر ہے) اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں' کیونکہ جو تین

Marfat.com

درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹتے ہیں، وہ دس درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹتے ہیں۔

(المغنی، ج ۹، ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ دارالفکر، بیرت ۱۴۰۵ھ)

حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے جوابات

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ڈھال کی قیمت کے ماسوا میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے، اور ان دنوں اس کی قیمت دس درہم کے برابر تھی، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے سرقہ میں نصاب معتبر ہے۔

پھر نصاب کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا یہ نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔ امام شافعی نے کہا چوتھائی دینار ہے۔ امام مالک نے کہا: تین درہم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری نے کہا چالیس درہم ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا چوتھائی درہم یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس لیے کہ ان کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا، اور ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہے اور اختلاف کے وقت اس کی کم سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، اور کم سے کم قیمت جو منقول ہے، وہ تین درہم ہے۔ اس لیے امام مالک نے سرقہ کا نصاب تین درہم قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی، تو تین درہم چوتھائی دینار ہو گئے اور ہمارے علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حدیث مشہور میں ہے کہ دس درہم سے کم میں حد نہیں ہے، اور دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور ایمن بن ابی ایمن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا گیا تھا، وہ دس درہم کی تھی، اور ان صحابہ کرام کے قول کی طرف رجوع کرنا زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ وہ مجاہدین میں سے تھے اور ہتھیاروں کی قیمت اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے، اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ڈھال کی اس قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے جو کم سے کم ہو، کیونکہ چوری شدہ مال کی کم قیمت اس لیے لگائی جاتی ہے، تاکہ حد کو ساقط کیا جا سکے، اور یہاں حد کو ساقط کرنا اس وقت متحقق ہو گا جب ڈھال کی قیمت زیادہ سے زیادہ لگائی جائے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، جس نے کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمر نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی چوری دس درہم کے مساوی نہیں ہے، پھر اس کپڑے کی قیمت معلوم کی گئی تو اس کی قیمت آٹھ درہم ڈالی گئی تو اس شخص سے حد ساقط کر دی گئی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نصاب سرقہ کا دس درہم ہونا صحابہ کے درمیان معروف اور مشہور تھا۔ نیز انصاب حد کو نصاب مہر پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کم از کم مہر دس درہم ہے، اور نکاح اور ہاتھ کاٹنے دونوں میں ایک عضو پر تصرف کیا جاتا ہے، جو شریعت میں تصرف کرنے سے محفوظ اور مامون ہے۔ اس لیے اس تصرف کا استحقاق مال کثیر کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چوتھائی دینار کی جو حدیث مروی ہے' اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے اور اکثر محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مشہور قول یہ ہے کہ کسی معمولی چیز کے عوض ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا' بلکہ ڈھال کی قیمت کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چوتھائی دینار کی صریح حدیث ہوتی تو وہ یہ مبہم جواب نہ دیتیں۔ پھر یہ بھی احتمال ہے کہ ابتداء میں چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہو' بعد میں دس درہم کو نصاب سرقہ مقرر کر کے چوتھائی دینار کے حکم کو منسوخ کر دیا' تاکہ ناسخ حکم' منسوخ حکم سے خفیف اور آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں' یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل لے آتے ہیں۔ (المبسوط ج ۹' ص ۱۳۸-۱۳۶' **ملخصا** مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

مذہب احناف کے ثبوت میں احادیث

علامہ سرخسی کی اس مفصل عبارت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب آ گیا ہے' تاہم علامہ سرخسی نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ہم ان کی تخریج اور مذہب احناف کی تائید میں مزید احادیث بیان کر رہے ہیں۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

ایمن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا ہے اور اس دن ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ امام نسائی نے اس حدیث کو چھ مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔ ہارون بن عبد اللہ کی روایت میں ہے' اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

(سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۹۶۳' ۴۹۶۲' ۴۹۶۱' ۴۹۶۰' ۴۹۵۹' ۴۹۵۸)

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' کہ ڈھال کی قیمت اس دن دس درہم تھی۔

(سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۹۶۶' ۴۹۶۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۴۳۸۷' یہ حدیث عطا سے مرسلاً بھی روایت کی ہے۔ رقم الحدیث: ۴۹۶۸' ۴۹۶۷' المستدرک' ج ۴' ص ۳۷۹' حاکم نے اس کو صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ امام بیہقی نے متعدد اسانید کے ساتھ ایمن سے روایت کیا ہے۔ سنن کبریٰ' ج ۸' ص ۲۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۴۷۴' مصنف عبد الرزاق' ج ۱۰' ص ۲۳۳' سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۹۲' ۳۳۹۱' ۳۳۹۰' ۳۳۸۹)

امام نسائی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں' ڈھال کی قیمت رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دس درہم تھی۔ (سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۹۷۱' سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۸۸-۳۳۸۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں قطع ید (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

(علامہ احمد شاکر' متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۶' رقم الحدیث: ۶۹۰۰' سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۹۳' مجمع الزوائد' ج ۶' ص ۲۷۳)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

قاسم بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس کی قیمت لگاؤ۔ حضرت عثمان نے اس کی آٹھ درہم قیمت لگائی' تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (المصنف' ج ۱۰' ص ۲۳۵-۲۳۴' ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۴۷۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۲۶۰)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق' ج ۱۰' ص ۲۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق' ج ۱۰' ص ۲۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۴۷۵' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۸' ص ۲۶۰' کتاب الآثار لامام محمد' ص ۱۳۷' سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۹۸-۳۳۹۷)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابراھیم نخعی نے کہا کہ ڈھال سے کم قیمت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(کتاب الآثار' ص ۱۳۷' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۷ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

(مصنف عبدالرزاق' ج ۱۰' ص ۲۳۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دو پانچ (۲٫۶۲۵) تولہ اور تیس اعشاریہ چھ' ایک آٹھ (۳۰٫۶۱۸) گرام چاندی کے برابر ہے۔ اور تین درہم صفر اعشاریہ سات آٹھ سات پانچ (۰٫۷۸۷۵) تولہ اور نو اعشاریہ ایک آٹھ پانچ چار (۹٫۱۸۵۴) گرام چاندی کے برابر ہے۔

کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟

چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا' کیونکہ امام بیہقی نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے۔ ہماری قرأت میں ہے "فاقطعوا ایمانھما" چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔

(سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۸' ص ۲۷۰' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

دایاں ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے گا۔

امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود' حضرت صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سوئے ہوئے تھے' ان کے سرہانے ان کے کپڑے تھے' ایک چور آ کر وہ کپڑے لے گیا' وہ اس چور کو پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے' اس نے چوری کا اقرار کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان نے کہا یا رسول اللہ! کیا عرب کے ایک شخص کا میرے کپڑوں کے عوض ہاتھ کاٹا جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میرے پاس پکڑ کر لانے سے پہلے یہ عرب نہیں تھا؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجرم حاکم کے پاس نہ پہنچے' تم شفاعت کر سکتے ہو۔ اور جب وہ حاکم تک پہنچ گیا' پھر اس کو معاف کیا تو اللہ اس کو معاف نہ کرے' پھر آپ نے حکم دیا کہ پہنچے (ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ) سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

(سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۴۴۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عدی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیا۔ عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ ج ٨ ص ٢٧١ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا

فتاویٰ عالمگیری میں ہاتھ کاٹنے کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:

١- جو چیز دارالاسلام میں مباح یا خسیس اور حقیر ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جیسے افتادہ لکڑی 'گھاس پھوس' سرکنڈا 'مچھلی' ہڑتال اور چونا وغیرہ۔ (ہدایہ کافی 'اور اختیار)

٢- سونا 'چاندی اگر مٹی یا پتھر میں مخلوط ہو اور اس کو اس شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد سرقہ نہیں ہے۔ (ظاہر الروایہ)

٣- جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے 'جیسے دودھ 'گوشت اور تازہ پھل 'ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (ہدایہ)

٤- جو پھل درخت پر لگے ہوں یا گندم کھیت میں ہو 'اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

٥- قحط کے ایام میں طعام کی چوری پر حد نہیں ہے۔ خواہ طعام جلد خراب ہونے والا ہو یا نہ ہو 'حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ ہو 'اور قحط کا سال نہ ہو لیکن جس طعام کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہونے والا ہے 'پھر بھی حد نہیں ہے اور اگر طعام جلد خراب ہونے والا نہ ہو 'لیکن غیر محفوظ ہو 'پھر بھی حد نہیں ہے۔ (ذخیرہ)

٦- مٹی کی دیگچی کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (تبیین)

٧- درخت کو باغ سے جڑ سمیت چرانے پر حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

٨- ہاتھی کے دانت کی چوری میں حد نہیں ہے 'بشرطیکہ اس سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو۔ (ایضاح)

٩- شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

١٠- جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے 'ان کے چرانے پر حد نہیں ہے 'خواہ وہ وحشی ہوں یا غیر وحشی 'بری ہوں یا بحری۔ (تاتار خانیہ)

١١- مہندی 'سبزیوں' تازہ پھلوں 'گھاس' پانی 'گٹھلی اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں۔ الا یہ کہ کھال سے مصلی یا کوئی اور چیز بنائی گئی ہو۔ (عتابیہ)

١٢- خمر 'خنزیر' باقی پرندوں 'وحشی جانوروں' کتے 'چیتے' مرغی 'بطخ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (تمرتاشی)

١٣- طنبور 'دف' مزمار اور باقی گانے بجانے کے آلات کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

١٤- طبل اور بربط اگر لہو و لعب کے لیے ہوں 'تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے 'اور اگر جہاد کا طبل ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ (محیط)

١٥- پنیر اور روٹی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

١٦- شطرنج اور چوسر خواہ سونے کی بنی ہوئی ہوں 'ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (محیط)

١٧- مصحف (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

١٨- فقہ 'نحو 'لغت اور شعر و ادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

Marfat.com

۱۹- تیر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔(ذخیرہ)

۲۰- سونے یا چاندی کی صلیب یا بت کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ البتہ سونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں' ان پر حد ہے۔(عتابیہ)

۲۱- بڑی عمر یا سمجھ دار غلام کے چرانے میں حد نہیں ہے۔(ہزفائق)

۲۲- جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم غیر موجل قرض لینا ہو اور وہ اس سے اتنی مالیت کی چیز چرالے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض موجل ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہو اور استحسان کا تقاضا ہے کہ حد نہیں ہے۔(السراج الوہاج)

۲۳- اگر نابالغ بیٹے کے مقروض کے مال سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔(محیط)

۲۴- اگر چاندی کے برتن میں نبیذ یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی' اس کو چرالیا تو حد نہیں ہے۔

۲۵- جس برتن میں خمر (شراب) تھی' اس کو چرالیا تو اس میں حد نہیں ہے۔(محیط)

۲۶- اگر قبر سے درہم' دینار یا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس پر حد نہیں ہے۔(السراج الوہاج)

۲۷- کفن چرانے پر حد نہیں ہے۔(کافی)

۲۸- مال غنیمت یا مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔(نہایہ)

۲۹- جس چیز پر ایک بار حد لگ چکی ہو' اس کو دوبارہ چرانے پر حد نہیں ہے۔(شرح الطحاوی' ظہیریہ)

۳۰- حربی مستامن کے مال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔(مبسوط)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

۳۱- مسجد کا سامان مثلاً چٹائیاں اور قندیل چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۲- کعبہ کے پردوں کو چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۳- جن کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا یا چھپا ہوا ہو' ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔

۳۴- اگر کسی شخص نے امانت میں خیانت کی تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۵- لٹیرے اور اچکے پر حد نہیں ہے۔

۳۶- اگر کوئی شخص اپنے شریک کے مال سے چوری کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۷- ماں' باپ' اولاد یا دیگر محارم کے مال سے چوری پر حد نہیں ہے۔

۳۸- اگر محرم کے گھر سے کسی اور کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۳۹- اگر زوجین میں سے کسی ایک نے دوسرے کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۰- غلام یا لونڈی نے اپنے مالک کا مال چرایا یا لونڈی نے اپنی مالکہ کے خاوند کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۱- اگر مالک نے اپنے مکاتب کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔

۴۲- حمام یا جس گھر میں جانے کا اذن عام ہو' اس میں چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری' ج ۲' ص ۱۷۹-۱۷۵' ملخصاً' مطبوعہ مطبعہ امیریہ' کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کا ہے' وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(المائدہ: ۴۰)

Marfat.com

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر چور نے توبہ نہ کی اور وہ پکڑا گیا تو اس پر حد بھی جاری ہوگی اور آخرت میں عذاب بھی ہوگا اور اگر اس نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی تو اللہ آخرت کی سزا معاف فرمادے گا۔ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب دینا یا معاف فرمادینا' اس وجہ سے ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جس کو چاہے' معاف کردے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اس کا عذاب دینا بھی حسن اور حکمت پر مبنی ہے اور اس کا معاف فرمانا بھی حسن اور کرم پر مبنی ہے۔ اہل سنت کا مذہب ہے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور معاف فرمانا اور ثواب عطا فرمانا اس کا کرم ہے' اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' ہم اس کے عذاب سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس کے عفو و درگزر اور رحم و کرم کو طلب کرتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ

اے رسول! آپ کو وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں، ان میں

ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ

بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا ہم ایمان لے آئے، حالاں کہ ان کے دل مومن نہیں ہیں اور بعض

ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ ۛ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ

یہودی ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے

لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ۖ يَقُولُونَ إِنْ

پاس نہیں آئے، (اللہ کے) کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ

أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَٱحْذَرُوا۟ ۚ وَمَن يُرِدِ

(حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو، اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو، اور (اے مخاطب) جسے

ٱللَّهُ فِتْنَتَهُۥ فَلَن تَمْلِكَ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ

اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے تو، تو ہرگز اس کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے

لَمْ يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَلَهُمْ

دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں

فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّٰلُونَ

ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ (یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ

Marfat.com

لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

کھانے والے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ

اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ

ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ○ اور وہ آپ

يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ

کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ

بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾ ع

روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! آپ کو وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں (المائدہ: ٤١)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈاکہ اور چوری سے متعلق احکام شرعیہ ارشاد فرمائے' اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مخالفین بہت گرم جوشی کے ساتھ کفر کا اظہار کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کی تلقین کی۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کفر میں ان کی سرگرمیوں کی پرواہ نہ کریں' ان میں سے بعض منافقین ہیں جو کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں' آپ ان کو اہمیت نہ دیں۔ اللہ عزوجل آپ کے لیے کافی ہے' اور ان کے مکر و فریب کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔ اسی طرح آپ یہود کی ریشہ دوانیوں کی بھی فکر نہ فرمائیں' یہ دونوں فریق یہود کے احبار اور رہبان سے دین اسلام کے متعلق جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں۔ آپ کی نبوت میں شبہات اور تورات میں تحریف پر مشتمل باتیں خوب سنتے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو یہودی آپ کے پاس نہیں آتے یہ ان کے جاسوس ہیں' آپ پر جھوٹ باندھنے کے لیے یہ آپ کی باتیں سنتے ہیں' تاکہ جو کچھ آپ سے سنیں اس میں تغیر اور تبدل کرکے اور اپنے پاس سے جھوٹ ملا کر یہودیوں کو پہنچائیں۔

قرآن مجید میں دو جگہ آپ کو یاایھا الرسول کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ ایک یہ جگہ ہے (المائدہ: ٤١) اور دوسری آیت یہ ہے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک (المائدہ: ٦٧) ان کے علاوہ باقی ہر جگہ آپ کو یاایھا النبی کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت مہتم بالشان آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ کے) کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو (المائدہ: ٤١)

Marfat.com

یہود کا تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرنا

یہود تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی۔ لفظی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے تھے 'یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے' یا اس لفظ کو زبان مروڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنی بدل جاتا تھا' اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کی الٹ تفسیر بیان کرتے یا باطل تاویل کرتے' اگر ان سے آخری نبی کی صفات پوچھی جاتیں تو دجال کی صفات پڑھ کر سنا دیتے۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے بیان کیا ہے کہ یہود بنو قریظہ اپنے آپ کو بنو نضیر سے افضل کہتے تھے۔ اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص کے لیے تیار نہ ہوتے' صرف دیت دیتے تھے اور اگر بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا' تو پھر اس سے قصاص لیتے تھے۔ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو وہ اسی طریقہ پر کاربند تھے۔ بنو قریظہ نے بنو نضیر کے کسی آدمی کو عمداً قتل کر دیا۔ اس وقت منافقوں نے کہا کہ اگر یہ (نبی ﷺ) دیت ادا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا' ورنہ ان کے حکم سے اجتناب کرنا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان' ج ٦' ص ۳۲۳)

امام ابن جریر نے یہود کی تحریف کی یہ مثال دی ہے کہ تورات میں یہ حکم تھا کہ اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر دیا جائے۔ انہوں نے اس حکم میں یہ تحریف کر دی کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں' اور ان کا منہ کالا کیا جائے۔

(جامع البیان' ج ٦' ص ۳۲۱)

نبی ﷺ کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس تشریف لے گئے' آپ نے فرمایا' جو شخص زنا کرے اس کے متعلق تمہارے نزدیک تورات میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور دونوں کے چہرے مخالف جانب میں کرتے ہیں' پھر ان کا چکر لگایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ' وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھا اور جب رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا' اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے' جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو رجم کیا گیا۔ (صحیح مسلم' حدود ۲۶' (۱۶۹۹) ۴۳۵۷)

امام مسلم نے اس حدیث کو اس کی مثل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم' حدود' ۲۷-۴۳۵۸' صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۸۴۱-۷۵۴۳' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۴۴۴۶' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۴۱' صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۴۳۵' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث: ۱۳۳۳۲-۱۳۳۳۱' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۲۱' شرح السنہ للبغوی' رقم الحدیث: ۲۵۸۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۲۱۴)

نیز امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی گزارا گیا' جس کا منہ کالا تھا اور اس کو کوڑے لگائے گئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا: تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات کو

Marfat.com

نازل کیا۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو اس کی خبر نہ دیتا' ہم اس حد کو رجم پاتے ہیں' لیکن ہمارے معزز لوگوں میں زنا بکثرت ہونے لگا۔ سو جب ہم کسی معزز آدمی کو پکڑتے تو اس کو چھوڑ دیتے' اور جب ہم کسی معمولی آدمی کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ ہم نے سوچا کہ چلو ہم ایسی سزا پر اتفاق کرلیں جس کو ہم معزز اور غیر معزز دونوں پر لاگو کرسکیں' تو پھر ہم نے رجم (سنگسار کرنے) کی جگہ منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کو مقرر کردیا۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو لوگوں نے مٹا دیا تھا' پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کیا گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اللہ کے) کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے' تو اس سے اجتناب کرو۔ (المائدہ: ٤١)
(یعنی) وہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاؤ' اگر وہ تم کو منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم دیں تو اس کو قبول کرلو اور اگر تم کو رجم کرنے کا حکم دیں تو اس سے اجتناب کرو۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں' سو وہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ: ٤٤)

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں' سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ: ٤٥)

اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں' سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ: ٤٧)

یہ تمام کافروں کے متعلق ہیں۔

(صحیح مسلم' حدود ٢٨' (١٧٠٠) ٤٣٦٠' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ٤٤٤٨-٤٤٤٧' سنن ابن ماجہ' ٢٥٥٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب) جسے اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے' تو تو ہرگز اس کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ (المائدہ: ٤١)

یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی دینا

جس کو اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے' اس کا معنی ہے جس کو اللہ دنیا میں گمراہ اور رسوا کرنا چاہے اور آخرت میں عذاب دینا چاہے' تو اے مخاطب! تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے عذاب کو اس شخص سے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ نے بندہ کو گمراہ کردیا' تو پھر اس کو دنیا میں ملامت کیوں کی جاتی ہے؟ اور آخرت میں اس کو عذاب کیوں دیا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ جب کوئی ایسا بڑا جرم کرلیتا ہے جس کی اللہ کے نزدیک معافی نہیں ہے' تو وہ اس کے دل پر گمراہی کی مہر لگا دیتا ہے۔ اب کوئی خواہ کتنی کوشش کیوں نہ کرے' وہ اس کو راہ پر نہیں لا سکتا۔
مثلاً اللہ تعالیٰ سے کسی معجزہ کو طلب کرے اور معجزہ دیکھنے کے بعد پھر ایمان نہ لائے' یا نبی ﷺ کی اہانت اور گستاخی کرے' تو پھر دنیا میں گمراہی اور رسوائی اور آخرت کا عذاب اس کا مقدر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے' یعنی ان پر جزیہ مسلط کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ رہیں گے۔ نیز فرمایا: اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے' یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہودیوں اور منافقوں کے ایمان نہ لانے اور اخلاص سے اطاعت نہ کرنے پر آپ مغموم نہ ہوں اور آپ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی تبلیغ اور پیغام رسانی میں کوئی کمی ہے جو یہ ایمان نہیں لا رہے اور اخلاص سے اطاعت نہیں کر رہے' آپ کی تبلیغ کامل ہے اور آپ کی پیغام رسانی مکمل ہے۔ دراصل ان کی پیہم اہانتوں اور ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے' اور اللہ نے ان کو اس قابل نہیں جانا کہ ان کو آپ کے مخلصین اور اطاعت گزاروں میں شامل کرے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ آپ پر ایمان نہیں لا رہے' اور آپ کو منصب

Marfat.com

نبوت کا اہل نہیں سمجھتے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو آپ کی غلامی اور آپ پر ایمان لانے کے لائق نہیں جانا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں (المائدہ: ۴۲)

سحت کا معنی اور اس کا حکم

یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اس کو تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: وہ سحت بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ لغت میں سحت کا معنی ہلاک کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ (طٰہٰ: ٦۱)

موسیٰ نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو' کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے۔

اور سحت کا معنی کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑنا ہوتا ہے۔ عرب سر مونڈنے والے کے متعلق کہتے ہیں اسحت اس نے بال جڑ سے اکھاڑ دیئے۔ مال حرام کو بھی سحت کہتے ہیں' کیونکہ وہ عبادات کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سحت رشوت ہے۔ حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاکم کو رشوت دینا سحت ہے۔

امام احمد بن علی بن مثنی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ایک شخص نے ان سے پوچھا سحت کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا فیصلہ کرنے میں رشوت لینا' فرمایا: یہ کفر ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون (المائدہ: ۴۴) اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔

(مسند ابو یعلی' ج ۹' رقم الحدیث: ۵۲۳۱' المعجم الکبیر' ج ۹' رقم الحدیث: ۹۱۰۰' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۲۰۰' المطالب العالیہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۳۵' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۳۹)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سحت کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا ایک شخص کسی سے اپنی حاجت طلب کرے وہ اس کی حاجت پوری کرے' پھر وہ اس کو ہدیہ دے جس کو وہ قبول کرلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا زانیہ کی اجرت سحت ہے' نر کی جفتی کی اجرت سحت ہے' فصد لگوانے (رگ کاٹنے) والے کی اجرت سحت ہے' اور کتے کی قیمت سحت ہے۔

فصد لگوانے (رگ کاٹنے) کی اجرت جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوا کر اجرت دی ہے' اس لیے حدیث کا یہ جز منسوخ ہے۔ امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بنو بیاضہ کے ایک غلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو اجرت دی' اور اس کے مالک سے اس کے خراج میں کمی کرنے کی سفارش کی۔ اگر یہ اجرت سحت (حرام) ہوتی' تو آپ عطا نہ کرتے۔

(صحیح مسلم' (۱۲۰۲) ۳۹٦۵' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۴۲۳' مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۲۹۸۱-۲۹۰٦-۳۰۷۸' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' نیز امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی۔ حجام کو اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی۔ صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۲۲۷۸-۵٦۹۱' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱٦۲' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۷۵۸۰' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۰۲۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

Marfat.com

مسلم بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مسروق نے کسی شخص کی کسی کام میں شفاعت کی' اس شخص نے ہدیہ میں انہیں باندی پیش کی' تو مسروق بہت سخت غضبناک ہوئے اور کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے کام میں سفارش نہ کرتا' اور آئندہ کسی کام میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص کسی کا حق دلانے کے لیے سفارش کرے' یا کسی سے ظلم دور کرنے کے لیے سفارش کرے' پھر اس کو ہدیہ دیا جائے جس کو وہ قبول کرلے تو یہ سحت ہے۔ ان سے کہا گیا: اے ابو عبدالرحمن! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ فیصلہ کرنے پر کچھ لینا سحت ہے' آپ نے فرمایا: فیصلہ کرنے پر لینا کفر ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ فرماتے ہیں' رگ کاٹنے والے کی اجرت' زانیہ کی اجرت' کتے کی قیمت' جلد فیصلہ کرانے کی اجرت' نجومی کی مٹھائی' نر کی جفتی کی اجرت' حکم میں رشوت' شراب کی قیمت اور مردار کی قیمت سحت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ گوشت جس کو سحت (مال حرام) نے بڑھایا ہو' اس کے ساتھ دوزخ کی آگ زیادہ لائق ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! سحت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا حکم میں رشوت دینا۔ (جامع البیان' جز۶' ص ۳۲۸-۳۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

رشوت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم

علامہ حسن بن منصور اوزجندی (المعروف بہ قاضی خاں) متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

رشوت کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں:

۱۔ منصب قضا کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا' اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے' یہ رشوت جانبین سے حرام ہے' خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو' کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری ہے اور اس پر فرض ہے۔ (اسی طرح کسی افسر کو اپنا کام کرانے کے لیے رشوت دینا' یہ بھی جانبین سے حرام ہے' کیونکہ وہ کام اس افسر کی ڈیوٹی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۔ اپنی جان اور مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لیے رشوت دینا' یہ رشوت صرف لینے والے پر حرام ہے' دینے والے پر حرام نہیں ہے' اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

۴۔ کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا دینا جائز ہے' اور لینا حرام ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الھندیہ' ج ۲' ص ۳۶۳-۳۶۲' بنایہ علی الھدایہ' ج ۸' ص ۷' فتح القدیر' ج ۷' ص ۲۳۶' البحر الرائق' ج ۶' ص ۲۶۲' ۲۶۱' رد المحتار' ج ۴' ص ۳۰۳' احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۳۳)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن کبریٰ' ج ۱۰' ص ۱۳۹' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۰۳۳)

وھب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گنہگار ہوتا ہے' یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے ظلم اور ضرر دور کرنے کے لیے دی جائے۔ رشوت وہ چیز ہے جس میں رشوت دینے والا اس وقت گنہگار ہوتا ہے جب تم اس چیز کے لیے رشوت دو جس پر تمہارا حق نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ' ج ۱۰' ص ۱۳۹' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں' خواہ ان

Marfat.com

سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (المائدہ: ۴۲)

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے' یہ مدینہ کے وہ یہود تھے جن سے نبی ﷺ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد معاہدہ کیا تھا' یہ اہل ذمہ نہیں تھے اور جب کفار اہل ذمہ نہ ہوں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہم پر واجب نہیں ہے۔

اہل ذمہ جب ہمارے پاس اپنا مقدمہ پیش کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق امام شافعی کے دو قول ہیں اور اگر مسلمان اور ذمی کے درمیان نزاع ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ علامہ مھدوی نے کہا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ البتہ ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم کو اختیار ہے! ان کا استدلال اس آیت سے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ البتہ! امام مالک اہل ذمہ پر حد قائم کرنے کے قائل نہیں ہیں' اگر مسلمان' کتابیہ کے ساتھ زنا کرے تو مسلمان پر حد لگائی جائے گی اور کتابیہ پر حد نہیں لگے گی۔ اگر زنا کرنے والے دونوں ذمی ہوں تو کسی پر حد نہیں لگے گی۔ امام ابوحنیفہ' امام محمد بن حسن شیبانی اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ امام شافعی اور امام ابویوسف وغیرہما نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ ہمارے فیصلہ پر راضی ہوں تو ان پر حد لگائی جائے گی۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ جب ذمی ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو امام ان کو طلب نہیں کرے گا' ہاں! اگر وہ ایسی کارروائی کریں جس سے ملک میں فساد اور افراتفری ہو' مثلاً وہ لوگوں کو قتل کریں اور لوٹ مار کریں' تو پھر امام اس کا سدباب کرے گا۔ لیکن ان کے تجارتی قرضوں' طلاق اور دیگر نجی معاملات میں امام ان کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہیں کرے گا۔ البتہ اگر وہ علی الاعلان شراب فروخت کریں یا زنا کریں یا اور کوئی برا کام کریں' تو ان کو اس سے روکا جائے گا' تاکہ اس سے مسلمانوں کے اخلاق نہ بگڑنے پائیں۔

عمر بن عبدالعزیز اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ زیر بحث آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ (المائدہ: ۴۹)

امام زہری نے کہا ہے' اس پر عمل ہو رہا ہے کہ اہل کتاب کو ان کے حقوق اور وراثت کے معاملات میں ان کے دینی احکام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ ہاں! اگر وہ اللہ کے حکم سے اعراض کریں تو انہیں اللہ کے حکم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ علامہ سمرقندی نے کہا یہ قول امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہے' کہ جب تک وہ ہمارے فیصلہ پر راضی نہ ہوں' ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور امام نحاس نے الناسخ والمنسوخ میں زیر تفسیر آیت کے متعلق کہا ہے کہ یہ (المائدہ: ۴۹) سے منسوخ ہے' کیونکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ ابتداءً مدینہ میں آئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں یہودی بہت زیادہ تھے اور اس وقت کے حالات کے یہی مناسب تھا کہ انہیں ان کے احکام کی طرف لوٹا دیا جائے' اور جب اسلام قوی ہو گیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی اور آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' عکرمہ' زہری'

Marfat.com

عمر بن عبد العزیز اور سدی کا یہی قول ہے' اور یہی امام شافعی کا صحیح قول ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (المائدۃ: ۲۹) حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں' درآنحالیکہ وہ ذلیل ہوں۔

ان کے ذلیل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کیے جائیں اور ان کو ان کے احکام کی طرف نہ لوٹایا جائے' اور جب یہ واجب ہے تو زیر تفسیر آیت کا منسوخ ہونا واجب ہوا۔ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب اہل کتاب امام کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریں' تو امام کے لیے اس کا فیصلہ کرنے سے اعراض کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ! امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کا خاوند آئے تو امام ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے اور اگر صرف عورت آئے اور اس کا خاوند راضی نہ ہو تو فیصلہ نہ کرے۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۳' ص ۱۳۳-۱۳۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جب قاضی کے پاس اہل کتاب (ذمی) مقدمہ دائر کریں تو اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے یا اس کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس کو اختیار ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے' کیونکہ ہم نے جزیہ لے کر ان سے ظلم کو دور کرنے کا التزام کیا ہے' اور یہ آیت اہل ذمہ کے متعلق نہیں ہے۔

(انوار التنزیل مع حاشیۃ الکازرونی' ج ۲' ص ۳۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ المائدہ: ۴۹ سے منسوخ ہے اور اب حاکم پر لازم ہے کہ جب اس کے پاس اہل ذمہ مقدمہ لائیں' تو وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ حضرت ابن عباس' عطاء' مجاہد' عکرمہ اور سدی کا یہی قول ہے۔

(زاد المسیر' ج ۲' ص ۳۶۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت فان جاءوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم (المائدہ: ۴۲) سے ظاہر ہے کہ اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا حاکم کو اختیار ہے' لیکن یہ اختیار اس کے بعد نازل ہونے والی آیت وان احکم بینھم بما انزل اللہ (المائدہ: ۴۹) سے منسوخ ہو گیا۔ نیز اختیار کے منسوخ ہونے پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ: ۴۴) جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں۔

سو جس نے اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ نہیں کیا' وہ اس وعید کا مصداق ہو گیا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی فان جاءوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم (المائدہ: ۴۲) اس وقت یہودیوں کو ذمی نہیں قرار دیا تھا' اور نہ ان پر جزیہ فرض کیا گیا تھا' اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے جزیہ لینے کا حکم دیا اور ان پر اسلام کے احکام جاری کیے' تو پھر ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔

(احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۳۵' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک زیر بحث آیت (المائدہ ۴۲) المائدہ: ۴۹ سے منسوخ ہو گئی ہے' اور ابتداء اسلام میں

Marfat.com

حاکم کو یہ اختیار تھا کہ جب اہل کتاب اپنا مقدمہ پیش کریں تو وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے یا نہ کرے' لیکن اب یہ اختیار منسوخ کر دیا گیا اور اب حاکم پر ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ لیکن ان کے عائلی' کاروباری اور نجی معاملات میں مسلمان حاکم مداخلت نہیں کرے گا' اور وہ ان معاملات میں اپنے مذہب کے مطابق اپنے علماء سے فیصلہ کرائیں گے۔ البتہ! اگر وہ کھلے عام ایسے کام کریں جس سے ملک کے امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہو' یا بے حیائی اور بدچلنی کو فروغ ہو' تو پھر مسلمان حاکم ان کو اس سے روک دے گا' اور جب وہ از خود اپنا کوئی مقدمہ مسلمان حاکم کے سامنے پیش کریں' تو اس پر ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (المائدہ: ۴۳)

موجودہ تورات میں آیت رجم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زنا کرنے والوں کے لیے رجم (سنگسار) کرنے کا حکم تورات میں موجود ہے اور اس سے پہلے ہم صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۹۹) ۴۳۷۵ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس یہودی دو زانیوں (مرد اور عورت) کا مقدمہ لے کر آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا تورات کو پڑھو' جب یہودی عالم نے تورات کو پڑھنا شروع کیا' تو اس نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' اس سے فرمائیں یہ اپنا ہاتھ ہٹائے' ہاتھ ہٹایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی' اور اب ۱۴۱۷ سال گزر گئے' اس عرصہ میں تورات میں بہت تحریفات کی گئیں' لیکن یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ تورات میں آج بھی یہ آیت اسی طرح موجود ہے۔

پھر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں' اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے' کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی' کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا' اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے' تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں' یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی دفع کرنا۔

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا' اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں' لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا' یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) استثناء' باب ۲۲- آیت ۲۴-۲۱' آیت ۱۸۷' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ

بیشک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے

ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا

اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے

Marfat.com

اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی ، اور وہ اس پر گواہ تھے ، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو

النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ وَمَنْ لَّمْ

مجھ سے ڈرو ، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو ، اور جو اللہ کے نازل

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ

کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں ○ اور ہم نے ان پر تورات

فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ

میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ، اور ناک کا بدلہ ناک

بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ

اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ

قِصَاصٌ ۗ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ

ہے ، تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے ، اور جو اللہ کے نازل کیے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾

ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (المائدہ: ٤٤)

شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا

اس آیت میں ہدایت سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور نور سے مراد اصول اور عقائد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہدایت سے مراد دین حق کی طرف رہنمائی ہے اور نور سے مراد ان احکام کو کھول کر بیان کرنا ہے جو ان پر مخفی تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہدایت سے مراد وہ مسائل ہیں جن کو وہ نبی ﷺ سے پوچھتے تھے اور نور سے مراد اس بات کا بیان ہے کہ نبی ﷺ برحق نبی ہیں۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے' تاوقتیکہ اس کا منسوخ ہونا ہم کو معلوم ہو جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' تورات میں ہدایت اور نور ہے' اگر تورات کے احکام حجت نہ ہوں تو وہ ہدایت اور نور نہیں رہے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ زانیوں کا جو مقدمہ لے کر یہ ہمارے نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں' انبیاء سابقین جو اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار تھے' وہ ایسے مقدمات کا تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں' اور اولیاء اور علماء بھی اس کے

Marfat.com

مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں' اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ان زانیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ کیا ہے' وہ بھی تورات کے مطابق ہے' اور ان علماء سے تورات کی حفاظت کرائی گئی ہے اور یہ علماء اس کی شہادت دیتے تھے کہ نبیوں نے جو یہودیوں کے مقدمات میں تورات کے مطابق فیصلہ کیا ہے' وہ صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ والے اور علماء نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتے تھے کہ آپ اللہ کے برحق نبی ہیں' آپ پر اللہ کی طرف سے کلام نازل ہوا ہے' اور یہودیوں کے اس مقدمہ میں آپ نے جو فیصلہ کیا ہے' وہ صحیح ہے اور تورات کے مطابق ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے علماء اور راہبوں سے فرمایا: سو تم لوگوں سے نہ ڈرو' مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو' یعنی امیر لوگوں پر اللہ کی حدود نافذ کرنے کے سلسلہ میں تم یہ خوف نہ کرو' کہ پھر تمہارے نذرانے اور وظیفے جو امیروں سے ملتے تھے' وہ بند ہو جائیں گے' بلکہ اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ کی حدود کو نافذ نہ کیا اور امیروں کے نذرانوں کے لالچ میں تورات کی آیتوں کا غلط مطلب بیان کیا تو پھر آخرت میں تم کو بہت ہولناک اور دائمی عذاب ہو گا۔ اس آیت کے اس حصہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ تورات کے جو احکام قرآن اور حدیث میں بغیر انکار کے بیان کیے گئے ہیں' وہ بھی ہم پر حجت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں' سو وہی لوگ کافر ہیں۔
(المائدہ: ٤٤)

قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے' کفر نہیں ہے۔ اور اس آیت میں اس کو کفر قرار دیا ہے' اور اس سے بہ ظاہر خوارج کے مذہب کی تائید ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھتے ہوئے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے' وہ کافر ہے اور اس آیت سے یہی مراد ہے' اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتے ہوئے یا قرآن کا رد کرتے ہوئے یا قرآن مجید کی توہین کرتے ہوئے' اس کے موافق فیصلہ نہ کرے' وہ کافر ہے۔ یا اس سے مراد ہے کہ جو شخص اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے' وہ کافر کے مشابہ ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق و سباق یہود کے متعلق ہے' سو یہ وعید یہود کے بارے میں ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں' سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ: ٤٥)

اور اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں' سو وہی لوگ فاسق ہیں۔
(المائدہ: ٤٧)

اور ان آیتوں کا مفہوم عام ہے' کیونکہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ نہ کرنا ظلم اور فسق ہے' خواہ فیصلہ نہ کرنے والا مسلمان ہو یا یہودی ہو یا عیسائی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین باتیں فرض کی ہیں:

١- فیصلہ کرنے میں اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع نہ کریں' بلکہ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔

٢- فیصلہ کرنے میں لوگوں سے نہ ڈریں' اللہ سے ڈریں۔

٣- اللہ کی آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ رشوت یا نذرانہ لے کر عدل کو ترک کر کے بے انصافی سے فیصلہ نہ کریں' اس سلسلہ میں یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے:

Marfat.com

امام احمد بن علی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو لوگوں کا خوف حق گوئی یا عظیم نصیحت کرنے سے باز نہ رکھے۔ جب اسے اس کا علم ہو کیونکہ یہ خوف نہ موت کو نزدیک کر سکتا ہے نہ رزق کو دور کر سکتا ہے۔

(مسند ابو یعلی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۱۱' المعجم الاوسط' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۲۵' المطالب العالیہ' ۴۵۴۶' حافظ الہیثمی نے کہا ہے' کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۲۷۲۔۲۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان پر تورات میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے" (المائدہ: ۴۵)

قصاص کے حکم کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں جب بنو قریظہ نے یہ دیکھا کہ یہود اپنی کتاب میں رجم کو چھپاتے تھے اور نبی ﷺ نے ان کے درمیان رجم کا فیصلہ کر دیا تو بنو قریظہ نے کہا اے محمد! ﷺ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائی بنو نضیر کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' نبی ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے بنو نضیر اپنے آپ کو بنو قریظہ سے افضل' برتر اور عزت دار سمجھتے تھے۔ اگر بنو نضیر میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا' تو وہ اسے آدھی دیت دیتے تھے اور اگر ان کے کسی فرد کو بنو قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دیتا' تو اس سے پوری دیت لیتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا قریظی کا خون نضیری کے برابر ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے کہا ہم رجم کے معاملہ میں آپ کی اطاعت نہیں کریں گے اور ہم اپنی ہی حدود کو جاری کریں گے' جن پر پہلے عمل کرتے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کیا تم جاہلیت کے حکم کو طلب کر رہے ہو؟ (المائدہ: ۵۰) اور یہ آیت نازل ہوئی اور ہم نے ان پر تورات میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ (الآیہ)

ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی۔ اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں' کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا' تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا' جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اطلاق سے واضح ہوتا ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ذمی کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ حضرت علی نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور روح کو پیدا کیا' ہمارے پاس قرآن کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے' ماسوا اس فہم کے جو قرآن کو سمجھنے کے لیے دی گئی ہے' اور ماسوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۱' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۰۴۷' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۹۰۳' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۱۷' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۴۷۵۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۵۸' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۹۳۔۹۹۱)

امام اعظم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں کافر سے مراد کافر حربی ہے' یعنی کافر حربی کے بدلہ میں

Marfat.com

مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا' تاکہ قرآن مجید اور حدیث میں تعارض نہ ہو اور قرآن کے عموم کو مقید کرنے کے بجائے حدیث کو مقید کر کے قرآن مجید کے تابع کرنا اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (جس کافر سے معاہدہ ہوا ہو) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں' میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۳۲' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۳۰)

عبدالرحمن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ راوی نے کہا مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کریں' میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۳۳)

عبدالرحمن بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ذمی کے بدلہ میں اہل قبلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا: جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں' میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۳۴)

ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں' لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں' جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے' اور یہ احادیث تائید کے مرتبہ میں ہیں۔

تورات میں قرآن مجید کی صداقت

قرآن مجید نے تورات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ (الخ) یہ آیات اب بھی تورات میں موجود ہیں: اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے' اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ کو عیب دار بنادے تو جیسا اس نے کیا' ویسا ہی اس سے کیا جائے۔ یعنی عضو توڑنے کے بدلہ میں عضو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت' جیسا عیب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کر دیا ہے' ویسا ہی اس میں بھی کر دیا جائے۔

(پرانا عہد نامہ' احبار' باب ۲۴' آیت ۲۱-۲۰-۱۸' کتاب مقدس' ص ۱۱۸' مطبوعہ لاہور)

اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے۔ جان کا بدلہ جان' آنکھ کا بدلہ آنکھ' دانت کا بدلہ دانت' ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔ (پرانا عہد نامہ' استثناء' باب ۱۹' آیت ۲۱' کتاب مقدس' ص ۱۸۵' مطبوعہ لاہور)

سینکڑوں سال گزر گئے' تورات میں بہت زیادہ تحریفات کی گئی ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے تورات کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے' وہ آج بھی تورات میں اسی طرح موجود ہے' اور یہ قرآن مجید کے صادق اور برحق ہونے کی بہت قوی دلیل ہے' حالانکہ یہودی اس آیت کو تورات سے نکال سکتے تھے اور پھر مسلمانوں سے کہتے کہ قرآن نے یہ کہا ہے کہ تورات میں یہ حکم ہے' حالانکہ تورات میں یہ حکم نہیں ہے' لیکن وہ ایسا نہ کر سکے' اور اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے ہاتھوں سے اس آیت کی حفاظت کرائی جو قرآن مجید کی مصدق ہے۔

اعضاء کے قصاص کی کیفیت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے' ہمارے نزدیک اس کا یہ معنی ہے کہ ایک آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے اور شیشہ گرم کر کے دوسری آنکھ

Marfat.com

پر رکھ دیا جائے' حتیٰ کہ اس کی روشنی چلی جائے۔ کیونکہ جس شخص نے کسی کی آنکھ نکالی ہے' اس کی آنکھ اور جس کی آنکھ نکالی گئی ہے' اس کی آنکھ دونوں بالکل مساوی نہیں ہیں' اس لیے اگر مجنی علیہ کی آنکھ کے بدلہ میں جانی کی آنکھ نکال دی جائے' تو پورا بدلہ نہیں ہوگا' اور قیاس کا تقاضا پورا نہیں ہوگا۔ کیونکہ قصاص کا معنی ہے کسی شئے کی مثل لینا۔ اسی طرح پوری ناک میں بھی قصاص متصور نہیں ہے' کیونکہ ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ناک کا صرف نرم حصہ کاٹا ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر ناک جڑ سے کاٹ دی گئی ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح آلہ تناسل اور زبان میں بھی قصاص لیا جائے گا' اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناک' زبان یا آلہ کو جڑ سے کاٹ دیا ہے تو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ اعضاء دوسرے اعضاء کی مثل اور مساوی نہیں ہوتے) اگر کان کاٹ دیا جائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح دانت میں بھی قصاص لیا جائے گا اور دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(احکام القرآن' ج ٢' ص ٤٣٣' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ١٤٠٠ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کے بدلہ آنکھ' ناک کے بدلہ ناک' کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت کو نکال دیا جائے گا۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی' ج ٢' ص ٣٢٩' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٦ھ)

علامہ عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی ان اعضاء میں قصاص لیا جائے گا۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد' ج ٣' ص ٢٦١' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ١٤١٤ھ)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ نے لکھا ہے کہ ان اعضاء کے قصاص میں ظاہر قرآن پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز خامس' ص ١٣٩' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

بدلہ نہ لینے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے۔ (المائدہ: ٤٥)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر جنایت (جرم) کرنے والے نے تائب ہو کر خود کو خوشی کے ساتھ حد کے لیے پیش کر دیا تو اس کا یہ عمل اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ امام مسلم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' چوری نہ کریں' زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں۔ جس نے یہ عہد پورا کیا' اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس پر حد جاری ہوئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ (صحیح مسلم' حدود ٤١' صحیح بخاری' ٦٧٨٤) اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر بدلہ لینے والے نے جنایت (جرم) کرنے والے کو معاف کر دیا اور اس سے بدلہ نہ لیا تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں اس کی تائید میں یہ آیت ہے:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ سو جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے۔ (الشوریٰ: ٤٠)

اور اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

ابوالسفر بیان کرتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کا دانت توڑ دیا' انصاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ حضرت معاویہ نے اس سے کہا: ہم تمہیں راضی کریں گے۔ اس قریشی نے حضرت معاویہ سے بہت منت سماجت کی کہ اس سے بدلہ نہ لیا جائے' حضرت معاویہ نے اس انصاری کو بہت سمجھایا' لیکن اس کو بدلہ نہ لینے پر راضی نہ کر سکے۔ پھر حضرت معاویہ نے اس سے کہا تم اس سے بدلہ لے لو۔ اس مجلس میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے' جس کو میں نے اپنے کانوں سے خود سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ آپ نے فرمایا: جس شخص کو جسم میں کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ انصاری نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے۔ حضرت ابوالدرداء نے کہا میں نے اپنے کانوں سے خود سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ تب انصاری نے کہا: میں اس کا بدلہ چھوڑتا ہوں۔ حضرت معاویہ نے کہا ہم تمہیں کبھی محروم نہیں کریں گے' پھر اس کو مال دینے کا حکم دیا۔

(سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٣٩٨' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٢٦٩٣' مسند احمد' ج ١٠' رقم الحدیث: ٢٧٦٠٤' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٨' ص ٥٥' جامع البیان' جز ٦' ص ٣٥٣)

نیز امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے برابر اس کے گناہ مٹا دے گا۔

(علامہ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' بتحقیق احمد شاکر' ج ١٦' رقم الحدیث: ٢٢٦٩١۔ ٢٢٦٠٠' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ)

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس تورات کی تصدیق کرنے والے تھے

يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ

جو ان کے سامنے تھی، اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا، اور وہ

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً

اس تورات کی تصدیق کرنے والی تھی جو ان کے سامنے تھی، اور وہ (انجیل) متقین کے لیے ہدایت اور

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٤٦ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَ

نصیحت تھی ○ اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے، اور

مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٤٧ وَ

جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ فاسق ہیں ○ اور

Marfat.com

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

(اے رسول مکرم) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس

الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے، تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجیے

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً

اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اس سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے

وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ

الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

(الگ الگ) احکام دیے، سو تم ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو، تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان چیزوں کی

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ○ اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ

موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا

اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ

نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے

بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾

سزا دینا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں ○

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا

کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں، اور یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر اور

Marfat.com

لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ۝۵۰ ع

کس کا حکم ہو سکتا ہے ○

ع ۷
۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا' اور وہ اس تورات کی تصدیق کرنے والی تھی جو اس کے سامنے تھی اور وہ (انجیل) متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ (المائدہ: ۴٦)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے دو قسم کے اعراض بیان فرمائے تھے۔ ایک یہ کہ انہوں نے زنا کی حد میں تحریف کر دی' پھر وہ حرج میں مبتلا ہوئے اور اس معاملہ میں نبی ﷺ کو حاکم بنایا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے قصاص کے حکم میں تحریف کر دی اور بنو نضیر کے خون کی پوری دیت اور بنو قریظہ کے خون کی آدھی دیت مقرر کی۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے تیسرے اعراض کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے نبیوں' ربانیین اور علماء کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت عیسیٰ' حضرت زکریا کے بعد مبعوث کیے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ تورات کے مصدق تھے' کیونکہ بنو اسرائیل نے تورات کے جن احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان احکام کو زندہ کیا۔ یہ حقیقی تصدیق ہے اور انجیل نے جو تورات کی تصدیق کی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ انجیل کے احکام تورات کے موافق ہیں' ماسوا ان احکام کے جن کو انجیل نے منسوخ کر دیا۔ نیز فرمایا: انجیل متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے' یعنی وہ ناپسندیدہ اعمال سے منع کرتی ہے اور پسندیدہ اعمال کی طرف ہدایت دیتی ہے۔ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان کاموں سے اجتناب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا موجب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے' اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں' سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ: ۴۷)

نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے چند جوابات ہیں۔ اول: یہ کہ انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر جو دلائل موجود ہیں' اہل انجیل کو چاہیے کہ ان دلائل کے مطابق آپ پر ایمان لے آئیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں' جس طرح یہود نے تورات میں تحریف کر دی ہے۔ لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا' جب اللہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد قرآن مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے' اور اسلام کے علاوہ اور کوئی دین مقبول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے' یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے۔ تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے' اس سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ (المائدہ: ۴۸)

Marfat.com

قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا

اس آیت میں قرآن مجید کو سابقہ کتب سماویہ کا محافظ اور نگہبان فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات' زبور اور انجیل میں کمی بیشی اور تحریف ہوتی رہی۔ اس لیے ان کتابوں کا آسمانی اور الہامی کتاب ہونا مشکوک ہو گیا۔ اس لیے کسی ایسی مستحکم دلیل کی ضرورت تھی' جس سے ان کا آسمانی کتاب ہونا ثابت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ○ بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر: ٩)

نیز قرآن مجید نے دعویٰ کیا کہ اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا:

لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ اس میں باطل نہیں آسکتا' نہ اس کے سامنے سے نہ ان کے پیچھے سے۔ (حٰم السجدہ: ٤٢)

نیز اللہ تعالیٰ نے چیلنج فرمایا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل نہیں لا سکتا:

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (البقرہ: ٢٣) اگر تم اس (کلام) کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے (مقدس) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مثل کوئی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بلاؤ' اگر تم سچے ہو۔

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور دن بہ دن علم و فن میں ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالف بھی بہت زیادہ ہیں' لیکن آج تک کوئی شخص قرآن مجید میں کسی کلمہ کی زیادتی بتا سکا' نہ کمی اور نہ اس کی کسی سورت کی کوئی مثال لا سکا۔ اس لیے ہر دور میں قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا ثابت اور مسلم رہا' اور چونکہ قرآن مجید نے تورات' انجیل اور زبور کو آسمانی کتابیں قرار دیا ہے' اس لیے ان کا وجود بھی ثابت ہو گیا۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق اور محافظ ہے' کیونکہ اگر قرآن مجید نہ ہوتا تو محض ان کتابوں سے تو ان کا آسمانی کتابیں ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر دور میں ان میں تغیر اور تبدل ہوتا رہا ہے' حتیٰ کہ اب وہ عبرانی نسخے بھی موجود نہیں ہیں جس عبرانی زبان میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔

اس سے پہلے فرمایا تھا اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے کہ) آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کریں۔ (المائدہ: ٤٢) اور اس آیت میں فرمایا ہے تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (المائدہ: ٤٧) اس آیت سے پہلی آیت منسوخ ہو گئی ہے یا پہلی آیت جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے اور دوسری آیت جزیہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کی ہے۔ یا پہلی آیت ان اہل کتاب کے متعلق ہے جن سے ابتداء ہجرت میں سابقہ پڑا تھا اور دوسری آیت اہل ذمہ کے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا' لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے (الگ الگ) احکام دیئے۔ سو تم ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو' تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے' پھر وہ تمہیں ان چیزوں کی خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (المائدہ: ٤٨)

شرائع سابقہ کے حجت ہونے کی وضاحت

اس آیت میں منہاج سے مراد دین ہے اور دین سے مراد وہ عقائد اور اصول ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک

Marfat.com

رہے۔ مثلاً توحید' اللہ تعالیٰ کی صفات' نبوت' آسمانی کتابوں' فرشتوں' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لانا' اور جو احکام سب میں مشترک رہے' مثلاً قتل' جھوٹ اور زنا کا حرام ہونا اور شریعت سے مراد ہر نبی کے بیان کیے ہوئے عبادات اور معاملات کے مخصوص طریقے ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے' شرائع سابقہ ہم پر حجت نہیں ہیں اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہر نبی کی الگ الگ شریعت ہوتی ہے۔ اگر سابقہ شریعت ہم پر حجت ہو تو پھر ہمارے نبی کی الگ شریعت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سابقہ شرائع کے جو احکام بغیر انکار کے ہم سے بیان فرمائے' وہ دراصل ہماری ہی شریعت ہیں' کیونکہ ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ہم ان احکام پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ وہ پچھلی شریعتوں کے احکام ہیں' بلکہ ہم ان پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حج کے اکثر و بیشتر اعمال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار ہیں' قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے' اسی طرح وضو میں کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور طہارت کی دیگر دس سنتیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں' رجم اور قصاص کے احکام تورات میں بھی تھے اور شروع میں نبی ﷺ نے زناکار یہودیوں کو تورات کے فیصلہ کے مطابق رجم کرنے کا حکم دیا اور ہم ان تمام احکام پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں' اور ان سے ہوشیار رہیں' کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں۔ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے' اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں۔ (المائدہ: ۴۹)

شان نزول

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ کعب بن اسد' ابن صلوبا' عبد اللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا: چلو (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جائیں۔ شاید! ہم ان کو ان کے دین سے ورغلانے میں کامیاب ہوں۔ کیونکہ وہ بشر ہیں' وہ گئے اور آپ سے کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے معزز علماء اور سردار ہیں اور اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو تمام یہود آپ کی پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے' ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں سے جھگڑا ہے' ہم آپ کو اس مقدمہ میں حاکم بنائیں گے۔ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ کر دیں' تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(المائدہ: ۵۰-۴۹)

(السیرۃ النبویہ' ج ۲' ص ۱۸۰-۱۷۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' جامع البیان' جز ٦' ص ۱۵۴' دار الفکر' بیروت' اسباب النزول للواحدی' ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں جزیہ' جلاوطن کرنے اور قتل کرنے کی سزا دینا چاہتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر اور کس کا حکم

Marfat.com

ہو سکتا ہے؟ (المائدہ: ٥٠)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ یہود جنہوں نے اپنے مقدمہ میں آپ کو حاکم بنایا اور آپ نے ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کر دیا، پھر یہ آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوئے، تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے تھے، یعنی بت پرستوں اور مشرکوں کا فیصلہ چاہتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور اس میں وہی فیصلہ مذکور ہے جو آپ نے ان کے درمیان کیا تھا، اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف کوئی اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں سے فرمایا: جو شخص اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو اور اس کی ربوبیت پر یقین رکھتا ہو، اس کے نزدیک اللہ کے حکم اور اس کے فیصلہ سے بہتر اور کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ (وقف لازم، وقف غفران، وقف منزل عند البعض)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ

کے دوست ہیں، تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے (شمار) ہو گا،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ

بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ

میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش

تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ

نہ آ جائے پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی

عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ۭ وَ

علامت تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے وہ اس پر پچھتانے والے ہو جائیں ○ اور

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور

اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ (النصف)

تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے ○

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا، تو عنقریب اللہ ایسی

اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی، وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ

پر سخت ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے

لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے ○

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ

زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھکنے والے ہیں ○ اور جو اللہ اور اس کے رسول

وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۸ / ۱۲

اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ' وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں' تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا' وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے' وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے' وہ اس پر پچھتانے والے ہو جائیں۔ اور ایمان والے یہ کہیں کہ جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں' ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ (المائدہ: ۵۳-۵۱)

شان نزول

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ولید بن عبادہ بن الصامت نے بیان کیا کہ جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول

Marfat.com

نے بنو قینقاع کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور وہ بھی بنو عوف کے ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عبداللہ بن ابی کی طرح ان کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس حلف کو توڑ دیا اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان کے حلف سے بری ہو گئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ' اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی رکھتا ہوں اور ان کافروں کے حلف اور ان کی دوستی سے بری ہوتا ہوں۔ سو حضرت عبادہ بن الصامت اور عبداللہ بن ابی کے متعلق سورۃ المائدہ: ٥٣-٥١ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(السیرۃ النبویہ' ج ٣' ص ٥٥' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' جامع البیان' جز ٦' ص ٣٧٣' مطبوعہ دارالفکر' اسباب نزول القرآن للواحدی' ص ٢٠١-٢٠٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے اور حسب ذیل آیتوں میں بھی اس پر دلیل ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود: ١١٣)
ظالم لوگوں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ٢٨)
ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (آل عمران: ١١٨)
اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: ١)
اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو' حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (المجادلۃ: ٢٢)
جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں' آپ انہیں اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے' خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے' یا ان کے بھائی ہوں یا قریبی رشتہ دار۔

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں احادیث اور آثار

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو' جب تم ان میں سے کسی سے راستہ میں ملو تو اسے تنگ راستے پر چلنے میں مجبور کرو۔

(صحیح مسلم' السلام' ١٣' (٢١٦٧) ٥٥٥٧' سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٦٠٨' صحیح ابن حبان ٥٠٠' مسند احمد' ج ٣' رقم الحدیث: ٧٦٢١' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ١٩٤٥٧' الادب المفرد' رقم الحدیث: ١١١' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٩' ص ٢٠٣)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کے سوا کسی کو ساتھی نہ بناؤ اور متقی کے علاوہ

Marfat.com

اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔
(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۰۳' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۸۳۲' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۳۳۶' شعب الایمان' رقم الحدیث: ۹۳۸۲)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مشرکین کے ساتھ ٹھہرا' اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۳۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی انگوٹھیوں میں عربی کو نقش نہ کرو' اور مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔ حضرت انس نے اس کی تفسیر میں فرمایا یعنی تم اپنی انگوٹھیوں میں محمد نہ لکھواؤ اور اپنے معاملات میں مشرکین سے مشورہ نہ کرو۔(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۳۷۵)

عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس ایک نصرانی کاتب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ اس کی کتابت سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے تو حضرت ابوموسیٰ نے کہا حضرت عمر نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر ضرب لگائی اور فرمایا: اس کو نکال دو اور یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! اپنے اور میرے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنہ: ۱) اور یہ آیت پڑھی:

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ' وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں' تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا' وہ ان ہی میں سے شمار ہو گا' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۵۱)

حضرت ابوموسیٰ نے کہا بہ خدا میں اس سے دوستی نہیں رکھتا' یہ صرف کتابت کرتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا تمہیں مسلمانوں میں کوئی کاتب نہیں ملا تھا؟ جب اللہ نے ان کو دور کر دیا ہے تو تم ان کو قریب نہ کرو' اور جب اللہ نے ان کو خائن قرار دیا ہے تو تم ان کو امین نہ بناؤ؟ اور جب اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے تو تم ان کو عزت مت دو۔ سنن کبریٰ کی آداب القضاء میں ہم نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔(شعب الایمان' ج ۷' رقم ۹۳۸۴)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا اللہ کے دشمنوں یہود اور نصاریٰ سے ان کی عید اور ان کے اجتماع کے دنوں میں ان سے اجتناب کرو' کیونکہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے' مجھے خدشہ ہے کہ تم پر بھی وہ غضب نہ آ جائے' اور ان کو اپنے راز نہ بتاؤ۔ ورنہ تم بھی ان کے اخلاق اختیار کر لو گے۔(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۳۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے عجمیوں کے ملک میں نشوونما پائی' اور ان کے نو روز اور مہرجان کو منایا اور ان کی مشابہت اختیار کی اور اسی طریقہ پر مر گیا تو وہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھایا جائے گا۔
(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۳۸۷)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا' وہاں کے لوگوں نے مسجدوں میں پناہ لینی شروع کر دی۔ لشکر نے ان کو جلدی جلدی قتل کرنا شروع کر دیا' جب نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے آدھی دیت کا حکم فرمایا اور فرمایا: میں اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کس لیے؟ آپ نے فرمایا ان دونوں کے (چولہوں کی) آگ اکٹھی نہ دکھائی دے۔

Marfat.com

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کے ساتھ سکونت نہ کرو' نہ ان کے ساتھ جمع ہو' جس نے ان کے ساتھ سکونت رکھی یا ان کے ساتھ جمع ہوا' وہ ان کی مثل ہے۔

(سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٦١١' ١٦١٠' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ٢٦٤٥' سنن نسائی' رقم الحدیث: ٤٧٩٤)

علامہ تفتازانی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ایک قوم اسلام لانے کے بعد مکہ میں مشرکین کے ساتھ رہتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرک کے ساتھ رہتا ہو۔ پوچھا گیا' کیوں؟ تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کی آگ ایک ساتھ دکھائی نہ دے' یعنی یہ واجب ہے کہ جب ایک آگ جلائے تو دوسرا نظر نہ آئے' وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنی دور رہیں۔ علامہ ابن اثیر جزری نے کہا ہے کہ واجب ہے کہ مسلمان کا گھر مشرک کے گھر سے دور ہو' اور جب اس کے گھر آگ جلے تو اس سے مشرک کا گھر نظر نہ آئے' مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے۔

کفار سے دوستی کے حق میں منافقوں کے بہانوں کا بطلان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا' وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ (المائدہ: ٥١)

اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے دور اور الگ رہنے پر تشدید کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود جو شخص کافروں سے دوستی رکھے گا' وہ کافروں کی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا۔ لہٰذا کافروں کی طرح اس سے عداوت رکھنا بھی واجب ہے اور وہ بھی دوزخ کا مستحق ہوگا جیسے کافر دوزخ کے مستحق ہیں اور وہ کافروں کے اصحاب سے شمار کیا جائے گا اور یا اس لیے کہ کافروں اور یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے منافق تھے اور ان کا شمار بھی کافروں میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے' وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ (المائدہ: ٥٢)

منافق یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کی وجہ سے کہیں ان پر قحط نہ طاری ہو جائے۔ اور کہیں حالات بدل گئے اور یہود غالب آ گئے اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت نہ رہی تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' میں نے بہ کثرت یہودیوں سے دوستی اور حمایت کا عہد کیا ہوا تھا' لیکن میں اللہ اور رسول کی خاطر اس عہد کو توڑتا ہوں' عبداللہ بن ابی نے کہا میں گردش ایام سے ڈرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے کیے ہوئے عہد کو نہیں توڑ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت' تو جو کچھ انہوں نے اپنے دلوں میں چھپایا ہے' وہ اس پر پچھتانے والے ہو جائیں۔ (المائدہ: ٥٢)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی سازشوں سے مطلع فرمادے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فتح یہ تھی کہ بنو قریظہ کے جوانوں کو قتل کیا گیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا گیا اور بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کے شہروں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور فتح کی علامت سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ منافقوں کی سازشوں سے مطلع کیا گیا' ان کے نام بتائے گئے اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی اور مال غنیمت کی کثرت سے وہ خوش حال ہو گئے اور جب منافقوں نے مسلمانوں کا غلبہ' خوش حالی اور ان پر اللہ کی نصرت دیکھی' تب وہ کفار سے دوستی رکھنے پر نادم ہوئے اور اس وقت نادم ہوئے جب انہیں موت کے وقت عذاب دکھایا

Marfat.com

گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں' ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ (المائدہ: ۵۳)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں پر غلبہ عطا فرمایا اور یہودیوں کو قتل کرنے اور جلا وطن کرنے کا حکم دیا گیا تو مسلمانوں نے یہودیوں کو جھڑکتے ہوئے منافقین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا' کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے لیے پختہ قسمیں کھائی تھیں کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے خلاف تمہاری مدد کریں گے' یا مسلمانوں نے ایک دوسرے سے کہا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ اب اللہ تعالیٰ نے نفاق کا پردہ چاک کر دیا اور یہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے' کیونکہ انہیں ثواب کے بدلہ عذاب ہو گا۔ اور دنیا میں یہودیوں کے قتل اور جلا وطن ہونے کے بعد ان کا کوئی سہارا نہ رہا' اور یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا' تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا' جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی' وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے' یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا' بہت علم والا ہے۔ (المائدہ: ۵۴)

عہد رسالت اور بعد کے مرتدین کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جو کافروں کے ساتھ دوستی رکھے گا' اس کا ان ہی میں شمار ہو گا اور اس آیت میں صراحتاً فرمایا' جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا' اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ نبی ﷺ کے عہد میں بھی کچھ لوگ مرتد ہوئے اور کچھ آپ کے بعد مرتد ہوئے۔ علامہ زمخشری نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ لکھتے ہیں:

مرتدین کے گیارہ فرقے تھے' تین رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھے۔

ایک فرقہ بنو مدلج تھا' ان کا رئیس ذوالحمار تھا اور یہی اسود عنسی تھا۔ یہ شخص کاہن تھا' اس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ان شہروں پر غلبہ پا لیا' اس نے رسول اللہ ﷺ کے بعض عاملوں کو نکال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور یمن کے سرداروں کے نام خط لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فیروز دیلمی کے ہاتھوں اس کو ہلاک کرا دیا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ جس رات وہ قتل ہوا' اسی رات رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کی خبر مسلمانوں کو دے دی تھی' جس سے مسلمان خوش ہوئے' پھر اس کے دوسرے روز رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے' اور وہاں سے اس کی خبر ربیع الاول کے آخر میں پہنچی تھی۔

دوسرا فرقہ بنو حنیفہ ہے۔ یہ مسیلمہ کی قوم تھی' اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مکتوب لکھا "از مسیلمہ رسول اللہ برائے محمد رسول اللہ' بعد ازیں یہ کہنا ہے کہ یہ زمین آدھی آپ کی ہے اور آدھی میری ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا "از محمد رسول اللہ برائے مسیلمہ کذاب' بعد ازیں یہ کہنا ہے کہ تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے' اس کا وارث بناتا ہے' اور نیک انجام متقین کے لیے ہے"۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ اس سے جنگ کی اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت وحشی کہتے تھے میں نے

Marfat.com

اپنی جاہلیت کے زمانہ میں سب سے نیک شخص کو قتل کیا اور اپنے اسلام کے زمانہ میں سب سے بدتر شخص کو قتل کیا۔
تیسرا فرقہ بنو اسد تھا' یہ طلیحہ بن خویلد کی قوم تھی' اس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے اس سے جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا' یہ شکست کھانے کے بعد شام بھاگ گیا' پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے نیک عمل کیے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدین کے سات فرقے تھے۔ (١) عیینہ بن حصن کی قوم فزارہ (٢) قرہ بن قشیری کی قوم غطفان (٣) فجاءۃ بن عبد یالیل کی قوم بنو سلیم (٤) مالک بن نویرہ کی قوم بنو یربوع (٥) سجاح بنت المنذر۔ یہ وہ عورت تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسیلمہ کذاب سے نکاح کیا اور اس کی قوم تمیم کے بعض لوگ۔ (٦) اشعث بن قیس کی قوم کندہ (٧) حطیم بن زید کی قوم بنو بکر بن وائل' یہ بحرین میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ان ساتوں مرتد فرقوں کا مکمل استیصال کرا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص مرتد ہوا تھا' یہ غسان کی قوم کا جبلہ بن ایہم تھا' اس کو ایک تھپڑ نے نصرانی بنا دیا اور یہ اسلام سے مرتد ہو کر روم کے شہروں کی طرف نکل گیا' جبلہ کی چادر پر ایک شخص کا پیر پڑ گیا' اس نے اس کے تھپڑ مارا' اس شخص نے حضرت عمر سے شکایت کی' حضرت عمر نے فرمایا اب یہ تمہارے تھپڑ مارے گا' اس نے تھپڑ کے بدلہ میں دس ہزار درہم کی پیشکش کی' مگر وہ شخص نہ مانا۔ جبلہ نے مہلت طلب کی اور روم جا کر مرتد ہو گیا۔

(الکشاف' ج ١' ص ٦٤٦۔ ٦٤٤' مطبوعہ نشر البلاغہ' ایران' ١٤١٣ھ)

اللہ کی محبوب قوم کے مصداق میں متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی (المائدہ: ٥٤)**

اس آیت کے مصداق کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت ابوبکر اور ان کے اصحاب ہیں۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:
نبی ﷺ کے وصال کے بعد' اہل مدینہ' اہل مکہ اور اہل بحرین کے سوا عام عرب اسلام سے مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا خدا کی قسم! جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرض کیا ہے' اگر اس میں سے یہ ایک رسی بھی نہ دیں تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ پھر حضرت ابوبکر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے قتال کیا' حتیٰ کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے کا اقرار کر لیا۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ٣٨٣۔ ٣٨٢' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے۔
عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: وہ قوم یہ ہیں۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ٣٨٣' المستدرک' ج ٢' ص ٣١٣)
تیسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق اہل یمن ہیں۔
محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے ان کے پاس ایک پیغام بھیجا' وہ ان دنوں مدینہ کے امیر تھے' ان سے اس آیت کا مصداق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اس سے مراد اہل یمن ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کاش! میں اس قوم سے ہوتا۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ٣٨٢' مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

امام ابن جریر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد اہل یمن ہیں اور وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قوم ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث موجود ہے۔ اور امام رازی نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلائل

روافض اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت اور امامت کا اقرار کیا' وہ سب کافر اور مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی امامت کی نص صریح کا انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ بات صحیح ہو تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک محبوب قوم کو لاتا جو ان سب سے جہاد کرتی اور ان کو حضرت علی کی امامت اور خلافت ماننے پر مجبور کر دیتی' جیسا کہ اس آیت کا تقاضا ہے اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ روافض اور شیعہ کا مزعوم فاسد ہے۔

ثانیاً: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے' کیونکہ یہ آیت ان کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ کی اور یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام میں مرتدین کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے جنگ کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ اولاً: اس لیے کہ آپ کے عہد میں مرتدین کے ساتھ جنگ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ثانیاً: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ وہ قوم اس وقت موجود نہیں تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو بکر تو اس وقت موجود تھے تو پھر وہ بھی مراد نہیں ہونے چاہئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اس وقت موجود تھے' لیکن بہ حیثیت سربراہ موجود نہیں تھے اور ان کی حیثیت اس وقت ایسی نہیں تھی کہ مسلمانوں کو کسی پر حملہ کرنے کا حکم دیتے' اور اس آیت کے مصداق حضرت علی بھی نہیں ہو سکتے' کیونکہ ان کو مرتدین کے ساتھ قتال کرنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس نے ان کی امامت کا انکار کیا' وہ مرتد ہو گیا اور امامت کے منکرین کے خلاف انہوں نے جنگ کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرتد کا معنی یہ ہے جو شریعت اسلامیہ سے مرتد ہو جائے اور اگر مرتد کا یہی معنی کیا جائے جو حضرت علی کی امامت سے مرتد ہو؟ تو پھر خلفاء ثلاثہ اور ان کے ماننے والے تمام مسلمان مرتد تھے' کیونکہ انہوں نے اس وقت میں حضرت علی کی امامت کو نہیں مانا تو چاہیے تھا کہ حضرت علی ان سے جنگ کرتے اور جب حضرت علی نے ان سے جنگ نہیں' بلکہ اس کے برعکس ان کی بیعت کی اور ان سے تعاون کیا۔ اور اہل یمن بھی اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے' کیونکہ انہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ نہیں کی اور حدیث کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی اس قوم میں سے ہیں' کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں' اور اسی طرح دیگر اہل یمن بھی' اور اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت علی نے بھی مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی' تب بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی' وہ بہت اعلیٰ اور افضل تھی اور اسلام میں بہت دور رس نتائج کی حامل تھی' کیونکہ حضرت ابو بکر کی جنگ اسلام کے لیے تھی اور حضرت علی کی جنگ اپنی خلافت کی بقا کے لیے تھی۔ کیونکہ یہ امر تواتر سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بعد اعراب مرتد ہو گئے' تو نبوت کے مدعیوں اور زکوٰۃ کے منکروں کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی اور مرتدین کے ساتوں فرقوں کا مکمل استیصال کیا' اور حضرت ابو بکر کی جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام کو استقامت ملی' اور شرق و غرب میں اسلام پھیلنے لگا اور تمام متمول دنیا کے حکمران مغلوب ہونے لگے' اور اسلام کے علاوہ باقی ادیان اور ملل کے چراغ بجھنے

Marfat.com

لگے اور آفتاب اسلام پوری آب و تاب سے جگمگانے لگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت تک اسلام پوری دنیا میں ایک غالب دین کی حیثیت سے متعارف ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرتدین کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں' وہ صرف اسلام کی نصرت اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے ہوئیں۔ اس کے برعکس حضرت علی کی جو جنگیں ہوئیں' ان کی خلافت کے منکرین کے ساتھ تھیں۔ اگر بقول شیعہ ان کو بالفرض مرتد مان بھی لیا جائے' تب بھی حضرت ابوبکر کی جنگیں ان سے بہر حال افضل اور اعلیٰ تھیں۔

اس آیت میں حضرت ابوبکر کی امامت پر یہ دلیل بھی ہے کہ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے والی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کے محب اور اللہ کے محبوب ہیں اور جو اللہ کا محب اور محبوب ہو' وہی خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔

نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت یہ ذکر کی کہ وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے اور پوری امت میں سب سے زیادہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور اللہ کا حکم نافذ کرنے میں سب سے زیادہ سخت ابوبکر ہیں الحدیث یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۸۱۶' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۵۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۱۳۷-۷۱۳۸' المستدرک' ج ۳' ص ۴۲۲۔ یہ حدیث صحیحین کی شرط پر ہے اور امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔ مسند الطیالسی' رقم الحدیث: ۲۰۹۶' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۲۹۰۳' فضائل الصحابہ للنسائی' رقم ۱۸۲' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۶' ص ۲۱۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۲۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مومنوں پر بہت نرم تھے۔ نبوت کی ابتداء میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ اس وقت مسلمان بہت کمزور تھے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔ ہر وقت حضور کے پاس رہتے تھے اور آپ کی خدمت کرتے تھے اور بڑے بڑے کافر سرداروں کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین سے سب سے سخت تکلیف جو پہنچی' وہ یہ تھی کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈالا اور آپ کا گلا بہت سختی سے گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت ابوبکر آئے اور اس کو کندھے سے پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پرے دھکیلا اور کہا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے۔ (غافر: ۲۸) (صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۵۶) اور مسلمانوں کے ساتھ رحمت کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں مکہ میں سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت بلال' حضرت عامر بن فہیرہ' حضرت زنیرہ' حضرت نہدیہ اور ان کی بیٹی' بنو مومل کی باندی اور ام عبیس۔ (الاصابہ' ج ۲' ص ۳۴۳) اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بہت جرات اور دلیری کے ساتھ تمام مرتدین سے جنگ کی اور صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود شام کی طرف لشکر روانہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت میں فرمایا: وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ ہر چند کہ دوسرے خلفاء اور ائمہ نے بھی جہاد کیا ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جس نے سب سے

Marfat.com

پہلے جہاد کیا' وہ حضرت ابوبکر تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت جہاد کیا' جب ملک کے اندر مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے فتنے کھڑے ہو چکے تھے' اور اس وقت ملک سے باہر فوج بھیجنے کی سب نے مخالفت کی تھی' لیکن حضرت ابوبکر نے کہا شام کے خلاف فوج کشی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا' اور میں کسی حالت میں بھی اس حکم کو موخر نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے (المائدہ: ۵۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل

یہ آیت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال کے مناسب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیت میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صاحب فضل فرمایا ہے۔ کیونکہ مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے' یہ نادار مہاجر تھے اور بدری صحابی تھے اور حضرت ابوبکر ان کی مالی امداد کیا کرتے تھے' لیکن انہوں نے بھی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی موافقت کی' جس سے حضرت ابوبکر کو بہت رنج ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین کی برائت بیان کردی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ مسطح کی مالی امداد نہیں کریں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے صاحب فضل اور صاحب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ مجھے بخش دے اور میں مسطح کے ساتھ جو حسن سلوک کرتا تھا' اس کو کبھی موقوف نہیں کروں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے' وہ حضرت بلال کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو بہت ایذائیں پہنچاتا تھا' ان کو گرم زمین پر ڈال کر ان کے اوپر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے امیہ بن خلف کو اس ظلم و ستم سے منع کیا' اس نے کہا اگر تم کو اس کی تکلیف ناگوار لگتی ہے تو اس کو خرید لو۔ حضرت ابوبکر نے امیہ بن خلف سے ایک گراں قیمت پر حضرت بلال کو خرید اور آزاد کردیا' اتنی بڑی قیمت پر حضرت بلال کو خریدنے سے مشرکین کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا ضرور بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان ہوگا۔ اس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابوبکر نے اتنی بھاری قیمت پر بلال کو خریدا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس طعن کے جواب میں حضرت ابوبکر کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ○ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ○ (اللیل: ۲۱-۱۷)

اور جو سب سے زیادہ متقی ہے وہ اس (آگ) سے دور رکھا جائے گا' جو پاکیزہ ہونے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضاجوئی کے لیے (مال خرچ کرتا ہے) اور وہ ضرور عنقریب راضی ہوگا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا' کہ اے مشرکو! بلال کے احسان کی بات کرتے ہو' ابوبکر پر اس کائنات میں کسی کا کوئی

Marfat.com

دنیاوی احسان نہیں ہے، جس کا بدلہ دیا جائے، اس نے صرف اپنے رب اعلیٰ کو راضی کرنے کے لیے بلال کو خرید کر آزاد کیا ہے، اور اللہ عنقریب اس کو راضی کر دے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز و اکرام اپنے فضل سے عطا کیا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انعامات سے نوازا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے اپنے ایک بندہ کو دنیا کی تر و تازگی میں جو وہ چاہے، اسے دینے کا اور آخرت میں اس کے پاس جو اجر ہے، اسے دینے کا اختیار دیا، اس بندہ نے اللہ کے پاس جانے کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہنے لگے، ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ ہمیں ان پر تعجب ہوا، اور لوگوں نے کہا اس بوڑھے کو دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بندہ کے متعلق خبر دے رہے ہیں جس کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی تر و تازگی لے یا اللہ کے پاس آ جائے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ پر ہمارے باپ اور ہماری مائیں فدا ہو جائیں، اور دراصل یہ اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا، اور اس بات کو ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابوبکر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعہ میرے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے ابوبکر ہیں اور میں اپنی امت میں سے اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن ان کے ساتھ اسلام کی خلت (دوستی) ہے، مسجد (نبوی) میں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا اور کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔

(صحیح البخاری، ج ۴، رقم الحدیث: ۳۹۰۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۸۲، سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۷۹، صحیح ابن حبان، ج ۱۵، رقم الحدیث: ۶۸۶۱)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ دے دیا، ماسوا ابوبکر کے، کیونکہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایک ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ قیامت کے دن دے گا اور کسی شخص کے مال نے مجھے ہرگز وہ نفع نہیں پہنچایا، جو ابوبکر کے مال نے نفع پہنچایا اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا اور سنو! تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔ اس سند کے ساتھ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۸۱، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۹۴)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک نوع کی دو چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرے، اس کو جنت میں بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے سو جو نمازی ہو گا، اس کو باب الصلوۃ سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہو گا، اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہو گا، اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہو گا، اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، کیا کوئی ایسا شخص ہو گا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔

(صحیح ابن حبان، ج ۱۵، رقم الحدیث: ۶۸۶۶، صحیح مسلم، زکوۃ ۸۵، (۱۰۲۷) سنن نسائی، ج ۴، رقم الحدیث: ۲۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا جس

Marfat.com

کے متعلق جنت کے ہر گھر والے اور ہر بالا خانہ والے' یہ کہیں گے ! مرحبا' مرحبا' ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ! اس شخص کو اس دن کوئی نقصان نہیں ہوگا ! آپ نے فرمایا ہاں ! اے ابوبکر وہ شخص تم ہو گے۔

(صحیح ابن حبان' ج ١٥' رقم الحدیث: ٦٨٦٧' المعجم الکبیر' ج ١١' رقم الحدیث: ١١١٦٦' المعجم الاوسط' ج ١' رقم الحدیث: ٤٨٥' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں' سوا احمد بن ابی بکر سالمی کے' اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ٩' ص ٤٦)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے فضائل کے متعلق ہم نے شرح مسلم' جلد سادس (٦) میں بہت تفصیل سے دلائل بیان کیے ہیں' اہل علم اور ارباب ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابوبکر کے فضائل میں موضوع احادیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے فضائل میں بعض علماء نے موضوع اور بے اصل احادیث کو بھی درج کر دیا ہے۔ اسی قبیل سے امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ احادیث ذکر کی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا ہے' وہ سب میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

(تفسیر کبیر' ج ٣' ص ٤١٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٣٩٨ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

جو جاہل خود کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں' انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کی فضیلت میں یہ حدیثیں وضع کر لی ہیں' اللہ قیامت کے دن لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا اور حدیث جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے' وہ سب میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا اور حدیث "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنت کا شوق ہوتا تو وہ ابوبکر کے سفید بالوں کو بوسہ دیتے اور حدیث "میں اور ابوبکر گھڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں" (یہ ضرب المثل ہے' اس کا معنی ہے دونوں مساوی ہیں) اور حدیث "جب اللہ نے روحوں کو پسند کیا تو ابوبکر کی روح کو پسند کیا"

(موضوعات کبیر' ص ١٠٦' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ وہ احادیث ہیں جن کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ مجد الدین شیرازی نے سفر السعادۃ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان احادیث کا باطل ہونا بداہت عقل سے معلوم ہے۔ (شیخ عبدالحق فرماتے ہیں) غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان احادیث سے حضرت ابوبکر کی تمام مخلوق پر فضیلت لازم آتی ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں اور حضرت ابوبکر کی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات لازم آتی ہے۔ اگرچہ ان حدیثوں کی تاویل ممتنع نہیں ہے اور حدیث اللہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا اس کو "تنزیہ الشریعہ" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو خطیب اور ابونعیم نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے' ذہبی نے اس کو موضوع کہا ہے اور بعض نے اس کو حسن کہا ہے' حاکم نے اس کو مستدرک میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں درج کیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات' ج ٤' ص ٦٣٤' مطبوعہ تیج کمار' لکھنؤ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھکنے والے ہیں۔ (المائدہ: ٥٥)

Marfat.com

آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال

امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کا ساتھ دیا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بنو عوف سے تھے اور انہوں نے بھی عبداللہ بن ابی کی طرح قینقاع کا ساتھ دینے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت عبادہ نے یہ حلف توڑ دیا اور بنو قینقاع سے بری ہو گئے اور کہا میں اللہ 'اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بناتا ہوں' تو ان کے متعلق سورۂ مائدہ کی آیت ۵۱ اور آیت ۵۵ نازل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے 'اسکا رسول ہے اور ایمان والے ہیں۔ الایہ

(السیرۃ النبویہ 'ج ۳' ص ۵۶-۵۵' جامع البیان 'جز ٦' ص ۳۸۹-۳۸۸)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴٦۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! قریظہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم سے الگ ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھا کریں گے اور ہم آپ کے اصحاب کے ساتھ مجلس کی استطاعت نہیں رکھتے 'کیونکہ ان کے گھر ہم سے دور ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے 'اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے کہا ہم اللہ 'اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنانے پر راضی ہو گئے۔

(اسباب نزول القرآن 'ص ۲۰۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

نیز امام واحدی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ آئے جو اسی دوران ایمان لائی تھی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور ہماری کوئی مجلس اور بات کرنے کی جگہ نہیں ہے اور ہماری قوم جب یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں اور ان کی تصدیق کر چکے ہیں 'تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے اور ہمارے ساتھ نشست 'برخواست 'شادی بیاہ اور کھانے پینے کو ترک کرنے کی قسم کھا لیں گے اور یہ ہم پر بہت دشوار ہو گا 'تو نبی ﷺ نے ان پر یہ آیت پڑھی تمہارا دوست صرف اللہ ہے 'اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں پھر نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں مسلمان قیام اور رکوع میں تھے۔ آپ نے ایک سائل کو دیکھ کر پوچھا کیا کسی نے تم کو کچھ دیا ہے 'اس نے کہا ہاں! سونے کی ایک انگوٹھی۔ آپ نے پوچھا تم کو وہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟ اس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا 'یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا انہوں نے تم کو یہ کس حال میں دی ہے؟ اس نے کہا انہوں نے حالت رکوع میں مجھ کو یہ انگوٹھی دی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔

(المائدہ ۵٦ 'اسباب نزول القرآن 'ص ۲۰۲' جامع البیان 'جز ٦' ص ۳۹)

امام طبرانی نے سائل کو حضرت علی کی انگوٹھی دینے کا واقعہ حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط 'ج ۷' رقم الحدیث: ٦۲۲۸)

حضرت علی کے مستحق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل

شیخ طوسی متوفی ۴٦۰ھ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت اور

Marfat.com

امامت کے مستحق تھے' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں اور مومنین سے مراد اس آیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ یہاں مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور مذکور الصدر شان نزول کے مطابق حضرت علی ہی اس آیت کے مصداق ہیں' کیونکہ آپ ہی نے حالت رکوع میں سائل کو سونے کی انگوٹھی دی تھی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی ہوئے اور ولی کا معنی اولیٰ اور احق ہے۔ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر متصرف اور ان کے حاکم ہوئے اور یہی خلافت اور امامت کا معنی ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی یعنی ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔

(التبیان فی تفسیر القرآن' ج ۳' ص ۵۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علماء شیعہ کی دلیل کا جواب

شیخ طوسی کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱- ولی کا معنی اولیٰ اور احق نہیں ہے' بلکہ ولی کا معنی محب اور ناصر ہے۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

ولی جب اسم ہو تو اس کا معنی محب' صدیق (دوست) اور نصیر ہے اور مصدر ہو تو اس کا معنی امارۃ اور سلطان ہے۔

(القاموس المحیط' ج ۴' ص ۵۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

۲- اس آیت میں ولی محب' دوست اور مددگار ہی کے معنی میں ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اولیاء نہ بناؤ یعنی ان کو دوست نہ بناؤ۔ سو اس آیت میں فرمایا تمہارا ولی یعنی دوست اللہ ہے۔ اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں۔

۳- اگر اس آیت میں ولی کا معنی اولیٰ بالامامت ہو اور مومنین سے مراد حضرت علی ہوں تو یہ لازم آئے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں کی امامت کے زیادہ لائق حضرت علی ہوں' حالانکہ اس وقت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں موجود اور تشریف فرما تھے اور آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کا امامت اور حکومت کے زیادہ لائق اور حقدار ہونا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

۴- اگر یہ آیت حضرت علی کی امامت کے حقدار ہونے پر دلالت کرتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرور کسی نہ کسی محفل میں اس آیت سے استدلال کرتے' حالانکہ آپ نے کبھی بھی اس آیت سے اپنی امامت پر استدلال نہیں کیا۔ آپ نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر اور آیت مباہلہ سے اپنے فضائل پر استدلال کیا' لیکن اس آیت کو آپ نے کبھی پیش نہیں کیا۔

۵- شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علی ہوں۔ ہرچند کہ تعظیماً جمع کا واحد پر اطلاق جائز ہے' لیکن یہ مجاز ہے' اور بلا ضرورت شرعی کسی آیت کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

٦- نیز یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں سائل کی طرف متوجہ ہوں اور حالت رکوع میں سونے کی انگوٹھی سائل کو دینے کی نیت سے گرائیں اور نماز میں نماز کے علاوہ کوئی اور عمل کریں۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح انہماک اور استغراق اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' یہ کہانی اس کے سراسر خلاف ہے۔

۷- عہد رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست تھے' بعض اوقات آپ اپنے حصہ کی روٹی سائل کو دے کر خود بھوکے رات گزارتے تھے۔ ایسے شخص کے متعلق یہ فرض کرنا کہ وہ صاحب زکوٰۃ تھے اور ان کے پاس سونے کی انگوٹھی تھی۔ یہ

Marfat.com

بہت بعید معلوم ہوتا ہے' بلکہ اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

۸- نبی ﷺ نے مردوں پر سونا حرام کر دیا تھا اور سورۂ مائدہ احکام سے متعلق آخری سورت ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سونے کی انگوٹھی پہننا بھی اس روایت کے غیر معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ہمارے نزدیک اس آیت میں راکعون اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے' اس کا معنی ہے جھکنے والے' یعنی ایمان والے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھکنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔ (المائدہ:۵٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان تمام بندوں کو خبر دی ہے جو اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں کی رضاجوئی کے لیے یہود کی دوستی اور ان کے حلف سے بیزار ہو گئے تھے اور ان کو بھی خبر دی ہے جنہوں نے یہود کی دوستی اور ان کے حلف کو برقرار رکھا اور گردش ایام کے خوف سے ان کی دوستی کی طرف دوڑے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو اللہ پر بھروسہ رکھے اور اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی رکھے تو ان ہی کو غلبہ ہو گا' کیونکہ یہ اللہ کی جماعت ہے اور مآل کار اللہ کی جماعت ہی کو غلبہ ہو گا' نہ کہ شیطان کی جماعت کو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنہوں نے

وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، دوست نہ بناؤ، اور

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ

اللہ سے ڈرتے رہو، اگر تم مومن ہو ○ اور جب تم نماز کے لیے ندا کرتے ہو

اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ○

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ

آپ کہیے کہ اے اہل کتاب تم کو صرف یہ ناگوار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو پہلے نازل ہوا اور بیشک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں ○

Marfat.com

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن

آپ کہیے کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے، جن پر اللہ

لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ

نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا

وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ

اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی، ان کا ٹھکانا بدترین ہے اور یہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے

السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ

ہیں ○ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے ساتھ داخل

وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾

ہوئے تھے اور کفر (ہی) کے ساتھ خارج ہوئے . اور اللہ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔ (المائدہ: ۵۷)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع فرمایا تھا۔ اسی سیاق میں یہ آیت نازل فرمائی ہے' اور اس میں مزید یہ فرمایا ہے کہ کافروں کو بھی دوست نہ بناؤ۔

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

رفاعہ بن زید بن التابوت اور سوید بن الحارث دونوں نے اسلام ظاہر کیا اور در اصل یہ دونوں منافق تھے' اور بہت سے مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے' تو اللہ نے ان دونوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ الایہ

(السیرۃ النبویہ' ج ۲' ص ۱۸۱' جامع البیان' جز ۶' ص ۳۹۱' اسباب نزول القرآن' ص ۲۰۲)

یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں سے متعلق قرآن مجید کی اصطلاح

اس آیت میں کفار سے مراد مشرکین ہیں' ہر چند کہ یہود و نصاریٰ اور بت پرست سب کافر ہیں لیکن قرآن مجید کی اصطلاح ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا اطلاق کرتا ہے اور بت پرستوں پر کفار اور مشرکین کا اطلاق کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مسلمان سجدہ کرتے تو یہود اور مشرکین ان کا مذاق اڑاتے تھے اور جب مسلمان اذان دیتے تو وہ کہتے' یہ اس طرح چلا رہے ہیں جیسے قافلے والے چلاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکین کو دوست بنانے

Marfat.com

سے مسلمانوں کو منع فرمادیا۔

ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذاہب

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف گئے' جب آپ حرۃ الوبرہ (مدینہ سے چار میل ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا' جس کی جرأت اور بہادری کا بہت چرچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے' اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی اتباع کروں اور مال غنیمت حاصل کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤ' میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا' وہ چلا گیا' حتیٰ کہ جب ہم ایک درخت کے پاس پہنچے تو اس نے پھر اپنی پیشکش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر یہی جواب دیا کہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا' وہ چلا گیا' پھر مقام بیداء پر ملا' اور اس نے پھر پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو۔ اس نے کہا ہاں! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چلو۔

(صحیح مسلم' الجہاد' ١٥٠' (١٨١٧) ٤٦١٩' سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٥٦٤' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٢٧٣٢' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٢٨٣٢' سنن داری' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٤٩٦' مسند احمد' ج ٩' رقم الحدیث: ٢٥٢١٣' طبع دار الفکر' مسند احمد تحقیق احمد شاکر' ج ١٧' رقم الحدیث: ٢٤٢٦٧' طبع دار الحدیث' قاہرہ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے' اگر مسلمانوں کے متعلق کافر کی رائے اچھی ہو اور اس کی مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد لی جائے' ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے' اور جب مسلمانوں کی اجازت سے کافر سے خدمت لی جائے تو اسے کچھ معاوضہ دے دیا جائے اور اس کا حصہ نہ نکالا جائے۔ امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور کا یہی مسلک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم نماز کے لیے ندا کرتے ہو تو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (المائدہ: ٥٨)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے عمومی طور پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفار دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس آیت میں دین اسلام کے ایک خاص شعار اذان کے متعلق ان کا استہزاء بیان فرمایا ہے۔

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ٤٦٨ھ بیان کرتے ہیں:

کفار نے جب اذان کو سنا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے حسد کیا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ نے دین میں ایک نئی چیز نکالی ہے' جس کا ذکر ہم نے اس سے پہلی امتوں میں نہیں سنا۔ اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ نے اس اذان کو ایجاد کر کے انبیاء سابقین کے طریقہ کی مخالفت کی ہے' اور اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو آپ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کا طریقہ ہی بہتر تھا' جس طرح قافلے والے چلاتے ہیں آپ نے اس طرح چلانے کو اپنا شعار بنالیا ہے' یہ کس قدر بری آواز ہے! تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور درج ذیل آیت نازل کی:

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (حم السجدہ: ٣٣)

اور اس سے اچھی بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے 'کہ بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

(اسباب نزول القرآن 'ص ٢٠٣' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

ابتداء اذان کی کیفیت

اس آیت میں اذان کا ذکر فرمایا ہے 'اس لیے ہم اذان کی ابتداء 'اذان کے کلمات 'اذان اور اقامت کے کلمات 'اذان کا جواب اور اذان کے بعد دعا اور اذان کی فضیلت کے متعلق اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

مکہ میں اذان مشروع نہیں ہوئی تھی 'اس وقت نماز کے لیے یوں نداء کرتے تھے "الصلوۃ جامعۃ"۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت کی اور کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا 'تو آپ کو پانچ فرض نمازوں کے لیے اذان کا حکم دیا گیا 'اور نماز جنازہ 'نماز عید اور نماز کسوف وغیرہ کے لیے "الصلوۃ جامعۃ" سے ندا کا طریقہ برقرار رہا۔ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے خواب میں فرشتے سے اذان کے کلمات سنے اور اس سے پہلے نبی ﷺ نے شب معراج کے موقع پر فرشتے سے اذان کے کلمات سنے تھے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا 'اور امام غزالی نے وسیط میں لکھا ہے کہ دس سے زیادہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا اور علامہ جیلی نے شرح التنبیہ میں لکھا ہے 'کہ چودہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا 'لیکن حافظ ابن صلاح اور علامہ نووی نے اس کا انکار کیا ہے۔ ثابت صرف حضرت عبداللہ بن زید کے لیے ہے اور بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ (فتح الباری 'ج ٢ 'ص ٧٨ 'مطبوعہ لاہور '١٤٠١ھ)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو رات میں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور جب آپ واپس آئے تو جبرائیل نے آپ کو اذان کی تعلیم دی۔

(المعجم الاوسط 'ج ١٠ 'رقم الحدیث: ٩٢٤٣ 'حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اسکی سند میں ایک راوی طلحہ بن زید وضع کی طرف منسوب ہے)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ٢٩٢ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا 'تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس ایک جانور لے کر آئے جس کو براق کہتے تھے 'جب آپ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ کچھ دشوار ہوا۔ جبرائیل نے کہا پرسکون رہو 'بخدا (سیدنا) محمد ﷺ سے زیادہ معزز شخص کبھی تم پر سوار نہیں ہوا۔ آپ اس پر سوار ہوئے 'حتیٰ کہ آپ رحمان تبارک و تعالیٰ کے حجاب تک پہنچے 'اسی دوران حجاب سے ایک فرشتہ نکلا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل! یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے 'میں مخلوق میں سب سے مقرب ہوں 'لیکن میں جب سے پیدا ہوا ہوں 'میں نے اس فرشتے کو اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ پھر فرشتہ نے کہا "اللہ اکبر! اللہ اکبر! تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں 'میں اکبر ہوں۔ پھر فرشتہ نے کہا لا الہ الا

Marfat.com

اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی' میرے بندہ نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (الحدیث)

(کشف الاستار عن زوائد البزار' ج ١' ص ١٧٨' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی زیاد بن المنذر ہے' اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے' مجمع الزوائد' ج ١' ص ٣٢٩)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ٢٧٥ ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عمیر بن انس اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ مشورہ کیا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ آپ سے کہا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے' جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کی اطلاع دیں گے۔ نبی ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی' پھر آپ کو بوق (بگل' نرسنگا) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور کہا کہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ پھر آپ کو ناقوس (لوہے کا ٹکڑا جو لکڑی سے بجایا جاتا ہے' گھڑیال) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس کو بھی پسند نہیں کیا اور فرمایا: یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر گئے' وہ اسی فکر میں تھے۔ پھر انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی' وہ صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس خواب کی خبر دی۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا' میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے اذان دکھائی۔ اس سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا' لیکن انہوں نے بیس دن تک اس خواب کو مخفی رکھا' پھر نبی ﷺ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا تم کو مجھے خبر دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن زید مجھ پر سبقت لے گئے اور مجھے حیاء آئی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال! تم کھڑے ہو اور عبداللہ بن زید تم کو جو کلمات بتائیں' وہ پڑھو' پھر حضرت بلال نے اذان دی' ابو عمیر یہ کہتے تھے کہ اگر اس دن حضرت عبداللہ بن زید بیمار نہ ہوتے تو وہ اذان کہتے۔

(سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ٤٩٨' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور ان کو ندا نہیں کی جاتی تھی۔ ایک دن انہوں نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا' بعض نے کہا نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ۔ بعض نے کہا یہود کے بگل کی طرح بگل بناؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی ندا کرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے بلال! تم کھڑے ہو کر نماز کی ندا کرو۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ٦٠٤' صحیح مسلم' اذان ١ (٣٧٧) ٨١٤' سنن ترمذی' ج ١' رقم الحدیث: ١٩٠' سنن نسائی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٢٥' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٦٦٥' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

کلمات اذان میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور ان میں ترجیع نہیں ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے' یعنی دو مرتبہ شہادتین کو پست آواز سے کہا جائے اور دو مرتبہ شہادتین کو بلند آواز سے کہا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(المغنی' ج ١' ص ٢٤٣' مطبوعہ دارالفکر' بدایۃ المجتہد' ج ١' ص ٧٦' مطبوعہ دارالفکر)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتے سے اذان کے جو کلمات سنے تھے' ان میں ترجیع نہیں تھی۔ انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی

Marfat.com

کلمات کے ساتھ اذان دی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بجانے کا حکم دیا' تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے' میں اسی سوچ بچار میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا ہم لوگوں کو نماز کے لیے جمع کریں گے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟

اس نے کہا تم کہا کرو "اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ اس کے بعد فرشتے نے اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ ان شاء اللہ برحق خواب ہے' تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں' وہ ان کو بتاؤ' تا کہ وہ اذان دیں' کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے۔ پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللہ الحمد۔

(سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ٤٩٩' سنن داری' ج ١' رقم الحدیث: ١١٨٧' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٧٠٦' مصنف عبدالرزاق' ج ١' رقم الحدیث: ١٧٧٤' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ١' ص ٢٣١' مسند احمد بتحقیق احمد شاکر' ج ١٣' رقم الحدیث: ١٦٤٢٩' طبع دارالحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ٤' ص ٤٣' طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' رقم الحدیث: ٣٧١' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ١' ص ٣٩١-٣٩٠' السیرۃ النبویہ لابن ہشام' ج ٢' ص ١٢٣-١٢٢' طبع دار احیاء التراث العربی' سنن دار قطنی' ج ١' رقم الحدیث: ٩٢٤' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' صحیح ابن حبان' ج ٤' رقم الحدیث: ١٦٧٩' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

حضرت ابو محذورہ کی روایت کا محمل

حضرت ابو محذورہ کی روایت میں جو ترجیع کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو محذورہ اسلام لانے سے پہلے اپنے لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپسی پر انہیں دیکھ لیا۔ آپ نے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا اذان پڑھو۔ انہوں نے اذان پڑھی اور اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ کو آہستہ آہستہ پڑھا۔ آپ نے ان شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا' تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہو گئے' تو شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ اور پھر دو بار زور سے پڑھنے کا یہ خاص واقعہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اذان دینے کی عام ہدایت نہیں دی۔ اس کا بیان اس حدیث میں ہے:

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ٣٥٤ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض ساتھیوں کے ساتھ حنین کے راستہ میں تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کے لیے اذان دی' ہم نے اذان

Marfat.com

کی آواز سنی' ہم راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور ہم نے اذان کا مذاق اڑانے کے لیے بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی آواز میں سن رہا ہوں' تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے؟ پھر ہم کو بلایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ آواز تم میں سے کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ نے باقی لڑکوں کو بھیج دیا اور مجھے روک لیا۔ اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا اور خود مجھے اذان کے کلمات بتائے۔ اور فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر' اشہد ان لا الہ الا اللہ' اشہد ان لا الہ الا اللہ' اشہد ان محمدا رسول اللہ' اشہد ان محمدا رسول اللہ آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو اور اپنی آواز بلند کرو۔ آپ نے فرمایا اشہد ان لا الہ الا اللہ' اشہد ان لا الہ الا اللہ' اشہد ان محمدا رسول اللہ' اشہد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ جب آپ مجھ سے اذان پڑھوانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی' اور آپ نے دعا کی' اے اللہ! اس میں برکت دے اور اس پر برکت دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اذان دینے کا حکم دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں حکم دیدیا۔ میرے دل میں جتنی آپکی ناپسندیدگی تھی' وہ سب آپکی محبت سے بدل گئی۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے عامل عتاب بن اسید کے پاس گیا۔ اور میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکہ میں اذان دینے لگا۔

(صحیح ابن حبان' ج ۴' رقم الحدیث: ١٦٨٠' سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ۵٠٣' سنن نسائی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٣٠' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٧٠٨' مصنف عبدالرزاق' ج ١' رقم الحدیث: ١٧٧٩' مسند احمد' ج ٣' ص ۴٠٩' طبع قدیم' سنن کبری للبیہقی' ج ١' ص ٣٩٣' سنن دار قطنی' ج ١' رقم الحدیث: ٨٩٠' مسند الشافعی' ص ٣١-٣٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٠٠ھ)

کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اقامت میں اللہ اکبر اللہ اکبر دو دفعہ اور باقی کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھے جاتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اللہ اکبر اللہ اکبر' چار چار دفعہ اور باقی کلمات دو دو مرتبہ اور آخر میں لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ (المغنی' ج ١' ص ٢۴٩' بدایۃ المجتہد' ج ١' ص ٨٠)

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ پڑھیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی' ج ١' رقم الحدیث: ١٩٣' صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ٦٠٣' صحیح مسلم' رقم الحدیث: (٣٧٨) ٨١۵' سنن ابوداؤد' ج ١' رقم الحدیث: ۵٠٨' سنن نسائی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٢٦' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٧٢٩)

امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان اور اقامت میں دو دو کلمے تھے۔

(سنن ترمذی' ج ١' رقم الحدیث: ١٩۴' سنن دار قطنی' ج ١' رقم الحدیث: ٩٢۵' سنن کبری للبیہقی' ج ١' ص ۴٢٠۔ اس حدیث کے

Marfat.com

راوی ثقہ ہیں)

نیز حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' انہوں نے اقامت کے کلمات اس طرح بیان کیے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر' اشهد ان لا الہ الا اللہ' اشهد ان لا الہ الا اللہ' اشهد ان محمدا رسول اللہ' اشهد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوۃ' قد قامت الصلوۃ اللہ اکبر اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ۔

(صحیح ابن حبان' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۶۸۱' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۰۲' سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۹۲' مسند احمد' ج ۳' ص ۴۰۹' ج ۶' ص ۴۰۱' طبع قدیم' سنن نسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۲۹' صحیح ابن خزیمہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۷۷' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۹۷-۱۱۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۳۹۴)

اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے موقف کی واضح دلیل ہے۔

اذان کا جواب

امام ابو حاتم محمد بن حبان بستی متوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کہے "اللہ اکبر' اللہ اکبر" اور تم میں سے کوئی کہے "اللہ اکبر" پھر وہ کہے "اشهد ان لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "اشهد ان لا الہ الا اللہ" پھر وہ کہے "اشهد ان محمدا رسول اللہ" تو یہ کہے "اشهد ان محمدا رسول اللہ" پھر وہ کہے "حی علی الصلوہ" تو یہ کہے "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "حی علی الفلاح" تو یہ کہے "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "اللہ اکبر' اللہ اکبر" تو یہ کہے "اللہ اکبر' اللہ اکبر" پھر وہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح ابن حبان' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۶۸۵' صحیح مسلم' اذان' ۱۲' (۳۸۵) ۸۲۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۲۷' سنن نسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۷۳' عمل الیوم و اللیلہ للنسائی' رقم الحدیث: ۶۷۸' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۳۴' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۴۰۹-۴۰۸)

دعا بعد الاذان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ۔

اے اللہ! اس کامل نداء اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند مقام اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

تو اس شخص پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۱۴' صحیح مسلم' اذان' ۱۱' (۳۸۴) ۸۲۶' سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۱' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم

Marfat.com

الحدیث: ٥٢٩' سنن نسائی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٧٧' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٧٢٢' مسند احمد' ج ٥' رقم الحدیث: ١٤٨٢٣' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج ٣' ص ٣٥٤' طبع قدیم' عمل الیوم واللیلہ للنسائی' رقم الحدیث: ٤٦' عمل الیوم واللیلہ لابن السنی' رقم الحدیث: ٩٢' طبع کراچی' المعجم الصغیر للطبرانی' ج ١' ص ٢٤٠' طبع المدینہ المنورہ' مصنف عبدالرزاق' ج ١' رقم الحدیث: ١٩١١' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ١' ص ٤١٠' صحیح ابن حبان' ج ٤' رقم الحدیث: ١٦٨٩' شرح السنہ للبغوی' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٢١' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' رقم الحدیث: ٤٢٠)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تو دعا کرتے اے اللہ! اس نداء کامل اور اس کے بعد قائم ہونے والی نماز کے رب' اپنے بندہ اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل) کردے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا فرمانا ہماری تعلیم کے لیے ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(المعجم الاوسط' ج ٤' رقم الحدیث: ٣٦٧٥' مجمع الزوائد' ج ١' ص ٣٣٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" اے اللہ! آپ پر صلوۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے' اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں (داخل) کردے سو جو شخص یہ دعا کرے گا' اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المعجم الکبیر ج ١٢' رقم الحدیث: ١٢٥٥٤' مجمع الزوائد ج ١' ص ٣٣٣' الجامع الکبیر ج ٧' رقم الحدیث: ٢٢١١٨' عمدۃ القاری ج ٥' ص ١٢٤)

اذان کی فضیلت میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو' پس جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دیا کرو' اور بہ آواز بلند اذان کہنا' کیونکہ موذن کی آواز کو جو بھی جن یا انسان سنتا ہے' اور جو چیز بھی سنتی ہے' وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ٦٠٩' سنن نسائی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٤٣' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ٧٢٣' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ١٥٣' مسند احمد' ج ٣' ص ٣٥-٤٣' مسند حمیدی' ج ١' رقم الحدیث: ٧٣٣' مصنف عبدالرزاق' ج ١' رقم الحدیث: ١٨٦٥' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' رقم الحدیث: ٣٨٩' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ١' ص ٣٩٧-٤٢٧)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو روحاء (ایک مقام) پر بھاگ جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ روحاء کتنی دور ہے؟ تو حضرت جابر نے کہا وہ مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

(صحیح مسلم' صلاۃ' ١٥' (٣٨٨) ٨٣١' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' رقم الحدیث: ٣٩٣' مسند احمد' ج ٣' ص ٣١٦' شرح السنہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤١٥' صحیح ابن حبان' ج ٤' رقم الحدیث: ١٦٦٤' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ١' ص ٤٣٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان جب نماز کی ندا سنتا ہے تو زور سے پاد لگاتا ہے' تاکہ

Marfat.com

اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے' تو پھر واپس آکر وسوسہ ڈالتا ہے۔

(صحیح مسلم' صلوٰۃ' ١٦' (٣٨٩) ٨٣٢' صحیح ابن حبان' ج ٤' رقم الحدیث: ١٦٦٣' مسند احمد' ج ٢' ص ٣١٣' طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ' ج ١' رقم الحدیث: ٣٩٢' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ١' ص ٤٣٢' شرح السنہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤١٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ اے اہل کتاب! تم کو صرف یہ ناگوار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو پہلے نازل ہوا اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ: ٥٩)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے دین اسلام کو ہنسی مذاق بنالیا ہے اور اب اس آیت میں بتایا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کو عزت اور احترام سے جو قبول نہیں کیا' اس کی کیا وجہ ہے؟

امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی ٢١٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی' جس میں ابو یاسر بن اخطب' نافع بن ابی نافع' عازر بن ابی عازر وغیرھم تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ رسولوں میں سے کس کس پر ایمان لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا' ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں' جب آپ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہا ہم عیسیٰ ابن مریم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس شخص پر جو ان پر ایمان لایا ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

آپ کہئے اے اہل کتاب! تم کو صرف یہ ناگوار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (الآیہ)

(السیرۃ النبویہ' ج ٢' ص ١٨٠' جامع البیان' ج ٦' ص ٣٩٤' اسباب نزول القرآن' ص ٢٠٣)

یہود کا بعض نبیوں پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا قطعاً باطل ہے' کیونکہ معجزہ کی دلالت کی وجہ سے نبی پر ایمان لایا جاتا ہے اور جب یہود معجزہ کی دلالت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو پھر معجزہ کی دلالت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لائے؟ اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ جبکہ آپ نے بکثرت حسی اور معنوی معجزات پیش کیے۔

آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود تو تمام کفار اور فساق ہیں' یہاں اکثر کو فاسق کیوں فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہود دنیا کی عزت اور روپے پیسے کے لالچ میں حق کو چھپاتے تھے۔ اس لیے فرمایا تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں لہٰذا! تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی نیک نہیں ہو' فاسق اور بدکار ہو۔ کیونکہ کافر اور بدعتی بھی بعض اوقات اپنے دین کے اعتبار سے سچا اور دیانت دار ہوتا ہے' جبکہ تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی جھوٹے اور خائن ہو اور ظاہر ہے کہ سب یہودی اس طرح نہیں تھے۔ اس لیے فرمایا: تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض یہودی ایمان لے آئے تھے۔ اگر یہ فرمایا جاتا کہ کل یہودی فاسق ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق بھی فسق کا وہم کرتا۔

Marfat.com

دوسرا سوال یہ ہے کہ اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں اس کا عطف اس جملہ پر ہے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اب اس کا معنی اس طرح ہوگا تم کو صرف یہ ناگوار لگا ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں جبکہ یہودیوں کے نزدیک ان کا فسق ناگوار نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ یہ ان سے تعریضاً خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہم مسلمان فاسق نہیں ہیں' بلکہ نیک اور صالح ہیں اور مسلمانوں کا نیک اور صالح ہونا ان کو ناگوار گزرتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اعتقاد کا لفظ محذوف ہے' یعنی تم کو اپنے فسق کا اعتقاد ناگوار گزرتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سبب کا لفظ محذوف ہے یعنی تم کو ہمارا اللہ پر ایمان لانا اس لیے ناگوار گزرتا ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے' جن پر اللہ نے لعنت کی' اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی' ان کا ٹھکانا بدترین ہے اور یہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ: ٦٠)

یہود کو علم تھا کہ ان کے اسلاف میں ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان پر اللہ نے لعنت کی۔ یہود میں سے جنہوں نے ممانعت کے باوجود ہفتہ کے دن شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی' ان کو بندر بنا دیا گیا اور جن عیسائیوں نے مائدہ (دسترخوان) کے معاملہ میں نافرمانی کی تھی' ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن جن یہودیوں نے نافرمانی کی تھی' ان میں سے جوانوں کو بندر بنا دیا گیا اور بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا۔ موجودہ بندر اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بندروں اور خنزیروں کے متعلق سوال کیا گیا' کیا یہ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا مسخ کر کے پھر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم' قدر' ۳۲-۳۳' (۲۶۶۳) ۶۶۴۶' مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۰۰' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۹۰' طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے' حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر (ہی) کے ساتھ خارج ہوئے اور اللہ خوب جاننے والا ہے جسے وہ چھپاتے تھے۔ (المائدہ: ٦١)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہودیوں نے دین اسلام کو ہنسی اور کھیل بنا لیا تھا اور وہ اذان کا مذاق اڑاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو مسلمانوں کا ایمان اور تقویٰ ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ان کے کرتوتوں کی جو سزا آخرت میں ملے گی' وہ ان کو اس سے زیادہ ناگوار ہوگی اور اب اس آیت میں دین اسلام کے صدق اور برحق ہونے کی ایک اور دلیل بیان فرمائی کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے' اس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے بیان کیا ہے کہ بعض یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ بیان کرتے کہ وہ مومن ہیں' اور اسلام کے تمام احکام پر راضی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے کفر اور گمراہی پر ڈٹے رہتے تھے۔ اور اسی کافرانہ عقیدہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور اسی کفریہ عقیدہ پر رخصت ہوتے۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ۴۰۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا' وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آئے تھے' اسی حال میں لوٹ گئے۔ کیونکہ ان کے دل سخت تھے اور ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لائے' بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور اس جھوٹ سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب کرنے کی بہت کوشش اور جدوجہد کریں' کیونکہ وہ مسلمانوں سے بہت بغض اور عداوت رکھتے تھے۔

Marfat.com

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ

آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام خوری میں تیزی سے بڑھتے

السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ

ہیں، یہ بہت بری حرکتیں کر رہے ہیں ○ ان کے راہب اور پادری انہیں

وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ بہت

يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ

بُرے کام ہیں ○ اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ

اور ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے،

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور

وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ

سرکشی کو زیادہ کرے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے،

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ

وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، وہ زمین میں فساد پھیلانے کی تگ و دو

فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ

کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ

اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو ضرور مٹا دیتے اور ہم ان کو نعمتوں کی جنتوں میں ضرور داخل

وقف لازم

Marfat.com

النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

کرتے ○ اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف

اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ

ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو ان کے اوپر سے بھی ان پر رزق برستا اور زمین سے بھی ان کے لیے رزق

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ۱۳

اُبلتا، ان میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں اور ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو برے کام کر رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ' سرکشی اور حرام خوری میں تیزی سے بڑھتے ہیں۔ یہ بہت بری حرکتیں کر رہے ہیں۔ (المائدہ: ۶۲)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہودی ہر قسم کے گناہ بے دھڑک کرتے ہیں اور وہ کسی قسم کے گناہ میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔ خواہ وہ گناہ کفر ہی کیوں نہ ہو۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اثم سے مراد کفر ہے' اور عدوان کے معنی اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھنا ہے۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے یہودی حکام مراد ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جن یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے اور حلال و حرام میں اس کی حدود سے تجاوز کرنے اور رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرنے میں بہت تیزی سے رواں دواں ہیں اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں' وہ سراسر باطل کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے راہب اور پادری انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے! یہ جو کچھ کر رہے ہیں' یہ بہت برے کام ہیں۔ (المائدہ: ۶۳)

نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی مذمت

گناہ کی بات کہنے سے مراد جھوٹ بولنا ہے۔ وہ ایمان نہیں لائے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے ہم ایمان لائے ہیں اور یہ جھوٹ ہے اور تورات میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرتے تھے' اور اس سے بھی تورات میں منع کیا گیا ہے اور ان کے علماء اس سے بھی منع نہیں کرتے تھے اور گناہ کرنے کی بہ نسبت گناہ سے منع نہ کرنا زیادہ مذموم ہے' کیونکہ گناہ کرنے والا گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے' اس لیے گناہ کرتا ہے اور گناہ سے منع نہ کرنا محض گناہ بے لذت ہے' اس لیے اس کی زیادہ مذمت ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے ان علماء کی مذمت کی ہے جو ان کو گناہوں سے نہیں روکتے تھے۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ ربانیون سے مراد عیسائیوں کے علماء ہیں' اور احبار سے مراد یہود کے علماء ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں لفظوں سے مراد یہودی ہیں' کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے متعلق ہیں۔ ایک لفظ سے مراد یہود کے درویش ہیں اور دوسرے لفظ سے مراد یہود کے علماء ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا علماء کی تنبیہ کے باب میں یہ سب سے سخت آیت ہے۔ ضحاک نے کہا کہ قرآن مجید کی جس آیت سے سب سے زیادہ خوف پیدا ہوتا

Marfat.com

ہے' وہ یہی آیت ہے۔ کیونکہ جو شخص نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں سستی اور کوتاہی کرے' اس کو اور برے کام کرنے والے شخص' دونوں کی مذمت کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیا ہے۔ (زاد المسیر' ج ۲' ص ۳۹۱)

نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے ایک فرشتہ کی طرف وحی کی کہ فلاں فلاں بستی والوں پر ان کی بستی کو الٹ دو۔ اس نے کہا اس بستی میں ایک بندہ ہے جس نے ایک پل بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا اس بستی کو اس شخص پر اور بستی والوں پر الٹ دو' کیونکہ میری وجہ سے اس شخص کا چہرہ ایک دن بھی غصہ سے متغیر نہیں ہوا۔ اس حدیث کے دو راویوں کی تضعیف کی گئی ہے۔ لیکن ابن المبارک اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۲۷۰' المعجم الاوسط' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۶۵۷' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو' اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو گے تو کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی (المائدہ: ۱۰۵) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۷۵' سنن ابو داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۳۳۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۵' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۰' ۱۶' طبع دار الفکر بیروت و دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۱' ص ۷' ۵' ۲' طبع قدیم' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۰۵' ۳۰۴' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۹۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا' ورنہ عنقریب اللہ تم پر عذاب بھیج دے گا' پھر تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی' یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۷۶' سنن ابو داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۳۳۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۵)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے' اور جو اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے بدلے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے' وہ اس کو دل سے بدلے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۷۸' (۴۹) ۱۷۵' سنن ابو داؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۴۰' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۷۹' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۰۲۳' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۷۵-۴۰۱۳' مسند احمد' ج ۳' ص ۵۲-۱۰' طبع قدیم' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۹۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی حدود قائم کرنے والے اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے (ترمذی کی روایت میں ہے اور اللہ کی حدود میں مداہنت' یعنی سستی اور نرمی کرنے والے) کی مثال اس طرح ہے کہ ایک قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی' بعض لوگوں کے نام اوپر کی منزل کا قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے نام نچلی منزل کا' نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر کی منزل پر گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اگر ہم کشتی کے پیندے میں سوراخ کر کے سمندر سے پانی لے لیں تو اوپر کی منزل والوں کو زحمت نہیں ہو گی۔ اگر اوپر کی منزل والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے

Marfat.com

چھوڑ دیا تو سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو وہ بھی نجات پالیں گے اور نچلی منزل والے بھی۔

(صحیح البخاری' ج ٣' رقم الحدیث: ٢٤٩٣' ٢٦٨٦' سنن ترمذی' ج ٤' رقم الحدیث: ٢١٨٠' صحیح ابن حبان' ج ١' رقم الحدیث: ٢٩٧' مسند احمد' ج ٦' رقم الحدیث: ١٨٣٨٩' طبع دار الفکر' ج ٤' ص ٢٧٣' ٢٧٠' ٢٦٨' طبع قدیم' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ١٠' ص ٢٨٨' ٩١)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہوں کے کام کیے جا رہے ہوں اور وہ ان گناہوں کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوں' اور پھر نہ مٹائیں تو اللہ ان کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' اور اس کی سند حسن ہے۔

(صحیح ابن حبان' ج ١' رقم الحدیث: ٣٠٠' سنن ابوداؤد' ج ٣' رقم الحدیث: ٤٣٣٩' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٠٠٩' مسند احمد' ج ٤' ص ٣٦٦۔٣٦٤' قدیم' المعجم الکبیر للطبرانی' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٣٨٣' ٢٣٨٢)

ایک روایت میں ہے جس قوم میں گناہ کیے جائیں وہ قوم زیادہ اور غالب ہو پھر بھی مداہنت کرے اور خاموش رہے اور برائی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے' تو پھر ان سب پر عذاب آئے گا۔

(المعجم الکبیر' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٣٨٥-٢٣٨١-٢٣٨٠' مسند احمد' ج ٤' ص ٣٦٣-٣٦١' طبع قدیم' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ١٠' ج ٩١)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات بیان کی جائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن ترمذی' ج ٤' رقم الحدیث: ٢١٨١' سنن ابوداؤد' ج ٣' رقم الحدیث: ٤٣٤٤' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٠١١' مسند البزار' رقم الحدیث: ٣٣١٣' مجمع الزوائد' ج ٧' ص ٢٧٢)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل میں سب سے پہلی خرابی یہ واقع ہوئی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کر کے یہ کہتا' اے شخص! اللہ سے ڈر' اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے' کیونکہ یہ کام تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات کرتا' تو اس کا وہ کام اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع نہ کرتا' جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے' وہ بہت برا کام تھا (المائدہ: ٧٩-٧٨) پھر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! بخدا! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور تم اس کو ضرور حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا' ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا' پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔

(سنن ابوداؤد' ج ٣' رقم الحدیث: ٤٣٣٧-٤٣٣٦' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے' سنن ترمذی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٠٥٩' ٣٠٥٨' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٠٠٦' مسند احمد' ج ١' ص ٣٩١' طبع قدیم' امام احمد کی سند میں انقطاع ہے' اس لیے یہ سند ضعیف ہے' مسند احمد' بتحقیق احمد شاکر' ج ٤' رقم الحدیث: ٣٧١٣' طبع دار الحدیث قاہرہ' المعجم الاوسط' ج ١' رقم الحدیث: ٥٢٣' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد' ج ٧' ص ٢٦٩)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی' بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں' وہ جس طرح چاہتا ہے' خرچ کرتا ہے۔ (الآیہ) (المائدہ: ٦٤)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کی برائیاں اور ان کے گناہ ذکر فرمائے تھے کہ وہ گناہ اور سرکشی میں تیزی سے دوڑتے ہیں' حرام کھاتے ہیں اور حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال حاصل کر کے جمع کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی سب سے بڑی برائی اور سب سے بڑا کفر بیان کیا' کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف بخل کو منسوب کیا' اور یہ ایسی جرات ہے جس کا ارتکاب کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا' ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایسی نسبت سے پاک' بلند اور برتر ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی' متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک شخص نباش بن قیس تھا۔ اس نے کہا آپ کا رب بخیل ہے' خرچ نہیں کرتا۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

(المعجم الکبیر' ج ١٢' رقم الحدیث: ١٢٤٩٧' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ہرچند کہ کسی ایک یہودی نے یہ خبیث قول کہا تھا' لیکن چونکہ باقی یہود میں سے کسی نے اس قول سے برائت کا اظہار نہیں کیا اور اس کا رد نہیں کیا' اس لیے پوری قوم یہود کی طرف اس قول کی نسبت فرمائی۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہ آیت فنحاص یہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ٤٠٥' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہود نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس دنیاوی مال نہیں ہے اور اکثر مسلمان فقر اور فاقہ میں مبتلا ہیں' اور انہوں نے یہ آیت سنی:

مَّنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا — کوئی ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔

(الحدید: ١١)

تو انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا فقیر ہے اور بسا اوقات کہا بخیل ہے' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کا یہی معنی ہے' کیونکہ جو شخص خرچ نہ کرے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ — اور نہ رکھ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا۔

(الاسراء: ٢٩)

ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے ذرائع بند کر دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس افتراء کا رد کرتے ہوئے فرمایا: خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس آیت میں ہماری زبانوں سے ان کے خلاف دعا ضرر فرمائی ہے' یعنی ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا' وہ اس بخل کی وجہ سے ہر خیر سے محروم ہیں۔ ان سے کسی کو خیر حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ غل کا معنی طوق بھی ہے' سو اس کا یہ

Marfat.com

معنی ہے کہ دنیا میں ان پر قید و بند کا طوق ڈال دیا گیا' اور آخرت میں ان پر جہنم میں طوق ڈال دیا جائے گا۔

ید اللہ (اللہ کا ہاتھ) کا معنی

انگلیوں سے لے کر پہنچے تک کے عضو کو ید کہتے ہیں' بلکہ کندھے تک کے عضو کو بھی ید (ہاتھ) کہا جاتا ہے اور مجازاً ید کا اطلاق نعمت پر بھی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں کا مجھ پر ہاتھ ہے' یعنی اس کا احسان اور نعمت ہے اور عطا کرنے اور خرچ کرنے پر بھی ید کا اطلاق ہوتا ہے' جیسے کہتے ہیں فلاں کا ہاتھ بہت کشادہ ہے اور ید کا اطلاق قدرت پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اولی الایدی والابصار (ص: ٤٥) وہ قدرت والے اور بصیرت والے ہیں۔ انہوں نے جو کہا تھا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ نے ان پر عطا کرنے اور خرچ کرنے کے دروازے بند کیے ہوئے ہیں اور ان کو رزق نہیں دیا۔ ان کا یہ قول بخل سے کنایہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' یعنی وہ نیکی اور کار خیر سے رکے ہوئے ہیں' اور وہ کائنات میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ بہت عطا فرماتا ہے' وہ بہت جواد اور فیاض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کا ذکر فرمایا' کیونکہ دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنا بہت زیادہ سخاوت پر دلالت کرتا ہے' تمام چیزوں کے خزانے اور ہر قسم کی نعمتیں اس کے پاس ہیں' اور وہ اپنی تمام مخلوق کو عطا فرما رہا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (ابراھیم: ٣٤)	اور اس نے تم کو تمہاری ہر سوال کی ہوئی چیز عطا فرمائی اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو ان کو شمار نہ کر سکو گے' بے شک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔
وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان: ٢٠)	اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے خرچ کرو' میں تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا اللہ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے ہیں' رات اور دن میں ہمیشہ خرچ کرنے سے اس کے خزانے میں کمی نہیں ہوتی اور فرمایا یہ بتاؤ جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے' وہ خرچ کر رہا ہے اور اس سے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے' جس کو وہ پست کرتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔

(صحیح البخاری' ج ٥' رقم الحدیث: ٤٦٨٤' صحیح مسلم' زکوۃ ٣٧' (٩٩٣) ٢٢' سنن ترمذی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٠٥٦' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ١٩٧' صحیح ابن حبان' ج ٢' رقم الحدیث: ٧٢٥' مسند احمد' ج ٢' ص ٥٠٠' ص ٣١٣-٢٤٢' طبع قدیم' مسند احمد' ج ٣' رقم الحدیث: ١٠٥٠٥' ط دار الفکر' الاسماء والصفات للبیہقی' ص ٣٢٨' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اور اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جو رزق کم عطا کیا ہے یا ان پر تنگی کی ہے تو وہ اس کی حکمت کے مطابق ہے' اور وہ سب کا مالک علی الاطلاق ہے جس کو جتنا چاہتا ہے' عطا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ	اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے' لیکن وہ اندازے کے مطابق

Marfat.com

خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (الشوریٰ: ٢٧) جتنا چاہتا ہے‘ رزق اتارتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب واقف ہے اور انہیں بہت دیکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الرعد: ٢٦) اللہ جس کے لیے چاہتا ہے‘ رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

قرآن مجید کی جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ‘ چہرے اور پنڈلی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے‘ فرقہ مجسمہ ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت ثابت کرتا تھا۔ اس فرقہ کا باطل ہونا بالکل واضح ہے‘ کیونکہ جسم اپنے ترکب میں اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔ نیز! ہر جسم متناہی ہوتا ہے اور ہر متناہی حادث ہوتا ہے اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔ نیز! ہر جسم یا متحرک ہو گا یا ساکن ہو گا اور حرکت و سکون دونوں حادث ہیں اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء اور جسم ہونے سے پاک اور منزہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لیے جو ید وغیرہ کا اطلاق کیا گیا ہے‘ اس میں اہل اسلام کے حسب ذیل مذاہب ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ٧٩٣ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں جن امور کا ذکر ہے‘ مثلاً استواء‘ ید‘ وجہ (چہرہ) عین (آنکھ) وغیرہ ان میں حق یہ ہے کہ یہ مجازات اور تمثیلات ہیں۔ یعنی جن امور کا ظاہر شرع میں ذکر ہے اور ان کو حقیقی معانی پر محمول کرنا محال ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ: ٥) رحمن نے عرش پر استواء فرمایا۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ١٠) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص: ٧٥) تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (الرحمٰن: ٢٧) اور باقی ہے آپ کے رب کا چہرہ۔

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ (طٰہٰ: ٣٩) تاکہ میری آنکھ کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے۔

شیخ ابو الحسن اشعری نے کہا ہے کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی صفت زائدہ ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ تمام اطلاق مجازی ہیں۔ استواء سے مراد غلبہ ہے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تمثیل اور تصویر ہے اور ید سے مراد قدرت ہے اور وجہ (چہرہ) سے مراد ذات اور وجود ہے اور عین (آنکھ) سے مراد بصر ہے اور شیخ اشعری کا ایک قول بھی جمہور کے موافق ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بنی ہیں‘ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق خصوصیت سے کیوں فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے خصوصیت سے فرمایا: کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا‘ جس طرح بیت اللہ میں بیت کی اضافت بھی تشریف اور تکریم کے لیے ہے یا وہاں پر کمال قدرت کا اظہار مراد ہے۔ نیز علماء بیان نے یہ بھی کہا ہے کہ استواء سے مجازاً غلبہ اور ید اور یمین سے مجازاً قدرت اور عین سے مجازاً بصر مراد لینا اللہ تعالیٰ کی طرف تجسیم اور تشبیہ کے وہم کی نفی کرنے کے لیے ہے‘ ورنہ ان الفاظ سے وہ معانی عقلیہ مراد ہیں جو ان کے مقابلہ میں صور حسیہ میں ہوتے ہیں۔

(شرح المقاصد‘ ج ٥‘ ص ١٧٥-١٧٤‘ مطبوعہ منشورات الرضی‘ ایران‘ ١٤٠٩ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ٨١٦ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

شیخ ابوالحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ ان امور کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے' کیونکہ وہ اللہ کے حق میں محال ہے۔ اس لیے ان سے مراد اللہ کی صفات زائدہ ہیں اور ہمیں ان کی کنہ معلوم نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اطلاقات مجازی ہیں۔

(شرح المواقف' ج ٨' ص ١١١-١١٠' ملخصا' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں جو ید کا لفظ آیا ہے' اس کے متعلق جمہور مسلمین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے ید کا لفظ آیا ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے' اور چونکہ عقل اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے لیے جسم اور جسمانی اعضاء محال ہیں' سو ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کی حقیقت اور کنہ ہم کو معلوم نہیں ہے' سلف صالحین کا یہی عقیدہ تھا۔ دوسرا قول متکلمین کا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ید کے کئی معانی ہیں۔ ایک معنی یہ عضو مخصوص ہے' یہ اللہ کے حق میں محال ہے۔ اس کا دوسرا معنی ہے نعمت۔ تیسرا معنی ہے قوت' چوتھا معنی ہے ملک' جیسے قرآن مجید میں ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح جس کی ملک میں نکاح کی گرہ ہے۔ پانچواں معنی ہے خصوصی توجہ اور خصوصیت جیسے 'لما خلقت بیدی (ص ٧٥) موخر الذکر چاروں معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ اس بحث میں ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابوالحسن اشعری نے کہا کہ ید اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور یہ ایک صفت ہے جو قدرت کے علاوہ ہے۔ اس کی شان سے کسی چیز کو خصوصیت کے ساتھ پیدا کرنا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے ید کا لفظ استعمال ہو تو اس سے قدرت اور نعمت مراد ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ٣' ص ٤٢٨' ملخصا' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کردے گا' اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے' وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں' اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ وہ زمین میں فساد پھیلانے کی تگ و دو کر رہے ہیں' اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: ٦٤)

اس آیت کا تعلق علماء یہود سے ہے' کیونکہ ان کا موقف غلط اور باطل تھا۔ اس لیے اس کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں' اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد علماء یہود اس کا انکار کردیتے' تو یوں قرآن مجید کے نازل ہونے سے ان کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہوتی رہی۔

علماء یہود حسد اور بغض کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور چونکہ یہ دنیاوی مال و دولت اور منصب اور عہدوں کے درپے تھے' اس لیے یہود اور نصاریٰ میں سے ہر فرقہ شد و مد کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتا تھا اور دوسرے فرقہ کا رد کرتا تھا' تاکہ دنیاوی کامیابی صرف اسی کو حاصل ہو۔ اس لیے یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بغض رکھتے تھے یا پھر ان کے اپنے اندر بہت فرقے تھے اور ہر فرقہ دوسرے سے بغض رکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہود جب بھی جنگ کی آگ کو بھڑکاتے ہیں' اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔ جب انہوں نے فساد پھیلایا اور تورات کی مخالفت کی' تو اللہ نے ان کے اوپر بخت نصر کو بھیج دیا' انہوں نے پھر فساد کیا' تو ان پر پطرس رومی کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا' تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مجوس کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کو بھیج دیا۔

Marfat.com

قتادہ نے کہا جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث کیا تو یہ مجوس کے ہاتھوں ذلیل ہو رہے تھے۔
اس کے بعد فرمایا: یہ زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو ضرور مٹا دیتے اور ہم ان کو نعمتوں کی جنتوں میں ضرور داخل کرتے۔ (المائدہ: ٦٥)

اس آیت کا معنی ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ اور اس کے رسول' یعنی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لے آتے اور اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے اور گناہ کرنے اور سرکشی کرنے سے اللہ سے ڈرتے' یعنی اللہ کی کتاب میں لفظی اور معنوی تحریف نہ کرتے' رشوت لے کر حرام مال نہ کھاتے تو ہم نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو مٹا دیتے' بلکہ ان کو جنت کی نعمتوں میں داخل کر دیتے۔
اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی خرابی اور ان کے مرض کا ذکر کیا تھا' اور اس آیت میں اس کے تدارک اور علاج کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے' تو ان کے اوپر سے بھی ان پر رزق برستا اور زمین سے بھی ان کے لیے رزق ابلتا۔ ان میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں' اور ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو برے کام کر رہے ہیں (المائدہ: ٦٦)

گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے رزق میں وسعت اور فراخی

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اگر اہل کتاب اللہ اور رسول پر ایمان لے آئیں اور کفر اور سرکشی میں اللہ سے ڈرتے رہیں' تو وہ اخروی عذاب سے محفوظ رہیں گے' اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کو حاصل کریں گے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ تورات اور انجیل کو قائم رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کو بھی جنت بنا دے گا۔
تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ:

١- وہ تورات اور انجیل میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں اور ان میں یہ عہد بھی ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے اور تورات اور انجیل میں آپ کی نبوت پر جو دلائل ہیں اور آپ کی جو علامات مذکور ہیں' ان کو ظاہر کریں گے۔

٢- تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کریں گے' اور اس میں مذکور حدود کو نافذ کریں گے۔

٣- اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اگر وہ ظہور اسلام سے پہلے تورات اور انجیل کی شریعت کو قائم رکھتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہتے' لیکن انہوں نے تورات کے احکام پر عمل نہیں کیا اور انجیل کا انکار کیا اس لیے ان پر معاشی تنگی اور رزق میں کمی اور دنیا میں رسوائی اور خواری مسلط کر دی گئی۔

اس آیت میں فرمایا ہے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے' دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد باقی انبیاء پر نازل کیے ہوئے صحیفے ہیں' مثلاً حضرت سعیاہ' حضرت حبقوق' اور حضرت دانیال کے صحائف۔

نیز فرمایا تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی کھاتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہود نے سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب پر اصرار کیا تو ان پر قحط اور تنگی مسلط کر دی گئی' حتیٰ کہ انہوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ کفر کو چھوڑ دیں تو ان کے حالات بدل جائیں گے اور ان کی تنگی خوش حالی سے اور قحط غلہ کی فراوانی سے بدل

Marfat.com

جائے گا۔ اور یہ جو فرمایا: تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی کھاتے' اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

١۔ اس سے مراد غذائی اجناس کی پیداوار میں مبالغہ اور وسعت ہے

٢۔ اوپر سے کھانے سے مراد ہے بارشوں کا ہونا اور پیروں کے نیچے سے کھانے سے مراد ہے زمین کا غلہ اگانا

٣۔ اوپر سے کھانے سے مراد ہے درختوں کا پھلوں سے لد جانا اور پیروں کے نیچے سے کھانے سے مراد ہے کھیتوں کا لہلہانا

٤۔ اوپر سے مراد درختوں سے پھل اتارنا اور نیچے سے مراد ہے زمین پر پڑے ہوئے پھلوں کو چننا

خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا سے گناہوں کو ترک کرنے اور عبادات اور نیکیوں کے کرنے سے آسمان سے بھی رزق برستا ہے اور زمین بھی سونا اگلتی ہے۔ اس کی تائید اور نظیر میں حسب ذیل آیات ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ٩٦)

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (الجن: ١٦)

اگر وہ سیدھی راہ پر قائم رہتے تو ہم انہیں ضرور کثیر پانی سے سیراب فرماتے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق: ٢-٣)

جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کیلئے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اسکو وہاں سے روزی دے گا جہاں اسکا گمان بھی نہ ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم: ٧)

اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو زیادہ دوں گا۔

اس کے بعد فرمایا: ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو میانہ روی پر ہیں۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے سلیم الفطرت تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا' جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور عیسائیوں میں سے نجاشی اور یا کفار میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو معتدل تھے اور انہوں نے جلد یا بدیر اسلام قبول کر لیا۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: اور ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو برے کام کر رہے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی مذمت اس سے پہلی آیتوں میں کی گئی ہے' جو تورات اور انجیل میں تحریف کرتے تھے۔ حق کو چھپاتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ

اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے اور اگر (بالفرض)

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ○ آپ کہیے کہ اے اہل کتاب!

Marfat.com

لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ

تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو

اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ

جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے کفر اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ

کردے گا جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ

نہ کریں ○ بے شک ایمان کے مدعی اور یہودی اور صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ

وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور قیامت پر (صحیح) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر خوف ہو گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ بے شک ہم نے بنو اسرائیل

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ

سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر

بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ق

آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے (رسولوں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا ○

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ملے گی، سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے، پھر اللہ نے ان کی

ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

توبہ قبول فرمائی، پھر بھی ان میں سے بہت لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے ○

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ

بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے ؛ حالانکہ مسیح نے

الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ

کہا تھا اے بنی اسرائیل ! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے ، بیشک جس نے

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ

اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے ،

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' اس کو پہنچا دیجئے اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا' اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا' بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ٦٧)

ایک آیت کی تبلیغ نہ کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کس طرح درست ہے؟

اس سے پہلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے خبیث عقائد اور ان کے باطل اقوال' دین میں ان کی تحریفات اور ان کی بداعمالیاں بیان کی گئی تھیں۔ اس طرح مشرکوں کی خرابیوں کو بھی بیان کیا گیا تھا اور مشرکوں کے متعلق آیات نازل ہوئیں تھیں۔ اب آپ سے فرمایا ہے کہ آپ کے اوپر جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' وہ سب کو پہنچا دیجئے اور اس تبلیغ میں یہود و نصاریٰ اور مشرکوں اور کافروں کی مخالفت کی مطلقاً پروا نہ کیجئے۔ اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا' اور اگر بہ فرض محال آپ نے ایسا نہ کیا اور کسی آیت کو بھی نہ پہنچایا تو آپ نے کار رسالت انجام نہیں دیا اور آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔

اس آیت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس آیت کا معنی یہ ہو اگر آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو یہ کلام غیر مفید ہے۔ کیونکہ شرط اور جزاء میں تغائر ہوتا ہے اور یہاں تغائر نہیں ہے اور اگر اس آیت کا معنی یہ ہے اگر آپ نے ایک آیت بھی نہیں پہنچائی تو آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا تو یہ کلام مفید ہے۔ لیکن واقع کے خلاف ہے' کیونکہ ایک آیت کے نہ پہنچانے سے اس ایک آیت کے پہنچانے کی نفی ہونی چاہیے' باقی تمام آیات جو پہنچائی جا چکی ہیں' ان کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معنی یہی ہے کہ اگر آپ نے بالفرض ایک آیت کو بھی نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ کیونکہ ایک آیت کو بھی نہ پہنچانے سے باقی تمام آیات کا پہنچانا ضائع اور غیر معتبر ہو جائے گا' یا جیسے کوئی شخص قرآن مجید کی ایک آیت پر ایمان نہ لائے تو اس کا باقی تمام قرآن پر ایمان لانا ضائع ہو گیا' یا جیسے کوئی شخص نماز کا ایک رکن ادا نہ کرے اور باقی تمام ارکان ادا کرے تو اس کی نماز ضائع ہوگی' کیونکہ جب کسی ایک آیت کو چھپایا جائے

Marfat.com

گا تو دعوت اسلام سے جو غرض اور مقصود ہے' وہ فوت ہو جائے گا۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

جس نے بغیر قصاص کے یا بغیر زمین میں فساد کے کسی کو (ناحق) قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔

(المائدہ: ٣٢)

کیونکہ جس طرح ایک شخص کو ناحق قتل کرنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے' اسی طرح سب لوگوں کو ناحق قتل کرنا بھی اللہ کی نافرمانی ہے' اور جو ایک شخص کے قتل ناحق پر جرأت کر سکتا ہے' اگر اس کے بس میں ہو تو وہ سب لوگوں کے قتل ناحق پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو بالفرض ایک آیت کے چھپانے پر جرأت کر سکتا ہے' وہ سب آیتوں کے چھپانے پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اس لیے فرمایا: اگر آپ نے بالفرض ایک آیت کو بھی چھپایا تو آپ نے کار رسالت بالکل انجام نہیں دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اس آیت کا معنی ہے آپ پر آپ کے رب کی جانب سے جو کچھ نازل ہوا ہے' اگر (بالفرض) آپ نے اس میں سے ایک آیت بھی چھپالی تو آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا

(جامع البیان' جز ٦' ص ٤١٤' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سہارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو عائشہ! جس شخص نے تین باتوں میں سے ایک بات بھی کہی' اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: جس نے یہ کہا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا' میں سہارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے ام المومنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں' کیا اللہ عزو جل نے یہ نہیں فرمایا؟ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا (التکویر: ٢٣) اور فرمایا اور بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا (النجم: ١٣) حضرت عائشہ نے فرمایا اس امت میں' میں سب سے پہلی ہوں جس نے ان آیتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ جبرائیل ہیں' جس صورت پر جبرائیل کو پیدا کیا ہے' آپ نے اس صورت پر جبرائیل کو صرف دو بار دیکھا ہے۔ آپ نے جبرائیل کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا' ان کی عظیم خلقت (بناوٹ اور جسامت) نے تمام آسمان اور زمین کو بھر لیا تھا۔ پھر حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم نے اللہ عزو جل کا یہ قول نہیں سنا آنکھیں اللہ کا ادراک (احاطہ کرتے ہوئے) نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہی باریکیوں کو جاننے والا اور ظاہر و باطن سے خبردار ہے (الانعام: ١٠٣) اور کیا تم نے اللہ عزو جل کا یہ قول نہیں سنا اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے اس کو وہ پہنچا دے جو اللہ چاہے (الشوریٰ: ٥١) اور جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپالیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے' اس کو پہنچا دیجئے اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا (المائدہ: ٦٧) اور جس نے یہ کہا کہ آپ کل کی بات کی (از خود) خبر دیتے ہیں' تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ فرماتا ہے آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی (از خود) غیب کو نہیں جانتا سوا اللہ کے۔ (النمل: ٦٥)

Marfat.com

(صحیح مسلم' الایمان' ٢٨٧' (١٧٧) ۴٣٢' صحیح البخاری' ج٦' رقم الحدیث: ۴٨٥٥' سنن ترمذی' ج٥' رقم الحدیث: ٣٠٧٩' سنن کبریٰ للنسائی' ج٦' رقم الحدیث: ١١١۴٧' مسند احمد' ج١٠' رقم الحدیث: ٢٦٠٩٩' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج٦' ص ٢۴١' طبع قدیم' جامع البیان' جز ٦' ص ۴١٦)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا (المائدہ: ٦٧) تب رسول اللہ ﷺ نے خیمہ سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا: اے لوگو! واپس جاؤ' بے شک اللہ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (سنن ترمذی' ج٥' رقم الحدیث: ٣٠٥٧' المستدرک' ج٢' ص ٣١٣)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا تو رسول اللہ ﷺ نے حفاظت کے انتظام کو ترک کر دیا۔

(المعجم الصغیر' ج١' رقم الحدیث: ۴١٨' المعجم الاوسط' ج۴' رقم الحدیث: ٣٥٣۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں عطیہ العوفی ایک ضعیف راوی ہے۔ مجمع الزوائد' ج٧' ص ١٧)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو وہ آپ کے ساتھ واپس آئے۔ ایک وادی جس میں خار دار درخت بہت زیادہ تھے' اس میں انہوں نے دوپہر کے وقت قیام کیا' مسلمان درختوں کے سائے میں بکھر کر آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کیکر کے ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اس میں تلوار لٹکا دی۔ حضرت جابر نے کہا ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا' ہم آپ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا' اس شخص نے میری تلوار نکال لی' میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی اور وہ مجھ سے کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ! لو وہ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

(صحیح البخاری' ج٥' رقم الحدیث: ۴١٣٥' السیرۃ النبویہ لابن ہشام' ج٣' ص ٢٢٧' الطبقات الکبریٰ' لابن سعد' ج٢' ص ٦١' سبل الہدیٰ والرشاد' ج٥' ص ١٧٦)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ١٠۴۴ھ نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام غورث بن الحارث تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا میں تمہارے لیے (سیدنا) محمد ﷺ کو قتل نہ کروں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! تم ان کو کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں ان کی غفلت میں ان کے پاس جاؤں گا' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ اس وقت تلوار آپ کی گود میں تھی' اس نے کہا اے محمد! ﷺ ذرا اپنی تلوار مجھے دکھائیں۔ پھر تلوار آپ کی گود سے لے کر آپ پر سونت لی اور کہنے لگا اے محمد! ﷺ آپ مجھ سے ڈرتے نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں' بلکہ اللہ مجھے تم سے بچائے گا' پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو تلوار دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے تلوار لے کر فرمایا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ بہتر بدلہ لینے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں

Marfat.com

اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے لڑوں گا نہ آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو جانے دیا' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا میں تمہارے پاس سب سے بہتر شخص کے پاس سے آیا ہوں' پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

(انسان العیون' ج ٢' ص ٥٧٤' حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے' فتح الباری' ج ٧' ص ٤٢٨)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا' اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ کہا گیا' یا رسول اللہ! میں سعد ہوں اور آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ پھر نبی ﷺ سو گئے حتیٰ کہ ہم نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

(صحیح البخاری' ج ٣' رقم الحدیث: ٢٨٨٥' ج ٥' رقم الحدیث: ٧٢٣١' صحیح مسلم' فضائل الصحابہ' ٣٩' (٢٤١٠) ٦١١٣' سنن ترمذی' ج ٥' رقم الحدیث: ٣٧٧٦' صحیح ابن حبان' ج ١٥' رقم الحدیث: ٦٩٨٦' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ١٢' ص ٨٩-٨٨' مسند احمد' ج ٦' ص ١٤١' طبع قدیم' مسند احمد' ج ٩' رقم الحدیث: ٢٥١٤٧' طبع دار الفکر' مسند احمد (احمد شاکر) ج ١٧' رقم الحدیث: ٢٤٩٧٣' فضائل الصحابہ للنسائی' رقم الحدیث: ١١٣' المستدرک' ج ٣' ص ٥٠١' تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر' ج ٤' ص ٢٠٠' کنز العمال' ج ١٣' رقم الحدیث: ٣٦٦٤٧)

علامہ قرطبی متوفی ٦٦٨ھ نے اس حدیث کو صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

غیر صحیح میں یہ روایت ہے کہ ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ انہوں نے کہا ہم سعد اور حذیفہ ہیں۔ آپ کی حفاظت کے لیے آئے ہیں' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ ہم نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی اور یہ آیت نازل ہوئی' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور فرمایا: اے لوگو! واپس جاؤ' بے شک اللہ نے میری حفاظت کر لی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ٦' ص ١٨٠' مطبوعہ دار الفکر' ١٤١٥ھ)

علامہ قرطبی نے جس طرح ان دونوں روایتوں کو ملا دیا ہے' مجھے اس طرح حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا' جبکہ میں نے اس حدیث کا بہت تتبع کیا ہے' جیسا کہ مذکور الصدر حوالہ جات سے ظاہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر علماء شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب

مشہور شیعہ عالم شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ٤٦٠ھ اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہما السلام نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں' تو نبی ﷺ کو یہ خوف تھا کہ یہ معاملہ آپ کے اصحاب کی جماعت پر دشوار ہو گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ہمت بڑھانے کے لیے یہ آیت نازل کی تاکہ آپ اللہ کے حکم پر عمل کریں۔

(التبیان' ج ٣' ص ٥٨٨' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بہ روز جمعرات' ١٨ ذوالحجہ ١٠ھ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ لائق اور مستحق کون ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مسلمانوں کا مولیٰ ہوں اور میں جس کا مولیٰ ہوں' علی اس کے مولیٰ ہیں۔ آپ نے اس جملہ کو تین چار بار دہرایا۔ پھر فرمایا اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے' اور اس سے

Marfat.com

عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔ اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو علی سے بغض رکھے۔ پھر آپ نے فرمایا تمام حاضرین یہ پیغام غائبین کو پہنچا دیں۔

(تفسیر نمونہ' ج ۵' ص ۱۱-۱۲' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' طہران)

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہے' کیونکہ ان کی شرط کے موافق اس کی روایت نہیں ہے۔ دیگر کتب حدیث میں یہ روایت ہے۔ بعض میں صرف اس قدر ہے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں' اس کے علی مولیٰ ہیں اور بعض میں یہ الفاظ بھی ہیں اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے' اور اس کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۷۱۳' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۱' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۸۱۴۵' مسند احمد' ج ۱' ص ۸۴-۸۸-۱۱۸-۱۱۹-۱۵۲-۳۳۱' ج ۴' ص ۳۷۲' ۳۷۰' ج ۵' ص ۳۷۰-۳۶۶-۴۱۹' طبع قدیم' مسند البزار' (کشف الاستار) رقم الحدیث: ۲۵۳۵-۲۵۳۶-۲۵۲۹-۲۵۲۸-۲۵۳۱-۲۵۳۲-۲۵۴۲-۲۵۴۴-۲۵۳۷-۲۵۱۹' مسند ابو یعلی' رقم الحدیث: ۶۴۲۳-۵۶۷' المعجم الکبیر' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۳۵-۲۵۰۵' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۵۱۵-۳۵۱۴-۴۰۵۲' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۹۸۵-۴۹۹۶-۵۱۲۸-۴۹۶۸-۵۰۹۲-۳۵۱۴-۵۰۶۷' ج ۱۹' رقم الحدیث: ۲۹۱' ج ۲۲' رقم الحدیث: ۱۳۵' المعجم الاوسط' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۱۵' ۱۹۸۷' ۱۳۷۳' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۱۳۱-۲۲۷۵' مجمع الزوائد' ج ۹' ص ۱۰۴-۱۰۹' طبع قدیم)

علماء شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جس شخص پر اولیٰ بالتصرف ہیں اس پر حضرت علی اولیٰ بالتصرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتصرف ہو' وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت علی امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے' اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو امام قرار دے دیا تو ان کی موجودگی میں حضرت ابوبکر کی امامت صحیح نہیں۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور اہل تشیع کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث میں ولی بمعنی اولیٰ ہے۔ اس لیے ہم پہلے دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغت میں کیا معنی ہیں۔ علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب ذیل معنی ذکر کیے ہیں:

(۱) محب (۲) صدیق (دوست) (۳) نصیر (۴) سلطان (۵) مالک (۶) عبد (۷) آزاد کرنے والا (۸) آزاد کیا ہوا (۹) قریب (۱۰) مہمان (۱۱) شریک (۱۲) عصبہ (۱۳) رب (۱۴) منعم (۱۵) تابع (۱۶) سسرالی رشتہ دار (۱۷) بھانجہ۔

(تاج العروس' ج ۱۰' ص ۳۹۸-۳۹۹)

ولی کے یہ تمام حقیقی معانی ہیں اور ولی کا معنی اولیٰ بالتصرف نہیں ہے' اس لیے یہاں مولیٰ کے لفظ کو اولیٰ بالتصرف پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز! یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا مولیٰ ہے' یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص فلاں سے مولیٰ ہے' یعنی اولیٰ ہے۔

۲۔ بفرض محال! اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولیٰ بالامامۃ کے معنی میں ہو' بلکہ یہ اولیٰ بالاتباع اور اولیٰ بالقرب کے معنی میں ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوہ (آل عمران: ۶۸) ابراہیم سے اولیٰ بالقرب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے۔

۳۔ اگر یہ لفظ اولیٰ بالامامۃ کے معنی میں بھی مان لیا جائے تو اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت علی اولیٰ بالامامۃ تھے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی مآل کے اعتبار سے اولیٰ بالامامۃ ہیں' یعنی جس وقت

Marfat.com

حضرت علی کی خلافت کا موقع ہوگا' اس وقت وہی اعلیٰ بالامنہ ہوں گے' اور خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ اور امیر ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

۴۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے' لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

۵۔ مسند بزار میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

۶۔ اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے' جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے' یہ دعا اس پر قرینہ ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں' علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں' لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف انہی جوابات پر اکتفاء کی ہے۔

آیا رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور تھے' یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟

علماء کرام نے اس مسئلہ پر بھی بحث و تمحیص کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ بھی وحی کی تھی' خواہ وہ وحی جلی ہو یا وحی خفی' رسول اللہ ﷺ نے وہ سب امت تک پہنچادی یا کچھ علوم ایسے تھے جو نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو احکام بندوں کی مصلحت سے متعلق ہیں' ان کی تبلیغ آپ پر ضروری ہے اور جن آیات سے مقصود بندوں کو اطلاع پہنچانا ضروری ہے' ان کو بندوں تک پہنچانا ضروری ہے اور جو غیب آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور امت کی مصلحت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے' اس کا امت تک پہنچانا ضروری نہیں ہے' بلکہ اس کا ان سے چھپانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (النجم: ۱۰) سو وحی فرمائی اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر بلاواسطہ ایک راز کی وحی فرمائی اور اس راز کو آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کا آخرت میں پتا چلے گا۔ جب آپ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے' اور علامہ واسطی نے کہا اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف القاء کیا جو القاء کیا اور اس کو بالکل ظاہر نہیں کیا' کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور جس چیز کو آپ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے' وہ مستور ہے اور جس چیز کے ساتھ آپ کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے' وہ ظاہر ہے اور صوفیاء اس کو اسرار الہیہ اور حقیقت کا علم کہتے ہیں۔

علامہ آلوسی اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیاء نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا ہے' لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس احکام شرعیہ اور اسرار الہیہ کا جو بھی علم تھا' وہ سب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

Marfat.com

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (الانعام:۳۸) ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

اور امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا ان سے نکلنے کی کون سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں تم سے پہلے اور تمہارے بعد کے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے متعلق احکام ہیں اور امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور ہمارے متعلق ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے لیکن ان کو قرآن کریم سے حاصل کرنے سے ہمارا علم قاصر ہے' اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا نبی ﷺ نے جس قدر احکام دیئے ہیں' آپ نے ان سب کو قرآن سے مستنبط کیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسی چیز کو حلال کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اسی چیز کو حرام کرتا ہوں' جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ (المعجم الاوسط' ج ٦' رقم الحدیث: ۵۷۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۷۵)

علامہ مرسی نے کہا کہ قرآن مجید میں تمام اولین اور آخرین کے علوم جمع ہیں اور اس کا حقیقی احاطہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے' ماسوا ان علوم کے جن کو اللہ سبحانہ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ پھر معظم سادات صحابہ کرام ان علوم کے وارث ہوئے' مثلاً خلفاء اربعہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' پھر صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام ان علوم کے وارث ہوئے' پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں کی ہمتیں اور ان کے درجات کم ہوتے گئے اور افاضل صحابہ اور اخیار تابعین جن علوم کے حامل تھے' بعد کے مسلمان وہ مقام حاصل نہ کر سکے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام علوم اور معارف قرآن مجید میں موجود ہیں' تو قرآن مجید کی تبلیغ ان تمام علوم و معارف کی تبلیغ ہے' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ہر نکتہ' ہر ہر راز اور ہر ہر حکم تفصیل کے ساتھ ہر ہر شخص کے لیے قرآن مجید کی صریح عبارت سے ظاہر نہیں ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ کچھ ایسے اسرار ہیں جو قرآن مجید سے خارج ہیں اور ان کو صوفیہ نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے' تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ عالم دین کا اپنی فہم سے قرآن مجید سے اسرار اور حکمتوں اور احکام کا استخراج کرنا جائز ہے' بشرطیکہ وہ اصول شریعت کے موافق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ صوفیاء کا کلام بھی اسی اعتبار سے ہے۔ البتہ! ان کی بعض عبارات ظاہر شریعت کے مخالف ہوتی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لوگوں سے ان کے عرف کے مطابق بات کرو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۷) ہمارے موقف کے قریب یہ حدیث ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ عنترہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا ہم سے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی خاص علم ہے' جس کو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے رسول! آپ پر جو آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' اس کو پہنچا دیجئے۔ بخدا! ہم کو رسول اللہ ﷺ نے (قرآن مجید کے سوا) کسی تحریر کا وارث نہیں کیا' اور امام بخاری نے ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں! صرف کتاب اللہ ہے' یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے' یا جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت کے احکام ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمانوں کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۱)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ صوفیاء کی جو عبارات قرآن و سنت کے موافق ہیں' وہ مقبول ہیں اور جو عبارات کتاب و سنت کے خلاف ہیں' وہ مردود ہیں' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کتاب و سنت سے ایسے اسرار اور احکام مستنبط کرنے کی فہم عطا فرمائے جو ان سے پہلے مفسرین' فقہاء اور مجتہدین نے مستنبط نہ کیے ہوں' اور جب آیات اور احادیث سے ائمہ اربعہ کے اجتہاد اور استنباط کو مان لیا گیا ہے' حالانکہ وہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں تو بعد کے علماء کے لیے یہ کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ وہ کتاب اور سنت سے ایسے مسائل اور حکمتیں مستنبط کریں' جو ائمہ اربعہ نے نہ مستنبط کیے ہوں۔ البتہ! یہ ضروری ہے کہ یہ استخراج اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ (روح المعانی' ج ۶' ص ۱۹۲-۱۸۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں

علامہ سید محمود آلوسی کے اس کلام کی متانت اور ثقاہت میں ہمیں کلام نہیں ہے' لیکن دلائل صحیحہ کی روشنی میں بعض محققین کا یہ نظریہ ہے کہ نبی ﷺ پر صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ واجب تھی اور تمام علوم کی تبلیغ آپ پر واجب نہیں تھی۔ بعض علوم ایسے تھے جو آپ نے سب کو نہیں بتلائے' بلکہ جو ان کے اہل تھے' ان کو بتلا دیئے اور بعض علوم ایسے تھے' جو آپ نے کسی کو نہیں بتلائے' وہ صرف آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ مختص تھے' گویا آپ کے علوم کی تین قسمیں ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے کوئی چیز پوچھی جس کا جواب میں نہیں دے سکا' تب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا' جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین اور آخرین کا علم عطا فرما دیا اور مجھے کئی اقسام کا علم عطا فرمایا۔ ایک علم کی وہ قسم تھی جس کے متعلق مجھ سے عہد لیا' کہ میں کسی کو اس پر مطلع نہیں کروں گا اور میرے علاوہ اور کوئی شخص اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسری علم کی وہ قسم تھی جس کو ظاہر کرنے یا پوشیدہ رکھنے کا مجھے اختیار عطا فرمایا اور تیسری علم کی وہ قسم تھی جس کے متعلق مجھے حکم دیا کہ میں امت کے ہر خاص و عام کو اس کی تبلیغ کروں۔ (مدارج النبوت' ج ۱' ص ۱۶۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر' ۱۳۹۷ھ)

وہ علم جس کو تمام امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے

جن علوم کی امت کے ہر خاص و عام کو تبلیغ واجب ہے' ان کا تعلق احکام شرعیہ سے ہے' اور زیر بحث آیت میں آپ کو ان ہی کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تمام آیات کو پہنچایا اور احادیث میں ان کی وضاحت فرمائی۔ زیر بحث آیت کی تفسیر میں بہت سے مفسرین نے یہ کہا ہے' کہ اس آیت میں آپ کو احکام شرعیہ کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ہر جو چیز نازل ہوئی اس کی تبلیغ واجب ہے' اور شاید اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ بندوں کی مصلحتیں متعلق ہوں' اس کی تبلیغ واجب ہے اور اس کے نازل کرنے سے مقصود ان کو مطلع کرنا ہو' کیونکہ بعض اسرار الٰہیہ کا افشاء کرنا حرام ہے۔ (انوار التنزیل' الکازرونی' ج ۲' ص ۳۴۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت کے حکم کا تعلق دین اور بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ ہے' اور آپ کو انہیں مطلع کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اور جو اسرار نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں' ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم محفوظ کیے۔ ایک علم کو تو میں نے لوگوں میں پھیلا

Marfat.com

دیا' اور اگر دوسرے علم کو میں پھیلاؤں تو یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۱۲۰) اور یہ علم الحقیقت اور حکمت ہے جس سے سکوت کیا گیا ہے۔ مصنف (علامہ بیضاوی) نے بھی اپنے قول میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(عنایۃ القاضی' ج ۳' ص ۳۶۴-۳۶۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ پر جس قدر بھی احکام نازل کیے گئے ہیں' ان کو پہنچا دیجئے' کیونکہ جن امور کا تعلق احکام سے بالکل نہیں ہے جیسے اسرار خفیہ ان کی لوگوں کو تبلیغ کرنا مقصود نہیں ہے۔

(تفسیر ابی السعود علی ہامش الکبیر' ج ۳' ص ۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ سلیمان بن عمر الجمل متوفی ۱۲۰۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو امور احکام سے متعلق ہیں' ان کو پہنچا دیجئے۔ کیونکہ جو اسرار آپ کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں' ان کی تبلیغ کرنا آپ کے لیے جائز نہیں ہے۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین' ج ا' ص ۵۱۰' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے

علامہ طاہر بن عاشور متوفی ۱۳۸۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کبھی بعض لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ بعض ایسے علوم سے مطلع فرماتے جن کا تعلق احکام شرعیہ کے ساتھ نہیں ہوتا تھا' اور بعض اصحاب کو کسی راز سے مطلع فرماتے تھے' جیسے آپ نے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز بتلایا کہ نبی ﷺ کے اہل میں سے سب سے پہلے وہ آپ کے ساتھ آپ کے وصال کے بعد لاحق ہوں گی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۶۲۳) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس راز سے مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی ہے (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۹۰۵) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس راز سے مطلع کیا کہ خارجی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے' جیسا کہ حضرت حذیفہ نے حضرت عمر کو بتایا تھا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۲۵) اور جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم حاصل کیے ہیں۔ ایک علم تو انہوں نے پھیلا دیا اور دوسرا علم اگر وہ پھیلا دیں تو ان کی رگ جاں کاٹ دی جائے گی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۲۰) اور یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں کچھ لکھوانا چاہا اور پھر لکھوانے سے اعراض کر لیا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۱۴) تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق احکام شرعیہ سے نہیں تھا' کیونکہ اگر اس کا تعلق احکام شرعیہ سے ہوتا تو آپ اس کو لکھوانے سے کبھی اعراض نہ فرماتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' اس کو پہنچا دیجئے اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔ (المائدہ: ٦٧) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص تم سے یہ کہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے کسی ایسی چیز کو چھپا لیا جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۸۵۵' التحریر والتنویر' جز سادس' ص ۲۶۰)

جن علوم کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ جس کو چاہیں مطلع فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ مطلع فرمائیں' ان میں سے بعض کا ذکر احادیث کے حوالہ سے علامہ ابن عاشور کی تحریر میں آ گیا ہے' اور اسی سلسلہ میں ایک حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سواری پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ آپ نے فرمایا اے معاذ بن جبل! انہوں نے کہا لبیک یارسول اللہ! میں حاضر ہوں (یہ مکالمہ تین بار ہوا) آپ نے فرمایا جو شخص بھی صدق دل سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے کہا یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خبر نہ سناؤں کہ وہ خوش ہو جائیں! آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر تکیہ کرلیں گے۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے (تاکہ علم کا چھپانا لازم نہ آئے) یہ حدیث بیان کردی۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ١٢٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جس شخص نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنادوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ اسی پر تکیہ کرلیں گے۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ١٢٩)

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ کی ایک نظیر ہے:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۝ (التحریم: ٣)

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب انہوں نے اس راز کا (کسی سے) ذکر کر دیا اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرمادیا' تو نبی نے انہیں کچھ جتادیا اور کچھ بتانے سے اعراض فرمایا۔ پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبردی' تو وہ کہنے لگیں آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا مجھے بہت علم والے نہایت خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ راز بیان کیا کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ کو حرام کرلیا ہے۔ (بعض روایات میں شہد کے حرام کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد شرعی حرام نہیں ہے' بلکہ قسم کھانا مراد ہے) اور یہ فرمایا کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ نے یہ راز حضرت عائشہ کو بتادیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ تم نے ماریہ کے حرام کرنے کو افشاء کر دیا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے راز کو افشاء کرنے سے آپ نے اعراض فرمایا' تاکہ وہ مزید شرمندہ نہ ہوں اور امام ابو نعیم اور امام ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد خلیفہ ہوں گے' سو تم یہ راز کسی کو بتانے سے اجتناب کرنا۔

(روح المعانی' ج ٢٨' ص ١٥١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ہم نے باحوالہ دلائل سے یہ بیان کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی ایک وہ قسم تھی جس کی ہر خاص و عام پر تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا' یہ قرآن مجید کی تمام آیات ہیں اور وہ احادیث ہیں جن کا تعلق احکام شرعیہ سے ہے اور آپ کے علم کی دوسری قسم وہ ہے جس میں آپ کو اختیار تھا کہ آپ جس کو چاہیں' بیان فرمائیں۔ اس پر بھی ہم نے باحوالہ دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب رہی تیسری قسم' یعنی وہ علم جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے' اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم عطا فرمایا ہے اور عام مسلمانوں کو یہ علم عطا نہیں فرمایا۔ فقہاء احناف کا یہی مذہب ہے اور سلف صالحین کا بھی یہی مذہب تھا کہ آیات متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے' یعنی رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی کو نہیں عطا فرمایا۔

ملاجیون متشابہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

متشابہ اس چیز کا اسم ہے جس کی معرفت کی امید منقطع ہو اور اس کے ظاہر ہونے کی اصلاً امید نہ ہو۔ وہ غایت خفا میں ہوتا ہے' اور محکم کی ضد ہے جو غایت ظہور میں ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس لفظ سے جو مراد ہے' وہ حق ہے۔ اگرچہ ہم کو قیامت سے پہلے یہ پتا نہیں چلے گا کہ اس لفظ متشابہ سے کیا مراد ہے اور قیامت کے بعد اس کی مراد ان شاء اللہ ہر شخص پر منکشف ہو جائے گی اور یہ حکم امت کے حق میں ہے اور نبی ﷺ کے حق میں یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو لفظ متشابہ کی مراد قطعاً معلوم ہو' ورنہ آپ سے اس کے ساتھ خطاب کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور یہ ایسا ہو گا جیسے لفظ مہمل کے ساتھ خطاب کیا جائے' یا کسی عربی کے ساتھ حبشی میں گفتگو کی جائے۔ (نور الانوار' ص ٩٣' مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت کی کامل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ سے نہیں کہ آپ اللہ کے علم کی حکایت کریں۔ ہاں! مگر اللہ سبحانہ نے کسی حکمت کی وجہ سے آپ پر اس علم کا اخفاء واجب کر دیا ہے اور یہ علم آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے' لیکن میرے نزدیک اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی' ج ٢١' ص ١١٣' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا' بلکہ یہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور آپ کو لوگوں کو اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو' اور علم قیامت کے متعلق بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

(فتح الباری' ج ٨' ص ٤٠٣' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ١٤٠١ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو امور خمسہ (قیامت' بارش ہونے' ماں کے پیٹ' کل کیا ہو گا' اور کون کہاں مرے گا) کا علم دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے' لیکن آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(خصائص کبریٰ' ج ٢' ص ١٩٠' طبع مصر' شرح الصدور' ص ٣١٩' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کی آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا' بلکہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور دوسروں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے قیامت کے علم کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (المواہب اللدنیہ مع الزرقانی' ج ١' ص ٢٦٥)

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک خواب بیان کیا۔ حضرت ابوبکر

Marfat.com

نے عرض کیا' یارسول اللہ! آپ مجھے اس خواب کی تعبیر کی اجازت دیں' پھر حضرت ابوبکر نے اس خواب کی تعبیر بیان کی' بعد ازاں عرض کیا' آپ فرمائیں کہ میری تعبیر صحیح ہے یا غلط' آپ نے فرمایا بعض صحیح ہے' بعض غلط' حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! خدا کی قسم! آپ ضرور بتلائیں میں نے کیا خطا کی ہے' آپ نے فرمایا قسم نہ دو۔

(صحیح البخاری' ج ٨' رقم الحدیث: ٧٠٤٦' مختصراً)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کی تعبیر غیب کا علم ہے' اس لیے جائز تھا کہ آپ اس غیب کو اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں سے مخفی رکھتے۔

(فتح الباری' ج ١٢' ص ٤٣٦' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ١٤٠١ھ)

ہم نے تفصیل سے دلائل کے ساتھ باحوالہ بیان کر دیا ہے کہ نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں تھیں۔ ایک وہ علم جس کی تمام امت کو تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا۔ یہ تمام قرآن کریم ہے اور وہ احادیث ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی تفصیل اور بیان سے ہے' اور دوسرا وہ علم ہے جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار تھا اور اس کا تعلق عموماً غیب کی خبروں سے ہے' اور تیسرا وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے۔ جیسے آیات متشابہات' تقدیر' وقت وقوع قیامت اور روح کا علم اور یہ وہ اسرار ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے صرف اپنے حبیب اکرم ﷺ کو ان پر مطلع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ اے اہل کتاب! تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے کفر اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ کر دے گا جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے' سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس نہ کریں۔ (المائدہ: ٦٨)

شان نزول

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ٢١٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے پاس رافع بن حارثہ' سلام بن مشکم' مالک بن الصیف اور رافع بن حریمہ آئے اور کہنے لگے یا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ حضرت ابراہیم کی ملت اور ان کے دین پر ہیں اور آپ اس تورات پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے پاس ہے اور آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے برحق ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن تم نے دین میں کچھ نئی بدعات نکال لی ہیں اور اللہ نے تم سے جو عہد لیے تھے' تم نے ان کا انکار کر دیا' اور اللہ نے تم کو جن چیزوں کے بیان کرنے کا حکم دیا تھا' تم نے ان کو چھپالیا' سو میں تمہاری بدعات سے بری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم ان چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو ہمارے پاس ہیں اور بے شک ہم ہدایت اور حق پر ہیں اور ہم آپ پر ایمان لائیں گے' نہ آپ کی اتباع کریں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کہئے کہ اہل کتاب! تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ (الآیہ)

(السیرۃ النبویہ' ج ٢' ص ١٨١-١٨٠' جامع البیان' جز ٦' ص ٤١٨-٤١٧)

یہود و نصاریٰ کے کسی عمل کا لائق شمار نہ ہونا

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' یہود اس لیے ہیں کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تورات کے ان احکام پر عمل کریں جن کو منسوخ نہیں کیا گیا اور سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تک انجیل پر ایمان لائیں اور آپ کی بعثت کے بعد قرآن کریم پر ایمان لائیں جو تورات اور انجیل دونوں کا محافظ ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کریں' لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا' اور نصاریٰ اس

Marfat.com

لیے مراد ہیں کہ انہوں نے انجیل کی ان بشارتوں سے اعراض کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق دی تھیں۔

تم کسی چیز پر نہیں ہو اس کا معنی یہ ہے کہ تم دین برحق کی کسی چیز کے حامل نہیں ہو۔ تم میں تقویٰ ہے' نہ دیانت ہے' نہ ہدایت ہے اور تم پر جو کتاب نازل کی گئی تھی' تم اس کی کسی چیز پر قائم نہیں ہو' جب تک کہ تم تورات اور انجیل کے اصل احکام پر عمل نہ کرو اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اس کے احکام پر عمل نہ کرو۔ اس وقت تک تم میں دین داری اور ہدایت کا ایک شمہ بھی نہیں ہو گا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عمل قابل ذکر اور لائق شمار نہیں ہے' اور دین داری اور صاحب کتاب ہونے کے تمہارے تمام دعاوی جھوٹے اور باطل ہیں' خواہ تم دنیا میں اہل کتاب کہلاتے رہو' لیکن آخرت میں تمہارا کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔

نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا اور زیادہ ہونا

نیز یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ان کے کفر اور سرکشی کو اور زیادہ کرے گا' کیونکہ قرآن مجید نے ان کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے' اور ان کی بدعقیدگیوں کو باطل کیا ہے اور ان کو کافر قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ قرآن مجید سے حسد اور بغض رکھتے ہیں اور جوں جوں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی ہیں' ان کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ شد و مد سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں۔ نیز! یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ہر آیت آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور اسلام کے دین مستقیم ہونے پر برھان ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی ہے' یہ اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا کفر اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ نیز! کتنے ہی تاریخی حقائق انہوں نے غلط بیان کیے تھے' جن کی قرآن مجید نے تکذیب کر دی' اس لیے یہ قرآن مجید کے خلاف اور زیادہ سرکشی کرتے ہیں۔

نبی ﷺ پر چونکہ رحمت غالب تھی' اس لیے ان کے کفر اور سرکشی سے آپ کو رنج اور افسوس ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کافروں کی (اس) قوم پر افسوس نہ کریں' کیونکہ سرکشی ان کی سرشت بن چکی ہے' یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں' لہٰذا آپ ان کے انجام بد پر افسوس نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ایمان کے مدعی اور یہودی' صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ اور قیامت پر (صحیح) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے' تو نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (المائدہ: ۶۹)

الصابئون کے رفعی حالت میں ہونے کی توجیہ

اس آیت میں الصابئون حالت رفع میں ہے اور نحوی قاعدہ کے اعتبار سے اس کو حالت نصب میں الصابئین ہونا چاہیے تھا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ الصابئون مبتداء ہے اور اس کی خبر مقدر ہے۔ کذالک جس پر ان کی خبر دلالت کرتی ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصاری من آمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والصابئون کذالک۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ "ان" فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے' اس لیے عامل ضعیف ہے۔ اگر معطوف علیہ میں اس کا عمل ظاہر ہو (یعنی ظاہراً اسم پر نصب ہو) تو معطوف میں بھی اس کے عمل کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور اگر معطوف علیہ میں اس کے اسم پر ظاہراً نصب نہ ہو' جیسا کہ اس آیت میں ہے تو پھر معطوف میں بھی نصب کا عمل ضروری نہیں ہے' اور اس کے اسم پر ابتداء کی وجہ سے رفع بھی جائز ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

Marfat.com

کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی!

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں تغایر ہوتا ہے اور اس آیت میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے..... جو بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق ہے جو صرف زبان سے ایمان لائے تھے۔ جیسے منافق' ان کے متعلق فرمایا: جو بھی محض زبان سے ایمان لایا ہے' اگر وہ دل سے ایمان لایا تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو اب ایمان لایا ہے اگر وہ ایمان پر دائم اور برقرار رہا' مرتد نہ ہوا اور اس کا ایمان پر ہی خاتمہ ہوا' تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔

اس آیت پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے نجات کے لیے اسلام لانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہودی' نصرانی اور ستارہ پرست جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ صحیح ایمان لائیں اور یہودی جو عزیر کو خدا مانتے ہیں اور عیسائی' جو حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں' اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں ان کا ایمان صحیح نہیں ہے' ان کا ایمان اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اپنی بدعقیدگیوں سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ یہ دونوں اعتراض ترجمہ سے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ تاہم دوسرے اعتراض کے جواب کی مزید وضاحت کے لیے البقرہ' ۶۲ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا' تو انہوں نے (رسولوں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔ (المائدہ: ۷۰)

اس آیت سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ بنو اسرائیل اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ سے کیے ہوئے پختہ عہد کو پورا نہیں کرتے' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ اللہ کے تمام احکام کو سن کر قبول کریں گے' اور ان تمام احکام پر عمل کریں گے' لیکن انہوں نے ان پختہ عہود کو توڑ دیا اور اپنی آراء اور خواہشوں کو احکام شرعیہ پر مقدم کیا۔ شریعت کا جو حکم ان کی رائے اور خواہش کے موافق ہوتا' اس پر عمل کرتے اور جو اس کے خلاف ہوتا' اس کو رد کر دیتے۔ انہوں نے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور کئی انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا' اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو (اس کی) کوئی سزا نہیں ملے گی' سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے' پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (المائدہ: ۷۱)

فتنہ کے معنی

فتنہ کے کئی معانی ہیں۔ نقصانات اور مصائب کو بھی فتنہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بداعمالیوں کی جو سزا دیتا ہے اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں' اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو جس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے' اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ اس فتنہ کی وجہ سے نیک لوگوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ہاروت اور ماروت کو بھی فتنہ فرمایا ہے' کیونکہ ان کی وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے' اور نبی ﷺ نے دجال کو فتنہ فرمایا ہے۔

Marfat.com

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے' اس کی دنیا میں ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اس وجہ سے ان پر مصائب طاری نہیں ہوں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی' کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور اگر ان کو عذاب ہوا تو صرف چند دن عذاب ہوگا' جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔

بنو اسرائیل کا ہدایت سے دو بار اندھا اور بہرا ہونا

اس آیت میں بنو اسرائیل کے متعلق دو مرتبہ فرمایا ہے کہ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے' اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دیکھ کر ہدایت حاصل کی اور نہ سن کر ہدایت حاصل کی' ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر قحط مسلط ہو گیا اور ان پر وبائیں طاری کی گئیں' لیکن انہوں نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی۔ پھر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض پیدا کر دیا گیا' وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے' لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔

بنو اسرائیل ہدایت کو حاصل کرنے سے دو مرتبہ اندھے اور بہرے ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' اور ان میں سے بعض کو ایمان لانے کی توفیق دی۔ ان میں سے پھر بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں انہوں نے آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور کم لوگ ایمان لائے' جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ پہلی بار یہ اندھے اور بہرے اس وقت ہوئے جب انہوں نے بچھڑے کی پرستش کی' پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی' پھر دوبارہ یہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ جب انہوں نے سرکشی اور ہٹ دھرمی کی اور یہ کہا: کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں۔

اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ جب ان کے پاس حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھیجے گئے تو یہ ہدایت حاصل کرنے سے اندھے اور بہرے ہو گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور اس کے بعد پھر یہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

علامہ طاہر بن عاشور متوفی ۱۳۸۰ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں دو تاریخی عظیم حادثوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کو پیش آئے۔ پہلا حادثہ وہ تھا جب اشور کا بادشاہ کئی مرتبہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا' یہ ۶۰۶' ۵۹۸' ۵۸۸ سال قبل مسیح کے واقعات ہیں' وہ تیسری مرتبہ یروشلم میں داخل ہوا۔ اس نے مسجد کو جلا دیا اور تمام بنو اسرائیل کو ہانک کر بابل لے گیا' اور وہاں ان کو قید کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور فارس کا بادشاہ کورش' اشوریین پر غالب آیا اور اس نے ۵۳۰ سال قبل مسیح بابل پر قبضہ کر لیا' اور یہودیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہروں میں واپس چلے جائیں اور ان کو آباد کریں۔ سو وہ واپس گئے اور انہوں نے اپنی مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا' اس کے بعد انہوں نے پھر نافرمانی اور سرکشی کی اور یہ پھر ہدایت اور راہ حق سے اندھے اور بہرے ہو گئے' اور تب دوسرا حادثہ پیش آیا۔ جب قیطس بن انبراطور رومانی نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا' حتیٰ کہ یہود بھوک سے مجبور ہو کر چمڑا کھانے لگے اور بعض اوقات بھوک سے بلبلا کر ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ اس نے دس لاکھ یہودیوں کو قتل کر دیا' اور ستانوے ہزار یہودیوں کو قید کر لیا' یہ ۶۹ء کا واقعہ ہے۔ پھر ابن انبراطور رومانی ۱۱۷ء سے ۱۳۸ء تک اس کے بعد حکمران رہا' اس نے ان کے شہر کو منہدم کر کے سپاٹ زمین بنا دیا اور اس وقت دنیا میں یہودیوں کی حکومت ختم ہو گئی تھی اور ان کا وطن ملیامیٹ ہو چکا تھا۔ (التحریر والتنویر' ج ٦' ص ۲۷۸-۲۷۷)

Marfat.com

یہ دونوں تاریخی حادثے جو بنو اسرائیل کی بداعمالیوں کی پاداش میں رونما ہوئے تھے' ان کی طرف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا۝ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا۝ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْءَاخِرَةِ لِيَسُـۥٓـُٔوا۟ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا۟ مَا عَلَوْا۟ تَتْبِيرًا۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ حَصِيرًا۝ (بنو اسرائیل: ۸-۴)

ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب میں قطعی طور پر یہ بتادیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۝ تو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آپہنچا' تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگجو بندے مسلط کر دیئے سو وہ تمہاری تلاش کے لیے شہروں میں پھیل گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو ضرور پورا ہونا تھا۝ پھر ہم نے ان پر تمہارا غلبہ دوبارہ لوٹا دیا' اور مال اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی اور تمہاری تعداد بڑھا دی۝ اگر تم نے نیک کام کیے تو تم نے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کی' اور اگر تم نے برے کام کیے تو اپنے ساتھ برائی کی' پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آپہنچا تو ہم نے دوسرے ظالموں کو تم پر مسلط کر دیا' تا کہ وہ تمہارے چہروں کو مضمحل کر دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسا کہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں' اسے تباہ و برباد کر دیں۝ عنقریب تمہارا رب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم نے پھر سرکشی کی تو ہم پھر عذاب دیں گے' اور ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا دیا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں لکھ دیا تھا کہ بنو اسرائیل دو بار شرارت کریں گے۔ اس کی سزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہو جائیں گے۔ پہلے وعدہ سے مراد بخت نصر کا حملہ ہے جو ولادت مسیح سے ۵۸۸ سال قبل ہوا' اور دوسرے وعدہ سے قیطس (طیطوس) رومی کا حملہ ہے' جو ۶۹ء میں ہوا۔ ان دونوں حملوں میں یہودیوں پر مکمل تباہی آئی اور مقدس ہیکل کو برباد کر دیا گیا۔

چونکہ یہودیوں نے یہ گمان کیا تھا کہ انہوں نے رسولوں کی جو تکذیب کی ہے' اور ان کو قتل کیا ہے' ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ملے گی' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کا رد کرنے کے لیے فرمایا: کہ انہوں نے دو بار سرکشی کی اور ہر بار اللہ نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی' جس سے تمام یہودی ویران اور برباد ہو گئے اور ہر سزا کے بعد انہوں نے توبہ کی اور توبہ کے بعد وہ پھر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ سو اب اگر انہوں نے ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب کی اور آپ کو قتل کرنے کی سعی کی' تو یہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور ایسا ہی ہوا' انہوں نے آپ کی تکذیب بھی کی اور دو بار آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو اللہ نے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کو قتل کیا گیا اور جلاوطن کیا گیا اور دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا' یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا

Marfat.com

تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے' بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے' اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے (المائدہ: ۷۲)

عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد

یہ آیت ان عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا کہتے تھے' اور اللہ تعالیٰ کو تین میں کا تیسرا قرار دیتے تھے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بداعمالیوں کا بیان فرمایا اور ان کے شبہات کا ابطال کیا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کا رد شروع کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو ان کا الوہیت کا عقیدہ تھا' اس کو باطل کیا ہے' اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کے قول سے ان کا رد کیا ہے' اور یہ ان کے خلاف حجت قاطعہ ہے۔

نصاریٰ میں سے ایک فرقہ یعقوبیہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تین اقانیم (اصلوں) سے مرکب ہے۔ باپ' بیٹا اور روح القدس۔ باپ اللہ ہے اور بیٹا مسیح ہے اور باپ (اللہ) بیٹے (مسیح) میں حلول کرکے اسکے ساتھ متحد ہوگیا' اور وہ روح القدس بن گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور انکے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح ہی اللہ ہے' حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی جو کلمہ سب سے پہلے کہا' وہ یہ تھا "میں اللہ کا بندہ ہوں"۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ۟ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۠ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝

(مسیح نے کہا) بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ۝ اور میں جہاں بھی ہوں' مجھے برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں' مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ (مریم: ۳۱-۳۰)

اور اس آیت میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل فرمایا اے بنو اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے' بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا' تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ ـ وقف لازم

بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا بلاشبہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ سوا ایک معبود کے

اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ

کوئی مستحق عبادت نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ

ان کو نہایت دردناک عذاب ضرور پہنچے گا ۝ وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۴ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ

طلب کرتے حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت

Marfat.com

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ

رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی ہیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ،

انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ

دیکھیے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں پھر دیکھیے وہ کیسی اوندھی باتیں کر رہے ہیں ○ آپ کہیے کیا

أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ

تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور اللہ ہی سب

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ

کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ○ آپ کہیے! اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور

الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا

ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ لوگوں

وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾ ع

کو گمراہ کیا اور وہ خود راہ راست سے بھٹک چکے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا بلاشبہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے' حالانکہ سوائے ایک معبود کے کوئی مستحق عبادت نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے' ان کو نہایت دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔ (المائدہ: ۷۳)

متقدمین اور متاخرین عیسائیوں کا نظریہ تثلیث اور اس کا رد

قدیم عیسائی یہ کہتے تھے کہ اللہ' مریم اور عیسیٰ تین خدا ہیں اور قرآن مجید نے انہی لوگوں کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ (المائدہ: ۱۱٦)

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو' وہ عرض کریں گے تو پاک ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔

اور متاخرین عیسائی یہ کہتے ہیں کہ جوہر واحد تین اقانیم (اصلیں) ہیں۔ باپ' بیٹا اور روح القدس' اور یہ تینوں ایک خدا ہیں جیسے سورج تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ قرص' شعاع اور حرارت۔ اور باپ سے ان کی مراد ہے ذات' اور بیٹے سے مراد ہے کلمہ' اور روح سے مراد ہے حیات۔ وہ کہتے ہیں کہ کلمہ اللہ کا کلام ہے جو حضرت عیسیٰ کے جسم میں مختلط ہو گیا' جیسے پانی شراب میں

Marfat.com

مخلوط ہو جاتا ہے' یا پانی دودھ میں مخلوط ہو جاتا ہے' اور ان کا زعم ہے کہ باپ خدا ہے' بیٹا خدا ہے اور روح خدا ہے۔

عیسائیوں کا یہ قول بدیہی البطلان ہے' کیونکہ تین ایک نہیں ہوتا اور ایک تین نہیں ہوتا' اور عیسائیوں کے اس قول سے زیادہ فاسد اور باطل قول دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے' حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (المائدہ: ۷۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے اور اس کا بے حد لطف اور احسان ہے کہ عیسائیوں کے اس کذب اور افتراء اور ان کے شرک کے باوجود ان کو توبہ اور استغفار کی دعوت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہیں' ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی ہیں' وہ دونوں کھانا کھاتے تھے' دیکھیے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں' پھر دیکھیے وہ کیسی اوندھی باتیں کر رہے ہیں۔ (المائدہ: ۷۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان رسولوں کی جنس میں سے ایک رسول ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں' جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معجزات پیش کیے۔ اس طرح ان رسولوں نے بھی معجزات پیش کیے تھے' اگر حضرت عیسیٰ نے مادر زاد اندھے بینا کیے' کوڑھیوں کو شفا دی اور مردوں کو زندہ کیا' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو زندہ کیا اور اس کو دوڑتا ہوا اژدھا بنا دیا' اور سمندر کو چیر کر اس میں بارہ راستے بنا دیئے اور لاٹھی کو زمین پر مارا تو اس سے چشمے ابلنے لگے اور اگر حضرت عیسیٰ بغیر مرد کے پیدا ہوئے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام مرد اور عورت دونوں کے بغیر پیدا ہوئے' جب دوسرے انبیاء معجزہ دکھانے سے خدا نہیں ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزہ دکھانے سے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کھانا کھاتے تھے' اس سے مقصود حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے متعلق عیسائیوں کے اس دعویٰ کو باطل کرنا ہے کہ وہ دونوں خدا ہیں' اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱- ہر وہ شخص جس کی ماں ہو' وہ حادث ہوتا ہے' یعنی وہ پہلے موجود نہیں تھا' اس کے بعد موجود ہوا اور جس شخص کی یہ صفت ہو' وہ مخلوق ہے خالق نہیں۔

۲- حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کھانا کھاتے تھے اور جو شخص اپنی نشوونما اور بقا میں کھانے کا محتاج ہو' وہ مخلوق ہے خدا نہیں ہے۔

۳- اگر حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں خدا ہوتے تو وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے اور جب وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے تو کھانے کے بغیر بھوک کی تکلیف کو مٹانے پر قادر ہوتے اور جب وہ ایسا نہ کر سکے تو معلوم ہوا کہ وہ خدا نہیں ہیں۔

موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا شجرہ نسب لکھا ہوا ہے۔

یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ: ابراہام سے اضحاق پیدا ہوا اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یہوداہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ (الی قولہ) اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا' یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوئے' جو مسیح کہلاتا ہے۔

پس سب پشتیں ابراہام سے داؤد تک چودہ پشتیں ہوئیں اور داؤد سے لے کر گرفتار ہو کر بابل جانے تک چودہ پشتیں

Marfat.com

اور گرفتار ہوکر بابل جانے سے لیکر مسیح تک چودہ پشتیں ہوئیں۔ (متی کی انجیل 'باب ا' آیت ۱۷-۱ 'ملخصاً' ص ۵ 'مطبوعہ لاہور)
اب یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی' تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی' پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا' اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا' اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا: اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر۔ کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے' وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا' کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔
(متی کی انجیل 'باب ا' آیت ۲۲-۱۸ 'ص ۵ 'مطبوعہ لاہور)

غور کیجئے! جس شخص کا پورا شجرہ نسب موجود ہے' جو اپنی ماں مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا' پیدا ہونے سے پہلے موجود نہیں تھا' وہ اپنی پیدائش سے پہلے موجود سارے جہان کا خالق کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس کو خدائی اور استحقاق عبادت کب زیبا ہے؟

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھانے پینے کا ذکر کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر وہ خدا ہوتے تو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوتے۔ ان کے کھانے پینے کا ذکر موجودہ بائبل میں بھی ہے۔

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بیچ آ کھڑا ہوا اور ان سے کہا: تمہاری سلامتی ہو○ مگر انہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں' اس نے ان سے کہا: تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں' مجھے چھو کر دیکھو' کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی' جیسا مجھ میں دیکھتے ہو○ اور یہ کہ اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے○ جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے○ انہوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا○ اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔ (لوقا کی انجیل 'باب ۲۴- آیت ۴۳-۳۶ 'ص ۸۱ 'مطبوعہ لاہور)

انجیل کے اس اقتباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دلا رہے ہیں کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے انسان ہیں' روح نہیں ہیں اور وہ کھاتے بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یقین دلایا ہے کہ وہ مادی انسان ہیں' روح نہیں اور مادہ سے مجرد نہیں ہیں' تو پھر وہ خدا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ نیز انجیل میں ہے اور جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا' اسے بھوک لگی
(متی کی انجیل 'باب ۲۱' آیت ۱۳ 'ص ۲۵ 'مطبوعہ لاہور)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگتی تھی اور وہ کھانے پینے کے محتاج تھے اور جو کسی چیز کا بھی محتاج ہو' وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

موجودہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح انسان تھے' ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے' ان کا جسم انسانوں کی طرح گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنا ہوا تھا۔ ان میں تمام انسانی صفات تھیں' انہیں بھوک لگتی تھی' وہ کھاتے پیتے بھی تھے' سوتے جاگتے بھی تھے' انہیں درد سے تکلیف بھی ہوتی تھی' کیونکہ انجیل میں مذکور ہے اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما شبقتنی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (متی' باب ۲۷' آیت ۴۷' ص ۳۴) اب ایسے شخص کے متعلق کوئی صاحب عقل انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسا شخص خدا ہے' تمام جہان کا پیدا کرنے والا ہے' بائبل کے متعلق حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے پھانسی پر لٹکا دیا اور تین دن تک وہ مردہ رہے' اسکے بعد جی اٹھے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسیح خدا تھے تو جب وہ تین دن مردہ رہے' تو انکے بغیر یہ کائنات کیسے چلتی رہی؟ انجیل میں ہے:

Marfat.com

یاد کرو جب وہ گلیل میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اٹھے۔ (لوقا کی انجیل' باب ٢٤' آیت ٨-٧' ص ٨٠' مطبوعہ لاہور)

اس اقتباس میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا تھا' نہ کہ ابن اللہ! سوان کے متعلق الوہیت کا عقیدہ رکھنا اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا ان پر افتراء اور بہتان ہے اور اس مضمون کی آیات خود ساختہ اور من گھڑت ہیں' جو بعد کے عیسائی مصنفین نے وضع کر کے اللہ کے اصل کلام میں ملا دی ہیں' یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہیے کہ موجودہ انجیل میں کچھ عبارات تو وہ ہیں جو دراصل اللہ کا کلام ہیں۔ ہم نے سورۂ آل عمران کی ابتداء میں ان کی مثالیں دی ہیں اور قرآن مجید ان ہی کا مصدق ہے اور دوسری عبارات وہ ہیں جو عیسائی مصنفین نے بہ طور خود لکھی ہیں۔

حضرت مریم کے نبیہ نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے اور ان کی ماں بہت سچی ہیں' ان کو صدیقہ اس لیے فرمایا کہ وہ گناہوں سے بہت پاک تھیں' اور اللہ کی عبادت کرنے کی بہت جدوجہد کرتی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کی تصدیق کی۔

شیخ ابن حزم عورتوں کی نبوت کے قائل ہیں۔ وہ حضرت سارہ' حضرت موسیٰ کی ماں اور حضرت عیسیٰ کی ماں سیدہ مریم کو نبیہ مانتے ہیں' کیونکہ قرآن مجید میں ان کی طرف وحی کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔ جمہور علماء اسلام کے نزدیک یہ وحی بہ معنی الہام ہے' اور نبی صرف مرد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی (یوسف: ١٠٩)

ہم نے آپ سے پہلے سوائے مردوں کے کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا' جن کی طرف ہم بستیوں کے رہنے والوں سے وحی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے' کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں' اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ (المائدہ: ٧٦)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گزاری سے ان کے خدا نہ ہونے پر استدلال

اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر ایک اور دلیل قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انہوں نے جو پرندے بنا کر اڑائے' جن مردوں کو زندہ کیا' جن کوڑھیوں کو شفا دی اور جن مادر زاد اندھوں کو بینا کیا' یہ سب کام انہوں نے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیے۔ وہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھے۔ موجودہ بائبل میں بہت جگہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا سے دعا کرتے تھے' اگر وہ خود خدا تھے اور نفع اور نقصان پہنچانے کے مالک تھے تو ان کو خدا سے دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

پھر ان باتوں کے کوئی آٹھ روز بعد ایسا ہوا کہ وہ پطرس اور یوحنا اور یعقوب کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر دعا کرنے گیا' جب وہ دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ اس کے چہرہ کی صورت بدل گئی اور اس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔

(لوقا کی انجیل' باب ٩' آیت ٢٩-٢٨' ص ٦٣' مطبوعہ لاہور)

اور ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دعا کرنے میں ساری رات گزار دی۔

(لوقا کی انجیل' باب ٦' آیت ١٢' ص ٥٨' مطبوعہ لاہور)

پھر ایسا ہوا کہ وہ کسی جگہ دعا کر رہا تھا' جب کر چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے اس سے کہا: اے خداوند! جیسا یوحنا

Marfat.com

نے اپنے شاگردوں کو دعا کرنا سکھایا' تو ہمیں بھی سکھا۔ اس نے ان سے کہا: جب تم دعا کرو تو کہو: اے باپ! تیرا نام پاک مانا جائے' تیری بادشاہی آئے' ہماری روز کی روٹی ہمیں ہر روز دیا کر○ اور ہمارے گناہ معاف کر' کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔ (لوقا کی انجیل' باب ۱۱' آیت ۴-۱' ص ۶۵' مطبوعہ لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساری ساری رات دعا کرنا' بہ کثرت دعا کرنا اور اپنے پیروؤں کو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تعلیم دینا' اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تھے' اور نہ ان کے پیروکار ان کو ایسا جانتے تھے' اور نہ ان کو خدا سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی عبادت کرتے تھے' اور یہ کہتے تھے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں' پھر ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی' اور اس سے کہا: اگر تو مجھے جھک کر سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے اس سے کہا: اے شیطان! دور ہو' کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ (متی کی انجیل' باب ۴' آیت ۱۱-۸' ص ۷' مطبوعہ لاہور)

پولس رسول یسوع مسیح کے متعلق لکھتے ہیں:

اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں' جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا' اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سنی گئی' اور باوجود بیٹا ہونے کے اس نے دکھ اٹھا اٹھا کر فرمانبرداری کی۔

(عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط' باب ۵' آیت ۸-۷' ص ۲۱۴' مطبوعہ لاہور)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ پولس رسول کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت عبادت گزار' فرمانبردار اور رو رو کر اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے' اور جو تمام جہان کا خدا ہو' اور اپنی قدرت سے نفع اور نقصان کا مالک ہو' وہ کسی کی عبادت اور فرمانبرداری کرنے اور کسی سے رو رو کر دعائیں کرنے سے پاک اور منزہ ہوتا ہے۔

نیز پولس رسول لکھتے ہیں:

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو' جو رحمتوں کا باپ اور ہر طرح کی تسلی کا خدا ہے۔

(کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط' باب ۱' آیت ۳' ص ۱۶۸' مطبوعہ لاہور)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پولس رسول کے نزدیک یسوع مسیح خدا نہ تھے' بلکہ یسوع مسیح خود خدا کو ماننے والے تھے۔ اسی کی وہ عبادت کرتے تھے' اسی کی فرمانبرداری کرتے تھے اور اسی سے رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کا' پولس رسول کا اور ہم سب کا خدا ہے۔ اس کو باپ کہنا اور حضرت عیسیٰ کو ان کا بیٹا اور خداوند کہنا' یہ سب عیسائی علماء کی بعد کی تحریفات ہیں۔ باپ ہونا اور بیٹا رکھنا مخلوق کی صفات ہیں' اللہ عزوجل اس سے بلند و برتر ہے' اس کی صفات وہی ہیں جو صرف اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہیں' جیسے وہ عبادت کا مستحق ہے' اس کا کوئی شریک اور مثیل نہیں' وہ واجب الوجود اور قدیم بالذات ہے۔ اس کی ہر صفت مستقل اور غیر سے مستغنی ہے' اور وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے! اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں' اور انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا' اور وہ خود راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ (المائدہ: ۷۷)

غلو حق اور غلو باطل کی تعریفیں

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد کیا' پھر نصاریٰ کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد فرمایا۔

Marfat.com

اب دونوں فریقوں کو خطاب کر کے فرما رہا ہے اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو غلو دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حق اور ایک باطل۔ غلو حق یہ ہے کہ کسی صحیح اور حق چیز کے بیان میں مبالغہ کیا جائے' جس سے اس کو موکد کرنا مقصود ہو۔ اور غلو باطل یہ ہے کہ کسی چیز کی تحقیر میں زیادتی کی جائے' یا کسی چیز کی تعظیم میں زیادتی کی جائے۔ یہود نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں کمی کی' حتیٰ کہ ان کی طرف زنا کو منسوب کیا' ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا اور عیسائیوں نے انبیاء کی تعظیم میں غلو کیا' حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: یہ خود بھی گمراہ ہیں اور انہوں نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا' اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس آیت میں اس زمانہ کے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: کہ تم اپنے احبار اور رہبان کی پیروی نہ کرو' وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور تم کو بھی گمراہ کر دیں گے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہود سے یہ فرمایا ہو' کہ تم عزیر کی تعظیم میں غلو نہ کرو' کہ ان کو خدا بنا ڈالو' اور عیسائیوں سے فرمایا: تم عیسیٰ کی تعظیم میں غلو نہ کرو کہ ان کو خدا بنا ڈالو۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ

بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی

وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸

گئی، کیوں کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ○

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹

وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا، وہ کیسا برا کام تھا جو وہ کرتے تھے ○

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، وہ کیسی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنی

لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰

آخرت کے لیے بھیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے ○

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ

اور اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس نبی پر اور اس پر جو اس نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ

نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ○ آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ سب سے

Marfat.com

عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْاۚ وَلَتَجِدَنَّ

زیادہ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود اور مشرکین ہیں ، اور آپ جن لوگوں کو

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰىؕ ذٰلِكَ

مسلمانوں کا سب سے قریب دوست پائیں گے ، یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں ، کیوں کہ ان

بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے (المائدہ: ٧٨)

تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل پر لعنت کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: بنو اسرائیل پر ہر زبان میں لعنت کی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ان پر تورات میں لعنت کی گئی' حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ان پر زبور میں لعنت کی گئی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ٤٢٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل میں سے کوئی شخص جب اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو سختی سے منع کرتا' اور دوسرے دن جب اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع نہ کرتا اور اس کے ساتھ مل جل کر رہتا اور کھاتا پیتا' جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیئے اور ان کے نبی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانوں سے ان پر لعنت کی۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور ضرور برائی کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر دینا' ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی ہے۔

(جامع البیان' جز ٦' ص ٤٢٨-٤٢٧' مسند ابو یعلی' ج ٨' رقم الحدیث: ٥٠٣٥' مسند احمد' ج ١' ص ٣٩١' طبع قدیم)

المائدہ: ٦٣ کی تفسیر میں ہم نے اس حدیث کی زیادہ تخریج کی ہے اور اس کو سنن ترمذی' سنن ابو داؤد' سنن ابن ماجہ اور المعجم الاوسط کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

ابن زید اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل پر انجیل اور زبور میں لعنت کی گئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی چکی گھوم رہی ہے۔ جس طرف قرآن پھرے' تم اس طرف پھر جاؤ۔ جن چیزوں کو فرض کرنا تھا' اللہ تعالیٰ ان سے فارغ ہو چکا ہے۔ بے شک بنو اسرائیل میں سے ایک گروہ نیک لوگوں کا تھا' وہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے' ان کی قوم نے ان کو پکڑ کر آروں سے چیر دیا اور ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ باقی بچے جن کو بادشاہوں کے پاس جانے

Marfat.com

اور ان کی مجالس میں بیٹھے بغیر قرار نہیں آیا' پھر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے بغیر ان کو چین نہیں آیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ (جامع البیان' جز ٦' ص ٤٢٩)

حافظ عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ولیمہ میں بلایا۔ جب وہ گئے تو وہاں لہو (گانے بجانے) کو سنا تو حضرت ابن مسعود واپس آ گئے۔ اس نے پوچھا آپ کیوں واپس آئے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا' وہ ان ہی میں سے ہو گا' اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے راضی ہوا' وہ اس عمل کے مرتکبین میں شریک ہو گا۔ اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد والرقائق میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک ولیمہ میں بلایا گیا۔ انہوں نے وہاں (گانے بجانے کی) آواز سنی تو واپس آ گئے' ان سے پوچھا گیا' آپ کیوں نہیں گئے؟ تو فرمایا: میں نے آواز سنی اور جس شخص نے کسی جماعت میں اضافہ کیا' اس کا شمار ان ہی میں ہو گا اور جو کسی عمل سے راضی ہوا' وہ اس عمل میں شریک ہو گا۔

(نصب الرایہ' ج ٤' ص ٣٤٧-٣٤٦' اتحاف السادة المتقین' ج ٦' ص ١٢٨' مسند الفردوس للدیلمی' رقم الحدیث: ٥٦٢١' المطالب العالیہ للعسقلانی' ج ٢' رقم الحدیث: ١٦٠٥)

حافظ زیلعی' حافظ عسقلانی اور علامہ زبیدی نے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے' لیکن مجھے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملی اور نہ ہی مجھے حضرت ابوذر کی روایت امام ابن المبارک کی کتاب الزہد میں ملی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا' وہ کیسا برا کام تھا جو وہ کرتے تھے (المائدہ: ٧٩)

بنو اسرائیل حرام کام اور گناہ کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ان کا گناہوں سے نہ روکنا حرام کاموں کو کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا بہت برا کام تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی سے نہ روکنے کی تبلیغ میں وہ سب شریک تھے۔ نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مجرموں کے ساتھ ملنا جلنا اور سوشل اور سماجی روابط رکھنا بھی ناجائز اور حرام ہے' اور ان سے ترک تعلق کرنا واجب ہے۔ ہم نے اس آیت کی تفسیر میں اور اس سے پہلے المائدہ: ٦٣ کی تفسیر میں جن احادیث اور آثار کا ذکر کیا ہے' ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں' وہ کیسی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنی آخرت کے لیے بھیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے (المائدہ: ٨٠)

اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے یا یہ خطاب عام ہے اور ہر مخاطب مراد ہے' اور ان میں سے اس سے مراد اہل کتاب ہیں یا بنو اسرائیل اور فرمایا ہے آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے اس سے مراد کعب بن اشرف اور اس کے اصحاب ہیں' بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت مکہ گئی تھی' تاکہ ان مشرکین مکہ کے ساتھ اشتراک کر کے نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں' لیکن بات نہیں بنی۔ انہوں نے جو کام کیے ہیں' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور اللہ کی ناراضگی کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! تم زنا سے بچے رہنا' کیونکہ زنا پر چھ چیزیں مترتب ہوتی ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں' دنیا میں اس فعل سے رونق چلی جاتی ہے۔ تنگ دستی اور مفلسی آتی ہے اور عمر کم ہوتی ہے اور آخرت میں اس فعل کی وجہ سے رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے' اور حساب سخت ہوتا ہے اور دوزخ میں دائمی عذاب ہوتا ہے (دوام سے مراد لمبا عرصہ ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ امام ابن مردویہ نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' لیکن اس کی ہر سند ضعیف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۶۲۲)

میں کہتا ہوں کہ تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس نبی پر اور اس پر جو اس نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے' لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدہ: ۸۱)

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

۱۔ اگر یہ یہودی اللہ پر صحیح ایمان لاتے اور حضرت موسیٰ پر اور تورات پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے

۲۔ اگر یہ یہودی اللہ پر کامل ایمان لاتے اور سیدنا محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ جن لوگوں کو سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود اور مشرکین ہیں' اور آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کا سب سے قریب دوست پائیں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں' کیونکہ ان میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (المائدہ: ۸۲)

نجاشی کا اسلام لانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے نبی ﷺ کے پاس ایک وفد بھیجا' نبی ﷺ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا' وہ مسلمان ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' پھر وہ وفد نجاشی کے پاس گیا اور اس کو خبر دی تو نجاشی بھی مسلمان ہو گیا' اور وہ تادم مرگ مسلمان رہا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو' پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس پر نماز پڑھی اور نجاشی (کا جنازہ) اس وقت حبشہ میں تھا۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا اور کفار مکہ کا ان کو واپس بلانے کی سعی کرنا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی زوجہ) بیان کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ میں پہنچے تو ہمیں نجاشی نے وہاں پناہ دی' ہم نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ہم کو نہ کوئی ایذا دی جاتی تھی' نہ ہم کوئی ناگوار بات سنتے تھے۔ جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہمارے متعلق نجاشی کے پاس دو قوی آدمی بھیجے جائیں اور مکہ کی عمدہ چیزوں میں سے نجاشی کے لیے ہدیے بھیجے جائیں۔ ان لوگوں کو چمڑا پسند تھا' تو انہوں نے بہت سے چمڑے جمع کر لیے' ان کے سرداروں میں سے ہر شخص کو انہوں نے چمڑے اور تحفے دینے کا فیصلہ کیا' پھر انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ ہدیے

Marfat.com

دے کر روانہ کیا اور ان سے کہا: مسلمانوں کے متعلق نجاشی سے بات کرنے سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیئے دے دیئے جائیں۔ وہ حبشہ پہنچ گئے اور نجاشی کے ساتھ ملاقات سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیئے دیئے اور ہر سردار سے یہ کہا: تمہارے بادشاہ کے ملک میں ہمارے چند نادان لڑکوں نے آ کر پناہ لی ہے' وہ اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں' جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ تم جانتے ہو' اور ہماری قوم نے اپنے معزز لوگوں کو بھیجا ہے' تاکہ وہ ان کو واپس لے جائیں۔ سو جب ہم بادشاہ سے اس معاملہ میں بات کریں تو تم بادشاہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور بادشاہ ان سے بات نہ کرے۔

کیونکہ ہماری قوم ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ سرداروں نے کہا: اچھا! پھر انہوں نے نجاشی کو ہدیئے اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے کہا اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ نادان لوگ آ گئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں' اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لیکر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ آپ' اور ہم کو آپ کی طرف ان کی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے' جو ان کے آباء واجداد اور رشتہ دار ہیں' تاکہ آپ انہیں واپس بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس سے زیادہ اور کوئی بات ناپسند نہیں تھی کہ نجاشی مسلمانوں کی بات سنے' اس کے سرداروں نے کہا ان دو آدمیوں نے سچ کہا ہے۔ ان لوگوں کے کرتوتوں کو ان کی قوم ہی بہتر طور سے جانتی ہے' سو آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیجئے' تاکہ یہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس لے جائیں۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا یہ سن کر نجاشی غضبناک ہوا' اس نے کہا نہیں! خدا کی قسم! میں ان لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اور میرے ملک میں آئے ہیں اور جنہوں نے دوسروں کی بجائے مجھے اختیار کیا ہے' جب تک میں ان سے سوالات کر کے تحقیق نہ کر لوں' ان کو تم لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ ایسے ہی نکلے جیسا تم نے کہا ہے' تو میں ان کو تمہارے حوالے کر دوں گا' اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں ان کی حفاظت کروں گا' اور جب تک یہ میری پناہ میں رہیں گے' ان سے حسن سلوک کروں گا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو بلایا۔ جب مسلمان آ گئے' تو نجاشی نے اپنے علماء کو بھی بلایا اور وہ اس کے گرد اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔

حضرت جعفر کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا' وہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور تم اس کی وجہ سے نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان ادیان میں سے اور کسی دین میں داخل ہوئے؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا جس شخص نے ان کو جواب دیا' وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم جاہلوں کی قوم تھے' بتوں کی عبادت کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' بے حیائی کے کام کرتے تھے' رشتوں کو توڑتے تھے' پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے' ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا' ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیج دیا۔ جن کے نسب' ان کے صدق' ان کی امانت داری اور ان کی پاکیزگی کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔

انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی' تاکہ ہم اس کو واحد مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس کو چھوڑ دیں' اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے' امانت ادا کرنے' رشتوں کو ملانے' پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے' حرام کاموں اور خون ریزیوں سے باز رہنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کاموں' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے منع کیا' اور ہم کو حکم دیا کہ ہم فقط اللہ کی عبادت

Marfat.com

کریں' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم کو نماز پڑھنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا انہوں نے اسلام کے تمام احکام گنوائے۔ سو ہم نے اس رسول کی تصدیق کی اور ہم اس پر ایمان لے آئے' اور وہ اللہ کے پاس سے جو احکام لائے تھے' ہم نے ان پر عمل کیا اور فقط اللہ وحدہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہم پر حرام کیا تھا' ان کو ہم نے حرام قرار دیا' اور جن چیزوں کو انہوں نے ہمارے لیے حلال کیا تھا' ان کو ہم نے حلال رکھا۔ اس بناء پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔

انہوں نے ہم کو عذاب میں مبتلا کیا اور ہم کو ہمارے دین سے چھڑانے کے لیے آزمائشوں میں مبتلا کیا' تاکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے چھڑا کر بتوں کی عبادت کی طرف لے آئیں' اور پھر ان ہی بدکاریوں کو حلال کرنے لگیں جن کو ہم پہلے حلال سمجھ کر کرتے تھے۔ سو جب انہوں نے ہم پر قہر اور ظلم کیا اور ہم پر ہماری معیشت کو تنگ کر دیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے' تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور ہم نے دوسروں کی بجائے آپ کو پسند کر لیا اور آپ کی پناہ میں رغبت کی' اور ہم نے یہ امید رکھی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر نجاشی نے کہا کیا تم کو اللہ کے کلام کی کچھ آیتیں یاد ہیں؟ حضرت جعفر نے کہا ہاں! نجاشی نے کہا مجھے سناؤ۔ تو حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ حضرت ام سلمہ نے کہا خدا کی قسم! وہ آیتیں سن کر نجاشی رونے لگا اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی اور اس کے علماء بھی رونے لگے اور ان کے مصاحف ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ پھر ان سے نجاشی نے کہا بے شک یہ دین اور جس دین کو عیسیٰ لے کر آئے تھے' یہ دونوں دین ایک ہی طاق سے نکلے ہیں' پھر ان دونوں مشرکوں سے کہا: جاؤ! تم واپس جاؤ! بخدا! میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا۔

کفار قریش کا مسلمانوں کو نکلوانے کی مہم میں ناکام ہونا

حضرت ام سلمہ نے فرمایا جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا بخدا! میں کل پھر اس کے پاس جاؤں گا اور اس کے سامنے ایسی چیز پیش کروں گا جس سے ان کی جڑ کٹ جائے گی۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا ایسا نہ کرو' اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں' لیکن ہماری ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں' اس نے کہا میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں' پھر اگلے دن وہ گیا اور نجاشی سے کہا: اے بادشاہ! یہ عیسیٰ ابن مریم کے متعلق بہت سخت بات کہتے ہیں۔ آپ ان کو بلا کر ان سے پوچھیے کہ یہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر بادشاہ نے ہم کو بلوایا اور اس جیسی آزمائش ہم پر پہلے نہیں آئی تھی' جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بادشاہ نے پوچھا تم لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جب ان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کہتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک دامن مریم کی طرف القاء کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھایا۔ پھر کہا: بخدا! تم نے جو کچھ بیان کیا ہے' عیسیٰ بن مریم اس سے ایک تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ جب نجاشی نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق یہ کہا: تو اس کے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں نے غصہ سے پھنکارنا شروع کر دیا۔ نجاشی نے کہا: ہرچند کہ تم غصہ سے پھنکار رہے ہو (اور مسلمانوں سے کہا) تم میری سرزمین میں مامون ہو' جو شخص تم کو گالی دے گا' اس پر جرمانہ ہوگا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور میں اس کے بدلہ میں تم میں سے کسی شخص کو ایذا پہنچاؤں۔ ان لوگوں کے ہدیے اور تحفے ان کو واپس کر دو۔ ہم کو ان کی ضرورت

Marfat.com

نہیں ہے' بخدا! جب اللہ نے مجھے میرا ملک واپس کیا تو مجھ سے رشوت نہیں لی تو میں ان سے کیسے رشوت لوں گا؟
حضرت ام سلمہ نے فرمایا تو وہ دونوں (عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ) نجاشی کے پاس سے ناکام اور نامراد ہو کر لوٹے' اور ہم نجاشی کے ملک میں اچھے گھر اور اچھے پڑوسی کی حیثیت سے رہے۔ اسی اثناء میں نجاشی کے ملک پر کسی نے حملہ کیا' ہم نے اس کے غلبہ کے لیے اللہ سے دعا کی' حتیٰ کہ وہ کامیاب ہو گیا اور ہم اس کے ملک میں اچھی طرح رہے۔ حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ واپس آ گئے۔ (علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(مسند احمد 'تحقیق احمد شاکر' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۴۰' طبع دار الحدیث' قاہرہ' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۴۰' طبع دار الفکر بیروت' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۰۳-۲۰۱' طبع قدیم' السیرۃ النبویہ' ج ۱' ص ۷۵-۲۰۳-۲۷' الروض الانف' ج ۱' ص ۲۱۴-۲۱۰' مجمع الزوائد' ج ۶' ص ۲۷-۲۴' البدایہ والنہایہ' ج ۳' ص ۷۵-۷۲)

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ

اور جب وہ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آپ ان کی

مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا

آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں (حق)

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ

کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ○ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا

الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

ہے اور ہم کیوں نہ یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے ○

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

سو اللہ نے ان کے اس قول کے صلے میں ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہمیشہ رہیں گے، اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع

ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے

Marfat.com

آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (المائدہ: ۸۳)

شان نزول

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب نبی ﷺ کے اصحاب نجاشی کے پاس پہنچے اور انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے علماء اور راہبوں نے قرآن مجید سنا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ نجاشی نے اپنے تیس بہترین اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا' ان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ رونے لگے' انہوں نے کہا بہ خدا ہم اس کو پہچانتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے اور نجاشی کو جا کر خبر دی تو وہ بھی مسلمان ہو گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے"۔ اس کی تفسیر میں چار قول ہیں:

۱۔ علی بن ابی طلحہ نے کہا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔

۳۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔

۴۔ زجاج نے کہا اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مومنین ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲' ص ۴۰۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم کیوں نہ یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرے۔ (المائدہ: ۸۴)

نیک لوگوں کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ (۲) ابن زید نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ (۳) مقاتل نے کہا اس سے مراد مہاجرین اولین ہیں۔ (زاد المسیر' ج ۲' ص ۴۱۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اللہ نے ان کے اس قول کے صلے میں ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔ (المائدہ: ۸۶-۸۵)

جن عیسائیوں نے دین حق کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے صلہ میں جنتیں عطا فرمائیں اور جن عیسائیوں اور یہود اور مشرکین نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود تکبر اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء کے صدق کا انکار کیا' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عدل کے تقاضے سے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ ثواب اللہ کا فضل ہے اور عذاب اللہ کا عدل ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو، جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور

Marfat.com

تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اللہ کے دیے ہوئے حلال پاکیزہ رزق

حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا

سے کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو ○ اللہ

يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ

فرمائے گا، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے

اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ

جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے،

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا

جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور

حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

تاکہ تم شکر ادا کرو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو، جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: ۸۷)

حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جن حلال چیزوں کی طرف تمہارا دل مائل ہوتا ہے ان کی لذت حاصل کرنے سے اپنے آپ کو منع نہ کرو، جس طرح عیسائیوں کے علماء اور راہبوں نے کھانے پینے کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو اور عورتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور بعض نے اپنے آپ کو گرجوں میں مقید کر لیا اور بعض سیاحت کرنے لگے۔ سو اے مسلمانو! تم ان کی طرح حد

Marfat.com

سے نہ بڑھنا۔

اس مضمون کی قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! ان حلال چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف: ۳۲)

آپ کہیے! کہ اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور حلال چیزوں کو (کس نے حرام کیا ہے؟)

عبادات اور معاملات میں میانہ روی کے متعلق آیات اور احادیث

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان: ۶۷)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی سے ہوتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (بنواسرائیل: ۲۶)

اور (اے مخاطب!) رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو اور مسکینوں اور مسافروں کو اور بے جا خرچ نہ کرو۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنواسرائیل: ۲۹)

اور اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ' اور نہ اس کو پوری طرح کھول دے کہ بیٹھا رہے ملامت زدہ' تھکا ہارا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ازواج کے حجروں میں تین شخص آئے۔ (ان میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے۔ (مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۰۳۷۴) اور انہوں نے نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب انہیں آپ کی عبادت کے معمول کے متعلق بتایا گیا' تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ ؟ آپ کے تو ہر اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ (مغفرت سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہے) تو ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا اور دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا' تو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا ہے۔ سنو! بہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۰۶۳' مصنف عبدالرزاق' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۳۷۴)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنایا۔ ایک دن حضرت سلمان' حضرت ابوالدرداء سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو پھٹے پرانے

Marfat.com

کپڑے پہنے دیکھا' انہوں نے کہا یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب حضرت ابوالدرداء آئے تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا' حضرت سلمان نے کہا آپ بھی کھائیے۔ انہوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے' میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ پھر حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھایا' جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سلمان نے کہا سو جائیں' وہ سو گئے' پھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پھر کہا: سو جائیں' جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو حضرت سلمان نے کہا اب کھڑے ہوں۔ پھر دونوں نے نماز (تہجد) پڑھی' پھر حضرت سلمان نے کہا آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کے اہل (بیوی) کا آپ پر حق ہے' ہر حقدار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت ابوالدرداء نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۶۸' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۲۱' صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۴' ص ۲۷۶)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے چند نفوس نے نبی ﷺ کی ازواج سے خلوت میں آپ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ پھر بعض اصحاب نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور بعض نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ بعض نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا فلاں فلاں لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اس طرح کہتے ہیں' لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں' اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے (بطور ناپسندیدگی) اعراض کیا' وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم' نکاح ۵' (۱۴۰۱) ۳۳۴۳' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۲۱۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ کرنے کی اجازت نہیں دی' اگر آپ ان کو اجازت دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۰۷۳' صحیح مسلم' نکاح ۶' (۱۴۰۲) ۳۳۴۴' سنن ترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۰۸۴' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۲۱۰' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۴۸' مسند احمد' ج ۱' ص ۱۷۵' طبع قدیم' مصنف عبدالرزاق ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۳۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون کے نکاح میں تھیں' وہ میرے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہت ابتر حال میں دیکھا' آپ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! خولہ کس قدر ابتر حال میں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! جس عورت کا خاوند دن کو روزہ رکھتا ہو اور ساری رات نماز پڑھتا ہو' وہ اس عورت کی طرح ہے جس کا کوئی خاوند نہ ہو۔ سو اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لیے چھوڑ دیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بلوایا۔ جب حضرت عثمان بن مظعون آئے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تم میری سنت سے اعراض کرنے والے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں! بہ خدا یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کی سنت کو طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں

Marfat.com

سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں' روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں' اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! اللہ سے ڈرو' کیونکہ تمہارے اہل (بیوی) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ سو تم روزہ رکھو اور کھاؤ پیو بھی' اور نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔

(علامہ احمد شاکر' متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۱۸ رقم الحدیث: ۲۶۱۸۶' طبع دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۶۳۶۸' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج ۶' ص ۲۶۸' طبع قدیم' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۶۹' سنن داری' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۶۹' مصنف عبدالرزاق' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۳۷۵' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۹' موارد الظمآن' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۸۸' مسند البزار' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۸-۱۴۵۷' اس کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۳۰۱' طبع قدیم' المعجم الکبیر' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۳۱۹' مسند ابو یعلیٰ' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۷۲۴۲)

مسند ابو یعلیٰ میں یہ روایت اس طرح ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تمہارے لیے میری سیرت میں نمونہ نہیں ہے! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اس ارشاد کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا تم رات بھر نماز پڑھتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو' حالانکہ تمہارے اہل (زوجہ) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے' تم نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی اور روزہ بھی رکھو اور کھاؤ پیو بھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ان کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس اس طرح خوشبو میں بسی ہوئی آئیں کہ وہ دلہن ہوں' ازواج نے ان سے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا وہی ہوا جس طرح وہ عورتیں ہوتی ہیں جن کی طرف ان کے خاوند رغبت کرتے ہیں۔

اور مصنف عبدالرزاق' سنن داری' صحیح ابن حبان اور المعجم الکبیر میں یہ روایت اس طرح ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون سے ملے اور آپ نے فرمایا اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی' کیا تمہارے لیے میری سیرت میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے یہ ارادہ کیا کہ دنیا کو ترک کر دیں اور عورتوں کو چھوڑ دیں اور راہب ہو جائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف (دین میں) سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سختی کی' ان کے بچے کھچے لوگ مندروں اور گرجوں میں ہیں۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' حج کرو اور عمرہ کرو' تم سیدھے رہو تو تمہارے لیے استقامت ہوگی' اور ان ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں' عورتوں کو چھوڑ دیں اور زاہد بن جائیں' ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔

(جامع البیان' ج ۷' جزء ۷' ص ۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے‘ پھر واپس چلے آئے۔ پھر ایک سال کے بعد دوبارہ آپ سے ملنے گئے‘ اس وقت ان کا جسم کمزوری کی وجہ سے بہت متغیر ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا فلاں باہلی ہوں جو ایک سال پہلے آپ سے ملنے آیا تھا۔ آپ نے پوچھا تم کس وجہ سے اس قدر بدل گئے تم تو بہت خوبصورت تھے؟ انہوں نے کہا میں جب سے آپ کے پاس سے گیا ہوں‘ میں نے کبھی دن کو کھانا نہیں کھایا‘ صرف رات کو کھانا کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے نفس کو کیوں عذاب میں ڈالا؟ پھر آپ نے فرمایا رمضان کے روزے رکھا کرو اور ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ انہوں نے کہا زیادہ کریں مجھ میں اس کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ماہ دو روزے رکھ لو‘ انہوں نے پھر کہا زیادہ کریں‘ آپ نے فرمایا ہر ماہ تین روزے رکھ لو۔ انہوں نے پھر کہا‘ زیادہ کریں۔ فرمایا حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو۔ پھر چھوڑ دو‘ حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو پھر چھوڑ دو‘ حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو پھر چھوڑ دو۔ آپ نے تین انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا‘ پھر چھوڑ دیا۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم کے مہینہ میں تین مسلسل روزے رکھو‘ پھر تین دن چھوڑ دو‘ اور اس طرح تین بار کرو‘ یعنی صرف حرم کے مہینہ میں نو نفلی روزے رکھنے کی اجازت دی۔ (حرم کے مہینہ سے مراد ایام حج کے مہینے ہیں۔)

(سنن ابو داؤد‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۲۴۲۸‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۶ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے‘ اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ فلاں عورت ہے‘ اس کی نمازوں کا بڑا چرچا ہے۔ آپ نے فرمایا چھوڑو‘ اتنا عمل کرو جو ہمیشہ کر سکو‘ بخدا! اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ‘ اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر بندہ ہمیشگی کرے۔

(صحیح البخاری‘ ج ۱‘ رقم الحدیث: ۴۳‘ صحیح مسلم‘ مسافرین‘ ۲۲۱‘ (۷۸۵) ۱۸۰۳‘ سنن النسائی‘ ج ۳‘ رقم الحدیث: ۱۶۴۱‘ ج ۸‘ رقم الحدیث: ۵۰۵۰‘ سنن ابن ماجہ‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۴۲۳۸‘ مسند احمد‘ ج ۹‘ رقم الحدیث: ۲۴۲۹۹‘ طبع دار الفکر‘ مسند احمد‘ ج ۶‘ ص ۵۱‘ طبع قدیم‘ موطا امام مالک‘ رقم الحدیث: ۲۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے؟ تو بتایا یہ زینب کی رسی ہے جب وہ (نماز میں) تھک جاتی ہیں تو اس رسی کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں اس کو کھول دو‘ تم میں سے کوئی شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھ سکتا ہے‘ پڑھے اور جب تھک جائے‘ تو بیٹھ جائے۔ (صحیح البخاری‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۱۱۵۰‘ سنن النسائی‘ ج ۳‘ رقم الحدیث: ۱۶۴۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے‘ اچانک ایک شخص کو (دھوپ میں) کھڑے ہوئے دیکھا‘ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ نے کہا یہ ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا‘ بیٹھے گا نہیں‘ نہ سایہ میں آئے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ بات کرے‘ سایہ میں آئے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔

(صحیح البخاری‘ ج ۷‘ رقم الحدیث: ۶۷۰۴‘ سنن ابو داؤد‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۳۳۰۰‘ سنن ابن ماجہ‘ ج ۱ رقم الحدیث: ۲۱۳۶‘ موطا امام

Marfat.com

مالک' رقم الحدیث: ۱۰۲۹' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۶۸' طبع قدیم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ میں نبی ﷺ سے اس کے متعلق فتویٰ معلوم کروں' میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ حج کو جائے اور سوار ہو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے' اس سے کہو سوار ہو۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۶۶' صحیح مسلم' نذر' ۱۱' (۱۶۴۴) ۴۱۷۲' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۴۱' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۹۹' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۸۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دیکھا' ایک بوڑھا شخص جو چل نہیں سکتا تھا' اسے اس کے دو بیٹے پکڑ کر چلا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ صحابہ نے کہا اس نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے کہ یہ اپنے نفس کو عذاب دے اور اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۶۵' صحیح مسلم' نذور ۹' (۱۶۴۲) ۴۱۶۹' سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۰۱' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۴۲' سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۸۶۲' ۳۸۶۱' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۲۱۲۸' مسند ابو یعلی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۵۳۲' صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۳۸۳' ابن الجارود' رقم الحدیث: ۹۳۹' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۷۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لشکر میں گئے' ایک شخص ایک غار میں گیا جس میں پینے کے لیے پانی بھی تھا' اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ اس غار میں رہے تو اس میں پانی بھی ہے اور اس کے اردگرد سبزیاں بھی ہیں' وہ دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد ہو کر اس غار میں رہ کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں نبی ﷺ کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں۔ اگر آپ نے اجازت دے دی' تو میں اس غار میں رہوں گا' ورنہ نہیں رہوں گا۔ اس نے آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ! میں ایک غار کے پاس سے گزرا' اس میں زندگی بسر کرنے کے لیے پانی بھی ہے اور سبزیاں بھی ہیں' میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس غار میں رہوں اور دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ نہیں مبعوث کیا گیا' میں ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں' جو بہت آسان ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں ایک صبح کرنا یا ایک شام گزارنا' دنیا و مافیہا سے بہتر ہے' اور تم میں سے کسی ایک شخص کا جہاد کے لیے صف میں کھڑے ہونا اس کی (تنہا) ساٹھ سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔

(علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند احمد' تحقیق احمد شاکر' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۲۱۹۲' طبع دار الحدیث' قاہرہ۔ مسند احمد' ج ۵' ص ۲۶۶' طبع قدیم' المعجم الکبیر للطبرانی' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۸۶۸' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۲۷۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بلاشبہ دین آسان ہے جو شخص اس دین کو مشکل بنانے کی کوشش کرے گا' دین اس پر غالب آجائے گا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' مشکل میں ڈالنے

Marfat.com

کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۲۲۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: ۱۸۵) اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے' تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اسلام معتدل' سہل اور دین فطرت ہے

ان آیات اور احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے' وہ توسط اور اعتدال کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع اور مذموم ہے' اسی طرح اسلام میں سخت اور مشکل عبادات مطلوب نہیں ہیں' بلکہ اسلامی احکام میں نرمی' ملائمت' سہولت اور آسانی مرغوب ہے۔ اسلام کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہم میں رہبانیت نہیں ہے۔ (العلل المتناہیہ' ج ۲' ص ۱۵۲)

اور آپ نے فرمایا اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔ (مصنف عبد الرزاق' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۳۷۵' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۶۹) اسلام میں ترک لذائذ' سخت ریاضات اور عبادات شاقہ ممنوع ہیں' مصنوعی زاہدوں اور جعلی صوفیوں نے جو خود ساختہ شریعت وضع کرلی ہے اس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیکی اور فضیلت حاصل کرنے کا اصل اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا اور جو راستہ ہمارے لیے مقرر کیا اور جس طریقہ پر صحابہ کرام گامزن رہے اور اخیار تابعین نے جس کو اپنایا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بہت بلیغ نصیحت کی' جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ہمارے دل خوف زدہ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور امیر کا حکم سننے اور اس پر عمل کرنے کی' خواہ وہ حبشی غلام ہو' کیونکہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا' اور تم بدعات (سیئہ) سے بچتے رہنا کیونکہ وہ گمراہی ہیں' تم میں سے جو شخص اس اختلاف کو پائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے' اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرے اور اس کو داڑھوں سے پکڑ لے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ۴۲' سنن دارمی' ج ا' رقم الحدیث: ۹۵' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۱۴۵)

سنن ترمذی کے علاوہ باقی کتب حدیث میں اس طرح مذکور ہے' کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا' سو تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر عمل کرو' اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرو اور اس کو داڑھوں سے پکڑ لو۔

آیا حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو! تم ان چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کردیا ہے' اور حد سے نہ بڑھو' بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: ۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کو حرام کرنے کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ یہ قسم ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم کیا ہے۔ اس وجہ سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے' اور نہ اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ اس کے

Marfat.com

برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔

امام مالک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے نفس پر طعام کو یا مشروب کو یا اپنی باندی کو حرام کرلے' یا کسی بھی حلال چیز کو حرام کرلے وہ اس پر حرام نہیں ہوگی' اور نہ امام مالک کے نزدیک اس پر ان میں سے کسی چیز کے حرام کرنے کی وجہ سے کفارہ ہے۔ ہاں! اگر وہ باندی کو حرام کر کے اس کو آزاد کرنے کی نیت کرے' تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کردیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے' خواہ صراحتاً خواہ کنایتاً اور حرام کرنا کنایات طلاق میں سے ہے' اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی چیز کو حرام کرے گا' وہ چیز اس پر حرام ہو جائے گی اور جب وہ اس چیز کو تناول کرے گا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور یہ آیت ان پر رد کرتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۱۹۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' یہ آیت امام ابو حنیفہ کے اس وقت خلاف ہوتی جب اس میں یہ مذکور ہوتا کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے' یا اس میں کفارہ نہیں ہے' کفارہ کا ذکر نہ کرنا عدم کفارہ کے ذکر کو کب مستلزم ہے؟

امام شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں!

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو یہ طلاق ہے' اور اگر اس سے ظہار کی نیت کرے تو یہ ظہار ہے' اور اگر طلاق اور ظہار کے بغیر یہ نیت کرے کہ وہ بعینہٖ اس پر حرام ہے تو یہ قسم نہیں ہے لیکن اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم ہے' اور اگر اس نے بغیر نیت کے یہ الفاظ کہے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں کفارہ قسم لازم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام لغو ہے اور اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا' یہ ہمارا مذہب ہے۔

(صحیح مسلم مع شرحہ للنووی' ج ۶' ص ۴۰۰۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ طعام مجھ پر حرام ہے' یا یہ پانی' یا یہ کپڑا' یا گھر میں داخل ہونا' یا زید سے بات کرنا' اور بیوی اور باندی کے علاوہ باقی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے متعلق یہ کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ کلام لغو ہوگا' اس پر کوئی حکم مترتب نہیں ہوگا' اور نہ وہ چیز اس پر حرام ہوگی' اور جب وہ اس چیز کو تناول کرے گا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم مع شرحہ للنووی' ج ۶' ص ۴۰۰۸۔۴۰۰۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کہا اگر میں نے فلاں کام کیا تو اللہ نے جو مجھ پر حلال کیا ہے وہ حرام ہے۔ پھر اس نے اس کام کو کرلیا تو اس کو اختیار ہے یا تو جن چیزوں کو اس نے اپنے نفس پر حرام کیا ہے ان کو ترک کردے یا چاہے تو کفارہ دے۔ حضرت ابن مسعود' حسن بصری' جابر بن زید' قتادہ' اسحاق اور اہل عراق کا یہی مسلک ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا جس شخص نے کہا حلال مجھ پر

Marfat.com

حرام ہے' یہ قسم ہے۔ اور وہ اس کا کفارہ دے گا۔ اور حسن نے کہا یہ قسم ہے ماسوا اس صورت کے کہ وہ اس سے اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ کرے۔ ابراہیم نخعی سے بھی اس کی مثل مروی ہے' اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو درست ہے' ورنہ یہ قول لغو ہے۔ ضحاک سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود سے یہ روایت ہے کہ حرام قسم ہے اور طاؤس نے کہا یہ اس کی نیت پر موقوف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے کہا حرام قسم نہیں ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے' کیونکہ حلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنے کا قصد کرنا ہے' اس لیے اس کا قصد لغو ہے۔ ہماری دلیل یہ آیت ہے یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک (الخ) (التحریم: ۲-۱) اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا اطلاق فرمایا ہے اور اس قسم سے نکلنے کے لیے کفارہ کو مشروع فرمایا ہے۔ جیسا کہ شہد یا حضرت ماریہ کی تحریم کا واقعہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی حلال کو حرام کرنے پر قسم کا اطلاق فرمایا ہے۔ (المغنی' ج ۹' ص ۴۰۲-۴۰۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم: ۲-۱)	اے نبی! آپ (اپنے اوپر) اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضا جوئی کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (اے ایمان والو!) بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے۔ (یعنی کفارہ)

اس آیت کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرا کرتے تھے' وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے اور حضرت حفصہ نے اتفاق کیا کہ جس کے پاس بھی نبی ﷺ تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے' کیا آپ نے مغافیر (ایک قسم کا گوند) کھایا ہے؟ آپ ان دونوں میں سے کسی ایک (حضرت حفصہ) کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے یہی کہا۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے' اور میں اس کو دوبارہ ہرگز نہیں پیوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی: لم تحرم ما احل اللہ لک (الخ) (التحریم: ۲-۱)

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۲۶۷' صحیح مسلم' طلاق' ۲۰ (۱۴۷۴) ۳۶۱۴' سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۷۱۴' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۷۹۵' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۴۲۱)

قرآن مجید کی مذکور الصدر آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ حلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا اطلاق فرمایا ہے اور اس قسم کی بندش کو کھولنے کے لیے کفارہ مقرر فرمایا ہے' بعض روایات میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی باندی حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے نفس پر حرام فرمایا تھا۔

امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ ام المومنین ایک دن اپنے والد کی زیارت کے لیے گئیں اور اس دن حضور کی ان

Marfat.com

کے گھر میں باری تھی' جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو آپ نے ان کو گھر میں نہیں دیکھا' تب آپ نے اپنی باندی حضرت ماریہ قبطیہ کو بلالیا اور حضرت حفصہ کے حجرہ میں ان سے اپنی خواہش پوری کی اور اسی حالت میں حضرت حفصہ آپہنچیں اور کہنے لگیں' یارسول اللہ! آپ میرے گھر میں اور میری باری میں یہ عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مجھ پر حرام ہے اور تم یہ کسی کو نہ بتانا' حضرت حفصہ حضرت عائشہ کے پاس گئیں اور ان کو یہ واقعہ بتایا۔ تب سورۂ تحریم کی ایک تا چار آیتیں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ قسم کا کفارہ دیں اور اپنی باندی سے رجوع کریں۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰۷' جامع البیان' جز ۲۸' ص ۲۰۱۔۲۰۰' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۳۵۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حرام کرنا قسم ہے اس کا کفارہ ادا کرے۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی سیرت) میں اچھا نمونہ ہے۔

(صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ۴۹۱۱۔۵۲۶۶' صحیح مسلم' طلاق' ۱۸' (۱۴۷۳) ۳۶۱۲' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۰۷۳)

امام سعید بن منصور خراسانی متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا ایک شخص نے کہا حلال مجھ پر حرام ہے۔ انہوں نے کہا جب تک وہ اس سے اپنی بیوی کی نیت نہ کرے اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۸۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' سنن کبریٰ ج ۷' ص ۳۵۱)

عطاء نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر ہر حلال حرام ہے تو یہ قسم ہے' وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۸۸)

سعید بن جبیر نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ حلال اس پر حرام ہے تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۹۲)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا حرام کرنے قسم ہے۔ (سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث: ۱۶۹۳)

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے کہا حرام قسم ہے۔

(سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث: ۱۶۹۵)

ابراہیم نخعی نے کہا جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے' اگر اس نے اس قول سے تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کوئی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے۔ جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۹۹)

حضرت ابن عباس نے فرمایا حرام قسم ہے۔ (سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰۴)

ابراہیم نخعی اور عبیدہ نے کہا جس شخص نے اپنی باندی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم ہے۔ جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کیلئے قسم کھائی کہ آپ اپنی باندی سے مقاربت نہیں کریں گے اور فرمایا یہ مجھ پر حرام ہے' تب آپکی قسم کیلئے کفارہ نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو یہ حکم دیا کہ آپ کیلئے جو چیز اللہ نے حلال کی ہے آپ اسکو حرام نہ کریں۔ (سنن سعید بن منصور' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰۸' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۳۵۳)

Marfat.com

(مذکور الصدر احادیث اور آثار مصنف عبدالرزاق ج ٦' ص ۴۰۲-۳۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۵' ص ۷۵-۷۲' سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۷' ص ۳۵۳-۳۵۰' اور جامع البیان' جز ۲۸' ص ۲۰۱-۱۹۸' میں بھی مذکور ہیں اور ان احادیث اور آثار میں اس پر صریح دلیل ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اپنے نفس پر کسی ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کا وہ مالک نہیں ہے' مثلاً کہا: مجھ پر یہ کپڑا' یا یہ کھانا حرام ہے تو اس پر وہ چیز حرام نہیں ہوگی اور اس کے لیے اس کو تناول کرنا جائز ہے' اور اگر اس نے وہ کپڑا پہن لیا' یا وہ کھانا کھالیا تو اس پر کفارہ قسم ہے۔ امام شافعی نے کہا اس پر کفارہ نہیں ہے' کیونکہ بیوی اور باندی کے ماسوا میں یہ قسم نہیں ہے اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے (یہ علامہ عینی کا تسامح ہے' امام احمد کا قول امام اعظم کے موافق ہے' جیسا کہ ہم علامہ ابن قدامہ حنبلی سے نقل کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور امام مالک نے کہا جس شخص نے بیوی کے سوا اپنے نفس پر کسی چیز کو حرام کیا تو یہ قسم نہیں ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا' کیونکہ حلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنا ہے۔ لہٰذا اس سے ایک شرعی عقد (قسم) منعقد نہیں ہوگا' ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ حرمت ثابت کرنے کی خبر دیتا ہے' ہرچند کہ اس سے بعینہ حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ وہ تو نص قرآن سے ثابت ہوتی ہے لیکن اس سے حرمت لغیرہ ثابت ہو سکتی ہے جو کہ قسم کا تقاضا ہے تو جب ایک عاقل بالغ کے کلام کو صحت پر محمول کرنا ممکن ہے تو اس کلام کو صحت پر محمول کیا جائے گا' اور اس سے قسم مراد لی جائے گی اور اس کلام کو لغو نہیں قرار دیا جائے گا اور قسم توڑنے سے اس پر کفارہ لازم ہوگا' اور قرآن مجید کی سورۂ تحریم کی آیت ۲-۱ سے صراحتاً ثابت ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اور صریح آیت کے مقابلہ میں آراء کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

(البنایہ شرح الھدایہ' ج ٦' ص ۴۰-۳۹' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ' فتح القدیر' ج ۵' ص ۸۵-۸۴' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس میں مفتی بہ قول

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ "تو مجھ پر حرام ہے" تو اس کے متعلق امام اعظم کا مذہب بیان کرتے ہوئے علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی' اور اگر تین طلاقوں کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو طلاقوں کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی تو یہ کلام لغو ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری' ج ۱۹' ص ۲۴۸' صحیح مسلم مع شرحہ للنووی' ج ٦' ص ۴۰۰۷)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اگر اس نے تحریم کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی' تو یہ ایلاء ہے (ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا۔ اگر اس نے قسم پوری کی تو چار ماہ بعد اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر قسم توڑ دی تو اس کو کفارہ قسم دینا ہوگا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر اس نے ظہار کی نیت کی تو یہ ظہار ہے' اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی ہے تو یہ کلام لغو ہے۔ یہ حکم دیانۃً ہے اور قضاءً یہ ایلاء ہے۔ (یعنی اس کے جھوٹ کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' اس لیے یہ ایلاء پر محمول کیا جائے گا)

(درمختار علی ردالمحتار' ج ۲' ص ۵۵۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب الایمان میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا ہر حلال مجھ پر حرام ہے تو یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ عرف کی وجہ سے یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے، اگر اس نے کھایا یا پیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور بغیر نیت کے اس کا یہ قول اس کی بیوی کو شامل نہیں ہو گا اور اگر وہ نیت کر لے تو پھر یہ ایلاء ہے۔ یہ جواب ظاہر الروایہ کے مطابق ہے۔ پھر مشائخ متاخرین کا مختار یہ ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ متن میں جو مذکور ہے کہ اس نے عورت کے حرام ہونے کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایلاء ہے، اور اگر اس نے ظہار کی نیت کی تو یہ ظہار ہے، اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی تو یہ کلام لغو ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس نے بالخصوص بیوی سے کہا: تُو مجھ پر حرام ہے، اس کے برخلاف جب اس نے عام لفظ بولا مثلاً اللہ کا ہر حلال مجھ پر حرام ہے تو یہ قول عرف کی بناء پر کھانے پینے کے ساتھ خاص ہے، اور یہ کلام بیوی کو اس وقت شامل ہو گا جب وہ اس کلام سے بیوی کی نیت کرے، اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے کہ وہ عام لفظ بولے (مثلاً ہر حلال مجھ پر حرام ہے) یا خاص لفظ بولے (مثلاً بیوی سے کہے تُو مجھ پر حرام ہے) ہر صورت میں اس کی بیوی پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ (کیونکہ یہ نیا عرف ہے، لوگ طلاق دینے کے لیے یہ کہتے ہیں) اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس قول (تُو مجھ پر حرام ہے) میں دو عرف ہیں، ایک عرف اصلی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قول ایلاء کے معنی میں قسم ہے اور دوسرا عرف نیا ہے اور وہ اس قول سے طلاق کا ارادہ ہے اور فتویٰ نئے عرف پر ہے، کیونکہ ہر عقد کرنے والے اور قسم کھانے والے کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جاتا ہے، خواہ وہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہو۔ جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم اور مفتی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ظاہر الروایہ پر فیصلہ کرے یا فتویٰ دے، اور عرف کو ترک کر دے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس قول کو طلاق پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ یہی عرف حادث اور مفتی بہ ہے۔ لہٰذا اس قول سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ کلام عام ہو، مثلاً ہر حلال مجھ پر حرام ہے، یا کلام خاص ہو مثلاً بیوی سے کہے کہ تُو مجھ پر حرام ہے اور یہ قسم نہیں ہے، نہ اس پر کفارہ ہے۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۵۵۴، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

عالمگیری میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کلام سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اب اس کلام کا غلبہ استعمال ارادہ طلاق میں ہے۔ (عالمگیری، ج ۲، ص ۵۶، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

امام احمد رضا قادری کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۵۶۷، مطبوعہ سنی دار الاشاعت، فیصل آباد، پاکستان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے دیئے ہوئے حلال پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔ (المائدہ: ۸۸)

افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرے اور کبھی نہ کرے

ہر چند کہ اس آیت میں اللہ کے دیئے ہوئے حلال رزق سے کھانے کا ذکر ہے، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو۔ اس میں کھانے پینے کے علاوہ لباس، مکان، سواری اور ازدواج کی نعمتیں شامل ہیں اور بالخصوص کھانے پینے کی نعمتوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ انسان کی اولین اور بنیادی ضرورت ہے۔ کھانے اور لباس میں لذائذ اور مرغوبات کے متعلق بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ ان کو ترک کرنا اور ان سے اعراض کرنا افضل ہے، تاکہ انسان نفسانی خواہشوں

Marfat.com

کا غلام نہ بن جائے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب اللہ نے انسان کو وسعت دی ہو تو اس کو توسع اختیار کرنا چاہیے۔ لذیذ کھانے' عمدہ لباس' خوبصورت مکان اور اعلیٰ درجہ کی سواریوں سے متمتع ہونا چاہیے اور اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اور حق داروں کے حقوق کو ادا کرتا رہے' تاہم توسط اور اعتدال زیادہ پسندیدہ ہے۔ کبھی مرغوبات نفسی سے حظ حاصل کرے اور کبھی نفس کے تقاضوں کو پورا نہ کرے' تاکہ فقر اور غنا کے دونوں مرتبوں کا جامع ہو جائے۔

نبی ﷺ کو گھر میں جو مل جاتا تھا وہ آپ کھا لیتے تھے۔ کبھی گوشت اور میٹھی چیزوں کی طرح عمدہ اور لذیذ طعام تناول فرماتے اور کبھی بہت سادہ کھانا کھاتے۔ آپ نمک' زیتون کے تیل یا سرکہ کے ساتھ جو کی روٹی کھا لیتے تھے۔ کبھی آپ بھوکے رہتے اور پیٹ پر دو دو پتھر باندھ لیتے اور کبھی سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے۔ غرض! آپ کی سیرت طیبہ میں تنگ دست اور خوش حال اور غنی اور فقیر سب کے لیے نمونہ ہے۔ آپ طعام سے زیادہ مشروبات کا اہتمام کرتے تھے اور آپ کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی بہت پسند تھا' اور آپ ہر حال میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ خرچ کم کرتے تھے اور نہ فضول خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا (الطلاق: ۷)

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ ہر شخص کو اس کے مطابق مکلف کرتا ہے جتنا اس کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا' سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے' جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو' اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (المائدہ: ۸۹)

مناسبت اور شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (المائدہ: ۸۷) تو جن مسلمانوں نے اپنے اوپر عورتوں اور گوشت کو حرام کر لیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اب ہماری ان قسموں کا کیا ہو گا جو ہم کھا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ (الآیہ)

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۹-۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے عورتیں' گوشت اور رات کی نیند ترک کرنے کی قسمیں کھائی تھیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان پر کفارہ لازم کر دیا' یعنی وہ قسم توڑیں اور کفارہ ادا کریں۔

یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی

یمین کے از روئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت (۲) داہنا ہاتھ (۳) قسم

یمین بہ معنی قوت اس آیت میں ہے:

Marfat.com

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ (الحاقہ: ۴۵-۴۴)

اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی داہنا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یمین بہ معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے:

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ (الواقعہ: ۹۱-۹۰)

اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تجھ پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے ہے۔

یمین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اور قسم پر یمین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز! قسم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کلام کو قوی اور موکد کرتا ہے۔

قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت

قسم کھانا مشروع ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی ﷺ کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى (النجم: ۱) روشن ستارے کی قسم! جب وہ غروب ہوا۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (البلد: ۱) میں اس شہر کی قسم فرماتا ہوں۔

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا (الشمس: ۱) سورج اور اس کی چمک کی قسم۔

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى (الضحیٰ: ۲-۱) چاشت کی قسم! اور رات کی قسم! جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔

اور نبی ﷺ کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (یونس: ۵۳)

اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہئے' ہاں! میرے رب کی قسم! وہ برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ (سبا: ۳)

اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہئے میرے رب عالم الغیب کی قسم! وہ ضرور تم پر آئے گی۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ (التغابن: ۷)

کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا: وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے' آپ کہئے کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

احادیث میں نبی ﷺ کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف چتکبرے کوہان والے تین اونٹ بھیجے۔ ہم نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو

Marfat.com

آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے ' ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی ' آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم 'الایمان' ۱۰ (۱۶۴۹) ۴۱۹۰ ' صحیح البخاری ' ج ۵ ' رقم الحدیث: ۴۳۸۵ ' ج ۷ ' رقم الحدیث: ۵۵۵۷ ' سنن نسائی ' ج ۷ ' رقم الحدیث: ۳۷۸۰ ' مسند احمد ' ج ۷ ' رقم الحدیث: ۱۹۵۳۶)

جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز

فقہاء کے نزدیک ہر چند کہ قسم کھانا مباح ہے لیکن بہ کثرت قسم کھانا مکروہ ہے ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (القلم: ۱۰) اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر بہ افراط قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

(البقرہ: ۲۲۴)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ بہت قسم کھاتے تھے ' بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے خطبہ کسوف میں فرمایا اے محمد کی امت! اللہ کی قسم! اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے ' اے امت محمد! اللہ کی قسم! اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔

(صحیح البخاری ' ج ۱ ' رقم الحدیث: ۱۰۴۴ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

آپ نے ترک دنیا کرنے کا ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو! خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں ' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

(صحیح البخاری ' ج ۶ ' رقم الحدیث: ۵۰۶۳)

آپ نے ابو طالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو! اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے (صحیح البخاری ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۱۳۶۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا ' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا ' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا ان شاء اللہ۔

(سنن ابو داؤد ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۳۲۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی ﷺ نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور بہ افراط قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انسان کسی جھوٹ پر اللہ کی قسم کھالے اور مانعین نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی دلیل نہیں ہے ' کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ (البقرہ: ۲۲۴) اللہ کے نام کو اپنی ایسی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ جن سے مقصد نیکی ' خدا خوفی اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز

Marfat.com

رہنا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا' خدا خوفی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا' پھر اور نیک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں' سوایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کر کے قسم توڑے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی' پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۱۱' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

فی نفسہ قسموں کی اقسام

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے نکلے' ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے' ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی' اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۵۶' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۱۹' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۶۷۲۶' طبع دارالفکر' مسند احمد' ج ۴' ص ۷۹' طبع قدیم)

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی شر کو رفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی عبادت کے کرنے یا کسی گناہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کے کرنے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے' جس خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو' یا اس کے صدق کا غلبہ ظن ہو' اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر' یا کسی مستحب کام کے ترک پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے' حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح کو خرچ دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے براءت بیان کر دی' تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت مسطح کو خرچ دے کر ان کی مدد کرتے تھے وہ اب بند کر دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے' ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کو ترک کرنے کی قسم کھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

حرام: جھوٹی قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (المجادلہ: ۱۵-۱۴)

اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ○ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ (دنیا میں) بہت برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص ناجائز کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا' اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' اور نہ ان کو پاک کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھانی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا' جو حضرت عثمان سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوٹا دی۔ حضرت عثمان نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ مقداد پر کوئی مصیبت آئے اور وہ کہے کہ یہ مصیبت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق چھوڑنے کو ترجیح دی' اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! بے شک میرے ہاتھ میں عصا ہے' اور عمر بن شبہ نے کتاب قضاۃ البصرۃ میں اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابی رضی اللہ عنہما نے ایک کھجور کے درخت کے متعلق حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا' تو حضرت عمر پر قسم آئی۔ حضرت زید نے کہا تم امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دو' حضرت عمر نے فرمایا امیر المومنین کو کیوں معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا' ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا' اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہ کھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے سے پہلے ابی کو درخت کیوں نہیں دے دیا' حضرت عمر نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم نہیں کھائی تو لوگ میرے بعد اپنے حقوق پر قسم نہیں کھائیں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا' اور یہ حق پر سچی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ

Marfat.com

دوسروں کے سامنے کھانا جائز ہے' وہ حاکم کے سامنے بھی جائز ہے۔ (المغنی' ج ۹' ص ۳۸۹-۳۸۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ۱۴۰۵ھ)

قسم کھانے کا طریقہ

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ اس طرح قسم کھاتے تھے' اس ذات کی قسم محمد کی جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ' رحمٰن' رحیم' خالق' باری' رزاق' رب وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات یہ ہیں' اللہ کی عظمت' اللہ کا جلال' اللہ کی قدرت' اللہ کا علم' اللہ کا کلام وغیرہ۔ نبی ﷺ یوں قسم کھاتے تھے "لا و مقلب القلوب" دلوں کے پلٹنے والے کی قسم۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۶۱۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۰۹۲) اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں' اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے' ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ندا کر کے فرمایا: سنو! اللہ تمہیں تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے' ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۰۸' صحیح مسلم' الایمان' ۳' (۱۶۴۶) ۴۱۷۸)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے' اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ نیز! جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز پر گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے' مثلاً فرمایا: والطور (الطور: ۱) پہاڑ طور کی قسم! اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے' جو چاہے کرے' اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پہاڑ طور' درخت انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز! یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے' اور عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حانث ہو گا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا' اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے' جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم!

(در مختار علی ہامش رد المحتار' ج ۳' ص ۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تساہل برتتے ہیں' اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ' مثلاً اگر میں نے فلاں تاریخ کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق' توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا' اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی' اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ تعلق اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے' اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے' کیونکہ اس میں غیر اللہ کو تعظیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

(ردالمحتار' ج ۳' ص ۴۶-۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

یمین لغو کی تعریف

ازہری نے کہا ہے: کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام' جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے (لا یسمعون فیھا لغوا الا سلما) (مریم: ۶۲) وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

علامہ ابو اسحق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جائیں' یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر' ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے' نہیں' خدا کی قسم! ہاں! خدا کی قسم! اور جو چیز زبان پر بلا قصد آ جائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا' جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المہذب' ج ۲' ص ۱۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور در حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد' ج ۱' ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گمان کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابو مالک' حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔ حسن بصری' نخعی' امام مالک' امام ابو حنیفہ' امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المغنی' ج ۹' ص ۳۹۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور در حقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق

Marfat.com

قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ در حقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔
(ھدایہ اولین' ص ۷۹-۴۷۸' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

یمین منعقدہ کی تعریف

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (المائدہ: ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے۔ الآیہ (المائدہ: ۸۹) اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے' خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر' لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم' ایمان' ۱۱ (۱۶۵۰) ۴۱۹۲) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے' خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو' یا بھول کر' یا خطا سے' یا جبر سے' کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے' اور اس میں عمد اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔

(بدایۃ المجتہد' ج ۱' ص ۳۰۴' بدائع الصنائع' ج ۳' ص ۱۷)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان' خطا یا جبر سے قسم توڑ دی' تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔
(المہذب' ج ۲' ص ۱۲۸' المغنی' ج ۹' ص ۳۹۱)

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے خطا' نسیان' اور جبر سے مواخذہ اٹھا لیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۲۶۹' مطبوعہ مکتبہ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

یمین غموس کی تعریف

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے' کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ فقہاء احناف' فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع' ج ۳' ص ۱۵' ۴' الشرح الکبیر علی ھامش الدسوقی' ج ۲' ص ۱۲۸' المغنی ج ۹' ص ۳۹۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تاکہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

(صحیح مسلم' ایمان ۲۱۸' (۱۳۷) ۳۴۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۳۲۴' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۲۵۰۵' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۰۸۷' مسند احمد' ج ۵' ص ۲۶۰' سنن کبریٰ' ج ۱۰' ص ۱۷۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۲۴۲' مسند احمد' ج ۴' ص ۴۴۱-۴۳۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی

Marfat.com

نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' یمین غموس' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۶۸۷۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۰۳۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۴۰۲۲' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۵۶۲' مسند احمد' ج ۲' ص ۶۹۰۱)

امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور یمین غموس میں جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے' جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔ (المہذب' ج ۲' ص ۱۲۸)

کفارہ قسم کی مشروعیت

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے' کفر کا معنی ہے ستر اور ڈھانپنا۔ سو قسم توڑنے کی وجہ سے جس گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے کفارہ اس گناہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورۂ مائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (المائدہ: ۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی' پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے' تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۱۱' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

کفارۂ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے' اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بنانا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلوگرام گندم دی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجور یا جو دیئے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے' لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں بہ یک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی بھوک مٹانے کا حکم دیا ہے' خواہ بہ یک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہو گا۔

جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کو بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھلانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دیئے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بنانا ضروری ہے' بخلاف کھانا کھلانے کے'

Marfat.com

کیونکہ اس سے مقصود بھوک کو مٹانا ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔
امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کپڑے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کپڑے کا اطلاق دو چادروں پر ہوتا ہے' یہ مقدار ضروری ہے' ورنہ مردوں کو قیص' شلوار اور ٹوپی دی جائے اور عورتوں کو قیص' شلوار اور دوپٹہ۔
اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے' اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے' مومن ہو یا کافر' کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا ہے او تحریر رقبۃ (المائدہ: ۸۹) اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے' کیونکہ کفارہ قتل خطا میں فرمایا ہے۔ فتحریر رقبۃ مؤمنۃ (النساء: ۹۲) ائمہ ثلاثہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا' اور جہاں اس کو مقید ذکر کیا ہے وہاں اس کی تقیید پر عمل ہوگا۔
اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑے پہنانے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو' تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے' لیکن اگر اس نے لگاتار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا ہے فصیام ثلاثۃ ایام (المائدہ: ۸۹) اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود کی قرات میں ہے فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات ہرچند کہ یہ قرائت متواتر نہیں ہے' لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد حجت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح عمداً روزہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساٹھ روزے لگاتار رکھے جاتے ہیں' ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگاتار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اسی طرح اس کا حکم ہے۔
(الکافی فی فقہ الامام احمد' ج ۴' ص ۱۹۵-۱۹۳' المہذب' ج ۲' ص ۱۴۲-۱۴۰' بدایۃ المجتہد' ج ۲' ص ۱۰۷-۱۰۵' رد المحتار' ج ۳' ص ۶۲-۶۰' فتح القدیر' ج ۵' ص ۹۱-۷۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا
محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ شیطان

يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ
صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں

Marfat.com

وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے ، تو کیا تم باز آنے

مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ

والے ہو ○ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو ، پھر اگر تم نے

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى

حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف احکام کو صاف طور سے پہنچا دینا ہے ○ ایمان والے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ

وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ

سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں شیطانی کاموں سے ہیں، سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (المائدہ: ۹۱-۹۰)

مشکل الفاظ کے معانی

خمر: انگور کا کچا شیرہ، جو پڑے پڑے سڑ کر بدبودار ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے تو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے، اس کو خمر کہتے ہیں۔ خمر کا معنی ہے ڈھانپنا اور نشہ انسان کی عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

میسر: ہر وہ عقد جس کی رو سے ہارنے والا جیتنے والے کو ایک معین اور پہلے سے طے شدہ رقم ادا کرے، اس کو میسر کہتے ہیں۔ میسر یسر سے بنا ہے، اور جوئے کے ذریعے جیتنے والے فریق کو ہارنے والے فریق کی رقم آسانی سے مل جاتی ہے۔ اس لیے اس کو میسر کہتے ہیں۔

ازلام: تیروں کی ہیئت کی پتلی پتلی لکڑیاں، ان سے زمانہ جاہلیت میں قسمت کا حال اور شگون معلوم کرتے تھے اور فال نکالتے تھے۔

Marfat.com

انصاب: بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر جن کی عبادت کی جاتی تھی اور بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ (المفردات، ج ۲، ص ۶۳۸)

رجس: جو چیز حسایا معناً گندی اور ناپاک ہو، انسان کی طبیعت اس سے گھن کھائے یا عقل اس کو برا جانے یا شریعت نے اس کو ناپاک قرار دیا ہو۔

شراب کی تحریم کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (وقتی) فائدے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔ (البقرہ: ۲۱۹) تو لوگوں نے کہا اس میں ہمارے لیے رخصت ہے، ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے، حتیٰ کہ ایک شخص نے سورۂ کافرون کی پہلی آیت اس طرح پڑھی "قل یایھا الکفرون اعبد ما تعبدون۔ آپ کہئے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ان کو پتا نہیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو۔ (النساء: ۴۳) پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں..... کیا تم باز آنے والے ہو، تو مسلمانوں نے کہا اے رب! ہم باز آ گئے۔

(جامع البیان، جز ۷، ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں، ایک (لقمان: ۱۵) ہے۔ دوسری (انفال: ۱) ہے۔ (حضرت سعد نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) (اور ایک یہ آیت ہے اس کی تفصیل یہ ہے) میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا، انہوں نے کہا چلو ہم تمہیں کچھ کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ان کے ساتھ باغ میں گیا۔ وہاں ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنا ہوا سر تھا، اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں سے کھایا اور شراب پی، پھر ان کے درمیان مہاجرین اور انصار کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے کہا مہاجرین انصار سے زیادہ اچھے ہیں، ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی میری ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی، میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تب اللہ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ الآیہ۔

(صحیح مسلم، فضائل الصحابہ، ۴۳، (۱۷۴۸) ۶۱۲۱، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۵۶۷۔ ۱۶۱۴، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۲۸۵)

امام محمد بن جعفر بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے، اس وقت شراب حلال تھی۔ اچانک میں اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا، اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ

Marfat.com

آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ (المائدہ: ۹۰) اور اس کے آخر میں تھا' کیا تم باز آنے والے ہو؟ میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا جس سے انہوں نے شراب پی لی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی' انہوں نے گلاس سے شراب انڈیل دی اور برتن کی شراب بہادی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۴۷' المستدرک' ج ۱' ص ۱۴۱' السنن الکبریٰ' ج ۸' ص ۲۸۶-۲۸۵)

خمر کی حقیقت میں مذاہب فقہاء

قرآن مجید' احادیث متواترہ اور اجماع فقہاء سے خمر حرام ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں' جو پڑے پڑے سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں لغت میں خمر کا یہی معنی ہے اور یہی حقیقت ہے۔ البتہ! مجازاً ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا جاتا ہے۔ احادیث اور آثار میں جہاں ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کے برعکس ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ خمر کا معنی ڈھانپنا ہے۔ شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہر نشہ آور مشروب حقیقتاً خمر ہے۔ اب ہم لغت کے حوالوں سے خمر کا معنی بیان کرتے ہیں۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو' کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ ابو حنیفہ دینوری نے کہا کہ دانوں سے جو شراب بنائی جاتی ہے' اس کو خمر کہتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں یہ علامہ دینوری کا تسامح ہے کیونکہ خمر کی حقیقت انگور ہیں' نہ کہ دوسری اشیاء اور عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں انگوروں کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ خمر انگوروں سے بنائی جاتی ہے۔ ابو حنیفہ دینوری نے اس قول کی حکایت کی ہے اور کہا: کہ یہ یمن کی لغت ہے۔ نیز! انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے انی ارانی اعصر خمرا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر نچوڑ رہا ہوں یہاں خمر سے مراد انگور ہیں۔ ابن عرفہ نے کہا کہ خمر نچوڑنے کا معنی ہے انگور نچوڑ کر خمر حاصل کرنا اور جب انگور نچوڑ لیے جائیں تو اس سے خمر حاصل ہوتی ہے' اس لیے اس نے کہا میں خمر نچوڑ رہا ہوں۔ ابو حنیفہ نے بعض راویوں سے نقل کیا کہ انہوں نے یمن کے ایک شخص کو دیکھا جو انگور اٹھائے جارہا تھا' انہوں نے اس سے پوچھا تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے؟ اس نے کہا خمر سو اس نے انگوروں پر خمر کا اطلاق کیا۔

(لسان العرب' ج ۴' ص ۲۵۵' مطبوعہ ایران' تاج العروس' ج ۳' ص ۱۸۷-۱۸۶' مطبوعہ مطبعہ خیریہ' مصر' اقرب الموارد' ج ۱' ص ۳۰۱' مطبوعہ ایران)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے' انگور کا کچا پانی جب نشہ آور ہو جائے۔ اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

(صحیح مسلم الاشربہ' ۶۷' (۲۰۰۱) ۵۱۱۳' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۴۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۶۸۲' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۵۹۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے خمر ان دو درختوں سے (بنائی جاتی) ہے یہ فرما کر آپ نے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔

(صحیح مسلم' الاشربہ' ۱۳' (۱۹۸۵) ۵۰۵۰' ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۶۷۸' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۵۷۴-۵۵۷۳-۵۵۷۲)

Marfat.com

نیز خمر کا لفظ مخامرة العقل سے بنا ہے اور یہ وجہ اشتقاق ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگور کے نشہ آور شیرہ کو خمر کہتے ہیں۔ اسی بناء پر خمر کا استعمال صرف اس معنی میں مشہور ہے۔ نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے۔ اور ان کی حرمت کے دلائل بھی ظنی ہیں اور باقی نشہ آور مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے' وہ مخامرة العقل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا' بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا ذائقہ بھی خمر کی طرح کڑوا ہوتا ہے (یعنی یہ اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے) نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خمر کا لفظ مخامرة العقل سے مشتق ہے' تب بھی یہ وجہ اشتقاق اس بات کے منافی نہیں ہے کہ خمر انگور کے ساتھ مخصوص ہو' کیونکہ نجم کا لفظ نجوم سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ظہور ہے' اس کے باوجود نجم کا لفظ ثریا کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو نجم نہیں کہا جاتا۔ ائمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو یحییٰ بن معین نے مطعون قرار دیا ہے۔ (یحییٰ بن معین نے کہا یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور یحییٰ بن معین امام' حافظ اور ثقہ ہیں' حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانتے ہوں' وہ حدیث نہیں ہے۔ عنایہ) اور دوسری حدیث: (خمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے) اس سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء کھجور کی شراب کا حکم بیان کرنا تھا اور یہی بیان منصب رسالت کے لائق ہے۔ (یعنی جب کھجور کی شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو' تو وہ بھی خمر کی طرح ہے اور حرام ہے' اور اس سے حد لازم آتی ہے۔ عنایہ) (ہدایہ اخیرین' ص ۴۹۲' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

خمر کا بعینہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے' خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں' اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس' اور ان کا پینا حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے:

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہ حرام کیا گیا ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر' اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۷۰۲-۵۷۰۱-۵۷۰۰-۵۶۹۹' سنن کبریٰ ج ۸' ص ۲۹۷' کتاب الآثار لابی یوسف' ص ۲۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۵' ص ۸' سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۱۹' المعجم الکبیر للطبرانی' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۰۸۴۰-۱۰۸۴۰-۱۰۸۳۹-۱۰۸۳۷' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۲۶۳۳-۱۲۳۸۹' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۵۳)

جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو' اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو' اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب نبیذ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بناء پر نشہ آور ہو' اس نبیذ میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس کی حدت کو توڑ کر پینا جائز ہے' اور یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ اور بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین سے ثابت ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نشہ میں مدہوش اعرابی لایا گیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے عذر طلب کیا۔ جب وہ اپنی مدہوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا تو آپ نے فرمایا اس کو باندھ دو' جب اس کو ہوش آ جائے تو اس کو کوڑے لگا دینا' پھر حضرت عمر نے اس اعرابی کے مشکیزہ میں بچے ہوئے مشروب کو منگوایا' پھر آپ نے اس کو چکھا تو وہ بہت تیز اور

Marfat.com

سخت تلخ نبیذ تھا' آپ نے پانی منگوا کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا' پھر آپ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا' پھر آپ نے فرمایا جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آ جائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو۔ امام محمد فرماتے ہیں' ہمارا اس پر عمل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

(کتاب الآثار' لامام محمد' ص ۱۸۴-۱۸۳' کتاب الآثار لامام ابی یوسف' ص ۲۲۶' مصنف عبدالرزاق' ج ۹' ص ۲۲۴)

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ صنعانی متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سبیل پر آئے اور فرمایا مجھے اس سے پانی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیتے ہیں' حضرت عباس نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آئے' آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا پانی لاؤ' پھر آپ نے اس میں پانی ملایا' پھر دو یا تین بار فرمایا اور زیادہ ملاؤ' اور فرمایا جب تم کو (نبیذ) تیز لگے' تو اسی طرح کیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' ص ۱۴۰-۱۳۹' مصنف عبدالرزاق' ج ۹' ص ۲۲۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۳۰۰-۳۰۵-۳۰۴)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ کعبہ کے گرد طواف کر رہے تھے' آپ کو پیاس لگی اور آپ نے پانی مانگا' آپ کے پاس ایک برتن سے نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو سونگھا اور پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا: میرے پاس زمزم کا ڈول لاؤ' پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پی لیا' ایک شخص نے پوچھا' یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' ص ۱۴۰' سنن کبریٰ ج ۸' ص ۳۰۴' سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۷۱۹)

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو' اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا خمر کو بعینہ حرام کیا گیا ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر' اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہو' اور خمر بعینہ حرام ہے۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر' اور مثلث اور کشمش اور چھواروں کے پکے ہوئے پانی (یعنی نبیذ) میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے۔ اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے' اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو پیالہ نشہ آور ہو' صرف وہ حرام ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اس کی مثال کپڑے میں خون کی طرح ہے۔ اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے' اور اس کی مثال نفقہ کی طرح ہے اگر انسان اپنی کمائی سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو جائز ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے (یعنی ناجائز محل پر خرچ کرے) تو یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح نبیذ ہے' اگر اس کو کھانے کے بعد پیا تو کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر اس کو بہ قدر نشہ پیا تو ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اسراف ہے' اس لیے جب نبیذ پیتے ہوئے نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔ دیکھئے! مثلاً دودھ حلال ہے' لیکن اگر کسی شخص کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی' اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا مدار نشہ لانے والے جز پر ہے۔ البتہ! خمر مطلقاً حرام ہے' نیز خمر کو تھوڑی مقدار میں پینا زیادہ پینے کا محرک ہوتا ہے' اس لیے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے' اس کے برخلاف مثلث (انگور کا شیرہ' جب جوش دے کر پکایا جائے' اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے) تو اگر وہ شیریں ہو تو سب کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور جب وہ جوش دینے سے گاڑھا ہو جائے اور نشہ آور نہ ہو' تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو

Marfat.com

یوسف کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور امام محمد کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں' اس کو مثلث کہتے ہیں۔(رد المحتار' ج ۵' ص ۲۹۰) اس کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی' بلکہ اس کی قلیل مقدار کھانے کو ہضم کرتی ہے اور عبادت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد پیدا کرتی ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں' وہ مثلث میں بالکل رغبت نہیں کرتے۔(المبسوط' ج ۲۴' ص ۹-۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ خمر اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے' اور نشہ آور مشروب کو قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہم ظاہر آیت کا لحاظ کریں تو قلیل مقدار میں بھی خمر حرام نہیں ہونی چاہیے' لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا' کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ کے ذکر سے روکتی ہے' نہ نماز سے اور نہ بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔(البنایہ' ج ۱۱' ص ۴۴۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

خمر کے علاوہ دیگر مشروبات جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوں اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہ ہوں' تو اگر ان کی قلیل مقدار پینے سے کھانے کو ہضم کرنے کا ارادہ کیا جائے اور قیام لیل پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے' یا دن میں روزہ رکھنے پر قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے' یا اعداء اسلام سے قتال کی قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے' یا مرض کو دور کرنے اور دوا کے قصد سے ان کو پیا جائے' تو یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں۔ خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر' اور چونکہ اب فساد عام ہو گیا ہے اور لوگ عیش و طرب اور لہو و لعب کے لیے ہی ان مشروبات کو پیتے ہیں' اس لیے متاخرین نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

(رد المحتار' ج ۵' ص ۲۹۳-۲۹۲' ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

انگریزی دواؤں اور پرفیوم کا شرعی حکم

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آج کل کی غیر خمر مروجہ شرابیں پیتا ہے تو یہ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کے مطابق حرام ہے' خواہ قلیل مقدار میں پیے یا کثیر مقدار میں اور احادیث صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے' لیکن اگر اسپرٹ یا الکوحل کی نہایت قلیل مقدار مائع دواؤں میں شامل ہو' یا پرفیوم میں شامل ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق ان کو جواز پر محمول کرنا چاہیے' کیونکہ ان دواؤں کے استعمال سے یہ قول صادق نہیں آئے گا کہ وہ شخص نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو پی رہا ہے' بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص ایک چمچہ دوا پی رہا ہے جس میں ایک یا دو قطرے الکوحل کے شامل ہیں اور جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: کہ خمر بعینہ حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے اور جس طرح احادیث سے ثابت ہے کہ تیز اور تلخ مشروب میں پانی ملا دیا جائے تو وہ حلال ہے' سو اگر الکوحل بالفرض تیز اور تلخ بھی ہو تو دوسری دوائیں اور کیمیکلز ملنے کے بعد اس کی تیزی اور تلخی جاتی رہتی ہے' اور جس طرح علامہ عینی نے کہا ہے' کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اس کا نماز اور اللہ کے ذکر سے روکنا ہے' اور مسلمانوں میں بغض اور عداوت کا پیدا کرنا ہے اور دوا کی ایک خوراک جو ایک یا دو چمچے ہوتی ہے' اور اس میں جو نہایت قلیل مقدار میں الکوحل ہوتی ہے' وہ الکوحل نہ تو خمر ہے نہ نماز' اور نہ

Marfat.com

اللہ کے ذکر سے روکتی ہے اور نہ بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ سو ان دلائل کے اعتبار سے دواؤں میں جو نہایت قلیل مقدار میں الکوحل ہوتی ہے' وہ حرام نہیں ہے اور یہ مائع دوائیں حلال ہیں اور کسی بیماری کے علاج کے لیے یا طاقت حاصل کرنے کے لیے ان دواؤں کو پینا جائز اور حلال ہے۔ اسی طرح پرفیوم میں جو سپرٹ اور الکوحل شامل ہوتی ہے' وہ بھی ان دلائل کے اعتبار سے جائز اور پاک ہے۔

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ انگریزی دواؤں کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) اگر اسپرٹ خمر سے تیار ہوتی ہے' جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے' اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں' مگر بوقت اضطرار کہ وہ بنص "الا ما اضطررتم الیہ" اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ پس اس کی بیع و شراء بھی جائز نہیں اور اس کا بذریعہ بھپکے کے مقطر کرنا اس کی حرمت کو زائل نہیں کرتا۔ ہدایہ شریف میں ہے: "والتاسع ان الطبخ لا یوثر فیھا لانہ للمنع من ثبوت الحرمۃ لا لرفعھا بعد ثبوتھا۔ انتھی" لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی زبانی سنا' یہی معلوم ہوا کہ یہ اس شراب سے نہیں بنائی جاتی جس کو شرعاً خمر کہا جاتا ہے' بلکہ یہ ایسی شراب کا جوہر ہے جو گنے وغیرہ سے بنائی گئی ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بغرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے' یہی حکم اس تقدیر پر ہے جب کہ باذق یا مصنف یا نقیع زبیب و تمر سے بنائی گئی ہو' اس لیے کہ اس میں جوش دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا عامہ علماء کے نزدیک اس کا قلیل مطلقاً حرام نہیں۔ کما صرحت من قبل اور اگر اس میں شک ہے کہ یہ شراب سے بنائی گئی ہے' یا نہیں یا یہ تو معلوم ہے کہ یہ شراب سے بنی ہے' لیکن یہ نہیں معلوم کہ کون سی شراب سے بنی ہے' تب بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو اور وہ اپنی دبر میں حرکت محسوس کرے اور اس کو یہ اشکال ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں ٹوٹا' تو وہ اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اصل اشیاء میں حلت اور طہارت ہے۔

(۲) جن صورتوں میں اس کی بیع جائز ہے' ان ہی صورتوں میں اس کی خرید بھی جائز ہے۔ فقط۔

(۳) اگر اسپرٹ علاوہ خمر کے کسی دوسری شراب سے بنائی گئی' جیسا کہ بعض ڈاکٹروں کا بیان ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز' لیکن مکروہ ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ غیر خمر کی بیع ہرچند کہ صحیح ہے' لیکن مکروہ ہے' جیسا کہ غایہ میں مذکور ہے۔

پس اس کا ترک اولیٰ ہے۔ فقط۔

(۴) جب ادویہ میں اسپرٹ شامل ہے تو جو حکم اسپرٹ کا ہے وہی ان ادویات کا بھی ہے۔ پس اگر اسپرٹ یقیناً خمر سے تیار ہوئی ہے' تو دیکھا جائے کہ اس سے شفا کا صرف احتمال ہی ہے یا ظن غالب' اگر صرف احتمال ہے تو جائز نہیں اور اگر ظن غالب ہے' تو اگر دوسری جائز دوا اس مرض کے لیے پائی جاتی ہے تب بھی ناجائز ہے' ورنہ اختلاف ہے۔ در مختار میں ہے:

حرام دوا کے ساتھ علاج میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب میں یہ ممنوع ہے' جیسا کہ البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں مذکور ہے۔ لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں الحاوی سے نقل کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جب حرام دوا سے شفاء کا یقین ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو' تو اس کے ساتھ علاج کی رخصت دی جائے گی' جیسا کہ پیاسے کو خمر (شراب) پینے کی رخصت دی جاتی ہے۔

Marfat.com

پس اس صورت میں اگر اس کا بطور دوا استعمال کیا جائے' تو گنجائش ہے' لیکن اولیٰ یہی ہے کہ اس سے بچا جائے' اور اگر اس کی ساخت بطریق تقطیر سوائے شراب کے دوسری اشربہ سے ہے' تب بھی بہتر تو یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو' لیکن اگر زیادہ ضرورت دیکھی جائے تو اس کے استعمال میں بھی گنجائش ہے۔ للاختلاف ولعموم البلوی چنانچہ علامہ شامی نے احکام افیون کے بارے میں فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو اس کی کثیر مقدار کو استعمال کرنا تو مطلقاً حرام ہے' اور قلیل مقدار اگر بہ طور لہو و لعب ہو' تب بھی حرام ہے اور اگر علاج کے لیے ہو تو پھر حرام نہیں ہے۔

لیکن یہ حکم جب ہے کہ قلیل استعمال کیا جائے' ورنہ قدر مسکر بجز اضطرار کے بطور دوا بھی جائز نہیں۔ کما قالہ العلماء والشامی فقط- واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(حررہ محمد مظہر اللہ غفرلہ ولوالدیہ امام مسجد فتح پوری' دہلی)

نوٹ: مفتی مظہر اللہ دہلوی نے حدیث اور فقہ کی صرف عربی عبارات ذکر کی تھیں' ہم نے ان عبارات کا اردو ترجمہ ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ (فتاویٰ مظہری' ص ۲۹۰-۲۸۹' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

شراب نوشی پر وعید کی احادیث

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت زانی زنا کرتا ہے' وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شراب پینے والا خمر (شراب) پیتا ہے' وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے' وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت لٹیرا لوگوں کے سامنے لوٹ مار کرتا ہے' وہ مومن نہیں ہوتا۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۷۵' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۴۷۵' صحیح مسلم الایمان' رقم الحدیث: ۱۰۲-۱۰۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۹۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص نشہ کرے تو اس کو کوڑے مارو' پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو' پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو' اور چوتھی بار فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۷۸' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۴۴۸۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۵۷۲)

عروہ بن رویم بیان کرتے ہیں کہ ابن الدیلمی سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی تلاش میں گئے' جب ان کے پاس پہنچے تو کہا: اے عبداللہ بن عمرو! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خمر (انگور کی شراب) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص میری امت میں سے خمر پئے گا' اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا۔ (سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۸۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۳۷۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خمر سے اجتناب کرو' یہ تمام گناہوں کی اصل ہے' تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبادت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہو گئی' اس نے اپنی باندی بھیج کر اس کو گواہی کے بہانے سے بلایا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دروازہ بند کر دیا' اس نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے' ایک غلام ہے اور ایک شراب کا برتن ہے۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں نے تم کو گواہی کے لیے نہیں بلایا' لیکن میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تم میری خواہش نفس پوری کرو۔ یا

Marfat.com

اس شراب سے ایک پیالہ پیو یا اس غلام کو قتل کردو۔ اس عابد نے کہا مجھے اس شراب سے ایک پیالہ پلادو' اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلائی' اس نے کہا اور پلاؤ' پھر اس نے اس عورت سے بدکاری کی اور اس غلام کو قتل بھی کردیا۔ سو تم خمر سے اجتناب کرو' کیونکہ خدا کی قسم! دائما شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ (سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ جس شخص نے خمر کو پیا' چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی' پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے' پھر اگر دوبارہ شراب پیئے تو اللہ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا' پھر اگر توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے' پھر اگر وہ شراب پیئے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو دوزخیوں کی پیپ پلائے۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۸۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۳۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی' پھر اس سے توبہ نہیں کی' تو وہ آخرت میں شراب (طہور) سے محروم رہے گا۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۸۷' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۵' صحیح مسلم' الاشربہ' رقم الحدیث: ۷۶-۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا' نہ ماں باپ کا نافرمان اور نہ دائمی شراب نوش۔ (سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۶۸۸)

خمر کی حد کا بیان

خمر پینے والے پر حد لگائی جائے گی' خواہ وہ ایک قطرہ خمر پیئے اور خواہ اس کو نشہ نہ ہو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص خمر پیئے' اس کو کوڑے مارو' اگر دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے مارو' اگر سہ بارہ پیئے تو پھر کوڑے مارو' اور اگر چوتھی بار خمر پیئے تو اس کو قتل کردو۔ (ترمذی و ابوداؤد) البتہ قتل کرنے کا حکم منسوخ ہوگیا ہے اور کوڑے مارنے کا حکم باقی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین وجہ سے جائز ہے۔ قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے' یا جو شخص مرتد ہو کر دین بدل لے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔ (مسلم) اور جو شخص خمر کے علاوہ اور کوئی نشہ آور مشروب پیئے تو اس پر اس وقت حد واجب ہے جب اس کو نشہ ہو جائے' اور خمر کی حد اجماع صحابہ سے اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ نیز شراب کے نشہ میں انسان پاک دامن مسلمان کو تہمت لگا دیتا ہے اور تہمت لگانے کی سزا قرآن مجید نے اسی کوڑے مقرر کی ہے۔

بھنگ اور افیون کا شرعی حکم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

البحرالرائق کی کتاب الطلاق میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص لہو و لعب کے قصد سے بھنگ پیئے یا افیون کھائے اور اس کی عقل ماؤف ہو جائے' تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ یہ معصیت ہے' اور اگر اس نے علاج کی غرض سے بھنگ پی تھی یا افیون کھائی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی' کیونکہ اب اس کا کھانا اور پینا معصیت نہیں ہے۔ فتح القدیر میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ بغیر غرض علاج کے بھنگ پینا یا افیون کھانا حرام ہے۔ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ اس علت سے معلوم ہوا کہ علاج کی غرض سے بھنگ اور افیون کا استعمال جائز ہے۔ النہرالفائق میں بھی اس تفصیل کو لکھنے کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ردالمحتار' ج ۵' ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

سکون آور دواؤں کا شرعی حکم

سکون آور ادویہ مثلاً اے-ٹی ون' ڈائزیپام' والیم' لبریم اور تفرانیل وغیرہ کو بھی انسومینیا' دل گرفتگی (ڈپریشن) اور مالیخولیا ایسے امراض میں ماہر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنا جائز ہے' لیکن ان دواؤں کو بطور عادت یا نشہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے' یہ تمام دوائیں وقتی طور پر اعصابی تشنج (ٹینشن) کو دور کرتی ہیں' لیکن ان کے مابعد اثرات زندگی اور صحت کے لیے بہت مضر ہیں' ان دواؤں کو بہ کثرت استعمال کرنے سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور اخیر عمر میں رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔

تمباکو نوشی کا شرعی حکم

اگر انسان کبھی کبھی تمباکو پی لے تو یہ مباح ہے' لیکن تمباکو نوشی کو عادت بنا لینا اور مستقل تمباکو پینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اب جدید میڈیکل سائنس کی اس تحقیق کو تمام دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تمباکو نوشی انسانی صحت کے لیے مضر ہے' تمباکو پینے سے بالعموم لوگوں کو کھانسی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا' تمباکو سے پھیپھڑوں کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں' خون کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں' بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے' کینسر ہو جاتا ہے اور بہت امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' ہمیں اس جسم کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس سے اس جسم کو نقصان پہنچے' اس سے احتراز لازم ہے اور اس کا ارتکاب کرنا ممنوع ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

جو چیزیں نقصان دہ ہوں' ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً زہر' شیشہ' مٹی اور پتھر اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

ترجمہ: "اپنے آپ کو قتل نہ کرو" اور یہ ارشاد ہے "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" اور ان چیزوں کا کھانا ہلاکت ہے' اس لیے ان کا حلال نہ ہونا واجب ہے۔ (شرح المہذب' ج ۹' ص ۳۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان

اس آیت میں جوا کھیلنے کو بھی حرام قرار دیا ہے' لوئیس معلوف قمار کا معنی لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غالب' مغلوب سے کوئی چیز لے لے گا' خواہ وہ چاندی ہو یا کوئی اور چیز۔

(المنجد' ص ۶۵۳' مطبوعہ المطبعہ الکاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء)

میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی' قمار ہے۔

(التعریفات' ص ۷۷' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قمار' قمر سے ماخوذ ہے۔ جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ' اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے۔ اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔

(رد المحتار' ج ۵' ص ۲۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا جوئے کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی جوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

Marfat.com

عثمان نے فرمایا آپس میں شرط لگانا جوا ہے' زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا' بعد میں اس کی تحریم نازل ہو گئی' جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو' پھر بعد میں اس سے منع فرمادیا اور جوئے کی حرمت نازل ہو گئی۔ اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری' گھوڑے سواری اور نیزہ بازی میں مسابقت کی شرط لگانے کی رخصت ہے' یعنی سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہنے والے کو انعام نہ دیا جائے۔ (یہ انعام کوئی تیسرا شخص یا مقابلہ کرانے والا دے گا) اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا' وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا' وہ دے گا تو یہ شرط ناجائز ہے' اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں' تو یہ جائز ہے اور اس کو نبی ﷺ نے محلل فرمایا ہے۔ (احکام القرآن' ج ۲' ص ۳۲۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

معمہ' لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم

ہمارے زمانہ میں معمہ اور لاٹری کا رواج ہے۔ معمہ میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مقررہ فیس ادا کر کے لوگ اس معمے کو حل کر کے صاحب معمہ کے پاس قسمت آزمائی کے لیے بھیج دیتے ہیں' اور لاکھوں شرکاء کی **فیسوں** کے ذریعہ جو رقوم جمع ہوتی ہیں' اس میں سے تین چار انعام مقرر کیے جاتے ہیں۔ علمی حیثیت سے تو اس معمے کے بہت سے حل صحیح ہو سکتے ہیں' لیکن انعام اس شخص کو ملتا ہے جس کا حل کسی معقول کوشش کی بناء پر نہیں' بلکہ محض اتفاق سے **کھلانلو** کے حل کے مطابق ہو۔ چونکہ معمے میں بھی تملیک کا مدار خطرہ (Risk) پر ہے' اس لیے یہ بھی میسر اور قمار ہے' اور شرعاً ناجائز ہے اور حرام ہے۔

اسی طرح لاٹری بھی جوا ہے۔ لاٹری میں بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر لاکھوں ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ٹکٹوں کے ذریعہ جو رقوم جمع ہوتی ہیں' اس میں سے قرعہ اندازی کے ذریعہ چند لاکھ روپے تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ہلال احمر اور فاطمید فاؤنڈیشن کے رفل ٹکٹ کا کاروبار عام ہے' یہ کاروبار خالص جوا ہے' اگر کوئی شخص تپ دق کے مریضوں کی مدد اور غریب بیماروں کے لیے خون مہیا کرتا ہے تو سیدھے اور صاف طریقہ سے آ کر ان اداروں میں عطیات جمع کرائے' لاٹری کے ٹکٹ خرید کر قسمت آزمائی کے راستہ سے غریب اور نادار مریضوں کے لیے جوئے کی رقم مہیا نہ کرے' اسی طرح وہ سارے کھیل اور کام جوئے میں داخل ہیں جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے۔ گھوڑ دوڑ کے مقابلوں میں اور بین الاقوامی کھیلوں میں ہار جیت پر جانبین سے شرط لگانا' اسی طرح بارش ہونے یا نہ ہونے پر' یا کسی بھی اتفاقی امر پر جانبین سے شرط لگانا صراحتاً سٹہ اور جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔

کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر

جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں' ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی عبادت ضائع نہ ہوتی ہو' تو ان کا کھیلنا جائز ہے۔ مثلاً بعض کھیل ایسے ہیں جن میں کھلاڑی گھٹنوں سے اونچا نیکر پہنتے ہیں' بعض کھیل ایسے ہیں جو صبح سے شام تک جاری رہتے ہیں اور ظہر کی نماز کا وقت کھیل کے دوران آ کر نکل جاتا ہے' اور کھلاڑی اور کھیل دیکھنے والے نماز کا کوئی خیال نہیں کرتے' کھانے اور چائے کا وقفہ کیا جاتا ہے' لیکن نماز کا کوئی وقفہ نہیں ہوتا' بعض دفعہ کسی کھیل میں ہار جیت' پر کوئی شرط رکھی جاتی ہے۔ یہ سب امور ناجائز ہیں۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں۔ بعض لوگ میز کرسی پر بیٹھ کر دن رات پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں' ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا' اس

Marfat.com

کی وجہ سے ان لوگوں کی توند نکل آتی ہے اور خون میں کلیسٹرول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے' اور یہ لوگ ذیابیطس (خون میں شکر کا ہونا) ہائی بلڈ پریشر' دل کی بیماریوں' معدہ کا ضعف اور گیس کا شکار ہو جاتے ہیں' ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظان صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسلام میں مختلف کھیلوں اور ورزشوں کی بھی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے' نبی ﷺ نے گھڑسواری کا مقابلہ کرایا' پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا' آپ نے خود بہ نفس نفیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا' اسی طرح آپ نے کشتی بھی کی' اس سلسلہ میں ہم نے تمام احادیث شرح صحیح مسلم' جلد سادس میں بیان کر دی ہیں۔

جسم کو چاق و چوبند اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے جو کھیل کھیلے جائیں اور جسمانی ورزشیں کی جائیں' ان میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ ایک صحت مند اور طاقتور جسم' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر زیادہ اچھی طرح عمل کر سکتا ہے' اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خلق خدا کی خدمت' تندرست اور توانا جسم سے بہتر طور پر کی جا سکتی ہے۔ اس لیے اچھی صحت اور طاقت کے حصول کے لیے مناسب کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

بغیر کسی عوض کی شرط کے مقابلہ میں حصہ لینا مطلقاً جائز ہے اور نہ اس میں کسی معین جنس کے مقابلے کی قید ہے۔ خواہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ ہو' کشتیوں کا ہو یا پرندوں' خچروں' گدھوں اور ہاتھیوں یا نیزوں کا مقابلہ ہو۔ اسی طرح کشتی لڑنا بھی جائز ہے' اور طاقت آزمائی کے لیے پتھر اٹھانا بھی جائز ہے' کیونکہ ایک سفر میں نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑ میں مقابلہ کیا' نبی ﷺ نے حضرت رکانہ سے کشتی لڑی اور نبی ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے' جو پتھر اٹھا کر طاقت آزمائی کر رہی تھی' آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ (المغنی' ج ۹' ص ۳۶۸' مطبوعہ بیروت)

ان تمام احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے کہ صحت اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کو اختیار کرنا چاہیے' اور ان کھیلوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مقابلہ منعقد کرانا بھی جائز ہے۔ البتہ کسی بھی مقابلہ پر ہار جیت کی شرط رکھنا ناجائز ہے۔

چوسر اور شطرنج کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو' وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جانب سے کسی عوض کی شرط نہ ہو' ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ حرام تو نردشیر ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اکثر شافعیہ کا یہی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا یہ مکروہ ہے' حرام نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نردشیر (چوسر) کھیلا' اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے نردشیر کو کھیلا' اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیے اور سعید بن جبیر جب نردشیر (چوسر) کھیلنے والوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ان دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نردشیر (چوسر) کھیلے' اس کی گواہی مقبول نہیں' عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا بغیر جوئے کے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے' شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے۔

Marfat.com

البتہ! چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے' کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے اور شطرنج کو چوسر پر قیاس کر کے حرام کیا گیا ہے۔ قاضی ابوالحسین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' سعید بن مسیب' قاسم' سالم' عروہ' محمد بن علی بن حسین' وراق اور امام مالک کے نزدیک شطرنج حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ شطرنج مباح ہے۔ حضرت ابوہریرہ' سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور شطرنج کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شطرنج اور نردشیر میں کوئی علت مشترکہ ہے۔ لہٰذا یہ اپنی اصل پر مباح ہے' نیز شطرنج سے جنگی چالوں کی مشق ہوتی ہے' لہٰذا! یہ نیزہ بازی' تیراندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسر یعنی جوئے کو حرام کیا ہے۔ (المائدہ: ۹۰) اور حضرت علی نے شطرنج کو بھی میسر فرمایا اور شطرنج کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کی تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے' ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا جوا ہوتا ہے۔ نیز! اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے' اسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا کہ شطرنج کھیلنے والے کی شہادت بھی مردود ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ جو شخص شطرنج کو کھیلے تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا کھیلے تو اس کی شہادت مسترد نہیں ہوگی' الا یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا بازار میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقعت حرکت ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے' سو شطرنج کا بھی وہی حکم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہوتا ہے۔ (المغنی' ج ۱۰' ص ۱۷۲-۱۷۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں:

نرد (چوسر) اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے' امام شافعی نے شطرنج کھیلنے کو مباح کہا ہے۔ امام ابویوسف سے ایک روایت یہی ہے' یہ اس وقت ہے جب اس میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی عادت بنائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بناء پر کسی واجب کو ترک کیا جائے' ورنہ شطرنج کھیلنا بالاجماع حرام ہے۔

(در مختار علی ہامش رد المحتار' ج ۵' ص ۲۵۳-۲۵۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت

مولانا اقبال احمد نوری لکھتے ہیں:

عرصہ ۲۰ سال کا ہوا' حاجی احمد حسین صاحب نے نجیب آباد میں اتفاقیہ ملاقات کے دوران ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں بریلی ہائی سکول میں پڑھ رہا تھا اور وہیں بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اور ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرٹھ کی ایک ٹیم ہر جگہ سے جیت کر فائنل میچ کھیلنے بریلی آئی' ہیڈ ماسٹر انگریز بھی ساتھ تھا۔ پہلے روز بریلی کی ٹیم کھیلی اور بیس رن بنا کر پوری ٹیم آؤٹ ہو گئی' جس کے سبب بڑی سراسیمگی پیدا ہو گئی اور جیتنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اسی روز بعد مغرب میں اور غلام جیلانی (کہ ہم دونوں ہم سبق اور پیر بھائی تھے) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میرٹھ اور بریلی ہر دو جگہ کے کھیلنے والے یہی امید لیے ہوئے ہیں کہ ہماری جیت ہو۔ پھر بریلی کے طلباء کی اگر امداد کی جائے جب کہ ہر دو فریق میں مسلم اور غیر مسلم طلباء موجود ہوں گے۔

Marfat.com

عرض کیا ہاں! حضور' بات تو یہی ہے' مگر ماسٹر قرب محمد صاحب جو سید ہیں' حضور انہیں خوب جانتے ہوں گے۔ فرمایا ہاں!
عرض کیا' وہ لڑکوں کو گیند بلا بھی کھلاتے ہیں اور ڈرل ماسٹر بھی ہیں' ان کی تنخواہ میں پندرہ روپیہ ترقی اس شرط پر قرار پائی ہے کہ بریلی والے جیت جائیں' فرمایا یہ بات قابل غور ہے۔

ارشاد فرمایا اگر میرٹھ والوں کے سولہ نمبر (رن) بنیں تو بریلی والوں کی جیت ہے۔ عرض کی جی حضور! اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل صبح جب بریلی کے لڑکے کھیلنے کے لیے چلیں تو انہیں جو مسلمان ہوں' انہیں سکھا دیا جائے کہ بسم اللہ پڑھ کر قدم جمائیں اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر' چھنگلیاں سے شروع کریں اور کھیعص یہ پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں' پھر الٹے ہاتھ پر حمعسق یہ بھی پانچ حروف ہیں' ہر ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں' جب دونوں مٹھیاں بند ہو جائیں تب سورۂ "الم تر کیف" پڑھیں۔ جب ترمیھم پر پہنچیں تو اس کو دس بار پڑھیں اور ہر بار سیدھے ہاتھ کی ایک ایک انگلی کھولتے' پھر الٹے ہاتھ کی یہاں تک دس بار ترمیھم پڑھنے میں دس انگلیاں کھل جائیں گی' پھر بقیہ سورہ بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول پڑھ کر اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو جائیں اور جو لڑکا گیند پھینکے' اسے سکھا دیں کہ ہر ہر مرتبہ حم ینصرون پڑھ کر گیند پھینکے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹ رن بنا کر میرٹھ کے وہ سب لڑکے آؤٹ ہو گئے جو نہ معلوم کہاں کہاں سے جیت کر آئے تھے۔

یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن ریاضی' کمال کہئے یا کرامت کہ...... آپ نے ہمیشہ ایک ایسا عمل عطا فرما دیا کہ اس عمل کے ذریعہ ہر قسم کے مقابلوں میں فتح حاصل کی جا سکتی ہے' بعض عاملین نے اس پر یہ کہا کہ کسی بھی قیمت پر میرٹھ والوں کے سولہ رن سے زیادہ بن ہی نہیں سکتے تھے' کیونکہ اس عمل میں بھی ایک عجیب فلسفہ اور حکمت ہے۔ کھیعص میں پانچ حروف ہیں حمعسق میں پانچ حروف ہیں اور ترمیھم میں چھ حروف ہیں۔ اس طرح کل ملا کر سولہ حرف ہوئے' پس اعلیٰ حضرت نے اس عمل کے ذریعہ بندش کر دی تھی۔ لہٰذا سولہ رن سے آگے بڑھنا اور اس سے کم ہونا ناممکن تھا۔

(شمع شبستان رضا' حصہ سوم' ص ۵۰-۴۸' مطبوعہ رومی پبلیکیشنز' لاہور)

شراب پر زیادہ تفصیلی بحث شرح صحیح مسلم جلد سادس اور خامس میں ہے اور جوئے پر زیادہ تفصیلی گفتگو شرح صحیح مسلم' جلد رابع اور خامس میں ہے۔

شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں

اس آیت میں دس وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت بیان کی گئی ہے:

۱- شراب اور جوئے کو بتوں اور فال کے تیروں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بت اور فال کے تیر حرام ہیں' سو شراب اور جوا بھی حرام ہیں۔

۲- شراب اور جوئے کو رجس یعنی ناپاک فرمایا ہے اور ناپاک چیز حرام ہے' اس لیے شراب اور جوا بھی حرام ہیں۔

۳- ان کو شیطان کا عمل فرمایا اور شیطان کا عمل حرام ہے۔

۴- ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

۵- ان سے اجتناب کرنے پر اخروی فوز و فلاح موقوف ہے اور ان کا ارتکاب فوز و فلاح کے منافی ہے اور جو چیز اخروی فوز و فلاح کے منافی ہو' وہ حرام ہے۔

۶- ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

Marfat.com

۷- ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت حرام ہے اور یہ دونوں اجتماعی ضرر ہیں۔

۸- ان کے ذریعہ شیطان تمہیں اللہ کی یاد سے روکتا ہے اور جو چیز اللہ کی یاد سے روکے' وہ حرام ہے۔

۹- ان کے ذریعہ شیطان تمہیں نماز سے روکتا ہے اور جو چیز نماز سے روکے' وہ حرام ہے۔

۱۰- پھر فرمایا کیا تم باز آنے والے ہو؟ سو شراب اور جوئے سے باز آنا فرض ہے' اور ان میں مشغول ہونا حرام ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عثمان نے فرمایا خمر (شراب) ام الخبائث ہے۔ (النسائی' ج ۸' ص ۵۶۸۲) اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائمی شرابی' ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتانے والا فردوس کی جنتوں میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسند البزار' ج ۳' ص ۲۹۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ دائمی شرابی تھا' وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا جیسے بتوں کو پوجنے والا ہو۔ (مسند البزار' ج ۳' ص ۲۹۳۴) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خمر پر' خمر کے پینے والے پر' خمر پلانے والے پر' انگور نچوڑنے والے پر' شراب بنانے والے پر' خمر اٹھانے والے پر' اس پر جس کے لیے خمر لائی جائے' خمر بیچنے والے پر' خمر خریدنے والے پر اور خمر کی قیمت کھانے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ (مسند البزار' ج ۳' ص ۲۹۳۷)

خمر انسان کی عقل زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے اور اس کا وقار نہیں رہتا' نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور برائی سے دور نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ شراب نوشی سے اس کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں' اس کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے اور اس کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے اور اس میں کئی بیماریوں کی استعداد ہوتی ہے اور نشہ کی حالت میں انسان اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالتا ہے اور اس سے اس کا گھر تباہ ہو جاتا ہے اور بچے ویران ہو جاتے ہیں۔

جوئے سے ایک فریق کو بغیر کسی محنت اور عمل کے بہت فائدہ ہوتا ہے اور دوسرا فریق ناگہانی طور پر بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں' اور بسا اوقات یہ دشمنی قتل اور خون ریزی کی طرف پہنچاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے میں شخصی اور اجتماعی اور دینی اور دنیاوی خرابیاں ہیں۔

انصاب اور ازلام کی تفسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا انصاب اور نصب ان پتھروں کو کہتے ہیں جن پر مشرکین اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۱۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو عبیدہ نے کہا نصب واحد ہے اور انصاب جمع ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا یہ وہ پتھر ہیں جن کو گاڑ دیا جاتا تھا اور ان کے پاس جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا اور ان پر جانوروں کا خون ڈال دیا جاتا تھا اور انصاب نصب کی بھی جمع ہے' اور اس کا معنی بت ہیں۔

(فتح الباری' ج ۸' ص ۲۷۷-۲۷۸' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

ازلام کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ازلام ان تیروں کو کہتے ہیں جن سے زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنی قسمت معلوم کرتے تھے۔ دوسروں نے کہا زلم اس تیر کو کہتے ہیں جس میں پر نہ ہو' یہ واحد ہے اور اس کی جمع ازلام ہے۔ اور استقسام (قسمت طلب کرنا) یہ ہے کہ تیر کو گھمایا جائے۔ اگر وہ کسی کام سے منع کرے تو رک جائے' اور اگر کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے' انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی علامتیں بنائی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ وہ قسمت معلوم کرتے تھے۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۱۵' مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

صحیح البخاری کی حدیث الہجرت میں مذکور ہے کہ سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کا پیچھا کیا تو میں نے تیر سے قسمت معلوم کی' آیا مجھے نفع ہوگا یا نقصان' تو وہی نکلا جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ (ج ۴' رقم الحدیث: ۳۹۰۶) امام ابن جریر نے کہا زمانہ جاہلیت میں وہ تین قسم کے تیروں پر اعتماد کرتے تھے۔ ایک پر لکھا ہوتا تھا "کام کرو" دوسرے پر لکھا ہوتا تھا "نہ کرو" اور تیسرا سادہ ہوتا تھا۔ فراء نے کہا ایک پر لکھا ہوتا تھا "میرے رب نے حکم دیا ہے" دوسرے پر لکھا ہوتا تھا "میرے رب نے منع کیا ہے" اور تیسرا سادہ ہوتا تھا۔ جب ان میں سے کوئی شخص کام کرنا چاہتا تو وہ تیر سے فال نکالتا' اگر لکھا ہوتا "کرو" تو وہ کام کرتا اور اگر لکھا ہوتا "نہ کرو" تو وہ کام نہ کرتا اور اگر تیر سادہ نکلتا تو وہ دوبارہ فال نکالتا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کا سب سے بڑا بت ہبل تھا' یہ کعبہ کے درمیان میں نصب تھا' اس کے پاس تیر رکھے ہوتے تھے۔ جب انہیں کوئی مہم درپیش ہوتی تو وہ ان تیروں سے فال نکالتے اور جس قسم کا تیر نکلتا' اس پر عمل کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انفرادی طور پر تیروں کا نہ استعمال کرتے ہوں' جس طرح سراقہ نے کیا تھا' امام ابن جریر طبری نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ازلام سفید کنکریاں تھیں اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ وہ پتھر تھے' جن پر کچھ لکھا ہوا تھا' اور وہ اپنے ہر سفر میں خواہ وہ سفر جنگ کا ہو یا تجارت کا' ان پتھروں کے ساتھ سفر کرتے تھے' یہ تفسیر اس پر محمول ہے کہ وہ کعبہ والے ازلام کے علاوہ تھے۔ محدثین کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے ازلام (فال نکالنے کے تیر) تین قسم کے تھے۔ (۱) یہ تین قسم کے تیر تھے اور یہ ہر ایک کے پاس تھے (۲) یہ احکام کے تیر تھے اور یہی کعبہ میں تھے اور یہ عرب کے ہر حاکم اور کاہن کی دسترس میں ہوتے تھے' یہ تیر سات قسم کے تھے اور ان پر قصاص اور دیت وغیرہ کے احکام لکھے ہوئے تھے اور ایسے امور جو بہ کثرت پیش آتے تھے۔ (۳) یہ جوئے کے تیر تھے' یہ دس قسم کے تھے' سات دھاری دار تھے اور تین سادہ تھے اور وہ ان تیروں کے ساتھ جوا کھیلتے تھے۔

ابو عبیدہ نے کہا قسمت معلوم کرنے یا فال نکالنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ تیر کو گھماتے تاکہ ان کی قسمت معلوم ہو۔ آیا وہ سفر کریں یا نہ کریں' جنگ میں جائیں یا نہ جائیں اور جو کچھ لکھا ہوا نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے۔

(فتح الباری' ج ۸' ص ۲۷۸-۲۷۷' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

ازلام کی تفسیر میں مزید مباحث اور مسائل اسی سورت کی آیت نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو' پھر اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف احکام کو صاف طور سے پہنچا دینا ہے (المائدہ: ۹۲)

یعنی اللہ اور اس کے رسول نے خمر' جوئے اور دیگر محرمات سے اجتناب کا جو حکم دیا ہے اس حکم پر عمل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت آجائے گی یا تم آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ — جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا دردناک عذاب۔

(النور: ۶۳)

اور اگر تم نے اعراض کیا اور ہمارے رسول کے حکم پر عمل نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ تو تمہیں تبلیغ فرما چکے ہیں' اللہ کی حجت تم پر پوری ہو چکی ہے اور اب تمہارے لیے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں' اور ایمان پر برقرار رہیں' اور نیک عمل کرتے رہیں' پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں۔ پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(المائدہ: ۹۳)

شان نزول کا بیان

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے تھے اور اسی حال میں فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ الآیہ

(مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۶۹۱-۲۴۵۲-۲۰۸۸ دارالفکر' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۳۴' طبع قدیم' جامع البیان' جز ۷' ص ۵۰' امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی' المستدرک ج ۴' ص ۱۴۳)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے' جب شراب حرام کر دی گئی تو صحابہ نے کہا ہمارے ان اصحاب کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے رہے اور فوت ہو گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۶۲-۳۰۶۱' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۳۵۰' مسند ابو یعلیٰ' ۱۷۲۰' جامع البیان' ج ۷' ص ۵۰)

تحریم خمر کی تاریخ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا تھا کہ شراب فتح مکہ کے سال (۸ھ) میں فتح مکہ سے پہلے حرام کی گئی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ دمیاطی نے اپنی سیرت میں جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کو حدیبیہ کے سال حرام کیا گیا اور حدیبیہ کا واقعہ چھ ہجری میں ہوا تھا' اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ حکم بنو نضیر کے واقعہ میں نازل ہوا تھا اور یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور راجح قول کے مطابق یہ چار ہجری کا واقعہ ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو میں (انس) لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اور میں اس وقت قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ (صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۵۸۳) تو اگر چار ہجری میں شراب کی تحریم نازل ہوئی تو حضرت انس اس وقت چودہ سال کے ہوں گے' تو پھر وہ ان میں سب سے چھوٹے کیسے ہوئے۔ (فتح الباری' ج ۱۰' ص ۳۱' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شراب کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے' کیونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے سو جو چیز عقل کو زائل کر دے' اس کو حرام کر دینا ہم پر بہت بڑا انعام ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے تو پھر گزشتہ امتوں میں خمر کو کیوں حلال رکھا گیا' جبکہ عقل کی ان کو بھی ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نشہ کرنا تمام ادیان میں حرام رہا ہے' ان پر خمر کی قلیل مقدار حلال تھی' ہم پر خمر کی قلیل مقدار بھی حرام کر دی گئی' تا کہ قلیل مقدار میں خمر کا پینا کثیر مقدار میں خمر پینے کا ذریعہ نہ بن جائے اور یہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا ہم پر خصوصی کرم ہے' کیونکہ اس نے ہم کو خیرام قرار دیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس حکمت کی وجہ سے ابتداء ً اسلام میں خمر کو حرام کیوں نہیں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اسلام میں خمر کو مباح رکھا' تاکہ مسلمان خمر کے فساد کا خود مشاہدہ کریں' حتیٰ کہ جب ان پر خمر حرام کر دی گئی تو انہوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم برحق ہے۔

اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجیہات

اس آیت میں فرمایا ہے بہ شرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایمان پر برقرار رہیں اور نیک عمل کرتے رہیں' پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں' پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں۔

اس آیت میں دو مرتبہ ایمان لانے اور تین مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا ذکر فرمایا ہے' اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

۱۔ پہلے ایمان اور تقویٰ سے مراد اصل ایمان اور اصل تقویٰ ہے' یعنی انہوں نے شرک اور کفر کو ترک کیا اور اللہ پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہے اور تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے اس کے بندوں پر ظلم کرنے سے باز رہے' اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہے۔

۲۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے نازل کیے ہوئے سابقہ احکام مثلاً نماز' روزہ اور جہاد وغیرہ پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ کے خوف اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے بعد میں نازل ہونے والے احکام پر ایمان لائے' مثلاً بعد میں شراب' جوئے' انصاب اور ازلام کو حرام کیا گیا' تو وہ ان کی حرمت پر ایمان لے آئے۔ پھر تیسری بار اللہ کے ڈر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے محرمات سے اجتناب کرنے پر برقرار رہے اور نیک سلوک کرتے رہے۔

۳۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے محرمات سے بچتے تھے اور ایمان اور اعمال صالحہ پر برقرار رہتے تھے' اور دوسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے بعد میں حرام کی جانے والی چیزوں' مثلاً شراب سے مجتنب ہوئے اور اس کی تحریم پر ایمان لائے اور تیسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے ڈر سے اس اجتناب اور اعمال صالحہ پر برقرار رہے۔

۴۔ تین بار ذکر سے تین اوقات مراد ہیں' یعنی وہ ماضی میں اللہ سے ڈرتے تھے' حال میں بھی اللہ سے ڈرے اور مستقبل میں بھی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

۵۔ تین بار ذکر سے تین احوال مراد ہیں' یعنی وہ خوف خدا سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ عزوجل کی شان کے لائق نہ ہو' اور نہ وہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو آداب رسالت کے منافی ہو' اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے اپنے نفس اور عام مسلمانوں کے لیے باعث ضرر ہو' بلکہ اس کے برعکس وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوشاں رہتے ہیں۔

۶۔ وہ خوف خدا سے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں' خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کاموں سے بچتے ہیں اور بعض ایسے مباح کاموں سے بچتے ہیں جو دناءت اور خست نفس کا سبب ہوں۔

۷۔ اس سے مراد سلوک کی ابتداء' سلوک کا وسط اور سلوک کی انتہاء ہے جس میں انسان محبوب حقیقی سے واصل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۸- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عمر کے تین ادوار مراد ہوں' یعنی وہ عمر کی ابتداء میں بھی اللہ سے ڈرتے تھے' وسط میں بھی اور آخر میں بھی۔

۹- وہ شراب کی تحریم نازل ہونے سے پہلے بھی اس سے اجتناب کرتے تھے' اس کی تحریم نازل ہونے کے بعد بھی اس سے اجتناب کرتے رہے اور باقی اعمال میں خوف خدا سے گناہوں سے اجتناب کرتے رہے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۱۰- اس تکرار سے ایمان اور خوف خدا کی تاکید اور اس میں مبالغہ مقصود ہے' تاکہ مسلمان اس پر نہایت اہمیت کے ساتھ برقرار رہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ

اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے

اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى

نیزے پہنچ سکیں تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے، سو جس نے اس (تنبیہ)

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اے ایمان والو! حالت احرام میں شکار نہ

الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ

مارو، اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ

اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی، تم میں سے دو منصف اس (کی

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

مثلیت) کا فیصلہ کریں گے دراں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو، یا (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ

روزے رکھنا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے، جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا، اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ

اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ

اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے ○ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام

Marfat.com

طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔ اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام

حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

کر دیا گیا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے سو جس نے اس تنبیہ کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ: ۹۴)

شان نزول اور مناسبت

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے سال میں نازل ہوئی' بعض مسلمانوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور بعض نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا' اور جب ان کے سامنے شکار آتا تو ان کے احوال اور افعال مختلف ہوتے اور ان پر احکام مشتبہ ہو جاتے۔ تب اللہ نے ان کے احوال اور افعال کے احکام بیان کرنے اور حج اور عمرہ میں ممنوعہ کام بیان کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۲۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عمرہ حدیبیہ میں نازل ہوئی' جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحشی جانوروں کے شکار کی آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے' وحشی جانور بکثرت ان کی سواریوں کے گرد پھر رہے تھے' اور وہ ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں تھے۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پرندوں کے چوزے اور وحشی جانوروں کے بچے اور انڈے ان کے ہاتھوں کی زد میں تھے اور بڑے جنگلی جانور' مثلاً جنگلی گدھا' گائے اور اونٹ وغیرہ ان کے نیزوں کی زد میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شکار قریب تھے' وہ ان کے ہاتھوں کی دسترس میں تھے اور جو شکار دور تھے' وہ ان کے نیزوں کے نشانوں پر تھے۔ نیزہ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ وہ شکار کرنے کا بڑا ہتھیار ہے' تیر اور دیگر ہتھیار بھی اس میں شامل ہیں۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۲۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جن پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے' ان کو حرام نہ قرار دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو مستثنیٰ فرمایا اور فرمایا کہ یہ حرام اور نجس ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحشی جانوروں کے شکار کرنے کو محرم پر حرام قرار دیا' اور شکار کرنے پر اس کی تلافی اور تدارک کے لیے تاوان بیان فرمایا۔

"تاکہ اللہ یہ جان لے" کی توجیہات

اس آیت کے دوسرے جز کا لفظی معنی یہ ہے' تاکہ اللہ یہ جان لے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور کسی شخص کے کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اس کا علم موقوف نہیں ہے' اس لیے ہم نے اس کا معنی یہ کیا ہے' تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم سے مراد علم ظہور ہے۔ اس کو حکماء کی اصطلاح میں علم تفصیلی سے تعبیر کرتے ہیں' جو معلومات کا عین ہے' اس کے برخلاف علم اجمالی عالم کا عین ہوتا ہے۔

Marfat.com

علامہ بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا ذکر کیا ہے اور اس سے مراد معلوم کو واقع کرنا اور اس کو ظاہر کرنا ہے۔ نیز علامہ بیضاوی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے غائبانہ ڈرتا ہے' اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم بالفعل متعلق ہو جائے اور بعض مفسرین نے کہا یہاں پر مضاف محذوف ہے' یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء جان لیں کہ کون اللہ سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے' تاکہ اللہ پہچان کرا دے اس کی جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا ہے۔

حالت احرام میں شکار کرنے کی سزا

اس کے بعد فرمایا سو جس نے اس تنبیہ کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ تنبیہ کے بعد محرم کا شکار کے درپے ہونا' اللہ تعالیٰ کے حکم سے محض لاپرواہی برتنا ہے اور بے باکی ہے اور اس کے ڈر اور خوف سے اپنے آپ کو آزاد رکھنا ہے اور جو شخص اپنے نفس کو لگام ڈالنے پر قادر نہ ہو اور اس قسم کے آسان احکام میں آزمائش پر پورا نہ اتر سکے' اس سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ بڑے بڑے اور سخت احکام میں آزمائش پر پورا اتر سکے گا۔ متبادر یہ ہے کہ یہ عذاب آخرت میں ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی پشت برہنہ کر کے اس پر کوڑے لگائے جائیں گے اور شیخ الاسلام نے کہا اس کو دنیا میں بھی سزا دی جائے گی اور وہ آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! حالت احرام میں تم شکار نہ مارو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے' اس شخص کو مویشیوں میں اس کی مثل قربانی کرنی ہو گی' تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآنحالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو یا (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر روزے رکھنا ہیں' تاکہ وہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے۔ جو گزر گیا' اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا' تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے۔ (المائدہ: ۹۵)

خشکی کے جانوروں کے قتل کی ممانعت سے پانچ فاسق جانوروں کا استثناء

خشکی کے شکار کو مارنا محرم پر حرام ہے اور سمندری شکار کو مارنا اس کے لیے حلال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ (المائدہ: ۹۶)

تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے۔

خشکی کا شکار وہ ہے جو خشکی میں پیدا ہوا ہو اور خشکی ہی میں رہتا ہو اور سمندری شکار وہ ہے جو پانی میں (خواہ دریا ہو یا سمندر) پیدا ہوا ہو' اور پانی میں رہتا ہو اور شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر مانوس ہو اور ان سے متنفر اور متوحش ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے خشکی کے جانوروں کو قتل کرنے کی ممانعت کے عمومی حکم سے پانچ خبیث جانوروں کو مستثنیٰ فرما لیا ہے۔ کاٹنے والا کتا' بھیڑیا' چیل' کوا' سانپ اور بچھو۔ کیونکہ یہ جانور ابتداء" حملہ کرتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں' اور کوے سے مراد وہ ہے جو مردار کھاتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کر دیا جائے گا۔ سانپ' کوا' (جس کی پشت اور پیٹ پر سفیدی ہو) چوہا اور کاٹنے والا کتا اور چیل۔

(صحیح مسلم' حج ۶۶' (۱۱۹۸) ۲۸۱۵' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۸۷)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں' ان کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کوا' چیل' کاٹنے والا کتا' بچھو اور چوہا۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۲۹' صحیح مسلم' ج ۱۷' (۱۱۹۸) ۲۸۲۰' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

علامہ یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم اور غیر محرم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہی معروف کتا مراد ہے۔ امام اوزاعی' امام ابو حنیفہ' اور حسن بن صالح کا یہی قول ہے اور انہوں نے بھیڑیے کو بھی اسی کے ساتھ لاحق کیا ہے' اور امام زفر کے نزدیک کتے سے مراد صرف بھیڑیا ہے' اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ کاٹنے والے کتے سے مراد بالخصوص یہ معروف کتا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ درندہ ہے جو عادۃً حملہ کرتا ہو' مثلاً بھیڑیا اور چیتا وغیرہ۔ امام شافعی' امام احمد' سفیان ثوری وغیرھم کا یہی قول ہے۔ قاضی عیاض نے اس قول کو جمہور علماء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم مع شرحہ للنووی' ج ۵' ص ۳۲۳۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کھیتوں کے کوے کے علاوہ ہر کوے کو قتل کرنے کا حکم

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کوے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چھوٹا کوا مستثنیٰ ہے جو دانہ کھاتا ہے۔ اس کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے۔ اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے' اس کے علاوہ کوے کی جتنی قسمیں ہیں' ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح الباری کے مطابق کوے کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک عقعق ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیاہ رنگ کا پرندہ ہے' اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے اور دوسرا ابقع ہے' جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا غداف ہے۔ اہل لغت اس کو ابقع کہتے ہیں اور اس کو غراب البین بھی کہا جاتا ہے' کیونکہ جب نوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کے لیے بھیجا' تو یہ ان سے علیحدہ ہو کر مردار کھانے میں مشغول ہو گیا۔ چوتھی قسم اعصم ہے۔ یہ وہ ہے جس کی ٹانگ یا پیر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچویں قسم زاغ ہے' اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں' یہ چھوٹا کوا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

(فتح الملہم' ج ۳' ص ۲۳۱' مطبوعہ مکتبہ الحجاز' کراچی)

شیخ عثمانی نے زاغ یا غراب زرع کے سوا کوے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی باقی اقسام حرام ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق دونوں اس عام کوے سے چھوٹے ہوتے ہیں' ان تصریحات سے واضح ہوا کہ یہ عام معروف کوا جو ہمارے درختوں پر پایا جاتا ہے' حرام ہے۔

تین صورتوں میں محرم کے لیے شکاری جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کو قتل کر دے تو اس پر اس کی جزا (تاوان) واجب ہوتی ہے' جیسا کہ سورۂ مائدہ کی اس آیت ۹۵ میں صراحتاً مذکور ہے۔ شکار کے قتل کی بھی قسمیں ہیں' ایک قسم مباح ہے اور ایک قسم حرام ہے۔ حرام وہ قسم ہے جس میں محرم شکار کو بغیر کسی سبب موجب یا سبب مبیح کے قتل کر دے۔ سبب موجب یہ ہے کہ کوئی جانور محرم پر حملہ کر دے' اور اس کو قتل کیے بغیر اس جانور سے جان بچانے کی اور کوئی صورت نہ ہو' اس صورت میں اس جانور کو قتل کرنا واجب

Marfat.com

ہے' کیونکہ جان بچانا فرض ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے قاعدہ کے مطابق ہے' اور سب صحیح یہ ہے کہ انسان کے پاس حلال ذرائع سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور جان بچانے کی صرف یہ صورت ہو کہ انسان کسی جانور کو شکار کرکے کھالے' تو اس صورت میں اپنی جان بچانے کے لیے اس جانور کو شکار کرکے کھانا مباح ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ — اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو

(البقرہ: ۱۹۵)

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی جانور کو کسی درندہ یا کسی کے پھندہ سے بچانے کی کوشش کرے اور وہ جانور ہلاک ہو جائے' تو اس پر ضمان نہیں ہے۔

محرم عمداً قتل کرے یا خطاء" ہر صورت میں اس پر ضمان کا وجوب

ائمہ مذاہب کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ محرم شکار کو عمداً قتل کرے یا خطاً قتل کرے' ہر صورت میں اس پر ضمان واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس بجو کو محرم شکار کرے' اس کا تاوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا قرار دیا اور اس کو شکار میں شمار فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم شتر مرغ کا انڈا شکار سے حاصل کرے تو اس کا تاوان اس کی قیمت ہے۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۸۶' مطبوعہ بیروت)

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضمان کو عمد کے ساتھ مقید نہیں فرمایا' بلکہ شکار کرنے پر مطلقاً تاوان کو واجب فرمایا ہے۔

شکار کی تعریف

شکار کو قتل کرنا محرم پر حرام ہے' خواہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا اور شکار وہ ہے جس میں تین اوصاف ہوں۔ اس کا کھانا حلال ہو' اس جانور کا کوئی مالک نہ ہو' وہ فی نفسہٖ پالتو جانور نہ ہو' اور انسانوں سے غیر مانوس ہو' ان کو دیکھ کر بھاگنے والا' متنفر اور وحشی ہو۔ سو اگر کوئی شخص کسی درندے کو یا چیرنے پھاڑنے والے پرندے کو یا حشرات الارض میں سے کسی جانور مثلاً چھپکلی یا گرگٹ وغیرہ اور دیگر کیڑے مکوڑے کو قتل کردے تو اس پر ضمان نہیں ہے' اسی طرح محرم اگر کسی پالتو جانور کو ذبح کردے مثلاً گائے' بکری اور مرغی وغیرہ کو تو اس پر بالاتفاق ضمان نہیں ہے' اور یہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ سمندری اور دریائی جانور کو شکار کرنا جائز ہے' صرف خشکی کے جانور کو شکار کرنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

شکار پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمان کے لزوم میں مذاہب ائمہ

امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک جس طرح شکار کو قتل کرنے سے محرم پر جزا لازم آتی ہے۔ اسی طرح اگر محرم کسی اور کو شکار کی طرف رہنمائی کرے یا اس پر دلالت کرے تو اس پر بھی ضمان لازم آتی ہے اور امام شافعی اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ ضمان کا تعلق قتل سے ہے' اور شکار پر دلالت کرنا' اس کو قتل کرنا نہیں اور یہ ایسا ہے جیسے غیر محرم' غیر محرم کو کسی شکار پر دلالت کرے' فقہاء احناف کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے' حتی کہ ہم "قاحہ" میں پہنچے' ہم میں سے بعض محرم اور بعض غیر محرم تھے' اچانک میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں' میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگلی گدھا تھا' میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی' اپنا نیزہ سنبھالا اور سوار ہوگیا۔ اتفاقاً میرا چابک گر گیا' میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے چابک اٹھا دو' ساتھی محرم تھے' انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم تمہاری اس معاملہ میں بالکل مدد نہیں کریں گے' میں نے اتر کر چابک اٹھایا اور سوار ہوگیا۔ میں نے اس جنگلی گدھے کو پیچھے سے جا کر پکڑ لیا درآنحالیکہ وہ ٹیلہ کے پیچھے تھا' میں نے نیزہ مار کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھالو' اور بعض نے کہا نہ کھاؤ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے تھے۔ میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا' آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھالو۔

(صحیح مسلم' الحج' ۵۶' (۱۱۹۶) ۲۸۰۴' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۲۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۸۵۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۸۴۷' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۱۶)

درج ذیل حدیث میں زیادہ وضاحت ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف روانہ کیا جس میں ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو۔ پھر مجھ سے آ ملنا' پھر وہ سب سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے لگے تو حضرت ابو قتادہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیا' انہوں نے احرام نہیں باندھا تھا' چلتے چلتے انہوں نے جنگلی گدھے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھالیا ہے' حالانکہ ہم محرم ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس جنگلی گدھی کا باقی ماندہ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا' ہم نے جنگلی گدھے دیکھے' ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں' پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے' اور ہم نے شکار کا گوشت کھالیا' پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھالو۔

شیبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شعبہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا امداد کی تھی؟ یا شکار کیا تھا؟

(صحیح مسلم' الحج' ۶۰' (۱۱۹۶) ۲۸۱۰' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۲۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۸۵۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۸۴۸' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۲۸۲۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۰۹۳' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۳۹۶۶' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۸۳۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۵' ص ۳۲۲' سنن دار قطنی' ج ۲' ص ۲۹۱' ملتان' مسند احمد' ج ۵' ص ۳۰۶' ۳۰۵' ۳۰۱' طبع قدیم)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے حلال ہونے کو اس کی طرف اشارہ نہ کرنے پر موقوف فرمایا ہے۔ سو اگر کوئی شخص زبان سے شکار کی رہنمائی کرے گا تو وہ بطریق اولیٰ حرام ہوگیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سے تو صرف اس شکار کا حرام ہونا لازم آئے گا' ضمان لازم نہیں آئے گی' تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ محرم کے لیے شکار کی

Marfat.com

طرف اشارہ کرنا‘ یا اس کی طرف رہنمائی کرنا حرام ہے‘ اور اس کے اس اشارہ کرنے کی وجہ سے اس شکار کا امن زائل ہو گیا اور اس کی جان تلف ہو گئی اور اس کے اشارہ اور اعانت کی وجہ سے وہ شکار قتل کر دیا گیا‘ سو شکار کی طرف اشارہ کرنے والے محرم پر بھی وہی ضمان ہو گی جو شکار کو قتل کرنے والے محرم پر ہوتی ہے۔ عطاء نے کہا ہے کہ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ شکار پر دلالت کرنے والے پر بھی ضمان ہے‘ اور اس زمانہ کے لوگ صحابہ کرام اور تابعین تھے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے اور امام طحاوی نے اس کو متعدد صحابہ سے نقل کیا ہے‘ اور کسی صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے تو اس پر اجماع صحابہ ہے اور حضرت ابن عمر سے جو یہ منقول ہے کہ دلالت کرنے والے پر ضمان نہیں ہے‘ اس کا معنی یہ ہے کہ جب دلالت کرنے سے شکار کو قتل نہ کیا جائے۔

(فتح القدیر‘ ج ۳‘ ص ۶۴-۶۳‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

شکار پر دلالت کرنے سے بھی ضامن بنایا جائے گا‘ پس جب کسی محرم نے کسی غیر محرم کو شکار پر دلالت کی اور اس نے اس شکار کو تلف کر دیا‘ تو اس کی پوری جزا محرم پر ہو گی۔ یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور مجاہد‘ بکر مزنی‘ اسحاق اور فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے‘ اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ دلالت کرنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہے‘ کیونکہ ضمانت جنایت سے لازم آتی ہے‘ دلالت سے لازم نہیں آتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے فرمایا تھا‘ کیا تم میں سے کسی نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ نیز شکار پر دلالت کرنا اس کو تلف کرنے کا ذریعہ ہے‘ لہٰذا اس کی وجہ سے ضمان لازم آئے گی اور یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے‘ اور صحابہ میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے۔

(المغنی‘ ج ۳‘ ص ۱۴۳‘ مطبوعہ دار الفکر‘ ۱۴۰۵ھ)

شکار کی جزا میں اس کی مثل صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شکار کو قتل کرنے کی جزا یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو‘ وہاں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے اور دو نیک شخص اس کی قیمت مقرر کریں‘ پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے‘ اگر اتنی رقم سے قربانی کا جانور خریدا جا سکتا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے اور اگر چاہے تو اس رقم سے طعام خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے‘ ہر مسکین کو دو کلو گرام گندم یا چار کلو گرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے اور اگر چاہے تو جتنے مساکین پر صدقہ لازم آتا ہے اتنے دنوں کے روزے رکھے‘ مثلاً فدیہ کی رقم سے دس کلو گندم آتی ہے‘ جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گندم صدقہ کرے‘ اور چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھ لے۔

امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ جس شکار کی نظیر ہو سکتی ہو‘ اس میں اس کی نظیر کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ ہرن کی نظیر بکری ہے‘ اور بجو کی نظیر بھی بکری ہے اور خرگوش کی نظیر بکری کا بچہ ہے‘ اور جنگلی چوہے کی نظیر چار ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور شتر مرغ کی نظیر اونٹ ہے اور جنگلی گدھے کی نظیر گائے ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ — تو اس کا تاوان اس جانور کی مثل ہے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ (المائدہ: ۹۵)

Marfat.com

اور مقتول جانور کی مثل وہ ہوگی جو صورۃً اس کی مثل ہو اور قیمت اس جانور کی مثل نہیں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی خلقت اور ظاہری صورت کے اعتبار سے مثل کو واجب کیا ہے۔ شتر مرغ' ہرن' جنگلی گدھے اور خرگوش میں انہوں نے ان ہی جانوروں کو مثل قرار دیا ہے' جو ہم نے بیان کی ہیں۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' کیا بجو شکار ہے؟ فرمایا ہاں! جب محرم اس کا شکار کرے تو اس میں ایک مینڈھا ہے۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۸۰۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۸۵۱' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۲۸۳۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۲۳۶' سنن داری' ۱۸۷۷' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۳۹۶۵' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۹۷' سنن دار قطنی' ج ۲' ص ۲۴۵' ملتان' المستدرک' ج ۱' ص ۴۵۲)

جس جانور کی نظیر نہ ہو' اس میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت واجب ہے' مثلاً چڑیا اور کبوتر اور ان کی مثل دوسرے پرندے' اور جب قیمت واجب ہو تو امام محمد کا قول امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے مطابق ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کبوتر میں بکری کو واجب کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں مثل کو مطلقاً ذکر کیا ہے' اور مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور مثل کامل وہ ہے جو صورۃً اور معنیً دونوں اعتبار سے مثل ہو' اور جب کامل مثل متحقق نہیں ہو سکی' تو اس کو معنی مثل پر محمول کیا جائے گا' کیونکہ مثل معنوی شریعت میں متعارف ہے' جیسا کہ حقوق العباد میں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (البقرہ: ۱۹۴)

سو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کا بدلہ لو' اس زیادتی کی مثل جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

نیز جن جانوروں کی مثل نہیں ہے ان میں امام شافعی کے نزدیک بھی مثل معنوی مراد ہوتی ہے' پس مثل معنوی بالاجماع مراد ہے۔ لہٰذا سب جگہ مثل معنوی ہی مراد لینی چاہیے' ورنہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے دو معنی مراد لینے لازم آئیں گے' کہیں مثل صوری اور کہیں مثل معنوی۔ نیز مثل معنوی میں عموم ہے اور مثل صوری میں خصوص ہے اور عموم خصوص پر راجح ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ محرم نے جس شکار کو قتل کیا ہے' اس پر اس کے تاوان میں اس کی قیمت واجب ہے۔ نیز قرآن مجید میں قتل کیے ہوئے شکار کے لیے نعم کا لفظ ہے اور یہ لفظ جنگلی اور پالتو دونوں قسم کے جانوروں کے لیے بولا جاتا ہے۔

جزاء میں اختیار منصفوں کی طرف راجع ہے یا محرم کی طرف؟

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جزاء میں اختیار محرم کی طرف راجع ہے' یعنی محرم کو اختیار ہے' خواہ وہ اس جانور کی قیمت سے قربانی کا جانور خرید کر اس کی قربانی کر دے' یا اس کی قیمت کا طعام خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے' یا ان مسکینوں کی تعداد کے برابر روزے رکھ لے' اور امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک یہ اختیار فیصلہ کرنے والے دو نیک حاکموں کی طرف راجع ہے۔ اگر وہ قربانی کا حکم دیں تو اس جانور کی نظیر خرید کر اس کی قربانی کرے' اور اگر وہ طعام صدقہ کرنے کا حکم دیں یا روزے رکھنے کا حکم دیں تو اس کی قیمت کا طعام خرید کر مساکین پر صدقہ کرے یا مساکین کی تعداد کے برابر روزے رکھے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ یہ اختیار محرم کی آسانی کے لیے دیا گیا ہے اور محرم کے لیے آسانی اسی وقت ہوگی جب یہ اختیار اس کی طرف راجع ہو۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآنحالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو' یا اس پر چند مسکینوں کا کھانا ہے' یا ان کی تعداد کے برابر روزے رکھنا ہیں

Marfat.com

اور ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار ان منصفوں کی طرف راجع ہے۔

طعام کا صدقہ مکہ میں کرنا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی جائز ہے؟

قربانی کا جانور صرف مکہ میں ذبح کیا جائے گا اور مسکینوں کو طعام کا صدقہ کسی اور شہر میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ امام شافعی صدقہ طعام کو قربانی پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ یہ طعام بھی مکہ کے مسکینوں پر صدقہ کیا جائے اور ان دونوں میں مشترک چیز یہ ہے کہ حرم کے رہنے والوں کے ساتھ حسن سلوک ہو۔ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ شکار کی جزاء میں کسی جانور کو ذبح کرنا غیر معقول فعل ہے' لہٰذا وہ زمان اور مکان کے اعتبار سے اپنے امور میں بند رہے گا اور صدقہ کرنا ایک معقول فعل ہے۔ اس لیے وہ ہر جگہ ہو سکتا ہے اور روزہ میں اتفاق ہے کہ وہ کسی بھی شہر میں رکھے جا سکتے ہیں۔

(ہدایہ اولین' ص ۲۸۰-۲۷۷' مختصراً و موضحاً' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

دوسری بار شکار کو مارنے سے جزاء لازم ہوگی یا نہیں؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا' تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے۔ (المائدہ: ۹۵)

اس آیت کا معنی ہے محرم نے پہلی بار شکار کو قتل کیا اور اس کی ضمان یا جزاء ادا کر دی' تو اللہ اس کو معاف کر دے گا اور جس محرم نے دوسری بار شکار کو قتل کیا' وہ اخروی عذاب کا مستحق ہوگا۔

دوسری بار شکار کو قتل کرنے والا ضمان ادا کرے گا یا نہیں' اس میں دو قول ہیں۔ عطاء' ابراہیم' ابن جبیر' حسن اور جمہور کا قول یہ ہے کہ تکرار قتل سے تکرار جزاء واجب ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قاضی شریح کا قول یہ ہے کہ اگر محرم نے دوبارہ شکار کو قتل کیا تو اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا' حتیٰ کہ جب ان سے کوئی محرم سوال کرتا کہ اس نے شکار کو قتل کر دیا ہے' اب وہ کیا کرے تو وہ اس سے سوال کرتے تھے کہ اس نے پہلی بار شکار کو قتل کیا ہے یا دوسری بار۔ اگر اس نے پہلی بار قتل کیا ہوتا تو اس کو کفارہ کا حکم دیتے اور اگر دوسری بار قتل کیا ہوتا' تو اس کو کفارہ کا حکم نہ دیتے' اور وہ چونکہ عذاب اخروی کا مستحق ہے' اس لیے اب اس پر صرف توبہ کرنا لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائے یا اس کو عذاب دے' جس طرح باقی کبیرہ گناہوں کا حکم ہے۔

اس آیت کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے دوبارہ حالت احرام میں شکار کو قتل کیا اور کفارہ نہیں دیا' تو اللہ اس سے انتقام لے گا' لیکن یہ توجیہ ظاہر آیت سے بعید ہے۔ اس آیت میں گناہ کبیرہ پر اصرار کرنے والے کے لیے بہت سخت وعید ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو دوبارہ کرنے پر انتقام لینے کی وعید سنائی ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر آن اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا رہے اور کسی بھی گناہ کو دوبارہ کرنے سے اجتناب کرے۔ مبادا وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کا شکار ہو جائے' میں جب بھی اس آیت کو پڑھتا ہوں' تو مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔

اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے

اگر محرم کو کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ملے اور وہ بھوک سے جاں بلب ہو اور اس کو مردار اور شکار دونوں میسر ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ وہ مردار کھا کر جان بچائے یا شکار کو مار کر کھائے۔ امام زفر نے کہا وہ مردار کھا لے' کیونکہ مردار ایک وجہ سے حرام ہے اور شکار کو قتل کر کے کھانا کئی وجہ سے حرام ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وہ شکار کو قتل کر کے کھا لے اور اس کی جزاء ادا کرے' کیونکہ مردار کی حرمت زیادہ غلیظ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شکار کی حرمت عارضی ہے' احرام سے

Marfat.com

نکلنے کے بعد یہ حرمت ختم ہو جاتی ہے' اس کے برخلاف مردار کی حرمت دائمی ہے اور جب اسے دو حرمتوں میں سے کسی ایک حرمت کا ارتکاب کرنا پڑے تو زیادہ غلیظ حرمت کے مقابلہ میں ضعیف حرمت کو اختیار کرے جیسا کہ دو مصیبتوں میں سے کم درجہ کی مصیبت کو اختیار کیا جاتا ہے' جس کو فقہاء اهون البلیتین سے تعبیر کرتے ہیں۔ مبسوط میں اسی طرح مذکور ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اس صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول کے مطابق مردار کھانا شکار کو قتل کر کے کھانے سے اولیٰ ہے۔ امام ابویوسف اور حسن بن زیاد نے کہا کہ شکار کو ذبح کرلے اور اگر شکار حلال ہو اور مذبوح ہو تو سب کے نزدیک شکار کو کھانا مردار سے اولیٰ ہے اور اگر ایک طرف شکار ہو اور دوسری طرف خنزیر کا گوشت ہو تو جان بچانے کے لیے محرم کے واسطے اولیٰ یہ ہے کہ وہ شکار کھالے۔

(روح المعانی' جزء ۷' ص ۳۰-۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

مبسوط اور فتاویٰ قاضی خاں کی نقل میں تعارض ہے' ہمارے نزدیک مبسوط کی نقل معتمد ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے وہی راجح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے' تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے۔ (المائدہ: ۹۶)

سمندری شکار کی تعریف اور اس میں مذاہب ائمہ

سمندری شکار سے مراد ہے جس جانور کو پانی میں شکار کیا جائے' خواہ وہ پانی سمندر میں ہو' دریا میں ہو' نہر میں ہو یا تالاب میں ہو اور اس سے مقصود وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو' اور اس کی نشوونما اور بقا بھی پانی میں ہو اور اس کے طعام سے مراد پانی میں کیا ہوا شکار ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک اس سے مراد صرف مچھلی ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں' مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۱۸' مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث: ۵۷۲۷)

اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن یزید ضعیف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے مراد پانی کے تمام جانور ہیں' ان کا استدلال اس آیت کے ظاہر سے ہے اور حضرت عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سمندری طعام سے مراد وہ تمام جانور ہیں جن کو سمندر ساحل پر پھینک دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سمندری طعام سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سمندر سے نکالی جائے اس کو کھالو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور سمندر کی ہر چیز کھائی جائے گی' خواہ وہ مردار ہو' سمندر میں ہو یا سمندر کے ساحل پر ہو۔

(جامع البیان' جزء ۷' ص ۸۸-۸۶)

خشکی کے شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو خشکی میں پیدا ہوئے ہوں اور ان کی نشوونما اور بقا بھی خشکی میں ہو اور شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر مانوس اور متوحش اور متنفر ہوں' جیسے ہرن اور نیل گائے وغیرہ اور بکری' گائے اور اونٹ وغیرہ شکار نہیں ہیں' کیونکہ وہ انسانوں سے مانوس ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو قتل کرنے کی ممانعت کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے پانچ فاسق جانوروں کو مستثنیٰ فرما دیا ہے۔ وہ یہ ہیں: بچھو' چوہا' کاٹنے والا کتا' کوا' اور چیل ان کی تفصیل اور تحقیق ہم اس سے متصل پہلی آیت کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

Marfat.com

شکار کا گوشت محرم کے لیے ناجائز ہونے کے متعلق احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے اور جب تک تم احرام میں ہو' تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کردیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر غیر محرم' محرم کے لیے کسی جانور کو شکار کرے تو محرم کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے' اور حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنگلی گدھا (شکار کرکے) پیش کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان کو واپس کردیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر افسوس کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا ہم نے تم کو یہ صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم' ج' ۵۰' (۱۱۹۳) ۲۷۹۹' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۸۲۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۸۵۰' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۲۸۱۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۰۹۰)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حارث کو طائف کا گورنر مقرر کیا تھا' اس نے کچھ پرندوں اور جنگلی جانوروں کا شکار کیا اور یہ طعام حضرت عثمان کی طرف بھیجا' حضرت عثمان نے یہ طعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا' جس وقت ان کا قاصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا' تو وہ اپنے اونٹوں کے لیے اپنے ہاتھ سے درختوں سے پتے جھاڑ رہے تھے' لوگوں نے آپ سے کہا یہ طعام کھائیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ کھالو' کیونکہ میں محرم ہوں۔ پھر فرمایا قبیلہ اشجع کے جو لوگ یہاں موجود ہیں' میں ان کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا درآنحالیکہ آپ محرم تھے؟ آپ نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کیا؟ انہوں نے کہا ہاں!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے زید بن ارقم! کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شکار کی دستی پیش کی گئی تو آپ نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا میں محرم ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں!

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۵۰-۱۸۴۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے لیے خشکی کا شکار حلال ہے' جب تک کہ تم اس کو خود شکار نہ کرو' یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔

امام ابوداؤد نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں متعارض ہوں تو اس حدیث پر عمل کیا جائے جس پر آپ کے اصحاب نے عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۵۱' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۸۴۷' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۲۷)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ حج کیا۔ ایک غیر محرم نے شکار کرکے حضرت عثمان کے پاس اس کا گوشت بھیجا' حضرت عثمان نے اس میں سے کھایا اور حضرت علی نے نہیں کھایا۔ حضرت عثمان نے فرمایا بہ خدا ہم نے شکار کیا ہے' نہ اس کا حکم دیا ہے' نہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت علی نے یہ آیت پڑھی جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کردیا گیا ہے

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب محرم ہوتے تو شکار کو نہیں کھاتے تھے' خواہ اس کو غیر محرم

Marfat.com

نے شکار کیا ہو۔ (جامع البیان ' جز ۷ ' ص ۹۷-۹۴ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۵ھ)

محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب محرم خود شکار کرے یا شکار کو ذبح کرے تو محرم پر اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تک تم احرام میں ہو ' تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ: ۹۶) اور اگر محرم اس شکار میں اعانت کرے یا اس پر دلالت کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے ' تب بھی وہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے اور اگر غیر محرم ' محرم کی خاطر شکار کرے تو یہ محل اختلاف ہے۔ امام احمد ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں بھی اس شکار کو کھانا محرم پر حرام ہے اور یہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ' اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ' اس صورت میں محرم کے لیے شکار کو کھانا جائز ہے ' کیونکہ حدیث صحیح میں اس کا جواز ہے۔

صحابہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا ' یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا ' ہم نے جنگلی گدھے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں ' ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا ' پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھا لیا ' پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو۔

(صحیح البخاری ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۱۸۲۴ ' صحیح مسلم ' ج ' ۶۰ ' (۱۱۹۶) ۲۸۱۰ ' سنن ابو داؤد ' رقم الحدیث: ۱۸۵۲ ' سنن ترمذی ' رقم الحدیث: ۸۴۸ ' سنن النسائی ' رقم الحدیث: ۲۸۲۵ ' سنن ابن ماجہ ' رقم الحدیث: ۳۰۹۳ ' صحیح ابن حبان ' رقم الحدیث: ۳۹۶۶ ' مصنف عبد الرزاق ' رقم الحدیث: ۸۳۳۷ ' سنن کبریٰ للبیہقی ' ج ۵ ' ص ۳۲۲ ' سنن دار قطنی ' ج ۲ ' ص ۲۹۱ ' ملتان ' مسند احمد ' ج ۵ ' ص ۳۰۶ ' ۳۰۵ ' ۳۰۱ ' طبع قدیم)

اور حضرت علی ' حضرت ابن عمر ' حضرت عائشہ ' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر حال میں حرام ہے۔ (المغنی ' ج ۳ ' ص ۱۰۵ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۰۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تین نظریات ہیں:

۱۔ حضرت علی ' حضرت ابن عمر ' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر حال میں حرام ہے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہے تو محرم پر اس شکار کا گوشت حرام ہے ' ورنہ نہیں اور یہی ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے۔

۳۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر محرم نے شکار میں غیر محرم کی اعانت نہیں کی ' نہ اس کی طرف اشارہ کیا ' نہ دلالت کی ' تو پھر محرم کے لیے اس شکار کو کھانا جائز ہے ' خواہ غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہو۔

محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

قوت دلائل کے اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نظریہ راجح ہے ' کیونکہ امام ابو حنیفہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور وہ صحیح بخاری ' صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابو داؤد ' سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے ' اور صحاح کی احادیث سنن کی احادیث پر مقدم ہیں۔ اور

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں لام تملیک کے لیے ہے' یعنی شکار کا گوشت تمہاری ملک کر دیا جائے تو پھر تمہارے لیے اس کا کھانا جائز نہیں' جبکہ تم محرم ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب تمہاری اعانت سے تمہارے لیے شکار کیا جائے اور اس صورت میں اس کا کھانا بالاتفاق حرام ہے۔

حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں جنگلی گدھا پیش کیا تو آپ نے یہ فرما کر رد کر دیا کہ میں محرم ہوں۔ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے بھی خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ کے بھی' ائمہ ثلاثہ اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے رسول اللہ ﷺ کی خاطر شکار کیا تھا' اس لیے آپ نے اس شکار کو واپس کر دیا اور امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ صحیح مسلم 'الحج' ۵۰ میں ہے کہ حضرت صعب نے آپ کی خدمت میں جنگلی گدھا پیش کیا اور الحج' ۵۲ میں ہے' جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا اور الحج' ۵۴ میں ہے جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ پیش کی اور حدیث مضطرب سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ اس لیے یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کے خلاف حجت نہیں ہے' کیونکہ امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو بخاری' مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور غیر مضطرب ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں ہے جب تک احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے' یہ آیت بھی بظاہر امام ابو حنیفہ اور ائمہ ثلاثہ دونوں کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس پر محمول ہے کہ خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جبکہ تم نے حالت احرام میں خود شکار کیا ہو یا شکار کرنے والے غیر محرم کی اعانت کی ہو' امام اعظم ابو حنیفہ کی تائید میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بحرین کے پاس سے گزرا تو مجھ سے سوال کیا گیا کہ اگر غیر محرم شکار کرے تو آیا اس کا گوشت محرم کے لیے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا' لیکن میرے دل میں کچھ اضطراب تھا' میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا' حضرت عمر نے فرمایا اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو تاحیات تم فتویٰ نہ دے سکتے۔

(کتاب الآثار' رقم الحدیث: ۳۵۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی)

امام ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو میں تمہیں درے مارتا۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۹۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دھوپ میں سکھایا ہوا شکار کا گوشت لے کر جاتے اور اس کو سفر میں کھاتے تھے' حالانکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام میں ہوتے تھے۔ (کتاب الآثار' رقم الحدیث: ۳۶۰' مطبوعہ کراچی)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس میں بحث کر رہے تھے کہ محرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں اور نبی ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا' تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ محرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم دیا۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جب غیر محرم شکار کرے تو محرم کے لیے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' خواہ اس کو محرم کی خاطر ذبح کیا گیا ہو' اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار' رقم الحدیث: ۳۶۱' مطبوعہ کراچی)

Marfat.com

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا، اور حرمت والے مہینہ کو

وَ الْهَدْیَ وَ الْقَلَآىٕدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو، یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں

وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، بیشک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے ○ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت

شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ رسول پر صرف حکم پہنچانا ہے

الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا یَسْتَوِی

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ○ آپ کہیے کہ پاک اور ناپاک

الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

برابر نہیں ہو سکتا، خواہ (اے مخاطب) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو، سو اے عقل والو! تم

یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے' لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو' یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' بیشک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے○ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (المائدہ: ۹۸-۹۷)

مشکل الفاظ کے معنی

کعبہ: یہ چوکور اور بلند بیت ہے' جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے مکہ میں بنایا' کعب کے معنی بلند ہونا ہے اور یہ چونکہ بلند بیت ہے' اس لیے اس کو کعبہ کہا گیا۔

قیاما للناس: جس چیز کے سبب سے لوگوں کے معاملات قائم اور درست ہوں' کعبہ کی زیارت کر کے اور اس کا طواف کر کے لوگ حج اور عمرہ کی عبادات کو انجام دیتے ہیں' جس سے ان کی آخرت درست ہوتی ہے' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

Marfat.com

امن کی جگہ بنا دیا ہے اور تمام دنیا سے تجارتی سامان کھنچ کر کعبہ کی سرزمین میں چلا آتا ہے' اس سے ان کی دنیا درست ہوتی ہے۔

الشہر الحرام: چار حرمت والے مہینے ہیں۔ ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب۔ ان مہینوں کے سبب سے بھی ان کے معاملات قائم اور درست رہتے ہیں' کیونکہ ان مہینوں میں جنگ اور قتال کرنا جائز نہیں ہے۔

الھدی: جن جانوروں کو قربان کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے' ان کو الھدی کہتے ہیں' غرباء اور فقراء ان کا گوشت کھاتے ہیں' جس سے ان کی مدد ہوتی ہے۔

القلائد: قلادہ پٹے کو کہتے ہیں' اس سے مراد قربانی کا وہ جانور ہے جس کے گلے میں ہار یا پٹا ہو۔ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جس جانور کو قربانی کے لیے کعبہ کی طرف بھیجتے' اس کے گلہ میں پٹا ڈال دیتے' اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کا خصوصیت سے ذکر کیا۔

مناسبت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے محرم پر شکار کرنے کو حرام فرمایا تھا' اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جس طرح حرم وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے باعث امن ہے' اسی طرح وہ انسانوں کے لیے بھی امن کا باعث ہے اور دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

کعبہ اور دیگر شعائر حرم کا لوگوں کے لیے مصلح اور مقوم ہونا

عرب میں کوئی امیر اور رئیس نہیں تھا جو ضعیف اور مظلوم کا حق قوی اور ظالم سے دلا سکے اور جو کسی بدکار کو سزا اور نیکوکار کو جزا دے سکے' تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو البیت الحرام ہے' لوگوں کے معاملات کی درستگی اور اصلاح کا سبب بنا دیا' جیسے کسی ملک کا بادشاہ اپنی رعیت کے معاملات کو درست اور قائم رکھتا ہے اور ان میں عدل و انصاف برقرار رکھتا ہے' اسی طرح سے کعبہ اور حرمت والے مہینے زمانہ جاہلیت میں ان کی اصلاح اور درستگی کا سبب تھے' کیونکہ وہ البیت الحرام کی تعظیم کرتے تھے' اور اس شہر میں جنگ و جدال سے اجتناب کرتے تھے اور سال کے چار حرمت والے مہینوں میں بھی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتے تھے' کیونکہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں لوگ حج کے لیے سفر کرتے تھے اور محرم میں سفر حج سے واپس جاتے تھے' اور رجب میں عمرہ کے لیے سفر کرتے تھے اور وہ زائرین بیت کو بیت اللہ کی تعظیم کی وجہ سے مامون اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی طرح قربانی کے جو جانور حرم میں لے جائے جاتے تھے جن کو الھدی اور القلائد کہا جاتا تھا' ان کی بھی بیت اللہ کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے' بیت اللہ کی تعظیم ان کے دل و دماغ میں مستحکم ہو چکی تھی اور ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔

اور زمانہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعظیم کو اسلامی عبادات کا اہم حصہ بنا دیا' سو فرمایا:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (البقرہ: ۱۲۵)	اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے مرکز اجتماع اور مقام امن بنا دیا اور (ہم نے حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو' اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے بیت کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

مناسک حج کی ادائیگی کی وجہ سے اس بے آب و گیاہ' ویران اور بنجر زمین میں تمام دنیا سے مسلمان ٹوٹ کر آتے ہیں' اور ہر جگہ سے یہاں تجارتی سامان' پھل اور غلہ پہنچتا ہے' اور یوں اس بیت کی وجہ سے ساکنان حرم کے لیے اسباب زیست فراہم ہوتے

Marfat.com

ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (القصص: ۵۷)

کیا ہم نے انہیں حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے' جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری طرف سے عطا کردہ ہیں' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دور دور سے لوگ حرم میں آ کر عبادت کرتے ہیں اور دنیا کی زیب و زینت سے اجتناب کرتے ہیں' احرام کی ممنوعات سے باز رہتے ہیں' قرآن مجید کی حرم میں تلاوت کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حرم میں نماز پڑھتے ہیں اور طواف کرنے کی سعی کرتے ہیں' حج کے اجتماع کو دیکھ کر محشر کو یاد کرتے ہیں' ان کے دلوں میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف زیادہ ہوتا ہے اور وہ برے کاموں سے باز رہنے اور بقیہ عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کا عہد کرتے ہیں' حرم میں کی ہوئی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گنا اجر عطا فرماتا ہے' زائرین یہاں آتے ہیں اور واپس جاتے ہوئے اپنا دل یہیں چھوڑ جاتے ہیں اور ساری عمر یہیں آنے کی پیاس رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول پر صرف حکم پہنچانا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (المائدہ: ۹۹)

کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا فرائض رسالت میں سے نہیں ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا' اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے عذاب کا ذکر کیا تاکہ لوگ اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز رہیں' پھر اپنی مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا کہ اگر انسان سے شامت نفس سے کوئی گناہ ہو جائے' تو پھر اللہ کی رحمت پر نظر رکھے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر لوگوں کو عمل کی ترغیب دی اور فرمایا رسول کا کام صرف تبلیغ کرنا اور ہدایت دینا ہے' نیک کاموں کی ترغیب دینا اور برے کاموں سے روکنا اور ان کو عذاب سے ڈرانا ہے' تم کو نہ تو جبراً صالح اور نیکوکار بنانا رسول کا منصب ہے اور نہ تم میں ایمان اور تقویٰ پیدا کرنا رسول کی ذمہ داری ہے اور نہ نیکیوں پر ثواب عطا کرنا اور برائیوں پر عذاب دینا رسول کا کام ہے' جب رسول اللہ ﷺ نے تم کو نیکی اور برائی کے راستے دکھا اور بتا دیئے تو ان کا کام ختم ہو گیا' اب ان پر عمل کرنا' نہ کرنا تمہارا معاملہ ہے اور اس پر ثواب عطا کرنا یا عذاب دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

البتہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ گنہگاروں کی مغفرت کے لیے اور نیکوکاروں کے درجات میں ترقی کے لیے شفاعت فرمائیں گے' جس کی تفصیل اپنے مقام پر آ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتا' خواہ (اے مخاطب!) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو' سو اے عقل والو تم اللہ سے ڈرتے رہو' تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدہ: ۱۰۰)

اللہ کے نزدیک نیکوکاروں اور بدکاروں کا برابر نہ ہونا

پاک اور ناپاک کو برابر کرنا اور صالح اور فاسق و فاجر کو برابر رکھنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ (ص: ۲۸)

کیا ہم ایمان والوں اور نیکی کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔

Marfat.com

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ (الجاثیہ: ۲۱)

جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں' کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے' کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے گی' وہ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۔ (القلم: ۳۶-۳۵)

کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا' تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے رسول! آپ انہیں بتا دیجئے کہ کھرا اور کھوٹا' نفع بخش اور ضرر رساں' نیک اور بد' حلال اور حرام' عادل اور ظالم کبھی برابر نہیں ہو سکتے' خواہ دیکھنے والوں کو دنیا میں بدکردار اور بے ایمان لوگ زیادہ عیش و عشرت اور زیادہ عزت وجاہ میں کیوں نہ دکھائی دیتے ہوں' جیسے مسلمانوں کی بہ نسبت کفار زیادہ ترقی یافتہ اور زیادہ قوی اور مستحکم ہیں' حتیٰ کہ امریکہ جس ملک پر چاہے فضائی پابندی لگوا دیتا ہے' جیسے کئی سالوں سے لیبیا پر پابندی لگوائی ہوئی تھی' اور جس ملک پر چاہے تجارتی اور اسلحہ سازی کی پابندی لگوا دے' جیسے کئی سالوں سے عراق پر یہ پابندی لگوائی ہوئی ہے' اسی طرح مسلمانوں میں بھی زیادہ عزت دار' زیادہ خوشحال اور زیادہ طاقتور وہ لوگ ہیں جو بدعنوان سیاست دان اور بددیانت سرمایہ دار ہیں' جو اسمگلنگ اور چور بازاری کرتے ہیں' سودی کاروبار کرتے ہیں' ٹیکس ادا نہیں کرتے' قومی کاروباری معاہدوں میں رشوت اور ناجائز کمیشن لیتے ہیں اور بینکوں سے قرضے لے کر کھا جاتے ہیں یا معاف کرا لیتے ہیں۔ معاشرہ میں یہی لوگ عزت دار سمجھے جاتے ہیں اور سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا موچی جو اپنی محنت سے رزق حلال کماتا ہے' اخبار فروش' ملوں میں کام کرنے والے محنت کش اور راج اور مستری کا کام کرنے والے مزدور جو اپنے خون اور پسینہ سے حلال کمائی کھاتے ہیں' ان کو معاشرہ میں ذلیل اور پسماندہ خیال کیا جاتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال کھانے والے اور حرام کھانے والے' پاک اور ناپاک' طیب اور خبیث ہرگز برابر نہیں ہیں۔

سو! اے صاحبان عقل! ان خبیث لوگوں کی ظاہری آن بان کو نہ دیکھو' شیطان کے دام میں نہ آؤ' اور مال حرام کی زیب و زینت سے مسحور مت ہو' کیونکہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ڈرے اور فانی کو باقی پر' عارضی کو دائمی پر' باطل کو حق پر' فساد کو صلاح پر اور حرام کو حلال پر ترجیح نہ دے اور دنیا کے بدلہ میں آخرت کا سودا نہ کرے' کہ یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ

اے ایمان والو: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار

تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ

ہوں' اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی' اللہ نے

عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ

ان سے درگزر کیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے' پھر وہ

Marfat.com

اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ

لوگ ان ہی سوالات کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے ○ اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ

وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى

اور نہ وصیلہ اور نہ حامی مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں ، اور

اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

ان میں اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس دین

اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول (کی شریعت) کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

باپ اور دادا کو پایا خواہ ان کے باپ دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں' اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی' اللہ نے ان سے درگزر کیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے۔ (المائدہ: ۱۰۱)

نبی ﷺ سے سوالات کرنے کے متعلق احادیث

لوگ نبی ﷺ سے بکثرت سوال کرتے تھے' ان میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی۔ مسلمان تو امر واقع کو دریافت کرنے کے لیے سوال کرتے تھے' اور منافق امتحاناً' استہزاءً اور عناداً سوال کرتے تھے' کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کوئی پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے اس جیسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: کہ اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور بلند آواز سے رونے لگے' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ فلاں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی' ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۲۱' صحیح مسلم' فضائل' ۱۳۴' (۲۳۵۹) ۶۰۰۴' سنن ترمذی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۰۶۷' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاءً سوال کرتے تھے' کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون

Marfat.com

ہے؟ کوئی کہتا میری اونٹنی گم ہو گئی' وہ اونٹنی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۲۲)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی ﷺ سے سوالات کیے' حتیٰ کہ بہت زیادہ سوال کیے تو ایک دن نبی ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا' میں دائیں اور بائیں دیکھ رہا تھا' اس وقت ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے ہوئے رو رہا تھا' ایک شخص کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تھا تو لوگ اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتے تھے' وہ کہنے لگا اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے' پھر حضرت عمر نے کہا ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں' اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (ﷺ) کو رسول مان کر' ہم برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں' نبی ﷺ نے فرمایا میں نے آج کی طرح خیر و شر کو نہیں دیکھا! میرے سامنے جنت اور دوزخ کی تصویر کو پیش کیا گیا' حتیٰ کہ میں نے ان کو اس دیوار کے پاس دیکھا۔ قتادہ اس حدیث کا اس آیت کو پڑھتے وقت ذکر کرتے تھے: "اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو......"

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۰۸۹' صحیح مسلم' فضائل ۱۳۷' (۲۳۵۹) ۶۰۰۸' مسند احمد' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۲۷۵۶' طبع دار الحدیث' قاہرہ' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۳۶۶۷-۱۲۸۲۰' طبع دار الفکر' بیروت' مسند احمد' ج ۳' ص ۱۷۷' طبع قدیم)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستے کی استطاعت رکھتے ہوں (آل عمران: ۹۷) تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ خاموش رہے' انہوں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ہر سال میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔ (المائدہ: ۱۰۱)

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۶۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۸۸۴' صحیح مسلم' الحج' ۴۱۲' (۱۳۳۷) ۳۱۹۹' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۱۹)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے' درآنحالیکہ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ تھا' آپ منبر پر بیٹھ گئے' ایک شخص نے سوال کیا: میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں' دوسرے نے سوال کیا' میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا حذافہ؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر عرض کیا ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں' اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (ﷺ) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت اور شرک سے تازہ تازہ نکل کر آئے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو اللہ جانتا ہے' پھر نبی ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو......

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات

نبی ﷺ سے جن چیزوں کے متعلق سوال کیے جاتے تھے ان میں سے بعض مخفی ہوتی تھیں' جن کے ظاہر ہونے سے کسی کا پردہ فاش ہو سکتا تھا اور اس کی رسوائی کا خطرہ تھا۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی نے پوچھا تھا: کہ میرے باپ کون ہیں؟

Marfat.com

فرض کیجیے کہ ان کے باپ حذافہ نہ ہوتے کوئی اور ہوتے تو لوگوں میں رسوا ہو جاتے اور ان کی ماں کی ناموس پر دھبہ لگ جاتا' اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہر سال میں حج کرنا فرض ہے' اگر آپ ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور مسلمان محض اس وجہ سے مشکل میں پڑ جاتے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

سلمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی' پنیر اور جنگلی گدھے کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا حلال وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حلال ہے اور حرام وہ ہے' جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت کیا' وہ معاف ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۳۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۶۷)

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں' ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں' ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے' ان میں ملوث نہ ہو اور کچھ اشیاء سے سکوت فرمایا' ان میں تمہارے لیے رخصت ہے' اللہ انہیں بھولا نہیں ہے' تم ان سے بحث نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۲' المستدرک' ج ۲' ص ۱۲۲)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی گئی۔

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۲۸۹' صحیح مسلم' فضائل' ۱۳۲' (۲۳۵۸) ۶۰۰۱' سنن ابو داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے' ان سے اجتناب کرو اور جن کا حکم دیا ہے' ان کو بجا لاؤ جتنی تمہاری استطاعت ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ محض زیادہ سوالات کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (صحیح مسلم' فضائل' ۱۳۰ (۱۳۳۷) ۵۹۹۸)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے محامل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زیر تفسیر آیت اور احادیث مذکورۃ الصدر میں سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے' حالانکہ قرآن مجید کی ایک اور آیت اور ایک حدیث میں سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے سوال کرو۔

(الانبیاء: ۷)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے' ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا' جس سے اس کا سر پھٹ گیا' پھر اس کو احتلام ہو گیا' اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا میرے لیے تیمم کرنے کی رخصت ہے؟ انہوں نے کہا' نہیں' تم پانی کے استعمال پر قادر ہو' تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں۔ سو اس نے غسل کیا اور وہ فوت ہو گیا' جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا انہوں نے اس کو مار ڈالا' اللہ ان کو ہلاک کر دے' جب ان کو مسئلہ کا علم نہیں تھا تو انہوں نے سوال کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ جہالت کی شفا سوال کرنا ہے' اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا' یا وہ اپنے زخم پر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرتا اور باقی جسم پر پانی بہاتا۔

(سنن ابو داؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۳۶' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۷۲' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۳۰' طبع قدیم)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا امتحان لینے کے لیے یا آپ سے استہزاء کے طور پر سوال کرنے سے ان کو منع کیا گیا تھا' یا جس عبادت کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم نہیں دیا تھا' نہ اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا تھا' اس کے متعلق سوال کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمایا تھا' یا جس چیز سے کسی کی پردہ دری ہوتی ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے منع فرمایا تھا' لیکن جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو اور اس کا وجوب ثابت ہو چکا ہو' اس کی وضاحت کے متعلق سوال کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس آیت کے آخری حصہ میں فرمایا: اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو گا تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائے گی۔ (المائدہ: ۱۰۱)

اثناء وحی میں جو حکم مجمل ہو اس کی وضاحت کے لیے سوال کرنا' جو چیز سمجھ میں نہ آئے' اس کو پوچھنا' کسی پیش آمدہ حاجت کے متعلق سوال کرنا' یہ تمام سوالات جائز ہیں اور قرآن مجید اور احادیث میں ان کی بہت نظائر ہیں۔

آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی' اور جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت بیان فرمائی اور حاملہ کی عدت بیان فرمائی اور اس عورت کی عدت بیان نہیں فرمائی جس کو حیض آتا ہو' نہ حمل ٹھہرتا ہو' یعنی وہ بہت بوڑھی ہو' تو صحابہ نے اس کے متعلق سوال کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالّٰٓـِٔیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ (الطلاق: ۴)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو مایوس ہو چکی ہوں اور تمہیں (ان کی عدت کے متعلق) شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

اسی طرح حسب ذیل آیات میں صحابہ کرام کے ان سوالات کا ذکر فرمایا ہے جو وہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے کی وضاحت کے سلسلہ میں کرتے تھے:

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ (البقرہ: ۲۱۵)

وہ آپ سے خرچ کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ تم جو (مال) بھی خرچ کرو تو وہ ماں باپ' قریبی رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے خرچ کرو۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِیۡهِ قُلۡ قِتَالٌ فِیۡهِ کَبِیۡرٌ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَکُفۡرٌۢ بِهٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَکۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَالۡفِتۡنَةُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ۔ (البقرہ: ۲۱۷)

وہ آپ سے ماہ حرام میں قتال کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے اس میں قتل کرنا بڑا گناہ ہے' اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام جانے سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا' اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد کرنا قتل سے زیادہ سخت ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا (البقرہ: ۲۱۹)

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں' اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡیَتٰمٰی قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَیۡرٌ۔ (البقرہ: ۲۲۰)

وہ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی اصلاح زیادہ بہتر ہے۔

Marfat.com

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ...... وہ آپ سے حیض کے حکم کا سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے' پس عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو۔

(البقرہ: ۲۲۲)

قرآن مجید میں اس طرح کے سوالات کی پندرہ آیتیں ہیں' جن میں سے بارہ آیتوں میں صحابہ کرام کے سوالات ہیں' ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں' کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لیے' کسی شرعی حکم کی وضاحت کے لیے' اور کسی اشتباہ کو دور کرنے کے لیے سوال جائز ہے' احادیث میں بھی اس کی بہت نظائر ہیں۔

آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث

نبی ﷺ سے صحابہ کرام امور مستقبلہ کے متعلق بھی سوال کرتے تھے۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک مجلس میں نبی ﷺ صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے' کہ ایک اعرابی نے آپ کی حدیث کے دوران سوال کیا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے اپنی حدیث جاری رکھی' پھر سائل کو متوجہ کر کے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا' اس نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

صحابہ کرام کسی پیش آمدہ مسئلہ اور حادثہ میں آپ ﷺ سے سوال کرتے تھے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے ٹھہر گئے' لوگ آپ سے سوال کر رہے تھے' ایک شخص نے کہا مجھے پتا نہیں چلا اور میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا' آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں (اب) ذبح کر لو ایک اور شخص نے کہا کہ مجھے پتا نہیں چلا میں نے رمی سے پہلے نحر کر لیا۔ آپ نے فرمایا اب رمی کر لو' کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کیا گیا جس کو مقدم یا موخر کیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح بخاری' ج ۱' رقم الحدیث' ۸۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک تقدیم تاخیر میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے دم لازم آتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے اسی طرح مروی ہے' اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس سے آخرت میں حرج یعنی گناہ نہیں ہوگا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو اہاب کی بیٹی سے شادی کی' ایک عورت نے ان سے کہا: میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے' حضرت عقبہ نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے پہلے مجھے بتایا تھا' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس سے الگ کیوں نہیں ہوتے؟ جبکہ یہ کہا گیا ہے' تو عقبہ اس عورت سے الگ ہو گئے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۸' بیروت)

آپ کا یہ ارشاد بطور استحباب ہے' ورنہ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' ثبوت رضاعت کے لیے دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آتی تھی' میں نے حضرت مقداد سے کہا: کہ وہ اس کے متعلق سوال کریں' انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۲' بیروت)

Marfat.com

خواتین آپ سے عورتوں کے خصوصی مسائل دریافت کرتی تھیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا' کیا عورتوں پر بھی احتلام کی وجہ سے غسل فرض ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے میں اپنے منہ کو چھپا کر کہا: یا رسول اللہ! عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں! پھر بچہ کس وجہ سے اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۰' بیروت)

قرآن مجید کی کسی اصطلاح کے متعلق بھی صحابہ آپ سے سوال کرتے تھے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتال کرنے کی کیا تعریف ہے؟ ہم میں سے کوئی شخص غضب کی وجہ سے قتال کرتا ہے' کوئی گروہی تعصب کی وجہ سے قتال کرتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سر اٹھایا' اس وقت وہ شخص کھڑا ہوا تھا' آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال کیا' وہی اللہ عزوجل کی راہ میں قتال کرتا ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۳' مطبوعہ بیروت)

بعض اوقات صحابہ آپ کی حدیث کے معارضہ میں قرآن مجید کی آیت پیش کرتے' پھر آپ اس کا جواب دیتے تھے:

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی آپ سے کوئی حدیث سنتیں اور آپ اس کے مطلب کو نہ پہنچتیں تو آپ سے رجوع کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا اللہ یہ نہیں فرماتا اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا۔ (الانشقاق' ۸) آپ نے فرمایا اس آیت میں حساب کا پیش کرنا مراد ہے' لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا' وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۳' مطبوعہ بیروت)

مشکل سوالات اور بجھارت ڈالنے کی ممانعت

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہیلیوں اور بجھارتوں کے ڈالنے سے منع فرمایا' کسی کو ساکت اور عاجز کرنے کے قصد سے اس پر بجھارت ڈالنا منع ہے' اور شاگردوں کا امتحان لینے کے لیے بجھارت ڈالنا جائز ہے' خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے' بتاؤ وہ کون سا درخت ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۲)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے سوالات کیے تو انہوں نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے افضل کوئی قوم نہیں دیکھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیرہ سوالات کیے جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ وہ تیرہ سوالات یہ ہیں:

(۱) واذا سالک عبادی عنی۔ (۲) یسئلونک عن الاھلۃ (۳) یسئلونک ماذا ینفقون (۴) یسئلونک عن الشھر الحرام (۵) یسئلونک عن الخمر و المیسر (۶) ویسئلونک عن الیتامی (۷) ویسئلونک ماذا ینفقون (۸) و یسئلونک عن

Marfat.com

المحیض- یہ آٹھ سوالات سورۃ البقرۃ میں ہیں- (۹) یسئلونک ماذا احل لھم- (المائدہ) (۱۰) یسئلونک عن الساعۃ- (الاعراف) (۱۱) یسئلونک عن الانفال- (الانفال) (۱۲) یسئلونک عن الجبال-

تحقیق یہ ہے کہ صرف بارہ سوالات صحابہ نے کیے تھے' قرآن مجید میں یسئلونک کے صیغہ سے باقی جو سوال ہیں' وہ یہود اور مشرکین کے ہیں- طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کے متعلق سوال کرے جو نہیں ہے' کیونکہ جو چیز بھی ہونے والی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

(جامع بیان العلم و فضلہ' ج ۲' ص ۱۴۲' ملخصا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سوالات کرنے کے جائز اور ناجائز مواقع

بہرحال! اب حصول علم کے لیے شرعی سوالات کا کرنا جائز ہے' کیونکہ اب یہ خوف نہیں کہ کسی کے سوال کرنے کی وجہ سے کسی شے کی حرمت نازل ہو جائے گی' حلال و حرام احکام نازل ہونے کا معاملہ وحی پر موقوف ہے' اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو چکا ہے۔ پس اگر کوئی شخص پیش آمدہ مسئلہ میں یا کسی نئے حادثہ میں یا کسی غیر منصوص صورت نازلہ میں کسی مسئلہ کا حل دریافت کرنے کے لیے علماء سے سوال کرتا ہے تو اس کا یہ سوال کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے' اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے سوال کرو۔ (الانبیاء: ۷) اور نبی ﷺ نے فرمایا جہالت کی شفا سوال کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۶) اور جو شخص کسی پر اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کے لیے سوال کرے' تاکہ اس کو جواب نہ آئے اور وہ عاجز ہو جائے یا جو شخص محض ضد اور ہٹ دھرمی کے لیے سوال کرے یا جو شخص عناداً سوال کرے' سو ایسے سوال ناجائز ہیں' خواہ کم ہوں یا زیادہ' البتہ علماء کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کرنے کے لیے جو سوال کرتے ہیں اور مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں' وہ جائز ہے۔ اسی طرح کسی کی دلیل پر نقض وارد کرنا اور مسلمات بین الفریقین سے معارضہ کرنا بھی جائز ہے اور احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مناظرہ کرنا بھی جائز ہے' تاہم مناظرہ میں فریق مخالف کو حکمت کے ساتھ کسی کفریہ کلمہ سے بچانا چاہیے' اور اگر یہ چاہے کہ وہ کوئی کفریہ کلمہ کہے اور میں اس کی تکفیر کروں تو یہ خود کفر ہے اور اگر یہ چاہے کہ وہ دین میں کوئی ناروا بات کہے اور میں اس کی مذمت کروں تو یہ حرام ہے' بلکہ یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں دلائل پیش کر کے حکمت کے ساتھ فریق مخالف کو حق کا قائل کر لوں' نہ یہ کہ اس کو مناظرہ میں شکست دوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے' پھر وہ لوگ انہی سوالات کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے۔ (المائدہ: ۱۰۲)

کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے پچھلی امتوں کا ہلاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ تم سے پہلی قوموں نے اپنے نبیوں سے چند فرمائشی معجزات کا سوال کیا تھا' جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کو پورا کر دیا اور ان نبیوں کو وہ معجزات عطا فرما دیئے تو وہ ان نبیوں پر ایمان لانے کی بجائے اپنے انکار اور کفر میں پختہ ہو گئے' جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کا سوال کیا تھا' اور جب وہ اونٹنی آ گئی تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یہ سوال کیا تھا کہ ان پر آسمان سے دسترخوان نازل کیا جائے' اور جب ان پر دسترخوان نازل کر دیا گیا تو وہ کفر میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے نبی ﷺ کی وساطت سے اور ان کی زبان سے تنبیہ کی ہے کہ وہ سوالات کرنے کے معاملہ میں اپنے سے پہلی امتوں کے راستہ پر نہ چل پڑیں' اس لیے فرمایا کہ تم فرمائشی

Marfat.com

معجزات کا سوال نہ کرو' نہ کسی کا پوشیدہ راز معلوم کرو' اور جو چیز تم پر فرض یا حرام نہیں کی گئی اس کا سوال نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا بیان کیا جائے تو تم کو ناگوار ہو یا تم کسی دشواری میں پڑ جاؤ۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے' ان سے اجتناب کرو' اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے' ان کو بجالاؤ' جتنی تمہاری استطاعت ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ محض زیادہ سوالات کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ (صحیح مسلم' فضائل' ۱۳۰' (۱۳۳۷) ۵۹۹۸)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے لیے جو چیزیں چھوڑی ہیں' تم بھی ان کو چھوڑ دو' تم سے پہلے لوگ اپنے سوالوں کی وجہ سے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے' پس جب میں تم کو کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے اجتناب کرو' اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بجالاؤ' اپنی استطاعت کے مطابق۔

(صحیح بخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۲۸۸' صحیح مسلم' الحج' ۴۱۲' (۱۳۳۷) ۳۱۹۹' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۸' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۱۹' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱-۲۰-۱۹-۱۸' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۷۳۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی' مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (المائدہ: ۱۰۳)

اس سے پہلی آیتوں میں کثرت سوال سے منع فرمایا تھا' مبادا کوئی چیز حرام نہ ہو اور تمہارے سوال کی وجہ سے حرام کر دی جائے' اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ مشرکوں نے از خود بعض جانوروں کو حرام کر لیا تھا' اللہ نے ان کو حرام نہیں کیا' وہ بدستور حلال ہیں' سو جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کیا ہو' اس کو حرام قرار دے کر شریعت سازی نہ کرو۔

البحیرہ کا معنی

بحر کے معنی وسعت ہے' جب کسی اونٹنی کے کان کو بہت لمبا چیر دیا جائے تو اسے بحیرہ کہتے ہیں' جب کوئی اونٹنی دس بچے جنتی تو وہ اس کے کان چیر کر اس کو آزاد چھوڑ دیتے' اس پر سواری کی جاتی نہ اس پر سامان لادا جاتا۔

(المفردات' ص ۳۷' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

مسروق نے بیان کیا کہ جب اونٹنی کے پانچ یا سات بچے ہو جاتے تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور کہتے یہ بحیرہ ہے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے تو وہ پانچویں بچے کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو اس اونٹنی کو ذبح کر دیتے اور اس کو صرف مرد کھاتے' اور اگر وہ بچہ مردہ ہوتا تو اس اونٹنی میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے اور اگر پانچویں بار اونٹنی مونث کو جنم دیتی تو اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا' اس کا دودھ دوہا جاتا نہ اس پر سواری کی جاتی' نہ اس کے بالوں کو حاصل کیا جاتا اور نہ اس کو ذبح کیا جاتا۔ (جامع البیان جز ۷' ص ۱۲۲' ۱۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

السائبہ کا معنی

جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لے تو اس کو چراگاہ میں چھوڑ دیا جاتا تھا' اور اس کو پانی اور چارے سے منع نہیں کیا جاتا تھا' اس کو سائبہ کہتے تھے۔ (المفردات' ص ۲۴۶' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

Marfat.com

شعبی نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اونٹنیوں اور بکریوں کو اپنے بتوں کے پاس ذبح کے لیے چھوڑ دیتے تھے' وہ لوگوں کی بکریوں کے ساتھ خلط ملط ہو جاتیں' ان کا دودھ صرف مرد دوہتے تھے' اور جب ان میں سے کوئی مرجاتی تو مرد اور عورت دونوں اس کا گوشت کھاتے تھے۔ یہ سائبہ کی تفسیر ہے۔

سدی نے سائبہ کی تفسیر میں بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی شخص کا مال بہت زیادہ ہو جاتا' یا وہ کسی بیماری سے شفایاب ہو جاتا یا کسی سفر سے کامیاب لوٹتا تو وہ اپنی کسی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیتا' کوئی شخص اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

ابن المسیب نے کہا جس اونٹنی کو وہ بتوں کے لیے چھوڑ دیتے وہ سائبہ کہلاتی۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۲۳-۱۲۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کی بتوں کے لیے نذر مانی جاتی اور اس کو بتوں کے خدام اور محافظوں کے سپرد کر دیا جاتا۔ وہ جہاں چاہتی' چرتی اس پر سامان لادا جاتا نہ اس کا اون کاٹا جاتا' اور نہ اس کا دودھ دوہا جاتا' البتہ مہمان مستثنیٰ تھا۔

(التفسیر المنیر' جز ۷' ص ۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

الوصیلہ کا معنی

جب کسی شخص کی بکری نر اور مادہ دو بچے جنتی' تو کہتے کہ یہ بکری اپنے بھائی سے واصل ہو گئی ہے' پھر اس مادہ بچے کی وجہ سے نر بچے کو بھی ذبح نہیں کرتے تھے' اس بکری کو مشرکین زمانہ جاہلیت میں "الوصیلہ" کہتے تھے۔

(المفردات' ص ۵۵' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علقمہ نے الوصیلہ کی تعریف میں کہا: جب اونٹنی صرف نر بچے کو جنم دیتی تو اس اونٹنی کو مرد کھاتے تھے' اور جب ایک ساتھ نر اور مادہ کو جنتی تو کہتے یہ اونٹنی اپنے بھائی کے ساتھ واصل ہو گئی ہے' پھر ان دونوں کو نہیں کھاتے تھے' اور جب نر مرجاتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے' گویا نر کے ساتھ پیدا ہونے والی اونٹنی وصیلہ تھی۔

ابن المسیب نے بیان کیا کہ وصیلہ وہ اونٹنی تھی جو پہلی بار مادہ کو جنم دے' دوسری بار پھر مادہ کو جنم دے' وہ کہتے تھے کہ یہ وصیلہ ہے' دو مادہ اونٹنیوں کے درمیان نر نہیں ہے' اس اونٹنی کو وہ بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۲۳-۱۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الحامی کا معنی

وہ نر جو دس مرتبہ مادہ کو گیابھن کر دے' اس کو حامی کہتے تھے' اس پر سامان لادا جاتا تھا' نہ اس پر سواری کی جاتی تھی۔

(المفردات' ص ۱۳۳-۱۳۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

قتادہ نے کہا جو اونٹ اور اس کا بیٹا دس مرتبہ گیابھن کر دے' وہ حامی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا کہ جس اونٹ کی ضرب سے مسلسل دس اونٹنیاں پیدا ہوں' درمیان میں نر نہ ہو' اس کو حامی کہتے تھے' اس پر سواری کی جاتی' نہ اس پر سامان لادا جاتا' نہ اس کا اون کاٹا جاتا' اس کو پانی اور چراگاہ سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۲۳' ۱۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵)

بحیرہ اور سائبہ وغیرہا کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ دوہنا بتوں کی وجہ سے منع کر دیا جاتا تھا' اور کوئی شخص اس کا

Marfat.com

دودھ نہیں دوہتا تھا، اور سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر کسی چیز کو لادا نہیں جاتا تھا، اور حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا، وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا، اور یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے سائبہ اونٹنیوں کو چھوڑا تھا، اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار اونٹ جنتی ہے اور دوسری بار اونٹنی جنتی ہے، وہ اس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے، بشرطیکہ وہ یکے بعد دیگرے مادہ کو جنم دے اور ان کے درمیان نر نہ ہو، اور حامی نر اونٹ ہے، جو چند معین مرتبہ گیابھن کرے، جب وہ اپنا عدد پورا کرے تو وہ اس اونٹ کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر سامان نہیں لادتے تھے، اور اس کو الحامی کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی، اور میں نے دیکھا کہ عمرو اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا اور یہ پہلا شخص تھا جس نے سائبہ اونٹنیوں کو چھوڑا۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۴۶۲۴-۴۶۲۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری اونٹنیاں پیدا ہوتی ہیں تو ان کے کان سالم ہوتے ہیں، پھر تم استرا لے کر ان کے کان کاٹ ڈالتے ہو، اور کہتے ہو کہ یہ بحیرہ ہے، اور ان کے کان چیر دیتے ہو، اور کہتے ہو کہ یہ حرام ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ کی کلائی بہت سخت ہے اور اس کا استرا بہت تیز ہے اور تمہارا ہر مال جو تمہارے لیے حلال ہے، اس میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی۔

(مسند احمد، ج ۵، رقم الحدیث: ۱۵۸۸۸، سنن کبریٰ للبیھقی، ج ۱۰، ص ۱۰، جامع البیان، جز ۷، ص ۱۱۹-۱۱۸)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو ضرور پہچانتا ہوں جس نے سب سے پہلے سائبہ اونٹنیوں کو چھوڑا اور بتوں کے سامنے ذبح کرنے کے پتھر نصب کیے، اور جس شخص نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کو تبدیل کیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بنو کعب کا بھائی عمرو بن لحی ہے۔ میں نے اس کو دیکھا، وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا، اور اس کی آنتوں کی بدبو سے دوزخیوں کو اذیت پہنچ رہی تھی، اور میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس نے سب سے پہلے بحیرہ کے کان چیرے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بنو مدلج کا ایک شخص ہے جس کی دو اونٹنیاں تھیں، اس نے ان کے کان چیرے اور ان کا دودھ دوہنا اور ان پر سامان لادنا حرام کر دیا، پھر اس کو ضرورت ہوئی تو اس نے ان کا دودھ پیا اور ان کی پشت پر سوار ہوا، میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا، وہ اونٹنیاں اس کو اپنے مونہوں سے بھنبھوڑ رہی تھیں اور اپنے کھروں سے روند رہی تھیں۔ (یہ حدیث مرسل ہے)

(در منثور، ج ۲، ص ۳۳۸، جامع البیان جز ۷، ص ۱۱۸، روح المعانی، جز ۷، ص ۴۴)

ایصالِ ثواب کے لیے نامزد جانوروں کا حلال اور طیب ہونا

اللہ تعالیٰ نے ان چار جانوروں کو حرام نہیں کیا، لیکن زمانہ جاہلیت میں مشرکوں نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی ٹھہرائے، ان کو اپنے بتوں کے لیے نامزد کیا، اور ان سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا، اور یہ محض اللہ پر افتراء ہے، سو ان جانوروں کو جب مسلمان، اللہ کے نام پر ذبح کرے گا تو ان کا کھانا حلال اور طیب ہو گا، اسی طرح قربانی کے لیے جو جانور لوگوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، یہ عبداللہ کی گائے ہے، یہ عبدالرحمن کا بکرا ہے، اور اولیاء اللہ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے جو جانور ان کی طرف

Marfat.com

منسوب کیے جاتے ہیں' کہ مثلاً اس بکرے کو ذبح کر کے اس کے طعام کے صدقہ کے ثواب کو حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ یا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی روح کو پہنچایا جائے گا اور اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ یہ غوث پاک کا بکرا ہے یا یہ داتا صاحب کا بکرا ہے' تو جب اس کو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرے گا تو اس کا گوشت بھی حلال اور طیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس دین کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول (کی شریعت) کی طرف' تو کہتے ہیں۔ ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا' خواہ ان کے باپ اور دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں' نہ ہدایت یافتہ ہوں۔ (المائدہ: ۱۰۴)

بحیرہ وغیرہ کی تحریم کا خلاف عقل ہونا

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے کفار کی تشریع کو رد کر دیا ہے' اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا ہے' اور نہ یہ اس کی سنت ہے اور نہ شریعت میں اس کو عبادت قرار دیا ہے' اور اگر یہ جاہل عقل سے کام لیتے تو اول تو کفر اور شرک نہ کرتے اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کرتے اور ان جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کر کے اور ان سے حصول نفع کو حرام کر کے مزید گمراہ نہ ہوتے' جو پتھر کسی قسم کے نفع اور نقصان پر اصلاً قادر نہیں ہیں' نہ ان کی پکار سن سکتے ہیں' نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں' ان کی پرستش کرنے سے کیا حاصل؟ اور ان جانوروں کو ان کی خاطر حرام کرنے سے کیا فائدہ ہے؟

تقلید مذموم اور تقلید محمود

عقل سے کام لیتے تو بت پرستی نہ کرتے اور نہ بتوں کی خاطر ان جانوروں کو حرام کرتے لیکن وہ بغیر غور و فکر کے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں' حالانکہ ان کے آباؤ اجداد جاہل اور گمراہ تھے اور جاہلوں کی تقلید ضرر محض ہے۔ عقل' علم اور دین کے منافی ہے اور مصلحت کے خلاف ہے' اس آیت میں مطلقاً تقلید کی مذمت نہیں کی' بلکہ ان لوگوں کی تقلید کی مذمت کی ہے جو جاہل اور گمراہ ہوں' اور اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو لوگ عالم اور ہدایت یافتہ ہوں ان کی تقلید جائز اور صحیح ہے' امام رازی نے لکھا ہے کہ ہدایت یافتہ عالم کی تقلید اس وقت صحیح ہے' جب مقلد کو معلوم ہو کہ اس عالم کا قول دلیل اور حجت پر مبنی ہے' اور بوقت ضرورت وہ اس عالم سے دلیل معلوم کر کے بیان کر سکے' اس صورت میں یہ محض اندھی تقلید نہیں ہو گی اور وہ شخص دراصل اسی دلیل کے مطابق عمل کر رہا ہے' اور یہ چیز عقل اور علم کے خلاف نہیں ہے۔

ہر دور میں ان پڑھ عوام اپنے پیش آمدہ مسائل میں علماء اور مفتیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں' اور عالم اور مفتی اس مسئلہ کا جو حل بیان کرتا ہے' اس پر عمل کرتے ہیں' کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے اور بوقت ضرورت وہ دلیل بیان بھی کر دی جاتی ہے' سو درحقیقت وہ شخص قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے مقلد محض نہیں ہے' اور ہدایت یافتہ عالم کا مقلد ہے' جاہل اور گمراہ کا مقلد نہیں ہے' اسی طرح ائمہ اربعہ کے مقلدین ہیں وہ اپنے امام کے قول پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام کا قول ہے' بلکہ اس قول پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے تو درحقیقت وہ قول امام پر عمل نہیں کر رہا' بلکہ قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے اور چونکہ عام آدمی کا علم قرآن اور حدیث کو محیط نہیں ہے اور وہ ان سے مسائل کے استنباط پر قادر نہیں ہے اور قرآن و حدیث سے حاصل شدہ احکام کو اپنے پیش آمدہ مسئلہ پر منطبق کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا' اس لیے اسے کسی قرآن اور حدیث کے متبحر اور ماہر عالم کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے' اس لیے وہ کسی ہدایت یافتہ متبحر اور ماہر عالم دین کی تقلید کرتا ہے اور ائمہ اربعہ ہدایت یافتہ اور قرآن و حدیث کے علوم کے ماہر اور امام تھے۔ سو ان کی تقلید کرنا بالکل جائز' صحیح اور عقل سلیم کے مطابق ہے' ان کے اقوال قرآن و حدیث پر

Marfat.com

مبنی ہیں' یہ دلائل انہوں نے خود بھی بیان کیے اور ان کے متبع علماء نے بھی بیان کیے' اس کے باوجود ان کی نیک نفسی اور علم دیانت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے کہا اگر ہمارا کوئی قول کسی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس قول کو مسترد کردو' اور حدیث پر عمل کرو وہی ہمارا مذہب ہے' سو ان ائمہ کی تقلید کرنا دراصل قرآن و حدیث کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ یہ محض ان کی تقلید نہیں ہے اور نہ ہی اندھی تقلید ہے' کیونکہ ان کے اقوال قرآن و حدیث پر مبنی ہیں اور نہ یہ کسی جاہل اور گمراہ کی تقلید ہے' بلکہ یہ ان کی تقلید ہے جو اپنے اپنے دور میں علم اور ہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے' سو اس آیت سے ائمہ اربعہ کی تقلید پر طعن کرنا علم اور دیانت کے خلاف ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی

اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ضرر نہیں ہوگا، اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے، پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ

رہے تھے ○ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

وصیت کر رہا ہو تو تمہاری شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) اور اگر تم زمین میں

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں)، اگر

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ

تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو، وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم (کسی فائدہ کی وجہ

لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ

سے) اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے اور خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے

اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ

ورنہ ہم سخت گنہ گاروں میں شمار ہوں گے ○ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق

يَقُومٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ

ان گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر

بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

کہیں کہ ہماری شہادت ان دو وصیوں کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا، ورنہ ہمارا شمار ظالموں

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ

میں ہو گا ○ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ

حق ہے یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴/۴

سنو: اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا' اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ (المائدہ: ۱۰۵)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب مشرکین کو اللہ کے دین کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا غرض! ان جاہلوں اور گمراہوں کو اسلام کی طرف بلانے کی مسلمانوں نے پوری کوشش کی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اخروی انعامات کی ترغیب دی۔ اس کے باوجود جب ان جاہلوں نے اپنی جہالت اور گمراہی پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! تم ان کی جہالت اور گمراہی کی پرواہ نہ کرو اور ان کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے رہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے' ان سے اجتناب کرتے رہو۔ اس لیے اس آیت میں فرمایا اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اہل کتاب سے جزیہ قبول کر لیتے تھے اور عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے صرف دو راستے تھے' یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لیے تیار رہیں۔ تب منافقوں نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم بعض کفار سے جزیہ قبول کرتے ہو اور بعض سے قبول نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی ملامت کی پرواہ نہ کرو' مسلمانوں کو اس سے بہت سخت تکلیف ہوتی تھی کہ نبی ﷺ کی بسیار تبلیغ' اس قدر معجزات کے مشاہدہ اور آپ کی اتنی کوششوں کے باوجود یہ کفار کفر کو نہیں چھوڑتے اور اپنی گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو

Marfat.com

مسلمان کرنے کے مکلف نہیں ہو‘ تم صرف اپنی فکر کرو‘ جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی جہالت اور گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہو گا۔ (تفسیر کبیر‘ ج ۴‘ ص ۴۶۱‘ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۳۹۸ھ)

نجات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ضروری ہونا

"تم اپنی فکر کرو" کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو گناہوں کے ارتکاب سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھو اور اپنی آخرت اور عاقبت سنوارنے کی فکر کرو۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرنے دو تم صرف اپنی فکر کرو‘ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی کو نیکی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا واجب نہیں ہے‘ صرف اپنی اصلاح کر لینا کافی ہے۔ حالانکہ یہ معنی قرآن مجید اور احادیث کی دوسری نصوص کے خلاف ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کو نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا‘ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے‘ اس لیے تم اپنی فکر کرو کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو‘ اس کے باوجود اگر لوگ برے کاموں سے باز نہ آئیں تو تم فکر نہ کرو‘ جب تم ہدایت پر ہو‘ نیکی کر رہے ہو اور نیکی کا حکم دے رہے ہو‘ تو کسی کی برائی سے تمہیں ضرر نہیں ہو گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنو اسرائیل میں گناہ بہت بڑھ گئے تو ان کے علماء نے منع کیا‘ وہ باز نہیں آئے۔ وہ علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو اللہ نے ان کے دل بھی ان کی طرح کر دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے ان پر **لعنت کی گئی** کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے‘ پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ (امام ابو داؤد کی روایت میں ہے) تم ان کو ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ظالموں کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق کے مطابق عمل پر مجبور کرنا۔

(سنن ترمذی‘ ج ۵‘ رقم الحدیث: ۳۰۵۸‘ سنن ابو داؤد‘ ج ۴‘ رقم الحدیث: ۴۳۳۶‘ سنن ابن ماجہ‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۴۰۰۶)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو‘ جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہو گا (المائدہ: ۱۰۵) اور تم اس آیت سے غلط مطلب نکالتے ہو اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے‘ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا اور ھشیم کی روایت میں ہے جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہوں پھر نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔

(سنن ابو داؤد‘ ج ۴‘ رقم الحدیث: ۴۳۳۸‘ سنن ترمذی‘ ج ۵‘ رقم الحدیث: ۳۰۶۸‘ سنن کبریٰ للنسائی‘ ج ۶‘ رقم الحدیث: ۱۱۱۵۷‘ سنن ابن ماجہ‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۴۰۰۵)

المائدہ ۷۹-۷۸ کی تفسیر میں ہم نے اس سلسلہ میں بہت احادیث پیش کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو

Marfat.com

تمہاری شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) اور اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کو موت آپہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں) اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم (کسی فائدہ کی وجہ سے) اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے' اور خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے' ورنہ ہم سخت گنہ گاروں میں شمار ہوں گے' پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے' ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے' اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا' یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے' یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی' اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو! اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۱۰۸-۱۰۶)

سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں بنو سہم (عاص بن وائل سہمی کے قبیلہ) میں سے ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر میں) گیا۔ سہمی ایسی جگہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا' جب وہ دونوں سہمی کا ترکہ لے کر آئے تو اس کے ورثاء نے اس میں چاندی کا پیالہ گم پایا جس میں سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان سے حلف لیا' پھر وہ پیالہ مکہ میں پایا گیا اور ان لوگوں نے کہا ہم نے یہ پیالہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر سہمی کے ورثاء میں سے دو شخصوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور یہ پیالہ ان کے ساتھی کا ہے' اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ (المائدہ: ۱۰۸-۱۰۶)

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۷۸۰' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۰۶)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت (المائدہ: ۱۰۶) کے متعلق تمیم داری سے روایت کرتے ہیں' تمیم داری نے کہا وہ اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے' اور اسلام لانے سے پہلے شام کا سفر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار وہ دونوں تجارت کے لیے شام روانہ ہوئے' تو ان کے پاس بنو سہم کے آزاد شدہ غلام بھی تجارت کے مقصد سے آئے' ان کا نام بدیل بن ابی مریم تھا' ان کے پاس چاندی کا ایک پیالہ تھا' وہ اس کو بادشاہ کے پاس لے جانا چاہتے تھے' وہ راستہ میں بیمار ہو گئے۔ انہوں نے ہم دونوں کو وصیت کی اور یہ کہا: ان کا ترکہ ان کے اہل کو پہنچا دیں۔ تمیم نے کہا جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے اس پیالہ پر قبضہ کر لیا' اس کو ہم نے ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر میں نے اور عدی بن بداء نے اس رقم کو آپس میں تقسیم کر لیا' جب ہم بدیل سہمی کے گھر پہنچے تو اس کا باقی ترکہ جو ہمارے پاس تھا' وہ ہم نے اس کے گھر والوں کو دے دیا' انہوں نے اس ترکہ میں پیالہ کو گم پایا' تو ہم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے کہا اس نے اس کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا تھا' اور نہ اس کے سوا اور کوئی چیز ہمیں دی تھی۔

تمیم نے کہا جب میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمان ہو گیا' تو میں نے اس فعل میں گناہ جانا' میں ان کے گھر گیا اور ان کو اصل واقعہ کی خبر دی' اور ان کو پانچ سو درہم واپس کر دیئے' اور ان کو بتایا کہ میرے ساتھی کے پاس بھی اتنے درہم ہیں۔ وہ اس (عدی بن بداء) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے' آپ نے سہمی کے ورثاء سے گواہ طلب کیے' ان کے

Marfat.com

پاس گواہ نہیں تھے۔ پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ عدی بن بداء سے قسم طلب کریں جو ان کے دین میں سب سے بڑی قسم ہو' اس نے قسم کھالی' تب یہ آیت نازل ہوئی (المائدہ: ۱۰۸-۱۰۶) پھر عمرو بن العاص اور ایک اور شخص نے (ورثاء سہمی کے موقف پر اور عدی کے خلاف) قسم کھائی تو عدی بن بداء سے پانچ سو درھم وصول کیے گئے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ (سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۷۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

سفر میں وصیت کرنے اور غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل

ان آیتوں میں سفر اور حضر میں وصیت کرنے پر ترغیب دی گئی ہے' وصیت کے ثبوت اور اس کو نافذ کرنے کے لیے گواہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے' اور یہ کہ ضرورت یا حاجت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے دو شخص گواہ ہوں اس کا معنی ہے تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' شریح' ابن سیرین اور شعبی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی یہی مختار ہے۔ پھر فرمایا ہے اور سفر میں غیروں میں سے ہی دو گواہ بنا لیے جائیں حضرت ابن مسعود' حضرت عباس اور دیگر مذکور الصدر فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو لوگ تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں' یعنی اہل کتاب میں سے ہوں' اور حسن اور عکرمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنا لیا جائے' تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت محکمہ اور غیر منسوخ ہے یا یہ کہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ حضرت ابن عباس' ابن المسیب' ابن جبیر' ابن سیرین' قتادہ' شعبی' ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوئی:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) اور اپنوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ بناؤ۔

زید بن اسلم' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے' انہوں نے کہا کہ اہل کفر عادل (نیک) نہیں ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے مواقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے۔ جیسے حیض' نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(زاد المسیر' ج ۲' ص ۴۴۷-۴۴۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

سفر میں وصیت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء کے نزدیک مسلمانوں کے معاملات میں کفار کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے' اور اس آیت میں جو غیروں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس آیت میں غیروں سے مراد غیر مسلم ہو تو پھر یہ آیت واشھدوا ذوی عدل منکم سے منسوخ ہے اور یا اس آیت سے منسوخ ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ: ۲۸۲) اور اپنے (مسلمان) مردوں میں سے دو گواہ بنا لو' اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ ذمی یا اہل کتاب شرعاً غیر پسندیدہ ہیں' سو یہ آیت سورۂ مائدہ کی زیر تفسیر آیت کے لیے ناسخ ہے۔ اور ماضی میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کی اجازت دی گئی' کیونکہ اس وقت مسلمان صرف مدینہ میں تھے اور آج کے دور میں تو ہر جگہ مسلمان موجود ہیں' اس لیے کفار کی شہادت ساقط ہو جائے گی' اس لیے اب مسلمانوں کا کافروں کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ شریح سے روایت کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو صرف سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے' اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۱۴۲) امام احمد بن حنبل سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور وہ اس میں منفرد ہیں۔ ائمہ ثلاثہ نے ان سے اختلاف کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل ذمہ کی گواہی جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۱۴۴) اور امام طحاوی نے ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان شخص دقوقا میں فوت ہو گیا اور اس کو مسلمانوں میں سے کوئی شخص نہیں ملا جس کو وہ اپنی وصیت پر گواہ بناتا' تو اس نے دو اہل کتاب عیسائیوں کو گواہ بنا لیا' وہ دونوں کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ کے پاس آئے' حضرت ابو موسیٰ نے کہا نبی ﷺ کے عہد کے بعد اس طرح نہیں ہوتا تھا' پھر عصر کے بعد ان دونوں سے حلف لیا کہ انہوں نے خیانت کی ہے' نہ جھوٹ بولا ہے' نہ وصیت میں کوئی تبدیلی کی ہے' پھر ان کی شہادت کو نافذ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۰۵' جامع البیان' جز ۷' ص ۱۴۳) امام طحاوی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) تھی اور میرے علم کے مطابق صحابہ میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی ہے' اور اکثر فقہاء تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے' اور نحاس نے ذکر کیا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور کسی حال میں کافر کی شہادت جائز نہیں ہے' جس طرح فاسق کی شہادت جائز نہیں ہے۔ وہ زید بن اسلم' امام شافعی اور نعمان (امام ابو حنیفہ) ہیں۔ البتہ! امام ابو حنیفہ نے کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز کہا ہے۔ (عمدۃ القاری' ج ۱۴' ص ۴۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

اہل ذمہ کی آپس میں گواہی کے جواز پر امام ابو حنیفہ کے دلائل

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے' اور مسلمانوں کے خلاف ان کی گواہی جائز نہیں ہے' کیونکہ شہادت کی تمام آیات اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے مسلمانوں کے متعلق ہیں' اور کافروں کی گواہی ایک دوسرے کے متعلق قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ — اور کافر ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

(الانفال: ۷۳)

قرآن مجید نے کافروں کی ایک دوسرے پر ولایت ثابت کی ہے اور ولایت شہادت سے اعلیٰ درجہ ہے اور حدیث میں بھی اہل کتاب کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کا ثبوت ہے۔ امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود ایک مرد اور عورت کو لے کر آئے' جنہوں نے زنا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم میرے پاس ایسے دو مردوں کو لے کر آؤ جو تمہارے سب سے بڑے عالم ہوں' وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لے کر آئے۔ آپ نے ان کو قسم دی کہ یہ بتاؤ کہ تورات میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے کہا تورات میں یہ مذکور ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے مرد کے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلائی سرمہ دانی میں

Marfat.com

ہوتی ہے تو ان دونوں کو رجم کر دیا جائے گا' آپ نے فرمایا پھر تم کو انہیں رجم کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا ہماری سلطنت (اقتدار) چلی گئی' تو پھر ہم نے قتل کرنے کو ناپسند جانا' پھر رسول اللہ ﷺ نے گواہوں کو بلایا' سو چار گواہ آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ انہوں نے اس مرد کے آلہ کو اس عورت کے اندام نہانی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے' تب نبی ﷺ نے ان کو رجم (سنگسار) کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۴۵۲' سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۰۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل کتاب کی اہل کتاب کے خلاف شہادت جائز ہے' ایک اور حدیث سے بھی یہ بات مفہوماً نکلتی ہے۔

امام علی بن عمر دار قطنی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ملت والے دوسری ملت والوں کے وارث نہیں ہوتے اور ایک ملت والوں کی دوسری ملت والوں کے خلاف شہادت جائز نہیں ہے۔ ماسوا میری امت کے' کیونکہ ان کی شہادت دوسروں کے خلاف جائز ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۶۸' المعجم الاوسط للطبرانی' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۴۳۰' مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۲۰۱)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ملت کے افراد کی اپنی ملت والوں کے خلاف شہادت جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قبول کی جائے گی' خواہ ان کی ملتیں مختلف ہوں۔ (مثلاً یہود کی گواہی نصاریٰ کے خلاف مقبول ہوگی) امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ یہ فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: والکافرون هم الفاسقون (قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے' یہ صاحب ہدایہ کا تسامح ہے۔ البتہ اس معنی میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک هم الفاسقون (النور: ۵۵)

اس لیے ان کی خبر پر توقف کرنا واجب ہے' اسی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور وہ بہ منزلہ مرتد ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نصاریٰ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز ان کو اپنے اوپر اور اپنے چھوٹے بچوں کے اوپر ولایت حاصل ہے۔ لہٰذا ان کو اس کی جنس پر شہادت کا حق بھی حاصل ہوگا' اور فسق اعتقادی شہادت کو قبول کرنے سے مانع نہیں ہے' کیونکہ وہ اپنے دین میں جس چیز کو حرام اعتقاد کرتے ہیں' اس سے اجتناب کرتے ہیں اور جھوٹ بولنا تمام ادیان میں حرام ہے۔ اس لیے وہ جھوٹی گواہی نہیں دیں گے اور ان کو مرتد پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ مرتد کو کسی پر بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی' اور ذمیوں کی گواہی مسلمانوں کے خلاف اس لیے مقبول نہیں ہے کہ ذمیوں کو مسلمانوں پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

لَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا (النساء: ۱۴۱) اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا کوئی راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔

اور چونکہ کافر مسلمان سے دشمنی رکھتا ہے اور دار اسلام میں اس سے مغلوب ہے' اس لیے وہ اس پر غلبہ پانے کے لیے جھوٹ بولے گا اور کفر کی ملتیں ہرچند کہ مختلف ہیں' لیکن دار اسلام میں وہ ایک دوسرے سے مغلوب نہیں ہیں' اس لیے ان میں باہم دشمنی نہیں ہوگی' جو ان کو جھوٹی گواہی پر اکسائے اور حربی مستامن (جو کافر پاسپورٹ لے کر ہمارے ملک میں آئے) کی گواہی

Marfat.com

ذمی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور جو کافر الگ الگ ملکوں میں رہتے ہیں' ان کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی۔ (ہدایہ اخیرین' ص ۱۶۳' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

اور اس سے پہلے جو ہم نے حدیث ذکر کی ہے کہ ایک ملت والوں کی گواہی دوسری ملت والوں کے خلاف قبول نہیں ہوگی اس سے مراد دو مختلف ملکوں میں رہنے والے کافر ہیں' اور جو مختلف ملتوں والے ایک ملک کے کافر ہمارے ملک میں پاسپورٹ لے کر آئیں' ان کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی' کیونکہ یہاں وہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہیں اور ان میں باہم دشمنی نہیں ہے' جو ان کو ایک دوسرے کے خلاف جھوٹی گواہی پر ابھارے۔ البتہ! مستامن کی شہادت ذمی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور نہ مختلف ملکوں میں رہنے والے کافروں کی شہادت ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی۔

(ہدایہ اخیرین' ص ۱۶۳)

امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب

فقہاء مالکیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک اہل ذمہ کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے' مسلمان کے خلاف' نہ اہل کتاب کے خلاف۔ اس لیے علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اس آیت (المائدہ: ۱۰۸-۱۰۶) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت جائز ہے' کیونکہ او اخران من غیرکم کا معنی ہے "یا ان کو گواہ بناؤ جو دین میں تمہارے غیر ہیں" اور جب اہل ذمہ کو مسلمان گواہ بنا سکتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بطریق اولیٰ گواہ بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک تو مسلمانوں کا اہل ذمہ کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور تمہارے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے' اس لیے تمہارا یہ استدلال جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عبارت النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ کو مسلمانوں کے خلاف گواہ بنانا جائز ہے اور بہ طریق تنبیہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب کی آپس میں گواہی بھی جائز ہے' کیونکہ جب ان کی شہادت مسلمانوں کے خلاف جائز ہے تو اپنی ملت والوں کے خلاف بہ طریق اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر جب دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی شہادت باطل ہے' تو آپس میں ان کی شہادت کا جواز اپنے حال پر باقی رہا' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے' کیونکہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جائز ہونا اس مسئلہ کی فرع ہے کہ اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت جائز ہو اور جب اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت باطل ہوگی جو اصل تھی' تو جو اس کی فرع ہے یعنی اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جواز وہ بہ طریق اولیٰ باطل ہو جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۶' ص ۲۶۹-۲۷۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی اس عالمانہ بحث کی متانت سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ نے اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کے جواز پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا' بلکہ ان کا استدلال اس آیت سے ہے والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض (الانفال: ۷۳) یہ آیت اور اس کے علاوہ دو حدیثیں جن سے امام اعظم نے استدلال کیا ہے' ہم اس سے متصل پہلے عنوان میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اہل ذمہ آپس میں خرید و فروخت کرتے ہیں' اجرت اور قرض کا لین دین کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ زیادتی بھی کرتا ہے' مثلاً قتل کرتا ہے یا زخمی کرتا ہے اور ان میں دیگر جرائم بھی ہوتے ہیں اور باہمی تنازعات بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ اپنے مقدمات مسلمان حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں' اگر ان کے معاملات' جرائم اور تنازعات میں ان کی اپنی شہادت قبول نہ ہو تو ان کے حقوق معطل ہو جائیں گے۔ ہمارے ملک میں ان کو انصاف نہیں مل سکے گا

Marfat.com

اور ظلم اور فساد کا غلبہ ہوگا' اور یہ اسلام کے منشاء کے خلاف ہے' اس لیے ضرورت کا یہ تقاضا ہے کہ دارالاسلام میں اہل ذمہ میں ایک دوسرے کے متعلق شہادت کو قبول کیا جائے اور اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کا موقف ہی قرآن مجید' احادیث اور عقل سلیم کے مطابق ہے۔

ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا جواز

بعض اوقات سفر میں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو وصیت کے وقت کوئی مسلمان گواہ میسر نہ ہو' تو اب اگر مسلمانوں کے معاملات میں اہل کتاب کی شہادت بالکل میسر نہ ہو تو بعض مواقع پر مسلمانوں کے حقوق معطل ہو جائیں گے۔ اس لیے جہاں ایسی صورت ہو وہاں کسی غیر مسلم سے اس کے مذہب کے مطابق قسم لے کر امام احمد بن حنبل کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اس کو گواہ بنالیا جائے' تو اس کی گنجائش ہے' کیونکہ اس آیت کا منسوخ ہونا متفق علیہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس' ابن المسیب' ابن جبیر' ابن سیرین' قتادہ' شعبی' ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور منسوخ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایسی صورت میں کسی غیر مسلم کو اس کے مذہب کے مطابق قسم لے کر گواہ بنالیا جائے' تو یہ ظاہر قرآن کے بھی مطابق ہے اور اس میں آسانی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کا بھی تحفظ ہے۔

شک اور شبہ کی بناء پر ملزم یا متہم کو قید میں رکھنے کا جواز

اس آیت میں فرمایا ہے:

اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص پر کسی قسم کا شبہ ہو اس کو روکنا اور قید کرنا جائز ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو تہمت کی بناء پر قید کر لیا۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے' بعد میں اس کو رہا کر دیا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۳۰' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۲۲' سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۸۹۱)

علامہ احمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

قید کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ بطور سزا کے قید کرنا اور بطور تفتیش کے قید کرنا اور بطور سزا کے اس وقت قید کیا جائے گا جب اس پر کوئی حق واجب ہو گا یا جرم ثابت ہو گا' اور جس شخص کو تہمت کی بناء پر قید کیا جائے گا تو اس کی تفتیش کی جائے گی اور حدیث میں ہے' نبی ﷺ نے ایک شخص کو دن کے تھوڑے وقت کے لیے قید کیا' پھر اس کو رہا کر دیا۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد' ج ۵' ص ۲۴۷' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عبداللہ حزاری بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ کلاعیین کے لوگوں کی چوری ہو گئی' انہوں نے حاکہ کے کچھ لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی' وہ لوگ نبی ﷺ کے صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' حضرت نعمان نے حاکہ کے لوگوں کو چند روز قید رکھا' پھر ان کو رہا کر دیا۔ کلاعیین حضرت نعمان کے پاس گئے اور کہا' آپ نے ان لوگوں کو بغیر مارے پیٹے اور بغیر امتحان لیے رہا کر دیا۔ حضرت نعمان نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں ان کو مار لگاؤں' پھر اگر تمہارا سامان نکل آیا تو فبہا' ورنہ میں تمہاری پشت پر اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے ان کو لگائے ہوں گے۔ انہوں نے کہا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ حضرت نعمان نے کہا یہ اللہ کا حکم ہے

Marfat.com

اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔

امام ابو داؤد نے کہا اعتراف سے پہلے کسی کو مارنا جائز نہیں ہے۔

(سنن ابو داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۳۸۲' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۸۸۹)

ہمارے ملک میں محض شبہ کی بنا پر کسی شخص کو حوالات میں اتنی مار لگائی جاتی ہے کہ وہ مار سے بچنے کے لیے اپنے ناکردہ جرائم کا اعتراف کرلیتا ہے' یہ اسلام کے خلاف ہے۔ علامہ سندی نے لکھا ہے کہ تہمت اور شبہ کی بناء پر کسی کو قید کرنا جائز ہے۔

مجرموں کو قید میں رکھنے کا جواز

مجرموں کو قید میں رکھنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی' وہ ایک شخص کو گرفتار کرکے لائے جس کا نام ثمامہ بن آثال تھا' صحابہ نے اس کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا اے محمد! میرا نیک خیال ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو آپ ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مجھ سے سوال کریں' اس کو اسی طرح رکھا گیا۔ آپ نے دوسرے دن پھر اس سے فرمایا: اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں نے آپ سے کہا تھا' اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے' اس کو پھر اسی طرح رکھا گیا۔ تیسرے دن آپ نے پھر اس سے سوال کیا: اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو' پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہنے لگا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ اے محمد! ﷺ بخدا! (پہلے) تمام روئے زمین پر مجھے آپ کا چہرہ سب سے زیادہ برا لگتا تھا' اور اب آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے' اور بخدا! میں پہلے سب سے زیادہ آپ کے دین سے بغض رکھتا تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' اور پہلے میں آپ کے شہر سے سب سے زیادہ بغض رکھتا تھا اور اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کرلیا تھا' اور اب میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں' آپ کی کیا رائے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا' جب وہ مکہ میں پہنچا تو اس سے کسی شخص نے کہا کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! بخدا! میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہوگیا ہوں' بخدا! تمہارے پاس اب یمامہ سے اس وقت تک گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچے گا' جب تک کہ نبی ﷺ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۳۷۲' سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۷۹' صحیح مسلم' جہاد' ۵۹' (۱۷۶۴) ۴۵۰۸' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۹' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۵۲' ج ۳' ص ۸۲' طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے تین دن ثمامہ بن آثال کو قید رکھا اور یہ حدیث مجرموں کو قید میں رکھنے کی اصل ہے۔

نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق احادیث

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

ہرماس بن حبیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس اپنے مقروض کو لے کر آیا' آپ نے فرمایا اس کو قید کر لو' پھر مجھ سے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں نادہندہ مقروض کو قید میں رکھنے کی دلیل ہے۔

عمرو بن الشرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا متمول آدمی کی (قرض واپس کرنے میں) سستی اور تاخیر اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتی ہے۔

امام ابن المبارک نے کہا کہ عزت کو حلال کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے سختی اور درشت کلام کے ساتھ تقاضا کیا جائے اور سزا حلال کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔ (علامہ نووی اور علامہ سندی نے بھی یہی تشریح کی ہے)

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۲۸' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۷۰۴-۴۷۰۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۲۷' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۹۶۸' طبع جدید' دار الفکر' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۸۹-۳۸۸-۲۲۲' طبع قدیم' امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ کتاب الاستقراض' باب ۱۳)

نیز امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ قاضی شریح مقروض کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

(کتاب الصلوۃ' باب ۷۶)

نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تنگ دست اور غریب مقروض کو عدم ادائیگی پر قید نہیں کیا جائے گا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سزا کو جائز کہا ہے جو ادائیگی پر قادر ہو اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی شریح کا نظریہ یہ تھا کہ متمول اور تنگ دست دونوں کو قید کر دیا جائے' اصحاب رائے کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (فقہاء احناف کا یہ نظریہ نہیں ہے سعیدی غفرلہ) امام مالک نے کہا تنگ دست کو قید نہیں کیا جائے گا' اس کو ادائیگی کے لیے مہلت دی جائے گی' امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص بہ ظاہر تنگ دست ہو' اس کو قید نہیں کیا جائے گا اور جو شخص بظاہر متمول ہو اور وہ اپنے حق کو ادا نہ کرتا ہو' تو اس کو قید کیا جائے گا اور بعض اصحاب شافعیہ نے اس میں مزید قیود کا اضافہ کیا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد' ج ۵' ص ۲۳۷-۲۳۶)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری' ج ۵' ص ۶۲' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے' کیونکہ اس وقت وہ ظالم ہے اور ظلم حرام ہے' خواہ وہ قلیل ہو اور اگر مقروض کا تنگ دست ہونا ثابت ہو تو اس کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کو قید کرنا حرام ہے' اور جس شخص کا تنگ دست ہونا ثابت ہو گیا ہو اور اس کو قید سے نکال دیا گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے' کہ آیا قرض خواہ مقروض کے ساتھ لازم رہے یا نہیں۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کے پاس کسی اور مال کا ثبوت نہ ہو' وہ اس کے ساتھ لازم نہ رہیں اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ حاکم قرض خواہوں کو اس کے ساتھ لزوم سے منع نہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ)

جس طرح مالی حقوق میں اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر کسی کا مالی حق ہو اسی طرح بدنی حقوق میں استغاثہ کو حق دلانے کے لیے اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر قصاص لازم ہو اسی طرح جس شخص نے حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کیا ہو اس پر حد نافذ کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔

گواہ بنانے کے لیے بعد از نماز وقت کی خصوصیت

اس آیت میں فرمایا ہے:

اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں ......

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں "بعد از نماز" سے مراد بعد از نماز عصر ہے کیونکہ تمام ادیان میں اس وقت کو عظیم گردانا جاتا ہے اور وہ اس وقت میں جھوٹ بولنے سے اور جھوٹی قسم کھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس وقت میں دن کے فرشتے بندہ کے اعمال لکھ کر جا رہے ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے اس کے اعمال لکھنے کے لیے آ رہے ہوتے ہیں اور یہ وقت دونوں فرشتوں کے اجتماع کا ہوتا ہے اور اس وقت جو عمل کیا جائے اس کو دن کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اور رات کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اسی وقت بندوں کے اعمال قبول کیے جانے کے لیے عرش کی طرف فرشتے لے جاتے ہیں اس لیے اس وقت میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور برے اعمال سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے خصوصیت سے اس وقت میں جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافروں کو پانی (لینے) سے منع کرے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی شخص سے محض دنیا کے لیے بیعت کرے اگر وہ اس کی خواہش کے مطابق دے تو اس سے بیعت کو پورا کرے ورنہ بیعت پوری نہ کرے۔ اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے بعد کسی آدمی کو کسی چیز کی قیمت بتائے اور اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اسے وہ چیز اتنے اتنے میں ملی ہے اور وہ آدمی اس کو لے لے حالانکہ اسے اتنے میں نہ ملی ہو۔ (صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۲۶۷۲ ج ۸ رقم الحدیث: ۷۲۱۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے گا اللہ عزوجل اس سے کلام نہیں کرے گا نہ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عصر کے وقت کو زیادہ گناہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ حالانکہ جھوٹی قسم ہر وقت کھانا حرام ہے کیونکہ یہ عظیم الشان وقت ہے اس وقت میں ملائکہ جمع ہوتے ہیں اور یہ اعمال کے ختم ہونے کا وقت ہے اور امور کا مدار خاتمہ پر ہے۔ اس لیے اس وقت میں گناہ کے ارتکاب پر سخت سزا رکھی ہے تاکہ لوگ اس وقت میں گناہوں پر جرأت نہ کریں اور متقدمین عصر کے بعد حلف لیتے تھے اور اس سلسلہ میں حدیث بھی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

قسم دلانے اور گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت میں مذاہب

جس طرح قسم کو پختہ کرنے کے لیے زمان کے اعتبار سے عصر کے بعد کے وقت کی خصوصیت ہے' اسی طرح مکان اور مقام کے اعتبار سے کسی جگہ کی بھی اہمیت ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مدعیٰ علیہ جہاں چاہے قسم کھائے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا اور اس کے تحت یہ اثر ذکر کیا ہے کہ مروان نے حضرت زید بن ثابت کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ منبر پر قسم کھائیں' حضرت زید نے کہا میں اپنی جگہ قسم کھاؤں گا' پھر زید قسم کھانے لگے اور انہوں نے منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا' مروان کو اس سے تعجب ہوا' حضرت زید نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا یا تم دو گواہ پیش کرو یا وہ قسم اٹھائے گا اور آپ نے کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قسم دلانے کے لیے کسی خاص مقام کی ضرورت نہیں ہے' اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا قسم میں امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب چوتھائی دینار یا اس سے زائد کے معاملہ پر قسم کھانی ہو تو جامع مسجد میں یا جامع مسجد کے منبر پر قسم دلائی جائے گی' اور جب اس سے کم کا معاملہ ہو تو حاکم کی مجلس میں' بازار میں یا کسی بھی جگہ قسم کھائی جا سکتی ہے' اور اس پر قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں ہے' اور امام مالک منبر مدینہ کے سوا اور کسی منبر کو نہیں پہچانتے تھے' اور جو شخص منبر مدینہ کے پاس قسم کھانے سے انکار کرے' وہ ان کے نزدیک قسم کھانے سے منکر ہے اور قسامت کی قسموں میں امام مالک کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ وہ رکن اور مقام کے درمیان قسم کھائے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے: کہ امام شافعی کا مذہب بھی امام مالک کی طرح ہے' لیکن ان کے نزدیک منبر مدینہ یا مکہ میں رکن اور مقام کے نزدیک قسم کھانا اس وقت ضروری ہے جب بیس دینار یا اس سے زائد کا معاملہ ہو اور امام ابوحنیفہ اور **صاحبین** کے نزدیک کسی شخص سے کسی بھی معاملہ میں خواہ قلیل مال کا معاملہ ہو' یا کثیر مال کا نبی ﷺ کے منبر پر قسم لینا ضروری نہیں ہے' اور نہ قصاص اور دیت میں اور نہ کسی اور چیز میں' اور جس شخص پر قسم واجب ہو تو حکام اپنی مجلس میں اس سے قسم لے لیں۔

• امام ابوحنیفہ نے حضرت زید بن ثابت کے اثر سے استدلال کیا ہے' کیونکہ انہوں نے منبر پر قسم نہیں کھائی اور جو اس کو ضروری قرار دیتے ہیں' وہ مروان کے قول سے بلادلیل استدلال کرتے ہیں۔ صاحب التوضیح نے امام شافعی کی طرف سے استدلال کیا ہے کہ اگر حضرت زید بن ثابت کو یہ یقین ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت نہیں ہے تو وہ مروان پر رد کرتے اور کہتے کہ نہیں' خدا کی قسم! میں منبر پر قسم نہیں کھاؤں گا' میں صرف تمہاری مجلس میں قسم کھاؤں گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عجیب استدلال ہے' اگر حضرت زید کو علم ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت ہے' تو وہ مروان کی مجلس میں قسم نہ کھاتے اور منبر پر ہی قسم کھاتے' لیکن انہوں نے مروان کے کلام کی طرف توجہ نہیں کی اور اسی مجلس میں قسم کھائی اور یہ مروان کا رد نہیں تو اور کیا ہے!

(عمدۃ القاری' ج ۱۳' ص ۲۵۳-۲۵۲' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ اثر ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کتاب القضاء میں سند صحیح کے ساتھ نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے وصی تھے' ان کے پاس ایک شخص ایک دستاویز لے کر آیا' جس میں گواہوں کے نام مٹ چکے تھے۔ حضرت ابن عمر نے نافع سے کہا: اس کو منبر پر لے جا کر اس سے حلف لو۔ اس شخص نے کہا جب یہ منبر پر مجھ سے حلف لے گا تو آپ تو نہیں سن رہے ہوں گے! حضرت ابن عمر نے فرمایا تم نے سچ کہا: اور اس شخص

Marfat.com

سے اسی مجلس میں حلف لیا۔
مروان کی تائید میں بھی اثر ہے۔ امام کرابیسی نے آداب القضاء میں سند قوی کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ ایک شخص نے کسی آدمی پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس شخص کا اونٹ غصب کر لیا ہے' اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کیا' حضرت عثمان نے اس کو حکم دیا کہ وہ منبر پر قسم کھائے' اس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور کہا: منبر کے علاوہ اور آپ جہاں چاہیں میں قسم کھاؤں گا' حضرت عثمان نے فرمایا نہیں تم کو منبر پر قسم کھانی ہوگی' ورنہ اونٹ تاوان میں دینا پڑے گا' اس شخص نے اونٹ تاوان میں دے دیا اور منبر پر قسم نہیں کھائی۔
جس طرح زمان کے اعتبار سے قسم کی تغلیظ میں عصر کے بعد کے وقت کی تخصیص ہے۔ اسی طرح مکان کے اعتبار سے قسم کی تغلیظ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ہے' اور اس سلسلہ میں دو مرفوع حدیثیں ہیں:
۱۔ امام مالک' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن ماجہ' امام ابن خزیمہ نے تصحیح کے ساتھ اور امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائے گا' خواہ وہ ایک سبز مسواک پر قسم کھائے' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔
۲۔ امام نسائی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائی' جس سے وہ کسی مسلمان شخص کا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہو' اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو' اللہ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا' نہ نفل۔
(فتح الباری' ج ۵' ص ۲۸۵' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)
اس میں کوئی شک نہیں کہ منبر رسول پر جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے' اور جس قسم میں تغلیظ مقصود ہو' تو وہ منبر رسول پر قسم دینی چاہیے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ واجب ہے؟ اور کیا تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اس پر عمل کرنا ممکن ہے؟ عصر کے بعد کا وقت تو دنیا میں ہر جگہ حاصل ہو سکتا ہے' اس لیے سخت اور قوی قسم دینے کے لیے عصر کے وقت کی خصوصیت درست ہے۔ لیکن رکن اور مقام پر قسم دینا یا منبر رسول پر قسم دینا' یہ عملاً صرف حرمین طیبین میں ہی ممکن ہے اور اب اسلام تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ خصوصاً پاسپورٹ اور ویزے کی پابندی کے اس دور میں معقول مذہب صرف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا ہے' اور وہی قابل عمل ہے۔

صرف اللہ کی ذات کی قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
جس ذات کی قسم کھائی جائے اس کی صفات کے ذکر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے۔ "باللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ الرحمن الرحیم" امام شافعی نے کہا اس میں یہ اضافہ بھی کرے "الذی یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور والذی یعلم من السر ما یعلم من العلانیۃ" علامہ سحنون مالکی نے کہا اللہ اور مصحف کی قسم کھائے اور ہمارے اصحاب احناف کے نزدیک صرف اللہ کے نام کی قسم کھانا کافی ہے' طلاق کی قسم نہ کھائے (یعنی اگر میں نے یہ کام کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق) ہاں! اگر فریق مخالف اللہ کی قسم کو اہمیت نہ دیتا ہو اور طلاق کی قسم کا مطالبہ کرے تو پھر طلاق کی قسم کھالے' لیکن اگر اس نے طلاق کی قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس نے اس چیز سے انکار کیا ہے جو شرعاً ممنوع ہے' اور اگر اس کے خلاف فیصلہ کر

Marfat.com

بھی دیا گیا‘ تو وہ نافذ نہیں ہو گا۔ قسم کو زیادہ پختہ اور موکد کرنے کے لیے اللہ کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شخص عرف میں نیک ہو‘ اس سے پختہ قسم کا مطالبہ نہ کیا جائے اور دوسروں سے مطالبہ کیا جائے‘ اور ایک قول یہ ہے کہ زیادہ مال کے معاملہ میں پختہ قسم کا مطالبہ کیا جائے‘ اور کم مال کے معاملہ میں نہ کیا جائے اور زمان اور مکان کے اعتبار سے قسم کو پختہ نہ کیا جائے (یعنی عصر کے بعد قسم کا مطالبہ کرے‘ یا مسجد کے منبر پر قسم کھانے کا مطالبہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب اس وقت میں اور منبر پر قسم کھانے کا رواج عام ہو جائے گا تو لوگوں کے نزدیک ان کی وقعت کم ہو جائے گی۔ ہاں! کسی بہت اہم اور خاص معاملہ میں زمان و مکان کے ساتھ تغلیظ کرنی چاہیے‘ اور اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دینی چاہیے‘ کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو قسم دی اور فرمایا یہ قسم کھاؤ "باللہ الذی لاالہ الا ھو" میرے پاس مدعی کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۳۶۲۰) اس طرح قرآن‘ حدیث اور آثار صحابہ سب پر عمل ہو گا‘ کیونکہ قرآن مجید میں (عصر کی) نماز کے بعد قسم دلانے کا حکم ہے اور حدیث میں اللہ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم دینے کا حکم ہے‘ اور آثار صحابہ میں مسجد کے منبر پر قسم دینے کا ذکر ہے۔ اس لیے قسم کی تغلیظ‘ تاکید اور اس کو پختہ کرنے کے لیے ان امور کے ساتھ قسم دی جائے‘ لیکن چونکہ قرآن اور حدیث میں اس تغلیظ کو واجب اور ضروری نہیں قرار دیا‘ اس لیے ان امور کے ساتھ تغلیظ کو عام معمول نہ بنایا جائے‘ تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت اور اہمیت کم نہ ہو‘ اور کسی بہت اہم اور غیر معمولی معاملہ میں جہاں بہت تاکید اور تغلیظ مقصود ہو‘ وہاں عصر کے بعد‘ مسجد کے منبر پر اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دی جائے۔ (سعیدی غفرلہ) توضیح میں یہ مذکور ہے کہ کیا قسم دیتے وقت مصحف (قرآن مجید) کو بھی حاضر کیا جائے؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کا انکار کیا اور بعض مالکی علماء نے کہا بیس دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت میں مصحف کو حاضر کرنا لازم ہے‘ اور ابن المنذر نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے مطرف کو دیکھا‘ وہ مصحف کے سامنے حلف اٹھاتے تھے۔

(عمدۃ القاری‘ ج ۱۳‘ ص ۲۵۳‘ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ‘ ۱۳۴۸ھ)

مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں‘ تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے‘ ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اس واقعہ میں پہلے میت کے وصیوں نے قسم کھائی کہ ہم کو اس میت نے صرف اتنا ہی مال دیا تھا (جس میں چاندی کا پیالہ نہیں تھا) اور ورثاء نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے پورا مال نہیں پہنچایا‘ اور انہوں نے جھوٹی قسم کھائی اور امانت میں خیانت کی ہے‘ پھر وصیوں کی قسم کے مقابلہ میں ورثاء کے دو آدمی پیش ہوئے‘ اور انہوں نے ان وصیوں کے خلاف قسم کھائی اور کہا ہماری قسم ان کی قسم کے مقابلہ میں برحق ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ورثاء مدعی تھے اور مدعی کے ذمہ گواہ ہوتے ہیں‘ اور قسم مدعیٰ علیہ پر ہوتی ہے اور یہاں مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا‘ کیونکہ جب ورثاء کے گواہوں نے قسم کھائی کہ یہ وصی جھوٹے ہیں‘ اس سامان میں پیالہ بھی تھا‘ تو ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ پیالہ مکہ میں مل گیا اور وصیوں سے اس کے متعلق پوچھا گیا‘ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے میت سے یہ پیالہ خرید لیا تھا تو اب معاملہ برعکس ہو گیا‘ اب وہ مدعی ہو گئے اور میت کے ورثاء اس خریداری کے منکر تھے‘ وہ مدعیٰ علیہ ہو گئے اور چونکہ وصیوں کے پاس پیالہ خریدنے کے گواہ نہ تھے‘ اس لیے ورثاء پر قسم لازم آئی‘ انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جھوٹے ہیں اور ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض ورثاء کو مدعی ہی قرار دیا جائے' تب بھی اصول یہ ہے کہ اگر کسی خارجی قرینہ سے مدعیٰ علیہ کی خیانت اس کا جھوٹ اور گناہ ثابت ہو جائے تو اس کی قسم غیر معتبر ہو جاتی ہے' اور پھر مدعی سے قسم لے کر اس کی قسم پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے' اور اس آیت سے یہی اصول ثابت ہوتا ہے اور جو قاعدہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا جاتا ہے' وہ اس وقت جب مدعیٰ علیہ کی قسم کے جھوٹ ہونے پر کوئی خارجی دلیل اور قرینہ نہ ہو۔ اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے جس میں گواہ کا مسلمان ہونا ضروری فرمایا ہے' اور اس آیت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا ذکر ہے' اس پر مفصل بحث ہم اس آیت کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ

جس دن اللہ (تمام) رسولوں کو جمع فرمائے گا ، پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا ؟ وہ عرض کریں گے ہمیں بالکل علم نہیں ہے

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

بیشک تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے ○ جب اللہ فرمائے گا ، اے عیسیٰ ابن مریم ! تم اپنے اوپر

اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ قف

اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو ، جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی ،

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی ، اور جب میں نے تم کو کتاب ، حکمت ، تورات اور

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

انجیل کا علم دیا ، اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے

بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ

تھے ، پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی' اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھوں

الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے' اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے ، اور میں نے (ہی) تم کو

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

بنو اسرائیل سے بچایا ، جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے

وقف لازم

Marfat.com

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى

کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے ○ اور جب میں نے حواریوں پر الہام

الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا

کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور (اے اللہ!) تو

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

گواہ ہو جا کہ بیشک ہم مسلمان ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا' پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے' ہمیں بالکل علم نہیں ہے' بے شک تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا ہے (المائدہ:۱۰۹)

آیات سابقہ سے مناسبت

قرآن مجید میں اللہ کا اسلوب یہ ہے کہ جب اللہ احکام شرعیہ بیان فرماتا ہے تو اس کے بعد اپنی ذات اور صفات کا ذکر فرماتا ہے یا انبیاء علیہم السلام کے احوال اور اوصاف کا ذکر فرماتا ہے اور یا احوال قیامت کا ذکر فرماتا ہے۔ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حج کے احکام بیان فرمائے تھے۔ پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر سفر میں وصیت کرنے اور اس پر گواہ بنانے کے احکام بیان فرمائے' تو اب اس کے بعد اس آیت میں احوال قیامت کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد دوسری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال بیان فرمائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کا ذکر تھا اور گواہی میں یہ ضروری ہے کہ وہ خیانت نہ کرے' اور اپنے کسی فائدہ کی بناء پر گواہی میں ردوبدل نہ کرے' اور نہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی رعایت کرے۔ اس لیے اس آیت کے بعد اس آیت کا ذکر کیا جس میں قیامت کا ذکر ہے' تاکہ انسان قیامت کی ہولناکیوں اور خدا کے سامنے پیش ہونے کے ڈر سے صحیح اور سچی گواہی دے' اور اس میں خیانت نہ کرے۔

قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے اس قول کی توجیہات کہ "ہمیں کچھ علم نہیں"

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں سے دریافت فرمائے گا' کہ تمہیں تمہاری امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا تھا؟ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ (الاعراف:۶)

سو بے شک ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر:۹۳-۹۲)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے ان سب کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو علم نہیں تھا کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا؟ حالانکہ دوسری آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے اعمال کے متعلق گواہی دیں گے' مثلاً یہ آیت ہے:

Marfat.com

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء: ۴۱)

اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو یقیناً اپنی امتوں کے احوال اور ان کے دیئے ہوئے جوابات کا علم ہے اور جب ہی وہ ان کے متعلق گواہی دیں گے' لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے جو یہ عرض کریں گے "ہمیں اصلاً علم نہیں ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے غیر متناہی علم کے مقابلہ میں ان کو اصلاً علم نہیں ہے۔ مفسرین کرام نے اس سوال کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں' ہم ان میں سے بعض کو نقل کر رہے ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ہمیں اپنی امتوں کے دیئے ہوئے جوابات کے باطن کا علم نہیں' یعنی ان کے دلوں کے حال کا علم نہیں اور جزاء کا ترتب اسی پر ہونا تھا اور یہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں ہے ماسوا اس کے جس کا تو نے ہمیں علم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی ہے ہمیں اس کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں ہے کہ تو ہم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور خوف اور دہشت سے ان کو اپنے علم سے ذہول ہو جائے گا' اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ نحاس نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے؟ کیونکہ رسل صلوٰت اللہ علیہم پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اکثر اوقات میں انبیاء علیہم السلام کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا' لیکن بعض اوقات میں ان پر خوف طاری ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ جب جہنم کو لایا جائے گا تو وہ زور سے چیخ مارے گی اس وقت ہر نبی اور ہر صدیق گھٹنوں کے بل گر جائے گا' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے قیامت کے دن کا اتنا خوف دلایا کہ میں رونے لگا۔ میں نے کہا اے جبرائیل! کیا میرے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) ذنب کی مغفرت نہیں کر دی گئی' تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قیامت کی ایسی ہولناکیوں کو ضرور دیکھیں گے جو آپ کو آپ کی مغفرت بھلا دیں گی۔ نحاس نے کہا اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تم کو ظاہر اور باطن میں اور جلوت اور خلوت میں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں اصلاً علم نہیں ہے' اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اور ابن جریج نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا عمل کیے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے' تو ہی تمام غیوب کا جاننے والا ہے۔ ابو عبید نے کہا اس کے مشابہ یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے' میں کہوں گا کہ (کیا یہ) میری امت ہیں؟ تو کہا جائے گا' بے شک آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں؟

علامہ ماوردی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی ان کے حال اور ان کے جواب کو جاننے والا ہے' پھر ان سے کیوں سوال فرمائے گا؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تاکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بتلائے کہ ان کے وصال کے بعد ان کی امتوں نے ان پر کیا کیا افتراء باندھے اور کیا کیا کفر کیے؟ اور دوسرا جواب یہ ہے تاکہ ان کی امتوں کے کافروں کو تمام مخلوق کے سامنے ذلیل اور رسوا کرے' اور یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح جواب وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مختار ہے' کہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ سے عرض کیا ہمیں کچھ علم نہیں' کیونکہ جو عمل انہوں نے ظاہر کیے' جو پوشیدہ کیے' ان کو صرف تو ہی جانتا ہے' ہم تو صرف ان اعمال کو جانتے ہیں جو انہوں نے ظاہر کیے۔ اس لیے انہوں نے اللہ کے سامنے اپنے علم کی نفی کی' گویا اللہ کے علم کے سامنے ان کا علم' عدم علم کے حکم میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمیں صرف اپنی زندگی میں ان کے اعمال کا علم تھا اور ہماری وفات کے بعد ان کے اعمال کا ہمیں علم نہیں اور جزاء اور ثواب کا مدار خاتمہ پر ہے' ہمیں علم نہیں کہ ان کا خاتمہ کن اعمال پر ہوا۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا ہمیں کچھ علم نہیں' اور بعد میں جو فرمایا: بے شک تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے' وہ ان دونوں جوابوں کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ اس تفسیر کو لکھتے وقت جو جواب میرے دل میں آیا' وہ یہ ہے کہ علم اور چیز ہے (اور وہ یقین ہے) اور ظن اور چیز ہے' اور ہر شخص کو دوسرے کے متعلق ظن ہوتا ہے' علم نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اور نبی ﷺ نے فرمایا: تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو' ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص زیادہ طلاقت لسانی (چرب زبانی) کے ساتھ اپنے موقف کو پیش کرے۔ پس اگر (بالفرض) میں ناحق فیصلہ کر دوں' تو گویا میں اس کو آگ کا ایک حصہ دے رہا ہوں' سو انبیاء علیہم السلام کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہمیں ان کے احوال کا علم (یعنی یقین) نہیں' ہمیں ان کے احوال کا صرف ظن حاصل ہے' اور ظن صرف دنیا میں معتبر ہوتا ہے' کیونکہ دنیا کے احکام صرف ظن پر مبنی ہیں اور آخرت میں ظن کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی' کیونکہ آخرت کے احکام حقائق اشیاء اور بواطن امور پر مبنی ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا: ہمیں علم نہیں ہے سوا اس علم کے جو تو نے ہمیں عطا فرمایا' اور آخرت میں اپنے ظن کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ آخرت میں ظن کا اعتبار نہیں ہوتا اور آخری جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم حکیم اور عادل ہے اس کا کوئی کام حکمت اور عدل کے خلاف نہیں ہے۔ تو انہوں نے جان لیا کہ ان کے کلام سے کوئی فائدہ حاصل ہو گا نہ کوئی نقصان دور ہو گا' اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے سکوت کیا جائے' اور معاملہ اس حکیم اور عادل پر چھوڑ دیا جائے' جو حی و قیوم اور لایموت ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۳' ص ۴۶۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی اس آخری جواب کو اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

انبیاء کا یہ جواب ان کے کمال ادب کی شان ظاہر کرتا ہے' کہ وہ علم الٰہی کے حضور اپنے علم کو اصلاً نظر میں نہ لائیں گے' اور قابل ذکر قرار نہ دیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم و عدل پر تفویض فرما دیں گے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے بھی اس جواب کو نقل کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

لیکن ابن عباس کے نزدیک "لا علم لنا" کا مطلب یہ ہے کہ خداوندا! تیرے علم کامل و محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں' گویا یہ الفاظ تادب مع اللہ کے طور پر کہے۔

(حاشیۃ القرآن بر ترجمہ قرآن از شیخ محمود الحسن)

بعض علماء دیوبند اس آیت کو انبیاء علیہم سے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں' انہیں شیخ عثمانی کی اس تفسیر میں غور کرنا چاہیے۔ باقی ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کو اتنا ہی علم غیب حاصل ہے' جتنا ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور ہم انبیاء علیہم السلام کے لیے غیب مطلق کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک ان کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے' امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ

امام رازی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق کرنا جائز ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر خلاق کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر علامہ کا اطلاق کرنا جائز نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ 'تا' تانیث کے لیے بھی آتی ہے۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۴۶۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس لفظ میں کسی نقص کا وہم ہو اس لفظ کا اللہ پر اطلاق کرنا جائز نہیں ہے' ہمارے عام بول چال میں اللہ میاں اور اللہ سائیں کہا جاتا ہے۔ میاں کا لفظ بیوی کے مقابل کے لیے بولا جاتا ہے' کسی بوڑھے آدمی اور گاؤں کے مولوی کو بھی میاں جی کہتے ہیں' طوائف کے سرپرست کو بھی میاں جی کہتے ہیں' اور سائیں فقیر کو بھی کہا جاتا ہے۔ سو یہ دونوں لفظ نقص کے معنی کو متضمن ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ پر ان کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسماء صفات کا اطلاق کرنا جائز ہے' جس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں ہو۔ البتہ اس کی ذات کو کسی بھی لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے' جیسے فارسی میں خدا اور ترکی میں تنکری۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف ۱۸۰)

اور اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں' سو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو' اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام میں کج روی اختیار کرتے ہیں' ان کو عنقریب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسماء صفات کا اطلاق کیا جائے' جن میں حسن ہو اور جن اسماء میں کسی وجہ سے نقص یا عیب ہو' ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہ کیا جائے' بلکہ اس سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے اطلاقات سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم! تم اپنے اوپر اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو' جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی' تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی اور جب میں نے تم کو کتاب' حکمت' تورات اور انجیل کا علم دیا اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے' پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے' اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے اور میں نے (ہی) تم کو بنی اسرائیل سے بچایا جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے' تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے (المائدہ: ۱۱۰)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ایک یہ صفت بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام نبیوں سے سوال کرے گا کہ تم کو کیا جواب دیا گیا تھا؟ اس آیت میں اس دن کی دوسری صفت بیان فرمائی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائے گا اور ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا' اور اس سے مقصود عیسائیوں کی مذمت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان پر اتنے احسانات فرمائے اور ان کی فرمائشیں پوری کیں' پھر انہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا' اور اس کا شریک بنالیا۔ دوسری امتوں کے کافروں نے تو صرف اپنے نبیوں کا کفر کیا تھا' اور ان کی شان میں نازیبا باتیں کہی تھیں' یہ کفر میں ان سے بڑھ گئے' انہوں نے اللہ کی طرف بیوی اور بیٹے کی نسبت کی۔ "تعالی الله عن ذالک" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ پر اپنی نعمتیں یاد دلائیں تاکہ دنیا کے سامنے ان آیات کی

Marfat.com

تلاوت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنی عزت اور کرامت عطا فرمائی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام تمام آسمانی مذاہب کے رہنماؤں کی تعظیم اور تکریم کرتا ہے' اور تمام نبیوں کی شان اور ان کے بلند درجات بیان کرتا ہے' اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے سبق اور عبرت ہے جو پیغمبر اسلام سیدنا محمد ﷺ کی تنقیص اور توہین میں دن رات کوشاں رہتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے فرمایا: جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی۔

روح القدس کا معنی

روح القدس سے حضرت جرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اس میں روح کی اضافت قدس کی طرف ہے' قدس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح' ارواح کی ماہیت مختلف ہوتی ہے' بعض طاہرہ نورانیہ ہوتی ہیں' بعض خبیثہ ظلمانیہ ہوتی ہیں۔ حضرت جرائیل وہ روح ہیں جو طاہر اور نورانی ہے' اور حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کی مدد طاہر اور نورانی روح سے کی گئی ہے۔

حیات مسیح اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل

تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی یعنی بچپن میں اور پختہ عمر میں' ہر دور میں ان کا کلام عقل اور حکمت کے مطابق تھا اور انبیاء اور حکماء کے کلام کے موافق تھا' کیونکہ پنگھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے' اور میں جہاں بھی ہوں' مجھے برکت والا بنایا ہے اور میں جب تک زندہ ہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ (مریم: ۳۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گہوارے میں وحی فرمائی' اب یہاں ایک یہ سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارہ میں کلام کرنا تو معجزہ ہے' پختہ عمر میں ان کا کلام کرنا کس طرح معجزہ ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کہولت تیس سال کے بعد کی عمر کو کہتے ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس سال سے پہلے آسمانوں کی طرف اٹھا لیے گئے اور کئی ہزار سال بعد زمین پر ان کا نزول ہو گا' اور اس وقت وہ پختہ عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ان کا معجزہ ہے' کہ کئی ہزار سال گزرنے کے بعد بھی وہ صرف کہول ہوں گے' حتیٰ کہ بوڑھے بھی نہیں ہوں گے' اور پختہ عمر کی حالت میں کلام کریں گے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کی بھی دلیل ہے' کیونکہ وہ پختہ عمر اور کہولت کے زمانہ کو پانے سے پہلے آسمانوں پر اٹھا لیے گئے تھے اور قرآن مجید کے مطابق ان کا کہولت کی عمر میں کلام کرنا بھی ضروری ہے' اس سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی ہیں اور ان کا زمین پر نزول بھی ہو گا' ورنہ اس آیت کا صدق کیسے ہو گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے کہولت کا زمانہ پا لیا تھا اور وہ کہولت کے زمانہ میں باتیں کرتے تھے تو یہ معجزہ کیسے ہوا؟ کہولت کے زمانہ میں تو سب باتیں کرتے ہیں' یہ معجزہ اسی وقت ہو گا جب انہیں کہولت کے زمانہ سے پہلے اٹھا لیا گیا ہو' اور وہ کئی ہزار برس بعد زمین پر نازل ہوں اور کہولت کا زمانہ پا کر لوگوں سے باتیں کریں' سو اس طرح اس آیت میں ان کے معجزہ کا ذکر بھی ہو گا اور یہ آیت ان کی حیات اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل بھی ہو گی۔

کتاب' حکمت اور تورات اور انجیل کا معنی

اور جب میں نے تم کو کتاب' حکمت' تورات اور انجیل کا علم دیا کتاب سے مراد یا تو اس کا مصدری معنی ہے' یعنی لکھنا' اور یا کتاب بمعنی مکتوب ہے' اور اس سے مراد جنس کتاب ہے۔ کیونکہ انسان پہلے آسان کتابیں پڑھتا ہے اور پھر مشکل اور ادق کتابیں پڑھتا ہے' اور حکمت سے مراد علوم نظریہ اور علوم عملیہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نازل شدہ کتابوں کا علم اور

Marfat.com

ان کے اسرار کی فہم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد نفس کا کمال علمی اور علم کے تقاضوں پر عمل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد صحیح قول ہے' تورات سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی' اس میں شرائع اور احکام ہیں اور انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی' اس میں مواعظ اور اخلاق ہیں' پہلے کتاب کا ذکر فرمایا' پھر تورات اور انجیل کا ذکر فرمایا حالانکہ وہ بھی کتابیں ہیں' یہ شرف اور فضیلت کی وجہ سے عام کے بعد خاص کا ذکر ہے' جیسا کہ اس آیت میں ملائکہ کے بعد جرائیل اور میکائیل کا ذکر کیا گیا ہے' حالانکہ وہ بھی ملائکہ میں سے ہیں:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ

جو شخص اللہ اور فرشتوں اور رسولوں اور جرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے' تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

(البقرہ: ۹۸)

تورات اور انجیل کے معنی کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے آل عمران: ۳ میں کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندے بنانا' بیماروں کو شفا دینا اور دیگر معجزات

جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے' پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی' اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے بطور عناد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا' اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمارے لیے چمگادڑ بنائیں اور اس میں روح ڈال دیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اٹھائی اور اس سے چمگادڑ کی صورت بنائی۔ پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی' چمگادڑ کو بنانا اور اس میں پھونک مارنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسب تھا' اور اس کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے چمگادڑ بنانے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ یہ گوشت اور خون سے بنا ہوا عجیب ترین جانور ہے اور یہ پروں کے ساتھ اڑتا ہے اور حیوان کی طرح بچے دیتا ہے' اور باقی پرندوں کی طرح انڈے نہیں دیتا' اس کے تھن ہیں جن سے دودھ نکلتا ہے' انسان کی طرح ہنستا ہے اور اس کو عورت کی طرح حیض آتا ہے' یہ دن کی روشنی میں دیکھ سکتا ہے نہ رات کے اندھیرے میں' یہ رات کے ابتدائی حصہ تک دکھائی دیتا ہے۔

(حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی' ج ۲' ص ۱۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اکمہٰ اس شخص کو کہتے ہیں جو بصیر پیدا ہو اور بعد میں اندھا ہو جائے اور اکمہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اندھا پیدا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں کو اللہ کے حکم سے بینا کرتے تھے' برص ایک جلدی بیماری ہے جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور ایک تکلیف دہ خارش ہوتی ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے برص کے مریضوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے۔ یعنی تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتے تھے۔ جب تم اللہ سے دعا کر کے مردے سے یہ کہتے تھے' اللہ کے اذن سے اپنی قبر سے باہر آ' ان تینوں افعال میں اللہ کے اذن کا ذکر کیا ہے' تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان افعال کا فاعل حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔

اور میں نے (ہی) تم کو بنو اسرائیل سے بچایا' جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی جب تم بنو اسرائیل کے پاس اپنی نبوت اور رسالت پر دلائل اور معجزات لے کر گئے' تو انہوں نے تمہاری تکذیب کی اور تم پر تہمت لگائی کہ تم جادوگر ہو' اور انہوں نے تمہیں قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا اور میں نے تم کو اپنی طرف اوپر اٹھا لیا اور تم کو ان کے شر سے بچایا۔ النساء: ۱۵۸ میں ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان

Marfat.com

پر اٹھائے جانے کا بیان بڑی تفصیل سے کیا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب میں نے حواریوں پر الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ' تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور (اے اللہ!) تو گواہ ہو جا کہ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ (المائدہ: ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار اور ان کے مخلص اصحاب تھے' حور کا معنی ہے کسی چیز کو صاف کرنا اور ان لوگوں نے اپنے نفوس کا تزکیہ کر کے پاک اور صاف کر لیا تھا' اس آیت میں مذکور ہے میں نے **حواریین** کی طرف وحی کی' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ جس کلام کو اپنے نبی کی طرف نازل فرماتا ہے' خواہ فرشتے کے واسطے سے ہو یا بلاواسطہ اس کو وحی کہتے ہیں' اس لیے اس آیت کا معنی ہے ہم نے **حواریین** کی طرف الہام کیا۔ قرآن مجید کی اور بھی کئی آیتوں میں وحی بمعنی الہام ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (القصص: ۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام فرمایا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ (النحل: ۶۸) — اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ تو پہاڑوں میں گھر بنا' اور درختوں میں اور ان چھپروں میں جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں' سو وہ ایمان لے آئے' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر کی ہوئی نعمتوں کو شمار کرا رہا ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حواریوں کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ کے حق میں نعمت کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی انسان کا اس درجہ میں ہونا کہ لوگ اس کے قول کو قبول کریں' اس کو محبوب بنائیں اور اس کی اطاعت کریں' اس کے ماننے پر ان کی نجات موقوف ہو' یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا؟ پھر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان سب کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے نہ کہ ان کی والدہ سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جو شرف اور مقام ملتا ہے' وہ اس کی ماں کے لیے عزت اور سرخ روئی کا باعث ہوتا ہے' سو یہ نعمتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہیں اور ضمناً اور بالواسطہ ان کی ماں پر بھی ہیں۔

جس زمانہ میں جس قسم کے کمال کا چرچا اور شہرت ہوتی ہے' نبی کو اس زمانہ میں اسی نوع کا ایسا کمال دے کر بھیجا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کمال کے ماہرین اس کی نظیر لانے سے قاصر اور عاجز ہوتے ہیں اور یہی ان کا معجزہ ہوتا ہے جو ان کی نبوت کی دلیل قرار پاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگری اور شعبدہ بازی کا چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء دے کر بھیجا جو ان کی جادوگری پر غالب آگیا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اور حکمت کا چرچا تھا تو آپ کو حکمت کا ایسا کمال دے کر بھیجا کہ اس زمانہ کے اطباء اور حکماء اس کی نظیر لانے سے عاجز ہو گئے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا زور تھا' تو آپ کو قرآن مجید دے کر بھیجا جس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال اس زمانہ میں کوئی لا سکا' نہ آج تک کوئی لا سکا ہے۔ علم اور ادب میں دن بہ دن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین بھی بہت ہیں' اگر اس کی کسی ایک سورت کی بھی مثال کا لانا ممکن ہوتا تو مخالفین اب تک لا چکے ہوتے۔

Marfat.com

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم: کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل

أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ

کر سکتا ہے؟ (عیسیٰ نے) کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے

مُّؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَ

ہو ○ انھوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور

نَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿١١٣﴾

ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں ○

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ ۚ

فرما تاکہ (وہ دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (ہو جائے)

وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا

اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے ○ اللہ نے فرمایا بیشک میں اس خوان کو تم پر

عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّيٓ أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهُ

نازل فرمانے والا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام

ع ۱۵ ۷/۵ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿١١٥﴾ ع

جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ (عیسیٰ نے) کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو○ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے

Marfat.com

ہو جائیں○ (المائدہ: ۱۱۴-۱۱۲)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آٹھ نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا' اس آیت اور اس کے بعد والی آیتوں میں نویں نعمت کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حواریوں کی فرمائش اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے خوان نعمت کا نازل ہونا ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا ہے اور ان کے دعا کرنے میں ان کے بندہ ہونے کا اثبات ہے' اور ان کی الوہیت کی نفی ہے اور اس وجہ سے لوگوں کا ان کی نبوت کی تصدیق کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ اور رسول حضرت عیسیٰ پر بہت بڑا احسان ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم اللہ کے لیے تیس روزے رکھو' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا' کیونکہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے وہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔ بنو اسرائیل نے تیس روزے رکھے' پھر حضرت عیسیٰ سے کہا اے خیر کی تعلیم دینے والے! آپ نے کہا تھا کہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے اس کا اجر اس کے ذمہ ہوتا ہے' اور آپ نے ہمیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا تھا سو ہم نے رکھ لیے اور ہم جس کے لیے بھی تیس دن کام کرتے' وہ ہمیں سیر کر کے کھانا کھلاتا' تب انہوں نے کہا کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل کر سکتا ہے؟

(جامع البیان جز ۷' ص ۱۷۵-۱۷۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نزول مائدہ کے فرمائشی معجزہ کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حواریوں کا یہ قول نقل فرمایا تھا کہ ہم ایمان لے آئے اور اے اللہ! تو گواہ ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں! اور اب ان کا یہ قول نقل فرمایا: کیا آپ کا رب آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ اور یہ قول اللہ کی قدرت پر شک کو واجب کرتا ہے۔ پھر وہ مسلمان کیسے ہوئے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان کا حکم نہیں لگایا تھا' بلکہ یہ صرف ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مومن ہیں اور حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ تم اللہ سے ڈرو اگر ایمان والے ہو اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا ایمان کامل نہیں تھا۔

(۲) وہ اپنے دعویٰ کے مطابق مومن تھے اور ان کا یہ کہنا کہ کیا اللہ ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ کی قدرت پر شک کی وجہ سے نہیں تھا' بلکہ محض طمانیت قلب کے حصول کے لیے تھا' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حصول طمانیت کے لیے فرمایا تھا اے میرے رب! تو مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔

(۳) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھ رہے تھے کہ ایسا سوال کرنا آیا حکمت کے منافی تو نہیں ہے۔

(۴) یستطیع میں سین زائد ہے اور اس آیت کا معنی ہے کیا آپ کا رب آپ کی دعا قبول فرمالے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ سے فرمائشی معجزہ نہ طلب کرو' کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم ضدی اور ہٹ دھرم ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مطالبات پر صبر کرو' کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ (الطلاق: ۳-۲)

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا' تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

حواریوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا۔ اس آیت میں حواریوں نے جو اپنا عذر پیش کیا ہے اس کی حسب ذیل تقریریں ہیں:

(۱) ہم اس خوان کو کسی معجزہ کے طور پر طلب نہیں کر رہے' بلکہ ہم پر بھوک غالب ہے اور ہمیں کہیں اور سے کھانا نہیں ملا' اس لیے آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

(۲) ہرچند کہ ہمیں دلائل سے اللہ کی قدرت پر یقین ہے لیکن جب ہم نزول مائدہ کا مشاہدہ کریں گے تو ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۳) ہرچند کہ ہم نے آپ کے تمام معجزات کی تصدیق کی ہے' لیکن اس معجزہ کو دیکھ کر ہمارا عرفان اور یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۴) اس سے پہلے جو آپ کے معجزات تھے ان سب کا تعلق زمین سے تھا' اور اس معجزہ کا تعلق آسمان سے ہو گا' اس کو دیکھ کر ہمارے ایمان میں مزید تقویت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرما' تاکہ وہ (دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی (ہو جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱۴)

عام آدمی کی نظر اور نبی کی نظر

حواریوں نے جب خوان کی درخواست کی تھی تو کہا تھا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے سچ کہا تھا' انہوں نے اس خوان سے دنیاوی غرض' یعنی کھانے کو پہلے ذکر کیا اور اخروی غرض' یعنی ایمان کی پختگی کو بعد میں ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعا کی تو اخروی غرض کو پہلے ذکر کیا اور وہ ہے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہونا اور اللہ کی طرف سے نشانی ہونا اور دنیاوی غرض کا بعد میں ذکر کیا اور وہ ہے' ہمیں رزق عطا فرما اور اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی کہ تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے' یہ فرق ہے نبی کی نظر میں اور عام آدمی کی نظر میں!

عید کے دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی جاتی ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے اللہ کی عبادت کی طرف تھی' پھر فرمایا کہ وہ تیری طرف سے نشانی ہو جائے' یعنی لوگ نزول مائدہ میں غور و فکر کر کے اس کے نازل کرنے والے کی طرف رسائی حاصل کریں اور نظر اور استدلال سے خدا کو پہچانیں' یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر ایک بلند مقام سے' اس سے بھی بلند تر مقام پر پہنچی۔ پھر جب فرمایا ہمیں رزق عطا فرما' تو نفس کے حصہ کی طرف نظر کی اور خالق سے مخلوق کی طرف نزول کیا اور جب کہا تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے تو نزول کے بعد پھر خالق کی طرف رجوع کیا' اور یوں اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے دو مرتبہ خلق سے خالق اور غیر اللہ سے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس دعا کے اول میں بھی ان کی نظر اللہ کی

Marfat.com

طرف تھی اور آخر میں بھی ان کی نظر اللہ کی طرف تھی' اور اہل اللہ کا یہی حال ہوتا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بھی اس بلند مقام سے حظ وافر عطا فرما (آمین)

اول اور آخر کے لیے عید ہونے کا معنی

تاکہ وہ دن ہمارے اول اور آخر کے لیے عید ہو جائے۔ ابن جریج نے کہا اول سے مراد اس وقت کے زندہ لوگ ہیں اور آخر سے مراد بعد میں آنے والے لوگ ہیں۔

سفیان نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہم دو مرتبہ نماز پڑھیں۔

حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے خوان رکھا جائے تو اول سے لے کر آخر تک سب لوگ کھالیں۔

سدی نے کہا جس دن مائدہ نازل ہو اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے ہم بھی اس دن عید منائیں اور ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی۔

امام ابن جریر نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ اس دعا کا معنی یہ ہے کہ: یہ دن ہمارے لیے عید ہو جائے اور جس دن یہ خوان نازل ہو' اس دن ہم نماز پڑھیں' جیسے لوگ عید کے دن نماز پڑھتے ہیں۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۷۸-۱۷۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بنو اسرائیل پر نازل ہونے والے طعام کا خوان

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے جو خوان نازل کیا گیا تھا' اس میں روٹیاں اور گوشت تھا' ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس میں نہ خیانت کریں اور نہ اس کو کل کے لیے بچا کر رکھیں۔ انہوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لیے بچا کر بھی رکھا' سو ان کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ (سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۷۲)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

بنو عجل کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ بنو اسرائیل کے خوان کا کیا معاملہ ہوا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ ابن مریم سے سوال کیا کہ ان کے اوپر کھانے کا ایسا خوان نازل کیا جائے جس سے وہ کھانا کھاتے رہیں اور وہ کبھی ختم نہ ہو' ان سے کہا گیا کہ وہ خوان تمہارے پاس رہے گا' بشرطیکہ تم اس میں سے کچھ چھپا کر نہ رکھو اور خیانت نہ کرو اور اس میں سے کوئی چیز نہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہو گا۔ پھر ایک دن بھی نہیں گذرا تھی کہ انہوں نے اس میں سے چھپایا اور اٹھایا اور خیانت کی' سو ان کو ایسا عذاب دیا گیا جو دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا تھا اور اے عرب والو! تم لوگ اونٹوں اور بکریوں کو چراتے تھے' پھر اللہ نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا' جس کے حسب اور نسب کو تم جانتے اور پہچانتے تھے' اور تمہارے نبی کی زبان سے تم کو یہ اطلاع دی کہ عنقریب تم پورے عرب پر غلبہ پاؤ گے' اور تم کو سونے اور چاندی کے جمع کرنے سے منع کیا اور بخدا اتم اب دن رات سونا اور چاندی جمع کر رہے ہو' اور دردناک عذاب کے مستحق ہو رہے ہو۔

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل پر مائدہ نازل کیا گیا' اس میں جنت کے پھول تھے' ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس

Marfat.com

میں سے نہ چھپائیں' نہ خیانت کریں' نہ ذخیرہ کریں۔ ان لوگوں نے خیانت کی' چھپایا اور ذخیرہ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر اور خنزیر بنادیا۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۱۸۰-۱۷۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

میلاد رسول ﷺ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہم اس (خوان طعام) کے نزول کے دن کو عید بنائیں' اس کی تعظیم کریں' خوشیاں منائیں' تیری عبادت کریں' شکر بجا لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو' اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا' عبادتیں کرنا' شکر الٰہی بجالانا' طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان' ص ۲۰۳' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

علامہ شریف سید احمد بن عبدالغنی بن عمر عابدین دمشقی متوفی ۱۳۲۰ھ (سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کے عم زاد) نے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ کی کتاب النعمۃ الکبریٰ کی شرح لکھی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے النعمۃ الکبریٰ نبی ﷺ کے میلاد کے ثبوت اور بیان میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں' لیکن سب سے مبسوط شرح علامہ احمد عابدین دمشقی کی ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ نے اس شرح کو جواہر البحار میں مکمل نقل کیا ہے۔ ہم اس شرح کے چند اقتباسات جو میلاد النبی ﷺ کے ثبوت سے متعلق ہیں' یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

محفل میلاد کا بدعت حسنہ ہونا

جس ماہ میں نبی ﷺ کی ولادت ہوئی' اس میں میلاد شریف کو منانا بدعات مستحبہ میں سے ہے' اس کو ایجاد کرنے والا اربل کا بادشاہ مظفر تھا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ وہ ربیع الاول میں میلاد شریف منعقد کرتا تھا' اور بہت عظیم الشان محفل کا اہتمام کرتا تھا' اس کی بادشاہی کافی عرصہ قائم رہی اور وہ ۶۳۶ھ میں فوت ہوا۔ وہ بہت بہادر' نیک' عادل اور ذہین بادشاہ تھا' وہ اس محفل میں بہت علماء اور صوفیاء کو مدعو کرتا تھا اور اس عظیم الشان دعوت میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ علامہ نووی کے استاذ شیخ ابوشامہ نے میلاد شریف کی رات بکثرت صدقہ و خیرات کرنے پر ملک مظفر کی بہت تعریف کی ہے' اور علامہ ابو شامہ کی یہ تعریف شب ولادت میں میلاد شریف منانے کے بدعت حسنہ ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ ابوشامہ کی عبارت یہ ہے:

ہمارے زمانہ میں نبی ﷺ کی ولادت کے دن جو میلاد شریف منایا جاتا ہے اور صدقات اور خیرات کیے جاتے ہیں اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے' یہ سب سے اچھی اور نیک بدعت ہے' نیز اس عمل کے ذریعہ نبی ﷺ سے محبت کی وجہ سے ناداروں اور مفلسوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے' جس شخص نے اس بدعت کو ایجاد کیا' اللہ تعالیٰ اس کو نیک جزا دے۔ نیز! اس عمل کی وجہ سے کفار اور منافقین کے دل غیظ سے جلتے ہیں۔

(الباعث علی انکار البدع والحوادث' ملخصاً' ص ۹۵' مطبوعہ دار الرایہ الریاض' طبع اولیٰ' ص ۱۴۱۰ھ)

علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ حافظ ابوالخیر شمس الدین بن الجزری نے کہا وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا' اس نے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس فعل کی یہ جزا دی کہ ہر پیر کو جب وہ اس انگلی کا سرا چوستا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے' تو نبی ﷺ کا امتی مسلمان اور موحد

Marfat.com

جب ایمان کے رشتہ سے آپ کی ولادت پر خوشی منائے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق مال خرچ کر کے صدقہ اور خیرات کرے گا تو اس کی جزاء کیا ہو گی! اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنات النعیم میں داخل کر دے گا۔ امام محقق ابو زرعہ عراقی سے سوال کیا گیا کہ میلاد شریف منانا آیا مستحب ہے یا مکروہ ہے؟ اور کیا اس میں کوئی چیز وارد ہوئی ہے اور کیا یہ فعل صحابہ کرام سے منقول ہے تو علامہ عراقی نے جواب دیا کہ دعوت کرنا اور کھانا کھلانا ہر وقت میں مستحب ہے اور جب اس کے ساتھ نبی ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی اور مسرت شامل ہو تو یہ فعل کیونکر مستحب نہیں ہو گا اور ہم سلف صالحین کے متعلق اس سے زیادہ نہیں جانتے اور کسی چیز کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بدعت مکروہہ ہو' کیونکہ کتنی بدعات مستحب ہیں' بلکہ واجب ہیں۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی نے کہا اگر محفل میلاد میں برائیوں کو شامل کر لیا جائے' مثلاً عورتیں شریک ہوں اور بلند آواز سے گائیں' یا مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماع ہوں (یا جلوس کے دوران نمازیں نہ پڑھی جائیں) تو اس قسم کے افعال بالاجماع حرام ہیں۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ برائیوں کے شامل ہونے کی وجہ سے کسی نیکی کو ترک نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس وجہ سے عبادات کو ترک نہیں کیا جاتا' بلکہ انسان پر واجب ہے کہ وہ عبادات اور نیکیوں کو بجالائے اور بدعات کا انکار کرے اور حتی الامکان ان کا ازالہ کرے۔ (رد المحتار' ج ا' ص ۶۰۴) علامہ زرقانی نے کہا کہ خلاصہ یہ ہے کہ فی نفسہ میلاد شریف بدعت ہے' اس میں محاسن بھی ہیں اور قبائح بھی' سو اگر محاسن کو اختیار کیا گیا اور قبائح سے اجتناب کیا گیا تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا: کہ مجھ پر میلاد شریف منانے کی اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے' آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی' تو ہم اس دن بطور شکر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے' اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے' اور نبی ﷺ کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو گی۔ سو جس دن آپ کی ولادت ہوئی' اس دن مختلف عبادات کرنا' مثلاً نوافل پڑھنا' روزہ رکھنا' صدقہ و خیرات کرنا' اور تلاوت کرنا اور ان عبادات سے اللہ کا شکر بجالانا اس حدیث کے مطابق ہے اور حافظ ابن حجر سے پہلے علامہ ابن رجب حنبلی نے اس اصل کو تلاش کیا تھا۔ حافظ ابن حجر مکی نے کہا ہمارے نبی ﷺ نے بھی انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں اس دن روزہ رکھا اور یہود سے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔

علامہ احمد عابدین نے کہا نبی ﷺ کی محفل میلاد میں شریک ہونا اور آپ کی ولادت مبارکہ کا واقعہ اور آپ کے فضائل اور محامد کو بیان کرنا اور آپ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا' آپ کی محبت کا سبب ہے اور آپ کے قرب کا موجب ہے۔ سو ہر وہ شخص جو آپ کی محبت میں صادق ہو' اس کو چاہیے کہ وہ آپ کی ولادت کے مہینہ کی آمد پر خوش ہو اور اس مہینہ میں اس محفل کو منعقد کرے اور اس میں آپ کی ولادت کے متعلق احادیث صحیحہ اور آثار قویہ بیان کرے اور امید ہے کہ ایسے شخص کو آپ کی شفاعت حاصل ہو گی' کیونکہ شفاعت آپ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ سو جو شخص محافل میلاد منعقد کر کے آپ کا بکثرت ذکر کرے گا اور آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ تو امید ہے کہ آپ کی محبت سے محفل میلاد میں آپ کا ذکر کرنے والے

Marfat.com

اور آپ پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے' جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ سو اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائے' جنہوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ مبارک کی راتوں کو عیدیں بنادیا۔

(جواہر البحار' ج ۳' ص ۳۶۲-۳۵۹' ملخصا' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشروعیت پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں سیر حاصل بحث کی ہے اور اس سورت کی آیت ۳' میں بھی مانعین کے بکثرت حوالہ جات سے میلاد شریف کی مشروعیت اور استحباب کو بیان کیا ہے۔ یہ امر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک محفل میلاد منعقد کرنا مستحسن اور مستحب ہے' واجب یا فرض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میں اس خوان کو تم پر نازل فرمانے والا ہوں' پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہیں دوں گا۔ (المائدہ: ۱۱۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم پر اس مائدہ کو نازل کرنے اور تم کو اس کا طعام کھلانے کے بعد جس نے میرے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور میرے احکام کی اطاعت کرنے سے روگردانی کی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو خنزیر بنا دیا گیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا سب سے زیادہ عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہو گا: منافقین کو' اصحاب مائدہ میں سے کافروں کو اور آل فرعون کو۔

(جامع البیان جز ۷' ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نزول مائدہ کی کیفیت کی تحقیق

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سلمان الخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ (طعام کے خوان) کا سوال کیا تو آپ نے اس کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ نے تم کو جو رزق حلال زمین سے دیا ہے' اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مائدہ کا سوال نہ کرو' کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانی ہو گی۔ تم سے پہلے قوم ثمود نے اپنے نبی سے نشانی کا سوال کیا تھا' وہ اس نشانی میں مبتلا کیے گئے' پھر اس نشانی کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کردیئے گئے۔ جب ان کی قوم نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے نماز پڑھی اور بہت گریہ و زاری سے دعا کی: اے اللہ! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما' تو اللہ تعالیٰ نے دو بادلوں کے درمیان ان پر سرخ دسترخوان نازل کیا' بنو اسرائیل اس کو نازل ہوتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ خوف زدہ ہو کر بار بار دعا کر رہے تھے' اے اللہ! اس خوان کو رحمت بنانا اور اس کو غضب نہ بنانا۔ حضرت عیسیٰ دعا کر رہے تھے کہ وہ دسترخوان حضرت عیسیٰ کے پاس آکر ٹھہر گیا' حواریوں کو اس سے ایسی خوشبو آئی جیسی انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی' حضرت عیسیٰ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے' یہود اس خوان کو دیکھ کر غیظ و غضب سے جل گئے۔ حواری اس دسترخوان کے گرد بیٹھ گئے' وہ خوان ایک رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ عبادت گزار اور اللہ کا شکر گزار ہو گا' وہ اس کو کھولے گا۔ حواریوں نے کہا یا روح اللہ! آپ ہی اس کو کھولنے کے لائق ہیں' حضرت عیسیٰ نے دوبارہ وضو کیا' نماز پڑھی اور اللہ سے رو رو کر اپنے اور قوم کے لیے برکت کی دعا کی' پھر اس کو کھولا' تو اس میں بہت بڑی بھنی ہوئی مچھلی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اور اس سے گھی بہہ رہا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی سبزیاں تھیں اور نمک اور سرکہ تھا اور پانچ روٹیاں تھیں۔ ایک روٹی پر زیتون' ایک پر کھجور اور باقیوں پر انار تھے۔ شمعون نے کہا یا روح اللہ! یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام میں سے؟ آپ نے فرمایا یہ نہ دنیا کا طعام

Marfat.com

ہے نہ آخرت کا' اس کو اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور اپنے رب کا شکر ادا کرو' وہ تم کو مزید عطا فرمائے گا۔ انہوں نے کہا یا روح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اس نشانی میں ایک اور نشانی دکھائیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا سبحان اللہ! کیا تمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے جو اور نشانی کا سوال کرتے ہو۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے اس مچھلی سے کہا اے مچھلی! تو اللہ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح زندہ ہو جا' وہ مچھلی اللہ کی قدرت سے زندہ ہوگئی۔ وہ شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور وہ پھڑکنے لگی' حواری خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا' اب نشانی دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو؟ پھر آپ نے مچھلی سے فرمایا اے مچھلی! اللہ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح بھنی ہوئی ہو جا' پھر انہوں نے کہا اے روح اللہ! آپ کھانے کی ابتداء کریں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! وہی کھانے کی ابتداء کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ حواری اور ان کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کے کھانے سے کہیں وہ مثلہ نہ ہو جائیں' یا ان پر کوئی آفت نہ آجائے۔ تب حضرت عیسیٰ نے فقراء اور اپاہجوں کو بلایا کہ تم اللہ کے رزق اور اپنے نبی کی دعا سے کھاؤ' اللہ کے نام سے شروع کرو اور اللہ کے شکر پر ختم کرو' تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔ سو اس مائدہ سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے کھایا' اور ان میں سے ہر شخص سیر ہو گیا' حضرت عیسیٰ اور حواریوں نے دیکھا وہ طعام اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ مائدہ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور جس فقیر نے اس مائدہ سے کھایا تھا وہ غنی ہو گیا اور جس اپاہج نے کھایا وہ تندرست ہو گیا اور وہ لوگ تادم حیات اسی طرح رہے۔ پھر حواری اور ان کے اصحاب اس میں سے نہ کھانے پر پشیمان ہوئے اور تادم مرگ ان کے دل میں اس سے کھانے کی حسرت رہی۔ چند دنوں بعد پھر مائدہ نازل ہوا۔ پھر ہر جگہ سے امیر اور غریب' صحت مند اور بیمار' چھوٹے اور بڑے' بنو اسرائیل اس پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت عیسیٰ نے یہ دیکھا تو آپ نے باری مقرر کر دی۔ ایک دن مائدہ نازل ہوتا اور ایک دن نازل نہ ہوتا' چالیس دن تک یہی معمول رہا' جب تک وہ کھاتے رہتے مائدہ ان کے سامنے رہتا اور جب وہ کھا چکتے تو مائدہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا' وہ اس کو دیکھتے رہتے' حتیٰ کہ وہ ان کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس مائدہ سے یتیموں' فقیروں اور اپاہجوں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کر دیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلا دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا' کہ آپ ہمیں مائدہ کے نزول کے متعلق مطمئن کریں' کیونکہ بہت لوگ اس میں شک کرتے ہیں (کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں) حضرت عیسیٰ نے فرمایا بخدا! اگر تم نے اس میں شک کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اسی شرط سے مائدہ نازل کیا تھا کہ جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ نے عرض کیا' اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔ شام کو جب شک کرنے والے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صورتیں تھیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے خنزیر بنا دیا' صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کر کے کھانے لگے۔ پھر باقی بنو اسرائیل خوف زدہ ہو کر حضرت عیسیٰ کی اطاعت کرنے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلتے تو وہ خنزیر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آتے اور آپ کے پیروں پر گرتے اور زار و قطار روتے' حضرت عیسیٰ ان میں سے ہر شخص کا نام لے لے کر پکارتے' ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔ آپ فرماتے' میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا گویا میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا' وہ تین دن تک اسی طرح بلکتے رہے اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے رہے' لوگوں کے دل ان کا حال دیکھ کر پگھل گئے' پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری کردے' سوچوتھے روز وہ مرگئے اور زمین پر ان کا مردہ جسم نہیں دکھائی دیا' اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے مردہ اجسام کہاں گئے۔ البتہ! یہ ایسا عذاب تھا جس سے ان لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور روئے زمین پر ان کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

(کتاب العظمہ' ص ۳۶۷-۳۶۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس حدیث کو بعض مفسرین نے اختصار سے اور بعض نے تفصیل سے بعض نے اپنی سند سے اور بعض نے بغیر سند کے بیان کیا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(زاد المسیر' ج ۲' ص ۴۶۱-۴۵۹' تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۷۲-۴' الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۲۸۲' تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۶۸۵-۶۸۲' البیضاوی مع الکازرونی' ج ۲' ص ۳۸۲-۳۸۱' الدر المنثور' ج ۲' ص ۳۴۷-۳۴۶' تفسیر ابو السعود علی ہامش التفسیر الکبیر' ج ۴' ص ۹۷-۹۵' تفسیر الجمل' ج ۱' ص ۵۴۶-۵۴۵' روح المعانی' ج ۷' ص ۶۴-۶۳' قصص الانبیاء للثعلبی' ص ۴۰۲-۴۰۱' تفسیر السمرقندی' ج ۱' ص ۴۶۸)

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حکیم ترمذی کی نوادر الاصول کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔ میں نے اس کی چاروں جلدیں دیکھیں' ان میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام رازی' علامہ سمرقندی اور علامہ قرطبی نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے' باقی سب نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ ان مفسرین نے بغیر کسی جرح کے اس روایت کو نقل کر دیا ہے۔ علامہ ابو الحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ میں اس روایت کے ذکر سے اعراض کرتا ہوں' کیونکہ اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس پر قرآن مجید کی آیت دلالت کرتی ہو اور سب سے اچھی وہ روایت ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا' اس میں گوشت اور روٹیاں تھیں۔ بنو اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس میں سے بچا کر نہ رکھیں اور خیانت نہ کریں' انہوں نے اس حکم کی معصیت کی تو یہ مائدہ اٹھا لیا گیا اور ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ (البحر المحیط' ج ۴' ص ۴۱۵-۴۱۴)

امام ترمذی کی روایت کا مفاد یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے کفران نعمت کیا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور سلمان الخیر کی مفصل روایت کا مفاد یہ ہے کہ انہوں نے اس مائدہ کے نزول کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک کیا اور یہ کفر ہے تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ لیکن ترمذی کی حدیث صحاح میں سے ہے اور وہ حدیث مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند میں وھب بن منبہ ہیں یہ اسرائیلی عالم تھے' بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سو یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے' اس لیے ہمارے نزدیک بھی اس کے مقابلہ میں امام ترمذی کی روایت ہی کو ترجیح ہے' ہم نے صرف تحقیق مقام کے لیے اس روایت کو پوری تفصیل کے ساتھ اس کے ماخذ کے ساتھ درج کیا ہے' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ واضح رہے کہ عیسائیوں کی کتابوں میں نزول مائدہ کا ذکر نہیں ہے' نہ وہ اس دن کو عید مناتے ہیں' لیکن قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں مائدہ کو نازل فرماؤں گا اس لیے ہمارے نزدیک حجت قرآن اور حدیث ہے' عیسائیوں کا نقل نہ کرنا ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس (سلمان الخیر) کی حدیث میں بحث کی گنجائش ہے اور یہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابو عبد الرحمان سلمی نے کہا مائدہ کا طعام روٹی اور مچھلی تھی۔ حضرت عمار بن یاسر اور قتادہ نے کہا مائدہ آسمان سے نازل ہوتا تھا اور اس میں جنت کے پھل تھے' اور وھب بن منبہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو کی روٹیاں اور مچھلیاں نازل کی تھیں اور یہ تین اقوال امام

Marfat.com

ترمذی کی حدیث کے خلاف ہیں۔ اس میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے مائدہ نازل ہوا' اس میں روٹیاں اور گوشت تھا اور ترمذی کی حدیث ان اقوال سے اولیٰ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۲۸۷-۲۸۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

دسترخوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم

سلمان الخیر کی حدیث میں مائدہ کا بیان ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ وہ سفرہ (چمڑے کا دسترخوان) تھا' وہ کوئی خوان (میز) نہیں تھی جس کے پائے ہوں اور نبی ﷺ اور عربوں کا مائدہ سفرہ (چمڑے کا دسترخوان تھا) حکیم ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی خوان کے اوپر کھانا کھایا نہ پیالی میں اور نہ کبھی آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔ قتادہ نے حضرت انس سے پوچھا پھر وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: سفرہ پر۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذی نے کہا خوان ایک نئی چیز ہے۔ جس کو عجمیوں نے ایجاد کیا ہے' عرب سفرہ پر کھانا کھاتے تھے' سفرہ چمڑے کا دسترخوان ہے جس کو کھولا بھی جاتا ہے اور لپیٹا بھی جاتا ہے' کپڑے کے دسترخوان کو مائدہ کہتے ہیں اور خوان چوکی یا میز کو کہتے ہیں جس کے پائے ہوں اور سفرہ چمڑے کا دسترخوان ہے۔ حسن نے کہا میز پر کھانا کھانا بادشاہوں کا فعل ہے اور کپڑے کے دسترخوان پر کھانا عجمیوں کا فعل ہے اور سفرہ پر کھانا عربوں کا طریقہ ہے اور یہی سنت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۲۸۸-۲۸۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر گوہ حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے مائدہ پر نہ کھائی جاتی۔ (صحیح مسلم' الصید' ۴۶' (۱۹۴۷) ۴۹۵۰' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۵۷۵' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۷۹۳' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۴۳۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے دسترخوان اور چمڑے کے دسترخوان دونوں پر کھانا سنت ہے' اور میز ایک نئی چیز ہے' نبی ﷺ نے اس پر کھانے سے منع نہیں فرمایا' اس لیے اس پر کھانا مباح ہے اور اگر میز پر کپڑے یا چمڑے کا دسترخوان بچھالیا جائے اور اس پر کھانا کھایا جائے تو سنت پر بھی عمل ہوگا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ

اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ

سوا دو خدا بنا لو؛ وہ عرض کریں گے تو پاک ہے میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات

اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ

کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے، اگر میں نے (بالفرض) یہ کہا ہوتا تو تو اسے ضرور جانتا، تو ان باتوں کو

مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ

جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں ان چیزوں کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں، بیشک تو ہی سب غیبوں کا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ

جاننے والا ہے ○ میں نے ان سے وہی کہا جسے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو جو

رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا

میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے

تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

مجھے (آسمان پر) اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ

شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

ہے ○ اگر تو ان کو عذاب دے تو بےشک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت

أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ

غالب بڑی حکمت والا ہے ○ اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع

صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

پہنچائے گا، ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ

أَبَدًا ۚ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾

رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ○

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' اور وہ ہر چیز

ع ۱۶ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾ ع

پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنا لو' وہ عرض کریں گے تو پاک ہے میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ اگر میں نے (بالفرض) یہ کہا ہوتا تو تو اسے ضرور جانتا' تو ان باتوں کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں' اور میں ان چیزوں کو نہیں جانتا

Marfat.com

جو تیرے علم میں ہیں' بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱۶)

اس اشکال کا جواب کہ عیسائی تو حضرت مریم کو خدا نہیں کہتے اور اللہ کی الوہیت کی نفی نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال فرمایا کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو' اس سوال کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کو خدا بنالیا تھا' اس آیت سے ان کو زجر و توبیخ کرنا' ان کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے' کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے انکار کریں گے تو ان لوگوں کی واضح تکذیب ہوگی۔ نیز اس سوال و جواب سے یہ بتانا تھا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان کے دین کو بدل دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسی چیز کا دعویٰ کیا جس کے وہ خود قائل نہ تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نصاریٰ نے حضرت مریم کو خدا نہیں کہا' اور نہ یہ ان کا عقیدہ ہے تو پھر یہ آیت کس طرح صادق ہوگی' کیا تم نے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ انہوں نے صراحتہً حضرت مریم کو خدا نہیں کہا؟ لیکن ان کے اقوال سے یہ بات لازم آتی ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے کسی انسان کو جنم نہیں دیا' انہوں نے خدا کو جنم دیا ہے اور بیٹا ماں کا جز اور ماں کی جنس سے ہوتا ہے' تو جب بیٹا خدا ہے تو اس سے لازم آیا کہ اس کی ماں بھی خدا ہو۔ گویا وہ صراحتاً حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں اور التزاماً ان کی ماں کو بھی خدا کہتے ہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (التوبہ: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! عیسائی اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے اس کو ان کے علماء اور درویش حرام کہیں تو یہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہو اس کو ان کے علماء اور درویش حلال کہیں تو یہ اس کو حلال کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت کرنا ہے (اور ان کو خدا ماننا ہے۔ ثعلبی) سو جس طرح عیسائی صراحتاً اپنے علماء اور درویشوں کو خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے' اسی طرح وہ مریم کو صراحتاً خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو حالانکہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدائی کی کبھی نفی نہیں کی۔ خود قرآن مجید میں عیسائیوں کے متعلق مذکور ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدہ: ۷۳)

بے شک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائی یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے ہاتھوں سے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے خالق حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں۔ اس لحاظ سے ان سے یہ نقل اور حکایت کرنا صحیح ہے کہ "کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو"۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ وہ اللہ کے خدا اور معبود ہونے کی نفی نہیں کرتے تھے' لیکن وہ اللہ کی عبادت کے ساتھ

Marfat.com

حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی عبادت بھی کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ جب اللہ کی عبادت کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت بھی کی جائے گی تو گویا کہ اللہ کی عبادت نہیں کی گئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ تنہا مستحق عبادت ہے اور وہی عبادت اللہ کی عبادت کہلائے گی جو صرف اسی کی' کی جائے اور جب اس کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کی جائے تو پھر وہ اس کی عبادت نہیں ہوگی تو حقیقت میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو معبود بنایا اور اللہ تعالیٰ کو معبود نہیں بنایا' اس لیے فرمایا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی براءت کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا تو سبحان (پاک) ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی' بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا: کہ میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ بات حق نہیں ہے' اس لیے میں نے نہیں کہی اور کمال ادب سے اس کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیا کہ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا' تو تجھے علم ہوتا' کیونکہ تجھے میرے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے متعلق علم نہیں ہے' یا اس کا معنی ہے تو میرے غیب کو جانتا ہے اور میں تیرے غیب کو نہیں جانتا' یا تجھے میری دنیا کے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے اخروی امور کے متعلق علم نہیں ہے' یا تجھے میرے اقوال اور افعال کا علم ہے اور مجھے تیرے اقوال اور افعال کا علم نہیں ہے' پھر اس کی تاکید کے طور پر فرمایا: بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام کی ابتداء لفظ سبحان سے کی' ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو شریک کی نسبت کی گئی ہے اس کی تنزیہہ کریں اور دوسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت اور سطوت کا بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے ان سے وہی کہا جسے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ (المائدہ: ۱۱۷)

حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ایک اشکال کا جواب

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ توفی کا معنی وفات ہے اور اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی' تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق جو احادیث ہیں' وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور النساء: ۱۵۸ کی تفسیر میں ہم نے بہت زیادہ احادیث پیش کی ہیں۔

توفی کا مادہ وفا ہے۔ وفاء کا معنی ہے کسی چیز کو پورا کرنا یا کسی چیز کا تمام و کمال کو پہنچنا' موت کو وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مدت حیات پوری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے واوفوا الکیل (الانعام: ۱۵۲) پورا پورا ماپ کر دو واوفوا بعھدی (البقرہ: ۴۰) مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ ووفیت کل نفس ما کسبت (آل عمران: ۲۵) ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں توفی کا لفظ موت کے لیے بھی آیا ہے اور نیند کے لیے بھی:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر: ۴۲) اللہ موت کے وقت روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی ان کی نیند کے وقت۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (الانعام:٦٠) وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔

اور اس آیت میں توفی کا معنی پورا پورا اٹھالینا ہے' جیسا کہ بکثرت احادیث میں بیان کیا گیا ہے' اس آیت میں توفی کا معنی موت مراد لینے پر مرزائی حسب ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر نصیحت کرتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے درآنحالیکہ تم ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے اللہ نے فرمایا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا تھا' ہم اسی حالت میں اس کو لوٹائیں گے' یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم بے شک اس کو کرنے والے ہیں (الانبیاء: ۱۰۴) اور سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اور سنو! میری امت میں سے چند لوگ لائے جائیں گے۔ ان کو بائیں جانب سے پکڑا ہوا ہو گا' میں کہوں گا' اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں' سو کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالی ہیں' تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ کے عبد صالح نے کہا تھا میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی' تو تو ہی ان پر گواہ تھا۔ الایہ (المائدہ: ۱۱۸-۱۱۷) سو مجھ سے کہا جائے گا' آپ کے دنیا سے جانے کے بعد یہ لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ (مرتد ہو گئے تھے)

(صحیح مسلم' الجنت' ۵۸' (۲۸۶۰) ۷۰۶۷' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۲۶۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۲۳-۳۱۶۷' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۲۰۸۷)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ مائدہ کی اسی آیت کو نقل فرمایا ہے اور اس آیت میں توفی وفات کے معنی میں ہے۔ مرزائی کہتے ہیں' اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں توفی وفات کے معنی میں ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ جب اس آیت کو پڑھیں گے تو آپ کے حق میں اس کا معنی وفات ہی ہو گا' کیونکہ آپ کے حق میں اس معنی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب توفیتنی فرمائیں گے تو ان کے حق میں اس کا معنی وفات نہیں ہو گا' کیونکہ اس معنی کے خلاف بہ کثرت احادیث ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے' سو اس کا معنی ہو گا جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا۔ بعض اوقات فاعل کے اختلاف سے فعل کا معنی مختلف ہو جاتا ہے۔ صلی اللہ کا معنی ہے اللہ نے رحمت نازل کی' صلی الملائکۃ کا معنی ہے فرشتوں نے استغفار کیا' صلی المسلمون کا معنی ہے مسلمانوں نے رحمت طلب کی۔ اس لیے مستبعد نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ توفیتنی فرمائیں تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے وفات دی اور جب حضرت عیسیٰ توفیتنی کہیں تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا جبکہ ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ توفی کا معنی لازماً موت اور وفات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب' بڑی حکمت والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱۸)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کی شفاعت کی

سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے آپ کے

Marfat.com

آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کو اور آپ کی ماں کو معبود بنالیا تھا' کیونکہ سلسلہ کلام ان ہی کے ساتھ مربوط ہے اور وہ لوگ مشرک تھے اور مشرکوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' کہ وہ ان کو نہیں بخشے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی شفاعت کیسے کی؟ کیونکہ مشرکوں کے لیے شفاعت جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اس میں ضمیران کی طرف راجع ہے جنہوں نے موت سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کرلی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قیامت کے دن کے بارے میں نہیں ہے' بلکہ آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد ہے اس تقدیر پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تو ان کو کفر پر باقی رکھے' حتیٰ کہ یہ مرجائیں اور تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنی توحید اور اطاعت کی ھدایت دے' پھر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب ہے تیرے ارادہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور تو اپنے افعال میں حکیم ہے جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا کرتا ہے۔ اس جواب سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اور "اگر تو ان کو بخش دے" کے ساتھ 'تو غالب اور حکمت والا ہی مناسب ہے اور غفور رحیم مناسب نہیں ہے۔

العزیز الحکیم اور الغفور الرحیم کا فرق

امام رازی کے والد ضیاء الدین عمر رازی رحمہ اللہ نے فرمایا اس آیت کے آخر میں العزیز الحکیم' الغفور الرحیم سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ غفور رحیم ایسی صفت ہے جو ہر محتاج کے لیے مغفرت کو واجب کرتی ہے اور عزیز رحیم ایسی صفت ہے جو ہر ایک کے لیے مغفرت کو واجب نہیں کرتی' کیونکہ عزیز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غالب ہے جو چاہے کرے' کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور جب وہ عزیز ہو اور ہر اعتبار سے غالب ہو' پھر اس کا بخش دینا اس کا بہت بڑا کرم ہے اور بعض علماء نے یہ کہا: کہ اگر وہ غفور رحیم کہتے تو یہ متبادر ہوتا کہ وہ شفاعت کر رہے ہیں' اور جب انہوں نے العزیز الحکیم کہا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ معاملہ بالکلیہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔

فساق مومنین کے لیے نبی ﷺ کی شفاعت

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے شفاعت فرمائیں گے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو یہ کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں یہ نیکو کاروں کے حق میں نہیں فرمایا تھا' کیونکہ وہ عذاب کے سزاوار نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دعا کفار کے حق میں ہے' کیونکہ ان کا یہ قول "اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب بہت حکمت والا ہے" کفار کے لائق نہیں ہے' کیونکہ کافروں کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ پس واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شفاعت ان مومنین کے لیے ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مرتکبین کبائر کی شفاعت ثابت ہے تو سیدنا محمد ﷺ کے لیے مرتکبین کبائر کی شفاعت بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگی' اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس آیت کو پڑھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے' اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (ابراہیم: ۳۶) اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب' بہت حکمت والا ہے (المائدہ: ۱۱۸) نبی ﷺ نے اپنے

Marfat.com

ہاتھ بلند کیے اور کہا اے اللہ! میری امت! میری امت! اور آپ رونے لگے۔ اللہ عزوجل نے کہا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جاننے والا ہے' ان سے پوچھو ان کو کیا چیز رلاتی ہے؟ جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی' اللہ تعالٰی نے فرمایا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

(صحیح مسلم' الایمان' ۳۴۶ (۲۰۲) ۴۸۹' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۲۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنی امت پر بہت شفیق تھے اور امت کی بھلائی اور بہتری میں کوشاں رہتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں اس امت کے لیے بہت عظیم بشارت ہے اور اس میں امت کی مغفرت کی بہت بڑی امید ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک نبی ﷺ کی بہت عزت اور وجاہت ہے اور حضرت جبرائیل کو نبی ﷺ کے پاس بھیجنے سے آپ کے شرف اور مرتبہ کا اظہار مقصود ہے۔ یہ حدیث اس آیت کے موافق ہے۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔ (الضحیٰ: ۵) اللہ اکبر! سارا جہان اللہ کو راضی کرتا ہے اور اللہ آپ کو راضی کرتا ہے۔ آپ کو راضی کرنے کی بشارت دینے کے بعد یہ فرمایا: اللہ آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دے گا' کیونکہ بعض امتیوں کو بخش دینے سے بھی راضی کرنا متحقق ہو سکتا ہے' لیکن اگر آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں رہ گیا تو آپ رنجیدہ ہوں گے۔ گویا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے اور آپ کے تمام امتیوں کو دوزخ سے نجات دے دیں گے۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع پہنچائے گا' ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ آسمانوں' زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(المائدہ: ۱۲۰-۱۱۹)

سچ بولنے کا فائدہ صرف آخرت میں کیوں ہو گا؟

اس پر اجماع ہے کہ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے' اور یہ کہ جن لوگوں نے دنیا میں سچ بولا تھا' ان کا سچ اس دن کام آئے گا اور ان کو نفع دے گا' اور اس دن کسی کا سچ بولنا اس کے لیے نفع آور نہیں ہو گا' کیونکہ دار التکلیف اور دار العمل دنیا ہے اور قیامت کا دن یوم الجزاء ہے۔ اس دن تو شیطان بھی سچ بولے گا اور کہے گا:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (ابراھیم: ۲۲)

اور فیصلہ ہو چکنے کے بعد شیطان کہے گا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا۔

شیطان کا یہ قول سچ ہے لیکن اس دن کسی کا سچ اس کے کام نہیں آئے گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مسلمان یوم آخرت میں انبیاء علیہم السلام کے تبلیغ کرنے کی جو سچی گواہی دیں گے اور اپنے اعمال کی سچی گواہی دیں گے تو مسلمانوں کی یہ سچی گواہی ان کو نفع دے گی' اور نفع یہ ہے کہ ان سے شہادت کے چھپانے کا مواخذہ نہیں ہو گا اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔

سچ بولنے کا نفع ویسے تو انسان کو ہر روز حاصل ہوتا ہے' لیکن آخرت میں دائمی اجر و ثواب صرف اس دن حاصل ہو گا۔ اس

Marfat.com

کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آخرت میں سچ بولنے کا کیا نفع ملے گا' وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں۔ انسان کو کوئی نعمت مل جائے تو پھر بھی اس کو یہ فکر ستاتی رہتی ہے کہ کہیں یہ نعمت زائل نہ ہو جائے اور اگر نعمت زائل نہ ہو تو اس نے ایک دن مر جانا ہے' تب بھی وہ اس خیال سے ملول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی نہ ان کو موت آئے گی' بلکہ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جنت انسان کے جسم کی نعمت ہے اور اس کی روح کی نعمت یہ ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے تو جنت کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔ پھر فرمایا: یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سب سے بڑی کامیابی اللہ کا راضی ہونا ہے' جنت میں مرغوبات نفس ہیں اور اللہ کی رضا اس سے بہت بڑا اور اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے' ہم جنت کے لائق تو نہیں ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور سب سے بڑا مطلوب یہ ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ کی عظمت و جبروت کے ذکر پر سورت کا اختتام

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' اس آیت میں لفظ ما استعمال فرمایا ہے۔ جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ من کا لفظ استعمال نہیں فرمایا' جو ذوی العقول کے لیے آتا ہے' اس میں ہو سکتا ہے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہو کہ آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے خواہ وہ ذوی العقول اور ذوی العلوم ہوں' غیر ذوی العقول اور غیر ذوی العلوم سب اس کے قبضہ و قدرت میں مسخر ہیں اور سب اس کی قضاء و قدرت کے تابع ہیں۔ اور ذوی العقول اس کے سامنے غیر ذوی العقول اور جمادات کے درجہ میں ہیں' اس کی قدرت کے سامنے کسی کی قدرت نہیں اور اس کے علم کے سامنے کسی کا علم نہیں' اس لیے اس آیت میں غیر ذوی العقول کو ذوی العقول پر غلبہ دے کر لفظ ما استعمال فرمایا۔

شریعت اور حقیقت کی طرف اشارہ

جب آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم بھی اللہ کی ملک میں ہیں۔ اس کے مملوک اور عبد ہیں اور جو مملوک اور عبد ہوں' وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت میں عیسائیوں کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم خدا ہیں' اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو اور احکام شرعیہ کے ذکر سے اس سورت کی ابتداء کی تھی اور اس سورت کا اختتام اللہ عزوجل کی کبریائی' اس کی عزت و جلال اور اس کی سلطنت اور قدرت پر کیا ہے۔ گویا یہ سورت شریعت کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حقیقت کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ شریعت ابتداء ہے اور حقیقت انتہاء ہے' اور یہ کہ شریعت پر عمل کر کے ہی انسان حقیقت تک پہنچے گا۔

تمام مضامین سورت کی دلیل

اس سورت میں احکام شرعیہ بیان کیے گئے ہیں اور یہود کا رد کیا گیا ہے جو سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کرتے تھے اور عیسائیوں کا رد کیا گیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے معتقد تھے' اور اس سورت کو اس آیت پر ختم کیا ہے جس کا معنی ہے ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات' ارواح اور اجسام کا موجد اور خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور مالک ہے تو اسے اپنی مخلوق کو امر اور نہی' حکم دینے اور منع کرنے کا حق ہے اور یہی شریعت ہے' سو یہی آیت احکام شرعیہ کی دلیل ہے اور جب اللہ خالق اور مالک ہے تو اسے یہ حق ہے کہ وہ جس حکم کو چاہے معطل کر دے اور جس شریعت کو چاہے منسوخ کر دے۔ سو اس نے یہود کی شریعت کو منسوخ کر کے سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کو نافذ کر دیا' سو اس آیت سے یہود کا رد بھی ہو گیا اور اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کا رد بھی ہو گیا' کیونکہ جب ہر چیز

Marfat.com

اس کی مملوک ہے تو حضرت عیسیٰ بھی اس کے مملوک ہیں' اور جو مملوک ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' سو یہ آخری آیت اس پوری سورت کے مضامین کی دلیل ہے۔

اختتامی کلمات

آج بہ روز چہار شنبہ مورخہ ۱۹ صفر ۱۴۱۸ھ / ۲۵ جون ۱۹۹۷ سحری کے مبارک وقت میں سورۂ مائدہ کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اس سورت کے تمام حقائق و معارف اور تمام اسرار و رموز کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اسلاف کی کتابوں سے استفادہ کر کے اور زیادہ سے زیادہ احادیث پیش کر کے اپنی استطاعت کے مطابق اس تفسیر کی سعی کی ہے۔

الہ العالمین! اس سعی کو قبول فرما' اس میں جو کوتاہی ہو گئی اس سے درگزر فرما اور جس طرح تو نے محض اپنے فضل سے سورۂ مائدہ کی تفسیر کی توفیق دی ہے' بقایا سور قرآن کی تفسیر کی بھی توفیق عطا فرما اور محض اپنے فضل و کرم سے میری' میرے والدین اور اساتذہ کی' میرے تلامذہ کی اس تفسیر کے کمپوزر' کاتب اور مصحح کی' اس کے ناشر' اس کے تمام معاونین' محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔ ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر مشکل' مصیبت اور پریشانی اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر سعادت اور نعمت عطا فرما۔ شرح صحیح مسلم' اس تفسیر اور میری ہر تصنیف کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے' ان کتابوں کے فیضان کو تا قیام قیامت باقی اور عام رکھ' ان کتابوں کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا۔ آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک سیدنا محمد خاتم النبیین' قائد المرسلین' شفیع المذنبین' وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین۔

Marfat.com

سُورَةُ الْاَنْعَامِ

(٦)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الانعام

اس سورت مبارکہ کا نام الانعام ہے' اس میں بیس (۲۰) رکوع اور ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) آیات ہیں' یہ سورت مکی ہے البتہ! اس کی چند آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان آیتوں کو اس سورت میں اپنے اپنے مقام پر لکھوا دیا۔ ان کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب باحوالہ آ رہی ہے' انعام کا معنی ہے مویشی۔ اس سورت کا نام الانعام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں ان مشرکین کا رد کیا گیا ہے' جنہوں نے از خود چند مویشیوں کو حلال کر لیا تھا اور چند مویشیوں کو حرام کر لیا تھا' وہ آیتیں یہ ہیں:

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (الانعام: ۱۳۹-۱۳۸)

اور مشرکوں نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں' انہیں وہ کھائے گا جسے ہم چاہیں گے ان کے زعم فاسد کے مطابق' اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن کی پشتوں (پر سواری اور بار برداری) کو حرام کیا گیا ہے اور بعض مویشی ایسے ہیں جن پر وہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے تھے' اللہ پر بہتان باندھنے کے لیے' اللہ ان کو ان کے بہتان کی عنقریب سزا دے گا ○ اور انہوں نے کہا ان مویشیوں کے پیٹ میں جو بچہ (زندہ) ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔ عنقریب اللہ ان کو ان احکام کو وضع کرنے کی سزا دے گا' بے شک وہ بڑی حکمت والا' بہت علم والا ہے۔

جیسا کہ ہم عنقریب باحوالہ بیان کریں گے یہ پوری سورت ایک رات میں یک بارگی نازل ہوئی تھی' اور جس رات یہ نازل ہوئی آپ نے اسی رات اس کو لکھوا دیا تھا۔ اس سورت کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور کے آخری زمانہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس سے پہلے الفاتحہ' البقرہ' آل عمران' النساء اور المائدہ

Marfat.com

مدنی سورتیں تھیں۔ ان سورتوں میں اصالتہ خطاب مومنین سے تھا۔ اور ان میں مسلمانوں کیلئے شرعی احکام بیان کیے تھے۔ نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد' صلہ رحم' عورتوں کے حقوق' نکاح' طلاق وعدت' وراثت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر احکام شرعیہ بیان فرمائے تھے' اور مدینہ منورہ میں جو غیر مسلم تھے' یہود اور عیسائی' ان کی بدعقیدگیاں بیان کر کے ان کا رد فرمایا تھا اور اسلام کے خلاف ان کے شکوک و شبہات کے جوابات دیئے تھے اور منافقین کی ریشہ دوانیاں بیان فرمائی تھیں' اور ان کی سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے مسلمانوں کو خبردار فرمایا تھا اور ضمناً بعض آیتوں میں مشرکین کا بھی رد فرمایا تھا۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ پہلی مکی سورت ہے' چونکہ مکہ میں مسلمانوں نے اپنی کوئی ریاست قائم نہیں کی تھی اور نہ ان کو اس کے مواقع میسر تھے' اس لیے وہاں مسلمانوں کے پاس اپنا نظام معیشت اور نظام حکومت قائم کرنے کے وسائل نہیں تھے۔ اس لیے مکی سورتوں میں احکام شرعیہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا' وہاں پر مسلمانوں کا مشرکین سے تصادم تھا اور توحید کا پیغام پہنچانے میں مشرکین زبردست رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اس لیے مکی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد کو بیان کرنے اور ان کو دلائل سے ثابت کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

الانعام میں توحید و رسالت کے بنیادی مسائل اور دلائل بیان فرمائے ہیں اور حیات بعد الموت اور حشر و نشر کو بیان فرمایا ہے' اور اصل دین ابراہیم کی وضاحت کی ہے اور انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں اور عقل و فطرت کے تقاضوں سے استدلال کیا ہے' مشرکین کے فرمائشی معجزات ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتائی ہیں۔ تقدیر کا بیان کیا ہے اور بعض مشرکانہ رسوم کا رد فرمایا ہے' مشرکین عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ عذاب آ گیا تو تمہارے پاس اس کے بچاؤ کا کیا سامان ہے؟

سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورۃ الانعام مکمل ایک رات میں مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ (المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۹۳۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ پر سورۃ الانعام یکبارگی مکمل نازل ہوئی۔ اس وقت میں نبی ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے تھی' اور اس سورت کے بوجھ سے لگتا تھا کہ اس اونٹنی کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔

(المعجم الکبیر' ج ۲۴' رقم الحدیث: ۴۴۹-۴۴۸' مطبوعہ بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الانعام نازل ہوئی درآنحالیکہ اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس نے مشرق اور مغرب کو بھر لیا تھا' وہ بلند آواز سے تسبیح اور تقدیس کر رہی تھی اور زمین لرز رہی تھی' اور رسول اللہ ﷺ پڑھ رہے تھے سبحان اللہ العظیم' سبحان اللہ العظیم۔ اس حدیث کی روایت میں احمد بن محمد سالمی متفرد ہیں۔ (المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۴۴۳' مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الانعام سے مدنی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام النحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں مکمل یکبارگی نازل ہوئی' سو یہ مکی سورت ہے۔ ماسوا تین آیتوں کے وہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ (قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم۔ الایہ: ۱۵۳-۱۵۱)

Marfat.com

امام ابن المنذر نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے' یہ مکی سورت ہے۔ ماسوا اس آیت کے ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ (الانعام:۱۱۱)

امام فریابی' امام اسحاق بن راھویہ اور امام عبد بن حمید نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ فرشتے بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے' یہ مکی سورت ہے ماسوا ان دو آیتوں کے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم (الایہ) اور اس کے بعد والی آیت۔ (الانعام:۱۵۲-۱۵۱) (الدر المنثور' ج ۳' ص ۲۴۴' مطبوعہ بیروت)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے سورۃ الانعام چھ آیتوں کے سوا مکہ میں نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبوں کو بلا کر اسی رات اس سورت کو لکھوا لیا تھا۔ (قرطبی' ج ۶' ص ۳۱۵)

سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث

امام دیلمی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ الانعام پڑھنے والے کو ایک منادی ندا کرتا ہے: اس سورت سے محبت رکھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے آؤ جنت کی طرف۔

امام ابوالشیخ نے ابو محمد عابد سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں: تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں' قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' اس کو کوثر سے غسل دے گا اور سلسبیل سے اس کو پانی پلائے گا اور فرمائے گا "میں تیرا برحق رب ہوں اور تو میرا برحق بندہ ہے"۔

امام ابن الضریس' ابو محمد فارسی سے روایت کرتے ہیں جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں' اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور کوثر سے پانی پلائے گا اور سلسبیل سے غسل دے گا اور اللہ فرمائے گا' میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

امام دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور اپنے مصلیٰ پر بیٹھ گیا اور سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں' اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور قیامت تک اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الدر المنثور' ج ۳' ص ۲' مطبوعہ ایران)

ان احادیث کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ۶' ص ۲۹۶-۲۹۵)

حافظ سیوطی نے سورۃ الانعام کی فضیلت میں جو احادیث نقل کی ہیں' ان میں صرف ایک حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور باقی روایات کی اسانید سے سکوت کیا ہے۔ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کم عمل پر بہت زیادہ ثواب بیان کیا جائے' وہ موضوع ہوتی ہے اور فضائل قرآن کے سلسلہ میں لوگوں نے بہت احادیث وضع کی ہیں۔ اگر یہ احادیث موضوع نہ ہوں' تب بھی ضعف سے بہرحال خالی نہیں ہیں اور فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر ہوتی ہیں' اور تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کو تقویت ملتی ہے۔ ہم نے اس نیت سے یہ احادیث لکھی ہیں کہ ان میں بیان کردہ ثواب کی امید پر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنی چاہئیں' لیکن یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ صرف ان تین آیتوں کو پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ نہ فرائض' واجبات اور سنن و مستحبات پر عمل کی ضرورت ہے' نہ محرمات اور مکروہات سے اجتناب کی حاجت ہے تاہم اللہ بہت کریم اور نکتہ نواز ہے۔ وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ساری عمر کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو چلو سے پانی پلایا' حتیٰ کہ اس کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو مشکور کیا اور اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سو اگر اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنے سے بخش دے اور جنت عطا فرمائے تو یہ اس کے کرم اور نکتہ نوازی سے کب بعید ہے!

سورۃ الانعام کا موضوع

جس طرح باقی مکی سورتوں میں اصالۃً عقائد کو بیان کیا گیا ہے' اسی طرح سورۃ الانعام میں بھی اصول اور عقائد ہی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور الوہیت' وحی' رسالت' بعث بعد الموت اور جزاء و سزا کا اثبات اور اس پر دلائل فراہم کرنا اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت میں مشرکین اور دیگر ان مبتدعین کے خلاف دلائل ہیں جو حشر اور نشر کا انکار کرتے تھے اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پوری سورت کو یکبارگی نازل کیا جائے۔ کیونکہ پوری سورت بہ منزلہ دلیل واحد ہے۔ اگرچہ اس کی فروع بہت ہیں اور متکلمین نے اسی سورت پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی ہے' کیونکہ اس میں ایسی آیات ہیں جو قدریہ کا رد کرتی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن' ج ۶' ص ۲۹۶' مطبوعہ بیروت)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے خود بھی دلائل کو پیش کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی دلائل کی تلقین کی ہے۔ خود دلائل پیش کرنے کی چند مثالیں یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (الانعام: ۱)	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور روشنی کو پیدا فرمایا پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (الانعام: ۲)	وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر مدت (حیات) مقرر فرما دی اور (قیامت کا) معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے' پھر تم شک کرتے ہو۔
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ (الانعام: ۶۱)	اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر (نگہبان) فرشتے بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی پر موت (کا وقت) آ جائے تو ہمارے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہ کثرت دلائل تلقین فرمائے ہیں۔ ان کی چند مثالیں یہ ہیں:

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۱۲)	آپ پوچھیے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے' وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے' اس نے (اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام:۱۴)

آپ کہئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور یہ کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ (الانعام:۱۹)

آپ پوچھئے سب سے بڑی کس کی گواہی ہے؟ آپ فرمایئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام: ۶۴-۶۳)

آپ پوچھئے تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت سے) سے بچالے تو ہم ضرور اس کے شکر گزار بن جائیں گے ○ آپ کہئے اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو۔

سورۃ الانعام کے مضامین

سورۃ الانعام کے مضامین کو حسب ذیل عنوانوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت اور اس کی صفات پر انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے استدلال

۲- نبوت' رسالت اور وحی پر عقلی اور مشاہداتی دلائل اور مشرکین کے شبہات کے جوابات

۳- بعث بعد الموت' حساب و کتاب' حشر و نشر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء اور سزا کا اثبات۔

۴- تمدنی اور معاشرتی زندگی کے مسلمہ اخلاق اور آداب کا بیان۔

۵- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور اصول اور عقائد میں لوگوں کے اختلاف کا اہواء شخصیہ اور آباء و اجداد کی تقلید پر مبنی ہونا۔

۶- آخرت میں ثواب اور عذاب کا لوگوں کے شخصی اعمال پر مبنی ہونا۔

۷- انسانوں کے افعال کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کا کسب انسان کرتا ہے۔ کسب سے مراد انسان کا اختیار اور ارادہ ہے۔ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے اور اس کو جزاو سزا اپنے کسب اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اس لیے جبر بھی نہیں ہے کیونکہ انسان مختار ہے' اور قدر بھی نہیں ہے کیونکہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تقدیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے موافق اسباب کا مسببات کے ساتھ مربوط ہونا۔

۸- کافروں اور فاسقوں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور مومنوں اور نیکوکاروں کو ثواب دینا' اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہے۔

۹- حلال اور حرام کرنے کی تشریع اور شریعت سازی اللہ عزوجل کا حق ہے اور بعض امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور یہ بھی شریعت ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی انسان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے۔

۱۰- لوگوں پر لازم ہے کہ وہ گزشتہ امتوں کے احوال میں غور و فکر کریں کہ جن لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی' ان کا کیا

Marfat.com

حال ہوا' اور زمین میں گھوم پھر کر ان پر کیے ہوئے عذاب کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان بکثرت نشانیوں میں غور و فکر کریں جو اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی عظمت' اس کے علم اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۱- اللہ تعالیٰ انسان کو مصائب سے اور دنیاوی زیب و زینت سے امتحان اور آزمائش میں ڈالتا ہے' تاکہ نیک اور بد ممتاز ہوں۔

۱۲- اللہ تعالیٰ فاسقوں اور کافروں کو ڈھیل دیتا رہتا ہے' اس لیے کسی کافر یا فاسق کی دنیاوی عیش و عشرت' آسودہ حالی اور اقتدار سے کسی مسلمان کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

۱۳- بیوی اور اولاد سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کا بیان' استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے کہا ہے کہ سورۃ الانعام میں توحید کے تمام قواعد ہیں۔

۱۴- جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں ان کو نصیحت کرنا اور جو دین حق کی تکذیب کرتے ہیں ان کو پہلی امتوں کے مکذبین کی وعید سنانا اور یہ بتانا کہ ان کے انکار سے صرف ان کو نقصان ہوگا۔

۱۵- جو مشرکین مکہ نبی ﷺ سے عناداً معجزات طلب کرتے تھے' ان کی جہالت کا بیان کرنا۔

۱۶- نبی ﷺ کو یہ تسلی دینا کہ آپ کی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

۱۷- رسولوں کو بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کے ثواب کی بشارت دیں' لوگوں کی فرمائش سے ان کو مغیبات پر مطلع کرنا یہ رسول کا منصب نہیں ہے۔

۱۸- فضیلت کا معیار اللہ تعالیٰ کے دین کو ماننا اور تقویٰ ہے۔

۱۹- نفس کو طیبات یعنی پاکیزہ اور حلال چیزوں سے محروم کر دینا یہ تقویٰ نہیں ہے' بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ نفس کے ناجائز تقاضے پورے نہ کیے جائیں اور اس کو شہوات باطلہ کی تکمیل سے محروم کر دیا جائے۔

۲۰- امت محمدیہ پر یہ احسان کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا جس طرح حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سابقہ امتوں کا خاتم بنایا۔

۲۱- قرآن اور دین اسلام کی فضیلت اور یہ کہ اس امت کی نیکیوں کا ثواب اللہ نے کئی گنا بڑھایا۔

۲۲- یہ سورت مشرکین جاہلیت کے تمام احوال کی جامع ہے اور اس میں ان کی جہالت پر سب سے زیادہ رد کیا گیا ہے۔

سُورَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعًا

سورۃ الانعام مکی ہے اس میں ایک سو پینسٹھ آیات اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا

Marfat.com

النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

فرمایا ، پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں ○ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے

مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

پیدا فرمایا ، پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی ، اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ

تَمْتَرُوْنَ ۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

شک کرتے ہو ○ اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے ، وہ تمہارے ظاہر اور باطن

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۳ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے ○ اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ

کوئی نشانی آتی ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں ○ سو بے شک جب ان کے پاس حق آگیا تو انھوں نے اس کو

فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۵ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

جھٹلا دیا سو عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○ کیا انھوں نے نہیں دیکھا

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایسی قومیں تباہ و برباد کر دیں جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جیسا تمہیں نہیں

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ

دیا ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیتوں اور باغوں کے) نیچے دریا بہائے

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری

اٰخَرِيْنَ ۶

قوم پیدا کر دی ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا۔ پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔ (الانعام: ۱)

حمد' مدح اور شکر کا فرق

حمد' مدح اور شکر میں فرق ہے مدح' حمد سے عام ہے۔ حمد' کسی شخص کی اختیاری خوبی اور کمال پر تعریف اور توصیف کو کہتے ہیں خواہ وہ نعمت ملنے کی وجہ سے کی جائے یا بغیر نعمت کے۔ اور مدح کسی چیز کے حسن اور خوبی پر کی جانے والی تعریف کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ اس کی اختیاری خوبی ہو یا غیر اختیاری۔ اگر آپ کسی عالم کے علم و فضل کی تعریف کریں گے تو یہ حمد بھی ہے اور مدح بھی ہے اور اگر آپ کسی پھول کی خوشبو کی تعریف کریں گے تو یہ مدح ہے' حمد نہیں ہے۔ حمد اور شکر میں بھی فرق ہے۔ حمد عام ہے خواہ نعمت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا بغیر نعمت کے۔ اگر آپ کسی ایسے شخص کے علم کی تعریف کریں جو آپ کو جانتا نہیں ہے اور آپ کا اس سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے تو یہ حمد ہے' شکر نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے آپ کو کچھ مال دیا ہو اور آپ اس کی سخاوت کی تعریف کریں تو یہ شکر بھی ہے اور حمد بھی ہے۔

تمام تعریفوں کا اللہ کے ساتھ مختص ہونا

ہم نے الحمد للہ کا ترجمہ کیا ہے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں کیونکہ الحمد میں الف لام جنس کا ہے اور للہ میں لام اختصاص کا ہے یا استحقاق کا ہے اور اس کا معنی ہے حمد کی ماہیت اور حقیقت اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے تمام تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ منعم کا شکر واجب ہے مثلاً تعلیم کی وجہ سے استاذ کا شکر واجب ہے۔ عدل کی وجہ سے منصف کا شکر واجب ہے' احسان کی وجہ سے محسن کا شکر واجب ہے اور پالنے پوسنے کی وجہ سے ماں باپ کا شکر واجب ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان: ۱۴) میرا شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ٥ (الرحمٰن: ۶۰) نیکی کا صلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے؟

اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا' وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(سنن ابو داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۸۱۱' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۶۱ء مسند احمد' ج ۲' ص ۲۵۸' ج ۳' ص ۳۲' ج ۴' ص ۲۷۸' طبع قدیم)

یہ برحق ہے کہ جب کوئی انسان کسی انسان کے ساتھ کوئی نیکی کرے یا اس کو کوئی نعمت پہنچائے تو اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے' لیکن در حقیقت تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اور تمام احسانات اسی کے ہیں۔ اسی لیے حقیقت میں صرف وہی مشکور ہے اور باقی سب مجازاً مشکور ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک انسان دوسرے انسان پر اس وقت احسان کرتا ہے جب اس کے دل میں اس احسان کا محرک اور داعیہ پیدا ہوتا ہے اور یہ محرک اور داعیہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو اصل احسان اسی کا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان پر بلا غرض احسان کرتا ہے اور بندہ کسی غرض سے احسان کرتا ہے اور یہ غرض یا حصول نفع ہوتی ہے یا دفع ضرر۔ کسی ضرورت مند پر احسان کر کے محسن کا دل خوش اور مطمئن ہوتا ہے یا وہ اس پر احسان کر کے اس کے کسی سابقہ

Marfat.com

احسان کا بدلہ چکاتا ہے یا اخروی ثواب کے لیے احسان کرتا ہے اور یہ حصول نفع ہے یا اس ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھ کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس رقت کے ازالہ کے لیے اس پر احسان کرتا ہے اور یہ دفع ضرر ہے تو انسان انسان پر کسی نہ کسی غرض سے احسان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بلا غرض احسان کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ بلاواسطہ احسان کرتا اور انسان بالواسطہ احسان کرتا ہے۔

مثلاً ایک انسان کسی بھوکے شخص کو کھانا کھلا کر احسان کرتا ہے۔ اگر اس انسان کے پاس طعام خریدنے کے لیے پیسے نہ ہوتے یا پیسے تو ہوتے لیکن بازار میں طعام دستیاب نہ ہوتا تو وہ اس کو طعام کیسے کھلاتا؟ پھر یہ بھی سوچیے کہ یہ طعام کس کا پیدا کیا ہوا ہے! پھر اگر وہ انسان طعام فراہم کر لیتا لیکن وہ بھوکا شخص کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکتا تو وہ اس کو کیسے کھانا کھلاتا؟ غرض انسان جب کسی انسان پر احسان کرتا ہے اور اس کو فیض پہنچاتا ہے تو اس تک اس احسان اور فیض پہنچنے میں بیسیوں واسطے ہوتے ہیں اور ہر واسطہ اللہ کے فیض اور اس کے احسان پر ختم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ جو شخص کسی پر انعام اور احسان کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے اور اسی کا احسان ہے۔ لہٰذا تمام احسانات پر شکر اور تمام کمالات اور محاسن پر ستائش اور تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور وہی اس کا مستحق ہے اور مخلوق میں جس کی خوبی پر حمد کی جائے اور جس کے احسان کا شکر ادا کیا جائے' وہ سب مجاز ہے۔ حقیقت میں وہی مشکور ہے اور وہی محمود ہے۔

عالم کبیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ستون کے اور بغیر کسی کجی کے آسمان کو بنایا اور آسمانوں میں سورج اور چاند کو رکھا اور اس کو ستاروں سے مزین کیا اور ہوا کے دوش پر بادلوں کو رکھا' زمین کا فرش بچھایا' اس میں پہاڑوں کو نصب کیا اور ان میں کشادہ راستے رکھے اور اس میں سمندروں اور دریاؤں کو رواں دواں کیا اور پتھروں سے چشمے نکالے۔ ان تمام چیزوں میں اس کی وحدانیت اور اس کی عظیم قدرت پر دلالت ہے' کیونکہ اس کائنات کا پورا نظام طرز واحد پر چل رہا ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور وہی اللہ واحد قہار ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے' اس نے تاریکیوں اور نور کو پیدا کیا۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد تاریکی اور نور کے پیدا کرنے کا ذکر کیا' کیونکہ آسمان اور زمین جواہر اور اعیان ہیں اور تاریکی اور نور معانی اور اعراض ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ نے مٹی (زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور پیر کے دن درخت پیدا کیے اور منگل کے دن مکروہ چیزوں کو پیدا کیا (مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں التقن کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں معدنیات) اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن اس میں مویشیوں اور جانوروں کو پھیلا دیا اور مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

(صحیح مسلم' المنافقین' ۲۷' (۲۷۸۹) ۶۹۲۰' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۳۴۹' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۲۷' طبع قدیم)

کفار کی احسان فراموشی

یہ آیت کفار کی شقاوت اور قباحت پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ

Marfat.com

آسمانوں اور زمینوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کے دلائل اور نشانیاں سب پر ظاہر اور واضح ہیں اور اس کی عطاؤں اور انعامات سے کائنات کا ہر فرد فیض پا رہا ہے اور فائدہ اٹھا رہا ہے اور کوئی شخص بھی اس کے کرم سے محروم نہیں ہے۔ پھر ان تمام احسانات کے باوجود یہ کفار بے جان بتوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی کو ملامت کرتے ہوئے کہے میں نے تم کو اتنا مال دیا' اتنی عزت دی' تم پر اتنے احسان کیے' پھر بھی تم مجھے گالیاں دیتے ہو اور برا کہتے ہو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے سے اس کو ایسی ہی اذیت ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا۔ اس نے جو میری تکذیب کی وہ اس کا یہ فاسد گمان ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس نے جو مجھے گالی دی' وہ اس کا یہ قول ہے کہ میرا بیٹا ہے' سو میں اس سے پاک ہوں کہ میں کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۴۸۲' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۷۷' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۵۱' طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر مدت (حیات) مقرر فرما دی اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ شک کرتے ہو۔ (الانعام: ۲)

عالم صغیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین یعنی عالم کبیر کو پیدا کرنے سے اپنی خالقیت اور وحدانیت پر استدلال کیا تھا اور اس آیت میں انسان یعنی عالم صغیر کو پیدا کرنے سے اپنی خالقیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور تم آدم کی اولاد ہو' لہٰذا تم کو بھی مٹی سے پیدا کیا۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ مومن' متقی' کریم اور فاجر' درشت خو اور ذلیل۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(شعب الایمان' ج ۴' ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم کو بلاواسطہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو فرشتہ رحم پر مقرر کیا گیا ہے' وہ نطفہ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر یہ کہتا ہے' اے رب! اس کی تخلیق کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی؟ اگر اللہ فرمائے کہ اس کی تخلیق کی جائے گی تو پھر کہتا ہے' اے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کا نشان کیسا ہے؟ اور اس کی موت کب ہوگی؟ اللہ فرماتا ہے تم لوح محفوظ میں دیکھو۔ وہ لوح محفوظ میں دیکھتا ہے تو اس میں اس کا رزق' اس کا نشان' اس کی موت اور اس کا عمل لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جس جگہ اس کو دفن کیا جائے گا' وہ وہاں سے مٹی لیتا ہے اور اس کو اس کے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے:

Marfat.com

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى (طٰہٰ: ۵۵)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ٦' ص ٣٠٠' مطبوعہ بیروت)

امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے عطا خراسانی سے روایت کیا ہے جس جگہ انسان کو دفن کیا جائے گا' وہاں کی مٹی کو فرشتہ نطفہ پر چھڑکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے منها خلقنا کم۔

(الدر المنثور' ج ۴' ص ۳۰۲' مطبوعہ ایران)

حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء' ج ۲' ص ۲۸۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ علی متقی برھان پوری متوفی ۹۷۵ھ خطیب کے حوالے سے لکھتے ہیں' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جب وہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا اور میں اور ابو بکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی میں دفن کیے جائیں گے۔ (کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۲۶۷۳)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہر انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ احادیث کے علاوہ اس موقف پر عقل سے بھی استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں خون سے بنتی ہیں اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا گوشت اور زمینی پیداوار (سبزیوں اور پھلوں) پر مشتمل ہوتی ہے اور حیوان کا گوشت بھی زمینی پیداوار سے بنتا ہے تو مآل زمینی پیداوار ہے اور زمینی پیداوار مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ سو خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے' پھر اس طریقہ سے مٹی سے نطفہ بنتا ہے اور نطفہ سے متعدد اعضاء بنتے ہیں جو رنگ روپ اور صورت شکل میں مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً قلب' دماغ' پھیپھڑے' جگر اور دیگر بڑی بڑی ہڈیاں' باریک شریانیں اور پٹھے وغیرہ اور ایک مادہ یعنی مٹی سے مختلف صورت و شکل اور مختلف طبائع اور حقائق کے اعضاء پیدا کرنا اور ایک مٹی سے دنیا کے متعدد اور مختلف رنگ و نسل کے انسان پیدا کرنا' صرف اسی کی تخلیق سے عمل میں آسکتا ہے جو حکیم اور مدبر اور قادر اور قیوم ہو۔ پھر ان مختلف انسانوں کی پیدائش ہزارہا سال سے ایک ہی نظم اور ایک ہی طرز پر ہو رہی ہے اور انسان کی تخلیق کے اس سلسلہ کا نظم واحد پر ہونا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور وہ اللہ الواحد القہار ہے۔

دو اجلوں کی تفسیریں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اس نے اجل (موت) مقرر فرمادی اور اجل مسمیٰ (مدت مقررہ) اس کے پاس ہے۔ اجل کے معنی موت ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو موتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان موتوں کی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد موت ہے اور دوسری اجل سے مراد قیامت ہے' کیونکہ آخرت میں ان کی حیات کی مدت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہوگی اور اس کی مدت اور اس کی کیفیت کا حال اللہ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک کی مدت ہے۔ اور دوسری اجل سے مراد موت کے بعد سے لے کر اس کے دوبارہ پیدا ہو کر اٹھنے تک کی مدت ہے اور اس مدت کو برزخ کہتے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد نیند ہے اور

Marfat.com

دوسری اجل سے مراد موت ہے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد طبعی موت ہے اور دوسری اجل سے مراد حادثاتی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' وہ اس کے پاس مقرر ہے۔ اس کا معنی ہے وہ اس کو معلوم ہے اور لوح محفوظ میں مذکور ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کے اس قدر واضح دلائل ہونے کے باوجود تم اس کی وحدانیت میں شک کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے۔ وہ تمہارے ظاہر اور باطن کے حال کو جانتا ہے' اور تمہارے کاموں سے واقف ہے (الانعام: ۳)

اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل

اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا' دوسری آیت میں فرمایا جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری خلوت اور جلوت کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل ہے اور کمال علم اور کمال قدرت یہ ایسی دو صفتیں ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے اور ان دونوں آیتوں کے مجموعہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل مکمل ہو گئی۔

اس آیت کا بظاہر معنی یہ ہے کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس سے یہ لازم آیا کہ آسمان اور زمین اللہ کے لیے ظرف ہیں اور اللہ تعالیٰ **مظروف** ہے اور **مظروف** محدود ہوتا ہے اور محدود ہونا الوہیت کے منافی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں میں معظم ہے' یا معبود ہے' یا مستحق عبادت ہے' یا اس کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں کی تدبیر میں منفرد ہے' یا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری خلوت اور جلوت کو آسمانوں اور زمینوں میں جانتا ہے' اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اللہ جانتا ہے جو تم کسب کرتے ہو' کسب کا معنی ہے حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے کوئی کام کرنا' اسی لیے اللہ تعالیٰ کے افعال کو کسب نہیں کہا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے' وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں' سو بے شک جب ان کے پاس حق آگیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ سو عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے (الانعام: ۵-۴)

کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر بالرسول کی مذمت

اس سے پہلی تین آیات کا تعلق توحید کے ساتھ تھا اور ان آیتوں کا تعلق رسالت کے ساتھ ہے۔ سابقہ آیتوں میں مشرکین کے اس کفر کو بیان فرمایا تھا جو وہ اللہ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیتوں میں ان کے اس کفر کو بیان فرمایا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیات میں وجہ ارتباط یہ ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کا انکار بھی اس لیے کرتے تھے' کہ آپ اللہ عزوجل کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے۔ اس وجہ سے وہ آپ کی تکذیب کرتے تھے اور جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کے صدق پر اللہ کی طرف سے کوئی نشانی اور معجزہ پیش کرتے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے تھے۔ سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ آپ نے قرآن مجید پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ کوئی انسان اس کی چھوٹی سے چھوٹی آیت کی بھی نظیر نہیں لا سکتا' سو کوئی اس کی نظیر نہیں لا سکا۔ پھر آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور کئی معجزات

Marfat.com

یش کیے' لیکن انہوں نے ان معجزات کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کا مذاق اڑایا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے انکار اور کفر کے تین احوال بیان فرمائے ہیں۔ پہلا حال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے اعراض کیا اور منہ موڑا۔ دوسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلایا اور تیسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا اور یہ ان کے کفر اور انکار کی انتہاء ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اس وعید میں دو احتمال ہیں 'اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہو سکتا ہے' جیسا کہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ کو شکست فاش ہوئی اور ان کو اپنی عددی برتری اور طاقت کا جو گھمنڈ تھا' وہ خاک میں مل گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایسی قومیں تباہ و برباد کر دیں جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جیسا تمہیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیتوں اور باغوں) کے نیچے دریا بہائے' پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کر دی۔ (الانعام: ۶)

ربط آیات اور خلاصہ مضمون

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ کی نشانوں سے اعراض کرنے' ان کی تکذیب کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا تھا اور ان کے اس انکار اور استہزاء پر ان کو عذاب کی وعید سنائی تھی۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار اور مکذبین کو عذاب کی وعید سنانا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے۔ کیا ان مکذبین کو لوگوں سے خبریں سن کر یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی سابقہ امتوں کو مثلاً قوم عاد و ثمود' قوم فرعون اور قوم لوط کو ہلاک کر دیا۔ جنہوں نے اپنے زمانوں میں اس گھمنڈ سے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی کہ وہ بہت مالدار اور طاقتور ہیں۔ وہ قریش مکہ سے اس بات میں ممتاز تھے کہ ان پر بکثرت موسلا دھار بارشیں نازل ہوتی تھیں' جس سے ان کی زرعی زمینیں بہت زرخیز ہوتی تھیں اور ان کے مکانوں کے کنارے پر دریا بہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ایک اور قوم پیدا کی جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتی تھی اور یہ بھی اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ جو قوم اپنے رسول کی تکذیب کرتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے' اللہ تعالیٰ اس قوم کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ○ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ○ (القصص: ۵۹-۵۸)

ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا (جن کے رہنے والے) اپنی خوشحالی پر اترانے لگے تھے۔ سو یہ ہیں ان کے مکان' جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش کی گئی ہے اور (بالآخر) ہم ہی وارث ہیں ○ اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان بستیوں کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے' جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرے اور ہم اس وقت ہی بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب اس کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار مکہ کو نصیحت کی جائے اور انہیں اس بات سے ڈرایا جائے کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب

Marfat.com

نہ آجائے جو پچھلی امتوں کے ان جیسے کافروں پر آیا تھا' جب کہ وہ لوگ دنیاوی شان و شوکت اور قوت و طاقت اور عددی حیثیت سے اہل مکہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ اور برتر تھے۔

قرن کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے قرن تباہ کر دیئے اس آیت میں قرن کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے قرن کا یہ معنی لکھا ہے قرن ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ایک زمانہ میں مقترن ہوں اس کی جمع قرون ہے (المفردات' ص ۴۰۱) علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے' ہر زمانہ کے لوگوں کو قرن کہتے ہیں اور یہ ہر زمانہ میں متوسط عمروں کی مقدار پر مشتمل لوگ ہیں۔ یہ لفظ اقتران سے ماخوذ ہے' یعنی جتنے زمانہ میں اس زمانہ کے لوگ اپنی عمروں اور اپنے احوال سے مقترن ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زمانہ چالیس سال کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسی سال کا زمانہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سو سال کا زمانہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلق زمانہ ہے۔ (النہایہ' ج ۴' ص ۵۱) امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ واحدی نے کہا ہے کہ زمانہ کی جس مدت میں ایک قوم مقترن ہو وہ قرن ہے' یعنی جس مدت میں ایک قوم مقترن ہو' پھر موت سے وہ دوسری قوم سے متفرق ہو جائے' تو وہ قوم ایک قرن ہے۔ کیونکہ جو لوگ ان کے بعد آئیں گے وہ ایک دوسری قوم ہوں گے اور وہ آپس میں مقترن ہوں گے' تو یہ دوسری قرن ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام قرنوں میں بہترین میرا قرن ہے۔ اور جبکہ عموماً لوگوں کی عمریں ساٹھ' ستر اور اسی سال کے لگ بھگ ہوتی ہیں اس وجہ سے بعض لوگوں نے کہا قرن ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔ بعض نے کہا ستر سال کا اور بعض نے کہا اسی سال کا زمانہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں زمانہ کی کوئی ایسی معین مقدار نہیں ہے جس پر زیادتی یا اس سے کمی نہ ہو سکے' بلکہ اس سے مراد ہے ہر زمانہ کے لوگ اور جب اس زمانہ کے اکثر لوگ ختم ہو جائیں گے تو کہا جائے گا کہ وہ قرن ختم ہو گئی۔

(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۱۱' طبع قدیم)

امام رازی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سب میں بہترین میرا قرن ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں (الحدیث)

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۶۵۱' صحیح مسلم' فضائل صحابہ' ۲۱۴' (۲۵۳۵) ۶۳۵۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۵۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۲۲۹' سنن نسائی' ۳۸۱۸' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۲۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۲' ص ۱۷۶' المعجم الکبیر' ج ۱۸' رقم الحدیث: ۵۸۵' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۷۲۰۸' طبع دارالفکر' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۵۹۴' طبع قاہرہ' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۷۹' طبع قدیم)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اکثر محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرن سو سال کا زمانہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ سے فرمایا تھا کہ تم ایک قرن تک زندہ رہو گے تو وہ سو سال زندہ رہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۳۰۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض سوالوں کے جوابات

اس آیت پر ایک یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مکذبین کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ اس میں زجر و توبیخ کی

Marfat.com

کون سی بات ہے؟ کیونکہ موت تو ہر شخص کو آنی ہے۔ خواہ مومن ہو یا کافر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زجر و توبیخ کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب شدید سے موت آئی۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کیا انہوں نے گزشتہ امتوں کی ہلاکت کو نہیں دیکھا؟ حالانکہ کفار مکہ نے گزشتہ امتوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خبر دینے کے وہ مصدق نہیں تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کیا ان کو ان امتوں کے احوال نہیں معلوم اور ان امتوں کی ہلاکت کے احوال تواتر سے نقل ہو رہے تھے اور لوگوں کے درمیان مشہور تھے۔ ایک اور سوال یہ ہے کہ اس بات کے ذکر کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ ان کی جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کو ہلاک کرنا اللہ پر دشوار نہیں ہے' وہ اس پر قادر ہے کہ ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ

اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تب بھی کفار

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

یہی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے ○ اور انھوں نے کہا اس رسول پر فرشتہ

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

کیوں نہیں نازل کیا گیا، اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو چکا ہوتا، پھر انھیں مہلت نہ دی جاتی ○

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی اس کو (صورۃً) مرد بناتے اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں ○

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر

ع ۷ ـ ۱ مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع

لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تب بھی کفار یہی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے۔ (الانعام: ۷)

ربط آیات اور شان نزول

رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید اور پیغام اسلام کو مسترد کرنے والے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو اپنے عیش و آرام میں مست تھے اور ان کو اپنی قوت و حشمت پر گھمنڈ تھا۔ ان کا ذکر اس سے پہلی آیتوں میں آ چکا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ تھے

Marfat.com

جو نبی ﷺ کے پیش کیے ہوئے معجزات کو کھلا ہوا جادو قرار دیتے تھے۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے۔

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا اے محمد! ﷺ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کتاب نہ لائیں اور اس کتاب کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو یہ گواہی دیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر' ج ۳' ص ۷' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کفار کے انکار کا حقیقی سبب

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکین کس سبب سے دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ ان کا انکار چند ضعیف شبہات پر مبنی تھا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ایک لکھی ہوئی کتاب نازل ہو اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہو جو آپ کی نبوت کی تصدیق کرے' لیکن حقیقت میں ان کے انکار اور تکذیب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی نشانیوں سے اعراض کرتے تھے اور ان میں غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ سو اگر اللہ ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کر دیتا اور وہ اس کو چھو کر دیکھ لیتے' پھر بھی کہتے کہ یہ کھلا جادو ہے اور ایمان نہ لاتے۔ ہاتھ سے چھونے کا اس لیے ذکر فرمایا کہ کبھی دیکھی ہوئی چیز کی بہ نسبت ہاتھوں سے چھوئی ہوئی چیز زیادہ یقینی ہوتی ہے' کیونکہ مشاہدہ میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نظر نے دھوکا کھایا ہو یا نظر بندی کی گئی ہو۔ لیکن ہاتھ سے چھونے کے بعد یہ احتمالات ختم ہو جاتے ہیں' لیکن یہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہیں کہ یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کی نظیر یہ آیات ہیں:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ (الحجر: ۱۵-۱۴)	اور اگر ہم ان کے لیے آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس میں (دن بھر) چڑھتے رہیں (تو پھر بھی) یہ لوگ یقیناً یہی کہیں گے کہ محض ہماری نظر بندی کی گئی ہے' بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اس رسول پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو چکا ہوتا' پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے' تب بھی اس کو (صورۃً) مرد بناتے اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا' تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ (الانعام: ۱۰-۸)

کفار کے مطالبہ کے باوجود نبی ﷺ کے ساتھ فرشتے کو نہ بھیجنے کی حکمت

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے امام محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو مسلمان کرنے کی انتہائی کوشش کی تو زمعہ بن الاسود' نضر بن حارث' عبدہ بن عبد یغوث' ابی بن خلف اور عاص بن وائل نے کہا کہ آپ پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو چکا ہوتا۔ (الدر المنثور' ج ۳' ص ۵' مطبوعہ ایران)

کفار مکہ کا منشا یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجتا' تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا۔ کیونکہ فرشتوں کے علوم انسانوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی قدرت اور ان کی ہیبت بھی انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ مکمل طور

Marfat.com

دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ سو ان کی نبوت اور رسالت میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہوگا' تو اس وجہ سے اگر اللہ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جو جواب دیا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار مکہ فرشتے کو اسی وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ کسی جسم کثیف میں متمثل ہوتا' اور ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور دوسری جنس سے غیر مانوس ہوتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو ان کے پاس رسول بنا کر بھیجتا تو اگر وہ اپنی اصل صورت میں ان کے پاس آتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے' نہ اس کا کلام سن سکتے اور نہ اس کی عبادات اور معمولات ان کے لیے نمونہ اور حجت ہوتے۔ کیونکہ دونوں کی جنس الگ الگ ہوتی اور اگر وہ ان کے سامنے انسانی پیکر میں متمثل ہو کر آتا' تو وہ اس سے کہتے کہ تم فرشتہ نہیں ہو' تم تو ہماری طرح انسان ہو اور پھر ان کا وہی پہلا شبہ لوٹ آتا۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس بھی فرشتے بعض اوقات انسانی پیکر میں آتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس فرشتے انسانی صورتوں میں آئے اور نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل اعرابی اور دحیہ کلبی کی شکل میں آئے اور نبی ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ قرطبی متوفی ٦٦٨ نے لکھا ہے کہ اگر کفار فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں دیکھ لیتے تو اسی وقت مر جاتے' کیونکہ وہ اس کی صورت دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ قیامت آ جاتی۔ حسن اور قتادہ نے کہا ان پر عذاب آ کر ان کو ملیامیٹ اور تہس نہس کر دیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نشانی کا مطالبہ کرتی ہے اور اس کے مطالبہ پر وہ نشانی بھیج دی جاتی ہے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتی تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو فی الفور ہلاک کر دیتا ہے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آسمانی عذاب نہیں آتا تھا' اس لیے ان کا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا گیا۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ٦' ص ٣٠٥' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

نبی ﷺ پر طعن اور استہزاء کرنے والوں کی سزا

بعض کفار مکہ نبی ﷺ سے استہزاء' یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ آنا چاہیے جو آپ کی رسالت کی گواہی دے تو اللہ نے آپ کی تائید اور نصرت کے لیے یہ آیت نازل کی اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا' تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اس سے پہلے دیگر کافر قوموں نے بھی اپنے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (الحجر: ١١-١٠)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے اگلے گروہوں میں رسول بھیجے اور ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (الحجر: ٩٥-٩٤)

آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو علانیہ ذکر فرمائیں اور مشرکین سے اعراض کریں اور بے شک ان مذاق اڑانے والوں کو سزا دینے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور مکہ کے جو صنادید رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کا بدلہ لے لیا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سردار نبی ﷺ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان لوگوں میں اسد بن عبدالعزیٰ سے اسود بن المطلب تھا' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ آپ کا مذاق اڑاتا ہے' آپ نے اس کے خلاف دعا کی: اے اللہ! اس کو اندھا کر دے اور اس کے بچوں کو گم کر دے اور بنو زہرہ میں سے اسود بن عبد یغوث تھا اور بنو مخزوم میں سے ولید بن مغیرہ تھا۔ اور بنو سہم میں سے عاص بن وائل تھا اور خزاعہ میں سے حارث بن طلاطلہ تھا۔ جب ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کا یہ لوگ بہت مذاق اڑانے لگے' تو سورۂ حجر کی یہ آیات (۹۵-۹۴) نازل ہوئیں اور جس وقت یہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے' اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسود بن المطلب حضرت جبرائیل کے پاس سے گزرا' حضرت جبرائیل نے اس کے منہ پر سبز پتا مارا جس سے وہ اندھا ہو گیا اور اسود بن عبد یغوث گزرا' جبرائیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس کو استسقاء (پیاس) کی بیماری لگ گئی' پانی پی پی کر اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ اسی حال میں مرگیا۔ اور ولید بن مغیرہ گزرا' دو سال پہلے اس کے پیر کی ایڑی کے نیچے ایک زخم آیا تھا' کیونکہ وہ بنو خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا' تو اس کا تیر اس کے تہبند میں گھس گیا جس سے اس کا پیر زخمی ہو گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس زخم کی طرف اشارہ کیا وہ تازہ ہو گیا اور وہ اس کی تکلیف میں مرگیا۔ اور عاص بن وائل سہمی گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ طائف جانے کے لیے اپنے گدھے پر سوار ہوا تو اپنے گدھے سے گرا اور اس کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اور اس سے زخم ہو گیا اور اسی تکلیف میں وہ مرگیا۔ اور حارث بن طلاطلہ گزرا' حضرت جبرائیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کے سر سے پیپ نکلنے لگی اور وہ اسی بیماری میں مرگیا۔

(جامع البیان' جز ۱۴' ص ۹۵-۹۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو نامی گرامی کافر نبی ﷺ پر طعن کرتے تھے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے' وہ سب عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر مرگئے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

آپ کہیے کہ تم زمین میں گھومو، پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا

الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ

ہوا ○ آپ (ان سے) کہیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہیے کہ

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا

وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے، اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے، وہ تم کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس

رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ مَا

میں کوئی شک نہیں ہے، (مگر) جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ رات اور دن میں

Marfat.com

سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ

جو بھی سکونت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، وہی خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے ○ آپ کہیے کیا میں اللہ

اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا

کے سوا کسی اور کو کارساز بنالوں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں

يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ

جاتا ، آپ کہیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ

والوں میں سے نہ ہونا ○ آپ کہیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ

ڈرتا ہوں ○ جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بیشک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی

الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا

بہت واضح کامیابی ہے ○ اور (اے مخاطب) اگر اللہ تمہیں کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا

هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ

نہیں ہے، اور اگر وہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور وہی اپنے

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

تمام بندوں پر غالب ہے اور وہ بہت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ تم زمین میں گھومو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (الانعام: ۱۱)

اس آیت کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اے محمد! ﷺ ان مذاق اڑانے والوں اور جھٹلانے والوں سے کہئے کہ تم زمین میں سفر کرو اور تفتیش کرو اور تم سے پہلے کافروں پر تکذیب کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا اس کے آثار اور نشانات دیکھو اور اس کے متعلق لوگوں سے خبریں معلوم کرو۔ اس آیت میں تکذیب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (ان سے) کہئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہئے

Marfat.com

کہ وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کرلی ہے۔ وہ تم کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے' مگر جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۲)

الوہیت' رسالت اور قیامت پر دلیل

اس آیت سے مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مستحق عبادت ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول برحق ہیں اور قیامت کے دن مخلوق سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور دلیل کی تقریر یہ ہے کہ کفار اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ تمام آسمان اور زمینیں اور ان میں تمام رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ساری مخلوق اللہ کی مملوک ہے اور مملوک پر اپنے مالک کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ سو تمام انسانوں پر لازم ہے کہ صرف اس ایک رب کی عبادت کریں' اور اسی کو عبادت کا مستحق مانیں اور عبادت کا طریقہ بتلانے اور اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے ایک رسول کا ہونا ضروری ہے' جو دلیل اور معجزہ سے اپنی رسالت کو ثابت کرے اور سیدنا محمد ﷺ نے بکثرت دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت و رسالت کو ثابت کیا ہے۔ پھر جو لوگ اللہ کی اطاعت کریں' ان کو اجر دینے کے لیے اور جو نافرمانی کریں ان کو سزا دینے کے لیے ایک دن ہونا چاہیے اور وہ روز قیامت اور روز جزا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کرلی ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی اس کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش کے اوپر تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(صحیح مسلم' التوبہ' ۱۴ (۲۷۵۱) ۶۸۳۶' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۱۹۴' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۷۷۵۰' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۹۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۶۰-۲۵۸-۲۴۲' طبع قدیم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرلیا تو اپنی اس کتاب میں لکھا جو اس کے پاس رکھی ہوئی تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(صحیح مسلم' التوبہ' ۱۶' (۲۷۵۱) ۶۸۳۸' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۷۵۰۳' طبع دار الفکر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی یہ ہے کہ وہ نیکی کرنے والے مسلمان کو ثواب عطا فرمانے اور اپنے بندہ کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے اور اللہ کے غضب کا معنی یہ ہے کہ وہ فاسقوں اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کرنے اور مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنا اس کی صفت قدیمہ ہے' جس سے وہ تمام مرادات کا ارادہ فرماتا ہے اور رحمت کی سبقت اور اس کے غلبہ سے مراد یہ ہے کہ رحمت بہت زیادہ اور بہت کثیر افراد کو شامل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ جنات' انسانوں' جانوروں اور حشرات الارض میں اس نے (صرف) ایک رحمت رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں۔ اس رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں موخر کر رکھی ہیں۔ ان کے ساتھ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم' التوبہ' ۱۹' (۲۷۵۲) ۶۸۴۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۹۳)

Marfat.com

یہ دنیا دار ابتلاء اور دار التکلیف ہے اور اس دنیا میں بھی اللہ کی ایک رحمت سے مسلمانوں کو 'اسلام' قرآن اور نماز کی رحمت حاصل ہوئی' بلکہ تمام شریعت اللہ کی رحمت ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت رکھی جس سے وہ نیکی' صلہ رحمی اور غریب پروری کرتے ہیں تو ان ننانوے رحمتوں کی وسعت اور گیرائی کے متعلق کوئی شخص کیا تصور کر سکتا ہے جو دار آخرت میں حاصل ہوں گی' جو دار القرار اور دار الجزاء ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیدی پیش کیے گئے' قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک اس نے قیدیوں میں اپنے بچہ کو دیکھا' اس نے بچے کو اپنے پیٹ سے چمٹالیا اور اس کو دودھ پلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں' خدا کی قسم! اگر آگ میں ڈالنا اس کے لیے مقدور ہوا تو یہ اپنے بچہ کو کبھی آگ میں نہیں ڈالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے' اللہ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

(صحیح مسلم 'التوبہ ۲۲' (۲۷۵۴) ۶۸۴۵' صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۹۹۹)

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب ماں اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنا گوارہ نہیں کرتی تو اللہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈالنا کیسے گوارا کرے گا' جبکہ اللہ ماں سے کہیں زیادہ رحیم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا اور جن کو آگ میں ڈالے گا' وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ نہیں کہتے۔ کوئی خود کو بتوں کا بندہ کہتا ہے' کوئی اپنے آپ کو سورج' آگ' پیپل اور کوئی گائے کا بندہ کہتا ہے اور کوئی خود کو عیسیٰ اور عزیر کا بندہ کہتا ہے اور کوئی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتا ہے مگر بندگی اپنی خواہشات کی کرتا ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ (الفرقان: ۴۳)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا! تو کیا آپ اس کی وکالت کریں گے!

ہاں! جو لوگ خود کو اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں' وہ ان کو آگ میں نہیں ڈالے گا اور ایسے لوگوں سے اگر کبھی انسانی تقاضے سے کوئی لغزش یا اطاعت میں کمی ہو گئی اور انہوں نے پھر توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیا تو اللہ انہیں معاف فرما دے گا اور ان میں سے اگر کوئی بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے بھی اللہ کی رحمت اور نبی ﷺ کی شفاعت سے عفو و درگزر کی گنجائش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا' پھر میرے جسم کو پیسنا اور میری راکھ کو سمندر میں ہوا کے اندر اڑا دینا۔ پس بہ خدا اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہو گا؟ اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تمہارے اس فعل کا محرک کیا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب! تیرا خوف۔ سو اللہ نے اس وجہ سے اس کو بخش دیا۔ (صحیح مسلم 'التوبہ' ۲۵' (۲۷۵۶) ۶۸۴۸' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۴۸۱' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۵۵' سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۰۷۹)

اس حدیث میں ہے کہ اگر بہ خدا میرا رب قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا۔ (الحدیث) اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس شخص کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا کفر ہے۔ اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

Marfat.com

۱- اس شخص کے قول میں "قدر" قدرت سے ماخوذ نہیں ہے' بلکہ قضاء قدر کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے میرے لیے عذاب مقرر کر دیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہوگا۔

۲- "قدر" اس قول میں تنگی کرنے کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے ایسا عذاب دے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ (الفجر: ۱۶) سو اس پر اس کا رزق تنگ کر دیا۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیاء: ۸۷) یونس نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔

۳- "قدر" قدرت ہی کے معنی میں ہے۔ لیکن اس شخص نے سوچ سمجھ کر یہ لفظ نہیں کہا اور اس نے جو یہ کہا اگر اللہ عذاب دینے پر قادر ہوا تو اس کو ایسا عذاب دے گا اس کلام سے اس کا یہ قصد اور ارادہ نہیں تھا کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک ہے۔ بلکہ اس نے خوف' دہشت اور سخت گھبراہٹ کی کیفیت میں بغیر تدبر اور تفکر کے یہ الفاظ کہے۔ جیسے کوئی شخص غفلت اور نسیان سے کلمہ کفر کہہ دے تو اس کی تکفیر نہیں کی جاتی' جیسے ایک شخص کو اپنی گم شدہ اونٹنی مل گئی تو اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے شدت فرح اور خوشی کے جذبات سے بے قابو ہو کر کہا تھا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اسی طرح اس نے غلبہ خوف اور دہشت کی وجہ سے سہواً یہ الفاظ کہے اور اس سے اس کی تکفیر نہیں ہوتی۔

۴- عربوں کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ یقینی امر کو شک کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سبا: ۲۴) آپ کہئے تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہئے اللہ! اور بے شک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔

اسی طرح اس شخص کو اللہ کی قدرت پر یقین تھا لیکن اس امر کو شک کی صورت میں بیان کیا۔

۵- وہ شخص اللہ تعالیٰ کی صفات سے جاہل تھا اور جو شخص اللہ کی کسی صفت سے جاہل ہو اس کی تکفیر متفق علیہ نہیں ہے۔ امام ابن جریر طبری اس کی تکفیر کرتے ہیں' دیگر ائمہ نے کہا کہ اللہ کی صفت سے جہل کفر نہیں ہے' اس کی صفت کا انکار کفر ہے۔ امام ابوالحسن اشعری نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

۶- وہ شخص زمانہ فترت میں تھا اور اس کے لیے صرف توحید کو ماننا کافی تھا' اور صحیح مذہب یہ ہے کہ شریعت نازل ہونے سے پہلے کوئی شخص کسی حکم کا مکلف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (الاسراء: ۱۵) ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

۷- اس شخص نے خود کو حقیر اور مستحق عذاب قرار دینے کے لیے اور اللہ کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے یہ کہا تھا' اس کو اللہ کی قدرت پر شک نہیں تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے ایک شخص کی روح سے فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے پوچھا تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں! فرشتوں نے کہا یاد کرو۔ اس نے کہا میں لوگوں کو قرض دیتا تھا اور میں نے اپنے نوکروں کو حکم دیا تھا کہ جو تنگ دست ہو اس کو مہلت دینا اور خوش حال پر سختی نہ کرنا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے درگزر کرو۔ حضرت حذیفہ کی ایک اور روایت میں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس چیز کا میں تم سے زیادہ حقدار

Marfat.com

ہوں میرے بندے سے درگزر کرو۔
(صحیح مسلم' المساقاة' ۲۶' (۱۵۶۰) ۳۹۱۷' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۷۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۲۰)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا۔ اس نے راستہ میں کانٹوں کی ایک ٹہنی دیکھی' اس نے اس کو راستہ سے ایک طرف کر دیا' اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش دیا۔ امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے اس شخص نے کہا بہ خدا میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹاؤں گا' تاکہ ان کو ایذاء نہ پہنچے۔ تو وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔
(صحیح مسلم' البر والصلہ' ۱۲۸' ۱۲۷' (۱۹۱۴) ۶۵۴۷' ۶۵۴۶' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۴۷۲' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۶۵' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۸۲' صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۳۶' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ۱۱۳۴' الموطاء' رقم الحدیث: ۲۹۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۵۲۱' طبع قدیم)
راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ایمان کی گھاٹیوں میں سے ہے' خواہ وہ کانٹوں کی ٹہنی ہو' شیشہ کا ٹکڑا ہو' کیلے یا آم کا چھلکا ہو' کوئی گندی چیز ہو یا مردار ہو۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا اس کو بہت سخت پیاس لگی' اس نے ایک کنواں دیکھا' اس میں اتر کر پانی پیا۔ پھر وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے کہا اس کتے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جتنی مجھے لگی تھی' وہ کنوئیں میں اترا اور اس نے اپنے موزہ میں پانی بھرا' پھر موزہ کے منہ کو بند کر کے کنوئیں سے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہر زندہ جگر میں اجر ہے۔
(صحیح مسلم' سلام' ۱۵۳' (۲۲۴۴) ۵۷۵۱' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۳۶۳' سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۵۰)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زانیہ عورت نے ایک سخت گرم دن میں ایک کتے کو کنوئیں کے گرد چکر لگاتے ہوئے دیکھا جس نے پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالی ہوئی تھی' اس عورت نے اپنے موزہ میں اس کے لیے پانی بھرا' تو اس عورت کو بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم' سلام' ۱۵۴' (۲۲۴۵) ۵۷۵۲)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بلی کی وجہ سے ایک عورت دوزخ میں داخل ہو گئی' اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا' اس کو خود کھلایا نہ اس کو آزاد کیا' تاکہ وہ زمین سے کچھ اٹھا کر کھا لیتی۔ حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی۔
(صحیح مسلم' التوبہ' ۲۶' (۲۷۵۶) ۶۸۵۰' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۳۶۵' سنن النسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۸۱' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۵۶' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۸۱۴' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۱۴' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۶۱' ۱۸۱' ۱۵۹' طبع قدیم)
آثار رحمت کی احادیث ذکر کرنے کے بعد ہم نے آخر میں آثار غضب کی بھی ایک حدیث درج کر دی ہے' تاکہ کوئی شخص صرف رحمت پر نظر کرتے ہوئے گناہوں پر بے باک نہ ہو جائے' کیونکہ اگر وہ ایک کتے کو پانی پلانے پر عمر بھر کے گناہ معاف کر کے جنت عطا فرماتا ہے تو ایک بلی کو بھوکا رکھ کر مار دینے پر غضب میں آ کر دوزخ میں بھی ڈال دیتا ہے۔ اس لیے اس کی دونوں صفتوں پر نظر رہے اور ایمان' عذاب کے خوف اور ثواب کی امید کی درمیانی کیفیت ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رات اور دن میں جو بھی سکونت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے' وہی خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے۔ آپ کہیے 'کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز بنالوں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ آپ کہیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ آپ کہیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں' جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی بہت واضح کامیابی ہے۔
(الانعام: ۱۶-۱۳)

مغفرت' نجات اور دخول جنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ اعمال

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ نبوت کا دعویٰ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کیا ہے۔ ہم تمہارے لیے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے غنی ہو جاؤ گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رات اور دن میں جو چیز بھی متحرک ہے یا ساکن' یا جو چیز بھی سکونت پذیر ہے' وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

پھر فرمایا آپ کہیے کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو رب' ناصر اور معبود بنالوں؟ کیا میں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ دوں؟ جو اپنی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے اور وہ اپنی حیات اور بقا میں کسی غذا کا محتاج نہیں ہے۔

اور چونکہ نبی ﷺ اپنی امت میں سب سے سابق ہیں' اس لیے آپ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا اور شرک کرنے سے منع کیا۔ پھر فرمایا کہ آپ کہیے اگر میں بھی بالفرض اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس میں امت کے لیے تعریض ہے جب نبی ﷺ جو معصوم ہیں جن کی وجہ سے ان گنت گنہگار بخشے جائیں گے' جب وہ بھی اللہ کی نافرمانی کرنے پر عذاب سے ڈرتے ہیں تو عام مسلمانوں کو اللہ سے کتنا زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر فرمایا جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا' بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا۔

معتزلہ یہ کہتے تھے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس کے مقابلہ میں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کافروں اور فاسقوں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور یہ آیت اہل سنت کی دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا' اور یہ کہنا اسی وقت مستحسن ہو گا جب نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا اللہ کا فضل اور احسان ہو۔ اگر ان کو عذاب سے بچانا اللہ پر واجب ہوتا' تو پھر ان کو عذاب سے بچانا اللہ تعالیٰ کا رحم نہ ہوتا' بلکہ یہ ان کا حق ہوتا۔ اور اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا محض اس کا رحم و کرم اور فضل و احسان ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح مسلم' منافقین' ۷۵' (۲۸۱۶) ۶۹۸۴' صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۴۶۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۰۱' سنن

دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۴۳' مسند احمد 'بتحقیق احمد شاکر' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۲۰۲' طبع قاہرہ' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۵۶' ۲۳۵' طبع قدیم)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا' ان کے جسموں پر آگ کے نشان ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو جنت میں داخل کر دے گا' ان کو جہنم سے نجات یافتہ کہا جائے گا۔ (صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۴۵۵' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۰۸' طبع قدیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں' وہ اس مسلمان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۲۴۸' سنن نسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۸۷۲' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۰۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۵۱۰' طبع قدیم)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل سے سوال کرو' کیونکہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور کشادگی کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۵۸۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا کرے' اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا کرے' اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم' مسافرین' ۶۸' (۷۱۳) ۱۶۲۲' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۵' سنن نسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۷۲۹' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۰۰۵' عمل الیوم واللیلۃ النسائی' رقم الحدیث: ۹۱' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷۲' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۹۴' ج ۲' ۲۶۹۱' مسند احمد' ج ۵' ص ۴۲۵' طبع قدیم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی جو دعا تعلیم فرمائی ہے' اس میں ایک جملہ یہ ہے:

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۶۲' سنن نسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۲۵۳' مسند احمد' ج ۳' ص ۳۴۴' طبع قدیم)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا اے قبیصہ تم کس کام سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری ہڈی کمزور ہو گئی ہے' میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم دیں جس سے اللہ عزوجل مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا اے قبیصہ! تم کسی پتھر' درخت یا مٹی کے ڈھیلے کے پاس سے نہیں گزرو گے' مگر وہ تمہارے لیے استغفار کرے گا۔ اے قبیصہ! تم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین دفعہ یہ پڑھو "سبحان اللہ العظیم وبحمدہ" تم نابینا ہونے' جذام اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے

Marfat.com

قبیصہ! تم یہ دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں سے سوال کرتا ہوں جو تیرے پاس ہیں' تو مجھ پر اپنے فضل سے فیضان فرما اور مجھ پر اپنی رحمت بکھیر دے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ (مسند احمد' ج ۵' ص ۶۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' طبع قدیم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں قراءت سے پہلے جب سکوت کرتے تو اللہ سے اس کے فضل سے سوال کرتے تھے۔ (مسند احمد' ج ۲' ص ۴۴۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' طبع قدیم)

اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول جنت کی تحقیق

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عقل سے ثواب اور عذاب ثابت نہیں ہوتا اور نہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور شرع سے ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے۔ وہ جو چاہے' کرے۔ اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کردے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کردے تو وہ اس کا بھی مالک ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کی خبر کا کاذب ہونا محال ہے۔ اس نے یہ خبر دی ہے کہ وہ مومنوں کی مغفرت کردے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا' اور یہ اس کا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کو عذاب دے گا اور ان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھے گا۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر و ثواب دینا واجب ہے۔

ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہے' بلکہ جنت کا مدار عمل پر نہیں محض اللہ کے فضل پر ہے۔ البتہ! بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی موید ہیں۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (النحل: ۳۲) — ان اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کرتے تھے۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الزخرف: ۷۲) — اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے ہو' ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے

یہ آیتیں اور اس نوع کی دوسری آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت میں دخول کا سبب نیک اعمال ہیں' لیکن نیک اعمال کی توفیق اور اعمال میں اخلاص کی ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اپنی رحمت سے ان نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے تو حاصل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ جنت محض عمل سے نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے' اس کی توفیق اور ہدایت نہ ہو تو کوئی نیک عمل کیسے کر سکتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک جنت میں دخول کا صوری اور ظاہری سبب ہے اور ایک حقیقی سبب ہے۔ ظاہری اور صوری سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ ان آیتوں میں ظاہری سبب یعنی اعمال کی طرف دخول جنت کی نسبت فرمائی ہے اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں' ان میں دخول جنت کی نسبت حقیقی سبب یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی طرف فرمائی ہے اور عمل کی جو نفی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب اعمال نہیں ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بعض علماء نے کہا جنت میں دخول ایمان کی وجہ سے ہوگا۔ درجات اعمال کی وجہ سے ملیں گے اور جنت میں

Marfat.com

دوام مومن کی نیت کی وجہ سے ہوگا' کیونکہ مومن کی نیت ہمیشہ ایمان پر قائم رہنے کی ہوتی ہے' اس لیے اس کو اجر و ثواب بھی ہمیشہ ہمیشہ ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) اگر اللہ تمہیں کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا نہیں ہے' اور اگر وہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی اپنے تمام بندوں پر غالب ہے اور وہ بہت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔ (الانعام: ۱۸-۱۷)

حقیقی حاجت روا' کارساز اور مستعان صرف اللہ تعالیٰ ہے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا آپ کہئے' کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز بنالوں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے' اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاجت روا نہیں ہے اور اسی مطلوب پر یہ آیت دلیل ہے کہ اگر اللہ تمہیں ضرر پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی مضمون کی یہ آیت ہے:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (فاطر: ۲)

اللہ رحمت سے لوگوں کے لیے جو چیز کھولے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

یہ معنی حدیث صحیح میں بھی ہے کہ نبی ﷺ نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے' اس میں یہ جملہ ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز کے بعد ذکر کرتے تھے...... اے اللہ! جو چیز تو عطا فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اس کو' کوئی دینے والا نہیں ہے اور کوئی طاقتور اپنی طاقت سے تیرے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتا۔ (صحیح مسلم' المساجد' ۱۳۷' (۵۹۳) ۱۳۱۴' صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۶۱۵' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۵۰۵' سنن النسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۴۱)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں۔ تم اللہ کو یاد رکھو' اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کو یاد رکھو' تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۵۲۴' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۰۴' ۲۷۶۳' ۲۶۶۹' طبع قاہرہ' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۸۰۴' ۲۷۶۳' ۲۶۶۹' طبع جدید' دارالفکر' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۰۷' ۳۰۳' ۲۹۳' طبع قدیم' دارالفکر' مسند ابو یعلیٰ' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۵۵۶' المعجم الکبیر للطبرانی' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۵۶۰' ۱۱۴۱۶' ۱۱۲۴۳' کتاب الدعا للطبرانی' رقم الحدیث: ۴۱' مسند الشہاب' ۷۴۵' المستدرک' ج ۳' ص ۵۴۱' مصابیح السنہ' ج ۳' ص ۴۴۷' عمل الیوم واللیلہ لابن السنی' رقم الحدیث: ۴۲۷' مطبوعہ کراچی' مشکوٰۃ المصابیح'

Marfat.com

ص ۴۵۳، طبع کراچی)

قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو فقر، مرض، غم اور ذلت کی وجہ سے جو مصیبت اور تکلیف پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان مصائب اور شدائد کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور رنج والم کو اس کے سوا کوئی زائل کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح صحت، دولت، عزت اور اولاد کا بھی صرف وہی دینے والا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت اور فرمانروائی ہے، اسی کا غلبہ اور اسی کی کبریائی ہے، بڑے بڑے بادشاہوں اور جابر حکمرانوں کی گردنیں اسی کے سامنے جھکتی ہیں۔ تمام انبیاء، رسل اور فرشتے اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، سب اسی سے سوال اور دعا کرتے ہیں۔ وہی سب کا داتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے، وہی کارساز مطلق ہے اور وہی حقیقی حاجت روا ہے۔ اس لیے اسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں (ہر) ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی تمام حاجات میں اپنے رب سے سوال کرے، حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اپنے رب سے اس کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۲۳، مطبوعہ **دار الفکر**، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے (ہر) ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی حاجت میں اپنے رب سے سوال کرے، حتیٰ کہ نمک کا بھی اس سے سوال کرے اور جب جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا بھی اس سے سوال کرے۔ (سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۲۴، مطبوعہ **دار الفکر**، بیروت)

اگر کسی شخص کی دعا فوراً قبول نہ ہو تو اس کو مایوس ہو کر دعا ترک نہیں کرنی چاہیے، بلکہ مسلسل دعا کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اس قدر ہاتھ بلند کر کے اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اس کی بغلیں ظاہر ہو جائیں اللہ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہے کہ میں نے سوال کیا اور میں نے سوال کیا اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۱۹، کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۲۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اللہ سے کوئی دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یا تو اس کا مطلوب اسے فوراً دنیا میں دے دیا جاتا ہے یا اس کے لیے آخرت میں اس کا اجر ذخیرہ کیا جاتا ہے یا اس دعا کے بہ مقدار اس کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور عجلت نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! عجلت کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ کہے میں نے اپنے رب سے دعا کی، اس نے میری دعا قبول نہیں کی۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۶۱۸، صحیح البخاری، ج ۶، رقم الحدیث: ۶۳۴۰، صحیح مسلم (۲۷۳۵) سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: ۱۴۸۴، موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۴۹۵، مسند احمد، ج ۴، رقم الحدیث: ۱۳۰۰۷، طبع جدید، **دار الفکر**، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا ہے، اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ سوال یہ ہے کہ اس سے

Marfat.com

عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مصائب نازل ہو چکے ہیں اور جو نازل نہیں ہوئے ان سب میں دعا سے نفع ہوتا ہے۔ اے اللہ کے بندو! دعا کیا کرو۔ امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند غریب ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۵۵۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ مصیبتوں کے وقت اس کی دعا قبول کی جائے' اس کو چاہیے کہ راحت کے وقت بہ کثرت دعا کرے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۳۹۳' المستدرک' رقم الحدیث: ۱۹۹۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیادار' کریم ہے۔ وہ اس سے حیا فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ ان ہاتھوں کو نامراد اور خالی لوٹا دے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۵۶۷' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۴۸۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۶۵)

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مصیبت اور ضرر کو دور نہیں کر سکتا' حالانکہ انسان کبھی خود اپنی کوشش سے مصیبت کو دور کر لیتا ہے' کبھی اس کے دوست اور رشتہ دار اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں' انسان بیمار پڑ جاتا ہے تو ڈاکٹر دوا کے ذریعہ اس کی بیماری اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے' قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ خصوصاً گناہ گاروں کی شفاعت فرما کر ان سے عذاب کی مصیبت کو دور کریں گے' بلکہ آپ نے دو گنہ گاروں کی قبر پر شاخ کے دو ٹکڑے نصب کر کے ان سے برزخ کا عذاب دور کر دیا۔ (صحیح بخاری' ۲۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں' حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی میں اور حضرت زید بن معاذ کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ میں لعاب دہن لگایا اور ان سے دنیا کی تکلیف کو دور کر دیا اور وہ شفایاب ہو گئے۔ (شفاء' ج ۱' ص ۲۱۳) امام بخاری نے بھی حضرت علی کی آنکھوں کی شفا کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۷۰۱) نیز امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی کی حدیث بھی روایت کی ہے۔ (ج ۵' رقم الحدیث: ۴۲۰۶) اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عتیک گئے اور اس مہم میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ اس طرح درست ہو گئی کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۰۳۹)

ایسے بہ کثرت واقعات ہیں' اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامتوں سے بھی لوگوں کی بیماریاں اور ان کے مصائب دور ہو جاتے ہیں اور یہ تمام امور اس آیت کے مخالف ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی قدرت سے اپنے بندوں کے مصائب اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے' اس کے برخلاف لوگ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کی مشکلات میں کام آتے ہیں اور ان کے مصائب کو دور کرتے ہیں' وہ اللہ کی توفیق اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کرتے ہیں اور دواؤں میں شفا کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ محض سبب ہیں شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ چاہے تو بغیر دوا کے شفا دے دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی دوا سے شفا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں۔ بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور تنگ دستوں کو غنی کرتے ہیں اور ان افعال کی ان کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (التوبہ: ۷۴)
اور ان کو صرف یہ برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

دیکھئے حقیقت میں غنی کرنے والا صرف اللہ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا" سو معلوم ہوا ایسا کہنا جائز ہے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ اللہ نے اپنی ذاتی قدرت سے غنی کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے غنی کیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ (الاحزاب: ۳۷)
اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا۔

ظاہر ہے کہ اللہ منعم حقیقی ہے اور آپ نے اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے انعام فرمایا' مگر اللہ تعالیٰ نے انعام کرنے کی نسبت دونوں کی طرف کی ہے اور حضرت جبرائیل نے حضرت مریم سے کہا

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا○ (مریم: ۱۹)
(جبرائیل نے) کہا میں تو صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں' تاکہ میں آپ کو پاک بیٹا دوں۔

حقیقت میں بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹا دینے کی نسبت حضرت جبرائیل کی طرف کی ہے' کیونکہ اللہ نے حضرت جبرائیل کو اس کا سبب اور ذریعہ بنایا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے بھی بیٹا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

(مسند احمد' ج ۴' ص ۱۲۸' ۱۲۷' المعجم الکبیر' ج ۱۸' ص ۲۵۲' مسند البزار' ج ۳' ص ۱۱۳' موارد الظمآن' ص ۵۱۵' المستدرک' ج ۲' ص ۶۰۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۶' ص ۸۹' دلائل النبوۃ' ج ۲' ص ۱۳۰' شرح السنہ' رقم الحدیث: ۳۶۲۶' مصابیح السنہ' ج ۴' ص ۳۸)

اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی دعا منظور فرمالے تو ان کی دعا سے بھی اولاد ہو سکتی ہے' لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ اولیاء کرام سے دعا کی درخواست کی جائے' کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کریں کہ ہمارا فلاں مطلوب پورا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولیاء کرام کی ایسی عزت' وجاہت اور مقبولیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل سے ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے اور رد نہیں فرماتا۔ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے مقرب بندہ کو جب اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے سوال کو رد نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۰۲' ملخصاً)

حدیث میں بھی غنی کرنے کا اسناد اللہ اور رسول دونوں کی طرف کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا' آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل' حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے صدقہ دینے سے منع کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ابن جمیل کو تو صرف یہ بات ناگوار ہوئی ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو' اس نے اپنی زرہ محفوظ رکھی ہے اور اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کیا ہوا ہے' اور رہے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تو وہ رسول اللہ ﷺ کے عم (محترم) ہیں۔ جتنا صدقہ ان پر واجب ہے ان سے اتنا اور وصول کیا جائے (یعنی ان کے بلند رتبہ کی وجہ سے ان سے دگنی زکوٰۃ وصول کی جائے۔ سعیدی غفرلہ)

Marfat.com

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حقیقتاً بلاواسطہ اور بالذات مصائب کو دور کرنے والا اور نعمتیں عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے' تاہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے مقربان حضرت رب العزت' خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ بھی عذاب اور مصائب کو دور کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں غنی اور شاد کام کرتے ہیں۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۣ

آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے ؛ آپ کہیے اللہ ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ

اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس (تک) یہ پہنچے ۔ کیا تم ضرور

لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ۭ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا

یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں ؛ آپ کہیے کہ میں گواہی نہیں دیتا ۔ آپ کہیے کہ وہ صرف

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑲ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

ایک مستحق عبادت ہے اور بیشک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو○ جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا

دی ہے وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں ، جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑳ ع

سو وہ ایمان نہیں لائیں گے ○

وقف غفران — وقف لازم — ع ۲ / ۱۰ / ۸

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے؟ آپ کہیے اللہ' میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے' کیا تم ضرور یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں؟ آپ کہیے کہ میں گواہی نہیں دیتا۔ آپ کہیے کہ وہ صرف ایک مستحق عبادت ہے اور بے شک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔ (الانعام: ١٩)

ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی گئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اللہ کو آپ کے سوا رسول بنانے کے لیے اور کوئی نہیں ملا؟ ہمیں کوئی شخص نہیں ملا جو آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرے۔ ہم نے یہود اور نصاریٰ سے آپ کے رسول ہونے کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا ہماری کتابوں میں ان کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کی نبوت کی گواہی کون دے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی آپ کہیے: کہ کس کی گواہی سب سے بڑی

Marfat.com

ہے؟ آپ کہئے' اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے' کیونکہ سب سے بڑی گواہی اللہ سبحانہ کی ہے اور جب وہ اس کو مان لیں تو آپ بتائیں کہ میری نبوت پر اللہ گواہ ہے۔ کیونکہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے اور یہ قرآن معجزہ ہے' کیونکہ تم فصحاء اور بلغاء ہو اور تم اس قرآن کا معارضہ کرنے اور اس کی نظیر لانے سے عاجز رہے ہو اور جب یہ قرآن معجزہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا اس قرآن کو مجھ پر نازل کرنا میرے دعویٰ نبوت کے موافق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نبی ہونے کی شہادت ہے۔ اور یہ اس آیت کا معنی ہے' اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں (اور ان کو) جن تک یہ پہنچے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری طرف سے تبلیغ کرو' خواہ ایک آیت ہو۔ اور بنو اسرائیل سے احادیث بیان کرو' کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۴۶۱' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۷۸' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۴۹۶' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۲۵۶)

جن لوگوں کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی گئی' نبی ﷺ نے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے جس ہدایت اور علم کو دے کر مجھے بھیجا ہے' اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برسی' ان میں سے بعض زمینیں زرخیز تھیں۔ انہوں نے پانی کو قبول کر لیا اور تر اور خشک گھاس کو اگایا اور بعض غیر زرعی زمینیں تھیں' ان میں پانی جمع ہو گیا' اللہ نے ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے پانی پیا' اپنے مویشیوں کو پلایا اور کھیتوں کو پانی دیا اور ایک اور زمین کی قسم پر بارش ہوئی جو بنجر تھی' اس نے پانی جمع کیا' نہ کچھ اگایا۔ یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے جو دین دے کر مجھے بھیجا ہے' اس سے نفع پایا۔ اس نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اس دین کی طرف بالکل توجہ نہیں کی اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

پہلی مثال کے مصداق ائمہ مجتہدین ہیں' دوسری مثال کے مصداق محدثین ہیں اور تیسری مثال کے مصداق کفار اور منافقین ہیں۔

بعض روایات میں مذکور ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت پہنچ گئی اس کے پاس اللہ کا حکم پہنچ گیا' خواہ وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ مقاتل نے کہا جن اور انس میں سے جس کے پاس قرآن پہنچ گیا' وہ اس کو ڈرانے والا ہے۔ اور قرطبی نے کہا جس کے پاس قرآن پہنچ گیا گویا کہ اس نے سیدنا محمد ﷺ کو دیکھا اور آپ سے سنا۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۳۱۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابونعیم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس قرآن پہنچ گیا گویا اس نے مجھ سے بالمشافہ سنا۔ اس آیت میں یہ فرمایا ہے آپ کہئے کہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے' تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور ان لوگوں کو جن تک یہ قرآن پہنچے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن لوگوں

Marfat.com

تک احکام شرعیہ نہیں پہنچے' ان سے احکام شرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام ابوشیخ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے۔ آپ نے پوچھا تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی ہے؟ صحابہ نے فرمایا نہیں! آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے نیز یہ آیت بھی اس مطلوب پر دلیل ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں' جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔ (الاسراء: ۱۵)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ کہیے کہ وہ صرف ایک مستحق عبادت ہے اور بے شک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی نہیں ہے' بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے پچھلے دین کے باطل ہونے کا اعتراف اور اقرار کرے اور اس سے برائت اور بیزاری کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے' وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۲۰)

اہل کتاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا

اس سے پہلی آیت کے شان نزول میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ کفار نے یہ کہا تھا کہ ہم نے آپکی نبوت کے متعلق یہود و نصاریٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں ان کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسکا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں دیا کہ سب سے بڑی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور آپکی نبوت پر اللہ گواہ ہے اور دوسرا جواب اس آیت میں دیا کہ اہل کتاب کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ آپکی نبوت کو نہیں پہچانتے' بلکہ وہ اپنے بیٹوں کو اتنا نہیں پہچانتے جتنا آپکو پہچانتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ اہل کتاب میں سے جو مسلمان ہو چکے تھے' انہوں نے کہا بہ خدا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے' کیونکہ ہماری کتاب میں آپ کی صفت اور شناخت مذکور ہے اور رہے ہمارے بیٹے تو ہم نہیں جانتے کہ ہماری بیویوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۲۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے ہیں' تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی ان چیزوں کی جبرائیل نے خبر دی ہے۔ عبداللہ نے کہا فرشتوں میں وہ یہودیوں کا دشمن ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' اور اہل جنت جو طعام سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور بچے کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے عمل تزویج کرتا ہے تو اگر مرد کا پانی غالب ہوتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر

Marfat.com

عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کہا یا رسول اللہ! یہود کو اگر میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو گیا تو وہ مبہوت ہو جائیں گے۔ سو یہود آئے اور عبداللہ گھر میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر عبداللہ اسلام لے آئیں تو! انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پناہ میں رکھے۔ تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور کہا "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله" تو انہوں نے کہا یہ ہم میں سب سے بدتر شخص ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابو حمزہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ آیت نازل کی ہے کہ اہل کتاب آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ بتاؤ! یہ معرفت کیسی تھی؟ حضرت ابن سلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی صفت اور نعت بیان کی ہے' ہم آپ کو اس صفت اور نعت سے پہچانتے تھے۔ جب ہم نے آپ کو تمہارے درمیان دیکھا تو ہم نے آپ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو دوسرے لڑکوں کے درمیان پہچان لیتا ہے اور اللہ کی قسم! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی' کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس کی ماں کیا کرتی رہی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۲۰' مطبوعہ بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ معرفت دلائل سے حاصل ہوئی تھی' کیونکہ نبی ﷺ مسلسل غیب کی خبریں بیان فرماتے تھے اور غیب پر مطلع ہونا بدوں وحی کے متصور نہیں تھا۔ نیز آپ سے متواتر معجزات کا ظہور ہو رہا تھا اور سب سے بڑا معجزہ خود قرآن کریم تھا۔ اس لیے جو شخص بھی ان دلائل میں غور کرتا اسے آپ کی نبوت کا عرفان ہو جاتا' اولاد کے نسب کے متعلق کوئی علمی اور عقلی دلیل نہیں تھی اور آپ کی نبوت کے بارے میں بہت دلائل تھے' اور یہ صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی علامات سے آپ کو پہچان لیا تھا۔ کیونکہ اول تو ان کی کتابوں میں تحریف ہو چکی تھی اور ثانیاً وہ علامات شرق و غرب میں پھیلے ہوئے سب یہودیوں کو کب معلوم تھیں کہ وہ آپ کو دیکھتے ہی ان علامات کو آپ پر منطبق کر لیتے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا' وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۲۰)

کفار کے اخروی نقصان کا معنی

یعنی جو لوگ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو پہچانتے تھے' اس کے باوجود انہوں نے عناداً آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس انکار سے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا' کیونکہ ان کو اب دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ خسارہ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے ایک جنت بنائی ہے' تاکہ اگر وہ ایمان لے آئے تو اس کو اس جنت میں داخل کر دیا جائے' اور اس کے لیے ایک دوزخ بنائی ہے' تاکہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے' اور قیامت کے دن کافروں کی جنتیں مسلمانوں کو دے دی جائیں گی اور مسلمانوں کی دوزخیں کافروں کو دے دی جائیں گی اور یہ کافروں کا نقصان ہے کہ اپنی جنتیں ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گی اور اس کے بدلہ میں دوزخیں ملیں گی اور مسلمانوں کو اپنی جنتیں بھی ملیں گی اور وہ کافروں کی جنتوں کے بھی وارث ہوں گے' اس لیے مومنوں کے متعلق فرمایا ہے:

Marfat.com

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝
وہی وارث ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(المؤمنون: ۱۱-۱۰)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ
اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے، بیشک ظالم
لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ
فلاح نہیں پائیں گے ۝ اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے، پھر مشرکین سے کہیں گے
أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ
تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے ۝ پھر وہ صرف یہی فتنہ
فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ انْظُرْ
اٹھا سکیں گے کہ کہیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝ دیکھیے انہوں نے
كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾
اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے ۝
وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ
اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ
يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ
آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا
حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا
إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَ
قصہ کہانی ہے ۝ اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور

Marfat.com

اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔ (الانعام: ۲۱)

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دو ظلم بیان فرمائے ہیں۔ ایک ظلم ہے اللہ پر جھوٹا بہتان لگانا اور دوسرا ظلم ہے اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا۔ اللہ پر جھوٹا بہتان لگانے کی تفصیل یہ ہے کہ کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ کے شریک ہیں اور اللہ سبحانہ نے ان کی عبادت کرنے اور ان کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے' نیز کفار مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے بحیرہ' سائبہ' حامی اور وصیلہ سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا تھا' اور وہ اس حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کی شریعتیں غیر منسوخ ہیں اور ان کے نبیوں کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور خصوصاً یہود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور دوزخ کی آگ ہمیں صرف چند دن جلائے گی اور ان میں سے بعض جہلاء یہ کہتے تھے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' اور خصوصاً نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں' اور یہود و نصاریٰ ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات کا دعویٰ دار تھا کہ ان کے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔

ان کا دوسرا ظلم اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے' یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے ان کو جھٹلا دیا اور قرآن مجید جو نبی ﷺ کی نبوت پر سب سے بڑا معجزہ ہے' باوجود اس کے کہ وہ اس کی نظیر لانے کے چیلنج کو پورا نہیں کر سکے' انہوں نے اس کو کھلا جادو کہا' کبھی شعر و شاعری کہا اور کبھی گزرے ہوئے لوگوں کی داستان کہا اور کبھی کہا یہ محض ان کے تخیلات ہیں۔ انہوں نے اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے' پھر مشرکین سے کہیں گے تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے؟ پھر وہ صرف یہی فتنہ اٹھا سکیں گے کہ کہیں: اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھیے انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے۔

(الانعام: ۲۴-۲۲)

روز قیامت مشرکین کی ناکامی اور نامرادی

اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو ملامت کرنے اور ان کی مذمت کرنے کے لیے ان سے سوال فرمائے گا تمہارے وہ شرکاء اور جھوٹے معبود اور پتھر کی مورتیاں کہاں ہیں جن کے متعلق تم دنیا میں یہ زعم کرتے تھے کہ یہ تمہارے کارساز ہیں اور مددگار ہیں اور وہ تمہیں اللہ کے قریب کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری شفاعت کر کے تمہیں عذاب سے چھڑالیں گے' اب وہ کہاں ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

Marfat.com

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (القصص:۶۲)

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو ندا کر کے فرمائے گا' میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک) زعم کرتے تھے۔

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (الانعام:۹۴)

ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ زعم کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں (ہمارے) شریک ہیں' بے شک تمہارا (خود ساختہ) ربط ٹوٹ گیا اور تم دنیا میں جو زعم کرتے تھے وہ ٹوٹ گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے جھوٹا قول۔

جب اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرنے کے لیے یہ سوال فرمائے گا تو وہ اس کے جواب میں حیران اور پریشان ہوں گے اور کوئی صحیح اور معقول جواب ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کے سوا انہیں کوئی بات نہیں سوجھے گی کہ وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے شرک کا انکار کر دیں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی مغفرت اور بخشش ہو رہی ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم بھی مشرک نہیں تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے نزدیک ان کا کوئی گناہ بھاری نہیں ہوگا۔ جب مشرکین یہ ماجرا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش رہا ہے اور شرک کو نہیں بخش رہا' آؤ ہم بھی یہ کہیں کہ ہم گنہ گار ہیں' مشرک نہیں ہیں۔ جب وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے تو ان کے مونہوں پر مہر لگ جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے' اس وقت مشرکین یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۝ (النساء: ۴۲)

جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی' اس دن وہ تمنا کریں گے' کاش! ان پر زمین ہموار کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

بعض مفسرین نے کہا یہ آیت منافقین کے متعلق ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا' اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا! وہ بندہ کہے گا' کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندہ سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا' کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں

Marfat.com

دی؟ کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے؟ اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا' کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا' کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ تیسرے بندہ کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا۔ وہ کہے گا! اے میرے رب! میں تجھ پر' تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا' میں نے نماز پڑھی' روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی پتا چل جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں' وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا' میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران' اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا' تم بولو! پھر اس کی ران' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گی اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف حجت قائم ہو۔ یہ وہ منافق ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔

(صحیح مسلم' الزہد' ۱۶' (۲۹۶۸) ۷۳۰۴' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۷۳۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا مشرکین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ بتوں کی عبادت ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے اور منافقین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے جھوٹے عذر پیش کیے اور اپنے نفاق کا انکار کیا۔

پھر فرمایا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے' یعنی دنیا میں ان کا جو یہ گمان تھا کہ ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے وہ باطل ہو گیا۔ یا اللہ کو چھوڑ کر وہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے' وہ ان کے کسی کام نہ آسکے اور ان سے کسی عذاب کو دور نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں' تاکہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے۔ (الانعام: ۲۵)

شان نزول

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب' ولید بن مغیرہ' نضر بن الحارث' عتبہ' شیبہ بن ربیعہ کے دونوں بیٹے' امیہ اور ابی بن خلف۔ رسول اللہ ﷺ کی باتیں کان لگا کر سن رہے تھے تو انہوں نے نضر سے کہا اے ابو قتیلہ (سیدنا) محمد ﷺ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے میرے اور ان کے کلام سننے کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی ہے' میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ میں صرف ان کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں' وہ پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں جیسا کہ میں تمہیں گزرے ہوئے لوگوں کی داستانیں سناتا ہوں۔ اور نضر پچھلے لوگوں کے قصے بہت زیادہ بیان کرتا تھا۔ وہ قریش کو واقعات بیان کرتا تھا اور وہ اس کی باتیں غور سے سنتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(اسباب النزول' ۲۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے کانوں میں ڈاٹ (گرانی) تھی اور ان کے دلوں پر پردے تھے تو چاہیے تھا کہ وہ کوئی بات نہ سنتے اور کسی بات کو نہ سمجھتے۔ حالانکہ وہ لوگوں کی باتیں سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ وہ نبی ﷺ کی باتوں کو نہیں سنتے تھے اور نہ سمجھتے تھے تو اس کے معارض اس آیت کا آخری حصہ ہے جس میں فرمایا ہے جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کلام کو سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے' البتہ مانتے نہیں تھے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ سننے سے مقصود یہ تھا کہ وہ سن کر اس سے نفع حاصل کرتے اور اس پر ایمان لاتے اور سمجھنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے صحیح نتیجہ نکالتے اور یہ اعتراف کر لیتے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے اور کوئی انسان اس کی نظیر نہیں لا سکتا اور نبی ﷺ کی نبوت کو مان لیتے اور جب انہوں نے سننے اور سمجھنے کے مقصود کو پورا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں' تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے' پھر اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ آیت کفار کی مذمت میں وارد ہوئی ہے اور جب ان کے کانوں میں اللہ نے گرانی رکھی ہے اور ان کے دلوں میں اللہ نے پردے ڈال دیئے ہیں تو وہ ایمان نہ لانے میں معذور ہوئے' پھر ان کی مذمت کی کیا وجہ ہے؟ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب ان کے کانوں میں اللہ نے ڈاٹ لگا دی اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تو اب ان کا ایمان لانا ممکن نہیں رہا' پھر ان کو ایمان لانے کا مکلف کرنا کس طرح درست ہو گا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: ۲۸۶) اللہ ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے عناد اور بغض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسی شدید گستاخی کی' جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حق کو سننے کے لیے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی اور حق کو سمجھنے کے لیے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے' جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (النساء: ۱۵۵) بلکہ انکے کفر کی وجہ سے انکے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (المنافقون: ۳) یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا' سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ان کے کانوں میں ڈاٹ لگانے اور دلوں پر پردے ڈالنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ حسی طور پر ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی تھی اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تھے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کفار کفر اور معصیت کو اچھا جاننے اور ایمان اور اطاعت کو برا جاننے کے خوگر اور عادی ہو گئے تھے' کیونکہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرنے اور دلائل میں صحیح طریقہ سے غور و فکر کرنے سے مسلسل اعراض کرنے کی وجہ سے ان میں گمراہی اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں انکار کی ایسی حالت پیدا کر دی جس کی وجہ سے ان میں حق نافذ نہیں ہو سکتا تھا اور ان کے کانوں میں ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ حق بات کو سننا انہیں بہت ناگوار ہوتا تھا اور ان کے دلوں اور کانوں میں اس کیفیت کا پیدا کرنا ان کو کفر اور گمراہی پر مجبور کرنا نہیں تھا' بلکہ انہوں نے اپنے اختیار سے دلائل میں غور و فکر کرنے کی بجائے اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کو جو اختیار کیا تھا' یہ اس کی سزا اور تعزیر تھی' تو چونکہ ہر ممکن اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتا ہے اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے پیدا کیا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی رکھی ہے اور چونکہ اس کو پیدا کرنے کا سبب ان کافروں کا اپنا ارادہ' اختیار اور کسب تھا' اس وجہ سے ان کی مذمت فرمائی اور آیت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ ان کا ایمان لانا ممکن ہے' اس لیے ان کو ایمان کا مکلف کرنا بھی صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار از راہ تکبر خود کہتے تھے ہم آپ کی بات نہیں سنتے۔ آپ کی باتیں سننے کے لیے ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اور آپ کے اور ہمارے درمیان مضبوط پردہ حائل ہے۔

بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۝ (حم السجدہ: ۵-۴)

بشارت دیتا ہوا اور ڈراتا ہوا' سو اکثر کافروں نے منہ پھیر لیا پس وہ نہیں سنتے۝ اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف تم دعوت دیتے ہو' ہمارے دلوں میں اس کے لیے پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضبوط حجاب ہے تو آپ اپنا کام کریں' بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

کفار یہ ظاہر کرتے تھے کہ رسول کا کلام ان کے سننے کے قابل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا نہیں بلکہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم کو ہمارے رسول کا کلام سنایا جائے' تو جس طور سے انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے دلوں پر پردے ہیں' اسی طور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے کانوں میں ڈاٹ ہم نے لگائی ہے اور تمہارے دلوں پر پردے ہم نے ڈالے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کافروں نے حق کو سننے اور اس کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے دلائل میں غور و فکر کرنے سے مسلسل اعراض کیا اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر اصرار کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انکار اور اعراض کی حالت کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی جس کے دل پر پردے ہوں اور اس کے کانوں میں گرانی ہو' سو اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقتاً ان کے دلوں پر اللہ نے پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق سے ان کی مسلسل روگردانی ایسی ہے جیسے ان کے دلوں پر پردے ہوں اور ان کے کانوں میں گرانی ہو' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا (لقمان: ۷)

اور جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس نے تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لی' گویا اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں گرانی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ختم اللہ علی قلوبھم کی تفسیر میں' میں نے اس پر مفصل لکھا ہے۔ وہاں پر میں نے صرف پہلے جواب کو زیادہ تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے اور یہاں پر دو مزید جواب ذکر کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ (الانعام: ۲۶)

ایمان ابو طالب کی تحقیق

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ کفار لوگوں کو نبی ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے سے

Marfat.com

روکتے ہیں اور آپ سے دور بھاگتے ہیں یا وہ لوگوں کو قرآن مجید کے سننے اور اس کو ماننے سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اس طرز عمل سے صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے۔

اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابوطالب' نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے اور خود آپ کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے دور رہتے تھے' یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور ان کے علاوہ قاسم بن مخیمرہ اور عطا بن دینار سے بھی ماثور ہے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۲۲۹۔ ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتے تھے اور خود نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین سے دور رہتے تھے۔ یہ عطا بن دینار اور قاسم بن مخیمرہ کا قول ہے اور مقاتل نے کہا کہ ابوطالب کے پاس نبی ﷺ تشریف فرما تھے' آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو قریش ابوطالب کے پاس جمع ہو گئے اور یہ مطالبہ کیا کہ نبی ﷺ کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں ابوطالب نے چند اشعار پڑھے' جن کا خلاصہ یہ تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگوں سے آپ کا دفاع کرتے ہیں اور خود آپ کی تصدیق سے دور رہتے ہیں۔

(اسباب النزول' ص ۲۱۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان روایات کے مطابق ابوطالب کا ایمان اور اسلام ثابت نہیں ہے اور حسب ذیل احادیث اس کی موید ہیں۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آپہنچا' تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے چچا! ایک بار "لا الہ الا اللہ" کہو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے' اے ابوطالب! کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو' رسول اللہ ﷺ مسلسل ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ بہرحال! ابوطالب نے جو آخری الفاظ کہے' وہ یہ تھے میں اپنے باپ عبد المطلب کی ملت پر ہوں اور "لا الہ الا اللہ" کہنے سے انکار کر دیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہ خدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں۔ خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جبکہ ان کا جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو (التوبہ: ۱۱۳) اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ! اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔ (القصص: ۵۶)

(صحیح مسلم' الایمان' ۳۹' (۲۴) ۱۳۱' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۶۷۵' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۳۵' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۳۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا "لا الہ الا اللہ" پڑھیں۔ میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دوں گا۔ ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہو تا کہ وہ کہیں گے کہ یہ

Marfat.com

بے صبری کی وجہ سے مسلمان ہو گیا تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے' لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (القصص: ۵۶)

(صحیح مسلم' الایمان' ۴۲' (۲۵) ۱۳۴' صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۷۲' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۱۹۹' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۶۱۶' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۲۷۰' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۲' ص ۳۴۵-۳۴۴)

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کس عذاب کو دور کیا؟ وہ آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے' آپ کی خاطر غضبناک ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ (صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۸۳' صحیح مسلم' الایمان' ۳۵۷' (۲۰۹) ۵۰۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا' نبی ﷺ کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا' اس کو تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی' جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔ (صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۸۵' صحیح مسلم' الایمان' ۳۶۰' (۲۱۰) ۵۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے کم دوزخ کا عذاب ابو طالب کو ہو گا' اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

(صحیح مسلم' الایمان' ۳۶۲' (۲۱۴) ۵۰۴' صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۶۵۶۱' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۱۳' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۸۴۱۸' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۴۷۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ قیامت کے دن دوزخ میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہو گا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگارے ہوں گے' جس سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہو گا جس طرح پیتل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔ (صحیح مسلم' الایمان' ۳۶۳' (۲۱۳) ۵۰۵' صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۶۵۶۱)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا' آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہو گیا' اس کو زمین میں کون دفن کرے گا؟ آپ نے فرمایا جاؤ' اپنے باپ کو زمین میں دفن کر دو۔ (سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۰۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ ابو طالب فوت ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو۔ میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو۔ جب میں دفن کر کے نبی ﷺ کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

(مسند احمد' ج ۱' ص ۱۳۱' ۱۳۰' ۱۰۳' ۹۷' طبع قدیم' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۲' ص ۳۴۸)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس جا کر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا' وہ فوت ہو گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۳' ص ۳۴۸' مطبوعہ کراچی' ۱۴۰۶)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت اور وہ لوگوں کو (انہیں ایذا پہنچانے سے) منع کرتے ہیں اور خود

Marfat.com

ان سے دور رہتے ہیں (الانعام: ۲۶) ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین سے دور رہتا تھا۔ (دلائل النبوۃ' ج ۲' ص ۳۴۱' مطبوعہ بیروت)

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مفسرین کے مذاہب کی تصریحات

التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ امام احمد' امام ابن ابی شیبہ' امام بخاری' امام مسلم' امام نسائی' امام ابن جریر' امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے' اس وقت اس کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو' میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے حجت پکڑوں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ اس پر "لا الہ الا اللہ" پیش کرتے رہے اور ابو جہل اور عبد اللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے' آخر میں ابو طالب نے کہا وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور "لا الہ الا اللہ" کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا' جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے' اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے۔ علامہ واحدی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ ابو طالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں۔ حتی کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی' کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ اس تاویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہو گا' اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی' یہ معنی نہیں ہو گا اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فانزل میں فاسببیت کے لیے ہو گی' نہ کہ تعقیب کے لیے۔ اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی ﷺ اس کے لیے استغفار کرتے رہے' حتی کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے یہ کہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورۂ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو باعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو۔ بہرحال! یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابو طالب کفر پر مرا اور یہی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں نبی ﷺ نے اس سے کہا کہ اے چچا! آپ "لا الہ الا اللہ" کہیں تا کہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو' اور نبی ﷺ نے بہ اصرار ترغیب دی۔ ابو طالب نے کہا بہ خدا! اے بھتیجے! اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر ملامت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا۔ جب ابو طالب پر موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے' انہوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اے بھتیجے! تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا' اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔ (البدایہ والنہایہ'

Marfat.com

ج ۳' ص ۱۴۳) اس روایت سے ابوطالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں' ان سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مومن تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند منقطع ہے' علاوہ ازیں ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے۔ رہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے' علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے نہیں سنا"۔

امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے' اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں' اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا؟ وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (دلائل النبوۃ' ج ۲' ص ۳۴۶)

باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی' بلکہ نسب اور قرابت کی وجہ سے کی' اور اعتبار دینی محبت کا ہے' نسبی محبت کا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے' تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابوجہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔ (روح المعانی' جز ۱۱' ص ۳۳-۳۲' مطبوعہ بیروت)

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے' کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۵۱۱' طبع قدیم' دارالفکر' بیروت)

حافظ ابن کثیر شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۴۶۰' مطبوعہ ادارہ اندلس' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی نے بھی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۳۱۶-۳۱۵)

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

(زاد المسیر' ج ۳' ص ۵۰۷' ۲۱-۲۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید' امام مسلم' امام ترمذی' امام ابن ابی حاتم' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی تو اسکے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا اے چچا! "لا الٰہ الا اللہ" کہیے' میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپکے حق میں گواہی دوں گا۔ ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص: ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری' امام مسلم' امام احمد' امام نسائی اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب نبی ﷺ نے ابوطالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا۔ امام ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر

Marfat.com

اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (شرح مسلم' ج ۱' ص ۴۱)

ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا' یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے' صحیح نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابو طالب اسلام لے آئے تھے اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے اور ابو طالب کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے۔ تاہم ابو طالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابو طالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یاوہ گوئی کرنی چاہیے' کیونکہ اس سے علویوں کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی ﷺ کو بھی ایذا پہنچے۔ (روح المعانی' جز ۲۰' ص ۹۷-۹۶ مطبوعہ بیروت)

ابو طالب کے ایمان کے متعلق مصنف کا نظریہ

مذاہب اربعہ کے معروف علماء' فقہاء' مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ ہم نے عمداً ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے۔ لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہا' یہ بہت نازک مقام ہے' جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی ابولہب اور ابوجہل کی طرح مذمت کرتے ہیں' وہ رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں' ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعث رنج ہے جتنی اہل بیت کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ ہم اس بحث میں نہ کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں۔ بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔ ہرچند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے' لیکن ان کی نیت محبت اہل بیت ہے' اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ

اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھتا جب ان (کافروں) کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں لوٹا

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا

دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں ○ بلکہ ان پر اب وہ حقائق منکشف ہو گئے ہیں

يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ

جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے ، اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ

وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے

Marfat.com

بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ

جائیں گے ○ اور (اے مخاطب) کاش تو وہ منظر دیکھتا جب ان کو ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا: اللہ فرمائے گا

هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۹/۱۰

عذاب (کا مزہ) چکھو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب) کاش! تو دیکھتا جب ان کافروں کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا' اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش! ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۲۷)

قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت

قرآن مجید میں وقوف کا لفظ ہے' یعنی ان کافروں کو جب دوزخ پر واقف کیا جائے گا۔ اس کا معنی قیام بھی ہے اور جاننا بھی' اس صورت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ (۱) وہ دوزخ کے پاس کھڑے ہوں اور دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہوں (۲) دوزخ کے اوپر جو پل صراط ہے' وہ اس کے اوپر کھڑے ہوئے دوزخ کو دیکھ رہے ہوں (۳) وہ دوزخ کے عذاب پر واقف اور مطلع ہوں (۴) ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا ہو اور وہ اس حال میں دوزخ میں کھڑے ہوئے ہوں کہ وہ ہر طرف سے دوزخ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہوں۔

اس آیت میں جزا محذوف ہے اور حاصل معنی یہ ہے کہ اے مخاطب! جب تو یہ دیکھے گا کہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے پاس کھڑا کر دیں گے تو تو ان کو اس قدر خوف اور دہشت میں دیکھے گا جس کو منضبط کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت یہ کافر نادم ہوں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے اور پھر ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور مومنوں میں سے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں اور دلیلوں کی تکذیب نہ کریں جو اس کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ اور قیامت پر' فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائیں اور گناہوں سے توبہ کریں اور نیک عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ ان پر اب وہ حقائق منکشف ہو گئے ہیں جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیئے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ (الانعام: ۲۸)

یعنی ان کی حالت نہیں بدلے گی اور وہ اسی طرح کفر اور معصیت پر برقرار رہیں گے۔ اب وہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے دلوں میں جو کفر اور معصیت چھپائی تھی وہ سب قیامت کے دن ظاہر ہو گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (الزمر: ۴۸) اور ان کی' کی ہوئی تمام برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ندامت یا تمنا کا صراحتاً رد فرمایا' یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیئے گئے تو ان کو جس کفر' عناد' معصیت اور نفاق سے منع کیا گیا تھا' وہ پھر اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ کفر اور عناد ان کی طبیعت میں رچ چکا ہے۔ وہ دنیا کی رنگینیوں اور زیب و زینت کو دیکھ کر ایک بار پھر آخرت کا انکار کر دیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حساب و کتاب اور جزاء اور سزا کی پھر تکذیب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے (الانعام: ۲۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا صراحتاً رد فرمایا ہے کہ اگر ان کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا گیا تو وہ پھر دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو جائیں گے اور پھر کفر کریں گے' وہ صرف دنیا کی زندگی کا اقرار کریں گے اور آخرت کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ صرف یہی دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم زندہ ہیں اور ہم صرف طبعی حیات کو پورا کرتے ہیں۔ اس کے بعد نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ یہ لوگ مادہ پرست اور ملحد ہیں جو غیب پر ایمان نہیں لاتے' ان کا نفس امارہ ان کو کفر' گمراہی اور برے کاموں پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) کاش! تو وہ منظر دیکھتا جب ان کو ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا' اللہ فرمائے گا' کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے' کیوں نہیں؟ اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا' پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔ (الانعام: ۳۰)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حشر کے دن کافروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے گا جس طرح مجرموں کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے بازپرس فرمائے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصّٰفّٰت: ۲۴) ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (البقرہ: ۱۷۴) اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔

اور اس آیت میں ان سے کلام فرمانے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بلاواسطہ کلام نہیں فرمائے گا اور اس آیت میں جس کلام فرمانے کا ذکر ہے وہ فرشتوں کے واسطے سے ہے' یا اللہ تعالیٰ ان سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا اور یہ کلام غضب کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے سے ان سے فرمائے گا کہ کیا یہ مر کر دوبارہ اٹھنا حق نہیں ہے' جس کا تم انکار کرتے تھے۔ وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ یہ بالکل حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تم اپنے کفر اور تکذیب کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ

بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا، حتیٰ کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ پہنچے گی تو

بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ

کہیں گے ہائے افسوس! ہماری اس تقصیر پر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں

Marfat.com

أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ

کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے، سنو وہ کیسا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ اور دنیا کی زندگی تو

الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ

صرف کھیل تماشا ہے اور بیشک آخرت کا گھر متقین کے لیے بہت اچھا ہے، پھر

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ

کیا تم عقل سے کام نہیں لوگے ○ (اے رسول مکرم) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ غمگین ہوتے ہیں،

لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ

دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ آپ سے پہلے

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ

بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذاء رسانی پر صبر کیا حتیٰ کہ

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن

ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے، اور بیشک آپ کے پاس رسولوں کی

نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ

خبریں آچکی ہیں ○ اور اگر ان لوگوں کی بے اعتنائی آپ پر دشوار ہے تو آپ اگر زمین میں کوئی

اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ

سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کرسکتے ہیں تاکہ ان کے پاس (ان کا مطلوبہ) معجزہ لے آئیں

فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ

(تو لے آئیں!) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، (تو اے مخاطب!) تو ہرگز نادانوں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ

میں سے نہ ہو جانا ○ (دعوت اسلام کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ سے سنتے ہیں اور مردہ دلوں کو

النصف
وقف غفران

Marfat.com

منزل ۲

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اللہ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ اور انہوں نے کہا اس (رسول) پر اس کے رب کی طرف

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ

سے کوئی (مطلوبہ) معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہیے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کا مطلوبہ) معجزہ نازل کر دے، لیکن ان کے

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اکثر لوگ نہیں جانتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا' حتیٰ کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آپہنچے گی تو کہیں گے' ہائے افسوس! ہماری اس تقصیر پر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے' سنو! وہ کیسا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام: ۳۱)

منکرین قیامت کے خسارہ کا بیان

اس آیت میں بھی ان کافروں کے احوال بیان فرمائے ہیں جنہوں نے قیامت کا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کیا' ان کا ایک حال یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے نقصان اٹھایا اور دوسرا حال یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعضاء جسمانیہ اور عقل و فکر کے ساتھ بھیجا' تاکہ انسان اپنی قوت عملیہ اور قوت عقلیہ سے نفع حاصل کرے اور وہ نفع ہے اخروی نعمتوں کا اور غیر فانی اجر و ثواب کے حصول کا' اور یہ نفع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر اللہ اور اس کے رسول پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے تو ان کو اخروی نعمتوں کا نفع حاصل نہیں ہوا' اور کفر اور معصیت کی وجہ سے ثواب کے بجائے عذاب کے مستحق ہوئے۔ ان کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی سعادت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی عبادت میں مشغول رہے اور دنیا کی دلفریبیوں اور عیاشیوں سے خود کو بے تعلق رکھے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو باز رکھے اور جو شخص قیامت کا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا منکر ہو گا' وہ اخروی زندگی کے لیے کسی زاد راہ کو تیار نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس وہ شہوت اور غضب کے تقاضوں میں ڈوب کر اپنے گناہوں کے بوجھ میں اضافہ کرتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جب اس کے پاس قیامت آپہنچے گی تو وہ کہے گا' ہائے افسوس! میری اس تقصیر پر جو قیامت کے متعلق مجھ سے ہوئی' درآنحالیکہ وہ اپنی پیٹھ پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو گا اور وہ کیسا برا بوجھ ہے۔

روز قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں قیامت کو ساعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قیامت ایک ساعت میں واقع ہو گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حساب و کتاب بھی ایک ساعت میں ہو گا گویا قیامت ایک ساعت حساب ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں قیامت کے دن کو اللہ سے ملاقات کا دن فرمایا ہے' کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے غضب کے آثار کا ظہور ہوگا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ بندوں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور ان کے گناہوں اور سرکشی پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (یونس: ۱۱)

اور اگر اللہ لوگوں کو سزا دینے میں بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ بھلائی کی طلب میں کرتے ہیں' تو ان کی مدت عمل ختم کی جاچکی ہوتی (مگر یہ اللہ کا طریقہ نہیں ہے) لہٰذا جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے' وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دنیا میں مہلت اور ڈھیل دی' تاکہ لوگ اللہ سے ملاقات کرنے کو یاد کریں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اور اس کے سامنے پیش ہوں گے تو وہ اپنے گناہوں اور سرکشی کے متعلق کیا عذر پیش کریں گے۔ اس لیے انہیں زندگی میں مہلت دی گئی کہ کسی بھی لمحہ وہ اس ملاقات کے دن کو یاد کرکے اپنی معصیت اور سرکشی سے باز آجائیں اور توبہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ (البقرہ: ۲۲۳)

اور اللہ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ تم ضرور اس سے ملاقات کرنے والے ہو۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (الجاثیہ: ۳۴)

اور ان سے کہہ دیا جائے گا آج کے دن ہم تم پر رحم نہیں کریں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دن کو یاد رکھنے کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ملاقات کے شوق میں نیک عمل کرے' تاکہ اس دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرمائے اور محبت کے ساتھ اس سے کلام کرے اور اس کو اپنے دیدار سے نوازے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے' اللہ (بھی) اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے' اللہ (بھی) اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا آپ کی کسی اور زوجہ نے کہا ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ البتہ جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ عزوجل کے راضی ہونے اور اس کے کرم کرنے کی بشارت دی جاتی ہے۔ تو اس وقت اس کو آخرت کے سفر میں آگے جانے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ سو وہ اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے' اور کافر پر جب موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کو آخرت کے اگلے سفر سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی' سو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۰۷' صحیح مسلم' الدعا الذکر' ۱۷ (۲۶۸۵) ۶۷۰۰' سنن ترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۶۸' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۸۳۴' سنن داری' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۵۶)

Marfat.com

صحیح مسلم کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمہارا خیال ہے وہ بات نہیں ہے لیکن جب پتلیاں اوپر کی طرف چڑھ جائیں اور جب سانس سینہ میں اکھڑنے لگے اور جسم پر لرزہ طاری ہو اور انگلیوں میں تشنج ہو جائے' اس وقت جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اس وقت اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی اور ناخوشی نزع روح کے وقت معتبر ہوتی ہے۔ اس وقت ہر انسان کو یہ خبر دے دی جاتی ہے کہ اس کا کیا انجام ہے؟ اور آخرت میں اس کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے؟ اور اس کا اخروی ٹھکانہ اس کے لیے منکشف کر دیا جاتا ہے۔ نیک لوگ موت کو اور اللہ سے ملنے کو پسند کرتے ہیں' تاکہ ان انعامات کی طرف منتقل ہو جائیں جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہیں اور اللہ بھی ان کو پسند کرتا ہے تاکہ ان پر اپنا انعام اور اکرام فرمائے اور بدکار لوگ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ ان کو پتا چل جاتا ہے کہ ان کو عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا اور اللہ بھی ان سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور اپنے عفو و کرم سے دور رکھتا ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں عمرو بن قیس سے روایت کیا ہے کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا نیک عمل حسین صورت اور نفیس خوشبو میں اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا' کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں' البتہ! تمہاری خوشبو بہت نفیس ہے اور تمہاری صورت بہت حسین ہے۔ وہ کہے گا' تم بھی دنیا میں اسی طرح تھے' میں تمہارا نیک عمل ہوں' میں دنیا میں بہت عرصہ تم پر سوار رہا' آج کے دن تم مجھ پر سواری کرو اور یہ آیت پڑھے گا جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی طرف بطور وفد جمع کریں گے (مریم: ۸۵) اور کافر کا عمل نہایت بری صورت اور بدبو کے ساتھ اس کا استقبال کرے گا' اور اس سے کہے گا تو دنیا میں اسی طرح تھا' میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا' آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ پھر یہ آیت پڑھے گا اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ سنو! وہ کیسا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام: ۳۱) (جامع البیان' جزء ۷' ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے' اور بے شک آخرت کا گھر متقین کے لیے بہت اچھا ہے' پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لو گے۔ (الانعام ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط

جو لوگ قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکر تھے' ان کے نزدیک دنیا اور اس کی رنگینیاں' دلفریبیاں اور دنیا کی راحتیں اور لذتیں بہت بڑی چیز تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دنیا کا خسیس اور گھٹیا ہونا اور اس کا رکیک اور بے وقعت اور بے مایہ ہونا بیان فرمایا اور چونکہ یہ دنیا آخرت کی سعادتوں اور کامیابیوں کا وسیلہ اور زینہ ہے' اس لیے اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً دنیا کی زندگی مذموم نہیں ہے' بلکہ کافر کی زندگی مذموم ہے اور مومن چونکہ نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے' اس لیے اس کی زندگی لہو و لعب نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور دنیا کی زندگی مطلقاً لہو و لعب ہے اور دنیا سے مراد دنیا کی لذتیں اور راحتیں ہیں اور جس طرح انسان کھیل تماشے میں مشغولیت سے جب فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر اس وقت کو کسی نیکی کے کام میں گزارا ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا' اسی طرح دنیا کی لذتوں سے جب انسان فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر یہ وقت کسی عبادت میں صرف کیا ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔

دنیا کی زندگی کو لہو و لعب قرار دینے کی وجوہات

دنیا کی زندگی کو لہو و لعب قرار دینے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

Marfat.com

۱- لہو ولعب کی مدت کم ہوتی ہے اور بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی بھی کم ہوتی ہے اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔
۲- لہو ولعب عموماً کسی فریب پر مبنی ہوتا ہے' اسی طرح انسان دنیا کی زندگی کو بھی کسی فریب کے سہارے گزارتا ہے۔
۳- عموماً بچے اور نادان اور غافل لوگ لہو ولعب میں اشتغال کرتے ہیں اور سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ لہو ولعب میں زیادہ مشغول نہیں ہوتے۔ اسی طرح دنیا کی لذتوں اور دلفریبیوں میں بھی جاہل اور غافل لوگ مشغول رہتے ہیں اور جو عقل مند اور زیرک لوگ ہوتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی لذتیں فانی ہیں۔ لہٰذا وہ فانی کی بہ نسبت باقی رہنے والی نعمتوں کے حصول کی جدوجہد میں مشغول رہتے ہیں۔

دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن ابی الدنیا متوفی ۲۸۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جا رہا تھا' اچانک آپ ایک جگہ سے گزرے جہاں بکری کا (مردہ) بچہ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اس کے مالکوں نے اس کو پھینکا ہوگا تو یہ ان کے نزدیک بے وقعت ہوگا۔ صحابہ نے کہا اس کے بے وقعت ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ جس قدر یہ بکری کا مردہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک بے وقعت ہے' اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔

(موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا' ج ۲' ذم الدنیا' رقم الحدیث: ۲' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۲۸' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۴۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۱' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۸۰۳۵' **دار الفکر**' طبع جدید' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۸۸' ج ۴' ص ۲۲۹' ۲۳۰' ۲۳۶' **دار الفکر**' طبع قدیم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(ذم الدنیا' رقم الحدیث: ۴' صحیح مسلم' الزھد ۱ (۲۹۵۶) ۷۲۸۳' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۳۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۸۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۳' مسند احمد' ج ۲' ص ۱۹۷' ۳۲۳' ۳۸۹' ۴۸۵' طبع قدیم' کتاب الزھد لاحمد' ص ۳۷)

محمد بن منکدر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ملعونہ ہے' اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے ماسوا اس کے جو اللہ کے لیے ہو۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے' ماسوا اللہ کے ذکر کے اور ذکر کرنے والوں کے اور ماسوا عالم یا متعلم کے۔

(ذم الدنیا' رقم الحدیث: ۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۲۹' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۲' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۵۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا' وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ سو تم باقی رہنے والی چیز کو فانی ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔ (ذم الدنیا' رقم الحدیث: ۸' مسند احمد' ج ۴' ص ۴۱۲' طبع قدیم' المستدرک' ج ۴' ص ۳۰۸)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔ (ذم الدنیا' ۹' کتاب الزھد لاحمد)

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو الحسن! ہمارے لیے دنیا کی حقیقت بیان کریں۔ آپ نے فرمایا دنیا کی جو چیزیں حلال ہوں گی ان کا حساب لیا جائے گا اور جو چیزیں حرام ہوں گی ان پر دوزخ کا

Marfat.com

اب ہو گا۔ (ذم الدنیا' ۱۷' مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ خدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے' لیکن مجھے پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی' سو تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۱۵۸' صحیح مسلم' الزھد' ۶ (۲۹۶۱) ۷۲۹۱' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۷۰' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۹۹۷' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' جس کے نشان آپ کی جلد پر نقش ہو گئے تھے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو ہم چٹائی کے اوپر کوئی چیز بچھا دیں جس سے آپ کی جلد محفوظ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے؟ میری اور دنیا کی مثال یہ ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں بیٹھے' پھر سائے کو ترک کر کے سفر شروع کر دے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۸۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۰۹' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۷۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! الحمد للہ ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے لیکن اللہ سے حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ تم سر اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے' وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے اس طرح حیاء کی جو حیاء کرنے کا حق ہے۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۶۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۵۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا مقصود دنیا ہو' اللہ اس کے حالات دگرگوں کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر کر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو وہی چیز ملتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کے حالات مجتمع کر دیتا ہے اور اس کا دل مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۰۵' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تمام تفکرات کو صرف آخرت کا حصہ بنا دیا' اللہ اس کو دنیا کے افکار سے کافی ہو گا اور جس شخص کے تمام افکار دنیا کے حالات کے متعلق ہوں' اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۴۰' صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۴۱۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۴' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۹۸' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۳' ص ۳۶۹)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۳۰۴' ج ۸' ص ۲۹۰)

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کو میں کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا میں بے رغبتی کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں' ان سے بے رغبتی کرو' تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۰۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے فرزند ہیں۔ سو تم آخرت کے فرزند بنو' دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہو گا اور عمل نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب فی الامل وطولہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا' مگر اس کی ہم کو خبر دی' اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے' پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو! سنو! تم دنیا سے پرہیز کرو اور عورتوں سے پرہیز کرو (مسلم کی روایت میں ہے) کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں برپا ہوا تھا' اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ جس شخص کو حق کا علم ہو جائے تو لوگوں کا دباؤ اس کو حق بیان کرنے سے باز نہ رکھے۔ حضرت ابو سعید رونے لگے اور کہا ہم نے کئی چیزوں کو دیکھا اور ہم دباؤ میں آ گئے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹۸' صحیح مسلم' الذکر والدعاء ۹۹' (۲۷۴۲) ۶۸۱۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۰' صحیح ابن حبان' ج ۸' رقم الحدیث: ۳۲۲۱' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۱۶۹)

حضرت قتادہ بن النعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۴۴' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۳۸۵۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۴۴۲)

دنیا کے مال کو انسان اگر عیش و عشرت اور ناجائز خواہشات کو پورا کرنے میں صرف کرے تو پھر دنیا اور دنیا کا مال مذموم ہے اور ان احادیث کا یہی محمل ہے اور اگر دنیا کے مال و دولت کو دین کی سربلندی' تبلیغ دین' اسلام کی نشر و اشاعت اور ضرورت مندوں کی مدد پر صرف کرے اور حج اور عمرہ کرے' قربانی' زکوٰۃ اور صدقات ادا کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے اور نیکی اور خیر کے راستوں میں مال کو خرچ کرے' تو پھر دنیا کا مال و دولت بہت مبارک اور مستحسن ہے۔

نیکی کی راہ میں صرف کرنے کی نیت سے مال دنیا کا استحسان

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو اور وہ دن رات قرآن کے ساتھ قیام کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ دن رات اس مال کو (نیکی میں) خرچ کرتا ہو۔

(صحیح مسلم' مسافرین' ۲۶۶' (۸۱۵) ۱۸۶۳' صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۵۲۹' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۴۳' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۸۰۷۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۰۹' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۴۱۳' دارالفکر' طبع

Marfat.com

جدید' مسند احمد' ج ا' ص ۳۸۵' دار الفکر' طبع قدیم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو حق کے راستوں پر خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت (علم دین) عطا کی ہو' اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

(صحیح مسلم' مسافرین' ۲۶۸' (۸۱۷) ۱۸۶۶' صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۷۳' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۸۴۰' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۰۸' مسند احمد' ج ا' ص ۴۳۲' ج ۲' ص ۱۳۳' ۸۸' ۳۶' ۹' ج ۴' ص ۱۰۵' طبع قدیم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اصحاب ثروت اور دولت مند لوگ بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے۔ آپ نے فرمایا وہ کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں' اور روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں' اور وہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم ان کے درجات کو پالو' جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور اس کی وجہ سے تم اپنے بعد والوں پر بھی سبقت کرو گے اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو گا' ماسوا اس کے جو تمہاری طرح اس کام کو کرے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھو۔ فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی ان تسبیحات کا پتا چل گیا؟ اور وہ بھی ہماری طرح یہ تسبیحات پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم' مسافرین' ۱۴۲' (۵۹۵) ۱۳۲۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے مال و دولت کو اللہ کا فضل قرار دیا اور اس کی تائید اس آیت کریمہ میں بھی ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال مسجد کے بالمقابل بیرحا تھا (یہ مسجد کے سامنے بنو جدیلہ کا محلہ تھا) رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں خوش ذائقہ پانی پیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے' جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحا ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ میں اللہ کے پاس اس کی نیکی اور ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ اس کو جہاں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے فرمایا چھوڑو یہ مال نفع آور ہے' یہ مال نفع آور ہے۔ تم نے اس کے متعلق جو کہا وہ میں نے سن لیا' اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ پھر حضرت ابو طلحہ نے بیرحا کو اپنے رشتہ داروں اور عم زاد میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح مسلم' زکوٰۃ' ۴۲' (۹۹۸) ۲۲۷۸' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۶۱' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۰۶۶)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے۔ آپ اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجئے' آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس کو جو کچھ عطا فرمائے' اس میں برکت دے۔

(صحیح مسلم' فضائل صحابہ' ۱۴۱' (۲۴۸۰) ۶۲۵۵' صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۳۳۸' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۸۵۴)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرمار ہے تھے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ محتاج کو دیجئے' حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے مال عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کو لے لو' جب تمہارے پاس مال آئے درآنحالیکہ تم اس پر حریص ہو' نہ اس کا سوال کر رہے ہو تو اس مال کو لے لو اور جو مال اس طرح نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔

(صحیح مسلم' زکوٰۃ' ۱۱۰' (۱۰۴۵) ۲۳۶۷' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۷۳' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۰۸)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا' آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا' میں نے پھر سوال کیا آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا پھر آپ نے فرمایا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جو شخص اس مال کو استغناء نفس سے لے گا' اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور جو شخص حریص ہو کر اس مال کو لے گا' اس کو برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم' الزکوٰۃ ۹۶' (۱۰۳۵) ۲۳۴۹' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۷۲' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۷۱' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۵۳۱' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۲۳۱۰' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۵۳۲۷' صحیح ابن حبان' ج ۸' رقم الحدیث: ۳۲۲۰' المعجم الکبیر' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۰۸۰' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۲۰۰۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۴' ص ۱۹۶)

دنیا کی محبت مطلقاً مذموم نہیں ہے

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مطلقاً مال دنیا مذموم نہیں ہے۔ البتہ اگر مال دنیا کو ناجائز خواہشات کے پورا کرنے میں خرچ کیا جائے تو یہ لائق ملامت اور مستوجب عذاب ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرنا اور ان سے دل لگانا بھی مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی چیزوں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۹۴۹' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۸۵' ۱۹۹' ۱۲۸' طبع قدیم)

بلکہ ممنوع اور مذموم یہ ہے کہ انسان دنیا کے حصول کو ہی مقصد حیات سمجھ لے' جبکہ مقصود آخرت ہے اور دنیا اس کے حصول کا وسیلہ اور اس تک پہنچنے کا زینہ ہے یا بندہ دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جائے۔ انسان اپنے لیے' اپنے ماں باپ اور اپنے اہل و عیال کے لیے رزق حلال کی جستجو کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں اور دیگر انسانوں کے ساتھ جو الفت اور محبت کے ساتھ پیش آتا ہے اور ملک و قوم کی فلاح کے لیے اور انسانیت کی خدمت کے لیے جو دنیا میں تگ و دو کرتا ہے' اور کارنامے انجام دیتا ہے ان تمام کاموں میں حسن نیت کی بناء پر اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے مطابق اجر و ثواب ملے گا اور یہ تمام کام اطاعات اور عبادات میں شامل ہیں اور جس وجہ سے دنیا

Marfat.com

کی مذمت کی گئی ہے' یہ کام اس میں داخل نہیں ہیں۔

لہو ولعب کے معنی کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف لہو ولعب ہے۔ اس لیے ہم لہو ولعب کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لہو کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس چیز میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جائے' اس کو لہو کہتے ہیں۔ دنیا کی زیب و زینت مثلاً عورتوں اور بچوں کو بھی لہو ولعب کہا جاتا ہے' کیونکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُO حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَO (التکاثر: ۲-۱)
مال جمع کرنے کی حرص نے تمہیں اس قدر غافل کر دیا کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون: ۹)
اے ایمان والو تمہارے مال اور اولاد کی مشغولیت تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (النور: ۳۷)
وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت کی مشغولیت' اللہ کی یاد' نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی' وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گے۔

ان آیات میں اولاد' مال و دولت اور تجارت میں مشغول ہونے سے مطلقاً منع نہیں فرمایا' بلکہ اس حد تک اشتغال سے منع فرمایا ہے' کہ انسان نماز اور دیگر عبادات سے غافل ہو جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں تجارت اور مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے:

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج: ۲۸)
(وہ حج کے لیے آئیں گے) تاکہ اپنے فائدے کے مقامات پر حاضر ہوں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرہ: ۱۹۸)
(حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(المفردات' ص ۴۵۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

لعب کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

لعب اصل میں لعاب ہے' یہ لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب منہ سے لعاب بہنے لگے اور جب کسی شخص کا فعل بغیر قصد کے واقع ہو تو اس کو لعب کہتے ہیں۔ (المفردات' ص ۴۵۰' مطبوعہ ایران)

علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لعب کا معنی ہے مذاق میں کوئی کام کرنا۔ حدیث میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سامان بطور مذاق سنجیدگی سے نہ لے' یعنی وہ اس کا سامان اس کو تنگ کرنے کے لیے لیتا ہے اور چوری کا ارادہ نہیں کرتا' لیکن اس کو اذیت پہنچانے کا سنجیدگی سے ارادہ کرتا ہے۔ سو ایسا نہ کرے اور جو شخص لغو اور بے فائدہ کام کرے' اس کو بھی لعب کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے ہم سمندر میں

Marfat.com

سفر کر رہے تھے' جب موجیں جوش سے اٹھ رہی تھیں اور ایک ماہ تک موجیں ہمارے ساتھ لعب کرتی رہیں' یعنی موجوں نے ان کو اس طرف نہیں جانے دیا جس طرف وہ جانا چاہتے تھے۔ (النہایہ' ج ۴' ص ۲۵۳-۲۵۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۷ھ)

اردو میں لہو و لعب کا ترجمہ کھیل تماشے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہم نے لہو کا جو معنی بیان کیا ہے' اس کا خلاصہ ہے غافل کرنا اور لعب کا خلاصہ ہے بے مقصد اور بے فائدہ کام' اور کھیل اور تماشہ عموماً لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان عبادات اور کئی اہم کاموں سے غافل ہو جاتا ہے' اس لیے کھیل اور تماشے کو لہو و لعب کہتے ہیں۔

کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام

ہر کھیل تماشا مطلقاً ممنوع اور حرام نہیں ہے' بلکہ جو کھیل تماشا کسی غیر شرعی امر پر مشتمل ہو' مثلاً غیر محرم مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو یا اجنبی مرد عورتوں کے سامنے یا اجنبی عورتیں مردوں کے سامنے مثلاً کرکٹ کھیلیں یا ٹینس کھیلیں یا رقص کریں یا کسی کھیل میں کھیلنے والوں کا ستر کھلا رہے تو ایسے کھیل ممنوع ہیں یا جس کھیل میں جانبین سے شرط لگائی جائے کہ جو فریق بھی کھیل میں ہار گیا' وہ جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا' یا فلاں چیز دے گا یا فلاں چیز کھلائے گا۔

یا کسی کھیل میں اس قدر اشتغال کیا جائے جس سے فرائض اور واجبات ترک ہو جائیں تو وہ کھیل جائز نہیں ہیں۔

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لہو صرف تین چیزوں میں ہے۔ کسی شخص کا اپنے گھوڑے کو سدھانا' کسی شخص کا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا اور کسی شخص کا تیر اندازی کرنا۔

(سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۵۸۰' سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۱۳' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۴۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں کھیل رہے تھے' حضرت عمر داخل ہوئے اور انہوں نے ایک کنکری اٹھا کر انہیں ماری۔ آپ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۹۰۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے اور حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ آپ مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے' لیکن میں ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہے' حتیٰ کہ میں خود واپس مڑی۔ سو تم اندازہ کرو کہ ایک کم عمر کھیل کی شوقین لڑکی نے کتنی دیر کھیل دیکھا ہو گا۔

(صحیح مسلم' عیدین' ۱۸' ۱۷' (۸۹۲) ۲۰۲۹' ۲۰۳۰' صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۵۰' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۷۹۶)

حدیث میں ہے کہ عید کے دن حبشی مسجد میں آ کر رقص کر رہے تھے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ حبشی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اچھل کود رہے تھے' اور اپنے جنگی آلات کے ساتھ کھیل رہے تھے' اور ان کا یہ کھیل رقص کے مشابہ تھا' کیونکہ اکثر روایات میں ہتھیاروں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے۔ اس لیے اس حدیث کی ایسی تاویل کی جائے گی جو باقی احادیث کے موافق ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں، حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت زید سے فرمایا تم میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو تو وہ ایک ٹانگ پر رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو تو وہ حضرت زید کے پیچھے ایک ٹانگ پر رقص کرنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو میں حضرت جعفر کے پیچھے ایک ٹانگ پر رقص کرنے لگا۔

(مسند احمد' ج۱'ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر' طبع قدیم' مسند احمد' ج۱' رقم الحدیث: ۸۵۷' طبع دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد' ج۱'ص ۵۳۷' طبع قاہرہ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت علی کی روایت سے مسند احمد میں ہے۔ اسی طرح الباقر کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت جعفر نبی ﷺ کے گرد چکر لگانے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے حبشیوں کو دیکھا ہے' وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے اس طرح کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ نجاشی جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے خوش ہوتا تو اس کے گرد کھڑے ہو کر ایک ٹانگ پر رقص کرنے لگتا۔ حدیث میں حجل کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ہیئت مخصوصہ کے ساتھ رقص کرنا اور حضرت علی کی حدیث میں مذکور ہے کہ تینوں نے اس طرح رقص کیا۔

(فتح الباری' ج ۷' ص ۵۰۷' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو ایک انصار کے مرد سے زفاف (شادی) کے لیے تیار کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہارے پاس کوئی لہو (کھیل) ہے؟ کیونکہ انصار کو لہو اچھا لگتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۱۶۲' مطبوعہ بیروت)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک شادی میں گیا۔ وہاں بچیاں گا رہی تھیں۔ میں نے کہا آپ دونوں رسول اللہ ﷺ کے بدری صحابی ہیں اور آپ کے سامنے یہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر گانا سنو اور چاہو تو چلے جاؤ' ہمیں شادی کے موقع پر لہو کی اجازت دی گئی ہے۔ (سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۳۸۳' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابولہب کی بیٹی کے خاوند بیان کرتے ہیں کہ جب ابولہب کی بیٹی کی شادی ہوئی تو ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا کوئی لہو (کھیل) ہے؟

(مسند احمد' ج ۴' ص ۶۷' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۱۶۵۷۹' طبع قاہرہ' المعجم الکبیر' ج ۲۴' رقم الحدیث: ۶۵۹' ص ۲۵۸' مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۲۸۹)

علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ ابن حجر نے التعجیل میں اس کی تصویب کی ہے۔

(مسند احمد' ج ۱۳' ص ۹۶' مطبوعہ قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

نبی ﷺ نے گھوڑے سواری کا مقابلہ کرایا' پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا' آپ نے خود بہ نفس نفیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ

Marfat.com

لیا' اسی طرح آپ نے رکانہ سے کشتی بھی کی۔ ان تمام حدیثوں کو ہم نے صحاح اور سنن کے حوالہ سے (شرح صحیح مسلم' ج ۶' ص ۶۴۱-۶۳۹ میں) بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لہو ولعب مطلقاً ممنوع نہیں ہے اور جب کوئی کھیل کسی غیر شرعی امر پر مبنی نہ ہو' نہ اس میں شرط لگائی جائے' نہ اس سے کوئی عبادت ضائع ہو تو غرض صحیح سے مناسب حد تک اس کا کھیلنا جائز ہے اور جب کسی کھیل میں زیادہ دلچسپی لینے کی وجہ سے انسان عبادات سے غافل ہو جائے' تو وہ ممنوع اور مذموم ہے۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے مناسب حد تک کھیل اور ورزش مستحسن ہیں۔ بعض لوگ کرسی پر بیٹھ کر دن رات پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں' ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا' جس سے ان کی توند نکل آتی ہے اور خون میں کلسٹرول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابطیس' ہائی بلڈ پریشر' دل کی بیماریوں مثلاً انجائنا' معدہ کا ضعف' گیس اور السر وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے جائز کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظان صحت کے لیے نہایت ضروری ہے' ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کی کرکٹ ٹیم کی کامیابی کے لیے وظیفہ بتایا تھا۔ دیکھئے شمع شبستان رضا' حصہ سوم' ص ۵۰-۴۸

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ غمگین ہوتے ہیں' دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (الانعام: ۳۳)

شان نزول اور مناسبت

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جنگ بدر کے دن اخنس بن شریق اور ابو جہل کی ملاقات ہوئی' اخنس ابو جہل کو اس جگہ لے گیا جہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ابو جہل سے کہا اے ابوالحکم! مجھے یہ بتاؤ کہ (سیدنا) محمد ﷺ صادق ہیں یا کاذب؟ کیونکہ یہاں پر میرے اور تمہارے سوا قریش کا اور کوئی فرد نہیں ہے جو ہماری باتیں سن رہا ہو۔ ابو جہل نے کہا تم پر افسوس ہے' بہ خدا (سیدنا) محمد ﷺ البتہ ضرور صادق ہیں اور (سیدنا) محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' لیکن جھنڈا' کعبہ کی دربانی اور زمزم کی سبیل پہلے ہی بنو قصی کے پاس ہیں۔ اگر نبوت بھی وہ لے گئے تو قریش کے پاس کیا باقی بچے گا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے' یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ناجیہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے' لیکن آپ جو چیز لے کر آئے ہیں' ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

(جامع البیان' ج ۷' ص ۲۴۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' اسباب النزول' ص ۲۱۹' ۲۱۸)

مقاتل نے بیان کیا کہ یہ آیت حارث بن عامر کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو لوگوں کے سامنے نبی ﷺ کی تکذیب کرتا تھا اور جب گھر والوں کے ساتھ تنہا ہوتا تو کہتا (سیدنا) محمد ﷺ جھوٹوں میں سے نہیں ہیں اور میرے نزدیک وہ صرف سچے شخص ہیں۔ (اسباب النزول' ص ۲۱۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس سے پہلی آیتوں میں کفار کا رد کیا جا رہا تھا اور اس آیت میں بھی ان کا رد ہے۔ پہلے ان کفار قریش کا رد کیا جو توحید' نبوت اور قیامت کا انکار کرتے تھے۔ پھر ان کافروں کا رد کیا جو سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ آپ بشر تھے

Marfat.com

اور فرشتہ نہ تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے' تب بھی ہم اس کو انسان کی صورت میں ہی بھیجتے اور تم پر پھر اشتباہ ہو جاتا اور اس آیت میں ان کافروں کا رد فرمایا ہے جو نبی ﷺ کو اپنی باتوں سے ایذاء پہنچاتے تھے۔ بعض آپ کو جھوٹا کہتے تھے۔ بعض آپ کو جادوگر کہتے تھے اور بعض شاعر یا کاہن یا مجنون کہتے تھے۔

نبی ﷺ کی تسلی کی آیات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کفار کی تکذیب اور ان کی دوسری دل آزار باتوں کی وجہ سے تسلی دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں' ان سے آپ غمگین ہوتے ہیں۔ در اصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے' یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اور کئی آیتوں میں بھی نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تسلی دی ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف: ۶)

اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے تو کہیں فرط غم سے آپ ان کے پیچھے جان دے دیں گے۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (فاطر: ۸)

ان پر حسرتوں کی وجہ سے آپ کی جان نہ چلی جائے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا (المزمل: ۱۱-۱۰)

کافروں کی باتوں پر صبر کیجئے اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیجئے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور ان کو تھوڑی سی مہلت دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سے پہلے بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی' سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا' حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔ (الانعام: ۳۴)

اس آیت میں نبی ﷺ کو دوبارہ تسلی دی گئی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالفوں اور کافروں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا انبیاء سابقین علیہم السلام کا طریقہ ہے اور نبی کو چاہیے کہ ان کی بے ہودہ باتوں سے اعراض کرے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف: ۳۵)

سو آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔

اس قسم کی آیات سے نبی ﷺ کو بار بار تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کی حکمت یہ ہے کہ صبر کرنے سے مصائب کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور صبر کے اندر رحمت کے نزول اور کشادگی کے حصول کی بشارت ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (الانشراح: ۶-۵)

کیونکہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں' یعنی ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء سابقین کو لوگوں نے جھٹلایا اور انہوں نے ان کے جھٹلانے پر صبر کیا اور بالآخر رسولوں کے پاس اللہ کی مدد آ پہنچی۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن: ۵۱)

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں ضرور مدد فرمائیں گے اور (آخرت میں) جس دن

Marfat.com

گواہ کھڑے ہوں گے۔

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ○ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الصّٰفّٰت: ۱۷۳-۱۷۱)

ہم اپنے ان (مقرب) بندوں سے جو رسول ہیں یہ پہلے کہہ چکے ہیں' کہ یقیناً وہی مدد کیے ہوئے ہیں اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔

اور جو بات اللہ پہلے فرما چکا ہے اس کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ان لوگوں کی بے اعتنائی آپ پر دشوار ہے تو اگر آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر سکتے ہیں' تاکہ ان کے پاس (ان کا مطلوبہ) معجزہ لے آئیں (تو لے آئیں!) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا (تو اے مخاطب!) تو ہرگز نادانوں میں سے نہ ہو جانا۔ (الانعام: ۳۵)

شان نزول

بعض آثار میں ہے کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کوئی نشانی لائیے جیسا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نشانیاں لاتے تھے۔ پھر ہم آپ کی تصدیق کریں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کی مطلوبہ نشانیاں عطا فرمانے سے انکار فرمایا۔ تو انہوں نے نبی ﷺ سے منہ پھیر لیا' نبی ﷺ پر ان کا اعراض کرنا بہت دشوار ہوا' کیونکہ آپ ﷺ اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت حریص تھے' اور وہ جب بھی کسی نشانی کا مطالبہ کرتے تو ان کے ایمان لانے کی طمع میں آپ کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ وہ نشانی (معجزہ) نازل کر دی جائے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی' جز ۷' ص ۱۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

زمین میں سرنگ بنانے اور آسمان پر سیڑھی لگانے کے معانی اور توجیہات

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو ان لوگوں کا کفر بہت دشوار معلوم ہوتا ہے اور ان کی تکذیب بہت گراں محسوس ہوتی ہے اور اس سے آپ کو بہت رنج پہنچتا ہے تو اگر آپ زمین میں سرنگ بنا کر اس میں داخل ہونے پر قادر ہوں یا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھنے پر قادر ہوں' تو آپ ایسا کر لیں اور اگر آپ اس پر قادر نہیں ہیں تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ ان کے خلاف غم و غصہ کو برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور آپ کی نبوت اور دین اسلام کی حقانیت پر جو دلائل قائم کیے ہیں' صرف ان سے استدلال کریں اور جن لوگوں میں غور و فکر کرنے کی اہلیت ہے ان کو اس کی طرف متوجہ کریں اور جو اپنی عقل سے کام لینے کے بجائے ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہیں' ان کی پرواہ نہ کریں۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ کے خیال میں ان کے ایمان لانے کے لیے آپ کا زمین میں سرنگ بنا کر چلے جانا یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چلے جانا کافی ہے تو آپ ایسا کر لیں' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ اگر آپ زمین میں سرنگ بنا کر چلے جائیں یا آسمان پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر ان کا مطلوبہ معجزہ لا سکیں تو آپ ایسا کر لیں' اور اس کی تائید ان آیتوں سے ہوتی ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ○ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا

اور کافروں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو' پھر آپ اس میں بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں' یا جیسا کہ آپ نے کہا

Marfat.com

اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنو اسرائیل: ۹۳-۹۰)	آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں' یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں' آپ کا سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں۔ آپ کہیے: میرا رب پاک ہے' میں صرف ایک بشر ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر بطور برہان اور معجزہ قرآن مجید نازل فرمایا اور یہ چیلنج کیا کہ اس میں نہ رد و بدل ہو سکتا ہے' نہ اس کی کوئی نظیر لا سکتا ہے اور جب تمام دنیا اس چیلنج سے عاجز ہو گئی اور قرآن مجید کا معجزہ ہونا خوب ظاہر ہو گیا اور کفار کے لیے کسی عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی' تو وہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں نبی ﷺ سے یہ کہلوایا کہ آپ کہیے کہ میں صرف بشر اور رسول ہوں۔ یعنی میرا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ میں نے پہنچا دیا اور میری نبوت پر کسی شخص کے اطمینان اور یقین کے لیے جس قدر معجزات اور نشانیاں ضروری ہو سکتی تھیں' وہ سب میرے رب نے ظاہر فرما دی ہیں۔ اب یہ کافر حیل و حجت اور ہٹ دھرمی کے لیے عجیب و غریب معجزات طلب کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے مطلوبہ معجزات اس لیے عطا نہیں فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نشانی نہیں نازل فرماتا جس کے بعد عقل کی آزمائش کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کافروں کی پوری قوم کسی معجزہ کی طلب پر اصرار کرے اور اس معجزہ کے ظہور کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے اور نبی ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ اب ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا' چنانچہ فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۳)	اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو عذاب دے در آنحالیکہ آپ ان میں موجود ہیں۔

معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں کسی نشان اور معجزہ کو ظاہر کرنا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ کسی نشانی اور معجزہ کو ظاہر فرما دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو نبی ﷺ اپنی کوشش سے کسی معجزہ کو ظاہر نہیں کر سکتے اور یہ بالکل برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قدرت دی ہے اور اختیار عطا فرمایا ہے' لیکن اس قدرت اور اختیار کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں قادر و مختار ہیں' حتیٰ کہ جس کام کو اللہ نہ کرنا چاہے آپ اس کو کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ یہ کہنا مطلقاً درست ہے کہ کوئی معجزہ نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ یہ کہنا درست ہے کہ تمام معجزات نبی ﷺ کے اختیار میں ہیں۔ قرآن مجید نبی ﷺ کا معجزہ ہے' لیکن اس کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے قرآن مجید کی آیات نازل فرماتا ہے۔ اسی طرح غیب کی خبریں دینا آپ کا معجزہ ہے' لیکن یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غیب پر مطلع فرماتا ہے تو آپ غیب کی خبریں دیتے ہیں اور بعض معجزات آپ کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ بعض خصائص کی وجہ سے نبی عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور ان خصائص میں سے یہ ہے کہ جس طرح عام انسانوں کے اختیار میں افعال عادیہ ہوتے ہیں' اسی طرح نبی کے اختیار میں افعال غیر

Marfat.com

عادیہ (معجزات) ہوتے ہیں۔ (فتح الباری' ج ۱۲' ص ۶۷' طبع لاہور' احیاء العلوم ج ۵' ص ۵۳' طبع بیروت)

نبی ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے کئی بیماروں کو شفا عطا فرمائی۔ (الشفاء' ج ۱' ص ۲۱۴-۲۱۲) آپ نے پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو گیا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۹) معرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی اور تین مرتبہ شاھت الوجوہ فرمایا۔ اللہ کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے اور وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ (روح المعانی' ج ۹' ص ۱۸۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کے ایک تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکل گئی (صحیح البخاری' ج ۲' رقم ۱۳۳۹)

نبی ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا ابو خیثمہ ہو جا وہ شخص جو کوئی بھی تھا' وہ ابو خیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم' التوبہ' ۵۳' (۲۷۶۹) ۶۸۸۳) اس قسم کے معجزات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو نبی ﷺ کی قدرت اور اختیار میں دے دیا تھا۔

جبراً ہدایت نہ دینے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کو جبراً مومن بنانا چاہتا تو ان سب کو مومن بنا دیتا' لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے اور اس کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے دنیا میں خیر اور شر دونوں چیزوں کو پیدا کر دیا ہے اور شر کی ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی تحریص کے لیے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور انسان کے اندر بھی خیر اور شر کے دو محرک پیدا کیے۔ پھر انسان کو عقل سلیم عطا کی' اب وہ خارجی اور داخلی تحریکات میں سے جس سے بھی متاثر ہو کر جو راستہ بھی اختیار کرتا ہے' خیر اور شر میں سے جس راہ پر چلنے کا فیصلہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ از خود اس پر کوئی راستہ مسلط نہیں کرتا اور چونکہ خیر یا شر بندہ میں اسی کے اختیار میں پیدا کی جاتی ہے' اس لیے اس اختیار کی وجہ سے اس کو جزاء یا سزا دی جاتی ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا ہے کہ کفار مکہ کو ہدایت پر لانے کے لیے تمام دلائل کھول کھول کر بیان کیے جا چکے ہیں اور بہت سے معجزات اور نشانیاں دی جا چکی ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب ان کو ہدایت پر لانے کی صرف یہی صورت رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں جبراً ہدایت پیدا کر دے' لیکن یہ اللہ عزوجل کا طریقہ نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ از خود تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔ پھر کسی نبی اور رسول کو بھیجنے کی ضرورت ہوتی نہ کتاب اور صحائف نازل کرنے کی اور نہ معجزات اور نشانیاں پیش کرنے کی حاجت ہوتی اور رشد و ہدایت کا یہ حکمت پر مبنی نظام اور مربوط سلسلہ عبث اور بے کار ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (دعوت اسلام کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ سے سنتے ہیں اور مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا' پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

کفار کو مردہ فرمانے کی توجیہ

جو لوگ آپ کی دعوت اور تبلیغ سے منہ موڑ رہے ہیں اور اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لا رہے' ان کے ایمان نہ لانے اور اعراض کرنے سے آپ دل برداشتہ اور مغموم نہ ہوں' کیونکہ آپ کے پیغام کو وہی لوگ توجہ سے سنیں گے جن کے کانوں کو اللہ عزوجل نے غور سے سننے کے لیے کھول دیا ہے اور ان کے لیے آپ کی اتباع کو آسان کر دیا ہے اور وہ لوگ

Marfat.com

آپ کے پیغام کو توجہ سے نہیں سنیں گے' جن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ سو جب آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں گے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہو گا' جس طرح مویشی اپنے چرواہوں کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان کے مفہوم کو نہیں سمجھتے' سو یہی ان کا حال ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (البقرہ: ۱۷۱)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص ایسے کو پکارے جو چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سنے' بہرے گونگے' اندھے ہیں' سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو موتی (مردہ) فرمایا ہے' کیونکہ جس طرح مردے کوئی آواز سنتے ہیں نہ کسی پکار کا معنی سمجھتے ہیں' اسی طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے اور نہ اس کی نشانیوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں' تاکہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور مخالفت سے باز آ جائیں۔ قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی ان کو مردہ فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (النمل: ۸۱-۸۰)

بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو سناتے ہیں' جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ راست پر لانے والے ہیں' آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں' سو وہی مسلمان ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○ (فاطر: ۲۲)

بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں۔

ان کافروں کی آنکھیں تھیں لیکن ان کو اندھا فرمایا' ان کے کان تھے پھر بھی ان کو بہرہ فرمایا اور ان کی زبان تھی' اس کے باوجود ان کو گونگا فرمایا اور یہ زندہ تھے' پھر بھی ان کو مردہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک آنکھیں اس کی ہیں جو محبت سے آپ کا جلوہ دیکھے' کان اس کے ہیں جو عقیدت سے آپ کی باتیں سنے' زبان اس کی ہے جو آپ کا کلمہ پڑھے اور زندہ وہ ہے جو آپ کی غلامی میں زندہ رہے۔ جو آپ کی محبت سے جہاد میں مارا جائے' جو آپ کی خاطر سر کٹائے تو اللہ کے نزدیک وہ مردہ نہیں ہے' جو آپ کی غلامی میں رہے وہ زمین کے اوپر ہو' پھر بھی زندہ ہے اور زمین کے نیچے ہو پھر بھی زندہ ہے اور جو آپ سے منحرف ہو اور آپ کا منکر ہو وہ زمین کے اوپر ہو' پھر بھی مردہ ہے اور زمین کے نیچے ہو پھر بھی مردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اس (رسول) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی (مطلوبہ) معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا' آپ کہئے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کا مطلوبہ) معجزہ نازل کر دے' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ (الانعام: ۳۷)

کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب

یہ آیت صنادید قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے جو عناد اور سرکشی کی بنا پر نبی ﷺ سے کسی معجزہ اور نشانی کا سوال کرتے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے بہت سی نشانیاں اور معجزے دیئے جا چکے تھے جو کسی منصف مزاج شخص کے ایمان لانے کے لیے کافی تھے اور جن نشانیوں کا یہ سوال کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ ان کے نازل کرنے پر بھی قادر تھا' جیسا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ متعدد نشانیاں

Marfat.com

نازل فرما چکا تھا' مثلاً ان کے مطالبہ پر چاند کو شق کیا گیا' لیکن یہ اس کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا ان کے مطالبہ کے موافق نشانیاں نازل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا' کیونکہ ہر نشانی نازل ہونے کے بعد یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ سو واضح ہوا کہ یہ محض عناد اور ہٹ دھرمی سے نشانیوں کو طلب کرتے ہیں اور ان کے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اجتماعی مطالبہ کے موافق کوئی نشانی نازل کردی جائے اور یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر ایسا عذاب آئے گا جس سے یہ سب ملیامیٹ ہو جائیں گے' تو ان کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ فرمانا اس حکمت پر مبنی ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ ان کا مطالبہ پورا کرنے سے عاجز نہیں ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ

اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضا میں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل مخلوق

أَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ

ہے ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع

يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ

کیے جائیں گے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی (وہ) بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں (بھٹکے ہوئے)

مَنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گامزن کر دے ○

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آ جائے۔ کیا (اس وقت) اللہ

اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

کے سوا کسی اور کو (مدد کے لیے) پکارو گے؛ (بتاؤ!) اگر تم سچے ہو؛ ○ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پس اگر وہ

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ إِلَيْهِ إِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۱۰/۱۱

چاہے گا تو وہ اس تنگی کو کھول دے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو (اللہ کا) شریک بناتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضا میں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل مخلوق ہے۔ ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا' پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ○ (الانعام: ۳۸)

Marfat.com

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اگر کفار کے فرمائشی اور مطلوبہ معجزات کے نازل کرنے میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان معجزات کو نازل فرمادیتا اور اس کی تاکید اس آیت میں فرمائی کہ زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور فضا میں اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مثل مخلوق ہے' یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل و کرم فرمایا ہے اور ان پر احسانات کیے ہیں' اسی طرح تم پر بھی فضل و کرم فرمایا ہے اور تم پر بھی احسانات کیے ہیں اور تمہارے مطلوبہ معجزات کو تم پر نازل نہ کرنا بھی ہمارا تم پر احسان ہے' کیونکہ اگر تمہاری فرمائش کے مطابق نشانیاں نازل کر دی جاتیں اور پھر تم ایمان نہ لاتے تو تم پر ایسا عذاب نازل کیا جاتا جس سے تم نیست و نابود ہو جاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کافروں کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اس کے حضور جمع کیے جائیں گے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حیوانات اور پرندے بھی تمہاری مثل ہیں' یعنی ان کو بھی اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا۔

جانوروں کے حساب اور قصاص کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن ہر چیز مقدمہ پیش کرے گی' حتیٰ کہ وہ بکریاں بھی جنہوں نے ایک دوسرے کو سینگ مارے تھے۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۳۹۰' طبع قدیم' اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۴۹)

امام ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۰۰' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۹' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور دو بکریاں گھاس چر رہی تھیں۔ ایک بکری نے دوسری بکری کو سینگ مار کر اس کا حمل ساقط کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ آپ سے عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس بکری پر تعجب ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اس بکری سے قیامت کے دن قصاص لیا جائے گا۔ (مسند احمد' ج ۵' ص ۱۷۳' مسند البزار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۴۵۰)

امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سینگ والی بکری سے بغیر سینگ کی بکری کا قصاص لیا جائے گا۔ (مسند البزار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۴۴۹' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بعض مخلوق کا بعض سے حساب لیا جائے گا' حتیٰ کہ بغیر سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے اور حتیٰ کہ چیونٹی کا چیونٹی سے۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۳۶۳' امام احمد کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جبار تبارک و تعالیٰ متوجہ ہو گا اور پل صراط پر اپنا پیر رکھ دے گا' پھر فرمائے گا' مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! کوئی ظالم ظلم کر کے مجھ سے بھاگ نہیں سکتا۔ پھر وہ بعض مخلوق کا بعض سے انصاف لے گا' حتیٰ کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے اس کو سینگ مارنے کا انصاف لے گا۔

(المعجم الکبیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۲۱' اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ربیعہ ضعیف ہے اور باقی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۵۳)

Marfat.com

حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجوہ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر حیوان اور ہر پرندہ تمہاری مثل مخلوق ہے۔ یہ تمثیل اور تشبیہ کس چیز میں ہے؟ اس کی مفسرین نے حسب ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

۱- حیوانوں اور پرندوں کو بھی اللہ کی معرفت ہے' وہ اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنواسرائیل: ۴۴)

سات آسمان' اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے' وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (النور: ۴۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں اور صف بستہ پرندے' ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا۔

حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بلافائدہ کسی چڑیا کو قتل کیا' وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی اے میرے رب! فلاں شخص نے مجھ کو بے فائدہ قتل کیا اور کسی نفع کے لیے مجھے قتل نہیں کیا۔

(سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۴۵۸' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۸۹' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ۵۸۷' المعجم الکبیر' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۲۴۵' المستدرک' ج ۴' ص ۲۳۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۹' ص ۸۶' الکامل لابن عدی' ج ۵' ص ۱۸۴۷' کنز العمال' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۳۹۹۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کو واقعات اور حوادث کا ادراک اور ان کی معرفت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہدہد کے مکالمہ کا جو ذکر کیا گیا ہے' اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح چیونٹی کے جس کلام کا ذکر کیا گیا ہے اس میں بھی حیوانوں کے ادراک اور معرفت پر دلیل ہے۔

۲- جس طرح انسانوں میں توالد اور تناسل ہے اور وہ ایک دوسرے سے انس رکھتے ہیں' اسی طرح حیوانوں اور پرندوں میں بھی یہ امور ہیں۔

۳- اللہ عزوجل نے جس طرح انسانوں کو ایک خاص تدبیر سے پیدا کیا ہے' اور وہ ان کے رزق کا کفیل ہے' اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کا معاملہ ہے۔

۴- جس طرح قیامت کے دن انسانوں سے ایک دوسرے کا قصاص لیا جائے گا' سو حیوانوں اور پرندوں سے بھی یہ معاملہ ہو گا۔

۵- ہر انسان میں کسی نہ کسی حیوان یا پرندے کی خصلت اور خصوصیت ہے۔ بعض انسان شیر کی طرح دلیر اور بہادر ہیں' بعض انسان بھیڑیے کی طرح حملہ کرتے ہیں' بعض انسان کتوں کی طرح بھونکتے ہیں' بعض انسان مور کی طرح مزین ہوتے ہیں' بعض انسان خنزیر کی طرح پاک چیز کو چھوڑ کر ناپاک کی طرف لپکتے ہیں' بعض انسان بلی کی طرح خوشامدی ہوتے ہیں' بعض کوے کی طرح حریص اور بعض لومڑی کی طرح چالاک ہوتے ہیں۔

Marfat.com

٦۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی موت' حیات' ان کا عمل' ان کا رزق اور ان کا اخروی انجام مقدر کر دیا ہے' اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کے بھی یہ امور مقرر کر دیئے ہیں۔

٧۔ جس طرح انسان اپنی روزی میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' اور اسے کسی مکان کی حاجت ہوتی ہے' جس میں وہ سردی' گرمی اور بارش سے پناہ حاصل کر سکے۔ اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کو بھی ان امور کی حاجت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا محمل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف: ١١٠)

آپ کہئے کہ میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت کی بنا پر بعض لوگ نبی ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے کہا نبی ﷺ کے مماثل کوئی بشر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا آپ کے دو ہاتھ نہیں تھے؟ کیا آپ کی دو آنکھیں اور دو کان نہیں تھے؟ میں نے کہا تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے مگر ان ہاتھوں میں یہ کمال کہاں سے لاؤ گے؟ کہ ان ہاتھوں سے اشارہ کریں تو سورج مغرب سے طلوع ہو جائے' ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو چاند شق ہو جائے' وضو کے برتن میں ہاتھ رکھ دیں تو انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو جائے اور تم دو آنکھیں تو دکھا دو گے لیکن ان آنکھوں میں یہ کمال کہاں سے لاؤ گے؟ کہ ان آنکھوں سے جنات اور فرشتوں کو دیکھو حتیٰ کہ رب کائنات کو بے حجاب دیکھو اور تم دو کان تو دکھا دو گے مگر ان کانوں میں یہ قوت کہاں سے لاؤ گے؟ کہ فرشتوں اور جنات کا کلام سن سکو' زمین پر ہوتے ہوئے آسمانوں کی آوازوں کو سن سکو' حتیٰ کہ رب کائنات کا کلام سن سکو۔ وہ کہنے لگا کمالات کی بات کو چھوڑو' صرف اس بات میں تو آپ ہماری مثل ہیں کہ آپ کے بھی دو کان تھے اور دو آنکھیں تھیں' یعنی ان اعضاء کے عدد اور گنتی میں تو آپ ہماری مثل ہیں۔ میں نے کہا اس طرح تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم کتے اور خنزیر کی مثل ہو' کیونکہ تمہارے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں۔ اور ان کے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں اور جس طرح تم رسول اللہ ﷺ کے مماثل ہونے کے ثبوت میں سورۂ کہف کی یہ آیت پڑھتے ہو' وہ تمہیں کتے اور خنزیر کی مثل ثابت کرنے کے لیے یہ آیت پڑھ سکتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام: ٣٨)

اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور فضا میں اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مثل مخلوق ہے۔

اگر تمہیں کتے اور خنزیر کی مثل کہا جائے تو یہ تمہاری توہین ہے۔ حالانکہ تمہیں کتے اور خنزیر پر اتنی فضیلت نہیں ہے جتنی رسول اللہ ﷺ کو ہم پر فضیلت ہے' تو سوچو کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل کہنے سے آپ کی کس قدر توہین ہو گی!

رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ آپ کہئے کہ میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف عدم الوہیت میں ہماری مثل ہیں۔ نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں اور اسی پر تنبیہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی وجودی وصف میں کوئی رسول اللہ ﷺ کا مماثل نہیں ہے نہ بشریت میں' نہ عبدیت میں' نہ نبوت اور رسالت میں اور اس کائنات میں جو بھی آپ کی مثل ہے' وہ عدمی وصف میں آپ کی مثل ہے یعنی نہ وہ خدا ہے نہ آپ خدا ہیں۔ نہ وہ واجب' قدیم اور مستحق عبادت ہے' نہ آپ واجب' قدیم اور مستحق عبادت ہیں۔

Marfat.com

لوح محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اس آیت میں کتاب کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے' لوح محفوظ سے مراد وہ کتاب ہے جس میں تمام مخلوقات کے تمام احوال تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (القمر: ۵۳-۵۲) انہوں نے جو کچھ کیا' وہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا' پھر ان پر اپنے نور سے تجلی فرمائی' سو جس نے اس نور کو پالیا' اس نے ہدایت کو پالیا اور جس نے اس نور سے خطا کی' وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم پر خشک ہو چکا ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۵۱' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۵۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۹۶' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۰' مسند ابو عوانہ' ج ۱' رقم ۱۷' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۰۶۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقین رکھو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے' اور اگر تمام امت تم کو نقصان پہنچانے پر مجتمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے' قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۵۲۴' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۰۷' ۳۰۳' ۲۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نوجوان شخص ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خوف ہے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی میرے پاس وسعت نہیں ہے آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر عرض کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر عرض کیا' آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے چوتھی بار اسی طرح عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جو کام تمہیں درپیش ہیں' ان کے متعلق قلم (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے' خواہ تم خصی ہو یا ایسے رہو۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۰۷۶' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۲۱۵)

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں تمام مخلوقات کے تمام احوال لکھ دیئے گئے ہیں اور قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے

اس آیت میں کتاب کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور اب معنی یہ ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں حساب' الجبرا' ریاضی اور سائنسی علوم اور ان کے قواعد کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح جدید اور قدیم میڈیکل سائنس کے علوم کا ذکر نہیں ہے' تو پھر یہ معنی کس طرح درست ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہے دین کی معرفت' عقائد اور احکام شرعیہ کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ: ۲) یہ عظیم الشان کتاب! اس (کے منزل من اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے' یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔

Marfat.com

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ (النساء: ۱۰۵)

بے شک ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے۔

وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ (النحل: ۶۴)

ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل فرمائی ہے کہ جس چیز میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے' آپ اس کو صاف صاف بیان کر دیں اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ ○ (النحل: ۸۹)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت' رحمت اور بشارت ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے یہ کتاب ہر شے کا روشن بیان ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس میں تمام علوم و فنون کا روشن بیان ہے اور ماضی' حال اور مستقبل کے تمام واقعات کا تفصیلی ذکر ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں ہر پیش آمدہ مسئلہ کے لیے روشن ہدایت اور واضح شرعی رہنمائی ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کا بیان ہے' اس میں منطق' فلسفہ' ریاضی اور سائنس وغیرہ کی تعلیم نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ احکام شرعیہ سارے کے سارے قرآن کریم سے ثابت نہیں ہیں۔ بعض قرآن مجید سے ثابت ہیں' بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے' بعض آثار صحابہ سے' بعض اجماع سے اور بعض قیاس سے ثابت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا جو احکام سنت سے ثابت ہیں' ان کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی اقتداء کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا جو مسائل آثار صحابہ سے ثابت ہیں' ان کی اصل بھی قرآن کریم میں ہے اور اجماع اور قیاس کا حجت ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ لہٰذا جو مسائل اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں' ان کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے۔

سنت کی حجیت پر دلائل

جو احکام رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں' ان کی اصل یہ آیات ہیں:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر: ۷)

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں' ان سے باز رہو۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

Marfat.com

آثار صحابہ کی حجیت پر دلائل

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت اور اتباع کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے' احکام کو سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ خواہ تم پر حبشی غلام مسلط کر دیا جائے' جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلاف دیکھیں گے۔ تم دین میں نئی نئی باتیں نکالنے سے اپنے آپ کو بچانا کیونکہ یہ گمراہی ہے' تم میں سے جو شخص اس چیز کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرے اور اس کو ڈاڑھوں سے پکڑ لے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث ۲۶۸۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۲' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۵' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۱۴۵' طبع جدید' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۲۷-۱۲۶' طبع قدیم' المستدرک' ج ۱' ص ۹۷-۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت ضرور وہ کام کرے گی جو بنو اسرائیل نے کیے تھے' بالکل برابر برابر' حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا بدکاری کی ہو تو میری امت میں بھی لوگ ایسا کریں گے اور بنو اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی' اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے؟ آپ نے فرمایا جس ملت پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۵۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد میرے اصحاب میں جو اختلاف ہو گا' اس کے متعلق میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اے محمد! (ﷺ) آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض اصحاب بعض سے زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کا نور ہے' جب ان کے مواقف میں اختلاف ہو تو جو شخص ان میں سے جس کے موقف پر بھی عمل کرے گا' وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی' تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اس حدیث کو امام رزین نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح' ص ۵۵۴' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس حدیث کے آخری حصہ کو علامہ زبیدی نے امام دارمی اور امام ابن عدی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین' ج ۲' ص ۲۲۳' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

اجماع کی حجیت پر دلائل

اجماع کی اصل درج ذیل آیت اور احادیث ہیں:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء: ۱۱۵)

جس شخص نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلا تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اس کو جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں تمام مسلمانوں کے موقف اور مسلک کی مخالفت پر عذاب کی وعید ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ تمام مسلمانوں کا اجتماعی موقف حجت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کبھی

Marfat.com

بھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی' سو تم جماعت کو لازم رکھو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔
(المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۶۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ ایک سند کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔
(مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۲۱۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے' اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچائے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔
(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قیاس کی حجیت پر دلائل

هُوَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر: ۲)

وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت نکالا' تمہیں ان کے نکل جانے کا گمان (بھی) نہ تھا۔ وہ اس گھمنڈ میں تھے کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے' سو ان کے پاس اللہ کا حکم آگیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی' سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں قیاس کی دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا' یعنی جو حکم اصل شئے کے لیے ثابت ہوگا' وہی حکم اس کی نظیر کے لیے ثابت ہوگا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو عبرت پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس کام کے سبب سے کفار اہل کتاب پر عذاب نازل ہوا ہے' تم وہ کام نہ کرنا' ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا اور یہی قیاس ہے کہ علت کے اشتراک کی وجہ سے حکم مشترک ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میری بہن فوت ہوگئی اور اس پر مسلسل دو ماہ کے روزے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ! اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں۔ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تو اللہ کا حق ادائیگی کے زیادہ حق دار ہے۔
(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۵۳' صحیح مسلم' صیام' ۱۵۴' (۱۱۴۸) ۲۶۵۱' سنن ترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۷۱۶' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۱۰' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۵۹' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۹۱۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور جس شخص پر روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی۔ اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ! اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا

Marfat.com

ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق ادا کرو' وہ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۵۲' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۶۹۹' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۱۵' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۳۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا' تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو توفیق عطا فرمائی۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۳۲' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۵۹۲' مسند احمد' ج ۵' ص ۲۳۶' ۲۳۰)

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوالات کیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ایک زمانہ تھا کہ ہم بالکل فیصلہ نہیں کرتے تھے اور ہم اس مقام پر فائز نہ تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے ہمارے لیے وہ چیز مقدر کر دی جو تم دیکھ رہے ہو۔ سو آج کے بعد جس شخص کو فیصلہ کرنا پڑے' وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہو تو جس طرح صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو' اس کے مطابق فیصلہ کرے' اور اگر کوئی ایسا امر درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو' تو پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں اور میں خوف زدہ ہوں' کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں تو جس چیز میں تمہیں شک ہو' اس کو چھوڑ کر غیر مشکوک امر کو اختیار کرو۔ امام ابو عبدالرحمن نسائی نے کہا یہ حدیث بہت جید (عمدہ) ہے۔

(سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۴۱۲' ۵۴۱۳' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مسائل کے استنباط اور احکام کے اثبات کے لیے کتاب' سنت' اجماع اور قیاس کی ترتیب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے ذکر ہونے پر دلائل

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں صرف ان علوم کو بیان کیا گیا ہے جن کی مکلفین کو ہدایت اور اخروی فوز و فلاح میں احتیاج ہوتی ہے یا قرآن مجید میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر حادثہ کا ذکر موجود ہے۔ علامہ آلوسی کا مختار ثانی الذکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ بلخی اور ایک جماعت کا مختار ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جن کی دین اور دنیا میں ضرورت پڑتی ہے' بلکہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی ذکر ہے' اور یہ ذکر یا مفصل ہے یا مجمل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ دین کا جو مسئلہ بھی پیش آئے گا' اللہ کی کتاب میں اس کے متعلق ہدایت موجود ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت کرتا ہے' اور بال نوچنے والی پر اور جو خوبصورتی کے لیے دانتوں میں جھری کرواتی ہیں' اور اللہ کی بناوٹ کو تبدیل کرتی ہیں۔ ام یعقوب نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی

Marfat.com

ہے اور اس پر کتاب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا بہ خدا میں نے قرآن مجید کو پڑھا ہے اس میں تو اس لعنت کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا بہ خدا اگر تم نے قرآن مجید کو پڑھا ہوتا تو تم اس لعنت کو پالیتیں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔ (الحشر: ۵۹)' (صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۵۹۳۹) صحیح بخاری میں اسی قدر ہے' لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے اس عورت سے پوچھا' کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی' اس نے کہا پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے مکہ میں فرمایا تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو میں تم کو اللہ کی کتاب سے اس کا جواب دوں گا ان سے سوال کیا گیا جو محرم بھڑ (تتیہ) کو مار ڈالے آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ اس کو مار سکتا ہے اور اس پر حضرت ابن مسعود کی طرح استدلال کیا۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا اس قرآن میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے' لیکن ہمارا علم ان چیزوں کو حاصل کرنے سے قاصر ہے جن کا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اور امام ابوالشیخ نے کتاب **العظمہ** میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی چیز سے غافل ہوتا تو چیونٹی' رائی کے دانہ اور مچھر سے غافل ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہوگئی تو میں اسے اللہ کی کتاب میں تلاش کرلوں گا (یہ اثر کسی صحیح یا معتبر سند سے منقول نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور علامہ مرسی نے کہا قرآن مجید میں اولین اور آخرین کے علوم جمع ہیں اور ان علوم کا حقیقتاً احاطہ صرف اللہ تعالیٰ نے کیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ماسوا ان چیزوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کرلیا ہے' اور میں نے بعض علماء سے سنا اور اس کی صحت کا ذمہ ان ہی پر ہے کہ ایک دن محی الدین ابن العربی قدس سرہ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر جارہے تھے' اچانک شیخ گدھے سے گر گئے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لوگ شیخ اکبر کو سوار کرانے کے لیے آگے بڑھے' انہوں نے کہا مجھے کچھ مہلت دو۔ انہوں نے کچھ مہلت دی۔ پھر شیخ نے ان کو سوار کرانے کی اجازت دی' لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ شیخ نے کہا میں نے اللہ کی کتاب میں اس حادثہ پر غور کیا' تو مجھے سورۃ الفاتحہ میں اس کا ذکر مل گیا' اور یہ امر ہماری عقلوں سے ماوراء ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے سورۃ الفاتحہ سے بادشاہوں کے نام نکالے ہیں اور ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی مدت وغیرہ مستنبط کی ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ ام الکتاب ہے۔ اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں اس تخصیص کی ضرورت نہیں ہے کہ قرآن مجید میں ان ہی چیزوں کا بیان کیا گیا ہے جن کی مکلفین کو ضرورت ہے' مثلاً دلائل توحید وغیرہ۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۴۵-۱۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

قرآن مجید میں صرف ہدایت کے مذکور ہونے پر دلائل

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کا موضوع صرف ہدایت دینا ہے۔ اس لیے اس نے عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کی ہدایت دی ہے' اور اس سلسلہ میں موعظت اور نصیحت کے لیے انبیاء اور صالحین اور کفار اور منافقین کا تذکرہ کیا ہے اور جنت اور دوزخ کا بیان کیا ہے اور اخروی فوز و فلاح کی ہدایت کے لیے جو امور ضروری ہیں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بعض علماء اور صوفیاء کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام ما کان وما یکون کا بیان ہے' یعنی ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت اور دخول نار تک ہر ہر جزی اور مشخص واقعہ اور حادثہ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہر چند کہ ان کا

Marfat.com

صراحتا" اور تفصیلا" بیان نہیں ہے 'لیکن ان امور کا اجمالاً ذکر ہے اور کچھ رموز 'اشارات اور کنایات ہیں جن سے ان تمام امور کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (النحل: ٨٩)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ آیت ان کے مطلوب پر دلالت نہیں کرتی 'کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اگر ہر چیز سے ما کان و مایکون مراد لیا جائے تو ان کے اپنے قول کے مطابق اس کا بیان رموز اور اشارات سے ہے اور اس کو تبیان اور روشن یا واضح بیان نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں! اگر اس سے مراد عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ ہوں تو ان کی ہر چیز کا قرآن مجید میں روشن بیان ہے۔ نیز وہ اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف: ١١١)

یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے 'لیکن یہ ان کتابوں کی مصدق ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

لیکن اس آیت سے بھی ان کا استدلال صحیح نہیں ہے 'کیونکہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اگر اس سے یہ مراد ہو کہ اس میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر حادثہ اور آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کی تفصیل ہے تو فی الواقع قرآن کریم میں ان چیزوں کی تفصیل نہیں ہے اور ان علماء کا بھی یہ کہنا ہے کہ ان تمام امور کا قرآن مجید میں اجمالاً ذکر ہے 'نہ کہ تفصیلا" اس لیے یہ آیت بھی ان کے مدعا پر دلیل نہیں ہے اور اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ اس میں عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں سے ہر چیز کی تفصیل ہے تو یہ معنی برحق ہے 'لیکن یہ معنی ہماری تائید کرتا ہے نہ کہ ان کی۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند مفسرین کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری المتوفی ٤٦٨ھ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ٣٨)

ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

عطا نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں کو جس چیز کی حاجت تھی 'ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے یا صریح عبارت میں یا دلالت النص سے یا اجمال سے یا تفصیل سے 'جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ٨٩)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

یعنی قرآن مجید ہر اس چیز کا روشن بیان ہے جس کی دین میں احتیاج ہے 'اور سورۃ الانعام کی زیر بحث آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو ما کان و مایکون پر مشتمل ہے 'یعنی ہم نے لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا ہے ' جیسا کہ حدیث میں ہے قیامت تک کی تمام چیزوں کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔

(الوسیط 'ج ٢ 'ص ٢٦٩ '٢٦٨ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت '١٤١٠ھ)

علامہ واحدی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے 'وہ یہ ہے:

Marfat.com

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اس سے فرمایا لکھ تو اس نے ابد تک ہونے والی سب چیزوں کو لکھ دیا۔

(سنن الترمذی ج ۵ رقم الحدیث: ۳۳۰۰ سنن ابوداؤد ج ۳ رقم الحدیث: ۴۷۰۰ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے قلم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا لکھ تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲ رقم الحدیث: ۱۲۵۰۰ مسند ابو یعلیٰ ج ۴ رقم الحدیث: ۲۳۲۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳ الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۷۸ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۰ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

علامہ ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کتاب کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے' یعنی ہم نے ہر چیز کو ام الکتاب میں لکھ دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ہم نے تمہاری حاجت کی ہر چیز قرآن مجید میں بیان کردی ہے یا صراحتاً یا اجمالاً یا دلالتہً جیسا کہ سورۃ النحل' آیت ۸۹ میں ہے ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یعنی ہر اس چیز کو بیان کردیا جس کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (زاد المسیر' ج ۳' ص ۳۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی تمام یا اکثر آیتیں مطابقتاً' تضمناً' اور التزاماً اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کتاب کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دین' اللہ کی معرفت اور اللہ کے احکام کی معرفت کو بیان کیا جائے۔

(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۴۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے' کیونکہ اس میں تمام حوادث ثابت کیے گئے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ہم نے دین کی کسی چیز کو قرآن مجید میں نہیں چھوڑا' اور دین کی ہر چیز کی اس میں دلالت ہے۔ یا تو بالکل واضح دلالت ہے اور اگر مجمل دلالت ہے تو اس کا بیان رسول اللہ ﷺ سے یا اجماع سے یا قیاس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۳۲۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

کتاب سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے' کیونکہ اس میں دنیا کی ہر بڑی اور چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے اور اس میں کسی جاندار یا بے جان کی کسی چیز کو ترک نہیں کیا گیا اور یا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' کیونکہ اس میں ان تمام چیزوں کی تدوین کی گئی ہے جن کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ مفصلاً بھی اور مجملاً بھی۔ (البیضاوی مع الکازرونی' ج ۲' ص ۴۰۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

اگر کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ایسی کسی چیز کو نہیں چھوڑا جو اللہ کی معرفت کی دعوت دیتی ہو' اور اس کے احکام کی طرف بلاتی ہو۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کتاب تمام احکام شرعیہ پر مشتمل ہے۔

(البحر المحیط' ج ۴' ص ۵۰۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کتاب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس چیز کو نہیں چھوڑا جس کے ذکر کی احتیاج ہے۔

(بدائع التفسیر' ص ۱۴۸-۱۴۷ 'مطبوعہ دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۴ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد حسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے کتاب میں کسی چیز کے ذکر کو نہیں چھوڑا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں طب' حساب' دیگر علوم اور لوگوں کے مذاہب کی تفصیلات تو نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تفریط نہ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کی احتیاج ہو اس کو نہ چھوڑا جائے اور احتیاج اصول اور قوانین کی ہوتی ہے۔ اور وہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور علم الفروع کی تفاصیل کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ وہ سنت' اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان علی ھامش جامع البیان' جز ۷' ص ۱۴۲ 'مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

اگر کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی ہے کہ یہ کتاب اپنی عبارت' دلالت' اشارت اور اقتضاء کے اعتبار سے ان تمام امور پر مشتمل ہے جن کی طرف ہم اپنی عبادت میں محتاج ہیں۔

(مدارک التنزیل علی ھامش الخازن' ج ۲' ص ۱۵ 'مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور)

علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اہم اشیاء کے بیان میں سے قرآن کریم میں کسی شے کو ترک نہیں کیا اور ان میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی مصلحتوں کی رعایت فرماتا ہے۔

(تفسیر ابو سعود علی ھامش التفسیر الکبیر' ج ۳' ص ۱۶۹ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

یا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' کیونکہ اس میں ان تمام چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً مدون کیا گیا ہے جن کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (التفسیر المظہری' ج ۳' ص ۲۴۴ 'مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو' ۱۴۰۴ھ)

سید محمد رشید رضا اپنے استاذ الشیخ محمد عبدہ کی تقریر لکھتے ہیں:

اگر کتاب سے قرآن مجید مراد لیا جائے تو اس آیت کے عموم سے مراد دین کے موضوع کا عموم ہوگا' جس دین کو دے کر رسولوں کو بھیجا جاتا ہے' اور جس کی وجہ سے کتابوں کو نازل کیا جاتا ہے اور وہ ہدایت ہے کیونکہ ہر چیز کا عموم اس کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ہدایت کی ان اقسام میں سے کسی قسم کو ترک نہیں کیا جن کی وجہ سے رسولوں کو بھیجا جاتا ہے' اور ہم نے ان کو اس کتاب میں بیان کر دیا ہے اور وہ دین کے اصول' قواعد اور احکام ہیں اور ان میں انسان کی قوت بدنی اور قوت عقلی کی یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے' وہ ان سے کس طرح استفادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی سنتوں کی رعایت کر کے کس طرح سے انفرادی اور اجتماعی کمال حاصل کرے اور قرآن مجید نے صریح عبارات اور اشارات سے اس کے حصول کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں تمام کائنات کے علوم ہیں اور تمام ما کان و ما یکون کا ذکر ہے اور یہ کہ ایک دن شیخ محی الدین ابن العربی اپنے دراز گوش سے گر گئے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو انہوں نے لوگوں کو اس وقت تک یہ

Marfat.com

اجازت نہیں دی کہ ان کو اٹھائیں جب تک کہ انہوں نے سورۂ فاتحہ سے اپنے گدھے سے گرنے اور ٹانگ ٹوٹنے کے حادثہ کا استخراج نہیں کر لیا۔ یہ دعویٰ ایسا ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے اس کا قول نہیں کیا اور نہ فقہاء تابعین اور علماء سلف صالحین میں سے کسی کا یہ قول ہے اور نہ ہی لوگوں میں سے کوئی شخص اس قول کو قبول کرے گا' سوا ان لوگوں کے جن کا یہ اعتقاد ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے وہ سب حق ہے۔ خواہ اس کو عقل قبول کرے' نہ اس کی نقل تائید کرے اور نہ اس پر لغت دلالت کرے۔ اس کے برعکس ائمہ سلف نے یہ کہا ہے کہ عبادات ضروریہ کے تمام احکام فرعیہ پر قرآن مجید مشتمل نہیں ہے نہ صریح عبارت سے' نہ دلالت النص سے' نہ اشارۃ النص سے' بلکہ قرآن نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا واجب ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو سنت سے ثابت ہے' اس پر بھی قرآن دلالت کرتا ہے۔ نیز قرآن مجید نے قیاس صحیح کے قواعد کو ثابت کیا ہے اور دیگر قواعد کو بھی ثابت کیا ہے۔ لہٰذا قیاس کی فروع اور جزئیات پر بھی قرآن مشتمل ہے اور دین کی کوئی چیز ان سے خارج نہیں ہے۔ (المنار' جز ۷' ص ۳۹۵' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی متوفی ۱۳۳۲ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید شریعت کا کلیہ ہے اور اس میں امور کلیات جمع کیے گئے ہیں' کیونکہ ان کے نزول کے مکمل ہونے سے شریعت تام ہو گئی' لہٰذا جب ہم شریعت کے کلیات کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید ان تمام کو شامل ہے۔ (تفسیر القاسمی' ج ۶' ص ۵۲۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ احمد مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ہم نے قرآن مجید میں ہدایت کی ان اقسام میں سے کوئی قسم نہیں چھوڑی جن کی وجہ سے رسولوں کو بھیجا گیا ہے اور اس میں دین کے اصول' احکام اور حکمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان اپنی بدنی اور عقلی قوتوں کو کس طرح استعمال کرے۔

(تفسیر المراغی' جز ۷' ص ۱۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید مکمل شریعت پر دلالت کرتا ہے اور اسلام کے مبادی اور تمام احکام کے اصول اور دین کے اخلاق و ضوابط پر محیط ہے۔

(التفسیر المنیر' جز ۷' ص ۱۹۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن کریم میں علم طب اور علم حساب کی تفاصیل کا ذکر تو نہیں ہے' نہ دیگر علوم اور ان کے مباحث کا ذکر ہے اور نہ ائمہ کے مذاہب کا ذکر ہے اور نہ ان کے ان دلائل کا ذکر ہے جو علم الاصول اور علم الفروع میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا' اس سے مراد یہ ہے کہ مکلفین کو اپنے دین کی فہم میں جن امور کی ضرورت ہوتی ہے' ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ اور جن امور کی حاجت نہیں ہے' ان کی تفصیل نہیں کی اور علم الاصول بتمامہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں دلائل اصلیہ پوری تفصیل سے موجود ہیں اور ائمہ مذاہب کی تفاصیل اور ان کے اقوال کے ذکر کی اس میں کوئی حاجت نہیں ہے۔ باقی رہی علم الفروع کی تفاصیل تو علماء نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید اس پر دلالت کرتا ہے کہ اجماع' خبر واحد اور قیاس شریعت

Marfat.com

میں حجت ہیں اور جو مسئلہ بھی ان تین ذرائع میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا' وہ درحقیقت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو (احکام) دیں' ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو روکیں ان سے باز رہو (الحشر: ۵۹) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' تم میری سنت پر اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لازماً عمل کرنا اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے' یعنی گودنے والی پر اور گدوانے والی پر اور بال جوڑنے والی پر اور بال جڑوانے والی پر۔

روایت ہے کہ ایک عورت نے پورے قرآن کو پڑھا' پھر وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے گزشتہ رات پورے قرآن کو پڑھا اور مجھے اس میں یہ آیت نہیں ملی کہ گودنے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر تم واقعی تلاوت کرتیں تو تم کو وہ آیت مل جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے منع کریں ان سے باز رہو' اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو احکام دیئے ہیں' ان میں یہ حکم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرماتا ہے' اور روایت ہے کہ ایک دن امام شافعی مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر پوچھا اگر محرم بھڑ (تتیہ) کو مار دے تو کیا اس پر تاوان ہے؟ امام شافعی نے فرمایا اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ حکم قرآن مجید میں کہاں ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو (احکام) دیں وہ قبول کرو پھر سند کے ساتھ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میری سنت پر اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لازماً عمل کرنا۔ پھر سند کے ساتھ ذکر کیا کہ جس محرم نے بھڑ کو قتل کیا تھا' اس کے متعلق حضرت عمر نے یہی فرمایا تھا' تو امام شافعی نے تین درجات کے ساتھ اس حکم کو قرآن مجید سے مستنبط کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اجماع حجت ہے اور خبر واحد حجت ہے اور قیاس حجت ہے' لہٰذا ہر وہ حکم جو ان تین طریقوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا' وہ درحقیقت قرآن مجید سے ثابت ہوگا اور اس تقریر کے مطابق اس آیت کا یہ معنی صحیح ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کو نہیں چھوڑا' کیونکہ اس کتاب کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کا بیان ہے اور وہ تمام عقائد اور احکام قرآن مجید میں یا صریح عبارت کے ساتھ موجود ہیں یا دلالت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ دلالت اجماع' خبر واحد یا قیاس میں سے کسی ایک سے حاصل ہوگی۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی' ج ۲' ص ۱۶۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ہم نے یہ واضح کرنے کے لیے بہ کثرت دلائل اور حوالہ جات پیش کیے ہیں کہ قرآن مجید میں صرف عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے زمانہ میں یہ بات بہت مشہور ہوگئی ہے کہ قرآن مجید میں ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت اور دخول نار تک تمام کوائن اور حوادث اور تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان کیے گئے ہیں سو یہ چیز محض ظنی ہے اور قطعی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ بہرے اور گونگے ہیں۔ اندھیروں میں (بھٹکے ہوئے) ہیں' اللہ جسے چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گامزن کردے۔ (الانعام: ۳۹)

اللہ تعالیٰ کے گمراہی اور ہدایت پیدا کرنے کی توجیہ

جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کی تکذیب کی جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا' ان کی جہالت اور ان کی کج فہمی کی وجہ سے ان کی مثال بہرے شخص کی طرح ہے جو سنتا نہ ہو اور گونگے شخص کی طرح ہے جو

Marfat.com

بولتا نہ ہو۔ وہ حق کی طرف دعوت و ارشاد کو قبول کرنے کے لیے سننے اور حق کو پہچاننے کے باوجود اس کا اقرار نہیں کرتے اور وہ شرک' بت پرستی اور رسوم جاہلیت کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور جہالت' آباء و اجداد کی اندھی تقلید اور ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کے اندھیروں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ سو جو شخص بہرہ اور گونگا ہو اور اندھیروں میں بھٹک رہا ہو' وہ کیسے صحیح راستہ پر گامزن ہو سکتا ہے یا ان تاریکیوں کے جال سے کس طرح نکل سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے' تصرف فرماتا ہے۔ وہ جس میں چاہتا ہے' ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور جس میں چاہتا ہے' گمراہی پیدا فرما دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف بلائے جانے سے اعراض کرتا ہے اور جو دلائل اللہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں' ان میں غور و فکر کرنے سے تکبر کرتا ہے اس شخص میں اللہ تعالیٰ گمراہی پیدا کر دیتا ہے اور جو انسان اپنی سماعت' بصارت اور عقل سے صحیح کام لے کر صحیح نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرتا ہے اور وسیع کائنات میں اس کی قدرت اور اس کی وحدت پر پھیلی ہوئی نشانیوں سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے' وہ اس میں ہدایت پیدا کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جس چیز کا کسب اور ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وہی چیز اس میں پیدا کر دیتا ہے' اس لیے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ گمراہی کو پیدا کرتا ہے تو گمراہ کی مذمت کس لیے ہے؟ اور جب ہدایت اللہ پیدا کرتا ہے تو ہدایت یافتہ کی تعریف کس سبب سے ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے! یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے' یا تم پر قیامت آ جائے' کیا (اس وقت) اللہ کے سوا کسی اور کو (مدد کے لیے) پکارو گے؟ (بتاؤ!) اگر تم سچے ہو؟ (الانعام: ۴۰)

مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے

پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی جاہلیت کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے اور اس کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ان کافروں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آتے ہیں اور اس کی اطاعت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے اور مصیبتوں اور تکلیفوں میں وہی واحد نجات دینے والا اور کارساز ہے' چنانچہ اس آیت میں فرمایا ہے:

اے رسول مکرم! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ جس طرح سابقہ امتوں پر عذاب آتے تھے' ان کو زمین میں دھنسا دیا جاتا تھا' یا ان پر سخت آندھیاں آتیں یا بجلی کی کڑک آ لیتی یا طوفان آتا' اگر تم پر ایسا ہی عذاب آ جائے یا تم پر قیامت آ جائے تو کیا تم اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے' جو تم سے ان مصائب کو دور کرے گا یا تم اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو پکارو گے جو تم کو ان تکلیفوں سے نجات دیں گے۔ بتاؤ! اگر تم ان بتوں کی عبادت میں سچے ہو؟ تو پھر اللہ تعالیٰ از خود اس سوال کا جواب دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ تم اسی کو پکارو گے' پس اگر وہ چاہے گا تو وہ اس تنگی کو کھول دے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو (اللہ کا) شریک بناتے تھے۔ (الانعام: ۴۱)

خلاصہ یہ ہے کہ سختی' مصیبت اور تنگی میں تم صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو' تاکہ تمہاری مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق اگر چاہے تو تم سے وہ تکلیف دور کر دیتا ہے اور ایسے وقت میں تم اپنے بتوں کو بھول جاتے ہو اور اللہ کے سوا تم کو کوئی یاد نہیں آتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام: ۶۳-۶۴)

آپ کہئے کہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟ جسے تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے‘ آپ کہئے اس (مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے تمہیں اللہ ہی نجات دیتا ہے‘ پھر تم شرک کرتے ہو۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ○ (العنکبوت: ۶۵)

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں درآنحالیکہ وہ اخلاص سے اس کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اور جب وہ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے‘ تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنے خالق کی معرفت رکھی ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کرے اور اسی کو پکارے۔ اس لیے انسان پر جب کوئی سخت مصیبت اور پریشانی آتی ہے تو اس کی امید کی نظریں اس کے سوا اور کسی کی طرف نہیں اٹھتیں:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم: ۳۰)

اللہ کی بنائی ہوئی سرشت کو اپنے اوپر لازم کر لو‘ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا

وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۴۲ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

کر دیا تاکہ وہ گڑگڑا کر دعا کریں ○ تو جب ان کے پاس تنگی کا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۴۳

گڑگڑا کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ○

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ

اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝۴۴

جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے ○

Marfat.com

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو

مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ

اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو یہ چیزیں تمہارے پاس لے آئے، دیکھیے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں

هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً

پھر (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں ○ آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اچانک یا کھلم کھلا، اللہ کا عذاب آجائے

اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ

تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے ○ ہم صرف خوش خبری سنانے والے

اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور ڈرانے والے رسول بھیجتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ

خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہو گا کہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ

وہ نافرمانی کرتے تھے ○ آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا

يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۵ ۱۱

ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہیے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہے، کیا تم غور نہیں کرتے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے‘ پھر ہم نے ان کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا‘ تاکہ وہ گڑگڑا کر دعا کریں O تو جب ان کے پاس تنگی کا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ گڑگڑا کر دعا کی‘ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا۔ (الانعام: ۴۳-۴۲)

مصیبتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں

اس سے پہلی آیت میں کافروں کی ایک قوم کا حال بیان فرمایا تھا جو سختیوں اور مصیبتوں میں اللہ کی طرف رجوع کرتی تھی اور اس آیت میں ان سے زیادہ سخت دل کافروں کا حال بیان فرما رہا ہے جو سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ البا ساء کا معنی ہے شدت‘ عذاب‘ قوت اور شدت فقر اور اس کا اطلاق جنگ اور مشقت پر بھی کیا جاتا ہے اور الباساء جنگ کی شدت کو بھی کہتے ہیں اور الضراء‘ ضرر سے بنا ہے‘ ضرر نفع کی ضد ہے‘ یعنی نقصان اور مرض کو بھی کہتے ہیں۔ اس آیت میں الباساء سے مراد ہے فقر کی تنگی اور الضراء سے مراد ہے بیماری کی سختی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی عبرت کے لیے سابقہ امتوں کی مثال دی اور یہ بتلایا کہ اپنے بندوں کو مشکلات اور سختیوں میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے‘ تاکہ وہ گمراہی اور کفر سے ہدایت اور ایمان کی طرف رجوع کریں۔ اس لیے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ سو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کو فقر اور معاش کی تنگی میں اور بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیا‘ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا کریں‘ کیونکہ سختیاں جھیلنے سے انسان کندن بن جاتا ہے۔ مشرکین مکہ کو یہ اس لیے بتایا ہے کہ وہ بھی پچھلی امتوں کے کافروں کی طرح عذاب الٰہی کے منتظر تھے اور نبی ﷺ کی مخالفت کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو موکد فرمایا کہ جب ان کافروں پر فقر اور مرض کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کیوں نہیں کی‘ ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی‘ نہ خوف پیدا ہوا اور انہوں نے عبرت حاصل نہیں کی۔ سو ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور یہ لوگ جو نبیوں سے عناد رکھتے تھے‘ شرک کرتے تھے اور فسق و فجور میں ڈوبے رہتے تھے‘ شیطان نے ان کے ان کاموں کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ڈٹے رہو‘ کیونکہ یہی حق و صواب ہے۔ پھر جب انہوں نے اس تنبیہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جس سے وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ چنانچہ فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے‘ حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے O پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (الانعام: ۴۵-۴۴)

گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے استدراج اور ڈھیل ہے

اس آیت میں ان کے نصیحت کے بھولنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا‘ حالانکہ بھولنے سے احتراز تو ان کے اختیار میں نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے سے مراد ترک کرنا ہے‘ یعنی جب انہوں نے اس نصیحت کے تقاضوں پر عمل کرنا ترک کر دیا۔ ابن جریج نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: جس دین کی طرف ان کو اللہ اور اس کے رسولوں نے دعوت دی تھی‘ اس کو انہوں نے ترک کر دیا‘ بلکہ اس کا انکار کیا اور اس کو رد کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی معاش کی تنگی کو رزق کی وسعت سے بدل دیا اور بیماریوں کو صحت اور سلامتی کے ساتھ بدل دیا۔

Marfat.com

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کس طرح فرمایا ہے کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ ان پر رحمت اور توبہ کے دروازے نہیں کھولے گئے تھے۔ ان کے علاوہ نیکی اور صلاح اور فلاح کے دروازے بھی بہت زیادہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی اس طرح نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے رزق کی وسعت' خوشحالی اور جسمانی صحت و سلامتی کے جو دروازے ان پر بند کر دیئے تھے' بطور استدراج اور ان کو ڈھیل دینے کے لیے ہم نے وہ بند دروازے ان پر کھول دیئے۔ اس کی نظیر اس آیت میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ○ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ (الاعراف: ۹۵-۹۴)

ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو اس بستی والوں کو (نبی کی تکذیب کی وجہ سے) ہم نے تنگی اور تکلیف میں گرفتار کر لیا' تاکہ وہ گڑگڑا کر دعا کریں' پھر ہم نے بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا' حتیٰ کہ وہ (مال اور اولاد میں) بہت زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے' ہمارے آباء و اجداد کو بھی تکلیف اور راحت پہنچتی رہی ہے پھر ہم نے اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیا در آنحالیکہ ان کو شعور نہ تھا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (الاعراف: ۱۸۳)

اور میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔

محمد بن نضر حارثی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستی والوں کو بیس سال مہلت دی تھی۔ ابن جریج نے کہا کہ وہ خوشحالی میں مغرور تھے کہ اچانک ان پر عذاب آگیا۔ ابن زید نے کہا مبلس وہ شخص ہے جس پر ایسی مصیبت آجائے جس کا تدارک نہ ہو سکے۔ یا اس پر ایسا عذاب آئے جس سے بچاؤ نہ کیا جا سکے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۲۵۶-۲۵۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود ان کے سوالوں کے مطابق عطا فرما رہا ہے' تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے استدراج اور ڈھیل ہے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے (الآیہ) (مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۳۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' طبع جدید' ۱۴۱۴ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں' حسن نے کہا جس شخص پر بھی اللہ نے دنیا وسیع کر دی ہے' اور اس کو یہ خوف نہ ہو کہ اس کو ڈھیل دی گئی ہے تو اس شخص کا عمل ناقص ہو گا اور اس کی فکر ردی ہو گی اور جس شخص سے اللہ نے دنیا کی وسعت روک لی ہو اور اس نے اس تنگی میں خیر کا گمان نہ کیا ہو' تو اس شخص کا عمل بھی ناقص ہو گا اور اس کی فکر ردی ہو گی اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جب تم فقر کو اپنی طرف آتا دیکھو تو نیک لوگوں کی طرح مرحبا کہو' اور جب تم غنا کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو یہ آزمائش ہے جس میں مجھے مبتلا کیا گیا۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۶' ص ۳۳۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جن لوگوں نے اپنے رب کے خلاف سرکشی کی تھی' اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے احکام کی مخالفت کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو اچانک بالکلیہ ہلاک کر دیا اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا کر نیست و نابود کر دیا۔ اس لیے فرمایا پس ظالموں کی جڑ

Marfat.com

کاٹ دی گئی اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' یعنی کامل ثناء اور مکمل شکر اللہ رب العالمین کے لیے ہے' جس نے اپنے رسولوں پر اور اپنی اطاعت کرنے والوں پر انعام فرمایا اور ان کو اپنے مخالف کافروں کے خلاف دلائل اور براہین سے غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کو ان کے کفر اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جس عذاب کی وعید سنائی تھی' وہ عذاب ان پر نازل کر دیا اور اپنی وعید کو سچا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے یہ بتاؤ! اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو یہ چیزیں تمہارے پاس لے آئے' دیکھیے! ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں' پھر (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں۔ (الانعام: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ خالقیت پر استدلال کرنا مقصود ہے' کیونکہ انسان کے اشرف الاعضاء کان آنکھیں اور دل ہیں۔ کان قوت سامعہ کا محل ہیں' آنکھیں قوت باصرہ کا محل ہیں اور دل حیات' عقل اور علم کا محل ہے۔ اگر ان اعضاء سے یہ صفات زائل ہو جائیں تو انسان کے حواس اور اس کی کارکردگی کا نظام فاسد ہو جائے گا اور وہ دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا اور یہ بالبداہت معلوم ہے کہ جس ذات نے ان قوتوں کو پیدا کیا اور ان کو زائل ہونے سے محفوظ رکھا ہے' وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ ان عظیم الشان اور عالی قدر نعمتوں کا دینے والا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے تو پھر یہ کہنا واجب ہے کہ تعظیم' ثناء اور عبادت کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بتوں کی عبادت کرنا باطل اور فاسد طریقہ ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اگر وہ تمہارے دلوں پر مہر لگا دے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دے جس سے وہ ہدایت کو نہ سمجھ سکیں اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عقلوں کو بالکل زائل کر دے اور وہ پاگلوں اور مجنونوں کی طرح ہو جائیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں کو مردہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' دیکھیے! ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں' یعنی کبھی ہم انہیں اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں اور کبھی انہیں پچھلی امتوں کا عذاب یاد دلا کر ڈراتے ہیں اور کبھی اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو تمہارے اشرف الاعضاء کو معطل اور بے کار کر دیں' تاکہ تم ایمان لے آؤ اور کبھی اپنی الوہیت' قدرت اور توحید پر دلائل پیش کرتے ہیں کہ تم ان دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے یہ بتاؤ! اگر تمہارے پاس اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آ جائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے۔ (الانعام: ۴۷)

کافروں کے عمومی عذاب میں' آیا مومن بھی مبتلا ہوں گے یا نہیں؟

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے صرف اشرف الاعضاء کو زائل کرنے کی وعید سنائی تھی اور اس آیت میں عمومی عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب خواہ کسی قسم کا ہو' اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اس عذاب کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح خواہ کسی قسم کی خیر ہو' اللہ عزوجل کے سوا اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اس آیت میں عذاب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اچانک اور کھلم کھلا' کیونکہ یا تو عذاب کی پہلے علامتیں نمودار ہوں گی یا پیشگی علامتوں کے بغیر عذاب آئے گا۔ ثانی الذکر اچانک عذاب ہے اور اول الذکر کھلم کھلا عذاب ہے۔ ثانی الذکر کا اچانک ہونا ظاہر ہے اور اول الذکر کو کھلم

Marfat.com

کھلا اس لیے فرمایا کہ اس عذاب کی علامتیں پہلے نمودار ہو چکی تھیں' حتیٰ کہ اگر وہ اس عذاب سے بچنا چاہتے تو وہ کفر اور سرکشی سے توبہ کر کے بچ سکتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر یہ عذاب آ جائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیا جائے گا! اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب عمومی عذاب آئے گا تو پھر نیک اور بد کی تمیز نہیں رہے گی اور کافروں کے ساتھ مومن بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگرچہ بظاہر مومن اور کافر دونوں ہلاک ہوں گے لیکن حقیقت میں ہلاکت صرف کفار کے لیے ہو گی اور مومنوں کے لیے یہ ضرر عظیم ثواب اور بلند درجات کا سبب ہو گا' اس لیے ان کے حق میں یہ ہلاکت نہیں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ' یہ ہے کہ جب وہ کسی علاقہ کے کافروں پر عمومی عذاب نازل فرماتا ہے تو ایمان والوں کو وہاں سے نکال دیتا ہے' جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں پر جب عذاب نازل فرمایا تو ایمان والوں کو وہاں سے نکال لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم صرف خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجتے ہیں۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہو گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانعام: ۴۹-۴۸)

انبیاء علیہم السلام کا مقرر شدہ کام

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم رسولوں کو صرف ترغیب اور ترہیب کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ دنیا میں رزق کی وسعت اور آخرت میں ثواب کی بشارت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی مذکور ذیل آیتوں میں ترغیب اور ترہیب دونوں کی مثالیں ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (الاعراف: ۹۷-۹۶)

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور (اللہ سے) ڈرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے' لیکن انہوں نے (رسولوں کی) تکذیب کی تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو گرفت میں لے لیا ○ کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ راتوں رات ان پر عذاب آ جائے درآنحالیکہ وہ سو رہے ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔ اس لیے نہیں بھیجا کہ کفار ان سے من مانے اور فرضی معجزات طلب کریں۔ انبیاء علیہم السلام صرف ان ہی معجزات کو پیش کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اور کسی انسان کی تسلی اور اطمینان کے لیے جس قدر معجزات کی ضرورت ہوتی ہے' وہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرما دیتا ہے اور جو شخص ان معجزات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے وہ آخرت میں عذاب سے بے خوف ہو گا اور جن لوگوں نے ان معجزات کے باوجود انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ان کو آخرت میں عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہیے: کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہے کیا تم غور نہیں کرتے۔ (الانعام: ۵۰)

Marfat.com

نبی ﷺ سے قدرت، علم غیب اور فرشتہ ہونے کی نفی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی نبوت کے منکروں سے کہئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں جس کی ملک میں آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں از خود ایسے غیب کو جانتا ہوں جن غیوبات کو اللہ تعالیٰ کے سوا از خود کوئی نہیں جانتا' حتیٰ کہ تم میرے دعویٰ نبوت کی تکذیب کرو' کیونکہ خدا وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت میں کائنات کی ہر چیز ہو اور جس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہ ہو' یعنی جس کا علم اور اس کی قدرت کامل ہو خدا وہی ہو سکتا ہے اور نہ میں نے تم سے یہ کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں' کیونکہ میں تم کو دکھائی دیتا ہوں اور فرشتہ عام انسانوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام سنایا ہے یہ وہی ہے جس کی میری طرف وحی کی گئی تھی۔ میں صرف وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں' میں نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے' اس پر میں نے اللہ کی طرف سے قوی اور مستحکم دلیلیں پیش کی ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے اور نہ عقل کے خلاف ہے۔ اے محمد! ﷺ آپ کہئے' کیا وہ لوگ جو حق کو اور دلائل کو دیکھنے سے اندھے ہیں' وہ اور وہ لوگ جو دلائل کو دیکھ کر حق کا اعتراف کر لیتے ہیں' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم لوگ میرے دعویٰ کی سچائی اور اپنی تکذیب کے فساد پر غور نہیں کرتے؟

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے تین جملے دراصل مشرکین کے تین سوالوں کے جواب ہیں:

۱۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آپ اللہ سے ہمارے لیے دنیا کے منافع اور اچھائیاں طلب کریں اور یہ کہ اللہ ہمارے لیے سعادتوں کے دروازے کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' ملک عطا کرتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ خیر اسی کے ہاتھ میں ہے' میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (خزانہ کا معنی ہے ایسی حفاظت کی جگہ جہاں لوگوں کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں)

۲۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر آپ درحقیقت رسول ہیں تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ مستقبل میں کیا فائدے ہوں گے اور کیا نقصانات ہوں گے؟ تاکہ ہم فوائد حاصل کرنے کی تیاری کریں اور نقصانات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ میں (از خود) غیب کو نہیں جانتا' تو تم مجھ سے ان امور کا کیسے مطالبہ کرتے ہو؟

۳۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اور شادی کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ میں فرشتوں میں سے نہیں ہوں۔

نبی ﷺ سے قدرت اور علم غیب کی نفی کا محمل

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے ان تین امور کی نفی کرائی۔ اس نفی کرانے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(الف) اس سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے اللہ کے سامنے تواضع اور خضوع کا اظہار کریں' تاکہ لوگ آپ کے متعلق وہ اعتقاد نہ کرلیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کیا گیا تھا۔

(ب) کفار مکہ آپ سے بہت زبردست معجزوں کے اظہار کا مطالبہ کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردیں یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو' پھر آپ اس

Marfat.com

کے درمیان سے کوئی دریا جاری کر دیں یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں یا آپ کا سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جسے ہم پڑھیں۔ آپ کہیے میرا رب سبحان ہے۔ میں تو صرف بشر رسول ہوں (بنی اسرائیل: ۹۳-۹۰) یعنی صرف رسالت اور نبوت کا دعویٰ دار ہوں اور جن امور کو تم طلب کر رہے ہو' ان کو اللہ کی قدرت کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ سو اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جن معجزات کا تم مطالبہ کر رہے ہو ان کو حاصل کرنے کے لیے میرے پاس مستقل قدرت نہیں ہے۔

(ج) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس ایسی قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور نہ میں غیب جانتا ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ کے علم سے متصف ہوں اور ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا مدعی نہیں ہوں۔

(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۴۸-۴۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ' طبع قدیم)

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے مقدورات اور اس کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ جس غیب کی میری طرف وحی نہ کی جائے' یا جس غیب پر دلیل (عقلی یا سمعی) قائم نہ ہو' اس کو میں نہیں جانتا' یا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتوں کی جنس سے ہوں یا جن کاموں پر فرشتے قادر ہیں ان پر میں قادر ہوں۔ نبی ﷺ نے خدا ہونے اور فرشتہ ہونے کے دعویٰ سے برائت کا اظہار کیا اور نبوت کا دعویٰ کیا جو بشر کے کمالات سے ہے۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی' ج ۲' ص ۴۱۱-۴۱۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مولانا شیخ الاسلام کا مختار یہ ہے کہ معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ عزوجل کے افعال سے متعلق علم غیب کو جانتا ہوں' حتیٰ کہ تم مجھ سے یہ سوال کرو کہ قیامت کس وقت واقع ہوگی یا عذاب کس وقت نازل ہوگا؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ غیب کفار کے انجام کے ساتھ مخصوص ہے' یعنی میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں حتیٰ کہ تم مجھے خلاف عادت افعال کا مکلف کرو' مثلاً آسمان پر چڑھنے کا' اس سے یہ وہم نہ ہو کہ فرشتہ نبی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ شیر' بھیڑیا' سانپ اور پرندے ایسے کام کر لیتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انسان سے افضل ہوں۔ (روح المعانی' ج ۷' ص ۱۵۶-۱۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علماء دیوبند کے نزدیک علم غیب کی نفی کا محمل

اس آیت کو علماء دیوبند نے بھی اس پر محمول کیا ہے کہ نبی ﷺ سے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی گئی' بلکہ مستقل اور بالذات علم کی نفی کی گئی ہے یا آپ سے تمام معلومات الٰہیہ کی نفی کی گئی ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں تمام غیبوں کو (جو کہ معلومات الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کہ کبھی کبھی بطور عناد اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟) (بیان القرآن' ج ۱' ص ۲۷۸' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

Marfat.com

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے' وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ و شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو' اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو وہ فوراً بتلا دیا کرے۔

(تفسیر عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن' ص ۱۷۷)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کے تحت خلاصہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور نہ میں تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں (جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے)

(معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۲۴' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی ۱۴)

نبی ﷺ کے لیے علم غیب کا ثبوت

مفسرین کرام نے اس آیت میں علم غیب کی نفی کو مطلقاً علم غیب کی نفی پر محمول نہیں کیا' بلکہ اس علم غیب کی نفی پر محمول کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو خصوصاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو عموماً علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیات حسب ذیل ہیں:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (آل عمران: ۴۴)

یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے علم کا ایک ذریعہ وحی ہے' سو جب نبی ﷺ کی طرف غیب کی وحی کی گئی تو آپ کو غیب کا علم ہو گیا۔ چونکہ شرح عقائد میں لکھا ہوا ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں۔ حواس سلیمہ' خبر صادق اور عقل (شرح عقائد' ص ۱۰) اور جب نبی ﷺ کو غیب کی خبریں دی گئیں تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (ھود: ۴۹)

یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن خبروں کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔

عمومی طور پر انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۱۷۹)

اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کرے ہاں (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) وہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) غیب کا جاننے والا ہے' وہ اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں فرماتا' سوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا' جو اس کے رسول ہیں۔

بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف صراحتاً علم غیب کی نسبت نہیں کی' بلکہ اظہار غیب اور اطلاع علی الغیب کی نسبت کی ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام پر غیب ظاہر کیا گیا' یا ان کو غیب پر مطلع کیا گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علم غیب کی بلا استثناء نفی فرمائی ہے' اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم غیب ہے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم غیب دیا گیا' یعنی عبارت میں کوئی ایسا قرینہ ہو جس سے معلوم ہو کہ اس علم سے

Marfat.com

مراد عطائی ہے' ذاتی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمتہ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ' ج ۳' ص ۴۷' مطبوعہ نوری کتب خانہ' لاہور)

امام احمد رضا قادری کی اس عبارت سے مذکور الصدر تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اس معاملہ میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا' بلکہ تمام فرشتوں اور اولین و آخرین کو جتنا علم دیا گیا ہے' ان سب سے زیادہ حضور ﷺ کو علم عطا فرمایا گیا ہے۔ یہی پوری امت کا عقیدہ ہے۔ ہاں! اس کے ساتھ ہی قرآن و سنت کی بے شمار تصریحات کے مطابق تمام ائمہ سلف و خلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم محیط صرف حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت ہے۔ جس طرح اس کے خالق و رازق قادر مطلق ہونے میں کوئی فرشتہ یا رسول اس کے برابر نہیں ہو سکتا' اسی طرح اس کے علم محیط میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتہ یا پیغمبر کو لاکھوں چیزیں معلوم ہونے کے باوجود عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

(معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۲۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز

ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب ثابت ہے۔ اس کے باوجود ہمارے نزدیک آپ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے' کیونکہ عالم الغیب کا لفظ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے' حالانکہ آپ عزیز و جلیل ہیں۔ اسی طرح محمد تبارک و تعالیٰ کہنا جائز نہیں ہے' حالانکہ آپ بابرکت اور بلند ہیں' کیونکہ عرف اور شرع میں عزوجل اور تبارک و تعالیٰ کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔

امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔

(الامن والعلیٰ' ص ۲۰۳' مطبوعہ نوری کتب خانہ' لاہور)

مولانا سردار احمد متوفی ۱۳۸۲ھ لکھتے ہیں:

لفظ عالم الغیب کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے۔ (مناظرہ بریلی' ص ۱۰۶' مطبوعہ المکتبہ الحامدیہ' لاہور)

ہم نے اپنی کتاب مقام ولایت و نبوت میں علماء اہل سنت اور خصوصاً علماء دیوبند کی بکثرت عبارات پیش کی ہیں۔ جن میں مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کی گئی ہے۔

نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسلک

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

۱- بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں' اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

۲- بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ مساوی تو درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ

Marfat.com

مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ' دونوں متناہی ہیں' اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کے غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش' و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں۔ آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں' شرق و غرب دو حدیں ہیں' روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے' سب متناہی ہے بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا' تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہوتی ہی محال قطعی ہے' نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

۳۔ یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے' جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

۴۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء' تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے' مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔

(خالص الاعتقاد' ص ۳۹-۳۸' مطبوعہ مطبع اہل سنت' بریلی' ۱۳۲۸ھ)

کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے منافی ہے؟

اس آیت کے آخر میں ہے (آپ کہئے کہ) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے' آپ کہئے: کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔ (الانعام: ۵۰)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتے تھے اور آپ اجتہاد نہیں کرتے تھے' بلکہ آپ کے تمام احکام وحی سے صادر ہوتے تھے۔ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ۴-۳)	اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے' ان کا کلام کرنا صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور جب نبی ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تو امت کے لیے بھی اجتہاد جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے' بلکہ ان پر لازم ہے کہ صرف وحی الٰہی کی اتباع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید فرمائی' کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں؟ کیونکہ بغیر وحی کے عمل کرنا اندھے کے عمل کے قائم مقام ہے اور وحی کے مطابق عمل کرنا دیکھنے والے کے عمل کے قائم مقام ہے۔ پھر فرمایا کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔ اس سے صاحب عقل کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ وہ ان دونوں امور کا فرق سمجھے اور غافل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۴۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے۔ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور نصوص پر قیاس کرنا بھی جائز ہے۔ سورۂ انبیاء ۷۹-۷۸ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اجتہاد کا ذکر ہے اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہو گئی' اس کا بھائی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے

Marfat.com

فرمایا پھر اللہ کا حق ادا کرو' وہ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری' ج ٢' رقم الحدیث: ١٨٥٢' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٦٩٩' ج ٨' رقم الحدیث: ٧٣١٥' سنن النسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٢٦٣١)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد اور قیاس کی دلیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ (الحشر: ٢) اے صاحبان بصیرت! اعتبار کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا اور یہی معنی قیاس میں بھی متحقق ہوتا ہے' کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دو چیزوں میں مشارکت کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی قیاس ہے۔ (انوار التنزیل علی ھامش عنایۃ القاضی' ج ٨' ص ١٧٧-١٧٦' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا' بایں طور کہ اس شے پر اس کی نظیر کا حکم عائد کیا جائے اور یہ اعتبار نصیحت حاصل کرنے' قیاس شرعی اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت نصیحت حاصل کرنے پر عبارۃ" اور قیاس پر اشارۃ" دلالت کرتی ہے۔ (عنایۃ القاضی' ج ٨' ص ١٧٦' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل

بکثرت احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک سرد رات میں جنبی ہو گئے۔ انہوں نے اجتہاد کر کے غسل کی بجائے تیمم کر لیا' نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔

(صحیح البخاری' کتاب التیمم' باب ٧)

اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ کو توفیق عطا کی۔

(سنن الترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٣٣٢' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٥٩٢' مسند احمد' ج ٥' ص ٢٣٦-٢٣٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے حکم کرے اور صحیح حکم دے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ حکم میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

(سنن ترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٣٣١' صحیح البخاری' ج ٨' رقم الحدیث: ٧٣٥٢' صحیح مسلم اقضیہ' ١٥ (١٧١٦) ٤٤٠٧' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٥٧٤' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٣١٤' سنن کبریٰ للنسائی' ج ٣' رقم الحدیث: ٥٩١٨)

Marfat.com

آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ نبی ﷺ نے اجتہاد کیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کرنے کی ہدایت بھی کی ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس آیت میں ہے "میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے" اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا' میں اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اجتہاد سے جو احکام دیئے ان کی تائید اللہ کی وحی سے ہوگئی' کیونکہ جب آپ احکام دے رہے تھے اس وقت نزول وحی کا زمانہ تھا۔ اگر آپ کے احکام میں خطا ہوتی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کی اصلاح فرمادیتا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام کو برقرار رکھا' تو معلوم ہوا کہ آپ کے احکام صحیح تھے اور چونکہ آپ کے احکام کو وحی کی تائید حاصل تھی' تو گویا آپ مآل کے اعتبار سے اتباع وحی کررہے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں آپ صراحتہً اتباع وحی کرتے ہیں اور غیر منصوص احکام اور اجتہادی مسائل میں آپ مآل کے اعتبار سے اتباع وحی کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ کفار آپ سے مال طلب کرتے تھے۔ غیب کی باتیں پوچھتے تھے اور غیر معمولی کام کرنے کے لیے کہتے تھے۔ تو آپ سے فرمایا کہ آپ کہئے کہ میں صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں' میں وہی چیزیں دوں گا اور وہی چیزیں بتاؤں گا اور وہی کام کروں گا جس کی اللہ مجھے اجازت دے گا۔ اس لیے یہ آیت نبی ﷺ کے اجتہاد کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں چونکہ اجتہاد کی بحث آگئی ہے' اس لیے ہم اجتہاد کی تعریف اور نبی ﷺ کے اجتہاد میں مذاہب علماء بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

اجتہاد کی تعریف

امام غزالی نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔
(المستصفیٰ' ج ۲' ص ۳۵۰)

علامہ آمدی نے کہا احکام شرعیہ میں سے کسی حکم شرعی کا ظن غالب حاصل کرنے کے لیے اتنی کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ کوشش سے نفس عاجز ہو۔ (الاحکام' ج ۴' ص ۱۶۹)

قاضی بیضاوی نے کہا احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔
(نہایۃ السول' ج ۴' ص ۵۲۴' الابہاج' ج ۳' ص ۲۴۶' الابتہاج' ص ۲۶۷)

علامہ ابن ہمام نے کہا حکم شرعی ظنی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔ (تیسیر التحریر' ج ۴' ص ۱۷۹)

ان تعریفات میں طاقت خرچ کرنے' جدوجہد کرنے اور کوشش کرنے سے مراد یہ ہے کہ مجتہد علمی اور ذہنی کوشش کرے اور جس پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنا ہے' قرآن مجید' احادیث اور آثار صحابہ میں اس کی نظائر تلاش کرے اور اصل اور فرع میں علت مشترکہ نکالے اور اس میں غور کرے کہ جس مسئلہ کو وہ قیاس سے معلوم کررہا ہے' کہیں وہ صراحتاً کتاب وسنت میں منصوص تو نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب

علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ دنیاوی مصلحتوں اور جنگ کی تدبیروں اور ان جیسے امور میں نبی ﷺ کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور آپ نے ان امور میں اجتہاد کیا بھی ہے۔ ابن حزم نے اس کی یہ مثال دی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے تہائی پھل دے کر

Marfat.com

غطفان سے صلح کا ارادہ کیا اور یہ مباح ہے' کیونکہ آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اپنے مال سے جس کو چاہیں' ہبہ کر دیں۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے کھجوروں میں پیداوار کی کمی کی شکایت کی تو آپ نے کھجوروں میں پیوند لگانے کا حکم دیا' کیونکہ ہر شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی کھجور میں پیوند لگائے یا نہ لگائے' اور احکام شرعیہ میں آپ کے اجتہاد کے متعلق اختلاف ہے کہ جن چیزوں میں نصوص وارد نہیں ہیں' ان میں آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے' بعض کے نزدیک آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے عدم جواز کے قائلین

استاذ ابو منصور کا مذہب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ کو نص کے حصول پر قدرت ہے۔ قرآن مجید میں ہے ان ھو الا وحی یوحی (النجم: ۴) ان کا کلام کرنا صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے' ابن حزم کا بھی یہی مختار ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی ﷺ سے گدھوں کی زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ پر ان کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۶۰' صحیح مسلم' زکوٰۃ' ۲۴' (۹۸۷) ۲۲۵۴' سنن نسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۵۶۳)

نبی ﷺ سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں تھا۔ پھر ایک قول یہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا عقلاً ممتنع ہے۔ یہ امام الحرمین کا قول ہے جس کو انہوں نے تلخیص میں لکھا ہے اور ابو علی اور ابو ہاشم کا مذہب یہ ہے کہ آپ اجتہاد سے عبادت نہیں کرتے تھے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے جواز کے قائلین

امام شافعی' امام احمد' اکثر مالکیہ' قاضی ابو یوسف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ امام شافعی نے "الرسالہ" میں اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کو تدبر اور اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے لیے مثالیں بیان فرمائی ہیں' اسی طرح نبی ﷺ کو بھی تدبر اور تفکر کرنے کا حکم دیا ہے' بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سب سے زیادہ غور و فکر کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ اعتبار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے "ان ھو الا وحی یوحی" (النجم: ۴) ان کا کلام کرنا صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے اس سے مراد قرآن کریم ہے اور اجتہاد شرعی کی اجازت دی گئی ہے۔ جنگی واقعات میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ مثلاً نضر کو قتل کرنا اور بہت سے امور ہیں۔ آپ نے غور و فکر کر کے دو جائز کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا ہے اور احکام شرعیہ میں آپ کے لیے اجتہاد کرنا اس لیے جائز ہے کہ جب امت کے لیے احکام شرعیہ میں اجتہاد کرنا جائز ہے' تو آپ کے لیے بہ طریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ خطاء سے معصوم ہیں' اور امت خطاء سے معصوم نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ اجتہاد سے کسی حکم کو معلوم کرنے میں منصوص حکم کو معلوم کرنے کی بہ نسبت زیادہ دشواری ہے اور جس عمل میں زیادہ مشقت ہو' اس میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق توقف کے قائلین

علامہ الصیرفی نے "شرح الرسالہ" میں لکھا ہے کہ یہ امام شافعی کا مذہب ہے' کیونکہ امام شافعی نے اس مسئلہ میں کئی اقوال نقل کیے ہیں اور کسی قول کو مختار قرار نہیں دیا اور یہ کہا کہ جس چیز میں نص کتاب نہ ہو اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی طریقہ کو بیان نہیں کیا' اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے نبی ﷺ کو اس کا علم عطا فرمایا ہے

Marfat.com

اور بعض علماء نے کہا نبی ﷺ نے اسی کام کے طریقہ کو بیان کیا ہے جس کی اصل کتاب میں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا نبی ﷺ کے پاس اللہ کا پیغام آتا تو نبی ﷺ اس پیغام سے اللہ تعالیٰ کے فرض ادا کرنے کا طریقہ (سنت) بیان فرماتے۔ بعض نے کہا نبی ﷺ نے سنت سے جتنے احکام بیان کیے ہیں' وہ سب آپ کے دل میں القا کیے گئے تھے۔ پھر امام شافعی نے الناسخ والمنسوخ کے باب میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا یَکُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ (یونس: ۱۵) مجھے یہ حق نہیں کہ میں اس قرآن کو اپنی طرف سے تبدیل کردوں۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حق دیا ہے کہ جس مسئلہ میں کتاب کا حکم نازل نہیں ہوا ہے' اس میں اللہ کی توفیق سے اپنی طرف سے بیان فرمائیں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ (الرعد: ۳۹) اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت کرتا ہے جو چاہے۔

اللہ جس فرض کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس فرض کو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔

آپ کے اجتہاد کرنے کے متعلق امام شافعی نے یہ متعارض دلائل نقل کیے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کا رجحان توقف کی طرف ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء

نبی ﷺ سے اجتہاد کے وقوع کے متعلق چار مذاہب ہیں۔ بعض علماء نے وقوع کا مطلقاً انکار کیا' بعض علماء نے اصول اور قواعد میں آپ کے اجتہاد کرنے کا انکار کیا اور یہ کہا کہ آپ فروع اور مسائل میں اجتہاد کرتے تھے اور بعض نے اس میں توقف کیا۔ جنہوں نے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا' انہوں نے کہا تمام سنت وحی ہے' لیکن یہ وحی غیر متلو ہے اور قرآن مجید وحی متلو ہے اور سنن کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے۔ امام مسلم نے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کے جبہ پر خوشبو کے لیپ کے آثار تھے' اس نے نبی ﷺ سے پوچھا آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت نبی ﷺ پر وحی نازل ہوئی' آپ کے اوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔ حضرت یعلی کی یہ خواہش تھی کہ وہ نبی ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت دیکھیں۔ حضرت عمر نے کپڑے کی چادر ایک طرف ہٹائی تو حضرت یعلی نے دیکھا کہ ان کو اونٹ کے بڑبڑانے کی آواز آرہی تھی' جب آپ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اس خوشبو کے اثر کو دھو ڈالو اور جبہ اتار دو اور جو کچھ حج میں کرتے ہو' وہی عمرہ میں بھی کرو۔

(صحیح مسلم' ج ۲' (۱۱۸۰) ۲۷۵۲' صحیح بخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۴۷' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۴۷)

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں یہ قطعی دلیل ہے کہ جس طرح آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا' اسی طرح سنت بھی نازل ہوتی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر منصوص احکام میں نبی ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تھے' بلکہ وحی سے احکام حاصل کر کے بیان کرتے تھے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء نے کہا کہ نبی ﷺ کے لیے اجتہاد کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واقع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ﷺ کے اجتہاد میں خطا جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب یہ ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء جواز کے قائل ہیں' لیکن آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی' ج ۱' ص ۵۸۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث

جن لوگوں نے نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا ہے' انہوں نے حضرت یعلی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی' لیکن بکثرت ایسی احادیث ہیں کہ نبی ﷺ نے نزول وحی کے بغیر فی الفور سائل کے جواب دیئے اور یہ جوابات آپ کے اجتہاد پر قوی دلیل ہیں اور حضرت یعلی کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ وحی سے احکام حاصل کرتے تھے' لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ہر حکم وحی سے حاصل کرتے تھے اور اجتہاد بالکل نہیں کرتے تھے' جبکہ آپ نے بکثرت سوالات کے جوابات میں فی الفور احکام شرعیہ بیان فرمائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ خبر دی گئی کہ خزاعہ نے بنولیث کے ایک شخص کو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا ہے' جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا۔ نبی ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا بے شک اللہ نے مکہ میں قتل کو بند کر دیا ہے اور ان پر رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ سنو! مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ سنو! وہ میرے لیے دن کی صرف ایک ساعت کے لیے حلال ہوا ہے اور سنو! یہ وہی ساعت ہے' نہ اس کے کانٹوں کو اکھاڑا جائے گا' نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی' ماسوا اعلان کرنے والے کے' اور جن لوگوں کا کوئی شخص قتل کیا گیا ہو' اس کو دو اختیار ہیں' یا تو وہ دیت لے لے یا قصاص لے لے۔ یمن کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ لکھ کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابو فلاں کے لیے یہ لکھ دو۔ قریش کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک قسم کی گھاس) کا استثناء فرمالیجئے' کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا ماسوا اذخر کے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۲' صحیح مسلم' ج ۴۴۵' ۵ (۱۳۵۳) ۳۲۴۴' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۰۱۸' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۸۷۵' ۲۸۷۴' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۵۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ سے اذخر کے استثناء کا سوال کیا گیا اور آپ نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے اس کا استثناء کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا محرم قمیص پہنے' نہ عمامہ' نہ شلوار' نہ ٹوپی' نہ زعفران یا سرخ رنگ سے رنگا ہوا کپڑا۔ اگر اس کو نعلین نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو (اوپر سے) کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۴' صحیح مسلم' ج ۳ (۱۱۷۷) ۲۷۴۷' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۶۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۹۳۲)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے سائل کے جواب میں وحی کی طرف مراجعت کیے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے محرم کے لباس کے متعلق حکم شرعی بیان فرمایا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں اور وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ

Marfat.com

بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اور نہ کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں۔ (الممتحنہ: ۱۲) اور نیکی کے کاموں میں سے نوحہ کی ممانعت بھی تھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آل فلاں کا استثناء کر دیجئے کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی، تو میرے لیے بھی ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماسوا آل فلاں کے۔

(صحیح مسلم' جنائز' ۳۳' (۹۳۷) ۲۱۳۰' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے' کیونکہ وہ نماز عید کے بعد ہے) انہوں نے کہا یارسول اللہ! میرے پاس چھ ماہ کا بکرا ہے' آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کرلو تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

(صحیح مسلم' الاضاحی' ۴' (۱۹۶۱) ۴۹۷۹' صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۶۵' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۸۰۱' ۲۸۰۰' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۱۳' سنن النسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۶۳' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۴۸۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۹' ص ۲۶۲' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۸۵۰۷' طبع جدید)

ان دونوں حدیثوں میں نبی ﷺ نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر استثناء بیان فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ عنہ نے کہا میں خوشی سے سرشار تھا تو میں نے روزے کے باوجود بوسہ لے لیا' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آج میں نے بہت سنگین کام کیا ہے۔ میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا' آپ نے فرمایا یہ بتاؤ! اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کرلو تو! (دارمی میں ہے) میں نے کہا تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا تو اس سے کیسے ہوگا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۸۵' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۲۴' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے صراحتاً قیاس سے حکم شرعی بیان فرمایا ہے اور روزے میں بوسہ لینے کو کلی کرنے پر قیاس فرمایا ہے اور یہ آپ کے اجتہاد پر واضح دلیل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب نے نبی ﷺ سے عرض کیا' یارسول اللہ! مالدار لوگ تو اجر و ثواب لے گئے' وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ نے تمہارے لیے صدقہ کا سبب مہیا نہیں کیا؟ ہر بار "سبحان اللہ" کہنا صدقہ ہے' ہر بار "الحمد للہ" کہنا صدقہ ہے اور ہر بار "لا الہ الا اللہ" کہنا صدقہ ہے' اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے ہر شخص کا جماع کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ نے کہا یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی شخص محض شہوت سے جماع کرے' پھر بھی اس کا یہ عمل صدقہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر تم میں سے کوئی شخص حرام محل میں شہوت پوری کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ سو اسی طرح جب وہ حلال محل میں شہوت پوری کرے گا' تو اس کو اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم' زکوٰۃ' ۵۳' (۱۰۰۶) ۲۲۹۲' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۹۴۷' مسند احمد' ج ۵' ص ۱۶۸-۱۶۷)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے قیاس اور اجتہاد پر واضح دلیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی۔ اس کا بھائی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ! اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا

Marfat.com

ہیں! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق ادا کرو' وہ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۵۲' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۳۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد کی قوی دلیل ہے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ

اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں درآں حالیکہ اللہ

مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ

کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ شفاعت کرنے والا، (ان کو ڈرائیے) تاکہ وہ متقی ہو جائیں ○ اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ

نہ کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں، ان کا حساب بالکل

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرمو ان کے ذمہ نہیں ہے، پس اگر (بالفرض) آپ نے ان کو

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ

دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض

بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ

کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا، تاکہ انجام کار وہ (مال دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے

اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا

احسان کیا ہے؛ (اے کافرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟ ○ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے

فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے، کہ تم میں سے جس کسی نے

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ

ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک اللہ بہت

Marfat.com

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ

بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور ہم یونہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح

الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۵۵﴾ ع

ہو جائے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرایئے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں' در آنحالیکہ اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا (ان کو ڈرایئے) تاکہ وہ متقی ہو جائیں۔ (الانعام:۵۱)

کافروں اور مسلمانوں کو ڈرانے کے الگ الگ محمل

اس سے پہلے کی آیتوں میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں فرمایا اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرایئے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے کون مراد ہیں؟ بعض نے کہا اس سے مراد کافر ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے' اور بعض کافروں پر اس ڈرانے کا اثر ہوتا تھا اور وہ سوچتے تھے کہ شاید آپ ٹھیک کہتے ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے جو کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ (المائدہ:۱۸) اور اس میں مشرکین کا بھی رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے اور بعض مفسرین نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور معنی یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ڈرایئے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں' کیونکہ مسلمانوں کو ہرچند کہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جانے کا یقین تھا' لیکن ان کو اپنے اوپر عذاب کا یقین نہیں تھا' کیونکہ ان کو یہ گمان تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان اور نیک اعمال پر ہو گا۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ان کو عذاب ہو' اس لیے فرمایا کہ آپ انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرائیں' تاکہ وہ گناہوں سے باز رہیں اور نیک اعمال پر ثابت قدم رہیں۔ اس کے بعد فرمایا اس دن اللہ کی اجازت کے بغیر نہ کوئی مدد کر سکے گا' نہ شفاعت کر سکے گا اور گناہ گار مسلمانوں کے لیے جو شفاعت کی جائے گی' وہ اللہ کی اجازت سے ہو گی:

مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ (البقرہ: ۲۵۵) — کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے۔

وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ (سبا: ۲۳) — اور اس کی بارگاہ میں صرف اسی کی شفاعت سے نفع ہو گا جس کے لیے وہ اجازت دے گا۔

وَلَا يَشۡفَعُوۡنَ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰى (الانبیاء:۲۸) — اور وہ (فرشتے) اسی کی شفاعت کریں گے جس کے لیے وہ (رب) راضی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں در آنحالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں' ان کا حساب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرمو ان کے ذمہ نہیں

Marfat.com

ہے' پس اگر (بالفرض) آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۲)

مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینی کی بناء پر مجلس سے اٹھانے کی ممانعت

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری اس وقت آپ کے پاس حضرت خباب' حضرت صہیب' حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۱)

(مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۹۸۵' طبع دار الحدیث قاہرہ' علامہ احمد محمد شاکر' متوفی ۱۳۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد' ج ۱' ص ۴۲۰' طبع قدیم' بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب رضی اللہ نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۵۲) کی تفسیر میں بیان کیا' اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکین مسلمانوں میں سے حضرت صہیب' حضرت بلال' حضرت عمار اور حضرت خباب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں' جب مشرکین نے ان کو نبی ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہوں نے ان مسکین مسلمانوں کو حقیر جانا' پس وہ آپ کے پاس آکر خلوت میں بیٹھے اور کہنے لگے' ہم آپ کے ساتھ مجلس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ عربوں میں ہماری کیا فضیلت ہے؟ عرب کے وفود آپ کے پاس آتے رہتے ہیں اور ہم کو حیا آتی ہے کہ عرب لوگ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں۔ تو جب ہم آپ کے پاس آیا کریں آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں اور جب ہم آپ کی مجلس سے فارغ ہو جائیں' تو پھر آپ چاہیں تو ان کو اپنے پاس بٹھا لیا کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا' انہوں نے کہا آپ ہمیں یہ لکھ کر دے دیں۔ آپ نے صحیفہ منگوایا اور حضرت علی کو لکھنے کے لیے بلایا اور ہم اس وقت ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے اور ان (مسکین مسلمانوں کو) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآنحالیکہ وہ اسی کی رضاجوئی کرتے ہیں' ان کا حساب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرموان کے ذمہ نہیں ہے' پس اگر بالفرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۲)

پھر اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا ذکر کیا اور فرمایا اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا' تاکہ انجام کار وہ (مال دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (اے کافرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۳) پھر فرمایا اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو' تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ (الانعام: ۵۴) حضرت خباب نے کہا پھر ہم آپ کے قریب بیٹھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم اپنے گھٹنوں کو آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور جب آپ اٹھ کر جانا چاہتے تو ہمیں مجلس میں چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ صبر سے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہئے جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں' درآنحالیکہ وہ اسی کی رضا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہوں اور آپ اس

Marfat.com

شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو گیا۔ (الکہف: ۲۸)

حضرت خباب نے کہا پھر ہم نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے' حتیٰ کہ جب نبی ﷺ کے جانے کا وقت آتا تو ہم آپ کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے جاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۲۷' جامع البیان' ج ۷' ص ۲۶۳' شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۱۰۴۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۵۶۴' حلیتہ الاولیاء' ج ۱' ص ۱۴۶' الدر المنثور' ج ۳' ص ۱۳' اسباب النزول' ص ۲۲۱-۲۲۰)

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو مسند ابو یعلی اور دلائل النبوۃ کے حوالوں سے بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ ان کا تسامح ہے۔ مسند ابو یعلی اور دلائل النبوۃ میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام ابن الجوزی' امام رازی' علامہ قرطبی' علامہ ابوالحیان اندلسی' حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرھم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (الانعام: ۵۲) ہم چھ نفوس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ میرے متعلق' حضرت ابن مسعود کے متعلق' حضرت صہیب' حضرت عمار' حضرت مقداد اور حضرت بلال کے متعلق۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم ان لوگوں کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہوں گے۔ آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے' پھر رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہا۔ آپ نے منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں' درآنحالیکہ وہ اسی کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۲)

(صحیح مسلم' فضائل الصحابہ' ۴۶-۴۵' (۲۴۱۳) ۶۱۲۴' ۶۱۲۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۲۸' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۸۲۲)

صبح و شام اخلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت

اس آیت میں ان مسکین مسلمانوں کے متعلق فرمایا ہے' وہ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پابندی اور دوام کے ساتھ فرض نمازوں کو باجماعت پڑھتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس' مجاہد اور حسن بصری کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کا ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح اور شام اللہ سے دعا کرنا ہو' تاکہ دن کی ابتداء اور اس کا افتتاح اللہ کی دعا سے ہو اور دن کا اختتام بھی اللہ سے دعا پر ہو۔ نیز فرمایا درآنحالیکہ وہ اس کی رضا جوئی کرتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی عبادات اور اعمال میں اللہ کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے' اس آیت میں اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو "وجہ (چہرہ) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے' کیونکہ انسان کے جسم کی شناخت اس کے چہرہ سے ہوتی ہے اور اس کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ تکریم اس کے چہرے کی ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چہرے سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اور چہرہ ہے' صبح اور شام کے وقت عبادت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کیونکہ ان اوقات میں لوگ آرام اور کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ ان اوقات میں بھی عبادت میں مشغول ہوں' وہ باقی اوقات میں بہ طریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہوں گے۔

مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت

جب سورۂ کہف کی یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صبر سے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہیے جو صبح اور شام اپنے رب کی

Marfat.com

عبادت کرتے ہیں تو نبی ﷺ اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھتے تھے' جب تک کہ یہ مسکین مسلمان خود اس مجلس سے نہیں اٹھتے تھے' جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث کے حوالوں سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا حساب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دینا یا ان کو رزق مہیا کرنا آپ کے ذمہ نہیں' بلکہ ان کو جزا دینا اور ان کو رزق مہیا کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح آپ کا رزق اور آپ کی جزا بھی اللہ کے ذمہ ہے' کسی اور کے ذمہ نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ مسکین مسلمان فقر میں مبتلا ہیں تو اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہو گا' حتیٰ کہ آپ مشرکین کی فرمائش پر ان کو اپنی مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کریں۔ آپ پر ان کے رزق اور ان کے اعمال کے محاسبہ کی ذمہ داری نہیں ہے' کہ آپ مشرکوں کی فرمائش پوری کرنے کے درپے ہوں۔ آپ کا کام منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ معاملات کے ظاہر پر عمل کریں اور ان کے باطن کو اللہ کے حوالے کر دیں اور ان مسکین مسلمانوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ یہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' سو آپ ان کی طرف متوجہ ہوں' ان کے ساتھ مجلس میں بیٹھیں' اور ان کو اپنے پاس سے دور نہ کریں۔

نبی ﷺ کو منع کرنا دراصل امت کے لیے تعریض ہے

اس کے بعد فرمایا اگر آپ نے (بالفرض) ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سے یہ متصور نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد بھی ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور تعریض دوسرے مسلمانوں کو سنانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ بھی امیر کافروں کی رعایت کر کے غریب مسلمانوں کو بالفرض اپنی مجلس سے اٹھا دیں' تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے' تو کوئی اور مسلمان ایسا کرے گا' تو وہ کیونکر ظالموں میں سے نہیں ہو گا۔ اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ — اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا۔ (الزمر: ۶۵)

زیر بحث آیت اور مذکور الصدر احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کافر یا فاسق کی اس کی دنیاوی شان و شوکت کی وجہ سے عزت کرنا اور کسی نیک مسلمان کی غربت اور افلاس کی وجہ سے بے توقیری اور تحقیر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

نبی ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب

جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر طعن کرتے ہیں' وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کو مجلس سے اٹھانا گناہ ہوا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ نے ان کو مجلس سے اٹھایا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے اور آپ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا تو آپ کا (معاذ اللہ) ظالم ہونا ثابت ہوا۔ سورۂ کہف میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور وہاں ارشاد ہے اور آپ صبر سے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہئے جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں درآنحالیکہ وہ اس کی رضا چاہتے ہیں' اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہوں اور آپ اس شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو گیا۔ (الکہف: ۲۸) اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ دنیا کی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہیں اور ایک اور آیت میں آپ کو دنیا کی زینت کا ارادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے اور آپ دنیا کی زندگی کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں' جو ہم نے ان کے

Marfat.com

مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) نفع اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں' تاکہ ہم اس میں ان کو آزمائیں اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۱) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دنیا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا ہے اور سورۂ کہف کی آیت میں فرمایا ہے کہ آپ زینت دنیا کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ کا یہ فعل گناہ ہوا؟ (العیاذ باللہ)

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا ہے اور اس کو ظلم فرمایا ہے' تو آپ اگر ان کو مجلس سے اٹھاتے' تب گناہ اور ظلم لازم آتا۔ لیکن آپ نے ان کو مجلس سے نہیں اٹھایا' اس لیے گناہ اور ظلم لازم نہیں آیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ گناہ کا عزم بھی گناہ ہوتا ہے اور آپ نے ان کو اٹھانے کا عزم کر لیا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو لکھوانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا تھا' تو بہرحال گناہ لازم آگیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کے بعد کام کیا جائے یا اس کا عزم کیا جائے' تب گناہ ہو گا کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی' لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھانے کا ارادہ کیا تھا' اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا تھا۔ لہٰذا نافرمانی یا اس کا عزم کیسے لازم آیا؟ منع تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے عزم کے بعد فرمایا ہے اور ممانعت سے پہلے آپ کا یہ فعل جائز اور مباح تھا اور اس کا عزم بھی جائز اور مباح تھا۔ نیز! آپ کا منصب' تبلیغ اور اشاعت اسلام ہے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑے بڑے سردار اسلام قبول کر لیں تو ان کو دیکھ کر ان کے متبعین بھی مسلمان ہو جائیں گے' اس لیے آپ نے سوچا کہ اگر ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھا دیا جائے' تو ہر چند کہ اس سے ان کی دل شکنی ہو گی' لیکن یہ تھوڑا ضرر ہے اور اگر اس کے نتیجہ میں یہ بڑے بڑے سردار تبلیغ سے مسلمان ہو گئے تو یہ خیر کثیر اور عظیم فائدہ ہے اور زیادہ نفع کے لیے کم نقصان کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سوچ برحق تھی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا اور ہم امام رازی کے اس جواب سے متفق نہیں ہیں کہ آپ کی یہ اجتہادی خطا تھی۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۵۰)

لیکن اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے' اس کو علم تھا کہ یہ کفار اس موقع پر ایمان لانے والے نہیں تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور فرمایا آپ ان کافروں کے اسلام لانے کے طمع میں ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے نہ اٹھایئے' کیونکہ یہ کافر تو بہرحال اسلام نہیں لائیں گے تو آپ اپنے وفادار غلاموں کی دل آزاری کا نقصان کیوں اٹھائیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ فعل خلاف اولیٰ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ خلاف اولیٰ بھی تب ہوتا جب آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد اشاعت اسلام کے لیے ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کرتے' اور جس وقت آپ نے ان کو مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کیا تھا' اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے منع ہی نہیں فرمایا تھا' تو اللہ تعالیٰ کے کس حکم کی مخالفت ہوئی؟ جس وجہ سے آپ کا یہ ارادہ خلاف اولیٰ کا ارادہ ہوتا یا اجتہادی خطا قرار دیا جاتا؟

منکرین عصمت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دنیا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا اور آپ نے کافر سرداروں کی دولت اور ثروت دیکھ کر زینت دنیا کا ارادہ فرما لیا تھا اور یہ ممنوع کام کا ارادہ ہے اور گناہ کا ارادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زینت دنیا کا زینت دنیا کی وجہ سے ارادہ ممنوع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافر سرداروں کے مال و دولت کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے' بلکہ اشاعت اسلام کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے' تاکہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان کی وجہ سے ان کے متبعین بھی مسلمان ہو جائیں اور آپ کا یہ ارادہ کسی معصیت کا یا خلاف اولیٰ کام کا ارادہ نہیں ہے' بلکہ فرائض رسالت میں سے ایک فرض کی ادائیگی کا ارادہ ہے اور اس پر آپ کو فرض ادا کرنے کا اجر و ثواب ملے گا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے' اس کو علم تھا کہ یہ لوگ اس موقع پر اسلام لانے والے نہیں ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کافروں کی خوشنودی کی خاطر اپنے وفا شعار اور اطاعت گزار غلاموں کو مجلس سے نہ اٹھائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر اعتراض

Marfat.com

کی اس وقت گنجائش ہوتی جب اس ممانعت کے بعد نبی ﷺ نے کسی مسکین مسلمان کو کافر سرداروں کی خاطر اپنی مجلس سے اٹھایا ہوتا یا اس کا ارادہ کیا ہوتا۔

یاد رکھیے تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں' نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کوئی صغیرہ یا کبیرہ' سہواً یا عمداً' صورۃً یا حقیقتاً ان سے کبھی بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوا' ہاں! انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہوئی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوع سے کھانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکا مارنا اور حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصی اجازت کے بغیر بستی سے چلے جانا وغیرہ' اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اجتہادی خطا سے بھی مامون اور محفوظ ہیں اور محققین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو' بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا' تاکہ انجام کار وہ (مال دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے (اے کافرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۳)

بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا

اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے سبب آزمائش میں مبتلا کرنا یہ ہے کہ لوگ رزق اور اخلاق میں ایک دوسرے سے متفاوت رہیں۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا اور بعض لوگوں کو فقیر بنایا' بعض لوگوں کو قوی بنایا' بعض لوگوں کو ضعیف بنایا اور بعض لوگوں کو بعض لوگوں کا محتاج کردیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال دار بنایا اور بعض لوگوں کو فقراء بنایا اور مالداروں نے فقراء کے متعلق کہا' کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان فرمایا ہے' یعنی ان کو ہدایت دی ہے۔ انہوں نے یہ بطور استہزاء اور مذاق اڑانے کی خاطر کہا تھا۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۲۷۰' طبع دار الفکر' بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ہر شخص اپنے بالمقابل کی بہ نسبت آزمائش میں مبتلا ہے' مال دار کافر فقراء صحابہ سے ان کی اسلام میں سبقت پر حسد کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اب مسلمان ہوگئے تو ہم ان مسکینوں اور فقیروں کے تابع ہوں گے اور یہ چیز ان پر سخت دشوار تھی اور فقراء صحابہ ان مال دار کافروں کو عیش' راحت اور فراخ دستی میں دیکھتے تھے' اور وہ سوچتے تھے کہ ان کافروں کو مال و دولت کی ایسی فراوانی اور وسعت کیسے حاصل ہوگئی؟ جبکہ ہم مال اور وسائل کی سخت تنگی اور مشکلات میں مبتلا ہیں' تو ایک فریق دوسرے فریق کو دین میں بلندی پر دیکھتا تھا اور دوسرا فریق اس کو دنیا میں فراخی میں دیکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان میں سے بعض کو' بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا۔ اور اس بناء پر کافر یہ کہتے تھے' کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ اور اہل حق جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق اور صائب ہے اور اس کے ہر فعل میں حکمت ہے اور اس کے کسی فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو' تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کرلیا' پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے' بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اور ہم یونہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ (الانعام: ۵۵-۵۴)

Marfat.com

شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کے شان نزول کے متعلق پانچ اقوال ہیں:

١- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

٢- حسن بصری اور عکرمہ نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو دیکھتے تو ابتداً سلام کرتے اور فرماتے اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو رکھا' جن کے متعلق مجھے ابتداً سلام کرنے کا حکم دیا۔

٣- عطاء نے کہا یہ آیت حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت حمزہ' حضرت جعفر' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت ابوعبیدہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت سالم' حضرت ابوسلمہ' حضرت ارقم بن ابی الارقم' حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۴- ابن السائب نے کہا حضرت عمر بن **الخطاب** نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے **اشارۃً** یہ کہا تھا کہ مالدار کافروں کی دلجوئی کے لیے مسکین کافروں کو موخر کر دیجئے' اور جب یہ آیت نازل ہوئی اور (ان مسکین مسلمانوں کو) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو حضرت عمر اپنے اس مشورہ پر معذرت کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے آئے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

۵- ابو سلیمان دمشقی نے کہا یہ آیت حضرت عمر بن **الخطاب** رضی اللہ عنہ کے اسلام کی بشارت دینے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ جب حضرت عمر آئے اور اسلام قبول کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ آیت تلاوت کی۔

حسن بصری اور عکرمہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ کہئے تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی کے لیے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ انہیں سلام کریں اور ابن زید نے کہا آپ کو اللہ کی طرف سے انہیں سلام پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا۔ زجاج نے کہا سلام کا معنی انسان کے لیے آفات سے سلامتی کی دعا ہے۔

(زاد المسیر' ج ٣' ص ۴٩-۴٨' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ١۴٠٧ھ)

اولیاء اللہ کی تعظیم کی تاکید

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان' حضرت صہیب اور حضرت بلال کے پاس چند لوگوں میں حضرت ابوسفیان آئے تو انہوں نے کہا اللہ کی تلواریں' اللہ کے دشمنوں کی گردنوں میں اپنی جگہ پر نہیں پہنچیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہو! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر! تم نے ان (فقراء صحابہ) کو ناراض کر دیا' اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ تب حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے اور کہا اے میرے بھائیو! میں نے تم کو ناراض کر دیا انہوں نے کہا نہیں' اے بھائی اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔

(صحیح مسلم' فضائل صحابہ' ١٧٠' ٢۵٠۴' ٦٢٩۴' المعجم الکبیر' ج ١٨' رقم الحدیث: ٢٨' مسند احمد' ج ١۵' رقم الحدیث: ٢٠۵١٨' طبع دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ٧' رقم الحدیث: ٢٠٦٦۵' طبع جدید **دار الفکر**' مسند احمد' ج ۵' ص ٦۵' طبع قدیم **دار الفکر**' سنن کبریٰ' ج ۵' رقم الحدیث: ٨٢٧٧)

Marfat.com

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نیک مسلمانوں کا احترام کرنا چاہیے اور جس بات سے انہیں غصہ آئے یا ان کو ایذاء پہنچے' اس سے اجتناب کرنا چاہیے' کیونکہ جو شخص اللہ کے اولیاء میں سے کسی کو ناراض کرتا ہے' وہ اللہ کے عذاب اور اس کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔

جہالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی کی وضاحت

اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے جس کسی نے ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کرلیا' پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے

مجاہد نے کہا جس شخص نے اللہ کی معصیت میں کوئی کام کیا' تو یہ اس کی جہالت ہے حتیٰ کہ وہ اس سے رجوع کرلے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۲۷۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے کہا جہالت کا معنی خطا اور غلطی ہے اور اس پر توبہ کی ضرورت نہیں ہوتی' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے غلبہ شہوت سے معصیت کی اور اس کا بیان یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان علم کے باوجود کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر اس پر توبہ کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ حسن بصری نے کہا جس نے کوئی معصیت کا کام کیا' وہ جاہل ہے۔ پھر معصیت کو جہالت سے تعبیر کرنے کی وجہ سے اختلاف ہے۔ بعض نے کہا وہ اس سے جاہل ہے کہ اس کام کی وجہ سے اس سے کتنا ثواب جاتا رہا اور وہ کتنے عذاب کا مستحق ہوگیا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہرچند کہ اس کو علم ہے کہ اس فعل کا نتیجہ مذموم ہے' لیکن اس نے فوری اور دنیاوی لذت کو دیر سے اور آخرت میں ملنے والی خیر کثیر پر ترجیح دی اور جو شخص قلیل کو کثیر پر ترجیح دے' اس کو عرف میں جاہل کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے عمداً کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہرچند کہ وہ جاہل نہیں ہے' لیکن اس نے کام جاہلوں والا کیا ہے' اس لیے اس کے کام پر جہالت کے کام کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۵۳' مطبوعہ دار الفکر' طبع قدیم' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ ہر معصیت جہالت ہے' خواہ وہ معصیت عمداً کی جائے یا جہلاً۔ کلبی نے کہا جہالت سے گناہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اسے اس کام کے معصیت اور گناہ ہونے کا تو علم ہو' لیکن اسے اس گناہ کی سزا کی کنہ اور حقیقت کا علم نہ ہو۔ عکرمہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا دنیا کے تمام کام جہالت ہیں۔ زجاج نے کہا اس کی جہالت یہ ہے کہ فانی لذت کو باقی لذت پر ترجیح دے رہا ہے اور دنیاوی منفعت کو اخروی منفعت پر ترجیح دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جہالت سے مراد ہے معصیت پر اصرار کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ جہالت سے مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ شہوت کی وجہ سے ارتکاب معصیت کرے اور اس کا مقصد گناہ کو معمولی سمجھنا نہ ہو۔ یا کوئی شخص اس خیال سے گناہ کرے کہ وہ اس گناہ کے بعد توبہ کرکے نیک بن جائے گا اور اس سے جاہل ہو کہ وہ ایسا کر سکے گا یا نہیں' یا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کے حصول کی بناء پر گناہ کا ارتکاب کرے' اور وہ اس کے مآل اور انجام سے جاہل ہو۔

(البحر المحیط' ج ۴' ص ۵۶۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے شدید غصہ سے' غلبہ شہوت یا حماقت کی بناء پر اخروی سزا سے غافل ہو کر کوئی گناہ کرلیا' پھر اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے گناہ پر توبہ کی' اس گناہ سے رجوع کیا اور نادم ہوا اور مستقبل میں دوبارہ وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا'

Marfat.com

اپنے عمل کی اصلاح کی اور اس گناہ کی تلافی اور تدارک کیا اور اس گناہ کے بعد کوئی نیکی کی' تاکہ اس گناہ کا اثر مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو بخش دے گا' کیونکہ وہ بہت وسیع رحمت اور مغفرت والا ہے۔

مجرموں کے طریقہ کو بیان کرنے کی حکمت

اس کے بعد فرمایا اور ہم یونہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے' یعنی جس طرح ہم نے توحید اور رسالت اور قضاء و قدر کے دلائل بہت آسان اور موثر طریقہ سے بیان کیے ہیں' قرآن مجید کی آیات کی تفصیل کی ہے اور حقائق شریعت بیان کیے ہیں۔ اسی طرح ہم ہر اس حق کو بیان کرتے ہیں جس کا اہل باطل انکار کرتے ہیں' تاکہ مومنین کے لیے مجرمین کا طریقہ واضح ہو جائے اور جب مجرموں کا اور اہل باطل کا طریقہ واضح ہو جائے گا تو اہل حق اور مسلمانوں کا طریقہ معلوم ہو جائے گا' کیونکہ باطل کی ضد حق ہے' کیونکہ ایک ضد کی خصوصیت اس کے مقابل ضد کی خصوصیت سے پہچانی جاتی ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ

آپ کہیے بیشک مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو ، آپ

قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

کہیے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا ، (اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا ○

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا

آپ کہیے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے جھٹلایا ہے ، جس چیز کو تم

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ ۖ وَهُوَ خَيْرُ

عجلت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ، حکم صرف اللہ کا ہے ، وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین

الْفَاصِلِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

فیصلہ فرمانے والا ہے ○ آپ کہیے اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم بہ عجلت طلب کر رہے ہو تو میرے اور

الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ

تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○ اور اسی کے پاس غیب کی

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ

چابیاں ہیں' اس کے سوا (از خود) ان کو کوئی نہیں جانتا ، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے ، وہ ہر اس پتے

Marfat.com

مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ

کو جانتا ہے جو درخت سے گرتا ہے، اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور ہر خشک چیز

وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ

لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ○ اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا، پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو،

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے، پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ بے شک مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو' آپ کہئے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا (اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا۔ (الانعام: ۵۶)

بتوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں' تاکہ حق ظاہر ہو اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے راستہ پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مشرکین صرف اپنی خواہش اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں' کیونکہ یہ بت محض جمادات اور پتھر ہیں جو انسان سے بہت کم درجہ کے ہیں' جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اشرف کا ارذل کی عبادت کرنا عقل کے خلاف ہے۔ نیز! ان بتوں کو خود ان لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور عامل اور صانع کا اپنے معمول اور مصنوع کی عبادت کرنا بھی عقل اور درایت کے منافی ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ان مشرکین کا بتوں کی عبادت کرنا ہدایت کے خلاف ہے اور ان کی خواہش پر مبنی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ آپ کہئے کہ مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے' جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو' آپ کہئے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا (اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا فرق

اس آیت میں "تدعون من دون اللہ" فرمایا ہے اور دعا کا معنی ہے طلب نفع یا دفع ضرر کے لیے ندا کرنا' لیکن مشرکین اپنی مہمات اور مشکلات میں بطور عبادت ان بتوں کو ندا کرتے تھے۔ اس لیے یہاں دعاء کا معنی عبادت ہے' کیونکہ وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہیں۔ سو ان کا بتوں کو پکارنا در اصل ان کی عبادت کرنا تھا' اس لیے ہم نے یہاں دعا کا معنی پرستش اور عبادت کیا ہے اور حدیث میں بھی دعا کو عبادت فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کرنا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تمہارا

Marfat.com

رب فرماتا ہے! مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ (المومن: ۶۰) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۳۸۳' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۴۷۹' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۲۸' صحیح ابن حبان' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۹۰' مسند احمد' ج ۴' ص ۲۶۷' المستدرک' ج ۱' ص ۴۹۱-۴۹۰' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۷۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۰' ص ۲۰۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۸' ص ۱۲۰' شرح السنۃ' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۷۸)

بعض مسلمان اپنی مشکلات اور مہمات میں یاعلی مدد اور یاغوث الاعظم المدد کہتے ہیں' افضل اور اولیٰ تو یہی ہے کہ یااللہ کہا جائے۔ اللہ کو پکارا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے' لیکن ان مسلمانوں کی اس ندا سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ اولیاء کرام' اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہوتے ہیں اور اللہ کی اجازت سے تصرف کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی یہ ندا شرک نہیں ہے۔ اسی طرح بعض شعراء کی نعتوں اور منقبتوں میں بھی یارسول اللہ اور یاغوث اعظم کے الفاظ ہوتے ہیں' یہ کلمات ذوق و شوق اور محبت سے کہے جاتے ہیں' یہ بھی شرک نہیں ہے۔ شرک اس وقت ہوگا جب پکارنے والا اس اعتقاد سے پکارے کہ جس کو وہ پکار رہا ہے' وہ مستقل ہے اور از خود سنتا ہے اور اپنی ذاتی طاقت سے از خود مدد کرتا ہے' یا وہ اس کو مستحق عبادت سمجھتا ہو اور اس کو بطور عبادت ندا کرے۔ جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کو ندا کرتے تھے۔ مشرکین کے بتوں کو پکارنے اور بعض مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنے میں یہ بنیادی فرق ہے۔ اس وجہ سے مشرکین کا بتوں کو پکارنا شرک ہے اور مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنا شرک نہیں ہے۔

مشرکین ان بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس کے برخلاف مسلمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اور "لا الہ الا اللہ" پڑھتے ہیں اور ان کا یہ ظاہر حال اس پر قرینہ ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں جس کو پکار رہے ہیں' اس کو خدا نہیں سمجھتے۔ بلکہ خدا کا مقرب بندہ اور ماذون فی التصرف سمجھتے ہیں۔ تاہم اپنی تمام حاجات اور تمام مشکلات میں صرف اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا صرف اس سے سوال کرنا چاہیے اور صرف اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۵۲۴' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۰۷' ۳۰۳' ۲۹۳' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۶۶۹' دار الحدیث قاہرہ' علامہ احمد شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ مسند ابویعلیٰ' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۵۵۶' المعجم الکبیر' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۵۶۰' ۱۱۴۱۶' ۱۱۲۴۳' مسند الشہاب' رقم الحدیث: ۷۴۵' کتاب الدعا للطبرانی' رقم الحدیث: ۴۱' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی' رقم الحدیث: ۴۲۷' المستدرک' ج ۳' ص ۵۴۲' مشکوۃ' ص ۴۵۳)

انبیاء علیہم السلام اور صالحین کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی مہمات' مشکلات اور تمام حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور اسی سے استمداد اور استغاثہ کرتے تھے۔ سو ہمیں بھی ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی ہر حاجت کا صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے' اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ ہاں! انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کا وسیلہ پیش کرنا' ایک جدا امر ہے۔ اس کے جواز اور استحسان میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے' اور جب مقربین بارگاہ صمدیت کے وسیلہ سے دعا کی جائے گی' تو اس کا مقبول ہونا زیادہ متوقع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے جھٹلایا

Marfat.com

ہے' جس چیز کو تم عجلت سے طلب کر رہے ہو' وہ میرے پاس نہیں ہے۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہےO آپ کہئے! اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم بہ عجلت طلب کر رہے ہو' تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہےO (الانعام: ۵۸-۵۷)

کفار کے مطالبہ کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم تھے اور کفار قریش اس دلیل کی تکذیب کرتے تھے۔ اس دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جو قرآن مجید میں اللہ کی توحید پر قائم کی گئی ہے' جب کفار اس دلیل کو سنتے تو اس کو جھٹلاتے تھے' وہ ظالم لوگ آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے کہتے تھے:

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (الانبیاء: ۳)

یہ صرف تم جیسے بشر ہیں' کیا تم جادو کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔

نبی ﷺ ان مشرکین کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے' تو وہ ڈرنے کے بجائے آپ سے اس عذاب کو جلد بھیجنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍO وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَO (الانفال: ۳۳-۳۲)

اور جب انہوں نے یہ کہا کہ اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو تو اپنی طرف سے ہم پر آسمان سے پتھر برسا' یا (کوئی اور) دردناک عذاب لے آ' اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے درآنحالیکہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے' درآنحالیکہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نضر بن الحارث اور باقی قریش نے نبی ﷺ سے استہزاء" کہا اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیک وسلم) ہمارے پاس وہ عذاب لے کر آئیں جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں' اور نضر نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے اللہ! جو یہ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو' تو ہمارے اوپر عذاب بھیج دے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' جس چیز کو تم عجلت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ نیز فرمایا آپ کہئے! اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم بہ عجلت طلب کر رہے ہو' تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

(زاد المسیر' ج ۳' ص ۵۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' اسباب النزول' ۲۲۲)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس عذاب کو نازل کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو عذاب کو نازل فرمائے گا اور اگر وہ اپنی کسی حکمت کی بنا پر عذاب کو نہ نازل کرنا چاہے تو نہیں نازل فرمائے گا' مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو مقدم اور موخر کرنے پر قدرت نہیں ہے' اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہارے مطالبہ پر عذاب کو لا چکا ہوتا۔

زیر بحث آیت کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو اور

Marfat.com

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو' جیسا کہ حسب ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ احد سے زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے زیادہ تکلیف وہ تھی جو مجھے یوم عقبہ کو پہنچی۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا (یعنی اس کو دعوت اسلام دی) لیکن اس نے وہ چیز قبول نہیں کی جو میں چاہتا تھا۔ پس میں غم زدہ ہو کر واپس چلا آیا' اور قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے افاقہ ہوا' اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا اس میں جبرائیل تھے' انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا' وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا' وہ بھی سن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے' تاکہ آپ اس کو ان کفار کے متعلق جو چاہیں' حکم دیں۔ حضور نے فرمایا پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا۔ پھر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے' تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ان پر بچھا دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم' جہاد' ۱۱۱' (۱۷۹۵) ۴۵۷۲' صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۳۱' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۷۷۰۶)

اس آیت میں اور اس حدیث میں اس طرح موافقت ہے کہ آیت میں کفار کی طرف سے عذاب کے مطالبہ پر عذاب نازل کرنے کا ذکر ہے اور حدیث میں کفار کی طرف سے عذاب کے مطالبہ کا ذکر نہیں ہے' بلکہ پہاڑوں کے فرشتے کی اس خواہش کا ذکر ہے کہ کفار پر عذاب نازل کیا جائے جس کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ شرک نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا (از خود) ان کو کوئی نہیں جانتا' وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے۔ وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو درخت سے گرتا ہے' اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور ہر خشک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ (الانعام: ۵۹)

مفاتح الغیب کی تفسیر میں بعض علماء کی لغزش

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مفاتح الغیب کا ذکر ہے۔ مفاتح' مفتح کی جمع ہے۔ مفتح کا معنی چابی ہے اور یہ کلام بہ طور استعارہ ہے کیونکہ چابی سے خزانہ تک پہنچا جاتا ہے۔ پس جس کے پاس چابی ہو اور اس کو کھولنے کا طریقہ معلوم ہو' وہ خزانہ کو پالیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ فقط وہی غیب تک واصل ہونے والا ہے۔ جس طرح جس شخص کے پاس خزانے کے قفلوں کی چابیاں ہوں اور اس کو کھولنے کا طریقہ معلوم ہو تو وہی خزانہ تک واصل ہو سکتا ہے۔

(الکشاف' ج ۲' ص ۳۱' نشر البلاغہ' قم' ایران' ۱۴۱۳ھ)

علامہ زمخشری کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چابی کے ذریعہ غیب تک واصل ہونے والا ہے' کیونکہ اس سے یہ

Marfat.com

وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بالفعل علم حاصل نہیں ہے' بلکہ تدریجاً علم حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں غائب حاضر کی مانند ہے' ماضی اور مستقبل کا علم اس کے سامنے یکساں ہے' ہر چیز کا علم اس کے سامنے ہر وقت حاضر ہے۔

اسی طرح شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے۔

جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے' قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے' جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ جب چاہیں کریں' جب چاہیں نہ کریں۔ سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو' جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویت الایمان' ص ۱۴' (کلاں) مطبوعہ مطبع علمی' لاہور)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بالفعل غیب کا علم نہیں ہے۔ وہ جب چاہے' غیب کو دریافت کر سکتا ہے اور یہ بداہتاً باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر وقت تمام مغیبات اور شہادات کا علم حاضر ہے' اور اسے کبھی بھی دریافت کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

مفاتح الغیب کی تفسیر میں احادیث اور آثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا' اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا' اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ بارش کب آئے گی؟

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۰۳۹' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۷۶۶' مطبوعہ بیروت' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۶۶' دار الحدیث قاہرہ' المعجم الکبیر' ج ۹' رقم الحدیث: ۱۳۳۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے نبی ﷺ کو ہر چیز کی مفاتیح دی گئی ہیں۔ سوا پانچ چیزوں کے۔ بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے' وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ بے شک اللہ بہت جاننے والا' بہت خبر رکھنے والا ہے۔

(لقمان: ۳۴) (مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۶۵۹' علامہ محمد احمد شاکر متوفی ۱۳۷۶ھ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے' مسند ابو یعلی' ج ۵' رقم الحدیث: ۵۱۵۳' مسند حمیدی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۴' جامع البیان' جز ۷' ص ۲۷۸' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۶۳)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے حضرت جبرائیل نے نبی ﷺ سے سوال کیا' قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے' وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں عنقریب تمہیں اس کی علامتیں بیان کروں گا' جب تم دیکھو کہ عورت سے اس کا مالک پیدا ہوا' تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے' اور جب تم ننگے پیر' ننگے بدن' بہرے' گونگے لوگوں کو زمین کا مالک دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور جب تم مویشیوں کے چرانے والوں کو بڑے بڑے مکان بناتے دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل فرماتا ہے' وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا' بے شک اللہ بہت جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔ (لقمان: ۳۴)

(صحیح مسلم' ایمان' ۷' (۱۰) ۹۹)

Marfat.com

مفاتح الغیب کی تفسیر میں علماء کے نظریات

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مفاتح الغیب کی تفسیر میں جن پانچ چیزوں کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد اہم چیزیں ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ جو باقی مغیبات ہیں' ان کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

یہ پانچ چیزیں ہوں یا باقی غیوب از خود ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے' اور اس نے ان پانچ چیزوں کا علم بھی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے توسل کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے' وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ (مرقات المفاتیح' ج ۱' ص ۶۵' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری' ج ۱' ص ۲۹۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ' فتح الباری' ج ۱' ص ۱۲۴' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے' اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح الصدور' ص ۳۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں' وہی ان میں سے جس خزانے کو جس وقت اور جس قدر چاہے' کسی پر کھول سکتا ہے۔ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پا سکے' یا جتنے غیوب اس پر منکشف کر دیئے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کرے۔ کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ لاکھوں کروڑوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو' تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کہنا چاہیے' حق تعالیٰ نے اپنے لیے ہی مخصوص رکھا ہے۔

(تفسیر شیخ عثمانی' ص ۱۷۹' مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مفاتح الغیب سے مراد آسمانوں اور زمینوں میں غیب کے خزانے ہیں۔ مثلاً رزق اور قدرت کے۔ عطاء نے کہا اس سے مراد ثواب' عذاب اور مستقبل کی غائب کی چیزیں ہیں۔ زجاج نے کہا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو علم غیب کے حصول کا وسیلہ ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عمروں کے انجام اور خواتیم اعمال ہیں۔

(البحر المحیط' ج ۴' ص ۵۳۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس آیت میں مفاتح کا لفظ ہے۔ عربی قواعد کی رو سے یہ مفتح (میم کی زیر کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اور مفتح (میم کی زبر کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مفتح (میم کی زیر) کی جمع ہو تو اس کا معنی چابیاں ہیں اور اگر مفتح (میم کی زبر) کی جمع ہو تو اس کا معنی خزانہ ہے۔

Marfat.com

آیا نبی ﷺ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں یا غیب کا علم بھی دیا گیا ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی بھی کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے علم غیب کا اثبات بھی کیا گیا ہے' علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بلاواسطہ' بلاتعلیم اور ذاتی علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے۔ اور بالواسطہ' بذریعہ وحی و الہام اور عطائی علم غیب کا غیر اللہ کے لیے ثبوت ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور اطلاع علی الغیب اور اظہار غیب کا ثبوت ہے' یہ دونوں توجیہات صحیح ہیں۔ بعض متاخرین علماء دیوبند نے یہ کہا ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور غیب کی خبروں کا ثبوت ہے۔ اس توجیہ میں ہمیں کلام ہے' کیونکہ خبر بھی علم کا ایک ذریعہ ہے اور کسی چیز کی خبر کا ثبوت اس کے علم کے ثبوت کو مستلزم ہے' نیز متقدمین علماء دیوبند نے نبی ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے' پہلے ہم بعض متاخرین علماء دیوبند کی عبارت نقل کریں گے' پھر اس پر جرح کریں گے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اسی طرح کسی رسول و نبی کو بذریعہ وحی یا کسی ولی کو بذریعہ کشف و الہام جو غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا' اس کو قرآن میں غیب کی بجائے انباء الغیب کہا گیا ہے' جیسا کہ متعدد آیات میں مذکور ہے۔ "تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک" اس لیے آیت مذکورہ میں "لا یعلمھا الا ھو" یعنی غیب کے خزانوں کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا' اس میں کسی شبہ یا استثناء کی گنجائش نہیں۔ (معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' ۱۴۱۴ھ)

نیز مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور غیبیہ بتلاتے ہیں' وہ حقیقتاً علم غیب نہیں ہے' بلکہ غیب کی خبریں ہیں۔ جو انبیاء کو دی گئی ہیں جن کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ "من انباء الغیب نوحیھا الیک" (معارف القرآن' ج ۲' ص ۲۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' ۱۴۱۴ھ)

لیکن متقدمین علماء دیوبند نے نبی ﷺ اور دیگر مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہوتی ہے۔ (حفظ الایمان' ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ' دیوبند یوپی)

اس عبارت میں شیخ تھانوی نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے' بلکہ ہر آدمی' بچوں' پاگلوں' حیوانات اور بہائم کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ شیخ تھانوی کے خلیفہ مجاز شیخ مرتضیٰ حسین چاندپوری متوفی ۱۳۷۱ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطاء الٰہی حاصل ہے۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان' ص ۵' مطبوعہ لاہور

نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم ﷺ کو جو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں' اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان' ص ۱۰' مطبوعہ لاہور

Marfat.com

نیز شیخ چاند پوری لکھتے ہیں:

صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان' ص ۱۳' مطبوعہ لاہور)

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک بھی نبی ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔ لیکن آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عرف اور شرع میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے' جیسے باوجود عزیز اور جلیل ہونے کے محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کے لیے عالم الغیب کہنا مکروہ قرار دیا ہے۔

نیز شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

اول: میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلاواسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو' وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے' مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ (حفظ الایمان' ص ۱۴' مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ' دیوبند)

اس قسم کی عبارات بہت ہیں۔ ہم نے بہ غرض اختصار چند عبارات نقل کی ہیں۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب مقام ولایت و نبوت میں ہے۔ بہرحال ان عبارات سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ کو عطاء الٰہی سے علم غیب حاصل ہے' جیسا کہ شیخ چاند پوری نے اس کی تصریح کی ہے' اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت درست ہے' اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں' غیب کا علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں فرق

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ علم کے متعلق دو چیزیں حق تعالیٰ کی خصوصیت میں سے ہیں جن میں کوئی فرشتہ یا رسول یا کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں۔ ایک علم غیب' دوسرے موجودات کا علم محیط جس سے کوئی ذرہ مخفی نہیں۔

(معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی)

نیز مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اور بالخصوص حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے اور سب فرشتوں اور انبیاء سے زیادہ عطا فرمایا ہے' لیکن یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے برابر کسی کا علم نہیں' نہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ پھر یہ رسول کی تعظیم کا وہ غلو ہوگا جو عیسائیوں نے اختیار کی کہ رسول کو خدا کے برابر ٹھہرا دیا۔ اسی کا نام شرک ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ (معارف القرآن' ج ۳' ص ۳۵۰' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

ہمارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں مساوات کا قول کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور غیر متناہی ہے' اور نبی ﷺ کا علم حادث اور متناہی ہے' اللہ تعالیٰ کا علم از خود اور بے تعلیم ہے' نبی ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی تعلیم سے ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ ایک قطرہ کو جو نسبت سمندر سے ہے' نبی ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے' کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور نبی ﷺ کے علم اور اللہ کے علم میں متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے' بلکہ ایک ذرہ کے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ کا علم' اللہ کے علم کی مثل نہیں ہے' کیونکہ آپ کو ایک ذرہ کا علم متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اول: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطاء غیر ہو

دوم: علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ و تدبیر فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو

پنجم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ' آتیہ (مستقبلہ) موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان پانچ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی' یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان پانچ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو' حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے' یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام' ص ۷-۶' مطبوعہ الایمان پریس لاہور' ۱۳۱۲ھ)

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے' کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے۔ (الملفوظ' ج ۱' ص ۴۶' مطبوعہ نوری کتب خانہ' لاہور)

لوح محفوظ کا بیان

اسی آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر اپنے علم کی وسعت بیان فرمائی تھی کہ اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اور اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا' اور آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تفصیلی طور پر اپنے علم کی وسعت بیان فرمائی۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے' وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو درخت سے گرتا ہے' اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور خشک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مغیبات کو جانتا ہے' اسی طرح خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کا علم تمام موجودات کو محیط ہے' زمین و آسمان میں سے کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ غیب اور شہادت کی ہر چیز کو جاننے والا ہے' درخت کے پتوں میں سے کب اور کس جگہ کوئی پتہ گرتا ہے؟ نباتات' جمادات اور حیوانات کی تمام حرکات اور ان کے تمام احوال اس کے علم میں ہیں' اور مکلفین میں سے جن اور انس کے ہر فعل سے وہ واقف ہے۔ زمین کے اندھیروں میں بوئے ہوئے بیج اور زمین کے اندر رہنے والے کیڑوں مکوڑوں اور زمین کے اوپر جانداروں اور بے جانوں کے تمام احوال' کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو تر اور خشک' زندہ یا مردہ' پھل یا کوئی دانہ زمین پر گرتا ہے' وہ سب سے واقف ہے اور ان میں سے ہر چیز کو اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ ہر چیز کی پیدائش اور اس کی موت اور حیات' موت اور مابعد الموت کے تمام کوائف اس میں لکھے ہوئے ہیں اور ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے بھی پہلے اس نے تمام مخلوق کے احوال اس میں لکھ دیئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ	زمین میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور نہ تمہاری جانوں میں لیکن مصیبت ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھی

Marfat.com

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (الحدید: ۲۳-۲۲)

ہوئی ہے۔ یہ بے شک اللہ پر بہت آسان ہے' تاکہ اگر کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر رنج نہ کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے' تم اس پر اترایا نہ کرو' اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھی تھیں اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم' قدر' ۱۶' (۲۶۵۳) ۶۶۲۴' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۶۳' صحیح ابن حبان' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۶۱۳۸' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۵۹۰' سنن کبریٰ للبیہقی' ص ۲۷۴)

کائنات کے وجود سے پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو اس کائنات کا علم تھا' اس کا نام تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ کے مطابق اس کائنات میں جو کچھ ہونا تھا' اس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ افلاک کی حرکت اور سورج کی گردش سے دن رات' اور ماہ و سال کا تعین ہوتا ہے' اس لیے افلاک کے پیدا کرنے سے پہلے زمانہ اور سالوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اس لیے اس حدیث میں پچاس ہزار سال کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے اتنی مدت پہلے لوح محفوظ میں لکھا کہ اگر آسمان وغیرہ ہوتے تو اتنی مدت میں پچاس ہزار سال گزر جاتے اور یا پچاس ہزار سال مدت کے طویل ہونے سے کنایہ ہے۔

اس کتاب کو لوح محفوظ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب تحریف اور شیطان کی رسائی سے محفوظ ہے' یا یہ محو اور اثبات سے محفوظ ہے' کیونکہ محو اور اثبات فقط فرشتوں کے صحیفوں میں ہوتا ہے' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محفوظ ہے۔ بھلائی نہیں گئی۔ امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کرلیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا' پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے' تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔ (الانعام: ۶۰)

نیند کا وفات صغریٰ ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کمال علم بیان فرمایا تھا کہ غیب اور شہادت کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کمال بیان فرمایا ہے کہ وہ رات میں تمہاری روح قبض کرلیتا ہے اور دن میں پھر تمہاری روح لوٹا دیتا ہے اور تمہارے اس سونے اور جاگنے میں حشر و نشر کی دلیل ہے' اور بالآخر تم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بلاشبہ سونے والا زندہ ہوتا ہے۔ وہ سانس لیتا ہے اور کروٹیں بدلتا ہے' تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کس طرح درست ہوگا اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کرلیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روح دو قسم کی ہیں۔ ایک روح کا تعلق احساس کے ساتھ ہے اور دوسری روح کا تعلق حیات اور حرکت بالارادہ کے ساتھ ہے۔ جب انسان سویا ہوا ہوتا ہے تو اس کی ارواح حساسہ ظاہر سے باطن میں چلی جاتی ہیں' اس لیے اس کے حواس ظاہرہ عمل کرنے سے معطل ہو جاتے

Marfat.com

ہیں اور نیند کے وقت اس کے جسم کا ظاہر بعض اعمال سے معطل ہو جاتا ہے اور موت کے وقت اس کا پورا بدن ہر قسم کے عمل سے معطل ہو جاتا ہے' اسی طرح نیند اور موت کی حالت میں ایک قسم کی مشابہت ہے اور اس اعتبار سے نیند پر بھی موت اور وفات کا اطلاق صحیح ہے۔

اس کے بعد فرمایا پھر اللہ تمہیں دن میں اٹھا دیتا ہے' یعنی تمہاری ارواح حساسہ پھر باطن سے ظاہر میں لوٹا دی جاتی ہیں اور تمہارے قویٰ ظاہرہ پھر کام کرنے لگتے ہیں' تاکہ تم وہ کر سکو جو تمہارے لیے مقدر کیے گئے ہیں اور جو عمر طبعی تمہارے لیے مقدر کر دی گئی ہے' اس کو تم پورا کر سکو' اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سونے اور جاگنے کے تسلسل کو جاری رکھتا ہے' تاآنکہ تم اپنی طبعی حیات کو پورا کر لو' پھر تم نے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور وہ تم کو خبر دے گا کہ تم اپنی راتوں اور دنوں میں کیا کام کرتے تھے۔

نیند وفات صغریٰ ہے اور موت وفات کبریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وفاتوں کا ذکر درج ذیل آیت میں بھی فرمایا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الزمر: ۴۲)

جن کی موت کا وقت ہو اللہ ان کی جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت کا وقت نہ ہو ان کی جانوں کو (بھی) نیند میں قبض کر لیتا ہے' پھر جن کی موت کا حکم فرما دیا ان کی جانوں کو روک لیتا ہے اور دوسری (جانوں) کو ایک وقت مقررہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

حدیث میں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا نیند موت کا بھائی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا' یا رسول اللہ! کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند موت کا بھائی ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔

(المعجم الاوسط' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۲۳' مسند البزار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۵۱۷' حلیۃ الاولیاء' ج ۷' ص ۹۰' علل متناہیہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۵۵۴' ۱۵۵۳' کامل ابن عدی' ج ۴' ص ۱۵۴۳' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۴۱۵)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ مسند البزار کی سند صحیح ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے ' حتیٰ کہ جب تم میں سے

جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ

کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے ○ پھر وہ

رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا برحق مالک ہے ' سنو اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے ○

Marfat.com

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ

آپ کہیے تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر

لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ

وہ ہمیں اس (مصیبت) سے بچائے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو اس

مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى

(مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو ○ آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ

اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف گروہوں میں

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ

تقسیم کر دے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے دیکھیے ہم کس طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ

بار بار دلیلوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ سمجھ سکیں ○ اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی

الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ ۭ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّ

حق ہے آپ کہیے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ○ ہر خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور عنقریب تم جان لو گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔ (الآیہ) (الانعام: ۶۱)

اللہ تعالیٰ کے قہر کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلائل تھے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلیل ہے۔ اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے اور وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی عدم پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو عدم سے وجود میں لے آتا ہے اور کبھی وجود پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو وجود سے عدم کی طرف لے آتا ہے۔ اسی طرح وہ ہر چیز پر اس کی ضد سے قہر فرماتا

Marfat.com

ہے۔ مثلاً نور پر ظلمت کے ساتھ قہر فرماتا ہے اور ظلمت پر نور کے ساتھ ' دن پر رات کے ساتھ اور رات پر دن کے ساتھ قہر فرماتا ہے۔ حیات پر موت کے ساتھ ' موت پر حیات کے ساتھ قہر فرماتا ہے ' اور یہ قہر کا ایسا بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر اس کی ضد کے ساتھ قہر فرماتا ہے۔ وہ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ' ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ' ملک چھین لیتا ہے ' وہ جس کو چاہتا ہے ' عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ' ذلت میں مبتلا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس: ۱۰۷)

اور اگر اللہ آپ کو کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج کے لیے بنایا ہے اور رات نیند کے لیے بنائی ہے۔ اگر انسان دن میں نیند کا معمول بنانا چاہیں اور رات کو کام کاج کا معمول بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ وہ قہراً رات کو سونے اور دن کو کام کاج پر مجبور ہیں۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان جاگنا چاہتا ہے اور نیند اس پر غالب آجاتی ہے اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ وہ سونا چاہتا ہے اور اس کو نیند نہیں آتی ' صحت اور بیماری اور حیات اور موت میں انسان کا مغلوب ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر غالب ہونا اور بھی واضح ہے۔

کراماً کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض

اس کے بعد فرمایا اور وہ تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔ حفظة ' حافظ کی جمع ہے۔ جیسے طلبہ طالب کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور بندوں کی آفات سے حفاظت کرتے ہیں۔ قتادہ سے منقول ہے کہ وہ عمل ' رزق اور میعاد حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ دو فرشتے رات کے اعمال کو لکھنے کے لیے ہیں اور دو دن کے اعمال کے لکھنے کے لیے ہیں۔ ایک فرشتہ نیکیوں کو لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ برائیوں کو لکھتا ہے ' اور مباح کاموں کے لکھنے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کل پانچ فرشتے حفظہ ہیں۔ دو دن کے ' دو رات کے اور ایک فرشتہ وہ ہے جو دن رات میں سے کسی بھی وقت جدا نہیں ہوتا۔

کراماً کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (الانفطار: ۱۲-۱۰)

اور بے شک تم پر ضرور حفاظت کرنے والے (فرشتے مقرر) ہیں ' معزز لکھنے والے ' وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (ق: ۱۸-۱۷)

جب (اس کے ہر قول اور فعل کو) لے لیتے ہیں دو لینے والے (فرشتے) ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوتا ہے ' وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے ' اس کو لکھنے کے لیے ایک نگہبان (فرشتہ) تیار ہوتا ہے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۴۹)

اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا ' پس آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس سے ڈر رہے ہوں گے جو اس میں (مذکور) ہے اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسا نوشتہ اعمال ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے نہ بڑا گناہ ' مگر اس کا احاطہ کر لیا ہے ' اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا ' وہ سب اپنے سامنے موجود

Marfat.com

پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

کراماً کاتبین کے فرائض اور وظائف کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری ہے' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے' حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے' تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں ہم نے جس وقت ان کو چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۵۵۵' صحیح مسلم' المساجد ۲۱۰' (۶۳۲) ۱۴۰۵' سنن النسائی' ج ا' رقم الحدیث: ۴۸۷' ۴۸۶' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۷۷۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم برہنگی سے احتراز کرو' کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہوتے ہیں جو تم سے بیت الخلاء اور عمل تزویج کے سوا کسی وقت جدا نہیں ہوتے' تم ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۸۰۹' شعب الایمان' ج ۶' رقم الحدیث: ۷۷۳۹)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ دائیں طرف کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔

ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ دائیں جانب کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتہ کا امیر ہوتا ہے' جب بندہ کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے' رک جاؤ' شاید یہ توبہ کرلے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ جو دائیں جانب ہے' وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے' وہ برائیاں لکھتا ہے۔ (جامع البیان' جز ۲۶' ص ۲۰۵' ۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے الندیہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نیکیاں لکھنے والا دائیں جانب ہے اور برائیاں لکھنے والا بائیں جانب ہے' جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا دس نیکیاں لکھ لیتا ہے' اور جب وہ کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا بائیں جانب والے سے کہتا ہے' اس کو چھوڑ دو' حتیٰ کہ یہ تسبیح کرے یا استغفار کرے۔ پھر جب جمعرات کا دن آتا ہے تو اس وقت تک جو نیکیاں اور برائیاں ہوں' وہ لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا جاتا ہے' پھر یہ نوشتہ لوح محفوظ پر پیش کیا جاتا ہے' تو اس میں یہ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا احنف بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور وہ بائیں جانب والے فرشتہ پر امیر ہوتا ہے۔ اگر بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے رک جاؤ' پھر اگر بندہ استغفار کرے تو وہ اس کو وہ گناہ لکھنے سے منع کرتا ہے اور اگر بندہ استغفار کی بجائے گناہ پر اصرار کرتا ہے' تو وہ اس گناہ کو لکھ لیتا ہے۔

(الدر المنثور' ج ۷' ص ۵۹۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک دائیں جانب ہے جو نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ بائیں جانب ہے' جو برائیاں لکھتا ہے۔ جو دائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شہادت کے بغیر لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شہادت کے بغیر نہیں لکھتا۔ اگر بندہ بیٹھ جائے تو ایک فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے اور دوسرا بائیں جانب اور اگر بندہ چلنے لگے تو ایک فرشتہ بندہ کے آگے ہوتا ہے اور ایک پیچھے' اور اگر وہ سو جائے تو ایک فرشتہ اس کے سر کی جانب ہوتا ہے اور ایک پیروں کی جانب' اور ابن المبارک رحمہ اللہ نے کہا انسان کے ساتھ پانچ فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں' دو فرشتے رات کے' دو دن کے' یہ آتے جاتے رہتے ہیں اور پانچواں فرشتہ دن رات کے کسی وقت میں اس سے الگ نہیں ہوتا۔

(کتاب العظمہ' رقم الحدیث: ۵۲۱' ص ۱۸۵' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۴ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی مسلمان کے جسم کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو فرشتہ سے فرماتا ہے: اس کے اس عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا' پھر اگر اس کو شفا دیتا ہے تو اس کو غسل سے پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۹۳۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلم اپنے جسم کی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرض میں اس کی صحت کے ہر نیک عمل کو لکھتا رہتا ہے۔

(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۹۳۴' مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اپنے بندہ مومن کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب وہ بندہ فوت ہو جاتا ہے تو جو فرشتے اس کے عمل لکھتے تھے' وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ تو اب ہمیں اجازت دے تو ہم آسمان پر چڑھ جائیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میرا آسمان ان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو میری تسبیح کر رہے ہیں۔ وہ عرض کریں گے تو کیا ہم زمین میں قیام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری تسبیح کر رہی ہے' وہ کہیں گے پھر ہم کہاں جائیں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا تم میرے اس بندہ کی قبر پر قیام کرو اور سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھو اور قیامت تک اس کو میرے اس بندہ کے لیے لکھتے رہو۔

(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۹۳۱' مطبوعہ بیروت)

آیا دل کی باتوں کو کراماً کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں اور ارادوں پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کو لکھ لیتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر وہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو دس نیکیاں لکھ لو۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے اور ایک روایت اس طرح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! تیرا یہ بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے' حالانکہ اسے گناہ پر خوب بصیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا انتظار کرو' اگر یہ اس گناہ کو کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر اس کو ترک

Marfat.com

کردے تو اس کی ایک نیکی لکھ لو' کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس گناہ کو ترک کیا ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۲۰۵' ۲۰۳' (۱۲۸) ۳۲۷' صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۵۰۱' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۸۴' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۸۱' صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۰' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۷۳۰۰)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں اور ارادوں پر مطلع ہوتے ہیں اور بعض دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کے احوال اور نیات پر مطلع نہیں ہوتے۔

امام عبداللہ بن محمد ابوالشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:

ضمرہ بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں' اس عمل کو وہ بہت زیادہ اور بہت بابرکت گمان کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی سلطنت میں جہاں تک اللہ چاہتا ہے' اس عمل کو لے کر پہنچتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان کی طرف وحی فرماتا ہے' تم میرے بندے کے عمل کی حفاظت کرنے والے ہو' اور میں اس کے دل کی نگہبانی کرنے والا ہوں۔ میرے اس بندہ نے یہ عمل میرے لیے اخلاص سے نہیں کیا' اس کو سجین (جہنم کی ایک وادی) میں ڈال دو اور وہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک اور بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھیں گے' اور اس عمل کو بہت کم گمان کریں گے۔ پھر وہ اللہ کی سلطنت میں سے جہاں تک اللہ چاہے گا' اس عمل کو لے کر پہنچیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کی طرف وحی فرمائے گا تم حفاظت کرنے والے ہو اور جو کچھ اس کے دل میں ہے' میں اس پر نگہبان ہوں۔ اس کے اس عمل کو دگنا چوگنا کر دو اور اس کو علیین میں ڈال دو۔

(کتاب العظمہ' رقم الحدیث: ۵۲۲' ص ۱۸۵' مطبوعہ بیروت' کتاب الزھد لابن المبارک' رقم الحدیث: ۴۵۲' مطبوعہ بیروت)

امام ابن المبارک کی روایت میں ہے میرے اس بندے نے اخلاص سے عمل کیا ہے' اس کو علیین میں لکھ دو۔

بہ ظاہر ان حدیثوں میں تعارض ہے' لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ وہ صحیح بخاری' صحیح مسلم' صحیح ابن حبان اور سنن ترمذی اور سنن نسائی کی روایت ہے اور جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتے' وہ کتاب العظمہ اور کتاب الزھد کی روایت ہے اور ثانی الذکر کتابیں اول الذکر کتابوں کے پائے کی نہیں ہیں۔ نیز اول الذکر حدیث متصل ہے اور ثانی الذکر مرسل روایت ہے اور اول الذکر سنداً صحیح ہے اور ثانی الذکر سنداً ضعیف ہے۔ اس لیے ترجیح پہلی حدیث کو ہے اور راجح یہی ہے کہ فرشتے دل کی باتوں پر بھی مطلع ہوتے ہیں اور موخر روایت کی یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ریا اور اخلاص کو مستثنیٰ فرمایا ہے' اخلاص کو مخفی رکھا' تاکہ قیامت کے دن اس بندے کی عزت افزائی کی جائے اور ریا کو مخفی رکھا' تاکہ ریاکار کے عمل کی قیامت کے دن زیادہ رسوائی ہو' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ جنت کے قریب ہوں گے اور جنت کی خوشبو سونگھیں گے' اور جنت کے محلوں کی طرف دیکھیں گے اور ان چیزوں کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے تیار کی ہیں تو ان کو ندا کی جائے گی کہ جنت سے واپس آ جائیں' ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ حسرت کے ساتھ جنت سے واپس آئیں گے اور کہیں گے' اے ہمارے رب! کاش! تو ہمیں اپنا ثواب دکھانے سے پہلے اور اپنے اولیاء کے لیے جو تو نے نعمتیں تیار کی ہیں ان کو دکھانے سے پہلے ہمیں دوزخ

Marfat.com

میں داخل کر دیتا' تو یہ ہم پر آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے یہ ارادہ اس وقت کیا تھا کہ جب تم خلوت میں ہوتے تو میرے ساتھ بہت بڑا مقابلہ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے تم میرے لیے عاجزی کرتے تھے۔ تم لوگوں کے لیے دکھاوا کرتے تھے اور تم اپنے دلوں سے مجھے اس کے خلاف دیتے تھے اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے' اور تم لوگوں کو بزرگ جانتے تھے اور مجھے بڑا نہیں جانتے تھے۔ سو آج میں تم کو دردناک عذاب چکھاؤں گا اور تم کو ثواب سے محروم کروں گا۔

(المعجم الاوسط' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۴۷۴' المعجم الکبیر' ج ۱۷' رقم الحدیث: ۱۹۹' ص ۸۶' حلیۃ الاولیاء' ج ۴' ص ۱۲۵۔۱۲۴' شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۸۰۹' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۲۲۰)

اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں

اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے والے فرشتے ہر روز بدلتے ہیں یا اخیر عمر تک وہی فرشتے لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ بہرحال ثابت ہے کہ دن اور رات کے فرشتے بدلتے رہتے ہیں' اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ بندہ کی موت کے بعد فرشتے کیا کرتے ہیں؟ بعض نے کہا وہ آسمان پر جا کر عبادت کرتے ہیں' لیکن ہم شعب الایمان کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں کہ وہ قیامت تک اس بندے کی قبر پر بیٹھ کر اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

کراماً کاتبین جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اس کی کیا حکمت ہے؟ ایک حکمت تو یہ ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے سامنے اس کے خلاف ایک مادی حجت قائم کر دی جائے' تاکہ وہ اپنے کسی قول یا عمل سے انکار نہ کر سکے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جب بندہ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس کے اعمال لکھ کر محفوظ کیے جا رہے ہیں اور بر سر محشر لوگوں کے سامنے یہ اعمال پیش کیے جائیں گے' تو لوگوں کے سامنے اپنی برائیاں اور بے حیائیاں کھلنے کے خوف سے وہ برے اور فحش کاموں کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے ابن آدم کی پیدائش پر یہ کہا تھا کہ یہ زمین میں خون ریزی اور فتنہ و فساد کرے گا اور جب وہ خود اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کی نیکیاں لکھیں گے تو ان پر ابن آدم کی پیدائش کی حکمت کامل طریقہ سے واضح ہو گی۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اعمال میزان میں وزن کیے جائیں گے۔ بظاہر یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کیونکہ اعمال از قبیل اعراض ہیں' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اعمال کے وزن کرنے سے مراد صحائف اعمال کا وزن کرنا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ (الانعام: ۶۱)

اللہ تعالیٰ' ملک الموت اور فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت کی وضاحت

قرآن مجید میں بندہ کی روح قبض کرنے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے' ملک الموت کی طرف بھی ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیتوں سے ظاہر ہے:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (الزمر: ۴۲) — موت کے وقت اللہ جانوں (روحوں) کو قبض کرتا ہے۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (السجدۃ: ۱۱) — آپ کہیے کہ موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے' پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں۔ (الانعام: ۶۱)

ان آیات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ وہ روح قبض کرنے کا فاعل حقیقی ہے اور ملک الموت کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ ظاہری فاعل ہے اور روح قبض کرنے

Marfat.com

والے فرشتوں کا رئیس ہے' اور دوسرے فرشتوں کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ روح قبض کرنے میں ملک الموت کے اعوان اور انصار ہیں۔ بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ انسان کے درجہ اور مقام کے اعتبار سے احوال مختلف ہوتے ہیں' اس لیے بعض انسانوں کی روح اللہ تعالیٰ بلاواسطہ قبض کرتا ہے' بعض کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے اور بعض کی دیگر فرشتے روح قبض کرتے ہیں۔

موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ پس جب وہ کوئی نیک شخص ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں' اے پاکیزہ روح نکلو تم پاکیزہ جسم میں تھیں' تم تعریف کی ہوئی باہر آؤ' تمہیں خوشی اور مسرت کی نوید ہو اور رب کے راضی ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو یونہی کہا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ روح باہر آجائے گی۔ پھر وہ روح آسمان کی طرف چڑھے گی۔ اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا' یہ کون ہے؟ پھر اسے بتایا جائے گا یہ فلاں ہے! آسمان والے کہیں گے' پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو' یہ پاکیزہ جسم میں تھی' تم تعریف کی ہوئی داخل ہو۔ تمہیں خوشی اور مسرت کی بشارت ہو' اور رب کے راضی ہونے کی نوید ہو۔ اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ اس آسمان (عرش الٰہی) میں پہنچے گی' جس پر اللہ عزوجل جلوہ فرما ہے۔ اور جب مرنے والا کوئی برا شخص ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں نکل اے خبیث (ناپاک) روح! تو خبیث جسم میں تھی' نکل تو مذمت کی ہوئی ہے۔ تجھے کھولتے ہوئے بدبودار پانی کی بشارت ہو' اور اسی قسم کے اور پانی کی۔ اسے یونہی کہا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ روح جسم سے نکلے گی۔ پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جائے گا' اور اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا یہ کون ہے؟ پھر بتایا جائے گا' یہ فلاں ہے! پھر کہا جائے گا اس ناپاک روح کا آنا نامبارک ہو' یہ ناپاک جسم میں تھی' تو مذمت کی ہوئی واپس ہو جا' تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر اس کو آسمان سے بھیج دیا جائے گا' پھر قبر تک پہنچے گی۔

علامہ محمد احمد شاکر متوفی ۱۳۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۸۷۵۴' مطبوعہ دار الحدیث' القاہرہ' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۶۵-۳۶۴' طبع قدیم' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۶۲)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشم کو لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں (اے روح!) نکلو! در آنحالیکہ تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہو' تم اللہ کی راحت اور خوشی کی طرف نکلو' اور رب کی رضا کی طرف نکلو۔ پھر روح مشک کی پاکیزہ خوشبو کی طرف نکلتی ہے' حتیٰ کہ بعض فرشتے اس روح کو لیتے ہیں اور اس کو آسمان کے دروازے کی طرف لاتے ہیں اور آسمان والے کہتے ہیں' یہ کیسی پاکیزہ خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے؟ پھر وہ اس روح کو مومنین کی ارواح سے ملاتے ہیں اور وہ روحیں اس روح سے مل کر اسی طرح خوش ہوتی ہیں' جیسے کوئی شخص اپنے بچھڑے ہوئے دوست سے مل کر خوش ہوتا ہے۔

پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ فلاں شخص کیسا ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ اس کو چھوڑو' وہ دنیا کے غم میں ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا گیا' اور جب کافر کے پاس موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ٹاٹ کو لے کر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں' نکل در آنحالیکہ تو اللہ سے ناراض ہے

Marfat.com

اور اللہ تجھ سے ناراض ہے۔ تو اللہ کے عذاب کی طرف نکل' تو وہ انتہائی ناگوار بدبو کی طرح نکلتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو زمین کے دروازہ کی طرف لاتے ہیں اور زمین والے کہتے ہیں' یہ کیسی ناگوار بدبو ہے؟ پھر وہ اس کو کفار کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

(سنن نسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۸۳۲' صحیح ابن حبان' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۰۱۴' المستدرک' ج ۱' ص ۳۵۳)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام بزار اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ریشم میں مشک اور گل ریحان کے گچھے لے کر آتے ہیں۔ پھر اس کے جسم سے روح اس طرح نکال لیتے ہیں جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے' اے پاکیزہ روح! اللہ کی خوشی اور اس کی کرامت کی طرف راضیہ اور مرضیہ ہو کر چلو' اور اس کو ریشم میں لپیٹ کر علیین کی طرف لے جاتے ہیں اور کافر پر جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ میں انگارے لے کر آتے ہیں اور بڑی سختی سے اس کی روح کو کھینچتے ہیں اور کہا جاتا ہے' اے ناپاک روح! نکل درآنحالیکہ تو اللہ سے ناراض ہے اور اللہ تجھ سے ناراض ہے' نکل اللہ کی دی ہوئی ذلت اور اس کے عذاب کی طرف۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو اس کو اس انگارے پر رکھ کر ٹاٹ میں لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو سجین کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

(شرح الصدور' ص ۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا برحق مالک ہے۔ سنو! اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ (الانعام: ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے مولیٰ اور حق ہونے کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے' پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا ایسا مولیٰ ہے جو حق ہے۔ مولیٰ کا ایک معنی ہے آزاد کرنے والا' اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عذاب سے آزاد فرمادے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسند الحمیدی' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۲۶) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی اضافت اپنے بندوں کی طرف فرمائی ہے' یعنی ان کا مولیٰ اور یہ اضافت انتہائی رحمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ پھر فرمایا ان کا مولیٰ جو حق ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان باطل آقاؤں کے ماتحت تھا اور وہ نفس' شہوت اور غضب کے احکام کی اطاعت کرتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ (الفرقان: ۴۳)

اور جب انسان مرجاتا ہے تو باطل آقاؤں کے احکام کی اطاعت سے آزاد ہو جاتا ہے اور صرف اپنے حقیقی مولیٰ کے زیر تصرف آجاتا ہے۔

روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر قوی دلیل ہے کہ انسان کی حقیقت یہ جسم نہیں ہے' بلکہ یہ روح ہے۔ کیونکہ اس آیت میں صراحتاً یہ فرمایا ہے کہ انسان مرجائے گا اور مرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا' اور اس مردہ جسم کا اللہ کی طرف لوٹانا تو ممکن نہیں ہے' تو ثابت ہوا کہ اس کی روح کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدن کے ساتھ تعلق سے پہلے روح موجود تھی' کیونکہ اس عالم سے اللہ کی بارگاہ کی طرف روح کا لوٹانا اسی وقت ہو سکتا ہے جب روح پہلے سے موجود

Marfat.com

ہو اور یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ (الفجر: ۲۸)

اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔

(تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام رازی کے دلائل پر بحث و نظر

امام رازی کی اس تقریر سے معاد جسمانی کا انکار لازم آتا ہے، جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کا حشر روح مع الجسم ہوگا اور اس مردہ جسم کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زندہ کر دے گا، اور جسم میں روح ڈال کر اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس جسم کے زندہ کیے جانے اور اللہ کے سامنے اس کے پیش کیے جانے پر دلائل مذکور ہیں:

وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ۝ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ وَجَعَلَ لَھُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْہِ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا کُفُوْرًا ۝ (بنواسرائیل: ۹۹-۹۸)

اور انہوں نے کہا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم از سر نو پیدا کیے جائیں گے، کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ان کی مثل بنانے پر قادر ہے اور اس نے ان کے لیے موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے، پس ظالموں نے کفر کرنے کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا۔

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (یس: ۷۹-۷۸)

اس نے کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ آپ کہیے! انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا۔

قرآن مجید کی ان آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف روح نہیں لوٹائی جائے گی، بلکہ روح اور جسم دونوں لوٹائے جائیں گے اور انسان صرف روح کا نام نہیں ہے، بلکہ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ پیدا ہونے کے بعد جسم کی ساخت اور اس کے تشخص میں عمر کے ساتھ تبدیلی آتی رہتی ہے اور مرنے کے بعد جسم بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور انسان واحد کی حقیقت اور اس کا تشخص تو معین اور غیر متبدل ہونا چاہیے اور وہ تعین تو صرف روح میں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے جسم میں اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں جو اس کے جسم کے تمام مختلف ادوار میں مشترک رہتے ہیں، اور جب جسم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، تب بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں اور ان ہی اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انسان کی حقیقت اور اس کے تشخص کا مدار روح اور ان اجزاء اصلیہ پر ہے۔

جسم سے پہلے روح کے پیدا ہونے پر دلائل اور بحث و نظر

البتہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ روح کو جسم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا روحیں مجتمع لشکر ہیں، جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں، اور جو ایک دوسرے سے ناآشنا ہوتی ہیں، وہ آپس میں اختلاف کرتی ہیں۔ (صحیح البخاری، ج ۴، رقم الحدیث: ۳۳۳۶، صحیح مسلم، بر ۱۵۹، (۲۶۳۸) ۶۵۸۴، سنن ابوداؤد، ج ۴، رقم الحدیث: ۴۸۳۴، مسند احمد، ج ۲، ص ۵۳۷، ۵۲۷، ۲۹۵، طبع قدیم)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے ابتداء خلقت کی خبر دینا مقصود ہو' جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور جب روحوں کا جسموں میں حلول ہو تو ان کی آپس میں شناسائی یا عدم شناسائی عالم ارواح کے اعتبار سے ہوئی' تو روحیں جب دنیا میں ایک دوسرے سے ملیں تو ان کا ایک دوسرے سے متفق یا مختلف ہونا بھی اسی سابق شناسائی یا عدم شناسائی کے اعتبار سے تھا۔ (فتح الباری' ج ٦' ص ٣٦٩' مطبوعہ لاہور' ١٤٠١ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی' ج ٢' ص ١٠٠' مطبوعہ المکتبہ النوریہ الرضویہ' لائلپور' پاکستان)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جسموں کے فنا ہونے کے بعد بھی روحیں باقی رہتی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ (عمدۃ القاری' ج ١٥' ص ٢١٦' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ١٣٤٨ھ)

حافظ عسقلانی اور حافظ سیوطی نے یہ تو لکھا ہے کہ روحیں جسموں سے پہلے پیدا کی گئی ہیں' لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ حدیث کس امام نے کس صحابی سے روایت کی ہے؟ البتہ علامہ ابن قیم جوزیہ نے لکھا ہے کہ امام ابو عبداللہ بن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن عنبسہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندوں کی روحیں بندوں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کی گئی ہیں۔ سو جو روحیں ایک دوسرے سے متعارف تھیں' وہ ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں اور جو روحیں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھیں' وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ (الروح' ص ١٥٤-١٥٣' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤١٠ھ)

پھر علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ٧٥١ھ نے اس حدیث کی سند پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی عتبہ بن سکن ہے۔ امام دار قطنی نے اس کے متعلق یہ کہا کہ یہ متروک ہے اور ایک راوی ارطاۃ بن منذر ہے۔ امام ابن عدی نے کہا اس کی بعض احادیث غلط ہیں۔ (الروح' ص ١٦٥' مطبوعہ قاہرہ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جس کو ہم نے شروع میں بیان کیا ہے۔ اس میں اگرچہ دو ہزار سال پہلے کے الفاظ نہیں ہیں' لیکن وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ روحیں ایک مجتمع لشکر کی صورت میں پہلے پیدا ہو چکی تھیں' نیز اس کی مزید تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح گر گئی جس کو وہ ان کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک بنائی۔ پھر ان سب کو حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت اچھی لگی۔ پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے آخری امتوں میں سے ایک شخص ہے۔ اس کو داؤد کہا جاتا ہے' حضرت آدم نے پوچھا اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ عرض کیا' اے میرے رب! میری عمر سے چالیس سال اس کی عمر زیادہ کر دے' جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کیا ابھی میری عمر سے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا کیا آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو یہ عمر نہیں دی؟ نبی ﷺ نے فرمایا حضرت آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار

Marfat.com

کیا اور حضرت آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت آدم نے (اجتہادی) خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ متعدد سندوں کے ساتھ از ابو ہریرہ از نبی ﷺ مروی ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۸۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکالا گیا' جس سے یہ واضح ہو گیا کہ روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

نیز امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے' پہلے ان کو ارواح بنایا' پھر ان کو صورتیں دیں اور گویائی عطا کی' وہ بولنے لگے۔ پھر ان سے عہد اور میثاق لیا اور ان کو اپنی جانوں پر گواہ کیا' کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی! (یہ اس لیے کہ) کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس عہد سے غافل تھے' اور ہم نے تمہارے باپ آدم کو تم پر گواہ کیا ہے کہ تم یہ کہو کہ ہم کو پتا نہ تھا' یا یہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے۔ سو تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا' کیونکہ میں تمہاری طرف رسول بھیجوں گا جو تم کو میرا عہد اور میثاق یاد دلائیں گے اور میں تم پر اپنی کتابوں کو نازل کروں گا۔ پس انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی ہمارا رب ہے' نہ تیرے سوا کوئی معبود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تو ان میں غنی اور فقیر اور خوبصورت اور بدصورت لوگوں کو دیکھا۔ تو حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! اگر تو اپنے تمام بندوں کو برابر کر دیتا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے چراغوں کی طرح روشن انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' ان سے نبوت اور رسالت کا عہد و میثاق لیا گیا اور اس میں ان آیتوں کی تصدیق ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (الاحزاب: ۷)	اور (یاد کیجئے) جب ہم نے نبیوں سے میثاق لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ میثاق لیا۔
فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم: ۳۰)	سو آپ اللہ کی اطاعت کے لیے اپنی ذات کو ثابت قدم رکھیں ادیان باطلہ سے اعراض کرتے ہوئے' اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی سرشت پر لازم کر لو' جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے' اللہ کی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔
هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (النجم: ۵۶)	یہ ایک ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے۔
وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۰۲)	اور ہم نے ان کے اکثر لوگوں سے عہد کی وفا نہیں پائی اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (یونس: ۷۴)	پھر نوح کے بعد ہم نے ان لوگوں کی طرف رسول بھیجے جو ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے' کیونکہ وہ اس سے پہلے ان کی تکذیب کر چکے تھے۔

Marfat.com

پس حضرت عیسیٰ کی روح ان ارواح میں سے تھی جن سے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ روح حضرت مریم کی طرف بھیجی' جو اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مقام میں آ گئی تھی۔ پھر لوگوں کی طرف سے انہوں نے ایک پردہ بنا لیا' تو ہم نے ان کی طرف اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے ان کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت اختیار کی۔۔۔۔۔ پھر مریم نے اس کو اپنے پیٹ میں لے لیا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح تھی۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المستدرک' ج ۲' ص ۳۲۴-۳۲۳' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کی روحوں کو نکالا اور ان دونوں حدیثوں کی تصدیق اس آیت میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ○ (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو ان کی جانوں پر گواہ بنایا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' سب نے کہا کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے کہ) کہیں تم قیامت کے دن کہو ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

علامہ ابن قیم نے ان دلائل کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ فرشتہ ماں کے پیٹ میں روح پھونکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم کے ساتھ یا اس کے بعد حادث ہوتی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کی جاتی ہے (یعنی نطفہ) پھر وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' اور اس سے کہا جاتا ہے اس کا عمل لکھو اور اس کا رزق' اور شقی یا سعید ہونا' پھر وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ بے شک تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے' پھر وہ دوزخیوں کا عمل کرتا ہے اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے' پھر وہ جنتیوں کا عمل کرتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۲۰۸' ۳۳۳۲' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۹۴' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۴۵۴' صحیح مسلم' قدر' ۱' (۲۶۴۳) ۶۵۹۹' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۴۴' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۶' صحیح ابن حبان' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۶۱۷۴' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۲۴' مسند حمیدی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۶' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۲۴۶)

ہر چند کہ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جس وقت فرشتہ پھونک مارتا ہے' اس وقت اللہ تعالیٰ اس میں روح پیدا کرتا ہے' لیکن دوسرے دلائل سے مطابقت کے لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتہ کے پھونک مارتے وقت اللہ تعالیٰ اس میں وہ روح بھیج دیتا ہے جو اس سے پہلے پیدا کی جا چکی ہے۔

Marfat.com

قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو! اسی کا حکم ہے یعنی صورۃً اور معناً ہر طرح اسی کا حکم ہے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کسی شخص کی اطاعت ثواب کو واجب نہیں کرتی اور کسی شخص کی معصیت عذاب کو واجب نہیں کرتی، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اطاعت کرنے والے کا یہ حق ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ثواب عطا کرنے کا حکم دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر چیز پر اسی کا حکم نافذ ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے حسب ذیل آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے جلد حساب لینے کے متعلق فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (الرعد: ۴۱)

اللہ حکم فرماتا ہے اور اس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب بہت جلد لے لے گا۔ اور ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص سے حساب لینا اور اس وقت میں کسی دوسرے سے حساب لینا اس کے لیے مانع اور رکاوٹ نہیں ہوگا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے، اور بعض حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف یوم کی مقدار میں حساب لے لے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حساب نہیں لے گا، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرشتوں کو حساب لینے کا حکم دے گا۔ سو ہر فرشتہ ہر بندے سے حساب لے گا اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ خود حساب لے گا اور کافروں سے فرشتے حساب لیں گے، کیونکہ اگر اللہ کافروں سے خود حساب لیتا تو ان سے کلام بھی فرماتا، حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا، لیکن اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا، بلکہ غضب کے ساتھ ان سے کلام فرمائے گا اور قرآن مجید کی ظاہر آیتیں اس قسم کے کلام پر دلالت کرتی ہیں:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (الانعام: ۲۲)

اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے، پھر شرک کرنے والے لوگوں سے کہیں گے تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۴)

پس اب تم (اس کا مزہ) چکھو کہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا۔ بے شک ہم نے تمہیں فراموش کر دیا اور دائمی عذاب کا مزہ چکھو، ان (برے) کاموں کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

باقی حساب لینے کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کا عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی، ہم اللہ کے حساب لینے پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو عالم الغیب والشہادۃ کے سپرد کرتے ہیں۔ (روح المعانی، ج ۷، ص ۱۷۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (الرحمن: ۳۹) اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حساب نہیں لیا جائے گا لیکن اس کے معارض دوسری آیت ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الحجر: ۹۳-۹۲) سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور سوال کریں گے ان سب کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

ان آیتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کیونکہ ان کے اعمال فرشتے نے لکھے ہوئے ہیں' بلکہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔ کسی سے کسی وقت کوئی سوال نہیں کیا جائے گا اور کسی دوسرے وقت سوال کیا جائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی وقت کسی کو اپنا عذر بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوگی اور کسی وقت وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی حجتیں پیش کریں گے۔ جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ○ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (المرسلات: ۳۶-۳۵) اس دن وہ نہ کوئی بات کر سکیں گے اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (الزمر: ۳۱) پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے

پہلی آیت میں فرمایا کہ وہ اس دن کوئی بات نہیں کر سکیں گے اور دوسری آیت میں فرمایا وہ جھگڑا کریں گے' اس کا یہی محمل ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔

حساب کی کیفیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی حدیث سنتی تھیں اور اس کو نہ سمجھ پاتیں تو وہ نبی ﷺ سے پوچھتی تھیں' حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ نے عرض کیا' کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا؟

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ○ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ○ (الانشقاق: ۸-۷) پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا اس سے مراد صرف اعمال کو پیش کرنا ہے' لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا (کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا) وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے قتل کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۶۴' صحیح مسلم' دیات' ۲۸' (۱۶۷۸) ۴۳۰۲' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۰۲' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۰۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۱۵)

یہ حدیث حقوق العباد پر محمول ہے اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔

Marfat.com

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ کے عمل سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا' اگر نمازیں درست ہوئیں تو وہ کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر نمازیں فاسد ہوئیں تو وہ ناکام اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا۔ اگر اس کے فرض میں کمی ہو تو رب تبارک و تعالیٰ فرمائے گا' دیکھو میرے اس بندہ کے نفل ہیں؟ پھر فرائض کے نقصان کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ پھر باقی اعمال کا بھی اسی طرح معاملہ ہو گا۔

(سنن الترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۱۳' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۶۴' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۶' ۴۶۵' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۴۲۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۲۵' ۲۹۰' ج ۴' ص ۱۰۳' ۶۵' ج ۵' ص ۷۷' ۷۲)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کی تعداد میں جو کمی رہ گئی ہے' وہ نوافل سے پوری ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خشوع میں جو کمی رہ گئی ہو' وہ نوافل سے پوری ہو جائے اور میرے نزدیک پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ آپ نے باقی اعمال کا بھی یہی حکم بیان فرمایا ہے اور زکوٰۃ میں صرف فرض ہے یا نفل ہے' پس جس طرح زکوٰۃ کا فرض فاضل صدقات سے پورا ہو جاتا ہے' اسی طرح نماز کا فرض بھی نفل سے پورا ہو جائے گا اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے اور اس کا وعدہ بہت نافذ ہونے والا ہے اور اس کا عزم اتم اور اعم ہے۔ (عارضۃ الاحوذی' ج ۲' ص ۲۰۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں' امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کی سنتوں میں جو کمی رہ جاتی ہے' وہ نوافل سے پوری کی جائے گی۔ کیونکہ کوئی سنت واجب کا بدل نہیں ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی ہے جتنا مجھ سے فرائض کے ذریعہ قرب حاصل ہوتا ہے' اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا اور شیخ عزالدین نے کہا ہے' کہ زکوٰۃ واجبہ کے ایک درہم کا آٹھواں حصہ نفلی ہزار درہم سے زائد ہے اور کوئی آدمی ساری عمر نفلی قیام کرے' بلکہ تمام زمانہ قیام کرے تو وہ صبح کی دو رکعت فرض کے برابر نہیں ہے۔ (سنن النسائی' ج ۱' شرح الحدیث ۴۶۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

زید بن حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اللہ کا رات میں ایک حق ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرتا' اور اللہ کا دن میں ایک حق ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا' اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اللہ نفل کو قبول نہیں کرتا۔ (الحدیث)

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۱۶۲۸۰' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۱۸۹۰۲' کتاب الزھد لابن المبارک' رقم الحدیث: ۹۱۴' حلیۃ الاولیاء' ج ۱' ص ۳۶' جامع الاحادیث الکبیر' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۱۸۹)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کا قدم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا' حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کر لیا جائے۔ اس نے اپنی عمر کس کام میں فنا کی؟ اس نے اپنی جوانی کس کام میں مبتلا کی؟ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا؟ اور کہاں اس کو خرچ کیا؟ اور اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ (سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا

Marfat.com

یارسول اللہ! مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی متاع ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہو گا جو قیامت کے دن نماز' روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہو گی اور کسی کو تہمت لگائی ہو گی' کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا' وہ شخص بیٹھ جائے گا اور اس کی نیکیوں میں سے اس کو بدلہ دیا جائے گا اور اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ پھر اگر اس پر جو حقوق ہیں' ان کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۲۶' صحیح مسلم' رقم الحدیث: (۲۵۸۱) صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۴۱۱' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۰۳۵' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۶' ص ۹۳)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا' کیا میں نے تیرے لیے کان اور آنکھیں نہیں بنائی تھیں؟ اور کیا مال اور اولاد نہیں دیئے تھے؟ کیا تیرے لیے مویشیوں اور کھیتوں کو مسخر نہیں کیا تھا؟ کیا تجھے سرداری اور خوش حالی نہیں دی تھی؟ پھر کیا تو مجھ سے اس دن ملاقات کا یقین رکھتا تھا' وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا' آج میں تجھے اس طرح فراموش کر دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۳۶)

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا' حتیٰ کہ اللہ اس کو اپنی رحمت سے گھیر لے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا (فرمائے گا) تم فلاں گناہ پہچانتے ہو؟ وہ دو بار کہے گا اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تمہارا پردہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا' باقی رہے کفار تو ان کو تمام لوگوں کے سامنے پکار کر بلایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۸۵' صحیح مسلم' توبہ' ۵۲' (۲۷۶۸) ۶۸۸۲' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۸۲۹)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں ضرور اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہو گا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا' ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا پس کہا جائے گا اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہ اس سے دور رکھو۔ پھر اس سے کہا جائے گا' کہ تو نے فلاں دن یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ یہ کام کیا تھا' وہ کہے گا' ہاں! اور اس کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے ڈر رہا ہو گا کہ کہیں اس کے بڑے بڑے گناہ نہ پیش کر دیئے جائیں' پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ تب وہ شخص کہے گا' اے میرے رب میں نے تو اور بھی بہت سے کام کیے تھے جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(صحیح مسلم' ایمان ۳۱۴' (۱۹۰) ۴۵۹' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۰۵)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار (مزید) ہوں گے اور میرے رب نے دونوں ہاتھوں سے تین بار لپ (بک) بھرنے کا وعدہ کیا ہے۔

(سنن الترمذی ج ۴ رقم الحدیث: ۲۴۳۷ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۴۲۸۶ صحیح ابن حبان ج ۱۶ رقم الحدیث: ۷۲۴۶ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث: ۲۲۴۸۱ المعجم الکبیر ج ۷ رقم الحدیث: ۷۶۷۲)

حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہ' تابعین اور علماء کے نظریات

علامہ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی المتوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

حساب کی کیفیات اور اس کے احوال مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض کا حساب آسان ہوگا اور بعض کا حساب مشکل ہوگا' بعض کے ساتھ عدل ہوگا' بعض پر فضل ہوگا' بعض کی تکریم ہوگی' بعض کی زجر و توبیخ ہوگی' بعض سے درگزر ہوگا اور بعض کی گرفت ہوگی۔ اور یہ سب اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کی مرضی اور مشیت پر موقوف ہے۔

سب سے پہلے علماء' مجاہدوں' مال داروں اور خوش حالوں سے حساب لیا جائے گا۔ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کے متعلق سوال ہوگا اور ضحاک نے کہا لوگوں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اور علامہ قرطبی نے کہا تمام اقوال اور افعال کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنواسرائیل: ۳۶)

بے شک کان' آنکھ اور دل' ان سب کے متعلق پوچھا جائے گا۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الحجر: ۹۳-۹۲)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے' ان سب کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

امام رازی کا بھی یہی رجحان ہے کہ ہر کام کے متعلق سوال ہوگا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم ان سب سے سوال کریں گے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال کیا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعلق اس آیت میں تصریح ہے:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف: ۶)

سو ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے' اور بے شک ہم رسولوں سے (بھی) ضرور سوال کریں گے۔

یہ آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بہ شمول انبیاء علیہم السلام ہر شخص سے سوال کیا جائے گا۔ البتہ ان سے بہ طور مناقشہ سوال نہیں ہوگا' بلکہ تعظیم و تکریم کے ساتھ سوال کیا جائے گا اور احادیث میں جن کے متعلق یہ بشارت ہے کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے' وہ ان آیات کے عموم سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال ہوگا اور کفار سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ علامہ بلبانی نے لکھا ہے کہ کفار نے جو نیک کام کیے ہیں' ان سے ان کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے (یہ صحیح نہیں ہے' قرآن مجید میں تصریح ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف

Marfat.com

نہیں کی جائے گی۔ لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون (البقرہ: ۱۶۲)
شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے تنہائی میں حساب لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا' جیسا کہ کتاب اور سنت میں ہے' اور جن لوگوں کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جاتا ہے کفار سے اس قسم کا حساب نہیں لیا جائے گا' کیونکہ ان کی کوئی نیکیاں نہیں ہیں' لیکن ان کے اعمال کا شمار کیا جائے گا' ان سے ان کا اقرار کرایا جائے گا۔

نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب لیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص ایک قدم بھی چلتا ہے' اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس کا اس سے کیا ارادہ تھا۔ امام ترمذی' امام ابن حبان' امام حاکم اور امام بغوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے یہ سوال کیا جائے گا' کیا میں نے تمہارے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تم کو ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قیامت کے دن تم سے سایہ' ٹھنڈے پانی اور کھجور کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ امام احمد' امام بیہقی' اور امام ابو نعیم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کے متعلق بندہ سے سوال نہیں کیا جائے گا' دھوپ سے بچنے کے لیے سایہ' روٹی کا وہ ٹکڑا جس سے وہ اپنی پیٹھ سیدھی رکھ سکے اور کپڑے کا اتنا ٹکڑا جس سے وہ اپنی شرم گاہ ڈھانپ سکے۔

امام احمد نے سند جید کے ساتھ حضرت ابی عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ باغ کے مالک نے کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا' پھر آپ نے ٹھنڈا پانی منگا کر پیا۔ پس فرمایا قیامت کے دن تم سے اس کا سوال کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! ان چیزوں کے متعلق بھی قیامت کے دن سوال کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! سوا ان تین چیزوں کے' وہ کپڑا جس کے ساتھ شرم گاہ کو لپیٹا جا سکے' روٹی کا وہ ٹکڑا جس سے بھوک مٹائی جا سکے اور اتنا حجرہ جو دھوپ اور بارش سے بچانے کے لیے کافی ہو۔

حساب کو آسان کرنے کا طریقہ

امام طبرانی' امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں جس میں ہوں' اللہ اس سے آسان حساب لے گا' اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ صحابہ نے پوچھا) وہ کیا خصلتیں ہیں؟ فرمایا جو تم کو محروم کرے اس کو دو۔ جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو۔ جو تم پر زیادتی کرے اس کو معاف کر دو۔

امام اصبہانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کر سکتے ہو کہ جب تم صبح اٹھو یا جب شام ہو تو تمہارے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو ایسا کر لو' کیونکہ اس سے تمہارا حساب زیادہ آسان ہو گا۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ! اس نے کہا رب کعبہ کی قسم! ہماری نجات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی وہ کیسے؟ اس نے کہا اس لیے کہ کریم جب قادر ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ کریم جب قادر ہوتا ہے تو بخش دیتا ہے اور جب تم سے کوئی لغزش ہو تو وہ پردہ رکھتا ہے اور جلدی

Marfat.com

غصہ کرنا اور انتقام لینا' یہ کریم کی عادت نہیں ہے۔

مذکور الصدر احادیث میں ہے کہ تم کسی کی زیادتی معاف کردو' اس سے تمہارا حساب آسان ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم بندوں کی خطاؤں کو معاف کردو' اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف کردے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ حساب کے وقت ان سے بغیر ترجمان کے کلام فرمائے گا اور کفار کی اہانت کے لیے ان سے خود کلام نہیں فرمائے گا' بلکہ فرشتے ان سے حساب لیں گے۔

(لوامع الانوار البہیہ' ج ۲' ص ۱۷۷-۱۷۳' ملخصاً' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے' جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت) سے بچالے تو ہم ضرور شکرگزاروں میں سے ہو جائیں گے O آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے' پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو! (الانعام: ۶۴-۶۳)

مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بھول جانے پر ملامت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت پر بعض دلائل بیان فرمائے تھے کہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے' اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے اور وہ تمام مخلوق پر غالب ہے اور ان کے اعمال کی فرشتوں سے حفاظت کراتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم کی دلیل بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی رحمت' اس کے فضل اور اس کے احسان پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت میں خشکی کی تاریکیوں کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد حسی تاریکی بھی ہے اور معنوی تاریکی بھی۔ حسی تاریکی' رات کا اندھیرا' گھرے بادلوں کا اندھیرا' بارش اور آندھیوں کا اندھیرا ہے' اور سمندروں کی حسی تاریکی رات کا اندھیرا' بادلوں کا اندھیرا اور موجوں کے تلاطم کا اندھیرا ہے اور معنوی تاریکی' ان اندھیروں کی وجہ سے خوف شدید' نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ سے منزل کی ہدایت نہ پانے کا خوف اور دشمن کے اچانک ٹوٹ پڑنے کا خوف ہے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ جب اس قسم کے اسباب مجتمع ہو جائیں جن سے بہت گھبراہٹ اور شدید خوف لاحق ہوتا ہے اور انسان کو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہ ہر طرف سے ناامید ہو جاتا ہے' تو اس وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اور اس وقت وہ زبان اور دل دونوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت سلیمہ کا یہی تقاضا ہے کہ اس حال میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی کے فضل و کرم پر اعتماد کیا جائے اور اسی کو ماوی و ملجا اور جائے پناہ قرار دیا جائے۔ اور جب اس حال میں وہی فریاد رس اور دستگیر ہے تو ہر حال میں صرف اسی کو پکارنا چاہیے۔ اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے' لیکن انسان بڑا ناشکرا ہے' جب وہ مشکلات کے بھنور سے نکل جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس کو مادی اسباب کی وجہ سے یہ نجات ملی ہے' اور پھر وہ اخلاص اور رجوع الی اللہ کو ترک کر دیتا' اور اپنی خواہشات کے تراشیدہ بتوں کی پرستش کرنے لگتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اللہ سے دعا کرتا ہے اور عاجزی سے گڑگڑاتا ہے اور اس کی طرف اخلاص سے متوجہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مطیع' فرمانبردار اور شکرگزار بن کر رہے گا' لیکن جیسے ہی وہ امن اور سلامتی کو پالیتا ہے۔ وہ پھر اپنی سابقہ روش پر لوٹ جاتا ہے۔

بہ ظاہر اس آیت میں مشرکین کو زجر و توبیخ کی گئی ہے اور ان کے طریقہ کار کی مذمت کی گئی ہے' لیکن یہ صورت حال ان

Marfat.com

مسلمانوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو عام طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل رہتے ہیں' لیکن جب ان پر اچانک کوئی آفت آٹوٹتی ہے اور انہیں اس سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا' تو بے اختیار اللہ کو یاد کرتے ہیں اور گڑگڑا کر اس سے دعا کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے' تو پھر وہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور اپنے عیش و طرب اور لہو و لعب میں مست اور بے خود ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیتیں یہ ہیں:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۶۷)

اور جب تمہیں سمندر میں کوئی آفت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے تھے وہ سب گم ہو جاتے ہیں' پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم (اس سے) منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الزمر: ۸)

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے' اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے' پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ کو پکارتا تھا' اور اللہ کے لیے شریک قرار دیتا ہے' تاکہ اوروں کو بھی اس کی راہ سے بہکا دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھیے! ہم کس طرح بار بار دلیلوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ سمجھ سکیں۔ (الانعام: ۶۵)

اللہ کی طرف سے دیئے جانے والے عذاب کی اقسام

اس سے پہلے اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین وغیرہ جب مصائب میں اخلاص کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں تو وہ ان کو ان مصائب اور آفات سے نجات دے دیتا ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے تم پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے' تاکہ مشرکین عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر ایک نوع کی دلیل ہے' تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے برے اور ظالم حکام۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد ہولناک آواز ہے یا آندھی ہے یا پتھروں کا برسنا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد سخت طوفانی بارشیں ہیں' جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے برے اور بدکار نوکر اور خدام۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد ہے زلزلہ' اور زمین میں دھنسنے کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ مجاہد نے کہا اس امت کے جو لوگ ایمان لے آئے ان کا عذاب ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے اور جنہوں نے تکذیب کی ان کا عذاب

Marfat.com

کڑک اور زلزلہ ہے۔

اوپر سے عذاب نازل ہونے کی مثال یہ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفانی بارشیں ہوئیں' جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر برسے یا جیسے ابرہہ کے ہاتھیوں پر ابابیلوں نے کنکریاں برسائیں اور جو عذاب پاؤں کے نیچے سے ظاہر ہوا اس کی مثال زلزلے ہیں' اور جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یا بارش اور فصلوں کی پیداوار روک کر قحط کا عذاب نازل کیا گیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تیرے چہرے کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی "او من تحت ارجلکم" تو آپ نے فرمایا میں تیرے چہرے کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ زیادہ سہل اور زیادہ آسان ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۶۲۸' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۱۶۵)

امت کے اختلاف اور لڑائیوں سے نجات کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو منع فرمانا

اس آیت میں فرمایا ہے یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رنگ و نسل اور زبان اور فقہی و اعتقادی نظریات میں اختلاف کی وجہ سے یہ امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی۔ نیز فرمایا اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے یہ امت باہم جدال اور قتال کرے گی۔ نبی ﷺ نے دعا کی کہ آپ کی امت کو اللہ ان تمام قسم کے عذابوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اوپر اور نیچے سے دیئے جانے والے عذابوں سے حفاظت کے متعلق آپ کی دعا قبول کر لی اور امت کے آپس کے تفرقہ اور لڑائیوں سے حفاظت کی دعا کرنے سے آپ کو منع کر دیا' جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا' سو میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا' اور یقیناً جتنی زمین میرے لیے لپیٹی گئی ہے میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا' اور مجھے سرخ اور سفید (سونے اور چاندی کے) دو خزانے دیئے گئے ہیں اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو عام قحط سے نہ ہلاک کرے' اور یہ کہ ان کے اوپر ان کا ایسا مخالف دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو بالکل ختم کر دے۔ تب میرے رب نے فرمایا اے محمد! جب میں کوئی تقدیر بنا دیتا ہوں تو وہ مسترد نہیں ہوتی اور میں نے آپ کی امت کے لیے یہ کر دیا ہے کہ میں ان کو قحط عام سے ہلاک نہیں کروں گا' اور یہ کہ میں ان پر ان کا مخالف ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کو بالکل ختم کر دے' خواہ وہ تمام روئے زمین سے ان کے اوپر چڑھائی کرے' حتیٰ کہ آپ کی امت کے بعض افراد بعض کو ہلاک کریں گے اور بعض بعض کو قید کریں گے۔

(صحیح مسلم' فتن' ۱۹' (۲۸۸۹) ۷۱۳۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۲۵۲' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۸۲' سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۶۳۷' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۲۳۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۹۵۲' المعجم الکبیر' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۶۲۲' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۲۱۱۰۹' جامع البیان' جزء ۷' ص ۲۹۱)

Marfat.com

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بہت لمبی نماز پڑھی' صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے جو آپ عام طور پر نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ سے رغبت اور اس سے خوف کی نماز تھی' میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا' اس نے مجھے دو چیزیں عطا کر دیں اور ایک سے منع کر دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت کو قحط میں ہلاک نہ کرنا تو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا' اور میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے مخالف کو مسلط نہ کرنا تو یہ مجھے عطا کر دیا اور میں نے سوال کیا کہ میری امت کے بعض' بعض سے جنگ نہ کریں تو مجھے اس سے منع فرما دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۸۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے تین چیزیں دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا' میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت پر ان کا مخالف دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان کو بالکل ختم کر دے اور ان پر قحط نہ مسلط کیا جائے اور وہ گمراہی پر متفق نہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے یہ سوال کیا کہ وہ متفرق نہ ہوں اور بعض' بعض سے لڑائی نہ کریں تو مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "ویذیق بعضکم باس بعض" (الخ) (الانعام: ۶۵) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کی امت پر اوپر سے عذاب نہ بھیجے اور نہ نیچے سے عذاب بھیجے اور نہ ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرے اور نہ بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ جیسا کہ بنو اسرائیل کو چکھایا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی طرف نازل ہوئے اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرما دی ہیں اور دو چیزوں کے سوال سے منع فرما دیا ہے۔ آپ کی امت پر نہ اوپر سے عذاب آئے گا اور نہ ان کے پیروں کے نیچے سے ایسا عذاب آئے گا جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دے' کیونکہ عذاب کی یہ دونوں قسمیں ہر اس امت کے لیے تھیں جس نے اپنے نبی کی تکذیب کی ہو اور اپنے رب کی کتاب کو مسترد کر دیا ہو' لیکن وہ ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم فرمائے گا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا مزہ چکھائے گا اور ان دو قسموں کے عذاب ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو کتاب کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں آپ کی امت کو اس قسم کے فتنوں کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۲۹۳-۲۹۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

ان تمام احادیث اور روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا' یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہیں کی۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے' لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے احباء کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کا سوال رد نہیں فرماتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر محبوب ہیں اور سب سے زیادہ مستجاب ہیں۔ اسی لیے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی دعا مانگنے سے منع فرما دیا' تاکہ آپ کی دعا کا مسترد کرنا لازم نہ آئے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شام کے وقت اور صبح کو ان کلمات سے دعا مانگنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین اور اپنی دنیا میں اور اپنے اہل اور اپنے مال میں' عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں سے مجھے خوف ہے' ان سے مامون رکھ۔ اے اللہ! مجھے آگے اور پیچھے سے' دائیں اور بائیں سے' اوپر سے اور نیچے سے حفاظت میں رکھ اور میں نیچے کی مصیبت (دھنسا دینے) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۷۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یہ ہر قسم کے عذاب سے پناہ کے لیے بہت جامع دعا ہے اور نبی ﷺ اظہار عبودیت' امتثال امر اور ہماری تعلیم کے لیے صبح و شام یہ دعا مانگتے تھے کہ جب آپ اتنے عظیم الشان رسول اور اللہ کے محبوب ہو کر اس قدر یہ دعا کرتے ہیں تو ہم جو دعاؤں کے ویسے ہی زیادہ محتاج ہیں' ہمیں کس قدر یہ دعا کرنی چاہیے۔

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے ہم کس طرح بار بار دلیلوں کو بیان کرتے ہیں' تاکہ یہ تفقہ کریں (سمجھ سکیں)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حاضر علم سے غائب علم تک رسائی حاصل کرنے کو فقہ کہتے ہیں اور اصطلاح میں احکام شرعیہ کے علم کو فقہ کہتے ہیں۔

(المفردات' ص ۳۸۴' مطبوعہ المکتبہ المرتضویہ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

علماء شافعیہ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے احکام شرعیہ عملیہ کا علم جو دلائل تفصیلیہ سے حاصل ہو' اور حکم شرعی کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو' اور احکام شرعیہ یہ ہیں۔ فرض' واجب' سنت موکدہ' سنت غیر موکدہ' مستحب' مباح' حرام' مکروہ تحریمی' اساءت' مکروہ تنزیہی' خلاف اولیٰ' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے۔

نفس کا یہ پہچاننا کہ کیا چیز اس کے لیے ضرر کا باعث ہے اور کیا چیز اس کے لیے نفع کا باعث ہے

دلائل اجمالیہ یہ ہیں۔ مثلاً امر وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے ہے' اور دلائل تفصیلیہ یہ ہیں مثلاً "اقیموا الصلوٰۃ" اور "لا تقربوا الزنا" اور دلائل تفصیلیہ سے احکام شرعیہ کے حصول کی مثال یہ ہے۔ نماز کا امر کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اقیموا الصلوٰۃ" اور جس چیز کا امر کیا گیا ہے وہ واجب ہے' کیونکہ امر وجوب کے لیے ہے' لہٰذا نماز واجب ہے۔ دوسری مثال یہ ہے زنا سے نہی کی گئی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لا تقربوا الزنا" اور جس چیز سے نہی کی جائے وہ حرام ہے' کیونکہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ لہٰذا زنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا' حالانکہ یہی حق ہے۔ آپ کہئے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ہر خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے' اور عنقریب تم جان لو گے۔ (الانعام: ۶۷-۶۶)

اس آیت میں فرمایا ہے حالانکہ یہی حق ہے۔ اس میں کس چیز کو حق فرمایا ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱- کفار نے اس عذاب کا انکار کیا' حالانکہ اس کا نزول حق ہے۔

۲- کفار نے اس قرآن کا انکار کیا' حالانکہ یہ قرآن حق ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور توحید پر استدلال کے لیے جو آیات نازل کی ہیں کفار نے ان دلائل کا انکار کیا' حالانکہ یہ دلائل

Marfat.com

حق ہیں۔

اس کے بعد فرمایا آپ کہیے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں' یعنی اگر تم ان دلائل سے اعراض کرتے ہو اور حق کا انکار کرتے ہو تو میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں' یعنی نہ میں تم پر جبر کر کے تمہیں مومن بنا سکتا ہوں اور نہ تمہارے اعراض کرنے کی تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔ میں تو تم کو صرف آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اس نہج پر قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں:

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (ق: ۴۵)

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اور آپ ان سے جبرا منوانے والے نہیں ہیں تو آپ قرآن سے اس کو نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ: ۲۲-۲۱)

پس آپ نصیحت کرتے رہیں آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں ۝ آپ ان کو جبر سے منوانے والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت میں یقیناً اس خبر کا ظہور ہوگا اور اس میں کوئی تقدیم تاخیر نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے عذاب آخرت کی جو خبر دی ہے' وہ عذاب یقیناً نازل ہوگا۔ اور اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے' تو بغیر شک و شبہ کے اس خبر کا ظہور ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے لیے وعید ہے' کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔ اور دنیا میں بھی ان کے لیے وعید ہے جیسا کہ بدر وغیرہ میں وہ شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو بھی ڈرنا چاہیے' کیونکہ اگر انہوں نے قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کیا' بلکہ قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی کی' تو یہ قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے' تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی عذاب الٰہی سے دوچار ہو جائیں۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور (اے مخاطب!) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن، تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو،

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ

حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَى

یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ۝ اور پرہیزگاروں سے

الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى

ان (ظالموں) کے اعمال پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی، البتہ ان کو نصیحت کرتے رہیں،

Marfat.com

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا

تاکہ وہ (ظلم) اللہ سے ڈریں ○ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا

اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، اور اس (قرآن) کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے رہو، کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے

كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائیں، اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا نہ شفاعت کرنے والا ، اور اگر وہ ہر قسم

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا

کا فدیہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے

بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

ہلاکت میں مبتلا کیے گئے، ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیوں کہ وہ

يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۸ع۱۰ ۱۴

کفر کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن و تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو' حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ○ (الانعام: ۶۸)

دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں میں اللہ نے مسلمانوں کو اپنی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے' اور ان کو آپس میں اختلاف کرنے اور تفرقہ سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس سے پہلے کی قومیں اپنے دین میں اختلاف کرنے اور مناظرے کرنے کی وجہ سے ہلاک اور تباہ و برباد ہو گئیں۔

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ خوض کا معنی ہے تکذیب کرنا' اور یہ آیت مشرکین اور اہل اہواء کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے تو نبی ﷺ اور قرآن مجید کے متعلق بدگوئی کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تک وہ کسی اور موضوع پر بات نہ کریں ان کے پاس نہ بیٹھو۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' الریاض' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ نبی ﷺ منکروں اور مکذبوں کے اعمال کے ذمہ دار، محافظ اور نگہبان نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے اور وقت آنے پر انہیں اپنی تکذیب کا انجام خود معلوم ہو جائے گا اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب یہ لوگ دین اسلام، رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر نکتہ چینی کریں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں۔ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح جب بدعتی اور گمراہ فرقے اپنی بدعت کی ترویج اور اشاعت کر رہے ہوں اور اہل سنت و جماعت کا رد کر رہے ہوں، تو ان کی مجلس سے بھی احتراز کرنا لازم ہے اور گمراہ لوگوں کے ساتھ الفت اور محبت کے ساتھ ملنا جلنا، ربط ضبط بڑھانا بھی جائز نہیں ہے، اور عام مسلمانوں کے لیے ان گمراہ فرقوں کا لٹریچر پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ کتابیں پڑھ کر شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے۔ البتہ اہل علم کو ان کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اور ان کے شکوک و شبہات کا رد کرنا چاہیے۔

شیطان کے لیے نبی ﷺ کو نسیان میں مبتلا کرنا ممکن نہیں

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور نبی ﷺ اس آیت کے مخاطب نہیں ہیں اور اس پر قوی قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور یہ بات شرعاً محال ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ پر تسلط ہو اور وہ آپ کو کوئی بات بھلا دے، اللہ تعالیٰ شیطان سے فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (الحجر: ۴۲)

بے شک میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ نہیں ہوگا۔ البتہ جو تیری پیروی کرے، گمراہوں میں سے۔

اور شیطان نے خود بھی اعتراف کیا کہ اللہ کے خاص بندوں پر اس کا کوئی زور نہیں چل سکے گا:

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (ص: ۸۳-۸۲)

شیطان نے کہا پس تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور بھکاؤں گا، سوا ان کے جو ان میں سے تیرے خاص بندے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون اللہ کا خاص بندہ ہے، پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر شیطان کا کوئی زور اور غلبہ یا تصرف اور تسلط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ شیطان نبی ﷺ کو بھلا دے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں خطاب سے مراد عام مسلمان ہو، لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس کے برعکس ترجمہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

اور اے محمد! جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں، اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۵۴۹، طبع مارچ ۱۹۸۳ء)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اور اگر خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول و نبی پر بھی بھول اور نسیان کا اثر ہو جایا کرے تو ان کی تعلیمات پر کیسے اعتماد و اطمینان رہ سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی خاص حکمت و مصلحت کے تحت بھول تو ہو سکتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً ان کو تنبیہ بذریعہ وحی ہو جاتی ہے، جس سے وہ بھول پر قائم نہیں رہتے۔ اس لیے بالآخر ان کی تعلیمات بھول اور نسیان کے شبہ سے پاک ہو جاتی ہیں۔

(معارف القرآن، ج ۳، ص ۳-۳۷۱، طبع جدید، ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

یہاں خطاب اگرچہ واحد کے صیغہ سے ہے' جس کا غالب قرینہ یہی ہے کہ خطاب آنحضرت سے ہو لیکن یہ خطاب آنحضرت کے واسطے سے تمام مسلمانوں سے ہے۔ (تدبر قرآن' ج ۳' ص ۷۷' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن' ۱۴۰۹ھ)

ہمارے نزدیک اس آیت میں نبی ﷺ کو خطاب نہیں ہے' بلکہ عام مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس کا غالب قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے۔ الایہ۔ اور یہ محال ہے کہ شیطان نبی ﷺ کے دل میں وسوسہ اندازی کرے اور کوئی حکم شرعی آپ کو بھلا دے۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں آپ کو خطاب ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر: ۶۵) اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کا نسیان

انبیاء علیہم السلام کے نسیان میں بھی کلام کیا گیا ہے۔ شیخ ابو جعفر محمد حسن اللوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

جبائی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر سہو اور نسیان جائز ہے۔ اس کے برخلاف رافضی یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ جبائی کا یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن امور کو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ادا کرتے ہیں ان میں سہو اور نسیان جائز نہیں ہے' اور جن امور کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ادا نہیں کرتے' ان میں سہو اور نسیان جائز ہے۔ اور ان پر سہو اور نسیان کیسے جائز نہیں ہو گا؟ حالانکہ وہ سوتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اور ان پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور نیز بھی سہو ہے اور وہ اپنے بہت سے تصرفات میں بھول جاتے ہیں۔

(التبیان' ج ۴' ص ۱۶۶-۱۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

جس طرح بشری تقاضے سے اور کئی جسمانی عوارض انبیاء علیہم السلام پر طاری ہوتے ہیں' ان پر نسیان بھی طاری ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طٰہ: ۱۱۵) سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم نہیں پایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا:

لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ (الکھف: ۷۳) میرے بھولنے کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ نہ کریں۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيتَ (الکھف: ۲۴) اور جب آپ بھول جائیں تو (یاد آتے ہی) اپنے رب کا ذکر کیجئے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم بھول گئے' سو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۸۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی' اس میں آپ نے کچھ زیادتی یا کمی کی۔ جب

Marfat.com

آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا' نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے پوچھا کیوں؟ صحابہ نے کہا آپ نے اس اس طرح نماز پڑھائی ہے' آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا دو سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو میں تم کو خبر دیتا' لیکن میں محض تمہاری طرح بشر ہوں' میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو وہ صحیح امر پر غور کرے' نماز پوری کرے' پھر (سہو کے) دو سجدے کرلے۔

(صحیح البخاری' ج۱' رقم الحدیث: ۴۰۱' صحیح مسلم' مساجد' ۸۹' (۵۷۲) ۱۲۵۱' سنن ابوداؤد' ج۱' رقم الحدیث: ۱۰۲۰' سنن النسائی' ج۳' رقم الحدیث: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ' ج۱' رقم الحدیث: ۱۲۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ایک شخص کو ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا' تو آپ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھلا دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری' ج۶' رقم الحدیث: ۵۰۳۸' صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' ۲۲۴' ۷۸۸' ۱۸۰۶' سنن ابوداؤد' ج۱' رقم الحدیث: ۱۳۳۱' سنن کبریٰ للنسائی' ج۵' رقم الحدیث: ۸۰۰۶' مسند احمد' ج۹' رقم الحدیث: ۲۴۳۸۹' مسند احمد' ج۱۷' رقم الحدیث: ۲۴۲۱۶' طبع دار الحدیث قاہرہ)

نبی ﷺ کے سہو اور نسیان کے متعلق فقہاء اور محدثین کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ائمہ نے کہا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا' بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔ قاضی ابوبکر اور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابو المعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ نبی علیہ السلام پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ قصداً اور عمداً نسیان کی صورت طاری کرتے ہیں' تاکہ احکام شرعیہ مسنون ہو جائیں' ایک بہت بڑے امام ابو المظفر الاسفرائنی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے' لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ کے دل میں وسوسے ڈال کر سہو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے' بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سہواً یا عمداً' تندرستی میں یا بیماری میں' خوشی میں یا غضب میں' نبی ﷺ کی سیرت' آپ کے اقوال اور آپ کے افعال' جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف و مومن اور منکر واقف ہے' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی' نہ آپ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں وہم ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ منقول ہوتا جیسا کہ نماز میں آپ کا سہو واقع ہونا منقول ہے۔ البتہ دنیاوی معاملات میں بعض مرتبہ آپ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پیوند لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

نبی ﷺ کے سہو اور نسیان کی بحث میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں' تاکہ (کسی کام کو) سنت کروں۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۲۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ کی مراد یہ ہے کہ میں امت کے لیے طریقہ معین کروں کہ وہ سہو کی صورت میں کس طرح عمل کریں اور میرے فعل کی اقتداء کریں۔ (الاستذکار' ج ۴' ص ۴۰۲' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے از ابن شہاب' از سعید بن المسیب روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ایک شب خیبر سے واپس ہوئے' جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلال سے کہا تم صبح تک ہمارا پہرہ دینا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے۔ جب تک حضرت بلال کی تقدیر میں تھا' وہ پہرہ دیتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنی سواری سے ٹیک لگا لی' وہ اس وقت فجر کے مقابل تھے۔ پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے' نہ حضرت بلال نہ قافلہ کا اور کوئی فرد حتیٰ کہ ان پر دھوپ آ گئی' پھر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ پس بلال نے کہا یا رسول اللہ! میرے نفس کو بھی اسی ذات نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو' تو انہوں نے اپنی سواریاں اٹھائیں اور وہاں سے کچھ دور چلے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو نماز کی اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی' پھر نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے' کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۲۵)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا' تاکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ کی امت کے لیے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے میں البتہ بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں' تاکہ میں کسی کام کو سنت کروں اور علاء بن خباب کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اللہ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کر دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لیے یہ سنت ہو جائے اور آپ کے سونے کا جو طبعی' فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ سے پہلے نبیوں کا بھی' وہ یہ ہے کہ جس کو آپ نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا' آپ نے اپنے اس معمول کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔ اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ تمام نبیوں کا یہی معمول ہے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا صف میں مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں' سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جبلت' فطرت اور آپ کی عادت ہے۔ باقی رہا سفر میں نماز کے وقت آپ کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ کی عادت کے خلاف تھا' تاکہ آپ کی امت کے لیے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا' حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ کی نیند کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے آپ کی امت کے لیے تعلیم کا سبب بنا دیا۔

(التمہید ' ج ٦ ' ص ٣٩٣-٣٨٥ ' ملتقطاً ' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ ' لاہور ' ١٤٠٤ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

اس دن نبی ﷺ کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہنا ' یہ وہ امر ہے جو آپ کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے ' اور انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو تا رہے ' یا نماز پڑھنا بھول جائے ' حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں ' تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ اور نبی ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ' اور یہ حکم عام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے ' ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (یہ حدیث صحیح ہے ' الجامع الصغیر ' ج ١ ' رقم الحدیث: ٢٥٢٦) اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی امت کو قضاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ کے ساتھ تھے ' ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرما لیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو لوٹا دیا ' تاکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ فقہاء اور محدثین نے اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔

(التمہید ' ج ٥ ' ص ٢٠٩ ' ٢٠٥ ' ملخصاً ' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ ' لاہور ' ١٤٠٤ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

امام مالک از ابن شہاب ' از عبد الرحمن اعرج ' از عبد اللہ بن بحینہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی ' پھر آپ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے ' لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے ' آپ نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے ' پھر سلام پھیر دیا۔

(موطا امام مالک ' رقم الحدیث: ٢١٨ ' مطبوعہ دار الفکر)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے ' وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا ' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں ' تاکہ (کوئی کام) سنت ہو جائے۔

(التمہید ' ج ١٠ ' ص ١٨٤-١٨٣ ' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ ' لاہور ' ١٤٠٤ھ)

فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن ' سنت اور آثار سے تصریحات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (ھود: ١١٣) اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ' ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی

Marfat.com

پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے' ان سے پرہیز کرو۔
(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۵۴۷' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۵۹۸' کتاب السنہ' ج ا' رقم الحدیث: ۵)

امام ابوبکر عمرو بن ابی عاصم الشیبانی المتوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! جو لوگ اپنے دین سے الگ ہو گئے' وہ شیعہ (ایک فرقہ) تھے۔ یہ لوگ بدعتی اور اپنی خواہش کے پیروکار تھے اور اس امت کے گمراہ لوگ تھے۔ اے عائشہ! بدعتی اور خواہش کے پیروکار کے سوا ہر گنہ گار کی توبہ ہے' ان کی کوئی توبہ نہیں ہے۔ میں ان سے بیزار ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں۔
(کتاب السنہ' ج ا' رقم الحدیث: ۴' المعجم الصغیر' ج ا' رقم الحدیث: ۵۶۰' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدعتی کی تعظیم کرنے کے لیے گیا' اس نے اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔
(المعجم الکبیر' ج ۲۰' رقم الحدیث: ۱۸۸' ص ۹۶' حلیۃ الاولیاء' ج ۶' ص ۹۶' اس کی سند میں بقیہ ضعیف ہے)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں کا مجھے تم پر خوف ہے' وہ تمہارے پیٹوں اور شرم گاہوں کی گمراہ کن خواہشیں ہیں اور فتنوں سے گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔
(مسند احمد' ج ۴' ص ۴۲۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۲' ص ۳۲' کتاب السنہ' رقم الحدیث: ۱۴)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے۔ وہ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا' وہ تم سے دور رہیں' کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں' کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔
(مقدمہ صحیح مسلم' باب ۴' حدیث ۲' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۸۲۵۰' ۸۵۸۰' طبع دار الحدیث' قاہرہ' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۴۹' طبع قدیم)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی' اس میں یہ الفاظ تھے جو تیری نافرمانی کرے' ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو ترک کرتے ہیں۔
(سنن کبریٰ للبیھقی' ج ۲' ص ۲۱۱' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرین تقدیر اس امت کے مجوس ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔
(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۹۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

رضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی' میں تمہاری قوم میں سے ایک

Marfat.com

لاکھ چالیس ہزار نیکوکاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا: اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا؟ نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے' ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضبناک نہیں ہوتے تھے۔

(شعب الایمان' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۴۲۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سمرقندی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ نے کہا کہ اہل اہواء (بدعتی) کے ساتھ بیٹھو نہ ان سے بحث کرو' کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں ڈبو دیں گے' یا جس دین کو تم پہچانتے ہو اس میں شبہات ڈال دیں گے۔

(سنن الدارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۹۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئی باتیں نکالی ہیں (بدعتی ہو گیا ہے) اگر وہ بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔ (سنن الدارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۹۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اسماء بن عبید بیان کرتے ہیں کہ بدعتیوں میں سے دو شخص ابن سیرین کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکر! ہم آپ کو ایک حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہم آپ کے سامنے کتاب اللہ سے ایک آیت پڑھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تم یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ' ورنہ میں اٹھ جاؤں گا' سو وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا اے ابوبکر! اگر وہ آپ کو قرآن مجید کی ایک آیت سنا دیتے تو کیا حرج تھا؟ انہوں نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ وہ میرے سامنے ایک آیت پڑھیں گے' پھر اس میں معنوی تحریف کریں گے' کہیں ان کی بیان کردہ باطل تاویل میرے دل میں بیٹھ نہ جائے۔

(سنن الدارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۹۷' مطبوعہ بیروت)

سلام بن ابی مطیع بیان کرتے ہیں کہ ایک بدعتی نے ایوب سے کہا میں آپ سے ایک بات کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ وہ اٹھ کر چل دیئے اور کہا میں آدھی بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ (سنن الدارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۹۸)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین نے کہا بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو' نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کی باتیں سنو۔

(سنن الدارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۰۱' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اہل بدعت کے مصداق

اصحاب الاہواء اور اہل بدعت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اور عقائد میں ایسی نئی نئی باتیں داخل کر دیں جن کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور وہ دین کے عقائد اور احکام کی مغیر ہیں۔ مثلاً رافضیہ جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کیا اور ان کو غاصب اور کافر قرار دیا' اور ناصبیہ جنہوں نے اہل بیت رسول کو برا کہا اور ان سے بغض رکھا' اور خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں پر لعنت کی اور ان کو کافر کہا اور معتزلہ ہیں جنہوں نے تقدیر کا انکار کیا اور ہمارے دور میں منکرین حدیث ہیں جن میں سے بعض مطلقاً حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بعض ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جو ان کی عقل کے خلاف ہوں' بعض بدعتی ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور نبی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہتے ہیں' بعض بدعتی دعا میں فوت شدہ بزرگوں کے وسیلہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض لوگ تعین عرفی پر تعیین شرعی کے احکام جاری کرتے ہیں اور کوئی شخص ایصال ثواب کے لیے بغیر وجوب کے بطور استحسان عرفاً کسی دن کی تعیین کرے تو اس کو ناجائز اور حرام

Marfat.com

کہتے ہیں اور جو مسلمان یارسول اللہ! کہے' اس کو مشرک کہتے ہیں اور بعض غالی لوگ مزاروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

فاسق اور بدعقیدہ سے اجتناب کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ ابن خویز منداد نے کہا جو شخص قرآن مجید کی آیات پر طعن کرے' اس کی مجلس ترک کردی جائے' خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ اسی طرح ہمارے علماء نے دشمن کے علاقہ اور اس کی عبادت گاہوں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے اور کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی رکھی جائے' نہ ان کی باتیں سنی جائیں اور نہ ان سے مناظرہ کیا جائے۔ فضیل بن عیاض نے کہا جس شخص نے بدعقیدہ سے دوستی رکھی' اللہ اس کے عمل کو ضائع کردے گا' اور اس کے دل سے اسلام کے نور کو نکال دے گا اور جس نے اپنی بیٹی کی شادی کسی بدعقیدہ سے کی' اس نے اس سے رحم منقطع کردیا اور جو شخص کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا' اللہ تعالیٰ اس کو حکمت نہیں دے گا اور جب اللہ تعالیٰ یہ جان لیتا ہے کہ فلاں شخص کسی بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۴-۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے درمیان جو تین دن سے زیادہ قطع کلام کو ممنوع قرار دیا گیا ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملات اور معاشرتی وجوہ میں سے کسی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہوں اور دین کی وجہ سے جو ناراضگی ہو' وہ دائمی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اس لیے بدعقیدہ اور بدعتی شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے' دوستی اور محبت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔

(معالم السنن' ج ۷' ص ۵' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو ولیمہ میں بلایا گیا اور اس گھر میں لہو و لعب اور گانا بجانا تھا تو وہاں بیٹھ کر کھانا کھالے اور اگر جس جگہ دسترخوان بچھا تھا' وہاں یہ برے کام تھے تو اس کو وہاں نہیں بیٹھنا چاہیے' بلکہ اٹھ کر چلے جانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' پس یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (الانعام: ۶۸) اگر وہ ان لوگوں کو منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے' ورنہ صبر کرے۔ اگر وہ لوگوں کا پیشوا ہے اور منع کرنے پر قادر نہیں ہے تو اٹھ کر چلا جائے' کیونکہ اس کے بیٹھے رہنے سے دین کی بدنامی ہوگی۔ (الدر المختار' ج ۵' ص ۲۲۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے کی غیبتیں کر رہے ہوں تب بھی اٹھ کر چلا جائے' کیونکہ غیبت لہو و لعب سے بڑا گناہ ہے۔

نیز علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو بوڑھا شخص مذاق کرتا ہو' جھوٹ بولتا ہو' اور بے ہودہ باتیں کرتا ہو' اس کو سلام نہ کرے' اور جو شخص لوگوں کو گالیاں دیتا ہو اور اجنبی خواتین کے چہروں کو دیکھتا ہو' اس کو بھی سلام نہ کرے اور نہ فاسق ملعون کو سلام کرے اور نہ گانے بجانے والے کو سلام کرے اور جو لوگ کسی گناہ میں مشغول ہوں' ان کو بھی سلام نہ کرے۔ (رد المحتار' ج ۵' ص ۲۶۷' مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور پرہیزگاروں سے ان (ظالموں) کے اعمال پر کوئی بازپرس نہیں ہوگی' البتہ ان کو نصیحت کرنی

Marfat.com

چاہیے تاکہ وہ ظالم اللہ سے ڈریں۔ (الانعام: ۶۹)

احتجاجاً واک آؤٹ کرنے کی اصل

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شان نزول کے متعلق تین اقوال ہیں:

۱۔ مسلمانوں نے کہا اگر ایسا ہو کہ جب بھی مشرکین قرآن مجید کا مذاق اڑائیں اور اس پر اعتراضات کریں تو ہم ان کو منع کریں، پھر ہمارے لیے مسجد حرام میں بیٹھنا اور کعبہ کا طواف کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور پرہیزگاروں سے ان کے اعمال پر کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں نے کہا اگر ہم ان کو قرآن مجید پر اعتراض کرنے سے منع نہ کریں تو ہم کو یہ خوف ہے کہ ہم گنہگار ہوں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دونوں روایتیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں اور مذکور ذیل تیسری روایت مقاتل سے مروی ہے:

۳۔ اگر ان کے اعتراضات کے وقت ہم ان کے پاس سے اٹھ جائیں تو ہمیں یہ خوف ہے کہ جب ہم ان کے اعتراضات کے وقت ان کے پاس بیٹھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ (زاد المسیر، ج ۳، ص ۶۲، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے قرآن مجید، نبی ﷺ اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کیا، تو ان کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں پر مسلمانوں سے بازپرس نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں، ہو سکتا ہے یہ لوگ اپنی اسلام دشمنی سے باز آجائیں۔

بعض مفسرین نے کہا جب یہ لوگ اسلام اور نبی ﷺ کے خلاف طعن و تشنیع کی باتیں کریں اور اس وقت مسلمان ان کی مجلس سے اٹھ جائیں تو ان کا مجلس سے اٹھنا اس پر دلالت کرے گا کہ مسلمانوں کو مشرکین کی یہ باتیں ناگوار گزری ہیں۔ ہو سکتا ہے مسلمانوں کے اس واک آؤٹ سے ان مشرکوں کو حیا آئے اور ان کا ضمیر انہیں ان باتوں پر ملامت کرے اور آئندہ کے لیے وہ مسلمانوں کے سامنے ان دل آزار باتوں سے احتراز کریں۔

ثانی الذکر تفسیر واک آؤٹ کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے، اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں نہ مبتلا ہو جائیں، اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا نہ شفاعت کرنے والا، اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا کیے گئے، ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے، کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔ (الانعام: ۷۰)

بسل کا معنی

اس آیت میں بسل کا لفظ ہے، بسل کا معنی ہے بہادر ہونا، کسی کو اس کی حاجت سے روکنا، منع کرنا۔ ابسلہ کا معنی ہے کسی کو ہلاکت کے سپرد کر دینا، رہن رکھنا۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

بسل کا معنی ہے کسی شئے کا ضم ہونا اور روکنا، جس شخص کے چہرے پر ناگواری ہو اس کو باسل کہتے ہیں اور کیونکہ اس

Marfat.com

میں منع کا معنی ہے' اس لیے حرام چیز اور رہن رکھی ہوئی چیز کو بھی بسل کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ — اور ان کو اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرتے رہو' کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔ (الانعام: ۷۰)

اس آیت میں بسل منع اور محروم کے معنی میں ہے۔

بسل کا معنی ہلاک ہونا بھی ہے اور ثواب سے محروم ہونا بھی ہلاک کو متضمن ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا معنی ہلاکت کیا ہے۔

بت پرستی کا لہو و لعب ہونا

خلاصہ یہ ہے کہ اے رسول! آپ اور مسلمانوں میں سے جو آپ کے پیروکار ہیں' وہ ان مشرکین سے اعراض کریں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر پھر ان کی عبادت کر کے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا ہے' انہوں نے اپنی عمر اس غیر مفید عبادت میں ضائع کر کے اس کو لہو و لعب بنا لیا ہے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں بغیر کسی شرعی دلیل کے کچھ جانوروں سے نفع اندوزی اور ان کے کھانے کو حرام قرار دے لیا اور یہ بھی لہو و لعب ہے اور انہوں نے اس بے کار اور بے مقصد عبادت میں اشتغال کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور آپ کی دعوت سے باوجود دلائل اور معجزات دیکھنے کے اعراض کیا' اور ان کا یہ عمل بھی لہو و لعب ہے وہ اس حقیر دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے فانی دنیا کی لذتوں کو آخرت کی دائمی اور سرمدی لذتوں پر ترجیح دی اور وہ اللہ کی آیات میں غور و فکر کرنے کی بجائے ان کا مذاق اڑانے اور ان پر طعن و تشنیع کرنے میں منہمک ہو گئے۔ سو آپ ان لوگوں سے اعراض کیجئے' یعنی ان لوگوں سے حسن معاشرت اور ملنا جلنا چھوڑ دیجئے' یہ معنی نہیں ہے کہ ان کو دین کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیجئے اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا نہ کریں' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (الحجر: ۳) — انہیں چھوڑ دیجئے' وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور ان کی جھوٹی امیدیں ان کو غافل رکھیں' پس وہ عنقریب جان لیں گے۔

اور لوگوں کو قرآن مجید سے ہدایت دیجئے اور نصیحت کیجئے' تاکہ وہ خیر سے محروم نہ رہیں اور وہ لوگ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم میں گر کر ہلاک نہ ہو جائیں اور ہر شخص نے اپنے آپ کو اپنے دنیاوی اعمال کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ○ إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِينِ ○ (المدثر: ۳۹-۳۸) — ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گروی ہے○ سوائے دائیں طرف والوں کے۔

اس کے بعد فرمایا اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہو گا' نہ شفاعت کرنے والا اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا

اس آیت میں کافروں کے لیے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ اس قسم کی قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (المؤمن: ۱۸) — ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا' نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

اور یہ بھی فرما دیا کہ ان سے کسی قسم کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا' یعنی جس طرح دنیا میں جسمانی یا مالی فدیہ دے کر قید سے آزاد ہو جاتے ہیں' آخرت میں نجات کا اس طرح کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو گا اور نہ وہاں کسی کے زور یا سفارش سے کوئی فائدہ

Marfat.com

پہنچے گا' اور ان کو یہ سزا جو دی جائے گی یہ دنیا میں ان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ ہیں' ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا' جو ان کے پیٹوں کو جلا ڈالے گا اور ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد: ۱۵)

اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ

آپ کہیے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؛ اور ہم اللہ

عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ

کے ہدایت دینے کے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیے جائیں؛ اس شخص کی طرح جس کو جنات نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو

فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ

اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو، اس کے احباب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

آؤ، آپ کہیے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کے لیے سر اطاعت خم کر دیں

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو، اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے ○

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا، اور جس دن وہ (ہر فنا شدہ چیز سے) فرمائے گا،

كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ

ہو جا تو وہ ہو جائے گی اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکومت ہو گی جس دن صور میں پھونکا جائے گا،

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں' نہ نقصان پہنچا

Marfat.com

سکتے ہیں! اور ہم اللہ کے ہدایت دینے کے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنات نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو' اس کے احباب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے' ہمارے پاس آؤ' آپ کہئے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کے لیے سر اطاعت خم کر دیں○ اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے○ (الانعام: ۷۲-۷۱)

گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثال

خلاصہ یہ ہے کہ اے رسول مکرم! آپ ان مشرکوں سے کہئے کہ اللہ بزرگ و برتر جو نفع اور نقصان کا مالک ہے' کیا اس کو چھوڑ کر ہم ان بتوں کی پرستش کریں جو ہمیں نفع دینے یا نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے اور ہم الٹے پیر شرک اور کفر کی طرف لوٹا دیئے جائیں' جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے کر اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کر چکا ہے۔ پھر ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کو کسی جنگل یا صحراء میں جنات نے راستہ سے بھٹکا دیا ہو اور اس کی عقل کام نہ کر رہی ہو کہ وہ کدھر جائے' وہ حیران اور پریشان پھر رہا ہو اور اس کے دوست اور ساتھی اس کو بلا رہے ہوں کہ ہماری طرف آؤ' ادھر سیدھا راستہ ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی یہ مثال بیان فرمائی ہے' جیسے ایک شخص راستہ سے بھٹک گیا ہو اور اسے کوئی شخص پکارے کہ اس طرف آؤ اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں جو اس کو بلائیں کہ اس راستہ پر آؤ' تو اگر وہ پہلے بلانے والے کی پکار پر چلا جائے تو وہ اس کو تباہی کے گڑھے میں گرا دے گا۔ اور اگر وہ ہدایت کی دعوت دینے والے کے پاس چلا جائے تو راستہ کی ہدایت پا جائے گا اور یہ صحرا' یا جنگل میں بلانے والے جنات ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۲۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ جنات ہیں جو جنگل میں بھٹکے ہوئے انسان کو اس کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام لے کر بلاتے ہیں۔ اے فلاں بن فلاں بن فلاں! ادھر آؤ۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۳۰۸ مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جو انسان حق سے باطل کی طرف لوٹ آئے یا حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف آئے' اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے پیروں پر لوٹ گیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان ابتداء میں جاہل تھا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں سے علم اور ہدایت کو حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (النحل: ۷۸)

اللہ نے تمہاری ماؤں کے پیٹ سے تم کو پیدا کیا' تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے' تاکہ تم شکر ادا کرو۔

سو جو شخص علم سے جہل کی طرف لوٹ جائے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروں پر لوٹ گیا۔

آپ ان سے کہئے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ رب العلمین کی اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کر دیں' یعنی صرف اسی کی اخلاص سے عبادت کریں اور ہم کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے اس طرح مناجات کی جائے گویا کہ بندہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوا اس کو دیکھ رہا ہے' جس کے آثار سے ایک اثر یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی کے

Marfat.com

کاموں سے رک جائے اور اس کا نفس پاکیزہ ہو جائے اور نیز ہمیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا ہے' یعنی خوف خدا سے ہر قسم کے برے کاموں اور گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرائض و واجبات پر پابندی سے عمل کیا جائے اور سنن اور مستحبات کا نفس کو عادی بنایا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے' دوام کے ساتھ کامل طریقہ سے نماز پڑھی جائے اور ظاہر و باطن ہر حال میں تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے' وہ تمہارے اعمال کا حساب لے گا اور تم کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ پس عقل اور حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا اور جس دن وہ ہر (فنا شدہ چیز سے) فرمائے گا "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔ اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا' وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے O (الانعام: ۷۳)

آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش برحق اور صحیح ہے' یعنی باطل اور خطا نہیں ہے' جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (ص: ۲۷)

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' بے فائدہ نہیں بنایا۔

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے' وہ علیم اور حکیم ہے' اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنے برحق کلام کے ساتھ پیدا کیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (حٰم السجدہ: ۱۱)

پس آسمان اور زمین دونوں سے فرمایا تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ' انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہو گئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنے کلام سے پیدا فرمایا ہے اور جب یہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی' تو پھر ان کو دوبارہ اپنے کلام سے پیدا فرمائے گا' وہ ان سے فرمائے گا "ہو جاؤ" پس وہ ہو جائیں گی۔

قرآن اور احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان

اس کے بعد فرمایا اور اسکی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔ مذکورہ ذیل آیت میں بھی صور پھونکنے کا ذکر ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ O (الزمر: ۶۸)

اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہے' وہ سب فنا ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے' پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا' تو وہ اچانک دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

Marfat.com

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۳۸' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۴۲' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۳۱۲' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۵۱۷' سنن الدارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۹۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کس طرح نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤں' حالانکہ سینگ والے نے اپنے منہ میں سینگ ڈال رکھا ہے اور وہ غور سے سن رہا ہے کہ کب اسے اس میں پھونک مارنے کا حکم دیا جائے' تو وہ اس میں پھونک مارے۔ یہ حدیث نبی ﷺ کے اصحاب پر دشوار گزری' آپ نے ان سے فرمایا یوں کہو ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۳۹' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۶۹۶)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے قیامت کے فتنوں کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر صور پھونک دیا جائے گا' جو شخص بھی اس کو سنے گا' وہ ایک طرف گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا' وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا' وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا' جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا' پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا' اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا) ان کو کھڑا کرو۔ ان سے سوال کیا جائے گا' پھر کہا جائے گا' دوزخ کے لیے ایک گروہ نکالو' کہا جائے گا' کتنے لوگوں کا' کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی۔

(صحیح مسلم' فتن ۱۱۶' (۲۹۴۰) ۷۲۴۷' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۶۲۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہو گا۔ لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے کہا چالیس ماہ؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے کہا چالیس سال؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا۔ جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے' اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۴۹۵۵' صحیح مسلم' فتن ۱۴۱' (۲۹۵۵) ۷۲۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹)

صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ مدت چالیس سال ہے۔ امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دو مرتبہ صور پھونکنے کی مدت چالیس سال ہے' اور ایک سند ضعیف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ دو بار صور پھونکنے کی مدت چالیس سال ہے۔ امام حاکم اور امام ابو یعلی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا' یا رسول اللہ! دم کی ہڈی کیسی ہے! آپ نے فرمایا وہ رائی کے دانے کی طرح ہے۔ وہ پشت کی جڑ میں

Marfat.com

ایک باریک ہڈی ہے اور وہ دم کی ہڈی ہے' جو چوپائے میں دم کے سر کی جگہ ہوتی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی۔ اس قاعدہ سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے اور اسی طرح شہداء بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' کیونکہ قرآن مجید نے شہداء کی حیات کی تصریح کی ہے۔

(فتح الباری' ج ۸' ص ۵۵۳-۵۵۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں یہ دلیل ہے کہ صور میں پھونکا جائے گا۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ اس میں حقیقتاً پھونک ماری جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ صور پھونکنے والا کہے گا' اے بوسیدہ اجسام اور منتشر ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم فیصلہ کے لیے جمع ہو جاؤ۔

(اکمال اکمال المعلم' ج ۹' ص ۴۱۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو محمد عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں تشریف فرما تھے' آپ نے فرمایا جب اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے صور کو پیدا کیا اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو عطا کیا' انہوں نے اس صور کو اپنے منہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ نظر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھ رہے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ انہیں کب حکم دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عظیم ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اس کی گولائی اتنی بڑی ہے جتنی آسمانوں کی چوڑائی ہے۔ ایک اور راوی نے کہا زمین میں تین مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا۔ پہلی مرتبہ پھونکنے سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے' دوسری بار پھونکنے سے سب مر جائیں گے اور تیسری بار پھونکنے سے سب رب العلمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ عزوجل پہلی مرتبہ حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا تو حضرت اسرافیل سے فرمائے گا' دہشت ڈالنے کے لیے صور میں پھونکو' تو آسمان اور زمین میں سب دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ سوا ان کے جنہیں اللہ چاہے' اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ وہ مسلسل رکے بغیر صور میں پھونکتے رہیں' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَمَا یَنۡظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ○ (ص: ۱۵)

اور وہ صرف ایک زبردست چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان سانس لینے کی بھی مہلت نہیں ہو گی۔

پھر اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو اڑا دے گا تو وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے' پھر وہ خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے' اور زمین اپنے ساکنوں کے ساتھ لرز رہی ہو گی۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ○ تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ○ قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ○ (النزعت: ۸-۶)

جس دن لرزنے والی لرز جائے گی' پھر پیچھے آنے والی اس کے پیچھے آئے گی' بہت سے دل اس دن لرز رہے ہوں گے۔

اور زمین اس طرح ہلنے اور جھولنے لگے گی جس طرح بلند جہاز کو سمندر میں موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں یا جس طرح چھت میں لٹکی ہوئی قندیل کو ہوا جھونٹے دیتی رہتی ہے' پھر لوگ زمین پر گرنے لگیں گے۔ دودھ پلانے والیاں بچوں کو بھول جائیں گی' حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے' اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے' شیاطین جان بچانے کے لیے زمین کے آخری کناروں تک بھاگیں گے' فرشتے ان سے مقابلہ کر کے ان کے چہروں پر ماریں گے' اور لوگ پیٹھ موڑ کر بھاگیں گے۔

Marfat.com

زمین ہر طرف سے پھٹنے لگے گی اور ایسا عظیم واقعہ ظاہر ہو گا جو اس سے پہلے دیکھا نہ گیا تھا اور ایسی گھبراہٹ اور دہشت طاری ہو گی جس کو اللہ ہی جانتا ہے' پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ پرزے پرزے ہو کر اڑ رہا ہو گا' سورج اور چاند دھندلا جائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے' آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن مردوں کو اس کی بالکل خبر نہیں ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کس کا استثناء فرمایا ہے؟

یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (النمل: ٨٧)

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب گھبرا جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے گا۔

آپ نے فرمایا وہ شہداء ہیں وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' اور گھبراہٹ کا اثر (ظاہرا) زندہ لوگوں پر ہو گا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ اور مامون رکھے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے برے لوگوں پر بھیجے گا اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ○ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (الحج: ٢-١)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے' جس دن تم اسے دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) سے غافل ہو جائے گی جس کو اس نے دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور (اے مخاطب) تو لوگوں کو مخمور دیکھے گا' حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

پھر جب تک اللہ چاہے گا لوگ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے اور ایک طویل عرصہ تک یہ حالت رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دے گا کہ وہ موت کا صور پھونکیں' سو وہ موت کا صور پھونکیں گے۔ جس سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے' ماسوا ان کے جنہیں اللہ چاہے گا اور جب وہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے' اے میرے رب! تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو گئے' ماسوا ان کے جنہیں تو نے چاہا' اللہ عزوجل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے' تو کون کون باقی رہ گیا؟ وہ کہیں گے' اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور تو نہیں مرے گا' اور تیرے عرش کو اٹھانے والے باقی ہیں اور جبرائیل اور میکائیل باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔

اللہ عزوجل فرمائے گا جبرائیل اور میکائیل کو بھی فوت ہونا چاہیے' پس عرش کہے گا' اے میرے رب! تو جبرائیل اور میکائیل کو بھی مار ڈالے گا! اللہ عزوجل فرمائے گا خاموش رہو! میں نے اپنے عرش کے نیچے ہر ایک کے لیے موت مقرر کر دی ہے' وہ دونوں مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے' جبرائیل اور میکائیل فوت ہو گئے۔ اللہ عزوجل پوچھے گا' حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے' تو اب کون باقی ہے؟ وہ عرض کریں گے' اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور جس کو موت نہیں آئے گی اور تیرے عرش کے حاملین باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میرے عرش کے حاملین کو بھی موت آ جائے' پس وہ مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے' عرض کریں گے اے میرے رب! تیرے عرش کے حاملین بھی فوت ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے

Marfat.com

تو اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے 'اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور جس کو موت نہیں آئے گی اور میں باقی ہوں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تو بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے' میں نے تجھے اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا' اب تو بھی مرجا سو وہ مر جائے گا' اور اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ الواحد الاحد الصمد جو نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا' وہی آخر ہو گا جیسا کہ وہ اول تھا۔ آپ نے فرمایا اہل جنت پر موت ہو گی نہ اہل نار پر موت ہو گی۔ پھر آسمان اور زمین کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح اوراق کو لپیٹ دیا جاتا ہے' ان کو پھر کھولا جائے گا اور پھر لپیٹا جائے گا۔ پھر فرمائے گا میں جبار ہوں' پھر اللہ تبارک و تعالیٰ بلند آواز سے فرمائے گا "لمن الملك اليوم؟" آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر فرمائے گا "لله الواحد القهار" (غافر: ١٦) اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہے۔ پھر فرمائے گا' سنو! جس نے میرے لیے شریک بنایا ہو' وہ لے آئے۔ سنو! جس نے میرے لیے شریک بنایا ہو' وہ لے آئے۔ سنو! جس نے میرے لیے شریک بنایا ہو' وہ لے آئے۔ پھر اس آسمان اور زمین کے علاوہ دوسرے آسمان اور زمین پیدا کرے گا اور ان کو پھیلا کر دراز کر دے گا' جس میں تم کو کوئی کجی اور نقص نہیں دکھائی دے گا' پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کو زبردست آواز کے ساتھ جھڑکے گا' پھر لوگ اس نو پیدا شدہ زمین میں پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر عرش کے نیچے سے پانی نازل فرمائے گا' پھر تم پر چالیس دن تک آسمان سے بارش ہوتی رہے گی' حتیٰ کہ تم پر بارہ ہاتھ پانی بلند ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جسموں کو اگنے کا حکم دے گا تو وہ سبزیوں کی طرح اگنے لگیں گے' جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا' حاملین عرش زندہ ہو جائیں' پھر اللہ عزوجل حضرت اسرافیل کو صور پکڑنے کا حکم دے گا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' جبرائیل اور میکائیل زندہ ہوں' سو وہ زندہ ہو جائیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ارواح کو بلائے گا' وہ لائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمک رہی ہوں گی اور دوسری روحیں تاریک ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو صور میں ڈال دے گا' پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل سے فرمائے گا ان کو زندہ کرنے کے لیے صور میں پھونکو' تو وہ زندہ کرنے کے لیے صور پھونکے گا' پھر تمام روحیں شہد کی مکھیوں کی طرح نکلیں گی جن سے زمین اور آسمان بھر جائیں گے' اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا' تمام روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں' تو سب روحیں جسموں میں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کے راستہ داخل ہوں گی۔ جس طرح زہر کسی مار گزیدہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور میں سب سے پہلے زمین سے نکلوں گا' لوگ سرعت کے ساتھ اپنے رب کی طرف نکلیں گے' تم سب تیس سال کی عمر میں اٹھو گے اور اس دن سب کی زبان سریانی ہو گی:

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ○ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (القمر: ٨-٧)

وہ نیچی آنکھیں کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے' گویا وہ زمین پر پھیلے ہوئے ٹڈی دل ہیں' بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے' کافر کہیں گے یہ بڑا سخت دن ہے۔

یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے' اس دن ہم تم کو جمع کریں گے اور تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے' پھر وہ ایک جگہ میں ستر سال تک کھڑے رہیں گے۔ اللہ تمہاری طرف نہ دیکھے گا اور نہ کسی کا کوئی فیصلہ کرے گا' خلقت روئے گی اور جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو آنکھوں سے خون بہنے لگے گا' لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے' ان کی ٹھوڑیوں اور منہ تک پسینہ پہنچا ہوا ہو گا' لوگ کہیں گے کہ ہمارے رب کے پاس کون ہماری شفاعت کرے گا' تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ لوگ کہیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم سے زیادہ اس کا کون حقدار ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور ان سے بالمشافہ کلام کیا ہے۔ پھر لوگ حضرت آدم کے پاس جا کر اپنا مقصد بیان کریں گے' حضرت آدم

Marfat.com

اس سے انکار کر دیں گے۔ پھر وہ ہر نبی کے پاس باری باری جائیں گے اور وہ اس کام سے انکار کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر وہ میرے پاس آئیں گے' حتیٰ کہ جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑوں گا' حتیٰ کہ اللہ عزوجل میرے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھائے گا' پھر اللہ عزوجل پوچھے گا' حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کیا بات ہے؟ میں کہوں گا' اے میرے رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تھا' پس اپنی مخلوق کے متعلق میری شفاعت قبول فرما اور ان کا فیصلہ فرما' اللہ عزوجل فرمائے گا' میں نے تمہاری شفاعت قبول کی' میں تمہارے پاس آکر تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں واپس آکر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا' سو جس وقت ہم کھڑے ہوئے ہوں گے تو آسمان سے ایک زبردست آواز آئے گی جس سے ہم گھبرا جائیں گے' اور زمین کے جن وانس سے دگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے' حتیٰ کہ وہ زمین کے قریب آجائیں گے اور زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی' وہ اپنی صفیں بنائیں گے۔ ہم ان سے پوچھیں گے' کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے' نہیں وہ آنے والا ہے۔

پھر تیسرے آسمان سے اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے اور وہ زمین کے جن وانس سے بھی دگنے ہوں گے' حتیٰ کہ جب وہ زمین کے قریب ہوں گے تو زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور وہ اپنی صفیں بنائیں گے۔ ہم ان سے کہیں گے' کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے نہیں' وہ آنے والا ہے۔ پھر اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ بادلوں اور فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوگا۔ آٹھ فرشتے اس کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے' حالانکہ اس وقت تو اس کا عرش چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں' ان کے اقدام سب سے نچلی زمین کی تہہ میں ہیں۔ تمام زمینیں اور آسمان ان کی آدھے دھڑ تک پہنچتے ہیں' عرش ان کے کندھوں پر ہے اور وہ بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے ہیں

سبحان ذی الملک والملکوت' سبحان ذی العزة والجبروت' سبحان الحی الذی لایموت' سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت' سبوح قدوس رب الملائکة والروح قدوسا قدوسا' سبحان ربنا الاعلیٰ' سبحان ذی الملکوت والجبروت والکبریاء والسلطان والعظمة سبحانه ابد الاباد۔

پھر اللہ تعالیٰ زمین پر جہاں چاہے گا' اپنا عرش رکھے گا۔ پھر فرمائے گا' مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! کوئی شخص بھی ظلم کر کے میرے قریب نہیں ہوگا' پھر ایک منادی ندا کرے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی۔ اے جن اور انس کی جماعت! میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے' آج تک خاموش تھا' تمہاری باتیں سنتا رہا' تمہارے اعمال دیکھتا رہا۔ اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے' جو شخص نیکیاں پائے' وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کے صحیفے اس کے خلاف ہوں' وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے' پھر اللہ تعالیٰ دوزخ کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک سیاہ چمکتی ہوئی گردن نمودار ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (یس: ۶۰-۵۹)

اے مجرمو! آج (نیکوں سے) الگ ہو جاؤ' اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ جن وانس کے سوا تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا' بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا' حتیٰ کہ بغیر سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا' حتیٰ کہ جب کسی کا کسی پر حق نہیں رہے گا' تو فرمائے گا' تم سب مٹی ہو

Marfat.com

جاؤ' اس وقت کافر کہے گا:

یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا (النباء:۴۰) اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔

پھر اللہ عزوجل جن اور انس کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ پس سب سے پہلے خون کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور اس کے قاتل کو لایا جائے گا' مقتول کی رگوں سے خون بہ رہا ہوگا' وہ کہیں گے' اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص نے قتل کیا ہے۔ اللہ عزوجل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے' تم نے ان سے قتال کیوں کیا تھا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب؟ میں نے تیری عزت کی خاطر ان سے قتال کیا تھا' اللہ عزوجل فرمائے گا تم نے سچ کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سورج کی طرح منور کر دے گا' پھر فرشتے اس کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت کے' محض دنیاوی غلبہ کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا' اور اس کا قاتل بھی آئے گا۔ مقتول اپنے خون میں لتھڑے ہوئے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کی آنتیں خون میں لتھڑی ہوئی ہوں گی' وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص نے قتل کیا ہے' اللہ عزوجل پوچھے گا' حالانکہ وہ ان سب سے زیادہ جاننے والا ہے' تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ وہ کہے گا' اے میرے رب! میں نے غلبہ حاصل کرنے کے لیے ان کو قتل کیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تم ہلاک ہو گئے' پھر اس کا چہرہ سیاہ اور اس کی آنکھیں نیلی کر دی جائیں گی' پھر ہر قاتل کو مقتول کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ باقی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ پھر دودھ میں پانی ملانے والے کو اس بات کا مکلف کرے گا کہ وہ اس دودھ سے پانی کو الگ کر کے فروخت کرے' حتیٰ کہ جب کسی شخص کا کسی شخص پر کوئی حق باقی نہیں رہے گا تو ایک منادی ندا کر کے تمام مخلوق کو سنائے گا اور کہے گا' سنو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ لاحق ہو جائیں اور ان کے ساتھ جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے' اور جس شخص نے بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی معبود کی پرستش کی تھی' اس کے سامنے وہ معبود متمثل کر دیا جائے گا اور اس دن ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں بنا دیا جائے گا۔ نصاریٰ اس کے پیچھے چلے جائیں گے اور ایک فرشتہ حضرت عزیر کی شکل میں بنا دیا جائے گا' یہودی اس کے پیچھے چلے جائیں گے' پھر ان کے معبود ان کو جہنم کی طرف لے جائیں گے' اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

لَوۡ کَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَ کُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ (الانبیاء:۹۹) اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے اور (یہ) سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حتیٰ کہ جب صرف مومن رہ جائیں گے اور ان میں منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس طرح چاہے گا' اپنی ہیبت میں آئے گا۔ پس فرمائے گا' اے لوگو! اپنے خداؤں کے ساتھ لاحق ہو جاؤ اور ان کے ساتھ جن کی تم عبادت کرتے تھے' وہ کہیں گے بہ خدا' اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ پھر اللہ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا' پھر اللہ ان کو برقرار رکھے گا اور جتنی دیر اللہ ٹھہرنا چاہے گا' ٹھہرے گا۔ پھر جس طرح چاہے گا' ان کے پاس اپنی ہیبت میں آئے گا اور فرمائے گا' اے لوگو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ جا ملے ہیں۔ تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو' وہ کہیں گے بہ خدا' اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں' وہ کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' پھر اللہ فرمائے گا' کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر اللہ ان کے لیے اپنی پنڈلی کھولے گا اور ان کے لیے اللہ کی عظمت سے تجلی فرمائے گا جس سے وہ اس کو پہچان لیں گے۔ پھر وہ سجدہ میں گر جائیں گے' پھر جب تک اللہ چاہے گا' وہ

Marfat.com

اس کو سجدہ کریں گے' اور اللہ عزوجل منافقوں کی پشتوں کو گائے کی پشتوں کی طرح سیدھا (بغیر لچک کے) کردے گا' وہ اپنی پیٹھوں کے بل گر پڑیں گے۔

پھر اللہ عزوجل ان کو اٹھنے کا حکم دے گا' پھر ان کے لیے جہنم کی پشت کے اوپر صراط (پل) بنا دیا جائے گا۔ جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہو گا' اس میں جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے ہوں گے' اور اس میں پھسلنے کی جگہیں ہوں گی۔ بعض مسلمان اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جائیں گے' بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض تیز چلنے والے کی طرح گزریں گے' بعض صحیح سالم گزر جائیں گے' بعض زخمی ہو کر گزریں گے' بعض منہ کے بل جہنم میں گر جائیں گے۔ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک گروہ جہنم میں جا گرے گا' ان کے اعمال ان کو ہلاک کریں گے۔ بعض کے صرف پیروں تک آگ پہنچے گی' اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گی' بعض کی نصف پنڈلیوں تک آگ پہنچے گی' بعض کے معقد ازار تک آگ پہنچے گی' بعض کے چہروں کے سوا پورے جسم تک آگ پہنچے گی' اور ان کے چہروں پر اللہ نے آگ کو حرام کر دیا ہو گا اور جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو لوگ کہیں گے کہ ہمارے رب کے پاس ہماری کون شفاعت کرے گا؟ تاکہ ہم بھی جنت میں چلے جائیں۔ پس وہ کہیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اس کا اور کون حقدار ہو گا۔ اللہ عزوجل نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور ان سے بالمشافہ کلام کیا' پھر لوگ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے۔

حضرت آدم کو اپنا (صورۃ ") گناہ یاد آئے گا' وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں' لیکن تم حضرت نوح کے پاس جاؤ' وہ اللہ کے پہلے رسول علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھیجا۔ پھر وہ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے' وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں' لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے' وہ کہیں گے' میں اس کے لائق نہیں ہوں' لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ' اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی میں کلام کیا ہے اور ان پر تورات نازل کی ہے۔

پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے' وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں' لیکن تم روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر ان سے شفاعت طلب کریں گے' وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں' لیکن عنقریب میں صاحب شفاعت کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ تم (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاؤ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور میرے رب کے پاس میری تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے' پھر میں جنت کی طرف روانہ ہوں گا اور جنت کے دروازہ کو کھلواؤں گا' پھر میرے لیے جنت کے دروازہ کو کھول دیا جائے گا اور مجھے تعظیم کے ساتھ خوش آمدید کہا جائے گا۔

میں جنت میں داخل ہو کر عرش کے اوپر اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا' میں اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور جب تک اللہ چاہے گا' میں سجدہ میں رہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ایسی حمد اور تمجید کرنے کی اجازت دے گا جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی تھی۔ پھر اللہ عزوجل مجھ سے ارشاد فرمائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور شفاعت کیجئے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے! آپ کو دیا جائے گا۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا' حالانکہ وہ سب

Marfat.com

کچھ جاننے والا ہے۔ کیا بات ہے؟ میں کہوں گا اے میرے رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔ تو اہل جنت کے متعلق میری شفاعت قبول فرما' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہاری شفاعت قبول کرلی اور میں نے ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی' سو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اور رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے تھے' تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اس قدر نہیں پہچانتے جس قدر تم جنت میں اپنے گھروں اور بیویوں کو پہچانو گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا اور یہ کہوں گا' اے میرے رب! میری امت میں سے جو لوگ دوزخ میں گر گئے ہیں' اللہ عزوجل فرمائے گا' جاؤ جن کی صورت تم پہچانتے ہو' ان کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ دوزخ میں میرا ایک امتی بھی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا۔ اور ہر نبی' ہر شہید اور لعنت کرنے والے کے سوا ہر مومن شفاعت کرے گا' کیونکہ لعنت کرنے والے کو نہ شہید لکھا جائے گا اور نہ اس کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو' اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں دو تہائی (۳/۲) دینار کے برابر بھی ایمان ہو' پھر فرمائے گا جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو' پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک تہائی (۳/۱) دینار کے برابر بھی ایمان ہو' پھر فرمائے گا' جس کے دل میں ایک قیراط (چھ جو) کے برابر بھی ایمان ہو' پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو' اس کو دوزخ سے نکال لو اور بے شک ابلیس لعنہ اللہ اس دن یہ امید کرے گا کہ اس کی بھی کوئی شفاعت کرے گا۔

اور جب ہر شخص شفاعت کر چکے گا اور دوزخ میں کوئی ایسا شخص نہیں باقی بچے گا جس نے اللہ کے لیے کوئی نیکی کی ہو' تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اب میں باقی رہ گیا ہوں' اور میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا ہاتھ داخل کرے گا۔ اور بے شمار لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا جن کی تعداد کو وہی جانتا ہے' وہ لوگ جلی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نہر الحیوان میں ڈال دے گا' وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے دریا کے کنارے کی مٹی میں دبا ہوا دانہ اگنے لگتا ہے' جو سورج کی دھوپ میں سرسبز اور سائے میں زرد ہو جاتا ہے۔ عربوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ کہنے لگے' یا رسول اللہ! لگتا ہے کہ آپ جنگل میں رہے ہیں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اگیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوئے ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہو گا رحمٰن کے آزاد کیے ہوئے دوزخی اس تحریر سے اہل جنت ان کو پہچانیں گے' جب تک اللہ چاہے گا' وہ جنت میں اسی طرح رہیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے' اے اللہ! یہ تحریر ہم سے مٹا دے' سو اللہ تعالیٰ ان سے یہ تحریر مٹا دے گا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ حدیث مشہور ہے اور بہت طویل اور بہت غریب ہے۔ متفرق احادیث میں اس کے متفرق ٹکڑے ہیں۔ اس میں درج بعض امور لائق انکار ہیں۔ اسماعیل بن رافع قاضی مدینہ اس کی روایت میں منفرد ہیں' اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے' بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے' بعض نے انکار کیا ہے' بعض نے متروک کہا ہے۔ دراصل یہ حدیث کئی احادیث کو جوڑ کر بنائی گئی ہے اور اس کو ایک ہی سند سے بیان کر دیا گیا ہے' اس لیے یہ قابل انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ المزی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے' گویا یہ بعض الگ الگ حدیثوں کے شواہد ہیں۔

(کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۳۸۸' ص ۱۴۳' ۷ ۱۴' جامع البیان' ج ۲۴' ص ۳۹-۳۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۱۰' ص ۳۲۶۲' ۳۲۵۶-' تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۵۲' ۴۶' تفسیر در منثور' ج ۷' ص ۲۶۳-۲۵۶)

Marfat.com

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا

اور (یاد کیجیے) جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے

اٰلِهَةً ۚ إِنِّيٓ أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ

ہو ؟ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا

مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

دیکھتا ہوں ○ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لیے

وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ

کہ وہ (کامل) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں ○ پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا

قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا

انہوں نے کہا یہ میرا رب ہے ؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب انہوں نے

رَاٰ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ

جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے ؟ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرا رب

يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاٰ

مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا ○ پھر جب انہوں نے

الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَآ أَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ

روشن آفتاب دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے ؟ یہ (ان سب سے) بڑا ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے

يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٧٨﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي

کہا اے میری قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو ○ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾ ۚ

آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے جب کہ میں باطل مذاہب سے اعراض کرنے والا ہوں، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ○

Marfat.com

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ

اور ان کی قوم نے ان سے جھگڑا کیا، انہوں نے کہا تم مجھ سے اللہ کے متعلق جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا اور میں

اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو، سوا اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب کا علم

كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ

ہر چیز کو محیط ہے، کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ ○ میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا

وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ

شریک قرار دیا ہے! جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے متعلق اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل

وقف لازم

فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

نہیں کی، پس ہر دو فریق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حق دار ہے؛ اگر تم علم رکھتے ہو ○

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے

۹ ع ۱۲ ۱۵ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں ○ (الانعام: ۷۴)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے آیت ۷۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: آپ کہئے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں' نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا۔ ان کی قوم بھی بت پرستی کرتی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو بت پرستی سے منع کرتے تھے۔ سو اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا کفار مکہ کو بت پرستی سے منع کرنا' ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کے جد محترم سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو بت پرستی سے منع کرتے تھے' اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اپنے نیک آباء واجداد کی پیروی کرنی چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر اور اپنی قوم کے ساتھ بت پرستی کے ابطال اور توحید کے احقاق پر جو مناظرہ کیا' اس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا' تا کہ اس سے مشرکین عرب

Marfat.com

کے خلاف استدلال کیا جائے' کیونکہ تمام مذاہب اور ادیان کے ماننے والے ان کی فضیلت اور بزرگی کا اعتراف کرتے تھے' اور سب ان کی ملت کی طرف انتساب کے دعویٰ دار تھے۔ یہود و نصاریٰ ان کی ملت کی اتباع کے مدعی تھے' اور مشرکین عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے۔ اس لیے ان کی شخصیت اور سیرت سب پر حجت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام' نسب اور تاریخ پیدائش

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نسب اس طرح لکھا ہے:

ابراہیم بن آزر اور وہ تارخ ہیں بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ اور وہ ادریس ہیں' بن یارد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن ہیں' اور آپ کی کنیت ابوالضیفان ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عراق کے شہر بابل کے موضع کوثی میں پیدا ہوئے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ نہیں تھے' صحیح وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وہ ابراہیم بن آزر ہیں اور تورات میں ہے وہ ابراہیم بن تارخ ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۳' ص ۳۴۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد آزر تھے یا تارخ؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ آپ کے والد تارخ تھے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

محمد بن عمر واقدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت آدم کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں۔ پس حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن حضرت آدم کی پیدائش کے دو ہزار سال بعد پیدا ہوئے' ایوب بن عتبہ قاضی یمامہ بیان کرتے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس آباء تھے اور یہ ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دس آباء تھے اور یہ بھی ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان سات آباء ہیں اور ان کے سال معلوم نہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار پانچ سو سال ہیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت سیدنا محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہ زمانہ فترت ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۳' ص ۳۴۹-۳۴۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار تین سو سینتیس (۳۳۳۷) سال بعد پیدا ہوئے' اس وقت طوفان نوح کو بارہ سو تریسٹھ (۱۲۶۳) سال گزر چکے تھے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال کی عمر گزار کر فوت ہوئے۔ کلبی نے کہا ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال کی عمر تھی اور مقاتل نے کہا ایک سو نوے (۱۹۰) سال کی عمر تھی۔ آپ حبرون میں مقام غارہ پر مدفون ہیں۔ وہ جگہ اب مدینۃ الخلیل کے نام سے مشہور ہے۔

(عمدۃ القاری' ج ۱۵' ص ۲۴۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے متعدد بار توحید کو ثابت کیا اور مشرکین کے قول کو دلائل سے باطل کیا۔ انہوں نے اپنے عرفی باپ سے مناظرہ کیا' اپنی قوم سے' بادشاہ وقت سے اور کافروں سے مناظرہ کیا اور راہ حق میں سرخرو ہوئے۔ عرفی باپ

Marfat.com

سے مناظرہ کی یہ مثال ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا۝ (مریم: ۴۲)

جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی پرستش کرتے ہو جو نہ سنتا ہے' نہ دیکھتا ہے اور نہ تمہارے کسی کام آسکتا ہے۔

اور اپنی قوم سے مناظرہ کی یہ مثال ہے:

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (الانعام: ۷۸)

پھر جب انہوں نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا' یہ میرا رب ہے؟ یہ (ان سب سے) بڑا ہے' پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔

اور بادشاہ وقت سے مناظرہ کی یہ مثال ہے:

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَؕ (البقرہ: ۲۵۸)

جب ابراہیم نے کہا میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس (بادشاہ) نے کہا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' ابراہیم نے کہا بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال تو اس پر وہ کافر ہکا بکا رہ گیا۔

اور کافروں سے مناظرہ کی یہ مثال ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ (الانبیاء: ۵۸)

پس (ابراہیم نے) بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' تاکہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔

اور جب کافران کو دلائل سے جواب دینے سے عاجز آ گئے تو انہوں نے کہا ان کو جلا ڈالو اور اپنے بتوں کی مدد کرو' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا اور اللہ نے اس آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنا دل عرفان الٰہی کے لیے' زبان توحید پر برھان کے لیے اور اپنے بدن کو اللہ کی راہ میں آگ میں جھونکنے کے لیے اور اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے اور اپنے مال کو مہمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

آزر کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے آزر کے متعلق چار قول لکھے ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن' سدی اور ابن اسحاق نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔

۲۔ مجاہد نے کہا آزر بت کا نام ہے اور حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ ہے۔

۳۔ زجاج نے کہا کہ آزر نام نہیں ہے' بلکہ مذمت کا کلمہ ہے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے خطاکار! تو بتوں کو معبود قرار دے رہا ہے۔

۴۔ مقاتل بن حیان نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام نہیں ہے' یہ ان کا لقب ہے۔

(زاد المسیر' ج ۳' ص ۷۶-۷۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت)

Marfat.com

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے یا تارخ ہے۔ دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابن جریر' امام رازی' علامہ قرطبی' اور علامہ ابوالحیان وغیرہم کی رائے ہے کہ ان کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے' اور متاخرین میں سے علامہ نیشاپوری' علامہ سیوطی اور علامہ آلوسی کی تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام مومن تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومن تھے۔ اب ہم وہ روایات ذکر کریں گے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کا چچا تھا' اور عرب محاورات میں چچا پر باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آزر!

امام ابواسحاق زجاج متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

نسب بیان کرنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا' اور قرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا نام آزر تھا۔ (معانی القرآن واعرابہ للزجاج' ج ۲' ص ۲۶۵)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہیں ہے' وہ بت کا نام ہے۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۳۱۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آزر نہیں تھا' ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں سے مدد مانگتے ہو' ایسا نہ کرو اور حضرت ابن عباس فرماتے تھے حضرت ابراہیم کے والد کا نام آزر نہیں تھا' ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۲۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آزر بت ہے اور حضرت ابراہیم کے باپ کا نام یازر ہے اور ان کی ماں کا نام مثلی ہے اور ان کی بیوی کا نام سارہ ہے اور ان کی باندی حضرت اسماعیل کی ماں ہیں۔ ان کا نام ہاجرہ ہے۔ امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر اور امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا آزر حضرت ابراہیم کے والد کا نام نہیں ہے' لیکن یہ بت کا نام ہے۔

(درمنثور' ج ۳' ص ۳۰۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ کہنے کی توجیہ

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں ہے' وہ ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن شاروغ بن عابر بن فالع ہیں۔

قرآن مجید میں آزر کے اوپر حضرت ابراہیم کے اب (باپ) کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ عرب میں

Marfat.com

"اب" کا اطلاق عم پر بہ کثرت کیا جاتا ہے' اگرچہ یہ مجاز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (البقرہ: ۱۳۳)

کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے' حالانکہ وہ حضرت یعقوب کے باپ نہیں' بلکہ چچا ہیں اور امام ابوالعالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس آیت میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے اور انہوں نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ ماموں والد ہے اور چچا والد ہے اور اس آیت کی تلاوت کی۔

(الحاوی للفتاوی' ج ۲' ص ۲۱۴' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' لائل پور' پاکستان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مومن ہونے پر دلیل

امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ لکڑیاں جمع کرنے لگے' حتیٰ کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کرنے لگی۔ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے کہا "حسبی اللہ ونعم الوکیل" اور جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ینار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم" (الانبیاء: ۶۹) اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا نے کہا میری وجہ سے ان سے عذاب دور کیا گیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے آگ کی ایک چنگاری بھیجی جو اس کے پیر پر لگی اور اس کو جلا دیا۔

اس اثر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا اور اس اثر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آزر اس وقت میں ہلاک کیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس کے لیے استغفار کرنا ترک کر دیا' اور احادیث میں آیا ہے کہ جب وہ حالت شرک میں مر گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا دشمن خدا ہونا معلوم ہو گیا اور انہوں نے پھر اس کے لیے استغفار نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے اور جب وہ مر گیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر انہوں نے اس کے لیے استغفار نہیں کیا اور انہوں نے محمد بن کعب' قتادہ' مجاہد اور حسن وغیرہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اس کی حیات میں اس کے ایمان کی امید رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر مر گیا تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ پھر آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی' جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی تصریح کی ہے' پھر ہجرت کے کافی عرصہ بعد وہ مصر میں داخل ہوئے اور وہاں حضرت سارہ کے سبب سے ظالم بادشاہ کے ساتھ ان کا واقعہ پیش آیا اور انجام کار حضرت ہاجرہ آپ کی باندی بنا دی گئیں' اس کے بعد آپ پھر شام کی طرف لوٹ گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو مکہ میں منتقل کر دیں اور وہاں آپ نے یہ دعا کی:

Marfat.com

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ۝ (ابراهیم: ۴۱-۳۷)

اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے' اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں' سو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو بعض پھل عطا فرما تاکہ وہ شکر ادا کریں' اے ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے جس کو ہم چھپاتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں اور آسمان اور زمین میں سے کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں ہے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے' بے شک میرا رب ضرور میری دعا سننے والا ہے' اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور میری اولاد (سے) بھی' اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما' اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے فوت ہونے کے طویل عرصہ بعد اپنے والدین کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں جس شخص کے کفر اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیزار ہونے کا ذکر ہے وہ ان کے چچا تھے' نہ کہ ان کے حقیقی والد۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں کلبی سے روایت کیا ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو ان کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی' پھر انہوں نے کچھ عرصہ حران میں قیام کیا' پھر کچھ عرصہ اردن میں قیام کیا پھر وہاں سے مصر چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا' پھر وہاں سے شام کی طرف لوٹ گئے اور ایلیا اور فلسطین کے درمیان قیام کیا۔ پھر وہاں کے لوگوں نے آپ کو ستایا تو آپ رملہ اور ایلیا کے درمیان چلے گئے اور امام ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ نوے سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان دونوں اثروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ میں ڈالے جانے والے واقعہ کے بعد جب آپ نے بابل سے ہجرت کی تھی اور مکہ مکرمہ میں جو آپ نے دعا کی تھی' انکے درمیان پچاس اور کچھ سال کا عرصہ ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ' ج ۲' ص ۲۱۵-۲۱۴' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

خلاصہ یہ ہے کہ آزر کے مرنے کے پچاس سے زیادہ سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے اور جب کہ آزر سے وہ بیزار ہو چکے تھے اور اس کے لیے دعا کو ترک کر چکے تھے تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آزر اور شخص تھا اور ان کے والد اور شخص تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے چچا آزر کو اب (عرفی باپ) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ان کے حقیقی باپ کو والد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے' تاکہ تغیر عنوان تغیر معنون پر دلالت کرے۔ ہم نے علامہ سیوطی کے جس استدلال کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے' علامہ آلوسی نے بھی اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۹۵' طبع بیروت)

Marfat.com

قیامت کے دن آزر کو باپ کہنے کی توجیہ

اس سلسلہ میں اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے (عرفی) باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات ہوگی اور آزر کے چہرے پر دھواں اور گرد و غبار ہوگا۔ حضرت ابراہیم اس سے فرمائیں گے' کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرنا؟ ان کے (عرفی) باپ کہیں گے' آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم فرمائیں گے' اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو قیامت کے دن مجھ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور اس سے بڑی اور کیا شرمندگی ہوگی کہ میرا (عرفی) باپ رحمت سے دور ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے' پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! تمہارے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو وہ گندگی میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہوگا۔ اور اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۵۰' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۳۷۵' المستدرک' ج ۲' ص ۳۳۸' کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۲۲۹۲' مشکوۃ المصابیح' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۵۳۸)

حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آزر ہے اور جمہور اہل نسب' بہ شمول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ ہے اور اہل کتاب تارح کہتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ' ج ۱' ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۹۷۴ء)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام شرک اور کفر کی آلودگی سے پاک اور منزہ ہیں۔ ان کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں' ان کو مجازاً باپ کہا گیا ہے اور ان کے باپ کا نام تارخ ہے۔ اسی وجہ سے مطلقاً نہیں فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی' تاکہ ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن متوجہ نہ ہو' اور ان کے والد کے ساتھ آزر کا ذکر کیا' تاکہ معلوم ہو کہ یہاں مجازی باپ مراد ہے۔

(اشعۃ اللمعات' ج ۴' ص ۳۶۸' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا' اس کو مجاز متعارف کے طور پر باپ کہا گیا ہے اور آپ کے باپ کا نام تارخ ہے۔ بعض محققین علماء جنہوں نے آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء سے کفر کی نفی کی ہے' ان کی یہی تحقیق ہے۔ اس بناء پر اس حدیث میں آزر کا ذکر اس لیے ہے کہ اگر یوں کہا جاتا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی' تو اس سے ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن چلا جاتا' اور جب آزر کی قید لگائی تو ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ حضرت ابراہیم کے اس چچا پر باپ کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا اختلاط اور ان کی الفت اپنے اس چچا کے ساتھ بہت زیادہ تھی اور وہ مشرکین کا رئیس تھا اور اسی کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا تھا۔

(التعلیق الصبیح' ج ۶' ص ۳۰۱' مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ' لاہور)

Marfat.com

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام زندگی میں آزر کے دشمن خدا ہونے کی وجہ سے اس سے بیزار ہو گئے تھے' تو پھر قیامت کے دن اس کی سفارش کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے نجات کی دعا کرنے سے بیزار ہو گئے تھے اور قیامت کے دن انہوں نے اس کی نجات کے لیے سفارش نہیں کی' بلکہ اس کے عذاب میں تخفیف کے لیے سفارش کی تھی اور بعض خصوصیات کی بناء پر کفار کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

نبی ﷺ کے تمام آباء کرام کے مومن ہونے پر دلیل

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کرام مومن تھے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک نبی ﷺ کے تمام آباء کرام اپنے اپنے زمانوں میں سب سے خیر (بہتر) اور سب سے افضل تھے' اور قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ (البقرہ: ۲۲۱)

اور بے شک مومن غلام' مشرک (آزاد) سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں اچھا لگے۔

اور جب مومن مشرک سے بہتر اور افضل ہے اور نبی ﷺ کے آباء کرام اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہتر اور افضل تھے تو ضروری ہوا کہ وہ مومن ہوں۔ نیز احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تک' بلکہ قیامت تک روئے زمین پر کچھ ایسے لوگ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہے اور اس کی عبادت کرتے رہے اور ان ہی کی وجہ سے زمین محفوظ رہی' ورنہ زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے' اور ان مقدمات سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی ﷺ کے آباء میں کوئی مشرک نہیں تھا۔ کیونکہ زمین کبھی مومنین اور مشرکین سے خالی نہیں رہی اور نبی ﷺ کے آباء اپنے اپنے دور میں سب سے بہتر اور افضل تھے اور مومن مشرک سے بہتر اور افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ کے تمام آباء کرام مومن تھے' پہلے ہم اس امر پر دلائل پیش کریں گے کہ زمین کبھی مومنین اور موحدین سے خالی نہیں رہی اور پھر اس امر پر دلائل پیش کریں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک نبی ﷺ کے تمام آباء کرام اپنے اپنے زمانوں میں سب لوگوں سے بہتر اور افضل تھے۔

موحدین اور عابدین سے زمین کبھی خالی نہیں رہی

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان فرماتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں از معمر' از ابن جریج' از ابن المسیب روایت کیا ہے' روئے زمین پر ہمیشہ قیامت تک کم از کم سات مسلمان رہے ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے۔

امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے اور ہرچند کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے' لیکن اس قسم کی بات رائے سے نہیں کی جا سکتی' پس یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ امام ابن المنذر نے اس حدیث کو امام عبدالرزاق کی سند سے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے نفوس رہے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے عذاب دور کرتا تھا اور ان کی برکت زمین میں پہنچاتا تھا' ماسوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے' کیونکہ وہ اپنے زمانہ میں صرف ایک تھے۔

امام ابن المنذر نے قتادہ سے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ہمیشہ زمین میں اللہ کے اولیاء رہے ہیں' جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا ہے' کبھی زمین ابلیس کے لیے خالی نہیں رہی' اس میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء رہے

Marfat.com

ہیں' جو اس کی اطاعت کرتے رہے ہیں۔
حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر' از قاسم' از امام مالک روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک زمین میں شیطان کا ولی ہے' تو زمین میں اللہ کا ولی بھی ہے۔
امام احمد بن حنبل نے کتاب الزھد میں' بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات ایسے نفوس سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے عذاب دور کرتا ہے۔ یہ حدیث بھی حکماً مرفوع ہے۔
امام ازرقی نے تاریخ مکہ میں زہیر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ ہمیشہ زمین پر کم از کم سات ایسے مسلمان رہے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے۔
امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے' اللہ کی عبادت کرتے رہے۔
امام بزار نے اپنی مسند میں اور امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفاسیر میں اور امام حاکم نے المستدرک میں صحیح سند کے ساتھ اس آیت "کان الناس امة واحدة" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرن ہیں اور ان میں سے ہر ایک شریعت حق پر رہے۔ پھر ان کے بعد لوگوں میں اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور زمین والوں پر اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلا رسول بھیجا' وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔
اور امام محمد بن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک دس آباء ہیں اور وہ سب اسلام پر تھے۔ (الحاوی للفتاوی' ج ۲' ص ۲۱۳-۲۱۲' مطبوعہ فیصل آباد)
امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے۔ حضرت انس سے دوسری روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایک شخص بھی اللہ اللہ کہتا رہے گا اس پر قیامت قائم نہیں ہو گی۔
(صحیح مسلم' ایمان ۲۳۴' (۱۴۸) ۳۶۹' ۳۶۸' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۲۱۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۸۴۹' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۳۸۳۴' طبع جدید' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۶۸' ۲۰۱' ۱۰۷' طبع قدیم' مسند ابو یعلی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۵۲۶' مصنف عبدالرزاق' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۲۰۸۴۷' مسند ابو عوانہ' ج ۱' ص ۱۰۱' المستدرک' ج ۴' ص ۴۹۴' شرح السنہ' ج ۷' ص ۴۱۷۸' کنز العمال' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۳۸۴۸۵' مسند البزار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۴۱۸' مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۳۳۱' ج ۸' ص ۱۲' مشکوۃ المصابیح' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۵۱۶)
اس صحیح حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر دور میں اللہ اللہ کہنے والے مسلمان بندے روئے زمین پر رہے ہیں اور کسی دور میں بھی اللہ اللہ کہنے والوں سے زمین خالی نہیں رہی' ورنہ قیامت آ چکی ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام کا اپنے اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور بہتر ہونا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بنو آدم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سب سے بہتر

Marfat.com

قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا' حتیٰ کہ جس قرن میں میں ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۵۵۷' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۹۳۶۰' ۸۸۴۳' طبع دارالحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۱۷' طبع قدیم' مشکوٰۃ المصابیح' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۷۳۹' کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۲۰۰۵' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۱' ص ۱۷۵)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا' میں (جائز) ماں باپ سے پیدا کیا گیا ہوں' مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاری سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں' بدکاری سے پیدا نہیں کیا گیا' حضرت آدم کے زمانہ سے لے کر پاکیزگی کا یہ سلسلہ میرے باپ اور میری ماں تک پہنچا ہے' میں بطور شخصیت کے تم سب سے بہتر ہوں اور بہ طور باپ کے تم سب سے بہتر ہوں۔ (دلائل النبوۃ' ج ۱' ص ۱۷۵' ۱۷۴)

امام ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ماں باپ کبھی بھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے۔ اللہ عزوجل ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا' جو صاف اور مہذب تھیں۔ جب بھی دو شاخیں پھوٹیں' میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۱' رقم الحدیث: ۱۵)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش آپس میں بیٹھے ہوئے اپنے حسب و نسب کا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی مثال اس طرح دی جیسے زمین کے گھورے (گندگی ڈالنے کی جگہ) میں کھجور کا درخت پیدا ہو گیا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سب سے بہتر لوگوں میں اور سب سے بہتر گروہوں میں اور سب سے بہتر فرقوں میں رکھا' پھر قبیلوں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر گھروں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا۔ پس میں بطور شخص سب سے بہتر ہوں اور بہ طور گھر سب سے بہتر ہوں۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۲۷' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۱' ص ۱۶۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶)

مطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی ناگوار بات سنی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ علیک السلام! آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے سب سے بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ نے ان کے دو گروہ کیے' تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر اللہ نے ان کو قبائل میں منقسم کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر اللہ نے ان کو گھروں میں منقسم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا اور سب سے بہتر شخص میں رکھا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۲۸' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۱' ص ۱۷۰' المعجم الکبیر' ج ۲۰' رقم الحدیث: ۶۷۶-۶۷۵' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۶۶-۱۶۵)

Marfat.com

امام ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "وتقلبک فی الساجدین" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں' نبی ﷺ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے' حتیٰ کہ آپ اپنی والدہ سے پیدا ہوئے۔ (دلائل النبوۃ 'ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور ان میں سے اوپر والے آسمانوں کو پسند کیا اور ان میں سکونت رکھی' اور باقی آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا' سکونت دی۔ پھر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سے بنو آدم کو پسند کیا اور بنو آدم میں سے عربوں کو پسند کیا اور عربوں میں سے مضر کو پسند کیا اور مضر میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کیا' سو میں پسندیدہ لوگوں میں سے پسند کیا گیا ہوں۔ لہٰذا جس نے عربوں سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

(دلائل النبوۃ ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸' المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۶۵۰' المستدرک' ج ۴' ص ۸۷-۸۶' کامل ابن عدی' ج ۲' ص ۳۰۱' ۴۷' علل ابن ابی حاتم' ج ۲' ص ۳۶۸-۳۶۷' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۱۵)

اس حدیث کی سند میں حماد بن واقد کے سوا سب کی توثیق کی گئی ہے اور وہ بھی معتبر راوی ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو پسند کر لیا اور کنانہ سے قریش کو پسند کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کر لیا۔

(صحیح مسلم' فضائل ۱' (۲۲۷۶) ۵۸۲۸' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۲۵' صحیح ابن حبان' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۶۲۴۲' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۶۹۸۴' المعجم الکبیر' ج ۲۲' رقم الحدیث: ۱۶۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے زمین کے تمام مشارق و مغارب کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا تو (سیدنا) محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے افضل کسی خاندان کو پایا۔

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ایک ضعیف راوی ہے۔

(المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۲۸۱' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۴۰۰' طبع جدید دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ان تمام احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک نبی علیہ السلام کے نسب میں تمام آباء کرام اپنے اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے خیر اور افضل تھے' اور قرآن مجید میں تصریح ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ مومن مشرک سے خیر اور افضل ہے' لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آباء کرام مومن تھے۔

ان احادیث میں سے ہمارا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے نسب کے لیے خیر اور افضل کا لفظ ہے اور جن احادیث میں ہے کہ میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کیا گیا ہوں' ان سے ہمارا استدلال نہیں ہے۔ ان احادیث کو ہم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے شرافت نسب کے لیے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

ابوین کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر پر بحث و نظر

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس مسئلہ سے اختلاف کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یہود و نصاریٰ نبی ﷺ کی تکذیب پر بہت حریص تھے۔ اگر فی الواقع حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ ہوتا اور قرآن کہتا کہ ان کے باپ آزر نے یوں کہا تو عادۃً یہود و نصاریٰ کا خاموش رہنا ممکن نہ تھا' اور وہ نبی علیہ السلام کی تکذیب کرتے اور کہتے کہ آزر ان کے باپ نہیں ہیں اور جب انہوں نے نبی ﷺ کی تکذیب نہیں کی تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا بیان کیا ہوا نسب صحیح ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر ہی ہیں۔

(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۷۰' دار الفکر' ۱۳۹۸ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح ہے۔ بائبل میں لکھا ہے نحور انتیس برس کا تھا جب اس سے تارح پیدا ہوا' اور تارح کی پیدائش کے بعد نحور ایک سو انیس برس اور جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے۔

(پرانا عہد نامہ' پیدائش' باب ۱۱' آیت ۲۶-۲۴' کتاب مقدس' ص ۱۳' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

باقی رہا یہ کہ پھر اہل کتاب نے نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ قرآن نے آزر کو باپ کہا ہے جبکہ وہ حضرت ابراہیم کا چچا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب محاورات عرب سے واقف تھے کہ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں حضرت اسماعیل کو اولاد یعقوب علیہ السلام کا باپ فرمایا ہے' حالانکہ وہ ان کے بالاتفاق چچا تھے' اور اس پر بھی اہل کتاب نے اسی وجہ سے اعتراض نہیں کیا تھا۔ ورنہ امام رازی کی تقریر کے مطابق یہودیوں کو اس کی تکذیب کرنی چاہیے تھی۔

نیز امام رازی نے لکھا ہے کہ شیعہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص کافر نہیں تھا اور اس پر ان کی کئی دلیلیں ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے "الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین" (الشعراء: ۲۱۹) جو آپ کو حالت قیام میں دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو دیکھتا ہے پھر امام رازی نے اس پر اعترض کرتے ہوئے اس آیت کے دیگر محامل بیان کیے ہیں۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۷۱) لیکن ہمارا بنیادی استدلال اس دلیل سے نہیں ہے' یہ دلیل تائید کے درجہ میں ہے۔ ہمارا بنیادی استدلال اس سے ہے کہ آزر کے مرنے کے تقریباً پچاس سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی۔ (ابراہیم: ۴۱) جب کہ اس کی موت علی الشرک کی وجہ سے وہ اس سے بیزار ہو چکے تھے۔ لہٰذا اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کرنا ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ امام رازی نے اس دلیل سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ شیعہ کی طرف سے دوسری دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور مشرک نجس ہیں' اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے آباء مومن تھے۔ اس پر امام رازی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے آباء مشرک نہ ہوں' کیونکہ پاکیزہ پشتوں کا معنی ہے آپ نکاح سے پیدا ہوئے ہیں' زنا سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا' ہمارا استدلال صحیح بخاری کی اس حدیث سے ہے۔ مجھے بنو آدم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سے سب سے بہتر قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا' حتیٰ کہ جس قرن میں میں ہوں۔ اس سے لازم آیا کہ آپ کے تمام آباء خیر تھے اور مومن مشرک سے خیر اور بہتر ہے۔ لہٰذا آپ کے تمام آباء کا مومن ہونا ثابت ہوا' اس دلیل سے بھی امام رازی نے تعرض نہیں کیا۔ امام رازی نے شیعہ کی طرف سے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم

Marfat.com

نے بہت شدت اور سختی کے ساتھ آزر کا رد کیا ہے' اگر وہ ان کے باپ ہوتے تو ان کے ساتھ نرمی سے کلام کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ان کے چچا تھے' پھر اس دلیل کا رد کیا ہے کہ ان کی یہ سختی اس کے شرک پر اصرار کی وجہ سے تھی۔ (تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۱۷' ملخصا) ہر چند کہ ہم نے اس دلیل سے استدلال نہیں کیا' لیکن اس پر امام رازی کا اعتراض قوی نہیں ہے' کیونکہ کفر اور شرک کے باوجود ماں باپ کے ساتھ نرمی سے کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھئے! فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا' اس نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے نرم گفتاری کا حکم دیا:

اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰه: ۴۴)

(اے موسیٰ اور ہارون!) آپ دونوں فرعون کے پاس جائیے بے شک اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے' آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں' تاکہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرے۔

اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہوتا تو آپ اس سے اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ بات نہ کرتے' لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ آپ کا باپ نہیں' چچا تھا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نے آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ (الانعام: ۷۴) اگر آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہوتا تو وہ اس سے اس قدر اہانت آمیز کلام نہ فرماتے۔

اس بحث کے بعد امام رازی نے لکھا ہے کہ رہے ہمارے اصحاب تو ان کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد کافر تھے' اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں تصریح ہے کہ آزر کافر تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔
(تفسیر کبیر' ج ۴' ص ۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ' طبع قدیم)

ہم اس قول کی شناعت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ امام رازی صحیح العقیدہ تھے' دین اسلام کے لیے ان کی بڑی خدمات ہیں اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قول سے رجوع کی توفیق دی۔ جن دلائل کو انہوں نے تفسیر کبیر میں رد کر دیا ہے' اسرار التنزیل میں ان ہی دلائل سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین اور آپ کے تمام آباء کرام کا ایمان ثابت کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کا خلاصہ نقل کیا ہے' ہم اس کا اقتباس یہاں پیش کر رہے ہیں۔

ابوین کریمین کے ایمان کے متعلق امام رازی کا صحیح موقف

مسلک ثانی: نبی ﷺ کے والدین سے شرک ثابت نہیں ہے' بلکہ وہ اپنے جد اکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر تھے' جیسا کہ عرب کی ایک جماعت اس دین پر تھی۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرہما' اور یہ علماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔ ان ہی میں سے امام فخر الدین رازی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے ایک قول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں تھا اور اس پر کئی وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں تھے اور اس پر کئی دلائل ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین" اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اس تقدیر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے اور اب قطعی طور پر یہ کہنا واجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافروں میں سے نہیں تھے اور آزر آپ کا چچا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا

Marfat.com

سکتا ہے کہ "وتقلبک فی الساجدین" کے اور بھی کئی محامل ہیں اور جب کہ ہر محمل کے متعلق ایک روایت وارد ہے اور ان میں باہم کوئی منافات بھی نہیں ہے تو اس آیت کو ان تمام محامل پر محمول کرنا واجب ہے' اور جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔ پھر امام رازی نے فرمایا سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انما المشرکون نجس" مشرک محض ناپاک ہیں پس واجب ہوا کہ آپ کے اجداد کرام سے کوئی شخص مشرک نہ ہو۔ امام رازی کا کلام ختم ہوا۔

تم امام رازی کی امامت اور جلالت پر غور کرو' وہ اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام ہیں اور بدعتی فرقوں کا رد کرنے والے ہیں' اور وہ اپنے زمانہ میں مذہب اشاعرہ کے ناصر اور موید ہیں اور وہی چھٹی صدی ہجری میں ایسے عالم ہیں جو اس امت کے لیے بہ طور مجدد بھیجے گئے ہیں اور میرے نزدیک امام فخرالدین رازی کے مذہب کی تائید میں اور بھی دلائل ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ' ج ۲' ص ۲۱۰' مطبوعہ فیصل آباد)

امام رازی نے یہ بحث اسرار التنزیل وانوار التاویل ص ۲۷۳-۲۶۹' مطبوعہ بغداد' ۱۹۹۰ء میں کی ہے۔ یہ کتاب مجھے بعد میں ملی ان شاء اللہ الشعراء: ۲۱۹ میں' میں اس کتاب سے امام رازی کی اصل عبارات پیش کروں گا۔

ابوین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ متقدمین علماء پر مخفی رہا۔ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر منکشف کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

لیکن متاخرین علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین' بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء و امہات کا ایمان ثابت کیا ہے' اس اثبات کے لیے انہوں نے تین طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی' بلکہ یہ حضرات زمانہ فترت میں ہی انتقال کر چکے تھے' ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کے دست اقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی حد ذات میں ضعیف ہے' لیکن متعدد طرق سے اس کی تصحیح اور تحسین کر دی گئی ہے اور یہ بات گویا متقدمین سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین علماء پر کھول دی۔ "واللہ یختص برحمتہ من یشاء" اس بارے میں رسائل تصنیف کیے اور دلائل سے اس مسئلہ کا اثبات فرمایا' مخالفین کے شبہات کے جوابات دیئے۔ ان دلائل اور جوابات کو اگر یہاں نقل کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ ان کے رسائل میں دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(اشعۃ اللمعات' ج ۱' ص ۷۱۸' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

میں نے ابوین کریمین کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے جو گفتگو کی ہے' اس سے بہت سے صحیح العقیدہ علماء بھی متشوش تھے' اس لیے میں نے چاہا کہ امام رازی کی تفسیر کبیر کی بحث کا جواب لکھوں اور یہ واضح کروں کہ امام رازی نے اس نظریہ سے رجوع فرما لیا ہے اور یہی سلف صالحین اور علماء ربانیین کی نشانی ہے۔ آخر میں' میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مجھے اپنی رضا اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی خوشنودی عطا فرمائے' اس بحث کی مزید تفصیل کے لیے البقرہ: ۱۱۹ کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

بتوں کی پرستش کا کھلی ہوئی گمراہی ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ (الانعام: ۷۴)

یعنی تمہاری عبادت کا طریقہ ہر صاحب عقل سلیم کے نزدیک کھلی ہوئی گمراہی اور جہالت ہے اور اس سے زیادہ واضح جہالت اور گمراہی کیا ہوگی کہ تم اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الصفت: ۹۶-۹۵)

ابراہیم نے کہا کیا تم ان بتوں کی پرستش کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

اور یہ بت بالکل بہرے ہیں، تمہاری فریاد کو نہیں سنتے، نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں!

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (الانبیاء: ۶۷-۶۶)

ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان، تف ہے تم پر (اور تمہارے بتوں پر) جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو پس کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ بتوں کی پرستش کا بطلان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ○ (الحج: ۷۳)

بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو، وہ سب مل کر بھی ہرگز ایک مکھی کو نہیں بنا سکتے، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

پھر ایسے کمزور، لاچار، بے حس اور بے جان تراشیدہ پتھروں کو اپنا خدا ماننا اور ان کی پرستش کرنا کھلی ہوئی گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لیے کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۷۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا مصداق

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سات آسمان کھل گئے، حتیٰ کہ عرش بھی، پھر انہوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان کے لیے سات زمینیں کھل گئیں اور انہوں نے ان کو بھی دیکھ لیا۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کے ملک کے اوپر اٹھایا گیا تو انہوں نے ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس کے خلاف دعا کی، وہ ہلاک ہو گیا۔ انہیں دوبارہ اٹھایا گیا، انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس کے خلاف دعا کی، وہ ہلاک ہو گیا۔ انہیں پھر اٹھایا گیا، انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے

Marfat.com

دیکھا' انہوں نے پھر اس کے خلاف دعا کی تو ان کو ندا کی گئی اے ابراہیم! ٹھہرو' تم مستجاب بندے ہو اور میرے اپنے بندہ کے ساتھ تین معاملات ہیں' یا تو وہ مجھ سے توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرماؤں گا' یا میں اس سے نیک اولاد پیدا کروں گا' یا بدکاری میں اس کو ڈھیل دوں گا اور پھر میں اس کو دیکھ لوں گا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۲۶)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ظالم بادشاہ سے بھاگ کر ایک سرنگ میں چھپ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق ان کی انگلیوں کے پوروں میں رکھ دیا۔ جب بھی وہ اپنی انگلی کو چوستے' تو ان کو رزق مل جاتا' جب وہ اس سرنگ سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں کی حکومت دکھائی' ان کو سورج اور چاند اور ستارے اور بادل اور ایک عظیم مخلوق دکھائی اور ان کو زمین کی حکومت دکھائی تو ان کو پہاڑ' سمندر' دریا' درخت اور ہر قسم کے جانور اور ایک عظیم مخلوق دکھائی۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ ملکوت کی زیادہ بہتر تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان اور زمین کا ملک دکھایا اور جو چیزیں ان میں پیدا کی گئی ہیں' مثلاً سورج' چاند' ستارے اور جانور وغیرہ اور ان کے لیے تمام امور کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تمام امور کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیئے اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی عمل ان سے مخفی نہیں رہا اور جب وہ گناہ کرنے والوں پر لعنت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کو پہلی کیفیت پر لوٹا دیا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۲۷)

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' آپ سے کسی نے کہا میں نے آج سے پہلے آپ کو زیادہ خوش نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو۔ میرے پاس میرا رب (خواب میں) نہایت حسین صورت میں آیا۔ اس نے کہا اے محمد! یہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا تو ہی خوب جانتا ہے! پھر اللہ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو جان لیا' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: "وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین"

(جامع البیان' جزء ۷' ص ۳۲۲' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۱۷۰' طبع جدید **دار الفکر**' شیخ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۲۰۰۸' طبع دار الحدیث' قاہرہ' مسند احمد' ج ۵' ص ۲۴۳' طبع قدیم' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۲۴۶' ۳۲۴۵' ۳۲۴۴' شرح السنہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۵' الشریعہ للآجری ص ۴۹۳-۴۹۲' مسند ابو یعلی' رقم الحدیث: ۲۶۰۸)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام حکومت اور مخلوق دکھائی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر برقرار رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی ہدایت دی ہے' اس کی حقیقت کو جان لیں' اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت اور اپنی قوم کی گمراہی اور جہالت پر بصیرت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ انہوں نے کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب انہوں نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ (بھی) ڈوب گیا' تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا ○ پھر

Marfat.com

جب انہوں نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ یہ (ان سب سے) بڑا ہے' پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو' میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (الانعام: ۷۹-۷۶)

ستارے' چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بہت چمک دار ستارہ دیکھا' انہوں نے اپنی قوم سے اثنائے استدلال میں فرمایا یہ میرا رب ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول قوم کے سامنے ستارے کی ربوبیت کے انکار کی تمہید تھی اور ان کے خلاف حجت قائم کرنے کا مقدمہ تھا' تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان کے موافق ہیں۔ پھر مشاہدہ اور عقل سے اس قول کا رد فرمایا' چنانچہ جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا یہ کیا بات ہوئی؟ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا' کیونکہ خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے' وہ تمام دنیا کو ہر وقت دیکھنے والا ہے' ان کی باتوں کو سننے والا ہے' وہ کبھی کسی چیز سے غافل ہوتا ہے' نہ غائب ہوتا ہے۔

ستارہ کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام چاند کی الوہیت کو باطل کرنے کے درپے ہوئے' جو ستارہ سے زیادہ روشن تھا' اور اسی طرح انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے اور جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنانے کے لیے فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں ان کی قوم پر تعریض ہے کہ وہ گمراہی کا شکار ہے' اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جس نے چاند کو خدا مانا وہ بھی گمراہ ہے اور اس میں یہ رہنمائی ہے کہ الوہیت کے متعلق صحیح عقیدہ کی معرفت وحی الٰہی پر موقوف ہے۔

چاند کی خدائی کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے' تمام سیاروں میں سب سے عظیم سیارہ سورج ہے۔ اس کی حرارت' اس کی روشنی اور اس کا نفع سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے' یہ تمام ستاروں اور سیاروں میں سب سے بڑا ہے۔ سو یہی سب کی بہ نسبت الوہیت کے زیادہ لائق ہے اور جب دیگر ستاروں کی طرح سورج بھی ان کے افق سے غروب ہو گیا' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عقیدہ کی تصریح کی اور اپنی قوم کے شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا اے میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم اپنا رب قرار دیتے ہو' میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رخ کر چکا ہوں' میں ہر گمراہی کے عقیدہ سے منہ موڑ کر دین حنیف' دین حق اور دین توحید پر ثابت قدم اور برقرار ہوں۔ میں ان مشرکوں کے گروہ سے نہیں ہوں' جو اللہ کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جو تمام کائنات کا خالق' اس کا مدبر اور اس کا مربی ہے' جس کے قبضہ و قدرت میں ہر چیز ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو "ھذا ربی" کہنا شک کی بنا پر نہیں تھا

اس استدلال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا یہ میرا رب ہے' یہ آپ نے بطور تنزل فرمایا تھا' کہ اگر بر سبیل فرض یہ ستارہ میرا رب ہو تو اس کا غروب ہو جانا اس کے رب ہونے کی تکذیب کرتا ہے اور یا یہاں استفہام محذوف ہے' جس کا آپ نے ذکر نہیں فرمایا کہ کہیں قوم بات اور استدلال مکمل ہونے سے پہلے ہی بدک نہ جائے۔ اس لیے آپ نے سوال کو دل میں رکھ کر فرمایا یہ میرا رب ہے' اور آپ کا منشا تھا' کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ توجیہات اس لیے ضروری ہیں کہ نبی ایک آن کے لیے بھی حقیقتاً ستارہ کو اپنا رب نہیں کہہ سکتا اور نہ کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی توحید میں تردد ہو سکتا ہے' ہر نبی پیدائشی مومن اور نبی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں تصریح ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کرنے سے پہلے بھی مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (الانبیاء: ۵۲-۵۱)

اور بے شک ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو ہدایت عطا فرما دی تھی اور ہم انہیں خوب جانتے تھے اور جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسے بت ہیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (النحل: ۱۲۱-۱۲۰)

بے شک ابراہیم اپنی ذات میں ایک فرمانبردار امت تھے باطل سے الگ حق پر قائم رہنے والے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ۝ اس کی نعمتوں پر شکر کرنے والے' اللہ نے ان کو چن لیا اور ان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

ان آیات میں الوہیت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے اثبات کے لیے مناظرہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ دین حق کے اثبات اور اس کی نصرت کے لیے مناظرہ کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جو غروب یا غائب ہو جائے' وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا جسم نہیں ہو سکتا' کیونکہ اگر وہ جسم ہوتا تو وہ کسی ایک افق کے سامنے ہوتا تو دوسرے افق سے غائب ہوتا۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا صفات حادثہ کا محل نہیں ہو سکتا' کیونکہ جو محل حوادث ہو وہ متغیر ہوگا اور متغیر خدا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح غروب ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا' کیونکہ اس میں بھی تغیر کا معنی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے' بلکہ عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استدلال کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مخلوق کے احوال سے استدلال کیا جائے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ' چاند اور سورج کے غروب ہونے سے یہ استدلال کیا کہ ڈوبنے والا اور متغیر خدا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی قوم نے ان سے جھگڑا کیا' انہوں نے کہا تم مجھ سے اللہ کے متعلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو' سوائے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے' میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے' کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ (الانعام: ۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم کو اپنے بتوں سے ڈرایا اور کہا اگر تم ہمارے خداؤں کی مخالفت کرتے رہے تو تم برص میں مبتلا ہو جاؤ گے یا تمہارے اعضاء خراب ہو جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تم مجھ سے اللہ کے متعلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو' سوائے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ (جامع البیان' ج ۷' ص ۳۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا ہے' جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان

Marfat.com

کو شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے متعلق اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ پس ہر دو فریق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حقدار ہے؟ اگر تم علم رکھتے ہو۔ (الانعام: ۸۱)

یہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب ہے' جب انہوں نے حضرت ابراہیم کو اپنے بتوں سے ڈرایا تھا کہ اگر تم نے ان کی مذمت کرنا نہ چھوڑی تو تمہیں کوئی آفت یا مصیبت پہنچے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں ان بتوں سے کیسے ڈروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو' جو کسی کو نفع پہنچانے یا اس کو ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی چیز پر کچھ قادر ہوتے تو جس وقت میں نے ان کو کلہاڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا' اسی وقت میرا کچھ بگاڑ لیتے' اور میں ان بتوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جو کسی نفع اور نقصان پر قادر نہیں ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون مامون اور محفوظ ہے؟ جو اس کی عبادت کرتا ہے جس کی قدرت میں نفع اور ضرر پہنچانا ہے یا وہ جو اس کی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا' ان ہی کے لیے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔** (الانعام: ۸۲)

اس مباحثہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو مباحثہ ہوا تھا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ سنایا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وہی محفوظ رہے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کی ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کی آمیزش نہ کی ہو' اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب ہے جب انہوں نے فرمایا پس ہر دو فریق میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حقدار ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا' تو وہی دنیا اور آخرت میں محفوظ اور مامون ہونے کے زیادہ حقدار ہیں' لیکن پہلی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔

اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے' کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھنا اور جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے' وہ عبادت کو اس کے محل میں نہیں رکھتا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم" (الانعام: ۸۲) تو یہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر بہت دشوار ہوئی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اپنی جان پر کچھ نہ کچھ ظلم کرتا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم کا یہ معنی مراد نہیں ہے۔ کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے متعلق یہ قول نہیں سنا کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۲' صحیح مسلم' ۱۹۷' (۱۲۴) ۳۲۰' سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۶۶' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۳۱' السنن الکبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۸۵' جامع البیان' جز ۷' ص ۳۳۲-۳۳۱)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ط

یہ تھی ہماری وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی،

Marfat.com

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا

ہم جس کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں، بیشک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○ اور ہم نے ابراہیم کو

لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ

اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیے، اور ہم نے سب کو ہدایت دی ، اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى

اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمٰن اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور

وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور عیسیٰ اور الیاس، یہ سب صالحین میں سے ہیں ○ اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ

اور یونس اور لوط ، اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی ○ اور ان کے باپ دادا

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو صراط

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

مستقیم کی ہدایت دی ○ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے کیے ہوئے نیک عمل ضائع ہو جاتے ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ

ہم نے کتاب اور حکم شریعت اور نبوت عطا کی تھی، پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو کوئی

Marfat.com

وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى

حرج نہیں) ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرما دیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے ○ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے

اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا

ہدایت دی ہے، سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں، آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، یہ تو صرف

ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع

تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے ○

ع ۱۶ ۸ ۱۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ تھی ہماری وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی‘ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں‘ بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۸۳)

مسلمانوں پر مصائب نازل ہونے کی وجوہات

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دیئے ہوئے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اس سے پہلی آیتوں میں آچکا ہے۔ ان کی قوم کے کافروں نے کہا تھا کہ تم ہمارے بتوں کی مخالفت کرتے ہو‘ اس لیے تمہیں ان کی مخالفت کی وجہ سے کوئی آفت یا مصیبت پہنچ جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کی آمیزش نہیں کی‘ وہی لوگ ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان بھی آفات اور مصائب کا شکار رہتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا کہ ایمان والے دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ آفات اور مصائب انسان کی اپنی بعض بداعمالیوں کے سبب سے لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ: ۳۰)

اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کے سبب تمہیں پہنچی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور اس آزمائش میں ان کی استقامت اور ان کا ضبط اور صبر ان کے تقرب اور ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جو بلند درجات عطا فرمائے گا‘ تو اس کی دلیل اور حجت کے طور پر آفات‘ مصائب اور مشکلات میں ان کی استقامت اور ان کے صبر و ضبط کو ظاہر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ (محض) ان کے اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ

اور ہم تم کو کچھ خوف‘ اور بھوک اور مال اور جان اور

Marfat.com

نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرہ: ۱۵۷-۱۵۵)

پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنائیے جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں' بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام' علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی

نیز! اس آیت میں فرمایا ہے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ان کے درجات بلند کرتے ہیں۔ یہ درجات ایمان' علم و حکمت اور نبوت کے درجات ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ: ۲۵۳)

یہ سب رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کسی کو (سب پر) درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے۔

رسولوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور علماء کے درجات کی بلندی کا بھی ذکر فرمایا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ: ۱۱)

تم میں سے جو لوگ کامل ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا' اللہ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کے اعتبار سے ان کے درجات بلند فرمائے گا۔ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کی قوت اور غلبہ کے اعتبار سے دنیا میں بلند درجہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیے' اور ہم نے سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ (الانعام: ۸۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تسلسل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ نعمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے مقابلہ میں حجت اور دلیل کے اعتبار سے غالب اور سرخرو کیا اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ان کے درجات بلند فرمائے اور تیسری نعمت یہ ہے کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت سارہ دونوں بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے ان کے پاس فرشتے آئے اور ان کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ اس بشارت سے حضرت سارہ کو بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ

سارہ نے کہا ہائے افسوس! کیا میں بچہ جنوں گی' حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں' بے شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم سے

Marfat.com

عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○ (ھود: ۷۳-۷۲)

تعجب کرتی ہو! اے ابراہیم کے اہل بیت' تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں' بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا بڑی بزرگی والا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق کے نبی ہونے کی بشارت دی:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ. (الصّٰفّٰت: ۱۱۲)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق کے بعد حضرت سارہ کو (ان کے پوتے) حضرت یعقوب کی بشارت دی:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ○ (ھود: ۷۱)

اور ہم نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی۔

حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے حضرت اسحٰق کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر نہیں فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے بوڑھے ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کا ظہور اول حضرت اسحٰق کی پیدائش سے ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ انبیاء بنی اسرائیل کا ذکر کرنا مقصود ہے اور بنو اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کی اولاد سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں' ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت اور حکمت سے نوازا تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی نعمت ہے' ان کے جد اکرم نبی تھے۔ وہ خود بھی نبی تھے اور ان کی اولاد میں بھی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام یہ سب ان کی ذریت طیبہ ہے:

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ (آل عمران: ۳۴) ان میں سے بعض' بعض کی اولاد ہیں۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے یا حضرت نوح کی طرف۔ اگر یہ ضمیر حضرت نوح کی طرف راجع ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر یہ ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہو تو یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد قرار پائیں گے۔ اس اعتبار سے تو یہ مناسب ہے' کیونکہ اس کلام کا سیاق و سباق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمتوں کا بیان ہے اور یہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ یہ سارے انبیاء علیہم السلام ان کی اولاد ہیں' لیکن اس پر اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہیں ہیں' بلکہ وہ ان کی بیٹی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور دور کی پشتوں میں جاکر آپ کے نواسے ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی اولاد کا اطلاق کس طرح درست ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم آیت ۸۵ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب صالحین میں سے ہیں۔ (الانعام: ۸۵)

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت نوح ہیں یا حضرت ابراہیم۔

Marfat.com

ابوزکریا یحیٰی بن زیاد الفراء المتوفی ۲۰۷ھ نے لکھا ہے یہ ضمیر حضرت نوح کی طرف راجع ہے۔ (معانی القرآن' ج ۱' ص ۳۴۲)

نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ ابوالاسود سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے یحیٰی بن یعمر کو بلا کر کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حضرت حسن اور حضرت حسین نبی ﷺ کی اولاد ہیں۔ کیا قرآن مجید میں اس پر کوئی دلیل ہے؟ میں نے اول سے آخر تک قرآن مجید پڑھا' مجھے اس پر کوئی دلیل نہیں ملی! یحیٰی بن یعمر نے کہا تم نے سورۃ الانعام کی یہ آیت نہیں پڑھی و من ذریته الی قوله و یحیی و عیسی اس نے کہا کیوں نہیں! انہوں نے کہا کیا حضرت عیسیٰ حضرت ابراہیم کی اولاد نہیں ہیں' حالانکہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ حجاج نے کہا آپ نے سچ کہا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۳۵' مطبوعہ نزار مصطفیٰ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

ابو اسحٰق ابراہیم الزجاج المتوفی ۳۱۱ھ نے لکھا ہے' جائز ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔

(معانی القرآن و اعرابہ للزجاج' ج ۲' ص ۲۶۹' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ من ذریته کی ضمیر کا ابراہیم کی طرف لوٹنا بھی جائز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ ان انبیاء میں حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں' بلکہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھانجے ہیں اور جو شخص ماموں پر باپ کا اطلاق کرتا ہے وہ اس آیت سے استدلال کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اور یہ بہت مناسب ہے۔

(المحرر الوجیز' ج ۶' ص ۹۷' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ)

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ماموں بھی والد ہے اور چچا بھی والد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی ان کے ماموں کی طرف نسبت کی ہے اور فرمایا "و من ذریته (الی قوله) و زکریا و یحیی و عیسی و الیاس کل من الصلحین

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۳۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مذکور انبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس آیت میں حضرت یونس اور حضرت لوط علیہما السلام کا ذکر بھی کیا گیا اور وہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں' حضرت لوط ان کے بھتیجے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھانجے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی طرف منسوب ہیں' اگرچہ ان میں بعض انبیاء ایسے ہیں جو ماں اور باپ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے نہیں ہیں' کیونکہ حضرت لوط' حضرت ابراہیم کے بھائی کے بیٹے ہیں اور عرب چچا کو باپ کہتے ہیں' جیسا کہ قرآن مجید نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے نقل فرمایا ہے' انہوں نے کہا

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِیْمَ وَ — ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ

Marfat.com

اِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ (البقرہ: ۱۳۳) دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے۔

حالانکہ حضرت اسماعیل' حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے شمار فرمایا ہے' حالانکہ وہ ان کی بیٹی کے بیٹے ہیں' اسی بناء پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نبی ﷺ کی ذریت ہے اور جو فقہاء بیٹیوں کی اولاد کو بھی اولاد میں داخل کرتے ہیں' وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے اور ان کو منبر پر چڑھایا' پھر آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اسی کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۶۲۹' سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۷۹۸' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۶۲' سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۰۹' صحیح ابن حبان' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۹۶۴' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۲۰۴۰۷' طبع جدید' مسند احمد' ج ۵' ص ۵۱' ۴۴' طبع قدیم' المعجم الکبیر' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۵۹۱' مجمع الزوائد' ج ۹' ص ۱۷۵)

ہمیں کسی کے متعلق یہ علم نہیں ہے کہ اس نے بیٹیوں کی اولاد پر ان کے نانا کی اولاد کے اطلاق کو ناجائز کہا ہو اور لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' کیونکہ ولد (بیٹا) کا لفظ تولد سے مشتق ہے اور وہ لامحالہ اپنی ماں کے باپ سے متولد ہیں۔ سو قرآن مجید کی آیت "ومن ذریتہ" (الانعام: ۸۴) اس حدیث اور لغت سے یہ ثابت ہے کہ کسی شخص کی بیٹی کی اولاد پر بھی اس شخص کی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے' اس سے حسب ذیل مسئلہ متفرع ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لیے کسی جائیداد کو وقف کیا تو اس میں اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوگی' اسی طرح جب کسی شخص نے اپنے قرابت داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ذی رحم محرم کو قرابت شامل ہے' اور ان کے نزدیک اس وصیت سے چچا' پھوپھی' ماموں اور خالہ کے بیٹے ساقط ہو جائیں گے' کیونکہ وہ محرم نہیں ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ذی رحم محرم اور اس کے غیر کو قرابت شامل ہے' سو ان کے نزدیک اس وصیت سے چچا کا بیٹا اور اس کا غیر ساقط نہیں ہوگا' اور امام مالک کے نزدیک اس وصیت میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہوگی اور اس کا اپنے قرابت داروں کے لیے وصیت کرنا اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لیے وصیت کرنے کی مثل ہے اور اس وصیت میں بیٹے کی اولاد داخل ہوگی اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ امام شافعی کا بھی ایک قول اسی طرح ہے۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ (النساء: ۱۱) اللہ تمہاری اولاد (کے حصوں) کے متعلق حکم دیتا ہے۔

تمام مسلمان اس آیت کا یہ معنی سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں اولاد سے مراد صلبی اولاد ہے اور خصوصاً بیٹا مراد ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی (الانفال: ۴۱) رسول کے لیے اور اس کے قرابت داروں کے لیے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے یہ حصص قرابت داروں میں سے چچا کو دیئے' ماموں کو نہیں دیئے' اسی طرح عرف میں بیٹیوں کی اولاد ان کے نانا کی طرف منسوب نہیں کی جاتی اور شجرہ نسب میں وہ نانا کے ساتھ نہیں ملتی۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۳۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بیٹی کی اولاد پر اولاد کے اطلاق اور اولاد میں اس کے داخل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ○ (آل عمران: ۶۱)

پھر (اے رسول مکرم!) آپ کے پاس وحی آنے کے بعد بھی جو لوگ حضرت عیسیٰ کے متعلق بحث کریں تو آپ (ان سے) کہیں' آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلالیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو' پھر ہم عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹوں کے لیے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا تھا' اس سے واضح ہوا کہ بیٹی کی اولاد بھی اولاد میں داخل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ' امام سعید بن منصور' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر اور امام ابو نعیم شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ اہل نجران عیسائیوں کی ایک بڑی قوم تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک سنگین بات کہی اور وہ نبی ﷺ سے اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ صبح کو نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت حسن' حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں' تو انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر صلح کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے سب نے بشارت دی تھی حتیٰ کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندوں نے بھی کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو تمام اہل نجران خلاک ہو جاتے۔

امام مسلم' امام ترمذی' امام ابن المنذر' امام حاکم اور امام بیہقی نے (اپنی سنن میں) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل تعالوا ندع ابناءنا وابناء کم" تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔

(در منثور' ج ۲' ص ۲۳۳-۲۳۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بیٹی کی اولاد کو بیٹا کہنا' یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) کے اس مسئلہ میں مختلف فتوے ہیں اور میرا رجحان یہ ہے کہ بیٹی کی اولاد' اولاد میں داخل ہے۔

(روح المعانی' جز ۷' ص ۲۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق

حضرت الیاس علیہ السلام کے نسب اور ان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادریس الیاس ہیں اور اسرائیل یعقوب ہیں۔

Marfat.com

اور اہل انساب نے یہ کہا ہے کہ ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد (دادا) ہیں۔ وھب بن منبہ سے اسی طرح مروی ہے' کیونکہ اس آیت میں حضرت الیاس کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت قرار دیا ہے تو پھر وہ حضرت ادریس کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں' اس لیے اہل انساب کا قول صحیح ہے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۳۴۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۳۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے یہ وہم کیا ہے کہ الیسع ہی الیاس ہیں' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ وھب بن منبہ نے کہا کہ حضرت الیسع حضرت الیاس کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت ادریس حضرت نوح کے دادا ہیں اور حضرت الیاس ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت خضر ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں' بلکہ حضرت الیسع حضرت خضر ہیں۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۳۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت الیاس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے' الیاس بن لیس بن فنحاص بن العیزار بن ہارون۔ یہ وہ ہارون ہیں جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہم السلام کے بھائی ہیں۔ قتبی نے نقل کیا ہے کہ حضرت الیاس حضرت یوشع کے نواسے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل کے نواسے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا وہ ادریس ہیں' اور امام ابن اسحاق نے حضرت ادریس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے' ادریس بن یرد بن مہلائیل' بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت نوح اور حضرت ادریس کے درمیان ایک ہزار سال ہیں۔ (روح المعانی' جز ۷' ص ۲۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو صراط مستقیم کی ہدایت دی O (الانعام: ۸۷-۸۶)

علامہ قرطبی نے وہب بن منبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت الیسع حضرت الیاس کے صاحب تھے اور یہ دونوں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے چار نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کی اولاد میں سے چودہ نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہیں۔ حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت الیاس' حضرت اسماعیل' حضرت الیسع' حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام اور یہ کل اٹھارہ نبیوں کا ذکر ہے۔

Marfat.com

جب متعدد شخصیات کا ذکر ہو تو ان کے درمیان ترتیب یا تو سنین وفات کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یا افضل اور شرف کے اعتبار سے ترتیب ہوتی ہے۔ امام رازی نے یہاں ترتیب کی ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول ہے' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا پہلے ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک' سلطنت اور قدرت کی عظیم نعمت عطا فرمائی تھی۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا' انہیں مصائب میں صبرو ضبط اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی تھی اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا' وہ ان دونوں نعمتوں کے جامع ہیں۔ پہلے انہوں نے سخت مصائب برداشت کیے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک اور سلطنت سے نوازا۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پر نعمتوں کا دوسرا سلسلہ ہے۔ وہ ان کے معجزات کی قوت اور ان کے دلائل اور براہین کی کثرت ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو یہ نعمت پوری طرح حاصل تھی۔ لہٰذا ان کا ذکر فرمایا' اس کے علاوہ نعمت کی ایک قسم ہے دنیا سے ترک تعلق کر کے زاہدانہ زندگی گزارنا' اور حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس اس نعمت کے حامل ہیں' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صالحین کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ایک وہ نوع ہے جن کے دنیا میں پیروکار باقی نہیں رہے' اور وہ یہ ہیں۔ حضرت اسماعیل' حضرت الیسع' حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام۔ ان انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں یہ ایک عمدہ مناسبت ہے جس کو امام رازی نے مستنبط کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' ہم نے ان کو ہدایت دی' اس کا معنی ہے ہم نے ان کو جنت کے راستوں کی طرف ہدایت دی' یا اس کا معنی ہے ہم نے ان کو احکام شرعیہ پر عمل کرنے اور محاسن اخلاق کو حاصل کرنے کی ہدایت دی۔

انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان (سب) انبیاء کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں' کیونکہ عالم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود کو شامل ہے اور ملائکہ بھی عالمین میں داخل ہیں۔ سو اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں اور اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے سجدہ کا حکم دیا جائے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اسماء کی تعلیم دی اور پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے متعلق سوال فرمایا اور جب وہ ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا آپ انہیں ان چیزوں کے نام بتائیں اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ سورۂ بقرہ ۳۰-۳۴ میں یہ واقعہ مذکور ہے اور اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی فرشتوں سے افضل ہوتا ہے' اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں شہوت اور غضب کو رکھا ہے جو علمی اور عملی کمالات کے حصول سے مانع ہیں' پھر اس میں نجی' خانگی اور تمدنی ضروریات اور حاجات رکھی ہیں اور کمزوریاں اور بیماریاں رکھی ہیں جو فضائل اور محاسن کے حصول سے مانع ہوتی ہیں اور فرشتوں کے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ہر وقت تسبیح' تہلیل اور عبادت کرتے ہیں اور ان کے لیے کوئی چیز مانع اور حائل نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشاغل' صوارف اور موانع کے باوجود معرفت الٰہی اور عبادات میں کمال حاصل کرنا زیادہ اخلاص اور فضیلت کا موجب ہے۔ اس لیے عام اور خاص ملائکہ سے انبیاء علیہم السلام افضل ہیں اور عام ملائکہ سے کامل مسلمان اور عبادت گزار مومنین افضل ہیں' لیکن وہ خاص ملائکہ یعنی رسل ملائکہ سے افضل نہیں ہیں' بلکہ رسل ملائکہ ان سے افضل ہیں اور فساق' فجار اور کفار سے عام ملائکہ بھی افضل ہیں۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام اولیاء سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو العلمین پر فضیلت دی ہے اور العلمین میں اولیاء کرام بھی داخل ہیں۔

بہ ظاہر اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے بھی افضل ہوں' کیونکہ اس میں فرمایا ہے ہم نے ان (سب) کو العلمین پر فضیلت دی ہے اور العلمین میں ہمارے نبی بھی داخل ہیں۔ اس لیے مفسرین نے اس آیت میں یہ قید لگائی ہے کہ ان سب کو اپنے اپنے زمانوں میں تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے' ان کے علاوہ قرآن مجید میں سات انبیاء علیہم السلام کا اور ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں: حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت ھود' حضرت ذوالکفل' حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ان آیتوں میں اس پر دلیل ہے کہ جس رسول نے سب سے پہلے حلال اور حرام اور دیگر شرعی احکام بیان کیے' وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے کیے ہوئے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم شریعت اور نبوت عطا کی تھی۔ پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں (تو کوئی حرج نہیں) ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے۔ (الانعام: ۸۹-۸۸)

اللہ کی ہدایت

یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اس سے مراد وہ ہدایت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ہدایت دی ہے اور ان کو دین حق کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق دی ہے' جس کے سبب سے انہوں نے دنیا اور آخرت کی عزت اور کرامت کو حاصل کیا اور اللہ کی ہدایت کا معنی ہے اللہ کی توحید کا اقرار کرنا' ہر قسم کے شرک سے دائماً مجتنب رہنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔ پھر فرمایا (بہ فرض محال) اگر ان نبیوں اور رسولوں نے بھی شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کی آمیزش کے ساتھ کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لیے تعریض ہے' کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اگر انہوں نے بالفرض شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے تو ان کی امتیں کس گنتی شمار میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' یہ وہ انبیاء ہیں جن کو ہم نے کتابیں دی ہیں ان کتابوں سے مراد حضرت ابراہیم کے صحیفے ہیں اور حضرت موسیٰ کی تورات ہے' حضرت داؤد کی زبور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انجیل ہے اور حکم سے مراد ہے کتاب اللہ میں مذکور احکام کی فہم اور معرفت' اور نبوت کا معنی ہے اللہ کی طرف سے غیب کی خبریں اور احکام شرعیہ حاصل کر کے بندوں تک پہنچانا۔

پھر فرمایا اگر اہل مکہ نے میری کتاب کی ان آیات کا کفر اور انکار کیا تو میں نے ان آیات پر ایمان لانے کے لیے ایسی قوم کو مقرر کیا ہے جو اس کا انکار نہیں کریں گے۔ ابن جریج نے کہا اس قوم سے مراد اہل مدینہ اور انصار ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے اہل ایمان کے لیے مدینہ میں جگہ بنا چکے تھے۔

قتادہ نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے: کہ اگر قریش نے ہماری آیات کی تکذیب کی (تو کیا نقصان ہے!) ہم نے اس سے پہلے

Marfat.com

اشارہ نبیوں کا ذکر کیا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں۔ امام ابن جریر نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔
(جامع البیان' جز ۷' ص ۳۴۵-۳۴۲ 'ملخصا' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ آپ کہئے میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا' یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ (الانعام: ۹۰)

نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا

اس آیت کا معنی ہے اے رسول مکرم! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں' اس منہاج پر چلیں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے' آپ اس طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محاسن اور خوبیاں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کرلیں۔ اس آیت میں نبی ﷺ کی عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے' وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ حسن اخلاق کو مکمل کردوں۔

(الموطا' رقم الحدیث: ۱۶۷۷' مشکوۃ' رقم الحدیث: ۵۰۶۷' ۵۰۶۶)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح اخلاق کو مکمل کردوں۔

(المستدرک' ج ۲' ص ۶۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۹۲' الاستذکار' ج ۲۶' رقم الحدیث: ۳۸۹۴۲' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۹۳۲' شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۸۱' طبع قدیم' کنز العمال ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۱۹۶۹)

امام احمد بن عمر عتیکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے صرف مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

(مسند البزار' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۴۷۰' المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۹۱' علامہ الہیثمی نے کہا امام بزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۹' ص ۱۵' طبرانی کی روایت میں ایک راوی ضعیف ہے' الدر المنثورہ' رقم الحدیث: ۱۶۸)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ صفات کمال اور خصال شرف ان میں متفرق ہیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نعمت پر بہت شکر کرنے والے تھے' اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں پر بہت صبر کرنے والے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام صبر اور شکر کے جامع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی شریعت کے بانی اور غالب معجزات کے حامل تھے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام زہد میں راسخ قدم رکھتے تھے۔ حضرت اسمٰعیل پر صدق غالب تھا اور حضرت یونس اللہ

Marfat.com

کی بارگاہ میں بہت گڑگڑا کر دعا کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کا یہاں ذکر فرمایا ہے' ان میں سے ہر ایک پر شرف اور فضیلت کی کوئی نہ کوئی صفت غالب تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تمام انبیاء کی اتباع کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ عبودیت اور اطاعت کی کل صفات جو ان تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں' آپ تنہا ان صفات سے متصف ہو جائیں اور خصائل رفیعہ اور شمائل جمیلہ کو اپنی ذات میں جمع کرلیں' اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تو یہ محال ہے کہ آپ ان صفات کمال کے حصول میں کوئی کوتاہی کریں۔ پس ثابت ہوا کہ شرف اور فضیلت کی یہ تمام صفات آپ کی ذات میں جمع ہوگئیں اور جو کمال تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق تھے' وہ سب آپ کی ذات مبارکہ میں جمع ہوگئے۔ لہٰذا یہ کہنا واجب ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' ج ۱۳' ص ۷۱' مطبوعہ مصر)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ دین کو پہنچانے اور شریعت کی تبلیغ کرنے پر اجر اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے طریقہ کی پیروی کی اور فرمایا میں دین کے پہنچانے کے عوض تم سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتا اور یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے' یعنی تمام انسانوں کو اپنی دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے' وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کی طرف مبعوث ہیں' نہ کہ کسی ایک قوم کی طرف۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا' جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں

شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى

کیا' آپ کہیے پھر اس کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لائے تھے' وہ لوگوں کے لیے نور اور

لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ

ہدایت تھی' تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنا لیے' تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو' اور

عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ

تمہیں وہ علم دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا' آپ کہیے اللہ (ہی نے اس کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان

فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ

کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں ○ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے' یہ برکت والی ہے' یہ ان (اصل آسمانی کتابوں)

Marfat.com

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ

کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تاکہ آپ مکہ والوں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائیں اور ان

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾

لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے اور اس کتاب پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ۝

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے

وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ

حالانکہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل

اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

کی ہے، اور (اے مخاطب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا

الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ

دی جائے گی کیوں کہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے

آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

تکبر کرتے تھے ۝ اور بیشک تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ

(تنہا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان

شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ

سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ گھمنڈ کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے

Marfat.com

بَیۡنَکُمۡ وَضَلَّ عَنۡکُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۹۴﴾ ع

۱۱ ع ۱۷

شریک ہیں، بے شک تمہارا باہمی تعلق ٹوٹ گیا اور جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے وہ تم سے جاتے رہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ آپ کہیے: پھر اس کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لائے تھے؟ وہ لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنالیے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپالیتے ہو، اور تمہیں وہ علم دیا گیا ہے جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ کہیے: اللہ (ہی نے اس کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں۔ (الانعام: ۹۱)

مناسبت اور شان نزول

قرآن مجید کا موضوع توحید، رسالت اور آخرت کو ثابت کرنا ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان کردہ دلائل توحید کو نقل فرمایا پھر ان کو مزید مستحکم فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے اثبات کے لیے دلائل کو ذکر فرمایا۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے یا مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہودیوں کے متعلق نازل ہونے پر یہ قرینہ ہے کہ نبوت اور رسالت کے یہود معتقد تھے، اس لیے اس آیت میں جو معارضہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں ہوتی تو بتاؤ: موسیٰ پر تورات کیسے نازل ہوئی؟ یہ معارضہ صرف یہود پر ہی حجت ہو سکتا ہے، مشرکین تو نبوت اور رسالت کے معتقد نہیں تھے۔ تاہم اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ بعض مشرکین اہل کتاب سے سن کر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی رسالت کے معتقد تھے، وہ صرف سیدنا محمد ﷺ کی رسالت ماننے سے انکار کرتے تھے اور مشرکین کے متعلق اس آیت کے نزول پر یہ قرینہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور پوری سورت یکبارگی نازل ہوئی ہے اور یہود سے نبی ﷺ کے مناظرے مدینہ منورہ میں ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ آیت مشرکین ہی سے متعلق ہے، لیکن اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ ایک آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے اس آیت کو اس سورت میں رکھوا دیا اور روایات دونوں کے متعلق ہیں۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مالک بن صیف نام کا ایک یہودی نبی ﷺ کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات کو نازل کیا ہے۔ کیا تم نے تورات میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور وہ موٹا عالم تھا، وہ غضب ناک ہوگیا، اس نے کہا بہ خدا اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان، جز ۷، ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور مشرکین کے متعلق یہ روایت ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش نے یہ کہا تھا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، تو اللہ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل کی۔ (جامع البیان، جز ۷، ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا آخری حصہ جس میں یہ مذکور ہے تم نے اس کے الگ کاغذ بنالیے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر

Marfat.com

حصہ کو چھپا لیتے ہو یہ اس روایت کو مسترد کرتا ہے' کیونکہ تورات میں تحریف کرنا بہرحال یہودیوں کا کام تھا۔ مشرکین کا کام نہیں تھا' اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تورات میں تحریف کے متعلق امام رازی کا موقف اور بحث و نظر

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں تورات کو نور اور ہدایت فرمایا ہے اور یہاں نور سے مراد نور معنوی ہے اور ہدایت بھی نور معنوی ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ پہلی جگہ نور سے مراد اس کا فی نفسہ ظاہر ہونا ہے اور دوسری جگہ اس سے مراد دوسروں کے لیے مظہر ہونا ہے۔

اس کے بعد فرمایا تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنا لیے' تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر کتاب کو کاغذوں میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اگر یہود نے تورات کو کاغذوں میں محفوظ کر لیا تھا تو ان کی مذمت کس وجہ سے کی جا رہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مذمت کاغذوں میں محفوظ کرنے کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کتاب کے دو حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ لوگوں پر ظاہر کرتے تھے اور اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہود تورات کو چھپانے پر کیونکر قادر تھے؟ جبکہ وہ مشرق اور مغرب میں پھیل چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے اس کو حفظ کر لیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر اب کوئی شخص قرآن مجید سے کچھ آیتوں کو چھپانا چاہے تو اس پر قادر نہیں ہو سکے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات میں تحریف کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی آیات کی من گھڑت اور باطل تفسیر کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ سیدنا محمد ﷺ کے متعلق تو تورات میں بہت کم آیات تھیں' اگر آیات کو چھپانے سے مراد ان کا صحیح محمل چھپانا اور ان میں باطل تاویل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا ہے کہ تم اس میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود بعض احکام کی آیات میں بھی باطل تاویل کرتے تھے۔ مثلاً رجم کی آیت کی باطل تاویل کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۶۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' و ج ۱۳' ص ۷۹' مطبوعہ مصر)

یہ امام رازی کی تقریر ہے لیکن اس پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے متعلق اور رجم کے متعلق مل کر بھی آیات بہت قلیل ہیں' جبکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ تم اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے ہو۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہودی تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے اور امام رازی کا اس کو قرآن مجید پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ کسی دور میں بھی تورات کی اشاعت قرآن مجید کی طرح نہیں ہوئی اور نہ اس کے قرآن مجید کی طرح حافظ ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید سے کسی آیت کا چھپا لینا ممکن نہیں ہے اور تورات سے کچھ چھپا لینا کچھ دشوار نہ تھا' خصوصاً جس زمانہ میں قرآن کریم نازل ہوا یا اس سے پہلے کیونکہ اس وقت نشر و اشاعت کے اتنے ذرائع اور وسائل نہ تھے اور یہودیوں کی تعداد اس وقت بھی دنیا میں بہت کم تھی اور وہ شرق و غرب میں پھیلے ہوئے نہ تھے' اس لیے قرآن مجید کے الفاظ کو بلاوجہ ان کے ظاہری اور حقیقی معنی سے ہٹانا اور آیات کے چھپانے کو باطل تاویل پر محمول کرنا ہماری رائے میں درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آیت مذکورہ کا منسوخ نہ ہونا

اس کے بعد فرمایا آپ کہیے "اللہ" اس کا معنی یہ ہے کہ عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ جو کتاب ہدایت اور نور ہے' اور

Marfat.com

جس کی تائید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے قوی معجزات لے کر آئے ہوں' اس کو نازل کرنے والا اللہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص وجود باری پر استدلال کرتے ہوئے کہے وہ کون ہے جو مردہ میں جان ڈالتا ہے؟ وہ کون ہے جو لاعلمی کے بعد علم پیدا کرتا ہے؟ وہ کون ہے جس نے آنکھ کے ڈھیلے میں بینائی رکھی؟ وہ کون ہے جس نے کان کے سوراخ میں سماعت رکھی؟ پھر وہ کہنے والا خود کہے: اللہ' اور اس سے متصور یہ ہے کہ جب کلام یہاں تک پہنچے گا تو ہر صاحب عقل اعتراف کرے گا کہ اس فعل کا فاعل اللہ ہی ہے' اور اخیر میں فرمایا پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کے خلاف حجت پوری کر دی اور ان کے تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا اور ان کو عذاب خداوندی سے ڈرا چکے تو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (الشوریٰ: ۴۸)

پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا' آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت' آیت قتال سے منسوخ ہے۔ یہ قول بعید ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان کو ان کی کج بحثی کے لیے چھوڑ دیں یہ ارشاد بطور تہدید ہے اور یہ حصول قتال کے منافی نہیں ہے' لہٰذا اس آیت کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر ناشناسی

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا' جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ امام رازی نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ یہود نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور جس نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا' اس نے رسولوں کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پر طعن کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہالت ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنے کا۔

اخفش نے کہا اس آیت کا معنی ہے انہوں نے اللہ کی کماحقہ معرفت حاصل نہیں کی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ تعظیم نہیں کی۔ ہمارا یہ دور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناقدری اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا دور ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض واعظین اولیاء اللہ کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھا دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ خضر ولی تھے اور حضرت موسیٰ نبی تھے۔ اور حصول علم کے لیے نبی کو بھی ولی کے پاس جانا پڑتا ہے' حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے' جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کیا ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ حضرت زکریا کو جب بیٹے کی طلب ہوئی تو وہ ایک ولیہ حضرت مریم کے پاس گئے' اور وہاں دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی' حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت زکریا جب اس طرف متوجہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو بے موسمی پھل دے رہا ہے تو ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا جو بے موسمی پھل دے سکتا ہے' وہ مجھے بڑھاپے میں اولاد بھی دینے پر قادر ہے۔ اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لیے دعا کی' اس طرح اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ میری ذات سے محبت رکھتے ہیں' ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۹۷' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۱۴۱' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۷۷' المعجم الکبیر' ج ۲۰' رقم الحدیث: ۱۴۴' حلیۃ الاولیاء' ج ۲' ص ۱۳۱)

Marfat.com

حالانکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کی تحسین کریں گے' یہ اس بات کی چند مثالیں ہیں کہ آج کل کے **واعظین** اولیاء اللہ کو نبی اور رسول سے بڑھا دیتے ہیں اور اب چند مثالیں اس امر کی بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام دار قطنی اور امام ابن شاہین نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل کر رخسار پر گر گئی' نبی ﷺ نے اس آنکھ کو لوٹا دیا اور وہ دونوں آنکھوں میں زیادہ تندرست اور صحیح آنکھ تھی۔

(الاصابہ' ج ۳' ص ۲۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس دور کے **واعظین** اس حدیث میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی آنکھ میں وہ روشنی نہیں تھی جو مصطفیٰ ﷺ کی دی ہوئی آنکھ میں تھی۔ (العیاذ باللہ!) حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آنکھیں تو دونوں ہی خدا کی دی ہوئی تھیں' لیکن پہلی آنکھ ماں باپ کے واسطے سے ملی تھی اور دوسری آنکھ سرور دو عالم ﷺ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کلمہ طیبہ میں اللہ کا نام پہلے اور رسول اللہ ﷺ کا نام بعد میں لینے کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ کا نام لینے سے زبان پاک ہو جائے گی' پھر اس زبان سے نام محمد لیا جائے۔ حالانکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن مجید کو کسی ناپاک مرد یا عورت (خواہ جنبی ہو' محتلم ہو یا حائض و نفساء ہو) کا زبان سے پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح جنبی اور بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا بھی حرام ہے اور ادب و احترام کی وجہ سے احادیث کو ان حالتوں میں نہ پڑھنا اور نہ چھونا ایک الگ بات ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ ادب اور احترام اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے نام کا ہے' اور کلمہ طیبہ میں اللہ کے نام کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقدم کی جتنی بھی وجوہ یہاں ہو سکتی ہیں' تقدم بالذات ہو' تقدم بالشرف ہو یا تقدم بالذکر ہو' ہر وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر مقدم ہے۔

اسی طرح ایک شعر ہے:

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

اول تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ میں اختیارات کا تقابل کرنا ہی غلط اور باطل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاقت اور اقتدار اور آپ کا اختیار اللہ کے اختیار اور اقتدار سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ) خالص کفر اور زندیقی ہے۔ "وما قدروا اللہ حق قدرہ" ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا کر نہ اسلام کی کوئی خدمت کی ہے' نہ رسول اللہ ﷺ کو خوش اور راضی کیا ہے اور دلائل کے اعتبار سے بھی یہ مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ ابو طالب' ابولہب اور دیگر کفار اور مشرکین کو دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور ان کو دائمی عذاب سے نہیں چھڑائیں گے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو دیکھ کر ایک مرتبہ نبی ﷺ نے تیوری چڑھائی اور پیٹھ پھیر لی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ عبس نازل فرمائی اور آپ کو ان کی طرف توجہ نہ کرنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ○ وَهُوَ يَخْشٰى ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ○ (عبس: ۱۰-۸)

اور جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا' اور وہ اپنے رب سے ڈر رہا ہے' تو آپ اس سے بے توجہی کرتے ہیں!

Marfat.com

یاد رکھئے رسول اللہ ﷺ ایسی تعریف سے کبھی خوش نہیں ہوں گے بلکہ اس کے برعکس ناراض اور رنجیدہ ہوں گے' جس تعریف میں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کا وہم ڈالا جائے یا اس کا تصور دیا جائے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

جبیر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ مشقت میں پڑ گئے اور بچے ضائع ہوگئے اور مال لوٹ لیے گئے اور مویشی ہلاک ہوگئے' آپ ہمارے لیے بارش کی دعا کیجئے۔ ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے حضور شفیع لاتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس ہے! تم کو پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ بار بار سبحان اللہ' سبحان اللہ فرماتے رہے' حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کے چہروں پر خوف کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا تم پر افسوس ہے اللہ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے پاس شفیع اور سفارشی نہیں بنایا جاتا' اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ تم پر افسوس ہے! کیا تم کو پتا ہے اللہ کی کیا شان ہے؟ اس کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح محیط ہے' آپ نے اپنی انگلیوں سے گنبد بنا کر دکھایا اور وہ اس طرح چرچرا رہا ہے جس طرح سواری کے بوجھ سے پالان چرچراتا ہے۔ (سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۲۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ زکی الدین ابو محمد المنذری المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت بیان کرنے کے لیے یہ مثال ذکر فرمائی ہے' تاکہ سننے والے کو اللہ تعالیٰ کی بلند شان' جلالت قدر اور عظیم ذکر کا اندازہ ہو اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے پاس سفارشی نہ بنائے' ورنہ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے' اور نہ وہ کسی صورت سے مکیف ہے۔ (مختصر سنن ابوداؤد' ج ۷' ص ۹۶' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت)

ایک اعرابی نے اللہ تعالیٰ کو نبی ﷺ کے پاس سفارشی بنایا تو نبی ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے' بار بار افسوس کیا' اور سبحان اللہ' سبحان اللہ پڑھا۔ آپ سوچئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کی نکتہ آفرینی کی گئی تو اس سے رسول اللہ ﷺ کو کتنا افسوس ہوگا؟

اس سے بھی بڑا ظلم یہ ہے کہ آج کل کے واعظین یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی دجلہ پر آئے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی طرح چلنے لگے' بعد میں ایک شخص آیا۔ اس کو بھی دریا کے پار جانا تھا اور کشتی کوئی نہ تھی' اس نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں کس طرح آؤں؟ آپ نے فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا تو شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں؟ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا' پکارا حضرت میں چلا' فرمایا وہی کہہ کہ یا جنید یا جنید! جب کہا' دریا سے پار ہوا۔ بعد میں حضرت سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا ارے نادان! ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔

اس حکایت کو پڑھ کر بے اختیار زبان پر یہ آیت آتی ہے "وما قدروا اللہ حق قدرہ" انہوں نے اللہ کی کماحقہ قدر اور تعظیم نہیں کی اس حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا جنید کہنے سے بندہ پار لگتا ہے اور یا اللہ کہنے سے ڈوب جاتا ہے اور اس میں مخلوق کے ذکر کو اللہ کے ذکر سے بڑا درجہ دینا ہے اور اس حکایت میں اللہ کے ذکر کے ارادہ کو شیطان کا وسوسہ قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس میں حضرت جنید پر بہتان ہے' اللہ کے نیک اور صالح بندے اپنے متوسلین کو اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں' نہ کہ اپنے ذکر کی۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے اس حکایت کے متعلق سوال کیا گیا' تو انہوں نے اس کا رد فرمایا۔

مسئلہ: از شفاخانہ فرید پور ڈاک خانہ خاص اسٹیشن پتمبر پور مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر' ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جنید ایک بزرگ کامل تھے' انہوں نے سفر کیا' راستے میں ایک دریا پڑا' اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے۔ تب ان بزرگ کامل نے کہا تم میرے پیچھے یا جنید یا جنید کہتے چلے آؤ اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا۔ درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا' تب وہ ڈوبنے لگا' اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہو' یا جنید یا جنید کہو' تب اس آدمی نے یا جنید یا جنید کہا جب وہ نہیں ڈوبا' یہ درست ہے یا نہیں اور بزرگ کامل کے لیے کیا حکم ہے اور آدمی کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا بلکہ دجلہ ہی کے پار جاتا تھا' اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا اور یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ۔ یا جنید کہنا' خصوصاً حیات دنیاوی میں' خصوصاً جبکہ پیش نظر موجود ہیں' اسے کون منع کر سکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حکم پوچھنا کمال بے ادبی و گستاخی و دریدہ دہنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ' ج ۹' ص ۱۹۷' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی)

اعلیٰ حضرت نے اس حکایت کا جو رد کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ (الملفوظ ج ۱' ص ۱۱۷' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' اور ج ۱' ص ۱۲۷' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور) میں اس حکایت کی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی طرف کی گئی ہے اور اس کو اعلیٰ حضرت کا ملفوظ قرار دیا گیا ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کے دل میں اللہ تعالیٰ کی جو عظمت اور جلالت ہے' اس سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ ایسی حکایت بیان کریں' اس سلسلہ میں یقیناً الملفوظ کے مرتب کو سہو ہوا ہے۔ اس پر دلیل فتاویٰ رضویہ کی مذکور الصدر عبارت ہے:

وماقدروا اللہ حق قدرہ O (الانعام: ۹۱) اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے اپنے دور کے **واعظین** کی چند مثالیں بیان کی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور معرفت سے بے بہرہ ہیں اور وہ نبی ﷺ اور اولیاء کرام کی شان میں غلو کرنے کے لیے ان کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں اور ان کو بڑھانے کے لیے اللہ کی شان کو ان سے کم دکھاتے ہیں معاذ اللہ۔ اس تحریر سے ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے' میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے اور اس عاجز کو سلامتی کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے اور عزت اور کرامت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائے اور اپنے فضل سے مغفرت فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے' یہ برکت والی ہے' یہ ان (اصل) آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تاکہ آپ مکہ والوں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائیں اور ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (الانعام: ۹۲)

قرآن مجید کی خیر اور برکت

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کو باطل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی اور جب

Marfat.com

یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں' تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے' ہم نے اس کتاب کو بہت خیر اور برکت والی بنایا ہے اور یہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تائید' تصدیق اور حفاظت کرتی ہے۔

اس کتاب کی خیر و برکت یہ ہے کہ انسان کو علم اور عمل کی فضیلت سے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور سب سے افضل اور اشرف علم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہے اور نبی کی ضرورت اور اس کے مقام و منصب اور احکام شریعت کا علم ہے اور اس علم کا متکفل قرآن مجید ہے اور سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرنا ہے' اور اس علم کا منبع بھی قرآن کریم ہے۔ سو جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا' اسے دین اور دنیا کی خیر اور برکت حاصل ہو جائے گی' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امراء' حکام اور سرمایہ داروں کو وہ عزت حاصل نہیں ہے جو علماء کرام کو حاصل ہوتی ہے۔

زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہم نے دیکھا ہے کہ گزرے ہوئے بادشاہوں کے مقبرے ویران پڑے رہتے ہیں' وہاں لوگ پکنک منانے اور سیر و تفریح کے لیے تو جاتے ہیں' تلاوت قرآن اور ایصال ثواب کے لیے کوئی نہیں جاتا۔ اس کے برعکس علماء اور اہل اللہ کے مزارات مرجع خلائق ہوتے ہیں اور وہاں دن رات مسلمانوں کا ہجوم رہتا ہے اور یہ صرف قرآن مجید پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی خیر و برکت ہے۔

قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ کتاب سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اس تصدیق کی تفصیل یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ اصول اور فروع' اصول سے مراد ہیں عقائد' مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' توحید' رسالت' ملائکہ' تقدیر' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا' جزاء و سزا' جنت اور دوزخ وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ زمان و مکان کی تبدیلی اور انبیاء کے فرق سے ان عقائد میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ تورات' زبور اور انجیل میں جو عقائد تھے' وہی عقائد قرآن مجید میں ہیں' اس لحاظ سے قرآن مجید ان سابقہ کتابوں کا مصدق ہے اور فروع سے مراد ہیں احکام شریعت اور ہر زمانہ کے مخصوص حالات' رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس زمانہ کے نبی کی شریعت دوسرے انبیاء سے مختلف ہوتی ہے اور یوں تمام انبیاء کے احکام شریعت ایک دوسرے سے مختلف ہیں' لیکن نفس عبادت اور اطاعت رسول اور اتباع شریعت میں تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں اور اس چیز میں قرآن ان کا مصدق ہے۔ نیز ان تمام سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آخری زمانہ میں نبی آخر سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا' جو سابقہ شریعت کو منسوخ کر دیں گے اور سب لوگوں کو صرف ان کی شریعت کی اتباع کرنی ہوگی اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے اور قرآن مجید کے ذریعہ آپ کی شریعت نافذ ہو گئی تو سابقہ آسمانی کتابوں کی یہ بشارت پوری ہو گئی' اس لحاظ سے قرآن مجید تمام سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہے۔

مکہ مکرمہ کا ام القریٰ ہونا

اس آیت میں مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ فرمایا ہے' ام القریٰ کا لفظی معنی ہے شہروں کی ماں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس لیے فرمایا ہے کہ تمام زمینیں اس کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہیں اور ابو بکر اصم نے کہا ہے' کہ مکہ تمام دنیا والوں سے پہلے آباد ہوا ہے' تو گویا یہی اصل ہے اور باقی تمام شہر اور قصبات اس کے تابع ہیں۔ نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر دور میں مرکزی عبادت حج ہے اور حج مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے تمام مخلوق مکہ مکرمہ میں

Marfat.com

جمع ہوتی ہے' جیسے بچے ماں کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا' نیز حج کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں انواع واقسام کی تجارت ہوتی ہے اور اس شہر میں کسب معاش اور روزی حاصل کرنے کے ذرائع دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ ہیں' اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی عبادت کا پہلا گھر مکہ مکرمہ میں بنایا گیا' اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا۔

نبی ﷺ کی عمومی بعثت پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے تاکہ آپ مکہ والوں اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو ڈرائیں۔

یہود کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نبی ﷺ صرف جزیرۂ عرب کے رسول ہیں اور وہ اس آیت سے مسلمانوں پر الزام قائم کرتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا ہے' تاکہ آپ مکہ والوں اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مکہ اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو ڈرانے کا ذکر ہے اور باقی علاقہ کے لوگوں کو ڈرانے کی نفی نہیں ہے' جبکہ دوسری آیات سے ثابت ہے کہ آپ تمام جہان والوں کے لیے (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان:۱)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی' تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۸)

آپ کہیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ (آل عمران:۲۰)

اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہیے: کیا تم اسلام لے آئے؟ اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر انہوں نے اعراض کیا تو آپ کا کام صرف حکم پہنچا دینا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کے لیے رسول ہیں اور اس سے پہلی آیات میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ تمام مخلوق کے لیے رسول ہیں۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' پہلے نبی بالخصوص ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے بالعموم تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتیں حلال کردی گئیں اور وہ مجھ سے پہلے حرام تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنادی گئی اور ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر میرا رعب طاری کردیا جاتا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

(سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۸۹' صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم' المساجد' ۳ (۵۲۱) ۱۱۳۳' سنن الترمذی' ۳' رقم الحدیث: ۱۵۵۹' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۳۶-۴۳۲)

آخرت پر ایمان نبی ﷺ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے

اس آیت میں فرمایا ہے جو لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں' اور اس آیت کا بہ ظاہر یہ معنی ہے کہ آخرت پر ایمان لانا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ علماء نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک وجہ

Marfat.com

یہ ہے کہ جو شخص آخرت پر ایمان لائے گا وہ وعد و وعید اور ثواب و عذاب پر بھی ایمان لائے گا اور ایسا شخص ثواب کے حصول کی کوشش کرے گا اور عذاب کے موجبات سے بچے گا' اور وہ توحید اور رسالت کے دلائل میں غور و فکر کرے گا' اور یہ اس کے اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا ذریعہ ہو گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے دین میں مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت قائم ہونے کے عقیدہ پر بہت زور دیا گیا ہے اور اتنا زور کسی اور نبی کے دین میں نہیں دیا گیا' اس وجہ سے آخرت پر ایمان لانا سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

تمام عبادات میں نماز کی اہمیت

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ آخرت پر ایمان لانے والے تمام نیک اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور تمام برے کاموں سے بچتے ہیں تو اس آیت میں نماز کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے افضل اور اشرف عبادت نماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں نماز پر ایمان کا اطلاق فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (البقرہ: ۱۴۳) اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہارا ایمان (نماز) ضائع کر دے۔

نیز احادیث میں عمداً نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔ اس کی روایت میں محمد بن ابی داؤد منفرد ہے' باقی راوی ثقہ ہیں۔

(المعجم الاوسط' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۴۷' مطبوعہ ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے اور ان کا حال پوچھا' گھر والوں نے کہا جیسا تم دیکھ رہے ہو' میں نے کہا ان کو نماز کے لیے بیدار کرو۔ وہ نماز سے زیادہ اور کسی چیز کے لیے فکر مند نہیں ہوتے۔ گھر والوں نے کہا یا امیر المومنین! نماز' حضرت عمر نے کہا اللہ! یہ نماز کا وقت ہے اور فرمایا اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ (ایک روایت میں ہے حق) نہیں جو نماز کو ترک کرے' پھر انہوں نے نماز پڑھی اور ان کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔

(المعجم الاوسط' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۱۷۸' علل دار قطنی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۲۷۔ حافظ ہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ۱' ص ۲۹۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا انسان اور کفر و شرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان ۱۳۴' (۸۲) ۲۴۱' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۷۸' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۲۸' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۴' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۷۸' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۸۹' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۴۹۸۳)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے درمیان اور ان کے درمیان عہد' نماز ہے۔ سو جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے۔ اور یہ حدیث حضرت انس اور حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۳۰' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۰۷۹)

Marfat.com

تارک نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے اور کفر کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث اسی ظاہری معنی پر محمول ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ نماز ترک کر دے تو جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علی' امام احمد' امام ابن المبارک' اسحاق اور علامہ ابن حبیب مالکی کے نزدیک اس کو کفر کی بنا پر قتل کیا جائے گا اور امام مالک' امام شافعی اور دیگر علماء کے نزدیک اس کو حداً قتل کیا جائے گا۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا' جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔

صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں' کیونکہ کفر انکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس شخص نے ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں پڑھا اور ان کا پورا پورا رکوع اور خشوع کیا تو اللہ نے ازراہ کرم اس کی مغفرت کرنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے' اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۲۵' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۰' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۴۰۱' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۲۷۵۶' ۲۲۷۶۷' ۲۲۷۸۳' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج ۵' ص ۳۲۲' ۳۱۷' طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا اعلان فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لیے چاہے گا' بخش دے گا۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔

(المفہم' ج ۱' ص ۲۷۲-۲۷۱' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تارک نماز کو قتل کرنے کے عدم جواز پر یہ دلیل ہے کہ اسلام میں صرف تین جرموں کی سزا قتل ہے' کسی مسلمان کو ناجائز قتل کیا ہو' شادی شدہ شخص نے زنا کیا ہو یا کسی شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہو۔ ان تین جرموں کے سوا اور کسی جرم میں کسی مسلمان کو (بطور حد) قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان مرد کو جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' تین جرموں میں سے کسی ایک کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ (وہ یہ ہیں) جان کا بدلہ جان' شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا اور جماعت کو چھوڑنے والا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۸۷۸' صحیح مسلم' قسامہ' ۲۵ (۱۶۷۶) ۴۲۹۶' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۲' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۰۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۳۴' سنن کبریٰ' ج ۸' ص ۲۸۴' ۲۸۳' ۲۱۳' سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۳۰' ۴۰۲۹' صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۴۰۸' مسند احمد' ج ۱' ص ۴۲۸' ۳۲۲' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۲۱)

یہ حدیث امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے اور (اے مخاطب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی' کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔ (الانعام: ۹۳)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں قرآن مجید اور نبی ﷺ کی صفات بیان فرمائی تھیں اور اس آیت میں ان لوگوں پر وعید ہے جنہوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کا پہلا حصہ یعنی اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے' حالانکہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی' مسیلمہ کے متعلق نازل ہوا ہے' جو بنو عدی بن حنیفہ کے قبیلہ سے تھا۔ اور آیت کا دوسرا حصہ یعنی "اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے" یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق نازل ہوا ہے' یہ بنو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھا' یہ نبی ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا۔ اس نے ایک دن عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم لکھ دیا اور کہنے لگا یہ دونوں برابر ہیں پھر یہ اسلام سے مرتد ہو کر قریش کے ساتھ جا ملا' پھر فتح مکہ کے موقع پر دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۳۵۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مسیلمہ اور اسود العنسی کے احوال

علامہ ابو العباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں

امام ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کثیر تھا' یہ قبیلہ بنو حنیفہ سے تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا' یہ کلمہ پڑھتا تھا "لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" اس کا زعم تھا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ہے' بنو حنیفہ بہت جلد اس کے تابع ہو گئے۔ اس نے اپنی قوم کے دو آدمیوں کو اپنا خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا' اس میں لکھا تھا' یہ مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ سلام علیک! میں اس معاملہ میں تمہارا شریک ہوں' سو نصف زمین میری ہے اور نصف تمہاری ہے' لیکن قریش بے انصاف قوم ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پڑھا تو آپ نے اس کے قاصدوں سے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہی جو ہمارے صاحب نے کہا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ایلچیوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی

Marfat.com

طرف اس پر سلام ہو جو ہدایت کا پیروکار ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الاعراف:۱۲۸) بے شک زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

جب مسیلمہ نے یہ جواب پڑھا تو وہ مایوس ہو گیا اور بنو حنیفہ نے کہا ہمارا خیال ہے کہ (سیدنا) محمد ﷺ ہمارے صاحب کو اپنا شریک بنانے پر تیار نہیں ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسیلمہ اور صنعاء کے صاحب اسود بن عزه العنسی اور طلیحہ اور سجاح تمیمیہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' سجاح مسیلمہ کے پاس گئی اور کہنے لگی' تم پر کیا وحی آئی ہے' اس نے کہا مجھ پر یہ وحی آئی ہے:

الم تر الی ربک کیف خلق الحبلی' اخرج منها نسمة تسعی بین صفاق وحشا کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا' اس نے کس طرح حاملہ کو پیدا کیا' اس سے ایک روح نکالی جو باریک کھال اور پیٹ کے اندر دوڑتی ہے۔

اس نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ تم نبی ہو۔ مسیلمہ نے کہا تم مجھ سے شادی کر لو' ہم دونوں مل کر عرب کو کھالیں گے۔ اس نے شادی کر لی اور اس کے منادی نے ندا کی' سنو! ہم بنو حنیفہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں اور بنو حنیفہ کے منادی نے ندا کی' سنو! ہمارے نبی نے تمہاری نبیہ سے شادی کر لی ہے اور سجاح نے مسیلمہ سے کہا' اپنی قوم سے یہ دو لمبی نمازیں عشاء اور فجر منسوخ کر دو' تو مسیلمہ کے منادی نے ان دو نمازوں کے منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا' اس سے بنو حنیفہ بہت خوش ہوئے۔

پھر مسیلمہ اسی حال میں یمامہ چلا گیا' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا' اور تمام اہل یمامہ اسلام سے مرتد ہو کر مسیلمہ کے تابع ہو گئے اور دیگر مرتدین بھی آ کر ان سے مل گئے اور ان کی شوکت بہت بڑھ گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف بہت خطوط لکھے' اس کو بہت نصیحتیں کیں اور بہت ڈرایا' بالآخر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر بھیجا' جس نے مسیلمہ سے قتال کیا اور انجام کار مسیلمہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

(المفہم علی المسلم' ج ۶' ص ۴۱-۳۹' ملخصاً' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے ہیں۔ میں ان سے گھبرا گیا اور ان کو ناپسند کیا' پھر مجھے ان کو پھونک مارنے کی اجازت دی گئی تو وہ اڑ گئے' میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میرے بعد دو کذاب نکلیں گے۔ عبید اللہ نے کہا ان میں سے ایک العنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۳۷۳' صحیح مسلم' رویا' ۲۲' (۲۲۷۴) ۵۸۲۶' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۲۹۹' صحیح ابن حبان' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۶۵۴' دلائل النبوة للبیہقی' ج ۵' ص ۳۳۵' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۲۵۶' طبع دار الفکر)

اس حدیث میں ہے کہ دو کذاب نکلیں گے۔ اس کا معنی ہے میری وفات کے بعد ان کا ظہور اور غلبہ ہو گا' ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں موجود تھے اور ان کے متبعین بھی تھے۔ صنعاء اور یمامہ کے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اسلام کے معاون اور مددگار تھے' لیکن وہ لوگ مسیلمہ اور العنسی کی سنہری باتوں میں آ گئے۔ یہ دونوں شہر نبی ﷺ کے دو ہاتھوں کی طرح

Marfat.com

تھے' کیونکہ آپ ان سے قوت حاصل کرتے تھے اور سونے کے دو کنگن صاحب یمامہ اور صاحب صنعاء تھے' اور ان کی چکنی چپڑی باتوں کو سونے کی ملمع کاری سے تشبیہ دی ہے اور آپ نے جو ان کو پھونک مار کر اڑایا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ آپ کی امت کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ صاحب صنعاء اسود بن کعب ہے' اس کا لقب ذوحمار ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ جا رہا تھا اور سامنے سے ایک گدھا آ رہا تھا' وہ لڑکھڑایا اور منہ کے بل گر گیا تو اس نے کہا اس گدھے نے مجھے سجدہ کیا ہے۔ پھر یہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا' جاہل لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور یہ صنعاء پر قابض ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے عامل مہاجر بن اسد مخزومی کو صنعاء سے نکال دیا۔ فیروز دیلمی اور قیس بن مکشوح نے اس کو قتل کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا سر لے کر آئے اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔ اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ میرے بعد نکلیں گے۔ یعنی ان کا ظہور اور غلبہ میرے بعد ہو گا۔ (المفہم' ج ۶' ص ۴۵-۴۴' ملخصا' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

معرفت کے جھوٹے دعویٰ داروں کا رد اور ابطال

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ نبوت کے جھوٹے دعویٰ داروں کی سلک میں وہ لوگ منسلک ہیں جو فقہ' حدیث اور علوم دینیہ کے حصول سے اعراض کرتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات واقع ہوئی ہے یا میرے دل نے یہ کہا ہے اور ان کا یہ زعم ہوتا ہے کہ چونکہ ان کا دل گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے پاک اور صاف ہے اور وہ غیر اللہ کے اختلاط سے مامون ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے دل پر علوم اور معرفت کی تجلیات نازل فرماتا ہے اور وہ حقائق ربانیہ اور اسرار کائنات کے واقف ہیں' اس وجہ سے وہ قواعد شرع سے مستغنی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی احکام عام لوگوں کے لیے ہیں اور خواص اور اولیاء اللہ ان سے مستغنی ہیں اور وہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت **وابصہ** بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے **وابصہ** سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی! آپ نے ان کی انگلیوں کو اکٹھا کر کے ان کے سینہ پر مارا اور تین بار فرمایا اے **وابصہ**! اپنے نفس سے فتویٰ لو' اپنے دل سے فتویٰ لو' نیکی وہ ہے جس پر تمہارا نفس مطمئن ہو' جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس سے تمہارے ضمیر میں خلش ہو اور تمہارے سینہ میں کھٹک ہو' خواہ لوگ تمہیں فتوے دیتے رہیں۔

(سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۳۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کیا چیز میرے لیے حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟ انہوں نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور نظر جھکائی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا نیکی وہ ہے جس پر ضمیر پر سکون ہو اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس پر ضمیر میں خلش ہو اور دل مطمئن نہ ہو خواہ تمہیں مفتی فتوے دیتے رہیں۔ (مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۷۵۷' طبع دار الفکر' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۹۴' طبع قدیم)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن مجید اور حدیث شریف کی صریح ہدایت نہ ہو اور نہ اس کے متعلق اجماعی حکم موجود ہو اور اس میں حلال اور حرام مشتبہ ہو' اس میں انسان اپنے ضمیر کے فیصلہ پر عمل کرے۔ مثلاً روزے میں انجکشن لگوانے کے متعلق ہمارے دور کے اکثر مفتی کہتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' لیکن ایک سلیم الفطرت انسان کا

Marfat.com

ضمیر یہ کہتا ہے کہ جب منہ سے دوا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور منہ سے کھائی ہوئی دوا نظام ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد خون میں مل جاتی ہے اور اسی وقت وہ دوا موثر ہوتی ہے' تو اگر وہ دوا انجکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچادی جائے تو بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جانا چاہیے۔ ان احادیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید' احادیث اور ائمہ مجتہدین سے بے نیاز ہو کر انسان اپنے بے لگام دل کے فیصلوں پر عمل کرے' جیسا کہ ان بناوٹی پیروں اور معرفت کے جھوٹے دعویٰ داروں نے سمجھ رکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کے زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے' اسلامی حکومت ہو تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان سے توبہ طلب کی جائے نہ ان سے بحث کی جائے' کیونکہ ان کے اقوال سے احکام شرعیہ کا منہدم ہونا اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا اثبات لازم آتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۳۷-۳۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' مختصراً و موضحاً)

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال

اس آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا ہے اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا' یہ مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا تھا۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين...... ثم انشانه خلقا اخر" (المومنون: ۱۴-۱۲) تو عبداللہ بن سعد کو انسان کی خلقت پر بہت تعجب ہوا اور اس نے بے ساختہ کہا "تبارك الله احسن الخالقين" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن سعد کو اپنے ایمان میں شک پڑ گیا اور اس نے کہا اگر (سیدنا) محمد ﷺ صادق ہیں تو مجھ پر بھی ایسی ہی وحی کی گئی ہے' جیسی ان پر وحی کی گئی ہے۔ پھر وہ اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس کی مذمت میں نازل کی اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے۔ ان کو شیطان نے لغزش دی' وہ کفار کے ساتھ جا ملے' رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے پناہ طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو پناہ دے دی۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۸' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۸۰)

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے' پھر حضرت عثمان نے ان کو لا کر نبی ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے۔ آپ نے سر اقدس اوپر اٹھایا اور تین بار اس کی طرف دیکھا اور ہر بار انکار کر دیا' پھر تین بار انکار کے بعد بیعت کر لیا' پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم نہیں جان سکے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے آنکھوں سے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۹' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۷۸)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی۔ وہ

Marfat.com

چار مرد یہ تھے۔ عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن خطل' مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ کعبہ کے پردوں سے بھی لٹکے ہوئے ہوں تو ان کو قتل کر دینا۔ عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پکڑا گیا۔ حضرت سعد بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر نے اس کو پکڑا اور حضرت سعد نے حضرت عمار پر سبقت کی۔ وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے' انہوں نے اس کو قتل کر دیا' اور مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا اور عکرمہ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہو گئے' اس کشتی کو تیز ہواؤں نے آلیا۔ کشتی والوں نے کہا خلوص کے ساتھ اللہ سے دعا کرو کیونکہ تمہارے معبود یہاں پر کسی کام نہیں آسکتے۔ عکرمہ نے دل میں کہا بہ خدا اگر اس سمندر میں میری نجات صرف اخلاص سے ہو سکتی ہے تو خشکی میں بھی صرف اللہ کے ساتھ اخلاص ہی کام آسکتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس گرداب سے بچالیا تو میں سیدھا (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور جا کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دوں گا اور میں ان کو ضرور معاف کرنے والا اور کریم پاؤں گا' پھر وہ آپ کے پاس گئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور رہے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے' جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان نے ان کو لے جا کر نبی ﷺ کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے۔ آپ نے تین بار اس کی طرف دیکھا اور ہر بار انکار کیا' پھر تین بار انکار کے بعد آپ نے بیعت کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں اتنا سمجھ دار شخص کوئی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں کیا پتا تھا کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے ہماری طرف آنکھوں سے اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۷۸' سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۸۳' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۹)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فتح مکہ کے ایام میں دوبارہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اسلام پر بہت اچھی طرح عمل کیا اور اس کے بعد ان سے کوئی ناپسندیدہ بات صادر نہیں ہوئی' وہ قریش کے معزز دانش مند سرداروں میں سے ایک تھے' پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۲۵ھ میں انہیں مصر کا گورنر بنا دیا' ۲۷ھ میں انہوں نے افریقیہ کو فتح کیا۔ مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمرو بن العاص صاحب میمنہ تھے' مصر کی تمام جنگوں میں حضرت عمرو بن العاص ہی والی تھے' جب حضرت عثمان نے ان کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن سعد کو ان کی جگہ مقرر کیا تو حضرت عمرو بن العاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرنے لگے اور ان کی خلافت پر تنقید کرنے لگے' حضرت عبداللہ بن سعد حضرت عثمان کی شہادت تک فلسطین میں رہے۔ انہوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی' حضرت معاویہ کی خلافت منعقد ہونے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ افریقیہ میں فوت ہوئے اور صحیح یہ ہے کہ ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں عسقلان میں فوت ہوئے۔

(الاستیعاب' ج ۲' ص ۳۷۸-۳۷۶' علی ہامش الاصابہ' مختصر تاریخ دمشق' ج ۱۲' ص ۲۳۱-۲۲۷' ملخصاً)

کافر کے جسم سے روح نکلنے کی کیفیت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اے مخاطب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے' نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی' کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔ (الانعام: ۹۳)

Marfat.com

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کافروں میں بلکہ کسی بھی انسان میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے بدن سے اپنی جان نکال سکے' پھران کو یہ حکم دینے کا کیا فائدہ ہے کہ "نکالو اپنی جانوں کو" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے' بلکہ ان کو عاجز کرنے اور ان کو رسوا کرنے کے لیے ہے' موت کے وقت کفار بہت سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور جس طرح کوئی کانٹے دار شاخ کیچڑ اور گارے میں پھنسی ہوئی ہو تو اس کو کھینچ کر بڑی سختی سے نکالا جاتا ہے' اسی طرح ان کی روح ان کے بدن سے عذاب اور سختی کے ساتھ نکالی جائے گی' اس وقت ان سے فرشتے کہیں گے کہ اگر تم آسانی کے ساتھ روح کو اپنے بدن سے نکال سکتے ہو تو نکال لو۔ کافر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور اللہ سے ملاقات کے منکر تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ذلت والے عذاب میں مبتلا کر کے ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکلواتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات سے محبت رکھے' اللہ بھی اس کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے' اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۰۷' صحیح مسلم' الدعوات' ۱۴' (۲۶۸۳) ۶۶۹۴' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۰۶۸' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۸۳۷)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کو عذاب اور سزا اور گلے میں ڈالے جانے والے طوقوں اور زنجیروں' دوزخ' گرم پانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی بشارت دیتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں منتشر ہو جاتی ہے اور جسم سے نکلنے سے انکار کرتی ہے۔ تب فرشتے اس کے چہرے اور دبر پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی' کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کافر بندے پر موت وارد کرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اس کے پاس ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بھیجتا ہے۔ جو ہر بدبودار چیز سے زیادہ بدبودار اور ہر سخت چیز سے زیادہ سخت ہوتا ہے' فرشتے اس سے کہتے ہیں' اے خبیث روح! جہنم کی طرف نکل اور دردناک عذاب کی طرف' اور تیرا رب تجھ پر ناراض ہے' باہر نکل تو نے بہت برے اعمال بھیجے ہیں' وہ روح ایسے بدبودار مردہ کی طرح نکلے گی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دیکھ لے تو اپنی ناک بند کر لے اور آسمان کے اردگرد والے فرشتے کہیں گے' سبحان اللہ! زمین سے ایک مردہ اور خبیث روح آئی ہے' اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پھر اس کے جسم کو زمین پر پھینکنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کی قبر میں تنگی کی جائے گی اور اس کو اونٹ کی گردن جتنے موٹے سانپوں سے بھر دیا جائے گا' وہ اس کا گوشت کھالیں گے اور اس کی ہڈیوں میں سے بھی کچھ نہیں چھوڑیں گے' پھر اس کے پاس بہرے اور اندھے فرشتے بھیجے جائیں گے' ان کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے' وہ کچھ دیکھیں گے نہیں' تاکہ انہیں رحم آئے اور کوئی آواز نہیں سنیں گے' تاکہ انہیں اس پر ترس آئے۔ وہ اس کو بری طرح ماریں گے' اور اس کے لیے دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس سے وہ صبح و شام کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا' اور وہ اللہ سے یہ دعا کرے گا کہ وہ اس کو اسی جگہ رکھے اور دوزخ میں نہ بھیجے۔

حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا کہ یہ حدیث المعجم الکبیر میں ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲' ص ۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تنہا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا' وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی

Marfat.com

نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ گھمنڈ کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے شریک ہیں' بے شک تمہارا باہمی تعلق ٹوٹ گیا اور جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے وہ تم سے جاتے رہے۔ (الانعام: ۹۴)

مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفار دنیا میں مال جمع کرتے تھے اور اس کی طاقت پر بھروسہ کرتے تھے اور بتوں کی شفاعت اور مدد پر اعتماد کرتے تھے' لیکن قیامت کے دن وہ تنہا آئیں گے' ان کے پاس مال ہو گا نہ ان کے ساتھ ان کے خود ساختہ اور باطل معبود ہوں گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں اور مرد جمع ہوں گے' کیا وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اس دن معاملہ اس سے بہت ہولناک ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۲۷' صحیح مسلم' جنت' ۵۶' (۲۸۵۹) ۷۰۶۵' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۸۴' سنن ابن ماجہ' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۲۷۶' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۲۱۱)

اس آیت سے حسب ذیل سبق حاصل ہوتے ہیں:

انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور اس کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطابق زندگی بسر کرے اور اگر اس نے اپنی زندگی شیطان اور نفس کی پیروی میں گزار دی تو آخرت میں وہ بالکل یکہ و تنہا ناکام اور خائب و خاسر ہو گا' جو انسان ساری عمر مال و دولت کے حصول میں سرگرداں رہا اور دنیا کی دلفریبیوں میں منہمک اور مشغول رہا اور اس نے نجات اخروی کی کوئی تیاری نہیں کی' وہ شخص قیامت کے دن کف افسوس ملتا ہوا رہ جائے گا۔ جو شخص دنیا میں جھوٹی امیدوں سے وابستہ رہا اور باطل مذاہب کے ساتھ پیوستہ رہا' قیامت کے دن جب اس پر ان جھوٹے خداؤں کا جھوٹ ظاہر ہو گا' اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے سے فریب کا پردہ اتر جائے گا' وہ سلامتی اور سچائی کی راہ پر واپس آنا چاہے گا' لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہو گی۔

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے ، وہی زندہ کو مردہ سے

الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى

نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے ، یہی تو اللہ ہے ! تم کہاں

تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ

بھٹک رہے ہو ○ وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے، اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج

Marfat.com

وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور چاند کو حساب کے لیے ، یہ بہت غالب اور بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے ○ وہی ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ

تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو ، بیشک

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ○ وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا

وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾

کیا، پھر ہر ایک کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے ، بیشک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائی ، پھر

شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے ، پھر ان سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے اور کھجور کے

طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَ

شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو جھکے پڑتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار

الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ

کے باغ اگائے جو ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں ، جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے

وَيَنْعِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾

پکنے کی طرف دیکھو، بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ

اور انہوں نے اللہ کے لیے جنوں کو شریک قرار دیا حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے

Marfat.com

۱۲ ع ۱۸

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

اور بیٹیاں گھڑ لیں، اور وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے' وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے' یہی تو اللہ ہے! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ (الانعام: ۹۵)

زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت اور قرآن مجید کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور وجود باری پر دلائل دیئے ہیں۔ ایک باریک سے دانہ کو چیر کر اللہ تعالیٰ اس میں ایک کونپل پیدا کرتا ہے' وہ کونپل اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ اگر ہم اس کو ہاتھ میں لے کر مسل دیں تو ہمارے ہاتھ میں صرف پانی کی نمی رہ جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ اس کونپل میں اتنی قوت پیدا فرماتا ہے کہ وہ سخت سے سخت زمین کو چیر کر زمین کے اندر نفوذ کر جاتی ہے' اس کا ایک حصہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ زمین کے اوپر نکل آتا ہے' پھر نچلے حصہ سے جڑیں بنتی ہیں جو دور تک زمین کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں اور اوپر کے حصہ سے ایک تناور درخت بن جاتا ہے جس میں شاخیں ہوتی ہیں' ان میں سرسبز پتے ہوتے ہیں' شگوفے کھلتے ہیں اور پھل اور پھول لگتے ہیں' اسی ایک دانہ سے جس کی طبیعت واحد ہوتی ہے' مختلف رنگ کے پھل' پھول اور پتے پیدا ہوتے ہیں' مختلف ذائقے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان میں مختلف خواص اور الگ الگ تاثیریں ہوتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ خود بہ خود ہو رہا ہے؟ کیا یہ صرف دانہ یا بیج کا کارنامہ ہے؟ کیا یہ کسی بے جان بت یا دیوی یا دیوتا کا کیا دھرا ہے؟ یہ دیوی اور دیوتا تو خود اپنے مرنے اور جینے میں کسی اور کی مشیت کے پابند ہیں' سورج' چاند اور ستارے ایک مقرر شدہ نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ پھر ان میں سے کسی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس نظام کی تخلیق کا موجب ہے۔ بتاؤ! اللہ کے سوا کون ہے جو اس تخلیق کا دعویٰ رکھتا ہے؟ کیا کبھی کسی نے یہ نعرہ لگایا کہ میں اللہ کا شریک ہوں؟ کیا کبھی کسی نے کسی نبی' کسی رسول کو بھیجا' کوئی کتاب نازل کی کہ اللہ کے سوا فلاں فلاں اور بھی اس کار تخلیق میں اس کے معاون اور شریک ہیں؟ پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ بلاوجہ' بلا دلیل اور بلا دعویٰ کے کسی کو اللہ کا شریک مان لیں؟

اسی ایک درخت پر غور کر لو' اس کی جڑیں بھی لکڑی کی ہیں' اس کا تنا بھی لکڑی کا اور جڑیں زمین کے نیچے جا رہی ہیں اور تنا زمین کے اوپر جا رہا ہے' اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا زمین کے نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں جا رہا ہے؟ اور اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا زمین کے اوپر جانا ہے تو جڑیں زمین کے نیچے کیوں جا رہی ہیں؟ معلوم ہوا کہ لکڑی کی طبیعت کا تقاضا کچھ بھی نہیں' یہ سب کچھ ایک قادر قیوم کے حکم سے ہو رہا ہے' وہ جس حصہ کو چاہتا ہے' اس کو نیچے کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے' اوپر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ نطفہ سے زندہ بشر پیدا فرماتا ہے اور زندہ بشر سے نطفہ نکالتا ہے' اسی طرح بے جان انڈے سے مرغی کا چوزہ نکالتا ہے اور زندہ مرغی سے بے جان انڈا نکالتا ہے' اور ایک ضد سے دوسری ضد کا نکلنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ سب کچھ محض طبعی تقاضوں سے نہیں ہو رہا' بلکہ ایک زبردست مدبر اور علیم کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بے جان بیج سے سرسبز کونپل نکل آتی ہے' اور سرسبز درخت سے بے جان بیج نکل آتے ہیں' اسی طرح کافر کے ہاں مومن اور مومن کے ہاں کافر پیدا

Marfat.com

ہوتا ہے' اور عالم کے ہاں جاہل اور جاہل کے ہاں عالم پیدا ہوتا ہے۔

اور جب تم اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کے ان دلائل کا مشاہدہ کر رہے ہو تو پھر ان بتوں کی پرستش کیوں کر رہے ہو؟ اور اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو کیوں پکارتے ہو؟ ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور ان سے منتیں اور مرادیں کیوں مانگتے ہو؟ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جب تم یہ مشاہدہ کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ مردہ سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جب وہ ایک بے جان قطرہ سے جیتا جاگتا انسان کھڑا کر دیتا ہے تو وہ تمہارے مرنے اور پھر ریزہ ریزہ ہونے کے بعد تم کو ان ہی منتشر ذرات سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ تم سوچتے کیوں نہیں اور ادھر ادھر کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے' یہ بہت غالب اور بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ (الانعام: ۹۶)

آسمان کی نشانیوں سے وجود باری اور توحید پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نباتات اور زمین کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں سورج اور چاند اور آسمان کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا ہے۔

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا' اللہ تعالیٰ نے ظلمات اور نور کو پیدا فرمایا ہے' اب فرمایا ہے کہ وہ رات کی ظلمت اور تاریکی کو چیر کر صبح کی روشنی کو پیدا فرماتا ہے جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتی ہے اور اس سے رات کی سیاہی مضمحل ہوتی ہوئی کافور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے متضاد چیزیں پیدا فرماتا ہے اور اس سے اس کی غالب قدرت اور عظیم سلطنت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا' یعنی رات کو جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو لوگ دن کے کام کاج سے رک جاتے ہیں اور تھکے ہارے لوگ رات کی گود میں سو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ (النباء: ۱۱-۹)

اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا اور ہم نے رات کو پردہ پوش کر دیا اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔

پھر فرمایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا' یعنی سورج کے یومیہ دورہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں جن کو تم چوبیس ساعتوں میں تقسیم کرتے ہو اور چاند کے حساب سے تم مہینوں کا تعین کرتے ہو اور بارہ مہینوں کی گنتی سے تم سال کا حساب کرتے ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ (الرحمٰن: ۵)

سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ (یونس: ۵)

وہی ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور اور اس کی منزلیں مقرر کیں' تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔

یعنی سورج اور چاند کی گردش کے لیے ایک سال کا نصاب اور نظام مقرر کر دیا ہے۔ گرمیوں میں دن کا بڑا ہونا اور سردیوں میں دن کا چھوٹا ہونا اسی مقررہ نصاب اور نظام کی وجہ سے وجود میں آتا ہے اور سورج کے طلوع اور غروب میں اور طلوع کے بعد بتدریج نصف النہار تک پہنچنے میں اور زوال کے بعد ڈھل جانے میں تمہاری نمازوں کے اوقات اور ماہ رمضان میں سحری اور

Marfat.com

افطاری کے اوقات ہیں اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی علامتوں سے تم مہینوں کا تعین کرتے ہو اور ماہ رمضان' عید الفطر' عید الاضحیٰ اور حج کی عبادات انجام دیتے ہو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں' رات کو چیر کر صبح کو پیدا کرنا' رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا۔

نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ ثناء کر کے دعا کی ہے۔

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

امام مالک کو یحییٰ بن سعید سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! (رات کی تاریکی سے) صبح کو چیر کر نکالنے والے اور رات کو آرام کے لیے بنانے والے' سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنانے والے' میری طرف سے قرض کو ادا کر دے اور مجھے فقر سے غنی کر دے اور میری سماعت اور بصارت اور میری طاقت سے مجھے اپنے راستہ میں نفع عطا فرما۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۴۹۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا' تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو' بے شک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ (الانعام: ۹۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کرنے کا فائدہ بیان کیا کہ تم اپنے سفروں میں سورج اور چاند کے علاوہ ستاروں سے بھی راہنمائی حاصل کرتے ہو۔ ان کی مدد سے انسان راستوں کو تلاش کرتا ہے اور راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے' جب انسان آسمان کی ان نشانیوں اور ان کی باریکیوں اور ان کے اسرار و رموز پر غور کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت منکشف ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا بے شک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں' یعنی ہم نے قرآن مجید کی آیات کو اور کائنات میں وجود باری تعالیٰ پر بکھری ہوئی نشانیوں کو اہل علم اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اسرار کو پا سکیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت اور اس کے علم اور اس کی قدرت پر استدلال کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا' پھر ہر ایک کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے' بے شک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ (الانعام: ۹۸)

انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل

زمین اور آسمانوں میں وجود باری اور اس کی توحید پر نشانیوں کا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ نشانیاں بیان فرمائیں جو خود انسان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا فرمایا اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی نسل سے ازدواج اور تناسل کے ذریعہ تمام انسان پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (النساء: ۱)	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوجہ (حوا) کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

تمام انسانوں کو ایک نفس سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدت' اس کے علم اور اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلالت کرتا ہے' کہ انسان غور کرے' جس طرح تمام انسانوں کا سلسلہ ایک نفس پر جا کر ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح اس کائنات اور حوادث کا سلسلہ بھی ایک اصل اور ایک فاعل مختار پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ ہے اور وجود واحد ہے اور

Marfat.com

واجب اور قدیم ہے' ورنہ اسے بھی کسی موجد کی ضرورت ہوتی اور اس تمام کائنات کو اس نمط واحد پر اس نے علم اور حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے' اور ظاہر ہے اس کے علم اور قدرت کے بغیر انسانوں کا یہ سلسلہ وجود میں نہیں آ سکتا تھا۔

تمام انسان نسلاً برابر ہیں

تمام انسانوں کا ایک نفس سے پیدا ہونا جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت کا ذریعہ ہے' اسی طرح اس میں یہ رہنمائی بھی ہے کہ تمام انسان ایک اصل اور ایک نوع سے ہیں' ان کا ایک خمیر ہے۔ یہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں' یہ سب آپس میں بھائی ہیں' انہیں باہم بھائیوں کی طرح شیر و شکر رہنا چاہیے اور اختلاف اور انتشار نہیں کرنا چاہیے' ان میں رنگ' نسل اور علاقہ اور زبان کا جو اختلاف ہے' وہ محض شناخت اور تعارف کے لیے ہے' ورنہ اصل ان سب کی ایک ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا' اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا' تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو' بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا' اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے' سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے' کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ (الحدیث)

(مسند احمد' ج ۱۷' رقم الحدیث: ۲۳۳۸۱' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۵' ص ۴۱۱' طبع قدیم' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ۳' ص ۲۶۶)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں حجۃ الوداع کا خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے' سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے' نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے' مگر صرف تقویٰ سے' بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تو حاضر غائب تک یہ پیغام پہنچا دے۔

(شعب الایمان' ج ۴' ص ۲۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

مستقر اور مستودع کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ہر ایک کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقرار کی جگہ رحم ہے اور سپردگی کی جگہ وہ زمین ہے جہاں وہ دفن ہوگا۔ اور حسن بصری نے کہا استقرار کی جگہ قبر میں ہے اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ استقرار کی جگہ قبر ہے اور سپردگی کی جگہ صلب (پشت) میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ استقرار کی جگہ زمین میں ہے اور سپردگی کی جگہ پشت میں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اللہ عزوجل تمہاری پشت سے ان

Marfat.com

کو نکالے گا جن کو اس نے تمہاری پشت کے سپرد کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ مستقر وہ ہیں جو پیدا ہو چکے اور مستودع وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت یہ ہے کہ مستودع وہ ہیں جو اللہ کے نزدیک ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۴۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقر زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (البقرہ: ۳۶) اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنے کی جگہ اور فائدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا' پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائی' پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے' پھر ان سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو جھکے پڑتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغ اگائے جو ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں' جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو' بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ (الانعام: ۹۹)

سابقہ آیات سے ارتباط

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر استدلال کیا' دوسری بار آسمان کی نشانیوں میں سے سورج اور چاند سے استدلال کیا' پھر تیسری بار ستاروں سے استدلال کیا' چوتھی بار نفس انسان سے استدلال کیا اور اب پانچویں بار آسمان سے نازل ہونے والی بارش سے استدلال کیا۔ اس آیت میں وجود باری اور اس کی توحید پر دلیل بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی بیان ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اولاً آسمان سے پانی بادلوں کی طرف آتا ہے اور پھر بادلوں سے زمین پر پانی برستا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دریاؤں اور سمندروں سے بخارات اوپر اٹھ جاتے ہیں اور بادل بن جاتے ہیں اور برسنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اس کا معنی ہے آسمان کی جانب سے پانی برسایا۔

کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار قسم کے درخت بیان فرمائے ہیں۔ کھجور' انگور' زیتون اور انار اور درخت کے پھلوں سے پہلے کھیتوں کا ذکر فرمایا' کیونکہ کھیتوں سے غذا حاصل ہوتی ہے اور درختوں کے پھلوں سے لذت حاصل ہوتی ہے اور غذا لذت سے اہم اور اس پر مقدم ہے' اور کھجور کو باقی پھلوں پر مقدم کیا' کیونکہ کھجور غذا کے قائم مقام ہے خصوصاً عربوں میں اور حکماء نے بیان کیا ہے کہ کھجور کی حیوان کے ساتھ کئی وجوہ سے مناسبت ہے' اس کے متعلق حدیث میں ہے:

امام احمد بن علی المثنی التمیمی المتوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کے درخت کی توقیر اور تعظیم کرو' وہ تمہاری پھوپھی ہے' کیونکہ وہ اس مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس سے حضرت آدم پیدا کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی درخت کو گابھن نہیں کیا جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ جننے والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ اور تازہ کھجوریں میسر نہ ہوں تو چھوارے کھلاؤ' اور اللہ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ اور کوئی عزت والا درخت نہیں ہے' جس کے نیچے مریم بنت عمران اتری تھیں۔ (مسند ابو یعلی' موصلی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۵۵' حلیۃ الاولیاء' ج ۶' ص ۱۲۳' کامل ابن عدی' ج ۶' ص ۲۴۲۴' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۸۹)

Marfat.com

اس حدیث کی سند منقطع ہے۔ عروہ بن رویم کی حضرت علی سے ملاقات نہیں ہے' اس کے علاوہ اس کا ایک راوی مسرور بن سعید ضعیف ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے بتاؤ' وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا' حضرت عبداللہ نے کہا میرا ذہن کھجور کے درخت کی طرف گیا' لیکن مجھے (بڑے لوگوں کے سامنے بولنے سے) شرم آئی۔ پھر لوگوں نے کہا یارسول اللہ! بتایئے! وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے' میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اگر تم اس وقت یہ بتا دیتے کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۲-۶۱' صحیح مسلم' منافقین' ۶۳' (۲۸۱۱) ۶۹۶۵' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۶۱' مسند احمد' ج ۲' ص ۱۲۳' ۶۱' طبع قدیم)

رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درخت کو مومن اور مسلم کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ اس درخت میں خیر بہت زیادہ ہے' اس کا سایہ دائمی ہے' اس کا پھل میٹھا ہے اور یہ ہمیشہ کھایا جاتا ہے۔ تازہ بھی اور خشک بھی' اس کے منافع بہت ہیں' اس کے تنے کے شہتیر بناتے ہیں جو تعمیر کے کام آتے ہیں۔ اس کے پتوں سے رسی' چٹائی' ٹوپی اور پنکھے بنائے جاتے ہیں' اس کی گٹھلی سے تسبیح بنتی ہے اور کئی قسم کے کام آتی ہے' پھر یہ بہت حسین و جمیل درخت ہے۔ اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے۔ اس کا عبادت کرنا' اچھے اخلاق سے پیش آنا' عبادت میں توانائی حاصل کرنے کے لیے کھانا پینا' آرام کرنا اور سونا۔ غرضیکہ حسن نیت سے اس کا ہر نیک کام عبادت ہے' اور اس میں اجر و ثواب ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور درختوں میں کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے' حتیٰ کہ کھجور کا ایک شہتیر جس سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے' وہ آپ کے فراق سے چلا چلا کر رونے لگا' مومن کی محبت کے متعلق یہ حدیث ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اھل' اس کے مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد' اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۵' صحیح مسلم' ایمان ۶۹ (۴۴) ۱۶۷-۱۶۶' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۰۱۳' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۷)

اور آپ سے محبت کی بنا پر آپ کے فراق میں کھجور کے درخت کے رونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ انصار کی ایک خاتون نے کہا یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دوں! آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو' انہوں نے آپ کے لیے ایک منبر بنا دیا' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر کھڑے ہو گئے' تو وہ کھجور کا تنا بچہ کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا' آپ

Marfat.com

نے اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ بچہ کی طرح سسکیاں اور ہچکیاں بھرنے لگا۔ حضرت جابر نے کہا وہ آپ کے ذکر کے فراق سے رو رہا تھا۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں سے بنی ہوئی تھی اور نبی ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے' تو ہم نے اس تنے سے اس طرح رونے کی آواز سنی جس طرح اونٹنی اپنے بچوں کے فراق میں روتی ہے' حتیٰ کہ نبی ﷺ نے آکر اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو پھر اس کو قرار آگیا۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۵۸۵' ۳۵۸۴' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۰۵' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۹۹' سنن النسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۹۵' مسند احمد' ج ۵' ص ۱۳۹' طبع قدیم' مسند ابو یعلیٰ' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۰۶۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۰-۳۰۲' المعجم الاوسط' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۲۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۷۹۶-۱۱۷۹۷' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۱۸۱-۱۸۰)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سمرقندی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ خطبہ دیتے وقت طویل قیام کرتے ہوئے تھک جاتے تو ایک کھجور کے تنے کے سہارے کھڑے ہو جاتے۔ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ پسند کریں تو میں آپ کے لیے منبر بنا دوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیں۔ آپ نے فرمایا بنا دو' تو انہوں نے تین یا چار سیڑھیوں کا منبر بنا دیا' نبی ﷺ کو اس میں آرام ملا' جب نبی ﷺ اس تنے سے الگ ہوئے اور منبر پر بیٹھے تو نبی ﷺ کی جدائی کی وجہ سے وہ تنا اونٹنی کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔ جب آپ نے اس کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو' اگر تم چاہو تو میں تم کو اسی جگہ رہنے دوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں لگا دوں' تم جنت کی نہروں اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو' تمہارے پتے اور پھل خوبصورت ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں سے کھائیں۔ اس تنے نے نبی ﷺ سے کچھ کہا جس کو آپ نے سنا اور فرمایا اس نے یہ اختیار کر لیا ہے کہ میں اس کو جنت میں اگا دوں۔

(سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۲' المعجم الاوسط' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۲۱۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۰)

امام طبرانی اور امام ابو نعیم کی روایت میں ہے' تمہارے پھلوں سے متقی اولیاء اللہ اور انبیاء و مرسلین کھائیں۔

کھجور' انگور' زیتون اور انار کے خواص

کھجور کا مزاج گرم خشک ہے' اس کی اصلاح انار اور سکنجبین سے ہو جاتی ہے۔ اس میں وٹامنز (حیاتین) اور تمام اہم معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں' اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے' یہ کولیسٹرول کو متوازن رکھتی ہے' مدینہ منورہ کی کھجور عجوہ خاص طور پر دل کے لیے مفید ہے' یہ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور پیشاب کھول کر لاتی ہے' سو گرام کھجور میں ۲۱۴ حرارے' ۲ گرام پروٹین' ۷۳ گرام نشاستہ' ایک گرام چکنائی' ۵ء۵ ملی گرام کیلشیم' ۹ء۶۲ گرام سوڈیم' ۷۶۰ ملی گرام پوٹاشیم' ۲۷ ملی گرام فاسفورس' ۵ء۳ ملی گرام فولاد اور ۷ ملی گرام پھوک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے بعد انگور کا ذکر فرمایا' کیونکہ انگور تمام پھلوں میں افضل ہے' کیونکہ یہ پھل بھی اول سے لے کر آخر تک نفع بخش ہے۔ اس سے سرکہ اور نبیذ بھی بنایا جاتا ہے۔ انگور دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک چھوٹا انگور ہوتا ہے' یہ جب خشک ہو جائے تو اس کو کشمش کہتے ہیں' اور بڑا انگور جب خشک ہو جائے تو اس کو منقی کہتے ہیں۔ انگور کا مزاج گرم تر ہے' یہ زود ہضم اور کثیر الغذا ہے' خون صالح بہ کثرت پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے' سو گرام انگور میں ۶۹ حرارے' ایک گرام پروٹین' ۱۶

Marfat.com

گرام نشاستہ' ایک گرام چکنائی' ۷ ملی گرام کیلشیم' ۲۱ ملی گرام فاسفورس' ۰٫۶ ملی گرام فولاد' ۱۰۰ ملی گرام وٹامن اے' ۰٫۰۷ ملی گرام وٹامن بی اور ۴۲ ملی گرام وٹامن سی ہوتا ہے۔

انگور کے بعد زیتون کا ذکر فرمایا ہے' اس کا پھل سبز اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ فلسطین' عرب' ایران اور جنوبی یورپ میں پیدا ہوتا ہے' زیتون کا تیل بہت مفید ہے۔ سردی کے دردوں میں اس سے بدن پر مالش کی جاتی ہے' یہ بدن کو غذائیت بخشتا ہے۔ اعصاب کو تقویت دیتا ہے' بڑھاپے کے تمام عوارض میں مفید ہے' جدید سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ روغن زیتون کولیسٹرول کو حل کر لیتا ہے۔

انار دو قسم کا ہوتا ہے۔ سرخ دانوں والا اور سفید دانوں والا۔ سرخ دانوں والے کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے اور سفید دانوں والا شیریں ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے۔ اس میں غذائیت کم ہے' خون صالح پیدا کرتا ہے۔ اس میں جراثیم کش خصوصیات بھی ہیں' ۱۰۰ گرام انار میں ۴۳ ملی گرام کیلشیم اور ۲۵ ملی گرام فاسفورس' ۲٫۳ ملی گرام فولاد' ۴۲۰ ملی گرام وٹامن اے' ۱۰۸ ملی گرام وٹامن بی اور ۳۸ ملی گرام وٹامن سی ہوتا ہے۔

پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود باری پر استدلال

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے "جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو' بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں"۔

اس آیت کا یہی حصہ موضع استدلال ہے' اور یہی اس آیت سے مقصود ہے' کیونکہ پھل کے پکنے کے بعد اور اس کی ابتداء کی حالتیں' شکل و صورت' رنگ' ذائقہ اور مزاج کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ بعض پھلوں کا رنگ ابتداء میں سبز ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سرخ یا زرد ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کا ذائقہ ترش ہوتا ہے اور بعد میں شیریں ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کی تاثیر سرد ہوتی ہے اور پکنے کے بعد گرم ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھلوں کی نشوونما میں جو یہ تغیر ہوتا ہے اس کا موجد اور خالق کون ہے؟ پھلوں کی طبیعت' موسم' ستارے اور افلاک تو ان کے موجد نہیں ہو سکتے' کیونکہ ان کی نسبت سب چیزوں کی طرف مساوی ہے اور جس کی نسبت سب کی طرف مساوی ہو' اس سے بعض میں مثلاً سرد اور بعض میں گرم' تاثیرات صادر نہیں ہو سکتیں۔ نیز موسم' ستارے اور افلاک تو خود ایک لگے بندھے نظام کے تابع ہیں' ان سے یہ اثرات صادر نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ ان مختلف اور متضاد اثرات کا خالق وہی قادر و قیوم اور مدبر عالم ہے جو اپنی رحمت' مصلحت' حکمت' علم اور قدرت سے اس ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

توڑے بغیر پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کا عدم جواز

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا' بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ سرخ یا زرد نہ ہو جائیں اور سفید ہونے سے پہلے بالیوں کی بیع سے منع فرمایا' تاوقتیکہ وہ آفات سے محفوظ نہ ہو جائیں۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۱۹۴' صحیح مسلم' بیوع' ۴۹' (۱۵۳۴) ۳۷۸۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۳۶۸-۳۳۶۷' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۲۳۰' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۵۵۱' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۲۱۷)

فقہاء احناف کے نزدیک ظہور صلاحیت کا یہ معنی ہے کہ پھل اتنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ وہ قدرتی آفات سے محفوظ ہو

Marfat.com

جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی پھلوں کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آ جانا ہے۔ (مبسوط' ج ۱۲' ص ۱۹۶)

باغوں میں پھلوں کی مروجہ بیع کے جواز کی صورتیں

ہمارے زمانہ کے اکثر اسلامی شہروں میں باغات کے پھلوں کی بیع کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع ہوتی ہے۔ پھلوں کو درختوں سے توڑ کر بیع نہیں کرتے اور بالعموم اس وقت بیع کی جاتی ہے جب پھلوں کا ظہور بھی نہیں ہوتا اور صرف ان کا بور ظاہر ہوتا ہے' اور کبھی بور کے بھی ظہور سے پہلے بیع ہو جاتی ہے۔ ان احادیث کے پیش نظر بیع کی یہ مروجہ صورتیں باطل ہیں۔ ہمارے فقہاء نے اس کے حل کی چار صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔ علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے بیان کیا کہ خریدار ظہور سے پہلے پھلوں کو خرید لے اور ایک مدت معینہ تک زمین کو کرائے پر لے لے' پھر پھلوں کے اتارنے تک جو زمین سے افزائش اور روئیدگی حاصل ہوگی' وہ کرایہ کا عوض اور اس کا جائز حق ہوگا۔ (المبسوط' ج ۱۲' ص ۱۹۶' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۲۔ اگر بعض پھلوں کے بور کا ظہور ہو گیا ہو اور بعض یا اکثر کا ظہور نہ ہوا ہو تو جن کا ظہور ہو گیا ہے' ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا ان کو تابع قرار دیا جائے۔ یہ امام مالک' امام محمد بن حسن شیبانی' امام حلوانی اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک جائز ہے' اگرچہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ (المبسوط' ج ۱۲' ص ۱۹۷' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۳۔ درختوں پر جس قدر بھی بور یا پھل ہوں ان کو خریدار خرید لے' اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں ان سب کو باغ کا مالک خریدار پر حلال کر دے۔

(المبسوط' ج ۱۲' ص ۱۹۷' فتح القدیر' ج ۵' ص ۴۹۲' مطبوعہ سکھر' البحرالرائق' ج ۵' ص ۳۰۱' مطبوعہ مصر)

یہ تین حل صرف اس صورت میں ہیں جب باغ کے درختوں میں سے کسی ایک پر بھی کم از کم بور لگ گیا ہو' لیکن ہمارے ہاں اس وقت باغ کے پھلوں کی بیع ہوتی ہے جب باغ کے کسی ایک درخت پر بھی بور تک نہیں ہوتا۔ اس صورت میں صرف یہ حل ہے کہ اس بیع کو حکماً بیع سلم قرار دیا جائے' اس لحاظ سے یہ بیع جائز ہو جائے گی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں ضرورت کا متحقق ہونا مخفی نہیں ہے۔ خاص طور پر دمشق میں جہاں پھلوں کے درخت بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہے' اس لیے شرعی حل پر ان سے عمل کرانا عادۃً محال ہے۔ ہر چند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے عمل کرانا ممکن ہے' لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرانا محال ہے اور لوگوں سے ان کی عادت چھڑانے میں بہت حرج ہے اور اس صورت میں جن شہروں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیع ہوتی ہے' ان کے لیے ان پھلوں کا کھانا حرام ہو جائے گا اور نبی ﷺ نے بیع سلم کی رخصت ضرورت کی بناء پر ہی دی ہے' حالانکہ وہ بھی بیع المعدوم ہے۔ پس چونکہ یہاں بھی ضرورت متحقق ہے' اس لیے اس بیع کو بیع سلم کے ساتھ بطریق دلالت لاحق کرنا ممکن ہے۔ سو اب یہ بیع اس حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ "کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے"۔ اس وجہ سے فقہاء نے اس بیع کو استحساناً جائز قرار دیا ہے' جبکہ ظاہر قیاس کے مطابق اس بیع کو ناجائز ہونا چاہیے۔

(ردالمحتار' ج ۴' ص ۵۳' مطبوعہ استنبول' ج ۴' ص ۳۹-۳۸' مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کے لیے جنوں کو شریک قرار دیا' حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے' انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں اور وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۰۰)

Marfat.com

مشرکین کے اپنے شرکاء کے متعلق نظریات اور ان کے فرقے

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر پانچ دلیلیں قائم کیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے نظریات بیان فرمارہا ہے' اور ان کے باطل نظریات کا رد فرمارہا ہے۔

حسن بصری وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت مشرکین عرب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ وہ جنوں کی اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح اللہ عزوجل کی اطاعت ہوتی ہے۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور کلبی نے کہا یہ آیت زندیقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ اور ابلیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں اور مویشیوں کا خالق ہے اور ابلیس جنات' درندوں اور بچھوؤں کا خالق ہے اور اس قول کے قریب مجوس کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اس جہان کے دو بنانے والے ہیں۔ ایک خدا قدیم ہے اور دوسرا شیطان حادث ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ برائی کا پیدا کرنے والا حادث ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۴۹-۴۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دینے والوں کے حسب ذیل فرقے ہیں:

۱- بت پرست لوگ ہیں۔ یہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ بتوں کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں ہے' لیکن یہ بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

۲- بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس عالم کے مدبر کواکب ہیں' اور ان کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ کواکب واجبۃ الوجود لذواتہا ہیں اور ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ یہ ممکنۃ الوجود لذواتہا ہیں اور حادثہ ہیں اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' مگر اللہ سبحانہ نے اس عالم اسفل کی تدبیر ان کی طرف سونپ دی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے ان ہی سے مناظرہ کیا تھا' جب کہا تھا "لا احب الافلین"۔

۳- بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس جہان کے دو خدا ہیں۔ ایک برائی کا خالق ہے' وہ اہرمن ہے اور ایک بھلائی کا خالق ہے' وہ یزدان ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت زندیقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور ابلیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں' مویشیوں اور نیکیوں کا خالق ہے اور ابلیس درندوں' سانپوں' بچھوؤں اور برائیوں کا خالق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو مذہب بیان کیا ہے' وہ مجوسیوں کا مذہب ہے جو یزدان اور اہرمن کے قائل ہیں۔

۴- کفار یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ جن سے مراد فرشتے ہیں' کیونکہ جن کا معنی ہے چھپی ہوئی چیز اور فرشتے بھی آنکھوں سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

۵- یہود حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۹۰-۸۸ مختصراً و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونے پر دلائل

اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں۔ وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی پر علماء اسلام نے حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں:

Marfat.com

۱- خدا اور معبود کا واجب لذاتہ ہونا ضروری ہے' اگر خدا کے لیے بیٹے کو فرض کیا جائے تو وہ واجب لذاتہ ہوگا یا ممکن لذاتہ ہوگا' اگر وہ واجب لذاتہ ہو تو اس کا مولود ہونا باطل ہے' کیونکہ مولود والد سے متاخر اور اس کی طرف محتاج ہوتا ہے' اور واجب لذاتہ کسی سے متاخر اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا' بلکہ مستغنی اور قدیم ہوتا ہے اور اگر وہ ممکن لذاتہ ہو تو پھر وہ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوگا اور مولود والد کا بندہ اور اس کی مخلوق نہیں ہوتا' نیز مولود والد کی جنس سے ہوتا ہے اور ممکن' محتاج اور حادث' واجب' مستغنی اور قدیم کی جنس سے نہیں ہے۔

۲- مولود کی احتیاج اس لیے ہوتی ہے کہ والد کی موت کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہو اور اس کے مشن کو آگے بڑھائے اور اللہ عزوجل پر موت کا آنا محال ہے' اس لیے اس کا مولود بھی محال ہے۔

۳- مولود والد کا جز ہوتا ہے اور جس کا کوئی جز ہو وہ مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے' اس لیے اللہ کا مولود ہونا اس کے مرکب اور حادث ہونے کو مستلزم ہے اور اس کا مرکب اور حادث ہونا محال ہے' اس لیے اس کا مولود بھی محال ہے۔

۴- مولود والد کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے' اس لیے اللہ کا مولود ہونا محال ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ موجودہ عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو باپ اور عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا مجازاً کہتے ہیں' باپ سے مراد رحیم اور شفیق ہے۔ جسمانی لحاظ سے باپ مراد نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ کو خصوصیت سے بیٹا کیوں کہتے ہو؟ اور اس پر اصرار کیوں کرتے ہو؟ ساری کائنات کو اللہ کا بیٹا کہو' وہ سب پر شفیق اور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو شفیق اور رحیم اور حضرت عیسیٰ کو عزیز اور رحیم کیوں نہیں کہتے۔ جب کہ باپ اور بیٹا کے الفاظ جسمانی رشتہ کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے صراحتاً نقص ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متصور نہیں کہ وہ خدا کو باپ کہیں جو اس کے لیے نقص کا موجب ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌؕ

وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے، اس کی اولاد کیونکر ہوگی حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے،

وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡۚ لَاۤ اِلٰهَ

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا

اِلَّا هُوَۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو تم اسی کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا نگہبان

وَّكِيۡلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَۚ وَهُوَ

ہے ○ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ نہایت باریک بین

اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدۡ جَآءَكُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡۚ فَمَنۡ اَبۡصَرَ

بہت باخبر ہے ○ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں آگئیں، سو جس نے آنکھیں

Marfat.com

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَ

کھول کر دیکھ لیا تو اس کا فائدہ ہے اور جو اندھا بنا رہا تو اسی کا نقصان ہے، میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں ○ ہم

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

بار بار مختلف انداز سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے، اور تاکہ ہم اس قرآن کو علم والوں

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

کے لیے بیان کر دیں ○ آپ اس چیز کی پیروی کیجیے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا

کا مستحق نہیں ہے اور مشرکین سے اعراض کیجیے ○ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے

جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا

آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں ○ اور

تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ

(اے مسلمانو!) تم ان کو بُرا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں ورنہ یہ بے علمی اور جہالت سے اللہ کو

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ

بُرا کہیں گے، ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی

مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

طرف لوٹنا ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے ○ اور انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۗ قُلْ اِنَّمَا

اگر ان کے پاس کوئی نشانی آگئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے، آپ کہیے کہ نشانیاں تو

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے ○

Marfat.com

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے

ع ۱۳ ۱۰ ۱۹

وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے' اس کی اولاد کیونکر ہو گی حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۱۰۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دلائل سے رد

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا تھا کہ مشرکین کے عقائد باطل ہیں اور اس آیت میں ان کے باطل ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں' ان دلائل کی تقریر امام رازی نے اس طرح فرمائی ہے:

۱۔ بدیع کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونہ کے پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء۔ بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والا ہے' اور یہی عیسائیوں کے عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے' جس کی پہلے کوئی نظیر اور مثال نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء۔ بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونہ کے پیدا کیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ ہے اور اگر اس وجہ سے وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ نہیں ہے' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وجہ سے کیسے باپ ہو سکتا ہے؟

۲۔ عیسائی جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا باپ ہے۔ اگر اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ جیسے انسانوں میں معروف طریقہ سے اولاد ہوتی ہے' اس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تو بیوی ہی نہیں ہے تو اس کا بیٹا کیسے ہو گا؟ نیز معروف طریقہ سے اولاد کے حصول میں وہ شخص محتاج ہو گا جو علی الفور کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ نو ماہ کے انتظار کے بعد اولاد کو حاصل کرے گا' لیکن جس کی شان یہ ہو کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو وہ ایک لفظ کن فرماتا ہے اور وہ چیز اسی وقت موجود ہو جاتی ہے۔ وہ اس معروف دنیاوی طریقہ سے اولاد کو کیوں حاصل کرے گا؟ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا فرض کیا جائے تو وہ قدیم ہو گا یا حادث؟ اس کا قدیم ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹا' باپ سے متاخر ہوتا ہے اور قدیم کسی چیز سے متاخر نہیں ہوتا' اور اس کا حادث ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹے کے ہونے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی صفت کمال حاصل ہو گی یا صفت نقص۔ نقص کا فرض باطل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ محل نقص نہیں اور صفت کمال حاصل ہونا اس لیے باطل ہے کہ وہ قدیماً۔ اور ازلاً تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ پھر بیٹے کو قدیم ہونا چاہیے' حالانکہ اس کو حادث فرض کیا تھا اور اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ کیا ہے کہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' کیونکہ اگر اس کے علم میں یہ ہوتا کہ بیٹے کا ہونا اس کے لیے باعث کمال ہے تو بیٹا ازلی اور قدیم ہوتا' حالانکہ بیٹا باپ سے متاخر ہوتا ہے اور

Marfat.com

متاخر ہونا قدیم کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (الانعام: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا ذکر فرمایا ہے کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

۱- ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کی تخلیق کے لیے ایک صانع' عالم' قادر اور مدبر کافی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ صانع کی ضرورت ہے تو ہم پوچھتے ہیں' کتنے صانعین کی ضرورت ہے؟ اگر تم کسی عدد کی تخصیص کرو' مثلاً تین یا چار کی تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے' کیونکہ تمام اعداد مساوی ہیں اور اگر تم کسی عدد میں صانع کا حصر نہ کرو تو غیر متناہی صانعین کا ہونا لازم آئے گا اور یہ براہین ابطال تسلسل سے باطل ہے۔

۲- ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کو پیدا کرنے کے لیے ایک صانع کافی ہے' جو تمام معلومات کا عالم ہو اور تمام ممکنات پر قادر اور مدبر ہو۔ اب اگر دوسرا صانع فرض کیا جائے تو یا تو ان دونوں میں سے ہر ایک اس جہان کے حوادث میں سے کسی چیز کو وجود میں لانے کا مستقل فاعل ہوگا اور دوسرے کو اس میں مداخلت کرنے سے مانع ہوگا۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے ان دونوں میں سے صرف ایک کافی ہوگا اور دوسرا عاجز اور معطل ہوگا اور اگر کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے وہ دونوں باہم اشتراک اور تعاون کے محتاج ہوں تو یہ باطل ہے' کیونکہ جو محتاج ہو وہ الوہیت اور خدائی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۳- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ضروری ہے کہ وہ دونوں صفات کمال کے جامع ہوں اور اس صورت میں تمام صفات کمال ان دونوں میں مشترک ہوں گی' پھر ان دونوں میں امتیاز کے لیے ایک امر ممیز ماننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تعدد اور اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ امر ممیز صفت کمال ہے یا صفت نقص۔ اگر وہ صفت کمال ہے' تو پھر دونوں تمام صفات کمال کے جامع نہ رہے' کیونکہ یہ ایک اور صفت کمال ہے اور اگر وہ انہی صفات کمال میں سے ہے' تو یہ مابہ الاشتراک ہے مابہ الامتیاز نہیں ہے اور اگر یہ ممیز صفت نقص ہے تو نقص کا حامل الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۴- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو وجوب وجود اور قدم ان میں مشترک ہوگا اور کیونکہ اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے' اس لیے ان میں ایک اور ممیز ہوگا اور ہر خدا دو چیزوں سے مرکب ہوگا امر مشترک اور امر ممیز اور جو مرکب ہو' وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۵- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو اگر ایک معین وقت میں مثلاً ایک خدا زید کو متحرک کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کو ساکن کرنے کا ارادہ کرے تو دونوں کا ارادہ پورا ہونا محال ہے' کیونکہ یہ اجتماع ضدین ہے۔ اس صورت میں صرف ایک کا ارادہ پورا ہوگا اور وہی غالب ہوگا اور دوسرا مغلوب ہوگا' اور مغلوب الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ دونوں اتفاق کر لیتے ہیں اور اختلاف نہیں کرتے' تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں اختلاف کرنا ممکن ہے یا نہیں' اگر اختلاف کرنا ممکن نہیں تو وہ عاجز ہوں گے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر اختلاف کر سکتے ہیں تو پھر وہی پہلی تقریر جاری ہوگی۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ اتفاق کرتے ہیں تو ضرور ایک دوسرے کی موافقت کرے گا اور جو موافقت کرے گا' وہ تابع ہوگا اور تابع الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اشارہ فرمایا ہے:

Marfat.com

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (المومنون: ۹۱)

اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے' ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ہر ایک معبود دوسرے پر غلبہ پاتا' اللہ ان چیزوں سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۲)

اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور وہ دونوں (آسمان اور زمین) تباہ ہو جاتے۔

۶- اگر دو خدا ہوں تو یا تو وہ صفات ذاتیہ میں ایک دوسرے کے بالکل مساوی ہوں گے یا ایک اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ ہو گا۔ پہلی صورت اس لیے باطل ہے کہ اثنینیت بلا امتیاز محال ہے اور دوسری صورت اس لیے باطل ہے کہ جو ادنیٰ ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۷- اگر دو خدا ہوں تو یا تو ان میں سے ہر ایک اپنی مصنوع پر خصوصی دلیل قائم کرنے پر قادر ہو گا' یا کوئی قادر نہیں ہو گا' یا صرف ایک قادر ہو گا؟ موخر الذکر دونوں صورتیں اس لیے باطل ہیں کہ قادر نہ ہونا عجز ہے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اول الذکر صورت اس لیے باطل ہے کہ جب فی الواقع کسی مصنوع کے دو صانع ہوں تو عقل کے نزدیک یہ محال ہے کہ اس کی دلالت کسی ایک صانع پر ہو' نہ کہ دوسرے پر۔ مثلاً ایک درخت ہل رہا ہے اب اس کا ہلنا اس پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی ہلانے والا ہے' لیکن عقل کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا ہلانے والا فلاں ہے اور فلاں نہیں ہے۔

۸- اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ایک خدا اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ قادر نہ ہو تو اس کا عجز لازم آئے گا اور اگر وہ اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہو تو دوسرے خدا کا جہل لازم آئے گا اور نہ عاجز خدا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ جاہل۔

۹- اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہان کو پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس پر قادر نہیں ہے تو عاجز ہو گا' اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہان کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے کا معطل ہونا لازم آئے گا اور اس کو خدا ماننا عبث ہو گا۔

۱۰- ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کا نظام ایک نمط اور طرز واحد پر چل رہا ہے اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سورج' چاند اور ستارے ہمیشہ ایک مخصوص جہت سے طلوع ہوتے ہیں اور اس کے مقابل جانب غروب ہوتے ہیں۔ بارش آسمان کی جانب سے ہوتی ہے اور غلہ زمین سے پیدا ہوتا ہے' کبھی اس کے برعکس نہیں ہوتا۔ انسان کے ہاں ہمیشہ انسان پیدا ہوتا ہے' بندر یا لنگور پیدا نہیں ہوتا' اور شیر کے ہاں شیر پیدا ہوتا ہے کبھی لومڑی پیدا نہیں ہوتی۔ سیب کے درخت میں کبھی تربوز نہیں لگتا اور گندم کی بالیوں میں کبھی جوار نہیں لگتا۔ یہ ساری کائنات نظام واحد پر چل رہی ہے' اور اس کا نظام واحد پر جاری ہونا زبان حال سے بتاتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے خالق متعدد ہوتے تو اس میں متعدد نظام ہوتے اور ان میں یکسانیت اور وحدت نہ ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اسی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا تھا:

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (البقرہ: ۲۵۸)

ابراہیم نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال۔

Marfat.com

۱۱۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے اور جو کثرت کسی وحدت کے تابع نہ ہو تو اس کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں طلباء کسی ایک استاد کے تابع ہوتے ہیں' اور جب اسکول میں متعدد استاد ہوں تو وہ کسی ہیڈ ماسٹر کے تابع ہوتے ہیں۔ صوبہ میں جب کئی وزیر ہوں تو ان کے اوپر وزیر اعلیٰ واحد ہوتا ہے اور متعدد مرکزی وزراء پر وزیر اعظم واحد ہوتا ہے۔ کسی ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوتے' نہ دو صدر ہوتے ہیں' نہ دو وزیر اعظم ہوتے ہیں' نہ کسی فوج کے دو کمانڈر انچیف ہوتے ہیں' نہ کسی ادارہ میں دو مینجنگ ڈائریکٹر ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ میں مرکزی اقتدار صرف ایک کے پاس ہوتا ہے اور ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے۔ سو اسی طرح اس کائنات کا کارساز مطلق اور مقتدر اعلیٰ بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے صانع اور مدبر بھی دو یا دو سے زائد ہوتے تو اس کا نظام بھی فاسد ہو جاتا۔ اور جس طرح کسی مملکت کے دو صدر نہیں ہو سکتے' اسی طرح اس کائنات کے بھی دو خدا نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر جو میں نے دلائل پیش کیے ہیں' ان میں سے کچھ دلائل علماء متقدمین سے مستفاد ہیں جن کی میں نے اپنے انداز سے تقریر کی ہے' اور ان میں سے کچھ دلائل اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء فرمائے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذالک حمدا کثیرا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے' وہ نہایت باریک بین اور بہت باخبر ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

رویت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

تقریباً ہر دور کے علماء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت (اس کا دکھائی دینا) دنیا اور آخرت میں ممکن ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے اس کا انکار کیا اور جمہور علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے اور دنیا میں یہ رویت صرف سیدنا محمد ﷺ کے لیے معراج کی شب واقع ہوئی اور آخرت میں تمام انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے لیے یہ رویت واقع ہوگی' میدان حشر میں بھی اور جنت میں بھی۔

منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات

معتزلہ اور دیگر منکرین رویت کی ایک دلیل یہ ہے کہ جو چیز دکھائی دے' وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے تو اس کے لیے ایک جانب اور جہت کا ہونا لازم آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا بھی انکار کر دو' کیونکہ دیکھنے والا بھی دکھائی دینے والی چیز کی جانب مخالف میں ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دیکھنے اور دکھائی دینے کا یہ قاعدہ ممکنات اور مخلوقات کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لیے جانب اور مقابلہ کی شرط ہے' نہ دکھائی دینے کے لیے۔

منکرین رویت کی دوسری دلیل یہ آیت ہے جس کا معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سلب عموم اور نفی شمول ہے۔ عموم السلب اور شمول النفی نہیں ہے۔ یعنی ہر ہر آنکھ کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے' نہ ہر ہر زمانہ میں دیکھنے کی نفی ہے' نہ ہر ہر مواقع پر دیکھنے کی نفی ہے' بلکہ بعض زمانہ میں بعض مواقع پر بعض لوگوں کے دیکھنے کی نفی ہے' سو دنیا میں دیکھنے کی نفی ہے اور آخرت کے بعض مواقع میں جب اللہ تعالیٰ غضب اور جلال میں ہوگا' اس وقت اس کو دیکھنے کی نفی ہے اور کفار اور منافقین کے دیکھنے کی نفی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے شب معراج میں جو اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور محشر میں اور جنت میں دیگر انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

اور جملہ مومنین کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔
منکرین رویت کی تیسری دلیل یہ ہے کہ جن بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کو بہ طور مذمت نقل کیا ہے اور اس مطالبہ پر عذاب نازل کیا:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (البقرہ:۵۵) اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں تو تم کو (بجلی کی) کڑک نے پکڑ لیا اور تم (اس منظر کو) دیکھ رہے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی باتوں پر یقین کرنے کو ازراہ عناد اور سرکشی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر معلق کر دیا تھا' اس وجہ سے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے۔

منکرین رویت کی چوتھی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:
مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا اے ابو عائشہ! جس شخص نے تین باتوں میں سے ایک بات بھی کہی' اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا جس شخص نے یہ زعم کیا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ مسروق نے کہا میں ٹیک لگائے ہوئے تھا' میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے ام المومنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں' کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ○ (التکویر:۲۳) اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا۔
وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ○ (النجم:۱۳) اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا میں اس امت میں وہ سب سے پہلی شخص ہوں جس نے ان آیتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس صورت پر پیدا کیا گیا' میں نے اس صورت پر ان کو صرف دو بار دیکھا ہے۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا' ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے زمین تک کی جگہ کو بھر لیا تھا۔ حضرت عائشہ نے (مسروق سے) فرمایا کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیتیں نہیں سنیں:

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (الشوریٰ:۵۱) اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے' مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے جو کچھ اللہ چاہے' پہنچا دے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۲۸۷' (۱۷۷) ۴۳۲' صحیح البخاری ج ۵' رقم الحدیث: ۴۸۵۵' ۴۶۱۲' سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۶۸' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۶۰۹۹' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۴۰۷)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں اختلاف تھا' جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کی قائل نہیں تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

Marfat.com

ہے' لیکن وہ آخرت میں رویت باری کا انکار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل تھے اور جمہور علماء اسلام ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ الانعام کی جس زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں' نہ یہ کہ آنکھیں اس کا مطلقاً ادراک نہیں کر سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامہ: ۲۳-۲۲)

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

اس آیت میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی تصریح ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (المطففین: ۱۵)

بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ چیز ان کے لیے اسی وقت باعث حرمان و یاس ہوگی جب مسلمان اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں' کیونکہ اگر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل نہ ہو اور نہ کافروں کو' تو پھر یہ چیز ان کے لیے باعث افسوس نہیں ہوگی۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام: ۱۰۳)

آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے' اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن ہو' کیونکہ اسی چیز کی نفی وجہ کمال ہوتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو۔ مثلاً ہوا' خوشبو اور آواز کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان کی مدح اور تعریف میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہوا' خوشبو اور آواز کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں' تو اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں' یہ اللہ تعالیٰ کی مدح اور تعریف اسی وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہو۔ سو یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے:

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (الاعراف: ۱۴۳)

موسیٰ نے عرض کیا' اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں۔

اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہ کرتے۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ (حم السجدہ: ۳۱)

اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو گے۔

نیک اور صاف دل لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ان کی ہر خواہش پوری فرمائے گا' سو یہ آیت جنت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی

Marfat.com

طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو اس طرح کرو۔

(صحیح البخاری' ج۱' رقم الحدیث: ۵۵۴' ج۸' رقم الحدیث: ۷۴۳۶' ۷۴۳۵' ۷۴۳۴' صحیح مسلم' المساجد' ۲۱۱' (۶۳۳) ۱۴۰۷' سنن ابوداؤد' ج۴' رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن الترمذی' ج۴' رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن کبریٰ للنسائی' ج۱' رقم الحدیث: ۴۶۰' سنن ابن ماجہ' ج۱' رقم الحدیث: ۱۷۷' مسند احمد' ج۷' رقم الحدیث: ۱۹۲۱۱' طبع جدید' مسند احمد' ج۴' ص ۳۶۸' طبع قدیم)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اچھی جزاء ہے اور اس سے بھی زیادہ۔ (یونس: ۲۶)

آپ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ کے پاس تمہارا ایک وعدہ ہے' وہ کہیں گے: کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ وہ کہیں گے' کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر حجاب کھول دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا جنتیوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں۔

(سنن ترمذی' ج۴' رقم الحدیث: ۲۵۶۱' صحیح مسلم' ایمان' ۲۹۷' (۱۸۱) ۴۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی' ج۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۳۴' سنن ابن ماجہ' ج۱' رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد' ج۴' ص ۳۳۲-۳۳۳' طبع قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں' اپنی بیویوں اور اپنی نعمتوں اور اپنے خادموں اور اپنی باندیوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہوگا جو صبح اور شام اس کے چہرے کی زیارت کرے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے' اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ (القیامہ: ۲۲-۲۳)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے۔ (سنن الترمذی' ج۴' رقم الحدیث: ۲۵۶۳)

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے' اور دو جنتیں سونے کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے' سونے کا ہے' اور ان لوگوں اور ان کے رب کے دیدار میں صرف اللہ کی کبریائی کی چادر ہے جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۲۹۶' (۱۸۰) ۴۴۱' صحیح البخاری' ج۵' رقم الحدیث: ۴۸۷۸' سنن الترمذی' ج۴' رقم الحدیث: ۲۵۳۶' السنن الکبریٰ للنسائی' ج۴' رقم الحدیث: ۷۷۶۵' سنن ابن ماجہ' ج۱' رقم الحدیث: ۱۸۶' صحیح ابن حبان' ج۱۰' رقم الحدیث: ۱۱۱۴۶' مسند احمد' ج۳' رقم الحدیث: ۸۴۲۷' طبع جدید' مسند احمد' ج۲' ص ۳۳۹' ۳۳۵' طبع قدیم' المستدرک' ج۱' ص ۸۰)

شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ' صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

متقدمین اور متاخرین کا اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں اختلاف رہا ہے۔ اکثر مبتدعین دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور اہل السنہ اور اہل السلف دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے جواز اور وقوع کے قائل ہیں۔ پھر اس میں بھی متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابو ہریرہ' مشہور روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود' سلف صالحین اور متکلمین اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے' اور سلف صالحین کی ایک عظیم جماعت نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کلام کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابراہیم خلت کے ساتھ اور سیدنا محمد ﷺ رویت کے ساتھ خاص کیے گئے' حضرت ابوذر' کعب' حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن مسعود سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے' مشائخ کی ایک جماعت نے توقف کا قول کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی نفی اور اثبات پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے' لیکن یہ عقلاً جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً اور نقلاً جائز ہے' عقلی دلائل علم کلام میں ہیں اور نقلی دلائل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رویت کا سوال کرنا ہے' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے۔ نیز احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ (المفہم' ج ا' ص ۴۰۲-۴۰۱' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن الحارث نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ پھر حضرت ابن عباس نے کہا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور دیدار سیدنا محمد ﷺ کے لیے ہو۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بہت بلند آواز سے کہا اللہ اکبر! حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ پھر حضرت ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ نے رویت اور کلام کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابو عمر الطلمنکی نے اس قول کو عکرمہ سے روایت کیا ہے اور بعض متکلمین نے اس قول کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کہ کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور نقاش نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

وہ بار بار کہتے رہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس منقطع ہو گیا۔ شیخ ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت انس' حضرت ابن عباس' عکرمہ' ربیع اور حسن بصری کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو العالیہ' قرظی اور ربیع بن انس کا یہ قول ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے امام احمد سے بھی اس قول کی حکایت کی ہے۔ امام مالک بن انس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں نہیں دکھائی دیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی کو نہیں دیکھا جا سکتا' اور جب مسلمان آخرت میں پہنچیں گے تو ان کو باقی رہنے والی آنکھیں دی

Marfat.com

جائیں گی تو پھر باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھ لیں گے۔ قاضی عیاض نے کہا یہ عمدہ کلام ہے۔ اس دلیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی اس دنیا میں قدرت ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے' اتنی قدرت عطا فرمادے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بوجھ اٹھا سکے تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممتنع نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۵۲-۵۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رویت کے جوابات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحب تحریر کا مختار یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا اس مسئلہ میں بہت دلائل ہیں' لیکن ہمارا استدلال اس قوی حدیث سے ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں! ایک معتمد سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں دلیل حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ صحابہ کرام مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا ہے اور ان سے یہ سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے' اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑے گا' کیونکہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے فرمایا ہے میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا' بلکہ انہوں نے خود قرآن مجید کی دو آیتوں سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے' اور جب صحابی کا قول کسی دوسرے صحابی کے قول کے خلاف ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ رویت ثابت ہے تو اس روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ محض عقل سے نہیں جانا جاسکتا اور اس میں ظنی دلائل کافی ہیں' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے ظن اور اجتہاد سے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اور معمر بن راشد نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زائد نہیں ہیں اور حضرت ابن عباس نے ایک چیز کو ثابت کیا ہے جس کی دوسروں نے نفی کی ہے۔ اور مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے۔ (صاحب تحریر کا کلام ختم ہوا)

خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے' کیونکہ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور یہ انہوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کا استدلال صرف آیتوں سے ہے' پس سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ادراک بہ طور احاطہ کی نفی ہے' اور سورۂ شوریٰ کی آیت ۵۱ سے جو انہوں نے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بلا حجاب رویت کی نفی نہیں ہے' بلکہ بلا حجاب کلام کی نفی ہے اور رویت کلام کو مستلزم نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو اور دیدار کے وقت کلام نہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام قاعدہ بیان کیا ہے اور عام مخصوص البعض ہے اور دوسرے دلائل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عام قاعدہ سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔

(صحیح مسلم مع شرح النووی' ج ۱' ص ۹۸۳-۹۷۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آ گئیں' سو جس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس کا فائدہ ہے اور جو اندھا بنا رہا تو اسی کا نقصان ہے' میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ (الانعام: ۱۰۴)

کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز آپ کے ذمہ نہیں ہے!

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا بیان کیا تھا اور اس آیت میں رسالت کا بیان فرمایا ہے کہ کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز رسول کے ذمہ نہیں ہے۔ دین حق کی دعوت دینا دلائل اور معجزات سے رسالت کو ثابت کرنا اور شبہات کو زائل کرنا اور احکام شرعیہ کو بیان کرنا' یہ رسولوں کے ذمہ ہے' اور کسی شخص کا ایمان لانا اور کفر کو ترک کر دینا' یہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ نہیں۔ یہ انسان کے اپنے ذمہ ہے' وہ ایمان اور کفر میں سے جس کو بھی اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیے پیدا کر دیتا ہے۔ سو نبی ﷺ کی تبلیغ سے ایمان لانے میں بندوں کا اپنا نفع ہے اور کفر پر برقرار رہنے میں ان کا اپنا نقصان ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے دین حق کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور دین حق کو قبول کر لیں' یہ ان کے اختیار میں ہے۔ ان کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفع کے لیے دین حق پر بصیرت افروز دلائل بیان کر دیئے ہیں' ان سے ہمیں فائدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص ان دلائل میں غور و فکر نہیں کرے گا تو اسے نقصان ہو گا' اللہ کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے اور یہ کہ دین حق کو قبول کرنا یا نہ کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں جبریہ کے مذہب کا رد ہے۔

بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں ایمان لانے یا نہ لانے کا جو اختیار دیا ہے وہ قتال اور جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہو گیا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے' جہاں تک ممکن ہو آیات کو عدم نسخ پر محمول کرنا چاہیے اور جہاد اور قتال کے بعد بھی ایمان کا لانا یا نہ لانا انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم بار بار مختلف انداز سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں' تاکہ یہ لوگ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تاکہ ہم اس قرآن کو علم والوں کے لیے بیان کر دیں O (الانعام: ۱۰۵)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ منکرین رسالت کا ایک شبہ بیان فرما رہا ہے۔ اس کی تمہید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایک آیت کر کے قرآن نازل فرماتا ہے اور ایک معنی کو مختلف اسالیب سے بیان فرماتا ہے' تاکہ اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی مراد منکشف ہو جائے اور ان کے ذہنوں میں وہ معنی متقرر ہو جائے' لیکن کفار کو اس سے یہ شبہ ہوا کہ نبی ﷺ علماء سے مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں۔ پھر اس بحث و تمحیص سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے' اس کو مختلف فقروں اور جملوں میں ڈھالتے ہیں۔ پھر اس کو یاد کر کے ہمارے سامنے پڑھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے' حالانکہ یہ سب آپ کا لوگوں سے پڑھا ہوا اور حاصل کیا ہوا ہے۔ ورنہ اگر یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہوتا تو ایک ایک جملہ کی شکل میں کیوں نازل ہوتا؟ یک بارگی پوری کتاب نازل ہوتی' کفار کے اس شبہ کا بیان اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی آیات میں کیا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا O وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفرقان: ۵-۴)	اور کافروں نے کہا یہ (قرآن) صرف بہتان ہے' جس کو اس رسول نے گھڑ لیا ہے اور اس کام پر دوسرے لوگوں نے ان کی مدد کی ہے (یہ کہہ کر) انہوں نے بہت بڑا ظلم کیا اور انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے (جھوٹے) قصے ہیں جو اس (رسول) نے

Marfat.com

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ (النحل: ۱۰۳)

لکھوا لیے ہیں۔ سو وہ صبح شام ان پر پڑھے جاتے ہیں۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ قرآن ایک آدمی سکھاتا ہے' حالانکہ جس کی طرف یہ (سکھانے کی) جھوٹی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن نہایت روشن عربی ہے۔

ان کے اس شبہ کا قرآن مجید نے متعدد بار جواب دیا ہے کہ اگر تمہارے زعم میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اور کسی انسان کا بنایا ہوا یا سکھایا ہوا کلام ہے' تو تم اس کی کسی چھوٹی سورت کی ہی مثال بنا کر لے آؤ' لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی کسی ایک سورت کی بھی نظیر نہیں لا سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس چیز کی پیروی کیجئے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے۔ (الانعام: ۱۰۶)

کفار کی دل آزار باتوں پر نبی ﷺ کو تسلی دینا

اس سے پہلی آیت میں یہ بتلایا تھا کہ کفار آپ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ آپ نے کچھ علماء سے کچھ مضامین سیکھ لیے ہیں اور ان کو آپ الفاظ میں ڈھال کر پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ اپنے رب کی نازل کی ہوئی وحی کی پیروی کیجئے' تاکہ ان کی طعن آمیز باتوں سے آپ کی دعوت اور تبلیغ متاثر نہ ہو۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان کے اس شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے جو آپ کو حزن و ملال ہوا ہے' وہ زائل ہو جائے اور آپ کے دل کو تقویت حاصل ہو۔ پھر فرمایا اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ اس قول میں اس پر متنبہ کیا کہ آپ صرف اس کی اطاعت کیجئے اور جاہلوں کی جہالت کی وجہ سے اپنے مشن کو متاثر نہ ہونے دیں اور فرمایا مشرکین سے اعراض کیجئے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت' آیت قتال سے منسوخ ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان سے مقابلہ نہ کریں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی دل آزار باتوں سے اعراض کریں اور ان پر غم اور افسوس نہ کریں' تاکہ آپ کی دعوت اور تبلیغ کا مشن متاثر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔ (الانعام: ۱۰۷)

اس آیت کا تعلق بھی اسی سابق طعن سے ہے' مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ نے علماء سے مذاکرات کر کے یہ قرآن بنا لیا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کی ان جاہلانہ اور معاندانہ باتوں کی طرف توجہ نہ کریں اور ان کا کفر آپ پر بوجھ نہ بنے' کیونکہ اگر میں ان سے کفر زائل کرنے کا ارادہ کرتا تو میں اس پر قادر تھا' لیکن میں نے باوجود قدرت کے' ان کو ان کے کفر پر چھوڑ دیا تو آپ بھی ان کی طعن آمیز باتوں سے اپنے دل پر اثر نہ لیں' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو موکد کرنے کے لیے فرمایا کہ آپ ان کے کفر کی وجہ سے کیوں پریشان ہوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو ان کا نگہبان اور ذمہ دار نہیں بنایا' آپ کے ذمہ صرف عقائد کی تعلیم دینا ہے اور احکام شرعیہ کا پہنچا دینا ہے۔ اگر انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کر لیا تو اس کا نفع ان کو ہو گا اور اگر آپ کے پیغام کو قبول نہیں کیا تو اس کا ضرر بھی صرف ان کو ہو گا اور آپ کے منصب رسالت پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں' ورنہ یہ بے

Marfat.com

علمی اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے' پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ (الانعام: ۱۰۸)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے

اس آیت کا بھی اس سابق آیت کے ساتھ ربط ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے اہل علم کی باتیں سن سن کر فقرے بنا لیے ہیں اور یہ قرآن جمع کر لیا ہے اور اس وقت یہ بعید نہیں تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر مشتعل ہوتے اور بطور معارضہ کے' کفار کے بتوں کو برا کہتے۔ اس لیے پیش بندی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے بتوں کو برا کہنے سے منع فرمایا' تاکہ کفار اس کے جواب میں اپنی جہالت سے مسلمانوں کے خدا کو برا نہ کہنے لگیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی جاہل سے سابقہ ہو تو انسان اس کو کوئی سخت بات نہ کہے' ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بات کہے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو برا کہتے تھے' تو کفار اس کا معارضہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو برا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا تم ان کے بتوں کو برا نہ کہو' ورنہ وہ اپنی جہالت سے تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۴۰۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار مکہ اور قریش اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے اور بتوں کی عبادت بھی اس لیے کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں' تو ان سے یہ کس طرح متصور ہے کہ وہ اللہ کو برا کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمان بتوں کو برا کہتے تھے تو دراصل کفار اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو برا کہنا' اللہ تعالیٰ کو برا کہنا قرار دیا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح: ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

اسی طرح جب ستر انصار نے عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا جب ہم اپنی جانوں اور مالوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کریں تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا متصور نہیں ہے' دراصل رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا ہی اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ: ۹)

وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے' ان کا اختلاف صرف رسول اللہ ﷺ سے تھا۔ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ممکن نہ

Marfat.com

تھا' وہ اپنے زعم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ کو دھوکا دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ آپ کا خریدنا' اللہ کا خریدنا ہے' آپ کو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا ہے' آپ کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے اور آپ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور جب آپ کے ساتھ کوئی معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے' تو آپ کو برا کہنا اللہ کو برا کہنا ہے۔ اس لیے بتوں کو برا کہنے کے جواب میں کفار رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تم ان کے بتوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اللہ کو برا کہیں گے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور دیگر مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو قریش نے کہا ان کے پاس چلو اور ان سے کہو کہ وہ اپنے بھتیجے کو منع کریں' کیونکہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ان کی موت کے بعد ہم ان کے بھتیجے کو قتل کریں۔ لوگ کہیں گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا دفاع کرتے تھے اور ان کے مرنے کے بعد انہوں نے ان کے بھتیجے کو قتل کر دیا۔ تب ابو سفیان' ابو جہل' نضر بن الحارث' امیہ بن خلف' عقبہ بن ابی معیط' عمرو بن العاص اور الاسود بن البختری نے ایک آدمی بھیج کر ابو طالب سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو انہوں نے کہا اے ابو طالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو اور (سیدنا) محمد ﷺ ہمیں اور ہمارے خداؤں کو اذیت پہنچاتے ہیں' ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم انہیں بلا کر ان سے کہو کہ وہ ہمارے خداؤں کا ذکر نہ کیا کریں' ابو طالب نے آپ سے کہا آپ کی قوم نے انصاف کی بات کی ہے۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ! اگر میں ایسا کر لوں تو کیا تم مجھے ایک ایسا کلمہ دو گے کہ اگر تم وہ کلمہ پڑھ لو تو تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم کے لوگ تمہارے باجگزار ہو جائیں گے۔ ابو جہل نے کہا ہاں! تمہارے باپ کی قسم ہم تم کو ضرور وہ کلمہ دیں گے' بلکہ اس کا دس گنا دیں گے۔ بتاؤ! وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم کہو لا الہ الا اللہ انہوں نے اس کو پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! کوئی اور بات کہو' تمہاری قوم اس کلمہ سے بدکتی ہے' آپ نے فرمایا اے میرے چچا! میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہوں گا۔ حتیٰ کہ یہ سورج کو لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیں اور اگر انہوں نے سورج کو لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا' تب بھی میں اس کلمہ کے سوا اور کچھ نہیں کہوں گا۔ تب وہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز آ جائیں' ورنہ ہم آپ کو بھی برا کہیں گے اور جو آپ کو حکم دیتا ہے اس کو بھی برا کہیں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۴۰۴' تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۶۷' تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۷۹-۷۸)

سد ذرائع کی بناء پر بتوں کو برا کہنے کی ممانعت

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کفار کے خداؤں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس امت میں ہر حال میں باقی ہے' لہٰذا جب تک کافر اپنی حفاظت میں ہو اور یہ خدشہ ہو کہ وہ اسلام کو یا نبی ﷺ کو یا اللہ عزوجل کو برا کہے گا' تو کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی صلیب کو یا ان کے دین کو یا ان کی عبادت گاہوں کو برا کہے' اور نہ کسی ایسے کام کے درپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو برا کہیں' کیونکہ یہ معصیت پر ابھارنے کے قائم مقام ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو کام کسی برائی کا ذریعہ بنے' اس کو روکنا اور اس کا نہ کرنا واجب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بعض اوقات کسی حقدار کو اس کا حق وصول کرنے سے اس لیے روک دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے دین میں کسی ضرر کے پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ اگر حق واجب ہو تو اس کو ہر حال میں وصول کرے اور اگر جائز ہو تو پھر اس میں یہ قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اطاعت گزاروں کے لیے اطاعت کو مزین کر دیا ہے اور کافروں کے لیے کفر کو مزین کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے' آپ کہئے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آ جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۰۹)

فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کا نبی ﷺ کی نبوت میں ایک شبہ بیان کیا' پھر اس کے جوابات دیئے اور اس میں آپ کی نبوت میں ان کا دوسرا شبہ بیان فرمایا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے محمد! آپ ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس ایک لاٹھی تھی جس کو انہوں نے پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' اور آپ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور آپ خبر دیتے ہیں کہ ثمود کے پاس ایک اونٹنی تھی تو آپ بھی ان معجزات میں سے کوئی معجزہ پیش کریں' تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہیں کس قسم کا معجزہ دکھاؤں؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے لیے صفا پہاڑ سونے کا بنا دیں۔ آپ نے پوچھا اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! بہ خدا اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ کی اتباع کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کو اختیار ہے اگر آپ چاہیں تو صبح کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا اور اگر یہ معجزہ پیش کر دیا گیا اور یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو ہم ان سب کو عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ ان کو چھوڑ دیں' حتیٰ کہ ان میں سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ آپ نے فرمایا بلکہ ان میں سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جائے۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان' جز ۷' ص ۴۰۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ رہے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۰)

جب اللہ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان کا کفر میں کیا قصور ہے؟

یہ آیت بھی ان آیات میں سے ایک ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کفر اور ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کفار کے طلب کردہ معجزات پیش کر دیئے گئے اور کفار کو پتا چل گیا کہ یہ معجزات سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت کرتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو اس صحیح دلالت سے پھیر دیا' تو وہ اپنے کفر پر قائم رہے اور ان معجزات کی دلالت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

Marfat.com

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں اور آنکھوں کو سچائی' ہدایت اور اسلام کی راہ سے پھیر دیا' تو پھر ان کے ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلی بار جب ان کا فرمائشی معجزہ دکھایا گیا اور چاند کو شق کر دیا گیا اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو دوسری بار اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جب معجزہ نبی ﷺ کے صدق پر دلالت کرتا' تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیتا اور وہ اپنے کفر پر برقرار رہتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور آنکھوں کو دوزخ کے شعلوں اور انگاروں کی طرف پھیر دے گا' تاکہ ان کو عذاب ہو' جس طرح دنیا میں یہ پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مُردے ان سے

الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا

باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ

كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾

ایمان نہ لاتے، سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت ہوتی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں ○

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے

يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القا کرتے رہتے ہیں اور اگر آپ کا رب

مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ

چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے، سو آپ انھیں اور ان کی افترا پردازیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں ○ اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ

وہ ان (خوشنما باتوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان برائیوں کا ارتکاب کرتے رہیں جن کا

مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ

وہ ارتکاب کرنے والے ہیں ○ تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور انصاف کرنے والا تلاش کروں حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری

Marfat.com

الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ

طرف مفصل کتاب نازل کردی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ

حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، سو (اے مخاطب!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ○ اور آپ کے رب کی

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پوری ہوگی، اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے، اور وہ بہت سننے والا،

الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ

خوب جاننے والا ہے ○ اور (اے مخاطب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

کر دیں گے، وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں ○

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

بے شک آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہوگا، اور وہ ہدایت پانے والوں

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

کو (بھی) خوب جانتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے' تب بھی وہ ایمان نہ لاتے' سوائے اس کے کہ یہ اللہ کی مشیت ہوتی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔ (الانعام: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے

اس سے پہلے آیت ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے (الانعام: ۱۰۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے تمام مطلوبہ معجزات فراہم کر دے' بلکہ اس سے بھی زیادہ مہیا کر دے' کہ فرشتے نازل کر دے اور مردے ان سے کلام کریں' بلکہ ہر چیز ان کے سامنے جمع کر کے پیش کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان صرف وہی لوگ لا سکتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان لانا مقدر کر دیا تھا اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لانے

Marfat.com

والے نہیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان مقدر نہیں کیا' وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں' یہ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اب اگر اللہ تعالیٰ ان میں جبرا ایمان پیدا کردے' یہ تبھی ایمان لائیں گے' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ واضح رہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور وہ کسی میں جبرا ایمان پیدا نہیں کرنا چاہتا' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندے اپنے ایمان کے خالق ہیں جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے اپنے اختیار سے ایمان لانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں ایمان پیدا کردیتا ہے' بندہ کسب اور ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خلق اور پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا' جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۲)

انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین (سرکشوں) کا ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا تھا' اسی طرح آپ کے لیے بھی سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا ہے۔

اس آیت میں شیاطین الانس والجن فرمایا ہے۔ اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ شیطان سے مراد سرکش ہے اور انسانوں اور جنوں میں سے بعض سرکش ہوتے ہیں اور یہ دونوں مومنوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام شیطان ابلیس کی اولاد ہیں' اور اس نے ان کے دو گروہ کردیئے ہیں۔ ایک گروہ انسانوں کو بہکاتا ہے اور دوسرا گروہ جنوں کو بہکاتا ہے اور ان دونوں گروہوں کو شیاطین الانس والجن کہا جاتا ہے' لیکن پہلی تفسیر راجح ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' اور صحابہ کا یہ گمان تھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے' اس لیے وہ آپ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آکر آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تم نے آج نماز پڑھ لی ہے' انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ جب انہوں نے چار رکعات چاشت کی نماز پڑھ لی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے پناہ طلب کیا کرو' انہوں نے کہا یا نبی اللہ! کیا انسانوں کے لیے بھی شیطان ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا ہاں! جن اور انس کے شیاطین (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القا کرتے ہیں۔ الحدیث بطولہ۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(مسند احمد' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۲۱۸۹' ۲۱۴۳۸' طبع دارالحدیث' قاہرہ' مسند احمد' ج ۵' ص ۲۶۶' ۲۶۵' طبع قدیم' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۵۲۲' المعجم الکبیر' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۸۷۱' مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۱۱۵)

وحی' زخرف القول اور غرور کے معنی

اس آیت میں فرمایا ہے ان میں سے بعض' بعض کی طرف غرور (دھوکے) میں مبتلا کرنے کے لیے زخرف القول کی وحی کرتے ہیں۔

Marfat.com

وحی کا معنی ہے اشارہ کرنا' لکھنا اور کلام خفی۔ جب وحی کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر بلاواسطہ یا فرشتے کی وساطت سے نیند یا بیداری میں نازل فرماتا ہے' اور جب اس کی نسبت عام مسلمانوں کی طرف ہو تو اس سے مراد الہام ہوتا ہے۔ یعنی کسی خیر اور نیک بات کا دل میں ڈالنا اور جب اس کی نسبت شیطان کی طرف ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو اس کا معنی ہے وسوسہ' یعنی کسی بری بات یا برے کام کی طرف انسانوں کے دل کو مائل اور راغب کرنا۔ زخرف اس چیز کو کہتے ہیں جس کا باطن باطل' برائی اور گناہ ہو اور اس کا ظاہر مزین' خوش نما اور خوب صورت ہو۔ جیسے چاندی پر سونے کا ملمع کر کے اسے سونا بنا کر پیش کیا جائے۔

غرور کے معنی ہیں دھوکا' مغرور وہ شخص ہے جو کسی چیز کو مصلحت کے مطابق عمدہ اور نفع آور گمان کرے اور درحقیقت وہ اس طرح نہ ہو۔

شیطان کے وسوسہ اندازی کی تحقیق

شیطان کے وسوسہ سے دھوکا کھانے کی تحقیق یہ ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کے متعلق یہ یقین نہ کرے کہ اس میں خیر غالب ہے اور نفع زیادہ ہے' وہ اس چیز میں رغبت نہیں کرتا اور اس کے حصول کے درپے نہیں ہوتا۔ پھر اگر اس کا یہ یقین واقع کے مطابق ہو تو یہ حق اور صدق ہے اور اگر یہ یقین کسی فرشتے کے القاء کرنے کی وجہ سے ہے' تو یہ الہام ہے اور اگر اس کا یہ یقین واقع کے مطابق نہیں ہے اور اس کا ظاہر حسین اور مزین ہے اور اس کا باطن فاسد اور باطل ہے' تو یہ کلام مزخرف ہے۔ اب یا تو اس نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے بری چیز کو اچھا اور پیتل کو سونا سمجھ لیا اور یا ارواح خبیثہ نے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا ہے اور اس کے ذہن میں برائی کو خوش نما بنا کر پیش کیا ہے' اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہے۔

درحقیقت روحیں دو قسم کی ہوتی ہیں' ایک طیب اور طاہر ہوتی ہیں یہ فرشتے ہیں' اور دوسری ناپاک اور شریر ہوتی ہیں' یہ شیاطین ہیں۔ ارواح طیبہ جس طرح لوگوں کو نیکی کا حکم دیتی ہیں' اسی طرح ایک دوسرے کو بھی نیکی کا حکم دیتی ہیں' اور ارواح خبیثہ جس طرح لوگوں کو برائی کا حکم دیتی ہیں' اسی طرح ایک دوسرے کو بھی برائی کا حکم دیتی ہیں۔ پھر انسانوں میں جن کی سرشت نیک ہوتی ہے اور ان پر پاکیزگی اور خیر کا غلبہ ہوتا ہے' ان کی فرشتوں کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور ان پر الہام ہوتا ہے اور جن کی سرشت خبیث ہوتی ہے اور ان پر برائی کا غلبہ ہوتا ہے' ان کی شیطانوں کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر انسانوں میں جو زیادہ خبیث اور سرکش ہوتے ہیں' وہ دوسرے انسانوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں اور برائیوں کو خوش نما بنا کر دوسرے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو برائیوں اور گناہوں پر راغب کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہی بتایا ہے کہ شیطان جن اور شیطان انسان لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے برائیوں کو خوش نما بنا کر بیان کرتے ہیں' اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن آدم کے قریب ایک شیطان کا نزول ہوتا ہے اور ایک فرشتہ کا نزول ہوتا ہے (یعنی اس کے دل میں ایک القاء کرنے والا شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ) شیطان کی طرف سے القا کرنے والا اس کو مصائب سے ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب کراتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے القاء کرنے والا خیر کی بشارت دیتا ہے۔ جو شخص اس کو اپنے دل میں پائے وہ اللہ کا شکر بجا لائے' اور جو شخص اپنے دل میں دوسری بات پائے وہ اعوذ باللہ من الشیطن

Marfat.com

الرجیم پڑھے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (البقرہ:۲۶۸) شیطان تم کو مفلسی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث:۲۹۹۹' صحیح ابن حبان' ج ۳' رقم الحدیث:۹۹۷' السنن الکبریٰ' ج ۶' رقم الحدیث:۱۱۰۵۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میرے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی' وہ مسلمان ہو گیا۔ وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم' منافقین' ۶۹' (۲۸۱۴) ۶۹۷۵' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث:۳۶۴۸)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم' آپ کا دل اور آپ کی زبان شیطان کے آثار سے محفوظ ہے اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین جن (ہم زاد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی مبارک صحبت سے مسلمان ہو گیا اور برائی کا حکم دینے والا نیکی کا حکم دینے والا بن گیا' اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو شیطان کے اغواء اور اس کے وسوسوں سے بچانے کی کوشش کریں۔

شیطان کی طرف سے القاء وسوسہ ہوتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے القاء الہام ہوتا ہے۔ شیطان کفر' فسق اور ظلم کے وسوسے ڈالتا ہے اور توحید' رسالت' مرنے کے بعد اٹھنے' قیامت اور جنت اور دوزخ کے انکار کی تلقین کرتا ہے اور فرشتہ 'اللہ' اور رسول اور قرآن مجید کی تصدیق کی تلقین کرتا ہے اور نماز' روزہ اور دیگر نیکی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ جب اس کے دل میں اس قسم کی باتیں آئیں تو اللہ کا شکر ادا کرے اور جب اس کے خلاف باتیں آئیں' تو شیطان کے شر سے پناہ مانگے۔ ہر چند کہ احکام شرعیہ میں الہام معتبر نہیں ہے' لیکن وساوس شیطان سے اجتناب میں وہ معتبر ہے' عارفین نے کہا ہے کہ جو شخص حرام کھاتا ہو' وہ الہام اور وسوسہ میں تمیز نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے' سو آپ انہیں اور ان کی افتراء پردازیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ (الانعام:۱۱۲)

شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں اور جنوں میں سرکش اور شیاطین سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے امتیوں کو اپنے وسوسوں اور سازشوں سے نقصان نہ پہنچاتے اور اسی طرح وہ آپ کو اور آپ کی امت کو بھی ضرر پہنچانے سے باز رہتے' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ بعض نیک لوگ ان شیاطین کی سازشوں اور وسوسوں کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہوں' پھر اللہ تعالیٰ ان شیاطین کو آخرت میں سزا دے اور نیک لوگوں کو ان کے امتحان میں کامیاب ہونے اور مصائب پر صبر کرنے کی وجہ سے جزا دے' تو آپ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو اور ان کی مزخرف باتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ یہ آیت کفر پر عذاب کی وعید اور اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کی بشارت کو متضمن ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے اور آپ کے قلب مبارک سے غم کو زائل کرنا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے' وہ ان (خوش نما باتوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان برائیوں کا ارتکاب کرتے رہیں جن کا وہ ارتکاب کرنے والے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۳)

لتصغٰی کا معنی

اس آیت میں لتصغٰی کا لفظ ہے' اس کا مادہ صغی ہے۔ علامہ جار اللہ محمد بن عمر زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے اس کا معنی لکھا ہے' صغی کا معنی ہے کسی چیز کی طرف میلان کرنا اور جھکنا۔

(الفائق ج ۲' ص ۲۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اور علامہ ابن اثیر محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

بلی کی حدیث میں "کان یصغی الیہ الاناء" وہ اس کے لیے برتن جھکاتے تھے' تاکہ وہ سہولت سے پانی پی لے' اور حدیث میں اس کا معنی کان لگا کر سننا بھی ہے۔ (النہایہ' ج ۳' ص ۳۳' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۷ھ)

اس آیت کا معنی ہے یہ شیاطین ایک دوسرے کی طرف مزخرف اور مزین اقوال پہنچاتے ہیں' تاکہ نیک مسلمانوں کو بہکائیں اور ان کی طرف ان کفار اور فساق کے دل مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' کیونکہ ان کے وسوسے ان کی خواہشوں کے موافق ہیں اور تاکہ وہ ان سے خوش ہوں' لیکن جو مسلمان انجام پر نظر رکھتے ہیں' وہ ان کی خوش نما باتوں میں نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہئے) تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور انصاف کرنے والا تلاش کروں' حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے' اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے' سو (اے مخاطب!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ (الانعام: ۱۱۴)

نبوت کی دو دلیلیں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار نے پکی قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ان کے مطلوبہ معجزات دکھا دیئے جائیں تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ان معجزات کے دکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو چکی ہے' اور وہ قرآن مجید ہے۔ وہ کتاب مفصل ہے۔ جس میں علوم کثیرہ ہیں اور وہ انتہائی فصیح اور بلیغ کلام پر مشتمل ہے۔ جس کے معارضہ سے تمام مخلوق عاجز ہو چکی ہے' اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل نازل کی جن میں آپ کی نبوت پر دلائل اور پیشین گوئیاں ہیں اور تورات اور انجیل کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آپ سچے اور برحق نبی ہیں' سو ان دو دلیلوں کے بعد اب اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آپ کہئے) کیا میں اللہ کے سوا اور کوئی حکم تلاش کروں؟ یعنی آپ کہئے کہ تم مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو' کیا اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے۔ جس نے میری نبوت کی تصدیق کے لیے قرآن مجید کو نازل کیا' جو کتاب معجز ہے اور جو اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل کو نازل کر چکا ہے' جس میں میرے نبی ہونے کی پیش گوئی ہے' اور میری علامتیں اور نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں نے تورات اور انجیل کو پڑھا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی' حضرت صہیب رومی' حضرت عدی بن حاتم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم وغیرہم وہ آپ کے نبی ہونے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

پھر فرمایا نبوت کی ان دو دلیلوں کے آنے کے بعد تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ اس میں بہ ظاہر آپ کو خطاب

Marfat.com

ہے' لیکن مراد اس سے آپ کی امت ہے' یا اس میں ہر پڑھنے والے کو خطاب ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پوری ہو گئی' اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۱۱۵)

کلمات رب کے صادق اور عادل ہونے کے معانی

اس سے پہلی آیت میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید معجز ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا کلمہ صدق اور عدل کے اعتبار سے پورا ہو گیا۔ یعنی قرآن مجید جو معجز کلام ہے' وہ پورا ہو گیا' جو نبی ﷺ کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مکلفین کو قیامت تک علم اور عمل کے اعتبار سے جن چیزوں کی ضرورت ہے' وہ سب قرآن مجید میں بتمامہ موجود ہیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے وہ سب تمام اور مکمل ہیں' ان میں نہ کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔
(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۵۲۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو چکا ہے۔
(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم جن چیزوں سے ملاقات کرنے والے ہو' ان کے متعلق قلم (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے۔ (صحیح البخاری' کتاب القدر' باب ۲)
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ' اس نے کہا اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت تک ہر چیز کی تقدیر لکھ۔ (الحدیث)
(سنن ابو داؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۰۰' مسند احمد' ج ۵' ص ۳۱۷' المعجم الکبیر' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۲۴۳' ۱۲۲۲۷' السنن الکبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۲۰۴' مختصر اتحاف السادۃ المہرۃ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۳۲)

علامہ ابو بکر بن اسماعیل بوصیری متوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کو امام احمد بن منیع نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام ابو داؤد الطیالسی اور امام ابو داؤد بحستانی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے' اور اس کی سند میں احمد بن سلیم ضعیف ہے۔ (اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' ج ۱' ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں اللہ کے کلمہ کو جو صدق اور عدل فرمایا ہے' اس کا چوتھا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم میں خبریں ہیں اور دوسری قسم میں عقائد اور احکام شرعیہ ہیں۔ صدق کا تعلق قرآن مجید کی دی ہوئی خبروں کے ساتھ ہے اور عدل کا تعلق عقائد اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہے' یعنی اس کی دی ہوئی تمام خبریں صادق ہیں اور اس کے بیان کردہ عقائد اور احکام شرعیہ سب عادل ہیں' یعنی متوسط ہیں اور صحیح ہیں۔ کیونکہ عدل کا معنی متوسط ہے' جو افراط اور تفریط کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ کا کلمہ صادق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید دونوں میں خلف محال ہے۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۱۴۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اشاعرہ تو خلف وعید کے قائل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بہ ظاہر خلف وعید کو جائز کہتے ہیں لیکن حقیقتاً جائز نہیں کہتے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی جرم کی کوئی سزا بیان کی ہے وہاں پر یہ شرط یا یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر میں معاف نہ کروں یا اگر میں چاہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا تو عذاب دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تو عذاب نہیں دے گا۔ لہٰذا اب وعید کے خلاف نہیں ہوگا' ہاں! شرک پر جو عذاب کی وعید سنائی ہے' وہاں یہ قید ملحوظ نہیں ہے اور اس وعید کا خلاف ہونا اور کافر اور مشرک کا بخشا جانا محال ہے اور امام رازی نے جو کہا ہے کہ خلف وعید محال ہے' اس سے مراد شرک کی وعید ہے۔ دیگر گناہوں پر جو وعید ہے اس کا خلف مراد نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کے علاوہ ہر گناہ کو بہرحال بخش دے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خلف وعید کذب کو مستلزم ہے' اور خلف وعید کا امکان کذب کا امکان ہے' ان کا یہ قول باطل ہے' کیونکہ خلف وعید تو بالفعل واقع ہوگا' لہٰذا ان کے قاعدہ پر اللہ کے کلام کا بالفعل کذب ہونا لازم آئے گا۔ معاذ اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے' تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے' وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۶)

عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں کی تفصیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کے شبہات بیان کیے اور ان کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد فرمایا جب حق واضح ہو گیا' پھر بھی اگر کوئی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرے اور آپ کے پیغام کو نہ مانے' تو وہ محض اپنے گمان کی پیروی کرنے والا ہوگا اور گمراہ ہوگا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین کے اکثر لوگ تمہیں گمراہ کر دیں گے اور گمراہ کرنا گمراہ ہونے کی فرع ہے' اور گمراہی تین چیزوں میں متصور ہو سکتی ہے۔ الوہیت کے اعتقاد میں' نبوت کے اعتقاد میں اور احکام شرعیہ کے اعتقاد میں۔

الوہیت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے وجود کو نہ مانے۔ جیسے دہریے ہیں' یا متعدد خدا مانے۔ جیسے مشرکین اور بت پرست ہیں' یا وہ لوگ جو خدا کے بیٹے مانتے ہیں۔ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور یہودی حضرت عزیر کو۔

نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ مطلقاً نبی کو نہ مانے۔ جیسے ہندو' سکھ اور بدھ مذہب والے یا سیدنا محمد ﷺ کے آنے اور ختم نبوت کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا اعتقاد رکھے۔ جیسے مرزائی' بہائی اور دیندار جو صدیق چن بشوشور کو مانتے ہیں' یا سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کو لعنت اور تبرا کرنے والے جیسے رافضی ہیں' یا آپ کی آل اطہار کو برا کہنے والے جیسے ناصبی ہیں' یا دونوں کو برا کہنے والے جیسے خارجی ہیں' یا رسول اللہ ﷺ کی تنقیص اور بے ادبی کرے' آپ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہے اور بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو آپ پر منطبق کرے' آپ کے فضائل اور کمالات کو کم کرنے اور چھپانے میں کوشاں رہے' یا جو دوسری جانب غلو کرے' آپ کے بشر ہونے کا انکار کرے' یا آپ کے لیے ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت مانے یا آپ کے کمالات اللہ تعالیٰ کے مساوی یا زائد قرار دے۔

احکام شرعیہ میں گمراہی یہ ہے کہ جس کام کو نبی ﷺ نے حرام قرار دیا ہو' اس کو مستحب جاننا۔ جیسے شیعہ ماتم کرنے کو مستحب جانتے ہیں۔ یا جس کام کو نبی ﷺ نے حرام نہ کہا ہو' اس کو حرام کہنا' جیسے کوئی شخص عرفاً تاریخ مقرر کر کے ایصال ثواب

Marfat.com

کرے جیسے سوئم، چہلم، عرس اور گیارہویں شریف میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو اس کو حرام کہا جائے' یا میلاد شریف کے عنوان سے رسول اللہ ﷺ کے فضائل' آپ کی سیرت اور آپ کا ذکر خیر کیا جائے تو اس کو حرام کہا جائے' تو یہ احکام شرعیہ میں گمراہی ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص سوئم' چہلم' عرس' گیارہویں شریف اور میلاد شریف کو فرض یا واجب کہے یا ان کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کرے بایں طور کہ نہ کرنے والے کو ملامت کرے اور گمراہ جانے یا اذان سے پہلے یا بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کو واجب کہے' یا اللہ کے بجائے اولیاء اللہ کی نذر اور منت مانے یا ان کی قبروں کا طواف کرے' یا سجدۂ تعظیمی کرے' یا اولیاء اللہ کو مستقل فی التصرف جانے' اور یہ جان کر ان کو پکارے اور ان سے مدد چاہے تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ امور احکام شرعیہ میں گمراہی ہیں۔

اتباع ظن کی مذمت کی وضاحت

اس آیت میں اتباع ظن کی مذمت کی گئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اخبار آحاد اور قیاس پر جو عمل کیا جاتا ہے' وہ بھی تو ظن کے درجہ میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو ظن کی اتباع کرتے تھے تو اس کا استناد کسی قطعی دلیل پر نہیں تھا۔ اس کے برخلاف اخبار آحاد اور قیاس کا استناد' دلیل قطعی پر ہے جو قرآن کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہوگا اور وہ ہدایت پانے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔ (الانعام: ۱۱۷)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے' تو پھر آپ ان مخالفین کے درپے نہ ہوں' بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے؟ وہ ہر شخص کو اس کے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے جزا دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کافر اگرچہ بہت یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں لیکن وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہے' اس کو معلوم ہے کہ یہ گمراہی کے راستہ میں بھٹک رہے ہیں اور جہالت کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو

بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے جس پر

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ حالتِ اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی

اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

ہے، اور بیشک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں، اور بیشک آپ کا رب

Marfat.com

هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ

حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو، بیشک جو

الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾

لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی ○

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ

اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بیشک اس کو کھانا گناہ ہے، بیشک شیطان

الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں، اور اگر تم نے ان کی اطاعت

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع

کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (الانعام: ١١٨)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ اور مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور مشرکین کی طرف توجہ نہ کرو جو مردار تو کھا لیتے ہیں اور مسلمان جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اس کا کھانا برا جانتے ہیں۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ لوگوں نے آکر کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اس کو کھالیں جس کو ہم نے قتل کیا ہے اور اس کو نہ کھائیں جس کو اللہ نے قتل کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ٣٠٨٠، سنن ابوداؤد، ج ٣، رقم الحدیث: ٢٨١٩، سنن النسائی، ج ٧، رقم الحدیث: ٤٤٤٩، السنن الکبریٰ للنسائی، ج ٦، رقم الحدیث: ١١١٧١)

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور اس پر بھول کر بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان بھول کر بسم اللہ نہ پڑھے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہے۔ البتہ اگر وہ عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کردے، تو پھر اس ذبیحہ کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیلی بحث سورۃ الانعام: ١٢١، میں ان شاء اللہ آئے گی۔

مشرکین یہ کہتے تھے کہ مسلمان خدا کے مارے ہوئے جانور کو حرام کہتے ہیں اور اپنے مارے ہوئے جانور کو حلال کہتے ہیں،

Marfat.com

ان کا یہ قول حماقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ دونوں جانوروں کو مارنے والا اللہ ہے۔ البتہ جو طبعی موت مرا ہے اس کی جان خدا کے نام پر نہیں نکلی اور جس جانور کو مسلمانوں نے اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے' اس کی جان خدا کے نام پر نکلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ کو نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے' حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں' ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی ہے' اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں اور بے شک آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (الانعام: ۱۱۹)

مکی سورت میں مدنی سورت کے حوالہ کا اشکال اور اس کا جواب

حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں' ان کی تفصیل تمہیں بتا دی ہے۔ اس کے متعلق اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس تفصیل سے مراد وہ تفصیل ہے جو سورۂ مائدہ: ۳' میں بیان فرمائی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (الایہ)

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورۃ المائدہ مدنی ہے اور سورۂ الانعام مکی ہے' لہٰذا یہ تفصیل اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تو اس سے پہلے نازل ہونے والی سورت میں اس کے بعد نازل ہونے والی سورت کا حوالہ کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورۂ الانعام میں بھی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (الانعام: ۱۴۵)

آپ کہئے کہ جو وحی میری طرف کی گئی ہے اس میں' میں کسی کھانے والے کے لیے ان کے سوا کوئی کھانے کی چیز حرام نہیں پاتا کہ وہ مردار ہو یا بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو' سو وہ بے شک نجس ہے' یا نافرمانی کے لیے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت ۱۱۹ میں آیت ۱۴۵ کا حوالہ دینا کس طرح درست ہوگا؟ اس کا امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ترتیب وضع کے اعتبار سے ہے' ہو سکتا ہے اس کا نزول پہلے ہو گیا ہو۔

لیکن یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ سورۃ الانعام پوری کی پوری یکبارگی نازل ہوئی ہے اور اس میں کوئی آیت دوسری آیت پر نزول کے اعتبار سے مقدم یا موخر نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حرام چیزوں کی یہ تفصیل نبی ﷺ نے مسلمانوں کو پہلے ہی بتا دی تھی اور مکہ مکرمہ کی زندگی میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں' اگرچہ ان کے متعلق آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ مکہ میں وضوء کرنا مشروع تھا اور مسلمان وضو کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اگرچہ آیت وضوء مدینہ میں سورۂ مائدہ میں نازل ہوئی ہے۔

تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد عمرو بن لحی اور اس کے بعد کے مشرکین ہیں' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر کیا اور بحیرہ اور سائبہ کو حرام قرار دیا اور مردار کھانے کو جائز کہا اور عمرو بن لحی نے محض اپنی جہالت سے یہ مذہب نکالا۔

Marfat.com

ابو اسحاق ابراہیم بن السدی الزجاج المتوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مردار کو حلال کہتے ہیں اور تم سے اس کے حلال ہونے کے متعلق مناظرے کرتے ہیں اور اس طرح وہ تمام لوگ جو اس گمراہی میں مبتلا ہیں' وہ محض اپنی ہواء و ہوس کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی بصیرت ہے' نہ کوئی علم ہے۔ (معانی القرآن واعرابہ للزجاج' ج ۲' ص ۲۸۷' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ محض ہواء نفسانی کی بنا پر تقلید کرنا مذموم اور حرام ہے اور ہم جو ائمہ دین کی تقلید کرتے ہیں' وہ اس لیے کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ کے اقوال قرآن اور حدیث کی نصوص پر مبنی ہیں اور ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر ہمارا قول کسی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس قول کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کرو اور تقلید صحیح اور تقلید باطل میں یہی فرق ہے' کہ تقلید صحیح کا مبنی قرآن اور حدیث ہے اور تقلید باطل کا مبنی ہوائے نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو' بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب ان کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ (الانعام: ۱۲۰)

ظاہر اور پوشیدہ گناہوں کی ممانعت

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی ظاہر اور خفی گناہوں سے منع فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ — اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ' جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ۔ (الانعام: ۱۵۱)

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ چھپ کر زنا کرتے تھے' اس کو وہ حلال کہتے تھے اور عدی نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بدکار عورتوں کی دکانوں پر جا کر زنا کرتے تھے اس کو برا جانتے تھے اور سعید بن جبیر نے کہا ظاہری گناہ ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا تھا اور باطنی گناہ زنا کرنا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں کی ممانعت کر دی۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اثم کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ اثم ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب کو ساقط کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔ نیز انہوں نے لکھا ہے اثم عدوان سے عام ہے۔ (المفردات' ص ۱۰' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے اثم کا معنی ہے ذنب (گناہ) خمر اور قمار اور ہر ناجائز کام کرنے کو اثم کہتے ہیں' اور اثیم کا معنی ہے کذاب۔ (القاموس المحیط' ج ۴' ص ۹۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اثم کی تعریف اور مصادیق کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بر (نیکی) اور اثم (گناہ) کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا بر اچھے اخلاق ہیں اور اثم وہ کام ہیں جو تمہارے دل میں اضطراب پیدا کریں اور جس کام پر تم لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کرو۔

(صحیح مسلم البر' ۱۴' (۲۵۵۳) ۶۳۹۶' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۹۶' صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۹۷' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۳۰۲' ۲۹۵' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۶۵' طبع دار الفکر)

Marfat.com

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کون سا اثم سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۱۱' طبع دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد' ج ۱' ص ۴۶۲' طبع قدیم' بیروت)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے' مگر اس میں اثم کی جگہ ذنب کا لفظ ہے۔

(دیکھئے صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۴۷۷' ۶۰۰۱' ۶۸۱۱' ۶۸۶۱' ۷۵۲۰' ۷۵۳۲' نیز دیکھئے صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۴۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۳۱۰' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۱۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۰۹۸۷' مسند احمد' ج ۱' ص ۳۸۰' طبع قدیم' ان تمام احادیث میں اثم کی جگہ ذنب کا لفظ ہے)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اتنے میں ان کا قہرمان (کار مختار' آمدنی اور مصارف کا ذمہ دار) آیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے پوچھا کیا تم نے غلاموں کو کھانا کھلا دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا جاؤ ان کو کھانا کھلاؤ۔ پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے اثم (گناہ) کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کا کھانا روک لے جن کو کھلانے کا وہ ذمہ دار ہے۔

(صحیح مسلم' زکوۃ' ۴۰' (۹۹۶) ۲۲۷۵' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۶۹۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے اثم (گناہ) کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۹۹۲' صحیح مسلم' مقدمہ رقم الحدیث: ۵' صحیح ابن حبان' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اثم (گناہ) کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہو۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۰۱' المعجم الکبیر' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۰۳۲)

دل کے افعال پر مواخذہ کے دلائل

ظاہر گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو علانیہ اور کھلم کھلا کیے جائیں اور پوشیدہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو چھپ کر کیے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو ظاہری اعضاء سے کیے جائیں اور پوشیدہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو دل سے کیے جائیں۔ مثلاً تکبر' حسد' خود پسندی' مسلمانوں کا برا چاہنا' حرام کاموں کا ارادہ کرنا' بدگمانی کرنا' بے حیائی کے کاموں سے محبت کرنا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ صرف اعضاء کی معصیت پر مواخذہ ہوتا ہے اور دل کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوتا' یہ قول صحیح نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (النور: ۱۹)

بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں مسلمانوں کے اندر بے حیائی کی بات پھیلنے کے پسند کرنے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے اور یہ پسند کرنا دل کا فعل ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کے لیے جانے لگا' تو میری ملاقات حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا' انہوں نے کہا لوٹ جاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۱' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۷۵' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۰۸۳' صحیح مسلم' فتن' ۱۴ (۲۸۸۸) ۷۱۱۹' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۲۶۸' ۴۲۶۹' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۱۲۰' ۴۱۱۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۹۶۵' سنن کبریٰ ج ۸' ص ۱۹۰' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۳۰۳' ج ۶' ص ۲۶۳' الکامل لابن عدی' ج ۷' ص ۲۶۵۰' مشکوۃ' رقم الحدیث: ۳۵۳۸)

اس حدیث میں کسی مسلمان کو قتل کرنے کی حرص پر عذاب کی وعید ہے اور یہ حرص دل کا فعل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان ۱۴۷' (۹۱) ۲۵۹' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۰۶' ۲۰۰۵' صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۶۵۷' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۹' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۱۶' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۶۸۰' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۹۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو' دشمنی نہ رکھو' بغض نہ رکھو' حسد نہ کرو' اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوعیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۴۲' صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۰۷۶' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۵۵۹' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۹۱۰' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۶۶۰' مصنف عبدالرزاق' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۲۰۲۲۲' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۲۰۷۴' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۶۸۳' مسند الطیالسی' رقم الحدیث: ۲۰۹۱' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۳۰۳)

اس حدیث میں ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے' بغض رکھنے اور حسد کرنے سے منع فرمایا ہے' اور یہ سب دل کے افعال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔ بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔ (الانعام: ۱۲۱)

Marfat.com

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کے متعلق مذاہب فقہاء

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کے متعلق فقہاء مذاہب کی مختلف آراء ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ خواہ اس نے عمداً بسم اللہ نہ پڑھی ہو یا نسیاناً۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۱۳۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام احمد کے نزدیک اگر بھولے سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو ذبیحہ حلال ہے' اور اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو اس میں ان کے دو قول ہیں۔ (زاد المسیر' ج ۳' ص ۱۱۵' طبع بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ حرام ہے اور نسیاناً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر وہ ذبیحہ حلال ہے۔ (بدایۃ المجتہد' ج ۱' ص ۳۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ عمداً بسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ خواہ عمداً نام نہ لیا ہو یا نسیاناً۔ لیکن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے کہا یہاں نسیان مراد نہیں ہے' اب اگر بسم اللہ کو عمداً ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (المائدہ: ۴) شکار پر (سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لو۔

اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اس لیے شکار پر شکاری جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور سنت سے بھی اس پر دلیل ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے شکاری کتے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو اس کو کھالو' بشرطیکہ اس نے تمہارے لیے شکار کو (کھانے سے) روک رکھا ہو' اور جب تم اس کے سوا دوسرا کتا دیکھو جس نے ہلاک کیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ' کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

(احکام القرآن' ج ۳' ص ۷-۶' ملخصاً' مطبوعہ لاہور)

اور اگر بھولے سے بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو ذبیحہ کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں' ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں! آپ نے فرمایا تم اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھالو' حضرت عائشہ نے کہا اس وقت لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۵۰۷' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۴۴۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۷۴' مصنف عبد الرزاق' ج ۴' رقم الحدیث: ۸۷۹۵' کنز العمال' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۵۵۹۸' سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان کے لیے اللہ کا نام کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے

Marfat.com

وقت اللہ کا نام لینا بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ کر کھا لے۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن دار قطنی ' ج ۴ ' رقم الحدیث: ۴۷۶۲ ' سنن کبریٰ للبیہقی ' ج ۹ ' ص ۲۴۰)

حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں ' تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

اس وسوسہ کا بیان اس حدیث میں ہے۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے ' اس کو نہ کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے ' اس کو کھالو۔

(سنن ابن ماجہ ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۳۱۷۳ ' سنن ابوداؤد ' ج ۳ ' رقم الحدیث: ۲۸۱۸)

اور وہ بحث یہ کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جس کو اللہ نے مارا ہے اس کو تم نہیں کھاتے اور جس کو تم نے قتل کیا ہے اس کو کھالیتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا یا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا ' تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے۔ تب وہ کافر اور مشرک ہوگا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کو اپنی نفسانی خواہش سے کرتا ہو ' لیکن وہ ان کاموں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ فاسق اور مرتکب معصیت کبیرہ ہوگا ' کافر اور مشرک نہیں ہوگا۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا

کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے

يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ

ایک نور بنایا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے ، وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل

مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ

نہ سکتا ہو ، اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں ○ اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا

ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو سردار بنا دیا تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں (حالانکہ حقیقت میں) وہ صرف

يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ

اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ○ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی

Marfat.com

وقف لازم
وقف منزل

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ

آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے،

اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا، عنقریب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب

عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ یُّرِدِ

پہنچے گا کیوں کہ وہ فریب کاری کرتے تھے ○ سو اللہ جس کو ہدایت

اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ

دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے

اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ

اس کا سینہ گھٹا ہوا تنگ کر دیتا ہے گویا وہ مشقت سے آسمان پر چڑھ

فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ○

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِیْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ

اور یہ آپ کے رب کا (پسندیدہ) سیدھا راستہ ہے، ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آیتوں

یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا

کو بیان کر دیا ہے ○ ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں اور وہی ان کا کارساز ہے کیونکہ وہ

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ۚ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

(نیک) کام کرتے تھے ○ اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا) اے جنات کی جماعت

قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ

تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے،

Marfat.com

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ

اے ہمارے رب! ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے

لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىکُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

ہمارے لیے مقرر کی تھی، اللہ فرمائے گا (دوزخ کی) آگ تمہارا ٹھکانا ہے تم ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو مگر جب اللہ چاہے، بیشک آپ کا

حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَکَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا بِمَا

رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○ اور ہم اسی طرح بعض ظالموں پر بعض کو مسلط کر دیتے ہیں، کیونکہ وہ (معصیت کے)

کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ١٥ ع ٨ ٢

کام کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا جو شخص پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکتا ہو، اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں۔ (الانعام: ۱۲۲)

کافر کے مردہ اور مومن کے زندہ ہونے کی مثالیں

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو اسلام کے غلبہ کا سبب بنا دے۔ یہ دونوں گمراہی میں مردہ پڑے ہوئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو اسلام سے زندہ کیا اور ان کو عزت اور توقیر دی اور ابوجہل کو گمراہی کی موت میں برقرار رکھا۔ زید بن اسلم نے کہا ہے، یہ آیت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۴، ص ۱۳۸۱، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۱۷ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں، اس آیت میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل مراد ہیں، کیونکہ ایک دن ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ پر لید پھینک دی، اس وقت تک حضرت حمزہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ابوجہل کی اس حرکت کی حضرت حمزہ کو خبر دی گئی، وہ اس وقت ہاتھ میں کمان لیے ہوئے شکار سے واپس آ رہے تھے، یہ سن کر غضبناک ہوئے اور جا کر ابوجہل کو کمان سے مارا، ابوجہل فریاد کر رہا تھا کہ تم کو پتا نہیں وہ کم عقل کیا کہتا ہے؟ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا تم سے بڑا بے وقوف اور کون ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کی عبادت کرتے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(اسباب النزول، رقم الحدیث: ۴۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان حدیثوں کے مطابق حضرت عمر یا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہما پہلے کفر میں مردہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو

Marfat.com

اسلام سے زندہ کیا اور ان کو اسلام کی نمایاں خدمات کرنے کی توفیق دی' جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تاریخ میں وہ دونوں آج تک روشن ہیں اور بعد کے لوگوں کے لیے منارۂ نور ہیں' ایسے لوگ ابوجہل جیسے لوگوں کی مثل کب ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ کفر کے اندھیروں میں رہے اور ان اندھیروں سے کبھی نکل نہ سکے' ہرچند کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں' لیکن مفسرین نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مطلقاً مومن اور کافر مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

علم اور جہل کے مراتب

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے کہا ہے کہ ارواح بشریہ کی معرفت میں چار مراتب ہیں۔ پہلے مرتبہ میں اس کو بالفعل کوئی علم حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ علوم اور معارف کی استعداد رکھتا ہے' بسا اوقات یہ استعداد کامل ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ استعداد کم اور ضعیف ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کو اس آیت میں موت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کو علوم کلیہ اولیہ حاصل ہوتے ہیں' اس کو عقل کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی طرف اس آیت میں فاحییناه (ہم نے اس کو زندہ کیا) سے اشارہ فرمایا ہے۔ تیسرے مرتبہ میں انسان معلومات بدیہیہ سے مجہولات نظریہ کو حاصل کرتا ہے' اس کی طرف اس آیت میں وجعلنا له نورا (اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا) سے اشارہ فرمایا اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ تمام معارف قدسیہ اس کے سامنے حاضر بالفعل ہوں' اور وہ روح ان معارف کے ساتھ منور اور کامل ہو جائے۔ اس کی طرف اس آیت میں یمشی به فی الناس (جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے) سے اشارہ فرمایا ہے' اور اس مرتبہ کے حصول کے بعد نفس انسان کی سعادت کے درجات مکمل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیکھنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ آنکھ سلامت ہو اور کوئی خارجی روشنی بھی ہو' اسی طرح بصیرت کے لیے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ عقل سلیم ہو اور نور وحی اور نور کتاب دستیاب ہو۔ اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد دین ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد حکمت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بصر اور بصیرت کے لیے آنکھ اور عقل کا سالم ہونا اور خارجی روشنی اور نور قرآن کا میسر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے مومن کو عطا کی ہیں اور رہا کافر تو وہ ہمیشہ جہل' برے اخلاق اور بداعمالیوں کی تاریکیوں اور کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبا رہتا ہے' اور خوف' دہشت اور عجز کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۱۳۴-۱۳۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو سردار بنا دیا' تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں (حالانکہ وہ حقیقت میں) صرف اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔** (الانعام: ۱۲۳)

کفار اور فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت

مجرموں کو ان بستیوں کا سردار اس لیے بنایا کہ عہد شکنی' مکر و فریب اور جھوٹی اور باطل باتوں کو لوگوں میں رائج کرنا ان ہی لوگوں کی زیادہ قدرت اور اختیار میں تھا۔ نیز مال کی کثرت اور منصب کی قوت انسان کو ان کی حفاظت میں زیادہ کوشش کرنے پر ابھارتی ہے اور اس کے لیے انسان ہر قسم کے جائز اور ناجائز حیلے اختیار کرتا ہے اور جھوٹ' مکر اور فریب' عہد شکنی اور دغابازی سے کام لیتا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اہل مکہ کے اعمال ان کے لیے مزین کر دیئے گئے ہیں' اسی طرح انسانی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ' یہ ہے کہ ہر بستی میں اس کے فساق اور فجار کو مقتدر اور سردار بنا دیتا ہے' اور اس وجہ سے حق اور باطل'

Marfat.com

ایمان اور کفر کے درمیان شورش بپا رہتی ہے۔ ان بستیوں کے سردار انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کو تنگ کرتے ہیں۔ اور ان کے خلاف فریب سے کام لیتے ہیں' لیکن در حقیقت اس فریب کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ دنیا میں کفار اور فساق کو غلبہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور جو مسلمان اس امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہوں' ان کو آخرت میں بلند درجات دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے' جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا' عنقریب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا' کیونکہ وہ فریب کاری کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۲۴)

حصول نبوت کا معیار

ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو آپ سے زیادہ میں نبوت کے لائق تھا' کیونکہ میں آپ سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور ابو جہل نے کہا بخدا ہم اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوں گے اور ان کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے پاس اس طرح وحی نہ آئے جس طرح ان کے پاس آتی ہے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا۔

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ ہر کافر یہ چاہتا تھا کہ اس کو وحی اور رسالت کے ساتھ خاص کر لیا جائے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (المدثر: ۵۲)

بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کو دے دیئے جائیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں' حصول نبوت کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نفس حقیقت کے لحاظ سے تمام انسان حصول نبوت میں مساوی ہیں اور بعض انسانوں کا رسالت کے ساتھ مخصوص ہونا' یہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ نفوس انسانیہ اپنی ذات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں' بعض روحیں پاکیزہ ہوتی ہیں' تعلقات جسمانیہ سے منزہ اور انوار الہیہ سے منور ہوتی ہیں اور بعض روحیں خسیس اور مکدر ہوتی ہیں اور جسمانی تعلقات میں جکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پس اس قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور پہلی قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت رکھتی ہیں' پھر ان میں بھی مراتب اور درجات ہیں۔ اس لیے نبیوں اور رسولوں کے درجات بھی متفاوت ہیں' بعض کی عمر اور معجزات زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار کم ہوتے ہیں۔ اور بعض کی عمر اور معجزات کم ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۷' ۱۳۶-۱۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد

رسولوں کو بھیجنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جو لوگ عبادات میں سخت ریاضات کریں اور خلوت میں مجاہدے کریں اور دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور جن کے جوہر ذات میں گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے تجرد اور تنزہ ہو اور ان کی فطرت باوقار اور روشن ہو اور وہ غایت درجہ کے ذکی ہوں' ان کو اللہ تعالیٰ رسول بنا لیتا ہے' بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ لہٰذا نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عطا ہے جو اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے' اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے گا؟ (الانعام: ۱۲۴) اور یہی اہل حق کا مذہب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

قادر مختار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اور جو پسند کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فلاسفہ نے یہ کہا کہ نبی وہ شخص ہے جس میں تین خواص مجتمع ہو جائیں:

۱۔ اس کو ماضی' حال اور مستقبل کے تمام مغیبات پر اطلاع ہو۔

۲۔ اس کا مجردات عالیہ اور نفوس سماویہ کے ساتھ ارتباط اور تعلق ہو' اور اس کے کانوں میں کلام منظم سنائی دے جس کو یاد کیا جائے اور جس کی تلاوت کی جائے اور یہی وحی ہے۔

۳۔ اس پر فرشتہ اور کتاب کا نزول ہو جس میں نظام معاش' نجات' آخرت اور بندوں کی اصلاح اور فلاح کے احکام کا بیان ہو۔

ان کے نزدیک جو شخص اوصاف ثلاثہ کا حامل ہو اس کا نبی ہونا واجب ہے' لیکن سورۃ الانعام: ۱۲۴' کی روشنی میں ان کا یہ قول باطل ہے۔ نیز اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کو بھی بعض مغیبات کا علم ہوتا ہے' اور تمام اوصاف بعض انبیاء میں نہیں پائے جاتے' مثلاً ہر نبی پر کتاب کا نزول نہیں ہوتا۔

(شرح مقاصد' ج ۵' ص ۲۵-۱۹ 'ملخصا' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۹ھ' شرح مواقف' ج ۸' ص ۲۲۲-۲۱۸' ملخصا' مطبوعہ ایران)

اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء

علامہ محمد السفارینی الحنبلی المتوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

رسولوں کو بھیجنا' کتابوں کو نازل کرنا اور شریعتوں کو مقرر کرنا' اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے' یہ اس پر واجب نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے جس قدر نبی اور رسول بھیجے' یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور کرم ہے۔ تاکہ وہ اللہ سبحانہ کے امر اور نہی اور وعد اور وعید کو بیان کریں اور اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے معاش اور معاد میں کن احکام کے محتاج ہیں۔ بندے تین اصولوں کی معرفت میں رسولوں کے محتاج ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی صفات' تقدیر' ملائکہ اور اللہ کے اولیاء اور اعداء کے انجام کا بیان۔

۲۔ احکام شرعیہ کی تفصیل کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو کیا پسند اور کیا ناپسند ہے؟

۳۔ قیامت' جنت' دوزخ' حساب و کتاب اور ثواب اور عذاب۔

نبی کی صفات لازمہ

نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس قوم کی طرف مبعوث ہو' وہ اس میں سب سے اشرف اور مکرم ہو اور وہ آزاد ہو کیونکہ غلامی ایک نقص ہے جو مقام نبوت کے لائق نہیں ہے اور مرد ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ۔ (یوسف: ۱۰۹)

اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔

اس آیت کی بناء پر جمہور اہل سنت کے نزدیک عورت کا نبی ہونا جائز نہیں ہے۔ امام ابوالحسن اشعری اور علامہ قرطبی مالکی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ حضرات حضرت مریم' آسیہ' سارہ' ہاجرہ اور حضرت موسیٰ کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ نیز نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوی ہو' فہیم اور عالم ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں' تاکہ لوگ سہولت کے ساتھ اس سے استفادہ کر سکیں۔ انبیاء علیہم السلام بخل' بزدلی' لغو اور بے فائدہ کاموں اور تمام رذائل سے مجتنب ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ دنیا کی حرص سے بھی منزہ ہوتے ہیں اور اپنی قوم میں ان کا نسب سب سے عمدہ اور اشرف ہوتا ہے۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ عقل' ذکاوت اور شجاعت کے لحاظ سے وہ نوع انسان کے کامل ترین فرد ہوتے ہیں اور وہ ہر ایسی صفت و کیفیت سے منزہ ہوتے ہیں جس سے طبیعت سلیمہ متنفر ہو۔ مثلاً ان کے آباء میں کوئی رذالت نہیں ہوتی' نہ ان کی ماؤں کی طرف بدکاری کی نسبت ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی ایسی بیماری آتی ہے جس سے لوگ متنفر ہوں' مثلاً برص اور جذام وغیرہ۔ اور نہ وہ عامیانہ کام کرتے ہیں' مثلاً بازاروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے نہیں اور نہ کوئی ایسا کسب کرتے ہیں جو لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہو۔

بدن کو گناہوں کی کدورت سے پاک کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے اور سخت عبادت اور ریاضت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے' نبوت عطا فرماتا ہے۔ لیکن استقرار تام اور تتبع سے اور قرآن اور حدیث کے دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی نبوت عطا فرمائی' وہ مذکور الصدر صفات کا حامل تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ نبی ہو' اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی نبوت کو رکھے گا۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا' اولوالعزم پانچ ہیں حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ۔ کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(لوامع الانوار البہیہ' ج ۲' ص ۲۶۹-۲۵۶' ملخصا' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے اس کا سینہ گھٹا ہوا تنگ کر دیتا ہے۔ گویا وہ مشقت سے آسمان پر چڑھ رہا ہے' اسی طرح ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الانعام: ۱۲۵)

اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے راستہ کی طرف ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے گا' اس کا سینہ دنیا میں اسلام کے لیے کھول دے گا' حتیٰ کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور اسلام کو ترک نہیں کرے گا' یہ حالت ایمان لانے کے بعد ہوگی' جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن: ۱۱) — اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا' اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمائے گا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۶۹) — اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا' ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔

اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۱' ۳۱۱۶' ۳۶۴۱' ۷۳۱۲' ۷۴۶۰' صحیح مسلم' الامارہ' ۱۰۳۷' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۶۴۷)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام تو صحابہ نے پوچھا اس کا شرح صدر کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب اس کے دل میں نور نازل ہوگا تو

Marfat.com

اس کا سینہ کھل جائے گا' صحابہ نے پوچھا کیا اس کو پہچاننے کی کوئی علامت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کا دل آخرت کی طرف راغب ہوگا اور دنیا سے وہ پہلو بچائے گا اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کے لیے تیار رہے گا۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۳۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ مشرکین جو دعوت اسلام کو مسترد کر رہے ہیں' آپ ان سے رنجیدہ نہ ہوں' جو شخص اللہ کے ارادہ اور اس کی تقدیر میں ایمان لانے کا اہل ہوگا' اللہ اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دے گا' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر: ۲۲)

تو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے (عظیم) نور پر ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ (الحجرات: ۷)

لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا کی اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر اور فسق اور معصیت سے تمہیں متنفر کر دیا' یہی لوگ کامل ہدایت یافتہ ہیں۔

اور جس شخص نے شرک سے اپنی فطرت کو فاسد کر دیا اور فسق اور معصیت سے اپنے دل کو میلا کر دیا' وہ اسلام کو قبول کرنے سے اپنے دل میں شدید تنگی اور گھٹن محسوس کرتا ہے اور کسی بھی نیکی کے لیے اس کے دل کے دروازے نہیں کھلتے۔ جیسے کوئی شخص اپنے میلان طبعی کے خلاف آسمان کی جانب چڑھ رہا ہو تو اس کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کے اوپر اللہ شیطان کو مسلط کر دے گا اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں' پھر شیطان اس کو گمراہ کر دے گا اور سیدھے راستہ سے بھٹکا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ آپ کے رب کا پسندیدہ سیدھا راستہ ہے' ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آیتوں کو بیان کر دیا ہے۔ (الانعام: ۱۲۶)

اس آیت کا معنی ہے' یہ اسلام جس کے لیے اللہ تعالیٰ مومنوں کا سینہ کھول دیتا ہے' یہی آپ کے رب کا وہ طریقہ ہے جس کو اس نے لوگوں کے لیے پسند کر لیا ہے اور یہی طریق مستقیم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بیان کیا ہوا راستہ مستقیم ہی ہوتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے متعلق ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ ذکر حکیم ہے اور یہ صراط مستقیم ہے۔ (سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۹۱۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آیتوں کو بیان کر دیا ہے اور جو لوگ اسلام پر صحیح عمل کرتے ہیں' ان کے لیے جنت ہے جو سلامتی کا گھر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں' اور وہی ان کا کارساز ہے' کیونکہ وہ (نیک) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۲۷)

جنت کو دار السلام فرمانے کی وجوہات

اس آیت میں جار مجرور کی تقدیم مفید حصر ہے۔ یعنی دار السلام ان ہی کے لیے ہے' ان کے غیر کے لیے نہیں ہے۔

Marfat.com

دار السلام کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پس دار السلام کا معنی ہے وہ گھر جس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے' اور یہ اضافت تشریف اور عزت افزائی کے لیے ہے۔ جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سلام دار کی صفت ہے' یعنی یہ سلامتی کا گھر ہے اور جنت کو دار السلام اس لیے فرمایا ہے کہ جنت میں ہر قسم کے عیوب' تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے۔

جنت کو دار السلام کہنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جنتیوں کو جنت میں دخول کے وقت سلام کیا جائے گا' اللہ کی طرف سے' فرشتوں کی طرف سے اور اہل اعراف کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے' جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

و نادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم (الاعراف:۴۶) و تحیتھم فیھا سلام (یونس:۱۰) سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (الرعد:۲۴) ادخلوھا بسلام امنین (الحجر:۴۶) یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون (النحل:۳۲) سلام قولا من رب رحیم (یس:۵۸) وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (الزمر:۷۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا) اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے! اے ہمارے رب! ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا (دوزخ کی) آگ تمہارا ٹھکانا ہے' تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو' مگر جسے اللہ چاہے' بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام:۱۲۸)

جہنم کے خلود سے استثناء کی توجیہات

یعنی جب ہم قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنات کو جمع کریں گے اور کہیں گے اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا' اور جن انسانوں نے جنات کے وسوسے غور سے سنے تھے' اور ان سے محبت رکھی تھی' اور ان کی اطاعت کی تھی' وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے جواب میں کہیں گے ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے نفع اٹھایا' انسانوں نے شیطانوں سے نفع اٹھایا کیونکہ شیطانوں نے ان کو ان کی شہوت پوری کرنے کے ناجائز ذرائع بتائے اور جب انسانوں نے ناجائز ذرائع اور گناہ کے راستوں پر چل کر اپنی شہوت کو پورا کر لیا' تو شیاطین جو ان کو گمراہ کرنا چاہتے تھے' ان کا مقصد پورا ہو گیا۔ اس طرح ہر ایک فریق نے دوسرے فریق سے فائدہ اٹھا لیا۔ پھر وہ کہیں گے کہ ہم نے وہ میعاد پوری کر لی جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی' یعنی ہم نے طبعی زندگی پوری کر لی اور ہم پر موت آ گئی اور یا ہم اس میعاد کو پورا کر کے میدان حشر میں پہنچ گئے۔ اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ حشر کا دن بہت ہولناک دن ہو گا' اور اس دن سب اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی تقصیرات پر حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے' اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے تو مالک اور احکم الحاکمین ہے' ہمارے متعلق جو چاہے فیصلہ فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا' تم دونوں کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے' جس میں تم ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اس کے بعد فرمایا مگر جسے اللہ چاہے' اس استثناء کی دو توجیہیں ہیں۔ (ا) وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے مگر اس سے دو وقت مستثنیٰ ہیں۔ ایک قبر سے حشر تک کا زمانہ اور دوسرا میدان حشر میں ان کے محاسبہ تک کا وقت۔ اس کے بعد ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور وہ اس میں

Marfat.com

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۴) جب دوزخی دوزخ کی آگ کی شدت سے فریاد کریں گے' تو ان کو دوزخ کی آگ سے نکال کر زمہریر (سخت ٹھنڈا اور برفانی طبقہ) میں ڈال دیا جائے گا اور جب زمہریر کی ٹھنڈک سے گھبرا کر فریاد کریں گے' تو ان کو پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ الغرض! وہ ہر حال میں ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی طرف منتقل ہوں گے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ حکم لگائے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو جنت میں نہیں داخل کرے گا' یا دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔

(جامع البیان' ج۸' ص ۴۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم اسی طرح بعض ظالموں پر بعض کو مسلط کر دیتے ہیں' کیونکہ وہ (معصیت کے) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۲۹)

ظالم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ بعض جن اور انسان ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کا یہ باہمی استفادہ اللہ تعالیٰ کے سابق علم اور قضاء و قدر کے موافق تھا' اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتے تھے' اللہ تعالیٰ ان میں وہی چیز پیدا کر دیتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض ظالموں کو بعض کا ولی' کارساز اور مددگار بنا دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (التوبہ: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (الانفال: ۷۳)

بعض کافر بعض کے مددگار ہیں۔

اور جس طرح بعض انسان اور جن ایک دوسرے کے کام آتے تھے' اسی طرح کافر کفر اور معصیت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دے گا اور اس آیت میں ہر قسم کے ظالم داخل ہیں۔ وہ شخص جو معصیت کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو حاکم اور افسر اپنے ماتحت لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور جو تاجر جعلی اشیاء اور ملاوٹ والی چیزیں فروخت کر کے صارفین پر ظلم کرتا ہے' اسی طرح جو چور اور ڈاکو مسافروں اور شہریوں پر ظلم کرتے ہیں اور سیاسی عہدہ دار اور وزراء عوام کے ٹیکسوں سے اللے تللے کرتے ہیں اور ٹیکس پر ٹیکس لگا کر عوام کی رگوں سے خون نچوڑتے رہتے ہیں' ان سب ظالموں پر اللہ تعالیٰ کوئی ان سے بڑا ظالم مسلط کر دیتا ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ اس کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے اور اس کے ناراض ہونے کی علامت کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! انہیں یہ بتاؤ کہ جب میں ان کے اچھے لوگوں کو ان پر حاکم بناؤں تو میں ان سے راضی ہوں اور جب میں ان کے برے لوگوں کو ان پر حاکم بناؤں تو میں ان سے ناراض ہوں۔

(شعب الایمان' ج ۶' رقم الحدیث: ۷۳۸۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے مطابق بادشاہ مقرر کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی

Marfat.com

بہتری کا ارادہ کرے تو نیک بادشاہ مقرر کرتا ہے اور جب ان کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو عیش پرست بادشاہ مقرر کرتا ہے۔
(شعب الایمان' ج ٦' رقم الحدیث:٧٣٨٩)

ابراہیم بن حمش بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یہ کہتے تھے' اے اللہ! تو نے ہمارے اعمال کے مطابق ہم پر حکام مسلط کر دیئے' جو ہم کو پہچانتے ہیں نہ ہم پر رحم کرتے ہیں۔ (شعب الایمان' ج ٦' رقم الحدیث:٧٣٩٠)

یونس بن اسحاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم ہو گے ویسے تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (شعب الایمان' ج ٦' رقم الحدیث:٧٣٩١)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے ظلم پر مدد کی وہ تادم مرگ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا۔
(سنن ابوداؤد' ج ٣' رقم الحدیث:٣٥٩٨' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث:٢٣٢٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر بدترین لوگوں کو حاکم بنا دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ:٣٠)

اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے کیے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

اے جنات اور انسانوں کے گروہ: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي

کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں ہم خود اپنے خلاف گواہی

اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ

دیتے ہیں اور (اب) انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ

کہ وہ کافر تھے ۝ یہ (گواہی اس وجہ سے لی گئی) کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلماً ہلاک کرنے

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ

والا نہیں ہے درآں حالیکہ ان میں رہنے والے (شریعت) سے بے خبر ہوں ۝ اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ

اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے ۝ اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے

Marfat.com

اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ وَیَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا یَشَآءُ كَمَاۤ

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے، جس طرح تم کو ایک

اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّیَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ

اور قوم سے پیدا کیا ہے ○ بیشک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ

وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلۡ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَكَانَتِكُمۡ

کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ آپ کہیے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو

اِنِّیۡ عَامِلٌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ تَكُوۡنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں، سو تم عنقریب جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔

الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾

بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے' جو تم پر میری آیات بیان کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے' ہاں! ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں اور (اب) انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ وہ کافر تھے۔ (الانعام: ۱۳۰)

جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیہات

اس آیت میں بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے بھی رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ رسول صرف انسانوں سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱- جنات کے رسول سے رسول کا اصطلاحی اور معروف معنی مراد نہیں ہے' یعنی وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے احکام کی تبلیغ کے لیے لوگوں کے پاس بھیجا ہو اور اس پر وحی اور کتاب کا نزول ہو' بلکہ یہاں رسول سے لغوی معنی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جنات کے رسول وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وحی سن کر اپنی قوم کو پہنچائی' یعنی مبلغ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ○ (الاحقاف: ۲۹)

اور یاد کیجئے جب ہم آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو لائے' سو جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے (آپس میں) کہا خاموش رہو' پھر جب (قرآن کی تلاوت) ہو چکی تو وہ اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے لوٹے۔

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ

آپ کہئے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک

Marfat.com

فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ (الجن: ۲-۱)

جماعت نے میری تلاوت کو غور سے سنا' تو انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے' ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

۲- مجاہد نے کہا انسانوں کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا گیا ہے اور جنات کی طرف منذرین کو اور اس آیت میں جنات کے رسول سے مراد منذرین ہیں' یعنی ڈرانے والے۔

۳- کلبی نے کہا کہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے انسانوں اور جنات دونوں کی طرف رسول بھیجے جاتے تھے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے ہر رسول صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا' تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کا آلہ بنا دی گئی۔ پس میرا امتی جس جگہ بھی نماز کا وقت پائے' وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے شفاعت دی گئی اور پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۳۵' ۴۳۸' ۳۱۲۲' صحیح مسلم المساجد' ۳' (۵۲۱) ۱۱۴۳' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۳۲' ج ۲' رقم الحدیث: ۷۳۶)

۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا پہلے صرف انسانوں کی طرف رسول مبعوث ہوتے تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ انسانوں کے بھی رسول ہیں اور جنات کے بھی رسول ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے (سابق) انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم (جس کلام میں الفاظ کم ہوں اور معنی زیادہ) عطا کیے گئے ہیں۔ رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور مسجد بنا دیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا اور انبیاء کی بعثت مجھ پر ختم ہو گئی۔

(صحیح مسلم' المساجد' ۵' (۵۲۳) ۱۱۴۷' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۵۸' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۳۴۸' طبع جدید دار الفکر)

۵- اس آیت میں تغلیباً جنات کے مبلغین پر رسولوں کا اطلاق کیا گیا ہے' جیسے مذکر کو مونث پر غلبہ دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں صرف مذکر کو خطاب کیا جاتا ہے اور مونث پر بھی مذکر کے صیغہ کا اطلاق کیا جاتا ہے' حالانکہ وہ مذکر نہیں ہوتیں۔ اسی طرح جنات کے مبلغین پر بھی رسول کا اطلاق کر دیا گیا ہے' حالانکہ جنات میں معروف اور مصطلح معنی میں رسول نہیں ہوتے۔ جنات کے مبلغین پر تغلیباً رسول کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ میدان قیامت میں صرف انسانوں اور جنات سے حساب لیا جائے گا اور باقی مخلوق سے حساب نہیں لیا جائے گا اور جب ان دونوں گروہوں سے ثواب اور عذاب کے ترتب کے لیے ایک طرح کا

Marfat.com

حساب لیا جائے گا‘ تو گویا یہ دونوں ایک جماعت ہیں اور ان سے ایک خطاب کیا گیا۔
جنات کو شعلوں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے‘ دونوں کی خلقت الگ الگ ہے۔ ان میں بھی مومن اور کافر ہوتے ہیں اور ابلیس دونوں کا دشمن ہے‘ وہ ان کے کافروں سے دوستی رکھتا ہے اور ان کے مومنوں سے عداوت رکھتا ہے۔ ان میں بھی شیعہ‘ قدریہ اور مرجئہ وغیرہا فرقے ہیں۔ وہ ہماری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے جنات کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (الجن:۱۱) اور ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف‘ ہم کئی مسلکوں میں متفرق ہیں۔

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ۔ (الجن: ۱۴) اور ہم میں کچھ اللہ کے فرمانبردار ہیں اور ہم میں کچھ نافرمان ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرکے فرمایا: ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے‘ اور قیامت کے دن جب ان کے عضاء خود ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ اپنے شرک کا اعتراف کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (گواہی اس وجہ سے لی گئی) کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلماً ہلاک کرنے والا نہیں ہے درآنحالیکہ ان میں رہنے والے (شریعت سے) بے خبر ہوں۔ (الانعام:۱۳۱)

جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا‘ وہاں کے باشندوں کا حکم

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسولوں کو بھیجا ہے‘ اور انہوں نے لوگوں کو کفر اور شرک پر عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحائف نازل کیے ہیں‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے ایمان لانے کی دعوت نہ پہنچے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ملیامیٹ کرنے کے لیے عذاب نہیں بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۴) اور ہر قوم میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:۳۶) اور بے شک ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا‘ کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنو اسرائیل: ۱۵) ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں۔

ان آیتوں سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جن علاقوں میں بالفرض اسلام کا پیغام نہیں پہنچا‘ ان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کو مان لینا کافی ہے‘ ان کی نجات ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ (الانعام:۱۳۲)

آیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن اور انس میں سے ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا ملے گی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن جن بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ حسب ذیل آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے:

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الاحقاف: ١٩-١٨)

یہ گزری ہوئی قوموں میں سے جن اور انس کے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی' یہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے اور ہر ایک کے لیے ان کے کاموں کے مطابق درجات ہیں' تاکہ اللہ انہیں ان کے کاموں کا پورا پورا اجر دے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسانوں کی طرح جنات میں سے بھی جو اطاعت گزار اور نیکو کار ہوگا' وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمان اور بدکار کافر ہوگا' وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس مسئلہ میں زیادہ صحیح قول یہی ہے' اس کے برخلاف بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جنات جنت میں نہیں جائیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۸۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جنات کے دخول جنت کے متعلق علماء کی آراء

علامہ احمد شہاب الدین بن الحجر الھیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنات میں سے کافروں کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ' ابو الزناد' لیث بن ابی سلیم سے یہ روایت ہے کہ جنات میں سے مومنین کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ہوگا' سوا اس کے کہ ان کو دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ پھر حیوانوں کی طرح ان سے بھی کہا جائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ اور صحیح قول وہ ہے جس کو ابن ابی لیلیٰ' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کو ان کی عبادات پر ثواب دیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ منقول ہے کہ جنات میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ قول ابن حزم نے جمہور سے نقل کیا ہے اور اس پر سورۃ الانعام کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ولکل درجات مما عملوا (۱۳۲) کیونکہ اس آیت کو جن اور انس کے ذکر کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کل ملائکہ جنت میں ہوں گے اور کل شیاطین دوزخ میں ہوں گے اور جنت اور دوزخ دونوں میں انسان اور جن ہوں گے۔

(فتاویٰ حدیثیہ' ص ۶۱' مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی حلبی و اولادہ بمصر' ۱۳۵۶ھ)

مسلمان جنوں کے جنت میں داخل نہ ہونے کے دلائل

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا مومن جن جنت میں داخل نہیں ہوں گے' کیونکہ وہ ابلیس کی اولاد ہیں اور ابلیس کی اولاد جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۱۰' ص ۳۲۹۷)

امام ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد اصفہانی متوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:

سلمہ نے کہا کہ جن جنت میں داخل ہوں گے نہ نار میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو جنت سے نکال دیا۔ اب وہ ان کے باپ کو جنت میں لوٹائے گا نہ ان کو۔ (کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۱۱۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

مسلمان جنوں کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

یعقوب بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنوں کو ثواب ملے گا اور اس کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الاحقاف: ۱۹) اور (جن و انس میں سے) ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے

Marfat.com

مطابق درجات ہیں۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۴' ص ۱۳۸۹ مطبوعہ)

امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد اصفہانی متوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:
ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ ایک قسم مکمل جنت میں جائے گی' وہ فرشتے ہیں اور دوسری قسم کل دوزخ میں جائے گی' وہ شیاطین ہیں' اور مخلوق کی دو قسمیں جنت اور دوزخ میں جائیں گی۔ وہ جن اور انسان ہیں' ان کو ثواب بھی ہوگا اور عذاب بھی ہوگا۔ (کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۱۱۶۰' مطبوعہ بیروت)
ضحاک نے کہا جن جنت میں داخل ہوں گے اور کھائیں اور پئیں گے۔ (کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۱۱۶۱' مطبوعہ بیروت)
ارطاۃ بن المنذر نے ضمرۃ بن حبیب سے پوچھا کیا جن جنت میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (الرحمن: ۵۶)

ان حوروں کو اس سے پہلے نہ انسان نے چھوا ہے نہ جنوں نے۔

انہوں نے کہا جنوں کے لیے جنت میں جنیات ہیں اور انسانوں کے لیے انسیات ہیں۔
(کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۱۱۶۲' مطبوعہ بیروت)
حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب سے سوال کیا گیا کہ آیا جنوں کے لیے ثواب اور عذاب ہوگا؟ ابن وہب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ○ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الاحقاف: ۱۹-۱۸)

یہ گزری ہوئی قوموں میں سے جن اور انس کے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی۔ یہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں اور ہر ایک کے لیے ان کے کاموں کے مطابق درجات ہیں' تاکہ اللہ انہیں ان کے کاموں کا پورا پورا اجر دے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(کتاب العظمۃ' رقم الحدیث: ۱۱۶۳' مطبوعہ بیروت)
قرآن مجید کے ان واضح دلائل کے اعتبار سے انہی علماء کا نظریہ درست ہے' جو کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں جائیں گے اور کافر جن دوزخ میں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب ہی مستغنی' رحمت والا ہے' اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے' جس طرح تم کو ایک اور قوم سے پیدا کیا ہے۔ (الانعام: ۱۳۳)

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کے رب نے اپنے بندوں کو بعض کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے منع کیا ہے' اس کا یہ حکم دینا اپنے کسی فائدہ' کسی غرض یا کسی عوض کے لیے نہیں ہے' بلکہ ان کو اپنی عبادت کرنے اور احکام بجالانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت' ان کا رزق اور ان کی روزی اور ان کا نفع اور ان کا نقصان اس کے ہاتھ میں ہے' وہ اس کے مکمل طور پر محتاج ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ عبادت کر کے اپنی احتیاج اس کے

Marfat.com

سامنے ظاہر کریں' تاکہ وہ ان پر اپنا لطف و کرم اور اپنا فضل و احسان کرے۔ نیز گناہوں کی آلودگی اور معصیت کے زنگ سے ان کی روحیں مکدر اور ظلمانی ہوں گی۔ اس لیے ارواح بشریہ اور نفوس انسانیہ کو مطلقین اور ابرار کے درجہ میں پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اطاعات و عبادات کی ترغیب دی جائے اور ممنوعات اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ سو اس لیے فرمایا کہ آپ کا رب مستغنی ہے' یعنی اس کو بندوں کی اطاعت اور عبادت کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ رحمت والا ہے' اس لیے یہ احکام اس کی رحمت کا تقاضا ہیں' تاکہ اس کے بندے دائمی فوز و فلاح حاصل کر سکیں۔

استغناء اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اگر وہ مستغنی نہ ہو تو وہ اپنے کمال کے حصول میں غیر کا محتاج ہو گا اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' اور یہ کلام مفید حصر ہے' یعنی اس کے سوا اور کوئی مستغنی نہیں ہے' کیونکہ واجب لذاتہ واحد ہی ہوتا ہے اور اس کے ماسوا سب ممکن ہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح رحم فرمانے والا بھی وہی ہے' اس کے سوا اور کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں' بھوکے کو کھانا کھلاتے ہیں' پیاسے کو پانی پلاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کھانے پینے کی چیزیں پیدا نہ کرتا' تو وہ کیسے کھلاتے اور پلاتے اور اگر یہ چیزیں پیدا کر دی تھیں پھر بھی اگر رحم کرنے والے میں اتنی قدرت نہ ہوتی کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکتا تو وہ کیسے ان کو کھلاتا اور پلاتا؟ اور اگر قدرت بھی ہوتی' لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رحم کا جذبہ پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے کھلاتا اور پلاتا؟ اور اگر یہ سب کچھ ہوتا لیکن جس کو کھلانا پلانا ہے' اس میں کھانے پینے کی قدرت نہ ہوتی' مثلاً اس کے منہ میں ناسور ہوتا یا اس کا اوپر کا جبڑا نچلے جبڑے پر بیٹھ جاتا اور اس کا منہ بند ہو جاتا' تو وہ کیسے کھاتا پیتا؟ اور یہ کیسے اس کو کھلاتا اور پلاتا؟ پس غور کیجئے کھانے پینے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں' ان کے حصول کی قدرت بھی اس نے دی' دل میں رحم کا جذبہ بھی اس نے پیدا کیا' بھوکے اور پیاسے میں کھانے اور پینے کی صلاحیت اور قدرت بھی اس نے دی تو وہی رحم کرنے والا ہے۔ بندے نے کیا کیا ہے! پھر بندہ کا رحم کرنا کسی غرض اور کسی عوض کے لیے ہوتا ہے' کبھی سابق احسان کو اتارنے کے لیے رحم کرتا ہے' کبھی دنیا میں تعریف' کبھی آخرت میں اجر کے لیے رحم کرتا ہے' کبھی اس لیے رحم کرتا ہے کہ وقت پڑنے پر اس پر بھی رحم کیا جائے اور کبھی اس لیے کہ کسی ضرورت مند کو دیکھ کر اس کے دل میں جو رقت پیدا ہوتی ہے' اس کو زائل کرنے کے لیے رحم کرتا ہے۔ سو بندہ جو رحم کرتا ہے' اس میں کسی غرض یا کسی عوض کی احتیاج ہوتی ہے اور ان اسباب کی احتیاج ہوتی ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور جو ہر سبب' ہر عوض اور ہر غرض سے مستغنی ہو کر رحم کرتا ہے' وہ صرف اللہ عزوجل ہے۔ اسی لیے فرمایا آپ کا رب ہی مستغنی ہے اور وہی رحمت والا ہے۔

اس آیت میں چونکہ رحمت کا ذکر فرمایا ہے' اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ گمان کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی جہان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس جہان کے لوگوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو وہ اس جہان کے لوگوں کو فنا کر کے ایک اور قوم کو پیدا کر دے گا' جیسا کہ وہ ان لوگوں کو ایک اور نسل سے پیدا کر چکا ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اس کے رحیم ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کی رحمت کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے' بلکہ وہ ہر قوم سے مستغنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' وہ ضرور آنے والا ہے' اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ (الانعام: ۱۳۴)

Marfat.com

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' اس کی تفسیر یہ ہے کہ ان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا تھا اور وہ اس کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آنے والی ہے اور تم اللہ کو اس کے لانے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اس میں اور بھی کئی احتمال ہیں کہ مسلمانوں سے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کفار اور منافقین کو جو عذاب کی وعید سنائی ہے' وہ بھی آنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں' سو تم عنقریب جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے' بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (الانعام: ۱۳۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے طریق کار پر قائم رہو میں اپنے طریق کار پر قائم ہوں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار کو کفر کے طریقہ پر قائم رہنے کا حکم کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے' بلکہ تہدید اور سرزنش کے طور پر ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(الکہف: ۲۹)

اور اس تہدید پر اس آیت کا یہ آخری جملہ دلالت کرتا ہے سو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ

کے لیے مقرر کر لیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے، سو جو حصہ ان کے

لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ

شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف

اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ

پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں ○ اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ

شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا تاکہ وہ انھیں ہلاک کر دیں اور

لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ

ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور

Marfat.com

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ

ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دیجیے ○ اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں، ان کو وہی کھائے گا جس کو

اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ

ہم چاہیں گے، (یہ پابندی) ان کے زعم باطل میں ہے، اور بعض مویشیوں پر سواری حرام کی گئی اور بعض مویشیوں

لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا

پر یہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے، وہ عنقریب ان کو ان کی افتراپردازیوں

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ

کی سزا دے گا ○ اور انہوں نے کہا جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں

لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ

کے لیے مخصوص ہیں اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہیں، اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس میں مرد

فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

اور عورتیں سب شریک ہیں، وہ ان کی من گھڑت باتوں کی عنقریب سزا دے گا، بیشک وہ بہت حکمت والا بہت جاننے والا ہے ○

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا

بیشک ان لوگوں نے خسارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے دیا تھا

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ الربع ۱۶ ع ۱۱ ۳

اللہ پر افترا پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا، بیشک یہ گمراہ ہو گئے اور یہ ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے' وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے' وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے' یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

(الانعام:۱۳۶)

اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے محامل

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس لیے مذمت کی تھی کہ وہ قیامت کا اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا انکار کرتے

Marfat.com

ہیں اور ان کے دیگر جاہلانہ اقوال کی مذمت کی تھی اور ان کی عقل اور سوچ کا ضعف اور فساد بیان فرمایا تھا۔ ان کی ان ہی جہالات میں سے ایک یہ جہالت تھی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ حصہ اپنے بتوں کے لیے اور اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے "کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ بتوں کا ہے! اور یہ ان کا محض جھوٹ تھا اور یہ جھوٹ اس لیے تھا کہ انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے دو حصے کیے۔ ایک اللہ کا اور ایک بتوں کا' حالانکہ سب کچھ اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور سب اسی کی ملکیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا' اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جن پھلوں کو انہوں نے اللہ کا حصہ قرار دیا تھا' اگر ان میں سے کچھ پھل شیطان کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چھوڑ دیتے اور اگر شیطان کے حصہ کے پھلوں میں سے کچھ پھل اللہ کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چن کر ان کی حفاظت کرتے اور ان کو شیطان کے حصہ میں ڈال دیتے۔ اسی طرح اللہ کے حصہ کی کھیتی میں پانی دیتے ہوئے اگر کچھ پانی کھیت سے نکل جاتا تو اس کو نکلنے دیتے اور شیطان کے حصہ کی کھیتی میں سے پانی نکلنے لگتا تو اس کو روک لیتے۔

۲۔ حسن نے کہا اگر بتوں کے لیے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں اللہ کے حصہ میں سے اتنی چیز اٹھا کر بتوں کے حصہ میں رکھ دیتے اور اگر اللہ کے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں بتوں کے حصہ میں سے کوئی چیز نہ اٹھاتے۔

۳۔ قتادہ نے کہا اگر قحط آ جاتا تو اللہ کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو کھانے پینے کے کام میں لاتے' لیکن بتوں کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو اسی طرح محفوظ رکھتے۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۵۶-۵۳' ملخصا' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس تقسیم کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں؟ اس فیصلہ کے برے ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ پھلوں اور غلہ کی حفاظت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حصہ پر بتوں اور شیطان کے حصہ کو ترجیح دی۔

۲۔ انہوں نے از خود کچھ حصہ بتوں کے لیے مخصوص کیا' اور کچھ اللہ کے لیے' حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا تھا' یہ ان کی جہالت ہے۔

۳۔ حصوں کی یہ تقسیم انہوں نے بغیر کسی عقلی اور شرعی دلیل کے کی اور یہ ان کی جہالت ہے۔

۴۔ پھلوں اور مویشیوں کی پیدائش میں بتوں کا کوئی دخل نہیں ہے نہ وہ ان پھلوں اور مویشیوں سے کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں' تو پھر بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں میں سے حصہ رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا محض ان کی جہالت ہے۔

ان وجوہ سے ظاہر ہو گیا کہ مشرکین کا یہ بہت برا فیصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا' تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں' اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے' سو آپ ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دیجئے۔ (الانعام: ۱۳۷)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کرنا' اپنے خالق اور منعم کی

Marfat.com

معرفت سے نہایت جہالت تھی' اسی طرح شیطان کے ورغلانے سے اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی ان کی نہایت جہالت اور گمراہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احکام اور افعال لغو اور باطل ہونے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ ان کے شیاطین نے ان کو یہ حکم دیا کہ یہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں' تاکہ رزق میں کمی کی وجہ سے ان کو اولاد کی پرورش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ اور بعض نے یہ کہا کہ شیطان نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیں' تاکہ بیٹی کے باپ کو جس عار اور ذلت کا سامنا ہوتا ہے' اس سے یہ بچ جائیں۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۵۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم

شیطان نے جو ان کے لیے قتل اولاد کو مزین کیا تھا' اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہو گی' سو وہ تنگی رزق کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (الاسراء: ۳۱)

اور اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔

آج کل حکومتی ذرائع نشر و اشاعت سے ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کا بہت زبردست پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ کم بچے اور خوش حال گھرانا اور یہ کہا جاتا ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک (۴۷ء تا ۹۷ء) پچاس سال میں ملک کی آبادی تقریباً چار گنی ہو چکی ہے' اور ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنا ضروری ہے۔ ملک کے وسائل آبادی کے اس سیلاب کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے بچے دو ہی اچھے۔ لیکن خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کی بنیاد تنگی رزق کا خوف ہے اور یہی زمانہ جاہلیت میں کافروں اور مشرکوں کا نظریہ تھا۔ جس کا قرآن مجید نے سختی کے ساتھ رد کیا ہے' اور نبی ﷺ نے اس پر زور دیا ہے کہ بچے زیادہ پیدا کیے جائیں۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' مجھے ایک عورت ملی ہے جو بہت خوبصورت اور عمدہ خاندان کی ہے' لیکن اس سے بچے نہیں ہوتے (وہ بانجھ) ہے' کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! وہ دوبارہ آیا اور پھر اجازت طلب کی' آپ نے پھر منع فرمایا۔ اس نے تیسری مرتبہ آ کر اجازت طلب کی' تب آپ نے فرمایا محبت کرنے والی اور بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو' کیونکہ بے شک میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۰۵۰' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۲۲۷' صحیح ابن حبان' ج ۹' رقم الحدیث: ۴۰۵۷' ۴۰۵۶' ۴۰۲۸' سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث: ۴۹۰' مسند احمد' ج ۳' ص ۲۴۵' ۱۹۸' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۸۲-۸۱' مجمع الزوائد' ج ۴' ص ۲۵۸-۲۵۲' المعجم الاوسط' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۷۴۲)

قرآن مجید کی اس صریح آیت اور اس حدیث صحیح کا صاف اور صریح منشاء اولاد کی کثرت ہے' نہ کہ اولاد کی قلت! اس لیے خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کا وسائل پیداوار میں کمی کی بنیاد پر پروپیگنڈہ کرنا اسلام کے خلاف ہے' اور اس کو کسی جبری قانون کے ذریعہ عوام پر لاگو کرنا شرعاً جائز نہیں ہے' البتہ کسی صحیح شرعی عذر کی بناء پر جدید طبی طریقہ سے ضبط ولادت کو روکا

Marfat.com

جائے تو وہ جائز ہے۔

ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ رویانی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت اجازت دیتے ہیں' وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(الف) کوئی شخص تنگی رزق (خشیۃ املاق) کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے' یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی علت ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (اسراء: ۳۰)

(ب) کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے' کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے' اور یہ نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین عرب کی ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا' تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے' ہرچند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے' لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں۔ اگر کسی زمانہ میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہو گا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے' کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ آجائے' تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے دوران بعض صورتوں میں انسان اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا' اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(ہ) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہوتا ہے' بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچانے کیلئے یہ عمل جائز ہے۔

(و) جب پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے' جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(ز) اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی' تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل مروج طریقے بھی شرعاً جائز ہیں:

(الف) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیاوی اشیاء (Chemical Methods) مثلاً فوم جیلی اور کریم وغیرہ کا بیرونی استعمال (ج) ساتھی (Condom) (د) ڈایا فرام۔ (ہ) چھلہ (Loop) (و) نل بندی (Tubal Ligation) آخر الذکر عمل' یعنی نل بندی میں عورت کے بیضہ دان کی نالی کو (Fallopion Tube) کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے' اس

Marfat.com

عمل کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی' یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک اس صورت میں جب عورت کا آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے' اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچہ پیدا ہونے سے یا مزید بچے پیدا ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں' بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرعاً ممنوع ہے' اور وہ ہے نس بندی (Vasec Tomy) اس عمل میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثوے (Sperm) گزرتے ہیں' ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرالینا جائز نہیں ہے' کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے' انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے' نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے' اسی لیے اسلام میں اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز نہیں ہے۔ بنا بریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے عسرت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم' ج ۱' ص ۴۴۹' مطبوعہ کراچی)

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں' کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حائل (ساتھی اور چھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی حمل سے رکاوٹ کا یقینی سبب نہیں ہے۔ بسا اوقات دوائیں اور کیمیاوی اشیاء اثر نہیں کرتیں' بعض مرتبہ ڈایا فرام کے استعمال کے باوجود قطرات رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات چھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساتھی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے جس پانی سے بچہ نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا اور یہ بارہا مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے مضر اثرات بہت زیادہ ہیں۔ چھلہ اور ڈایا فرام کے استعمال سے الرجی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں' اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے۔ انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا' مشکلات میں گرفتار ہو گا۔ اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا چاہیے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے' حالات' ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عزل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک صورت حرام' ایک بدعت' اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں۔ اب چونکہ ترقی یافتہ دور ہے' بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آچکے ہیں' اور ضروریات اور تقاضے بھی بڑھ گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں۔ اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی نو صورتیں بیان کی ہیں' جن میں پانچ مباح (جائز ہیں) دو ناجائز ہیں۔ اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی نسوانی انڈوں والی نس (Fallopian Tube) کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے' تاکہ یہ نسوانی انڈے رحم میں نہ داخل ہو سکیں' اس عمل کو نل بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے وما من دابة في الارض الا على الله رزقها (ھود: ۶)

Marfat.com

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے؟ ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے' تو وہ حصول رزق کے لیے نوکریاں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم پس انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیاان کے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح بار معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت' ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں؟ جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہونا ہے' وہ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح آپ بیمار پڑ جانے پر علاج کیوں کراتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں' صحت مند نہیں ہو سکتے! لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی جائز ہے' اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کو بدل دیں گے' تو یہ یقیناً ناجائز اور کھلا ہوا کفر ہے۔ لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نتائج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے' وہی در اصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے' بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفاء ہمارے لیے مقدر کی ہے اس کو وجود میں لا سکیں۔ اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں) بلکہ ضبط تولید کا یہ عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لیے ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتراز ہی کے لیے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل نہیں تھا' اس لیے عزل کرتے تھے' یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا' اس لیے عزل کرتے تھے' یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے عزل کرتے تھے۔ پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خرابیوں کی نیت سے نہیں تھا' بلکہ نیت صحیحہ کی بناء پر تھا' اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے اس عمل کو بھی نیت صحیحہ پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے! اسباب وعلل کو اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپ کی سیرت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار حرا میں جاتے تھے' ازواج کو ایک سال کے لیے خرچ دیتے تھے؟ زرہ میں ملبوس ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں' بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے' اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں' بلکہ عین مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اباحت کی جو صورتیں بیان کی ہیں' یہ خالص علمی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے۔ اور اس کو اسی تناظر میں پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر مبنی ہے کہ اسلام دین یسر ہے' اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمدہ مسائل اور پیچیدگیوں کا مثبت حل پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے خالص مادہ پرستانہ اور سیکولر فلسفے پر مبنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس بین الاقوامی تحریک کی تائید و حمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے' جو موجودہ دور میں پراپیگنڈے کے سحر اور ترغیب و تحریص کے مختلف طریقوں کو

Marfat.com

بروئے کار لا کر چلائی جا رہی ہے' بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال' کسی فرد کی ایسی خالص شخصی وجوہ جو معقولیت پر مبنی ہوں یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصتوں کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے مادہ پرستانہ نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خالص الحاد پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے' تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی تنگی کا سامنانہ کرنا پڑے' یہ خالص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے' کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے باوجود بحیثیت مجموعی' انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ سہل اور پر آسائش زندگی بسر کی ہے اور وہ وسائل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ الحال رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل واسباب سے برتر اور بالاتر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی قادر مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے۔ البتہ! یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی' موسمی یا سائنسی اور علمی وفنی وجوہ کی بنا پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ مجتمع ہوئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے اس سے مخلوق خدا کو فیض یاب کرنے کی بجائے لاکھوں ٹن غلہ سمندر میں بہا دینا' یا اسے ضائع کر دینا (Damping) زیادہ مناسب سمجھا' درحقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زرکثیر صرف کر کے خاندانہ منصوبہ بندی کی مہم کو پس ماندہ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں' حالانکہ آج بھی ایک سادہ لوح دیہاتی سے پوچھا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کمانے کے لیے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گویا قدرت الٰہی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کرو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر تنگ نہیں ہوں گے' بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب (طلاق: ۲) جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (عالم غیب سے) راہیں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا' جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں' ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے (یہ پابندی) ان کے زعم باطل میں ہے اور بعض مویشیوں پر سواری حرام کی گئی اور بعض مویشیوں پر یہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے' اللہ پر افتراء کرتے ہوئے' وہ عنقریب ان کو ان کی افتراء پردازیوں کی سزا دے گا۔ (الانعام: ۱۳۸)

مشرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور ابطال

کفار اور مشرکین نے زمانہ جاہلیت میں اپنے مویشیوں اور اپنے کھیتوں کی تین قسمیں کر دی تھیں:

۱- وہ مویشی اور کھیت جن کے متعلق وہ کہتے تھے' ان سے نفع اٹھانا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے' یہ ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ کہتے تھے ان کو وہی شخص کھا سکتا ہے جس کو ہم کھلانا چاہیں اور ان کو صرف بتوں کے مرد خادم کھا سکتے ہیں' عورتیں نہیں کھا سکتیں اور ان کے اس خود ساختہ قول پر کوئی دلیل نہیں تھی' عقلی نہ نقلی۔

۲- وہ مویشی جن کی پشت حرام کر دی گئی تھی' ان پر کوئی سواری کر سکتا تھا اور نہ ان پر سامان لاد سکتا تھا' ان جانوروں کو وہ البحائر' السوائب اور الحوامی کہتے تھے۔ ان کی تفصیل المائدہ: ۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۳- وہ جانور جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے تھے' وہ ان پر ذبح کے وقت صرف بتوں کا نام لیتے تھے اور ان سے

Marfat.com

کوئی نفع نہیں اٹھاتے تھے' حتی کہ حج میں بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔
انہوں نے جو یہ تقسیم کی تھی یہ محض اللہ تعالیٰ پر افترا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کو مشروع نہیں کیا تھا اور ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ از خود اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو حلال یا حرام کریں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یونس: ۵۹)

آپ کہئے: کہ بھلا! بتاؤ تو سہی! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا تھا' تم نے اس میں سے بعض کو حرام کر لیا اور بعض کو حلال کر لیا۔ آپ پوچھئے: کیا تمہیں اللہ نے (اس کی) اجازت دی تھی یا تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی کہ عنقریب اللہ ان کو ان کی افتراء پردازیوں کی سزا دے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہیں اور ہماری عورتوں پر حرام ہیں اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہیں' وہ ان کی من گھڑت باتوں کی عنقریب سزا دے گا' بے شک وہ بہت حکمت والا بہت جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۱۳۹)

جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد دودھ ہے۔ عامر نے کہا بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے تھے اور اگر بحیرہ مر جائے تو اس کا گوشت مرد اور عورتیں دونوں کھاتے تھے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے' اس سے مراد دودھ ہے۔ وہ اس دودھ کو عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے اور اس دودھ کو صرف مرد پیتے تھے اور بکری جب نر کو جنتی تو اس کو صرف مرد کھاتے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں اور اگر وہ مادہ کو جنتی تو اس کو ذبح نہیں کرتے تھے اور اگر وہ مردہ جنتی تو اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۶۴۔۶۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ان کے اس جھوٹ کی سزا دے گا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ (النحل: ۱۱۶)

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں' ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے' تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو' بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

خود ساختہ شریعت سازی کا رد اور ابطال

ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کو فرض یا واجب قرار دینا' یا بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کو ناجائز اور حرام کہنا' اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کے مترادف ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ امام جعفر صادق کی نیاز کی کھیر پوریوں کو اسی جگہ بیٹھ کر کھایا جائے اور اس کو وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں ہے' یا جیسے لوگ بغیر کسی شرعی دلیل کے قبضہ بھر داڑھی کو واجب کہتے ہیں' یا جیسے بعض لوگ میلاد شریف' گیارہویں شریف' سوئم اور چہلم وغیرہ کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور بعض لوگ یارسول اللہ! کہنے کو حرام کہتے ہیں اور بعض لوگ ائمہ کی تقلید کو ناجائز اور حرام بلکہ شرک کہتے ہیں' اور بعض لوگ یارسول اللہ! کہنے کو بھی شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں اس پر وعید ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں کا مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ہے' ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص قرآن پڑھے گا حتی کہ جب تم اس پر

Marfat.com

قرآن کا نور دیکھو گے اور وہ اسلام کی پشت پناہ ہوگا' تو قرآن اس سے جاتا رہے گا اور وہ اس کو پس پشت پھینک دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار سے حملہ کرے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ان میں سے کون شرک کا مصداق ہوگا' جس پر شرک کی تہمت لگائی گئی ہے' یا شرک کی تہمت لگانے والا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی موصلی نے روایت کیا ہے۔

(مختصر اتحاف السادۃ المھرۃ بزوائد العشرہ' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۶۹۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان لوگوں نے خسارہ پایا جنہوں نے جہالت اور حماقت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے دیا تھا' اللہ پر افترا پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا' بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں۔ (الانعام: ۱۴۰)

بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان کو زندہ درگور کر دیا' ان لوگوں نے نقصان اٹھایا۔ ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ یہ تنگ دستی اور قلت رزق سے ڈرتے تھے اور یہ لوگ اس بات سے جاہل تھے کہ رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو پاکیزہ رزق دیا تھا' اس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ کر حرام کر دیا اور یہ کھلی گمراہی میں پڑ گئے' کیونکہ انہوں نے دین اور دنیا کی سعادت کو کھو دیا اور یہ ہدایت کو حاصل کرنے والے تھے بھی نہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے بیان کیا ہے کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص ہمیشہ مغموم رہتا تھا' آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بہت بڑا گناہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ میرے اس گناہ کو نہیں بخشے گا' خواہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ! تمہارا گناہ کیا تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی' اس کی ماں نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں حتیٰ کہ وہ بڑی ہو گئی' حتیٰ کہ وہ عورتوں میں حسین ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا پیغام دیا' مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ برداشت نہیں کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں' یا اس کو بغیر نکاح کے رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا میں اس کو فلاں فلاں قبیلہ میں اپنے رشتہ داروں سے ملانے کے لیے لے جا رہا ہوں' وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ اس نے اس کو اچھے کپڑے اور زیور پہنائے' میں اس کو لے گیا حتیٰ کہ میں ایک کنوئیں پر پہنچا اور میں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا' وہ لڑکی سمجھ گئی کہ میں اس کو کنوئیں میں ڈالنا چاہتا ہوں' وہ مجھے چمٹ گئی اور رونے لگی اور کہنے لگی' اے میرے باپ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس پر رحم آیا' پھر میں نے کنوئیں کی طرف دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آ گیا۔ وہ لڑکی پھر مجھ سے چمٹ گئی اور کہنے لگی' اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کر۔ میں نے پھر دوسری مرتبہ کنوئیں کی طرف دیکھا اور پھر اس کی طرف دیکھا۔ مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا' میں نے اس کو پکڑا اور اس کو اوندھے منہ کنوئیں میں ڈال دیا اور وہ کنوئیں میں چلا رہی تھی' اے میرے باپ! تو نے مجھے مار ڈالا؟ میں اس کنوئیں پر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ آواز آنی بند ہو گئی' پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب یہ سن کر رونے لگے۔ اور آپ نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کے فعل پر سزا دیتا تو تمہیں دیتا۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۸۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَ

اور وہی ہے جس نے بیلوں والے باغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے باغ پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت اگائے جن کے کھانے

الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

مختلف ہیں اور زیتون اور انار اگائے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو اور

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا

بے جا خرچ نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اس نے بعض (قد آور) مویشی پیدا کیے جو بوجھ اٹھانے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

والے ہیں اور بعض زمین سے لگے ہوئے (کوتاہ قد) مویشی پیدا کیے، اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بیشک وہ

مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ○ اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کیے، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے ،

اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

آپ کہیے کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام کیں ، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾

پیٹوں میں لیے ہوئے ہیں ، مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو ○

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ

اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو (جوڑے) پیدا کیے آپ کہیے کیا اس نے دو نر

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ

حرام کیے یا دو مادہ حرام کیں ، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹوں میں لیے ہوئے ہیں ، یا تم اس

Marfat.com

كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا، سو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

پر افترا پردازی کرے تاکہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے . بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

نہیں دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے بیلوں والے باغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے باغ پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت اگائے' جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون اور انار اگائے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو اور بے جا خرچ نہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانعام: ۱۴۱)

مشکل الفاظ کے معانی

معروشات: یہ لفظ عرش سے بنا ہے' عرش کا معنی ہے چھت۔ جس چیز پر بادشاہ بیٹھتا ہے' اس کو بھی بلندی کی وجہ سے عرش (تخت) کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں عرشت الکرم میں نے انگور کی چھت بنا دی' یعنی انگور کی بیلیں اس طرح پھیلا دیں کہ ان سے چھت بن گئی۔ اس آیت میں جنات معروشات سے مراد وہ باغ ہیں جن میں پھلوں کی بیلیں ہوں' مثلاً انگور کی یا خربوزہ اور تربوز کی۔

غیر معروشات: جن پھلوں کے درختوں کو زمین پر چھوڑ دیا گیا ہو' جو اپنے تنے اور شاخوں کی وجہ سے کسی چھت پر ڈالے جانے سے مستغنی ہوں۔

حصاد: یہ لفظ حصد سے بنا ہے' اس کا معنی ہے فصل کاٹنا۔ درختوں سے پھلوں کے توڑنے کو بھی حصاد کہتے ہیں۔

وجود باری اور توحید پر دلیل

قرآن مجید کا موضوع توحید' رسالت' احکام شرعیہ' معاد اور جزاء و سزا کو بیان کرنا ہے۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو سرزنش کی تھی جو شرک کرتے تھے اور از خود احکام بنا لیتے تھے' اس کے بعد اب پھر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوا اور وجود باری اور توحید پر دلائل دیئے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیلوں اور درختوں والے باغات پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت پیدا کیے۔ ان پھلوں کی شکل و صورت' ان کا رنگ' ان کی خوشبو اور ان کا ذائقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح کھیتوں سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے' ان کی ہیئت ان کا ذائقہ اور ان کے فوائد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ چیزیں از خود تو پیدا نہیں ہوئیں' اور نہ یہ چیزیں سورج' چاند اور ستاروں نے پیدا کی ہیں۔ کیونکہ جب وہ غروب ہو جاتے ہیں تب بھی یہ چیزیں اسی طرح برقرار رہتی ہیں۔ پھر دنیا بھر کے لوگ جو اللہ کے سوا اور چیزوں کی خدائی کے قائل ہیں' ان چیزوں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ

Marfat.com

نہیں کیا کہ وہ ان باغوں اور کھیتوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ بلکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کے پیدا کرنے کا دعویٰ دار نہیں ہے تو پھر ہم کیوں نہ مانیں کہ اللہ ہی دنیا بھر کے باغوں' کھیتوں اور ہرے بھرے جنگلوں کا خالق ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نباتات کا خالق ہے تو جمادات' حیوانات' انسانوں' جنوں اور فرشتوں اور ساری کائنات کا بھی وہی خالق ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے۔

فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب فصل کی کٹائی کا دن آئے تو اس کا حق ادا کرو۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس' جابر بن زید' محمد بن حنفیہ' حسن بصری' سعید بن مسیب' طاؤس' زید بن اسلم' قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) اور نصف العشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا' اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے' حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا' ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا' اور حضرت ابن عمر اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کے وقت کھجور توڑنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے' اس طرح جب درخت سے کھجوریں توڑی جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں۔ اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ملایا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن' ج ۳' ص ۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر یا نصف عشر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس حق سے مراد عام صدقہ ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس لیے راجح ہے کہ احادیث میں بھی ارضی پیداوار کی زکوٰۃ' عشر یا نصف عشر بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا بارش کے جمع شدہ پانی سے سیراب کیا گیا ہو' اس میں عشر ہے اور جن کو کنوئیں سے پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو' اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۴۸۳' سنن الترمذی ج ۲' رقم الحدیث: ۶۴۰' صحیح مسلم' زکوٰۃ ۷' (۹۸۱) ۲۲۳۶' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۵۹۶' سنن النسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۴۸۹)

عشر کے نصاب میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کی پیداوار قلیل ہو یا کثیر' اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پانچ وسق (تقریباً تیس من) سے کم کی مقدار میں عشر واجب نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اواق دو سو درھم' ۶۱۲.۳۶ گرام' ساڑھے باون تولہ چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری' ج ٢' رقم الحدیث: ١٤٤٧' صحیح مسلم' زکوۃ ١' (٩٧٩) ٢٢٢٧' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ١٥٥٨' سنن الترمذی' ج ٢' رقم الحدیث: ٦٢٦' سنن النسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٢٤٤٥' سنن ابن ماجہ' ج ١' رقم الحدیث: ١٧٩٣)

امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

امام ابوحنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت ہے۔ امام فخرالدین رازی نے اس کی یہ تقریر کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا قلیل اور کثیر میں عشر واجب ہے اور جمہور نے کہا جب زمین کی پیداوار پانچ وسق کو پہنچ جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام: ١٤١) اور فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

یہ آیت قلیل اور کثیر میں حق کے ثبوت پر دلیل ہے اور جب یہ حق زکوۃ (عشر) ہے تو قلیل اور کثیر میں وجوب زکوۃ کا قول کرنا واجب ہے۔ (تفسیر کبیر' ج ٥' ص ١٦٤' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نیز امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا جس زمین کو بارش' چشمے یا بارش کا جمع شدہ پانی سیراب کرے' اس میں عشر ہے اور جو زمین کنوئیں کے پانی سے سیراب کی جائے' اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ١٤٨٣' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ١٥٩٦' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ٦٤٠' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ٢٤٨٧' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ١٨١٧' سنن دار قطنی' رقم الحدیث: ٢٠١٣' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ٣٢٨٥' ٣٢٨٦' ٣٢٨٧)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے زمین کی پیداوار پر بر سبیل عموم عشر یا نصف عشر واجب کیا ہے اور اس کو پانچ وسق کے ساتھ خاص نہیں کیا اور عام' خاص پر مقدم ہوتا ہے' لہٰذا جس حدیث میں آپ نے پانچ وسق پر وجوب زکوۃ کا حکم فرمایا ہے' وہ مال تجارت پر محمول ہے' یعنی جس شخص کے پاس پانچ وسق سے کم مال تجارت ہو' اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی اور اس وقت پانچ وسق دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے۔

نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال اس آیت سے بھی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (البقرہ: ٢٦٧)

اے ایمان والو! اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بر سبیل عموم فرمایا ہے کہ زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے' اس میں سے خرچ کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی مقدار اور نصاب کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اس میں امام ابوحنیفہ کے موقف کی تائید ہے' کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے۔

نفلی صدقہ کرنے میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور بے جا خرچ نہ کرو بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اہل لغت کے اسراف میں دو قول ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے اور شمر نے کہا مال کو لغو اور بے فائدہ کاموں میں خرچ کرنا اسراف ہے۔ (لسان العرب' ج ٩' ص ١٤٨' مطبوعہ ایران)

انسان جب اپنا تمام مال صدقہ کر دے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو یہ بھی اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا○ (الاسراء:٢٩) اور نہ اپنا ہاتھ پوری طرح کھول دے کہ بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہارا۔

ابن جریج نے کہا یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے درخت سے کھجوریں توڑیں اور کہا آج جو شخص بھی آئے گا میں اس کو کھلاؤں گا' پھر وہ لوگوں کو کھجوریں کھلاتے رہے۔ حتیٰ کہ شام ہوگئی اور ان کے پاس ایک کھجور بھی باقی نہیں بچی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ بے جا خرچ نہ کرو' بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (جامع البیان' جز ٨' ص ٨١' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کی حالت میں دیا جائے' اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔

(صحیح مسلم' الزکوۃ' ٩٥' (١٠٣٤) ٢٣٤٨' سنن النسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٢٥٤٣' صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ٥٣٥٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل صدقہ وہ ہے جو خوشحال چھوڑے' اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو' بیوی کہے گی مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو' نوکر کہے گا مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو' بیٹا کہے گا مجھے کھلاؤ' مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟

(صحیح البخاری ج ٦' رقم الحدیث: ٥٣٥٥' مسند احمد ج ٢' ص ٢٤٥' المنتقی' رقم الحدیث: ٧٥١' مسند القضاعی' رقم الحدیث: ١٢٣٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا صدقہ کرو' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا تم کو زیادہ معلوم ہے' یعنی تم کو زیادہ معلوم ہے تمہارے رشتہ داروں میں کون زیادہ ضرورت مند ہے؟ اس کو دو۔

(سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ١٦٩١' سنن النسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٢٥٣٤' مسند الشافعی' ج ٢' ص ٦٤-٦٣' مسند احمد' ج ٢' ص ٤٧١' ٢٥١' صحیح ابن حبان' ج ٨' رقم الحدیث: ٣٣٣٨' المستدرک' ج ١' ص ٤١٥' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٧' ص ٤٦٦)

حضرت طارق محاربی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا دینے والے کا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ اپنی ماں' اپنے باپ' اپنی بہن اور اپنے بھائی کو دو۔ پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہوں اور جو ان سے قریب ہوں۔

(سنن النسائی' ج ٥' رقم الحدیث: ٢٥٣١' صحیح ابن حبان' ج ٨' رقم الحدیث: ٣٣٤١' سنن دار قطنی' ج ٣' رقم الحدیث: ٢٩٥٧' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٣' ص ٢١٢' المعجم الکبیر' ج ٨' رقم الحدیث: ٨١٧٥' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٨' ص ٣٤٥' مسند احمد' ج ٣' ص ٦٤)

ان احادیث میں ماں باپ اور بیوی بچوں پر جو صدقہ کی ابتداء کرنے کا حکم ہے اس سے مراد صدقہ نفلیہ ہے' کیونکہ صدقہ واجبہ کو ان پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس شخص کا دل مضبوط ہو اور اس کا نفس مستغنی ہو' اور وہ اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو اور وہ اکیلا ہو' اس پر ماں باپ' بیوی' بچوں اور بہن بھائیوں کی ذمہ داری اور ان کی پرورش کا بار نہ ہو اور وہ مالی حقوق سے متعلق اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض ادا کر چکا ہو تو وہ اگر اللہ کی راہ میں اپنا سارا مال خرچ کر دے تو یہ جائز ہے اور اسراف نہیں ہے۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مجاہد نے کہا اگر تم ابو قبیس (ایک پہاڑ) کے برابر سونا بھی اللہ کی اطاعت میں خیرات کردو تو یہ اسراف نہیں ہے اور اگر تم ایک صاع (چار کلو) بھی اللہ کی معصیت میں خرچ کرو تو یہ اسراف ہے۔ (رقم الحدیث: ۷۹۶۴)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۳۹۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوالشیخ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ابو بشر نے بیان کیا کہ لوگوں نے ایاس بن معاویہ سے پوچھا اسراف کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب تم اللہ کے حکم سے تجاوز کرو تو یہ اسراف ہے۔ سفیان بن حسین نے کہا جب تم اللہ کے حکم میں کمی کرو تو یہ اسراف ہے۔ (در منثور' ج ۳' ص ۳۶۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے بعض قد آور مویشی پیدا کیے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض زمین سے لگے ہوئے (کوتاہ قد) مویشی پیدا کیے' اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (الانعام: ۱۴۲)

مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید رحمتوں اور برکتوں کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے سواری اور بوجھ لادنے کے لیے بڑے بڑے اور قد آور جانور پیدا کیے جیسے گھوڑے' اونٹ' بیل اور بھینسے وغیرہ اور چھوٹے جانور پیدا کیے جن کو زمین پر بچھا کر ذبح کیا جا سکتا ہے' جیسے بھیڑ' بکری اور دنبے وغیرہ۔ ان جانوروں سے دودھ حاصل کیا جاتا ہے جو ہماری غذائی ضرورت پورا کرتے ہیں اور ان سے اون بھی حاصل کیا جاتا ہے جو ہماری لباس کی ضرورت پورا کرتے ہیں' جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ○ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ○ (یٰس: ۷۳-۷۱)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے ان کے لیے مویشی پیدا کیے جن کے وہ مالک ہیں' اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا' سو وہ بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں' اور ان کے لیے ان مویشیوں میں بہت فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ○ (النحل: ۶۶)

اور بے شک مویشیوں میں تمہارے لیے مقام غور ہے' ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے پینے والوں کے لیے خالص خوش گوار دودھ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح غلہ جات اور پھلوں سے کھانے کا حکم دیا تھا' اسی طرح اب ان مویشیوں سے کھانے اور ان کا دودھ پینے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ درخت اور کھیت ہوں یا مویشی' سب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے منافع اور فوائد کے لیے پیدا فرمایا ہے' سو اس کو چاہیے کہ ان سے نفع حاصل کرے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلے' کیونکہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے' جیسا کہ ان آیتوں میں ارشاد ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ○ (فاطر: ۶)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے' سو تم بھی اس کو دشمن ہی بنائے رکھو' وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں۔

Marfat.com

اِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۶۹)

شیطان تم کو صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ کے متعلق ایسی بات کہنے کا جس کو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کیے' دو بھیڑ کی قسم سے' اور دو بکری کی قسم سے' آپ کہئے: کہ کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام کیں' یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو ○ اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو پیدا کیے۔ آپ کہئے کہ کیا اس نے دو نر حرام کیے' یا دو مادہ حرام کیں' یا وہ جسے وہ دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہیں' یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا' سو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا؟ جو اللہ پر افترا پردازی کرے' تا کہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الانعام: ۱۴۴-۱۴۳)

مناظرہ اور قیاس کی اصل

وہ مویشی جو دراز قد اور کوتاہ قد ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک اونٹ اور اونٹنی کا جوڑا ہے' دوسرا بیل اور گائے کا جوڑا ہے' تیسرا مینڈھا اور بھیڑ کا جوڑا ہے اور چوتھا بکرے اور بکری کا جوڑا ہے اور یہ کل آٹھ عدد ہیں۔

مشرکین عرب نے مویشیوں میں سے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام بنا رکھے تھے اور عام لوگوں کے لیے ان پر سواری کرنا' بوجھ لادنا ان کو کھانا اور ان کا دودھ پینا حرام کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول مکرم ﷺ آپ ان سے پوچھئے' کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو نر حرام کیے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے نر کی صنف حرام کر دی ہے تو تم نر جانور کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے مادہ کی صنف حرام کر دی ہے تو تم مادہ کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے دونوں حرام کر دیئے ہیں تو پھر تم نر اور مادہ دونوں کیوں کھاتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی صنف کو حرام نہیں کیا۔ یہ تحریم کے دعویٰ میں محض جھوٹے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس انکار کو مزید مؤکد کرنے کے لیے فرمایا کیا تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام کرنے کی وصیت فرمائی تھی؟ سو یہ محض تمہارا جھوٹ اور افتراء ہے اور اگر تم سچے ہو تو بتاؤ اللہ تعالیٰ نے کس نبی کی کتاب میں ان جانوروں کی تحریم نازل کی تھی یا کس نبی پر وحی آئی تھی؟ اگر تمہارے پاس کوئی نقل ہے تو پیش کرو' ان آیتوں میں علمی مباحثہ اور مناظرہ کے جواز پر دلیل ہے اور اس میں قیاس کی بھی اصل ہے' کہ اگر اللہ نے مذکر کو حرام کیا ہے تو ہر مذکر حرام ہے اور اگر مونث کو حرام کیا ہے تو ہر مونث حرام ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی
آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے

طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا: وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو' یا خنزیر کا

خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
گوشت ہو کیوں کہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو' سو جو شخص مجبور

Marfat.com

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بیشک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور یہودیوں پر

هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا، اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی

شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ

تھی، مگر جو چربی ان کی پیٹھوں پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا جو چربی ان کی ہڈی

بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾ فَاِنْ

پر ہو، یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ○ پس اگر وہ آپ

كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ

کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب جرم کرنے

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ

والوں سے ٹالا نہیں جا سکتا ○ اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے

اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ

بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ (اگر ہے تو)

فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾

اس کو ہمارے سامنے پیش کرو، تم صرف ظن کی پیروی کرتے ہو اور تم محض اٹکل پچو سے بات کرتے ہو ○

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾

آپ کہیے کہ قوی دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، پس اگر اللہ چاہتا تو وہ ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا ○

Marfat.com

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ

آپ کہیے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے، پس اگر وہ

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

یہ (جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب!) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا

بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع ۸

جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے' میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مردار ہو' یا بہا ہوا خون ہو' یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو' تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (الانعام: ۱۴۵)

قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل

زمانہ جاہلیت میں کفار اور مشرکین بعض اشیاء کو از خود حلال کہتے اور بعض اشیاء کو از خود حرام کہتے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا' کہ کسی چیز کا حلال کرنا اور کسی چیز کا حرام کرنا صرف وحی سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہیے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے اس میں صرف چار چیزیں حرام کی گئی ہیں' وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ مردار' بہا ہوا خون' خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ ان کی تفسیر ہم البقرہ: ۱۷۳ اور المائدہ: ۳ میں تفصیل سے کر چکے ہیں' ان کا وہاں مطالعہ فرمائیں۔ یہ سورت مکی ہے' اس لیے اس میں صرف ان چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں اور بھی کئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے' بعض دیگر جانوروں اور شراب کی حرمت کا بیان المائدہ میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ (المائدہ: ۳)

(یہ چیزیں) تم پر حرام کر دی گئی ہیں مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس کا گلا گھٹ گیا ہو' اور جو ضرب سے مارا گیا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو اور سینگ مارا ہوا اور جس کو درندے نے کھالیا ہو سوا اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور جوئے کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا بھی تم پر حرام کیا گیا ہے۔ یہ سب کام گناہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو! شراب' جوا' بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر (سب) ناپاک ہیں۔ شیطانی کاموں سے ہیں' سو تم ان

Marfat.com

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ: ۹۰) سے بچو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

اور نبی ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۵۷۸۰' ۵۷۸۱' صحیح مسلم' الصید والذبائح' ۱۲' (۱۹۳۲) ۴۹۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر ناخن والے پرندے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم' الصید والذبائح' ۱۶' (۱۹۳۴) ۴۹۰۸' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۰۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۳۳' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱۰۷۵)

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرمادیا۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۵۲۷' صحیح مسلم' الصید والذبائح' ۲۳' (۱۹۳۶) ۴۹۲۰' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۳۴۴)

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۱۴' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۷۲۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن جانوروں کو سمندر پھینک دے' یا جن سے پیچھے ہٹ جائے ان کو کھالو اور جو جانور سمندر میں مرجائیں اور مر کر اوپر آجائیں ان کو نہ کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۱۵' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۴۷)

کاٹنے والے کتے' سانپ' بچھو' چیل اور کوے کو نبی ﷺ نے حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۲۹) اس لیے ان کو کھانا بھی حرام ہے۔

حشرات الارض اور بول و براز اور دیگر ہر قسم کی نجاست کے حرام ہونے پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

مچھلی کو کھانا بالاتفاق حلال ہے اور مچھلی کے علاوہ باقی دریائی جانوروں میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہیں' کیونکہ وہ سب خبیث ہیں' یعنی طبع سلیم ان سے متنفر ہوتی ہے اور خبیث چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے۔

(ہدایہ اخیرین' ص ۴۴۲)

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷) وہ نبی امی ان کے لیے طیب چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

امام مالک کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں' ماسوا ان کے جن کی مثل خشکی میں حرام ہے۔ مثلاً خنزیر (حاشیہ الدسوقی' ج ۲' ص ۱۱۵) امام احمد کے نزدیک بھی مچھلی سمیت تمام جانور حلال ہیں۔ البتہ ان کے نزدیک مینڈک کو کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن النسائی) اور یہ اس کی تحریم کی دلیل ہے اور مگرمچھ اور کوسج (ایک قسم کی مچھلی جس کی سونڈ پر آرا ہوتا ہے) کو کھانا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں آدمیوں کو کھا جاتے ہیں۔ (مغنی ابن قدامہ'

Marfat.com

ج ۹، ص ۳۳۸، مطبوعہ دارالفکر، بیروت) امام شافعی کے نزدیک مینڈک کے سوا تمام سمندری جانوروں کو کھانا جائز ہے اور بعض ائمہ شافعیہ نے مینڈک کے کھانے کو بھی جائز کہا ہے۔ (المہذب، ج ۲، ص ۲۵۰)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اُحِلَّ لَکُمۡ صَیۡدُ الۡبَحۡرِ وَ طَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمۡ وَلِلسَّیَّارَۃِ (المائدہ: ۹۶)
تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے، تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔

اور اس حدیث سے بھی ان کا استدلال ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی کم ہوتا ہے۔ اگر ہم اس پانی سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں؟ آپ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

(سنن الترمذی، ج ۱، رقم الحدیث: ۶۹، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۸۳، سنن النسائی، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۰، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۸۶، موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۴۳، المستدرک، ج ۱، ص ۱۴۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۱۲۴۳، المنتقی، رقم الحدیث: ۴۳، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۷۲۳۷، طبع جدید، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۷، طبع قدیم)

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ عطاء اور عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا ہے۔ (المغنی، ج ۹، ص ۳۳۸، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کردی تھی مگر جو چربی ان کی پیٹھوں پر ہو، یا ان کی آنتوں پر ہو، یا جو چربی ان کی ہڈی پر ہو، یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔ (الانعام: ۱۴۶)

بعض الفاظ کے معنی

ذی ظفر: ناخن والے، اس سے مراد ایسے جانور ہیں، جن کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ اور دیگر مویشی، اس کے برخلاف پھاڑنے والے درندوں کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ ہو جاتے ہیں، جن سے وہ شکار کرتے ہیں۔ شحم کا معنی ہے چربی اور الحوایا، الحاویہ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے آنت، انتڑی۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک دلیل

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ناخن والے جانوروں سے مراد اونٹ، شترمرغ اور اس قسم کے دیگر چوپائے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد ایسے جانور ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد اونٹ، شترمرغ اور پرندے ہیں۔

(جامع البیان، جز ۸، ص ۹۷-۹۶، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کردی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر (شراب) فروخت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو قتل کرے، وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے ان پر چربی حرام کی گئی تھی، انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر

Marfat.com

فروخت کر دیا۔ (صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۲۲۳' صحیح مسلم 'المساقاۃ' ۷۲' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۰)
اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو بنو اسرائیل پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بطور سزا حرام کیا۔ کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سود کھاتے تھے اور دیگر ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے تھے' اور یہ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی چیز کو حرام نہیں کیا ماسوا اس کے جس کو حضرت یعقوب نے خود اپنے نفس پر حرام کیا تھا' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ماضی کی خبر دی تھی جس کا کسی کو علم نہیں تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ہم اس خبر میں ضرور سچے ہیں اور یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے یہود کو ماضی کی ایسی بات کی خبر دی جس کا کسی کو علم نہیں تھا اور جس کو جاننے کے لیے وحی کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہئے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے' اور اس کا عذاب جرم کرنے والے لوگوں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (الانعام: ۱۴۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم اگر یہ یہود اس خبر میں آپ کی تکذیب کریں جو ہم نے آپ کو ابھی بیان کی ہے کہ ان کی سرکشی کی بنا پر ہم نے ان پر کیا کیا حرام کر دیا تھا' تو آپ کہئے ہمارا رب سب پر رحیم ہے۔ اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے۔ خواہ وہ اس پر ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں۔ نیک ہوں یا بدکار۔ وہ نہ کافروں کو جلد پکڑتا ہے نہ گنہ گاروں سے جلد انتقام لیتا ہے' اور وہ ایمان لانے والوں اور اطاعت گزاروں کو یونہی نہیں چھوڑ دیتا اور ان کو ان کے اعمال کے ثواب سے محروم نہیں کرتا۔ لیکن جب مجرموں کی بداعمالیوں کی سزا دینے کا وقت آئے گا تو پھر اس کے عذاب کو کوئی ان سے ٹال نہیں سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے' نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا۔ آپ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ (اگر ہے تو) اس کو ہمارے سامنے پیش کرو تم صرف ظن کی پیروی کرتے ہو اور تم محض اٹکل پچو سے بات کرتے ہو۔ (الانعام: ۱۴۸)

مشرکین کے شبہات کا جواب

مجاہد نے کہا کہ کفار قریش نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ وہ بحیرہ' سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہمارے آباء واجداد کی طرف رسول بھیجتا' جو ان کو شرک سے منع کرتا اور ان جانوروں کو حرام قرار دینے سے منع کرتا اور وہ ان کاموں سے رک جاتے' پھر ہم بھی ان کی اتباع کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ جس طرح تم کہہ رہے ہو ماضی میں ایسا ہی ہوا تھا اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا رد فرمایا' اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی' حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا۔ یعنی جس طرح کفار مکہ نے نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دیئے ہوئے دلائل کی تکذیب کی ہے' اسی طرح پہلے بھی مشرکین نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی بنیاد بھی کوئی علم اور عقل کی دلیل نہیں تھی۔ وہ بھی محض ظن اور اٹکل پچو سے اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور اگر ان کا یہ قول صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب کیوں نازل فرماتا اور ان کو صفحہ ہستی سے کیوں مٹا دیتا' یعنی جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے

Marfat.com

ان کی طرف رسول بھیجے تھے جنہوں نے ان کو شرک اور خود ساختہ تحریم سے منع فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ قوی دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے' پس اگر وہ چاہتا تو وہ ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ (الانعام: ۱۴۹)

جبریہ کا رد اور ابطال

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایسی دلیل جو تمام شکوک و شبہات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دے' صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ واحد ہے' اس نے رسولوں کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا اور ہر مکلف پر اپنے احکام کو لازم کیا ہے اور ان کو مکلف کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ بندے اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں' ورنہ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا' لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہے۔ اس لیے ان کا یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے' نہ ہمارے باپ دادا' نہ وہ بحائر وغیرہ کو حرام قرار دیتے' کیونکہ اس قسم کا ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلوب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں' حق اور باطل کو جانچیں' کھرے اور کھوٹے کو پرکھیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور شیطان کے وسوسوں میں فرق محسوس کریں اور اپنے اختیار سے برے کاموں اور بری باتوں کو ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لانے کو اختیار کریں۔ وہ جس چیز کو اختیار کریں گے' اللہ اسی چیز کو پیدا کر دے گا۔ ان آیتوں میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا' مختار بنایا ہے اور ان میں جبریہ کے مذہب کا رد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے' پس اگر وہ (جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب!) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔ (الانعام: ۱۵۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بحیرہ' سائبہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' وہ اس پر کوئی گواہ لائیں اور کوئی شہادت پیش کریں' کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں نبی پر اس حکم کو نازل کیا تھا یا فلاں کتاب میں یہ حکم نازل ہوا ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی جھوٹی شہادت پیش کر دیں تو اے مسلمانو! تم ان کی تصدیق نہ کرنا اور جو لوگ فوائد اور منافع کے حصول اور مصائب اور نقصانات سے بچنے کے معاملہ میں اپنے بتوں اور جھوٹے معبودوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں' ان کی موافقت نہ کرنا۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ

آپ کہیے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کروں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں' یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

دو' اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اور اپنی اولاد کو رزق کی کمی کی وجہ سے قتل نہ کرو' ہم تمہیں بھی

Marfat.com

نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی ، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ

بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ

پوشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو ، یہی وہ کام ہیں

وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

جن کا اللہ نے تم کو مؤکد حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو ○ اور اچھے طریقہ کے بغیر یتیم کے مال کے

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ

قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول

بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا

کرو ، ہم ہر شخص کو صرف اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

کہو ، خواہ وہ تمہارے قرابت دار ہوں اور اللہ کے عہد کو پورا کرو ، یہی وہ امور ہیں جن کا تمہیں اللہ نے مؤکد حکم دیا ہے

تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ بےشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اسی راستہ پر چلو ، اور دوسرے راستوں پر

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

نہ چلو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے ، اسی بات کا اللہ نے تمہیں مؤکد حکم دیا ہے تاکہ

تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ

تم (گمراہی سے) بچو ○ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ، اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک

وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

کام کیے درآں حالیکہ وہ ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر

Marfat.com

۱۹ ع ۶

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ع

ایمان لے آئیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کروں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں؟ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو' اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اور اپنی اولاد کو رزق میں کمی کی وجہ سے قتل نہ کرو' ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ' خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو' یہی وہ کام ہیں جن کا اللہ نے تم کو مؤکد حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو○ اور اچھے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ پوری ناپ تول کرو' ہم ہر شخص کو صرف اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو' خواہ وہ تمہارے قرابت دار ہوں اور اللہ کے عہد کو پورا کرو' یہی وہ امور ہیں جن کا اللہ نے تمہیں مؤکد حکم دیا ہے' تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(الانعام: ۱۵۲-۱۵۱)

اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مشرکین نے بعض کاموں اور بعض چیزوں کو از خود حرام قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں حرام فرمائی ہیں؟ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے اور ان کی ضد کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ وہ نو چیزیں یہ ہیں:

(۱) اللہ کا شریک قرار دینا۔ (۲) ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنا۔ (۳) اولاد کو قتل کرنا۔ (۴) بے حیائی کے کام کرنا۔ (۵) ناحق قتل کرنا۔ (۶) یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا۔ (۷) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (۸) ناحق بات کہنا۔ (۹) اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا نہ کرنا۔

ان نو کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور ان کی ضد اور ان کے خلاف کرنے کو فرض اور واجب فرمایا ہے۔ ہم ان میں سے ہر ایک کی قدرے تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

شرک کا حرام ہونا

بعض مشرکین بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً (الانعام: ۷۴) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا' کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے۔

اور بعض مشرکین ستاروں کی پرستش کرتے تھے' اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (الانعام: ۷۶) پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو ابراہیم نے کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بعض مشرکین جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ (الانعام: ۱۰۰) اور انہوں نے جنات کو اللہ کا شریک قرار دیا۔

Marfat.com

بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مانتے تھے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام: ١٠٠)

اور انہوں نے بغیر علم کے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کا شریک ماننا حرام ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی آخرت میں معافی نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا پھر یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ میں نے پوچھا' پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۴۷۷' صحیح مسلم' ایمان' ۱۴۱' (۸۶) ۲۵۱' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۱۰' سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۱۹۳' سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۱۳' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۰۹۸۷)

والدین کے ساتھ بدسلوکی کا حرام ہونا

اس کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے' کیونکہ انسان پر سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد انسان کے اوپر ماں باپ کا احسان ہے' کیونکہ انہوں نے اس کی پرورش کی اور جب وہ بہت چھوٹا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا' اس وقت اس کو ضائع ہونے سے بچایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی انتہائی تعظیم اور توقیر کا حکم دیا ہے' اور اپنا شکر ادا کرنے کے بعد ماں باپ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۳۔۲۴)

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک رکھو' اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرمانا جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں مجھے پالا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (لقمان: ۱۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (نیکی کا) حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (وہ حکم یہ ہے کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو (تم نے) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا' میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے پوچھا تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان سے نیک سلوک کرو۔ (صحیح مسلم' البر والصلہ' ۶' (۲۵۴۹) ۶۳۸۷)

Marfat.com

والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کی جائے' ان کا ادب اور احترام کیا جائے۔ ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھا جائے۔ اگر وہ ظلم کریں' پھر بھی ان کی اطاعت کی جائے۔ البتہ! غیر شرعی احکام میں ان کی اطاعت نہ کی جائے' پھر بھی ان کے ساتھ نرمی رکھی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو ان کی قبر کی زیارت کی جائے' اور ان کے لیے استغفار کیا جائے۔

قتل اولاد کا حرام ہونا

زمانہ جاہلیت میں بعض مشرکین رزق میں کمی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض عار کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا' اور بعض لوگ عمل تزویج کے وقت عزل کرتے تھے۔ (یعنی انزال کے وقت اندام نہانی سے آلہ باہر نکال لینا)

بعض مسلمان بھی عزل کرتے تھے' نبی ﷺ نے عزل کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ ہم نے عرب کی خوبصورت عورتوں کو قید کر لیا' ہمیں اپنی بیویوں سے الگ ہوئے کافی دن گزر چکے تھے' ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے جسمانی فائدہ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت آلہ باہر نکال لیں' تاکہ حمل قائم نہ ہو) پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ ہم آپ سے اس کا حکم معلوم کر لیں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ایسا نہ کرو' کیونکہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے متعلق لکھ دیا ہے' وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۵۲۱۰' صحیح مسلم' نکاح ۱۲۵' (۱۴۳۸) ۳۴۸۰' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۷۲' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۰۴۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میری ایک باندی ہے' وہ ہماری خادمہ ہے اور ہمارے لیے پانی لاتی ہے۔ میں اس سے اپنی خواہش پوری کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کر لو' بے شک جو کچھ مقدر کیا گیا ہے وہ عنقریب ہو جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور اس نے کہا وہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جو کچھ مقدر ہو گیا ہے' وہ ہو کر رہے گا۔ (صحیح مسلم' نکاح' ۱۳۴' (۱۴۳۹) ۳۴۹۲' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔ سفیان نے کہا اگر یہ کوئی ممنوع چیز ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے منع کر دیتا۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۵۸۰۲' صحیح مسلم' نکاح' ۱۳۶' (۱۴۴۰) ۳۴۹۵' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۴۰' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۹۰۹۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے' نبی ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح مسلم' نکاح' ۱۳۸' (۱۴۴۰) ۳۴۹۵)

عزل کیا جائے یا کسی اور جدید طبی طریقہ سے ضبط تولید کا عمل کیا جائے تو بلا ضرورت شرعی وہ مکروہ ہے' اور اگر تنگی رزق کے خوف کی وجہ سے یا لڑکیوں سے عار کی بنا پر عزل کیا جائے' تو حرام ہے اور اگر کوئی نیک مسلمان ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر ضبط تولید پر

Marfat.com

عمل نہ کیا گیا تو عورت کی جان کو خطرہ ہے' تو پھر یہ عمل واجب ہے اور اگر اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو پھر عزل کرنا جائز ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہم (الانعام: ۱۳۶) کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں۔

بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۵۷۸' صحیح مسلم' ایمان' ۱۰۰' (۵۷) ۱۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے اور تین بار فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو قوم لوط کا عمل کرے۔

(شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۳۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو اور اس کو جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے۔ (شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۳۸۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا' اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی اور جھوٹا حکمران اور متکبر فقیر۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۱۷۲' السنن الکبریٰ' ج ۴' رقم الحدیث: ۷۱۳۸' شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۴۰۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سرسبز میٹھی ہے اور بے شک اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا پھر دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کیسا عمل کرتے ہو؟ سنو! دنیا کے فتنہ سے بچو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۰' صحیح ابن حبان' ج ۸' رقم الحدیث: ۳۲۲۱' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۱۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے' جس کو وہ لامحالہ پائے گا' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور نفس تمنا کرتا اور اشتہاء کرتا ہے اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۲۴۳' صحیح مسلم' قدر' ۲۰' (۲۶۵۷) ۶۶۲۹' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۵۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی عورت کے محاسن کو دیکھے اور پھر اپنی نظر پھیرے تو اللہ اس کے دل میں عبادت کی حلاوت پیدا کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۴۳۱)

حسن بن ذکوان کہتے تھے کہ خوبصورت بے ریش لڑکے حسین دوشیزاؤں سے زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔

(شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۳۹۷)

قتل ناحق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام

قتل ناحق کو سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ قتل برحق کون کون سے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھنے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کرے' اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیا' ماسوا ان کے حقوق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۵' صحیح مسلم' ایمان' ۳۶' (۲۲) ۱۲۸)

اور مرتد' شادی شدہ زانی اور مسلمان کے قاتل کو بھی قتل کرنا برحق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان شخص کو جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور میں اللہ کا رسول ہوں (اس کو) قتل کرنا صرف تین میں سے ایک وجہ سے جائز ہے۔ شادی شدہ زانی ہو' کسی مسلمان کا قاتل ہو اور دین اسلام کو ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے نکلنے والا ہو۔
(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۷۸' صحیح مسلم' حدود' ۲۵' (۱۶۷۶) ۴۲۹۶' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۲' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۰۷' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۰۱۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۳۴)

ایک خلیفہ کے انعقاد کے بعد اگر دوسرے خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو خلیفوں کے لیے بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (صحیح مسلم' الامارۃ' ۶۱' (۱۸۵۳) ۴۷۱۷)

جو شخص قوم لوط کا عمل کرے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جس کو قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔
(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۶۲' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۶۱' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۶۱)

جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے' اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرے' اس شخص کو قتل کر دو اور اس جانور کو بھی قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۶۴' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۶۰)

اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

ڈاکو کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (المائدہ: ۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے' یا ان کو سولی دی جائے' یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانبوں سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے۔

اگر ڈاکوؤں نے مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو ان کو قتل کر دیا جائے اور اگر انہوں نے صرف مال لوٹا ہو تو ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانبوں سے (یعنی سیدھا ہاتھ اور الٹا پیر) کاٹ دیئے جائیں اور اگر انہوں نے صرف دھمکایا ہو تو ان کو شہر بدر کر دیا جائے۔ جو لوگ مسلمان حاکم کے خلاف بغاوت کریں' ان کو بھی قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا

اگر ایک جماعت دوسری جماعت کے خلاف بغاوت کرے

Marfat.com

اَلَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (الحجرات: ۹) تو باغی جماعت سے قتال کرو' حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خمر (شراب) پیئے اس کو کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی بار شراب پیئے تو اس کو قتل کر دو۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۴۹' مصنف عبدالرزاق' ج ۹' رقم الحدیث: ۱۷۰۸۷' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۶۸۵۹' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۸۲' صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۴۴۶' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۳' رقم الحدیث: ۵۲۹۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۳۱۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۵۷۳)

ذمی کو قتل کرنا ناجائز ہے اور ذمی کے قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مسلمان (وجوب قصاص میں) ایک دوسرے کی مثل ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ اپنے حق کی سعی کرے گا (یعنی کسی کو پناہ دے گا) اور ان میں سے بعید بھی کسی کو پناہ دے سکے گا' اور وہ ایک دوسرے کی معاونت کریں گے۔ ان کے قوی کو ان کے ضعیف کے پاس لوٹایا جائے گا' اور لشکری کو بیٹھنے والے پر لوٹایا جائے گا اور کسی مومن کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' اور نہ ذمی کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۵۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں' میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۳۲' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۳۰)

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ہم نے قتل برحق کی یہ صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۲) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا (۳) مرتد کو قتل کرنا۔ (۴) شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا۔ (۵) مسلمان کے قاتل کو قتل کرنا۔ (۶) ایک خلیفہ منعقد ہونے کے بعد دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا۔ (۷) قوم لوط کے عمل کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۸) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۹) ڈاکو کو قتل کرنا' (۱۰) چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنا (۱۱) ذمی کے قاتل کو قتل کرنا۔

مسلمان اور ذمی کے قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور باقی (۹) کو تعزیراً قتل کیا جائے گا' اور ان کو قتل کرنا حکومت کا منصب ہے۔ عوام میں سے کسی شخص کو انہیں قتل کرنے کا اختیار نہیں ہے' مسلمان کے قاتل پر قرآن مجید اور احادیث میں سخت وعیدیں ہیں' ہم ان میں سے بعض کا ذکر کر رہے ہیں:

قتل مومن پر وعید

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء: ۹۳)

جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہو گا اور اس پر لعنت فرمائے گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مقتول قاتل کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر لائے گا' درآنحالیکہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا' وہ کہے گا کہ اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا' حتیٰ کہ اس کو عرش کے قریب کھڑا کرے گا۔ حضرت ابن عباس کے سامنے لوگوں نے توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے' نہ تبدیل ہوئی ہے' اس کی توبہ کہاں سے ہوگی!

امام احمد' امام نسائی اور امام ابن المنذر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ ہر گناہ کو اللہ معاف فرمادے گا' سوا اس شخص کے جو کفر پر مرے اور سوا اس شخص کے جو کسی مومن کو عمداً قتل کرے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی ایک بات سے بھی مومن کے قتل میں تعاون کرے گا' قیامت کے دن جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

امام سعید بن منصور' امام ابن جریر' امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ **ابو مجلز** نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہے' اگر اللہ چاہے گا تو اس کی سزا سے درگزر فرمائے گا۔

(درمنثور' ج ۲' ص ۶۲۸' ۶۲۴' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے اور اچھے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور سورۂ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو جانچتے رہو' حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو' اور ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ' اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ (النساء: ۶)

سورۂ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقل مندی کے آثار دیکھو' کیونکہ اگر جوان ہونے کے بعد یتیم کا مال اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا' اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے' مال اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل مدینہ نے کہا' وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کے متعلق بہت سخت وعید ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ۝ (النساء: ۱۰)	بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابو یعلی' امام طبرانی' امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے درآنحالیکہ ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو

Marfat.com

لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ڈال دیتا' پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو کوئی نعمت چکھائے۔ دائم الخمر' سود خور' یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (در منثور' ج ۳' ص ۳۸۴' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ (ھود: ۸۴) — اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (ھود: ۸۵) — اے میری قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت ظاہر ہو گی ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جائے گا' اور جس قوم میں بہ کثرت زنا ہو گا ان میں بہ کثرت موت ہو گی' اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا' اور جو قوم ناحق فیصلے کرے گی ان میں بہت خون ریزی ہو گی' اور جو قوم عہد شکنی کرے گی اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دے گا۔ (موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۹۹۸)

ناحق بات کا حرام ہونا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا (النساء: ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر اچھی طرح قائم رہنے والے ہو جاؤ' درآنحالیکہ اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو' خواہ (وہ گواہی) خود تمہارے خلاف ہو یا والدین کے یا رشتہ داروں کے (جس کے متعلق گواہی دی ہے) خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر' اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے' لہٰذا تم اپنی خواہش کی پیروی کر کے عدل سے گریز نہ کرو۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۴۴) — پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے رکاب میں پیر رکھتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا۔

(سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۲۲۰' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ظالم حکمران کے سامنے کلمہ

Marfat.com

حق کہنا افضل جہاد ہے۔
(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۴۴' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۸۱' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۱۱' مسند احمد' ج ۳' ص ۱۹' ج ۴' ص ۳۱۵' ۳۱۴' ج ۵' ص ۲۵۱' طبع قدیم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں جو باتیں فرمائیں' ان میں یہ بھی فرمایا کہ جب کسی شخص کو کسی حق بات کا علم ہو تو وہ لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اس کو بیان کرنے سے باز نہ رہے۔
(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۷' صحیح ابن حبان' ج ۸' رقم الحدیث: ۳۲۲۱' مسند احمد' ج ۳' ص ۹۲' ۸۷' ۸۴' ۷۱' ۶۱' ۵۲' ۵۰' ۴۷' ۴۴' ۱۹' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۱۱۶۹' طبع جدید' دار الفکر' المعجم الاوسط' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۲۵)

اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے کا حرام ہونا

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (النحل: ۹۱)

اور جب تم عہد کرو تو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (التوبہ: ۷۷)

سو اللہ سے ملاقات کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا' کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔
(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۷۷' صحیح مسلم' جہاد' ۹' (۱۷۳۵) ۴۴۴۸' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۸۷' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۵۶' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۳۴۳' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۶۴۸' مسند احمد' ج ۱' ص ۴۱۱' ۴۱۷' ۴۴۱' ج ۲' ص ۵۶' ۴۹' ۴۸' ۲۹' ۱۶' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۶۴۸' طبع جدید' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۱۶۰-۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا سنو! جو امانت دار نہ ہو اس کا ایمان نہیں اور جو عہد پورا نہ کرے وہ دین دار نہیں۔ (شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اسی راستے کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو' وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے الگ کر دیں گے۔ اسی بات کا اللہ نے تمہیں موکد حکم دیا ہے تاکہ تم (گمراہی سے) بچو۔
(الانعام: ۱۵۳)

بدعات سے اجتناب کا حکم

اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے احکام بیان فرمائے تھے کہ شرک نہ کرو' ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو وغیرہ۔ یہ نو تفصیلی اور جزئی احکام تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفصیلی اور کلی حکم بیان فرمایا ہے۔ جس میں یہ نو احکام اور باقی تمام شرعی احکام داخل ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ میری صراط مستقیم ہے اور یہی دین اسلام اور منہج قدیم ہے' تم اجمالاً اور تفصیلاً اسی راستہ کو اختیار کرو اور اگر اس راستہ سے ادھر ادھر ہوئے تو گمراہی میں پڑ جاؤ گے' اس سے معلوم ہوا کہ حق کا راستہ صرف ایک ہے اور باطل کے بہت راستے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے' پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں جانب متعدد خطوط کھینچے اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں اور ان میں سے ہر راستے کی طرف شیطان دعوت دے رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی' بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے' سو تم اسی راستے کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو۔ (الآیہ) (الانعام: ۱۵۳)

(سنن دارمی' ج ا' رقم الحدیث: ۲۰۲' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۱۴۲' ۴۴۳۷' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ۱۱)

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اس آیت میں دوسرے راستوں سے مراد بدعات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا علم کے اٹھنے سے پہلے علم کو حاصل کرلو اور علم کا اٹھنا یہ ہے کہ اصحاب علم اٹھ جائیں گے۔ علم کو حاصل کرو' کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کب علم کی ضرورت پیش آئے گی۔ تم عنقریب کچھ لوگوں کو دیکھو گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلا رہے ہیں' حالانکہ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لہٰذا تم علم حاصل کرو اور بدعات سے بچو اور تم مبالغہ آرائی سے اور گہرائی میں جانے سے بچو' اور قدیم نظریات کے ساتھ وابستہ رہو۔ (سنن دارمی' ج ا' رقم الحدیث: ۱۴۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کی اور وہ بہت موثر نصیحت تھی جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل خوفزدہ ہوگئے۔ ایک شخص نے کہا یہ تو الوداع ہونے والے شخص کی نصیحت ہے۔ آپ ہم کو کیا وصیت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور حاکم کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں' خواہ وہ حبشی غلام ہو۔ تم میں سے جو شخص بعد میں زندہ رہے گا' وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم نئی نئی باتوں میں پڑنے سے بچنا' کیونکہ نئی نئی باتیں گمراہی ہیں۔ تم میں سے جو شخص دین میں نئی نئی باتیں دیکھے' وہ میری سنت کو لازم کرلے اور خلفاء راشدین مهدیین کی سنت کو لازم کرے اور اس سنت کو دانتوں سے پکڑ لو' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۵' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ' ج ا' رقم الحدیث: ۴۲' سنن دارمی' ج ا' رقم الحدیث: ۹۵' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۱۴۵' المستدرک' ج ا' ص ۹۷-۹۶)

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام

علامہ مجد الدین ابن الاثیر محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان کے متعلق فرمایا یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے! (صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۰۱۰)

بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت ھدی اور بدعت ضلال' جو نیا کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو وہ مذموم ہے اور لائق انکار ہے' اور جو نئے کام اللہ تعالیٰ کے بیان کیے ہوئے عموم استحباب میں داخل ہوں اور جن پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برانگیختہ کیا ہو' وہ کام لائق مدح ہیں اور جن کاموں کی پہلے مثال موجود نہ ہو جیسے جود و سخا کی اقسام اور دیگر نیک کام تو وہ افعال محمودہ سے ہیں اور یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کام احکام شرع کے خلاف ہوں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں کے لیے ثواب کی خبر دی ہے' سو آپ نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس طریقہ پر عمل کرے گا' اس کا اجر بھی اس کو ملے گا (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۰۱۷) اور اس کی ضد کے متعلق فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اسے اس کا گناہ ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور یہ اس وقت

Marfat.com

ہو گا جب وہ نیا کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا تھا یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے' یہ پہلی قسم سے ہے اور جب کہ نیک کام لائق مدح ہیں تو حضرت عمر نے اس تراویح کو بدعت فرمایا اور اس کی تعریف کی۔ تراویح کو حضرت عمر نے بدعت اس لیے فرمایا کہ نبی ﷺ نے تراویح کو مسلمانوں کے لیے سنت نہیں کیا' آپ نے چند راتیں تراویح پڑھیں' پھر اس کو ترک فرما دیا اور اس کی حفاظت کی' نہ اس کے لیے مسلمانوں کو جمع کیا' اور نہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی۔ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی جماعت کرانے کا اہتمام کیا اور اس کی دعوت دی' اس وجہ سے حضرت عمر نے اس کو بدعت فرمایا اور یہ درحقیقت سنت ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا میری سنت کو لازم رکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم رکھو۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۶۰۷) اور فرمایا میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتداء کرو اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے ہر نیا کام بدعت ہے اس سے مراد دین میں وہ نئے کام ہیں جو شریعت کے قواعد کے خلاف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں اور بدعت کا زیادہ تر استعمال مذمت میں ہوتا ہے۔ (نہایہ' ج ۱' ص ۱۰۷-۱۰۶' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۷ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے اور مزید یہ لکھا ہے کہ بعض بدعات واجب ہوتی ہیں' جیسے متکلمین کا اسلام کی حقانیت اور گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں جیسے علمی کتابوں کی تصنیف کرنا' دینی مدارس کو بنانا اور تراویح اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں' جیسے انواع و اقسام کے نئے نئے کھانے۔ (مجمع بحار الانوار' ج ۱' ص ۱۶۱-۱۶۰' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض بدعات واجب ہوتی ہیں جیسے گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور کتاب و سنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں' جیسے سرائے اور مدرسہ بنانا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی عہد میں نہیں تھا' اور بعض بدعات مکروہ ہوتی ہیں جیسے مساجد کو مزین کرنا اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزیں اور عمدہ کپڑے۔ علامہ طحاوی نے شرح جامع صغیر میں' علامہ نووی نے تہذیب میں اور علامہ برکلی نے الطریقۃ المحمدیہ میں اسی طرح لکھا ہے اور علامہ شمنی نے بدعت محرمہ کی یہ تعریف کی ہے ہر وہ نیا عقیدہ یا نیا کام یا نیا حال جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ امور کے خلاف ہو' اس کو کسی قسم کے شبہ یا تاویل کی بنا پر دین قدیم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے' جیسے شیعہ پیروں کو دھونے کی بجائے ان کا مسح کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کا انکار کرتے ہیں۔

(رد المحتار' ج ۱' ص ۳۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے درآنحالیکہ وہ ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ (الانعام: ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے نو احکام ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' اس میں یہ رمز ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے اختلاف سے ان احکام میں اختلاف نہیں ہوا' بلکہ یہ احکام تکلیف کے ابتدائی عہد سے لے کر قیامت تک ثابت اور مستمر ہیں۔

اور یہ جو فرمایا ہے اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے' حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا: بنی اسرائیل میں محسن (نیک) بھی تھے اور غیر محسن (غیر نیک) بھی تھے تو اللہ تعالیٰ نے محسنین پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے یہ کتاب نازل کی۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے

Marfat.com

تھے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمت پوری کرنے کے لیے ان کو کتاب (تورات) دی۔
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تورات میں دین کی کیا نعمتیں رکھی ہیں؟ فرمایا اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں دین کے تمام احکام‘ عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے۔ لہٰذا اس میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کا بیان ہے اور آپ کی نبوت کے تمام دلائل ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے‘ تاکہ یہ لوگ اللہ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں‘ اللہ سے ملاقات کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عتاب کا جو وعدہ کیا ہے‘ اس سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ

(یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ) کہیں تم یہ (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک

كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے ○ یا تم یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر (بھی) کتاب نازل کی

الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

اور ہدایت اور رحمت، تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے، اور

صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ

ان سے اعراض کرے، ہم عنقریب ان لوگوں کو برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

تھے کیوں کہ وہ اعراض کرتے تھے ○ وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے

تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ

پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے،

Marfat.com

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوْٓا

اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہیے کہ تم بھی انتظار

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ○ بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ بہت سے

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۗ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ

فرقے بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا

بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

جو کچھ وہ کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے' لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الانعام: ۱۵۵)

مشرکین پر اتمام حجت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرمانا

اس آیت کا معنی ہے یہ قرآن جس کو ہم نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کیا ہے' یہ برکت والی کتاب ہے۔ تم اس کی پیروی کرو' یعنی اس کتاب کو اپنا امام بنا لو اور جو عقائد اس میں مذکور ہیں ان کو مانو' اور جو احکام اس میں مذکور ہیں ان پر عمل کرو' اور ڈرتے رہو' یعنی اپنے دلوں میں اللہ سے ڈرو اور اس کے خلاف عمل نہ کرو اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہ کرو۔ ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے احکام بیان کیے اور کئی احکام سنت کے لیے چھوڑ دیئے اور نبی ﷺ نے سنتیں قائم کیں اور کئی امور رائے اور قیاس کے لیے چھوڑ دیئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۴۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ) کہیں تم یہ (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔ (الانعام: ۱۵۶)

ان تقولوا' لئلا تقولوا کے معنی میں ہے جیسے یبین اللہ لکم ان تضلوا' لئلا ان تضلوا کے معنی میں ہے یا کراھیۃ ان تقولوا کے معنی میں ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۱۸۷' جامع البیان' جز ۸' ص ۱۲۲' بیضاوی علی ھامش الکازرونی' ج ۲' ص ۴۶۸' کشاف' ج ۲' ص ۸۱)

اس آیت میں اہل مکہ سے خطاب ہے کہ کہیں قیامت کے دن وہ یہ نہ کہیں کہ اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر تورات اور انجیل نازل کی گئی تھی اور ہم چونکہ ان پڑھ تھے' اس لیے ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے قاصر تھے اور ہم پر کوئی کتاب نازل

Marfat.com

نہیں کی گئی تھی جس کی ہم پیروی کرتے، ہمیں کوئی حکم دیا گیا تھا' نہ کسی چیز سے روکا گیا تھا۔ ہم سے کوئی وعدہ کیا گیا' نہ ہم پر کوئی وعید نازل ہوئی اور اللہ کی حجت تو صرف ان دو گروہوں پر قائم ہوئی جو ہم سے پہلے تھے جن پر تورات اور انجیل نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا تم یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر (بھی) کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، لو! اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی اور ہدایت اور رحمت تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے، ہم عنقریب ان لوگوں کو برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے، کیونکہ وہ اعراض کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۷)

اس آیت کا معنی ہے یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے، تاکہ مشرکین مکہ اور قریش قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر کتاب نازل کی گئی تھی، اور وہ یہ نہ کہیں کہ جس طرح ان پر کتاب نازل کی گئی تھی، اگر اس طرح ہم پر کتاب نازل کی جاتی اور ہم کو حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ فلاں راستہ صحیح ہے اور فلاں غلط ہے، تو ہم ان سے کہیں زیادہ صحیح راستہ پر قائم رہتے اور احکام پر عمل کرتے اور ممنوع کاموں سے باز رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لو! اب تمہارے پاس تمہاری ہی عربی زبان میں کتاب آگئی ہے، اور اس میں معجز کلام ہے جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں لا سکتا، اور یہ ہدایت ہے اس میں طریق مستقیم کا بیان ہے اور جو اس پر عمل کریں اور اس کی اتباع کریں، ان کے لیے یہ رحمت ہے۔

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے زیادہ ظالم، خطاکار اور حد سے بڑھنے والا اور کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے ان واضح دلائل اور حجتوں کا انکار کرے، ان کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے اور اللہ تعالیٰ عنقریب ان مکذبین کو دوزخ کے سخت عذاب کی سزا دے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں سے منہ پھیرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں، کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہیے کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (الانعام: ۱۵۸)

قیامت سے پہلے دس نشانیوں کا ظہور

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ مشرکین جو بتوں کو اپنے رب کے مساوی قرار دیتے ہیں اور باوجود آپ کی بسیار کوشش اور تبلیغ کے ایمان نہیں لاتے، وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آئیں اور ان کی روحوں کو قبض کر لیں، یا حشر کے دن آپ کا رب مخلوق کے سامنے اپنی شان کے مطابق آئے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں جن کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ آپ کہیے کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھوئیں کا ذکر کیا اور دجال کا اور دابۃ الارض کا اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول کا اور یاجوج اور ماجوج کا، اور تین بار زمین کے دھنسنے کا۔ ایک بار مشرق کا دھنسنا، ایک بار مغرب کا دھنسنا اور ایک بار جزیرہ عرب کا دھنسنا اور سب سے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو دھکیل کر مشرق کی طرف لے جائے گی۔

Marfat.com

(صحیح مسلم الفتن ' ۳۹ ' (۲۹۰۱) ۱۵۲ ' ۷ ' سنن ابوداؤد ' ج ۴ ' رقم الحدیث: ۴۳۱۱ ' سنن الترمذی ' ج ۴ ' رقم الحدیث: ۲۱۹۰ ' سنن کبریٰ للنسائی ' ج ۶ ' رقم الحدیث: ۱۱۳۸۰ ' سنن ابن ماجہ ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۴۰۴۱ ' مسند احمد ' ج ۵ ' رقم الحدیث: ۱۶۱۴۴ ' صحیح ابن حبان ' ج ۱۵ ' رقم الحدیث: ۶۷۹۱ ' المعجم الکبیر ' ج ۳ ' رقم الحدیث: ۳۰۲۸ ' مسند احمد ' رقم الحدیث: ۸۲۷ ' مصنف ابن ابی شیبہ ' ج ۱۵ ' ص ۱۶۳)

اس حدیث میں جس دھوئیں کا ذکر ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب کفار قریش پر قحط مسلط کیا گیا تو انہیں زمین اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی شکل کی کوئی چیز دکھائی دی اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں ظاہر ہو گا' جس سے کفار کا دم گھٹنے لگے گا اور مومنوں کو صرف زکام ہو گا' یہ دھواں ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے' اور یہ دھواں چالیس روز تک رہے گا۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ (الدخان: ۱۰)

سو آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں لائے گا۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ○ (النمل: ۸۲)

اور جب ان پر (عذاب کا) قول واقع ہو جائے گا' تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دابۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا' یہ اس لیے کہ لوگ ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی مخلوق ہے جو صفا پہاڑ کو پھاڑ کر نکلے گی' کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکے گا' مومن پر ایک نشانی لگائے گی تو اس کا چہرہ چمکنے لگے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان مومن لکھ دے گی' کافر پر نشانی لگائے گی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دے گی۔ اس کی شکل و صورت میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کس جگہ سے نکلے گی۔ ان میں سے کسی چیز کے متعلق حدیث مرفوع نہیں ہے' بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ یہ دابہ انسان کی شکل میں ہو گا اور اہل بدعت اور کفار سے مناظرہ کرے گا اور ان کو دلائل سے ساکت کر دے گا۔

(المفہم ' ج ۷ ' ص ۲۳۹-۲۴۰ ' مطبوعہ دار ابن کثیر ' بیروت ' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ بہت سے فرقے بن گئے' آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں' ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' پھر وہ ان کو خبر دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۹)

فرقہ بندی کی مذمت

اس آیت کی تفسیر میں کئی قول ہیں:

قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا یہ اس امت کے اہل بدعت اور اہل الشبہات ہیں اور اہل الضلالہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ' ج ۷ ' ص ۲۲-۲۳ ' مطبوعہ بیروت ' ۱۴۰۲ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اے عائشہ! یہ لوگ اصحاب الاھواء اور اصحاب بدعت ہیں اور اہل بدعت کے سوا ہر گنہ گار کی توبہ ہے' ان کی توبہ مقبول نہیں ہے' میں ان سے بری ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم 'ج ۵ 'ص ۱۴۳۰ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ 'مکہ مکرمہ '۱۴۱۷ھ)

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے فرقے ہیں 'بعض مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے 'بعض مشرکین بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے 'اور بعض مشرکین ستاروں کو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن مجید کی بعض آیتوں کو مانتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس امت کے بدعتی اور گمراہ فرقے ہیں۔

خلاصہ: اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک نظریہ پر متفق ہونا چاہیے اور دین میں تفرقہ نہیں کرنا چاہیے اور بدعات کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی

فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ

لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○ آپ کہیے بیشک میرے رب نے

رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ

مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے، مستحکم دین، ملتِ ابراہیم ہر باطل سے ممتاز، اور

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ

وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ○ آپ کہیے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور

مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ

میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور

بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ

مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ○ آپ کہیے کہ کیا میں اللہ کے

اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

سوا کوئی اور رب تلاش کروں ؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے : اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وبال

Marfat.com

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ○ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں

خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلندی عطا فرمائی تاکہ اس نے جو کچھ

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ

تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے، بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے

ع رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

والا بے حد مہربان ہے ○

۲۰ ع ۱۱ ۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہو گا اور جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا' اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانعام: ۱۶۰)

دس گنا اجر' سات سو گنا اور بے حساب اجر کے محامل

سعید بن جبیر' عطاء اور ابراہیم وغیرہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں الحسنہ سے لا الہ الا اللہ کہنا مراد ہے اور السیئہ سے مراد شرک ہے۔

قتادہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ یہ فرماتے تھے کہ اعمال چھ قسم کے ہیں۔ دو عمل (جزاء اور سزا کو) واجب کرتے ہیں اور دو عمل اجر کو بڑھاتے ہیں اور دو عمل برابر برابر کرتے ہیں۔ جو دو عمل واجب کرتے ہیں' وہ یہ ہیں: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو' وہ جنت میں داخل ہو گا' اور جو شخص اللہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے شرک کیا ہو' وہ دوزخ میں داخل ہو گا اور جو دو عمل اجر بڑھاتے ہیں' وہ یہ ہیں جو مسلمان اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس کو سات سو گنا اجر ملے گا' اور جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اس کو دس گنا اجر ملے گا' اور جو عمل برابر برابر ہیں' وہ یہ ہیں ایک بندہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے' تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جو بندہ برائی کا ارادہ کرے اور اس برائی کو کرلے تو اس کی ایک برائی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا دس گنا اجر اعراب (دیہاتی' بادیہ نشین) کے لیے ہے اور مہاجرین کے لیے سات سو گنا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا یہ آیت اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کسی نے پوچھا اور مہاجرین کے لیے کتنا اجر

Marfat.com

ہے؟ انہوں نے کہا وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء: ۴۰)

بے شک اللہ کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور اگر کوئی نیکی ہو گی تو اس کو بڑھاتا رہے گا' اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور جب اللہ کسی شے کو عظیم فرمائے تو وہ بہت بڑی ہو گی۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۴۵-۱۴۲' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہی ہو گا۔

نیک عمل کرنے والوں کو دس گنا اجر بھی ملتا ہے' سات سو گنا اجر بھی ملتا ہے اور اللہ اس سات سو گنا کو دگنا بھی فرما دیتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیں اگائیں' ہر بالی میں سو دانے ہیں اور جس کے لیے چاہے اللہ بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا' بہت علم والا ہے۔

اور صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے تو اگر انسان ایک دن نماز پڑھ لے اور دس دن نماز نہ پڑھے یا رمضان کے تین دن روزے رکھ لے اور باقی ستائیس دن روزے نہ رکھے تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس نماز کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اس روزے کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اجر کی یہ کثرت اس عمل کو ساقط نہیں کرتی جس کا اسے مکلف کیا گیا ہے' اور اجر کی دس مثلوں میں جو ایک مثل ہے اس کو حاصل کرنے کا وہ مکلف نہیں ہے' بلکہ اس نیکی کو کرنے کا مکلف ہے جس کا اجر دس نیکیوں کی مثل ہے۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ کافر کا کفر تو محدود زمانہ میں ہوتا ہے اور اس کو سزا لامحدود زمانہ کی ہوتی ہے' تو یہ اس جرم کے برابر سزا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزا میں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ زمانہ جرم کے برابر ہو' مثلاً اس زمانہ میں ایک شخص کسی کو ایک منٹ میں قتل کر دیتا ہے اور اس کو سزا عمر قید کی دی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سزا اس کی نیت کے اعتبار سے ہے' کیونکہ کافر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دائماً کفر کرے گا اس لیے اس کو دوام کی سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس کی مثل دس یا اس سے زائد نیکیوں کا اجر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا' اس کو صرف اسی کی مثل برائی کی سزا ملے گی' یا میں اس کو بخش دوں گا۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے' میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے' میں اس کے چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں' اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے' میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں اور جو شخص روئے زمین کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو' میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔

(صحیح مسلم' الذکر والدعا' ۲۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۲۱' مسند احمد' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۲۱۳۸۰' طبع قاہرہ)

Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم کوئی گناہ کرو تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کرو' وہ نیکی اس گناہ کو مٹادے گی میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیالاالہ الااللہ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تو افضل نیکی ہے۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۲۱۴۳۷۶' جامع البیان' ج ۸' ص ۱۴۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم' رقم الحدیث: ۸۱۶۴' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۸۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیک عمل کرو' وہ اس گناہ کو مٹادے گا' اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد' ج ۱۵' رقم الحدیث: ۲۱۴۵۱' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۹۴' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۷۹۱' المستدرک' ج ۱' ص ۵۴' امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے)

اجر میں جو زیادتی کے یہ مختلف مراتب ہیں ان کی توجیہ اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ نیکی کرنے والے کے احوال اور اس کے اخلاص کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بھوکے کو کھانا کھلانا نیکی ہے' لیکن اگر ایک کروڑ پتی کسی بھوکے کو کھانا کھلائے تو جیسے اس نے سمندر سے ایک قطرہ خرچ کیا اگر ایک لکھ پتی کھلائے تو وہ اس کے اعتبار سے زیادہ خرچ ہو گا اور اگر ایسا شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے جس کے پاس صرف وہی کھانا ہو اور اس شخص کو کھانا کھلا کر وہ خود بھوکا رات گزارے تو یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کروڑ پتی اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دے' کیونکہ اس کی کل دولت تو وہی کھانا تھا۔ اس لیے ان کے اجر کے مراتب بھی مختلف ہوں گے اور کروڑ پتی کو دس گنا اجر ملے گا' لکھ پتی کو سات سو گنا اور اس تیسرے شخص کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ بے شک میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے۔ مستحکم دین' ملت ابراہیم ہر باطل سے ممتاز' اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (الانعام: ۱۶۱)

اس سورت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ پھر مشرکین اور منکرین تقدیر کا رد فرمایا' اب اس کلام کو اس پر ختم فرمایا کہ مستحکم دین اور صراط مستقیم تو ملت ابراہیم ہے جو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت پر مبنی ہے اور ہدایت صرف اللہ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے' اور ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ ان بت پرستوں اور مشرکوں سے کہئے' کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے اور یہی ملت حنیفہ مستقیمہ ہے۔ اللہ نے مجھے دین مستقیم کی ہدایت دی ہے جو حضرت ابراهیم کی ملت ہے' اور حضرت ابراهیم علیہ السلام تمام باطل ادیان سے اعراض کرنے والے تھے اور وہ مشرکین اور بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۲)

نسک کا معنی

صلوٰۃ سے مراد یا تو تہجد کی نماز ہے یا نماز عید ہے اور نسک نسیکہ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے ذبیحہ اور اس کا معنی ہے حج اور عمرہ میں مینڈھا ذبح کرنا اور نماز اور ذبیحہ کو اس آیت میں اس طرح جمع کیا ہے جیسے فصل لربک وانحر (الکوثر: ۲) میں جمع کیا ہے۔ حسن بصری نے کہا نسکی سے مراد ہے میرا دین۔ زجاج نے کہا اس سے مراد ہے میری عبادت۔ ایک قوم نے کہا

Marfat.com

اس آیت میں نسک سے مراد تمام نیک کام اور عبادات ہیں۔
محیای: اس سے مراد ہے میں زندگی میں جو عمل کروں گا اور مماتی: اس سے مراد ہے میں وفات کے بعد جن چیزوں کی وصیت کروں گا۔

نماز کا افتتاح انی وجھت سے واجب ہے یا تکبیر سے

امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کو اس ذکر سے شروع کرنا چاہیے 'کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس کا حکم دیا ہے اور اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کی تائید حدیث میں بھی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ○ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ○ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین (الحدیث)
(صحیح مسلم 'صلوۃ المسافرین' ۲۰۱' (۷۷۱) ۱۷۸۱' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷۴' سنن نسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۹۶)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس ذکر کے ساتھ نماز کو شروع کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ نماز کا افتتاح تکبیر کے ساتھ واجب ہے اور اس کے بعد قرآن مجید کو پڑھنا فرض ہے اور اس کے درمیان اس ذکر کو بھی پڑھنا مستحب ہے اور دیگر اذکار کو بھی۔ مثلاً سبحانک اللھم وبحمدک کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ نماز میں سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم 'صلوۃ ۵۰' ۳۹۹' ۸۶۵) اور نبی ﷺ نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر قرآن پڑھو۔ (صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۹۳) آپ نے انی وجھت کا ذکر نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے افتتاح واجب نہیں ہے' بلکہ تکبیر سے افتتاح واجب اور اس سے افتتاح کرنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔
(الانعام: ۱۶۳)

نبی ﷺ کا اول المسلمین ہونا

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ سیدنا محمد ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا آپ سے پہلے حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام مسلمان نہیں تھے؟ تو اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱- ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ معنیً اول الخلق ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم آخر ہیں اور ہم قیامت کے دن سابق ہوں گے۔
(صحیح مسلم '۹' ۸۵۵' صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۷۶)

۲- نبی ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں جیسا کہ ان احادیث میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا اس وقت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۲۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۱' رقم الحدیث: ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہوں۔ (کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۲۱۲۶' کامل ابن عدی' ج ۳' ص ۱۲۰۹)

Marfat.com

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں خلق میں سب سے اول ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔
(کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۱۹۱۶' کامل ابن عدی' ج ۳' ص ۹۱۹' طبقات ابن سعد' ج ۱' ص ۱۴۹)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم ہنوز مٹی اور گارے میں تھے۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۱' رقم الحدیث: ۹' المستدرک' ج ۲' ص ۶۰۰' مسند احمد' ج ۴' ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' طبقات ابن سعد' ج ۱' ص ۱۴۹' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۲۳)

۳۔ نبی ﷺ اپنی امت میں اول المسلمین ہیں۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' رقم الحدیث: ۸۱۸۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے' تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۶۴)

فتنہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا

روایت ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے کہا اے محمد! ﷺ ہمارے دین کی طرف آئیں اور ہمارے خداؤں کی عبادت کریں' اور اپنے دین کو چھوڑ دیں اور ہم دنیا اور آخرت میں آپ کی ہر ضرورت کے کفیل ہوں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کہئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے! (الجامع لاحکام القرآن' جز ۸' ص ۱۴۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے' اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ عبادت گزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دو صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے افضل ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور حق کی دعوت دیں' یا فتنہ انگیز لوگوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائیں اور بد کردار اور بد عنوان لوگوں کے اعمال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت رکھیں اور اسی کے لیے بغض رکھیں۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۴۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں مذاہب فقہاء

فضول کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید لے۔ اس بیع کا جواز اس مالک کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس کو جائز قرار دے تو یہ بیع جائز ہے' ورنہ نہیں۔ اسی طرح فضول کا کیا ہوا عقد نکاح بھی' لڑکے یا لڑکی کی بعد میں رضامندی سے جائز ہوتا ہے' ہمارے دور میں اکثر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لڑکی سے نکاح کی اجازت وکیل لیتا ہے' لیکن لڑکے سے ایجاب و قبول وکیل کی بجائے نکاح خوان کرتا ہے۔ یہ بھی فضولی کا عقد ہے' لیکن جب لڑکی رخصت ہو جاتی ہے تو گویا وہ اس فضولی کے عقد پر راضی ہو جاتی ہے اور یہ نکاح نافذ ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک فضولی کا عقد جائز نہیں ہے۔ وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے' اس کا وہی ذمہ دار ہے (الانعام: ۱۶۴) یعنی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے' اور اس آیت کے پیش نظر وہ فضول کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے' اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا کیا' تاکہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدیں۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں' پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور نبی ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار

Marfat.com

لے کر آ گئے' آپ نے ان کے لیے بیع میں برکت کی دعا کی' پھر یہ ہوا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۴۲' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۸۳' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۲۶۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۰۲' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۱۹۳۸۱' ۱۹۳۸۰' طبع جدید' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۷۴' ۳' طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فضولی کا عقد صحیح ہے اور اصل شخص کی رضامندی کے بعد اس کا عقد نافذ ہو جائے گا۔ نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ وکیل کا تصرف صحیح ہے اور اس کے تصرف سے جو منفعت اسے حاصل ہوگی' وہ اصیل کے لیے ہوگی۔ امام مالک' امام ابو یوسف' اور امام محمد بن حسن کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ سو روپے کا ایک کلو بکری کا گوشت خرید کر لاؤ اور وہ سو روپے کا دو کلو بکری کا گوشت لے آئے تو وہ زائد ایک کلو گوشت وکیل کا ہوگا۔ ہو سکتا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو' کیونکہ اس زمانے میں احادیث کی نشرواشاعت کے اس قدر وسائل نہیں تھے' جتنے اب میسر ہیں اور احادیث کی اشاعت میں تدریجاً وسعت ہوئی ہے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے؟ کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہوگا' اور یہ اس آیت کے خلاف ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (العنکبوت: ۱۳)

اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (النحل: ۲۵)

تاکہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے' سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۳۵' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۲۱' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۶۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۱' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۹۹۶' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۳۰' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۹۷۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۳۶۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۵۹۸۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے' تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا' اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر

Marfat.com

تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان متبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی' تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان متبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۶۷۴' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۰۹' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۵۰۷' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۹۱۷۱)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (المائدہ: ۷۹)

وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' البتہ وہ بہت برا کام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے لا الہ الا اللہ عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آپہنچا' یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہوگیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۴۶' صحیح مسلم' فتن ۱' (۲۸۸۰) ۷۱۰۲' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹۴' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ۳۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ' رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۹۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا درآنحالیکہ وہ مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی' اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔

(صحیح مسلم' القسامہ' ۳۷' ۱۶۸۲' ۴۳۱۴' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۵۶۸' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۱۵' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۸۲۲' ۴۸۳۶' ۴۸۳۷' ۴۸۴۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مسلمان مقتول پایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے' نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد

Marfat.com

اہل محلہ پر دیت لازم آئے گی' تاکہ مسلمان کا قتل رائیگاں نہ جائے' اس کو قسامت کہتے ہیں' یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تاوان یہ محلہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا۔ انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا' آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہود نے کہا بہ خدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں تھا۔ (سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلندی عطا فرمائی' تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (الانعام: ۱۶۵)

مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محامل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے' اس خلافت کے حسب ذیل محامل ہیں:

۱۔ سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں' اس لیے آپ کی امت خاتم الامم ہے اور چونکہ یہ امت پچھلی تمام امتوں کے بعد ہے' اس لیے یہ تمام امتوں کی خلیفہ ہے۔

۲۔ اس امت کا ہر قرن دوسرے قرن کے بعد ہے' اس لیے ہر قرن دوسرے قرن کا خلیفہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے' تاکہ وہ زمین میں اللہ کے احکام جاری کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور خلیفہ بنائے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے لیے اس دین کو مضبوط کر دے گا جس کو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ۴۱)

جن لوگوں کو ہم زمین میں سلطنت عطا فرمائیں' تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

مسلمانوں کی آزمائش

اس کے بعد فرمایا تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلندی عطا فرمائی' تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے' اس

Marfat.com

میں تمہاری آزمائش کرے' یعنی عزت اور شرف' عقل اور مال' رزق اور شجاعت اور سخاوت میں اور تم میں یہ فرق مراتب اور تفاوت درجات اس وجہ سے نہیں ہے' کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو برابر کا درجہ دینے سے عاجز تھا' بلکہ اس نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے تم کو ان مختلف درجات میں رکھا' تاکہ دنیا والوں پر اور قیامت کے دن سب لوگوں کو معلوم ہو کہ مال اور رزق کی فراوانی سے کون دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا بیٹھا اور عیش و عشرت میں پڑ گیا اور نفسانی خواہشوں کی اتباع میں فواحش و منکرات میں مبتلا ہو گیا اور کون ایسا ہے جو روپے پیسے کی ریل پیل کے باوجود خدا سے ڈرتا رہا' اور اپنے مال کو اللہ کے احکام کی اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کرتا رہا' اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا رہا۔ اسی طرح کس نے اپنی صحت کو عبادت میں خرچ کیا اور کس نے عیاشی میں ضائع کیا اور کون غربت اور افلاس میں اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرتا رہا؟ اور کون اللہ سے شکوہ اور شکایت کرتا رہا؟ اور عبادت سے غافل رہا اسی طرح کون بیماری میں عبادت کرتا رہا؟ اور کون بیماری میں گلے شکوے کرتا رہا؟ اور اللہ کی اطاعت سے گریزاں رہا۔

مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان

پھر فرمایا "بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ فساق و فجار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فاسقوں کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں؟ اور عذاب بھی آخرت میں ہو گا پھر کس طرح فرمایا کہ وہ بہت جلد سزا دینے والا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے' وہ اس کے اعتبار سے بہت قریب ہے اور بہت جلد ہونے والا ہے' جیسا کہ قیامت کے متعلق فرمایا

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (النحل: ۷۷)
اور قیامت محض پلک جھپکنے میں واقع ہو جائے گی' بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝ (المعارج: ۷-۶)
بے شک وہ یوم حشر کو بہت دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔

نیز بعض اوقات اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کی خطاؤں پر جلد ہی دنیا میں ہی گرفت فرمالیتا ہے اور ان کو کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے جو ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوری: ۳۰)
اور تم کو جو مصیبت پہنچی تو وہ تمہارے کرتوتوں کے سبب تھی اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے' خواہ کانٹا چبھے یا اس سے بھی کم ہو' اللہ اس تکلیف کے سبب اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے' یا اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم' البر والصلہ ' ۴۷' (۲۵۷۲) ۶۴۴۰' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۶۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے خواہ دائمی ہو' خواہ تھکاوٹ ہو' خواہ کوئی اور بیماری ہو' خواہ غم ہو' خواہ پریشانی ہو اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۶۶' صحیح مسلم' البر والصلہ ۵۲' (۲۵۷۳) ۶۴۴۶' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۶۸)

Marfat.com

نیز فرمایا "وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے" وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اپنے فضل و کرم اور رحمت سے دنیا میں گناہوں پر پردہ رکھتا ہے اور آخرت میں انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کو اس کے رب عزوجل کے قریب کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے بازو میں چھپالے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا' کیا تم اس (گناہ) کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تم پر پردہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کو اس کی نیکیوں کا صحیفہ دے دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو تمام مخلوقات کے سامنے بلایا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۴۴۱' صحیح مسلم' التوبہ' ۵۲' (۲۷۶۸) ۶۸۸۲' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲)

حرف آخر

آج ۱۵ رجب ۱۴۱۸ھ / ۱۶ نومبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار بعد از نماز ظہر سورۃ الانعام کی تفسیر کو میں اس حدیث پر ختم کر رہا ہوں اور اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر پردہ رکھے گا اور آخرت میں میرے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے مجھے سورۃ الانعام تک تفسیر لکھنے کی سعادت بخشی ہے' اپنے فضل و کرم سے مجھے باقی قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی بھی عزت عطا فرما' مجھ پر قرآن مجید کے اسرار و معارف کھول دے اور احادیث میں مجھے وسیع نظر عطا فرما' مجھے اس تفسیر میں خطا اور لغزشوں سے بچا اور باقی ماندہ زندگی میں نیکی عطا فرما اور گناہوں سے محفوظ رکھ' اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے دنیا اور آخرت میں ہر پریشانی' مصیبت اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی خوشیاں عطا فرما۔ اس تفسیر کو موثر اور مفید بنا اور اس کو تاقیام قیامت فیض آفریں اور باقی رکھ' اس کے مصنف' مصحح' کمپوزر' ناشر' قارئین' محبین اور معاونین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے بچا اور دارین کی کامیابیاں اور کامرانیاں ان کا مقدر کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین وعلی آلہ الطاھرین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقھاء والمجتھدین والمسلمین اجمعین۔

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزھد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ، کتاب الزھد، مکتبہ الدار مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی، متوفی ۲۰۴ھ، مسند طیالسی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام محمد بن عمر واقد، متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۴- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، المصنف مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۱۵- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ
۱۸- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، کتاب الزھد، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکرمہ، ۱۴۱۴ھ
۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۳- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام ابو بکر عمرو بن ابی عاصم الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ، کتاب السنہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ
۳۰- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دار قطنی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مطبوعہ مؤسستہ القرآن، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مؤسستہ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون تراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۶- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، کتاب المنتقیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۷- امام ابو بکر محمد بن ہارون رویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الرویانی، مطبوعہ دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، متوفی ۳۱۲ھ، مسند عمر بن عبد العزیز، مطبوعہ موسسہ علوم القرآن، دمشق
۴۰- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۴۱- امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول، مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ
۴۲- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، مشکل الآثار، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۴۳- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۴۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۵- امام محمد بن جعفر بن حسین آجری، متوفی ۳۲۷ھ، مکارم الاخلاق، مطبوعہ مطبعہ المدنی، مصر، ۱۴۱۱ھ
۴۶- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، صحیح ابن حبان ترتیب ابن بلبان، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۴۷- امام ابو بکر احمد بن حسین آجری، متوفی ۳۶۰ھ، الشریعہ، مطبوعہ مکتب دار السلام، ریاض، ۱۴۱۳ھ
۴۸- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

۴۹- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ
۵۰- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۱- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ مسند الشامیین مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۴۰۹ھ
۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
۵۳- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ عمل الیوم واللیلۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۵۴- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دار الفکر بیروت
۵۵- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ متوفی ۳۹۶ھ کتاب العظمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۶- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۵۷- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۵۸- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار النفائس بیروت
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب فضائل الاوقات مطبوعہ مکتبہ المنارۃ ۱۴۱۰ھ
۶۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کتاب الآداب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ
۶۶- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضلہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۷- امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ
۶۸- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ مختصر تاریخ دمشق مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ
۶۹- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
۷۰- امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ الاحادیث المختارۃ مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۷۱- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ
۷۲- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرۃ فی امور الآخرۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
۷۳- امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ
۷۴- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ
۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ
۷۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴ھ
۷۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ موارد الظمآن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۸- امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ حصن حصین مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

Marfat.com

۷۹- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۸۰- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
۸۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۸۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ،
۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ
۸۵- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
۸۶- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۸۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
۸۸- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۸۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ، مصر، ۱۳۰۳ھ
۹۰- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

کتب تفاسیر

۹۱- امام حسن بن عبداللہ البصری، المتوفی ۱۱۰ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ
۹۲- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ، معانی القرآن، مطبوعہ بیروت
۹۳- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دار الکتاب ایران، ۱۴۰۴ھ
۹۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۵- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ، اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی، ایران، ۱۴۰۶ھ
۹۶- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۰۰ھ
۹۷- علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ، تفسیر سمرقندی، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ
۹۸- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۳۸۵ھ، التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۹۹- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ، مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور ایران، ۱۴۱۲ھ
۱۰۰- علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، النکت والعیون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۰۱- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ۴۵۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۲- علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۳ ھ، کشاف، مطبوعہ نشر البلاغہ، قم ایران، ۱۴۱۳ھ
۱۰۳- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی، متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۱۰۴- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی، متوفی ۵۴۶ھ، المحرر الوجیز، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ، مکہ مکرمہ
۱۰۵- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۴۰۶ھ
۱۰۶- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۱۰۷- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مطبوعہ انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۱ھ

Marfat.com

۱۰۸- امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- علامہ محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۹۷۸ء
۱۱۰- علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۱۱- قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۱۲- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۱۳- علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ، لباب التاویل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۱۴- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی، متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۱۱۵- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، التفسیر الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۱۱۶- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزی، متوفی ۷۵۱ھ، بدائع التفسیر، مطبوعہ دار ابن الجوزی، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ
۱۱۷- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۱۸- علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الشافعی، متوفی ۷۵۶ھ، الدر المصئون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۱۹- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ ادارہ اندلس، بیروت، ۱۳۸۵ھ
۱۲۰- علامہ عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی ۸۷۵ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت
۱۲۱- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ، نظم الدرر، مطبوعہ دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، ۱۴۱۳ھ
۱۲۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۲۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۴- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی، متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، مطبوعہ مکتبہ یوسفی، دیوبند
۱۲۵- شیخ فتح اللہ کاشانی، متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو، ایران
۱۲۶- علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو السعود، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ
۱۲۷- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۲۸۳ھ
۱۲۸- علامہ احمد جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، التفسیرات الاحمدیہ، مطبع کریمی، بمبئی
۱۲۹- علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
۱۳۰- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالہیہ، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ، مصر، ۱۳۰۳ھ
۱۳۱- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، مصر
۱۳۲- قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ
۱۳۳- شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی، دہلی
۱۳۴- شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۳۵- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۳۶- نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ
۱۳۷- علامہ محمد جمال الدین قاسمی، متوفی ۱۳۳۲ھ، تفسیر القاسمی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

۱۳۸- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۱۳۹- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ' ریاض
۱۴۰- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۱۴۱- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور
۱۴۲- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور
۱۴۳- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس
۱۴۴- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۸۶ھ
۱۴۵- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' گجرات
۱۴۶- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۳۹۷ھ
۱۴۷- سید ابو الاعلیٰ مودودی' متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور
۱۴۸- علامہ سید احمد سعید کاظمی' متوفی ۱۴۰۶ھ' التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز' ملتان
۱۴۹- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵۰- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۱- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۹ھ
۱۵۲- جسٹس پیر کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور
۱۵۳- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن' لاہور
۱۵۴- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین' ایران
۱۵۵- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن و بیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت
۱۵۶- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۵۷- سعید حوی' الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۵۸- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرہان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۱۵۹- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور
۱۶۰- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت

کتب شروح حدیث

۱۶۱- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۶۲- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۱۶۳- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی' متوفی ۴۷۴ھ' المنتقی' مطبوعہ مطبع السعادۃ' مصر' ۱۳۳۲ھ
۱۶۴- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' عارضۃ الاحوذی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۶۵- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابو داؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

Marfat.com

۱۶۶- حافظ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم شرح مسلم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۶۷- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۷ھ
۱۶۸- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۶۹- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۷۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ
۱۷۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ
۱۷۲- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۷۳- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۱۷۴- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ
۱۷۵- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی
۱۷۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی
۱۷۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
۱۷۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین، مطبوعہ مطبعہ امیریہ، مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ
۱۷۹- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ
۱۸۰- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار، لکھنؤ
۱۸۱- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
۱۸۲- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۷۵ھ
۱۸۳- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی
۱۸۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی، متوفی ۱۳۹۴ھ، التعلیق الصبیح، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ، لاہور

کتب اسماء الرجال

۱۸۵- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ
۱۸۶- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۸۷- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۸۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۸۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۹۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

کتب لغت

۱۹۱- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۹۲- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ
۱۹۳- علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۳۸ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۱۹۴- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ

۱۹۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۹۶- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

۱۹۷- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۹۸- علامہ محمد طاہر صدیقی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان، مدینہ منورہ، ۱۴۱۵ھ

۱۹۹- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر

۲۰۰- لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکہ، بیروت، ۱۳۶۷ھ

۲۰۱- شیخ غلام احمد پرویز، متوفی ۱۴۰۵ھ، لغات القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام، لاہور

۲۰۲- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۲۰۳- امام عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۰۴- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

۲۰۵- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت

۲۰۶- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۰۷- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۰۸- علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی، متوفی ۵۷۱ھ، الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ، ملتان

۲۰۹- علامہ عبد الرحمان بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

۲۱۰- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۱۱- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت

۲۱۲- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران

۲۱۳- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

۲۱۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۱۵- حافظ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ

۲۱۶- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۱۷- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۱۸- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

۲۱۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۲۰- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

۲۲۱- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۲۲۲- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

۲۲۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۲۴۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۲۵۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۲۲۶۔ علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ، خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ امجد اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۷ھ
۲۲۷۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ
۲۲۸۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۲۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ھدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۲۳۰۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۳۱۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ
۲۳۲۔ علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرہ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان
۲۳۳۔ علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ، بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۳۴۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۲۳۵۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۳۶۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
۲۳۷۔ علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ
۲۳۸۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۲۳۹۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، صغیری، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی۔
۲۴۰۔ علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نوالکشور، ۱۲۹۱ھ
۲۴۱۔ علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۴۲۔ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ
۲۴۳۔ علامہ حامد بن علی قونوی رومی، متوفی ۹۸۵ھ، فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۴۴۔ علامہ خیر الدین رملی، متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۴۵۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۴۶۔ علامہ سید احمد بن محمد حموی، متوفی ۱۰۹۸ھ، غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۴۷۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ، بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۴۸۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۴۹۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۵۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۵۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

۲۵۲- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فتاوی رضویہ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۲۵۳- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فتاوی افریقیہ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۲۵۴- علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ بہار شریعت مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۲۵۵- علامہ نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ فتاوی نوریہ مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۲۵۶- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ الحاوی الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۵۷- علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۳ھ
۲۵۸- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ احیاء علوم الدین مطبوعہ دار الخیر بیروت ۱۴۱۳ھ
۲۵۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۶۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ روضۃ الطالبین مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
۲۶۱- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الحاوی للفتاوی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۶۲- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ نہایۃ المحتاج مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۶۳- علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی متوفی ۱۰۸۷ھ حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۲۶۴- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۶۵- قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۶۶- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ۷۶۷ھ مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت
۲۶۷- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی المتوفی ۹۵۴ھ مواہب الجلیل مطبوعہ مکتبہ النجاح لیبیا
۲۶۸- علامہ علی بن عبد اللہ علی الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت
۲۶۹- علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۷۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۷۱- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ
۲۷۲- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۷۳- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموع الفتاوی مطبوعہ ریاض
۲۷۴- علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۶ھ

کتب شیعہ

۲۷۵- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الاصول من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۲۷۶- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۲۷۷- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۷ھ

Marfat.com

۲۷۸- ملاباقر بن محمد تقی مجلسی 'متوفی ۱۱۱۰ھ 'حق الیقین 'مطبوعہ خیابان ناصر خسرو 'ایران '۱۳۴۷ھ
۲۷۹- ملاباقر بن محمد تقی مجلسی 'متوفی ۱۱۱۰ھ 'حیات القلوب 'مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ 'تہران

کتب عقائد و کلام

۲۸۰- امام محمد بن محمد غزالی 'متوفی ۵۰۵ھ 'المنقذ من الضلال 'مطبوعہ لاہور '۱۴۰۵ھ
۲۸۱- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی 'متوفی ۷۹۱ھ 'شرح عقائد نسفی 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع 'کراچی
۲۸۲- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی 'متوفی ۷۹۱ھ 'شرح المقاصد 'مطبوعہ منشورات الشریف الرضی 'ایران '۱۴۰۹ھ
۲۸۳- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی 'متوفی ۸۱۶ھ 'شرح المواقف 'مطبوعہ منشورات الشریف الرضی 'ایران '۱۳۲۵ھ
۲۸۴- علامہ کمال الدین بن ہمام 'متوفی ۸۶۱ھ 'مسائرہ 'مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۲۸۵- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی 'المتوفی ۹۰۶ھ 'مسامرہ 'مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۲۸۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح فقہ اکبر 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ 'مصر '۱۳۷۵ھ
۲۸۷- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی 'متوفی ۱۳۶۷ھ 'کتاب العقائد 'مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی 'کراچی

کتب اصول فقہ

۲۸۸- علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری 'المتوفی ۷۳۰ھ 'کشف الاسرار 'مطبوعہ دار الکتاب العربی '۱۴۱۱ھ
۲۸۹- علامہ محب اللہ بہاری 'متوفی ۱۱۱۹ھ 'مسلم الثبوت 'مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ 'کوئٹہ
۲۹۰- علامہ احمد جونپوری 'متوفی ۱۱۳۰ھ 'نور الانوار 'مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی 'کراچی
۲۹۱- علامہ عبد الحق خیر آبادی 'متوفی ۱۳۱۸ھ 'شرح مسلم الثبوت 'مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ 'کوئٹہ

کتب متفرقہ

۲۹۲- شیخ ابو طالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ 'قوت القلوب 'مطبوعہ مطبعہ میمنہ 'مصر '۱۳۰۶ھ
۲۹۳- امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی 'متوفی ۵۰۵ھ 'احیاء علوم الدین 'مطبوعہ دار الخیر 'بیروت '۱۴۱۳ھ
۲۹۴- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی 'متوفی ۶۶۸ھ 'التذکرہ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۰۷ھ
۲۹۵- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی 'متوفی ۷۲۸ھ 'قاعدہ جلیلہ 'مطبوعہ مکتبہ قاہرہ 'مصر '۱۳۷۳ھ
۲۹۶- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی 'متوفی ۷۴۸ھ 'الکبائر 'مطبوعہ دار الغد العربی 'قاہرہ 'مصر
۲۹۷- علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی 'متوفی ۷۶۸ھ 'روض الریاحین 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ 'مصر '۱۳۷۴ھ
۲۹۸- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی 'متوفی ۸۱۶ھ 'کتاب التعریفات 'مطبوعہ المطبعہ الخیریہ 'مصر '۱۳۰۶ھ
۲۹۹- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی 'متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ 'مطبوعہ مکتبہ القاہرہ '۱۳۸۵ھ
۳۰۰- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی 'متوفی ۹۷۴ھ 'الزواجر 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۱۴ھ
۳۰۱- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی 'متوفی ۱۰۳۴ھ 'مکتوبات امام ربانی 'مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی 'کراچی '۱۳۷۰ھ
۳۰۲- علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی 'متوفی ۱۲۰۵ھ 'اتحاف السادۃ المتقین 'مطبوعہ مطبعہ میمنہ 'مصر '۱۳۱۱ھ
۳۰۳- شیخ رشید احمد گنگوہی 'متوفی ۱۳۲۳ھ 'فتاویٰ رشیدیہ کامل 'مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز 'کراچی
۳۰۴- علامہ مصطفی بن عبد اللہ الشہیر بحاجی خلیفہ 'کشف الظنون 'مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ 'طہران '۱۳۷۸ھ

Marfat.com

۳۰۵- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور
۳۰۶- شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ، ھدیۃ المھدی، مطبوعہ میور پریس، دہلی، ۱۳۲۵ھ
۳۰۷- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۳۰۸- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی
۳۰۹- علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یا رسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

سرٹیفکیٹ

میں نے تبیانُ القرآن جلد سوئم تصنیف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی، مطبوعہ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور کے پروف بغور پڑھے ہیں۔ میری دانست کے مطابق اس تفسیر کے متن اور تفسیر میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں نے اطمینان کے بعد یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔

محمد ابراہیم فیضی
ظہور احمد فیضی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم — احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم — محمود صلی اللہ علیہ وسلم — قاسم صلی اللہ علیہ وسلم — عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم — شاہد صلی اللہ علیہ وسلم — حاشر صلی اللہ علیہ وسلم — رشید صلی اللہ علیہ وسلم — مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم — نذیر صلی اللہ علیہ وسلم — داع صلی اللہ علیہ وسلم — شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ہاد صلی اللہ علیہ وسلم — ماح صلی اللہ علیہ وسلم — منج صلی اللہ علیہ وسلم — تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم — امی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم — ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم — ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم — حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم — رؤف صلی اللہ علیہ وسلم — رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طہ صلی اللہ علیہ وسلم — مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم — طس صلی اللہ علیہ وسلم — مرتضی صلی اللہ علیہ وسلم

حم صلی اللہ علیہ وسلم — مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم — یس صلی اللہ علیہ وسلم — اولی صلی اللہ علیہ وسلم — مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم — مدثر صلی اللہ علیہ وسلم — متین صلی اللہ علیہ وسلم — مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم — ناصر صلی اللہ علیہ وسلم — منصور صلی اللہ علیہ وسلم — مصباح صلی اللہ علیہ وسلم — امر صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم | نزاری صلی اللہ علیہ وسلم | صادق صلی اللہ علیہ وسلم | امین صلی اللہ علیہ وسلم | عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم | سحیب صلی اللہ علیہ وسلم | مجیب صلی اللہ علیہ وسلم | شکور صلی اللہ علیہ وسلم | مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم | قوی صلی اللہ علیہ وسلم | حفی صلی اللہ علیہ وسلم | مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم | حق صلی اللہ علیہ وسلم | مبین صلی اللہ علیہ وسلم | مطیع صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم | آخر صلی اللہ علیہ وسلم | ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم | باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم | یتیم صلی اللہ علیہ وسلم | کریم صلی اللہ علیہ وسلم | حکیم صلی اللہ علیہ وسلم | خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم | سراج صلی اللہ علیہ وسلم | مبشر صلی اللہ علیہ وسلم | محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم | منیر صلی اللہ علیہ وسلم | مذکر صلی اللہ علیہ وسلم | مطہر صلی اللہ علیہ وسلم | قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم | مدعو صلی اللہ علیہ وسلم | جواد صلی اللہ علیہ وسلم | خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم | شہیر صلی اللہ علیہ وسلم | شہید صلی اللہ علیہ وسلم | رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم | شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مؤمن صلی اللہ علیہ وسلم | مضری صلی اللہ علیہ وسلم | نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم | حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم | قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل: ۸۹)

تبیان القرآن

جلد ہفتم

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸۔

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو اللہ جل جلالہ | الذی لا الہ جل جلالہ

الا ھو جل جلالہ | الرحمن جل جلالہ | الرحیم جل جلالہ | الملک جل جلالہ

القدوس جل جلالہ | السلام جل جلالہ | المؤمن جل جلالہ | المھیمن جل جلالہ | العزیز جل جلالہ

الجبار جل جلالہ | المتکبر جل جلالہ | الخالق جل جلالہ | الباری جل جلالہ

المصور جل جلالہ | الغفار جل جلالہ | القھار جل جلالہ | الوھاب جل جلالہ | الرزاق جل جلالہ

الفتاح جل جلالہ | العلیم جل جلالہ | القابض جل جلالہ | الباسط جل جلالہ

الخافض جل جلالہ | الرافع جل جلالہ | المعز جل جلالہ | الحکم جل جلالہ | البصیر جل جلالہ

السمیع جل جلالہ | المذل جل جلالہ | العدل جل جلالہ | اللطیف جل جلالہ

الخبیر جل جلالہ | الحلیم جل جلالہ | العظیم جل جلالہ | الغفور جل جلالہ | الشکور جل جلالہ

العلی جل جلالہ | الکبیر جل جلالہ | الحفیظ جل جلالہ | المقیت جل جلالہ

الحسیب جل جلالہ | الجلیل جل جلالہ | الکریم جل جلالہ | الرقیب جل جلالہ | المجیب جل جلالہ

الواسع جل جلالہ | الحکیم جل جلالہ | الودود جل جلالہ | المجید جل جلالہ

الباعث جل جلالہ | الشھید جل جلالہ | الحق جل جلالہ | الوکیل جل جلالہ | القوی جل جلالہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

المتین جل جلالہ — الولی جل جلالہ — الحمید جل جلالہ — المحیی جل جلالہ — الممیت جل جلالہ

الحی جل جلالہ — القیوم جل جلالہ — الواجد جل جلالہ — الماجد جل جلالہ

الواحد جل جلالہ — الاحد جل جلالہ — الصمد جل جلالہ — القادر جل جلالہ — المقتدر جل جلالہ

المقدم جل جلالہ — المؤخر جل جلالہ — الاول جل جلالہ — الآخر جل جلالہ

الظاہر جل جلالہ — الباطن جل جلالہ — الوالی جل جلالہ — المتعالی جل جلالہ

البر جل جلالہ — التواب جل جلالہ

اللّٰہ

جل جلالہ

المنتقم جل جلالہ — العفو جل جلالہ

الرؤف جل جلالہ — مالک الملک جل جلالہ

ذوالجلال والاکرام جل جلالہ — المقسط جل جلالہ — الجامع جل جلالہ — الغنی جل جلالہ

المغنی جل جلالہ — المانع جل جلالہ — الضار جل جلالہ — النافع جل جلالہ

النور جل جلالہ — الہادی جل جلالہ — البدیع جل جلالہ — الباقی جل جلالہ — الوارث جل جلالہ

الرشید جل جلالہ — الصبور جل جلالہ — رب العالمین جل جلالہ — مالک یوم الدین جل جلالہ

القدیر جل جلالہ — الوحید جل جلالہ

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

فرید بک سٹال

۳۸-اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد چہارم

الاعراف ○ الانفال

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور۔۲

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ISBN 969-563-013-8

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تصحیح : حافظ محمد ابراہیم فیضی، قاری ظہور احمد فیضی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : شوال 1420ھ/فروری 2000ء
الطبع عشر : ربیع الثانی 1434ھ/مئی 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۳۷۱۲۳۴۳۵-۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الاعراف	
۱	سورت کا نام	۲۷
۲	الاعراف کا معنی اور مصداق	۲۸
۳	سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات	۳۰
۴	سورۃ الاعراف کا زمانہ نزول	۳۱
۵	سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد	۳۱
۶	سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی باہمی مناسبت	۳۲
۷	المص O کتب انزل الیک (۱۰-۱)	۳۴
۸	المص کی تحقیق	۳۵
۹	قرآن مجید کی تبلیغ میں نبی ﷺ کے حرج یا شک کی تحقیق	۳۶
۱۰	قرآن مجید سے ڈرانے اور نصیحت کرنے کے الگ الگ محمل	۳۸
۱۱	احادیث کے حجت ہونے کے دلائل اور ان کی حجیت کی وضاحت	۳۸
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۴۲
۱۳	ایک اشکال کا جواب	۴۲
۱۴	نزول عذاب کے وقت معذبین کا اعتراف جرم	۴۳
۱۵	قیامت کے دن رسولوں اور ان کی امتوں سے سوالات	۴۳
۱۶	قیامت کے دن مجرموں سے سوال کرنے اور نہ کرنے کے محامل	۴۵
۱۷	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۴۶
۱۸	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	۴۶
۱۹	قرآن مجید سے میزان کے ثبوت پر دلائل	۴۷
۲۰	احادیث اور آثار سے میزان کے ثبوت پر دلائل	۴۷
۲۱	آیا میزان میں صرف مسلمانوں کا وزن ہوگا یا کافروں کا بھی وزن ہوگا؟	۵۰
۲۲	ان مسلمانوں کی مغفرت کی صورتیں جن کی نیکیاں گناہوں کے برابر یا گناہوں سے کم ہوں گی	۵۰
۲۳	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۵۲
۲۴	معایش کی تفصیل	۵۲
۲۵	شکر کا لغوی اور اصطلاحی معانی	۵۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴
۲۷	شکر ادا کرنے کے طریقوں کے متعلق احادیث	۵۴
۲۸	شکر کی فضیلت کے متعلق احادیث	۵۶
۲۹	ولقد خلقنکم ثم صورنکم (۱۸-۱۱)	۵۶
۳۰	آیات سابقہ سے مناسبت	۵۸
۳۱	ایک اشکال کا جواب	۵۸
۳۲	حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح کے بعض اہم واقعات	۵۸
۳۳	حضرت آدم علیہ السلام کی مرحلہ وار تخلیق	۵۹
۳۴	حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد کا مشاہدہ کرانا	۶۰
۳۵	حضرت آدم علیہ السلام کی آزمائش	۶۱
۳۶	حضرت آدم علیہ السلام کا سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور اس حدیث کی تحقیق	۶۲
۳۷	حضرت آدم کے سکون کے لیے حضرت حوا کو پیدا کرنا	۶۳
۳۸	حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا	۶۴
۳۹	حضرت آدم علیہ السلام کی وفات	۶۴
۴۰	حضرت آدم علیہ السلام کا برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ	۶۴
۴۱	سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی	۶۵
۴۲	قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات	۶۵
۴۳	ابلیس جن تھا یا فرشتہ؟	۶۶
۴۴	امر کا وجوب کے لیے ہونا	۶۶
۴۵	حضرت آدم سے افضل ہونے پر ابلیس کا یہ استدلال کہ آگ مٹی سے افضل ہے	۶۷
۴۶	آگ سے مٹی کے افضل ہونے کی دس وجوہات	۶۷
۴۷	حضرت آدم کا چاروں علتوں کی وجہ سے ابلیس سے افضل ہونا	۶۹
۴۸	ابلیس کے باطل قیاس کی بناء پر منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا تجزیہ	۷۰
۴۹	مجوزین قیاس کا احادیث سے استدلال	۷۱
۵۰	مجوزین قیاس کا آثار صحابہ اور اقوال علماء سے استدلال	۷۲
۵۱	شیطان کے ساتھ طویل مکالمہ اس کی فضیلت کا موجب نہیں	۷۳
۵۲	ابلیس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا یا آسمان سے!	۷۴
۵۳	تواضع کرنے والے کے لیے سربلندی اور تکبر کرنے والے کے لیے ذلت اور پستی	۷۵
۵۴	اس بات کی تحقیق کہ ابلیس لعین کو کتنی زندگی کی مہلت دی ہے	۷۶
۵۵	اغواء کا معنی	۷۷
۵۶	ابلیس لعین کا جبر اور قدر میں حیران ہونا اور جبر اور قدر میں صحیح مذہب	۷۸
۵۷	ابلیس لعین کا صراط مستقیم سے بہکانے کی سعی کرنا	۷۸
۵۸	ابلیس لعین کا چار جہات سے حملہ آور ہونا اور اس سے تدارک کی دعا	۷۹
۵۹	ابلیس لعین کے اس دعویٰ کا سبب کہ اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوں گے	۸۰
۶۰	کیا تمام اہل بدعت اور گمراہ فرقے دوزخی ہیں	۸۱
۶۱	یادم اسکن انت وزوجک الجنہ (۲۵-۱۹)	۸۱
۶۲	ابلیس کی وسوسہ اندازی، حضرت آدم کا زمین پر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	آنا اور توبہ کرنا	۸۳
۶۳	حضرت آدم کے فرشتہ اور دائمی بننے کی طمع پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۸۵
۶۴	آیا شجر ممنوع سے کھانا گناہ تھا؟ اگر گناہ نہیں تھا تو سزا کیوں ملی؟ اور آدم و ابلیس کے معرکہ میں کون کامیاب رہا؟	۸۵
۶۵	یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا (۳۱-۲۶)	۸۶
۶۶	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۸۸
۶۷	آیات سابقہ سے مناسبت	۸۸
۶۸	لباس کی نعمت پر شکر ادا کرنا	۸۹
۶۹	مرد اور عورت کی شرم گاہوں کے مصادیق میں مذاہب فقہاء	۸۹
۷۰	حضرت آدم کے جنت سے باہر آنے کا سبب ان کا خلیفہ بننا تھا یا شجر ممنوع سے کھانا	۹۱
۷۱	جنات کے انسانوں کو دیکھنے اور انسانوں کے جنات کو نہ دیکھنے کی تحقیق	۹۱
۷۲	جنات کے انسانوں پر تصرف کرنے کا بطلان	۹۳
۷۳	فاحشہ کا معنی اور مراد، اور کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے فاحشہ کا حکم دیا ہے	۹۳
۷۴	قسط اور عدل کے معانی	۹۴
۷۵	اخلاص کا معنی	۹۵
۷۶	قرآن مجید میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم	۹۵
۷۷	عمل میں اخلاص کے فوائد اور ثواب کے متعلق احادیث	۹۵
۷۸	عمل میں اخلاص نہ ہونے سے نقصان اور عذاب کے متعلق احادیث	۹۷
۷۹	اخلاص ہونے پر فائدہ اور اخلاص نہ ہونے کے نقصان کے متعلق ایک اسرائیلی روایت	۹۸
۸۰	اخلاص سے کیا ہوا کم عمل بغیر اخلاص کے زیادہ اعمال سے افضل ہے	۹۹
۸۱	انسانوں کے حشر کی کیفیت	۱۰۰
۸۲	ابتداء فطرت میں ہر انسان کا ہدایت یافتہ ہونا	۱۰۰
۸۳	برہنہ طواف کی ممانعت کا شان نزول اور لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت	۱۰۱
۸۴	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت پر بحث و نظر	۱۰۲
۸۵	کھانے پینے میں وسعت کی گنجائش اور اعتدال کا حکم اور بسیار خوری کا اسراف ہونا	۱۰۵
۸۶	بسیار خوری کی مذمت میں احادیث	۱۰۵
۸۷	پرہیز کی اہمیت کے متعلق احادیث	۱۰۶
۸۸	کھانے پینے کے آداب کے متعلق احادیث	۱۰۷
۸۹	کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۰	کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۱	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۱۱۰
۹۲	وضو کے بچے ہوئے پانی اور زم زم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب	۱۱۲
۹۳	قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق (۳۹-۳۲)	۱۱۴
۹۴	لباس پہنتے وقت دعا کرنے اور شکر ادا کرنے کے متعلق احادیث	۱۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۵	لباس کی انواع اور اقسام کے متعلق احادیث	۱۱۶
۹۶	لباس کے رنگوں کے متعلق احادیث	۱۱۷
۹۷	اجلے، صاف اور عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	۱۱۸
۹۸	قیمتی اور معمولی لباس پہننے کی احادیث میں تطبیق	۱۱۹
۹۹	لباس پہننے کے شرعی اور فقہی احکام	۱۲۱
۱۰۰	زینت اور تجمل کے متعلق مفسرین مذاہب اربعہ کی تحقیق	۱۲۱
۱۰۱	اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق	۱۲۵
۱۰۲	معمولات اہل سنت کا جواز اور استحسان	۱۲۷
۱۰۳	ان گناہوں کا بیان جو تمام گناہوں کی اصل ہیں	۱۲۸
۱۰۴	ربط آیات	۱۲۹
۱۰۵	رسول کا ان لوگوں کی جنس سے ہونا جن کی طرف اس کو مبعوث کیا گیا	۱۲۹
۱۰۶	مختار کل کی وضاحت	۱۳۱
۱۰۷	نیک مسلمان حشر کے دن آیا گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے یا نہیں	۱۳۲
۱۰۸	گناہ گار مسلمانوں کے لیے دائمی عذاب کا نہ ہونا	۱۳۲
۱۰۹	اللہ پر بہتان باندھنے اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے کی تفصیل	۱۳۳
۱۱۰	کتاب یا لوح محفوظ میں اللہ پر بہتان باندھنے والوں کی سزا	۱۳۳
۱۱۱	کتاب کی تفسیر میں دیگر اقوال	۱۳۴
۱۱۲	دوزخ میں کفار کے احوال	۱۳۵
۱۱۳	ضعف کا معنی	۱۳۵
۱۱۴	دوگنے عذاب پر ایک سوال کا جواب	۱۳۵
۱۱۵	ان الذین کذبوا بایتنا واستکبروا عنها (۴۷-۴۰)	۱۳۵
۱۱۶	کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولنے کے متعدد محامل	۱۳۷
۱۱۷	کافروں کے لیے آسمان کا دروازہ نہ کھولنے کے متعلق حدیث	۱۳۸
۱۱۸	اہل جنت کے دلوں سے دنیا کی رنجشوں اور شکایتوں کا محو ہو جانا	۱۴۰
۱۱۹	کفار کی جنتوں کا مسلمانوں کو وراثت میں ملنا	۱۴۰
۱۲۰	جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے نہ کہ نیک اعمال	۱۴۱
۱۲۱	دخول جنت کے لیے اعمال کو سبب قرار دینے کے محامل	۱۴۳
۱۲۲	حشر کے دن کفار کی توبہ کارگر نہیں ہوگی	۱۴۳
۱۲۳	الاعراف کا معنی اور مصداق	۱۴۴
۱۲۴	ونادی اصحب الاعراف رجالا (۵۳-۴۸)	۱۴۵
۱۲۵	اصحاب الاعراف کو دخول جنت کا اذن	۱۴۷
۱۲۶	کافروں کو دوزخ میں کھانے پینے سے محروم رکھنے کی سزا دینا	۱۴۷
۱۲۷	اللہ کی راہ میں پانی خرچ کرنے کی اہمیت اور اجر و ثواب	۱۴۸
۱۲۸	قرآن مجید کی خصوصیات	۱۵۰
۱۲۹	کفار کے اخروی خسارہ کا بیان	۱۵۰
۱۳۰	ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام (۵۸-۵۴)	۱۵۱
۱۳۱	اہم اور مشکل الفاظ کے معانی	۱۵۲
۱۳۲	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل	۱۵۴
۱۳۳	زمینوں اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنانے کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حکمت	۱۵۵
۱۳۴	چھ دنوں کی تفصیل میں احادیث کا اضطراب اور معتبر حدیث کی تعیین	۱۵۵
۱۳۵	عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا موقف	۱۵۸
۱۳۶	استواء اور صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے مخالفین	۱۵۹
۱۳۷	استواء اور صفات کے مسئلے میں شیخ ابن تیمیہ کے موافقین	۱۶۰
۱۳۸	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین احناف کا موقف	۱۶۱
۱۳۹	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین شافعیہ کا موقف	۱۶۲
۱۴۰	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین مالکیہ کا موقف	۱۶۴
۱۴۱	استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متقدمین حنابلہ کا موقف	۱۶۵
۱۴۲	استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متاخرین کی آراء	۱۶۶
۱۴۳	مانعین دعا کے دلائل	۱۶۹
۱۴۴	مانعین دعا کے دلائل کے جوابات	۱۶۹
۱۴۵	دعا قبول نہ ہونے کے فوائد	۱۷۰
۱۴۶	دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث	۱۷۱
۱۴۷	آہستہ دعا کرنے کے فوائد اور نکات	۱۷۳
۱۴۸	خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۷۴
۱۴۹	خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث	۱۷۷
۱۵۰	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق حرف آخر	۱۸۳
۱۵۱	چالیس حدیثوں کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق نوید اور بشارت	۱۸۳
۱۵۲	چالیس حدیثوں کی تبلیغ پر بشارت کی احادیث کی فنی حیثیت	۱۸۴
۱۵۳	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے قواعد اور شرائط	۱۸۵
۱۵۴	دعا میں حد سے بڑھنے کا ممنوع ہونا	۱۸۶
۱۵۵	محسنین کا معنی	۱۸۷
۱۵۶	اس کائنات میں حشر کے دن مردوں کو زندہ کرنے کی نشانی	۱۸۷
۱۵۷	اچھی اور خراب زمینوں میں مسلمانوں اور کافروں کی مثال	۱۸۸
۱۵۸	لقد ارسلنا نوحا الی قومه فقال یقوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیره (۶۴-۵۹)	۱۸۹
۱۵۹	حضرت نوح کا نام ونسب اور ان کی تاریخ ولادت	۱۹۰
۱۶۰	بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی؟	۱۹۱
۱۶۱	حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اول رسل ہونا	۱۹۱
۱۶۲	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا بیان	۱۹۲
۱۶۳	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب	۱۹۳
۱۶۴	طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل	۱۹۴
۱۶۵	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	۱۹۴
۱۶۶	قصہ نوح نازل کرنے کے فوائد	۱۹۵
۱۶۷	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۱۹۵
۱۶۸	اہم اور مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۶
۱۶۹	حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کی وجوہات	۱۹۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۰	قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کا ازالہ	۱۹۷
۱۷۱	والی عاد اخاهم هودا (۷۲-۶۵)	۱۹۸
۱۷۲	حضرت ہود علیہ السلام کا شجرۂ نسب	۱۹۹
۱۷۳	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت	۲۰۰
۱۷۴	عاد کی قوت اور سطوت اور ان پر عذاب نازل ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۰۰
۱۷۵	قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت	۲۰۲
۱۷۶	صالحین کے عرس کی تحقیق	۲۰۳
۱۷۷	حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق	۲۰۴
۱۷۸	حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام کے مقابلہ میں سیدنا محمد ﷺ کی زیادہ عزت اور وجاہت	۲۰۵
۱۷۹	اللہ تعالیٰ کی توحید اور استحقاق عبادت پر دلیل	۲۰۶
۱۸۰	والی ثمود اخاهم صالحا (۷۹-۷۳)	۲۰۷
۱۸۱	قوم ثمود کی اجمالی تاریخ	۲۰۹
۱۸۲	حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اور قوم ثمود کی طرف ان کی بعثت	۲۰۹
۱۸۳	قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کرنا اور معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانا اور ان پر عذاب کا نازل ہونا	۲۰۹
۱۸۴	قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۸۵	اونٹنی کا قاتل ایک شخص تھا یا پوری قوم ثمود	۲۱۱
۱۸۶	اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہات	۲۱۲
۱۸۷	قوم ثمود کے عذاب کی مختلف تعبیریں اور ان میں وجہ تطبیق	۲۱۳
۱۸۸	قوم ثمود کے قصہ کے متعلق احادیث اور آثار	۲۱۴
۱۸۹	ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العلمين (۸۴-۸۰)	۲۱۳
۱۹۰	حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب	۲۱۴
۱۹۱	حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت	۲۱۴
۱۹۲	حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کا حسین اور نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا	۲۱۵
۱۹۳	قوم لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتداء	۲۱۵
۱۹۴	حضرت لوط کی بیوی کی خیانت اور قوم لوط کی بری عادتیں	۲۱۶
۱۹۵	عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں	۲۱۶
۱۹۶	قرآن مجید میں عمل قوم لوط کی مذمت	۲۱۷
۱۹۷	احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت اور سزا کا بیان	۲۱۷
۱۹۸	عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب فقہاء	۲۱۹
۱۹۹	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	۲۱۹
۲۰۰	والی مدین اخاهم شعيبا (۸۷-۸۵)	۲۲۰
۲۰۱	حضرت شعیب کا نام اور نسب	۲۲۱
۲۰۲	مدین اور اصحاب الایکہ ایک قوم ہیں یا الگ الگ	۲۲۱
۲۰۳	حضرت شعیب کا مقام بعثت	۲۲۲
۲۰۴	حضرت شعیب کی قوم پر عذاب کا نزول	۲۲۲
۲۰۵	حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر	۲۲۳
۲۰۶	ڈرا دھمکا کر ناجائز رقم بٹورنے والے	۲۲۴
۲۰۷	قوم شعیب کو ترغیب و ترہیب	۲۲۵
۲۰۸	قال الملا الذين استكبروا من قومه (۹۳-۸۸)	۲۲۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۰۹	حضرت شعیب علیہ السلام کے کفر میں لوٹنے کے اعتراض کے جوابات	۲۲۶
۲۱۰	توکل کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۲۷
۲۱۱	لوہے سے داغنے اور دم کرانے پر توکل سے بری ہونے کا اشکال	۲۲۷
۲۱۲	دوا کرنے اور علاج کرانے کے متعلق احادیث	۲۲۸
۲۱۳	دوا اور دم سے نبی ﷺ کا علاج کرانا	۲۲۸
۲۱۴	اشکال مذکور کا جواب	۲۲۹
۲۱۵	توکل کی تعریف پر ایک اور اشکال کا جواب	۲۲۹
۲۱۶	نزول عذاب سے حضرت شعیب علیہ السلام کی نبوت کی صداقت	۲۳۰
۲۱۷	وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا (۹۴-۹۹)	۲۳۱
۲۱۸	مشکل الفاظ کے معانی	۲۳۲
۲۱۹	رنج اور راحت کے نزول میں کافروں اور مسلمانوں کے احوال اور افعال کا فرق	۲۳۲
۲۲۰	نیک اعمال نزول رحمت کا سبب ہیں اور بد اعمال نزول عذاب کا باعث ہیں	۲۳۳
۲۲۱	اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا (۱۰۰-۱۰۸)	۲۳۴
۲۲۲	کفار مکہ پر عذاب نہ بھیجنے کی وجہ	۲۳۵
۲۲۳	کفار مکہ کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۲۳۶
۲۲۴	سابقہ امتوں کے عذاب سے کفار مکہ کا سبق حاصل نہ کرنا	۲۳۶
۲۲۵	سیدنا محمد ﷺ کا علم غیب اور آپ کی رسالت پر دلیل	۲۳۶
۲۲۶	تمام نبی حامل معجزہ ہیں	۲۳۷
۲۲۷	نبی ﷺ کے معجزہ کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے امتیاز	۲۳۷
۲۲۸	معجزہ کی تعریفات	۲۳۸
۲۲۹	معجزہ کی شرائط	۲۳۸
۲۳۰	افعال غیر عادیہ کی دیگر اقسام	۲۳۹
۲۳۱	معجزات' انبیاء کے اختیار میں ہونے پر محدثین' فقہاء اور متکلمین کے دلائل	۲۳۹
۲۳۲	معجزات پر انبیاء کے اختیار کے ثبوت میں احادیث	۲۴۱
۲۳۳	انبیاء کے اختیار میں معجزات ہونے پر ایک اشکال کا جواب	۲۴۳
۲۳۴	معجزات کے صدور میں علماء دیوبند کا موقف	۲۴۳
۲۳۵	معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا موقف	۲۴۴
۲۳۶	پہلے تکذیب کرنے کی وجہ سے بعد میں ایمان نہ لانے کی توجیہات	۲۴۶
۲۳۷	دعاؤں سے مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو فراموش کر دینا	۲۴۶
۲۳۸	حضرت آدم سے حضرت موسیٰ اور حضرت موسیٰ سے ہمارے نبی ﷺ تک کا زمانہ	۲۴۷
۲۳۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش' پرورش' نکاح' نبوت اور فرعون کو تبلیغ	۲۴۸
۲۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات	۲۵۱
۲۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر	۲۵۲
۲۴۲	فرعون کے دعوئ خدائی کا رد	۲۵۳
۲۴۳	قبطیوں کا بنو اسرائیل کو غلام بنانا	۲۵۳
۲۴۴	قال الملا من قوم فرعون ان ھذا لسحر علیم (۱۰۹-۱۲۶)	۲۵۵
۲۴۵	ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو	۲۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۶	سحر کی تعریف اور سحر اور معجزہ میں فرق	۲۵۷
۲۴۷	سحر اور ساحر کا شرعی حکم	۲۵۹
۲۴۸	سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم	۲۵۹
۲۴۹	حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ	۲۶۰
۲۵۰	جادوگروں کے ایمان لانے میں علم کی فضیلت	۲۶۲
۲۵۱	رب موسیٰ و ہارون کہنے کی وجہ	۲۶۲
۲۵۲	فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا	۲۶۳
۲۵۳	آیا فرعون اپنی دھمکی پر عمل کر سکا یا نہیں؟	۲۶۳
۲۵۴	راہ حق میں قربانی دینے کے لیے تیار رہنا	۲۶۴
۲۵۵	وقال الملا من قوم فرعون اتذر موسی (۱۲۷-۱۲۹)	۲۶۴
۲۵۶	فرعون کے معبود کی تفسیر میں اقوال	۲۶۵
۲۵۷	اللہ پر ایمان کامل کی وجہ سے مصائب کا آسان ہو جانا	۲۶۶
۲۵۸	کسی بات کو سمجھنے کے لیے سوال کرنے کا جواز	۲۶۶
۲۵۹	ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین (۱۳۰-۱۴۱)	۲۶۷
۲۶۰	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۲۶۹
۲۶۱	قوم فرعون پر پے در پے بلائیں اور آفتیں نازل کرنے کی حکمت	۲۷۰
۲۶۲	فال اور شگون نکالنے کی تحقیق	۲۷۱
۲۶۳	بد شگونی کی ممانعت کا سبب	۲۷۲
۲۶۴	نیک فال کے جواز کا سبب اور بد فال کو شرک قرار دینے کی توجیہ	۲۷۳
۲۶۵	عورت، مکان اور گھوڑے میں بد شگونی کی توجیہ	۲۷۴
۲۶۶	بد شگونی لینا کفار کا طریقہ ہے	۲۷۵
۲۶۷	کسی چیز سے بد شگونی لینے یا کسی دن کو منحوس قرار دینے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۸	بد شگونی کے سلسلے میں خلاصہ بحث	۲۷۸
۲۶۹	قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل وغیرہ بھیجنے کا عذاب	۲۷۹
۲۷۰	ستر ہزار فرعونیوں کا طاعون میں مبتلا ہونا	۲۸۲
۲۷۱	عقائد میں تقلید کا مذموم ہونا اور فروع میں تقلید کا ناگزیر ہونا	۲۸۲
۲۷۲	بنو اسرائیل کو شام پر قابض کرنا	۲۸۳
۲۷۳	سرزمین شام کی زمین کی فضیلت کے متعلق احادیث	۲۸۵
۲۷۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۲۸۶
۲۷۵	مناسبت اور ربط آیات	۲۸۶
۲۷۶	بنو اسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا اور کس جگہ کسی قوم کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا؟	۲۸۶
۲۷۷	شرک کے فعل کا جہالت اور حماقت ہونا	۲۸۷
۲۷۸	بنو اسرائیل کی ناشکری اور احسان فراموشی	۲۸۸
۲۷۹	کسی مسلمان موحد کو مشرک قرار دینے کا بطلان	۲۸۸
۲۸۰	وواعدنا موسی ثلاثین لیلۃ (۱۴۲-۱۴۷)	۲۸۸
۲۸۱	ربط آیات، مناسبت اور موضوع	۲۹۰
۲۸۲	حضرت موسیٰ کے لیے پہلے تیس راتیں اور پھر دس راتیں مزید مقرر کرنے کی حکمت	۲۹۱
۲۸۳	میقات کا معنی اور کسی کام کی مدت مقرر کرنے کی اصل	۲۹۲
۲۸۴	بندوں کے اعذار کی آخری مدت ساٹھ سال ہے	۲۹۲
۲۸۵	شمسی اور قمری تاریخ مقرر کرنے کا ضابطہ	۲۹۳
۲۸۶	حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا اور ان کو نصیحت فرمانا ان کی شان میں کمی کا موجب نہیں	۲۹۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۷	حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بمنزلہ ہارون ہیں	۲۹۴
۲۸۸	حدیث مذکور سے روافض کا حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال	۲۹۵
۲۸۹	روافض کے استدلال مذکور کا جواب	۲۹۵
۲۹۰	حضرت ابن ام مکتوم کو تمام مغازی میں خلیفہ بنانا	۲۹۵
۲۹۱	حضرت ابن ام مکتوم کی خلافت سے حضرت علی کے متعلق مزعوم خلافت بلافصل پر معارضہ	۲۹۶
۲۹۲	اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق مذاہب اسلام	۲۹۷
۲۹۳	اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار	۲۹۸
۲۹۴	اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کی بعض تفصیلات	۲۹۹
۲۹۵	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب	۳۰۰
۲۹۶	منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات	۳۰۱
۲۹۷	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے قرآن مجید سے دلائل	۳۰۲
۲۹۸	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	۳۰۲
۲۹۹	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر قرآن مجید سے ایک اور دلیل	۳۰۳
۳۰۰	منکرین رویت کے ایک اور اعتراض کا جواب	۳۰۴
۳۰۱	انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینے کے متعلق حدیث	۳۰۴
۳۰۲	"مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت مت دو" اس حدیث کے جوابات	۳۰۵
۳۰۳	دوسرے جواب کے ضمن میں تمام انبیاء پر نبی ﷺ کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۰۵
۳۰۴	گیارھویں جواب کے ضمن میں نبی ﷺ کی شان میں غلو کرنے کی ممانعت	۳۰۶
۳۰۵	صعقہ کا معنی	۳۱۰
۳۰۶	انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلائل	۳۱۱
۳۰۷	دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبی ﷺ پر فضیلت جزی کی تحقیق	۳۱۲
۳۰۸	دیدار نہ کرانے کی تلافی میں کلام سے مشرف فرمانا	۳۱۳
۳۰۹	تورات کی تختیوں کا مادہ 'تعداد اور نزول کی تاریخ	۳۱۳
۳۱۰	تورات میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل مذکور ہونے کی توجیہ	۳۱۴
۳۱۱	تورات کے احکام کا درجہ بہ درجہ ہونا	۳۱۵
۳۱۲	الواح تورات میں نبی ﷺ اور آپ کی امت کی خصوصیات	۳۱۶
۳۱۳	اللہ کی آیات سے کفار کے دلوں کو پھیرنے کی توجیہ	۳۱۸
۳۱۴	تکبر کا لغوی اور شرعی معنی	۳۱۸
۳۱۵	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۱۹
۳۱۶	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث	۳۲۰
۳۱۷	تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا	۳۲۱
۳۱۸	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۳۲۲
۳۱۹	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی' مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات	۳۲۳
۳۲۰	ٹخنوں سے نیچے پائنچے لٹکانے میں علماء دیوبند کا موقف	۳۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۱	مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد	۳۲۵
۳۲۲	شیخ تھانوی کے دلائل پر بحث و نظر	۳۲۶
۳۲۳	شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کے دلائل	۳۲۸
۳۲۴	شیخ کشمیری، شیخ میرٹھی اور جسٹس عثمانی کے دلائل پر بحث و نظر	۳۲۹
۳۲۵	ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۳۰
۳۲۶	ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے متعلق حرف آخر	۳۳۱
۳۲۷	کفار کی نیکیوں کا ضائع ہو جانا	۳۳۲
۳۲۸	فرائض اور واجبات کے ترک پر مواخذہ کی دلیل	۳۳۳
۳۲۹	واتخذ قوم موسی من بعده (۱۴۸۔۱۵۱)	۳۳۳
۳۳۰	بنو اسرائیل کے بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنے کے متعلق روایات	۳۳۴
۳۳۱	کلام کرنے اور ہدایت دینے پر مدار الوہیت کی توجیہ	۳۳۶
۳۳۲	لما سقط فی ایدیھم کا معنی	۳۳۷
۳۳۳	قوم کی گمراہی پر حضرت موسیٰ آیا طور سے واپسی پر مطلع ہوئے یا پہلے	۳۳۸
۳۳۴	غضب کا معنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غضب کا تعین	۳۳۸
۳۳۵	غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۳۹
۳۳۶	غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق احادیث	۳۳۹
۳۳۷	تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنے کی توجیہ	۳۴۱
۳۳۸	حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنے کی توجیہ اور دیگر فوائد	۳۴۲
۳۳۹	حالت غضب میں طلاق دینے کا شرعی حکم	۳۴۳
۳۴۰	شماتت کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۴۵
۳۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء مغفرت کی توجیہ	۳۴۵
۳۴۲	ان الذین اتخذوا العجل سینالھم (۱۵۷-۱۵۲)	۳۴۶
۳۴۳	توبہ قبول کرنے کے باوجود بنو اسرائیل پر عذاب کی وعید کی توجیہ	۳۴۸
۳۴۴	بدعت سیئہ کی تعریف	۳۴۸
۳۴۵	توبہ کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا عموم اور شمول	۳۴۹
۳۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے غصہ کی تلافی کرنا	۳۵۰
۳۴۷	تورات کی تختیاں ٹوٹی تھیں یا نہیں	۳۵۱
۳۴۸	ستر اسرائیلیوں کے انتخاب کے سلسلہ میں مختلف روایات	۳۵۱
۳۴۹	سورۃ البقرہ میں الصاعقہ اور سورۃ الاعراف میں الرجفہ فرمانے کی توجیہ	۳۵۳
۳۵۰	کیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ ستر اسرائیلیوں کی وجہ سے ان کو ہلاکت میں مبتلا کرے گا؟	۳۵۳
۳۵۱	اللہ کے معاف کرنے اور مخلوق کے معاف کرنے میں فرق	۳۵۴
۳۵۲	حضرت موسیٰ نے دنیا اور آخرت کی جس بھلائی کا سوال کیا تھا وہ کیا چیز تھی؟	۳۵۴
۳۵۳	نبی اور رسول کے معنی	۳۵۶
۳۵۴	قرآن اور سنت میں نبی ﷺ پر امی کا اطلاق	۳۵۶
۳۵۵	امی کا لغوی معنی	۳۵۷
۳۵۶	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل	۳۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵۷	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اوران کے جوابات	۳۶۰
۳۵۸	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کے ثبوت میں احادیث	۳۶۰
۳۵۹	نبی ﷺ کے لکھنے کے متعلق محدثین کی تحقیق	۳۶۳
۳۶۰	تورات اورانجیل میں نبی ﷺ کی بشارتوں کے متعلق احادیث	۳۶۸
۳۶۱	موجودہ تورات کے متن میں نبی ﷺ کے متعلق بشارتیں	۳۶۹
۳۶۲	موجودہ انجیل کے متن میں نبی ﷺ کے متعلق بشارتیں	۳۷۱
۳۶۳	امربالمعروف اور نہی عن المنکر میں نبی ﷺ کی خصوصیات	۳۷۳
۳۶۴	اشیاء کو حلال اور حرام کرنا نبی ﷺ کا منصب ہے	۳۷۵
۳۶۵	الطیبات اور الخبائث کی تفسیر میں مذاہب اربعہ	۳۷۶
۳۶۶	بنو اسرائیل کے بوجھ اوران کے طوق کا اتارنا	۳۷۷
۳۶۷	نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۸
۳۶۸	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے شرعی حکم کی تحقیق	۳۸۳
۳۶۹	احادیث اور آثار میں غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کی تصریحات	۳۸۵
۳۷۰	غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات	۳۸۶
۳۷۱	نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں صحابہ کرام کا عمل	۳۸۸
۳۷۲	وفات کے بعد بھی نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم	۳۸۸
۳۷۳	رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ادب اور احترام	۳۸۹
۳۷۴	رسول اللہ ﷺ کا ادب قرآن مجید کے عمل پر مقدم ہے	۳۹۰
۳۷۵	قل یایھا الناس انی رسول اللہ (۱۶۲-۱۵۸)	۳۹۳
۳۷۶	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر قرآن مجید کی آیات	۳۹۴
۳۷۷	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر احادیث	۳۹۵
۳۷۸	وہ معجزات جو سیدنا محمد ﷺ کی ذات مبارکہ میں ہیں اور جو آپ سے صادر ہوئے	۳۹۶
۳۷۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگوں کا مصداق	۳۹۷
۳۸۰	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی نافرمانیاں	۳۹۹
۳۸۱	وسئلھم عن القریۃ (۱۷۱-۱۶۳)	۴۰۰
۳۸۲	نافرمانی پر اصرار کرنے والے اسرائیلوں کو بندر بنانے کی تفصیل	۴۰۲
۳۸۳	تبلیغ کا فرض کفایہ ہونا	۴۰۳
۳۸۴	بعض احکام کا استنباط	۴۰۴
۳۸۵	فلسطین میں اسرائیل کا قیام قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے	۴۰۴
۳۸۶	یہودیوں میں نیکوکار اور بدکار	۴۰۵
۳۸۷	خلف اور خلف کا معنوی فرق	۴۰۶
۳۸۸	گناہوں پر اصرار کے ساتھ اجر وثواب کی طمع کی مذمت	۴۰۶
۳۸۹	واذ اخذ ربک من بنی آدم (۱۸۱-۱۷۲)	۴۰۸
۳۹۰	بنو آدم سے میثاق لینے کے متعلق احادیث	۴۱۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹۱	میثاق لینے کا مقام	۴۱۱
۳۹۲	میثاق حضرت آدم کی پشت سے ذریت نکال کر لیا گیا تھا یا بنو آدم کی پشتوں سے	۴۱۱
۳۹۳	میثاق کے حجت ہونے پر ایک اور اشکال کا جواب	۴۱۲
۳۹۴	کیا یہ میثاق کسی کو یاد ہے؟	۴۱۲
۳۹۵	نبی ﷺ کا اصل کائنات ہونا	۴۱۲
۳۹۶	واتل علیھم نبا الذی کے شان نزول میں مختلف روایات	۴۱۳
۳۹۷	بد عمل اور رشوت خور عالم کی مذمت	۴۱۵
۳۹۸	بد عمل اور رشوت خور عالم کی کتے کے ساتھ مماثلت کا بیان	۴۱۶
۳۹۹	ہانپنے والے کتے کی مثال کا تمام گمراہوں اور کافروں کو شامل ہونا	۴۱۷
۴۰۰	آیات مذکورہ سے مستنبط شدہ احکام شرعیہ	۴۱۷
۴۰۱	ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی جانب سے ہونے کا معنی	۴۱۸
۴۰۲	بہت سے جنات اور انسانوں کو دوزخ کے لیے پیدا کرنے کی توجیہ	۴۱۹
۴۰۳	عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟	۴۲۰
۴۰۴	دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل	۴۲۱
۴۰۵	قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ	۴۲۱
۴۰۶	عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال	۴۲۲
۴۰۷	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۴۲۳
۴۰۸	کفار کا جانوروں سے زیادہ گمراہ ہونا	۴۲۴
۴۰۹	آیت سابقہ سے ارتباط	۴۲۴
۴۱۰	اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی	۴۲۴
۴۱۱	اسم مسمی کا عین ہے یا غیر	۴۲۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۱۲	اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق	۴۲۶
۴۱۳	اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) اسماء کی تفصیل	۴۲۸
۴۱۴	اسم اعظم کی تحقیق	۴۲۹
۴۱۵	الحاد کا معنی	۴۳۰
۴۱۶	اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل	۴۳۰
۴۱۷	اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات	۴۳۱
۴۱۸	اس امت میں بھی حق کی ہدایت دینے والے اور حق کے ساتھ عدل کرنے والے ہیں	۴۳۲
۴۱۹	اجماع کے حجت ہونے پر احادیث	۴۳۲
۴۲۰	والذین کذبوا بایتنا (۱۸۸-۱۸۲)	۴۳۴
۴۲۱	مشکل الفاظ کے معانی	۴۳۵
۴۲۲	تفکر کا معنی	۴۳۶
۴۲۳	جاہل کفار نبی ﷺ کو کیوں مجنون کہتے تھے اور اس کا جواب	۴۳۷
۴۲۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل	۴۳۷
۴۲۵	آیا بغیر دلیل کے ایمان لانا صحیح ہے یا نہیں؟	۴۳۹
۴۲۶	کافروں کو گمراہی پر پیدا کرنے کا معنی	۴۴۰
۴۲۷	آیات سابقہ سے ارتباط	۴۴۰
۴۲۸	مشکل الفاظ کے معانی	۴۴۱
۴۲۹	وقت وقوع قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت	۴۴۱
۴۳۰	علم قیامت کے متعلق لوگوں کے سوالات اور نبی ﷺ کے جوابات	۴۴۲
۴۳۱	نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا	۴۴۳
۴۳۲	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات	۴۴۷
۴۳۳	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وغیرہ دیے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات	۴۴۸
۴۳۴	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کی انحصار کی خصوصیت کا باعث	۴۵۱
۴۳۵	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۴۵۲
۴۳۶	علم کی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۴۵۳
۴۳۷	قرآن اور سنت میں نبی ﷺ کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کی تصریحات	۴۵۷
۴۳۸	نبی ﷺ کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۴۶۱
۴۳۹	شیخ اسماعیل دہلوی کا رسول اللہ ﷺ کی آخرت میں نفع رسانی پر انکار	۴۶۲
۴۴۰	شیخ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا رد اور ابطال	۴۶۳
۴۴۱	اہل بیت اور دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ ﷺ کا آخرت میں نفع پہنچانا	۴۶۴
۴۴۲	نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ	۴۶۶
۴۴۳	اس پر دلیل کہ رسول اللہ ﷺ سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے	۴۶۶
۴۴۴	رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی میں افراط، تفریط اور اعتدال پر مبنی نظریات	۴۶۸
۴۴۵	علم غیب کی تحقیق	۴۶۹
۴۴۶	غیب کا لغوی معنی	۴۶۹
۴۴۷	غیب کا اصطلاحی معنی	۴۷۰
۴۴۸	رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۷۱
۴۴۹	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق احادیث	۴۷۲
۴۵۰	رسول اللہ ﷺ سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ اگر میں غیب کو جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا	۴۸۴
۴۵۱	رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں علماء دیوبند کا نظریہ	۴۸۵
۴۵۲	رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۴۸۶
۴۵۳	ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ (۱۹۵-۱۸۹)	۴۸۸
۴۵۴	ان روایات کی تحقیق جن میں مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حوا نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا	۴۸۹
۴۵۵	جعلا لہ شرکاء (انہوں نے اللہ کے شریک بنالیے) کی توجیہات	۴۹۰
۴۵۶	غلط طریقہ سے نام لینے اور نام بگاڑنے کی مذمت	۴۹۲
۴۵۷	بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق	۴۹۲
۴۵۸	پسندیدہ اور ناپسندیدہ ناموں کے متعلق احادیث	۴۹۲
۴۵۹	عبد النبی نام رکھنے کا شرعی حکم	۴۹۳
۴۶۰	قیامت کے دن انسان کو اس کے باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کے نام کی طرف؟	۴۹۵
۴۶۱	بچوں کا نام محمد رکھنے کی فضیلت	۴۹۷
۴۶۲	بتوں کی بے مائیگی اور بے چارگی	۴۹۹
۴۶۳	ان ولیی اللہ الذی (۲۰۶-۱۹۶)	۵۰۰
۴۶۴	اللہ تعالیٰ اور رسول کے مقرب نیک لوگ ہیں	۵۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۶۵	آیات سابقہ سے ارتباط	۵۰۳
۴۶۶	معاف کرنے، نیکی کا حکم دینے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کے الگ الگ محامل	۵۰۳
۴۶۷	عفو اور درگزر کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۰۳
۴۶۸	عفو اور درگزر کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۴
۴۶۹	رسول اللہ ﷺ کے درگزر کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۵
۴۷۰	نزغ شیطان کا معنی	۵۰۶
۴۷۱	وساوس شیطان سے نجات کا طریقہ	۵۰۶
۴۷۲	وسوسہ شیطان کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض اور اس کے جوابات	۵۰۷
۴۷۳	طائف من الشیطان کا معنی	۵۰۸
۴۷۴	انسان کس طرح غور و فکر کر کے انتقام لینے کو ترک کرے	۵۰۸
۴۷۵	انسان کس طرح غور و فکر کر کے گناہوں کو ترک کرے	۵۰۹
۴۷۶	خوف خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا	۵۱۰
۴۷۷	کفار کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی توجیہ	۵۱۲
۴۷۸	قرآن مجید پڑھنے کے آداب	۵۱۳
۴۷۹	قرآن مجید سننے کا حکم آیا نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا خارج از نماز کو بھی شامل ہے	۵۱۴
۴۸۰	آیا قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ	۵۱۵
۴۸۱	قرآن مجید سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۵۱۶
۴۸۲	امام کے پیچھے قرآن سننے میں مذاہب اربعہ	۵۱۸
۴۸۳	فقہاء حنبلیہ کے اس مسئلہ میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں	۵۱۸
۴۸۴	فقہاء احناف کے نزدیک نماز سری ہو یا جہری، امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے	۵۱۹
۴۸۵	امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۹
۴۸۶	ذکر خفی کی فضیلت	۵۲۰
۴۸۷	معتدل آواز کے ساتھ جہراً ذکر ممنوع نہیں ہے	۵۲۱
۴۸۸	ذکر کے لیے صبح اور شام کے اوقات کی تخصیص کی حکمت	۵۲۱
۴۸۹	فرشتوں کی کثرت عبادت سے انسان کو عبادت پر ابھارنا	۵۲۱
۴۹۰	فرشتوں کی کثرت عبادت ان کی افضلیت کو مستلزم نہیں	۵۲۲
۴۹۱	حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے وله یسجدون کا تعارض اور اس کا جواب	۵۲۲
۴۹۲	سجدہ تلاوت کی تحقیق	۵۲۳
۴۹۳	سجدہ تلاوت کے حکم میں مذاہب فقہاء	۵۲۳
۴۹۴	سجدہ تلاوت کی تعداد میں مذاہب فقہاء	۵۲۴
۴۹۵	حرف آخر	۵۲۶
	سورۃ الانفال	
۱	انفال کا معنی	۵۳۱
۲	سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ	۵۳۲
۳	سورۃ الانفال کا زمانہ نزول	۵۳۲
۴	ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام، اس کی آیتوں کی تعداد اور سبب نزول	۵۳۳
۵	غزوہ بدر کا خلاصہ	۵۳۳
۶	غزوہ بدر کے متعلق احادیث	۵۳۴
۷	سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ	۵۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	سورۃ الانفال کے مقاصد	۵۳۹
۹	یسئلونک عن الانفال (۱۰-۱)	۵۴۰
۱۰	انفال کا معنی اور اس کے مصداق میں مفسرین کے نظریات	۵۴۲
۱۱	مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کرام کا اختلاف	۵۴۳
۱۲	تنفیل (کسی نمایاں کارنامہ پر مجاہدوں کو غنیمت سے زائد انعام دینے) میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۵۴۴
۱۳	تنفیل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۵۴۵
۱۴	تنفیل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۵۴۵
۱۵	تنفیل میں فقہاء احناف کا نظریہ	۵۴۶
۱۶	وجل کا معنی	۵۴۷
۱۷	اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴۷
۱۸	اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق احادیث اور آثار	۵۴۸
۱۹	ایمان میں کمی اور زیادتی کی تحقیق	۵۵۰
۲۰	مال حرام سے نجات کے طریقے	۵۵۱
۲۱	میں یقیناً مومن ہوں یا میں انشاء اللہ مومن ہوں کہنے میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف	۵۵۱
۲۲	مبحث مذکور میں فریقین کے درمیان محاکمہ	۵۵۲
۲۳	”میں یقیناً مومن ہوں“ کہنے کے دلائل	۵۵۳
۲۴	”میں انشاء اللہ مومن ہوں“ کہنے کے دلائل کا تجزیہ	۵۵۳
۲۵	بعض صحابہ کے نزدیک لشکر کفار سے مقابلہ کا ناگوار ہونا اس کا پس منظر اور پیش منظر	۵۵۴
۲۶	ابو سفیان کے قافلہ تجارت پر حملہ کو بعض صحابہ کے ترجیح دینے کا بیان	۵۵۶
۲۷	غزوہ بدر کے دن نبی ﷺ کا گڑ گڑا کر دعا کرنا	۵۵۷
۲۸	جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار	۵۵۸
۲۹	جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء	۵۶۱
۳۰	غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق امام رازی کا تبدیل شدہ نظریہ	۵۶۷
۳۱	غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق مصنف کی تحقیق	۵۶۹
۳۲	اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ و ینزل علیکم (۱۹-۱۱)	۵۷۰
۳۳	غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی امداد کی چھ انواع	۵۷۲
۳۴	جس دن کی صبح جنگ ہونی تھی اس رات مسلمانوں پر نیند کا طاری ہونا	۵۷۹
۳۵	مسلمانوں پر اس رات غنودگی طاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۵۷۳
۳۶	بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ اور بارش کا نزول	۵۷۳
۳۷	بدر کے دن بارش کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۵۷۴
۳۸	بقیہ چار نعمتوں کی تفصیل	۵۷۴
۳۹	رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتیٰ کی بحث	۵۷۶
۴۰	سماع موتیٰ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ	۵۷۷
۴۱	سماع موتیٰ کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار	۵۸۴
۴۲	زحف کا معنی	۵۸۹
۴۳	میدان جنگ سے پسپائی کی دو جائز صورتیں	۵۸۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴	اگر دشمن کی تعداد مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو پھر مسلمانوں کا میدان سے بھاگنا جائز نہیں	۵۹۰
۴۵	میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت قیامت تک کیلئے عام ہے یا یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے	۵۹۱
۴۶	مسلمانوں سے کفار بدر کے قتل کی نفی کے محامل	۵۹۲
۴۷	وما رمیت اذ رمیت کے شان نزول میں مختلف اقوال	۵۹۳
۴۸	نبی ﷺ سے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نفی اور اثبات کے محامل	۵۹۴
۴۹	معجزات کا مقدور ہونا	۵۹۵
۵۰	اچھی آزمائش کا معنی	۵۹۵
۵۱	اللہ نیک مسلمانوں کی نصرت اور حمایت فرماتا ہے' بدکاروں کی نہیں	۵۹۶
۵۲	یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ (۲۰-۲۸)	۵۹۶
۵۳	رسول اللہ کے حکم پر عمل کا واجب ہونا	۵۹۸
۵۴	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا واحد ہونا	۵۹۸
۵۵	اللہ تعالیٰ کی معلومات واقعیہ اور اس کی معلومات فرضیہ	۶۰۰
۵۶	فرض نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے' اور نفل نماز میں ماں کے بلانے پر	۶۰۱
۵۷	مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے	۶۰۲
۵۸	انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حائل ہونے کے محامل	۶۰۳
۵۹	بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی	۶۰۴
۶۰	رحمان کے دو انگلیوں سے کیا مراد ہے	۶۰۵
۶۱	ظالموں پر عذاب کے نزول میں صالحین کا شمول	۶۰۶
۶۲	بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو عذاب کیوں ہوگا؟	۶۰۸
۶۳	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت اور شکر گزاری کرے	۶۰۹
۶۴	اللہ اور رسول سے خیانت کی ممانعت کے شان نزول میں متعدد روایات	۶۱۰
۶۵	حضرت ابولبابہ انصاری کی توبہ	۶۱۱
۶۶	اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کے محامل	۶۱۲
۶۷	امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۱۳
۶۸	امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۱۳
۶۹	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کا معنی	۶۱۷
۷۰	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۱۷
۷۱	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق احادیث	۶۱۷
۷۲	یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم (۲۹-۳۷)	۶۱۸
۷۳	کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں	۶۲۰
۷۴	مومنوں اور کافروں کا دنیا اور آخرت میں فرق	۶۲۰
۷۵	جب نبی ﷺ نے دنیا میں گناہگاروں کے لیے شفاعت کردی ہے تو آخرت میں شفاعت کیوں ہوگی؟	۶۲۱
۷۶	اللہ تعالیٰ کا فضل	۶۲۱
۷۷	کفار قریش کا نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا	۶۲۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۸	اللہ تعالیٰ کا کفار کی سازش کو ناکام کرکے آپ کو ان کے نرغہ سے نکال لانا	۶۲۳
۷۹	نضر بن الحارث کے جھوٹے دعوے	۶۲۴
۸۰	کسی قوم میں جب اس کا نبی موجود ہو تو اس قوم پر عذاب نہیں آتا	۶۲۶
۸۱	کفار کے استغفار کی متعدد تفاسیر	۶۲۶
۸۲	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۲۷
۸۳	جاہل صوفیاء کے رقص و سرود پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۶۲۷
۸۴	قل للذین کفروا (۴۰-۳۸)	۶۲۹
۸۵	سابقہ آیات سے ارتباط اور شان نزول	۶۲۹
۸۶	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۳۰
۸۷	کافر کے سابقہ گناہوں کے بخشنے میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم	۶۳۲
۸۸	زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۳۲
۸۹	زندیق کا معنی اور مفہوم	۶۳۳
۹۰	زندیق، منافق، دہری اور ملحد کی تعریفوں کا باہمی فرق	۶۳۳
۹۱	زندیق کی توبہ اور اس کو قتل کرنے کے شرعی احکام	۶۳۴
۹۲	زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کے الگ الگ محمل	۶۳۴
۹۳	زندیق کی توبہ قبول ہونے پر امام رازی کے دلائل اور تحقیق مقام	۶۳۵
۹۴	فتنہ کا معنی	۶۳۶
۹۵	صرف جزیرۂ عرب سے کفر کا غلبہ ختم کرنا مقصود ہے یا پوری دنیا سے	۶۳۶
۹۶	واعلموا انما غنمتم من شئی (۴۴-۴۱)	۶۳۸
۹۷	ربط مضمون	۶۳۸
۹۸	نفل، تنفیل اور سلب کی مختصر تشریح	۶۳۸
۹۹	فئے کا معنی	۶۳۸
۱۰۰	مال غنیمت کی تعریف	۶۳۹
۱۰۱	خمس کی تقسیم میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۶۳۹
۱۰۲	خمس کی تقسیم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۶۴۰
۱۰۳	خمس کی تقسیم میں فقہاء مالکیہ کا موقف	۶۴۱
۱۰۴	خمس کی تقسیم میں فقہاء احناف کا موقف	۶۴۱
۱۰۵	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۴۳
۱۰۶	فتح بدر میں سیدنا محمد ﷺ کی دلیل نبوت	۶۴۴
۱۰۷	کفار کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	۶۴۴
۱۰۸	مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	۶۴۵
۱۰۹	یایها الذین امنوا اذا لقیتم فئة (۴۸-۴۵)	۶۴۵
۱۱۰	آیات سابقہ سے ارتباط	۶۴۶
۱۱۱	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث	۶۴۶
۱۱۲	دشمن اسلام کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کی فضیلت اور اجر و ثواب	۶۴۷
۱۱۳	دوران قتال اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق احادیث	۶۴۷
۱۱۴	دوران قتال ذکر کے متعلق علماء کے اقوال	۶۴۸
۱۱۵	اختلاف رائے کی بناء پر مخالفت نہ کی جائے	۶۴۹
۱۱۶	مسلمانوں کے زوال کا سبب وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنا ہے	۶۵۰
۱۱۷	مشکل الفاظ کے معانی	۶۵۱
۱۱۸	فخر اور ریا کی مذمت	۶۵۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۹	ابلیس کا سراقہ کی شکل میں آکر کفار کو بہکانا	۶۵۲
۱۲۰	ابلیس کو سراقہ کی شکل میں متشکل ہونے کی قدرت دینے کی حکمت	۶۵۲
۱۲۱	اذ یقول المنفقون (۵۸-۴۹)	۶۵۳
۱۲۲	مقتولین بدر کی بوقت موت کیفیت	۶۵۵
۱۲۳	عذاب کے مستحق کو عذاب نہ دینا بھی جائز ہے	۶۵۶
۱۲۴	اللہ کسی بندہ پر کوئی ظلم نہیں کرتا	۶۵۶
۱۲۵	کفار بدر کا متبعین فرعون کے مماثل ہونا	۶۵۷
۱۲۶	اہل مکہ پر اللہ کی ان نعمتوں کا بیان جن کی انہوں نے ناشکری کی	۶۵۷
۱۲۷	جو قوم خود کو کسی نعمت کا نااہل ثابت کرتی ہے اللہ اس نعمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے	۶۵۸
۱۲۸	اس آیت کا پہلی آیت کی تفصیل ہونا	۶۵۹
۱۲۹	بنو قریظہ کی عہد شکنی	۶۵۹
۱۳۰	مشکل الفاظ کے معانی	۶۶۰
۱۳۱	فریق ثانی کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ ختم کرنے کی صورتیں	۶۶۰
۱۳۲	مسلمانوں کے سربراہ کی عہد شکنی زیادہ مذموم اور زیادہ بڑا گناہ ہے	۶۶۱
۱۳۳	ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا (۶۴-۵۹)	۶۶۲
۱۳۴	ربط آیات اور شان نزول	۶۶۲
۱۳۵	ربط آیات	۶۶۳
۱۳۶	تیر اندازی کے فضائل	۶۶۳
۱۳۷	اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	۶۶۴
۱۳۸	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کے لیے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	۶۶۵
۱۳۹	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں ان کا مصداق	۶۶۷
۱۴۰	نامعلوم دشمنوں کا مصداق	۶۶۸
۱۴۱	دشمنان اسلام کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کی حکمت	۶۶۹
۱۴۲	جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۷۰
۱۴۳	جہاد کی فضیلت کے متعلق احادیث	۶۷۱
۱۴۴	جہاد کی حکمت اور اس سوال کا جواب کہ کافروں کو قتل کرنا اللہ اور رسول کی رحمت کے منافی ہے	۶۷۳
۱۴۵	جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں	۶۷۴
۱۴۶	جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورتیں	۶۷۵
۱۴۷	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط	۶۷۶
۱۴۸	جہاد کے وجوب کی شرائط	۶۷۷
۱۴۹	مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل اور جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۷۸
۱۵۰	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۶۷۹
۱۵۱	جنگی قیدیوں کے فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے پر صاحب ہدایہ کے اعتراض کا جواب	۶۸۲
۱۵۲	کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟	۶۸۲
۱۵۳	دشمن سے صلح کرنے کا حکم آیا منسوخ ہے یا نہیں	۶۸۴
۱۵۴	دشمن سے صلح کرنے یا صلح نہ کرنے کے الگ الگ محمل	۶۸۵
۱۵۵	دشمن کی نیت فاسد ہونے کے باوجود صلح کا جواز	۶۸۶
۱۵۶	اسلام کی نعمت سے عرب کے مخالف دھڑوں کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باہم شیر و شکر ہو جانا	۶۸۶
۱۵۷	عارضی اور فانی محبت اور دائمی اور باقی محبت کے مبادی اور اسباب	۶۸۷
۱۵۸	صحابہ کرام کی باہمی محبت کا سبب	۶۸۸
۱۵۹	حضرت عمر جب اسلام لائے تو مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی؟	۶۸۸
۱۶۰	یایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال (۶۵-۶۹)	۶۸۹
۱۶۱	مسلمانوں پر تخفیف کر کے مشکل حکم کو منسوخ کرنا	۶۹۱
۱۶۲	کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجوہات	۶۹۱
۱۶۳	مشکل الفاظ کے معانی	۶۹۲
۱۶۴	بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا	۶۹۲
۱۶۵	مال دنیا کی طمع کی وجہ سے بعض صحابہ پر عتاب نازل ہوا نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر فدیہ کو ترجیح دینے کی وجہ سے	۶۹۳
۱۶۶	عتاب کی دوسری وجہ بلا اجازت مال غنیمت لینا ہے	۶۹۴
۱۶۷	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے جوابات	۶۹۶
۱۶۸	مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل	۶۹۷
۱۶۹	بدر میں بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب نہ آنے کا سبب کیا تھا؟	۶۹۹
۱۷۰	یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری (۷۰-۷۵)	۷۰۰
۱۷۱	بدر میں رسول اللہ ﷺ کے غیب کی خبر دینے سے متاثر ہو کر حضرت عباس کا مسلمان ہونا	۷۰۲
۱۷۲	بدر کے قیدیوں سے جو مال غنیمت لیا گیا تھا مسلمان ہونے کے بعد ان کو اس سے زیادہ مال مل جانا	۷۰۴
۱۷۳	اللہ تعالیٰ کا علم ماضی، حال اور مستقبل تمام زمانوں کو محیط ہے	۷۰۵
۱۷۴	اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے کفار کی خیانت کا بیان	۷۰۶
۱۷۵	عہد رسالت میں مومنین کی چار قسمیں	۷۰۷
۱۷۶	مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت	۷۰۷
۱۷۷	مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا مشروع پھر منسوخ ہونا	۷۰۹
۱۷۸	ولایت کا معنی	۷۰۹
۱۷۹	کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا	۷۱۰
۱۸۰	دو مختلف ملتوں کے ماننے والوں کے مابین دوستی اور وراثت جائز نہیں	۷۱۲
۱۸۱	مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف	۷۱۲
۱۸۲	ہجرت کی تعریف اور ہجرت کے متعلق مختلف النوع احادیث	۷۱۲
۱۸۳	ہجرت کے مختلف معانی	۷۱۴
۱۸۴	ہجرت کے مختلف النوع احادیث میں تطبیق	۷۱۵
۱۸۵	فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات	۷۱۵
۱۸۶	دار الکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم	۷۱۶
۱۸۷	ہجرت کی اقسام	۷۱۷
۱۸۸	ہجرت الی اللہ کی توضیح	۷۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۹	ذوالارحام کی تعریف' ان کے مصادیق اور ان کی وراثت کے ثبوت میں احادیث	۷۱۸			
۱۹۰	اختتامی کلمات اور دعا	۷۱۸			
۱۹۱	ماخذ و مراجع	۷۲۱			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا
لکل شیٔ عند العارفین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوۃ اللہ
عن صلوۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القرآن وبین
لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القرآن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس
والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین
امام الاولین والاخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ
فی کتاب مبین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ
الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ
الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور
نفسی ومن سیات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللھم ارنی
الحق حقا وارزقنی اتباعہ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ اللھم اجعلنی
فی تبیان القرآن علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ
والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہ اللھم الق فی
قلبی اسرار القرآن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القرآن ونورنی بانوار
الفرقان واسعدنی لتبیان القرآن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی
مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا
عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم
الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی
زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام
بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی
وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت
ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت امین
یا رب العالمین۔

Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے۔ جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے نزدیک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ و سلام کا سیدنا محمد پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا' ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں۔ قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہو گا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں' تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں' یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے' اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا' اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما' اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تحریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لیے کھول دے۔ مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر۔ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقہ سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔ اے اللہ اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لیے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے۔ اس کو قیامت تک کے لیے تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنا دے۔ اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' اور نجات کا وسیلہ بنا اور قیامت تک کے لیے اس کو صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما۔ اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما' کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

سُورَةُ الْاَعْرَافِ

(۷)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الاعراف

سورت کا نام

زیادہ مشہور اور محقق یہ ہے کہ اس سورت کا نام "الاعراف" ہے۔ علامہ سید محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ عرف سے بنا ہے اس کا معنی بلندی ہے اور اس کا معنی جاننا اور پہچاننا بھی ہے۔ الاعراف جنت اور دوزخ کی درمیانی سرحد کا نام ہے۔ اصحاب الاعراف کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں' وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے دوزخ کے مستوجب نہ ہوں اور برائیوں کی وجہ سے جنت کے مستحق نہ ہوں' پس وہ جنت اور دوزخ کے درمیان حجاب میں ہوں گے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اہل جنت اور اہل نار کو پہچاننے والے ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ اصحاب الاعراف انبیاء ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اصحاب الاعراف ملائکہ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ (الاعراف:۴۸) اصحاب الاعراف نے ندا کی۔

(تاج العروس' ج ۶' ص ۱۹۴' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

اس سورت کا نام الاعراف اس لیے ہے کہ اس سورت میں الاعراف کا ذکر ہے:

وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ○ (الاعراف: ۴۶)

اور جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک حجاب ہے اور الاعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو جنتیوں اور دوزخیوں میں سے ہر ایک کو ان کی علامت سے پہچان لیں گے اور وہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو' وہ (اصحاب الاعراف) جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور وہ اس کے امیدوار ہوں گے۔

حدیث میں بھی اس سورت کو سورت الاعراف سے تعبیر فرمایا ہے۔

مروان بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ کیا وجہ ہے کہ تم مغرب کی نماز میں قصار مفصل (سورہ البینہ: ۹۸ سے لے کر آخر قرآن تک چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہو! حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی

Marfat.com

نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ مروان نے کہا: میں نے پوچھا بڑی بڑی سورتیں کون سی ہیں؟ حضرت زید نے کہا: الاعراف اور دوسری الانعام ہے۔ حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں نے ان سے خود پوچھا تو انہوں نے فرمایا: المائدہ اور الاعراف۔

(سنن ابوداؤد' ج ا' رقم الحدیث: ۸۱۲' صحیح البخاری' ج ا' رقم الحدیث: ۷۶۴' سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۸۹)

سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں' ان کو السبع الطوال کہا جاتا ہے' وہ یہ ہیں: البقرہ' آل عمران' النساء' المائدہ' الانعام' الاعراف اور الانفال' اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہوں' ان کو ذوات المئین کہتے ہیں اور جن میں اس سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں۔ سورۃ الحجرات سے البروج تک طوال مفصل ہیں اور البروج سے البینہ تک اوساط مفصل ہیں اور البینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔

(در مختار و رد المحتار' ج ا' ص ۳۶۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سورت کا نام المص ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مروان سے فرمایا: اے عبد الملک کیا تم (ہمیشہ) مغرب میں قل ھو اللہ احد اور انا اعطینک الکوثر پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے قسم کھا کر فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ المص۔

(سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۸۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

لیکن مشہور اور محقق قول یہی ہے کہ اس سورت کا نام الاعراف ہی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الاعراف کو پڑھا اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ (سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۹۰' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

الاعراف کا معنی اور مصداق

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ الاعراف العرف کی جمع ہے اور اس کا معنی بلند جگہ ہے۔ البتہ یحییٰ بن آدم نے کہا: کہ میں نے کسائی سے اس کے واحد کے متعلق پوچھا تو وہ خاموش رہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۸' ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بھی ہوں اور گناہ بھی ہوں۔ ان کے گناہ ان کو جنت سے روک دیں اور ان کی نیکیاں ان کو دوزخ سے روک لیں۔ وہ اسی حالت میں رہیں گے حتیٰ کہ اللہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ پھر ان کے درمیان اپنا حکم جاری فرمائے گا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اصحاب الاعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ اللہ فرمائے گا: میرے فضل اور میری بخشش سے جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر آج نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ تم مغموم ہو گے۔

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کا ایک گناہ بھی نیکیوں سے زیادہ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا اور جس شخص کی ایک نیکی بھی اس کے گناہوں سے زیادہ ہوئی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی:

Marfat.com

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ (الاعراف:۸-۷)

اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

پھر فرمایا: ایک رائی کے دانہ کے برابر وزن سے بھی میزان کا پلڑا جھک جاتا ہے اور فرمایا: جس شخص کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوگا' ان کو پل صراط پر ٹھہرادیا جائے گا' پھر وہ اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچان لیں گے۔ جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے سلام علیکم اور جب ان کی نظریں بائیں جانب کی طرف پھیری جائے گی تو وہ اہل دوزخ کو دیکھیں گے اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا اور دوزخیوں کے ٹھکانوں سے اللہ کی پناہ چاہیں گے اور جو نیکیوں والے ہوں گے ان کو ان کی نیکیوں کا نور دیا جائے گا وہ اس نور کی روشنی میں اپنے سامنے اور اپنے آگے چلیں گے' اس دن ہر بندے اور ہر بندی کو نور دیا جائے گا اور جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو اللہ ہر منافق اور ہر منافقہ کا نور سلب فرما لے گا اور جب اہل جنت منافقوں کا حال دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے۔ اور رہے اصحاب الاعراف تو ان کا نور بھی ان کے سامنے ہوگا اور ان سے چھینا نہیں جائے گا' اور اس موقع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے: وہ (اصحاب الاعراف) جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ اس کے امیدوار ہیں۔ (الاعراف:۴۶) حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ ایک برائی کرتا ہے تو اس کی صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے پھر فرمایا: جس کی دس نیکیوں پر ایک گناہ غالب آگیا وہ ہلاک ہوگیا (یعنی جس کی نیکیوں کو دس سے ضرب دینے کے باوجود اس کے گناہ زیادہ ہوئے) عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ الاعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے اور اصحاب الاعراف اس جگہ ہوں گے حتیٰ کہ جب اللہ ان کو عافیت میں لینا چاہے گا تو ان کو ایک دریا کی طرف لے جائے گا جس کو حیات کہا جاتا ہے' اس کے دونوں کنارے سونے کے سرکنڈے ہیں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں اور ان کی مٹی مشک ہے ان کو اس دریا میں ڈالا جائے گا' حتیٰ کہ ان کا رنگ سفید چمک دار ہو جائے گا' پھر اللہ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا: تم جو چاہو تمنا کرو' پھر وہ تمنا کریں گے اور جب ان کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ ان سے فرمائے گا: تم نے جو تمنائیں کی ہیں' تم کو وہ بھی ملیں گی اور ان کا ستر گنا اضافہ بھی ملے گا۔ وہ جنت میں داخل ہوں گے درآنحالیکہ ان کے سینوں پر سفید تل ہوں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا یہ جنت کے مساکین ہیں۔

(جامع البیان' ج ۸' ص ۲۵۱-۲۴۹' ملتقطاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے: الاعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے۔ اس پر حضرت عباس' حضرت حمزہ' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت جعفر ذوالجناحین رضی اللہ عنہم ہوں گے۔ وہ اپنے محبت کرنے والوں کو پہچان لیں گے جن کے چہرے سفید ہوں گے اور ان سے بغض رکھنے والوں کو بھی پہچان لیں گے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' اور زہراوی نے بیان کیا ہے کہ یہ ہر امت کے نیک لوگ ہوں گے جو لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ نحاس نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار پر ہوں گے' زجاج نے کہا یہ انبیاء ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے صغیرہ گناہوں کا دنیا میں تکلیفوں اور مصیبتوں سے کفارہ ادا نہیں ہوا اور ان کے کبیرہ گناہ نہیں ہوں گے۔ ان کو جنت

Marfat.com

میں جانے سے روک لیا جائے گا تاکہ ان کو غم ہو جو ان کے صغائر کے مقابلہ میں ہو۔ حضرت ابو حذیفہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہمانے یہ تمنا کی تھی کہ وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ملائکہ ہیں جو لوگوں کو جنت اور دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے مومنوں اور کافروں کو ممتاز کریں گے یہ ابو مجلز کا قول ہے۔ ان پر اعتراض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاعراف کو رجال کہا ہے اور فرشتوں کو رجال نہیں کہا جاتا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ فرشتے مذکر ہیں مونث نہیں ہیں اس لیے ان پر رجال کا اطلاق بعید نہیں ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے اور بھی کئی اقوال لکھے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۸' ص ۱۹۱-۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور اس کی دو سو چھ آیتیں ہیں۔ امام رازی' علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی آٹھ آیتیں مدنی ہیں۔ آیت ۱۶۳ سے لے کر آیت ۱۷۰ تک جو وسئلھم عن القریۃ سے شروع ہوتی ہیں' نیز امام رازی نے لکھا ہے یہ سورت' سورت ص کے بعد نازل ہوئی ہے۔

حضرت جابر بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ سورت ترتیب نزول کے اعتبار سے انتالیسویں سورت ہے۔ اور سورہ ص کے بعد اور سورہ جن سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ متعدد رجال نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس سے کوئی آیت مستثنیٰ نہیں ہے۔ (روح المعانی' جز ۸' ص ۸۲)

اس سورت کی تمام آیات محکم ہیں۔ البتہ ابن زید کے نزدیک اس سورت کی حسب ذیل دو آیتیں منسوخ ہیں:

وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ اِنَّ كَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ (الاعراف: ۱۸۳) اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

اس آیت کو منسوخ قرار دینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں خبر ہے اور نسخ انشاء (احکام) میں ہوتا ہے۔ خبر کو منسوخ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے غلط خبر دی تھی اور اب صحیح خبر دی ہے۔ (العیاذ باللہ) اور احکام میں نسخ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک آیت میں ایک حکم مطلق بیان فرمایا تھا اور اب دوسری آیت میں اس حکم کی مدت یا استثناء کو بیان فرمادیا اور نسخ کا معنی اس حکم کی مدت یا استثناء کا بیان ہے۔ اس لیے احکام میں نسخ جائز ہے۔

دوسری آیت یہ ہے:

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِیۡنَ (الاعراف: ۱۹۹) معاف کرنا اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے منہ پھیر لیجئے۔

اس آیت کے متعلق سدی اور ابن زید نے یہ کہا ہے: کہ یہ آیت' آیت جہاد سے منسوخ ہے۔ لیکن یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں کفار سے قتال کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت میں نبی ﷺ کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ نبی ﷺ کفار اور مشرکین اور دیگر فساق اور فجار کی باطل باتوں اور قبیح حرکتوں سے ملول خاطر نہ ہوں۔ آپ ان کی سختیوں کے باوجود ان کے ساتھ نرم سلوک کرتے تھے۔ ان کی بدی کا جواب نیکی سے اور ان کی برائیوں کا جواب اچھائیوں سے دیتے تھے اور اسی پاکیزہ سیرت پر برقرار رہنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ سورۃ الاعراف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

Marfat.com

الاعراف، الانعام سے زیادہ طویل ہے کیونکہ الانعام ایک پارہ کی ہے اس میں ۲۰ رکوع اور ۱۶۵ آیتیں ہیں۔ اور الاعراف سوا پارہ کی ہے اس میں چوبیس رکوع اور ۲۰۶ آیتیں ہیں۔

سورۃ الاعراف کا زمانہ نزول

علامہ ابن عاشور نے لکھا ہے کہ میں اس پر مطلع نہیں ہو سکا کہ سورۃ الاعراف کے نزول کی صحیح تاریخ کیا ہے۔ جابر بن زید سے مروی ہے کہ یہ سورت سورۂ جن سے پہلے اور سورۂ ص کے بعد نازل ہوئی ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۂ جن ابتداء اسلام میں نازل ہوئی ہے، جب سیدنا محمد ﷺ کی دعوت کا ظہور ہوا تھا اور یہ ایام حج کا موقع تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے اور یہ غالباً بعثت کا دوسرا سال تھا۔ اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ سورہ اعراف اس مدت میں نازل ہوئی تھی کیونکہ سات طویل سورتیں بعثت کے ابتدائی دور میں نازل نہیں ہوئیں۔ (التحریر والتنویر، ج ۸، ص ۷-۶)

اس سورت کے مضامین پر غور کرنے سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہے جس زمانہ میں سورۃ الانعام نازل ہوئی تھی۔ اس لیے ہم اب سورت کے مضامین اور مقاصد کو بیان کر رہے ہیں جن پر نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد

مکی سورتوں میں سورۃ الاعراف سب سے لمبی سورت ہے۔ اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد بیان کیے گئے ہیں اور اس میں تنبیہ اور تہدید کا رنگ نمایاں ہے۔ اس کے مضامین اور مقاصد کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱- قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس سورت کو اس عنوان سے شروع کیا گیا ہے کتب انزل الیک (الآیہ) یہ عظیم کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔ لہٰذا آپ کے دل میں اس سے تکلیف نہ ہو تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ (الاعراف: ۲) یہ رسول اللہ ﷺ کا دائمی معجزہ ہے اور قیامت تک کے لیے آپ کی نبوت پر دلیل ہے۔ کیونکہ چیلنج کے باوجود کوئی شخص اس کی کسی سورت یا آیت کی نظیر نہیں لا سکا۔ سو پہلے آپ کی رسالت پر دلیل کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد پیغام رسالت کا ذکر فرمایا اور توحید اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔

۲- اس سورت کی آیت ۱۱ سے آیت ۲۷ تک حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر ہے اور فرشتوں کے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور شیطان کے تکبر کرنے اور حضرت آدم کے ساتھ اس کی دشمنی اور اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا بیان ہے۔ حضرت آدم کی جنت سے ہجرت اور ان کا زمین پر نزول ذکر فرمایا ہے۔

۳- اس سورت کی آیت ۳۵ میں وحی رسالت کا بیان ہے۔ اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم سے میری آیتوں کا بیان کریں تو جس نے تقویٰ اور نیکی کو اختیار کیا تو ان لوگوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۴- اس سورت کی آیت ۳۶ سے آیت ۴۱ تک مشرکین اور مکذبین کے اخروی انجام کا ذکر فرمایا۔ کفار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان نہ لانے کے جو باطل عذر بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا جو جواب دیا جائے گا، اس کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے عذاب کا بیان فرمایا ہے۔

۵- اس سورت کی آیت ۴۲ سے آیت ۴۵ تک آخرت میں خصوصاً حشر کے دن مومنین کے حالات اور ان کا اہل دوزخ سے مکالمہ بیان فرمایا ہے اور آیت ۴۶ سے آیت ۴۹ تک اہل اعراف کا ان سے مکالمہ بیان فرمایا ہے اور آیت ۵۰ سے آیت ۵۲ تک

Marfat.com

اہل دوزخ کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔

۶۔ اس سورت کی آیت ۵۳ سے آیت ۵۸ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی وحدانیت پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور اس ضمن میں اپنی عطا کردہ نعمتوں سے استدلال فرمایا ہے۔ مثلاً آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمانا' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج' چاند اور ستاروں کا مسخر ہونا اور زمین سے پھلوں کو پیدا فرمانا اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اور انسانوں کو اس کائنات سے فوائد حاصل کرنے کا جو اختیار عطا فرمایا ہے اور اس کو دیگر مخلوقات پر جو فضیلت عطا فرمائی ہے' یہ تمام نعمتیں انسانوں کو یاد دلائی ہیں۔

۷۔ اس سورت کی آیت ۵۹ سے آیت ۱۷۱ تک انبیاء سابقین علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آیت ۵۹ سے آیت ۶۴ تک حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کا پیغام دیا' ان کی قوم نے اس کا کیا جواب دیا اور پھر ان پر جو غرقابی کا عذاب آیا' آیت ۶۵ سے آیت ۷۲ تک حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان کے پیغام کو مسترد کرنے پر ان کی قوم کے اوپر عذاب بھیجنے کا ذکر ہے۔ آیت ۷۳ سے آیت ۷۹ تک حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کیا اور ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر ان پر عذاب آیا۔ آیت ۸۰ سے آیت ۸۴ تک حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ان کی قوم ہم جنس پرستی کا شکار تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے منع فرمانے کے باوجود باز نہ آئی اور عذاب کا شکار ہوئی۔ آیت ۸۵ سے آیت ۱۰۲ تک حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ان کی قوم ناپ تول میں کمی کرنے میں مبتلا تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود باز نہ آئی اور عذاب کا شکار ہوئی۔ اس قصہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف اطوار سے مشرکوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے اور اپنی رحمت کے حصول کی طرف متوجہ کیا ہے۔ آیت ۱۰۳ سے آیت ۱۷۱ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طویل قصہ بیان فرمایا ہے۔ ان کے معجزات' فرعون کے دربار میں ان کا جانا' فرعون کے ساحروں پر غالب آنا' بنو اسرائیل کی فرعون سے نجات اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے مقابلہ میں ان کی سرکشی' ان تمام امور کا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ان آیتوں کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے بھی خطاب ہے اور سابقہ قوموں کی سرکشی کی وجہ سے ان پر جو عذاب آیا اس سے اہل مکہ کو ڈرایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے اور سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کی بشارت دی ہے اور آپ کے دین اور آپ کی امت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

۸۔ آیت ۱۷۲ سے آیت ۲۰۶ تک اہم امور یہ ہیں: آیت ۱۷۲ سے آیت ۱۷۴ تک اولاد آدم سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔ آیت ۱۷۵-۱۷۴ میں بلعم باعور کا ذکر ہے۔ آیت ۱۸۶-۱۷۶ تک گزشتہ امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے' کفار کی شقاوت اور محرومی اور کفار کو ڈھیل دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت ۱۸۸-۱۸۶ تک وقوع قیامت کا علم اور علم غیب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت ۱۹۰-۱۸۹ سے دوبارہ انسان کی پیدائش اور حضرت آدم اور حضرت حواء کا ذکر ہے۔ آیت ۱۹۸-۱۹۱ تک شرک کا تفصیل سے رد فرمایا ہے۔ آیت ۲۰۶-۱۹۹ تک مکارم اخلاق' شیطان کے اغواء سے بچنے' اتباع وحی اور رجوع الی اللہ کا بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی باہمی مناسبت

۱۔ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ جو امور سورۃ الانعام میں اجمالاً بیان کیے گئے' ان کو اس سورت میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً انبیاء سابقین علیہم السلام کا الانعام میں اجمالاً ذکر تھا اس سورت میں ان کا ذکر بہت تفصیل سے کیا گیا ہے گویا کہ سورۃ الانعام بہ منزلہ متن ہے اور سورۃ الاعراف بہ منزلہ شرح ہے۔

Marfat.com

۲- سورۃ الانعام میں اجمالاً فرمایا تھا ھو الذی خلقکم من طین (الانعام: ۲) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور اس سورت میں بہت تفصیل سے بتایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کس طرح پیدا ہوئے اور اولاد آدم سے میثاق لینے کا ذکر فرمایا ہے۔

۳- سورۃ الانعام میں فرمایا تھا کتب علی نفسہ الرحمۃ (الانعام: ۱۲) اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنی ذات پر رحمت لازم کرلی ہے اور اس سورت میں اس رحمت کو تفصیل سے بیان فرمایا:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ (الاعراف: ۱۵۶)

اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے سو میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

۴- الانعام کے آخر میں فرمایا تھا:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ (الانعام: ۱۵۳)

اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے لہٰذا اس پر چلو۔

اور اس سورت کے اول میں اس سیدھے راستہ کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (الاعراف: ۲-۳)

یہ عظیم کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے سو آپ کے دل میں اس (کی تبلیغ) سے تنگی نہ ہو تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے ۝ (اے لوگو!) اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر (اپنے) دوستوں کی پیروی نہ کرو۔

۵- الانعام میں فرمایا تھا:

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (الانعام: ۱۶۴)

پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں اس چیز کی خبر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اور اس سورت کے شروع میں اس دن کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ۝ (الاعراف: ۶-۷)

تو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اور بے شک ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے اور ہم ان پر ان کے احوال اپنے علم سے ضرور بیان کریں گے اور ہم (ان سے) غائب نہ تھے۔

۶- سورۃ الانعام میں فرمایا تھا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (الانعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لے کر آئے تو اس کے لیے اس کی مثل دس نیکیاں ہیں اور جو شخص برائی لے کر آئے تو اسے صرف اسی ایک برائی کی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور نیک اعمال پر جزاء اور برے اعمال پر سزا میزان پر نیکیوں اور برائیوں کے وزن کرنے کے بعد مترتب اور متحقق ہوگی اور وزن کرنے کا بیان سورۃ الاعراف میں ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۟الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ (الاعراف: ۹-۸)

اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے' پھر جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے ○

یہ چند وجوہ سورۃ الانعام اور الاعراف میں باہم ربط اور مناسبت کی ہیں جو خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی نکات آفرینی سے ماخوذ ہیں۔ سورۃ الاعراف کے تعارف میں یہ چند ضروری امور بیان کرنے کے بعد ہم اب اس سورت کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔ الٰہ العالمین! اس سورت اور باقی تمام سورتوں کی تفسیر میں میری غیب سے مدد فرما' مجھے غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ اور مامون رکھ اور مجھے صراط مستقیم پر قائم اور برقرار رکھ اور مجھے وہ مضامین القا فرما جو حق اور صواب ہوں اور تیری رضا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا موجب ہوں!

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰيَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورہ الاعراف مکی ہے اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓمّٓصٓ ۞۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ

الٓ مٓ صٓ ○ یہ عظیم کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، سو آپ کے دل میں اس (کی تبلیغ) سے تنگی نہ ہو

مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ

تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے ○ (اے لوگو!) اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب

رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۞۳

کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے دوستوں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو ○

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۞۴

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا، پس ان پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے ○

Marfat.com

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم

ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ

تھے ۝ پس ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷

رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے ۝ پھر ہم خود کامل علم کے ساتھ ان کے تمام احوال بیان کریں گے، ہم غائب تو نہیں تھے ۝

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے، پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

کامیاب ہیں ۝ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے

اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ

والے ہیں کیونکہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے ۝ اور ہم نے تم کو زمین پر قابض کر دیا

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ ع

اور تمہارے لیے اس (زمین) میں اسباب زیست فراہم کیے (مگر) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو ۝

ع ۸/۱

الٓمٓصٓ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام میم صاد ۝ (الاعراف: ۱)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو بھی ان حروف مقطعات سے شروع فرمایا تاکہ ایک بار پھر یہ تنبیہ ہو کہ قرآن مجید معجز کلام ہے اور اس چیلنج کی طرف پھر اشارہ ہو کہ کوئی جن اور انسان قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکتا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ یہ قرآن عربوں کی لغت اور ان کے حروف تہجی مثلاً الف' لام' میم' صاد وغیرہ سے مرکب ہے۔ اگر منکرین کے زعم کے مطابق یہ کسی انسان کا کلام ہے تو ان ہی حروف سے مرکب کر کے وہ بھی قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی مثل کلام بنا کر لے آئیں کیونکہ یہ کلام ان حروف ہجاء سے مرکب ہے جن سے تمام اہل عرب اپنے کلام کو مرکب کرتے ہیں اور جب باوجود شدید مخالفت اور علوم و معارف کی روز افزوں ترقی کے چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی کوئی منکر اس کلام کی نظیر نہ لا سکا تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

Marfat.com

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ المص کا معنی ہے انا اللہ افصل (میں اللہ' تفصیل کرتا ہوں) امام رازی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ ان حروف کی رعایت سے اس کا معنی انا اللہ اصلح (میں اللہ اصلاح کرتا ہوں) بھی ہو سکتا ہے اور اول الذکر کی ثانی الذکر پر ترجیح کی کوئی دلیل نہیں ہے اور میم کی رعایت سے انا اللہ الملک (میں اللہ بادشاہ ہوں) بھی ہو سکتا ہے اس لیے ان حروف کو اول الذکر معنی پر محمول کرنا ترجیح بلا مرجح اور بلا دلیل ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ المص اللہ تعالیٰ کا اسم ہے' لیکن یہ بھی بلا دلیل ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ المص کسی نبی کا نام ہو یا کسی فرشتے کا نام ہو بلکہ تحقیق یہ ہے کہ المص اس سورت کا اسم لقب ہے اور یہ اس سورت کا اسم بھی ہو سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۱۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زیادہ صحیح یہ ہے کہ حروف مقطعات اوائل سور کے اسرار ہیں اللہ تعالیٰ نے اس راز سے صرف نبی ﷺ کو مطلع فرمایا ہے اور نبی ﷺ کے وسیلہ اور فیض سے اللہ تعالیٰ نے اولیاء عارفین اور علماء کاملین میں سے جن کو چاہا' ان اسرار سے مطلع فرمایا ان حروف کی زیادہ تحقیق اور وضاحت ہم نے البقرہ: ۱ میں کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ عظیم کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے' سو آپ کے دل میں اس (کی تبلیغ) سے تنگی نہ ہو تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے ○ (الاعراف: ۲)

قرآن مجید کی تبلیغ میں نبی ﷺ کے حرج یا شک کی تحقیق

حرج کا معنی ہے تنگی (المفردات' ص ۱۱۲) حدیث میں ہے بنو اسرائیل سے احادیث بیان کرو' اس میں حرج نہیں ہے' یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے یا اس پر پابندی نہیں ہے۔ (النہایہ' ج ۱' ص ۳۶۱' الفائق' ج ۱' ص ۲۳۸' مجمع بحار الانوار' ج ۱' ص ۴۶۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تبلیغ میں اس خوف سے آپ کا دل تنگ نہ ہو کہ کفار آپ کی تکذیب کریں گے' اس آیت میں آپ کو قرآن مجید سے ڈرانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس سے پہلے یہ فرمایا کہ آپ کے دل میں اس کی تبلیغ سے تنگی نہ ہو کیونکہ قرآن مجید کی تبلیغ کرنا اور اس سے ڈرانا اسی وقت کامل ہو گا جب آپ کے دل میں اس کی تبلیغ سے تنگی نہ ہو۔ اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی ہے' اس لیے آپ کو یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت آپ کے ساتھ ہے لہٰذا آپ کے دل میں اس کی تبلیغ سے تنگی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ جس کا اللہ حافظ اور ناصر ہو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا سو آپ قرآن مجید کی تبلیغ کرنے' اس سے ڈرانے اور اس کے ساتھ نصیحت کرنے میں مشغول رہیں اور کفار' اور مشرکین کی مخالفت کی مطلقاً پروانہ کریں۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جو تم کو معلوم نہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مجھے آج تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو جو کچھ مال عطا کیا ہے وہ حلال ہے (جب تک اللہ تعالیٰ اس کو حرام نہ فرمائے۔ اس کا مقصد ان مشرکوں کا رد کرنا ہے جنہوں نے از خود بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کو حرام کر لیا تھا) میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ (فطرتاً) باطل سے دور رہنے والے تھے اور بے شک ان کے پاس شیطان آئے اور انہوں نے ان کو دین (برحق) سے پھیر دیا اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں' وہ انہوں نے ان پر حرام کر دیں' اور ان کو میرے ساتھ

Marfat.com

شرک کرنے کا حکم دیا جس (شرک) پر میں نے کوئی دلیل نہیں قائم کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور اہل کتاب کے چند باقی لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے ناراض ہوا اور اللہ نے فرمایا میں نے تم کو آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے سبب سے (دوسروں کی) آزمائش کے لیے' میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا۔ تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھو گے' اور بے شک اللہ نے مجھے قریش کو جلانے کا حکم دیا ہے' میں نے کہا اے میرے رب! وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیں گے' اللہ نے فرمایا ان کو اس طرح نکال دو جس طرح انہوں نے تم کو نکالا ہے' تم ان سے جہاد کرو' ہم تمہاری مدد کریں گے' تم خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں گے' تم ایک لشکر بھیجو ہم اس سے پانچ گنا لشکر بھیجیں گے۔ اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اپنے نافرمانوں کے خلاف جنگ کرو۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم' صفۃ الجنۃ: ۶۳' (۲۸۶۵) ۷۰۷۴' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۸۰۷۰)

یہ حدیث اس آیت کی بہ منزلہ تفسیر ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ نبی ﷺ کو کفار اور مشرکین کی مخالفت اور ان کی ضرر رسانی کا خدشہ تھا اور آپ کو اس سے پریشانی تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور قرآن کریم کی تبلیغ اور اشاعت سے آپ کا دل تنگ نہ ہو' اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت آپ کے ساتھ ہے لہٰذا آپ ان کی مخالفت کی بالکل پروانہ کریں۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ باوجود بسیار کوشش اور پرزور تبلیغ کے مشرکین اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھے اور کفر' عناد اور سرکشی پر اصرار کرتے تھے۔ اس سے نبی ﷺ کو بے حد قلق اور رنج ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کے دل میں رنج اور تنگی نہ ہو تاکہ آپ کشادہ دلی اور پوری لگن کے ساتھ ان کو اس قرآن کے ذریعہ اخروی عذاب سے ڈراتے رہیں' اس معنی کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف: ۶)	اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو کہیں فرط غم سے آپ جان دے دیں گے۔
لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: ۳)	(لگتا ہے) اگر وہ ایمان نہ لائے تو شاید آپ (فرط غم سے) جان دے دیں گے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' قتادہ اور سدی سے اپنی اسانید کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت میں حرج شک کے معنی میں ہے یعنی آپ کے دل میں قرآن مجید کے متعلق شک نہ ہو۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۱۵۴-۱۵۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی حرج کی تفسیر میں اس معنی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شک کو حرج اس لیے کہتے ہیں کہ شک کرنے والے کے دل میں تنگی ہوتی ہے اس کے برخلاف یقین کرنے والے کو شرح صدر ہوتا ہے پھر اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے:

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (یونس: ۹۴)	اگر آپ (بہ فرض محال) اس چیز کے متعلق شک میں ہوں جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے نزدیک نبی ﷺ کی طرف قرآن مجید میں شک کرنے کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ شک ایمان کے منافی ہے' اس لیے یہ محال ہے کہ نبی ﷺ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں شک کریں۔ علاوہ ازیں لغت کی کسی کتاب میں حرج کا معنی شک نہیں ہے اور مجاز پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس اس کے خلاف پر قرائن ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت سے استشہاد کرنا باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اس میں لفظ "اگر" کے ساتھ کلام ہے جس سے شک کا وقوع ثابت نہیں اور ثانیاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں نبی ﷺ مخاطب نہ ہوں بلکہ عام سننے والا مخاطب ہو۔ ہمارے استاذ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے اس آیت کو اسی پر محمول کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کلام بطور تعریض ہو بہ ظاہر شک کا اسناد آپ کی طرف ہو اور مراد آپ کی امت ہو۔

قرآن مجید سے ڈرانے اور نصیحت کرنے کے الگ الگ محمل

اس آیت میں فرمایا ہے تاکہ آپ اس (قرآن) کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

ہرچند کہ قرآن کریم تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ صرف مومنین حاصل کرتے ہیں اور وہی اس کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں اس لیے فرمایا کہ یہ مومنین کے لیے نصیحت ہے۔ اس آیت میں قرآن مجید سے ڈرانے کا بھی ذکر ہے اور قرآن مجید سے نصیحت کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ضدی اور سرکش ہوتے ہیں اور لذات جسمانیہ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو انبیاء علیہم السلام اخروی عذاب سے ڈراتے ہیں اور بعض انسان نیک اور شریف ہوتے ہیں اور حق بات کو قبول کرنے کے لیے ہروقت تیار رہتے ہیں۔ ان کے لیے انبیاء علیہم السلام کی صرف تنبیہ اور نصیحت ہی کافی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے دوستوں کی پیروی نہ کرو' تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو○ (الاعراف: ۳)

احادیث کے حجت ہونے کے دلائل اور ان کی حجیت کی وضاحت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا ذکر فرمایا تھا اور اس بات کا ذکر فرمایا تھا کہ امت کو ڈرانے اور نصیحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے اور اب اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ اس کی اتباع کریں اور اس پر عمل کریں' اور اس آیت میں احادیث مبارکہ کے حجت ہونے پر دلیل ہے' کیونکہ جس طرح نبی ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اسی طرح آپ پر احادیث مبارکہ بھی نازل کی گئی ہیں' فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں نازل ہوئے ہیں' اور احادیث کے نبی ﷺ پر صرف معانی نازل ہوئے اور ان معانی کو نبی ﷺ نے اپنے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے' اس آیت کے علاوہ اور بھی متعدد آیات میں احادیث مبارکہ کے حجت ہونے پر دلیل ہے' ان میں سے بعض آیات یہ ہیں:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ۷)

رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل کرانے اور فقط قرآن مجید کی آیات پہنچانے پر مامور ہوتے اور قرآن مجید کے علاوہ احکام دینے کے مجاز نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل نہ فرماتا۔ نیز فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تم کو محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

(آل عمران: ۳۱)

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور مغفرت کے حصول کو آپ کی اتباع پر موقوف کر دیا ہے' کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو قرآن مجید پر عمل کرو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں سے بیان فرمائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تبیین کے بغیر قرآن مجید کے معانی معلوم نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔ آپ کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے براہ راست احکام حاصل کیے اور آپ کو دیکھ کر آپ کی سنت کی پیروی کی۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو آپ کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو ہمارے اعمال کے لیے نمونہ بنایا ہے۔ لہٰذا جب تک آپ کے افعال ہمارے افعال کے سامنے نہ ہوں ہم اپنے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے مطابق کیسے کر سکیں گے اور آپ کے احکام کی اطاعت کیسے کر سکیں گے اور جب کہ آپ کے احکام اور آپ کے افعال کی اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اللہ کی حجت تھی اسی طرح ہمارے حق میں آپ کی احادیث مبارکہ اللہ کی حجت ہیں۔ اور اگر ان احادیث کو معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو بندوں پر اللہ کی حجت ناتمام رہے گی۔

نیز اس پر غور کرنا چاہیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ صلوٰۃ سے مراد یہ معروف نماز ہے۔ اذان کے ان مخصوص الفاظ کا کیسے پتہ چلتا' تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز کے تمام ارکان' واجبات' سنن اور آداب کا ہمیں کیسے علم ہوتا۔ زکوٰۃ کے نصاب اور ادائیگی کی مقدار کا اور اس کی تمام شرائط اور موانع کا ہمیں کیسے علم ہوتا' اسی طرح روزہ کی تمام تر تفصیلات' اس کی قضا اور کفارہ کا بیان ہمیں کیسے معلوم ہوتا۔ حج اور عمرہ کے ارکان' واجبات' مستحبات اور مفسدات کیسے معلوم ہوتے۔ ان میں سے کسی چیز کا بھی قرآن مجید میں بیان نہیں ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام کو یہ تمام تفصیلات براہ راست آپ سے سن کر اور آپ کو دیکھ کر حاصل ہوئیں اور بعد کے مسلمانوں کو ان احادیث سے معلوم ہوئیں جو متعدد اسانید سے صحابہ کرام سے مروی ہیں اور بعد میں ان احادیث کی باقاعدہ تدوین کی گئی اور آج ان سے استفادہ کے لیے صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن مجید کے معانی کے مبین اور معلم ہیں' اسی طرح آپ بعض احکام کے شارع بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷) (وہ رسول) پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں' امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی' سنو! عنقریب ایک شکم سیر شخص اپنے تخت پر بیٹھا ہوا کہے گا تم (صرف) اس قرآن کو لازم پکڑ لو اس میں جو چیزیں تم حلال پاؤ ان کو حلال قرار دو' اور اس میں جن چیزوں کو تم حرام پاؤ ان کو حرام قرار دو' سنو تمہارے لیے پالتو گدھے

Marfat.com

کا گوشت حلال نہیں ہے اور نہ تمہارے لیے ہر کچلیوں والا درندہ حلال ہے اور نہ ذمی کی راستہ میں پڑی ہوئی چیز' سوا اس صورت کے کہ اس چیز کا مالک اس سے مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے پاس جائے اس قوم پر اس کی میزبانی کرنا لازم ہے۔ اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو اس مہمان کے لیے ان لوگوں سے بہ قدر ضیافت مال چھین لینا جائز ہے۔

حدیث کا یہ آخری جملہ اس صورت پر محمول ہے جب مہمان حالت اضطرار میں ہو اور اس کے پاس اپنا پیٹ بھرنے کے لیے میزبان کا مال لینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو ورنہ قرآن مجید اور دیگر احادیث میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۰۴' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۷۳-۲۶۷۲' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳-۱۲' مسند احمد ج ۴' ص ۱۳۱-۱۳۰' طبع قدیم' المستدرک ج ۱' ص ۱۰۹' سنن دارمی ج ۱' رقم الحدیث: ۵۸۶)

نیز امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سمرقندی متوفی ۲۵۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نبی ﷺ پر اسی طرح سنت نازل کرتے تھے جس طرح قرآن مجید نازل کرتے تھے۔ (سنن دارمی' رقم الحدیث: ۵۸۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ سنت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ سنت ہے جس پر عمل کرنا فرض ہے اور اس کو (بہ طور انکار یا اہانت) ترک کرنا کفر ہے۔ اور دوسری قسم وہ سنت ہے جس پر عمل کرنا باعث فضیلت ہے اور جس کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن دارمی' رقم الحدیث: ۵۸۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے نبی ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کتاب اللہ میں اس کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا میں تم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھوں کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں اور تم اس حدیث کا کتاب اللہ سے معارضہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والے تھے۔

(سنن دارمی' رقم الحدیث: ۵۹۰)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو حدیث بہ ظاہر قرآن مجید کے خلاف ہو لیکن کسی باریک اور خفی وجہ سے اس کی قرآن مجید کے ساتھ مطابقت ہو سکتی ہو تو اس کو قرآن مجید کے معارض اور خلاف قرار نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز میں مطلقاً قرآن کریم پڑھنے کا حکم ہے اور کسی خاص سورت کو پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ فرمایا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل: ۲۰) تمہیں جتنا قرآن پڑھنا آسان لگے اتنا پڑھ لیا کرو۔

اس کے برخلاف حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۷۵۶' صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ: ۳۴' (۳۹۴) ۸۵۰' سنن ابوداؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۲۲' سنن الترمذی' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۴۷' سنن النسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۳۷' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۸۰۰۹)

لیکن اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوگی۔ مطلقاً قرآن مجید نماز میں پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اگر کسی نے نماز میں سورہ فاتحہ کو نسیاناً ترک کر دیا تو سجدہ سہو واجب ہو گا اور اگر اس کو عمداً ترک

Marfat.com

کر دیا تو نماز اس وقت میں واجب الاعادہ ہوگی۔ اس لیے یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔

البتہ جو حدیث صریح قرآن کے خلاف ہو اور اس کی کوئی صحیح توجیہ ممکن نہ ہو تو اس کو قرآن مجید کے مقابلہ میں ترک کر دیا جائے گا اور اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے اور کسی زندیق نے اس حدیث کو گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور اصطلاحاً وہ حدیث موضوع قرار دی جائے گی۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ضحاک بن زمل الجہنی سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کی بعد صحابہ سے فرمایا آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ حضرت ضحاک نے ایک طویل خواب بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی۔ اس تعبیر میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے دنیا (کی عمر) سات ہزار سال ہے اور میں اس کے آخری ہزار میں ہوں۔ (الحدیث)

(المعجم الکبیر' ج ۸' رقم الحدیث: ۸۱۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۷' ص ۳۸-۳۶' کنز العمال' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۳۸۳۳۳' مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۱۸۴)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی سلیمان بن عطا القرشی ہے جو مسلمہ بن عبداللہ الجہنی سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا اس کی احادیث میں مناکیر ہیں۔ امام ابوزرعہ نے کہا یہ منکر الحدیث ہے:

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال' ج ۸' ص ۸۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں اس کے متعلق لکھا ہے یہ ایک بوڑھا شخص تھا جو مسلمہ بن عبداللہ الجہنی سے ایسی چیزیں روایت کرتا تھا جو موضوعات کے مشابہ ہیں اور ثقہ راویوں کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں اور امام ابوحاتم نے اس کو منکر الحدیث کہا۔ (تہذیب التہذیب' ج ۴' ص ۱۹۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم رازی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے جس میں سے چھ ہزار سال گزر چکے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۸' ص ۲۴۹۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابن ابی حاتم نے اس حدیث کی سند ذکر نہیں کی جس سے اس کا حال معلوم ہوتا۔ البتہ یہ حدیث صریح قرآن کے خلاف ہے اور اس حدیث کا موضوع اور جھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کے ایک ہزار سال بعد قیامت نے آنا ہوتا تو ہر شخص کو معلوم ہو جاتا کہ اب قیامت کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

علاوہ ازیں اب نبی ﷺ کی بعثت کے بعد ایک ہزار اور چار سو سال سے زیادہ سال گزر چکے ہیں جبکہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی عمر ایک ہزار سال ہے گویا چار سو سال پہلے قیامت آ جانا چاہیے تھی' لہٰذا اس حدیث کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے۔ کسی زندیق نے ایک جعلی سند بنا کر ایک جھوٹ کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔ معاذ اللہ! امام عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے۔ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر وضع کی گئی ہے اور اس کو وضع کرنے والا العلاء بن زیدل ہے۔ ابن المدینی

Marfat.com

نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ امام ابو حاتم رازی اور امام ابوداؤد نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے اور امام ابن حبان نے کہا کہ اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک من گھڑت مجموعہ روایت کیا ہے جس کا ذکر جائز نہیں ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

(موضوعات کبیر' ص ٩٨' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی)

امام علی بن عمر الدار قطنی متوفی ٣٨٥ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس عنقریب میری مختلف احادیث آئیں گی پس تمہارے پاس میری جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت (معروفہ) کے موافق پہنچے' وہ میری حدیث ہے اور تمہارے پاس میری جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت (معروفہ) کے مخالف پہنچے' وہ میری حدیث نہیں ہے۔

امام دار قطنی نے اس حدیث کو چار مختلف اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۳۰-۴۴۲۹-۴۴۲۸-۴۴۲۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٧ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا' پس ان پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ ہم ظالم تھے O (الاعراف: ۵-۴)

مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت

"باس" علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ٩٨٦ھ نے لکھا ہے کہ باس کا معنی ہے خوف شدید اور جنگ میں شدت۔ (مجمع بحار الانوار' ج ۱' ص ۱۴۵-۱۴۴' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ' ۱۴۱۵ھ) اور سب سے زیادہ خوف نزول عذاب کے وقت ہو گا۔ اور علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ باس کا معنی عذاب بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا اور اللہ کی گرفت بہت مضبوط ہے اور اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ (النساء: ۸۴)

(المفردات' ص ٦٦' مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ' ١٣٦٢ھ)

بیاتا اوھم قائلون بیت کے معنی ہیں رات کا وقت اور قیلولہ کا معنی ہے دوپہر کا وقت۔ حدیث میں ہے انہ کان لا یبیت مالا ولا یقیلہ یعنی جب آپ کے پاس مال آتا تو آپ اس کو رات تک روکتے نہ دوپہر تک۔ اگر صبح مال آتا تو دوپہر سے پہلے اس کو تقسیم کر دیتے اور اگر دوپہر کے بعد مال آتا تو اس کو رات آنے سے پہلے تقسیم کر دیتے۔

(الفائق' ج ۱' ص ١٢٧' طبع بیروت' النہایہ' ج ۱' ص ١٧٠' طبع ایران' مجمع بحار الانوار' طبع مدینہ منورہ)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنے اور عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم دیا تھا اور لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو قبول کرنے اور آپ کی پیروی کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں ان کو وعید سنائی ہے کہ پچھلی امتوں میں سے جن لوگوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور ان کے پیغام کو قبول نہیں کیا ان پر اچانک اللہ کا عذاب آگیا بعض پر رات کے وقت اور بعض پر دوپہر کو آرام کے وقت میں۔

ایک اشکال کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا پس ان پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کا بظاہر معنی یہ ہے کہ پہلے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا اور پھر

Marfat.com

ان پر عذاب آیا۔ حالانکہ ان پر عذاب نازل کرنا ہی ان کی ہلاکت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت میں ایک لفظ محذوف ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا یا ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ پس ان پر ہمارا عذاب آیا۔

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ۔ الاٰیۃ (المائدہ: ۶)

اے ایمان والو جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔

حالانکہ چہروں اور ہاتھوں کو نماز کے لیے قیام کے وقت نہیں اس سے پہلے دھویا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ایک لفظ محذوف ہے اور مراد یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھولو۔

نزول عذاب کے وقت معذبین کا اعتراف جرم

آیت ۵ میں فرمایا ہے 'جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ ہم ظالم تھے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کفار پر عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت وہ اعتراف کر لیتے ہیں کہ درحقیقت وہی ظالم اور مجرم تھے اور اس عذاب کے مستحق تھے۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی قوم اس وقت تک عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی جب تک کہ انہوں نے خود اس عذاب کا عذر بیان نہیں کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک سے پوچھا یہ کس طرح ہو سکتا ہے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ (الاعراف: ۵)

(جامع البیان 'جز ۸' ص ۱۵۸ 'دار الفکر' تفسیر امام ابن ابی حاتم 'ج ۵' ص ۱۴۳۹ '۸۲۳۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور آپ کی مخالفت کرنا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے۔ جب ایسے لوگ غفلت اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں تو ان پر اچانک عذاب آ جاتا ہے۔ ہر سرکش مجرم پر جب دنیا میں عذاب آتا ہے تو وہ اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے اور اس پر نادم ہوتا ہے۔ گزشتہ امتوں کی نافرمانی اور ان پر اچانک عذاب کے نزول کے واقعات کو بیان کر کے اس امت کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آ جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کفار پر عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ کا عین عدل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے ○ پھر ہم خود کامل علم کے ساتھ ان کے تمام احوال بیان کریں گے 'ہم غائب تو نہیں تھے ○ (الاعراف: ۷-۶)

قیامت کے دن رسولوں اور ان کی امتوں سے سوالات

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ رسولوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے دنیا میں اچانک عذاب آ جاتا ہے۔ اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان سے ان کی بداعمالیوں پر مواخذہ ہو گا۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہر شخص سے سوال کرے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ اللہ تعالیٰ امتوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کرے گا اور یہ کہ ان کی طرف جو رسول بھیجے گئے تھے'

Marfat.com

انہوں نے ان کو تبلیغ فرمائی تھی یا نہیں اور انہوں نے رسولوں کی تبلیغ کا کیا جواب دیا تھا۔ اور رسولوں سے بھی ان کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور یہ کہ ان کی امتوں نے ان کی تبلیغ کا کیا جواب دیا تھا انجام کار ان کی امت ایمان لائی یا نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دیگر آیات میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص: ۶۵)

اور جس دن اللہ ان کو ندا فرما کر ارشاد فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر: ۹۳-۹۲)

سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے ○ ان تمام کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے ○

ان آیتوں میں امتوں سے سوال کے متعلق ارشاد ہے۔ اور رسولوں سے سوال کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ (المائدہ: ۱۰۹)

جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا' پھر فرمائے گا تم کو کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہم کو کچھ علم نہیں' بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

اور اس حدیث میں بھی رسولوں سے سوال کے متعلق اشارہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ اور مصلح ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہو گا۔ امام محافظ اور مصلح ہے اور اس سے اس کی رعایا (عوام) کے متعلق سوال ہو گا۔ ایک شخص اپنے اھل کا محافظ اور مصلح ہے اور اس سے اس کے اھل کے متعلق سوال ہو گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ اور مصلحہ ہے اور اس سے اس گھر کی حفاظت اور اصلاح کے متعلق سوال ہو گا۔ خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے مال کے متعلق سوال ہو گا اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا محافظ اور مصلح ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہو گا۔ اور تم میں سے ہر شخص محافظ اور مصلح ہے اور اس سے اپنے زیر انتظام اور زیر حفاظت چیزوں اور لوگوں کے متعلق سوال ہو گا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۹۳' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۷۵۱-۲۵۵۸-۲۵۵۴' ج ۵' رقم الحدیث: ۵۲۰۰-۵۱۸۸' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۱۳۸' صحیح مسلم الامارۃ: ۲۰' (۱۸۲۹) ۴۶۴۳' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۷۱۱' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۹۲۸' مسند احمد' ج ۲' ص ۱۱۱' طبع قدیم)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (الاعراف: ۶) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کرے گا کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا اور رسولوں سے ان کی' کی ہوئی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۱۵۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ابن آدم اس وقت تک اپنے رب کے سامنے سے قدم نہیں ہٹا سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کرے۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں

Marfat.com

فنا کی' اس نے اپنی جوانی کن کاموں میں گزاری' اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا اور کن کاموں میں خرچ کیا اور اس نے جو علم حاصل کیا تھا' اس کے مطابق کیا عمل کیا؟ (سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۲۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

قیامت کے دن مجرموں سے سوال کرنے اور سوال نہ کرنے کے محامل

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کفار سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا لیکن قرآن مجید کی بعض آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے سوال نہیں کیا جائے گا:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ (الرحمن: ۳۹) سو اس دن کسی گنہ گار کے گناہوں کے متعلق کسی انسان اور جن سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (القصص: ۷۸) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

امام رازی نے اس سوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

۱۔ لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ کراماً کاتبین نے ان کے تمام اعمال لکھے ہوئے ہیں اور وہ ان کے صحائف اعمال میں محفوظ ہیں لیکن ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ ان کے ان اعمال کا داعیہ' باعث اور محرک کیا تھا' جس کی وجہ سے انہوں نے اعمال کیے۔

۲۔ کبھی سوال لاعلمی کی بنا پر علم کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال ہے اور کبھی سوال زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے لیے کیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص کہے میں نے تم پر اتنے احسانات کیے تھے پھر تم نے میرے ساتھ یہ دغابازی اور فراڈ کیوں کیا؟ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ (البلد: ۱۱-۸) کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ۝ اور زبان اور دو ہونٹ ۝ اور ہم نے اس کو (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیے ۝ تو وہ (نیک عمل کی) دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گزرا۔

اور ان آیتوں میں سوال کرنے کا یہی معنی مراد ہے۔

۳۔ قیامت کا دن بہت طویل ہو گا اور اس میں بندوں کے مختلف احوال اور معاملات ہوں گے۔ کسی وقت میں اللہ تعالیٰ سوال نہیں فرمائے گا اور کسی دوسرے وقت میں سوال فرمائے گا جیسے کسی وقت میں شفاعت نہیں ہو گی اور کسی وقت میں شفاعت ہو گی۔ اور کسی وقت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو گا اور کسی وقت میں اس کا دیدار ہو گا۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ہم غائب تو نہ تھے۔ یعنی ہم ان کے کاموں کو دیکھ رہے ہیں' ان کی باتوں کو سن رہے ہیں اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کیا چھپاتے ہیں اور کیا ظاہر کرتے ہیں اور ہم قیامت کے دن ان کے تمام کاموں کی خبریں دیں گے' خواہ وہ کام کم ہوں یا زیادہ۔ وہ معمولی ہوں یا غیر معمولی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام: ۵۹) اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہوتا ہے اور نہ کوئی خشک و تر مگر وہ روشن کتاب میں مرقوم ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے۔ پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں' کیونکہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے○ (الاعراف: ۹-۸)

مشکل الفاظ کے معانی اور آیت سابقہ سے مناسبت

"وزن" علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ وزن کا معنی ہے کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا۔ اور عرف عام میں ترازو سے کسی چیز کے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں۔ (المفردات' ص ۵۲۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

علامہ جاراللہ زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ اس درخت سے کھجوروں کو کھایا جائے اور ان کا وزن کیا جائے۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے پوچھا وزن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس کی مقدار کا اندازہ کیا جائے۔

(الفائق' ج ۳' ص ۳۵۸' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۷ھ' النہایہ' ج ۵' ص ۱۸۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۶۷ھ' تاج العروس' ج ۱۰' ص ۳۶۰' مطبوعہ مصر)

"میزان" علامہ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: جس آلہ کے ساتھ چیزوں کا وزن کیا جائے اس کو میزان کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا ہے کہ جو میزان قیامت میں ہوگی اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ تفسیر میں ہے کہ وہ ایک ترازو ہے جس کے دو پلڑے ہیں۔ دنیا میں میزان اتاری گئی تاکہ لوگ عدل کے ساتھ باہم معاملہ کریں اور اس کے ساتھ اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

(تاج العروس' ج ۹' ص ۳۶۱' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

"موازین" یہ میزان کی جمع ہے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کے دن میزان تو صرف ایک ہوگی۔ پھر یہاں جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ موزون کی جمع ہے اور موزون متعدد ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اھل عرب واحد پر بھی تعظیماً جمع کا اطلاق کر دیتے ہیں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جو اعمال وزن اور حساب کے لائق ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ افعال قلوب' افعال جوارح (ظاہری اعضاء کے افعال) اور اقوال اور ہو سکتا ہے کہ ان تینوں کے لیے الگ الگ میزان ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ وزن کرنے والوں کی اکثریت کے اعتبار سے میزان کو جمع کر کے لایا گیا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں سے سوال کرنے کا ذکر تھا اور یہ قیامت کے دن کا ایک حال ہے اور دوسرا حال میزان پر اقوال اور اعمال کا وزن کرنا ہوگا۔ سو اس آیت میں قیامت کے دن کا یہ دوسرا حال بیان فرمایا ہے۔

اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء

مجاہد' ضحاک' اعمش اور بہ کثرت متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال کو وزن کرنے سے مراد عدل اور قضاء ہے۔ کیونکہ دنیا میں لین دین میں عدل کا ذریعہ ترازو میں وزن کرنا ہے اور وزن کرنے کو عدل اور قضاء لازم ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کے اعمال کا میزان میں وزن کیا جائے گا تو وہ اللہ کے عادل اور حکیم ہونے کا اقرار کرے گا یا نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے عادل اور حکیم ہونے کا اقرار کرے گا تو اس کے لیے میزان کی کوئی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں اور گناہوں کے متعلق جو بھی فیصلہ فرمائے گا' وہ اس کو تسلیم ہوگا اور اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کو عادل اور صادق نہیں مانتا تو پھر وہ نیکیوں اور

Marfat.com

گناہوں کے کیے ہوئے وزن کو بھی نہیں مانے گا تو پھر میزان میں اس کے کیے ہوئے وزن کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی نیک مسلمان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑہ گناہوں کے پلڑے سے بھاری ہو گا تو اس مسلمان شخص اور اس کے دوستوں کو فرحت اور مسرت حاصل ہوگی اور تمام اہل محشر کے سامنے اس کے جنتی ہونے پر حجت قائم ہوگی۔ جو لوگ دنیا میں اس کو حقیر سمجھتے تھے' ان کے سامنے اس کی عزت و توقیر اور وجاہت ظاہر ہوگی اور وہ اپنے محبین کے سامنے سرخرو ہو گا اور یہ میزان کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' جمہور صحابہ' تابعین اور علماء راسخین کا مذہب یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا حقیقتاً وزن کیا جائے گا۔ مانعین کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ اعمال از قبیل اعراض ہیں اور وزن اجسام کا کیا جاتا ہے' اعراض کا نہیں کیا جاتا۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعراض کے مقابلہ میں اجسام پیدا فرمادے اور ان اجسام کا وزن کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال حسین اجسام میں متمثل کر دیے جائیں گے اور بد اعمال قبیح اجسام میں متشکل کر دیے جائیں گے اور ان کا وزن کیا جائے گا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ نفس اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا بلکہ صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ موخر الذکر دونوں جوابوں کے متعلق احادیث ہیں' جن کا ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۰۳-۲۰۴' مع التلخیص و التوضیح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید سے میزان کے ثبوت پر دلائل

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝ (الانبیاء: ۴۷)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کی میزان رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر (بھی کسی کا عمل) ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۝ (المؤمنون: ۱۰۲-۱۰۳)

سو جن کی میزان کے (نیکی کے) پلڑے بھاری ہوئے وہی فلاح پانے والے ہوں گے۝ اور جن کی میزان کے (نیکی کے) پلڑے ہلکے ہوئے تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا' اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۝ (القارعہ: ۶-۹)

سو جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے۝ تو وہی پسندیدہ عیش میں ہو گا۝ اور جس (کی نیکی) کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (دہکتی آگ کا گہرا گڑھا) ہو گا۔

احادیث اور آثار سے میزان کے ثبوت پر دلائل

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان کو رکھا جائے گا' اگر اس میں آسمانوں اور زمینوں کو رکھا جائے تو وہ اس کی بھی گنجائش رکھتی ہے۔ پس فرشتے کہیں گے: اے رب اس میں کس کو وزن کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا' فرشتے کہیں گے تو پاک ہے ہم تیری اس طرح عبادت نہیں کر سکے جو تیری عبادت کا حق ہے۔ (الحدیث) امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک' ج ۴' ص ۵۸۶' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

Marfat.com

حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔(تلخیص المستدرک 'ج ۴'ص ۵۸۶' مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ) امام عبداللہ بن المبارک متوفی ۱۸۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(کتاب الزھد' رقم الحدیث: ۱۳۵۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت) امام ابوبکر محمد بن الحسین آجری متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(الشریعہ 'ص ۳۴۹' مطبوعہ دارالسلام' ریاض)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نیکیوں اور برائیوں کا میزان میں وزن کیا جائے گا۔ اس میزان کی ایک ڈنڈی اور دو پلڑے ہیں۔ رہا مومن تو اس کا عمل حسین صورت میں آئے گا اور اس کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی نیکیوں کا پلڑا' برائیوں کے پلڑے کے مقابلہ میں بھاری ہو گا۔

(شعب الایمان' ج ۱'ص ۲۶۴' رقم الحدیث: ۲۸۴' الجامع لاحکام القرآن' جزء ۷'ص ۱۵۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عبید اللہ بن عیزار نے کہا قیامت کے دن اقدام اس طرح ہوں گے جیسے ترکش میں تیر۔ خوش قسمت وہ شخص ہے جسے اپنے قدموں کے لیے جگہ مل جائے اور میزان کے پاس ایک فرشتہ ندا کرے گا' سنو فلاں بن فلاں (کی نیکیوں) کا پلڑا بھاری ہے' اس نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے کہ پھر کبھی ناکام نہیں ہو گا۔ سنو فلاں بن فلاں (کی نیکیوں) کا پلڑا ہلکا ہے یہ ناکام ہو گیا ہے اس کے بعد کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵'ص ۱۴۴۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ راجح ہو قیامت کے دن میزان میں اس (کی نیکیوں) کا پلڑا ہلکا ہو گا اور جس شخص کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ راجح ہو قیامت کے دن میزان میں اس (کی نیکیوں) کا پلڑا بھاری ہو گا۔ (الدر المنثور' ج ۳'ص ۷۰' مطبوعہ ایران' البدور السافرۃ' رقم الحدیث: ۹۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو لفظ زبان پر آسان ہیں۔ اور میزان میں بھاری ہیں اور رحمٰن کو محبوب ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۴۰۶' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۵۶۳' صحیح مسلم' الذکر: ۳۱' (۲۶۹۴) سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۴۶۷' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۰۶)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو نصف ایمان ہے اور الحمدللہ میزان کو بھر لیتا ہے۔ (صحیح مسلم' الطہارۃ' (۲۲۳) سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۵۱۷' سنن الدارمی' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تمام آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے' اور ان کے درمیان ہے' اور ان کے نیچے ہے' اگر تم ان کو لے کر آؤ اور اس کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور کلمہ شہادت کو دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو وہ پہلے پلڑے سے بھاری ہو گا۔ (المعجم الکبیر' ج ۱۲'ص ۲۵۴' رقم الحدیث: ۱۳۰۲۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا۔ اس کے (گناہوں کے) ننانوے (۹۹) رجسٹر کھولے جائیں گے۔ ان میں سے ہر رجسٹر حد نظر تک ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو' وہ کہے گا نہیں! اے میرے رب! پھر فرمائے گا کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تم پر کوئی زیادتی کی ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں میرے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہو گا پھر اس کے لیے ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر لکھا ہو گا

Marfat.com

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وہ کہے گا اے میرے رب! یہ ایک پرچی اتنے بڑے رجسٹروں کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے شک تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک پلڑے میں یہ پرچی ہوگی اور دوسرے پلڑے میں وہ رجسٹر ہوں گے۔ پھر ان رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہو گا اور اس پرچی کا پلڑا بھاری ہو گا اور اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی!

(سنن الترمذی ' ج ۴ ' رقم الحدیث: ۲۶۴۸ ' سنن ابن ماجہ ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۴۳۰۰ ' المستدرک ' ج ۱ ' ص ۵۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان کو قائم کیا جائے گا۔ پھر ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کے گناہوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ وہ پلڑہ جھک جائے گا اور اس کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جائے گا تو رحمٰن کے پاس سے اس کو ایک بلانے والا بلائے گا۔ جلدی نہ کرو' جلدی نہ کرو اس کی ایک نیکی باقی ہے۔ پھر کلمہ شہادت کی ایک پرچی لائی جائے گی اور اس آدمی کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دی جائے گی اور اس سے میزان جھک جائے گی۔ (مسند احمد ' رقم الحدیث: ۷۰۶۶ ' مجمع الزوائد ' ج ۱۰ ' ص ۸۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھے اخلاق سے بڑھ کر میزان میں کوئی چیز بھاری نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد ' ج ۴ ' رقم الحدیث: ۴۷۹۹ ' سنن الترمذی ' ج ۳ ' رقم الحدیث: ۲۰۰۹ ' مسند احمد ' ج ۱۰ ' رقم الحدیث: ۲۷۵۸۷ ' صحیح ابن حبان ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۴۸۱ ' مصنف ابن ابی شیبہ ' ج ۸ ' ص ۵۱۶ ' الادب المفرد ' رقم الحدیث: ۲۷۰ ' مصنف عبدالرزاق ' رقم الحدیث: ۲۰۱۵۷ ' شرح السنہ ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۳۴۸۷ ' حلیہ الاولیاء ' ج ۵ ' ص ۲۴۳ ' الشریعہ ' رقم الحدیث: ۸۶۴)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی وجہ سے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو باندھا' اس گھوڑے کا چارہ' اس کا پانی اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن میزان میں وزن کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری ' ج ۳ ' رقم الحدیث: ۲۸۵۳ ' المستدرک ' ج ۲ ' ص ۹۲ ' سنن کبریٰ للبیہقی ' ج ۱۰ ' ص ۲ ' شرح السنہ ' رقم الحدیث: ۲۶۴۸)

امام ابن المبارک متوفی ۱۸۱ھ نے حماد بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص آئے گا۔ وہ اپنے نیک اعمال کو بہت کم جان رہا ہوگا۔ وہ اسی کیفیت میں ہو گا کہ بادل کی طرح ایک چیز آئے گی اور اس کی نیکیوں کے پلڑے میں جا گرے گی۔ اس سے کہا جائے گا یہ وہ چیز ہے جو تم لوگوں کو نیکیوں کی تعلیم دیتے تھے۔ تمہارے بعد تمہاری تعلیم سے نیکیاں ظہور میں آئیں اور تم کو ان کا اجر دیا گیا۔ (کتاب الزہد لابن المبارک ' رقم الحدیث: ۱۳۸۴ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان شخص بھی ان کی حفاظت کرے گا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ دونوں آسان کام ہیں اور کم لوگ ان کو کرتے ہیں۔ (پہلی خصلت یہ ہے کہ) ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہے' دس مرتبہ الحمدللہ کہے' اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ یہ زبان سے ڈیڑھ سو بار پڑھنا ہے اور میزان میں یہ ڈیڑھ ہزار نیکیاں ہیں (اور دوسری خصلت یہ ہے کہ) اور جب بستر پر جائے تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے' اور تینتیس مرتبہ الحمدللہ کہے اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے۔ یہ زبان سے ایک سو مرتبہ پڑھنا ہے اور میزان میں ایک ہزار نیکیاں ہیں تو بتاؤ تم میں سے کون شخص ایک دن رات میں ڈھائی ہزار نیکیاں کرتا ہے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد‘ ج ۴‘ رقم الحدیث: ۵۰۶۵‘ سنن الترمذی‘ ج ۵‘ رقم الحدیث: ۳۴۲۱‘ سنن ابن ماجہ‘ ج ۱‘ رقم الحدیث: ۹۲۶‘ سنن النسائی‘ ج ۳‘ رقم الحدیث: ۱۳۴۷‘ مصنف عبدالرزاق‘ ج ۲‘ رقم الحدیث: ۳۱۸۹)

آیا میزان میں صرف مسلمانوں کا وزن ہوگا یا کافروں کا بھی وزن ہوگا؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا صرف مسلمانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا یا کافروں کے اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ صرف مسلمانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور کافروں کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (الکہف: ۱۰۵)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

لیکن اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا ان کو بغیر وزن اعمال کے دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (المؤمنون: ۱۰۳)

اور جن کی میزان کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ بغیر وزن اعمال اور بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے گا۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کراتے ہوں گے‘ نہ بدشگونی نکالتے ہوں گے اور نہ جسم کو لوہے کے داغ سے جلاتے ہوں گے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم‘ ایمان: ۳۶۷‘ (۲۱۶) ۵۰۹‘ صحیح البخاری‘ ج ۷‘ رقم الحدیث: ۶۵۴۲‘ سنن الترمذی‘ ج ۴‘ رقم الحدیث: ۲۴۵۴‘ مسند احمد‘ ج ۱‘ ص ۴۵۴‘ ۴۴۳‘ ۴۰۳‘ ۴۰۱‘ ۲۷۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن شہید کو لایا جائے گا اور اس کو حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔ پھر صدقہ دینے والے کو لایا جائے گا اور اس کو حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔ پھر مصیبت میں مبتلا شخص کو لایا جائے گا اس کے لیے میزان قائم کی جائے گی نہ اس کے اعمال کا رجسٹر کھولا جائے گا اور اس پر اتنا اجر و ثواب انڈیل دیا جائے گا کہ عیش و آرام میں رہنے والے محشر میں یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے جسموں کو قینچی سے کاٹ ڈالا جاتا اور ان کو بھی ایسا اجر و ثواب مل جاتا۔ (المعجم الکبیر‘ ج ۱۲‘ رقم الحدیث: ۱۲۸۲۹‘ حلیۃ الاولیاء‘ ج ۳‘ ص ۹۱)

ان مسلمانوں کی مغفرت کی صورتیں جن کی نیکیاں گناہوں کے برابر یا گناہوں سے کم ہوں گی

آیت ۸ میں فرمایا ہے: پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں۔ اس آیت سے مراد مومن ہیں

Marfat.com

اور آیت ۹ میں فرمایا ہے: اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں کیونکہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے۔ اس آیت سے کافر مراد ہیں۔ کیونکہ وہی اللہ کی آیتوں کا انکار کر کے ان پر ظلم کرتے تھے۔

ان آیتوں میں صالح اور نیک مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے اور کافروں کا ذکر فرمایا ہے جن کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ اس آیت میں ان مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور نہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جن کی نیکیاں' برائیوں سے کم ہوں' رہے وہ مسلمان جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو وہ اعراف میں ہوں گے اور بعد میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو جنت میں داخل فرما دے گا اور رہے وہ مسلمان جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل اور اپنے نبی ﷺ کی شفاعت سے جنت میں داخل فرما دے گا یا کچھ عذاب دے کر یا بغیر عذاب دیے ان کو محض اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے نجات دے گا اور جنت میں داخل فرما دے گا۔

نبی ﷺ کی شفاعت سے نجات کے متعلق یہ حدیث ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور ہر نبی نے اپنی اس مقبول دعا کو دنیا میں ہی جلد خرچ کر لیا اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کے لیے چھپا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کیا ہو۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۳۰۴' صحیح مسلم' الایمان: ۳۳۸' (۱۹۹) ۴۸۳' سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۶۱۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۳۰۷' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۴۹۲' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۰۳۱۵' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۴۶۱' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۲۰۸۶۴)

محض اپنے فضل سے عذاب دینے کے بعد دوزخ سے نجات دینے کے متعلق یہ حدیث ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جس کو چاہے گا' جنت میں داخل فرمائے گا اور اہل جہنم میں سے جس کو چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا۔ پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو' اس کو جہنم سے نکال لو' پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہو گا۔ پھر ان کو آب حیات کی نہر میں ڈالا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تر و تازہ ہو کر نکلنا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے زردی مائل ہو کر اگ پڑتا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۲' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۶۰' صحیح مسلم' ایمان' ۳۰۴' (۱۸۴) ۴۴۹)

اور محض اپنی رحمت سے بغیر عذاب دیے ہوئے جنت میں داخل کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کو اپنے رب عزوجل کے قریب کیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر اپنی رحمت کا پر رکھ دے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا تم (اس گناہ کو) پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تم پر ستر کیا تھا (تمہارا پردہ رکھا تھا) اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور رہے کافر اور منافق تو ان کو تمام لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح البخاری' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۴۴۱' صحیح مسلم' التوبہ: ۵۲' (۲۷۶۸) ۶۸۸۲' السنن الکبریٰ' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۸۳)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے تم کو زمین پر قابض کر دیا اور تمہارے لیے اس (زمین) میں اسباب زیست فراہم کیے (مگر) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ (الاعراف: ۱۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت

ولقد مکنکم: یعنی اے بنو آدم ہم نے تمہارے لیے زمین کو مستقر بنایا اور زمین میں تمہیں جگہ دی' یا ہم نے تم کو زمین پر قبضہ دیا اور زمین میں تصرف کرنے کی قدرت دی۔

معایش: یہ معیشت کی جمع ہے۔ جن چیزوں سے زندگی بسر کی جاتی ہے۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزیں۔ ان کو معیشت کہتے ہیں۔ علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے کہ جو چیزیں حیات کا آلہ ہیں' مثلاً زرعی پیداوار اور دودھ دینے والے جانوروں کے تھن ان کو معیشت کہتے ہیں۔ (مجمع بحار الانوار' ج ۴' ص ۱۹۷' مطبوعہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو قبول کرنے اور ان کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد ان کی پیروی نہ کرنے پر ان کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا۔ اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت آیا یا جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے۔ (الاعراف: ۴) پھر ان کو آخرت کے عذاب اور مواخذہ سے ڈرایا پس ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے۔ (الاعراف: ۶) پھر فرمایا: پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں O اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں۔ (الاعراف: ۹-۸) اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا احسان مانیں اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی دعوت اور ان کے پیغام کو قبول کریں اور ان کی اطاعت اور اتباع کریں کیونکہ نعمتوں کی کثرت زیادہ اطاعت کو واجب کرتی ہے۔

معایش کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو معایش (اسباب زیست) بنائے ہیں' ان کی تفصیل یہ ہے کہ بعض معایش کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ مثلاً دریاؤں میں پانی پیدا کیا' آسمان سے بارش نازل فرمائی' پھلوں اور غلوں کو اگایا' حلال جانور پیدا کیے اور بعض اسباب زیست وہ ہیں جن کو انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے اپنے اکتساب کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ جیسے انسان تجارت اور محنت مزدوری کر کے رزق حاصل کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان زمین میں بستے ہیں اور اس میں تصرف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم و دانش اور قوت و توانائی سے ہر دور میں انسان کی فوز و فلاح' اس کی بہتری' سہولت اور مصلحت کے لیے نت نئے ذرائع اور وسائل تلاش کر رہے ہیں۔ پہلے انسان پتوں سے بدن ڈھانپتا تھا' پھر سوت اور ریشم کے لباس کا دور آیا اور اب انسان پٹرولیم سے بھی لباس بنانے لگا ہے۔ پہلے لکڑی اور کوئلہ سے آگ حاصل کرتا تھا' پھر قدرتی گیس کا دور آیا۔ برقی توانائی کے بعد ایٹمی توانائی کا دور آیا۔ پہلے بری سفر' خچروں اور گھوڑوں سے اور بحری سفر بادبانی کشتیوں سے کیا جاتا تھا۔ پھر موٹر کاروں' ریل گاڑیوں اور دخانی جہازوں کا دور آیا اور اب ہوائی جہازوں' ہیلی کاپٹروں اور راکٹوں کا دور ہے۔ بہت سی بیماریوں کا پہلے پتا نہ تھا لوگ ان میں مبتلا ہو کر مر جاتے تھے۔ اب ان بیماریوں اور ان کے علاج کا پتا چلا لیا گیا ہے۔ مثلاً ذیابیطس ہے' ہائی بلڈ پریشر ہے' دل اور دماغ کے پیچیدہ امراض ہیں۔ فالج ہے' دماغ کی رگ کا پھٹ جانا ہے۔ سرجری کا طریقہ ایجاد ہوا اور طب کی دنیا میں بہت سے لاینحل مسئلے حل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اسباب زیست اور ان سے فائدہ اٹھانے والی قوتوں کو انسان کی بہتری اور اس کی مصلحت کے لیے بنایا ہے

Marfat.com

اور یہ مادی فوائد اس لیے عطا کیے ہیں کہ ان کی مدد سے انسان روحانی حیات میں تزکیہ اور جلاء کو حاصل کرے اور اپنے باطن کو پاک اور صاف کر کے اپنے آپ کو اخروی نعمتوں کا اہل بنائے۔ سو انسان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کے نتیجے میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرے۔

شکر کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۹۷ھ نے قاموس میں لکھا ہے کہ شکر کا معنی ہے احسان کو پہچاننا اور اس کو بیان کرنا۔ اور علامہ فیروز آبادی نے بصائر میں لکھا ہے کہ شکر کی تین قسمیں ہیں۔ شکر بالقلب: یہ نعمت کا تصور کرنا ہے۔ شکر باللسان: یہ نعمت دینے والے کی حمد و ثناء کرنا اور زبان سے تعظیم کرنا ہے اور شکر بالجوارح: یہ بہ قدر استحقاق' نعمت کے بدلہ میں کوئی نعمت دینا ہے۔ (بعض علماء نے اس کی تعریف میں کہا یہ تعظیماً کھڑے ہونا' یا ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینا ہے اور سجدہ کرنا ہے) نیز علامہ فیروز آبادی نے کہا کہ شکر پانچ بنیادوں پر مبنی ہے:

۱- منعم کے سامنے شکر کرنے والے کا عجز و انکسار سے پیش آنا۔

۲- منعم سے محبت کرنا۔

۳- اس کی نعمت کا اعتراف کرنا۔

۴- اس نعمت پر منعم کی تعریف کرنا۔

۵- منعم کی نعمت کو اس کی ناپسندیدہ جگہ استعمال نہ کرنا۔

یہ پانچ امور شکر کی اساس اور بناء ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک امر بھی نہ ہو تو شکر ادا نہیں ہو گا۔ یہ پانچ امو شکر کا مرجع اور مدار ہیں۔

جنید بغدادی نے کہا: شکر یہ ہے کہ تم یہ گمان کرو کہ تم اس نعمت کے اہل نہ تھے۔ ابو عثمان نے کہا: شکر یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ تم منعم کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہو۔ رویم نے کہا: شکر یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو منعم کی خدمت کے لیے فارغ کر لو۔ شبلی نے کہا: شکر یہ ہے کہ تم نعمت کو نہ دیکھو' نعمت دینے والے کو دیکھو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ نعمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے تم منعم سے غافل نہ ہو جاؤ۔ اور کمال شکر یہ ہے کہ بندہ نعمت اور منعم دونوں کا مشاہدہ کرے۔ کیونکہ بندہ جس قدر زیادہ نعمت کا مشاہدہ کرے گا' اس قدر زیادہ شکر ادا کرے گا' اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی نعمت کو دیکھے اور اس کا اعتراف کرے اور اس پر اس کی ثناء اور تعریف کرے؛ اور اس نعمت کی وجہ سے اللہ سے محبت رکھے۔ سوا اس کے کہ وہ نعمت فنا ہو جائے یا گم ہو جائے۔

علامہ فیروز آبادی نے کہا: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ شکر اور حمد میں سے کون افضل ہے۔ حدیث میں ہے حمد شکر کی سردار ہے۔ جس شخص نے اللہ کی حمد نہیں کی' اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقسام اور اسباب کے اعتبار سے شکر حمد سے عام ہے۔ (کیونکہ حمد صرف زبان سے ہوتی ہے اور شکر' زبان' دل اور اعضاء اور جوارح سے بھی ہوتا ہے) اور متعلق کے اعتبار سے شکر حمد سے خاص ہے۔ کیونکہ شکر صرف نعمت پر ادا کیا جاتا ہے جبکہ حمد میں یہ قید نہیں ہے۔ (وہ مطلقاً زبان سے کسی کی ثناء کرنے کو کہتے ہیں) مثلاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حیات' اس کی سمع اور بصر اور اس کے علم پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ہم ان اوصاف پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی نعمتوں پر ہم دل

Marfat.com

میں جو اس کی تعظیم کرتے ہیں یا سجدہ شکر بجالاتے ہیں' تو اس کو حمد نہیں کہا جائے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور ہم زبان سے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کی ثناء اور تعریف کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہے اور اس کا شکر بھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

شکور کا معنی ہے بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ہے انه کان عبدا شکورا (بنو اسرائیل: ۳) یعنی وہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بہت کوشش سے عبادت کرتے تھے' اور شکور اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ واللہ شکور حلیم (التغابن: ۱۷) اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے کم اعمال پر دگنا چوگنا بلکہ بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کا شکر کرتا ہے یعنی ان کو بخش دیتا ہے۔ اللہ کی طرف جب شکر کی نسبت ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور ثواب عطا فرمانا۔ (تاج العروس' ج ۳' ص ۳۱۲' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں:

شکر کا لغوی معنی یہ ہے کسی نعمت پر زبان' دل یا دیگر اعضاء سے منعم کی تعظیم و تکریم کرنا۔

اور شکر کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو سمع' بصر اور دیگر نعمتیں جو عطا کی ہیں ان کو اپنے مقاصد تخلیق کے مطابق خرچ کرنا۔ (کتاب التعریفات' ص ۶۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰۶ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

دل کا شکر یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ خیر اور نیکی کا قصد کیا جائے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے اور باقی اعضاء کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کیا جائے' اور ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں صرف ہونے سے بچایا جائے۔ حتیٰ کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں کو دیکھے اور اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھنے سے باز رہے۔ یعنی جن چیزوں کے دیکھنے میں اجر و ثواب ہے ان کو دیکھے اور جن چیزوں کا دیکھنا گناہ ہے ان کو نہ دیکھے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ تمام اعضاء کا حکم ہے۔ (احیاء العلوم' ج ۴' ص ۳۳۸' مطبوعہ دار الخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرہ: ۱۵۲)

اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ○ (النساء: ۱۴۷)

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ شکر کی جزا دینے والا اور جاننے والا ہے۔

وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۵)

اور ہم عنقریب شکر ادا کرنے والوں کو اچھی جزا دیں گے۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا: ۱۳)

اے آل داؤد! شکر بجالانے کے لیے نیک کام کرو' میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراھیم: ۷)

اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو یقیناً اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے۔

شکر ادا کرنے کے طریقوں کے متعلق احادیث

ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اس نعمت کا شکر ہے۔ اس کے متعلق یہ حدیث

Marfat.com

ہے۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمت پر الحمدللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۰۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے الحمدلله رب العلمين کہا تو تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ تمہاری نعمت میں زیادتی کرے گا۔

(جامع البیان' ج ۱' ص ۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت اسود بن سریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ثناء اور تعریف میں الحمدللہ سے زیادہ کوئی کلمہ پسند نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود الحمدللہ سے اپنی ثنا کی ہے۔

(مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۵۵۸۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نعمت خواہ کتنی پرانی ہو جائے جب بھی بندہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور مصیبت خواہ کتنی پرانی ہو جائے جب بھی بندہ اس پر انا لله وانا اليه راجعون پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیا ثواب اور اجر عطا فرماتا ہے۔ نعمت پر شکر ادا کرنے سے اس نعمت کی مسئولیت کم ہو جاتی ہے اور مصیبت پر صبر کرنے سے اس کے ثمرات کی حفاظت ہوتی ہے۔

(نوادر الاصول' ج ۲' ص ۲۰۳' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کی جائے اور اس کی کسی نعمت کی بے قدری نہ کی جائے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اپنے گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ آپ اس کے پاس چل کر گئے۔ آپ نے اس کو اٹھایا' اس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جس نعمت کی لوگ ناقدری کرتے ہیں' ان کے پاس وہ نعمت بہت کم دوبارہ آتی ہے۔

(نوادر الاصول' ج ۴' ص ۱۷۴' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کم چیز پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کی نعمت کا اظہار کیا جائے۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قلیل چیز کا شکر ادا نہیں کیا اس نے کثیر چیز کا بھی شکر ادا نہیں کیا اور اللہ کی نعمت کا بیان کرنا شکر ہے اور اس کو ترک کرنا کفر ہے۔ (علامہ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے) (مسند احمد' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۱۸۳۶۱' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندوں کا شکر ادا کیا جائے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا' وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۸۱۱' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۶۱' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۹۵۴' مطبوعہ قاہرہ' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۲۰۷۰' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۲۱۸' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث: ۱۱۲۲)

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی چیز دی گئی تو وہ اس کے بدلہ میں کوئی چیز دے۔ اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس کی تعریف کرے۔ جس نے اس کی تعریف کی اس نے اس کا شکر کیا اور جس نے اس کو چھپایا' اس نے کفر کیا۔ (سنن ابو داؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۸۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ کوئی نیکی کی گئی اور اس نے اس نیکی کرنے والے سے کہا جزاک اللہ خیرا اس نے اس شخص کی پوری تعریف کر دی۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۴۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

راحت کے ایام میں مصیبت کے ایام کو یاد کرنا بھی شکر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہو پھر اس کو یاد کرے تو اس نے شکر ادا کیا اور اگر اس نے اس مصیبت کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔

(سنن ابو داؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۸۱۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

شکر کی فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے۔ اس کے ہر حال میں بھلائی ہے۔ اگر اس کو راحت پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کی فلاح ہے اور اگر اس کو ضرر پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کی فلاح ہے۔ (صحیح مسلم' زہد: ۶۴' (۲۹۹۹) ۷۳۶۵' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۳۳-۳۳۲' ج ۶' ۱۵' طبع قدیم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ میرے رب نے مکہ کی وادی کو پیش کیا تاکہ اس کو میرے لیے سونا بنا دے۔ میں نے کہا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا' جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھے یاد کروں گا تجھ سے فریاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۵۴' مسند احمد' ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۲۵۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت فضیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے ملاقات کی۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں ٹھیک ہوں' آپ نے پھر پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میں ٹھیک ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا۔ (کتاب الدعاء للطبرانی' رقم الحدیث: ۱۹۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کے دو نصف ہیں' نصف میں صبر ہے اور نصف میں شکر ہے۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث: ۹۷۱۵' الجامع الصغیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۱۰۶)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی' پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ (۱۱)

کرو' تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ۝

Marfat.com

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ

فرمایا تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا، اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں،

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا

تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے ○ فرمایا تو یہاں سے اتر

فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۱۳﴾

تجھے یہاں گھمنڈ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، سو نکل جا بیشک تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے ○

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾

اس نے کہا مجھے اس دن تک کی مہلت دے جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے ○ فرمایا بیشک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے ○

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

اس نے کہا قسم اس بات کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی تیری صراطِ مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات میں بیٹھا رہوں گا ○ پھر

لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ

میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان) کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور

وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ

بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا ○ فرمایا یہاں سے

مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

ذلیل اور دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا، البتہ جو لوگ تیری پیروی کریں گے میں تم سب سے

مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾

دوزخ کو بھر دوں گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی' پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

(الاعراف: ۱۱)

Marfat.com

آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا تھا کہ اس نے انسانوں کو زمین میں بسایا اور ان کو اسباب زیست فراہم کیے اور اس آیت میں ان پر اپنی ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں انسان کی تخلیق کی ابتداء کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں مسجود ملائکہ بنایا اور باپ پر جو انعام کیا جاتا ہے وہ بیٹے پر انعام کے قائم مقام ہوتا ہے' کیونکہ باپ کا شرف اور اس کا بلند مقام بیٹے کے لیے باعث فخر ہوتا ہے۔ اور اس سے منشا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس قدر انعامات سے نوازا ہے تو پھر ان کا ایمان نہ لانا اور کفر پر ڈٹے رہنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور اس کی احسان فراموشی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ تم اللہ کے ساتھ کس طرح کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم میں جان ڈالی' پھر وہ تمہاری جان نکالتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ (البقرہ: ۲۸)

ایک اشکال کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہم کو پیدا کیا' پھر حضرت آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ حالانکہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور ان کو مسجود ملائکہ بنایا اس کے بعد ان کی نسل سے ہم کو پیدا فرمایا۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱- اس آیت میں "ہم نے تم کو پیدا کیا" اس سے مراد ہے ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا اور ہم نے تمہارے باپ آدم کی صورت بنائی جیسا کہ ایک اور آیت میں بھی انسان سے مراد آدم ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (المؤمنون: ۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (الاعراف: ۱۸۹) (اللہ) وہی ہے جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا اور اسی ذات سے اس کی بیوی کو بنایا تاکہ وہ اس کی طرف سکون حاصل کرے۔

۲- مجاہد نے یہ بیان کیا ہے کہ "تم کو پیدا کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ آدم کو پیدا کیا اور "پھر تمہاری صورت بنائی" اس سے مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ان کی اولاد کی صورت بنائی۔

۳- اس آیت میں ایک لفظ مقدر ہے۔ "پھر ہم تمہیں خبر دیتے ہیں" اور پوری آیت کا معنی اس طرح ہوگا اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی۔ پھر ہم تمہیں خبر دیتے ہیں کہ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو......

حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح کے بعض اہم واقعات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا قصہ سات سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (البقرہ' الاعراف' الحجر' بنو اسرائیل' الکہف' طٰہٰ' ص)

ہم اس قصہ کے مباحث کی تفسیر اور تفصیل سورہ البقرہ میں بیان کر چکے ہیں یہاں پر ہم بعض ان امور کو بیان کریں گے جن کا وہاں ہم نے ذکر نہیں کیا تھا۔ یہاں پر ہم احادیث اور آثار کی روشنی میں حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح بیان کر رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کی مرحلہ وار تخلیق

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اپنی پسندیدہ چیزیں پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عرش پر مستوی ہوا اور فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (البقرہ: ۳۰) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مٹی لینے کے لیے زمین پر بھیجا۔ زمین نے کہا: میں اس بات سے تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں کہ مجھ سے کوئی چیز کم کی جائے یا میری کوئی چیز خراب کی جائے۔ حضرت جبرئیل لوٹ آئے اور مٹی نہیں لی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: یا رب! اس نے مجھ سے تیری پناہ طلب کی اور میں نے اس کو پناہ دے دی' پھر حضرت میکائیل کو بھیجا' اس نے پھر اسی طرح کہا وہ بھی لوٹ آئے' پھر حضرت عزرائیل کو بھیجا اس نے ان سے بھی اللہ کی پناہ طلب کی۔ انہوں نے کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اللہ کے حکم پر عمل کرائے بغیر لوٹ جاؤں' انہوں نے زمین کے ہر خطہ سے مٹی لے کر جمع کی اور اس کو خلط ملط کر دیا۔ اس میں سرخ مٹی بھی تھی اور سفید بھی۔ یہی وجہ ہے کہ بنو آدم مختلف رنگ کے ہیں۔ وہ اس مٹی کو لے کر اوپر چڑھے اور اس کو گیلا کر دیا' پھر اس گندھی ہوئی مٹی کو پڑا رہنے دیا حتی کہ وہ سڑ گئی۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر: ۲۶) — اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے بنایا جو پہلے سیاہ بدبودار گارا تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا تاکہ ابلیس خود کو ان سے بڑا نہ سمجھے اور وہ جمعہ کے دن چالیس سال کے برابر عرصہ تک بشر کی صورت میں پتلا بنے ہوئے پڑے رہے۔ فرشتے ان کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے تھے اور ابلیس سب سے زیادہ خوف زدہ ہوتا تھا۔ اس پتلے کو مارنے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے مٹکے کو مارنے سے آواز آتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (الرحمن: ۱۴) — اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا۔

ابلیس کہتا تھا اس کو کس لیے بنایا گیا ہے' اس نے فرشتوں سے کہا اس سے مت ڈرو! یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اگر مجھ کو اس پر مسلط کیا گیا تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔ جب اس میں روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (الحجر: ۲۹) — سو جب میں اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی طرف سے (پسندیدہ) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ میں گر جانا۔

جب اس پتلے میں روح پھونکی اور وہ ان کے سر میں داخل ہوئی تو ان کو چھینک آئی۔ فرشتوں نے ان سے کہا کہو الحمد للہ تو انہوں نے کہا الحمد للہ۔ اور جب روح ان کی آنکھوں میں داخل ہوئی تو انہوں نے جنت کے پھلوں کی طرف دیکھا اور جب روح ان کے پیٹ میں پہنچی تو ان کو طعام کی خواہش ہوئی اور انہوں نے پیروں تک روح کے پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے پھلوں کی طرف چھلانگ لگانی چاہی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء: ۳۷) — انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔

پھر ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا' جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

Marfat.com

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ۙ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ۚ (ص ۷۷-۷۳)

پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ۝ سوا ابلیس کے، اس نے گھمنڈ کیا اور کافروں میں سے ہو گیا ۝ فرمایا اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تو نے اب گھمنڈ کیا یا تو پہلے ہی سے گھمنڈ کرنے والوں میں سے تھا ۝ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس کو مٹی سے بنایا ۝ فرمایا تو اس (جنت) سے نکل جا بے شک تو مردود ہو گیا ۝

(مختصر تاریخ دمشق، ج ۴، ص ۲۱۷-۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۴ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد کا مشاہدہ کرانا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک ان کی اولاد کی پیدا ہونے والی روحیں ان کی پشت سے جھڑ گئیں۔ اور ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے سامنے نور کی شعاعیں تھیں۔ پھر ان لوگوں کو حضرت آدم کے سامنے پیش کیا۔ حضرت آدم نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہیں۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ شخص اور اس کی نور کی شعاعیں انہیں بہت اچھی لگیں۔ پوچھا اے میرے رب! یہ کون شخص ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد کے آخری لوگوں میں سے ایک شخص ہے اس کا نام داؤد ہے۔ کہا اے میرے رب تو نے ان کی کتنی عمر مقرر کی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال، کہا اے میرے رب! میری عمر میں سے اس کی عمر کے چالیس سال زیادہ کر دے۔ جب حضرت آدم کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آئے۔ کہا کیا میری عمر میں سے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیا یہ چالیس سال آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیے تھے؟ حضرت آدم نے انکار کر دیا سو ان کی اولاد نے بھی انکار کر دیا اور حضرت آدم بھول گئے سو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت آدم نے (اجتہادی) خطا کی سو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ (سنن الترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۸۷)

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲)

اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنا دیا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر سات آسمانوں کو گواہ کرتا ہوں اور تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔ جان لو کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ لہٰذا تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، میں عنقریب تمہارے پاس رسول بھیجوں گا جو تم کو میرا عہد اور میثاق یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابوں کو نازل کروں گا،

Marfat.com

انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے اور تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں ہے' حضرت آدم نے ان میں غنی اور فقیر کو اور خوبصورت اور بدصورت لوگوں کو دیکھا' حضرت آدم نے کہا: اے میرے رب اگر تو اپنے تمام بندوں کو ایک جیسا کر دیتا! فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ حضرت آدم نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے چہرے چراغ کی طرح منور تھے۔ ان کو رسالت اور نبوت کے میثاق کے ساتھ خاص کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق یہ آیت ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (الاحزاب: ۷)

اور جب ہم نے (تبلیغ رسالت پر) نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے' اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

(تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۰-۲۱۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کی آزمائش

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کے دائیں کندھے پر مارا اور سفید رنگ کی ان کی اولاد نکالی۔ وہ چیونٹی کی مثل تھے۔ اور بائیں کندھے پر مارا اور اس سے ان کی سیاہ رنگ کی اولاد نکالی' وہ کوئلوں کی طرح تھے۔ پھر دائیں جانب والوں کے لیے فرمایا یہ جنت کی طرف ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور بائیں جانب والوں کے لیے فرمایا یہ دوزخ کی طرف ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ابراہیم مزنی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو کعبہ کی طرح کر دیا تھا اور فرشتوں کو ان کی طرف سجدہ عبادت کرنے کا حکم دیا۔ جس طرح اس نے اپنے بندوں کو کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

قتادہ نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے اور کھانے پینے کا حکم دیا اور ایک درخت سے منع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو آزمائش میں مبتلا کیا جس طرح اس سے پہلے فرشتوں کو مبتلا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کو اطاعت میں مبتلا کیا ہے' جس طرح اس سے پہلے زمین اور آسمان کو اطاعت میں مبتلا کیا تھا۔ ان سے فرمایا: تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ انہوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہوتے ہیں۔ (حم السجدۃ: ۱۱) سو حضرت آدم علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کو جنت میں رکھا۔ فرمایا کہ جہاں سے چاہو' فراخی سے کھاؤ اور ایک درخت سے کھانے سے منع فرما دیا۔ یہ آزمائش قائم رہی حتیٰ کہ انہوں نے اس ممنوع کا ارتکاب کر لیا۔ اس وقت ان کی شرم گاہ کھل گئی اور ان کو جنت سے اتار دیا گیا۔ حضرت آدم نے کہا: اے میرے رب! اگر میں توبہ کر لوں اور اصلاح کر لوں تو کیا جنت کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا! اور تب انہوں نے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی' اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اللہ کے دشمن ابلیس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور نہ توبہ کی' لیکن اس نے قیامت تک کی مہلت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی دعا قبول کر لی۔ حضرت آدم کو معاف کر دیا اور شیطان کو قیامت تک کی مہلت دے دی۔

(تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۱-۲۲۰' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

Marfat.com

حضرت آدم کا سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور اس حدیث کی تحقیق

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا: میں تجھ سے (سیدنا) محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی محمد کیا ہے! اور محمد کون ہیں؟ تب انہوں نے کہا تیرا نام برکت والا ہے' تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا' تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: لاالہ الاالله محمد رسول الله تو میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا کون شخص ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے آدم وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں سے آخری امت ہے اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا۔

(المعجم الصغیر' ج ۲' ص ۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' المعجم الصغیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۹۹۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۴۹۸' مطبوعہ مکتبہ المعارف' ریاض' الشریعہ للاجری' ص ۴۲۷-۴۲۷' ریاض' المستدرک ج ۲' ص ۶۱۵' مطبوعہ دار الباز مکہ المکرمہ' دلائل النبوۃ' للبیہقی' ج ۵' ص ۴۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' وفاء الوفاء لابن الجوزی' ص ۳۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۵۳' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت' مجمع البحرین' ج ۶' ص ۱۵۱' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' الخصائص الکبریٰ' ج ۱' ص ۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' لائل پور' (کتب تاریخ و سیرت) البدایہ و النہایہ' للحافظ ابن الکثیر' ج ۱' ص ۸۱' ج ۲' ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' المواہب اللدنیہ' ج ۱' ص ۳۵' ج ۳' ص ۴۱۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' شرح المواہب للزرقانی' ج ۱' ص ۴۴' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' سبل الہدیٰ و الرشاد' ج ۱' ص ۸۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' سیرت حلبیہ' ج ۱' ص ۳۵۴' مطبوعہ شرکہ مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر' قصص الانبیاء للحافظ ابن کثیر' ج ۱' ص ۳۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ۔ (کتب تفسیر) در منثور' ج ۱' ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' تفسیر ثعالبی' ج ۱' ص ۵۳' مطبوعہ مؤسسہ الاعلمی بیروت' روح البیان' ج ۱' ص ۱۱۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' روح المعانی' ج ۱' ص ۲۲۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت۔ (دیگر کتب) فتاویٰ ابن تیمیہ' ج ۲' ص ۱۵۱' مطبوعہ السعودیہ العربیہ' شفاء السقام للسبکی' ص ۱۲۰' مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے در منثور' ج ۱' ص ۱۴۲' اور الخصائص ج ۱' ص ۶ میں اور علامہ علی متقی ھندی نے کنز العمال ج ۱۱' ص ۴۵۵ میں اس حدیث کو امام ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کے حوالے سے بھی درج کیا ہے۔ میں نے امام ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کو حرفاً حرفاً دیکھا ہے۔ اس میں یہ حدیث نہیں ہے اس سلسلہ میں ان بزرگ محدثین کو تسامح ہوا ہے)

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھا ہے لیکن یہ ان کا تساہل ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے بلکہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (تلخیص المستدرک' ج ۲' ص ۶۱۵) علامہ ذہبی کا اس حدیث کو موضوع لکھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع راوی نہیں ہے اور ذہبی نے اس کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ اور قصص الانبیاء میں اس کی تصریح کی ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی اس کو ضعیف ہی لکھا ہے۔ وضاع نہیں قرار دیا اور فضائل میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے اور قوی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ' ج ۲' ص ۱۵۱' مطبوعہ السعودیہ العربیہ)

Marfat.com

ہر چند کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو اکثر ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض ائمہ حدیث نے اس کی تعدیل اور تحسین بھی کی ہے۔ حافظ جمال الدین یوسف مزی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ابوحاتم کا دوسرا قول یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم ابن ابی الرجال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ابو احمد بن عدی نے کہا اس کی احادیث حسن ہیں لوگوں نے ان کو حاصل کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو صادق قرار دیا ہے اور یہ ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال، ج ۱۱ ص ۱۹۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، تہذیب التہذیب، ج ۶ ص ۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز امام ابن جوزی نے الوفاء میں اس حدیث کو جس سند سے ذکر کیا ہے اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم نہیں ہے، شیخ ابن تیمیہ نے بھی اسی سند کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا ہے، لہٰذا عبدالرحمن بن زید کی وجہ سے جو اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے وہ اعتراض اصلاً ساقط ہو گیا۔

حضرت آدم کے سکون کے لیے حضرت حوا کو پیدا کرنا

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ابلیس کو جنت سے نکالا گیا اور اس پر لعنت کی گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گھبراتے تھے اور ان کی کوئی بیوی نہیں تھی جس سے وہ سکون حاصل کرتے۔ ایک دن وہ سو گئے۔ بیدار ہوئے تو ان کے سرہانے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کو اللہ عزوجل نے ان کی پسلی سے پیدا کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں یک عورت ہوں۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ اس نے کہا: تاکہ آپ مجھ سے سکون حاصل کریں۔ فرشتوں نے پوچھا: اے آدم! اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس کا نام حواء ہے۔ فرشتوں نے پوچھا: آپ نے اس کا نام حوا کیوں رکھا۔ انہوں نے کہا کیونکہ یہ حی (زندہ) سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اور ہم نے فرمایا: اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس سے فراخی سے کھاؤ جہاں سے تم چاہو اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (البقرہ: ۳۵) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے لیے ان کی ان شرم گاہوں کو ظاہر کرا دے جو ان سے چھپائی ہوئی تھیں اور کہا (اے آدم و حواء) تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ○ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں○ پھر فریب سے انہیں (اپنی طرف) جھکا لیا تو جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان پر ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے بدن پر جنت کے پتے جوڑنے لگے اور ان کے رب نے انہیں ندا فرمائی کیا اس درخت سے میں نے تم دونوں کو نہیں روکا تھا؟ اور تم سے (یہ) نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (الاعراف: ۲۲-۲۱) اس درخت سے کھانے میں حوا نے سبقت کی، پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم بھی کھالو، کیونکہ میں نے کھایا تو مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ (حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہا ممانعت کی ہے، تحریما منع نہیں فرمایا۔ اس لیے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت تحریما تھی۔ یا انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معین درخت سے منع فرمایا ہے۔ اگر میں اس نوع کے کسی اور درخت سے کھالوں تو پھر حرج نہیں ہے اور یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس درخت کی نوع سے منع کرنا تھا۔ پھر جب

Marfat.com

انہوں نے اس درخت سے کھالیا اور وہ بے لباس ہوگئے اور پتوں سے جسم چھپانے لگے تو انہوں نے کہا:) اس نے تیری قسم کھائی تھی اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ تیری مخلوق میں سے کوئی شخص تیری قسم جھوٹی بھی کھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ فرمایا اترو تمہارے بعض' بعض کے لیے دشمن ہیں اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہے ○ (الاعراف: ۲۴-۲۳)

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں فرشتوں کی تسبیح اور ان کی آواز سنتے تھے۔ زمین پر آنے کے بعد یہ نعمت ان سے جاتی رہی۔ انہوں نے اپنے رب عزوجل سے اس کی شکایت کی۔ ان سے کہا گیا کہ یہ بھی آپ کی اس (ظاہری) خطا کا ثمرہ ہے' البتہ میں آپ کے لیے ایک بیت اتاروں گا۔ آپ اس کے گرد طواف کریں جس طرح فرشتے عرش کے گرد طواف کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بستیوں اور جنگلوں کی مسافت طے کرکے اس بیت کے پاس آئے اس کے گرد طواف کیا اور اس کے پاس نماز پڑھی۔ اسی طرح اس بیت کا طواف کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو اٹھالیا اور قوم نوح کو غرق کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان ہی بنیادوں پر حضرت نوح علیہ السلام سے وہ بیت بنوایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ھند سے پیدل چل کر چالیس مرتبہ حج کیا۔

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جب وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: اے بیٹو! میں جنت کے پھلوں کی خواہش کر رہا ہوں' وہ جنت کے پھل ڈھونڈنے چلے گئے۔ ان کے سامنے سے فرشتے آئے' ان کے پاس کفن اور خوشبو تھی' اور کدالیں اور پھاوڑے تھے۔ انہوں نے حضرت آدم کے بیٹوں سے کہا: تم کیا تلاش کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمارا باپ بیمار ہے ہم اس کے لیے جنت کے پھل ڈھونڈ رہے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: واپس جاؤ' تمہارے باپ کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ فرشتے آئے تو حضرت حواء نے ان کو پہچان لیا۔ وہ حضرت آدم کے پاس گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے دور رہو۔ تمہاری وجہ سے میں فتنہ میں مبتلا ہوا تھا۔ مجھے اور میرے رب عزوجل کے فرشتوں کو تنہا چھوڑ دو۔ پھر فرشتوں نے حضرت آدم کی روح قبض کرلی۔ ان کو غسل دیا' ان کو کفن پہنایا اور ان کے جسم پر خوشبو لگائی اور ان کے لیے قبر کھود کر لحد بنائی ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ان کی قبر میں اترے اور ان کو قبر میں داخل کیا اور قبر پر کچی اینٹیں رکھیں۔ پھر ان کی قبر سے نکلے اور ان کی قبر کو مٹی سے پر کر دیا۔ پھر کہا: اے آدم کے بیٹو! یہ تمہارے لیے کفن دفن کا طریقہ ہے۔

عطاء خراسانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر سات دن تک مخلوق روتی رہی۔

(مختصر تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت آدم علیہ السلام کا برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں! آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا۔ ان سے حضرت آدم نے کہا: اے موسیٰ! تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ساتھ سرفراز کیا' اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھی۔ کیا تم مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے متعلق مقدر کر دیا تھا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پا گئے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۶۱۴' صحیح مسلم' قدر: ۱۳ (۲۶۵۲) ۶۶۱۸' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۰۱' السنن الکبریٰ' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۳۲۹)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں یہ مباحثہ ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے پاس ہوا ہو یا ہو سکتا ہے کہ دونوں کے وصال کے بعد عالم برزخ میں یہ مباحثہ ہوا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوع کھانے پر تقدیر کا عذر اپنی زندگی میں پیش نہیں کیا بلکہ زندگی میں اپنے اس فعل پر اظہار ندامت اور توبہ اور استغفار ہی کرتے رہے' جبکہ ان کا یہ فعل بھولے سے ہوا تھا اور یہ گناہ نہیں تھا۔ اس لیے حضرت آدم علیہ السلام کی اس مثال کو سامنے رکھ کر کوئی شخص اپنے دانستہ گناہوں پر یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی تقدیر میں یونہی لکھا تھا۔ جب تک انسان دار التکلیف میں ہے' اس پر مکلفین کے احکام جاری ہوں گے۔ اس کو ملامت کی جائے گی اور اس پر حد یا تعزیر حسب عمل جاری ہو گی اور اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو عذاب کا مستحق ہو گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا فعل اول تو حقیقتاً معصیت نہیں تھا۔ ثانیاً انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ دار التکلیف سے جانے کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا' اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے ○ (الاعراف: ۱۲)

سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا لغت میں معنی ہے: سر نیچے کرنا' جھکنا' عاجزی اور خاکساری کرنا اور اس کا فقہی معنی ہے زمین پر پیشانی رکھنا اور اس سے بڑھ کر عاجزی اور تذلل متصور نہیں ہے۔

(النہایہ' ج ۲' ص ۳۰۹' ۳۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مجمع بحار الانوار' ج ۳' ص ۷' ۳' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا شرعی معنی ہے: اللہ کے لیے تذلل اور عاجزی کرنا اور اس کی عبادت کرنا اور یہ انسان' حیوانات اور جمادات سب کو شامل ہے اور اس سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ سجدہ بالاختیار اور سجدہ بالتسخیر۔ سجدہ بالاختیار پر انسان ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ (النجم: ۶۲) سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

اور سجدہ بالتسخیر اور سجدہ بالاختیار دونوں کی مثال یہ آیت ہے:

Marfat.com

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (النحل: ۴۹)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں وہ سب اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں' (ہر قسم کے) جاندار اور سب فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

اور صرف سجدہ بالتسخیر کی مثال یہ آیتیں ہیں:

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ○ (الرحمن: ۶)

اور زمین پر پھیلنے والے پودے اور اپنے تنے پر کھڑے درخت سجدہ کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ (الرعد: ۱۵)

آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہیں' وہ (سب) خوشی یا مجبوری سے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے (بھی) صبح اور شام کو۔

قرآن مجید میں سجدہ کا اطلاق سجدہ عبودیت کی بجائے سجدہ تعظیم پر بھی کیا گیا ہے:

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (البقرہ: ۳۴)

آدم کو سجدہ کرو۔

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (یوسف: ۱۰۰)

اور (ماں' باپ اور بھائی سب) یوسف کے لیے سجدہ میں گر گئے۔

سجدہ کا اطلاق نماز پر بھی کیا گیا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (ق: ۴۰)

رات کے کچھ وقت میں اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی)۔

ابلیس جن تھا یا فرشتہ؟

جمہور مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا۔ ان کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ (البقرہ: ۳۴) ابلیس کو سجدہ کا حکم اس وقت ہو گا جب وہ فرشتہ ہو' کیونکہ اس آیت میں سجدہ کا حکم فرشتوں کو دیا گیا ہے اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا' وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابلیس جنی تھا لیکن وہ فرشتوں کے درمیان چھپا رہتا تھا۔ اس لیے بہ طور تغلیب وہ بھی فرشتوں میں داخل تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جنات کو سجدہ کرنے کا حکم تھا لیکن فرشتوں کے ذکر کے بعد ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جب اکابر کو کسی کی تعظیم کرنے کا حکم دیا جائے تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اصاغر کو اس کی تعظیم کا بہ طریق اولیٰ حکم ہے۔ ابلیس کے جن ہونے کی واضح دلیل یہ آیت ہے:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (الکہف: ۵۰)

وہ (ابلیس) جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

اس بحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے (البقرہ: ۳۴) کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

امر کا وجوب کے لیے ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا علماء اصول نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ امر کا تقاضا وجوب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی اس پر مذمت کی ہے کہ ابلیس نے اللہ کے حکم

Marfat.com

کے بعد اس پر عمل نہیں کیا اور بعض علماء نے اس سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ امر کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے' کیونکہ ابلیس نے جب اس پر علی الفور عمل نہیں کیا تو اس پر گرفت کی گئی۔

حضرت آدم سے افضل ہونے پر ابلیس کا یہ استدلال کہ آگ مٹی سے افضل ہے

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی: اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیس کے جواب کی وضاحت یہ ہے کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ کیونکہ آگ گرم خشک ہے اور مٹی سرد خشک ہے۔ اور حرارت برودت سے افضل ہے۔ کیونکہ گرمی حیات کے اور جوانی کے مناسب ہے اور ٹھنڈک موت اور بڑھاپے کے مناسب ہے اور حیات اور جوانی' موت اور بڑھاپے سے افضل ہے۔ نیز آگ تاثیر اور فعل کرتی ہے اور مٹی اثر قبول کرتی ہے اور انفعال کرتی ہے اور فعل' انفعال سے افضل ہے اور آگ کا خاصہ بلندی کی طرف جانا اور مٹی کا خاصا پستی کی طرف آنا ہے اور بلندی پستی سے افضل ہے۔ سو ان تین وجوہ سے آگ مٹی سے افضل ہے اور ابلیس آگ سے اور حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے لہٰذا ابلیس حضرت آدم سے افضل ہوا اور افضل کا مفضول کو سجدہ کرنا حکمت کے خلاف ہے۔

آگ سے مٹی کے افضل ہونے کی دس وجوہات

ابلیس کی یہ دلیل متعدد وجوہ سے باطل ہے کسی مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں۔ علت مادی' علت صوری' علت فاعلی اور علت غائی۔ ابلیس نے اپنے اور حضرت آدم کے درمیان صرف علت مادی سے تقابل کیا اور باقی تین علتوں سے صرف نظر کر لی۔ ثانیاً علت مادی کے اعتبار سے بھی حضرت آدم' ابلیس سے افضل ہیں کیونکہ مٹی آگ سے حسب ذیل وجوہ سے افضل ہے:

۱- آگ کی طبیعت کا تقاضا چیزوں کو علی الفور جلانا اور ان کو تلف کرنا ہے جبکہ مٹی کسی چیز کو تلف یا ضائع نہیں کرتی۔

۲- مٹی میں انسانوں اور حیوانوں کا رزق پیدا ہوتا ہے اور کپاس پیدا ہوتی ہے جس سے انسانوں کا لباس حاصل ہوتا ہے جبکہ آگ میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔

۳- مٹی میں اگر ایک دانہ ڈالا جائے تو اس کی برکت سے وہ کم و بیش سات سو گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے جبکہ آگ کسی چیز کو بڑھانا تو کجا اصلاً نیست و نابود کر دیتی ہے۔

۴- آگ کو اپنے وجود میں مٹی کی احتیاج ہے۔ کیونکہ آگ زمین کے بغیر نہیں متحقق ہو گی۔ جبکہ زمین کو اپنے وجود میں آگ کی احتیاج نہیں ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ نے زمین کے بہ کثرت منافع اور فوائد کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا (النبا: ۶)	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔
اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ○ اَحۡيَآءً وَّاَمۡوَاتًا ○ وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ (المرسلات: ۲۷-۲۵)	کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہ بنایا ○ زندوں اور مردوں کے لیے ○ اور ہم نے اس میں بلند مضبوط پہاڑ پیدا کر دیے۔
هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَـكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا (البقرہ: ۲۹)	وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔

اس کے برخلاف قرآن مجید کی اکثر اور بیشتر آیتوں میں آگ کو عذاب قرار دیا گیا ہے اور اس سے ڈرایا گیا ہے۔

Marfat.com

۶- قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو برکت قرار دیا ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ (حم السجدہ: ۱۰-۹)

آپ کہئے تم بے شک اس کے ساتھ ضرور کفر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کے لیے شریک بناتے ہو، یہ پروردگار ہے سارے جہانوں کا ۝ اور جس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑوں کو گاڑ دیا اور اس میں برکت دی، اور اس میں اس کے باشندوں کے لیے چار دنوں میں غذائیں رکھ دیں، جو طلب کرنے والوں کے لیے برابر ہیں۔

وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۷۱)

اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت فرمائی ہے۔

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا (الانبیاء: ۸۱)

اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی۔

اس کے برخلاف آگ کی یہی صفت ہے کہ وہ چیزوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔

۷- مٹی کے شرف کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا گھر (البیت الحرام) بنایا ہے جس میں ہر وقت طواف کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سجدے کیے جاتے ہیں، اس کی عبادت کی جاتی ہے اور تسبیح، تہلیل اور تمجید کی جاتی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ مسجد نبوی ہے، مسجد اقصیٰ ہے اور بے شمار مساجد ہیں جن میں دن رات اس کی حمد اور عبادت کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف آگ میں ایسی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۸- زمین میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے نفع کے لیے، معدنیات، دریا، سمندر، چشمے، پھلوں کے باغات، غلہ سے لدے ہوئے کھیت، سواریوں کے لیے اصناف و اقسام کے جانور اور طرح طرح کے لباس پیدا کیے ہیں اور اس کے مقابلہ میں آگ کے اندر ایسا کوئی نفع نہیں ہے۔

۹- آگ کی زیادہ سے زیادہ فضیلت یہ ہے کہ اس کی حیثیت زمین کے خادم کی ہے۔ اول تو آگ کا وجود زمین کے وسیلہ سے ہے۔ آگ یا لکڑیوں کو جلا کر حاصل ہوتی ہے یا گوبر کو جلا کر۔ یا قدرتی گیس سے اور تیل سے حاصل ہوتی ہے اور ان تمام چیزوں کا حصول زمین سے ہوتا ہے۔ ثانیاً آگ سے کھانا پکایا جاتا ہے یا حرارت حاصل کی جاتی ہے اور کھانے کے اجزاء ترکیبی بھی زمین سے حاصل ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مٹی اصل اور مخدوم ہے اور آگ فرع اور خادم ہے اور اس کو مٹی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

۱۰- ابلیس لعین کا مادہ خلقت (مارج من نار) بھڑکنے والی آگ ہے اور بھڑکنے والی آگ اور شعلے فی نفسہ ضعیف ہیں۔ ہوا ان کو ادھر سے ادھر لے جاتی ہے اور ان کا بھڑکنا ہوا کے تابع ہے۔ اور مٹی فی نفسہ قوی ہے۔ ہوا اس کو اپنے زور سے ادھر ادھر نہیں لے جا سکتی بلکہ مٹی کی دیواریں اور پہاڑ ہوا کے لیے سد راہ بن جاتے ہیں اور قوی، ضعیف سے افضل ہوتا ہے اس لیے مٹی آگ سے افضل ہے۔ ثانیاً ابلیس لعین کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی اور پانی کو گوندھ کر دونوں سے بنایا گیا تھا اور پانی بھی آگ سے افضل ہے کیونکہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ نیز پانی کے افضل ہونے کے لیے یہ آیت کافی ہے:

Marfat.com

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء: ۳۰)

اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا۔

الغرض حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ خلقت مٹی اور پانی ہے اور یہ دونوں آگ سے افضل ہیں۔ اس لیے ابلیس لعین کا یہ کہنا غلط تھا کہ "میں آدم سے بہتر ہوں"۔

حضرت آدم کا چاروں علتوں کی وجہ سے ابلیس سے افضل ہونا

علت مادی کے بعد دوسری فضیلت کی وجہ علت صوری ہے اور علت صوری کے اعتبار سے بھی حضرت آدم علیہ السلام افضل ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○ (التین: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو سب سے حسین تقویم (ساخت) میں بنایا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ الحدیث۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۲۲۷' صحیح مسلم بر '۱۱۵' (۲۶۱۲) ۶۵۳۲' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۱۵' ۲۵۱' ۲۴۴' طبع قدیم)

علت صوری کے بعد تیسری فضیلت کی وجہ علت فاعلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو حرف کن سے پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو خاص اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا:

قَالَ يٰٓإِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص: ۷۵)

فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کے لیے سجدہ کرنے سے کس نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ (ص: ۷۲-۷۱)

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں ○ تو جب میں اسے درست کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔

فضیلت کی چوتھی وجہ علت غائی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی غایت تخلیق اللہ تعالیٰ کی نیابت اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت ہے۔ فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ: ۳۰)

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔

اور اس سے بڑھ کر کسی مخلوق کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کا نائب اور اس کا خلیفہ ہو۔ اور اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام علت مادی' صوری' فاعلی اور غائی ہر اعتبار سے ابلیس لعین سے افضل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو ابلیس پر لازم اور واجب تھا کہ وہ آپ کو سجدہ کرے لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے مقابلہ میں فاسد قیاس کیا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے اور افضل کا مفضول کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء ظاہر نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ مطلقاً قیاس اور اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے ہم یہاں پر قیاس اور اجتہاد کی تحقیق کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ابلیس کے باطل قیاس کی بنا پر منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا تجزیہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن سیرین نے کہا سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا اور سورج اور چاند کی پرستش صرف قیاس کی وجہ سے کی گئی ہے۔

حسن بصری نے کہا سب سے پہلے جس نے قیاس کیا تھا' وہ ابلیس ہے۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۱۷۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' سنن دارمی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۹۱' طبع بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن جمیع بیان کرتے ہیں کہ میں' ابن ابی لیلیٰ اور (امام) ابو حنیفہ' حضرت جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن شبرمہ نے کہا میں اور (امام) ابو حنیفہ' حضرت جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جعفر بن محمد نے ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ شخص ہے جس کو امور دین میں بہت مہارت اور بصیرت حاصل ہے۔ حضرت جعفر نے کہا: شاید یہ دین کے معاملات میں اپنی رائے سے قیاس کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت جعفر نے (امام) ابو حنیفہ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نعمان! (الی قولہ) حضرت جعفر نے امام ابو حنیفہ سے کہا: اے نعمان! مجھے میرے والد نے میرے دادا سے یہ حدیث روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سب سے پہلے دین کے معاملہ میں اپنی رائے سے قیاس کیا' وہ ابلیس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: (حضرت) آدم کو سجدہ کرو' اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے' سو جس نے دین میں اپنی رائے سے قیاس کیا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابلیس کے ساتھ اکٹھا کرے گا۔ ابن شبرمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے' پھر حضرت جعفر نے ان سے پوچھا: قتل نفس اور زنا میں کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ امام ابو حنیفہ نے کہا: قتل نفس۔ حضرت جعفر نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قتل نفس کے ثبوت کے لیے صرف دو گواہ کافی قرار دیے۔ پھر زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی گواہی کیوں ضروری ہے؟ پھر پوچھا: نماز اور روزے میں کون سا فرض زیادہ اہم ہے؟ امام ابو حنیفہ نے کہا نماز! حضرت جعفر نے کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ حائض عورت صرف روزے کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں ہے؟ پھر کہا: تمہارے قیاس کرنے پر افسوس ہے! اللہ سے ڈرو اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کرو۔

(حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۹۷-۱۹۶' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ایضاً ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت جعفر بن محمد نے نبی ﷺ سے جو حدیث روایت کی ہے' اس کے متعلق قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں غور کرنا چاہیے۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اور یہ حدیث کلام نبوت کے مشابہ نہیں ہے۔

(فتح القدیر' ج ۲' ص ۱۹۳' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' فتح البیان' ج ۳' ص ۲۶۲' مطبوعہ المطبعہ الکبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۰۱ھ)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے۔ سعید بن عنبسہ۔ اس کے متعلق حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ نے کہا یہ کذاب ہے اور ابو حاتم نے کہا: یہ صادق نہیں۔ اس نام کا ایک دوسرا شخص ہے وہ مجہول ہے۔ اس نام کا ایک

Marfat.com

تیسرا شخص ہے۔ امام ابن جوزی نے اس پر کوئی طعن نہیں کیا لیکن یہ متعین نہیں ہے کہ اس سند میں کون سا شخص مراد ہے۔

(میزان الاعتدال' ج ۳' ص ۲۲۳' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ج ۳' ص ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث کا ایک اور راوی ہے عمرو بن جمیع۔ اس کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

ابن معین نے اس کو کذاب قرار دیا۔ امام دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا: یہ متروک ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔

(میزان الاعتدال' ج ۵' ص ۳۰۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نظام معتزلی اور بعض اہل الظاہر قیاس کے منکر ہیں اور صحابہ کرام' تابعین عظام اور ان کے بعد کے جمہور علماء قیاس کے قائل ہیں اور قیاس سے جو احکام مستنبط ہوں' ان پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے اور عقلاً واقع ہے۔ بعض شوافع اور ابوالحسین بصری کے نزدیک اس پر عمل کرنا عقلاً واجب ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۵۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مجوزین قیاس کا احادیث سے استدلال

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی صحیح میں یہ عنوان قائم کیا ہے: جس شخص نے کسی پیش آمدہ مسئلہ کو ایسی متعارف اصل پر قیاس کیا ہو جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہو تاکہ سوال کرنے والا اس مسئلہ کو سمجھ سکے' اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور سوال کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی۔ کیا میں اسکی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے حج کرلو۔ یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا قرض ادا کرو۔ وہ ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۱۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نیز امام بخاری نے ایک باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق قاضیوں کا اجتہاد کرنا اور یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب حکمت کی تعریف کی ہے جبکہ وہ حکمت سے فیصلے کرے اور حکمت کی تعلیم دے اور از خود کوئی حکم نہ دے اور خلفاء ت مشورے کرے اور اہل علم سے تبادلہ خیال کرے' اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو (قسم کے) آدمیوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس مال کو راہ حق میں خرچ کرنے پر اس کو مسلط کر دیا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہو۔

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۱۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نیز امام بخاری نے ایک باب کا یہ عنوان قائم کیا: جن احکام کی معرفت دلائل سے ہو پھر دلائل کی یہ تفسیر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے احکام بیان فرمائے اور جب آپ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ان کا حکم اس آیت سے مستنبط کیا فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی ہے۔ اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ استدلال کیا ہے کہ گوہ حرام نہیں ہے اور اس عنوان کے تحت یہ حدیث سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ گھوڑا کسی کے لیے باعث اجر ہوتا ہے اور کسی کی پردہ پوشی کا سبب ہوتا ہے اور کسی کے حق میں گناہوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کے لیے اس کا گھوڑا باعث اجر ہے' یہ وہ شخص ہے جس نے گھوڑے کو اللہ کے راستہ میں باندھ دیا۔ وہ چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کر دیتا ہے۔ وہ اس چراگاہ یا باغ سے جو کچھ کھاتا ہے' وہ اس کی نیکیاں ہیں اور اگر وہ اس کی رسی کاٹ دے اور وہ کسی ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر جائے تو اس کے چلنے اور اس کی لید کے بدلہ میں اس کی نیکیاں ہیں اور اگر وہ کسی دریا سے پانی پیئے خواہ اس کا قصد پانی پلانے کا نہ ہو' پھر بھی اس میں اس کی نیکیاں ہیں اور اس گھوڑے میں اس شخص کے لیے اجر ہے۔ اور ایک شخص نے گھوڑے کو اس لیے رکھا کہ وہ اپنی ضروریات میں دوسروں سے مستغنی رہے اور ان سے سوال کرنے سے بچا رہے اور اس پر کسی کو سوار کرنے میں یا اس پر کسی کا بوجھ لادنے میں اللہ کے حق کو فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے۔ اور ایک وہ شخص ہے جس نے اپنے گھوڑے کو فخر کرنے اور ریاکاری کے لیے رکھا تو یہ اس کے اوپر گناہ ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کے متعلق کوئی خصوصی حکم نازل نہیں ہوا مگر یہ آیت جو تمام احکام کو جامع ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال: ۸-۷)

جس نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر برائی کی وہ اس کی سزا پائے گا۔

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۵۶' صحیح مسلم' الزکوٰۃ: ۲۴' (۹۸۷) ۲۲۵۴' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۵۶۳)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخصوص اور جزی حکم پر ایک عام اور کلی حکم سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں پیش آمدہ مسائل اور جزئیات پر شرعی کلیات سے استدلال کرنے کی دلیل ہے۔

مجوزین قیاس کا آثار صحابہ اور اقوال علماء سے استدلال

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مسائل کا استنباط کرنا اور اجتہاد کرنا' اور امت کا اجماع برحق اور واجب ہے' اور اہل علم کے لیے لازماً فرض ہے۔ اس کے ثبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ اور تابعین کی روایات موجود ہیں۔ ابو تمام مالکی نے کہا: کہ قیاس کے جواز پر امت کا اجماع ہے' یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے ربا الفضل میں چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' نمک اور کھجور) پر دوسری چیزوں کو قیاس کیا ہے اور ان میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع کو حرام قرار دیا ہے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیعت لینے سے انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین میں آپ پر راضی ہو گئے تو ہم اپنی دنیا میں آپ پر کیوں راضی نہیں ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کو نماز پر قیاس کیا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا اور کہا: بہ خدا اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو جمع کیا ہے میں ان میں تفریق نہیں کروں گا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے شراب کی حد کو حد قذف پر قیاس کیا اور فرمایا: انسان شراب کے نشہ میں ہذیان بکتا ہے اور ہذیان میں لوگوں پر تہمت لگاتا ہے لہٰذا اس کی حد بھی اسی کوڑے ہو گی' اور پھر اس حد پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا: کہ جن نئے مسائل میں تم کو تشویش ہو اور کتاب اور سنت میں ان کی تصریح نہ ہو تو ان کے متعلق تم قیاس سے کام لو اور جو چیز حق کے مشابہ ہو اس پر عمل کرو۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ (سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۴۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ میں گئے۔ حتی کہ جب وہ مقام سرغ میں پہنچے تو ان سے لشکر کے امراء نے ملاقات کی' جن میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے اصحاب بھی تھے۔ انہوں نے یہ خبر دی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے۔ اب ان کا اس میں اختلاف ہوا کہ وہ شام میں داخل ہوں یا نہ ہوں۔ بعض صحابہ نے کہا: ہم ایک کام کے لیے آئے ہیں اور اس کام کو کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے اور بعض نے یہ کہا: کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ آپ ان کو وبا میں جھونک دیں۔ حضرت عمر نے ان لوگوں کو مجلس سے اٹھا دیا اور انصار کو بلایا انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح مشورہ دیا اور ان میں بھی اسی طرح اختلاف ہوا۔ پھر آپ نے ان کو بھی اٹھا دیا اور قریش کے عمر رسیدہ لوگوں کو بلایا۔ انہوں نے بالاتفاق یہ کہا کہ لوگوں کو اس بلا میں نہ ڈالیں اور واپس چلیں۔ پھر حضرت عمر نے اعلان کر دیا کہ ہم صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں! حضرت عمر نے فرمایا: اے ابو عبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کوئی اور شخص یہ بات کہتا! ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اللہ کی دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایک وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں' ایک سرسبز ہو اور ایک بنجر ہو۔ اگر تم سرسبز کنارے کی طرف جاؤ پھر بھی اللہ کی تقدیر کی طرف جاؤ گے اور اگر بنجر کنارے کی طرف جاؤ پھر بھی اللہ کی تقدیر کی طرف جاؤ گے۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف آ گئے جو کسی کام سے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا: اس کے متعلق میرے پاس ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں کسی علاقہ میں بلا کا علم ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں وبا آ جائے تو وہاں سے نہ نکلو۔ پھر حضرت عمر نے اللہ کی حمد کی اور وہاں سے واپس لوٹ گئے۔ (صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۵۷۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس مضمون کی احادیث' آثار اور اقوال ائمہ بہ کثرت ہیں اور ان میں یہ دلیل ہے کہ قیاس دین کی ایک اصل اصیل ہے۔ مجتہدین اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور علماء اس سے استدلال کرتے ہیں اور احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ اس پر ہر دور کے علماء کا اجماع رہا ہے اور چند شاذ لوگوں کی مخالفت سے اس اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جو قیاس ممنوع اور مذموم ہے یہ وہ قیاس ہے جس کی اصل کتاب اور سنت میں موجود نہ ہو اور جو نصوص صریحہ سے متصادم ہو جیسے ابلیس کا قیاس تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے مقابلہ میں قیاس کیا۔ حالانکہ قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی مسئلہ میں صریح حکم نہ ہو۔ قرآن میں نہ حدیث میں۔ مخالفین قیاس نے اپنے موقف کی تائید میں جو روایات ضعیفہ اور اقوال رکیکہ پیش کیے ہیں بر تقدیر ثبوت ان کا محمل اس قسم کا قیاس ممنوع اور مذموم ہے۔ جس کی اصل کتاب' سنت اور اجماع امت میں موجود نہ ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۵۶-۱۵۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

قیاس کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر: ۲) اے آنکھیں رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں قیاس کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے اور قیاس کی شرائط پر سب سے زیادہ مطلع تھے اور اس آیت میں آپ کو بھی قیاس کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ بھی قیاس کرتے تھے۔ (المحصول' ج ۴' ص ۱۳۵۶-۱۳۶۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

اور ہم اس سے پہلے اس بحث میں صحیح بخاری کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاس کرنے کے ثبوت میں حدیث پیش

Marfat.com

کرچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا تو یہاں سے اتر' تجھے یہاں گھمنڈ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے' سو نکل جا بے شک تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے○ (الاعراف: ۱۵)

شیطان کے ساتھ طویل مکالمہ اس کی فضیلت کا موجب نہیں

یہ اللہ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان مکالمہ ہے۔ سورہ ص میں یہ مکالمہ بہت تفصیل کے ساتھ آیت ۷۴ سے آیت ۸۴ تک ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے: اے ابلیس تجھ کو اسے سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا' کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (ابتداء) تکبر کرنے والوں میں سے تھا○ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا○ فرمایا تو اس (جنت) سے نکل جا' کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت ہے○ اس نے کہا اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک مہلت دے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے○ فرمایا بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○ اس دن تک جس کی میعاد ہمیں معلوم ہے○ اس نے کہا پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا○ ماسوا ان کے جو تیرے پرخلوص بندے ہیں○ فرمایا یہ حق ہے اور میں حق ہی فرماتا ہوں○ میں تجھ سے اور تیرے سب پیروکاروں سے جہنم بھردوں گا۔

قرآن مجید میں اتنا طویل کلام کسی نبی کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے ساتھ ہم کلام ہونے سے کوئی شرف اور مقام حاصل ہوتا ہے تو ازروئے قرآن زیادہ شرف اور مقام تو ابلیس لعین کو حاصل ہو گیا! اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو کلام فرمایا تھا' وہ براہ راست کلام فرمایا تھا اور ابلیس لعین سے فرشتوں کی وساطت سے کلام فرمایا تھا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہ طور انعام اور اکرام کلام فرمایا تھا اور ابلیس لعین سے بہ طور اہانت کلام فرمایا۔

ابلیس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا یا آسمان سے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہاں سے اتر"۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جنت سے اتر جا۔ کیونکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تکبر کرنے والا یہاں نہیں رہتا۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۷۴' مطبوعہ دار الفکر)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابلیس جنت عدن میں رہتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اسی جنت میں پیدا کیا گیا تھا اور ابلیس کو اسی جنت سے نکلنے کا حکم دیا گیا تھا۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اور علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ تو آسمان سے اتر جا کیونکہ آسمان میں رہنے والے وہ فرشتے ہیں جو متواضع ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تو اپنی موجودہ صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہو کیونکہ تو نے آگ کی صورت پر فخر اور تکبر کیا سو اس کی صورت تاریک اور سیاہ بنا دی گئی اور اس کی روشنی اور چمک زائل ہو گئی۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ زمین سے سمندروں کے جزیروں کی طرف منتقل ہو جا اور اب وہ زمین میں صرف اس طرح داخل ہو سکے گا جس طرح چور داخل ہوتے ہیں۔ تاہم پہلی تفسیر راجح ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۵۶' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۵ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اور مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ

Marfat.com

تھانوی نے لکھا ہے تو آسمان سے نیچے اتر' تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے (خاص کر) آسمان میں رہ کر۔

(بیان القرآن' ج ۱' ص ۳۱۵' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور' معارف القرآن' ج ۳' ص ۵۲۶' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۹۹۳ء)

علامہ قرطبی' شیخ تھانوی اور مفتی محمد شفیع نے جس تفسیر پر اعتماد کیا ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اترنے کا حکم دیا تھا یہ معتزلہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ کیونکہ معتزلہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ جنت بنی ہوئی ہے اور حضرت آدم کا پتلا جنت میں تیار کیا گیا اور ابلیس جنت میں رہتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت کا ابھی بنانا عبث ہے۔ جنت کو قیامت کے بعد بنایا جائے گا۔ اس لیے امام رازی نے لکھا ہے کہ بعض معتزلہ نے کہا کہ ابلیس کو آسمان سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے بعض معتزلہ فرمایا ہے' کیونکہ اکثر معتزلہ بھی اس کے قائل ہیں کہ جنت بنائی جا چکی ہے اور ابلیس کو جنت سے نکالا گیا تھا۔ مشہور معتزلی مفسر جار اللہ زمخشری متوفی ۵۲۸ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو آسمان سے اترنے کا حکم دیا (کشاف' ج ۲' ص ۹۰) اور ایک دوسرے معتزلی مفسر قاضی ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ نے لکھا ہے اس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (المحرر الوجیز' ج ۷' ص ۱۹' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ)

تواضع کرنے والے کے لیے سربلندی اور تکبر کرنے والے کے لیے ذلت اور پستی

اس آیت میں مذکور ہے کہ ابلیس نے تکبر کیا اور اپنے آپ کو حضرت آدم سے بڑا اور اچھا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت سے نکال دیا اور فرمایا تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے اور اس کے بعد کی آیت میں مذکور ہے کہ حضرت آدم نے (باوجود بھولے سے شجر ممنوع سے کھانے کے فعل پر) توبہ اور استغفار سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر تاج کرامت رکھا اور زمین کی خلافت انہیں سونپ دی اور ان کو اپنا نائب بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے اور بڑا بنے تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا اور ذلیل کرتا ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تواضع کرو۔ حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے۔ اور کوئی شخص کسی کے خلاف بغاوت نہ کرے۔

(صحیح مسلم' صفۃ الجنۃ: ۶۴' (۲۸۶۵) ۷۰۷۴' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۸۹۵' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۱۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سبحانہ کے لیے ایک درجہ تواضع کرتا ہے' اللہ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے' اور جو شخص اللہ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ایک درجہ پست کر دیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو سب سے نچلے طبقہ میں کر دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۱۷۶' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

عالیش بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: اے لوگو! تواضع کرو' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے' اللہ اس کو سربلند کرتا ہے' اور فرماتا ہے سربلند ہو اللہ تجھے سربلند کرے۔ وہ خود اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے' اور لوگوں کے نزدیک بہت عظیم ہوتا ہے۔ اور جو شخص تکبر کرتا ہے' اللہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور فرماتا ہے: دفع ہو' وہ خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

(المعجم الاوسط' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۳۰۳' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' الریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے لیے تواضع کی'

Marfat.com

اللہ اس کو سربلند کرتا ہے اور جس نے اس پر بڑائی ظاہر کی' اللہ اس کو پست کر دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط' ج ٨' رقم الحدیث: ٧٧٠٧' الترغیب والترہیب' ج ٣' ص ٥٣٥' مجمع الزوائد' ج ٨' ص ٨٣)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) جس نے میرے لیے اس طرح تواضع کی یہ فرما کر آپ نے اپنی ہتھیلی سے زمین کی طرف اشارہ کیا' میں اس کو اس طرح بلند کرتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی ہتھیلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

(المعجم الصغیر' رقم الحدیث: ٦٤٥' مجمع الزوائد' ج ٨' ص ٨٢' طبع قدیم' مجمع الزوائد' ج ٨' ص ١٥٧-١٥٦' طبع جدید)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے○ فرمایا بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○ (الاعراف: ١٥-١٤)

اس بات کی تحقیق کہ ابلیس لعین کو کتنی زندگی کی مہلت دی ہے

جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے وہ حشر کا دن ہے اور اس دن کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔ ابلیس لعین نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ وہ اس عمومی قاعدہ سے بچ جائے کہ "ہر شخص کو موت آنی ہے" اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: "تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○" اور سورۃ الحجر میں فرمایا ہے: "تجھے وقت معین تک مہلت دی گئی ہے"۔

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (الحجر: ٣٨-٣٧' ص ٨١-٨٠)

فرمایا بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○ اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے۔

امام رازی' علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے ایک روایت کی بناء پر یہ کہا ہے کہ الوقت المعلوم سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔ یعنی جب پہلا صور پھونکا جائے گا اور سب لوگوں کو موت آئے گی تو اس کو بھی موت آجائے گی اور ابلیس لعین کو بھی معلوم تھا کہ اس کو نفخہ اولیٰ تک مہلت دی گئی ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

امام ابن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو یوم حشر تک مہلت نہیں دی لیکن اس کو وقت معلوم تک مہلت دی ہے اور یہ وہ دن ہے جس دن میں پہلا صور پھونکا جائے گا اور آسمان و زمین کی ہر چیز ہلاک ہو جائے گی۔ سو وہ بھی مر جائے گا۔ (جامع البیان' جز ٨' ص ١٧٥' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

اگر وقت معلوم سے مراد پہلے صور پھونکنے کا دن ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ابلیس لعین کو معلوم ہو گیا کہ وہ کس دن مرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی سنت کے خلاف ہے۔ وہ کسی مخلوق کو اس بات پر مطلع نہیں فرماتا کہ اس نے کس دن مرنا ہے ورنہ انسان تمام عمر گناہ کرتا رہے اور مرنے سے صرف ایک دن پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لے تو اس طرح اگر ابلیس لعین کو معلوم ہو جاتا کہ وہ اس دن مرے گا جس دن پہلا صور پھونکا جائے گا تو وہ ساری عمر لوگوں کو گمراہ کرتا رہتا اور مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لیتا۔ امام رازی متوفی ٦٠٦ھ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اس دن بھی توبہ نہیں کرے گا۔ لہٰذا صرف موت کے دن کے علم سے اس کا گمراہ کرنے پر دلیر ہونا لازم نہیں آتا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنے معصوم ہونے کا علم ہے اور اس کے باوجود وہ کسی گناہ پر دلیر ہونا تو کجا اس کے قریب بھی نہیں جاتے۔

(تفسیر کبیر' ج ٥' ص ٢١١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا زیادہ واضح جواب یہ ہے کہ اگر ابلیس لعین کو یہ معلوم بھی ہو جائے کہ اس کو پہلے صور پھونکنے کے دن تک مہلت دی گئی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اپنے مرنے کا دن معلوم ہو جائے کیونکہ یہ کسی کو

Marfat.com

معلوم نہیں کہ صور کب پھونکا جائے گا اور قیامت کب آئے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وقت معلوم سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابلیس لعین کو بھی یہ معلوم ہو کہ وقت معلوم سے مراد نفخہ اولیٰ ہے حتیٰ کہ اس کو اپنے مرنے کے دن کا علم ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ صرف سدی کا قول ہے کہ وقت معلوم سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اور نہ کسی صحیح سند سے ثابت ہے اور سدی غیر معتبر شخص ہے۔ اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ اس نے ابلیس لعین کو کب تک زندہ رہنے کی مہلت دی ہے۔ ہمیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس کو یوم حشر تک کی مہلت نہیں دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا قسم اس بات کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی تیری صراط مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات میں بیٹھا رہوں گا۔ (الاعراف: ۱۶)

اغوا کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کا یہ قول نقل فرمایا کہ اے رب تو نے مجھے اغواء کیا یعنی گمراہ کیا۔ اس لیے ہم اغواء کا معنی بیان کر رہے ہیں۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: (اغواء غوی سے بنا ہے اور) جہالت کی وجہ سے کبھی تو انسان کا کوئی عقیدہ ہی نہیں ہوتا' صحیح نہ فاسد اور کبھی جہالت کی وجہ سے انسان کا فاسد عقیدہ ہوتا ہے اس کو غی اور غوایت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى (النجم: ۲) تمہارے پیغمبر نہ گمراہ ہوئے اور نہ ان کا فاسد عقیدہ تھا۔

اس کا معنی عذاب بھی ہے کیونکہ عذاب غوایت کے سبب سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم: ۵۹) وہ عنقریب عذاب میں ڈال دیے جائیں گے۔

اس کا معنی ناکامی' نامرادی اور محرومی بھی آتا ہے۔

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہٰ: ۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی (بہ ظاہر) نافرمانی کی تو وہ (جنت سے) محروم ہو گئے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف اغوا کی نسبت ہو تو اس کا معنی گمراہی کی سزا دینا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (ھود: ۳۴) اور اگر میں تمہاری خیر خواہی چاہوں تو میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی اگر اللہ نے تمہیں تمہاری گمراہی پر عذاب پہنچانے کا ارادہ فرما لیا ہو حالانکہ وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(المفردات' ج ۲' ص ۴۷۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

قرآن مجید اور احادیث میں اغواء کا لفظ زیادہ تر گمراہ کرنے کا معنی میں وارد ہے۔ احادیث میں یہ مثالیں ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يعصهما فقد غوٰى۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا۔

(صحیح مسلم' الجمعہ' رقم الحدیث: ۴۸' مسند احمد' ج ۴' ص ۲۵۶' دار الفکر' طبع قدیم)

Marfat.com

حدیث معراج میں ہے حضرت جبرئیل نے آپ سے کہا:

لواخذت الخمر غوت امتک۔ اگر آپ خمر (انگور کی شراب) لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۹۴' صحیح مسلم 'الایمان' ۲۷۲' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۸۲)

ابلیس لعین کا جبر اور قدر میں حیران ہونا اور جبر و قدر میں صحیح مذہب

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس قول کا ذکر سورۃ الحجر اور سورہ ص میں بھی فرمایا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (الحجر: ۴۰-۳۹) اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا تو میں ضرور ان کے لیے زمین میں (برے کاموں کو) خوش نما بنا دوں گا' اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا O ماسوا تیرے ان بندوں کے جو صاحب اخلاص ہیں O

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص: ۸۳-۸۲) اس نے کہا تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا O ماسوا تیرے ان بندوں کے جو صاحب اخلاص ہیں۔

ابلیس لعین نے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھی گمراہ کرنے کی نسبت کی ہے اور اپنی طرف بھی گمراہ کرنے کی نسبت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف گمراہ کرنے کی نسبت کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جبر کا عقیدہ رکھتا تھا۔ یعنی ہر کام اللہ کرتا ہے اور مخلوق مجبور محض ہے' اور اپنی طرف گمراہ کرنے کی نسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدر کا عقیدہ رکھتا تھا یعنی انسان اور جن ہر فعل کے خالق ہیں اور ان کے افعال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں ہے' سو وہ جبر اور قدر میں متردد تھا اور اس وادی میں حیران اور سرگشتہ تھا۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی فعل کا کسب اور ارادہ انسان کرتا ہے اور اس ارادہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرماتا ہے۔ سو اللہ عزوجل خالق ہے اور انسان کاسب اور صاحب اختیار ہے اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان نیک اور اچھے افعال کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرے اور برے افعال کی نسبت اپنے نفس کی طرف کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء: ۸۰) اور جب میں بیمار ہوں تو وہی شفا عطا فرماتا ہے۔

ابلیس لعین نے عمداً نافرمانی کی اور تکبر کیا اور پھر کہا بما اغویتنی تو نے مجھے گمراہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھولے سے خطا ہو گئی پھر بھی عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ ابلیس لعین کی اکڑ اور بے ادبی کی وجہ سے اس کو راندہ درگاہ کیا اور قیامت تک کے لیے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا اور حضرت آدم علیہ السلام کے ادب اور ان کی تواضع کی وجہ سے ان کے سر پر تاج کرامت رکھا اور زمین پر ان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اس نے کہا) پھر میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان) کے سامنے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ (الاعراف: ۱۷)

ابلیس لعین کا صراط مستقیم سے بہکانے کی سعی کرنا

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان کو علم تھا کہ صراط مستقیم کیا ہے اور وہ لوگوں کو اس صحیح رستہ اور منہج قویم سے

Marfat.com

بھٹکانے کے لیے دن رات ہمہ وقت کوشش کرتا رہتا ہے اور اس سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو اسلام کے راستہ سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے تم اسلام قبول کرو گے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟ وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کرلیتا ہے۔ پھر اس کو ہجرت کرنے کے راستہ سے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے تم ہجرت کرو گے اور اپنے وطن کی زمین اور آسمان کو چھوڑ دو گے! اور مہاجر کی مثال تو کھونٹے سے بندھے ہوئے اس گھوڑے کی طرح ہے جو ادھر سے ادھر بھاگ رہا ہو اور اس کھونٹے کی حدود سے نکل نہ سکتا ہو۔ وہ شخص اس کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کرلیتا ہے۔ پھر شیطان اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے وہ اس شخص سے کہتا ہے کہ تم جہاد کرو گے اور اپنی جان اور مال کو آزمائش میں ڈالو گے' اگر تم جہاد کے دوران مارے گئے تو تمہاری بیوی کسی اور شخص سے نکاح کرلے گی اور تمہارا مال تقسیم کردیا جائے گا۔ وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد کرنے چلا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو جس شخص نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو مسلمان قتل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے اور جو مسلمان غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے اور جس مسلمان کو اس کی سواری نے ہلاک کردیا اللہ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے۔

(سنن نسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۱۳۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۴۵۹۳' مسند احمد' ج ۳' ص ۴۸۳' دارالفکر' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۵۹۵۸' دارالفکر' طبع جدید' مسند احمد' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۵۹۰۰' دارالحدیث القاہرہ' شیخ احمد شاکر نے اس کے تحت لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ المعجم الکبیر' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۵۸' موارد الظمآن' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۶۰۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ الاصابہ' ج ۲' ص ۱۵' دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ابلیس لعین کا چار جہات سے حملہ آور ہونا اور اس سے تدارک کی دعا

ابلیس لعین نے کہا تھا کہ میں (لوگوں کو بہکانے کے لیے) ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا۔ اور پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا اور دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا۔

قتادہ نے کہا کہ سامنے سے آنے کا معنی یہ ہے کہ میں ان کو یہ خبر دوں گا کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے' نہ جنت ہے' نہ دوزخ ہے اور پیچھے کا معنی یہ ہے کہ میں ان کے لیے دنیا کو مزین کروں گا اور انہیں اس کی دعوت دوں گا۔ دائیں جانب کا معنی یہ ہے کہ میں ان کی نیکیوں کو ضائع کرنے کی کوشش کروں گا اور بائیں جانب کا معنی یہ ہے کہ میں ان کے لیے برائیوں کو مزین کروں گا اور انہیں ان کی دعوت دوں گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ابن آدم کے اوپر سے آنے کی کوئی راہ نہیں دی کیونکہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

(جامع البیان' جز ۷' ص ۱۹۱-۱۷۹' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

چونکہ ابلیس لعین انسان پر سامنے' پیچھے' دائیں اور بائیں سے حملہ آور ہوتا ہے اس لیے نبی ﷺ نے اس کے تدارک کے لیے اپنے عمل سے ہمیں اس دعا کی تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح اور شام کے وقت ان دعاؤں کو کبھی ترک نہیں فرماتے تھے:

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میں اپنے دین اور اپنی دنیا اور اپنے اہل اور اپنے مال میں تجھ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں کا مجھے خوف ہے ان سے مجھے محفوظ رکھ' اے اللہ! مجھے میرے سامنے سے' اور میرے پیچھے سے اور میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے محفوظ رکھ اور میں اس سے تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے ہلاک کیا جاؤں۔

سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد زمین میں دھنسنا ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۰۷۴' سنن نسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۵۵۴۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۷۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۹۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۰' ص ۲۴۰' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۵' المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۲۹۶' المستدرک' ج ۱' ص ۵۱۸-۵۱۷' موارد الظمآن' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۵۶)

ابلیس لعین کے اس دعویٰ کا سبب کہ اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوں گے

اس کے بعد ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

ابلیس نے انسانوں کے متعلق جو گمان کیا تھا کہ ان میں سے اکثر انسان ناشکرے اور کافر ہوں گے' سو انسانوں نے بعد میں اس کے گمان کو سچ کر دکھایا اور فی الواقع اکثر انسان ناشکرے اور کافر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (سبا: ۲۰)

اور بے شک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا سو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا سب انسانوں نے اس کی پیروی کی۔

اب یہاں پر ایک یہ بحث ہے کہ ابلیس نے یہ قول یقین اور جزم سے کیا تھا یا یہ اس کا محض گمان تھا۔ اگر یہ اس نے یقین سے کہا تھا تو اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے کسی طرح یہ لوح محفوظ میں یہ لکھا ہوا دیکھ لیا تھا۔ یا اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سن لیا تھا:

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبا: ۱۳)

میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

یا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ خبر دی کہ میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں تو اس نے سن لیا تھا۔ یا اس نے فرشتوں سے یہ بات سن لی تھی یا جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کیا تو اس کو زمین میں بنائے گا جو زمین میں فساد کرے گا تو اس سے اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اکثر انسان شکر گزار نہیں ہوں گے۔

اور یا یہ قول محض ابلیس کا گمان تھا اور گمان کا منشاء یہ تھا کہ جب وہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہکا سکتا ہے تو ان کی اولاد کو بہکانا تو اس کے لیے آسان تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی انیس قوتیں ہیں جن کا تعلق لذات جسمانیہ سے ہے اور ایک قوت عقل ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ابھارتی ہے۔ وہ انیس قوتیں یہ ہیں: پانچ حواس ظاہرہ' پانچ حواس باطنہ' اور شہوت اور غضب اور سات دیگر قوتیں ہیں جاذبہ' ممسکہ' ہاضمہ' دافعہ' قاذفہ' نامیہ اور مولدہ۔ اور ابلیس لعین کے نزدیک یہ آسان تھا کہ وہ انیس

Marfat.com

قوتوں کے تقاضوں کو بھڑکائے اور ایک قوت کے تقاضوں کو کم کرے۔ اس لیے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا' البتہ جو لوگ تیری پیروی کریں گے میں تم سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ (الاعراف: ۱۸)

کیا تمام اہل بدعت اور گمراہ فرقے دوزخی ہیں؟

جب ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ چیلنج دیا کہ وہ اصحاب اخلاص کے سوا سب لوگوں کو گمراہ کردے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے مذءوم اور مدحور ہو کر نکل جا۔ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ مذءوم کا معنی ہے مذموم' جس کی مذمت کی گئی ہو اور مدحور کا معنی ہے دور کیا ہوا۔ (المفردات' ج ۱' ص ۲۴۳' ۲۲۱' طبع بیروت) وہ کس چیز سے دور کیا ہوا ہے' مفسرین نے اس کی متقارب تفسیریں کی ہیں' یعنی اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا' یا جنت سے دور کیا ہوا یا توفیق سے دور کیا ہوا۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام اصحاب بدعات اور اصحاب ضلالات جہنم میں داخل ہوں گے کیونکہ وہ سب ابلیس کے تابع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: البتہ جو لوگ تیری پیروی کریں گے میں تم سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ (الاعراف: ۱۸)

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ابلیس کے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہر ہر پیروکار کو جہنم میں ڈال دے گا۔ اس لیے جو اہل بدعت اور اصحاب ضلالات اپنی بدعت اور ضلالت سے کفر تک پہنچ گئے ہوں گے وہ دوام اور خلود کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے اور جن کی بدعت اور ضلالت کفر سے کم درجہ کی ہوگی' وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں' وہ چاہے تو انہیں کچھ سزا دینے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا اور اگر وہ چاہے تو انہیں ابتداء جنت میں داخل کر دے گا۔ جس طرح فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین بھی ابلیس کے پیروکار ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ تمام فساق کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ بعض فساق کو کچھ عرصہ کے عذاب کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا اور بعض فساق کو اپنے فضل سے معاف فرما دے گا اور بعض کو نبی ﷺ کی شفاعت سے معاف فرمائے گا اور ان کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور ابتداء جنت میں داخل فرما دے گا۔

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

اور اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ (دونوں) جنت میں رہو، سو جہاں سے چاہو تم دونوں کھاؤ،

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور (قصداً) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ○

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ

پھر دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا، تاکہ (انجام کار) ان دونوں کی جو شرم گاہیں ان سے چھپائی ہوئی تھیں

Marfat.com

سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ

ان کو ظاہر کر دے اور اس نے کہا تمہارے رب نے اس درخت سے تم کو صرف اس لیے روکا ہے کہ

اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ

کہیں تم فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ ○ اور اس نے ان سے

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا

قسم کھا کر کہا بیشک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں ○ پھر فریب سے انھیں (اپنی طرف) جھکالیا پس جب انھوں نے

الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

اس درخت سے چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان کے لیے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے،

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ

اور ان کے رب نے ان سے پکار کر فرمایا: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے

تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾

منع نہیں کیا تھا، اور تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بیشک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟ ○

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي

اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ فرمایا اترو، تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہیں، اور تمہارے لیے

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ

زمین میں ٹھیرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے ○ فرمایا تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے،

وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع ٢ ١٥ ٩

اور اسی زمین میں مرو گے اور اسی زمین سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ (دونوں) جنت میں رہو' سو جہاں سے چاہو تم دونوں کھاؤ اور (قصداً) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ (الاعراف: ۱۹)

ابلیس لعین کو جنت سے نکالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حوا کو جنت میں سکونت عطا فرمائی اور ایک معین درخت سے ان کو کھانے سے منع فرمایا اور اس ممانعت کا معنی یہ تھا کہ وہ قصد اور ارادہ سے اس درخت سے نہ کھائیں' اگر وہ بالفرض قصد اور ارادہ سے اس درخت سے کھاتے تو وہ معاذ اللہ ظالموں میں سے ہو جاتے لیکن انہوں نے نسیان اور اجتہادی خطا سے اس درخت سے کھایا اس لیے ظالموں سے نہیں تھے اور نہ ان کا یہ فعل گناہ تھا اور ان کا اس پر توبہ اور استغفار کرنا محض ان کی تواضع اور انکسار تھا۔ اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقام بلند تھا اور ان کے دل میں خوف خدا کا غلبہ تھا کہ بھولے سے ممنوع کام کیا پھر بھی توبہ اور استغفار کرتے رہے۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق کے لیے البقرہ: ۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا تاکہ (انجام کار) ان دونوں کی جو شرم گاہیں ان سے چھپائی ہوئی تھیں' ان کو ظاہر کر دے' اور اس نے کہا تمہارے رب نے اس درخت سے تم کو صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ' یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ○ اور اس نے ان سے قسم کھا کر کہا بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں○ پھر فریب سے انہیں (اپنی طرف) جھکا لیا' پس جب انہوں نے اس درخت سے چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر ہو گئیں' اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے اور ان کے رب نے ان سے پکار کر فرمایا: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟○ دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○ فرمایا اترو' تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہیں' اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے○ فرمایا تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے' اور اسی زمین میں مرو گے اور اسی زمین سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے○ (الاعراف: ۲۵-۲۰)

ابلیس کی وسوسہ اندازی' حضرت آدم کا زمین پر آنا اور توبہ کرنا

اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اور ابلیس لعین کو جنت سے نکال دیا گیا تھا تو اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے دلوں میں وسوسہ کس طرح ڈالا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وسوسہ ڈالنے کے لیے دونوں کا ایک جگہ پر ہونا ضروری نہیں ہے۔ ابلیس زمین پر رہتے ہوئے آسمان اور جنت میں رہنے والوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا جنت کے دروازے کے قریب کھڑے تھے اور ابلیس لعین جنت کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس نے وہاں سے وسوسہ ڈالا اور تیسرا جواب ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے۔ یہ وہب بن منبہ کی روایت ہے۔ جس کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام ابن جریر' علامہ قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے اس کو اپنی اپنی تفاسیر میں درج کیا ہے اور دوسرے مفسرین نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو جنت میں رکھا اور ان کو اس درخت سے منع کیا' اس درخت کی شاخیں بہت گھنی تھیں اور فرشتے اپنے دوام اور خلود کے لیے اس درخت سے کھاتے تھے جب ابلیس لعین نے ان کو ورغلانے کا ارادہ کیا تو سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت اونٹ کی طرح سانپ کی چار ٹانگیں تھیں اور وہ اللہ کی مخلوق میں بہت حسین جانور تھا۔ سانپ جنت میں

Marfat.com

داخل ہوا تو ابلیس اس کے پیٹ سے نکل آیا اور اس نے اس ممنوع درخت سے پھل توڑا اور اس کو حضرت حوا کے پاس لے کر آیا اور ان سے کہا دیکھو یہ کیسے درخت کا پھل ہے۔ اس کی خوشبو کیسی عمدہ ہے۔ اس کا کتنا لذیذ ذائقہ ہے اور کتنا حسین رنگ ہے۔ حضرت حواء نے اس درخت سے کھا لیا۔ پھر اس کو حضرت آدم کے پاس لے کر گئیں اور کہا دیکھیں اس کی کتنی نفیس خوشبو ہے' کتنا لذیذ ذائقہ ہے اور کتنا حسین رنگ ہے۔ حضرت آدم نے بھی اس سے کھا لیا۔ پھر ان دونوں کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر حضرت آدم (شرم سے) درخت (کی گھنی شاخوں) میں داخل ہو گئے تو ان کو ان کے رب نے ندا فرمائی اے آدم! تم کہاں ہو؟ انہوں نے کہا: اے رب! میں یہاں ہوں۔ فرمایا تم اس سے باہر نہیں آتے؟ عرض کیا: اے رب مجھے تجھ سے حیا آتی ہے! پھر حوا سے فرمایا: تم نے میرے بندہ کو دھوکا دیا! تم کو جب بھی حمل ہو گا تو تم کو تکلیف ہو گی' اور جب بھی وضع حمل کا وقت آئے گا تو تمہیں موت کا مزہ آجائے گا! اور سانپ سے فرمایا تم اس ملعون کو اپنے پیٹ میں داخل کر کے لے گئے جس نے میرے بندہ کو دھوکا دیا' اب تم پیٹ کے بل چلتے رہو گے اور تمہارا رزق صرف مٹی ہو گا' تم بنو آدم کے دشمن رہو گے اور بنو آدم تمہارے دشمن ہوں گے۔ تم ان کو ڈسنے کی کوشش کرو گے اور وہ تم کو پتھروں اور لاٹھیوں سے ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہب سے کسی نے پوچھا کیا فرشتے بھی کھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(تفسیر عبد الرزاق' ج ۱' ص ۳۱۶' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ' جامع البیان' ج ۱' ص ۷ ۳۳۶-۳۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' الجامع لاحکام القرآن' ج ۱' ص ۲۹۵-۲۹۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ درخت جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی زوجہ کو منع فرمایا تھا' گندم کا تھا۔ جب ان دونوں نے اس درخت سے کھایا تو ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ وہ ان کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ وہ انجیر کے درخت کے پتے تھے جو ایک دوسرے سے چپٹے ہوئے تھے۔ حضرت آدم پیٹھ موڑ کر جنت کی طرف چل دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ندا فرمائی: اے آدم! کیا تم مجھ سے بھاگ رہے ہو' انہوں نے کہا: نہیں! اے رب! لیکن اے رب تیری عزت کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ کوئی شخص تیرے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے' فرمایا میں تم کو ضرور زمین کی طرف اتاروں گا اور تم کو روزی مشقت سے حاصل ہو گی۔ پھر حضرت آدم اور حضرت حوا کو زمین کی طرف اتارا گیا اور انہیں لوہے کی صنعت کی تعلیم دی اور انہیں کھیتی باڑی کا حکم دیا۔ انہوں نے فصل اگائی اور اس میں پانی دیا۔ پھر فصل پکنے کے بعد دانہ کو کوٹا اور اس کو بھوسے سے الگ کیا' پھر اس کو پیسا' پھر آٹا گوندھا' پھر روٹی پکائی۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۸۸-۱۸۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم نے اس درخت سے کھا لیا تو ان سے کہا گیا آپ نے اس درخت سے کیوں کھایا؟ جس سے میں نے آپ کو منع فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے حوا نے کہا تھا۔ فرمایا: میں نے اس کو یہ سزا دی ہے کہ اس کو حمل بھی مشقت سے ہو گا اور وضع حمل بھی مشقت سے ہو گا۔ اس وقت حوا رونے لگیں۔ ان سے کہا گیا کہ تم اور تمہاری اولاد روتی رہے گی۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۸۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اگر میں تجھ سے توبہ اور استغفار کروں؟ فرمایا پھر میں تمہیں جنت میں داخل کر دوں گا اور رہا ابلیس تو اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کا سوال نہیں کیا بلکہ مہلت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو وہ چیز عطا فرما دی جس کا اس نے سوال کیا تھا۔

ضحاک نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جن کلمات کی تلقین کی تھی' وہ یہی تھے ربنا ظلمنا

Marfat.com

انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین O

(جامع البیان' جز ۸' ص ۱۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت آدم کے فرشتہ اور دائمی بننے کی طمع پر اعتراضات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں فرشتہ بننے کی خواہش کس طرح پیدا کی۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام دیکھ چکے تھے کہ فرشتوں نے تو حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف کیا تھا اور ان کو سجدہ کیا تھا۔ نیز کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرشتے نبی سے افضل ہوتے ہیں ورنہ حضرت آدم فرشتے بننے کی طمع میں اس ممنوع درخت سے نہ کھاتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مفضول میں وہ وصف ہوتا ہے جو افضل میں نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم فرشتہ اس لیے بننا چاہتے ہوں کہ ان کو بھی فرشتوں کی طرح قدرت اور قوت حاصل ہو جائے یا وہ بھی فرشتوں کی طرح اپنی خلقت میں جوہر نورانی ہو جائیں یا وہ بھی فرشتوں کی طرح عرش اور کرسی کے ساکنین میں سے ہو جائیں!

دوسرا سوال یہ ہے کہ ابلیس لعین نے یہ کہا تھا کہ آپ اس درخت سے کھا کر ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جائیں گے اور حضرت آدم نے اس کی طمع میں اس درخت سے کھایا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ کچھ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان پر موت نہیں آئے گی اور اس سے موت اور قیامت کا انکار لازم آتا ہے اور یہ کہ دوام اور خلود تو حشر کے بعد ہوگا۔ حشر سے پہلے خلود کا عقیدہ رکھنا کفر ہے سو موت سے اور قیامت سے پہلے خلود کی طمع کرنا کفر ہے اور اس سے العیاذ باللہ حضرت آدم علیہ السلام کا کفر لازم آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چند لوگوں کے خلود سے قیامت کا انکار لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (الزمر: ۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو سب آسمانوں والے اور زمینوں والے بے ہوش ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے گا۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ خلود کا معنی طویل زمانہ بھی ہو سکتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا ہو۔ اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا نے یہ یقین نہیں کیا تھا کہ کچھ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان پر موت نہیں آئے گی اور نہ یہ ان کا گمان تھا انہوں نے محض وفور شوق سے اس شجر ممنوع سے کھا لیا۔

آیا شجر ممنوع سے کھانا گناہ تھا؟ اگر گناہ نہیں تھا تو سزا کیوں ملی؟ اور آدم و ابلیس کے معرکہ میں کون کامیاب رہا؟

ایک سوال یہ ہے کہ اس درخت سے کھانے کی ممانعت "تنزیہا" نہیں تھی "تحریما" تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم دونوں نے (قصداً) اس درخت سے کھایا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور جس کام کا ارتکاب ظلم ہو وہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔ اور گناہ کبیرہ عصمت نبوت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابلیس لعین سے حضرت آدم علیہ السلام کا مکالمہ ہوا اور ان کے دل میں اس کو کھانے کا شوق پیدا ہوا تو وفور شوق میں وہ یہ بھول گئے کہ اس سے کھانے کی ممانعت تحریما تھی اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت "تنزیہا" تھی۔ اس لیے آپ کا اس درخت سے کھانا اجتہادی خطا اور نسیان پر مبنی تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ

اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے اس درخت

Marfat.com

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ: ۱۱۵) کے قریب نہ جانے کا) عہد لیا تھا' سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کا) قصد نہ پایا۔

اور اجتہادی خطا اور نسیان گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آیا' اور ان کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی تواضع اور انکسار ہے' اور ان کی ندامت اور شرمندگی اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس ممانعت کو کیوں بھول گئے' اس کو یاد کیوں نہیں رکھا۔ ہرچند کہ بھول چوک سے بچے رہنا انسان کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے لیکن ان کے بلند مقام کے اعتبار سے وہ یہ سمجھے تھے کہ ایک آن کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد نہ رکھنا یا کسی چیز کے شوق سے اس قدر مغلوب ہونا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد نہ رہے۔ یہ بھی تقصیر ہے اور وہ اسی بنا پر ندامت اور شرمندگی سے روتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتے رہے۔ تاہم آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ پھر آپ کو سزا کیوں ملی اور کپڑے کیوں اتر گئے اور جنت سے کیوں اتارے گئے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس درخت سے کھانے کا لازمی اثر اور نتیجہ تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھولے سے زہر کھالے تو ہرچند کہ اس کا یہ فعل گناہ نہیں ہے لیکن زہر کھانے کے بعد لازماً اس کی موت واقع ہو جائے گی کیونکہ زہر کھانے کا لازمی اثر اور نتیجہ موت ہے۔ سو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس شجر کو بے لباس ہونے کا سبب بنایا تھا تو خواہ آپ نے بھولے سے اس شجر کو کھایا' لیکن بے لباس ہونے کا لازمی اثر اور نتیجہ اس پر مرتب ہو گیا۔ یہ کوئی سزا نہیں تھی۔ اور رہا جنت سے اتر کر زمین پر آنا تو وہ آپ نے بہرحال زمین پر آنا تھا۔ کیونکہ آپ کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ آپ زمین پر اللہ کے خلیفہ اور نائب بنیں' اور یہ نہ کہا جائے کہ اس معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور آپ ناکام ہو گئے۔ کیونکہ ابلیس تو جنت میں صرف آپ کا عارضی قیام برداشت نہیں کر رہا تھا اور آپ زمین پر اس لیے آئے کہ زمین پر اپنی اولاد میں سے اپنے پیروکاروں کو قیامت کے دن دائمی طور پر اپنے ساتھ لے کر جنت میں جائیں۔ سو آپ اپنی بے شمار اولاد کے ساتھ دوام اور ہمیشگی کے لیے جنت میں جائیں گے اور ابلیس اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا۔ سو اس معرکہ کے نتیجہ میں کامیاب حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ناکام ابلیس لعین ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ

اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ

اور تقویٰ کا لباس، وہی سب سے بہتر لباس ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت

يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ

حاصل کریں ○ اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے، جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے

مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ

جنت سے اخراج کا سبب بنا تھا (اور) ان کے لباس اترنے کا سبب بنا تاکہ انجام کار وہ انہیں ان کی شرم گاہیں دکھائے، بے شک وہ

Marfat.com

يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

(شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ، بے شک ہم نے شیطانوں کو ان

اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا

لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ○ اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ

ہم نے ان ہی کاموں پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور ہمیں اللہ نے ان کاموں کا حکم دیا ہے، آپ کہیے بے شک اللہ

بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ

بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے ○ آپ کہیے کہ میرے رب نے

بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

انصاف کا حکم دیا ہے، اے لوگو! ہر نماز کے وقت اپنا رُخ ٹھیک رکھو اور اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ ۭ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا

اسی کی عبادت کرو، جس طرح اس نے تم کو ابتداءً پیدا کیا ہے، اسی طرح تم لوٹو گے ○ ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دی اور ایک گروہ

حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ

گمراہی پر ڈٹا رہا ، انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا کارساز بنا

دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا

لیا ، اور ان کا یہ زعم ہے کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں ○ اے اولادِ آدم! ہر عبادت

زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ

کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ نہ کرو، بے شک اللہ

رکوع ۱۰

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے اور تقویٰ کا لباس وہی سب سے بہتر لباس ہے' یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ (الاعراف: ٢٦)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

لباس: یہ لبس سے بنا ہے۔ لبس کا اصل معنی ہے کسی شے کو چھپالینا۔ ہر وہ چیز جو انسان کی قبیح چیز کو چھپا لے' اس کو لباس کہتے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو قبیح چیزوں سے چھپالیتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کی عفت کی حفاظت کرتے ہیں اور خلاف عفت چیزوں سے ایک دوسرے کے لیے مانع ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

(البقرہ: ١٨٧)

لباس سے انسان کی زینت ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے فرمایا ہے لباس التقوی۔ تقویٰ کا معنی ہے برے عقائد اور برے اعمال کو ترک کرنا اور پاکیزہ سیرت کو اپنانا۔ جس طرح کپڑوں کا لباس انسان کو سردی' گرمی اور برسات کے موسموں کی شدت سے محفوظ رکھتا ہے' اسی طرح تقویٰ کا لباس انسان کو اخروی عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔

(المفردات' ج ٢' ص ٥٧٦' مع توضیح' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

ریش: ریش پرندہ کے پر کو کہتے ہیں اور چونکہ پر' پرندے کے لیے ایسے ہیں جیسے انسان کے لیے لباس' اس لیے انسان کے لباس کو بھی ریش کہتے ہیں اور ریش سے زینت اور خوبصورتی کا معنی بھی مراد ہوتا ہے۔

(المفردات' ج ١' ص ٢٧١' مطبوعہ مکہ مکرمہ)

لایفتننکم: کہیں تم کو فتنہ میں نہ ڈال دے۔ فتنہ کا معنی ہے ابتلا اور امتحان۔ جس طرح ابلیس نے حضرت آدم اور حوا کو شجر ممنوع کی طرف مائل کر کے اس کو کھانے یا نہ کھانے کی آزمائش میں ڈال دیا تھا' اسی طرح وہ تم کو بھی ممنوع کاموں کی طرف راغب کر کے آزمائش میں نہ ڈال دے۔

آیات سابقہ سے مناسبت

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ جب ان کی شرم گاہ کھل گئی تو وہ اس کو درخت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہاں پر یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ اس سے لوگ اپنی شرم گاہوں کو چھپائیں اور اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور انعام ہے کہ اس نے لباس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی ستر پوشی پر قادر فرمایا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو نازل فرمایا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ لباس کے مادی اجزاء مثلاً کپاس وغیرہ کو پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔

دوسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں حضرت آدم اور حضرت حوا کو زمین پر اترنے کا حکم دیا اور زمین کو ان کے لیے جائے قرار بنایا۔ اب یہ بتایا ہے کہ زمین پر رہنے کے لیے انسان کو جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی ہے' وہ سب اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پیدا فرمائی ہیں اور ان چیزوں میں سے دین اور دنیا کی ضروریات پوری کرنے کے لیے لباس ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرے۔

Marfat.com

لباس کی نعمت پر شکر ادا کرنا

مجاہد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قریش بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور کوئی شخص طواف کے وقت کپڑے نہیں پہنتا تھا۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۱۹۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہلاء عرب کو اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ شرم گاہ کھلی رکھنا بہت بے شرمی کی بات ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جب شرم گاہ کھل گئی تو وہ اپنی شرم گاہ کو پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ لباس نازل فرمایا سو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین درہم کا ایک کپڑا خریدا۔ آپ نے اس کو پہننے کے بعد کہا: اللہ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے ایسا لباس عطا کیا جس سے میں لوگوں میں جمال حاصل کروں اور اس سے اپنی شرم گاہ کو چھپاتا ہوں' پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(مسند احمد' ص ۱۵۷' تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۴۵۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' در منثور' ج ۳' ص ۴۳۵)

مرد اور عورت کی شرم گاہوں کے مصادیق میں مذہب فقہاء

انسان کی شرم گاہ' جس کا چھپانا فرض ہے' اس کے مصداق میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ ابن ابی ذئب' داؤد ظاہری' (غیر مقلدین کے امام) ابن ابی عبلہ اور ابن جریر طبری کا موقف یہ ہے کہ مرد اور عورت کے صرف بول و براز (پیشاب' پاخانہ) کی جگہ شرم گاہ ہے اور اس کا چھپانا واجب ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے لباسا یواری سواتکم (الاعراف: ۲۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر میں گئے۔ ہم نے وہاں منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک سواری پر سوار ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا۔ اس وقت میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا' پھر آپ نے اپنی ران سے چادر ہٹائی حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کی طرف دیکھتا رہا۔ (الحدیث)

(صحیح بخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس حدیث سے ان علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ ناف شرم گاہ نہیں ہے اور کوئی شخص اپنی بیوی کے سامنے اپنی ران کو عریاں کرے تو میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔ امام شافعی نے کہا صحیح یہ ہے کہ ناف اور گھٹنے شرم گاہ نہیں ہیں۔

ناف کے شرم گاہ نہ ہونے پر دلیل یہ حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ہماری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسن سے کہا: مجھے اپنی قمیص اٹھا کر دکھاؤ' میں تمہیں اس جگہ بوسہ دوں گا جہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ناف پر بوسہ دیا۔

(مسند احمد' ج ۴' ص ۲۵۵' ۴۹۳' دار الفکر' طبع قدیم' شیخ احمد شاکر' متوفی ۱۳۷۶ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد'

Marfat.com

ج ۷' رقم الحدیث: ۷۴۵۵' دار الحدیث قاہرہ' امام طبرانی کی روایت میں ہے حضرت حسن نے پیٹ کھولا اور ناف پر ہاتھ رکھا۔ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۹' ص ۱۷۷' المستدرک' ج ۳' ص ۱۶۸)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر ناف شرم گاہ ہوتی اور اس کا چھپانا واجب ہوتا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ کو اپنی ناف دکھاتے نہ حضرت ابو ہریرہ ان کی ناف کو بوسہ دیتے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کی ناف سے لے کر گھٹنے تک پورا جسم شرم گاہ ہے اور واجب الستر ہے۔ ناف شرم گاہ نہیں ہے اور گھٹنا شرم گاہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے اور ناف کا نچلا حصہ شرم گاہ ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۲' ص ۲۹۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھٹنا شرم گاہ ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۷۸' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلے صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ غزوہ خیبر میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ران پر سے کپڑا ہٹایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ غیر ارادی طور پر آپ کا ہاتھ لگ گیا ہو اور حضرت انس نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ نے وانستہ ران سے کپڑا ہٹایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس' جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے اور حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ حضرت انس کی حدیث سند کے لحاظ سے راجح ہے اور حضرت جرہد کی حدیث احتیاط کے لحاظ سے راجح ہے۔ (صحیح بخاری' ج ۱' باب ۱۲' ما یذکر فی الفخذ)

اور عورت کا پورا جسم شرم گاہ ہے اور واجب الستر ہے ماسوا اس کے چہرے اور ہاتھوں کے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت (مکمل) واجب الستر ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک کر دیکھتا ہے۔

(سنن ترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۷۸' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۳۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

زید بن قنفذ کی والدہ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔

(سنن ابو داؤد' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۳۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابو داؤد نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور پہنچوں تک ہاتھوں کے سوا کسی عضو کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(نصب الرایہ' ج ۱' ص ۲۹۹' حیدر آباد دکن' فتح القدیر' ج ۱' ص ۲۶۶' دار الفکر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اولاد آدم! کہیں شیطان تم کو فتنہ میں نہ مبتلا کر دے' جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنا تھا اور ان کے لباس اترنے کا سبب بنا تھا تاکہ انجام کار وہ انہیں ان کی شرم گاہیں دکھائے' بے شک وہ

Marfat.com

(شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے' بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الاعراف: ۲۷)

حضرت آدم کے جنت سے باہر آنے کا سبب ان کا خلیفہ بننا تھا یا شجر ممنوع سے کھانا

انبیاء علیہم السلام کے قصص اور واقعات بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بعد کے لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ سیرتوں پر عمل پیرا ہوں اور راہ حق میں ان کی دی ہوئی قربانیوں کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔ یہاں پر یہ بتلانا ہے کہ ابلیس لعین کی وسوسہ اندازیوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو خبردار رہنا چاہیے۔ وہ جنت سے ان کے ماں باپ کے اخراج کا سبب بن چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی اولاد بھی اس کی فریب کاریوں اور کفر و شرک اور گناہوں کو زینت دینے اور ان کی طرف مائل کرنے کی وجہ سے کفر و شرک یا حرام کاموں میں مبتلا ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں جنت سے عارضی یا دائمی طور پر محروم ہو جائیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کے بہکانے پر شجر ممنوع سے کھانے کی وجہ سے حضرت آدم کو جنت سے زمین کی طرف بھیجا گیا اور سورہ بقرہ: ۳۰ میں فرمایا ہے: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلافت کی وجہ سے زمین پر بھیجے گئے اور بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا سبب حقیقی کار خلافت انجام دینا ہے اور سبب ظاہری شجر ممنوع سے کھانا ہے۔

جنات کے انسانوں کو دیکھنے اور انسانوں کے جنات کو نہ دیکھنے کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان اور اس کا قبیلہ انسانوں کو دیکھتا ہے اور انسان اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور شیاطین میں ایسی قوت ادراک پیدا کی ہے جس کی وجہ سے وہ انسانوں کو دیکھ لیتے ہیں اور عام انسان میں ایسی قوت ادراک پیدا نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جنات اور شیاطین کو دیکھ سکیں۔ کیونکہ جنات اور شیاطین کے جسم لطیف ہیں۔ اس لیے ان کی شعاع بصر بہت قوی ہے وہ اجسام لطیفہ اور اجسام کثیفہ دونوں کو دیکھ لیتی ہے اور عام انسانوں کے اجسام کثیف ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی شعاع بصر لطیف اجسام کو نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ انبیاء علیہم السلام بہ طور معجزہ اور اولیاء کرام بہ طور کرامت جنات اور شیاطین کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس لیے ہم نے کہا ہے کہ عام انسان جنوں کو نہیں دیکھ سکتے یعنی خاص انسان ان کو دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنات کو مسخر کر دیا تھا اور وہ ان سے سخت مشقت والے اور کٹھن کام لیتے تھے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ

(سبا: ۱۳-۱۲)

اور بعض جنات میں سے سلیمان کے تابع کر دیے تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور (انہیں بتا دیا کہ) ان میں سے جو ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ سلیمان جو کچھ چاہتے تھے' وہ ان کے لیے بناتے تھے' اونچے قلعے' اور مجسمے' حوض کی مثل بڑے بڑے ٹب اور (چولہوں پر) گڑی ہوئی بڑی بڑی دیگیں۔

Marfat.com

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شیطان کو دیکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گزشتہ رات ایک بہت بڑا جن مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز فاسد کر دے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ حتیٰ کہ صبح کو تم سب اس کو دیکھ لیتے۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے: بے شک اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک شعلہ میرے منہ پر مارنے کے لیے آیا' میں نے تین بار کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' پھر میں نے کہا میں تجھ پر اللہ کی لعنت تامہ کرتا ہوں' وہ پیچھے نہیں ہٹا تو میں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوا ہوتا اور مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے) پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص: ۳۵) پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری' ج ۱' رقم الحدیث: ۴۶۱- ۱۲۱۰- ۳۲۸۴' صحیح مسلم' المساجد: ۳۹' (۵۴۱) ۱۱۸۹' ۴۰' (۵۴۲) ۱۱۹۰' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۵۴۹)

حضرت ابو ہریرہ نے بھی شیطان کو دیکھا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مجھے مامور فرمایا' پھر ایک شخص میرے پاس آیا اور وہ مٹھی بھر کر اناج لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا بخدا میں تجھ کو ضرور پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا میں محتاج ہوں' میرے اہل و عیال ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے گزشتہ رات کے قیدی نے کیا کیا' میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مجھ سے سخت ضرورت اور عیال کی شکایت کی مجھے اس پر رحم آیا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا۔ سو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ پھر آئے گا۔ سو میں گھات لگا کر بیٹھ گیا اور وہ دوسری رات مٹھی بھر اناج اٹھا کر لے جانے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا میں تجھ کو ضرور پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو' میں محتاج ہوں اور مجھ پر عیال کی ذمہ داری ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آیا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور عیال کی شکایت کی مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ بولا۔ وہ پھر آئے گا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے آکر اناج اٹھایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ میں نے اس سے کہا تین بار ہو چکی ہے' میں تجھ کو پکڑ کر ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں گا۔ تو کہتا ہے میں نہیں آؤں گا اور تو پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں چند ایسے کلمات بتاؤں گا' جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تم بستر پر سونے کے لیے جاؤ تو پوری آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے گزشتہ رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اس نے کہا تھا میں تمہیں چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن کی وجہ سے اللہ تمہیں نفع دے گا۔ آپ نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں! میں نے عرض کیا اس نے مجھ سے کہا: جب تم بستر پر سونے کے لیے جاؤ تو اول سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھو اور اس نے مجھ سے کہا: پھر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان

Marfat.com

تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ اور صحابہ نیکی پر بہت حریص تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا ہرچند کہ وہ جھوٹا ہے' لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔ اے ابوہریرہ! کیا تم جانتے ہو کہ تین راتوں تک تم سے کون باتیں کرتا رہا' انہوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۳۱۱' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۸۸۹)

پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے شیطان کو دیکھنے کا ذکر اور دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شیطان کو دیکھنے کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے شیطان کو اس کی اصل صورت میں دیکھا یہ آپ کا معجزہ ہے اور عام انسان اس پر قادر نہیں ہیں اور حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو انسان کی صورت میں دیکھا' اور سورۂ اعراف میں جو فرمایا ہے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے' اس کا معنی یہ ہے کہ عام انسان جنات اور شیاطین کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتے۔

جنات کے انسانوں پر تصرف کرنے کا بطلان

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ جنات انسانوں پر مسلط ہو کر ان کے اعضاء میں تصرف کرتے ہیں۔ ان کی زبان سے بولتے ہیں اور ان کے ہاتھوں اور پیروں سے افعال صادر کرتے ہیں۔ پھر کوئی عامل آکر جن اتارتا ہے اور آئے دن اخبارات میں اس کے متعلق اخلاق سوز خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ ہم نے شرح صحیح مسلم' جلد سابع (۷) میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے اوپر بہت دلائل قائم کیے ہیں۔ ان پر قوی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ ممکن ہو کہ ایک شخص کے اعضاء پر کسی جن کا تصرف ہو تو ایک شخص کسی کو قتل کردے اور کہے کہ یہ قتل میں نے نہیں کیا' جن نے کیا ہے' میرے اعضاء پر اس وقت جن کا تصرف تھا تو کیا شریعت اور قانون میں اس کو اس قتل سے بری قرار دیا جائے گا اور اگر بالفرض شریعت کی رو سے وہ بے قصور ہو تو کیا قرآن اور حدیث میں ایسی ہدایت ہے کہ جو شخص جن کے زیر اثر ہو کر کسی شخص کو قتل کردے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نیز اگر جنات اور شیاطین لوگوں کو مخبوط کرنے اور ان کی عقل کو ضائع کرنے پر قادر ہوں تو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ انسان کے بہت بڑے دشمن ہیں تو وہ اکثر انسانوں کی عقلوں کو ضائع کیوں نہیں کرتے۔ خصوصاً علماء' فضلاء اور عبادت گزار زاہدوں کی (بلکہ ان علماء کے ساتھ ایسا زیادہ کرنا چاہیے جو جنات پر انسانوں کے تصرف کا انکار کرتے ہیں اور یہ ناکارہ بھی ان میں شامل ہے) کیونکہ جنات کی علماء اور زاہدوں کے ساتھ عداوت بہت زیادہ ہے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جنات اور شیاطین کو انسانوں پر کسی وجہ سے قدرت حاصل نہیں ہے اور اس نظریہ کے بطلان پر قرآن مجید کی یہ آیت واضح دلیل ہے۔

شیطان قیامت کے دن دوزخیوں سے کہے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ (ابراھیم: ۲۲) — اور مجھے تم پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۲۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے ان ہی کاموں پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور ہمیں اللہ نے ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ آپ کہیے کہ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا' کیا تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (الاعراف: ۲۸)

فاحشہ کا معنی اور مراد' اور کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے فاحشہ کا حکم دیا ہے

فاحشہ: علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ جو بات یا جو کام بہت زیادہ برا ہو' اس کو فحش' فحشاء اور فاحشہ

Marfat.com

کہتے ہیں۔(المفردات' ج ۲' ص ۴۸۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ ہر وہ گناہ اور معصیت جس کی برائی زیادہ ہو' اس کو فحش' فحشاء اور فاحشہ کہتے ہیں اور فاحشہ زنا کے معنی میں بہ کثرت مستعمل ہے اور ہر برے قول اور فعل کو فاحشہ کہا جاتا ہے۔ کسی کی بات کے سختی اور جارحیت سے جواب دینے کو بھی فحش کہتے ہیں۔(النہایہ' ج ۳' ص ۳۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

مجاہد نے کہا اس آیت میں فاحشہ سے مراد' زمانہ جاہلیت میں مشرک مردوں اور عورتوں کا برہنہ طواف کرنا ہے۔

(جامع البیان' جز ۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مشرکین برہنہ طواف کرنے کے جواز میں دو دلیلیں پیش کرتے تھے۔ ایک دلیل یہ تھی کہ ہم اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اس دلیل کا اللہ تعالیٰ کئی بار رد فرما چکا ہے کہ جاہلوں اور کافروں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور دوسری دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ اس طرح بے حیائی سے طواف کرنے کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ دوسرا رد یہ فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے برہنہ طواف کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم کسی کتاب کے معتقد ہو نہ کسی نبی کے' اور اللہ کا حکم یا نبی سے معلوم ہوتا ہے اور یا اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ اے لوگو! ہر نماز کے وقت اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو جس طرح اس نے تم کو ابتداءً پیدا کیا ہے' اسی طرح تم لوٹو گے۔(الاعراف: ۲۹)

قسط اور عدل کے معانی

قسط کا معنی ہے کسی چیز کے دو برابر حصے کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ (الرحمن: ۹) اور انصاف کے ساتھ وزن کو درست رکھو۔

قَسَطَ کا معنی ہے ظلم کرنا اور اَقۡسَطَ کا معنی ہے عدل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَکَانُوۡا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (الجن: ۱۵) اور رہے ظالم لوگ تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ (الحجرات: ۹) اور انصاف کرو' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔

(المفردات' ج ۲' ص ۵۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عدل' عدالت اور معادلہ۔ ان کا معنی ہے مساوات۔ عدالت اور عدل دونوں کا معنی مساوات ہے۔ لیکن عدل امور معنویہ میں مساوات کو کہتے ہیں اور عدل امور محسوسہ میں مساوات کو کہتے ہیں۔ مثلاً وزن۔ پیمائش اور عدد میں مساوات کو کہتے ہیں اور عدل کی محسوسات میں مساوات اس آیت میں ہے:

وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ (النساء: ۱۲۹) اور تم بیویوں کے درمیان ہرگز عدل نہ کر سکو گے۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی فطرت میں کسی ایک طرف میلان کرنا ہے۔ اس لیے انسان اپنی بیویوں کے درمیان محبت میں مساوات کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ — بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔
(النحل: ٩٠)

عدل کا معنی ہے مکافات اور بدلہ میں مساوات۔ خیر کا بدلہ خیر اور شر کا بدلہ اس کے مساوی شر۔ مثلاً:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۔ (الشوریٰ: ٤٠) — برائی کا بدلہ اس جیسی اتنی ہی برائی ہے۔

اور احسان کا معنی ہے نیکی کے بدلہ میں اس سے زیادہ نیکی کی جائے اور برائی کے بدلہ میں اس سے کم برائی کی جائے۔ جتنی رقم کسی سے قرض لی تھی' اتنی ہی واپس کر دینا عدل ہے۔ اور اس سے زیادہ رقم واپس کرنا احسان ہے اور کسی نے دس گھونسے مارے ہوں تو بدلہ میں اس کو دس گھونسے مارنا عدل ہے اور صرف ایک گھونسا مارنا احسان ہے۔
(المفردات' ج ٢' ص ٤٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

اخلاص کا معنی

اخلاص' خالص سے بنا ہے۔ جس چیز میں کسی چیز کی آمیزش کا شبہ ہو' جب وہ اس سے صاف ہو جائے تو اس کو خالص کہتے ہیں۔ یعنی جو چیز ملاوٹ سے پاک ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس کی رضاجوئی یا اس کے حکم کی فرمانبرداری کی نیت سے کی جائے۔ اس میں کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت نہ ہو اور نہ اس کام پر اپنی تعریف سننے کی خواہش ہو۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی پرستش اور اس کی رضاجوئی کے سوا ہر ایک کی پرستش اور اس کی رضاجوئی سے بری ہو جائے۔ (المفردات' ج ١' ص ٢٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

قرآن مجید میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فحشاء (بے حیائی کرنے) کا حکم نہیں دیا۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسط (عدل) کا حکم دیا ہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے اور اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔

قسط سے مراد ہے لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد رکھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران: ١٨)

اللہ نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتوں نے اور علماء نے درآنحالیکہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہیں یہ کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ بہت عزت والا بڑی حکمت والا۔

اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کرو اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اس کی عبادت کرو۔

عمل میں اخلاص کے فوائد اور ثواب کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان میں یہ تین اوصاف ہوں اس کے دل میں کبھی کھوٹ (کینہ اور فساد) نہیں ہوگا۔ اس کے عمل میں اللہ کے لیے اخلاص ہو' وہ ائمہ مسلمین کے لیے خیر خواہی کرے اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہے۔ (الحدیث) (سنن ترمذی' ج ٤' رقم الحدیث: ٢٦٦٧' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

Marfat.com

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:
مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس امت کے ضعیف لوگوں کی دعاؤں' ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔

(سنن نسائی' ج ٦' رقم الحدیث: ٣١٧٨' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ١٤١٢ھ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دین میں اخلاص رکھو تمہارا قلیل عمل (بھی) کافی ہوگا۔ امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک' ج ٤' ص ٣٠٦' حلیۃ الاولیاء' ج ١' ص ٢٤٤' الجامع الصغیر' ج ١' رقم الحدیث: ٢٩٨' الجامع الکبیر' ج ١' رقم الحدیث: ٣١٧١)

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تمام اعمال اخلاص کے ساتھ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ حافظ سیوطی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

(سنن دار قطنی' ج ١' رقم الحدیث: ١٣٠' الجامع الصغیر' ج ١' رقم الحدیث: ٢٩٩' الجامع الکبیر' ج ١' رقم الحدیث: ٣٢٠٧)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرو۔ پانچ (فرض) نمازیں پڑھو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشی سے ادا کرو۔ اپنے مہینہ (رمضان) کے روزے رکھو' اپنے بیت (کعبہ) کا حج کرو (اور) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء' ج ٥' ص ١٦٦' مجمع الزوائد' ج ١' ص ٤٥' الجامع الصغیر' ج ١' رقم الحدیث: ٣٠٠' الجامع الکبیر' ج ١' رقم الحدیث: ٣٣٠٧)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے۔ ہر شخص کے عمل کا وہی ثمرہ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے' تو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے' تو اللہ کے نزدیک اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

(صحیح البخاری' ج ١' رقم الحدیث: ١' صحیح مسلم' الامارۃ: ١٥٥' (١٩٠٧) سنن ابو داؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٢٠١' سنن الترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٦٥٣' سنن النسائی' ج ١' رقم الحدیث: ٧٥' سنن ابن ماجہ' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٢٢٧' مسند احمد' ج ١' ص ٢٥' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ٢٨' صحیح ابن خزیمہ' رقم الحدیث: ١٤٢' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ١' ص ٢٩٨' المنتقیٰ' رقم الحدیث: ٦٤' صحیح ابن حبان' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٨٨' حلیۃ الاولیاء' ج ٨' ص ٤٢' سنن دار قطنی' ج ١' رقم الحدیث: ١٢٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے تین گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے خالص اللہ عزوجل کے لیے عبادت کی ہوگی۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے دکھاوے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوگی۔ اور ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوگی۔ تو جس نے دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوگی' اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تو نے میری عبادت سے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ وہ کہے گا دنیا کا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یقیناً جس چیز کو تو نے جمع کیا تھا' اس نے تجھ کو نفع نہیں دیا اس کو دوزخ میں لے جاؤ اور جس نے ریاکاری کے لیے عبادت کی تھی' اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیری عبادت صرف ریاکاری کے لیے تھی' اس میں سے میری طرف کوئی چیز نہیں پہنچی اور وہ ریا تجھے آج نفع نہیں دے گا' اس کو دوزخ میں لے جاؤ اور جس نے خالص اللہ عزوجل کے لیے عبادت کی تھی' اس سے فرمائے گا: تو نے میری عبادت کرنے سے کس چیز کا ارادہ کیا تھا۔ وہ شخص کہے گا تیری عزت اور جلال

Marfat.com

کی قسم! تو ضرور مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ میں تیری رضا جوئی اور جنت کے لیے تیری عبادت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندہ نے سچ کہا اس کو جنت کی طرف لے جاؤ۔ (حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبید بن اسحاق کو جمہور نے ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم رازی اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں)

(شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۸۰۸' المعجم الاوسط' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۱۰۱' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۵۰)

عمل میں اخلاص نہ ہونے سے نقصان اور عذاب کے متعلق احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کے دن مہر زدہ نامہ اعمال لائیں گے' اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا' اس صحیفہ کو قبول کر لو اور اس صحیفہ کو چھوڑ دو۔ فرشتے کہیں گے تیری عزت کی قسم! ہم نے وہی لکھا ہے جو اس نے عمل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے سچ کہا (لیکن) اس کا عمل میری ذات کے لیے نہیں تھا۔ آج میں صرف اسی عمل کو قبول کروں گا جو میری ذات کے لیے کیا گیا ہوگا۔ حافظ الہیثمی نے کہا: یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے اور اس کی ایک سند صحیح ہے۔

(المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۲۹' سنن دار قطنی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۲۹' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۵)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیک عمل کو باقی رکھنا نیک عمل کرنے سے زیادہ دشوار ہے۔ ایک شخص تنہائی میں کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا اجر ستر گنا لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر شیطان اس کو بہکاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اس عمل کا لوگوں سے ذکر کرتا ہے اور اس کا اعلان کر دیتا ہے۔ پھر اس کی وہ نیکی (مخفی نیکیوں کے بجائے) ظاہر نیکیوں میں لکھ دی جاتی ہے اور تنہائی میں عمل کرنے کی وجہ سے جو اس کا زیادہ اجر تھا' وہ کم کر دیا جاتا ہے اور شیطان اس کو مسلسل ورغلاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی اس نیکی کا ذکر کیا جائے اور اس نیکی پر اس کی تعریف کی جائے۔ پھر اس کے عمل کو ظاہری نیکیوں سے بھی کاٹ دیا جاتا ہے اور یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نے یہ عمل ریاکاری کے طور پر کیا تھا۔ سو جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' وہ اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے اور بے شک ریاکاری شرک ہے۔

(شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۸۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

(ہر چند کہ اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں لیکن اس کا معنی صحیح ہے اور درج ذیل حدیث میں اس کی تائید ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔ اس کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دی ہوئی نعمتیں بتلائے گا۔ جن کا وہ اعتراف کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے ان نعمتوں کے مقابلہ میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو تم نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ تم بہت بہادر ہو۔ سو وہ کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں بتلائے گا جس کا وہ اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلہ میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تاکہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تاکہ یہ کہا جائے کہ وہ قاری ہے سو کہا گیا۔ پھر اللہ کے حکم سے اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا' اور اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس کو اللہ نے وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں بتلائے گا اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلہ میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے اپنے مال کو نیکی کے ہر اس راستہ میں تیری خاطر خرچ کیا جو تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

Marfat.com

تم نے جھوٹ بولا تم نے تو یہ اس لیے کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے۔ سو وہ کہا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم' الامارۃ: ۱۵۲' (۱۹۰۵) ۴۸۴۰' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۸۹' سنن النسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۱۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۹' ص ۱۶۸)

اخلاص ہونے پر فائدہ اور اخلاص نہ ہونے کے نقصان کے متعلق ایک اسرائیلی روایت

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

اسرائیلیات میں مذکور ہے کہ ایک عابد بہت بڑے عرصہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں جگہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایک درخت کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ عابد غضبناک ہوا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس درخت کو کاٹنے کے لیے چل پڑا۔ راستے میں ابلیس اس کو ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ملا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ ابلیس نے کہا: تمہارا اس درخت سے کیا تعلق ہے؟ تم بلاوجہ اپنی عبادت کو چھوڑ کر ایک غیر اہم کام کے درپے ہو رہے ہو۔ عابد نے کہا: یہ کام بھی میری عبادت ہے۔ ابلیس نے کہا: میں تم کو وہ درخت کاٹنے نہیں دوں گا۔ پھر ان دونوں میں کشتی ہوئی۔ عابد نے اس کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ابلیس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابلیس نے کہا: اے شخص! اللہ نے تم سے یہ کام ساقط کر دیا ہے۔ اور تم پر اس کو فرض نہیں کیا۔ اور تم اس درخت کی عبادت نہیں کرتے اور اگر کوئی اور عبادت کرتا ہے تو اس کا تم سے مواخذہ نہیں ہو گا اور اس زمین میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء بہت ہیں۔ اگر اللہ چاہے گا تو اس درخت کی پرستش کرنے والوں کی طرف اپنا کوئی نبی بھیج دے گا۔ اور اس نبی کو اس درخت کے کاٹنے کا حکم دے گا۔ عابد نے کہا: میں اس درخت کو ضرور کاٹوں گا اور ابلیس کو کشتی کے لیے للکارا اور عابد ابلیس کو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ آخر ابلیس عاجز آ گیا اور اس سے کہنے لگا تمہارا کیا مشورہ ہے؟ میں تم کو درمیانی راہ بتاتا ہوں۔ وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ فائدے مند ہو گی۔

عابد نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں تم کو تفصیل سے بتاؤں! عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابلیس نے کہا: تم فقیر آدمی ہو۔ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔ لوگ تمہاری کفالت کرتے ہیں اور تم ان پر بوجھ ہو۔ اور شاید کہ تمہارے دل میں خواہش ہو کہ تم اپنے بھائیوں کی مالی امداد کرو اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ غم خواری کرو اور تم سیر ہو کر کھاؤ اور لوگوں سے مستغنی رہو؟ عابد نے کہا: ہاں! ابلیس نے کہا: پھر درخت کاٹنے سے باز آ جاؤ اور تمہیں ہر رات اپنے سرہانے دو دینار مل جائیں گے۔ صبح کو تم وہ دو دینار لے لینا اور ان کو اپنے اوپر اور اپنے عیال کے اوپر خرچ کرنا اور اپنے بھائیوں کے اوپر صدقہ کرنا تو یہ تمہارے اور دیگر مسلمانوں کے لیے اس درخت کے کاٹنے سے زیادہ سود مند ہو گا۔ اور اس درخت کے بعد وہاں اور درخت اگ سکتا ہے اور اس کے کاٹنے سے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور تمہارے مسلمان ضرورت مند بھائیوں کو اس درخت کے کاٹنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

عابد ابلیس کی اس پیشکش پر غور کرنے لگا اور بے ساختہ کہنے لگا بات تو اس بوڑھے کی سچی ہے۔ میں نبی تو ہوں نہیں جو مجھ پر اس درخت کا کاٹنا لازم ہو اور نہ اللہ نے مجھے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس درخت کے نہ کاٹنے کی وجہ سے گنہ گار ہو جاؤں اور جو صورت اس نے بتائی ہے اس میں زیادہ نفع ہے۔ سو دونوں نے قسم کھا کر اس بات پر معاہدہ کر لیا۔

عابد لوٹ آیا۔ اس نے اپنے معبد میں رات گزاری۔ صبح کو اسے اپنے سرہانے دو دینار مل گئے۔ اس نے وہ دینار لے

Marfat.com

لیے۔ اسی طرح اگلے دن بھی ہوا۔ تیسری صبح کو عابد کو اپنے سرہانے کوئی چیز نہیں ملی۔ وہ غضب ناک ہوا اور کلہاڑی کندھے پر ڈال کر چل پڑا۔ اس کے سامنے سے ابلیس ایک بوڑھے کی صورت میں آتا ہوا ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ عابد نے کہا: میں اس درخت کو کاٹوں گا۔ ابلیس نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا کی قسم! تم اس درخت کو کاٹنے پر قادر نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ عابد پہلی بار کی طرح اس سے کشتی کے لیے آگے بڑھا۔ ابلیس نے کہا: اب یہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایک ہی ہلے میں اس کو پچھاڑ دیا اور عابد چڑیا کی طرح اس کے پیروں میں گر پڑا اور ابلیس اس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ ابلیس نے کہا باز آجاؤ ورنہ میں تم کو ذبح کر دوں گا۔ عابد نے غور کیا تو اس کو ابلیس کے مقابلہ میں بالکل طاقت محسوس نہیں ہوئی۔ عابد نے کہا تم مجھ پر غالب آگئے۔ اب مجھ کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ میں پہلی بار تم پر کس طرح غالب آیا تھا اور اس بار کیوں نہ غالب آسکا!

ابلیس نے کہا: اس لیے کہ پہلی بار تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے تھے اور تمہاری نیت آخرت تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے لیے مسخر کر دیا اور اس بار تم اپنے نفس اور دنیا کے لیے غضب ناک ہوئے تو میں نے تم کو پچھاڑ دیا۔

(احیاء العلوم' ج ۴' ص ۲۸۵-۲۸۴' مطبوعہ دارالخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

اخلاص سے کیا ہوا کم عمل بغیر اخلاص کے زیادہ اعمال سے افضل ہے

علامہ عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۲۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الکمال نے کہا ہے کہ لغت میں اخلاص کا معنی ہے عبادت میں ریا کو ترک کرنا۔ اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے جس چیز کی آمیزش کا شائبہ بھی ہو اس سے دل کو خالص کر لینا۔ پس جس شخص کی کسی فعل سے غرض صرف ایک ہو اور وہ غرض اللہ کا تقرب اور اس کی رضا جوئی ہو اور اس کے دل میں دنیا کی محبت بالکل نہ ہو حتیٰ کہ اس کا کھانا پینا بھی طبعی تقاضوں کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض اللہ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے حکم کی اطاعت کے لیے تقویت حاصل کرنے اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لیے ہو تو اس نیت سے اس کا ہر عمل اخلاص سے ہوگا' اور جس شخص کی اپنے فعل سے غرض واحد ہو اور وہ غرض ریا اور دکھاوا ہو' ایسا شخص اپنے نفس اور دنیا سے محبت کرتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں ہر وقت اپنے نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی دھن سمائی رہتی ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کے لیے بالکل جگہ نہیں ہوتی۔ ایسے شخص کی عبادات ریا سے بالکل محفوظ نہیں رہتیں' اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر کبھی روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے کبھی نفسانیت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی ان کے افعال میں اخلاص ہوتا ہے اور کبھی ان کے افعال میں ریا ہوتا ہے۔

امام غزالی نے کہا ہے عبادت کم ہو' لیکن اس میں ریا اور تکبر نہ ہو اور اس عبادت کا باعث اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عبادت کی غیر متناہی قیمت ہے اور عبادت بہت زیادہ ہو لیکن اخلاص سے خالی ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت اور حیثیت نہیں ہے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کے تدارک کی کوئی سبیل پیدا فرمادے۔ اس لیے اہل بصیرت زیادہ عمل میں کوشش نہیں کرتے بلکہ اخلاص کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قدر و قیمت صاف شفاف اور صیقل چیز کی ہوتی ہے' کثرت کی نہیں ہوتی۔ ایک سچا موتی ہزار ٹھیکریوں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جو لوگ بہت زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں' اور بہ کثرت روزے رکھتے ہیں اور نمازوں میں اخلاص اور خضوع اور خشوع کے درپے نہیں ہوتے اور نہ روزوں میں للہیت کے جذبہ کی کوشش کرتے ہیں' اپنی نمازوں اور روزوں کی بڑی تعداد سے دھوکا کھاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بے مغز اخروٹوں کے ڈھیر کی کیا قدر و قیمت ہے۔

(فیض القدیر' ج ۱' ص ۴۱۵-۴۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

انسانوں کے حشر کی کیفیت

اس کے بعد فرمایا: جس طرح اس نے تم کو ابتداء میں پیدا کیا ہے' اسی طرح تم لوٹو گے۔

محمد بن کعب نے اس کی تفسیر میں کہا: جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اہل شقاوت میں سے پیدا کیا ہے وہ قیامت کے دن اہل شقاوت سے اٹھے گا خواہ وہ پہلے نیک کام کرتا ہو' اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اہل سعادت سے پیدا کیا' وہ قیامت کے دن اہل سعادت سے اٹھے گا خواہ وہ پہلے برے کام کرتا رہا ہو۔ جیسے ابلیس لعین کو اللہ تعالیٰ نے اہل شقاوت سے پیدا کیا تھا وہ پہلے نیک کام کرتا تھا لیکن وہ انجام کار کفر کی طرف لوٹ گیا اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر' وہ پہلے فرعون کے تابع تھے لیکن بعد میں فرعون کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ سو ابلیس اپنی ابتداء خلقت کے اعتبار سے شقاوت کی طرف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر اپنی ابتداء خلقت کے اعتبار سے سعادت کی طرف لوٹ گئے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۲۰۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون پیدا ہوا تھا' وہ حشر میں بھی اسی طرح ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون اٹھے گا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم محشر میں ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۴)

جس طرح ہم نے پہلے پیدائش کی ابتداء کی تھی' اسی طرح ہم پھر اس کو دہرائیں گے' یہ ہمارا وعدہ ہے' ہم اس کو ضرور (پورا) کرنے والے ہیں۔

اور سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا' وہ حضرت ابراہیم ہیں۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے: حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! عورتیں اور مرد دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ دن اس سے بہت ہولناک ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں)

(صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۴۴' صحیح مسلم' الحشر: ۵۸ (۲۸۵۹) ۷۰۶۸' سنن الترمذی ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۳۱' سنن النسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۸۷' صحیح ابن حبان' ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۳۴۷' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۰۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۲' ص ۱۳۸' المعجم الکبیر' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۳۱۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دی اور ایک گروہ گمراہی پر ڈٹا رہا' انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا کارساز بنا لیا اور ان کا یہ زعم ہے کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (الاعراف: ۳۰)

ابتداء فطرت میں ہر انسان کا ہدایت یافتہ ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایسی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا' جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کی وحدانیت کی معرفت حاصل کر سکے اور اس کو خیر اور شر کے دونوں راستے دکھا دیے۔ پھر بعض انسانوں نے اس فطری صلاحیت کو ضائع کر دیا اور شیطان نے ان کو دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں کے دام میں پھانس لیا' ان کو

Marfat.com

ان کے ضمیر نے سرزنش کی نبیوں اور رسولوں اور ہر دور کے علماء حق نے ان کو اللہ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن وہ شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر ڈٹے رہے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے وہی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (البلد: ۱۰-۸)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟○ اور زبان اور دو ہونٹ؟○ اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر آپ فرماتے پڑھو' اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت (فطرت اسلام) کو لازم کرلو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے' اللہ کی بنائی ہوئی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی دین راست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (الروم: ۳۰) دوسری روایت میں ہے: جو شخص بھی پیدا ہوا وہ اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔ جیسے اونٹ سالم اور کامل الاعضاء پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کوئی نقص دیکھتے ہو؟ حتیٰ کہ تم اس کے اعضاء کاٹتے ہو۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے! جو شخص بچپن میں فوت ہو جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والا تھا؟

(صحیح مسلم' قدر: ۲۳' ۲۲' (۲۶۵۸) ۶۶۳۳' ۶۶۳۲' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۳۵۹' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۱۴' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۴۵' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۵۶۹' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۵۷۰)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ اسلام کی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اس کے ماں باپ یا اس میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو وہ اسلام پر برقرار رہتا ہے اور اگر اس کے ماں باپ کافر ہوں تو دنیا میں اس پر کفر کا حکم جاری ہوتا ہے اور اگر بالغ ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اختیار سے اسی کفر پر برقرار رہے تو وہ آخرت کے حکم کے اعتبار سے بھی کافر ہوگا۔ اور اگر اس پر سعادت غالب آجائے اور وہ اسلام قبول کرلے تو پھر وہ مسلمان ہوگا اور اگر وہ بالغ ہونے سے پہلے مرگیا تو اس کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا اور صحیح بخاری میں آپ کا ارشاد ہے کہ مشرکین کی اولاد بھی جنت میں ہوگی۔

(صحیح البخاری' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۰۴۷)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرت اسلام پر پیدا کیا اسی وجہ سے سب نے عالم میثاق میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا لیکن اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ کون اس فطرت کے مطابق ہدایت پر رہے گا اور کون کفر میں مبتلا ہوگا اور اس پر ڈٹ جائے گا اور شیطان کو اپنا کارساز بنالے گا۔ اس لیے فرمایا: ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دی اور ایک گروہ گمراہی پر ڈٹا رہا' انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا کارساز بنالیا اور ان کا یہ زعم ہے کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اولاد آدم! ہر عبادت کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو' اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ نہ کرو' بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (الاعراف: ۳۱)

برہنہ طواف کی ممانعت کا شان نزول اور لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: کہ پہلے عورت برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتی تھی اور یہ کہتی تھی:

Marfat.com

کوئی مجھے ایک کپڑا دے دیتا جس کو میں اپنی شرم گاہ پر ڈال دیتی' آج بعض یا کل کھل جائے گا' اور جو کھل جائے گا میں اس کو کبھی حلال نہیں کروں گی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

(صحیح مسلم' تفسیر ۲۵' (۳۰۲۸) ۷۴۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زینت کا حکم دیا۔ زینت سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ چھپائے۔ اس کے علاوہ عمدہ کپڑے اور اچھی چیزیں بھی زینت ہیں اور انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت کو پہنیں۔

(جامع البیان' ج ۸' ص ۲۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زہری بیان کرتے ہیں کہ عرب بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے' ماسوا قریش اور ان کے حلیفوں کے۔ ان کے علاوہ جو لوگ طواف کرنے کے لیے آتے' وہ اپنے کپڑے اتار دیتے اور قریش کے دیے ہوئے کپڑے پہن لیتے اور اگر ان کو قریش میں سے کوئی عاریتاً کپڑے دینے والا نہ ملتا تو وہ اپنے کپڑے پھینک کر برہنہ طواف کرتا اور اگر وہ ان ہی کپڑوں میں طواف کر لیتا تو وہ طواف کے بعد ان کپڑوں کو پھینک دیتا اور ان کپڑوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے پہن لیا کرو۔ (جامع البیان' ج ۸' ص ۲۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو امیر بنایا تھا جو کہ حجۃ الوداع سے پہلے تھا' اس میں حضرت ابوبکر نے مجھے لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ قربانی کے دن یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

(صحیح مسلم' حج: ۴۳۵' (۱۳۴۷) ۳۲۲۹' صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۶۲۲' سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۴۶' سنن نسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۹۵۷)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے چھوٹا سا تہبند باندھا ہوا تھا۔ اچانک میرا تہبند کھل گیا' اس وقت میرے کندھے پر وزنی پتھر تھا' اس وجہ سے میں تہبند کو اٹھا نہیں سکا' حتیٰ کہ میں نے پتھر کو اس کی جگہ پہنچا دیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاکر اپنا تہبند اٹھاؤ اور اس کو باندھ لو اور ننگے بدن نہ پھرا کرو۔

(صحیح مسلم' حیض ۷۸' (۳۴۱) ۷۵۷' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۰۱۶)

تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت پر بحث و نظر

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کعبہ کو بنایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا پتھروں کی وجہ سے اپنا تہبند اپنے کندھے پر رکھ لیں' آپ نے ایسا کیا پھر آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں' پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا میری چادر' میری چادر' پھر آپ پر چادر باندھ دی گئی۔

(صحیح البخاری' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۵۸۲' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۲۹' صحیح مسلم' الحیض: ۷۶' (۳۴۰) ۷۵۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۹۵' ج ۳' ص ۳۸۰' ۳۱۰)

Marfat.com

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اپنا تہبند اتار دیا تھا اور آپ معاذ اللہ برہنہ ہو گئے' اور اسی کی دہشت سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ یہ حدیث آپ کے بلند منصب' آپ کی عظمت اور شان اور آپ کے مقام نبوت کے خلاف ہے۔ علامہ نووی' علامہ عینی اور علامہ عسقلانی میں سے کسی نے بھی اس اشکال کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث کو المفہم میں شامل نہیں کیا۔ صرف علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی شرح میں اس اشکال کو دور کرنے کی سعی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ کا ستر کھل گیا تھا' کیونکہ آپ اول امر میں تہبند کھلتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور غالباً اس وقت آپ پر کسی کی نظر نہیں پڑی تھی اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے یہ عزت اور کرامت دی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور میری شرم گاہ کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔

(المعجم الصغیر' رقم الحدیث: ۹۳۶' المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۴۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۱' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۲۲۴' کنز العمال' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۳۱۹۲۴' ۳۲۱۳۴۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان بن محمد فزاری متفرد ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس پر جرح کی ہے۔ العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۶۵' حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' البدایہ والنہایہ' ج ۲' ص ۲۶۵)

اور بعض روایات میں ہے کہ فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال اکمال المعلم' ج ۲' ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہر چند کہ یہ حدیث جس میں آپ کے تہبند کھولنے کا ذکر ہے' سند صحیح کے ساتھ مروی ہے لیکن اول تو یہ مراسیل صحابہ میں سے ہے جن کا مقبول ہونا بہر حال مختلف فیہ ہے۔ ثانیاً یہ حدیث درایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ قریش نے بعثت سے پانچ سال پہلے کعبہ بنایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد کے لیے اس کے چچا کا از راہ شفقت یہ کہنا کہ "تم اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لو تاکہ تم کو پتھر نہ چبھیں" درایتاً صحیح نہیں ہے۔ یہ بات کسی کم سن بچہ کے حق میں تو کہی جا سکتی ہے' پینتیس سال کے مرد کے لیے صحیح نہیں ہے اور علامہ بدر الدین عینی' علامہ ابن حجر وغیرہما نے امام ابن اسحاق سے یہی نقل کیا ہے کہ قریش کے کعبہ بنانے کا واقعہ بعثت سے پانچ سال پہلے کا ہے۔

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق نے اور اسی سند کے ساتھ امام حاکم اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ قریش نے وادی کے پتھروں سے کعبہ کو بنایا اور اس کو آسمان کی جانب بیس (۲۰) ہاتھ بلند کیا اور جس وقت نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اس وقت آپ نے ایک دھاری دار چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا۔ آپ نے اس چادر کا پلو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی۔ اس وقت ایک آواز آئی: اے محمد! (ﷺ) اپنی شرم گاہ ڈھانپ لیں' اس کے بعد آپ کو عریاں نہیں دیکھا گیا' اس وقت آپ کی بعثت میں پانچ سال تھے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر نے امام عبد الرزاق کی سند سے لکھا کہ مجاہد نے کہا کہ یہ بعثت سے پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ (اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی) امام عبد البر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ لیکن مشہور پہلا قول ہے (یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے کا) (فتح الباری' ج ۳' ص ۴۴۲۔ ۴۴۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طبقات ابن سعد میں محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے جس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کے لیے پتھر لا رہے تھے' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ لوگوں نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا کیا پھر آپ گر پڑے اور آپ کو ندا کی گئی "اپنی شرم گاہ کو ڈھکیے" اور یہ آپ کو پہلی ندا کی گئی تھی۔ ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! اپنا تہبند اپنے سر کے نیچے رکھ لو۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا مجھ پر جو مصیبت آئی ہے' وہ صرف برہنہ ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ (عمدۃ القاری' ج ۹' ص ۲۱۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کے بنانے پر اتفاق کیا۔

(السیرۃ النبویہ' ج ۱' ص ۲۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا پہلی بار شیث بن آدم نے بنایا۔ دوسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان ہی بنیادوں پر بنایا اور تیسری بار اسلام سے پانچ سال پہلے قریش نے بنایا۔ چوتھی بار حضرت عبداللہ بن زبیر نے بنایا اور پانچویں بار عبدالملک بن مروان نے بنایا۔ (الروض الانف' ج ۱' ص ۱۲۷' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ' ملتان)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی علامہ سہیلی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم' ج ۲' ص ۱۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ یہ آپ کی بعثت سے پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے اور امام ابن اسحاق نے جس پر جزم کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آپ کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اور یہی صحیح ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' ج ۲' ص ۱۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہم نے متعدد مستند کتب کے حوالہ جات سے یہ بیان کیا ہے کہ قریش نے جس وقت کعبہ کی تعمیر کی تھی' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے کسی عام مہذب انسان کے حال سے بھی یہ بہت بعید ہے کہ وہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لے۔ چہ جائیکہ وہ شخص ہو جس کی حیا اور وقار تمام دنیا میں سب سے عظیم اور مثالی ہو۔ اس لیے یہ احادیث ہر چند کہ سنداً صحیح ہیں لیکن درایۃً صحیح نہیں ہیں' جبکہ اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ہیں اور اس واقعہ کے وقت ان کی عمر دو سال تھی۔ کیونکہ یہ ۹۴ سال کی عمر گزار کر ۷۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ' ج ۱' ص ۲۲۲) اس حساب سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۰ سال تھی۔ اور بعثت کے وقت ان کی عمر سات سال تھی اور یہ بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے تو اس وقت ان کی عمر دو سال تھی اور اس وقت یہ مدینہ میں تھے حالانکہ یہ مکہ کا واقعہ ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی سے سنا ہو گا جس کے نام کی انہوں نے تصریح نہیں کی' اور رسول اللہ ﷺ کی حیا اور وقار پر کوئی حرف آنے کی بہ نسبت ہمیں یہ زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو مسترد کر دیا جائے کیونکہ روایت حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم کی جو عظمت اور مقام ہے' اس کی بہ نسبت کہیں زیادہ بلکہ سب سے زیادہ عظمت اور شان رسول اللہ ﷺ کی حیاء اور وقار کی ہے۔

Marfat.com

کھانے پینے میں وسعت کی گنجائش اور اعتدال کا حکم اور بسیار خوری کا اسراف ہونا

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ نہ کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کھانے اور پینے کو حلال فرمادیا ہے جب تک کہ فضول خرچ نہ ہو اور تکبر نہ ہو۔ جتنی مقدار کھانے اور پینے سے رمق حیات باقی رہ سکتی ہے' اتنی مقدار کھانا اور پینا فرض ہے۔ رزق حلال کمانے اور بدنی عبادات انجام دینے کے لیے جتنی صحت اور توانائی کی ضرورت ہے' اس کے لیے جس قدر کھانے کی ضرورت ہے' اتنا کھانا بھی فرض ہے۔ اپنی صحت کے تحفظ اور اپنے آپ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے پرہیزی کھانا کھانا اور نقصان دہ چیزوں کو ترک کرنا واجب ہے۔ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو وصال کے (پے در پے) روزے رکھنے سے اسی لیے منع فرمایا کیونکہ اس سے بدن لاغر اور کمزور ہوتا ہے اور انسان کی توانائی کم ہوتی ہے۔ جتنی مقدار کھانا جان کی بقا اور توانائی کی حفاظت کے لیے ضروری ہے' اس سے کم کھانا کوئی نیکی ہے نہ اس میں کوئی زہد و تقویٰ ہے۔ اور بسیار خوری ناجائز اور گناہ ہے اور یہ فضول خرچ کی ممانعت میں داخل ہے۔ یہ جان ہماری ملکیت نہیں ہے یہ ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اس کو ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔ مرغن اور چٹ پٹی اشیاء کے کھانے سے انجام کار انسان ہولناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس سے تبخیر اور تیزابیت بڑھ جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں السر ہو جاتا ہے۔ زیادہ چکنائی والی اشیاء کھانے سے خون میں کلیسٹرول بڑھ جاتا ہے جسم بھاری بھر کم ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ پھر بھی احتیاط نہ کی جائے تو انجائنا ہو جاتا ہے اور دل کے دورے پڑتے ہیں اور جسم کے کسی عضو پر فالج گرنے کا خدشہ رہتا ہے۔ بعض اوقات برین ہیمبرج ہو جاتا ہے اور دماغ کی کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔ مسلسل سگریٹ نوشی سے خون کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور فالج کا خطرہ رہتا ہے۔ کھانسی' دمہ اور گلے کی خرابی اس کے عام اثرات ہیں' بلڈ پریشر بڑھتا ہے اور جگر سکڑ جاتا ہے' الغرض تمباکو کھانے اور پینے کے بہت نقصانات ہیں۔ اسی طرح بسیار خوری کے بھی بہت زیادہ نقصانات ہیں جن کا ہم نے اجمالاً ذکر کیا ہے۔ جدید اور قدیم حکماء نے صحت کی حفاظت کے لیے ہمیشہ کم کھانے کی تلقین کی ہے۔ نبی ﷺ نے بھی کم کھانے کی تاکید کی ہے اور بسیار خوری کی مذمت فرمائی ہے۔

بسیار خوری کی مذمت میں احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے آدمی کے پیٹ سے بڑھ کر کسی برتن کو بھرنا برا نہیں ہے۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر قائم رہ سکے اور اگر اس نے لامحالہ زیادہ کھانا ہو تو (پیٹ کا) تہائی حصہ کھانے کے لیے رکھے اور تہائی حصہ پانی کے لیے اور تہائی حصہ سانس لینے کے لیے۔

(سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۳۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۶۷۶۹' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۱۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص مہمان ہوا وہ کافر تھا (ثمامہ بن اثال) رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا۔ اس نے ایک بکری کا دوہا ہوا دودھ پی لیا۔ پھر دوسری بکری کا' پھر تیسری بکری کا حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دوہا ہوا دودھ پی گیا۔ صبح اٹھ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اس کے لیے ایک بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا' پھر دوسری بکری کا دودھ لایا گیا تو وہ اس کو پورا نہ پی سکا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔ (امام مسلم کی دیگر روایات میں اس طرح ہے' مومن ایک آنت

Marfat.com

میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے)

(صحیح مسلم 'اشربہ: ۱۸۶' (۲۰۶۳) ۵۲۸۱' سنن ترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۴' رقم الحدیث: ۶۸۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے ڈکار لی تو آپ نے فرمایا ہمارے سامنے اپنی ڈکار روک کر رکھو کیونکہ جو لوگ دنیا میں بہت زیادہ سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن بہت زیادہ بھوکے ہوں گے۔ (سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۸۶' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھی اسراف ہے کہ تم اپنی ہر خواہش کے مطابق چیز کھالو۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۵۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نبی ﷺ کے ساتھ اسلام لایا ہوں میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں صرف اتنا کھاتا پیتا ہوں جس سے میری حیات باقی رہ سکے۔

(المعجم الکبیر' ج ۱۹' رقم الحدیث: ۴۸۷' ص ۲۱۸' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۳۱)

پرہیز کی اہمیت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المنذر بنت قیس الانصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (بیماری سے اٹھ کر) کمزور تھے اور ہمارے پاس کھجوروں کا خوشہ لٹکا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر اس سے کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت علی بھی کھانے کے لیے کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ حضرت علی سے فرمانے لگے' چھوڑو' تم کمزور ہو۔ حتیٰ کہ حضرت علی رک گئے اور میں نے جو اور چقندر کا کھانا بنایا تھا۔ میں وہ لے کر آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی اس سے کھاؤ' یہ تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۵۶' سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۴۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۴۴۲' مسند احمد' ج ۶' ص ۳۶۴' مشکوۃ' ج ۲' رقم الحدیث: ۴۲۱۶)

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کا دنیا سے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کا پانی سے پرہیز کراتا ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۰۴۴' صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۶۹' المستدرک' ج ۴' ص ۳۰۹' ۲۰۷)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ایک ماہر سوادی حکیم نے کہا وہ دوا جس کے ساتھ کوئی بیماری نہ ہو' وہ یہ ہے کہ جب تک بھوک نہ ہو' مت کھاؤ اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بسیار خوری بیماری کی جڑ ہے اور پرہیز کرنا دوا کی جڑ ہے اور بدن کو اس کی عادت کے مطابق عادی بناؤ۔ (احیاء العلوم' ج ۳' ص ۲۲۱' مطبوعہ دار الخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ محمد بن محمد زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

"پرہیز کرنا دوا کا سردار ہے" یہ عرب کے حکیم حارث بن کلدہ کا کلام ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الصحت میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ طب کا رئیس پرہیز ہے اور حکمت کا رئیس خاموشی ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین' ج ۷' ص ۴۰۰' مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

Marfat.com

کھانے پینے کے آداب کے متعلق احادیث

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور میں نے بتایا کہ میں نے تورات میں کیا پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا کھانے میں برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۵۳' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۶۱' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۲۳۷۹۳' مسند ابوداؤد' الطیالسی' رقم الحدیث: ۱۶۷۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں خیر کی کثرت کرے' وہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے اور کلی کرے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۶۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک طعام (کی دعوت) میں تھے۔ ایک شخص نے گھر والوں کے خادم سے تولیہ طلب کیا' اس نے کپڑا لا کر دیا اس نے اس سے ہاتھ پونچھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کپڑے کو تم نے پہنا نہ ہو اس کا تولیہ نہ بناؤ۔ (غالباً آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس کام کے لیے پرانے کپڑے استعمال کرو)

(المعجم الکبیر' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۱۹۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن بزاز کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ نے لکھا ہے کہ کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے اور ہاتھ نہ پونچھے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھولے اور ہاتھ پونچھ لے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ' ج ۶' ص ۳۵۲' مطبعہ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کے پاس طعام رکھا تھا' آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے قریب آؤ' بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۶۴' صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۳۷۶' صحیح مسلم' اشربہ: ۱۰۸' (۲۰۲۲) ۵۱۷۱' سنن ابی داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۷۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۶۵' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۶۳۳۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے اگر وہ اس کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو کہے بسم اللہ فی اولہ واخرہ۔

(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۶۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۶۷' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۲۱۴' مسند احمد' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۶۱۴۸' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۲۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام اور مشروب میں پھونک نہیں مارتے تھے اور نہ برتن میں سانس لیتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۸۸' سنن ابوداود' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۲۸' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۹۶' ۱۸۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دسترخوان بچھایا جائے تو کوئی شخص دسترخوان اٹھانے سے پہلے کھڑا نہ ہو خواہ اس کا پیٹ بھر گیا ہو وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچے حتیٰ کہ قوم فارغ ہو جائے اور اپنا عذر بیان کرے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیتا ہے تو وہ اپنے ہم نشین کو شرمندہ کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ابھی اس کو کھانے

Marfat.com

کی حاجت ہو۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۹۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جب وہ کوئی چیز کھا کر یا پی کر اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

(صحیح مسلم' الذکر والدعا: ۲۴' (۲۷۳۴) سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۲۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز کھاتے یا پیتے تو یہ دعا کرتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۴۶۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۸۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھانے کے بعد یہ دعا کی: الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوہ تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۴۶۹' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۴۰۲۳' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۸۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالہیثم بن التیہان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بھی دعوت دی' جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو جزا دو۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی جزا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی کے گھر جائے اور اس کا کھانا کھائے اور اس کے مشروبات پئے اور وہ اس کے لیے دعا کردے تو یہ اس کی جزا ہے۔

(سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۸۵۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی پئے قتادہ نے کہا ہم نے پوچھا اور کھانا' حضرت انس نے فرمایا یہ تو زیادہ برا ہے یا فرمایا: یہ زیادہ خبیث کام ہے۔

(صحیح مسلم' اشربہ: ۱۱۳' (۲۰۲۴) ۵۱۷۷' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۸۶' سنن ابی داؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۱۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۴۲۴' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۲۷' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۳۲۱' مسند الطیالسی' رقم الحدیث: ۲۰۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' ص ۲۰۶' سنن کبریٰ' ج ۷' ص ۲۸۲-۲۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے سو جو شخص بھول جائے اس کو چاہیے وہ قے کردے۔ (صحیح مسلم' اشربہ: ۱۱۶' (۲۰۲۶) ۵۱۸۱)

اس حدیث کو ائمہ ستہ میں سے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نزال بن سبرۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی' پھر لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوفہ کی کھلی جگہ میں بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پھر پانی لایا گیا اور انہوں نے وضو کیا' پھر کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا'

Marfat.com

پھر فرمایا لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور بے شک نبی ﷺ نے اس طرح کیا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔
(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۶۱۶' ۵۶۱۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۱۸' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۰' شرح معانی الآثار' ج ۲' ص ۳۵۷' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث' ۷۹۵' مسند ابو یعلیٰ' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۰۹' ۳۶۸' شمائل ترمذی' رقم الحدیث: ۲۱۰' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱' ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔
(صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۶۱۷' صحیح مسلم' اشربہ: ۱۲۰' ۱۱۹' ۱۱۸' ۱۱۷' (۲۰۲۷) ۵۱۸۵' ۵۱۸۴' ۵۱۸۳' ۵۱۸۲' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۸۹' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۲۹۶۴' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۴۲۲' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۳۱۹' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۵' ص ۸۶' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۱۴' ۲۴۳' ۲۴۹' شرح معانی الآثار' ج ۲' ص ۳۵۸' المعجم الصغیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۵۷' مسند ابو یعلیٰ' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۰۶' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ۴۸۱' شرح السنہ' ج ۶' رقم الحدیث: ۲۹۴۱-۲۹۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدل چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۸۷' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۰۱' صحیح ابن حبان' ج ۱۲' رقم الحدیث: ۵۳۲۵' ۵۳۲۴' ۵۳۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' ص ۲۰۵' سنن دارمی' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۱۲۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۱۰۸' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۵۸۷۹' طبع جدید دار الفکر' مسند الطیالسی' رقم الحدیث: ۱۹۰۴' المنتقیٰ' رقم الحدیث: ۸۶۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۷' ص ۲۸۳' مختصر اتحاف السادہ المھرۃ' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۲۴۵)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر (مشروب) پیتے ہوئے دیکھا۔ امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۹۰' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۱۵' ۲۰۶' ۱۹۰' ۱۷۹' ۱۷۴' شرح السنہ' ج ۶' رقم الحدیث: ۲۹۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے (مشروب) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔
(المعجم الاوسط' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۲۳۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوئے (کوئی مشروب) پیتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ امام بزار کی روایت میں ہے آپ نے کھڑے ہو کر دودھ پیا۔
(مسند ابو یعلیٰ' ج ۶' رقم الحدیث: ۳۵۶۰' مسند البزار' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۹۹)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام ابو یعلیٰ اور امام بزار کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۷۹)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے' ان کے گھر میں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی' آپ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا۔
(مسند احمد' ج ۳' ص ۱۱۹' ج ۶' ص ۴۳۱' ۳۷۶' المعجم الکبیر' ج ۲۵' ص ۱۲۷-۱۲۶' المعجم الاوسط' ج ۱' رقم الحدیث: ۶۵۸' شرح معانی الآثار' ج ۲' ص ۳۵۸)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں البراء بن زید ہے۔ اس کو کسی نے ضعیف نہیں کہا۔ (حافظ ابن حجر نے کہا

Marfat.com

یہ مقبول ہے۔ تقریب التہذیب' ج ا'ص ۱۳۳) اور اس حدیث کے باقی تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد' ج ۵'ص ۷۹)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور ممانعت کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور نبی ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز پر محمول ہے۔ اور نبی ﷺ کا فعل مکروہ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ آپ پر شریعت کا بیان کرنا واجب ہے' آپ کو اس عمل میں واجب کا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی' ج ۹'ص ۵۵۳۵ 'ملخصا' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ علماء میں سے کسی نے بھی اس ممانعت کو تحریم پر محمول نہیں کیا یہ صرف غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ہے۔ جمہور کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے اور سلف میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور جمہور فقہاء اور امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے اور ان کے نزدیک نبی ﷺ کا یہ فعل ممانعت کی احادیث کے بعد ہے' کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے تو یہ اس ممانعت کا ناسخ ہے' اور آپ کے بعد خلفاء ثلاثہ نے بھی اس ممانعت کے خلاف عمل کیا اور یہ بات بہت بعید ہے کہ ممانعت کی احادیث ان سے مخفی رہیں' جبکہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ لازماً رہتے تھے اور دین پر عمل کرنے میں بہت سخت تھے۔ اور اگر نسخ کا قول نہ کیا جائے اور ان احادیث میں تطبیق دی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ممانعت کی احادیث خلاف اولیٰ پر محمول ہیں۔

حضرت انس نے قتادہ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ کھانے کا معاملہ تو اور زیادہ برا ہے۔ اس کا اہل علم میں سے کوئی قائل نہیں ہے اور یہ محض ان کی رائے ہے' روایت نہیں ہے اور اصل اباحت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص جلدی سے ڈگڈگا کر پانی پیئے گا تو اس کو درد جگر ہو جائے گا یا اس کا گلا گھٹ جائے گا یا اس کے حلق یا معدہ میں درد ہو جائے گا۔ اس لیے اس کو کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے اور نبی ﷺ نے اس وقت کھڑے ہو کر پانی پیا جب آپ کو یہ خطرہ نہیں تھا۔ یا کسی ضرورت یا حاجت کی بنا پر پیا' خصوصاً اس لیے کہ آپ زمزم پر تھے اور وہ لوگوں کے رش کی جگہ ہے یا آپ نے اس لیے کھڑے ہو کر پانی پیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ یا اس لیے کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے۔ سو جس شخص نے بھول کر پیا' وہ قے کر دے۔

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو شخص بھول کر کھڑے ہو کر پانی پیئے' اس پر قے کرنا واجب نہیں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور کھڑے ہو کر کھانے کے جواز میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہرچند کہ قتادہ کی رائے اس میں مختلف ہے۔ (المفہم' ج ۵ ص ۲۸۶-۲۸۵' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر فقہاء نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے۔ اور ایک قوم نے ممانعت کی احادیث کی بنا پر کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس شخص کی طرف راجع ہیں جو اپنے اصحاب کے لیے پانی لے کر آیا اور ان کو پانی پلانے سے پہلے خود کھڑے ہو کر پانی پی لیا جبکہ احسن طریقہ یہ ہے کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پانی پینا چاہیے اور ان میں ظاہر تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت کی احادیث تنزیہ پر محمول ہوں اور کھڑے ہو کر پینے کی احادیث جواز پر محمول ہوں' یا یہ کہا جائے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے صحت بدن کو ضرر کا خطرہ ہے۔ اس لیے آپ نے احتیاطاً کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے پیٹ کی بیماری ہوتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام بخاری نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کو روایت نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ممانعت کی یہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف جواز کی احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی تین حدیثیں روایت کی ہیں اور تینوں معلول ہیں۔ پہلی حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۴) قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ اور یہ معنعن ہے اور شعبہ' قتادہ کی احادیث سے اجتناب کرتے تھے' جب تک کہ وہ حدثنا نہ کہیں۔ دوسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۵) قتادہ کی ابو عیسیٰ الاسواری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا یہ عیسیٰ غیر مشہور ہے اور اس سند میں قتادہ کا اضطراب اس کے معلول ہونے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ احادیث اباحت کے خلاف ہیں جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔ تیسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۶) عمرو بن حمزہ کی ابو غطفان سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے جو بھولے سے پی لے تو وہ قے کر دے۔ عمرو بن حمزہ نے کہا: یہ حدیث دیگر احادیث (اباحت) سے مخالفت کی گنجائش نہیں رکھتی۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ یہ (موخر الذکر جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔ (اکمال اکمال المعلم' ج ۷' ص ۱۳۸-۱۳۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے علامہ نووی کی طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے اور ممانعت کی احادیث کو تنزیہ پر اور اباحت کی احادیث کو بیان جواز پر محمول کیا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ یہ ممانعت تادیب' ارشاد اور اولیٰ اور افضل کام کرنے کی ہدایت پر محمول ہے۔ (شرح الطیبی' ج ۸' ص ۱۸۷-۱۸۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی علامہ طیبی کی طرح لکھا ہے۔

(مرقات' ج ۸' ص ۲۱۶' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث روایت کی ہیں اور بعض احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ہیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۶۱۶' ۵۶۱۵' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۷۱۸' سنن النسائی' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۳۰' شرح معانی الآثار' ج ۲' ص ۳۵۷) اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدل چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۸۷) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے' اور امام طحاوی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر (مشروب) پیتے تھے۔ (شرح معانی الآثار' ج ۲'

Marfat.com

ص ۳۵۸، مسند البزار، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۸۹۸) اور امام طحاوی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا۔ (شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۳۵۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد، ج ۳، ص ۱۱۹، ج ۶، ص ۴۳۱، ۳۷۶، معجم کبیر، ج ۲۵، ص ۱۲۷-۱۲۶، معجم اوسط، ج ۱، رقم الحدیث: ۶۵۸) اس کے بعد علامہ عینی نے علامہ نووی اور علامہ طحاوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ علامہ نووی کی عبارات ہم نقل کر چکے ہیں اور علامہ ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

نبی ﷺ نے بر طریقہ تحریم کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ مشک سے منہ لگا کر کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تاکہ پانی بدبودار نہ ہو جائے، لہٰذا یہ منع کرنا امت پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تھا، یا امت سے کوئی اور ضرر دور کرنے کے لیے منع فرمایا۔ مبادا انہیں کھڑے ہو کر پانی پینے سے کوئی ضرر لاحق ہو جائے اور جب وہ ضرر دور ہو گیا تو وہ ممانعت بھی اٹھ گئی اور جب متعدد احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اور صحابہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت اب اٹھ چکی ہے۔ ہمارے نزدیک ان احادیث کی یہی توجیہ ہے۔

(شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۳۵۹، ملخصاً، مطبوعہ کراچی، عمدۃ القاری، ج ۹، ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی شافعی اور علامہ طیبی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا خلاف اولیٰ ہے۔ علامہ قرطبی مالکی اور علامہ ابی مالکی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں یا پھر آپ نے ضرر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی حنفی کا بھی یہی موقف ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی کا بھی یہی رجحان ہے اور ملا علی قاری حنفی کی رائے یہ ہے کہ آپ نے بہ طور تادیب اور شفقت کے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔

وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب

در مختار شرح تنویر الابصار میں مذکور ہے "وضو کا بچا ہوا پانی اور اسی طرح آب زمزم قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پیئے اور ان دو پانیوں کے سوا کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے" اس عبارت سے علامہ شامی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آب زمزم اور وضو کا بقیہ پانی بھی کھڑے ہو کر پینا صرف جائز اور مباح ہے۔ مستحب نہیں ہے۔ مستحب ان کو بھی بیٹھ کر پینا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں مواضع پر کھڑے ہو کر پینے کا مکروہ نہ ہونا بھی محل کلام ہے چہ جائیکہ ان میں مستحب کا قول کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان مواضع پر کھڑے ہو کر پینا مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ مستحب بھی نہیں ہے کیونکہ زمزم کے پانی میں شفاء ہے۔ اسی طرح وضو کے بقیہ میں بھی شفاء ہے۔

(رد المحتار، ج ۱، ص ۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہمیں اس مسئلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک آب زمزم کی تعظیم کے قصد سے اس کو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر پینا مستحب اور باعث ثواب ہے کیونکہ آب زمزم شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج: ۳۲)

اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

Marfat.com

علامہ شامی سے مقدم اجلہ فقہاء نے بھی زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وضوء کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پئے اور امام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پئے اور اسی طرح زمزم کے پاس بھی کھڑے ہو کر پئے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ 'ج ا' ص ۲۵ 'مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خان) متوفی ۲۹۵ھ نے وضو کی سنتوں میں لکھا ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پئے۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ 'ج ا' ص ۳۵)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندرینی الدہلوی المتوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

امام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پئے اور دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی نہ پئے۔ ایک اس مقام پر اور ایک زمزم پر۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ 'ج ا' ص ۱۱۳-۱۱۲ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

وضو کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پئے اور جو بھول جائے وہ قے کرے۔ اور علماء کا اجماع ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے جو کہ طبی بنا پر ہے نہ کہ دینی بنا پر۔

(مراقی الفلاح علی ہامش الطحاوی 'ص ۴۷-۴۶' مطبوعہ مصر)

عالم گیری میں بھی وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ 'ج ا' ص ۸' طبع مصر)

نیز علامہ شامی کی اپنی عبارت میں بھی ان کی تحقیق کے ضعیف ہونے کی تصریح ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اور سراج میں مذکور ہے کہ ان دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینا مستحب نہیں ہے۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ شارح (علامہ حصکفی صاحب در مختار) کا مختار ضعیف ہے جیسا کہ اس پر حموی وغیرہ نے تنبیہ کی ہے۔ (کیونکہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔)

(رد المحتار 'ج ا' ص ۸۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ کا ارشاد ہے:

زمزم اور وضو کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے اور لوگوں نے دو اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں۔ ایک سبیل کا اور دوسرا جھوٹا پانی اور دونوں جھوٹے۔ (الملفوظ 'ج ۴' ص ۶' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفاء امراض ہے۔

(بہار شریعت 'ج ۲' ص ۱۲ 'مطبوعہ ضیاء القرآن' پبلیکیشنز' لاہور)

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

اسی طرح آب زمزم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(بہار شریعت 'ج ۱۶' ص ۲۹ 'مطبوعہ ضیاء القرآن' پبلیکیشنز' لاہور)

Marfat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ

(اے نبی) آپ کہیے ، اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، اور اس کی

مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

دی ہوئی پاک چیزوں کو ، آپ کہیے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾ قُلْ

خصوصاً ان ہی کے لیے ہیں ، ہم جاننے والے لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں ○ آپ کہیے

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَ

کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے ، خواہ وہ ظاہر ہوں ، خواہ پوشیدہ اور گناہ کو اور

الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

ناحق زیادتی کو ، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناؤ جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی

وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ

اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے ○ اور ہر قوم کے لیے ایک میعاد مقرر ہے

فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾

جب وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ ایک گھڑی آگے ہو سکیں گے ○

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ

اے اولادِ آدم ! اگر تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں ،

فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَ

سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا ، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (کو ماننے) سے تکبر کیا ، تو وہی لوگ دوزخ والے

Marfat.com

النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ پس اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں گھڑ

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۚ أُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۚ

کر اللہ پر بہتان باندھے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے، ان لوگوں کو کتاب کے مطابق ان کا حصہ ملتا رہے گا،

حَتّٰىٓ إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے، تو وہ پوچھیں گے

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ

بتاؤ کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے، وہ کہیں گے وہ سب ہم سے گم ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف

أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے ○ اللہ فرمائے گا اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے

قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ۚ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ

پہلے گزرے ہوئے جن اور انس داخل ہو چکے ہیں، جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی

لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۚ حَتّٰىٓ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ

تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی، حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلوں کے

لِأُولٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۚ

متعلق کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کو انھوں نے گمراہ کیا تھا، سو تو ان کو دگنا آگ کا عذاب دے،

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ أُولٰىهُمْ

اللہ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے ○ اور پہلے لوگ بعد والوں سے کہیں گے

لِأُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے سو عذاب کو چکھو اس

Marfat.com

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾ ع

سبب سے جو تم کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی!) آپ کہئے: اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو' آپ کہئے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خصوصاً ان ہی کے لیے ہیں ہم جاننے والے لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں ○ (الاعراف: ۳۲)

لباس پہنتے وقت دعا کرنے اور شکر ادا کرنے کے متعلق احادیث

اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم جو چاہو کھاؤ' اور جو چاہو پہنو' جب تک فضول خرچ یا تکبر نہ ہو۔

(صحیح البخاری' کتاب اللباس' باب ا' ج ۷' ص ۴۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور پاک اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان لوگوں سے فرمایئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے زینت پیدا کی ہے تم خوبصورت لباس پہنو اور اللہ کے رزق میں سے حلال چیزیں کھاؤ۔ (جامع البیان جز ۸' ص ۱۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے۔ خواہ قمیص ہو یا عمامہ ہو' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا' میں تجھ سے اس کپڑے کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کپڑے کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۲۰' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۷۳)

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے ان میں ایک چھوٹی اونی چادر تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہاری رائے میں اس کا کون زیادہ مستحق ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ۔ ان کو بلایا گیا تو آپ نے وہ چادر ان کو پہنا دی آپ نے دو بار فرمایا: تم اس کو پرانا کرو اور دوسروں کے لیے چھوڑو۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۲۴' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۴۵)

لباس کی انواع اور اقسام کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو تمام کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۲۵' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۶۸)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شیروانیاں تقسیم کیں اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے کہا: اے بیٹے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو میں ان کو لے گیا۔ پھر کہا: رسول اللہ ﷺ کو میرے لیے بلاؤ۔ میں

Marfat.com

نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے در آنحالیکہ آپ کے پاس ان شیروانیوں میں سے ایک شیروانی تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے اس کو چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۲۸' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو تہبند میسر نہ ہو وہ شلوار پہنے اور جس شخص کو جوتے میسر نہ ہوں' وہ موزے پہنے۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۰۴)

حضرت معتمر کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زرد رنگ کی اونی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۰۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۷۹' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۱۲۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے گئے' پھر آپ آئے' میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا۔ آپ نے وضو کیا۔ اس وقت آپ نے شامی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ دھویا۔ پھر آپ اپنی کلائیوں کو آستینوں سے نکالنے لگے۔ وہ آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے کوٹ کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور کلائیوں کو دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۷۹۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۶۱۶' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۱۲۳)

جعفر بن عمرو بن حریث کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور عمامہ کی ایک طرف (شملہ) کو دو کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۷۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۳۵۹' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۳۴۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۵۸۷' ۲۸۲۱)

لباس کے رنگوں کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سفید لباس پہنو وہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو اور بہترین سرمہ اثمد ہے یہ نظر تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۶۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۵۶۶)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ متوسط قامت کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ حلہ (ایک قسم کی دو چادریں' ایک بہ طور تہبند باندھی جائے اور ایک بالائی بدن پر لپیٹ لی جائے) میں دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۴۲)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرخ حلہ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کوئی ذی لمہ (جس کے بال کانوں کی لو سے متجاوز ہوں) نہیں دیکھا۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۳۳۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۱۸۳' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۳۰' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۲۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ' رقم الحدیث: ۴۷۶۷)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دو سرخ قمیصیں پہنے ہوئے آئے وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور ان کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ الحدیث۔ (جن احادیث میں سرخ لباس کی ممانعت ہے وہ مرجوح اور ضعیف ہیں یا مؤول ہیں)

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ' رقم الحدیث: ۴۷۸۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۰۰' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۱۰۹' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۱۳۱۲)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کو اس سے زیادہ اور کوئی رنگ پسند نہیں تھا اور آپ اپنے تمام کپڑوں کو رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی۔ (جن احادیث میں زرد لباس کی ممانعت ہے' وہ بھی ضعیف یا مؤول ہیں)

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۶۴' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۰۸۸' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۸۵۱' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۱۸۷)

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی ﷺ کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا آپ پر دو سبز رنگ کی چادریں تھیں۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۶۵' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۳۲۱' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۸۲۱' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۹۹۵' مسند احمد' رقم الحدیث: ۷۱۳۱' المعجم الکبیر' ج ۲۲' رقم الحدیث: ۷۲۱' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ایک صبح کو باہر گئے اور آپ کے اوپر سیاہ رنگ کی اونی چادر تھی۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۸۲۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۰۸۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۳۲)

اجلے' صاف اور عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہ جمیل (حسین) ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۹۱' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۰۰۶' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۵۹' شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۱۹۲)

امام احمد کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں اور میرے سر میں تیل لگا ہوا ہو اور میری جوتی نئی ہو۔ اس نے اور بھی کئی چیزیں ذکر کیں حتیٰ کہ اپنے چابک کی ڈوری کا بھی ذکر کیا اور پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ چیزیں تکبر سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ جمال ہے اور بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۷۸۹' طبع جدید' دارالفکر' شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۷۸۹' طبع دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

ابوالاحوص کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! میرے پاس ہر قسم کا مال ہے۔ (دوسری روایت میں ہے: میرے پاس اونٹ' بکریاں' گھوڑے' غلام ہر قسم کا مال ہے) آپ نے فرمایا جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیے۔ (سنن النسائی' رقم الحدیث: ۵۲۳۹' ۵۲۳۸' ۵۳۰۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۶۳' شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۱۹۷)

Marfat.com

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۸۲۸' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۱۹۹۵۴' دارالفکر' طبع جدید)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال غبار آلود اور بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کے ساتھ یہ اپنے بالوں کو سنوار سکے؟ ایک اور شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے فرمایا: کیا اس شخص کو پانی میسر نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھو سکے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۶۲' شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۲۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام صاف ستھرا ہے سو تم صاف ستھرے رہو' کیونکہ جنت میں صرف صاف ستھرے لوگ داخل ہوں گے۔

(المعجم الاوسط' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۸۹۰) (اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ جس وقت ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سائے کی طرف آ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت مجھے دسترخوان میں ایک چھوٹی سی ککڑی ملی۔ آپ نے پوچھا یہ تم کو کہاں سے ملی؟ پھر آپ نے کوئی بات ذکر کی۔ پھر ایک شخص چلا گیا جس نے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا اس کے پاس ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے دو کپڑے صندوق میں رکھے ہوئے ہیں جو میں نے اس کو پہنائے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ دو کپڑے پہن لے۔ اس نے جا کر وہ کپڑے پہن لیے۔ (الحدیث) امام بزار نے اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے جن میں سے ایک کی سند صحیح ہے۔ (مسند البزار' رقم الحدیث: ۲۹۶۴' ۲۹۶۳' ۲۹۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: جب اللہ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (الحدیث) (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۶۵)

محمد بن سیرین نے کہا: تمیم نے ایک ہزار درہم کی چادر خریدی جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۹۶۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ میں سے ایک شخص کو سات سو درہم کا لباس خرید کر پہنایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۹۶۶)

قیمتی اور معمولی لباس پہننے کی احادیث میں تطبیق

بعض احادیث میں خوب صورت لباس نہ پہننے اور معمولی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہم پہلے وہ احادیث بیان کریں گے اور پھر ان کی توجیہات ذکر کریں گے۔

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے تواضع کرتے ہوئے (نہایت قیمتی) لباس کو ترک کر دیا' حالانکہ وہ اس پر قادر تھا' اللہ

Marfat.com

تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے بلائے گا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے حلوں میں سے جس حلہ کو چاہے پہن لے۔ (یہ حدیث حسن ہے)

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۸۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۷۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۰۳۳' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۱۹۷۷۹' المستدرک' ج ۱' ص ۶۱' ج ۴' ص ۱۸۴' شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۱۴۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قدرت کے باوجود خوبصورت لباس کو تواضعاً ترک کر دیا اللہ اس کو عزت کے حلے پہنائے گا۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص سے محبت کرتا ہے جو روزمرہ استعمال کے عام کپڑے پہنتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابولھیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث: ۶۱۷۶)

ان روایات کا ایک جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں عمدہ اور قیمتی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے' وہ صحیح السند ہیں اور یہ احادیث حسن یا ضعیف ہیں۔ اس لیے یہ روایات ان احادیث سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام کا منشاء اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دینا ہے۔ انسان نہ تو ایسا کرے کہ اچھے اور صاف ستھرے لباس پر قدرت کے باوجود پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے اور نہ ایسا کرے کہ نہایت فاخرانہ اور طمطراق والی پوشاک پہنے۔ نہ اس قدر گھٹیا اور معمولی کپڑے پہنے جس سے اس کی خساست اور دناءت ظاہر ہو اور نہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی لباس پہنے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مسلمان کی قلبی واردات اور دلی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی اس پر صبر اور زہد کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ روزمرہ کے معمولی کپڑے پہنتا ہے اور کبھی اس پر اللہ کی نعمتوں کے اظہار اور شکر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ عمدہ اور قیمتی لباس پہنتا ہے۔ ہم جس آیت کی تفسیر کر رہے ہیں' اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کے اظہار کا حکم ہے' اس لیے عمدہ اور قیمتی لباس کے سلسلے میں مزید چند احادیث بیان کر رہے ہیں۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن الحنظلہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے سردار ہو سو تم اپنی جوتیوں کو ٹھیک کرو اور حسین لباس پہنو۔ (الحدیث) (شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۲۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے وہب بن کیسان نے بتایا۔ میں نے نبی ﷺ کے چھ اصحاب کو دیکھا جو خز (ریشم اور اون کا مخلوط) لباس پہنتے تھے۔ شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۲۱۲

...ک بن انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر کے تمام فقہاء کو حسین لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

(شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۲۲۰)

...ضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی میلے کپڑوں میں نہیں دیکھا۔ آپ کبھی کبھی تیل لگانا پسند کرتے تھے اور سر میں کنگھی کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میلے کپڑوں اور پراگندہ بالوں کو ناپسند کرتا ہے۔ (شعب الایمان' ج ۵' رقم الحدیث: ۶۲۲۶)

Marfat.com

لباس پہننے کے شرعی اور فقہی احکام

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لباس پہننا بعض صورتوں میں فرض ہے' بعض میں واجب' بعض میں مستحب' بعض میں مباح' بعض میں مکروہ اور بعض صورتوں میں حرام ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فرض: لباس کی جتنی مقدار شرم گاہ چھپانے کے لیے ضروری ہو اتنی مقدار کا لباس پہننا فرض ہے۔ (مرد کی شرم گاہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور عورت کا تمام بدن شرم گاہ ہے سوائے چہرہ' ہاتھ اور پیروں کے' محارم کے سامنے چہرے' ہاتھ اور پیروں کو ظاہر کرنا جائز ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے بلا ضرورت شرعی ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے)

واجب: سردی اور گرمی کے اثرات سے جسم کو محفوظ کرنے کیلئے جس قدر لباس پہننا ضروری ہو' اس کا پہننا واجب ہے۔

مستحب: اظہار زینت کے لیے قدر زائد اور خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے کے اوپر اس کی نعمت کے آثار دکھائی دیں۔ اسی طرح سفید' سیاہ اور سبز رنگ کا لباس پہننا مستحب ہے۔

مباح: جمعہ اور عید کے مواقع پر اور تقریبات اور محافل میں قیمتی اور نفیس لباس پہننا مباح ہے۔ اسی طرح رنگنے کے بعد حیوانوں اور درندوں کی کھالوں کا لباس پہننا بھی مباح ہے۔

مکروہ: ہروقت قیمتی اور نفیس پوشاک پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے ضرورت مندوں کے دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے اور اس میں اسراف ہے اور تکبر کا خطرہ ہے۔ تکبر یہ ہے کہ وہ قیمتی اور فاخرانہ لباس پہن کر معمولی کپڑے پہننے والوں کو کمتر اور حقیر جانے۔

حرام: ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے البتہ اگر کسی کپڑے پر چار انگل کی مقدار ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں تو پھر جائز ہے۔ اسی طرح اگر چار انگل کی مقدار سونے کا کام کیا ہوا ہو تو پھر بھی جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا سوا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار کے۔

(صحیح مسلم' لباس: ۱۵ (۲۰۶۹) ۵۳۱۸' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۲۷' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۹۶۳۰' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۴۴۱' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث: ۳۶۵)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔ انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے۔ ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے لیے شفاء طلب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۰۵۴' صحیح مسلم' لباس: ۱۰' (۲۰۶۹) ۵۳۱۰' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۹۵۸۸' رد المحتار' ج ۵' ص ۲۲۴-۲۲۳' ملخصاً' و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

زینت اور تجمل کے متعلق مفسرین مذاہب اربعہ کی تحقیق

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یہ آیات عمدہ اور نفیس کپڑوں کے پہننے پر دلالت کرتی ہیں۔ عید' جمعہ' لوگوں سے ملاقات اور رشتہ داروں کی ملاقات کے وقت قیمتی اور خوبصورت لباس پہننا چاہیے۔ امام ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے تو خوبصورت لباس پہنتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ جمعہ اور وفود سے ملاقات کے وقت پہننے کے لیے یہ حلہ خرید لیتے تو اچھا ہوتا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کپڑے کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ نے اس لباس کے خوبصورت ہونے کی بناء پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم کا ایک حلہ خریدا جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔ اور مالک بن دینار عدن کی ایک نہایت قیمتی پوشاک منگا کر پہنتے تھے۔ امام احمد بن حنبل ایک دینار کا لباس خرید کر پہنتے تھے۔ یہ حضرات کب قیمتی کپڑوں سے اعراض کر کے موٹے جھوٹے کپڑوں کو ترجیح دینے والے تھے؟ اور "لباس التقوی ذالک خیر" کا معنی معمولی اور گھٹیا کپڑے پہننا نہیں ہے' ورنہ یہ نفوس قدسیہ لباس التقویٰ کو ترک کرنے والے نہیں تھے' بلکہ یہی لوگ اصحاب علم' ارباب معرفت اور اہل تقویٰ تھے اور ٹاٹ اور گاڑھا پہننے والے دوسرے لوگ تو فقط اہل دعویٰ ہیں اور ان کے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ خالد بن شوذب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس گیا' ان سے فرقد ملنے کے لیے آئے۔ حسن بصری نے ان کی چادر دیکھ کر کہا اے ام فرقد کے بیٹے! نیکی اس چادر میں نہیں ہے' نیکی سینے میں ہوتی ہے اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے' اسی طرح معروف کرخی کے بھتیجے ابو محمد' ابوالحسن کے پاس اونی جبہ پہن کر گئے' ابوالحسن نے ان سے کہا: اے ابو محمد آیا تم نے اپنے دل کو صوفی بنایا ہے یا اپنے جسم کو؟ اپنے دل کو صاف رکھو خواہ لباس کسی قسم کا پہنو! علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا: میں معمولی اور پیوند لگا ہوا لباس چار وجہ سے ناپسند کرتا ہوں:

۱- یہ سلف صالحین کا لباس نہیں ہے اور سلف صالحین بلاضرورت لباس میں پیوند نہیں لگاتے تھے۔

۲- اس قسم کے لباس سے غربت کا اظہار ہوتا ہے' حالانکہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے آثار کو ظاہر کرے۔

۳- اس قسم کا لباس پہننے سے زہد کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ ہمیں زہد کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴- اس قسم کا لباس عموماً ان لوگوں کا شعار ہے جو ظاہر شریعت سے خارج ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے' اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس شخص نے بالوں اور اون کے لباس کو سوتی لباس کے حصول کے باوجود ترجیح دی' اس نے خطاء کی' اسی طرح اس شخص نے بھی خطا کی جس نے گوشت ترک کر کے دال اور سبزی کھانا شروع کر دی۔ (یہاں اون کے کپڑوں سے یہ مراد ہے کہ بعض لوگ صوفیت کا اظہار کرنے کے لیے اون والی کھال کا لباس بنا لیتے تھے' جس کی ہیئت کذائی آج کل کے گاڑھے اور ٹاٹ سے بھی زیادہ بدنما ہوتی تھی۔ آج کل کپڑے کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے اور اون کو متعدد کیمیائی مراحل سے گزار کر اس کا نہایت صاف شفاف اور قیمتی لباس تیار کیا جاتا ہے۔ ایسا لباس اس حکم میں داخل نہیں ہے' سعیدی غفرلہ) بشر بن حارث سے اون پہننے کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو برا لگا اور ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے کہا شہروں میں اونی کپڑے پہننے سے میرے نزدیک زرد رنگ کا اور ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا پہننا بہتر ہے۔

علامہ ابوالفرج نے کہا سلف صالحین متوسط کپڑوں کا لباس پہنتے تھے' بہت قیمتی لباس پہنتے تھے نہ بہت گھٹیا کپڑے پہنتے تھے

Marfat.com

اور جمعہ' عید اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت بہت عمدہ لباس پہنتے تھے اور بہت معمولی اور حقیر کپڑے پہننا فقر اور زہد کے اظہار کو متضمن ہے اور یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنا ہے اور اس قسم کے لباس سے لباس پہننے والے کی تحقیر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں مکروہ اور ممنوع ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمدہ لباس پہننا خواہش نفس کی پیروی ہے' اور ہمیں نفسانی خواہشوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے' نیز اس میں مخلوق کو اپنی زیبائش دکھانا ہے' حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے تمام افعال اللہ کے لیے ہوں مخلوق کے لیے نہ ہوں' اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش مذموم نہیں ہے اور نہ مخلوق کے لیے ہر زینت مکروہ ہے۔ اس چیز سے اس وقت ممانعت کی جائے گی جب شریعت نے اس سے منع کیا ہو یا اس کی بنیاد دین اور عبادات میں ریاکاری ہو۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے اور اس چیز میں شریعت نے اس پر ملامت نہیں کی۔ اسی وجہ سے بالوں میں کنگھی کی جاتی ہے اور آئینہ دیکھا جاتا ہے اور عمامہ درست کیا جاتا ہے اور اندر معمولی کپڑے اور اوپر قیمتی پوشاک پہنی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی چیز مکروہ اور مذموم نہیں ہے اور مکحول نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ دروازہ کے باہر حضور کے منتظر تھے' آپ ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے تھے' گھر میں ایک چھاگل میں پانی تھا آپ پانی میں دیکھ کر اپنی داڑھی اور بالوں کو درست کرنے لگے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملنے جائے تو اپنے آپ کو تیار کر کے جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل (خوب رو) ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر' حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ اس معنی میں بکثرت احادیث ہیں جو صفائی اور حسن و جمال کے حصول پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی' آئینہ' تیل' مسواک اور سرمہ کو ساتھ لے کر سفر میں جاتے تھے۔ امام ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر میں بہت تیل لگاتے تھے اور پانی سے داڑھی کو درست کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اور آپ سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ٧' ص ١٧٨-١٧٦' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

١- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ زینت سے مراد لباس ہے۔ جس سے انسان اپنی شرم گاہ کو چھپا سکے۔

٢- زینت سے مراد عام ہے اور اس میں زینت کی تمام اقسام شامل ہیں۔ اس میں بدن کو صاف کرنا' سواریاں رکھنا اور انواع واقسام کے زیورات شامل ہیں اور اگر مردوں پر سونے' چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق نص نہ آئی ہوتی تو وہ بھی اس عموم میں شامل ہوتے اور پاکیزہ رزق سے مراد بھی عام ہے اس میں تمام پسندیدہ اور لذیذ کھانے پینے کی چیزیں داخل ہیں اور اس میں ازواج سے لذت اندوزی اور خوشبو لگانا بھی داخل ہے۔

Marfat.com

روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں گوشت نہ کھاؤں! آپ نے فرمایا: نرم روی اختیار کرو کیونکہ مجھے جب گوشت مل جاتا ہے تو میں گوشت کھاتا ہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ایسا کرے گا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا میرے دل میں آتا ہے کہ میں خوشبو نہ لگاؤں! آپ نے فرمایا: سختی نہ کرو۔ کیونکہ جبرئیل نے مجھے کبھی کبھی خوشبو لگانے کا حکم پہنچایا ہے اور یہ کہا ہے کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے کو ترک نہ کریں پھر آپ نے فرمایا: اے عثمان! میری سنت سے اعراض نہ کرو کیونکہ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اور توبہ سے پہلے مر گیا تو فرشتے اس کا چہرہ میرے حوض سے پھیر دیں گے۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زینت کی تمام اقسام جائز ہیں اور ان سے متصف ہونے کی اجازت ہے۔ ماسوا ان چیزوں کے جن کی کسی دلیل سے ممانعت ہو اسی لیے ہم نے کہا کہ قل من حرم زینۃ اللہ میں زینت کی تمام اقسام داخل ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۳۱-۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

۱- زینت سے مراد کپڑے ہیں اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(الف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن بصری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ کپڑے پہن کر طواف کیا کرو۔

(ب) مجاہد اور زجاج وغیرہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں شرمگاہ کو ڈھانپا جائے۔

(ج) علامہ ماوردی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ اور عید وغیرہ میں خوبصورت اور دیدہ زیب لباس پہنا جائے۔

۲- ابو رزین نے کہا زینت سے کنگھی وغیرہ کرنا مراد ہے۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۱۸۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں جانے کے لیے زینت والا لباس پہننا مستحب ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ اور عید میں اس کو میرے لیے مستحب کیا گیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد بعض مفسرین نے یہاں زینت سے خوبصورت لباس مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ سے یہی معنی متبادر ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہی تفسیر منسوب ہے۔ روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ زینت سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قل من حرم زینۃ اللہ (الآیہ) کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے خز (ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا) کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کی طرف بھیجا تو انہوں نے سب سے افضل کپڑے

Marfat.com

پہنے‘ سب سے اچھی خوشبو لگائی اور سب سے اچھی سواری پر سوار ہوئے اور جب خوارج نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ آپ ہم میں سب سے افضل ہیں اور آپ متکبرین کا لباس پہن کر اور ان کی سواری پر بیٹھ کر آئے ہیں تو حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ اور حق بات یہ ہے کہ جس زینت کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے اور اس کے استعمال میں کوئی توقف نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس میں تکبر کا دخل ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ ایک ہزار درہم کی چادر اوڑھ کر تشریف لے گئے‘ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چار سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور امام محمد بھی بہت قیمتی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے میں اس لیے زیب و زینت کے ساتھ رہتا ہوں کہ میری بیویاں کسی اور کی زیب و زینت کی طرف نہ دیکھیں۔ اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی نعمت دیتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بندے پر اس نعمت کے آثار نظر آئیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیوند لگی ہوئی قمیص نہیں پہنتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ خدشہ تھا کہ اگر آپ نے قیمتی لباس پہنا تو آپ کے عمال بھی قیمتی لباس پہنیں گے اور اگر ان کے پاس پیسے نہ ہوئے تو پھر وہ لوگوں سے یا اموال مسلمین سے ناجائز طور پر پیسے حاصل کریں گے۔ (روح المعانی‘ ج ۸‘ ص ۱۱۱‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت)

اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو مسلمانوں کے لیے زینت اور نفع کے حصول کا باعث ہو‘ وہ حلال ہے۔ ماسوا اس کے کہ اس کی حرمت یا کراہت پر قرآن اور سنت میں کوئی نص موجود ہو‘ اور اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کے حصول میں مسلمانوں کے لیے ضرر ہو‘ اس کا ترک کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک کرنے میں ہی مسلمانوں کا نفع ہے اور موجب ضرر اشیاء کی حرمت پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(البقرہ: ۱۹۵)

اس آیت سے یہ قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی تمام کاموں کا کرنا اصل میں جائز اور مباح تھا پھر جن کاموں کی قرآن اور حدیث میں ممانعت آگئی‘ وہ ممنوع ہوگئے اور باقی تمام کام اپنی اصل پر جائز رہے۔ مثلاً پہلے شراب پینا اور جوا کھیلنا مباح تھا۔ اسی طرح پہلے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا مباح اور جائز تھا اور جب ان کاموں کی ممانعت شریعت میں آگئی تو یہ کام ممنوع ہوگئے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحریر (از علامہ ابن ہمام) میں یہ تصریح ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا مختار مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (التحریر مع شرحہ التیسیر‘ ج ۱‘ ص ۱۷۲‘ مطبوعہ مکتبۃ المعارف‘ ریاض) اور علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور ہدایہ کی فصل حداد میں بھی مذکور ہے۔ اباحت اصل ہے۔ (ہدایہ اولین‘ ص ۴۲۸‘ مطبوعہ مکتبہ شرکہ علمیہ‘ ملتان) اور قاضی خان نے الحظر والاباحۃ کے اوائل میں لکھا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ‘ ج ۳‘ ص ۴۰۰‘ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق‘ مصر‘ ۱۳۱۰ھ) اور تحریر کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ بصرہ کے معتزلہ‘ بہ کثرت شافعیہ اور اکثر حنفیہ خصوصاً عراقیوں کا قول ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک شخص کو کسی نے کہا مردار کھاؤ یا

Marfat.com

شراب پیو' ورنہ میں تم کو قتل کردوں گا اور اس نے اس شخص کا کہنا مانا اور اس شخص نے اس کو قتل کردیا تو مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ گنہ گار ہوگا' کیونکہ مردار کھانا اور شراب پینا صرف اللہ کے منع کرنے سے حرام ہوا ہے۔ اس عبارت میں امام محمد نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو ممانعت کے عارض ہونے کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔ (تیسیر التحریر' ج ۲' ص ۱۶۱' مطبوعہ ریاض) اور شیخ اکمل الدین نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ استیلاء کفار کے باب میں شارح نے جو یہ لکھا ہے کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے (در مختار علی ھامش رد المحتار' ج ۳' ص ۲۴۴) اس پر اعتراض ہے۔

(رد المحتار' ج ۱' ص ۷۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

شارح (صاحب در مختار) کا یہ کہنا کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے کتب اصول کے مخالف ہے' کیونکہ علامہ ابن ہمام نے تحریر میں یہ لکھا ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا یہ مذہب ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اصول بزدوی کی شرح میں علامہ اکمل الدین نے فرمایا ہے ہمارے اکثر اصحاب اور اکثر اصحاب شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جن کاموں کے متعلق یہ جائز ہے کہ شریعت ان کے مباح ہونے کا حکم دے یا ان کے حرام ہونے کا حکم دے وہ تمام کام احکام شرع وارد ہونے سے پہلے اپنی اصل پر مباح ہیں۔ حتیٰ کہ جس شخص تک شریعت نہ پہنچی ہو اس کے لیے مباح اور جائز ہے کہ وہ جو چاہے کھائے۔ امام محمد نے کتاب الاکراہ میں اسی طرح اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا مردار کھانا اور شراب پینا صرف شرعی ممانعت کی وجہ سے حرام ہے۔ پس انہوں نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو عارضہ ممانعت کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔ جبائی (معتزلی) ابو ہاشم اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور بعض اصحاب شافعی اور معتزلہ بغداد کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل ممانعت ہے اور اشاعرہ اور عام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے۔ حتیٰ کہ جس شخص تک شرعی احکام نہ پہنچے ہوں وہ کسی چیز کو نہ کھائے اگر اس نے کھایا تو اس کے فعل کو نہ حلال کہا جائے گا نہ حرام۔

(رد المحتار' ج ۳' ص ۲۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں اور انواع تجملات میں اصل اباحت ہے۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی' ج ۳' ص ۱۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت کے علاوہ حسب ذیل حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی' پنیر اور پوستین کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو اللہ نے کتاب میں حلال کردیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کردیا وہ حرام ہے۔ اور جس چیز سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۳۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۳۶۷' المستدرک ج ۴' ص ۱۱۵)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (مرقات' ج ۸' ص ۱۹۳' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

قاضی ابو بکر ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت سلمان کا قول ہے لیکن اس کا معنی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے تمہیں چند چیزوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرو اور چند چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرو۔ اور اس نے اپنی رحمت سے چند چیزوں سے سکوت فرمایا ان کے متعلق سوال نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۱۰' ص ۱۳' سنن دار قطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۳۵۰)

اور جب نبی ﷺ کسی چیز کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کرنے پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ امر واجب ہے یا مستحب۔ اور جب کسی چیز سے منع فرمائیں تو اس سے اجتناب پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ سکوت فرمائیں اس کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اصل میں مباح ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اصل میں موقوف ہے۔

(عارضۃ الاحوذی' ج ۷' ص ۲۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

معمولات اہل سنت کا جواز اور استحسان

جب یہ واضح ہو گیا کہ تمام کاموں میں اباحت اصل ہے اور جس چیز کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اس کام کو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اس اصول پر اہل سنت کے تمام معمولات جائز ہیں مثلاً بغیر تعیین شرعی کی نیت کے سال کے مختلف ایام میں میلاد شریف منعقد کرنا۔ نبی ﷺ کے فضائل اور آپ کی سیرت کا بیان کرنا' خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہار کے ایام شہادت اور وفات میں ان کا تذکرہ کرنا اور نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب اور اہل بیت کو قرآن خوانی اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ اسی طرح اولیاء کرام کے ایام وصال میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کو عبادات اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ یہ کام عہد رسالت میں نہیں کیے گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں سے منع نہیں فرمایا اور یہ کام اسلام کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہیں اس لیے یہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور حسن نیت سے موجب ثواب اور باعث خیر و برکت ہیں۔ عہد صحابہ اور تابعین میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر اور دیگر اکابر صحابہ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کو جماعت سے پڑھوانے کا اہتمام کرنا اور اس کو بدعت حسنہ قرار دینا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کی قرات کو باقی لغات سے ختم کر کے صرف لغت قریش پر باقی رکھنا' عبد الملک بن مروان کے حکم سے قرآن مجید کے حروف پر نقطے اور حرکات اور اعراب کا لگایا جانا' عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں مساجد کی عمارتوں میں محراب کا بنایا جانا اور قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں اور رکوعوں کی تعداد کو لکھنا یہ سب بدعات حسنہ ہیں جس کو تمام امت مسلمہ نے قبول کر لیا ہے۔ سو اہل سنت کے معمولات کو بھی ان ہی نظائر کی روشنی میں جائز سمجھنا چاہیے اور بلاوجہ ان پر یہ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کہ انہوں نے ان معمولات کو فرض اور واجب سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح سوئم' چہلم اور عرس کی عرفی تعیینات کو تعیینات شرعی نہیں قرار دینا چاہیے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جیسے مساجد میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات متعین کر لیے جاتے ہیں اور کسی شخص کو بھی یہ بدگمانی نہیں ہوتی کہ یہ تعیین شرعی ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" آیت اپنے عموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو تو جو لوگ توشہ گیارہویں' میلاد شریف' بزرگوں کی فاتحہ' عرس' مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی' سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں' وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت و ضلالت ہے۔

(حاشیہ خزائن العرفان' ص ۲۴۸' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے' خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ' اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو' اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناؤ جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی' اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔ (الاعراف: ۳۳)

ان گناہوں کا بیان جو تمام گناہوں کی اصل ہیں

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں کفار نے جن چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا' ان کو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام نہیں فرمایا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فواحش کو اثم (گناہ) کو' ناحق زیادتی کو' شرک کو اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کہنے کو حرام فرمایا ہے۔

فواحش سے مراد ہے کبیرہ گناہ۔ اور اثم سے مراد مطلق گناہ ہے خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ اس کے بعد جن تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' یعنی ناحق زیادتی' شرک اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کہنا۔ ہرچند کہ یہ بھی گناہ کبیرہ میں داخل ہیں لیکن چونکہ یہ زیادہ سنگین جرم ہیں اس لیے ان کا خصوصیت کے ساتھ علیحدہ ذکر کیا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ فواحش سے مراد ہے زنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً — اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے۔

(بنی اسرائیل: ۳۲)

خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ۔ ظاہر سے مراد علی الاعلان بدکاری ہے۔ جس طرح لوگ اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرتے ہیں یا جس طرح آج کل کال گرلز اور سوسائٹی گرلز کو کلبوں اور ہوٹلوں سے بک کیا جاتا ہے اور پوشیدہ سے مراد ہے کسی لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجہ میں خفیہ طریقہ سے یہ کام کیا جائے۔

اور اثم سے مراد ہے شراب نوشی اور جوا کھیلنا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ (البقرہ: ۲۱۹) — لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہئے ان میں بڑا گناہ ہے۔

بعض اوقات شراب کے نشہ میں انسان دوسروں کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر تہمت لگاتا ہے۔ اور جوئے کے نتیجہ میں مال حرام کھایا جاتا ہے اور بعض اوقات لڑائی جھگڑا اور مار پیٹ بھی ہوتی ہے۔ سو یہ تمام گناہ اس میں داخل ہیں۔

اور ناحق زیادتی سے مراد ہے کسی کا ناحق مال چھین لینا یا کسی کو ناحق قتل کر دینا' اور شرک سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی یا اس کے خلاف کوئی بات کرنا۔ اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر علم اور تحقیق کے کوئی عقیدہ بنا لینا۔ اور یہ پانچ گناہ تمام گناہوں کی اصل ہیں اور باقی تمام بدعقیدگیاں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ان پانچ گناہوں میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر قوم کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جب وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ ایک گھڑی آگے ہو سکیں گے ○ (الاعراف: ۳۴)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ انسان پر اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام حرام کیے ہیں اور اس آیت میں یہ بتایا کہ اس کی زندگی کا ایک وقت معین ہے اور جب وہ وقت آ جائے گا تو اس پر لامحالہ موت آ جائے گی اور اس کو چونکہ موت کا وقت بتایا

Marfat.com

نہیں گیا اس لیے وہ ہر وقت موت کا منتظر رہے اور حرام کاموں سے بچتا رہے' ایسا نہ ہو کہ وہ کسی حرام کام میں مشغول ہو اور اس کی موت کا وہی وقت مقرر ہو۔

حضرت ابن عباس' حسن اور مقاتل نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو ایک معین وقت تک کے لیے عذاب سے مہلت دی ہے سو جو قومیں اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کرتی رہیں ان کو ایک مدت تک مہلت دی گئی اور جب وہ مدت پوری ہو گئی تو ان پر عذاب آ گیا اور اس کے وقت میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں' سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (کو ماننے) سے تکبر کیا تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O

(الاعراف: ۳۶-۳۵)

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں انسانوں کی زندگی کے بعد ان کی موت کا ذکر فرمایا تھا۔ اب بتایا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی تھی تو مرنے کے بعد انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا اور اگر انہوں نے اپنی یہ زندگی سرکشی اور انحراف میں گزاری تھی تو پھر مرنے کے بعد انہیں دائمی عذاب کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول کا ان لوگوں کی جنس سے ہونا جن کی طرف اس کو مبعوث کیا گیا

اس آیت میں اولاد آدم سے مراد اہل مکہ ہیں اور رسل سے مراد سید الرسل' خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آپ کے متعلق جمع کا صیغہ اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ میں اپنے رسول کو اسی سنت کے مطابق بھیجا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ پہلی امتوں میں اپنے رسول بھیجتا رہا تھا۔ رسولوں کو اس صفت کے ساتھ مقید فرمایا ہے کہ وہ خود تم میں سے ہیں۔ اس قید کے متعلق امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں۔ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(الف) جب رسول لوگوں کی جنس سے ہو گا تو لوگوں پر اللہ کی حجت بہ طریق اولیٰ پوری ہو گی۔

(ب) لوگوں کو اس رسول کے حالات اور اس کا پاک دامن ہونا پہلے سے معلوم ہو گا۔

(ج) لوگوں کو اس کی قوت اور طاقت کا حال پہلے سے معلوم ہو گا اور جب اس سے معجزات کا ظہور ہو گا تو وہ جان جائیں گے کہ یہ افعال اس کی قوت اور طاقت سے باہر ہیں تو یہ معجزات لامحالہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوئے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا — اور اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو ضرور اس کو مرد ہی بناتے۔ (الانعام: ۹)

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جن یا فرشتہ کو اس کی اصل حقیقت کے اعتبار سے رسول بناتا تو یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ یہ معجزات اس کی اپنی غیر معمولی قوت سے ظہور میں آئے ہیں اور جب انسان کو رسول بنایا گیا اور اس نے چاند کو دو ٹکڑے کیا اور ڈوبا ہوا سورج لوٹایا اور درختوں سے کلمہ پڑھوایا تو معلوم ہو گیا کہ یہ افعال انسان کی قوت میں نہیں ہیں تو ضرور اللہ کا فعل ہیں اور یہ شخص ضرور اللہ کا نمائندہ اور اس کا رسول ہے جس کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ غیر معمولی افعال پیدا کیے ہیں اور اس کی تائید کے لیے معجزات ظاہر فرمائے ہیں۔

Marfat.com

(د) اگر وہ رسول کسی اور جنس سے ہوتا تو لوگ اس کے ساتھ مانوس نہ ہوتے اور اس کے ساتھ الفت اور محبت نہ ہوتی۔
(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ رسول لوگوں کی جنس سے ہوں گے تاکہ رسولوں کی دعوت کا قبول کرنا زیادہ قریب ہو۔
(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ رسول تم میں سے ہوں گے یعنی بنو آدم سے ہوں گے۔ اس میں بنو آدم کو یہ تنبیہ ہے کہ وہ یہ توقع نہ کریں کہ ان کے پاس فرشتوں میں سے کوئی رسول آئے گا' کیونکہ رسول مرسل الیھم کی جنس سے ہوتا ہے اور اس آیت میں پچھلی امتوں کے ان جاہلوں پر تعریض ہے جنہوں نے اپنے رسولوں کی رسالت کا اس لیے انکار کیا تھا کہ وہ ان کی جنس سے تھے۔ مثلاً قوم نوح نے کہا:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (ھود: ۲۷)
(اے نوح!) ہم تمہیں صرف اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔

اور مکہ کے مشرکین نے بھی سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کا صرف اس لیے انکار کیا کہ آپ بشر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۵-۹۴)

اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا جب ان کے پاس ہدایت آچکی تھی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا؟ ۝ آپ کہئے کہ اگر زمین میں (رہنے والے) فرشتے ہوتے جو (اس میں) اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر اتارتے ۝

ان آیتوں میں یہ تصریح ہے کہ رسول مرسل الیھم کی جنس سے ہوتا ہے۔
(التحریر والتنویر' ج ۸' ص ۱۰۸' مطبوعہ تیونس)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کے ساتھ ملا کر سورہ بنو اسرائیل کی آیت ۹۵-۹۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا (رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے۔ یہی ان کے کفر کی اصل تھی۔ اور اسی لیے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے حبیب ان سے) تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے (کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے)

نوٹ: ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ہے اور قوسین میں صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ بنو اسرائیل آیت ۹۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
یعنی اگر زمین میں بجائے انسانوں کے فرشتے بستے ہوتے تو نبی بھی فرشتہ ہی آتا۔ کیونکہ نبی تبلیغ کے لیے تشریف لاتے ہیں

Marfat.com

اور قوم کو تبلیغ وہی کر سکتا ہے جو قوم کی زبان اور اس کے طور طریقوں سے واقف ہو۔ ان کے دکھ دردوں سے خبردار ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ نبی قوم کی جنس سے ہو۔ تعجب ہے کہ کفار فرشتوں کو انسان سے افضل سمجھتے تھے اس لیے کہتے تھے کہ فرشتہ نبی کیوں نہ ہوا۔ حالانکہ انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا نہ کہ انسان نے فرشتوں کو۔

(نور العرفان 'ص ۲۶۴ 'مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ 'گجرات)

رسول کا لوگوں کی جنس سے ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ لوگوں کی جنس سے نہ ہو تو اس کے افعال امت کے لیے نمونہ اور واجب الاتباع نہیں ہو سکیں گے کیونکہ لوگ کہہ سکیں گے کہ وہ اور جنس سے ہے اور ہم اور جنس سے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ افعال اس کی جنس سے ممکن اور سہل ہوں اور ہماری جنس سے ممکن اور سہل نہ ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر پوری نہیں ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام رسول نوع انسان اور ہماری جنس سے بشر بنائے اور نبی ﷺ سے فرمایا آپ کہئے میں بشر اور رسول ہوں۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۳)

آپ کہئے میرا رب پاک ہے میں صرف بشر اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف: ۱۱۰)

آپ کہئے میں صرف بشر ہوں تمہاری مثل (خدا نہیں ہوں) میری طرف وحی کی جاتی ہے بے شک تمہارا اور میرا معبود ایک ہی ہے۔

کفار آپ کو محض بشر کہتے تھے رسول نہیں مانتے تھے اور بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے تھے اور یہی ان کا کفر تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آپ عام انسان اور عام بشر نہیں ہیں بلکہ انسان کامل اور افضل البشر اور سید البشر ہیں اور کوئی شخص کسی وجودی وصف میں آپ کا مماثل نہیں ہے بلکہ سب عدم الوہیت میں آپ کے مماثل ہیں یعنی جس طرح ہم خدا نہیں ہیں اسی طرح آپ بھی خدا نہیں۔ بعض لوگ غلو کر کے کہتے ہیں کہ آپ نہ خدا ہیں نہ خدا سے جدا ہیں۔ نہ اللہ کے عین ہیں نہ غیر ہیں۔ یہ باطل نظریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ واجب ہے آپ ممکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ قدیم ہے آپ حادث ہیں۔ اللہ تعالیٰ معبود ہے' آپ عابد ہیں۔ اور ممکن واجب کا اور حادث قدیم کا اور عابد معبود کا غیر ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ آپ کی بیع اور شراء اللہ کی بیع اور شراء ہے۔ آپ کے ساتھ معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے' اور آپ اللہ کے نائب مطلق ہیں اور اللہ کے اذن اور اس کے حکم سے مختار کل ہیں' جس کو چاہیں نواز دیں اور جنت عطا فرما دیں۔ لیکن آپ کا چاہا کبھی اللہ کے چاہے کے مخالف نہیں ہوتا۔ آپ اللہ کے تابع اور اللہ کے موافق ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اللہ کے مخالف اور باغی نہیں ہیں۔

مختار کل کی وضاحت

ہم نے جو نبی ﷺ کے متعلق مختار کل لکھا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو کل اختیار دے کر خود' معطل ہو گیا ہے' معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی ﷺ جو کچھ کرنا چاہیں اس پر آپ قادر اور مختار ہیں کیونکہ یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے کہ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ نبی ﷺ تو چاہتے تھے کہ تمام کافر اسلام لے آئیں خصوصاً ابو طالب کے لیے آپ کی بڑی خواہش اور بہت کوشش تھی کہ وہ مسلمان ہو جائیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے مختار کل کا ہمارے نزدیک صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل مخلوق سے زیادہ اختیار عطا فرمایا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور

Marfat.com

اس کی مرضی کے تابع ہو کر جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمالیتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم سے بھی دعا فرماتے ہیں اور اپنی وجاہت کی بناء پر بھی دعا فرماتے ہیں اور بعض امور میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے براہ راست تصرف بھی فرماتے ہیں۔ ان تمام امور کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔

نیک مسلمان حشر کے دن آیا گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے یا نہیں!

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہے' اور غم کا تعلق ماضی سے ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو قیامت کے دن نہ مستقبل میں عذاب کا خوف ہو گا اور نہ ماضی میں انہیں اپنے کیے ہوئے کاموں کا کوئی غم ہو گا۔ کیونکہ دنیا میں انہوں نے سب نیک کام کیے اور اگر اغواء شیطان یا شامت نفس سے کوئی غلط کام ہو گیا تو انہوں نے مرنے سے پہلے اس پر توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نیک مسلمانوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے کوئی خوف اور غم ہو گا یا نہیں۔ بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ ان کو قیامت کی ہولناکیوں اور اس دن کی سختیوں سے کوئی غم اور خوف نہیں ہو گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء: ۱۰۳) سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی۔

اور بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کو بھی اس دن گھبراہٹ ہو گی ان کی دلیل یہ آیت ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ (عبس: ۳۷-۳۴)

جس دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا ○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ○ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ○ ان میں سے ہر شخص کو اس دن اپنی فکر ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی۔

اول الذکر علماء اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ وقتی طور پر نیک مسلمانوں کو بھی فکر اور پریشانی ہو گی لیکن مآل کار انہیں امن اور عافیت اور فرحت اور سرور حاصل ہو گا جیسا کہ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○ (عبس: ۴۲-۳۸)

اس دن بعض چہرے روشن ہوں گے ○ مسکراتے ہوئے شاداب ○ اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے ○ ان پر سیاہی چھائی ہو گی ○ وہی لوگ کافر بدکار ہوں گے ○

گنہ گار مسلمانوں کے لیے دائمی عذاب کا نہ ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے رسولوں کی پیش کی ہوئی اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کے ماننے سے تکبر کیا سو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہمارے علماء نے اس آیت سے معتزلہ اور خوارج کے خلاف استدلال کیا ہے کہ گنہ گار مسلمانوں کو اگر دوزخ میں ڈالا گیا تو ان کو عذاب کے بعد دوزخ سے نکال لیا جائے گا کیونکہ دوزخ کے عذاب کا دوام اور خلود صرف کافروں کے لیے ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں کافروں کے متعلق بہ طریقہ حصر فرمایا ہے کہ وہی دوزخ میں ہمیشہ رہیں

Marfat.com

گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ پر بہتان باندھے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے! ان لوگوں کو کتاب کے مطابق ان کا حصہ ملتا رہے گا حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے تو وہ پوچھیں گے بتاؤ کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے؟ وہ کہیں گے وہ سب ہم سے گم ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (الاعراف: ۳۷)

اللہ پر بہتان باندھنے اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے کی تفصیل

اس سے پہلی آیت میں کافروں کے متعلق فرمایا تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا۔ اب اسی سیاق میں فرمایا: پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں گھڑ کر بہتان باندھے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے!

اللہ پر بہتان باندھنے والے وہ کافر ہیں جنہوں نے بتوں کو یا ستاروں کو اللہ کا شریک بنایا یا وہ کافر جنہوں نے دو خدا قرار دیے ایک یزداں اور ایک اہرمن۔ یا وہ جنہوں نے اللہ کے لیے بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے۔ اسی طرح وہ کافر جنہوں نے بحیرہ' سائبہ' حامی اور وصیلہ کو از خود حرام قرار دیا اور پھر اس حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح اس کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو از خود کوئی مسئلہ گھڑ لیتے ہیں اور اپنی طرف سے کسی مستحب کام کو فرض یا واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو قرآن اور حدیث کی صریح نصوص کے مقابلہ میں اپنے پیروں اور مولویوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس کے بعد ان کافروں کا ذکر کیا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اس سے مراد وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت اور اس کی الوہیت کے دلائل کا انکار کرتے ہیں یا اس سے مراد وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں' خصوصاً قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں یا اس سے مراد وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

کتاب یا لوح محفوظ میں اللہ پر بہتان باندھنے والوں کی سزا

اس کے بعد فرمایا ان لوگوں کو کتاب کے مطابق ان کا حصہ ملتا رہے گا۔ کتاب کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ کتاب سے مراد نوشتہ تقدیر ہے۔

اگر کتاب سے مراد لوح محفوظ ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کافروں کے لیے جتنا عذاب لکھ دیا تھا' ان کو وہ عذاب مل کر رہے گا۔ یہ تفسیر ابو صالح اور حسن سے مروی ہے۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۲۲۲' دار الفکر)

پھر بعض علماء نے حسب ذیل آیات سے اس عذاب کی تفصیل بیان کی ہے:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ (الزمر: ۶۰)	جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا' آپ قیامت کے دن ان کے منہ کالے دیکھیں گے۔
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا (طٰہٰ: ۱۰۲)	اور ہم مجرموں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔

Marfat.com

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (الرحمٰن: ۴۱) — اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ (المؤمن: ۷۱) — جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی ان کو اس حال میں گھسیٹا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کے چہرے سیاہ' آنکھیں نیلی ہوں گی اور ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی' وہ اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے اور ان کو پیشانی اور پیروں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔ ان آیات کے علاوہ قرآن مجید میں ان کے عذاب کی اور بھی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

کتاب کی تفسیر میں دیگر اقوال

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

کتاب کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے اعمال سے جو کچھ ان کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے وہ ان کو ضرور حاصل ہو گا۔ حسن نے کہا: ان کے لیے گمراہی یا ہدایت جو بھی مقدر کر دی گئی ہے وہ ان کو ضرور حاصل ہو گی۔

حضرت ابن عباس سے ایک اور روایت ہے کہ ان کے لیے خیر اور شر جو کچھ مقدر کر دیا گیا ہے وہ ان کو ضرور حاصل ہو گا۔

ربیع نے کہا: ان کے لیے جس قدر رزق' عمر اور عمل مقدر کر دیا گیا ہے وہ ضرور ان کو حاصل ہو گا۔

عکرمہ اور ابو صالح نے کہا: ان کے لیے جو عذاب مقرر کر دیا گیا ہے وہ ان کو ملے گا۔

زجاج نے کہا: ان کے لیے کتاب میں جو جزا بیان کی گئی ہے وہ ان کو ضرور ملے گی۔ اور کتاب کی پانچ تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) لوح محفوظ (۲) اللہ کی تمام کتابیں (۳) قرآن کریم (۴) ان کے اعمال نامے (۵) قضاء و قدر

(زاد المسیر' ج ۳' ص ۱۹۳' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

تقدیر کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم' ج (۷) میں تفصیل سے لکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا اور وہ اپنے اعمال کے نتیجہ میں جنت کا مستحق ہو گا یا جہنم کا۔ اس کے اسی علم سابق کا نام تقدیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ہمارے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے' اس سے مراد ملک الموت اور اس کے معاون فرشتے ہیں۔ اس آیت سے مراد کفار کو سرزنش کرنا ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو ترک کر کے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ مان لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ فرمائے گا اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن اور انس داخل ہو چکے ہیں' جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہو گی تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی' حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلوں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے رب ہم کو انہوں نے گمراہ کیا تھا' سو تو ان کو دگنا آگ کا عذاب دے' اللہ فرمائے گا: ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے O اور پہلے لوگ بعد والوں سے کہیں گے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے' سو عذاب کو چکھو اس سبب سے جو تم کرتے تھے۔ (الاعراف: ۳۹-۳۸)

Marfat.com

دوزخ میں کفار کے احوال

ان دو آیتوں میں کفار کے دوزخ میں داخل ہونے کی کیفیت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن اور انس داخل ہو چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کفار ایک ہی مرتبہ میں دوزخ میں نہیں داخل ہوں گے۔ بلکہ پہلے ایک جماعت داخل ہوگی اس کے بعد دوسری جماعت داخل ہوگی اور ان میں سابق اور مسبوق ہوں گے اور بعد میں آنے والے پہلوں کے حال کا مشاہدہ کریں گے۔

پھر فرمایا: جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین مشرکین پر لعنت کریں گے۔ اسی طرح یہود' یہود پر لعنت کریں گے اور نصاریٰ' نصاریٰ پر۔

پھر فرمایا تو بعد والے پہلوں کے متعلق کہیں گے: اس کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ امت کے آخر امت کے اول سے کہیں گے' آخری زمانہ کے لوگ پہلے زمانہ کے لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے اس بدعقیدگی کو شروع کیا تھا' اور تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں آخر میں داخل ہونے والے' پہلے داخل ہونے والوں سے کہیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا۔

پھر فرمایا: وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کو انہوں نے گمراہ کیا تھا سو تو ان کو دگنا آگ کا عذاب دے۔

ضعف کا معنی

ضعف کا معنی ہم نے دگنا کیا ہے۔ کیونکہ ضعف کا اکثر استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے ضعف کا معنی شے اور اس کی مثل ہے۔ دس کا ضعف بیس اور سو کا ضعف دو سو ہے۔ (المفردات' ج ۲' ص ۳۸۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' ریاض)

علامہ مجد الدین ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے: ضعف کا معنی دگنا ہے۔ کہا جاتا ہے اگر تم مجھے ایک درہم دو گے تو میں تمہیں اس کا ضعف دوں گا یعنی دو درہم دوں گا۔ ایک قول یہ ہے کہ کسی شے کا ضعف اس کی ایک مثل ہے اور دو ضعف دو مثلیں ہیں۔ ازہری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں ضعف کا معنی ایک مثل سے لے کر زیادہ امثال تک ہے' اور یہ دو مثلوں میں منحصر نہیں ہے۔ پس کم از کم ضعف ایک مثل میں منحصر ہے اور اکثر ضعف کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے یہ حدیث ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز' تنہا نماز پر پچیس درجہ ضعف ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث المساجد: ۲۴۷)' (النہایہ' ج ۳' ص ۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۱۸ھ)

دوگنے عذاب پر ایک سوال کا جواب

پھر فرمایا: اللہ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اس کا بہ ظاہر معنی یہ ہے کہ وہ جس قدر عذاب کے مستحق ہوں گے ان کو اس کا دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ عدل کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو ان کے جرائم کے مطابق ہی عذاب ہوگا۔ لیکن ان کو یہ عذاب مسلسل ہوتا رہے گا۔ مثلاً ان کو درد کی ایک کیفیت لاحق ہوگی اس کے بعد پھر اس کی مثل لاحق ہوگی۔ اور پھر ایک مثل لاحق ہوگی اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہے گا۔ اس لیے فرمایا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے اور ہم ضعف کا معنی بیان کر چکے ہیں کہ کسی شے کی ایک مثل سے لے کر غیر متناہی امثال تک ضعف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا ان کے لیے اس وقت تک آسمان کے دروازے نہیں

Marfat.com

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط

کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتٰی کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے،

وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ

اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں ○ ان کے لیے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر

غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اسی کا اوڑھنا ہوگا، اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج

عمل کیے، اور ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے، وہی لوگ جنتی ہیں، وہ

هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اور ہم نے ان کے سینوں سے (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش کو نکال دیا ہے،

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا

ان کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچایا، اور اگر اللہ

كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم از خود یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے، بیشک ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق

بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

لے کر آئے، اور ان کو یہ ندا کی جائے گی کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو ○

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا

اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ بیشک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو

رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ط قَالُوْا نَعَمْ ج فَاَذَّنَ

سچا پایا، کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے

Marfat.com

مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو ○ جو (لوگوں کو) اللہ کے راستہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَ

سے روکتے تھے اور اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت کے منکر تھے ○ اور

بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ

ان دونوں (جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان ایک حجاب ہے، اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی یا دوزخی) کو

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ

اس کی علامت سے پہچانیں گے اور وہ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے تم پر سلام ہو، وہ ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے

يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

اور وہ اس کی امید رکھیں گے ○ اور جب ان کی آنکھیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی، تو وہ کہیں گے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ ع

اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا ○

وقف لازم

ع ۵/۸ ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا' ان کے لیے اس وقت تک آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں ○ ان کے لیے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا ہو گا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہو گا اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں ○

(الاعراف: ۴۱-۴۰)

کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولنے کے متعدد محامل

اس سے پہلی آیتوں میں بھی کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا یہ آیت بھی اسی سلسلہ سے متعلق ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

۱- علی بن طلحہ' اور مجاہد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کفار کے اعمال اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل آیات ہیں:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر: ۱۰) — اس کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور اللہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے۔

Marfat.com

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ○ (المطففین: ١٨)

حق یہ ہے کہ بے شک نیکی کرنے والوں کا نامہ اعمال ضرور (ساتویں آسمان کے اوپر) علیین میں ہے۔

٢۔ امام رازی نے اس آیت سے یہ مستنبط کیا ہے کہ کافروں پر آسمان سے کوئی خیر اور برکت نازل نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (الاعراف: ٩٦)

اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور (اللہ سے) ڈرتے رہتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کو کھول دیتے لیکن انہوں نے (اللہ کی آیتوں کو) جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے ان کاموں کی وجہ سے گرفت میں لے لیا جو وہ کرتے تھے۔

٣۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کافروں کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے' اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اور جو محال پر موقوف ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے اور جنت میں ان کے داخل نہ ہو سکنے پر حسب ذیل حدیث میں دلیل ہے:

کافروں کے لیے آسمان کا دروازہ نہ کھولنے کے متعلق حدیث

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ جب ہم قبر پر پہنچ کر خاموشی سے بیٹھ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ پھر آپ نے فرمایا جب مسلمان بندہ دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف روانہ ہونے لگتا ہے تو ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی خاطر نکل۔ پھر وہ روح جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح پانی کے قطرے مشک سے نکلتے ہیں۔ جب فرشتے اس روح کو لے کر فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ اس کا وہ نام بتاتے ہیں جو دنیا میں اس کا اچھا نام تھا' جب وہ آسمان دنیا کے سامنے پہنچ کر اس کا دروازہ کھلواتے ہیں تو وہ کھول دیا جاتا ہے اور اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے نامہ اعمال کو علیین میں لکھ دو۔ اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے! وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے! وہ پوچھتے ہیں یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں تمہیں ان کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا' میں ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔ پھر ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دو۔ (الیٰ قولہ) اور جب کافر کی دنیا سے روانگی کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث روح! اللہ کے غصہ اور غضب کی طرف نکل! اس کی روح جسم کے اجزاء میں پھیل جاتی ہے اور اس کو اس طرح کھینچ کر نکالا جاتا ہے جس طرح گیلے اون

Marfat.com

سے لوہے کی سیخ کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ روح کے نکلتے ہی وہ اس کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔ وہ روح سخت بدبودار ہوتی ہے۔ وہ اس کو لے کر جہاں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون خبیث روح ہے؟ پھر وہ اس کا وہ نام بتاتے ہیں جو دنیا میں اس کا بہت قبیح نام تھا۔ جب وہ اس روح کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو ان کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: لاتفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط (الاعراف: ۴۰) اللہ فرماتا ہے اس کا اعمال نامہ زمین کے سب سے نچلے طبقہ سجین میں پھینک دو۔ پھر اس کی روح کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج: ۳۱)

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر اسے (مردار خور) پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے آندھی کسی دور جگہ میں پھینک دیتی ہے۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹادی جاتی ہے پھر فرشتے اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا! پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا! پھر پوچھتے ہیں یہ کون شخص ہیں جو تم میں مبعوث کیے گئے تھے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! پھر ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھادو اور اس کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دو اور اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا حتی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی۔ پھر ایک بدشکل اور بدبودار شخص آئے گا اور کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں اور وہ کافر کہے گا: اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔

(مسند احمد' ج ۴' ص ۲۸۹-۲۸۸' دارالفکر' طبع قدیم' مسند احمد' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۸۵۵۹' طبع جدید دارالفکر' اس کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۱۸۴۴۳' دارالحدیث قاہرہ' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۵۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۶۲' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۵۰-۴۹)

نوٹ: مسند احمد کی روایت میں بہت زیادہ تفصیل ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں اتنی تفصیل نہیں ہے لیکن نفس مضمون واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے' وہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (الاعراف: ۴۲)

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وعد اور وعید دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے۔ اس سے پہلی آیتوں میں کفار کے لیے عذاب کی وعید بیان فرمائی تھی اس آیت میں مسلمانوں کے لیے ثواب کے وعدہ کا بیان فرمایا ہے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی' اور جو کچھ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آئی تھی اس کا اقرار کیا اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا' ان پر عمل کیا اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا ان سے مجتنب رہے اور پھر درمیان میں یہ واضح فرمایا کہ ہم نے جن کاموں کا حکم دیا ہے یا جن کاموں سے روکا ہے وہ سب کام انسان کی طاقت اور اس کی وسعت میں ہیں اور ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے تو وہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور اس میں کافروں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حصول بہت آسان کر دیا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کے سینوں سے (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش کو نکال دیا ہے' ان کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں' وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچایا اور اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم از خود یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے بے شک ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے اور ان کو یہ ندا کی جائے گی کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو○ (الاعراف: ۴۳)

اہل جنت کے دلوں سے دنیا کی رنجشوں اور شکایتوں کا محو ہو جانا

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے سینوں سے ان رنجشوں کو نکال دے گا جو دنیا میں وہ ایک دوسرے کے خلاف رکھتے تھے۔ کیونکہ کینہ کا سبب شیطان کے وسوسے ہیں اور شیطان اس وقت دوزخ میں جل رہا ہو گا۔ اس لیے اہل جنت کے سینے اور ان کے دل ہر قسم کے بغض' کینہ اور کدورت سے صاف ہوں گے۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں' عثمان' طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ہم نے ان کے سینوں سے (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش کو نکال دیا ہے۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۲۴۰' دار الفکر' تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۴۷۸' نزار مصطفیٰ مکہ المکرمہ)

ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جنت کو جنت کے پاس روک لیا جائے گا اور بعض کا بعض سے حق دلایا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو کسی کا کسی کے خلاف ایک ناخن کے برابر بھی حق یا مطالبہ نہیں رہے گا اور اہل دوزخ کو دوزخ کے پاس روک لیا جائے گا اور ہر ایک کا حق دلا دیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو کسی کو کسی کے خلاف ایک ناخن کے برابر بھی ظلم کی شکایت نہیں ہو گی۔ (جامع البیان' جز ۸' ص ۲۴۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمانوں کی دوزخ سے نجات ہو جائے گی تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر روک لیا جائے گا۔ پھر ان میں سے جس نے جس کے ساتھ دنیا میں زیادتی کی ہو گی اس کا قصاص لیا جائے گا۔ پس جب ان کو پاک اور صاف کر دیا جائے گا (اور کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی) تب ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد کی جان ہے' ان میں سے ہر ایک شخص کو جنت میں اپنے ٹھکانے کا دنیا کے ٹھکانے سے زیادہ علم ہو گا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۵۳۵' ۲۴۴۰' مسند احمد' ج ۳' ص ۷۴' ۶۳' ۱۳)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جنت کے درجات مختلف ہوں گے اور نچلے درجے والے اوپر کے درجہ والوں سے حسد نہیں کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حسد اور بغض سے پاک کر دیا ہے اور اس کا سبب یہ ہو گا کہ حسد اور بغض شیطان کے وسوسوں سے ہوتا ہے اور وہ اس وقت دوزخ میں ہو گا۔

کفار کی جنتوں کا مسلمانوں کو وراثت میں ملنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان کو یہ ندا کی جائے گی کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔ (الاعراف: ۴۳)

ہر کافر اور مومن کے لیے جنت میں ایک ٹھکانا بنایا گیا ہے' لہٰذا جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل

Marfat.com

دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اہل دوزخ کو جنت دکھائی جائے گی تاکہ وہ اس میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیں اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے ٹھکانے ہیں اگر تم ایمان لے آتے اور اللہ کی اطاعت کرتے تو تم کو جنت میں یہ ٹھکانے دے دیے جاتے۔ پھر اہل جنت سے کہا جائے گا کہ اے اہل جنت' تم ان ٹھکانوں کو بہ طور وراثت لے لو کیونکہ تم نیک عمل کرتے تھے' پھر جنت میں کافروں کے ٹھکانے اہل ایمان میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔ اسی طرح ہر کافر اور مومن کے لیے دوزخ میں بھی ایک ٹھکانا بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد ان کو دوزخ میں ان کے ٹھکانے دکھائے جائیں گے کہ اگر وہ ایمان نہ لاتے تو ان کو دوزخ کے ان ٹھکانوں میں رکھا جاتا۔ پھر ان کے حصہ کی دوزخیں کافروں کو دی جائیں گی اور یہ اس لیے ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ سے یہ نہ کہہ سکے کہ اگر میں ایمان لاتا تو تو نے میرے لیے جنت میں کوئی ٹھکانا تو بنایا ہی نہیں تھا تو مجھے جنت میں کس جگہ رکھتا؟

اس مضمون پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دوزخی جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا پھر یہ کہے گا: کاش اللہ مجھے ہدایت دے دیتا! اور یہ دیکھنا اس کے لیے حسرت کا باعث ہو گا! اور ہر جنتی دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا پھر کہے گا: اگر اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں یہاں ہوتا اور یہ دیکھنا اس کے لیے شکر کا موجب ہو گا۔

(مسند احمد' ج ۱' ص ۵۱۲' طبع قدیم دار الفکر' اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۱۰۶۰۰' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۳۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر دوزخ میں داخل ہونے والے کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جائے گا بشرطیکہ وہ ایمان لے آتا' تاکہ اسے حسرت ہو۔ اور ہر جنت میں داخل ہونے والے کو دوزخ میں اس کا ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ برے کام کرتا تاکہ وہ زیادہ شکر کرے۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۵۴۱' اس کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۹' رقم الحدیث: ۱۰۹۲۲' مجمع الزوائد' ج ۱' ص ۳۹۹)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا یہ تمہارا دوزخ کی آگ سے فدیہ ہے۔

(صحیح مسلم' التوبہ' ۴۹' (۲۷۶۷) ۶۸۷۸)

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ایک روایت میں ہے جب کوئی مسلمان شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا عیسائی کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے اور ایک روایت میں ہے قیامت کے دن بعض مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا اور ان گناہوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اوپر ڈال دے گا۔ اس حدیث کا وہی معنی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ (جس کو ابھی ہم نے بیان کیا ہے)

جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے نہ کہ نیک اعمال

نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے ہو حالانکہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے نہ کہ بندہ کے عمل سے:

Marfat.com

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○ (النساء: ۷۰-۶۹)

جو لوگ اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں ○ اور یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور وہ کافی جاننے والا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (النساء: ۱۷۵)

سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اس (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (الشوریٰ: ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہوگی جس کو وہ چاہیں گے یہی ہے بہت بڑا فضل۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ○ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الدخان: ۵۷-۵۱)

بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے ○ جنتوں میں اور چشموں میں ○ وہ باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنے آمنے سامنے ہوں گے ○ ایسا ہی ہوگا ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی زوجیت میں دیں گے ○ وہ وہاں پر ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے ○ وہ پہلی موت کے سوا جنت میں کسی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اللہ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچایا ○ (انہیں یہ سب نعمتیں ملیں) آپ کے رب کے فضل سے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ○

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ (الروم: ۴۵)

تاکہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ○ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ (فاطر: ۳۵-۳۳)

وہ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان جنتوں میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا ○ اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا اور جزا دینے والا ہے، جس نے ہم کو اپنے فضل سے دائمی مقام میں اتارا۔

اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عمل سے نہیں، اللہ کے فضل سے جنت میں جائیں گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز جنت میں

Marfat.com

داخل نہیں کرے گا' صحابہ نے کہا یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۶۷۳' صحیح مسلم' المنافقین ۷۵' (۲۸۱۶) ۶۹۸۳' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۸۲' ۴۸۸' ۵۰۳' ۵۱۴' طبع قدیم' دار الفکر' المعجم الکبیر' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۲۱۸' المعجم الاوسط' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۳۱۵' مسند البزار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۴۴۸' ۳۴۴۷)

دخول جنت کے لیے اعمال کو سبب قرار دینے کے محامل

اب جبکہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اپنے عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے جنت میں جائیں گے تو سورۃ الاعراف کی اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اور جنتیوں کو یہ ندا کی جائے گی کہ تمہارا جنت میں داخلہ تو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوا ہے اور تمہارے نیک اعمال کی وجہ سے تم کو کفار کی چھوڑی ہوئی جنتیں بہ طور وراثت مل جائیں گی' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول کا ایک سبب حقیقی ہے اور ایک سبب ظاہری ہے۔ سبب حقیقی تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث میں بیان فرمایا ہے اور اس کا سبب ظاہری مسلمانوں کے نیک اعمال ہیں جیسا کہ سورۃ الاعراف کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال فی نفسہ جنت میں دخول کا سبب نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نیک اعمال کو دخول جنت کا سبب بنایا ہے تو اصل چیز تو اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ انسان بالغ ہونے کے بعد عبادات اور نیک اعمال شروع کرتا ہے اور عبادات اور نیک اعمال شروع کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس کو غیر متناہی نعمتیں عطا کر چکا ہے۔ اب اس کے یہ نیک اعمال تو پچھلی نعمتوں کا ہی شکر ادا کرنے کے لیے ناکافی ہیں چہ جائیکہ وہ ان نیک اعمال کی وجہ سے کسی نئے اجر کا مستحق ہو ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو عبادات اور شکر کی کمی ہے اگر اللہ اس کو ہی معاف کر دے تو یہ اس کا بہت بڑا کرم ہے' کسی اور اجر و ثواب کے مطالبہ کا کیا جواز ہے! ایک شخص کسی کو دس کروڑ روپے پہلے ہی دے دے پھر وہ شخص اس کے ہاں پچاس ساٹھ سال کام کرے جس کی اجرت پچاس لاکھ روپے بنتی ہو' اب وہ کام کرنے والا اس سے اپنی اجرت کا مطالبہ کرے تو وہ شخص یہ نہیں کہے گا کہ میرے تو پہلے ہی ۹ کروڑ پچاس لاکھ روپے تمہاری طرف نکلتے ہیں' اگر میں پچھلا قرض ہی معاف کر دوں تو بڑی بات ہے۔ آئندہ اجرت کے مطالبہ کا کیا جواز ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا' ہم نے اس کو سچا پایا۔ کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○ جو لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے تھے اور اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت کے منکر تھے○ (الاعراف: ۴۵-۴۴)

حشر کے دن کفار کی توبہ کارگر نہیں ہوگی

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حشر کے دن جب کفار یہ اعتراف کریں گے کہ ان کے رب نے ان سے سچا وعدہ کیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کریں گے اور شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور شیطان اور دوسرے گمراہ کرنے والوں کی مذمت کریں گے اور اپنے کیے پر نادم ہوں گے تو کیا ان کا برائی پر نادم ہونا اور حق کا اعتراف کر لینا ان کی توبہ کے قائم مقام نہیں ہے اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ: ۲۵) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حشر کا دن دار الجزاء ہے اور دار العمل دنیا ہے۔ ان کی توبہ اور ایمان کی جگہ دنیا تھی۔ حشر کے دن توبہ کرنا مفید ہے نہ ایمان لانا۔ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ غرغرہ موت کے وقت بھی توبہ قبول نہیں فرماتا:

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ (النساء: ۱۸) ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر پر مرتے ہیں۔

اور جب غرغرہ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی تو موت کے بعد توبہ کیسے قبول ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غرغرہ موت کے وقت اور موت کے بعد انسان غیب کا مشاہدہ کرلیتا ہے اور غیب کے مشاہدہ کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہے' معتبر غیب پر ایمان لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان دونوں (جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان ایک حجاب ہے' اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو اس کی علامت سے پہچانیں گے اور وہ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے تم پر سلام ہو' وہ ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور وہ اس کی امید رکھیں گے ○ اور جب ان کی آنکھیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا ○ (الاعراف: ۷ ۴۷-۴۶)

الاعراف کا معنی اور مصداق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ الاعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے۔ (المفردات' ج ۲' ص ۴۳۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الاعراف بلند چیز ہے اور لغت میں الاعراف کا معنی ہے بلند جگہ۔ یہ عرف کی جمع ہے۔

علماء نے اصحاب الاعراف کے متعلق دس اقوال ذکر کیے ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ابن عباس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔

۲۔ مجاہد نے کہا: یہ صالح فقہاء اور علماء ہیں۔

۳۔ مہدوی نے کہا یہ شہداء ہیں۔

۴۔ قشیری نے کہا: یہ وہ فاضل مومن اور شہید ہیں جو اپنے کاموں سے فارغ ہو کر لوگوں کے احوال کا مطالعہ کرنے کے لیے فارغ ہوگئے۔ یہ لوگ جب اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں کہ ان کو دوزخ کی طرف لوٹایا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب یہ ان اہل جنت کو دیکھتے ہیں جو ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے تو ان کے دخول کی امید رکھتے ہیں۔

Marfat.com

۵- ثعلبی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الاعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے جس پر حضرت عباس' حضرت حمزہ' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ وہ اپنے محبین کو سفید چہرے سے پہچانتے ہیں۔ اور اپنے مبغضین کو سیاہ چہرے سے پہچانتے ہیں۔

۶- زہراوی نے کہا: یہ وہ نیک لوگ ہیں جو قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کی گواہی دیں گے اور یہ ہر امت میں ہیں۔

۷- زجاج نے کہا: یہ انبیاء ہیں۔

۸- ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبیرہ گناہ کیے ان کے صغیرہ گناہ بھی تھے جو مصائب اور آلام کی وجہ سے معاف نہیں ہو سکے۔ یعنی یہ گناہ گار لوگ ہیں۔

۹- قشیری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ زنا سے پیدا شدہ لوگ ہیں۔

۱۰- ابو مجلز نے ذکر کیا کہ یہ ملائکہ ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۸' ص ۱۹۱-۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل الاعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ جنت میں داخل ہونے کی طمع رکھتے ہوں گے۔ پھر اگر ان کے متعلق ہم یہ کہیں کہ وہ اشراف اہل جنت ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الاعراف پر بٹھایا اور جنت میں ان کا داخلہ موخر کر دیا تاکہ وہ اہل جنت اور اہل نار کے احوال کو دیکھ سکیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بلند درجات کی طرف منتقل فرمائے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نچلے درجات والے بلند درجات والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم آسمان کے کناروں پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو اور ابو بکر اور عمر ان لوگوں میں سے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اصحاب الاعراف اشراف اہل قیامت ہیں اور جب محشر میں سب لوگ کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اصحاب الاعراف کو الاعراف میں بٹھادے گا جو کہ بہت معزز اور بلند جگہ ہوگی اور جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بلند درجوں میں منتقل فرمادے گا سو وہ لوگ ہمیشہ بلند درجات میں رہیں گے۔

اور اگر اصحاب الاعراف کی یہ تفسیر کی جائے کہ وہ اہل جنت سے کم درجہ کے ہوں گے تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو الاعراف میں بٹھائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے یہ امید رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس مقام سے جنت کی طرف منتقل کر دے گا۔ اور جب اصحاب الاعراف اہل دوزخ کو دیکھیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اہل دوزخ میں سے نہ کرے' اور ان آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں غور و فکر کرے اور ان پر ایمان لا کر ان کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور دنیا اور آخرت کی سرخروئی حاصل کرے۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا

اور اصحاب الاعراف جن (دوزخیوں) کو ان کی علامتوں سے پہچانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے تمہاری جماعت نے

مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

تم کو عذاب سے نہ چھڑایا اور نہ اس (مال و دولت) نے جس کی وجہ سے تم تکبر کرتے تھے ○ کیا یہ (جنتی لوگ) وہی (نہیں)

Marfat.com

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

ہیں جن کے متعلق تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت بالکل نہیں دے گا: (انہی سے کہا گیا ہے) تم جنت میں داخل ہو جاؤ

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے ○ اور اہل دوزخ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے ہم پر

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

تھوڑا پانی انڈیل دو، یا کچھ اس میں سے دے دو جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے تو (اہل جنت) کہیں گے بیشک اللہ نے یہ

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے ○ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا تھا اور

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

جن کو دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا تو آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ

ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ○ بیشک ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کو

عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

ہم نے اپنے عظیم علم کے مطابق تفصیل سے بیان کیا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ کیا وہ (اس کتاب

تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

پر ایمان لانے کے لیے) اس کی وعید کے وقوع کا انتظار کر رہے ہیں! جس دن وہ وعید واقع ہو گی تو جو لوگ اس کو پہلے فراموش کر

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا

چکے تھے وہ کہیں گے بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؛

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

یا ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ان کاموں کے برخلاف کام کریں جو پہلے کرتے تھے بیشک انہوں نے اپنے آپ کو خسارے

Marfat.com

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

ع ۶ ۱۴

میں ڈال دیا اور ان سے وہ بہتان گم ہو گئے جن کا وہ افتراء کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اصحاب الاعراف جن دوزخیوں کو ان کی علامتوں سے پہچانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے تمہاری جماعت نے تم کو عذاب سے نہ چھڑایا اور نہ اس (مال و دولت) نے جس کی وجہ سے تم تکبر کرتے تھے ○ کیا یہ (جنتی لوگ) وہی نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت بالکل نہیں دے گا! (انہی سے کہا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہو گا اور نہ تم غمگین ہو گے ○ (الاعراف: ۴۹-۴۸)

اصحاب الاعراف کو دخول جنت کا اذن

جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اصحاب الاعراف دوزخیوں کو ان کی دوزخی علامات سے پہچان کر کہیں گے تم دنیا میں جو مال اور اسباب جمع کرتے تھے اور جن چیزوں پر تم تکبر کیا کرتے تھے وہ تم سے اللہ کے عذاب کو دور نہ کر سکے۔ ابو مجلز نے کہا: اس آیت میں اصحاب الاعراف سے مراد ملائکہ ہیں اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اصحاب الاعراف گنہ گار مسلمان ہیں وہ الاعراف پر کھڑے ہوں گے۔ وہ اہل جنت کی طرف دیکھ کر جنت میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے اور اہل دوزخ کو دیکھ کر دوزخ سے پناہ طلب کریں گے۔ پھر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا یہ (اصحاب الاعراف) وہی لوگ ہیں جن کے متعلق تم یہ کہتے تھے کہ ان کو اللہ اپنی رحمت بالکل نہیں دے گا؟ پھر اصحاب الاعراف سے فرمائے گا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہو گا اور نہ تم غمگین ہو گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اللہ کی اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرنے سے اپنے مال و دولت کی وجہ سے تکبر کرتے تھے' ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے متکبرو! کیا یہی وہ کمزور اور پس ماندہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت سے کچھ نہیں ملے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ان کو بخش دیا ہے۔ اے اصحاب الاعراف! جنت میں داخل ہو جاؤ' تم نے دنیا میں جو گناہ اور جرم کیے تھے' تمہیں اب ان کے مواخذہ اور ان پر سزا کا کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ تمہیں اس کا کوئی رنج ہو گا کہ تم سے دنیا میں نیکیاں رہ گئیں۔ (جامع البیان' ج۸' ص۲۶۱-۲۵۹' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل دوزخ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو' یا کچھ اس میں سے دے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو وہ (اہل جنت) کہیں گے بے شک اللہ نے یہ پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے ○ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا تھا اور جن کو دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا تو آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ○ (الاعراف: ۵۱-۵۰)

کافروں کو دوزخ میں کھانے پینے سے محروم رکھنے کی سزا دینا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل دوزخ چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو غریبوں اور مسکینوں کے حقوق فرض کیے تھے ان کو ادا نہیں کرتے تھے' وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے نہ پیاسوں کو پانی پلاتے تھے' سو اللہ تعالیٰ دوزخ میں آگ کے عذاب کے علاوہ ان پر بھوک اور پیاس کا عذاب بھی نازل کرے گا پھر وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے بلبلا کر اہل جنت سے فریاد کریں گے کہ تم ہم پر کچھ پانی ڈال دو یا تم کو جو طعام دیا ہے' اس طعام سے کچھ دے

Marfat.com

دو تو اہل جنت ان کو جواب دیں گے کہ اللہ نے پانی اور طعام کو ان لوگوں پر حرام کر دیا ہے جنہوں نے دنیا میں اس کی توحید کو ماننے سے انکار کیا تھا' اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔

پھر فرمایا: ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ جب بھی ان کو اللہ کے دین کی دعوت دی جاتی تو یہ دعوت دینے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

پھر فرمایا: تو آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔ یعنی ہم ان کو اسی طرح دوزخ میں بھوکا پیاسا چھوڑے رکھیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات سے بے پرواہ ہو کر ایمان لانے کو اور نیک اعمال کو چھوڑ رکھا تھا۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے فرمائے گا: کیا میں نے تیرا نکاح نہیں کیا تھا؟ میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے؟ اور کیا تو سرداری اور افسری نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! پھر فرمائے گا: تو مجھ سے ملاقات کا یقین رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں! پھر اللہ فرمائے گا ہم آج تجھے بھلا دیتے ہیں جس طرح تو نے ہمیں بھلا دیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۱۷۶)

اللہ کی راہ میں پانی خرچ کرنے کی اہمیت اور اجر و ثواب

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت پانی ہے کیونکہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار کافر سب سے پہلے پانی کا سوال کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ ثواب پانی خرچ کرنے کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ پانی کا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ جب اہل دوزخ' اہل جنت سے فریاد کریں گے تو یہ کہیں گے کہ ہم پر پانی انڈیل دو' یا کچھ اس رزق سے دے دو جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ' ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۷۳' المعجم الاوسط' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۰۱۵' شعب الایمان' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۸۰' تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۴۹۰' تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۱۷۶' مطبوعہ دار الاندلس' بیروت' تفسیر در منثور' ج ۳' ص ۴۶۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: کس چیز کا صدقہ کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۱۶۷۹' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۸۴)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ سعد کی والدہ فوت ہو گئی ہیں کس چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا تو حضرت سعد نے کنواں کھدوا دیا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۱۶۸۱' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۶۶۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۸۴)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے اور احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتے کو پانی پلانے سے بھی عمر بھر کے گناہوں کو بخش دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص جا رہا تھا اس کو بہت شدید پیاس لگی۔ اس نے کنوئیں میں اتر کر پانی پیا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس نے سوچا اس کتے کو بھی ایسے ہی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ اس نے کنوئیں میں اتر کر اپنے موزہ میں پانی بھرا پھر باہر آ کر اس موزہ سے کتے کو پانی پلایا۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر کے ساتھ نیکی میں اجر ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۳۶۳' صحیح مسلم' سلام: ۱۵۳' (۲۲۴۴) ۵۷۵۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۵۵۰' شعب الایمان' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کتا کنوئیں کی منڈیر کے گرد گھوم رہا تھا۔ جس کو پیاس نے ہلاک کر دیا تھا اچانک بنو اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک عورت نے اس کو دیکھ لیا اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس میں پانی بھر کر اس کو پلایا۔ اس سبب سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔

(صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۳۴۶۷' صحیح مسلم' سلام: ۱۵۵' (۲۲۴۵) ۵۷۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جگہ پانی دستیاب ہو وہاں کسی شخص نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی پلایا تو گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کر دیا اور جس جگہ پانی دستیاب نہ ہو وہاں کسی شخص نے کسی مسلمان کو پانی پلایا تو گویا اس نے اس مسلمان کو زندہ کر دیا۔

(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۴۷۴' علامہ ابن الجوزی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے 'الموضوعات' ج ۲' ص ۱۷۰)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عدی نے کہا: یہ حدیث موضوع ہے اس حدیث کی آفت احمد ہے۔ اس میں حسن بن ابی جعفر کو وہم ہوا ہے اور یہ متروک ہے۔ اس نے اس حدیث کو علی بن زید سے روایت کیا ہے اور وہ اس سے زیادہ ضعیف ہے۔ اس کو علی بن زید نے از سعید بن المسیب از ام المومنین عائشہ روایت کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(الکامل ابن عدی' ج ۲' ص ۷۲۰' اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ' ج ۲' ص ۷۲)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں (ایک دوسری سند سے) روایت کیا ہے۔ (المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۵۸۸) اس کی سند میں زہیر بن مرزوق ہے۔ امام بخاری نے کہا: وہ مجہول اور منکر الحدیث ہے۔ (گویا یہ حدیث ضعیف ہے)

(مجمع الزوائد' ج ۳' ص ۱۳۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

مرثد بن عیاض بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے کئی بار یہ سوال کیا' پھر فرمایا: تم پانی پلاؤ' اس نے کہا: میں کیسے پانی پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: جب لوگوں کے پاس پانی ہو تو ان کو پانی کا آلہ مہیا کر دو اور جب ان کے پاس پانی نہ ہو تو ان کو پانی لا کر دو۔

(مسند احمد' ج ۵' ص ۳۶۸' المعجم الکبیر' ج ۱۷' ص ۳۰۷' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۳' ص ۱۳۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شخص جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ ایک عابد تھا اور دوسرا گنہ گار تھا۔ عابد کو سخت پیاس لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس کے ساتھی کے پاس ایک ڈول میں پانی تھا وہ دل میں کہنے لگا بہ خدا! اگر یہ نیک بندہ پیاسا مر گیا جبکہ میرے پاس پانی تھا تو میں کبھی کوئی خیر حاصل نہیں کر سکوں گا اور اگر میں نے اس کو اپنا پانی پلا دیا تو میں یقیناً مر جاؤں گا۔ پھر اس نے اللہ پر توکل کیا اور اس کو پانی پلانے کا عزم کر لیا۔ اس نے اس بے ہوش عابد پر پانی چھڑکا

Marfat.com

اور اس کو اپنے حصہ کا پانی پلا دیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ حتیٰ کہ دونوں نے جنگل کی مسافت کو طے کر لیا۔ وہ گناہ گار آدمی جب قیامت کے دن حساب کے لیے کھڑا کیا گیا تو اس کو دوزخ میں بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ فرشتے اس کو لے جا رہے تھے کہ اس شخص نے اس عابد کو دیکھ لیا' اس نے عابد سے کہا: اے فلاں شخص! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ عابد نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں وہ شخص ہوں جس نے جنگل کے دن تم کو اپنے اوپر ترجیح دی تھی۔ عابد کہے گا ہاں! میں نے تم کو پہچان لیا! پھر وہ فرشتوں سے کہے گا ٹھہرو' ٹھہرو' پھر وہ کھڑا ہو کر اپنے رب سے دعا کرے گا اور کہے گا اے میرے رب! تو جانتا ہے اس شخص نے جو مجھ پر احسان کیا تھا! اور کس طرح اس نے مجھے اپنے اوپر ترجیح دی تھی! اے میرے رب! اس کو میری خاطر بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تمہاری خاطر ہے' پھر وہ عابد آئے گا اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۲۹۷۰' اس حدیث کی روایت میں ابوظلال متفرد ہے امام بخاری اور امام حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں کلام ہے' مجمع الزوائد' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۳۰۔۱۳۲' مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے اپنے عظیم علم کے مطابق تفصیل سے بیان کیا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O (الاعراف: ۵۲)

قرآن مجید کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت' اہل دوزخ اور اہل اعراف کے احوال تفصیل سے بیان فرمائے اور یہ بیان کیا کہ وہ ایک دوسرے سے کیا گفتگو کریں گے تاکہ لوگ ان کے کلام میں غور و فکر کریں اور ان کاموں اور ان چیزوں سے بچیں جو اللہ کے عذاب کا موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور و فکر کے لیے تیار ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کتاب کی خصوصیات بیان فرمائیں کہ ہم نے ایسی کتاب نازل کی جس میں جدا جدا احکام بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو جاتی ہے اور انسان الجھن اور پریشانی سے محفوظ رہتا ہے اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں اپنی آیات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور ان میں اجمال اور اغلاق نہیں ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ ہر چند کہ اس کتاب کی ہدایت تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن چونکہ اس کی ہدایت سے صرف مومن اور مسلمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اس لیے فرمایا کہ یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا (وہ اس کتاب پر ایمان لانے کے لیے) اس کی وعید کے وقوع کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن وہ وعید واقع ہو گی تو جو لوگ پہلے اس کو فراموش کر چکے تھے وہ کہیں گے بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے آئے تھے تو کیا ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؟ یا ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ان کاموں کے برخلاف کام کریں جو پہلے کرتے تھے' بے شک انہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور ان سے وہ بہتان گم ہو گئے جن کا وہ افتراء کرتے تھے۔ (الاعراف: ۵۳)

کفار کے اخروی خسارہ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہدایت کے لیے جو رسول بھیجے تھے اور جو کتابیں نازل فرمائی تھیں' ان رسولوں نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تم کو سخت عذاب ہو گا۔ اسی طرح آسمانی کتابوں میں بھی یہ وعید بیان کی گئی تھی' یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے رسولوں نے یہ فرمایا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب کچھ فنا ہو جائے گا اور پھر ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ایمان نہ لانے والوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ان وعیدوں کے باوجود کفار ایمان نہ لائے تو ان کے ظاہر حال کے تقاضے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ ایمان لانے کے لیے اس انتظار میں ہیں کہ وہ وعید واقع ہو جائے یعنی

Marfat.com

ان پر سخت عذاب آجائے جو ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے یا قیامت آجائے اور ان کا مواخذہ کر کے ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور جب وہ وعید واقع ہو جائے گی یعنی قیامت آجائے گی تو اس وقت وہ اعتراف کریں گے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول' اللہ کا سچا پیغام لے کر آئے تھے اور اس وقت وہ صرف دو چیزوں میں سے کسی ایک کی خواہش کر سکیں گے ایک یہ کہ کوئی ان کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کر کے ان کی مغفرت کرائے یا ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ دوبارہ دنیا میں جا کر کفر اور شرک اور برے کاموں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسولوں کی رسالت کا اقرار کریں لیکن ان میں سے ان کی کوئی خواہش پوری نہیں ہو گی اور سوائے نقصان کے ان کے پلے میں کچھ نہیں رہے گا اور جن جھوٹے خداؤں کی وہ دنیا میں پرستش کرتے تھے' وہ ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور جن باطل مذاہب کو ثابت کرنے کے لیے وہ دنیا میں سر دھڑ کی بازی لگاتے تھے' ان کا جھوٹ اور باطل ہونا اس دن واضح ہو جائے گا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا،

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَ

پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے (اور دن) اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ

اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں، سنو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے

تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ

اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب ○ تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو، بے شک وہ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا

حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو،

وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے ○

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) کے آگے آگے خوشخبری کی ہواؤں کو بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ ہوائیں بھاری

Marfat.com

أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا

بادل کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو کسی بنجر زمین کی طرف روانہ کر دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی نازل کرتے ہیں، پھر ہم اس پانی سے

بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾

ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے، شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو ○

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا

جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے اس کی

يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ ع　ع ١۴

پیداوار صرف تھوڑی سی نکلتی ہے، ہم شکر کرنے والوں کے لیے اسی طرح بار بار آیات کو بیان کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا' پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا' وہ رات کو دن سے ڈھانپ لیتا ہے اور دن اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے' اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں' سنو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے' اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب ○ (الاعراف: ۵۴)

اہم اور مشکل الفاظ کے معانی

رب: یہ اصل میں مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے کسی شئے کو تدریجاً اپنے کمال تک پہنچانا۔ یہ بہ طور اسم فاعل کے مستعمل ہوتا ہے اس کا معنی ہے تمام موجودات کی تربیت اور ان کی مصلحتوں کا متکفل۔ اس لفظ کا بغیر اضافت کے مطلقاً اللہ عزوجل کے غیر کے لیے بولنا جائز نہیں ہے اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر دونوں کے لیے بولنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی مثال ہے: ربکم ورب اٰبائکم الاولین (الصّٰفّٰت: ۱۲۶)

اور غیر اللہ کے لیے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (یوسف: ۴۲)

اپنے رب (مالک' بادشاہ) کے سامنے میرا ذکر کرنا' پس شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ وہ اپنے رب کے سامنے ذکر کرتا۔

اللہ: یہ اس کا اسم ذات (علم) ہے جو واجب الوجود ہے' تمام عبادتوں کا مستحق ہے' اور اس کی ہر صفت قدیم بالذات ہے' وحدہ لاشریک ہے' وہ تمام مخلوق کا خالق ہے اور تمام کمالات کا جامع ہے اور ہر قسم کا عیب اور نقص اس کے حق میں محال ہے' یہ نام اس کے ساتھ مخصوص ہے' اس کے علاوہ کسی اور کا یہ نام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم: ۶۵)

کیا تم اس نام کا کوئی اور شخص جانتے ہو؟

فی ستۃ ایام: ایام یوم کی جمع ہے۔ اس سے مراد طلوع شمس سے غروب شمس تک کا وقت ہے۔ اور کبھی اس سے مطلقاً زمانہ کی مدت مراد ہوتی ہے' خواہ وہ کتنی ہی مدت ہو۔ (المفردات: ج ۲' ۷۰)

Marfat.com

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ یوم کا مشہور معنی ہے طلوع شمس سے لے کر غروب شمس تک کی مقدار' اور منجمین کے نزدیک ایک طلوع شمس سے لے کر دوسرے طلوع شمس تک کی مقدار یوم ہے یا ایک غروب سے لے کر دوسرے غروب تک کی مقدار' اور مطلقاً زمانہ کے معنی میں بھی یوم کا استعمال ہوتا ہے۔ (تاج العروس' ج ۹' ص ۱۱۵' مطبوعہ مصر' ۱۳۰۶ھ) ایام (چھ دن) اس سے مراد ہے ایام دنیا میں سے چھ دنوں کی مقدار- کیونکہ وہاں سورج کا طلوع اور غروب نہیں تھا- اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لمحہ میں سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرما دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور تدریج کی تعلیم کے لیے تمام آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔

استوی: لغت میں استواء کا معنی ہے کسی چیز کا کسی چیز سے بلند ہونا۔ کسی چیز کا کسی چیز پر بیٹھنا- نیز اس کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا- کسی شئے کا معتدل ہونا' اللہ تعالیٰ کے استواء کا معنی ہے اس کی ذات اور صفات کا ہر چیز سے بلند ہونا- اللہ تعالیٰ کا اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ فرما ہونا۔

عرش: بادشاہ کا تخت- گھر کی چھت کو بھی عرش کہتے ہیں- چھپر کو بھی عرش کہتے ہیں- امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ اللہ کے عرش کی حقیقت کو کوئی شخص نہیں جانتا ہم صرف اس کا نام جانتے ہیں- ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ فلک اعلیٰ عرش ہے اور کرسی فلک الکوکب ہے- اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ پر سب سے عظیم آیت کون سی نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: آیۃ الکرسی! پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! سات آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایک انگوٹھی کی طرح ہیں جو کسی جنگل کی زمین میں پڑی ہو- اور عرش کی کرسی پر فضیلت اس طرح ہے جیسے جنگل کی زمین کی فضیلت اس انگوٹھی پر ہے۔

(الاسماء والصفات' ج ۴۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت) (المفردات' ج ۲' ص ۴۲۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

قدیم فلاسفہ کا یہ قول تھا کہ آسمان نو ہیں اور ہر اوپر والا آسمان نچلے آسمان کو اس طرح محیط ہے جس طرح پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں- نواں آسمان فلک الافلاک ہے- تمام ثوابت (غیر متحرک ستارے) اس میں مرکوز ہیں- اور آٹھواں آسمان فلک اطلس ہے- پھر ہر آسمان میں سات سیاروں میں سے ایک سیارہ مرکوز ہے اور ان سیاروں کی یہ ترتیب ہے: زحل' مشتری' مریخ' شمس' زہرہ' عطارد اور قمر' اور شریعت میں صرف سات آسمانوں کا ذکر ہے- جن علماء نے اطلاقات شرعیہ کو فلاسفہ کے اقوال کے مطابق کرنے کا قصد کیا انہوں نے کرسی کو آٹھواں آسمان اور عرش کو نواں آسمان قرار دیا- لیکن یہ عبث کوشش ہے کیونکہ فلاسفہ کے اقوال کسی یقینی دلیل پر مبنی نہیں ہیں بلکہ وہ صرف ظن' تخمین' وہم اور قیاس پر مبنی ہیں- جبکہ وحی دلیل قطعی ہے- اس لیے وحی الٰہی کو یونانی فلسفیوں کے اقوال کے تابع کرنا صحیح نہیں ہے- نیز یہ واضح رہے کہ قدیم فلسفہ یونان اور چیز ہے اور سائنس اور چیز ہے- فلاسفہ کے نظریات ان کے عقلی اور وہمی دلائل پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ سائنس کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر ہے- جس قدر ایجادات ہوئی ہیں' برقی آلات' برقی سواریاں' برقی ساز و سامان' ریڈیو' ٹی- وی' ٹیلی فون اور مختلف امراض کی ایلو پیتھک دوائیں' اور طبی آلات اور شوگر' بلڈ پریشر اور کلسٹرول ناپنے کے پیمانے- یہ سب سائنس کی بدولت حاصل ہوئے ہیں ان میں سے کوئی چیز فلسفیوں کے اقوال سے حاصل نہیں ہوئی- سائنس دان اپنے حساب کتاب کے ذریعہ کئی سال پہلے بتا دیتے ہیں کہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو فلاں وقت پر سورج یا چاند گرہن لگے گا اور اتنی دیر تک رہے گا اور فلاں فلاں ملک میں فلاں فلاں وقت پر نظر آئے گا اور فلاں فلاں ملک میں نظر نہیں آئے گا اور آج تک اس کے سر مو خلاف نہیں ہوا- اسی طرح جب وہ

Marfat.com

چاند کی طرف راکٹ چھوڑتے ہیں تو بتادیتے ہیں کہ اس کا آخری کیپسول جس میں خلانورد ہوتے ہیں' وہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے سمندر کے فلاں علاقہ میں گرے گا۔ اور کبھی اس کے خلاف نہیں ہوا۔

یہ سب کچھ ایک کمپیوٹرائزڈ نظام کے تحت ہو رہا ہے۔ اور یہ سب صحیح حساب و کتاب اور سائنس کا کرشمہ ہے۔ بعض لوگ جو فلسفہ اور سائنس کا فرق بھی نہیں جانتے' وہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ پہلے سائنس دان کہتے تھے کہ سورج اور چاند ساکن ہیں اور اب کہتے ہیں کہ متحرک ہیں۔ اس لیے سائنس کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ کل کچھ کہتی ہے' آج کچھ کہتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ فلسفہ ایک نظریہ ہے اور سائنس تجربہ اور مشاہدہ ہے اور آج دنیا کے ہر شعبہ میں ترقی سائنس کی بنیاد پر ہے۔ اور قرآن مجید کی کوئی تصریح سائنس کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد جو صحیح سند سے ثابت ہو' سائنس کے خلاف نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ضعیف روایت سائنس کے خلاف ہو تو اس کا سبب اس متن کا ضعف نہیں ہے۔ بلکہ اس سند کا ضعف ہے۔ نیز ہم سائنس کے تابع ہو کر قرآن مجید کی تفسیر نہیں کرتے بلکہ سائنس کے ذریعہ قرآن مجید کی حقانیت کا اظہار کرتے ہیں کہ جو بات اب سائنس سے ثابت ہوئی ہے' وہ بہت پہلے قرآن مجید نے بتادی تھی۔ حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جو لوگ سائنس کے مخالف ہیں' وہ اپنی عام زندگی میں بلکہ عبادات میں بھی سائنسی ایجادات سے استفادہ کرتے ہیں۔ پٹرول کاروں' بسوں' ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ بجلی کی روشنی اور پنکھوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف سے فائدہ اٹھاتے ہیں' مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر پر تقریریں کرتے ہیں اور گھڑیوں کے حساب سے نماز پڑھاتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے اعلانات سے یا گھڑیوں کے حساب سے سحر اور افطار کرتے ہیں۔ رمضان' عید الفطر' عید الاضحیٰ اور حج کے مہینوں کا علم بھی ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ ہوتا ہے اور ان سب کا ثبوت سائنسی تحقیقات کا مرہون منت ہے۔ یا تو یہ لوگ اب سے ایک ہزار سال پہلے کے طور طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں یا پھر سائنس کے اصولوں پر اعتراض کرنا چھوڑ دیں۔

یغشی اللیل النہار: وہ رات سے دن کو چھپالیتا ہے۔

حثیثا: حث کا معنی کسی کو برانگیختہ کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ دن رات کو جلد طلب کرتا ہے۔

الخلق: کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور اس کا خاصہ ہے۔

الامر: حکم دینا' تدبیر اور تصرف کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے احوال بیان فرمائے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر دلائل بیان فرمائے ہیں تاکہ ان دلائل میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لایا جائے اور توحید اور رسالت پر ایمان لانے سے ہی انسان کی آخرت بہتر ہوتی ہے۔

آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کسی فاعل مختار اور قادر پر موقوف ہے' کیونکہ ان کا اجسام مخصوصہ' صور مخصوصہ اور اوضاع مخصوصہ پر ہونا کسی مرجح اور **مخصص** کا تقاضا کرتا ہے' اور اس مرجح کا واجب الوجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن اپنے وجود میں پھر کسی **مخصص** اور مرجح کا محتاج ہو گا اور قطع تسلسل کے لیے ہمیں ایک واجب الوجود فاعل کو ماننا پڑے گا اور واجب الوجود کا واحد ہونا ضروری ہے کیونکہ تعدد وجباء محال ہے اور یہ اس لیے محال ہے کہ اگر دو واجب الوجود فرض کیے جائیں تو نفس وجوب ان دونوں میں مشترک ہو گا۔ اور چونکہ اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے اس لیے ان میں ایک مابہ الامتیاز بھی ہو گا پس ان میں

Marfat.com

سے ہر ایک ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز سے مرکب ہو گا اور ہر مرکب حادث اور ممکن ہوتا ہے اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ ان کو واجب فرض کیا تھا اور لازم آیا کہ یہ ممکن ہیں اور یہ خرابی تعدد وجباء ماننے سے لازم آئی۔ اس لیے واجب الوجود صرف ایک ہو گا دو نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہی خالق ہے اور وہ واحد ہے۔

زمینوں اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں بنایا ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو ایک لمحہ میں بھی بنا سکتا تھا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک حد اور مدت مقرر فرمائی ہے۔ سردیوں اور گرمیوں کے موسم بنائے لیکن یہ موسم بھی تدریجاً ظہور میں آتے ہیں۔ سخت سردی اچانک سخت گرمی میں تبدیل نہیں ہوتی بلکہ تدریجاً سردی سے گرمی اور گرمی سے سردی کی طرف موسم کا انتقال ہوتا ہے۔ انسان کی پیدائش کا عمل بھی اچانک وجود میں نہیں آتا بلکہ نطفہ نو ماہ میں تدریجاً انسان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح نباتات کی روئیدگی ہے۔ کفار پر جو دنیا میں عذاب آئے' وہ بھی اچانک نہیں آئے۔ ان کو بار بار تنبیہ کی گئی ڈرایا گیا اور ہر طرح حجت پوری کرنے کے بعد ان پر عذاب بھیجا گیا جبکہ وہ فوری عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حد اور مدت مقرر کی ہے اور اسی سنت کے مطابق زمینوں اور آسمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں بنایا ہے۔ نیز جو چیز دفعتاً وجود میں آئے' اس کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ اتفاقی حادثہ ہے اور جس چیز کو ایک معین مدت میں تدریجاً بنایا جائے' اس کو اتفاقی حادثہ قرار دینا صحیح نہیں ہو گا بلکہ ہر ذی شعور یہ کہے گا کہ اس کو قادر اور حکیم نے ایک خاص منصوبہ اور خاص مصلحت سے بنایا ہے۔ سو زمینوں اور آسمانوں کا چھ دنوں میں بننا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ اس غالب اور قوی' زبردست علیم و حکیم اور قادر و قیوم کی حکمت اور قدرت کا ساختہ پرداختہ ہے۔ اور اس میں مخلوق کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ کسی کام کے کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر کام' طمینان اور صحیح منصوبہ بندی سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو ایک لمحہ میں پیدا کرنے پر قادر تھا اس کے باوجود اس نے چھ دنوں میں زمینوں اور آسمانوں کو بنایا۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ چھ دن اتوار' پیر' منگل' بدھ' جمعرات اور جمعہ ہیں۔ تمام خلق ان ہی ایام میں مجتمع ہوئی اور ان ہی ایام میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے ہر دن ایام دنیا کی مقدار کے برابر تھا یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا۔ جیسا کہ مجاہد اور امام احمد بن حنبل نے اس کی تصریح کی ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت ہے۔ بہرحال یوم السبت (ہفتہ کا دن) میں کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی کیونکہ یہ ساتواں دن ہے اور اس کا نام سبت رکھا گیا ہے جس کا معنی ہے قطع کرنا۔ پیدائش کا سلسلہ اس دن منقطع ہو گیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر' ج ۷' ص ۷۸' مطبوعہ دار الاندلس' بیروت)

چھ دنوں کی تفصیل میں احادیث کا اضطراب اور معتبر حدیث کی تعیین

امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ المتوفی ۳۹۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نے نبی ﷺ کے پاس آکر آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے متعلق سوال کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین کو بنایا اور منگل کے دن پہاڑوں کو بنایا اور ان میں نفع بخش چیزوں کو بنایا اور بدھ کے دن درخت' پانی' شہر' آباد اور بنجر زمین کو بنایا۔ یہ چار دن ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ	آپ کہیے بے شک تم ضرور اس کا کفر کرتے ہو جس نے دو
فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ	دنوں میں زمین کو بنایا اور تم اس کے لیے شریک قرار دیتے ہو

Marfat.com

الْعٰلَمِيْنَ ○ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (حم السجدہ: ۱۰-۹)

یہ ہے رب العالمین ○ اور زمین میں اس کے اوپر سے بھاری پہاڑوں کو نصب کر دیا اور اس میں برکت فرمائی' اور اس زمین میں (اس کے باشندوں کی) غذائیں چار دنوں میں مقدر فرمائیں جو مانگنے والوں کے لیے برابر ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے سب سے پہلے اتوار اور پیر دو دنوں میں زمین کو بنایا اور اس کے باشندوں کی روزی چار دنوں میں مقدر فرمائی۔ پہاڑ نصب کیے' دریا جاری کیے' درخت اگائے اور سمندر رواں کیے اور یہ منافع منگل اور بدھ دو دنوں میں بنائے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (حم السجدہ: ۱۲-۱۱)

پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا در آنحالیکہ وہ دھواں تھا تو اسے اور زمین کو فرمایا تم دونوں حاضر ہو جاؤ خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے' ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہوئے ○ تو ان کو دو دنوں میں پورے سات آسمان بنا دیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ دو دن جمعرات اور جمعہ ہیں۔

(کتاب العظمۃ' ص ۲۹۲-۲۹۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کو زمین بنائی اور منگل اور بدھ کو اس میں پہاڑ نصب کیے' دریا جاری کیے اور درخت اگائے اور جمعرات اور جمعہ کو آسمان بنائے اور ہفتہ کا دن فراغت کا تھا۔ یہود اس دن چھٹی مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا تھا۔ نبی ﷺ ان کے اس قول پر ناراض ہوئے اور آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (ق: ۳۹-۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' چھ دنوں میں بنایا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی ○ تو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

(کتاب العظمۃ' ص ۲۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کو دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور اس میں منگل اور بدھ کو دو دنوں میں اس کے باشندوں کی روزی مقدر کی اور جمعرات اور جمعہ کو دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں (عصر اور مغرب کے درمیان) حضرت آدم کو عجلت سے پیدا کیا اور یہی وہ ساعت ہے جس میں قیامت واقع ہوگی۔

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی' ص ۳۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ نے اتوار اور پیر کو زمین بنائی اور منگل کے دن پہاڑ بنائے اور دریا اور درخت بدھ کو بنائے اور پرندے' وحشی جانور' درندے' حشرات الارض اور آفت (مصیبت) جمعرات کو بنائی اور انسان کو جمعہ کے دن بنایا اور ہفتہ کے دن پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا۔ (کتاب العظمۃ' ص ۲۹۳' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے ہفتہ کے دن مٹی (زمین) پیدا کی اور اتوار کے دن اس میں پہاڑ نصب کیے اور پیر کے دن درخت پیدا کیے اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزیں پیدا کیں اور بدھ کے دن نور پیدا کیا اور جمعرات کے دن زمین میں جانور پیدا کیے' اور جمعہ کی آخری ساعت میں عصر اور مغرب کے درمیان آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

(صحیح مسلم' المنافقین: ۲۷' (۲۷۸۹) ۶۹۲۰' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۳۴۹' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۳۵۵۷)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

نور سے مراد اجسام نیرہ ہیں مثلاً سورج' چاند اور ستارے اور یہ حدیث اس بات کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن تمام آسمانوں کو پیدا کیا کیونکہ یہ تمام سیارے آسمانوں میں ہیں اور ان کا نور اور روشنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں آسمانوں کی پیدائش کی تصریح نہیں ہے اور اس میں ہفتہ کے پورے سات دن ذکر کیے گئے ہیں اور اگر ان سات دنوں کے بعد کسی ایک دن میں آسمانوں کو پیدا فرمایا تو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش آٹھ دنوں میں قرار پائے گی اور یہ قرآن مجید کی تصریح کے خلاف ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے سلسلہ میں معتمد قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین (الایات) (حم السجدۃ: ۱۲-۹)

(المفہم' ج ۷' ص ۳۴۳' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں صرف زمین کی پیدائش سات دنوں میں ذکر کی گئی ہے جبکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ تصریح ہے کہ تمام زمینوں اور آسمانوں کی پیدائش چھ دنوں میں کی گئی ہے اس لیے یہ حدیث صریح قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام بخاری اور دیگر حفاظ حدیث نے اس حدیث پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس کو کعب احبار سے سنا ہے یعنی یہ اسرائیلیات سے ہے اور حدیث مرفوع نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۱۷۸) زمینوں اور آسمانوں کی پیدائش کے سلسلہ میں مضطرب اور متعارض احادیث وارد ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو ذکر کیا ہے۔ ان احادیث میں وہی حدیث معتبر ہے جو قرآن مجید کے مطابق ہے اور سورہ حم السجدہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ چار دنوں میں سے اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمینوں کو بنایا اور باقی دو دنوں میں پہاڑوں اور زمین کے باشندوں کی غذاؤں کے لیے دوسری چیزوں کو بنایا اور اس کے بعد دو دنوں میں آسمانوں کو بنایا اور اس کے موافق وہ روایت ہے جس کو امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات' ص ۳۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اور امام محمد بن جعفر بن جریر متوفی ۳۱۰ھ کی یہ روایت بھی قرآن مجید کے موافق ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کو زمین بنائی اور منگل کو اس میں پہاڑ اور دیگر نفع آور چیزیں بنائیں اور بدھ کو درخت' دریا' شہر اور آباد اور ویران زمینیں بنائیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: بے شک تم ضرور اس کا کفر کرتے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو بنایا اور تم اس کے لیے شریک قرار دیتے ہو یہ ہے رب العالمین ○ اور زمین میں اس کے اوپر سے بھاری پہاڑوں کو نصب کر دیا اور اس میں برکت فرمائی اور اس زمین میں (اس کے باشندوں کی) غذائیں چار دنوں

Marfat.com

میں مقدر فرمائیں جو مانگنے والوں کے لیے برابر ہیں O (حم السجدہ: ۱۰-۹) اور جمعرات کے دن اللہ نے آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو' سورج کو' چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن آخری تین ساعات میں سے پہلی ساعت میں ہر مرنے والے شخص کی موت پیدا کی' اور دوسری ساعت میں انسان کو نفع دینے والی چیزوں کی آفت پیدا کی اور تیسری اور آخری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں رکھا اور ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور ساعت کے آخر میں ابلیس کو جنت سے نکال دیا۔ یہود نے پوچھا: اے سیدنا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) پھر کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا پھر اللہ عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ انہوں نے کہا: آپ نے ٹھیک بتایا ہے کاش! آپ اس بات کو مکمل کر دیتے! انہوں نے کہا: پھر (ہفتہ کے دن) اللہ نے آرام کیا۔ نبی ﷺ سخت غضب ناک ہوئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' چھ دنوں میں بنایا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی O تو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔ (ق: ۳۹-۳۹)

(جامع البیان' جز ۲۴' ص ۱۱۹-۱۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' المستدرک' ج ۲' ص ۴۵۱-۴۵۰' امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے' تلخیص المستدرک' ج ۲' ص ۴۵۱-۴۵۰' الدر المنثور' ج ۷' ص ۱۴' طبع بیروت)

عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا موقف

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا۔

شیخ احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنی جو صفات بیان کی ہیں' اور رسول اللہ ﷺ نے جو آپ کی صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر تحریف اور بغیر تکییف اور تمثیل کے ایمان لایا جائے (یعنی ان صفات کی کوئی تاویل نہ کی جائے نہ ان کی مخلوق کے ساتھ مثال دی جائے) بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے اور اللہ نے جس چیز کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے اس کی نفی نہ کی جائے اور اللہ کے کلمات کو بدلا نہ جائے اور اس کے اسماء اور اس کی آیات کو بدلا نہ جائے۔ نہ ان کا کوئی معنی متعین کیا جائے اور نہ مخلوق کی صفات سے ان کی مثال دی جائے کیونکہ اللہ سبحانہ کا کوئی ہم نام ہے نہ اس کا کوئی کفو ہے' نہ کوئی اس کی مثیل اور نظیر ہے نہ اس کا مخلوق پر قیاس کیا جائے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا قول سب سے زیادہ سچا ہے۔ پھر اس کے تمام رسول سچے ہیں' بہ خلاف ان لوگوں کے جو بغیر علم کے اللہ کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ O وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ O وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O (الصافات: ۱۸۲-۱۸۰)

آپ کا رب عزت والا ہے آپ کا رب ہر اس عیب سے پاک ہے جو (کفار) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر' اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

رسولوں کے مخالفین اللہ کی جو صفات بیان کرتے تھے اللہ نے ان سے اپنی برأت فرمائی ہے اور رسولوں نے جو اللہ کی نقص اور عیب سے برأت بیان کی تھی ان پر سلام بھیجا ہے۔ (الی قولہ) اللہ سبحانہ کے لیے سمع اور بصر ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے ھو السمیع البصیر' (الی قولہ) اللہ کے لیے چہرہ ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور کل شیء ھالک الا وجھہ اور اللہ کے لیے دو ہاتھ ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ہے: ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی اور اللہ کے لیے دو آنکھیں ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ہے واصبر

Marfat.com

لحکم ربک فانک باعیننا اور اللہ کے لیے عرش پر استوا ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے الرحمن علی العرش استوی اور اس طرح کی سات آیتیں ہیں۔

(العقیدۃ الواسطیہ مع شرحہ 'ص ۶۳-۱۵' ملخصا' مطبوعہ دار السلام 'ریاض' ۱۴۱۴ھ)

اس کے بعد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اللہ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اللہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی ایک کو گم شدہ اونٹنی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اللہ ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اللہ کی ٹانگ اور قدم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا حتی کہ وہ کہے گی کیا اور زیادہ بھی ہیں حتی کہ رب العزت اس میں اپنی ٹانگ رکھ دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ (بخاری و مسلم)

(العقیدۃ الواسطیہ 'ص ۸۳-۸۰' ملخصا' مع شرحہ مطبوعہ دار السلام 'ریاض' ۱۴۱۴ھ)

شیخ ابن تیمیہ کی ان عبارات کا بظاہر یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ' آنکھیں' دو ہاتھ' ٹانگ اور قدم ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے۔ شرح العقیدۃ الواسطیہ میں لکھا ہے اس کا معنی ہے وہ عرش پر بلند ہے یا چڑھنے والا یا اس پر مستقر ہے۔ اللہ کی یہ صفات مخلوق کی صفات کی طرح نہیں ہیں اور ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ان صفات کی کوئی تاویل اور توجیہ کرنا جائز نہیں ہے چونکہ ان صفات کا قرآن اور سنت میں ذکر ہے اس لیے ان کو اسی طرح ماننا لازم ہے۔ بہ ظاہر یہ عقیدہ' اشاعرہ اور دیگر متقدمین کے عقیدہ کی مثل ہے لیکن شیخ ابن تیمیہ کے معاصر اور بعد کے ثقہ علماء نے یہ کہا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے ان اقوال سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور جسمیت کا ماننا لازم آتا ہے اس بناء پر بعض علماء راسخین نے شیخ ابن تیمیہ کو گمراہ کہا اور بعض نے ان کی تکفیر کر دی۔

استواء اور صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے مخالفین

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ' پیر' چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ (الدرر الکامنہ 'ج ۱' ص ۱۵۴' مطبوعہ دار الجیل 'بیروت)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت' جہت' اور انتقال سے موصوف ہے اور وہ عرش کے برابر ہے نہ چھوٹا نہ بڑا۔ اللہ تعالیٰ اس قبیح افتراء سے پاک ہے جو کہ صریح کفر ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ 'ص ۱۰۰' مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ' بہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

تبیان القرآن' جلد ثانی میں النساء ۱۵۸ کی تفسیر میں ہم نے بہ کثرت علماء کی عبارات نقل کی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں شیخ

Marfat.com

ابن تیمیہ کی تکفیر کی ہے۔

استواء اور صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے موافقین

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

شیخ عبداللہ انصاری حنبلی قدس سرہ نے شرح منازل السائرین میں شیخ ابن تیمیہ سے اس تہمت کو دور کیا ہے کہ وہ اللہ کے لیے جہت کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کو جسم مانتے تھے اور انہوں نے شیخ مذکور سے تکفیر اور تضلیل کی نفی کی ہے ان کی عبارت یہ ہے:

شیخ ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کر کے اور ان کے معانی متبادرہ کے اعتقاد کی تلقین کر کے ان اسماء اور صفات کی حرمت کو محفوظ کیا ہے۔ کیونکہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ الرحمٰن علی العرش استوی میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء کا کیا معنی ہے؟ تو امام مالک نے پہلے سر جھکا کر غور کیا پھر کہا استواء معلوم ہے (کسی چیز پر مستقر ہونا یا کسی چیز پر بلند ہونا) اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی (کہ اللہ کس طرح عرش پر مستوی ہے!) اور اس (استواء) پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا سوال کرنا بدعت ہے۔ امام مالک نے اس کے معنی کے معلوم ہونے اور اس کی کیفیت کے انسانی عقل میں نہ آنے کے درمیان فرق کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہ جواب اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق تمام مسائل میں کافی شافی ہے۔ سمع' بصر' علم' حیات' قدرت' ارادہ' اللہ کا نزول' غضب' رحمت اور اس کا ہنسنا۔ ان تمام الفاظ کے معانی معلوم ہیں اللہ کے ساتھ ان کے اتصاف کی کیفیت انسان کی عقل میں نہیں آسکتی' کیونکہ کسی چیز کی کیفیت تب عقل میں آتی ہے جب اس کی ذات اور کنہ کا علم حاصل ہو چکا ہو۔ اور جب اس کی ذات غیر معلوم ہے تو اس کی صفات کی کیفیت کیسے عقل میں آسکتی ہے اور اس باب میں صحیح موقف یہ ہے کہ اللہ کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے جس صفت کے ساتھ خود اللہ نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور اس کے رسول نے جس صفت کے ساتھ اس کو موصوف کیا ہے اور ان صفات میں نہ کوئی تحریف کی جائے (بایں طور کہ از خود ان صفات کا کوئی معنی یا محمل بیان کیا جائے) نہ ان صفات کو معطل کیا جائے (یعنی ان کی نفی کی جائے) نہ ان کی کیفیت بیان کی جائے (ان کی کوئی تاویل کی جائے) اور نہ ان کی کوئی مثال بیان کی جائے' بلکہ اللہ کے اسماء اور اس کی صفات کو ثابت کیا جائے اور ان سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے۔ پس تمہارا صفات کو ثابت کرنا تشبیہ سے منزہ ہو اور تمہارا نفی کرنا تعطیل سے منزہ ہو۔ سو جس نے استواء کی حقیقت کی نفی کی' وہ معطل ہے اور جس نے مخلوقات کے مخلوقات پر استواء کے ساتھ تشبیہ دی' وہ مشبہ ہے۔ اور جس نے یہ کہا کہ اللہ کے استواء کی مثل کوئی چیز نہیں ہے وہ موحد ہے اور منزہ ہے۔ یہاں تک علامہ عبداللہ انصاری حنبلی کا کلام ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا اعتقاد اسلاف صالحین اور جمہور متاخرین کے اعتقاد کے موافق ہے اور ان کی عبارت پر یہ طعن اور تشنیع صحیح نہیں ہے۔ ان کا یہ کلام بعینہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موافق ہے جو انہوں نے الفقہ الاکبر میں تحریر فرمایا ہے۔ (ہم عنقریب اس عبارت کو نقل کریں گے) اس سے معلوم ہو گیا کہ شیخ ابن تیمیہ پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور جسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (مرقات' ج ۸' ص ۲۵۲-۲۵۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

نوٹ: شیخ ابن تیمیہ نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے اس بنا پر شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کو ملا علی قاری رحمہ الباری نے شرح الشفاء علی نسیم الریاض' ج ۳' ص ۵۱۴ میں صحیح قرار دیا ہے اور ان کی یہ کتاب مرقات کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس لیے مرقات میں جو انہوں نے شیخ ابن تیمیہ کو اس امت کا ولی کہا ہے' اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

Marfat.com

علامہ محمد امین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطی لکھتے ہیں:

عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے معاملہ میں دو باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے ایک یہ کہ اللہ جل و علا حوادث کی مشابہت سے منزہ ہے۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن صفات کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کیا ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا ہے ان صفات پر ایمان رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ کی صفات کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لیے جس وصف کو ثابت کیا یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لیے کسی وصف کو ثابت کیا' پھر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس وصف کی یہ زعم کرتے ہوئے نفی کی کہ وہ وصف اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے تو اس نے اپنے آپ کو اللہ جل و علا اور رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عالم قرار دیا۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ اور جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ کا وصف مخلوق کے اوصاف کے مشابہ ہے تو وہ مشبہ' ملحد اور گمراہ ہے اور جس نے اللہ جل و علا اور رسول اللہ ﷺ کے ثابت کیے ہوئے اوصاف کو اللہ کے لیے مانا جبکہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ اوصاف' مخلوقات کی صفات کی مشابہت سے منزہ ہیں تو وہ مومن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور جلال کو اور مشابہت خلق سے تنزیہ کو ماننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کو واضح فرمادیا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ: ۱۱) — اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفات کمال اور جلال کو ثابت فرمایا ہے اور مخلوق کے ساتھ مشابہت کی نفی فرمائی ہے۔ (اضواء البیان' ج ۲' ص ۲۷۳-۲۷۲' مکتبہ ابن تیمیہ' قاہرہ' ۱۴۰۸ھ)

استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین احناف کا موقف

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:

اللہ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے' نہ اس کی کوئی حد ہے' نہ اس کا کوئی منازع ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے جو چہرہ' ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے' وہ اس کی صفات بلاکیف ہیں اور یہ توجیہ نہ کی جائے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس توجیہ میں اس کی صفت کو باطل کرنا ہے اور یہ قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت بلاکیف ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے بلاکیف دو صفتیں ہیں۔

(الفقہ الاکبر مع شرحہ' ص ۳۷-۳۶' مطبوعہ شرکہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی' مصر' ۱۳۷۵ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور یہ ایسا استواء نہیں ہے جیسا ایک جسم کا دوسرے جسم پر استواء ہوتا ہے کہ وہ اس سے مماس ہوتا ہے۔ یا اس کی محاذات (سمت) میں ہوتا ہے بلکہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہو جس کو اللہ سبحانہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی مشابہت کی نفی کی جائے۔ رہا یہ کہ استواء علی العرش سے مراد عرش پر غلبہ ہو تو یہ ارادہ بھی جائز ہے۔ البتہ اس ارادہ کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور واجب وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ البتہ اگر یہ خدشہ ہو کہ عام لوگ استواء سے وہی معنی سمجھیں گے کہ جو جسم

Marfat.com

کے لوازم سے ہے کہ اللہ عرش سے متصل ہے یا عرش کے مماس ہے یا عرش کی محاذات میں ہے تو استواء کو غلبہ سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح کتاب اور سنت میں جو ایسے الفاظ ہیں جن سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً انگلی' قدم اور ہاتھ ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ انگلی اور ہاتھ وغیرہ اللہ کی صفت ہیں۔ ان سے مراد یہ مخصوص اعضاء نہیں ہیں بلکہ وہ معنی مراد ہے جو معنی اللہ کی شان کے لائق ہے اور اللہ سبحانہ ہی اس معنی کو زیادہ جاننے والا ہے اور کبھی ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور قہر سے کی جاتی ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا حجر اسود اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ عام لوگوں کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی جسمیت کی طرف نہ منتقل ہوں۔ اس تاویل سے یہ ارادہ بھی ممکن ہے لیکن اس پر جزم اور یقین نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے اصحاب (ماتریدیہ) کے قول کے مطابق یہ الفاظ متشابہات سے ہیں اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کی مراد متوقع نہیں ہے۔

(مسایرہ مع شرح المسامرہ' ج ١' ص ٣٦-٣١' دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

واضح رہے کہ استواء اور ہاتھ وغیرہ کی علامہ ابن ہمام نے جو تاویل بیان کی ہے امام ابو حنیفہ اور دیگر اسلاف نے اس تاویل سے منع کیا ہے۔

استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین شافعیہ کا موقف

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ٤٥٨ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ان صفات کو بیان کرنا جائز ہے جن پر کتاب اللہ دلالت کرتی ہو یا رسول اللہ ﷺ کی سنت دلالت کرتی ہو' یا اس پر اس امت کے متقدمین کا اجماع ہو یا جس پر عقل دلالت کرتی ہو۔ مثلاً حیات' قدرت' علم' ارادہ' سمع' بصر' کلام اور اس کی مثل صفات ذاتیہ' اور مثلاً خلق کرنا' رزق دینا' زندہ کرنا' مارنا' معاف کرنا' سزا دینا اور ان کی مثل صفات فعلیہ' اور جن صفات کا اثبات' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر سے ہوا' جیسے چہرہ' دو ہاتھ' آنکھ' یہ اس کی صفات ہیں۔ اور جیسے عرش پر مستوی ہونا اور آنا اور نازل ہونا اور اس طرح دوسری اس کے فعل کی صفات۔ یہ صفات اس لیے ثابت ہیں کہ قرآن اور حدیث میں ان کا ذکر ہے' ان صفات کو اس طرح ماننا جائے کہ ان صفات کی مخلوق کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

(کتاب الاسماء والصفات' ص ١١١-١١٠' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سفیان ثوری نے کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن اوصاف کو اپنے لیے ثابت کیا ہے' ان کی فارسی یا عربی میں تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات' ص ٣١٤' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام ابو الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ٥١٦ ھ لکھتے ہیں:

کلبی اور مقاتل نے کہا استویٰ کا معنی ہے استقر (قرار پکڑا) ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے صعد (چڑھا) معتزلہ نے کہا اس کا معنی ہے استولی (اللہ عرش پر غالب ہے) اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ کی صفت بلا کیف ہے۔ انسان کے لیے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم وہ اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ (اس کے بعد انہوں نے امام مالک سے سوال اور ان کا جواب لکھا ہے) سفیان ثوری' اوزاعی' لیث بن سعد' سفیان بن عیینہ' عبداللہ بن المبارک اور دیگر علماء اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ آیت اور دیگر صفات کے متعلق آیات' آیات متشابہات میں سے ہیں ان کو اسی طرح بلا کیف (یعنی استواء کی کیفیت جانے بغیر) ماننا چاہیے۔ (معالم التنزیل' ج ٢' ص ١٣٨-١٣٧' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ ھ)

استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین مالکیہ کا موقف

امام حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ٤٦٣ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

الرحمن علی العرش استوی (طٰہٰ:۵) کی تفسیر میں امام مالک سے سوال کیا گیا کہ اللہ عرش پر کس طرح مستوی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: استوی کا معنی معلوم ہے (بلند ہے یا بیٹھا ہے) اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور تمہارا اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور میرا گمان ہے کہ تم بدعقیدہ ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عرش کے اوپر ہے اور اس سے تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔ ابن المبارک نے کہا رب تبارک و تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۱۱۴۵' الموطا' رقم الحدیث:۲۱۴' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۸۷)

اس قسم کے جو اطلاقات قرآن اور سنت میں ہیں ان کے متعلق علماء اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی کیفیت کو جانے بغیر ان پر ایمان لانا حق ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ نازل ہوتا ہے اور کیفیت نزول کو بیان نہیں کرتے اور نہ کیفیت استواء کو بیان کرتے ہیں۔ عباد بن عوام سے شریک نے کہا: بعض لوگ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نزول کا ذکر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس یہ احادیث ان ہی اسانید سے پہنچی ہیں جن اسانید سے نماز' زکوٰۃ' روزے اور حج کے احکام کے متعلق احادیث پہنچی ہیں اور ہم نے اللہ عزوجل کو ان احادیث سے ہی پہچانا ہے امام شافعی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صرف اتباع ہے' اور بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ رب کے نزول کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت اور اس کی نعمت نازل ہوتی ہے یہ توجیہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت تو رات اور دن کے ہر وقت میں نازل ہوتی ہے۔ اس میں رات کے آخری تہائی حصہ یا کسی اور وقت کی خصوصیت کا کیا دخل ہے؟ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ اپنی رحمت سے دعا قبول فرماتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس وقت میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا: آدھی رات کے بعد۔ (مسند احمد' ج ۵' ص ۱۷۹)

اور ہمیشہ نیک لوگ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے والمستغفرین بالاسحار (آل عمران:۱۷) رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرنے والے۔

(الاستذکار ج ۸' ص ۱۵۳-۱۵۱' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز امام ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایوب بن صلاح مخزومی نے ہم سے فلسطین میں بیان کیا کہ ہم امام مالک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک عراقی نے آپ کے پاس آ کر سوال کیا کہ اللہ عرش پر کس طرح مستوی ہے؟ امام مالک نے غور کرنے کے بعد فرمایا: تم نے اس چیز کے متعلق سوال کیا ہے جو مجہول نہیں ہے اور تم نے اس کیفیت کے متعلق سوال کیا ہے جو عقل میں نہیں آ سکتی اور تم بدعقیدہ شخص ہو۔ پھر اس شخص کو آپ کی مجلس سے نکال دیا گیا۔ یحییٰ بن ابراہیم بن مزین نے کہا: امام مالک نے اس قسم کی باتوں میں بحث کرنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ ان میں حد' صفت اور تشبیہ ہے اور اس میں نجات تب ہو گی جب اللہ تعالیٰ کے ان اقوال پر توقف کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی صفت' چہرے اور ہاتھوں سے بیان کی ہے اور کشادہ کرنے اور استواء سے اپنی صفت بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:۱۱۵) سو تم جس طرف بھی پھرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (المائدہ:۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ (کھلے ہوئے) ہیں۔

Marfat.com

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ○ (الزمر: ۶۷)
قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طہ: ۵)
رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے۔

اس لیے مسلمان کو وہی کہنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے اور اسی پر توقف کرنا چاہیے اور اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور اس کی تفسیر نہیں کرنی چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ کس طرح ہے۔ کیونکہ اس میں ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید پر ایمان لانے کا مکلف کیا ہے اور ان کو اس کی ان آیتوں کی تاویل میں غور کرنے کا مکلف نہیں کیا جن آیتوں کا اس نے علم عطا نہیں کیا۔ (التمہید' ج ۷' ص ۱۵۲' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۱۴۰۴ھ)

امام مالک نے عمر بن الحکم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی ایک دن ایک بکری گم ہو گئی میں نے اس کے متعلق اس سے پوچھا تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ مجھے اس پر افسوس ہوا۔ میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اس کو ایک تھپڑ مار دیا' اور مجھ پر (پہلے سے) ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں۔ آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو۔

(الموطا' رقم الحدیث: ۱۵۱۱' صحیح مسلم' صلوۃ' ۳۳ (۵۳۷) ۱۱۷۹' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۹۳۰)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:

نبی ﷺ نے اس باندی سے جو سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: آسمان میں۔ تمام اہل سنت (اور وہ محدثین ہیں) اس پر متفق ہیں اور وہ وہی کہتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے۔ (طہ: ۵) اور اللہ عزوجل آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور یہ قرآن مجید کی ان آیات سے بالکل ظاہر ہے:

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ (الملک: ۱۶)
کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے تو وہ اس سے لرزنے لگے۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر: ۱۰)
پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ
(المعارج: ۴)
فرشتے اور جبرئیل اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور ہم نے اپنی کتاب تمہید میں اس سے زیادہ بیان کیا ہے۔

(الاستذکار' ج ۲۳' ص ۱۶۸-۱۶۷' طبع بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب ان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے لیے اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جہت نہیں ہے لیکن چونکہ علو اور بلندی کو باقی جہات پر شرف اور فضیلت حاصل ہے اس لیے دعا کے وقت آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا' اس کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بندوں کو اس کی ضرورت تھی تاکہ وہ دعا کے وقت حیران نہ ہوں کہ وہ کس کی طرف منہ کریں جیسے اس نے کعبہ کو پیدا کیا تاکہ لوگ عبادت کے وقت اس کی طرف منہ کریں۔ حالانکہ اللہ کا حقیقت میں گھر ہے نہ اس کو اس کی

Marfat.com

ضرورت ہے۔ اسی طرح اس نے آسمان کو پیدا کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ اپنی دعاؤں میں کس طرف متوجہ ہوں۔

امام ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ استواء کا مجازی معنی مراد ہے اور وہ ہے استولی یعنی اللہ عرش پر غالب ہے۔ یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ پھر عرش کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تو ہر چیز پر غالب ہے اور کلام میں اصل یہ ہے کہ اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور اللہ کے کلام کو اشہر اور اظہر وجوہ پر محمول کرنا لازم ہے جب تک کہ حقیقت پر محمول کرنے سے کوئی ایسا مانع نہ ہو جس کا مانع ہونا سب کے لیے واجب التسلیم ہو۔ اور اگر ہر مجاز کے مدعی کا ادعا مان لیا جائے تو پھر کوئی عبارت ثابت نہیں ہو گی۔ اور اللہ عزوجل نے اپنے کلام میں جن الفاظ سے خطاب کیا ہے ان سے ان ہی معانی کا ارادہ کیا ہے جن معانی کا اہل عرب اپنے محاورات اور خطابات میں ان الفاظ سے ارادہ کرتے تھے' اور استواء کا معنی اور مفہوم لغت میں معلوم ہے اور وہ ہے کسی چیز پر ارتفاع اور بلند ہونا اور کسی چیز پر قرار اور جگہ پکڑنا۔ ابو عبیدہ نے استواء کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا: "بلند ہوا" عرب کہتے ہیں استویت فوق الدابہ میں سواری کے اوپر بلند ہوا یا بیٹھا۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا: استواء کا معنی بلندی پر جگہ پکڑنا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل آیات میں ہے:

لِتَسْتَوُا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ (الزخرف: ۱۳) تاکہ تم ان کی پشت کے اوپر بیٹھو اور جب تم ان کی پشت کے اوپر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو۔

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (هود: ۴۴) اور کشتی جودی پہاڑ کے اوپر ٹھہر گئی۔

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ (المؤمنون: ۲۸) اور جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی کے اوپر بیٹھ جائیں۔

ہم عرش پر اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت کو نہیں جانتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عرش پر مستوی نہ ہو جیسے ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے بدنوں میں ہماری روحیں ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے بدن میں ہماری روح کس کیفیت سے ہے اور اس کیفیت کے علم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہماری روحیں نہ ہوں' اس طرح عرش پر اللہ کے استواء کی کیفیت کے علم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عرش پر مستوی نہ ہو۔

(التمہید' ج ۷' ص ۱۳۱-۱۳۷' ملخصا" و موضحا" مطبوعہ المکتبہ القدوسیہ' لاہور' ۱۴۰۴ھ)

استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متقدمین حنابلہ کا موقف

امام جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ استوی بمعنی استولی ہے۔ ائمہ لغت کے نزدیک یہ معنی مردود ہے۔ ابن الاعرابی نے کہا عرب استوی کو استولی کے معنی میں نہیں پہچانتے' جس شخص نے یہ کہا اس نے بہت غلط کیا۔ استوی فلان علی کذا (فلاں شخص نے فلاں پر غلبہ پایا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ شخص اس سے بعید ہو اور وہ اس پر قادر نہ ہو۔ پھر بعد میں اس پر قدرت اور غلبہ حاصل کرے' اور اللہ عزوجل ہمیشہ سے تمام چیزوں پر غالب ہے۔ ہم ملحدہ کے صفات کو معطل کرنے سے اور مجسمہ کی تشبیہ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ (زاد المسیر' ج ۳' ص ۲۱۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی المتوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

حنبلیوں کا مذہب سلف صالحین کا مذہب ہے۔ وہ اللہ کو ان اوصاف کے ساتھ موصوف کرتے ہیں جن کے ساتھ خود اللہ

Marfat.com

نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے۔ اور جن اوصاف کے ساتھ اس کے رسول نے اس کو موصوف کیا ہے' بغیر کسی تحریف اور تعطیل کے اور تکییف اور تمثیل کے' اللہ کی ذات ذوات میں سے کسی ذات کے مشابہ نہیں اور اس کی صفات کمالیہ میں سے کوئی صفت ممکنات کی کسی صفت کے مشابہ نہیں ہے۔ قرآن مجید اور نبی ﷺ کی سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات وارد ہیں' ان کو اسی طرح قبول کرنا اور تسلیم کرنا واجب ہے جس طرح وہ وارد ہوئی ہیں۔ ہم اس کے وصف کی حقیقت سے عدول نہیں کرتے اور نہ اس کے کلام میں تحریف کرتے ہیں اور نہ اس کے اسماء اور صفات میں' اور جو کچھ اس باب میں وارد ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں کرتے اور جو شخص اس صراط مستقیم سے انحراف کرے تم اس کو چھوڑ دو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ (لوامع الانوار البہیہ' ج ۱' ص ۱۰۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

نیز علامہ سفارینی حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اسی وصف کے ساتھ موصوف کیا جائے گا جس وصف کے ساتھ خود اللہ نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور جس وصف کے ساتھ اس کے رسول ﷺ نے اس کو موصوف کیا ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کو واجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ اس سے حقیقتاً منزہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے کمال کا مستحق ہے۔ سلف کا مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں غور نہیں کرنا چاہیے اور ان میں سکوت کرنا چاہیے اور ان کا علم اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ پوشیدہ چیز ہے جس کی تفسیر نہیں کی جائے گی اور انسان پر واجب ہے کہ اس کے ظاہر پر ایمان لائے اور اس کا علم اللہ کے سپرد کر دے۔ ائمہ سلف مثلاً زہری' امام مالک' امام اوزاعی' سفیان ثوری' لیث بن اسد' عبداللہ بن المبارک' امام احمد اور اسحاق سب یہی کہتے تھے کہ یہ متشابہات ہیں۔ اللہ اور اسکے رسول کے سوا کسی کے لیے ان کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ (لوامع الانوار البہیہ' ج ۱' ص ۹۹-۹۶' ملخصاً' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متاخرین کی آراء

امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستقر ہونا ممکن نہیں ہے اور اس پر متعدد عقلی دلائل ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہو تو اس کی جو جانب عرش کے قریب ہو گی وہ جانب لازماً متناہی ہو گی اور جو چیز متناہی ہو وہ زیادتی اور کمی کو قبول کر سکتی ہے اور جو چیز زیادتی اور کمی کو قبول کر سکے وہ حادث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ اور اگر وہ جانب غیر متناہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں انقسام لازم آئے گا کیونکہ عرش بہر حال متناہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی ایک جانب عرش سے مماس ہو گی اور ایک جانب فارغ ہو گی اور اس سے انقسام لازم آئے گا اور یہ بیان سابق سے محال ہے۔

امام رازی نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستقر ہونے کو باطل قرار دینے کے لیے بارہ دلیلیں قائم کی ہیں۔ جو اکثر مشکل اور دقیق ہیں اور عام فہم نہیں ہیں۔ بہر حال ان کی ایک اور قدرے آسان دلیل یہ ہے:

اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر مستقر ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اعظم ہو گی یا مساوی ہو گی یا اصغر ہو گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اعظم ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات میں انقسام لازم آئے گا کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کی ذات کا بعض عرش پر مستقر ہو گا اور بعض اس سے زائد ہو گا اور اس سے اس کا منقسم ہونا لازم آئے گا اور اگر اللہ تعالیٰ عرش کے مساوی ہو تو اس کا متناہی ہونا لازم آئے گا کیونکہ عرش متناہی ہے اور جو متناہی کے مساوی ہو وہ متناہی ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اصغر ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا متناہی اور منقسم ہونا لازم آئے گا اور یہ تمام

Marfat.com

صورتیں بداہتہً باطل ہیں۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۲۵۲-۲۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کا امر بلند ہوا یا غالب ہوا اور ہمارے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بلا کیف ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس نے ارادہ کیا در آنحالیکہ وہ عرش پر استقرار اور جگہ پکڑنے سے منزہ ہے۔ (انوار التنزیل مع الکازرونی' ج ۳' ص ۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن یوسف المشہور بابن حبان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا متعین نہیں ہے جبکہ عقلی دلائل اس پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء محال ہے۔ (البحر المحیط' ج ۵' ص ۶۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: اللہ عرش پر غالب ہے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے لیکن عرش چونکہ مخلوقات میں سب سے عظیم جسم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ عرش پر غالب ہونے کا ذکر فرمایا۔ امام جعفر صادق' حسن بصری' امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ سے یہ منقول ہے کہ استواء معلوم ہے (مستقر ہونا یا بلند ہونا) اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کا سوال کرنا بدعت ہے۔

(مدارک التنزیل علی الخازن' ج ۲' ص ۱۰۰' مطبوعہ پشاور)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب کہ دین حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مکان اور جہت منتفی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن اور سنت میں ایسی بے شمار تصریحات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور باوجود اختلاف آراء اور تفرق ادیان کے سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے بلند جانب کی طرف دیکھتے ہیں اور دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جہت سے منزہ ہونا عام لوگوں کی عقلوں سے ماوراء ہے حتیٰ کہ جو چیز کسی سمت اور جہت میں نہ ہو لوگ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو ان سے خطاب کرنے کے لیے زیادہ مناسب اور ان کے عرف کے زیادہ قریب اور ان کو دین حق کی دعوت دینے کے زیادہ لائق یہ تھا کہ ان سے ایسا کلام کیا جائے جس میں بظاہر تشبیہ ہو اور ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر سمت اور جہت سے منزہ ہے لیکن چونکہ بلند جانب تمام جوانب میں سب سے اشرف ہے اس لیے اس جانب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا اور عقلاء اللہ تعالیٰ کے لیے آسمان کی طرف اس لیے نہیں متوجہ ہوتے کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ کیونکہ تمام خیرات اور برکات اور انوار اور بارشیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ (شرح المقاصد ج ۴' ص ۵۱-۵۰' مطبوعہ منشورات الرضی' قم ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اکثر متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ کی جہت اور مکان سے تنزیہ ضروری ہے کیونکہ جو چیز مکان میں ہو اس کو حرکت اور سکون اور تغیر اور حدوث لازم ہے یہ متکلمین کا قول ہے۔ اور سلف اول رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے جہت کی نفی نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور رسولوں نے بھی اس طرح فرمایا ہے اور سلف صالحین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش

Marfat.com

پر مستوی ہے' البتہ ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس کے استواء کی حقیقت میں کیا کیفیت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جزء ۷' ص ۱۹۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

استوی کا معنی ہے بلند ہے۔ (اللہ عرش پر بلند ہے) اس بلندی سے وہ بلندی مراد نہیں ہے جو مکان اور مسافت کی بلندی ہوتی ہے' یعنی کوئی شخص ایسی جگہ پر ہو جو جگہ دوسری جگہوں سے بلند ہو بلکہ اس سے وہ بلندی مراد ہے جو اللہ کی شان کے لائق ہے۔ تمہیں یہ معلوم ہو گا کہ سلف کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس کی مراد کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کا ارادہ ہے در آنحالیکہ وہ استقرار اور جگہ پکڑنے سے منزہ ہے اور استواء کی تفسیر استیلاء (غلبہ پانے) سے کرنا باطل ہے۔ کیونکہ جو شخص اس کا قائل ہے کہ استواء کا معنی استیلاء ہے' وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کا غالب ہونا ہمارے غالب ہونے کی مثل ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ وہ ایسا غالب ہے جو اس کی شان کے لائق ہے تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ ابتداء یہ کہے کہ وہ عرش پر اس طرح مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی ج ۸' ص ۱۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: "پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے"۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ استواء متشابہات میں سے ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کی اس سے جو مراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا۔ واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

(خزائن العرفان' ص ۲۵۳' مطبوعہ تاج کمپنی لیمٹڈ' لاہور)

استواء علی العرش اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے مسئلہ میں ہم نے کافی طویل بحث کی ہے اور تمام قابل ذکر متقدمین اور متاخرین کے مذاہب اور ان کی آراء تفصیل سے بیان کی ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو اس مسئلہ میں ہر پہلو سے مکمل واقفیت ہو جائے۔ بہرحال ہمارا اس مسئلہ میں وہی موقف ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر سلف صالحین کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعا کرو بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے ○ (الاعراف: ۵۶-۵۵)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت' وحدانیت اور قدرت اور حکمت پر دلائل قائم کیے تھے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہی اس کائنات کا رب ہے تو پھر چاہیے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی سے ہر معاملہ میں دعا کی جائے۔

قرآن مجید میں دعا کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دعا بہ معنی عبادت اور دعاء بہ معنی سوال۔ دعا بہ معنی سوال کی مثال زیر تفسیر آیت ہے ادعوا ربکم تضرعا و خفیة "تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سوال کرو" اور دعا بہ معنی عبادت کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (الحج: ۷۳)

بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

مانعین دعاء کے دلائل

بعض لوگوں نے دعا کرنے سے منع کیا ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- جس چیز کے حصول کے لیے بندہ دعا کر رہا ہے' یا تو اللہ تعالیٰ نے ازل میں اس چیز کو عطا کرنے کا ارادہ کیا ہو گا یا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں اس چیز کے دینے کا ارادہ کیا ہے تو پھر بندہ دعا کرے یا نہ کرے وہ چیز اس کو مل جائے گی' اور اگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ بندہ کو وہ چیز نہیں دے گا تو بندہ پھر لاکھ دعا کرے اس کو وہ چیز نہیں ملے گی تو پھر دعا کرنا بے فائدہ ہے۔

۲- جس مطلوب کے لیے بندہ دعا کر رہا ہے یا تو وہ مطلوب مصلحت اور حکمت کے موافق ہو گا یا نہیں۔ اگر وہ مطلوب مصلحت اور حکمت کے موافق ہے تو اللہ تعالیٰ از خود وہ عطا فرما دے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ فیاض اور جواد ہے اور اگر وہ مطلوب مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ مطلوب نہیں دے گا۔ لہٰذا دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳- بندہ کا دعا کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ تقدیر پر راضی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ تقدیر پر راضی ہوتا تو جو کچھ اللہ نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے وہ اس پر مطمئن اور شاکر رہتا اور اپنے حالات کو بدلنے کے لیے دعا نہ کرتا۔ اور تقدیر پر راضی نہ ہونا شرعاً مذموم ہے۔

۴- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو شخص قرآن میں مشغول ہونے کی وجہ سے میرا ذکر اور مجھ سے دعا نہ کر سکا میں اس کو اس سے افضل چیز عطا فرماؤں گا جو میں نے دعا کرنے والوں کو عطا فرمائی ہے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۹۳۵' اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ خلق افعال العباد' ص ۱۰۵' سنن الدارمی ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۵۶' حلیۃ الاولیاء' ج ۷' ص ۳۱۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔

۵- امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں ڈالا جانے لگا تو حضرت جبرئیل نے آ کر عرض کیا: آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: پھر اپنے رب سے سوال کیجئے انہوں نے فرمایا: اس کو میرے حال کا جو علم ہے وہ میرے سوال کے لیے کافی ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳' ص ۲۱۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

مانعین دعاء کے دلائل کے جوابات

مانعین دعا نے ترک دعا پر اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اللہ کی عبادت بھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اگر اللہ نے ازل میں اس کے جنتی ہونے کا ارادہ کر لیا ہے اور اس کی تقدیر میں اس بندہ کا جنتی ہونا ہے تو پھر وہ عبادت کرے یا نہ کرے وہ جنت میں جائے گا' اور اگر اللہ نے اس کے دوزخی ہونے کا ارادہ کیا ہے اور یہی اس کی تقدیر ہے تو پھر وہ لاکھ عبادت کرے وہ بہر حال دوزخ میں جائے گا۔ نیز پھر اس کو کھانا پینا بھی ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اگر اللہ نے اس کو سیر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ کھائے پیے بغیر بھی سیر ہو جائے گا ورنہ وہ جتنا بھی کھائے کبھی سیر نہیں ہو گا۔ اور اس کو علاج بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو بیمار رکھنے کا ارادہ کیا ہے تو وہ کسی دوا سے صحت یاب نہیں ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ بغیر دوا کے بھی صحت یاب ہو جائے گا۔ علیٰ ھذا القیاس اس کو حصول رزق کے لیے بھی

Marfat.com

کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ کسی منصب اور اقتدار کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ نہ حصول علم کے لیے کوئی سعی کرنی چاہیے' اور ان سب کا حل یہ ہے کہ ہمیں اللہ کے علم' اس کے ارادہ اور تقدیر کا کوئی علم نہیں ہے اور جس طرح تقدیر میں ہمارا نفع' ہماری عبادت' ہمارا سیر ہونا' ہماری صحت' ہمارا رزق اور ہمارا علم لکھا ہوا ہے اسی طرح اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ نفع ہمیں دعا سے حاصل ہو گا اور یہ عبادت ہمیں کوشش سے حاصل ہو گی۔ سیر ہونا' ہمارے کھانے سے حاصل ہو گا اور صحت دوا سے حاصل ہو گی۔ علی ھذا القیاس۔ تقدیر میں جس طرح یہ امور ہیں اسی طرح ان کے اسباب بھی تقدیر میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر میں اسباب اور مسببات کا سلسلہ مربوط ہے۔

مانعین نے سنن ترمذی کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ہے۔ امام احمد نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے۔ اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھی اور کلبی کی روایت کو ابو سعید کے عنوان سے بیان کرتا تھا۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے اس کو ضعیف کہا۔ امام ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا۔ امام ابوداؤد نے اس کو ضعیف کہا۔ اس میں تشیع تھا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر مقدم کہتا تھا۔

(تہذیب التہذیب ج ۷' ص ۱۹۶-۱۹۵' رقم: ۴۷۸۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ' تہذیب الکمال رقم: ۳۹۵۶' میزان الاعتدال رقم: ۵۶۶۷)

دوسری حدیث جس کو امام بغوی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس کو بعض مفسرین کے سوا اور کسی نے ذکر نہیں کیا۔ امام ابن جریر' حافظ ابن کثیر' حافظ ابن عساکر اور حافظ سیوطی نے اس واقعہ کو متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان تمام روایات میں صرف یہ الفاظ ہیں کہ جب حضرت جبریل نے کہا: آپ کی کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت ابراہیم نے فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں ہے! اور یہ الفاظ نہیں ہیں: "اس کو میرے حال کا جو علم ہے وہ میرے سوال کے لیے کافی ہے" اور اس کے معارض یہ روایت ہے جس کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کو جب آگ میں ڈالا جانے لگا تو انہوں نے سر اٹھا کر کہا: "اے اللہ تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں واحد ہوں اور زمین میں میرے سوا تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے"۔

(جامع البیان' جز ۱۷' ص ۵۶-۵۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کی اس موقع پر ثنا کی اور کریم کی ثنا دعا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث حضرت ابی بن کعب پر موقوف ہے اور یہ کعب احبار کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ غالباً اسرائیلیات میں سے ہے اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اور بہ کثرت احادیث میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ترغیب اور تلقین کی گئی ہے اور یہ حدیث ان کے مخالف ہے کیونکہ اس میں ترک دعا کی تصریح ہے۔ اور ہمارے لیے حجت قرآن اور حدیث ہے نہ کہ یہ بے اصل اور معلل روایت۔

دعا قبول نہ ہونے کے فوائد

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بہت دفعہ بار بار دعا کرنے کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی پھر دعا کرنے کا کیا فائدہ ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا محتاج ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حاجت روا اور کارساز مانتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو یا نہ ہو اس دعا کا یہ فائدہ کم تو نہیں ہے کہ اسے اللہ کی معرفت ہوتی ہے' دعا قبول نہ ہونے کے باوجود جب وہ بار بار اللہ ہی کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کے اس ایمان اور یقین کا اظہار ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک سوال اور گدا کے لیے اللہ کے

Marfat.com

در کے سوا اور کوئی دروازہ نہیں ہے۔ وہ رد کرے یا قبول' وہ اس کے سوا اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا' کسی سے سوال نہیں کرتا' کسی کے آگے نہیں گڑگڑاتا اور یہ دعا کا بہت بڑا فائدہ ہے جس سے بندہ کے توحید پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے۔

اگر انسان بار بار دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول نہ ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سوال اس کو عطا فرماتا ہے یا اس کی مثل اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۹۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

بعض اوقات انسان کی دعا قبول نہ ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ نہ ہو اور نہ قطع رحم ہو تو اللہ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے یا تو اس کی دعا جلد قبول فرما لیتا ہے یا اس دعا کو اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیتا ہے یا اس کی مثل اس سے کوئی مصیبت دور فرما دیتا ہے۔ صحابہ نے کہا پھر تو ہم بہت دعا کریں گے' آپ نے فرمایا اللہ بہت دینے والا ہے۔

(اس حدیث کی سند حسن ہے' مسند احمد ج ۱۰' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' رقم الحدیث: ۱۱۰۷۵' المستدرک' ج ۱' ص ۴۹۳)

ہمیں چونکہ مستقبل اور عاقبت امور کا پتا نہیں ہوتا اس لیے ہم بعض اوقات کسی ایسی چیز کی دعا کرتے ہیں جو انجام کار ہمارے لیے مضر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہ کر کے ہمیں اس نقصان سے بچا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ: ۲۱۶)

ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھو! اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

میں نے البقرہ: ۱۸۶ کی تفسیر میں دعا پر کافی مفصل گفتگو کی ہے اور ان عنوانات پر تقریر کی ہے' اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث' ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث' فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث' فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء' طلب جنت کی دعا کرنے کا قرآن اور سنت سے بیان' دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب اور دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات۔ اس آیت کی تفسیر میں' میں دعا کی فضیلت میں چند احادیث بیان کروں گا اور چپکے چپکے دعا کرنے کے فوائد اور نکات بیان کروں گا۔ ہمارے زمانہ میں بعض لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے شدید مخالف ہیں۔ ہرچند کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں میں اس کے متعلق چند احادیث بیان کر چکا ہوں لیکن بعض محبین کی فرمائش پر میں یہاں مزید تتبع کر کے احادیث اور آثار کو بیان کروں گا۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو' اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو ماسوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں' سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو ماسوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں سو تم مجھ سے کھانا طلب کرو' میں تم کو کھانا کھلاؤں

Marfat.com

گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو ماسوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں سو تم مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں' سو تم مجھ سے بخشش طلب کرو' میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو' اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن' تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے' اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن' تم میں سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے' اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر فرد کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں' پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا' پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

(صحیح مسلم' البر والصلۃ: ۵۵' (۲۵۷۷) ۶۴۵۰' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۹۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۵۷' کتاب الاسماء و الصفات للبیہقی' ص ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا' اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اللہ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جائے ان میں سے پسندیدہ سوال عافیت کا ہے۔ جو مصیبتیں نازل ہو چکی ہیں اور جو نازل نہیں ہوئیں ان سب میں دعا سے نفع ہوتا ہے۔ سواے اللہ کے بندو! دعا کرنے کو لازم کر لو۔ (سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۵۴۸' المستدرک ج ۱' ص ۴۹۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تقدیر کو صرف دعا مسترد کر سکتی ہے اور عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہوتا ہے اور انسان گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (یہ حدیث حسن ہے)

(صحیح ابن حبان' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۷۲' المستدرک' ج ۱' ص ۴۹۳' امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ذہبی نے ان کی موافقت کی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ کس چیز کی وجہ سے تم کو اپنے دشمنوں سے نجات ملے گی اور کس چیز کے سبب سے تمہارے رزق میں زیادتی ہوگی! تم اپنے دن اور رات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو' کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۸۱۲' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کا اپنے رب عزوجل سے سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے سو تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم' صلوۃ: ۲۱۵' (۴۸۲) ۱۰۶۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۷۵' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

عبداللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ ان کی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ حج کو جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا ہمارے لیے خیر کی دعا کریں' کیونکہ نبی ﷺ فرماتے تھے جو مسلمان شخص اپنے بھائی کے حق میں اس کی پس پشت دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جب

Marfat.com

بھی وہ اپنے بھائی کے لیے خیر کی دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے آمین اور تمہارے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

آہستہ دعا کرنے کے فوائد اور نکات

آہستگی اور چپکے چپکے دعا کرنے کے نکات اور فوائد حسب ذیل ہیں:

۱- چپکے چپکے دعا کرنے میں زیادہ ایمان ہے کیونکہ جو شخص چپکے چپکے دعا کرتا ہے اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ دعائیں بھی سن لیتا ہے۔

۲- اس میں زیادہ ادب اور تعظیم ہے کیونکہ بڑوں کے سامنے آہستہ آہستہ بات کی جاتی ہے۔

۳- گڑگڑا کر دعا کرنا آہستگی کے ساتھ دعا کرنے کے زیادہ مناسب ہے۔

۴- آہستگی کے ساتھ دعا کرنے میں زیادہ اخلاص ہے۔ کیونکہ بلند آواز کے ساتھ دعا کرنے میں ریاکاری کا خدشہ ہے۔

۵- جو شخص دور ہو اس سے بلند آواز کے ساتھ بات کی جاتی ہے اور جو قریب ہو اس کے ساتھ آہستہ بات کی جاتی ہے تو جو شخص آہستگی کے ساتھ دعا کرتا ہے وہ گویا اپنے رب کو بہت قریب سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ سرگوشی میں دعا کر رہا ہے۔

۶- جہرا اور بلند آواز کے ساتھ دعا کرنے سے بسا اوقات انسان تھک جاتا ہے یا اکتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جتنی دیر دعا کرتا رہے اس کی طبیعت میں ملال نہیں ہوتا۔

۷- آہستگی کے ساتھ دعا کرنے سے انسان کے خیالات منتشر اور پریشان نہیں ہوتے اور وہ دل جمعی اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرتا رہتا ہے۔

۸- آہستگی کے ساتھ دعا کرنے سے یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ اگر بلند آواز کے ساتھ دعا کرتے ہوئے کسی مخالف یا بد طینت انسان یا جن نے اس کی دعا سن لی تو وہ اس کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔

۹- دعا میں انسان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے اور اس کو اپنے دل کا حال سناتا ہے اور جس طرح راز و نیاز خفیہ ہوتے ہیں اسی طرح دعا بھی خفیہ طریقہ سے مناسب ہے۔

۱۰- حضرت زکریا علیہ السلام نے آہستگی کے ساتھ خفیہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی:

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا (مریم: ۳) جب انہوں نے اپنے رب کو آہستگی کے ساتھ پکارا۔

۱۱- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے لوگ با آواز بلند اللہ اکبر' اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو' تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۴۰۹' صحیح مسلم' الدعوات: ۴۴ (۲۷۰۴) ۶۷۳۵' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۱۵۲۶' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۴۷۲)

۱۲- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بہ قدر کفایت ہو۔

(صحیح ابن حبان ج ۳' رقم الحدیث: ۸۰۹' کتاب الزھد للوکیع' ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰' ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۱' ص ۱۷۸' ۱۷۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۳۱' کتاب الدعا للطبرانی' رقم الحدیث: ۱۸۲۳' شعب الایمان للبیہقی' ج ۱' ص ۳۳۰)

۱۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستگی کے ساتھ دعا کرنا ستر با آواز بلند دعاؤں کے

Marfat.com

برابر ہے۔

(کتاب الفردوس ج ۲ ' رقم الحدیث: ۲۸۶۹ ' الجامع الکبیر ج ۴ ' رقم الحدیث: ۱۲۰۵۹ ' الجامع الصغیر ج ۱ ' رقم الحدیث: ۴۲۰۶ ' کنز العمال ج ۲ ' رقم الحدیث: ۳۱۹۶)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں ارباب طریقت کا اختلاف ہے کہ آیا عبادات میں اخفاء افضل ہے یا اظہار ؟ بعض کے نزدیک اخفاء افضل ہے تاکہ اعمال ریا سے محفوظ رہیں اور بعض کے نزدیک اظہار افضل ہے تاکہ دوسروں کو بھی عبادات میں اقتداء کرنے کی ترغیب ہو۔ شیخ محمد بن عیسیٰ حکیم ترمذی نے کہا اگر کسی شخص کو اپنے اوپر ریاکاری کا خطرہ ہو تو اس کے لیے اخفاء افضل ہے اور اگر وہ شائبہ ریا سے مامون ہو تو اس کے حق میں اظہار افضل ہے تاکہ دوسروں کی اقتداء کا فائدہ حاصل ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ' ص ۲۸۱ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ' بیروت ' ۱۴۱۵ ھ)

خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جبیر بن مطعم ' سعید بن مسیب ' سعید بن جبیر ' قاضی شریح ' مسروق ' قتادہ ' عطا ' طاؤس اور مجاہد وغیرہم کے نزدیک دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی دعا کے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے آپ اس دعا میں ہاتھ اس قدر اوپر اٹھاتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری ' رقم الحدیث: ۱۰۳۱) ایک قول یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو اس وقت دعا میں ہاتھ اٹھانا حسن اور عمدہ ہے ' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں اور جنگ بدر کے دن دعا میں ہاتھ اٹھائے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ فرماتے ہیں: دعا جس طرح سے بھی کی جائے ' وہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اپنے فقر اور اپنی حاجت کو اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی اور تذلل کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا کرے اور یہ مستحسن طریقہ ہے اور اگر چاہے تو اس کے بغیر دعا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے ' اور اس آیت میں ہاتھ اٹھانے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی قید نہیں لگائی اور ان لوگوں کی مدح کی ہے جو ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں خواہ کھڑے ہوں ' خواہ بیٹھے ہوں۔ (آل عمران: ۱۹۱) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے خطبہ میں دعا کی در آنحالیکہ آپ کا قبلہ کی طرف منہ نہیں تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ' ص ۲۰۳ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۵ ھ)

بہ کثرت احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے تھے اور یہ مستحسن طریقہ ہے جیسا کہ علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی نے فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے علاوہ دعا میں دونوں ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے ' اس کے علماء نے متعدد جوابات دیے ہیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر مبالغہ کے ساتھ استسقاء میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی اس قدر مبالغہ کے ساتھ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں فرماتے تھے ' ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اور دیگر مواقع پر دعا میں ہاتھ بلند فرمائے ہیں۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے لیے جہت کا اعتقاد نہ کرے۔ امام مالک کا مختار یہ ہے کہ جب مصیبت دور

Marfat.com

کرنے کے لیے دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے جیسا کہ استسقاء کی حدیثوں میں ہے اور جب کسی چیز کی رغبت اور طلب کے لیے دعا کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے۔

(المفہم' ج ۲' ص ۵۴۱' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے۔

(اکمال اکمال المعلم' ج ۳' ص ۲۷۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے علاوہ اور کسی دعا میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور یہ روایت ان احادیث صحیحہ کے معارض ہے جن میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے علاوہ بھی دعاؤں میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ احادیث بہت زیادہ ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الدعوات میں مستقل عنوان کے ساتھ ان احادیث کو ذکر کیا ہے۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ ہاتھ بلند کرنے کی احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ان مواقع کو نہیں دیکھا' اور یا حضرت انس کی روایت اس پر محمول ہے کہ استسقاء کی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے حتیٰ کہ انہیں چہرے کے متوازی کر لیتے اور آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی اور اس کیفیت کے ساتھ آپ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی۔ (فتح الباری ج ۲' ص ۵۱۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷' ص ۵۲' طبع مصر)

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور دوسرے ائمہ نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے اور بعض علماء نے فقط استسقاء میں جائز کہا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعا میں سنت یہ ہے کہ مصیبت دور کرنے کے لیے جب دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے (اس میں زبان حال سے کہنا ہے کہ اے اللہ! جس چیز کو بدلنا بہ ظاہر ہمارے اختیار میں ہے اس کو ہم نے بدل دیا اور جس کو بدلنا تیرے اختیار میں ہے اس کو تو بدل دے' یعنی ہمارے حالات کو مصیبت سے راحت میں بدل دے اور دعا کرنے والا صرف ہاتھوں کو نہ بدلے بلکہ اپنے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے) اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے۔ حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ان کی پشت سے سوال نہ کرو۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر چاہے تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور اگر چاہے تو انگلی سے اشارہ کرے محیط میں ہے انگلی سے اشارہ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۶' ص ۲۳۹-۲۳۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

دعا کے آداب سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آسمان کی طرف بلند کرے گویا کہ فیض لینے اور نزول برکت کے حصول کا

Marfat.com

منتظر ہو تاکہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے جیسے اس نے اس برکت کو قبول کر لیا ہے۔

(ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری ص ۳۴۴، ۱۳۴۴ مطبوعہ دار الفکر 'بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مصیبت دور کرنے کے لیے دعا میں سنت یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف رکھے اور جب اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھے۔

(تلخیص الحبیر مع شرح المہذب' ج ۵ ص ۱۰۲)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرے اس کے بعد اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے وہ دعا کرے جو نبی ﷺ سے منقول ہو۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۱۰) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ سے ملا تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو اللھم اعننی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک (عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۱۱۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۲) جب یہ دعائیں کرے تو اپنے سینہ تک دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیوں کو چہرے کی جانب رکھے۔

(مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۱۸۹' مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

حصن حصین اور اس کی شرح میں مذکور ہے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھوں تک آسمان کی جانب بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ دعا کے وقت تم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں یا اس سے ذرا نیچے تک بلند کرو' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ دونوں ہاتھ اس قدر بلند کرے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دے سو وہ بیان جواز پر محمول ہے یا استسقاء پر۔ یا کسی اور سخت مصیبت کے موقع پر جب دعا میں مبالغہ مقصود ہو' اور النہر میں مذکور ہے کہ دعا کی مستحب کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ کشادگی ہو اور اگر کسی وجہ سے دونوں ہاتھ بلند نہ کر سکے تو انگوٹھے کے برابر والی انگلی (سبابہ) سے اشارہ کرے' اور شرح حصن حصین میں مذکور ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ملائے اور انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے اور شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن دونوں ہاتھ ملا کر دعا کی۔

(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۰-۱۸۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۵۶)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی لکھا ہے کہ نماز کے بعد دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرے اور دونوں ہتھیلیاں چہرے کی جانب کرے۔ (مرقات ج ۲' ص ۲۶۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ دعا کی چار قسمیں ہیں: دعا رغبت' دعا رہبت (مصیبت کے وقت کی دعا) دعا تضرع (گڑگڑا کر دعا کرنا) اور دعا خفیہ۔ دعا رغبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی جانب کرے اور دعا رہبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنے چہرے کے بالمقابل کرے جیسے کسی مصیبت میں فریاد کر رہا ہو' اور دعا تضرع میں چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی (خنصر اور بنصر) کو موڑے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنائے اور سبابہ سے اشارہ کرے۔ اور دعا خفیہ کو انسان اپنے دل میں کرے۔ اسی طرح مجموع الفتاویٰ میں مختصر حاکم شہید کی شرح سرخسی کے حوالے سے مذکور ہے۔

(عالم گیری ج ۵' ص ۳۱۸' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

Marfat.com

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ مذکور الصدر عبارت کے بعد لکھتے ہیں:
اسی بناء پر امام ابو یوسف نے امالی میں لکھوایا ہے کہ صفا مروہ' عرفات اور مزدلفہ وغیرہ میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف بلند کرے کیونکہ وہ ان مواقف میں رغبت کے ساتھ دعا کرتا ہے اور مختار یہ ہے کہ دعاء قنوت میں امام اور مقتدی دونوں آہستہ دعا کریں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین دعا وہ ہے جو خفیہ ہو' اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی آمین کہیں۔ وہ اس طریقہ کو خارج نماز دعا پر قیاس کرتے ہیں۔
(المبسوط ج ۱' ص ۱۶۶' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

مبسوط کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام کو سرا دعا کرنا چاہیے اور خارج نماز میں امام کو جہرا دعا کرنی چاہیے تاکہ مقتدی اس کی دعا پر مطلع ہو کر آمین کہیں۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے آسمان کی طرف بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے۔ اس کو حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت انس وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ کہ وہ کندھوں کے بالمقابل دونوں ہاتھوں کو بلند کرے۔ نیز آداب دعا سے یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو ملائے اور انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔ (شرح حصن حصین مطبوعہ مکہ المکرمہ' ۱۳۰۴ھ)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کندھوں تک بلند کرے۔ نبی ﷺ نے تقریباً تیس مقامات پر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے اور دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔
(تحفۃ الذاکرین ص ۵۹-۵۸' دار القلم' بیروت)

خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث

۱- امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے۔ وہ کہنے لگے صبانا صبانا (ہم نے دین بدل لیا) حضرت خالد نے ان کو قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور ہم میں سے ہر شخص کو انہوں نے ایک قیدی دیا' حتیٰ کہ جس صبح کو حضرت خالد نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا خدا کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ حتیٰ کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا ذکر کیا تب نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر (دوسری روایت میں ہے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر) (کتاب الدعوات' باب رفع الایدی فی الدعا) دو بار یہ دعا کی: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا' میں اس سے تیری طرف بری ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۳۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۲۰)

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیہاتوں میں سے ایک اعرابی جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے' بچے اور لوگ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے' ابھی ہم مسجد سے نکلے نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۲۹' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۱۱۶۸' ۱۱۷۴)

Marfat.com

۳- حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳۰، صحیح مسلم الاستسقاء '۵' (۸۹۵) ۲۰۴۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۴۸)

۴- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ابو عامر کو ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا ان کا مقابلہ درید بن الصمہ سے ہوا۔ پس درید قتل کر دیا گیا اور اللہ نے اس کے لشکر کو شکست دی۔ حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے ابو عامر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں آکر ایک تیر لگا اور وہ تیر ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ میں ان کے پاس پہنچا اور کہا اے چچا آپ کو کس نے تیر مارا، انہوں نے حضرت ابو موسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے جس نے مجھ کو تیر مارا ہے۔ میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جا لیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں یہ کہہ رہا تھا تجھے شرم نہیں آتی تو رکتا کیوں نہیں۔ وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے حملے کیے۔ میں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر میں نے حضرت ابو عامر سے کہا اللہ نے آپ کے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ تیر نکالو۔ میں نے تیر نکالا تو گھٹنے سے پانی بہنے لگا۔ انہوں نے کہا: اے بھتیجے نبی ﷺ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ اور حضرت ابو عامر نے مجھے اپنا قائم مقام لشکر کا سالار مقرر کیا۔ وہ تھوڑی دیر زندہ رہے پھر فوت ہو گئے۔ جب میں لوٹا تو نبی ﷺ کے گھر میں حاضر ہوا آپ ایک چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹے تھے اور آپ کی پشت مبارک اور پہلو پر چارپائی کے نشانات ثبت ہو گئے تھے۔ میں نے آپ سے اپنا اور حضرت ابو عامر کا ماجرا عرض کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ سے کہنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! اپنے بندے ابو عامر کی مغفرت فرما۔ میں نے نبی ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ نے کہا: اے اللہ! قیامت کے دن اس کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت عطا فرما۔ میں نے عرض کیا اور میرے لیے بھی مغفرت کی دعا کیجئے آپ نے کہا اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت کی جگہ میں داخل کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۲۳، صحیح مسلم فضائل صحابہ '۱۶۵' (۲۴۹۸) ۶۲۸۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵، رقم الحدیث: ۸۷۸۱)

۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح سویرے خیبر پہنچے اس وقت وہ لوگ اپنے کدال اور پھاوڑے لے کر نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ محمد ﷺ لشکر سمیت آپہنچے اور انہوں نے قلعہ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا خیبر تباہ ہو گیا بے شک ہم جس قوم کے صحن میں نازل ہوتے ہیں تو ان لوگوں کی کیسی بری صبح ہوتی ہے جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۴۷، مسند احمد ج ۳، ص ۱۶۳۔۱۱۱)

۶- سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر نرم جگہ کا قصد کرتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے۔ پھر اسی طرح جمرہ وسطیٰ پر کنکریاں مارتے پھر بائیں جانب نرم جگہ کا قصد کرتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۰۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۳۲)

۷- زہری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اس جمرہ کی رمی کرتے جو مسجد منیٰ کے قریب ہے تو سات کنکریاں مارتے

Marfat.com

اور ہر مرتبہ رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر اپنے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے اور طویل قیام کرتے۔ پھر دوسرے جمرہ پر آتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر بائیں جانب وادی کے قریب چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لاتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر لوٹ آتے اور وہاں قیام نہ کرتے۔ زہری نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا ہے وہ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی مثل حدیث بیان کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۰۸۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۹۰۳)

۸- وھب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(الادب المفرد' رقم الحدیث: ۶۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: میں محض بشر ہوں تو میرا مواخذہ نہ فرمانا جس مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں تو' تو اس پر میرا مواخذہ نہ فرما۔

(الادب المفرد رقم الحدیث: ۶۲۵' یہ حدیث صحیح ہے)

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دوس' نافرمانی کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں ان کے خلاف دعائے ضرر کیجئے۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے خلاف دعاء ضرر کریں گے۔ آپ نے کہا: "اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ"۔

(الادب المفرد رقم الحدیث: ۶۲۶' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۷' ص ۶۶' مسند حمیدی ج ۱' رقم الحدیث: ۱۰۵۰)

۱۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو نے نبی ﷺ سے کہا آپ کا ایک مضبوط قلعہ کے متعلق کیا خیال ہے جو دوس کا قلعہ ہے۔ آپ نے اس کا انکار فرمایا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقرر کر دی تھی۔ پھر حضرت طفیل نے ہجرت کی۔ اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ وہ شخص بیمار پڑ گیا اس شخص نے بے صبری کی اور چھری سے اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ ڈالیں اور وہ مر گیا۔ حضرت طفیل نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔ انہوں نے کہا: تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا: مجھے یہ بتایا گیا کہ ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے جس کو تم نے خود خراب کیا ہے۔ حضرت طفیل نے یہ واقعہ نبی ﷺ سے عرض کیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی معاف کر دے۔ (الادب المفرد رقم الحدیث: ۶۲۹)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

۱۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ آپ نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے' تھوڑی دیر میں نیند کے خیال سے لیٹے رہے۔ پھر آہستہ سے چادر اوڑھی' جوتا پہنا' چپکے سے دروازہ کھولا' آرام سے باہر نکلے اور

Marfat.com

آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ میں نے بھی چادر سر پر اوڑھی ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ آپ بقیع (قبرستان) پہنچے اور بہت طویل قیام کیا اور تین بار (دعا کے لیے) ہاتھ بلند کیے اور لوٹ آئے۔

(صحیح مسلم الجنائز: ۱۰۳ (۹۷۴) ۲۲۱۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۳۶' مسند احمد' ج ۶' ص ۲۲۱)

۱۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حیادار کریم ہے جب کوئی شخص اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو نامراد لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۵۶۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۵' المستدرک' ج ۱' ص ۵۳۵' ۴۹۷' مسند احمد' ج ۵' ص ۴۳۸' کتاب الدعاء' للطبرانی ص ۸۴' رقم الحدیث: ۲۰۲)

۱۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں دونوں ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے نہیں تھے ان کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ (سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۳۹۸)

۱۵۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ دونوں ہاتھ اللہ کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ اس سے حیا فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور اس کے ہاتھوں میں کچھ نہ ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۶۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۴۸۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۸۶۵' المعجم الکبیر ج ۶' ص ۳۱۴' کتاب الدعا للطبرانی' ص ۸۴)

۱۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور ہاتھوں کی پشت دونوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۷)

۱۷۔ سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۹۲)

۱۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دیتی ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے اور جب وہ کیفیت ختم ہو گئی تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں زیادہ دے اور ہم میں کمی نہ کر اور ہمیں عزت دے اور ہمیں ذلت سے بچا اور ہمیں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر اور ہمیں ترجیح دے اور ہم پر کسی کو ترجیح نہ دے اور ہمیں راضی کر اور ہم سے راضی رہ۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۴' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۳۹' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث: ۲۲۳' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' المستدرک' ج ۱' ص ۵۳۵)

۱۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۲' ص ۲۱۱)

۲۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دو آدمیوں کے خلاف دعا کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰' رقم الحدیث: ۹۷۲۴)

۲۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخلاص اس طرح ہے' آپ نے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا اور یہ دعا ہے آپ نے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیے اور یہ ابتہال ہے پھر آپ نے اور زیادہ

Marfat.com

ہاتھ بلند کیے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۲۰۸)

۲۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ احزاب کے دن جب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے چادر پھینک دی اور بغیر (اوپر کی) چادر کے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ خوب بلند کر کے دعا کی۔

اس حدیث کو امام داؤد طیالسی نے روایت کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ' ج ۹' ص ۱۴' رقم الحدیث: ۶۹۴۳)

۲۳- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے اس طرح دعا کر رہے تھے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک بلند کیے اور ہتھیلیوں کو زمین کی جانب کیا۔

(مسند احمد' ج ۳' ص ۱۳' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۱۶۸' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۳۰۱۷' ۳۰۱۱)

۲۴- حضرت خلاد بن سائب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کسی چیز کا سوال کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنی جانب رکھتے اور جب کسی چیز سے پناہ طلب کرتے تو اپنے ہاتھوں کی پشت کو اپنی جانب رکھتے۔

(مسند احمد ج ۴' ص ۵۶' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۸' تلخیص الجبیر مع شرح المھذب ج ۵' ص ۱۰۲)

۲۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو میدان عرفات میں دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ کے دونوں ہاتھ سینہ کی جانب تھے جیسے کوئی مسکین کھانا مانگ رہا ہو۔

(المعجم الاوسط ج ۳' رقم الحدیث: ۲۹۱۳' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۸)

۲۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے حتیٰ کہ میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اکتا جاتی تھی۔ (مسند احمد ج ۶' ص ۲۲۵' اس کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۱۶۸)

۲۷- حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۱۳' رقم الحدیث: ۷۴۴۰' المطالب العالیہ ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۸)

۲۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

(مسند البزار ج ۴' رقم الحدیث: ۳۱۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۷۱' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۸)

۲۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات میں گڑگڑا کر دعا کر رہے تھے۔ آپ کے اصحاب نے کہا یہ ابتہال (اللہ سے عجز و انکسار سے دعا کرنا) ہے۔

(مسند البزار ج ۴' رقم الحدیث: ۳۱۴۸' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۸)

۳۰- حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے ساتھ آئے حتیٰ کہ آپ نے المربطاء کے نزدیک قرن پر قیام کیا۔ اس وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے دعا کر رہے تھے۔

(المعجم الاوسط ج ۹' رقم الحدیث: ۸۹۱۸' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب حیا کرنے والا کریم ہے۔ جب بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کو اس سے حیا آتی ہے کہ وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور ان میں کوئی

Marfat.com

خیر نہ ہو۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے تو وہ تین بار یہ کہے یا حی یا قیوم لا الہ الا انت یا ارحم الراحمین پھر اپنے چہرے پر خیر کو انڈیل دے (یعنی چہرے پر ہاتھ پھیرے۔ اس کی سند ضعیف ہے)

(المعجم الکبیر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۵۵۷' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۲۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو اللہ عزوجل کی طرف اٹھا کر کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (کے ذمہ کرم) پر یہ حق ہے کہ ان کے ہاتھوں میں وہ چیز رکھ دے جس کا انہوں نے سوال کیا ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (المعجم الکبیر ج ۶' رقم الحدیث: ۶۱۴۲' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۳۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے فرمایا اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور اللہ تعالیٰ سے فراخی کا سوال کرو۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک سند حسن ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۴۳' ۳۸۴۲' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۴۔ حضرت خلاد بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو چہرے تک بلند کرتے۔ اس کی سند میں حفص بن ہاشم مجہول ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۸۵' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۵۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان عرفات میں دیکھا آپ نے اپنی چادر بغل سے نکالی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے جو سر سے متجاوز نہیں تھے اور آپ کے بازو کانپ رہے تھے۔ اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ العزرمی ضعیف راوی ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲' رقم الحدیث: ۲۳۸۶' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۶۹)

۳۶۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۲' ص ۲۱۲' مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۱۶۹' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۲۴۳' کنز العمال' رقم الحدیث: ۳۲۲۹' ۳۲۳۰' ۳۲۴۷)

۳۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیت اللہ کو دیکھو' جب صفا اور مروہ پر ہو اور جب میدان عرفات میں ہو اور جب مزدلفہ میں ہو اور جب شیطان پر کنکریاں مارو اور جب نماز قائم کرو تو دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۰۹' مجمع الزوائد ج ۳' ص ۲۳۸)

۳۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمیوں میں تبوک کی طرف گئے۔ ہم ایک جگہ ٹھہرے۔ اس دن ہمیں اتنی سخت پیاس لگ رہی تھی کہ لگتا تھا کہ ہماری گردنیں ڈھلک جائیں گی' حتیٰ کہ ایک شخص پانی کی تلاش میں جاتا اور اس حال میں واپس آتا کہ اس کی گردن ڈھلکی ہوئی ہوتی' اور حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا اور باقی کو اپنے کلیجہ پر رکھتا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کی دعا قبول کرتا ہے آپ ہمارے لیے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ابھی وہ ہاتھ نیچے کیے تھے کہ بادل امنڈ آئے اور بارش شروع ہو گئی پھر ٹھہر گئی اور صحابہ نے اپنے برتن پانی سے بھر لیے۔

(المعجم الاوسط ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۱۶)

Marfat.com

۳۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف گیا۔ مسجد میں کچھ لوگ ہاتھ بلند کر کے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ دیکھ رہے ہو ان لوگوں کے ہاتھوں میں کیا ہے؟ میں نے پوچھا آپ ان کے ہاتھوں میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نور۔ میں نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی وہ نور دکھائے۔ حضرت انس نے کہا: آپ نے دعا کی اور میں نے وہ نور دیکھ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے انس جلدی چلو تاکہ ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جلدی جلدی چلا پھر ہم نے بھی اپنے ہاتھ بلند کیے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی' ص ۸۵' رقم الحدیث: ۲۰۶' التاریخ الکبیر' ج ۳' ص ۲۰۲)

۴۰۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم جو بات بھی کرتا ہے وہ لکھ لی جاتی ہے۔ جب وہ کوئی خطا کرے اور اس پر توبہ کرنا چاہے تو اسے بلند ہونے والا نور لانا چاہیے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے اور یہ کہے کہ میں اس خطا سے توبہ کرتا ہوں اور میں دوبارہ یہ کبھی نہیں کروں گا تو اس کی وہ خطا بخش دی جائے گی جب تک کہ وہ اس خطا کو دوبارہ نہ کرے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی ص ۸۵' رقم الحدیث: ۲۰۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق حرف آخر

دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق مذکور الصدر احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میری نظر میں ہیں لیکن میں اس باب میں صرف چالیس احادیث جمع کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ امت مسلمہ تک چالیس احادیث پہنچانے کے سلسلہ میں متعدد بشارات ہیں ہر چند کہ ان احادیث کی اسناد ضعیف ہیں۔ اسی طرح دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا مانگنے کے باب میں جو ہم نے احادیث پیش کی ہیں' ان میں بھی بعض احادیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف احادیث معتبر ہوتی ہیں اس لیے ہم نے ان احادیث کو بھی شامل کر لیا ہے۔ پہلے ہم چالیس حدیثوں کی حفاظت کے متعلق احادیث پیش کریں گے۔ پھر احادیث ضعیفہ کے معتبر ہونے کے متعلق دلائل پیش کریں گے۔

چالیس حدیثوں کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق نوید اور بشارت

امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ایسی چالیس حدیثیں پہنچائیں جس سے اللہ عزوجل نے ان کو نفع دیا تو اس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴' ص ۱۸۹' العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۲)

امام حافظ ابو عمر یوسف ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے جس امتی نے چالیس حدیثوں کو روایت کیا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔ امام عبدالبر نے کہا اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ (کتاب العلم' ج ۱' ص ۴۳' علل متناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کے لیے سنت سے متعلق چالیس حدیثوں کو محفوظ کیا حتیٰ کہ وہ حدیثیں ان تک پہنچا دیں میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ امام ابن عبدالبر نے کہا اس حدیث کی سند اس باب کی حدیثوں میں سب سے بہتر ہے لیکن یہ غیر محفوظ ہے اور امام مالک کی روایات میں غیر معروف ہے۔ (کتاب العلم' ج ۱' ص ۴۳' العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۷)

Marfat.com

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۲۵' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۲' ص ۲۹۴' مشکوۃ' رقم الحدیث: ۲۵۸' المطالب العالیہ' رقم الحدیث: ۳۰۷۶' کنز العمال' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۸۸۱۷' ۲۹۱۸۲' ۲۹۱۸۳' ۲۹۱۸۴' ۲۹۱۸۵' ۲۹۱۸۶' ۲۹۱۸۷' ۲۹۱۸۸' ۲۸۱۸۹' علی متقی نے یہ احادیث ابن عدی کی کامل' امام ابن عساکر' امام عبدالرزاق' امام بیہقی کی شعب الایمان' امام ابن النجار' امام ابونعیم کی حلیہ اور امام دیلمی کے حوالوں سے ذکر کی ہیں)

امام حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال' ج ۱' ص ۳۲۴' الجامع الصغیر' ج ۱' رقم الحدیث: ۸۶۳۶' العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال' ج ۳' ص ۸۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو چالیس ایسی حدیثیں پہنچائیں جو ان کے دین میں نفع دیں وہ شخص قیامت کے دن علماء میں سے اٹھایا جائے گا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال' ج ۵' ص ۱۷۹۹' ج ۶' ص ۲۲۲۷' ج ۷' ص ۲۵۲۸' العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۸' البدایہ والنہایہ' ج ۸' ص ۳۱۰' شعب الایمان' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۲۵' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۲' ص ۲۹۴' مختصر تاریخ دمشق' ج ۴' ص ۲۴۸)

چالیس حدیثوں کی تبلیغ پر بشارت کی احادیث کی فنی حیثیت

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی' حضرت عمر' حضرت انس' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ' حضرت ابو امامہ' حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابو سعید سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہیں جن میں سے ہر سند کی صحت پر بحث کی گئی ہے لیکن کثرت طرق اور اسانید سے اس حدیث کی تقویت ہوگئی اور باوجود ضعف کے سب سے عمدہ سند اس حدیث کی ہے جو حضرت معاذ سے مروی ہے۔

(فیض القدیر' ج ۱۱' ص ۵۷۷۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

جس حدیث کا علامہ مناوی نے حافظ ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔

(العلل المتناہیہ' ج ۱' ص ۱۱۴' المحدث الفاضل' ص ۱۷۳' کتاب العلم' ج ۱' ص ۴۴)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا میں نے اس حدیث کو تمام اسانید کے ساتھ ایک رسالہ میں جمع کیا ہے (ارشاد المربعین الی طریق حدیث الاربعین' یہ رسالہ چھپ چکا ہے) اس کی ہر سند میں علت قادحہ ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے یہ متن لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور اس کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ اس کی اسانید متعدد ہیں۔ حافظ ابو طاہر سلفی نے اپنی اربعین میں یہ کہا ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جن پر اعتماد اور میلان کیا گیا ہے اور جن کی صحت معلوم ہے۔ حافظ منذری نے اس کی توجیہ میں یہ کہا کہ ان کی یہ عبارت اس قول پر مبنی ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہو تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ (کشف الخفاء و مزیل الالباس' ج ۲' ص ۲۴۶' مطبوعہ مکتبہ الغزالی' دمشق)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اربعین نووی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت انس بن مالک' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے۔ ہر چند کہ اس کے طرق متعدد ہیں اس کے باوجود حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور علماء رضی اللہ عنہم نے اس باب میں بے شمار تصنیفات سپرد قلم کی ہیں۔ میرے علم کے مطابق سب سے پہلے عبداللہ بن المبارک نے چالیس حدیثوں کا مجموعہ لکھا۔ پھر الحسن بن سفیان النسائی نے اور ابوبکر الاجری نے' اور ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی نے اور محمد بن اسلم الطوسی نے اور امام الدار قطنی نے اور امام حاکم' امام ابونعیم اور ابو عبدالرحمٰن اسلمی نے اور ابو سعید المالینی اور ابو عثمان الصابونی نے اور عبداللہ بن محمد الانصاری نے اور ابوبکر البیہقی نے اور بے شمار متقدم اور متاخر علماء نے۔

اور میں نے ان ائمہ اعلام اور حفاظ اسلام کی اقتداء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کہ میں بھی چالیس حدیثیں جمع کروں۔ اور بے شک علماء کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ اس کے باوجود میرا صرف اس حدیث پر اعتماد نہیں ہے بلکہ دیگر احادیث صحیحہ پر اعتماد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے حاضر غائب کو پہنچا دے اور آپ نے فرمایا اللہ اس کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا' اس کو یاد رکھا اور جس طرح اس کو سنا تھا' اس طرح پہنچا دیا۔

(اربعین نووی' ص ۵-۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ نیز جب کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو حسن ہو جاتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی اس حدیث میں مذکور بشارتوں کی امید پر اور ان علماء اسلام کی اتباع کرتے ہوئے تبیان القرآن کی جلد ثانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق اور اس جلد رابع میں دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے کے متعلق چالیس چالیس حدیثیں جمع کی ہیں کیونکہ اہل علم کے عمل سے بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح' ج ۱' ص ۴۹۵-۴۹۴)

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے قواعد اور شرائط

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

محدثین' فقہاء اور دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور ترغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار' ص ۷' مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ' مصر)

Marfat.com

اگر حدیث کی اسانید الگ الگ ضعیف ہوں تو ان کا مجموع قوی ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض ' بعض کے ساتھ مل کر قوی ہو جاتی ہیں اور وہ حدیث حسن ہوتی ہے اور اس کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے۔

(شرح المہذب ' ج ۷ ' ص ۱۹۷ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت)

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

۱- وہ حدیث بہت شدید ضعیف نہ ہو۔ پس جس حدیث کی روایت میں کذابین یا متہم بالکذب منفرد ہوں یا جو بہت زیادہ غلطی کرتے ہوں ان کی روایات پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ شرط متفق علیہ ہے۔

۲- وہ حدیث کسی عام شرعی قاعدہ کے تحت مندرج ہو اور جس حدیث کی کوئی اصل نہ ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے۔

۳- اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ کیا جائے تاکہ نبی ﷺ کی طرف وہ بات منسوب نہ ہو جو آپ نے نہیں فرمائی۔ مؤخر الذکر دونوں شرطیں ابن عبد السلام اور ابن دقیق العید سے منقول ہیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام احمد سے یہ منقول ہے کہ حدیث ضعیف پر اس وقت عمل کیا جائے جب اس کے سوا دوسری حدیث نہ مل سکے۔ اور اس حدیث کے معارض کوئی اور حدیث نہ ہو ' اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ لوگوں کی رائے کی بہ نسبت ہمیں حدیث ضعیف زیادہ محبوب ہے ' اور ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ تمام احناف اس پر متفق ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رائے اور قیاس پر عمل کرنے سے افضل ہے۔

(القول البدیع ' ص ۳۶۴-۳۶۳ ' مطبوعہ مکتبہ المؤید ' طائف)

دعا میں حد سے بڑھنے کا ممنوع ہونا

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف: ۵۵)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ دعا میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے دعا میں ایسی چیز کا سوال کرے جو اس کی حیثیت سے بڑھ کر ہو۔ مثلاً وہ نبی بننے کی دعا کرے یا یہ دعا کرے کہ اس کو آخرت میں انبیاء کا مقام اور ان کا رتبہ ملے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب سفید محل کا سوال کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اے بیٹے! اللہ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ طلب کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب میری امت میں سے کچھ لوگ وضوء اور دعا میں حد سے بڑھیں گے۔

(سنن ابوداؤد ' رقم الحدیث: ۹۶ ' سنن ابن ماجہ ' رقم الحدیث: ۳۸۶۴ ' مسند احمد ' ج ۵ ' رقم الحدیث: ۱۶۸۰۱)

حرام چیزوں اور گناہ کا سوال کرنا بھی دعا میں حد سے بڑھنا ہے۔ یا جن چیزوں کے متعلق معلوم ہو کہ اللہ ایسا نہیں کرے گا ان کی دعا کرے۔ مثلاً یہ دعا کرے کہ وہ قیامت تک زندہ رہے یا یہ دعا کرے کہ اس سے کھانے پینے کے اور دیگر لوازم بشریہ مرتفع ہو جائیں یا یہ دعا کرے کہ وہ معصومین سے ہو جائے یا عالم الغیب ہو جائے یا اس کے ہاں بغیر بیوی کے بچہ ہو جائے۔

حد سے زیادہ چلا کر یا زور و شور سے دعا کرنا بھی حد سے بڑھنے میں داخل ہے اور بے پرواہی اور لاابالی پن سے دعا کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا ایسی صفات سے ذکر کرنا جو اس کی شان کے لائق نہ ہوں وہ بھی حد سے بڑھنے میں داخل ہے۔

Marfat.com

محسنین کا معنی

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔ (الاعراف: ۵۶)

محسنین کا معنی ہے احسان کرنے والے۔ یعنی نیکی اور اچھے کام کرنے والے۔ احسان سے یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اس کی طرف رجوع کرنا' اس پر توکل کرنا' اس سے حیا کرنا' اس سے ڈرنا' اس سے محبت کرنا اور اس کی عبادت اس طرح کرنا گویا کہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے جلال اور ہیبت سے وہ لرزہ براندام ہے۔ اور اس کے تمام احکام کی اطاعت کرنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ احسان ہے اور درحقیقت یہ خود اپنے ساتھ احسان ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (الرحمٰن: ۶۰) احسان کا بدلہ صرف احسان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا اور جو کچھ سیدنا محمد ﷺ لے کر آئے اس پر عمل کیا' اس کی جزاء صرف جنت ہے اور یہی اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔

معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو مسلمان گناہ گار ہیں اور جو کبیرہ گناہ کرتے ہوئے بغیر توبہ کے مر گئے' ان کے قریب اللہ کی رحمت نہیں ہوگی اور مغفرت اور جنت اللہ کی رحمت ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بغیر توبہ کے مرنے والے مرتکب کبیرہ کی مغفرت نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اس نے کچھ نیک اعمال بھی کیے' وہ محسنین میں داخل ہے خواہ اس نے گناہ کبیرہ بھی کیے ہوں کیونکہ محسنین کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس نے ساری عمر نیک کام کیے ہوئے ہوں اور کسی نیکی کو نہ چھوڑا ہو اور کسی برائی کو نہ کیا ہو' جس طرح عالم کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کا عالم ہو اور کسی چیز سے جاہل نہ ہو' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور جو اس سے کم گناہ ہو وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

پس مسلمان مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ کی مشیت میں ہے وہ چاہے گا تو اس کو ابتداءً اپنے فضل محض سے بخش دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو اس کو اپنے نبی ﷺ کی شفاعت سے بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو کچھ سزا دے کر بخش دے گا۔ لیکن کوئی مسلمان بھی اللہ کی بخشش سے بالکلیہ محروم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) کے آگے آگے خوش خبری کی ہواؤں کو بھیجتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو کسی بنجر زمین کی طرف روانہ کر دیتے ہیں' پھر ہم اس سے پانی نازل کرتے ہیں' پھر ہم اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں' اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو O (الاعراف: ۵۷)

اس کائنات میں حشر کے دن مردوں کو زندہ کرنے کی نشانی

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے' وہی کائنات میں حاکم اور تصرف کرنے والا ہے اور اس نے انسان کے لیے کائنات کو مسخر کر دیا ہے اور اس نے انسان کو یہ ہدایت دی کہ وہ اپنی ہر ضرورت میں اور ہر آفت اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اس نے یہ بیان فرمایا کہ اس کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔ اور اب اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ وہی رزاق ہے اور حصول رزق کا اہم ذریعہ آسمانی بارش ہے جس کی وجہ سے دریاؤں' چشموں

Marfat.com

اور کنوؤں میں انسانوں اور جانوروں کے لیے پینے کا پانی اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی فراہم ہوتا ہے۔ اور جس طرح وہ بنجر زمین کو بارش کے ذریعہ سرسبز اور زندہ فرماتا ہے اسی طرح وہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ فرمائے گا۔

امام ابوداؤد الطیالسی اور امام بیہقی وغیرہما نے حضرت ابو رزین عقیلی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مخلوق کو کس طرح دوبارہ زندہ فرمائے گا اور مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کبھی اپنی قوم کی خشک اور قحط زدہ زمین کے پاس سے نہیں گزرے! اور پھر اس زمین کو سبزہ سے لہلہاتے ہوئے نہیں دیکھا! انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس آیت کے موافق ہے۔

(التذکرہ' ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا جب پہلا صور پھونکنے کے بعد لوگ مرجائیں گے تو عرش کے نیچے سے ان پر بارش ہوگی اور وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح بارش سے سبزہ اگتا ہے حتیٰ کہ جب ان کے اجسام مکمل ہو جائیں گے تو ان میں روح پھونک دی جائے گی۔ پھر ان پر نیند طاری کر دی جائے گی اور وہ اپنی قبروں میں سو جائیں گے اور جس وقت دوسرا صور پھونکا جائے گا تو ان کے سروں اور آنکھوں میں نیند کا خمار ہوگا اور ان کی ایسی کیفیت ہوگی جس طرح کسی سوئے ہوئے شخص کو اچانک بیدار کرنے سے ہوتی ہے اور اس وقت وہ یہ کہیں گے:

يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یٰس: ۵۲)

ہائے افسوس ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا (پھر ایک منادی کہے گا) یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

(جامع البیان' جز ۸' ص ۲۷۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے اس کی پیداوار صرف تھوڑی سی نکلتی ہے' ہم شکر کرنے والوں کے لیے اسی طرح بار بار آیات کو بیان کرتے ہیں۔

(الاعراف: ۵۸)

اچھی اور خراب زمینوں میں مسلمانوں اور کافروں کی مثال

اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے لیے یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ مومن کی مثال اچھی زمین ہے اور کافر کی مثال خراب زمین ہے اور نزول قرآن کی مثال بارش ہے۔ سو جس طرح اچھی زمین پر بارش ہو تو اس سے سبزہ' پھل' پھول اور غلہ پیدا ہوتا ہے' اسی طرح وہ پاکیزہ روحیں جو جہالت اور برے اخلاق سے مبرا اور منزہ ہوتی ہیں' جب وہ نور قرآن سے مزین ہو جاتی ہیں' تو ان سے عبادات' معارف اور اخلاق حمیدہ ظاہر ہوتے ہیں اور جس طرح خراب زمین پر بارش ہو تو اس سے کم پیداوار ہوتی ہے' اسی طرح جب خراب روحوں پر قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو ان سے بہت کم معارف الٰہیہ اور اخلاق حمیدہ ظاہر ہوتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے' اس کی مثال اس کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر برستی ہو۔ ان زمینوں میں سے بعض صاف ہوتی ہیں جو بہت زیادہ خشک اور تر گھاس اگاتی ہیں اور بعض زمینیں سخت ہوتی ہیں وہ پانی کو روک لیتی ہیں۔ اللہ اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے پانی پیتے ہیں۔ اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور بعض زمینیں ہموار اور چکنی ہوتی ہیں وہ پانی کو روکتی

Marfat.com

ہیں نہ گھاس کو اگاتی ہیں۔ پس یہ مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین کی فہم حاصل کرتا ہے۔ اور اللہ نے مجھے جو دین دے کر بھیجا ہے وہ اس کو نفع دیتا ہے۔ پس وہ علم حاصل کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ اور اس شخص کی مثال ہے جو اس دین کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا اور اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

وحی الٰہی اور دین اسلام کی مثال نبی ﷺ نے بارش سے دی ہے اور فقہاء کی مثال اس زمین سے دی ہے جو بارش سے سیراب ہونے کے بعد سبزہ اگاتی ہیں اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح فقہاء آپ کی احادیث سے مسائل نکالتے ہیں اور لوگ ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور محدثین کی مثال اس زمین سے دی ہے جو اپنے اندر پانی جمع کر لیتی ہے اور لوگ اس پانی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اسی طرح محدثین احادیث کو جمع کرتے ہیں اور لوگ ان سے فیض یاب ہوتے ہیں اور کفار اور منافقین کی مثال اس زمین سے دی ہے جو بارش سے نہ خود فائدہ اٹھاتی ہے نہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، پس انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ

تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، بے شک مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے ○ ان کی

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

قوم کے سرداروں نے کہا بے شک ہم آپ کو یقیناً کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں ○ انھوں نے کہا اے میری قوم

لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں کسی قسم کی گمراہی نہیں ہے لیکن میں رب العلمین کی جانب سے رسول (پیغام پہنچانے والا) ہوں ○ میں تمہیں اپنے رب کے

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان باتوں کو جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے ○

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ

آئی ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تم متقی ہو جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہم نے ان کو

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ط

اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے (ان سب کو) نجات دے دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

بے شک وہ اندھے لوگ تھے ۝

ع ۶ ۱۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا' پس انہوں نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے' بے شک مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ (الاعراف:۵۹)

حضرت نوح علیہ السلام کا نام و نسب اور ان کی تاریخ ولادت

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے: نوح بن لامک بن متوشلخ' بن خنوخ (ادریس) بن یرد بن مہلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر علیہ السلام۔

امام ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھبیس سال بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اور اہل کتاب کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک سو چھیالیس سال کا عرصہ ہے۔

امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا حضرت آدم نبی تھے؟ فرمایا: ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے کلام کیا گیا۔ پوچھا حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا: دس قرن (صدیاں) یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح ابن حبان' ج ۱۴' رقم الحدیث: ۶۱۹۰' المعجم الکبیر' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۵۴۵' امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ فرمایا: ۳۱۳' المستدرک' ج ۲' ص ۲۶۲' مجمع الزوائد' ج ۱' ص ۱۹۶' مسند احمد' ج ۵' ص ۱۷۹' ۱۷۸' مسند البزار' ج ۱' ص ۱۶۰)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان ایک ہزار سال ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرن (قرن کا معنی ہے ایک صدی یا ایک صدی کے لوگ' نسلیں) ہیں اور وہ سب اسلام پر تھے۔

(الطبقات الکبریٰ' ج ۱' ص ۴۲' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو صحیح البخاری کے حوالہ سے درج کیا ہے۔ لیکن یہ ان کا وہم ہے۔ یہ حدیث صحیح البخاری میں ہے نہ صحاح ستہ کی کسی اور کتاب میں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت مبعوث کیا جب بتوں کی عبادت اور شیطانوں کی اطاعت شروع ہو چکی تھی اور لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو بندوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ بعثت کے وقت ان کی عمر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر اس وقت پچاس سال تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عمر اس وقت تین سو پچاس سال تھی اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے ان کی

Marfat.com

عمر اس وقت چوراسی سال تھی۔

بت پرستی کی ابتدا کیسے ہوئی؟

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان کچھ نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو اس سے ہماری عبادت میں زیادہ ذوق اور شوق ہو گا۔ سو انہوں نے ان نیک لوگوں کی تصویریں بنالیں۔ جب وہ فوت ہو گئے اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ان کے آباء ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے اور اسی سبب سے ان پر بارش ہوتی تھی۔ سو انہوں نے ان تصویروں کی عبادت کرنی شروع کر دی' اور امام ابن ابی حاتم نے عروہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ ود' یغوث' یعوق' سواع اور نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور ''ود'' ان میں سب سے نیک تھے۔ (جامع البیان' ج۲۹' ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم نے باقر سے روایت کیا ہے کہ ود ایک نیک شخص تھا اور وہ اپنی قوم میں بہت محبوب تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی قوم کے لوگ بابل کی سرزمین میں اس کی قبر کے گرد بیٹھ کر روتے رہے۔ جب ابلیس نے ان کی آہ و بکا دیکھی تو وہ ایک انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آیا اور کہنے لگا میں نے تمہارے رونے کو دیکھا ہے' تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے لیے ود کی ایک تصویر بنا دوں۔ تم اپنی مجالس میں اس تصویر کو دیکھ کر اسے یاد کیا کرو۔ انہوں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس نے ود کی تصویر بنا دی جس کو وہ اپنی مجلسوں میں رکھ کر اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب ابلیس نے یہ منظر دیکھا تو کہا میں تم میں سے ہر ایک کے گھر میں ود کا ایک مجسمہ (بت) بنا کر رکھ دوں تا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں ود کا ذکر کیا کرے انہوں نے اس کو مان لیا۔ پھر ہر گھر میں ود کا ایک بت بنا کر رکھ دیا۔ پھر ان کی اولاد بھی یہی کچھ کرنے لگی۔ پھر اس کے بعد جو نسلیں آئیں وہ یہ بھول گئیں کہ ود ایک انسان تھا وہ اس کو خدا مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس بت کی پرستش شروع کر دی سو اللہ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے پرستش شروع کی گئی وہ ود نام کا بت تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۱۰' ص ۳۳۷۶-۳۳۷۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اول رسل ہونا

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ بت جس کی وہ عبادت کرتے تھے اصل میں اللہ کا کوئی نیک بندہ تھا جس کی انہوں نے تصویر اور اس کا مجسمہ بنا لیا تھا۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس کا نام ماریہ تھا۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی کا اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب ان میں کوئی نیک شخص مرجاتا تھا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں رکھ دیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث ۴۲۷' صحیح مسلم' المساجد: ۱۶' (۵۲۸) ۱۱۶۱' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۷۰۳)

غرض یہ کہ جب زمین میں بت پرستی عام ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ اور اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور ان کو غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتے تھے اور حضرت نوح زمین پر اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث شفاعت میں ہے۔ قیامت کے دن لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں

Marfat.com

گے: "اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں"۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۷۱۲' صحیح مسلم' الایمان: ۳۲۷' (۱۹۴) ۴۷۲' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۴۲' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۲۸۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۳۰۷)

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا بیان

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تبلیغ کی جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا (العنکبوت: ۱۴) اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کرنے اور اس کے جواب میں ان کی قوم کے انکار کرنے اور ان سے مایوس ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا ان کے لیے عذاب کی دعا کرنے کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان کے اوپر دردناک عذاب آ جائے○ نوح نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں○ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو○ اللہ تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور ایک مقرر وقت تک تم کو مہلت دے گا' بے شک جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جائے تو وہ موخر نہیں ہوتا کاش تم جانتے○ نوح نے دعا کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن (حق کی) دعوت دی' (لیکن) میری اس دعوت سے ان پر بھاگنے کے سوا اور کوئی اثر نہیں ہوا○ اور بے شک جب بھی میں نے ان کو بلایا کہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لیے اور ضد کی اور بہت تکبر کیا○ میں نے پھر انہیں بلند آواز سے پکارا' پھر میں نے ظاہرا اور خفیہ طریقہ سے (بھی) انہیں سمجھایا○ میں نے کہا تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو' بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے○ وہ تم پر موسلادھار بارش بھیجے گا○ وہ مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا' وہ تمہارے لیے باغات اگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہا دے گا○ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کو نہیں مانتے○ حالانکہ اس نے تمہیں مرحلہ وار پیدا کیا ہے○ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر بنائے○ اور ان میں چاند کو روشن اور سورج کو چراغ بنایا○ اور اللہ نے تمہیں ایک نوع کی روئیدگی سے اگایا○ پھر تم کو وہ اس زمین میں لوٹائے گا اور (دوبارہ) تم کو نکالے گا○ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا○ کہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو○ نوح نے دعا کی اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور اس کی پیروی کی جس نے ان کے مال اور اولاد میں نقصان کے سوا اور کوئی زیادتی نہیں کی○ اور انہوں نے بہت بڑا مکر کیا○ اور ان کافروں نے کہا تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا○ اور یقیناً انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا اور اے میرے رب ظالموں کے لیے صرف گمراہی کو زیادہ کرنا○ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے پھر آگ میں ڈال دیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں کسی کو اپنا مددگار نہ پایا○ اور نوح نے دعا کی اے میرے رب زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ○ اگر تو نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہی ہوگی○ اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوا اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی مغفرت فرما اور ظالموں کے لیے صرف ہلاکت کو زیادہ فرما۔ (نوح: ۲۸-۱)

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب

جب حضرت نوح علیہ السلام کی اس طویل عرصہ تک تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا اور چند نفوس کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور انہیں یہ خبر دی کہ قوم نوح پر طوفان کا عذاب آئے گا اور حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر ایمان والوں کو کشتی کے ذریعے اس طوفان سے بچالیا جائے گا۔ اس کا بیان سورہ ھود کی چند آیات میں ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:

انہوں نے کہا اے نوح! بے شک تم ہم سے بحث کرتے رہے ہو اور تم ہم سے بہت زیادہ بحث کر چکے ہو' پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس اس عذاب کو لے آؤ جس سے تم ہم کو ڈراتے رہے ہو○ (حضرت) نوح نے کہا: اگر اللہ چاہے گا تو وہی تمہارے پاس اس عذاب کو لائے گا اور تم (اسے) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ اور اگر اللہ نے تمہیں گمراہی پر برقرار رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے تو اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کر بھی لوں تب بھی میری خیر خواہی تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی' وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ کیا وہ (مشرکین مکہ) یہ کہتے ہیں کہ اس کلام کو خود انہوں نے گھڑلیا ہے۔ آپ کہئے اگر (بالفرض) میں نے اس کلام کو گھڑلیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہو گا اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں○ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ صاحب ایمان ہوں گے جو پہلے ہی ایمان لاچکے ہیں تو آپ ان کے کرتوتوں سے غم نہ کریں○ اور آپ ہماری وحی کے مطابق ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بنایئے اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی مجھ سے آپ کوئی سفارش نہ کریں وہ ضرور غرق کیے جائیں گے○ اور نوح کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی ان کی قوم کے (کافر) سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے' نوح نے کہا: اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو عنقریب ہم بھی تمہاری ہنسی اڑائیں گے جیسا کہ تم ہماری ہنسی اڑا رہے ہو○ پس عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو رسوا کرے گا اور کس پر دائمی عذاب آتا ہے○ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے کہا: (اے نوح!) ہر قسم سے ایک جوڑا' دو عدد (نر اور مادہ) اس کشتی میں سوار کرلو اور اپنے اہل کو (بھی) ماسوا ان کے جن کے متعلق غرقابی کا قول واقع ہو چکا ہے اور ایمان والوں کو (بھی) سوار کر لو اور جو ان پر ایمان لائے تھے وہ بہت ہی کم تھے○ اور نوح نے کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے' بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے○ وہ کشتی ان کو پہاڑوں جیسی موجوں کے درمیان سے لے جارہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جو ان سے الگ تھا' اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو○ اس نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچالے گا' نوح نے کہا: آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے مگر وہی بچے گا جس پر اللہ رحم فرمائے گا اور ان کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی تو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا○ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان رک جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور کہا گیا کہ ظالم لوگوں کے لیے دوری ہے○ اور نوح نے اپنے رب کو پکار کر عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے○ فرمایا اے نوح! بے شک وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے یقیناً اس کے کام نیک نہیں ہیں' آپ مجھ سے وہ چیز نہ مانگیں جس کا آپ کو علم نہیں' میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں○ نوح نے کہا: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے میری مغفرت نہ کی اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا○ فرمایا گیا: اے نوح کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ تم پر اور ان جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ جماعتیں ایسی ہیں جن کو ہم (عارضی) فائدہ پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے درد

Marfat.com

ناک عذاب پہنچے گا۔ (ھود: ٤٨-٣٢)

طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتنے آدمی تھے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ اسی نفر تھے۔ ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں۔ اور کعب احبار سے روایت ہے کہ یہ بہتر (٧٢) نفس تھے۔ حضرت نوح کی بیوی جو ان کی کل اولاد حام' سام' یافث اور یام کی ماں تھیں' اور یام کو اہل کتاب کنعان کہتے ہیں اور یہی غرق ہو گیا تھا حضرت نوح کی بیوی بھی غرق ہونے والوں کے ساتھ غرق ہو گئی تھی کیونکہ وہ کافرہ تھی۔

مفسرین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ یہ طوفان زمین کے پہاڑوں سے پندرہ ذراع (ساڑھے بائیس فٹ) تک بلند ہو گیا تھا اور یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا۔ زمین کے تمام طول و عرض میں' نرم اور سخت زمین میں' پہاڑوں میں' میدانوں میں اور ریگستانوں میں۔ غرض روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں بچی تھی جہاں پر یہ طوفان نہ آیا ہو۔

قتادہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین دس رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے وہ ایک سو پچاس دن تک سفر کرتے رہے اور دس محرم کو وہ کشتی سے باہر آئے اور اس دن انہوں نے روزہ رکھا۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کا یہود کے پاس سے گزر ہوا انہوں نے دس محرم کو روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا اس دن اللہ نے حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو غرق سے نجات دی تھی اور اسی دن جودی پر کشتی ٹھہری تھی تو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ اور اس روزے کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا: کہ اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے فرمایا: تم لوگ کشتی سے اترو اور ان تمام جانوروں کو اتارو جو تمہارے ساتھ ہیں۔ بعض جاہل فارسیوں نے اور اہل ہند نے وقوع طوفان کا انکار کیا اور بعض نے اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ طوفان ارض بابل (عراق) میں آیا تھا یہ بے دین مجوسیوں کا قول ہے ورنہ تمام اہل ادیان کا اس پر اتفاق ہے اور تمام رسولوں سے منقول ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ طوفان آیا تھا اور یہ تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر

اہل کتاب کا قول یہ ہے کہ جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تھے اس وقت ان کی عمر چھ سو سال تھی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اس کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ وہ بعثت کے بعد اپنی قوم میں نو سو پچاس سال تک رہے۔ پھر اس کے بعد ان ظالموں پر طوفان آیا۔ پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ طوفان آنے کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ چار سو اسی سال کی عمر میں ان کی بعثت ہوئی اور طوفان کے بعد وہ ساڑھے تین سو سال زندہ رہے اس حساب سے ان کی عمر ایک ہزار سات سو اسی سال ہے۔

امام ابن جریر' امام ازرقی اور دیگر مورخین نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اور یہ قوی قول ہے۔ (البدایہ والنہایہ' ج ١' ص ١٢٤-١٠٠' ملخصا" مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

بعض محققین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جو آج دنیا میں عراق کے نام سے مشہور ہے اور اس کی جائے وقوع موصل کے نواح میں ہے اور جو روایات کردستان اور آرمینیہ میں زمانہ قدیم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی علاقہ میں کسی مقام پر ٹھہری تھی۔

Marfat.com

قصہ نوح نازل کرنے کے فوائد

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ آسمان سے بارش نازل فرما کر مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اور اس آسمانی بارش کی وجہ سے زمین میں روئیدگی ہوتی ہے جو انسانوں کی مادی حیات کا سبب ہے۔ اور اب اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا ذکر ہے جو سب سے پہلے رسول ہیں جن کو انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا اور رسولوں کا بھیجنا انسانوں کی روحانی حیات کا سبب ہے اور جس طرح مادی حیات انسانوں کے لیے نعمت ہے اسی طرح روحانی حیات بھی انسانوں کے لیے نعمت ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نازل کر کے حسب ذیل امور پر تنبیہ کی گئی ہے۔

۱۔ اس قصہ سے نبی ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ مشرکین مکہ جو آپ کے کھلے ہوئے معجزات اور روشن دلائل کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو آپ اس سے ملول خاطر نہ ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس کائنات میں جب سب سے پہلے رسول آئے تو ان کے دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی قوم ان پر ایمان نہیں لائی تھی اور ہمیشہ سے رسولوں کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے۔

۲۔ اس قصہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منکرین کا انجام بالآخر عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا ہے اور یہ دنیا میں ان کا حصہ ہے اور آخرت میں ان کو دائمی عذاب ہوگا اور مومنین کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بالآخر سرفرازی اور آخرت میں سرخروئی عطا فرماتا ہے۔

۳۔ اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کافروں کو لمبے عرصہ تک ڈھیل دیتا ہے' لیکن بالآخر ان کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو کافر اس ڈھیل سے مغرور اور مومن اس سے ملول نہ ہوں۔

۴۔ یہ قصہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ آپ امی تھے آپ نے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور جب آپ نے یہ قصہ ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو واضح ہو گیا کہ آپ اس قصہ پر صرف اللہ تعالیٰ کی وحی سے مطلع ہوئے تھے اور وحی صرف نبی پر ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت برحق تھی۔

اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل

اس آیت میں تین چیزیں مذکور ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے' مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو عبادت کا حکم دیا پھر اس کی دلیل ذکر فرمائی کہ وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے کیونکہ ان کو دنیا میں جو نعمتیں حاصل ہوئیں وہ سب اللہ نے عطا فرمائیں' ہر نعمت کو عطا فرمانے والا اور ہر مصیبت کو دور کرنے والا وہی ہے' اس کے سوا کوئی نہیں ہے تو پھر وہی عبادت کا مستحق ہے سو تم اسی کی عبادت کرو۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن کی تعظیم اور تکریم کرتا ہے' اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ سب سے بڑا اور حقیقی محسن اللہ تعالیٰ ہے تو پھر وہی عبادت کا مستحق ہے اور اسی کی عبادت کرنے کا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا۔

اس کے بعد فرمایا: مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اس خوف سے مراد یقین ہے یا ظن۔ اگر اس سے مراد یقین ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان پر عذاب نازل فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کو عذاب ہوگا۔ اور اگر خوف بمعنی ظن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو غالب گمان تو یہ تھا کہ یہ منکرین اپنے انکار اور کفر پر ڈٹے رہیں گے اور لامحالہ ان پر عذاب آئے گا لیکن ایک مرجوح امکان یہ بھی تھا کہ یہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور ان پر جو عذاب متوقع ہے وہ ٹل جائے۔ اس لیے فرمایا مجھے تم پر عذاب کا خوف ہے۔

Marfat.com

اس عذاب سے مراد عذاب طوفان بھی ہو سکتا ہے اور عذاب قیامت بھی اور چونکہ نوح علیہ السلام نے عظیم دن کا عذاب فرمایا ہے تو اس سے بہ ظاہر قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے۔ کیونکہ عظیم دن سے قیامت کا دن ہی متبادر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک ہم آپ کو یقیناً کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں○ انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کسی قسم کی گمراہی نہیں ہے لیکن میں رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں○ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان باتوں کو جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے○ (الاعراف: ۶۲-۶۰)

اہم اور مشکل الفاظ کے معانی

الملاء: مال دار اور معاشرہ میں بااثر لوگ جن کی لوگوں کے دلوں پر ہیبت چھائی رہتی تھی مجلس میں ان ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی تھیں اور وہ محفل میں صدر نشین ہوتے تھے اور وہ نوح علیہ السلام سے مقابلہ اور مناظرہ کرتے تھے۔

فی ضلال مبین: وہ نوح علیہ السلام سے کہتے تھے کہ آپ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ یعنی اللہ کی توحید' اپنی نبوت' احکام شرعیہ اور قیامت اور آخرت کے متعلق آپ جو کچھ کہتے ہیں' وہ خطا پر مبنی ہے اور غلط ہے۔

لیس بی ضلالۃ: کفار نے حضرت نوح کی طرف کھلی گمراہی کے جس عیب کی نسبت کی تھی' اس کی حضرت نوح نے اپنی ذات سے نفی کی اور اپنی سب سے مکرم اور مشرف صفت کا بیان کیا اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے مخلوق کی طرف رسول اور پیغام رساں ہیں اور ان کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ تبلیغ رسالات یعنی پیغام پہنچانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن چیزوں کا مکلف کیا ہے' یعنی اوامر اور نواہی' ان کا بیان کرتے ہیں' ان کے لیے کیا کام کرنا ضروری ہیں اور کن کاموں کا نہ کرنا ضروری ہے اور یہ کہ کن کاموں پر دنیا میں ان کی مذمت ہوگی اور آخرت میں عذاب ہوگا اور کن کاموں پر ان کی دنیا میں تحسین ہوگی اور آخرت میں ثواب ہوگا۔ یہ وہ پیغامات ہیں جن کو وہ اپنے رب کی طرف سے پہنچاتے تھے' اور نصیحت اور خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی تلقین اور ترغیب دیتے تھے اور کفر اور معصیت سے روکتے تھے اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے۔

پھر فرمایا: میں اللہ کی طرف سے ان باتوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔ یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تو وہ تم کو طوفان کے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ نیز میں جانتا ہوں کہ وہ آخرت میں تم کو ایسے سخت اور دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اللہ کی توحید اور صفات کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے اور اس کا مقصد ان علوم کے حصول کی ترغیب دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تمہیں اس پر تعجب ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تم متقی ہو جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے (ان سب کو) نجات دے دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا' بے شک وہ اندھے لوگ تھے○ (الاعراف: ۶۴-۶۳)

حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کی وجوہات

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنی جنس میں سے ایک انسان کے رسول بنانے کو مستبعد خیال کرتی تھی اور اس پر تعجب کرتی تھی۔ ان کے اس استبعاد اور تعجب کی حسب ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

Marfat.com

۱۔ رسول بھیجنے کا مقصد چند احکام کا مکلف کرنا ہے اور اس تکلیف سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ نفع اور ضرر سے پاک ہے اور نہ بندہ کو اس سے کوئی فائدہ ہے کیونکہ ان احکام کی وجہ سے وہ اس دنیا میں مشقت میں مبتلا ہوتا ہے اور ان احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے آخرت میں ثواب کا حصول متوقع ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان احکام کا مکلف کیے بغیر بھی اس ثواب کو پہنچانے پر قادر ہے تو پھر ان احکام کا مکلف کرنا عبث ہوگا اور اللہ تعالیٰ عبث کام سے پاک ہے لہٰذا کسی رسول کی بعثت باطل ہو گئی۔ کیونکہ رسول صرف احکام پہنچانے کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔

۲۔ اگر احکام کے مکلف کیے جانے کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی رسول کا بھیجنا غیر ضروری ہے کیونکہ رسول اچھے کاموں کا حکم دے گا اور برے کاموں سے روکے گا اور اچھائی اور برائی کے ادراک کے لیے عقل کافی ہے سو جو کام عقل کے نزدیک اچھا ہوگا اس کو ہم کریں گے اور جو برا ہوگا اس کو ترک کر دیں گے پھر کسی رسول کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے!

۳۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ رسول کا بھیجنا ضروری ہے تو پھر کسی فرشتے کو بھیجنا چاہیے 'کیونکہ ان کی ہیبت زیادہ سخت ہوگی اور ان کی پاکیزگی زیادہ اکمل ہوگی' ان کا کھانے پینے سے مستغنی ہونا معلوم ہے اور ان کا گناہوں سے معصوم ہونا اور جھوٹ سے دور ہونا متحقق ہے۔

۴۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ کسی بشر کو رسول بنایا جائے تو اس بشر کو رسول بنانا چاہیے جو معاشرہ میں اپنی دولت اور حکومت کی وجہ سے معزز ہو جس کی لوگوں کے دلوں میں عزت ہو اور اس کا رعب اور دبدبہ ہو' جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس مال تھا نہ حکومت۔

ان وجوہات کی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت اور رسالت پر ان کی قوم کو تعجب ہوتا تھا اور وہ ان کے رسول ہونے کو مستبعد گردانتے تھے۔ اور جن باتوں کو حضرت نوح وحی کہتے تھے' وہ ان کو حضرت نوح کے دماغ کی خرابی (العیاذ باللہ) خیال کرتے تھے اس لیے کہتے تھے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔

قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کا ازالہ

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے اس تعجب اور انکار کو زائل کیا بایں طور کہ اللہ کو کسی کی نیکی سے فائدہ اور کسی کی برائی سے کوئی نقصان نہیں لیکن اللہ نے ان لوگوں کو سخت احکام کا مکلف کیا تاکہ اس کے حکم پر عمل کرنے والوں کو ثواب اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب ہو اور اس سے اس کا فضل اور عدل ظاہر ہوگا۔ وہ رحیم و کریم بھی ہے اور قہر و غضب کرنے والا بھی ہے اور ان احکام کی تکلیف اور رسولوں کی بعثت سے اس کی ان صفات کا ظہور ہوگا۔ عقل تمام احکام کے حسن اور قبح کا ادراک نہیں کر سکتی اور عقل یہ معلوم نہیں کر سکتی کہ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کے اوقات اور طریقوں کو محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ اللہ اپنا کوئی رسول بھیجے جو بندوں کو یہ بتائے کہ اللہ کس فعل سے راضی اور کس فعل سے ناراض ہوتا ہے اور اگر اللہ فرشتہ کو رسول بنا دیتا تو لوگ اس سے کیسے استفادہ کرتے! وہ اس کو دیکھ سکتے تھے نہ اس کا کلام سن سکتے تھے اور چونکہ فرشتہ اور انسان الگ الگ جنس سے ہیں تو فرشتہ کے افعال انسانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے' اور رہا یہ کہ اللہ نے کسی تونگر اور حاکم کو رسول نہیں بنایا بلکہ ایک نادار شخص کو رسول بنایا تو اس میں اللہ کی حکمتیں ہیں کیونکہ جو شخص معاشرہ میں ذی اقتدار ہو لوگ اسے رسول تو کیا خدا بھی مان لیتے ہیں۔ جیسے فرعون اور نمرود کو لوگوں نے خدا مان لیا تھا۔ اللہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ دولت اور حکومت کی طاقت کی بناء پر اس کی وحدانیت کو نہ مانیں بلکہ علم اور حکمت کی بناء پر اور دلائل اور معجزات کی قوت سے اللہ کی وحدانیت کو مانیں۔ اس لیے اس نے ایک انسان کو

Marfat.com

رسالت کے لیے منتخب کیا اور اس میں یہ قوت اور صلاحیت رکھی کہ وہ اللہ سے وحی حاصل کر سکے اور مخلوق کو پہنچا سکے۔ اس کا غیب اور شہادت دونوں سے رابطہ ہو وہ بذریعہ وحی اللہ کے عذاب پر مطلع ہو کر لوگوں کو اس سے ڈرائے اور ان کو ایمان لانے اور نیک عمل کرنے کی ترغیب دے تاکہ ان پر رحم کیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو طوفان سے نجات دے دی اور منکرین اور مکذبین کو غرق کر دیا کیونکہ ان کے دل توحید' نبوت' احکام شرعیہ اور آخرت کو ماننے سے اندھے بن گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا (الانعام: ۱۰۴)

بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایات کی روشن نشانیاں آ گئیں تو جس نے (ان کو) آنکھیں کھول کر دیکھ لیا تو اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو اندھا بنا رہا تو اس میں اسی کا نقصان ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی (ہم قبیلہ) ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا

اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ

تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے ○ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا، بے شک ہم آپ کو

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ

حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور بیشک ہم آپ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں ○ انہوں نے کہا

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾

اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں ○

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں ○ کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ

جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ

جب قوم نوح کے بعد اللہ نے تم کو ان کا جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا، سو

Marfat.com

بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس

لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے، سو آپ ہمارے

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

پاس وہ (عذاب) لے آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں ○ (ہود نے) کہا یقیناً تمہارے رب کی طرف سے

رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا، کیا تم مجھ سے ان ناموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ

اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ

لیے ہیں، جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، سو تم (عذاب کا) انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا

انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○ پس ہم نے ہود کو اور ان کے اصحاب کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ

ع ۹ ۱۲ دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان والے نہ تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی (ہم قبیلہ) ہود کو بھیجا انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے ○

حضرت ہود علیہ السلام کا شجرہ نسب

حضرت ہود علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے:

ہود بن عبداللہ بن رباح بن الجارود بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح نبی اللہ علیہ السلام۔

ایک قول یہ ہے کہ ہود علیہ السلام نے جامع دمشق میں ایک باغ بنایا تھا اور ان کی قبر وہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی قبر مکہ میں ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی قبر یمن میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلا نبی مبعوث کیا وہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ (یہ حافظ ابن عساکر کی تحقیق ہے۔ جمہور کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام اول رسل ہیں) پھر حضرت نوح، پھر حضرت ابراہیم، پھر حضرت اسماعیل، پھر حضرت اسحاق، پھر

Marfat.com

حضرت یعقوب' پھر حضرت یوسف' پھر حضرت لوط' پھر حضرت ھود بن عبداللہ علیہم السلام۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دس نبیوں کے علاوہ باقی تمام انبیاء بنو اسرائیل سے مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ دس نبی یہ ہیں:
حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت لوط' حضرت صالح' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت عیسیٰ اور حضرت سیدنا محمد ﷺ (یہ گیارہ بنتے ہیں)

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد تھی یہ لوگ بت پرست تھے۔ انہوں نے بھی ود' سواع' یغوث اور نسر کی طرح بت بنا لیے تھے ان کے ایک بت کا نام ھبار تھا اور ایک بت کا نام صمود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ھود کو بھیجا' حضرت ھود کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جس کا نام الخلود تھا۔ حضرت ھود متوسط نسب کے تھے اور مکرم جگہ کے رہنے والے تھے بہت حسین و جمیل تھے اور عاد کی طرح جسیم تھے۔ اور آپ کی داڑھی بہت دراز تھی۔ حضرت ھود نے ان لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور لوگوں پر ظلم نہ کریں۔ اس کے علاوہ انہیں اور کوئی حکم نہیں دیا اور انہیں نماز یا کسی اور حکم شرعی کی دعوت نہیں دی' لیکن انہوں نے اللہ کو ماننے سے انکار کیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے عاد کے بھائی کی طرف ھود کو بھیجا اور حضرت ھود ان کی قوم کے ایک فرد تھے اور ان کے دینی بھائی نہ تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق' ج ۲۷' ص ۱۴۹-۱۴۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ھود نے کہا: یاد کرو تم قوم نوح کے جانشین ہو اور تم کو معلوم ہے جب انہوں نے نافرمانی کی تو ان پر کس طرح عذاب آیا تھا تم اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد سورتوں میں قوم عاد کی تفصیل بیان کی ہے ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر حسب ذیل ہے:

عاد کی قوت اور سطوت اور ان پر عذاب نازل ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اور یاد کیجئے عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) کو جب انہوں نے اپنی قوم کو "الاحقاف" میں ڈرایا اور ان سے پہلے کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔ (الاحقاف: ۲۱)

یمامہ' عمان' بحرین' حضر موت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم "الدھنا" یا "الربع الخالی" کے نام سے واقع ہے وہ الاحقاف ہے یہ بہت بڑا ریگستان ہے۔ ہرچند کہ یہ آبادی کے قابل نہیں ہے لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی زمین ہے۔ خصوصاً اس حصہ میں جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی وہ آباد نہیں ہے تاہم زمانہ قدیم میں اسی حضر موت اور نجران کے درمیانی حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قوم عاد نے) کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دو' تو تم وہ (عذاب) ہم پر لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کر رہے ہو' اگر تم سچوں میں سے ہو○ ھود نے فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہی پیغام پہنچاتا ہوں جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں' لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو○ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنے میدانوں کی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا' (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا ہے یہ ایک (سخت) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○ یہ ہر چیز کو اپنے رب

Marfat.com

کے حکم سے برباد کر ڈالے گی' پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان کے گھروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ اور بے شک ہم نے انہیں ان چیزوں پر قدرت دی تھی جن پر تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل ان کے کچھ کام نہ آ سکے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ان کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ (الاحقاف: ۲۶-۲۴)

جس وقت ان پر عذاب آیا اس وقت قحط اور خشک سالی تھی جب انہوں نے امنڈتا ہوا بادل دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگے بہت برسنے والی گھٹا آئی ہے اب سب ندی نالے بھر جائیں گے اور خوش حالی آ جائے گی لیکن یہ بڑے زور کی آندھی تھی جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی اور اس کے زور کے سامنے آدمی' درخت اور جانور تنکوں کی مانند تھے۔ یہ آندھی ہر چیز کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی اور ہر چیز تباہ کر رہی تھی اور سوائے مکانوں کے کھنڈرات کے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (حضرت ھود نے اپنی قوم سے کہا) کیا تم ہر اونچے مقام پر فضول کاموں کے لیے یادگار تعمیر کرتے ہو○؟ اور اس امید پر بلند و بالا عمارات بناتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے○ اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جابروں کی طرح پکڑتے ہو○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو○ اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی○ اور باغوں اور چشموں سے○ بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے○ انہوں نے کہا ہمارے لیے برابر ہے آپ نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں○ یہ صرف وہی پرانے لوگوں کی عادت ہے○ اور ہم عذاب یافتہ نہیں ہوں گے○ سو انہوں نے ھود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مومن نہ تھے○ اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بے حد رحم فرمانے والا○ (الشعراء: ۱۴۰-۱۲۸)

نیز فرمایا: کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا○ ارم (کے لوگ) ستونوں (کی طرح لمبے قد) والے○ جن کی مثل شہروں میں کوئی پیدا نہ کیا گیا تھا○ (الفجر: ۸-۶)

نیز فرمایا: رہی قوم عاد تو اس نے زمین میں ناحق سرکشی کی اور کہا ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار (ہی) کرتے رہے○ سو ہم نے (ان کی) نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت والا عذاب چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو یقیناً زیادہ ذلت والا ہے اور ان کی بالکل مدد نہیں کی جائے گی۔ (حم السجدہ: ۱۶-۱۵)

نیز فرمایا: بے شک ہم نے ان پر نہایت سخت' تیز آواز والی آندھی بھیجی (ان کے حق میں) دائمی نحوست کے دن میں○ وہ آندھی لوگوں کو (اس طرح) اٹھا کر (زمین پر) دے مارتی تھی گویا کہ وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے درختوں کی جڑیں ہیں○ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا خوف دلانا○ (القمر: ۲۱-۱۹)

نیز فرمایا: اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے○ اللہ نے اس آندھی کو ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک متواتر مسلط کر دیا تھا وہ آندھی جڑ کاٹنے والی تھی' سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں○ سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے○ (الحاقہ: ۸-۶)

Marfat.com

قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قوم عاد الاحقاف میں رہتی تھی۔ (الاحقاف: ٢١)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری المتوفی ٧١١ھ لکھتے ہیں:

الاحقاف کا معنی ہے ریگستان' جوہری نے کہا کہ الاحقاف عاد کا وطن ہے' ازہری نے کہا یہ یمن کے شہروں کا ریگستان ہے قوم عاد یہاں رہتی تھی۔ (لسان العرب' ج ٩' ص ٥٢' مطبوعہ نشر ادب الحوزة ایران' ١٤٠٥ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الاحقاف ارض مہرہ اور عمان کے درمیان ایک وادی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: الاحقاف عمان سے لے کر حضر موت تک ایک وادی ہے۔ قتادہ نے کہا: الاحقاف ارض یمن میں بلندی پر ایک ریگستان ہے۔ یاقوت حموی نے کہا ان تینوں اقوال میں اختلاف نہیں ہے۔

(تاج العروس' ج ٦' ص ٤٧' مطبوعہ مطبعہ الخیریہ' مصر' ١٣٠٦ھ' معجم البلدان' ج ١' ص ١١٥' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٣٩٩ھ)

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ١٤١٨ھ (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے' اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے اسے الربع الخالی بھی کہتے ہیں۔ بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے' اندر دھنستی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جو سیاح بھی اس کو عبور کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں کسی زمانہ میں اپنے عہد کی ایک طاقتور زبردست اور متمول قوم آباد تھی۔ (ضیاء القرآن ج ٤' ص ٤٩٠' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور' ١٣٩٩ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

الاحقاف صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغربی حصہ کا نام ہے جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ اور قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ ان کا اصل وطن الاحقاف تھا۔ جہاں سے نکل کر وہ گرد و پیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔ آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے۔ موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ١٢٥ میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ھود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ھود کے نام سے ہی مشہور ہے۔ ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔

الاحقاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقت ور قوم آباد ہوگی۔ اغلب یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے ریگ زار بنا دیا ہوگا۔ آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک لق و دق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی بھی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔ ١٨٤٣ء میں بویریا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارہ پر پہنچ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ حضر موت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فیٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ

Marfat.com

ریت میں غرق ہوتی چلی جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ عرب کے بدو اس علاقہ سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لیے راضی نہیں ہوتے۔ ایک موقع پر جب بدو اسے وہاں لے جانے پر راضی نہ ہوئے تو وہ اکیلا وہاں گیا۔ اس کا بیان ہے کہ یہاں کی ریت بالکل سفوف کی طرح ہے۔ میں نے دور سے ایک شاقول اس میں پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور اس رسی کا سرا جل گیا جس کی ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔

مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو Arabia And The Isles Harold Ingrams, London 1946.

(تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۱۵' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

صالحین کے عرس کی تحقیق

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اس اقتباس سے جہاں الاحقاف کی تاریخی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے' وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ نبیوں اور مقدس اور برگزیدہ بندوں کا عرس منانا صرف اہل سنت بریلی مکتبہ فکر کی اختراع نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان بزرگوں کا عرس مناتے ہیں۔ عرس کی معنوی اصل یہ ہے۔

امام محمد بن عمر الواقد متوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے' جب آپ گھاٹی میں داخل ہوتے تو بہ آواز بلند فرماتے: السلام علیکم۔ کیونکہ تم نے صبر کیا' پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

(کتاب المغازی' ج ۱' ص ۳۱۳' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ' دلائل النبوۃ' ج ۳' ص ۳۰۸' مطبوعہ بیروت' شرح الصدور' ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' درمنثور' ج ۴' ص ۵۶۸' مصنف عبدالرزاق' ۳/ ۵۷۳ (قدیم)' رقم الحدیث (جدید) ۶۷۴۵۔

اور عرس کی لفظی اصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور جب مردہ یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کی قبر وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس کی طرح سو جاؤ جس کو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا۔ (الحدیث)

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۰۷۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں مومن کے لیے عروس کا لفظ وارد ہے اور عروس کا لفظ عرس سے ماخوذ ہے اور یہ عرس کی لفظی اصل ہے۔

عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے۔ ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے' اور قرآن شریف پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں اللہ سے دعا کرنے اور شفاعت کرنے کی درخواست کرنا اس کا ثبوت امام طبرانی کی اس حدیث سے ہے جس میں عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے کی ہدایت کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم الصغیر' ج ۱' ص ۱۸۴-۱۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۴۷۶-۴۷۴' اور شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ' ج ۱' ص ۲۷۴-۲۷۳)

Marfat.com

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ (الحدیث)

(المصنف' ج ۱۲' ص ۳۲' مطبوعہ کراچی' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے' فتح الباری' ج ۲' ص ۴۹۶-۴۹۵' مطبوعہ لاہور)

ان تمام مباحث کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر سال صالحین کے مزارات کی زیارت کے لیے جانا' ان کو سلام پیش کرنا اور ان کی تحسین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت ہے۔ اور ان کے لیے ایصال ثواب کرنا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا بھی صحابہ کرام کی سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' اور ہمارے نزدیک عرس منانے کا یہی طریقہ ہے۔ باقی اب جو لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافات کر لیے ہیں' وہ بزرگان دین کی نذر اور منت مانتے ہیں اور ڈھول' باجوں گاجوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں ناچتے گاتے ہوئے اوباش لڑکے چادر لے کر جاتے ہیں اور چادر چڑھانے کی بھی منت مانی جاتی ہے اور مزارات پر سجدے کرتے ہیں اور مزار کے قریب میلہ لگایا جاتا ہے اور مزامیر کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے اور موسیقی کی ریکارڈنگ ہوتی ہے تو یہ تمام امور بدعت سیئہ قبیحہ ہیں۔ علماء اہل سنت و جماعت ان سے بری اور بیزار ہیں۔ یہ صرف جہلاء کا عمل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: بے شک ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور بے شک ہم آپ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں O انہوں نے کہا: اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں O میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں O کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ نے تم کو ان کا جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو O (الاعراف: ۶۹-۶۶)

حضرت ھود علیہ السلام کے قصہ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق

حضرت ھود علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے اس لیے حضرت ھود علیہ السلام کے قصہ کو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے بعد ذکر فرمایا ہے اور اس قصہ میں مذکور ابتدائی آیات تقریباً ویسی ہی ہیں جیسی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کی گئی' البتہ بعض وجوہ سے ان میں فرق ہے:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں عبادت کا حکم دینے کے بعد انہوں نے فرمایا تھا مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ (الاعراف: ۵۹) اور اس قصہ میں حضرت ھود نے عبادت کا حکم دینے کے بعد فرمایا: تو کیا تم نہیں ڈرتے! (الاعراف: ۶۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے اور ان سے پہلے دنیا میں کسی بڑے عذاب کے نازل ہونے کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا' اس لیے انہوں نے کہا: مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے' اور چونکہ حضرت ھود علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے اور طوفان نوح کا واقعہ تواتر سے مشہور ہو چکا تھا' اس لیے انہوں نے صرف اس کہنے پر اکتفا کیا تو پس کیا تم ڈرتے نہیں ہو!

Marfat.com

۲- حضرت نوح علیہ السلام سے منکروں نے کہا تھا ہم آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں (الاعراف: ۶۰) اور حضرت ھود علیہ السلام سے منکروں نے کہا: ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور ہم آپ کو جھوٹوں سے گمان کرتے ہیں۔ (الاعراف: ۶۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام بہت بڑی کشتی بنا کر خود کو تھکا رہے تھے اور آپ نے لوگوں کو ایک بہت بڑے طوفان کی آمد سے خبردار کیا تھا اور چونکہ اس سے پہلے طوفان کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی تھی اس لیے منکرین نے کہا آپ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں' اور حضرت ھود علیہ السلام نے بتوں کی عبادت کو باطل قرار دیا تھا اور ان کی عبادت کو بے وقوفی فرمایا تھا اس لیے انہوں نے بھی مقابلتاً توحید کی دعوت دینے کو بے وقوفی کہا۔

۳- حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں۔ (الاعراف: ۶۸) حضرت نوح علیہ السلام چونکہ دعوت کی بار بار تجدید کرتے تھے اس لیے انہوں نے جملہ فعلیہ استعمال فرمایا اور حضرت ھود علیہ السلام ثبوت اور استقرار کے ساتھ دعوت دیتے تھے اس لیے اس کو جملہ اسمیہ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ نیز حضرت ھود کی قوم نے ان کو جھوٹوں کی طرف منسوب کیا تھا اس لیے انہوں نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا تم تو مجھے پہلے امین کہتے تھے اور میں تمہارے نزدیک معتمد تھا تو اب اچانک میں بے وقوف کیسے ہو گیا!

۴- حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں یہ فرمایا تھا: کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے۔ (الاعراف: ۶۲) اور حضرت ھود علیہ السلام نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا: اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ نے تم کو ان کا جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ (الاعراف: ۶۹)

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم پر اللہ تعالیٰ کی دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ایک تو یہ کہ انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ان کی زمین کا وارث بنایا اور دوسری یہ کہ ان کو قوم نوح سے زیادہ بڑی جسامت اور قوت عطا فرمائی۔ امام بغوی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان کی قامت اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) تھی۔ وہب نے کہا: ان میں سے ایک آدمی کا سر بڑے گنبد کی طرح تھا۔ (معالم التنزیل' ج ۲' ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت) حضرت ھود نے فرمایا: ان نعمتوں کو یاد کرو یعنی ایسے عمل کرو جو ان نعمتوں کے لائق ہوں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر کرو۔

حضرت نوح اور ھود علیہما السلام کے مقابلہ میں سیدنا محمد ﷺ کی زیادہ عزت اور وجاہت

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب منکروں نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف ایک عیب کی نسبت کی اور ان سے کہا کہ آپ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں تو انہوں نے اس عیب سے خود اپنی براءت کی اور کہا: اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے (الاعراف: ۶۰) اور حضرت ھود علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب منکروں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں تو انہوں نے خود اپنی براءت کی اور کہا: اے میری قوم مجھ میں حماقت نہیں ہے۔

اور جب سیدنا محمد ﷺ کی طرف مشرکین نے عیوب کی نسبت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی براءت کے لیے نہیں چھوڑا بلکہ اللہ نے آپ کی طرف سے براءت بیان کی۔ ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ما انت بنعمة ربك بمجنون ○ وان لك لاجرا غير ممنون ○ وانك لعلى خلق عظيم ○ (القلم: ۲-۴)

آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) مجنون نہیں ہیں ○ اور یقیناً آپ کے لیے غیر متناہی اجر و ثواب ہے ○ اور بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

Marfat.com

عاص بن وائل نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ○ (الکوثر: ۳-۱)

بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ○ تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں ○ یقیناً آپ کا دشمن ہی ابتر (مقطوع النسل) ہے۔

جب اللہ نے اپنی کسی حکمت کی وجہ سے چند دن آپ پر وحی نازل نہیں کی تو ایک مشرک عورت نے کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالضُّحٰى ○ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (الضحیٰ ۳-۱)

چاشت کی قسم ○ اور رات کی قسم جب سیاہی پھیل جائے ○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو' کوہ صفا پر جمع کر کے دعوت توحید کی تو ابولہب نے کہا تبا لک تم پر تباہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامۡرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ○ (اللھب: ۴-۱)

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ تباہ ہو گیا ○ اس کو اس کے مال اور کمائی نے کوئی فائدہ نہ دیا ○ وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں داخل ہو گا ○ اور اس کی عورت (بھی) لکڑیوں کا گٹھا (سر پر) اٹھائے ہوئے ○

رسول اللہ ﷺ کا مقام تو بہت بلند ہے آپ کے قرابت دار اور اصحاب بھی اللہ کو اتنے عزیز تھے کہ اگر کسی نے ان کو عیب لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس عیب سے ان کی براءت بیان کی' حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی دس آیتوں میں (النور: ۲۰-۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت بیان کی۔ اور جب منافقین نے صحابہ کرام کو سفہاء (جاہل' احمق) کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت بیان کی۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالُوۡٓا اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ (البقرہ: ۱۳)

انہوں نے کہا: کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں سنو یقیناً وہی بے وقوف ہیں' لیکن وہ نہیں جانتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے' سو آپ ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آئیں جن کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں' اگر آپ سچوں میں سے ہیں ○ (ھود نے) کہا یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا' کیا تم مجھ سے ان ناموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی' سو تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں ○ پس ہم نے ھود کو اور انکے اصحاب کو عذاب سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے ○ (الاعراف: ۷۲-۷۰)

اللہ تعالیٰ کی توحید اور استحقاق عبادت پر دلیل

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی دعوت دی' اور اس پر یہ

Marfat.com

قوی دلیل قائم کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زیادہ انعام کیے ہیں اور بداہت عقل اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان انعامات میں اور ان نعمتوں کے دینے میں ان بتوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اور عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے اور انتہائی تعظیم کا وہی مستحق ہے جس نے انتہائی نعمتیں عطا کی ہوں' اور جب انتہائی نعمتیں اللہ نے عطا کی ہیں تو وہی عبادت کا مستحق ہے اور بت اس کے لائق اور سزاوار نہیں ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔

حضرت ھود علیہ السلام کی اس قوی اور قطعی دلیل کا ان کی قوم سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور انہوں نے جان چھڑانے کے لیے اپنے باپ دادا کی تقلید کا سہارا لیا اور کہا کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان کی عبادت چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے سو آپ ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام سے یہ نقل کیا کہ انہوں نے کہا: یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت تک تو عذاب نازل نہیں ہوا تھا' پھر حضرت ھود علیہ السلام نے کیسے فرمادیا کہ تم پر عذاب نازل ہو گیا اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا مستقبل میں واقع ہونا یقینی اور قطعی ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کر دیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ نے تم پر عذاب نازل کر دیا اس معنی میں ہے کہ اس نے تم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت ھود علیہ السلام کے نزدیک اس عذاب کا واقع ہونا یقینی تھا۔

اس کے بعد حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھ سے ان ناموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ تم بتوں کو الٰہ کہتے ہو حالانکہ ان میں الوہیت کا کوئی معنی نہیں ہے۔ تم نے کسی بت کا نام عزی رکھا ہے حالانکہ اس میں عزت کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور تمہارے مذہب کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا انجام اور ان پر عذاب کے نزول کو بیان کیا۔ اس کی تفصیل ہم اس رکوع کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم　وقف لازم

اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے (ہم قبیلہ) بھائی صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ

کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آچکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی

لَكُمْ ءَايَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے، اس کو (آزاد) چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی (کے ارادہ) سے نہ چھونا، ورنہ

فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ

تمہیں دردناک عذاب گرفت میں لے لے گا ○ اور یاد کرو جب (قوم) عاد کے بعد اللہ نے تمہیں ان کا

Marfat.com

بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا

جانشین بنایا اور زمین میں تم کو بسایا، تم نرم زمین میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو

قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ

تراش کر گھر بناتے ہو، پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں

لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

فساد نہ پھیلاتے پھرو ○ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان

مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ

کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے کیا تمہیں اس پر یقین ہے کہ صالح

صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ

اپنے رب کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، انہوں نے کہا وہ جس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں ○

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا

متکبرین نے کہا تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں ○ پھر انہوں نے

النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا اے صالح! ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہم کو

اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

ڈراتے تھے، اگر تم رسولوں میں سے ہو ○ تو ان کو زلزلہ (کے عذاب) نے پکڑ لیا پس وہ صبح کو اپنے گھروں

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ

میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے ○ پھر صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے

رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾

رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے (ہم قبیلہ) بھائی صالح کو بھیجا۔ (الآیہ) (الاعراف: ٧٩-٧٣)

قوم ثمود کی اجمالی تاریخ

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کا نام ثمود ہے۔ قوم ثمود بھی سامی اقوام کی ایک شاخ ہے۔ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت جو ایمان والے حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے یہ قوم ان ہی کی نسل سے ہے۔ اس کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ قوم ثمود' ثمود نام کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں اس کا نسب یہ ہے کہ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح۔ یہ قوم مقام الحجر میں رہتی تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ ہے۔ (معالم التنزیل' ج ٢' ص ١٤٥)

حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب الحجر ہے۔ آج کل یہ جگہ فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں اور اس زمانہ میں بھی بعض مصری محققین نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک مکان دیکھا جس کو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہے اس میں متعدد کمرے اور ایک بڑا حوض ہے۔ مشہور مورخ مسعودی نے لکھا ہے الحجر کا یہ مقام جو حجر ثمود کہلاتا ہے' شہر مدین سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح عاد کو عاد ارم کہا گیا ہے اسی طرح ان کی ہلاکت کے بعد ان کو ثمود ارم یا عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ ثمود کے زمانہ کا ٹھیک تعین تو نہیں کیا جا سکا لیکن یہ بات بہرحال یقینی ہے کہ یہ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے صفحہ ہستی پر نمودار ہو کر مٹ چکی تھی۔ ثمود بھی اپنے پیش رو بت پرستوں کی طرح ایک بت پرست قوم تھی۔ اور اس کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اور قوم ثمود کی طرف ان کی بعثت

امام بغوی متوفی ٥١٦ھ نے حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اس طرح لکھا ہے: صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن خادر بن ثمود۔ (معالم التنزیل' ج ٢' ص ١٤٥) حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو بار بار بت پرستی سے منع کیا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی ہدایت کی لیکن ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ حضرت صالح کی مخالفت کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور یہ کہتے تھے اگر ہمارا طریقہ غلط ہوتا اور ہمارا دین باطل ہوتا تو آج ہم کو یہ دھن دولت' سرسبز و شاداب باغات' میوہ جات اور پھلوں کی کثرت اور یہ بلند' عالی شان' مضبوط اور مستحکم مکان حاصل نہ ہوتے۔ تم خود اپنا حال دیکھو اور اپنے پیروکاروں کی غربت اور افلاس پر نظر ڈالو اور پھر بتاؤ کہ خدا کے نزدیک مقبول تم ہو یا ہم ہیں!

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تم جن مضبوط مکانوں اور دیگر سامان زیست پر فخر کر رہے ہو' اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے تو یہ سب ایک پل میں فنا ہو جائیں گے۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اگر واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں تو اللہ کی طرف سے کوئی نشان دکھائیں تب صالح علیہ السلام نے فرمایا تمہارا مطلوبہ نشان اس اونٹنی کی شکل میں موجود ہے۔ اللہ نے تمہارے اور اس کے درمیان پانی کی باری مقرر فرما دی ہے ایک دن یہ پانی پئے گی اور ایک دن تم پیو گے' اونٹنی کی پوری تفصیل حسب ذیل ہے:

قوم ثمود کا حضرت صالح سے معجزہ طلب کرنا اور معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانا اور ان پر عذاب کا نازل ہونا

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن ثمود اپنی مجلس میں جمع ہوئے وہاں حضرت صالح علیہ السلام بھی آ گئے۔ حضرت صالح

Marfat.com

علیہ السلام نے حسب معمول ان کو اللہ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی' ان کو وعظ اور نصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ ثمود نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا اگر آپ اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ دے دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے۔ پھر صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کر دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی جو ان کی طلب کردہ صفات کے مطابق تھی۔ جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا تو ان میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ کی زمین پر کھانے دو وہ جہاں چاہتی چرتی تھی' ایک دن وہ پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی اور جس دن وہ پانی پینے جاتی تو کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی۔ ثمود اپنی باری پر اگلے دن کی ضروریات کے لیے پانی جمع کر کے رکھتے تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن وہ سب لوگ اس اونٹنی کا دودھ پی لیتے تھے۔ پھر شیطان نے ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ ایک شخص ولد الزنا تھا اس کی آنکھیں نیلی اور رنگ سرخ تھا اس کا نام قیدار بن سالف بن جندع تھا۔ وہ ان کا رئیس تھا' سب کے مشورہ سے اس نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔

امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے۔ تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لیے بہ طور انعام دی جائیں گی۔ آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے۔ یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کا بچہ یہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا: آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا' اب اللہ کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا۔ پھر چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ' ج ۱ ص ۱۳۵' ۱۳۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۹۷۴ء)

قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَآ ○ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ○ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ○ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ○ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (الشمس: ۱۱-۱۵)

ثمود نے اپنی سرکشی سے (اپنے رسول کو) جھٹلایا ○ جب ان میں کا سب سے بدبخت اٹھا ○ تو اللہ کے رسول نے ان سے کہا اللہ کی اونٹنی کو (ایذا پہنچانے) اور اس کے پانی کی باری (کو بند کرنے) سے احتراز کرو ○ تو انہوں نے اس (رسول) کو جھٹلایا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں ○ تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت ڈال دی' اس بستی کو پیوند زمین بنا دیا ○ اور وہ ان کو سزا دینے سے نہیں ڈرتا ○

Marfat.com

قوم ثمود کے نو آدمیوں کی سازش کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ○ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ (النمل: ۵۳-۴۸)

اور ثمود کے شہر میں نو شخص ملک میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ○ انہوں نے کہا: سب آپس میں اللہ کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم ضرور صالح اور ان کے اہل پر شب خون ماریں گے پھر ہم ان کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر کے لوگوں کے قتل کے موقع پر ہم حاضر ہی نہ تھے اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں ○ انہوں نے سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر☆ کی اور ان کو پتا ہی نہ چلا ○ تو آپ دیکھئے کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا بے شک ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا ○ سو یہ ان کے ویران گھر گرے پڑے ہیں کیونکہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے (عبرت کی) نشانی ہے ○ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لا چکے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے ○

اونٹنی کا قاتل ایک شخص تھا یا پوری قوم ثمود

قوم ثمود کا قیدار کو اونٹنی کے قتل کے لیے بلانا اور اس کا اونٹنی کو قتل کرنا' اس کا ذکر ان آیات میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ○ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ○ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ○ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ○ (القمر: ۳۱-۲۳)

ثمود نے ڈرانے والے رسولوں کو جھٹلایا ○ انہوں نے کہا: کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی اتباع کریں' تب تو ہم یقیناً ضرور گمراہی اور عذاب میں ہوں گے ○ کیا ہم میں سے صرف اسی پر وحی نازل کی گئی بلکہ وہ بڑا جھوٹا متکبر ہے ○ عنقریب وہ (قیامت کے دن) جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے ○ بے شک ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) آپ (ان کے انجام کا) انتظار کریں اور صبر سے کام لیں ○ اور ان کو بتا دیجئے کہ پانی ان کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم کیا ہوا ہے' ہر ایک اپنے پینے کی باری پر حاضر ہوگا ○ تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے (اونٹنی کو پکڑا اور) اس کی کونچیں کاٹ دیں ○ تو کیسا ہوا میرا عذاب

☆ (حضرت صالح علیہ السلام نے جب انہیں عذاب کی خبر سنائی تو انہوں نے انتقاماً حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی۔ جب وہ لوگ اپنے منصوبہ کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے راستہ ہی میں ان پر پتھر برسا کر ان کو ہلاک کر دیا اور یہ اللہ کی خفیہ تدبیر تھی)

Marfat.com

اور ڈرانا O بے شک ہم نے ان پر ایک خوفناک آواز بھیجی تو وہ
کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی بچی ہوئی باڑ کے چورے کی طرح
(ریزہ ریزہ ہو کر) رہ گئے O

سورہ القمر کی ان آیات میں بتایا ہے کہ ایک شخص (قیدار) نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کیا تھا اور سورۃ الاعراف اور سورۃ الشمس میں فرمایا کہ قوم ثمود نے اس کی کونچیں کاٹی تھیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہرچند کہ یہ ایک شخص کا فعل تھا لیکن چونکہ پوری قوم اس مجرم کی پشت پر تھی اور وہ دراصل اس جرم میں ثمود کی مرضی کا آلہ کار تھا اس لیے اس کا الزام پوری قوم ثمود پر عائد کیا گیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ گناہ جو قوم کی خواہش پر کیا جائے یا جس گناہ پر قوم راضی ہو وہ ایک قومی گناہ ہے بلکہ جو گناہ قوم کے درمیان علی الاعلان کیا جائے اور قوم اس کو برا نہ جانے وہ بھی قومی گناہ ہے۔

اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہات

اس اونٹنی کو "اللہ کی اونٹنی" اس اونٹنی کی تعظیم اور تکریم کے طور پر فرمایا ہے جیسے کعبہ کو بیت اللہ فرمایا ہے۔ اور اونٹنی کا معجزہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ پتھر کی چٹان پھٹ گئی اور اس سے اونٹنی نکل آئی اور یہ خلاف عادت اور معجزہ ہے اور اونٹنی کا صرف اپنی باری پر پانی پینے کے لیے آنا اور کنوئیں کا سارا پانی پی جانا' اور دیگر حیوانات کا اس دن کنوئیں پر نہ آنا اور دوسرے دن آنا یہ تمام باتیں خلاف عادت اور معجزہ ہیں۔

قوم ثمود کے عذاب کی مختلف تعبیریں اور ان میں وجہ تطبیق

ایک اعتراض یہ ہے کہ قوم ثمود کے عذاب کو متعارض اور متضاد عنوانوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے' ایک جگہ اس عذاب کو الرجفہ (زلزلہ) (الاعراف: ۷۸) سے تعبیر فرمایا اور ایک جگہ اس عذاب کو الطاغیہ (حد سے تجاوز کرنے والی چیز) سے تعبیر فرمایا (الحاقہ: ۵) اور متعدد جگہ اس کو الصیحہ (ہولناک آواز) سے تعبیر فرمایا۔ (ھود: ۶۷' الحجر: ۸۳' القمر: ۳۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ عذاب ایک خوفناک زلزلہ کی صورت میں آیا تھا اور زلزلہ میں ہولناک آواز ہوتی ہے اس لیے اس کو الصیحہ سے بھی تعبیر فرمایا اور چونکہ یہ آواز بہت زیادہ حد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس لیے اس کو الطاغیہ سے بھی تعبیر فرمایا۔

قرآن مجید کی ان سورتوں میں قوم ثمود کا ذکر کیا گیا ہے۔ الاعراف' ھود' الحجر' الشعراء' النمل' فصلت' النجم' القمر' الحاقہ' الشمس۔

قوم ثمود کے قصہ کے متعلق احادیث اور آثار

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ ثمود نے کہا: اے صالح! اگر آپ سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں! حضرت صالح نے ان سے کہا: زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تو وہ پہاڑ پھٹ پڑا اور اس کے شگاف سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔ حضرت صالح نے ان سے فرمایا: یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ کی زمین میں چھوڑ دو تاکہ کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ارادہ سے نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (الاعراف: ۷۳) اس کے لیے پینے کی باری ہے اور تمہارے لیے پینے کی باری کا ایک دن مقرر ہے۔ (الشعراء: ۱۵۵) جب وہ اس پابندی سے تنگ آگئے تو انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ حضرت صالح نے ان سے فرمایا: تم صرف تین دن اپنے گھروں میں فائدہ اٹھالو پھر تم پر عذاب

Marfat.com

آئے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا نہ ہوگا۔ (ھود: ۶۵) ایک اور سند سے روایت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا تم پر عذاب آنے کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن جب تم صبح کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے' دوسری صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے اور تیسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے' جب انہوں نے یہ علامت دیکھی تو انہوں نے خوشبو لگائی اور عذاب کے استقبال کے لیے تیار ہو گئے۔

(تفسیر عبدالرزاق' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۱۱' الدر المنثور' ج ۳' ص ۴۹۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۵۱۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: نشانیوں کا سوال نہ کرنا کیونکہ حضرت صالح کی قوم نے نشانیوں کا سوال کیا تھا وہ اس راستہ سے آتے تھے اور اس راستہ سے لوٹتے تھے انہوں نے اپنے رب کی حکم عدولی کی انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر ایک ہولناک آواز نے ان کو پکڑ لیا آسمان کے نیچے جتنے بھی لوگ تھے سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ ماسوا ایک شخص کے جو اللہ کے حرم میں تھا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ شخص کون تھا؟ فرمایا ابو رغال۔ جب وہ حرم سے باہر آیا تو وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہو گیا۔

(تفسیر عبدالرزاق' ج ۱' رقم الحدیث: ۹۱۵' اس کی سند صحیح ہے' مسند احمد' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۴۰۹۲' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' جامع البیان' جز ۸' ص ۲۹۸' مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۵۰' المستدرک' ج ۲' ص ۳۲۰)

امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف گئے تو ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ اس حرم کی وجہ سے اس سے عذاب دور ہو گیا تھا جب وہ حرم سے نکلا تو اس جگہ اس کو وہی عذاب آ پہنچا تو اس کو دفن کر دیا گیا اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن کی گئی تھی۔ اگر تم اس قبر کو کھودو گے تو اس شاخ کو حاصل کر لو گے تو لوگوں نے اس قبر کو کھود کر اس سے وہ سونے کی شاخ نکال لی۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۰۸۸' تفسیر عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۹۱۶' جامع البیان' جز ۸' ص ۲۹۹)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ الحجر سے گزرے تو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں کے پاس سے بغیر روئے نہ گزرنا کہیں تم پر بھی ویسا عذاب نہ آ جائے پھر آپ نے اونٹنی کو تیزی سے دوڑایا اور اس مقام کو پیچھے چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۳۸۰' صحیح مسلم' زہد' ۳۹-۲۹۸۰' ۷۳۲۹' تفسیر عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۹۱۸' جامع البیان' جز ۸' ص ۳۰۰)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں

أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ

میں سے کسی نے نہیں کی ○ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس نفسانی خواہش کے لیے

Marfat.com

النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ

آتے ہو بلکہ تم تو (حیوانوں کی) حد سے (بھی) تجاوز کرنے والے ہو○ ان کی قوم کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں

اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، بے شک یہ بڑے پارسا لوگ

يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

ہیں○ پس ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوا ان کی بیوی کے وہ عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے ہو گئی○

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع ۱۰ ۱۲ ۱۷

اور ہم نے ان پر پتھر برسائے سو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے لوط کو بھیجا۔ (الآیہ) (الاعراف: ۸۴-۸۰)

حضرت لوط علیہ السلام کا شجرہ نسب

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے: لوط بن هاران (هاران حضرت ابراہیم کے بھائی تھے) بن تارخ بن ناحور بن ساروع بن ارعو بن نافع بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ (یہ حضرت ادریس ہیں) بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں قتال کیا وہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن ہیں جب اہل روم نے حضرت لوط علیہ السلام کو قید کر لیا تو حضرت ابراہیم نے ان سے قتال کیا اور حضرت لوط کو چھڑایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی' آپ ان کے متعلق خبروں کے منتظر تھے کہ قریش کی ایک عورت آئی اور کہنے لگی اے ابوالقاسم! میں نے آپ کے داماد کو سفر میں دیکھا ہے' ان کی اہلیہ کمزور لوگوں کے ساتھ دراز گوش پر سوار تھیں اور وہ اس کو چلا رہے تھے اور اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان دونوں کا صاحب ہو' بے شک لوط علیہ السلام کے بعد عثمان اپنے اہل کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارض مقدسہ کی طرف بھیجا گیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو چار شہروں کی طرف بھیجا گیا: سدوم' اموراء' عاموراء اور صبویراء۔ ان میں سے ہر شہر میں ایک لاکھ جنگ جو لوگ تھے ان کا مجموعہ چار لاکھ تھا۔ ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔ حضرت لوط اسی میں رہتے تھے' یہ شام کے شہروں میں سے ہے اور فلسطین سے ایک دن اور رات کی مسافت پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو مہلت دی تھی انہوں نے اسلامی شرم و حیاء کے حجاب چاک کر دیے اور بہت بڑی

Marfat.com

بے حیائی کا ارتکاب کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں جاتے اور ان کو نصیحت کرتے وہ ان کی نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس علاقہ میں رہتی تھی اس کو آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ عراق اور فلسطین کے درمیان میں واقع ہے۔ تورات میں اس علاقہ کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اب بحیرہ مردار میں غرق ہو چکا ہے۔ اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی ہے جسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر مردار یا بحر لوط واقع ہے' اس کے قریب رہنے والوں کا اعتقاد ہے کہ یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں یہ خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے سدوم اور عامورا وغیرہ یہیں تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس زمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اس سے اس کا نام بحر مردار اور بحر لوط ہے۔ اس زمانہ کے محققین نے بھی بحر مردار کے ساحل پر بعض تباہ شدہ بستیوں کے آثار دیکھ کر یہ یقین کر لیا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جس جگہ کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

حضرت لوط کے ہاں فرشتوں کا حسین اور نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب بدمعاشوں نے یہ سنا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آئے ہیں تو وہ حضرت لوط علیہ السلام کے دروازہ پر پہنچے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر دیا اور کہا تم میری بیٹیوں سے نکاح کر لو۔ (ھود: ۷۸) حضرت لوط کو اپنے مہمانوں کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ ایک شخص صرف ایک عورت سے نکاح کرتا تھا' انہوں نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور تم جانتے ہو کہ ہماری خواہش کیا ہے۔ (ھود: ۷۹) حضرت لوط نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور مجھے اپنے مہمانوں کے متعلق شرمندہ نہ کرو' کیا تم میں کوئی نیک آدمی نہیں ہے؟ انہوں نے حضرت لوط کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔ پھر حضرت جبرئیل اپنی اصل صورت میں آ گئے اور کہا: اے لوط! پریشان نہ ہوں' ہم فرشتے ہیں یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے' ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے کہا: آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں' وہ لوگ جب اندر آئے تو حضرت جبرئیل نے اپنے پر ان کے چہروں پر مل دیے ان کے چہرے خون آلود ہو گئے اور ان کی آنکھیں نکل کر زمین پر گر پڑیں۔ تب انہوں نے کہا اے لوط' تمہارے پاس جادوگر تھے جنہوں نے ہمیں اندھا کر دیا وہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے باہر نکلے اور جیسے ہی صبح ہوئی' ان کو عذاب نے آ لیا۔

قوم لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتداء

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں عورتوں کی بجائے مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرنے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ان کے باغات میں پھل تھے اور ان کے کچھ پھل باغات سے اور ان کے گھروں سے باہر لٹکتے رہتے تھے' ایک بار ان کے ہاں قحط پڑ گیا اور پھلوں میں کمی ہو گئی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جو پھل باہر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اگر تم مسافروں کو ان کے کھانے سے منع کر دو تو تمہارے لیے کشادگی ہو جائے گی۔ انہوں نے سوچا کس طرح منع کریں پھر انہوں نے یہ قانون بنایا کہ جو مسافر بھی پھل توڑے گا اس کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہو گا اور اس کو چار درہم جرمانہ دینا ہو گا۔ اس طرح تمہارے پھل محفوظ رہیں گے اور یوں ان کو ہم جنس پرستی کی لت پڑ گئی اور یہ وہ قبیح فعل تھا جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔

قوم لوط میں اس عمل کی ابتداء کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک دن ان کے مردوں کے پاس شیطان انتہائی خوبصورت بچے کی

Marfat.com

شکل میں آیا اور اس نے ان کو اپنے ساتھ اس عمل کی دعوت دی۔ انہوں نے اس کے ساتھ یہ عمل کیا پھر ان کو اس عمل کی لت پڑ گئی۔

حضرت لوط کی بیوی کی خیانت اور قوم لوط کی بری عادتیں

حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں نے خیانت کی تھی۔ ان کی یہ خیانت زنا نہیں تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لوگوں سے یہ کہا تھا کہ یہ مجنون ہیں۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جب ان کے پاس فرشتے بہ صورت مہمان آئے تو اس نے لوگوں کو جا کر بتا دیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ضحاک نے کہا حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی خیانت چغلی کرنا تھی۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم لوط کو دس عادتوں کی وجہ سے ہلاک کیا گیا اور میری امت میں اس سے ایک عادت زیادہ ہوگی۔ ان کے مرد ہم جنس پرست تھے' وہ غلیل سے شکار کرتے تھے' کنکریاں مارتے تھے' حمام میں کھیلتے تھے' دف بجاتے تھے' شراب پیتے تھے' داڑھی کٹاتے تھے اور مونچھیں لمبی رکھتے تھے' سیٹی بجاتے تھے اور تالیاں پیٹتے تھے' ریشم پہنتے تھے اور میری امت میں ان سے ایک عادت زیادہ ہوگی کہ عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔

(کنز العمال' ۱۰۳۱۴' مختصر تاریخ دمشق' ج ۲۱' ص ۲۳۶-۲۴۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے قوم لوط کے عمل (اغلام) کی حسب ذیل عقلی خرابیاں بیان کی ہیں:

۱۔ اکثر لوگ اولاد کے حصول سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ اولاد کی وجہ سے انسان پر ان کی پرورش کا بوجھ پڑ جاتا ہے جس کو اٹھانے کے لیے انسان کو زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماع کو بہت بڑی لذت کے حصول کا سبب بنا دیا ہے' انسان اس لذت کے حصول کے لیے جماع کے فعل کا اقدام کرتا ہے۔ اور جماع کے بعد خواہی نخواہی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقاء کے لیے جماع میں یہ لذت رکھی ہے۔ اب اگر انسان اس لذت کو کسی اور طریقہ سے حاصل کر لے جس سے بچہ پیدا نہ ہو تو اس سے وہ حکمت مطلوبہ حاصل نہیں ہوگی اور اس سے نسل انسانی منقطع ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اس لیے اس عمل کا حرام ہونا ضروری ہوا۔

۲۔ مرد اپنی فطرت اور وضع کے اعتبار سے فاعل ہے اور عورت منفعل ہے اور جب اس عمل کے نتیجہ میں مرد خود منفعل ہو گا تو یہ فطرت اور حکمت کے خلاف ہے۔

۳۔ قضاء شہوت کے لیے مرد کا عورت کے ساتھ یہ عمل کرنا جانوروں کے شہوانی عمل کے مشابہ ہے' اس عمل کو صرف اس وجہ سے اچھا قرار دیا گیا ہے کہ یہ حصول اولاد کا سبب ہے۔ اور جب یہ عمل اس طریقہ سے کیا جائے جس میں حصول اولاد ممکن نہ ہو تو یہ نری حیوانیت ہے اور انسانیت کے بلند مقام سے حیوانوں کی پستی میں جا گرنا ہے۔

۴۔ جب مرد' مرد کے ساتھ یہ فعل کرے گا تو مان لیا کہ فاعل کو اس عمل سے لذت حاصل ہوگی مگر اس سے مفعول کو بہت بڑا عار اور عیب لاحق ہوگا' جو تمام عمر اس کی ذلت اور رسوائی کا سبب ہو گا اور وہ کبھی فاعل کے ساتھ آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکے گا تو ایسی چند منٹ کی خسیس اور گھٹیا لذت کے حصول کا کیا فائدہ جس سے دوسرے شخص کو تمام عمر کے لیے عیب لگ جائے۔

۵۔ اس عمل کے بعد فاعل اور مفعول میں دائمی عداوت ہو جاتی ہے اور مفعول کو فاعل کی شکل سے نفرت ہو جاتی ہے اور

Marfat.com

بعض اوقات مفعول فاعل کو قتل کرنے کا منصوبہ بناتا ہے۔ اس کے برعکس شوہر اپنی بیوی کے ساتھ جب یہ عمل کرتا ہے تو ان میں الفت اور محبت اور بڑھتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الروم: ۲۱)

اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ نے رحم میں منی کو جذب کرنے کی بہت زبردست قوت رکھی ہے پس جب مرد عورت کے ساتھ یہ عمل کرتا ہے تو مرد کے عضو کی نالی سے منی کے تمام قطرات منجذب ہو کر عورت کے رحم میں پہنچ جاتے ہیں' اس کے برعکس جب مرد' مرد کے ساتھ یہ عمل کرے گا تو مفعول کی مقعد میں چونکہ منی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اس عمل کے بعد فاعل کے عضو کی نالی میں کچھ قطرات اور ذرات رہ جاتے ہیں جن میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس سے عضو سوج جاتا ہے اور مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سوزاک وغیرہ۔

قرآن مجید میں عمل قوم لوط کی مذمت

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں قوم لوط کے عمل کی مذمت فرمائی گئی ہے:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝ (الشعراء: ۱۶۶-۱۶۵)

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ ۝ اور اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (الاعراف: ۸۱)

بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم تو حیوانوں کی حد سے (بھی) تجاوز کرنے والے ہو۔

احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت اور سزا کا بیان

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۴۶۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶۱' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۸۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶۳' المستدرک ج ۴' ص ۳۵۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمن کی حکومت ہو جائے گی اور جب زنا بہ کثرت ہو گا تو قیدی بہ کثرت ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل کرنے والے زیادہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا دست رحمت مخلوق سے اٹھا لے گا پھر وہ کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(المعجم الکبیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۷۵۵' مجمع الزوائد' ج ۶' ص ۲۵۵)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سات قسم کے لوگوں کو سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت فرماتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک پر تین بار لعنت کو دہراتا ہے۔ فرماتا ہے: جس نے قوم لوط کا عمل کیا' وہ ملعون ہے۔ جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے' جس نے قوم لوط کا عمل کیا' وہ ملعون ہے۔ جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا وہ ملعون ہے' جس نے جانوروں کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے' جس نے اپنے ماں باپ سے تعلق توڑا وہ ملعون ہے۔ جس نے ایک عورت اور اس کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کیا وہ ملعون ہے' جس نے اللہ کی حدود کو بدلا وہ ملعون ہے۔ جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ ملعون ہے۔

(المعجم الاوسط' ج ۹' رقم الحدیث: ۸۴۹۲' مجمع الزوائد' ج ۶' ص ۲۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں جو اللہ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی میں شام کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت کریں اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں' اور جو لوگ جانوروں سے بدفعلی کریں اور جو لوگ مردوں سے خواہش پوری کریں۔

(المعجم الاوسط' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۵۴' شعب الایمان' رقم الحدیث: ۵۸۳۰' الکامل لابن عدی' ج ۶' ص ۲۲۳۳' مجمع الزوائد)

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو خط لکھا کہ میں نے عرب کے بعض قبیلوں میں یہ دیکھا ہے کہ وہاں مرد کے ساتھ اس طرح فعل کیا جاتا ہے جس طرح عورت کے ساتھ فعل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے مشورہ کیا۔ ان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بھی تھے۔ انہوں نے کہا: یہ وہ گناہ ہے جس کو صرف ایک امت نے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس امت پر عذاب بھیجا اس کا آپ لوگوں کو علم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ پھر حضرت ابوبکر نے اس شخص کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(شعب الایمان' رقم الحدیث: ۵۳۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قوم لوط کا عمل کرتا ہو اس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو رجم (سنگسار) کر دو۔

(سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۵۶۲' المستدرک ج ۴' ص ۳۵۵' المعجم الاوسط' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۱۲۸' مجمع الزوائد' ج ۶' ص ۲۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو مرد سے جنسی خواہش پوری کرے یا عورت سے عمل معکوس کرے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۶۸' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۴۱۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوطی کی حد کیا ہے؟ فرمایا اس کو شہر کی سب سے اونچی عمارت سے نیچے پھینکا جائے' پھر اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۵۲۹' السنن الکبریٰ' ج ۸' ص ۲۳۲)

یزید بن قیس نے بیان کیا کہ حضرت علی نے لوطی کو سنگسار کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۵۳۰' السنن الکبریٰ' ج ۸' ص ۲۳۲)

زہری نے بیان کیا کہ اگر لوطی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر کنوارا ہو تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۵۳۱' مصنف عبدالرزاق' ج ۷' ص ۳۶۳' السنن الکبریٰ' ج ۸' ص ۲۳۳)

Marfat.com

عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اس فعل کی سزا میں امام احمد سے مختلف روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ وہ کنوارہ ہو یا شادی شدہ' اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت علی' حضرت ابن عباس' جابر بن زید' عبداللہ بن معمر اور زہری کا بھی یہی مسلک ہے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مرد' مرد سے خواہش پوری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کو جلا دیا جائے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ تم جن کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔

(المغنی' ج ۹' ص ۵۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام شافعی کے نزدیک اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر وہ کنوارہ ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے' اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فعل زنا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل وطی حرام ہونے میں زنا کے مشابہ ہے۔

(شرح المہذب' ج ۲۰' ص ۲۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک فاعل کو رجم کیا جائے گا خواہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ۔ اسی طرح مفعول اگر بالغ ہو تو اس کو بھی سنگسار کیا جائے گا۔ امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر وہ کنوارہ ہے تو اس کو قید کیا جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی۔ عطاء' ابراہیم نخعی اور ابن المسیب کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس فعل میں مطلقاً حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر اس نے کسی اجنبی کے ساتھ یہ فعل کیا ہے تو اس پر حد ہے' کنوارے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر اس نے اپنے غلام' باندی یا بیوی کے ساتھ یہ فعل کیا ہے تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔ زیادات میں مذکور ہے اگر کوئی شخص اس فعل کا عادی ہے تو پھر اس کی سزا خلیفہ کی طرف مفوض ہے۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو اس کو قتل کر دے' اگر چاہے تو اس کو کوڑے مارے اور اگر چاہے تو اس کو قید کر دے۔ فتح القدیر میں مذکور ہے اگر کوئی شخص بار بار یہ فعل کرے تو مفتی بہ قول پر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ درر غرر میں مذکور ہے تعزیر یہ ہے کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے یا اس پر دیوار گرا دی جائے یا اس کو بلندی سے گرا دیا جائے پھر اس کو سنگسار کیا جائے۔ الحاوی میں مذکور ہے اس کو کوڑے مارنا زیادہ صحیح ہے۔ فتح القدیر میں مذکور ہے اس کو قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے یا مر جائے اور اگر وہ اس فعل کا عادی ہو تو اس کو خلیفۃ المسلمین قتل کر دے۔

(رد المحتار' ج ۳' ص ۱۵۶-۱۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قوم لوط پر عذاب کی کیفیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (الاعراف: ۸۴)

سو ہم نے ان پر پتھر برسائے سو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد ﷺ آپ دیکھئے کہ قوم لوط کے جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی اور

Marfat.com

انہوں نے دلیری سے بے حیائی کے کام کیے اور مردوں سے خواہش نفس پوری کی' ان کا کیسا انجام ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں کی کنکریاں برسائیں۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۲۲۲)

جب عذاب الٰہی کا وقت آ گیا اور رات کی ابتداء ہوئی تو فرشتوں کے اشارہ پر حضرت لوط اپنے خاندان سمیت دوسری طرف سے نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے لیکن ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا اور راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم واپس آ گئی۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو پہلے تو ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی والی زمین کو اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان مٹا دیا اور وہی ہوا جو اس سے پہلے کفار کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے (ہم قبیلہ) بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اس کے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے، پس تم

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى

پورا پورا ناپ اور تول کرو، اور لوگوں کو کم تول کر ان کی چیزیں نہ دو، اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں

الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ ج

فساد نہ کرو، اگر تم ایمان لانے والے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ○

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ ایمان والوں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا

روکو اور اس (سیدھے) راستہ کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو، اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے

فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ

تو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا، اور غور سے دیکھو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے ○ اگر تمہاری ایک جماعت

Marfat.com

طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا

اس (دین) پر ایمان لائی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی،

فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے (ہم قبیلہ) بھائی شعیب کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے' بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے' پس تم پورا پورا ناپ اور تول کرو' اور لوگوں کو کم تول کر ان کی چیزیں نہ دو' اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ کرو' اگر تم ایمان لانے والے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (الاعراف: ۸۵)

حضرت شعیب کا نام و نسب

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام' بویب بن مدین بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شعیب بن میحون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم کے بیٹے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سحر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔

ان کی دادی اور ایک قول کے مطابق ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت کی اور ان کی ساتھ دمشق سے گزرے۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب اور بلعم اس قبیلہ سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس دن ایمان لایا تھا جس دن ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی اور حضرت ابراہیم نے حضرت لوط کی بیٹیوں سے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل تورات کے نزدیک ان کا نام تورات میں میکائیل ہے اور سریانیہ میں ان کا نام حری بن یسحر ہے اور عبرانیہ میں ان کا نام شعیب ہے۔

مدین اور اصحاب الایکہ ایک قوم ہیں یا الگ الگ؟

عکرمہ نے کہا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔ ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پھر اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ (سرسبز جھاڑیوں والے علاقے کے رہنے والے) کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا (ہر چند کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن اس حدیث کی بناء پر یہی قول راجح ہے کہ یہ دو الگ الگ امتیں ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب الرس (اندھے کنوئیں والے) (الفرقان: ۳۸) فرمایا ہے اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔

Marfat.com

اور ایک قول یہ ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ ان دونوں سے مراد ایک قوم ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق 'ج ۱۰'ص ۳۰۹-۳۰۷ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۰۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کی تحقیق یہ ہے کہ اصحاب الایکہ اور مدین دونوں سے مراد ایک ہی قوم ہے۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی نسل سے تھے اور قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی' وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا اس لیے اس کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس علاقہ میں ایکہ نام کا ایک درخت تھا اور مدین اس درخت کی پرستش کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا۔ بہرحال مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ الگ الگ قومیں ہیں یا یہ دونوں ایک قوم ہیں۔

(البدایہ والنہایہ 'ج ۱'ص ۱۹۰ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب کا مقام بعثت

قرآن مجید میں ہے:

وانهما لبامام مبين (الحجر: ۷۹) اور لوط کی قوم اور مدین دونوں بڑی شاہراہ پر آباد تھیں۔

جو شاہراہ حجاز کے قافلوں کو شام' فلسطین' یمن' بلکہ مصر تک لے جاتی تھی اور بحر قلزم کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی قرآن مجید اسی کو امام مبین فرماتا ہے۔ یہ شاہراہ قریشی قافلوں کے لیے بہت متعارف اور تجارتی سڑک تھی۔ مدین کا قبیلہ بحر قلزم کے مشرقی کنارہ اور عرب کے شمال مغرب میں شام کے متصل حجاز کا آخری حصہ تھا۔

بعض متاخرین لکھتے ہیں:

مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں' بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا۔ مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا' یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانہ میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کے کنارے یمن سے مکہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی' اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقف تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی' کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے مصر اور شام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان سے گزرتے تھے۔

حضرت شعیب کی قوم پر عذاب کا نزول

سورۃ الشعراء میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے:

اصحاب الایکہ نے رسولوں کی تکذیب کی○ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟○ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں○ سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ میں تم سے اس کی تبلیغ پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف اللہ رب العلمین پر ہے○ پورا پورا ناپ کر دو اور کم ناپنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ○ اور درست ترازو سے وزن کرو○ اور لوگوں کی چیزیں کم تول کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی جماعتوں کو پیدا کیا ہے○ انہوں نے کہا: آپ تو صرف سحرزدہ لوگوں میں سے ہیں○ اور آپ تو صرف ہم جیسے بشر ہیں' اور ہم آپ کو صرف جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں○ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں○ شعیب نے کہا: میرا رب تمہارے کاموں کو

Marfat.com

خوب جانتا ہے O تو انہوں نے شعیب کو جھٹلایا پس ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک وہ بڑے خوفناک دن کا عذاب تھا O بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر مومن نہ تھے O اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب بہت رحم فرمانے والا ہے O (الشعراء: ۱۹۱-۱۷۶)

ایک اور مقام پر فرمایا:

اور شعیب کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: (اے لوگو!) اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو یقیناً نقصان اٹھانے والے ہو گے O تو ان کو ایک زلزلہ نے پکڑ لیا پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ ہلاک ہوئے پڑے تھے O (الاعراف: ۹۱-۹۰)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کو مدین کی طرف بھیجا تو ان کی عمر بیس سال تھی۔ یہ لوگ ناپ اور تول میں کمی کیا کرتے تھے۔ حضرت شعیب نے ان کو کمی کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت شعیب کا لقب خطیب الانبیاء ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کو بہت اچھا جواب دیتے تھے۔ جب ان کی قوم کی سرکشی نے بہت طول پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط کر دی۔ وہ اپنے گھروں میں گئے تو وہاں بھی گرمی کا سامنا تھا۔ پھر وہ جنگل کی طرف نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس نے ان کو دھوپ سے سایہ مہیا کیا اس بادل کے نیچے ان کو بہت ٹھنڈک اور آرام ملا۔ پھر انہوں نے باقی لوگوں کو بلایا اور سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا دیا۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ یوم الظلہ (سائبان یا بادل کے دن) کا عذاب تھا۔

مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب نے باقی عمر اصحاب الایکہ میں گزاری اور انہیں اللہ سبحانہ کی طرف دعوت دیتے رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے مگر ان کی سرکشی دن بہ دن بڑھتی رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی مسلط کی اور ان پر بھی وہی عذاب آیا۔ (مراۃ الزمان' ج ا' ص ۳۸۸-۳۸۷)

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ اھل مدین کو ایک زبردست گرج دار آواز کا عذاب آیا تھا اور اصحاب الایکہ پر مسلسل سات دن گرمی مسلط کی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے آگ بھیجی جس نے ان کو کھا لیا اور یہی یوم الظلہ کا عذاب تھا۔

(سورہ الاعراف میں مدین پر زلزلہ کے عذاب کا ذکر ہے یہ زلزلہ اسی آواز سے آیا تھا' اور سورہ الشعراء میں اصحاب الایکہ پر یوم الظلہ کے عذاب کا ذکر ہے)

ابو المنذر نے کہا پھر حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا پھر وہ مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے اور ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی اور ان کو حجر اسود کے سامنے مسجد حرام میں دفن کیا گیا۔

(المنتظم' ج ا' ص ۲۱۱-۲۰۵' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر کے متعلق دوسری روایت یہ ہے:

حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر

شیخ محمد حفظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں:

حضر موت میں ایک قبر ہے جو زیارت گاہ عوام و خواص ہے وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شعیب (علیہ السلام) کی قبر ہے۔ حضرت شعیب مدین کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ حضر موت کے مشہور شہر

Marfat.com

"شیون" کے مغربی جانب ایک مقام ہے جس کو شام کہتے ہیں۔ اس جگہ اگر کوئی مسافر وادی ابن علی کی راہ ہوتا ہوا شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ قبر ہے' یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں ہے اور جو شخص بھی یہاں آتا ہے صرف زیارت ہی کے لیے آتا ہے۔ (قصص القرآن' ج ۱' ص ۳۵۴' مطبوعہ دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۷۲ء)

شیخ حفظ الرحمٰن کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور نفوس قدسیہ کی مبارک قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا دنیا کے تمام مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (نیز شعیب نے کہا) اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ ایمان والوں کو ڈراؤ' اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے روکو' اور اس (سیدھے) راستہ کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو' اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے تو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور غور سے دیکھ لو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے ○ اگر تمہاری ایک جماعت اس (دین) پر ایمان لائی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (الاعراف: ۸۷-۸۶)

ڈرا دھمکا کر ناجائز رقم بٹورنے والے

حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین کو راستہ پر بیٹھنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ راستہ پر بیٹھ کر ایمان والوں کو ڈراتے تھے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔

حضرت ابن عباس' قتادہ اور مجاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ ان راستوں پر بیٹھ جاتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جاتے تھے اور جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جانا چاہتے تھے ان کو روکتے تھے اور کہتے تھے ان کے پاس نہ جاؤ وہ کذاب ہیں' جیسا کہ قریش نبی ﷺ کے ساتھ کرتے اور یہ اس آیت کا ظاہری معنی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد ڈاکہ ڈالنا ہے جو لوگ راستہ پر چلنے والے مسافروں کو ڈرا دھمکا کر لوٹ لیتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق المائدہ: ۳۳ میں گزر چکی ہے۔

بعض علماء نے کہا: اس زمانہ میں اس سے مراد ناجائز ٹیکس وصول کرنے والے ہیں جو لوگوں سے جبراً وہ وصول کرتے ہیں جو شرعاً ان پر لازم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانہ میں حکمرانوں نے ہر چیز پر انواع و اقسام کے ٹیکس عائد کیے ہوئے ہیں اور عوام کے ٹیکسوں سے صدر' وزیر اعظم' وفاقی وزراء' گورنر اور صوبائی وزراء کی رہائش کے لیے عالی شان محل نما بنگلے اور کوٹھیاں ہیں۔ ان کے سفر کرنے کے لیے خصوصی طیارے ہیں۔ یہ سال میں ان گنت مرتبہ بیرونی دوروں پر جاتے ہیں اور اپنے ساتھ خوشامدیوں کے ٹولے کو لے جاتے ہیں اور ان کو شاپنگ کے لیے بڑی بڑی رقمیں دی جاتی ہیں۔ ان کے اللوں تللوں پر مشتمل اخراجات لاکھوں روپیہ سے متجاوز ہیں۔ غریب عوام کے کھانے کے لیے روٹی بمشکل میسر ہوتی ہے' سر چھپانے کے لیے چھت کا سایہ حاصل کرنا بہت کٹھن ہے اور یہ عوام کے خون پسینے سے کمائی ہوئی رقم سے جبراً ٹیکس وصول کر کے بے دردی سے اپنی عیاشیوں پر خرچ کرتے ہیں۔ قومی منصوبوں کے نام پر عالمی بینک سے قرض لیتے ہیں اور اس رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کر دیتے ہیں اور قوم کو قرض میں گرفتار کر دیتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں غنڈے' مسٹنڈے اور دہشت گرد دکانوں اور گھروں سے زبردستی بھتہ وصول کرتے ہیں۔ فطرانہ' زکوٰۃ اور چرم ہائے قربانی بھی جبراً وصول کرتے ہیں اور اس رقم کو اسلحہ خریدنے اور اپنی رنگ رلیوں اور عیاشیوں پر خرچ کرتے ہیں۔ گاڑیاں چھین کر ڈاکے ڈالتے ہیں اور قتل و غارت گری کی وارداتیں کرتے ہیں۔ وہ بھی

Marfat.com

اس آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

قوم شعیب کو ترغیب اور ترہیب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کا یہ قول نقل فرمایا: اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے تو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت پر برانگیختہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ان کو دور رہنے کی ترغیب دی جائے۔ اس آیت کے تین محمل ہیں۔ ایک یہ کہ تم عدد میں کم تھے تو تم کو تعداد میں زیادہ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ تمہارے پاس مال کم تھا تو تم کو زیادہ مال عطا کیا اور تیسرا یہ کہ تم جسمانی طور پر کمزور تھے تو تم کو طاقتور کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا: غور سے دیکھ لو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ پہلی آیت میں ان کو ایمان لانے کی ترغیب دی تھی اور اس آیت میں ان کو ترہیب کی ہے اور ایمان نہ لانے پر ڈرایا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ

ان (شعیب) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب! ہم تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ

اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، شعیب نے جواب دیا خواہ

اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ

ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں ○ بیشک ہم نے اللہ پر بہتان باندھ دیا اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ

گئے اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے اور ہمارے لیے اس دین میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ

سوا اس کے کہ اللہ ہی چاہے جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ پر ہی توکل

تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

کیا ہے، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ○

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ

اور اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا (اے لوگو!) اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے

Marfat.com

إِذًا لَّخٰسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿٩١﴾

والوں میں سے ہو گے ○ سو ان کو ایک ہولناک آواز (زلزلہ) نے پکڑ لیا اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مردہ پڑے تھے○

الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۛ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی (وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹ گئے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے، جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب

كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ

کی تھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے ○ پھر شعیب ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہا اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے

رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِينَ ﴿٩٣﴾

پیغامات پہنچا دیے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی، تو اب میں کافروں (کے عذاب) پر کیوں کر افسوس کروں! ○

(حاشیہ: ع ۱۱ — عند المتقدمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس (شعیب) کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں' ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ' شعیب نے جواب دیا خواہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں○ (الاعراف: ۸۸)

حضرت شعیب علیہ السلام پر کفر میں لوٹنے کے اعتراض کے جوابات

قرآن مجید میں ہے او لتعودن فی ملتنا اس کا معنی ہے "یا پھر تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ" اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان کے دین میں شامل تھے۔ گویا آپ پہلے (العیاذ باللہ) کافر تھے۔ اس سوال کے متعدد جواب دیے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پیروکار ان کے دین میں داخل ہونے سے پہلے کافر تھے۔ سو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے حضرت شعیب کو تغلیباً ان کے پیروکاروں میں شامل کر کے یہ کہا کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔

۲۔ کافر سرداروں نے عوام پر تلبیس اور اشتباہ ڈالنے کے لیے اس طرح کہا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان کے ہی ہم عقیدہ تھے اور پھر ان سے منحرف ہو کر کسی نئے دین میں داخل ہو گئے اور حضرت شعیب نے جواب بھی ان کے ایہام کے موافق دیا کہ اگر ہم تمہارے دین میں واپس آ گئے۔

۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام ابتداء میں اپنے دین کو مخفی رکھتے تھے۔ اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہیں۔

۴۔ اس آیت میں عود صیرورت کے معنی میں ہے یعنی یا پھر تم ہمارے دین میں آ جاؤ اور ہم نے اسی اسلوب پر اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے بطور استفہام انکار اور تعجب کے فرمایا کہ تم ہمیں اپنے دین میں داخل ہونے کے لیے کہتے ہو کیا تم ہمیں ہماری مرضی اور پسند کے خلاف اپنے دین میں داخل کر لو گے' تم کو یہ علم نہیں کہ توحید کا عقیدہ ہمارے دلوں

Marfat.com

میں پیوست ہے اس کو کوئی نہیں نکال سکتا۔ تم ہمیں اس بستی سے نکالنے کی دھمکی دیتے ہو تو سن لو کہ دین کی محبت کے مقابلہ میں وطن کی محبت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب نے کہا) بے شک ہم نے اللہ پر بہتان باندھ دیا اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہوگئے اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے اور ہمارے لیے اس دین میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے' ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے' اے ہمارے رب ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے اور تو سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہےO (الاعراف: ۸۹)

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دین میں دخول سے محفوظ رکھا ہے اور ہمیں اب کفر میں داخل ہونے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں یہی ہو تو پھر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور ہر چیز میں اس کی حکمت بالغہ ہے' سو تم یہ طمع نہ کرو کہ اللہ کی مشیت میں یہ ہوگا کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو ایمان پر ثابت قدم نہیں رکھے گا اور وہ ہمیں گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں اور مومنوں کو مرتد کرنا چاہے اور ان کو کفر اور گمراہی میں ڈالنا چاہے یہ چیز اللہ کی حکمت کے خلاف ہے اور ہم نے ہر چیز اور ہر بات میں اللہ ہی پر توکل کر لیا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کو کافی ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

(الطلاق: ۳)

توکل کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ توکل کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے کسی کو والی بنانا اور دوسرا معنی ہے کسی پر اعتماد کرنا۔ (المفردات' ج ۲' ص ۶۸۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ المکرمہ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

توکل یہ ہے کہ تمام معاملات کو اللہ کے حوالے کر دیا جائے جو مسبب الاسباب ہے اور اسباب عادیہ سے قطع نظر کر لی جائے' اور دوسری تعریف یہ ہے کہ جو چیز انسان کی طاقت سے باہر ہے اس میں سعی اور کوشش کو ترک کر دیا جائے اور جو سبب اس کی طاقت میں ہے اس کے حصول کی سعی کی جائے اور یہ گمان نہ کرے کہ مسبب کا حصول اس سبب سے ہوا ہے بلکہ اس کے حصول کا اللہ کی جانب سے اعتقاد رکھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں' آپ نے فرمایا: اس کو باندھ کر توکل کرو۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۵۲۵' دار الفکر بیروت' جامع الاصول' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۹۵۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

لوہے سے داغنے اور دم کرانے پر توکل سے بری ہونے کا اشکال

بہ ظاہر اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گرم لوہے سے داغ لگایا یا دم کرنے کو طلب کیا تو وہ توکل سے بری ہوگیا۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۰۶۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۸۶۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۴۹۰' مسند احمد' ج ۴' ص ۲۴۹)

Marfat.com

طبع قدیم' مسند احمد' ج ٦' رقم الحدیث: ١٨٢٢٥' طبع جدید' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ٧٦٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨' ص ٦٩' مسند عبد بن حمید' رقم الحدیث: ٣٩٣' السنن الکبریٰ للبیہقی' ج ٩' ص ٣٤١' جامع الاصول' ج ٧' رقم الحدیث: ٥٦٣٤' شعب الایمان' ج ٢' رقم الحدیث: ١١٦٥)

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس شخص نے علاج کی نیت سے اپنے کسی عضو پر گرم لوہے سے داغ لگایا یا کسی شخص سے دم کرایا تو وہ توکل سے بری ہو گیا کیونکہ نبی ﷺ نے خود علاج کرنے کی ہدایت کی ہے۔

دوا کرنے اور علاج کرانے کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے پس جب کسی بیماری کی دوا حاصل ہو جائے تو وہ اللہ کے اذن سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم' الطب: ٦٩' (٢٢٠٤) ٥٦٣٧' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ٤' رقم الحدیث: ٧٥٥٦' مسند احمد' ج ٣' ص ٣٣٥' جامع الاصول' ج ٧' رقم الحدیث: ٥٦٢٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے کوئی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کی دوا بھی نازل کی ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٥٦٧٨' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٣٤٣٩' جامع الاصول' ج ٧' رقم الحدیث: ٥٦٣٠' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ٤' رقم الحدیث: ٧٥٥٥)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم دوا کریں آپ نے فرمایا دوا کرو' کیونکہ اللہ نے جو بیماری بنائی ہے اس کے لیے دوا بھی بنائی ہے سوائے بڑھاپے کی بیماری کے۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ٣٨٥٥' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٣٤٣٦' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ٢٠٤٥' السنن الکبریٰ' للنسائی' ج ٤' رقم الحدیث: ٧٥٥٣' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ٨٢٤' مسند احمد' ج ٤' ص ٢٧٨' جامع الاصول' ج ٦' رقم الحدیث: ٥٦٢٨' الادب المفرد' رقم الحدیث: ٢٩١' صحیح ابن حبان' ج ١٣' رقم الحدیث: ٦٠٦١' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٨' ص ٢' المعجم الکبیر' ج ١' رقم الحدیث: ٤٦٩' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٩' ص ٣٤٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف ایک طبیب بھیجا' اس نے ان کی ایک رگ کاٹی پھر اس پر گرم لوہے سے داغ لگایا۔

(صحیح مسلم' سلام: ٧٣' (٢٢٠٧) ٥٦٤١' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ٣٨٦٤' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٣٤٩٣' مسند احمد' ج ٣' ص ٣٠٣' مسند عبد بن حمید' رقم الحدیث: ١٠١٨' جامع الاصول' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٥٨٥)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کو تیر کے زخم کی وجہ سے گرم لوہے سے داغ لگایا۔ (سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ٣٨٦٦' جامع الاصول' ج ٧' رقم الحدیث: ٥٦٨٤)

دوا اور دم سے نبی ﷺ کا علاج کرانا

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنا علاج فرمایا ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ کا کس چیز سے علاج کیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: اب اس چیز کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لے کر آتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس سے زخم کو دھوتیں

Marfat.com

پھر چٹائی کو جلایا گیا اور اس کی راکھ زخم میں بھر دی گئی۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۹۰۳، صحیح مسلم، جہاد: ۱۰۱ (۱۷۹۰) ۴۵۶۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۹۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۴۶۴، مسند احمد، ج ۸، رقم الحدیث: ۲۲۸۶۳، صحیح ابن حبان، ج ۱۳، رقم الحدیث: ۶۵۷۸)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گردن کی دونوں جانبوں کی رگوں اور کندھوں کے درمیان فصد لگواتے تھے اور آپ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو فصد لگواتے تھے۔ (نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری بہترین دوا فصد لگانا ہے)
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۶۹۶، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۵۸، ۳۸۶۰، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۴۸۳، صحیح ابن حبان، ج ۱۳، رقم الحدیث: ۶۰۷۷، مسند احمد، ج ۴، رقم الحدیث: ۱۳۱۹۲، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۹، رقم الحدیث: ۳۴۰، جامع الاصول، ج ۷، رقم الحدیث: ۵۶۷۴)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی خدمت کرتی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پیر میں جب بھی کوئی چھالا یا زخم ہوتا تو آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی لگادوں۔
(سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۵۴، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۸۵۸، مسند عبد بن حمید، رقم الحدیث: ۱۵۶۳، مسند احمد، ج ۶، ص ۴۶۲، جامع الاصول، ج ۷، رقم الحدیث: ۵۶۴۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوتے تو ایک مٹھی کلونجی پھانک لیتے اور اس کے اوپر پانی اور شہد پیتے۔ (المعجم الاوسط، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۰۹، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۸۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل آکر آپ پر ان کلمات سے دم کرتے باسم یبریک ومن کل داء یشفیک ومن شر حاسد اذا حسد وشر کل ذی عین۔
(صحیح مسلم، الطب: ۳۹، (۲۱۸۵) ۵۵۹۵)

اشکال مذکور کا جواب

جب ان متعدد احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نے بیماری میں علاج کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے خود بھی بیماری میں علاج کیا ہے اور آپ پر دم کیا گیا ہے اور آپ نے صحابہ کا داغ لگانے سے علاج کیا ہے، تو واضح ہو گیا کہ دوا، دم اور علاج کے ذریعہ اسباب کی رعایت کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ کھانے کے ذریعہ بھوک کو دور کرنا اور پانی کے ذریعہ پیاس کو دور کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ نبی ﷺ غار حراء میں کئی کئی دنوں کا کھانا لے کر جاتے تھے۔ ازواج مطہرات کو ایک سال کی خوراک فراہم کرتے تھے۔ جنگ احد میں آپ دو زرہیں پہن کر گئے تھے، بیماری میں علاج کرتے تھے، دم کراتے تھے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ کسی مقصود کے اسباب کو حاصل کرنا توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ سید المتوکلین ہیں، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے گرم لوہے سے جسم کو داغا یا دم کرایا، وہ توکل سے بری ہو گیا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ جس نے ان کو شفا کا قطعی اور یقینی سبب گمان کیا اور اس سے غافل ہو گیا کہ شفاء اللہ نے دینی ہے تو وہ توکل سے بری ہو گیا، اور جس نے یہ گمان کیا کہ یہ محض اسباب عادیہ ہیں اور شفا کی صرف اللہ سے امید رکھی تو اس کا توکل اپنے حال پر ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ظاہر ہے۔

توکل کی تعریف پر ایک اور اشکال کا جواب

یہ حدیث بھی بہ ظاہر توکل کی تعریف کے خلاف ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے' وہ صبح کو خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو ان کا پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۳۵۱' جامع الاصول' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۶۱۹' مسند احمد' ج ۱' رقم الحدیث ۲۰۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۱۶۴' کتاب الزہد لابن المبارک' رقم الحدیث: ۵۵۹' مسند ابو یعلیٰ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۴۷' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۷۳۰' المستدرک' ج ۴' ص ۳۱۸' حلیۃ الاولیاء' ج ۱۰' ص ۶۹' شعب الایمان' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۱۸۲)

اللہ تعالیٰ پر کماحقہ توکل کرنے کا معنی یہ ہے کہ تم یہ یقین رکھو کہ ہر چیز کو وجود میں لانے والا صرف اللہ ہے اور کسی چیز کا ملنا یا نہ ملنا' نفع اور نقصان' فقر اور غنا' مرض اور صحت' امتحان میں کامیابی اور ناکامی' موت اور حیات اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار میں ہیں۔ پھر اس یقین کے ساتھ اپنے مطلوب کو حاصل کرنے کے لیے اسباب کو بروئے کار لایا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے ہی شاد کام کرے گا جیسے وہ پرندوں کو شاد کام کرتا ہے وہ صبح رزق کی تلاش میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسب کو ترک کر دیا جائے کیونکہ پرندے بھی رزق کی تلاش میں سعی اور کسب کرتے ہیں۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں قناعت اور توکل کے بعض مدعی بغیر زاد راہ کے سفر کرتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ بدعت ہے' صحابہ اور سلف صالحین سے منقول نہیں ہے بلکہ سلف صالحین زاد راہ لے کر سفر کرتے تھے اور ان کا توکل زاد راہ پر نہیں اللہ پر ہوتا تھا۔ (احیاء العلوم' ج ۴' ص ۲۲۱' مطبوعہ دار الخیر' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ان کی کافر قوم پر عذاب نازل فرمائے جس سے حضرت شعیب کا اور ان کے متبعین کا حق پر ہونا واضح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا (اے لوگو!) اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے O سو ان کو ایک ہولناک آواز (زلزلہ) نے پکڑ لیا اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مردہ پڑے تھے O جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی (وہ صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے' جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O پھر شعیب ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہا اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی تو اب میں کافروں (کے عذاب) پر کیوں افسوس کروں O

(الاعراف: ۹۳-۹۰)

نزول عذاب سے حضرت شعیب علیہ السلام کی نبوت کی صداقت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے حضرت شعیب کی تکذیب کی۔ اس آیت میں ان کی ایک اور گمراہی کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے لوگوں سے کہا: اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو تمہیں نقصان ہو گا۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کے بعد تم کو وہ فائدہ حاصل نہیں ہو گا جو تم ناپ تول میں کمی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے۔ یا ان کا مطلب یہ تھا کہ تم دین میں گھاٹے میں رہو گے' کیونکہ ان کے نزدیک حضرت شعیب علیہ السلام کا دین باطل

Marfat.com

تھا۔ اس کے بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر زلزلہ کے عذاب کو بھیجنے کا ذکر فرمایا کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب اور مخالفت کے بعد وہ عذاب کے مستحق ہو چکے تھے۔ اس عذاب میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور حضرت شعیب علیہ السلام کے دین کی صداقت کی کئی دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے عذاب آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی دعوت برحق تھی۔ ثانی یہ کہ یہ عذاب صرف حضرت شعیب کے مخالفین پر آیا ان کے موافقین پر نہیں آیا۔ پھر اس میں مزید اعجاز یہ ہے کہ یہ عذاب اس قوم پر نازل ہوا جو ایک شہر میں رہتی تھی یہ عذاب آسمان سے نازل ہوا اور صرف ان لوگوں پر نازل ہوا جو حضرت شعیب علیہ السلام کے منکر اور مخالف تھے اور ان پر نازل نہیں ہوا جو حضرت شعیب کے متبعین تھے حالانکہ وہ سب اکٹھے رہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت شعیب ان لوگوں کے درمیان سے چلے گئے اور حضرت شعیب ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کر چکے تھے اور مکمل نصیحت کر چکے تھے' اس لیے فرمایا: اب میں ان پر افسوس کیسے کروں!

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَ

ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا تو ہم نے (اس نبی کی تکذیب کے باعث) اس بستی والوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الۡحَسَنَةَ

تاکہ وہ فریاد کریں ○ پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا

حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰهُمۡ

حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے، تو ہم نے ان کو

بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا

اچانک گرفت میں لے لیا اور ان کو پتا بھی نہیں چلا ○ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو ہم ان پر

لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰـكِنۡ كَذَّبُوۡا

آسمان اور زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا

فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ

تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا ○ تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا

بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ

عذاب راتوں رات آجائے جب وہ سوتے ہوں ○ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب

Marfat.com

بَأۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاۡمَنُ

چاشت کے وقت آجائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں ○ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں ؛ حالانکہ اللہ کی خفیہ

مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾ ع

تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا تو ہم نے (اس نبی کی تکذیب کے باعث) اس بستی والوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ فریاد کریں ○ پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا: ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے سو ہم نے ان کو اچانک گرفت میں لے لیا اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا۔ (الاعراف: ۹۵-۹۴)

مشکل الفاظ کے معانی

قریۃ: وہ جگہ جس میں لوگ اجتماعی طور پر رہتے ہوں' اس کا اطلاق شہروں اور دیہاتوں دونوں پر ہوتا ہے۔

الباساء: شدت اور مشقت۔ مثلاً جنگ کی مشقت' ناپسندیدہ اور ناگوار چیز۔ اس کا اطلاق زیادہ تر فقر اور جنگ کی مصیبت پر ہوتا ہے۔

الضراء: وہ چیز جو انسان کے نفس یا اس کی معیشت میں ضرر پہنچائے۔ مثلاً مرض' اس کا مقابل السراء اور النعماء ہے۔

یضرعون: اس کا معنی ضعف اور ذلت ہے۔ اس سے مراد ہے تذلل اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا۔

عفوا: عفو کا معنی ہے کسی چیز کو حاصل کرنے کا قصد کرنا۔ گناہ سے درگزر کرنا' کسی چیز میں زیادتی کا قصد کرنا' یا زیادہ ہونا' یہاں یہی مراد ہے۔

رنج اور راحت کے نزول میں کافروں اور مسلمانوں کے احوال اور افعال کا فرق

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں پر ان کے کفر اور تکذیب کی وجہ سے عذاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جس بستی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں کی طرف کوئی رسول بھیجا اور پھر اس بستی والوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی اور جب وہ تنبیہ کے باوجود اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملیامیٹ کرنے کے لیے عذاب بھیج دیا اور جن اقوام پر عذاب بھیجنے کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے وہ صرف ان اقوام کی خصوصیت نہ تھی۔

اور تمام قوموں کی یہ سرشت رہی ہے کہ پہلے اللہ ان کو تنگی' بیماری اور قحط کی آفتوں میں مبتلا کرتا ہے۔ پھر ان کو فراخی اور صحت عطا فرماتا ہے اور خشک سالی دور فرما دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کو پہچانیں اور اس کی نعمتوں کی قدر کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ لیکن جب وہ ان نعمتوں سے اچھی طرح فائدہ اٹھا لیتے ہیں' ان کی تعداد اور ان کے مال میں زیادتی ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسا ہمیشہ سے ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے' کبھی ان پر برے دن آتے تھے اور کبھی اچھے دن۔ یہ اللہ کی قدرت اور وحدانیت یا اس کے رسول کی صداقت کی دلیل نہیں ہے۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ کافر مصیبت سے عبرت حاصل کرتے ہیں نہ راحت پر شکر ادا کرتے ہیں' اور مومن کی کیفیت اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت صہیب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ صفت مومن کے سوا اور کسی میں نہیں ہے' اگر اس کو راحت پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔

(صحیح مسلم' زہد: ۶۴' (۲۹۹۹) ۷۳۶۵' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۳۲' سنن دارمی' رقم الحدیث: ۲۷۸۰' جامع الاصول' ج ۹' رقم الحدیث: ۷۰۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مرد اور مومن عورت کی جان' مال اور اولاد پر ہمیشہ مصیبتیں آتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۰۷' مسند احمد' ج ۳' رقم الحدیث: ۸۹۱۸' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۹۱۳' المستدرک' ج ۱' ص ۳۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندے کی دنیا میں دو آنکھیں لے لیتا ہوں تو میرے نزدیک اس کے لیے جنت کے سوا اور کوئی جزا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۶۵۳' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۰۸' جامع الاصول' ج ۶' رقم الحدیث: ۴۶۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اہل عافیت جب مصیبت اٹھانے والوں کا ثواب دیکھیں گے تو یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھال کو دنیا میں قینچی سے کاٹ دیا جاتا۔

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۴۱۰' المشکوٰۃ' رقم الحدیث: ۱۵۷۰' الترغیب والترہیب' ج ۴' ص ۲۸۲)

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جب ان پر مصائب آئیں تو وہ یہ یقین کریں کہ یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہیں اور ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور ان پر واویلا نہ کریں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں اور جب ان پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو تو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور اگر انہوں نے رنج و راحت کے ایام کو گردش دوراں اور زمانہ کی عادت پر محمول کیا تو پھر ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا ○ تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آ جائے جب وہ سو رہے ہوں ○ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے چاشت کے وقت آ جائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں ○ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں ○

(الاعراف: ۹۶-۹۹)

نیک اعمال نزول رحمت کا سبب ہیں اور بد اعمال نزول عذاب کا باعث ہیں

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اگر بستیوں والے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہتے تو اللہ ان پر آسمانوں اور زمینوں سے برکتوں کے دروازے کھول

Marfat.com

دیتا۔ آسمان سے بارشیں نازل فرماتا اور زمین سبزہ اور فصل اگاتی اور ان کے جانوروں اور مویشیوں میں کثرت ہوتی اور ان کو امن اور سلامتی حاصل ہوتی لیکن انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور ان کی معصیت کی وجہ سے ان پر خشک سالی اور قحط کو مسلط کر دیا۔

اس کے بعد دوسری آیتوں سے مقصود انہیں اس بات سے ڈرانا ہے کہ کہیں ان کی غفلت کے اوقات میں ان پر اچانک عذاب آ جائے۔ مثلاً جس وقت یہ سوئے ہوں یا دن کے کسی وقت میں جب یہ لہو و لعب میں مشغول ہوں تو ان پر اچانک عذاب آ جائے۔ پھر فرمایا: کیا یہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں اور اللہ کی خفیہ تدبیروں میں سے یہ ہے کہ ان کی بے خبری میں اچانک ان پر عذاب آ جائے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایمان صحیح اخروی سعادت اور دنیاوی کشادگی کا سبب ہے اور کفر اور معصیت عذاب کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان آیات میں مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دی ہے اور کافروں کو عذاب سے ڈرایا ہے۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ

جو لوگ سابق ساکنین ارض کے بعد اس زمین کے وارث ہوئے کیا انہوں نے یہ ہدایت نہیں پائی کہ اگر ہم

نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾

چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کی سزا دیں، اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں پھر وہ کچھ نہیں سنتے ○

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو بیان کرتے ہیں، بیشک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح

بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ

معجزات لے کر آئے ہیں پس وہ ان پر ایمان لانے کے لیے بالکل تیار نہ ہوئے کیونکہ اس سے پہلے وہ ان کی تکذیب کر چکے تھے،

اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ

اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ○ اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا،

وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ

اور بے شک ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا ○ پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر

بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا، تو آپ دیکھیے کہ فساد کرنے

Marfat.com

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

والوں کا کیا انجام ہوا ○ اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں رب العالمین

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا

کی طرف سے رسول ہوں ○ میرا یہ منصب ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ

الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

کہوں، بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں سو (اے فرعون) تو میرے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے ○

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

فرعون نے کہا اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو ○

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا پس وہ اچانک جیتا جاگتا اژدھا ہو گیا ○ اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ

بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

دیکھنے والوں کے لیے روشن ہو گیا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سابق ساکنین ارض کے بعد اس زمین کے وارث ہوئے' کیا انہوں نے یہ ہدایت نہیں پائی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کی سزا دیں' اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں پھر وہ کچھ نہیں سنتے ○ (الاعراف: ۱۰۰)

کفار مکہ پر عذاب نہ بھیجنے کی وجہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے کفار کا حال اجمالاً اور تفصیلاً بیان فرمایا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول بھیجے اور جب انہوں نے بار بار اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور متعدد بار یہ کہا کہ اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ تمہاری مخالفت کرنے کی وجہ سے ہم پر عذاب آئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نمائے عرب اور اس سے ملحق علاقوں کے راستوں میں پائے جاتے ہیں اور بعض عربوں نے بھی ان کا مشاہدہ کیا تھا۔ مکہ کے کافر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور ہم آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو پھر آپ کی مخالفت کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اھل مکہ جو قوم نوح' قوم ثمود اور قوم مدین کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں' کیا پچھلی قوم کے عذاب کے آثار دیکھ کر ان کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔ ان کو عذاب نہ دینے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو عذاب دینا ہماری قدرت میں نہیں ہے بلکہ

Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب دینا ہماری حکمت میں نہیں ہے۔
اور کفار مکہ کو عذاب نہ دینے کی ایک حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے در آنحالیکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ (الانفال: ۳۳)

کفار مکہ کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے کفر اور عناد کی سزا کے طور پر ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اب یہ ایمان نہیں لا سکتے۔ اور مہر سے مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ایسی علامات ثبت کر دی ہیں جن سے فرشتے یہ جان لیتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں آپ کی تبلیغ کی اثر آفرینی میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کو سزا دینے کے لیے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اس کے بعد فرمایا پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔ حالانکہ یہ ظاہر وہ سنتے تو تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سننا وہ ہے جو سننے کے بعد اس کو قبول کرے اور چونکہ وہ قبول نہیں کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سننے والے نہ تھے۔

اس آیت کی ایک اور تقریر یہ ہے کہ کفار مکہ سیدنا محمد ﷺ کو منصب نبوت کے لیے نااہل کہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ نبی کو فرشتہ ہونا چاہیے آپ تو ہماری طرح بشر ہیں اس لیے ہم آپ کے دین میں داخل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے کہ (سیدنا) محمد ﷺ نبوت کے لائق نہیں بلکہ حقیقت میں تم ان کے امتی ہونے کے اہل نہیں ہو۔ اس لیے ہم نے سزا کے طور پر تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے اب تم چاہو بھی تو ہمارے نبی کے امتی نہیں بن سکتے اور ان کے دین میں داخل نہیں ہو سکتے۔

سابقہ امتوں کے عذاب سے کفار مکہ کا سبق حاصل نہ کرنا

اس پوری آیت کی دوسری تقریر یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے بعد جو لوگ اس خطہ زمین پر آ کر آباد ہوئے انہوں نے اس زمین پر آثار عذاب دیکھ کر یہ سبق کیوں حاصل نہیں کیا کہ پچھلی امتوں پر ان کے انکار اور تکذیب کی وجہ سے عذاب آیا تھا سو اگر انہوں نے بھی انکار اور تکذیب کی روش برقرار رکھی تو ان پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔ پھر خود ہی فرمایا: انہوں نے یہ سبق اس لیے حاصل نہیں کیا کہ ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں اور یہ مہر لگانا ان پر جبر اور ظلم نہیں ہے بلکہ ان کے متواتر کفر اور عناد کا نتیجہ ہے اور جب ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے تو وہ کسی نصیحت کو قبول کرنے کے لیے نہیں سنتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو بیان کرتے ہیں' بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے پس وہ ان پر ایمان لانے کے لیے بالکل تیار نہ ہوئے' کیونکہ اس سے پہلے وہ ان کی تکذیب کر چکے تھے اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ○ (الاعراف: ۱۰۱)

سیدنا محمد ﷺ کا علم غیب اور آپ کی رسالت پر دلیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی امتوں کے احوال بیان فرمائے کہ ان رسولوں کی قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور انجام کار ایسے عذاب سے دوچار ہوئے جس کی وجہ سے صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹ گیا اور خصوصیت کے ساتھ ان پانچ قوموں کے احوال اس لیے بیان

Marfat.com

فرمائے کہ یہ قومیں جزیرہ نما عرب اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں رہنے والی تھیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ ڈھیل دی اور ان کو بہ کثرت نعمتیں عطا فرمائیں جس کی وجہ سے انہوں نے یہ زعم کر لیا کہ ان کا موقف درست ہے اور رسولوں کا پیش کیا ہوا دین غلط ہے۔ اور سیدنا محمد ﷺ کو بھی اسی علاقہ میں مبعوث فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پانچ قوموں کے احوال بیان فرما کر مکہ والوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم کفر اور تکذیب میں گزشتہ قوموں کی پیروی نہ کرنا ورنہ تم بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہو جاؤ گے!

اس آیت میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر بھی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان پانچ قوموں کے احوال سے مطلع فرمایا اور آپ نے کسی سے سنے یا کسی کتاب میں پڑھے بغیر ان قوموں کے احوال بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو یہ خبریں صرف وحی الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں اور جس پر وحی نازل ہو وہی نبی ہوتا ہے۔ نیز آپ نے یہ غیب کی خبریں بیان کی ہیں اور نبی وہی ہوتا ہے جو غیب کی خبریں دیتا ہے۔ سو آپ کا نبی ہونا واضح ہوا۔ ان خبروں کے علاوہ اور بھی بہت سے غیوبات کا آپ کو علم ہے بلکہ آپ کو سب رسولوں سے زیادہ غیب کا علم ہے تاہم آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ عالم الغیب کا لفظ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ آپ کو مطلع علی الغیب کہنا درست ہے۔

تمام نبی حامل معجزہ ہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے۔

اس آیت سے یہ تو صراحتاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ رسولوں کو واضح معجزات عطا فرمائے تھے اگرچہ ذکر صرف حضرت صالح علیہ السلام کے اس معجزہ کا کیا ہے کہ انہوں نے ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکالی' اور اس آیت سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزہ دے کر بھیجا کیونکہ اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہو تو وہ کس بنیاد پر اپنی رسالت کو ثابت کرے گا اور اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہو تو نبی صادق اور نبی کاذب میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں اس پر بھی دلیل ہے کہ ہر نبی کو معجزہ عطا فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو اس قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کی وجہ سے ایک بشر ان پر ایمان لے آئے اور مجھے وحی (قرآن مجید) عطا کی گئی جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۹۸۱' صحیح مسلم' الایمان: ۲۳۹' (۱۵۲) ۳۷۸' مسند احمد' ج ۲' ص ۴۵۱-۳۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۱۲۹)

نبی ﷺ کے معجزہ کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے امتیاز

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے جن کی وجہ سے کوئی بشر ایمان لا سکے اور مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے جس کی مثل کسی کو نہیں دی گئی اس لیے فرمایا: میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے اس پر جادو یا شعبدہ وغیرہ کا گمان نہیں کیا جا سکتا جبکہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے۔ اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات ان کے زمانوں کے ساتھ گزر گئے اور ان کے زمانوں میں بھی ان معجزات کا مشاہدہ صرف ان لوگوں نے کیا تھا جو اس موقع پر موجود تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور اس میں جو فصاحت اور بلاغت ہے اور غیب کی خبریں ہیں اس کی نظیر لانے سے بلکہ اس کی ایک سورت کی بھی نظیر لانے سے تمام جن اور انس اجتماعی اور انفرادی طور پر ناکام اور عاجز رہے' اور علم کی روز افزوں ترقی اور مخالفین

Marfat.com

کی کثرت کے باوجود اب تک عاجز ہیں۔ قرآن مجید کی پیش گوئیوں کو کوئی جھٹلا نہیں سکا اور قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص اس میں کمی اور بیشی ثابت نہیں کر سکا۔ ہمارے نبی ﷺ کے عہد سے لے کر قیامت تک ہمارے نبی ﷺ کے سوا کسی نبی کی نبوت پر کوئی دلیل یا معجزہ قائم نہیں ہے۔

معجزہ کی تعریفات

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

وہ کام جو اللہ کی عادت جاریہ کے خلاف ہو اور خیر اور سعادت کی دعوت دیتا ہو اور اس کام کو پیش کرنے والا نبوت کا مدعی ہو اور اس خلاف عادت کام سے اس کے اس دعویٰ کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اس خلاف عادت کام کو معجزہ کہتے ہیں۔ (کتاب التعریفات ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خرق (خلاف) عادت ہو اور اس کے ساتھ اس کے معارضہ کا چیلنج مقرون ہو اور اس کا معارضہ نہ کیا جا سکے۔ ایک قول یہ ہے کہ معجزہ وہ امر ہے جس سے نبوت یا رسالت کے مدعی کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو اور بعض علماء نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ وہ امر اس کے دعویٰ کے موافق ہو اور بعض علماء نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وہ امر زمانہ تکلیف کے مقارن ہو کیونکہ ایام تکلیف کے ختم ہونے کے بعد بھی خوارق (اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے خلاف امور یا کام) کا ظہور ہو گا لیکن ان سے تصدیق کا قصد نہیں کیا جائے گا۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران ۱۴۰۹ھ)

علامہ کمال الدین عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جو دعویٰ نبوت سے مقرون ہو اور اس سے نبوت کے مدعی کا صدق ظاہر ہو۔

(السامرہ ص ۲۱۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو عام بشری عادت اور اس کی طاقت کے خلاف ہو اور وہ فعل حقیقتاً صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوا ہو اور بہ ظاہر وہ مدعی نبوت سے صادر ہوا ہو۔ (اعلام النبوۃ ص ۴۲ مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت ۱۴۰۸ھ)

معجزہ کی شرائط

علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خلاف عادت ہو اور معارضہ کے چیلنج کے ساتھ مقرون ہو اور انبیاء علیہم السلام کے صدق پر دلالت کرتا ہو۔ اس کو معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ بشر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

۱- معجزہ وہ کام ہونا چاہیے جو خلاف عادت ہو جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، لاٹھی کا عصا بن جانا، پتھر سے اونٹنی کا نکالنا۔ اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے جو عادت کے مطابق ہوں۔

۲- اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے اور بعض نے کہا اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعویٰ مقرون ہو۔

۳- مدعی رسالت نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی شخص اس فعل کی مثل نہ لا سکے۔ اور بعض نے کہا معارضہ سے مامون ہونے کے ساتھ دعویٰ رسالت ہو۔ اس قید سے وہ امور خلاف عادت نکل گئے جو دعویٰ نبوت سے پہلے صادر ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے نبی ﷺ پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ۔ ان کو ارہاص کہتے ہیں۔ اسی طرح اس قید سے اولیاء اللہ

Marfat.com

کی کرامات بھی خارج ہوگئیں کیونکہ ان کے ساتھ دعویٰ نبوت مقرون نہیں ہوتا۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ معجزہ کی تعریف میں جو تحدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے اس کی دلیل کتاب میں ہے نہ سنت میں نہ اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کی صدور میں معارضہ اور مقابلہ کو طلب نہیں کیا جاتا۔ مثلاً کنکریوں کا کلمہ پڑھنا' انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا' ایک صاع (چار کلو گرام) طعام سے دو سو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا' آنکھ میں لعاب دہن ڈالنا' بکری کے گوشت کا کلام کرنا' اونٹ کا شکایت کرنا اور بڑے بڑے معجزات' اور تحقیق یہ ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہیں کی گئی۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو۔ اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے خلاف ہو تو وہ معجزہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اہانت ہوگی۔

واضح رہے کہ قرآن اور حدیث میں معجزہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ معجزہ کے لیے آیت' بینہ' اور برہان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اذا جاء تھم ایۃ (الانعام: ۱۲۴) لقد جاء تھم رسلھم بالبینات (الاعراف: ۱۰۱) فذانک برھانن من ربک (القصص: ۳۲)' (المواہب اللدنیہ' ج ۲' ص ۱۹۴-۱۹۱' ملخصا" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

افعال غیر عادیہ کی دیگر اقسام

معجزہ کے علاوہ خرق عادت فعل کی حسب ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ ارہاص: جو خلاف عادت امر نبی کے لیے اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہو۔ جیسے اعلان نبوت سے پہلے نبی ﷺ پر بادل کا سایہ کرنا۔

۲۔ کرامت: مومن کامل کے ہاتھ سے جو خلاف عادت کام صادر ہو' جیسے غوث اعظم کا مردوں کو زندہ کرنا۔

۳۔ معونت: عام مومن کے ہاتھ سے جو خلاف عادت کام صادر ہو۔ جیسے ایک شخص نے اپنے پالتو کتے کے متعلق دعا کی کہ وہ اس کے گھر کے اندر نہ آئے صرف باہر رہا کرے' سو ایسا ہی ہوگیا۔

۴۔ استدراج: کسی کافر کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ کے موافق خلاف عادت کام صادر ہو جیسے دجال کئی کام کرے گا۔

۵۔ اہانت: جو کافر نبوت کا مدعی ہو اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امر ظاہر ہو لیکن وہ امر اس کے دعویٰ کا مکذب ہو' جیسے ایک کانے شخص نے مسیلمہ کذاب سے کہا: تم دعا کرو کہ میری آنکھ بینا ہو جائے۔ مسیلمہ کذاب نے دعا کی تو اس کانے کی صحیح آنکھ بھی نابینا ہوگئی اور وہ مکمل اندھا ہوگیا۔ یا جیسے مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کی کہ اس کا نکاح محمدی بیگم سے ہوگا لیکن اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہوگیا۔ پھر مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کی کہ مرزا سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی بیگم بعد میں اس کے نکاح میں آجائے گی لیکن ہوا یہ کہ مرزا غلام احمد مر گیا اور سلطان محمد اس کی موت کے بعد دیر تک زندہ رہا' نیز مرزا نے پیش گوئی کی کہ عیسائی پادری آتھم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے دن مر جائے گا (اس وقت وہ بیمار تھا اور ہسپتال میں زیر علاج تھا) لیکن اس تاریخ کو وہ تندرست ہوگیا اور زندہ رہا اور عیسائیوں نے اس کا جلوس نکالا۔

معجزات' انبیاء کے اختیار میں ہونے پر محدثین' فقہاء اور متکلمین کے دلائل

علامہ عبدالرحمن بن محمد الانباری المتوفی ۵۷۷ھ لکھتے ہیں:

معجزہ میں شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو کیونکہ معجزہ اس حیثیت سے دلالت کرتا ہے کہ وہ مدعی نبوت کے لیے اللہ کی

Marfat.com

جانب سے تصدیق ہے۔ اگر معجزہ اللہ کا فعل نہ ہو تو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے مدعی نبوت کی تصدیق کی ہے۔
(کتاب الداعی الی الاسلام' ص ۲۸۱ 'مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ '۱۴۰۹ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نبی کی قدرت میں نہ ہو کیونکہ اگر معجزہ نبی کا مقدور ہو گا جیسے اس کا ہوا کی طرف چڑھنا اور پانی پر چلنا تو وہ اللہ کی طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہیں ہو گا اور یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا کیونکہ جب نبی اس فعل پر قادر ہو گا اور دوسرا کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہو گا تو وہ فعل معجزہ ہو گا۔ علامہ آمدی نے کہا: آیا معجزہ نبی کی قدرت میں ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض ائمہ نے یہ کہا کہ ہوا کی طرف چڑھنے اور پانی پر چلنے میں محض چڑھنا یا چلنا معجزہ نہیں ہے' کیونکہ یہ نبی کے لیے مقدور ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے لیے اس پر قدرت پیدا کر دے' اس مثال میں جو چیز معجز ہے وہ اس مثال میں نفس قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کا مقدور نہیں ہے (کیونکہ یہ قدرت اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے) اور بعض ائمہ نے کہا کہ اس مثال میں ہوا کی طرف چڑھنا یا پانی پر چلنا ہی معجز ہے (نہ کہ اس پر قدرت) کیونکہ یہ فعل مخارق (مخالف) عادت ہے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔
(شرح المواقف' ج ۸' ص ۲۲۴-۲۲۳' مطبوعہ ایران)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ اس قول کے زیادہ صحیح ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں:

کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دوسرے اس فعل سے عاجز ہوں اور اس سے نبی ﷺ کی تصدیق حاصل ہو جائے گی اور یہی مقصود ہے۔ نیز لکھتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ نفس قدرت معجز ہے اور یہ نبی کا مقدور نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نفس قدرت کو معجزہ نہیں کہتے بلکہ اس خاص فعل کو معجزہ کہتے ہیں اور اس خاص فعل (مثلاً اس مثال میں ہوا کی طرف چڑھنا) پر نبی قادر ہے اور اس کا غیر قادر نہیں ہے اور معجزہ سے یہی مقصود ہے۔
(حاشیہ سیالکوٹی علی شرح المواقف' ج ۸' ص ۲۲۴' مطبوعہ ایران)

اس بحث میں زیادہ واضح بات یہ ہے کہ جو ائمہ یہ کہتے ہیں کہ مثلاً ہوا کی طرف چڑھنا یہ مخصوص فعل معجز نہیں ہے بلکہ اس پر نفس قدرت معجز ہے ان پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں خلاف عادت افعال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ عام عادت کے مطابق جو افعال ہوتے ہیں مثلاً پہاڑ پر چڑھنا' یا زمین پر چلنا ان افعال میں بھی نفس قدرت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے تو پھر چاہیے کہ ان عام عادی افعال میں بھی نفس قدرت معجز ہو پھر اس دلیل سے عام عادت کے مطابق افعال بھی معجزہ قرار پائیں گے!

حقیقت یہ ہے کہ عام انسانوں کی عادت کے مطابق افعال ہوں یا انبیاء علیہم السلام کے خلاف عادت افعال ہوں ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کے کاسب انسان اور انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان افعال کے ساتھ دو قدرتیں متعلق ہوتی ہیں ایک قدرت بہ حیثیت خلق' یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ایک قدرت بہ حیثیت کسب' یہ انسان اور انبیاء کا کام ہے' اور جس طرح عام افعال عادیہ ہمارے اختیار میں دیے گئے ہیں اسی طرح خلاف عادت افعال اور معجزات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں دیے گئے ہیں۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے خلاف عادت افعال (معجزات) پورے ہوتے ہیں

Marfat.com

جس طرح ہماری ایک صفت ہے جس کی وجہ سے ہماری حرکات قدرت اور اختیار سے ہوتی ہیں اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۵ ص ۵۳ مطبوعہ دار الخیر بیروت ۱۴۱۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی امام غزالی کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے۔
(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز کو وجود میں لانے والا صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ خصوصاً مردوں کو زندہ کرنے لاٹھی کو سانپ بنانے چاند کو شق کرنے اور پتھر کے سلام کرنے میں۔ علاوہ ازیں حکیم قادر مختار نے انبیاء علیہم السلام کو معجزات صادر کرنے کے لیے جو قدرت اور اختیار عطا کیا ہے وہ مطلوب کی افادیت میں کافی ہے۔ اسی وجہ سے معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ معجزہ یا اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یا اس کے حکم سے واقع ہوتا ہے یا اس کے قدرت اور اختیار دینے کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔
(شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ ایران)

علامہ تفتازانی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض معجزات محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتے ہیں اور ان میں نبی کا بالکل دخل نہیں ہوتا اور بعض معجزات کو اللہ تعالیٰ نبی کے قبضہ اور اختیار میں کر دیتا ہے اور وہ جب چاہتے ہیں ان معجزات کو صادر کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ نبی ﷺ کے جو معجزات قدرت فعل اور تاثیر سے متعلق ہیں ان کی حسب ذیل انواع ہیں:

١- بعض معجزات عالم علوی میں ہیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ آسمان کا آگ کے گولوں سے محفوظ رہنا اور آسمان کی طرف معراج۔

٢- بعض فضا میں ہیں جیسے استسقاء اور استصحاء (بارش کا طلب کرنا اور بادلوں کا چھٹنا) میں بادلوں کا آنے اور جانے میں آپ کی اطاعت کرنا۔

٣- انسانوں جنات اور حیوانوں میں آپ کا تصرف کرنا۔

٤- درختوں لکڑیوں اور پتھروں میں آپ کا تصرف کرنا۔

٥- آسمان کے فرشتوں کا آپ کی تائید کرنا۔

٦- نبی ﷺ کی دعا کا قبول ہونا۔

٧- ماضی اور مستقبل کے غیوب کی خبریں دینا۔

٨- کھانے پینے کی چیزوں اور پھلوں کا زیادہ ہو جانا۔ ان کے علاوہ اور کئی انواع کے معجزات ہیں جن میں آپ کی نبوت اور رسالت کے دلائل اور علامات ہیں۔ (لوامع الانوار الالٰہیہ ج ۲ ص ۲۹۴-۲۹۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ)

شیخ ابن تیمیہ کی اس تحریر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض معجزات نبی ﷺ کے اختیار میں ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ بادل آپ کی اطاعت کرتے تھے اور آپ انسانوں حیوانوں درختوں اور پتھروں میں تصرف کرتے تھے۔

معجزات پر انبیاء کے اختیار کے ثبوت میں احادیث

جنات اور شیاطین پر تصرف کے متعلق یہ حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات ایک بہت زبردست جن نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا تاکہ میری نماز خراب کرے' اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو دھکا دیا' میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی "اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو"۔ (ص: ۳۵) پھر اللہ نے اس کو ناکام لوٹا دیا۔

(صحیح مسلم المساجد: ۳۹ (۵۴۱) ۱۱۸۹' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۴۰)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شیطان کے باندھنے پر قدرت دی تھی لیکن آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے پیش نظر ادباً اور تواضعاً ایسا نہیں کیا۔

درختوں پر نبی ﷺ کے تصرف کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: میں کس طرح پہچانوں کہ آپ نبی ہیں! آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو درخت سے بلاؤں تو تم گواہی دو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (ﷺ)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلایا تو کھجوروں کا وہ خوشہ درخت سے اترا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر گر گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جاؤ تو وہ لوٹ گیا پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۸' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث: ۱۹۵۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۳' المعجم الکبیر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۶۲۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶' ص ۱۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴' جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے شہتیروں پر بنائی گئی تھی اور نبی ﷺ ان میں سے ایک شہتیر سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ کا منبر بنایا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس شہتیر کے رونے کی آواز سنی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ اس کے پاس آئے آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۵۸۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۹۵' جامع الاصول' ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۹۷' مسند احمد' ج ۳' ص ۳۰۰)

اور انسانوں پر تصرف کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے تو اثناء سفر میں ہم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کن ابا خیثمہ ابو خیثمہ ہو جا تو وہ ابو خیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم توبہ' ۵۳' (۲۷۶۹) ۶۸۸۳)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا: کہ کن یہاں تحقق اور وجود کے لیے ہے یعنی اے شخص تجھے چاہیے کہ تو حقیقتاً ابو خیثمہ ہو جا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱' ص ۶۹۱۰' مطبوعہ مکتبہ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو العباس قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (المفہم' ج ۷' ص ۹۶' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی قاضی عیاض کے حوالے سے یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم' ج ۹' ص ۱۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

انبیاء کے اختیار میں معجزات ہونے پر ایک اشکال کا جواب

معجزات پر نبی کی قدرت نہ ہونے پر بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ (الرعد: ۳۸) کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے' ہر وعدہ کے لیے ایک نوشتہ تقدیر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نشانی (آیت) سے مراد کفار کے فرمائشی معجزات ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم جن معجزات کی فرمائش کرتے ہو وہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر پیش نہیں کر سکتا۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی نبی اللہ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے بھی کوئی معجزہ پیش نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ جب معجزات پر قدرت عطا فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا اذن ہی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اور علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے حدیث جریج کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔
(شرح مسلم' ج ۲'ص ۳۱۴' مطبوعہ کراچی' عمدۃ القاری' ج ۷' ص ۲۸۳' مطبوعہ مصر)

اور جب بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں تو بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ان کے اختیار سے واقع ہونا زیادہ لائق ہے۔

معجزات کے صدور میں علماء دیوبند کا موقف

علماء دیوبند کے نزدیک معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' ظاہرا اور حقیقتاً نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے خلق کے لحاظ سے نہ کسب کے لحاظ سے اور نبی سے معجزہ کا صدور ایسے ہے جیسے کاتب کے قلم سے لکھنے کا صدور ہو جیسے قلم بے اختیار ہوتا ہے ایسے ہی نبی بے اختیار ہوتا ہے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ نے اس موضوع پر فارسی میں ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس کو مکمل نقل کرنا تو مشکل ہے۔ ہم اس کی بعض عبارات نقل کر رہے ہیں جن سے ان کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

بعض افعال خاصہ الہیہ بعض اوقات فرشتوں اور نبیوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان افعال کے وقوع میں ان کی کوئی قوت' اختیار' قدرت اور اقتدار نہیں ہوتا' لہٰذا ان افعال کو کھانے اور پہننے کی طرح افعال اختیاریہ اور اعمال مقدور میں سے شمار نہیں کرنا چاہیے اور ان کی مثال کاتب اور قلم کی سی ہے' جس طرح لکھنے میں قلم کی کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے اسی طرح ان افعال کے صدور میں نبیوں کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل' ص ۱۷۳' ملخصا' مطبوعہ کراچی)

مولانا حیدر علی ٹونکی نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے: اور وہ جو عوام کا گمان ہے کہ کرامت اولیاء کا خود اپنا فعل ہوتا ہے یہ باطل ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی تکریم اور تعظیم کے لیے ظاہر فرماتا ہے' اور ولی کا اور نہ ہی نبی کا اس کے صدور میں اختیار ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے افعال میں کسی کا اختیار نہیں ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ کامل' ص ۱۷۵' مطبوعہ کراچی)

بلکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جس کو اس نے نبی کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے افعال میں ان افعال کا کسب بندہ سے ہے اور ان افعال کا خلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور معجزہ میں

Marfat.com

بندہ کا کسب بھی نہیں ہوتا۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ‏(الانفال: ۱۷) آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے صورتاً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن وہ خاک کی مٹھی حقیقتاً اللہ نے پھینکی تھی۔

اور یہ معنی بھی مراد نہیں ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی جبکہ آپ نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی، اس لیے کہ یہ بھی تمام افعال میں جاری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۷۶، مطبوعہ کراچی)

سو افعال اختیاریہ میں عادتاً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات و تصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے مثل قلم کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۷۷، مطبوعہ کراچی)

معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا موقف

اس مسئلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ معجزات اور کرامات ہوں یا عام افعال، تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ عام افعال عادیہ میں جس طرح عام مسلمانوں کا کسب اور اختیار ہوتا ہے اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح معجزات اور کرامات میں کسب اور اختیار انبیاء اور اولیاء کا ہوتا ہے اور ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے صراحتاً نقل کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ، علامہ نووی، علامہ عینی، علامہ تفتازانی اور علامہ میر سید شریف جرجانی ایسے محدثین، فقہاء اور متکلمین کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ بعض معجزات اور کرامات جو ان کے حاملین سے متصف اور مباشر نہیں ہوتے ان کے صدور میں انبیاء اور اولیاء کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا۔ خلقاً نہ کسباً جیسے قرآن مجید کا نزول۔ مردوں کو زندہ کرنا، چاند کا شق ہونا وغیرہ۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے اپنے موقف کے ثبوت میں لکھا ہے کہ وما رمیت اذ رمیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے خلقاً خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے کسباً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن اہل سنت کے معتمد اور مستند مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی جبکہ آپ نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی۔ ان عبارات کو نقل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول اور پس منظر بیان کر دیں:

امام حسین بن محمد فرا بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جب جنگ بدر کے دن مسلمانوں اور کافروں کے لشکر بالمقابل ہوئے تو نبی ﷺ نے خاک آلود کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کفار کے چہروں پر ماری اور فرمایا: ان کے چہرے قبیح ہو جائیں تو ہر کافر کی آنکھوں یا منہ یا نتھنوں میں اس میں سے کچھ نہ کچھ گر گیا اور اس کے بعد کافروں کو شکست ہو گئی۔

(معالم التنزیل، ج ۲، ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

واضح رہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ خاک کی مٹھی کفار کے چہروں پر مارنے کا واقعہ جنگ بدر میں پیش آیا تھا۔ لیکن احادیث میں یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ حنین میں پیش آیا تھا۔

(صحیح مسلم مغازی، ۸۱ (۱۷۷۷) ۴۵۳۹، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۴۵۹، مسند احمد، ج ۱، ص ۲۰۷، طبع قدیم، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، طبع جدید دار الفکر، جامع الاصول، ج ۸، رقم الحدیث: ۶۱۶۱)

بہر حال خاک کی مٹھی ایک ہزار کافروں کے منہ پر ماری جائے اور وہ خاک ہر کافر کی آنکھوں اور منہ میں چلی جائے یہ فعل

Marfat.com

خرقِ عادت اور معجزہ ہے تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: ۱۷) اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں ماری جب آپ نے ماری تھی لیکن اللہ نے وہ مٹھی ماری تھی۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے اس میں خلق اور کسب دونوں کی نفی ہے اور یہ معنی نہیں ہے کہ خاک کی مٹھی آپ نے خلقاً نہیں ماری جب آپ نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی تاکہ معجزہ میں نبی کا کسب ثابت ہو لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کے مستند اور معتمد مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے کہ خاک کی مٹھی آپ نے خلقاً نہیں ماری جبکہ آپ نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی اور معجزہ پر نبی ﷺ کا کسب اور اختیار ثابت کیا ہے۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لیے خاک کی مٹھی مارنے کو ثابت بھی کیا ہے اور آپ سے اس کی نفی بھی کی ہے اس لیے اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے جبکہ آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں ماری اور کسباً ماری تھی۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۶۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی امام رازی کی اس عبارت کو نقل کر کے اس سے بندوں کے کسب کرنے پر استدلال کیا ہے۔ (روح المعانی' ج ۹' ص ۱۸۵) اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ نبی ﷺ کے لیے جو خاک کی مٹھی کو پھینکنا ثابت کیا گیا ہے اس سے مراد وہی مخصوص پھینکنا ہو جس نے عقلوں کو حیران کر دیا ہے اور نبی ﷺ کے لیے اس کا اثبات حقیقتاً ہو کہ آپ نے یہ فعل اس قدرت سے کیا جو آپ ﷺ کو عطا کی گئی تھی اور وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے موثر تھی۔ لیکن چونکہ عام انسانوں کی قدرت سے اس قسم کا اثر واقع نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی آپ سے نفی کی اور اس کو اپنے لیے ثابت فرمایا۔

(روح المعانی' ج ۹' ص ۱۸۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ بندہ کا فعل بندہ کی طرف کسباً منسوب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف خلقاً منسوب ہوتا ہے۔

(مدارک علی ھامش الخازن' ج ۲' ص ۱۸۵' مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے خلقاً وہ مٹھی نہیں پھینکی جب آپ نے کسباً وہ مٹھی پھینکی تھی۔

(عنایۃ القاضی علی البیضاوی' ج ۴' ص ۲۶۱' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۲۸۳ھ)

علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سے فعل کی نفی باعتبار ایجاد کے حقیقتاً ہے اور آپ کے لیے فعل کا اثبات باعتبار کسب ہے۔

(الفتوحات الالٰہیہ' ج ۲' ص ۲۳۵' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام سے بہ اعتبار کسب کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور ان کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے ان معجزات کو صادر کرتے ہیں۔ البتہ جن معجزات کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا فعل متعلق نہیں ہوتا وہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں جیسے قرآن مجید کا نزول'

Marfat.com

مردوں کو زندہ کرنا اور چاند کا شق ہونا۔ مدت سے یہ ارادہ تھا کہ میں معجزات کے متعلق ایک مفصل بحث لکھوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو اب یہ توفیق عطا کی۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پہلے تکذیب کرنے کی وجہ سے بعد میں ایمان نہ لانے کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی خبریں بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے' پس وہ ان پر ایمان لانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوئے' کیونکہ اس سے پہلے وہ ان کی تکذیب کر چکے تھے' اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے O (الاعراف: ۱۰۱)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے پہلے تکذیب سے مراد یہ ہے کہ عالم میثاق میں جب ارواح سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ماننے کا عہد لیا گیا تو انہوں نے ناپسندیدگی سے زبانی اقرار کیا تھا اور دل میں تکذیب قائم رکھی تھی اور اسی سابق تکذیب کی وجہ سے انہوں نے عالم اجسام میں آنے کے بعد بھی تکذیب کی۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ شروع میں جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو تبلیغ کی اور توحید کی دعوت دی تو انہوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید کی وجہ سے انکار کر دیا۔ پھر بعد میں جب ان پر دلائل اور معجزات کی وجہ سے حق واضح ہو گیا تو پھر انہوں نے اپنے سابق انکار سے رجوع کرنا اپنے لیے باعث عار اور اپنی انا کے خلاف سمجھا اور اسی انکار پر قائم رہے۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ اگر ہم ان کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دیں اور پھر ان کو دنیا میں بھیجیں تو یہ پھر بھی اللہ' اس کے رسول اور احکام شرعیہ کی تکذیب کریں گے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ (الانعام: ۲۸) اور اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا گیا تو پھر یہ دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ رسولوں کے آنے سے پہلے یہ کفر پر اصرار کرتے تھے تو رسولوں کے آنے کے بعد بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ پانچویں توجیہ یہ ہے کہ معجزات دیکھنے سے پہلے یہ کفر کرتے تھے تو معجزات دیکھنے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ یعنی جب یہ کفر اور سرکشی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں تو بہ طور سزا اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بے شک ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا O (الاعراف: ۱۰۲)

دعاؤں سے مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو فراموش کر دینا

ان لوگوں سے مراد پچھلی امتوں کے کافر لوگ ہیں اور عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں سے عالم میثاق میں لیا تھا۔ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ اس عہد سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام روحوں کو نکال کر عہد لیا فرمایا: الست بربکم قالوا بلی (الاعراف: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں! تو یقیناً ہمارا رب ہے۔ اور اب یہ اس وعدہ کو فراموش کر کے شرک کرنے لگے اور مختلف بتوں کی پرستش کرنے

Marfat.com

لگے۔

اس عہد سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جب انسان پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے اور عہد کرتا ہے کہ اب اگر اس مصیبت سے نجات دے دی تو وہ ضرور اللہ کی اطاعت اور شکر گزاری کرے گا اور جیسے ہی اللہ اس مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو وہ پھر شرک اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام: ۶۴-۶۳)

آپ پوچھیے تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے جسے تم عاجزی اور چپکے چپکے سے پکارتے ہو' اگر ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے○ آپ کہئے کہ تم کو اس مصیبت سے اللہ ہی نجات دیتا ہے اور ہر مصیبت سے' پھر تم شرک کرتے ہو۔

نیز فرماتا ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الزمر: ۸)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ اللہ کو پکارتا تھا اور اللہ کے لیے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو گمراہ کرے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ پچھلی امتوں میں سب کافر اور فاسق اور عہد فراموش نہ تھے' بعض ایسے بھی تھے جو اپنے رسولوں پر ایمان لے آئے تھے' نیک عمل کرتے تھے اور عہد پورا کرتے تھے گو ایسے نیک لوگ بہت کم تھے۔

یہاں تک حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ان کی امتوں کے قصص بیان فرمائے اب اس کے بعد والی آیتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا' سو انہوں نے ان نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا' تو آپ دیکھئے کہ فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا○ (الاعراف: ۱۰۳)

حضرت آدم سے حضرت موسیٰ اور حضرت موسیٰ سے ہمارے نبی ﷺ تک کا زمانہ

امام محمد بن سعد نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرن ہیں اور وہ سب اسلام پر تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱' ص ۴۲' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

نیز امام محمد بن سعد نے محمد بن عمر بن واقد اسلمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرن ہیں اور قرن ایک سو سال کی مدت ہے۔ اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دس قرن ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ بن عمران کے درمیان دس قرن ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران اور حضرت عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار نو سو سال ہیں اور اس زمانہ میں رسالت منقطع نہیں تھی اور اس مدت میں بنو اسرائیل کی

Marfat.com

طرف ایک ہزار نبی بھیجے گئے اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے میلاد کے درمیان پانچ سو انہتر سال کی مدت ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱، ص ۵۳، مطبوعہ دار صادر، بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے تین ہزار سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ ہزار چار سو انہتر سال بعد ہمارے رسول ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ ۱۴۱۹ھ ہے۔ اس حساب سے حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت سے اب تک ۶۹۴۱ سال گزر چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس ہیں۔ پھر حضرت نوح، پھر حضرت ابراہیم، پھر حضرت اسماعیل، پھر حضرت اسحاق، پھر حضرت یعقوب بن اسحاق پھر حضرت یوسف بن یعقوب، پھر حضرت لوط، پھر حضرت ھود، پھر حضرت صالح، پھر حضرت شعیب، پھر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام۔ (یہ امام ابن عساکر کی تحقیق ہے اور حافظ ابن کثیر کے نزدیک سب سے پہلے حضرت نوح کو مبعوث کیا گیا) (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۵، ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، پرورش، نکاح، نبوت اور فرعون کو تبلیغ

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے:

حضرت موسیٰ بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوئی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ کاہنوں نے فرعون (فرعون، مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا، جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ **رعمسیس ثانی** کا بیٹا منفتاح تھا اس کا دور حکومت ۱۲۹۲ قبل مسیح سے لے کر ۱۲۲۵ قبل مسیح پر ختم ہوتا ہے) سے کہا کہ بنو اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تب فرعون نے حکم دیا کہ بنو اسرائیل کے نو مولود بیٹوں کو قتل کر دیا جائے۔ پھر قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی کہ اگر تم اسی طرح بنو اسرائیل کے نومولود بیٹوں کو قتل کرتے رہے تو ہماری خدمت کے لیے بنو اسرائیل میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا! تب وہ ایک سال پیدا ہونے والے بیٹوں کو قتل کرا دیتا اور ایک سال پیدا ہونے والے بیٹوں کو چھوڑ دیتا۔

حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال کے بیٹوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال کے بیٹوں کو قتل کرانا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت ہارون کی پیدائش کے ایک سال بعد پیدا ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت ہارون کی پیدائش کے تین سال بعد پیدا ہوئے۔ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ فرعون نے ستر ہزار نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ جب حضرت موسیٰ کی والدہ کو حضرت موسیٰ کا حمل ہوا تو کسی کو معلوم نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ کی ولادت کی۔ ان کی بہن مریم کے سوا اور کسی کو خبر نہیں دی۔ جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو ڈھونڈنے والے ان کے پاس پہنچے انہوں نے حضرت موسیٰ کو تنور میں ڈال دیا لیکن وہ سلامت رہے۔ پھر انہوں نے تین ماہ تک ان کو چھپا کر رکھا۔ پھر ان کو اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔ پانی اس تابوت کو بہا کر فرعون تک لے گیا۔ فرعون نے جب تابوت کھولا اور ان کو دیکھا تو کہا یہ میرے دشمن عبرانیوں میں سے ہے یہ ذبح ہونے سے کیسے بچ گیا! اس کی بیوی آسیہ نے کہا یہ ایک سال سے بڑی عمر کا ہے اور تم نے اس سال پیدا ہونے والے لڑکوں کو ذبح کا حکم دیا تھا۔ اس کو چھوڑ

Marfat.com

دو یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گا۔

فرعون کے ہاں صرف بیٹیاں پیدا ہوتی تھیں اس لیے اس نے حضرت موسیٰ کو رہنے دیا اور ان سے محبت کرنے لگا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے گھر پہنچ گئے انہوں نے ان کی بہن مریم کو فرعون کے ہاں بھیجا تاکہ معلوم ہو کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ ان کی بہن دوسری عورتوں کے ساتھ آسیہ کے پاس گئیں اور وہاں معلوم ہوا کہ بہت سی دودھ پلانے والی عورتوں کو بلایا گیا ہے لیکن حضرت موسیٰ نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ تب حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ (القصص: ۱۲)

آیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی طرف راہنمائی کروں جو تمہارے لیے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔

انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اس نے کہا وہ عمران کی بیوی حنہ ہے۔ انہوں نے اس کو بلوایا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ آئیں تو حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پی لیا اور سو گئے۔

جب حضرت موسیٰ کے دودھ پینے کی مدت ختم ہو گئی تو ایک دن فرعون ان کو اپنی گود میں لے کر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی۔ فرعون کے کہا جلاد کو بلاؤ اس کو ابھی ذبح کراتے ہیں۔ آسیہ نے کہا: یہ نا سمجھ بچہ ہے پھر اس نے یاقوت اور انگارے حضرت موسیٰ کے سامنے ڈالے۔ حضرت موسیٰ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا جس سے ان کی زبان جل گئی اور اس میں لکنت پیدا ہو گئی جس کو دور کرنے کے لیے انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی:

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ (طٰہٰ: ۲۸-۲۷)

اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے وہ فرعون کی سواریوں پر سوار ہوتے اور اس کی طرح لباس پہنتے۔ اور لوگ انہیں موسیٰ بن فرعون کہتے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ شہر گئے تو وہاں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ایک ان کی قوم بنو اسرائیل سے تھا اور دوسرا ان کے دشمن قبطیوں میں سے تھا۔ اس اسرائیلی نے قبطی کے خلاف حضرت موسیٰ سے مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ نے قبطی کے ایک گھونسا مارا جس سے وہ مر گیا۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو گھونسا مارنا تادیبا تھا۔ آپ کا اس کو قتل کرنے کا قصد نہیں تھا اور نہ عادتاً ایک گھونسا کھا کر کوئی مرتا ہے۔ وہ قضاء الٰہی سے مر گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فعل کسی وجہ سے بھی گناہ نہیں تھا۔ آپ کا اس پر نادم ہونا اور اس پر استغفار کرنا آپ کے انکسار اور تواضع کی وجہ سے تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قتل پر نادم ہوئے اور آپ اپنے گرفتار ہونے کی وجہ سے خوف زدہ تھے۔ دوسرے دن وہ اسرائیلی کسی اور شخص سے لڑ رہا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر اس کے خلاف مدد طلب کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کی مدد کا ارادہ کیا اور اس نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ سمجھا کہ شاید آپ اس کو مارنے لگے ہیں۔ اس نے کہا: کیا آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا! (القصص: ۱۸-۱۵) تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ قاتل ہیں۔ وہ حضرت موسیٰ کو پکڑنے کے لیے نکلے حضرت موسیٰ خوف زدہ ہو کر اس شہر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مدین کے راستہ پر لگا دیا۔ (المنتظم' ج ا' ص ۲۱۹-۲۱۷' طبع بیروت)

اس کے بعد کا واقعہ سورہ القصص میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

Marfat.com

(حضرت) موسیٰ مدین پہنچے تو دیکھا وہاں لوگ ایک کنوئیں سے پانی نکال رہے ہیں اور اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے دور ایک طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی کی طرف جانے سے روک رہی ہیں۔ (حضرت) موسیٰ نے ان سے پوچھا تم کیوں الگ کھڑی ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں تو (حضرت) موسیٰ نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف آ گئے اور کہا: اے میرے رب میں یقیناً اس خیر اور برکت کا محتاج ہوں جو تو نے مجھ پر نازل کی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان دو عورتوں میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی آئی اس نے کہا: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو پانی پلانے کی اجرت دیں' جب (حضرت) موسیٰ ان لڑکیوں کے باپ کے پاس گئے تو انہوں نے ان کو اپنے حالات بتائے' ان لڑکیوں کے والد نے کہا: آپ ڈریں نہیں! آپ نے ظالم لوگوں سے نجات پالی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک نے کہا: اے اباجان آپ انہیں اجرت پر رکھ لیں' بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں ان میں وہی بہترین ہے جو قوی اور امانت دار ہو۔ ان کے والد نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس (مہر) پر کہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کرو اور اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے (تبرع) ہوگا' اور میں تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' تم ان شاء اللہ مجھے نیکوکاروں میں سے پاؤ گے۔

(حضرت) موسیٰ نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی میں ان میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی تاوان نہیں اور ہمارے قول پر اللہ نگہبان ہے۔ پھر جب (حضرت) موسیٰ نے مدت پوری کر دی تو وہ اپنی بیوی کو لے کر چلے تو انہوں نے پہاڑ طور کی طرف ایک آگ دیکھی' انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس کی کچھ خبر لاؤں یا آگ کی کوئی چنگاری لاؤں تاکہ تم تاپو۔ پھر جب (حضرت) موسیٰ آگ کے پاس آئے تو انہیں میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار' اور یہ کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں پھر جب (حضرت) موسیٰ نے اسے اس طرح لہراتے ہوئے دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (ندا آئی) اے موسیٰ! سامنے آیئے اور خوف نہ کیجئے بے شک آپ امن والوں میں سے ہیں۔ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے وہ سفید چمکتا ہوا بے عیب نکلے گا' اور اپنا بازو اپنی طرف (سینے سے) ملائیں خوف دور ہونے کے لیے' سو یہ دو مضبوط دلیلیں آپ کے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (آپ دعوت دیں) بے شک وہ فاسق لوگ ہیں۔ (حضرت) موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور میرے بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان والے ہیں تو انہیں میری مدد کے لیے میرے ساتھ رسول بنا کر بھیج دے تاکہ وہ میری تصدیق کریں بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ فرمایا: ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کر دیں گے اور آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے باعث آپ تک نہ پہنچ سکیں گے' آپ اور آپ کے متبعین ہی غالب رہیں گے۔ پس جب ان کے پاس (حضرت) موسیٰ ہماری کھلی ہوئی نشانیاں لے کر پہنچے تو انہوں نے کہا: یہ تو صرف من گھڑت جادو ہے اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ میں (کبھی) نہیں سنیں۔ اور (حضرت) موسیٰ نے کہا: میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو میرے رب کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے (اور وہ خوب جانتا ہے) کہ آخرت کا انجام کس کے لیے اچھا ہوگا' بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا سوائے ھامان! میرے لیے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ پھر میرے لیے ایک

Marfat.com

اونچی عمارت بنانا تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اس کو جھوٹوں سے گمان کرتا ہوں۔ فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں بے جا تکبر کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا سو ہم نے ان سب کو دریا میں پھینک دیا تو آپ دیکھئے کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ (القصص: ۴۰۔۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات کو قرآن مجید کی اس سورت اور دیگر سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ان کی تفصیل اور تحقیق ہم ان آیتوں کی تفسیر میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے اور کہا: اپنی رب کی دعوت پر چلئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ مارا اور ملک الموت کی آنکھ نکال دی۔ ملک الموت اللہ کے پاس گئے اور عرض کیا: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جس کا مرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: میرے بندہ کے پاس جا کر کہو تم زندگی چاہتے ہو' اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دو' جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے' آپ اتنے سال زندہ رہیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ کہا پھر موت ہو گی؟ فرمایا: پھر ابھی عنقریب' اے میرے رب! مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے پر موت عطا فرمانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں ان کی قبر راستے کے ایک جانب کثیب احمر کے پاس دکھاتا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۴۰۷' ۱۳۳۹' صحیح مسلم فضائل انبیاء: ۱۵۸۔۱۵۷' (۲۳۷۲) ۶۰۳۴۔۶۰۳۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۸۹' مسند احمد' ج ۲' ص ۳۱۵۔۳۶۹)

امام عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ابو عمران جونی نے کہا جب موسیٰ علیہ السلام پر موت کا وقت آیا تو موسیٰ علیہ السلام رو رہے تھے' فرمایا: میں موت کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ موت کے وقت میری زبان ذکر الٰہی سے خشک ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تین بیٹیاں تھیں۔ ان کو بلا کر فرمایا: اے میری بیٹیو! عنقریب بنو اسرائیل تمہارے سامنے دنیا پیش کریں گے تم اس میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرنا۔ علماء سیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے تین سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد حضرت یوشع کے لیے وصیت کی تھی اور آپ باب لد پر فوت ہوئے تھے۔

امام ابو جعفر طبری نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ سرزمین شام میں فوت ہوئے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ میدان تیہ میں فوت ہوئے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سب میدان تیہ میں فوت ہوئے اور حضرت یوشع کے سوا کوئی بیت المقدس میں داخل نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چالیس سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے ساتھ میدان تیہ سے نکل آئے تھے اور بنو اسرائیل سے فرمایا تھا:

اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ۔ امام ابن جریر نے کہا یہی قول صحیح ہے۔ اور حضرت موسیٰ نے ہی بنو اسرائیل کے نیک لوگوں کے ساتھ جبارین کی اس بستی کو فتح کیا تھا۔ کیونکہ اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ نے ہی عوج بن عنق سے قتال کیا تھا۔ عوج ان کا بادشاہ تھا اور بلعام ان لوگوں میں سے تھا جن کو حضرت موسیٰ نے قید کیا تھا اور پھر قتل کر دیا تھا۔ (تاریخ طبری' ج ۱' ص ۴۳۶۔۴۳۴' ملخصاً)

Marfat.com

ابوالحسین بن المنادی نے کہا یہود کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے اگر ان کو معلوم ہوتا تو وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو خدا بنالیتے۔ (المنتظم ج ۱ ص ۲۵۴۔ ۲۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ اپنی والدہ اپنی اولاد اور اپنی اہلیہ سے الوداع ہو گئے تو آپ نے حضرت یوشع کو بلایا اور انہیں لوگوں پر خلیفہ بنا دیا اور ملک الموت کے پاس گئے۔ ملک الموت نے ان سے کہا: اے موسیٰ موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے فرمایا: مجھ پر اللہ کا حکم جاری کردو۔ وہ دونوں بستی سے نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کھڑے ہوئے ان دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر وہ سب مل کر چلنے لگے حتیٰ کہ وہ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس پر سفید عمامہ باندھے ہوئے لوگ کھڑے تھے ان سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا: تم یہ کس کی قبر کھود رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ایک ایسے بندہ کی جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں اس قبر میں اتر کر اس کو دیکھ لوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے تو وہ جنت تک کشادہ کر دی گئی اور جنت کی تر و تازگی اور اس کی خوشبو پہنچنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قبر میں لیٹ گئے پھر دعا کی اے اللہ مجھے وہ بندہ بنا دے جس سے تو محبت کرتا ہے اور وہ تجھ سے محبت کرتا ہے پھر ملک الموت نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آگے بڑھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۵ ص ۳۹۳۔ ۳۹۲ الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم فضائل ۱۶۴ (۲۳۷۵) ۲۳ ۷۵ سنن النسائی: ۱۶۳۱)

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کس جگہ واقع ہے اس میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی قبر میدان تیہ میں ہے۔ ضحاک نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے برابر ارض مقدسہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر معلوم نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مبہم رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی قبروں کو یہود جان لیتے تو ضرور ان کو اپنا خدا بنالیتے۔ ابن اسحاق نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا صرف رخمہ کو علم تھا یہ وہ مخص ہے جو اس پر مطلع تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو میدان تیہ میں دفن کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل سلب کر لی تاکہ وہ کسی کو بتا نہ سکے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بیت المقدس کے باب لد کے قریب ہے۔ طبری نے کہا: یہی قول صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت ابن عباس وہب اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ ان کی قبر میدان تیہ میں ہے۔

۳۔ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے کہ ان کی قبر عالیہ اور عویلہ کے درمیان ہے اور یہ مسجد قدم کے نزدیک دو محلے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کی قبر خواب میں وہاں دکھائی گئی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ عالیہ معروف جگہ ہے اور عویلہ ایک

Marfat.com

گرجے کے پاس ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق' ج ۲۵' ص ۳۹۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

۴۔ بصری اور البلقاء کے درمیان وادی مآب میں ان کی قبر ہے۔

۵۔ حافظ ابو القاسم نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ ان کی قبر دمشق میں ہے اور حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مدینہ اور بیت المقدس کے درمیان مدین میں ہے۔ اس پر محمد بن عبد الواحد الضیاء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مدین بیت المقدس کے قریب ہے نہ ارض مقدسہ کے' اور مشہور یہ ہے کہ ان کی قبر اریحا میں ہے جو ارض مقدسہ میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کثیب احمر کے پاس ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس قبر کے پاس دعا مستجاب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب موت کی دعا کی اور بیت المقدس میں مدفون ہونے کی دعا نہیں کی۔ کیونکہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ ان کی قبر لوگوں میں مشہور ہو جائے گی تو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فضیلت والی جگہوں میں دفن ہونا مستحب ہے اور صالحین کی قبروں کے پاس مدفون ہونا مبارک ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی' ج ۱۰' ص ۶۲۳۲-۶۲۳۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں O میرا یہ منصب ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں' بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں' سو (اے فرعون!) تو میرے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے O فرعون نے کہا اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو O (الاعراف: ۱۰۶-۱۰۴)

فرعون کے دعویٰ خدائی کا رد

حضرت موسیٰ نے کہا: اے فرعون! فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے' جیسے حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی ہے۔ روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر ہے اور ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ ہے۔ ہندو بادشاہ اپنے آپ کو راجہ کہلواتے تھے اور مسلمان بادشاہ اپنے آپ کو سلطان کہلاتے تھے۔ فرعون کا نام قابوس تھا۔ یا ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ جدید تحقیق یہ ہے کہ اس کا نام منفتاح تھا۔

فرعون خدائی کا دعویٰ دار تھا اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ابتدائی کلام میں یہ فرمایا کہ میں رب العالمین کا نمائندہ (رسول) ہوں اور اس کلام سے فرعون کے دعویٰ خدائی کا رد فرمایا کیونکہ عبادت کا مستحق وہ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہو۔ آسمانوں' زمینوں' سورج' چاند اور ستاروں کا پیدا کرنے والا ہو۔ پتھروں' درختوں' حیوانوں اور انسانوں کا پیدا کرنے والا ہو' فرعون ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں تو فرعون سے پہلے بھی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کا خدائی کا دعویٰ باطل ہے۔ عبادت کا مستحق اور خدا وہی ہے جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

قبطیوں کا بنو اسرائیل کو غلام بنانا

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور اس کا رسول ہوں اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ میں حق اور صداقت کے سوا کوئی بات نہ کہوں۔ میرے رسول ہونے پر ایک قوی دلیل موجود ہے اور جب میری رسالت ثابت

Marfat.com

ہے تو اے فرعون میں تجھے یہ حکم دیتا ہوں کہ تو بنو اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

مصر کے قدیم باشندے قبطی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے چار سو سال پہلے جب حضرت یوسف علیہ السلام یہاں پر آئے اور ان کی اولاد یعنی بنو اسرائیل یہاں پھیل گئی تو مصر کے بادشاہ یعنی فرعون نے ان کو غلام بنا لیا اور وہ بنو اسرائیل سے بیگار لیتے تھے۔ ان سے جانوروں کا دودھ نکلواتے' زمینوں کی کھدائی کراتے اور دیگر مشقت کے کام لیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا چاہی۔ اس لیے فرمایا: فرعون بنو اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا: اگر تم اپنے دعویٰ کے مطابق اللہ کے رسول ہو تو اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا پس وہ اچانک جیتا جاگتا اژدھا ہو گیا○ اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے روشن ہو گیا○ (الاعراف: ۱۰۸-۱۰۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدھا بن گئی تھی۔ وہ بہت بڑا اژدھا تھا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع (ساٹھ فٹ) کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا جو اپنا منہ کھولے ہوئے فرعون کی طرف دوڑ رہا تھا۔ جب فرعون نے دیکھا کہ وہ اژدھا اس کو کھانے کے لیے دوڑ رہا ہے تو وہ تخت کے اندر گھس گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اس کو روک لے سو انہوں نے اس کو روک لیا۔ (جامع البیان' ج ۶' ص ۲۰' مطبوعہ دار الفکر' تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۵۳۲)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال دار اژدھا ہو گیا اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا۔ وہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور وہ زمین سے تقریباً ایک میل بلند تھا۔ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا جبڑا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔ وہ فرعون کے پکڑنے کے لیے دوڑا۔ فرعون اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا درآنحالیکہ اس کے دست جاری تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے پیٹ میں بیماری ہو گئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون کا جبڑا اس نے اپنی ڈاڑھوں میں پکڑ لیا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کیا لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور پچیس ہزار آدمی رش میں مارے گئے۔ پھر فرعون نے چیخ کر کہا: اے موسیٰ میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے' تم اس اژدھے کو پکڑ لو۔ میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دوں گا حضرت موسیٰ نے اس اژدھے کو پکڑ لیا تو وہ پھر لاٹھی ہو گیا۔ (روح المعانی' ج ۹' ص ۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بہ ظاہر اس روایت میں کافی مبالغہ ہے لیکن علامہ آلوسی ایک ثقہ عالم ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو اعتماد کے ساتھ نقل کیا ہے اس لیے اس کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہو گی کیونکہ اگر وہ عام اژدھا ہوتا تو چند لوگ مل کر اس کو مار ڈالتے۔ لہٰذا اتنی بات یقینی ہے کہ وہ اژدھا بہت بڑا اور غیر معمولی جسیم اور خوفناک تھا اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ خوف اور دہشت سے جب فرعون تخت چھوڑ کر بھاگا ہو تو اس کے دست نکل گئے ہوں تاہم ان کی گنتی بعید از قیاس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب اس کے درباری اور دیگر قبطی اژدھے کو دیکھ کر خود فرگی سے بھاگے ہوں تو بھگدڑ میں بہت سے درباری اور قبطی مارے گئے ہوں لیکن ان کا پچیس ہزار ہونا' ناقابل فہم ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ بہت روشن اور چمک دار تھا اور جب دوبارہ گریبان میں ہاتھ ڈالا تو وہ معمول کے مطابق تھا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ بہت سفید تھا اور اس کی یہ سفیدی برص یا کسی اور بیماری کی وجہ سے نہیں تھی۔

(جامع البیان جز ۹ ص ۲۱ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس نور کی وجہ سے آسمان اور زمین کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۲۱ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ

قوم فرعون کے سرداروں نے (آپس میں) کہا یقیناً یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے ○ یہ چاہتا ہے

اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ

کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے، اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟ ○ انہوں نے فرعون سے کہا اس کو

وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ

اور اس کے بھائی کو ٹھیرا لو اور جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دو ○ جو تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو

عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا

لے آئیں ○ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے

نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا

انعام ہو گا؟ ○ فرعون نے کہا ہاں! اور بیشک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے ○ جادوگروں نے کہا

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اے موسیٰ! آیا آپ پہلے (عصا) ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں ○

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

موسیٰ نے کہا تم ڈالو، جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ

اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا ○ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو

Marfat.com

فَاِذَا هِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ۚ فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا

تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا ○ سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ۚ فَغُلِبُوۡا هُنَالِکَ وَ انۡقَلَبُوۡا صٰغِرِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ۚ وَ اُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ

بطلان ظاہر ہو گیا ○ پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے ○ اور جادوگر سجدہ میں

سٰجِدِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ۚۖ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ۙ رَبِّ مُوۡسٰی وَ هٰرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

گر پڑے ○ انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ○

قَالَ فِرۡعَوۡنُ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَکۡرٌ

فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے ایمان لے آئے؟ یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے

مَّکَرۡتُمُوۡهُ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لِتُخۡرِجُوۡا مِنۡهَاۤ اَهۡلَهَا ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو، سو عنقریب تم اس کا خمیازہ بھگتو گے ○

لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا پھر میں ضرور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا ○

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ۚ وَ مَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ

انہوں نے کہا بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ؑ　ع ۱۴ ۴

پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قوم کے سرداروں نے (آپس میں) کہا: یقیناً یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے ○ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے، اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟ ○ انہوں نے (فرعون سے) کہا: اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھیرالو اور جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دو ○ جو تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں ○ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہو گا ○ فرعون نے کہا ہاں! اور بے شک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے ○

(الاعراف: ۱۱۴-۱۰۹)

Marfat.com

ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو

اس زمانہ میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادو کی بہت سی قسمیں تھیں اور جادو کی بعض قسمیں بہت بڑی اور بہت حیران کن تھیں اسی لیے فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق خیال کیا کہ یہ بہت ماہر جادوگر ہیں۔ پھر انہوں نے آپس میں کہا: کہ انہوں نے اتنے بڑے جادو کو اس لیے پیش کیا ہے کہ شاید یہ ملک اور ریاست کے طلب گار ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اس قول کو فرعون کی قوم کی طرف منسوب کیا ہے اور سورۃ الشعراء میں اس قول کو خود فرعون کی طرف منسوب کیا ہے' اور یہ بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ قول فرعون کا بھی ہو اور اس کے درباریوں کا بھی ہو۔ سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے اس قول کو اس کے درباریوں کی طرف منسوب کیا اور سورۃ الشعراء میں اس قول کو خود فرعون کی طرف منسوب کیا۔

"اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟" اس کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ فرعون کا کلام ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ درباریوں کا کلام ہو۔

"بے شک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے" جادوگروں نے فرعون سے اجر کا سوال کیا تھا۔ جواب میں فرعون نے کہا تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے' اس جواب میں ان کے اجر کا ذکر تو نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون کا مطلب یہ تھا کہ بے شک تم کو اجر بھی ملے گا اور تم مقربین میں سے بھی ہو جاؤ گے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ ستر جادوگر تھے اور ایک ان کا سردار تھا جو ان کو جادو سکھاتا تھا یہ مجوسی شخص تھا۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس زمانہ میں جادو کا بہت چرچا تھا' جیسا کہ متکلمین نے کہا ہے کہ ہر نبی کو اس جنس سے معجزہ دیا جاتا ہے جس جنس کا اس زمانہ میں بہت غلبہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بہت چرچا تھا تو ان کو ایسا معجزہ دیا گیا جو جادو کے مشابہ تھا اور وہ جادوگروں کے تمام کمالات پر غالب آ گیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اور حکمت کا بہت غلبہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحائی کا ایسا کمال دے کر بھیجا جو ان کی تمام طب اور حکمت پر غالب آ گیا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں فصاحت اور بلاغت کا بہت غلبہ تھا تو نبی ﷺ کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام دے کر بھیجا جس کی نظیر لانے سے تمام جن اور انس عاجز ہو گئے۔

سحر کی تعریف اور سحر اور معجزہ میں فرق

کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کسی غیر معمولی اور خلاف عادت کام کے ظہور کو سحر کہتے ہیں' اور یہ باقاعدہ کسی استاذ کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے اور اسی تعریف سے سحر کا معجزہ اور کرامت سے فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ معجزہ نبی کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جس کی نیکی اور پاکیزگی معاشرہ میں مشہور ہوتی ہے اور سحر خبیث اور بدکار شخص سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز سحر کسی استاذ سے سیکھا جاتا ہے جب کہ معجزہ نبی سے بغیر کسی شخص کی تعلیم کے ظاہر ہوتا ہے' اور معجزہ نبی اس لیے پیش کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت اور نیکی اور پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کا فرستادہ اور رسول قرار دیتا ہے۔ جبکہ ساحر دعویٰ نبوت کی دلیل کے لیے سحر پیش کرتا ہے نہ وہ لوگوں کو عبادت اور پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہے بلکہ اس کا مقصد لوگوں کو حیران کرنا اور کسی دنیاوی مفاد کو حاصل کرنا ہوتا ہے' اور نبی دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہوتا ہے اور اسی فرق سے سحر اور کرامت کا فرق بھی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ کرامت بغیر تعلیم کے کسی نیک مسلمان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے جبکہ سحر کسب اور تعلیم سے کسی فاسق اور شریر شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سحر کسی شخص کی طبیعت یا

Marfat.com

اس کی فطرت کا خاصہ نہیں ہے اور یہ بعض جگہوں' بعض اوقات اور بعض شرائط کے ساتھ مخصوص ہے۔ جادو کا معارضہ دیا جاتا ہے اور اس کو کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے۔ سحر کرنے والا فسق کے ساتھ ملعون ہوتا ہے' ظاہری اور باطنی نجاست سے ملوث ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتا ہے۔ اہل حق کے نزدیک سحر عقلاً جائز اور ثابت ہے اور قرآن اور سنت میں اس کا بیان ہے۔

معتزلہ نے کہا سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ محض نظربندی ہے اور اس کا سبب کرتب' ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرہ: ۱۰۲)

اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات) سکھاتے تھے۔

اسی آیت میں مذکور ہے کہ سحر کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں تفریق ہو جاتی تھی۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (الفلق: ۴)

آپ کہیے کہ میں گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

نیز حدیث صحیح میں ہے کہ ایک یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر سحر کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ تین راتیں بیمار رہے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۵۷۶۳) اس کی تحقیق بنی اسرائیل: ۴۷ میں دیکھیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ: ۶۶)

حضرت موسیٰ کی طرف یہ خیال ڈالا گیا کہ ان کے سحر کی وجہ سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ صرف نظربندی ہے اور کسی کے ذہن میں خیال ڈالنا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر یہی تخیل اور نظربندی تھا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی کوئی اور حقیقت نہیں ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵' ص ۸۱-۷۹' ملخصا" وموضحا"' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کا سبب مخفی ہو اس کو سحر کہتے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب کام ہوتا ہے جو خرق عادت کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس میں قول' عمل اور اعتقاد تینوں کا دخل ہے۔ اس میں شیطان کی مدح اور الفاظ شرکیہ پڑھ کر دم کیا جاتا ہے۔ ستاروں کی عبادت اور دوسرے جرائم کرنے پڑتے ہیں اور شیطان سے محبت کرنی ہوتی ہے۔ سحر وہی شخص کر سکتا ہے جس کا نفس خبیث ہو اور اس کو شیطان کے ساتھ مناسبت ہو۔ جس طرح فرشتے ان ہی لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو دائمی عبادت کرتے ہوں اور اللہ کے ساتھ قرب میں فرشتوں کے مشابہ ہوں' اسی طرح شیاطین ان ہی لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو قول' فعل اور اعتقاد کی خباثت اور نجاست میں شیاطین کے مشابہ ہوں۔ اس تعریف سے ساحر' نبی اور ولی سے ممیز ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو مختلف ترکیبوں' آلات اور دواؤں کے ذریعہ عجیب و غریب کام کر کے دکھاتے ہیں' وہ دراصل شعبدہ باز ہیں۔ ان کو ساحر مجازاً کہا جاتا ہے اور یہ بھی بعض کے نزدیک شرعاً مذموم ہے۔

علامہ نووی نے روضۃ الطالبین (ج ۷' ص ۱۹۸) میں یہ تصریح کی ہے کہ سحر بالاجماع حرام ہے۔ جمہور نے سحر کی یہ تعریف کی ہے کہ سحر ایک خلاف عادت کام ہے یہ اعمال مخصوصہ کے ذریعہ اس شخص سے صادر ہوتا ہے جس کا نفس خبیث اور شریر ہو۔

Marfat.com

جمہور کے نزدیک سحر کی حقیقت ہے اور ساحر ہوا میں اڑ سکتا ہے' پانی پر چل سکتا ہے' انسان کو قتل کر سکتا ہے اور انسان کو گدھا بنا سکتا ہے۔ ان تمام کاموں میں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساحر کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ سمندر کو چیر دے' مردے کو زندہ کر دے اور پتھر کو گویا کر دیے اور اس طرح کے دوسرے کام جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں۔ معتزلہ اور اہل سنت میں سے الاسترابازی کا یہ مذہب ہے کہ ساحر ایسے کاموں پر قادر نہیں ہوتا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ورنہ نبوت کے اثبات کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

بعض محققین نے سحر اور معجزہ میں یہ فرق کیا ہے کہ معجزہ میں نبی تحدی (چیلنج) کرتا ہے کہ اس جیسا کام کر کے دکھاؤ اور سحر میں تحدی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت مستمرہ یہ ہے کہ جھوٹے نبی کے دعویٰ کے موافق خرق عادت ظاہر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ منصب نبوت کو کذابین سے محفوظ رکھتا ہے۔

سحر اور ساحر کا شرعی حکم

علامہ تفتازانی نے کہا ہے کہ جادو کا عمل کرنا کفر ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور حدیث میں جو سحر کو کبائر میں سے شمار فرمایا ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ کفر بھی کبیرہ گناہ ہے' اور شیخ ابو منصور ماتریدی نے یہ کہا ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر قرار دینا خطا ہے بلکہ اس کی حقیقت سے بحث کرنی چاہیے اگر جادو کے عمل میں کوئی ایسی چیز ہو جو ایمان کو رد کرتی ہو تو یہ کفر ہو گا ورنہ نہیں۔ پھر جو سحر کفر ہو اس میں مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور عورتوں کو نہیں قتل کیا جائے گا اور جس سحر کے ذریعہ کسی شخص کو ہلاک کر دیا جائے اس کے مرتکب کا حکم ڈاکوؤں کی طرح ہے۔ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں اور جب ڈاکو توبہ کر لیں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی انہوں نے خطا کی کیونکہ فرعون کے جادوگروں کی توبہ قبول کر لی گئی تھی۔ مدارک میں اسی طرح مذکور ہے اور یہی بات اصول کے قریب ہے۔ امام ابو حنیفہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ جب کسی شخص کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ ساحر ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں جادو کو ترک کرتا ہوں تو اس کے قول کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ یہ کہے کہ میں پہلے جادو کرتا تھا اور اب مدت ہوئی اس کو چھوڑ چکا ہوں تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ کی باندی نے ان پر جادو کرنے کا اعتراف کیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید کو اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ہر ساحر اور ساحرہ کو قتل کر دو' سو تین ساحروں کو قتل کر دیا گیا۔ ساحر کو مطلقاً قتل کرنے پر امام شافعی نے اعتراض کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو قتل نہیں کیا جس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ اور مومن کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ذمیوں کے وہ حقوق ہیں جو مہاجرین کے ہیں اور ذمیوں کے وہ فرائض ہیں جو مہاجرین کے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۱)

سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم

جادو کے سیکھنے اور سکھانے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرہ: ۱۰۲) لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

اس آیت میں کفر کی علت جادو سکھانا ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ شیطانوں نے کفر کیا اور وہ اس کے باوجود جادو سکھاتے تھے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور

Marfat.com

جمہور علماء کا یہی مختار ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مکروہ کام ہیں۔ یہ بعض کا قول ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مباح ہیں۔ البتہ وہ جادو سکھانا مذموم ہے جس کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہو۔ امام رازی کا یہی مختار ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو کا علم قبیح ہے نہ مذموم' کیونکہ فی ذاتہ علم میں شرف اور فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۹) کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

اور جو شخص جادو کو نہ جانتا ہو وہ جادو اور معجزہ میں فرق نہیں کر سکے گا اور معجزہ کے معجزہ ہونے کا علم واجب ہے تو ثابت ہوا کہ جادو کا علم حاصل کرنا واجب ہے اور جو چیز واجب ہو وہ کیسے حرام اور قبیح ہو سکتی ہے' لیکن امام رازی کی دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ فی نفسہ جادو کا علم قبیح ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جادو کا عمل کرنا ممنوع ہے اور چونکہ جادو کا علم جادو کے عمل کا ذریعہ ہے اس لیے وہ بھی ممنوع ہو گا کیونکہ شریعت میں ممنوع کام کا ذریعہ بھی ممنوع ہے۔ جیسے فی نفسہ زنا ممنوع ہے اور اس کے مقدمات مثلاً بوس و کنار اس فعل کے ارتکاب کا ذریعہ ہیں تو ان سے بھی منع فرما دیا اور فرمایا:

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً (الاسراء: ۳۲) زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کا کام ہے۔

شریعت میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ معجزہ اور سحر میں فرق کرنا سحر کے علم پر موقوف ہے کیونکہ اکثر بلکہ تقریباً تمام علماء کو معجزہ اور سحر میں فرق کا علم ہے۔ حالانکہ ان کو سحر کا علم نہیں ہے۔ نیز جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ان میں فرق کو جاننے کے لیے یہ کافی ہے کہ معجزہ کا ظہور نبی پر ہوتا ہے جس کی نیکی لوگوں میں معروف ہوتی ہے اور وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت اور نیکی اور پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے برخلاف سحر فاسق اور خبیث شخص سے صادر ہوتا ہے اور وہ کسی نیک کام کی دعوت نہیں دیتا اور اس پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر جادو کا علم حاصل کرنا واجب ہوتا تو حضرات صحابہ کرام' اخیار تابعین اور بعد کے ائمہ اور فقہاء جادو کے بہت بڑے عالم ہوتے حالانکہ ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے تو کیا ان اسلاف نے اس واجب کو ترک کر دیا تھا اور صرف امام رازی نے اس واجب پر عمل کیا ہے!

(روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۰-۳۳۸ 'ملحصاً' و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! آیا آپ پہلے (عصا) ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں ○ موسیٰ نے کہا تم ڈالو' جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا ○ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا ○ سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا ○ پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے۔

(الاعراف: ۱۱۹-۱۱۵)

حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ

جادوگروں نے حضرت موسیٰ سے کہا اے موسیٰ! آیا آپ پہلے عصا ڈالیں گے یا ہم اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پہلے ڈالیں' انہوں نے اپنے اس سوال میں حسن ادب کو ملحوظ رکھا اور اپنے ذکر سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا' اور اسی ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی توفیق دی۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ڈالو' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان کا لاٹھیاں ڈالنا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مقابلہ میں معارضہ کرنا تھا' اور معجزہ کا معارضہ کرنا کفر ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر کرنے کا حکم کیونکر دیا جب کہ کفر کا حکم دینا بھی کفر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا ثبوت اور غلبہ اس پر موقوف تھا کہ وہ اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان لاٹھیوں کو نگل لے تو حضرت موسیٰ نے ان کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم اس حیثیت سے دیا تھا کہ ان کے معجزہ کا غلبہ ثابت ہو اور وہ انجام کار ان جادوگروں کے ایمان لانے کا ذریعہ ہو۔

جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں ڈالیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوفزدہ کر دیا' اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوت مخیلہ سے لوگوں کے دماغوں پر تاثیر کی اور لوگوں کی آنکھوں پر سحر کیا' سو ان کو وہ لاٹھیاں اور سانپ دوڑتے ہوئے معلوم ہونے لگے' ایک قول یہ ہے کہ ان لکڑیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا سورج کی تپش سے وہ پارہ حرکت کرنے لگا جس سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ اور لوگ ان سے خوفزدہ ہو گئے۔

اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا۔

مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن گیا اور جب اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے دو جبڑوں کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا۔ اس نے ان کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا' اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑا تو وہ پہلے کی طرح لاٹھی بن گیا' اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان معجزہ تھا' کیونکہ وہ بہت بڑا اژدہا جو ہزاروں لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل چکا تھا آن کی آن میں پہلے کی طرح متوسط لاٹھی بن گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لاٹھیوں اور رسیوں کو معدوم کر دیا یا ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیا اور کسی کو ان کے ریزہ ریزہ ہونے اور ہوا میں تحلیل ہونے کا پتہ نہ چل سکا اور یہ فعل صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت سے ظہور میں آیا' کیونکہ کسی چیز کو موجود کرنا یا معدوم کرنا' اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف لاٹھی کو پھینکنا اور اس کو پکڑنا تھا اور اس لاٹھی میں یہ صفت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تھی اور لاٹھی کو پھینکنا اور پکڑنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن کے تابع تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایسے عظیم الشان معجزہ کو ظاہر فرمایا۔ تاہم بعض معجزات انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے بھی ظہور میں آتے ہیں لیکن وہ قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہوتی ہے۔ اور درحقیقت وہی تمام معجزات کا خالق ہے۔ سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس کا بطلان ظاہر ہو گیا۔

حق کے غلبہ کے ظہور کا سبب یہ ہے کہ جادوگروں نے کہا کہ موسیٰ نے جو کچھ کیا اگر وہ جادو ہوتا تو ہماری لاٹھیاں اور رسیاں گم نہ ہوتیں اور جب وہ گم ہو گئیں تو معلوم ہوا کہ یہ کام اللہ سبحانہ کی خلق اور اس کی تقدیر سے ہوا ہے اس میں جادو کا کوئی دخل نہیں تھا' اور اسی وجہ سے معجزہ' جادو سے متمیز ہو گیا۔

"پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے"۔

جب فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا نگل گیا اور بغیر کسی شعبدہ' حیلہ اور شبہ کے وہ تمام لاٹھیاں غائب ہو گئیں تو فرعون اور اس کے درباریوں نے جس طمطراق سے ان جادوگروں کو بلایا تھا' وہ رائیگاں گیا اور ان کے غرور کا سر نیچا ہو گیا تو وہ انتہائی ذلت کے ساتھ پسپا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے○ انہوں نے کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ (الاعراف: ۱۲۰-۱۲۲)

Marfat.com

جادوگروں کے ایمان لانے میں علم کی فضیلت

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ فرعون نے ستر ہزار جادوگر جمع کیے تھے اور انہوں نے ستر ہزار لاٹھیاں اور ستر ہزار رسیاں میدان میں پھینکی تھیں۔ امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں ایک مربع میل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں اتنی تھیں کہ وہ تین سو اونٹوں کا بار تھیں اور جب ان سب لاٹھیوں اور رسیوں کو حضرت موسیٰ کے عصا نے نگل لیا اور وہ معمول کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا تو جادوگروں نے آپس میں کہا یہ چیز جادو سے خارج ہے بلکہ یہ محض اللہ کا فعل ہے اور اس سے انہوں نے استدلال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں۔

متکلمین نے کہا یہ آیت فضیلت علم پر بہت قوی دلیل ہے' کیونکہ وہ جادوگر جادو کی حقیقت سے واقف تھے ان کو معلوم تھا کہ جادو کا انتہائی کمال کیا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو کی حقیقت سے خارج ہے' اگر وہ جادو کے علم میں کامل نہ ہوتے تو وہ یہ استدلال نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ سوچتے کہ شاید یہ ہم سے بڑے جادوگر ہیں' اس لیے یہ اس چیز پر قادر ہیں جس سے ہم عاجز ہیں' لیکن چونکہ وہ جادو کے علم میں کامل تھے اس لیے انہوں نے جان لیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ خالق کائنات کی قدرت کا شاہکار ہے۔ پس وہ جادو کے علم میں کامل ہونے کی وجہ سے کفر سے ایمان کی طرف منتقل ہو گئے۔ سوچئے کہ جب جادو کے علم میں کمال کا یہ ثمرہ ہے تو دین اسلام اور شریعت کے علم میں کمال حاصل کرنے کا کیا ثمرہ ہو گا!

رب موسیٰ و ہارون کہنے کی وجہ

جادوگر پہلے سجدہ میں گر گئے' پھر اس کے بعد کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لائے' اس کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ بظاہر پہلے ایمان کا اظہار کرنا چاہیے تھا پھر سجدہ کرنا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی معرفت آ گئی تو وہ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے بے اختیار سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی معرفت' کفر سے ایمان کی طرف منتقل ہونے اور اللہ کے سامنے خضوع اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے بے اختیار سجدہ میں گر گئے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان کو کوئی نعمت ملے تو اس کو بے اختیار سجدہ میں گر جانا چاہیے۔

انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لائے ○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ○

اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون العالمین میں داخل ہیں۔ پھر العالمین کے بعد موسیٰ اور ہارون کا ذکر کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ جادوگروں کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی وجہ سے ایمان نصیب ہوا تھا اس لیے انہوں نے کہا: ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ صرف یہ کہتے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے تو ہو سکتا ہے کہ فرعون یہ کہتا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں کیونکہ وہ بھی رب العالمین ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا' اس لیے انہوں نے کہا: ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہرچند کہ العالمین میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون داخل تھے لیکن ان کی فضیلت کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وملائكته ورسله وجبريل وميكل" (البقرۃ: ٩٨) ہرچند کہ ملائکہ میں جبرئیل اور میکائیل داخل ہیں لیکن ان کی فضیلت کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون نے کہا: تم میرے اجازت دینے سے پہلے ایمان لے آئے؟ یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو' عنقریب تم اس کا خمیازہ بھگتو گے ○

Marfat.com

میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا' پھر میں ضرور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا○ انہوں نے کہا بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں○ تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے' اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض کرنا۔ (الاعراف: ۱۲۶-۱۲۳)

فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ جن لوگوں کو سب سے زیادہ جادو کا علم تھا وہ لوگوں کے بہت بڑے اجتماع کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئے تو اس کو اپنی خدائی کا خطرہ پڑ گیا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بہت قوی دلیل قائم ہو گئی۔ تو اس نے لوگوں کو اپنی بندگی پر قائم رکھنے کے لیے فوراً دو شبہات ڈالے۔ ایک شبہ یہ ڈالا کہ یہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل کی قوت کی وجہ سے ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کا مقابلہ دراصل نورا کشتی تھی اور انہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ جادوگر عمداً ہار جائیں گے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل کا غلبہ ظاہر ہو۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے سردار کی مقابلہ سے پہلے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں تم پر غالب آ جاؤں تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے اور اس بات کی گواہی دو گے کہ جس دین کی دعوت دے رہا ہوں وہ حق ہے' جادوگروں کے سردار نے کہا کل ہم ایسا جادو پیش کریں گے جس پر کوئی جادو غالب نہیں آ سکے گا' اور خدا کی قسم اگر تم مجھ پر غالب آ گئے تو میں ضرور تم پر ایمان لے آؤں گا اور میں ضرور یہ گواہی دوں گا کہ تمہاری دعوت سچی ہے۔ فرعون ان کو باتیں کرتا ہوا دیکھ رہا تھا اس لیے اس نے کہا: یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غالب ہونا پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق تھا حقیقت میں وہ غالب نہیں ہوئے تھے۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۳۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

فرعون لعین نے دوسرا شبہ یہ ڈالا ان کا مقصد تمہیں تمہارے وطن سے نکالنا ہے اس لیے انہوں نے یہ نورا کشتی کی ہے' فرعون کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کے اثرات کو زائل کرنا تھا تاکہ اس کے رعایا اس کی خدائی کے متعلق بدگمان نہ ہو' پھر اس نے کہا تم عنقریب جان لوگے' اپنے اس قول سے اس نے مسلمان ہونے والے جادوگروں کو سزا کی دھمکی دی۔

آیا فرعون اپنی دھمکی پر عمل کر سکا یا نہیں؟

"میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا' پھر میں ضرور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا"۔ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے اور یہ فرعون کی تفصیلی دھمکی ہے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ فرعون نے اس دھمکی پر عمل کیا یا نہیں' امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سولی پر لٹکایا اور جس شخص نے سب سے پہلے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹا' وہ فرعون تھا۔

(جامع البیان ج ۹' ص ۳۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض مفسرین نے کہا: فرعون اس دھمکی پر عمل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَا

فرمایا' ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کر دیں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے'

Marfat.com

اَنۡتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ۔ سو وہ آپ دونوں تک ہماری نشانیوں کے سبب نہ پہنچ سکیں گے آپ دونوں اور آپ کی اتباع کرنے والے غالب رہیں گے۔ (القصص: ۳۵)

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کو غلبہ کی بشارت دی ہے' اس لیے فرعون ان کو قتل نہیں کر سکتا تھا' لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں غلبہ سے مراد دلیل اور حجت کا غلبہ ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ حالت اسلام میں ہم پر وفات طاری کرنا اور وفات سے مراد طبعی موت ہے اس کا معنی ہے ان کو قتل نہیں کیا گیا اور یہ زیادہ قوی دلیل ہے۔

امام ابن جریر نے متعدد سندوں کے ساتھ یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں وہ جادوگر تھے اور دن کے آخری حصہ میں وہ شہداء تھے' نیز انہوں نے اپنے لیے صبر کی دعا کی تھی اور صبر کی دعا اسی وقت کی جاتی ہے جب انسان کسی امتحان' آزمائش اور بلا میں گھر جائے۔ یعنی سولی پر چڑھائے جانے اور ہاتھوں اور پاؤں کے کاٹے جانے سے وہ ڈگمگا نہ جائیں اور اپنے ایمان پر برقرار رہیں اور ان کو اسلام پر ہی موت آئے۔ ان دلائل سے اس نظریہ کو تقویت ملتی ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کر لیا تھا۔

راہ حق میں قربانی دینے کے لیے تیار رہنا

"انہوں نے کہا: بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔۔۔۔الخ"

جب انسان دین حق کو قبول کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس راہ میں مصائب اور مشکلات پر ثابت قدم رہنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ایسی قوت اور جرأت پیدا کر دیتا ہے' ان جادوگروں نے جب بصیرت سے حق کو پہچان لیا تو پوری جرأت کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا' اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے اور اس دنیا کی فانی لذتوں پر آخرت کی دائمی نعمتوں کو قربان نہیں کرنا چاہیے اور راہ حق کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَقَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا؛

الۡاَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ‌ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡىٖ

تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں، فرعون نے کہا ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو

نِسَآءَهُمۡ‌ۚ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِيۡنُوۡا

زندہ رہنے دیں گے، اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں ○ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو

بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا‌ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۙ يُوۡرِثُهَا مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ‌ؕ

اور صبر کرو، بیشک ساری زمین صرف اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے

Marfat.com

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوٓا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ

اور اچھا انجام متقین کے لیے ہے ○ انہوں نے کہا (اے موسیٰ): آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور

بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ

آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی (موسیٰ نے) کہا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین

يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾ ع

میں ان کا جانشین بنائے گا، پھر وہ تمہارے اعمال کو ظاہر فرمائے گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا؟ تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں' فرعون نے کہا: ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے' اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے' اور بے شک ہم ان پر غالب رہیں گے۔ (الاعراف: ۷: ۱۲۷)

فرعون کے معبود کی تفسیر میں اقوال

فرعون کی قوم نے جب دیکھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا نہ ان کو کوئی سزا دی تو انہوں نے یہ کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا' تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں' فرعون نے حضرت موسیٰ سے اس لیے کوئی تعرض نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس کو ڈر تھا کہ اگر حضرت موسیٰ نے اس پر عصا چھوڑ دیا تو وہ اژدہا بن کر اس کو کھا جائے گا۔ تاہم اس نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے قوم کو جواب دیا کہ ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور بیٹیوں کو چھوڑ دیں گے' گویا موجودہ نسل کے ختم ہونے کے بعد بنو اسرائیل کی صرف عورتیں رہ جائیں گی اور عورتوں سے تمہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ گویا کہ یہ ایک طویل المیعاد منصوبہ تھا۔ اور اس سے وقتی طور پر قبطیوں کو تسلی دینا مقصود تھی۔

قبطیوں نے کہا تھا تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔ فرعون کے معبود کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱- فرعون نے اپنی قوم کے لیے چھوٹے چھوٹے بت بنا رکھے تھے اور اس نے اپنی قوم کو ان کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور خود کو وہ کہتا تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اور ان بتوں کا بھی رب ہوں۔

۲- حسن بصری نے کہا: فرعون خود بھی بتوں کی عبادت کرتا تھا۔

۳- امام رازی نے فرمایا کہ فرعون ستاروں کی تاثیر کا قائل تھا اور اس نے ستاروں کی صورتوں کے بت بنا رکھے تھے اور وہ خود بھی ان کی عبادت کرتا تھا اور قوم سے بھی ان کی عبادت کراتا تھا۔

۴- امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی ایک گائے تھی' جس کی اس کی قوم عبادت کرتی تھی اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب بھی وہ کوئی خوب صورت گائے دیکھتے تو فرعون اس کی عبادت کا حکم دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو' بیشک ساری زمین صرف اللہ کی ہے' وہ

Marfat.com

اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور اچھا انجام متقین کے لیے ہےO انہوں نے کہا (اے موسیٰ!) آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی۔ (موسیٰ نے کہا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنادے گا' پھر وہ تمہارے اعمال کو ظاہر فرمائے گا۔ (الاعراف: ۱۲۹-۱۲۸)

اللہ پر ایمان کامل کی وجہ سے مصائب کا آسان ہو جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو چیزوں کا حکم دیا اور دو چیزوں کی بشارت دی' ایک یہ حکم دیا کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور دوسرا یہ حکم دیا کہ مصائب پر صبر کرو' اور اللہ تعالیٰ سے استمداد اور استعانت کے حکم کو پہلے بیان فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور اس کو چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے اور ہم اس کے بندے اور مملوک ہیں اور مالک کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی مملوک میں جس طرح چاہے تصرف کرے تو اس کا دل اللہ کی معرفت کے نور سے روشن ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مالک کی محبت میں مستغرق ہو جاتا ہے' پھر اس پر جو مصیبت اور تکلیف وارد ہو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خوشی اور محبت سے ان مصائب کو گلے لگالیتا ہے اور ان پر کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتا' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں بے خطر کود پڑے' حضرت اسماعیل نے راضی بہ رضا ہو کر چھری تلے اپنی گردن رکھ دی' حضرت ایوب علیہ السلام نے صبرو استقامت سے تمام بیماریوں کو برداشت کیا۔ سو جس شخص کا اللہ پر یقین محکم ہو اس کے لیے مصائب اور مشکلات پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو ایک یہ بشارت دی کہ اللہ ان کے دشمن کو ہلاک کردے گا اور اس کی جگہ ان کو اس زمین کا وارث کردے گا۔ کیونکہ زمین کا مالک اللہ ہے' وہ جس کو چاہے اس زمین کا وارث بنادیتا ہے' اور دوسری بشارت یہ دی کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو آخرت میں بھی تمہارا اچھا انجام ہو گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان اور تقویٰ قائم رکھنے کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور سرفرازی حاصل ہو جاتی ہے۔

کسی بات کو سمجھنے کے لیے سوال کرنے کا جواز

بنو اسرائیل نے جب فرعون کی وعید اور اس کی دھمکیوں کو سنا تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے اور گھبرا گئے اور انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے آنے سے پہلے بھی اذیت دی گئی اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے فرعون لعین نے بنو اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ وہ ان سے جزیہ لیتا تھا۔ اور ان سے سخت مشکل کام لیتا تھا' اور ان کو سہولت اور آرام سے منع کرتا تھا' ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو ان کو یہ واثق امید ہو گئی کہ اب ان کی مشکلات کے دن ختم ہو گئے اور ان کو اب فرعون کے ظلم و ستم سے نجات مل جائے گی' لیکن جب انہوں نے فرعون کو پھر دھمکیاں دیتے ہوئے سنا' تو ان کی امید پھر ڈوب گئی اور انہوں نے رنج اور مایوسی سے یہ کہا کہ ہمیں آپ کی آمد سے پہلے بھی اذیت دی گئی تھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی ہم ظلم و ستم کے سائے میں ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بنو اسرائیل کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو مکروہ جانا اور یہ کفر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ بشارت دی کہ اب تمہاری

Marfat.com

مصیبتوں کے دن گزر گئے تو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ ان کی مصیبتیں اسی وقت ختم ہو جائیں گی اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کے مصائب تو ان پر اسی طرح چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس خوشخبری کی کیفیت جاننے کے لیے سوال کیا' اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ وضاحت کی کہ ان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان کے مصائب اسی وقت ختم ہو جائیں گے' بلکہ ان کی نجات کا جو وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیا ہے ان کی نجات اسی وقت ہو گی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا' پھر وہ تمہارے اعمال کو ظاہر فرمائے گا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر استاد یا شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو دریافت حال کے لیے سوال کیا جا سکتا ہے' اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کوئی حدیث سنتیں جس کا مطلب انہیں سمجھ نہ آتا تو وہ دوبارہ آپ سے رجوع کرتیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں' اور نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کا حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا' حضرت عائشہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ (الانشقاق: ۸-۷)

تو جس شخص کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو اس سے بہت آسان حساب لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا: یہ تو اعمال نامہ کو پیش کرنے کے متعلق ہے۔ لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۳۷'۶۵۳۶'۴۹۳۹'۱۰۳)

وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

اور بیشک ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تاکہ وہ

لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖۚ وَاِنْ

نصیحت قبول کریں ○ پس جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب

تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ

ان پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے، سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ

(ثابت) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ○ اور انہوں نے کہا (اے موسیٰ) آپ جب بھی ہمیں

مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَاۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا

مسحور کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ پس ہم نے ان پر طوفان

Marfat.com

عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ

بھیجا اور ٹڈی دل کے بادل اور جوئیں اور مینڈک اور خون ، درآنحالیکہ یہ الگ الگ نشانیاں

مُّفَصَّلٰتٍ قف فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ

تھیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھی ہی مجرم قوم ○ اور جب بھی ان پر

عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج

کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے اے موسیٰ! آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کیجیے،

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ

اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ج ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

کو روانہ کر دیں گے ○ پس جب ہم نے ان سے اس مدت معینہ تک کے لیے عذاب دور کر دیا جس مدت تک پہنچنا ان

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ

کے لیے مقدر تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑنے والے تھے ○ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان کو سمندر میں غرق کر دیا کیوں کہ انہوں نے ہماری نشانیوں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ

کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے لاپرواہی برتتے تھے ○ اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے

كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا

اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں ،

فِيْهَا ط وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لا بِمَا

اور بنو اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا کیوں کہ انہوں نے صبر

صَبَرُوْا ط وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا

کیا تھا ، اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو تباہ و برباد کر

Marfat.com

يَعْرِشُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى

دیا ○ اور ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے

قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ

پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایک ایسا

اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ

معبود بنا دیجیے جیسے ان کے معبود ہیں، موسیٰ نے کہا بے شک تم جہالت کی باتیں کرتے ہو ○ بیشک جس کام میں یہ لوگ

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ

مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر غلط ہے ○ اور موسیٰ نے کہا کیا میں اللہ کے سوا

اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں (اس زمانہ میں) سب جہان والوں پر فضیلت دی ہے ○ اور (اے بنو اسرائیل!) یاد کرو

اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَ

جب ہم نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دے دی جو تم کو بُرا عذاب دیتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾

تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت سخت آزمائش تھی ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تاکہ وہ نصیحت کو قبول کریں ○ جب ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب ان پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے' سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک (ثابت) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ (الاعراف: ١٣١-١٣٠)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

آل فرعون: فرعون کی قوم اور اس کے خواص اور یہ اس کے درباریوں کی جماعت ہے۔ "آل" کا استعمال کسی شخص کے قرابت داروں میں ہوتا ہے۔ جیسے آل ابراہیم اور آل عمران یا اس کا استعمال کسی کے متبعین اور اس کے پیروکاروں میں ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (المومن: ٤٦) فرعون کے متبعین کو بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کی پوری تحقیق ہم نے البقرہ: ١٤٩ میں کی ہے۔

Marfat.com

سنین: یہ سنۃ کی جمع ہے جس کا معنی سال ہے، لیکن اس کا اکثر استعمال ان سالوں کے لیے کیا جاتا ہے جس میں خشک سالی اور قحط ہو، حدیث میں ہے: "واجعلها علیهم کسنی یوسف" اے اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کی طرح قحط کے سال مقرر کر دے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۰۴، صحیح مسلم، المساجد، ۲۹۴، ۶۷۵، ۱۵۱۲، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۰۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۴۴، مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۳۹)

الحسنۃ: ہر اس چیز کو حسن کہتے ہیں جو خوبصورت ہو اور اس کی طرف رغبت کی جاتی ہو، اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو حساً حسن ہو جیسے خوبصورت چہرے، خوب صورت نقوش وغیرہ، دوسری وہ جو عقلاً حسن ہو جیسے فائدہ مند اور نفع آور کام، دوا اور پرہیز وغیرہ۔ تیسری وہ جو شرعاً حسن ہوں جیسے ایمان اور اعمال صالحہ، اور "الحسنۃ" ہر اس نعمت کو کہتے ہیں جس کے حصول سے انسان اپنی روح، بدن اور احوال میں فرحت اور سرور کو پائے، یہاں "الحسنۃ" سے مراد ہے کھیتوں اور باغات کا سرسبز اور شاداب ہونا اور زمین کا زرخیز ہونا اور "السیئۃ" اس کی ضد ہے یعنی خشک سالی اور قحط۔

یطیروا: تطیر اور تشاءم کا معنی ہے بدشگونی اور بدفالی نکالنا، حدیث میں ہے: "لا عدوی ولا طیرة" کوئی مرض بنفسہ متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۵۳، صحیح مسلم، سلام: ۱۰۲، (۲۲۲۰) ۵۶۸۰، مسند احمد، ج ۱، ص ۱۷۴)

نیز حدیث میں ہے تین چیزوں سے کوئی شخص سلامت نہیں "الطیرة والحسد والظن" بدشگونی، حسد اور بدگمانی، کہا گیا پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا: جب تم بدشگونی نکالو تو اپنے کام پر روانہ ہو، اور جب تم حسد کرو تو اس کے درپے نہ ہو اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرو۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۷۸۹، فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۸۲)

ایک اور حدیث میں ہے الطیرة شرک بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر.....

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۹۱۰، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۲۰، ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۵۳۸، مسند احمد، ج ۱، ص ۴۴۰، ۳۸۹)

حدیث کا معنی یہ ہے کہ بدشگونی کو موثر حقیقی اعتقاد کرنا شرک ہے اور ہم میں سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی کا خیال آتا ہے۔ لیکن اللہ پر توکل سے بدشگونی زائل ہو جاتی ہے۔

قوم فرعون پر پے درپے بلائیں اور آفتیں نازل کرنے کی حکمت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے وقفہ وقفہ سے فرعون کی قوم پر عذاب نازل فرمایا تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو، ایک قسم کا عذاب نازل کرنے کے بعد ان کو توبہ کرنے اور رجوع کرنے کا موقع دیا۔ پھر دوسری قسم کا عذاب نازل فرمایا۔ اور اس طرح وقفہ وقفہ سے چھ قسم کا عذاب نازل فرمایا، لیکن جب انہوں نے کسی طرح رجوع نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا کہ اس نے بنو اسرائیل کے دشمن کو ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر پے بہ پے مصائب اور بلائیں اس لیے نازل فرمائیں کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جب اس پر مصیبت پڑتی ہے تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور وہ تکلیف اور گھبراہٹ میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ (بنو اسرائیل: ۶۷)	اور جب تم کو سمندر میں آفت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ (الزمر: ۸) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے درآنحالیکہ وہ اس کی طرف رجوع کررہا ہوتا ہے۔

پس جب ان پر خوش حالی آتی تو وہ یہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب ان پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ان کو متنبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو پے بہ پے آفتیں اور بلائیں نازل کیں ان سے انہوں نے کوئی سبق یا نصیحت حاصل نہیں کی بلکہ ان کا کفر اور سرکشی اور بڑھ گئی' اور اللہ تعالیٰ جب بھی ان کو سرزنش اور نصیحت کرنے کے لیے ان پر کوئی مصیبت نازل فرماتا تو وہ اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے۔ اسلام نے کسی چیز سے براشگون نکالنے یا کسی چیز کو منحوس سمجھنے کی بہت مذمت کی ہے' نبی ﷺ کسی چیز سے نیک شگون تو لیتے تھے لیکن بدشگونی کی آپ نے مذمت فرمائی ہے۔

فال اور شگون نکالنے کی تحقیق

امام رازی نے لکھا ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو یہود نے اس کو بدشگونی کہا اور کہا: ان کے آنے سے چیزیں مہنگی ہو گئیں اور بارشیں کم ہو گئیں۔ عرب بدفالی اور بدشگونی کو طائر' تطیر اور طیرہ کہتے تھے وہ طائر (پرندہ) سے فال نکالتے اور فال نکالنے کے لیے پرندہ کو اڑاتے۔ پھر اگر پرندہ دائیں جانب سے آتا تو اس کو نیک شگون قرار دیتے اور اگر وہ بائیں جانب سے آتا تو اس کو بدشگون قرار دیتے۔ اس کے بعد مطلقاً بدشگونی کے لیے طائر اور تطیر کا لفظ استعمال ہونے لگا۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' روح المعانی جز ۹' ص ۳۲' بیروت)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدفال نہیں نکالتے تھے' آپ جب کسی عامل کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی' اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی' اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ اس کا نام پوچھتے اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۹۲۰' مسند احمد' ج ۵' ص ۳۳۰' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۷۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کلمہ (بات) سنا جو آپ کو اچھا لگا آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے منہ سے فال لے لی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۷' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۷۹۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کے لیے روانہ ہوتے تو آپ کو یہ سننا اچھا لگتا یاراشد (اے ہدایت پانے والے) یانجیح (اے کامیاب ہونے والے)

(سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۶۲۲' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۸۰۰)

حضرت عروہ بن عامر قریشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے بدفالی کا ذکر کیا گیا' آپ نے فرمایا: سب سے اچھی چیز نیک فال ہے اور فال مسلمان کو کسی مہم سے نہیں روکتی' پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو کہے: اے اللہ! تیرے سوا کوئی شخص اچھائیوں کو نہیں لاسکتا' اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کرسکتا' اور گناہوں سے باز رہنا اور نیکیوں کو کرنا تیری مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۹۱۹' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۸۰۱)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا بدشگونی شرک ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: ہم میں سے ہر شخص کو بدشگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے لیکن اللہ پر توکل اس کو زائل کر دیتا ہے۔

(سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۳۹۱۰' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۶۲۰' مسند احمد ج ۱' ص ۳۸۹' رقم الحدیث: ۳۶۸۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۵۳۸' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۹۰۹' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۸۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے اور مجھ کو فال پسند ہے' صحابہ نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات' نیک بات۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۷۵۴' صحیح مسلم' سلام' ۱۱۰' (۲۲۲۳) ۵۶۹۰' سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۳۹۱۶' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۶۲۱' مسند احمد' ج ۳' ص ۱۳۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۵۳۷' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۱۶۱۵' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۸۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے' (اور اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو) تین چیزوں میں نحوست ہوتی' گھوڑے میں' عورت میں اور مکان میں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۰۹۳' صحیح مسلم' سلام: ۱۱۵' (۲۲۲۵) سنن ابو داؤد' رقم الحدیث: ۳۹۲۲' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۸۳۳' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۳۵۷۱' مسند احمد' ج ۲' ص ۱۱۵ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۵۹۶۳ طبع جدید' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۹۱۵' جامع الاصول' رقم الحدیث: ۵۸۰۳)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بدشگونی کی وجہ سے اپنی مہم پر نہیں گیا وہ شرک میں آلودہ ہو گیا۔ (مسند البزار' رقم الحدیث: ۳۰۴۶' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۱۰۶)

بدشگونی کی ممانعت کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

تطیر (بدشگونی) کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین طیر (پرندہ) پر اعتماد کرتے تھے' جب ان میں سے کوئی شخص کسی کام کے لیے نکلتا تو وہ پرندہ کی طرف دیکھتا اگر وہ پرندہ دائیں طرف اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر وہ پرندہ بائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے بدشگونی نکالتا اور لوٹ آتا' بعض اوقات وہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خود پرندہ کو اڑاتے تھے' پھر جس جانب وہ اڑتا تھا اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق مہم پر روانہ ہوتے یا نہ ہوتے۔

جب شریعت آ گئی تو اس نے ان کو اس طریقہ سے روک دیا' چونکہ مشرکین بدفال اور بدشگون پر اعتماد کرتے تھے تو مسلمانوں میں بھی اس کے اثرات آ گئے۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں سے کوئی شخص خالی نہیں ہوتا' بدشگونی' بدگمانی' اور حسد۔ پس جب بدشگونی نکلے تو تم واپس نہ ہونا' اور جب تم حسد کرو تو اس کو طلب نہ کرنا اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرنا اور تم اللہ ہی پر توکل کرو' اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام بیہقی اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا یا جس نے تیر سے فال نکالی یا جو شخص بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا وہ بلند درجات کو نہیں پا سکتا۔ نیز امام ابو داؤد' امام ترمذی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

Marfat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدشگونی نکالنا شرک ہے' آپ نے اس کو شرک اس لیے قرار دیا کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شگون اور فال کی وجہ سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے یا کوئی ضرر دور ہوتا ہے' گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شگون کو شریک کر لیا اور جس نے بدشگونی کی پروا نہیں کی اور سفر پر روانہ ہو گیا تو اس پر اس بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(فتح الباری ج ۱۰' ص ۲۱۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱۴۰۱ھ)

نیک فال کے جواز کا سبب اور بد فال کو شرک قرار دینے کی توجیہ

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

بدشگونی یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنتا ہے یا کوئی چیز دیکھتا ہے اور اس سے اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل نہیں ہو سکے گی اور فال اس کی ضد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنے یا کوئی چیز دیکھے تو پھر یہ امید رکھے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا: بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور سب سے اچھی چیز فال ہے۔

(صحیح مسلم رقم: ۲۲۲۳' صحیح بخاری رقم: ۵۷۵۵' مسند احمد' ج ۲' ص ۲۶۶)

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدشگون نہیں لیتے تھے لیکن آپ (نیک) فال نکالتے تھے۔ حضرت بریدہ اپنے اہل قبیلہ بنی سہم کے ستر نفر کے ساتھ (ہجرت کے سفر میں) نبی ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے پہنچے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا بریدہ! تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر فرمایا: "برد امرنا و صلح" ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور اچھا ہو گیا۔ (آپ نے بریدہ سے برد کی فال نکالی اور برد کا معنی ہے' ٹھنڈا ہونا۔ سعیدی) پھر فرمایا: تم کن لوگوں سے ہو؟ میں نے کہا' اسلم سے' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا "سلمنا" ہم سلامتی سے رہیں گے۔ پھر فرمایا تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا: بنو سہم سے' آپ نے فرمایا: خرج سہمنا ہمارا حصہ نکل آیا۔

(الاستیعاب علی ہامش الاصابہ' ج ۱' ص ۱۷۴' اسد الغابہ' ج ۱' ص ۱۹۶)

آپ فال کو اس لیے پسند فرماتے تھے کہ نیک فال سے انشراح نفس (شرح صدر' تسکین قلب) ہو جاتا ہے' اور انسان کو جب یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کی امید بر آئے گی اور وہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ حسن ظن رکھتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ میں بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں اور آپ بدشگونی کو اس لیے ناپسند فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کا عمل ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے' جیسا کہ امام ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے اور جو شخص بدشگونی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طریقہ پر نہیں ہے) سوا اس شخص کے جو بدشگونی کے باوجود اپنی مہم پر روانہ ہو جائے اور بدشگونی کی بالکل پرواہ نہ کرے۔ البتہ انسان اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کے دل میں بدشگونی کا بالکل خیال نہ آئے' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن الحکم نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو ان کے دلوں میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کے درپے نہ ہوں' اور بعض روایات میں ہے اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا' لیکن جب انسان اللہ پر توکل کرے تو بدشگونی جاتی رہتی ہے' اسی لیے آپ نے فرمایا: جب تم بدشگونی نکالو' تو اپنی مہم پر روانہ ہو اور اللہ پر توکل کرو۔ (الکامل ابن عدی' ج ۴' ص ۱۵۲۳)

Marfat.com

عورت ' مکان اور گھوڑے میں بدشگونی کی توجیہ

بدشگونی نیک فال کی ضد ہے۔ آپ نے فرمایا: شوم (بدشگونی یا نحوست) کوئی چیز نہیں ہے ' شوم صرف تین چیزوں میں ہے: عورت ' گھوڑا اور مکان۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۷۷۲ ' ۵۷۵۳ ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۵ ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۲۳ ' سنن النسائی ' رقم الحدیث: ۳۵۷۱)

بعض علماء نے یہ کہا کہ اس حدیث میں نفی کے عموم سے یہ تین چیزیں مستثنیٰ ہیں اور ان تین چیزوں میں فی الواقع شوم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جیسے زمانہ جاہلیت میں مشرکین بعض چیزوں سے بدشگونی لیتے تھے اور ان کو منحوس (بے برکت) کہتے تھے اسی طرح ان تین چیزوں میں نحوست ہے ' اور یہ چیزیں فی الواقع مضر ہیں ' بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخصوص مکان یا کسی مخصوص عورت کے متعلق انسان کے دل میں خیال آئے کہ یہ منحوس ہے تو وہ اپنے اطمینان کے لیے دوسرا مکان بدل لے یا دوسری عورت سے نکاح کر لے ' لیکن وہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی چیز اپنی ذات میں مضر نہیں ہے اور ہر چیز کا وہی خالق ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں اور یہ جواب ہر اس چیز میں جاری ہو سکتا ہے جس کے متعلق انسان کے دل میں یہ خیال آئے کہ وہ منحوس ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں جانے سے منع کیا ہے ' اور وہاں کے رہنے والوں کو اس علاقہ سے نکلنے سے بھی منع کیا ہے ' اور اگر مکان ' عورت اور گھوڑے میں نحوست ہو تو اس کو تبدیل کرنے کی رخصت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین قسم کی چیزیں ہیں؟

پہلی قسم وہ ہے جس سے بالکل ضرر نہیں ہوتا ' نہ ہمیشہ نہ اکثر اوقات ' نہ بعض اوقات ' نہ نادراً یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس کا بالکل اعتبار نہیں کیا جیسے کسی سفر میں کوے کا ملنا ' یا کسی گھر میں الو بولنا۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین ان چیزوں میں ضرر کا اعتقاد کرتے تھے اور ان کو منحوس اور بدشگون کہتے تھے ' اسلام نے ان کا رد کیا اور کہا: ان میں کوئی بدشگونی نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں بالعموم ضرر ہو مثلاً کسی علاقہ میں طاعون ہو یا اور کوئی وبا ہو تو احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اس علاقہ میں جانا نہیں چاہیے اور وہاں سے بھاگنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ بھاگنے والے کو ضرر لاحق ہو جائے اور بھاگنے کے سلسلہ میں اس کی محنت رائیگاں چلی جائے۔

تیسری قسم وہ ہے جس کا ضرر کلیتہً نہ ہو ' بعض صورتوں میں ہو اور اکثر میں نہ ہو ' مثلاً زیادہ عرصہ کسی مکان میں رہنے سے ضرر ہو یا بیوی یا گھوڑے سے کوئی ضرر پہنچے تو اس کو تبدیل کرنے کی رخصت ہے۔

(المفہم ' ج ۶ ' ص ۶۳۱-۶۲۶ ' مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق ' بیروت ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات اس طرح ہیں "اگر کسی چیز میں شوم (نحوست) ہو تو وہ عورت ' مکان اور گھوڑے میں ہے"۔

(صحیح مسلم ' سلام ' ۱۱۸-۱۱۷)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ان تین چیزوں میں قطعیت کے ساتھ بدشگونی یا نحوست نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز میں نحوست نہیں ہے لیکن اگر تم میں سے کوئی اپنے مکان میں رہنے کو ناپسند کرتا ہو تو اس مکان کو تبدیل کر دے اور اگر

Marfat.com

کوئی شخص بیوی کو ناپسند کرتا ہو تو اس کو طلاق دے دے اور گھوڑا پسند نہ ہو تو اس کو فروخت کر دے۔ ایک جواب یہ ہے کہ مکان کی نحوست یہ ہے کہ مکان تنگ ہو یا اس کے پڑوسی اچھے نہ ہوں' اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس کے ساتھ جہاد نہ کیا جاسکے اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ اس سے اولاد نہ ہو۔ اور یہ نحوست اس معنی میں نہیں ہے جس معنی میں زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض چیزوں سے نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد کرتے تھے۔ ان کے نزدیک نحوست اور بدشگونی کا معنی یہ تھا کہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے انسان کسی چیز کو دیکھ لے یا اس کی آواز سن لے تو پھر وہ ناکام ہو جائے' اور عورت' گھوڑے اور مکان میں جس قسم کی نحوست بیان کی گئی ہے یہ وہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نحوست کی نفی اور اثبات کے محل الگ الگ ہیں۔ ایک اور جواب یہ ہے کہ عورت' گھوڑے اور مکان میں شوم کا معنی تطیر (بدشگونی یا نحوست) نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ چیزیں اس کی طبیعت کے موافق نہ ہوں' عورت کی سعادت یہ ہے کہ وہ صالحہ (نیک) ہو اور مکان کی سعادت یہ ہے کہ وہ وسیع ہو اور گھوڑے کی سعادت یہ ہے کہ اس پر آسانی سے سواری ہو سکے' اور ان کی شقاوت یہ ہے کہ یہ چیزیں اچھی نہ ہوں' علامہ طیبی نے یہ کہا ہے کہ ان تین چیزوں میں شوم نہیں ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں شوم ہو سکتی ہے تو ان تین چیزوں میں ہو سکتی تھی کیونکہ انسان ان چیزوں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے تو اگر نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی اور جب ان میں نحوست نہیں ہے تو کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷' ص ۴۲۹-۴۲۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض لوگ بعض دنوں یا بعض مہینوں کو منحوس سمجھتے ہیں یا بعض کام بعض دنوں میں اچھا نہیں جانتے اور اس سلسلہ میں بعض ضعیف یا بعض موضوع روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان احادیث صحیحہ کے سامنے یہ تمام امور باطل ہیں' تمام دن اللہ کے بنائے ہوئے ہیں اور کسی میں کوئی نحوست نہیں ہے اور اس طرح کا عقیدہ رکھنا زمانہ جاہلیت کے مشرکین کے عقائد کی طرح ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کے عقائد سے محفوظ رکھے۔

بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا کفار کا طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (الاعراف: ۱۳۱)

تو جب انہیں خوشحالی پہنچتی تو کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے اور اگر انہیں کوئی بدحالی پہنچتی تو (اسے) موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے سنو ان (کافروں) کی نحوست اللہ کے نزدیک (مقدر) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (یٰس: ۱۸)

(کافروں نے) کہا ہم نے تم سے برا شگون لیا ہے' اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ۔ (النمل: ۴۷)

(کافروں نے حضرت صالح سے) کہا: ہم نے آپ کے ساتھیوں سے برا شگون لیا ہے۔ (حضرت صالح نے) فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے' بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو۔

Marfat.com

کسی چیز سے بدشگونی لینے یا کسی دن کو منحوس قرار دینے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

(نیک) فال نکالنے کی رخصت ہے اور تطیر (بدشگونی) منع ہے۔ اگر کوئی انسان کسی چیز کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی لگے اور وہ اس کو اپنی حاجت یا مہم پر جانے کے لیے ابھارے تو وہ اس پر عمل کرے' اور اگر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو منحوس شمار کیا جاتا ہو اور وہ اس کو اس کی مہم پر جانے سے منع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مہم پر اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے روانہ ہو جائے اور اگر اس نے اس بدشگونی کو قبول کر لیا اور اپنی مہم پر روانہ نہیں ہوا تو یہ طیرہ (بدشگونی) ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۸' ص ۳۱۴۔۳۱۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں ہے الطیرۃ (بدشگونی لینا) شرک ہے' آپ نے اس کو اس لیے شرک فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین جن چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے ان کو ناکامی اور نامرادی کے حصول میں سبب موثر خیال کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے اور اگر ان چیزوں کو من جملہ اسباب قرار دیا جائے تو پھر یہ شرک خفی ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن' ج ۸' ص ۳۲۰)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی چیز میں شوم (نحوست) ہو تو وہ مکان' گھوڑے اور عورت میں ہے۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۹۲۱' صحیح مسلم' سلام' ۱۱۸۔۱۱۷' شرح السنہ' ج ۶' ص ۲۷۳' مسند احمد' ج ۱' ص ۱۸۰)

اس حدیث میں شوم کا معنی نحوست نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے جو چیز شریعت اور طبیعت کے مخالف ہو اور مکان میں شوم یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور اس کے پڑوسی اچھے نہ ہوں' اور عورت میں شوم یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو یا بدزبان ہو' اور گھوڑے میں شوم یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ ہو سکے یا وہ اڑیل ہو یا بہت مہنگا ہو' اس کی تائید علامہ بغوی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہیں اپنا مکان رہائش کے لیے ناپسند ہو یا بیوی سے صحبت ناپسند ہو یا گھوڑا پسند نہ ہو تو وہ ان کو تبدیل کر لے حتیٰ کہ اس کی ناپسندیدگی زائل ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: ہم پہلے ایک گھر میں رہتے تھے ہماری تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور ہمارا مال بھی بہت زیادہ تھا' پھر ہم دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے ہماری تعداد بھی کم ہو گئی اور ہمارا مال بھی کم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر کو چھوڑ دو درآنحالیکہ یہ مذموم ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم: ۳۹۲۴' سنن بیہقی ج ۸' ص ۱۴۰' کنز العمال رقم: ۲۸۶۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس مکان سے اس لیے منتقل ہونے کا حکم دیا کیونکہ وہ لوگ اس گھر میں رہنے سے متوحش اور متنفر تھے اور وہ ان کے مزاج کے موافق نہ تھا' نہ اس لیے کہ اس مکان میں فی نفسہ کوئی نحوست تھی۔

(شرح السنہ' ج ۶' ص ۲۷۴)

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کا یہ معنی کیا ہے کہ اگر کسی چیز میں شوم ہوتی تو ان تین چیزوں میں شوم ہوتی اور جب ان میں شوم نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں شوم نہیں ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۸' ص ۳۲۱' مطبوعہ کراچی)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تطیر کو اس لیے باطل کہا ہے کہ نفع یا ضرر پہنچانے میں کسی چیز کی تاثیر نہیں ہے' انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کام پر جائے خواہ فال اس کے موافق ہو یا مخالف' وہ اپنے رب پر توکل کر کے اپنی مہم پر روانہ ہو' زمانہ جاہلیت میں لوگ

Marfat.com

صفر کے مہینہ کو منحوس قرار دیتے تھے تو نبی ﷺ نے اس کو باطل فرمایا اور فرمایا: لا صفر------
(شرح السنہ ج ۶ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مہینہ کا آخری بدھ دائمی منحوس ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۰۵ الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۳۷۵)
حافظ سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۱ رقم: ۸) اور بعض علماء نے اس کو موضوع کہا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ رقم: ۱۵۸۱) علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس کی اسانید ضعف اور وضع سے خالی نہیں۔
(اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۳۹-۴۴۲)

علامہ شمس الدین عبد الرؤف المناوی الشافعی المتوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا منحوس ہونا تطیر کی جہت سے نہیں ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے تمام ایام اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور بعض ایام کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اور تطیر (بدشگونی) امور دین میں سے نہیں ہے بلکہ یہ فعل جاہلیت سے ہے نجومی کہتے ہیں کہ بدھ کا دن عطارد کا دن ہے اور عطارد منحوس ستارہ ہے اور ان کا یہ قول دین سے خارج ہے یہ دن قوم عاد کے لیے نامبارک تھا کیونکہ اس دن ان پر عذاب آیا تھا۔ سو اس دن کو منحوس فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس دن اللہ کا عذاب آیا تھا اور اللہ سے بکثرت توبہ اور استغفار کرنا چاہیے جس طرح نبی ﷺ جب الحجر میں گئے تو آپ نے فرمایا ان معذبین کے پاس سے روتے ہوئے گزرنا اول تو یہ حدیث سنداً ضعیف یا موضوع ہے اور یہ ان احادیث صحیحہ سے تصادم اور تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں یہ تصریح ہے کہ کسی چیز میں شوم یا نحوست نہیں ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کی یہی تاویل ہے کہ یہ دن قوم عاد کے لیے نامبارک ثابت ہوا تھا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ قیامت تک کے لیے یہ دن ہر شخص کے لیے نامبارک ہے علامہ شامی نے دیلمی کی سند ضعیف سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ جس نے بدھ کے دن ناخن تراشے اس سے وسوسہ اور خوف نکل جاتا ہے اور اس کو امن اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۰)
اور منہاج الحلیمی میں اور شعب البیہقی میں یہ حدیث ہے کہ بدھ کے دن زوال کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صاحب الہدایہ نے کتاب تعلیم و تعلم میں لکھا ہے کہ بدھ کے دن جو کام شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی نے بدھ کی سعادت اور برکت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب سے یہ دنیا بنی ہے ہفتہ کے دنوں میں سے ہر دن میں کوئی نہ کوئی مصیبت اور آفت نازل ہوئی اور ہر دن میں کوئی نہ کوئی نعمت ملی ہے اس لیے کوئی دن بھی منحوس نہیں ہے تمام دن اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کسی دن بھی کوئی کام کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور جن روایات میں بعض ایام کی نحوست کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں یا شدید ضعیف ہیں۔
(فیض القدیر ج ۱ ص ۸۶-۸۹ ملخصا" و موضحا" مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۷۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بدشگونی لینا شرک ہے"۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے' اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل موثر ہے تو یہ شرک جلی ہے' آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں موثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔

(مرقات ج ۹' ص ۷-۶' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: "لاطیرة" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہیے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہیے' جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا' شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳' ص ۶۲۰' مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: "لاصفر" بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد ماہ صفر ہے جو محرم کے بعد آتا ہے' عام لوگ اس ماہ کو مصیبتوں' بلاؤں اور آفتوں اور حادثوں کا مہینہ قرار دیتے تھے' یہ اعتقاد بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔

(اشعۃ اللمعات' ج ۳' ص ۶۲۰' مطبوعہ لکھنؤ)

بقیہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن راشد سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "ولاصفر" کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا: لوگ ماہ صفر کے دخول کو منحوس سمجھتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لاصفر" یعنی صفر میں نحوست نہیں ہے۔

(مرقات ج ۹' ص ۴' مطبوعہ ملتان)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دن کو منحوس' نامسعود اور نامبارک خیال کرنا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے متعلق مشہور ہے کہ وہ منحوس ہے اگر اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کسی کام کو جاتے ہوئے وہ سامنے آجائے تو ضرور دقت اور پریشانی ہوتی ہے اور یہ بات بار بار کے تجربہ سے ثابت ہے' اب اگر کہیں کام کو جاتے ہوئے وہ سامنے آجائے تو لوگ اپنے مکان پر واپس آجاتے ہیں اور کام پر نہیں جاتے۔ اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں' لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے "اذا تطیرتم فامضوا" جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو' وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو ایسی جگہ چاہیے کہ "اللھم لاطیر الاطیرک ولاخیر الاخیرک ولا الہ غیرک" پڑھ لے اور اپنے رب پر بھروسہ کرکے اپنے کام کو چلا جائے' ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹' ص ۱۲۹' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی)

بدشگونی کے سلسلہ میں خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی دن نامسعود اور نامبارک نہیں ہے' اسی طرح تمام انسان اور اشیاء اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منحوس نہیں ہے اور حوادث' آفات' بلاؤں اور مصائب کے نازل ہونے میں

Marfat.com

کسی چیز کا دخل نہیں ہے۔ بیماریوں' آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا تعلق تکوین اور تقدیر سے ہے' دن اور کسی شے کا کسی شر کے حدوث اور کسی آفت کے نزول میں کوئی دخل اور اثر نہیں ہے' ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بس! اسی لیے کسی بھی جائز صحیح کام کو کسی دن اور کسی چیز کی خصوصیت کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی دن اور کوئی چیز منحوس' نامسعود اور نامبارک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا (اے موسیٰ!) آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لیے کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں O پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈی دل' جوئیں اور مینڈک اور خون' درآنحالیکہ یہ الگ الگ نشانیاں تھیں' انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھی ہی مجرم قوم۔ (الاعراف: ۱۳۳-۱۳۲)

قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل وغیرہ بھیجنے کا عذاب

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور گمراہی بیان کی تھی کہ انہوں نے خشک سالی' قحط اور پھلوں کی کم پیداوار کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی نحوست (العیاذ باللہ) کی طرف منسوب کیا اور یہ نہ جانا کہ بارش کا نہ ہونا اور غلہ اور پھلوں کا کم پیدا ہونا یا زیادہ ہونا' یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور ان سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ خالق ہے کسی مخلوق میں اس کا دخل نہیں ہے' اور اس آیت میں ان کی ایک اور جہالت اور گمراہی بیان فرمائی ہے کہ وہ معجزہ اور سحر میں فرق نہیں کرتے تھے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جو اژدہا بن گئی تھی اس کو سحر کہتے تھے' حالانکہ ان کے تمام بڑے بڑے ساحر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے سامنے عاجز ہو چکے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب فرعون کی قوم نے یہ کہا: اے موسیٰ! آپ جب بھی ہمیں مسحور کرنے کے لیے کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج تھے' اس وقت انہوں نے قوم فرعون کے خلاف دعاء ضرر کی: "اے میرے رب! تیرا بندہ فرعون زمین میں بہت تکبر اور سرکشی کر رہا ہے اور اس کی قوم نے تیرے عہد کو توڑ دیا ہے' اے میرے رب ان پر عذاب نازل فرما جو ان کے لیے عذاب ہو اور میری قوم کے لیے نصیحت ہو اور بعد والوں کے لیے نشانی اور عبرت ہو' تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا۔ اور وہ زبردست طوفانی بارش تھی جس سے ان کے گھروں میں پانی بھر گیا' بنو اسرائیل اور قبطیوں کے گھر ملے جلے تھے' قبطیوں کے گھر تو پانی سے بھر گئے حتیٰ کہ ان کی گردنوں تک پانی پہنچ گیا۔ ان میں سے جو شخص بیٹھتا وہ پانی میں ڈوب جاتا اور بنو اسرائیل کے گھروں میں پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوا' اور قبطیوں کی زمینوں پر پانی جمع ہو گیا' وہ کھیتی باڑی اور دیگر کوئی کام نہ کر سکے' ایک سنیچر سے دوسرے سنیچر تک یہی کیفیت رہی' تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہم کو اس بارش کے طوفان سے نجات دے دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو ان سے وہ طوفان اٹھالیا گیا' اور اس سال ان کی بہت اچھی فصل ہوئی ایسی کبھی نہ ہوئی تھی' ہر طرف سبزہ پھیل گیا اور درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ تب قبطیوں نے کہا یہ پانی تو ہمارے حق میں نعمت تھا اس سے ہماری فصل اچھی ہوئی اور ہمارے درخت پھلوں سے لد گئے' سو وہ ایمان نہیں لائے اور ایک مہینہ تک آرام اور عافیت سے رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی دل کے بادل بھیجے انہوں نے ان کی تمام فصلوں' پھلوں' حتیٰ کہ درختوں تک کو چاٹ لیا۔ بلکہ انہوں نے دروازوں کو مکان کی چھتوں کو ہر قسم کی لکڑی کو ان کے ساز و سامان کو' کپڑوں کو حتیٰ کہ دروازوں کی کیلوں تک کو کھا لیا' وہ ٹڈیاں ہر چیز کو کھا رہی تھیں اور ان کی بھوک ختم نہیں ہو رہی تھی۔ تب قبطی بہت چیخے چلائے اور بہت فریاد کی اور کہا: اے موسیٰ! آپ سے آپ کے

Marfat.com

رب نے جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ کے واسطے آپ اپنے رب سے دعا کیجئے اگر اس نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور انہوں نے حضرت موسیٰ سے بہت پختہ وعدہ کیا اور بہت پکی قسمیں کھائیں۔ ان پر ٹڈیوں کا یہ عذاب ایک سنیچر سے دوسرے سنیچر تک رہا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹڈیوں کا یہ عذاب دور کر دیا۔ بعض احادیث میں ہے کہ ٹڈیوں کے سینہ پر لکھا ہوا تھا: "جند اللہ الاعظم" (اللہ کا عظیم لشکر)

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا فضا میں مشرق سے مغرب کی طرف گھمایا تو ٹڈیاں جہاں سے آئی تھیں وہیں واپس چلی گئیں' ان کے کھیتوں میں جو بچا کھچا غلہ باقی رہ گیا تھا انہوں نے کہا یہ بھی کافی ہے اور ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے' انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اپنی بداعمالیوں پر ڈٹے رہے۔ سو وہ ایک ماہ تک عافیت سے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل بھیج دیں' قمل کی تفسیر میں اختلاف ہے' سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ گندم کے جو سرسریاں وغیرہ نکلتی ہیں وہ قمل ہیں' مجاہد' سدی' قتادہ اور کلبی وغیرہ نے کہا ہے کہ قمل بغیر پروں کی ٹڈیاں ہیں' بعض نے کہا وہ چیچڑ کی ایک قسم ہیں اور بعض نے کہا وہ جوئیں ہیں اور بعض نے کہا وہ ایک قسم کا کیڑا ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: وہ شہر سے باہر بستیوں کے پاس کسی بڑے ٹیلے کے پاس جائیں اور اس ٹیلے پر اپنا عصا ماریں' عصا مارنے سے اس ٹیلے کے اندر سے وہ کیڑے (قمل) پھوٹ پڑے وہ ان کے بچے کھچے کھیتوں کو کھا گئے وہ ان کے کپڑوں میں گھس گئے' ان کا کھانا ان کیڑوں سے بھر جاتا' وہ ان کے بالوں میں' ان کی پلکوں میں' ان کی بھنوؤں میں گھس گئے' وہ ان کے ہونٹوں اور ان کی کھالوں میں گھسنے لگے۔ ان کا چین و قرار جاتا رہا' وہ سو نہیں سکتے تھے' بالآخر وہ بے چین اور بے قرار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور رو رو کر فریاد کی اور کہا: ہم توبہ کرتے ہیں' آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے یہ عذاب اٹھا لے' ان پر سات دن یہ عذاب رہا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ان سے یہ عذاب اٹھا لیا گیا' لیکن انہوں نے پھر عہد شکنی کی اور دوبارہ برے اعمال شروع کر دیے اور کہنے لگے کہ ہم یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جادوگر ہیں جنہوں نے ریت کے ٹیلے کو قمل سے بدل ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔ جس سے ان کے گھر اور ان کے صحن بھر گئے' ان کے کھانے اور کھانے کے برتن مینڈکوں سے بھر گئے' وہ جب بھی کسی کھانے کے برتن کو یا کھانے کو کھولتے تو اس میں مینڈک بھرے ہوئے ہوتے۔ جب کوئی شخص بیٹھتا تو مینڈک اچھل کر اس کی ٹھوڑی پر چڑھ جاتے اور جب وہ بات کرنا چاہتا تو مینڈک پھدک کر اس کے منہ کے اندر چلے جاتے' وہ ان کی دیگچیوں میں اچھل کر چلے جاتے اور ان کا کھانا خراب کر دیتے اور ان کی آگ بجھا دیتے۔ وہ جب سونے کے لیے کروٹ لیتے تو دوسری جانب مینڈکوں کا ڈھیر لگ جاتا اور وہ کروٹ نہ بدل سکتے۔ وہ منہ میں نوالہ ڈالنے کے لیے منہ کھولتے تو نوالہ سے پہلے مینڈک منہ میں چلا جاتا' وہ آٹا گوندھتے تو آٹے میں مینڈک لتھڑ جاتے' اور جب وہ سالن کی دیگچی کھولتے تو وہ دیگچی مینڈکوں سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔

حضرت عباس نے فرمایا: پہلے مینڈک خشکی کے جانور تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی اور جوش کھاتی ہوئی دیگچی میں پھدک کر چلے جاتے اور بھڑکتے ہوئے تنور میں چھلانگ لگا دیتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھی اطاعت کی وجہ سے ان کو پانی کا جانور بنا دیا۔ قبطیوں پر ایک ہفتہ تک مینڈکوں کا عذاب رہا۔ وہ پھر روتے پیٹتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور بہت معافی مانگی اور توبہ کی اور قسمیں کھائیں اور بہت پکے وعدے کیے کہ وہ اب وعدہ نہیں توڑیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کا عذاب اٹھا لیا' اور وہ ایک ماہ تک آرام اور عافیت کے ساتھ رہے' پھر انہوں نے اپنے وعدوں اور قسموں کو توڑ دیا اور اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کے

Marfat.com

خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب بھیجا' پھر دریائے نیل میں خون بہنے لگا۔ ان کے گھروں میں رکھا ہوا پانی خون بن گیا۔ وہ کنوؤں اور نہروں سے جو پانی لاتے تھے وہ سرخ رنگ کا گاڑھا خون ہوتا تھا۔ انہوں نے فرعون سے شکایت کی کہ اب تو ہمیں پینے کا پانی بھی میسر نہیں ہے۔ فرعون نے کہا کہ یہ موسیٰ کا جادو ہے' قبطیوں نے کہا یہ جادو کہاں سے ہو گیا ہمارے تمام برتنوں میں سرخ سیال خون بھرا ہوا ہے' پھر فرعون نے قبطی اور اسرائیلی کو جمع کیا قبطی کے پیالہ میں خون ہوتا اور اسرائیلی کے پیالہ میں پانی ہوتا' پھر جب قبطی اسرائیلی کا پیالہ لے کر پانی پینا چاہتا تو اس کے منہ کے پاس جا کر خون بن جاتا' وہ پانی کے مٹکوں کو دیکھتے تو قبطی کے مٹکے میں خون ہوتا اور اسرائیلی کے مٹکے میں پانی ہوتا حتیٰ کہ پیاس سے مجبور ہو کر قوم فرعون کی عورت اسرائیلی کے پاس جا کر پانی مانگتی۔ اسرائیلی اس کو پیالے میں پانی دیتا لیکن قبطی عورت جب اس سے پیالہ کو پکڑتی تو وہ خون بن جاتا۔ پھر وہ عورت اسرائیلی سے کہتی کہ تم میرے منہ میں اس پانی کی کلی کر دو' جب اسرائیلی کلی کرتا تو قبطی کے منہ میں پہنچ کر وہ پانی خون بن جاتا۔ اور فرعون کو جب پیاس لگتی تو وہ درختوں کی تر چھال کو چباتا اور اس میں سے سخت کھارا اور کڑوا پانی نکلتا۔ وہ سات دن تک اس سخت عذاب میں مبتلا رہے اور خون کے سوا کوئی چیز نہ پی سکے۔ پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے پیٹتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اے موسیٰ! اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس عذاب کو اٹھا لے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب اٹھا لیا' ان پر طوفان' ٹڈی دل' سرسریوں' مینڈکوں اور خون کا عذاب پے بہ پے آیا' ہر عذاب کا دورانیہ سات دن تھا۔ اور دو عذابوں کے درمیان عافیت کا وقفہ ایک ماہ تھا۔ لیکن ہر قسم کا عذاب بھگتنے کے باوجود وہ راہ راست پر نہیں آئے اور وہ ایمان لانے سے تکبر کرتے رہے اور در اصل وہ تھے ہی مجرم لوگ۔

(معالم التنزیل ج ۲' ص ۱۶۱-۱۶۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۴۹-۱۵۴۴' جامع البیان جز ۹' ص ۵۰-۴۶' زاد المسیر' ج ۳' ص ۲۵۱-۲۵۰' الدر المنثور' ج ۳' ص ۵۲۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ قوم فرعون ایمان نہیں لائے گی تو پھر اتنے معجزات دکھانے کی کیا ضرورت تھی!

امام رازی نے اس کے دو جوابات دیے ہیں' ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ اس قدر معجزات دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے' اور اس کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرعون کی قوم کی شقاوت اور قساوت دکھانا چاہتا تھا' کیونکہ اس قوم کو بعد میں سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بار بار نشانیاں دکھا کر اپنی حجت پوری کی تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ قوم فرعون کو غرق کر دیا گیا اگر ان کو موقع دیا جاتا تو ہو سکتا تھا وہ ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار مواقع دیے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی اور تکبر پر قائم رہے اور ایمان نہ لائے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ اسرائیل نے از سماک از نوف شامی روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساحروں پر غلبہ پانے کے بعد چالیس سال تک رہے اور بیس سال تک انہیں مختلف معجزات دکھاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۴۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے اے موسیٰ! آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کی بناء پر ہمارے حق میں دعا کیجئے' اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور

Marfat.com

آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو روانہ کر دیں گے○ پس جب ہم نے ان سے اس مدت معینہ تک کے لیے عذاب دور کر دیا جس مدت تک پہنچنا ان کے لیے مقدر تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑنے والے تھے○ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان کو سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے لاپرواہی برتتے تھے○

ستر ہزار فرعونیوں کا طاعون میں مبتلا ہونا

اس آیت میں رجز کا ذکر کیا ہے اس کا معنی عذاب ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ اس عذاب سے مراد وہی پانچ قسموں کا عذاب ہے جس کا اس سے پہلی آیت میں ذکر فرمایا ہے یعنی طوفان' ٹڈیوں اور قمل وغیرہ کا عذاب اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد طاعون ہے۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید نے کہا رجز سے مراد وہ عذاب ہے جو ان پر ٹڈیوں اور سرسریوں کی صورت میں مسلط کیا گیا تھا وہ ہر بار یہ عہد کرتے تھے کہ اگر ان سے یہ عذاب دور کر دیا گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور ہر بار اس عہد کو توڑ دیتے تھے۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں جب قوم فرعون پر ان مذکورہ پانچ قسموں کا عذاب آچکا اور وہ ایمان نہیں لائی اور نہ انہوں نے بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا: تم میں سے ہر شخص ایک مینڈھا ذبح کرے پھر اس کے خون سے اپنی ہتھیلی کو رنگ لے پھر اپنے دروازے پر وہ ہاتھ مارے۔ قبطیوں نے بنو اسرائیل سے پوچھا: تم اپنے دروازوں پر یہ خون کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر ایک عذاب بھیجے گا جس سے ہم سلامت رہیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے' قبطیوں نے کہا: تو اللہ تعالیٰ تم کو صرف ان علامات سے پہچانے گا؟ انہوں نے کہا: ہم کو ہمارے نبی نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ پھر صبح کو فرعون کی قوم کے ستر ہزار افراد کو طاعون ہو چکا تھا اور شام کو وہ سب مر چکے تھے اور ان کو دفنایا بھی نہیں گیا۔ اس وقت فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کیجئے اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو روانہ کر دیں گے○ پس جب ہم نے ان سے اس مدت معینہ تک کے لیے عذاب دور کر دیا جس مدت تک عذاب پہنچنا ان کے لیے مقدر تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑنے والے تھے○

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں رجز سے مراد ان مذکورہ پانچ قسموں کا عذاب ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد طاعون کا عذاب ہو۔ قرآن مجید میں اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہاں رجز سے کون سا عذاب مراد ہے۔

عقائد میں تقلید کا مذموم ہونا اور فروع میں تقلید کا ناگزیر ہونا

اس کے بعد فرمایا: پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان کو سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے لاپرواہی برتتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون سے متعدد بار عذاب کو دور کیا لیکن وہ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے اور وہ بالآخر اس میعاد پر پہنچ گئے جو ان کو ڈھیل دینے کی آخری حد تھی۔ انتقام کا معنی ہے نعمت سلب کرنا اور سزا دینا اور "الیم" کا معنی ہے سمندر۔ امام رازی نے کشاف کے حوالہ سے لکھا ہے "یم" کا معنی ہے بہت گہرا سمندر جس کی گہرائی کا اندازہ نہ کیا جا سکے۔ غفلت کا معنی ہے قوت حافظہ' حاضر دماغی اور بیدار مغزی میں کمی کی وجہ سے سہو کا طاری ہونا اور انسان کا کسی چیز کو بھول جانا۔ (المفردات ج ۲' ص ۴۶۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ) اب یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ غفلت انسان کا اختیاری فعل نہیں ہے تو پھر غفلت کی وجہ سے ان کو کیوں سزا دی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

Marfat.com

ہے: ہم نے ان کو سمندر میں اس لیے غرق کر دیا کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں غفلت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے تھے اور لاپرواہی برتتے تھے اور ان سے کوئی سبق اور نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے۔ ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں ان کو سزا دینے کے دو سبب بیان کیے ہیں۔ ایک آیات کی تکذیب کرنا اور دوسرا ان سے لاپرواہی برتنا۔ حالانکہ ان کے علاوہ وہ اور بہت سارے گناہ کرتے تھے مثلاً بنو اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور ان سے بلاوجہ بے گار لیتے تھے' اور زمین میں طرح طرح سے فساد کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حصر کا کوئی کلمہ نہیں ہے کہ ان کو صرف ان ہی دو عیبوں سے سزا دی گئی ہے اور ان دو عیبوں کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ تمام فساد اور گناہوں کی جڑ یہ دو چیزیں تھیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے اور ان نشانیوں سے سبق حاصل کرتے تو دوسرے گناہوں میں نہ پڑتے۔

امام رازی نے فرمایا ہے: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلادلیل اندھی تقلید کرنا مذموم اور باطل ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کھلی کھلی اور واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود کفر میں فرعون کی تقلید کرتی تھی۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۴۸' مطبوعہ بیروت)

اہل سنت جو ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں اس پر اس آیت سے اعتراض نہیں ہوتا۔ اولاً اس لیے کہ اس آیت میں اصول میں تقلید کی مذمت ہے اور اہل سنت اصول میں ائمہ کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول (یعنی توحید اور رسالت) کو دلائل سے مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور عقائد میں سب متفق ہیں اور فروع میں ائمہ کی تقلید کرتے ہیں اور اس تقلید کا یہ معنی ہے کہ احکام فرعیہ پر عمل کا جو طریقہ ہمارے امام نے کتاب اور سنت سے مستنبط کیا ہے اس میں ظن غالب یہ ہے کہ وہی صحیح ہے۔ اور دوسرے امام کا طریقہ خطا پر مبنی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ہمارے امام کے اجتہاد میں غلطی ہو اور دوسرے امام کا اجتہاد صحیح ہو لیکن اجتہادی غلطی پر مواخذہ نہیں ہوتا اور اس پر بہرحال ایک اجر ملے گا۔ اس کے برخلاف عقائد میں تقلید نہیں ہوتی نہ ان میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے' اور ثانیاً اس لیے کہ ہم ائمہ کی اندھی تقلید نہیں کرتے انہوں نے احکام فرعیہ پر عمل کرنے کے جو طریقے کتاب اور سنت سے اخذ کیے ہیں ان سب پر قرآن اور حدیث سے دلائل موجود ہیں جن پر مفصل کتابیں دستیاب ہیں۔ اس کے باوجود ائمہ نے کہا ہے کہ اگر ہمارا کوئی قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرو اور ہمارے قول کو چھوڑ دو۔ اور ایک عام انسان کو اتنا علم نہیں ہوتا کہ وہ از خود احکام فرعیہ پر عمل کرنے کے طریقوں کو کتاب اور سنت سے نکال سکے بلکہ اس کو قرآن مجید کی تمام آیات کے معانی کا ہی علم نہیں ہوتا اور نہ اس کی نظر میں تمام احادیث ہوتی ہیں' نہ ان کے معانی کا علم ہوتا ہے' اس وجہ سے اس کے لیے امام کی تقلید کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور بنو اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا' کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ (الاعراف: ۱۳۷)

بنو اسرائیل کو شام پر قابض کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے فرمایا تھا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا۔ (الاعراف: ۱۲۹) اور یہاں جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اس نے قوم فرعون کو سمندر میں غرق کر کے اس کو سزا دی ہے اور مومنین کو یہ بھلائی پہنچائی کہ ان کو برکتوں والی سرزمین کا وارث بنا دیا

Marfat.com

فرمایا: جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں۔ بنو اسرائیل کو اس لیے کمزور سمجھا جاتا تھا کہ فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اور ان سے جزیہ لیتا تھا اور ان سے سخت مشکل اور دشوار کام بہ طور بیگار کراتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا۔

وہ سرزمین جس کے مشرق اور مغرب میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں اس کا مصداق کون سی زمین ہے؟

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے لکھا ہے اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ (تفسیر امام عبدالرزاق ج ۱' ص ۳۲۱' جامع البیان جز ۹' ص ۵۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۵۱)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر اور امام ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ (الدر المنثور ج ۳' ص ۵۲۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے اس سے مراد شام اور مصر ہے۔ کیونکہ مصری فرعون لعنہ اللہ کے قبضہ اور تصرف میں تھا اور جس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں اس کا مصداق صرف شام ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۳۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس سرزمین سے مراد "ارض مقدسہ" ہے۔ جس کے متعلق فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ بنو اسرائیل کو اس زمین میں لے جانا چاہتے ہیں کیونکہ وہ سرزمین ان کے باپ دادا کا وطن ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک کر دے گا تو وہ ان کو اس سرزمین میں لے جائیں گے جہاں ان کے باپ دادا رہتے تھے یا عمالقہ کی ہلاکت کے بعد ان کو اس سرزمین میں منتقل کر دیا جائے گا کیونکہ اس وقت وہ سرزمین عمالقہ کے قبضہ میں تھی۔ (روح المعانی جز ۹' ص ۳۷' طبع بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو مصر میں متمکن کیا اور عمالقہ کی شکست کے بعد ان کو شام میں متمکن کر دیا اور ان کے باپ دادا کا وطن شام تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان کے آباء میں سے تھے جنہوں نے مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی' یعنی مصر اور شام دونوں ان کے باپ دادا کے وطن تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان دونوں ملکوں کا بتدریج وارث کیا پہلے مصر کا اور پھر شام کا۔ یہ سرزمین ظاہری اور باطنی برکتوں سے مالا مال تھی۔ ظاہری برکت یہ تھی کہ یہ زمین زرخیز تھی۔ باغات کی کثرت اور پانی کی فراوانی تھی اور باطنی برکت یہ تھی کہ شام میں کثیر انبیاء کی قبریں تھیں اور مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تھی۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ بنو اسرائیل کو سرزمین فلسطین کا وارث بنا دیا گیا تھا۔

(تفہیم القرآن ج ۲' ص ۷۴' مطبوعہ لاہور)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام عبدالرزاق' امام ابو الشیخ اور امام ابن عساکر نے لکھا ہے اس سرزمین سے مراد شام ہے۔

امام ابو الشیخ نے عبداللہ بن شوذب سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد سرزمین فلسطین ہے۔

Marfat.com

سرزمین شام کی فضیلت کے متعلق احادیث

امام ابن ابی شیبہ' امام احمد' امام ترمذی' امام رویانی' امام ابن حبان' امام طبرانی اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑوں پر قرآن مجید کو جمع کر رہے تھے' اچانک آپ نے فرمایا: شام کے لیے خیر اور سعادت ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کس لیے؟ آپ نے فرمایا: رحمٰن کے فرشتے ان پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔

امام احمد' امام ابوداؤد' امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن حوالہ الازدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم مختلف لشکر دیکھو گے ایک لشکر شام میں' ایک لشکر عراق میں اور ایک لشکر یمن میں۔ حضرت حوالہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے کوئی جگہ منتخب کیجئے' آپ نے فرمایا: تم شام میں لازماً رہو اور جو وہاں نہ رہے وہ اس کی دائیں جانب رہے اور جو وہاں عہد شکنی کرے اس کو نکالے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے۔

امام ابن عساکر نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم شام میں لازماً رہو وہ اللہ کے شہروں میں سب سے زیادہ فضیلت والا ہے' اس میں اللہ کے سب سے زیادہ نیک بندے رہتے ہیں اور جو وہاں نہ رہ سکے وہ اس کی دائیں جانب رہے اور جو وہاں عہد شکنی کرے اس کو نکالے۔ کیونکہ اللہ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے۔

امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر ایمان والا شام میں چلا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رعد' برق اور برکتیں شام کی طرف ہجرت کریں گی۔

امام ابن ابی شیبہ نے کعب سے روایت کیا ہے کہ تمام شہروں میں اللہ کا محبوب شہر شام ہے اور شام میں محبوب قدس ہے اور قدس میں محبوب نابلس پہاڑ ہے۔

امام احمد اور امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت دے۔ مسلمانوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں' آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔ (الدر المنثور ج ۳' ص ۵۳۰-۵۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں' موسیٰ نے کہا: بے شک تم جہالت کی باتیں کرتے ہو ○ بے شک جس کام میں یہ لوگ مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر غلط ہے ○ موسیٰ نے کہا: کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں (اس زمانہ میں) سب جہان والوں پر فضیلت دی ہے ○

اور (یاد کرو اے بنو اسرائیل!) جب ہم نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دے دی' جو تم کو برا عذاب دیتے تھے' وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت سخت آزمائش تھی ○ (الاعراف: ۱۴۱-۱۳۸)

Marfat.com

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

جاوزنا: اس کا معنی ہے عبور کرنا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اس آیت میں بائے تعدیہ ہے اس لیے اس کا معنی ہے عبور کرانا۔

یعکفون: عکوف کا معنی ہے کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور بہ طور تعظیم کے اس کو لازم پکڑلینا۔ الاعتکاف کا شرعی معنی ہے عبادت کی نیت سے مسجد میں قیام کرنا۔

اصنام: چاندی' پیتل یا کسی اور دھات سے یا مٹی یا لکڑی سے بنایا ہوا مجسمہ۔ مشرکین تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے تھے۔ یہ مجسمہ کبھی کسی انسان کی واقعی صورت کے مطابق بنایا جاتا ہے اور کبھی خیالی صورت کے مطابق بنایا جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے خیالی مجسمے بنائے گئے ہیں۔ عبادت کی نیت سے ان کی تعظیم کرنا شرک ہے اور صرف تعظیم کے لیے یہ مجسمے یا تصاویر رکھنا حرام ہے جیسے بعض لوگ علماء اور مشائخ کی تصویریں تبرک اور تعظیم کی نیت سے رکھتے ہیں۔ بعض لوگ زینت (ڈیکوریشن) کے نیت سے انسانوں اور جانوروں کے مجسمے رکھتے ہیں یہ عمل بھی حرام ہے۔

الٰہ: معبود۔

مناسبت اور ربط آیات

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کردیا اور ان کی زمین کا ان کو وارث بنادیا۔ اس کے بعد ایک بہت بڑی نعمت کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ ان کو سلامتی کے ساتھ سمندر سے گزار دیا' اور دوسری سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو چیر دیا اور بنو اسرائیل کے لیے اس کو خشک راستہ بنادیا اور جب وہ سمندر کے پار پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک قوم بتوں کی عبادت کررہی ہے تو انہوں نے جہالت سے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنادیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔

بنو اسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا اور کس جگہ کسی قوم کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا؟

جس قوم کے پاس سے بنو اسرائیل کا گزر ہوا تھا اس کے متعلق امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: یہ قوم لخم تھی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ کنعانیوں کی قوم تھی جس کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتال کا حکم دیا گیا تھا۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۶۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس سمندر کو بنو اسرائیل نے عبور کیا تھا اس کا نام "بحر قلزم" ہے۔ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ یہ دریائے نیل تھا لیکن یہ غلط ہے جیسا کہ البحرالمحیط میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس محرم کو یہ سمندر عبور کیا تھا اور فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہوگیا تھا۔ اور بنو اسرائیل اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۹' ص ۴۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

شیخ محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کرکے جس سرزمین پر قدم رکھا یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے۔

Marfat.com

یہ لق ودق بے آب وگیاہ میدان سے شروع ہوتی ہے جو تورات کی زبان میں بیابان شور' سین' وادی سینا (تیہ) کے نام سے مشہور ہے اور طور تک اس کا دامن وسیع ہے۔ یہاں شدید گرمی پڑتی ہے اور دور دور تک سبزہ اور پانی کا پتا نہیں۔

اس بات کا قطعی فیصلہ تو ناممکن ہے کہ وہ خاص مقام متعین کیا جا سکے جس سے بنی اسرائیل گزرے اور سمندر کو عبور کر گئے تاہم قرآن اور تورات کی مشترک تصریحات و نصوص سے یہ متعین کیا جا سکتا ہے کہ بنو اسرائیل نے بحر قلزم (بحر احمر Red Sea) کے کسی کنارے اور دہانہ سے عبور کیا یا درمیانی کسی حصہ سے۔ بحر احمر دراصل بحر عرب کی ایک شاخ ہے جس کے مشرق میں سرزمین عرب واقع ہے اور مغرب میں مصر۔ شمال میں اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں ایک شاخ (خلیج عقبہ) جزیرہ نمائے سینا کے مشرق میں اور دوسری (خلیج سوئز) اس کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ دوسری شاخ پہلی سے بڑی ہے اور شمال میں بڑی دور تک چلی گئی ہے' بنو اسرائیل اسی کے درمیان سے گزرے ہیں۔ اس شاخ کے شمالی دہانہ کے سامنے ایک اور سمندر واقع ہے جس کا نام بحر روم ہے اور بحر روم اور بحر احمر کے اس شمالی دہانہ کے درمیان تھوڑا سا خشکی کا حصہ ہے۔ یہی وہ راستہ تھا جہاں مصر سے فلسطین اور کنعان جانے والے کو بحر احمر عبور کرنا نہیں پڑتا تھا اور اس زمانہ میں یہ راہ قریب کی سمجھی جاتی تھی اور بنو اسرائیل نے بحکم الٰہی یہ راہ اختیار نہیں کی تھی۔ اب اس خشک زمین کو کھود کر بحر احمر کو بحر روم سے ملا دیا گیا ہے اور اس ٹکڑے کا نام نہر سوئز ہے اور بحر احمر کے شمالی دہانہ پر سوئز کے نام سے ایک شہر آباد ہے جو مصر کی بندرگاہ شمار ہوتا ہے۔

(قصص القرآن ج ۱' ص ۴۷۷' ۴۰۷۔ ۴۶۹' مطبوعہ دارالاشاعت' کراچی)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل نے جس مقام سے بحر احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سوئز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا۔ یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روانہ ہوئے' اس زمانہ میں جزیرہ نمائے سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقہ میں موجودہ شہر طور اور ابو زنیمہ کے درمیان تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کانوں کی حفاظت کے لیے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی مفقہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوب مغربی علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانہ سے سامی قوموں کی چاند دیوی کا بت خانہ تھا۔ غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو' جن پر مصریوں کی غلامی نے مصریت زدگی کا اچھا خاصہ گہرا ٹھپہ لگا رکھا تھا' ایک مصنوعی خدا کی ضرورت محسوس ہوئی ہو گی۔

(تفہیم القرآن ج ۲' ص ۷۵۔ ۷۴' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۲ھ)

شرک کے فعل کا جہالت اور حماقت ہونا

بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں" یہ چیز بداہت عقل کے خلاف ہے کہ جس چیز کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنائیں وہ حضرت موسیٰ کا' بنو اسرائیل کا اور تمام جہان کا خالق اور مدبر ہو کیونکہ جو اپنے بننے میں حضرت موسیٰ کا محتاج ہو وہ ان کا اور تمام جہان کا محتاج الیہ اور خالق کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کیسی جہالت اور بے عقلی کی باتیں کرتے ہو۔ عبادت انتہائی تعظیم کو کہتے ہیں اور انتہائی تعظیم کا مستحق وہ ہے جس نے انتہائی انعام کیا ہو اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو اس میں کسی پر انعام کرنے کی استطاعت کہاں سے ہو گی اور جن لوگوں کو تم بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو ان کے افعال تباہ و برباد ہونے والے ہیں اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب غلط اور باطل ہے۔

Marfat.com

بنو اسرائیل کی ناشکری اور احسان فراموشی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کی بتوں کی فرمائش کے جواب میں پہلے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے اپنا خدا بنوانا جہالت کی بات ہے۔ پھر فرمایا: جن کو دیکھ کر تم فرمائش کر رہے ہو وہ سب تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ پھر تیسری بار فرمایا جو کچھ یہ بت پرست قوم کر رہی ہے وہ سراسر غلط ہے اور چوتھی بار ان کی حماقت پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تم کو (اس زمانہ میں) سب پر فضیلت دی ہے! یعنی اللہ نے تم پر یہ احسان کیا کہ اس نے تم کو سب جہانوں پر فضیلت دی اور تم اس کا جواب اس احسان فراموشی کے ساتھ دے رہے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھر کی بنائی ہوئی مورتیوں کی پرستش کرنا چاہتے ہو! بنو اسرائیل کی فضیلت یہ تھی کہ ان کے دین کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اتنے کثیر اور قوی معجزات ظاہر فرمائے جو اس سے پہلے کسی کے لیے ظاہر نہیں کیے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اور اہم اور بڑی نعمت اور احسان کا ذکر کیا جبکہ انہیں فرعون اور اس کی قوم کی غلامی سے نجات دلائی جو کئی سو سالوں سے ان پر طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے۔ سو فرمایا: اور یاد کرو (اے بنو اسرائیل!) جب ہم نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دے دی جو تم کو برا عذاب دیتے تھے' وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت سخت آزمائش تھی۔ سو کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ جیسے ہی تم فرعون سے نجات پا کر سلامتی سے سمندر پار پہنچے اور آزاد فضا میں سانس لیا تو تم اللہ کا ان نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے اس کی عبادت میں شریک بنانے کے لیے فرمائشیں کرنے لگے!

واضح رہے کہ بت پرستی کے لیے معبود بنانے کا مطالبہ تمام اسرائیلیوں نے نہیں کیا تھا بلکہ بعض ناشکروں نے کیا تھا۔

کسی مسلمان موحد کو مشرک قرار دینے کا بطلان

بعض لوگ مطلقاً یا رسول اللہ! کہنے کو شرک کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو بھی مطلقاً شرک کہہ دیتے ہیں اور نبی ﷺ کو حاضر ناظر یا آپ کے حق میں علم غیب کو بھی مطلقاً شرک کہہ دیتے ہیں حالانکہ شرک اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ اللہ کی عطا کے بغیر از خود اپنی طاقت سے سنتے ہیں' از خود اللہ کے اذن کے بغیر مدد کرتے ہیں' آپ خود موجود اور بصیر ہیں اور آپ کو از خود علم حاصل ہے اور اگر آپ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے ان اوصاف سے متصف ہوں تو شرک کیسے ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنو اسرائیل کو اس وقت بھی مشرک نہیں کہا جب وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جس کی ہم عبادت کریں۔ حالانکہ اس سے بڑا شرک اور کیا ہو گا! بلکہ صرف یہی فرمایا تم کیسی جہالت کی باتیں کرتے ہو! اور یہ لوگ یا رسول اللہ! کہنے والے کلمہ گو مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ جو مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں وہ آپ کے متعلق یہ کیسے عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ آپ از خود سنتے ہیں یا از خود جانتے ہیں بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے تمام اوصاف اور کمالات عطائی ہیں۔ اس پر کسی نے یہ معارضہ کیا کہ پھر تو آپ کو عطائی خدا کہنا بھی صحیح ہو گا لیکن یہ محض مغالطہ آفرینی ہے کیونکہ خدا قدیم اور واجب الوجود ہوتا ہے وہ عطائی نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف علم' قدرت اور اختیار عطائی ہو سکتے ہیں اور ہیں' ہمیں علم اور اختیار ہماری حیثیت سے عطا کیا گیا اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے مقام کے اعتبار سے علم اور اختیار عطا کیا گیا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا، پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کیا سو آپ کے رب کی مقررہ مدت

Marfat.com

رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ

مکمل چالیس راتیں ہوگئیں ، اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میری

فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ

جانشینی کرنا اور ٹھیک ٹھیک کام کرنا اور مفسدوں کے طریقہ پر کاربند نہ ہونا ○ اور جب موسیٰ ہمارے

مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ

مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے ، اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو عرض کیا اے میرے رب ! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں

قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ

فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم

فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ

بھی مجھے دیکھ سکو گے ، پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش

مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا

ہوکر گر پڑے ، پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں ○ فرمایا اے موسیٰ ! میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام

بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

سے فضیلت دی ، پس میں نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ○

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ

اور ہم نے ان کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی ،

شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ

سو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ پکڑو ، اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں ، عنقریب میں تم کو

Marfat.com

دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿١٤٥﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی

فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا ○ میں عنقریب ان لوگوں (کے دلوں) کو اپنی آیات سے پھیر دوں گا جو زمین

الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ

میں ناحق تکبر کرتے ہیں، وہ اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ

یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَاِنْ

ہدایت کا راستہ دیکھ لیں پھر بھی اس کو اختیار نہیں کریں گے، اور اگر وہ

یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس راستہ کو اختیار کر لیں گے، کیوں کہ انہوں نے (ہمیشہ) ہماری آیتوں کی تکذیب کی

وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

اور وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی پیشی کی تکذیب کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ ع ١٧ ع ٦

ان کے سب (نیک) عمل ضائع ہوگئے، ان کو ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو وہ کیا کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا' پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کیا۔ سو آپ کے رب کی مقررہ مدت مکمل چالیس راتیں ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا' اور ٹھیک ٹھیک کام کرنا اور مفسدوں کے طریقہ پر کاربند نہ ہونا ○ (الاعراف: ١٤٢)

ربط آیات' مناسبت اور موضوع

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا مثلاً ان کو فرعون کی غلامی اور اس کے بے گار لینے سے نجات دی اور ان کو مستقل امت بنایا اور ان کے دین کو ثابت کرنے کے لیے اتنے کثیر معجزات ظاہر فرمائے جو اس سے پہلے کسی امت کے لیے ظاہر نہیں فرمائے تھے۔ اور اس آیت میں ان پر تورات کے نزول کا بیان ہے جس میں ان کی زندگی کے لیے دستور العمل تھا' اور اللہ تعالیٰ کے احکام تھے جن پر انہوں نے عمل کرنا تھا۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنو اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک کر دے گا تو وہ ان کے پاس اللہ کی کتاب لائیں گے جس میں یہ بیان ہو گا کہ ان پر کیا کام کرنے فرض ہیں اور کیا کام ان کے لیے ممنوع ہیں۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کتنے دنوں کے بعد مقرر کی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور نائب بنانے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ کے لیے پہلے تیس راتیں اور پھر دس راتیں مزید مقرر کرنے کی حکمت

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے فرمایا: حضرت ہارون کی اطاعت کرنا کیونکہ میں نے ان کو تم پر اپنا جانشین (خلیفہ) مقرر کر دیا ہے' میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں' اور ان کو بتایا کہ میں تیس دن کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن روزے رکھے انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے رب سے ہم کلام ہوں اور ان کے منہ سے بو آ رہی ہو (روزہ رکھنے سے منہ سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین سے گھاس اٹھا کر اس سے اپنے منہ کو صاف کیا اور گھاس کو چبایا۔ جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم نے روزہ کیوں افطار کیا (گھاس کیوں چبائی) حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خوب علم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں نے اس چیز کو ناپسند کیا کہ میں تجھ سے اس حال میں کلام کروں کہ میرے منہ سے بو آ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تم نہیں جانتے کہ روزہ دار کے منہ کے بو مجھے مشک سے زیادہ پسند ہے۔ اب واپس جاؤ اور دس روزے مزید رکھو پھر میرے پاس آنا' سو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیس راتوں سے مراد ذوالقعدہ کا مہینہ ہے اور بعد میں جو دس دن زیادہ کیے' ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۵۶' مطبوعہ مکۃ المکرمہ' جامع البیان جز ۹' ص ۷۴)

بعض علماء نے اس روایت سے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں مسواک کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم' الطہارۃ' ۴۲' (۲۵۲) ۵۷۸) اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں فطرت (سنت) سے ہیں اور ان دس چیزوں میں آپ نے مسواک کا ذکر فرمایا۔ (صحیح مسلم' الطہارۃ ۵۶' (۲۶۱) ۵۹۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک سے منہ کی پاکیزگی ہوتی ہے اور رب راضی ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۳۳) اس لیے مسواک کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ روزے رکھنے کا حکم دینا بہ ظاہر محل نظر ہے۔

اب پھر یہ سوال ہو گا کہ تیس راتوں کے بعد الگ سے دس دنوں کو ذکر کرنے کی کیا توجیہ ہے۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ابتداء چالیس راتوں کا ذکر فرماتا' پہلے تیس راتوں کے وعدہ کا ذکر فرمایا پھر اس کے بعد دس راتوں کا اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ چالیس راتوں کی مدت مکمل ہو گئی۔ اس کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں اور دنوں میں روزے رکھنے کا حکم دیا اور ان ایام میں عبادت کرنے کا حکم دیا' پھر باقی دس دنوں میں تورات نازل کی گئی اور ان ہی ایام میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوا۔

۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس راتیں پوری کر کے پہاڑ طور پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ سامری نے ان کی قوم کو شرک میں مبتلا کر دیا ہے' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میعاد کو پورا کرنے سے پہلے اپنی قوم کی طرف واپس گئے پھر دوبارہ واپس آئے اور دس دن کے روزے رکھے۔

۳- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی تیس دن کی مدت صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہو اور بعد کے دس دن کی مدت ان ستر منتخب اسرائیلیوں کے لیے ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ طور پر گئے تھے۔ اس کا تفصیلی ذکر الاعراف: ۱۵۵ میں

Marfat.com

آئے گا۔

میقات کا معنی اور کسی کام کی مدت مقرر کرنے کی اصل

اس آیت میں فرمایا ہے حضرت موسیٰ کے رب کا میقات چالیس راتوں میں مکمل ہو گیا۔ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے جس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر کیا گیا ہو اس کو میقات کہتے ہیں۔ اس طرح کسی کام کے وقت کے لیے جو جگہ متعین کی گئی ہو اس کو بھی میقات کہتے ہیں۔ جیسے حج کے مواقیت ہیں۔ (المفردات' ج ۲' ص ۶۸۶' طبع مکہ مکرمہ)

ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی وعدہ کی تکمیل کے لیے مدت مقرر کرنا قدیم طریقہ ہے۔ اسی طرح کسی کام کے لیے مدت مقرر کرنا بھی قدیم طریقہ اور اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے' اور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بنانے کے لیے چھ دنوں کی مدت مقرر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (ق: ۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہم کو اس سے بالکل تھکاوٹ نہیں ہوئی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مدت مقرر کرنے کے بعد اس میں اضافہ کرنا بھی جائز ہے اور حاکم کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک مدت کے بعد دوسری مدت مقرر کر سکتا ہے۔

بندوں کے اعذار کی آخری مدت ساٹھ سال ہے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے کی بھی ایک مدت مقرر کر دی ہے اور اس مدت کے بعد اس کی لغزشوں پر کوئی عذر قبول نہیں فرماتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی اجل کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال تک پہنچا دیا ہو' اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام اعذار (بہانوں) کو زائل کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۹' مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۸۶۵۴)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد انسان کا کوئی عذر باقی نہیں رہا کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اگر میری عمر زیادہ کر دی جاتی تو میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر لیتا اور جب کہ وہ اب عذر کی انتہا کو پہنچ چکا ہے تو اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے اس کا کوئی عذر باقی نہیں رہا جبکہ وہ جو عمر گزار چکا ہے اس میں وہ اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت پر قادر تھا۔ سو اس کو چاہیے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ سے صرف استغفار کرے اور اس کے احکام کی اطاعت کرے اور آخرت کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جائے' اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لیے اب کوئی عذر اور بہانہ نہیں چھوڑا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی حجت پوری کرنے کے بعد ان کا مواخذہ فرماتا ہے۔

معمر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ساٹھ یا ستر سال کی عمر تک مہلت دیتا ہے اور جب وہ اس عمر کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعذار کو زائل کر دیتا ہے۔ یعنی اس عمر کے بعد اب ترک اطاعت پر کوئی عذر کارگر نہیں ہو گا۔

علامہ ابن بطال نے کہا کہ ساٹھ سال کی عمر کو اس لیے حد مقرر فرمایا ہے کہ یہ انسان کی عادۃً "غالب عمر کے قریب ہے۔ اور

Marfat.com

یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے اور موت کے انتظار میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کو بار بار موقع عطا فرماتا ہے اور یہ اللہ سبحانہ کا بندوں پر لطف اور کرم ہے حتیٰ کہ وہ ان کو حالت جہل سے حالت علم کی طرف نقل کرتا ہے۔ پھر ان کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ واضح حجتوں کے بعد ان سے مواخذہ نہیں فرماتا۔ ہرچند کہ انسانوں کی فطرت میں دنیا سے محبت کرنا اور لمبی امیدیں رکھنا ہے لیکن ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفسوں سے مجاہدہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے جن نیک کاموں کا حکم دیا ہے وہ کام کریں اور جن برے کاموں سے روکا ہے ان سے باز رہیں۔ اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ جب انسان ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کی موت آنے کا غالب گمان ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہوں گی اور بہت کم ستر سال سے تجاوز کریں گے۔ بعض حکماء نے یہ کہا ہے کہ انسان کی عمر کے چار ادوار ہیں۔ (۱) بچپن (۲) جوانی (۳) ادھیڑ عمر (۴) بڑھاپا اور یہ عمر کا آخری دور ہے اور زیادہ تر یہ دور ساٹھ اور ستر سال کی عمر میں ہوتا ہے اور اس وقت انسان کی جسمانی قوت ضعف اور انحطاط کی طرف مائل ہوتی ہے' اور اب اس کو چاہیے کہ وہ بالکلیہ آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ اب وہ قوت اور نشاط کی پہلی حالت کی طرف نہیں لوٹ سکتا اور اسی حدیث سے علماء شافعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا پھر بھی اس نے قدرت اور استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا تو وہ گنہ گار ہو گا اور اگر اس سے پہلے قدرت کے باوجود تاخیر کی تو وہ گنہ گار نہیں ہو گا۔ (فتح الباری ج ۱۱' ص ۲۴۰' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام مالک نے کہا ہمارے شہر کے علماء چالیس سال تک لوگوں سے مل جل کر رہتے ہیں اور دنیا کو طلب کرتے ہیں اور چالیس سال کے بعد وہ ان چیزوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۸' ص ۲۴۹' دارالفکر' ۱۴۱۵ھ)

شمسی اور قمری تاریخ مقرر کرنے کا ضابطہ

یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تاریخ کا اعتبار دنوں کی بجائے راتوں سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثلاثین لیلۃ "تیس راتیں" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قمری مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا اور عجمیوں کا معمول اس کے خلاف ہے' کیونکہ وہ تاریخ کا اعتبار شمسی مہینوں سے کرتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے کہا: دنیاوی امور اور منافع میں شمسی مہینوں کا حساب جائز ہے اور عبادات اور شرعی احکام میں قمری مہینوں کے حساب سے تاریخیں مقرر کرنا واجب ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا اور ان کو نصیحت فرمانا ان کی شان میں کمی کا موجب نہیں

اس کے بعد فرمایا: اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کا ارادہ کیا تو اپنے فرائض حضرت ہارون علیہ السلام کو سونپ دیے۔ اس آیت میں کسی کو اپنا نائب بنانے کی اصل ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شریک تھے تو انہوں نے حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ کیسے بنایا! کیونکہ جو شخص کسی انسان کا شریک ہو وہ اس کے خلیفہ سے بڑے مرتبہ کا ہوتا ہے اور کسی انسان کو بڑے مرتبہ سے کم مرتبہ پر مقرر کرنا اس کی توہین ہے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا کس طرح جائز ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہی ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت میں اصل تھے کیونکہ پہلے ان کو نبی بنایا گیا اور ان کی دعا سے حضرت ہارون کو نبی بنایا گیا اور وہ ان کے وزیر تھے اور فرعون اور بنو اسرائیل کے ساتھ تمام معاملات میں حضرت موسیٰ ہی کو خطاب کیا گیا' ان ہی سے کلام کیا گیا اور ان ہی پر کتاب نازل کی گئی ان ہی

Marfat.com

کو معجزات عطا کیے گئے اور فرعون اور قبطیوں کے نزدیک وہی مسئول تھے اور رشد و ہدایت کا کام اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر بنو اسرائیل سے عمل کرانا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے ذمہ تھا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانے کا معنی یہ تھا کہ بنو اسرائیل کی رشد و ہدایت کے سلسلہ میں جو فرائض منصبی موسیٰ علیہ السلام انجام دیتے تھے وہ اب حضرت ہارون علیہ السلام نے انجام دینے ہیں اور اس معنی میں ان کو اپنا خلیفہ بنانے سے ان کے مرتبہ میں ہرگز کمی نہیں ہوئی۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا:

''اور ٹھیک ٹھیک کام کرنا اور مفسدوں کے طریقہ پر کاربند نہ ہونا''۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور نبی ٹھیک کام ہی کرتا ہے اور مفسدوں کی پیروی نہیں کرتا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے اس طرح کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہ طور تاکید فرمایا تھا یا پھر بہ طور تعریض تھا یعنی صراحتاً حضرت ہارون کو خطاب تھا اور اشارتاً اپنی قوم سے خطاب تھا۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ھود: ۱۱۲) سو آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نبی معصوم ہیں' آپ سے یہ متصور نہیں ہے کہ آپ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام کریں۔ اس لیے یہ ارشاد بھی تاکید اور تعریض کے طور پر ہے۔ اسی طرح اس آیت میں فرمایا:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ: ۱۴۵) اور اگر آپ نے (بالفرض) علم آنے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کی تو بے شک آپ کا شمار ضرور ظالموں میں سے ہوگا۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الزمر: ۶۵) اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

آپ سے یہ متصور ہے کہ آپ یہودیوں کی پیروی کریں نہ یہ متصور ہے کہ آپ شرک کریں کیونکہ آپ نبی معصوم ہیں۔ اس کے باوجود آپ کو ان دونوں کاموں سے بہ طور تاکید منع فرمایا یا پھر خطاب آپ کو فرمایا اور مراد آپ کی امت ہے۔ اسی نہج پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے انہوں نے حضرت ہارون سے بہ طور تاکید یا بہ طور تعریض کلام فرمایا۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے حضرت علی بہ منزلہ ہارون ہیں

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں اپنا) خلیفہ بنایا۔ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنا رہے ہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے! البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم' فضائل الصحابہ: ۳۱' (۲۴۰۴) ۶۱۰۱' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۱۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی ج ۳' رقم الحدیث: ۸۴۳۵' مسند احمد ج ۱' ص ۱۸۵)

Marfat.com

حدیث مذکور سے روافض کا حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال

اس حدیث سے روافض' امامیہ اور شیعہ کے تمام فرقوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر اپنا خلیفہ بنادیا تھا۔ اور اس بنا پر روافض نے تین کے سوا تمام صحابہ کی تکفیر کردی' کیونکہ صحابہ کرام نے اس نص صریح کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر کو خلیفہ بنادیا۔

چوتھی صدی کے مشہور شیعہ عالم شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی لکھتے ہیں:

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تین شخصوں کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا: وہ تین شخص کون ہیں؟ انہوں نے کہا: مقداد بن اسود' ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔ (رجال کشی' ص ۱۲' مطبوعہ ایران)

اور شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحیم قصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ جب ہم لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے عبدالرحیم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے۔ (الروضہ من الکافی (فروع کافی ج ۸) ص ۲۹۶' مطبوعہ طہران' ۱۳۶۲ھ)

اور جن لوگوں نے تمام امت اور خصوصاً تمام صحابہ کی تکفیر کی ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید صحابہ کرام کے نقل کرنے اور جمع کرنے سے ثابت ہے اگر یہ ناقلین کافر تھے تو ان کی نقل پر بھی اعتماد نہیں ہوگا۔ نیز تمام احادیث بھی ان ہی صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں' اگر یہ کافر تھے تو تمام احادیث بھی غیر معتبر قرار پائیں گی اور جب قرآن اور حدیث دونوں غیر معتبر اور غیر معتمد قرار پائے تو شریعت بالکلیہ باطل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر قائم نہ رہی۔

روافض کے استدلال مذکور کا جواب

اور اس حدیث سے ان کا حضرت علی کی تمام امت پر خلافت کا استدلال کرنا باطل ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک خاص معاملہ میں ایک خاص وقت کے لیے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خاص وقت تک کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مناجات سے واپس آگئے تو حضرت ہارون اپنی سابق حالت پر لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اصل رسالت میں شریک اور ان کے وزیر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ ان کے خلیفہ نہیں تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا' اس لیے اس حدیث سے روافض اور شیعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ اس چیز پر دلالت ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف مدینہ میں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنا نائب بنایا تھا اور نماز پڑھانے کے لیے ان کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ یہ منصب حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے سپرد کیا تھا اور جب نبی ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پہلی حیثیت کی طرف لوٹ آئے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اپنا نائب بنایا تھا جیسا کہ ہم عنقریب باحوالہ بیان کریں گے۔ سو اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تمام امت پر دائماً خلیفہ بننا لازم نہیں آتا۔

حضرت ابن ام مکتوم کو تمام مغازی میں خلیفہ بنانا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تیرہ غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ نے ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے' حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن ام مکتوم کو غزوہ تبوک میں خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ: ابن ام مکتوم کے نام میں اختلاف ہے بعض نے کہا ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ ہے ان کی کنیت ام مکتوم ہے۔ عمرو بن ام مکتوم مکہ میں قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور دار القراء میں ٹھہرے۔ یہ مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لیے اذان دیتے تھے اور عام غزوات میں رسول اللہ ﷺ ان کو خلیفہ بناتے تھے اور یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر گئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۴' ص ۲۰۶-۲۰۵' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تب بھی آپ نے ان ہی کو خلیفہ بنایا تھا۔

(اسد الغابہ ج ۴' ص ۲۵۲' رقم: ۴۰۱۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ نے بھی واقدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا اور امام ابن اثیر کی طرح ان غزوات کا تفصیل سے ذکر بھی کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ۳' ص ۲۷۶' رقم: ۱۹۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے' پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور نبی ﷺ عام غزوات میں ان کو مدینہ میں خلیفہ بناتے تھے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس کے بعد حافظ عسقلانی نے امام عبدالبر کے حوالے سے ان تیرہ غزوات کی تفصیل ذکر کی ہے۔

(الاصابہ ج ۴' ص ۴۹۵' رقم: ۵۷۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن ام مکتوم کی خلافت سے حضرت علی کے متعلق مزعوم خلافت بلافصل پر معارضہ

ان کثیر حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے تیرہ مرتبہ مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور مسلمانوں کی نمازوں کا امام بنایا اور جب تیرہ مرتبہ خلیفہ بننے اور مسلمانوں کی نمازوں کا امام بننے سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تمام امت کے امیر اور خلیفہ بن جائیں تو صرف ایک مرتبہ مدینہ میں خلیفہ بننے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کیسے لازم آئے گا کہ وہ امت کے خلیفہ بن جائیں جبکہ نمازوں کے امام اس وقت بھی حضرت ابن ام مکتوم تھے۔
نیز اگر یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر دلیل تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے اس وقت کیوں نہیں

Marfat.com

استدلال کیا جب ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے کہا جا رہا تھا۔
نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی غیر موجودگی میں امت پر کنٹرول نہیں کر سکے اور اس میں تفرقہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی ایسا ہی ہوا اور امت تفرقہ میں بٹ گئی' ہرچند کہ حق پر حضرت علی تھے جیسا کہ حق پر حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی کی خلافت کی طرف اشارہ ہے' تو اس بشارت سے مراد وہی زمانہ ہے جس زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو عرض کیا اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں' فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں○ (الاعراف: ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق مذاہب اسلام

اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱- حنبلیہ اور حشویہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام آواز اور حروف سے مرکب ہے اور یہ کلام قدیم ہے اور یہ مذہب بداہۃً باطل ہے کیونکہ جو چیز اجزاء سے مرکب ہو اس میں تقدیم اور تاخیر ہوتی ہے اس لیے وہ چیز قدیم نہیں ہو سکتی۔

۲- کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کا کلام آواز اور حروف سے مرکب ہے اور اس کا محل اور موصوف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ مذہب بھی باطل ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا اور حوادث سے موصوف ہونا لازم آتا ہے اور جو محل حوادث ہو وہ خود حادث ہوتا ہے۔

۳- معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کا کلام آواز اور حروف سے مرکب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ قائم ہے مثلاً درخت وغیرہ کے ساتھ۔

۴- اہل سنت و جماعت ماتریدیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک صفت ازلی ہے اس میں آواز اور حروف نہیں ہیں اور اس صفت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہیں سنا انہوں نے ان آوازوں اور حروف کو سنا جو درخت کے ساتھ قائم تھے۔

۵- اہل سنت اشاعرہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ازلی صفت ہے اس میں حروف اور آواز نہیں ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی صفت کو سنا تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی رنگ اور جسم نہیں ہے اور اس کے باوجود دکھائی دے گا حالانکہ جس چیز کا رنگ نہ ہو اس کا دکھائی دینا انسان کے لیے غیر متصور ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر آواز اور حروف کے حضرت موسیٰ نے سنا جبکہ انسان کے نزدیک بغیر آواز اور حروف کے کسی کلام کا سنائی دینا غیر متصور ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۵۳' ملخصاً' مرتباً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح کلام لفظی ہوتا ہے اسی طرح کلام نفسی بھی ہوتا ہے۔ کلام لفظی وہ ہے جو عادتاً سنائی دیتا ہے جیسا کہ معروف کلام ہے اور کلام نفسی وہ ہے جو کلمات اور حروف پر مشتمل ہوتا ہے مگر عادتاً سنائی نہیں دیتا۔ اس کی مثال

Marfat.com

یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہماری تعریف میں یہ کہے کہ "میں نے آپ جیسا خوش اخلاق یا آپ جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا" تو ہمیں یہ الفاظ اور جملے یاد آتے رہتے ہیں اور ہمارے ذہن میں ان الفاظ کی تصویر گھومتی رہتی ہے حالانکہ یہ الفاظ بعد میں سنائی نہیں دیتے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہمیں کوئی دلخراش بات کہے تو وہ بات مدتوں ہمارے دل سے نہیں نکلتی اور ہمیں وہ بات یاد آتی رہتی ہے۔ خصوصاً جب ہم اس شخص کو دیکھیں تو اس کے کہے ہوئے الفاظ کی تصویر ہمارے ذہن میں آجاتی ہے سو یہ کلام نفسی ہے اور الفاظ نفسیہ ہیں۔ قرآن مجید میں جو اللہ کا کلام ہے وہ بھی کلام نفسی ہے اور قدیم ہے وہ ان ہی الفاظ نفسیہ پر مشتمل ہے اور الفاظ میں بغیر تقدم اور تاخر کے یہ کلام نفسی ہے اس کلام کی قرأت جو ہم کرتے ہیں وہ کلام لفظی ہے اور حادث ہے اور مقروء یعنی جن الفاظ نفسیہ کی ہم قرأت کرتے ہیں وہ قدیم ہے۔ مثلاً جب ہم الحمد للہ رب العالمین کی قرأت کریں گے تو پہلے الحمد پڑھیں گے پھر للہ پھر رب العالمین لیکن یہ پورا قرآن کلام نفسی کے مرتبہ میں بغیر تقدم اور تاخر کے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے۔ اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جب ہم کو کوئی بات یاد آتی ہے تو یوں نہیں ہوتا کہ پہلے اس بات کا ایک لفظ یاد آتا ہو پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا' بلکہ بیک وقت مکمل کلام کی تصویر ہمارے ذہن میں آجاتی ہے۔ اسی طرح مکمل قرآن نفسی بغیر تقدم اور تاخر کے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ علیٰ ھذا القیاس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو کلام کیا وہ بھی کلام نفسی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کلام کو سننا خلاف عادت اور ان کا معجزہ تھا' کیونکہ بغیر آواز کے کسی کلام کو سننا انسان کی عادت اور اس کے معمول کے خلاف ہے۔ میں نے اس مقام کو اسی طرح سمجھا ہے اور امر واقعہ کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قواعد اسلام کے مطابق ہے اور بعض متقدمین اور محققین کی عبارت میں بھی اس تفصیل کی طرف اشارات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام بزار' امام ابن ابی حاتم' امام ابو نعیم نے الحلیہ میں اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور کے دن کلام فرمایا تو یہ اس دن کے کلام کا مغائر تھا جب ان کو اس نے ندا کی تھی۔ حضرت موسیٰ نے اللہ سے کہا اے میرے رب! جس طرح تو نے مجھ سے کلام کیا ہے' کیا تیرا کلام اسی طرح کا ہے؟ فرمایا اے موسیٰ! میں نے دس ہزار زبانوں کی قوت سے تجھ سے کلام کیا ہے اور مجھے تمام زبانوں کی قوت ہے اور اس سے بہت زیادہ ہے' حضرت موسیٰ جب بنو اسرائیل کی طرف واپس گئے تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! رحمٰن کے کلام کی صفت بیان کیجئے آپ نے کہا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ کیا تم نے ایسی گرج اور کڑک کی آواز سنی ہے جو بہت شیریں لگتی ہو؟ اللہ کا کلام اس کے قریب ہے اور وہ اس طرح نہیں ہے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں کعب سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کر رہا ہوں اور مجھے تمام زبانوں کی قوت ہے اور اگر میں تمہارے ساتھ اپنے کلام کی کنہ اور حقیقت کے ساتھ کلام کروں تو تم فنا ہو جاؤ۔

امام عبد الرزاق' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں کعب سے روایت کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمام زبانوں سے کلام کیا تو حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب میں نہیں سمجھ رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں ان کی آواز کی مثل کلام فرمایا' تب حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے

Marfat.com

میرے رب! کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟ فرمایا نہیں! میرا کلام جس طرح ہے اگر تم اس کو اسی طرح سن لو تو تم نیست و نابود ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز تیرے کلام کے مشابہ ہے؟ فرمایا نہیں! البتہ تم نے بہت زیادہ گرجدار بجلی کی کڑک جو سنی ہو اس کو اس کے قریب کہا جا سکتا ہے۔

امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام حاکم نے سند کی تصحیح کے ساتھ عبدالرحمن بن معاویہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے ان کی طاقت کے مطابق کلام فرمایا اور اگر اللہ ان سے اپنے حقیقی کلام کے ساتھ کلام فرماتا تو حضرت موسیٰ اس کی بالکل طاقت نہ رکھتے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام چالیس راتیں اس کیفیت میں رہے کہ جو شخص بھی ان کو دیکھتا تھا' وہ رب العالمین کی تاب نہ لا کر مرجاتا تھا۔ (الدر المنثور ج ۳' ص ۷-۵۳۶-۵۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کی بعض تفصیلات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام سعید بن منصور' امام ابن المنذر' امام حاکم' امام ابن مردویہ' اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا اس دن حضرت موسیٰ نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا' اونی چادر تھی' اونی شلوار تھی اور غیر مذبوح دراز گوش کی کھال کی جوتیاں پہنی ہوئی تھیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں اور امام ابو خیثمہ نے کتاب العلم میں اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو پوچھا اے میرے رب! تجھے اپنے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا جو بندہ میرا بہت زیادہ ذکر کرتا ہو۔ پھر پوچھا تیرے بندوں میں کون سب سے اچھا حاکم ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کے خلاف جس طرح فیصلہ کرتا ہو اسی طرح اپنے خلاف بھی فیصلہ کرے۔ پوچھا اے میرے رب! تیرے بندوں میں کون سب سے زیادہ غنی ہے؟ فرمایا جو اس چیز پر راضی ہو جو میں نے اس کو عطا کی ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں زہد کی مثل کسی نے کوئی کام نہیں کیا اور میری حرام کردہ چیزوں سے بچنے سے بڑھ کر کسی نے میرا تقرب حاصل نہیں کیا اور میرے خوف سے رونے سے بڑھ کر کسی نے میری عبادت نہیں کی۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! تو نے ان کے لیے کیا تیار کیا ہے اور ان کی کیا جزا ہے؟ فرمایا: جو لوگ دنیا میں زہد کرتے تھے میں ان کے لیے اپنی جنت مباح کر دوں گا وہ اس میں جہاں چاہیں گے رہیں گے' اور جو لوگ حرام کاموں سے بچتے تھے' تو میں قیامت کے دن ہر شخص سے اس کا حساب لیتے وقت مناقشہ کروں گا اور اس کے اعمال کی تفتیش کروں گا لیکن میں ان سے حیا کروں گا اور ان کو عزت اور کرامت دوں گا۔

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کتاب السنہ میں اور امام ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی راستہ میں جا رہے تھے تو ان کو جبار عزوجل نے ندا کی: یا موسیٰ! حضرت موسیٰ نے دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نظر نہیں آیا' پھر دوسری بار ندا کی یا موسیٰ بن عمران! انہوں نے پھر دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نظر نہیں آیا اور ان پر خوف طاری ہو گیا پھر تیسری بار ندا کی: یا موسیٰ بن عمران! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا لبیک لبیک! اور سجدہ میں گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ بن عمران! اپنا سر اٹھاؤ' انہوں نے اپنا سر

Marfat.com

اٹھایا تو فرمایا: اے موسیٰ! اگر تم چاہتے ہو کہ تم اس دن میرے عرش کے سائے میں رہو جس دن میرے عرش کے سوا اور کسی چیز کا سایہ نہیں ہو گا تو تم یتیم کے لیے شفیق باپ کی طرح ہو جاؤ اور بیوہ کی مہربان خاوند کی طرح کفالت کرو' اے موسیٰ بن عمران! تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اے موسیٰ' بنو اسرائیل کے نبی! جس نے مجھ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی نبوت کا منکر تھا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ حضرت موسیٰ نے کہا محمد کون ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں نے ان سے افضل کوئی مخلوق پیدا نہیں کی' میں نے عرش' آسمانوں' زمینوں' سورج اور چاند کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے اور مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میری تمام مخلوق پر اس وقت تک جنت حرام ہے جب تک کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اور (سیدنا) محمد (ﷺ) کی امت کون ہے؟ فرمایا ان کی امت اترتے چڑھتے ہر حال میں حمد کرنے والی ہے' وہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو ڈرتے رہیں گے' میں ان کے کم عمل کو بھی قبول کرلوں گا اور ان کو لا الہ الا اللہ کی شہادت کی وجہ سے جنت میں داخل کردوں گا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: مجھے اس امت کا نبی بنادے' فرمایا: اس امت کا نبی ان ہی میں سے ہو گا پھر کہا: اچھا مجھے اس نبی کی امت میں سے بنادے' فرمایا: تم اس سے پہلے ہو۔ اے موسیٰ! ٹھہرو میں تمہیں اور ان کو دار الجلال میں اکٹھا کردوں گا۔

(کتاب السنہ ج ۱' ص ۳۰۵' الشریعہ ج ۱' ص ۲۴۴' حلیۃ الاولیاء ج ۳' ص ۴۳۰-۴۲۹' طبع جدید' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابن الشاہین نے کتاب الترغیب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! اس شخص کے لیے کیا اجر ہے جو اس عورت سے تعزیت کرے جس کا بچہ فوت ہو چکا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہو گا اس دن میں اس کو اپنے سایہ میں رکھوں گا۔

امام ابن ابی حاتم نے العلاء بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں اپنے کلام سے نوازا' عرض کیا نہیں اے میرے رب! فرمایا اس لیے کہ میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو تمہاری طرح متواضع ہو۔ (الدر المنثور ج ۳' ص ۵۴۲-۵۳۷' ملتقطا' ملخصا' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

اس کے بعد فرمایا: (حضرت موسیٰ نے کہا) اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ الآیہ (الاعراف: ۱۴۳)

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا عقلاً ممکن ہے' محال نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہو گی' اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے' اور اہل بدعت میں سے معتزلہ' خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا عقلاً محال ہے' ان کا یہ قول غلط اور باطل ہے' کتاب و سنت کی تصریحات' صحابہ' فقہاء تابعین اور اخیار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور بیس سے زیادہ صحابہ سے اس قسم کی احادیث مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے' اس کے لیے شعاع بصری کا دکھائی دینے والے کو احاطہ کرنا اور دکھائی دینے والے کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے' لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا

Marfat.com

کہ آخرت میں جب مسلمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو ان کی شعاع بصری اللہ تعالیٰ کا احاطہ کر لے یا اللہ تعالیٰ دیکھنے والوں کی بالمقابل جانب ہو' معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا اس لیے انکار کیا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا محاط ہونا اور اس کے لیے سمت اور جہت کا ہونا لازم آئے گا' ہاں ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اور وہ ہمیں دیکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے اس کا جانب مقابل میں ہونا لازم نہیں آتا تو اس کے دکھائی دینے سے جانب مقابل میں ہونا کس طرح لازم آئے گا

منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات

منکرین کی ایک دلیل تو سورۃ الاعراف کی یہ مذکورہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کی نفی ہے' اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے یہ نہیں فرمایا میں ہرگز دکھائی نہیں دوں گا۔

ان کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۳)

آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس میں دنیا میں اللہ کو دیکھنے کی نفی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں کفار کے دیکھنے کی نفی ہے اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ مسلمان آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

ان کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (البقرہ: ۵۵)

اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم تم پر اس وقت تک کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں پس تم کو کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا درآنحالیکہ تم دیکھتے تھے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل کے اس مطالبہ کے سبب ان پر عذاب نازل نہ فرماتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لیے عذاب نازل نہیں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور ایک امر محال کا سوال کیا تھا۔ بلکہ عذاب اس لیے نازل فرمایا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا اور ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر موقوف کر دیا تھا گویا کہ وہ حالت کفر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنا دیدار نہیں کرائے گا۔

رہا یہ امر کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اس کی رویت کا سوال کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی آیت میں ہے: موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (الاعراف: ۱۴۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو کرنا اور دعا کرنا ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرما

Marfat.com

دیتا۔ اور رویت کے امکان پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ — البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ بر قرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۳۵۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کو پہاڑ کے بر قرار رہنے پر معلق کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ بر قرار رہنا فی نفسہ ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے' پس ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے قرآن مجید سے دلائل

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامہ: ۲۲-۲۳) — قیامت کے دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے' اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (المطففین: ۱۵) — حق یہ ہے کہ وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محجوب ہوں گے۔

اس آیت سے صراحتاً تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کفار اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے مگر اس سے اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اسی صورت میں یہ آیت کفار کے لیے حسرت اور محرومی کا موجب ہوگی' کیونکہ اگر مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکتے تو کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ اس میں ہماری کیا تخصیص ہے۔ مسلمان بھی تو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا: سنو تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تمہیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم کو قدرت ہو تو طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہونا۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم' مساجد: ۲۱۲' (۶۳۳) ۱۴۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۵۹۲' مسند احمد' ج ۴' ص ۳۶۰' سنن کبری للبیہقی' ج ۱' ص ۳۵۹' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ۷۹۹' مسند ابوعوانہ' ج ۱' ص ۳۷۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: جب آسمان پر ابر نہ ہو تو کیا تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا اسی طرح تم کو اس دن اپنے رب کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی جس طرح تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۴۳۹' صحیح مسلم' الایمان: ۳۰۲' (۱۸۳۰) ۴۴۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۷۳۰' مسند احمد' ج ۲' ص ۵۳۴' ۲۹۳' ۲۵۷' ج ۳' ص ۱۶' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۸' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث: ۲۰۸۵۶' المستدرک' ج ۴' ص ۵۸۲'

Marfat.com

مشکوۃ' رقم الحدیث: ۵۵۵۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۶۹۸)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب کلام فرمائے گا' اس شخص کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا اور نہ کوئی حجاب ہو گا جو اس کے رب کو دیکھنے سے مانع ہو۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۷۴۴۳' صحیح مسلم' الزکوٰۃ: ۶۷ (۱۰۱۶) ۲۳۰۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۸۴۳' مسند احمد' ج ۴' ص ۲۵۶'۳۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا چیز ہے؟ کہا یہ جمعہ ہے جس کو آپ کا رب آپ پر پیش کرتا ہے تاکہ وہ دن آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپ کی قوم کے لیے عید ہو جائے' آپ اول ہیں اور یہود و نصاریٰ آپ کے بعد ہیں' آپ نے فرمایا: ہمارے لیے اس عید میں کیا ہے؟ کہا: اس دن میں آپ (سب) کے لیے خیر ہے' اس دن میں آپ (سب) کے لیے ایک ساعت ہے' اس ساعت میں جو شخص بھی اپنے رب سے خیر کی دعا کرے گا اور وہ اس کی قسمت میں ہو تو اللہ اس کو وہ خیر عطا فرمائے گا اور اگر وہ خیر اس کی قسمت میں نہ ہو تو اس سے عظیم چیز کو اس کے لیے ذخیرہ کردے گا یا اس کی قسمت میں جو شر ہو گا اس شر سے اس کو پناہ میں رکھے گا۔ میں نے کہا: اس آئینہ میں یہ سیاہ نکتہ کیسا ہے! انہوں نے کہا: یہ وہ ساعت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور آخرت میں ہمارے نزدیک اس کا نام یوم المزید ہے۔ میں نے کہا: تم اس دن کو یوم المزید کس وجہ سے کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ کے رب عزوجل نے جنت میں مشک سے زیادہ خوشبودار ایک سفید وادی بنائی ہے' جب جمعہ کا دن آتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہوتا ہے' حتیٰ کہ اس کرسی کے گرد نور کے منبر بچھا دیے جاتے ہیں اور انبیاء آکر اس کرسی کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ان منبروں کے گرد سونے کی کرسیاں بچھا دی جاتی ہیں پھر صدیقین اور شہداء آکر ان کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں' پھر اہل جنت آتے ہیں اور ٹیلوں پر بیٹھ جاتے ہیں' پھر ان کا رب تبارک و تعالیٰ ان سب پر تجلی فرمائے گا حتیٰ کہ وہ سب اس کے چہرے کی طرف دیکھیں گے۔ (الحدیث)

(مسند البزار' رقم الحدیث: ۳۵۱۹' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۲۲۸' المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۶۷۱۳' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۴۲۱' المطالب العالیہ ج ۱' ص ۱۵۸-۱۵۷' رقم الحدیث: ۵۷۹' اس کی سند صحیح ہے۔)

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر قرآن مجید سے ایک اور دلیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر دلیل ہے' کیونکہ کسی چیز کے علم سے وہ چیز منجلی (روشن) ہو جاتی ہے' اور کسی چیز کو دکھانا بھی اس چیز کو روشن کر دیتا ہے اور علم کی بہ نسبت دکھانے سے چیز زیادہ منجلی (روشن) ہوتی ہے' اس لیے یہاں پر تجلی سے مراد دکھانا زیادہ اولیٰ ہے۔ اور اس آیت کے معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو پہاڑ نے دیکھا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہاڑ تو ایک پتھر ہے اس کا دیکھنا غیر متصور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں حیات' عقل اور فہم پیدا کی ہے اس طرح اس میں رویت اور بصارت بھی بعید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یجبال اوبی معہ والطیر (سبا: ۱۰) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو تم بھی!

نیز پہاڑ پتھروں کی جنس سے ہیں اور پتھروں کے متعلق فرمایا:

Marfat.com

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ بے شک بعض پتھر ضرور خوف خدا سے گر پڑتے ہیں۔

(البقرہ: ۷۴)

اور جب پہاڑ تسبیح کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں تو وہ دیکھ بھی سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب پہاڑ اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی طاقت پہاڑ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

منکرین رویت کے ایک اعتراض کا جواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب ان کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی' اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

معتزلہ نے کہا: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے رویت کا سوال کرنا گناہ ہے جب ہی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے توبہ کی' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت کے بغیر رویت کا سوال کیا تھا اس لیے انہوں نے اپنے اس فعل پر توبہ کی اور ہر چند یہ سوال کرنا گناہ نہیں تھا لیکن ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہوں کے حکم میں ہوتی ہیں' اور میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ تیرے اذن کے بغیر تجھ سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے تو ہوش میں آ کر کہا سُبْحٰنَکَ یعنی ہم پر ریزہ ریزہ ہونے اور بے ہوش ہونے کی آفت اور مصیبت پہنچی اور تو ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینے کے متعلق حدیث

اس آیت میں کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش ہونے کا ذکر ہے' رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک حدیث میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک یہودی اپنا کچھ سامان بیچ رہا تھا اس کو اس سامان کے عوض جو قیمت دی گئی اس کو اس نے ناپسند کیا اور کہا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی! ایک انصاری نے یہ سنا تو اس یہودی کے چہرے پر ایک طمانچہ مارا اور کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی' حالانکہ ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں! وہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا: یا ابا القاسم! میرے لیے ذمہ اور عہد ہے (یعنی میں ذمی ہوں' اور آپ کے ذمہ میری حفاظت ہے) اور فلاں شخص نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے اس کے منہ پر کیوں طمانچہ مارا ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے کہا تھا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے! حالانکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ غضبناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے سے غضب ظاہر ہو رہا تھا' پھر آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو۔ (بخاری: ۳۴۱۴-۳۴۱۵ / ۴۶۳۸) کیونکہ صور میں پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین میں سب بے ہوش ہو جائیں گے' سوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا۔ پھر دوسری بار صور

Marfat.com

پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے' میں (از خود) نہیں جانتا کہ طور کے دن کی بے ہوشی میں ان کا شمار کرلیا گیا یا ان کو مجھ سے پہلے اٹھایا گیا تھا اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۴' ۳۴۰۷' صحیح مسلم' فضائل انبیاء: ۱۵۹ (۲۳۷۳) سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۶۷۱' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۳۲۴۵' مسند احمد' ج ۳' ص ۳۳-۳۱' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۳۰۸-۶۳۰۹)

"مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت مت دو" اس حدیث کے جوابات

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بالاتفاق تمام انبیاء اور مرسلین سے افضل ہیں' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو' اس اعتراض کے جوابات حسب ذیل ہیں:

آپ کے ارشاد کا یہ معنی ہے کہ نفس نبوت میں کسی نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت مت دو' کیونکہ نفس نبوت میں تمام نبیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَانُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ (البقرہ: ۲۸۵) ہم (ایمان لانے میں) اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔

اور اس ارشاد کا یہ معنی نہیں ہے کہ مراتب اور درجات کے لحاظ سے کسی رسول کو دوسرے پر فضیلت مت دو کیونکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ بعض رسول بعض رسولوں سے افضل ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ (البقرہ: ۲۵۳) یہ سب رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا' اور ان میں سے کسی کو (تمام) درجات پر بلندی عطا فرمائی۔

دوسرے جواب کے ضمن میں تمام انبیاء پر نبی ﷺ کی فضیلت کے متعلق احادیث

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مطلع نہیں فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو تمام نبیوں اور رسولوں پر فضیلت دے دی' اور جب اللہ جل مجدہ نے آپ کو اس افضلیت پر مطلع فرما دیا تو آپ نے خود بیان فرمایا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں' جیسا کہ حسب ذیل احادیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کی شفاعت کرنے والا ہوں' جتنی زیادہ میری تصدیق کی گئی ہے اتنی کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی اور بعض نبی ایسے تھے کہ ان کی امت میں سے صرف ایک شخص نے ان کی تصدیق کی تھی۔ (صحیح مسلم' الایمان: ۳۳۲' (۱۹۶) مشکوٰۃ' رقم الحدیث: ۵۷۴۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کوئی فخر نہیں' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں' اور اس دن ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا خواہ وہ آدم ہوں یا ان کے علاوہ' اور سب سے پہلے جس شخص سے زمین پھٹے گی وہ میں ہوں' اور کوئی فخر نہیں۔

(سنن الترمذی' تفسیر سورہ بنی اسرائیل '۱۸' رقم الحدیث: ۳۱۴۸' مشکوٰۃ' رقم الحدیث: ۵۷۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے' رسول اللہ ﷺ حجرہ سے نکلے اور ان کی باتیں سننے لگے' بعض صحابہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' دوسرے نے کہا: حضرت موسیٰ

Marfat.com

سے اللہ نے کلام فرمایا' ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کے کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں' کسی نے کہا: حضرت آدم کو اللہ نے منتخب کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں سن لیں' تم نے کہا: ابراہیم خلیل ہیں وہ ایسے ہی ہیں' تم نے کہا موسیٰ اللہ کے کلیم ہیں' وہ ایسے ہی ہیں' تم نے کہا عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں' وہ ایسے ہی ہیں' تم نے کہا آدم اللہ کے صفی ہیں' وہ ایسے ہی ہیں' سنو میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں' اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گا اور فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا' اور میرے ساتھ فقراء مومنین داخل ہوں گے اور فخر نہیں' اور میں اولین اور آخرین میں اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ (سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۶۱۶' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۴۷' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۷۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور کوئی فخر نہیں' میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں' میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں۔ (مشکوۃ' رقم الحدیث: ۵۷۶۳)

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ نبی ﷺ کو یہ علم تھا کہ آپ افضل الانبیاء ہیں' لیکن آپ نے تواضعاً اور ادباً انبیاء علیہم السلام پر خود کو فضیلت دینے سے منع فرمایا' لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ملائمت سے منع فرماتے' جبکہ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سخت غضبناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے سے آثار غضب ظاہر ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک یہ فضیلت دینا صرف نامناسب نہیں بلکہ حرام تھا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ مجھے دوسرے انبیاء پر اس طرح فضیلت مت دو جو دوسرے نبیوں میں نقص کی موجب یا موہم ہو۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ مجھے دوسرے نبیوں پر اس طریقہ سے فضیلت مت دو جو کسی لڑائی جھگڑے کا موجب ہو' جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا تھا۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان تفضیل کے مسئلہ میں زیادہ بحث تمحیص اور غور و فکر نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ دوران بحث تمہارے منہ سے ایسا لفظ نکل جائے جو نامناسب ہو اور اس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے احترام میں کمی آئے۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ اپنی آراء اور اپنی اھواء سے کسی نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت مت دو' ہاں قرآن اور حدیث کے دلائل سے فضیلت کو بیان کرو۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضائل کی تمام انواع و اقسام سے فضیلت مت دو' حتیٰ کہ مفضول کے لیے کوئی فضیلت باقی نہ رہے۔

نواں جواب یہ ہے کہ کسی اہل کتاب مثلاً یہودی یا نصرانی کے سامنے تمام نبیوں پر میری فضیلت مت بیان کرو ہو سکتا ہے کہ وہ تعصب میں آ کر میرے متعلق کوئی تحقیر کا کلمہ کہے۔

دسواں جواب یہ ہے کہ میری دوسرے نبیوں پر فضیلت بیان کرنے میں اتنا مبالغہ نہ کرو کہ مجھے خدائی صفات سے متصف کر دو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ کیا اور انہیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔

گیارھویں جواب کے ضمن میں نبی ﷺ کی شان میں غلو کرنے کی ممانعت

گیارھواں جواب یہ ہے کہ دوسرے نبیوں پر میری فضیلت بیان کرنے میں اتنا مبالغہ نہ کرو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑھا دو۔

Marfat.com

نبی ﷺ نے فرمایا میرے متعلق اس طرح غلو نہ کرو جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کے متعلق غلو کیا' میں تو صرف اس کا بندہ ہوں پس تم کہو وہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔
(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۴۴۵' سنن دارمی' رقم الحدیث: ۲۷۸۴' مسند ج ۱' ص ۲۴-۲۳)

اس غلو کی بعض یہ مثالیں ہیں۔

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو
پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا
کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہولے
تو پھر نام لے وہ حبیب خدا کا

یعنی ناپاک زبان سے اللہ کا نام لینا تو جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کا نام لینا جائز نہیں ہے' جب کہ جنبی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا ممنوع ہے اور حدیث کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے ہرچند کہ خلاف ادب ہے' اسی طرح بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اور حدیث کو چھونا جائز ہے اگرچہ خلاف ادب ہے۔ اسی طرح غلو پر مشتمل ایک شعر یہ ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ کفار اور منافقین کی گرفت فرمائے گا تو کیا نبی ﷺ ان کو چھڑائیں گے اور جن مسلمان گنہ گاروں کو آپ چھڑائیں گے تو وہ اللہ کے اذن سے اس کی بارگاہ میں شفاعت کرکے چھڑائیں گے۔ اور دوسرے مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے سرداران قریش کے ایمان کی طمع میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے بے توجہی فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا اور یہ آیات نازل فرمائیں۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ○ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ○ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ○ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ○ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ○ وَهُوَ یَخْشٰی ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ○ (سورہ عبس: ۱۰-۱)

انہوں نے تیوری پر بل ڈالے اور منہ پھیرا ○ اس پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا ○ آپ کو کیا معلوم شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرے ○ یا وہ نصیحت قبول کرے تو اس کو نصیحت نفع دے ○ اور جو بے پرواہی کرتے ہیں ○ تو آپ ان کے در پے ہوتے ہیں ○ اور اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کریں تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا ○ اور جو شخص دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا ○ درآنحالیکہ وہ اپنے رب سے ڈرتا ہے ○ تو آپ نے اس سے بے پرواہی کی۔

اسی طرح تین صحابہ حضرت کعب بن مالک' ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع پر رسول اللہ ﷺ نے گرفت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چھڑالیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کی مہم بہت سخت اور دشوار تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو عام تیاری کا حکم دیا مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق تیاری کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا تیار ہو کر چلا جاؤں گا۔ ایک چھوڑ' دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت میں تھا کہ ادھر رسول اللہ ﷺ نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دے دیا' میں نے سوچا کہ آپ روانہ ہو گئے ہیں تو کیا ہوا میں

Marfat.com

اگلی منزل پر آپ سے جا ملوں گا' اسی سوچ و بچار اور آج کل میں وقت نکل گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد میں سخت پریشان تھا' سارے مدینہ میں پکے منافقوں یا معذور مسلمانوں کے سوا کوئی نظر نہ آتا تھا' میں نے سوچا کہ میں تبوک میں نہ جانے کے متعلق کوئی عذر بیان کرکے جان بچالوں گا' لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے تشریف لے آئے ہیں تو سارے جھوٹے عذر کافور ہوگئے اور میں نے سوچا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دینے والی نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ مسجد میں رونق افروز تھے' صحابہ کرام جمع تھے' منافقین جھوٹے عذر پیش کرکے ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوا۔ میرے سلام کا آپ نے غضب آمیز تبسم کے ساتھ جواب دیا اور میری غیر حاضری کی وجہ دریافت کی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں کسی دنیادار کے سامنے پیش ہوتا تو جھوٹے عذر بیان کرکے اپنی چرب زبانی سے صاف بچ جاتا مگر یہاں تو اس ذات کے سامنے معاملہ درپیش ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بول کر وقتی طور پر اپنے آپ کو بچا بھی لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے مطلع فرمادے گا' اس کے برعکس سچ بولنے سے مجھے آپ کی ناراضگی برداشت کرنی پڑے گی مگر اس کا انجام بہتر ہوگا۔ یا رسول اللہ! امر واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غزوہ تبوک میں نہ جانے کا کوئی عذر نہیں ہے' جس وقت میں آپ کے ہمراہ تبوک نہیں گیا اس وقت سے زیادہ وسعت اور فراخی مجھے کبھی حاصل نہیں تھی' میں مجرم ہوں آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اس شخص نے سچ کہا ہے اچھا جاؤ اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو' بعد میں معلوم ہوا کہ دو اور شخص (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع) بھی میری طرح تھے۔ آپ نے ہم تینوں کے متعلق حکم دے دیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے' سب علیحدہ رہیں' سو کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا' وہ دونوں تو خانہ نشین ہوگئے اور گھر میں روتے رہتے تھے۔ میں چونکہ سخت اور قوی تھا' مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتا تھا' میں آپ کو سلام کرتا تھا اور دیکھتا تھا کہ آپ کے لب مبارک حرکت کرتے ہیں یا نہیں' جب میں آپ کو دیکھتا تھا تو آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔

مخصوص رشتہ دار اور اعزہ بھی مجھ سے بے گانہ ہوگئے تھے ایک روز مجھے شاہ غسان کا ایک خط ملا کہ تم ہمارے ملک میں آجاؤ وہاں تمہاری بہت آؤ بھگت ہوگی۔ میں نے سوچا کہ یہ بھی ایک ابتلاء ہے اور وہ خط میں نے جلا دیا۔ چالیس دن بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک حکم پہنچا کہ میں اپنی بیوی سے بھی الگ ہو جاؤں' چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا' مجھے سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ اگر میں اسی حال میں مرگیا تو رسول اللہ ﷺ تو میری نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے اور اگر بالفرض اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو مسلمان میرا مستقل بائیکاٹ رکھیں گے اور میری میت کے بھی کوئی قریب نہیں آئے گا۔ غرض پچاس دن اسی کیفیت میں گزر گئے۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی اور مجھے زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی' کہ اچانک جبل سلع (ایک پہاڑ) سے آواز آئی: ''اے کعب بن مالک' مبارک ہو!'' میں یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گیا' معلوم ہوا کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ خبر دی کہ ہماری توبہ قبول ہوگئی ہے' آپ نے نماز فجر کے بعد صحابہ کو مطلع کرکے فرمایا اور مجھے خوش خبری سنانے کے لیے ایک سوار میری طرف دوڑا' مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے ندا کی اور سوار سے پہلے اس کی آواز مجھ تک پہنچ گئی۔ میں نے اپنے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دیے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' مسلمان مجھے جوق در جوق مبارک باد دے رہے تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت طلحہ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا' رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمالی۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۲۷۵۷' صحیح مسلم' التوبہ: ۵۳' (۲۷۶۹) ۶۸۸۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۳۱۸' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۳۴۲۲' صحیح ابن خزیمہ' رقم الحدیث: ۲۴۴۲' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۲۴۵۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۳۹۳' سنن

Marfat.com

الترمذی' رقم الحدیث: ۳۱۰۲' مسند احمد' ج ۳' ص ۴۵۶' جامع الاصول' ج ۲' رقم الحدیث: ۶۶۲)

حضرت کعب بن مالک' ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول کرنے اور ان کی نجات کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا اس کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (التوبہ: ۱۱۸)

اور ان تین مسلمانوں کی توبہ قبول فرمائی جن کا حکم موخر رکھا گیا تھا' حتیٰ کہ جب زمین وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے' پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ ہمیشہ توبہ کرتے رہیں' بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت مہربان ہے۔

ان مذکور الصدر احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ان تین صحابہ پر گرفت فرمائی اور آپ کے حکم پر مسلمانوں نے پچاس دنوں تک ان سے مقاطعہ جاری رکھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر ان کی خلاصی کرا دی اس لیے یہ مصرع صحیح نہیں ہے کہ: "محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔"

رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو کی ایک اور یہ مثال ہے۔

معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری بادیدۂ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

(اگر میرے نظریہ کو جانو اور حضرت صدیق اکبر کی نظر سے دیکھو تو نبی' اللہ سے زیادہ محبوب ہیں)

یہ اشعار قرآن مجید کی اس آیت کے صراحۃً خلاف ہیں:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵) اور ایمان والے سب سے زیادہ محبت' اللہ سے کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کائنات میں سب سے افضل ہیں اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مخلوق سے زیادہ آپ سے محبت ہونی چاہیے لیکن ان تمام تر عظمتوں کے باوجود نبی ﷺ اللہ کے بندہ اور اس کی مخلوق ہیں' اور خالق اور مخلوق کے درمیان اس طرح تقابل کرنا کہ مخلوق خالق سے زیادہ افضل یا زیادہ محبوب یا زیادہ بااختیار ہے صحیح انداز فکر نہیں ہے۔

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی التمیمی المتوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ بدر کے دن زخمی ہو گئی اور ان کی آنکھ کا ڈھیلا بہہ کر ان کے رخسار پر آ گیا' مسلمانوں نے اس کو کاٹ کر نکالنے کا ارادہ کیا' پھر نبی ﷺ سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر حضرت قتادہ کو بلایا آپ نے اپنی ہتھیلی سے وہ ڈھیلا (اپنی جگہ رکھ کر) دبایا' پھر پتا نہیں چلتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

(مسند ابو یعلیٰ' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۵۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۳' ص ۱۰۰-۹۹' اسد الغابہ' ج ۴' ص ۳۷۰' رقم: ۴۲۷۷' الاصابہ' ج ۵' ص ۳۱۸' رقم: ۷۰۹۱)

Marfat.com

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمان ہدیہ کی گئی' جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کمان مجھے دے دی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اس کمان سے تیر مار رہا تھا کہ وہ کمان ٹوٹ گئی' اور میں مستقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا رہا جو تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف آتا میں اس تیر کے سامنے اپنا چہرہ کر دیتا (اور کمان ٹوٹنے کی وجہ سے) میں اس وقت کوئی تیر نہیں مار رہا تھا' حتیٰ کہ ایک تیر آکر میری آنکھ میں لگا جس سے میری آنکھ کا ڈھیلا نکل کر میرے چہرے پر آگیا' میں نے وہ ڈھیلا نکال کر اپنے ہاتھ میں رکھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں نکلی ہوئی آنکھ کا ڈھیلا دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! قتادہ نے تیرے نبی کے چہرے کو اپنے چہرے سے بچایا ہے تو اس کی اس آنکھ کو دونوں میں سے زیادہ حسین اور زیادہ تیز بنادے' سو ان کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین اور زیادہ تیز نظر والی تھی۔

(المعجم الکبیر' ج ١٩' ص ٨' رقم الحدیث: ١٢' دلائل النبوۃ لابی نعیم' ج ٢' رقم الحدیث: ٤١٧' المستدرک' ج ٣' ص ٢٩٥' الاستیعاب' ج ٣' ص ٣٣٨' رقم: ٢١٣١' اسد الغابہ' ج ٣' ص ٣٧٠' رقم: ٤٢٧٧' الاصابہ' ج ٥' ص ٣١٨' رقم: ٧٠٩١' مجمع الزوائد' ج ٦' ص ١١٣)

غیر محتاط واعظین اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہیں تھی جتنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی' اللہ اور اس کے رسول کی عطا میں تقابل کا یہ انداز بہت خطرناک ہے' یہ دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی تھیں فرق یہ ہے کہ ایک آنکھ ماں باپ کے جسمانی توسل سے ملی تھی اور دوسری آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ملی تھی اس لیے اس آنکھ کا حسن اور اس کی نظر دوسری آنکھ سے زیادہ تھی۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے میں غلو اور مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کی صفات خدا کے برابر بیان کی جائیں' نہ آپ کو خدا سے بڑھایا جائے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٤٦٣٨) نیز آپ نے فرمایا: بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت مت دو۔ (مسند احمد ج ٣' ص ٣١) اور فرمایا: مجھے انبیاء پر فضیلت مت دو' اور نہ یونس بن متی پر (البدایہ والنہایہ' ج ١' ص ١٧١) اور ان سب احادیث کا ایک محمل یہ ہے کہ مجھے خدا کے برابر نہ کر دیا مجھے خدا سے نہ بڑھاؤ اور اس محمل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: میرے متعلق اس طرح غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق غلو کیا تھا' پس تم کہو وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٣٤٤٥) اس توجیہ کے بیان کرنے کے سلسلہ میں کلام طویل ہو گیا کیونکہ ہمارے زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کی شان بیان کرنے میں بہت افراط اور تفریط ہے' بعض لوگ آپ کی شان بیان کرنے سے مطلقاً منع کرتے ہیں اور آپ کے فضائل میں قطع برید کرتے ہیں اور بعض اس میں افراط کرتے ہیں اور حد سے گزر جاتے ہیں' میں نے اصلاح کی اپنی سی کوشش کی ہے' اللہ تعالیٰ ان سطور میں اثر آفرینی فرمائے۔ (آمین) اب میں اس حدیث کے بقیہ تشریح طلب اجزاء کی وضاحت کرتا ہوں۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

صعقہ کا معنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب پر صعقہ طاری ہو گا' ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔ (الزمر: ٦٨) صعقہ کا معنی موت ہے اور کبھی اس سے مراد بے ہوشی بھی ہوتی ہے' جیسے اس آیت میں ہے وخر موسی صعقا (الاعراف: ١٤٣) اس آیت میں جن لوگوں کا صعقہ سے استثناء کیا ہے ان کے مصداقوں میں

Marfat.com

اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ انبیاء ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ شہداء ہیں- اور صحیح یہ ہے کہ ان کی تعیین میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے' اور ان میں سے ہر ایک محتمل ہے-

پھر آپ نے فرمایا: پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے' میں از خود نہیں جانتا کہ طور کے دن کی بے ہوشی میں ان کا شمار کر لیا گیا یا (وہ بے ہوش تو ہوئے تھے لیکن) ان کو مجھ سے پہلے اٹھا لیا گیا-

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلائل

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے فرمایا ہے کہ جب پہلی بار صور میں پھونکا جائے گا تو اس سے انبیاء علیہم السلام صرف بے ہوش ہوں گے اور عام انسان سب مرجائیں گے' سو عام لوگوں کے حق میں صعقہ کا معنی موت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں صعقہ کا معنی بے ہوشی ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کے حق میں موت کا معنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش اور مسرور ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندہ لوگوں کی صفات ہیں' اور جب شہداء کا یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم السلام تو اپنی وفات کے بعد اس حال کے زیادہ لائق اور حقدار ہیں- اس کے علاوہ صحیح حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے-

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن النسائی' رقم الحدیث: ۱۳۷۳' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۶۳۶)

نیز شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے' خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کو نبی ﷺ نے قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا- (صحیح مسلم' فضائل انبیاء: ۱۵۶' (۲۳۷۳) ۶۰۴۲)

اس طرح کی احادیث بہت زیادہ ہیں جن کے مجموعہ سے اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے بایں طور کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے' ہر چند کہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے کہ وہ بھی موجود اور زندہ ہیں اور ہماری نوع میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا سوائے اولیاء اللہ کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت کے ساتھ خاص کر لیا ہے' اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو وہ آسمان اور زمین کے درمیان ہیں اور جب صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر شخص پر صعقہ طاری ہو گا ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے' غیر انبیاء کے صعقہ کا معنی ہے وہ مرجائیں گے اور انبیاء علیہم السلام صرف بے ہوش ہوں گے- اور جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو جو مر گئے تھے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش ہوئے تھے وہ ہوش میں آجائیں گے' اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو ہوش میں آئے گا اور یہ حدیث حسن صحیح ہے-

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ حقیقتاً سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے اور تمام لوگوں سے پہلے اپنی قبر مبارک سے باہر آئیں گے' خواہ وہ انبیاء ہوں یا ان کے غیر' ماسوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ ان کے متعلق نبی ﷺ کو تردد تھا' آیا وہ آپ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا وہ پہلے صعقہ سے بے ہوش ہی نہیں ہوئے اور اس کے قائم مقام طور کی بے ہوشی تھی' بہر حال جو بھی شکل ہو اس حدیث کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسی فضیلت حاصل ہے جو ان کے غیر میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں-

(المفہم' ج ۶' ص ۲۳۴-۲۳۱' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبی ﷺ پر فضیلت جزی کی تحقیق

علامہ قرطبی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی ﷺ پر فضیلت جزی حاصل تھی کہ وہ یا تو پہلے صعقہ سے بے ہوش نہیں ہوئے یا بے ہوش تو ہوئے تھے لیکن آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے بھی یہ لکھا ہے کہ ہر صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فضیلت ثابت ہے۔ (فتح الباری' ج ٦' ص ٤٤٥' طبع لاہور' عمدۃ القاری' ج ١٢' ص ٢٥١)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

نیز یہ فضیلت جزی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت ہے اور یہ فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات' ج ٤' ص ٤٥١' مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس فضیلت کے ساتھ خاص ہونا اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ وہ اس ذات سے بڑھ جائیں جو ان پر فضائل کثیرہ اور متعدد وجوہ سے مقدم ہیں۔ (مرقات ج ١١' ص ١٧' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ١٣٩٠ھ)

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر اور اول انسان ہیں اور نبی ﷺ پر ان کی یہ فضیلت جزی ہے لیکن فضیلت کلی نبی ﷺ کو ہی حاصل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت ہے کہ وہ اپنی نانی کی دعا کی وجہ سے اپنی ولادت کے وقت میں شیطان سے محفوظ رہے اور انہوں نے پنگورے میں کلام کیا اور بچپن ہی میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ لیکن فضیلت کلی کے حامل صرف نبی ﷺ ہیں۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ نے ایک اور جواب دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا تھا کہ "میں (از خود) نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ بے ہوش ہی نہیں ہوئے یا مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے"۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی ﷺ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ حقیقتاً سب سے پہلے آپ ہوش میں آ کر قبر سے نکلیں گے۔ اور آپ ہی علی الاطلاق سب سے پہلے اٹھیں گے۔ اور جو گروہ سب سے پہلے قبروں سے اٹھے گا' اس میں علی الاطلاق سب سے پہلے آپ اٹھیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی گروہ سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی' ج ١٠' ص ٦٢٣٣' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

قاضی عیاض اور علامہ نووی کے اس جواب کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبی ﷺ پر فضیلت جزی بھی نہیں رہی' نبی ﷺ علی الاطلاق سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے قبر سے اٹھے گا۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم' فضائل: ٣ (٢٢٧٨) ٥٨٣٠' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٦٧٣' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ٣١٥٩' ٣٦٣١' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٤٣٠٨' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ٦٤٧٨' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ١٠٩٨٧' طبع جدید دار الفکر' مسند احمد' ج ١' ص ٢٨١' ج ٣' ص ٢٣٣' المستدرک' ج ٢' ص ٣٦٥' دلائل النبوۃ ج ٦' ص ١٣' کنز العمال' رقم الحدیث: ٣١٨٧٩)

قاضی عیاض مالکی متوفی ٥٤٤ھ اور علامہ نووی شافعی' متوفی ٦٧٦ھ کے جواب کو علامہ ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ' علامہ سنوسی مالکی متوفی ٨٩٥ھ' علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' علامہ سیوطی شافعی متوفی ٩١١ھ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی' متوفی

Marfat.com

۱۰۵۲ھ نے بھی اپنی شروحات میں نقل کیا ہے:
(اکمال اکمال المعلم ج ۸، ص ۱۳۷، معلم اکمال الاکمال ج ۸، ص ۱۳۷، عمدۃ القاری ج ۱۲، ص ۲۵۱ الدیباج ج ۲، ص ۲۰۳، اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۴۵۱)

بظاہر اس حدیث سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبی ﷺ پر فضیلت لازم آتی ہے۔ مدت دراز سے میں اس اشکال کا جواب دینا چاہتا تھا اور اس حدیث کی مکمل تحقیق کرنا چاہتا تھا' اس کے باوجود نہ جانے کس وجہ سے شرح صحیح مسلم میں اس کی تشریح مجھ سے رہ گئی' زیر تفسیر آیت میں چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر بے ہوش ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا حوالہ ہے' اس مناسبت سے میں نے اس حدیث کو یہاں ذکر کیا اور اس کی تفصیل اور تحقیق کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو اثر آفریں بنائے۔ (آمین) اب پھر میں بقیہ آیات کی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام سے فضیلت دی' پس میں نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ لے لو' اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (الاعراف: ۱۴۴)

دیدار نہ کرانے کی تلافی میں کلام سے مشرف فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار کو طلب کیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی تلافی میں اور دوسری عظیم نعمتیں عطا فرمائیں گویا کہ یوں فرمایا کہ اگر تم کو دولت دیدار حاصل نہیں ہوئی تو تم رنجیدہ نہ ہو میں تمہیں ایک اور عظیم نعمت عطا فرما رہا ہوں وہ میری رسالت اور میرا کلام ہے' سو تم اس نعمت پر میرا شکر ادا کرو۔ اس آیت میں فرمایا ہے: میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے اللہ تعالیٰ نے اوروں کو بھی رسول بنایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو رسالت اور کلام دونوں کے مجموعہ سے نوازا ہے۔ اور یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ رسالت اور کلام کے ساتھ میں نے تم کو مخلوق پر فضیلت دی ہے بلکہ فرمایا ہے لوگوں پر فضیلت دی ہے' کیونکہ مخلوق میں فرشتے بھی ہیں اور فرشتے اللہ کا کلام بلاواسطہ سنتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور کسی نعمت پر شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کے لوازم اور تقاضوں پر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کے لیے (تورات کی) تختیوں مین ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی' سو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں' عنقریب میں تم کو فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا۔ (الاعراف: ۱۴۵)

تورات کی تختیوں کا مادہ' تعداد اور نزول کی تاریخ

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ تورات سونے کے قلموں سے لکھی گئی تھی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات زمرد کی سات تختیوں میں عطا فرمائی تھی' اس میں ہر چیز کا بیان تھا' اور اس میں نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر

Marfat.com

آئے تو انہوں نے دیکھا کہ بنو اسرائیل بچھڑے کے سامنے بیٹھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں' تو جوش غضب سے ان کے ہاتھوں سے تورات گر کر ٹوٹ گئی' پھر وہ ہارون کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو سر سے پکڑ لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے تورات کے چھ حصے اوپر اٹھا لیے اور ایک حصہ رہ گیا۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو تورات نازل کی گئی تھی وہ بیری کے پتوں پر لکھی ہوئی تھی اور اس لوح کا طول بارہ ہاتھ تھا۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ تورات کی تختیاں یاقوت کی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زمرد کی تھیں اور اس پر سونے سے لکھا ہوا تھا' اور رحمٰن تبارک و تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور آسمان والوں نے قلم چلنے کی آواز سنی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۶۳' ۱۵۶۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے حکیم بن جابر سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا کسی چیز کو پیدا کرنے میں اپنا ہاتھ نہیں لگایا' اپنے ہاتھ سے جنت میں پودا لگایا' ورس (ایک قسم کی گھاس' جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) اور زعفران کو اس کی مٹی بنایا اور اس میں مشک کے پہاڑ بنائے' حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا۔ (الدر المنثور ج ۳' ص ۵۴۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن علی بن الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

تورات کی الواح کے متعلق سات قول ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ زمرد کی الواح تھیں' سعید بن جبیر نے کہا: یاقوت کی تھیں' مجاہد نے کہا: سبز زمرد کی تھیں' ابو العالیہ نے کہا: ایک قسم کے کپڑے کی تھیں' حسن بصری نے کہا: لکڑی کی تھیں' وہب بن منبہ نے کہا: پتھر کی تھیں' مقاتل نے کہا: زمرد اور یاقوت کی تھیں۔ ان کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سات الواح تھیں' ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: دو تختیاں تھیں' اور یہ فراکا مختار ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا: دس تھیں' مقاتل نے کہا: نو تھیں۔ (زاد المسیر ج ۳' ص ۲۵۸' مطبوعہ المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام رازی نے لکھا ہے کہ یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے تھے اور یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات عطا فرمائی۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۱۰' مطبوعہ احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تورات میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل مذکور ہونے کی توجیہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم نے ان کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت لکھ دی تھی۔

ہر چیز سے مراد عموم نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال' حرام اور اچھی اور بری چیزوں کے متعلق جن احکام کی احتیاج تھی وہ سب تورات میں لکھی ہوئی تھیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۶۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ء)

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ فرمایا ہے: ہر چیز سے مراد احکام شرعیہ ہیں مثلاً فرض' واجب' حلال اور حرام وغیرہ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر چیز کی حکمتیں اور عبرتیں وغیرہ ہیں۔ (زاد المسیر ج ۳' ص ۲۵۸' طبع بیروت)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ عرف اور محاورہ میں کل شئی سے مراد حقیقتاً عموم نہیں ہوتا جیسے کہتے ہیں فلاں آدمی کے پاس ہر چیز ہے' یا میں شہر میں گیا اور میں نے ہر چیز خرید لی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸' ص ۲۵۳)

Marfat.com

میں کہتا ہوں اس سے عموم بھی مراد ہو سکتا ہے جب کہ اس کا یہ معنی کیا جائے کہ ان کو دنیا میں صلاح اور آخرت میں فلاح کے لیے جس قدر احکام کی احتیاج تھی' اللہ تعالیٰ نے وہ تمام احکام تورات کی الواح میں لکھ دیے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: "اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو جس قدر احکام شرعیہ دیے تھے تورات میں ان تمام احکام کی تفصیل لکھ دی تھی' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی احکام بیان فرمائے ہیں اور ان کی تفصیل سنت اور قیاس سے معلوم ہوتی ہے' لیکن بنو اسرائیل کے لیے احکام کا ماخذ صرف تورات تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام تفصیلات تورات ہی میں لکھ دی تھیں۔ مثلاً نماز کا قرآن مجید میں اجمالی حکم ہے' پانچ اوقات کی تفصیل اور تعیین درج نہیں نہ نماز کی رکعات کی تعداد کا بیان ہے اور ہر رکعت میں کیا پڑھنا ہے' اس کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی مقدار اور نصاب کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ حج کے فرائض' ارکان' شرائط اور موانع کا ذکر نہیں ہے' ان تمام امور کی تفصیل سنت میں ہے' اسی طرح بعض احکام قیاس سے ثابت ہوتے ہیں مثلاً خمر کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے لیکن دیگر نشہ آور چیزوں کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔ بنو اسرائیل کے لیے قیاس اور اجتہاد نہیں تھا نہ ان کے ہاں سنت اور حدیث کی شرعی حیثیت تھی۔ ان کے احکام کا ماخذ صرف تورات تھی' لہٰذا جو تفصیلات ہم کو سنت اور اجتہاد سے معلوم ہوتی ہیں' وہ تمام تفصیلات اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تورات میں لکھ دی تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تورات میں احکام بھی لکھے اور تمام احکام سے متعلق ہر تفصیل لکھ دی' اس لیے فرمایا: ہم نے تورات کی الواح میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

تورات کے احکام کا درجہ بہ درجہ ہونا

اس کے بعد فرمایا: اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں۔

آیت کے اس حصہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تورات میں کچھ ایسے حکم بھی ہیں جو بہترین نہیں ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱- یہ معنی' مفہوم مخالف کے اعتبار سے لیا گیا ہے' اور ہمارے نزدیک قرآن اور حدیث میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے' اور تورات کے تمام احکام بہترین ہیں اور جن ائمہ کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہے' ان کے اعتبار سے جواب یہ ہے کہ تورات کے احکام درجہ بہ درجہ ہیں اور بعض احکام بعض سے زیادہ بہتر ہیں۔

۲- بنو اسرائیل کو برے کاموں سے روکا گیا تھا اور نیک کاموں کا حکم دیا گیا تھا اور برائی سے رکنا' نیکی کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

۳- معاف کر دینا قصاص لینے سے بہتر ہے' اور صبر کرنا بدلہ لینے سے بہتر ہے۔ سو ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ قصاص لینے کی بجائے معاف کر دیں اور بدلہ لینے کی بجائے صبر کریں' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: ۴۰-۳۹)	اور وہ لوگ جن پر جب (کسی کا) ظلم پہنچے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور نیکی کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے' بے شک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کے بعد فرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳)	اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ ضرور ہمت کے کاموں (بہترین کاموں) میں سے ہے۔

Marfat.com

۳- تورات میں فرائض' نوافل اور مباح کاموں کے احکام ہیں' فرائض اور نوافل پر عمل کرنا' بہترین عمل ہے اور صرف فرائض پر عمل کرنا اس سے کم درجہ کا ہے اور مباح پر عمل کرنا اس سے بھی کم درجہ کا ہے۔ اسلام میں بھی احکام درجہ بہ درجہ ہیں' پہلے فرائض کا مرتبہ ہے' پھر واجبات کا' پھر سنن کا' پھر مستحبات کا' پھر مباحات کا۔

اس کے بعد فرمایا: "عنقریب میں تم کو فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا"۔ حسن اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد جہنم ہے۔ عطیہ عوفی نے کہا: اس سے مراد فرعون اور اس کی قوم کا گھر ہے جو کہ مصر ہے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد جبابرہ اور عمالقہ کے گھر ہیں' جو ان کو اللہ نے شام میں دخول کے وقت دکھائے تھے۔ سدی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ میں عنقریب تم کو ان لوگوں کا انجام دکھاؤں گا جنہوں نے میرے احکام کی مخالفت کی تھی' سو یہ تہدید اور تحذیر ہے۔ (زاد المسیر ج ۳' ص ۲۶۰)

الواح تورات میں نبی ﷺ اور آپ کی امت کی خصوصیات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان کرتے ہیں:

امام عبد بن حمید' امام ابن ابی حاتم اور امام ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں یہ پڑھا ہے کہ ایک امت سب سے آخر میں پیدا ہوگی اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی' تو ان کو میری امت بنا دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ ایک امت سب سے بہترین امت ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور اللہ پر ایمان لائیں گے' تو ان کو میری امت بنا دے' فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک امت پہلی کتاب پر اور آخری کتاب پر ایمان لائے گی اور وہ گمراہوں سے قتال کرے گی' حتیٰ کہ کانے کذاب سے قتال کرے گی تو ان کو میری امت بنا دے' فرمایا: وہ امت احمد ہے۔ کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک امت اپنے صدقات کو کھائے گی اور اس کو اس پر اجر ملے گا تو اس کو میری امت بنا دے' فرمایا: وہ امت احمد ہے۔ (قتادہ نے کہا: تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی شخص صدقہ کرتا اور اس کا وہ صدقہ قبول ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک آگ بھیجتا وہ اس صدقہ کو کھالیتی اور اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو وہ یونہی پڑا رہتا اور اس کو درندے اور پرندے کھا جاتے اور بے شک اللہ نے تمہارے فقراء کے لیے تمہارے اغنیاء سے صدقات کو لیا اور یہ اس کی تم پر تخفیف اور رحمت ہے) کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ اس امت کا جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لیے بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب وہ اس نیکی پر عمل کرے تو اس جیسی دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیاں اور اس کی دگنی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں' تو ان کو میری امت بنا دے' فرمایا: یہ امت احمد ہے۔ کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں یہ پڑھا ہے' اس امت کا کوئی شخص جب کسی گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کر لے اور جب وہ عمل کر لے تو پھر اس کا ایک گناہ لکھا جاتا ہے تو اس کو میری امت بنا دے' فرمایا: یہ امت احمد ہے۔ کہا: اے میرے رب میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ وہ امت لوگوں کی دعوت قبول کرے گی اور ان کی دعا قبول کی جائے گی تو ان کو میری امت بنا دے' فرمایا: وہ امت احمد ہے' پھر حضرت موسیٰ نے کہا: اے اللہ! مجھے امت احمد بنا دے! فرمایا: میں تم کو دو ایسی چیزیں دے رہا ہوں جو میں نے کسی کو نہیں دیں' میں نے تم کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ساتھ فضیلت دی ہے' یہ ایک چیز ہے' پھر موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے اور دوسری چیز یہ ہے کہ موسیٰ کی قوم سے ایک امت ایسی ہوگی جو حق کے ساتھ ہدایت دے گی اور حق کے ساتھ عدل کرے گی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام مکمل راضی ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۶۴' رقم الحدیث: ۸۹۶۵)

Marfat.com

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جب تورات میں ان خصوصیات کو پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو عطا کی ہیں تو اپنے رب سے کہا: اے رب! وہ کون سے نبی ہیں جن کو اور جن کی امت کو تو نے اول و آخر بنایا ہے؟ فرمایا وہ محمد نبی امی عربی حرمی تہامی ہیں جو قاذر بن اسماعیل کی اولاد سے ہیں ان کو میں نے محشر میں اول بنایا ہے اور ان کو میں نے (دنیا میں) آخر بنایا ہے اور ان پر رسولوں کو ختم کر دیا ہے' اے موسیٰ! میں نے ان کی شریعت کے ساتھ تمام شرائع کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور ان کی کتاب کے ساتھ تمام کتابوں کو' اور ان کی سنت کے ساتھ تمام سنتوں کو' اور ان کے دین کے ساتھ تمام ادیان کو۔ کہا: اے رب! بے شک تو نے مجھے منتخب کیا ہے اور مجھ سے کلام فرمایا ہے' فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تم میرے صفی ہو اور وہ میرے محبوب ہیں' قیامت کے دن میں ان کو بلندی پر اٹھاؤں گا اور ان کے حوض کو سب سے بڑا حوض بناؤں گا اور ان کے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے' اور ان کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔ کہا: اے رب! تو نے ان کو مکرم اور مشرف بنایا ہے' فرمایا: اے موسیٰ! مجھ پر حق تھا کہ میں ان کو مکرم بناتا اور ان کو اور ان کی امت کو فضیلت دیتا' کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لائیں گے اور میرے تمام کلمات پر ایمان لائیں گے اور میرے تمام غیب پر ایمان لائیں گے۔

کہا: اے میرے رب! یہ ان کی نعت ہے' فرمایا: ہاں! کہا: اے میرے رب! کیا تو نے ان کو جمعہ ھبہ کیا ہے یا میری امت کو؟ فرمایا بلکہ جمعہ ان کے لیے ہے نہ کہ تمہاری امت کے لیے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک امت کی یہ صفت دیکھی ہے کہ ان کا چہرہ اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے' وہ کون ہیں؟ آیا وہ بنو اسرٗیل ہیں یا کوئی اور ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' وضو کے آثار سے (قیامت کے دن) ان کا چہرہ اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم پل صراط سے بجلی اور آندھی کی طرح گزرے گی' وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ امت احمد ہے' کہا اے مرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم پانچ نمازیں پڑھے گی' وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ امت احمد ہے۔ کہا اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کے نیک لوگ بدکاروں کی شفاعت کریں گے وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ امت احمد ہے۔ کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کا کوئی شخص کوئی گناہ کرے گا پھر وضو کرے گا تو اس کا گناہ بخش دیا جائے گا اور جب وہ نماز پڑھے گا تو بغیر کسی گناہ کے نماز پڑھے گا' وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم تیرے رسولوں کی تبلیغ کی گواہی دے گی' وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا جائے گا جو دوسری امتوں پر حرام تھا' وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کے لیے تمام روئے زمین تیمم کا آلہ اور مسجد بنا دی جائے گی' وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہیں' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم ایسی ہوگی کہ اس کا ایک آدمی پچھلی امتوں کے تیس آدمیوں سے افضل ہوگا' وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم تجھ سے محبت کرے گی' تیرے ذکر میں پناہ لے گی' تیری خاطر غضب میں آئے گی وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے۔ کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کے اعمال کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور فرشتے ان کو گلے لگائیں گے' وہ کون ہیں' فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک قوم کے نیک لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے' اور ان کے درمیانی طبقہ کے لوگوں سے آسان حساب لیا جائے گا' اور ان کے ظالموں کو بخش دیا جائے گا' وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ امت احمد ہے' کہا: اے میرے رب!

Marfat.com

مجھے اس امت میں سے کردے' فرمایا: اے موسیٰ! تم ان میں سے ہو اور وہ تم میں سے ہیں' کیونکہ تم بھی میرے دین پر ہو اور وہ بھی میرے دین پر ہیں لیکن میں نے تم کو اپنی رسالت اور ہم کلام ہونے کی فضیلت عطا کی ہے سو تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (الدر المنثور' ج ۳' ص ۵۵۵۔ ۵۵۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں عنقریب ان لوگوں (کے دلوں) کو اپنی آیات سے پھیردوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں' وہ اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں پھر بھی اس کو اختیار نہیں کریں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اختیار کرلیں گے کیونکہ انہوں نے (ہمیشہ) ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور وہ ان سے غفلت برتتے رہے۔ (الاعراف: ۱۴۶)

اللہ کی آیات سے کفار کے دلوں کو پھیرنے کی توجیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں عنقریب ان لوگوں (کے دلوں) کو اپنی آیات سے پھیردوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو اپنی آیات سے پھیر دیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے پر کفار کی مذمت کیوں فرمائی ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (الانشقاق: ۲۰) ان کو کیا ہوا وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ انہیں کیا ہوا کہ وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔

(المدثر: ۴۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ جب کفار اپنے کفر میں مبالغہ کرتے ہیں اور اس حد تک پہنچ جاتے ہیں جس میں ان کا قلب مرجاتا ہے تو پھر ان کو کوئی ہدایت مفید نہیں ہوتی اور ان لوگوں کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اپنی آیات سے پھیر دیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

تکبر کا لغوی اور شرعی معنی

اس آیت میں تکبر کرنے والوں پر بھی وعید فرمائی ہے۔ تکبر کا معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ فرماتے ہیں: دل میں اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا اور بڑا سمجھنے کی وجہ سے انسان کو جو حالت حاصل ہوتی ہے اس کو تکبر کہتے ہیں اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تکبر کرے اور حق کو ماننے اور قبول کرنے سے انکار کرے اور عبادت کرنے سے عار محسوس کرے' اگر انسان بڑائی کو حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرے تو یہ محمود ہے اور اگر انسان اپنی بڑائی ظاہر کرے اور اس میں وہ بڑے اوصاف نہ ہوں تو یہ مذموم ہے۔

(المفردات ج ۲' ص ۵۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

"وہ تکبر کرتے ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو افضل الخلق سمجھتے ہیں اور ان کو وہ اختیار حاصل ہے جو ان کے غیر کو حاصل نہیں ہے اور یہ تکبر صرف اللہ کو زیبا ہے کیونکہ وہی ایسی قدرت اور ایسی فضیلت کا مالک ہے جو کسی اور کے لیے ممکن نہیں ہے' اس لیے وہی متکبر کی صفت کا مستحق ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے اور تمام بندوں کے حق میں تکبر کی صفت مذموم ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حق میں تکبر کی صفت محمود ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر فرمائے اور اس کے

Marfat.com

لیے یہ حق ہے اور دوسروں کے لیے باطل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام راغب اصفہانی اور امام رازی نے تکبر کا جو معنی بیان کیا ہے وہ درست ہے لیکن تکبر کا شرعی معنی وہ ہے جو نبی ﷺ کی اس حدیث سے مستفاد ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ایک شخص نے کہا: آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم الایمان: ۱۴۷' (۹۱) ۲۵۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۰۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۱' رقم الحدیث: ۴۳۱۰' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۱۰)

تکبر کے معنی کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو اس حال میں مرے کہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو مگر اللہ اس کو دوزخ میں (داخل) کر دے گا' جب حضرت عبداللہ بن قیس انصاری نے یہ حدیث سنی تو وہ رونے لگے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ کے ارشاد کی وجہ سے' آپ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو تم جنت میں ہو گے۔ پھر نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اس میں انہوں نے جہاد کیا اور شہادت پائی۔ آپ نے پھر اس حدیث کو تین بار دہرایا' انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا نبی اللہ! میں جمال سے محبت کرتا ہوں' میں تلوار حمائل کرتا ہوں اور میلے کپڑے دھوتا ہوں اپنی جوتی اور اس کے تسموں کو حسین بناتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میری مراد یہ نہیں ہے' تکبر حق کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ اس نے کہا: یا نبی اللہ! حق کے انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: حق کا انکار یہ ہے کہ تمہارا کسی شخص پر مال ہو وہ اس کا انکار کر دے اور کہے کہ اس کے اوپر کوئی حق نہیں ہے' پھر کوئی شخص اس کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دے تو وہ اس کا انکار کرے' اور لوگوں کو حقیر جاننا یہ ہے کہ ایک شخص ناک چڑھا کر آئے اور جب وہ پس ماندہ اور فقراء لوگوں کو دیکھے تو ان کو سلام نہ کرے اور ان کو بے وقعت جان کر ان کے پاس نہ بیٹھے' پس یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے اور جوتی کی مرمت کی اور دراز گوش پر سوار ہوا اور نوکر جب بیمار ہوں تو ان کی عیادت کی اور بکری کا دودھ دوہا تو وہ تکبر سے بری ہو گیا۔

(المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۶۷۵' علامہ احمد بن ابی بکر بوصیری متوفی ۸۴۰ھ نے اس حدیث کو مسند عبد بن حمید اور حاکم سے نقل کیا ہے۔ اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ' ج ۸' ص ۲۹۰)

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (المومن: ۳۵) — اسی طرح اللہ ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ابراہیم: ۱۵) — اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (النحل: ۲۳) — بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (المومن: ۶۰)

بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ عزت میرا تہبند ہے اور کبریاء (بڑائی) میری چادر ہے۔ جس شخص نے ان میں سے کسی کو بھی کھینچا میں اس کو عذاب دوں گا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: جس نے ان میں سے ایک کپڑے کو بھی کھینچا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔

(صحیح مسلم البر والصلہ: ۱۳۶' (۲۶۲۰) ۶۵۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۴' مسند حمیدی' رقم الحدیث: ۱۱۹۴' مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۸' ۴۱۴)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبروں کو قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹی کی جسامت میں جمع کیا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت ڈھانپ لے گی' ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے' اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے' ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۰۰' مسند الحمیدی' رقم الحدیث: ۵۹۸' مسند احمد ج ۲' ص ۱۷۹' رقم الحدیث: ۶۶۷۷' الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۵۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۱۲)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو اتار دیا ہے اور تمہارے باپ دادا کی بڑائی کو ختم کر دیا ہے' اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں' نیک پرہیزگار' وہ اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہے اور فاجر بدبخت' وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہے' تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری مختلف قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو' بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۷۸۱' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا' دوزخ نے کہا: مجھ میں متکبرین اور متجبرین داخل کیے گئے ہیں اور جنت نے کہا: مجھے کیا پرواہ ہے جب کہ مجھ میں صرف کمزور' عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے ہیں۔ (الحدیث)' (صحیح مسلم المنافقین: ۳۵' (۲۸۴۶) ۷۰۴۰' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۸۵۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا: تکبر' خیانت اور قرض۔ (سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۱۵۷۸' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۴۳۲)

حضرت حارثہ بن وھب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تم کو اہل

Marfat.com

جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور شخص جس کو بے حد کمزور سمجھا جاتا ہو اگر وہ اللہ پر (کسی کام کی) قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پورا کرے گا' اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش' اکڑ کر چلنے والا متکبر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۵۷' ۶۰۷۱' ۴۹۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۶)

حضرت نعیم بن ہمار الغطفانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بنے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً سب سے بڑا ہے) کو بھول جائے' اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے بدلہ میں دنیا لے' اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو و لعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے' اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے' اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کر دے' اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کر دے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵۶' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۲۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد شدہ غلام نافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسکین متکبر' بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(مجمع الزوائد ج ۶' ص ۲۵۶' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے' پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں ہے' اور مسند بزار میں اس طرح ہے: تمہارا باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے۔ تمہارا باپ آدم ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

(المعجم الاوسط ج ۵' رقم الحدیث: ۴۱۴۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۰۴۴' ۳۵۸۴' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ مسند البزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۱۶۰' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۴ھ' طبع جدید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو غلام تھے ایک حبشی تھا دوسرا نبطی تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے' ایک نے دوسرے سے کہا اے نبطی۔ دوسرے نے اس کو کہا اے حبشی۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اس طرح نہ کہو' تم دونوں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۷' رقم الحدیث: ۴۱۴۶' مجمع الزوائد ج ۸' ص ۸۶' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۵۲۴' اتحاف السادۃ المہرۃ ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۰۷)

تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۳' صحیح مسلم لباس: ۴۲' (۲۰۸۵) ۵۳۵۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۳۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۲۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۶۹' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۷۰' مسند احمد ج ۲' ص ۵۶' رقم الحدیث: ۵۱۸۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۶۳۶)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند (ٹخنوں سے) نیچے لٹکا رہتا تھا' ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا' انہوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پتلی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸' ص ۲۰۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

Marfat.com

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ مذکور الصدر حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے باندھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے' اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا جائز ہے' مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص یا لمبا تہبند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱' ص ۲۹۵' مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے اپنے تہبند کے ایک جانب پھسل جانے کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے' اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدیدات میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری' ج ۲۱' ص ۲۹۶' مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی مزید لکھتے ہیں:

نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جلدی سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱' ص ۲۹۶' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

غیر ارادی طور پر تہبند قدموں سے نیچے گھسٹ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ارادتاً تہبند یا شلوار اتنی لمبی رکھنا کہ وہ قدموں کے نیچے گھسٹ رہی ہو' حرام ہے' خواہ تکبر کی نیت نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہرحال اسراف ہے اور اپنے کپڑوں کو نجاست سے آلودگی کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ البتہ اگر لباس قدموں کے نیچے نہیں گھسٹ رہا تھا صرف ٹخنوں سے نیچے تھا تو یہ بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(المرقات ج ۸' ص ۲۳۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص تکبر' اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لطف و عنایت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے کوئی زخم ہو جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں ان سے زخم کو بچانے کے لیے ٹخنہ ڈھانپے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳' ص ۵۳۶-۵۳۷' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

Marfat.com

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا لٹکائے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳'ص ۵۵۵'مطبوعہ لکھنؤ)

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں:

طعام اور لباس میں توسیع' اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔

(اشعۃ اللمعات' ج ۳'ص ۵۵۸'مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے:

مرد کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵'ص ۳۳۳'مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ 'بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

پائنچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد' امام ابن ماجہ' امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے' اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو' احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے' اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب و تکبر ہے حرام' ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام و مستحق وعید۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پائنچہ جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں' اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی' میں نے پوچھا: آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۶) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائنچوں کا ہونا بہتر و عزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار ییں تک ہوتی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰'ص ۱۲۵' ایضاً' ص ۱۱۰' ۲۹۵' مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا' کراچی ۱۹۸۸ء)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی' مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا لٹکانے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے۔ ظواہر احادیث کا یہی تقاضا ہے

Marfat.com

اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح الطیبی ج ۸ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ کرمانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵ مطبوعہ کراچی شرح کرمانی للبخاری ج ۲۱ ص ۵۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(موطا امام مالک کی) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا (یعنی تہبند اتنا دراز تھا کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا) اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی۔ البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمہید ج ۳ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر ج ۹ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی "الاستذکار" میں تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنی ہے تکبر کرنا اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

(الاستذکار ج ۲۶ ص ۱۸۷-۱۸۶ مطبوعہ موسسہ الرسالہ)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

صاحب النظم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تکبر کا خوف نہ ہو اس کے لیے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ اس کو ترک کرنا ہے۔ (کتاب الفروع ج ۱ ص ۳۴۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۵ھ)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر تکبر اور اکڑ کر چلنے کی نیت کے بغیر تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ شلوار یا پاجامہ یا تہبند انسان کی قامت اور اس کے قد سے لمبا نہ ہو کہ قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو اگر ایسا ہو تو یہ علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق مذموم ہو گا بلکہ اسراف اور زمانہ قدیم کی عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہو گا۔

ٹخنوں سے نیچے پائینچے لٹکانے میں علماء دیوبند کا موقف

(سوال ۱۱۴) زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جب کہ براہ تکبر و خیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جب کہ تکبراً نہ ہو محض خوبصورتی اور زینت کے لیے ایسا کرے تو جائز ہے (الی قولہ) چنانچہ احادیث میں اکثر یہ قید مذکور ہے کہ من جر ازارہ خیلاء (جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا) وغیرہ میں خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثیں مطلق ہیں جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار (جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے) وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق و مقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں جیسے کفارہ قتل و کفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارہ قسم کا۔ قرأت ابن مسعود میں متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا۔ نیز اس کی موید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا: من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیامہ (جس نے تکبر کی

Marfat.com

وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹا قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاھد (مگر یہ کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں) تو حضرت نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں (رواہ البخاری' کذا فی المشکوۃ) پس اگر مطلقاً جر ازار (تہبند گھسیٹنا) ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء (تکبر) ہی کی صورت ہے اور بلا اس کے جائز ہے اس شبہ کا حل مطلوب ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

نور الانوار میں ایک حکم میں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی بحث میں ہے: صدقہ فطر کے سبب میں دو نصیں وارد ہیں اور اسباب میں کوئی مزاحمت نہیں ہے پس ان کے درمیان جمع کرنا واجب ہے یعنی ہم نے جو کہا ہے کہ حادثہ واحدہ اور حکم واحد میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یہ اس وقت ہے جب مطلق اور مقید دونوں' حکم میں وارد ہوں تضاد کی وجہ سے' لیکن جب مطلق اور مقید اسباب یا شروط میں وارد ہوں تو پھر کوئی مضائقہ اور تضاد نہیں ہے' پس یہ ممکن ہے کہ مطلق اپنے اطلاق کے ساتھ سبب ہو اور مقید اپنی تقیید کے ساتھ سبب ہو اور مانحن فیہ (زیر بحث صورت) میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔ (مطلق تہبند گھسیٹنا بھی حرام ہے اور تکبر کی وجہ سے گھسیٹنا بھی حرام ہے)

(امداد الفتاویٰ ج ۴' ص ۱۲۲-۱۲۱' مطبوعہ مکتبہ دار العلوم' کراچی)

مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد

شیخ تھانوی کا مذکور جواب صحیح نہیں ہے۔ اس جواب کا رد کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنے اور نہ کرنے کے قواعد کی وضاحت کر دیں تاکہ عام قارئین بھی اس مسئلہ کو آسانی سے سمجھ لیں۔ فقہاء احناف کے نزدیک جب کسی واقعہ میں ایک حکم ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ حکم میں تضاد ہوگا۔ ایک جگہ مطلق ہے اور ایک جگہ مقید ہے اس کی یہ مثال ہے:

اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے پھر اس کے بعد فرمایا:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ — اور جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ: ۸۹)

اس آیت میں تین دن کے روزے مطلق ہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات تین دن کے مسلسل روزے۔ پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید ہے۔ اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا۔ اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے پے در پے روزے رکھنا قسم کا کفارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے لیکن جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ایک حکم کے کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے: ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو اور دوسری حدیث میں ہے: ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔ پہلی حدیث میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور

Marfat.com

دوسری حدیث میں مقید ہے' یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے۔ اب مطلق کو مقید پر نہیں محمول کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (شخص) ہے' پہلی حدیث میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث میں مقید سر (شخص) یعنی مسلمان غلام اس حکم کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان میں تضاد نہیں ہے۔ اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(نور الانوار ص ١٦٠-١٥٩' مطبوعہ کراچی' التوضیح و التلویح' ج ١' ص ١٢٢' مطبوعہ کراچی' تیسیر التحریر ج ١' ص ٣٣٤-٣٣٠' کشف الاسرار ج ٢' ص ٥٣٥-٥٣٤)

شیخ تھانوی کے دلائل پر بحث و نظر

اس تمہید کے بعد ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ شیخ تھانوی کا جواب صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ زیر بحث صورت میں حکم معصیت (نافرمانی) ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ' ص ١٣٢)

جر ثوب یا جر ثوب للخیلاء (کپڑا گھسیٹنا یا تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹنا) یہی تو بعینہٖ معصیت اور نافرمانی ہے۔ تھانوی صاحب اسی کو حکم بھی قرار دے رہے ہیں اور اسی کو حکم کے اسباب بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ صریح کون الشئی سببا لنفسه (کسی چیز کا خود اپنا سبب ہونا) ہے اور یہ بداہتہ باطل ہے' سبب مقدم ہوتا ہے اور اس کا حکم موخر ہوتا ہے اور جب ایک چیز خود اپنا سبب ہوگی تو وہ اپنے آپ پر مقدم ہوگی اور یہ علمی اصطلاح میں دور ہے جو عقلاً محال اور باطل ہے۔

نیز تھانوی صاحب نے لکھا ہے اس بحث میں حکم معصیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ' ص ١٣٢) واضح رہے کہ حکم کے دو معنی ہیں ایک حکم منطقی یا نحوی ہے۔ اس کی تعریف ہے ایک امر کا دوسرے امر کی طرف ایجاباً یا سلباً "اسناد" اور دوسرا حکم شرعی ہے اس کی تعریف ہے: اللہ تعالیٰ کا حکم جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو۔ (التعریفات ص ٦٦-٦٥' مطبوعہ مکہ مکرمہ) اور مطلق اور مقید کی اس بحث میں حکم سے مراد حکم شرعی ہے یعنی اللہ اور رسول کا حکم۔ پہلے حکم کی مثال ہے کفارہ قسم میں تین دن کے یا مسلسل تین دن کے روزے رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسرے حکم کی مثال ہے ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو یا ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مثال ہے۔

اس جواب میں دوسری غلطی یہ ہے کہ اس جواب میں معصیت کو حکم کہا گیا ہے حالانکہ اللہ جل وعلا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم معصیت کا حکم نہیں دیتے بلکہ معصیت نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس حدیث میں سرے سے کوئی حکم ہی نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص فعل پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت نہ کرنے کی وعید سنائی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث اس مخصوص فعل (تکبر سے کپڑا گھسیٹنے) کی ممانعت یا اس سے اجتناب کے حکم کو متضمن ہے' ہم اس حدیث کو بیان کرکے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں:

عن سالم بن عبد الله عن ابيه رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة قال ابوبكر: يارسول الله ان احد شقى ازارى يسترخى الا ان اتعاهد ذالك منه فقال النبى صلى الله عليه وسلم لست ممن يصنعه خيلاء۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کے سبب سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے' سوا اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ (تہبند گھسیٹنا) تکبر سے کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٥٧٨٤)

Marfat.com

اس حدیث میں تہبند گھسیٹنے پر وعید کو نبی ﷺ نے وجود اور عدماً خیلاء (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔ وجود کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص تکبر سے تہبند گھسیٹے اس پر آپ نے وعید سنائی ہے اور عدماً کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے تعمد کا اس لیے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴' ص ۱۲۳) یعنی آپ نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے اس کا معنی ہے تم عمداً ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنی مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے' اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنی بلاوجہ پہنانا باطل ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی۔ دیکھئے ربا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جنس کا اتحاد اور بیع کا ادھار ہونا ہے اور جب یہ علت نہیں ہوگی تو ربا بالفضل حرام نہیں ہوگا۔ یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مثلاً مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے' جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی۔ اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ بعض احادیث میں کپڑا لٹکانے پر وعید ہے مگر وہاں خیلاء یا تکبر کا ذکر نہیں ہے۔ مثلاً:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے لٹک رہا ہو گا وہ دوزخ میں ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا کوئی سبب بہ طور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے' وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے:

عن النبی ﷺ لیس فی مال زکوة حتی یحول علیه الحول۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوٰۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے' حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں ہے' اس کے باوجود وجوب زکوٰۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے۔ ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوٰۃ کے لیے اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں:

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد عفوت عن الخیل والرقیق فهاتوا صدقة الرقة من کل اربعین درهما درهم ولیس فی تسعین و مائة شیء فاذا بلغت مائتین ففیها خمسة دراهم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ معاف کر دی۔ تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوٰۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۷۶)

Marfat.com

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے' جس طرح ہم نے زکوۃ میں سال گزرنے کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد ہے جس نے مجھے اس مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق دی اور شاید کہ قارئین کو کسی اور جگہ یہ تفصیل اور اس مسئلہ کا حل نہ مل سکے۔

شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کے دلائل

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے' کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہرچند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند نہ باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر کا آپ سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو تہبند گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ حضرت ابوبکر نے یہ سوال کیا تھا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الا یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں:

میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے' کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے (مشاہدہ لکھنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہرحال اس طرح ہوتا تھا' اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے۔ سعیدی غفرلہ) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے' جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا' علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا

Marfat.com

ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھو۔ اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۳- سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۴۴)

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی' حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔

(فیض الباری مع الحاشیہ ج ۴' ص ۴۷۔۳۔۴۷۳' مطبوعہ مجلس علمی سورت ھند' ۱۳۵۷ھ)

شیخ کشمیری' شیخ میرٹھی اور جسٹس عثمانی کے دلائل پر بحث و نظر

شیخ بدر عالم میرٹھی نے لکھا ہے جس طرح نیند حدث کا سبب ہے اور مباشرت فاحشہ حدث اکبر کا سبب ہے اور سفر مشقت کا سبب ہے' اسی طرح ہم جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) کو تکبر کا سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کی اتباع میں جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نیند کا حدث کے لیے سبب ہونا اور مباشرت فاحشہ کا حدث اکبر کے لیے سبب ہونا خلاف قیاس ہے' اور خلاف قیاس اپنے مورد میں بند رہتا ہے۔ اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز ان چیزوں کو شارع علیہ السلام نے سبب قرار دیا ہے اس لیے وہ ثابت ہیں۔ اور ہماری اور آپ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم از خود کسی چیز کو کسی چیز کا سبب قرار دیں اور وہ حجت شرعیہ ہو جائے۔ نیز شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کا کلام جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ ہمارے نزدیک وہ لباس جائز ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو اور پہننے والے کے قد سے متجاوز نہ ہو اور اس کے جواز میں مذاہب اربعہ کے فقہاء متفق ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے جس کو جسٹس محمد تقی عثمانی نے بتمامہ نقل کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ بدر عالم میرٹھی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے اور آخر میں بہ طور حاصل بحث یہ لکھا ہے کہ اگر انسان قصداً اسبال (ٹخنوں سے نیچے تہبند باندھے) کرے تو وہ مطلقاً ممنوع ہے' خواہ وہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے اور اگر اس کا تہبند بلاقصد ٹخنوں سے نیچا رہا تو یہ وہ صورت ہے جس کو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جائز فرمایا تھا۔

(تکملہ فتح الملہم ج ۴' ص ۱۲۳' ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

جو کام بلاقصد ہو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ ارادتاً کسی کام پر مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور اسبال ثوب اگر انسان کی قامت سے متجاوز نہ ہو اور بغیر تکبر کے ہو تو وہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور جر ثوب مطلقاً ممنوع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس لیے جسٹس صاحب کا اسبال ثوب کو مطلقاً ممنوع کہنا غیر مسموع ہے۔ البتہ مشہور دیوبندی محدث شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ نے فقہاء مذاہب اربعہ کے مطابق لکھا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا حرام نہیں ہے۔ مکروہ تنزیہی ہے۔

(التعلیق الصبیح ج ۴' ص ۹۵۔۔۔ مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث میں جرثوب اور اسبال الازار کے الفاظ ہیں۔ جرثوب کا معنی ہے کپڑا گھسیٹنا۔ اور اسبال الازار کا معنی ہے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا۔ اگر کوئی مرد جرثوب کرے یعنی اس کا تہبند یا شلوار کا پائنچہ ٹخنوں سے بہت نیچا ہو حتیٰ کہ اس کے قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی فائدہ کے کپڑے کو ضائع کرنا ہے۔ سو یہ اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹتا رہے گا تو نجاست کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو محل نجاست میں ڈالنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے' کیونکہ عہد رسالت میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے اگر جرثوب بغیر تکبر کے ہو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۳' ص ۲۴۴) اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے (فتح الباری ج ۱۰' ص ۲۶۳) اور اگر جرثوب (کپڑا گھسیٹنے) کے ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ شدید مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے۔ اور اگر اسبال ازار ہو یعنی تہبند یا شلوار کا پائنچہ ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے قد اور قامت کے برابر ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو اگر اس میں تکبر نہیں ہے صرف زینت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اور اکڑ اکڑ کر چلتا ہے اور اتراتا ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے اگر ایک مرد نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے' اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے' اس لیے حرمت میں اصل تکبر ہے۔

ہماری اس تحقیق کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی اس عبارت میں ہے:

اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس کے ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہوگی' خصوصاً جبکہ بلاقصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند یا شلوار پیٹ سے پھسل کر ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو) جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اس طرح واقع ہوا' اور اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے' اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے۔ کیونکہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے (کیونکہ اس کا لباس قدموں کے نیچے گھسٹ رہا ہے) اور اس ممانعت کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس کو امام ترمذی نے شمائل (رقم الحدیث: ۱۲۱) میں اور امام نسائی نے سنن کبریٰ (رقم الحدیث: ۹۶۸۳-۹۶۸۲) میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا ناگاہ ایک شخص نے کہا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقا ہے' میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے (یعنی اس معمولی کپڑے میں تکبر کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے) آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ نے آدھی پنڈلیوں

Marfat.com

تک تہبند باندھا ہوا تھا (مسند احمد ج ۵' ص ۳۶۴) اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑا گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ (الی قولہ) قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو' اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے' احمد بن منیع نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند کو گھسیٹنا تکبر سے ہے۔ (الخ)

(فتح الباری ج ۱۰' ص ۲۶۴-۲۶۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے متعلق حرف آخر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طویل عبارت کے شروع میں ہی یہ تصریح کر دی ہے کہ اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو اور وہ اس کی قامت کے برابر اور بغیر تکبر کے ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہے اور اگر وہ اس کی قامت سے متجاوز ہو اور اس کے قدموں تلے گھسٹ رہا ہو تو پھر وہ حرام ہے۔ جسٹس تقی عثمانی نے یہ پوری عبارت نقل کی ہے پھر بھی نتیجہ یہ نکالا ہے کہ قصداً کپڑا لٹکانا مطلقاً حرام ہے' اور یہ نتیجہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے خلاف ہے بلکہ اگر اس کو اجماع متقدمین کے خلاف کہا جائے تو بعید نہ ہوگا!

شیخ محمد زکریا سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں حافظ عسقلانی کی اس تمام عبارت کو نقل کیا ہے' اخیر میں انہوں نے لکھا ہے جو شخص تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹے اس کو وعید لاحق ہوگی اور جو شخص کپڑا لمبا ہونے کی وجہ سے اس کو گھسیٹے یا کسی اور عذر کی وجہ سے اس کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ (اوجز المسالک ج ۶' ص ۲۰۹-۲۰۸' مطبوعہ سہارنپور' ھند)

ہمارے نزدیک اگر کسی شخص کا کپڑا اتنا لمبا ہے کہ وہ قدموں تلے آ کر گھسٹتا ہے تو اس کو پہننا جائز نہیں ہے' اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو چھوٹا کرے یا دوسرا پورا لباس پہنے۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اسبال ثواب اور جر ثوب میں فرق نہیں کیا۔

بہرحال یہ واضح ہو گیا کہ علماء دیوبند کا تہبند یا شلوار کے پائنچوں کو بغیر تکبر کے بھی ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو حرام قرار دینا مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء کے خلاف ہے۔ مرد کی قامت تک کپڑے کا طول بلا تکبر جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو کپڑا قامت سے متجاوز ہو اور قدموں تلے آ کر گھسٹ رہا ہو وہ ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے۔

میں نے اس مسئلہ پر شرح صحیح مسلم میں بھی کافی بسط سے لکھا ہے' لیکن یہاں بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس مسئلہ میں لوگ بہت تشدد کرتے ہیں اور جس کا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے ہو اس کو نماز دہرانے کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ مفتی رشید احمد نے احسن الفتاویٰ ج ۳' ص ۴۰۴ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سطور کو نفع آور بنائے اور ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے جو مسائل شرعیہ میں ایسی تشدید کرتے ہیں جس سے لوگ متنفر ہوتے ہوں۔ جب کہ دین آسان اور سہل ہے۔ اور نبی ﷺ نے دین میں سختی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الانبیاء و المرسلین و علی آلہ المطھرین و اصحابہ الکاملین و ازواجہ الطیبات امھات المومنین وسائر المسلمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی پیشی کی تکذیب کی ان کے سب (نیک) عمل ضائع ہو گئے ان کو ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۴۷)

Marfat.com

کفار کی نیکیوں کا ضائع ہو جانا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا تھا جو ناحق تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔ اور ان کے اسی تکبر اور تکذیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنی آیات سے پھیر دیا' اب وہ تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے' وہ نیکی کا راستہ دیکھنے کے باوجود اس کو اختیار نہیں کریں گے اور اگر وہ برائی کا راستہ دیکھیں تو فوراً اس کی طرف لپک پڑیں گے۔ اس مقام پر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہتا کہ ان میں سے بعض کافروں نے کچھ نیک عمل بھی تو کیے تھے' مثلاً رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' ماں باپ کی خدمت' کمزوروں کی مدد' ناداروں' یتیموں اور بیواؤں کی کفالت' رفاہ عامہ کے کام مثلاً کنوئیں کھدوانا' سرائے بنانا' سڑکیں بنانا' آیا ان کو ان نیک کاموں کی کوئی جزا ملے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چونکہ انہوں نے کفر کیا' ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا اس لیے ان کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا۔ اعمال صالحہ کے قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)

مرد ہو یا عورت جس نے بھی نیک عمل کیا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم ضرور ان کو ان کے کیے ہوئے نیک کاموں کا اجر عطا فرمائیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم کافروں کے تمام اعمال کو ضائع فرما دیں گے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان: ۲۳)

کفار ہمارے پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے ہم ان کو (فضا میں) بکھرے ہوئے غبار کے ذرے بنا دیں گے۔

مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (المائدہ: ۵)

جس نے ایمان لانے سے انکار کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کفار کی نیکیوں کی وجہ سے آخرت میں ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی' یہ نظریہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (البقرہ: ۸۶)

کفار کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا' کیا یہ عمل اس کو نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ عمل اس کو نفع نہیں دے گا' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے رب میری خطاؤں کو قیامت کے دن بخش دینا۔

(صحیح مسلم الایمان: ۳۶۵' (۲۱۴) ۵۰۷)

تاہم یہ معاملہ بہ طور عدل ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کافر کو اسلام لانے کے بعد اس کے زمانہ کفر کی نیکیوں پر اجر عطا فرماتا ہے یا کسی کافر کی نیکیوں کے عوض اس کے عذاب میں تخفیف کر دے تو یہ ممکن ہے۔ چنانچہ ابولہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اسی وجہ سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے

Marfat.com

ابو طالب اور ابولہب کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ کر لیا گیا۔

فرائض اور واجبات کے ترک پر مواخذہ کی دلیل

اس آیت میں فرمایا ہے: "ان کو ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو وہ کرتے تھے" اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حرام اور ناجائز کام وہ کرتے تھے اس پر ان کو سزا ملے گی اور جو کام وہ نہیں کرتے تھے اس پر ان کو سزا نہیں ملے گی' یعنی سزا فعل پر ہوگی اور ترک فعل پر سزا نہیں ہوگی۔ تو کافروں نے جو فرائض اور واجبات کو ترک کیا اس آیت کی رو سے ان کو اس پر سزا نہیں ملے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرض اور واجب کی ادائیگی کے وقت میں فرض اور واجب کو ادا کرنے کے بجائے کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے سو ان کو ان کاموں پر سزا ملے گی جو وہ فرض اور واجب کی ادائیگی کے اوقات میں کرتے تھے کیونکہ جس وقت میں فرض ادا کرنا تھا اس وقت میں کوئی اور کام کرنا حرام تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں فرض اور واجب کے ترک پر بھی سزا کی وعید سنائی ہے:

فِیۡ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوۡنَ ○ عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ○ مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ ○ قَالُوۡا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ ○ وَلَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ ○ (المدثر: ۴۴-۴۰)

وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے 'مجرموں کے متعلق سوال کر رہے ہوں گے (پھر مجرموں سے پوچھیں گے) تم کو کس گناہ نے دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حرام کاموں کے ارتکاب پر عذاب ہوگا' اسی طرح فرائض اور واجبات کے ترک پر بھی عذاب ہوگا۔

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِیِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (جانے کے) بعد اپنے زیوروں سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا جس سے بیل کی آواز

لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمۡ وَلَا یَهۡدِیۡهِمۡ سَبِیۡلًا ۘ

نکلتی تھی' کیا انہوں نے یہ (بھی) نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کر سکتا ہے نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے' (پھر بھی)

اِتَّخَذُوۡهُ وَکَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَرَاَوۡا

انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے ○ اور جب ان کی خود فریبی کا طلسم جاتا رہا اور انہوں نے جان لیا کہ

اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَیَغۡفِرۡ لَنَا لَنَکُوۡنَنَّ

وہ گمراہ ہو چکے ہیں' تو انہوں نے کہا اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہم کو نہ بخشے تو ہم ضرور نقصان

مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۙ

اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے غضبناک ہو کر تاسف سے کہا' تم نے

وقف لازم

Marfat.com

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى

میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے برے کام کیے، کیا تم نے اپنے رب کے احکام آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی؟

الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ

اور انہوں نے (تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے (ہارون نے) کہا: اے میری ماں

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ

کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں

وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ

اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجیے ○ موسیٰ نے دعا کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف

وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸ / ۸

کر دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (جانے کے بعد) اپنے زیوروں سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا جس سے بیل کی آواز نکلتی تھی، کیا انہوں نے یہ (بھی) نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کر سکتا تھا نہ ان کو راستہ دکھا سکتا تھا (پھر بھی) انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے ○ (الاعراف: ۱۴۸)

بنو اسرائیل کے بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنے کے متعلق روایات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب موسیٰ علیہ السلام فرعون سے فارغ ہو گئے، طور پر جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کر دیا، حضرت موسیٰ ارض طیبہ میں پہنچے، اللہ تعالیٰ نے وہاں ان پر من اور سلویٰ نازل کیا، اور اللہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس سے ملاقات کریں۔ جب حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے ملاقات کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ہارون کو اپنی قوم پر خلیفہ بنایا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور اس سے میعاد معلوم کیے بغیر ان سے وعدہ کر لیا کہ وہ تیس راتوں کے بعد واپس آ جائیں گے۔ اللہ کے دشمن سامری نے کہا: تمہارے پاس موسیٰ نہیں آئیں گے اور تمہاری اصلاح صرف خدا کرے گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو قسم دی کہ تم ایسا نہ کرو تم ایک دن اور ایک رات حضرت موسیٰ کا اور انتظار کرو اگر وہ آ جائیں تو فبہا ورنہ پھر تم جو جی میں آئے کرنا۔ پھر دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ نہیں آئے تو سامری نے پھر وہی بات کی۔ حضرت ہارون نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دس دن اور بڑھا دیے ہیں اور اب چالیس دن کی مدت ہو گئی ہے۔

ابو بکر بن عبد اللہ المزنی بیان کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد، سامری حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا، ہم نے قبطیوں کی عید کے دن ان سے بہت سے زیورات عاریۃً لیے تھے اور جو لوگ آپ کے پاس ہیں وہ

Marfat.com

جلدی جلدی ان زیورات کو بیچ کر خرچ کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ فرعون کی قوم سے عاریۃ لیے تھے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں کہ ہم ان کو وہ زیورات واپس کر دیں اور ہم کو پتا نہیں کہ آپ کے بھائی اللہ کے نبی حضرت موسیٰ جب آئیں گے تو ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہوگی یا تو وہ اس کی قربانی پیش کریں گے پھر آگ اس کو کھا جائے گی اور یا ان کو صرف فقراء کے لیے وقف کر دیں گے۔ حضرت ہارون نے فرمایا: تم نے ٹھیک سوچا اور ٹھیک کہا۔ پھر آپ نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص کے پاس آل فرعون کے جتنے بھی زیورات ہوں وہ ہمارے پاس لے آئے۔ وہ ان کے پاس تمام زیورات لے آئے۔ حضرت ہارون نے فرمایا: اے سامری! تم اس خزانے کو رکھنے کے زیادہ حقدار ہو۔ سامری نے ان زیورات پر قبضہ کر لیا اور وہ خبیث دشمن خدا' سونے کو ڈھالنے والا تھا' اس نے اس سے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنالیا' اس نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے ایک مٹھی بھر مٹی لی تھی اس نے اس بچھڑے کے کھوکھلے پیٹ میں وہ مٹی ڈال دی' تب وہ مجسمہ بچھڑے کی سی آواز نکالنے لگا۔ اس نے صرف ایک بار یہ آواز نکالی تھی۔ سامری نے کہا تیس راتوں کے بعد جو حضرت موسیٰ نہیں آئے تو وہ دراصل اسی کو ڈھونڈ رہے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰى فَنَسِىَ (طٰہٰ: ۸۸)

سامری نے ان کے لیے بچھڑے کا بے جان مجسمہ بنا کر نکالا لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھول گئے۔

سامری یہ کہتا تھا کہ موسیٰ تو بھول گئے' تمہارا اصل خدا تو یہ ہے۔

(جامع البیان' جز ۹' ص ۶۶-۶۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سامری کے متعلق علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا وہ سامرہ نامی ایک بستی کی طرف منسوب تھا۔ جس سال بنو اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کیا گیا تھا وہ اسی سال پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اس کو پہاڑ کے ایک غار میں چھپا دیا تھا۔ حضرت جبرئیل اس کو غذا پہنچاتے رہے تھے اس وجہ سے وہ حضرت جبرئیل کو پہچانتا تھا' جب جبرئیل سمندر کو عبور کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے تاکہ فرعون بھی سمندر میں آ جائے تو سامری نے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے کچھ مٹی اٹھالی تھی۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کا یہی معنی ہے:

قَالَ فَمَا خَطۡبُكَ يٰسَامِرِىُّ ۝ قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ يَبۡصُرُوۡا بِهٖ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَةً مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتۡ لِىۡ نَفۡسِىۡ ۝ (طٰہٰ: ۹۶-۹۵)

(موسیٰ نے سامری سے) کہا: اے سامری تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی' تو میں نے رسول (جبرئیل کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی' پھر میں نے اس کو (بچھڑے کے پتلے میں) ڈال دیا اور میرے دل میں اسی طرح آیا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۲۵۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو خطبہ دیا اور فرمایا: تم جب مصر سے روانہ ہوئے تو تمہارے پاس قوم فرعون کی امانتیں تھیں اور عاریۃً لی ہوئی چیزیں تھیں اور میرا خیال ہے وہ چیزیں

Marfat.com

تمہارے پاس ہیں اور میں ان امانتوں کو اور مانگی ہوئی چیزوں کو تمہارے لیے حلال نہیں قرار دیتا۔ اب ہم وہ چیزیں ان کو واپس تو نہیں کر سکتے' اور نہ ہی ہم ان چیزوں کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ پھر حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور قوم کو حکم دیا کہ جس شخص کے پاس بھی ان امانتوں اور مانگی ہوئی چیزوں میں سے جو کچھ بھی ہے وہ اس میں لا کر ڈال دے۔ جب لوگوں نے سب کچھ ڈال دیا تو حضرت ہارون نے اس میں آگ لگا دی' اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لیے رہیں نہ ہمارے لیے ہوں گی۔ اور سامری کا اس قوم سے تعلق تھا جو بیل کی عبادت کرتی تھی۔ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا' ان کا پڑوسی تھا۔ اس نے بھی وہی مصائب اٹھائے تھے جو بنو اسرائیل نے اٹھائے تھے۔ اس کے لیے یہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کی سواری کے نقش قدم کو دیکھ لیا تھا اور اس سے ایک مٹھی خاک کی اٹھالی تھی۔ حضرت ہارون نے اس سے پوچھا کہ تیری مٹھی میں کیا ہے' اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ آپ یہ دعا نہ کریں کہ جب میں اس مٹھی کو ڈالوں تو جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ بن جائے۔ حضرت ہارون نے فرمایا: تم اس کو گرا دینا اور اس کے لیے دعا کی۔ اس نے کہا میں بیل بنانا چاہتا ہوں۔ اس نے اس گڑھے میں سے تمام لوہے' پیتل اور زیورات وغیرہ کو نکالا تو وہ ایک کھوکھلا بیل بن گیا اور اس سے بیل کی سی آواز آ رہی تھی۔

قتادہ نے کہا: جب سامری نے بچھڑا بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت اور خون کا بنا دیا اور اس سے آواز آ رہی تھی۔

سعید بن جبیر نے کہا: بہ خدا وہ بچھڑا از خود آواز نہیں نکالتا تھا لیکن اس کی دبر (مقعد' مبرز) سے ہوا اس کے اندر داخل ہوتی تھی اور اس کے منہ سے نکل جاتی تھی اور اس ہوا کے گزرنے سے وہ آواز پیدا ہوتی تھی۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ آواز نکالتا تو بنو اسرائیل سجدہ میں گر جاتے اور جب وہ خاموش ہوتا تو وہ سجدہ سے اپنا سر اٹھا لیتے تھے۔

ضحاک سے روایت ہے کہ اس نے صرف ایک بار آواز نکالی تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہ وہ ان سے بات کرتا تھا نہ ان کی بات کا جواب دیتا تھا (لیکن یہ استدلال ضعیف ہے' کیونکہ بار بار بیل کی سی آواز نکالنا' اس کے بات کرنے یا کسی بات کے جواب دینے کے ہم معنی نہیں ہے)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۵۶۹-۱۵۶۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کلام کرنے اور ہدایت دینے پر مدار الوہیت کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کر سکتا ہے نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے پھر بھی انہوں نے اس کو معبود بنا لیا۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وہ بچھڑا ان سے بات کر سکتا یا ان کو راستہ دکھا سکتا تو پھر بنو اسرائیل کا اس کو معبود قرار دینا صحیح ہوتا۔ حالانکہ محض کسی سے بات کرنے یا کسی کو راستہ دکھانے پر تو الوہیت کا مدار نہیں ہے! اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

۱- الوہیت کا مدار سات صفات حقیقیہ پر ہے: حیات' علم' قدرت' کلام' سمع' بصر اور ارادہ۔ ان میں سے ایک صفت کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا یہ معنی ہے کہ وہ از خود کلام فرماتا ہے اور کسی غیر کی قدرت اور عطا کا اس میں دخل نہیں ہے اور جس کی یہ ایک صفت کلام حقیقی ہوگی اور بغیر کسی احتیاج کے ہوگی اس کی تمام صفات حقیقی ہوں گی' اور اب آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بچھڑا تو مطلقاً کلام نہیں کر سکتا چہ جائیکہ کلام اس کی حقیقی صفت ہو اور وہ بغیر کسی احتیاج کے کلام کرے تو پھر اس کو معبود

Marfat.com

قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا!

۲- اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہدایت کو پیدا کرتا ہے اور یہ بچھڑا جو مطلقاً ہدایت نہیں دے سکتا' وہ ہدایت کو پیدا کب کر سکتا ہے تو پھر اس کو معبود قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا!

۳- انسان کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ذات و صفات کی ہدایت حاصل ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات اور صفات پر جو دلائل قائم کیے ہیں اور زمینوں اور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر جو نشانیاں ہیں انسان ان میں صحیح طریقہ سے غور اور فکر کرے' پس وہی ہدایت دے سکتا ہے جو زمینوں اور آسمانوں میں ان نشانیوں کو پیدا کرے' اور یہ بچھڑا جو اپنے وجود میں خود دوسروں کا محتاج تھا اور بہ ظاہر سامری کے بنانے سے وجود میں آیا یہ ان نشانیوں کو کیونکر بنا سکتا تھا تو یہ ہدایت دینے پر کیسے قادر ہو سکتا تھا۔ تو اس کو معبود قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا۔

۴- اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سخت مذمت فرمائی ہے کہ یہ بچھڑا جو ان چیزوں پر بھی قدرت نہیں رکھتا جن پر عام انسان قادر ہیں تو تف ہے تم نے ایسے کو خدا مان لیا ہے۔

۵- چونکہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوا تھا اور اس نے ان کی قوم کو ہدایت دی تھی اس وجہ سے اس آیت میں یہ تعریض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ شان ہے کہ وہ کلام فرمانے والا ہے اور ہدایت دینے والا ہے۔ تم اس خدا کو چھوڑ کر کہاں بچھڑے کی پرستش میں مشغول ہو۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: "اور وہ ظالم تھے" ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور کسی کا حق کسی دوسرے کو دینا۔ عبادت اللہ کا حق ہے۔ جب انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ کا حق دوسروں کو دے رہا ہے اور یہی ظلم کرنا ہے بلکہ کائنات میں سب سے بڑا ظلم غیر اللہ کی عبادت اور شرک کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کی خود فریبی کا طلسم جاتا رہا اور انہوں نے جان لیا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہم کو نہ بخشے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○

(الاعراف: ۱۴۹)

لما سقط فی ایدیھم کا معنی

"ولما سقط فی ایدیھم" عربی محاورہ میں اس کا معنی ہے: جب انہوں نے لغزش کی یا جب وہ پچھتائے۔ زجاج نے کہا اس کا معنی ہے جب ان کے ہاتھوں میں ندامت گر گئی۔ بنو اسرائیل بچھڑے کی عبادت کرنے پر بہت نادم ہوئے تھے۔ اس لیے فرمایا "ولما سقط فی ایدیھم" جب کوئی ناپسندیدہ اور مکروہ چیز دل میں آئے تو یہ کہتے ہیں اور ہاتھوں سے دل کا استعارہ کرتے ہیں۔

سقوط کا معنی ہے کسی چیز کا اوپر سے نیچے گرنا۔ عرب کہتے ہیں سقط المطر بارش گری اور حمل ساقط ہونا کہتے ہیں جب ناتمام بچہ پیدا ہو۔ جب انسان کسی عمل کا اقدام کرتا ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ عمل اچھا اور درست ہے اور اس عمل سے اس کو عزت اور بلندی حاصل ہوگی۔ اور جب اس پر یہ منکشف ہو کہ یہ عمل باطل اور فاسد تھا تو وہ گویا بلندی سے نیچے گر گیا اور جو عزت اور بلندی اس کو حاصل تھی وہ جاتی رہی۔ اس لیے جب کسی شخص سے خطا یا لغزش ہو تو عرب کہتے ہیں ذالک سقطۃ منہ اس کی سربلندی اور سرفرازی گئی۔

اس کے بعد انہوں نے توبہ اور استغفار کیا۔ اور یہ معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور سے واپس آنے کے بعد ہوا تھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے غضبناک ہو کر تاسف سے کہا تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے برے کام کیے! کیا تم نے اپنے رب کے احکام آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی اور انہوں نے (تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے' (ہارون نے) کہا اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے' تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئےO (الاعراف: ۱۵۰)

قوم کی گمراہی پر حضرت موسیٰ آیا طور سے واپسی پر مطلع ہوئے یا پہلے

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا بنو اسرائیل کی گوسالہ پرستی کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ طور سے واپس آنے کے بعد ہوا تھا یا پہاڑ طور پر ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی گمراہی اور گوسالہ پرستی سے مطلع کر دیا تھا۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے کچھ آوازیں سنیں تو انہوں نے کہا میں لھو و لعب میں مشغول لوگوں کی آوازیں سن رہا ہوں اور جب انہوں نے یہ معائنہ کیا کہ وہ بچھڑے کی عبادت کر رہے ہیں تو انہوں نے تورات کی الواح کو ڈال دیا جس کے نتیجہ میں وہ ٹوٹ گئیں اور وہ اپنے بھائی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔

(جامع البیان ج ۹' ص ۸۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صحیح بات یہ ہے کہ قوم کی گمراہی پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ پر ہی مطلع فرما دیا تھا۔ قرآن مجید کی صریح آیات اور حدیث صحیح سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى O قَالَ هُمۡ اُولَاۤءِ عَلٰۤى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى O قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ O فَرَجَعَ مُوۡسٰۤى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا (طٰہٰ: ۸۶۔۸۳)

(اور ہم نے طور پر موسیٰ سے فرمایا) آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی اے موسیٰ؟O عرض کیا وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں' اے میرے رب! میں نے آنے میں اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائےO فرمایا تو ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو گمراہ کر دیا ہےO تو موسیٰ بہت غم و غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آنکھ سے دیکھنا سننے کی مثل نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تمہاری قوم فتنہ میں مبتلا کر دی گئی ہے تو انہوں نے تختیاں نہیں ڈالیں اور جب انہوں نے آنکھ سے دیکھ لیا تو تختیاں زمین پر ڈال دیں اور وہ نتیجتاً ٹوٹ گئیں۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۲۴۵۱' المعجم الاوسط ج ۱' رقم الحدیث: ۲۵' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث: ۲۴۴۷' مسند البزار ج ۱' رقم الحدیث: ۲۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۷۸' ۲۰۷۷' المستدرک ج ۲' ص ۲۲۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۷۰' الدر المنثور ج ۳' ص ۵۶۴' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے ج ۱' ص ۱۵۳)

غضب کا معنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غضب کا تعین

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ غضب اور افسوس کے ساتھ لوٹے۔

Marfat.com

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:
غضب کا معنی ہے انتقام کے ارادہ سے دل کے خون کا کھولنا اور جوش میں آنا۔
(المفردات ج ۲ ص ۴۶۸ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
اللہ کے غضب کا معنی ہے اپنی نافرمانی سے منع کرنا' نافرمانی کرنے والے پر ناراض ہونا۔ اس سے اعراض کرنا اور اس کو عذاب دینا۔ اور مخلوق کے غضب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محمود ہے اور دوسری مذموم ہے۔ اگر دین اور حق کی خاطر بندہ غضب میں آئے تو یہ غضب محمود ہے۔ اور اگر اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا نہ ہونے یا ناجائز حکم کے نہ ماننے یا اس کی ممانعت کرنے کی وجہ سے غضب میں آئے تو یہ غضب مذموم ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو غضب میں آئے تھے وہ اللہ کی نافرمانی اور شرک کی وجہ سے تھا آپ کا یہ غضب محمود تھا۔
انسان جو اپنے ذاتی نقصان کی وجہ سے غضب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس غضب کے روکنے اور انتقام نہ لینے کی ترغیب دی ہے۔

غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران: ۱۳۴)
جو لوگ تنگی اور فراخی میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور نیکو کاروں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ (الشوریٰ: ۳۷)
اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب وہ غضبناک ہوں تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ○ وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ: ۴۰-۳۹)
اور جن لوگوں کو (کسی کی) سرکشی پہنچے تو وہ بدلہ لیتے ہیں ○ اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے اور جس شخص نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (الشوریٰ: ۴۳)
اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں سے ہیں۔

غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں غضب کے متعلق آپ کا ارشاد ہے:
سنو! غضب ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں جلتا رہتا ہے' کیا تم (غضبناک شخص کی) آنکھوں کی سرخی اور اس کی گردن کی پھولی ہوئی رگوں کو نہیں دیکھتے' پس تم میں سے جو شخص غضب میں آئے وہ زمین کو لازم پکڑے' سنو! بہترین آدمی وہ شخص ہے جو بہت دیر سے غضب میں آئے اور بہت جلد راضی ہو جائے' اور بدترین آدمی وہ شخص ہے جو بہت جلد غضب میں آئے اور بہت دیر سے راضی ہو' اور جو شخص دیر سے غضب میں آئے اور دیر سے راضی ہو' اور جو شخص جلدی غضب میں

Marfat.com

آئے اور جلدی راضی ہو تو یہ (بھی) اچھی خصلت ہے۔

(مسند احمد ج ۱۰، رقم الحدیث: ۱۱۰۸۶، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ، حافظ شاکر نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۸، امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۰، صحیح ابن حبان ج ۸، رقم الحدیث: ۳۲۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم لوگ رقوب کس کو شمار کرتے ہو؟ ہم نے کہا جس شخص کے ہاں اولاد نہ ہو، آپ نے فرمایا وہ رقوب نہیں ہے، رقوب وہ شخص ہے جس کی (نابالغ) اولاد میں سے اس کی زندگی میں کوئی فوت نہ ہو (حتیٰ کہ وہ اس کے لیے فرط اور سلف ہو جائے) پھر فرمایا تم لوگ پہلوان کس کو شمار کرتے ہو؟ ہم نے کہا جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ نے فرمایا وہ پہلوان نہیں ہے، پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت خود کو قابو میں رکھنے پر قادر ہو۔

(صحیح مسلم، البروالصلۃ ۱۰۶ (۲۶۰۸) ۶۵۱۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۱۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۹، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۶۵، مسند احمد، ج ۴، ص ۲۳۶، الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۳۱۷، جامع الاصول ج ۸، رقم الحدیث: ۶۱۹۹)

عروہ بن محمد السعدی اپنے باپ سے اور وہ اپنی دادی عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غضب شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص غضبناک ہو تو وہ وضو کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۴، مسند احمد ج ۴، ص ۲۲۶، جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۲۰۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص غضب میں آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر اس کا غضب دور ہو گیا تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۲، مسند احمد ج ۵، ص ۱۵۲، جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۲۰۲)

کیونکہ جو شخص کھڑا ہوا ہو وہ اپنے ہاتھ پیر چلانے پر بیٹھے ہوئے شخص کے بہ نسبت زیادہ قادر ہوتا ہے اور بیٹھا ہوا شخص اس کی بہ نسبت کم قادر ہوتا ہے اور لیٹا ہوا شخص اور بھی کم قادر ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں دو شخص ایک دوسرے پر سب و شتم کر رہے تھے اور جب ان میں سے ایک شخص دوسرے کو برا کہہ رہا تھا تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے ایک ایسے کلمہ کا علم ہے اگر یہ شخص اس کو پڑھ لے تو اس کا غضب جاتا رہے گا، تب ایک شخص اس کے پاس گیا اور کہا تم پڑھو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اس نے کہا کیا مجھے کوئی بیماری ہوئی ہے؟ یا میں مجنون ہوں جاؤ یہاں سے۔

(صحیح مسلم البروالصلۃ ۱۰۹ (۲۶۱۰) ۶۵۲۳، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۸۲، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۷۸۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۹، مسند احمد ج ۶، ص ۳۹۴، الادب المفرد رقم الحدیث: ۴۳۴، جامع الاصول ج ۸، رقم الحدیث: ۶۲۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے وصیت کیجئے اور مجھے زیادہ احکام نہ بتائیں یا اس نے کہا مجھے حکم دیجئے اور مجھے کم باتیں فرمائیں تاکہ میں بھول نہ جاؤں۔ آپ نے فرمایا تم غضب نہ کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۷، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۸۰، مسند احمد ج ۲، ص ۳۶۶، جامع الاصول ج ۸، رقم الحدیث: ۶۲۰۵)

Marfat.com

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر ہو اور وہ اپنا غضب ضبط کرے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کو تمام لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اس کو یہ اختیار دے گا کہ وہ جو حور چاہے لے لے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۸۶' مسند احمد ج ۳' ص ۴۳۸' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث: ۶۲۰۶)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنا غضب دور کیا اللہ اس سے اپنے عذاب کو دور کر دے گا' اور جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔

(المعجم الاوسط ج ۲' رقم الحدیث: ۱۳۴۲' اس کی سند میں عبدالسلام بن ہاشم ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸' ص ۶۸' عقیلی نے اس کو ضعفاء میں بیان کیا ہے رقم الحدیث: ۱۱۵)

اگر انسان اپنے کسی ذاتی نقصان یا ذاتی معاملہ کی وجہ سے غضب میں آئے تو اس غضب کو ضبط کرنا چاہیے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے غضب میں آئے تو اس غضب کے تقاضے پر عمل کرے' اگر اس برائی کو طاقت سے بدل سکتا ہو تو طاقت سے بدلے ورنہ زبان سے اس کی مذمت کرے اور یہ بھی نہ کر سکے تو اس کو دل سے برا جانے۔

تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے "انہوں نے (تورات کی) تختیاں ڈال دیں"۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات کی الواح کو زمین پر ڈال دینا ان کے شدت غضب پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ انسان اس قسم کا اقدام اسی وقت کرتا ہے جب وہ شدت غضب سے مدہوش ہو جائے۔ روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے تورات کی تختیاں زمین پر ڈالیں تو وہ ٹوٹ گئیں۔ اس کے کل سات اجزاء تھے چھ اس وقت اٹھا لیے گئے اور صرف ایک حصہ باقی رہ گیا۔ جو اجزاء اٹھا لیے گئے ان میں ہر چیز کی تفصیل تھی' اور جو ایک حصہ باقی رہ گیا اس میں ہدایت اور رحمت تھی۔

اور کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی تختیاں (زمین پر) ڈال دیں۔ رہا یہ کہ انہوں نے تورات کی تختیوں کو اس طرح پھینکا کہ وہ ٹوٹ گئیں یہ قرآن مجید میں نہیں ہے اور یہ کہنا اللہ کی کتاب پر سخت جرأت ہے اور اس قسم کا اقدام انبیاء علیہم السلام کے لائق نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۷۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

قاضی ناصر الدین نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب' فرط صدمہ اور حمیت دین کی وجہ سے تورات کی تختیوں کو پھینک دیا اور جب انہوں نے وہ تختیاں پھینکیں تو ان میں سے بعض ٹوٹ گئیں۔ علامہ صبغۃ اللہ آفندی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حمیت دین کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب اللہ کا احترام کیا جائے اور اس سے حفاظت کی جائے کہ وہ گر کر ٹوٹ جائے' یا اس میں کوئی نقصان ہو یا اس کی بے حرمتی ہو' اور صحیح بات یہ ہے کہ شدت غضب اور فرط غم کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے قابو ہو گئے اور غیر اختیاری طور پر ان کے ہاتھوں سے یہ تختیاں گر گئیں اور چونکہ ان سے ترک تحفظ صادر ہوا تھا تو اس ترک تحفظ کو تغلیظاً "ڈال دینے" سے تعبیر فرمایا اور ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے درجہ میں گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔

Marfat.com

علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہ توجیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل پر کوئی عتاب نہیں کیا گیا حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ان کے ترک تحفظ کو تغلیظاً "ڈال دینے" سے تعبیر فرمایا اور یہ کہا جائے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے درجہ میں گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ان آیات میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر زجر و توبیخ کی گئی ہے اور میرے نزدیک اس مقام کی تقریر یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے شرک کو دیکھا تو وہ حمیت دین کی وجہ سے سخت غضب میں آگئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ کو جلد فارغ کرنے کے لیے عجلت سے وہ الواح زمین پر رکھ دیں تاکہ وہ اپنے بھائی کا سر پکڑ سکیں جس کو قرآن مجید نے ڈالنے سے تعبیر فرمایا' اور اس میں کسی وجہ سے بھی تورات کی تختیوں کی اہانت نہیں ہے اور وہ جو طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ بعض تختیاں ٹوٹ گئیں تو وہ عجلت سے زمین پر رکھنے کی وجہ سے ٹوٹیں اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض نہ تھی اور نہ ان کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ یہاں پر صرف دینی حمیت اور فرط غضب کی وجہ سے بہ عجلت ان تختیوں کو زمین پر رکھنا مراد ہے اور بعض علماء نے تختیوں کے ٹوٹنے کے واقعہ کا انکار کیا ہے (جیسے امام رازی) ہرچند کہ یہ روایت مسند بزار' مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ہے۔

(روح المعانی جز ۹' ص ۶۷-۶۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنے کی توجیہ اور دیگر فوائد

اس کے بعد فرمایا اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

جو لوگ عصمت انبیاء پر طعن کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کسی شخص کے سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنا اس شخص کا استخفاف اور اس کی اہانت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی اہانت کی اور یہ عصمت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف بہ طور اہانت نہیں کھینچا تھا بلکہ وہ ان کو اپنے قریب کر کے ان سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے پھر حضرت ہارون نے یہ کیوں کہا تھا کہ اے میری ماں کے بیٹے بے شک قوم نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بنو اسرائیل کے جاہلوں اور عاقبت نااندیشوں سے یہ خدشہ تھا کہ وہ یہ گمان کریں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت ہارون پر بھی اسی طرح غضب ناک ہیں جس طرح بنو اسرائیل پر ان کی گوسالہ پرستی کی وجہ سے غضب ناک تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا اے میری ماں جائے! قوم نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور بچھڑے کی عبادت ترک کرنے میں انہوں نے میرا حکم نہیں مانا۔ میں نے ان کو اس فعل سے روکا تھا لیکن میرے پاس ایسی قدرت نہیں تھی کہ میں ان کو بہ زور اس فعل سے روک دیتا۔ بنو اسرائیل میری بات نہیں سنتے تھے قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ تو آپ ہمارے دشمنوں یعنی بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں اور میرا شمار ان ظالموں میں نہ کیجئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ یعنی ان سے مواخذہ کرنے میں مجھے ان کے ساتھ شریک نہ کیجئے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے معاف فرما کہ میں نے حمیت دین اور شدت غضب کی وجہ سے یہ اقدام کیا اور میرے بھائی کو معاف فرما کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں پر ایسی شدت نہیں کی جو ان کو کرنی چاہیے تھی اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما بے شک تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر جو کھینچا تھا اس کی حسب ذیل چار تاویلیں ہیں:

Marfat.com

۱۔ کسی کے سر کو پکڑ کر کھینچنا ان کے زمانہ میں متعارف تھا جیسا کہ اب عرب کسی شخص کے اکرام اور اس کی تعظیم کے لیے اس کی داڑھی پکڑتے ہیں۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے سر کو پکڑ کر کھینچنا بہ طور اہانت نہ تھا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو قریب کر کے ان سے رازدارانہ بات کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات کی الواح نازل کی ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا میرے سر اور میری داڑھی کو نہ پکڑو ورنہ آپ کے اس خفیہ بات کرنے سے بنو اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہوگی کہ آپ میری اہانت کر رہے ہیں۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب سے حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت ہارون نے بنو اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے روکنے میں قرار واقعی سختی نہیں کی۔ اور چونکہ ان کا غضب اللہ کے لیے تھا اس لیے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۴۔ حضرت موسیٰ نے اپنے احوال سنانے کے لیے ان کو اپنے قریب کیا تھا۔ حضرت ہارون کو یہ ناگوار ہوا کیونکہ اس سے بنو اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ حضرت موسیٰ' حضرت ہارون سے مواخذہ کر رہے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی معذرت پیش کی۔ حسن بصری نے کہا تمام اسرائیلیوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی کیونکہ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے علاوہ اگر کوئی مومن بچا ہوتا تو حضرت موسیٰ اس کے لیے بھی دعا کرتے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے لیے دعا کی کیونکہ انہوں نے شدت جذبات کی وجہ سے حضرت ہارون سے کہا تھا:

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ: ۹۳-۹۲)

موسیٰ نے کہا اے ہارون! جب آپ نے ان کو گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو اس موقع پر میری اتباع کرنے سے آپ کو کیا چیز مانع ہوئی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔

اس کی تلافی کرنے کے لیے حضرت موسیٰ نے ان کے لیے بھی دعا کی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے بتایا ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اس لیے انہوں نے اس برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی برائی کے مٹانے میں اپنی جان جانے کا خطرہ ہو وہ صرف زبان سے منع کرنے پر اکتفا کرے اور اس میں بھی جان جانے کا خطرہ ہو تو خاموش رہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غضب کی وجہ سے احکام نہیں بدلتے' کیونکہ ہرچند کہ ان کی حالت غضب کی وجہ سے تورات کی تختیاں ساقط ہوئیں تھیں لیکن پھر بھی اس پر یہ حکم مرتب ہوا کہ چند تختیاں ان سے اٹھالی گئیں۔

حالت غضب میں طلاق دینے کا شرعی حکم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن قیم حنبلی نے غضبناک شخص کی طلاق کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں یہ کہا ہے کہ غضبان شخص کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کو مبادی غضب حاصل ہوں یعنی غضب کی ابتدائی کیفیت ہو۔ اس کی عقل متغیر نہ ہو اور اس کو علم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا قصد کر رہا ہے۔ اس قسم میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وہ انتہائی غضب میں ہو اور اس کو علم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ اس کا ارادہ ہو۔ اس قسم میں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اقوال نافذ نہیں ہوں گے' اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں کے درمیان متوسط ہو بایں طور کہ وہ مجنون کی مثل نہ ہو۔ یہ قسم محل نظر ہے

Marfat.com

اور دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اقوال بھی نافذ نہ ہوں۔ حافظ ابن قیم کا کلام ختم ہوا۔ لیکن صاحب الغایہ حنبلی نے اس تیسری قسم میں حافظ ابن قیم کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں اقوال نافذ ہوں گے اور اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ ہمارے موقف کے مطابق ہے جیسا کہ ہم نے مدہوش کی بحث میں لکھا ہے۔ (الی قولہ) پس اس مسئلہ میں مدہوش کی تعریف پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسی پر حکم دائر کرنا چاہیے۔ اور جس شخص کے اقوال اور افعال میں اکثر و بیشتر خلل رہتا ہو یا بڑھاپے یا بیماری یا کسی آفت کی وجہ سے کسی کی عقل میں خلل آ گیا ہو تو جب تک اس کی یہ کیفیت رہے (یعنی الٹی سیدھی باتیں کرتا ہو اور الٹے سیدھے کام کرتا ہو) اس کے اقوال اور افعال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا خواہ اس کو ان اقوال اور افعال کا علم ہو اور اس نے ان کا ارادہ کیا ہو۔ کیونکہ اس کا یہ علم اور ارادہ معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کو ادراک صحیح حاصل نہیں ہے۔ آخر میں علامہ شامی نے یہ لکھا ہے کہ جب کوئی شخص شدید غضب کی حالت میں طلاق دے اور بعد میں اس کو یاد نہ رہے کہ اس نے کیا کہا تھا اور دو آدمی یہ گواہی دیں کہ اس نے طلاق دی تھی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہاں اگر اس کی عقل میں خلل ہو اور اس کی زبان پر ایسے الفاظ جاری ہوں جن کو وہ سمجھتا ہو نہ ان کا ارادہ کرتا ہو تو یہ جنون کا اعلیٰ مرتبہ ہے اس میں طلاق واقع نہیں ہو گی' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ والوالجیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ غضب کی ایسی حالت میں ہو کہ اس کی زبان پر ایسے الفاظ جاری ہوں جو اس کو بعد میں یاد نہ رہیں تو دو گواہوں کے قول پر اعتماد کرنا جائز ہے کہ یہ عبارت ہمارے بیان کی صراحتاً تائید کرتی ہے۔

(رد المحتار ج ۲' ص ۴۲۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہو گی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ عادت مشہور و معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعویٰ معتبر نہیں۔ یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو۔ حالانکہ طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غصہ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵' ص ۴۲۹' مطبوعہ سنی دار الاشاعت' فیصل آباد)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے تو اسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راساً "ابطال ہے۔ ہاں اگر شدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے' خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو بے شک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہو گی۔ (الی قولہ) اور اگر وہ دعویٰ کرے کہ اس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہو گئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں' کیا میرے منہ سے نکلتا ہے تو اطمینان بندہ کے لیے اس کا ثبوت گواہان عادل سے دے کہ اگرچہ عند اللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اسے عورت کے پاس جانا دیانتہً "روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اس کے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہو سکتا تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دعویٰ پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اس سے پہلے بھی کبھی اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵' ص ۴۳۳-۴۳۲' مطبوعہ فیصل آباد)

علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ لکھتے ہیں:

شرح الطحاوی سے نقل کر کے تاتار خانیہ میں یہ تصریح کی ہے کہ مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ تمرتاشی غزی نے اپنے متن تنویر الابصار میں یہ تصریح کی ہے۔ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ غیر عاقل

Marfat.com

کی طلاق واقع نہیں ہوتی سوا اس کے کہ اس کی عقل نشہ کے سبب سے زائل ہو جو کہ معصیت ہے تو اس صورت میں بہ طور سزا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ غیر عاقل میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کی عقل ان امور سے زائل ہوئی ہو۔ جنون' عتہ' برسام' اغماء (بے ہوشی) اور دہش' جنون ایک مشہور بیماری ہے اور عتہ کا معنی ہے کم فہمی اور کلام کا غلط اور صحیح ہونا۔ اور تدبیر کا فساد یہ عقل کے اختلال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی وہ عقل مندوں کی طرح کلام کرتا ہے اور کبھی مجنونوں کی طرح اور برسام ایک بیماری ہے جس میں بیمار ہذیان بکتا ہے (بے سروپا باتیں کرتا ہے) اور دہش کا معنی ہے عقل جاتی رہے بھول اور غفلت کی وجہ سے یا عشق کی وجہ سے اور جس نے مدہوش کی تفسیر حیرت زدہ کی ہے اس نے غلطی کی۔ قاموس میں لکھا ہے کہ مدہوش وہ شخص ہے جس کی عقل ذہول یا عشق کی وجہ سے جاتی رہی۔ مجنون کے متعلق حکم یہ ہے کہ جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کو جنون ہو چکا ہے اور اس نے طلاق دی اور اس نے کہا مجھے دوبارہ جنون ہوا اور میں نے طلاق دی تو اس کی قسم کے ساتھ اس کا قول قبول کر لیا جائے گا' اور اگر پہلے اس کو جنون نہ ہوا ہو تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ خانیہ' تاتار خانیہ اور دیگر کتب میں اسی طرح ہے۔ مدہوش کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ اگر ایک مرتبہ پہلے وہ مدہوش ہو چکا ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول قبول کر لیا جائے گا اور اگر وہ پہلے مدہوش نہیں ہوا تو قضاء" اس کا قول قبول نہیں ہو گا ہاں گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا اور دیانۃ" اس کا قول قبول ہو جائے گا۔ (الفتاویٰ الخیریہ علیٰ ہامش الحامدیہ ج ا' ص ۶۸-۶۷' مطبوعہ کوئٹہ)

شماتت کا معنی اور اس کا شرعی حکم

اس آیت میں ہے: فلا تشمت بی الاعداء "تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں"۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شماتت کا معنی ہے دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔

(المفردات ج ا' ص ۳۵۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' النہایہ ج ۲' ص ۴۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اپنے (دینی) بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور تم کو مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شماتت اعداء سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بری تقدیر' سختیوں کے آنے' شماتت اعداء اور سخت مصیبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(صحیح مسلم' الذکر' ۵۳' (۲۷۰۷) ۶۷۴۷' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۱۶' ۶۳۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۹۱' مسند احمد ج ۲' ص ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے دعا کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (الاعراف: ۱۵۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء مغفرت کی توجیہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے بھائی کا عذر واضح ہو گیا اور انہوں نے یہ جان لیا کہ ان پر جو ذمہ داری تھی اس کو پورا کرنے میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی اور جاہل اسرائیلیوں نے جو گوسالہ پرستی کی تھی' اس کو روکنے کی انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے جو سختی سے بازپرس کی تھی اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور اپنے بھائی

Marfat.com

کے لیے بھی معافی چاہی کہ اگر بالفرض ان سے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کو بھی معاف فرما۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ صغیرہ نہ کبیرہ۔ لیکن ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں اس لیے وہ استغفار کرتے ہیں۔ نیز ان سے جو اجتہادی خطا سرزد ہوتی ہے اس پر بھی استغفار کرتے ہیں ہر چند کہ اجتہادی خطا پر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ ایک اجر ملتا ہے لیکن وہ مقام عالی کے پیش نظر اس پر بھی استغفار کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنے لیے دعا کی پھر اپنے بھائی کے لیے دعا کی۔ اس میں اسلوب دعا کی تعلیم ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کرے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا سب سے زیادہ وہ محتاج ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے

وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَ

اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے، ہم بہتان باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ اور

الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ

جن لوگوں نے برے عمل کیے پھر بد اعمالیوں کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے (تو) آپ کا

رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى

رب اس کے بعد ضرور بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو

الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ

انہوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھالیں جن کی تحریر میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے

هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا

رب سے ڈرتے ہیں ○ اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کر لیا تاکہ

لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

وہ ہمارے مقرر کردہ وقت (پر حاضر ہوں) پھر جب ان کو زلزلہ (یا رعد) نے گرفت میں لے لیا تو انہوں نے کہا اے میرے رب!

أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ

اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا، کیا تو ہم میں سے ان نادانوں کے کاموں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا

Marfat.com

إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ۖ

یہ تو تیری صرف آزمائش تھی، جس کے ذریعہ تو جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے تو ہدایت عطا فرما دیتا ہے،

أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ

تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے ○ اور ہمارے لیے

لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ

اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے، فرمایا

عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

میں اپنا عذاب تو جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں، اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے،

فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ

تو عنقریب میں اس (دنیا اور آخرت کی بھلائی) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری

بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ

آیتوں پر ایمان لائیں گے ○ جو اس عظیم رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ

پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان کو

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ

نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا، جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي

اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا اور جو ان سے ان کے بوجھ اتارے گا، اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق

كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا

اتارے گا، سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی

Marfat.com

ع ١٩ ٦ ٩

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾ ع

پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے ہم بہتان باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ (الاعراف: ۱۵۲)

توبہ قبول کرنے کے باوجود بنو اسرائیل پر عذاب کی وعید کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ: ۵۴)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا پس تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو سو ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا۔

اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ یا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس نے ان کی توبہ قبول فرمانی ہے پھر یہ کس طرح فرمایا کہ یہ لوگ اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

۱۔ اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو توبہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی سے پہلے مر چکے تھے۔

۲۔ اس آیت کا مصداق عام بنی اسرائیل ہیں اور عذاب سے مراد دنیاوی عذاب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اس عذاب سے مراد انہیں یہ حکم دینا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔

۳۔ اس آیت کے مصداق وہ یہودی ہیں جو نبی ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ کیونکہ جس طرح آباء کے محاسن ابناء کے لیے باعث فخر ہوتے ہیں' اسی طرح آباء کے عیوب ابناء کے لیے باعث عار ہوتے ہیں' اور اس زمانہ کے یہودی بھی اپنے ان آباء کو مانتے تھے۔ اس لیے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے۔

بدعت سیئہ کی تعریف

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے ہم افتراء کرنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ان کا افترا یہ تھا کہ انہوں نے بچھڑے کو معبود قرار دیا۔ جو شخص دین میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرتا ہے جس کی اصل کتاب اور سنت میں نہ ہو اور وہ شریعت کے کسی حکم کا مغیر ہو اور اس طریقہ کو کار ثواب قرار دیتا ہو وہ شخص اللہ اور رسول پر افتراء کرتا ہے۔ اس لیے امام مالک بن انس نے بدعتی کو مفتری فرمایا اور اس آیت کو پڑھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا ہر بدعتی کے سر پر ذلت ہوگی اور پھر انہوں نے اس آیت کی

Marfat.com

تلاوت کی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم نے بدعت کی جو تعریف کی' وہ بدعت سیئہ کی تعریف ہے۔ اور اس کی کی مثال یہ ہے کہ جیسے شہداء کربلا پر ماتم کرنے اور نوحہ کرنے کو شیعہ باعث اجر و ثواب کہتے ہیں یا پیروں کو دھونے کی بجائے پیروں پر مسح کرنے کو کار ثواب کہتے ہیں اور چند صحابہ کے سوا باقی صحابہ کرام کو تبرا کرتے ہیں اور اس کو ثواب کا کام کہتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ میلاد النبی اور بزرگوں کے لیے ایصال ثواب اور عرس وغیرہ کو بغیر شرعی دلیل کے حرام کہتے ہیں اور ان کو عرفی تعیین کے ساتھ بہ طور استحباب کرنے کو بھی بدعت' ناجائز اور حرام کہتے ہیں' ان امور مستحبہ کو حرام کہنا بھی شریعت پر افتراء ہے اور بدعت سیئہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے برے عمل کیے پھر بد اعمالیوں کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے (تو) آپ کا رب اس کے بعد ضرور بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے O (الاعراف: ۱۵۳)

توبہ کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا عموم اور شمول

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے برے عمل کیے پہلے وہ ان پر توبہ کرے باایں طور کہ ان برے اعمال پر نادم ہو اور ان سے رجوع کرے اور آئندہ ان برے کاموں کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرے اور ان کا تدارک اور تلافی کرے مثلاً جو نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں ان کو قضا کرے۔ اگر کسی کا مال غصب کیا تھا تو اس کو واپس کرے۔ پھر کلمہ پڑھے اور یہ تصدیق کرے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس پر رحم فرمائے گا۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو جو شخص اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اس آیت میں گنہ گاروں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا پھر کہا اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو علم تھا کہ اس کا رب گناہ کو بخشتا بھی ہے اور گناہ پر گرفت بھی فرماتا ہے۔ اس نے پھر دوبارہ گناہ کیا اس کے بعد کہا اے میرے رب! میرے گناہ کو بخش دے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو علم تھا کہ اس کا رب گناہ کو بخشتا بھی ہے اور گناہ پر گرفت بھی فرماتا ہے۔ اس نے پھر سہ بارہ گناہ کیا اور کہا اے میرے رب میرے گناہ کو بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو علم تھا کہ اس کا رب گناہ کو بخشتا بھی ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے (اے میرے بندے!) تو جو عمل چاہے کر' میں نے تجھ کو بخش دیا۔

(صحیح مسلم التوبہ ۲۹' (۲۷۵۸) ۶۸۵۲' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۷' مسند احمد ج ۲' ص ۲۹۶' مسند احمد ج ۲' ص ۴۰۵' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث: ۵۸۷۶)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث استغفار کے عظیم فائدہ پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم' اس کی وسعت' اس کی رحمت' اس کے حلم اور اس کے کرم پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث میں استغفار سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان صرف زبان سے استغفار اور توبہ کرے بلکہ استغفار کا وہ معنی مراد ہے جو دل میں پیوست ہو جس سے گناہ پر اصرار کی گرہ کھل جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے پچھلے گناہوں پر نادم ہو۔ اس صورت میں استغفار اس کی توبہ کا ترجمان ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو فتنہ میں مبتلا ہو' اور بہت توبہ کرنے والا ہو۔ (شعب الایمان ج ۵' رقم الحدیث:

Marfat.com

۱۲۱۷ھ) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس سے بار بار گناہ صادر ہو اور وہ بار بار توبہ کرے اور جب وہ گناہ کرے تو وہ توبہ کرے' لیکن جو شخص صرف زبان سے استغفراللہ کہتا ہے اور اس کا دل گناہ کرنے پر مصر ہوتا ہے تو اس کا ایسا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہے۔ اور ایسی زبانی توبہ سے صدق دل سے توبہ کرنی چاہیے کہ آئندہ وہ ایسی زبانی اور بے مغز توبہ نہیں کرے گا۔ اور صغیرہ گناہ' کبیرہ گناہ کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ ہو جاتا ہے اور جب کسی کبیرہ گناہ پر استغفار کرے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ گناہ کرنا اگرچہ پہلی بار گناہ کرنے سے زیادہ قبیح ہے کیونکہ دوبارہ گناہ کر کے وہ خود اپنی توبہ توڑ رہا ہے لیکن جب وہ دوبارہ زیادہ گڑگڑا کر توبہ کرے گا اور کریم کے دروازہ پر فریاد کرے گا تو پہلی توبہ سے احسن ہے کیونکہ وہ اس یقین سے توبہ کر رہا ہے کہ اس کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ارشاد ہے جو مرضی آئے کر میں نے تجھ کو بخش دیا ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس کو اب گناہ کرنے کی عام اجازت اور کھلی چھٹی ہے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیے اور آئندہ کے لیے اس کو گناہوں سے محفوظ کر دیا ہے یا یہ کہ اگر اس سے پھر گناہ سرزد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اس کو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا۔ اس کا یہ معنی بھی ہے جب تک تم گناہوں پر توبہ کرتے رہو گے میں تم کو بخشتا رہوں گا۔

(المفہم ج ۷' ص ۸۶-۸۵' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر ظاہر دلالت ہے کہ اگر انسان سو مرتبہ یا ہزار مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ بار گناہ کا تکرار کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے' اور اگر تمام گناہوں سے ایک بار ہی توبہ کرے تو اس کی توبہ صحیح ہے' اور یہ جو فرمایا ہے جو مرضی آئے کر و اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم گناہوں پر توبہ کرتے رہو گے میں تم کو بخشتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم مع شرحہ للنووی ج ۱۱' ص ۶۸۸۲-۶۸۸۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے عفو و مغفرت کی وسعت اور اس کے رحم و کرم کے عموم و شمول میں بہت احادیث ہیں۔ ہم یہاں پر صرف ایک حدیث اور پیش کر رہے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! تو نے مجھ سے دعا کی اور دعا قبول ہونے کی امید رکھی۔ میں نے تیری پچھلی سب خطائیں بخش دیں اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو تمام روئے زمین کے برابر بھی گناہ کر کے آئے بہ شرطیکہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس تمام روئے زمین جتنی مغفرت لے کر آؤں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۷' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث: ۵۸۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو انہوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھا لیں' جن کی تحریر میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں O (الاعراف: ۱۵۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے غصہ کی تلافی کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ جان لیا کہ بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تھی اور ان کا

Marfat.com

عذر صحیح تھا تو انہوں نے تورات کی جو تختیاں ڈالی تھیں وہ اٹھالیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا کی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تھا اس وقت بھی انہوں نے غصہ میں دو کام کیے تھے۔ تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دی تھیں اور حضرت ہارون کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ اور جب غصہ ٹھنڈا ہو گیا تب بھی انہوں نے اس کی تلافی میں دو کام کیے۔ تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں اور اپنے بھائی کے لیے دعا کی۔

تورات کی تختیاں ٹوٹی تھیں یا نہیں

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے 'الالواح سے مراد وہی الواح ہیں جو انہوں نے ڈالیں تھیں۔ (گویا الف لام عہد خارجی کا ہے) اور اس میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ ان تختیوں میں سے کوئی تختی ٹوٹی تھی نہ باطل ہوئی تھی اور وہ جو بعض روایات میں ہے کہ تورات کے سات اجزا میں سے چھ اجزا اٹھالیے گئے تھے اور صرف ایک جز باقی رہ گیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں زمین پر ڈالیں تو وہ ٹوٹ گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان تختیوں کو لوٹا دیا اور ان میں بعینہ وہ سب کچھ مذکور تھا جو پہلی تختیوں میں تھا۔ اس تقدیر پر "وفی نسختھا" کا معنی یہ ہو گا اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ ہدایت اور رحمت تھی' اور اگر ہم یہ کہیں کہ وہ تختیاں ٹوٹی نہیں تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں ڈالنے کے بعد بعینہ ان ہی تختیوں کو اٹھالیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھیں اور اب بھی "فی نسختھا" کا یہی معنی ہو گا کہ اس کی تحریر میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۷۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے اس میں نیک کاموں کی ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے طریقوں اور صالح حیات کے لیے اس میں مکمل دستور العمل ہے اور اگر اس میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والوں کے لیے رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کر لیا تاکہ وہ ہمارے مقرر کردہ وقت پر حاضر ہوں پھر جب ان کو زلزلہ (یا رعد) نے گرفت میں لے لیا' تو انہوں نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا! کیا تو ہم میں سے ان نادانوں کے کاموں کی وجہ سے ہم کو ہلاک کرے گا! یہ تو تیری صرف آزمائش تھی' جس کے ذریعہ تو جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے تو ہدایت عطا فرما دیتا ہے' تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے○ (الاعراف: ۱۵۵)

ستر اسرائیلیوں کے انتخاب کے سلسلہ میں مختلف روایات

اس آیت کے شان نزول میں کئی روایات ہیں:

امام عبدالرحمٰن بن محمد المعروف بابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' بشر اور بشیر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے' حضرت ہارون اپنے تخت پر لیٹ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان پر وفات طاری کر دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو بنو اسرائیل نے ان سے پوچھا: حضرت ہارون کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی۔ بنو اسرائیل نے کہا آپ نے ان کو قتل کیا ہے' آپ ان پر حسد کرتے تھے' کیونکہ وہ ہمارے ساتھ بہت نرمی کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا تم تصدیق کے لیے جن کو چاہو منتخب کر لو۔ انہوں نے ستر آدمی منتخب کیے اور جب وہ اس مقررہ وقت پر پہنچے تو انہوں نے حضرت ہارون سے پوچھا:

Marfat.com

اے ہارون! تم کو کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ہارون نے کہا مجھے کسی نے قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے وفات دی ہے۔ تب بنو اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! ہم آئندہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۵۷۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے شان نزول میں اسی روایت کا ذکر کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۷، ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

دوسری روایت یہ ہے: امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علی بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو منتخب کیا تاکہ وہ اپنے رب سے دعا کریں اور انہوں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی اے اللہ! ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جو تو نے ہم سے پہلے کسی کو نہیں دیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو وہ نعمتیں دینا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ دعا ناگوار گزری تب ان کو ایک زلزلہ نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵، ص ۱۵۷۴، جامع البیان جز ۹، ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ نے ان دونوں روایتوں کا اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

(البحر المحیط ج ۵، ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ، حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اور بہت مفسرین نے امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ کی اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔

امام محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور بچھڑے کی عبادت کرنے پر بنو اسرائیل کو ملامت کی اور بچھڑے کو جلا کر اس کے ذرات کو سمندر میں ڈال دیا۔ پھر حضرت موسیٰ نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک افراد جن کی تعداد ستر تھی، سے فرمایا تم میرے ساتھ اللہ سے ملاقات کے لیے چلو اور اپنی اس گوسالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو۔ جب حضرت موسیٰ ان کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا آپ اپنے رب سے یہ سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب کا کلام سن لیں! حضرت موسیٰ نے فرمایا اچھا، حضرت موسیٰ جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا۔ حضرت موسیٰ اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا تم قریب آجاؤ، جب حضرت موسیٰ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمکدار نور ظاہر ہوتا جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا۔ تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے۔ جب قوم اس بادل سے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ سے کہنے لگے ہم ہرگز اللہ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں، اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا اے اللہ اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا، جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو وہ میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں۔ پھر بنو اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی تھی اس پر توبہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تک کہ یہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔

Marfat.com

(جامع البیان ج ۱'ص ۲۳۲-۲۳۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' تفسیر کبیر ج ۵'ص ۳۷۶' معالم التنزیل ج ۲'ص ۱۷۰' تفسیر ابن کثیر ج ۳'ص ۲۲۶' روح المعانی جز ۹'ص ۷۲' تفسیر البیضاوی مع الکازرونی ج ۳'ص ۶۳)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ان کو بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا جس سے وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔ نیز امام ابن ابی حاتم نے سعید بن حیان سے روایت کیا ہے کہ ان ستر اسرائیلیوں کو بجلی کی کڑک نے اس لیے ہلاک کیا تھا کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کا حکم دیا تھا نہ اس سے منع کیا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵'ص ۱۵۷۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

سورۂ بقرہ میں الصاعقہ اور سورۃ الاعراف میں الرجفہ فرمانے کی توجیہ

سورۃ البقرہ میں فرمایا تھا: ان کو "الصاعقہ" نے پکڑ لیا (البقرہ: ۵۵) اور اس سورت میں فرمایا ہے ان کو "الرجفہ" نے پکڑ لیا۔ الصاعقہ کے معنی ہیں رعد یا بجلی کی کڑک اور الرجفہ کے معنی ہیں زلزلہ۔ علامہ بیضاوی اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے اس سے مراد الصاعقہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بجلی اس زور سے کڑکی ہو کہ پہاڑ میں زلزلہ آ گیا ہو اس لیے ایک جگہ اس کو الصاعقہ سے تعبیر فرمایا اور دوسری جگہ الرجفہ سے۔

علامہ ابوالحسن الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

کلبی نے کہا اس سے مراد زلزلہ ہے۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد موت ہے۔ وہ سب مر گئے تھے پھر ان کو زندہ کیا۔ فراء نے کہا وہ ایک آگ تھی جس نے ان کو جلا ڈالا تھا۔ حضرت موسیٰ کا یہ گمان تھا کہ یہ ہلاک ہو گئے ہیں لیکن وہ ہلاک نہیں ہوئے تھے۔

(النکت والعیون ج ۲'ص ۲۶۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

الرجفہ سے مراد ہے حرکت شدیدہ اور ان کو حرکت شدیدہ نے جو اپنی گرفت میں لیا تھا اس کے سبب کے متعلق چار قول ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت ہارون علیہ السلام کے قتل کا الزام لگایا تھا۔

۲- ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ انہوں نے دعا میں حد سے تجاوز کیا تھا' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی نعمت مانگی تھی جو پہلے کسی کو ملی ہو نہ آئندہ ملے۔

۳- قتادہ اور ابن جریج نے کہا یہ لوگ نیکی کا حکم دیتے تھے نہ برائی سے روکتے تھے۔

۴- سدی اور ابن اسحاق نے کہا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کا مطالبہ کیا اور اللہ کا کلام سننے کے بعد کہا ہم اس کو دیکھے بغیر اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ (زاد المسیر ج ۳'ص ۲۶۹' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ ستر اسرائیلیوں کی وجہ سے ان کو ہلاکت میں مبتلا کرے گا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی: کیا تو ہم میں سے ان نادانوں کے کاموں کی وجہ سے ہم کو ہلاک کرے گا؟ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دیتا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الزمر: ۷)　　اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

Marfat.com

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے یہ گمان کرلیا کہ اللہ تعالیٰ ان ستر اسرائیلیوں کے قصور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہلاکت میں مبتلا کرے گا۔ امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا جیسے کہتے ہیں: کیا تم اپنی خدمت کرنے والے کی بے عزتی کرو گے! یعنی تم ایسا نہیں کرو گے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کا معنی یہ ہے کہ تو ہم کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۷۷)

اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی پریشانی میں مبتلا کرے گا۔ وہ اپنے اس کلام سے ان ستر اسرائیلیوں کی شفاعت کرنا چاہتے تھے جو اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے رعد کی کڑک میں مبتلا ہو کر مارے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی ذات کو درمیان میں ڈالا کہ یہ تو قصوروار ہیں لیکن اگر ان کی سزا برقرار رکھی گئی تو میں پریشانی میں مبتلا ہوں گا اور بنو اسرائیل ان کے متعلق مجھ سے سوال کریں گے سو تو مہربانی فرما اور میری خاطر ان کو زندہ کردے۔

اللہ کے معاف کرنے اور مخلوق کے معاف کرنے میں فرق

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں کہا تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے کیونکہ مخلوقات میں سے جب کوئی کسی کو بخشتا ہے تو یا تو دنیا میں اس سے اپنی تعریف و توصیف کا طالب ہوتا ہے یا آخرت میں ثواب کا طلب گار ہوتا ہے یا معافی مانگنے والے کے حال کو دیکھ کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ دل سے اس رقت کو زائل کرنے کے لیے وہ معاف کر دیتا ہے یا یہ نیت ہوتی ہے کہ آج میں اس کو معاف کروں گا تو کل کوئی مجھے معاف کردے گا۔ یا ماضی میں کبھی اس نے اس کو معاف کیا ہو تو اس کا احسان چکانے کے لیے وہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ غرض معاف کرنے سے مخلوق کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے اور بے غرض اور بلا عوض معاف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں' بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے' فرمایا میں اپنا عذاب تو جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے' تو عنقریب میں اس (دنیا اور آخرت کی بھلائی) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے ○ (الاعراف: ۱۵۶)

حضرت موسیٰ نے دنیا اور آخرت کی جس بھلائی کا سوال کیا تھا وہ کیا چیز تھی؟

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا بقیہ حصہ اور تتمہ ذکر فرمایا ہے۔ دعا میں اصولی طور پر دو چیزیں طلب کی جاتی ہیں مضر چیزوں سے نجات اور مفید چیزوں کا حصول یعنی دفع ضرر اور جلب منفعت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں پہلے یہ کہا کہ ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ دعا کے اس حصہ میں اپنی امت کے لیے ہلاکت اور عذاب سے نجات کو طلب کیا اور دعا کے دوسرے حصہ میں کہا اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں' اور اس میں جلب منفعت کی اور مفید چیزوں کو طلب کیا اور دنیا اور آخرت کی خیر اور حسنہ کو طلب کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت میں تلقین فرمائی ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرہ: ۲۰۱)	اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما۔

دنیا کی بھلائی کیا ہے اور آخرت کی بھلائی کیا ہے؟ علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۶۵۴ھ نے لکھا ہے "دنیا کی بھلائی سے مراد ہے پاکیزہ حیات اور اعمال صالحہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد ہے جنت' اللہ تعالیٰ کا دیدار اور دنیا کی نیکیوں پر ثواب" اور زیادہ

Marfat.com

عمدہ بات یہ ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد نعمت اور عبادت ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے اور اس کے علاوہ اور کیا بھلائی ہو سکتی ہے! (البحر المحیط ج ۵' ص ۱۹۰) علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ نے لکھا ہے "دنیا کی بھلائی سے مراد اچھی زندگی اور عبادت کی توفیق ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے"۔ (الکازرونی مع البیضاوی ج ۳' ص ۶۴) علامہ ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے دنیا کی بھلائی سے مراد اعمال صالحہ ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد گناہوں کی بخشش ہے۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۱۰۵) علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے دنیا کی بھلائی سے مراد اعمال صالحہ ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد مغفرت اور جنت ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے دنیا کی بھلائی سے مراد اعمال صالحہ ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد اس کی جزا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۱۵۷) باقی مفسرین نے بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دعا کی تھی کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی لکھ دے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ بھلائی ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو رسول امی کی پیروی کریں گے جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی امت کو عطا کر دی۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے جو سوال کیا تھا کہ ہمارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لکھ دے وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ میں (سیدنا) محمد ﷺ کی امت کو عطا کروں گا۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۰۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۸۰)

اب یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کی جو تفسیر علامہ ابوالحیان اندلسی' علامہ بیضاوی' علامہ ابن جریر اور علامہ قرطبی وغیرہم نے کی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد اعمال صالحہ ہیں اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے' اس میں سیدنا محمد ﷺ کی امت کی کیا خصوصیت ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتیں بھی اعمال صالحہ کریں گی اور جنت میں جائیں گی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۹' مسند احمد ج ۵' ص ۳۴۷' سنن الدارمی ج ۲' رقم الحدیث: ۲۸۳۵' المستدرک ج ۱' ص ۸۲' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۶۴۴' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۵۷۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۵۱۳' کامل ابن عدی ج ۳' ص ۸۵۵' ج ۴' ص ۱۴۲۰' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۴۰۳'۷۰)

اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں احکام شرعیہ آسان ہوں۔ کیونکہ بنو اسرائیل پر بہت مشکل احکام تھے۔ ان کی توبہ یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ ان کو تیمم کی سہولت حاصل نہیں تھی۔ مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ مال غنیمت حلال نہیں تھا' قربانی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ کپڑے یا بدن پر جس جگہ نجاست لگ جائے اس کو کاٹنا پڑتا تھا۔ گنہ گار اعضا کو کاٹنا ضروری تھا' قتل خطا اور قتل عمد میں قصاص لازمی تھا دیت کی رخصت نہیں تھی۔ ہفتہ کے دن شکار کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ روزہ کا دورانیہ رات اور دن کو محیط تھا اور بہت سخت احکام تھے' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ چاہا کہ دنیا میں ان کے لیے احکام شرعیہ آسان ہو جائیں۔ یہ دنیا کی بھلائی تھی اور آخرت کی بھلائی یہ تھی کہ کم عمل پر اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرمائے۔ ان کو ایک نیکی پر ایک ہی اجر ملتا تھا۔ حضرت موسیٰ چاہتے

Marfat.com

تھے کہ ایک نیکی پر دس گنا یا سات سو گنا اجر عطا کیا جائے 'اور اس معنی میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے مخصوص کر دی تھی۔ اس لیے یہ بھلائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی بجائے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو عطا کر دی! اس لیے فرمایا میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی ان لوگوں کو دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اس عظیم رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں 'جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا جو ان سے بوجھ اتارے گا 'اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اتارے گا 'سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں○ (الاعراف: ۱۵۷)

اس آیت میں سیدنا محمد ﷺ کے نو اوصاف ذکر کیے گئے ہیں (۱) نبی (۲) رسول (۳) امی (۴) آپ کا تورات میں مکتوب ہونا (۵) آپ کا انجیل میں مکتوب ہونا (۶) امر بالمعروف کرنا اور نہی عن المنکر کرنا (۷) پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرنا (۸) ان سے بوجھ اتارنا (۹) ان کے گلے میں پڑے ہوئے طوق اتارنا۔

نبی اور رسول کے معنی

علامہ مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لیے بھیجا اور کبھی اس میں کتاب کی شرط بھی لگائی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف نبی عام ہے خواہ اس کے پاس کتاب ہو یا نہ ہو۔ (شرح عقائد نسفی 'ص ۱۴)

اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ رسول تین سو تیرہ ہیں اور کتابیں اور صحائف ملا کر ایک سو چودہ ہیں۔ اور باقی رسولوں کے پاس کتاب نہیں تھی۔ اس لیے علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ نبی وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی بغیر کسی بشر کے واسطے کے خبر دے اور ان امور کی خبر دے جن کو محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ اور رسول وہ ہے جو ان اوصاف کے علاوہ مرسل الیہم کی اصلاح پر بھی مامور ہو۔ (روح المعانی ج ۹' ص ۷۹) لیکن یہ فرق بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی بھی انسانوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے۔ اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ رسول کے پاس کتاب ہونا ضروری ہے خواہ کتاب جدید ہو یا کسی سابق رسول کی کتاب ہو۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ رسول عام ہے وہ فرشتہ بھی ہوتا ہے اور انسان بھی۔ اس کے برخلاف نبی صرف انسان ہی ہوتا ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ رسول کے لیے ضروری ہے کہ اس پر فرشتہ وحی لائے اور نبی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔ یہ جائز ہے کہ اس کے دل پر وحی کی جائے۔ یا خواب میں اس پر وحی کی جائے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے نو اوصاف میں سے ایک تیسرا وصف امی ذکر فرمایا ہے 'ہم یہاں لفظ امی کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے لفظ امی کا ذکر فرمایا ہے۔

قرآن اور سنت میں نبی ﷺ پر امی کا اطلاق

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ (الاعراف: ۱۵۷)	جو لوگ اس رسول 'نبی امی کی پیروی کریں۔
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (الاعراف: ۱۵۸)	اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہیں۔

Marfat.com

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ (البقرہ: ۷۸)

اور ان میں بعض لوگ ان پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھنے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ (الجمعہ: ۲)

جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

ان کے علاوہ سورت آل عمران میں دو جگہ (۷۵'۲۰) امیین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنے لیے امی کا لفظ استعمال کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم امی لوگ ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۱۳' صحیح مسلم الصیام' ۱۵(۱۰۸۰) ۲۴۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۱۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۴۵۱' مسند احمد ج ۲' ص ۴۴' طبع قدیم' جامع الاصول ج ۶' رقم الحدیث: ۴۳۹۳)

امی کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

امی وہ شخص ہے جو نہ لکھتا ہو اور نہ کتاب سے دیکھ کر پڑھتا ہو۔ اس آیت میں امی کا یہی معنی ہے "ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم" قطرب نے کہا امیۃ کے معنی غفلت اور جہالت ہیں سو امی کا معنی قلیل المعرفت ہیں۔ اسی معنی میں ہے "ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی" یعنی وہ امی ہیں جب تک ان پر تلاوت نہ کی جائے وہ از خود نہیں جانتے۔ فراء نے کہا یہ وہ عرب لوگ ہیں جن کے پاس کتاب نہ تھی اور قرآن مجید میں ہے "والنبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل" ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ امیین کے نبی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کو امی اس لیے فرمایا کہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے' اور یہ آپ کی فضیلت ہے کیونکہ آپ حفظ کرنے سے مستغنی تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "سنقرئک فلا تنسی" عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ نہیں بھولیں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو امی اس لیے فرمایا کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ (المفردات ج ۱' ص ۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے انا امۃ لانکتب ولا نحسب "ہم اہل عرب امی ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں" آپ کی مراد یہ تھی کہ ہم اسی طرح ہیں جس طرح اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے تھے۔ یعنی اپنی جبلت اولیٰ پر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امی وہ ہے جو لکھتا نہ ہو۔ نیز حدیث میں ہے بعثت الی امۃ امیۃ "میں امی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں" یا امی سے عرب مراد ہیں کیونکہ عرب میں لکھنا بالکل نہ تھا یا بہت کم تھا۔ (النہایہ ج ۱' ص ۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حدیث میں ہے ہم امی لوگ ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ یعنی اپنی ماں سے پیدائش کی اصل پر ہیں۔ لکھنا سیکھا ہے نہ حساب کرنا۔ تو وہ اپنی اصل جبلت پر ہیں اور اسی نہج پر ہے امیین میں رسول بھیجا گیا۔ علامہ کرمانی نے کہا اس میں ام القریٰ کی طرف نسبت ہے یعنی مکہ والوں کی طرف۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عرب میں لکھنے والے بھی تھے اور ان میں سے اکثر حساب جاننے والے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لکھنا نہیں جانتے تھے اور حساب سے مراد ستاروں کا حساب ہے اور وہ اس کو بالکل نہیں جانتے تھے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا آپ امیین کے رسول ہیں۔ اس شیطان کا مطلب یہ تھا کہ آپ صرف عرب کے رسول ہیں دوسروں کے نہیں۔

(مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ دار الامان المدینۃ المنورہ ۱۴۱۵ھ)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

قاموس میں ہے امی وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو یا اپنی ماں سے پیدائش کے حال پر باقی ہو اور امی غبی اور قلیل الکلام کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی تشریح میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں: حضرت محمد ﷺ کو امی اس لیے کہا جاتا ہے کہ عرب قوم لکھتی تھی نہ پڑھتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا درآنحالیکہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب کو پڑھتے تھے۔ اور یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی تغیر اور تبدل کے بار بار قرآن مجید کو پڑھا۔ قرآن مجید میں ہے "وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب" (الآیۃ) حافظ ابن حجر عسقلانی نے احادیث رافعی کی تخریج میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ پر لکھنے اور شعر گوئی کو حرام کر دیا گیا تھا۔ یہ اس وقت ہے اگر آپ شعر گوئی اور لکھنے کو اچھی طرح بروئے کار لاتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر چند کہ آپ کو شعر اور خط میں مہارت تو نہیں تھی لیکن آپ اچھے اور برے شعر میں تمیز رکھتے تھے۔ اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ پہلے آپ لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن بعد میں آپ نے لکھنا جان لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما کنت تتلوا من قبلہ (الآیہ) آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اور "اس سے پہلے" کی قید کا یہ معنی ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو جان لیا کیونکہ آپ کا پہلے نہ جاننا معجزہ کے سبب سے تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ نے اس کو جان لیا اور امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے مجاہد سے روایت کیا ہے "ما مات رسول اللہ ﷺ حتی کتب وقرء" رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے لکھ نہیں لیا اور پڑھ نہیں لیا اور مجاہد نے شعبی سے کہا اس آیت میں اس کے خلاف نہیں ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ علامہ ابوذر علامہ ابوالفتح نیشاپوری اور علامہ باجی مالکی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ باجی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے بعض افریقی علماء نے بھی علامہ باجی کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ امی ہونے کے بعد لکھنے کو جان لینا معجزہ کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے کیونکہ بغیر کسی انسان کے سکھائے کتاب کو پڑھنا اور لکھنا بھی معجزہ ہے۔ ابو محمد بن مفوز نے علامہ باجی کی کتاب کا رد لکھا ہے اور علامہ سمنانی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ بغیر علم کے لکھتے تھے جیسے بعض ان پڑھ بادشاہ بعض حروف لکھ لیتے تھے حالانکہ ان کو حروف کی تمیز اور شناخت نہیں ہوتی تھی۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۱۹۱ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ امی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کو امی اس لیے کہا ہے کہ آپ امت عرب کی طرف منسوب ہیں جس کے اکثر افراد لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں۔ امام باقر نے کہا ہے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے تھے اس لیے آپ کو امی

Marfat.com

فرمایا' یا آپ اپنی ام (ماں) کی طرف منسوب تھے' یعنی آپ اسی حالت پر تھے جس حالت پر اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' آپ کا یہ وصف اس تنبیہ کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنی پیدائشی حالت پر قائم رہنے (یعنی کسی سے پڑھنا' لکھنا نہ سیکھنے) کے باوجود اس قدر عظیم علم رکھتے تھے سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔ امی کا لفظ صرف آپ کے حق میں مدح ہے اور باقی کسی کے لیے ان پڑھ ہونا باعث فضیلت نہیں ہے' جیسا کہ تکبر کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے باعث مدح ہے اور دوسروں کے حق میں باعث مذمت ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ سے کسی وقت لکھنے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور احادیث ظاہرہ کا بھی یہی تقاضا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا اور آپ کی طرف لکھنے کی نسبت مجاز ہے' اور بعض اہل بیت سے روایت ہے کہ آپ لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھ کر پڑھتے تھے لیکن اس روایت کی کوئی معتمد سند نہیں ہے' ہاں ابوالشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عتبہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں' شعبی نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔ (روح المعانی' ج ۹' ص ۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

رسول اللہ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۸)

اس (کتاب کے نزول) سے پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے' اگر ایسا ہوتا تو باطل پرستوں کو شبہ پڑ جاتا

اس آیت کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا' قریش مکہ کے سامنے آپ کی پوری زندگی تھی' آپ کے اہل وطن اور رشتہ داروں کے سامنے' روز پیدائش سے اعلان نبوت تک آپ کی ساری زندگی گزری اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے کبھی کوئی کتاب پڑھی نہ قلم ہاتھ میں لیا اور یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات' گزشتہ انبیاء و رسل کے حالات' قدیم مذاہب کے عقائد' تاریخ' تمدن' اخلاق اور عمرانی اور عائلی زندگی کے جن اہم مسائل کو یہ امی شخص انتہائی فصیح و بلیغ زبان سے بیان کر رہے ہیں' اس کا وحی الٰہی کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہو سکتا' اگر انہوں نے کسی مکتب میں تعلیم پائی ہوتی اور گزشتہ مذاہب اور تاریخ کو پڑھا ہوتا تو پھر اس شبہ کی بنیاد ہو سکتی تھی کہ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں وہ دراصل ان کا حاصل مطالعہ ہے۔ ہرچند کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور تمام علمی وسائل بروئے کار لا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے' تاہم اگر آپ نے اعلان نبوت سے پہلے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ اختیار کیا ہوتا تو جھوٹوں کو ایک بات بنانے کا موقع ہاتھ لگ جاتا' لیکن جب آپ کا امی ہونا' فریق مخالف کو بھی تسلیم تھا تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی' اور یوں کہنے کو تو ضدی اور معاند لوگ پھر بھی یہ کہتے تھے:

وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفرقان: ۵)

اور انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے لکھے ہوئے قصے ہیں جو اس (رسول) نے لکھوا لیے ہیں' سو وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے کی قید سے مقید کیا ہے اور یہی مقصود ہے۔ کیونکہ اگر اعلان نبوت اور نزول قرآن سے پہلے آپ کا لکھنا پڑھنا ثابت ہوتا تو اس شبہ کی راہ نکل سکتی تھی اور

Marfat.com

اس آیت سے آپ کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر استدلال نہ ہو سکتا۔ اور اس قید لگانے کا یہ تقاضا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنے اور پڑھنے کا صدور ہو سکتا ہے اور بعد میں آپ کا لکھنا اور پڑھنا اس استدلال کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے بعض اجلہ علماء کا یہ قول نقل کیا ہے:

اس قید سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ لکھنے اور پڑھنے پر قادر تھے اور اگر اس قید کا اعتبار نہ کیا جائے تو یہ قید بے فائدہ ہوگی۔ (روح المعانی ج ۲۱ ' ص ۵ ' مطبوعہ بیروت)

اس استدلال پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال معتبر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا استدلال میں معتبر نہ ہونا اتفاقی نہیں ہے کیونکہ باقی ائمہ مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں ' خصوصاً جب کہ بکثرت احادیث صحیحہ سے بعثت کے بعد آپ کا لکھنا ثابت ہے ' جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر علمی اور عملی کمالات عطا فرمائے ہیں اسی طرح آپ کو لکھنے پڑھنے کا بھی کمال عطا فرمایا ہے ' لکھنے کا علم ایک عظیم نعمت ہے ' قرآن مجید میں ہے: الذی علم بالقلم O علم الانسان مالم یعلم (العلق: ۵-۴) "جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا ' اور انسان کو وہ علم دیا ' جس کو وہ جانتا نہ تھا"۔ امت کے ان گنت افراد کو پڑھنے اور لکھنے کا کمال حاصل ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو یہ کمال حاصل نہ ہو! اور امی ہونے کا فقط یہ مفاد ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہ راست یہ علم عطا فرمایا ہے اور بعثت سے پہلے آپ لکھنے اور پڑھنے میں مشغول نہیں رہے تاکہ آپ کی نبوت میں کسی کو شبہ نہ ہو اور بعثت کے بعد آپ نے پڑھا اور لکھا اور یہ ایک الگ معجزہ ہے۔ کیونکہ بغیر کسی مخلوق سے کسب فیض کے پڑھنا اور لکھنا خلاف عادت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر اعتراض کرتے ہوئے سید مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

ان لوگوں کی جسارت حیرت انگیز ہے جو نبی ﷺ کو خواندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ' حالانکہ یہاں قرآن صاف الفاظ میں حضور کے ناخواندہ ہونے کو آپ کی نبوت کے حق میں ایک طاقتور ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے ' جن روایات کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور لکھے پڑھے تھے یا بعد میں آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا ' وہ اول تو پہلی ہی نظر میں رد کر دینے کے لائق ہیں کیونکہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی ' پھر وہ بجائے خود بھی اتنی کمزور ہیں کہ ان پر کسی استدلال کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی ' ان میں سے ایک بخاری کی یہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاملہ جب لکھا جا رہا تھا تو کفار مکہ کے نمائندے نے رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا۔ اس پر حضور نے کاتب (یعنی حضرت علی) کو حکم دیا کہ اچھا رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو ' حضرت علی نے لفظ "رسول اللہ" کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ سے قلم لے کر وہ الفاظ خود کاٹ دیے اور محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ (الی قولہ) ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علی نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس کی جگہ ان سے پوچھ کر اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کاتب سے ابن عبداللہ کے الفاظ لکھوا دیے ہوں (الی قولہ) تاہم اگر واقعہ یہی ہو کہ حضور ﷺ نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں '

Marfat.com

باقی کوئی چیز نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۱۴۳ ـ ۱۴۷ ملخصاً مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ سید مودودی کا یہ لکھنا غلط ہے کہ اعلان نبوت کے بعد نبی ﷺ کا لکھنا قرآن مجید کی اس آیت اور اس استدلال کے خلاف ہے' کیونکہ قرآن مجید نے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی مطلقاً نفی نہیں کی' بلکہ نزول قرآن سے پہلے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کی ہے۔ لہٰذا نزول قرآن کے بعد جن احادیث میں آپ کے لکھنے کا ثبوت ہے وہ روایات قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور دیگر بکثرت کتب صحاح سے رسول ﷺ کا لکھنا ثابت ہے اور سید مودودی کا ان احادیث کو بجائے خود کمزور کہنا لائق التفات نہیں ہے۔ ثالثاً سید مودودی نے جو یہ تاویل کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی اور کاتب سے لکھوا دیا ہو سو یہ احتمال بلا دلیل ہے اور الفاظ کو بلاضرورت مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ رابعاً اس بحث کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ سید مودودی نے نبی امی ﷺ کو عام ان پڑھ لوگوں پر قیاس کیا ہے اور لکھا ہے اگر آپ نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں' باقی کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے' نہ لکھ سکتے ہیں۔ عام لوگوں کا ان پڑھ ہونا ان کا نقص اور ان کی جہالت ہے اور رسول اللہ کا امی ہونا' آپ کا کمال ہے' کہ دنیا میں کسی استاد کے آگے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا' کسی مکتب میں جا کر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور براہ راست خدائے لم یزل سے علم پا کر اولین اور آخرین کے علوم بیان فرمائے اور پڑھ کر بھی دکھایا اور لکھ کر بھی دکھایا۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانہ چند ملت بشست

اب ہم قارئین کے سامنے بکثرت حوالہ جات کے ساتھ وہ احادیث پیش کرتے ہیں' جن میں نبی ﷺ کی طرف لکھنے کا اسناد کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کے ثبوت میں احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ اس بات پر صلح کی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں اور مکہ میں صرف تین دن قیام کریں' جب انہوں نے صلح نامہ لکھا تو اس میں یہ لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی' کفار مکہ نے کہا ہم اس کو نہیں مانتے' اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ منع کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب سے فرمایا رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو' حضرت علی نے کہا نہیں! خدا کی قسم! میں آپ (کے الفاظ) کو ہرگز نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ ﷺ نے (لکھنا) شروع کیا' اور آپ اچھی طرح (مہارت سے) نہیں لکھتے تھے۔ پس آپ نے لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی کہ کوئی شخص مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا' سوا اس کے کہ تلوار نیام میں ہو۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۵۱' مسند احمد ج ۴' ص ۲۹۸' جامع الاصول ج ۸ رقم الحدیث: ۶۱۳۳)

امام بخاری نے اس واقعہ کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں اس طرح ہے:

Marfat.com

جب انہوں نے صلح نامہ لکھا تو اس میں یہ لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی' کفار مکہ نے کہا ہم اس کو نہیں مانتے' اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو منع نہ کرتے' لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں' پھر آپ نے حضرت علی سے کہا رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا نہیں! خدا کی قسم! میں آپ (کے الفاظ) کو نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی۔ (الحدیث) (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۶۹۹)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ ان احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت براء کی روایت میں اضطراب ہے اور راویوں نے حضرت براء کے جوں کے توں الفاظ نقل نہیں کیے۔ کسی روایت میں لکھنے کا مطلقاً ذکر نہیں' کسی میں صرف "کتب" ہے اور کسی میں ہے "لیس یحسن یکتب"۔

(تفہیم القرآن' ج ۳' ص ۱۴-۱۷' ملخصاً' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن)

یعنی بعض روایات میں ہے۔ آپ نے لکھا اور بعض روایات میں ہے آپ اچھی طرح یعنی مہارت سے نہیں لکھتے تھے۔

سید مودودی کا اس اختلاف کو اضطراب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ ایسا اختلاف نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ان روایات کا معنی مضطرب ہو جائے۔ اگر اس قسم کے اختلاف کو اضطراب کہا جائے تو پھر تمام احادیث ساقط الاستدلال قرار پائیں گی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں نبی ﷺ کے لکھنے کا ثبوت ہے وہ اور بھی صحابہ کرام سے مروی ہیں اور ان میں "کتب" اور "لیس یحسن یکتب" کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ اب ہم دوسرے صحابہ کی روایات کو پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جمعرات کا دن! کیسا تھا وہ جمعرات کا دن! پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے بھیگ گئے۔ پس میں نے کہا اے ابن عباس! جمعرات کے دن میں کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اس دن رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تھا' آپ نے فرمایا میرے پاس (قلم اور کاغذ) لاؤ' میں تمہیں ایک ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے' پس صحابہ میں اختلاف ہو گیا اور نبی علیہ السلام کے پاس اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا' صحابہ نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ بیماری میں کچھ کہہ رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو۔ (الحدیث)

مسلم کی ایک روایت (۴۱۵۶) میں ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کا اختلاف اور شور نبی ﷺ اور آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۴۳۱' صحیح مسلم' الوصیۃ' ۲۰' (۱۶۳۷) ۴۱۵۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۰۲۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا میرے لیے ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں' کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا میں ہی (خلافت کا) مستحق ہوں' اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر پر انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم' فضائل الصحابۃ ۱۱' (۲۳۸۷) ۶۰۶۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے روم کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے کہا وہ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' تو رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی گویا کہ میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیکھ رہا تھا اس پر نقش تھا "محمد رسول اللہ"۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵' صحیح مسلم' لباس' ۵۶' (۲۰۹۲) ۵۳۶۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۰۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۸۴۸)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسریٰ کی طرف' قیصر کی طرف' نجاشی کی طرف اور ہر جابر بادشاہ کی طرف مکاتب لکھے۔ آپ ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی نبی ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم الجہاد والسیر ۷۵' (۱۷۷۴) ۴۵۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۲۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۴۷)

امام بخاری اور امام مسلم نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں اور امام ابو داؤد اور امام دارمی نے صرف اس واقعہ کو روایت کیا ہے:

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا اور ایک سفید خچر آپ کو ہدیہ میں بھیجی' رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو خط لکھا اور اس کو ایک چادر ہدیہ میں بھیجی' اور آپ نے حکم دیا کہ وہ سمندر کے ساتھ جس شہر میں رہتے ہیں اس میں ان کو جزیہ پر رہنے دیا جائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۸۱' صحیح مسلم' فضائل' ۱۲' (۱۳۹۲) ۵۸۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۰۷۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۹۵' مسند احمد ج ۵' ص ۴۲۵)

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ کسی کام سے خیبر گئے' پھر حضرت محیصہ کو خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر کے کنویں میں ڈال دیا گیا' وہ یہود کے پاس گئے' (الی ان قال) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا تو یہود تمہارے مقتول کی دیت ادا کریں گے اور یا وہ اعلان جنگ کو قبول کریں' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ (فیصلہ) یہود کی طرف لکھ کر بھیج دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۹۲' صحیح مسلم الحدود ۶ (۱۶۶۹) ۴۷۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۲۵-۴۷۲۴' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۳۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ کے علاوہ یہ حضرت عباس' حضرت عائشہ' حضرت انس' حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں اور یہ سب صحاح ستہ کی روایات ہیں' ان میں سے کسی حدیث کی سند ضعیف نہیں ہے' اور ان تمام احادیث میں نبی ﷺ کے لکھنے کی تصریح ہے اور ان سب کی یہ تاویل کرنا کہ لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے صحیح نہیں ہے' کیونکہ یہ مجاز ہے اور جب تک کوئی عقلی یا شرعی استحالہ نہ ہو کسی لفظ کو حقیقت سے ہٹا کر مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور بلاوجہ حدیث کے الفاظ کو اپنی مرضی کا معنی پہنانا محض اتباع ہوس ہے' خصوصاً اس صورت میں جب کہ قرآن مجید سے نزول قرآن کے بعد آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں' نیز لکھنا اور پڑھنا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت اور کمال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو تو یہ نعمت عطا فرمائے اور آپ کو اس نعمت سے محروم رکھے' اور اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ کو لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا تھا تو لازم آئے گا کہ اس نعمت اور کمال میں امت آپ سے بڑھ جائے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہے' امت کو اپنے نبی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہوتی' جزی نہ کلی۔

نبی ﷺ کے لکھنے کے متعلق محدثین کی تحقیق

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا محمد بن عبداللہ اور ایک روایت میں ہے آپ نے یہ لکھا' حالانکہ آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے (صحیح البخاری ۴۲۵۱' ۲۶۹۹) علامہ السمنانی' علامہ ابوذر اور علامہ باجی نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لکھنا نبی ﷺ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے' اور نہ اس آیت کے معارض ہے' اور آپ نزول قرآن سے پہلے کسی

Marfat.com

کتاب کو نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ (العنکبوت: ۴۸) اور نہ اس حدیث کے خلاف ہے ہم ان پڑھ امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم ۱۰۶۱/۷ ٬ سنن ابوداؤد ۲۳۱۹) بلکہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کا لکھنا آپ کے معجزہ کا اور زیادہ ہونا ہے٬ اور یہ آپ کے صدق اور آپ کی رسالت کی اور قوی دلیل ہے٬ آپ نے کسی سے سیکھے بغیر اور اس کے عادی اسباب کے حصول کے بغیر لکھا ہے لہٰذا یہ اپنی جگہ ایک الگ معجزہ ہے٬ اور جس طرح نبی ﷺ نے کسی سے پڑھے بغیر اور علم کے دیگر اسباب حاصل کیے بغیر اولین اور آخرین کے علم کو جان لیا اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے٬ اسی طرح کسی سے سیکھے بغیر لکھنا بھی آپ کے امی ہونے کے خلاف نہیں اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے٬ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے محمد بن عبداللہ لکھا اس وقت آپ نے چند لکیریں ڈالی ہوں اور ان کا مفہوم محمد بن عبداللہ ہو٬ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان حروف کی شناخت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کی شناخت نہ ہو اور ہر تقدیر پر آپ سے امی کا لقب ساقط نہیں ہوگا٬ اندلس اور اندلس کے علاوہ دوسرے ممالک کے علماء نے اس نظریہ کی مخالفت کی بلکہ علامہ باجی کی تکفیر کی لیکن یہ درست نہیں ہے اور شریعت میں اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

(المفہم ج ۴٬ ص ۶۳۸-۶۳۷٬ مطبوعہ دار ابن کثیر٬ بیروت٬ ۱۴۱۷ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث سے علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے٬ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر یہ لکھائی جاری کر دی٬ یا تو آپ کے علم کے بغیر قلم نے لکھ دیا یا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے لکھنے کا علم دے دیا اور آپ کو پڑھنے والا بنا دیا جب کہ آپ اعلان نبوت کے بعد پڑھتے نہ تھے٬ اور اس سے آپ کے امی ہونے پر اعتراض نہیں ہوتا اور انہوں نے اس موقف پر شعبی کی روایات سے استدلال کیا ہے٬ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ جب تک نبی ﷺ نے لکھ نہیں لیا آپ کی وفات نہیں ہوئی٬ اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کا لکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور آپ نزول قرآن سے پہلے کسی کتاب کو نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ (العنکبوت: ۴۸) اور نبی ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: ہم ان پڑھ امت ہیں نہ لکھتے ہیں٬ نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۱/۷٬ ابوداؤد٬ ۲۳۱۹) اور بخاری اور مسلم کی حدیث میں جو ہے کہ آپ نے محمد بن عبداللہ لکھا٬ اس کا معنی ہے کہ آپ نے اس کے لکھنے کا حکم دیا٬ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا٬ یا آپ نے چور کے ہاتھ کاٹے یا شرابی کو کوڑے لگائے۔

قاضی عیاض نے کہا لکھنے کے قائلین نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر نزول وحی سے پہلے آپ کتاب سے پڑھتے یا لکھتے تو کفار اس قرآن کے متعلق شک میں پڑ جاتے٬ اور جس طرح آپ کا تلاوت کرنا جائز ہے اسی طرح آپ کا لکھنا بھی جائز ہے اور یہ آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ آپ کا صرف امی ہونا معجزہ نہیں ہے کیونکہ نزول وحی سے پہلے آپ کا نہ پڑھنا اور نہ لکھنا٬ اور پھر قرآن پیش کرنا اور ان علوم کو پیش کرنا جن کو امی نہیں جانتے یہ ایک معجزہ ہے۔

اور جن لوگوں نے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ لکھنے کا معنی ہے آپ نے لکھنے کا حکم دیا۔ یہ تاویل ظاہر حدیث سے بلاضرورت عدول کرنا ہے٬ جب کہ حدیث کی عبارت یہ ہے کہ آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے٬ پھر آپ نے لکھا٬ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے خود لکھا اور جس طرح قرآن مجید میں ہے: ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ آپ کے لائق ہے۔ (یٰسین: ۶۹) اس کے باوجود آپ نے منظوم کلام کہا مثلاً

Marfat.com

هل انت الا اصبع دميت
و فی سبيل الله ما لقيت

تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے' حالانکہ تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہوا ہے۔
کیونکہ آپ نے شعر گوئی کے قصد اور ارادہ کے بغیر یہ منظوم کلام فرمایا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ لکھنا بھی آپ سے اسی طرح صادر ہوا ہو۔ (شرح الطیبی ج ۸' ص ۷۷-۷۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ طیبی کی اس آخری توجیہ سے ہم متفق نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ کو لکھنے کا علم تھا اور آپ نے قصداً لکھا تھا' غیر ارادی طور پر آپ سے لکھنا صادر نہیں ہوا۔ جو شخص آپ کے امی ہونے کی وجہ سے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کا انکار کرتا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ ﷺ عالم ہیں یا نہیں۔ اگر وہ آپ کو عالم نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر وہ آپ کو عالم مانتا ہے تو جس طرح لکھنا پڑھنا امی کے منافی ہے' اسی طرح عالم ہونا بھی امی کے منافی ہیں۔ خصوصاً وہ جو تمام مخلوقات سے بڑے عالم ہوں' نبی ﷺ احکام شرعیہ کے عالم ہیں اور اسرار الٰہیہ کے عارف ہیں ایک امی کی یہ صفت کیسے ہو سکتی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے امی ہونے کے باوجود آپ کو ان علوم سے نوازا' اسی طرح آپ کو لکھنے اور پڑھنے کے علم سے بھی نوازا!

علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ' علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی متوفی ۸۹۵ھ' ان سب نے قاضی عیاض کی عبارت نقل کی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے علامہ باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ پر تشنیع کی ہے۔
(صحیح مسلم مع شرح النواوی ج ۸' ص ۴۹۶۶' اکمال اکمال المعلم ج ۶' ص ۴۲۲-۴۲۱' معلم اکمال الاکمال' ج ۶' ص ۴۲۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
میں یہ کہتا ہوں کہ یہ منقول ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲' ص ۳۰' مطبوعہ مصر)
نیز لکھتے ہیں:
اور یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲' ص ۱۷۱' مطبوعہ مصر)
صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے محمد بن عبداللہ لکھا' اس پر یہ سوال ہوا کہ آپ تو امی تھے آپ نے اپنا نام کیسے لکھا؟
علامہ عینی نے اس کے تین جواب دیے ہیں:
پہلا جواب یہ ہے کہ امی وہ شخص ہے جو مہارت سے نہ لکھتا ہو نہ کہ وہ جو مطلقاً نہ لکھتا ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں اسناد مجازی ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا لکھنا آپ کا معجزہ تھا۔ (عمدۃ القاری' ج ۱۸' ص ۱۱۳' مطبوعہ مصر)

علامہ عینی کا دوسرا جواب صحیح نہیں ہے اور ان کی پہلی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ انہوں نے یہ جواب علامہ باجی کے مخالفین سے نقل کیا ہے' صحیح جواب وہ ہے جس کو انہوں نے آخر میں ذکر کیا ہے۔
حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے لکھا ہے' ہم یہ پوری عبارت پیش کر رہے ہیں ہرچند کہ اس کی بعض چیزیں علامہ طیبی کی عبارت میں آچکی ہیں:
علامہ ابوالولید باجی مالکی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر استدلال کیا ہے' جس میں ہے "پس رسول اللہ ﷺ نے لکھا" یہ محمد بن عبداللہ کا فیصلہ ہے' حالانکہ آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے۔ ان کے زمانہ کے علماء اندلس نے ان پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ قول قرآن مجید کے خلاف ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: "وما کنت تتلوا من

Marfat.com

قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک" آپ نزول قرآن سے پہلے نہ تو کتاب سے پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے۔ علامہ باجی نے اس کے جواب میں کہا کہ قرآن مجید میں نزول قرآن سے پہلے آپ کے پڑھنے اور لکھنے کی نفی ہے' اور جب معجزات سے آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور آپ کی نبوت میں شک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ کے پڑھنے اور لکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی' اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔ علامہ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے علامہ باجی کے موقف کی حمایت کی' ان میں شیخ ابوذر ہروی' ابوالفتح نیشاپوری اور افریقہ اور دوسرے شہروں کے علماء شامل ہیں۔ بعض علماء نے حضور ﷺ کے لکھنے پر امام ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: مجاہد' عون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے' جب تک آپ نے لکھ اور پڑھ نہیں لیا' مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس روایت کا ذکر کیا انہوں نے کہا عون بن عبداللہ نے سچ کہا ہے' میں نے اس روایت کو سنا ہے' (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں) سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ سے کہا کہ وہ اقرع اور عیینہ کے لیے لکھیں۔ عیینہ نے اس پر کہا تمہارا کیا خیال ہے کیا میں متلمس کا صحیفہ لے کر جاؤں گا؟ (یعنی تم نے کچھ کا کچھ تو نہیں لکھ دیا؟) اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس صحیفہ پر نظر ڈالی اور فرمایا معاویہ نے وہی لکھا ہے جو میں نے کہا تھا یونس کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نزول قرآن کے بعد لکھا ہے (سہل بن حنظلیہ کی روایت مذکورہ میں آپ کے پڑھنے کا ثبوت ہے۔ سعیدی غفرلہ) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض آثار سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھنے اور خوش خطی کی معرفت تھی' کیونکہ آپ نے کاتب سے فرمایا قلم اپنے کان پر رکھو یہ تم کو یاد دلائے گا اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا دوات رکھو اور قلم ایک کنارے سے رکھو' باء کو لمبا کر کے لکھو' سین دندانے دار لکھو اور میم کو کانا مت کرو۔ قاضی عیاض نے کہا ہرچند کہ اس روایت سے آپ کا لکھنا ثابت نہیں ہوتا لیکن آپ کو لکھنے کا علم دیا جانا مستبعد نہیں ہے' کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے' اور جمہور نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور حدیبیہ کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے اور اس میں لکھنے والے حضرت علی تھے' اور مسور کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی نے لکھا تھا اور صحیح بخاری کی حدیث میں تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے صلح نامہ کو لیا اور اس میں محمد رسول اللہ کو مٹا دیا پھر حضرت علی کو وہ صلحنامہ دوبارہ دے دیا' پھر حضرت علی نے اس میں لکھا۔ علامہ ابن التین نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حدیث میں جو ہے "آپ نے لکھا" اس کا معنی ہے آپ نے لکھنے کا حکم دیا' اور اس کی حدیث میں بہت مثالیں ہیں' جیسے ہے آپ نے قیصر کی طرف لکھا اور آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا' اور اگر اس حدیث کو اپنے ظاہر پر بھی محمول کیا جائے کہ نبی ﷺ نے اپنا اسم مبارک لکھا تھا' حالانکہ آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ لکھنے کے عالم ہوں اور آپ امی نہ ہوں' کیونکہ بہت سے لوگ مہارت سے نہیں لکھتے' اس کے باوجود وہ بعض الفاظ کو پہچانتے ہیں اور ان کو اپنی جگہ پر رکھ سکتے ہیں خصوصاً اسماء کو' اور اس وصف کی وجہ سے وہ امی (ان پڑھ) ہونے سے خارج نہیں ہوتے۔ جیسا اکثر بادشاہ اسی طرح ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت آپ کے ہاتھ پر لکھنے کا عمل جاری ہو گیا ہو اور آپ مہارت سے نہ لکھتے ہوں اور اس صلحنامہ کو آپ نے حسب منشا لکھ دیا ہو' اور یہ اس خاص وقت میں الگ ایک معجزہ ہو' اور اس سے آپ امی ہونے سے خارج نہ ہوں۔ اشاعرہ کے ائمہ اصول میں سے علامہ السمنانی نے یہی جواب دیا ہے' اور علامہ ابن جوزی نے بھی ان کی اتباع کی ہے' علامہ سہیلی نے اس جواب کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ہرچند کہ یہ ممکن ہے اور آپ کے لکھنے سے ایک اور معجزہ ثابت ہوتا ہے' لیکن یہ اس کے مخالف ہے کہ آپ امی تھے جو لکھتا نہیں' اور جس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ "اگر آپ نزول قرآن سے پہلے لکھتے ہوتے تو منکرین آپ کی نبوت کے متعلق شک میں پڑ جاتے"۔ اس آیت نے تمام شکوک و

Marfat.com

شبہات کی جڑ کاٹ دی ہے' اور اگر نزول وحی کے بعد آپ کا لکھنا جائز ہوتا تو منکرین پھر شبہ میں پڑ جاتے اور قرآن کے معاندین یہ کہتے کہ آپ مہارت سے لکھتے تھے لیکن اس کو چھپاتے تھے' علامہ سہیلی نے اس کے جواب میں کہا یہ محال ہے کہ بعض معجزات' بعض دوسرے معجزات کے مخالف ہوں' اور حق یہ ہے کہ آپ کے لکھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا' علامہ سہیلی کی بات ختم ہوئی' حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ کہنا کہ فقط اپنا نام لکھنا' آپ کے امی ہونے اور معجزہ کے مخالف ہے سو یہ بہت قابل اعتراض ہے۔ (فتح الباری ج ۷' ص ۵۰۴' ۵۰۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس آخری بات سے یہ معلوم ہوا کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا ذکر ہے اس سے آپ کا لکھنا مراد ہے اور آپ کا لکھنا آپ کے معجزہ یا آپ کے امی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ جسٹس محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں: حافظ کا میلان اس طرف ہے کہ اس باب کی حدیث (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نام لکھنا) اپنے ظاہر پر محمول ہے' اور اس خاص وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونے کے باوجود اپنا نام لکھنا آپ کا معجزہ ہے۔

(تکملہ فتح الملہم' ج ۳' ص ۱۸۰' مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۴۱۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے اور معجزہ کے خلاف ہے اس میں نظر کبیر ہے یعنی بہت بڑا اعتراض ہے' ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس نظر کبیر کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

معجزہ قرآنیہ وجوہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ اگر اس سے قطع نظر کر لی جاتی کہ قرآن لانے والے امی ہیں' تب بھی یہ معجزہ تھا' اور جب اس پر یہ وصف زائد ہوا کہ قرآن کو لانے والے پہلے پڑھتے اور لکھتے نہ تھے تو اس سے اس کا معجزہ ہونا بہ طریق کمال ظاہر ہوا۔ اور معاندین کے اعتراضات منہدم ہو گئے' اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے قاری اور کاتب ہوتے اور قرآن پیش کرتے' تب بھی یہ آپ کا معجزہ ہوتا اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

(مرقات ج ۸' ص ۸۷' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تلاوت کرنا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے اسی طرح آپ کا لکھنا بھی آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا صرف امی ہونا معجزہ نہیں ہے' آپ نے جب پہلے لکھے' پڑھے بغیر قرآن مجید کو پیش کیا تو یہ آپ کا معجزہ تھا' پھر آپ نے قرآن مجید میں ایسے علوم پیش کیے جن کو امی نہیں جانتے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے ایسے علوم پیش کیے جن کو تمام علماء نہیں جانتے اور وہ ایسے علوم ہیں کہ اگر آپ بالکل امی نہ ہوتے تو پھر بھی ان علوم کو پیش کرنا آپ کا معجزہ تھا' کیونکہ قرآن معجزات کثیرہ پر مشتمل ہے اور جن لوگوں نے یہ توجیہ کی ہے کہ آپ کے لکھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا یہ بلا ضرورت ظاہر معنی سے عدول کرنا ہے۔ یہاں پر قاضی عیاض کی عبارت ختم ہوئی' (ملا علی قاری کہتے ہیں) اس توجیہ میں مجھے قاضی عیاض کے ساتھ توارد ہو گیا ہے جیسا کہ ان لوگوں پر ظاہر ہو گا' جنہوں نے میری پہلی تقریر (ج ۸' ص ۸۷) کو پڑھا ہو گا۔ (مرقات ج ۸' ص ۹۲-۹۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

شیخ امین احسن اصلاحی امی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امی' مدرسی و کتابی تعلیم و تعلم سے ناآشنا کو کہتے ہیں' امیین کا لفظ اسماعیلی عربوں کے لیے بطور لقب استعمال ہوتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مدرسی اور رسمی تعلیم و کتابت سے ناآشنا اپنی بدویانہ سادگی پر قائم تھے۔ اور اسی طرح بنی اسرائیل جو کہ

Marfat.com

حامل کتاب تھے ان کے مقابل کے لیے امیت ایک امتیازی علامت تھی۔ (الی قولہ) چنانچہ قرآن نے اس لفظ کو عربوں کے لیے ان کو اہل کتاب سے محض ممیز کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اسی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبی امی کا لقب استعمال ہوا ہے۔ (تدبر قرآن ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن '۱۴۰۶ھ)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ نے کسی مدرسہ میں جا کر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا' اگر اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست لکھنا پڑھنا سکھادے اور آپ لکھیں اور پڑھیں تو وہ آپ کے امی ہونے کے خلاف نہیں ہے' یا بنو اسرائیل سے امتیاز کے لیے آپ کو امی فرمایا سو یہ بھی آپ کے لکھنے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے' جیسا کہ قرآن مجید نے تمام اہل مکہ کو امیین فرمایا حالانکہ ان میں لکھنے پڑھنے والے بھی تھے' کاتبین وحی تھے اور بدر کے بعض قیدیوں کے پاس فدیہ کے لیے رقم نہیں تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کی اولاد کو پڑھنا لکھنا سکھائیں۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۶' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۰)

تورات اور انجیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے متعلق احادیث

نیز اس آیت میں ارشاد ہے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا اور پانچواں وصف مذکور ہے' تورات میں آپ کا لکھا ہوا ہونا چوتھا وصف ہے اور انجیل میں آپ کا لکھا ہوا ہونا پانچواں وصف ہے۔

احادیث صحیحہ معتبرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کا ذکر ہے جو تورات اور انجیل میں ہیں' ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کے متعلق بتائیے جو تورات میں ہے۔ انہوں نے کہا اچھا! اللہ کی قسم تورات میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں' وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا در آنحالیکہ آپ شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں' اور امیین کی پناہ ہیں' آپ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے' آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں' اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے ہیں' لیکن معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا' بایں طور کہ وہ کہیں گے لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴' طبع قدیم' رقم الحدیث: ۶۶۲۲' طبع جدید' الادب المفرد رقم الحدیث: ۲۴۷' ۲۴۶' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۷۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۶' ۵' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۳۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۴۶)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تورات میں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت لکھی ہوئی ہے' اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے اور حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

(جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۳۸)

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ زبور میں داؤد علیہ السلام پر یہ وحی کی گئی تھی۔ اے داؤد! عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد ہو گا' وہ صادق اور سید ہو گا' میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ وہ مجھ پر کبھی ناراض ہو گا' میں نے اس کے تمام اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ سب کام) ان کے ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیے ہیں' ان کی امت پر رحم کیا گیا ہے' میں نے انبیاء کو جیسے نوافل عطا کیے ہیں ان کو بھی اسی طرح کے نوافل عطا کیے ہیں' اور میں نے نبیوں اور رسولوں پر جس طرح کے فرائض فرض کیے ہیں' ان پر بھی ویسے فرائض فرض کیے ہیں۔ حتیٰ کہ

Marfat.com

جب قیامت کے دن وہ میرے پاس آئیں گے تو ان کا نور نبیوں کے نور کی طرح ہو گا' کیونکہ میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کریں جیسا کہ میں نے اس سے پہلے نبیوں پر وضو فرض کیا تھا' اور میں نے ان پر غسل جنابت فرض کیا ہے' جس طرح نبیوں پر غسل جنابت فرض کیا تھا' اور میں نے ان کو حج کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے نبیوں کو حج کا حکم دیا تھا' اور میں نے ان کو جہاد کا حکم دیا ہے' جیسا کہ اس سے پہلے نبیوں کو جہاد کا حکم دیا تھا' اے داؤد! میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے' میں نے ان کو چھ ایسی فضیلتیں عطا کی ہیں جو کسی اور امت کو عطا نہیں کیں' میں خطا اور نسیان پر ان کی گرفت نہیں کرتا' اور وہ نادانستہ طور پر جو گناہ کر بیٹھیں' پھر مجھ سے معافی طلب کریں تو میں ان کو معاف کر دیتا ہوں اور وہ آخرت کے لیے جو نیکی کریں میں اس کو دگنا چوگنا کر دیتا ہوں' اور ان کی نیکیوں کا میرے پاس اس سے بھی افضل ذخیرہ ہے۔ اور جب وہ مصائب پر صبر کر کے کہیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون تو میں ان کو صلوٰۃ' رحمت اور جنات النعیم کی طرف ہدایت عطا کروں گا' اور جب وہ مجھ سے دعا کریں گے تو یا تو میں اس کو فوراً قبول فرماؤں گا' یا اس کے عوض ان سے کوئی برائی دور کر دوں گا اور یا ان کے لیے آخرت میں اجر کو ذخیرہ کروں گا۔ اے داؤد! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے جو شخص یہ شہادت دے گا کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں واحد ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ اس شہادت میں صادق ہو گا' تو وہ میری جنت میں اور میری کرامت میں میرے ساتھ ہو گا' اور جس نے مجھ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی ہو اور ان کے پیغام کی تکذیب کی ہو اور میری کتاب کا مذاق اڑایا ہو تو میں اس کی قبر میں اس پر عذاب انڈیل دوں گا' اور جب وہ قبر سے اٹھے گا تو فرشتے اس کے چہرے اور اس کی دبر پر ضرب لگائیں گے۔ پھر میں اس کو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دوں گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۱' ص ۳۸۱-۳۸۰' البدایہ والنہایہ ج ۶' ص ۶۲' تہذیب تاریخ دمشق ج ۱' ص ۳۴۵-۳۴۴)

مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ تم نبی امی عربی کی تصدیق کرنا جو اونٹ کی سواری کریں گے' زرہ پہنیں گے' عمامہ پہنیں گے جو کہ تاج ہے' اور نعلین پہنیں گے اور ان کے پاس لاٹھی ہو گی' ان کے سر کے بال گھنگریالے ہوں گے' کشادہ پیشانی ہو گی' خوبصورت بھویں ہوں گی' بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی' بڑا دہانہ ہو گا' اور گہری سیاہ آنکھیں ہوں گی' کھڑی ناک ہو گی' فراخ پیشانی' گھنی ڈاڑھی ہو گی' چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح ہو گا' ان سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ ان کی گردن میں چاندی اور گلے میں سونا چھلک رہا ہو گا' ان کے گلے کے نیچے سے ناف تک بال ہوں گے۔ ان کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت ہوں گے' جب وہ لوگوں کے درمیان ہوں گے تو ان پر چھا جائیں گے اور جب وہ چلیں گے تو لگے کا جیسے بلندی سے ڈھلوان کی طرف آ رہے ہوں اور ان کی اولاد کم ہو گی۔

(دلائل النبوۃ ج ۱' ص ۳۷۸' تہذیب تاریخ دمشق ج ۱' ص ۳۴۵)

موجودہ تورات کے متن میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بشارتیں

موجودہ تورات میں بھی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے متعلق بشارتیں موجود ہیں:

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا○ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں○ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں○ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا' اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا○ جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے

Marfat.com

گانہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا○

(تورات استثناء' باب ۱۸' آیت ۱۹-۱۵' پرانا عہد نامہ ص ۱۸۴' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے○ اور اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔ اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں۔ ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔

(تورات استثناء' باب ۳۳' آیت ۳-۲' پرانا عہد نامہ ص ۲۰۱' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

تورات کے پرانے (۱۹۲۷ء کے) اردو ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح تھی' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے تھے' اس طرح یہ آیت نبی ﷺ پر پوری طرح منطبق ہوتی تھی' جب عیسائیوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس آیت کے الفاظ بدل دیے اور یوں لکھ دیا: اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ تورات کے پرانے (۱۹۲۷ء کے) ایڈیشن میں یہ آیات اس طرح تھیں:

اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔

(کتاب مقدس' استثناء' باب ۳۳' آیت ۲' ص ۱۹۲' مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی' انار کلی لاہور' ۱۹۲۷ء)

اس کی تائید عربی ایڈیشن سے بھی ہوتی ہے' اس میں یہ آیت اس طرح لکھی ہے:

واتی من ربوات القدس۔ — دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔

(مطبوعہ دار الکتاب المقدس فی العالم العربی' ص ۳۳۴' ۱۹۸۰ء)

لوئیس معلوف نے ربوۃ کے معنی لکھے ہیں: الجماعة العظيمة نحو عشرة آلاف۔ (المنجد ص ۲۴۷) یعنی تقریباً دس ہزار افراد کی جماعت۔

دیکھو! میرا خادم (پچھلے ایڈیشنوں میں "بندہ" تھا۔ سعیدی غفرلہ) جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا○ وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا' اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی○ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا○ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے○ جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا' جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا۔ جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا○ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا○ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے○ یہوواہ میں ہوں یہی میرا نام ہے' میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لیے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتیوں کے لیے روا نہ رکھوں گا○ دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں اور نئی باتیں بتاتا ہوں' اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں○

(تورات' یسعیاہ' باب ۴۲' آیت ۹-۱' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور ص ۶۹۴' ۱۹۸۰ء)

Marfat.com

اس اقتباس کی آیت نمبر ۲ میں ہے: وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ اس آیت میں نبی ﷺ کے متعلق پیش گوئی ہے: حضرت عمرو بن العاص کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ تورات میں آپ کی یہ صفت لکھی ہوئی ہے: اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۵)

اس باب کی آیت نمبر ۶ میں ہے میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔

اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔

عیسائی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پیش گوئی حضرت عیسیٰ کے متعلق ہے کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو پھانسی دے دی اور حضرت عیسیٰ نے چلا کر کہا اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا' ملاحظہ ہو:

اور انہوں نے اسے مصلوب کیا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لیے۔ (الی قولہ) اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی۔ ایلی لما شقبتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

(متی کی انجیل باب ۲۷' آیت ۴۶' ۳۵' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور' ص ۳۳' ۱۹۹۲ء)

نیز اس باب کی آیت ۷ میں ہے کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔

اس آیت میں بھی نبی ﷺ کے متعلق پیش گوئی ہے اور اس کی تصدیق ان آیتوں میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ: ۱۶-۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا اور کتاب مبین۔ اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں پر لاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف لاتا ہے۔

اور حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تورات میں آپ کی یہ صفت ہے: اور اللہ اس وقت تک آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا۔ بایں طور کہ وہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۵)

موجودہ انجیل کے متن میں نبی ﷺ کے متعلق بشارتیں

یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا' وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟○ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی○

(متی کی انجیل' باب ۲۱' آیت ۴۳-۴۲' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور' ص ۲۵' ۱۹۹۲ء)

یہ آیت بھی نبی ﷺ کی بشارت ہے اور قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا

یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم شریعت اور نبوت عطا کی ہے۔ پس اگر ان چیزوں کے ساتھ یہ لوگ کفر

Marfat.com

قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ (الانعام: ۸۹) کریں تو بیشک ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں ہیں۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں ۝ اور جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے میں وہی کروں گا تاکہ باپ بیٹے میں جلال پائے ۝ اگر میرے نام سے کچھ چاہو گے تو میں وہی کروں گا ۝ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے ۝ اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے ۝

(یوحنا کی انجیل باب ۴' آیت ۱۶-۱۲' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور ص ۹۹' ۱۹۹۲ء)

لیکن جب وہ مددگار آئے گا جن کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا کی انجیل' باب ۱۴' آیت ۲۶' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور ص ۱۰۰' ۱۹۹۲ء)

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا ۝ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا ۝ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے ۝ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے ۝ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے ۝ مجھے تم سے اور بھی بہت سے باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے ۝ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا' اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا ۝

(یوحنا کی انجیل' باب ۱۶' آیت ۱۴-۷' پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ص ۱۰۱' ۱۹۹۲ء)

ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد ﷺ کی آمد کی بشارتیں دی ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف: ۶)

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں درآنحالیکہ میں اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس بشارت کی مزید تصدیق انجیل کی اس آیت میں ہے:

اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ سے اس کا کچھ نہیں۔

(یوحنا کی انجیل' باب ۱۴' آیت ۳۰' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور' ص ۹۹' ۱۹۹۲ء)

نیز ان آیات میں ہے وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا: باب ۱۴' آیت ۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں لوگوں کی بہ نسبت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں' تمام انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

(صحیح مسلم فضائل' ۱۴۳' (۲۳۶۵) ۶۰۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۵)

ان آیات میں ہے: وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

Marfat.com

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سیدنا محمد ﷺ سے فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الشوریٰ: ۵۲) بے شک آپ ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔

نیز اس آیت میں ہے: وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ (یوحنا' باب ۱۶' آیت ۱۳)

اور قرآن مجید میں سیدنا محمد ﷺ کے متعلق ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ (النجم: ۴-۳) اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔ ان کا فرمانا وہی ہوتا ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا' باب ۱۶' آیت ۱۳)

یہ پیش گوئی بھی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق ہے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے تمام امور بیان کر دیے۔ جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح مسلم الفتن ۲۲' ۲۸۹۱' ۱۳۰' ۷' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں' حتیٰ کہ اہل جنت اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور اہل نار اپنے گھروں میں داخل ہو گئے۔ جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نبی ﷺ کی خصوصیات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا۔ یہ نبی ﷺ کا چھٹا وصف ہے' نیکی کا حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں' اور برائی سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ وہ شرک نہ کریں' رشوت اور تھوڑے معاوضہ کے بدلہ میں تورات کی آیتوں کا سودا نہ کریں' سیدنا محمد ﷺ کی صفات اور بشارت سے متعلق آیتوں کو لوگوں سے نہ چھپائیں' اللہ تعالیٰ کے صریح احکام کے مقابلہ میں اپنے علماء اور راہبوں کے اقوال کو ترجیح نہ دیں' اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو ترک کر دیں۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام دوسرے نبیوں اور رسولوں نے بھی کیا ہے' یہاں آپ کے اس وصف کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے' کیونکہ آپ نہایت حکمت اور عمدہ پیرائے کے ساتھ نیکی کا حکم دیتے تھے' قرآن مجید میں ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (النحل: ۱۲۵) حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے اور ان پر احسن طریقہ سے حجت قائم کیجئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اچانک ایک اعرابی آیا اور کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اس کو ڈانٹنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کا پیشاب منقطع نہ کرو' اس کو چھوڑ دو' پس انہوں نے اس کو چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا (امام بخاری کی روایت میں ہے:

Marfat.com

آپ نے فرمایا اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی بہادو' تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ (رقم الحدیث: ۲۲۰) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا یہ مساجد پیشاب یا کسی اور گندگی ڈالنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں' یہ تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر' نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے ہیں' یا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر آپ نے ایک شخص کو ایک ڈول پانی لانے کا حکم دیا اور اس پر بہادیا۔

(صحیح مسلم الطہارۃ ۱۰۰ (۲۸۵۰) ۶۴۸' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۲۸)

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا' نمازیوں میں سے کسی شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا یرحمک اللہ' تو نمازی مجھے گھور کر دیکھنے لگے' میں نے کہا اس کی ماں روئے تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ اور وہ اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مارنے لگے' تب میں نے جان لیا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں' سو میں چپ ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی' آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں' آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا نہ برا کہا۔ آپ نے فرمایا اس نماز میں لوگوں کے ساتھ باتیں کرنا جائز نہیں ہے۔ نماز میں تو صرف تسبیح' تکبیر اور قرآن کی قرأت ہوتی ہے۔ امام ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے: انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرح نرمی کرنے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۱-۹۳۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۵۰۲' مسند احمد ج ۵' ص ۴۴۸)

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی ﷺ اس آیت کا مصداق تھے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

تو اللہ کی کیسی (بے انتہا) رحمت سے آپ ان لوگوں کے لیے نرم دل ہو گئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔ (آل عمران: ۱۵۹)

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی ﷺ کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ کسی کام سے منع فرماتے تو اس کی حکمت بھی بیان فرمادیتے۔ مثلاً یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو لعنت کرے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کرے گا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ (جواب میں) اس کے باپ اور ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۳' صحیح مسلم الایمان ۱۴۶' (۹۰) ۲۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۲' مسند احمد ج ۲' ص ۲۱۶' ۲۱۴' ۱۹۵' ۱۶۴)

آپ کا منشاء یہ تھا کہ کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی نہ دے' لیکن آپ نے اس کو ایسے موثر انداز میں فرمایا کہ جب تم کسی کے ماں باپ کو گالی دو گے تو وہ تمہارے ماں باپ کو گالی دے گا اور اس طرح تم اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنو گے۔ چنانچہ فرمایا تم اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی ﷺ کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ آپ جس چیز کا حکم دیتے تھے خود اس پر زیادہ عمل کرتے تھے۔ آپ نے ہمیں پانچ فرض نمازیں پڑھنے کا حکم دیا اور خود بشمول تہجد چھ فرض پڑھتے تھے۔ آپ نے ہمیں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھنے کا حکم دیا اور خود وصال کے روزے رکھے جس میں بغیر افطار اور سحر کے

Marfat.com

روزے پر روزہ ہوتا ہے۔ اور یہ کئی کئی دن کے روزے ہوتے تھے۔ ہمیں مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ دینے کا حکم فرمایا اور خود اپنے پاس مطلقاً مال نہیں رکھتے تھے' ہمارے ترکہ میں وراثت جاری کی اور اپنا تمام ترکہ صدقہ قرار دیا' ہمیں چار بیویوں میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا۔

اور آپ کی چوتھی خصوصیت آپ کی اثر آفرینی تھی' آپ نے انبیاء سابقین کے مقابلہ میں تبلیغ کا سب سے کم وقت پایا اور سب سے زیادہ اپنے پیروکار چھوڑے۔ آپ نے خود فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں ان میں سے اسی (۸۰) اس امت کی صفیں ہوں گی اور باقی چالیس صفیں دوسرے انبیاء کی ہوں گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵) انبیاء سابقین کی تبلیغ سے انسان بھی بمشکل مسلمان ہوتے تھے' آپ کی تبلیغ سے انسان مسلمان ہوئے' جنات مسلمان ہوئے' گوہ اور ہرنی نے کلمہ پڑھا' شجر و حجر سلام عرض کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا ہمزاد بھی مسلمان ہو گیا!

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت و جبل سحر سحر

آج دنیا میں کسی نبی کے پیروکار اپنے نبی کی صحیح تعلیم پر قائم نہیں ہیں صرف آپ کی امت ہے جو آپ کی تعلیم پر قائم ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گی!

اشیاء کو حلال اور حرام کرنا نبی ﷺ کا منصب ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی یہ صفت بیان کی کہ "جو ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا' یہ نبی ﷺ کا ساتواں وصف ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جن پاک چیزوں کو انہوں نے اپنی خواہش سے حرام کر لیا ہے ان کو یہ نبی حلال کرے گا اور جن ناپاک چیزوں کو انہوں نے اپنی مرضی سے حلال کر لیا ہے ان کو یہ نبی حرام کرے گا' یا اس کا یہ معنی ہے کہ جو پاک چیزیں بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کر دی گئی تھیں ان کو یہ نبی حلال کر دے گا مثلاً حلال جانوروں کی چربی' اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کر دے گا مثلاً خون' مردار جانور اور شراب وغیرہ۔ جو چیزیں حرام ذریعہ آمدنی سے حاصل ہوں ان کو بھی حرام کر دے گا۔ مثلاً سود' رشوت اور جوا وغیرہ۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے کہ آپ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کر دیں۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی ایک مثل دی گئی ہے' سنو! عنقریب ایک شخص اپنے تخت پر سیر ہو کر بیٹھا ہو گا وہ یہ کہے گا کہ اس قرآن کو لازم رکھو' اس میں جو تم حلال پاؤ اس کو حلال قرار دو' اور اس میں جو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو' اور بے شک جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حرام قرار دیا وہ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا' سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے' اور نہ ہر کچلیوں سے شکار کرنے والا درندہ اور نہ راستہ میں پڑی ہوئی ذمی کی چیز سوا اس کے کہ اس کا مالک اس سے مستغنی ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۸۲' مسند احمد ج ۴' ص ۱۳۲' المستدرک ج ۱' ص ۱۰۹' المشکوۃ رقم الحدیث: ۱۶۴)

Marfat.com

الطیبات اور الخبائث کی تفسیر میں مذاہب اربعہ

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں الطیبات سے یہ مراد لینا واجب ہے کہ جو چیزیں طبیعت کے نزدیک پاکیزہ اور لذیذ ہیں وہ حلال ہیں اور نفع بخش چیزوں میں اصل حلت ہے' لہٰذا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ چیز جو نفس کے نزدیک پاکیزہ اور لذیذ ہے وہ حلال ہے' سوا اس کے کہ کسی اور شرعی دلیل سے وہ حرام ہو' اسی طرح الخبائث سے مراد وہ چیز ہے جو نفس اور طبیعت کے نزدیک گھناؤنی ہو اور اس کا استعمال صحت کے لیے مضر ہو وہ حرام ہے کیونکہ ضرر رساں چیزوں میں اصل حرمت ہے سو ایسی ہر چیز حرام ہے سوا اس کے کسی اور شرعی دلیل سے وہ حلال ہو' اسی قاعدہ کی بناء پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کتے کی بیع حرام ہے' کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کتا خبیث ہے اور اس کی ثمن (قیمت) خبیث ہے اور جب وہ خبیث ہے تو پھر حرام ہے' کیونکہ اس آیت میں ہے وہ تم پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں نیز خمر (انگور کے کچے شیرہ سے بنی ہوئی شراب) حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رجس (نجس) فرمایا ہے۔ (المائدہ: ۹۰) اور نجس چیز خبیث ہے اور خبیث چیز حرام ہے پس خمر حرام ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۸۲' ۳۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں:

ان پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں جو ان پر حرام تھیں جیسے چربی (یا اونٹ) اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں جیسے خون' خنزیر کا گوشت اور سود اور رشوت۔ (تفسیر البیضاوی مع الکازرونی ج ۳' ص ۶۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پاک چیزیں حلال ہیں اور خبیث چیزیں حرام ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا خبائث خنزیر کا گوشت اور سود وغیرہ ہیں۔ اسی بنا پر امام مالک نے گھناؤنی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے مثلاً سانپ بچھو اور گبریلا وغیرہ' اور امام شافعی کے نزدیک طیبات سے مراد لذیذ چیزیں ہیں لیکن یہ اپنے عموم پر نہیں ہے ورنہ شراب اور خنزیر بھی حلال ہو' بلکہ یہ ان کے ساتھ خاص ہے جن کو شریعت نے حلال قرار دیا' اور ان کے نزدیک خبیث کا لفظ محرمات شرعیہ میں عام ہے۔ اور ان کے نزدیک گھناؤنی چیزیں بھی خبیث ہیں' اس لیے وہ بچھو' گبریلے اور گرگٹ کو حرام کہتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

طیبات میں چار قول ہیں:

۱- اس سے مراد حلال چیزیں ہیں' یعنی آپ حلال چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔

۲- جن چیزوں کو عرب پاک قرار دیتے تھے۔

۳- اس سے مراد چربی ہے جو بنو اسرائیل پر حرام کی گئی تھی۔

۴- اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو مشرکین عرب حرام کہتے تھے۔

یعنی بحیرہ (جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور اس کا آخری بچہ نر ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے' پھر نہ اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے' نہ پانی اور چارے سے ہنکاتے اور اس کو بحیرہ کہتے) اور سائبہ (جب سفر درپیش ہوتا یا کوئی شخص بیمار ہوتا تو وہ یہ نذر مانتے کہ اگر میں سفر سے خیریت سے واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہے' اس سے بھی بحیرہ کی طرح نفع اٹھانا

Marfat.com

حرام ہوتا اور اس کو بھی کھانے پینے کے لیے آزاد چھوڑ دیتے) اور وصیلہ (بکری جب سات بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو صرف مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر نر اور مادہ دونوں ہوتے تو کہتے یہ اپنے بھائی سے مل گئی ہے اس کو وصیلہ کہتے' اس سے بھی نفع اٹھانا حرام ہوتا اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے) اور حام (جب اونٹ دس مرتبہ گابھن کر دیتا تو اس کو حامی کہتے اس سے نفع اٹھانا حرام کہتے اور اس کو کھانے پینے کے لیے آزاد چھوڑ دیتے) یہ تعریفیں علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ نے مدارک التنزیل ج ۱' ص ۵۳۲ علی ہامش الخازن میں ذکر کی ہیں۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روک دیا جاتا پس کوئی شخص اس کا دودھ نہ دوہتا تھا' اور سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی' اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار نر جنتی اور دوسری بار مادہ' اس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے بشرطیکہ وہ اس طرح دو اونٹنیاں جنتی کہ ان کے درمیان نر نہ ہوتا' اور جو اونٹ مخصوص عدد کے مطابق گابھن کرتا اس کو حام کہتے تھے اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۲۳)

اور الخبائث میں تین قول ہیں:

۱- اس سے مراد حرام چیزیں ہیں۔
۲- جن چیزوں کو عرب خبیث سمجھتے تھے اور ان کو نہیں کھاتے تھے مثلاً سانپ اور حشرات الارض۔
۳- جن چیزوں کو مشرکین عرب حلال سمجھتے تھے' مثلاً مردار' خون اور خنزیر کا گوشت۔

(زاد المسیر ج ۳' ص ۲۷۳' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ملا احمد جون پوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

الطیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ان پر حرام کر دی گئی تھیں' مثلاً چربی وغیرہ یا جو چیزیں شریعت میں حلال ہیں مثلاً جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا۔ سوا ان چیزوں کے جن کو کسب حرام سے حاصل کیا گیا ہو' اور الخبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نجس ہوں جیسے خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو' یا جو چیزیں حکماً خبیث ہوں جیسے سود اور رشوت وغیرہ اور دوسری چیزیں جو کسب حرام سے حاصل کی گئی ہوں' فقہاء نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مچھلی کے علاوہ سمندری جانور حرام ہیں۔ کیونکہ وہ سب خبیث ہیں (کیونکہ ان سے گھن آتی ہے) اس میں امام شافعی پر رد ہے۔ کیونکہ وہ تمام سمندری جانوروں کو حلال کہتے ہیں۔ (التفسیرات الاحمدیہ ص ۴۲۱' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' پشاور)

لاامام شافعی کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں اور امام مالک کے نزدیک جن سمندری جانوروں کی نظیر خشکی میں حرام ہے وہ سمندر میں بھی حرام ہیں' مثلاً خنزیر اور کتا۔ باقی سمندری جانور ان کے نزدیک حلال ہیں اور ان کے نزدیک وہ خبیث نہیں ہیں کیونکہ ان کو ان سے گھن نہیں آتی اور دراصل گھن کھانا ایک اضافی چیز ہے۔ بعض لوگوں کو بعض چیزوں سے گھن آتی ہے اور بعض دوسروں کو نہیں آتی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی ﷺ کا آٹھواں اور نواں وصف ذکر فرمایا جو ان سے بوجھ اتارے گا اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اتارے گا۔ (الاعراف: ۱۵۷)

بنو اسرائیل کے بوجھ اور ان کے طوق کا اتارنا

اس سے مراد وہ شدید احکام ہیں جو بنو اسرائیل پر فرض کیے گئے تھے۔

Marfat.com

حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ ابو موسیٰ ایک بوتل میں پیشاب کر رہے تھے' انہوں نے کہا بنو اسرائیل کو جب پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے۔

(مسند احمد ج ۹' رقم الحدیث: ۲۳۳۰۸' طبع جدید دار الفکر' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۸۳)

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے جب کوئی گناہ کرتا تو اس کے گھر کے دروازے پر لکھ دیا جاتا تھا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے اہل اور مال کے ساتھ گھر سے نکل کر دشمن کے مقابلہ کو جاؤ حتیٰ کہ تم سب پر موت آ جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۸۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

مال غنیمت ان پر حلال نہیں تھا' اس کو ایک آگ آکر جلا دیتی تھی' ہفتہ کے دن شکار کرنا ممنوع تھا' گنہ گار عضو کو کاٹنا لازم تھا' قتل خطا ہو یا قتل عمد اس میں قصاص لازم تھا' دیت مشروع نہ تھی' تیمم کی سہولت نہ تھی' مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔

سیدنا محمد ﷺ نے ان تمام مشکل اور شدید احکام کے بوجھ اور طوق اتار دیے اور ان کے مقابلہ میں آسان احکام مشروع فرمائے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے نو اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (الاعراف: ۱۴۷)

اس آیت میں نور سے مراد قرآن مجید ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید آپ کے ساتھ نازل نہیں ہوا' بلکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اس کا امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید آپ کی نبوت کے ساتھ نازل ہوا ہے اور یہاں پر یہی معنی مراد ہے اور علامہ آلوسی نے یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید آپ کے بھیجنے کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ بہرحال نور سے مراد قرآن مجید ہے اور آیت کے اس حصہ میں دو مضمون ہیں' ایک مضمون یہ ہے کہ ایمان وہ معتبر ہے جو آپ کی تعظیم کے ساتھ ہو اور جس نے آپ کی تعظیم نہیں کی وہ مومن نہیں ہے' اور دوسرا مضمون یہ ہے کہ آپ کی تعظیم اور توقیر کرنے کا حکم مقدم ہے اور قرآن مجید کی اتباع کرنے کا حکم موخر ہے' پہلے ہم آپ کی تعظیم اور توقیر کو بیان کر رہے ہیں۔

نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

۱- سورۃ الاعراف: ۱۵۷ میں نبی ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرنے اور آپ کی نصرت اور حمایت کرنے کا صراحۃً حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل آیات میں بھی صراحت کے ساتھ نبی ﷺ کی تعظیم اور توقیر کا حکم فرمایا ہے:

۲- اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ‏ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝ (الفتح: ۹-۸)

بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ۝ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح و شام کو اللہ کی تسبیح کرو۔

۳- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (الحجرات: ۱)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ رمضان کے مہینہ سے پہلے روزے رکھنا مقدم کرتے اور نبی ﷺ سے پہلے روزے رکھنا شروع کر دیتے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (المعجم الاوسط ج ۳، رقم الحدیث: ۲۷۳۴، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۰۷ھ)

امام عبد بن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے قربانی کے دن نبی ﷺ سے پہلے ذبح کر دیا تو ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ ذبح کریں اور یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (جامع البیان جز ۲۶، ص ۱۵۱، الدر المنثور ج ۷، ص ۵۴۷)

امام ابن جریر، امام ابی حاتم اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کو نبی ﷺ کے کلام کرنے سے پہلے کلام کرنے سے منع کیا گیا۔

(جامع البیان جز ۲۶، ص ۱۵۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰، ص ۳۳۰۲، الدر المنثور ج ۷، ص ۵۴۶)

امام بخاری نے مجاہد سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی شرعی حکم نہ بیان کرو (کوئی فتویٰ نہ دو) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی زبان سے فیصلہ فرمائے۔

(صحیح البخاری باب ۴۹، جامع البیان جز ۲۶، ص ۱۵۰، الدر المنثور ج ۷، ص ۵۴۷، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶، ص ۲۷۴)

۴۔ يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات: ۲)

اے ایمان والو اس (عظیم) نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، اور ان کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے باتیں کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

ابن ابی ملیکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریب تھا کہ دو سب سے افضل مسلمان ہلاک ہو جاتے، جب بنو تمیم کی جماعت نبی ﷺ کے پاس آئی تو ان میں سے ایک (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان پر اقرع بن حابس کو امیر بنائیے جو بنو مجاشع کا بھائی ہے اور دوسرے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کسی اور کو امیر بنانے کے لیے کہا، نافع نے کہا مجھے اس کا نام یاد نہیں ہے پس حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کر رہے ہو، حضرت عمر نے کہا تم میری مخالفت کا ارادہ کر رہے ہو، حتیٰ کہ اس معاملہ میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔

حضرت ابن الزبیر کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات بلند آواز سے نہیں کہتے تھے بہت پست آواز سے بات کرتے حتیٰ کہ حضور ان سے پوچھتے کہ کیا کہا ہے، حضرت ابن الزبیر نے اپنے نانا یعنی حضرت ابوبکر کا ذکر نہیں کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۰۱، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۱۴، مسند احمد ج ۴، ص ۴، جامع الاصول ج ۲، رقم الحدیث: ۸۰۹، جامع البیان جز ۲۷، ص ۱۵۵۔۱۵۴، الدر المنثور، ج ۷، ص ۵۴۸۔۵۴۷)

امام بزار، امام ابن عدی، امام حاکم اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ، اب میں آپ سے صرف آہستہ آہستہ بات کروں گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۵۷، المستدرک ج ۳، ص ۷۴، الدر المنثور، ج ۷، ص ۵۴۸)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اس (عظیم) نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو (الحجرات: ۲) تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا میں اہل دوزخ میں سے ہوں اور نبی ﷺ کے پاس آنے سے رک گئے۔ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے ان کے متعلق پوچھا: اے ابو عمرو! ثابت کو کیا ہوا؟ کیا وہ بیمار ہیں' حضرت سعد نے کہا وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے ان کی بیماری کا کوئی علم نہیں ہے' پھر حضرت سعد' حضرت ثابت کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق پوچھ رہے تھے' حضرت ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بولتا ہوں' لہٰذا میں اہل دوزخ سے ہوں' حضرت سعد نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں وہ اہل جنت سے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۶' صحیح مسلم الایمان' ۱۸۷(۱۱۹) ۳۰۷' جامع البیان جز ۲۶' ص ۱۵۴)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ زہری نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس نے کہا اے نبی اللہ! مجھے خوف ہے کہ میں ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور میں بلند آواز سے بولنے والا ہوں! اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ پسند نہ کرو کہ تمہاری اس کام پر تعریف کی جائے جس کو تم نے کیا ہو اور میں اپنے آپ کو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی تعریف چاہتا ہوں' اور اللہ تعالیٰ نے تکبر سے منع کیا ہے اور میں حسن و جمال کو پسند کرتا ہوں' آپ نے فرمایا اے ثابت! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ زندگی میں تم نیک نام ہو اور تمہیں شہادت کی موت آئے اور تم جنت میں داخل ہو' سو انہوں نے نیک نامی کے ساتھ زندگی گزاری اور مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(جامع البیان جز ۲۶' ص ۱۵۴' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن حبان' امام طبرانی اور ابو نعیم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے' الدر المنثور ج ۷' ص ۵۴۹)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کا حکم دینا اور آپ سے گفتگو کرتے وقت آواز کو پست رکھنا' اور بعض علماء نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند کرنے کو بھی منع کیا ہے اور بعض علماء نے علماء کے سامنے بھی آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں' قاضی ابو بکر بن العربی نے کہا کہ حیات میں اور بعد از وفات نبی ﷺ کا احترام یکساں ہے' اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ آپ کے سامنے آواز بلند نہ کرے نہ آپ سے اعراض کرے۔

اس آیت سے یہ مقصود نہیں ہے کہ آپ کے سامنے اس طرح بلند آواز سے بات نہ کرو جس سے استخفاف اور اہانت مترشح ہو کیونکہ یہ کفر ہے اور اس آیت کے مخاطب مومن تھے' بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ انتہائی پست آواز سے آپ کے سامنے بات چیت کی جائے جیسا کہ کسی بارعب اور پر ہیبت شخص کے سامنے ادب کے ساتھ پست آواز میں بات کی جاتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶' ص ۲۰۷-۲۰۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے:

عروہ نے نبی ﷺ کے اصحاب کو بہ غور دیکھنا شروع کیا' اس نے کہا بہ خدا رسول اللہ ﷺ جب بھی تھوکتے تھے' تو کوئی نہ کوئی صحابی اپنا ہاتھ آگے کر دیتا' پھر اس لعاب مبارک کو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں پر ملتا اور جب آپ کسی کام کا حکم دیتے تو

Marfat.com

سب اس کام کو کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتے کہ لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے' اور جب آپ بات کرتے تو آپ کے سامنے سب خاموش ہو جاتے' آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو گھور کر نہیں دیکھتے تھے' جب عروہ کفار قریش کی طرف واپس گیا تو اس نے کہا اے میری قوم! بہ خدا میں کئی بادشاہوں' قیصرو کسریٰ اور نجاشی کے پاس وفد بنا کر گیا ہوں اور بہ خدا میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم کی جاتی ہو' جیسی تعظیم اصحاب محمد (سیدنا) محمد ﷺ کی کرتے ہیں' بہ خدا جب وہ تھوکتیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اس کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتا ہے پھر اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا ہے' اور جب وہ کسی کام کا حکم دیں تو اس کو کرنے کے لیے سب ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں' اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے وہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے ہیں' اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں' وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو گھور کر نہیں دیکھتے۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۲-۲۷۳۱' مسند احمد ج ۴' ص ۳۳۰' ۳۲۹' طبع قدیم دار الفکر)

رسول اللہ ﷺ کے ادب' اجلال اور احترام کا صحابہ کرام اس طرح لحاظ کرتے تھے کہ آپ سامنے بالکل ساکت اور جامد بیٹھے رہتے تھے' اور مطلقاً ہلتے بھی نہیں تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ان کے ہلنے سے وہ پرندے اڑ جائیں گے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے' ہم ایک قبر کے پاس پہنچے اور جب لحد بنائی جا رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ (الحدیث)

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۹' مسند احمد ج ۴' ص ۲۹۵-۲۸۷-۲۷۸' طبع قدیم دار الفکر' بیروت)

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ (الحجرات: ۳)

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں' (یہ) وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے' ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا ثواب ہے۔

امام ابن جریر لکھتے ہیں: جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے بات کرتے وقت آواز پست رکھتے ہیں' ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی ادائیگی اور گناہوں سے اجتناب کے لیے خاص اور مصفی کر لیا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ الحجرات: ۲ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بہت پست آواز میں بات کرتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶' ص ۲۸۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یعنی نبی ﷺ کی تعظیم اور تکریم اور آپ کے ادب اور احترام کا صلہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجر عظیم ہے اور آپ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنا اور آپ کے ادب اور احترام کی رعایت نہ کرنا اپنے تمام نیک اعمال کو ضائع کرنا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ (الحجرات: ۴)

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں سے باہر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو' اگر

Marfat.com

یہ نبی ہیں تو ہم اور لوگوں کی بہ نسبت سعادت حاصل کریں گے اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو ہم ان کے زیر سایہ رہیں گے' میں ان کو نبی ﷺ کے پاس لے گیا اور آپ کو بتایا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے' پھر وہ نبی ﷺ کے حجروں کے پاس گئے اور زور سے پکارنے لگے' یا محمد یا محمد تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۱۲۳' جامع البیان جز ۲۷' ص ۱۵۸-۱۵۷)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: دوپہر کے وقت نبی ﷺ آرام فرما رہے تھے تو کچھ لوگ آ کر پکارنے لگے یا محمد' یا محمد' ہمارے پاس آئیں' آپ بیدار ہو کر باہر آئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶' ص ۲۸۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات: ۵)

اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ (خود) ان کی طرف باہر آتے تو یہ ان کے لیے زیادہ اچھا تھا' اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو نیند سے بیدار کرنا بھی آپ کے ادب اور احترام کے خلاف ہے اور آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا بھی آپ کے ادب اور احترام کے خلاف ہے' البتہ یا محمد کہہ کر خوشی سے نعرہ لگانا یا آپ کو یاد کرنے کے لیے یا محمد کہنا آپ کو متوجہ کرنے کے لیے یا محمد کہنا جائز ہے اور یا محمد کہہ کر آپ کو بلانا ناجائز ہے' یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کر آپ کو بلانا چاہیے' سورۃ الحجرات کی یہ تمام آیات آپ کے ادب اور احترام اور آپ کے اجلال اور اکرام پر دلالت کرتی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ: ۱۰۴)

اے ایمان والو! (اپنے رسول کو) راعنا نہ کہو' انظرنا (ہم پر نظر کریں) کہو اور خوب سن لیا کرو' اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ سے راعنا کہتے تھے' یعنی ہماری رعایت فرمائیے۔ اور ہماری طرف التفات اور توجہ فرمائیے' جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر کہتے تھے' راعنا' ہماری رعایت فرمائیں' یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لیے تھا' اور اس کا معنی تھا' سنو تمہاری بات نہ سنی جائے' انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہنے لگے کہ پہلے ہم ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اور اب لوگوں اور بر سر محفل ان کو بددعا دینے کا موقع ہاتھ آگیا ہے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے' اور آپس میں ہنستے تھے' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو یہود کی لغت کا علم تھا' انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو انہوں نے کہا تم پر اللہ کی لعنت ہو' اگر میں نے آئندہ تم کو نبی ﷺ سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' یہود نے کہا کیا تم لوگ یہ لفظ نہیں کہتے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہا گیا (جب کوئی بات سمجھ نہ آئے) تو تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو (ہم پر نظر رحمت اور مہربانی فرمائیں) تاکہ یہود کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ صحیح لفظ کو غلط معنی میں استعمال کریں اور پہلے ہی نبی ﷺ کی بات غور سے سن لیا کرو تاکہ یہ نوبت نہ آئے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲' ص ۵۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی راعنا کہنے سے منع فرمایا گیا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا

بعض یہود اللہ کے کلمات کو اس کے سیاق و سباق سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی' (اور آپ سے کہتے ہیں) سنیے در آنحالیکہ آپ کی بات نہ سنی گئی ہو اور

Marfat.com

فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء: ۴۶)

دین میں طعن کرنے کے لیے اپنی زبان کو موڑ کر راعنا کہتے ہیں' اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر (کرم) فرمائیں تو یہ (ان کے حق میں) بہت اچھا اور بہت درست ہوتا' لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرما دی تو صرف قلیل لوگ ایمان لائیں گے۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ وہ زبان موڑ کر راعنا کی جگہ راعن کہتے تھے اور راعن کے معنی خطا ہیں تو وہ اس لفظ میں تحریف کر کے آپ کو خطا کرنے والا کہتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور اس کا سدباب کرنے کے لیے مسلمانوں کو راعنا کہنے سے منع فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے شرعی حکم کی تحقیق

رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے میں ائمہ مذاہب کے مختلف قول ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو۔ آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحتاً ہو یا کنایتاً ہو یا تعریضاً ہو یا تلویحاً ہو۔ اسی طرح کوئی شخص آپ کو بددعا کرے' آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے' آپ کے عوارض بشریہ یا آپ کے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

محمد بن سحنون نے کہا ہے: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی اہانت کرنے والا اور آپ کی تنقیص (آپ کی شان میں کمی) کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کرنا ہے' اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (الشفاء ج ۲' ص ۱۹۰' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی' ملتان)

بعض فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی' علامہ علائی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو گیا ہو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے (خواہ وہ خود توبہ کرے یا اس کی توبہ پر گواہی ہو) اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی کو گالی دینا بندے کا حق ہے اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(در مختار علی الرد' ج ۳' ص ۴۰۰' مطبع عثمانیہ استنبول)

علامہ شامی حنفی عدم قبول توبہ کی تشریح کرتے ہیں:

کیونکہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی' اسی طرح البحر الرائق میں ہے۔ (رد المحتار ج ۳' ص ۴۰۰' مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول)

بعض فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے۔ علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے نبی ﷺ کو صراحتاً گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے' اور ائمہ شافعیہ میں سے علامہ ابوبکر فاسی نے کتاب الاجماع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے نبی ﷺ کو قذف صریح کے ساتھ گالی دی اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے' اگر وہ توبہ کرے گا تب بھی اس سے قتل ساقط نہیں ہو گا کیونکہ یہ حد قذف ہے اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ (فتح الباری ج ۱۲' ص ۲۸۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور)

احناف اور شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا' خواہ اس نے توبہ کر لی ہو' امام مالک کی مشہور روایت اور حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب ہے کہ توبہ کے بعد اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا خواہ مذاق سے' خواہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے استہزاء کیا یا اس کی ذات سے یا اس کے رسولوں سے یا اس کی کتابوں سے وہ کافر ہو گیا۔

(المغنی ج ۹' ص ۳۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ: ۶۶-۶۵)

اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے' آپ کہیے کیا تم اللہ تعالیٰ' اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے تھے؟ اب عذر نہ پیش کرو کیونکہ تم ایمان لانے کے بعد یقیناً کافر ہو چکے ہو۔

مشہور آزاد محقق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

محمد بن سحنون فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے متعلق عذاب الٰہی کی وعید ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے' اور اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے' اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس اجماع کو بیان کیا ہے' اور اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو امام مالک اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور عنقریب ہم اس کی عبارت نقل کریں گے۔ اور امام احمد اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے' امام احمد نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے' حنبل کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (امام احمد) سے سنا وہ فرماتے تھے جس شخص نے نبی ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی خواہ مسلمان ہو یا کافر' اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔ (الصارم المسلول ص ۴' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان)

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

جان لو کہ امام مالک' ان کے اصحاب' سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا نہ بطور کفر' شیخ ابوالحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے۔ ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عند اللہ

Marfat.com

مومن قرار پائے گا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲ مطبوعہ ملتان)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے' اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی' لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ تتف وغیرہ سے منقول ہے' جب رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کا یہ حکم ہے تو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بطریق اولیٰ یہی ہو گا کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے۔

بہرحال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۴-۴۰۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ' استنبول)

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ رسول کی (دنیاوی احکام میں) توبہ قبول نہیں ہو گی اور اس کو قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ (دنیاوی احکام میں) اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

فقہاء اسلام کی عبارات کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والا مرتد ہے اور واجب القتل ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مرتد وہ شخص ہو گا جو پہلے مسلمان ہو' اگر کوئی غیر مسلم نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا کیا حکم ہے' سو اس کا حکم بھی یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا اور گستاخی کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ یا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی علیہ السلام کے متعلق ایسا لفظ بولے یا ایسا لفظ لکھے جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو تو ایسے شخص کو قتل کردیا جائے گا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ (انبیاء سابقین سے مراد وہ نبی ہیں' جن کی نبوت تمام سچے مذاہب میں مسلم ہو۔)

احادیث اور آثار میں غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کی تصریحات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ' کعب کے پاس گئے اور کہا اس شخص نے یعنی نبی ﷺ نے ہمیں تھکا دیا ہے اور ہم سے صدقہ کا سوال کرتا رہتا ہے نیز کہا بہ خدا تم اس کو ضرور ملال میں ڈال دو گے' اور کہا ہم نے اس کی پیروی کی ہے اور اب ہم اس کو چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں' حتیٰ کہ ہم جان لیں کہ آخر کار ماجرا کیا ہو گا' وہ اسی طرح کعب بن اشرف سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ موقع پا کر اس کو قتل کردیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۳۷' ۲۵۱۰' ۳۰۳۱' ۳۰۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا کی باندی ام ولد تھی۔ وہ نبی ﷺ کو برا کہتی تھی اور آپ کو سب و شتم کرتی تھی' وہ نابینا اس کو منع کرتے رہتے تھے اور وہ باز نہیں آتی تھی' ایک رات جب وہ نبی ﷺ کو سب و شتم کر رہی تھی انہوں نے آکر مغول (گیتی یا بھاوڑا' پیکان والی لاٹھی) لے کر اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا۔ حتیٰ کہ اس کو قتل کردیا اور اس کی ٹانگوں میں ایک بچہ آکر اس کے خون میں لتھڑ گیا' صبح کو لوگوں نے نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے سب لوگوں

Marfat.com

کو جمع کر کے فرمایا جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے وہ نابینا لوگوں کو پھلانگتا ہوا آیا اور نبی ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہا یا رسول اللہ! میں اس باندی کا مالک ہوں وہ آپ کو سب و شتم کرتی تھی اور برا کہتی تھی میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے بھی ہوئے اور وہ میری رفیقہ تھی گزشتہ رات وہ پھر آپ کو سب و شتم کر رہی تھی اور برا کہہ رہی تھی' میں نے اس کے پیٹ پر گیتی رکھ کر اس کو دبایا حتی کہ اس کو قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا سنو! گواہ ہو جاؤ کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔ (یعنی اس کا کوئی قصاص یا تاوان نہیں ہوگا)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۳۶۱' سنن نسائی رقم الحدیث:۴۰۸۱' المطالب العالیہ رقم الحدیث:۱۹۸۵)

حضرت عرفۃ بن الحارث کو مصر کا ایک نصرانی ملا جس کا نام مذقون تھا' انہوں نے اس کو اسلام کی دعوت دی' اس نصرانی نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی' انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کے پاس یہ معاملہ پیش کیا' انہوں نے حضرت عرفہ سے کہا ہم ان سے عہد کر چکے ہیں' حضرت عرفہ نے کہا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء پر عہد کریں' ہم نے ان سے صرف اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان کو ان کے گرجوں میں عبادت کرنے دیں گے' اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان کی حفاظت کے لیے لڑیں گے' اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ آپس میں اپنے مذہب کے مطابق عمل کریں گے' لیکن جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا تم نے سچ کہا۔

(المعجم الاوسط ج ۹' رقم الحدیث: ۸۷۴۳' مطبوعہ ریاض' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹' ص ۲۰۰' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۹۸۷)

حضرت عمیر بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بہن مشرکہ تھی۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس جاتے تو وہ آپ کو سب و شتم کرتی اور آپ کو برا کہتی' انہوں نے ایک دن اس کو تلوار سے قتل کر دیا' اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ہم کو معلوم ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ کیا امن دینے کے باوجود اس کو قتل کیا گیا ہے' اور ان لوگوں کے ماں باپ مشرک تھے' حضرت عمیر کو یہ خوف ہوا کہ یہ لوگ کسی اور بے قصور کو قتل کر دیں گے' انہوں نے نبی ﷺ کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنی بہن کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ آپ کے متعلق مجھے ایذا پہنچاتی تھی' نبی ﷺ نے اس کے بیٹوں کے پاس کسی کو بھیجا تو انہوں نے کسی اور کا نام لیا جو اس کا قاتل نہیں تھا' نبی ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷' رقم الحدیث: ۱۳۴' ص ۶۵۔ ۶۴' مطبوعہ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئی' نبی ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (السنن الکبریٰ ج ۹' ص ۲۰۰' طبع بیروت)

حصین بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پاس ایک راہب کو لایا گیا اور بتایا گیا کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرتا ہے' انہوں نے کہا اگر میں سنتا تو اس کو قتل کر دیتا' ہم نے ان کو اس لیے امان نہیں دی کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کریں۔

(المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۹۸۶' طبع بیروت)

غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کو جو حیلہ سے قتل کیا تھا اس کے سبب اور اس کے جواب میں علماء کا اختلاف ہے' امام المازری نے کہا انہوں نے اس کو حیلہ سے اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے نبی ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ

Marfat.com

دیا تھا' اور وہ آپ کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو سب و شتم کرتا تھا۔ اور اس نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا اور وہ آپ کے خلاف لڑنے والوں کے ساتھ شریک جنگ ہوا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸' ص ۵۰۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ذمی سے کیا ہوا معاہدہ ختم ہو جاتا ہے خواہ اس کی شرط ہو یا نہ ہو' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مقدمہ آیا کہ کسی غیر مسلم نے کسی مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے تم سے اس لیے صلح نہیں کی تھی اور اس کو بیت المقدس میں سولی پر لٹکایا گیا' اور حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ ایک راہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا ہے' انہوں نے کہا اگر میں سنتا تو اس کو قتل کر دیتا' ہم نے اس کو اس لیے امان نہیں دی تھی۔ (الکافی ج ۴' ص ۱۸۴' مطبوعہ بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے اس کو قتل کرنا واجب ہے خواہ وہ غیر مسلم ذمی ہو' اس میں امام ابو حنیفہ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ اس صورت میں ذمی کے قتل کو جائز نہیں کہتے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۶' ص ۴۴۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جمہور فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ جو غیر مسلم ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں۔

اس طرح اگر کوئی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً سب و شتم کرتی ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ ابو اسحٰق ہمدانی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک یہودی عورت کو سنا وہ آپ کو گالی دے رہی تھی اور بخدا یا رسول اللہ! وہ میرے ساتھ نیکی کرتی تھی لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (شرح السیر الکبیر ج ۴' ص ۴۱۸-۴۱۷' مطبوعہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں اس کے ساتھ ہوں جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے والے کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴' ص ۱۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ جب کوئی شخص علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ سیر ذخیرہ میں یہ تصریح ہے کہ امام محمد نے فرمایا جب کوئی عورت علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عدی نے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتی تھی انہوں نے رات میں اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کی تعریف فرمائی۔

(الدر المختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۳' ص ۲۸۰-۲۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو شخص علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے یا عادۃً "سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ عورت ہو۔

(رد المحتار' ج ۳' ص ۲۷۸' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

Marfat.com

نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر میں صحابہ کرام کا عمل

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا' اور نہ آپ سے بڑھ کر کوئی میری نگاہ میں بزرگ تھا اور آپ کے اجلال کی وجہ سے میں نگاہ بھر کر آپ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا' اور اگر مجھ سے یہ سوال کیا جاتا کہ میں آپ کا حلیہ مبارکہ بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا تھا' کیونکہ میں نے آپ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ (صحیح مسلم ایمان' ۱۹۲' (۱۲۱) ۳۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب مہاجرین اور انصار کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی ہوتے تھے' پس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا کوئی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا' وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے اور وہ آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ (الحدیث) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حجام رسول اللہ ﷺ کا سر مونڈ رہا تھا' اور صحابہ کرام ؓ نے آپ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا اور جب بھی آپ کا کوئی بال مبارک گرتا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں ہوتا۔

(صحیح مسلم الرؤیا: ۷۵' (۲۳۲۵) ۵۹۲۹)

قضیہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو مکہ میں مشرکین کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان سے کہا تم کعبہ کا طواف کر لو' تو حضرت عثمان نے کہا میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف نہ کر لیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۴' ص ۱۳۵۔۱۳۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے اس کو برسوں ٹالتا رہا۔ (الشفا' ج ۲' ص ۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وفات کے بعد بھی نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم

قاضی عیاض ابو الفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

وفات کے بعد بھی نبی ﷺ کی توقیر اور تعظیم لازم ہے' جس طرح آپ کی حیات میں لازم تھی اور اس کا موقع وہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جائے' آپ کی حدیث کا ذکر کیا جائے اور آپ کی سنت کا ذکر کیا جائے اور آپ کا نام مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کا سماع کیا جائے اور آپ کی آل اور عترت کے ساتھ کوئی معاملہ کیا جائے' اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کی تعظیم کی جائے۔

ابو ابراہیم تجیبی نے کہا ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ خضوع اور خشوع کی حالت میں ہو اور اس کی حرکات اور سکنات سے وقار ظاہر ہو اور اس پر اسی طرح ہیبت طاری ہو جیسے وہ آپ کے سامنے مودب کھڑا ہے۔

امیر المومنین ابو جعفر نے امام مالک سے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں مناظرہ کیا' امام مالک نے ان سے کہا امیر المومنین! آپ اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ: تم نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو

Marfat.com

اونچا نہ کرو' اور نہ آپ کے سامنے اس طرح بلند آواز سے بولو جس طرح تم آپس میں بلند آواز سے بولتے ہو' (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔ (الحجرات: ۲)

اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مذمت کی جو آپ کو حجروں سے باہر سے پکار کر بلاتی تھی اور ان کو بے عقل فرمایا اور آپ کا احترام اب بھی اسی طرح ہے جس طرح زندگی میں آپ کا احترام تھا۔

خلیفہ ابو جعفر نے امام مالک کی بات کو تسلیم کر لیا اور پوچھا: جب میں رسول اللہ ﷺ کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہو کر دعا کروں تو آپ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف منہ کروں؟ امام مالک نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ سے اپنا رخ کیوں پھیرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں' بلکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کیجئے اور آپ سے شفاعت طلب کیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں شفاعت کو قبول فرمائے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو وہ آپ کے پاس آجاتے' پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول (بھی) ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان پاتے۔ (النساء: ۶۴)

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ امام مالک کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' اور وہ اسی وقت جھک جاتے' جب امام مالک سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا محمد بن المنکدر سید القراء تھے ہم جب ان سے کسی حدیث کے متعلق پوچھتے تو ان پر اس قدر گریہ طاری ہوتا کہ ہم ان کے لیے رحم کی دعا کرتے اور میں نے حضرت جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا وہ بہت ہنس مکھ اور پر مزاح شخص تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا اور میں نے ان کو کبھی بغیر وضو کے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر امام مالک نے بیان کیا کہ......

عبدالرحمن بن قاسم نبی ﷺ کا ذکر کرتے تو ان کے رنگ کی طرف دیکھا جاتا' لگتا تھا کہ ان کا خون نچوڑ لیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ہیبت سے ان کی زبان خشک ہو گئی ہے' اور عامر بن عبداللہ بن الزبیر کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ختم ہو جاتے' اور زہری بہت خوش مزاج اور ملنسار شخص تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو لگتا تھا کہ وہ اپنے مخاطب کو بالکل نہیں پہچانتے' یعنی رسول اللہ ﷺ کے تصور میں اس طرح مستغرق ہو جاتے کہ گرد و پیش سے بیگانہ اور بے خبر ہو جاتے۔ صفوان بن سلیم بہت بڑے عابد اور زبردست مجتہد تھے ان کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے' اور ابن سیرین ہنستے رہتے تھے اور جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ذکر کی جاتی تو ان پر خشوع طاری ہو جاتا' اور عبدالرحمان بن مہدی جب نبی ﷺ کی حدیث پڑھتے تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور یہ آیت پڑھتے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات: ۲) اور اس کی یہ تاویل کرتے کہ جس طرح نبی ﷺ کے بات کرتے وقت خاموش ہونا ضروری ہے اسی طرح اس وقت خاموش ہونا ضروری ہے' جب آپ کی حدیث پڑھی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ادب اور احترام

ابراہیم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس' امام ابو حازم کی مجلس کے پاس سے گزرے وہ اس وقت حدیث بیان کر رہے تھے' امام مالک وہاں سے چلے گئے اور کہا میرے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو سننا ناپسند کیا۔

Marfat.com

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن المسیب سے ایک حدیث پوچھی وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے' وہ اٹھ کر بیٹھ گئے پھر حدیث بیان کی اور کہا میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں لیٹ کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں۔

ابو مصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس ہمیشہ باوضو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے تھے۔

مصعب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس جب حدیث بیان کرتے تو وضو کرتے' تیار ہوتے' عمدہ لباس پہنتے' پھر حدیث بیان کرتے۔ ابن ابی اویس نے کہا کہ امام مالک راستہ میں یا کھڑے ہوئے یا جلدی کے وقت حدیث بیان کرنا ناپسند کرتے تھے۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا میں امام مالک کے پاس تھا' وہ ہم کو حدیث بیان کر رہے تھے' ان کو بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنک مارا' ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ گیا لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث منقطع نہیں کی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو لوگوں نے آپ کے چہرے کے تغیر کا سبب پوچھا' امام مالک نے فرمایا ہاں! مجھے سولہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا اور میں صبر کرتا رہا اور میرا صبر صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے احترام کی وجہ سے تھا۔

عبداللہ بن صالح نے کہا امام مالک اور لیث بغیر وضو کے حدیث نہیں لکھتے تھے' اور قتادہ کہتے تھے کہ مستحب یہ ہے کہ بغیر وضو کے نبی ﷺ کی احادیث نہ پڑھی جائیں' اور اعمش جب بے وضو ہوتے اور حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو تیمم کر لیا کرتے تھے۔ (الشفاء ج ۲' ص ۳۹-۳۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ ﷺ کا ادب قرآن مجید کے عمل پر مقدم ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سو جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۷)

اس آیت میں دو چیزیں بتائی گئی ہیں' ایک نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر' جس پر ہم نے سیر حاصل گفتگو کر لی ہے' اور دوسری چیز یہ ہے کہ نبی ﷺ کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے اتباع قرآن پر مقدم فرمایا ہے' یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کی تعظیم کو قرآن مجید کے عمل پر مقدم رکھتے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النساء: ۲۹)　　اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵)　　اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس کے باوجود حضرت ابوبکر نے غار ثور میں سانپوں کے بل پر اپنا پیر رکھ دیا' سانپ ڈنک مارتے رہے لیکن ابوبکر نے اپنا پیر نہیں ہٹایا۔ محب طبری ابو جعفر احمد متوفی ۶۹۴ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے غار ثور میں پہنچے' پھر کہا آپ پہلے غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ اس میں' میں داخل نہ ہو جاؤں' اگر اس میں کوئی مضر چیز ہے تو آپ سے پہلے مجھے ضرر لاحق ہو۔ وہ غار میں گئے تو انہیں کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کو غار میں لے گئے اور غار میں جگہ جگہ سوراخ تھے۔ انہوں نے اپنی قمیص پھاڑ کر اس کی دھجیاں ان سوراخوں میں بھر دیں اور ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ حضرت ابوبکر کو یہ خوف ہوا کہ کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ ﷺ کو

Marfat.com

ایذانہ پہنچائے' تو انہوں نے باقی ماندہ سوراخ پر اپنا پیر رکھ دیا' وہ سانپ حضرت ابوبکر کو ڈنک مار رہا تھا اور حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ ج ۱' ص ۱۰۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابوبکر غار میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے داخل ہوئے تاکہ کسی ناگہانی افتاد کو خود پر ڈالیں اور رسول اللہ ﷺ محفوظ رہیں۔ انہوں نے غار میں ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی داخل کر دی تاکہ اس میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ ﷺ کو ایذاء نہ پہنچائے' پھر سانپ ان کو ڈنک مارتا رہا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے' اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ اس سوراخ سے حضرت ابوبکر کو ڈنک مارا گیا اور انہوں نے بالکل حرکت نہیں کی' لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گرے۔ آپ نے پوچھا اے ابوبکر کیا ہوا؟ انہوں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' مجھے ڈنک مارا گیا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو حضرت ابوبکر کی تکلیف جاتی رہی۔ (المواہب اللدنیہ ج ۱' ص ۱۴۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ علی بن برہان الدین الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ نے بھی یہ واقعہ اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن لگانے کی تصریح ہے۔ (انسان العیون ج ۲' ص ۲۰۵' مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

غار کی رات حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پہلے مجھے داخل ہونے دیجئے' حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور غار کی دیواروں میں ہاتھ لگا کر دیکھتے رہے اور جہاں سوراخ دیکھتے اپنی قمیص پھاڑ کر اس سوراخ کو بند کر دیتے حتیٰ کہ ان کی پوری قمیص پھٹ گئی اور ایک سوراخ رہ گیا اس میں انہوں نے اپنی ایڑی رکھ دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمائیں' سانپ اور بچھو حضرت ابوبکر کو ڈنک مارتے رہے اور انہوں نے بالکل جنبش نہیں کی مبادا حضور بیدار ہو جائیں' لیکن ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور جب یہ آنسو حضور کے چہرے پر گرے تو آپ بیدار ہو گئے اور فرمایا اے ابوبکر غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲' ص ۵۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر' ۱۹۷۷ء)

علامہ محمد بن یوسف شامی متوفی ۹۴۲ھ نے بھی امام بیہقی اور امام ابی شیبہ کے حوالے سے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔
(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳' ص ۲۴۰)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اختصار کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا ہے اور علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے بھی اختصار کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳' ص ۱۹۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' المنتظم' ج ۲' ص ۶۲۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اور اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ: ۲۳۸) سب نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی۔

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ عصر کی نماز کی پابندی کا حکم فرمایا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کی نیند کی خاطر عصر کی نماز ترک کر دی۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت اسماء بنت عمیس روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جارہی تھی اور آپ کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ سورج غروب ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' تب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا' اس پر سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں: میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہوگیا تھا' پھر میں نے اس کو غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔ (مشکل الآثار ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے حضرت علی کو کسی کام سے بھیجا وہ واپس آگئے' اس اثناء میں نبی ﷺ (عصر کی) نماز پڑھ چکے تھے' نبی ﷺ نے حضرت علی کی گود میں سر رکھا' پھر آپ نے کوئی حرکت نہیں کی حتی کہ سورج غروب ہوگیا' تب نبی ﷺ نے دعا کی: "بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی پر روک لیا تھا' سو اس پر سورج کی روشنی لوٹا دے"۔ حضرت اسماء کہتی ہیں سورج طلوع ہوگیا حتی کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر واقع ہوئی۔ پھر حضرت علی اٹھے انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی پھر سورج غائب ہوگیا۔ یہ واقعہ صہبا میں ہوا تھا۔ (مشکل الآثار' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۵۱)

اس کی تیسری مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ (المائدہ: ۶)

اے ایمان والو! جب (تمہارا) نماز کے لیے کھڑے (ہونے کا) ارادہ ہو' اور تمہارا وضو نہ ہو) تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔

اس آیت کی رو سے بغیر وضو کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے حالانکہ ایک سفر کے موقع پر جو مسلمان حضرت عائشہ کا ہار ڈھونڈنے گئے ہوئے تھے' انہوں نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں گئے' جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے قافلہ کو ٹھہرا دیا' اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ اس جگہ پانی تھا نہ لوگوں کے پاس پانی تھا' تب لوگ حضرت ابوبکر کے پاس آکر کہنے لگے' کیا آپ حضرت عائشہ کے کارنامے کو نہیں دیکھ رہے! انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور اس جگہ نہ پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' تب ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا تم نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور اس جگہ پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس حضرت ابوبکر مجھے ڈانٹتے رہے اور جو اللہ نے چاہا وہ کہتے رہے' اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ کو مروڑ رہے تھے۔ اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا اس لیے میں ہل نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سوتے رہے حتی کہ بغیر پانی کے صبح ہوگئی' تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کی اور مسلمانوں نے تیمم کرلیا۔ اس وقت حضرت اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابی بکر یہ کوئی تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمیں اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

(صحیح مسلم کتاب الحیض ۱۰۸ (۳۶۷) ۷۹۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰)

Marfat.com

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء سے عاریۃً "ہار لیا" وہ ان سے گم ہوگیا' رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اسے ڈھونڈنے کے لیے بھیجا' پھر صبح کی نماز کا وقت آگیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' اور جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس کی شکایت کی' تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کردی' اس وقت اسید بن حضیر نے (حضرت عائشہ سے) کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے' جب بھی آپ پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نجات کی راہ پیدا کردی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔
(صحیح مسلم کتاب الحیض ۱۰۹ (۳۶۷) ۷۹۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۸)

قرآن مجید نے جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کی خاطر سانپ اور بچھو کے بل پر اپنی ایڑی رکھ کر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا' اور قرآن مجید نے خصوصاً عصر کی نماز کی حفاظت کا حکم دیا اور حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ کے ادب اور احترام کی خاطر عصر کی نماز ترک کردی اور آپ کو نیند سے بیدار نہیں کیا' اور قرآن مجید نے نماز کے لیے وضو کو فرض قرار دیا ہے اس کے باوجود بعض مسلمانوں نے اس موقع پر صبح کی نماز بے وضو پڑھ لی ان حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ادب اور احترام مقدم ہے اور قرآن مجید پر عمل مؤخر ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِىْ لَهٗ
(اے رسول مکرم!) آپ کہیے، اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی ملک میں تمام

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا
آسمان اور زمینیں ہیں ، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے ، سو تم اللہ پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَ
ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی لقب ہیں جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں ۰ اور

اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ
تم سب ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ ○ اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا
ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں ○ اور ہم نے ان (بنو اسرائیل) کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم

اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ
کر دیا جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا

Marfat.com

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ
عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ، ہر گروہ نے اپنے پانی پینے
أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ
کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر من و سلویٰ نازل
السَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا
کیا ، ان پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں ، اور انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی
أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا
جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ اور جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں جا کر بس جاؤ اور اس کی پیداوار سے
مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ
جہاں سے چاہو کھاؤ اور حطۃ (معاف کرنا) کہتے جاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہم تمہاری
لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب نیکو کاروں کو مزید اجر عطا کریں گے ○ اور ان میں سے ظلم کرنے والوں نے اس بات
مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ
کو اس کے خلاف سے بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب
السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾
بھیجا کیوں کہ وہ ظلم کرتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی ملکیت میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے' سو تم اللہ پر ایمان لاؤ' اور اس کے رسول پر جو امی لقب ہیں' جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور تم سب ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (الاعراف: ۱۵۸)

سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر قرآن مجید کی آیات

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو اس نبی امی

Marfat.com

لقب کی پیروی کریں گے جن کو یہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں' اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس رسول کی اتباع کرنے کا ہم نے حکم دیا ہے ان کی رسالت کی دعوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے اور تمام مخلوق آپ کی رسالت پر ایمان لانے کی مکلف ہے۔ نبی ﷺ کی بعثت کے عموم اور شمول پر درج ذیل آیات بھی دلیل ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سبا: ٢٨)

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے ہی خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان: ١)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مکرم) بندے پر نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہو۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام: ١٩)

اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس کے ساتھ ڈراؤں اور ان لوگوں کو جن تک یہ (قرآن) پہنچے۔

سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' ہر نبی کو اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئی تھیں' اور میرے لیے تمام روئے زمین پاکیزہ اور پاک کرنے والی اور مسجد بنا دی گئی ہے' پس جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے' اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے' اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٣٥' صحیح مسلم المساجد ٣ (٥٢٠) ١١٤٣' سنن النسائی رقم الحدیث: ٧٣٦' ٤٣٢' مسند احمد ج ٣' ص ٣٠٤' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ١١٣٥' جامع الاصول ج ٨' رقم الحدیث: ٦٣٢٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم (جامع مانع کلام) عطا کیے گئے ہیں اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی (تیمم کا مادہ یا آلہ) اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء کے آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

(صحیح مسلم المساجد ٥ (٥٢٣) ١١٤٧' سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٥٦٠' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٥٦٧' مسند احمد ج ٢' ص ٤١٢' ٢٥٠' جامع الاصول ج ٨' رقم الحدیث: ٦٣٣٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (آلہ تیمم) اور مسجد بنا دی گئی' اور پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی اپنی محراب (مسجد) کے بغیر کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی

Marfat.com

گئی ہے' جب میرے سامنے مشرکین آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں میرا رعب قائم کر دیتا ہے' اور پہلے نبی کو اس کی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام جنات اور انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' اور پہلے انبیاء خمس (مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ) کو الگ کر دیتے تھے' پھر آگ آ کر اس کو کھا جاتی تھی اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کر دوں' اور ہر نبی کو ایک شفاعت عطا کی گئی ہے (صحیح مسلم میں ہے ہر نبی نے اس شفاعت کو دنیا میں خرچ کر لیا) اور میں نے اس شفاعت کو اپنی امت کے لیے موخر کر لیا ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۴۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انبیاء پر پانچ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے' اور میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے' اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۶۷۴)

وہ معجزات جو سیدنا محمد ﷺ کی ذات مبارکہ میں ہیں اور جو آپ سے صادر ہوئے

نیز اس آیت میں فرمایا سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو امی لقب ہیں جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں' جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا (اے محمد!) آپ کہئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں' اور رسالت بغیر معجزہ کے ثابت نہیں ہوتی اور آپ کے معجزات دو طرح کے ہیں ایک تو آپ کی ذات خود معجزہ ہے اور دوسرے وہ معجزات جو آپ سے صادر ہوئے' آپ کی ذات خود معجزہ ہے اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے امی ہونے سے فرمایا اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے' کیونکہ آپ کسی مدرسہ میں نہیں گئے' کسی استاذ سے تعلیم نہیں حاصل کی اور نہ علماء میں سے کسی کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا کیونکہ مکہ مکرمہ علماء کا شہر نہیں تھا اور نہ کبھی رسول اللہ ﷺ زیادہ عرصہ کے لیے مکہ سے باہر گئے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ اس عرصہ میں آپ نے کسی سے علم حاصل کر لیا ہو' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ میں علوم و معارف کے دریا موجزن کر دیے۔ پھر آپ پر اس قرآن مجید کو نازل کیا جس میں اولین و آخرین کے علوم ہیں تو باوجود آپ کے امی ہونے کے ان عظیم علوم و معارف کو بیان کرنا آپ کا زبردست معجزہ ہے۔

آپ کا امی ہونا بھی آپ کی ذات میں معجزہ ہے' آپ کے سر کے بال فتح و کامرانی کی ضمانت ہیں' آپ اپنے کانوں سے قریب و دور کی آوازیں سنتے تھے' جنات اور ملائکہ اور خود خالق کائنات کا کلام سنتے تھے' آپ اپنی آنکھوں سے روشنی اور اندھیرے میں' قریب اور دور یکساں دیکھتے تھے' جنات اور فرشتوں کو دیکھا' خود رب کائنات کو دیکھا' آپ اپنی زبان سے جو کہتے تھے وہ ہو جاتا تھا' آپ کے لعاب مبارک میں برکت اور شفا تھی' آپ اپنے ہاتھوں سے زمینوں اور آسمانوں پر یکساں تصرف کرتے تھے' اور زمین و آسمان آپ کے قدموں کی زد میں تھے۔ غرضیکہ آپ کے جسم مبارک کا ہر عضو معجزہ تھا۔

آپ کے صدق' آپ کی دیانت آپ کی امانت آپ کی عدالت اور آپ کی شجاعت اور سخاوت کا دور و نزدیک چرچا تھا۔ آپ کو الصادق الامین کہا جاتا تھا۔ یہ آپ کی ذات کا اعجاز تھا کہ جب آپ نے اعلان نبوت کیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ' حضرت صدیق اکبر' اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ کسی دلیل کو طلب کیے بغیر آپ پر ایمان لے آئے۔

اور جو معجزات آپ سے صادر ہوئے وہ بہت زیادہ ہیں مثلاً چاند کا شق ہونا' ڈوبے ہوئے سورج کا نکل آنا' آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا' اور آپ کی نبوت پر سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اس کا دعویٰ ہے کہ اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے نہ

Marfat.com

کوئی اس کی مثال لا سکتا ہے اور علوم و فنون کی وسعت اور مخالفین کی کثرت کے باوجود کوئی شخص قرآن مجید کے اس دعویٰ کو جھٹلا نہیں سکا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتابیں تورات' انجیل اور قرآن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے' وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگوں کا مصداق

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اس (عظیم) رسول نبی امی پر ایمان لانا تمام لوگوں پر واجب ہے' اب اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی ایک ایسا گروہ تھا جو حق کے ساتھ ہدایت دیتا تھا اور حق کے ساتھ عدل کرتا تھا۔ اس گروہ کا مصداق کون ہے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

یہ قوم چین کے پار رہتی ہے' یہ لوگ حق اور عدل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' یہ لوگ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے' انہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کو ترک کر دیا' یہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' ان کا کوئی آدمی ہم تک پہنچ سکتا ہے نہ ہمارا کوئی آدمی ان تک پہنچ سکتا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اختلاف ہوا تو ان میں سے ایک گروہ حق کے ساتھ ہدایت دیتا تھا' اور وہ اس پر قادر نہیں تھے کہ بنو اسرائیل کے درمیان رہ سکتے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق سے دور زمین کے ایک کونے میں پہنچا دیا' ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ بنا دی۔ وہ اس میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے حتیٰ کہ وہ چین کے پار پہنچ گئے۔ اور وہ اب تک وہاں دین حق پر قائم ہیں اور لوگوں اور ان کے درمیان ایک سمندر ہے جس کی وجہ سے لوگ ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۷۱' جامع البیان جز ۹' ص ۱۱۸' زاد المسیر ج ۳' ص ۲۷۴' معالم التنزیل ج ۲' ص ۱۷۳' الدر المنثور' ج ۳' ص ۵۸۵' روح المعانی جز ۹' ص ۸۴)

لیکن محققین نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ عادۃً ایسا ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ہو اور دنیا اس سے ناواقف ہو' جب کہ ذرائع ابلاغ اور آمد و رفت کے وسائل بہت زیادہ ہیں۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں یہودیوں کا ایک گروہ تھا جو دین حق پر قائم تھا اور وہ لوگ ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے' جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب' اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ تو بہت کم ہیں اور قرآن نے ان کو امت سے تعبیر فرمایا جو ان کی کثیر تعداد کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک فرد پر بھی امت کا اطلاق فرمایا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (النحل: ۱۲۰) بے شک ابراہیم (بہ نفس نفیس) ایک امت تھے۔

(زاد المسیر ج ۳' ص ۲۷۴' تفسیر کبیر ج ۵' ص ۳۸۷' روح المعانی جز ۹' ص ۸۴)

میرے نزدیک اس آیت کی زیادہ عمدہ تفسیر یہ ہے کہ بنو اسرائیل میں ہرچند کہ زیادہ تر ضدی' ہٹ دھرم' نافرمان اور فساق فجار تھے لیکن ہر دور میں ان کے اندر چند صالح لوگوں کی بھی ایک جماعت موجود رہی ہے۔ جیسا کہ امۃ کی تنوین میں اس کی

Marfat.com

تقلیل کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں جہاں بنو اسرائیل کی عہد شکنیوں اور بداعمالیوں پر شدت کے ساتھ سرزنش کی ہے وہاں ان کے اندر اس قلیل گروہ کی تعریف و تحسین بھی فرمائی ہے' حق اور عدل کے الفاظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس قلیل گروہ میں علماء بھی تھے اور قضاۃ بھی' جو دین حق پر قائم تھے اور حق کے ساتھ فیصلے کرتے تھے' ان ہی کی نسل سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب پیدا ہوئے' اس تفسیر کی تائید حسب ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

امام عبدالرحمٰن بن محمد الرازی بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب میں نے ایک امت ایسی پائی جو اپنے اموال کا صدقہ دے گی' پھر اس کی طرف وہ مال لوٹ آئے گا اور وہ اس کو کھالے گی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت تمہارے بعد ہوگی اور یہ امت احمد ہے' حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میں نے ایک ایسی امت پائی جو پانچ نمازیں پڑھے گی اور وہ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت تمہارے بعد ہوگی اور یہ امت احمد ہے' حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! مجھے امت احمد میں سے کردے! تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو راضی کرنے کے لیے یہ آیت نازل کی: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

ابوالصہباء البکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم اور ایک عیسائی عالم کو بلایا اور کہا میں تم لوگوں سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں اور میں اس کو تم سے بہتر جانتا ہوں' پھر آپ نے یہودی عالم سے کہا یہ بتاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کے کتنے فرقے ہو گئے تھے؟ اس نے کہا خدا کی قسم! کوئی فرقہ نہیں ہوا' حضرت علی نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا۔ ان کے اکہتر فرقے ہوئے تھے اور ایک کے سوا وہ سب دوزخ میں جائیں گے' پھر آپ نے عیسائی عالم سے کہا بتاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں کے کتنے فرقے ہو گئے تھے؟ اس نے بھی کہا خدا کی قسم ان میں کوئی فرقہ نہیں ہوا۔ حضرت علی نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' ان کے بہتر فرقے ہوئے تھے اور ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے' اور تم اے یہودی سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۹) اور یہی گروہ نجات پائے گا اور تم اے نصرانی سنو! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ (المائدہ: ۶۶)
اور ان میں سے کچھ لوگ اعتدال پر ہیں اور زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو بہت برے کام کر رہے ہیں۔

اور جو لوگ اعتدال پر ہیں وہی نجات پائیں گے' اور رہے ہم! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (الاعراف: ۱۸۱)
اور جن کو ہم نے پیدا کیا ہے' ان میں سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کی ہدایت دیتے اور اسی کے ساتھ عدل اور انصاف کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت میں سے یہی گروہ نجات پائے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۵۸۸-۱۵۸۷' الدر المنثور ج ۳' ص ۵۸۵)

Marfat.com

غرض یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں نیک لوگوں کا گروہ بھی ہر دور میں رہا ہے اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان (بنو اسرائیل) کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم کر دیا' جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو' تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے' ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی' اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر من و سلویٰ نازل کیا' ان پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں' اور انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۶۰)

اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی نافرمانیاں

اس آیت سے مقصود بنو اسرائیل کے احوال کو بیان کرنا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ گروہوں میں تقسیم کر دیا' کیونکہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے تو ان کو باہم متمیز کر دیا تاکہ یہ ایک دوسرے سے حسد نہ کریں اور ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کی نوبت نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ پتھر پر اپنا عصا ماریں تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے' اس آیت میں "انبجست" فرمایا ہے اور سورہ بقرہ میں "فانفجرت" فرمایا تھا' لغت میں ان دونوں کا معنی ایک ہے اور انبجاس اور انفجار میں کوئی فرق نہیں ہے' اور بعض ائمہ نے فرق کیا ہے الانبجاس کا معنی ہے تھوڑا تھوڑا پانی نکلنا اور الانفجار کا معنی ہے بہت زیادہ پانی نکلنا اور ان میں اس طرح تطبیق ہے کہ ابتداء میں تھوڑا تھوڑا پانی نکلا' پھر بعد میں بہت زیادہ اور تیزی سے پانی نکلا' اس کے بعد فرمایا ان پر ہم نے بادل کا سایہ کیا' پھر فرمایا ہم نے ان پر من اور سلویٰ نازل کیا۔ من سے مراد ایک نفیس شیریں ذائقہ دار چیز ہے اور سلویٰ سے مراد بھنے ہوئے بٹیر ہیں' ان سب چیزوں میں ان پر اللہ کی عظیم نعمتوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دھوپ کی تکلیفوں کو دور کیا اور نہایت آسانی سے ان کو کھانے اور پینے کی چیزیں فراہم کیں۔ اس کے بعد فرمایا ان پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صرف ان ہی چیزوں کو کھاؤ اور ان کے علاوہ اور کسی چیز کو طلب مت کرو' پھر فرمایا اور انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود کھانے کو ذخیرہ کیا یا اس وقت میں کھایا جس وقت ان کو کھانے سے منع فرمایا تھا اور یا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے علاوہ کھانے پینے کی اور چیزوں کو طلب کیا اور جب مکلف وہ کام کرتا ہے جس سے اس کو منع کیا گیا تھا تو وہ دراصل خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے' اس لیے فرمایا انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کیونکہ جب بندہ کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو عذاب خداوندی کا مستحق بنا دیتا ہے۔ البقرہ: ۶۰ اور البقرہ: ۵۷ میں ان امور کی بہت تفصیل سے تفسیر کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں جا کر بس جاؤ اور اس کی پیداوار سے جہاں سے چاہو کھاؤ اور حِطَّةٌ (معاف کرنا) کہتے جاؤ' اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا' ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب نیکوکاروں کو مزید اجر عطا کریں گے ○ پس ان میں سے ظلم کرنے والوں نے اس بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۶۲-۱۶۱)

البقرہ: ۵۹-۵۸ میں یہ مضمون گزر چکا ہے۔ اور وہاں اس کی مفصل تفسیر کی جا چکی ہے' اس لیے ان آیتوں کی تفسیر کے لیے اس مقام کو دیکھ لیا جائے۔

Marfat.com

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ

اور ان سے اس بستی کے متعلق سوال کیجیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی، جب وہ سنیچر کے دن

فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا

تجاوز کرتے تھے، جب سنیچر کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں اور جب سنیچر کا دن نہ

يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾

ہوتا تو وہ ان کے پاس (اتنی کثرت سے) اس طرح نہیں آتی تھیں، ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے ○

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ

والا ہے یا عذاب شدید میں مبتلا کرنے والا ہے، انہوں نے کہا تاکہ تمہارے رب کے سامنے حجت پوری کر سکیں

يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

اور شاید کہ یہ اللہ سے ڈریں ○ اور جب انہوں نے ان باتوں کو بھلا دیا جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا

نجات دے دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت برے عذاب میں جکڑ لیا کیوں کہ وہ نافرمانی

يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

کرتے تھے ○ پھر جب انہوں نے اس چیز سے سرکشی کی جس سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا تم ذلیل

خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بندر بن جاؤ ○ اور یاد کرو جب آپ کے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ قیامت تک ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا

مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ

جو ان کو برا عذاب چکھاتے رہیں گے، بیشک آپ کا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت زیادہ

وقف لازم

معانقة عند المتاخرين
النصف

Marfat.com

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ

بخشنے والا بہت مہربان بھی ہے ○ اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا، ان میں سے بعض

وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ

نیک تھے، اور بعض ان سے مختلف تھے، اور ہم نے راحتوں اور مصیبتوں کے ساتھ ان کی آزمائش کی تاکہ وہ سرکشی سے

يَرْجِعُوْنَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ

پلٹ جائیں ○ پھر ان کے بعد ایسے نااہل لوگ ان کے جانشین ہوئے جو تورات کے وارث ہو کر اس دنیا فانی

عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اس کی طرح اور

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا

سامان آ جائے تو وہ اس کو بھی لے لیں گے، کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق حق کے سوا

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

کچھ نہیں کہیں گے، اور انہوں نے وہ سب کچھ پڑھ لیا جو تورات میں تھا اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا

آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے، کیا تم (یہ بات) نہیں سمجھتے ○ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں

الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ

(تو) ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ (اس

فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

طرح) اٹھا لیا تھا گویا کہ وہ ان کے اوپر سائبان ہے اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر ضرور گرنے والا ہے (اس وقت ہم نے ان

ع ۲۰ ۱۱ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ع

سے کہا تھا) ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم متقی ہو جاؤ ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے اس بستی کے متعلق سوال کیجئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی' جب وہ سنیچر کے دن تجاوز کرتے تھے' جب سنیچر کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں اور جب سنیچر کا دن نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس (اتنی کثرت سے) اس طرح نہیں آتی تھیں' ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے۔ (الاعراف: ۱۶۳)

نافرمانی پر اصرار کرنے والے اسرائیلیوں کو بندر بنانے کی تفصیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں "ایلہ" میں آباد تھی' یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا' اس جگہ سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں' ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں' ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے۔ بنو اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا' یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا۔ وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک اس نافرمانی میں مشغول رہے' نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی۔ خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے' کچھ اس کو برا جانتے تھے اور اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں ہیں' نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے بڑے عرصہ سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے' مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ' ہو سکتا ہے تم پر عذاب نازل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱' ص ۲۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس شہر میں رہنے والے ستر ہزار نفوس تھے۔ اور ان کو منع کرنے والے بارہ ہزار تھے' جب مجرموں نے ان کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا' تو مانعین نے کہا بہ خدا ہم ایک علاقہ میں نہیں رہیں گے' انہوں نے شہر کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی اور ان سے الگ رہنے لگے اور کئی سال اسی طرح گزر گئے' پھر معصیت پر ان کے مسلسل اصرار کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا غضب فرمایا ایک دن منع کرنے والے اپنے دروازے سے نکلے تو دیکھا مجرمین میں سے کوئی نہیں نکلا' جب کافی دیر ہو گئی تو وہ دیوار پھاند کر گئے' دیکھا تو وہ تمام لوگ بندر بن چکے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جوان بندر بن گئے تھے اور بوڑھے خنزیر بن گئے تھے' وہ دوسروں کو پہچان رہے تھے اور دوسرے ان کو نہیں پہچان رہے تھے۔ وہ تین دن تک اس حال میں روتے رہے' پھر سب ہلاک ہو گئے اور کوئی مسخ شدہ شخص تین دن سے زیادہ نہیں رہا اور نہ ان کی نسل چلی۔ (تفسیر خازن ج ۲' ص ۶۰' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

اس واقعہ کے بیان میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے معجزہ کا اظہار ہے کیونکہ آپ امی تھے۔ آپ نے اعلان نبوت سے پہلے نہ کسی چیز کو پڑھا تھا نہ لکھا تھا اور نہ علماء اہل کتاب کی مجلس میں رہے تھے' اس کے باوجود آپ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا جو ان کے علماء کے درمیان معروف تھا۔ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ وحی الٰہی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہفتہ کے دن شکار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ سمندر میں ہفتہ ہی کے دن بکثرت مچھلیاں آتی تھیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی اور بنو اسرائیل کا امتحان تھا کہ وہ مچھلیوں کی بہتات دیکھ کر پھسل جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے پر جمے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ (محض) اس کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

Marfat.com

اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو متمیز کر دیتا ہے۔

اس آیت کے دیگر مباحث کہ موجودہ بندر' ان ہی بندروں کی نسل سے ہیں یا نہیں اور تماسخ اور تناسخ میں فرق کے لیے البقرہ: ۶۵ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ یہ قصہ یہودیوں کے درمیان معروف اور مشہور تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا' یہاں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے اتنی دیدہ دلیری سے اتنا زبردست گناہ کیا تھا اور ایسی کھلی نافرمانی کی تھی تو اگر یہ لوگ (سیدنا) محمد ﷺ کے معجزات اور صاف صاف نشانیاں دیکھنے کے باوجود آپ کی نبوت کا انکار کریں اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہیں تو ان سے کیا بعید ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو' جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے' یا عذاب شدید میں مبتلا کرنے والا ہے' انہوں نے کہا تاکہ ہم تمہارے رب کے سامنے حجت پوری کر سکیں اور شاید کہ یہ اللہ سے ڈریں ○ پس جب انہوں نے ان باتوں کو بھلا دیا جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بڑے عذاب میں جکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۶۵-۱۶۴)

تبلیغ کا فرض کفایہ ہونا

اس آیت کی تفسیر میں صحیح قول یہ ہے کہ اس شہر کے رہنے والے تین گروہوں پر منقسم تھے' ایک فریق وہ تھا جو ہفتہ کے دن ان مچھلیوں کا شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی کرتا تھا' دوسرا فریق وہ تھا جو ان کو اس نافرمانی سے منع کرتا تھا اور ڈانٹتا تھا' اور تیسرا فریق وہ تھا جو خاموش رہتا تھا' نافرمانی کرتا تھا اور نہ نافرمانی سے روکتا تھا' اور اس فریق نے منع کرنے والوں سے کہا تم ان کو کیوں منع کرتے ہو جبکہ تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے یا عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے' یعنی یہ لوگ گناہوں پر اصرار کر کے اب ایسی حد پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ان کا گناہوں سے پلٹنا بہت مشکل ہے' اس لیے اب ان پر وعظ اور نصیحت بے اثر ہے' لہٰذا اب ان کو نصیحت نہیں کرنی چاہیے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے اور ان کی گود میں قرآن مجید تھا' میں نے کہا اے ابن عباس! میں آپ پر قربان ہوں' آپ کیوں رو رہے ہیں' حضرت ابن عباس نے سورۃ الاعراف کی ان آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجرمین کو سزا دی اور ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا اور جو فریق ان کو برائی سے منع کرتا تھا اس کا ذکر فرمایا کہ اس کو نجات دے دی اور تیسرا فریق جو خاموش رہا تھا اور ان کو منع نہیں کرتا تھا اس کا ذکر نہیں فرمایا آیا ان کی نجات ہوئی یا نہیں۔ اور ہم بھی کئی کاموں کو برا سمجھتے ہیں لیکن منع نہیں کرتے اللہ جانے ہماری نجات ہو گی یا نہیں' عکرمہ کہتے ہیں کہ میں آپ پر قربان ہوں' کیا اس فریق نے ان کاموں کو برا نہیں سمجھا تھا جب کہ اس نے یہ کہا کہ تم ان کو کیونکر منع کرتے ہو جب کہ تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے یا عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے' حضرت ابن عباس میرے اس جواب سے خوش ہوئے اور مجھے دو دبیز چادریں دینے کا حکم دیا۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۲۸-۱۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے فرمایا کہ برائی سے روکنا فرض علی الکفایہ ہے اور جب بعض لوگوں نے بنو اسرائیل کو اس برائی سے روک

Marfat.com

کر یہ فرض ادا کر دیا تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو گیا' اس لیے اس تیسرے فریق پر عذاب نازل نہیں ہوا۔
(تفسیر کبیر ج ۵ 'ص ۳۹۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب انہوں نے اس چیز سے سرکشی کی جس سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ (الاعراف:۱۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا صبح کو جب وہ نافرمان لوگ اٹھے تو وہ ذلیل بندر بن چکے تھے' وہ تین دن تک اسی کیفیت پر برقرار رہے' لوگوں نے ان کو دیکھا پھر وہ ہلاک ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ان میں سے جوان بندر بن گئے تھے اور بوڑھے خنزیر بن گئے تھے لیکن یہ قول اس آیت کے خلاف ہے' اس میں بھی اختلاف ہے کہ جن لوگوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا تھا' موجودہ بندر ان ہی کی نسل سے ہیں یا وہ اسی وقت ہلاک ہو گئے تھے اور ان کی نسل منقطع ہو گئی تھی' ان تمام امور کی تفصیل البقرہ:۶۵ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں' ان آیات سے حسب ذیل احکام مستنبط ہوتے ہیں:

بعض احکام کا استنباط

۱- ایسے حیلے کرنا ممنوع ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے احکام بالکلیہ معطل ہو جائیں' اور اللہ تعالیٰ کی ممانعت کا کوئی محل باقی نہ رہے' البتہ کسی آدمی کی شخصی ضرورت کے لیے کوئی ایسی خفیہ تدبیر کرنا جس سے وہ ممنوع کام کے ارتکاب سے بچ جائے یہ انفرادی طور پر جائز ہے لیکن اس کو قاعدہ کلیہ بنا لینا جائز نہیں' جیسے لوگ سود کھانے کے لیے بیع عینہ کا حیلہ کریں یا دکان کی پگڑی لینے کے لیے اس دکان یا مکان میں ایک میز یا الماری رکھ کر اس کے عوض پگڑی کی رقم لے لیں۔

۲- ان آیات میں سد ذرائع کی اصل ہے یعنی جو کام کسی حرام کا ذریعہ ہو وہ بھی ممنوع ہے' ان کا سمندر سے نالیاں کھود کر حوضوں کی طرف لانا مچھلیوں کے شکار کا ذریعہ تھا' اس لیے اس کو بھی منع کر دیا۔

۳- نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا **فرض** ہے' لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔

۴- جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت کے احوال آسان کر دیتا ہے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے جیسے ان اسرائیلوں کو آزمائش میں مبتلا کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں بہت آتی تھیں۔

۵- اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک نہیں آتا بلکہ تدریجاً آتا ہے جیسے بنو اسرائیل پر مختلف انواع کے عذاب آتے رہے' پھر ان کو بندر بنایا گیا' پھر ان سے حکومت چھینی گئی اور اصل عذاب آخرت میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب آپ کے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ قیامت تک ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بڑا عذاب چکھائیں گے' بیشک آپ کا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا بہت مہربان بھی ہے O اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا' ان میں سے بعض نیک تھے اور بعض ان سے مختلف تھے' اور ہم نے راحتوں اور مصیبتوں کے ساتھ ان کی آزمائش کی تاکہ وہ سرکشی سے پلٹ جائیں۔
(الاعراف:۱۶۸-۱۶۷)

فلسطین میں اسرائیل کا قیام قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی اور معصیت پر دلیری کا ذکر فرمایا تھا اور یہ کہ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کو

Marfat.com

مسخ کر کے بندر بنادیا اور اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان کے لیے ذلت اور غلامی مقدر کر دی ہے اور یہ بھی ان کی بداعمالیوں کی سزا ہے اور یہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسول مکرم! آپ کے رب نے یہود کے پہلے لوگوں کو ان کے انبیاء کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے یہود پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو ذلت اور غلامی کا مزا چکھائیں گے' ان پر جزیہ فرض کیا جائے گا' ان کی جمعیت ٹوٹ جائے گی اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور یہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر زمین پر زندگی گزاریں گے۔ سب سے پہلے ان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خراج کو لازم کیا' پھر ان کو یونانیوں نے غلام بنایا پھر کلدانیوں' کلدانیوں اور بابلیوں نے ان کو محکوم بنایا' پھر روم کے نصاریٰ نے ان کو غلام بنایا اور ان سے جزیہ اور خراج لیا' پھر مسلمانوں نے ان سے جزیہ اور خراج لیا' اس کے بعد قریب کے دور میں جرمنی میں ہٹلر نے ان کو چن چن کر قتل کیا اور ملک بدر کر دیا۔

رہا یہ کہ اب انہوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا ہے اور اسرائیل کے نام سے اپنی حکومت قائم کر لی ہے تو وہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران: ۱۱۲)	وہ جہاں بھی پائے جائیں گے ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے بجز اس کے (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی کے ساتھ انہیں سہارا مل جائے۔

اور اسرائیل کی حکومت کا قیام برطانیہ اور امریکہ کے سہارے سے ہوا ہے اور اب بھی بظاہر وہاں یہودیوں کی حکومت ہے اور درپردہ برطانیہ اور امریکہ ہی کی حکومت ہے' اگر آج ان کے سروں پر سے برطانیہ اور امریکہ کا سایہ اٹھ جائے تو وہ پھر محکومی اور غلامی کی زندگی گزاریں گے۔

یہودیوں میں نیکوکار اور بدکار

اور ان پر دوسرا عذاب یہ مسلط فرمایا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دنیا میں رہتے ہیں' ان میں صالح اور نیک لوگ بھی تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے' اور ان میں وہ بھی تھے جو ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے اور وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں وہ لوگ تھے جو سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کرتے تھے اور جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور بعض وہ لوگ تھے جو نیکی اور پرہیزگاری میں ان سے کم تھے' ان میں سے بعض فاسق و فاجر تھے' اور بعض کافر تھے' یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے' یہ لوگ جھوٹ بولتے تھے اور سود کھاتے تھے اور رشوت لے کر احکام بدل دیتے تھے اور جھوٹے فیصلے کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں فریقوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ فرمائے گا جیسے اوروں کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے' نیک لوگوں کو جزا دے گا اور بدکاروں کو سزا دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے' ان کو نعمتیں اور راحتیں عطا فرماتا ہے تاکہ یہ شکر بجالائیں اور مصائب اور آلام میں مبتلا کرتا ہے تاکہ یہ صبر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان کے بعد ایسے نااہل لوگ ان کے جانشین ہوئے جو تورات کے وارث ہو کر اس دنیا فانی کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اس کی طرح اور سامان آجائے تو وہ اس کو بھی لے لیں گے' کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور انہوں نے وہ

Marfat.com

سب کچھ پڑھ لیا جو تورات میں تھا اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے کیا تم یہ (بات) نہیں سمجھتے۔

(الاعراف: ۱۶۹)

خَلْف اور خَلَف کا معنوی فرق

اس آیت میں ارشاد ہے: فخلف من بعدھم خلف اور خلف کے معنی کے متعلق علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

بعد میں آنے والے ردی اور برے لوگوں کو خَلْف کہتے ہیں۔

(المفردات ج ا' ص ۲۰۷ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

خلف اگر لام پر زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے بعد میں آنے والے نیک لوگ' اور اگر لام ساکن ہو تو اس کا معنی ہے بعد میں آنے والے برے لوگ' اور خلف (لام ساکن ہو تو) کی جمع خلوف ہے اور خلف (لام پر زبر ہو تو) کی جمع اخلاف ہے۔ اسی طرح سَلَف کا معنی ہے گزرے ہوئے نیک لوگ اور اس کی جمع اسلاف ہے اور سلْف کا معنی ہے گزرے ہوئے برے لوگ اور اس کی جمع سلوف ہے۔ (مثلاً ہمارے اعتبار سے صحابہ کرام اسلاف ہیں اور یزید اور شمر سلوف ہیں اور صحابہ کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ خلَف ہیں اور یزید خلْف ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۲' ص ۹۱' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ النہایہ ج ۲' ص ۶۳۔ ۶۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ 'لسان العرب ج ۹' ص ۸۵۔ ۸۴' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۴ھ)

گناہوں پر اصرار کے ساتھ اجر و ثواب کی طمع کی مذمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پھر بنو اسرائیل کے نیک لوگوں کے جانشین برے لوگ ہوئے جو اپنے اسلاف سے تورات کے وارث ہوئے۔ انہوں نے تورات کا مطالعہ کیا اور اس کے احکام کو حاصل کیا۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں جو یہودی تھے وہ بھی اسی آیت کا مصداق تھے۔ انہوں نے تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی رنگینیوں اور زیب و زینت کو اختیار کر لیا۔ وہ مال جمع کرنے پر حریص تھے اور اس معاملہ میں حلال اور حرام کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ وہ رشوت لے کر تورات کے احکام بدل دیتے تھے۔ اپنی ریاست چھن جانے کے خوف سے نبی ﷺ کی جو تورات میں صفات تھیں ان کو لوگوں سے چھپاتے تھے۔ اور بعض آیات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا اور ان کی بداعمالیوں پر ان سے مواخذہ نہیں فرمائے گا وہ کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں' ہمارا سلسلہ انبیاء علیہم السلام سے منسلک ہے' وہ مسلسل نافرمانیاں کرتے رہتے اور گناہوں پر اصرار کرتے' اور جس چیز کو وہ پہلے باطل طریقہ سے لے چکے تھے اس کو دوبارہ بھی باطل طریقہ سے لینے سے گریز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے "کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے" انہوں نے تورات کو پڑھا تھا اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ دوسروں کا مال باطل طریقہ سے لینا حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اس کے باوجود وہ اس عہد اور میثاق کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ کیا ان کو اتنی سی بات معلوم نہیں تھی کہ دار آخرت اور اس کی دائمی نعمتیں دنیا کی فانی لذتوں سے بہت بہتر ہیں تو پھر چاہیے تھا کہ وہ اللہ سے ڈرتے اور ان بداعمالیوں اور اپنی سرکشیوں سے باز آ جاتے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں جس طرح ان بداعمال یہودیوں کا ذکر فرمایا ہے جو اپنی نافرمانیوں کے باوجود اپنے آپ کو اخروی اجر و ثواب کا امیدوار گردانتے تھے سو آج کل کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اپنی بداعمالیوں کے باوجود خود کو اجر آخرت

Marfat.com

کا امیدوار کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ عنقریب لوگوں کے سینوں میں قرآن اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا جس طرح کپڑا بوسیدہ ہو کر جھڑنے لگتا ہے' وہ بغیر کسی شوق اور لذت کے قرآن کریم کو پڑھیں گے' ان کے اعمال صرف طمع اور حرص ہوں گے وہ خوف خدا سے گناہوں میں کمی نہیں کریں گے وہ برے کام کرنے کے باوجود تبلیغ کریں گے اور یہ کہیں گے کہ عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔
(سنن دارمی ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۴۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (تو) ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے O (الاعراف: ۱۷۰)

اس کتاب سے مراد تورات ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی کتاب کو بار بار ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور اس کی آیتوں کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہیں توڑتے تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ضائع نہیں فرمائے گا اور ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ (اس طرح) اٹھا لیا تھا گویا کہ وہ ان کے اوپر سائبان ہے اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر ضرور گرنے والا ہے (اس وقت ہم نے ان سے کہا تھا) ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم متقی ہو جاؤ O (الاعراف: ۱۷۱)

جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کے پاس تورات کی الواح لے کر آئے اور فرمایا ان کو لو اور ان کی اطاعت کا اقرار کرو' تو انہوں نے کہا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کی طرح ہم سے کلام نہیں کرے گا ہم یہ اقرار نہیں کریں گے' پھر وہ بجلی کی ایک کڑک کے ذریعے ہلاک کیے گئے' اور پھر زندہ کیے گئے۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پھر تورات کے قبول کرنے کے لیے فرمایا انہوں نے پھر انکار کیا' تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ فلسطین کے پہاڑوں میں سے ایک فرسخ لمبے پہاڑ کو اکھاڑ کر سائبان کی طرح ان پر معلق کر دیں' ان کے پیچھے سمندر تھا اور ان کے سامنے سے آگ آ رہی تھی' ان سے کہا گیا کہ قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم تورات کے احکام پر عمل کرو گے ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر جائے گا' تب انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد کیا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ انہوں نے کروٹ کے بل سجدہ کیا تھا اور مارے خوف کے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا تو انہوں نے کہا اس سجدہ سے افضل کوئی سجدہ نہیں ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جس کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔ پھر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ کروٹ کے بل یعنی ایک شق پر سجدہ کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو خوب کوشش سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرو' یعنی اس میں تدبر اور غور و فکر کرو اور اس کے احکام کو ضائع نہ کرو' کیونکہ کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے' یہ نہیں کہ ان کے معنی پر غور و فکر کیے بغیر ان کی صرف تلاوت کر لی جائے۔ امام نسائی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بدتر فاسق وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے کسی حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے مقصود عمل ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن' ج ۷' ص ۲۷۶-۲۷۳' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

Marfat.com

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ

اور (یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ

عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ أَنْ تَقُوْلُوْا

کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے لی)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُوْلُوْٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ

تاکہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے ○ یا تم یہ (نہ) کہہ سکو کہ شرک تو ابتداءً

اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

ہمارے آباء نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد ہیں، کیا تو باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے

فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾

ہمیں ہلاک کرے گا ○ اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں ○

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ

اور (اے رسول مکرم!) ان پر اس شخص کا حال بیان کیجیے جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تو وہ ان کی اطاعت سے نکل گیا پس

فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ أَخْلَدَ

شیطان نے اس کا پیچھا کیا، سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعہ اس کو بلندی عطا کرتے مگر وہ پستی

إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِنْ تَحْمِلْ

کی طرف جھکا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی، سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو

عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

تب بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں کو

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ سَآءَ

جھٹلاتے ہیں، آپ (لوگوں کے سامنے) یہ واقعات بیان کیجیے تاکہ وہ غور و فکر کریں ○ کیسی بری

Marfat.com

مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ اپنی ہی نفسوں پر ظلم کرتے تھے ○

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جس کو اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی پر رکھے سو وہی لوگ نقصان

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ

اٹھانے والے ہیں ○ اور بیشک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ

جن کے دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) وہ ان سے دیکھتے نہیں ،

وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ

اور ان کے کان ہیں (مگر) وہ ان سے سنتے نہیں . وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ○ اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں

بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۗ سَيُجْزَوْنَ مَا

اس کو پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں ، جو کچھ وہ کرتے ہیں عنقریب

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

ان کو اس کی سزا دی جائے گی ○ اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں ایک ایسا گروہ (بھی) ہے جو حق کی

ع ۲۲ / ۱۲ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع

ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ساتھ عدل کرتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں' (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تاکہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے○ یا تم یہ (نہ) کہہ سکو کہ شرک تو ابتداء"

Marfat.com

ہمارے آباء نے کیا تھا اور ہم تو اس کے بعد کی اولاد ہیں' کیا تو باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا؟O اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیںO (الاعراف: ۱۷۴-۱۷۲)

بنو آدم سے میثاق لینے کے متعلق احادیث

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کے متعلق میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا' پھر اس پشت سے اولاد نکالی پھر فرمایا ان کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے ایک اور اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر عمل کس چیز میں ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ جب کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کراتا ہے' حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے' اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل دوزخ کے عمل کراتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۳' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۶۱' مسند احمد ج ۱' ص ۴۴' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۱۶۶' الشریعہ للآجری' رقم الحدیث: ۱۷۰' کتاب الاسماء و الصفات للبیہقی' ص ۳۲۵' المستدرک ج ۱' ص ۲۷' ج ۲' ص ۳۲۴' ج ۲' ص ۵۴۴' التمہید لابن عبدالبر ج ۶' ص ۳-۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر (ہاتھ) پھیرا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کی وہ تمام روحیں جھڑ گئیں جن کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا' اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک تھی' پھر وہ سب روحیں حضرت آدم پر پیش کی گئیں۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہیں۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک ان کو بہت پیاری لگی۔ پوچھا اے رب یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد کی آخری امتوں میں سے ایک شخص ہے اس کا نام داؤد ہے۔ کہا اے رب! آپ نے اس کی کتنی عمر رکھی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال' کہا اے میرے رب! میری عمر میں سے اس کے چالیس سال زیادہ کر دے۔ جب حضرت آدم کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آیا۔ حضرت آدم نے کہا کیا ابھی میری عمر میں سے چالیس سال باقی نہیں ہیں! انہوں نے کہا کیا آپ نے یہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں عطا کیے تھے! پس حضرت آدم نے انکار کر دیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کر دیا۔ اور آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت آدم نے (اجتہادی) خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۷' جامع البیان جز ۹' ص ۱۵۵' تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۱۴)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان سے میثاق لیا' ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی اولاد کو چیونٹوں کی مانند نکالا' پھر ان کی مدت حیات' ان کا رزق اور ان کے مصائب لکھ دیے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کیا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' انہوں نے کہا کیوں نہیں!

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۵۰)

Marfat.com

محمد بن کعب القرظی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ روحوں کو ان کے اجسام سے پہلے پیدا کیا۔
(جامع البیان ج ۹ ص ۱۵۷ الدر المنثور ج ۳ ص ۵۹۹ بحوالہ امام ابن ابی شیبہ)

میثاق لینے کا مقام

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے ہی ان کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان سے عہد لیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم' امام ابن مندہ اور امام ابوالشیخ نے کتاب **العظمۃ** میں اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے ہر اس روح کو نکالا جس کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے۔ (الدر المنثور ج ۳ ص ۶۰۱ جامع البیان جز ۹ ص ۱۴۹)

امام احمد' امام النسائی' امام ابن جریر' امام ابن مردویہ' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوم عرفہ کے دن وادی نعمان میں آدم علیہ السلام کی پشت سے میثاق لیا اور ان کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟
(الدر المنثور ج ۳ ص ۶۰۱)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ جس جگہ میثاق لیا گیا تھا اس کی تعیین میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں چار اقوال ہیں' حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ یہ میثاق عرفہ کی ایک جانب وادی نعمان میں لیا گیا تھا' اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ سرزمین ہند میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا گیا تھا وہیں ان سے یہ میثاق لیا گیا تھا۔ کلبی سے روایت ہے کہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ پر یہ میثاق لیا گیا تھا اور یہ کہ جب حضرت آدم کو جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا تو وہاں ان سے یہ میثاق لیا گیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

میثاق حضرت آدم کی پشت سے ذریت نکال کر لیا گیا تھا یا بنو آدم کی پشتوں سے

قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے بیٹوں کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر ان سے میثاق لیا اور احادیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر یہ میثاق لیا۔ اور بہ ظاہر یہ تعارض ہے۔ علامہ آلوسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں جو بنی آدم مذکور ہے اس سے مراد حضرت آدم اور ان کی اولاد ہیں۔ اور اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالنے کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے اپنے اپنے زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے اور حدیث میں صرف حضرت آدم کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ حضرت آدم اصل ہیں اور اصل کا ذکر کرنے کے بعد فرع کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اصل کا ذکر فرع کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے' اور حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ ہاتھ پھیرنے والا فرشتہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے اسناد کر دیا کہ وہ حکم دینے والا ہے۔ (علامہ آلوسی نے یہ جواب علامہ بیضاوی سے نقل کیا ہے)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام اولاد کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالذات نکالا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو اولاد ان سے بالذات اور براہ راست پیدا ہوئی اس کو نکالا اور پھر ان کے بیٹوں کی پشت سے ان کی براہ راست پیدا ہونے والی اولاد کو نکالا اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام مظہر اصلی تھے اس لیے کل اولاد کا اسناد ان کی طرف کر دیا' خلاصہ یہ ہے کہ تمام اولاد کو تفصیلاً حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی پشت سے نکالا گیا اور اجمالاً حضرت آدم علیہ السلام کی

Marfat.com

پشت سے نکالا گیا۔ قرآن مجید میں تفصیلاً بیٹوں کی پشت سے تمام اولاد کو نکالنے کا ذکر ہے اور حدیث میں حضرت آدم کی پشت سے تمام اولاد کو اجمالاً نکالنے کا ذکر ہے۔

امام رازی نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ دو مرتبہ میثاق لیا گیا ہو ایک مرتبہ حضرت آدم کی پشت سے تمام اولاد کو نکال کر میثاق لیا گیا ہو اور دوسری بار ان کے بیٹوں کی پشت سے اولاد کو نکال کر میثاق لیا گیا ہو۔ قرآن مجید میں حضرت آدم کے بیٹوں کی پشتوں سے اولاد کو نکال کر میثاق لینے کا ذکر ہے اور حدیث میں حضرت آدم کی پشت سے اولاد کو نکال کر ان سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔

میثاق کے حجت ہونے پر ایک اور اشکال کا جواب

اس آیت میں یہ فرمایا ہے: (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تاکہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے O

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر یہ اقرار اضطراری تھا بایں طور کہ ان پر حقیقت واقعی منکشف کردی گئی تھی اور انہوں نے عین الیقین سے مشاہدہ کرلیا تھا تو ان کے لیے جائز ہوگا کہ وہ قیامت کے دن یہ کہہ دیں کہ ہم نے اس وقت اقرار کیا تھا جب ہم پر یہ حقیقت منکشف کردی گئی تھی اور جب ہم سے یہ انکشاف زائل کردیا گیا اور ہم کو ہماری آراء کے حوالے کردیا گیا تو ہم میں سے بعض صحت اور صواب کو پہنچنے اور بعض سے خطا ہوئی' اور اگر انہوں نے اس دن نظر اور فکر سے استدلال کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے صحت اور صواب کو پہنچ کر اقرار کیا تھا تو وہ قیامت کے دن یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پہلے دن ہماری نصرت اور تائید کی گئی تھی اگر بعد میں بھی ہمیں یہ نصرت اور تائید حاصل ہوتی تو بعد میں بھی ہم اسی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتے اور شرک نہ کرتے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان سے اپنی ربوبیت کا میثاق لیا تھا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی عقل اور بصیرت رکھ دی تھی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور معرفت کے ادراک پر قادر تھے۔

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اقرار اضطراری تھا اور حقیقت واقعی ان پر منکشف کردی گئی تھی۔ لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ دنیا میں جسمانی تولد کے بعد ان کو ان کی آراء کے حوالے کردیا گیا تھا۔ ان سے کہا جائے گا کہ اے جھوٹو! تم کو تمہاری آراء کے حوالے کب کیا گیا تھا کیا ہم نے تمہارے پاس اپنے نبی اور رسول نہیں بھیجے تھے جو تم کو خواب غفلت سے جگا رہے تھے اور تم کو اس عہد اور میثاق کی یاد دلا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور وحدانیت پر اور اپنے رسولوں کے صدق پر دلائل قائم کردیے ہیں اور جب رسولوں نے یہ بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ازل میں یہ میثاق لیا تھا اور ان کا صدق معجزہ سے ثابت ہو چکا ہے تو اب جو شخص اس میثاق کا انکار کرے گا وہ معاند ہوگا اور اس عہد کا توڑنے والا ہوگا اور مخبر صادق کی خبر کے بعد اس کے بھول جانے اور یاد نہ رہنے کا عذر معتبر نہیں ہوگا۔

کیا یہ میثاق کسی کو یاد ہے؟

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ذی النون سے پوچھا گیا کیا آپ کو یہ میثاق یاد ہے؟ انہوں نے کہا گویا کہ اب بھی میرے کانوں میں اس عہد اور میثاق کی آواز آ رہی ہے اور بعض عارفین نے یہ کہا کہ لگتا ہے کہ یہ میثاق کل لیا گیا تھا۔ (روح المعانی ج ۹' ص ۱۰۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نبی ﷺ کا اصل کائنات ہونا

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

Marfat.com

بعض اہل اللہ نے یہ کہا ہے کہ جب حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کے ذروں کو نکالا گیا تو سب سے پہلے نبی ﷺ کے ذرہ نے جواب دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں سے یہ فرمایا:

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ — خوشی یا ناخوشی سے دونوں حاضر ہو جاؤ (تو) دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہوئے۔ (حم السجدہ: ۱۱)

اس وقت زمین کے جس ذرہ نے سب سے پہلے جواب دیا تھا وہ نبی ﷺ کا ذرہ تھا۔ اور یہ کعبہ کی مٹی کا ذرہ تھا اور سب سے پہلے زمین کا یہی حصہ بنایا گیا تھا' پھر اسی کو پھیلایا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور جب آپ کی تربت (مٹی) شریفہ کعبہ کی مٹی تھی تو آپ ﷺ کا مدفن بھی مکہ میں ہونا چاہیے تھا' کیونکہ روایت ہے کہ جس جگہ کی مٹی سے انسان بنایا جاتا ہے اسی جگہ اس کا مدفن ہوتا ہے' لیکن کہا گیا ہے کہ جب طوفان آیا تھا تو ایک جگہ کی مٹی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی اور مٹی کا وہ مبارک اور پاک ذرہ جو نبی ﷺ کا مبدء تھا اس جگہ پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کا مدفن اقدس ہے۔ اور اس کلام سے یہ مستفاد ہوا کہ نبی ﷺ تخلیق کی اصل ہیں اور تمام کائنات آپ کی تابع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ آپ کا ذرہ تمام مخلوق کی ام (اصل) ہے اسی وجہ سے آپ کا لقب امی ہے۔

(روح المعانی ج ۹' ص ۱۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) ان پر اس شخص کا حال بیان کیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تو وہ ان کی اطاعت سے نکل گیا پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا○ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعہ اس کو بلندی عطا کرتے مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے' یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں آپ (لوگوں کے سامنے) یہ واقعات بیان کیجئے تاکہ وہ غور و فکر کریں○ کیسی بری مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے تھے○ (الاعراف: ۱۷۷-۱۷۵)

واتل علیہم نبا الذی کے شان نزول میں مختلف روایات

ان آیتوں میں نبی ﷺ کو جس شخص کا قصہ بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کے نام کی تصریح نہیں ہے نہ اس کی صفت اور اس کی شخصیت کا تذکرہ ہے۔ البتہ مفسرین نے اس کے متعلق مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ مسروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ وہ بنو اسرائیل کا ایک شخص تھا اور اس کا نام بلعم بن ابر تھا۔ عمران بن حصین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا نام بلعم بن باعریا بلعم بن باعوراء تھا۔ نافع بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا نام امیہ بن ابی الصلت تھا۔

(جامع البیان ج ۹' ص ۱۶۳-۱۶۰' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عکرمہ نے کہا بلعام نبی تھا اور اس کو کتاب دی گئی تھی' مجاہد نے کہا اس کو نبوت دی گئی تھی اس کی قوم نے اس کو رشوت دی کہ وہ خاموش رہے' اس نے ایسا ہی کیا اور ان کو ان کے فسق و فجور پر ملامت نہیں کی۔ علامہ ماوردی نے کہا یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کو نبوت کے لیے منتخب فرماتا ہے جس کے متعلق اس کو علم ہوتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت ترک نہیں کرے گا اور معصیت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۸۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام حسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس اور ابن اسحاق وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جبارین سے جنگ کرنے کا قصد کیا اور کنعان سے شام کی طرف روانہ ہوئے تو بلعم کی قوم بلعم کے پاس گئی۔ بلعم کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم معلوم تھا۔ ان لوگوں نے بلعم سے کہا موسیٰ بہت سخت آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے۔ اور وہ ہم کو ہمارے شہروں سے نکالنے اور ہم سے جنگ کرنے کے لیے آیا ہے' وہ ہم کو قتل کر کے ہمارے شہروں میں بنو اسرائیل کو آباد کرے گا اور تم وہ شخص ہو جو مستجاب الدعوات ہے (جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں) تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان کو یہاں سے بھگا دے۔ بلعم نے کہا تم پر افسوس ہے وہ اللہ کے نبی ہیں' ان کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں' میں ان کے خلاف کیسے بددعا کر سکتا ہوں' اور مجھے اللہ تعالیٰ سے جو علم ملا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر میں نے ان کے خلاف بددعا کی تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی۔ انہوں نے بار بار اصرار کیا تو اس نے کہا اچھا میں استخارہ کرتا ہوں اور اس کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ استخارہ کرنے کے بعد دعا کرتا تھا۔ اس کو نیند میں یہ بتایا گیا کہ ان کے خلاف بددعا نہ کرنا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا میں نے استخارہ کیا تھا اور مجھے ان کے خلاف دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر اس کی قوم نے اس کو ہدیے اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا' انہوں نے دوبارہ اس سے بددعا کرنے کے لیے کہا' اس نے پھر استخارہ کیا اس دفعہ اس سے کچھ نہیں کہا گیا۔ اس کی قوم نے کہا اگر اللہ کو یہ بددعا کرنا پسند نہ ہوتا تو وہ تم کو پہلی بار کی طرح صراحتاً منع فرما دیتا' وہ اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے' حتیٰ کہ وہ ان کے کہنے میں آ گیا وہ ایک گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوا گدھی نے اس کو کئی بار گرایا وہ پھر سوار ہو جاتا تھا۔ بالآخر اللہ کے حکم سے گدھی نے اس سے کلام کیا اور کہا افسوس ہے بلعم تم کہاں جا رہے ہو' کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ فرشتے مجھے جانے سے روک رہے ہیں۔ کیا تم اللہ کے نبی اور فرشتوں کے خلاف بددعا کرنے کے لیے جا رہے ہو؟ بلعم باز نہیں آیا وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر بددعا کرنے لگا۔ وہ بنو اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان پر اس کی قوم کے خلاف بددعا کے الفاظ آ جاتے تھے' اس کی قوم نے کہا اے بلعم یہ کیا کر رہے ہو؟ تم تو ہمارے خلاف بددعا کر رہے ہو! اس نے کہا یہ میرے اختیار میں نہیں ہے' اللہ کی قدرت مجھ پر غالب آ گئی' پھر اس کی زبان نکل کر اس کے سینہ کے اوپر لٹک گئی' اس نے کہا میری تو دنیا اور آخرت برباد ہو گئی۔ اب میں تمہیں ان کے خلاف ایک تدبیر بتاتا ہوں' تم حسین و جمیل عورتوں کو بنا سنوار کر ان کے لشکر میں بھیج دو' اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی ان کے ساتھ بدکاری کر لی تو تمہارا کام بن جائے گا کیونکہ جو قوم زنا کرے اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتا ہے اور اس کو کامیاب ہونے نہیں دیتا۔

بنو اسرائیل کے ایک شخص جس کا نام زمری بن شلوم تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود کستی نامی ایک کنعانی عورت کے ساتھ بدکاری کی جس کی پاداش میں اسی وقت بنو اسرائیل پر طاعون مسلط کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ کا مشیر فنحاص بن العیزار نامی ایک اسرائیلی شخص تھا وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھا' جب وہ آیا اور اس کو زمری بن شلوم کی سرکشی کا پتہ چلا تو اس نے خیمہ میں گھس کر زمری اور اس عورت دونوں کو قتل کر دیا۔ تب طاعون کا عذاب ان سے اٹھا لیا گیا لیکن اس اثناء میں ستر ہزار اسرائیلی طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو چکے تھے۔

مقاتل نے کہا کہ بلقاء کے بادشاہ نے بلعام سے کہا کہ تم موسیٰ (علیہ السلام) کے خلاف بددعا کرو' اس نے کہا وہ میرے ہم مذہب ہیں میں ان کے خلاف بددعا نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے اس کو سولی دینے کے لیے صلیب تیار کی وہ ڈر گیا اور گدھی پر سوار ہو کر بددعا کرنے کے لیے گیا۔ گدھی راستہ میں رک گئی اور چلتی نہ تھی وہ گدھی کو مارنے لگا گدھی نے کہا مجھے کیوں مارتے ہو؟ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔ پھر وہ لوٹ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! ہم کس وجہ سے میدان تیہ میں بھٹک

Marfat.com

رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلعام کی دعا کی وجہ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! جس طرح تو نے میرے خلاف اس کی دعا سن لی ہے اسی طرح اس کے خلاف میری دعا بھی قبول فرما! پھر موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اس سے اسم اعظم چھین لیا جائے اور اس سے ایمان سلب کر لیا جائے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فانسلخ منھا یعنی اس سے ایمان اور اسم اعظم چھین لیا گیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص' سعید بن المسیب' زید بن اسلم اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ یہ آیت امیہ بن الصلت ثقفی کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس نے کتاب (تورات) کو پڑھا تھا اور اس کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک رسول بھیجنے والا ہے' اس کو امید تھی کہ وہ متوقع رسول وہ ہو گا' اور جب اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد ﷺ کو رسول بنا دیا تو اس نے آپ سے حسد رکھا اور آپ کا کفر کیا' وہ بہت حکمت والا اور نصیحت کرنے والا تھا۔ وہ بعض ممالک کے دورہ پر گیا جب وہ واپس آیا تو مقتولین بدر کے پاس سے گزرا۔ اس نے ان کے متعلق پوچھا اس کو بتایا گیا کہ ان کو سیدنا محمد ﷺ نے قتل کیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ اگر وہ نبی ہوتے تو اپنے رشتے داروں کو قتل نہ کرتے' آخر کار وہ کفر پر ہی مر گیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۱۶' معالم التنزیل ج ۲' ص ۱۸۰-۱۷۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ان روایات کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ابو عامر راہب کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کو نبی ﷺ نے فاسق فرمایا تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں راہب تھا۔ جب اسلام آیا تو یہ شام چلا گیا اور اس نے منافقین کو مسجد ضرار بنانے کا حکم دیا اور یہ قیصر کے پاس گیا اور اس کو نبی ﷺ کے خلاف لڑنے پر ابھارا' اور یہ وہیں پر مر گیا۔ یہ سعید بن مسیب کا قول ہے اور حسن اور اصم نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے ان منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی ﷺ کو پہچانتے تھے' اور قتادہ' عکرمہ اور ابو مسلم کا قول یہ ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے متعلق عام ہے جن کو ہدایت دی گئی اور انہوں نے ہدایت سے اعراض کیا پھر ان سے ہدایت چھین لی گئی۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۰۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بد عمل اور رشوت خور عالم کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تو وہ ان کی اطاعت سے نکل گیا۔

اس کے دو معنی ہیں ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو دلائل توحید کی تعلیم دی اور وہ ان کا عالم ہو گیا پھر وہ اللہ کی اطاعت سے اس کی معصیت کی طرف اور اس کی محبت سے اس کی ناراضگی کی طرف نکل گیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس پر توحید کی ہدایت پیش کی لیکن اس نے ہدایت کو قبول نہیں کیا اور کفر پر برقرار رہا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جس شخص کو ہدایت دی گئی اور اس نے ہدایت سے اعراض کر کے خواہش نفس اور گمراہی کو اختیار کر لیا اور دنیا کی دلچسپیوں کی طرف راغب ہوا حتیٰ کہ وہ شیطان کا ہمنوا ہو گیا تو اس کا انجام آخرت کی ناکامی اور نامرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کے حال سے عبرت پکڑیں۔

پھر فرمایا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلندی عطا کرتے مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس کے اور اس کے کفر کے درمیان اپنی حفاظت کو حائل کر دیتے بایں طور کہ اس کو قہراً اور جبراً ہدایت پر قائم کر دیتے لیکن ایسا کرنا اس کو مکلف کرنے کے منافی تھا' اس لیے ہم نے اس کو اس کے اختیار پر قائم رکھا اور اس نے اپنے اختیار سے ہدایت کی بلندی کے بجائے گمراہی کی پستی کو اختیار کر لیا اور اس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

Marfat.com

اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ (الانعام: ۱۴۹) سو اگر اللہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت عطا فرماتا۔

لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا (الرعد: ۳۱) اگر اللہ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔

ان آیات میں علماء کے لیے بہت سخت حکم ہے' کیونکہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات بینات کا علم عطا فرمایا اور اس کو اپنے اسم اعظم کی تعلیم دی اور اس کو مستجاب الدعوات بنایا یعنی اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ لیکن جب اس نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو وہ دین سے نکل گیا اور کتے کی مانند ہو گیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی بہت زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے تو اس پر گرفت بھی بہت سخت ہوتی ہے سو اگر وہ شخص ہدایت سے اعراض کرے اور خواہش نفس کی پیروی کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات سے بہت زیادہ دور ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا علم زیادہ ہو اور اس کی دنیا میں بے رغبتی زیادہ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہی دور ہو گیا۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۳' رقم الحدیث: ۵۸۸۷' الجامع الصغیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۳۹۷' کنز العمال ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۹۰۱۶)

اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ جو علم اللہ کی اطاعت کے ماسوا کا ہو وہ گناہوں کا مادہ ہے۔ علم کی اصل عبادت کی طرف رغبت ہے اور اس کا ثمرہ سعادت ہے۔ اور زہد کی اصل خوف خدا ہے اور اس کا ثمرہ عبادت ہے۔ پس جب زہد اور علم مل جائیں تو سعادت مکمل ہو جاتی ہے۔ حجت الاسلام نے کہا طلب علم میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں' ایک وہ شخص ہے جو علم کو آخرت کے زاد راہ کے لیے طلب کرتا ہے' وہ علم سے صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے یہ کامیاب لوگوں میں سے ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو علم کو دنیا کے مال و متاع کے لیے طلب کرتا ہے اگر توبہ سے پہلے اس کو موت آ گئی تو اس کے برے خاتمہ کا اندیشہ ہے' اور اگر اس کو توبہ کی مہلت مل گئی تو یہ کامیاب لوگوں میں سے ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس پر شیطان غالب ہوتا ہے اور وہ اپنے علم کو مال کی کثرت کا ذریعہ بناتا ہے اور اپنے پیروکاروں کی کثرت کی بنا پر تکبر کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کرنے کے باوجود اپنے آپ کو نیکوں میں سے شمار کرتا ہے' سو یہ شخص ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔

مسند الفردوس کی یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ امام دار قطنی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان نے روضۃ العقلاء میں اس کو موقوف قرار دیا ہے' یہ حضرت علی کا قول ہے۔ امام ازدی نے کتاب الضعفاء میں حضرت علی سے روایت کیا ہے جس شخص کا علم اللہ کے متعلق زیادہ ہو پھر اس کے دل میں دنیا میں محبت زیادہ ہو تو اس پر اللہ کا غضب زیادہ ہوتا ہے۔ (فیض القدیر ج ۱۱' ص ۵۶۴۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

بد عمل اور رشوت خور عالم کی کتے کے ساتھ مماثلت کا بیان

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے۔

قرآن مجید میں یلہث کا لفظ ہے اور جب کتا شدید تھکاوٹ کی وجہ سے یا شدید گرمی اور پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے تو اس کو عربی میں لہث کہتے ہیں۔

جو عالم دین دنیا کے مال و متاع کی وجہ سے دین کے احکام کو پس پشت ڈال دے اس آیت میں اس کی مثال ہانپنے والے کتے

Marfat.com

سے دی گئی ہے۔ کتا بہ ذات خود ذلیل جانور ہے اور ذلیل تر وہ کتا ہے جو ہر وقت ہانپتا رہتا ہو اور زبان باہر نکالے رہتا ہو خواہ تھکاوٹ ہو یا نہ ہو یا شدید گرمی اور پیاس ہو یا نہ ہو' گویا کہ ہانپنا اور زبان باہر نکالنا اس کی طبیعت ثانیہ اور عادت اصلیہ بن گئی ہو۔ اسی طرح جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے علم دین کی عزت اور کرامت سے نوازا ہو اور اس کو لوگوں کے مال کے مال کچیل لینے سے مستغنی کر دیا ہو' پھر وہ دین کے واضح احکام سے اعراض کر کے دنیا کی طرف جھکے اور اس خبیث عمل اور قبیح فعل پر برقرار رہے اور اس کو پسند کرے تو وہ اپنی طبعی دناءت اور خست کی وجہ سے یہ مذموم کام کر رہا ہے اس کو اس کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے' جیسا کہ ہر وقت ہانپنے والا کتا کسی ضرورت اور حاجت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی فطرت ثانیہ کی وجہ سے ہر وقت ہانپتا رہتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ کتے کے ساتھ اس لیے مثال دی گئی ہے کہ حدیث میں دنیا کو مردار اور اس کے طلب گاروں کو کتا قرار دیا گیا ہے۔

امام ابو شجاع شیرویہ بن شہرداد بن شیرویہ الدیلمی المتوفی ۵۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ دنیا کی مثال ایسے مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو گئے ہوں اور اس کو گھسیٹ رہے ہوں تو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم ان کی مثل کتے ہو اور ان کے ساتھ (اس مردار کو) گھسیٹو۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۱' رقم الحدیث: ۵۰۲' الدر المنتشرہ رقم الحدیث: ۲۴۲' ص ۱۶۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۸۷۰۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۲۱۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم اس کتے پر حملہ کرو پھر بھی زبان نکالے گا اور اگر اس پر حملہ نہ کرو پھر بھی زبان نکالے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ زبان نکال کر ہانپنا اس کی فطرت ثانیہ اور عادت اصلیہ بن چکی ہے۔ اسی طرح جو شخص گمراہ ہو اور مال پر حریص ہو اس کو تم نصیحت کرو پھر بھی گمراہی پر برقرار رہے گا اور مال کی حرص کرے گا اور اگر اس کو نصیحت کرنا چھوڑ دو پھر بھی وہ گمراہی پر برقرار رہے گا اور مال کی حرص کرے گا۔

ہانپنے والے کتے کی مثال کا تمام گمراہوں اور کافروں کو شامل ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ مثال ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ پہلے اہل مکہ یہ تمنا کرتے تھے کہ کوئی ہدایت دینے والا ہادی آئے جو ان کو اللہ کی اطاعت کی طرف ہدایت دے' پھر جب ان کے پاس ایک ایسا شخص کریم آیا جس کی امانت اور دیانت میں ان کو کوئی شک نہیں تھا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اللہ کی اطاعت نہ کی۔ سو جب انہیں اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی دعوت نہیں دی گئی تھی جب بھی وہ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے اعراض کرتے تھے اور جب انہیں یہ دعوت دی گئی تب بھی وہ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے اعراض کرتے تھے تو ان پر یہ مثال منطبق ہو گئی کہ وہ اس ہانپنے والے کتے کی طرح ہیں کہ تم اس پر حملہ کرو تو پھر بھی وہ ہانپتا ہے اور حملہ نہ کرو تو وہ پھر بھی ہانپتا ہے۔

آیات مذکورہ سے مستنبط شدہ احکام شرعیہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیسی بری مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے تھے ○

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے وہ کتے کی مثل ہے اور یہ کیسی بری مثال ہے' کتے کی فطرت یہ ہے کہ وہ اجنبی شخص پر بھونکنے لگتا ہے اور اگر وہی شخص اسے کوئی روٹی کا ٹکڑا یا ہڈی ڈال دے تو وہ اس کے آگے دم ہلانے لگتا

Marfat.com

ہے' اس طرح جو بے ضمیر اور رشوت خور علماء اور حکام ہیں وہ لوگوں کو سخت سزاؤں اور جرمانوں سے ڈراتے ہیں اور جب ان کو رشوت کی ہڈی پیش کر دی جائے تو وہ ان کے موافق ہو جاتے ہیں۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ ایک شخص کو اللہ کی آیات کا علم دیا گیا لیکن جب اس نے رشوت لے کر غلط کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ علم چھین لیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی بے قصور کو نقصان پہنچانے کے لیے یا ناجائز فوائد حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا حرام ہے' ہاں اپنا حق لینے کے لیے یا اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لیے اگر رشوت دینا ناگزیر ہو تو رشوت دینا جائز ہے البتہ رشوت لینا ہر صورت میں ناجائز ہے۔ سورۂ مائدہ میں ہم اس کی تفصیل بیان کر چکے ہیں' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کے کسی عالم کی تقلید نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دلائل کا علم دیا جو اس سے چھین لیا گیا' اور خاص طور پر علماء کو اس آیت سے ڈرنا چاہیے کیونکہ ایک عالم کی غلط کاری کی وجہ سے اس کا علم چھین لیا گیا۔ اس لیے علماء کو غلط کاموں کے ارتکاب سے خصوصاً رشوت لے کر غلط کام کرنے سے بچنا چاہیے مبادا ان کا انجام بھی بلعم بن باعوراء کی طرح ہو۔ حکومت بعض علماء کو مختلف مناصب' مراعات اور وظائف دے کر ان سے اپنے حق میں فتوے لیتی ہے اور اپنے موافق بیان دلواتی ہے اگر یہ فتوے اور بیان قرآن اور سنت کی نصوص صریحہ کے خلاف اور ان سے متصادم ہوں تو پھر یہ لوگ اپنے دور کے بلعم بن باعوراء ہیں اور انہیں اس کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کو اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی پر رکھے سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور بے شک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے ایسے انسان اور جن پیدا کیے جن کے دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں (مگر) وہ ان سے سنتے نہیں' وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں' وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں○ (الاعراف: ۱۷۹-۱۷۸)

ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی جانب سے ہونے کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو بہت بری مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اس لیے یہاں پر یہ فرمایا کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ کی جانب سے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ کی جانب سے ہیں تو کسی شخص کا ہدایت یافتہ ہونا دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کا مستحق نہیں ہونا چاہیے اور کسی شخص کا گمراہ ہونا دنیا میں مذمت اور آخرت میں عذاب کا مستحق نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا پیدا کرنا اللہ کی جانب سے ہے اور ان کا اختیار کرنا بندہ کی طرف مفوض ہے' بندہ اگر ہدایت کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہدایت کو پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی کو پیدا کر دیتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس اختیار کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ بہت غامض بحث ہے۔ اس کی تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۷' ص ۲-۲۶۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت پر اشکال کے حسب ذیل جوابات بھی دیے گئے ہیں:

۱- جس شخص کو اللہ تعالیٰ آخرت میں جنت اور ثواب کی طرف ہدایت دے گا وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ آخرت میں جنت سے گمراہ کر دے گا وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

۲- جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور اس نے اس ہدایت کو قبول کر لیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی ہدایت کو قبول نہیں کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

۳- جس نے ہدایت کو اختیار کر لیا اللہ تعالیٰ نے اس پر خاص لطف و کرم فرمایا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس نے گمراہی کو اختیار

Marfat.com

کیا وہ اللہ تعالیٰ کے خاص لطف و کرم سے محروم ہو گیا اس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

بہت سے جنات اور انسانوں کو دوزخ کے لیے پیدا کرنے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے انسان اور جن پیدا کیے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جن انسانوں اور جنات کے متعلق ازل میں یہ علم تھا کہ وہ کفر پر اصرار کریں گے اور ان کی موت کفر پر ہوگی ان کو اللہ تعالیٰ نے انجام کار دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت میں لام تعلیل کا نہیں ہے بلکہ عاقبت کا ہے جس کا معنی ہے انجام کار۔ اس کی مثال حسب ذیل آیات ہیں:

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (یونس: ۸۸)

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون کو اور اس کے عمال حکومت کو زینت کا سامان اور دنیا کی زندگی کے بہت اموال دیے ہیں تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کریں۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (القصص: ۸)

سو اس (موسیٰ) کو فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کے لیے دشمن اور رنج و غم کا باعث ہو جائے۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کے اذہان حق کی معرفت کو قبول نہیں کریں گے اور یہ اپنی آنکھوں سے مخلوقات میں اللہ کی نشانیوں کو نہیں دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جب تلاوت کی جائیں گی تو یہ ان کو غور و فکر سے نہیں سنیں گے' کفر پر اصرار اور ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے قلوب ماؤف ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹیں ہیں۔ اس آیت سے مقصود یہود کا حال بیان کرنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب میں انتہا کو پہنچ چکے ہیں' حالانکہ ان کو علم الیقین ہے کہ ان کی کتابوں میں جس نبی کی بعثت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ یہی ہیں یعنی سیدنا محمد ﷺ' اور یہ ان بہت سے لوگوں میں سے ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں گویا کہ ان کو پیدا ہی دوزخ کے لیے کیا گیا ہے۔

(الکشاف ج ۲' ص ۱۷۸-۱۷۷' مطبوعہ قم' ایران' ۱۴۱۳ھ)

اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ اگر یہ ضدی اور معاند مشرکین ایمان نہیں لاتے اور آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کرتے تو آپ پریشان نہ ہوں یہ ضدی مشرکین ان لوگوں میں سے ہیں جن کو انجام کار دوزخ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ان کی وجہ سے آپ ملول خاطر نہ ہوں آپ اپنے دینی معاملات میں اور اپنے متبعین کے ساتھ مشغول رہیے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ جنات تو آگ سے پیدا کیے گئے ہیں ان کو آگ کے عذاب کی کیا تکلیف ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے لیکن اگر اس کو اینٹ ماری جائے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے حالانکہ اینٹ بھی مٹی سے بنی ہوئی ہے۔ سو اسی طرح جنات کو بھی آگ سے تکلیف ہوگی خواہ وہ آگ سے بنے ہوئے ہیں۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: ۵۶)

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اور انس کو پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں' اور زیر تفسیر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر جن اور انس کو دوزخ کے لیے پیدا فرمایا ہے اور یہ واضح تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنات کو اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' سو جو اپنے اختیار اور ارادہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا' اور دوزخ میں داخل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو پیدا نہیں فرمایا لیکن جو اپنے اختیار اور ارادے سے کفر کریں گے اور اپنے مقصد تخلیق کے خلاف کام کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ انجام کار دوزخ میں داخل فرمائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقصد تخلیق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور دوزخ میں داخل کرنا مقصد تخلیق نہیں ہے۔ اس لیے ان آیتوں میں تعارض نہیں ہے۔

عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں (مگر) وہ ان سے سنتے نہیں۔

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی وحدانیت کے دلائل پر دل سے غور و فکر نہیں کرتے' اور اس کائنات میں اس کے وجود پر جو نشانیاں ہیں ان کا آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کرتے' اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی جو تلاوت کی جاتی ہے اس کو کانوں سے غور سے نہیں سنتے اور نہ وعظ اور نصیحت کو سنتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے جن کے دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ امام فخر الدین رازی شافعی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ علم کا محل قلب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہ طور مذمت فقہ اور فہم کی ان کے دلوں سے نفی کی ہے اور یہ اسی وقت درست ہو گا جب فقہ اور فہم کا محل قلب ہو۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں جن کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں ہے سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا اور جس شخص نے امور مشتبہ کو اختیار کیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا' جس طرح کوئی شخص کسی چراگاہ کی حدود کے گرد جانور چرائے تو قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی چر لیں' سنو ہر بادشاہ کی ایک خاص حد ہوتی ہے اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی حدود اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور سنو جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو وہ گوشت کا ٹکڑا قلب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۵۱' صحیح مسلم المساقات' ۱۰۷ (۱۵۹۹) ۴۰۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۰' ۳۳۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۴)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: سنو! جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا قلب ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عقل قلب میں ہے سر میں نہیں ہے' اور اس میں اختلاف مشہور ہے۔ ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور جمہور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ عقل قلب میں ہے' اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ

Marfat.com

عقل دماغ میں ہے۔ علامہ مازری لکھتے ہیں عقل کے قلب میں ہونے کے قائلین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں فتکون لهم قلوب یعقلون بها "کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے وہ سمجھتے" اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب "بے شک اس میں دل والے کے لیے نصیحت ہے"۔ ان آیات کے علاوہ اس حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ عقل دل میں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ عقل دماغ میں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جب دماغ فاسد ہو تو عقل فاسد ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے۔ علامہ نووی اس دلیل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ عقل دماغ میں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہو کہ وہ دماغ کے فساد کے وقت عقل کو فاسد کر دیتا ہو اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ (شرح مسلم ج ۲' ص ۲۸' مطبوعہ کراچی)

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آنکھ سے بصارت کا ادراک نہیں ہوتا اور آنکھ ضائع ہونے سے بصارت اس لیے چلی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ آنکھوں کے فساد کے وقت بصارت کو فاسد کر دیتا ہے اور یہ بداہت کے خلاف ہے۔

دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل

عقل کا محل دماغ ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام کی استعداد اور صلاحیت جس عضو میں رکھی ہے اس کا محل اسی عضو کو بنایا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور ہم بداہتہ" جانتے ہیں کہ غور و فکر اور سوچ و بچار کا کام دماغ سے لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ مطالعہ کرنے زیادہ غور و فکر کرنے اور زیادہ سوچ و بچار سے دماغ تھک جاتا ہے دل کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ زیادہ پڑھنے سے سر میں درد ہو جاتا ہے دل میں کوئی درد نہیں ہوتا۔ اگر چربی بڑھ جانے اور مٹاپے سے عارضہ قلب کی بیماری لاحق ہو جائے اور دل کے دورے پڑنے لگیں تو اس سے انسان کی عقل متاثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح بلڈ پریشر بڑھ جانے کی وجہ سے دل کو زیادہ مشقت اور محنت کرنا پڑے تو اس سے بھی عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے برخلاف اگر دماغ کو کوئی بیماری لاحق ہو جیسے عدم ارتکاز' ذہنی انتشار' انجانا خوف' نسیان' مالیخولیا اور جنون وغیرہ تو ان بیماریوں سے عقل کی کارکردگی کم یا فاسد ہو جاتی ہے۔ نیز اگر دماغ پر کوئی چوٹ لگ جائے تو اس سے بھی عقل متاثر ہوتی ہے۔ بعض اوقات دماغ کی چوٹ کی وجہ سے انسان کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں بکثرت مشاہدات اور بداہت سے ثابت ہیں اور ان کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے اور سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ مغربی ممالک میں بعض لوگوں کا آپریشن سے دل بدل دیا گیا اگر عقل اور ادراک کا محل دل ہوتا تو دل بدل جانے سے پوری شخصیت بدل جانی چاہیے تھی جبکہ ان لوگوں نے بتایا کہ ان کے علوم اور معلومات' احساسات اور جذبات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا اور اس سے ثابت ہوا کہ عقل کا محل دماغ ہے دل نہیں ہے۔

قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید میں عقل اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے دماغ کی طرف نہیں کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ عرف اور ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے اور روزمرہ کی گفتگو' عرف' محاورات اور ادبی زبان میں علم و ادراک' سوچ و بچار' احساسات' جذبات' خیالات بلکہ تقریباً دماغ کے تمام افعال کو سینے اور دل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کسی چیز کے یاد ہونے کو کہتے ہیں کہ وہ تو میرے سینے میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال

Marfat.com

آیا' میرا دل اس کو نہیں مانتا' حالانکہ دل تو صرف خون پمپ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں بھی پڑھے لکھے ادیب اور سائنس دان اپنی گفتگو میں الفت اور محبت اور علم اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کرتے ہیں دماغ کی طرف نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں عام لوگوں کے عرف اور محاورے کے مطابق خطاب ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و انزل من السماء ماء اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا (بقرہ: ۲۲) حالانکہ یہ پانی بخارات کی صورت میں زمین سے اوپر جاتا ہے اور بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ عرف اور محاورے میں کہا جاتا ہے کہ آسمان سے بارش ہوئی' اس لیے اس کے مطابق خطاب فرمایا۔ نیز ارشاد ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئۃ (الکہف: ۸۶) یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اس (سورج) کو سیاہ دلدل کے چشمہ میں غروب ہوتا ہوا دیکھا' حالانکہ عقل اور سائنس کے نزدیک سورج کبھی غروب نہیں ہوتا وہ ہمیشہ اپنے مدار میں گھومتا رہتا ہے اور یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ سورج چشمہ میں غروب نہیں ہو سکتا لیکن عرف میں ایسا ہی کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سورج پہاڑ کے پیچھے چھپ گیا اسی طرح عرف کے مطابق یہاں ارشاد فرمایا ہے۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے فرمایا قرآن مجید میں عام سطح کے لوگوں اور عرف کے مطابق خطاب کیا ہے' اور عقلاء اور سائنس دانوں کی اصطلاح کے مطابق خطاب نہیں کیا' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ عقل اور سائنس اور اعلیٰ درجہ کے دماغوں کے مطابق خطاب کرتا تو یہ عام لوگوں کے لیے غیر مانوس ہوتا اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکم کے بھی خلاف تھی اور اس کی رحمت کے بھی خلاف تھی۔

مذکورہ حدیث میں صراحتاً عقل اور ادراک کی دل کی طرف نسبت نہیں کی گئی بلکہ انسانی دل کو اخلاق اور عادات کا مرکز قرار دیا ہے اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسان کے تمام اعضاء سے اچھے افعال کا ظہور ہوگا لیکن چونکہ اخلاق کا اچھا یا برا ہونا بھی انسانی فکر پر موقوف ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں فکر کا مرکز دل کو قرار دیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ بھی عرف اور محاورے کے مطابق اطلاق مجازی ہے۔ اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ہم اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام کے نظریات پیش کریں گے۔ علامہ نووی کے حوالے سے ہم امام شافعی کا نظریہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ دل کو عقل کا محل قرار دیتے ہیں اب ہم باقی ائمہ اور فقہاء کے نظریات پیش کریں گے۔ تاہم اس سے پہلے ہم عقل کی تعریف بیان کریں گے۔

عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال

علامہ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں: عقل انسان میں ادراک کرنے کی قوت ہے اور یہ روح کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور اس کا محل مخ (مغز) ہے' جیسا کہ ابصار روح کے خصائص میں سے ایک خاصہ ہے اور اس کا آلہ آنکھ ہے۔

(دائرۃ المعارف القرن العشرین ج ۶' ص ۵۲۲' مطبوعہ بیروت)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں: عقل وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے ایک قول یہ ہے اس کا محل سر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل قلب ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۶۵' مطبوعہ ایران)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: عقل وہ قوت ہے جس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عقل ایک جوہر ہے جس سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشاہدہ ادراک ہوتا ہے۔ (شرح العقائد ص ۱۶' مطبوعہ دہلی)

علامہ زبیدی نے الشبلی سے نقل کیا ہے کہ عقل اگر عرض ہے تو وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے نفس میں علوم

Marfat.com

اور ادراکات کی صلاحیت ہے' اور اگر عقل جوہر ہے تو وہ ایک جوہر لطیف ہے جس کی وجہ سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالشاہدہ ادراک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دماغ میں پیدا کیا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے۔

(تاج العروس' ج ۸' ص ۲۶' مطبوعہ مصر)

علامہ زبیدی نے علامہ مجد الدین کی اس تعریف کو ذکر کیا ہے: عقل وہ قوت ہے جس سے اچھی اور بری چیزوں میں تمیز حاصل ہوتی ہے اور علامہ راغب اصفہانی کی یہ تعریف ذکر کی ہے: عقل وہ قوت ہے جس سے قبول علم کی صلاحیت ہے اور لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ عقل قلب یا دماغ میں ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے۔

(تاج العروس' ج ۸' ص ۲۵' مطبوعہ مصر)

علامہ شرتونی نے لکھا ہے عقل ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک طبعی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان میں فہم خطاب کی صلاحیت ہوتی ہے۔ (اقرب الموارد' ج ۲' ص ۸۱۲' مطبوعہ ایران)

محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال

امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے عقل دماغ میں ہے۔ شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ضرب لگائے جس سے اس کی عقل چلی جائے تو عقل کے جانے کے اعتبار سے اس پر دیت لازم ہوگی اور اس میں موضحہ (ایسی ضرب جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے' در مختار) کی ارش (جرمانہ) بھی داخل ہوگی' اور حسن رضی اللہ کا قول ہے کہ اس میں موضحہ کی ارش داخل نہیں ہوگی' کیونکہ جنایت (ضرب لگانے) کا محل مختلف ہے کیونکہ موضحہ کا محل اور ہے اور عقل کا محل اور ہے برخلاف اس صورت کے جب موضحہ بالوں کے ساتھ ہو' ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل کا جانا نفس کے تبدیل ہو جانے اور اس کے بہائم (حیوانوں) کے ساتھ لاحق ہو جانے کے مترادف ہے اور یہ بمنزلہ موت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائے جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے اور وہ اس سے مر جائے تو اس سے پوری دیت لازم آتی ہے اور اس میں سر پر ضرب لگانے کا جرمانہ بھی داخل ہے۔ (المبسوط ج ۲۶' ص ۹۹' مطبوعہ بیروت)

شمس الائمہ سرخسی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر سر پر ضرب لگانے سے مکمل عقل زائل ہو جائے تو پوری دیت لازم آئے گی' ورنہ اس کے حساب سے لازم آئے گی اور اس مسئلہ میں یہ دلیل ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے۔

امام مالک کے نزدیک بھی عقل کا محل دماغ ہے۔ علامہ سحنون بن سعید تنوخی مالکی لکھتے ہیں:

میں نے امام عبدالرحمان بن قاسم سے سوال کیا کہ کسی شخص کے سر پر عمداً ایسی ضرب لگائی گئی جس سے اس کی ہڈی ظاہر ہو گئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس مسئلہ میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اگر اس نے ایسی ضرب لگائی جس سے ہڈی ظاہر ہو گئی اور وہ دماغ تک پہنچ گئی تو موضحہ کا قصاص لیا جائے گا اور مامومہ (ضرب دماغ تک پہنچنے میں) اس کی عاقلہ دیت ادا کریں گے' اور اگر اس نے کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائی جس سے اس کی ہڈی ظاہر ہو گئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس کے علاج کے بعد دیکھا جائے گا اگر وہ ٹھیک ہو گیا تو موضحہ میں ضارب سے قصاص لیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا آیا اس ضرب سے مضروب کی سماعت اور عقل زائل ہو گئی ہے اگر علاج کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے اور اس کی سماعت اور عقل زائل نہیں ہوئی ہو تو اس کے مال سے سماعت اور عقل کی دیت وصول نہیں کی جائے گی۔

(المدونۃ الکبریٰ' ج ۴' ص ۴۸۷' مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

اس مسئلہ سے واضح ہو گیا کہ امام مالک کے نزدیک بھی عقل دماغ میں ہے۔ امام شافعی کے بارے میں ہم پہلے علامہ نووی سے نقل کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک عقل قلب میں ہے۔ امام رازی شافعی کی بھی یہی رائے ہے اور امام احمد بن حنبل کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حنبلی علماء نے عقل کا مستقر قلب قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالرحمن بن الجوزی حنبلی لکھتے ہیں:

القلب قطعة من دم جامدة سوداء وهو مستكن في الفواد وهو بيت النفس و مسكن العقل۔

قلب سیاہ جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا ہے یہ دل کی کوٹھڑی ہے نفس کا گھر ہے اور عقل کا مسکن ہے۔

(زاد المسیر ج ۱، ص ۲۸، مطبوعہ بیروت)

کفار کا جانوروں سے زیادہ گم راہ ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

انسان اور باقی حیوانات غذا حاصل کرنے کی قوت، نشوونما کی قوت اور تولید کی قوت میں مشترک ہیں، نیز حواس ظاہرہ اور باطنہ میں بھی مشترک ہیں اور تخیل، توہم اور تذکر کے احوال میں بھی مشترک ہیں، انسان اور باقی حیوانات کے درمیان صرف قوت عقلیہ اور فکریہ کی وجہ سے امتیاز ہے جو قوت حق اور خیر کی طرف ہدایت دیتی ہے تاکہ حق اور خیر کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ جب کفار نے قوت عقلیہ اور فکریہ سے کام لینے سے اعراض کیا اور اس کے توسط سے حق کی معرفت حاصل کرنے اور نیک کام کرنے سے روگردانی کی تو وہ جانوروں کی مانند ہو گئے بلکہ ان سے زیادہ گمراہ، کیونکہ حیوانات کو ان فضائل کے حصول پر کوئی قدرت نہیں ہے اور انسان کو ان کے حصول کی قدرت دی گئی ہے، اور جو لوگ قدرت کے باوجود ان عظیم فضائل کے حصول سے روگردانی کریں ان کا حال ان سے زیادہ خسیس ہو گا جو عجز کی وجہ سے ان فضائل کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اس لیے بھی کہ جانور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں اور کفار اپنے رب کے اطاعت گزار نہیں ہیں اور اس لیے بھی کہ جب جانوروں کو کوئی راہ دکھانے والا ہو تو وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں اور راستہ سے نہیں بھٹکتے اور کفار کو انبیاء علیہم السلام سیدھا راستہ دکھاتے تھے لیکن وہ ان کی مخالفت کر کے گمراہی کو اختیار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں، جو کچھ وہ کرتے ہیں عنقریب ان کو اس کی سزا دی جائے گی ○ (الاعراف: ۱۸۰)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بہت سے جنات اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے لیے پیدا کیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اور اس آیت میں فرمایا اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو۔ اس میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ غفلت اور عذاب جہنم سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرو اور اس کو یاد کرو، اور اصحاب ذوق اور ارباب مشاہدہ کا وجدان یہ ہے کہ دل جب اللہ کی یاد سے غافل ہو اور دنیا اور اس کی دلچسپیوں اور رنگینیوں کی طرف متوجہ اور راغب ہو تو وہ حرص کی آگ اور زمہریر کے بعد اور حجاب میں واقع ہو جاتا ہے اور جب دل میں اللہ کی یاد اور اس کی معرفت ہوتی ہے تو وہ آفتوں اور مصیبتوں کی آگ اور ناکامی اور نامرادی پر حسرتوں کے عذاب سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی

اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ اسماء احسن معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد الفاظ

Marfat.com

ہیں کیونکہ یہ الفاظ اللہ عزوجل پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم الملک القدوس (الحدیث) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۹۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۱۸) اور ایک قول یہ ہے کہ ان اسماء سے مراد صفات ہیں۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ اللہ کے اوصاف حسنیٰ ہیں۔ مثلاً اللہ علم قدیم کے ساتھ عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کا خالق ہے اور جس چیز کا ارادہ کرے وہ ہو جاتی ہے وغیرہ۔ کیونکہ اسم کا اطلاق صفت پر بھی ہوتا ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کو صرف ان ہی اسماء حسنہ کے ساتھ پکارے' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں نہ کہ اصطلاحیہ' لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یا جواد کہنا جائز ہے اور یا سخی کہنا جائز نہیں ہے' اور اس کو یا عالم کہنا جائز ہے اور یا فقیہ کہنا جائز نہیں ہے۔ اور یا عاقل کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے یخادعون اللہ وھو خادعھم (النساء: ۱۴۲) اور ومکروا ومکر اللہ (آل عمران: ۵۴) لیکن دعا میں یا مخادع اور یا مکار کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ افعال کے اطلاق سے مشتق کا اطلاق لازم نہیں آتا' اور یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا رب ہے لیکن یہ کہنا جائز نہیں ہے یا خالق الخنزیر' یا خالق الخبائث۔

مقاتل رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے نماز میں اللہ اور رحمٰن سے دعا کی تو ایک مشرک نے کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ ہم رب واحد کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ دو خداؤں کو پکارتے ہیں (یعنی اللہ اور رحمٰن کو) تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو' ان اسماء میں سے جس نام کے ساتھ بھی پکارو اس کے اسماء حسنہ ہیں۔

(حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۲' ص ۲۸۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی بحث میں ہم پہلے یہ بیان کریں گے کہ اسم مسمی کا عین ہے یا غیر۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توقیفی ہونا بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان کریں گے اور آخر میں اسم اعظم کے متعلق بیان کریں گے۔

فنقول وباللہ التوفیق۔

اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اشاعرہ کہتے ہیں کہ اسم مسمی کا غیر ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسم مسمی کا عین ہے' اس کی تحقیق یہ ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی کلمہ پر ہوتا ہے اور کبھی اسم کا اطلاق ذات اور مسمی پر ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حقیقی اطلاق کون سا ہے' اشاعرہ نے کہا کہ اسم کا اطلاق کلمہ پر حقیقت ہے اور مسمی پر مجاز ہے اور معتزلہ کا قول اس کے برعکس ہے اور استاذ ابو منصور نے کہا کہ اسم دونوں میں مشترک ہے۔

اشاعرہ کے دلائل میں سے یہ ہے کہ جب کسی معین شخص کا نام پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس شخص کا اسم کیا ہے؟ پھر جواب میں وہ کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے وہ شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اسم کی حقیقت وہ کلمہ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں سو اگر اسم مسمی کا عین ہو تو متعدد خداؤں کا ہونا لازم آئے گا۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سبح اسم ربک الاعلی (الاعلیٰ: ۱) "اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کیجئے" اور تسبیح اللہ کی ذات کی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسم اس کی ذات کا عین ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں ہر فریق کے

Marfat.com

دلائل اور ان کے جوابات موجود ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۴۷-۷۳ ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہو یا اس کے رسول ﷺ نے اس اسم کا اطلاق کیا ہو یا اس اسم کے اطلاق پر اجماع منعقد ہو چکا ہو۔ (مثلاً اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق کرنا) اور جس اسم کے اطلاق پر اذن شرعی ہو نہ ممانعت ہو اس میں اختلاف ہے۔ اس میں ایک قول توقف کا ہے اور ایک قول ممانعت کا ہے۔ علامہ ابن رشد نے اس قول کو امام اشعری اور امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے۔ مقترح نے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ ممانعت حکم شرعی ہے اور بغیر دلیل سمعی کے ممانعت شرعی کا حکم صحیح نہیں ہے۔ مقترح نے کہا اگر اس لفظ سے کسی محال معنی کا وہم ہو تو پھر اس اسم کا اطلاق ناجائز ہے اور اگر کسی محال معنی کا وہم نہ ہو تو پھر اس قسم کا اطلاق جائز ہے۔ علامہ باقلانی نے کہا ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے بشرطیکہ اس کی ممانعت پر اجماع نہ ہو۔ اس لیے سید اور حنان کا اطلاق جائز ہے اور عاقل اور فقیہ کا اطلاق ناجائز ہے۔ البتہ امام مالک نے سید اور حنان کے اطلاق سے منع کیا ہے۔ علامہ باقلانی نے کہا اللہ تعالیٰ نے جن افعال کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے ان کے اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں ہے کیونکہ جن چیزوں کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور وہ قرآن میں مذکور ہیں تو ان کا جتنا اطلاق قرآن مجید میں آ گیا ہے بس اتنا اطلاق جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً اللہ یستھزئ بھم اس کی وجہ سے مستہزی کا اور سخر اللہ منھم اس کی وجہ سے ساخر کا اطلاق جائز نہیں ہے اور متکلمین اللہ تعالیٰ پر صانع' واجب الوجود اور موثر کا اطلاق بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۷۷-۷۶ ' مطبوعہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اسماء حسنیٰ میں اختلاف ہے' آیا یہ توقیفی ہیں یا نہیں۔ توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت کی نص کے علاوہ کسی اسم کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہ ہو۔ امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور معتزلہ اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی اللہ پر دلالت عقلاً صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے۔ قاضی ابو بکر اور امام غزالی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور صفات توقیفی نہیں ہیں۔ (اس کے برخلاف جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اسماء غیر توقیفی ہیں اور صفات توقیفی ہیں۔ سعیدی غفرلہ) امام غزالی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا وہ نام رکھیں جو آپ کے والد نے رکھا نہ آپ نے خود رکھا۔ اسی طرح مخلوق میں سے کسی بھی بزرگ شخص کا نام ہم از خود نہیں رکھ سکتے اور جب مخلوق کا نام از خود رکھنا ممنوع ہے تو خالق کا نام از خود رکھنا بہ طریق اولیٰ منع ہونا چاہیے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے اسم یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے جس سے نقص کا وہم ہو خواہ نص میں اس لفظ کا اطلاق ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماہد' زارع اور فالق کہنا جائز نہیں ہے اگرچہ نص قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ فنعم الماھدون (الذاریات: ۴۸) ام نحن الزارعون (الواقعہ: ۶۴) فالق الحب والنوی (الانعام: ۹۵)

امام ابو القاسم قشیری نے کہا کہ کتاب' سنت اور اجماع سے جن اسماء کا ثبوت ہو ان اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور جس اسم کا ان میں ثبوت نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز نہیں ہے خواہ اس کا معنی صحیح ہو' اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جس کے اطلاق کا شریعت میں ثبوت ہو عام ازیں کہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اور ہر وہ لفظ جس کی نسبت اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی طرف صحیح ہے' عام ازیں کہ اس میں تاویل ہو یا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس پر اسم کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

امام رازی نے کہا کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم کی تفصیل یہ ہے:

١۔ جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثبوت قطعی ہے ان کا اطلاق مفرد اور مضاف دونوں اعتبار سے صحیح ہے جیسے قادر' قاہر' یا فلاں پر قادر فلاں پر قاہر۔

٢۔ جن صفات کا بہ طور مفرد اطلاق صحیح ہے اور بطور مضاف خاص شرائط کے ساتھ صحیح ہے۔ مثلاً خالق یا ہر چیز کا خالق کہنا صحیح ہے لیکن بندر اور خنزیر کا خالق کہنا صحیح نہیں ہے۔

٣۔ جن صفات کا بطور مضاف اطلاق صحیح ہے اور بہ طور مفرد صحیح نہیں ہے مثلاً منشی کہنا صحیح نہیں ہے اور منشی الخلق کہنا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اگر شریعت میں اس کا سماع ثابت ہو تو اس اطلاق کیا جائے گا ورنہ نہیں' اور تیسری قسم وہ ہے کہ شریعت میں اس کا بہ حیثیت افعال سماع ہے تو انہی کا اطلاق کیا جائے گا اور ان پر قیاس کر کے ان مشتقات کا اطلاق نہیں کیا جائے گا جیسے مکر اللہ اور یستھزئ بھم سو اللہ تعالیٰ پر ماکر اور مستہزی کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ١١' ص ٢٢٤-٢٢٣' مطبوعہ لاہور)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جن اسماء اور صفات کے اطلاق کا اذن شرعی ثابت ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز ہے اور جن کی ممانعت ثابت ہے ان کا اطلاق منع ہے' اور جن اسماء کا شریعت میں اذن ہو نہ ممانعت ہو ان کے اطلاق میں اختلاف ہے بہ شرطیکہ وہ ان اسماء میں سے نہ ہوں جو باقی لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم (نام) ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء اعلام کا اطلاق کسی کے نزدیک محل نزاع نہیں ہے۔ نیز ان اسماء کا اطلاق نقص کا موہم نہ ہو بلکہ مدح کا مظہر ہو' سو ایسے اسماء کے اطلاق کو اہل حق نے منع کیا ہے اور جمہور معتزلہ نے جائز کہا ہے۔ قاضی ابو بکر کا اسی طرف میلان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر خدا اور تنگری کا اطلاق جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے لہٰذا اس پر اجماع ہو گیا۔ لیکن یہ استدلال مردود ہے کیونکہ اگر اجماع ثابت ہو تو وہ اذن شرعی کے ثبوت کے لیے کافی ہے اور بحث ان اسماء کے اطلاق میں ہے جن کے لیے اذن شرعی نہ ہو۔ (روح المعانی ج ٩' ص ١٢١' مطبوعہ بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو تو اللہ تعالیٰ پر موجود' واجب اور قدیم وغیرہا کا اطلاق کیسے صحیح ہو گا کیونکہ ان کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اطلاق اجماع سے ثابت ہے اور اجماع بھی دلائل شرعیہ میں سے ہے۔

(شرح العقائد ص ٣١' مطبوعہ کراچی)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق اذن شرعی پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہ طور علم (نام) وضع کیے گئے ہیں بلکہ بحث ان اسماء میں ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔ سو ان اسماء میں معتزلہ اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عقل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کسی صفت سے متصف ہونا صحیح ہو تو اس کا

Marfat.com

اطلاق جائز ہے خواہ اس کا شرع میں ثبوت ہو یا نہ ہو۔ اور ہمارے اصحاب میں سے قاضی ابو بکر نے یہ کہا کہ جب کوئی لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہو اور اس میں نقص کا وہم نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق جائز نہیں' کیونکہ لفظ معرفت سے غفلت کے بعد علم کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے' اسی طرح فقیہ کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو متکلم کی غرض کو سمجھ لے۔ اسی طرح عاقل کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ عاقل اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط کام کرنے سے رکے' اور شیخ اور ان کے متبعین نے یہ کہا ہے کہ توقیف ضروری ہے اور یہی مختار ہے۔

(شرح المواقف ص ۶۸۵' مطبوعہ ہند)

واضح رہے کہ علامہ میر سید شریف نے شیخ کے جس قول میں توقیف کو مختار کہا ہے اس کا تعلق ان اسماء سے ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہوں کیونکہ نزاع اور بحث انہی میں ہے۔ رہے وہ اسماء جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے اعلام ہیں تو ان کے متعلق علامہ میر سید شریف نے تصریح کر دی ہے کہ وہ محل نزاع سے خارج ہیں اور ان کے اطلاق کے جواز پر سب کا اتفاق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماع اور اتفاق سے ثابت ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس اسماء کی تفصیل جامع ترمذی میں ہے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو' جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ هو الله الذی لا اله الا هو الرحمن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشهید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحی الممیت الحی القیوم الماجد الواجد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الاخر الظاهر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الهادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۱۸)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر نہیں ہے اور اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ وہ ننانوے نام ہیں جس نے ان ناموں کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں یہ ہے میں تجھ سے ہر اسم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس اسم کے ساتھ تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے علم غیب میں مخصوص کر

Marfat.com

لیا ہے' حافظ ابوبکر بن العربی مالکی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں۔ ابن العربی نے کہا یہ بہت کم ہیں۔ ان اسماء کی تعیین کا ذکر جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے۔ بعض اسماء میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعین اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی طرح مخفی ہے۔ (شرح مسلم ج ۲' ص ۳۴۲' مطبوعہ کراچی)

علامہ قرطبی نے کہا کہ جس شخص نے صحت نیت کے ساتھ جس طرح بھی ان کلمات کو گن لیا' اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (فتح الباری ج ۱۱' ص ۲۲۵' مطبوعہ لاہور)

اسم اعظم کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر طبری' امام ابوالحسن الاشعری' امام ابو حاتم بن حبان' قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے اسم اعظم کا انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو بعض دوسرے اسماء پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے' اور امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کو اعظم کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور جن احادیث میں اعظم کا ذکر ہے اس سے مراد عظیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں۔ امام ابو جعفر طبری نے کہا میرے نزدیک اس سلسلہ میں تمام اقوال صحیح ہیں۔ کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ فلاں اسم اعظم ہے اور کوئی اسم اس سے زیادہ اعظم نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا کسی اسم کے اعظم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کو عظیم اجر ملے گا۔ امام جعفر صادق اور جنید وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے' اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اسم اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعیین میں ان کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کل چودہ قول ہیں:

۱۔ امام فخرالدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم "ھو" ہے۔

۲۔ اسم اعظم "اللہ" ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

۳۔ اسم اعظم "اللہ الرحمن الرحیم" ہے۔ اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

۴۔ اسم اعظم "الرحمن الرحیم الحی القیوم" ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اور سورۂ آل عمران کی ابتداء اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۔ "الحی القیوم" کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔ بقرہ' آل عمران' اور طہٰ۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ "الحی القیوم" ہے۔ امام فخرالدین رازی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔

۶۔ "الحنان المنان بدیع السموت والارض ذوالجلال والاکرام الحی القیوم" امام احمد اور امام حاکم نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان نے اس

Marfat.com

کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷- "بدیع السموات والارض ذوالجلال والاکرام" اس کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

۸- "ذوالجلال والاکرام" امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے یا ذاالجلال والاکرام کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔

۹- "اللہ لاالہ الا ھو الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد" امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔

۱۰- "رَبِّ رَبِّ" امام حاکم نے حضرت ابودرداء اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر رَبِّ رَبِّ ہے۔ اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ رَبِّ رَبِّ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا"۔

۱۱- "لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظلمین" امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

۱۲- "ھواللہ الذی لاالہ الاھو رب العرش العظیم" امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انہوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

۱۳- اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

۱۴- اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے۔ اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱، ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ لاہور)

الحاد کا معنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (غلط راہ اختیار) کرتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں عنقریب ان کو اس کی سزا دی جائے گی O

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الحاد کے معنی ہیں حق سے تجاوز کرنا، اور الحاد کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے یہ ایمان کے منافی ہے۔ دوسری قسم ہے اسباب کو شریک بنانا یہ ایمان کو کمزور کرتا ہے اور ایمان کی گرہ کو نہیں کھولتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرنے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت بیان کی جائے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی ایسی تاویل کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(المفردات ج ۲، ص ۵۷۷، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل

امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد تین قسم پر ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کے اسماء مقدسہ طاہرہ کا غیراللہ پر اطلاق کیا جائے جیسا کہ کفار نے اپنے بتوں پر اللہ کے ناموں کا ان میں تصرف کر

Marfat.com

کے اطلاق کیا۔ مثلاً انہوں نے لفظ اللہ سے اللات بنایا اور العزیز سے عزیٰ بنایا اور المنان سے المناۃ بنایا اور مسیلمہ کذاب نے خود اپنا نام الرحمن رکھا۔

۲۔ اللہ کا ایسا نام رکھنا جو اس کے حق میں جائز نہیں ہے جیسا عیسائی اللہ تعالیٰ کو مسیح کا باپ کہتے ہیں اور کرامیہ اللہ تعالیٰ پر جسم کا اطلاق کرتے ہیں' اسی طرح معتزلہ اپنی بحث کے دوران کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا تو وہ جاہل ہو گا اور لائق مذمت ہو گا اور اس قسم کے الفاظ بے ادبی کے مظہر ہیں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ لفظ جس کا معنی صحیح ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا لازم نہیں ہے' کیونکہ دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق الاجسام ہے لیکن اس کو کیڑوں مکوڑوں اور بندروں کا خالق کہنا جائز نہیں ہے' بلکہ اس قسم کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے۔

۳۔ بندہ اپنے رب کا ایسے الفاظ کے ساتھ ذکر کرے جس کا معنی وہ نہیں جانتا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسے لفظ کا ذکر کرے جس کا معنی اللہ کی جناب کے لائق نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۱۷-۴۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ اگر ایک لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو تو کیا اس کے تمام مشتقات کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ نہ اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے' اور نہ ملائکہ کے' کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم کا لفظ آیا ہے۔ علّم ادم الاسماء کلھا (البقرہ: ۳۱) علمک مالم تکن تعلم (النساء: ۱۱۳) لیکن اللہ تعالیٰ کو یا معلم کہنا جائز نہیں ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے لیے یحب کا لفظ آیا ہے یحبھم و یحبونہ (المائدہ: ۵۴) لیکن اللہ تعالیٰ کو یا محب کہنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا معاملہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں وارد ہے وعصی ادم ربہ فغوی (طٰہٰ: ۱۲۱) لیکن یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ آدم عاصی و غاوی تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے یا ابت استاجرہ (القصص: ۲۶) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کہنا جائز نہیں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ یہ الفاظ موہم ہیں اس لیے ان کا انحصار ان ہی نصوص میں واجب ہے اور ان سے مشتق الفاظ کے اطلاق میں توسع میرے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ صرف ان ہی اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور حدیث کی ان پانچ کتابوں میں ہے۔ صحیح البخاری صحیح مسلم سنن الترمذی سنن ابوداؤد سنن النسائی۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن پر اسلام کے احکام کا مدار ہے اور ان کتابوں میں الموطا بھی داخل ہے جو تمام تصانیف حدیث کی اصل ہے اور ان کے علاوہ باقی اسماء کو چھوڑ دو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۲۹۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کو اس نام کے علاوہ کسی اور نام سے پکارے جو اللہ تعالیٰ نے اپنا نام رکھا ہے' اس لیے یا جواد کہنا جائز ہے اور یا سخی کہنا جائز نہیں ہے اور یا رحیم کہنا جائز ہے اور یا رفیق کہنا جائز نہیں ہے۔ علامہ ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کا نام لینے میں غلطی کرنا زیغ اور الحاد ہے۔

(زاد المسیر ج ۳' ص ۲۹۳' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ نے بھی زجاج کا مذکور الصدر قول نقل کیا ہے۔
(تفسیر السمرقندی ج ۱ ص ۵۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں ایک ایسا گروہ (بھی) ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ساتھ عدل کرتا ہے O (الاعراف: ۱۸۱)

اس امت میں بھی حق کی ہدایت دینے والے اور حق کے ساتھ عدل کرنے والے ہیں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہم نے بہت سے جن اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ (الاعراف: ۱۷۹) اور اس آیت میں فرمایا اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں ایک گروہ ایسا (بھی) ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ساتھ عدل کرتا ہے۔ (الاعراف: ۱۸۱) اس میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے بھی بہت مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تھا اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ (الاعراف: ۱۵۹) اور جب اس کلام کو دوبارہ ذکر فرمایا تو اکثر مفسرین کے مطابق اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی امت ہے اور حسب ذیل روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا یہ میری امت ہے یہ حق کے ساتھ لیتے ہیں، دیتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں۔

قتادہ نے کہا ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی اللہ ﷺ جب اس آیت کی قراءت کرتے تو فرماتے یہ تمہارے لیے ہے اور تم سے پہلے ایک قوم کو بھی اس کی مثل دی گئی ہے۔ پھر یہ آیت پڑھتے ومن قوم موسی امة یهدون بالحق وبه يعدلون۔ (الاعراف: ۱۵۹)

(جامع البیان جز ۹، ص ۱۸۱-۱۸۰، تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵، ص ۱۶۲۳، تفسیر امام عبد الرزاق ج ۱، رقم الحدیث: ۹۶۲، زاد المسیر ج ۳، ص ۲۹۴، معالم التنزیل ج ۲، ص ۱۸۳، الدر المنثور ج ۳، ص ۶۱۶)

اجماع کے حجت ہونے پر احادیث

اس آیت میں اس کی صریح دلیل ہے کہ اجماع امت حجت ہے اور اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے امر (دین) پر قائم رہے گا جو شخص ان کو ناکام کرنا چاہے یا ان کی مخالفت کرنا چاہے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ کا امر (موت) آجائے گا اور وہ اسی (طریقہ، دین) پر ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۲۳، مسند احمد ج ۴، ص ۱۰۱، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۳۰، جامع الاصول ج ۱، رقم الحدیث: ۶۷۷)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا جو ان کو ناکام کرنا چاہے، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا امر آجائے گا اور وہ اسی طرح ہوں گے۔

(صحیح مسلم الامارۃ ۱۷۰، (۱۹۲۰) ۴۸۶۷، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۱۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث:

Marfat.com

۲۲۳۶' سنن ابن ماجه رقم الحدیث: ۱۰' مسند احمد ج ۵' ص ۲۷۸' جامع الاصول ج ۹' رقم الحدیث: ۶۷۷۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ (صحیح مسلم الامارۃ ۱۷۳' (۱۹۲۳) ۴۸۷۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

معاویہ بن قرۃ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل شام فاسد ہو جائیں تو اس میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے اور میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ کامیاب رہے گا جو ان کو ناکام کرنا چاہے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶' مسند احمد ج ۷' رقم الحدیث: ۲۰۳۸۳' طبع جدید' مسند احمد ج ۳' ص ۴۳۶' ج ۵' ص ۳۵' طبع قدیم' صحیح ابن حبان ج ۱۶' رقم الحدیث: ۷۳۰۲' المعجم الکبیر ج ۱۹' ص ۵۶' جامع الاصول ج ۹' رقم الحدیث: ۶۷۷۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا جماعت پر ہاتھ ہے' اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں الگ ہو گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۳' جامع الاصول ج ۹' رقم الحدیث: ۶۷۶۱' کتاب الاسماء و الصفات ص ۳۲۲' کتاب السنہ ج ۱' رقم الحدیث: ۸۰' المستدرک ج ۱' ص ۱۱۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث روایت کرتے ہیں:

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم کو تین چیزوں سے پناہ دی ہے۔ تمہارے خلاف تمہارا نبی دعاء ضرر نہیں کرے گا جس سے تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ اور اہل باطل اہل حق پر غالب نہیں ہوں گے اور تم کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۳' جامع الاصول ج ۹' رقم الحدیث: ۶۷۶۰' اس کی سند ضعیف ہے)

امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گی اور جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے تین چیزوں کا سوال کیا اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں مجھے عطا فرمادیں اور ایک دعا سے مجھے منع فرمادیا' میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا' اور میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت قحط سے ہلاک نہ ہو جیسا کہ پہلی امتیں ہلاک ہو گئی تھیں تو اللہ عزوجل نے مجھے یہ عطا کر دیا' اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان کو مختلف فرقوں میں تقسیم نہ کرے جس کے نتیجہ میں بعض' بعض سے لڑیں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے منع کر دیا۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۶' ص ۳۹۶' طبع قدیم' دار الفکر بیروت' مسند احمد بن حنبل ج ۱۸' رقم الحدیث: ۲۷۱۰۱' دار الحدیث قاہرہ)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی السمرقندی المتوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عمرو بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے وقت مرحوم پر پہنچایا اور میرے لیے مختصر مدت رکھی' ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے' اور میں یہ بات بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور موسیٰ اللہ کے برگزیدہ ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں' قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ساتھ ہوگا' اور بے شک اللہ عزوجل نے میری امت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے اور ان کو تین چیزوں سے محفوظ رکھے گا۔ ان کو عام قحط سے ہلاک نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو کوئی دشمن نیست و نابود کرے گا اور نہ ان کو گمراہی پر جمع کرے گا۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ)

حافظ ابو بکر عمرو بن عاصم الضحاک بن مخلد الشیبانی المتوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن عاصم الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ گمراہی پر مجتمع ہو۔ (یہ حدیث حسن ہے)

(کتاب السنہ ج ۱' رقم الحدیث: ۸۲' مطبوعہ المکتب الاسلامی' ۱۴۰۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ گمراہی پر مجتمع ہوں۔ (یہ حدیث حسن ہے) (کتاب السنہ ج ۱' رقم الحدیث: ۸۳)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جماعت کے ساتھ لازم رہو' کیونکہ اللہ عزوجل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی' صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں)

(کتاب السنہ ج ۱' رقم الحدیث: ۸۵' المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷' ص ۲۴۰' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۱۹)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا ○

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ

اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں' بیشک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے ○ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر

مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

مطلقاً جنون نہیں ہے؛ وہ تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں ○ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ

غور نہیں کیا اور ہر اس چیز میں جس کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے؛ اور اس میں کہ شاید ان کا مقررہ

يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

وقت قریب آچکا ہے' پس اس قرآن کے بعد وہ اور کس چیز پر ایمان لائیں گے ○

Marfat.com

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

جس کو اللہ گمراہی پر رکھے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور اللہ ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ

چھوڑ دیتا ہے ○ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی ؟ آپ کہیے کہ

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِي

اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، اس کے وقت پر صرف وہی اس کو ظہور میں لائے گا، آسمانوں اور زمینوں پر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ

قیامت بہت بھاری ہے وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی، وہ آپ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کرتے

حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

ہیں گویا آپ اس کی جستجو میں ہیں، آپ کہیے اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن بہت سے لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ

نہیں جانتے ○ آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ

اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا

چاہے، اور اگر میں (ازخود) غیب کو جانتا تو میں (ازخود) خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی

مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا اور (اخروی ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بہ تدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے ○

(الاعراف: ۱۸۳-۱۸۲)

مشکل الفاظ کے معنی

سنستدرجھم: یہ لفظ استدراج سے بنا ہے اس کا مادہ درجہ ہے۔ درجہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز لپیٹ کر کسی جگہ رکھ دی جائے۔ اور استدراج کا معنی ہے کسی چیز کو درجہ بہ درجہ اوپر چڑھانا یا درجہ بہ درجہ اس کو نیچے اتارنا' اور

Marfat.com

اس کا معنی ہے کسی چیز کو بتدریج لپیٹنا۔ علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے استدراج کا معنی ہے کسی شئے کو تدبیر سے پکڑنا۔
(مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۶۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کی ہلاکت کو قریب کر دیں گے اور ان کے عذاب کو اس طرح دگنا کر دیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چل سکے گا کیونکہ یہ لوگ جب بھی کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں یا کوئی گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر نعمت اور خیر کے دروازے کھول دیتا ہے اس سے یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی اور گمراہی میں اور زیادہ منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہیں اور جوں جوں ان پر نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں یہ توں توں زیادہ گناہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اچانک ان کو عین غفلت میں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے خزانے لائے گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں مستدرج ہوں کیونکہ تو نے فرمایا ہے ہم ان کو بہ تدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا۔

املی لھم: اس کا معنی ہے میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ الاملاء کا معنی ہے مدت طویلہ۔ قرآن مجید میں ہے آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا واھجرنی ملیا (مریم: ۴۶) تو لمبی مدت کے لیے مجھ سے دور ہو جا اور ملوان کے معنی ہیں دن اور رات۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۱۳-۶۱۲ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

"ان کیدی متین" کید کے معنی ہیں خفیہ تدبیر اور متین کے معنی ہیں مضبوط۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں دنیا میں ان کو ان کے کفر پر اصرار کے باوجود باقی رکھتا ہوں اور ان کو جلدی سزا نہیں دیتا اس لیے کہ یہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے اور نہ مجھے سزا دینے سے روک سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا کید یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب دے گا اور اس کو کید اس لیے فرمایا کہ کفار پر وہ عذاب اچانک آئے گا جس کا انہیں پہلے سے بالکل اندازہ نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر مطلقاً جنون نہیں ہے! وہ تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں O (الاعراف: ۱۸۴)

تفکر کا معنی

اولم یتفکروا: فکر وہ قوت ہے جو علم کو معلوم کا راستہ دکھاتی ہے بہ اعتبار نظر عقل کے اس قوت کی جولانی کو تفکر کہتے ہیں یہ قوت صرف انسان میں ہوتی ہے حیوان میں نہیں ہوتی۔ اور اسی چیز کا تفکر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے جس کی صورت عقل میں حاصل ہو سکے اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تفکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ اس کی صورت عقل میں حاصل ہو۔ اس لیے فرمایا:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ	کیا انہوں نے اپنے دلوں میں کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔
(الروم: ۸)	

اسی طرح اس آیت میں بھی فرمایا ہے کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا (الآیہ) غرض ہر جگہ حقائق کائنات میں تفکر کے لیے فرمایا کہیں یہ نہیں فرمایا کہ انہوں نے اللہ میں تفکر نہیں کیا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۶ مطبوعہ مکہ مکرمہ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: عقل سے کسی چیز کے معنی کی تلاش اور طلب کو تفکر کہتے ہیں اور کسی شے میں غور و فکر اور تدبر کرنے کو تفکر کہتے ہیں۔ جیسے جب ہم بصر (آنکھ) سے دیکھتے ہیں تو انکشاف اور جلاء کی حالت مخصوصہ حاصل ہوتی

Marfat.com

ہے اور اس کا مقدمہ یہ ہے کہ ہم آنکھ کی پتلی کو مرئی (دکھائی دینے والی چیز) کی طرف متوجہ کریں تاکہ ہمیں آنکھ سے یہ رویت حاصل ہو۔ اسی طرح بصیرت کی رویت ہے جس کو علم اور یقین کہتے ہیں اور یہ بھی انکشاف اور جلاء کی حالت مخصوصہ ہے اور اس کا مقدمہ یہ ہے کہ ہم انکشاف اور تجلی کو حاصل کرنے کے لیے عقل کی آنکھ کو مطلوب کی جانب متوجہ کریں اور اس فعل کو نظر عقل کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا انہوں نے تفکر نہیں کیا۔ اس میں انہیں تامل اور تدبر کرنے اور اشیاء کی معرفت کے لیے غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ اگر وہ غور و فکر کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ نبی ﷺ کو جنون نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۲۰-۴۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جاہل کفار نبی ﷺ کو کیوں مجنون کہتے تھے اور اس کا جواب

مکہ میں بعض جہال نبی ﷺ کو دو وجوں سے جنون کی طرف منسوب کرتے تھے:

پہلی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ کے افعال ان کے افعال کے مخالف تھے' کیونکہ نبی ﷺ دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اللہ عزوجل کی یاد اور اس سے دعا کرنے میں مشغول رہتے تھے' اس وجہ سے آپ کا عمل ان کے طریقہ کے مخالف تھا۔ لہٰذا انہوں نے اعتقاد کیا کہ آپ مجنون ہیں۔ حسن بصری اور قتادہ نے بیان کیا کہ آپ رات کو صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر قریش کو قبیلہ بہ قبیلہ پکارتے اور فرماتے اے بنو فلاں! اے بنو فلاں! اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تو کوئی کہنے والا کہتا کہ تمہارا یہ صاحب تو مجنون ہے' رات سے لے کر صبح تک چلاتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر مطلقاً جنون نہیں ہے"۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۱۸۲) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی ﷺ کے معمولات پر غور کرنے کی دعوت دی تاکہ انہیں معلوم ہو کہ نبی ﷺ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے رات بھر پکارتے ہیں العیاذ باللہ کسی جنون کی وجہ سے نہیں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ نزول وحی کی وقت نبی ﷺ پر عجیب و غریب حالت طاری ہوتی تھی آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور رنگ زرد پڑ جاتا اور لگتا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہو رہی ہے۔ پس جہال یہ کہتے کہ آپ پر جنون ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ آپ پر کسی قسم کا جنون نہیں ہے کیونکہ آپ ان کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنے فصیح الفاظ کے ساتھ قطعی دلائل اور قوی براہین پیش کرتے ہیں جس کی فصاحت کا معارضہ کرنے سے تمام دنیائے عرب عاجز تھی۔ آپ کے بہت عمدہ اخلاق تھے اور آپ کی معاشرت نہایت پاکیزہ تھی' آپ کی عادات اور خصلات انتہائی نیک تھیں' آپ ہمیشہ اچھے کام کرتے تھے اور اسی وجہ سے آپ تمام صاحبان عقل کے مقتدا اور پیشوا تھے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو انسان عمدہ اور پاکیزہ شخصیت کا حامل ہو اس کو مجنون قرار دینا کسی طور پر جائز اور درست نہیں ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ کافروں کو عذاب سے ڈرائیں اور مومنوں کو ثواب کی طرف راغب کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں میں غور نہیں کیا اور ہر اس چیز میں جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس میں کہ شاید ان کا مقرر وقت قریب آ چکا ہے' پس اس قرآن کے بعد وہ اور کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ (الاعراف: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا بیان فرمایا تھا اور چونکہ نبوت کا ثبوت الوہیت کے ثبوت پر موقوف ہے اس

Marfat.com

لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی الوہیت اور توحید کا بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان کی نشانیوں سے اپنی الوہیت پر استدلال فرمایا ہے' آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں میں سے ہم صرف سورج کی شعاع کے ایک ذرہ کو لیتے ہیں' کسی کھڑکی یا روشن دان سے جب سورج کی شعاع اندر آتی ہے تو ہم چمکیلے ذرات پر مشتمل ایک غبار کو دیکھتے ہیں' ہم ان ذرات میں سے ایک ذرہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک خاص سمت اور خاص وضع پر ہے' سوال یہ ہے کہ سمتیں اور اوضاع اور احیاز تو غیر متناہی ہیں تو اس خاص سمت' خاص حیز اور خاص وضع کے لیے اس کا **مخصص** کون ہے' اس طرح وہ ذرہ اپنے حجم' اپنی صورت و شکل' اپنے رنگ' اپنی طبیعت اور اپنے اثرات میں تمام اجسام اور تمام صور اور اشکال اور تمام رنگوں اور تمام طبائع اور اثرات میں مساوی ہے تو اس خاص حجم' خاص شکل و صورت' خاص رنگ' خاص طبیعت اور اثرات میں ان کا **مخصص** کون ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ یہ **مخصص** کوئی جسم ہے تو وہ جسم بھی ممکن ہو گا تو پھر ہم اس میں کلام کریں گے کہ اس ممکن کو عدم سے وجود میں لانے کا مرجح کون ہے اور یونہی سلسلہ چلتا رہے گا اور قطع تسلسل کے لیے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ **مخصص** اور مرجح جسم ممکن اور حادث نہیں ہے بلکہ وہ جسم کا غیر ہے اور قدیم اور واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ وہ قدیم اور واجب واحد ہو کیونکہ ایک سے زیادہ قدیم اور واجب ہوں تو وہ قدم اور وجوب میں مشترک ہوں گے اور کسی اور جز کی وجہ سے باہم ممتاز اور متمیز ہوں گے' سو ان میں ایک جز مشترک ہو گا وہ قدم اور وجوب ہے اور ایک جز متمیز ہو گا' جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے اور جو چیز دو جزوں سے مرکب ہو وہ اپنے اجزاء کی محتاج ہو گی اور ہر مرکب اور محتاج ممکن ہوتا ہے اور امکان اور احتیاج وجوب' قدم اور الوہیت کے منافی ہے' اور ایک آسان دلیل یہ ہے کہ یہ آسمان' زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب ایک نظم اور ایک طریقہ پر ہیں' اس پوری کائنات کا نظام نظم واحد پر چل رہا ہے' سورج ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہو کر دوسری جانب غروب ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس چاند کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اور کبھی اس نظام کے خلاف نہیں ہوا' اسی طرح ہمیشہ آسمان پانی برساتا ہے اور غلہ زمین سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس نظام کے خلاف نہیں ہوا' سیب کے درخت سے کبھی اخروٹ پیدا نہیں ہوا' کبھی کسی حیوان سے انسان یا کسی انسان سے حیوان پیدا نہیں ہوا اور اس پوری کائنات کا نظم واحد پر جاری رہنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہ نے اس عالم کے سوا کروڑوں عالم بنائے ہیں اور ہر عالم میں اس سے عظیم عرش ہے' اور اس سے اعلیٰ کرسی ہے اور ان آسمانوں سے وسیع آسمان ہیں' لہٰذا انسان کی عقل اللہ کے ملک اور ملکوت کا کس طرح احاطہ کر سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر: ۳۱) اور آپ کے رب کے لشکر کی تعداد کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

اور جب انسان اللہ کی نشانیوں میں اور کائنات کی وسعتوں میں غور و فکر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے اسرار میں سوچ و بچار کرے گا تو اس کے لیے یہ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ: ۳۲) تو پاک ہے ہمیں صرف ان ہی چیزوں کا علم ہے جن کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔

Marfat.com

آیا بغیر دلیل کے ایمان لانا صحیح ہے یا نہیں؟

قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مظاہر کائنات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرنے کا حکم دیا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس: ۱۰۱)

آپ کہیے کہ غور سے دیکھو آسمانوں اور زمینوں میں کیا کیا نشانیاں ہیں۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ○ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ○ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ق: ۸-۶)

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو غور سے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے' اور کس طرح اس کو مزین کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے○ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کو پیوست کر دیا اور اس میں ہر طرح کے خوش نما پودے اگائے○ یہ (اللہ کی طرف) ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے بصیرت اور نصیحت ہیں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ: ۱۷)

کیا یہ لوگ بغور اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے؟

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ○ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ (الذاریات: ۲۱-۲۰)

اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں بہت نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں تو کیا تم (ان نشانیوں کو) بغور نہیں دیکھتے۔

ان آیات کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہا کہ جو شخص غور و فکر کر کے دلیل سے اسلام قبول کرے اسی کا اسلام معتبر ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے "کتاب العلم" میں ایک باب (۱۱) کا یہ عنوان قائم کیا ہے قول اور عمل سے پہلے علم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد: ۱۹) جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتداء کی ہے' امام بخاری کا منشا یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے سے پہلے دلیل سے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر دلیل کا کلمہ پڑھے اس کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے ورنہ جب مسلمان کفار سے اسلام کے لیے جہاد کرتے تو کفار کے لیے یہ کہنا صحیح ہوتا کہ تمہارا ہم سے جنگ کرنا اور ہم کو قتل کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ تم ہمیں دلائل کے ساتھ اسلام کی حقانیت پر غور و فکر کرنے کی مہلت دو' نیز امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور جب وہ یہ کہہ لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵)

نیز اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جب کافر یہ کہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ' اور کہے کہ سیدنا محمد ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور میں دین اسلام کے مخالف ہر دین سے بری ہوتا ہوں۔ اور وہ شخص بالغ اور صحیح

Marfat.com

العقل ہو تو اس شہادت اور اقرار کے بعد وہ مسلمان ہو گا اور اگر وہ اس شہادت اور اقرار سے منحرف ہو گیا تو وہ مرتد ہو گا' اور علامہ سمنانی نے کہا ہے کہ سب سے پہلا واجب یہ ہے کہ انسان' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور ان تمام امور پر ایمان لائے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دلائل پر غور و فکر کرے' بغیر حجت اور دلیل کے ایمان صحیح ہوتا ہے اس پر واضح دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمر ابن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے جو میری بکریوں کو چراتی ہے' ایک دن میں اس کے پاس گیا تو بکریوں میں سے ایک بکری کم تھی' میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا لے گیا تو مجھے افسوس ہوا اور میں بھی آخر بنو آدم میں سے ہوں' میں نے اس کو ایک تھپڑ مار دیا۔ مجھ پر ایک غلام کو آزاد کرنا تھا کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا' آسمان میں؟ آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو۔

(الموطا رقم الحدیث: ۱۵۱۱' صحیح مسلم المساجد ۳۳ (۵۳۷) ۱۱۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۲' ۹۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۸' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۱' الاستذکار ج ۲۳' رقم الحدیث: ۱۴۸۳۰' ص ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کو اللہ گمراہی پر رکھے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور اللہ ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔ (الاعراف: ۱۸۶)

کافروں کو گمراہی پر پیدا کرنے کا معنی

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کافروں کو اللہ نے گمراہ کیا ہے ورنہ وہ قیامت کے دن یہ حجت پیش کریں گے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو گمراہ کر دیا تھا تو ہماری گمراہی میں کیا قصور ہے؟ اور ہمیں اس گمراہی پر سزا دینا کس طرح عدل و انصاف پر مبنی ہو گا' بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مسلسل کفریہ عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے کافروں کے دلوں میں گمراہی راسخ ہو گئی اور وہ اپنی سرکشی میں حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو پھر ان کے دلوں اور دماغوں میں دعوت حق کو قبول کرنے کی استعداد جاتی رہی اور وہ اس طرح ہو گئے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی پر پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ کہئے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے' اس کے وقت پر صرف وہی اس کو ظہور میں لائے گا' آسمانوں اور زمینوں پر قیامت بہت بھاری ہے وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی' وہ آپ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی جستجو میں ہیں' آپ کہئے اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (الاعراف: ۱۸۷)

آیات سابقہ سے ارتباط

قرآن مجید کے بنیادی مضمون چار ہیں توحید' رسالت' تقدیر اور قیامت' اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید' رسالت اور قضاء و قدر کے متعلق آیات نازل فرمائی تھیں تو اب قیامت کے متعلق آیت نازل فرمائی' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے فرمایا تھا: شاید ان کا مقررہ وقت قریب آچکا ہے۔ (الاعراف: ۱۸۵) تاکہ انہیں توبہ اور اصلاح پر برانگیختہ کیا جاسکے۔ اس کے بعد فرمایا یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں' تاکہ ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہو کہ قیامت کا وقت لوگوں سے مخفی رکھا گیا

Marfat.com

ہے اور اس سے مسلمانوں کو توبہ اور اداء واجبات میں جلدی کرنے پر برانگیختہ کیا جائے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الساعة: ساعت کا لغوی معنی ہے زمانہ کا قلیل جز جو غیر معین ہو' اور عرفی معنی ہے دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ' اور اس کا شرعی معنی ہے قیامت' یہ وہ وقت ہے جس میں تمام جہان ختم ہو جائے گا' حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے اور کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

ایان مرساھا: ایان کا معنی ہے کب' مرسی کا لفظ ارساء سے بنا ہے' ارساء السفینہ کا معنی ہے سمندر میں لنگر ڈال کر جہاز کو ٹھہرانا' اور یہاں مراد یہ ہے کہ قیامت کے وقوع اور حصول کا وقت کب ہے۔

لا یجلیھا: اس کا معنی ہے اس کو منکشف نہیں کرے گا' یا ظاہر نہیں کرے گا۔

بغتة: البغت کا معنی ہے کسی چیز کا اچانک بغیر توقع اور وہم و گمان کے واقع ہو جانا' قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے تھے کہ قیامت لوگوں پر ٹوٹ پڑے گی' درآنحالیکہ کوئی شخص اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا اور کوئی شخص اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا ہو گا اور کوئی شخص بازار میں سودا بیچ رہا ہو گا اور کوئی شخص اپنے ترازو کو اوپر نیچے کر رہا ہو گا۔

(جامع البیان ج ۹' ص ۱۸۷-۱۸۶' الدر المنثور ج ۳' ص ۶۱۹)

حفی عنھا: الحفی کا معنی ہے کسی چیز کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی بہت کوشش کرنا' جو شخص کسی چیز کے متعلق سوال کرنے میں بہت مبالغہ کرے اس کو حفی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: سئلوا النبی ﷺ حتی احفوہ بالمسئلة۔ صحابہ نے نبی ﷺ سے سوالات کیے حتیٰ کہ سوالات میں بہت مبالغہ کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۸۹' صحیح مسلم فضائل ۱۳۷ (۲۳۵۹) ۶۰۰۷' مسند احمد ج ۳' ص ۱۷۷' طبع قدیم)

وقت وقوع قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

یعنی جس وقت قیامت واقع ہو گی اس وقت کو اللہ سبحانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کی نظیر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان: ۳۴)	بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا (طٰہٰ: ۱۵)	بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (الملک: ۲۶-۲۵)	اور وہ کہتے ہیں کہ قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟ اگر تم سچے ہو ۝ آپ کہیے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف اللہ کے عذاب سے علی الاعلان ڈرانے والا ہوں۔

اور جب حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ بندوں سے قیامت کے وقوع کے وقت کو مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے' اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

عبادت میں ہروقت کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۲۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علم قیامت کے متعلق لوگوں کے سوالات اور نبی ﷺ کے جوابات

امام ابن اسحٰق 'امام ابن جریر اور امام ابو الشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حمل بن ابی قشیر اور سموئیل بن زید نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اگر آپ برحق نبی ہیں تو ہمیں بتایئے کہ قیامت کب آئے گی؟ کیونکہ ہمیں معلوم ہے وہ کیا چیز ہے 'تب یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں وہ کب آئے گی! آپ کہیے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے۔ الآیہ۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حضرت جبرئیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا السلام علیک یا روح اللہ! انہوں نے جواب دیا وعلیک یا روح اللہ! حضرت عیسیٰ نے کہا اے جبرئیل قیامت کب ہوگی؟ تو جبرئیل نے اپنے پر جھاڑے پھر کہا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا وہ آسمانوں اور زمینوں پر بھاری ہے اور وہ اچانک ہی آئے گی۔ (الدر المنثور ج ۳ ص ۶۲۰-۶۱۹ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے! تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے قیامت کے لیے اس کے سوا اور کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو' ہم نے پوچھا: ہم بھی اسی طرح ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! تو ہم اس دن بہت زیادہ خوش ہوئے۔ امام مسلم کی روایت ۶۵۸۹ میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں۔ ہرچند کہ میرے عمل ان کے اعمال کی طرح نہیں ہیں' امام مسلم کی روایت ۶۵۹۱ میں ہے اس اعرابی نے کہا یارسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے بہت بھاری نمازوں' روزوں اور صدقات کی تیاری تو نہیں کی لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۸۸ '۶۱۶۷ '۷۱۵۳ ' صحیح مسلم فضائل الصحابہ: ۱۶۴ '۱۶۳ '۱۶۱ '(۲۶۳۹)' ۶۵۸۶ '۶۵۸۹ '۶۵۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مجلس میں مسلمانوں سے گفتگو فرمارہے تھے اسی اثناء میں ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا' بعض مسلمانوں نے کہا آپ نے اس کا سوال سن لیا تھا اور اس کو پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا آپ نے سنا نہیں' جب آپ نے اپنی گفتگو مکمل فرمالی تو آپ نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا' اس نے کہا میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا' اس نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹ '۶۴۹۶ 'مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱ 'جامع الاصول ج ۱۰ 'رقم الحدیث: ۷۹۰۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی ظاہر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو وقوع قیامت کے وقت کا علم نہیں تھا' ہاں نبی ﷺ قرب قیامت کو اجمالی طور پر جانتے تھے اور آپ نے اس کی خبر بھی دی ہے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۳۴ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کو تفصیلی طور پر قیامت کے وقوع اور اس کے احوال کا علم تھا اور اس سلسلہ میں آپ سے بہت احادیث مروی ہیں جن کو ہم باحوالہ جات بیان کر رہے ہیں' فنقول وباللہ التوفیق۔

نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ارض حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۱۸' صحیح مسلم الفتن ۴۲ (۲۹۰۲) ۷۱۵۶' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۸۸۷)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس کذابوں کا خروج نہ ہو ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(صحیح مسلم الفتن ۱۸۴ (۲۹۲۳) ۷۲۰۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۵' مسند احمد ج ۲' ص ۴۵۰' ۵۲۷' جامع الاصول' ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۸۹۵)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو' پس جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے اور جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں ان کا اس دن ایمان لانا مفید نہ ہوگا یا جن لوگوں نے اس سے پہلے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۶' صحیح مسلم الایمان ۲۴۸ (۱۵۷) ۳۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۰۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱' ۳۲۳۵' مسند احمد' ج ۵' ص ۱۴۵' ۱۶۵' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۸۹۷)

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کریں اور انسان سے اس کے کوڑے کا پھندا بات نہ کرے اور اس سے اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۸' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۸۹۹)

۵۔ حضرت سلامہ بنت حر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہل مسجد امامت کرنے کے لیے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھنے کے لیے کوئی امام نہیں ملے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۸۱' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۹۰۸)

۶۔ قیس بن ابی حازم حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور تلچھٹ (بھوسی) باقی رہ جائیں گے جیسے جو کی بھوسی یا ردی کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۴' مسند احمد ج ۴' ص ۱۹۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۲۲' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۹۰۹)

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک نہیں قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کاش اس کی جگہ میں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۱۵' صحیح مسلم الفتن ۵۳' (۲۹۰۷) ۷۱۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۷' الموطا رقم الحدیث: ۱۶۵'

Marfat.com

مسند احمد ج ۲ ص ۳۶ جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۱۱)

۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمانہ متقارب ہو جائے سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا' اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح گزرے گا اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۹' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۱۳)

۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت صرف اشرار (بدترین لوگوں) پر قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم الفتن ۱۳۱' (۲۹۴۹) ۷۲۶۸' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۱۶)

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتوں میں جنگ نہ ہو ان میں بہت بڑی جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا' اور حتیٰ کہ تیس دجالوں کذابوں کا ظہور ہوگا ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' اور حتیٰ کہ علم اٹھالیا جائے گا اور زلزلے بکثرت ہوں گے اور زمانہ متقارب ہوگا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بکثرت قتل ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۰۹' صحیح مسلم الفتن ۱۷ (۲۸۸۰) ۷۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۹۲۰)

۱۱- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کے لیے قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور کسی کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ ان پر قیامت آجائے گی اور وہ اسی حال پر ہوں گے' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور اس کا مس ریشم کی طرح ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی روح قبض کرلے گی پھر اشرار (بدترین لوگ) باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم الامارۃ ۱۷۶' (۱۹۲۴) ۴۸۷۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۱۷)

۱۲- حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو' پھر آپ نے دھوئیں کا' دجال کا' دابۃ الارض کا' سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا' حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا' یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا' ایک مرتبہ مشرق میں' ایک مرتبہ مغرب میں ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم الفتن ۳۹ (۲۹۰۱) ۷۱۵۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۱' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۲۱)

۱۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہو' آپ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا' اور جہل کا ظہور ہوگا' اور زنا عام ہوگا' اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی'

Marfat.com

حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔
(صحیح مسلم العلم ۹ (۲۶۷۱) ۶۶۶۰، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۱۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۴۵، مسند احمد ج ۳، ص ۱۲۰، جامع الاصول، رقم الحدیث: ۷۹۲۲)

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمانہ متقارب ہو جائے گا اور علم کم ہو جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا، اور قتل بہت زیادہ ہوگا۔
(صحیح مسلم العلم ۱۰، (۲۶۷۲) ۶۶۶۳، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۰۶۲، ۷۰۶۴، ۶۰۶۴، سنن الترمذی: ۲۲۰۷، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، مسند احمد ج ۲، ص ۵۲۵، جامع الاصول، رقم الحدیث: ۷۹۲۴)

۱۵۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا کام ہیں؟ آپ نے فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا، اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا، جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے، اور جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے، اور جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی، اور ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا اور جب کسی شخص کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی، شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے، اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو برا کہیں گے اس وقت تم سرخ آندھیوں، زمین کے دھنسنے اور مسخ کا انتظار کرنا۔
(سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۱۷، جامع الاصول، رقم الحدیث: ۷۹۲۵)

۱۶۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے جو ریشم کو شراب کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال کہیں گے اور ضرور کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ کل آنا، اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو ریشم، شراب اور باجوں کو حلال کہیں گے) مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۵۹۰، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۰۳۹، جامع الاصول، رقم الحدیث: ۷۹۳۴)

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ عرب کا حاکم وہ شخص نہیں ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (یعنی محمد) اور دوسری روایت میں ہے اگر ایام دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص کو میرے اہل بیت سے مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا وہ زمین کو اس طرح عدل اور انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۳)

۱۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہو جائے اور حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے تو اس کو کوئی شخص نہ ملے جو اس کو قبول کرے۔
(صحیح مسلم الزکوٰۃ ۶۰، (۱۰۱۲) ۲۳۰۲، المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۴۴۰)

Marfat.com

۱۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ حاکم عادل ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۲' صحیح مسلم الایمان' ۲۴۲ (۱۵۵) ۳۸۲ ۱۳' المشکوۃ رقم الحدیث: ۵۵۰۵)

۲۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۹' صحیح مسلم الایمان ۲۴۴' (۱۵۵) ۳۸۵' المشکوۃ رقم الحدیث: ۵۵۰۶)

۲۱- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی' اور وہ زمین میں پینتالیس سال رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کیے جائیں گے' پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے ابو بکر اور عمر کے درمیان سے کھڑے ہوں گے۔

(الوفا لابن الجوزی ص ۸۱۴' المشکوۃ رقم الحدیث: ۵۵۰۸)

۲۲- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے درآنحالیکہ آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے لا الہ الا اللہ اور اس کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا' آپ نے فرمایا عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آ پہنچا ہے یاجوج ماجوج کی بندش آج کے دن کھل گئی' اس کی طرح پھر آپ نے دس کا عقد کیا' حضرت زینب نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں! آپ نے فرمایا ہاں! جب خباثت زیادہ ہو جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۳' صحیح ابن حبان ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰' ص ۹۳' مسند احمد ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶)

۲۳- مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم' دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۸' صحیح ابن حبان ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۸۱۱' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم الحدیث: ۱۰۷۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۳۵)

۲۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دابۃ الارض نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہو گی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہم السلام کا عصا ہو گا' وہ مومن کے چہرے کو عصا سے روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا حتیٰ کہ قبیلہ کے لوگ جمع ہو جائیں گے اور وہ کہے گا یا مومن یا کافر۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۷' مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۷۹۴۲)

۲۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا ایک طویل ارشاد روایت کیا ہے جس کے آخر میں آپ نے فرمایا یوم القیامۃ یوم عاشوراء ہے۔ (یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ)

(فضائل الاوقات رقم الحدیث: ۲۴۳' ص ۴۴۱' مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ)

Marfat.com

۲۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم الجمعہ ۱۸‘ ۸۵۴‘ ۱۹۴۴‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۴‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۳)

۲۷- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دونوں میں زمین کو پیدا کیا اور دو دونوں میں اس کی روزی پیدا کی‘ پھر استواء فرمایا پھر دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا فرمایا‘ زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا اور منگل اور بدھ کو اس کی روزی پیدا کی اور آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں عجلت سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی۔ (یہ حدیث حکماً مرفوع ہے)

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی‘ ص ۳۸۳‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت)

نبی ﷺ نے قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں اور موخر الذکر تین حدیثوں میں یہ بھی بتادیا کہ محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو جمعہ کے دن‘ دن کی آخری ساعت میں قیامت واقع ہوگی‘ مہینہ‘ تاریخ‘ دن اور خاص وقت سب بتا دیا صرف سن نہیں بتایا‘ کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹہ بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے:

لاتاتیکم الابغتۃ (الاعراف:۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اور نبی ﷺ قرآن مجید کے مکذب نہیں مصدق تھے اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا اور اپنا علم ظاہر فرمانے کے لیے باقی سب کچھ بتادیا۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

قیامت کب واقع ہوگی‘ بارش کب ہوگی‘ ماں کے پیٹ میں کیا ہے‘ انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا‘ یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے‘ بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں۔ بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا‘ اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظِ وافر عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں یہ اختلاف ہوا کہ بیشمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے‘ آیا وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں‘ کسی نے کہا متشابہات کا‘ کسی نے خمس کا‘ کثیر نے کہا ساعت کا اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔

(خالص الاعتقاد ص ۲۷‘ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی‘ کراچی)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ و علم روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن ادعی علم شئی منها غیر مسند الی رسول الله ﷺ کان کاذبا فی دعواه۔

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم' ج ۱'ص ۱۵۶' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ احمد قسطلانی' ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے:

(عمدۃ القاری ج ۱'ص ۲۹۰' فتح الباری ج ۱'ص ۱۲۴' ارشاد الساری ج ۱'ص ۱۳۸' مرقات ج ۱'ص ۶۵' فتح الملہم ج ۱'ص ۱۷۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال بعضهم لیس فی الایة دلیل علی ان الله لم یطلع نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه ولم یامره انه یطلعهم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا والله اعلم

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو' قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

(فتح الباری ج ۸'ص ۴۰۳)

علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷'ص ۲۰۳)

علامہ زرقانی "المواہب" کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا فی علم الساعة) و باقی الخمس المذکورة فی اية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) یعنی انه علمها ثم امر بکتمها۔

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۱'ص ۲۶۵)

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی الله علیه وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بکتم ذالک۔

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح الصدور ص ۳۱۹' مطبوعہ بیروت' الخصائص الکبریٰ ج ۲'ص ۳۳۵' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم یخرج نبینا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

الدنيا حتى اطلعه الله على تلك الخمس ولكنه امره بكتمها۔

نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا' لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر صاوی ج ۳' ص ۲۱۵)

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

لم يقبض رسول الله ﷺ حتى علم كل شي يمكن العلم به۔

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔ (روح المعانی ج ۱۵' ص ۱۵۴)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها على وجه كامل لكن لا على وجه يحاكي علمه تعالى به الا انه سبحانه اوجب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كتمه لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندى ما يفيد الجزم بذلك۔

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ ﷺ کے خواص میں سے ہو' لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔ (روح المعانی ج ۲۱' ص ۱۱۳)

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه المخصوص وهو قيام القيامة احدا ثم قال بعده لكن من ارتضى من رسول۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰' ص ۶۷۸)

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۴' ص ۳۱۹)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغيب ههنا ليس للعموم بل مطلق او معين هو وقت وقوع القيمة بقرينة السياق ولا يبعد ان يطلع عليه بعض الرسل من الملئكة او البشر۔

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت' اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔ (شرح المقاصد ج ۵' ص ۶' طبع ایران)

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست بر آنکہ حق تعالی مطلع نگر دانیدہ است حبیب خود را صلے اللہ علیہ وسلم بر ماہیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گر دانیدہ باشد و امرنکرد اورا کہ مطلع گرداند ایں قوم را وبعضی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفتہ اندالی ان قال ولے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین وچگونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بہ حقیقت روح سید المرسلین وامام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است اورا حق سبحانہ علم ذات و صفات خودو فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجنب حقیقت جامعہ وے قطرہ ایست از دریائے ذرہ از بیضائے فافہم وباللہ التوفیق۔

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور ﷺ سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں' ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

(مدارج النبوہ ج ۲' ص ۴۰)

سید عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اہل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس۔

رسول اللہ ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہو گا' حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

(الابریز ص ۴۸۳)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

لا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ الا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی من یشاء من غیبہ والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے۔ (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۷' ص ۱۷۸)

Marfat.com

اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی کے تفحص اور تتبع سے حسب ذیل حوالہ جات ہیں:

علامہ بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالی بھذہ الاموراي الخمسة:

نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا۔

علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطور حدیث بیان کیا ہے کہ:

قدوردان اللہ تعالی لم یخرج النبی ﷺ حتی اطلعہ علی کل شئی۔

بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ عنہ سے راوی:

ھو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لایخفی علیہ شئی من الخمس المذکورة فی الایة الشریفة و کیف یخفی علیک ذالک والاقطاب السبعة من امتہ الشریفة یعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی ھو سبب کل شئی ومنہ کل شئی۔

یعنی قیامت کب آئے گی' مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے' کل کیا ہو گا۔ فلاں کہاں مرے گا۔ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور ﷺ سے پوشیدہ ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہیں سے ہے۔ (ﷺ)

(خالص الاعتقاد ص ۴۳' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی' کراچی)

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا باعث

سورہ لقمان کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان: ۳۴)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم' اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے' اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا' اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا' بے شک اللہ ہی جاننے والا (جسے چاہے) خبر دینے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے' حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے' روایت ہے کہ دیہاتوں میں سے حارث بن عمرنبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں' بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مونث' اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے' اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے' نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا' وحی' الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے' لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء' اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا' جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا' جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو' جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (الانعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں' اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے' اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا' لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرمادیا' مثلاً خروج دجال' نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' اسی طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض شیراز میں مرگیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی' اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے تھے۔

(روح البیان ج ۷' ص ۱۰۵-۱۰۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ)

اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

۱- بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں' اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔

۲- بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا' مساوی درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ' دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کے غیر

Marfat.com

متناہی در غیر متناہی ہیں' اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش' شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں' شرق و غرب روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا' تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

۳۔ یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے' جو ان کا منکر ہو وہ کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

۴۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔ (خالص الاعتقاد ص ۲۴-۲۳' ملخصا' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی' کراچی)

علم کی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بہ عطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی' یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی' ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے۔ یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔

تو آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے' ان میں قطعاً یہی دو قسمیں مراد ہیں۔ فقہاء کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر مبنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفت خاصہ دوسرے کے لیے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی۔ حاشا للہ علم عطائی خدا کے ساتھ خاص ہونا درکنار خدا کے لیے محال قطعی ہے۔ کہ دوسرے کے دیے سے اسے علم حاصل ہو پھر خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط۔ حاشا للہ علم غیر محیط خدا کے لیے محال قطعی ہے' جس میں بعض معلومات مجہول رہیں تو علم عطائی غیر محیط حقیقی' غیر خدا کے لیے ثابت کرنا' خدا کی صفت خاصہ ثابت کرنا کیوں کر ہوا۔

تکفیر فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنی یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لیے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار خدا کی صفت نہیں ہو سکتی لہٰذا کافر ہوا یعنی وہ صفت غیر کے لیے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے۔ کیا کوئی احمق سا احمق ایسا اخبث جنون گوارا کر سکتا ہے۔ (خالص الاعتقاد ص ۱۸' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی' کراچی)

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

وماذكرناه في الاية صرح به النووي رحمه الله تعالى فتاواه فقال معناها لا يعلم ذالك استقلالا وعلم احاطة بكل المعلومات لله تعالى۔

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی' امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی فرماتے ہیں آیت کا معنی یہ ہے کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذات خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸' مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

Marfat.com

علامہ ابن حجر مکی نے علامہ نووی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

معناه لا يعلم ذالك استقلالا وعلم احاطة بكل المعلومات الا الله واما المعجزات والكرامات فحصلت باعلام الله تعالى للانبياء والاولياء لااستقلالا۔

جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی استقلالاً غیب کو نہیں جانتا یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کل معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتا اور معجزات اور کرامات میں اللہ کے خبر دینے سے علم حاصل ہوتا ہے استقلالاً نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ الامام النووی ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ البقرہ ۳۴ کی تفسیر میں الانعام ۵۰ کے متعلق لکھتے ہیں:

يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات۔

یہ آیت آپ کے اس اعتراف پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کل معلومات کو نہیں جانتے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۱، ص ۴۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ (الانعام: ۵۰) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد من قوله لااقول لكم عندي خزائن الله اني لا ادعي كوني موصوفا بالقدرة اللائقة بالاله تعالى و من قوله ولا اعلم الغيب اني لا ادعي كوني موصوفا بعلم الله تعالى و حصل بمجموع الكلامين انه لايدعي الالهية:

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ میں اس قدرت کا دعویٰ نہیں کرتا جو اللہ کی شان کے لائق ہے۔ اور میں غیب نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ میں اللہ کے علم سے موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(تفسیر کبیر ج ۴، ص ۵۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے:

(حاشیۃ الشیخ زادہ علی الجلالین ج ۲، ص ۱۶۷، عنایت القاضی ج ۴، ص ۶۵، روح المعانی ج ۷، ص ۱۵۵)

علامہ احمد شہاب خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ شفا کی عبارت کے ساتھ مزج کر کے لکھتے ہیں۔

(هذه المعجزة في) اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم على الغيب (معلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها اوالتردد فيها لا حد من العقلاء (لكثرة رواتها واتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) وهذالاينافي الايات الدالة على انه لايعلم الغيب الاالله وقوله ولو كنت اعلم

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی ﷺ کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا۔ اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے

Marfat.com

الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه صلى الله تعالى عليه وسلم عليه باعلام الله تعالى فله فامر متحقق لقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی ﷺ کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(نسیم الریاض ج ۳' ص ۱۵۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ 'لا اعلم الغیب (الانعام: ۵۰) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لا اعلم الغيب فيه دلالة على ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا الله۔

آیت کے معنی ہیں کہ علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(تفسیر نیشاپوری علی ھامش جامع البیان ج ۸' ص ۱۴۸' مطبوعہ دار المعرفت بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی صاحب جامع الفصولین سے نقل فرماتے ہیں:

يجاب بانه يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام اوالمنفى هو المجزوم به لا المظنون ويؤيده قوله تعالى اتجعل فيها من يفسد فيها الاية لانه غيب اخبر به الملائكة ظنا منهم اوباعلام الحق فينبغى ان يكفر لو ادعاه مستقلا لا لو اخبر به باعلام فى نومه او يقظته بنوع من الكشف اذ لا منافاة بينه و بين الاية لما مر من التوفيق۔

(یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذات خود علم غیب مانا جائے' خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ کہ ظنی کی' اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خون ریزی کریں گے' ملائکہ غیب کی خبر نہیں بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے' تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بغیر خدا کے بتائے علم غیب کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے' ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲' ص ۳۱۱' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ متعدد کتب حنفیہ میں مذکور ہے:

لوادعى علم الغيب بنفسه يكفر۔

اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرے تو کافر ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲' ص ۳۱۱)

نیز علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال فى التتارخانية وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبى ﷺ وان الرسل يعرفون

تاتار خانیہ اور فتاویٰ حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی ﷺ پر عرض کی جاتی ہیں۔ اور بیشک رسولوں

Marfat.com

بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول اھ قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الایۃ علی نفیھا۔

کو بعض علم غیب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ اس آیہ کریمہ نے اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرمائی۔

(رد المحتار' ج ۲' ص ۶۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ اور علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرلی۔

لا اعلم الغیب کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ کے مطلع اور قادر کیے بغیر غیب کو نہیں جانتا۔

(لباب التاویل للخازن' ج ۲' ص ۱۶۷' مطبوعہ پشاور' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲' ص ۲۱۷' مطبوعہ کراچی)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ الانعام: ۵۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لا اعلم الغیب مالم یوحی الی ولم ینصب علیہ دلیل۔

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو' مجھے بذات خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(انوار التنزیل علی ہامش عنایہ القاضی ج ۴' ص ۶۴' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

وعندہ مفاتح الغیب وجہ اختصاصھا بہ تعالی انہ لا یعلمھا کما ھی ابتداء الا ھو۔

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں' اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ ابتداء' بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(عنایہ القاضی ج ۴' ص ۷۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ الجن: ۲۷-۲۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کانہ قیل مادری قرب ذالک الموعد و بعدہ الا ان یطلعنی اللہ علیہ لان علم الغیب مختص بہ وقد یطلع علیہ بعض خلقہ۔

گویا کہ یہ کہا گیا ہے کہ میں از خود نہیں جانتا کہ قیامت کا وعدہ قریب ہے یا بعید ہے سوا اس کے کہ اللہ مجھے اس پر مطلع فرمادے۔ کیونکہ علم غیب اللہ کے ساتھ خاص ہے اور وہ اپنی بعض مخلوق کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔

اور اس کے دو تین سطر بعد لکھتے ہیں:

واختصاصہ بہ تعالی لانہ لایعلم بالذات والکنہ علما حقیقیا یقینیا بغیر سبب کاطلاع الغیر الا اللہ وعلم غیرہ لبعضہ

غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ غیب کا بالذات' حقیقی اور یقینی بلا سبب علم (مثلاً غیر کو مطلع کر دینا) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ

Marfat.com

ليس علما للغيب الا بحسب الظاهر و بالنسبة لبعض البشر (الی قوله) ولا يقدح في هذا الاختصاص كونه معلوما للغير باعلامه تعالى اذا الاختصاص اضافي بالنسبة الى من عدا المستثنى۔

بعض مخلوق کو غیب کا علم جو عطا فرماتا ہے وہ حقیقت میں غیب نہیں ہے وہ صرف ظاہر کے اعتبار سے غیب ہے' یا جن بعض لوگوں سے وہ پوشیدہ ہے ان کے اعتبار سے غیب ہے۔ اور اس اختصاص کے یہ منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے یہ غیب لوگوں کو معلوم ہے' کیونکہ یہ اختصاص مستثنیٰ کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور اضافی ہے۔ (یعنی رسولوں کے سوا اور کسی کو یقینی علم غیب نہیں ہوتا) (عنایۃ القاضی ج ۸' ص ۲۶۱' طبع دار صادر' بیروت)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ الانعام: ۵۰' میں لا اعلم الغیب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیبوں کو (جو کہ معلومات الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ وشہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا گیا ہے۔

نیز شیخ عثمانی "قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ" (النمل: ۶۵) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں (اللہ کا علم حصولی نہیں' حضوری ہے' سعیدی غفرلہ) نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے' جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمادیا یا غیب کی خبر دے دی۔

ان عبارات میں علماء دیوبند نے بھی علم غیب کی ذاتی اور عطائی کی طرف تقسیم کا اعتراف کر لیا ہے اور دیگر کثیر علماء اسلام کی عبارت سے بھی ہم نے اس بحث میں علم غیب کی ذاتی اور عطائی کی طرف تقسیم کو واضح تر کر دیا ہے۔

قرآن اور سنت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے عموم اور علم ماکان ومایکون کی تصریحات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء: ۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت سے علم کلی کے استدلال پر ہم نے اپنی کتاب مقام ولایت ونبوت میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور اس استدلال کی تائید میں بکثرت حوالہ جات نقل کیے ہیں اور اس استدلال پر وارد ہونے والے اعتراضات کا مکمل ازالہ کر دیا ہے۔ جو لوگ اس بحث کو تفصیل اور تحقیق سے جاننا چاہتے ہوں ان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

۱- عن عمرو قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالک من حفظه ونسيه من نسيه۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں، حتی کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں، جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔
(صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۵۳، مطبوعہ کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

۲- عن حذيفة قال لقد خطبنا النبی ﷺ خطبة ماترک فيها شيئا الى قيام الساعة الاذكره علمه من علمه وجهله من جهله الحديث۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک ہونے والے تمام امور بیان فرما دیے جس شخص نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔
(صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۷۷، مطبوعہ کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

۳- عن ابی زيد قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وما هو كائن فاعلمنا احفظنا۔

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان و مایکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔ (صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۹۰، مطبوعہ کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

۴- عن ابی سعيد الخدری قال صلى بنا رسول الله ﷺ يوما صلوة العصر بنهار ثم قام خطيبا فلم يدع شيئا يكون الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظه من حفظه و نسيه من نسيه۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ اور ہر چیز کی ہمیں خبر دے دی، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (سنن الترمذی ص ۳۱۹، مطبوعہ کراچی)

Marfat.com

۵- عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔
(صحیح مسلم ج ۴، ص ۳۹۰، کراچی)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔
(دلائل النبوۃ ج ۶، ص ۵۲۷، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۳۲۸، مسند احمد ج ۵، ص ۲۷۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

۶- (عن معاذ بن جبل قال احتبس عنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة من صلوة الصبح حتی کدنا نترا ای عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلوة فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم و تجوز فی صلوته فلما سلم دعا بصوته فقال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا فقال اما انی ساحدثکم ما حبسنی عنکم الغداة انی قمت من اللیل فتوضات فصلیت ما قدرلی فنعست فی صلوتی فاستثقلت فاذا بربی تبارک و تعالی فی احسن صورة فقال یا محمد قلت رب لبیک قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت لا ادری رب قالها ثلاثا قال فرایته وضع کفه بین کتفی قد وجدت برد انا مله بین ثدیی فتجلانی کل شئی و عرفت۔ الحدیث الی ان قال قال ابوعیسی هذا حدیث حسن صحیح سالت محمد ابن اسماعیل عن هذا الحدیث فقال هذا صحیح۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں آنے کے لیے دیر کی، حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے، پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی رسول اللہ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر کر بہ آواز بلند ہم سے فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہو گئی۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی، پھر مجھے گہری نیند آ گئی۔ اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا، اس نے فرمایا اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ آپ نے کہا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ (الحدیث)
(سنن الترمذی ص ۴۶۶، کراچی)

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

۷- نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یامحمد فقلت لبیک ربی وسعدیک قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت ربی لا ادری فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی فعلمت مابین المشرق و المغرب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا' میرے رب نے کہا اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں' میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی' پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

(الحدیث سنن الترمذی ص ۴۶۶' کراچی)

۸۔ امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ربی عزوجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیم یختصم الملاء الاعلی قال قلت لاقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی اوقال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں! نبی ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند احمد ج ۱' ص ۳۶۸)

۹۔ امام احمد بن حنبل نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فوضع کفیہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی حتی تجلی لی مافی السموت ومافی الارض۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا' میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتیٰ کہ میرے لیے وہ تمام چیزیں منکشف ہو گئیں جو آسمانوں میں ہیں' اور جو زمینوں میں ہیں۔ (مسند احمد ج ۴' ص ۳۶۶)

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

۱۰۔ عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذا۔ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف کثیر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں' اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے' ہرچند کہ اس حدیث کے راوی

Marfat.com

ضعیف ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۷ ' بیروت)

نبی ﷺ کے علم کے عموم اور علم ماکان ومایکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے ' جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فاشهد ان الله لا رب غيره
وانك مامون على كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے ' آپ کے چہرہ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ فرمایا افلحت یا سواد اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔ اس حدیث کو بکثرت علماء اسلام نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ بعض علماء کے اسماء یہ ہیں ' امام ابو نعیم ' امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ' علامہ ابن عبد البر ' علامہ سہیلی ' علامہ ابن الجوزی ' حافظ ابن کثیر ' علامہ بدر الدین عینی ' علامہ جلال الدین سیوطی ' علامہ حلبی ' شیخ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی ' علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی۔

(دلائل النبوت لابی نعیم ج ۱ ص ۱۱۴ ' دلائل النبوت للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۱ ' استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۱۲۴ ' الروض الانف ج ۱ ص ۱۴۰ ' الوفاج ۱ ص ۱۵۳ ' السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۶ ' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸ ' الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۱ ' بیروت ' انسان العیون ج ۱ ص ۳۲۴ ' مختصر سیرت الرسول ص ۶۹ ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۲ ص ۲۰۹)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وعلمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن۔

اولین اور آخرین کی خبروں اور ماکان ومایکون میں سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۳۷۳ ' بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

واما تعلق عقده من ملكوت السموت والارض وخلق الله وتعيين اسماء الحسنى وآياته الكبرى وامور الاخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والاشقياء وعلم ما كان وما يكون ممالم يعلمه الا بوحي۔

آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں ' اللہ تعالیٰ کی مخلوق ' اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین ' آیات کبریٰ ' امور آخرت ' علامات قیامت ' اچھے اور برے لوگوں کے احوال اور ماکان ومایکون کا علم اس قبیل سے ہے جس کو نبی ﷺ نے بغیر وحی کے نہیں جانا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۰۰ ' ملتان)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ان علمه (صلى الله عليه وسلم) محيط بالكليات والجزئيات۔

رسول اللہ ﷺ کا علم کلیات اور جزئیات کو محیط ہے۔ (المرقات ج ۱۰ ص ۱۵۱)

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں:

Marfat.com

كون علمها من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات و حقائق و دقائق وعوارف و معارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها انما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

لوح و قلم' علوم نبی ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم انواع انواع ہیں' کلیات' جزئیات' حقائق' دقائق' عوارف اور معارف کہ ذات و صفات الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے۔ پھر باایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الزبدۃ شرح قصیدہ بردہ' ص ۱۱۶ مطبوعہ پیر جو گوٹھ سندھ' ۱۴۰۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الثانية والاربعون اطلاع على ما سيكون الثالثة والاربعون الاطلاع على ما كان مما لم ينقله احد قبله۔

نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ماسیکون (امور مستقبلہ) کا علم ہو اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ماکان (امور ماضیہ) کا علم ہو' جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۱۲' ص ۳۶۷)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

(انزله بعلمه) اى متلبسا بعلمه المحيط الذى لا يعزب عنه مثقال ذرة فى السموت والارض ومن هنا علم صلى الله عليه وسلم ما كان وما هو كائن۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کے ساتھ تجلی کر کے حضور پر قرآن نازل کیا' جس صفت علم سے آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ غائب نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماکان ومایکون کو جان لیا۔ (روح المعانی ج ۶' ص ۲۲)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

فلم يقبض النبى صلى الله عليه وسلم حتى علم كل شئى يمكن العلم به۔

رسول اللہ ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵' ص ۱۵۴)

شیخ اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز شیخ مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔ (توضیح البیان فی حفظ الایمان' ص ۱۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے' اور اگر میں (از خود) غیب کو جانتا تو میں (از خود) خیر کثیر کو جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی' میں تو صرف ایمان والوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا اور (اخروی ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں۔ (الاعراف: ۱۸۸)

شیخ اسماعیل دہلوی کا رسول اللہ ﷺ کی آخرت میں نفع رسانی پر انکار

اس آیت سے بعض لوگ نبی ﷺ کی تنقیص کرتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آپ

Marfat.com

کو اپنے لیے نفع اور ضرر کا اختیار نہیں ہے تو دوسروں کو نفع کب پہنچا سکتے ہیں اور اس کی تائید میں ایک حدیث سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ کے باب الخلافت والامارت میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہ نے کہ جب اتری یہ آیت کہ ڈرا دے تو اپنی برادری کو جو ناتا رکھتے ہیں تجھ سے تو پکارا پیغمبر نے اپنے ناتے والوں کو' پھر اکٹھا کر کے پکارا اور جدا جدا بھی۔ سو فرمایا اے اولاد کعب بن لوی کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بیشک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ' یا یوں فرمایا کہ بیشک میں نہیں کام آنے کا تمہارے اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد مرہ بن کعب' اے اولاد عبد الشمس کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ بیشک میں نہ کام آوں گا تمہارے اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد عبد مناف کی بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے کیونکہ بیشک میں نہ کام آوں گا تمہارے اللہ کے یہاں کچھ' اور اے فاطمہ بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آوں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ' ف یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسہ ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں۔ سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے۔ سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو' سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا' اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا' سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔ (تقویت الایمان کلاں ص ۲۹' مطبوعہ مطبع علیمی لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا رد اور ابطال

شیخ اسماعیل دہلوی کی یہ تقریر حسب ذیل وجوہ سے باطل ہے:

۱۔ شیخ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث کا حوالہ غلط دیا ہے یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الخلافت والامارت میں نہیں' باب الانذار والتحذیر کی فصل ثانی میں ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں میں ص ۴۶۰ پر ہے اور بیروت کی طبع شدہ مشکوٰۃ میں رقم الحدیث: ۵۳۷۳ ہے۔ صحیح البخاری میں رقم الحدیث: ۲۷۵۳ ہے اور صحیح مسلم میں الایمان' ۳۴۸ (۲۰۴) ۴۹۱ ہے۔ ترمذی میں رقم الحدیث: ۳۱۹۲' سنن النسائی میں رقم الحدیث: ۳۶۴۴' السنن الکبریٰ للنسائی میں رقم الحدیث: ۱۱۳۷۷ اور مسند احمد میں' ج ۲' ص ۱۸۷ پر ہے۔

۲۔ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو امام مسلم کی روایت سے ذکر کیا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ کے عذاب سے ڈرانے کے بعد یہ جملہ ہے البتہ میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے میں عنقریب صلہ رحم کروں گا۔

غیران لکم رحما سابلھا ببلالھا شیخ اسماعیل دہلوی نے حدیث کے اس جملہ کو چھوڑ دیا' حالانکہ مشکوٰۃ میں مسلم کے حوالے سے یہ جملہ موجود ہے۔ جہاں سے انہوں نے اس حدیث کو شروع کیا ہے۔

۳۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینا چاہے تو میں تم سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتا' اور یہ قرآن مجید کی اس آیت سے مقتبس ہے:

Marfat.com

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (الفتح: ۱۱)

آپ کہئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اللہ کے مقابلہ میں کون ہے جو کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعراف: ۱۸۸)

آپ کہئے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں' مگر جو اللہ چاہے۔

اور اس میں توحید کا بیان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہرچند کہ مومنین کو اپنی شفاعت سے نفع پہنچائیں گے کیونکہ آپ شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی لیکن آپ نے یہاں مطلقاً نفع رسانی سے منع فرمایا تاکہ انہیں عذاب سے ڈرائیں کہ وہ صرف شفاعت پر تکیہ نہ کرلیں اور ان کو آخرت کے لیے کوشش کی ترغیب دیں اور فرمایا میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے۔ میں عنقریب صلہ رحم کروں گا' میں یعنی میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ قرابت کی وجہ سے نیکی اور احسان کروں گا۔ (المرقات ج ۱۰' ص ۱۰۵' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ چونکہ مجھ پر تمہارے رحم اور قرابت کا حق ہے میں اس کی تری سے اس کو تر کروں گا اور صلہ اور احسان کا پانی چھڑکوں گا۔ اس حدیث میں بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ ڈرایا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس امت کے گنہگاروں کے لیے بھی ہوگی چہ جائیکہ اپنے اقرباء اور خویشان کے لیے' اور احادیث سے ان کے حق میں شفاعت ثابت ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا خوف باقی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴' ص ۳۰۷-۳۰۲' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

اہل بیت اور اپنے دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں نفع پہنچانا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر فرما رہے تھے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت آپ کی قوم کو نفع نہیں پہنچائے گی' بیشک میری قرابت دنیا اور آخرت میں مجھ سے ملی ہوئی ہے اور اے لوگو! جب تم حوض پر آؤ گے تو میں حوض پر تمہارا پیشوا ہوں گا۔ (الحدیث)

(مسند احمد ج ۳' ص ۱۸' دار الفکر طبع قدیم' اس حدیث کی سند حسن ہے' مسند احمد ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۱۰۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا' پھر جو ان سے زیادہ قریب ہوں' اور پھر جو ان سے قریب ہوں' پھر انصار کی شفاعت کروں گا' پھر ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی' پھر اہل یمن کی' پھر باقی عرب کی' پھر اعاجم کی۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۵۵۰' الکامل لابن عدی ج ۲' ص ۷۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۳۸۱-۳۸۰' الفردوس بماثور الخطاب' رقم الحدیث: ۲۹' اس حدیث کی سند میں حفص بن ابی داؤد متروک ہے اور لیث بن سلیم ضعیف ہے' اللآلی المصنوعہ ج ۲' ص ۳۷۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔ (الفردوس بماثور الخطاب ۳۴۰۳' کنز العمال' رقم الحدیث: ۳۴۱۴۹)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۶۸۵' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کیا ------ میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔

(المستدرک ج ۳' ص ۱۵۰' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' الکامل لابن عدی ج ۵' ص ۱۷۰۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۶)

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی' پھر حضرت علی نے صفہ میں عقیل' حضرت حسین اور حضرت عباس سے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ پھر حضرت علی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر سبب (نکاح) اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور نسب کے۔

(المستدرک ج ۳' ص ۱۴۲' المعجم الکبیر ج ۳' رقم الحدیث: ۲۶۳۳' ۲۶۳۴' ۲۶۳۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۵۴' السنن الکبریٰ ج ۷' ص ۱۱۴' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۲۵۸' مجمع الزوائد ج ۴' ص ۲۷۱-۲۷۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۳۰۹)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے جس عورت کے ساتھ بھی نکاح کروں اور میں اپنی امت میں سے جس شخص کو بھی نکاح کا رشتہ دوں میرے ساتھ جنت میں ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۷۵۸' مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۷' المستدرک ج ۳' ص ۱۳۷' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۰۱۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۴۱۷' اسی سے متقارب روایت حضرت عبد اللہ بن عمرو سے بھی مروی ہے' المعجم الاوسط ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا میں جس کو بھی نکاح کا رشتہ دوں اور جس سے بھی نکاح کروں وہ اہل جنت سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی میرے اہل بیت کے ساتھ کوئی نیکی کی تو میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔ (کامل ابن عدی ج ۵' ص ۱۸۸۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عبد المطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ بھی کوئی نیکی کی اور اس نے اس کو دنیا میں اس کا صلہ نہیں دیا تو کل جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو مجھ پر اس نیکی کا صلہ دینا واجب ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۶۹' مجمع الزوائد ج ۹' ص ۱۷۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۳)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ابو طالب کو کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا' اور آپ کی وجہ سے غضب ناک ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں! اب وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳' ۶۲۰۸' ۶۵۷۲' صحیح مسلم ایمان ۳۵۷' (۲۰۹) ۵۰۰' مسند احمد ج ۱' ص ۲۰۶' رقم الحدیث: ۱۷۶۳'

Marfat.com

جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۸۳۳)

نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ

موخر الذکر پانچ حدیثوں کے علاوہ باقی مذکور الصدر تمام احادیث کو علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے بھی بیان کیا ہے (رسائل ابن عابدین ج۱ ص ۵-۴) ان احادیث کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ احادیث ذکر کی ہیں ان کے یہ بات معارض نہیں ہے کہ نبی ﷺ کسی ایک کو بھی اللہ سے مطلقاً نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کا مالک بنائے گا کہ آپ اپنے اقارب کو نفع پہنچائیں بلکہ آپ شفاعت عامہ اور شفاعت خاصہ کے ذریعہ تمام امت کو نفع پہنچائیں گے' سو آپ صرف اسی چیز کے مالک ہوں گے جس کو آپ کا مولیٰ عزوجل مالک کرے گا' اسی طرح نبی ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے: میں تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل مستغنی نہیں کروں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے یہ عزت اور مقام نہیں دے گا یا جب تک مجھے منصب شفاعت نہیں دے یا جب تک میری وجہ سے مغفرت کرنے کا مرتبہ مجھے نہیں دے گا' اس وقت تک میں تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑاؤں گا۔ اور چونکہ یہ مقام اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا تھا اور نیک اعمال پر برانگیختہ کرنے کا تھا اس لیے آپ نے یہ قیود ذکر نہیں فرمائیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے رحم کے حق کی طرف اشارہ بھی فرمایا کہ میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تمہیں پہنچاؤں گا' یعنی تم کو نفع پہنچاؤں گا اور یہ ان احادیث میں تطبیق کا بہت عمدہ طریقہ ہے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے: قیامت کے دن میرے اولیاء' متقی ہوں گے (الادب المفرد) اور نبی ﷺ نے فرمایا میرا ولی اللہ ہے اور صالح مومنین ہیں۔ (صحیح مسلم الایمان: ۳۶۶ (۲۱۵) ۵۰۸' مسند احمد ج۴' ص ۲۰۳' مسند ابو عوانہ ج۱' رقم الحدیث: ۹۶) سو یہ احادیث آپ کے رحم اور اقارب کو نفع پہنچانے کے خلاف نہیں ہیں' اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے اپنے عمل میں دیر کر دی تو اس کا نسب اس پر سبقت نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم الذکر ۳۸' (۲۶۹۹) ۶۷۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۲۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۸۴۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل کو موخر کر دیا' اس کا نسب اس کو بلند درجات تک پہنچانے میں جلدی نہیں کرے گا۔ اس لیے یہ حدیث نجات کے منافی نہیں ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا باب بہت وسیع ہے' اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حدود کی پامالی پر بہت غیور ہے' اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں اور وہ صرف اسی چیز کے مالک ہیں جس کا آپ کے مولیٰ نے آپ کو مالک بنا دیا ہے اور آپ کی وہی خواہش پوری ہوتی ہے جس کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج۱ ص ۷-۶' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ)

اس پر دلیل کہ رسول اللہ ﷺ کی نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ بیشک مجھے علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے' نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۹۷' ۱۶۱۰' صحیح مسلم الحج ۲۴۸ (۱۲۷۰) ۳۰۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۶۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۹۳۷' الموطا رقم الحدیث: ۸۳۵' مسند احمد ج۱' ص ۱۶' طبع قدیم' رقم الحدیث: ۹۹ طبع جدید دار الفکر'

Marfat.com

جامع الاصول ج ۳، رقم الحدیث: ۱۴۳۹)

اس حدیث میں حضرت عمر نے حجر اسود کے نفع اور نقصان پہنچانے کی نفی کی ہے لیکن چونکہ بعض دلائل سے حجر اسود کا نفع اور نقصان پہنچانا ثابت ہے، اس لیے جمہور علماء نے بشمول علماء دیوبند اس حدیث میں بالذات کی قید لگائی ہے یعنی تو بالذات نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، لیکن اللہ کی عطا سے نفع بھی پہنچاتا ہے اور نقصان بھی۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (فتح الملہم، ج ۳، ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (بذل المجہود ج ۳، ص ۱۴۰، طبع ملتان)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بغیر اذن الٰہی کے نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۹، ص ۲۴۰) علامہ باجی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (المنتقی ج ۲، ص ۲۸۷) علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (ارشاد الساری ج ۳، ص ۱۵۶) ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مرقات ج ۵، ص ۳۲۵) اور علماء دیوبند میں سے شیخ عثمانی نے (فتح الملہم ج ۳، ص ۳۲۲) اور شیخ خلیل احمد نے (بذل المجہود ج ۳، ص ۴۰) میں لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا، حضرت عمر نے جو حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تو ایک پتھر ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد بیان کرتے ہوئے متقدمین علماء اسلام اور خصوصاً علماء دیوبند سب ہی نے بالذات کی قید لگائی ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو نفع رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں حج کی گواہی دے گا وہ یہ نفع ضرور پہنچائے گا۔ اسی اسلوب پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ (اعراف: ۱۸۸) آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے۔ علماء اہل سنت یہاں بھی بالذات کی قید لگاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ میں نفع رکھا ہے وہ نفع آپ پہنچاتے ہیں کہ آپ کا کلمہ پڑھنے، آپ کی تبلیغ اور آپ کی شفاعت سے اربہا انسانوں کو نفع پہنچے گا اور وہ سب آپ کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ کوئی کم نفع ہے؟ لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی اور عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ قید خانہ زاد اور سینہ زاد ہے۔ قرآن مجید نے آپ کی ذات سے مطلقاً نفع رسانی کی نفی کر دی ہے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم اہل بدعت کی ایجاد اور اختراع ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ ایک پتھر (حجر اسود) کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول لا تنفع میں بالذات کی قید لگالیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے قل لا املک لنفسی میں بالذات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان محمد رسول اللہ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہوگا جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں کہے گا، اللہ اکبر! جن کے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کیا عالم ہوگا اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی میں افراط' تفریط اور اعتدال پر مبنی نظریات

رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی میں افراط پر مبنی یہ عقیدہ ہے۔

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

الاعراف: ۱۴۳ کی تفسیر میں ہم نے اس شعر کے رد اور ابطال پر دلائل قائم کیے ہیں۔

اور نبی ﷺ کی نفع رسانی میں تفریط پر مبنی یہ عبارات ہیں:

شیخ محمد عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں:

وعرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبية لم يدخلهم فى الاسلام وان قصدهم الملائكة والانبياء يريدون شفاعتهم والتقرب الى الله بذلك هو الذى احل دماءهم واموالهم۔

اور تم جان چکے ہو کہ ان لوگوں کا توحید ربوبیت کا اقرار کرنا ان کو اسلام میں داخل نہیں کرتا' اور ان لوگوں کا انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت کا قصد کرنا اور ان سے اللہ کا قرب حاصل کرنا یہی وہ چیز ہے' جس نے ان کی جانوں اور مالوں کو مباح کر دیا ہے (یعنی ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز ہے)

(کشف الشبہات ص ۹' مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ' بالمدینۃ المنورہ' ۱۳۸۹ھ)

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے' مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا مخلوق اور بندہ ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویت الایمان کلاں ص ۶' مطبوعہ مطبع علیمی لاہور)

مخلوق کی نذر اور منت ماننی ہمارے نزدیک ناجائز اور حرام ہے اور انبیاء علیہم السلام کو جب کہ مستقل سامع اعتقاد نہ کرے جیسا کہ ان کو بندہ سمجھنے سے ظاہر ہوتا ہے تو ان کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی جائز ہے اور عہد صحابہ اور تابعین میں یا محمداہ کہنے کا رواج تھا۔ (کامل ابن اثیر ج ۴' ص ۲۴۶' البدایہ ج ۶' ص ۳۲۴' فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۸)

یہ دونوں چیزیں غیر نزاعی ہیں' ہمارا اعتراض اس پر ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو وکیل اور سفارشی سمجھنے پر بھی شرک کا فتویٰ دیا ہے اور اس کو ابوجہل کے برابر شرک قرار دیا ہے اور مسئلہ شفاعت میں اس سے بڑھ کر تفریط کیا ہو گی!

اور رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی میں توازن اور اعتدال پر مبنی نظریہ وہ ہے جس کو اس مقام پر اہل سنت کے مفسرین نے بیان فرمایا ہے۔

علامہ محمد بن یوسف ابو الحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں ان ہی امور پر قادر ہوں جن پر اللہ عزوجل نے مجھے قدرت دی ہے' یعنی رسول اللہ ﷺ کے تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہیں۔

(البحر المحیط ج ۵' ص ۲۴۱' عنایۃ القاضی ج ۵' ص ۲۴۳' زاد المسیر ج ۳' ص ۲۹۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۰۱)

امام رازی کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم محیط اور قدرت کاملہ کی نفی کی گئی

Marfat.com

ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۲۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بطور اظہار عبودیت یہ کہلوایا گیا ہے۔

(انوار التنزیل علی ھامش عنایۃ القاضی ج ۴' ص ۲۴۳' مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور مراد یہ ہے کہ میں اپنے نفس کے لیے نفع اور ضرر کا کسی وقت بھی مالک نہیں ہوں مگر جس وقت اللہ تعالیٰ سبحانہ چاہتا ہے تو مجھے اس پر قادر فرماتا ہے اور اس وقت میں اس کی مشیت سے اس کا مالک ہوتا ہوں' اور یہ استثناء متصل ہے' شیخ ابراہیم کورانی نے کہا یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ بندہ کی قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت سے موثر ہوتی ہے۔

(روح المعانی ج ۹' ص ۱۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علم غیب کی تحقیق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آپ کہئے:) اگر میں (از خود) غیب کو جانتا تو میں (از خود) خیر کثیر کو جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ (الاعراف: ۱۸۸)

اس آیت سے بظاہر رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے' لیکن رسول اللہ ﷺ نے چونکہ غیب کی بے شمار خبریں دی ہیں جیسا کہ ہم نے قیامت کی بتائی ہوئی نشانیوں کے سلسلہ میں غیب کی خبروں پر مشتمل بکثرت احادیث بیان کی ہیں اور انشاء اللہ ابھی مزید احادیث بیان کریں گے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات کا بھی ذکر کریں گے جن سے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیا جانا واضح ہوتا ہے اس لیے اس آیت میں علم غیب کی نفی از خود غیب جاننے کی نفی پر محمول ہے اور ہم اس کی تائید میں مفسرین کرام کے اقوال بھی نقل کریں گے' سو پہلے ہم غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے' پھر رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات کو ذکر کریں گے' پھر اس سلسلہ میں احادیث کا ذکر کریں گے اور آخر میں اس آیت کی توجیہ میں مفسرین کے اقوال ذکر کریں گے' فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

غیب کا لغوی معنی

علامہ مجد الدین مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں علم بالغیب اور ایمان بالغیب کا بکثرت ذکر ہے اور ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو وہ غیب ہے عام ازیں کہ وہ دل میں حاصل ہو یا نہ ہو۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ المغیبۃ (وہ عورت جس کا شوہر غائب ہو) کو مہلت دو حتی کہ وہ اپنے بکھرے ہوئے پراگندہ بالوں کو سنوار لے اور موئے زہار صاف کر لے۔ (مسند احمد' ج ۳' ص ۲۸۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مغیب عورت کسی شخص کے پاس کچھ خریدنے گئی اس نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی تو اس عورت نے کہا تم پر افسوس ہے میں مغیب ہوں (یعنی میرا شوہر غائب ہے) تو اس شخص نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مسند احمد ج ۱' ص ۲۶۹) نیز حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے لیے ظہر غیب (اس کے غیاب) میں دعا کرتا ہے تو اس دعا کے ساتھ جو فرشتہ موکل ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ آمین!

(صحیح مسلم الذکر ۸۷' (۲۷۳۲) ۶۸۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: جب ملاقات ہو تو اس کو

Marfat.com

سلام کرے' جب اس کو چھینک آئے تو اس کو جواب دے (یرحمک اللہ کہے) جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے' جب وہ دعوت دے تو اس کو قبول کرے' جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازہ پر جائے' اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور غیب میں (اس کی غیر حاضری میں) اس کی خیر خواہی کرے۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۳۳) سنن ترمذی میں ہے: جب وہ حاضر ہو یا غائب ہو تو اس کی خیر خواہی کرے۔ (رقم الحدیث: ۲۷۴۶)

(النہایہ ج ۳' ص ۳۵۸-۳۵۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ مع زیادات)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الغیب کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو تم سے غائب ہو' امام ابو اسحاق نے یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں کہا وہ ہر اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ان سے غائب ہے اور اس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے جیسے مرنے کے بعد جی اٹھنا' جنت اور دوزخ' اور جو چیز ان سے غائب ہے اور اس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے وہ غیب ہے' نیز غیب اس کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے پوشیدہ ہو' خواہ وہ دل میں ہو' کہا جاتا ہے کہ میں نے وراء غیب سے آواز سنی یعنی اس جگہ سے سنی جس کو میں نہیں دیکھ رہا۔

(لسان العرب ج ۱' ص ۶۵۴' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو وہ غیب ہے عام ازیں کہ وہ دل میں ہو یا نہ ہو۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴' ص ۸۲' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

غیب کا اصطلاحی معنی

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں:

غیب سے مراد وہ مخفی امر ہے جس کا نہ حواس (خمسہ) ادراک کر سکیں اور نہ ہی اس کی بداہت عقل تقاضا کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس کے علم کی کوئی دلیل (ذریعہ) نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (الانعام: ۵۹) اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں' ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ ہو (خواہ عقلی دلیل سے اس کا علم ہو خواہ خبر سے) جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور قیامت اور اس کے احوال کا علم۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۱' ص ۱۱۴' ۱۱۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غیب کی دوسری قسم میں جو قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ جس کے علم پر کوئی دلیل ہو اس سے مراد عام ہے وہ دلیل عقلی ہو یا نقلی ہو' کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کی صفات پر عقلی دلائل قائم ہیں (اور ان کو عقل سے جانا جا سکتا ہے) اور قیامت اور اس کے احوال پر دلائل نقلیہ قائم ہیں (اور ان کو قرآن اور احادیث سے جانا جا سکتا ہے) اور یہ دونوں قسمیں غیب ہیں' اور غیب کی اس دوسری قسم کو انسان ان دلائل سے جان سکتا ہے' اور وہ غیب جس کا علم اللہ سبحانہ کے ساتھ مختص ہے وہ غیب کی قسم اول ہے اور سورۃ الانعام کی اس آیت کریمہ میں وہی مراد ہے۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ۱' ص ۸۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:
الغیب وہ چیز ہے جو نہ حواس کے تحت واقع ہو اور نہ بداہت عقول اس کا تقاضا کریں اور اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے ہوتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۷۵ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:
غیب کا معنی ہے جو چیز آنکھوں سے پوشیدہ ہو' اسی طرح جو چیز حواس سے اور انسان سے غائب ہو اس پر بھی غیب کا اطلاق ہوتا ہے' اور غیب لوگوں کے اعتبار سے ہے اللہ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب نہیں ہے' کیونکہ رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے عالم الغیب والشہادۃ اس کا معنی ہے جو چیز تم سے غائب ہے اور جس کا تم مشاہدہ کرتے ہو اللہ ان سب کا عالم ہے' اور یؤمنون بالغیب میں غیب کا معنی ہے جن چیزوں کا حواس سے ادراک نہ ہو سکے اور جن کا بداہت عقل تقاضا نہ کرے' اور ان کا علم صرف رسل علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے۔
(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۵۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۱۷۹)

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (آل عمران: ۴۴)

یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) عالم الغیب ہے سو وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن سے وہ راضی ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:
حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور غیبیہ بتاتے ہیں وہ حقیقتاً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کو دی گئی ہیں جس کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔
(معارف القرآن ج ۲ ص ۲۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۴ھ)

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئیں ہیں اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا' کیونکہ شرح عقائد اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں' خبر صادق' حواس سلیمہ اور عقل' اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

آل عمران: ۱۷۹ کی تفسیر میں شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:
خلاصہ یہ ہے کہ عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی' انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔

Marfat.com

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی شرکت ہوگئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں اس علم کا ذاتی ہونا اور اس علم کا محیط ہونا۔ یہاں ذاتی اس لیے نہیں ہے کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ تاج کمپنی لیٹڈ لاہور، کراچی)

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق احادیث

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کو جس قدر غیوب پر مطلع فرمایا گیا تھا اس باب میں احادیث کا ایک سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور آپ کا یہ معجزہ ان معجزات میں سے ہے جو ہم کو یقینی طور پر معلوم ہیں، کیونکہ وہ احادیث معنیً متواتر ہیں اور ان کے راوی بہت زیادہ ہیں اور ان احادیث کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(الشفاء ج ۱ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان کر دیے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے، ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں، جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴، صحیح مسلم الجنۃ ۲۳ (۲۸۹۱) ۷۱۳۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰، مسند احمد ج ۵، ص ۳۸۵، جامع الاصول، ج ۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۸۲)

۲۔ حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے، پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی، آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی، پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے ہمیں ما کان وما یکون (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں، پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظ والا تھا۔

(صحیح مسلم الجنۃ: ۲۶ (۲۸۹۲) ۷۱۳۴، مسند احمد ج ۳، ص ۳۱۵، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۲۹، البدایہ والنہایہ ج ۶، ص ۱۹۲، جامع الاصول ج ۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۸۵، الاحاد والمثانی ج ۴، رقم الحدیث: ۲۱۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶، ص ۳۱۳)

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ہمیں مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں، حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲، امام احمد نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے، مسند احمد ج ۱۴، رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰، طبع دار الحدیث، قاہرہ)

امام ترمذی نے کہا اس باب میں حضرت حذیفہ، حضرت ابو مریم، حضرت زید بن اخطب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ سے

Marfat.com

احادیث مروی ہیں انہوں نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے ان کو قیامت تک تمام ہونے والے امور بیان کر دیے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۸)

۴۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔
(مسند احمد ج ۵' ص ۱۵۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۵۸' مطبوعہ قاہرہ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷ ۱۶۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۷ ۱۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۶۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸' ص ۲۶۴' مسند ابو یعلی' رقم الحدیث: ۵۱۰۹)

ائمہ حدیث نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ان کے دشمنوں پر غلبہ کی خبر دی اور مکہ مکرمہ' بیت المقدس' یمن' شام اور عراق کی فتوحات کی خبریں دیں اور امن کی خبر دی اور یہ کہ کل خیبر حضرت علی کے ہاتھوں سے فتح ہوگا' اور آپ کی امت پر دنیا کی جو فتوحات کی جائیں گی اور وہ قیصرو کسریٰ کے خزانے تقسیم کریں گے' اور ان کے درمیان جو فتنے پیدا ہوں گے' اور امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا اور وہ پچھلی امتوں کے طریقے پر چلیں گے' اور کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور پھر ان کی حکومت قائم نہیں ہوگی اور یہ کہ روئے زمین کو آپ کے لیے لپیٹ دیا گیا ہے اور آپ نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ آپ کی امت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا اور آپ نے بنو امیہ اور حضرت معاویہ کی حکومت کی خبر دی اور اہل بیت کی آزمائش اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی' حضرت معاویہ اور حضرت علی کی لڑائی کی خبر دی' حضرت عمار کی شہادت کی خبر دی' آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر دی' اور یہ کہ آپ کے بعد صرف تیس سال تک خلافت رہے گی' اور پھر بادشاہت ہو جائے گی۔ تیس دجالوں کے خروج کی خبر دی' قریش کے ہاتھوں امت کی ہلاکت کی خبر دی۔ قدریہ اور رافضیہ کے ظہور کی خبر دی' ابناء فارس کے دین حاصل کرنے کی خبر دی' اپنی گمشدہ اونٹنی کی خبر دی' جنگ بدر میں کافر کس جگہ گر کر مریں گے یہ خبر دی' حضرت حسن کے صلح کرانے کی خبر دی' حضرت سعد کی حیات کے متعلق خبر دی اور یہ خبر دی کہ آپ کی ازواج میں سے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہوں گے وہ آپ سے سب سے پہلے واصل ہوگی' حضرت زید بن صوحان کے ہاتھ کے متعلق پیش گوئی کی' سراقہ کے لیے سونے کے کنگنوں کی خبر دی اور بہت باتوں کی خبر دی' اب ہم ان تمام امور کے متعلق تفصیلاً احادیث بیان کر رہے ہیں۔

۵۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا ہے' سو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا' اور میری امت کی حکومت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کی زمین میرے لیے سکیڑ دی گئی تھی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے گئے ہیں۔ (الحدیث)
(دلائل النبوت للبیہقی' ج ۶' ص ۲۲۷' صحیح مسلم الفتن ۱۹ (۲۸۸۹) ۷۱۲۵' ۷۱۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

۶۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوات پکڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا اے معاویہ! اگر تم کو کسی علاقہ کا والی بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا' حضرت معاویہ نے کہا مجھے اس وقت سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی منصب کا والی بنایا جائے گا اور اس کی وجہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱ ولائل النبوت ج ۶ ص ۴۴۶ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۳)

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۸۸ دلائل النبوت ج ۶ ص ۴۴۷)

۸۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے گھر آئے انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور آپ کا سر سہلایا' رسول اللہ ﷺ سو گئے' پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر کے راستے جہاد کریں گے۔ حضرت ام حرام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کردے آپ نے ان کے لیے دعا کی' پھر سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں' فرمایا مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ (بخاری کی روایت میں ہے: میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ رقم الحدیث: ۲۹۲۴) میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے لشکر میں سے ہو۔ حضرت ام حرام بنت ملحان حضرت معاویہ کے زمانے میں سمندر کے راستہ جہاد میں گئیں وہ اپنی سواری سے گر گئیں' ان کو سمندر سے نکالا گیا تو جان بحق ہو چکی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۸۸' صحیح مسلم الجہاد ۱۶۰' (۱۹۱۲) ۴۸۵۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۷۱' دلائل النبوت ج ۶ ص ۴۵۲-۴۵۱)

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی' حضرت ابو ہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو میں بنو فلاں' اور بنو فلاں کا نام لوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۰۵' ۳۶۰۴' صحیح مسلم الفتن ۷۴ (۲۹۱۷) ۷۱۹۲' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۵' ۴۶۴)

۱۰۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا جس نے فاقہ کی شکایت کی' پھر دوسرا شخص آیا جس نے راستہ میں ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے الحیرہ دیکھا ہے' میں نے کہا میں نے اس کو دیکھا تو نہیں لیکن مجھے اس کی خبر دی گئی ہے' آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم ایک مسافرہ کو دیکھو گے جو الحیرہ سے سفر کر کے کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہو گا' میں نے اپنے دل میں کہا پھر اس شہر کے ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے شہروں میں فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکا دی ہے۔ (پھر فرمایا) اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور اس کو لینے والے کو ڈھونڈے گا اور اسے کوئی شخص نہیں ملے گا جو اس کو قبول کرلے' اور تم میں سے ضرور ایک شخص قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا جو ترجمہ کرے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تمہاری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا جو تم سے زائد تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو صرف جہنم نظر آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو صرف جہنم نظر آئے گا۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آگ سے بچو' خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے' اور جس کو کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو وہ کوئی نیک بات کہہ دے' حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مسافرہ کو دیکھا جس نے الحیرۃ سے سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو کھولا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم ضرور وہ نشانی دیکھ لو گے جو نبی

Marfat.com

ﷺ نے فرمائی تھی کہ ایک آدمی مٹھی بھر (سونا یا چاندی) لے کر نکلے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۹۵' دلائل النبوۃ ج ۶' ص ۳۲۳)

۱۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسریٰ فوت ہوگیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔
(صحیح مسلم الفتن ۷۵ (۲۹۱۸) ۷۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۲۷' صحیح ابن حبان ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۶۸۹' مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۷۲۷۲' طبع جدید' مسند الشافعی ج ۲' ص ۱۸۶' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۰۹۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۱۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹' ص ۱۷۷)

۱۲- حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی پوستین لائی گئی اور ان کے سامنے رکھ دی گئی' اور قوم میں حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم بھی تھے' حضرت عمر نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن' حضرت سراقہ بن مالک کو دیے' انہوں نے ان کو اپنے ہاتھوں میں پہن لیا جو ان کے کندھوں تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر نے حضرت سراقہ کے ہاتھوں میں کنگن دیکھے تو فرمایا الحمد للہ! امام شافعی نے کہا حضرت عمر نے حضرت سراقہ کو یہ کنگن اس لیے پہنائے تھے کہ نبی ﷺ نے حضرت سراقہ کی کلائیوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا تھا گویا کہ تمہارے ہاتھ کسریٰ کے کنگن پہنے ہوئے ہیں' امام شافعی نے کہا جب حضرت عمر نے کسریٰ کے کنگن حضرت سراقہ کو پہنائے تو کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین کر سراقہ بن جعشم کو پہنا دیے جو بنو مدلج کا ایک اعرابی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶' ص ۳۲۶-۳۲۵)

۱۳- حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لیے اٹھا لیا اور میں دنیا کی طرف اور قیامت تک دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ان ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں' جو اللہ عزوجل کے حکم سے روشن ہیں' اس نے اپنے نبی کے لیے ان کو روشن کیا' جس طرح پہلے نبیوں کے لیے روشن کیا تھا۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۶' ص ۱۰۱' الجامع الکبیر رقم الحدیث: ۴۸۴۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۱۰' ۳۱۹۷۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے' اس میں سعید بن سنان رہاوی ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۸' ص ۲۸۷)

۱۴- حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے سامان کی کمی' غربت اور افلاس کی شکایت کی آپ نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ مجھے تم پر اشیاء کی قلت کی بہ نسبت اشیاء کی کثرت کا زیادہ خوف ہے' بہ خدا یہ دین تم میں رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سرزمین فارس' سرزمین روم اور سرزمین حمیر فتح کر دے گا۔ (الحدیث) (دلائل النبوت ج ۶' ص ۳۲۷)

۱۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: ۳)
اور وہ نبی ان میں سے دوسروں کو بھی (کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا باطن صاف کرتے ہیں) جو ابھی ان سے لاحق نہیں ہوئے۔

Marfat.com

تو ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں! نبی ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ اس نے دو یا تین مرتبہ سوال کیا اور ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو ان کی طرف کے لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۷' صحیح مسلم فضائل الصحابہ '۲۳۰(۲۵۴۶) ۶۳۷۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۷)

۱۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل کا ملکی نظام ان کے نبی چلاتے تھے' جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا' اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اور عنقریب خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے' صحابہ نے پوچھا پھر آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا پہلے کی بیعت سے وفا کرو' پھر پہلے کی' اور ان کے حقوق ادا کرو' کیونکہ اللہ عزوجل ان سے سوال کرے گا کہ انہوں نے عوام کے ساتھ کس طرح معاملہ کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۵' صحیح مسلم الامارہ ۴۴(۱۸۴۲)۴۶۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۱)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت تیس سال رہے گی پھر اللہ جس کو چاہے گا ملک دے دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۴۶' مسند احمد ج ۵' ص ۴۴' دلائل النبوت ج ۶' ص ۳۴۱)

حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال چار ماہ رہی (دس دن کم تھے) حضرت عمر کی خلافت دس سال چھ ماہ چار دن رہی' حضرت عثمان کی خلافت بارہ دن کم بارہ سال رہی اور حضرت علی کی خلافت دو یا تین ماہ کم پانچ سال رہی۔

(دلائل النبوت ج ۶' ص ۳۴۲-۳۴۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اپنے مرض الموت میں فرمایا میرے لیے ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی (خلافت کی) تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں (خلافت کے) زیادہ لائق ہوں اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔

(صحیح مسلم فضائل الصحابہ ۱۱' (۲۳۸۷) ۶۰۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۶۵' مسند احمد ج ۶' ص ۲۲۸' دلائل النبوت ج ۶' ص ۳۴۳)

۱۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے (ایک راوی کا خیال ہے کہ حضرت انس نے حراء پہاڑ کہا تھا) اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ پہاڑ لرزنے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا' تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۵' ۳۶۸۶' ۳۶۹۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۱' مسند احمد ج ۵' ص ۳۳۱' ۳۴۶' دلائل النبوت ج ۶' ص ۳۵۰)

۲۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو نبی کی آواز کے اوپر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔

تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا میں اہل دوزخ سے ہوں اور نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوئے' نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے ان کے متعلق پوچھا اور فرمایا اے ابو عمرو! ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد نے کہا وہ میرا پڑوسی ہے اور مجھے اس کی بیماری کا کوئی علم نہیں' پھر حضرت سعد نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

دریافت کرنے کا ذکر کیا‘ حضرت ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہو چکی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے میری آواز سب سے اونچی ہے‘ پس میں اہل دوزخ سے ہوں‘ حضرت سعد نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہے‘ امام مسلم کی ایک روایت میں ہے (رقم الحدیث: ۳۱۰) کہ جب حضرت ثابت ہمارے درمیان چلتے تھے تو ہم یقین کرتے تھے کہ یہ جنتی ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۶‘ صحیح مسلم الایمان‘ ۱۸۷‘ (۱۱۹) ۳۰۷)

حضرت ثابت مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶‘ ص ۳۵۵‘ المستدرک ج ۳‘ ص ۲۳۴‘ مجمع الزوائد ج ۹‘ ص ۳۲۲)

۲۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے ہیں‘ میں ان سے گھبرا گیا اور مجھ کو وہ ناگوار لگے پھر مجھے اجازت دی گئی کہ میں ان کو پھونک سے اڑا دوں‘ سو میں نے پھونک مار کر ان کو اڑا دیا۔ عبید اللہ نے کہا ان میں سے ایک عنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۷۰‘ صحیح مسلم الرؤیا ۲۲‘ (۲۲۷۴) ۵۸۲۶‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۹‘ صحیح ابن حبان ج ۱۵‘ رقم الحدیث: ۶۶۵۴‘ مسند احمد ج ۱‘ ص ۲۶۳‘ طبع قدیم‘ مسند احمد ج ۳‘ رقم الحدیث: ۸۲۵۶‘ طبع جدید)

۲۲- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی عبادت کریں لیکن وہ ان میں اختلاف اور نزاع پیدا کرنے کے لیے مایوس نہیں ہے۔

(صحیح مسلم المنافقین ۶۵ (۲۸۱۲) ۶۹۷۰‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۴۴‘ مسند احمد ج ۳‘ ص ۳۱۳)

۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی وہ رونے لگیں‘ پھر دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں‘ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کیا سرگوشی کی تھی جس پر آپ روئیں اور پھر سرگوشی کی تو آپ ہنسیں‘ حضرت فاطمہ نے فرمایا آپ نے مجھ سے سرگوشی کر کے مجھے اپنی وفات کی خبر دی تو میں روئی پھر سرگوشی کر کے یہ خبر دی کی آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ لاحق ہوں گی تو پھر میں ہنسی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۲۵‘ صحیح مسلم فضائل صحابہ‘ ۹۸ (۲۴۵۰) ۶۱۹۶‘ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۶۷‘ مسند احمد ج ۶‘ ص ۲۸۲‘ الطبقات الکبریٰ ج ۲‘ ص ۲۴۷‘ دلائل النبوت ج ۶‘ ص ۳۶۵)

۲۴- حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث کی ملاقات کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور آپ نے ان کا نام الشہیدۃ رکھا تھا‘ وہ قرآن کی حافظہ تھیں‘ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی تیمار داری کروں‘ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے‘ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا فرمائے گا اور آپ ان کو الشہیدہ کہتے تھے‘ اور نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کیا کریں‘ ان کو مال غنیمت میں سے ایک باندی اور ایک غلام ملا تھا‘ جن کو انہوں نے مدبر کر دیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو) حضرت عمر کے دور خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ کو قتل کر دیا اور دونوں بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو پکڑ لیا گیا اور ان دونوں کو سولی پر لٹکایا‘ مدینہ میں ان کو سب سے پہلی سولی دی گئی تھی‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا‘ آپ فرماتے تھے چلو الشہیدہ

Marfat.com

کی زیارت کے لیے چلیں۔

(مسند احمد ج ٦' ص ٤٠٥' طبع قدیم احمد شاکر نے اس کی ایک سند کو ضعیف اور دوسری سند کو صحیح کہا ہے۔ مسند احمد ج ١٨' رقم الحدیث: ٢٧١٥٨' ٢٧١٥٧' طبع دار الحدیث قاہرہ' حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ المستدرک ج ١' ص ١٦١' رقم الحدیث: ٥٩٢' صحیح ابن خزیمہ' ج ٣' ص ٨٩' رقم الحدیث: ١٦٧٦' سنن کبریٰ للبیھقی ج ٣' ص ١٣٠' دلائل النبوۃ ج ٦' ص ٣٨١' الاصابہ رقم الحدیث: ١٢٢٩٨' الاستیعاب رقم الحدیث: ٣٦٨٦' اسد الغابہ رقم' ٧٢٢٦' کتاب الثقات ج ٣' ص ٤٦٣)

٢٥- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور سوچا آج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا' آپ مسجد میں نہیں تھے' میں آپ کی تلاش میں نکلا آپ اریس نامی کنویں کی منڈیر پر کنویں میں ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے' میں اس کے دروازہ پر چلا گیا اور میں نے سوچا کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا' تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا: کون ہے' آنے والے نے کہا ابوبکر! میں نے کہا ٹھہریں' پھر رسول اللہ ﷺ سے ان کے لیے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو' اور ان کو جنت کی بشارت دو' حضرت ابوبکر آ کر رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب منڈیر پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر نے دروازے پر دستک دی' میں نے کہا ٹھہریں اور رسول اللہ ﷺ سے ان کے لیے اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو' وہ آ کر رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب منڈیر پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے دروازہ پر دستک دی' میں نے کہا ٹھہریں اور رسول اللہ ﷺ سے ان کے لیے اجازت طلب کی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو' اور جنت کی بشارت دو ان مصائب اور فتنوں کے ساتھ جو ان کو لاحق ہوں گے۔ (ملخصا)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٦٩٣' صحیح مسلم فضائل الصحابۃ' ٢٩ (٢٤٠٣) ٦٠٩٧' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٧١٠' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٩١٢' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٢٠٤٠٢' مسند احمد ج ٧' رقم الحدیث: ١٩٦٦٢)

٢٦- حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں' اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرا' نبی ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا' میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تھے' میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں!

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٧٢٤' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٩١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢' ص ٤٠' المعجم الکبیر ج ٢٠' ص ٧٥٢' مسند احمد ج ٧' رقم الحدیث: ٢٠٣٧٤)

٢٧- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان سے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٧٢٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

٢٨- ابو سہلہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صابر ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٧٣١' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١١٣' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٩١٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢' ص ٤٤' مسند احمد ج ١' رقم الحدیث: ٤٠٧' طبع جدید)

Marfat.com

۲۹۔ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا جس وقت وہ خندق کھود رہے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اے ابن سمیہ افسوس ہے اتم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(صحیح مسلم الفتن ۷۰ ا(۲۹۱۵)۷۱۸۷ ٬سنن کبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۴۸ ٬ دلائل النبوۃ ج ٦٬ ص ۴۲۰)

۳۰۔ فضالہ بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد حضرت ابو فضالہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گیا٬ میرے والد نے کہا کاش آپ کی جگہ مجھے اجل آ جاتی ا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا حتی کہ مجھے امیر بنا دیا جائے اور میری یہ داڑھی خون سے رنگین ہو جائے یعنی میں شہید ہو جاؤں٬ حضرت علی شہید کر دیے گئے اور حضرت ابو فضالہ حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

(مسند احمد ج ا٬ ص ۱۰۲٬ طبع قدیم٬ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد ج ا٬ رقم الحدیث: ۸۰۲٬ طبع دار الحدیث قاہرہ٬ المستدرک ج ۳٬ ص ۱۱۳٬ الطبقات الکبری ج ۳٬ ص ۳۴٬ مجمع الزوائد ج ۹٬ ص ۷ ۱۳۶۰۱۳٬ دلائل النبوت ج ٦٬ ص ۴۳۸)

۳۱۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہوتے٬ آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے٬ امید ہے کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرما دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۰۴٬ مشکوۃ رقم الحدیث: ۶۱۴۴٬ مسند احمد ج ۵٬ ص ۴۹)

۳۲۔ عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دوپہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے٬ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حسین اور ان کے اصحاب کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

(مسند احمد ج ا٬ ص ۲۴۲٬ ۲۸۳٬ شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد ج ۲٬ رقم الحدیث: ۲۱٦۵٬ ج ۳٬ رقم الحدیث: ۲۵۵۳٬ طبع دار الحدیث قاہرہ٬ المعجم الکبیر ج ۱۲٬ رقم الحدیث: ۱۲۸۳۷٬ ج ۲٬ رقم الحدیث: ۲۸۲۲) حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹٬ ص ۱۹۴٬ البدایہ والنہایہ ج ٦٬ ص ۲۳۱٬ المستدرک ج ۲٬ ص ۳۱۴۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

۳۳۔ حضرت عباس بن عبد المطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا٬ انہوں نے آپ کے پاس ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو وہ لوٹ آئے۔ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں نے اپنے بیٹے کو آپ کے پاس کسی کام سے بھیجا تھا وہ آپ کے پاس ایک شخص کو دیکھ کر لوٹ آئے٬ اور بات نہ کر سکے٬ آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ شخص کون تھا٬ وہ شخص جبریل علیہ السلام تھے اور (حضرت ابن عباس) اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک کہ نابینا نہ ہو جائیں اور ان کو علم دیا جائے گا۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲٦۷۹٬ ۲۸۴۸٬ طبع جدید٬ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۸۴٬ ۱۲۸۳٦٬ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ مسند احمد کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ٦٬ ص ۲۷٦)

Marfat.com

۳۴۔ حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے اور یہ وہ زمین ہے جس میں قیراط کا ذکر کیا جاتا ہے تم وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا کیونکہ ان کا ذمہ اور رحم ہے۔ (ذمہ سے مراد حرمت اور حق ہے اور رحم سے مراد یہ ہے کہ حضرت ہاجر، حضرت اسماعیل کی والدہ مصری تھیں)

(صحیح مسلم فضائل الصحابہ '۲۲۷' (۲۵۴۳) ۶۳۷۵ 'مسند احمد ج ۶ 'ص ۱۷۴)

۳۵۔ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حنین کی طرف گئے تو مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا' جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ذات انواط بنا دیجئے جیسا ان کے لیے ذات انواط ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو ایسا ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسے ان کے خدا ہیں' اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر سوار ہو گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۷' صحیح ابن حبان ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۷۰۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵' ص ۱۰۱' المعجم الکبیر ج ۳' رقم الحدیث: ۳۲۹۱' ۳۲۹۰)

۳۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے سر پر (صدی کی انتہا یا ابتداء پر) اس امت کے لیے اس شخص کو مبعوث کرے گا جو ان کے لیے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔ (یعنی بدعات کو مٹائے گا اور جن احکام پر مسلمانوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا تھا ان پر عمل کروائے گا۔)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۱' جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۸۱)

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ایک رات میں عشاء کی نماز پڑھائی اور جب سلام پھیر لیا تو فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا جو روئے زمین پر اب زندہ ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۱' صحیح مسلم فضائل الصحابہ' رقم الحدیث: ۲۱۷' (۲۵۳۷) ۶۳۶۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۸' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۷۱)

۳۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودیہ نے ایک بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا پھر وہ نبی ﷺ کو پیش کی۔ نبی ﷺ نے اس بکری کا ایک دست لیا اور اس میں سے کھایا اور آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے بھی اس میں سے کھایا' پھر نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا اپنے ہاتھ روک لو' اور نبی ﷺ نے اس یہودیہ کو بلوایا اور فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا ہاں! آپ کو کس نے خبر دی؟ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دست کی طرف اشارہ کیا مجھے اس نے خبر دی ہے۔ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا تم نے کس لیے ایسا کیا تھا؟ اس نے کہا میں نے سوچا اگر یہ نبی ہیں تو ان کو اس زہر سے نقصان نہیں ہو گا اور اگر یہ نبی نہیں ہیں تو ہماری خلاصی ہو جائے گی۔ نبی ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کو سزا نہیں دی' اور آپ کے بعض اصحاب جنہوں نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا وہ فوت ہو گئے اور نبی ﷺ نے اس بکری سے کھائے ہوئے گوشت کی وجہ سے پیٹھ کے اوپر گردن کے نیچے فصد لگوائی۔ بنو بیاضہ کے آزاد شدہ غلام نے یہ فصد لگائی تھی۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۶۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۱۰' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۲۴۳' جامع الاصول

Marfat.com

ج ۱۱‘ رقم الحدیث: ۸۸۸۷)

۳۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری تحفہ میں پیش کی گئی جو زہر آلود تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں جتنے یہودی ہیں ان سب کو جمع کرو‘ یہودیوں کو جمع کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں؟ کیا تم مجھ سے سچ بولو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اے ابو القاسم! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا! ہمارا باپ فلاں ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے۔ تب یہودیوں نے کہا آپ نے سچ کہا اور نیک کام کیا‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں کیا تم مجھے سچ سچ بتا دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اے ابو القاسم‘ اور اگر ہم نے جھوٹ بھی بولا تو آپ کو ہمارے جھوٹ کا علم ہو جائے گا جیسا کہ آپ کو ہمارے باپ کے متعلق علم ہو گیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل دوزخ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس میں تھوڑی دیر رہیں گے‘ پھر ہمارے بعد تم لوگ دوزخ میں جاؤ گے! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دوزخ میں دفع ہو جاؤ‘ بہ خدا ہم تمہارے بعد اس میں کبھی بھی نہیں جائیں گے‘ پھر آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو کیا تم سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا تم کو اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۷۷‘ مسند احمد ج ۲‘ ص ۴۵۱‘ سنن دارمی رقم الحدیث: ۶۹‘ جامع الاصول ج ۱۱‘ رقم الحدیث: ۸۸۸۶)

۴۰- انصار کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے‘ آپ قبر کھودنے والے کو وصیت فرما رہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو‘ اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو‘ جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا‘ آپ نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے‘ پس کھانا لایا گیا‘ آپ نے اپنا ہاتھ رکھا‘ پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا‘ سب نے کھایا‘ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا آپ اپنے منہ میں ایک لقمہ چبا رہے تھے‘ آپ نے فرمایا مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے‘ پھر اس عورت کو بلایا گیا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کسی کو نقیع (بکریاں فروخت کرنے کی جگہ‘ منڈی) کی طرف بھیجا تھا‘ تاکہ میرے لیے بکری خرید لی جائے‘ تو بکری نہیں ملی‘ میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا‘ میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے وہ بکری مجھے بھیج دی‘ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۲‘ مسند احمد ج ۵‘ ص ۲۹۳‘ جامع الاصول ج ۱۱‘ رقم الحدیث: ۸۸۸۹‘ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۹۴۲)

۴۱- حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کر مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو

Marfat.com

گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ مسلم اور نسائی کی روایت میں ہے کل رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار بدر کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے 'کل فلاں یہاں گرے گا۔ انشاء اللہ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۱' صحیح مسلم المنافقین: ۷۵ (۲۸۷۳) ۷۰۸۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۰۷۳' مسند احمد ج ۳' ص۲۱۹-۲۵۸' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۹۳۸)

۴۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اس وقت بڑے زور سے آندھی چلی لگتا تھا کہ سوار دفن ہو جائیں گے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے' جب ہم مدینہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

(صحیح مسلم المنافقین: ۱۵ (۲۷۸۲) ۶۹۰۸' مسند احمد ج ۳' ص ۳۱۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۲۹' جامع الاصول ج۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۸۵)

۴۳- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے کچھ چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے ناپسند کیا' جب بکثرت سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے پھر آپ نے لوگوں سے کہا تم جو چاہتے ہو مجھ سے سوال کرو' ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ سالم ہے شیبہ کا آزاد کردہ غلام' جب حضرت عمر نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۲' ۷۲۹۱)

۴۴- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں' وہ تمام رات مسلمانوں نے اس بے چینی میں گزاری کہ آپ کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں' صبح کو تمام مسلمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب کو اس جھنڈے کے عطا کیے جانے کی امید تھی' آپ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' پھر حضرت علی کو مسلمانوں نے بلایا' وہ لائے گئے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا کی' وہ تندرست ہو گئے گویا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی تکلیف ہی نہ تھی' آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا' حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جائیں' آپ نے فرمایا اطمینان سے جانا' حتیٰ کہ تم ان کے علاقہ میں پہنچ جاؤ' پھر ان کو اسلام کی دعوت دینا' اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ کا کیا حق واجب ہے' اللہ کی قسم! اللہ تمہارے سبب سے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۹' ۴۲۱۰' صحیح مسلم فضائل الصحابہ' ۳۴ (۲۴۰۶) ۶۱۰۶' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۴۰۳' جامع الاصول ج۸' رقم الحدیث: ۶۴۹۵)

۴۵- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری اس بیماری میں عیادت کی جس کی وجہ سے میں موت کے کنارے پہنچ گیا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کتنی تکلیف ہے! میں مال دار ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا کیا نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں' پھر آپ نے فرمایا تہائی مال صدقہ کرو' تہائی مال بہت ہے' اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں' اور تم اللہ کی رضا جوئی کے

Marfat.com

لیے جو خرچ بھی کرو گے تم کو اس میں اجر دیا جائے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے اس پر بھی اجر ملے گا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے احباب کے پیچھے رہ جاؤں گا۔ (یعنی حج کے بعد ان کے ساتھ مدینہ نہ جاسکوں گا؟) آپ نے فرمایا تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضاجوئی کے لیے جو بھی کرو گے' تمہارے درجے اس سے زیادہ اور بلند ہوں گے اور شاید کہ تم بعد میں زندہ رہو اور تم سے ایک قوم کو فائدہ اور دوسری کو نقصان ہو' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو قائم رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے' حضرت سعد نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ان پر اس لیے افسوس کیا کہ وہ مکہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ (حضرت سعد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تک زندہ رہے انہوں نے ایران کو فتح کیا جس سے مسلمانوں کو نفع اور مجوسیوں کو نقصان ہوا)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۰۹' صحیح مسلم الوصیۃ '۵' (۱۶۲۸) ۴۱۳۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۶۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۴۵۳' مسند احمد ج ۱' ص ۱۷۹' ۱۷۵' ج ۳' ص ۳۶۵-۳۲)

۴۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس قوم سے جنگ نہ کرو جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور حتیٰ کہ تم ترکوں سے قتال نہ کرو' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی اور ان کے چہرے ہتھوڑوں سے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۷' صحیح مسلم الفتن ۶۲ (۲۹۱۲) ۷۱۷۷' سنن ابوداود رقم الحدیث: ۴۳۰۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۹۶' مسند احمد ج ۲' ص ۲۳۹' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۰۰' جامع الاصول ج ۱۰' رقم الحدیث: ۷۸۷۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم یہود سے قتال کرو گے اور تم ان پر مسلط ہو جاؤ گے' حتیٰ کہ ایک پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلمان! میرے پیچھے ایک یہودی ہے۔ اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۹۳' صحیح مسلم الفتن ۷۹ (۲۹۲۲) ۷۲۰۲' مسند احمد ج ۲' ص ۴۱۷)

۴۷- حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ کیا کہ اگر میں اس غزوہ کو پالوں تو میں اس میں اپنی جان اور مال کو خرچ کردوں اگر میں اس میں شہید ہو گیا تو میں سب سے افضل شہید ہوں گا اور اگر میں لوٹ آیا تو میں جہنم سے آزاد ہوں گا۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۷۴' ۳۱۷۳' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت)

۴۸- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور اہل احد پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ منبر کی طرف مڑ گئے' (یعنی مسجد کی طرف تشریف لے گئے) آپ نے فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تم پر گواہ ہوں' اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں' اور بے شک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں' اور بیشک اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۴۴' صحیح مسلم الفتن: ۳۰ (۲۲۹۶) ۵۸۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۳' ۳۲۲۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۵۴)

۴۹- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر کیا' اور حضرت عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں

Marfat.com

ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے: الفضل' عبداللہ اور قثم۔ حضرت عباس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے اب یقین ہوگیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں' اس بات کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴' ص ۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

۵۰۔ امام ابن سعد' عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے دن نوفل کو قید کیا گیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا اپنی جان کے فدیہ میں وہ نیزہ دو جو جدہ میں ہے' انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ کے بعد میرے علاوہ کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ میرے پاس جدہ میں نیزہ ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴' ص ۶۹)

۵۱۔ عاصم بن زید السکونی بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا' ان کے ساتھ نبی ﷺ بھی باہر نکلے' آپ ان کو وصیت فرما رہے تھے' حضرت معاذ سوار تھے اور نبی ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ نصیحت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! امید ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو' رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے خیال سے حضرت معاذ رونے لگے' نبی ﷺ نے فرمایا اے معاذ مت روؤ کیونکہ (آواز سے) رونا شیطان کا کام ہے۔

(مسند احمد ج ۵' ص ۲۳۵' شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۱۹۵۳' دلائل النبوت للبیہقی ج ۵' ص ۴۰۵-۴۰۴)

رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص قیامت کے احوال کی جو خبریں دی ہیں' ان کے متعلق ہم نے متعدد کتب حدیث کے حوالہ جات سے پچیس احادیث بیان کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے علم ما کان وما یکون کے متعلق ہم نے متعدد کتب حدیث کے حوالہ جات سے دس احادیث بیان کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے منجملہ غیب کی جو خبریں دی ہیں اس کے متعلق ہم نے متعدد کتب حدیث سے اکیاون احادیث بیان کی ہیں' سو آپ کے علم غیب کے متعلق یہ کل چھیاسی احادیث ہیں اور ہر ہر حدیث متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے مزین ہے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے علم غیب سے متعلق تمام احادیث کا احاطہ اور احصاء نہیں کیا اور طوالت کی وجہ سے بے شمار احادیث کو ترک کر دیا' اس سے قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب عطا فرمایا تھا' وہ علم کا ایسا عظیم سمندر ہے جس کا تصور بھی ہم لوگ نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ اگر میں غیب کو جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا

علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے بکثرت واقعات کی خبر دی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عظیم معجزوں میں سے ہے تو ان احادیث اور آیت کریمہ "لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر" (الاعراف: ۱۸۸) میں کیسے تطبیق ہوگی' تو میں کہوں گا کہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ سے بطور تواضع اور ادب یہ کلمات کہلوائے ہوں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے مطلع اور قادر کیے بغیر میں غیب کو نہیں جانتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو غیب پر مطلع کرنے سے پہلے یہ کلمات کہلوائے ہوں' پھر جب اللہ نے آپ کو مطلع کر دیا تو آپ نے غیب کی خبریں دیں' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے: عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ (الجن: ۲۷-۲۶)

یا اس آیت میں کفار کے سوال کا جواب ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارے مغیبات پر مطلع فرمایا تو آپ نے ان کی

Marfat.com

خبریں دی اور یہ آپ کا معجزہ ہو گیا اور آپ کی نبوت کی صحت پر دلیل۔ (لباب التاویل للخازن ج ۲ ص ۱۶۷ مطبوعہ پشاور)

علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی ان جوابات کو ذکر کیا ہے۔ علامہ سلیمان نے ان جوابات کو اختیار کیا ہے اور علامہ آلوسی نے ان جوابات میں تامل کی دعوت دی ہے۔

(حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۲۱۷ روح المعانی ج ۹ ص ۱۳۷)

علامہ آلوسی کا مختار جواب یہ ہے کہ اس آیت میں علم غیب کے استمرار کی نفی ہے یعنی اگر میں ہمیشہ غیب کو جانتا ہوتا تو خیر کثیر کو جمع کر لیتا۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر علم کی نفی کرائی گئی ہے اور جن احادیث میں علم کا ثبوت ہے وہ اللہ کے بتانے سے ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ کلام براہ ادب و تواضع ہے معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی اطلاع سے (خازن) حضرت مترجم (اعلیٰ حضرت) قدس سرہ نے فرمایا بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے' جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو' کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے تو اس کے تمام صفات ذاتی' تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا' تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا' بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے مراد تنگی اور تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو' اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا' تو حاصل کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع اور ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

(خزائن العرفان علی حاشیۃ کنز الایمان ص ۲۸۲ مطبوعہ تاج کمپنی لیمٹڈ لاہور)

علماء دیوبند نے بھی اس سے ملتی جلتی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں علماء دیوبند کا نظریہ

مفتی محمد شفیع دیوبندی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اس کا اعلان کر دیں کہ میں اپنے نفس کے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں' دوسروں کے نفع نقصان کا تو کیا ذکر ہے۔

اسی طرح یہ بھی اعلان کر دیں کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں کہ ہر چیز کا علم ہونا میرے لیے ضروری ہو' اور اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں ہر نفع کی چیز کو ضرور حاصل کر لیا کرتا اور کوئی نفع میرے ہاتھ سے فوت نہ ہوتا۔ اور ہر نقصان کی چیز سے ہمیشہ محفوظ ہی رہتا اور کبھی کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں' بہت سے کام ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حاصل کرنا چاہا مگر حاصل نہیں ہوئے اور بہت سی تکلیفیں اور مضرتیں ایسی ہیں جن سے آنحضرت ﷺ نے بچنے کا ارادہ کیا مگر وہ مضرت و تکلیف پہنچ گئی۔ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر آپ صحابہ کرام کے ساتھ احرام باندھ کر عمرہ کا ارادہ کر کے حدود حرم تک پہنچ گئے مگر حرم میں داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی اس وقت نہ ہو سکی سب کو احرام کھول کر واپس ہونا پڑا۔

Marfat.com

اسی طرح غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ کو زخم پہنچا اور مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی' اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں معروف و مشہور ہیں۔

اور شاید ایسے واقعات کے ظاہر کرنے کا مقصد ہی یہ ہو کہ لوگوں پر عملاً یہ بات واضح کر دی جائے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول اور افضل خلائق ہیں مگر پھر بھی وہ خدائی علم و قدرت کے مالک نہیں تاکہ لوگ اس غلط فہمی کے شکار نہ ہو جائیں جس میں عیسائی اور نصرانی مبتلا ہو گئے کہ اپنے رسول کو خدائی صفات کا مالک سمجھ بیٹھے اور اس طرح شرک میں مبتلا ہو گئے۔

اس آیت نے بھی یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام نہ قادر مطلق ہوتے ہیں نہ عالم الغیب بلکہ ان کو علم و قدرت کا اتنا ہی حصہ حاصل ہوتا ہے جتنا من جانب اللہ ان کو دے دیا جائے۔

ہاں اس میں شک و شبہ نہیں کہ جو حصہ علم کا ان کو عطا ہوتا ہے وہ ساری مخلوقات سے بڑھا ہوا ہوتا ہے خصوصاً ہمارے رسول کریم ﷺ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔ یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اور اسی عطا شدہ علم کے مطابق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبریں دیں جن کی سچائی کا ہر عام و خاص نے مشاہدہ کیا۔ اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا' مگر اس کو اصطلاح قرآن میں علم غیب نہیں کہہ سکتے اور اس کی وجہ سے رسول کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

(معارف القرآن ج ۴' ص ۱۴۷-۱۴۸' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۹۹۳ء)

اس کی مزید وضاحت اس تفسیر سے ہوتی ہے جو شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے النمل: ۶۵ میں سپرد قلم کی ہے۔

ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا یا غیب کی خبر دے دی' لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر عالم الغیب یا فلان یعلم الغیب کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں' اس لیے علماء محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں۔ گو لغۃً صحیح ہوں (الی قولہ) واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن و دلائل سے حاصل کیا جائے بلکہ جس کے لیے کوئی دلیل و قرینہ نہ ہو وہ مراد ہے۔ اور الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر کے آخر میں لکھتے ہیں: بہرحال اس آیت میں کھول کر بتلا دیا کہ اختیار مستقل یا علم محیط نبوت کے لوازم میں سے نہیں جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں۔ ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے کامل ہونا چاہیے' اور تکوینات کا علم خدا تعالیٰ جس کو جس قدر مناسب جانے عطا فرماتا ہے۔ اس نوع میں ہمارے حضور تمام اولین و آخرین سے فائق ہیں۔ آپ کو اتنے بے شمار علوم و معارف حق تعالیٰ نے مرحمت فرمائے ہیں جن کا احصاء کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔

ہمارے نزدیک بھی نبی ﷺ کو باوجود عالم ماکان و مایکون ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مطلقاً یوں نہیں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ غیب جانتے تھے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو غیب کا علم دیا گیا یا نبی ﷺ کو غیب پر مطلع کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ ـعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے کان یعلم علم الغیب مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے المراد بہ الخفی الذی لا ینفذ فیہ ابتداء الاعلم اللطیف الخبیر ولھذا لا یجوزان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب (غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداً صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے۔ اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب و ماکان و مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت و جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں کم من معتقد لا یطلق القول بہ خشیۃ ایھام غیرہ مما لا یجوز اعتقادہ فلا ربط بین الاعتقاد و الاطلاق (کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا۔ مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے' اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے) یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالٰی لانہ یتبادر منہ تعلق علم بہ ابتداء فیکون مناقضا واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالٰی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ (اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداءً ہے' تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹' ص ۸۱' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم مافی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمتہ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

(ملفوظات ج ۳' ص ۴۳' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین و آخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہرچند کہ از روئے لغت اور معنی صحیح ہے لیکن اصطلاحاً صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

وہ (اللہ ہی) ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی

لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ

تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر مرد نے جب اسے ڈھانپ لیا تو اسے خفیف سا حمل ہو گیا، وہ اس کے ساتھ چل پھر رہی

فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ

تھی، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی جو ان کا پروردگار ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم ضرور

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (١٨٩) فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ

شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں اس کے شریک

اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (١٩٠) اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ

ٹھیرا لیے، سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں ○ کیا یہ ان کو شریک قرار دیتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (١٩١) ۚ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ

کرسکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں ○ اور وہ ان (مشرکین) کے لیے کسی مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ خود اپنی مدد

يَنْصُرُوْنَ (١٩٢) وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ

کرسکتے ہیں ○ اور (اے مشرکو!) اگر تم ان بتوں کو ہدایت کے حصول کے لیے پکارو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آسکیں گے سو تمہارے

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (١٩٣) اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

لیے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو ○ بے شک اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم ان کو پکارو اور پھر چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٩٤) اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ

اگر تم سچے ہو ○ کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چل سکیں یا ان کے ہاتھ ہیں

Marfat.com

يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ

جن سے وہ پکڑ سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں، یا ان کے کان ہیں

يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

جن سے وہ سن سکیں، آپ کہیے کہ تم اپنے شرکاء کو بلاؤ اور پھر اپنی تدبیر مجھ پر آزماؤ اور اس کے بعد مجھے (بالکل) مہلت مت دو○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (اللہ ہی) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے' پھر جب مرد نے اسے ڈھانپ لیا تو اسے خفیف سا حمل ہو گیا وہ اسی کے ساتھ چل پھر رہی تھی' پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی جو ان کا پروردگار ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے○ پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں○ (الاعراف: ۱۹۰-۱۸۹)

ان روایات کی تحقیق جن میں مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حوا نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حوا حاملہ ہو گئیں تو ان کے پاس ابلیس گیا' حوا کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا' ابلیس نے ان سے کہا تم اس کا نام عبد الحارث رکھ دو' انہوں نے اس کا نام عبد الحارث رکھ دیا پھر وہ بچہ زندہ رہا' یہ کام شیطان کے وسوسہ سے تھا۔ امام عبد الرزاق نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نام رکھنے میں شرک کیا تھا عبادت میں شرک نہیں کیا تھا۔

(تفسیر امام عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۶۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۸' مسند احمد ج ۷' رقم الحدیث: ۲۰۱۴۳' المستدرک ج ۲' ص ۵۴۵' الدر المنثور ج ۳' ص ۲۶۳)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عمر بن ابراہیم از قتادہ کی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی روایت لائق احتجاج نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے اس نے قتادہ سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا اس نے قتادہ سے ایسی احادیث روایت کیں ہیں جن میں اس کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ امام ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا اور کہا جب یہ قتادہ سے روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب ج ۷' ص ۳۵۹' رقم الحدیث: ۵۰۴۰' تہذیب الکمال رقم الحدیث: ۴۲۰۰' لسان المیزان ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ روایت اہل کتاب کے آثار سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ہے کہ جب اہل کتاب تم سے حدیث

Marfat.com

بیان کریں تو تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور اہل کتاب کی روایات کی تین قسمیں ہیں' بعض وہ ہیں جن کا صحیح ہونا ہمیں کتاب اور سنت سے معلوم ہے۔ بعض وہ ہیں جن کا کذب ہمیں کتاب اور سنت سے معلوم ہے۔ (مثلاً حضرت عیسیٰ کو یہود کا سولی پر لٹکانا) اور بعض وہ ہیں جن کا صدق یا کذب متعین نہیں ہے۔ اور اس روایت کا کذب ہمیں معلوم ہے کیونکہ اگر دونوں میاں بیوی سے مراد حضرت آدم اور حوا ہوں تو لازم آئے گا کہ وہ دونوں مشرک ہوں کیونکہ اس سے اگلی آیت میں ہے پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور معصوم ہیں ان کا شرک کرنا عادۃً محال ہے' اور امام عبدالرزاق کی روایت کلبی سے ہے اور اس کا حال سب کو معلوم ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳' ص ۲۶۵' مطبوعہ دار الاندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم اور حوا کو زمین پر اتارا گیا تو حضرت آدم کی طبیعت میں شہوت ڈال دی گی اور انہوں نے حضرت حوا سے عمل زوجیت کیا' جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہو گئیں اور ان کے پیٹ میں بچہ حرکت کرنے لگا اور وہ سوچتی تھیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ ان کے پاس ابلیس گیا اور کہنے لگا تم نے زمین پر اونٹنی' گائے' بکری' دنبہ اور بھیڑ کو دیکھا ہے؟ ہو سکتا ہے تمہارے پیٹ سے ایسی ہی کوئی چیز نکلے' حضرت حوا یہ سن کر گھبرا گئیں' اس نے کہا میری بات مان لو' اس کا نام عبدالحارث رکھو تو پھر تمہارے مشابہ بچہ پیدا ہو گا۔ حواء نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت آدم نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس نے ہم کو جنت سے نکلوایا تھا' وہ بچہ مر گیا' حضرت حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں ابلیس پھر ان کے پاس گیا اور کہا میری بات مان لو اس کا نام عبدالحارث رکھو' اور ابلیس کا نام فرشتوں میں حارث تھا' اس نے کہا ورنہ کوئی اونٹنی یا گائے یا بکری یا بھیڑ پیدا ہو گی یا تمہارے مشابہ بچہ ہوا تو میں اس کو مار دوں گا جیسے میں نے پہلے بچہ کو مار دیا تھا۔ حواء نے اس واقعہ کا حضرت آدم سے ذکر کیا انہوں نے گویا اس پر ناگواری ظاہر نہیں کی' تو حواء نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ سعید بن جبیر نے ان آیات کا مصداق حضرت آدم اور حوا کو قرار دیا ہے۔

(جامع البیان جز۹' ص ۱۹۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۳۲' الدر المنثور ج ۳' ص ۶۲۴)

یہ روایت بھی باطل ہے۔ کیونکہ حضرت آدم نے اگر اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث بہ طور علم رکھا تھا اور اس کے لفظی معنی کا لحاظ نہیں کیا تھا تو پھر یہ نام رکھنا شرک نہ ہوا کیونکہ اسماء اعلام میں الفاظ کے معانی اصلیہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان آیات کا مصداق قرار دینا صحیح نہ ہوا اور اگر حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث بہ طور صفت رکھا تھا تو پھر یہ شرک ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نبی معصوم ہیں ان سے شرک کیسے متصور ہو سکتا ہے یہ کیوں کر متصور ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ابلیس کا بندہ قرار دیں۔

جعلا لہ شرکاء (انہوں نے اللہ کے شریک بنا لیے) کی توجیہات

اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے تو دونوں نے اللہ سے دعا کی نیز دوسری روایت میں ہے جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے یہ دعا کرنے والے اور شریک ٹھہرانے والے کون تھے؟ مفسرین کرام نے ان آیات کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

۱- ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جہل اور ان کا شرک بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم میں سے ہر شخص کو پیدا کیا ہے' اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی بنائی اور جب شوہر نے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر لیا اور وہ حاملہ ہو گئی تو دونوں

Marfat.com

میاں اور بیوی نے اللہ سے دعا کی' جو ان کا رب ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں شرک کرنے لگے۔ دہریے کہتے ہیں کہ بچہ کا اس طرح پیدا ہونا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ستارہ پرست کہتے ہیں کہ یہ ستاروں کی چال اور ان کی تاثیر سے پیدا ہوا اور بت پرست یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی دین ہے۔ اور یہ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ فطرت ہو یا ستارے' بت ہوں یا دیوی اور دیوتا' سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اسی نے اولاد کو بھی پیدا کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اسی نے بیٹا دیا' حضرت زکریا جب بڑھاپے میں اولاد سے ناامید ہو چکے تھے تو انہوں نے اسی کو پکارا اور اسی سے دعا کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی بوڑھی اور بانجھ بیوی کو فرزند عطا کیا۔ سو اولاد کی طلب کے لیے اسی کے آستانہ پر سر جھکانا چاہیے اور اولاد پانے کے بعد اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے' البتہ اولاد کی طلب کے لیے نیک لوگوں اور بزرگوں سے دعا کرانا جائز ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا بھی جائز ہے۔

طلب اولاد کے لیے اگر نذر مانی ہو تو اللہ کی عبادت مقصودہ کی نذر مانی جائے' نذر عبادت ہے اس لیے کسی ولی یا بزرگ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے' اگر کسی بزرگ کی دعا سے اولاد ہو یا ان کے وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اولاد ہو' تب بھی اللہ کا شکر ادا کرے اور یوں کہے کہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یا ان کی دعا سے اولاد ہوئی' اور اگر عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کے عطا کرنے سے اولاد ہوئی ہے اور فلاں بزرگ وسیلہ ہیں' اور یوں کہے کہ فلاں بزرگ نے اولاد عطا کی ہے تو یہ سبب کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے شرک نہیں ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اس مجازی نسبت کا ذکر کرنے کی بجائے حقیقی نسبت کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرے جس نے اس بزرگ کی دعا قبول فرمائی اور جائز حد تک اس بزرگ کی بھی تعظیم کرے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۱' مسند احمد ج ۲' ص ۲۵۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۰۲۵' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۱۷)

۲- اس آیت میں ان قریش سے خطاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے' اور وہ قصی کی اولاد تھے' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک نفس یعنی قصی سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی عربیہ قرشیہ بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا فرما دیا تو ان دونوں میاں بیوی نے اس کی دی ہوئی نعمت میں اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور انہوں نے اپنے چار بیٹوں کے یہ نام رکھے۔ عبد مناف' عبدالعزیٰ' عبد قصی اور عبد اللات اور اس کے بعد ان کے متبعین کے متعلق فرمایا سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں۔

۳- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیات حضرت آدم اور حواء کے متعلق ہیں تو یہ آیتیں مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہیں اور اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام کا مقدر ہے یعنی اجعلا لہ شرکاء اور ان آیتوں کا معنی اس طرح ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حواء کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ کے شریک گھڑ لیے تھے؟ تو اے مشرکو! تم کیوں اللہ کے لیے شریک گھڑتے ہو؟ اور اللہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔

۴- اس صورت میں دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جعلا کا فاعل اولادھما ہے اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم

Marfat.com

مقام کردیا جو جعلا میں ضمیر فاعل ہے اور معنی اس طرح ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حواء کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا دیا تو ان کی اولاد نے اللہ کی دی ہوئی نعمت میں شریک گھڑ لیے۔

۵- قتادہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ یہ آیتیں یہود اور نصاریٰ سے متعلق ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی دعا کے موافق صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس اولاد کو یہود و نصاریٰ بنادیا اور یوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۹۷' زاد المسیر ج ۳' ص ۳۰۳)

۶- حوا ہر مرتبہ ایک مذکر اور ایک مونث دو بچے جنتی تھیں اور جعلا کا فاعل یہ دو بچے ہیں۔ یعنی جب ان کی دعا سے حضرت حوا کے دو صحیح و سالم بچے ہو گئے تو ان بچوں نے بڑے ہو کر اللہ کے شریک بنالیے یا پھر ان کی اولاد در اولاد نے۔

(زاد المسیر ج ۳' ص ۳۰۳' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

غلط طریقہ سے نام لینے اور نام بگاڑنے کی مذمت

بعض تفاسیر کے مطابق ان آیتوں میں شرک فی التسمیہ (نام رکھنے میں شرک) کی مذمت فرمائی ہے۔ یعنی عبدالحارث' عبدالعزیٰ' عبداللات وغیرہ نام رکھنا شرک ہیں۔ اور عبداللہ اور عبدالرحمن ایسے نام رکھنے چاہئیں۔ ہمارے زمانہ میں نام کے سلسلہ میں بہت فروگزاشت پائی جاتی ہے بعض لوگ اپنے بچے کا نام عبدالرحمن یا عبدالخالق رکھتے ہیں اور لوگ اس کو رحمن صاحب خالق صاحب کہتے ہیں۔ کسی کا نام عبدالغفور ہوتا ہے اس کو لوگ غفورا' غفورا کہتے ہیں۔ کسی کا نام انعام الٰہی ہوتا ہے اور لوگ اس کو الٰہی صاحب کہتے ہیں یہ پڑھے لکھے لوگوں کا حال ہے اور پنجاب میں جو ان پڑھ لوگ ہیں وہ غلام محمد کو گاما اور غلام رسول کو سولا کہتے ہیں اور جس کا نام کنیز فاطمہ ہو اس کو بھتو کہتے ہیں۔ یہ نام تو صحیح اور مستحب ہیں لیکن ان ناموں کو غلط طریقہ سے پکارنے والے سخت بے ادبی اور گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات ۱۱)

اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ بلاؤ کیسا برا نام ہے ایمان کے بعد فاسق کہلانا' اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق

دوسری بڑی خرابی نام رکھنے کے سلسلہ میں ہے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ نام رکھنے میں انفرادیت ہو اور ان کو یہ شوق ہوتا ہے کہ ان کے بچے کا نام نیا اور اچھوتا ہو۔ خواہ اس کا مطلب' معنی کچھ نہ ہو۔ اس کی ایک عام مثال یہ ہے کہ لوگ شرجیل نام رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ مہمل لفظ ہے اصل لفظ شرحبیل ہے۔ اسی طرح بچی کا نام ثوبیہ رکھتے ہیں یہ بھی مہمل لفظ ہے اصل لفظ ثویبہ ہے۔ بہترین نام عبداللہ اور امتہ اللہ ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ نام رکھنے کے سلسلہ میں نبی ﷺ نے جو ہدایات دیں ان پر مشتمل احادیث کو یہاں بیان کر دیں۔

پسندیدہ اور ناپسندیدہ ناموں کے متعلق احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک تمہارے سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔

(صحیح مسلم الآداب ۲ (۲۱۳۲) ۵۴۸۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۸)

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرا نام برہ (نیکوکار) رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم

Marfat.com

اپنی پاکیزگی اور بڑائی مت بیان کرو' اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکوکار ہے۔ صحابہ نے پوچھا ہم ان کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا اس کا نام زینب رکھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۹۲' صحیح مسلم الاداب ۱۹ (۲۱۴۲) ۵۵۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۳۲)

جن اسماء سے صاحب اسم کی پاکیزگی اور بڑائی ظاہر ہوتی ہو ایسے نام رکھنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہیں' جیسے آج کل لوگ نام رکھتے ہیں شمس الزمان' شمس الھدیٰ' اعظم خان' اکبر خان وغیرہ۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ شمس الدین اور محی الدین نام رکھنا ممنوع ہے اس میں خودستائی کے علاوہ جھوٹ بھی ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے بھی ایسے ناموں کو ممنوع لکھا ہے اور علامہ نووی شافعی نے مکروہ لکھا ہے۔ (ردالمحتار ج ۵' ص ۲۶۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کی بیٹی کا نام عاصیہ (گنہ کرنے والی) تھا۔ نبی ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

(صحیح مسلم الاداب' ۱۵' (۲۱۳۹) ۵۵۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ برے ناموں کو تبدیل کر دیتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

شریح بن ھانی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے قوم سے سنا کہ وہ ان کی کنیت ابوالحکم کے ساتھ ان کو پکارتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا بے شک اللہ ہی حکم ہے اور اسی کی طرف مقدمات پیش کیے جاتے ہیں تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے؟ انہوں نے کہا میری قوم کا جب کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے درمیان حکم دیتا ہوں (فیصلہ کرتا ہوں) تو میرے حکم پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں (سو اس لیے میری کنیت ابوالحکم ہے یعنی حکم دینے والا) آپ نے فرمایا یہ اچھا نہیں ہے' تمہارے بیٹے ہیں؟ شریح نے کہا میرے تین بیٹے ہیں۔ شریح' مسلم اور عبداللہ۔ آپ نے پوچھا ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے کہا شریح' آپ نے فرمایا پس تم ابو شریح (شریح والا) ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۸۷)

اللہ کے اسماء صفات کی طرف اب کی اضافت کر کے کنیت رکھنا ممنوع ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ شخص اللہ کی صفت والا ہے جیسے کوئی شخص ابوالغفور' ابوالرحیم یا ابوالاعلیٰ کنیت رکھ لے۔

عبدالنبی نام رکھنے کا شرعی حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے میرا عبد' (بندہ) اور میری بندی' تم سب اللہ کے عبد ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی بندی ہیں۔ لیکن تم کو کہنا چاہیے میرا غلام اور میری باندی یا میرا نوکر اور میری نوکرانی۔

(صحیح مسلم الفاظ الادب' ۱۳' (۲۲۴۹) ۵۷۶۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۵۲' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۰۷۰' مسند احمد ج ۲' ص ۴۴۴)

کسی شخص کا اپنے مملوک کو میرا عبد کہنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے' حرام نہیں ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا

Marfat.com

مملوک اللہ کا عبد ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے' اب اگر اس کا مالک بھی اس کو اپنا عبد کہے تو اس میں شرک کی مشابہت کا خدشہ ہے' لہٰذا اس سے احتراز کے لیے اولیٰ ہے کہ اس کو میرا نوکر اور میرا خادم کہے' اور یہ حرام اس لیے نہیں ہے کہ قرآن مجید میں مالک کی طرف عبد کی اضافت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (النور:۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح (آزاد) مردوں اور عورتوں کا اپنے نیک عباد (غلاموں) اور باندیوں سے نکاح کر دو۔

اسی طرح احادیث میں بھی عبد کی اضافت مسلمان کی طرف کی گئی ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ليس على المسلم فی عبده ولا فی فرسه صدقة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے عبد اور اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۳' صحیح مسلم زکوٰۃ ۸' (۹۸۲) ۲۲۲۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۱۲)

علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس آیت کی رو سے کسی شخص کا اپنے غلام کو میرا عبد کہنا جائز ہے اور احادیث میں ممانعت تغلیظ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں' اور یہ مکروہ اس لیے ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے کیونکہ اس کا غلام بہرحال اللہ کا عبد ہے اب اگر وہ اسے میرا عبد کہے تو اس سے اس غلام کا مشترک ہونا لازم آگیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳' ص ۱۱۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

بعض لوگوں کا نام عبدالنبی اور عبدالرسول رکھا جاتا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کا بیان' اس عنوان کے تحت لکھا ہے۔ علی بخش' حسین بخش' عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔ (بہشتی زیور ج ۱' ص ۳۵' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ' لاہور)

ظاہر ہے کہ یہ دین میں غلو اور زیادتی ہے۔ عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا سورہ نور کی اس آیت کے تحت جائز ہے۔ اور احادیث میں جو ممانعت وارد ہے' اس کی وجہ سے خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ عبدالنبی' عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ نام رکھنا' ہرچند کہ جائز ہے لیکن چونکہ احادیث میں اس کی ممانعت ہے' اس لیے خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے' اس لیے افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ان کے بجائے غلام نبی' غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھے جائیں۔

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کوئی شخص اپنے مملوک کو میرا عبد نہ کہے بلکہ میرا نوکر یا خادم کہے۔ یہ ممانعت اس لیے کی گئی ہے تاکہ مالک سے تکبر اور بڑائی کی نفی کی جائے اور مالک کی طرف غلام کی عبودیت کی نسبت کی نفی کی جائے کیونکہ اس کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی تمام بندوں کا رب ہے۔

(النہایہ ج ۳' ص ۱۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' مجمع بحار الانوار ج ۳' ص ۵۱۲' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں:

اجلاء الشافعیہ میں سے علامہ اذرعی نے کہا فتاویٰ میں مذکور ہے کہ ایک انسان کا نام عبدالنبی رکھا گیا میں نے اس میں توقف

Marfat.com

کیا۔ پھر میرا اس طرف میلان ہوا کہ یہ نام حرام نہیں ہے' جب اس کے ساتھ نبی ﷺ کی نسبت سے مشرف ہونے کا ارادہ کیا جائے اور لفظ عبد سے خادم کے معنی کا ارادہ کیا جائے' اور اس نام کی ممانعت کی بھی گنجائش ہے جب جاہلوں کے عقیدہ شرکیہ کا خدشہ ہو یا کوئی شخص لفظ عبد سے حقیقت عبودیت کا ارادہ کرے' علامہ دمیری نے یہ کہا ہے کہ عبدالنبی نام رکھنے کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ جب اس سے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنے کا قصد کیا جائے تو جائز ہے اور اکثر علماء کا میلان اس نام رکھنے کی ممانعت کی طرف ہے' کیونکہ اس میں اللہ کا شریک بنانے کا خدشہ ہے اور حقیقت عبودیت کے اعتقاد کا خطرہ ہے۔ جس طرح عبدالدار نام رکھنا منع ہے اور اسی قیاس پر عبدالکعبہ نام رکھنا حرام ہے۔

(فیض القدیر ج ۱' ص ۳۲۲-۳۲۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد حنفی لکھتے ہیں:

عبدالنبی نام رکھنے کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے' کیونکہ اس سے یہ وہم ہو گا کہ نبی ﷺ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور اس دلیل کو مسترد کر دیا گیا ہے کیونکہ جو شخص بھی عبدالنبی کا لفظ سنتا ہے وہ اس سے خادم کا معنی سمجھتا ہے مخلوق کا معنی نہیں سمجھتا۔ ہاں اولیٰ یہ ہے کہ یہ نام نہ رکھا جائے تاکہ یہ وہم نہ ہو۔

(حاشیہ فیض القدیر علی هامش السراج المنیر ج ۱' ص ۵۱' المطبوعہ المطبعہ الخیریہ' ۱۳۰۴ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فقہاء نے عبد فلاں نام رکھنے سے منع کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالنبی نام رکھنا ممنوع ہے' علامہ مناوی نے علامہ دمیری (شافعی) سے نقل کیا ہے کہ ایک قول جواز کا ہے جبکہ اس نسبت سے مشرف ہونا مقصود ہو' اور اکثر فقہاء نے اس خدشہ سے منع کیا ہے کہ کوئی حقیقت عبودیت کا اعتقاد کرے' جیسے عبدالدار نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

(ردالمحتار ج ۵' ص ۲۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اعلیٰ حضرت متوفی ۱۳۴۰ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر خطبہ میں فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا میں آپ کا عبد اور خادم تھا۔ (النور والضیاء ص ۲۴' مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد خلاف اولیٰ نہیں ہے کیونکہ آپ نے عبد کے ساتھ خادم کے لفظ کا ذکر فرمایا ہے جس سے عبد بمعنی مخلوق کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔

قیامت کے دن انسان کو اس کے باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کے نام کی طرف؟

قیامت کے دن انسان کو اس کے باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔ امام بخاری نے کتاب الادب میں ایک باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا اور اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا اور ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا پھر کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۷۷' صحیح مسلم جہاد ۹ (۱۷۳۵) ۴۴۴۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے تو اپنے اچھے نام رکھو۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۱۸، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۹۴، مسند احمد ج ۵، ص ۱۹۴، طبع قدیم، اس کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱۶، رقم الحدیث: ۲۱۸۵۹، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۹۴۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۳۰۶، مشکوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۷۶۷)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کی ماں کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

سعید بن عبداللہ اودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ نزع کی کیفیت میں تھے۔ انہوں نے کہا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ اس طرح عمل کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر کی مٹی ہموار کرنے کے بعد اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو جانا پھر کہنا اے فلاں بن فلانہ، کیونکہ وہ تمہاری بات سنے گا اور جواب نہیں دے سکے گا۔ پھر کہنا اے فلاں بن فلانہ تو پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر کہنا اے فلاں بن فلانہ تو وہ کہے گا اللہ تم پر رحم کرے ہم کو ہدایت دو، لیکن تم کو اس کے کلام کا شعور نہیں ہو گا۔ پھر اس سے یہ کہنا کہ یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ کی شہادت دیتے تھے اور تم اللہ کو رب مان کر، اور اسلام کو دین مان کر، اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر راضی تھے۔ پھر منکر اور نکیر میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہے گا یہاں سے چلو ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو جواب تلقین کر دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم کو اس کی ماں کا نام یاد نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا پھر پکارنے والا اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے یا فلاں بن حواء۔

(المعجم الکبیر ج ۸، رقم الحدیث: ۷۹۷۹، تہذیب تاریخ دمشق ج ۶، ص ۴۲۴، مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۲۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۴۰۶، ۴۲۹۳۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری بحث اس میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اس شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

اس موضوع پر حسب ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا پردہ رکھتے ہوئے قیامت کے دن ان کو ان کے ناموں سے پکارے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱، رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲، البدور السافرہ ص ۳۳۵، الدر المنثور ج ۸، ص ۵۳)

حافظ سیوطی نے البدور السافرہ میں یہ حدیث اسی طرح ذکر کی ہے لیکن الدر المنثور میں امام طبرانی اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے اس طرح ذکر کی ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کا پردہ رکھتے ہوئے ان کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارے گا۔ لیکن امام طبرانی کی روایت میں ماؤں کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ الہیثمی نے کہا ہے اس حدیث کا ایک راوی اسحٰق بن بشر ابو حذیفہ متروک ہے (مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۳۵۹) حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام ابن حبان نے کہا اس کی احادیث کو اظہار تعجب کے سوا لکھنا جائز نہیں ہے۔ امام دار قطنی نے کہا یہ کذاب متروک ہے۔ علی بن مدینی نے بھی اس کو کذاب قرار دیا، یہ شخص ۲۶۰ھ میں بخاریٰ میں فوت ہو گیا تھا۔

(میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۵، رقم ۷۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

امام ابن عدی 'اسحاق بن ابراہیم الطبری کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ عزوجل کی طرف سے لوگوں پر ستر کرتے ہوئے ان کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔ امام ابن عدی نے کہا یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ 'ص ۳۳۵ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شمس الدین ذہبی اسحاق بن ابراہیم الطبری کے متعلق لکھتے ہیں امام ابن عدی اور امام دار قطنی نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا اور امام ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے موضوعات کو روایت کرتا ہے 'اس کی احادیث کو اظہار تعجب کے سوا روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے اس کی متعدد باطل روایتوں کی مثال ذکر کی ہے 'حافظ ذہبی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ 'ص ۳۲۷ 'رقم: ۷۱۹ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری کی صحیح حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو صرف ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا تاکہ ان کے آباء پر پردہ رہے۔ نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اشیاء پر حکم ان کے ظاہر کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۲ 'ص ۲۰۱ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر '۱۳۴۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو صرف ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا تاکہ ان کے (اصل) آباء پر پردہ رہے۔ (علامہ عسقلانی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے اور امام ابن عدی نے اس کی مثل حضرت انس سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ منکر ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا کسی شخص کی پہچان اور شناخت کے لیے اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرنا بہت زیادہ واضح ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چیزوں کے ظاہر پر حکم لگانا جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص کی اس کے اسی باپ کی طرف نسبت کی جائے گی جو دنیا میں اس کا باپ مشہور تھا نہ کہ اس کے حقیقی باپ کی طرف اور یہی قول معتمد ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ 'ص ۵۶۳ 'مطبوعہ لاہور '۱۴۰۱ھ)

بچوں کا نام محمد رکھنے کی فضیلت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو 'کیونکہ میں ہی قاسم ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۹۶ 'صحیح مسلم الاداب ۵ '(۲۱۳۱) ۵۴۸۷ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۸)

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے نام رکھو۔ اور تمام اسماء میں اللہ کو محبوب عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں اور حارث اور ہمام تمام ناموں میں سچے ہیں 'اور سب سے قبیح نام حرب (جنگ) اور مرہ (کڑوہ) ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۰ 'سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۸)

حارث کے صادق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حارث کا معنی ہے کسب اور کام کرنے والا اور ہر انسان کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے 'سو یہ نام اپنے معنی کے مطابق ہے اور ہمام کا معنی ہے ارادہ کرنے والا اور ہر انسان کسی نہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے۔

Marfat.com

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ عبداللہ نام رکھنا مطلقاً افضل ہے' اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے' اس کے بعد محمد نام رکھنا افضل ہے' پھر احمد نام رکھنا' پھر ابراہیم نام رکھنا۔ ایک اور جگہ یہ ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے ساتھ ان کی مثل دوسرے نام لاحق ہیں مثلاً عبدالرحیم اور عبدالمالک وغیرہ۔ اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ محمد اور احمد نام' اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وہی نام رکھا ہے جو اس کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد یا احمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حافظ سیوطی نے کہا ہے اس باب میں یہ سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ردالمحتار ج ۵' ص ۲۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

"محمد" نام رکھنے کے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے بعض کی اسانید ضعیف ہیں لیکن چونکہ فضائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ہم وہ احادیث بیان کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوئے اور اس نے کسی کا نام محمد نہیں رکھا اس نے جہالت کا کام کیا۔

(الکامل لابن عدی ج ۶' ص ۲۱۰۷' المعجم الکبیر ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۰۷۷' مجمع الزوائد ج ۸' ص ۴۹' کنزالعمال رقم الحدیث: ۴۵۲۰۴' مسند الحارث ص ۲۰۰-۱۹۹)

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ' لیث سے متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن اس کا ضعف وضع تک نہیں پہنچا۔ امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے اس سے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ یہ حدیث مسند الحارث میں بھی ہے اور یہ مقبول کی قسم میں داخل ہے۔

(اللآلی المصنوعہ ج ۱' ص ۹۴-۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام محمد نہ رکھے تو یہ بے وفائی کے کاموں میں سے ہے اور جب تم اس کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو برا کہو (گالی دو) اور نہ اس پر سختی کرو' نہ اس پر ناک چڑھاؤ اور نہ اس کو مارو' اس کی قدر منزلت اور تعظیم و تکریم کرو اور اس کی قسم پوری کرو۔

(الکامل لابن عدی ج ۳' ص ۸۹۰)

امام ابن عدی متوفی ۳۶۵ھ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں اس حدیث کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام دیلمی متوفی ۵۰۹ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے چار بیٹے ہوں اور وہ میرا نام کسی کا نہ رکھے اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الفردوس بماثور الخطاب ج ۳' رقم الحدیث: 5981) نیز امام بکیر نے اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس نام کی تعظیم کے سبب سے اس کی تعظیم اور توقیر کرو اور اس کی تکریم کرو' اس کی تذلیل اور تحقیر نہ کرو اور اس پر سختی نہ کرو۔

(الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۱۰' اللآلی المصنوعہ ج ۱' ص ۹۴' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو مارو نہ محروم کرو۔ امام دیلمی کی روایت میں یہ اضافہ ہے (نام) محمد میں برکت رکھی گئی ہے اور جس گھر میں محمد ہو' اور جس مجلس میں محمد ہو۔

Marfat.com

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۳۵۹، مجمع الزوائد' ج ۸' ص ۴۸' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۳۵۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۱۹۷' ۴۵۲۲۰) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

امام فراوی اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا کرے گا اے محمد! کھڑے ہوں اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں تو ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہو گا وہ کھڑا ہو جائے گا اور یہ گمان کرے گا کہ یہ اس کو نداء کی گئی ہے تو نام محمد کی کرامت کی وجہ سے ان کو منع نہیں کیا جائے گا۔ (تنزیہ الشریعہ مطبوعہ القاہرہ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند معضل (منقطع) ہے اور اس کی سند سے کئی راوی ساقط ہیں۔

(اللآلی المصنوعہ ج ۱' ص ۹۷' مطبوعہ بیروت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کی وجہ سے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(تنزیہ الشریعہ ج ۱' ص ۱۹۸' جامع الاحادیث الکبیر رقم الحدیث: ۲۳۲۵۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۲۲۳)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں یہ ان سب میں عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۱' ص ۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ ان کو شریک قرار دیتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے' اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں ○ اور وہ ان (مشرکین) کے لیے کسی مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں ○ اور (اے مشرکو!) اگر تم ان بتوں کو ہدایت کے حصول کے لیے پکارو' تو وہ تمہارے پیچھے نہ آ سکیں گے سو تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو ○

(الاعراف: ۱۹۳-۱۹۱)

بتوں کی بے مائیگی اور بے چارگی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا یہ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ آیت اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ ان آیات میں جن لوگوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے ان کا تعلق حضرت آدم علیہ السلام سے نہیں ہے' بلکہ اس سیاق اور سباق کا تعلق مشرکین سے ہے۔

اس آیت سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان اپنے افعال کا خالق نہیں ہے' کیونکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ مخلوق کسی چیز کو خلق کرنے پر قادر نہیں ہے۔

دوسری آیت کا مفاد یہ ہے کہ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہو اور بت اپنی پرستش کرنے والوں کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان' تو ان کی پرستش اور عبادت کرنا کیوں کر درست ہو گی۔ بلکہ بتوں کا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی ان بتوں کو توڑ دے تو وہ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے' تو جو اپنی ذات سے ضرر کو دور کرنے پر قادر نہیں ہے تو وہ تمہیں تکالیف اور مصائب سے کب بچا سکتے ہیں۔

تیسری آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جس طرح یہ بت حصول نفع اور دفع ضرر پر قادر نہیں ہیں' اسی طرح ان کو کسی چیز کا علم بھی نہیں ہے' اس لیے جب تم انہیں کسی نیک کام کے لیے پکارو تو یہ تمہارے پیچھے نہیں لگیں گے' اور اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم ان کو کسی خیر اور اچھائی کے لیے پکارو تو یہ تمہاری پکار کا جواب نہیں دیں گے یا تم ان سے کوئی دعا کرو تو یہ تمہاری دعا کو قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے فرمایا کہ تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو

Marfat.com

پکار دیا خاموش رہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم ان کو پکارو اور پھر چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں اگر تم سچے ہو○ کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چل سکیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں' یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں آپ کہئے کہ تم اپنے شرکاء کو بلاؤ اور پھر اپنی تدبیر مجھ پر آزماؤ اور اس کے بعد مجھے (بالکل) مہلت مت دو○ (الاعراف: ۱۹۵-۱۹۴)

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ بت تو بے جان پتھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بر تقدیر فرض ہے۔ پہلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو' وہ بے جان پتھر ہیں۔ جن کے حواس ہیں اور نہ وہ حرکت کر سکتے ہیں' اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ حواس اور عقل رکھتے ہیں اور حرکت بالارادہ کر سکتے ہیں' تب بھی زیادہ سے زیادہ وہ تمہاری طرح بندے ہیں اور ان کو تم پر کوئی فضیلت نہیں ہے' پھر تم نے ان کو اپنا خالق' اپنا رب اور اپنا معبود کیسے فرض کر لیا۔ پھر اس پر دلیل قائم فرمائی کہ ان کو تم پر کوئی فوقیت نہیں ہے اور اگر تم ان کے رب اور معبود ہونے کے دعویٰ میں سچے ہو تو ان کو پکارو تاکہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں۔

اس آیت میں بتوں کو پکارنے کا جو حکم دیا ہے وہ بتوں کے عجز کو ثابت کرنے کے لیے ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے تو پھر وہ خدائی کی صلاحیت کب رکھ سکتے ہیں۔ پس ظاہر ہو گیا کہ اے مشرکو! تم اور وہ ایک جیسے ہیں بلکہ وہ تم سے بھی ارزل اور ادنیٰ ہیں کیونکہ تم تو چلنے پھرنے' چیزوں کو پکڑنے اور سننے اور دیکھنے پر قادر ہو اور وہ تو اتنی قدرت بھی نہیں رکھتے۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بتوں سے خوف زدہ کرتے تھے' اس لیے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اور تمہارے بت اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو بگاڑ لیں' اور پھر مجھے بالکل مہلت نہ دیں اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ بت کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ سو ان کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

إِنَّ وَلِيِّـۧ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے ○

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا

اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود

أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ

اپنی مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ سن نہیں سکیں گے،

وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَ

اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ (بظاہر) آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں' حالانکہ وہ (حقیقت میں) بالکل نہیں دیکھ رہے○ آپ عفو و درگزر کا طریقہ

Marfat.com

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

اختیار کیجیے اور نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اعراض کیجیے ○ اور (اے مخاطب) اگر شیطان تمہیں کوئی

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ

وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بیشک وہ بہت سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے ○ بیشک جو لوگ اللہ

اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ

سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی

مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

آنکھیں کھل جاتی ہیں ○ اور شیطانوں کے بھائی بند ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ (ان کو گمراہ کرنے میں) کوئی کمی نہیں کرتے ○

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ

اور (اے رسول معظم) جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے کیوں کوئی نشانی منتخب کر لی، آپ کہیے کہ میں صرف اس

مَا يُوْحٰٓى إِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ

چیز کی اتباع کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز احکام کا مجموعہ ہے اور

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا

ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً

رحم کیا جائے ○ اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو

وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ

اور زبان سے آواز بلند کیے بغیر صبح اور شام کو یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے

مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

نہ ہو جاؤ ○ بیشک جو آپ کے رب کی بارگاہ کے مقربین ہیں وہ اس کی عبادت سے

Marfat.com

السجدۃ ۲۴ ۱۸ ۱۴

عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدۃ

تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے○ اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں○ اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ سن نہیں سکیں گے اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ (بہ ظاہر) آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ (حقیقت میں) بالکل نہیں دیکھ رہے۔ (الاعراف: ۱۹۸-۱۹۶)

اللہ اور رسول کے مقرب نیک لوگ ہیں

اس سے پہلی آیتوں میں یہ فرمایا تھا کہ بتوں کو حصول نفع اور دفع ضرر پر مطلقاً قدرت نہیں ہے اور اس آیت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ صاحب عقل کو یہ چاہیے کہ صرف اللہ کی عبادت کرے جو دین اور دنیا کے منافع پہنچانے کا ولی ہے۔ دین کے منافع اس طرح پہنچائے کہ اس نے یہ کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں معیشت اور آخرت کا مکمل اور جامع نظام ہے اور دنیا کے منافع اس طرح پہنچائے کہ اس نے فرمایا وہ صالحین کا ولی ہے یعنی نیک لوگوں کا مددگار ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میرے باپ کی آل میرے مددگار نہیں ہیں' میرا ولی اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۰' صحیح مسلم الایمان: ۳۶۶' (۲۱۵) ۵۰۸' مسند احمد ج ۴' ص ۲۰۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے ولی (دوست یا مقرب) نیک مسلمان ہیں خواہ وہ نسباً مجھ سے بعید ہوں۔ اور جو نیک نہیں ہیں وہ میرے ولی (مقرب) نہیں ہیں خواہ وہ نسباً مجھ سے قریب ہوں۔

عمر بن عبدالعزیز اپنی اولاد کے لیے کچھ مال جمع نہیں کرتے تھے ان سے اس کا سبب پوچھا گیا انہوں نے کہا اگر میری اولاد صالح اور نیک ہوئی تو اس کا ولی اور مددگار اللہ ہے لہٰذا اس کو میرے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر میری اولاد مجرم اور گنہ گار ہوئی تو میں اپنے مال سے اس کی مدد نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ○ (القصص: ۱۷)

موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا ہے سو اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں ہوں گا۔

(تفسیر کبیر ص ۴۳۵' غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۳' ص ۳۶۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

دوسری آیت میں پھر یہ ذکر فرمایا کہ یہ بت نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی' سو یہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ بظاہر آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں' اس سے مراد بت ہیں یا مشرکین۔ اگر اس سے مراد بت ہیں تو ان کے دیکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے سامنے اور بالمقابل ہیں اور چونکہ دیکھنے والا بالمقابل ہوتا ہے اس لیے فرمایا وہ بظاہر دیکھ رہے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ بالکل نہیں دیکھ رہے' اور اگر اس سے مراد مشرکین ہیں تو پھر معنی یہ ہے کہ یہ کفار اور مشرکین ہرچند کہ بہ ظاہر آپ کو دیکھ رہے ہیں لیکن یہ چونکہ آپ کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ عداوت سے دیکھتے ہیں تو گویا کہ وہ آپ کو نہیں دیکھتے یا چونکہ وہ حق سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں نبوت کے جو دلائل اور نشانیاں رکھی ہیں ان کا اثر قبول نہیں کرتے اس لیے گویا کہ وہ آپ کو نہیں دیکھتے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئےO (الاعراف: ۱۹۹)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور نیک مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے' اور بت اور ان کے پجاری کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کا صحیح اور معتدل طریقہ بیان فرمایا ہے' کیونکہ صالح اور نیک ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کیا جائے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کی جائے۔

معاف کرنے' نیکی کا حکم دینے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کے الگ الگ محامل

بندوں کے حقوق کی تفصیل یہ ہے کہ بعض چیزوں میں ان سے تساہل اور درگزر کرنا مستحسن ہے اور بعض چیزوں میں ان سے اغماض اور چشم پوشی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی انسان ذاتی نقصان پہنچائے تو اس کو معاف کر دینا مستحسن ہے اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے اور حدود اللہ کو پامال کرے تو اس کے ساتھ مداہنت کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے معاف کرنے کے حکم کا تعلق انسان کے ذاتی معاملات سے ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت اور روگردانی کا معاملہ ہو وہاں نیکی کا حکم دینا اور برائی پر ٹوکنا ضروری ہے' اور اگر نیکی کا حکم دینے پر کوئی شخص بدتمیزی اور جہالت سے پیش آئے تو پھر اس سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل سے پوچھا: اے جبریل اس کا کیا معنی ہے؟ حضرت جبریل نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا' پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں جو آپ کو محروم کرے اس کو عطا کریں اور جو آپ سے تعلق توڑے اس سے آپ تعلق جوڑیں۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۲۰۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا اے عقبہ بن عامر جو تم سے تعلق توڑے' تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو' اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔ میں دوبارہ ملاقات کے لیے گیا تو آپ نے فرمایا اے عقبہ بن عامر! اپنی زبان پر قابو رکھو' اپنے گناہوں پر روؤ اور تمہارے گھر میں گنجائش رہنی چاہیے۔

(مسند احمد ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۴۵۸' ۱۷۴۵۷' شیخ احمد شاکر نے کہا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد ج ۱۳' رقم الحدیث: ۱۷۳۸۳)

عفو اور درگزر کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (الشوری: ۳۷)

اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب وہ غضبناک ہوں تو معاف کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (الشوری: ۴۳)

اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ ضرور ہمت کے کاموں سے ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوری: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پھر جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التغابن: ۱۴)

اور اگر تم معاف کر دو' اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور: ۲۲)

اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں (اے ایمان والو) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (المائدہ: ۱۳)

آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے' بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

عفو اور درگزر کرنے کے متعلق احادیث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے غضب کے تقاضے کو پورا کرنے پر قادر ہو' اس کے باوجود وہ اپنے غصہ کو ضبط کرلے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اس کو یہ اختیار دے گا کہ وہ جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے لے لے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۸۶' مسند احمد ج ۵' رقم الحدیث: ۱۵۶۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس شخص کو پہلوان کہتے ہو؟ ہم نے کہا جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ آپ نے فرمایا نہیں پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۹' صحیح مسلم البر والصلہ ۱۰۶' (۲۶۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ البتہ اگر اللہ کی حدود پامال کی جاتیں تو آپ اللہ کی طرف سے انتقام لیتے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰' صحیح مسلم فضائل ۷۷ (۲۳۲۷) الموطا رقم الحدیث: ۱۶۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو مارا نہ عورت کو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۶)

حضرت ابو تمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کسی نیک کام کو حقیر نہ جاننا اور جب تم اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرو' تو کشادہ جبیں اور مسکراتے ہوئے ملاقات کرو اور پانی مانگنے والے کو اپنے ڈول سے پانی دینا۔ اگر کسی شخص کو تمہارے کسی عیب کا علم ہو اور وہ تمہیں اس کے ساتھ برا کہے تو تمہیں اس کے جس عیب کا علم ہو تم اس کو اس کے عیب کے ساتھ برا نہ کہنا' تمہیں اس پر اجر ملے گا اور اسے اس کا گناہ ہو گا اور

Marfat.com

تم تکبر سے تہبند نہ لٹکانا کیونکہ اللہ عزوجل تکبر کو پسند نہیں کرتا اور کسی شخص کو گالی نہ دینا' میں نے اس کے بعد کسی کو گالی نہیں دی نہ بکری کو نہ اونٹ کو۔ (مسند احمد ج ۷' رقم الحدیث: ۲۰۶۶۰' مطبوعہ دار الفکر طبع جدید)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قدرت کے باوجود کسی کو معاف کر دیا تنگی کے دن اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۷' رقم الحدیث: ۷۵۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درگزر کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے بعض لوگوں کو ترجیح دی۔ اقرع بن حابس اور عیینہ کو سو سو اونٹ دیئے اور عرب کے سرداروں کو بھی عطا فرمایا' اور ان کو اس دن تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا' اور اس میں اللہ کی رضاجوئی کا قصد نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا میں نے دل میں سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ضرور دوں گا' میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۳۶' صحیح مسلم زکوٰۃ: ۱۴۰' (۱۰۶۲) ۲۴۰۸' مسند احمد ج ۱' ص ۳۸۰-۳۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی میں اس کو اسلام کی دعوت دیتا تھا' ایک دن میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت ناگوار اور بری باتیں کہیں جن سے میں بہت رنجیدہ ہوا' میں روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کرتی تھی' آج میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے مجھے ایسی باتیں سنائیں جن سے مجھے بہت رنج ہوا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے' آپ نے دعا کی اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے خوش خوش گھر لوٹا' ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا وہیں ٹھہرو اور میں نے پانی گرنے کی آواز سنی' اس نے غسل کیا' کپڑے بدلے' پھر کہا اے ابوہریرہ! اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ میں خوشی سے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا اچھا ہوا۔ (صحیح مسلم فضائل صحابہ ۱۵۸ (۲۴۹۱) ۶۲۷۹)

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابوالعاص نے بدر کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانہ کیا' وہ اونٹ پر ہودج میں سوار تھیں' قریش مکہ کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زینب کا پیچھا کیا حتیٰ کہ مقام ذی طویٰ پر ان کو پالیا' ھبار بن الاسود نے ان کو نیزہ مارا حضرت زینب گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲' ص ۴۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جعرانہ سے واپسی پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اچانک دروازہ سے ھبار بن الاسود داخل ہوا مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ یہ ھبار بن الاسود ہے' آپ نے فرمایا میں نے اس کو دیکھ لیا ہے' ایک شخص اس کو مارنے کے لیے کھڑا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائے' ھبار کھڑا ہوا اور اس نے کہا السلام علیک یا نبی اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ' یا رسول اللہ! میں

Marfat.com

آپ سے بھاگ کر کئی شہروں میں گیا اور میں نے سوچا میں عجم کے ملکوں میں چلا جاؤں' پھر مجھے آپ کی نرم دلی' صلہ رحمی اور دشمنوں سے آپ کا درگزر کرنا یاد آیا' اے اللہ کے نبی ہم مشرک تھے اللہ نے آپ کے سبب سے ہمیں ہدایت دی' اور ہم کو ہلاکت سے نجات دی۔ آپ میری جہالت سے درگزر فرمائیں اور میری ان تمام باتوں سے جن کی خبر آپ تک پہنچی ہے' میں اپنے تمام برے کاموں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو معاف کر دیا' اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو اسلام کی ہدایت دے دی اور اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(الاصابہ ج ۶' ص ۴۱۳' رقم: ۸۹۵۱' اسد الغابہ رقم: ۲۷۰۹' الاستیعاب رقم: ۲۷۱۰)

ایک ھبار بن الاسود کو معاف کر دینے کی مثال نہیں ہے' آپ نے ابو سفیان کو معاف کر دیا جس نے متعدد بار مدینہ پر حملہ کیا۔ وحشی کو معاف کر دیا جس نے آپ کے عزیز چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو شہید کیا تھا۔ ہند کو معاف کر دیا جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا تھا' فتح مکہ کے بعد تمام ظالموں کو معاف کر دیا۔ عبد اللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا جو آپ کو ہمیشہ اذیتیں پہنچاتا رہا' جس نے کہا تھا آپ کی سواری سے بدبو آتی ہے' جو غزوہ احد میں عین لڑائی سے پہلے اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل گیا تھا' جس نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے' ذلت والوں کو نکال دیں گے' جس نے آپ کے حرم محترم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی اور آپ کو رنج پہنچایا۔ اس نے بھی جب مرتے وقت آپ کی قمیص اپنے کفن کے لیے منگوائی تو آپ نے عطا کر دی' آپ سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو آپ نے اس کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ صفوان بن معطل' عمیر بن وہب' اور عکرمہ بن ابو جہل کو معاف کر دیا۔ سراقہ کو امان لکھ دی اور بہت سے ظالموں اور ستم شعاروں کے مظالم اور ان کی جفاؤں سے اعراض کر کے انہیں معاف کر دیا۔ غرض آپ کی پوری زندگی خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجھلین سے عبارت تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو بے شک وہ بہت سننے والا' سب کچھ جاننے والا ہے○ (الاعراف: ۲۰۰)

نزغ شیطان کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

نزغ کا معنی ہے کسی چیز کو فاسد اور خراب کرنے کے لیے اس میں داخل ہونا۔

(المفردات ج ۲' ص ۶۳۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے:

نزغ کا معنی ہے' کسی نوکدار چیز کو چبھونا۔ کسی کو کسی کے خلاف بھڑکانا' فساد ڈالنا' نزغ الشیطان بینھم کا معنی ہے شیطان نے ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا اور ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔

(النہایہ ج ۵' ص ۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

وساوس شیطان سے نجات کا طریقہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کیجئے اور جاہلوں کی جفا اور جہالت پر انسان کو طبعی طور پر غصہ آتا ہے۔ ابن زید نے کہا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب اگر مجھے ان کی باتوں پر غصہ آئے تو کیا کروں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر شیطان آپ کو غضب میں لائے تو آپ اللہ کی پناہ

Marfat.com

طلب کریں۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

نزغ شیطان کا معنی ہے شیطان کا وسوسہ۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا، ان کے درمیان شیطان نے وسوسے ڈال دیے تھے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو برا کہتا رہا، پھر وہ اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھے جب تک کہ ہر ایک نے دوسرے سے معافی نہیں مانگ لی۔

متقدمین میں سے ایک استاذ نے اپنے شاگرد سے کہا اگر شیطان تمہیں گناہوں پر اکسائے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں اس کے خلاف کوشش کروں گا، استاذ نے کہا اگر وہ پھر اکسائے؟ کہا میں پھر کوشش کروں گا، کہا اگر وہ پھر اکسائے؟ کہا میں پھر کوشش کروں گا۔ استاذ نے کہا یہ سلسلہ تو دراز ہو جائے گا۔ استاذ نے کہا یہ بتاؤ اگر تم بکریوں کے ریوڑ کے درمیان سے گزرو اور بکریوں کا محافظ کتا تم پر بھونکنے لگے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں اس کو دور بھگانے کی کوشش کروں گا استاذ نے کہا یہ سلسلہ تو دراز ہو جائے گا لیکن اگر تم بکریوں کے چرواہے سے مدد طلب کرو تو وہ کتے کو تم سے دور کر دے گا، اسی طرح جب شیطان تم کو کسی گناہ پر اکسائے تو تم اللہ کی پناہ طلب کرو، وہ شیطان کو تم سے دور کر دے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

وسوسہ شیطان کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض اور اس کے جوابات

عصمت انبیاء کے منکرین نے اس آیت سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کا گناہ اور معصیت پر اقدام ناممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اگر شیطان تم کو کوئی وسوسہ ڈالے تو تم اللہ کی پناہ طلب کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت میں نبی ﷺ کو خطاب ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض شیطان آپ کو کوئی وسوسہ ڈالے تو آپ اللہ کی پناہ طلب کریں اور اس سے شیطان کا آپ کو وسوسہ ڈالنا لازم نہیں آتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ — اگر بالفرض آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ (الزمر: ۶۵)

اور اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ العیاذ باللہ شرک کریں۔

اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ — آپ کہیے اگر (بہ فرض محال) رحمن کی اولاد ہوتی تو میں (اس کی) سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ (الزخرف: ۸۱)

ثانیاً شیطان کا صرف وسوسہ ڈالنا عصمت کے منافی نہیں ہے، عصمت کے منافی یہ ہے کہ آپ شیطان کا وسوسہ قبول کریں اور یہ اس آیت سے ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (الحجر: ۴۲) — بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے۔ ماسوا گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان کا قرین لگا دیا گیا ہے اور ایک قرین فرشتوں میں سے لگا دیا گیا ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں میرے ساتھ

Marfat.com

بھی۔ لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی وہ مسلمان ہو گیا وہ مجھے نیک باتوں کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم منافقین ۶۹ (۲۸۱۴) ۶۹۷۵ مشکوۃ رقم الحدیث: ۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بہت بڑا جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز کو خراب کرے' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی تو میں نے اس کو دھکا دے کر بھگا دیا' اور میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ صبح کو تم سب اسے دیکھتے۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (ص: ۳۵) سلیمان نے دعا کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو زیبا نہ ہو۔

(صحیح مسلم المساجد ۳۹' (۵۴۹) ۱۱۸۹' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۴۰)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ شیطان کو نبی ﷺ پر کوئی غلبہ نہیں بلکہ نبی ﷺ ہی غالب تھے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ نبی ﷺ شیطان کا وسوسہ قبول کریں۔

ثالثاً اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے کہ جب شیطان مسلمانوں کو کسی چیز کا وسوسہ ڈالے تو وہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○ (الاعراف: ۲۰۱)

طائف من الشیطان کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

انسان کو ورغلانے کے لیے انسان کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں' کسی چیز کا خیال یا اس کی صورت جو نیند اور بیداری میں دکھائی دے اس کو طیف کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۲' ص ۴۰۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

طیف کا اصل معنی جنون ہے پھر اس کو غضب' شیطان کے مس کرنے اور اس کے وسوسہ کے معنی میں استعمال کیا گیا اور اس کو طائف بھی کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۳' ص ۱۳۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

طیف کا معنی تخیل ہے اور طائف کا معنی شیطان ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں جب انہیں کوئی وسوسہ لاحق ہو تو وہ اللہ عز و جل کی قدرت میں اور اللہ نے ان پر جو انعام کیے ہیں ان میں غور کرتے ہیں اور پھر معصیت کو ترک کر دیتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۱۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

انسان کس طرح غور و فکر کر کے انتقام لینے کو ترک کرے

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب انسان کسی دوسرے شخص پر غضب ناک ہو اور اس کے دل میں شیطان یہ خیال ڈالے کہ وہ اس سے انتقام لے تو پھر

Marfat.com

وہ انتقام نہ لینے کی وجوہات پر غور و فکر کرے اور انتقام لینے کے ارادہ کو ترک کر دے۔ وہ وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱- انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ خود کتنے گناہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے پر قادر ہے' اس کے باوجود اس سے درگزر کرتا ہے اور اس سے انتقام نہیں لیتا سو اس کو بھی چاہیے کہ وہ انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دے۔

۲- جس طرح اس کا مجرم بے بس اور مجبور ہے اسی طرح وہ بھی اللہ کا مجرم ہے اور اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہے۔

۳- غضب ناک شخص کو ان احکام پر غور کرنا چاہیے جن میں اسے انتقام کو ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۴- اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے غضب اور انتقام کے تقاضوں کو پورا کر دیا تو اس کا یہ عمل موذی درندوں کی طرح ہو گا اور اگر اس نے صبر کیا اور انتقام نہیں لیا تو اس کا یہ عمل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مثل ہو گا۔

۵- اس کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جس کمزور شخص سے آج وہ انتقام لینا چاہتا ہے ہو سکتا ہے کل وہ قوی اور قادر ہو جائے اور یہ کمزور اور ناتواں ہو جائے اور اگر وہ اس کو معاف کر دے تو پھر یہ شخص اس کا احسان مند رہے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انسان کس طرح غور و فکر کر کے گناہوں کو ترک کرے

امام رازی نے ترک انتقام کی جو یہ وجوہات بیان کی ہیں ان کو معصیت کی دیگر انواع میں بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ جب بھی شیطان انسان کو کسی معصیت اور گناہ پر اکسائے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات پر غور کرے کہ اللہ اس پر اتنی مہربانی کرتا ہے تو کیا یہ انصاف ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ نیز اس پر غور کرے کہ اگر اس نے یہ گناہ کیا تو اس سے شیطان راضی ہو گا اور اللہ ناراض ہو گا تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ اللہ کو ناراض اور شیطان کو راضی کرے۔ نیز یہ سوچنا چاہیے اگر آج اس نے اللہ کے حکم کو بھلا دیا تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ اس کو بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (الجاثیہ: ۳۴)

اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں اس طرح بھلا دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

اور یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ نے اس کو دنیا میں رزق دینے اور پرورش کرنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس کو پورا کر رہا ہے تو اس نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی اطاعت کا جو وعدہ کیا ہے' وہ اس کو کیوں پورا نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ: ۴۰)

تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

اور یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اللہ سے جو دعا کرتا ہے' اللہ اسے قبول کر لیتا ہے تو پھر کیا یہ انصاف کا تقاضا نہیں ہے کہ اللہ اس سے جو کچھ کہے وہ بھی اس پر عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ (البقرہ: ۱۸۶)

جب دعا کرنے والا دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں۔

اور یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے وہ گناہ کر لیا تو وہ فساق و فجار کی مثل ہو گا اور اگر اس نے اس گناہ سے دامن بچا لیا تو وہ انبیاء کا متبع اور اولیاء کی مانند ہو گا۔ اور جو شخص فساق و فجار کے کام کرے گا وہ کیسے یہ توقع کر سکتا ہے کہ اس کی دنیا اور آخرت کی زندگی اللہ کے نیک بندوں کی طرح ہو گی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ

جن لوگوں نے دلیری سے گناہ کیے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان

Marfat.com

تَجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (الجاثیہ: ۲۱)

کر لیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں!

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں' اپنے شاگردوں' مریدوں اور اپنے ماتحت لوگوں کے سامنے بے حیائی کے اور برے کام نہیں کرتا اور جب تنہا ہو اور صرف اللہ دیکھ رہا ہو تو وہ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے باز نہیں آتا تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں اللہ کا اتنا خوف بھی نہیں ہے جتنا اپنے ماتحت لوگوں اور چھوٹوں کا ہے! حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۴۴)

تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔

اور یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے لوگوں کے ڈر سے برے کام چھوڑ بھی دیے تو وہ اس کو کوئی انعام نہیں دیں گے جب کہ اللہ کے ڈر سے اس نے گناہ اور برے کام چھوڑ دیے تو اللہ نے اس سے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (النازعات: ۴۱-۴۰)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا' اور اس نے اپنے نفس (امارہ) کو (اس کی) خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

نیز فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن: ۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

خوف خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہو گئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا۔ اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے

Marfat.com

پوچھا اے بیٹے تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ تک پہنچی۔ صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کی سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع' رقم: ۱۱۴' ج ۱۹' ص ۱۹۱-۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر الاعراف' ۲۰۱' ج ۳' ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس بیروت' شرح الصدور ص ۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴' کنز العمال ج ۲' ص ۵۱۷-۵۱۶' رقم الحدیث: ۴۶۳۴)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو اختصار اً روایت کیا ہے:

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک نوجوان نے عبادت اور مسجد کو لازم کر لیا تھا' ایک عورت اس پر عاشق ہو گئی' وہ اس کے پاس خلوت میں آئی اور اس سے باتیں کیں اس کے دل میں بھی اس کے متعلق خیال آیا' پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا اے چچا! حضرت عمر کے پاس جائیں ان سے میرا سلام کہیں اور پوچھیں کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کی کیا جزا ہے؟ اس کا چچا حضرت عمر کے پاس گیا' اس نوجوان نے پھر چیخ ماری اور جاں بحق ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا تمہارے لیے دو جنتیں ہیں' تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔

(شعب الایمان ج ۱' ص ۴۶۹-۴۶۸' رقم الحدیث: ۷۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام بیہقی کے حوالے سے اس حدیث کو حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۶' ص ۱۴۷' طبع قدیم' ج ۷' ص ۷۰۸' طبع جدید دار الفکر' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۶۳۵' روح المعانی ج ۲۷' ص ۱۱۶)

حافظ ابن عساکر نے جو حدیث تفصیلاً روایت کی ہے اس پر حافظ ابن کثیر نے بھی اعتماد کیا ہے اور اس کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے اور اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱- گناہ کی ترغیب کے موقع پر اللہ کو یاد کر کے اس کے خوف سے گناہ کو ترک کر دینا دو جنتوں کے حصول کا سبب ہے۔
۲- نیک مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔
۳- نیک مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا حضرت عمر رضی اللہ کی سنت ہے۔
۴- کسی فوت شدہ مسلمان کی تعزیت کے لیے اس کے والدین اور اعزہ کے پاس جانا حضرت عمر کا طریقہ ہے۔
۵- صاحب قبر سے کلام کرنا اور صاحب قبر کا جواب دینا' اس حدیث سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔
۶- جن احادیث میں ہے کہ قبر والے ایسا جواب نہیں دیتے جن کو تم سن سکو' ان کا معنی یہ ہے کہ تم ان کا جواب عادۃً نہیں

Marfat.com

سن سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شیطانوں کے بھائی بندان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ (ان کو گمراہ کرنے میں) کوئی کمی نہیں کرتے○ (الاعراف: ۲۰۲)

شیطان کے بھائی بند کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد انسانوں میں سے شیطان ہیں اور وہ لوگوں کو گمراہ کر کے شیاطین جنات کی مدد کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ شیاطین کے بھائی بند وہ کفار ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر کے شیاطین کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول معظم!) جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے کیوں نہ کوئی نشانی منتخب کرلی! آپ کہیے کہ میں صرف اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے' یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز احکام کا مجموعہ ہے اور ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ (الاعراف: ۲۰۳)

کفار کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی توجیہ

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ شیاطین الانس اور شیاطین الجن لوگوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ اس آیت میں ان کے گمراہ کرنے کی ایک خاص نوع کو بیان فرمایا ہے کہ وہ بطور سرکشی معجزات مخصوصہ طلب کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے تھے:

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا○ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا○ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا○ (بنو اسرائیل: ۹۳-۹۰)

اور انہوں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ زمین سے ہمارے لیے کوئی چشمہ جاری کردیں○ یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو جس کے درمیان آپ بہتے ہوئے دریا جاری کردیں○ یا آپ اپنے قول کے مطابق ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادیں یا آپ ہمارے سامنے فرشتوں کو لے آئیں○ یا آپ کے لیے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر (بھی) ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں آپ کہیے کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف بشر ہوں اور اللہ کا فرستادہ (رسول)

جب آپ نے ان کے فرمائشی معجزات پیش نہیں کیے تو وہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے آپ کو یہ معجزات نہیں دیے تو آپ اپنی طرف سے یہ معجزات کیوں نہیں پیش کردیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے کہ میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں اللہ سے کوئی مطالبہ یا فرمائش کروں' اللہ تعالیٰ از خود جو چاہتا ہے میرے ہاتھ سے نشانی یا معجزہ صادر فرمادیتا ہے۔ اور ان کے فرمائشی معجزات کو پیش نہ کرنا اسلام کی تبلیغ' ہدایت اور میری نبوت کے اثبات کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور اس کا معجز ہونا بالکل ظاہر ہے' اور جو واقعی ہدایت کا طالب ہو اس کے لیے تو یہ قرآن ہی کافی ہے اور جس نے خواہ مخواہ کی حجت بازی کرنا ہو اس کے لیے سینکڑوں دلائل بھی ناکافی ہیں۔ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر قرآن مجید کی دلالت تو علمی اور عقلی اعتبار سے ہے۔ نبی ﷺ نے بہ کثرت حسی دلائل بھی پیش کیے' جن کو دیکھ کر بغیر غور و فکر کے بداہتہً آپ کا دعویٰ نبوت میں صادق ہونا

Marfat.com

ظاہر ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کیے' آپ کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج طلوع ہو گیا' پتھر نے آپ کو سلام کیا' درخت اور اس کے خوشے آپ کے حکم پر چل کر آئے' مختلف جانوروں نے آپ کا کلمہ پڑھا' کئی بار آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا اور کتنی مرتبہ کم کھانا بہت زیادہ آدمیوں کے لیے کافی ہو گیا۔ اس طرح کے اور بہت معجزات ہیں' ان تمام معجزات کو دیکھنے کے باوجود سرکش اور ضدی کفار ایمان نہیں لائے' چونکہ یہ لوگ طلب ہدایت کے لیے نہیں بلکہ محض حجت بازی اور ضد بحث کے طور پر معجزات کو طلب کرتے تھے اس لیے ان کے فرمائشی معجزات پیش نہیں کیے گئے۔ نیز سابقہ امتوں میں کفار نے فرمائشی معجزات طلب کیے اور معجزات دکھائے جانے کے باوجود جب وہ ایمان نہیں لائے تو ان پر آسمانی عذاب آیا' اب اگر ان کے فرمائشی معجزات پیش کر دیے جاتے اور پھر بھی یہ ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب آنا چاہیے تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (الاعراف: ۲۰۴)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی تھی کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز احکام کا مجموعہ ہے اور ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس کی عظمت کا یہ تقاضا ہے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس کو غور سے سنا جائے اور خاموش رہا جائے۔

قرآن مجید پڑھنے کے آداب

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ بہترین کپڑے پہنے' عمامہ باندھے اور قبلہ کی طرف منہ کرے' اسی طرح عالم پر علم کی تعظیم واجب ہے۔ گرمیوں میں صبح کے وقت قرآن مجید کو ختم کرے اور سردیوں میں اول شب میں۔ اگر وہ قرآن مجید پڑھنے یا نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اور اس کو ریاکاری کا خدشہ ہو تو اس وجہ سے قرآن کریم پڑھنے اور نماز پڑھنے کو ترک نہ کرے' اسی طرح باقی فرائض کو بھی خوف ریا کی وجہ سے ترک نہ کرے۔ لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قرائت کے وقت اپنی ٹانگیں ملا لے۔ کسی شخص نے قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد کیا ہو پھر اس کو باقی قرآن مجید یاد کرنے کی فرصت مل جائے تو نفلی نماز پڑھنے سے قرآن مجید کو یاد کرنا افضل ہے اور فقہ کا علم حاصل کرنا باقی قرآن مجید کے حفظ کرنے سے افضل ہے' اور بغیر علم کے زہد کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآن مجید خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۴۲' خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱' ص ۱۰۳۔۱۰۲' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی جتنی مقدار سے نماز جائز ہوتی ہے قرآن مجید کی اتنی مقدار کو حفظ کرنا ہر مکلف پر فرض عین ہے۔ اور سورہ فاتحہ کو اور کسی ایک سورت کو حفظ کرنا واجب ہے اور پورے قرآن کو حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور سنت عین پڑھنا نفل پڑھنے سے افضل ہے اور قرآن مجید کو مصحف سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کے مصحف کو دیکھنے اور قرآن مجید کو پڑھنے

Marfat.com

دونوں عبادتوں کو جمع کرنا ہے' اور باوضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اچھے کپڑے پہن کر تعظیم اور اکرام کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا مستحب ہے۔ قراءت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے۔ اعوذ باللہ ایک بار پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قرات کے دوران کوئی دنیاوی کام نہ کرے حتیٰ کہ اگر اس نے سلام کا جواب دیا یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہا تو اعوذ باللہ کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ الحجہ میں مذکور ہے' اور النوازل میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے سورہ توبہ کو بغیر بسم اللہ پڑھے پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے کہا اس نے خطا کی۔ علامہ سمرقندی نے کہا سورہ توبہ کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر پڑھنا شروع کرے اور یہ قول قراء کی تصریح کے مخالف ہے انہوں نے کہا سورۂ توبہ سے پہلے بسم اللہ کو اس لیے نہیں لکھا کہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ توبہ رفع امان کے لیے ہے۔ یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے اور حضرت عثمان نے فرمایا کہ جب بھی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ بتا دیتے تھے کہ اس کو فلاں جگہ رکھو اور رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور آپ نے سورہ توبہ کا مقام نہیں بتایا' اور میں نے دیکھا کہ اس کا قصہ الانفال کے قصہ کے مشابہ ہے کیونکہ الانفال میں عہود کا ذکر ہے اور اس میں رفع العہود کا ذکر ہے اس لیے میں نے ان دونوں کو ملا دیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں صحابہ کا اختلاف تھا بعض نے کہا الانفال اور براءۃ (توبہ) ایک سورت ہیں جو قتال کے لیے نازل ہوئیں اور بعض نے کہا یہ الگ الگ سورتیں ہیں' اس لیے ان کے درمیان فاصلہ کو رکھا گیا اور بسم اللہ کو نہیں لکھا گیا۔ اولیٰ یہ ہے کہ چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید ختم کیا جائے' دوسرا قول یہ ہے کہ سال میں دو بار قرآن مجید ختم کیا جائے' امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ جس نے سال میں دو بار قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن کریم کا حق ادا کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ختم کرے البتہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کرے۔ کیونکہ سنن ابوداؤد ترمذی' اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۴۹)

بستر پر لیٹ کر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ سنن ترمذی میں شداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بستر پر لیٹ کر قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے' اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کی ہر موذی چیز سے حفاظت کرتا ہے البتہ ادباً ٹانگیں ملائے' غسل خانہ میں اور مواضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۴' ص ۵۷-۵۶' مطبوعہ بیروت' غنیۃ المستملی' ص ۴۹۷-۴۹۶' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)

قرآن مجید سننے کا حکم آیا نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا خارج از نماز کو بھی شامل ہے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے بعض' بعض کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے کہ سلام علی فلاں' سلام علی فلاں۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی واذا قرء القران فاستمعوا له وانصتوا۔

بشیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے نماز پڑھائی۔ انہوں نے لوگوں کو امام کے ساتھ نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا ابھی تک تمہاری سمجھ داری کا وقت نہیں آیا؟ کیا ابھی تک تمہیں عقل نہیں آئی؟ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو' جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔

یہ حدیث فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر کے

Marfat.com

علاوہ امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' رقم الحدیث: ۸۷۳۰)
ان کے علاوہ حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳' ص ۲۷۱' الدر المنثور ج ۳' ص ۶۳۵)

طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک واعظ وعظ کر رہا تھا اور عبید بن عمیر اور عطا بن ابی رباح باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا آپ دونوں وعظ نہیں سن رہے اور وعید کے مستحق ہو رہے ہیں' ان دونوں نے میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر اپنی نصیحت دہرائی' انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے' جب میں نے تیسری بار کہا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے۔

مجاہد' سعید بن جبیر اور ضحاک سے بھی روایت ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم اس وقت ہے جب قرآن مجید کو نماز میں پڑھا جائے۔

حضرت ابن عباس' ابراہیم نخعی' عامر' قتادہ' ابن زید اور زہری سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ حکم نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ صحابہ نے کہا نماز کے علاوہ تلاوت کے دوران قرائت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت نفل ہے خواہ وعظ میں ہو' اس تلاوت کے دوران خاموش رہنا فرض نہیں ہے۔

مجاہد اور عطا بن ابی رباح سے یہ روایت بھی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سننے اور خاموش رہنے کا حکم نماز اور خطبہ میں ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ یہ حکم جمعہ کے خطبہ کے متعلق ہے۔ نیز مجاہد سے روایت ہے کہ یہ حکم نماز اور خطبہ کے متعلق ہے۔ عطا بن ابی رباح سے روایت ہے کہ دو وقتوں میں خاموش رہنا واجب ہے جب امام نماز میں قرآن پڑھ رہا ہو یا وہ خطبہ دے رہا ہو۔

حسن بصری' سعید بن جبیر اور عطا بن ابی رباح سے بھی یہ روایت ہے کہ یہ حکم نماز اور خطبہ دونوں کے متعلق ہے۔
(جامع البیان جز ۹' ص ۲۲۰-۲۱۶' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

قرآن مجید کی اس ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کو خواہ نماز میں پڑھا جائے یا خطبہ اور وعظ میں یا اس کی عام تلاوت کی جائے ہر صورت میں قرآن مجید جب پڑھا جائے تو اس کا سننا فرض ہے اور تلاوت اور قرائت کے وقت خاموش رہنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:
ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کی قرائت کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا لازم ہے خواہ یہ قرات نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔

آیا قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:
ایک شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پہلو میں دوسرا شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو' اور فقہ میں مشغول شخص کے لیے قرآن مجید سننا ممکن نہ ہو تو نہ سننے والے کا گناہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہو گا' اسی اصل پر اگر کوئی شخص رات کو چھت پر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو وہ شخص گنہ گار ہو گا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱' ص ۱۰۳' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے' کیونکہ یہ آیت ہر چند کہ نماز کے متعلق وارد ہے' لیکن اعتبار خصوصیت سبب کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اور یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ قنیہ میں مذکور ہے کہ گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام کاج میں مشغول ہوں تو وہ نہ سننے میں معذور ہوں گے بشرطیکہ انہوں نے اس کے پڑھنے سے پہلے کام شروع کیا ہو' ورنہ وہ معذور نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد علامہ شامی نے خلاصۃ الفتاوٰی کی عبارت نقل کی ہے کہ اگر فقہ میں مشغول شخص کے پاس کوئی قرآن پڑھے یا رات کو چھت پر پڑھے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو ان کے نہ سننے کا گناہ پڑھنے والے پر ہو گا۔ کیونکہ ان کے نہ سننے کا سبب پڑھنے والا ہے۔ یا وہ سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کر کے اذیت پہنچا رہا ہے' اس میں غور کرنا چاہیے' اور شرح المنیہ میں یہ مذکور ہے کہ اصل میں قرآن کریم کا سننا فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کی تلاوت کو ضائع نہ کیا جائے اور بعض کے خاموش ہو جانے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے' جیسے سلام کا جواب دینا واجب ہے تاکہ مسلمان کے حق کی رعایت ہو اور بعض کے جواب دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے اور باقی مسلمانوں سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ قرآن کریم پڑھنے والے پر اس کا احترام کرنا واجب ہے بایں طور کہ وہ بازاروں میں قرآن مجید نہ پڑھے اور نہ ان مقامات پر قرآن کریم پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور اگر اس نے وہاں پڑھا تو قرآن مجید کی حرمت کو ضائع کرنے والا وہی شخص ہو گا' سو وہی گنہ گار ہو گا نہ کہ مشغول لوگ' تاکہ لوگوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں حرج نہ ہو۔ (غنیۃ المستملی ص ۴۹۷' مطبوعہ لاہور' ۱۴۱۲ھ) قاضی القضاۃ یحیٰی منقاری زادہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔

(رد المحتار ج ۱' ص ۳۶۷-۳۶۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ نے غنیۃ المستملی کے حوالے سے یہی لکھا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار' ج ۱' ص ۲۳۷' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ ابراہیم حلبی صاحب غنیۃ المستملی متوفی ۹۵۶ھ نے قرآن مجید سننے کے حکم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے اور علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے ان کی اتباع کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں مسلمانوں کے لیے آسانی ہے' لیکن ان کی دلیل دو وجہ سے صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ انہوں نے قرآن مجید سننے کے حکم کو سلام کا جواب دینے کے حکم پر قیاس کیا ہے حالانکہ سلام کا جواب دینے کا حکم خبر واحد سے ثابت ہے اور اس کا وجوب ظنی ہے اور قرآن مجید سننے کا حکم خود قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت قطعی ہے' سو یہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کرنا ہے' اور ثانیاً اس لیے کہ سلام کا جواب دینے میں مسلمان کے حق کی رعایت ہے اور قرآن مجید سننے میں اور تلاوت کے وقت خاموش رہنے میں اللہ کے کلام کے حق کی رعایت ہے اور اللہ کے کلام کے حق کی رعایت بندہ کے حق کی رعایت سے کئی درجہ افضل ہے۔ نیز اس سے یہ لازم آتا ہے کہ قرآن مجید کی ایک محفل میں تلاوت کی جا رہی ہو اور ایک آدمی خاموش ہو کر سنے اور باقی شرکاء محفل تلاوت کی طرف توجہ نہ کریں اور آپس میں باتیں کرتے رہیں تو یہ امر جائز ہو حالانکہ اس میں قرآن مجید کی صریح بے حرمتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک قاضی منقاری زادہ کا یہ قول صحیح ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔

قرآن مجید سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء

اس سلسلہ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ فقہاء احناف میں سے علامہ منقاری زادہ کے نزدیک قرآن مجید سننا فرض عین ہے اور یہی صحیح ہے اور علامہ حلبی کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔

Marfat.com

امام مالک کے نزدیک قرآن مجید نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز' اس کا سننا واجب ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۱۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ واذا قرء فانصتوا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۴) جب امام قرائت کرے تو خاموش رہو
حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ حدیث امام مالک کی اور ان فقہاء کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قرائت کرے تو مقتدی قرائت نہ کرے' اور امام دار قطنی کا اس حدیث پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث کی صحت پر حفاظ کا اجماع نہیں ہے۔ کیونکہ امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ (المفہم ج ۲' ص ۳۹' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی قرآن مجید کا سننا فرض ہے کیونکہ علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:
مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذا قرء القران فاستمعوا له و انصتوا (الاعراف: ۲۰۴) اور حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے' جس میں آپ نے بلند آواز سے قرائت کی تھی۔ پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرائت کی تھی؟ ایک شخص نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! میں نے قرائت کی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں دشواری کیوں ہو رہی ہے۔ پھر لوگ ان نمازوں میں قرائت کرنے سے رک گئے جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قرائت کرتے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا۔
(الموطا رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۱۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۴۹-۸۴۸' مسند احمد ج ۲' ص ۲۸۷' ۲۴۰' ج ۵' ص ۳۴۵' الکافی ج ۱' ص ۲۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کا سننا مستحب ہے۔ قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:
اس آیت کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو اس کا سننا مطلقاً واجب ہو اور عامۃ العلماء کے نزدیک خارج از نماز قرآن مجید کا سننا مستحب ہے اور جو علماء امام کے پیچھے مقتدی کی قرائت کو واجب نہیں کہتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے۔ (انوار التنزیل و اسرار التاویل مع حاشیۃ الکازرونی' ج ۳' ص ۸۶)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی مصری لکھتے ہیں:
جن محفلوں میں قرآن مجید کی قرائت کی جائے ان میں قرآن کریم سننے اور خاموش رہنے کو ترک کرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ مومن پر لازم ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس کے سننے پر حریص ہو' جیسا کہ وہ مجلس میں قرآن مجید کی تلاوت پر حریص ہوتا ہے۔ (التفسیر المنیر ج ۹' ص ۲۳۰-۲۲۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)
صحیح یہ ہے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس کا سننا اور خاموش رہنا ہر حال میں اور ہر کیفیت میں واجب ہے خواہ نماز ہو یا غیر نماز ہو۔ (التفسیر المنیر ج ۹' ص ۲۳۲' مطبوعہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی کتاب کی کسی ایک آیت کو بھی غور سے سنا ہے اس کے لیے دگنی چوگنی نیکی لکھی جائے گی اور جس نے اس آیت کی تلاوت کی وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور

Marfat.com

ہوگی۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث: ۸۴۷۵ طبع قاہرہ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۴۲۵)

امام کے پیچھے قرآن سننے میں مذاہب اربعہ

امام ابو اسحٰق ابراہیم بن علی الفیروز آبادی الشیرازی الشافعی المتوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

آیا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے اس میں غور کیا جائے گا اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے تو مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے اور اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو اس میں دو قول ہیں کتاب الام اور البویطی میں مذکور ہے کہ اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی آپ پر قراءت دشوار ہوگئی آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے! ہم نے کہا اللہ کی قسم ہاں ہم ایسا کر رہے تھے آپ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے بلند آواز سے قراءت کی تھی آپ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی تھی ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا (تبھی) میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تلاوت میں دشواری کیوں ہو رہی ہے جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قراءت کرتے تھے ان نمازوں میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءت کرنا ترک کر دیا۔ (المہذب ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء حنبلیہ کے اس مسئلہ میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی المتوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

اثرم نے نقل کیا ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ابن الزاغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جس نماز میں آہستہ قراءت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے۔ ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قراءت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفروع ج ۱ ص ۴۲۷ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے لکھا ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

واذا قرء القران فاستمعوا لہ وانصتوا۔ (الاعراف: ۲۰۴)

(الکافی ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی المالکی المتوفی ۱۱۰۱ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

(حاشیۃ الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

Marfat.com

فقہاء احناف کے نزدیک نماز سری ہو یا جہری' امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے۔ پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قراءت کرنے کو ترک کر دیا اور ان کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قراءت کو ترک کیا تھا اور حدیث مشہور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۴)

ہمارے نزدیک بغیر قراءت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قراءت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قراءت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قراءت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔

(یہ حدیث حضرت جابر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابو سعید خدری' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت انس اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۵۰' شرح معانی الآثار ج ۱' ص ۱۲۸' سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۱۲۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷' ص ۳۸۹' رقم الحدیث: ۱۰۹۵۷' طبع جدید' زوائد البوصیری ج ۲' ص ۴۴۳' رقم الحدیث: ۱۴۴۰' المعجم الاوسط ج ۸' رقم الحدیث: ۷۵۷۵' مجمع الزوائد ج ۲' ص ۱۱۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۷۹۷' مسند احمد ج ۳' ص ۳۳۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲' ص ۱۶۱۔۱۶۰' کامل ابن عدی ج ۶' ص ۲۱۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱' ص ۳۷۷' کتاب الآثار للامام محمد ص ۱۷' کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۴' رقم الحدیث: ۱۱۳' بدائع الصنائع ج ۱' ص ۵۲۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اسی (۸۰) کبار صحابہ سے امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت منقول ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰ' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ہیں اور کئی صحابہ سے یہ منقول ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے' جبکہ صحیح یہ ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے متعلق احادیث

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فرماتے جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے۔ اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قراءت کرے۔ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔ (یہ صحیح حدیث ہے)

(الموطا رقم الحدیث: ۱۹۳' سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۱۴۸۸' سنن کبریٰ ج ۲' ص ۱۶۱' موطا امام محمد ص ۹۴' شرح معانی الآثار ص ۱۲۹)

Marfat.com

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرائت کے لیے خاموش رہو کیونکہ نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہیں امام کی قرات کافی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے کاش اس کے منہ میں مٹی بھر دی جاتی۔
عبید اللہ بن مقسم نے حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرائت نہ کرو۔
ابو حمزہ نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا وہ امام کے پیچھے قرائت کریں' حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں۔
(شرح معانی الآثار ص ۱۲۹' مطبوعہ مجتبائی پاکستان' لاہور)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود سے امام کے پیچھے قرائت کی ممانعت ثابت ہے اور حضرت ابو سعید' حضرت عمر اور حضرت ابن عباس سے بھی روایات وارد ہیں۔
(الدرایہ مع الہدایہ الاولین ص ۱۲۱' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

جریر از سلیمان از قتادہ از حضرت عبداللہ بن مسعود روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرائت کرے تو خاموش رہو۔ (امام مسلم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)
(صحیح مسلم صلاۃ: ۶۳' (۴۰۴) ۸۸۰' مسند احمد ج ۴' ص ۳۹۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۹۷۳-۹۷۲)

ان احادیث کے علاوہ ہم متعدد حوالہ جات کے ساتھ یہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرائت ہی اس کی قرائت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو اور زبان سے آواز بلند کیے بغیر' صبح اور شام کو یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الاعراف: ۲۰۵)

ذکر خفی کی فضیلت

اس آیت میں یا تو خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے یا اس سے ہر سننے والا مخاطب مراد ہے' اس آیت میں دل سے اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے یا آہستہ اور پست آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوں' اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے' اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں' اور اگر وہ ایک جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں' اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں' اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔
(صحیح مسلم الذکر ۲۱' ۲۶۷۵' ۶۶۷۹' مسند احمد ج ۲' ص ۴۵۳' طبع قدیم' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث: ۸۶۳۵' طبع قاہرہ)

آہستہ آہستہ ذکر کرنے یا دل میں ذکر کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ذکر کرنا اخلاص کے زیادہ قریب ہے اور اس کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے۔ اور ذکر فی نفسہ سے مراد یہ ہے کہ جن اذکار کا وہ زبان سے ذکر کر رہا ہے ان کے معانی سے واقف ہو' اور اس کا دل ذکر کے معانی کی طرف متوجہ ہو اور اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت میں ڈوبا ہوا ہو' کیونکہ اگر وہ خالی زبان

Marfat.com

سے ذکر کرے اور دل اس کے معنی کے تصور' اس کی یاد' اور خضوع اور خشوع سے خالی ہو تو وہ ذکر بے سود ہے' بلکہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایسے ذکر سے کوئی ثواب نہیں ملتا۔

معتدل آواز کے ساتھ جہر بالذکر ممنوع نہیں ہے

دون الجھر من القول زبان سے آواز بلند کیے بغیر اس کا معنی ہے چلا چلا کر ذکر نہ کیا جائے یا گلا پھاڑ کر ذکر نہ کیا جائے جیسے کوئی شخص بہرے سے بات کر رہا ہو یا کسی دور کھڑے ہوئے آدمی سے چلا کر بات کر رہا ہو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مسلمان بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم سننے والے اور قریب کو پکار رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے' پھر آپ نے فرمایا درآنحالیکہ میں آپ کے پیچھے تھا اور میں کہتا ہوں لاحول ولاقوۃ الا باللہ گناہوں سے بچنا اور نیکی کی طاقت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے پھر فرمایا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی رہنمائی نہ کروں' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۹' صحیح مسلم ذکر ۴۴' (۲۷۰۴) ۶۷۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۸' ۱۵۲۷' ۱۵۲۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۲' مسند احمد ج ۴' ص ۳۹۴' ۴۰۳)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ نے گلا پھاڑ کر اور چلا چلا کر ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت اور یہ حدیث معتدل آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کے منافی نہیں ہے۔

ذکر کے لیے صبح اور شام کے اوقات کی تخصیص کی حکمت

صبح اور شام کے اوقات کو ذکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے' یوں تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے اور کسی وقت اس کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیے لیکن ان اوقات کی خصوصیت یہ ہے کہ صبح کے وقت انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے اور نیند بہ منزلہ موت ہے اور بیداری بہ منزلہ حیات ہے اور اس وقت جہان بھی ظلمت سے نور کی طرف منتقل ہوتا ہے اس لیے اس وقت میں اس خاص نعمت پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ اور شام کا وقت جو بہ منزلہ موت ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کیونکہ موت کے بعد ہی انسان اخروی نعمتوں سے ہم کنار ہوتا ہے' نیز ان اوقات میں انسان پر سکون ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے بہت مناسب اوقات ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فجر کے وقت رات کے فرشتے جا رہے ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے آ رہے ہوتے ہیں تو دونوں فرشتے اس کے ذکر کو لکھ لیں گے اور اسی طرح شام کے وقت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو آپ کے رب کی بارگاہ کے مقربین ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ○ (الاعراف: ۲۰۶)

فرشتوں کی کثرت عبادت سے انسان کو عبادت پر ابھارنا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی تلقین کی تھی اور دائماً ذکر کرنے کی ترغیب دی تھی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کے محرکات اور بواعث کو مزید تقویت دی ہے اور فرمایا جو آپ کے رب کی بارگاہ کے مقربین ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے بہت مکرم اور مشرف ہیں وہ طاہر اور معصوم ہیں وہ شہوت اور غضب کے محرکات سے بری ہیں اور کینہ اور حسد کے بواعث سے منزہ ہیں' ان اوصاف اور کمالات کے باوجود جب وہ دائماً اللہ عزوجل

Marfat.com

کی عبادت کرتے ہیں اور خضوع اور خشوع سے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور انسان جو کہ جسمانی ظلمتوں اور بشری کثافتوں کا مرقع ہے اور شہوت اور غضب کے تقاضوں کی آماجگاہ ہے تو وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادت کرے۔ فرشتوں کی اطاعت اور عبادت کے متعلق قرآن مجید کی اور بھی آیات ہیں:

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ۶)

وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے' وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ○ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ○ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۶۴-۱۶۶)

اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کے لیے اس کے قیام کی جگہ مقرر ہے ○ اور بے شک ہم ہی صف باندھنے والے ہیں ○ اور بے شک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (الزمر: ۷۵)

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ عرش الٰہی کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہوں گے۔

فرشتوں کی کثرت عبادت ان کی افضلیت کو مستلزم نہیں

قرآن مجید کی اس آیت میں فرشتوں کی طہارت اور عصمت اور قدر و منزلت کے باوجود ان کی اطاعت اور عبادت کو بیان کر کے عام مسلمانوں کو اللہ کی اطاعت اور عبادت پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ ان آیات میں خطاب عام مسلمانوں کی طرف متوجہ ہے اور جہاں تک افضلیت کا تعلق ہے تو ہمارے متکلمین نے تصریح کی ہے کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر (نیک مسلمان) عامۃ الملائکہ سے افضل ہیں اور جہاں تک فرشتوں کی کثرت عبادت اور اطاعت کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتوں میں شہوت اور غضب کا مادہ نہیں رکھا گیا اور ان میں بھوک اور پیاس اور دیگر انسانی اور بشری تقاضے نہیں رکھے گئے' اور ان کو اطاعت اور عبادت سے روکنے اور منع کرنے والی کوئی چیز نہیں' نہ ان پر کسی کی کفالت کی ذمہ داری ہے' اور انسان کے ساتھ یہ تمام عوارض ہیں سو ان عوارض اور ان تقاضوں کے باوجود انسان کا گناہوں سے رکنا اور اللہ کی عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت سے کہیں افضل ہے جو ان عوارض اور موانع کے بغیر عبادت کرتے ہیں۔

حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے وله یسجدون کا تعارض اور اس کے جوابات

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اور فرشتے اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے حالانکہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا امام رازی نے امام غزالی سے اس سوال کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ زمین کے فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا اور آسمان کے عظیم فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے اثبات اور نفی کے محل الگ الگ ہیں۔ پھر امام رازی نے خود اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں نفی عموم ہے اور حضرت آدم کے قصہ میں خاص فرشتوں کے سجدہ کا ذکر ہے اور خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام غزالی اور امام رازی کی عظمتیں مسلم ہیں لیکن میرے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سجدہ عبودیت کی نفی ہے یعنی فرشتے اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا سجدہ نہیں کرتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم

Marfat.com

سے سجدہ تعظیم کیا تھا' اور اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت آدم کو صرف زمین کے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا جبکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم کو سب فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس (الحجر: ۳۰) تو ابلیس کے سوا سب کے سب فرشتوں کے اکٹھے ہو کر آدم کو سجدہ کیا نیز البقرہ: ۳۴ کی تفسیر میں خود امام رازی نے یہ تصریح کی ہے کہ اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ سب فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا اس پر دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ سورۃ الحجر کی آیت میں جمع کا صیغہ ہے پھر اس کو کل اور اجمعون کی تاکیدات سے موکد کیا ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں صرف ابلیس کا استثناء کیا ہے' اور پھر لکھا ہے کہ البتہ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ صرف زمین کے فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا اور انہوں نے اس کو مستبعد جانا کہ اکابر ملائکہ کو حضرت آدم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس لیے محفوظ جواب یہی ہے کہ سب فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ تعظیم ادا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو فرشتے سجدہ عبادت نہیں کرتے اور سیاق کلام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تلقین کی جارہی ہے کہ فرشتے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں اس کے غیر کو سجدہ عبادت نہیں کرتے۔

سجدہ تلاوت کی تحقیق

سورۃ الاعراف کی یہ آخری آیت ہے اور قرآن مجید میں یہ پہلی آیت سجدہ ہے اور آخری آیت سجدہ سورۃ العلق کی آخری آیت ہے واسجد واقترب (العلق: ۱۹) آیات سجدہ کے متعلق فقہاء کے دو قسم کے اختلاف ہیں' ایک اختلاف اس میں ہے کہ آیت سجدہ کا حکم کیا ہے آیا اس آیت کو پڑھنے یا سننے کے بعد اس آیت پر سجدہ کرنا سنت ہے یا واجب؟ اور دوسرا اختلاف آیات سجدہ کی تعداد میں ہے۔ ہم پہلے آیات سجدہ کے حکم میں فقہاء کا اختلاف بیان کریں گے اور پھر ان کی تعداد میں فقہاء کے مذاہب بیان کریں گے۔

سجدہ تلاوت کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر کے اوپر سجدہ کی آیت تلاوت کی پھر منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا' دوسرے جمعہ کو پھر اس آیت کو پڑھا تو مسلمان سجدہ کے لیے تیار ہوئے' حضرت عمر نے کہا اپنی جگہ بیٹھے رہو' بے شک اللہ نے ہم پر اس سجدہ کو فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم سجدہ کرنا چاہیں پھر حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کیا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۴۸۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابو اسحٰق ابراہیم بن علی فیروز آبادی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن کی تلاوت کرنے والے اور اس کو غور سے سننے والے دونوں کے لیے سجدہ تلاوت مشروع ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور جب سجدہ کی آیت سے گزرتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے' اور اگر قرآن پڑھنے والا سجدہ تلاوت ادا نہ کرے تو اس کو غور سے سننے والا سجدہ کرے' کیونکہ سجدہ دونوں کی طرف متوجہ ہوا ہے تو ایک کے سجدہ ترک کرنے کی وجہ سے دوسرا سجدہ کو ترک نہ کرے' اور جس شخص نے کسی شخص سے تلاوت سنی لیکن وہ اس کو غور سے نہیں سن رہا تھا (آیت سجدہ کی طرف متوجہ نہ تھا) تو اس کے متعلق امام شافعی نے کہا میں اس پر سجدہ کرنے کی ایسی تاکید نہیں کرتا جیسے میں غور سے سننے والے کو سجدہ

Marfat.com

کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا سجدہ اس پر ہے جو غور سے سنے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سجدہ اس پر ہے جو اس کے لیے بیٹھے۔ اور سجدہ تلاوت کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہ النجم پڑھی تو ہم میں سے کسی شخص نے سجدہ نہیں کیا۔ (المہذب ج ۱، ص ۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی ﷺ کے سامنے سورہ النجم پڑھی تو ہم میں سے کسی نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور حضرت عمر نے کہا اے لوگو! ہم آیات سجدہ کے ساتھ گزرتے تھے تو جو سجدہ کر لیتا وہ درست کرتا اور جو سجدہ نہیں کرتا اس پر کوئی گناہ نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا۔

(الکافی ج ۱، ص ۲۷۲-۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں

تلاوت کرنے والے پر اور سننے والے پر سجدہ تلاوت ادا کرنا واجب ہے خواہ اس نے سننے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: سجدہ اس پر ہے جو اس کو سنے اور جو اس کی تلاوت کرے، لفظ "علی" وجوب کے لیے آتا ہے اور حدیث میں قصد کی قید نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۳، مطبوعہ شرکہ علمیہ ملتان)

علامہ المرغینانی نے جو حدیث نقل کی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سجدہ صرف اس شخص پر ہے جو آیت سجدہ کو سنتا ہے۔

(المصنف ج ۲، ص ۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ)

حفص نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی، نافع اور سعید بن جبیر نے یہ کہا کہ جس شخص نے آیت سجدہ کو سنا اس پر سجدہ کرنا لازم ہے۔ (المصنف ج ۲، ص ۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

سجدہ تلاوت کے وجوب پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے بھی استدلال کیا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ — اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔

(الانشقاق: ۲۱)

اس آیت میں سجدہ نہ کرنے پر مذمت کی گئی ہے اور مذمت واجب کے ترک کرنے پر ہوتی ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (النجم: ۶۲) — پس اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق) — آپ سجدہ کریں اور (ہم سے مزید) قریب ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں سجدہ کا امر کیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے سو ان آیات سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔

سجدہ تلاوت کی تعداد میں مذاہب فقہاء

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عزائم سجود القرآن گیارہ سجدے ہیں ان میں سے مفصل (الحجرات سے آخر قرآن تک) میں کوئی سجدہ نہیں

Marfat.com

ہے۔(یعنی النجم' الانشقاق اور العلق کے سجدات)۔(الموطا ص ۲۷ '۱۴'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۰۹)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی مالکی متوفی ۴۹۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے جمہور اصحاب کا یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور ابن وھب نے کہا عزائم سجود القرآن چودہ سجدے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اور ابن حبیب نے کہا عزائم السجود پندرہ سجدے ہیں انہوں نے سورہ حج کا دوسرا سجدہ بھی شامل کر لیا۔

(المنتقی ج ۱' ص ۳۵۱' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں پندرہ سجدے ہیں۔ پہلا سجدہ سورۃ الاعراف کی آخری آیت میں ہے ولہ یسجدون (الاعراف: ۲۰۶) دوسرا سجدہ و ظلالھم بالغدو و الاصال (الرعد: ۱۵) تیسرا سجدہ و یفعلون ما یؤمرون (النحل: ۵۰) چوتھا سجدہ و یزیدھم خشوعا (بنی اسرائیل: ۱۰۹) پانچواں سجدہ خروا سجدا و بکیا (مریم: ۵۸) چھٹا سجدہ یفعل ما یشاء (الحج: ۱۸) ساتواں سجدہ تفلحون (الحج: ۷۷) آٹھواں سجدہ نفوراً (الفرقان: ۶۰) نواں سجدہ رب العرش العظیم (النمل: ۲۶) دسواں سجدہ و ھم لا یستکبرون (السجدہ: ۱۵) گیارہواں سجدہ خر راکعا و اناب (ص: ۲۴) بارھواں سجدہ ان کنتم ایاہ تعبدون (حم السجدہ: ۱۵) تیرھواں سجدہ واعبدوا (النجم: ۶۲) چودھواں سجدہ لا یسجدون (الانشقاق: ۲۱) پندرھواں سجدہ واسجد واقترب (العلق: ۱۹)۔(احکام القرآن ج ۴' ص ۳۶۹-۳۶۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

امام ابو اسحاق ابراہیم بن علی فیروز آبادی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ سجدات التلاوت چودہ سجدے ہیں (علامہ ابن العربی مالکی کے حوالے سے جو ہم نے پندرہ آیات سجدہ ذکر کی ہیں ان میں سورۃ ص '۲۴' کے علاوہ باقی وہی آیات سجدہ ہیں) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قرآن مجید میں پندرہ سجدوں کی تعلیم دی۔ ان میں سے تین مفصل میں ہیں' دو حج میں ہیں اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ سجود تلاوت گیارہ سجدے ہیں۔ اور انہوں نے مفصل کے تین سجدے ساقط کر دیئے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ہجرت فرمائی آپ نے مفصل کی کسی آیت پر سجدہ نہیں کیا۔(مفصل کے سجدات سے مراد النجم' الانشقاق اور العلق کے سجدات ہیں)

(المہذب ج ۱' ص ۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

سجدات القرآن چودہ سجدے ہیں (سورہ ص کے سجدہ کے علاوہ باقی مذکورہ سجدات) ان میں سے دو سجدے الحج میں ہیں اور تین مفصل میں ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ پندرہ سجدے ہیں' ان میں سے ایک ص کا سجدہ ہے' کیونکہ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پندرہ سجدوں کی تعلیم دی' ان میں سے تین مفصل میں ہیں اور دو سجدہ الحج میں ہیں۔(سنن ابوداؤد) اور صحیح یہ ہے کہ سورہ ص کا سجدہ عزائم سجود میں سے نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورۃ ص عزائم سجود میں سے نہیں ہے۔(سنن ابوداؤد)

تمام آیات سجدات اجماع سے ثابت ہیں سوائے مفصل کے سجدات کے اور الحج کے دوسرے سجدہ کے اور یہ سجدے حضرت عمرو بن العاص کی حدیث سے ثابت ہیں' اور حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ کیا الحج

Marfat.com

میں دو سجدے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جس نے یہ دو سجدے نہیں کیے اس نے ان کو نہیں پڑھا۔ (ابوداؤد)
(الکافی ج ا‘ص ۲۷۲‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۴ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) الاعراف (۲) الرعد (۳) النحل (۴) بنی اسرائیل (۵) مریم (۶) الحج کا پہلا سجدہ (۷) الفرقان (۸) النمل (۹) الم تنزیل السجدہ (۱۰) ص (۱۱) حم السجدہ (۱۲) النجم (۱۳) الانشقاق (۱۴) اقرء۔ اس کی تعداد میں دیگر فقہاء سے ہمارے تین اختلاف ہیں‘ پہلا اختلاف یہ ہے امام شافعی‘ امام احمد اور بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک سورہ الحج کا دوسرا سجدہ (ارکعوا واسجدوا (الحج: ۷۷) بھی سجدہ تلاوت ہے اور ہمارے نزدیک وہ نماز کا سجدہ ہے۔ (جن احادیث سے ان ائمہ نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہیں۔ فتح القدیر میں تفصیل کے ساتھ ان کی وجہ ضعف بیان کی گئی ہے) ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سجدات کو شمار کیا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے اور سورہ الحج کا ایک سجدہ شمار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سجدہ تلاوت الحج میں پہلا سجدہ ہے اور دوسرا نماز کا سجدہ ہے۔ نیز جب سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہو تو اس سے مراد نماز کا سجدہ ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے واسجدی وارکعی۔ (آل عمران: ۴۳)

دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ سورہ ص کا سجدہ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ سجدہ شکر ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورہ ص پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ تلاوت کیا‘ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ یہ سجدہ ہوا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا‘ اگر یہ سجدہ واجب نہ ہوتا تو اس کو نماز میں داخل کرنا جائز نہ ہوتا۔ نیز روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورہ ص پڑھ رہا ہوں جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا‘ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم دوات اور قلم کی بہ نسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں پھر آپ نے اس مجلس میں سورہ ص کو پڑھنے کا حکم دیا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس آیت پر سجدہ کیا۔ (اس حدیث کا امام ترمذی اور امام حاکم نے ذکر کیا ہے اور اس میں دوات اور قلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے اے اللہ! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد سے قبول کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۷۹‘ المستدرک ج ا‘ص ۲۲۰-۲۱۹)

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مفصل (النجم‘ الانشقاق‘ العلق) میں تین سجدے ہیں‘ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے۔ ہماری دلیل حضرت عمران بن حصین کی حدیث ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ مفصل میں تین سجدے ہیں۔
(بدائع الصنائع ج ۲‘ص ۶-۳‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۸ھ)

حرف آخر

الحمد للہ علی احسانہ آج بہ روز منگل مورخہ ۱۸ شعبان ۱۴۱۹ھ / ۸ نومبر ۱۹۹۸ء کو بعد از نماز ظہر سورۃ الاعراف کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ الٰہ العالمین جس طرح ان سورتوں کی تفسیر کو آپ نے مکمل کرا دیا ہے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں‘ اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائیں‘ اس کو تاقیام قیامت فیض آفریں رکھیں‘ اس کو موافقین کے لیے باعث استقامت اور مخالفین کے لیے باعث ہدایت بنائیں اور اس کتاب کو اور میری باقی کتابوں کو مخالفین کے شر اور فساد سے محفوظ رکھیں‘ اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دیں۔ امین یارب العالمین بجاہ

Marfat.com

حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وعلی الہ الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین والعلماء الراسخین والاولیاء العارفین۔

Marfat.com

Marfat.com

سُورَۃُ الْاَنْفَالِ

(۸)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الانفال

انفال کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

انفال نَفَل کی جمع ہے۔ نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن مختلف اعتبارات کی وجہ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ جہاد میں فتح اور کامیابی کے اعتبار سے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں' اور یہ لحاظ کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتداءً یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اس کو نفل کہتے ہیں' اور بعض علماء نے غنیمت اور نفل میں عموم اور خصوص کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔ سو جو مال مشقت یا بغیر مشقت کے' استحقاق یا بغیر استحقاق کے' جہاد میں کامیابی سے پہلے یا اس کے بعد حاصل ہو' اس کو مال غنیمت کہتے ہیں' اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے انسان کو جو مال حاصل ہو اس کو نفل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو جو مال فئے حاصل ہوتا ہے' اس کو نفل کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کرلی جاتی ہیں' ان کو نفل کہتے ہیں۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال: ۱) لوگ آپ سے الانفال کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

اس آیت میں الانفال کا یہی آخری معنی مراد ہے۔ (المفردات ج ۲' ص ۶۵۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نفل کا معنی ہے مال غنیمت (جب ن اور ف پر زبر ہو) اور اس کی جمع انفال ہے۔ اور جب (ف پر جزم ہو) نفل ہو تو اس کا معنی ہے زیادہ۔ امام ابوداؤد حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینفل الربع بعد الخمس والثلث بعد الخمس اذا رجع۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کا چوتھائی حصہ تقسیم کرتے اور جہاد سے واپسی کے بعد خمس منہا کر کے تہائی حصہ تقسیم فرماتے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۵۱' مسند احمد ج ۴' ص ۱۶۰)

نیز امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجد کی طرف ایک لشکر

Marfat.com

کے ساتھ روانہ کیا پھر چند مسلمانوں کو بہ طور کمک روانہ کیا۔

فكان سهمان الجيش اثنى عشر بعيرا اثنى عشر بعيرا ونفل اهل السرية بعيرا بعيرا وكانت سهمانهم ثلثة عشر ثلثة عشر۔

اس لشکر کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔ آپ نے بہ طور کمک آنے والے کو ایک ایک اونٹ زیادہ عطا کیا تو ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۴۱، الموطا رقم الحدیث: ۹۸۷، مسند احمد ج ۲، ص ۶۲)

احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے اور بعض عبادات کا نام نوافل رکھا گیا ہے کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲، مسند احمد ج ۲، ص ۶۲)

سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ

نفل کا معنی مال غنیمت ہے اور کفار سے چھینے ہوئے سامان سے جو چیزیں الگ کرلی جاتی ہیں ان کو بھی نفل کہا جاتا ہے، اور اس سورت میں نفل کو اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوگا۔ اس لیے اس سورت کا نام الانفال رکھا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں ایک تلوار لے کر آیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے ٹھنڈا کر دیا ہے آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ نہ میری ملکیت ہے نہ تمہاری۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید آپ یہ کسی ایسے شخص کو عطا فرما دیں گے جس نے میری طرح مشقت نہ اٹھائی ہوگی، پھر تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی اس وقت یہ میری ملکیت میں نہیں تھی، اور اب یہ میری ملکیت میں آچکی ہے سو اب یہ تمہاری ہے۔ اور تب یہ آیت نازل ہوئی يسئلونك عن الانفال۔ (الانفال: ۱) یہ (مسلمان) آپ سے مال غنیمت سے زائد چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۴۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا، میں نے اس کی تلوار پر قبضہ کرلیا، اس تلوار کا نام ذاالکیفہ تھا۔ میں اس تلوار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا، آپ نے فرمایا اس تلوار کو وہاں جا کر ڈال دو جہاں مال غنیمت کا سامان اکٹھا کر کے رکھا گیا ہے۔ میں واپس گیا اور اپنے بھائی کے قتل کیے جانے اور اس تلوار کے لیے جانے سے مجھے اس قدر رنج ہوا تھا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اپنی تلوار لے لو۔

(مسند احمد ج ۱، ص ۱۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲، ص ۳۷۰، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۶۸۹، سنن کبریٰ ج ۶، ص ۲۹۱، اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۴۶۸، الدر المنثور ج ۴، ص ۳)

سورۃ الانفال کا زمانہ نزول

امام نحاس، امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

Marfat.com

کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت سے بھی روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۴' ص ۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورۃ الانفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ پوری سورۃ الانفال بدر کے معاملات میں نازل ہوئی ہے۔ غزوہ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان المبارک میں رونما ہوا اور یہ تحویل قبلہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا' اور اس کے نزول کی ابتداء بدر سے واپسی سے پہلے ہوئی' کیونکہ اس کی پہلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان بدر میں تھے اور ابھی مال غنیمت کی تقسیم شروع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام' اس کی آیتوں کی تعداد اور سبب نزول

یہ سورت سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی دوسری سورت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے سورۃ البقرہ نازل ہوئی' پھر آل عمران اور پھر الانفال۔ لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہونے والی دوسری سورت ہے جو سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ یہ واضح رہے کہ ایک سورت کے بعد دوسری سورت نازل ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ دوسری سورت پہلی سورت کے مکمل ہونے کے بعد نازل ہوئی ہے' بلکہ کئی مرتبہ پہلی سورت کے مکمل ہونے سے پہلے دوسری سورت کا نزول شروع ہو جاتا تھا اور سورہ بقرہ کے نزول کی تکمیل سے پہلے سورۃ الانفال کا نزول مکمل ہو گیا تھا۔ کیونکہ سورۃ الانفال میں صرف ایک قسم کے احکام ہیں یعنی مال غنیمت اور جہاد سے متعلق احکام ہیں۔ اور سورۃ البقرہ میں عبادات اور معاشرتی اور تمدنی مسائل سے متعلق انواع و اقسام کے احکام ہیں۔

جابر بن زید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال کے نزول سے پہلے اٹھاسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور اس کا نمبر نواسی ہے۔ اور یہ سورہ آل عمران کے بعد اور سورۃ الاحزاب سے پہلے نازل ہوئی۔ اہل مدینہ' اہل مکہ اور اہل بصرہ کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد چھہتر ہے اور اہل شام کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد ستتر ہے۔ اور اہل کوفہ کی گنتی کے مطابق اس کی آیات کی تعداد پچھتر ہے۔

اس کے نزول کا سبب جنگ بدر کے دن اہل بدر کا مال غنیمت اور انفال میں اختلاف تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے انفال کے متعلق سوال کیا تھا جیسا کہ اس کی پہلی آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

غزوہ بدر کا خلاصہ

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ سورۃ الانفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی۔ غزوہ بدر کی پوری تفصیل کتب سیرت میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجب کے مہینہ میں ایک کافر عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور صحابہ نے بھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر بہت برہمی کا اظہار کیا اور کہا تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ حضرمی کے قتل نے تمام کفار قریش کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔ اسی دوران ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا ہوا تھا' ابوسفیان نے وہیں سے مکہ خبر بھیج دی۔ کفار قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور مدینہ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ کفار قریش ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے دفاع کا قصد کیا اور معرکہ بدر پیش آگیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے صرف چودہ نفوس قدسیہ شہید ہوئے ہیں۔ جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے لیکن دوسری طرف قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور صنادید قریش میں سے جو لوگ بہادری اور مردانگی میں نام آور تھے

Marfat.com

سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ان میں شیبہ' عتبہ' ابو جہل' ابوالبختری' زمعہ بن الاسود' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف وغیرہم تھے۔ ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اسیران جنگ کے ساتھ نبی ﷺ نے بہت کریمانہ سلوک کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان تمام کافر قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے برعکس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو پسند کیا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔ اس کی پوری بحث ان شاء اللہ متعلقہ آیات کی تفسیر میں آئے گی۔

غزوہ بدر کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ابو سفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا' حضرت ابو بکر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے' اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا' لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے۔ وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے۔ ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا مجھے ابو سفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابو جہل' عتبہ' شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابو سفیان کے متعلق بتاتا ہوں' جب انہوں نے اس کو چھوڑ کر ابو سفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابو سفیان کا کوئی پتا نہیں لیکن یہاں لوگوں میں ابو جہل' عتبہ' شیبہ' اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا' اس وقت نبی ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا' وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)

(صحیح مسلم مغازی: ۸۳' (۱۷۷۹) ۴۵۴۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۲۶۸' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۱۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ خیمہ میں دعا کر رہے تھے اے اللہ! اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابو بکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یا رسول اللہ! آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے' آپ نے اپنے رب سے بہت گڑگڑا کر دعا کی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسرور ہوتے ہوئے خیمہ سے نکلے درآنحالیکہ آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے (کافروں کا) یہ گروہ عنقریب شکست کھایا ہوا ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے○ بلکہ ان سے (اصل) وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے۔ (القمر: ۴۵۔۴۶)' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۵۳' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۱۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم اصحاب محمد (ﷺ) یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جس نے ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور صرف مومن نے ہی ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور ان کی تعداد تین

Marfat.com

سودس اور کچھ تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۹۵۸' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث:۶۰۱۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا گیا' اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصار کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۹۵۶' جامع الاصول' رقم الحدیث:۶۰۲۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں' اے علی تم کھڑے ہو' اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔ پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۶۶۵' مسند احمد ج ۴' ص ۱۸۴' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث:۶۰۳۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال رضی اللہ غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تاآنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا) سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے مال و دولت کی حفاظت کرے' میں مدینہ میں اس کے مال و دولت کی حفاظت کروں گا۔ جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمٰن" کے نام سے واقف نہیں ہوں' تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔ بہرحال میں نے اس سے معاہدہ کر لیا۔ جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تاکہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔ حضرت بلال رضی اللہ نے اس کو دیکھ لیا' وہ اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے' اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔ پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔ جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کر دیا تاکہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا تم اونٹ کی طرح بیٹھ جاؤ وہ اس طرح بیٹھ گیا۔ میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کی حفاظت کروں۔ وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔ حضرت عبدالرحمٰن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۹۷۱' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث:۶۲۰۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا' میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے اردگرد ان سے زیادہ طاقت ور لوگ ہوتے' اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت

Marfat.com

تک الگ نہیں ہوگا حتی کہ وہ مرجائے جس کی موت پہلے مقرر ہو چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے' میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے' اس پر حملہ کیا اور حتی کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۴۱' صحیح مسلم الجہاد: ۴۲' (۱۷۵۲) ۴۴۸۸' مسند احمد ج ۱' ص ۱۹۲' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۷۳' طبع جدید' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کر چکے تھے' حتی کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تو ابوجہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابوجہل میں ابھی رمق حیات تھی' اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا۔ اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدمی کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے' میری تلوار پکڑ لو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ سے زیادہ دی۔ عتبہ نے ابوجہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابوجہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۶۳' ۳۹۶۲' ۳۹۶۱' صحیح مسلم الجہاد: ۱۱۸' (۱۸۰۰) ۴۵۸۱' جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۰۳۲' ۶۰۳۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے' ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھ لوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے' ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' جس جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نشان لگایا تھا' کوئی کافر اس جگہ سے سرمو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا' کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پا لیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

(صحیح مسلم صفت النار: ۷۶' (۲۸۷۳) ۷۰۸۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۷۴' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر فرمایا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۰' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور کہا ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں' آپ نے فرمایا اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۱۸' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقومات بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو چھڑانے کے لیے مال بھیجا اور انہوں نے وہ ہار بھی بھیج دیا جو ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے ساتھ ان کی رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کا وہ ہار بھی واپس کر دو۔ مسلمانوں نے کہا بسر و چشم۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کہ وہ زینب کو آپ کے پاس آنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور انصار کے ایک شخص کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ تم بطن یاجج (ایک جگہ کا نام) پر ٹھہرنا' حتیٰ کہ تمہارے پاس سے زینب گزریں' پھر تم ان کو ساتھ لے کر یہاں آ جانا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۲' جامع الاصول ج ۸' رقم الحدیث: ۶۰۴۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو انیس مرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر با آواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی! اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما' اے اللہ تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما' اے اللہ اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ ہاتھ پھیلا کر با آواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر گر گئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے' آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی' میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرماؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی......

ابو زمیل نے کہا حضرت ابن عباس نے یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا' اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا' اس مسلمان

Marfat.com

نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا۔ اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ اس دن مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا تمہارا ان قیدیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا یا نبی اللہ! یہ ہمارے عم زاد اور ہمارے قبیلہ کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی اور شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' بخدا یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے تاکہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں۔ آپ عقیل کو حضرت علی کے حوالے کیجئے کہ وہ اس کی گردن اتار دیں اور میرا فلاں رشتہ دار میرے حوالے کریں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ یہ لوگ کافروں کے بڑے اور ان کے سردار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکر کی رائے پسند آئی اور میری رائے پسند نہیں آئی۔ دوسرے دن جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کا صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں' اگر مجھے بھی رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے ایسی صورت بنالوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے مجھ پر پیش آیا ہے' بلاشبہ مجھ پر ان لوگوں کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔ وہ درخت نبی ﷺ کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کفار کا زمین پر خون بہانے سے پہلے ان کو قیدی بنالے ----- سو تم کو جو مال غنیمت حاصل ہے' اس کو کھاؤ درآنحالیکہ یہ حلال اور طیب ہے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا۔

(صحیح مسلم المغازی: ۵۸' (۱۷۶۳) ۴۵۰۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۰' جامع الاصول' ج ۸' رقم الحدیث: ۶۹۱۴)

سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ

انفال (مال غنیمت کے ذخیرہ کے علاوہ کوئی زائد چیز) کے متعلق ایک سوال کا جواب' خوف خدا اور اللہ پر توکل کی تلقین' نماز' صدقہ وخیرات اور جہاد کی ترغیب۔ (النساء: ۶-۱)

کفار کے قافلہ تجارت پر حملہ کرنے کے بجائے لشکر کفار کے خلاف جہاد کرنے کی اہمیت' فرشتوں کی مدد اور ان کا وجہ اطمینان ہونا' مسلمانوں کی تسکین کے لیے ان پر نیند طاری کرنا اور بارش نازل فرمانا' جو مسلمانوں کے لیے مفید اور کفار کے لیے مضر تھی۔ کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم دینا اور کفار کے مقابلہ سے پیٹھ موڑنے کی ممانعت' مسلمانوں کا کفار کو قتل کرنا' دراصل اللہ کا قتل کرنا تھا اور آپ کا خاک پھینکنا بھی درحقیقت اللہ کا خاک پھینکنا تھا۔ بدر کی فتح کے بعد کفار کو متنبہ کرنا کہ اگر تم نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف شرارت کی تو تمہیں پھر سزا دی جائے گی اللہ مسلمانوں کا حامی ہے۔ (الانفال: ۱۹-۷)

مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کا حکم اور نافرمانی کرنے سے ممانعت' جب اللہ اور اس کا رسول بلائیں تو انہیں حاضر ہونے کا حکم' کم تعداد مسلمانوں کا کثیر تعداد کفار پر غالب آنا محض اللہ کی نصرت کی وجہ سے تھا۔ امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت' مال اور اولاد کا فتنہ ہونا' خوف خدا سے گناہ ترک کرنے پر مغفرت کی نوید' ہجرت کے وقت نبی ﷺ پر

Marfat.com

اللہ کا احسان کہ اس نے آپ کو کفار کے شر اور ان کی سازش سے مامون رکھا۔ کفار کا یہ کہنا کہ اگر یہ قرآن برحق ہے تو اس کے انکار کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا' اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں آئے گا حالانکہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔ نماز کے اوقات میں کافروں کا شور مچا کر مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنا اور لوگوں کو اسلام سے روکنا' اور اس وجہ سے ان کا مستحق عذاب ہونا۔ (الانفال: ۳۷-۲۰)

کفار کو قبول اسلام کا حکم دینا ورنہ ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم' خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) کے مصارف کا بیان' کفار کے تجارتی قافلہ کے مقابلہ میں لشکر کفار کے مقابلہ کی ترجیح' فتح بدر کا اسلام کی حجت ہونا' لشکر کفار کو مسلمانوں کی نگاہوں میں کم کر کے دکھانا اور لشکر اسلام کو کفار کی آنکھوں میں زیادہ کر کے دکھانا یہ محض اللہ کی تائید اور نصرت ہے۔ کفار سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دینا اور آپس کے اختلاف اور بزدلی سے منع کرنا۔ ان کافروں کی روش سے اجتناب کا حکم جو اپنے زور اور طاقت پر اکڑتے تھے اور شیطان کے بہکانے میں آگئے اور شیطان کا ان سے بری ہونا۔ (الانفال: ۴۸-۳۸)

منافقین کی مذمت' موت کے وقت کفار کی حالت کا بیان اور آل فرعون کے انجام سے ان کی مشابہت' آل فرعون پر عذاب کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ جن کافروں نے آپ سے عہد شکنی کی' ان کو میدان جنگ میں سزا دینے کا حکم' جو قوم عہد شکنی کرے اس کے معاہدوں کو توڑنے کا حکم' کفار سے جنگ کے لیے آلات حرب جمع کرنے کا حکم' اگر کفار مائل بہ صلح ہوں تو ان سے صلح کرنے کا حکم' اور اگر وہ دھوکا دیں تو آپ اللہ کی نصرت پر توکل کریں۔ اللہ کا مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنا اور آپ کے لیے اللہ کی نصرت اور مسلمانوں کی حمایت کا کافی ہونا۔ (الانفال: ۶۴-۴۹)

آپ کو یہ حکم دینا کہ مسلمانوں کو جہاد پر راغب کریں' پہلے بیس مسلمانوں کو دو سو کافروں سے مقابلہ کا مکلف کرنا' پھر تخفیف کر کے سو مسلمانوں کو دو سو کافروں سے مقابلہ کا مکلف کرنا۔ کفار کا خون بہائے بغیر ان سے فدیہ لینے کا عدم جواز اور اجتہادی خطا کی وجہ سے مسلمانوں کے فدیہ لینے کو معاف کرنا۔ آپ کی وساطت سے بدر کے قیدیوں کو یہ پیغام دیا کہ اگر تمہارے دلوں میں کوئی نیکی ہے تو تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا' اور اگر انہوں نے آپ سے خیانت کا ارادہ کیا تو جس طرح اب وہ شکست اور قید و بند سے دو چار ہوئے ہیں دوبارہ پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک دوسرے کی حمایت اور ولایت کی بنیاد رکھنا اور جو لوگ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کریں وہ مسلمانوں کی ولایت اور حمایت میں داخل نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ دینی معاملات میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد لازم ہے۔ بہ شرطیکہ اس سے تمہارے کسی سابقہ معاہدہ پر زد نہ پڑے۔ کفار ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ اللہ کے احکام پر عمل نہ کرنا بہت بڑے فتنے اور فساد کا موجب ہے۔ مہاجرین' انصار اور مجاہدین کے لیے رزق میں وسعت اور مغفرت کی نوید' بعد میں ایمان لانے والے اور ہجرت کرنے والے بھی پہلوں کے ساتھ لاحق ہیں۔ بعض رشتہ دار دوسرے رشتہ داروں سے زیادہ راجح ہیں ○ (الانفال: ۷۵-۶۵)

سورۃ الانفال کے مقاصد

مال غنیمت کے احکام کا بیان کرنا' مسلمانوں کو چاہیے کہ باہم اتفاق سے رہیں۔ مسلمانوں کا غزوہ بدر کی طرف نکلنا اور قلت تعداد کے باوجود اللہ کی تائید اور نصرت سے کامیابی' دشمن کے خلاف جہاد کی تیاری کرنا' دین کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد کرنا' جس سبب سے مسلمان غزوہ بدر کے لیے نکلے۔ معرکہ بدر میں دونوں جماعتوں کے قتال کی کیفیت' منافقوں کے مکر و فریب سے احتراز کرنا' ان سابقہ امتوں کی مثال جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی اور اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ مسلمانوں اور کافروں کے

Marfat.com

درمیان معاہدوں کے احکام' قیدیوں کے احکام' دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کے احکام' ان تمام امور کو بیان کرنا اس سورت کے اہم مقاصد میں سے ہے۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے سورۃ الانفال کی تفسیر شروع کرتا ہوں۔ الٰہ العالمین! مجھے اس تفسیر میں ہدایت اور صراط مستقیم پر قائم رکھنا اور خطا اور لغزشوں سے محفوظ اور مامون رکھنا۔ مجھے حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب عطا فرمانا اور اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمانا اور اس کو قیامت تک مسلمانوں کے لیے اثر آفرین رکھنا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی آلہ الطاھرین و اصحابہ الکاملین و الاخیار التابعین و العلماء الراسخین من المفسرین والمحدثین والفقہاء المجتہدین وسائر المسلمین الی یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۲/ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

۲۲/ دسمبر ۱۹۹۸ء

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ انفال مدنی ہے اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ

(اے رسول مکرم!) یہ آپ سے انفال (اموال غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا رسول مالک ہے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ

سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم مومن (کامل) ہو تو اللہ

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو ○ وہی لوگ مومن کامل ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

تو ان کے دل خوف زدہ ہو جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیں

Marfat.com

وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ

میں سے خرچ کرتے ہیں ○ یہی لوگ برحق مومن ہیں ان کے رب کے

دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٤ كَمَآ اَخْرَجَكَ

پاس ان کے لیے (بلند) درجات ہیں اور بخشش اور معزز روزی ہے ○ (مال غنیمت کی تقسیم میں ان کا اختلاف

رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

کرنا اسی طرح ہے) جس طرح اس وقت ان کا اختلاف تھا جب آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے باہر لایا تھا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو

لَكٰرِهُوْنَ ۝٥ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا

ناپسند کرنے والا تھا ○ وہ لوگ حق ظاہر ہونے کے باوجود آپ سے اس میں بحث کر رہے تھے، گویا کہ وہ

يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝٦ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

آنکھوں دیکھتے موت کی طرف دھکیلے جا رہے تھے ○ اور (یاد کرو) جب اللہ نے دو گروہوں میں سے

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (قافلہ)

الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ

تمہارے ہاتھ لگے، اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت کرے اور

يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ

کافروں کی جڑ کاٹ دے ○ تاکہ وہ حق کو ثابت کرے اور ناحق کو باطل کر دے

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

خواہ مجرموں کو ناگوار ہو ○ اور (یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا

Marfat.com

لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ

قبول فرمالی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں ○ اور اللہ نے اس کو تمہارے

اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ

لیے صرف خوشخبری بنایا تاکہ اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور نصرت صرف اللہ کی جانب سے ہوتی ہے

اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع ۱ ۱۵

بےشک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) یہ آپ سے انفال (اموال غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا رسول مالک ہے' سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم مومن (کامل) ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ (الانفال:۱)

انفال کا معنی اور اس کے مصداق میں مفسرین کے نظریات

انفال کے معنی میں صحابہ کرام اور اخیار تابعین کا اختلاف ہے' عکرمہ' مجاہد' ضحاک' قتادہ' عطاء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انفال کا معنی ہے: اموال غنیمت۔

عطاء' ابن جریج اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی یہ بھی روایت ہے کہ انفرادی طور پر مشرکوں سے مسلمان جو چیز حاصل کرلیں مثلاً غلام یا سواری وغیرہ وہ انفال ہے' یا مشرکین سے جو چیز چھین لیں یا اس کے لباس سے اتار لیں مثلاً گھوڑا اور تلوار وغیرہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم سے جو چیزیں الگ کرلی جائیں وہ انفال ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: انفال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا گھوڑا انفال میں سے ہے اور مشرکین سے چھینی ہوئی چیزیں انفال میں سے ہیں۔

نیز عطا نے کہا جو چیز بغیر جنگ کے مسلمان انفرادی طور پر مشرکین سے حاصل کرلیں وہ انفال ہے۔

مجاہد سے یہ بھی روایت ہے کہ انفال کا معنی خمس ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے فرمایا ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ انفال مال غنیمت سے وہ زائد چیز ہے جس کو امیر لشکر' لشکر کے بعض یا کل افراد کو بہ طور ترغیب اور تحریص عطا کرتا ہے جس میں ان کی یا تمام مسلمانوں کی بہتری ہو' اور وہ چیز کفار سے چھینے ہوئے سامان میں سے ہوتی ہے یا امیر لشکر تک وہ زائد پہنچتی ہے یا مشرکین کے اسباب میں سے ہوتی ہے' ہم نے اس قول کو اولیٰ اس لیے کہا ہے کہ کلام عرب میں نفل اصل سے زائد چیز کو کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو لشکریوں کے حصہ مال غنیمت سے زائد ہو اور لشکری کو وہ چیز امیر لشکر نے عطا کی ہو جیسے کافر سے چھینا ہوا مال' وہ انفال ہے۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۲۲۸-۲۲۴' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت میں انفال کے ان تمام معانی کا احتمال ہے اور بعض کی بعض پر ترجیح کی کوئی دلیل نہیں ہے' اگر حدیث سے کسی ایک معنی کی تعیین ثابت ہو جائے تو وہی معنی متعین ہو جائے گا۔ ان معانی میں تناقض نہیں ہے اس لیے ان تمام معانی کا ارادہ کرنا جائز ہے اور اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد خمس ہے جو نبی ﷺ کا مال ہے اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے یا تقسیم کے بعد اس میں سے جس کو چاہیں بطور ترغیب عطا فرما دیں' اور جس مجاہد کو یہ ملے گا وہ اس کے حصہ مال غنیمت سے زائد ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۴۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کا مختار یہ ہے کہ انفال سے مراد مال غنیمت ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عظیم غنیمت کو حاصل کیا' اس میں ایک تلوار بھی تھی' میں وہ تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا' اور عرض کیا مجھے یہ تلوار زیادہ دے دیں کیونکہ آپ کو میرا حال معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو لیا ہے۔ میں اس کو وہاں رکھنے گیا' پھر میرے دل میں خیال آیا میں آپ کے پاس دوبارہ گیا اور کہا آپ مجھے یہ تلوار دے دیں! آپ نے بہ آواز بلند فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو لیا ہے اور تب یہ آیت نازل ہوئی: یسئلونک عن الانفال۔ (الانفال: ۱)

(صحیح مسلم فضائل صحابہ: ۴۳' (۱۷۴۸) ۶۱۲۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۴۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۰)

مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کرام کا اختلاف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں' نیز فرمایا اور آپس میں صلح رکھو' اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا مال غنیمت کے حکم میں اختلاف تھا' پھر انہوں نے اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے نبی ﷺ سے سوال کیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انفال (مال غنیمت) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع ہیں' وہ جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا کر دیں۔ مال غنیمت کے حکم میں مسلمانوں کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل روایت سے معلوم ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایسا ایسا کام کیا اس کو فلاں فلاں چیز زائد ملے گی' پس نوجوان آگے بڑھے اور بڑے بوڑھے جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور ان کے ساتھ نہیں گئے' جب اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے کہا تم ہماری پناہ میں تھے' اگر تم شکست کھاتے تو ہماری طرف آتے' تو تم ہمارے بغیر مال غنیمت نہ لو' جوانوں نے اس کا انکار کیا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے یہ مال غنیمت ہمارے لیے رکھا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "یسئلونک عن الانفال" (الآیہ)

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۳۷' السنن الکبریٰ للنسائی' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۹۷' المستدرک' ج ۲' ص ۳۲۶' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی' جامع البیان جز ۹' ص ۲۲۸' الدر المنثور' ج ۴ ص ۶)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے' میں آپ کے ساتھ بدر میں حاضر تھا' مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا' اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی' مسلمانوں کی ایک جماعت ان کا پیچھا کر رہی تھی اور ان کو قتل کر رہی تھی اور مسلمانوں کی دوسری جماعت ان کا مال جمع کر رہی تھی' اور تیسری جماعت رسول اللہ ﷺ کے گرد آپ کی حفاظت کر رہی تھی' مبادا آپ کو دشمن کی طرف سے کوئی ضرر پہنچے' حتیٰ کہ جب رات ہو گئی اور مسلمانوں کی آپس میں

Marfat.com

ملاقات ہوئی تو جن مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا' انہوں نے کہا کہ اس مال میں اور کسی کا حق نہیں ہے' اس مال غنیمت کو ہم نے اکٹھا کیا ہے' اور جن مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کیا تھا انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو بھگایا ہے اور ہم نے اس کو شکست دی ہے' اور جن مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی تھی انہوں نے کہا تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو' ہم نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی تھی' مبادا آپ کسی کافر کے حملہ کی زد میں آ جائیں اور ہم آپ کی حفاظت میں مشغول رہے تب یہ آیت نازل ہوئی- یہ آپ سے اموال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہئے کہ انفال (کے حکم) کے اللہ اور رسول ﷺ مالک ہیں' سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو- پھر رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو ان میں ان کے حصوں کے اعتبار سے تقسیم فرمایا-

(مسند احمد ج ۵' ص ۵۲۴' طبع قدیم' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث: ۲۲۸۲۶' طبع جدید' دار الفکر مسند احمد ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۲۶۶۱' طبع دار الحدیث قاہرہ' شیخ احمد شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے- المستدرک' ج ۲' ص ۳۲۶' مجمع الزوائد' ج ۷' ص ۲۶' الدر المنثور' ج ۴' ص ۵)

تنفیل (کسی نمایاں کارنامہ پر مجاہدوں کو غنیمت سے زائد انعام دینے) میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ خمس (مال غنیمت کے پانچویں حصہ) میں سے امام اجتہاد سے جو انعامات عطا کرے وہ انفال ہیں' اور مال غنیمت کے باقی چار حصوں میں سے نفل (یہ انعام) نہیں دیا جائے گا- ان کے نزدیک اصل مال غنیمت سے نفل دینا اس لیے جائز نہیں کہ مال غنیمت کے مستحقین متعین ہیں اور وہ میدان جہاد میں گھوڑے دوڑانے والے مجاہدین ہیں' اور خمس میں سے عطا کرنا امام کی رائے پر موقوف ہے اور اس کے مستحقین غیر معین ہیں' امام مالک کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا ان کو مال غنیمت میں بہت زیادہ اونٹ ملے اور مال غنیمت میں سے ان کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھے اور ان کو ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ الموطا رقم الحدیث: ۹۸۷ اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ ان کا حصہ بارہ بارہ اونٹ تھے ان کو ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا تو ہر ایک کو تیرہ تیرہ اونٹ مل گئے- (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۴۴)

نیز امام مالک نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین سے لوٹے اور جعرانہ کی طرف جانے لگے اور آپ کی چادر درخت کی شاخوں سے الجھ کر گر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری چادر اٹھا دو' کیا تم کو یہ خطرہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھ کو عطا کیا ہے میں وہ تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر اللہ مجھے تہامہ کے درختوں کے برابر اونٹ بھی عطا کرے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا' پھر تم مجھے بخیل پاؤ گے نہ بزدل نہ جھوٹا- پھر جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں قیام کیا تو فرمایا کسی کے پاس سوئی یا دھاگہ بھی ہے تو دے دے کیونکہ مال غنیمت عار ہے اور نار کا سبب ہے- اس کے بعد آپ نے زمین کو کرید اور اونٹ کا ایک بال یا کوئی چیز اٹھا کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے- اللہ تعالیٰ نے مجھے جو مال عطا فرمایا ہے اس میں سے خمس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جاتا ہے- (محل استدلال یہ آخری جملہ ہے کہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا جاتا ہے)- (الموطا رقم الحدیث: ۹۹۴' مسند احمد ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۱۵۴)

(الجامع لاحکام القرآن ج ۷' ص ۳۵۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

تنفیل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابواسحق ابرہیم بن علی الشیرازی الشافعی المتوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص ایسا کارنامہ انجام دے جس کی وجہ سے دشمن پر فتح حاصل ہو' مثلاً وہ دشمن کی جاسوسی کرے اور اس کے راستوں کو یا اس کے قلعہ کا کھوج لگائے یا وہ ابتداء دارالحرب میں داخل ہو' یا سب کے بعد دارالحرب سے لوٹے تو امام کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو نفل دے (مال غنیمت کے حصہ سے زیادہ دے) کیونکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابتداء میں چوتھائی حصہ زائد عطا فرماتے تھے اور لوٹتے وقت تہائی حصہ' اور زائد کی مقدار لشکر کے امیر کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ وہ جنگی مصلحت کے لیے خرچ کرتا ہے اور بہ قدر عمل دیتا ہے' کیونکہ جو شخص ابتداء میں دارالحرب میں داخل ہوتا ہے اس وقت دشمن اس سے غیر محتاط ہوتا ہے۔ اور جو آخر میں دارالحرب سے لوٹتا ہے اس کو دشمن کے خوف کا زیادہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ ابتداءً دارالحرب میں داخل ہونے والوں کی نسبت آخر میں لوٹنے والوں کو زیادہ حصہ دیتے تھے۔ زائد حصہ مسلمانوں کے بیت المال سے دینا بھی جائز ہے اور اس مال سے بھی دینا جائز ہے جو مشرکین سے لے کر جمع کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے تو یہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے دیا جائے گا۔ کیونکہ سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو نفل (مال غنیمت سے زائد حصہ) خمس میں سے دیا جاتا تھا' اور اس لیے بھی کہ خمس وہ مال ہے جس کو کسی مصلحت میں خرچ کیا جاتا ہے اس لیے وہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے دیا جائے گا' اور نفل کی مقدار کا مجہول رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک عقد کا عوض ہے اور اگر نفل کفار کے مال سے دیا جائے تو پھر اس کا مجہول رکھنا جائز ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے ابتداء میں چوتھائی حصہ رکھا اور لوٹنے میں تہائی رکھا اور یہ مال غنیمت کا ایک مجہول حصہ ہے۔ (کیونکہ مال غنیمت کی مقدار غیر معلوم ہے تو اس کا تہائی یا چوتھائی حصہ بھی غیر معلوم ہوگا۔) (المہذب ج ۲' ص ۲۴۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تنفیل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نفل کا معنی ہے کسی شخص کو اس کے حصہ سے زیادہ دینا' اور اس کی دو نوع ہیں:

نوع اول وہ ہے جس میں نفل کا استحقاق کسی شرط کی وجہ سے ہو' اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں: قسم اول یہ ہے کہ امیر جب دارالحرب میں جہاد کے لیے داخل ہو تو وہ اپنے سامنے ایک لشکر کو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے اور ان کو پانچویں حصہ کے بعد چوتھائی حصہ دینے کا اعلان کرے اور جب وہ واپس لوٹے تو پھر ایک لشکر کو حملہ کرنے کے لیے بھیجے اور ان کو پانچویں حصہ کے بعد تہائی حصہ دینے کا اعلان کرے' اور جب مال غنیمت اکٹھا ہو تو دونوں لشکروں کو حسب اعلان دے پھر باقی مال غنیمت ان دونوں لشکروں سمیت پورے بڑے لشکر میں تقسیم کرے۔ نوع اول کی دوسری قسم یہ ہے کہ امیر اس شخص کے لیے کسی زائد حصہ کا اعلان کرے جو مسلمانوں کے لیے کوئی مفید کام انجام دے' مثلاً امیر یہ کہے کہ جو شخص اس قلعہ میں داخل ہوگا اس کو یہ انعام ملے گا' یا یہ کہے کہ جو شخص قلعہ میں نقب لگائے گا' یا جو شخص کسی کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو یہ انعام ملے گا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا جو شخص کسی قتیل (کافر) کو قتل کرے گا' اس کا سب سامان اس کو ملے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۱۸)

اور یہ انعام مسلمانوں کے مال سے دینا بھی جائز ہے اور مشرکین سے لیے ہوئے مال سے دینا بھی جائز ہے۔ اگر مسلمانوں کے مال سے انعام کا اعلان کیا جائے تو اس کی مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے اور اگر مشرکین کے مال سے انعام کا اعلان کیا جائے تو پھر اس کی مقدار کا مجہول رکھنا بھی جائز ہے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے کسی قتیل کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا

Marfat.com

سامان اس کا ہے' اور سامان کی مقدار مجہول ہے۔

نوع ثانی یہ ہے کہ کسی مسلمان کی کسی خاص کارکردگی کی وجہ سے امام اس کو خصوصی زائد حصہ دے مثلاً اس نے جنگ میں زیادہ مشقت برداشت کی ہو یا کسی اہم معاملہ میں جاسوسی کی ہو یا وہ مقدمۃ الجیش میں ہو یا اور کوئی نمایاں کام کیا ہو تو اس میں بغیر پیشگی شرط کے بھی زائد حصہ دینا جائز ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عیینہ نے نبی ﷺ کے اونٹ لوٹ لیے' حضرت سلمہ بن الاکوع نے ان کا پیچھا کیا تو نبی ﷺ نے ان کو سوار کا حصہ بھی دیا اور پیادہ کا حصہ بھی دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٦٩٧' الکافی' ج ٤' ص ١٣٩-١٣٨' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

تنفیل میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

اگر امام حالت جنگ میں کسی شخص کے لیے تنفیل (زائد حصہ دینے) کا اعلان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' مثلاً یہ کہے کہ جس شخص نے کسی قتیل (کافر) کو قتل کیا تو اسے اس کا سلب (سامان) ملے گا' یا لشکر سے یہ کہے کہ خمس نکالے جانے کے بعد تمہیں اس کا چوتھائی حصہ ملے گا' کیونکہ جنگ پر ابھارنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یایها النبی حرض المومنین علی القتال" (الانفال: ٦٥) اے نبی آپ مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریں۔ اور یہ اعلان بھی ایک قسم کا جنگ پر ابھارنا ہے۔ تنفیل (زائد حصہ دینے کا اعلان کرنا) اس طرح بھی ہو سکتا ہے اور کسی اور طرح بھی ہو سکتا ہے' لیکن امام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کافروں سے حاصل کیے ہوئے تمام مال کا اعلان کردے کیونکہ اس سے تمام مجاہدوں کا حق ضائع ہوگا' ہاں اگر تمام لشکر کے لیے اعلان کردے تو یہ جائز ہے' اور جب مال غنیمت جمع کرکے دارالاسلام میں پہنچا دیا جائے تو پھر کسی کے لیے اعلان نہ کرے' کیونکہ اب اس میں دوسروں کا حق موکد ہو چکا ہے' البتہ خمس میں سے اب بھی اعلان کیا جا سکتا ہے' کیونکہ خمس میں مال غنیمت لینے والوں کا بھی حق ہے اور جب کافر کا سلب (سامان) قاتل کو نہ دیا جائے تو وہ من جملہ مال غنیمت میں سے ہے اور قاتل اور غیر قاتل اس میں برابر ہیں' اور کافر کا سلب اس کے کپڑے' اس کے ہتھیار اور اس کی سواری ہے اور سواری پر جو زین اور دیگر آلات ہوں وہ بھی اس میں داخل ہیں' اسی طرح سواری کے اوپر جو کافر کا سامان ہو وہ بھی اس میں شامل ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی چیز اس میں داخل نہیں ہے۔ پھر تنفیل (خصوصی حصہ دینے کا اعلان) کا حکم یہ ہے کہ اس سے دوسروں کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور مجاہدین اس کے مالک اس وقت ہوتے ہیں جب مال غنیمت دارالاسلام میں پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ اگر امام نے یہ اعلان کیا کہ جس شخص کو کوئی باندی ملی وہ اس کی ہے اور کسی مجاہد کو ایک باندی مل گئی اور اس نے اس کا استبراء کرلیا (یعنی باندی کا حیض گزر گیا) تب بھی اس مجاہد کے لیے اس باندی سے مباشرت کرنا جائز ہے نہ اس کو فروخت کرنا۔ یہ امام حنیفہ اور امام ابویوسف کا قول ہے' امام محمد کے نزدیک یہ دونوں امر جائز ہیں۔ (ہدایہ اولین ص ٥٨٠-٥٧٨' ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی لوگ مومن کامل ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کردیں اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے رہیں۔

(الانفال: ٢)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو بشرطیکہ تم کامل مومن ہو۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ کمال ایمان کمال طاعت کو مستلزم ہے اور کمال ایمان اس وقت حاصل ہوگا جب اللہ کے ذکر سے مسلمان کا دل خوف زدہ ہو اور اللہ کی آیات سن کر اس کا ایمان قوی ہو اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرے' نماز قائم کرے اور

Marfat.com

صدقہ و خیرات ادا کرے' سو ایسے لوگوں کا ہی ایمان کامل ہے اور وہ برحق مومن ہیں۔

وجل کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے: "وجلت قلوبهم" علامہ راغب اصفہانی وجل کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وجل کا معنی ہے خوف محسوس کرنا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا مِنۡكُمۡ وَجِلُوۡنَ ۝ قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ (الحجر: ۵۳-۵۲)

(ابراہیم نے کہا) ہم تم سے ڈر محسوس کر رہے ہیں (فرشتوں نے) کہا آپ مت ڈریے۔

(المفردات' ج ۲' ص ۶۶۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی یہ فرمایا ہے کہ مسلمان اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ (الزمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا' ایسی کتاب جس کی تمام باتیں ایک جیسی ہیں' بار بار دہرائی ہوئی' جو مسلمان اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ ۝ (المؤمنون: ۲-۱)

بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے' وہ جو اپنی نماز میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ (المؤمنون: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيۡطٰنُ يُخَوِّفُ اَوۡلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ (آل عمران: ۱۷۵)

یہ محض شیطان ہے جو (تمہیں) اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرو' اگر تم مومن ہو۔

فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ (المائدہ: ۴۴)

سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ (الملک: ۱۲)

بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں' ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ۝ فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى ۝ (النزعت: ۴۱-۴۰)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: ۴۶)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق احادیث اور آثار

اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو قسمیں ہیں ایک ہے عذاب کے خوف سے گناہوں کو ترک کرنا' یہ خوف عام مسلمانوں کو ہوتا ہے بلکہ عام مسلمانوں میں سے بھی پرہیزگاروں کو ہوتا ہے' اور دوسری قسم ہے اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت سے اور اس کی بے نیازی سے ڈرنا' یہ خوف انبیاء اور مرسلین' اولیاء کاملین اور ملائکہ مقربین کو ہوتا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ قرب ہوتا ہے اس کو اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کو جاننے والا ہوں۔

(صحیح مسلم صوم: ۷۹' (۱۱۱۰)' ۲۵۵۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۳۸۹' سنن کبریٰ للنسائی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۲۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے! (یا آپ کے بال سفید ہو گئے) آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود' سورۃ الواقعہ اور سورۃ المرسلات نے بوڑھا کر دیا۔ (ان سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے' یعنی قیامت کی ہولناکیوں کے خوف سے آپ کے بال سفید ہو گئے۔)

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴' ص ۳۵۰' المستدرک ج ۲' ص ۳۴۳' المعجم الکبیر ج ۱۷' ص ۲۸۶' رقم الحدیث: ۷۹۰' کامل ابن عدی ج ۲' ص ۶۶۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے' اور میں وہ آوازیں سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے' بے شک آسمان چرچرا رہا ہے (خوف خدا سے ڈری ہوئی آوازیں نکال رہا ہے) اور اس پر حق ہے کہ وہ چرچرائے' اور اللہ کی قسم اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ' اور تم بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دو اور تم گھر سے باہر صحن میں نکل جاؤ اور بہ آواز بلند اللہ سے فریاد کرو۔ حضرت ابوذر نے کہا اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ' تو میں نے سورۃ النساء پڑھی۔ حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء: ۴۱)

اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث' ۳۲۶۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۴' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث: ۳۵۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۶۵' المعجم الکبیر ج ۸' رقم الحدیث' ۸۴۶۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۲۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰' ص ۲۳۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے' آپ ایک قبر کے

Marfat.com

کنارے بیٹھ گئے اور آپ رونے لگے حتیٰ کہ قبر کی مٹی بھیگ گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اے میرے بھائیو! اس کی مثل کے لیے تیاری کرو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روؤ' اگر تم رونہ سکو تو رونے جیسی شکل بنا لو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس بندہ مومن کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلے خواہ وہ مچھر کے سر جتنا ہو' پھر وہ آنسو رخسار کے سامنے کے حصہ کو مس کرے اللہ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۷)

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے درخت پر ایک پرندے کو بیٹھا دیکھ کر کہا تیرے لیے کتنی خیر ہے اے پرندے تو پھل کھاتا اور درخت پر بیٹھتا ہے' کاش میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھا لیتے!

(کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۲۴۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش میں ایک تنکا ہوتا! کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا! کاش میں پیدا نہ ہوتا کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔ (کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۲۳۴)

حمید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ حرم بن حیان اور عبداللہ بن عامر اپنی سواریوں پر جا رہے تھے' راستہ میں خشک گھاس ملی تو ان کی اونٹنیاں اس گھاس کی طرف دوڑیں اور ان میں سے ایک نے وہ گھاس کھالی۔ حرم نے عبداللہ سے کہا کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم یہ گھاس ہوتے اور تم کو یہ اونٹنی کھا کر چلی جاتی' عبداللہ نے کہا اللہ کی قسم میں اس کو پسند نہیں کروں گا' بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے گا' بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں' بیشک میں یہ امید رکھتا ہوں۔ حرم نے کہا اللہ کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو تاکہ میرے دل کی بات مانی جائے گی تو میں یہ پسند کرتا کہ میں خشک گھاس ہوتا اور مجھے یہ اونٹنی کھا کر چلی جاتی۔ (کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۲۳۷)

زیاد بن مخراق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ نے کہا میری خواہش ہے کہ میں اپنے گھر کا ایک مینڈھا ہوتا' گھر میں کوئی مہمان آتا اور مجھے ذبح کر دیا جاتا اور گھر والے مجھے کھا لیتے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۲۳۸)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ نے کہا کاش میں ایک مینڈھا ہوتا' مجھے گھر والے ذبح کر دیتے اور میرا گوشت کھا لیتے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں گھاس ہوتا اور مجھے تیز ہوا کے دن آندھی اڑا کر لے جاتی۔ (کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۲۴۱)

اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کاش میں ایک درخت ہوتی جس کو کاٹ دیا جاتا! کاش میں پیدا نہ کی جاتی۔

(کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۱' الطبقات الکبریٰ' ج ۷' ص ۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۲ ص ۲۵۲-۲۵۱)

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے کہا کاش میں پرندہ ہوتا۔ (کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۲)

قاسم بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے پاس ایک شخص نے کہا کاش میں اصحاب الیمین سے ہوتا' حضرت عبداللہ نے کہا کاش مجھے مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا۔ (کتاب الزہد للوکیع' رقم الحدیث: ۱۶۳)

یعقوب بن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے درخت پر ایک پرندے کو دیکھ کر کہا کاش میں اس پرندہ کی جگہ ہوتا۔

(کتاب الزہد للوکیع' رقم الحدیث: ۱۶۵)

Marfat.com

حضرت عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ کی زندگی کے آخری ایام میں ایک انصاری نوجوان ان کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ اللہ کی بشارتوں سے خوش ہو جائیں' آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں جس کا آپ کو علم ہے' اور پھر آپ خلیفہ بنے تو آپ نے عدل کیا' پھر ان تمام فضائل کے بعد آپ کو شہادت نصیب ہوئی' حضرت عمر نے کہا اے میرے بھتیجے! کاش یہ سب برابر سرابر ہو جائے' مجھ کو عذاب ہو نہ ثواب ملے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۹۲)

حضرت عثمان رضی اللہ کے آزاد کردہ غلام ھانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی' ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر رونے لگتے ہیں! حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے' اگر انسان کو اس سے نجات مل جائے تو بعد کی منزلیں زیادہ آسان ہوتی ہیں اور اگر اس سے نجات نہ ملے تو بعد کی منزلیں اور مشکل ہوں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جو بھی ہولناک منظر دیکھا قبر کا منظر اس سے زیادہ ہولناک تھا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۸' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۵۲' صحیح ابن حبان ج ۹' رقم الحدیث: ۲۹۹۲' مسند احمد ج ۹' رقم الحدیث: ۷۹۳۰)

حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ان صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی' اس کے باوجود یہ صحابہ اللہ کی بے نیازی اور جلال ذات سے اس قدر خوف زدہ رہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کاش میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھا لیتے یا میں ایک پرندہ ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا اور حضرت عثمان رضی اللہ قبر کو دیکھ کر بے اختیار روتے تھے اور دیگر کبار صحابہ بھی اللہ تعالیٰ کے جلال ذات اور حساب و کتاب کی شدت سے گھبرا کر اور خوف کی زیادتی سے یہ کہتے تھے کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا' یا میں خشک گھاس ہوتا جس کو جانور کھا لیتے' یا کوئی حلال جانور ہوتا جس کو مسلمان ذبح کر کے کھا لیتے اور مجھے حساب و کتاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچ جاتا۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کی تحقیق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیں۔ اس آیت سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ محققین اور امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان بسیط ہے اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی' اس کی تحقیق یہ ہے کہ امام اعظم اور محققین کے نزدیک نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں' اس لیے اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی اور نفس ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کے ائمہ ثلاثہ اور محدثین بھی قائل نہیں ہیں اور ائمہ ثلاثہ اور محدثین ایمان کامل میں اعمال کے داخل ہونے کے قائل ہیں' اور ایمان کامل میں اعمال کے دخول کے امام اعظم اور محققین بھی قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایمان میں ان سب کے نزدیک اعمال داخل نہیں ہیں اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی اور ایمان کامل میں ان سب کے نزدیک اعمال داخل ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اور اس آیت میں جو فرمایا ہے اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیں۔ اس سے ایمان کامل ہی مراد ہے۔

اصل میں یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے' امام شافعی وغیرہ کے نزدیک جب ایمان کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے ایمان کامل مراد ہوتا ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور امام اعظم کے

Marfat.com

نزدیک جب ایمان کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے نفس ایمان مراد ہوتا ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی' اور دونوں جانب دلائل ہیں۔

اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے البقرہ: ۳ میں کردی ہے' اس لیے جو قارئین' ایمان کے تمام مذاہب' دلائل اور ان میں محاکمہ جاننا چاہیں وہ اس کا مطالعہ کرلیں۔

اس کے بعد فرمایا ہے: اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں' توکل کی تفصیل اور تحقیق ہم نے آل عمران: ۱۵۹ میں بیان کر دی ہے' اس کے لیے تبیان القرآن' ج ۲' ص ۱۳۹ کا مطالعہ فرمائیں' اس آیت میں حصر فرمایا ہے یعنی یہ صرف اللہ سے ڈرنے والوں کی صفت ہے کہ وہ صرف اللہ کے فضل اور اس کی نصرت اور اعانت پر اعتماد کرتے ہیں اور اللہ کے ماسوا سے بالکلیہ مستغنی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (الانفال: ۳)

مال حرام سے نجات کے طریقے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تین باطنی صفات بیان فرمائیں تھیں۔

۱- وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔

۲- اللہ کی آیات سن کر ان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

۳- اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

اور ان کے باطن کی پاکیزگی پر ظاہری پاکیزگی مترتب ہوتی ہے اور قلب کی جلاء اور صفاء کا قالب پر اثر ہوتا ہے' اس لیے اس کے بعد ان کے ظاہر کی دو صفات بیان فرمائیں کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں' بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہے' اس لیے اس کا ذکر فرمایا' اور اللہ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرنا مالی عبادت ہے اس میں زکوۃ' صدقات' نماز' اور جہاد کے لیے خرچ کرنا' مساجد پر خرچ کرنا' کنویں کھدوانا' لائبریریاں قائم کرنا' دینی مدارس کی امداد کرنا اور سماجی اور رفاہی امور پر خرچ کرنا داخل ہے۔ اور ان تمام نیک کاموں میں حلال مال سے خرچ کرنا چاہیے حرام مال سے نیکی کرنا اور سماجی اور رفاہی امور پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس مال حرام کی حرمت قطعی ہو' اس کو صدقہ کرنا کفر ہے اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ یہ مال حرام ہے اور پھر بھی وہ دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال جس کا ہے اس کو واپس کردے۔ اگر وہ شخص مرچکا ہو تو اس کے ورثاء کو واپس کردے۔ اور اگر ان کا پتا نہ چل سکے تو اس مال کے مالک کی طرف سے اس کو صدقہ کرکے اس کا ثواب اس کو پہنچادے' اور اگر اس نے حرام ذرائع سے روپیہ کمایا ہو تو اس مال کو اپنے پاس نہ رکھے اور اپنے ذمہ سے بری ہونے کی نیت سے کسی فقیر یا حاجت مند کو دے دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی لوگ برحق مومن ہیں' ان کے رب کے پاس ان کے لیے (بلند) درجات ہیں اور بخشش اور معزز روزی ہے۔ (الانفال: ۴)

میں یقیناً مومن ہوں یا میں انشاء اللہ مومن ہوں کہنے میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف

آیات سابقہ میں تین باطنی اور دو ظاہری صفات ذکر کی گئی ہیں یعنی اللہ کا ذکر سن کر دل کا خوفزدہ ہونا' آیات سن کر ایمان زیادہ ہونا اور صرف اللہ کے فضل اور اس کی نصرت پر اعتماد اور توکل کرنا' اور نماز قائم کرنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' اور جو مسلمان ان پانچوں صفات کے ساتھ متصف ہوں ان کے متعلق فرمایا اولٰئک ھم المومنون حقا۔ "وہی برحق مومن

Marfat.com

ہیں" اور ظاہر ہے کوئی مسلمان جزم اور یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان صفات کے ساتھ متصف ہوں اور برحق مومن ہوں۔ کیونکہ جو مسلمان ان صفات کے ساتھ متصف ہوں' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ برحق مومن ہیں اور ان کے لیے ان کے رب کے پاس (جنت میں) بلند درجات ہیں اور بخشش اور عزت والی روزی ہے' سو یہ کہنا کہ میں برحق مومن ہوں' اس کہنے کو مستلزم ہے کہ میں جنتی ہوں اور کوئی شخص یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میں جنتی ہوں تو وہ یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میں برحق مومن ہوں' ورنہ اس کا اس آیت کے نصف اول پر ایمان ہوگا اور باقی نصف پر ایمان نہیں ہوگا۔ اس بناء پر ائمہ ثلاثہ کا یہ مذہب ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ "انا مؤمن حقا" (میں برحق مومن ہوں) بلکہ اس کو یہ کہنا چاہیے "انا مؤمن انشاء اللہ" (انشاء اللہ میں مومن ہوں۔)

ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزر ہوا' آپ نے ان سے پوچھا: اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی۔ انہوں نے کہا میں نے اس حال میں صبح کی درآنحالیکہ میں برحق مومن تھا' آپ نے فرمایا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے' سو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے کہا میں دنیا سے بے رغبت ہوں' میں رات بھر بیدار رہا اور دن بھر پیاسا رہا (یعنی روزہ سے رہا) اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا تھا وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے تھے اور گویا کہ میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا تھا وہ بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے حارث! تم نے معرفت حاصل کرلی ہے۔ تم ان (مذکورہ) تین اوصاف کو لازم رکھنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ١١' ص ٤٣' المعجم الکبیر ج ٣' رقم الحدیث: ٣٣٦٧' مسند البزار رقم الحدیث: ٣٢ کتاب الزہد للبیہقی رقم الحدیث: ٩٧١' مجمع الزوائد ج ١' ص ٥٧' کنز العمال رقم الحدیث: ٣٦٩٨٨' الدر المنثور ج ٤' ص ١٣)

امام رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ اور امام قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ نے درج ذیل اثر سے بھی ائمہ ثلاثہ کے موقف پر استدلال کیا ہے۔

حسن بصری سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ مومن ہیں؟ انہوں نے کہا ایمان کی دو قسمیں ہیں: اگر تم مجھ سے اللہ' فرشتوں' کتابوں' رسولوں اور یوم آخرت کے ایمان کے متعلق سوال کرتے ہو تو میں مومن ہوں' اور اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ مومن صرف وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ (الانفال: ٢) تو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں مومن ہوں یا نہیں۔ (تفسیر کبیر ج ٥' ص ٤٥٤-٤٥٣' الجامع لاحکام القرآن جز ٧' ص ٣٢٩' بیروت)

مبحث مذکور میں فریقین کے درمیان محاکمہ

اس مبحث میں تحقیق یہ ہے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں:

١- نفس ایمان یعنی دل سے ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے۔

٢- ایمان کامل یعنی دل سے تصدیق کرنا' زبان سے اقرار کرنا اور تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنا۔

نفس ایمان کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہے کہ میں برحق مومن ہوں' اور ایمان کامل کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کیونکہ ایمان کامل میں اعمال بھی داخل ہیں اور انسان کو تصدیق بالقلب پر ہرچند کہ یقین ہوتا ہے لیکن مستقبل میں احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکتا آیا مستقبل میں وہ نیک عمل کرے گا یا نہیں۔ اس لیے ایمان کامل کے اعتبار سے اس کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ میں برحق مومن ہوں بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں۔ امام ابوحنیفہ جب مطلقاً لفظ ایمان بولا

Marfat.com

جائے تو اس سے نفس ایمان مراد لیتے ہیں اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ میں برحق مومن ہوں یا میں یقیناً مومن ہوں۔ ائمہ ثلاثہ جب لفظ ایمان مطلقاً بولا جائے تو اس سے مومن کامل مراد لیتے ہیں اس لیے وہ کہتے ہیں کہ میں یقیناً مومن ہوں کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔

"میں یقیناً مومن ہوں" کہنے کے دلائل

علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

بہ شمول امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کثیر سلف صالحین کا یہ موقف ہے کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں اور امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور اکثرین نے اس سے منع کیا ہے' کیونکہ انسان کو یہ معلوم ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور فرشتوں' کتابوں' رسولوں' تقدیر اور یوم آخرت کی تصدیق ہے اور اس تصدیق کے تحقق اور ثبوت میں کوئی شک اور تردد نہیں ہے' اور جس شخص کو اس تصدیق کے تحقق میں شک اور تردد ہو گا' وہ قطعی طور پر مومن نہیں ہو گا اور جب اس کو شک اور تردد نہیں ہے تو پھر انشاء اللہ میں مومن ہوں' کہنے کو ترک کرنا اولیٰ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میں حقاً اور یقیناً مومن ہوں' اور تصدیق میں شک اور تردد کے وہم کو دور کیا جائے۔ اور جو ائمہ "میں انشاء اللہ مومن ہوں" کہنے کے قائلین ہیں' ان کے دلائل اور ان دلائل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

"میں انشاء اللہ مومن ہوں" کہنے کے دلائل کا تجزیہ

۱۔ میں مومن ہوں کے ساتھ انشاء اللہ' اللہ کے ذکر کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اور ادب کے لیے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں' اور اپنے نفس سے تکبر کو دور کرنے کے لیے' اور تردد مستقبل کے اعتبار سے ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل سے صرف اس قول کی صحت معلوم ہوتی ہے نہ کہ "میں انشاء اللہ مومن ہوں" کی ترجیح "میں یقیناً مومن ہوں" کہنے پر۔ اور تردد کا وہم بہرحال باقی رہتا ہے اور تبرک اور ادب کی ایمان کے ساتھ کیا تخصیص ہے' یہ تو باقی نیک اعمال اور عبادات میں بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ تصدیق ایمانی' جس پر نجات کی مدار ہے وہ ایک مخفی امر قلبی ہے اور شیطان اور خواہش اس کے معارض ہوتے رہتے ہیں۔ ہرچند کہ انسان کو اس کے حصول کا یقین ہوتا ہے لیکن وہ اس خطرہ سے مامون نہیں ہے کہ اس کو کوئی ایسی چیز لاحق ہو جائے جو نجات کے منافی ہو' خاص طور پر جب وہ احکام شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ کی تفصیلوں کو دیکھتا ہے تو اس کو بعض احکام اور ممنوعات اپنی خواہشات کے خلاف دکھائی دیتے ہیں اور بہت سی چیزیں جو اس کے نزدیک لذیذ اور پسندیدہ ہیں اور شرعاً ممنوع ہیں اور کتنی مرتبہ وہ احکام شرعیہ کے مقابلہ میں اپنے نفس کے تقاضوں پر عمل کر لیتا ہے تو بہتر ہے کہ وہ اپنے ایمان کو اللہ کی مشیت کے سپرد کر دے اور کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقریر ایمان کامل میں جاری ہوتی ہے نہ کہ نفس ایمان میں۔

۳۔ امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ ایمان فی الحال قطعاً ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن جس ایمان پر کامیابی اور نجات کا مدار ہے یہ وہ ایمان ہے جو پوری زندگی میں موت تک قائم رہے اور کوئی شخص جزم اور یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تاحیات مومن رہے گا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا' اس وجہ سے سلف صالحین نے یہ کہا' کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں" کہنا چاہیے' اس لیے اب اشاعرہ پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ جب انسان ایمان کے ساتھ متصف ہے تو وہ یقیناً مومن ہے اور انشاء اللہ میں مومن ہوں کہنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ میں انشاء اللہ زندہ ہوں کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے' کئی لوگ زندگی

Marfat.com

میں نیک اور صالح ہوتے ہیں اور ان کا خاتمہ بدکاری پر ہوتا ہے اور کئی لوگ پوری زندگی مومن ہوتے ہیں اور ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے' اور انسان کچھ نہیں جانتا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا کفر پر اور وہ اللہ کے علم میں مومن ہے یا نہیں' وہ ہرچند کہ اس وقت قطعاً اور یقیناً مومن ہے اور اس میں کوئی شک اور تردد نہیں لیکن وہ کفر پر خاتمہ سے ڈرتا ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ پر خاتمہ کی امید رکھتا ہے۔ اس لیے انجام بخیر کی امید سے وہ کہتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں' یعنی جس طرح اب میں قطعاً اور یقیناً مومن ہوں تو اگر اللہ نے چاہا تو میں تادم مرگ مومن ہی رہوں گا اور ایمان پر آئندہ بھی برقرار رہوں گا اور یہ قول برحق ہے اور اس آیت کے موافق ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (الکہف: ۲۴-۲۳)

اور آپ کسی چیز کے متعلق ہرگز یہ نہ کہیں کہ میں اس کام کو کل کرنے والا ہوں' مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب آپ بھول جائیں تو آپ اللہ کو یاد کریں۔

یہ تقریر بالکل درست ہے لیکن اس تقدیر پر مطلقاً یہ کہنا درست نہیں ہے کہ میں یقیناً مومن ہوں' نہیں کہنا چاہیے بلکہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں کہنا چاہیے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ حال کے اعتبار سے میں یقیناً مومن ہوں کہنا چاہیے اور مآل اور خاتمہ کے اعتبار سے میں ان شاء اللہ مومن ہوں کہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ صحت اور عافیت کے ساتھ ایمان پر ہماری زندگی برقرار رکھے اور عزت اور کرامت کے ساتھ ایمان پر ہمارا خاتمہ کرے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی ہر آفت اور بلا اور ہر فکر اور پریشانی سے محفوظ رکھے اور ہمیں دارین کی فوز و فلاح عطا فرمائے اور آخرت میں سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب کی رفاقت عطا فرمائے۔ (آمین)

(شرح المقاصد ج ۵' ص ۲۱۷-۲۱۵' ملخصاً' وموضحاً' مطبوعہ منشورات الرضی ایران' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (مال غنیمت کی تقسیم میں ان کا اختلاف کرنا اسی طرح ہے) جس طرح اس وقت ان کا اختلاف تھا جب آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے باہر لایا تھا' اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرنے والا تھا ۝ وہ لوگ حق ظاہر ہونے کے باوجود آپ سے اس میں بحث کر رہے تھے' گویا کہ وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف دھکیلے جا رہے تھے۔ (الانفال: ۶-۵)

بعض صحابہ کے نزدیک لشکر کفار سے مقابلہ کا ناگوار ہونا' اس کا پس منظر اور پیش منظر

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ قریش کا قافلہ شام سے مکہ آرہا تھا' اور اس میں بہت زیادہ غلہ اور ساز و سامان تھا' اس قافلہ کے ساتھ چالیس سوار تھے۔ ان میں ابوسفیان' عمرو بن العاص' اور دوسرے کفار قریش تھے' حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اس قافلہ کی خبر دی' آپ نے مسلمانوں کو بتایا وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ وہ قافلہ پر حملہ کر کے اس کا مال و متاع چھین لیں گے' کیونکہ اس قافلہ میں مال بہت زیادہ تھا اور اس کے محافظ کم تھے' جب وہ قافلہ پر حملہ کے ارادہ سے نکلے تو اہل مکہ کو اس کی خبر ہوگئی' ابوجہل نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر ندا کی' اے اہل مکہ ہر مشکل اور رسوائی سے اپنے آپ کو بچاؤ اگر (سیدنا) محمد (ﷺ) نے قافلہ لوٹ لیا' تو تم ہرگز فلاح نہ پاسکو گے' ان ہی دنوں عباس بن عبد المطلب کی بہن نے ایک خواب دیکھا اور اپنے بھائی سے کہا میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے' میں نے دیکھا ہے کہ ایک شتر سوار آیا اور اس نے پکار کر کہا اے عہد شکن قوم تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف دوڑو' اور اس نے پہاڑ سے ایک چٹان الگ کرلی اور مکہ کے ہر گھر میں اس چٹان سے ایک پتھر ٹوٹ کر پہنچ گیا' عباس نے یہ خواب ابوجہل کو سنایا تو ابوجہل نے کہا کہ تم

Marfat.com

مردوں کی نبوت پر راضی نہ ہوئے تھے کہ تمہاری عورتوں نے دعویٰ نبوت کرنا شروع کر دیا' پھر ابوجہل تمام اہل مکہ کو لے کر نکلا اور یہ بہت بڑا لشکر تھا' ابوجہل کو بتایا گیا کہ ابوسفیان کے قافلہ نے ساحل کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور وہ محفوظ ہو چکا ہے' تم اب لوگوں کو واپس مکہ لے جاؤ۔ اس نے کہا نہیں! خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا' حتیٰ کہ ہم اونٹوں کو ذبح کریں گے' شراب پئیں گے اور ہماری باندیاں آلات موسیقی کے ساتھ گانا سنائیں گی اور تمام قبائل عرب ہمارے خروج کی خبر سن لیں گے' اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چند کہ قافلہ کو نہیں لوٹا لیکن وہ اپنی قوم کو لے کر میدان بدر میں آ چکے ہیں' اور میدان بدر میں تمام قبائل عرب سال میں ایک بار بازار لگاتے تھے' ادھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے' تجارتی قافلہ یا لشکر قریش! نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور فرمایا قریش مکہ' ہر مشکل اور ہر مصیبت کا چیلنج قبول کر کے مکہ سے نکل کر یہاں آن پہنچے ہیں' تمہارے نزدیک تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا پسندیدہ ہے یا لشکر کفار پر حملہ کرنا' اصحاب نے کہا بلکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی بہ نسبت تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا' آپ نے فرمایا تجارتی قافلہ تو ساحل سمندر کے راستے مکہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور اب وہ تمہاری دست برد سے محفوظ ہے' اور ادھر ابوجہل اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے سر پر پہنچ چکا ہے۔ اصحاب نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ! قافلہ کا پیچھا کیجئے اور دشمن کو چھوڑیے' جب نبی ﷺ غضب ناک ہوئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اچھی باتیں کہیں' پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے' اور کہا آپ وہی کام کیجئے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے' اور آپ جو بھی ارادہ کریں گے ہم آپ کے ساتھ ہیں' اللہ کی قسم اگر آپ عدن کی طرف بھی روانہ ہوئے تو انصار میں سے کوئی شخص آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا' پھر حضرت مقداد بن عمرو نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے' اور آپ جو بھی ارادہ کریں گے' ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے۔ جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ کریں ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں۔ (المائدہ: ۲۴) بلکہ ہم آپ سے یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جنگ کریں ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے جب تک ہماری آنکھوں کی پلکیں جھپکتی رہیں گی' پھر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا اللہ کی برکت سے روانہ ہو' بے شک میں قوم کفار کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ (الحدیث)

(دلائل النبوۃ' ج ۳' ص ۳۴-۲۸' ملخصا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

اس قصہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ لشکر قریش سے مقابلہ کرنا صرف بعض اصحاب کو ناگوار تھا تمام صحابہ کو ناگوار نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرنے والا تھا' اور یہ فرمایا ہے کہ ''وہ حق ظاہر ہونے کے باوجود آپ سے اس میں بحث کر رہے تھے'' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لشکر کفار سے مقابلہ کرنے کی بجائے قافلہ کے مال و متاع کی وجہ سے اس پر حملہ کرنے کو ترجیح دیتے تھے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کو یہ بتا چکے تھے کہ اس مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گی اور ان کی بحث یہ تھی کہ ہم تو قافلہ پر حملہ کرنے کی نیت سے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ اور آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا تاکہ ہم اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی اچھی طرح تیاری کر لیتے' پھر ان پر لشکر کفار کا جو رعب اور ہیبت طاری تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال سے تشبیہ دی ہے جو آنکھوں دیکھے موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں' ان کے خوف کی وجہ یہ تھی کہ لشکر کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد ایک تہائی تھی' اور ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور باقی پیادہ تھے اور ان کے پاس ہتھیار بھی بہت کم تھے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کرو) جب اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (قافلہ تجارت) تمہارے ہاتھ لگے' اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دےO تاکہ وہ حق کو ثابت کردے اور ناحق کو باطل کردے خواہ مجرموں کو ناگوار ہو۔ (الانفال: ۸-۷)

ابوسفیان کے قافلہ تجارت پر حملہ کو بعض صحابہ کے ترجیح دینے کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان قریش کے چند سواروں کے ساتھ شام سے آ رہا تھا' وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے' جب نبی ﷺ کو اس قافلہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو بلایا اور ان کو بتایا کہ اس قافلہ میں بہت مال اور سامان ہے اور اس کے محافظوں کی تعداد بہت کم ہے تو صحابہ مدینہ سے باہر نکلے' ان کا ارادہ صرف ابوسفیان اور اس کے سواروں پر حملہ کرنے کا تھا اور وہ صرف مال غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے اور ان کو یہ خیال نہیں تھا کہ کوئی بہت بڑی جنگ ہوگی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ لگے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۲۰۹)

علی بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین کی تفسیر میں فرمایا ابوسفیان تجارتی قافلہ لے کر شام سے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا تھا' اہل مدینہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے' اہل مکہ کو یہ خبر پہنچ گئی تو وہ بہت عجلت میں قافلہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب اس قافلہ پر غالب نہ آ جائیں۔ ادھر وہ قافلہ نبی ﷺ کی زد سے باہر نکل گیا' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا' صحابہ کے نزدیک قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ آسان اور زیادہ پسندیدہ تھا اور اس میں مال غنیمت کے حصول کی زیادہ توقع تھی۔ جب وہ قافلہ مسلمانوں کے حملہ کی زد سے باہر نکل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کفار سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا جو ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے قصد سے مدینہ کی سرحد پر پہنچ چکا تھا' مسلمانوں کو ان کی عددی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کی وجہ سے ان سے مقابلہ کرنا ناگوار لگا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۲۱۳)

اس سے پہلے ہم نے دلائل النبوۃ کے حوالے سے جو ذکر کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے ناراض ہوئے۔ یہ بعد کی بات ہے جب واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین نازل ہو چکی تھی اور یہاں جو ہم نے جامع البیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صحابہ کے ساتھ قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نکلے' یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ابن زید اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے قصد سے بدر کی طرف روانہ ہوئے' ادھر شیطان سراقہ بن جعشم کی شکل میں اہل مکہ کے پاس گیا اور انہیں گمراہ کرنے کے لیے کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب تمہارے قافلہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور تمہاری شوکت اور قوت کے مقابلہ میں وہ لوگ ٹھہر نہیں سکتے' پھر وہ مسلح ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے مقام روحاء پر جاسوس بھیجے ہوئے تھے انہوں نے آ کر آپ کو لشکر کفار کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے تجارتی قافلہ یا لشکر کفار میں سے کسی ایک کا وعدہ فرمایا ہے' مسلمانوں کے نزدیک قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ پسندیدہ تھا کیونکہ اس میں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہیں تھا' اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۲۱۶)

Marfat.com

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت: ۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت کر دے۔ پھر آیت: ۸ میں فرمایا تاکہ حق کو ثابت کر دے اور ناحق کو باطل کر دے اور بظاہر یہ تکرار ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں حق کو ثابت کرنے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں حق کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح اور نصرت عطا فرمائے اور دوسری آیت میں حق کو ثابت کرنے سے مراد ہے دین اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت کو ثابت کرنا اور کفار کے باطل عقائد کا بطلان واضح کرنا اور معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح دین اسلام کے غلبہ اور سرفرازی کا سبب بنی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں○ اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے خوش خبری بنایا تاکہ اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور نصرت صرف اللہ کی جانب سے ہوتی ہے' بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ (الانفال: ۱۰-۹)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ حق کو ثابت کرے گا اور ناحق کو باطل فرمائے گا' اور اس آیت میں یہ فرمایا کہ جو لوگ دین حق پر قائم ہیں جب وہ اللہ تعالیٰ سے کسی مصیبت اور امتحان کے موقع پر فریاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔

غزوہ بدر کے دن نبی ﷺ کا گڑگڑا کر دعا کرنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن نبی ﷺ نے مشرکین کی تعداد کی طرف دیکھا اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو اور کچھ تھے' پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا فرما۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی' رسول اللہ ﷺ اسی طرح دعا فرما رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی چادر کندھے سے ڈھلک گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کے کندھے پر رکھی اور آپ سے لپٹ گئے۔ اور کہا اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ نے اللہ عزوجل سے بہت فریاد کر لی ہے عنقریب آپ کا رب آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں۔

(صحیح مسلم الجہاد ۵۸' (۱۷۶۳) ۴۵۰۷' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۳۰۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث' ۲۶۹۰' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۴۷۹۳' مسند احمد ج۱' ص ۲۰۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی' ج۶' ص ۳۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج ۳' ص ۵۳-۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۱۰' ص ۳۵۰' ج ۱۴' ص ۳۶۶-۳۶۵' جامع البیان رقم الحدیث ۱۲۲۲۴' جز ۹' ص ۲۵۱)

احادیث میں یہی مذکور ہے کہ اس وقت نبی ﷺ دعا فرما رہے تھے' لیکن قرآن مجید میں جمع کا صیغہ ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ کرام دعا کر رہے تھے اور بظاہر یہی اقرب ہے کیونکہ صحابہ کرام کو دشمن کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی سے بہت خوف تھا۔ تاہم ان میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ نبی ﷺ دعا فرما رہے تھے اور صحابہ اس پر آمین کہہ رہے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں۔ اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے خوش خبری بنایا تھا تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں

Marfat.com

اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔ جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال بھی کیا تھا یا نہیں۔ اس میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے' ہم اس سلسلہ میں فرشتوں کے قتال کے متعلق پہلے احادیث اور آثار بیان کریں گے پھر اس مسئلہ میں علماء اسلام کے نظریات بیان کریں گے اور آخر میں اپنا موقف پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار

قرآن مجید کی مذکور الصدر آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں کا نزول مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ہوا تھا اور ان کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے' قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال بھی کیا تھا' البتہ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال بھی کیا تھا' ہم پہلے وہ احادیث پیش کریں گے' پھر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہیں جنہوں نے گھوڑے کے سر کو پکڑا ہوا ہے اور ان پر جنگی ہتھیار ہیں۔

(صحیح بخاری ج ۲' ص ۵۷۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا' جو اس سے آگے تھا' اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا۔ اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا' جیسے کوڑا لگا ہو' اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا' اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ (صحیح مسلم ج ۲' ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام محمد بن عمر بن واقد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے عماموں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا' ان کے عماموں کا رنگ سبز' زرد اور سرخ تھا' اور ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

ابورہم غفاری اپنے ابن عم سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا عم زاد بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے تھے' جب ہم نے دیکھا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھ لوگوں کی تعداد کم ہے اور قریش کی تعداد زیادہ ہے تو ہم نے کہا جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگا تو ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے لشکر پر حملہ کریں گے' پھر ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کی بائیں جانب چلے گئے' اور ہم کہہ رہے تھے کہ یہ تو قریش کے لشکر کا چوتھائی ہیں' جس وقت ہم مسلمانوں کے لشکر کی بائیں جانب جا رہے تھے تو ایک بادل نے آ کر ہم کو ڈھانپ لیا' ہم نے اس بادل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ہمیں مردوں اور ہتھیاروں کی آوازیں سنائی دیں' اور ہم نے سنا ایک شخص اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا "حیزوم آگے بڑھو" اور ہم نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے

Marfat.com

ٹھہرو' پیچھے سے آؤ' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب اترے' پھر ان کی طرح ایک اور جماعت آئی اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھی' پھر جب ہم نے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ قریش سے دگنے نظر آئے' میرا عم زاد فوت ہو گیا' اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

سائب بن ابی حبیش اسدی' حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بیان کر رہے تھے کہ بہ خدا مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا تھا' ان سے پوچھا پھر کس نے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا جب قریش نے شکست کھائی تو میں نے بھی ان کے ساتھ شکست کھائی' مجھے سفید رنگ کے ایک طویل القامت شخص نے گرفتار کیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا' اس نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا' حضرت عبدالرحمن بن عوف آئے تو انہوں نے مجھے بندھا ہوا پایا' حضرت عبدالرحمن لشکر میں اعلان کر رہے تھے کہ اس شخص کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ تو کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے مجھے گرفتار کیا ہے' حتیٰ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جایا گیا' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابن ابی حبیش! تم کو کس نے گرفتار کیا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کو بتلانا ناپسند کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو فرشتوں میں سے ایک کریم فرشتے نے گرفتار کیا ہے' اے ابن عوف! اپنے قیدی کو لے جاؤ! تو حضرت عبدالرحمن مجھے لے گئے۔ سائب نے کہا میں نے ایک عرصہ تک اس بات کو مخفی رکھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کو موخر کرتا رہا بالآخر میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے) میں نے اس دن دیکھا آسمان ایک سیاہ چادر سے ڈھکا ہوا ہے' اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان سے کوئی چیز آ رہی ہے۔ جس سے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی تائید کی گئی ہے' اور اسی وجہ سے شکست ہوئی اور یہ فرشتے تھے۔

امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعائیں کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: "اے اللہ! اپنا وعدہ پورا فرما۔" اور کہہ رہے تھے: اے اللہ! اگر آج یہ جماعت مغلوب ہو گئی تو پھر شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا" اور حضرت ابوبکر آپ سے کہہ رہے تھے کہ بہ خدا! اللہ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو سرخرو کرے گا' پھر اللہ عزوجل نے دشمن کی جانب ایک ہزار لگاتار فرشتے نازل کیے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! خوشخبری ہو! یہ جبرائیل ہیں جو زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں' ان کے دانتوں پر غبار ہے وہ آسمان اور زمین کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے آ رہے ہیں' جب وہ زمین پر اترے تو ایک ساعت کے لیے مجھ سے غائب ہوئے' پھر ظاہر ہوئے اور کہہ رہے تھے کہ جب آپ نے مدد طلب کی تو اللہ کی مدد آ گئی۔

امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مٹھی میں کنکریاں لیں اور یہ کہہ کر کفار کی طرف پھینکیں کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں' اے اللہ! ان کے دلوں پر رعب طاری کر اور ان کے قدم اکھاڑ دے' پھر اللہ کے دشمن شکست کھا گئے اور مسلمان' کافروں کو قتل کر رہے تھے اور کفار کو قید کر رہے تھے۔ اور مشرکوں کے چہرے اور ان کی آنکھیں خاک میں اٹی ہوئی تھیں اور ان کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ خاک کہاں سے آئی اور مومنین اور فرشتے ان کو قتل کر رہے تھے۔

(کتاب المغازی' ج ۱' ص ۸۱-۷۵' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' الطبعۃ الثالثۃ)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن حاضر تھے۔ انہوں نے اپنی بینائی چلے جانے کے بعد کہا اگر میں تمہارے

Marfat.com

ساتھ اس وقت بدر میں ہوتا اور میں بینا بھی ہوتا تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکلے تھے۔
(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۸۱ ' جامع البیان ج ۴ ص ۵۰ ' سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۴)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:
حضرت ابوداؤد مازنی نے کہا میں جنگ بدر کے دن مشرکین میں سے ایک شخص کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ میں اس کو قتل کروں۔ سو میرے تلوار مارنے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ میرے علاوہ کسی اور نے اس کو قتل کیا ہے۔
(زاد المسیر ج ۱ ص ۴۵۳-۴۵۲ ' سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۶۳۳ ' جامع البیان ج ۴ ص ۵۰)

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان مکہ کے لوگوں میں جنگ کے احوال بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا ہم نے زمین اور آسمان کے درمیان سفید رنگ کے سوار دیکھے جو چتکبرے گھوڑں پر سوار تھے' وہ ہم کو قتل کر رہے تھے اور ہم کو قید کر رہے تھے' ابورافع نے کہا وہ فرشتے تھے۔
مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جس شخص نے عباس کو گرفتار کیا وہ حضرت ابوالیسر تھے۔ حضرت ابوالیسر دبلے پتلے آدمی تھے اور عباس بہت جسیم تھے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالیسر سے پوچھا تم نے عباس پر کیسے قابو پایا؟ انہوں نے لہا یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص نے میری مدد کی تھی میں نے اس کو اس سے پہلے نہ دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی تھی۔
مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم بدر کے سوا ملائکہ نے کسی دن بھی قتال نہیں کیا' باقی ایام میں وہ عددی قوت اور مدد کے لیے آتے تھے' قتال نہیں کرتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب تک اللہ نے چاہا قریظہ اور نضیر کا محاصرہ کرتے رہے' اور ہم کو فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر ہم واپس آگئے' سو جس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں اپنا سر دھو رہے تھے' اچانک آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا اے محمد! ﷺ آپ نے اپنا اسلحہ اتار دیا اور فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں اتارے' پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک کپڑا منگایا اور اس کو سر پر لپیٹا اور سر نہیں دھویا' پھر آپ نے ہمیں بلایا ہم سب آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ ہم قریظہ اور نضیر کے پاس پہنچے' اس دن اللہ تعالیٰ نے ہماری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی' اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہم اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے۔ (جامع البیان' جز ۴' ص ۵۲-۵۰)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ خندق سے واپس آئے تو آپ نے ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمایا' آپ کے پاس جبرائیل آئے اور کہا آپ نے ہتھیار اتار دیے بخدا ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپ ان کی طرف نکلئے۔ آپ نے پوچھا کس طرف؟ جبرائیل نے کہا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا سو نبی ﷺ ان کی طرف روانہ ہوئے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں' جبرائیل کے چلنے سے بنو غنم کی گلیوں میں غبار بلند ہو رہا تھا' جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ (صحیح بخاری' ج ۲' ص ۵۹۱-۵۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
فرشتوں کے قتال کے متعلق جس قدر اہم روایات ہم کو دستیاب ہوئیں ہم نے ان سب کو یہاں ذکر کر دیا ہے' فرشتوں کی مدد کا معاملہ تو کئی غزوات میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہوئے' لیکن فرشتوں کا نزول ان کے جنگ کرنے کو مستلزم

Marfat.com

نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی عددی قوت کو بڑھانے کے لیے' ان کی دلجمعی کے لیے' ان کو مطمئن کرنے کے لیے' جنگ میں ان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے' دشمنوں پر رعب طاری کرنے کے لیے اور ان کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے فرشتوں کا نزول ہوا تھا' انہوں نے کفار کے خلاف جنگ میں عملاً حصہ نہیں لیا کیونکہ انسانوں کا فرشتوں سے مقابلہ کرانا اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کی حکمت کے خلاف ہے' مقابلہ ایک جنس کے افراد میں ہوا کرتا ہے' جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ فرشتوں نے کفار سے قتال کیا تھا ان میں بعض سنداً ضعیف ہیں اور بعض میں تاویل اور توجیہ ہے۔

جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء

امام ابوجعفر محمد ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں فرشتوں کے نازل کرنے کی آیات ہیں۔ ان کی تفسیر میں صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کی طرف سے یہ خبر دی کہ آپ نے مسلمانوں سے یہ فرمایا کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کرے' سو اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کا وعدہ فرمالیا' پھر ان سے پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ فرمالیا' بشرطیکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور ان آیتوں میں اس پر دلیل نہیں ہے کہ ان کی تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور نہ اس پر دلیل ہے کہ ان کی مدد نہیں کی گئی تھی' اس لیے فرشتوں کا مدد کرنا اور نہ کرنا دونوں امر جائز ہیں' اور ہمارے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی یا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی' اور بغیر کسی صحیح حدیث کے ان میں سے کسی چیز کا قول کرنا جائز نہیں ہے' البتہ قرآن مجید میں یہ دلیل ضرور ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی گئی تھی اور وہ یہ آیت ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (الانفال: ۹)	جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے مدد کرنے والا ہوں۔

(جامع البیان ج ۴' ص ۵۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اہل تفسیر اور اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن فرشتوں کو نازل کیا اور انہوں نے کفار سے قتال کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرشتوں نے جنگ بدر کے سوا اور کسی دن قتال نہیں کیا اور باقی غزوات میں فرشتے عددی قوت کے اظہار اور مدد کے لیے نازل کیے گئے تھے' لیکن انہوں نے عملی طور پر قتال میں کوئی حصہ نہیں لیا' اور یہی جمہور کا قول ہے۔ لیکن ابوبکر اصم نے اس کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا ہے اور ان کے حسب ذیل دلائل ہیں:

۱- تمام روئے زمین کو تباہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ کافی ہے' حضرت جبرائیل نے اپنے ایک پر سے قوم لوط کے چار شہروں کی زمین کو تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک اٹھایا پھر اس کو زمین پر پلٹ کر پھینک دیا اور قوم لوط تباہ ہو گئی تو پھر جنگ بدر کے دن ان کو کافروں سے لڑنے کی کیا حاجت تھی؟ پھر ان کے ہوتے ہوئے باقی فرشتوں کی کیا ضرورت تھی۔

۲- قتل کیے جانے والے تمام بڑے بڑے کافر مشہور تھے اور یہ معلوم تھا کہ فلاں کافر کو فلاں صحابی نے قتل کیا ہے تو پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا تھا۔

Marfat.com

۳۔ اگر فرشتے کفار کو انسانی شکل میں نظر آ رہے تھے تو پھر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیرہ سو یا تین ہزار یا اس سے زائد ہو جائے گی حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کافروں سے کم تھی' اور اگر وہ غیر انسانی شکل میں تھے تو کفار پر سخت رعب طاری ہونا چاہیے تھا حالانکہ یہ منقول نہیں ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے شبہات وہی شخص پیش کر سکتا ہے جو قرآن مجید اور نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو لیکن جو قرآن مجید اور احادیث پر ایمان رکھتا ہو اس سے اس قسم کے شبہات بہت بعید ہیں' سو ابوبکر اصم کے لائق نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے قتال کا انکار کرے جب کہ قرآن مجید میں فرشتوں کی مدد کرنے کا ذکر ہے اور فرشتوں کے قتال کرنے کے متعلق جو احادیث ہیں وہ تواتر کے قریب ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب قریش جنگ احد سے واپس ہوئے تو وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس مرتبہ ہم نے وہ چتکبرے گھوڑے اور سفید پوش انسان نہیں دیکھے جن کو ہم نے جنگ بدر میں دیکھا تھا' ابوبکر اصم کے شبہات کا جب ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مقابلہ میں جائزہ لیتے ہیں تو وہ زائل ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ اپنے کسی کام پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳' ص ۴۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ہم کسی مشرک پر تلوار مارتے اور ہماری تلوار پہنچنے سے پہلے اس کا سر دھڑ سے الگ ہو جاتا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (الانفال: ۱۲)	جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں پر رعب طاری کروں گا' تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کے ہاتھوں قتل کیے ہوئے کافر الگ پہچانے جاتے تھے' ان کی گردنوں کے اوپر تلوار کے وار تھے اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب تھی' اور ہر ضرب ایسی تھی جیسے آگ سے جلی ہوئی ہو' امام بیہقی نے ان تمام کافروں کا ذکر کیا ہے' اور بعض علماء نے کہا کہ فرشتے قتل کرتے تھے اور کافروں میں ان کی ضرب کی علامت صاف ظاہر تھی' کیونکہ جس جگہ وہ ضرب لگاتے تھے وہ جگہ آگ سے جل جاتی تھی۔ حتیٰ کہ ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم نے مجھے قتل کیا ہے؟ مجھے اس شخص نے قتل کیا کہ باوجود میری پوری کوشش کے میرا نیزہ اس کے گھوڑے تک نہیں پہنچ سکا' اور اس قدر زیادہ فرشتے نازل کرنے کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل پر سکون رہیں' اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان فرشتوں کو مجاہد بنا دیا' سو ہر وہ لشکر جو صبر و ضبط سے کام لے اور محض ثواب کی نیت سے لڑے فرشتے آ کر اس کے ساتھ قتال کرتے ہیں' حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا کہ جنگ بدر کے سوا اور کسی جنگ میں فرشتوں نے قتال نہیں کیا' اور باقی غزوات میں وہ صرف عددی قوت کے اظہار اور مدد کے لیے آتے تھے' اور بعض علماء نے کہا یہ کثرت فرشتوں کو نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دعا کریں' تسبیح پڑھیں اور لڑنے والوں کی عددی قوت میں اضافہ کریں' اس قول کی بناء پر فرشتوں نے جنگ بدر میں بھی قتال نہیں کیا وہ صرف دعا کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ لیکن

Marfat.com

پہلی رائے کے قائلین زیادہ ہیں۔

قتادہ نے کہا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جنگ بدر میں مدد کی گئی تھی۔ حسن نے کہا یہ پانچ ہزار فرشتے قیامت تک مسلمانوں کے مددگار ہیں۔ شعبی نے کہا نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کی مدد کرنا چاہتا ہے' نبی ﷺ اور مسلمانوں پر یہ خبر شاق گزری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کی بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ (آل عمران: ۱۲۵-۱۲۴) کرز کو جب مشرکوں کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ ان کی مدد کے لیے نہیں آیا اور لوٹ گیا' اور اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے نہیں بھیجے اور ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد کی گئی تھی' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنگ بدر کے دن یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈریں اور بچیں تو اللہ تعالیٰ ان کی تمام جنگوں میں مدد فرمائے گا اور مسلمان جنگ خندق کے سوا اور کسی جنگ میں ثابت قدم نہیں رہے اور صرف اسی جنگ میں نافرمانی سے ڈرے تو جب انہوں نے قریظہ کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی (انزال) ملائکہ سے مدد فرمائی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جنگ احد کے متعلق ہے اگر وہ اس میں ثابت قدم رہتے اور نافرمانی نہ کرتے تو پانچ ہزار فرشتوں سے ان کی مدد کی جاتی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ میں نے جنگ بدر کے دن دو سفید پوش آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں بہت شدت سے قتال کرتے ہوئے دیکھا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد ان آدمیوں کو نہیں دیکھا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو اور عام صحابہ کی فرشتوں کے قتال سے مدد نہ کی گئی ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن' ج ۴' ص ۱۹۵-۱۹۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

مفتی محمد عبدہ لکھتے ہیں:

فرشتوں کی مدد معنوی تھی جس سے مسلمان ثابت قدم رہے اور ان کے ارادے پختہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ نے ان (فرشتوں کے نازل کرنے) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ (آل عمران: ۱۲۶) یعنی تاکہ کفار کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر تمہارے دلوں میں گھبراہٹ پیدا نہ ہو' سو تمہاری تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل کیے' اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تم سے فرشتوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ محض تمہیں خوشخبری دینے اور تمہاری تسکین کے لیے ہے' کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل کرنے کا وعدہ نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جو مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے اس کو نقل فرمایا ہے' اور فرشتوں کی مدد کا محمل یہ ہے کہ اس سے دشمن کے دل میں رعب واقع ہو گا اور خوف پیدا ہو گا اور مسلمان جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور فرشتے ان کو جنگ کے متعلق عمدہ تدبیریں القاء کریں گے۔ چنانچہ نبی ﷺ وادی کے قریب ترین راستے میں اتر گئے تھے اور آپ نے اس راستہ کو دشمن سے مخفی رکھا اور آپ نے بہت مناسب جگہ لشکر کو ٹھہرایا اور لشکر کی پشت پہاڑ کی طرف رکھی اور تیر اندازوں کو پیچھے کھڑا کیا' اگر ان تدبیروں میں سے کوئی تدبیر بھی بروئے کار نہ لائی جاتی تو مشکل پیش آتی۔

بعض سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے جنگ احد میں لڑائی میں حصہ لیا' امام ابن حجر نے اس کی نفی کی ہے اور

Marfat.com

حضرت ابن عباس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتوں نے صرف جنگ بدر میں قتال کیا ہے اور کسی جنگ میں قتال نہیں کیا' ابوبکر اصم نے اس کا بہت شدت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ہی تمام روئے زمین کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے' اتنے فرشتے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی' نیز ہر کافر کے متعلق معلوم ہے کہ اس کو فلاں صحابی نے قتل کیا ہے پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا تھا' نیز اگر فرشتے انسانی شکلوں میں دکھائی دے رہے تھے تو مسلمانوں کی تعداد کافروں سے بہت زیادہ ہو گئی' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيٓ اَعْيُنِهِمْ (الانفال: ۴۴) اور اللہ تم کو ان کی نگاہوں میں کم دکھا رہا تھا۔

اور اگر فرشتے انسانی شکلوں میں نظر آ رہے تھے تو لازم آئے گا کہ بغیر کسی فاعل کے سر کٹ کٹ کر گر رہے ہوں' پیٹ چاک ہو رہے ہوں اور اعضاء کٹ کٹ کر گر رہے ہوں اور یہ بہت عظیم معجزہ تھا اور اس کو تواتر سے نقل ہونا چاہیے تھا۔

امام رازی نے جو ابوبکر اصم کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوبکر اصم کا یہ قول قرآن مجید کے خلاف ہے تو قرآن مجید میں کہیں یہ نص صریح نہیں ہے کہ فرشتوں نے بالفعل قتال کیا ہے' البتہ سورہ انفال میں غزوہ بدر کے سیاق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مدد کرے گا' اور اس مدد کا یہ معنی ہے کہ فرشتے مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھیں گے اور ان کی نیت درست رکھیں گے کیونکہ فرشتے انسانوں میں الہام وغیرہ کے ساتھ تاثیر کرتے ہیں' اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے کہ اور اللہ نے اس (نزول ملائکہ) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں۔ (آل عمران: ۱۲۶' الانفال: ۱۰)

باقی رہا یہ کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کی مدد آئی اور جنگ احد کے دن نہیں آئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے احوال ان دنوں میں مختلف تھے' جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی اور کسی پر نظر نہیں تھی اور انہوں نے اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کی' اور جنگ احد میں سب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت نہیں کی بلکہ بعض مسلمان آپ کی مقرر کی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔

(المنار ج ۴' ص ۱۱۵-۱۱۲' ملخصاً مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں کے قتال کرنے میں اختلاف ہے اور بعض احادیث فرشتوں کے قتال کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

(انوار التنزیل ص ۲۳۵' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ فرشتوں نے کفار کے خلاف قتال کیا تھا یا قتال نہیں کیا تھا' بلکہ فرشتوں کا نازل ہونا صرف مسلمانوں کی تقویت کے لیے تھا اور ان کے دشمنوں کو کمزور کرنے کے لیے تھا' اس کی تفصیل ''کشاف'' میں ہے۔

(عنایۃ القاضی' ج ۴' ص ۲۵۶' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ)

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا غزوہ بدر میں فرشتوں کو بھیجنا صرف تمہیں مدد کی بشارت دینے کے لیے تھا' جیسے بنی اسرائیل کے لیے سکینہ کو نازل کیا گیا تھا۔ یعنی تم نے اپنی قلت تعداد اور ضعف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا اور فریاد کی تو تمہیں مدد کی بشارت دینے کے لیے فرشتوں کو نازل فرمایا تاکہ تمہیں سکون حاصل ہو اور تمہارے دل مطمئن ہوں اور (حقیقت میں) امداد صرف اللہ

Marfat.com

کی جانب سے ہے' اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرو کہ فرشتوں نے مدد کی ہے' کیونکہ تمہاری اور فرشتوں کی مدد کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور فرشتوں کی مدد کرنا اللہ کی طرف سے بطور اسباب ہے اور جس کی اللہ مدد فرمائے وہی منصور ہے۔ (الکشاف ج ۲' ص ۲۰۲' مطبوعہ ایران' ۱۴۱۳ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس امداد کو محض بشارت اور مسلمانوں کے دلوں کے اطمینان کے لیے نازل کیا ہے' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا اور یہ بعض علماء کا مذہب ہے' اور بعض احادیث میں اس کی دلیل ہے حضرت ابواسید نے نابینا ہونے کے بعد کہا اگر میں اس وقت بدر میں ہوتا اور بینا ہوتا تو تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جس سے فرشتے نکل رہے تھے۔ (روح المعانی ج ۹' ص ۱۷۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں صراحتہً یہ مذکور نہیں ہے کہ فرشتوں نے جنگ بدر میں قتال کیا' البتہ سورہ انفال کی اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ۔ (الانفال: ۱۲)

جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کروں گا' تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اس آیت سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے بالفعل لڑائی میں حصہ لیا' لیکن جن حضرات نے اسے مستبعد جانا ہے ان کا خیال ہے کہ فاضربوا میں خطاب مومنین سے ہے اور انہیں مارنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لیکن اس آیت کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ (ضیاء القرآن' ج ۲' ص ۱۳۴' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ ابو محمد ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یا تو فرشتوں سے خطاب ہے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور یا مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم کافروں کو قتل کرو۔ (المحرر الوجیز ج ۸' ص ۲۷' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا تھا وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کے قول کی حکایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھتے تھے' ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور فرشتے مومنوں سے یہ کہتے تھے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (روح المعانی' ج ۹' ص ۱۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جو معنی واضح ہے وہ یہی ہے کہ اس آیت میں فرشتوں کے ثابت قدم رکھنے کی تفسیر ہے اور فرشتے مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (البحر المحیط' ج ۵' ص ۲۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

Marfat.com

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روایات میں ہے بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کیے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ (تفسیر بر حاشیہ قرآن 'مطبوعہ سعودی عربیہ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

ابوداؤد مازنی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک مشرک کی گردن مارنے کے لیے اس کے درپے ہوا۔ اس کا سر میری تلوار کے پہنچنے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا تو میں نے جان لیا کہ اس کو کسی اور نے قتل کیا۔

(تفسیر بر حاشیہ قرآن 'مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہیں ان کی بناء پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال میں یہ کام نہیں لیا ہو گا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں' بلکہ شاید اس کی صورت یہ ہو گی کی کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تفہیم القرآن 'ج ۲' ص ۱۳۴ 'مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن 'لاہور)

مفتی محمد شفیع کا کلام اس مسئلہ میں واضح نہیں ہے' انہوں نے دو ٹوک طریقے سے نہ تو فرشتوں کے قتال کا قول کیا ہے اور نہ صراحتہً اس کی نفی کی ہے۔ سورہ آل عمران کی تفسیر میں قتال ملائکہ کی بعض روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

یہ سب مشاہدات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کہ ملائکۃ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت کا یقین دلانے کے لیے کچھ کچھ کام ایسے بھی کیے ہیں کہ گویا وہ بھی قتال میں شریک ہیں اور در اصل ان کا کام مسلمانوں کی تسلی اور تقویت قلب تھا۔ فرشتوں کے ذریعہ میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہیں تھا' اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں جنگ و جہاد کے فرائض انسانوں پر عائد کیے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو فضائل و درجات حاصل ہوتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کرائے جائیں تو دنیا میں کفر و کافر کا نام ہی نہ رہتا' حکومت و سلطنت کی تو کیا گنجائش تھی' مگر اس کارخانہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہی نہیں۔ (معارف القرآن 'ج ۲' ص ۱۷۴ 'مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ)

اور سورہ انفال کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں فرشتوں کو دو کام سپرد کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کی ہمت بڑھائیں۔ یہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے میدان میں آ کر ان کی جماعت کو بڑھائیں اور ان کے ساتھ مل کر قتال میں حصہ لیں' اور اس طرح بھی کہ اپنے تصرف سے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیں اور ان میں قوت پیدا کر دیں۔ دوسرا کام یہ بھی ان کے سپرد ہوا کہ فرشتے خود بھی قتال میں حصہ لیں اور کفار پر حملہ آور ہوں۔ اس آیت سے ظاہر یہی ہے کہ فرشتوں نے دونوں کام انجام دیے۔ مسلمانوں کے دلوں میں تصرف کر کے ہمت و قوت بڑھائی اور قتال میں بھی حصہ لیا' اور اس کی تائید چند روایات حدیث سے بھی ہوتی ہے جو تفسیر در منثور اور مظہری میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور قتال ملائکہ کی عینی شہادتیں صحابہ کرام سے نقل کی ہیں۔

(معارف القرآن 'ج ۴' ص ۱۹۷ 'مطبوعہ ادارۃ المعارف 'کراچی' ۱۳۹۷ھ)

شیخ امین احسن اصلاحی متوفی ۱۴۱۷ھ لکھتے ہیں:

اس زمانہ کے بعض کم سوادوں نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ فرشتوں کی فوج اتارنے کا وعدہ محض مسلمانوں کو ذرا بڑھاوا دینے کے لیے تھا تاکہ وہ ہمت کر کے کفار سے بھڑ جائیں۔ ان کے خیال میں قرآن نے جنگ کے بعد خود یہ راز کھول دیا کہ

Marfat.com

یہ بات محض تمہاری تسلی کے لیے کہہ دی گئی تھی اس کی حقیقت کچھ نہیں تھی، گویا نعوذ باللہ پہلے تو اللہ میاں نے مسلمانوں کو چکمہ دیا اور خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دیا کہ اب کے تو میں نے تمہیں چکمہ دے کر لڑا دیا آئندہ میرے بھرے میں نہ آنا' فرشتوں ورشتوں کی بات محض ایک بھڑ کی تھی' شاید یہ حضرات اللہ میاں کو اپنے برابر بھی عقلمند نہیں سمجھتے۔

(تدبر قرآن' ج ۳' ص ۴۴۵-۴۴۴' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن' ۱۴۱۹ھ)

یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی انہوں نے جس غیر سنجیدہ انداز سے تعبیر کی ہے وہ قابل صد افسوس اور مذمت ہے۔

شیعہ مفسر شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن جبرائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اور میکائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے' جبرائیل دائیں جانب تھے اور میکائیل بائیں جانب تھے' انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور عمامہ کا شملہ کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا' انہوں نے مشرکوں کے ساتھ جنگ کی اور ان کو مغلوب کیا' اور ماضی اور مستقبل میں سے جنگ بدر کے سوا اور کسی دن میں فرشتوں کو جہاد کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کو صرف جنگ بدر کے دن جہاد کا حکم دیا گیا تھا' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مشرک کے ساتھ جنگ کرتا تو اس مشرک کے سر کے اوپر سے تازیانہ کی آواز آتی اور جب مسلمان شخص نظر اوپر اٹھاتا تو وہ مشرک زمین پر پڑا ہوتا اور اس کے سر کے اوپر تازیانہ کا نشان ظاہر ہوتا اور وہ شخص کسی اور کو نہ دیکھتا' اور جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جن کو حق تعالیٰ نے تمہاری مدد کے لیے بھیجا تھا' اور حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے شہید اور قریش کے مقتولین میں یہ فرق تھا کہ ہمارے شہداء پر زخموں کے نشانات تھے اور قریش کے مقتولین پر زخموں کے نشانات نہیں تھے۔ (منہج الصادقین' ج ۴' ص ۱۶۸' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

آیۃ اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے' بعض اس کے معتقد ہیں کہ فرشتے اپنے مخصوص اسلحہ کے ساتھ نازل ہوئے تھے اور انہوں نے دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کی ایک جماعت کو خاک پر گرا دیا' اور اس سلسلہ میں انہوں نے کچھ روایات کو بھی نقل کیا ہے' اور مفسرین کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ فرشتے صرف مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے' ان کے دلوں کو تقویت دینے اور ان کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے نازل ہوئے تھے۔ اور یہی قول حقیقت سے قریب تر ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱- آل عمران: ۱۲۶ اور الانفال: ۱۰ میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کو فتح کی بشارت دینے کے لیے ہوا تھا۔

۲- اگر کفار کو فرشتوں نے قتل کیا تھا تو مجاہدین بدر کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے؟

۳- جنگ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے تھے' جن میں سے کچھ کو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور باقی کو دوسرے مجاہدین نے' اور تاریخ میں یہ محفوظ ہے کہ کس کافر کو کس مسلمان نے قتل کیا تھا تو پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا تھا۔

(تفسیر نمونہ' ج ۷' ص ۱۰۵-۱۰۴' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' ایران' ۱۳۶۹ھ)

غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق امام رازی کا تبدیل شدہ نظریہ

آل عمران: ۱۲۷-۱۲۵ کی جو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کی ہے اس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ الانفال: ۱۰ کی تفسیر میں امام

Marfat.com

رازی نے اس سے مختلف تقریر کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کی تقویت اور ان کو فتح اور نصرت کی بشارت دینے کے لیے تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ لشکر اسلام کی دائیں جانب تھے۔ اور حضرت میکائیل پانچ سو فرشتوں کے ساتھ لشکر اسلام کی بائیں جانب تھے اور اس لشکر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور وہ فرشتے مردوں کی صورت میں سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور انہوں نے کفار سے قتال کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ان فرشتوں نے غزوہ بدر میں قتال کیا تھا اور غزوہ احزاب اور غزوہ حنین میں قتال نہیں کیا تھا۔ اور روایت ہے کہ ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا تھا وہ آواز کہاں سے آتی تھی جس کو ہم سنتے تھے اور بولنے والا نظر نہیں آتا تھا' حضرت ابن مسعود نے کہا وہ فرشتے تھے' تب ابوجہل نے کہا تو پھر انہوں نے ہم کو شکست دی ہے تم نے نہیں دی' اور روایت ہے کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا پیچھا کر رہا تھا اچانک اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑا مارنے والے کی آواز سنی' اس نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو وہ نیچے گرا پڑا تھا اور اس کا چہرہ شق ہو گیا تھا' اس انصاری نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ آسمان سے مدد آئی تھی۔ علماء کی دوسری جماعت نے یہ کہا کہ فرشتوں نے قتال بالکل نہیں کیا' وہ صرف مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بڑھانے کے لیے آئے تھے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے' ورنہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کے لیے صرف ایک فرشتہ ہی کافی ہے' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے ایک پر سے قوم لوط کے تمام شہروں کو تباہ اور برباد کر دیا تھا اور قوم ثمود کے شہروں کو اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو صرف ایک چیخ سے ہلاک کر دیا تھا۔ غزوہ بدر میں فرشتوں کی امداد کی کیفیت سورہ آل عمران میں بہت تفصیل سے ذکر کی گئی ہے۔ غزوہ بدر میں فرشتے قتال کے لیے نازل نہیں ہوئے تھے اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ۔ (الانفال: ۱۰)

اور فرشتوں کو نازل فرمانا صرف تمہیں بشارت دینے کے لیے تھا اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن رہیں۔

فراء نے یہ کہا کہ "وماجعلہ" کی ضمیر لگاتار فرشتوں کی طرف لوٹتی ہے' یعنی لگاتار فرشتوں کو بھیجنا صرف تمہیں بشارت دینے کے لیے تھا اور زجاج نے بھی یہی کہا ہے کہ لگاتار فرشتوں کو بھیجنا صرف بشارت دینے کے لیے تھا۔ اور یہ تفسیر اولیٰ ہے کیونکہ فرشتوں کی امداد بشارت سے حاصل ہو گئی تھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے دعا کر رہے تھے اور آپ کی دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی' پھر آپ نے حضرت ابوبکر کے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کی مدد کی بشارت لو' میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرئیل گھوڑے پر سوار آ رہے ہیں۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کو نازل کرنے سے صرف خوشخبری دینا مقصود تھا۔ اور یہ اس بات کی نفی کرتی ہے کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا' اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ "مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے"۔ (الانفال: ۱۰) اور اس سے اس امر پر تنبیہہ کرنا مقصود ہے کہ ہرچند کہ فرشتے مومنین کی موافقت میں نازل ہوئے تھے' لیکن مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اس پر اعتماد نہ کریں' بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی اعانت اور امداد' اس کی ہدایت اور اس کے کافی ہونے پر اعتماد کریں۔ کیونکہ اللہ ہی عزیز اور غالب ہے جس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا اور وہی ایسا قاہر ہے جس پر کوئی قہر نہیں کر سکتا' اور وہی حکیم ہے اور وہ اپنی حکمت سے جانتا ہے کہ کس جگہ نصرت کرنی چاہیے سو وہ اس جگہ نصرت فرماتا ہے۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی صریح آیات اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتے صرف مسلمانوں کو بشارت دینے اور ان کو تقویت دینے کے لیے نازل ہوتے تھے' اور انہوں نے خود جنگ نہیں کی۔ اس کے برخلاف بعض دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے خود جنگ کی تھی' لیکن یہ احادیث چونکہ قرآن مجید کی ان صریح آیات سے معارض ہیں اس لیے ان کو ترک کر دیا جائے گا' نیز اگر فرشتوں نے یہ لڑائی لڑی ہوتی تو پھر کوئی صحابی بھی اس جنگ میں زخمی یا شہید نہ ہوتا' حالانکہ چودہ صحابی شہید ہوئے' اور متعدد زخمی ہوئے' نیز اگر یہ فرشتوں کا کارنامہ تھا تو اصحاب بدر کا کوئی کمال نہ ہوا اور ان کی اس قدر فضیلت نہ ہوئی۔ اور پھر ہزاروں فرشتوں کی کیا ضرورت تھی؟ تمام کافروں کو قتل کرنے کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔ علاوہ ازیں یہ کہ مجاہدین صحابہ میں سے ہر ایک کے متعلق معلوم اور ثابت ہے کہ فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا اور فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا' پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا؟ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال: ۱۷)

تو (اے مسلمانو!) تم نے ان کافروں کو (حقیقۃً) قتل نہیں کیا' لیکن ان کو اللہ نے (حقیقتاً) قتل کیا ہے' اور (اے محبوب) آپ نے (حقیقتاً خاک) نہیں پھینکی' جس وقت (بظاہر) آپ نے (خاک) پھینکی تھی' وہ (خاک) اللہ نے پھینکی۔

بظاہر اصحاب بدر نے کافروں کو قتل کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم نے ان کو حقیقتاً قتل نہیں کیا اللہ نے ان کو قتل کیا ہے' اگر فرشتوں نے بظاہر قتل کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: اے مسلمانو! تم نے کافروں کو حقیقۃً قتل نہیں کیا' ان کو تو درحقیقت فرشتوں نے قتل کیا ہے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف قتل کی نسبت ظاہراً کی نہ حقیقۃً تو معلوم ہوا کہ بدر کے کافروں کو قتل کرنے میں فرشتوں کا کوئی دخل نہیں ہے نہ ظاہراً نہ حقیقتاً' اور بدر میں فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت دینے کے لیے تھا' جو فرشتے بدر میں اترے انہیں دوسرے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی' اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض فرشتوں کو عزت اور فضیلت دینے کے لیے بدر میں فرشتوں کو اتارا ہو!

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن رفاعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد اہل بدر میں سے تھے) کہ حضرت جبرائیل نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اہل بدر کو کون سا درجہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں یا اس طرح کوئی اور بات فرمائی۔ حضرت جبرائیل نے کہا ہم بھی اسی طرح فرشتوں میں بدری فرشتوں کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں یہ معلوم ہوا کہ فرشتوں کو نازل کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس جنگ میں ان کو مسلمانوں کی معیت کا شرف اور مرتبہ دیا جائے۔

میں نے اس مسئلہ میں بہت چھان بین کی ہے اور امہات کتب حدیث میں مجھ کو فرشتوں کے قتال کے متعلق جس قدر احادیث ملیں میں نے ان سب کا ذکر کیا' لیکن میں نے دیکھا یہ احادیث باہم متعارض اور مضطرب ہیں' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے صرف جنگ بدر میں قتال کیا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے جنگ احزاب میں بھی

Marfat.com

چتکبرے گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان دیکھا، وہ نشان زدہ تھے، وہ کافروں کو گرفتار بھی کر رہے تھے اور قتل بھی کر رہے تھے۔

امام ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے جنگ بدر میں دو آدمیوں کو دیکھا، ایک آپ کے دائیں جانب تھا اور ایک آپ کے بائیں جانب تھا۔ وہ دونوں بہت شدت سے قتال کر رہے تھے، پھر میں نے ایک تیسرے شخص کو دیکھا جو آپ کے پیچھے تھا، پھر ایک چوتھے شخص کو دیکھا جو آپ کے آگے تھا۔

ابراہیم غفاری اپنے عم زاد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا عم زاد بدر کے پانی پر کھڑے ہوئے تھے، جب ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کی قلت کو دیکھا اور قریش کی کثرت کو دیکھا تو ہم نے کہا: یہ لوگ تو قریش کے چوتھائی ہیں، اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ ایک بادل آیا جس نے ہم کو ڈھانپ لیا، پھر ہم نے آدمیوں کی اور ہتھیاروں کی آوازیں سنیں اور ہم نے سنا ایک آدمی کہہ رہا تھا: اے حیزوم! آگے بڑھو۔ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اتر آئے، پھر اسی طرح کی دوسری جماعت آپ کے بائیں جانب اتر آئی۔ (الحدیث)

(تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ ۱۴۲۵ھ)

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

(یاد کرو) جب اللہ اپنی طرف سے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا جو تمہارے لیے بے خوفی کا باعث ہوئی اور تم پر آسمان سے

مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ

بارش نازل فرما رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو

عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝١١ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى

ڈھارس بندھائے اور اس کے ذریعہ تمہارے قدم جما دے ○ اور یاد کیجیے: جب آپ کے رب نے فرشتوں

الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ

کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو، میں عنقریب ان کافروں کے دلوں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا

میں رعب ڈال دوں گا، سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝١٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ

ضرب لگاؤ ○ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو

يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١٣ ذٰلِكُمْ

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○ یہ ہے (تمہاری

Marfat.com

فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

سزا) سو اس کو چکھو اور بے شک کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ○ اے ایمان والو!

اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿١٥﴾

جب جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو ○

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا

اور جس شخص نے جنگ کی حکمت عملی یا ایک جماعت سے ملنے (کے قصد) کے بغیر میدان جنگ سے پیٹھ پھیری

اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَ

تو بے شک وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ

کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا، لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور (اے رسول معظم!) آپ نے وہ خاک

اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً

نہیں پھینکی جس وقت آپ نے وہ خاک پھینکی تھی، لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی تاکہ وہ مومنوں کو اچھی آزمائش کے ساتھ

حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ

گزارے، بے شک اللہ بہت سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ○ یہ تو تمہارے ساتھ معاملہ ہے اور اللہ کفار کی چالوں کو

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٨﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا

کمزور کرنے والا ہے ○ (اے کافرو!) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے اور اگر تم (کفر اور شرک

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

سے) باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم نے پھر یہی حرکت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے، اور تمہارا گروہ خواہ کتنا زیادہ ہو

شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾ ع

وہ تمہارے کسی کام نہ آسکے گا اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ○

ع ٢

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یاد کرو) جب اللہ اپنی طرف سے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا جو تمہارے لیے بے خوفی کا باعث ہوئی اور تم پر آسمان سے بارش نازل فرما رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کرے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس کے ذریعہ تمہارے قدم جمادے O اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو' میں عنقریب ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی امداد کی چھ انواع

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر فرمایا تھا کہ غزوہ بدر میں صرف اللہ کی طرف سے مدد تھی۔ اب اللہ تعالیٰ تفصیل سے اس امداد کو بیان فرما رہا ہے۔ الانفال کی آیت ۱۲'۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس امداد کی چھ انواع بیان فرمائی ہیں۔

۱- مسلمانوں پر غنودگی طاری کرنا۔

۲- آسمان سے بارش نازل فرمانا۔

۳- مسلمانوں کے دلوں کو ڈھارس بندھانا اور ان کے دلوں کو مضبوط کرنا۔

۴- مسلمانوں کے قدم جمانا۔

۵- فرشتوں کی طرف یہ وحی نازل فرمانا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

۶- کافروں کے دلوں پر رعب طاری کرنا اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت ڈالنا۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ ہر امداد کی نعمتوں کو بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

جس دن کی صبح جنگ ہونی تھی اس رات مسلمانوں پر نیند کا طاری ہونا

نعاس' غنودگی کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں انسان بالکل مطمئن ہوتا ہے اور اس کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا' مسلمانوں پر یہ غنودگی اس رات طاری ہوئی تھی جس کی صبح کو انہوں نے کفار کے خلاف جہاد کرنا تھا' اور اس رات ان کو نیند آجانا نہایت عجیب تھا کیونکہ ان کی تعداد کم تھی اور صبح ان کو اپنے سے تین گنا لشکر کا سامنا کرنا تھا۔ بظاہر اس فکر اور پریشانی کی وجہ سے ان کو نیند نہیں آنی چاہیے تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط کر دیا' مسلمانوں میں سے حضرت مقداد بن اسود کے پاس ایک چتکبرے رنگ کا گھوڑا تھا جس کا نام سبحہ تھا۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر بن العوام کے پاس تھا جس کا نام یعسوب تھا' اور ایک گھوڑا مرثد بن ابی مرثد کے پاس تھا جس کا نام سیل تھا' نبی ﷺ کے پاس ایک تلوار اور ایک زرہ تھی' اور مسلمانوں کے پاس کل ستر اونٹ تھے اور ایک اونٹ پر باری باری تین مسلمان سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابو لبابہ اور حضرت علی اور رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں بھی ایک اونٹ تھا' ان صاحبوں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ مستقل اونٹ پر سوار رہیں اور وہ پیدل چلتے رہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے پر قادر نہیں ہو اور میں تمہاری بہ نسبت اجر سے مستغنی نہیں ہوں۔ اس کے برخلاف کفار قریش کے پاس ایک سو گھوڑے تھے اور ہر گھوڑے پر ایک زرہ پوش سوار تھا اور جو پیدل تھے ان کے پاس بھی زرہیں تھیں۔ وہ ہر روز نو' دس اونٹ ذبح کرتے تھے اور ان کے ساتھ باندیاں تھیں جو گا بجا کر اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار پڑھ کر ان کو جوش دلا رہی تھیں اور ان کی آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں' اندریں حالات مسلمانوں کو زیادہ فکرمند اور پریشان ہونا چاہیے تھا اور اگر وہ اسی طرح بے چینی سے جاگ کر رات گزارتے تو صبح کو وہ لڑنے کے لیے تازہ دم نہ ہوتے' سو اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا اور ان کی یہ امداد کی کہ ان پر نیند طاری کر دی اور جمعہ کی صبح کو جس دن جنگ ہونی تھی وہ بالکل تازہ دم اور

Marfat.com

جنگ کے لیے تیار تھے۔ (الطبقات الکبریٰ' دلائل النبوۃ' سبل الہدیٰ والرشاد ملتقطا)

مسلمانوں پر اس رات غنودگی طاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

ہر نیند اور غنودگی اللہ کی طرف سے طاری ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس غنودگی کو طاری کرنے کی نسبت جو اپنی طرف کی ہے اور اس کو اہمیت سے بیان فرمایا تو ضرور اس میں اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نعمتیں ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱- جب کوئی شخص اپنے دشمن سے خوفزدہ ہو اور اس کو اپنے اہل و عیال کی جان کا خطرہ ہو تو عادتاً اس کو نیند نہیں آتی اور جب اس کیفیت میں نیند آجائے تو یہ ضرور ایک غیر معمولی بات ہے۔

۲- وہ ایسی گہری نیند نہیں سوئے تھے کہ گردوپیش سے بالکل بے خبر ہو جاتے ورنہ دشمن ان پر اچانک ٹوٹ پڑتا اور ان سب کو ہلاک کر دیتا۔ بلکہ ان پر صرف غنودگی طاری کی جس سے ان کی تھکاوٹ دور ہو جائے اور صبح کو وہ تازہ دم اٹھیں' اور اگر رات کو دشمن ان کی طرف آتا تو وہ فوراً بیدار ہو جاتے اور دشمن ان کو بے خبری میں ہلاک کرنے پر قادر نہ ہوتا۔

۳- ایک بڑی جماعت کے ہر شخص کو بیک وقت نیند کا آجانا یہ بھی غیر معمولی بات ہے۔

۴- نیند بے فکری اور سکون کے وقت آتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے دل و دماغ سے دشمن کے خوف اور اس کی فکر کو دور کر دیا تھا' اور تین سو تیرہ نفوس کے دل و دماغ میں بہ یک وقت ایک ہی قسم کی کیفیات کا طاری ہونا یہ بھی ایک غیر معمولی بات ہے۔

ان مذکورہ وجوہ سے معلوم ہوا کہ اس رات مسلمانوں پر غنودگی طاری کرنے میں کئی وجوہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا اظہار تھا اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔

بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ اور بارش کا نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان بدر کی طرف روانہ ہوئے' ادھر مشرکین پہلے پہنچ چکے تھے اور انہوں نے پانی پر قبضہ کر لیا تھا' ان کا پڑاؤ وادی کے اوپر کی جانب تھا اور نبی ﷺ وادی کی نچلی جانب تھے۔ کئی مسلمان جنبی ہو چکے تھے اور ان کے غسل کے لیے پانی نہیں تھا' اور کئی پیاسے تھے اور جو مسلمان جنبی تھے وہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے جنابت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تم کفار قریش پر غالب آنے کی کیسے توقع کر سکتے ہو حالانکہ تم میں کئی مسلمان بغیر وضو کے حالت جنابت میں نماز پڑھ رہے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل کی۔ انہوں نے غسل کیا' وضو کیا اور پانی پیا۔ وہ جگہ ریتلی تھی اور ریت کی وجہ سے ان کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے اب ان کے قدم ریت پر جم گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں سے شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کو زائل کر دیا۔ (جامع البیان' جز ۹' ص ۲۶۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا کہ کفار قریش نے وادی بدر کے آخری کونے پر پڑاؤ ڈالا تھا اور ان کے پیچھے ریت کا ٹیلہ تھا' رسول اللہ ﷺ اور مسلمان اس ٹیلہ کے پیچھے تھے اور ریت کی زیادتی کی وجہ سے ان کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے' اور پانی پر قریش کا قبضہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی' جس سے ریت بیٹھ گئی اور جہاں قریش تھے وہاں بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲' ص ۲۳۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بیہقی نے زہری' محمد بن یحییٰ بن حبان' عاصم بن عمر بن قتادہ' اور عبداللہ بن ابی بکر وغیرہم سے غزوہ بدر کے متعلق ایک

Marfat.com

طویل حدیث روایت کی ہے اس میں بدر کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ کے متعلق بیان کیا ہے:
قریش نے وادی بدر کے آخری کنارے میں پڑاؤ ڈالا اور بدر کے سارے کنویں مدینہ کی طرف سے ابتدائی کنارے کے ریتلے میدان کے وسط میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی جس سے ریت بیٹھ گئی اور اس جگہ چلنا آسان ہو گیا' اور جس جانب کفار قریش تھے وہاں سخت کیچڑ ہو گئی اور وہاں چلنا دوبھر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ سرعت سے روانہ ہوئے اور کفار قریش پر سبقت کر کے نزدیک ترین پانی کے کنویں پر پہنچ گئے۔ حضرت حباب بن منذر نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس جگہ قیام کرنے کا حکم دیا ہے کہ ہم اس جگہ سے سرمو تجاوز نہ کر سکیں یا آپ نے جنگ کی حکمت عملی کی وجہ سے اس جگہ کو منتخب فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ صرف جنگ کی حکمت عملی ہے۔ حضرت حباب نے کہا یا رسول اللہ! تب یہاں سے اٹھیے اور ایسی جگہ قیام کیجئے کہ بدر کے تمام کنویں ہماری پشت پر ہوں' پھر ایک کنویں کے سوا باقی تمام کنویں بند کرا دیجئے۔ اور زمین کھود کر ایک حوض بنوا دیجئے اور اس میں سارا پانی جمع کر لیں تاکہ اس حوض پر ہمارا قبضہ ہو' ہم جب چاہیں وہاں سے پانی حاصل کر لیں اور قریش کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ مل سکے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ کا فیصلہ فرما دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رائے کو پسند فرما لیا۔ (دلائل النبوۃ' ج ۳' ص ۳۵-۳۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بدر کے دن بارش کے نزول میں اللہ کی نعمتیں

کفار قریش نے پہلے پہنچ کا پانی پر قبضہ کر لیا تھا' مسلمان خوف زدہ اور پیاسے تھے اور بعض جنبی تھے' انہیں پینے کے لیے پانی میسر تھا نہ غسل کے لیے' علاوہ ازیں ریت میں ان کے پاؤں دھنس رہے تھے اور ہوا سے ریت اڑ رہی تھی' اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسے ڈال رہا تھا کہ اگر یہ دین سچا ہوتا تو تم اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے' پھر اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں۔ ان میں سے بعض کی تفصیل یہ ہے:

۱- ان کی پیاس بجھ گئی اور انہوں نے غسل کر لیا کیونکہ روایت ہے کہ انہوں نے زمین کو کھود کر ایک حوض بنا لیا تھا جس میں انہوں نے بارش کا پانی اکٹھا کر لیا۔

۲- اللہ تعالیٰ تم سے شیطان کی نجاست دور کرے' اس سے یہ مراد ہے کہ اس بارش کے ذریعہ انہوں نے غسل کر لیا اور ان سے نجاست دور ہو گئی' نیز اس سے شیطان کا ڈالا ہوا یہ وسوسہ باطل ہو گیا کہ اگر تم دین حق پر ہوتے تو اس طرح پیاسے اور جنبی نہ رہتے۔

بقیہ چار نعمتوں کی تفصیل

اس کے بعد فرمایا تاکہ تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے۔ یہ تیسری نعمت اور امداد کا بیان ہے' کیونکہ بارش نازل ہونے کی وجہ سے ان کے دل مضبوط ہو گئے اور گھبراہٹ اور خوف ان سے دور ہو گیا۔ لغت میں ربط کا معنی باندھنا ہے اور مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں کو باندھ دیا تاکہ اس میں خوف و گھبراہٹ نہ داخل ہو سکے۔

پھر فرمایا اور تمہارے قدموں کو جما دے' یہ چوتھی نعمت اور امداد کا بیان ہے' کیونکہ ریت میں مسلمانوں کے پاؤں دھنس رہے تھے اور ان کو چلنے میں مشکل اور دشواری تھی' اور بارش ہونے کے بعد ریت بیٹھ گئی اور وہ قدم جما کر چلنے لگے' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تو وہ جنگ میں ثابت قدم ہو گئے۔ کیونکہ اگر ان کے دل کمزور ہوتے تو یہ خدشہ رہتا کہ وہ جنگ کی شدت سے گھبرا کر بھاگ جائیں گے' اور اس نعمت اور امداد کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ مسلمان وادی بدر کی جس جانب تھے وہاں ریتلی زمین تھی اور کفار قریش جس جانب تھے وہاں دھول اور مٹی تھی' اور بارش ہونے

Marfat.com

سے ریت بیٹھ گئی اور مسلمانوں کے لیے آسانی ہو گئی اور جہاں دھول اور مٹی تھی وہاں بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی اور ان کا چلنا دوبھر ہو گیا تو اس بارش نے جہاں مسلمانوں کے لیے آسانی کی' وہاں کفار کے لیے مشکل اور دشواری کی اور دشمن کی مصیبت بھی انسان کے لیے نعمت ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی فرما رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' یہ نعمت اور امداد کی پانچویں قسم ہے۔ اس نعمت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ جب فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ ان کے یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ مسلمانوں کی مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ اور فرشتوں کے ثابت قدم رکھنے کا یہ معنی ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ خبر دے دی اور اس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ اس جنگ میں ثابت قدم رہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں عنقریب ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' اور یہ نعمت اور امداد کی چھٹی قسم ہے' کیونکہ انسان کے جسم کا امیر اس کا دل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو قوی کر دیا اور ان کے دلوں سے کفار کے خوف کو زائل کر دیا اور پھر کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اس کے بعد فرمایا سو تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو ہے اور اس جملہ سے متصل ہے کہ تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ حکم مومنوں کو ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ فرشتوں کو قتال اور جہاد کے لیے نہیں نازل کیا گیا تھا۔ ان کے ہر جوڑ پر وار کرو یعنی ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالو۔ اس کی بھی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ جس طرح بھی چاہو ان کو مار ڈالو' کیونکہ گردن کے اوپر سر ہے اور سر اشرف الاعضاء ہے اور جوڑ اضعف الاعضاء ہیں پس یہاں اشرف اور اضعف کا ذکر کر کے متنبہ کیا ہے کہ ان کو جس طرح چاہو قتل کر دو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یا تو ان کو قتل کر دو یا پھر ان کی انگلیوں اور ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو تاکہ یہ تم پر حملہ کرنے کے قابل نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○ یہ ہے (تمہاری سزا) سو اس کو چکھو اور بے شک کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ (الانفال: ۱۴-۱۳)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو براہ راست اور بلاواسطہ نعمتیں ہیں اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کی ہوئی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو بالواسطہ نعمتیں ہیں' کیونکہ کسی جماعت کے مخالفین پر عذاب بھی اس جماعت کے حق میں نعمت ہوتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اللہ سے شقاق کیا۔ شقاق کا معنی ہے ایک شخص ایک شق (جانب) پر ہو اور دوسرا شخص دوسری شق پر ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ کسی ایک شق پر ہو یا کسی ایک جانب ہو' اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے شقاق کیا کہ وہ ایک جانب دین اسلام پر تھے اور وہ دوسری جانب کفر پر تھے۔

پہلی آیت میں فرمایا تھا جو اللہ اور اس کے رسول سے شقاق (تنازع) کرے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور اس

Marfat.com

دوسری آیت میں اس عذاب کی صفت بیان کی ہے کہ وہ عذاب معجل (فوری) بھی ہے اور موجل (اخروی) بھی ہے۔ معجل عذاب کو ذالکم سے بیان فرمایا یعنی: یہ ہے (تمہاری سزا) یہ اشارہ دنیاوی سزا کی طرف ہے' اس میں ستر کافر مارے گئے تھے اور ستر کافروں کو قید کر لیا گیا تھا۔

اور فرمایا ہے چکھو' اس میں اس عذاب کو کھانے پینے کی اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح کھانے پینے کی چیزیں لذیذ اور نفس کو مرغوب ہوتی ہیں تو یہ عذاب بھی حکماً تمہارے لیے مرغوب ہے' کیونکہ تمہیں بارہا بتایا گیا کہ تم جو کفر اور شرک کر رہے ہو یہ عذاب کا باعث ہے اس کے باوجود تم کفر اور شرک سے چمٹے رہے سو تمہیں کفر اور شرک مرغوب تھا اور وہ عذاب کو مستلزم ہے تو عذاب بھی تمہیں حکماً مرغوب ہو گا' سو اب تم اپنی مرغوب چیز کو چکھو۔

رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتی کی بحث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر آپ ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف' اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پایا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ۷۷ (۲۸۷۴) ۷۰۹۰)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

چونکہ عادتاً مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں سے کلام کرنے کو مستبعد جانا اور نبی ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات میں ہو۔ (المفہم ج ۷' ص ۱۵۱' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے قاضی عیاض مالکی سے اس حدیث کی یہ شرح نقل کی ہے:

جس طرح عذاب قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اس طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے' اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے' علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بغیر روح کے لوٹائے ہوئے جسم سن لیتا ہے' اس کا یہ دعویٰ بداہت کے خلاف ہے۔ اور شاید جو لوگ سماع موتی کے منکر ہیں ان کی یہی مراد ہو کہ روح کو لوٹائے بغیر جسم نہیں سن سکتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ اعادہ روح کے ساتھ سماع کے قائل ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف اٹھ جاتا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷' ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اگر علامہ ابی کی روح سے مراد حیات ہے تو پھر تو واضح ہے کہ بغیر حیات کے جسم کے سننے کا دعویٰ کرنا بداہت کے خلاف ہے اور اگر روح سے وہ متعارف معنی مراد ہے جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اور جسم میں اس کے حلول کی وجہ سے جسم عادتاً زندہ ہوتا ہے تو پھر یہ لازم نہیں ہے کہ اگر روح کو جسم میں نہ لوٹایا جائے' تو جسم نہ سن

Marfat.com

سکے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر اس میں حیات پیدا کر دے اور سماعت کا ادراک پیدا کر دے۔
(اکمال اکمال المعلم ج ٧ ص ٣٢٢ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:
علامہ مازری نے کہا اس حدیث سے بعض لوگوں نے سماع موتیٰ (مردوں کے سننے) پر استدلال کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا یہ صرف مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے' قاضی عیاض مالکی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا جن احادیث سے عذاب قبر اور قبر میں سوالات اور جوابات ثابت ہیں اور ان سے سماع موتیٰ ثابت ہوتا ہے اور ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس حدیث سے بھی سماع موتیٰ ثابت ہے دونوں کا ایک محمل ہے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو یا ان کے جسم کے کسی ایک عضو میں حیات پیدا کر دی ہو اور جس وقت اللہ ان میں سماعت پیدا کرنا چاہے وہ سن لیتے ہوں' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی مختار ہے اور جن احادیث میں اصحاب قبور کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ٧٠٩١ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:
یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ٧ ص ٣٣٨ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٣٣٨' ١٣٧٤' صحیح مسلم کتاب الجنتہ: ٧١ (٢٨٧٠) سنن النسائی' رقم الحدیث: ٢٠٤٨)

سماع موتیٰ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہہ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا تھا ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے۔ پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل: ٨٠) بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ (فاطر: ٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔

(صحیح مسلم الجنائز ٢٦ (٩٣٢) ٢١٢١' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ٣١٢٩' سنن النسائی' رقم الحدیث: ٢٠٧٦)

Marfat.com

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی ﷺ کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (الانفال: ٢٣)

اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے ضرور پیٹھ پھیرتے۔

اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواس خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض و غایت اور اس کے تقاضے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم و تدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ ان آیتوں میں حقیقتاً مردے مراد ہیں تب بھی ان آیات کا ان احادیث سے کوئی تعارض نہیں ہے جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے' کیونکہ اگر ان آیتوں سے بالعموم مردوں کے سننے کی نفی مراد ہو تب بھی عام میں تخصیص جائز ہے اور مخصص وہ احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حال میں مردے سن لیتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے جو کچھ ان (مقتولین بدر) سے کہا اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٩٧٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٧٥) اور اس کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٧) اور آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٣٧٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٩٣٢' المفہم' ج ٢' ص ٥٨٦' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ١٤١٧ھ)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں اور ان کے علم اور جاننے کا اعتراف اور اقرار کرتی ہیں' امام بیہقی نے فرمایا علم سماعت کے منافی نہیں ہے اور آیت کریمہ: آپ مردوں کو نہیں سناتے (النمل' ٨٠) کا جواب یہ ہے کہ آپ مردوں کو بہ حیثیت مردہ نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ سن لیتے ہیں' جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا ہے' اور مقتولین بدر کے سننے کی حدیث صرف حضرت عمر نے روایت نہیں کی اور نہ اس روایت میں حضرت ابن عمر منفرد ہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت ابو طلحہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٩٧٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٧٥) اور اس کی مثل حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا' کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن یہ آج جواب نہیں دے سکتے!

Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۰۳۲۰' کتاب السنہ' رقم الحدیث: ۸۸۴' نیز امام ابن اسحاق نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ السیرۃ النبویہ' ج ۲' ص ۲۵۰)

اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے مغازی میں یونس بن بکیر کی سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (السیرۃ النبویہ' ج ۲' ص ۲۵۰)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام احمد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ مقتولین بدر کو کنویں میں پھینک دیا جائے۔ امیہ بن خلف کے علاوہ سب کو پھینک دیا گیا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا۔ جب ان کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے اس وعدہ کو سچا پالیا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا' آپ کے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے ان سے فرمایا انہوں نے جان لیا ہے کہ میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق ہے' اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سن لیا۔ میں نے ان سے جو کہا تھا وہ برحق تھا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا انہوں نے جان لیا۔ (مسند احمد ج ۱۸ رقم الحدیث: ۲۶۳۹۰' طبع قاہرہ' مسند احمد ج ۶' ص ۲۷۶' طبع قدیم' دار الفکر) حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ روایت کیا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہم کو مسند احمد میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ البتہ امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' بہرحال حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اگر امام احمد کی یہ روایت (یا امام ابن اسحاق کی یہ روایت) محفوظ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے سابق انکار سے رجوع فرمالیا' کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ کی روایت سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔ امام اسماعیلی نے یہ کہا ہے کہ ہرچند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم اور ذکاوت اور کثرت روایت اور بحر علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کی روایت کو اسی وقت مسترد کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ یا مخصوص یا محال ہونے کی تصریح ہو۔ اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جس چیز کا حضرت عائشہ نے انکار کیا ہے اور جس چیز کو دوسرے صحابہ نے ثابت کیا ہے ان کو جمع کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: "انک لا تسمع الموتی" (النمل: ۸۰) "آپ مردوں کو نہیں سناتے" یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اس وقت سن رہے تھے۔ کیونکہ اسماع کا معنی ہے سنانے والے کی آواز کو سامع تک پہنچانا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو سنایا تھا بایں طور کہ اپنے نبی ﷺ کی آواز ان تک پہنچائی۔ رہا حضرت عائشہ کا یہ فرمانا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا وہ اب جان رہے ہیں یا ان کو اب علم ہو رہا ہے' تو اگر حضرت عائشہ نے نبی ﷺ سے خود یہ الفاظ سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں بلکہ اس کی موید ہے' علامہ سہیلی نے جو اس مقام پر بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث خرق عادت (معجزہ) پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ صحابہ نے کہا کیا آپ مردوں سے کلام کر رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا جو صحابہ کی روایت کے مطابق وہ اب سن رہے ہیں اور حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان کو اب علم ہو رہا ہے' اور جب مردہ ہونے کی حالت میں ان کا عالم ہونا جائز ہے تو اس حال میں ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے۔ اور یہ سماعت یا ان کے سر کے کانوں سے تھی یا ان کے دل کے کانوں سے تھی۔ اور دیگر صحابہ کی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت پر اس لیے ترجیح ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقعہ پر

Marfat.com

موجود نہ تھیں، حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے "ماانت بمسمع من فی القبور" (فاطر: ۲۲) "آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں"۔ اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے افانت تسمع الصم اوتھدی العمی (الزخرف: ۴۰) "تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو ہدایت دیں گے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی توفیق دیتا ہے اور وہی دلوں کے کانوں تک نصیحت پہنچاتا ہے نہ کہ آپ، اور مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے کفار کو مردہ اور بہرہ فرمایا، پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور حقیقت میں نہ اس کا نبی سنا سکتا ہے نہ کوئی اور، پس اس آیت سے حضرت عائشہ کے استدلال کا دو وجوہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اول یہ کہ یہ آیت کفار کو اہل ایمان کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ثانی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس چیز کی نفی کی ہے کہ حقیقت میں وہ سنانے والے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سنانے والا ہے۔ اور اللہ نے صحیح فرمایا ہے وہی جب چاہتا ہے ان کو سناتا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الروضۃ الانف، ج ۲، ص ۷۴، مطبوعہ ملتان، فتح الباری، ج ۷، ص ۳۰۴-۳۰۳، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے موقف میں تلاوت کیں، ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ پیدا نہیں کرتے، بدر کے کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنا دیا، یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے، اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے، یا تو ان کفار نے حضور ﷺ کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اکثر اہل سنت کا قول ہے۔ یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷، ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

ملا علی سلطان بن القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے شرح الہدایہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا یہ موقف ہے کہ مردہ سنتا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس نے کسی مردہ سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس کی قسم اس شخص کے متعلق تھی جو سوچ سمجھ کر اس کی بات کا جواب دے اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں) یہ جزیہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہوتی ہے اور مردہ سے بات کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے اور اس سے حقیقت میں مردہ کے سننے کی نفی نہیں ہوتی، جس طرح فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو گوشت فرمایا ہے:

وَهُوَالَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا (النحل: ۱۴)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

Marfat.com

حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نبی ﷺ یہ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ تم میرے کلام کو ان (مقتولین بدر) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اور فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' اس کو مسترد کرنا صحیح نہیں ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس حدیث اور قرآن مجید کی آیتوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ مردوں سے مراد قرآن مجید میں کفار ہیں' اور نفی کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان کفار کو میرا پیغام سنا کر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس آیت میں مطلقاً سنانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ وہ بہرے گونگے اندھے ہیں پس وہ عقل سے کام نہیں لیں گے۔ (البقرہ: ۱۷۱)

ان کو بہرا' گونگا اور اندھا اس لیے فرمایا کہ وہ کان' زبان اور آنکھوں سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کو ایسا پیغام نہیں سنا سکتے جس سے وہ آپ کے پیغام کو تسلیم اور قبول کر لیں' علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس کی مثل دوسری آیتوں کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حواس کو حق بات سننے اور حق کو دیکھنے سے روک لیا تھا' بیشک اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور اس میں ہدایت پیدا کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کی آیات میں فہم سے کام لے اور نصیحت حاصل کرے۔ رہی دوسری آیت: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے تھے۔ ان کو اس آیت میں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوس کرنے میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ (القصص: ۵۶) بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مقتولین بدر کو اپنا کلام سنانا' رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھی۔ اور کفار کو زیادہ حسرت زدہ کرنا تھا' میں کہتا ہوں کہ یہ قتادہ کا قول ہے اور یہ جواب اور یہ قول مردود ہے کیونکہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا خصوصیت کے منافی ہے اور منکرین سماع موتی پر اس حدیث سے اشکال ہوگا کہ جب لوگ مردہ کو دفن کرکے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۲)

اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث دفن کے بعد اول وقت تک کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے تو یہ جواب اس حدیث سے مردود ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے اور فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۴' مرقاۃ المفاتیح' ج ۸' ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو ہرچند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ معنی کے اعتبار سے معلول ہے اور اس میں ایک ایسی علت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نبی

Marfat.com

ﷺ سے ثابت نہ ہو اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔

(ردالمحتار' ج ۳' ص ۱۳۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ ہم علامہ قرطبی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ سہیلی' علامہ محمود بن احمد عینی اور ملا قاری کی وہ توجیہات نقل کر چکے ہیں جن میں انہوں نے اس حدیث اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق دی ہے' اور ہم قبر والے پر سلام پڑھنے کی حدیث بھی باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس حدیث کو مزید حوالہ جات اور دیگر احادیث کو بھی بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اس بحث میں فرماتے ہیں:

عرض: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں' وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المومنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "ما انتم باسمع منھم" "تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا اللہ رحم فرمائے امیر المومنین پر حضور ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا "انھم لیعلمون" "بے شک وہ جانتے ہیں' امیر المومنین کو سہو ہوا' انہوں نے فرمایا "ما انتم باسمع منھم" تو خود ام المومنین رضی اللہ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں: سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا' یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ پھر ام المومنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے۔ "انک لا تسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی القبور" "موتی کون ہیں؟ اجسام' قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا۔ اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا) خود ام المومنین رضی اللہ عنہا کا طرز عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے میں بغیر چادر اوڑھے بے تحاشا حاضر ہوتی اور کہتی "انما ھو زوجی" "میرے شوہر ہی تو ہیں' پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی "انما ھما زوجی وابی" "میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے "حیاء من عمر' عمر رضی اللہ عنہ کی شرم سے۔ تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر "حیاء من عمر" کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا) تین باتوں میں ام المومنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی' ایک تو یہی سماع موتی کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں "ما فقدت جسد رسول اللہ" "جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا۔ حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس وقت ام المومنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھی اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔ تیسرے علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ

Marfat.com

کشاف پر میر سید شریف رحمتہ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۲۸۲ - ۲۸۱ - حامد اینڈ کمپنی لاہور)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

سماع موتی کا مسئلہ گزر چکا ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ قبر والوں کو ایسا پیغام نہیں سناتے جس پر ان کا قبول کرنا مترتب ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان قبر والوں کو ہمارے اس جہان میں نہیں سناتے اور ان قبر والوں کا سننا عالم برزخ میں ہے۔ اور وہ ہمارے جہان کے اعتبار سے معدوم ہے اور یا یہ آیت اس طرح ہے جس طرح فرمایا ہے وہ بہرے گونگے اندھے ہیں۔ (البقرہ: ۱۷۱) یعنی ان کو سننے کے باوجود بہرہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ آپ ان بہروں کو نہیں سناتے۔ علامہ سیوطی نے کہا وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اس کو قبول نہیں کرتے اور اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے اس لیے فرمایا آپ ان کو نہیں سناتے گویا اس آیت میں کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۹۰ مطبوعہ مجلس علمی ہند ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

میں یہ کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابو عمر (ابن عبدالبر) نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص مردہ کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچان لیتا ہے (یہ روایت بالمعنی ہے) حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے پس اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا البتہ علامہ ابن الہمام نے یہ کہا ہے کہ سماع موتی میں اصل نفی ہے اور جن مواضع میں سماع ثابت ہے ان کا استثناء کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ پھر اصل میں نفی کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ اور جب فی الجملہ سماع ثابت ہے تو پھر تخصیص کے ادعا کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ "انک لا تسمع الموتی" اور "ما انت بمسمع من فی القبور" اور ان آیتوں سے بظاہر مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی ہوتی ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے سنانے کی نفی کی ہے سننے کی نفی نہیں کی اور ہماری بحث مردوں کے سننے میں ہے اور علامہ سیوطی نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا نفع نہیں حاصل کرتے کیونکہ مردوں کا سماع سے فائدہ حاصل کرنا دنیاوی زندگی میں متصور ہے اور اب اس کا وقت گزر چکا ہے اسی طرح یہ کفار ہرچند کہ زندہ ہیں لیکن آپ کا ان کو ہدایت دینا غیر مفید ہے کیونکہ یہ نفع نہ اٹھانے میں مردوں میں مثل ہیں۔ پس ان آیتوں سے مردوں کے سننے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ سننے سے ان کے فائدہ اٹھانے کی نفی مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لیے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں۔ یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا سو قبر میں مردے بھی سنتے نہیں اور عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور اس پر عمل نہیں کریں گے اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب مردوں کے لیے سننا ثابت ہے تو کیا وہ نفع بھی اٹھا سکتے ہیں تو میں کہوں گا کہ جو لوگ نیکی پر فوت ہوئے وہ سننے سے نفع بھی حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ العیاذ باللہ کفر پر فوت ہوئے تو ان کے لیے نفع کہاں؟ وہ لوگ صرف آواز سنتے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم قبر میں جس سماع کے ثبوت کے درپے ہیں وہ عالم برزخ میں سماع ہے۔ اور قرآن مجید نے

Marfat.com

مردوں کے جس سننے کی نفی کی ہے وہ ہمارے اس عالم کے اعتبار سے ہے۔

(فیض الباری' ج ۲' ص ۲۶۸-۲۶۷' ملخصاً' مطبوعہ ہند' ۱۳۵۷ھ)

سماع موتیٰ کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار

اس سے پہلے ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقتولین بدر کے متعلق صحابہ سے فرمایا (۱) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور اس پر مفصل بحث و نظر کا بھی ذکر کیا اور صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی (۲) کہ دفن کے بعد قبر میں مردہ جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا اور اس کی تائید میں صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کی (۳) کہ نبی ﷺ قبرستان گئے اور فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین اور ظاہر ہے کہ یہ سلام کرنا اسی وجہ سے تھا کہ قبر میں مردے سنتے ہیں۔ اب اس کی تائید میں ہم مزید احادیث پیش کر رہے ہیں:

(۴) امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(الاستذکار' ج ۲' ص ۱۶۵' رقم الحدیث: ۱۸۵۸' مطبوعہ موسستہ الرسالتہ' بیروت)

علامہ قرطبی اور علامہ مناوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید میں بھی روایت کیا ہے لیکن ہم نے التمہید کے دو نسخوں اور فتح المالک میں اس حدیث کو تلاش کیا اس میں یہ حدیث نہیں ہے' امام عبدالبر نے اس حدیث کو صرف الاستذکار میں روایت کیا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے (احیاء العلوم' ج ۶' ص ۱۲۷) اور اس کے حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب القبور میں روایت کیا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے (اتحاف السادۃ المتقین' ج ۱۰' ص ۳۶۶) علامہ زین الدین بن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احوال القبور' ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۴ھ) محمد ناصر الجبولی نے اس کا دار البرزخ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو الاستذکار اور التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابو محمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ شمس الدین ابو عبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو محمد عبدالحق الاشبیلی نے یہ عنوان قائم کیا کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں پھر کہا کہ امام ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ اس کو نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے' تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عنقریب ہم اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے۔ (الروح ص ۱۱-۱۰' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۰ھ)

Marfat.com

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ امام عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید اور الاستذکار میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حافظ عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فیض القدیر ج ۱۰' ص ۵۴۳۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب المتوفی ۴۶۳ھ نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے' جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۶' ص ۱۳۷' مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' الجامع الصغیر' ج ۲' رقم الحدیث: ۸۰۶۲' شرح الصدور ص ۲۰۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۳ھ' کنز العمال ج ۱۵' رقم الحدیث: ۴۲۵۵۶' مطبوعہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۶) سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے اس کو سلام کرتے تھے۔

(المصنف ج ۳' رقم الحدیث: ۶۷۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین' یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین' انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ (المصنف' ج ۳' رقم الحدیث: ۶۷۲۲)

(۸) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور ان کے ایک شاگرد ایک قبر کے پاس سے گزرے' حضرت ابوہریرہ نے کہا سلام کرو' اس شخص نے پوچھا کیا قبر کو سلام کروں' حضرت ابوہریرہ نے کہا' اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب تمہیں پہچان لے گا۔ (المصنف' ج ۳' رقم الحدیث: ۶۷۲۳)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

(۹) زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے اس دیار میں رہنے والے مومنین اور مسلموں پر میرا سلام ہو' تم ہم پر مقدم ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہارے ساتھ ضرور ملیں گے' اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(۱۰) جندب ازدی بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان کے ساتھ حرہ کی طرف گئے۔ حتیٰ کہ جب ہم قبروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دائیں طرف متوجہ ہو کر کہا' السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمؤمنات۔ الحدیث۔

(۱۱) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ قبروں پر سلام عرض کرتے تھے۔

(۱۲) موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا سالم بن عبداللہ رات ہو یا دن' جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے السلام علیکم! میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا ان کے والد

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(۱۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو ان میں سے کوئی شخص یہ کہے السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

(۱۴) عامر بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی زمین سے لوٹتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے السلام علیکم وانا بکم للاحقون پھر اپنے اصحاب سے کہتے کہ تم شہداء کو سلام نہیں کرتے تاکہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں۔

(۱۵) عبداللہ بن سعد الجاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے تھے تو کہو' السلام علیکم اصحاب القبور اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تھے تو کہو السلام علی المسلمین۔

(۱۶) ابو مویہبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ البقیع کی طرف جائیں ان کے لیے دعا کریں اور ان کو سلام کریں۔ (المصنف ج ۳' ص ۳۴۱-۳۳۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا) تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط ج ۴' ص ۴۲۶' رقم الحدیث: ۳۷۱۲' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۱۸) عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کر دینا' پھر تم میں سے کوئی شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے' پھر اس کو چاہیے کہ یہ کہے یا فلاں بن فلانہ' وہ اس کلام کو سنے گا اور جواب نہیں دے گا' پھر کہے کہ یا فلاں بن فلانہ' تو وہ اٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ' تب وہ مردہ کہے گا اللہ تم پر رحم کرے ہماری رہنمائی کرو۔' لیکن تم کو (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا' پس اس شخص کو کہنا چاہیے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا اب یہاں سے چلو ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے' پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہو گا' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو آپ نے فرمایا تو پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے یا فلاں بن حواء۔

(المعجم الکبیر ج ۸' رقم الحدیث: ۷۹۷۹' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۳۰۲' التذکرہ' ج ۱' ص ۱۱۹' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۶' ص ۴۲۴' کنز العمال' رقم الحدیث: ۴۲۴۰۶' ۴۲۹۳۴)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ حافظ ابو محمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ نے اس حدیث سے استدلال کیا

Marfat.com

ہے۔ یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور بہت علماء نے اس سے استدلال کیا ہے' اور شیخ فقیہ امام مفتی الانام ابوالحسن علی بن ھبۃ اللہ شافعی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے ہیں اس حدیث پر عمل کر کے میت کو تلقین کرنی چاہیے۔ (التذکرہ ج ا' ص ۱۲۰' ۱۱۹ ملخصا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

واضح رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔ اور اس حدیث میں جو امہات کی طرف نسبت کا ذکر ہے یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دفن کے بعد قبر کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں مردہ کے سننے کی صاف تصریح ہے۔ اور چونکہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے اور یہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری نے علامہ نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔ (مرقات' ج ۲' ص ۹۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۷' رقم الحدیث: ۹۲۹۶' شرح الصدور ص ۲۰۲)

(۲۰) نیشاپور کے قاضی ابو ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے کہا میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا' قاضی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں کفن چور تھا اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔ ایک عورت فوت ہوگئی میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تاکہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس عورت نے کہا سبحان اللہ! ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے' پھر اس عورت نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا' جنہوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی۔

(شعب الایمان' ج ۷' رقم: ۹۲۶۱' شرح الصدور' ص ۲۰۸)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۲۱) یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی اندر آگئی۔ اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں' اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور رات اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں

Marfat.com

آیا اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا' باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کونسی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا جلایا' لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اس کے باپ نے کہا رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع رقم: ۱۱۴' ج ۱۹' ص ۱۹۱-۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر الاعراف ۲۰۱' ج ۳' ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس بیروت' شرح الصدور ص ۲۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال ج ۲' ص ۵۱۷-۵۱۶' رقم الحدیث: ۴۶۳۴)

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۲۲) عطاء بن یسار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قبرستان میں جاتے اور فرماتے "السلام علیکم دار قوم مؤمنین!" ہمارے پاس اور تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما۔

جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ مردوں کی روحیں قبروں کے صحنوں پر ہوتی ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مردوں کو خطاب فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' مگر یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الی قولہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے' اور ان امور کی کیفیت نہیں بیان کی جا سکتی ان کو صرف تسلیم کیا جائے گا اور ان کی اتباع کی جائے گی۔ امام عبد البر فرماتے ہیں جو شخص قبرستان میں جائے وہ ان کو سلام کرے اور وہ الفاظ کہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ (التمہید ج ۲۰' ص ۲۴۰' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۳) عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا میں آپ کے پیچھے گئی' آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تو آپ نے فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین! تم ہمارے پیش رو ہو' اور بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ہم کو ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔ (التمہید' ج ۲۰' ص ۲۴۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۴) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبرستان میں گئے اور قبروں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے ندا کی اے اہل قبور! آیا تم ہمیں اپنی خبریں دو گے یا ہم تمہیں خبریں سنائیں؟ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ تمہارے مال تقسیم کر دیے گئے اور عورتوں نے دوسری شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب تمہارے سوا اور لوگ رہتے ہیں' یہ ہماری خبریں ہیں' اب تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا سنو' اللہ کی قسم! اگر یہ جواب دینے کی طاقت رکھتے تو یہ

Marfat.com

کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی زاد راہ نہیں پایا۔

(۲۵) ابو عثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سخت گرم دن میں نکلا اور قبرستان میں گیا' وہاں دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آواز سنی "میرے پاس سے ہٹ جا' اور مجھے ایذا نہ پہنچا" تم جو کہتے ہو تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور ہمیں علم ہے اور ہم کہتے نہیں ہیں' تمہاری یہ دو رکعت نماز مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۶) ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ میں قبرستان میں جا رہا تھا' اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی: اے ثابت ہماری خاموشی سے دھوکا نہ کھانا' یہاں پر کتنے ہی لوگ مغموم ہیں۔

(۲۷) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے تو فرمایا السلام علیکم اھل القبور! ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب اور لوگ رہتے ہیں' اور تمہارے مال تقسیم کر دیے گئے' تو غیب سے آواز آئی: اے عمر بن الخطاب! ہماری خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال بھیجے تھے وہ مل گئے' اور ہم نے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا اس کا نفع پا لیا' اور ہم نے جو اپنے پیچھے مال چھوڑا وہ گھاٹا تھا۔ (التمہید ج ۲۰' ص ۲۴۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمۃ' ۱۴۱۲ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگ سماع موتی کا شدت سے انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے احادیث صحیحہ و مقبولہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء کی تصریحات بھی پیش کی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ قرطبی مالکی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن قیم حنبلی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی اور مکتب فکر دیوبند کے محدث شیخ انور شاہ کشمیری کی تصریحات بھی پیش کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اثر آفریں بنا دے (آمین) انشاء اللہ النمل: ۸۰ اور فاطر: ۲۲ میں اس پر مزید بحث کی جائے گی۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ الراشدین وعلماء ملتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو جب جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو' اور جس شخص نے جنگ کی حکمت عملی یا ایک جماعت سے ملنے (کے قصد) کے بغیر میدان جنگ سے پیٹھ پھیری تو بیشک وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ (الانفال: ۱۶-۱۵)

زحف کا معنی

الانفال کی آیت: ۱۵ میں "زحفا" کا لفظ ہے' زحف کا لغوی معنی ہے: بچہ کا سرین یا گھٹنے کے بل آہستہ آہستہ گھسٹنا اور "زحف العسکر الی العدو" کا معنی ہے: لشکر کا کثرت کے سبب سے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا' زحف البعیر کا معنی ہے اونٹ کا تھک کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنا' اس آیت میں زحف سے مراد ہے دشمن کا بہت بڑا لشکر کیونکہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کے لشکر کی تعداد تین گنا زیادہ تھی۔ (المفردات ج ۱' ص ۲۸۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

میدان جنگ سے پسپائی کی دو جائز صورتیں

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی فوج کی پسپائی جنگ کی کسی حکمت عملی کی بنا پر ہو' مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہو تو اس صورت میں مسلمان فوج کا پسپا ہونا جائز ہے۔ اور جواز کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان سپاہیوں کی ایک جماعت مرکزی فوج سے بچھڑ گئی ہے اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے پسپا ہو کر مرکزی فوج سے ملنا چاہتی ہے تو اس قسم کی پسپائی بھی جائز

Marfat.com

ہے' مسلمان فوج کا میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا صرف اس صورت میں ناجائز اور حرام ہے جبکہ وہ بزدلی سے محض جنگ سے بچنے کی خاطر میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگے۔

میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا بہت سخت گناہ اور اکبر الکبائر میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو' پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ کون کون سی چیزیں ہیں' آپ نے فرمایا:

۱- اللہ کا شریک بنانا۔

۲- جادو کرنا۔

۳- جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا۔

۴- یتیم کا مال کھانا۔

۵- سود کھانا۔

۶- جنگ کے دن دشمن سے پیٹھ پھیرنا۔

۷- بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانا۔

(صحیح مسلم الایمان: ۱۴۵ (۸۹) ۲۵۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۶۱)

اگر دشمن کی تعداد مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو پھر مسلمانوں کا میدان سے بھاگنا جائز نہیں

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ میدان جنگ میں مسلمان کافروں کو پیٹھ نہ دکھائیں اور یہ حکم اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ کفار مسلمانوں سے تعداد میں دگنے سے زیادہ نہ ہوں' اگر کفار مسلمانوں سے دگنے ہوں تو پھر مسلمانوں کا ان سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر دو تین گنے زیادہ ہوں اور پھر مسلمان ان سے پیٹھ موڑ کر بھاگیں تو پھر یہ حرام اور ناجائز نہیں ہے' ابن ماجشون نے یہ کہا ہے کہ فوج کے ضعف' قوت اور عدد کی رعایت کی جائے گی' اگر کافر فوج کی تعداد ایک سو ہو اور مسلمان بھی ایک سو ہوں' لیکن وہ بہت ہٹے کٹے اور قوی اور توانا ہوں اور مسلمان دبلے پتلے اور کمزور ہوں تو عدد میں برابر ہونے کے باوجود مسلمانوں کا ایسے کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا جائز ہے اور جمہور کے نزدیک ایک سو مسلمانوں کا دو سو کافروں سے کسی حال میں بھاگنا جائز نہیں ہے اور اگر کافر دو سو سے زیادہ ہوں تو ان سے بھاگنا اگرچہ جائز ہے لیکن صبر و استقامت سے ان کے مقابلہ پر جمے رہنا اور ڈٹے رہنا احسن اور افضل ہے' غزوہ موتہ میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کافروں کے مقابلہ پر تھے ان میں ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ مستعرب تھے۔

فتح اندلس کی تاریخ میں مذکور ہے کہ جب ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلام طارق سترہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر اندلس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے' ان کے مقابلہ میں عیسائی حکمران ذریق ستر ہزار سواروں کے ساتھ آیا۔ طارق صبر و استقامت کے ساتھ ذریق سے جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے طارق کو فتح یاب کیا اور ذریق شکست کھا گیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۴۱-۳۴۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے دگنی تعداد میں کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگیں یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے:

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ - (الانفال:۶۶)

پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوئے تو وہ اللہ کے اذن سے دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوئے تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار پر غالب آ جائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت قیامت تک کے لیے عام ہے یا یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ ممانعت قیامت تک کے لیے ہے۔

ابو نضرہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ ممانعت یوم بدر کے ساتھ مخصوص تھی اور مسلمانوں کے لیے اس دن بھاگنا جائز نہ تھا' اور اگر وہ بھاگتے تو مشرکین ہی کی سمت بھاگتے' کیونکہ روئے زمین پر اس وقت ان کے سوا اور کوئی مسلمان نہ تھا۔

(جامع البیان ج ۹' ص ۲۶۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت یوم بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶' رقم الحدیث: ۱۱۲۰۳' المستدرک ج ۲' ص ۳۲۷' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۳۷۷' ج ۹' ص ۲۶۶' الدر المنثور ج ۴' ص ۳۶)

حضرت ابو سعید نے کہا یہ آیت خصوصیت سے اہل بدر کے متعلق ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر' نافع' عکرمہ' الحسن' ضحاک' قتادہ' ربیع بن انس' ابو نضرہ' یزید بن ابی حبیب اور سعید بن جبیر کا بھی یہ قول ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۷۰' رقم الحدیث: ۸۸۹۲' ۸۸۹۱' مطبوعہ مکہ مکرمہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم بدر کے دن تھا اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مسلمانوں کی اور کوئی جماعت نہیں تھی' لیکن اب بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی جماعت ہیں۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ فرار صرف بدر کے دن تھا کیونکہ اس دن مسلمانوں کی کوئی جائے پناہ نہیں تھی جہاں پناہ حاصل کرتے اور آج کل فرار نہیں ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن بھاگنے والوں کے لیے دوزخ کو واجب کیا ہے' اور احد کے دن بھاگنے والوں کے متعلق فرمایا:

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ

(آل عمران: ۱۵۵)

شیطان ہی نے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے ان کے قدم پھسلا دیے تھے اور بے شک اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔

اور اس کے سات سال بعد جنگ حنین میں بھاگنے والوں کے متعلق فرمایا:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ - (التوبہ:۲۵)

اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور پھر تم پیٹھ پھیر کر لوٹے۔

Marfat.com

ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۲۷)

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمالیتا ہے' اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(جامع البیان جز۹'ص۲۶۸-۲۶۷'مطبوعہ دار الفکر بیروت'۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت کا حکم عام ہے اور قیامت تک مسلمانوں پر مذکور الصدر دو صورتوں کے سوا میدان جنگ سے اس وقت تک بھاگنا جائز نہیں ہے جب تک کہ دشمن کی تعداد دگنے سے متجاوز نہ ہو' اور یہ آیت محکم ہے اور اس کا کوئی ناسخ نہیں ہے' اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ مسلمان اگر بھاگتے تو مشرکین ہی کی طرف بھاگتے کیونکہ مدینہ میں انصار مسلمین موجود تھے' اور جنگ احد اور جنگ حنین میں بھاگنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا' اور اللہ تعالیٰ کا معافی کا اعلان کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہو گیا تھا' لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ جس کی چاہے توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اس آیت کے محکم ہونے اور قیامت تک واجب العمل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت جنگ بدر میں قتال اور جنگ ختم ہونے کے بعد نازل ہوئی ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابو حنیفہ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔

اگر دشمن کی تعداد دگنی ہو یا دگنی سے کم ہو اور پھر کوئی مسلمان جنگ سے بچنے کی کوشش کے لیے دشمن سے پیٹھ موڑ کر بھاگے تو اس کا یہ فعل ناجائز اور حرام ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے' اس کو معاف کر دے گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا "استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب علیه" تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ وہ میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۱۷'سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۵۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور (اے رسول معظم!) آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی جس وقت آپ نے وہ خاک پھینکی تھی لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی تاکہ وہ مومنوں کو اچھی آزمائش کے ساتھ گزارے' بے شک اللہ بہت سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ○ یہ تو تمہارے ساتھ معاملہ ہے اور اللہ کفار کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ (الانفال:۱۹-۱۸)

مسلمانوں سے کفار بدر کے قتل کی نفی کے محامل

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں:

جنگ بدر کے دن صحابہ آپس میں بحث کرنے لگے' ایک نے کہا میں نے فلاں کو قتل کیا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے فلاں کو قتل کیا ہے' تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا' لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن حاتم ج۵'ص۱۶۷۲' جامع البیان ج۹'ص۲۷۰' الدر المنثور' ج۴'ص۳۹)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو قتل کرنے پر فخر نہ کرو' اگر اللہ تمہاری مدد نہ فرماتا اور تمہیں حوصلہ اور قوت نہ عطا فرماتا تو تم ان کو قتل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے بظاہر تم نے ان کو قتل کیا ہے لیکن حقیقت میں ان کو اللہ نے قتل کیا ہے' یا تم نے ان کو کسباً قتل کیا ہے اور اللہ نے ان کو خلقاً قتل کیا ہے۔ یا تم نے ان کو صورۃً قتل کیا ہے اور اللہ نے ان کو معناً قتل کیا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ ہر اچھے اور نیک کام کی نسبت اللہ کی طرف کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ کی توفیق سے کوئی اچھا اور نیک کام کرے تو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

ومارمیت اذرمیت کے شان نزول میں مختلف اقوال

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ زہری سے روایت کرتے ہیں:

ابی بن خلف نبی ﷺ کے پاس ایک ہڈی لے کر آیا اور کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) جب یہ ہڈی بوسیدہ ہو جائے گی تو اس کو کون زندہ کرے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اس کو زندہ کرے گا' پھر تجھ پر موت واقع کرے گا' پھر تجھ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ جنگ احد کے دن ابی بن خلف نے کہا اللہ کی قسم! میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کو دیکھتے ہی قتل کر دوں گا' جب نبی ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ انشاء اللہ میں اس کو قتل کروں گا۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۲۷۲' مطبوعہ دار الفکر ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں:

جنگ احد کے دن ابی بن خلف اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا حتیٰ کہ نبی ﷺ کے قریب پہنچ گیا' مسلمان اس کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا ٹھہرو! نبی ﷺ نے اپنے دست مبارک میں نیزہ پکڑا اور ابی بن خلف کی طرف تاک کر مارا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی توڑ دی' ابی بن خلف زخمی ہو کر اپنے اصحاب کی طرف پلٹا' اس کے اصحاب اس کو اٹھا کر لے گئے اور کہا خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ یہ سن کر ابی بن خلف نے کہا خدا کی قسم! اگر میں لوگوں کے درمیان ہوتا تو وہ پھر بھی مجھے قتل کر دیتے' کیا انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ انشاء اللہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ اس کے اصحاب اس کو بے ہوشی کی کیفیت میں لے گئے وہ راستہ ہی میں مر گیا اور انہوں نے اس کو وہیں دفن کر دیا' ابن المسیب نے کہا اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی "ومارمیت اذرمیت" یعنی آپ نے وہ نیزہ نہیں مارا' جب آپ نے نیزہ مارا تھا' لیکن اللہ نے وہ نیزہ مارا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۷۳' الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۴۴' الدر المنثور ج ۴' ص ۴۱' المستدرک ج ۲' ص ۳۲۷' اسباب النزول رقم الحدیث: ۴۷۱)

اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے:

امام ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اور امام علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرحمن بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگوائی' تو ایک بہت لمبی کمان لائی گئی' آپ نے فرمایا کوئی اور کمان لاؤ' تو ایک درمیانی کمان لائی گئی رسول اللہ ﷺ نے اس کمان سے یہودیوں کے قلعہ کا نشانہ لگا کر تیر مارا جو کنانہ بن ابی الحقیق کو جا کر لگا جو اس وقت بستر پر لیٹا ہوا تھا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی" یعنی آپ نے تیر نہیں مارا' جس وقت آپ نے تیر مارا تھا لیکن اللہ نے وہ تیر مارا تھا۔

(تفسیر امام ابن حاتم' ج ۵' ص ۱۶۷۴-۱۶۷۳' اسباب نزول القرآن' رقم الحدیث: ۴۷۲' الدر المنثور ج ۴' ص ۴۱)

اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ہے: اور یہی جمہور مفسرین کا مختار ہے:

جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا یہ لوگ روسیاہ ہو جائیں تو وہ خاک سب کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بڑھ کر ان کو قتل کرنے لگے اور گرفتار کرنے لگے اور ان کی شکست کا اصل سبب خاک کی وہ مٹھی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے پھینکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی" اور (اے رسول معظم!) آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی۔

Marfat.com

(جامع البیان جز ۹، ص ۲۷۲-۲۷۰، تفسیر امام بن ابی حاتم، ج ۵، ص ۱۶۷۳، اسباب نزول القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۳، المعجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۱۲۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۶، ص ۸۴، الدر المنثور، ج ۴، ص ۴۰)

نبی ﷺ سے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نفی اور اثبات کے محامل

اس آیت سے پہلے نبی ﷺ سے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نفی کی ہے اور پھر اس کو ثابت کیا ہے اور بظاہر یہ تعارض ہے۔ اس کا بھی یہی جواب ہے کہ نفی اور اثبات کے محمل الگ الگ ہیں اور معنی اس طرح ہے: آپ نے خاک کی مٹھی حقیقتاً نہیں پھینکی جب آپ نے خاک کی مٹھی بظاہر پھینکی تھی یا آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی جب آپ نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی' یا آپ نے خاک کی مٹھی معناً نہیں پھینکی جب آپ نے خاک کی مٹھی صورۃً پھینکی تھی' یا آپ نے خاک کی مٹھی عادۃً نہیں پھینکی جب آپ نے خاک کی مٹھی خلاف عادت پھینکی تھی۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اے محمد! (ﷺ) آپ نے خاک کی مٹھی اس طرح نہیں پھینکی کہ آپ تمام کافروں کی آنکھوں میں وہ خاک پہنچا دیں' جب کہ آپ نے صورۃً خاک کی مٹھی پھینکی تھی' لیکن یہ مقصود اللہ نے پورا کیا اور وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچا دی حتیٰ کہ وہ سب شکست کھا گئے اور آپ کافروں کی جڑ کاٹنے پر قادر ہو گئے۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی پھینک کر ان کو مرعوب نہیں کیا جب آپ نے خاک پھینکی تھی لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۳، ص ۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ منصور بن الحسن القرشی المتوفی ۸۶۰ھ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

زیادہ مناسب یہ معنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خاک کی مٹھی حقیقتاً پھینکی تھی' لیکن اس خاک کو تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ (حاشیہ الکازرونی ج ۳، ص ۹۶-۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے کہ آپ نے خلقاً اور حقیقتاً خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے کسباً اور صورۃً خاک کی مٹھی پھینکی تھی' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ تمام بندوں کے افعال اسی طرح ہیں' ظاہراً اور کسباً بندے فعل کرتے ہیں اور حقیقتاً اور خلقاً اللہ تعالیٰ فعل کرتا ہے۔ یعنی فعل کا کسب بندہ کرتا ہے اور فعل کا خلق اور اس کو پیدا اللہ تعالیٰ کرتا ہے' تو پھر نبی ﷺ کے خاک کی مٹھی پھینکنے کی کیا خصوصیت تھی جو یہ فرمایا کہ آپ نے حقیقتاً خاک نہیں پھینکی جب آپ نے بظاہر خاک پھینکی تھی' جب کہ تمام بندوں کے افعال اسی طرح ہیں۔ اس کے جواب میں' میں یہ کہتا ہوں کہ بندہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قدرت پیدا کی ہے جو اللہ کے اذن سے موثر ہوتی ہے پس جب اللہ سبحانہ چاہتا ہے تو وہ قدرت موثر ہوتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا تو وہ قدرت موثر نہیں ہوتی' یہ بات نہیں ہے کہ بندہ میں بالکل قدرت نہ ہو جیسا کہ جبریہ کہتے ہیں اور نہ یہ بات ہے کہ بندہ کی ایسی قدرت موثرہ ہے کہ اللہ جس فعل کو کرنا نہ چاہے بندہ اس فعل کو بھی کرے' اور جب یہ معاملہ اس طرح ہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ نبی ﷺ نے جو خاک پھینکی تھی یہ وہی پھینکنا ہو' جس پر وہ عظیم اثر مرتب ہوا اور نبی ﷺ نے حقیقتاً یہ فعل کیا اور یہ فعل اس قدرت سے کیا جو آپ کو عطا کی گئی تھی اور جو اللہ کے اذن سے موثر تھی۔ لیکن چونکہ یہ فعل خلاف عادت اور خلاف معمول تھا کیونکہ معروف اور معمول یہ ہے کہ بندہ کو جو قدرت دی جاتی ہے اس سے اس قسم کے عظیم آثار پیدا نہیں ہوتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی نبی ﷺ سے نفی کی اور اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا۔ گویا کہ یوں

Marfat.com

کہا گیا کہ خاک کی اس مٹھی کا پھینکنا ہر چند کہ حقیقتاً آپ سے صادر ہوا ہے' اس قدرت کے ساتھ جو اللہ سبحانہ کے اذن سے موثر ہوئی ہے لیکن چونکہ یہ بہت عظیم الشان کام ہے اور عادۃً افعال بشر کے خلاف ہے تو گویا کہ یہ فعل آپ سے صادر نہیں ہوا' بلکہ اللہ جل شانہ سے بلاواسطہ صادر ہوا ہے' اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آپ نے خاک پھینک کر ان کو مرعوب نہیں کیا جب آپ نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن اللہ نے خاک پھینک کر ان کو مرعوب کیا اور اس طرح دونوں آیتوں کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں سے اللہ نے قتل کی نفی کی اور اپنی طرف قتل کرنے کی نسبت کی اور فرمایا سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن ان کو اللہ نے قتل کیا ہے اور مسلمانوں کے لیے اس فعل کو ثابت نہیں کیا اور نبی ﷺ کے متعلق فرمایا آپ نے خاک نہیں پھینکی جب آپ نے خاک پھینکی تھی' پہلے آپ سے اس فعل کی نفی کی پھر آپ کے لیے اس فعل کو ثابت کیا' اور وجہ فرق یہ ہے کہ قتل کرنا کوئی اس قدر مستبعد اور محیر العقول کام نہیں تھا اس لیے عام اصول کے مطابق فرمایا کہ تم نے حقیقتاً ان کو قتل نہیں کیا جب تم نے ان کو ظاہراً قتل کیا تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خاک پھینکی وہ تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئی اور وہ مرعوب ہو کر شکست کھا گئے اور چونکہ یہ فعل عام افعال بشر کے منافی تھا اس لیے پہلے اس کی آپ سے مبالغۃً نفی کی اور پھر اس کو حقیقتاً آپ کے لیے ثابت کیا اور چونکہ آپ نے حقیقتاً یہ فعل اللہ سبحانہ کی دی ہوئی قدرت سے کیا تھا اس لیے فرمایا اللہ نے یہ خاک پھینکی تھی۔ (روح المعانی' جز ۹' ص ۱۸۷-۱۸۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

معجزات کا مقدور ہونا

نبی ﷺ کا خاک کی اس مٹھی کو پھینکنا معجزہ تھا اور علامہ آلوسی کی تحقیق اور تقریر کے مطابق آپ نے یہ خاک اللہ سبحانہ کی دی ہوئی قدرت سے پھینکی تھی جو اس کے اذن سے موثر تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی قدرت اور ان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ البتہ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن کے تابع ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جزی فعل کے صدور کے وقت تازہ اذن لیا جائے بلکہ اس کے لیے اذن کلی کافی ہے۔ جیسے شفاعت بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں کی جا سکتی لیکن اس کے لیے بھی اذن مطلق کافی ہے اور ہر جزی شفاعت کے لیے تازہ اذن لینا ضروری نہیں۔ چنانچہ بکثرت احادیث میں ہے کہ صحابہ آپ سے استغفار کی درخواست کرتے اور آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے اور کہیں یہ وارد نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کے لیے اذن لیتے پھر استغفار کرتے' سو یہی حال معجزات کا ہے۔

اچھی آزمائش کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ وہ مومنوں کو اچھی آزمائش کے ساتھ گزارے مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں آزمائش کا معنی انعام ہے' یعنی نبی ﷺ کے اس خاک پھینکنے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عظیم نعمت عطا فرمائے گا اور وہ نعمت معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہے اور مال غنیمت اور اجر و ثواب ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معرکہ بدر کی فتح کے بعد اللہ عزوجل مسلمانوں کو آزمائش میں ڈالے گا کہ اس کے بعد کی جنگوں میں وہ بدر کی فتح کے گھمنڈ میں چور ہو جاتے ہیں یا حسب سابق عجز و نیاز کے پیکر بنے رہتے ہیں یا آئندہ وہ اپنی قوت اور عددی برتری پر اتراتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر نگاہ رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا "اللہ کفار کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے" یعنی اللہ سبحانہ کفار کے دلوں میں رعب ڈال دے گا' حتیٰ کہ وہ بکھر کر کمزور ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ ان کافروں سے کہئے کہ:) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے اور اگر تم (کفر اور شرک سے) باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم نے پھر یہی حرکت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے'

Marfat.com

اور تمہارا گروہ خواہ کتنا زیادہ ہو وہ تمہارے کسی کام نہ آسکے گا اور بیشک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال: ۱۹)

اللہ نیک مسلمانوں کی نصرت اور حمایت فرماتا ہے 'بدکاروں کی نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو تمہارے سامنے فیصلہ آچکا ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ خطاب کفار کی طرف متوجہ ہے۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زہری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ابو جہل بن ہشام نے دعا کی ہم میں سے جو جھوٹا ہو اور رشتہ کو منقطع کرنے والا ہو' اس کو آج کے دن ہلاک کردے' اس کی مراد تھی سیدنا محمد ﷺ اور اس کی اپنی ذات میں سے جو جھوٹا ہو۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکین مکہ سے نبی ﷺ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا کی۔ اے اللہ! ان دو لشکروں میں سے جو زیادہ عزیز ہو' اور ان دو جماعتوں میں سے جو زیادہ مکرم ہو' اور ان دو قبیلوں میں سے جو زیادہ بہتر ہو اس کو فتح عطا فرما۔

ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا جب مشرکین روانہ ہوئے تو وہ اپنے قافلہ کو دیکھ رہے تھے اور قافلے والوں ابو سفیان اور اس کے اصحاب نے مشرکین کی طرف مدد مانگنے کا پیغام بھیجا تھا۔ تب ابو جہل نے دعا کی: اے اللہ! ہم دونوں میں سے جو تیرے نزدیک بہتر ہو اس کی مدد فرما۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۲۷۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے پھر یہی حرکت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے۔

اس میں بھی کفار کو خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ہمارے رسول سے عداوت رکھنے' ان کی تکذیب کرنے اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آگئے تو یہ دنیا میں بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم قتل کیے جانے' قیدی بنائے جانے اور بہ طور غنیمت تمہارے اموال کے لیے جانے سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں بھی تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور ثواب سے مالامال کیے جاؤ گے' اور اگر تم نے دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کی تو ہم دوبارہ مسلمانوں کو تم پر مسلط کر دیں گے اور تم غزوہ بدر میں مشاہدہ کر چکے ہو کہ اللہ کی تائید اور نصرت مسلمانوں کے ساتھ ہے اور تم کتنی ہی بھاری جمعیت کو لے کر کیوں نہ آؤ' وہ تم کو شکست سے نہیں بچا سکتی۔ اور اگر ان آیات کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے' تو معنی اس طرح ہو گا:

جب نبی ﷺ اور مسلمانوں نے کفار کے بہت بڑے لشکر کو دیکھا تو نبی ﷺ اور صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر فتح اور نصرت کی دعا کی اور کہا اے اللہ! تو نے کفار کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کا ہم سے وعدہ کیا ہے سو وہ ہمیں عطا فرما' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے ہم سے فتح طلب کی تھی سو لو اب فتح آچکی ہے۔ اور اگر تم انفال (اموال غنیمت) میں جھگڑا کرنے سے باز آگئے اور قیدیوں کا فدیہ لینے سے رک گئے تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم ان جھگڑوں کی طرف دوبارہ پلٹ گئے تو ہم تمہاری مدد کرنے سے رک جائیں گے کیونکہ ہم نے تم سے جو فتح اور نصرت کا وعدہ کیا ہے' وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ تم دائما ہماری اطاعت کرو گے اور ہماری نافرمانی نہیں کرو گے' اور اگر تم اسی روش پر برقرار رہے تو تمہاری تعداد کی کثرت بھی تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ انہی مسلمانوں کی نصرت اور حمایت کرتا ہے جو گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اس سے اعراض نہ کرو

Marfat.com

وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ

جب کہ تم سن رہے ہو ○ اور ان لوگوں کی مثل نہ ہو جانا جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ

لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

نہیں سنتے تھے ○ بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ

جو عقل سے کام نہیں لیتے ○ اور اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا،

وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور اگر (بالفرض) وہ ان کو سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پشت پھیر لیتے ○ اے ایمان والو!

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا

اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو، جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفریں ہو

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ○

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا

اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ○ اور یاد کرو جب تم کم تعداد میں تھے، زمین میں کمزور سمجھے

فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ

جاتے تھے، تم ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں ملیامیٹ کر دیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے

بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيُّهَا

تمہیں قوت عطا کی اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی تاکہ تم شکر ادا کرو ○ اے ایمان والو!

Marfat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ

اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تمہیں

اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ

علم ہو ○ اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور

اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' اور اس سے اعراض نہ کرو جب کہ تم سن رہے ہو ○ (الانفال: ۲۰)

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کا واجب ہونا

اس آیت میں مسلمانوں سے یہ فرمایا ہے کہ جب تم کسی چیز کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم سن رہے ہو تو اس حکم کی اطاعت کرو اور اس حکم سے اعراض نہ کرو۔ اس جگہ یہ نہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ کون سا حکم سن رہے تھے جس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور اس سے اعراض کرنا حرام ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حکم کا ذکر نہ کر کے اس کے عموم پر متنبہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو کوئی حکم دیں تو ان کے لیے اس حکم پر عمل کرنے یا عمل نہ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب: ۳۶)

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے (اس) کام میں کوئی اختیار ہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں چونکہ غزوہ بدر اور جہاد کا ذکر آ رہا تھا تو اس قرینہ سے یہاں بھی جہاد کا حکم دینا مراد ہے اور جہاد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا پڑتا ہے اور اپنے مال کو خرچ کرنا پڑتا ہے اور یہ دونوں چیزیں انسان پر بہت دشوار ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کی وجہ سے خصوصاً جہاد کے حکم میں آپ کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہر چند کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا واحد ہونا

اس آیت میں دوسری بحث یہ ہے کہ پہلے فرمایا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر فرمایا "اور اس سے اعراض نہ کرو" چونکہ پہلے دو کی اطاعت کا ذکر ہے اس لیے بہ ظاہر تثنیہ کی ضمیر ذکر کرنی چاہیے تھی یعنی ان سے اعراض نہ کرو' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واحد کی ضمیر ذکر کی ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے پیٹھ

Marfat.com

نہ پھیرو۔ اور پیٹھ پھیرنا اور اعراض کرنا رسول اللہ ﷺ کے حق میں متصور ہو سکتا ہے اس لیے واحد کی ضمیر ذکر کی اور مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اعراض نہ کرو۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واحد ہے الگ الگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔ (النساء: ۸۰)

اس پر متنبہ کرنے کے لیے واحد کی ضمیر ذکر کی ہے کہ اس کی اطاعت سے اعراض نہ کرو۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ بے شک تمہارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین ○ اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہ پر لاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔ (المائدہ: ۱۶-۱۵)

اس آیت میں پہلے دو چیزوں کا ذکر ہے نور اور کتاب مبین (یعنی رسول ﷺ اور قرآن مجید) اس لیے یہاں بھی بہ ظاہر تثنیہ کی ضمیر ذکر کرنی چاہیے تھی۔ یعنی اللہ ان کے ذریعہ...... لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی ہدایت واحد ہے اس پر متنبہ کرنے کے لیے واحد کی ضمیر لائی گئی ہے۔

اس کی ایک اور نظیر یہ آیت ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔ (التوبہ: ۶۲)

یہاں بھی پہلے اللہ اور رسول کا ذکر ہے تو بہ ظاہر تثنیہ کی ضمیر لانی تھی لیکن واحد کی ضمیر لائی گئی ہے تاکہ اس پر متنبہ کیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا واحد ہے' الگ الگ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کی مثل نہ ہو جانا جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے تھے ○ (الانفال: ۲۱)

یہ آیت اس سے پہلی آیت کی تاکید ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کے لیے کسی حکم کو قبول کرنا اس حکم کو سننے کے بعد ہی ممکن ہے' اس لیے کسی حکم کو سننا اس کو قبول کرنے سے کنایہ ہے۔ سمع اللہ لمن حمدہ کا معنی ہے جس نے اللہ کی حمد کی اللہ نے اس کو قبول کر لیا۔ پس اس آیت میں یہ فرمایا ہے تم ان لوگوں کی مثل نہ ہو جانا جو زبان سے کہتے ہیں ہم نے اللہ کے احکام کو قبول کر لیا اور وہ اپنے دلوں سے قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ منافقین کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ○ (الانفال: ۲۲)

عربی میں دابہ چوپایہ کو کہتے ہیں۔ اس آیت میں کفار کو جانوروں اور چوپایوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح جانور کسی نصیحت سے نفع حاصل نہیں کرتے اسی طرح یہ کفار بھی کسی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق فرمایا یہ بہرے اور گونگے ہیں' کیونکہ یہ کسی حکم کو سن کر اس کو قبول نہیں کرتے اور کسی وعظ اور نصیحت کو سن کر اس سے نفع نہیں اٹھاتے اور اپنی زبان سے کبھی سچ بولتے ہیں نہ سچائی کا اعتراف کرتے ہیں' سو یہ اپنے کانوں اور اپنی زبانوں سے کام نہیں لیتے

Marfat.com

اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) وہ ان کو سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پشت پھیر لیتے ○ (الانفال: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کی معلومات واقعیہ اور اس کی معلومات فرضیہ

اس آیت کا لفظی معنی اس طرح ہے اگر اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم ہوتا تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم نہیں ہے اور اللہ کو جس چیز کے ہونے کا علم نہ ہو اس کا ہونا محال ہے' یعنی اللہ کو اس چیز کے متعلق یہ علم ہوگا کہ وہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز فی نفسہ نہ ہو اور اللہ کو یہ علم ہو کہ وہ ہے تو یہ علم خلاف واقع ہوگا' اور جو علم خلاف واقع ہو وہ جہل ہوتا ہے' اور اللہ کا علم واقع کے مطابق ہے' لہٰذا جو چیز ہے اس کے متعلق اللہ کو علم ہوگا کہ وہ ہے اور جو چیز نہیں ہے اس کے متعلق اللہ کو علم ہوگا کہ وہ نہیں ہے' اور چونکہ ان میں کوئی خیر نہیں تھی اس لیے اللہ کو علم تھا کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا کہ اگر اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم ہوتا یعنی اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم نہیں ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم ہوتا تو وہ ان کو دین حق کے دلائل اور آخرت کے متعلق نصیحتیں سناتا اور ان کے ذہنوں اور دماغوں میں اس کی فہم پیدا کرتا' اور اگر وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے اور وہ دلائل اور نصائح سے کوئی نفع حاصل نہیں کریں گے' پھر بھی ان کو دلائل اور نصائح سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتے۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی معلومات کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) تمام موجودات (۲) تمام معدومات (۳) اگر ہر موجود نہ ہوتا تو اس کا کیا حال ہوتا (۴) اگر ہر معدوم موجود ہوتا تو اس کا کیا حال ہوتا۔ پہلی دو قسموں کا علم واقع کا علم ہے اور بعد کی دو قسموں کا علم مفروضات کا علم ہے اور یہ واقعات کا علم نہیں ہے۔ اس کی نظیر قرآن مجید میں منافقین کے متعلق یہ آیت ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ (الحشر: ۱۲-۱۱)

کیا آپ نے ان منافقوں کو نہ دیکھا جو اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے متعلق ہم کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ (منافق) یقیناً جھوٹے ہیں ○ اگر وہ (اہل کتاب) نکالے گئے تو منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر (بالفرض) ان کی مدد کی تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی ○

اس آیت میں یہ جو فرمایا ہے کہ اگر منافقوں نے اہل کتاب کی مدد کی تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے یہ مفروضات کا علم ہے' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ منافقین کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ وہ اہل کتاب کی مدد کریں گے تو ان کا اہل کتاب کی مدد کرنا محال ہے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بر سبیل فرض فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

Marfat.com

اور مفروضات کے علم کی دوسری مثال یہ آیت ہے:

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (الانعام: ۲۸) اور اگر (بالفرض) یہ کافر دنیا میں دوبارہ بھیج دیے گئے تو پھر یہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اگر معدوم چیز موجود ہو جائے تو اس کا کیا حال ہو گا اور یہ ایک فرضی چیز کی مثال ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۱-۴۷۰ ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ' بیروت ' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ (الزخرف: ۸۱) آپ کہیے اگر (بالفرض) رحمان کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔

اس آیت میں بھی معدوم چیز کا حال بیان فرمایا ہے اور یہ بھی فرضی چیز کا علم ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۲) اگر زمین و آسمان میں (بالفرض) اللہ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو آسمان اور زمین کا نظام الٹ پلٹ ہو جاتا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (یونس: ۹۴) پس اگر (بالفرض) آپ کو اس چیز کے متعلق شک ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

آپ کا قرآن مجید میں شک کرنا معدوم ہے لیکن بالفرض اگر اس کا وقوع ہو تو اس کا حال بیان فرمایا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر: ۶۵) اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

آپ کا شرک کرنا محال ہے لیکن بہ فرض وقوع اس کا حال بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں اس طرح کی اور بھی بہت مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو ' جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفرین ہو اور یقین رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ○ (الانفال: ۲۴)

فرض نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے ' اور نفل نماز میں ماں کے بلانے پر

جب کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو نماز میں بلائے تو اس پر واجب ہے کہ نماز توڑ کر ماں کے بلانے پر حاضر ہو جائے البتہ باپ کے بلانے پر نفل نماز نہ توڑے۔

امام بیہقی نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ جب تمہاری ماں تمہیں اس حال میں بلائے کہ تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس کے پاس حاضر ہو ' اور جب تمہیں تمہارا باپ بلائے تو حاضر نہ ہو حتیٰ کہ تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔

(شعب الایمان ' رقم الحدیث: ۷۸۸۳ ' الدر المنثور ' ج ۴ ' ص ۱۷۴ ' طبع قدیم ' مطبعہ المیمنہ ' مصر ' ۱۳۱۴ھ)

امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہاری ماں تم کو نماز میں بلائے تو

Marfat.com

اس کی خدمت میں حاضر ہو اور جب تمہارا باپ بلائے تو حاضر نہ ہو۔
(الکتاب المصنف ج ۲، ص ۱۹۳، رقم الحدیث: ۸۰۱۳، امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو مکحول سے بھی روایت کیا ہے، رقم الحدیث: ۸۰۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اور فرض نماز میں سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونے کی دلیل مذکور الصدر قرآن مجید کی آیت ہے اور درج ذیل احادیث ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا پس میں حاضر نہیں ہوا۔ (جب میں نے نماز پڑھ لی) تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو (الانفال: ۲۴) امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اس طرح روایت کیا ہے: میں نماز پڑھ کر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: میرے بلانے پر تم کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے عرض کیا میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۰۶، ۴۷۰۳، ۴۶۴۷، ۴۴۷۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۴۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۱۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۸۵، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۳۳۴۷، سنن کبریٰ للبیھقی، ج ۲، ص ۳۶۸، مسند احمد ج ۴، ص ۲۱۱، المعجم الکبیر ج ۲۲، ص ۳۰۳)

اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لے گئے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا یا ابی! حضرت ابی نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے اور حضرت ابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وعلیک السلام! اے ابی جب میں نے تمہیں بلایا تو کس چیز نے تمہیں حاضر ہونے سے روکا تھا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے کیا تم نے اس میں یہ آیت نہیں پڑھی: اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! اور میں انشاء اللہ دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۱۰)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔ امام شافعی نے کہا اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ امام رویانی نے یہ کہا ہے کہ نماز میں آپ کے بلانے پر جانا واجب نہیں ہے اور اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب نمازی یہ دیکھے کہ تاخیر سے کوئی حادثہ ہو جائے گا تو وہ نماز توڑ دے، مثلاً وہ دیکھے کہ ایک نابینا شخص کنوئیں کی سیدھ میں جا رہا ہے اور اگر اس نے اس کو متنبہ نہ کیا تو وہ کنوئیں میں گر جائے گا تو وہ نماز توڑ دے۔ (روح المعانی، جز ۹، ص ۱۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفریں ہو، مفسرین کا اس میں

Marfat.com

اختلاف ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو مسلمانوں کے لیے حیات آفریں ہے۔

مجاہد نے کہا اس سے مراد حق ہے۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اس میں حیات اور عفت ہے اور اس میں دنیا اور آخرت کے فتنوں سے حفاظت ہے۔ ابن اسحاق نے کہا اس سے مراد جہاد ہے۔ کیونکہ جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذلت کے بعد عزت اور ضعف کے بعد قوت عطا کی' اور جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جارحیت سے روکا۔ امام ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں حق کو مراد لینا اولیٰ ہے' کیونکہ دشمن کے خلاف جہاد کرنے کے حکم کو ماننا بھی حق میں داخل ہے' اور قرآن کے حکم پر عمل کرنا بھی حق میں داخل ہے اور حق کو قبول کرنے میں ہی قبول کرنے والے کی حیات ہے' کیونکہ دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس میں بھی اس کی حیات ہے اور آخرت میں اس کو جنتوں میں دائمی حیات حاصل ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے کے بعد قبول حق پر برقرار رہنے کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آپ کے تمام احکام حق تھے اور حضرت ابو سعید بن معلیٰ اور حضرت ابی بن کعب جن کو آپ نے بلا کر یہ آیت سنائی تھی وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۲۸۳-۲۸۲' ملخصا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ کے حائل ہونے کے محامل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے۔ اس کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا اللہ' کافر اور اس کے ایمان لانے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مومن اور اس کے کفر کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا کافر اور اس کے ایمان اور اللہ کی اطاعت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ ضحاک نے کہا کافر اور اس کی اطاعت اور مومن اور اس کی معصیت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا انسان اور اس کی عقل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ امام ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ بندوں سے زیادہ ان کے دلوں کا مالک ہے اور جب بندے کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ان کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی شخص ایمان لا سکتا ہے نہ کفر کر سکتا ہے' نیک کام کر سکتا ہے نہ گناہ کر سکتا ہے۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۲۸۷-۲۸۴' ملخصا' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

انسان اور اس کی موت کے درمیان اللہ حائل ہو جاتا ہے اور انسان سے جو کام رہ گئے ہوں وہ ان کی تلافی نہیں کر پاتا۔ کہا گیا ہے کہ جنگ بدر کے دن مسلمان' کفار کی کثرت سے خوف زدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ ان کے دل کو خوف کے بعد بے خوفی سے بدل دے گا۔ امام ابن جریر کا یہی مختار ہے کہ انسان کے دلوں کا اللہ زیادہ مالک ہے اور وہ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے' ایمان نہ کفر' نیکی نہ گناہ۔

(الجامع لاحکام القرآن' جزء ۷' ص ۳۴۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ جب سب کچھ اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے تو نیک کاموں پر انسان مدح اور ثواب کا اور برے کاموں پر مذمت اور سزا کا کیوں مستحق ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشیت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے اور اللہ کے اسی علم کا نام تقدیر ہے۔ اللہ اپنے اس علم ازل کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

Marfat.com

بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اکثریوں قسم اٹھاتے تھے لاو مقلب القلوب دلوں کو الٹنے پلٹنے والے کی قسم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۷۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۲، مسند احمد ج ۲، ص ۲۵، طبع قدیم، رقم الحدیث: ۴۷۸۸، طبع جدید، سنن داری، رقم الحدیث: ۲۳۵۵)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا یا ام المومنین! جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہوتے ہیں تو وہ زیادہ تر کس چیز کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا رسول اللہ ﷺ زیادہ تر یہ دعا فرماتے ہیں یا مقلب القلوب! میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کس قدر زیادہ یہ دعا کرتے ہیں یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک! آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے وہ جس دل کو چاہتا ہے سیدھا رکھتا ہے اور جس دل کو چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ پھر حدیث کے راوی نے یہ آیت تلاوت کی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا (آل عمران: ۸) اے ہمارے رب ہمیں ہدایت یافتہ کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۳۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۴۳، مسند احمد ج ۴، ص ۱۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۹۱۸۸، مطبوعہ بیروت، الشریعہ للآجری، ص ۳۸۶-۳۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱، رقم الحدیث: ۷۵۹، ج ۷، رقم الحدیث: ۷۲۳۲، ج ۲۳، رقم الحدیث: ۷۷۲، ج ۲۳، رقم الحدیث: ۷۸۵، ج ۲۳، رقم الحدیث: ۸۶۵، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۱۰، ج ۱۰، ص ۱۷۶، المطالب العالیہ، رقم الحدیث: ۳۴۶۳، ۳۹۴۰، کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۶۸۲، ۱۶۸۴، ۱۶۸۷، ۱۶۹۴، موارد الظمآن، رقم الحدیث: ۲۴۱۹، المستدرک، ج ۲، ص ۲۸۹، ۲۸۸)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دلوں کو الٹ پلٹ کرنے سے مراد ہے دل کے اعراض اور احوال کو الٹ پلٹ کرنا، دلوں کی ذوات کو الٹ پلٹ کرنا مراد نہیں ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی فعل کا داعی، محرک اور باعث اور کسی فعل کا ارادہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱، ص ۵۲۷، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ (الانعام: ۱۱۰) ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیتے ہیں۔

یعنی ہم جس طرح چاہتے ہیں ان کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں۔ معتزلہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں پس وہ ایمان نہیں لائیں گے اور مہر لگانے کا ان کے نزدیک یہ معنی ہے کہ ہم ان کے دلوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ جو چاہیں اپنے لیے اختیار کریں۔ اور لغت عرب کے اعتبار سے تقلیب کا یہ معنی صحیح نہیں ہے اور طبع (مہر لگانے) کا معنی ترک کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اہل سنت کے نزدیک طبع (مہر لگانے) کا معنی ہے کافر کے دل میں کفر پیدا کرنا اور موت تک اس کو اسی حال پر برقرار رکھنا۔ اور حدیث میں ہے اللہ جس طرح چاہتا ہے اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف فرماتا ہے۔ حافظ

Marfat.com

عسقلانی نے یہ روایت بالمعنی کی ہے۔ اصل حدیث اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مصرف القلوب! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

(صحیح مسلم القدر '۱۷' (۲۶۵۴) ۶۶۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی ج ۴' رقم الحدیث: ۷۸۶۱)

قاضی بیضاوی نے کہا دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کی اللہ کی طرف نسبت کرنے میں یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف فرماتا ہے اور اس نے یہ تصرف اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد نہیں کیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو یہ دعا فرماتے تھے یا مقلب القلوب! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اس دعا میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف فرماتا ہے یہ تصرف اس کے تمام بندوں کو شامل ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے اور کسی وہم کرنے والے کے اس وہم کو دفع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس تصرف سے مستثنیٰ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً اپنے دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا فرمائی اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ ترین دل بھی اللہ سبحانہ کی پناہ لینے کا محتاج ہے تو دوسرے لوگ جو آپ سے کہیں کم رتبہ کے ہیں وہ اس دعا کرنے کے کس قدر زیادہ محتاج ہوں گے۔ (فتح الباری' ج ۱۳' ص ۳۷۷' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

رحمان کی دو انگلیوں سے کیا مراد ہے

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

انگلی کے ظاہر معنی کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا محال ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہوں تو اس کا ہر جز دوسرے جز کی طرف محتاج ہو گا اور وہ مجموعہ مفتقر اور حادث ہو گا اور یہ الوہیت کے منافی ہے' اور بعض ائمہ نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مجاز بالاستعارہ ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو میری ہتھیلی میں ہے اور فلاں شخص تو میری مٹھی میں ہے اور اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ فلاں شخص پر میں قادر ہوں اور متصرف ہوں اور میں جس طرح چاہوں اس پر تصرف کر سکتا ہوں اور جب اس سے بھی زیادہ مبالغہ کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو میری دو انگلیوں میں ہے یعنی میں بہت آسانی سے اس پر تصرف کر سکتا ہوں' اور بعض علماء نے کہا اس انگلی سے مراد نعمت کو بھی لیا جا سکتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی میرے نزدیک اچھی انگلی ہے' یعنی اس کی مجھ پر ایک نعمت ہے جیسا کہ ہاتھ سے نعمت مراد لیتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں تو یہاں صرف دو انگلیوں کا ذکر کیوں فرمایا ہے' جس سے دو نعمتیں متبادر ہوتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں لیکن وہ سب نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک قسم ہے نفع پہنچانا اور دوسری قسم ہے ضرر دور کرنا۔ گویا کہ یوں کہا گیا کہ تمام بنو آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کے تحت تصرف ہیں وہ جس سے چاہے ضرر دور فرمائے اور جس کو چاہے نفع پہنچائے۔ میں کہتا ہوں اس طور پر یہ جواب اس وقت درست ہو گا جب بنو آدم سے مراد صالحین ہوں' جن کے دلوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ متکفل ہے۔ باقی رہے کفار اور فساق تو اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے' ان میں تصرف فرماتا ہے۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے یا زنگ لگا دیتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ حدیث مقصود سے خارج ہو گی۔ اس لیے پہلی تاویل زیادہ مناسب ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔ (یعنی انگلی کی کوئی تاویل نہ کی جائے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! مصرف القلوب! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔ اس سے پہلی تاویل کی تائید ہوتی ہے یعنی تمام بنو آدم کے دلوں کا رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہونا اس معنی میں

Marfat.com

ہے کہ وہ تمام بنو آدم کے دلوں پر بہت آسانی سے تصرف کرتا ہے۔
(المفہم ج ۶ ص ۶۷۳-۶۷۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت 'اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۲۸-۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کے دو جواب دیے ہیں ایک تو یہی جواب دیا کہ دو انگلیوں سے مراد قدرت اور تصرف ہے اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث پر بغیر کسی تاویل اور توجیہ کے ایمان لانا چاہیے اور یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ حق ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ: ۱۱) اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔
(صحیح مسلم مع شرحہ للنواوی ج ۱۰ ص ۶۷۱۰ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)
میں کہتا ہوں کہ یہی جواب صحیح ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ رحمان کی انگلیاں ہیں اور وہ انگلیاں مخلوق کی انگلیوں کی مثل نہیں ہیں۔ ان سے کیا مراد ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ہم اس میں اپنی طرف سے کوئی تاویل اور توجیہ نہیں کرتے' نہ ان کا معنی بیان کرتے ہیں نہ ان کی کیفیت کو ہم جانتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:
اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے اور قرآن مجید میں اللہ کے چہرے' اس کے ہاتھ اور اس کے نفس کا جو ذکر ہے' وہ اس کی بلا کیف صفات ہیں اور یہ تاویل نہ کی جائے کہ ہاتھ سے اس کی قدرت ہے یا اس کی نعمت ہے' کیونکہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت کو باطل کرنا ہے اور یہ قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے' لیکن اس کا ہاتھ اس کی بلا کیف صفت ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا بھی اس کی بلا کیف صفات ہیں۔
(الفقہ الاکبر مع شرح الفقہ الاکبر ص ۳۷-۳۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ' مصر)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ (الانفال: ۲۵)

ظالموں پر عذاب کے نزول میں صالحین کا شمول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ بنو آدم اور ان کے دلوں کے درمیان اللہ حائل ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتنوں' آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تم سب پر نازل ہوگا اور نیک لوگوں اور بدکاروں سب پر یہ عذاب نازل ہوگا۔
امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۲۸۸' رقم الحدیث: ۱۲۳۴۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)
نبی ﷺ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر نکلے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ آپ فرمارہے تھے عرب والوں کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آپہنچا ہے' آج کا دن یاجوج ماجوج کے سوراخ کی وجہ سے فتح کر لیا گیا ہے' پھر آپ نے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ملا کر حلقہ بنایا اور فرمایا اس کی مثل۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک کر دیے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب بدکاری بہت زیادہ ہو جائے گی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۶' صحیح مسلم الفتن ۲' (۲۸۸۰) ۷۱۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:

Marfat.com

۳۹۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود قائم کرنے والے اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے (ترمذی کی روایت میں ہے اللہ کی حدود نافذ کرنے میں سستی اور نرمی کرنے والے) کی مثال اس طرح ہے کہ ایک قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی، بعض لوگوں کے نام اوپر کی منزل کا قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے نام نچلی منزل کا۔ نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر کی منزل پر گئے پھر انہوں نے کہا کہ اگر ہم کشتی کے پیندے میں سوراخ کر کے سمندر سے پانی لے لیں تو اوپر کی منزل والوں کو زحمت نہیں ہوگی۔ اگر اوپر کی منزل والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے چھوڑ دیا تو سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک دیا تو وہ بھی نجات پالیں گے اور نچلی منزل والے بھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۸۶، ۲۴۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۰، صحیح ابن حبان ج ۱، رقم الحدیث: ۲۹۷، مسند احمد ج ۶، رقم الحدیث: ۱۸۳۸۹، طبع جدید، مسند احمد ج ۴، ص ۲۷۳-۲۷۰-۲۶۸، طبع قدیم، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰، ص ۲۸۸، ۹۱)

حضرت جریر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہوں کے کام کیے جا رہے ہوں اور وہ ان گناہوں کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر نہ مٹائیں تو اللہ ان کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔

(صحیح ابن حبان ج ۱، رقم الحدیث: ۳۰۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۹، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۰۹، مسند احمد ج ۴، ص ۳۶۶، ۳۶۴، طبع قدیم، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، ۲۳۸۲، ایک روایت میں ہے کہ جس قوم میں گناہ کیے جائیں، وہ قوم زیادہ اور غالب ہو پھر بھی مداہنت کرے اور خاموش رہے اور برائی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر ان سب پر عذاب آئے گا، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۸۵، ۲۳۸۱، ۲۳۸۰، مسند احمد ج ۴، ص ۳۶۳، ۳۶۱، طبع قدیم، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۹۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات بیان کی جائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن ترمذی، ج ۴، رقم الحدیث: ۲۱۸۱، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۴۴، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۱۱، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۳۱۳، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۷۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل میں سب سے پہلی خرابی یہ واقع ہوئی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کر کے یہ کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر، اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے، کیونکہ یہ کام تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات کرتا، تو اس کا وہ کام اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع نہ کرتا۔ جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بہت برا کام تھا۔ (المائدہ: ۷۹-۷۸) پھر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! بہ خدا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم

Marfat.com

ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا' اور تم اس کو ضرور حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا' ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کردے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔

(سنن ابوداؤد ج ۳' رقم الحدیث: ۴۳۳۷' ۴۳۳۶' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے' سنن ترمذی' ج ۵' رقم الحدیث: ۳۰۵۹' ۳۰۵۸' سنن ابن ماجہ ج ۲' رقم الحدیث: ۴۰۰۶' مسند احمد ج ۱' ص ۳۹۱' طبع قدیم' امام احمد کی سند میں انقطاع ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے' مسند احمد' بتحقیق احمد شاکر' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۷۱۳' طبع دار الحدیث قاہرہ' المعجم الاوسط ج ۱' رقم الحدیث: ۵۲۳' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۷' ص ۲۶۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی' بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ (الآیہ) (المائدہ: ۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو جو لوگ بھی اس قوم میں ہوں' ان سب کو عذاب پہنچتا ہے پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۰۹' صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ۸۴' (۲۸۷۹) ۷۱۰۱)

بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو عذاب کیوں ہوگا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والے کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (المدثر: ۳۸) ہر نفس اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ: ۲۸۶) اس نے جو نیک کام کیا اس کا فائدہ صرف اسی کو ہے' اور اس نے جو برا کام کیا اس کا ضرر صرف اسی کو ہے۔

ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص سے دوسرے کے گناہوں پر گرفت نہیں کی جائے گی اور دوسرے کے گناہوں کا کسی شخص کو عذاب نہیں ہوگا' اور مذکور الصدر احادیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب عذاب آئے گا تو وہ بدکاروں کے ساتھ نیک لوگوں کو بھی ہوگا اور زیر تفسیر آیت کا بھی یہی منشاء ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب لوگ کسی برائی کو دیکھیں تو ہر دیکھنے والے پر فرض ہے کہ وہ اس برائی کو مٹائے یا اس برائی پر ٹوکے اور ملامت کرے ورنہ کم از کم اس کو دل سے برا جانے اور وہ ان لوگوں سے ناراض ہو اور ان سے محبت کا تعلق نہ رکھے' اور جب نیک لوگ ایسا نہیں کریں گے تو وہ گنہ گار ہوں گے اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے ایک فرشتہ کی طرف وحی کی کہ فلاں فلاں بستی والوں پر ان کی بستی کو الٹ دو' اس نے کہا اس بستی میں ایک بندہ ہے جس نے ایک پل بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا اس بستی کو اس شخص پر اور بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میری وجہ سے اس شخص کا چہرہ ایک دن بھی غصہ سے متغیر نہیں ہوا۔ اس حدیث کے دو راویوں کی تضعیف کی گئی ہے' لیکن ابن المبارک اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷' ص ۲۷۰' المعجم الاوسط ج ۸' رقم الحدیث: ۷۶۵۷' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

المائدہ: ۶۲' اور المائدہ: ۸۷ میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے۔ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے لیے ان آیتوں کی تفسیر بھی دیکھ لی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے' زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے' تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں ملیامیٹ کر دیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہیں قوت عطا کی اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی تاکہ تم شکر ادا کرو○ (الانفال: ۲۶)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت اور شکر گزاری کرے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ پھر ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے اجتناب کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو مزید موکد فرمایا ہے' اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ لوگ تعداد اور قوت میں بہت کم تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ظہور کے بعد ان کو بہت قوت اور غلبہ حاصل ہوا' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم تعداد میں کم تھے اور تم کو زمین میں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم دوسرے شہروں میں سفر کرنے سے ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو لوٹ لیں گے۔ اللہ نے تمہیں پناہ دی بایں طور کہ تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے اور اپنی نصرت سے تمہیں قوت عطا کی یعنی جنگ بدر کے دن کفار پر تمہاری ہیبت طاری کر دی جس کے نتیجہ میں وہ تم سے تین گنا زیادہ ہونے کے باوجود شکست کھا گئے اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی یعنی تمہارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ جبکہ تم سے پہلی امتوں پر وہ حرام تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں سختی سے آسانی کی طرف اور مصیبتوں سے نعمتوں کی طرف منتقل کیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو انفال (مال غنیمت) کی تقسیم میں تمہارا جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اجتماعی اور انفرادی طور پر نعمتوں سے نوازتا ہے اور مصیبتوں سے نجات دے کر راحتوں کی طرف منتقل کرتا ہے لیکن مسلمان ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کو اپنا شعار نہیں بناتے۔ یاد خدا سے غافل رہتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ اپنے اعمال سے خود کو اللہ کی نعمتوں کا نااہل ثابت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ: ۳۰)

اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی کرتوتوں کے سبب پہنچتی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے۔

اندلس میں آٹھ سو سال حکومت کرنے کے بعد وہاں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت جاتی رہی بلکہ وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اور صرف عیسائی بننے والوں کو زندہ رہنے دیا گیا اور اب وہاں پر صرف برائے نام مسلمان ہیں اور سلطنت بغداد کو چنگیز اور ہلاکو نے تاراج کیا۔ برصغیر میں کئی صد سالوں پر محیط مسلمانوں کی حکومت انگریزوں نے ختم کی اور ڈیڑھ سو سال تک مسلمانوں کو غلام بنائے رکھا اور ماوراء النہر کی مسلم ریاستیں ایک بڑے عرصہ تک روس کی کالونی بنی رہیں اور وہاں اسلامی اقدار اور آثار کو بڑی بے دردی سے مٹایا گیا' اور ماضی قریب میں پاکستان کو دولخت کیا گیا اور بھارت نے مشرقی پاکستان کو متحدہ پاکستان سے کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ مسلمانوں نے اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ اسی طرح جو لوگ انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے اور اس کی نعمتوں کی نہ صرف ناشکری

Marfat.com

کرتے ہیں بلکہ کفران نعمت کرتے ہیں وہ جلد یا بدیر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت پر قائم رکھے اور گناہوں سے بچائے اور اپنا شکر گزار بندہ بنائے رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ حالانکہ تمہیں علم ہو○ (الانفال: ۲۷)

اللہ اور رسول سے خیانت کی ممانعت کے شان نزول میں متعدد روایات

اس آیت کے متعدد شان نزول ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ عطاء بن ابی رباح روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا تو حضرت جبرئیل نبی ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے تم اس کی طرف روانہ ہو اور اس خبر کو چھپا کر رکھنا۔ ایک شخص نے ابوسفیان کو یہ پیغام بھیج دیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں سو تم اپنے دفاع اور اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو' تب اللہ عزوجل نے آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۳۵۸' جز ۷' ص ۲۹۴' الدر المنثور' ج ۴' ص ۴۸)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے' ابو مرثد کو اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے' آپ نے فرمایا یہاں سے روانہ ہو اور روضہ خاخ پر پہنچ جاؤ۔ وہاں مشرکین کی ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابن بلتعہ کا مشرکین کی طرف لکھا ہوا ایک خط ہوگا۔ ہم نے اس عورت کا پیچھا کیا جس جگہ کی رسول اللہ ﷺ نے نشاندہی کی تھی وہاں وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا وہ خط لاؤ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا لیا اور اس کی تلاشی لی' ہمیں اس کے پاس سے خط نہیں ملا۔ ہم نے کہا رسول اللہ ﷺ نے غلط نہیں فرمایا تھا تم وہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سنجیدہ ہیں تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر ہمیں دیا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے' آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن مار دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب سے پوچھا تم نے کس وجہ سے یہ کام کیا؟ حضرت حاطب نے کہا اللہ کی قسم! میرے دل میں یہ نہیں تھا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا نہ رہوں' میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا ان مشرکین پر کوئی احسان ہو جائے اس احسان کی وجہ سے اللہ میرے اہل اور مال سے ان کے شر کو دور رکھے اور آپ کے اصحاب میں سے ہر شخص کا وہاں کوئی قبیلہ ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کے اہل اور ان کے مال سے کافروں کے شر کو دور رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اور اس کے حق میں سوائے خیر کے اور کوئی کلمہ نہ کہنا۔ حضرت عمر نے کہا اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ اہل بدر سے نہیں ہے اور بے شک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے۔ یا فرمایا میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۸۳ مسند احمد ج ا ص ۱۰۵)

حضرت ابولبابہ انصاری کی توبہ

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۸ھ روایت کرتے ہیں:

۳- بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجیں' ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا اور یہ اوس کے حلیف تھے۔ (ان کے نام میں اختلاف ہے' رفاعہ' مبشر اور بشیر تین قول ہیں۔ آپ حضرت علی کی خلافت تک زندہ رہے۔ الاستیعاب رقم الحدیث: ۳۱۸۰) تاکہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا' جب بنو قریظہ نے ان کو دیکھا تو ان کے مردان کے پاس کھڑے ہوگئے اور ان کی عورتیں فریاد کرنے لگیں' اور بچے ان کے سامنے رونے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کے لیے حضرت ابولبابہ کا دل نرم ہوگیا۔ بنو قریظہ نے ان سے کہا اے ابولبابہ! آپ کا کیا مشورہ ہے کیا ہم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں؟ انہوں نے کہا ہاں! اور ہاتھ سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے۔ حضرت ابولبابہ نے کہا اللہ کی قسم ابھی میں نے وہاں سے قدم نہیں اٹھائے تھے کہ میں نے یہ جان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ پھر حضرت ابولبابہ سیدھے واپس گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا میں اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک کہ میری اس خیانت پر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرمالیتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی بنو قریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ کبھی اس شہر میں جاؤں گا جس میں میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی تھی۔

عبداللہ بن ابی قتادہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو (الانفال: ۲۷) امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا' اور جب انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے تو میں ان کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک کہ اللہ ان کی توبہ قبول نہیں فرمالیتا۔

امام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے' اس دن سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سحری کے وقت دیکھا رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ کس وجہ سے ہنس رہے تھے؟ آپ نے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی گئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں ان کو یہ خوش خبری نہ دوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں اگر تم چاہو تو' حضرت ام سلمہ حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہوگئیں۔ یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا اے ابولبابہ تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا مسلمان انہیں کھولنے کے لیے جھپٹے۔ حضرت ابولبابہ نے کہا اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ہی آکر اپنے ہاتھوں سے مجھے کھولیں گے اور جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ نے انہیں کھول دیا۔

امام ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ ستون کے ساتھ چھ راتیں بندھے رہے' ان کی بیوی ہر نماز کے وقت آکر انہیں کھول دیتی تھیں وہ نماز پڑھتے اور پھر ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ حضرت ابولبابہ کی توبہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے:

Marfat.com

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبہ: ۱۰۲)

اور دوسرے مسلمان جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا' انہوں نے کچھ نیک کاموں کو کچھ برے کاموں کے ساتھ ملا لیا' عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳' ص ۲۶۲-۲۶۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ' جامع البیان جز ۷' رقم الحدیث: ۱۲۳۵۹' اسد الغابہ ج ۶' ص ۲۶۰' رقم الحدیث: ۶۲۰۵' اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۴۷۷)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے کہا یا نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اس قوم کے اس علاقہ کو چھوڑ دوں جس میں' میں نے گناہ کیا تھا اور میں آپ کے پڑوس میں رہوں اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں' نبی ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے صرف تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۶۳۹۷' المستدرک' ج ۳' ص ۶۳۲' کنز العمال' رقم الحدیث: ۱۷۰۳۴)

حافظ ابو عمر یوسف بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ایک اور سبب بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے لوہے کی وزنی زنجیروں سے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ کئی راتیں باندھے رکھا۔ (علامہ ابن اثیر نے سات سے نو راتیں لکھی ہیں) حتیٰ کہ ان کی سماعت بہت کم ہو گئی اور بینائی بھی بہت کم ہو گئی۔ جب نماز کا وقت آتا یا انہوں نے قضاء حاجت کے لیے جانا ہوتا تو ان کی بیٹی ان کو کھول دیتی اور فارغ ہونے کے بعد پھر ان کو باندھ دیتیں۔

حضرت ابولبابہ نے جو اپنے آپ کو باندھا تھا حافظ ابن عبدالبر نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں اور سب سے عمدہ وجہ وہ ہے جو زہری سے مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور نبی ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے' انہوں نے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا' اور کوئی چیز کھاؤں گا اور نہ پیوں گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل میری توبہ قبول فرما لے یا میں مر جاؤں۔ وہ سات دن بندھے رہے کچھ کھایا نہ پیا حتیٰ کہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابولبابہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے' انہوں نے کہا بہ خدا میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ آ کر مجھے کھولیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کو کھولا۔ التوبہ' ۱۰۲ کی تشریح میں حضرت ابن عباس نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ اور ان کے علاوہ سات' آٹھ یا نو افراد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے' پھر وہ نادم ہوئے اور انہوں نے توبہ کی اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا ان کا نیک عمل توبہ تھا اور ان کا برا عمل غزوہ تبوک سے رہ جانا تھا۔

حافظ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابولبابہ کا گناہ یہ تھا کہ وہ بنو قریظہ کے حلیفوں میں سے تھے اور انہوں نے بنو قریظہ کو یہ اشارہ کیا تھا کہ اگر تم سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئے تو تم کو ذبح کر دیا جائے گا اور انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کیا تب یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔ (الانفال: ۲۷)

(الاستیعاب ج ۴' ص ۳۰۵-۳۰۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کے محامل

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ مال غنیمت میں خیانت نہ کریں اور اس کو اس لیے خیانت فرمایا

Marfat.com

کہ یہ اللہ کے عطیہ میں خیانت کرنا ہے' اور رسول کی اس لیے خیانت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مال غنیمت کی تقسیم کا والی رسول اللہ ﷺ کو بنایا ہے۔ سو جس شخص نے اس مال غنیمت میں خیانت کی اس نے اللہ اور رسول کی خیانت کی۔ اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کے اور بھی محامل ہیں: اللہ کی خیانت فرائض کو ترک کرنا ہے اور رسول کی خیانت آپ کی سنت کو ترک کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ کی خیانت فرائض کو ترک کرنا یا ان کی ادائیگی میں کمی کرنا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام احکام شرعیہ کو مکمل ادا کرنا امانت ہے اور کسی بھی حکم شرعی میں کمی کرنا یا اس کو ترک کرنا خیانت ہے' اور مال غنیمت میں خیانت کرنا بھی اس میں داخل ہے ہر چند کہ ان آیات کا نزول مال غنیمت میں خیانت کے متعلق ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت مورد اور سبب کا نہیں ہوتا۔

ابن زید نے کہا اس قسم کی خیانت منافقین کرتے تھے ان کو معلوم تھا کہ وہ کافر ہیں اور وہ پھر بھی ایمان کو ظاہر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ١٤٢)

اور وہ (منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔

یہ منافقین تھے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے دین کی وجہ سے امن دیا اور وہ خیانت کرتے تھے' ایمان ظاہر کرتے تھے اور ان کے باطن میں کفر تھا۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۲۹۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی امانتوں میں خیانت نہ کریں۔ امانت ادا کرنے کی تاکید اور خیانت کرنے پر وعید کے متعلق اس آیت کے علاوہ قرآن مجید میں اور یہ آیات ہیں:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (البقرہ: ۲۸۳)

پس اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے' اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء: ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانت ادا کرو۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب: ۷۲)

ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت کو پیش کیا انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور ڈرے اور انسان نے اس میں خیانت کی بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون: ۸)

اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب بات کرے تو جھوٹ

Marfat.com

بولے' جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائی تو اس میں خیانت کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵' صحیح مسلم الایمان' ۱۰۶' (۵۸) ۲۰۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۰' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۱۲۷' مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۷۶' سنن کبریٰ' ج ۶' ص ۲۸۸)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت مت کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۵' ۱۲۶۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۷۱' المستدرک' ج ۲' ص ۴۶' مسند احمد ج ۳' ص ۴' مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۶۰' سنن دارمی' رقم الحدیث: ۲۶۰۰)

۳- حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت بڑی خیانت یہ ہے کہ تمہارا بھائی تم سے کوئی بات کہے اور وہ اس میں سچا ہو اور تم اس کو جھوٹا کہو۔

(مسند احمد ج ۴' ص ۱۸۳' مجمع الزوائد ج ۸' ص ۹۸' اتحاف السادۃ المھرۃ ج ۸' ص ۲۶۴' رقم الحدیث: ۶۰۲۳)

۴- حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں' جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو تم اس کو ادا کرو' جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو' جب تم بات کرو تو سچ بولو' تم اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' اپنی نظروں کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو کسی کے آگے نہ پھیلاؤ۔ (شعب الایمان ج ۴' رقم الحدیث: ۵۲۵۵' مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۷۵' سنن کبریٰ ج ۶' ص ۲۸۸)

۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا امانت کے۔ قیامت کے دن ایک بندہ کو لایا جائے گا خواہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکا ہو۔ اس سے کہا جائے گا کہ اپنی امانت کو ادا کر۔ وہ کہے گا اے رب میں اب کیسے امانت کو ادا کروں اب تو دنیا ختم ہو چکی ہے' پھر کہا جائے گا اس کو دوزخ کی طرف لے جاؤ' اس کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا پھر اس کے سامنے اس امانت کی مثل پیش کی جائے گی جس شکل و صورت میں اس کو وہ امانت دنیا میں پیش کی گئی تھی۔ وہ اس کو پہچان لے گا وہ اس امانت کے پیچھے دوزخ کے ایک گڑھے میں اترے گا حتی کہ اس کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھے گا اور جب وہ گمان کرلے گا کہ وہ اس گڑھے سے باہر نکل رہا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے اس گڑھے میں نیچے گرتا چلا جائے گا۔ پھر حضرت ابن مسعود نے کہا نماز امانت ہے اور وضو امانت ہے اور وزن امانت ہے اور پیمائش امانت ہے اور انہوں نے کئی چیزیں گنیں اور ان سب سے بڑی امانت وہ ہے جو لوگ کسی کے پاس کوئی چیز رکھتے ہیں۔ زاذان کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت براء بن عازب کے پاس گیا انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابن مسعود نے بیان کیا تھا۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت رکھوانے والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو۔

(مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۴۵' شعب الایمان' ج ۴' رقم الحدیث: ۵۲۶۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

۶- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے لوگوں سے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ امانت ہے' اور آخر میں جو چیز باقی رہ جائے گی' وہ نماز ہے اور بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ ان کی نماز میں کوئی خیر نہیں ہے۔

(شعب الایمان ج ۴' رقم الحدیث: ۵۲۷۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶' ص ۲۸۹' مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۶۰)

۷- حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے سے دھوکا نہ کھانا' جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نماز پڑھے لیکن جو امانت دار نہیں وہ دین دار نہیں۔

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق ج۱۱ رقم الحدیث: ۲۰۱۹۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ رقم الحدیث: ۳۰۳۱۷ شعب الایمان ج ۴ رقم الحدیث: ۵۲۷۹ کنز العمال رقم الحدیث: ۸۴۳۶ مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۴۶)

۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی شخص کی نماز کو دیکھو نہ اس کے روزے کو یہ دیکھو وہ اپنی بات میں کس قدر سچا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ کس قدر امانت دار ہے اور جب اس پر دنیا پیش کی جائے تو وہ کس قدر متقی ہے۔ (شعب الایمان ج ۴ رقم الحدیث: ۵۲۷۹ کنز العمال رقم الحدیث: ۸۴۳۵)

۹- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی تھیں ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھ جانے کی پیش گوئی بیان کی اور فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی اور چھالے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح پیر کے نیچے انگارہ آنے سے آبلہ پڑ جاتا ہے اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کنکری لے کر اس کو اپنے پیر پر لڑھکا دیا اور فرمایا پھر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی بھی امانت داری اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا حتیٰ کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار مغز خوش مزاج اور زیرک ہے لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے بغیر کسی خدشہ اور کھٹکے کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو خیانت سے روکے گا اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو حاکم کے خوف سے خیانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۹۷ صحیح مسلم ایمان: ۲۳۰ (۱۴۳) ۳۲۶۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۳ مصنف عبدالرزاق ج۱۱ رقم الحدیث: ۲۰۱۹۴)

۱۰- عطا خراسانی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا جو شخص اللہ عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے کسی شخص کی امانت ادا نہیں کی ہوگی اللہ عزوجل اس کی نیکیوں کو لے لے گا جب کہ وہاں دینار ہو گا نہ درہم۔ (مکارم الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۱۴۸)

۱۱- حضرت انس بن مالک نے فرمایا جب کسی گھر میں خیانت ہو تو اس سے برکت چلی جاتی ہے۔

(مکارم الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۱۵۱ مطبوعہ مطبعۃ المدنی قاہرہ ۱۴۱۱ھ)

۱۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دین میں سے جو چیز سب سے پہلے گم ہوگی وہ امانت ہے اور آخر میں نماز گم ہوگی۔ ثابت بنانی نے کہا ایک شخص روزے رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے لیکن جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ امانت ادا نہیں کرتا۔

(مکارم الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۱۵۵ المعجم الکبیر ج ۹ رقم الحدیث: ۸۶۹۹ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۲۹)

۱۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان اور مال میں امین سمجھیں۔ (مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۵۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۴)

Marfat.com

۱۴- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جنت میں جبار داخل ہوگا نہ بخیل' نہ خائن اور نہ بد خلق۔ (مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۵۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۹۱)

۱۵- مجاہد نے کہا مکر' دھوکا اور خیانت دوزخ میں ہیں' اور مکر اور خیانت مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہیں۔

(مکارم الاخلاق' رقم الحدیث: ۱۵۸' المستدرک' ج ۴' ص ۶۰۷)

۱۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب لوگوں کے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اور جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔

(مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۶۷' مسند احمد ج ۲' ص ۲۹۱)

۱۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی خطبہ دیا تو اس میں فرمایا سنو جو امانت ادا نہ کرے وہ ایمان دار نہیں اور جو عہد پورا نہ کرے وہ دین دار نہیں۔

(مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۴۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶' ص ۲۸۸' مسند احمد ج ۳' ص ۲۵۱' ۲۱۰' ۱۵۴' ۱۳۵' موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۰۰' مجمع الزوائد ج ۱' ص ۹۶' اس کی سند ضعیف ہے)

۱۸- میمون بن مہران نے کہا تین چیزیں ہر نیک اور بد کو ادا کی جائیں گی' صلہ رحمی کرو خواہ نیک ہو یا بد' عہد جس سے بھی کیا ہے پورا کرو خواہ نیک ہو یا بد' ہر ایک کی امانت ادا کرو خواہ نیک ہو یا بد۔ (مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۵۹)

۱۹- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور سچ بولنے کی اور عہد پورا کرنے کی' اور امانت ادا کرنے کی اور خیانت ترک کرنے کی' اور پڑوسی کی حفاظت کرنے کی اور یتیم پر رحم کرنے کی اور ملائمت سے بات کرنے کی اور (ہر مسلمان کو) سلام کرنے کی اور تواضع اور عاجزی کی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱' ص ۲۴۱-۲۴۰)

۲۰- حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا جب وہ آیا تو اس نے کہا یہ چیزیں تمہارے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کی گئی ہیں۔ نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو ہم اپنے بعض مناصب پر عامل بناتے ہیں پھر وہ ہمارے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ یہ چیز تمہارے لیے ہے اور یہ چیز مجھے ہدیہ کی گئی ہے' وہ اپنی ماں کے گھر میں یا اپنے باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گیا پھر یہ دیکھا جاتا کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی ہے یا نہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز لے گا' وہ قیامت کے دن اس کی گردن پر سوار ہوگی۔ اگر وہ اونٹ ہے تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا' اگر وہ گائے ہے تو وہ ڈکرا رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہے تو وہ ممیا رہی ہوگی! پھر آپ نے ہاتھ بلند کر کے تین دفعہ فرمایا اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے!

(مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۱۳۹' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۹۷' ۷۱۷۴' صحیح مسلم الامارہ: ۲۶' (۱۸۳۲) ۴۶۵۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۶۹' مسند احمد ج ۵' ص ۴۲۳-۲۸۵' ۲۷۷)

النساء: ۵۸ میں بھی ہم نے امانت اور خیانت پر کئی لحاظ سے بحث کی ہے۔ سیر حاصل بحث کے لیے اس تفسیر کو بھی دیکھنا چاہیے۔ البتہ امانت اور خیانت کے موضوع پر یہاں زیادہ احادیث بیان کی ہیں اور بعض ان احادیث کا یہاں ذکر نہیں کیا جو وہاں بیان کردی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور بے شک اللہ ہی کے

Marfat.com

پاس اجر عظیم ہے۔ (الانفال: ۲۸)

مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت کی جن نعمتوں سے نوازا ہے' اور جو اولاد تمہیں عطا کی ہے وہ تمہارے لیے امتحان اور آزمائش ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ تم مال اور اولاد میں اللہ کے حقوق کس طرح ادا کرتے ہو اور مال اور اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے مانع ہوتی ہے یا نہیں' اور تم یہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں تم اللہ کے احکام کے مطابق جو عمل کرتے ہو اس کا اجر و ثواب اللہ ہی کے پاس ہے سو تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ آخرت میں تمہیں اجر جزیل مل جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا تم میں سے ہر شخص فتنہ میں مبتلا ہے پس تم گمراہ کرنے والے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ (جامع البیان جز ۹' رقم الحدیث: ۱۲۳۷۰' ص ۲۹۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اولاد' رشتہ داروں اور مال و متاع کی محبت اگر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت سے مانع ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۲۴)

آپ کہیے کہ اگر تمہارے باپ دادا' تمہارے بیٹے' تمہارے بھائی' تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان' تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم نافذ کر دے' اور اللہ فاسق لوگوں کو منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون: ۹)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی در حقیقت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے فتنہ کے متعلق فرمایا:

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بحرین جزیہ لینے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور حضرت علاء بن حضرمی کو ان کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے' انصار کو جب ان کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ سب فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے بعد ان کی طرف مڑ کر بیٹھ گئے وہ سب آپ کے سامنے پیش ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو آپ مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ تم سب کو یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ ابو عبیدہ بحرین سے کچھ

Marfat.com

مال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تمہیں مبارک ہو اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تم خوش ہو گے' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ دنیا تم پر اس طرح وسیع کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا وسیع کر دی گئی تھی' پھر تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا میں رغبت کی تھی' جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے' تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۵۸' صحیح مسلم الزہد ۶' (۲۹۶۱) ۷۲۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۷۶۶' مسند احمد ج ۴' ص ۱۳۷۔۲۲۷)

اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آ گئے انہوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھی وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے' ان کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا اور پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ ارشاد فرمایا ہے تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔ (الانفال: ۲۸) میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا تو پھر میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنے خطاب کو منقطع کیا اور ان بچوں کو اٹھایا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۱۳' مشکوٰۃ' رقم الحدیث: ۶۱۶۸)

اولاد کی محبت میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جائے یا کسی عبادت کو ترک کر دے یا ان کی محبت میں کوئی ناجائز کام کرے تو یہ ممنوع ہے۔ نبی ﷺ نے رحمت اور رقت کے غلبہ سے اپنے ان نواسوں کو جو دوران خطبہ' خطبہ منقطع کر کے اٹھایا تو یہ کسی قسم کا ممنوع کام نہیں تھا بلکہ آپ کا ہر کام وحی الٰہی کی اتباع میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت حسنین کریمین کا جو مرتبہ اور مقام ہے' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ان کا بلند درجہ ہے اس کو ظاہر کرنے کے لیے آپ نے ان کو دوران خطبہ اٹھ کر اپنے پاس بٹھایا اور اپنے اس عمل سے آپ نے یہ مسئلہ بتلایا کہ کم سن بچوں پر شفقت کرنی چاہیے اور اگر دوران وعظ کسی واعظ اور خطیب کو ایسی صورت حال سے سابقہ پڑ جائے تو اس کا اپنے بچوں کو دوران وعظ اٹھا لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ آپ کی سنت بھی ہے اور آپ کا بچوں کے اٹھانے پر یہ آیت پڑھنا کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں یہ آپ کی تواضع اور آپ کا انکسار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں کفار سے الگ اور ممتاز کر دے گا

وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اور تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ

اور یاد کیجیے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کر دیں،

Marfat.com

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے ○ اور جب ان پر ہماری

اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں (بس رہنے دو) ہم سن چکے ہیں، اگر ہم چاہتے تو ہم بھی اس (کلام) کی مثل بنا لیتے، یہ تو صرف

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ○ اور (یاد کیجیے) جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری جانب سے

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی دوسرا) دردناک عذاب

اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ

لے آ ○ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں، اور نہ اللہ (اس وقت)

اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ

انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں ○ اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا

اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس (مسجد حرام)

اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

کے متولی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ

جانتے ○ اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں

تَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ

بجاتے تھے، سو اب عذاب کو چکھو کیوں کہ تم کفر کرتے تھے ○ بے شک

Marfat.com

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال کو اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں ،

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۵ وَالَّذِيْنَ

وہ عنقریب اور بھی خرچ کریں گے ، پھر یہ ان کے لیے باعث پشیمانی ہوگا پھر یہ مغلوب ہو جائیں گے ، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے ○ تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے ،

وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ

اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے ، پھر ان سب کا ڈھیر بنا دے ، پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں

فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع　　۱۸

ڈال دے ، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں کفار سے الگ اور ممتاز کردے گا اور تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو مٹادے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ (الانفال: ۲۹)

کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں

اللہ سے ڈرتے رہنے کا معنی ہے تقویٰ اختیار کیے رہنا۔ اور تقویٰ کا معنی ہے ایمان لانے کے بعد تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا اور تمام محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرنا۔ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے کبیرہ گناہوں سے بچنا اور دوسرا مرتبہ ہے صغیرہ گناہوں سے بچنا اور تیسرا مرتبہ ہے خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کاموں سے بچنا' اور اس آیت میں پہلا مرتبہ مراد ہے یعنی کبیرہ گناہ سے بچنا۔ کیونکہ اس پر جو دوسری جزاء مرتب کی ہے وہ ہے تمہارے گناہوں کو مٹادے گا۔ اور شرط اور جزاء میں تغایر ہوتا ہے' اس لیے اس آیت کا معنی ہے کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے تو اللہ تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹادے گا۔

مومنوں اور کافروں کا دنیا اور آخرت میں فرق

اللہ سے ڈرتے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے پر جو پہلی جزا مرتب کی ہے وہ ہے تمہیں کفار سے الگ اور ممتاز کردے گا۔ اس سے مراد یا دنیا میں الگ اور ممتاز کرنا ہے یا آخرت میں۔ اگر دنیا میں مسلمانوں کو کافروں سے الگ اور ممتاز کرنا مراد ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں اپنے احوال باطنہ اور احوال ظاہرہ کے لحاظ سے کافر سے ممتاز ہوتا ہے۔ احوال باطنہ سے اس لیے کہ کافر کے دل میں اللہ کا انکار ہوتا ہے اور مسلمان کے دل میں اللہ پر ایمان ہوتا ہے اور کافر کا دل کینہ' بغض' حسد اور مکر و فریب سے پر ہوتا ہے اور مومن کا دل ان تمام اوصاف رذیلہ سے پاک اور صاف ہوتا ہے۔ اور مسلمان جس قدر اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کے دل میں اللہ کی معرفت کا نور بڑھتا جاتا ہے۔ اور جب اس کے دل میں یہ انوار اور تجلیات ہوں تو پھر ان اوصاف

Marfat.com

رذیلہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور احوال ظاہر میں مومن کافر سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے کہ مومن کو اللہ کی تائید اور نصرت حاصل ہوتی ہے جبکہ کافر اللہ کی تائید اور نصرت سے محروم ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ مومن آخرت میں کافر سے ممتاز ہوگا تو یہ بالکل ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں پر آخرت میں لطف و کرم فرمائے گا ان کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا اور کافروں کو ذلیل و رسوا کرکے دوزخ میں داخل کردے گا۔

پھر فرمایا: اور تم کو بخش دے گا۔ اگر دوسرے جز میں گناہوں کے مٹانے سے مراد صغیرہ گناہوں کا معاف کرنا ہو تو بخشنے کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی شفاعت سے مسلمانوں کے کبیرہ گناہ بھی بخش دے گا یا اپنے فضل محض سے کبیرہ گناہوں کو بخش دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گناہوں کو مٹانے سے مراد دنیا میں گناہوں پر پردہ رکھنا ہو اور بخشنے سے مراد آخرت میں گناہوں کو بالکلیہ زائل کرنا ہو۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں گنہ گاروں کے لیے شفاعت کردی ہے تو آخرت میں شفاعت کیوں ہوگی؟

ایک دفعہ مجھ سے ایک عالم نے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر جمعرات کو مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جو نیک عمل ہوں میں ان پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو گناہ ہوں تو میں تمہارے گناہوں پر استغفار کرتا ہوں۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۸۰۱)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو' یا جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی نیکی ہو۔ ان کو جنت کے صحن میں ڈال دیا جائے گا۔ اہل جنت ان کے اوپر پانی چھڑکیں گے۔ پھر ان سے جلن کے آثار دور ہوں گے اور زندگی اور تروتازگی کے آثار نمودار ہوں گے۔

(صحیح مسلم الایمان ۳۱۶' (۱۹۱) ۴۶۱)

تو جب نبی ﷺ نے دنیا میں گنہ گاروں کے لیے استغفار کرلیا تو پھر حشر میں شفاعت کیوں ہوگی! اور جب دنیا اور قبر میں شفاعت ہو چکی تو پھر بعض گنہ گاروں کو دوزخ میں عذاب کیوں ہوگا؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ ان ہی کے لیے شفاعت فرمائیں گے جن کی شفاعت کی اللہ آپ کو اجازت دے گا۔ اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے بعض گنہ گاروں کی شفاعت کی اجازت آپ کو دنیا میں دے اور بعض کی شفاعت کی اجازت آپ کو حشر میں دے' اور جن کو دوزخ میں ڈالا جائے گا ان کی شفاعت کی اجازت آپ کو نہ دے بلکہ محض اپنا فضل ظاہر فرمانے کے لیے کسی کی شفاعت کے بغیر اپنے مجرد کرم سے ان کو بخش دے اور دوزخ سے نکال لے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی شفاعت کی وجہ سے ان کو صرف صورۃً عذاب ہو اور حقیقتاً عذاب نہ ہو کیونکہ عذاب تو درد کے ادراک اور احساس کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ جب ان کو دوزخ میں ڈالے تو ان کا ادراک اور احساس زائل کردے اور اس کو عذاب کا بالکل پتا نہ چلے جیسے بیہوش کرکے سرجری اور جراحی کا عمل کرتے ہیں تو مریض کو چیر پھاڑ کا بالکل پتا نہیں چلتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے ان کو دوزخ سے نکال لے اور ان سے جلنے اور عذاب کے آثار کو دور کردے۔ دوسرا جواب میں نے یہ دیا کہ ہو سکتا ہے دنیا میں آپ ان کی پردہ پوشی یا تخفیف عذاب کے لیے یا قبر کے عذاب سے نجات کے لیے استغفار کریں اور حشر میں بالکلیہ عذاب سے نجات کے لیے استغفار کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

اس کے بعد فرمایا: اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور یہ اس کا کتنا بڑا فضل ہے کہ نیکی کرنے کا جذبہ بھی دل میں وہ پیدا کرتا ہے

Marfat.com

پھر اس نیک کام کو کرنے کے لیے بدن میں طاقت اور منہ میں زبان بھی وہ پیدا کرتا ہے۔ اس نیک کام کے لیے جن دیگر اسباب اور ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے ان کو بھی وہ پیدا کرتا ہے' اس نیکی کی راہ میں جو رکاوٹیں حائل ہیں ان کو بھی وہ دور کرتا ہے۔ پھر ہم سے کہتا ہے کہ لو یہ تمہارے نیک کاموں کا اجر ہے! بعض اوقات ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ شخص اس نیکی سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً وہ ایک بھوکے کو کھانا کھلانا چاہتا ہے لیکن اس کے منہ میں کینسر ہے وہ کھا نہیں سکتا۔ ایک شخص کسی مریض کو صحت یاب کرنے کے لیے بے دریغ پیسہ خرچ کرتا ہے لیکن اس کو کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا' اور بعض اوقات کوئی مانع اور رکاوٹ نہ ہو لیکن جس کے ساتھ ہم نیکی کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری نیکی قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو جس کو ہم نے کھانا کھلا دیا' تو یہ بھی اس کا احسان ہے کہ اس نے کھانے والے میں کھانے کی صلاحیت پیدا کی۔ ہم نے جس کا علاج کیا تو یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے دواؤں میں شفا کی تاثیر رکھی' اور ہم نے جس کے ساتھ نیکی کی تو یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے اس شخص میں ہماری نیکی قبول کرنے پر آمادگی پیدا کی سب کچھ تو اس نے کیا ہے پھر اس کا کتنا فضل ہے کہ ہم سے کہتا ہے کہ لو یہ اپنی نیکیوں کا انعام اور اجر و ثواب لے لو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O (الانفال: ۳۰)

کفار قریش کا نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کے ہر قبیلہ کے سردار دار الندوہ میں جمع ہوئے' وہاں ابلیس شیخ جلیل (بوڑھے شخص) کی صورت میں آیا' قریش کے سرداروں نے اس کو دیکھ کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں شیخ نجد ہوں' میں نے سنا کہ تم یہاں کسی امر میں مشورہ کے لیے جمع ہو' میں نے چاہا کہ میرا مشورہ بھی اس معاملہ میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم بھی آ جاؤ۔ شیخ نجد نے کہا تم اس شخص کا کوئی موثر بندوبست کرو ورنہ یہ تمہارے تمام معاملات پر قابض ہو جائے گا۔ کسی نے کہا اس شخص کو زنجیروں میں جکڑ دو پھر حوادث روزگار کا انتظار کرو حتیٰ کہ یہ ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اور شعراء مثلاً زہیر اور نابغہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ شیخ نجد نے چلا کر کہا نہیں نہیں یہ رائے بالکل ناپختہ ہے اگر تم نے اس کو قید کر لیا تو اس کا رب اس کو قید سے نکال لائے گا اور اس کے اصحاب اس کو تمہارے ہاتھوں سے چھڑا لیں گے۔ پھر انہوں نے کوئی اور تجویز سوچی' کسی نے کہا ان کو اس شہر سے نکال دو حتیٰ کہ تم سب کو اس سے نجات مل جائے۔ شیخ نجد نے کہا یہ رائے بھی ٹھیک نہیں ہے کیا تم کو اس کی زبان دانی' طلاقت لسانی اور دلوں میں اترنے والی شیریں بیانی کا علم نہیں ہے۔ یہ جہاں بھی ہو گا اپنا ایک جتھا بنا لے گا پھر تم پر حملہ کر کے تم سب کو ملیامیٹ کر دے گا۔ سو کوئی اور اسکیم بناؤ۔ تب ابوجہل نے کہا میں تمہیں ایک ایسا مشورہ دیتا ہوں کہ تم نے اس سے بہتر مشورہ پہلے نہیں سنا ہو گا۔ سب نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا ہم ہر قبیلہ سے ایک نوخیز نوجوان اور ایک پختہ جوان کو لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک برہنہ تلوار ہو اور سب مل کر یکبارگی ان پر ٹوٹ پڑیں۔ اور جب سب مل کر ان کو قتل کر دیں گے تو ان کا خون ہر قبیلہ کے ذمہ ہو گا اور میں نہیں گمان کرتا کہ بنو ہاشم کا قبیلہ قریش کے تمام قبائل سے جنگ کر سکے گا اور جب وہ قصاص لینے کو مشکل پائیں گے تو دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم کو ان کی ایذا رسانی سے نجات مل جائے گی۔ شیخ نجد نے بے ساختہ کہا بہ خدا یہی وہ صحیح اور صائب رائے ہے جو اس شخص نے پیش کی ہے اس کے علاوہ اور کوئی راہ صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

پھر وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کا عزم لے کر اٹھے اور اس مجلس سے منتشر ہو گئے اور حضرت جبرئیل نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ آج رات اپنے بستر پر نہ گزاریں اور آپ کو مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت دی اور جب آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو آپ پر سورہ الانفال نازل کی اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں آپ پر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا اور یہ آیت نازل فرمائی "اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کر دیں وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

(جامع البیان جز۹' ص۳۰۱-۳۰۰' تفسیر ابن کثیر ج۳' ص۳۰۷' الدر المنثور ج۴' ص۵۲-۵۱' السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج۲' ص۹۶-۹۴' سبل الهدیٰ والرشاد ج۳' ص۲۳۳-۲۳۱' الروض الانف ج۱' ص۲۹۱)

اللہ تعالیٰ کا کفار کی سازش کو ناکام کر کے آپ کو ان کے نرغہ سے نکال لانا

علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

جب کفار نبی ﷺ کو قتل کرنے کا عزم کر کے مجلس سے منتشر ہو گئے تو حضرت جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا آج رات آپ اپنے اس بستر پر نہ سوئیں جس پر آپ پہلے سویا کرتے تھے اور آپ کی قوم کی سازش کے متعلق خبر دی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو کفار آپ کے دروازہ کے باہر گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ کب آپ سوئیں تو وہ اچانک آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور ہرگز تمہیں کوئی ناگوار بات نہیں چھوئے گی۔ رسول اللہ ﷺ اسی چادر کو اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔

کفار باہر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ابوجہل بن ہشام نے کہا بے شک (حضرت سیدنا) محمد (ﷺ) یہ زعم کرتے ہیں کہ اگر تم نے ان کی پیروی کر لی تو تم عرب اور عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر تم جب موت کے بعد اٹھو گے تو تمہارے لیے ایسے باغات ہوں گے جیسے اردن کے باغات ہیں اور اگر تم نے ان کی پیروی نہ کی تو تم قتل ہو گے اور جب مرنے کے بعد تمہیں اٹھایا جائے گا تو تم کو دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور آپ کی مٹھی میں خاک تھی آپ نے فرمایا ہاں میں یہ کہتا ہوں اور تم ان میں سے ایک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ خاک ان کے سروں پر ڈال دی ان کو کچھ دکھائی نہ دیا' اور آپ سورۂ یٰسین کی ان آیتوں کی تلاوت کرتے ہوئے باہر نکل آئے:

یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ○ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ○ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ (یٰس: ۹-۱)

یٰس ○ حکمت والے قرآن کی قسم ○ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ صراط مستقیم پر (ہیں) ○ یہ قرآن العزیز الرحیم کا نازل کردہ ہے ○ تاکہ آپ ان کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں ○ بے شک ان کے اکثر لوگوں پر ہمارا قول ثابت ہو چکا ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں سو وہ اپنے منہ اوپر اٹھائے ہوئے ہیں ○ ہم نے ایک آڑ ان کے آگے کھڑی کر دی ہے اور

Marfat.com

ایک آڑان کے پیچھے پھر ہم نے ان کو ڈھانپ دیا تو وہ کچھ نہیں دیکھتے ○

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر شخص کے سر پر مٹی ڈال دی اور پھر آپ نے جہاں چاہا وہاں تشریف لے گئے۔ پھر ان کافروں کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا تم یہاں پر کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا (سیدنا) محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا اللہ نے تمہیں نامراد کر دیا۔ اللہ کی قسم (سیدنا) محمد (ﷺ) یہاں سے چلے گئے ہیں اور وہ تم میں سے ہر شخص کے سر پر مٹی ڈال کر گئے ہیں تم ذرا اپنا جائزہ تو لو۔ پھر ہر شخص نے اپنے سر پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو اس کے سر پر مٹی تھی۔ پھر وہ آپ کے گھر گئے تو دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم یہ تو (سیدنا) محمد (ﷺ) سوئے ہوئے ہیں اور ان پر ان کی چادر ہے۔ وہ اسی طرح کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے۔ تو پھر وہ کہنے لگے خدا کی قسم اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ غار ثور کی طرف جا چکے تھے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے اپنی جان کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھ کر آپ کی جگہ سو گئے اور مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کی توقع تھی۔ وہ حضرت علی کی گھات لگا کر بیٹھے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت وضو کر رہے تھے جب انہوں نے دیکھا تو کہا افسوس یہ تم ہو یہ تم ہی کروٹیں بدل رہے تھے تمہارے صاحب تو کروٹیں نہیں بدلتے تھے۔ اور حاکم نے علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اللہ کی رضا کے عوض اپنی جان کو فروخت کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس روز کے واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یاد کیجئے! جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کریں' وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔ (الانفال: ۳۰) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو ناکام کر دیا وہ نامراد ہو گئے اور اللہ عزوجل نے سیدنا محمد ﷺ کو کامیابی اور سرخروئی سے نوازا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' ج ۳' ص ۲۳۳-۲۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں (بس رہنے دو) ہم سن چکے ہیں' اگر ہم چاہتے تو ہم بھی اس کلام کی مثل بنا لیتے' یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (الانفال: ۳۱)

نضر بن الحارث کے جھوٹے دعوے

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایت کیا ہے کہ نضر بن الحارث ایک تاجر تھا اور وہ تجارت کے لیے فارس اور دیگر ممالک کا سفر کرتا تھا۔ اس نے وہاں دیکھا لوگ انجیل پڑھتے تھے اور رکوع اور سجود کرتے تھے۔ جب وہ مکہ میں آیا تو اس نے دیکھا کہ سیدنا محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ بھی رکوع اور سجود کرتے ہیں تو نضر نے کہا ہم اس قسم کا کلام سن چکے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۴۰۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں یہ آیت نضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ تجارت کے لیے الحیرہ گیا۔ وہاں اس نے کلیلہ اور دمنہ کے قصہ کہانیوں کی کتابیں خریدیں اور کسریٰ اور قیصر کی کتابیں خریدیں اور جب رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ امتوں کی خبریں بیان فرمائیں تو نضر نے کہا اگر میں چاہوں تو میں اس طرح کی خبریں سنا سکتا ہوں۔ اور یہ محض اس کے بلند

Marfat.com

بانگ دعوے اور ڈینگیں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا یہ زعم تھا کہ وہ قرآن کی مثل بنا سکتے ہیں جیسا کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں نے یہ زعم کیا تھا لیکن جب انہوں نے اس کی مثل بنانے کی کوشش کی تو وہ عاجز ہو گئے لیکن انہوں نے عناداً کہا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۳۵۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی (دوسرا) دردناک عذاب لے آ۔ (الانفال: ۳۲)

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے کفار کا یہ کلام نقل کیا ہے: اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم اسی طرح سورہ اسراء میں بھی ان کا کلام نقل کیا ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (الاسراء: ۹۳-۹۰)

اور انہوں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں ۝ یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر آپ ان کے درمیان بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں ۝ یا آپ اپنے کہنے کے مطابق ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا آپ ہمارے سامنے اللہ کو اور فرشتوں کو (بے حجاب) لے آئیں ۝ یا آپ کا سونے کا گھر ہو' یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں' اور ہم ہرگز آپ کے (آسمان پر) چڑھنے پر (بھی) ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں۔

یہ کفار کا کلام ہے اور یہ کلام نظم قرآن کی جنس سے ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ کفار نے قرآن کی مثل کلام بنا لیا تھا۔ امام رازی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ کلام مقدار میں بہت کم ہے اور اتنی کم مقدار کا کلام قرآن مجید سے معارضہ کے لیے کافی نہیں ہے کیونکہ اتنی کم مقدار کے کلام میں فصاحت اور بلاغت کی وجوہ ظاہر نہیں ہو سکتیں اور یہ جواب اسی وقت چل سکے گا جب ہم یہ دعویٰ کریں کہ قرآن مجید نے تمام سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج نہیں کیا بلکہ سورت طویلہ کی مثل لانے کا چیلنج کیا ہے جس میں کلام کی قوت ظاہر ہو سکے۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

لیکن میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تمام سورتیں معجزہ ہیں اور کوئی سورت بڑی ہو یا چھوٹی اس کی کوئی شخص نظیر نہیں لا سکتا۔ بلکہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت معجزہ ہے اور کوئی شخص کسی آیت کی بھی نظیر نہیں لا سکتا' اور اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں کفار کا جو کلام نقل کیا ہے یہ بعینہٖ ان کا کلام نہیں ہے وہ اتنا فصیح و بلیغ کلام نہیں کہہ سکتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فصیح و بلیغ کلام میں منتقل کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور یہ درحقیقت اللہ کا کلام ہے کفار کا کلام نہیں ہے۔ البتہ کفار کے کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ڈھال کر بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں ۝ اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ

Marfat.com

لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس (مسجد حرام) کے متولی نہیں ہیں اس کے متولی تو صرف متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ (الانفال: ۳۴-۳۳)

کسی قوم میں جب اس کا نبی موجود ہو تو اس قوم پر عذاب نہیں آتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ اگر قرآن حق ہے اور وہ اس کے منکر ہیں تو ان پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے اور کوئی عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے کہ جب تک (سیدنا) محمد ﷺ ان کے درمیان موجود ہیں ان پر عذاب نہیں آئے گا اور یہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت جاریہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بستی والوں پر اس وقت تک عذاب نہیں بھیجا جب تک کہ اپنے نبی کو وہاں سے نکال نہیں لیا۔ جیسا کہ حضرت ھود' حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں سے باہر بھیج دیا' اس کے بعد ان کی بستیوں پر عذاب نازل فرمایا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب انبیاء علیہم السلام کا ان کے درمیان موجود ہونا نزول عذاب سے مانع ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے ہوتے ہوئے ان کے خلاف جہاد اور قتال کیوں مشروع کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسلسل کفر اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی بناء پر آسمان سے عذاب کا نزول اور چیز ہے جس سے کافروں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے' اور ایمان کی دعوت کو مسترد کرنے کے نتیجہ میں ان سے قتال اور جہاد کرنا اور چیز ہے۔

کفار کے استغفار کی متعدد تفاسیر

کفار پر عذاب نازل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں ابو مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اہل مکہ میں عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب کہ ان اہل مکہ میں مسلمان بھی موجود ہیں جو استغفار کرتے ہیں۔ ابن ابزیٰ نے کہا جب تک مکہ میں مسلمان ہیں جو استغفار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا اور جب مسلمان مکہ سے چلے گئے تو فرمایا اللہ ان پر عذاب کیوں نہ نازل کرے حالانکہ یہ مشرکین مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا تمہارے لیے دو امانیں تھیں۔ ایک نبی ﷺ 'کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے حالانکہ آپ ان میں موجود ہیں' اور نبی ﷺ کے رفیق اعلیٰ سے ملنے کے بعد یہ امان تو اب نہیں رہی' اور دوسری امان قیامت تک کے لیے ہے اور وہ اللہ سے استغفار کرنا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۳) اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے:

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ اہل مکہ استغفار نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ استغفار کرتے تو ان کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ عکرمہ نے اس کی تفسیر میں کہا انہوں نے عذاب کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا اور نہ اس وقت ان پر عذاب نازل کرے گا جبکہ وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت عذاب نہیں دیتا جب اس کے نبی اس قوم میں موجود ہوں' وہ اپنے نبیوں کو ان کے درمیان سے نکال لاتا ہے پھر ان پر عذاب نازل فرماتا ہے اور جو ان میں سے پہلے ایمان لا چکے ہوں ان پر بھی عذاب نازل نہیں فرماتا' اور مجاہد نے کہا جب وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔

امام ابن جریر نے کہا ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں' حتیٰ کہ اللہ آپ کو ان کے درمیان سے باہر لے آئے کیونکہ وہ کسی بستی کو اس وقت ہلاک نہیں کرتا جب ان میں ان کا نبی موجود ہو۔ اور نہ اللہ اس وقت ان پر عذاب نازل فرماتا ہے جب وہ اپنے کفر اور گناہوں پر استغفار کر

Marfat.com

رہے ہوں۔ لیکن وہ اپنے کفر سے توبہ نہیں کرتے بلکہ وہ اس پر اصرار کرتے ہیں پھر فرمایا اور اللہ انہیں کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس (مسجد حرام) کے متولی نہیں ہیں اور اس کے متولی تو متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے' اور اللہ تعالیٰ نے مکہ سے نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد ان کو میدان بدر میں تلوار کے عذاب سے دو چار کیا۔ بعض علماء نے کہا یہ دوسری آیت پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں خبر دی گئی ہے اور نسخ خبر میں نہیں امر اور نہی میں واقع ہوتا ہے۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے مسجد حرام کے ولی تو صرف متقی مسلمان ہیں یعنی جو مسلمان اللہ کے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۳۱۶-۳۰۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ یہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے سو اب عذاب کو چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے O (الانفال: ۳۵)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں پرندہ جو سیٹی بجانے کی آواز نکالتا ہے اس کو مکاء کہتے ہیں۔ اس میں اس پر متنبہ کرنا ہے کہ ان کا سیٹی بجانا قلت غناء میں پرندوں کی سیٹیوں کے قائم مقام ہے۔ (المفردات' ج ۲' ص ۶۱۰' مطبوعہ مکہ مکرمہ) صدی کا معنی ہے گونج دار آواز جو مثلاً کسی پہاڑ یا گنبد سے ٹکرا کر آتی ہے۔ (المفردات' ج ۲' ص ۳۶۶' مطبوعہ مکہ مکرمہ)

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ لکھتے ہیں:

المکاء ایک پرندہ ہے جو بہ کثرت سیٹیاں بجاتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو مکاء کہتے ہیں اور تصدیہ کا معنی ہے تالی بجانا۔

(الکشاف' ج ۲' ص ۲۱۸' مطبوعہ ایران)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قریش بیت اللہ میں برہنہ طواف کرتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ مجاہد نے کہا وہ نبی ﷺ کے طواف کرتے وقت معارضہ کرتے تھے' آپ کے طواف اور آپ کی نماز میں خلل ڈالنے کے لیے سیٹیاں بجاتے تھے۔ مقاتل نے کہا جب نبی ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھتے تو وہ آپ کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے تاکہ آپ کی نماز میں التباس اور اشتباہ پیدا کریں۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر ان کا سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی عبادت تھی۔ اور مجاہد اور مقاتل کے قول پر وہ نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے کے لیے ایسا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ قریب بہ صحت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان افعال کو ان کی نماز قرار دیا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جاہل صوفیاء کے رقص و سرود پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کی جو مذمت کی ہے اس میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو رقص کرتے ہیں' تالیاں پیٹتے ہیں اور بے ہوش ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۳۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سو اب عذاب کو چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے۔ اس عذاب سے مراد تلوار کا عذاب ہے جو ان کو جنگ بدر کے دن پہنچا اور

Marfat.com

یا ان سے یہ قول آخرت میں کہا جائے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال کو اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں' وہ عنقریب اور بھی خرچ کریں گے پھر یہ ان کے لیے باعث پشیمانی ہوگا' پھر یہ مغلوب ہو جائیں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے O تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے' پھر ان سب کا ڈھیر بنا دے پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں ڈال دے' یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں O
اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بدنی عبادات کا حال بیان فرمایا کہ ان کی بدنی عبادت سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا ہے۔ اور اب ان آیتوں میں ان کی مالی عبادات کا حال بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکنے کے لیے یہ مال خرچ کرتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک ان کی مالی عبادت ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار اپنا مال مشرکین کو دیتے ہیں تاکہ وہ اس مال کے ذریعے قوت حاصل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا یہ مال خرچ کرنا عنقریب ان کے لیے ندامت کا سبب ہوگا۔ کیونکہ ان کے اموال خرچ ہو جائیں گے اور ان کی تمنا پوری نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اور کلمۃ الکفر کو کلمۃ اللہ پر غالب کر دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ کو بلند کرتا ہے اور کلمۃ الکفر کو پست کرتا ہے۔ پھر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے والوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور ان کو عذاب دے گا۔ پھر ان کو اپنے ساتھ زندہ رہنے والوں اور مرنے والوں کے انجام پر اور اپنے انجام پر حسرت اور ندامت ہوگی۔ کیونکہ جو کافر ان کے ساتھ زندہ رہے ان کا مال اس جنگ میں ضائع ہو گیا اور وہ غمزدہ اور شکست خوردہ لوٹے اور جو ہلاک ہو گئے وہ قتل کیے گئے اور ان کے ہتھیار' سواری اور لباس اتار کر مجاہدین کو دیے گئے اور ان کو بہ عجلت دائمی عذاب اور آگ میں ڈال دیا گیا اور جس شخص نے اس مہم میں مال خرچ کرنے کا انتظام کیا تھا وہ حسب ذیل روایات کے مطابق ابو سفیان ہے۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
الحکم بن عتیبہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ابو سفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے جنگ احد میں مشرکین کے اوپر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا تھا اور ایک اوقیہ اس وقت ۴۲ مثقال کا تھا۔
محمد بن یحییٰ' عاصم بن عمر اور الحصین بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں مسلمانوں نے کفار پر غلبہ حاصل کر لیا اور کفار شکست خوردہ ہو کر مکہ لوٹے' ادھر ابو سفیان بھی اپنے قافلہ کو لے کر مکہ پہنچ گیا۔ تو عبداللہ بن ربیعہ' عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ چند قریش کے ساتھ لے کر ان لوگوں کے پاس تعزیت کے لیے گئے جن کے باپ' بھائی اور بیٹے اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ انہوں نے ابو سفیان بن حرب اور قافلہ کے دیگر تاجروں سے کہا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے تمہیں شکست سے دوچار کیا اور تمہارے بہترین جنگ جوؤں کو قتل کر دیا اب تم ان کے خلاف جنگ میں اس مال سے ہماری مدد کرو۔ ہو سکتا ہے کہ دوسری بار جنگ میں ہم اس شکست کی تلافی کر لیں' تو تمام کفار تاجر اس تجویز پر راضی ہو گئے۔ امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ مشرکین مسلمانوں پر حملہ کرنے اور لوگوں کو اللہ کے دین سے روکنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں اور یہ نہیں بتایا کہ وہ ابو سفیان ہے یا کوئی اور' بلکہ بالعموم کفار کے مال خرچ کرنے کی خبر دی ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ کس جنگ میں مال خرچ کر رہے تھے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے معرکہ بدر میں مال خرچ کرنے والے کافر مراد

Marfat.com

ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد جنگ احد میں مال خرچ کرنے والے کافر مراد ہوں۔

(جامع البیان جز ۹ ص ۳۲۴-۳۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کردے اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے پھر ان سب کا ڈھیر بنا دے پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں ڈال دے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (الانفال: ۳۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مومنین کے درمیان فرق کا ذکر فرمایا ہے اور کفار کو خبیث فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو طیب فرمایا ہے۔ یہ ان کے درمیان دنیا میں فرق ہے اور آخرت میں فرق یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کفار کو دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ

آپ کافروں سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ (کفر سے) باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور

اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَاتِلُوْهُمْ

اگر انہوں نے پھر وہی کام کیے تو (اس معاملہ میں) پہلوں کی سنت گزر چکی ہے ○ اور ان کے خلاف جنگ کرتے

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ

رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے اور پورا دین (صرف) اللہ کے لیے ہو جائے پس اگر وہ

انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا

باز آجائیں تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۴۰﴾

بیشک اللہ تمہارا کارساز ہے، وہ کیا اچھا کارساز اور کیا اچھا مددگار ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اگر انہوں نے پھر وہی کام کیے تو اس معاملہ میں پہلوں کی سنت گزر چکی ہے ○ (الانفال: ۳۸)

سابقہ آیات سے ارتباط اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی مالی عبادتیں اور بدنی عبادتیں بیان فرمائی تھیں اور اس آیت میں ان کو اسلام لانے کی دعوت دی ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے نبی مکرم! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آجائیں اور ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور اگر ان مشرکوں نے پھر آپ کے خلاف جنگ کی اور مسلمانوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی

Marfat.com

تھی اور مشرکین کو شکست اور رسوائی سے دوچار کیا تھا وہ پھر ایسا ہی کرے گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں اللہ کی سنت پہلوں میں جنگ بدر میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح پچھلی امتوں کے کافروں نے جب اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور سرکشی کی اور ان رسولوں کی نصیحت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت ناک عذاب سے دوچار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: ۲۱)

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً ضرور بہ ضرور غلبہ مجھے ہوگا اور میرے رسولوں کو ہوگا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵)

اور بے شک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر کافر کفر سے باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ زنا کرتے ہیں' اور جو ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا ۝ قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت سے رہے گا ۝ البتہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اللہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

اور کفر کے ترک کرنے اور ایمان لانے سے گناہوں کے مٹ جانے کے متعلق امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے:

ابن شماسہ مہری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص کے پاس گئے وہ اس وقت قریب المرگ تھے۔ وہ بہت دیر تک روتے رہے پھر انہوں نے دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا اے اباجان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی' کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی' حضرت عمرو بن العاص نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا ہمارے نزدیک سب سے افضل عبادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا ہے۔ اور میری زندگی میں تین دور گزرے ہیں ایک وہ دور تھا کہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ تھی کہ میں آپ پر قدرت پاتا اور آپ کو قتل کر دیتا۔ اگر میں اس دور میں مر جاتا تو میں بلاشبہ اہل دوزخ میں سے ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اپنے ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں' آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ نے پوچھا اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ میری مغفرت کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے کے کیے

Marfat.com

ہوئے گناہوں کو مٹا دیتی ہے' اور حج پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اور نہ میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی بزرگ تھا۔ اور آپ کے جلال کی وجہ سے میں یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ سکوں اور اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرتا کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں تو میں اس پر قادر نہ تھا' کیونکہ میں نے آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ اور اگر میں اس دور میں مرجاتا تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا۔ پھر ہمیں چند مناصب پر فائز کیا گیا اور میں نہیں جانتا کہ ان میں میرا کیا حال ہے۔ پس اگر میں مرجاؤں تو میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ ہو' نہ آگ ہو' اور جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی چھڑک دینا اور پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم الایمان: ۱۹۲' (۱۲۱) ۳۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ اسلام' ہجرت اور حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ اور حدیث کے الفاظ کے عموم سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ان اعمال سے حقوق شرعیہ اور حقوق آدمیہ دونوں معاف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا کافر حربی جب مسلمان ہو جائے تو اس سے کسی حق کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا خواہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال غصب کیا ہو۔

(المفہم ج ۱ ص ۳۲۹' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ کیا زمانہ جاہلیت کے اعمال کا ہم سے مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام میں نیک عمل کیے اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے برے عمل کیے اس سے جاہلیت اور اسلام کے اعمال کا مواخذہ کیا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے اس سے اول اور آخر کا مواخذہ کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۱' صحیح مسلم الایمان: ۱۸۹ (۱۲۰) ۳۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۲' ۴۲۹' ۳۷۹)

علامہ ابوالعباس القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ جس نے اسلام میں نیک عمل کیے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا دین اسلام میں دخول صحیح ہو۔ وہ اسلام میں اخلاص سے داخل ہو اور تاحیات اسلام پر قائم رہے۔ مرتد نہ ہو' اور اس حدیث میں اساءت' کفر اور نفاق کے مقابلہ میں ہے۔ اور اس حدیث میں اساءت سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا ارادہ کرنا صحیح نہیں ہے' ورنہ اس سے یہ لازم آئے گا اسلام اسی شخص کے سابقہ گناہوں کو مٹائے گا جس نے اسلام لانے کے بعد تاحیات کوئی گناہ نہ کیا ہو اور یہ قطعاً باطل ہے۔ قرآن مجید' حدیث صحیح اور اجماع کے خلاف ہے۔ اور مواخذہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں جو گناہ کیے ہیں ان پر سزا ہوگی اور یہ مواخذہ اس شخص سے ہوگا جو نفاق سے اسلام میں داخل ہوا ہو یا اسلام کے بعد مرتد ہو گیا ہو۔ (المفہم ج ۱ ص ۳۲۷' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احسان اور نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے اسلام میں داخل ہوا ہو اور یہ کہ وہ حقیقی مسلمان ہو تو اس کے سابقہ گناہ قرآن مجید کے نصوص صریحہ' حدیث صحیح اور اجماع سے معاف کر دیے جائیں گے' اور برے عمل اور اساءت سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے اسلام میں داخل نہ ہو بلکہ وہ صرف بہ ظاہر کلمہ شہادت پڑھے اور

Marfat.com

دل سے اسلام کا معتقد نہ ہو۔ پس ایسا شخص منافق ہے اور وہ اپنے کفر پر باقی ہے۔ لہٰذا اس سے صورۃً اسلام کے اظہار سے پہلے اور اس کے بعد کے تمام گناہوں پر مواخذہ ہو گا اور اس کو سزا ملے گی کیونکہ وہ اپنے کفر پر دوام اور استمرار کے ساتھ قائم ہے۔

(شرح النواوی مع المسلم' ج ا' ص ۸۱۰' مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کافر کے سابقہ گناہوں کے بخشنے میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم

اللہ تعالیٰ کافر کے جو پچھلے تمام گناہ بخش دیتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر بہت بڑا لطف و کرم ہے۔ کیونکہ کفار انواع و اقسام کے کفر اور جرائم' فواحش و منکرات اور معاصی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اگر ان کے سابقہ گناہوں پر مواخذہ کیا جاتا تو وہ توبہ سے ان گناہوں کی تلافی کبھی بھی نہیں کر سکتے تھے اور ان کو مغفرت کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی' تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قبول توبہ کو آسان کر دیا اور اسلام کے بعد ان کے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا اعلان کر دیا تاکہ ان کا دین اسلام میں داخل ہونا آسان ہو جائے' اور اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ ان کے پچھلے گناہوں پر ضرور مواخذہ ہو گا تو وہ توبہ کرتے نہ اسلام لاتے۔ کیونکہ انسان کو جب معلوم ہو کہ اس کو اس کے جرائم کی معافی نہیں مل سکتی تو پھر وہ بغاوت پر اتر آتا ہے اور کھل کر جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے۔ اس نے پوچھا روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تو ایک راہب (عیسائیوں کا پیر) کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی وہ گیا اور اس سے پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور ایک سینکڑہ پورا کر دیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی۔ اس نے اس سے پوچھا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ توبہ اور اس کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے۔ تم فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور اپنے علاقہ کی طرف لوٹ کر نہ جانا وہ بری جگہ ہے۔ وہ وہاں سے چل پڑا۔ ابھی آدھے راستے پر پہنچا تھا کہ اس کو موت نے آلیا۔ پھر اس کے متعلق رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان مباحثہ ہوا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی نیک عمل بالکل نہیں کیا۔ تب ان کے پاس ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم (منصف) بنا لیا۔ اس نے کہا ان دونوں زمینوں کے درمیان پیمائش کرو جس زمین کے وہ زیادہ قریب ہو اس کو اسی کے ساتھ لاحق کر دو۔ انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا۔ تب اس کو رحمت کے فرشتوں نے لے لیا۔

امام مسلم کی دوسری سند کے ساتھ جو روایت ہے (۶۸۷۷) اس میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا (یعنی اس کے علاقہ کی زمین) اور اس زمین (جہاں نیک لوگ رہتے تھے) کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۰' صحیح مسلم التوبہ: ۴۶(۲۷۶۶) ۶۸۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۲۲)

زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے کہ اگر کافر کفر سے باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور زندیق بھی کافر ہے سو اگر وہ اپنی زندیقی سے باز آ جائے تو اس کے پچھلے گناہ بھی معاف ہو جانے چاہئیں۔ لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ زندیق کی توبہ مقبول ہے جیسا کہ اس ظاہر آیت کا تقاضا ہے' اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی توبہ مقبول نہیں

Marfat.com

ہے کیونکہ وہ اپنی زندیقی کو مخفی رکھتا ہے اور اس کی توبہ پر اطمینان نہیں ہے۔ ہم اس مبحث میں پہلے زندیق کا معنی بیان کریں گے پھر زندیق اور دہری وغیرہ کا فرق بیان کریں گے' پھر فقہاء کا اختلاف ذکر کریں گے اور آخر میں یہ بتائیں گی کہ اس کی توبہ قبول نہ ہونے کا کیا محمل ہے۔

زندیق کا معنی اور مفہوم

علامہ محمد طاہر ھندی متوفی ۹۸۶ھ علامہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

زنادقہ مجوس کی ایک قوم ہے جس کو ثنویہ بھی کہتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نور مبدء خیرات ہے اور ظلمت مبدء شرور ہے۔ پھر اس لفظ کو ہر ملحد فی الدین کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ اور یہاں اس سے مراد وہ قوم ہے جو اسلام سے مرتد ہو گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ زنادقہ سبائیہ کو کہتے ہیں جو عبداللہ بن سبا کے اصحاب ہیں' ان لوگوں نے طلب فتنہ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اسلام کا اظہار کیا۔ پہلے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ پھیلایا' پھر شیعوں سے مل کر ان کو ان کی جہالتوں میں گمراہ کیا' حتیٰ کہ شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معبود ہونے کا اعتقاد کیا' حضرت علی نے ان سے توبہ طلب کی انہوں نے توبہ نہیں کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے ان کو جلا دیا۔ اور علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ نے جامع الاصول کی شرح میں لکھا ہے کہ زندیق وہ شخص ہے جو کفر کو چھپاتا ہو اور اسلام کو ظاہر کرتا ہو' جس طرح منافق ہیں' یا یہ ثنویہ کی ایک قوم ہے۔ (مجوس کی ایک قسم) یا وہ شخص ہے جس کا کوئی دین نہ ہو یا یہ وہ لوگ ہیں جن کو حضرت علی نے جلا دیا تھا جو بتوں کی پرستش کرتے تھے یا رافضی ہیں۔ (مجمع بحار الانوار' ج ۲' ص ۴۴۲-۴۴۱' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

زندیق' منافق' دہری اور ملحد کی تعریفوں کا باہمی فرق

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن کمال پاشا نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے عربی زبان میں زندیق کا اطلاق اس شخص پر کیا جاتا ہے جو باری تعالیٰ کی نفی کرتا ہو' اور جو شریک کو ثابت کرتا ہو' اور جو اللہ کی حکمت کا انکار کرتا ہو' اور مرتد اور زندیق کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ کیونکہ کبھی زندیق مرتد نہیں ہوتا جیسا کہ اصلی زندیق جو دین اسلام سے منحرف نہ ہوا ہو۔ اور کبھی مرتد زندیق نہیں ہوتا جیسے کوئی مسلمان مثلاً یہودی یا عیسائی ہو جائے (العیاذ باللہ) اور کبھی زندیق مرتد بھی ہوتا ہے مثلاً کوئی مسلمان زندیق ہو جائے' العیاذ باللہ۔ اور اصطلاح شرع میں فرق زیادہ ظاہر ہے کیونکہ شریعت میں زندیق اس کو کہتے ہیں جو کفر کو چھپائے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرے لیکن یہ دوسری قید مسلمان زندیق کے اعتبار سے ہے اور زندیق' منافق' دہری اور ملحد میں فرق یہ ہے کہ کفر کو چھپانا تو ان سب میں مشترک ہے لیکن منافق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف نہیں کرتا' اور دہری اس کے ساتھ ساتھ حوادث کی اللہ سبحانہ کی طرف نسبت کا بھی انکار کرتا ہے۔ (یعنی خدا کو نہیں مانتا) اور ملحد وہ شخص ہے جو شریعت مستقیمہ سے انحراف کر کے جہات کفر میں سے کسی جہت کی طرف مائل ہو اور جو شخص ملحد ہو اور دین سے انحراف کرے اس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرے اور نہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے فاعل مختار ہونے کا اعتراف کرے۔ اس قید کے اعتبار سے ملحد' دہری سے مفارق ہو گیا اور اس میں کفر کو چھپانے کی قید بھی نہیں ہے اس اعتبار سے وہ منافق سے مفارق اور الگ ہو گیا۔ اور نہ اس میں یہ شرط ہے کہ وہ پہلے مسلمان ہو اور اس اعتبار سے وہ مرتد سے ممتاز ہو گیا لہٰذا ملحد کی تعریف کفر کے تمام فرقوں کو شامل ہے اور اس کا مفہوم سب سے عام اور وسیع ہے۔ یہاں تک ابن کمال پاشا کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

Marfat.com

(علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں لیکن زندیق اس اعتبار سے کہ وہ کبھی کافر اصلی ہوتا ہے اور کبھی مسلمان زندیق ہو جاتا ہے۔ اس کی تعریف میں نبوت کے اعتراف کی شرط نہیں ہے اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ زندیق کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

زندیق کی توبہ اور اس کو قتل کرنے کے شرعی احکام

علامہ عبدالواحد کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۲ھ فرماتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق ساحر اور زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور زندیق وہ شخص ہے جو کسی دین کا پابند نہ ہو اور رہا وہ شخص جس کے باطن میں کفر ہو اور وہ اسلام کو ظاہر کرتا ہو وہ منافق ہے اور توبہ قبول نہ کرنے میں اس کا حکم بھی زندیق کی طرح ہے۔ زندیق کی توبہ اس لیے قبول نہیں کی جائے گی کہ وہ کسی دین کو بھی نہیں مانتا اور اپنے اس کفر کو مخفی رکھتا ہے' اور اس کی زندیقی کا علم اس طرح ہو گا کہ بعض لوگ اس پر مطلع ہو جائیں یا وہ خود اپنے کسی معتمد علیہ کو بتائے۔ اس لیے اس کی توبہ پر اطمینان نہیں ہے۔ اور منافق بھی اپنے کفر کو مخفی رکھتا ہے اس لیے اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی' اور حق یہ ہے کہ جس کو قتل کیا جائے گا اور جس کی توبہ قبول نہیں ہوگی وہ منافق ہے' اور زندیق اگر عربی ہو اور وہ کسی دین کے نہ ماننے کو منافق کی طرح مخفی رکھتا ہو تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اگر بالفرض وہ اپنی زندیقی کا اظہار کرتا ہو اور پھر تائب ہو جائے تو پھر واجب ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور اس کی توبہ قبول کر لی جائے' جیسا کہ باقی دیگر ان کفار کا حکم ہے جو اپنے کفر کو ظاہر کرتے ہیں اور پھر توبہ کر لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو اپنے باطن میں بعض ضروریات دین مثلاً حرمت خمر (انگوری شراب) کی حرمت کا انکار کرتا ہو اور بہ ظاہر اس کی حرمت کا اعتراف کرتا ہو۔ (فتح القدیر' ج ۶' ص ۹۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۱ھ لکھتے ہیں:

فتح القدیر میں مذکور ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو ظاہر المذاہب قرار دیا ہے' لیکن خانیہ کی بحث خطر و اباحت میں مذکور ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ اگر ساحر یا اس زندیق کو توبہ سے پہلے گرفتار کر لیا جائے جو مشہور ہو اور اپنے مذہب کا داعی ہو پھر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر توبہ کرنے کے بعد اس کو گرفتار کیا جائے تو پھر اس کی توبہ قبول کی جائے گی (میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ہمام نے اس زندیق کی توبہ قبول نہ کرنے کے متعلق لکھا ہے جو اپنی زندیقی کو مخفی رکھے لیکن جو اپنی زندیقی کا اعلان کرے اور اس کی دعوت دے اس کا انہوں نے عام کافروں کی طرح حکم بیان کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(در مختار علی رد المحتار' ج ۳' ص ۲۹۶' مطبوعہ بیروت)

زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کے الگ الگ محمل

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اگر زندیق اپنی زندیقی میں معروف نہ ہو اور نہ اپنی زندیقی کی دعوت دیتا ہو تو اگر وہ زندیق مشرکین عرب سے ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر وہ عجمی ہو تو اس کو اس کے شرک پر چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہو اور پھر زندیق بنا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ مرتد ہے' اور اگر وہ ذمی ہو اور پھر زندیق بنا ہو تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے' اور اگر زندیق اپنی زندیقی میں معروف ہو اور اپنی زندیقی کی دعوت دیتا ہو تو اگر

Marfat.com

وہ گرفتار ہونے سے پہلے اپنے اختیار سے توبہ کرے اور اپنی زندیقی سے رجوع کرے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ گرفتار ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ واضح رہے کہ فقہاء نے جو کہا ہے کہ ساحر یا زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے کے معاملہ میں اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرنے والے کے متعلق جو کہا گیا ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس کا بھی یہی محمل ہے کہ سب و شتم کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے معاملہ میں اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ زندیق کی توبہ قبول کرنے یا نہ کرنے میں جو اختلاف ہے وہ دنیا کے اعتبار سے ہے باقی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ بالاتفاق قبول کرلی جائے گی۔

(ردالمحتار ج ۳' ص ۲۹۶' مطبوعہ بیروت)

زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر امام رازی کے دلائل اور تحقیق مقام

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ زندیق کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور اس کی دو دلیلیں ہیں' پہلی دلیل سورۃ الانفال کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ (الانفال: ۳۸) یہ آیت کفر کی تمام انواع کو شامل ہے اور اس میں زندیق بھی داخل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زندیق کے حال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے واقعی زندیقی سے توبہ کرلی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے احکام ظاہر پر مبنی ہیں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں" اور جب اس نے زندیقی سے توبہ کرلی تو اس کی توبہ کو قبول کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ زندیق زندیقی سے رجوع کرنے کا مکلف ہے اور اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ وہ توبہ کرے اور اگر اس کی توبہ قبول نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ اس کو ایسی چیز کا مکلف کیا جائے جو اس کی طاقت میں نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ (الشوریٰ: ۲۵)

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۸۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے زندیق کی جس توبہ کے قبول کرنے پر دلائل دیے ہیں' یہ اللہ کے نزدیک توبہ ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے۔ اور اس توبہ کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ توبہ قبول ہوگی۔ فقہاء کا اختلاف اس میں ہے کہ زندیق توبہ کرلے تو آیا اس کو قتل کرنے کا حکم ساقط ہوگا یا نہیں اور دنیا میں اس کی یہ توبہ مفید ہوگی یا نہیں' اور زندیق کی توبہ کے قبول کرنے یا نہ کرنے سے ان کی یہی مراد ہے اور آخرت میں اس کی توبہ کے مقبول ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ شامی کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ بیان کرچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے خلاف جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے اور پورا دین (صرف) اللہ کے لیے ہو جائے ○ پس اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ بے شک اللہ تمہارا کارساز ہے وہ کیسا اچھا کارساز اور کیسا اچھا مددگار ہے ○ (الانفال: ۴۰-۳۹)

Marfat.com

فتنہ کا معنی

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اگر یہ کفار اپنے کفر سے باز آ گئے تو ان کی بخشش کر دی جائے گی اور اگر انہوں نے دوبارہ وہی روش اختیار کی تو جس طرح پچھلی امتوں کو سزا دی گئی تھی ان کو بھی سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر کفار باز نہیں آتے تو وہ ان سے قتال کریں حتیٰ کہ کفر کا غلبہ نہ رہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کفار سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ نہ رہے۔ فتنہ کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن' قتادہ اور سدی سے مروی ہے کہ اس سے مراد شرک ہے۔ اور پورا دین اللہ کے لیے ہو جائے اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی وجہ سے تنگ نہ کیا جائے اور شرک اور بت پرستی کی بیخ کنی کر دی جائے۔

عروہ بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ دعوت اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کیا جاتا تھا' تب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد دوسرا فتنہ یہ تھا کہ جب مکہ کی گھاٹیوں میں انصار نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کی تو قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں ایذاء دینی شروع کی اور یہ دوسرا فتنہ تھا۔ پھر ہجرت کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کفار کے خلاف قتال کریں تاکہ کفر کا زور ٹوٹ جائے اور وہ اسلام لانے کی بناء پر مسلمانوں کو تنگ نہ کر سکیں۔ (جامع البیان جز ۹' ص ۳۲۹-۳۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

صرف جزیرہ عرب سے کفر کا غلبہ ختم کرنا مقصود ہے یا پوری دنیا سے

"اور پورا دین اللہ کے لیے ہو جائے" امام رازی نے لکھا ہے کہ مکہ اور اس کے گرد و نواح میں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔ اور اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کافروں سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ تمام دنیا میں شرک نہ رہے اور تمام شہروں میں اسلام قائم ہو جائے۔ ہماری رائے میں اس آیت کا صحیح معنی یہ ہے کہ جب تک دنیا میں کفر کا زور اور شرک کا غلبہ ہے کافروں سے جنگ کرتے رہو۔ اور مسلمان اپنے آپ کو ہر وقت حالت جہاد میں سمجھیں اور ایسے اسباب اور وسائل کے حصول میں کوشاں رہیں جس سے وہ پوری دنیا سے شرک کا قلع قمع کر سکیں اور کافروں کے جن جن علاقوں کو فتح کریں وہاں تبلیغ کر کے کافروں کو مسلمان بنائیں تاکہ ان کی عددی قوت میں اضافہ ہو' اور ہر دور میں جنگی ہتھیاروں کی جو تازہ ایجادات ہوں ان کو حاصل کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سائنسی علوم میں ترقی کریں۔ اس دور میں مسلمانوں کی پس ماندگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تبلیغ اسلام نہیں کی۔ مغلوں نے ہندوستان پر کئی صدیوں تک حکومت کی لیکن وہ اپنی حکومت کے استحکام میں لگے رہے اور اسلام کی تبلیغ سے غافل رہے۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے لیکن مفتوحہ علاقوں میں تبلیغ اسلام کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے جدید سائنسی علوم کے حصول میں کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ پوری دنیا سے کفر اور شرک کا غلبہ ختم کیا جائے اور توحید اور اسلام کا پوری دنیا میں غلبہ ہو اور جب مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو وہ دنیا میں مغلوب اور محکوم ہو گئے' بعض علاقے انہوں نے جہاد کے ذریعے فتح ضرور کیے لیکن ویکون الدین کلہ للہ پر عمل نہیں کیا اور کافروں کو مسلمان کرنے کی کوئی موثر کوشش نہیں کی چنانچہ وہ علاقے بھی ان کے ہاتھ سے جاتے رہے۔

اس کے بعد فرمایا پس اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھنے والا ہے اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ بے شک اللہ تمہارا کارساز ہے۔ یعنی اگر کفار توبہ نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو تم ان کی پرواہ نہ کرو' اللہ تمہارا مولیٰ ہے وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم سے مصیبتوں کو دور کرے گا۔ وہ کیسا اچھا کارساز اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

Marfat.com

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ

اور (اے مسلمانو!) یاد رکھو! تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بیشک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے

لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ

اور رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں

السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

کے لیے ہے اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (چیز) پر جو اللہ نے اپنے (مکرم) بندے پر

يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

فیصلہ کے دن نازل کی جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى

قادر ہے ○ جب تم (وادیٔ بدر کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے

وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۗ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي

اور (تجارتی) قافلہ تم سے نچلی جانب تھا، اور اگر تم مقابلہ کا وقت مقرر کرتے تو پہنچنے کے وقت میں

الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ

ضرور مختلف ہوجاتے، لیکن یہ اس لیے ہوا کہ اللہ اس کام کو پورا کرے جو (اللہ کے نزدیک) کیا ہوا تھا، تاکہ جو ہلاک

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۗ وَاِنَّ

ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے، اور بے شک

اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۗ وَ

اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ (اور یاد کیجئے) جب اللہ آپ کو خواب میں کافروں کو کم تعداد میں دکھا رہا تھا اور

لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اگر اللہ آپ کو ان کی زیادہ تعداد دکھاتا تو (اے مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار جاتے اور آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (تم کو

Marfat.com

سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ

اس سے) سلامت رکھا، بے شک وہ درون سینہ امور کو بہ خوبی جاننے والا ہے ○ اور (یاد کرو) جب تم سے مقابلہ کے وقت تمہیں

الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ

کفار کی تعداد کم دکھائی اور تمہاری تعداد (بھی) ان کو کم دکھائی تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے

اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع ۵

جو اس کے نزدیک کیا ہوا ہے، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) یاد رکھو! تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (چیز) پر جو اللہ نے اپنے (مکرم) بندے پر فیصلہ کے دن نازل کی جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ (الانفال: ۴۱)

ربط مضمون

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور جہاد میں جب مسلمان فتح یاب ہو جائیں تو میدان جنگ میں کفار کا جو مال' اسباب اور ہتھیار وغیرہ ہاتھ آئیں وہ مال غنیمت ہے۔ سو اب جہاد کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ مال غنیمت کے احکام بیان فرما رہا ہے۔ مال غنیمت کے ساتھ نفل اور فئے کا حکم بھی متصل ہے۔ ہم مال غنیمت سے نفل اور فئے کا حکم بیان کریں گے تاکہ شرح صدر کے ساتھ مال غنیمت کی تعریف اور اس کے احکام اور ان میں مذاہب معلوم ہو سکیں۔ نفل کی تفصیل اگرچہ پہلے گزر چکی ہے لیکن ہم ربط مضمون کی خاطر اس کا دوبارہ اعادہ کر رہے ہیں۔

نفل' تنفیل اور سلب کی مختصر تشریح

نفل کا لغوی معنی ہے زیادتی اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے امام بعض مجاہدین کو جہاد پر برانگیختہ کرنے کے لیے ان کے حصہ سے زائد کوئی چیز عطا کرے۔

تنفیل کا معنی یہ ہے کہ امام بعض مجاہدین کی کسی زائد چیز کے ساتھ تخصیص کر دے۔ مثلاً امام کہے کہ جس نے فلاں چیز حاصل کر لی تو اس کا چوتھائی یا تہائی حصہ اس کو ملے گا۔ یا کہے کہ جس نے فلاں چیز پر قبضہ کر لیا وہ چیز اس کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی قتیل (کافر) کو قتل کیا اس کا سلب (اس کا سامان) اسی کا ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۱۷)

اور سلب میں مقتول کے کپڑے' اس کے ہتھیار' اس کی سواری اور سواری کے آلات داخل ہیں۔

فئے کا معنی

فئے کا لغوی معنی ہے لوٹنا اور اصطلاح شرع میں فئے اس چیز کا نام ہے جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو نہ دوڑایا ہو۔ مثلاً وہ اموال جو امام المسلمین کی خدمت میں ارسال کیے جاتے ہوں یا وہ اموال جو اہل حرب سے

Marfat.com

معاہدہ کی بناء پر لیے گئے ہوں۔ اموال فئے میں خمس نہیں ہوتا کیونکہ فئے غنیمت نہیں ہے۔ اور غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے بہ طور قہر اور غلبہ لیا جائے۔ اور مال فئے بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا۔ اس میں آپ اپنی مرضی سے تصرف فرماتے تھے خواہ اس مال کو آپ اپنے اوپر خرچ فرمائیں یا اپنے اہل و عیال پر یا جن پر آپ چاہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (الحشر:۶)

اور جو مال اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیے تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ' لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو از قبیل فئے عطا فرمائے تھے۔ ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔ وہ خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے' آپ ان اموال سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے اور باقی اموال کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے لیے فی سبیل اللہ وقف کر دیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۹۰۴' صحیح مسلم الجہاد ۴۸ (۱۷۵۷) ۴۴۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۵۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۵۷۶)

رسول اللہ ﷺ اور بعد کے ائمہ مسلمین میں فرق یہ ہے کہ اہل حرب کی طرف سے جو مال ائمہ مسلمین کو بھیجا جائے گا' وہ عامۃ المسلمین پر خرچ کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی کفار پر ہیبت تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا دو ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور ائمہ کی ہیبت مسلمانوں کی وجہ سے ہے لہٰذا اس مال میں ائمہ کے ساتھ عام مسلمان بھی شریک ہیں۔

مال غنیمت کی تعریف

مال غنیمت اس مال کا نام ہے جو اہل حرب سے قہر اور غلبہ سے حاصل کیا جائے اور یہ قہر اور غلبہ فوج کے ذریعہ حاصل ہو گا۔ اور فوج یا حقیقتاً ہو گی یا حکماً' اور حکماً فوج کا معنی ہے امام کا اذن۔ اور امام شافعی کے نزدیک اہل حرب سے غلبہ کے ساتھ جو مال جس طرح بھی حاصل کیا جائے وہ غنیمت ہے اور وہ فوج یا امام کے اذن کی شرط نہیں لگاتے۔ مال غنیمت کے چار حصے امیر لشکر' لشکر اسلام میں تقسیم کرے گا سوار کے دو حصے اور پیادہ کا ایک حصہ اور پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹' ص ۴۷۴-۵۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

خمس کی تقسیم میں فقہاء شافعیہ کا موقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور اس خمس کی تقسیم کی کیفیت میں مشہور قول یہ ہے کہ اس خمس کے پھر پانچ حصص کیے جائیں گے' ان میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے جو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ہیں نہ کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل سے۔ کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یہ آپ کے بھائی بنو ہاشم ہیں ان کی فضیلت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ ان کی نسل سے ہیں' آپ یہ بتائیے کہ آپ نے ہمارے بھائیوں میں سے بنو عبد المطلب کو عطا فرمایا اور ہم کو محروم کر دیا حالانکہ ہم اور وہ بہ منزلہ واحد ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جاہلیت اور اسلام میں مجھ

Marfat.com

سے بالکل الگ نہیں ہوئے اور صرف بنوہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں' یہ فرما کر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۸۰)

اور بقیہ تین حصے یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوگا اور اس کو مصالح المسلمین میں صرف کیا جائے گا جہاں اس حصہ کو رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے' مثلاً مجاہدوں کے لیے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری کے لیے' اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر' اس کی تقسیم ان میں اس طرح ہوگی کہ مردوں کو دو حصے ملیں گے اور عورتوں کو ایک حصہ ملے گا۔ اور خمس کے باقی تین حصے یتیموں' مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۸۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خمس کی تقسیم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے' ایک حصہ یتیموں کا ہے' ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رسول کے قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ (الانفال: ۴۱) اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ مصالح المسلمین میں صرف کیا جائے گا۔ کیونکہ حضرت عبادہ بن الصامت ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کے پہلو سے ایک بال پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو مال تم پر لوٹایا ہے اس میں سے اس بال کے برابر بھی میرے لیے جائز نہیں ہے سوا خمس کے اور وہ بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۴۹' ۴۱۵۰) نبی ﷺ نے خمس کو تمام مسلمانوں کے لیے قرار دیا اور تمام مسلمانوں کے لیے خمس کو صرف کرنے کا یہی معنی ہے کہ اس کو ان کے مصالح میں صرف کیا جائے' ان کی سرحدوں کی حفاظت پر اور گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر اس مال کو خرچ کیا جائے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حصہ انتظامیہ کے ساتھ مختص ہے اور دوسری روایت ہے کہ گھوڑوں اور ہتھیاروں پر اس رقم کو خرچ کیا جائے۔

خمس کا دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں پر خرچ کیا جائے اور آپ کے قرابت دار بنوہاشم اور بنو المطلب ہیں کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ نے خمس کو بنوہاشم اور بنو المطلب میں تقسیم فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے ہمارے بھائیوں میں سے بنو المطلب میں خمس کو تقسیم فرمایا اور ہمیں کچھ بھی نہیں دیا حالانکہ آپ سے ان کی قرابت اور ہماری قرابت واحد ہے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا صرف بنوہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں' حضرت جبیر نے کہا نبی ﷺ نے اس خمس میں سے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو بالکل عطا نہیں فرمایا' جیسا کہ آپ نے بنوہاشم اور بنو المطلب کے درمیان خمس کو تقسیم فرمایا تھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق خمس کو تقسیم فرماتے تھے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ اپنے قرابت داروں کو جو عطا فرماتے تھے حضرت ابوبکر ان کو وہ عطا نہیں کرتے تھے لیکن ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے قرابت داروں کو خمس میں سے عطا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد کے علاوہ کسی نے یہ جملہ روایت نہیں کیا کہ حضرت ابوبکر حضور کے قرابت داروں کو نہیں دیتے تھے۔ الخ۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ اضافہ زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶

Marfat.com

ص ۲۴۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۷۸) اور ان کے درمیان بر طریق عموم تقسیم کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر فرمایا ہے: اور (آپ کے) قرابت داروں کے لیے (الانفال: ۴۱) اور اس لیے کہ اس حق کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے لہٰذا اس میں عموم ہوگا جس طرح میراث میں عموم ہوتا ہے۔ پس اس میں سے غنی اور فقیر اور مرد اور عورت سب کو دیا جائے گا۔ نبی ﷺ نے خمس میں سے حضرت عباس کو عطا فرمایا تھا اور وہ غنی تھے اور آپ نے اپنی پھوپھی صفیہ کو عطا فرمایا تھا' اور مردوں کو دو حصے اور عورتوں کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

جہاں تک یتیموں کے حصہ کا تعلق ہے تو یتیم اس کم سن بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا احتلام (بلوغت) کے بعد کوئی یتیم نہیں ہوتا اور اس میں اس کے فقیر ہونے کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ غنی بالمال غنی بالاب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور مسکینوں کے حصہ میں مسکین سے وہ مراد ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسافروں کے حصہ میں بھی وہی مسافر مراد ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ (الکافی ج ۴' ص ۱۵۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

خمس کی تقسیم میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المالکی المعروف بابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے۔ اللہ کے حصہ کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اللہ کا حصہ اور رسول کا حصہ واحد ہے اور اللہ کے لیے ہے فرمانا کلام کے استفتاح (تمہید) کے لیے ہے' دنیا اور آخرت اور ساری مخلوق اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور دوسرا قول ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس غنیمت کو لایا جاتا اس غنیمت کے چار حصے آپ لشکر اسلام میں تقسیم فرماتے پھر آپ بقیہ خمس میں سے ایک مٹھی بھر کر اٹھا لیتے اور اس کو کعبہ کے لیے وقف کر دیتے' پھر بقیہ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے' اس میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوتا' ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا' ایک حصہ یتیموں کا' ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۶' ص ۵۰۴' رقم الحدیث: ۳۳۲۸۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اور رسول کے حصہ کے متعلق بھی دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ رسول کے حصہ کا ذکر استفتاح کلام کے لیے ہے جس طرح اللہ کے حصہ کا ذکر ہے۔ اور خمس میں سے کوئی چیز اللہ کے لیے ہے نہ رسول کے لیے ہے' اور خمس کے چار حصے کیے جائیں گے ایک حصہ بنوہاشم اور بنوالمطلب کے لیے اور ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ رسول کے لیے ہے اور اس کی کیفیت میں چار قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ کے قرابت داروں کو بہ طور وراثت ملے گا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کو ملے گا' تیسرا قول یہ ہے کہ اس کو گھوڑوں اور ہتھیاروں میں صرف کیا جائے گا' چوتھا قول یہ ہے کہ اس کو عامۃ المسلمین کے مصالح میں صرف کیا جائے گا۔

(احکام القرآن' ج ۲' ص ۴۰۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

خمس کی تقسیم میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی حیات میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے۔ ایک حصہ نبی ﷺ کے لیے' ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں

Marfat.com

کے لیے ہے۔ جیسا کہ الانفال: ۴۱ میں تفصیل سے ہے۔ اس آیت کے شروع میں مذکور ہے: خمس اللہ کے لیے ہے۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ خمس عبادت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مساجد اللہ کے لیے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خمس کی تعظیم کے لیے ہو جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں اضافت تعظیم کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے حصہ میں اور ذوی القربیٰ کے حصہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے علماء احناف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا۔ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ خلفاء راشدین کی طرف منتقل ہو گیا کیونکہ اب وہ مصالح المسلمین میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ خمس رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی جیسا کہ آپ کی زندگی میں صفی (مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ جو چاہتے اپنے لیے چن لیتے مثلاً تلوار' زرہ یا باندی) اور فئے آپ کی خصوصیت تھی' پھر آپ کے بعد صفی اور فئے میں کسی کی خصوصیت نہ تھی۔ اس لیے واجب ہے کہ خمس میں بھی کسی کی خصوصیت نہ ہو' اس لیے آپ کے بعد آپ کا حصہ خلفاء راشدین کے لیے نہیں ہو گا۔

اور آپ کے قرابت داروں کے حصہ کے متعلق امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ اب بھی باقی ہے اور وہ اولاد بنو ہاشم کو ملے گا' اس میں فقیر اور غنی برابر ہیں' اور ہمارے نزدیک بنو ہاشم کے اغنیاء کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا' البتہ بنو ہاشم کے فقراء کو خمس میں سے دیا جائے گا اور ان کے لیے علیحدہ حصہ وضع کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ فقراء کے حصے میں داخل ہیں بلکہ دوسرے فقراء پر مقدم ہیں۔ ہمارے نزدیک خمس کے تین حصے کیے جائیں گے ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ فقراء کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے۔ (بدائع الصنائع' ج ۹' ص ۵۰۰-۴۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کے اسی طرح تین حصہ کیے تھے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ اور ان کی اقتداء کرنا کافی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کے دھوون اور میل کچیل کو ناپسند کیا ہے اور اس کے عوض میں تم کو خمس کا پانچواں حصہ عطا کیا ہے اور معوض یعنی زکوٰۃ اغنیاء کے لیے جائز نہیں ہے تو چاہیے کہ اس کا عوض یعنی خمس بھی بنو ہاشم کے اغنیاء کے لیے جائز نہ ہو۔

(ہدایہ اولین' ص ۵۷۷-۵۷۶' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف نے از کلبی از ابو صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے' اللہ اور اس کے رسول کا ایک حصہ تھا اور رسول کے قرابت داروں کا ایک حصہ تھا' اور یتیموں کا ایک حصہ تھا' اور مسکینوں کا ایک حصہ تھا' اور مسافروں کا ایک حصہ تھا۔ پھر حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے خمس کے تین حصے کیے ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں خلفاء راشدین کے اس فعل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اور اسی بناء پر امام ابو یوسف کی کلبی سے یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ کلبی ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے ماسوا اس کے کہ وہ دوسرے راویوں کی موافقت کرے۔ (فتح القدیر ج ۵' ص ۴۹۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو یوسف نے جو خلفاء راشدین کا فعل نقل کیا ہے کہ وہ خمس کے تین حصہ کرتے تھے اس کی تائید حسب ذیل

Marfat.com

روایات سے ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حسن بن محمد بن علی ابن الحنفیہ نے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ (الانفال: ۴۱) کی تفسیر میں کہا اللہ کا ذکر بطور تمہید ہے دنیا اور آخرت اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور خمس رسول کے لیے ہے اور ان کے قرابت داروں کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان دو حصوں میں اختلاف ہوا' کسی نے کہا قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ اور کسی نے کہا قرابت داروں کا حصہ خلیفہ کی قرابت کی وجہ سے ہے' اور اصحاب محمد ﷺ کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ ان دو حصوں کو گھوڑوں میں اور فی سبیل اللہ جہاد میں خرچ کیا جائے اور یہ حضرت ابوبکر اور عمر کی خلافت میں تھا۔ (المصنف ج ۵' ص ۲۳۸' رقم الحدیث: ۹۴۸۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۳ھ)

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (المصنف ج ۶' ص ۵۲۱' رقم الحدیث: ۳۳۴۴۰' مطبوعہ بیروت)

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس کی تقسیم میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کیا۔ (المصنف ج ۵' ص ۲۳۷' رقم الحدیث: ۹۴۷۹' مطبوعہ بیروت)

اور امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

حسن نے اس آیت (الانفال: ۴۱) کی تفسیر میں کہا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اہل بیت کو کسی نے نہیں دیا' حضرت عمر نے نہ کسی اور نے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ یہ معاملہ امام المسلمین کی طرف مفوض ہے وہ اس کو فی سبیل اللہ اور فقراء میں جہاں اللہ کا ارادہ ہو وہاں خرچ کرے۔ (المصنف ج ۶' ص ۵۲۱' رقم الحدیث: ۳۳۴۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس کے بعد فرمایا اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کتاب) پر جو اللہ نے فیصلہ کے دن نازل کی' یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ اس تفصیل کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا لہٰذا اے مسلمان اہل لشکر تم اس خمس میں طمع نہ رکھو اور مال غنیمت کے باقی جو چار حصے ہیں ان پر قناعت کرو۔

یوم الفرقان سے یوم بدر مراد ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا تھا' اور جمعان سے مراد مسلمانوں اور کافروں کے دو گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے دن اپنے معزز بندے یعنی نبی ﷺ پر جو چیز نازل کی اس سے مراد اس دن نازل ہونے والی آیات ہیں۔ اور وہ فرشتے جو مسلمانوں کے قدم جمانے کے لیے نازل ہوئے تھے اور دیگر نشانیاں مثلاً خاک کی مٹھی کا ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ تم کم تعداد میں تھے اور تم کو بڑی تعداد والوں پر غالب کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم (وادی بدر کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور (تجارتی) قافلہ تم سے نچلی جانب تھا' اور اگر تم مقابلہ کا وقت مقرر کرتے تو پہنچنے کے وقت میں ضرور مختلف ہو جاتے' لیکن یہ اس لیے ہوا کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو (اللہ کے نزدیک) کیا ہوا تھا' تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے' اور بے شک اللہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ○ (الانفال: ۴۲)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

العدوۃ الدنیا کا معنی ہے وادی کا ایک کنارہ جو مدینہ کے قریب تھا۔ العدوۃ القصوی کا معنی ہے وادی کی دوسری جانب جو مدینہ سے دور تھی۔ الرکب اسفل منکم کا معنی ہے تجارتی قافلہ وادی بدر کے نیچے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ تھا۔ ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پہلے سے وقت مقرر کیے بغیر کفار کے

Marfat.com

بالمقابل لا کھڑا کیا تاکہ جو کام اللہ کے علم میں ہو چکا ہے وہ واقع اور خارج میں بھی ہو جائے اور وہ کام اسلام کی سربلندی اور کفر کی پستی ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب کر دکھایا تاکہ اب جو کفر کرے تو اللہ کی حجت پوری ہونے کے بعد کفر کرے اور روز قیامت کے لیے اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے' اور اللہ کی حجت یہ تھی کہ مسلمان کم تعداد میں ہونے کے باوجود اللہ کی تائید و نصرت سے اپنے سے تین گنے زائد کافروں پر غالب آ گئے۔ ویحیی من حی عن بینۃ یعنی جو شخص ایمان لائے وہ شرح صدر کے ساتھ حجت ظاہرہ کو دیکھ کر ایمان لائے۔ ہلاکت اور حیات سے مراد کفر اور ایمان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے موت اور زندگی مراد ہو یعنی مرے تو دلیل دیکھ کر مرے اور زندہ رہے تو دلیل دیکھ کر زندہ رہے۔

فتح بدر میں سیدنا محمد ﷺ کی دلیل نبوت

مسلمانوں کا لشکر ابتداء میں کمی اور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے بہت خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا تھا' جس جگہ ان کا قیام تھا وہ جگہ پانی سے دور تھی اور وہ زمین رتیلی تھی جس میں ان کے پیر دھنس جاتے تھے۔ اور کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی ان کے پاس ہتھیار بھی وافر مقدار میں تھے' سامان خورد و نوش بھی بہت تھا اور وہ پانی کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کی زمین رتیلی نہیں تھی ان کے لیے چلنا آسان تھا' اور ان کے پیچھے ان کا قافلہ تھا جس سے ضرورت کے وقت ان کو مدد حاصل ہونے کی امید تھی۔ بہ ظاہر یہ حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے معاملہ الٹ دیا اور جنگ کے وقت نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی اور کفار کو بدترین شکست ہوئی۔ اور یہ سیدنا محمد ﷺ کا عظیم معجزہ تھا' اور آپ کے دعویٰ نبوت پر بہت قوی دلیل تھی' کیونکہ آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس وقت مسلمانوں کی فتح کی پیش گوئی کی تھی جب ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہیں تھے۔ پس بدر کی فتح سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا اور اسلام کی صداقت پر قوی دلیل قائم ہو گئی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی کفر میں ہلاک ہو گا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہونے کے بعد کفر میں ہلاک ہو گا اور جو اسلام کی حیات حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد شرح صدر سے اسلام کو قبول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یاد کیجئے) جب اللہ آپ کو خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھا رہا تھا اور اگر اللہ آپ کو ان کی زیادہ تعداد دکھاتا تو (اے مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار جاتے اور آپس میں اختلاف کرتے' لیکن اللہ نے (تم کو اس سے) سلامت رکھا بے شک وہ درون سینہ امور کو بہ خوبی جاننے والا ہے O (الانفال: ۴۳)

کفار کی تعداد کم دکھانے کی حکمت

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نیند میں کفار کی تعداد کم دکھائی' آپ نے مسلمانوں کو خبر دی کہ کافر تھوڑے ہیں تو ان کے دل مطمئن ہو گئے۔ (جامع البیان جز ۱۰' ص ۱۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ واقعہ میں کفار زیادہ تعداد میں تھے تو ان کو کم تعداد میں دیکھنا یا دکھانا واقع کے خلاف ہے تو اللہ سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو تمام کفار نہیں دکھائے تھے بلکہ ان کی قلیل تعداد دکھائی تھی اور آپ کو ان ہی کی خبر دی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واقع میں اگرچہ زیادہ تھے لیکن انجام اور مآل کے اعتبار سے تھوڑے تھے۔ پھر فرمایا اگر اللہ آپ کو ان کی زیادہ تعداد دکھاتا تو (اے مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار جاتے لیکن اللہ نے تم کو سلامت رکھا۔

امام ابن جریر نے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے امر کو سلامت رکھا حتیٰ کہ

Marfat.com

ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا۔
اس کا معنی یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو ابتداء میں یہ علم ہو جاتا کہ دشمن کی تعداد ان سے تین گنے سے بھی زیادہ ہے تو ان کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ آپس میں جنگ کے متعلق اختلاف کرتے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس کے اختلاف سے محفوظ رکھا یا ان کو جنگ بدر میں شکست اور ہزیمت سے سلامت رکھا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کرو) جب تم سے مقابلہ کے وقت تمہیں کفار کی تعداد کم دکھائی اور تمہاری تعداد (بھی) ان کو کم دکھائی تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو اس کے نزدیک کیا ہوا ہے' اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں○ (الانفال: ۴۴)

مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی تعداد کم دکھائی اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ پہلی صورت میں مشرکین کی تعداد کم دکھانے کی حکمت یہ تھی کہ مسلمان ان کی اصل تعداد دیکھ کر گھبرا نہ جائیں اور دوسری صورت میں مشرکوں کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے میں یہ حکمت تھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں زیادہ تیاری اور احتیاط نہ کریں تاکہ وہ آسانی سے شکست کھا جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ زیادہ کو کم دکھانا اللہ کی شان کے کس طرح لائق ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور کافر دونوں ایک دوسرے سے اتنے فاصلہ پر ہوں کہ ہر فریق دوسرے کی اصل تعداد کا ادراک نہ کر سکا ہو اور ہر فریق کو دوسرے کی تعداد اصل سے کم دکھائی دی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار اپنے تکبر اور بلند بانگ دعووں کی وجہ سے مسلمانوں کو جو پہلے ہی کم تھے' ان کو اور بھی کم سمجھ رہے ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا

اے ایمان والو! جب تمہارا مخالف فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہ کثرت

اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو،

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ

اور آپس میں مخالفت نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک

اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے

دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اور لوگوں کو (اپنا زور اور قوت) دکھاتے ہوئے نکلے وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے تھے

Marfat.com

اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور اللہ ان کے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے ○ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے

أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّيْ

لیے خوش نما بنا دیا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا اور بیشک میں تمہارا

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ

رفیق ہوں، اور جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ ایڑیوں کے بل بھاگا اور کہنے لگا

إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ إِنِّيْٓ أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّيْٓ أَخَافُ اللّٰهَ ۚ

میں تم سے بری الذمہ ہوں بیشک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے، بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع

اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

رکوع ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تمہارا مخالف فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ (الانفال: ۴۵)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو اس نے جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں کو عطا فرمائی تھیں، چونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو ایک جنگ سے سابقہ پیش آچکا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو جنگ کے آداب تعلیم فرمائے۔ جس میں پہلی چیز ہے جنگ میں ثابت قدم رہنا۔ نبی ﷺ نے ایک اور چیز بھی بتلائی ہے کہ ابتداءً مسلمانوں کو جنگ یا کسی بھی آزمائش اور بلا کی تمنا نہیں کرنی چاہیے لیکن جب ان پر جنگ مسلط کر دی جائے تو پھر ان کو اس جنگ میں ثابت قدم رہنا لازم ہے اور اس سے پیٹھ موڑنا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے ایسی احادیث بیان کریں گے جن میں رسول اللہ ﷺ نے دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر جنگ میں ثابت قدم رہنے کے متعلق احادیث بیان کریں گے اور اس کے بعد دوران جنگ ذکر کرنے کے متعلق احادیث بیان کریں گے۔

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے ہو سکتا ہے کہ تم ان کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا کیے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور جب وہ اشتعال انگیز گیت گاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے آئیں تو تم زمین کو لازم پکڑ لینا' زمین پر بیٹھ جانا اور یہ دعا کرنا: اے اللہ ہمارے اور ان کے رب ! ہماری پیشانیاں اور

Marfat.com

ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں' اور تو ہی ان کو قتل کرے گا۔ اور جب وہ تمہارے قریب پہنچیں تو تم ان پر حملہ کر دینا اور یہ یاد رکھنا کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔ (المصنف ج ۵' ص ۲۴۸' رقم الحدیث: ۹۵۱۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۳ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو' اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو اور اگر وہ چلائیں تو تم خاموش رہنا۔

(المصنف ج ۵' ص ۲۵۰' رقم الحدیث: ۹۵۱۸' مطبوعہ بیروت' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' رقم الحدیث: ۱۷۱۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا ہوگا۔ (المعجم الاوسط ج ۹' ص ۲۷' رقم الحدیث: ۸۰۵۲' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ)

دشمن اسلام کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کی فضیلت اور اجر و ثواب

امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دشمن سے مقابلہ میں صابر رہا حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا گیا یا اس نے کسی دشمن کو قتل کیا تو وہ قبر کے فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔

(المعجم الاوسط' ج ۵' ص ۴۳' رقم الحدیث: ۴۱۳۱' مطبوعہ ریاض)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دشمن سے مقابلہ میں صبر کیا حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا یا اس نے دشمنوں کو قتل کیا تو وہ قبر کے فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔

(المعجم الاوسط' ج ۹' ص ۱۱۶-۱۱۵' رقم الحدیث: ۸۲۳۹' مطبوعہ ریاض)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین دوست چار ہیں۔ اور چار سو پر مشتمل بہترین فوج ہے اور چار ہزار پر مشتمل بہترین لشکر ہے اور جو لشکر بارہ ہزار پر مشتمل ہو وہ تعداد میں کمی کی وجہ سے شکست نہیں کھائے گا بشرطیکہ وہ سچ بولیں اور ثابت قدم رہیں۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱۱' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث: ۲۷۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۲۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۶۹۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۱۷' موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۶۶۳' مسند احمد ج ۱' ص ۲۹۴' سنن بیہقی ج ۹' ص ۱۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص دو آدمیوں سے بھاگا وہ بھاگنے والا ہے اور جو تین کے مقابلہ سے بھاگا وہ بھاگنے والا نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱' ص ۷۶' رقم الحدیث: ۱۱۱۵۱' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۳۲۸)

دوران قتال اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق احادیث

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مجلز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ دشمن سے مقابلہ کرتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ تو میرا بازو ہے اور میرا مددگار ہے' میں تیری مدد سے پھرتا ہوں اور تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے قتال کرتا ہوں۔

(المصنف ج ۶' ص ۵۱۸' رقم الحدیث: ۳۳۴۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی حملہ آور جماعتوں کے خلاف دعا ضرر کی: اے

Marfat.com

اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے' ان کو شکست دے اور ان کے قدم ڈگمگا دے۔ (المصنف ج ۶' ص ۵۱۸' رقم الحدیث: ۳۳۴۱۴' مطبوعہ بیروت)

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تین موقعوں پر آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے تھے' قتال کے وقت' جنائز کے وقت اور ذکر کے وقت۔

(المصنف ج ۶' ص ۵۱۷' رقم الحدیث: ۳۳۴۰۹' طبع بیروت' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۶)

سعید بن جبیر قتال کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور قرآن پڑھتے وقت اور جنائز کے وقت۔

(المصنف ج ۶' ص ۵۱۷' رقم الحدیث: ۳۳۴۱۰' طبع بیروت)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن کی تلاوت کرنے اور ذکر کرنے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو نماز پڑھنے اور قتال کرنے کا حکم نہ دیتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے وقت بھی ذکر کرنے کا حکم دیا ہے: یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا و اذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ○ (الانفال: ۴۵) (تفسیر امام ابن ابی حاتم' رقم الحدیث: ۹۱۳۲)

جن آثار میں قتال کے وقت بلند آواز سے ذکر سے منع کیا ہے' ان کا منشاء یہ ہے کہ بہت چلا کر ذکر نہ کیا جائے جس سے دشمن کو مسلمانوں کی پوزیشن کا پتا چل جائے اور متوسط اور معتدل جہر کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔

عطاء نے کہا جنگ کے وقت خاموش رہنا اور ذکر کرنا واجب ہے۔ پھر انہوں نے الانفال: ۴۵ کی تلاوت کی۔ میں نے پوچھا وہ بلند آواز سے ذکر کریں' کہا ہاں!

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' رقم الحدیث: ۹۱۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۶' ص ۵۱۷' رقم الحدیث: ۳۳۴۰۸)

دوران قتال ذکر کے متعلق علماء کے اقوال

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ دوران جنگ دل سے اللہ کو یاد کرنا چاہیے اور زبان سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو انتہائی شدید حالت میں بھی ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی وقت بھی اس کا دل اور اس کی زبان اللہ کے ذکر سے خالی رہے۔ اگر ایک شخص مغرب سے مشرق تک اپنے اموال کی سخاوت کرے اور دوسرا شخص مشرق سے مغرب تک تلوار سے جہاد کرتا جائے' تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اور اجر ان سے زیادہ ہوگا۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۸۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں اس ذکر کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں:

۱- جب مصائب اور مشکلات میں تمہیں گھبراہٹ ہو تو اللہ کا ذکر کرو' کیونکہ اللہ کے ذکر سے طمانیت اور تقویت حاصل ہوگی۔

۲- اپنے دلوں کے ساتھ ثابت قدم رہو اور اپنی زبانوں سے اللہ کا ذکر کرو' کیونکہ دشمن سے مقابلہ کے وقت دل پرسکون نہیں ہوتا اور زبان مضطرب رہتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کا حکم دیا تاکہ دل پرسکون ہو اور زبان سے ذکر جاری رہے اور اس طرح ذکر کرے جس طرح اصحاب طالوت نے ذکر کیا تھا:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ: ۲۵۰)

اے اللہ! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور ہمیں قوم کافرین پر فتح عطا فرما۔

Marfat.com

اور یہ حالت اسی وقت حاصل ہوگی جب انسان کی معرفت قوی ہو اور اس کی بصیرت روشن ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس وعدہ کو یاد کرو کہ تم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر چکے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانوں اور مالوں کے بدلہ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس میں کافی بحث کی گئی ہے کہ دوران قتال جس ذکر کا حکم دیا ہے اس سے مراد ذکر بالقلب ہے یا ذکر باللسان۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے اور دل اس ذکر کے موافق ہو یعنی اس کا ذہن اس ذکر کے معانی کی طرف متوجہ ہو' ایسا نہ ہو کہ زبان سے اللہ کا ذکر ہو اور دل و دماغ کہیں اور ہو۔ محمد بن کعب القرظی نے کہا اگر کسی شخص کو ذکر ترک کرنے کی رخصت دی جاتی تو حضرت زکریا علیہ السلام کو رخصت دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا۔ (آل عمران ۴۱) آپ تین دن لوگوں سے بغیر اشاروں کے بات نہیں کر سکیں گے اور اپنے رب کا بکثرت ذکر کریں۔

اور کسی شخص کو دوران قتال ترک ذکر کی رخصت دی جاتی' مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (الانفال: ۴۵) جب تمہارا مخالف فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہنا اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنا۔

قتادہ نے کہا جس وقت بندہ تلوار سے جہاد کی شدت میں ہو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے اس پر ذکر فرض کیا ہے۔ اور اس ذکر کا حکم یہ ہے کہ یہ خفی ہو کیونکہ مواضع قتال میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے جبکہ ذکر کرنے والا تنہا ہو لیکن مجاہدین کی جماعت کے ساتھ حملہ کرتے وقت بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مستحسن اور مستحب ہے تاکہ دشمن اسلام پر رعب اور ہیبت طاری ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۸۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں مخالفت نہ کرو' ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ (الانفال: ۴۶)

اختلاف رائے کی بناء پر مخالفت نہ کی جائے

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو یہ حکم دائمی ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں' خصوصاً جہاد کے معاملہ میں اور آپس میں مخالفت نہ کرو جیسا کہ بدر اور احد میں بعض مسلمانوں نے بعض کی مخالفت کی۔

غیر منصوص معاملات میں اختلاف رائے ممنوع نہیں ہے اور دلائل کے ساتھ اختلاف کرنا جائز ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد بھی انسان اپنے موقف پر ڈٹا رہے اور اپنی رائے سے رجوع نہ کرے' اور یہ ممنوع ہے کہ کسی غیر منصوص معاملہ میں اپنی رائے سے اختلاف کی بنا پر فریق ثانی کی مخالفت شروع کر دے اس کو سب و شتم کرے اور لعن و طعن کرے اور اس کی تکفیر کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض فروعی معاملات میں ایک دوسرے سے اختلاف رہا لیکن انہوں نے اس اختلاف رائے کو ایک دوسرے کی مخالفت کرنے کا رنگ نہیں دیا اور باہم احترام کو قائم رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عذر کی حالت میں جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے اور باقی صحابہ اس کو جائز کہتے تھے۔ معراج کی شب اللہ عزوجل کا دیدار کرنے اور سماع موتیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جمہور صحابہ سے اختلاف تھا۔ حج تمتع میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا جمہور صحابہ سے اختلاف تھا۔ جنبی کی تلاوت قرآن میں حضرت ابن عباس رضی

Marfat.com

اللہ عنہما کا جمہور صحابہ سے اختلاف تھا۔ رکوع میں تطبیق (رکوع میں دونوں ہاتھ جوڑ کر رانوں کے درمیان رکھنا) کرنے کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہ سے اختلاف تھا۔ ضرورت سے زائد مال کے صدقہ کرنے کے وجوب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہ سے اختلاف تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء میں اختلاف تھا لیکن انہوں نے ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کی۔ ائمہ مجتہدین کا مسائل فرعیہ میں ایک دوسرے سے اختلاف تھا لیکن وہ ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

سو عصری اور اجتہادی مسائل میں اگر ایک عالم کی رائے دوسرے عالم سے مختلف ہو تو اس میں شدت نہیں کرنی چاہیے اور ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دلائل کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کرے' اور عام آدمی جس عالم کے دلائل سے متفق ہو اس پر عمل کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے یعنی قرآن اور سنت کے منصوص اور واضح احکام پر عمل کرو۔ اس کے بعد فرمایا ولا تنازعوا یعنی ایک دوسرے سے تنازع اور جھگڑا نہ کرو اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو۔ اس کا محمل یہ ہے کہ اجتہادی اور فرعی مسائل میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو۔

امام رازی نے یہ اشکال قائم کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور تنازع سے منع کیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ صرف قرآن اور حدیث کے احکام پر عمل کیا جائے اور قیاس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ قیاس تنازع کو واجب کرتا ہے پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر قیاس تنازع کو واجب نہیں کرتا۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ امام رازی نے فرمایا ہر قیاس تنازع کو واجب نہیں کرتا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بعض قیاس تنازع کو واجب کرتے ہیں تو ان پر عمل کرنا جائز نہ ہوا۔ ثانیاً یہ کہ تنازع سے کیا مراد ہے اختلاف یا مخالفت اور جھگڑا' اگر اس سے مراد اختلاف ہے تو اختلاف معیوب چیز نہیں ہے قرآن اور سنت میں اس کی بہت مثالیں ہیں روایات میں ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے' اور اگر اس سے مراد ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ہے تو وہ برحق ہے اور وہ قیاس کے منافی نہیں ہے۔ عموماً ایک مجتہد کا قیاس دوسرے مجتہد کے قیاس سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن وہ ایک دوسرے کی مخالفت کو واجب نہیں کرتا' بلکہ ہر مجتہد اور اس کے متبعین کو چاہیے کہ وہ دلائل کے ساتھ اپنے قیاس پر عمل کریں اور ایک دوسرے کی مذمت نہ کریں اور نہ اس کی مخالفت کریں۔

مسلمانوں کے زوال کا سبب وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنا ہے

اس آیت کا ایک اور محمل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے تمام مسلمان ایک نظام حکومت قائم کریں اور مسلمانوں کے تمام علاقے باہم متحد ہو کر ایک خلیفہ کے ماتحت ہوں' اور ولا تنازعوا کا معنی یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی مملکتیں اور حکومتیں قائم کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ نہ کریں۔ کیونکہ اگر مسلمان ایک نظام خلافت کو توڑ کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے تو ان کے رعب اور طاقت کی ہوا اکھڑ جائے گی اور وہ کم ہمت اور کم حوصلہ ہو جائیں گے' اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کی ایک سلطنت تھی اور مسلم ریاستیں باہم متحد تھیں تو دشمنان اسلام کو مسلمان ملکوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا اور جب یہ اتحاد ٹوٹ گیا اور خلافت اسلامیہ چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں تبدیل ہو گئی تو دشمنان اسلام نے مسلم ریاستوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ جب تک اندلس میں ایک نظام حکومت قائم رہا وہاں مسلمانوں کی حکومت رہی اور جب طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا اور آپس کی مخالفت کی وجہ سے سرزمین اندلس مختلف حکومتوں میں بٹ گئی تو عیسائی حکمرانوں نے ایک ایک کر کے

Marfat.com

پورے اندلس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ متحدہ پاکستان بنگالی اور غیر بنگالی کے تعصب کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور آپس کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت کی ہوا اکھڑ گئی اور تاریخ میں پہلی مرتبہ نوے ہزار مسلم افواج نے ایک ہندو جرنیل کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنا زور اور طاقت) دکھاتے ہوئے نکلے وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ ان کے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے O

(الانفال: ۴۷)

مشکل الفاظ کے معنی

البطر: زجاج نے کہا نعمت میں سرکشی کو بطر کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نعمتیں عطا فرمائے تو اگر وہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے اور اس کی رضاجوئی میں خرچ کرے اور یہ یقین رکھے کہ یہ نعمتیں اللہ کی جانب سے ہیں تو یہ ان نعمتوں کا شکر ہے اور اگر وہ ان نعمتوں کو اپنے احباب' اقرباء اور معاصرین پر فخر کرنے اور اپنی برتری ظاہر کرنے کا ذریعہ بنائے تو یہ بطر (اترانا) ہے۔

رئاء الناس: کسی شخص کے باطن میں خرابی ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اچھائی دکھانے کا قصد کرے تو یہ ریا ہے۔ ریا اور نفاق میں یہ فرق ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کا اظہار کرے اور اس کے باطن میں کفر ہو تو یہ نفاق ہے' اور اگر کوئی شخص عبادت کا اظہار کرے اور اس کے باطن میں معصیت ہو تو یہ ریا ہے۔ امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے جن مشرکین قریش نے نبی ﷺ سے وادی بدر میں قتال کیا تھا وہ اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نکلے تھے' ان سے کہا گیا کہ تمہارا قافلہ پہنچ گیا ہے اور تمہارا مقصد پورا ہو گیا اب لوٹ آؤ' انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک عرب والے ہماری شان و شوکت کے قصے بہ طور مثال بیان نہیں کریں گے۔ اور روایت ہے کہ اس دن نبی ﷺ نے فرمایا اے اللہ آج یہ قریش اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے تیرے رسول سے لڑنے کے لیے آئے ہیں۔

(در منثور ج ۴' ص ۷۷' تفسیر ابن جریر ج ۱۰' ص ۲۴)

فخر اور ریا کی مذمت

اس آیت میں فرمایا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی طاقت) دکھاتے ہوئے نکلے۔ امام ابن اسحاق نے کہا اس سے مراد ابوجہل اور اس کے ساتھی ہیں انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے' جب تک ہم وادی بدر نہ پہنچ جائیں۔ وہاں پر ہم اونٹ ذبح کریں گے اور شراب پئیں گے اور ہماری باندیاں ہمیں جوش دلانے والے نغمے سنائیں گی اور جب بھی عرب ہمارا ذکر سنیں گے تو ہم سے خوف زدہ ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارا معاملہ ان لوگوں کی طرح اپنا زور دکھانے اور سنانے کے لیے نہیں ہونا چاہیے اور نہ لوگوں میں اپنی شہرت کے لیے ہونا چاہیے' تمہاری نیت خالص اللہ کی رضاجوئی اور اللہ کے دین کی نصرت کے لیے ہونی چاہیے۔

(جامع البیان جز ۱۰' ص ۲۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ دشمن سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہیں اور دوران قتال اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیں۔ اور ان کو اس بات سے منع کیا کہ دشمن سے ان کے قتال کا محرک اور باعث اپنے زور اور طاقت کو دکھانا اور سنانا ہو بلکہ ان سے قتال کا باعث صرف اللہ کے احکام پر عمل اور اس کی رضاجوئی اور خوشنودی ہونی چاہیے۔ اسلام

Marfat.com

کے تمام احکام کا حاصل یہ ہے کہ انسان مخلوق میں مشغول رہ کر اللہ کے احکام پر عمل کرتا ہے اور فخر اور تکبر سے بچے۔ انسان گناہ کرے اور اخلاص اور انکسار کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ انسان عبادت کر کے اس پر فخر اور غرور کرے۔ اس کے بعد فرمایا "اور اللہ ان کے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے" اس میں یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ بسا اوقات انسان یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس کام کو محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کر رہا ہے اور حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جاننے والا ہے۔ اسے علم ہے کہ تم کون سا کام حقیقت میں اللہ کے لیے کرتے ہو اور کون سا کام حقیقت میں دکھاوے کے لیے کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا' اور بے شک میں تمہارا رفیق ہوں' اور جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ ایڑیوں کے بل بھاگا اور کہنے لگا میں تم سے بری الذمہ ہوں بے شک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○ (الانفال: ۴۸)

ابلیس کا سراقہ کی شکل میں آکر کفار کو بہکانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن ابلیس کفار کے لشکر میں سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں متشکل ہو کر آیا اور کہنے لگا: آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور میں تمہارا محافظ ہوں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر مشرکین کے چہرے پر ماری' پس وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اور حضرت جبرئیل ابلیس کی طرف بڑھے اس وقت اس کا ایک ہاتھ مشرک کے ہاتھ میں تھا۔ ابلیس نے اس شخص سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور وہ اور اس کا ساتھی پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ اس شخص نے کہا اے سراقہ تم تو ہمارے رفیق تھے اب کہاں جا رہے ہو؟ ابلیس نے کہا بے شک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اس نے اس وقت کہا تھا جب اس نے فرشتوں کو دیکھا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۰' ص ۲۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طلحہ بن عبید اللہ بن کریز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کو کسی دن بھی اس قدر چھوٹا' اس قدر رحمت سے دور' اس قدر حقیر اور اس قدر غضبناک نہیں دیکھا گیا جتنا وہ عرفہ کے دن ہوتا ہے' کیونکہ اس دن وہ اللہ کی رحمت نازل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے' اور بڑے بڑے گناہوں کی اللہ کی طرف سے معافی دیکھتا ہے۔ اور جس قدر ذلیل وہ جنگ بدر کے دن تھا پوچھا گیا کہ اس نے جنگ بدر کے دن کیا دیکھا تھا؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اس نے دیکھا کہ جبرئیل فرشتوں کی صفیں ترتیب دے رہے ہیں۔

(الموطا لج ۲۴۵' مصنف عبد الرزاق ج ۵' ص ۱۸-۱۷' رقم الحدیث: ۸۸۳۲' الاستذکار ج ۱۳' رقم الحدیث: ۹۱۸' جامع البیان جز ۱۰' ص ۲۷' التمہید ج ۱' ص ۱۱۵' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ)

ابلیس کو سراقہ کی شکل میں متشکل ہونے کی قدرت دینے کی حکمت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابلیس کے سراقہ بن مالک کی شکل میں متشکل ہونے سے کیا فائدہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ کیونکہ جب کفار قریش مکہ واپس لوٹے تو انہوں نے کہا سراقہ نے ہم کو شکست سے دو چار کیا۔ جب سراقہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا بہ خدا مجھے تو تمہارے بدر جانے کی خبر ہی نہیں ہوئی حتیٰ کہ مجھ تک تمہاری شکست کی خبر پہنچی' اس وقت کفار قریش نے جان لیا کہ وہ شخص سراقہ نہیں بلکہ شیطان تھا۔

Marfat.com

اگر یہ کہا جائے کہ جب شیطان کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ وہ غیر معمولی طاقت والا ہے تو اس نے مسلمانوں کے لشکر کو شکست کیوں نہیں دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لشکر میں حضرت جبرئیل کو فرشتوں کے ساتھ دیکھا اس لیے وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب شیطان کو یہ قدرت ہے کہ وہ بشری شکل میں متشکل ہو کر کفار کی مدد کر سکتا ہے تو پھر چاہیے تھا کہ وہ ہر جنگ میں ایسا ہی کرتا اور اس کے نتیجہ میں کسی جنگ میں بھی مسلمانوں کو فتح یاب ہونے نہ دیتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صرف جنگ بدر میں ہی یہ قدرت دی تھی اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں فرشتے بھی نازل کیے تھے جو شیطان کا توڑ کر سکتے تھے' اور باقی مہمات اور غزوات میں نہ فرشتوں کو نازل کیا اور نہ شیطان کو یہ قدرت دی' اور جنگ بدر میں اس کو یہ قدرت دینے کا فائدہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ ظاہر کرنا تھا۔ نیز اس میں یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ ابلیس لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور جب لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں تو وہ ان سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ

اور (یاد کرو) جب منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں (کفر کی) بیماری تھی، یہ کہہ رہے تھے ان لوگوں

هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے، اور جس نے اللہ پر توکل کر لیا تو بیشک اللہ بہت غالب

حَكِيْمٌ ۝۴۹ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ

بڑی حکمت والا ہے ○ اور کاش تم (وہ منظر) دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں،

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰

ان کے چہروں اور ان کے کولھوں پر ضرب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب جلنے کا عذاب چکھو ○

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱

یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تم نے پہلے کیے تھے اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ○

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

ان کی عادت فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی مثل ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کے

اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

ساتھ کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت والا سخت عذاب

Marfat.com

الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا

دینے والا ہے ○ یہ اس لیے ہے کہ اللہ جس قوم کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس وقت تک وہ اس نعمت کو تبدیل کرنے

عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

والا نہیں ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں، اور بے شک اللہ بہت سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا

بے حد جاننے والا ہے ○ (ان کا معاملہ) فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ان سے پہلے

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ

اپنے رب کی آیات کی تکذیب کی تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کے متبعین کو غرق کر

وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

دیا اور وہ سب ظالم تھے ○ بیشک زمین پر چلنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں

كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ ۖ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ

نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے ○ ان میں سے بعض لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا اور وہ ہر بار

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا

اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے ○ پس اگر آپ

تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ

ان کو میدانِ جنگ میں پائیں تو ان کو دھتکار دیں تاکہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ

عبرت حاصل کریں ○ اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر برابر

اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ ۧ

ان کی طرف پھینک دیں، بے شک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کرو) جب منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں (کفر کی) بیماری تھی یہ کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے' اور جس نے اللہ پر توکل کر لیا تو بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ (الانفال: ۴۹)

ان آیات میں غزوہ بدر پر تبصرہ اور اس کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں غزوہ بدر کے متعلق شیطان کی کارروائی بیان فرما کر اس پر تبصرہ فرمایا تھا۔ اس آیت میں غزوہ بدر کے متعلق منافقین اور دوسرے بعض کافروں کے خیالات بیان فرما کر ان پر تبصرہ فرمایا ہے۔

منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی عذر کے غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور بعض نے کہا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے مکہ میں بہ ظاہر اسلام کا اقرار کیا تھا۔ وہ مشرکین کے ساتھ جنگ بدر میں آئے جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو کہا ان لوگوں کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا تھے اور اسلام کے متعلق ان کو شرح صدر نہیں تھا یہ مشرکین قریش کے ساتھ تھے انہوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن ان کے دلوں میں اسلام مستحکم نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اصحاب محمد کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے جو وہ اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنے زائد لشکر سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۰' ص ۲۹-۲۸' ملخصاً "مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور جس نے اللہ پر توکل کیا تو بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیے اور اسی پر اعتماد کیا اور اللہ کی قضا پر راضی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ تو جو شخص اس کی پناہ میں ہو وہ محفوظ رہے گا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے اور اس کی قضاء پر راضی ہو گئے تاکہ اللہ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی حمایت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کاش تم (وہ منظر) دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں' ان کے چہروں اور ان کے کولھوں پر ضرب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لو اب جلنے کا مزہ چکھو○ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تم نے پہلے کیے تھے اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے○ (الانفال: ۵۱-۵۰)

مقتولین بدر کی بوقت موت کیفیت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بدر میں آنے والے کفار کی زندگی کے احوال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں ان کی موت کے وقت کے احوال بیان فرمائے ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں خصوصیت سے بدر میں قتل ہونے والے کفار کی موت کے احوال مراد نہ ہوں بلکہ عمومی طور پر کفار کی موت کے وقت ان کا یہی حال ہوتا ہو۔

فرشتے کہیں گے کہ لو اب حریق (جلنے) کا عذاب چکھو علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ لو اب آخرت کا عذاب چکھو' ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں کے ساتھ لوہے کے گرز ہوں گے اور جب وہ ان گرزوں سے کفار پر ضرب لگائیں گے تو اس سے آگ بھڑکے گی۔ شیخ زادہ نے کہا ایک قول یہ ہے کہ الحریق آگ کا اسم ہے۔ فرشتے کافروں کی روح نکالتے وقت ان کو گرز ماریں گے جس سے ان کے زخموں میں آگ بھڑکے گی اور فرشتے ان سے استہزاء کہیں گے لو اب اس آگ کا مزہ چکھو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تم نے پہلے کیے تھے" یعنی تم نے کفر اور دیگر گناہ جو کیے یہ ان

Marfat.com

کی سزا ہے۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ یوں ہے "یہ اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا" ہاتھوں سے مراد خود ان کے نفوس ہیں اور نفوس کو ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اکثر کام انسان اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے۔

عذاب کے مستحق کو عذاب نہ دینا بھی جائز ہے

علامہ زمخشری نے یہ کہا ہے کہ کفار کو یہ عذاب دو سببوں سے ہو گا ایک سبب ان کا کفر اور ان کے گناہ ہیں اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ کفار کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جس طرح مومنین کو ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ (الکشاف ج ۲ 'ص ۲۲۹' مطبوعہ ایران)

اس تفسیر کو یہ لازم ہے کہ ظلم کی نفی بھی عذاب دینے کا سبب ہے' کیونکہ اگر اللہ ظالم ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ دیتا۔ اور اس قول میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص عذاب کا مستحق ہو اس کو عذاب نہ دینا بھی ظلم ہے اور یہ بداهتہً باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض گنہ گار مسلمانوں کو عذاب نہیں دے گا اور ان کو بخش دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس چیز کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے کم گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اس لیے علامہ زمخشری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ کفار کے عذاب کے دو سبب ہیں ایک سبب ان کا کفر اور ان کے گناہ ہیں اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ کفار کے عذاب کا صرف ایک سبب ہے اور وہ ان کا کفر اور گناہ ہیں اور بعد میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے وہ اس سبب کی قید ہے۔ کیونکہ اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو یہ ممکن ہو گا کہ اللہ کفار کو بغیر گناہوں کے بھی عذاب دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ قید لگا کر یوں فرمایا یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تم نے پہلے کیے تھے درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی ان کو بغیر گناہوں کے عذاب نہیں دے گا اور یہ ان کو عذاب دینے کا دوسرا سبب نہیں ہے ورنہ بہ طور مفہوم مخالف یہ معنی ہو گا کہ اگر اللہ ظالم ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ وہ بندوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ دیتا حالانکہ جو شخص عذاب کا مستحق ہو اس کو عذاب نہ دینا شرعاً ظلم ہے نہ عقلاً۔

علامہ زمخشری کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مومنین کو ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مومنین کو ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں۔ سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۷۳' صحیح مسلم منافقین ۷۵ (۲۸۱۶) ۶۹۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۱' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۳' مسند احمد ج ۲' ص ۲۵۶' ۲۳۵' ج ۳' ص ۳۲۷' ۵۲)

اللہ کسی بندہ پر کوئی ظلم نہیں کرتا

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں ہے کیونکہ ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے

Marfat.com

اس کا معنی ہے بہت زیادہ ظلم کرنے والا' اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مقید کی نفی کی جائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بندوں پر ظلم تو کرتا ہے مگر بہت زیادہ ظلم نہیں کرتا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے اور وہ کثرت ظلم پر دلالت کرتا ہے اور بندے بھی کثیر ہیں اور ظلم کی کثرت بندوں کی کثرت کے مقابلہ میں ہے' اور یہ قاعدہ ہے کہ جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی ایک بندہ پر ایک ظلم بھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی عادت فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی مثل ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا' بے شک اللہ بڑی قوت والا سخت عذاب دینے والا ہےO یہ اس لیے ہے کہ اللہ جس قوم کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس وقت تک وہ اس نعمت کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں' اور بے شک اللہ بہت سننے والا' بہت جاننے والا ہےO (الانفال: ۵۳-۵۲)

کفار بدر کا متبعین فرعون کے مماثل ہونا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وادی بدر پر حملہ کرنے والے کافروں کو دنیا میں شکست کی ذلت سے دوچار کیا اور آخرت میں ان کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہوا ہے۔ اب ان آیتوں میں یہ بتلایا ہے کہ ان کافروں کو جو دنیا اور آخرت میں عذاب دیا ہے وہ صرف ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ تمام کافروں کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے' اور سب منکروں کے ساتھ اس کا یہی طریقہ ہے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے ان لوگوں کا اپنے کفر میں وہ طریقہ ہے جو فرعون کے متبعین کا اپنے کفر میں طریقہ تھا۔ تو ان لوگوں کو قتل کرکے اور قید کرکے ایسی سزا دی گئی ہے جیسی سزا فرعون اور ان کے متبعین کو سمندر میں غرق کرکے دی گئی تھی۔ پھر فرمایا اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اس میں یہ تنبیہ کی ہے کہ اس دنیاوی عذاب کے علاوہ ان کو آخرت میں بھی عذاب دیا جائے گا جیسا کہ قوم فرعون کو بھی غرق کرنے کے بعد آخرت میں عذاب دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود ان پر ایمان نہیں لائی اور اپنے کفر کر ڈٹی رہی اور حضرت موسیٰ کی مخالفت کرتی رہی تو ان کو دنیا اور آخرت کا عذاب دیا گیا اسی طرح یہ کفار بدر بھی سیدنا محمد ﷺ کے کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان نہیں لائے بلکہ آپ کی مخالفت میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے اس لیے ان کو بھی دنیا اور آخرت کا عذاب دیا گیا۔

اہل مکہ پر اللہ کی ان نعمتوں کا بیان جن کی انہوں نے ناشکری کی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس قوم کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس وقت تک اس نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کو بدل کر اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کرتی۔ یعنی چاہیے یہ تھا کہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتی اور خود کو اس نعمت کا اہل قرار دیتی لیکن جب وہ شکر کرنے کے بجائے کفران نعمت کرے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اس نعمت کی اہل نہیں ہے تو پھر اللہ اس نعمت کو عذاب سے تبدیل کر دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار مکہ کو اس عذاب سے پہلے کون سی نعمت ملی تھی؟ وہ مکہ میں عیش و عشرت اور بہت زیادہ آسودگی اور خوش حالی کی زندگی نہیں گزار رہے تھے اور وہ اس وقت کی متمدن دنیا میں رزق کی فراوانی کے ذرائع اور وسائل کے لحاظ سے اور علم و حکمت اور مال و دولت کے لحاظ سے کسی نمایاں حیثیت کے حامل نہیں تھے تو ان کو ایسی کون سی نعمت حاصل تھی جو ان کے کفر کی وجہ سے جاتی رہی؟ اس سوال کے دو جواب ہیں:

Marfat.com

پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل عطا فرمائی اور صحیح و سالم اعضاء کے ساتھ پیدا کیا' اور نیک کام کرنے اور برے کاموں سے رکنے کی قدرت عطا فرمائی۔ چاہیے تھا کہ وہ خود اپنی عقل سے غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت کو پہچانتے اور خود اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت نہ کرتے اور فسق و فجور اور قتل و غارت گری سے اجتناب کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید انعام یہ کیا کہ عقل سلیم کی رہنمائی کرنے کے لیے ان میں ایک نبی ان ہی میں سے بھیجا جس کی سابقہ زندگی آئینہ کی طرح شفاف تھی' اس کی صداقت' دیانت' امانت اور عفت ان سب کے نزدیک مسلم تھی اور جب انہوں نے دعویٰ نبوت کیا اور اللہ کی توحید کا اعلان کیا تو اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے قریش مکہ کو چاہیے تھا کہ وہ ان کا دعویٰ مان لیتے۔ پھر تیسری نعمت ان کو یہ عطا کی کہ اس نبی کو ایسے قاطع معجزات عطا کیے کہ ان معجزات کو دیکھنے کے بعد عقل کے نزدیک ان کی نبوت کو مان لینا واجب تھا' لیکن انہوں نے اس نعمت کی بھی ناشکری کی' وہ اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں بت پرستی پر ڈٹے رہے اور ضد اور عناد سے نبی ﷺ کی مخالفت کرتے رہے حتیٰ کہ یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے آپ کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ مدینہ میں نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ سو انہوں نے اللہ کی پے در پے نعمتوں کے مقابلہ میں مسلسل کفر کیا اور جب ان کے اعمال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کی ان نعمتوں کے اہل نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو عذاب سے بدل دیا۔ دنیا میں ان کو شکست کی ذلت اور رسوائی میں مبتلا کیا اور آخرت میں ان کے لیے دائمی دردناک عذاب تیار کیا۔

اس سوال کا دوسرا جواب وہ ہے جو قاضی بیضاوی نے دیا ہے کہ مان لیا کہ قریش مکہ' بہت خوش حالی' فراخی اور وسعت کی حالت میں نہ تھے لیکن وہ جس حال میں بھی تھے وہ بدر کی شکست کی ذلت' جس میں ان کے ستر افراد مارے گئے اور ستر قید ہوئے اور اس ذلت کے مقابلہ میں ان کی پہلی زندگی جس پر شکست کا داغ نہ تھا بہرحال بعد کی زندگی سے بہتر تھی' اور اس زندگی کے مقابلہ میں نعمت تھی لیکن جب انہوں نے اس نعمت کی ناقدری کی اور ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو دنیا میں شکست کی ذلت کے عذاب اور آخرت میں دائمی عذاب سے بدل دیا' اور ان کا اس دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہونا ان کے اپنے کفر اور معصیت کی وجہ سے تھا' اللہ تعالیٰ کا ان پر کسی وجہ سے ظلم نہیں تھا۔

جو قوم خود کو کسی نعمت کا نااہل ثابت کرتی ہے اللہ اس نعمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم کو نعمت دے کر اس وقت تک اس نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی بداعمالیوں سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کرتی۔ یہ قاعدہ جس طرح پچھلی امتوں میں اور کفار مکہ میں جاری ہوا' اسی طرح یہ قاعدہ بعد میں اقوام مسلم میں بھی جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسیع سلطنت کی نعمت عطا کی لیکن جب انہوں نے خلافت کو ملوکیت سے تبدیل کر لیا اور اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت کیا تو وہ اسلامی سلطنت جو تین براعظموں' افریقہ' یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی' چھوٹے چھوٹے ملکوں میں سمٹ کر رہ گئی۔ اسپین میں طوائف الملوکی کے علاوہ وہاں کے حکمران شراب اور رقص و موسیقی کی رنگینیوں میں ڈوب گئے اور وہاں نہ صرف اسلامی مملکت کا خاتمہ ہوا بلکہ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا یا جبراً عیسائی بنا لیا گیا' یا جلا وطن کر دیا گیا۔ برصغیر میں مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی لیکن وہ اپنی حکومتوں کے استحکام میں ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کرتے رہے اور اسلام کی تبلیغ سے غافل رہے تو مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی اور وہ ڈیڑھ سو سال تک انگریز کی غلامی میں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں آزادی کی نعمت عطا فرمائی لیکن اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک میں مسلمانوں نے چوبیس سال تک اسلامی نظام نافذ نہیں کیا علی الاعلان سودی نظام جاری کیا اور

Marfat.com

مغربی انداز فکر' مغربی جمہوریت اور مغربی اقدار کو سینہ سے لگائے رکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے آدھی نعمت چھین لی اور مشرقی پاکستان' پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔ اب بھی باقی ماندہ پاکستان کے وہی طور طریقے ہیں اور ہمیں اس دن سے ڈرنا چاہیے کہ یہ باقی ماندہ نعمت بھی ہمارے ہاتھ سے جاتی نہ رہے۔ کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افراد کے انفرادی گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن کسی قوم کی اجتماعی تقصیر سے فطرت درگزر نہیں کرتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی دائمی سنت ہے کہ جو قوم اپنے آپ کو کسی نعمت کا اہل ثابت نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ان کا معاملہ) فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے اپنے رب کی آیات کی تکذیب کی' تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کے متبعین کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے ○ (الانفال: ۵۴)

اس آیت کا پہلی آیت کی تفصیل ہونا

اس آیت میں وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلی آیت میں بیان کیا گیا تھا اور یہ آیت پہلی آیت کی تاکید ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کی تفصیل ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ قوم فرعون کو عذاب دیا گیا اور اس آیت میں اس عذاب کی تفصیل ہے کہ قوم فرعون کو سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا' اور پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا اور اس میں اس کی تفصیل فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب کی' اور پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ انہوں نے خود کو نعمت کا نااہل ثابت کیا اور اس آیت میں اس کی تفصیل کی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کی تکذیب کی اور دیگر گناہ کیے' اور یہ بتایا کہ ان کی نعمتوں کو جو عذاب سے تبدیل کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک زمین پر چلنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے ○ (الانفال: ۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ قریش کی ایک جماعت ہے جس کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم' ج ۵' ص ۱۷۱۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ)

یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی اور اللہ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں آپ ان کی خاطر اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں اور ان کے ایمان نہ لانے سے پریشان نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان میں سے بعض لوگوں نے آپ سے معاہدہ کیا اور وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے ○ (الانفال: ۵۶)

بنو قریظہ کی عہد شکنی

اس کا ربط بھی پہلی آیت سے ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق کفار ہیں جو اے محمد ﷺ) آپ سے بار بار عہد کر کے توڑ دیتے ہیں انہوں نے آپ سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان میں سے بعض لوگوں نے اس لیے فرمایا کہ یہ معاہدہ بنو قریظہ کے ہر فرد سے نہیں ہوا تھا بلکہ بنو قریظہ کے اکابر سے ہوا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بنو قریظہ تھے جنہوں نے جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑا مشرکین کو ہتھیار فراہم کیے۔ پھر انہوں نے کہا ہم سے غلطی ہوگئی' آپ نے ان سے دوبارہ معاہدہ کیا انہوں نے اس معاہدہ کو پھر جنگ خندق میں توڑ دیا۔ (جامع البیان ج ۱۰' ص ۳۴' تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۹۷)

اس کے بعد فرمایا "اور وہ نہیں ڈرتے" یعنی وہ اللہ سے اس عہد شکنی میں نہیں ڈرتے یا اس سے نہیں ڈرتے کہ اس طرح لوگ ان کی مذمت کریں گے کہ ان لوگوں کے عہد کا اعتبار نہیں ہے یہ بار بار عہد کرکے اس کو توڑ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر آپ ان کو میدان جنگ میں پائیں تو ان کو دھتکار دیں تاکہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ عبرت حاصل کریں ○ (الانفال: ۵۷)

مشکل الفاظ کے معانی

فاما تثقفنهم: ثقف کا معنی ہے کسی چیز کے حصول میں مہارت حاصل کرنا۔ ثقفت کذا اس وقت کہتے ہیں جب تم کسی چیز کو اپنی غیر معمولی بصارت اور مہارت سے دیکھ لو۔ پھر مجازاً اس کو صرف کسی چیز کے ادراک' حصول اور پانے کے معنی میں استعمال کیا گیا' یعنی جب تم ان کو میدان جنگ میں پاؤ یا پکڑ لو۔ (المفردات: ج ۱' ص ۳۴۰)

فشرد بهم: تشرید کا معنی ہے کسی چیز کو مضطرب اور متفرق کر دینا' تتر بتر کر دینا' اور کسی شخص کے ساتھ ایسا کام کیا جائے جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ یعنی آپ جب بنو قریظہ کو میدان جنگ میں نہ پائیں تو ان کو اس طرح تتر بتر کر دیں جس سے دوسرے عہد شکنوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ عہد شکنی سے باز رہیں۔ (المفردات' ج ۱' ص ۳۴۰)

نبی ﷺ کو یہ حکم اس لیے دیا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ عہد شکنی کی' آپ ان کو ایسی سزا دیں کہ دوبارہ کوئی شخص آپ سے عہد شکنی کی جرأت نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر برابر ان کی طرف پھینک دیں' بے شک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا ○ (الانفال: ۵۸)

فریق ثانی کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ ختم کرنے کی صورتیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے دلائل ثابت ہوں تو پھر ان سے معاہدہ توڑ دینا واجب ہے۔ کیونکہ بنو قریظہ نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا' پھر انہوں نے ابوسفیان اور اس کے حامی مشرکوں کی نبی ﷺ کے خلاف مدد کی' تب رسول اللہ ﷺ کو یہ قوی گمان ہوا کہ یہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ ایسی صورت میں امام المسلمین پر واجب ہے کہ وہ ان سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دے اور ان سے اعلان جنگ کر دے۔ اور جب دوسرے فریق کی جانب سے علانیہ عہد کی خلاف ورزی ہو اور ان کی عہد شکنی پر قطعی یقین حاصل ہو جائے تو پھر عہد توڑنے کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ کیا کیونکہ خزاعہ نبی ﷺ کی حفاظت میں تھے اور اہل مکہ نے ان کو قتل کر دیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ ختم کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا لشکر مرالظہران تک پہنچ گیا اور وہ مکہ سے چار فرسخ پر تھا۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان اس وقت ضروری ہے جب معاہدہ کی مدت ختم نہ ہوئی ہو یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور نہ ہوئی ہو یا ان کی عہد شکنی یقینی اور قطعی نہ ہو' اور اگر معاہدہ کی مدت ختم ہو گئی یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور اور یقینی ہو تو پھر معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اہل مکہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو ختم کرنے کے اعلان کے بغیر ان پر حملہ کیا کیونکہ انہوں نے علی الاعلان معاہدہ کو توڑ دیا تھا۔

Marfat.com

خزاعہ نبی ﷺ کے حلیف تھے اور انہوں نے بنو کنانہ کی مدد کرتے ہوئے خزاعہ کو قتل کیا۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۴۹۸-۴۹۷' الجامع لاحکام القرآن' جز ۷' ص ۳۹۰-۳۸۹' روح المعانی' جز ۱۰' ص ۲۳)

مسلمانوں کے سربراہ کی عہد شکنی زیادہ مذموم اور زیادہ بڑا گناہ ہے

اس کے بعد فرمایا بے شک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں یہ دلیل ہے اگر فریق ثانی نے عہد شکنی نہ کی ہو' نہ عہد شکنی کرنے کی کوئی علامت ہو تو پھر بغیر اعلان کے ان سے معاہدہ ختم کرنا یا توڑنا جائز نہیں ہے اور معاہدہ کی مدت کو پورا کرنا ضروری ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ حضرت معاویہ ان کے شہروں کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ معاہدہ توڑ کر ان پر حملہ کیا' تب ایک شخص گھوڑے یا خچر پر سوار آیا اور وہ کہہ رہا تھا اللہ اکبر' اللہ اکبر معاہدہ پورا کرو' عہد شکنی نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص اور کسی قوم کے درمیان کوئی عہد ہو تو نہ وہ کوئی گرہ باندھے اور نہ کوئی گرہ کھولے حتیٰ کہ معاہدہ کی آخری مدت گزر جائے' یا ان کی طرف ان کا عہد برابر برابر پھینک دے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۵۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ اولین اور آخرین کو جمع کرے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۷۷' صحیح مسلم الجہاد ۹ (۱۷۳۵) ۴۴۴۸' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۷۳۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کی عہد شکنی کے برابر جھنڈا نصب کیا جائے گا اور سنو! امیر المسلمین کی عہد شکنی سب سے بڑی ہے۔

(صحیح مسلم الجہاد ۱۶ (۱۷۳۸) ۴۴۵۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ان احادیث میں عہد شکنی پر سخت وعید ہے' خاص طور پر مسلمانوں کی حکومت کے سربراہ اور امیر المسلمین کے لیے۔ کیونکہ اس کی عہد شکنی کا ضرر بہ کثرت خلوق کی طرف پہنچتا ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ سربراہ مملکت اپنے عہد کو پورا کرنے پر ہر طرح قادر ہوتا ہے اور اس کو عہد شکنی کی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امیر المسلمین کی خیانت اور عہد شکنی یہ ہے کہ وہ اپنی رعیت سے کیے ہوئے وعدوں اور کفار سے کیے ہوئے عہود کو پورا نہ کرے اور ان کی خلاف ورزی کرے یا وہ اس امانت میں خیانت کرے جو مسلمانوں نے اس کو سربراہی سونپ کر اس کے پاس رکھی ہے۔ وہ اپنے فرائض منصبی ادا نہ کرے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کرے اور بیت المال میں خیانت کرے اور قومی خزانہ کو قومی مفاد میں خرچ کرنے کے بجائے اپنے ذاتی مفاد میں استعمال کرے۔ اسی طرح حکومت کے دیگر وسائل کو اپنے ذاتی فوائد کے لیے استعمال کرے تو وہ خائن اور عہد شکن ہے اور ان حدیثوں کی وعید کا مصداق ہے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مسلمانوں کو بھی اپنے امیر سے عہد شکنی نہیں کرنی چاہیے اور اس کی بیعت کرنے اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے خلاف فتنے پیدا نہیں کرنے چاہئیں اور اس کے خلاف بغاوت نہیں کرنی چاہیے اور اتحاد ملت میں رخنہ نہیں ڈالنا چاہیے۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ دوسروں کی عہد شکنی کی بہ نسبت سربراہ مملکت کی عہد شکنی بہت بڑا جرم اور عظیم گناہ ہے' اس میں بہت خرابیاں ہیں۔ کیونکہ جب وہ معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کے بغیر دوسرے ملکوں سے معاہدہ توڑیں گے تو

Marfat.com

دشمنان اسلام ان کے کسی وعدہ پر اعتبار کریں گے نہ ان کی صلح پر۔ اس سے دنیا میں مسلمانوں کا بھرم جاتا رہے گا اور اس کا بہت نقصان ہو گا اور اس سے غیر مسلم مسلمانوں کی دعوت اسلام پر دین اسلام میں داخل ہونے سے متنفر ہوں گے اور تمام دنیا میں ائمہ مسلمین کی مذمت ہو گی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷، ص ۳۹۱)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا

اور کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ نکل گئے، بے شک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ○ اور (اے مسلمانو!)

لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ

تم بہ قدر استطاعت، ان (سے مقابلہ) کے لیے ہتھیار تیار رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑے اور ان سے تم

عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ

اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کرو اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ

اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

انہیں جانتا ہے اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا

إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا

جائے گا، اور تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور اگر (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہوں

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَإِن يُرِيدُوا

اور اللہ پر توکل کریں، بے شک وہ بہت سننے والا، بے حد جاننے والا ہے ○ اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا

أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ

ارادہ کریں تو بے شک اللہ آپ کو کافی ہے وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت

وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ

سے آپ کی تائید فرمائی ○ اور اس نے مسلمانوں کے درمیان الفت پیدا کی، اگر آپ تمام روئے زمین کی چیزوں کو بھی

جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ

خرچ کر دیتے تو (از خود) ان کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کی،

Marfat.com

إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

بے شک وہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے ○ اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ ع

والے مؤمنین ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ نکل گئے' بے شک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ○ (الانفال: ۵۹)

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ جو کافر مسلمان سے لڑنے کے لیے وادی بدر میں آئے ہیں' ان سے کس طرح مقابلہ کیا جائے اور ان پر غالب ہونے کے بعد ان کے ساتھ کیا کیا جائے' نیز یہ بھی بتایا تھا کہ جو کافر آپ سے معاہدہ کرنے کے بعد اس معاہدہ کی خلاف ورزی کریں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اب وہ کافر باقی رہ گئے تھے جو مکہ میں تھے اور بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نہیں آئے تھے' لیکن یہ وہ لوگ تھے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ اذیت پہنچائی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں بتا رہا ہے کہ یہ کافر جو بدر میں نہ آنے کی وجہ سے قتل یا گرفتار ہونے سے بچ گئے' وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی گرفت سے بچ گئے وہ دنیا میں کسی اور موقع پر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے ورنہ آخرت میں تو بہرحال دائمی عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو) تم بہ قدر استطاعت ان (سے مقابلہ) کے لیے ہتھیار تیار رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑے' اور ان سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کرو اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے' اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○ (الانفال: ۶۰)

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے (الانفال: ۵۸) میں یہ فرمایا تھا جو کافر آپ سے عہد شکنی کریں آپ بھی ان کا عہد ان پر پھینک دیں۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ آپ کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار مہیا کریں' ایک قول یہ ہے کہ معرکہ بدر میں مسلمانوں نے پہلے سے مقابلہ کی تیاری نہیں کی تھی ہتھیار جمع کیے تھے نہ گھوڑوں اور دیگر سواریوں کا بندوبست کیا تھا' ہنگامی طور پر اچانک ان پر جنگ مسلط کر دی گئی تھی اور انہوں نے بغیر کسی تیاری کے مقابلہ کیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں اور کفار سے جنگ کرنے کے لیے جس قدر ہتھیار' سواریاں اور افرادی قوت مہیا کر سکتے ہیں وہ کر لیں۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کسی مطلوب کو حاصل کرنے کے لیے اس کے اسباب کو جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ توکل کا معنی ہی یہ ہے کہ اسباب کے حصول کے بعد نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔

تیر اندازی کے فضائل

زیر تفسیر آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: "تم بہ قدر استطاعت ان (سے مقابلہ) کے لیے قوت کو مہیا کرو" اس آیت میں

Marfat.com

قوت سے مراد اسلحہ کی تمام انواع اور اقسام ہیں اور اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ جن دشمنان اسلام سے تمہارا مقابلہ ہو ان کے خلاف جو اسلحہ سب سے زیادہ زیادہ موثر ہو' اس اسلحہ کو مہیا کرو۔ اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو ہتھیار سب سے زیادہ مہلک ہو اس ہتھیار کو حاصل کر لو۔ عہد رسالت میں سب سے زیادہ مہلک ہتھیار تیر تھا اس لیے نبی ﷺ نے تیر اندازی سیکھنے اور تیر و کمان کے حصول کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر واعدوالهم ما استطعتم من قوة کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ' سنو یقیناً قوت تیر اندازی ہے۔ سنو یقیناً قوت تیر اندازی ہے' سنو یقیناً قوت تیر اندازی ہے۔ (صحیح مسلم الامارہ ۱۶۷ (۱۹۱۷) ۴۸۶۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۱۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح کی جائیں گی اور اللہ تمہیں کافی ہو گا۔ اور تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔
(صحیح مسلم الامارۃ ۱۶۸ (۱۹۱۸) ۴۸۶۴)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھ کر پھر اس کو ترک کر دیا' وہ ہم میں سے نہیں ہے' یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم الامارۃ ۱۶۹ (۱۹۱۹) ۴۸۶۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے بے شک اللہ عزوجل ایک تیر کے سبب سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا تیر کا بنانے والا جو تیر بنانے میں ثواب کی نیت کرتا ہو' اور تیر کو حاصل کرنے والا اور تیر اندازی کرنے والا' تم تیر اندازی کرو اور شہہ سواری کرو' اگر تم تیر اندازی کرو تو وہ میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کھیل میں صرف تین چیزیں پسندیدہ ہیں' کسی شخص کا اپنے گھوڑے کو سدھانا' کسی شخص کا اپنی زوجہ سے دل لگی کرنا اور کمان سے تیر مارنا اور پکڑنا اور جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھ کر اس کو ناپسند کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کو اس نے ترک کر دیا یا اس نے کفران نعمت کیا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۱۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۱۱' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۰۵' مسند احمد ج ۶' رقم الحدیث: ۱۷۳۰۲)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے (کہ کس کا تیر نشانے پر پہنچتا ہے) نبی ﷺ نے فرمایا اے بنو اسماعیل تیر اندازی کرو! کیونکہ تمہارے باپ تیر انداز تھے۔ تم تیر مارو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں تو ان میں سے ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا تم کیوں نہیں تیر مارتے' انہوں نے کہا ہم کیسے تیر ماریں حالانکہ آپ ان کے ساتھ ہیں! نبی ﷺ نے فرمایا تم تیر مارو میں تم سب کے ساتھ ہوں! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۱۵)

اسلحہ کے استعمال کی تربیت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور کبھی یہ فرض عین ہو جاتا ہے۔

اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں

نبی ﷺ نے تیر اندازی سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے کیونکہ اس زمانہ میں یہ دشمن کے خلاف بہت بڑا اور بہت موثر ہتھیار تھا۔ اس زمانہ میں تیر اندازی کی جدید شکل میزائل ہے۔ جس طرح تیر کو کمان میں رکھ کر ہدف پر مارتے ہیں اس طرح میزائل کے وار ہیڈ میں ایٹم بم' ہائیڈروجن بم' اور نیوٹران بم رکھے جاتے ہیں اور لانچنگ پیڈ سے

Marfat.com

میزائل کو ہدف پر داغا جاتا ہے۔ سو جس طرح اس زمانہ میں تیر اندازی کا علم حاصل کرنا اور اس کی مشق کرنا ضروری تھا اسی طرح اس زمانہ میں ایٹم بم' اور ہائیڈروجن بم کی تیاری کا علم حاصل کرنا اور میزائل بنانے کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس دور میں ایٹمی صلاحیت کو حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور جب تک کسی ملک کو ایٹمی صلاحیت حاصل نہ ہو اس کی بقا کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے تھے۔ جس سے وہ شہر تباہ ہو گئے اور جاپان وہ جنگ ہار گیا۔ اگر اس وقت جاپان کے پاس بھی ایٹم بم ہوتے تو امریکہ کبھی بھی جاپان پر ایٹم بم نہیں گرا سکتا تھا۔ امریکہ اور روس کے درمیان سرد جنگ کے زمانہ میں شدید مخالفت کے باوجود امریکہ نے روس یا چین پر ایٹمی حملہ کی جسارت نہیں کی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ان ملکوں کے پاس بھی ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں اور امریکہ ان کے دور مار براعظمی ایٹمی میزائلوں کی زد میں ہے۔

اس لیے آج مسلمانوں کو اپنی بقا کے لیے اور دنیا میں عزت اور آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا ضروری بلکہ سب سے اہم اور سب سے مقدم فرض ہے۔

ایٹمی ہتھیار بنانے کیلئے تفکر کرنا اور اس کیلئے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے

اللہ تعالیٰ نے حقائق کائنات میں غور و فکر کرنے اور تدبر اور تفکر کرنے کی ترغیب دی ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں اور رات اور دن کے اختلاف میں صاحبان عقل کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ۝ جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ محض بے فائدہ پیدا نہیں کیا' تو پاک ہے سو تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حقائق کائنات میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے تو وہ غور و فکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس چیز میں غور و فکر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ میں' آپ نے فرمایا اللہ میں تفکر نہ کرو اللہ کی مخلوق میں تفکر کرو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٦' ص ٦٧-٦٨' رقم الحدیث: ٨١١٧' کنز العمال رقم الحدیث: ٥٧١٤' اتحاف السادۃ المتقین ج ٦' ص ٥٣٦)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نعمتوں میں تفکر کرو' اور اللہ کی ذات میں تفکر نہ کرو۔

(المعجم الاوسط' ج ٧' ص ١٧٢' رقم الحدیث: ٦٣١٥' شعب الایمان' ج ١' ص ١٣٦' رقم الحدیث: ١٢٠' کتاب العظمہ' ص ١٧)

حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٧' ص ١٩٧' رقم الحدیث: ٣٥٢١٣' بیروت' شعب الایمان' ج ١' ص ١٣٦' رقم الحدیث: ١١٨)

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے اجتماع سے اس حدیث میں قوت حاصل

Marfat.com

ہو گئی اور ان کا معنی صحیح ہے۔ (المقاصد الحسنہ ص ۱۷۳ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ساعت میں تفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کتاب العظمہ ' ج ۱' ص ۳۳ ' رقم الحدیث: ۴۳ ' الجامع الصغیر ' ج ۲ ' رقم الحدیث: ۵۸۹۷)

حافظ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے (الموضوعات ' رقم الحدیث: ۳۳۰۲) لیکن حافظ سیوطی نے علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں اس حدیث کو ضعیف کہنے پر اقتصار کیا ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔

(فیض القدیر ج ۸ ' ص ۴۲۱۷ ' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں پر غور کرے اور اللہ تعالیٰ کے وعدا و وعید میں تفکر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور اس کے حساب لینے کے متعلق تدبر کرے اور اپنے اعمال کے میزان میں وزن اور کمی کے متعلق اور پل صراط کی باریکی اور تیزی کے باوجود اس پر سے گزرنے کے متعلق سوچے اور قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کرے ' جس دن بچے خوف سے بوڑھے ہو جائیں گے ' جس دن ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور ہر دودھ پلانے والی اپنے بچہ سے غافل ہو گی ' جس دن بھائی ' بھائی سے بھاگے گا ' اور ہر شخص اپنی بیوی ' اور بچوں سے اور ماں اور باپ سے بھاگے گا۔ جس دن اللہ تعالیٰ نیکو کاروں اور بدکاروں کو الگ الگ صفوں میں کھڑا کر دے گا اور اللہ جانے وہ نیکوں کی صف میں ہو گا یا بدوں کی صف میں ہو گا اور جب وہ ان امور میں غور و فکر کرے گا تو اس کے دل میں خوف خدا بہت قوی ہو گا ' اور اس کا مطمح نظر اور نصب العین صرف آخرت ہو گی ' وہ دنیا کی رنگینیوں اور مرغوبات نفس سے اعراض کر کے خلوص قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا اور انتہائی رغبت کے ساتھ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے گا ' اور جس کا ان امور میں تفکر کم ہو گا وہ مرغوبات نفس کا اسیر ہو جائے گا ' اس کا دل سخت ہو جائے گا ' اس پر غفلت غالب ہو گی وہ اگر عبادت کے لیے کھڑا بھی ہو گا تب بھی اس کا دل دنیاداری میں مشغول ہو گا ' وعظ و نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو گا اور آخرت کے بجائے دنیا اس کا مطمح نظر ہو گی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری عبادت اعضاء ظاہرہ سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت دل سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت ظاہری عبادت سے افضل ہے ' اور کامل تفکر یہ ہے کہ انسان کا دل عالم شہادت اور عالم حواس سے نکل کر عالم الغیب میں تفکر کرے ' اور جس چیز میں غور و فکر کرے گا وہ جس قدر عظیم ہو گی اس کا تفکر بھی اسی قدر عظیم ہو گا۔ پس بعض علماء مخلوقات اور مصنوعات میں تفکر کر کے اس کے خالق اور صانع کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور بعض احوال آخرت میں تفکر کر کے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور نیکیوں پر مداومت کرتے ہیں ' اور بعض اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی دیگر صفات میں تفکر کرتے ہیں اور کائنات کے ہر حادثہ سے اس صفت کی معرفت حاصل کرتے ہیں جو اس حادثہ کی محدث ہے۔ (فیض القدیر ' ج ۸ ' ص ۴۲۱۷ ' موضحا ' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ ' مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ حقائق کائنات کا سراغ لگانا اور اس پر آشوب دور میں انسان کی ضرورتیں پوری کرنے کے اسباب اور علل کو جدید سائنس سے معلوم کرنا ' انسان کی فلاح کے لیے مہلک اور لاعلاج امراض کا جدید میڈیکل سائنس سے علاج دریافت کرنا ' اور ملک اور قوم کے دفاع کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق غور و فکر کر کے ایٹمی ہتھیار اور میزائل بنانا تاکہ مسلمانوں کا ملک دشمنان اسلام کے حملوں سے محفوظ رہے اور اقوام عالم میں عزت اور آزادی کے ساتھ گزارہ سکے ' اور زراعت کے شعبوں میں

Marfat.com

سائنسی تکنیک سے ایسے طریقے معلوم کرنا جن سے فصل زیادہ پیدا ہو اور قدرتی آفات سے محفوظ رہ سکے تاکہ ملک خوشحال ہو اور دوسروں کا دست نگر نہ ہو تو کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے علوم حاصل کرنا اور ایسے امور میں ایک لحہ کا غور و فکر بھی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے' اور اس حدیث کا مصداق ہے کیونکہ اگر ملک سلامت اور آزاد ہو گا تو اس کے باشندے اللہ کی عبادت کر سکیں گے اور ملک غذا اور دوا میں خود کفیل ہو گا تو وہ دوسروں کے سہارے کے بغیر خوشحالی سے رہ سکیں گے۔ سو ملک کے تمام باشندوں کی عبادتوں اور ریاضتوں اور نیک اعمال کا وجود ملک کی بقاء اور اس کی آزادی پر موقوف ہے اور اس کی بقا اور آزادی عصری تقاضوں کے مطابق ایٹمی ہتھیار بنانے پر موقوف ہے۔ تو جن مسلمان سائنسی ماہرین نے یہ ہتھیار بم اور میزائل بنائے اور اس کے بنانے میں جو تفکر کیا تو یہ تفکر بہت عظیم عبادت ہے اور ملک کے تمام عبادت گزاروں کی عبادتوں کے اجر و ثواب سے ان کو بھی حصہ ملے گا۔ تاہم ہم ان سائنسی ایجادات کے خلاف ہیں جو عیاشی اور فحاشی کو فروغ دیتی ہیں خواہ وہ دوائیں ہوں یا آلات ہوں۔

جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں ان کا مصداق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور تم بہ قدر استطاعت ان (سے مقابلہ) کے لیے بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو"۔

جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی بہت فضیلت ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ عروہ بارقی کے پاس ستر گھوڑے تھے' جن کو انہوں نے جہاد کے لیے تیار رکھا ہوا تھا۔ گھوڑوں کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں ایک گھوڑا آدمی کے لیے اجر کا باعث ہے' ایک گھوڑا آدمی کے لیے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے اور ایک گھوڑا آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہے۔ جو گھوڑا آدمی کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو آدمی نے اللہ کی راہ میں باندھ رکھا ہو اور چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کر دی ہو۔ وہ اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک جا کر چرے گا' وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی اور اگر وہ اس کی رسی کو کاٹ دے اور وہ کسی ایک یا دو جگہوں کے چکر لگائے تو جتنے قدم وہ چلے گا یا جتنی لید کرے گا وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی اور اگر وہ گھوڑا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پئے' خواہ اس کا مالک اس کو پانی پلانا نہ چاہتا ہو' پھر بھی وہ اس کی نیکیاں شمار ہوں گی' اور جو شخص سوال سے بچنے کے لیے گھوڑا باندھے اور اس کی سواری میں اللہ اور بندوں کے حقوق فراموش نہ کرے وہ اس کے لیے ستر کا باعث ہے۔ اور جو گھوڑا آدمی کے لیے گناہ ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو آدمی نے فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے رکھا ہو وہ اس کے لیے باعث گناہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۶۰' صحیح مسلم زکوۃ ۲۴ (۹۸۷) ۲۲۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۷۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا: کون سا غلام سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے نفیس اور سب سے مہنگا ہو۔

(صحیح مسلم الایمان ۱۳۶ (۸۴) ۲۴۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۲۳)

اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ کی راہ میں وہ گھوڑا رکھنا چاہیے جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کسی

Marfat.com

چیز سے محبت نہیں تھی۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۶)

حضرت ابو وہب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے موافق نام رکھو۔ اور اللہ عزوجل کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔ اور گھوڑوں کو باندھ کر رکھو اور ان کی پیشانیوں کو اور ان کی رانوں کو ملو' اور دین کی سربلندی اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے ان کو رکھو نہ کہ زمانہ جاہلیت کے بدلے لینے کے لیے' اور ایسے گھوڑے رکھو جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سرخ اور سفید ہوں یا جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سفید ہوں یا ان کا ماتھا اور ہاتھ پیر کالے اور سیاہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۴۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۷)

عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں مجاہدین گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کرتے تھے اور دشمن ممالک کا سفر کرتے تھے۔ اس دور میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کو گھوڑوں کے بدلہ میں استعمال کیا جاتا ہے بلکہ دشمن ممالک پر حملہ کرنے کے لیے جنگی طیاروں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' فوجی ٹرک اور لڑاکا طیارے ان سب کے حصول میں وہی اجر و ثواب ہو گا جو پہلے گھوڑوں میں ہوتا تھا۔

نامعلوم دشمنوں کا مصداق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان کے سوا دوسرے دشمن جنہیں تم نہیں جانتے' اللہ انہیں جانتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں ان کے سوا دوسرے دشمنوں کے مصداق میں اختلاف ہے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ وہ بنو قریظہ ہیں۔ سدی نے کہا اس سے مراد اہل فارس ہیں۔ ابن زید نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں تم انہیں نہیں جانتے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اور تمہارے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور بعض نے کہا اس سے مراد جنات ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کے اور مسلمانوں کے تمام دشمنوں کے لیے ہتھیار مہیا کرنے اور باندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھنے کا حکم دیا اور مسلمان ان دشمنوں کو جانتے تھے' کیونکہ مسلمانوں کو بنو قریظہ اور اہل فارس کی عداوت کا علم تھا کیونکہ ان کو علم تھا کہ وہ مشرک ہیں اور وہ ان کے مخالف اور جنگجو لوگ ہیں' اور دشمنوں کی دوسری قسم وہ تھی جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے جو بنو آدم کے غیر ہیں۔ وہ ان کے ٹھکانوں اور ان کے احوال کو نہیں جانتے' ان کو صرف اللہ جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے کیونکہ بنو آدم جنات کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک قول یہ ہے کہ گھوڑوں کی آواز سے جن خوف زدہ ہوتے ہیں اور جس گھر میں گھوڑا ہو جنات اس گھر کے قریب نہیں جاتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان منافقین کو بھی نہیں جانتے تھے تو اس آیت سے ان کو کیوں مراد نہیں لیا جا سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منافقین مسلمانوں کے ہتھیاروں اور گھوڑوں سے نہیں ڈرتے تھے وہ صرف اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا راز فاش نہ ہو جائے اور مسلمانوں کو ان کے نفاق کا پتا نہ چل جائے۔

(جامع البیان ج ۱۰' ص ۴۳-۴۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مسلمانوں کے نامعلوم دشمنوں کے مصداق کا تعین کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان کے سوا دوسرے دشمن جن کو تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے' پس کوئی شخص کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو ان دشمنوں کا علم ہے' الا یہ کہ ان دشمنوں کی تعیین کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث ہو اور آپ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ جن ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کسی ایسے شخص کی عقل کو فاسد نہیں کرتا جس کے گھر میں گھوڑا ہو۔ اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اور یہ بھی

Marfat.com

روایت ہے کہ جنات اس گھر کے قریب نہیں جاتے ہیں جس میں گھوڑا ہو اور جنات گھوڑوں کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۷، ص ۳۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے یزید بن عبداللہ بن عریب الملیکی سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جن ہیں۔ اور آپ نے فرمایا جن کسی ایسے گھر کو خراب نہیں کرتے جس میں عمدہ گھوڑا ہو۔
(المعجم الکبیر ج ۱۷، ص ۱۸۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۵، ص ۱۷۰۹)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۷)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: امام ابوالشیخ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ وہ جن ہیں اور جو شخص اپنے گھر میں گھوڑوں کو باندھے جن اس کے گھر کو خراب نہیں کرتے، اور امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے یعنی شیطان کسی گھوڑے پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر کی گرہ ہے لہٰذا شیطان بھی اس پر قدرت نہیں پائے گا۔ (الدر المنثور، ج ۴، ص ۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام رازی نے فرمایا اس آیت کے مصداق میں تین قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں کیونکہ جب وہ مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ کریں گے تو وہ خوف زدہ ہو کر اپنے نفاق کو ترک کر دیں گے اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں سے باز آجائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ آلات جہاد کی کثرت سے جنات کا خوف زدہ ہونا غیر معقول ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کے وہ دشمن ہیں جو مسلمان ہیں، کیونکہ مسلمان آپس میں بھی دشمنی رکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۵، ص ۵۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

میری رائے یہ ہے کہ جن احادیث سے اس آیت کا مصداق جنات کو بتایا گیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ اس لیے ہمیں خلاف عقل روایات پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور جب اللہ اور اس کے رسول نے ان دشمنوں کی تعیین نہیں کی تو ہمیں اس کے درپے نہیں ہونا چاہیے اور اس کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

دشمنان اسلام کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کی حکمت

کفار کو جب یہ علم ہوگا کہ مسلمانوں کے جہاد کی مکمل تیاری کر لی ہے اور جہاد کے تمام آلات اور اسلحہ کو حاصل کر لیا ہے تو وہ مسلمانوں سے خوف زدہ رہیں گے اور اس خوف کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ملکوں پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے، اور اس خوف کی وجہ سے وہ جزیہ کی ادائیگی کے لیے تیار ہو جائیں گے اور بسا اوقات یہ خوف ان کے ایمان لانے کا سبب بن جائے گا، اور اس خوف کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف دوسرے کافروں کی مدد نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے اس رعب اور دبدبہ کی وجہ سے اقوام عالم میں مسلمانوں کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے، اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یعنی اے مسلمانو! تم آلات حرب اور جنگ کے لیے سواریوں کے حصول میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں بھی اس کا اجر عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی اس نے تمہارے لیے ثواب کا ذخیرہ کر لیا ہے جو تم کو قیامت کے دن پورا پورا دیا جائے گا۔

سورۃ الانفال کی ان آیات میں کفار کے خلاف جہاد کرنے اور مال غنیمت کی تقسیم کے احکام بیان کیے ہیں۔ اس لیے

Marfat.com

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کریں اور جہاد کے فقہی احکام بیان کریں اور اس کے بعد مال غنیمت کی تقسیم ' گرفتار شدہ قیدیوں کے احکام اور فدیہ کی تفصیل بیان کریں۔ فنقول و باللہ التوفیق۔

جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (الصف: ١٢-١٠)

اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے ۝ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ۝ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہ رہے ہیں اور پاکیزہ مکانوں میں اور ہمیشہ کی جنتوں میں ' یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء: ٩٦-٩٥)

بلا عذر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں ' اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی فضیلت دی ہے ۝ اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت ہے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے ' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التوبہ: ٢٢-٢٠)

جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے درجے والے ہیں ' اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۝ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور رضا کی اور جنتوں کی خوشخبری سناتا ہے ' جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے ۝ وہ اس میں ابد تک ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے ۝

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِيْ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو ان کے لیے جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے ' وہ اللہ کی راہ میں قتال (جہاد) کرتے ہیں ' پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے

Marfat.com

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (التوبہ: ١١١)

ہیں' اس پر تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم اپنی اس بیع سے خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے اس نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! یہ نفع والی بیع ہے' ہم اس بیع کو ہرگز واپس نہیں کریں گے نہ اس کو رد کرنے کا مطالبہ کریں گے' وہ جہاد کے لیے نکلا اور جاتے ہی شہید ہو گیا۔ (جامع البیان جز ١١' ص ٤٩)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ (الصف: ٤)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر قتال (جہاد) کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ○

جہاد افضل اعمال ہے کیونکہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے اپنی حیات کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا میں اس حیات سے افضل حیات عطا فرماتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آل عمران: ١٧٠-١٦٩)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے ○ اللہ نے ان کو جو اپنے فضل سے دیا وہ' اس پر خوش ہیں' اور بعد والے لوگوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے یہ بشارت پا کر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جہاد کی فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل اعمال ہیں۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا یہ میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے جاؤ درآنحالیکہ تم (جنگ کی شدت میں) صابر ہو اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو' آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا پوچھا تھا؟ اس نے کہا یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں قرض کے ماسوا۔ بشرطیکہ تم صابر ہو ثواب کی نیت کرنے والے ہو' آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہ ہو۔ بے شک جبرئیل نے یہ (قرض کے ماسوا کی قید) مجھے ابھی بتائی ہے۔ (صحیح مسلم الامارہ ١١٧ (١٨٨٥) ٤٧٩٧' سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٧١٢' سنن النسائی رقم الحدیث: ٣١٥٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: ایک شخص مال غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک شخص اس لیے قتال کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کا ذکر کیا جائے اور ایک شخص اپنے خاندان کی غیرت کی وجہ سے قتال کرتا ہے۔ ان میں سے اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس لیے قتال کرتا ہے کہ

Marfat.com

اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۱۰' صحیح مسلم الامارہ ۱۵۱-۱۴۹' (۱۹۰۴) ۳۹-۴۹۳۶' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۵۱۸' ۲۵۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۳)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۴' صحیح مسلم الامارہ ۱۱۴' (۱۸۸۱) ۴۷۹۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس حال میں مرا کہ اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کی خواہش ہوئی وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔
(صحیح مسلم الامارہ ۱۵۸' (۱۹۱۰) ۴۸۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۰۹۷)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتال کروں پھر مجھے قتل کر دیا جائے' پھر میں زندہ کیا جاؤں پھر مجھے قتل کیا جائے' پھر میں زندہ کیا جاؤں پھر مجھے قتل کیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے تین مرتبہ اس کو قسم کھا کر بیان کیا۔
(صحیح مسلم الجہاد ۱۰۹' (۱۸۷۶) ۴۸۱۷' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۷' الموطا رقم الحدیث: ۹۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' تم میں سے جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا' اور اللہ کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا ہے' تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا' رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔
(الموطا رقم الحدیث: ۱۰۰۱' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۳' صحیح مسلم الجہاد ۱۰۵' (۱۸۷۶) ۴۷۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کو قتل کیے جانے کا فقط اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی ایک شخص کو چیونٹی کاٹنے کا درد ہوتا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۶۱' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۲۴۰۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی فوت ہو اور اس کے لیے اللہ کے پاس اجر ہو وہ دنیا میں واپس جانے سے خوش نہیں ہوگا' خواہ اس کو دنیا اور مافیہا مل جائیں' ماسوا شہید کے' کیونکہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور پھر قتل کیا جائے کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت دیکھ لے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۱۷' صحیح مسلم الامارہ ۱۰۸' (۱۸۷۷) ۴۷۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۸)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے (آل عمران: ۱۶۹) حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تھا' آپ نے فرمایا شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں' ان کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں' اور پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ پھر ان کا رب ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے تم کسی چیز کو چاہتے ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم کس چیز کی خواہش کریں کہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے ہیں۔ یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ان کو بغیر پوچھے نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ کہیں گے

Marfat.com

کہ ہمارے رب ہماری خواہش یہ ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں' جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھے گا کہ ان کو اور کوئی خواہش نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم الامارۃ (۱۸۸۷) ۴۸۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۱)

جہاد کی حکمت اور اس سوال کا جواب کہ کافروں کو قتل کرنا اللہ اور رسول کی رحمت کے منافی ہے

جہاد کی مشروعیت اور اس کی فضیلت اور اس کی ترغیب' تحریض اور تحریک میں آیات اور احادیث بہت زیادہ ہیں' جہاد کی مشروعیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں سب سے خاص وصف آپ کی رحمت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد سے انسان مارے جاتے ہیں اور ان کا خون بہتا ہے' عورتیں بیوہ ہوتی ہیں اور بچے یتیم ہوتے ہیں' اموال تلف ہوتے ہیں' آبادیاں ویران ہوتی ہیں' شہر تباہ ہو جاتے ہیں اور بہت سی علمی اور تحقیقی متاع ضائع ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہاد فتنہ اور فساد کا سبب ہے اور تباہی اور بربادی کا موجب ہے تو جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اس کو جہاد کی شریعت کے ساتھ مبعوث کرنا کس طرح حکمت کے مطابق ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان مل جل کر تمدنی زندگی گزارتے ہیں تو انسان اپنی ضرورت اور اپنے عیش و آرام کی چیزوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی پسند اور اپنے مزاج کے خلاف چیزوں کو دور کرنا چاہتے ہیں اور بسا اوقات وہ ان مقاصد کے حصول کے لیے زور آزمائی کرتے ہیں اور ہر زبردست ہر زیر دست کو مغلوب کرتا ہے۔ اور بسا اوقات اس میں قتل اور خون ریزی کی نوبت آ جاتی ہے' کیونکہ جب کسی شخص کو اپنا مطلوب حاصل نہ ہو تو وہ غیظ و غضب میں آ جاتا ہے۔ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ جب ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی تو قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور یہ اس دنیا میں قتل کا پہلا واقعہ تھا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (المائدہ: ۲۷)

اور آپ انہیں آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ سنائیں جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی تو دوسرے نے کہا میں تم کو ضرور قتل کروں گا' پہلے نے کہا اللہ صرف متقین کی قربانی قبول فرماتا ہے ۝

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قتل اور خونریزی انسان کی فطرت میں ہے اور اسلام دین فطرت ہے اور شریعت اسلامیہ میں باقی پچھلی تمام شریعتوں کے مقابلہ میں انسانوں پر زیادہ رحمت اور شفقت ہے' اس لیے اسلام نے یہ چاہا کہ انسان اپنے سفلی جذبات' حیوانی خواہشوں کو پورا کرنے اور زور اور سلطنت حاصل کرنے کے لیے جو قتل اور خونریزی کرتا ہے اس کا رخ موڑ دیا جائے' اور بجائے اس کے کہ انسان اپنی شہوت اور غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے انسانوں کا خون بہائے' وہ عدل و انصاف کو فروغ دینے' اعلیٰ ملکوتی اقدار کے حصول اور اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام نافذ کرنے کے لیے مجرموں اور اللہ کے باغیوں کا خون بہائے تاکہ دنیا سے کفر اور شرک' ظلم اور سرکشی اور فحاشی اور بے حیائی کی جڑیں کاٹ دی جائیں اور دنیا سے شر اور فساد دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

اور اگر اللہ بعض (ظالم) لوگوں کو بعض (عادل) لوگوں سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی لیکن اللہ تمام جہانوں پر

Marfat.com

الْعٰلَمِيْنَ○ (البقرہ: ٢٥١) — فضل فرمانے والا ہے○

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ○ (الحج: ٤٠)

اور اگر اللہ بعض (ظالم) لوگوں کو بعض (عادل) لوگوں سے دور نہ فرماتا تو راہبوں کی عبادت گاہیں' اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے ضرور منہدم کر دی جاتیں اور اللہ اس کی مدد فرماتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے' بے شک اللہ ضرور قوت والا' بہت غالب ہے○

اس حکمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو مشروع کیا اور جہاد اور قتال کی مشروعیت سے صرف یہ مقصد تھا کہ لوگوں کو زمین پر اللہ کی عبادت پر قدرت مہیا کی جائے اور شر اور فساد کا قلع قمع کیا جائے یا اس کو کم کر دیا جائے' اور تمام آسمانی مذاہب اور شریعتوں کا یہی مقصد رہا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ عزوجل نے کافروں' ظالموں' باغیوں اور مجرموں سے قتال کو مشروع کیا۔ ہر چند کہ قتال اور جہاد سے انسانوں کا خون بہتا ہے' عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں لیکن اس سے دنیا میں توحید' عدل و انصاف اور خیر کثیر کا حصول ہوتا ہے اور خیر کثیر کے حصول کے لیے شر قلیل کو برداشت کرنا ناگزیر ہوتا ہے بلکہ اس شر قلیل کو برداشت کرنا خیر کثیر ہے اور شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک کر دینا بجائے خود شر کثیر ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں

جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عین اور فرض کفایہ۔ اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تین حالتوں میں جہاد فرض عین ہے۔

١- امام المسلمین اور سربراہ مملکت اسلامیہ کسی شخص یا کسی جماعت کو جہاد اور قتال کے لیے طلب کرے تو ان لوگوں کے لیے جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۗ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ (التوبہ: ٣٩-٣٨)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا! جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے حالانکہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے○ اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلہ میں دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

اور اس آیت کی دلالت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام المسلمین کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے میں سستی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور جہاد کے لیے نہ نکلنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

امام المسلمین کے طلب کرنے پر جہاد کے فرض عین ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب (مکہ سے مدینہ کی طرف) ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٨٢٥' ٣٠٧٧' صحیح مسلم الامارہ ٨٥' (١٣٥٣) ٤٧٤٢' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٤٨٠' سنن الترمذی

Marfat.com

رقم الحدیث: ۱۵۹۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۹۶۰، ۱۹۹۱، جامع الاصول ج ۶، رقم الحدیث: ۶۹۰۰)

اور اس حدیث کی دلالت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے امام کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

۲- جہاد کے فرض عین ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ دشمن مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر کے اس میں داخل ہو جائے یا ان کی مملکت کے کسی حصہ پر قبضہ کرلے تو اس وقت دشمن سے قتال کرنا فرض عین ہے اور اس کی فرضیت اجماع سے ثابت ہے۔

۳- جہاد کے فرض عین ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب دشمن سے صف بہ صف مقابلہ ہو رہا ہو تو اس وقت دشمن سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (الانفال: ۱۵)

اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔

اس آیت کی وجہ دلالت اور اس کی تفسیر الانفال: ۱۶ میں گزر چکی ہے۔

جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورتیں

جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے نہ اس کے کسی حصہ پر قبضہ کرے، نہ امام مسلمانوں کو جہاد کے لیے طلب کرے تو تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا فرض کفایہ ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (النساء: ۹۵)

بلاعذر جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی فضیلت دی ہے۔

اس آیت کی جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں اور بلاعذر جہاد نہ کرنے والوں دونوں سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ البتہ جہاد کرنے والوں کو زیادہ اجر و ثواب کی بشارت دی ہے، اگر ہر جہاد فرض عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والے گنہ گار ہوتے اور ان سے اچھے اجر کا وعدہ نہ فرماتا، کیونکہ مقصود تو اللہ کے دین کی سربلندی اور تبلیغ اسلام ہے سو جن مسلمانوں نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو گئی جیسا کہ تمام فروض کفایہ میں ہوتا ہے۔

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے، اور اس امیر کے ساتھ جو مسلمان ہوتے ان کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتے۔ پھر فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو، جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کریں ان کے

Marfat.com

خلاف قتال کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو (کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو) کسی بچہ کو قتل نہ کرو اور جب تمہارا مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دو' وہ ان میں سے جس چیز کو بھی مان لیں تم اس کو ان سے قبول کر لو اور پھر ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ۔ ان کو یہ دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے دار مہاجرین کی طرف منتقل ہو جائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان پر وہ چیزیں فرض ہوں گی جو مہاجرین پر فرض ہیں۔ اور اگر وہ اپنے شہر سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو وہ مسلمان اعرابیوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا وہ حکم جاری ہو گا جو مومنین پر جاری ہے' اور مال غنیمت اور فئے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا' البتہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں تو پھر ان کا حصہ ہو گا۔ اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان سے جزیہ قبول کر لو اور ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ' اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد حاصل کر کے ان سے قتال کرو' اور جب تم قلعہ میں بند لوگوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ضامن بناؤ تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بناؤ۔ لیکن تم اپنی اور اپنے اصحاب کی ضمانت دو' کیونکہ اگر تم نے اپنی اور اپنے اصحاب کی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ضمانت توڑنے کی نسبت کرو' اور جب تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم سے قلعہ سے باہر لاؤ تو تم اللہ کے حکم سے ان کو باہر نہ لانا لیکن تم ان کو اپنے حکم سے قلعہ سے نکالنا' کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا نہیں۔

(صحیح مسلم الجہاد ۳' (۱۷۳۱) ۴۴۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۵۸)

جب کافر اپنے اپنے ملکوں میں ہوں تو جو مسلمان ان سے جہاد کرنے پر قادر ہوں ان پر تبلیغ دین اور اسلام کی سربلندی کے لیے کافروں سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی ملک کے مسلمان بھی کافروں سے جہاد نہ کریں تو پھر دنیا کے تمام مسلمان گنہ گار ہوں گے۔

جب تک دنیا میں مسلم اقوام تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کفر اور باطل قوتوں سے جہاد کرتی رہیں وہ دنیا میں عزت اور سربلندی کے ساتھ زندہ رہیں۔ اور جب انہوں نے جہاد چھوڑ دیا اور عیش و طرب کی زندگی اختیار کر لی' مسلمان مشقت' جانفشانی اور سخت کوشی کی جگہ سہولت' آرام اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے لگے تو ذلت اور محکومی ان کا مقدر ہو گئی۔ اسپین میں مسلمانوں کا عروج اور زوال' ہندوستان میں مسلمان سلاطین کی سربلندی اور پستی اور عربوں کی اسرائیلیوں سے فتح اور شکست کا راز اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے۔

آج پاکستان کی قوم بھی تہذیب اور کلچر کے نام پر سینما' وی سی آر اور ڈش پر پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے دیکھنے کے وفور شوق میں مبتلاء ہے اور میوزک کے شور میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلموں میں جو فحاشی اور نیم عریاں تہذیب دکھائی جاتی ہے اس کو عملی زندگی میں آرٹ اور فیشن کے نام پر فروغ دے رہی ہے' یہی وجہ ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان کے موقع پر نوے ہزار فوجیوں نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی بدترین مثال قائم کی۔

جہاد کے مباح ہونے کی شرائط

جہاد کے مباح ہونے کی دو شرطیں ہیں:

Marfat.com

١۔ دشمن دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کردے اور مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ نہ ہو۔
٢۔ مسلمانوں کو یہ توقع اور امید ہو کہ جنگ میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ حاصل ہو گا۔ اگر مسلمانوں کو یہ توقع اور امید نہ ہو تو پھر ان کے لیے کفار سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو جنگ کی قوت اور سامان حرب میں برتری حاصل نہ ہو تو پھر ان کا کفار سے جنگ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ (عالمگیری ج ٢ ص ١٨٨)

جہاد کے وجوب کی شرائط

جہاد کے واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں: (١) اسلام (٢) بلوغ (٣) عقل (۴) آزاد ہونا (۵) مرد ہونا (٦) معذور نہ ہونا (٧) ضروریات کا خرچ موجود ہونا۔

اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ کافر پر جنگ میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ عقل کی شرط اس لیے ہے کہ مجنون جہاد نہیں کر سکتا' اور بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ کمزور ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو میں نے اپنے آپ کو جنگ احد کے لیے پیش کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ نبی ﷺ آزاد شخص سے اسلام اور جہاد کی بیعت لیتے تھے اور غلام سے صرف اسلام کی بیعت لیتے تھے جہاد کی بیعت نہیں لیتے تھے۔ اور مرد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں جنگ نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے۔ غیر معذور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اندھا' لنگڑا اور بیمار نہ ہو اور یہ اس لیے شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج (الفتح: ١٧) (جہاد نہ کرنے کی وجہ سے) اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور خرچ موجود ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التوبہ: ٩١)

(جہاد نہ کرنے کی وجہ سے) ضعیفوں پر کوئی گناہ نہیں' اور نہ بیماروں پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو زاد راہ (خرچ) نہیں پاتے' جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کر لی ہو۔

اگر جہاد مسافت قصر سے کم پر ہو تو مدت جہاد میں اہل و عیال کا خرچ ضروری ہے اور ہتھیاروں کا ہونا بھی ضروری ہے اور اگر جہاد مسافت قصر پر ہو تو اس کے ساتھ ساتھ سواری بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ○ (التوبہ: ٩٢)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے کہ آپ انہیں (جہاد کے لیے) سواری دیں تو آپ نے ان سے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے تو وہ اس حال میں واپس چلے گئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کیونکہ ان کو یہ رنج تھا کہ ان کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہے۔ (المغنی' ج ١٠' ص ١٦۴' مطبوعہ بیروت' ١۴٠۵ھ)

Marfat.com

مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل اور جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب امام کسی شہر کو صلح سے فتح کرے تو اس شہر کی زمین اپنے حال پر رہے گی (عشری ہو تو عشری اور خراجی ہو تو خراجی) اور زمین ان کی ملکیت میں باقی رہے گی اور اگر وہ کسی شہر کو جنگ سے فتح کرے تو اگر امام چاہے تو وہاں کی زمین اور اموال سے خمس نکالنے کے بعد اس کو لشکر کے درمیان تقسیم کردے اور وہاں کے رہنے والوں کو غلام بنالے اور اگر چاہے تو وہاں کے رہنے والوں کو اس زمین پر برقرار رکھے اور ان کے افراد پر جزیہ مقرر کرے اور ان کی زمین سے خراج وصول کرے۔ پہلی صورت اولیٰ ہے جبکہ مال غنیمت کی ضرورت ہو۔ اور اگر چاہے تو وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دے اور وہاں کسی اور قوم کو آباد کرے اور ان سے جزیہ اور خراج وصول کرے (علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام کے اس اختیار پر یہ اعتراض ہے کہ یہ اجماع صحابہ کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ نے عراق کے مضافات کی زمین لشکر میں تقسیم نہیں کی تھی اور نہ اس سے خمس نکالا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا تھا اس موقع پر وہی مناسب تھا۔ اور یہ لازمی امر نہیں تھا کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین کو لشکر کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ جو طریقہ مناسب سمجھے اس پر عمل کرے) یہ حکم اس وقت ہے جب اس شہر کے رہنے والے کافر ہوں اور اگر وہ مسلمان ہوں تو وہ زمین صرف عشری ہوگی۔ اگر قیدی مسلمان نہ ہوں تو امام چاہے تو ان کو قتل کردے اور اگر چاہے تو ان کو غلام بنالے اور اگر چاہے تو ان کو ذمی بنالے اور خواہ وہ مسلمان ہوگئے ہوں ان کو بلاعوض چھوڑ دینا حرام ہے کیونکہ انکے ساتھ غانمین (اہل لشکر) کا حق متعلق ہے۔ امام شافعی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد: ۴)	جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو ان قیدیوں کو مضبوطی سے باندھ لو، پھر خواہ احسان کرکے ان کو چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو، حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم سورہ توبہ کی اس آیت سے منسوخ ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ۵)	سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ ان کو قتل کردو۔

اور جنگ ختم ہونے کے بعد ان سے فدیہ لینا حرام ہے اور جنگ ختم ہونے سے پہلے مالی فدیہ لینا جائز ہے (یعنی مال لے کر کافر قیدی کو چھوڑ دینا) اور مسلم قیدی کے بدلہ میں کافر قیدی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے (درر) اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا یہ جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کی بھی زیادہ ظاہر روایت یہی ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳، ص ۲۲۹-۲۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ ضرورت کے وقت مال لے کر کافر قیدی کو چھوڑنا جائز ہے اور مسلمان قیدی کے بدلہ میں کافر قیدی کو

Marfat.com

چھوڑنا جائز نہیں ہے اسی طرح سیر کبیر میں مذکور ہے۔ امام محمد نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر کافر بہت بوڑھا ہو اور اس کی نسل کا بڑھنا متوقع نہ ہو' اسی طرح الاختیار میں مذکور ہے۔ اور مسلمان قیدی کے بدلہ میں کافر قیدی کو چھوڑنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ السیر الکبیر میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا جائز ہونا زیادہ ظاہر روایت ہے۔ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔ اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک کے بدلہ میں دو مسلمان چھڑائے جو کہ مکہ میں قید تھے۔ (فتح القدیر' ج ۵' ص ۴۶۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ) میں کہتا ہوں کہ ہم اسی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ فقہ کے متون میں جو یہ لکھا ہے کہ مالی فدیہ کے بدلہ میں مشرکین کو چھوڑنا حرام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو مال کی ضرورت نہ ہو لیکن جب ان کو مال کی ضرورت ہو تو مشرکین کو مالی فدیہ کے بدلہ میں چھوڑنا جائز ہے۔ (جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں مالی فدیہ کے بدلہ میں کافر قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا) اسی طرح مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں کافر قیدیوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔

(رد المحتار ج ۳' ص ۲۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی نے السیر الکبیر کا جو حوالہ دیا ہے اس کی شرح میں شمس الائمہ السرخسی الحنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ نے فرمایا مشرکین قیدیوں کے بدلہ میں ان مسلمان قیدیوں کو چھڑانا جائز ہے جو کفار کی قید میں ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ اس کی شرح میں علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ظاہر روایت ہے۔ اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ قیدی کے بدلہ میں قیدی کو چھڑانا جائز نہیں ہے۔ ظاہر الروایہ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کو مشرکین کی قید سے چھڑانا واجب ہے اور یہ مطلوب صرف ان کے قیدی چھوڑنے سے حاصل ہوگا اور یہ مشرکین کے قتل کو ترک کرنے سے زیادہ برا نہیں ہے اور مسلمانوں کی منفعت کے لیے یہ جائز ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ امام کے لیے مشرک قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے' اور مسلمان قیدیوں کو کافروں کی قید سے چھڑانے کا نفع ان کے قیدیوں کو غلام بنانے سے زیادہ ہے' اور ہمارے اس قول کی تائید حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عقیل کے ایک مشرک قیدی کے بدلہ میں دو مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔

(شرح السیر الکبیر ج ۴' ص ۱۵۸۷' مطبوعہ المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان)

جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ابن ہمام اور علامہ سرخسی نے مشرک قیدی کے بدلہ میں مسلمان قیدی کے چھڑانے کی جن حدیثوں کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف بنو عقیل کا حلیف تھا۔ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ اس شخص کے پاس گئے درآنحالیکہ وہ شخص بندھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حاجی کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ (یعنی عضباء) اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے اس کی بات کو عظیم گردانتے ہوئے فرمایا میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف

Marfat.com

کے بدلہ میں پکڑا ہے۔ پھر آپ چلے گئے' اس نے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رقیق القلب تھے آپ اس کے پاس لوٹ آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ اس وقت کہتا جب تجھے اپنے معاملہ کا اختیار تھا (یعنی گرفتار ہونے سے پہلے) تو تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا۔ آپ پھر چل دیے اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلائیے اور میں پیاسا ہوں مجھے کچھ پلائیے۔ (آپ نے اس کو' کوئی چیز دے کر فرمایا) یہ لو اپنی حاجت پوری کرو۔ پھر اس کو ان دو شخصوں کے عوض چھوڑ دیا گیا۔ (جن کو ثقیف نے گرفتار کیا تھا)

(صحیح مسلم النذر ٨' (١٦٤١) ٤١٦٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٣١٦' سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٥٧٥' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٤١٦٧' مسند حمیدی رقم الحدیث: ٨٢٩' مسند احمد ج ٤' ص ٤٣٠' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٨٥٩' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٩٣٩٥' المنتقی رقم الحدیث: ٩٣٣' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩' ص ٧٢' دلائل النبوۃ ج ٤' ص ١٨٨' المعجم الکبیر ج ١٨' ص ١٩٠' رقم الحدیث: ٤٥٣)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے ساتھ جہاد کیا۔ اس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا تھا۔ جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا ہم رات کے آخری حصہ میں اترے۔ پھر ہر طرف سے حملہ کا حکم دیا اور (ان کے) پانی پر پہنچے اور اس جگہ جس کو قتل کرنا تھا اس کو قتل کیا اور قید کیا۔ میں کفار کے ایک گروہ کو دیکھ رہا تھا جس میں کفار کے بچے اور عورتیں تھیں۔ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں۔ میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر مارا جب انہوں نے تیر کو دیکھا تو وہ سب ٹھہر گئے۔ میں ان سب کو گھیر کر لے آیا۔ ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی جس نے چمڑے کی کھال کو منڈھ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو عرب کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ میں ان سب کو پکڑ کر حضرت ابوبکر کے پاس لے آیا' حضرت ابوبکر نے وہ لڑکی مجھ کو انعام میں دے دی۔ ہم مدینہ میں پہنچے۔ ابھی میں نے اس لڑکی کے کپڑے اتارے بھی نہ تھے کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم یہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے اور میں نے ابھی تک اس کا لباس نہیں اتارا ہے' اگلے دن پھر میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو تمہارا باپ بہت اچھا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اس کا لباس تک نہیں اتارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی اہل مکہ کو بھیج دی اور اس کے بدلہ میں مکہ کے کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔

(صحیح مسلم الجہاد ٤٦' (١٧٥٥) ٤٤٩٢' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٦٩٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٨٤٦' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٨٦٠' مسند احمد ج ٤' ص ٤٦' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٦٢٣٧' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩' ص ١٢٩)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک قیدی کو بلا معاوضہ احساناً بھی آزاد فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواروں کو نجد کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے۔ اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ انہوں نے اس کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے ثمامہ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیر ہے۔ اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں

Marfat.com

گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کیجئے آپ جو مال چاہیں گے آپ کو مل جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ نے فرمایا اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کیجئے آپ جو مال چاہیں گے وہ آپ کو مل جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ پھر اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حتیٰ کہ اگلے روز پھر آپ نے فرمایا اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میری وہی رائے ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جو مال چاہیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا اور غسل کر کے مسجد میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

اے محمد (ﷺ) بخدا پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ انور مجھے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ بخدا! پہلے میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسندیدہ نہ تھا اور اب مجھے آپ کا دین تمام دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ بخدا پہلے میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا اور اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا درآنحالیکہ میرا ارادہ عمرہ کرنے کا تھا' اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی شخص نے ان سے کہا کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' لیکن میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور سن لو' خدا کی قسم! اب تمہارے پاس اس وقت تک یمامہ سے گندم کا کوئی دانہ نہیں پہنچے گا جب تک رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دیں۔

(صحیح مسلم الجہاد ۵۹' (۱۷۶۴) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۷۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۹)

نیز رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے کئی قیدیوں کو احساناً چھوڑ دیا۔ ان میں سے ایک قیدی ابوالعاص بن ابی الربیع تھے۔ چنانچہ امام ابن اسحاق اور امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا تو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا اور اس فدیہ میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب نبی ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے صحابہ سے فرمایا اگر تم مناسب خیال کرو تو اپنے قیدی کو زینب کی خاطر چھوڑ دو اور زینب کا دیا ہوا فدیہ واپس کر دو۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب کو آپ کے پاس روانہ کر دیں سو انہوں نے حضرت زینب کو آپ کے پاس روانہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۲' المستدرک ج ۳' ص ۲۳' مسند احمد ج ۶' ص ۷۶' السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲' ص ۲۶۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مطلب بن حنطب کو بھی بلا عوض احسان کر کے چھوڑ دیا۔ مطلب بن حنطب کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا آپ نے اس کو رہا کر دیا۔ اسی طرح ایک شخص کی کئی بیٹیاں تھیں اور

Marfat.com

وہ محتاج تھا آپ نے اس کو بھی بلا عوض چھوڑ دیا۔ اس کا نام ابوعزہ الجمحی تھا۔ آپ نے اس سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا اس نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کئی اشعار کہے۔ پھر وہ جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ گرفتار ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۲-۲۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا:

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان بدبو زدہ (بدر کے قیدیوں) کے متعلق سفارش کرتا تو میں ان سب کو چھوڑ دیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۲۳، ۳۱۳۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۹، مسند احمد ج ۴ ص ۸۰، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۷۴۱۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۵۰۸، ۱۵۰۷، ۱۵۰۶)

جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے پر صاحب ہدایہ کے اعتراض کا جواب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

مصنف (صاحب ہدایہ) نے یہ کہا ہے کہ ان تمام واقعات کا حکم سورۂ توبہ کی آیت اقتلوا المشرکین "مشرکین کو قتل کردو" سے منسوخ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بدر کے یہ واقعات سورہ توبہ نازل ہونے سے پہلے کے ہیں لیکن مصنف کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اقتلوا المشرکین مشرکین کو قتل کردو کا یہ حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا بالاجماع جائز ہے۔ اگر ان کو قتل کرنا ضروری ہوتا تو ان کو غلام بنانا جائز نہ ہوتا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا میں ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر اور بلا معاوضہ احساناً چھوڑنے کے تمام واقعات غیر منسوخ ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیت فاما منا بعد واما فداء جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو بھی غیر منسوخ اور محکم ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟

اس بحث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا لازمی اور حتمی حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ امیر کی رائے اور صواب دید پر موقوف ہے اور اس کی اجازت اس لیے دی گئی تھی کہ پہلے دنیا میں عام جنگی چلن یہی تھا کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا لیتی تھی۔ اس لیے اسلام نے بھی یہ اجازت دی کہ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بناتی ہے تو مسلمان بھی اس قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنالیں۔ کیونکہ:

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا (الشوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

لیکن اب جبکہ دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور کوئی قوم دوسری قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام نہیں بناتی تو اب کسی مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لیے اب جنگی قیدیوں کو فاما منا بعد واما فداء کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے احساناً اور امتناناً چھوڑ دینا چاہیے، اور چونکہ اسلام انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا داعی ہے اور عدل و احسان کا نقیب ہے اور حسن عمل اور کار خیر میں کافروں سے آگے ہے اس لیے یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ جب فریق مخالف جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا روا نہیں رکھتا تو مسلمانوں کے لیے بدرجہ اولیٰ ان کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے سے بنائے لونڈیوں اور غلاموں کے متعلق احکام تو

Marfat.com

بیان کیے گئے ہیں لیکن جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کہیں ہدایت نہیں دی۔ اس کے برخلاف ان کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کرنے کی ہدایت دی ہے اور ہر چند کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کے جنگی چلن کے مطابق جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بھی بنایا تھا لیکن آپ نے بدر کے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر کے حسن عمل کی مثال قائم کی بعض کو فدیہ لے کر رہا کیا اور بعض کو بلا فدیہ رہا کیا اور "فاما منا بعد و اما فداء" پر پورا پورا عمل کیا۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا رخصت پر عمل ہے اور ان کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کر دینا عزیمت پر عمل ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ (الشوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے، پھر جو شخص معاف کر دے اور (برائی کی) اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا کر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کیا اور آزاد کر کے فمن عفا و اصلح پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداءً جنگی قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کیا تھا اور بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن بالآخر نور رسالت ان پر غالب آ گیا اور سواد عراق کے جنگی قیدیوں کو انہوں نے قتل کیا نہ لونڈی اور غلام بنایا بلکہ ان سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ قرار دیا، اور اس واقعہ سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگی قیدیوں سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ بنانا جائز ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اور اگر مسلمانوں کا امیر چاہے تو جنگی قیدیوں کو آزاد چھوڑ دے اور انہیں ذمی بنا دے جیسا کہ حضرت عمر نے سواد عراق کے جنگی قیدیوں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ (فتح القدیر ج ۵، ص ۴۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

اس میں حضرت عمر کے اس فعل کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے سواد عراق والوں سے کیا تھا۔ اگر اس پر یہ اعتراض ہو کہ قتل کو ترک کرنے کا اختیار ثابت نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اختیار اس آیت کے خلاف ہے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم "تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر دو" اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے عموم سے بعض افراد مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ مستامن، اہل ذمہ اور عورتوں وغیرہ کو قتل نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا متنازع فیہ (یعنی جنگی قیدی) بھی حضرت عمر کے اس فعل کے سبب اس آیت کے اس عموم سے خاص کیے جائیں گے۔

(الکفایہ مع فتح القدیر ج ۵، ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابتداء اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا، اس زمانہ کے مخصوص حالات کی بناء پر معمول تھا اور بعد میں اس کو ترک کر دیا گیا اور اب جبکہ تمام دنیا میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا طریقہ متروک ہو چکا ہے بلکہ سرے سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور انسان کا انسان کو غلام بنانا اب معیوب سمجھا جاتا ہے، تو اب جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کے جواز کو اسلام کے ساتھ نتھی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اسلام نے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا کہیں حکم نہیں دیا۔ اس کے جواز کو فقہاء نے بعض جزوی واقعات سے مستنبط کیا ہے اور یہ واقعات اخبار احاد سے ثابت ہیں جو زیادہ سے زیادہ ظنیت کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کرنا قرآن مجید کا حکم قطعی

Marfat.com

ہے' اور بعض جزوی اور ظنی واقعات کی بناء پر قرآن مجید کی نص قطعی کو ترک کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا عقل اور اصول کے خلاف ہے۔ جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کیا ہے تو انہی احادیث پر عمل کرنا چاہیے جو قرآن مجید کے صریح حکم کے مطابق ہیں' اور جو احادیث اس حکم کے خلاف ہیں ان کی توجیہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اب جبکہ جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی وجہ باقی نہیں رہی اس لیے اب اس کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔

قرآن مجید میں جنگی قیدیوں کے بارے میں صرف ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے' حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو' (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرو' تا آنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے' یہی (اللہ کا حکم) ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کافروں سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس طریقہ کی وجہ یہ ہے کہ) وہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہوں اور اللہ پر توکل کریں' بے شک وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے○ (الانفال: ۶۱)

اس سے پہلی آیت میں دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے اسلحہ مہیا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح قبول کر لو۔

دشمن سے صلح کرنے کا حکم آیا منسوخ ہے یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا یہ آیت ان آیتوں سے منسوخ ہے:

اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبہ: ۵)

تم مشرکین کو قتل کر دو انہیں جہاں بھی پاؤ۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ (التوبہ: ۲۹)

جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان سے قتال کرو۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے لیکن یہ آیت صلح کے حکم کو متضمن ہے جبکہ صلح میں مسلمانوں کی بہتری ہو۔ اور جب مسلمانوں کے امیر کی رائے یہ ہو کہ ان سے صلح کی جائے تو پورے ایک سال صلح نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر مشرکین کی قوت زیادہ ہو تو دس سال تک بھی ان سے صلح کرنا جائز ہے۔ اور اس مدت سے زیادہ تک صلح کرنی جائز نہیں ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء ہے کیونکہ آپ نے ان سے دس سال کی مدت تک کے لیے صلح کی تھی' پھر انہوں نے مدت پوری ہونے سے پہلے عہد شکنی کی۔

(تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۵۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

دشمن سے صلح کرنے یا صلح نہ کرنے کے الگ الگ محمل

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اہل جزیہ سے جزیہ قبول کر لیا جائے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے صلح کی' اور ان کے بعد بہت سے ائمہ نے بلاد عجم کے کفار سے صلح کی۔ ان سے جزیہ قبول کیا اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے پر قادر تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کافر' شہروں سے کچھ مال کی ادائیگی پر صلح کی۔ ان میں سے خیبر بھی ہے۔ آپ نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد وہ زمین ان لوگوں کے حوالہ اس شرط پر کر دی کہ وہ اس زمین کی پیداوار کا نصف آپ کو ادا کریں گے۔ مجاہد نے کہا اس آیت سے بنو قریظہ مراد ہیں۔ کیونکہ ان سے جزیہ قبول کیا جاتا تھا اور مشرکین سے کچھ قبول نہیں کیا جاتا (جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کیا جاتا ہے) ابن زید نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر دشمن آپ کو صلح کی دعوت دے تو آپ اس کو قبول کر لیں اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اگر صلح کرنے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو اور منفعت ہو یا وہ صلح کے ذریعہ کسی ضرر کو دور کر سکتے ہوں یا وہ صلح کرنے کے محتاج ہوں تو اگر وہ خود ابتداء صلح کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے چند شرائط پر صلح کی اور بعد میں خود انہوں نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الضمری' اکیدر' دومہ اور اہل نجران سے صلح کی' اور دس سال کی مدت کے لیے قریش سے صلح کی پھر قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی اور آپ کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ صلح کرتے رہے۔

اور اگر مسلمانوں کے پاس قوت اور بہت بڑا لشکر ہو اور وہ غالب ہوں تو پھر ان کو صلح نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

(اے مسلمانو!) حوصلہ پست نہ کرو اور ان سے صلح کی درخواست نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ ہرگز تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔ (محمد: ۳۵)

جنگ احزاب کے دن عیینہ بن حصن فزاری اور حارث بن عوف المری آپ کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا تم اپنے ساتھ غطفان کو لے کر چلے جاؤ اور قریش کو ان کے منصوبہ میں رسوا کر دو ہم تم کو مدینہ کی تہائی کھجوریں دیں گے اور تم اپنی قوم کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ صرف بات چیت تھی ابھی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ اس پر راضی ہیں تو پھر آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا' ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کو یہ معاہدہ پسند ہو تو ہم اس کو قبول کر لیتے ہیں یا اگر آپ کو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے تو ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں یا آپ یہ معاہدہ صرف ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ میں یہ معاہدہ تمہاری خاطر کر رہا ہوں کیونکہ تمام عرب جمع ہو کر تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں' تب حضرت سعد بن معاذ نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ہم اور یہ لوگ پہلے مشرک تھے اور بت پرستی کرتے تھے۔ ہم اللہ کی عبادت کرتے تھے نہ اس کو پہچانتے تھے اس وقت بھی ان لوگوں نے ہم سے یہ توقع نہیں رکھی کہ وہ ہم سے مدینہ کی کوئی کھجور حاصل کر لیں گے وہ ہم سے کھجوریں خریدتے تھے یا ہم ان کو بہ طور مہمانی کھلا دیتے تھے اور اب جبکہ اللہ نے ہم کو اسلام سے عزت دی ہے اور ہم کو ہدایت دی ہے تو کیا اب ہم ان کو اپنے اموال دے دیں گے۔ خدا کی قسم ہم ان کو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دیں گے حتیٰ کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا تم نے بہت صحیح فیصلہ کیا ہے اور عیینہ اور حارث سے فرمایا تم دونوں واپس

Marfat.com

جاؤ ہمارے پاس صرف تلوار ہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۳۹۹-۳۹۷' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمان کمزور ہوں اور دشمن غالب ہو تو وہ دشمن کو مال دے کر بھی صلح کر سکتے ہیں اور اگر صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو تو وہ مال لے کر بھی صلح کر سکتے ہیں جیسا کہ سورۃ الانفال کی اس آیت کا تقاضا ہے' اور اگر مسلمان طاقتور ہوں اور ان کے پاس بہت اسلحہ اور بہت زیادہ افرادی قوت ہو تو پھر دشمن سے صلح کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ سورہ محمد کی آیت ۳۵ کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں تو بے شک آپ کو اللہ کافی ہے' وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی O (الانفال: ۶۲)

دشمن کی نیت فاسد ہونے کے باوجود صلح کا جواز

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کی صلح کی پیشکش کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الانفال: ۶۱) اور اس آیت میں صلح کے احکام میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کے لیے صلح کی پیشکش کریں تب بھی آپ بہ وقت ضرورت ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیں۔ کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور صلح ایمان سے بڑی چیز تو نہیں ہے اور جب کوئی ایمان کا اظہار کرے خواہ دل میں کفر ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے تو پھر صلح کو بھی قبول کر لینا چاہیے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اگر آپ کو دشمن سے خیانت کا خطرہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آیت اس پر محمول ہے جب آپ کو قوی قرائن اور علامات سے یہ معلوم اور ظاہر ہو جائے کہ وہ عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو ان کا عہد ان کے منہ پر مار دیں' اور یہ آیت اس پر محمول ہے کہ ان کی خیانت صرف ان کے دل میں ہے اور ان کے عمل سے کوئی خیانت کی علامت ظاہر نہیں ہوئی اور یہ ظاہر نہیں ہوا کہ وہ شر اور فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اور فتنہ کو بھڑکانا چاہتے ہیں' بلکہ ان کے احوال سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ وہ صلح کی درخواست پر ثابت قدم ہیں اور لڑائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں آپ اللہ پر توکل کر کے ان سے صلح کر لیں اور اللہ کی مدد آپ کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے مسلمانوں کے درمیان الفت پیدا کی' اگر آپ تمام روئے زمین کی چیزوں کو بھی خرچ کر دیتے تو (از خود) ان کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتے' لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کی' بے شک وہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے O (الانفال: ۶۳)

اسلام کی نعمت سے عرب کے مخالف دھڑوں کا باہم شیر و شکر ہو جانا

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس قوم کی طرف بھیجا جس میں تعصب' حمیت اور جوش انتقام بہت زیادہ تھا۔ حتیٰ کہ اگر ایک قبیلہ کا شخص دوسرے قبیلہ کے شخص کو تھپڑ بھی مار دیتا تو جب تک وہ اس شخص سے بدلہ نہیں لے لیتا تھا' اس کو چین نہیں آتا تھا۔ پھر اسلام لانے کے بعد ان کی کایا اس طرح پلٹ گئی کہ اسلام کی خاطر ایک شخص اپنے باپ' بیٹے اور بھائی کو قتل کر دیتا تھا حتیٰ کہ جنگ بدر میں جب عتبہ بن ربیعہ نے جنگ کے لیے للکارا تو اس کے بیٹے ابو حذیفہ بن عتبہ اپنے باپ کے خلاف تلوار نکال کر مقابلہ کے لیے بڑھے لیکن نبی ﷺ نے ان کو بٹھا دیا (المغازی للواقدی' ج ۱' ص ۷۰) جنگ بدر میں حضرت ابو حذیفہ کا باپ عتبہ اور چچا شیبہ اور بھائی ولید بن عتبہ تینوں جنگ کے آغاز میں ہی مارے گئے لیکن حضرت ابو حذیفہ کے صبر اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا وہ اسی طرح جذبہ جہاد سے سرشار کفار کے خلاف لڑتے رہے۔ عبد الرحمن بن ابی بکر جنگ بدر میں کافروں کی طرف سے

Marfat.com

لڑنے کے لیے آئے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو مقابلہ کے لیے للکارا اور کہا میں عبدالرحمن بن عتیق ہوں مجھ سے کون مقابلہ کرے گا تو حضرت ابوبکر تلوار میان سے نکال کر آگے بڑھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا اپنی تلوار کو میان میں رکھو اور اپنی جان سے ہمیں نفع پہنچاؤ۔ (المغازی للواقدی' ج ۱' ص ۲۵۷' الاستیعاب' ج ۲' ص ۳۶۸' رقم ۱۴۰۲) اور یہ سب لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر متفق ہوگئے اور سب آپ کے اعوان اور انصار بن گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اوس اور خزرج ہیں ان کے درمیان شدید خصومت تھی اور ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اسلام لانے کے بعد ان کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ اور بغض جاتا رہا اور اس کی جگہ الفت اور محبت نے لے لی۔ اور اس شدید عداوت کو قوی محبت سے بدل دینا اور پرانی دشمنیوں کو دوستیوں سے بدل دینا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قدرت میں نہ تھا اور یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک مستحکم دلیل اور آپ کے صدق پر ایک ظاہر معجزہ تھا۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام قبول کرنے سے قبل اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے پہلے عرب قوم میں دائمی عداوت اور جنگ تھی وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے۔ لیکن جب سے وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ان کی باہمی عداوت اور دشمنی جاتی رہی اور دلوں کی سختی اور قساوت زائل ہوگئی اور اس کی جگہ ایک دوسرے سے شدید محبت اور الفت ہوگئی اور وہ ایک دوسرے کے معاون اور ہمدرد بن گئے۔

عارضی اور فانی محبت اور دائمی اور باقی محبت کے مبادی اور اسباب

تحقیق یہ ہے کہ محبت خیر اور کمال سے ہوتی ہے اور نفرت شر اور نقصان سے ہوتی ہے۔ پھر خیر اور کمال مادی اور جسمانی چیزوں میں بھی ہوتا ہے اور چونکہ مادی اور جسمانی چیزیں حادث اور تغیر پذیر ہوتی ہیں اس لیے مادی اور جسمانی چیزوں کے کمال اور ان کے حسن و جمال اور ان کی منفعت اور فائدہ کی وجہ سے جو محبت ہو تو جب ان چیزوں کا حسن اور کمال جاتا رہے گا اور ان کی افادیت زائل ہو جائے گی تو ان کی محبت بھی زائل ہو جائے گی۔ جو شخص کسی شخص سے اس کے حسن و جمال یا مال و دولت کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو جب اس کا حسن و جمال زائل ہو جائے گا یا اس کا مال ختم ہو جائے گا تو اس سے محبت بھی زائل ہو جائے گی۔

اس طرح خیر اور کمال مجرد اور روحانی چیزوں میں بھی ہوتا ہے جیسے روحانیت' سعادت' علم و حکمت' عبادت و ریاضت' تقویٰ اور پرہیزگاری' رسول اللہ ﷺ کی صفات مبارکہ' اللہ عزوجل کی صفات قدسیہ' اس کا قرب اور اس کی توجہ' یہ دائمی اور سرمدی کمالات ہیں تو جو شخص ان کمالات کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو یہ کمال دائمی ہے اس لیے یہ محبت بھی دائمی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مادی کمال کی وجہ سے محبت عارضی اور فانی ہوتی ہے اور روحانی کمال کی وجہ سے محبت باقی اور دائمی ہوتی ہے' لوگ دنیاداروں سے جو محبت کرتے ہیں وہ ان کی دنیا زائل ہونے یا ان کے مرجانے کے بعد زائل ہو جاتی ہے اور جو لوگ اولیاء اللہ سے ان کے روحانی کمال کی وجہ سے محبت کرتے ہیں وہ محبت ان کے وصال کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ لاہور میں بہت وسیع اور عریض جہانگیر کا مقبرہ بھی ہے اور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کا مزار پر انوار بھی ہے۔ جہانگیر کا مقبرہ ویران پڑا رہتا ہے اور حضرت ہجویری کے مزار پر دن رات زائرین اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ قرآن مجید نے اس طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ (الزخرف: ۶۷)	قیامت کے دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے۔

Marfat.com

صحابہ کرام کی باہمی محبت کا سبب

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب دنیاوی کمال اور خیر کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے سو یہ محبت جلد زائل ہو گئی اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور ان کو دنیا کے بجائے آخرت کی طرف متوجہ کیا اور جب ان کا مطلوب اخروی سعادت ہو گئی تو ان کے دلوں کی سختی جاتی رہی اور وہ سب ایک دوسرے کے محب اور معاون ہو گئے اور یہ محبت دائمی ہے' اور یہ اللہ ہی ہے جس نے ان کے دلوں سے مادی چیزوں کی محبت کو نکال کر اس کی جگہ اخروی سعادت کی محبت پیدا کر دی اور عارضی محبت کو دائمی محبت سے بدل دیا' بے شک وہ بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنین ○ (الانفال: ٦٤)

حضرت عمر جب اسلام لائے تو مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی؟

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب کفار آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو اللہ کافی ہے۔ آپ دین اور دنیا کی ہر ضرورت میں صرف اس پر نظر رکھیں اور آپ کے لیے وہ مومنین کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔ یہ آیت غزوہ بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور مومنین سے مراد انصار ہیں۔ لیکن درج ذیل روایت اس کے خلاف ہے' تاہم یہ روایت شدید ضعیف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ساتھ انتالیس مرد اور عورتیں اسلام لا چکے تھے جب حضرت عمر اسلام لائے تو چالیس کا عدد پورا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنین۔ (الانفال: ٦٤)

(المعجم الکبیر ج ١٢' ص ٤٧' رقم الحدیث: ١٢٤٧٠' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی اسحٰق بن بشر الکاہلی ہے اور وہ کذاب راوی ہے۔ مجمع الزوائد ج ٧' ص ٢٨)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ اسحاق بن بشر کاہلی کے متعلق لکھتے ہیں:

ائمہ حدیث نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ علی بن مدینی نے لکھا ہے کہ یہ کاذب ہے۔ امام ابن حبان نے کہا اظہار تعجب کے سوا اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے۔ امام الدار قطنی نے کہا یہ کذاب متروک ہے۔

(میزان الاعتدال' ج ١' ص ٣٣٥' رقم ١١١٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ بعثت کے پانچویں سال میں جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اس کے بعد حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تھا اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد تراسی تھی جبکہ اس روایت میں ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتالیس تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کیا اور وہ بہت طاقتور اور دلیر شخص تھے ان کی وجہ سے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مسلمان قریش پر غالب آ گئے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ کے پاس نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے حتیٰ کہ عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کر لیا' اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے قریش سے جنگ کی حتیٰ کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت عمر اس وقت اسلام لائے تھے جب رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ کے اصحاب حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

نیز امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جن مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان کے کم عمر بچوں کے سوا ان کی تعداد تراسی تھی۔ اور اس میں ان کو شک ہے کہ حضرت عمار بن یاسر ان میں تھے یا نہیں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۳۶۸-۳۶۷ مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثت کے کون سے سال میں اسلام لائے تھے اور اس وقت مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی اس میں کافی اختلاف ہے۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے۔ امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بعثت نبوی کے چھٹے سال اسلام لائے تھے اور وہ ذوالحج کا مہینہ تھا اس وقت ان کی عمر ۲۶ سال تھی۔ امام ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ وہ بعثت کے پانچویں سال اسلام لائے تھے۔ امام ابونعیم نے کہا انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے تین دن بعد اسلام قبول کیا۔ امام ابن سعد نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ اس وقت چالیس مرد اور عورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔ اسحاق بن بشر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس وقت ترانوے مرد اور تئیس عورتیں مسلمان ہو چکے تھے پھر حضرت عمر اسلام لائے۔ (یہ نقل صحیح نہیں ہے اسحاق بن بشر نے انتالیس مردوں اور عورتوں کی روایت کی ہے سعیدی غفرلہ) شاید یہی روایت صحیح ہو کیونکہ حبشہ میں تراسی مردوں اور عورتوں نے ہجرت کی تھی جیسا کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر دو ہجرتوں کے درمیان میں مسلمان ہوئے۔ پس حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اسحاق کذاب ہے۔ حدیث وضع کرتا ہے اور اس کی روایت ثقہ راویوں کی روایت سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو یہاں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسحاق بن بشر کاہلی کذاب ہے لیکن اس کی روایت وہ نہیں ہے جو انہوں نے نقل کی ہے۔ بلکہ انتالیس مسلمانوں کی تعداد کو اسی نے روایت کیا ہے جیسا کہ ہم نے المعجم الکبیر اور مجمع الزوائد کے حوالہ سے لکھا ہے۔ علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے بھی حضرت ابن عباس سے انتالیس کی روایت ذکر کر کے اس کو رد کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۴۰۰) امام ابوالحسن الواحدی متوفی ۴۶۸ھ نے بھی اسحاق بن بشر سے انتالیس کی روایت ذکر کی ہے۔ (اسباب النزول ص ۲۴۱ رقم الحدیث: ۴۸۴) خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد چالیس کا عدد پورا ہوا۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ

اے نبی (مکرم!) مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجیے، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے

مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے، اور اگر تم میں سے ایک سو صبر

Marfat.com

مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے ، کیوں کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ○

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ

اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے ، پس اگر تم میں سے

مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ

ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر کرنے

يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ

والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آجائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ کسی نبی کے لیے

لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ

یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں ، حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے ، تم اپنے لیے

عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْ

دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے ، اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ اگر

لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا

پہلے سے (مالِ غنیمت کو حلال کرنے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا ○ پس تم نے

مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ع ٩ ٦ ٥

جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی (مکرم!) مومنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے ، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے ، کیونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ○ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے ، اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے ، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آجائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ (الانفال: ٦٦-٦٥)

Marfat.com

مسلمانوں پر تخفیف کر کے مشکل حکم کو منسوخ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اگر تم میں سے بیس (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے تو ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے' اور بیس مسلمان دو سو کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے" تو یہ فرض کر دیا گیا کہ سو مسلمان دو سو کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اگر تم میں سے بیس (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے تو یہ بات مسلمانوں پر شاق گزری۔ کیونکہ ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے تو پھر تخفیف کا حکم آگیا کہ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے' اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو کافروں پر غالب آ جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ خوش دلی' ثابت قدمی' بہادری اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ حتیٰ کہ شروع میں مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ایک مسلمان دس اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرے۔ پھر اللہ نے اس حکم میں تخفیف فرما دی اور ایک مسلمان کو دو کافروں سے لڑنے کا مکلف کیا اور دشمن کے مقابلہ میں مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ فرار نہ ہوں۔ اور جب ان کا دشمن ان سے دگنا ہو تو اس کے مقابلہ میں ان کا بھاگنا حرام ہے۔

یہ آیت اگرچہ صورۃً خبر ہے لیکن اس سے مراد امر ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اس آیت سے امر مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بعد میں تخفیف فرما دی اور تخفیف اس کام میں ہوتی ہے جس کا حکم دیا گیا ہو خبر میں تخفیف نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو جس کام کا پہلے حکم دیا گیا تھا تخفیف کر کے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

ابو مسلم نسخ کا قائل نہیں ہے اس نے اس آیت کی یہ تاویل کی ہے کہ اگر ان مسلمانوں میں اعلیٰ درجہ کا صبر ہو تو بیس دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر اس درجہ کا صبر نہ ہو تو پھر ایک سو مسلمان دو سو پر غالب ہوں گے' لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر کی صورت میں ایک حکم دیا پھر بعد میں اس کے اندر تخفیف کر دی' اور اگر پہلا حکم بدستور باقی رہے تو پھر تخفیف کا کوئی معنی نہیں ہوگا۔

کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجوہات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس اگر تم میں سے ایک ہزار صبر کرنے والے ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ غلبہ صرف اللہ کے اذن اور ارادہ سے ہوتا ہے اور اللہ کی تائید اور نصرت اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ کافروں اور مسلمانوں میں جنگ کے اعتبار سے فرق ہے۔ یہ فرق جنگ کے ہدف اور نصب العین کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے اور جنگ میں اعتماد اور بھروسے کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے اور جنگ کے محرک' داعی اور باعث کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے۔

نصب العین اور ہدف کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ کافر اللہ کو مانتے ہیں نہ آخرت کو اور نہ جزا اور سزا کو' ان کا جنگ سے مقصود صرف اس فانی دنیا کی لذتوں اور رنگینیوں سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہونا ہوتا ہے۔ وہ چونکہ حیات بعد الموت کے قائل

Marfat.com

نہیں ہیں' اس لیے وہ موت سے ڈرتے ہیں اور اس سے متنفر ہوتے ہیں اور زندگی پر زیادہ سے زیادہ حریص ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف مومن اللہ کو اور روز آخرت کو مانتا ہے' حیات بعد الموت اور جزا اور سزا پر اس کا ایمان ہوتا ہے' وہ موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے اگر اس کو موت آ جائے تو وہ شہید ہو گا اور اس کو پھر زندگی ملے گی اور رزق دیا جائے گا' اس کو دنیا کے ساتھ لگاؤ نہیں ہوتا وہ عزم راسخ' اخلاص اور صحیح جذبہ کے ساتھ میدان جنگ میں آتا ہے اس لیے وہ کم تعداد میں ہونے کے باوجود بڑی تعداد میں کافروں کے خلاف لڑنے سے نہیں گھبراتا۔

کافر جنگ میں افرادی قوت' اسلحہ اور مادی چیزوں پر اعتماد کرتا ہے۔ اور مومن کا اعتماد صرف اللہ عزوجل کی اعانت اور نصرت پر ہوتا ہے۔ اس لیے جب کافر اور مومن میدان جنگ میں اترتے ہیں تو مومن کی فتح' کامیابی اور کامرانی کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔

کافر کا دل چونکہ اللہ کے نور' اس کی معرفت اور اس پر ایمان سے خالی ہوتا ہے اس لیے وہ لڑائی کے وقت کمزور اور بزدل ہوتا ہے اور مسلمان کا دل اللہ کے نور اور اس کی معرفت سے معمور ہوتا ہے اور وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے باعث جہاد میں شریک ہوتا ہے اس لیے وہ خوش دلی اور شرح صدر کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔ تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ اگر پہلے سے (مال غنیمت کو حلال کرنے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بڑا عذاب پہنچتا ○ (الانفال: ۶۸-۶۷)

مشکل الفاظ کے معانی

اسریٰ: یہ اسیر کی جمع ہے جیسے قتیل کی جمع قتلیٰ ہے اور جریح کی جمع جرحیٰ ہے۔ اسیر کی جمع اساریٰ بھی آتی ہے۔ عرب قیدی کو اسار (تسمہ) سے باندھ دیتے تھے اس لیے قیدی کو اسیر کہتے تھے۔ بعد میں ہر گرفتار شدہ کو اسیر کہا جانے لگا خواہ اس کو باندھا گیا ہو یا نہیں۔ (النہایہ' ج ۱' ص ۵۰)

یثخن: اثخان کے معنی کسی چیز میں زیادتی اور مبالغہ کرنا ہے۔ حضرت زینب نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے سختی اور تیز مزاجی سے کلام کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا لم انشبها حتی اثخنت علیها پھر میں نے ان کو مہلت نہ دی حتیٰ کہ میں نے ان کو بہت زیادہ مبالغہ سے جواب دیے۔

(صحیح مسلم فضائل الصحابہ ۸۳' (۲۴۴۲) ۶۱۷۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۵۱)

اور اس آیت میں اس کا معنی ہے کفار کو قتل کرنے اور ان کا خون بہانے میں مبالغہ کرنا۔ (النہایہ' ج ۱' ص ۲۰۳)

بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنی قوم کا خیال فرمائیں' ان سے فدیہ لے لیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ان کو قتل کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم دونوں متفق ہو جاتے تو میں تم سے اختلاف نہ کرتا۔ اور آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ قیدی بنائے حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہائے۔ (الانفال: ۶۷)

Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۴۸-۳۴۷ رقم الحدیث: ۱۲۲۴۴ المستدرک ج ۲ ص ۳۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ رقم الحدیث: ۳۳۲۵۰)

امام مسلم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کافروں کو گرفتار کیا' جب انہوں نے ان کو قید کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ان قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے عم زاد ہیں اور آپ کے قبیلہ کے لوگ ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی' امید ہے ان کو اللہ اسلام کی ہدایت دے دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے اے ابن الخطاب! انہوں نے کہا نہیں' خدا کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم ان پر قدرت پا کر ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی' عقیل کی گردن اڑا دیں' اور میں فلاں کی گردن اڑا دوں' کیونکہ یہ کفار کے ائمہ اور صنادید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی طرف میلان فرمایا اور میری رائے کی طرف میلان نہیں فرمایا۔ دوسرے دن جب میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر بیٹھے رو رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں' اگر مجھے از خود رونا آ گیا تو میں روؤں گا ورنہ میں کوشش کر کے روؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اصحاب نے فدیہ کی رائے دی تھی' اس کے سبب اس درخت تک ان کا عذاب آ چکا تھا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں' تب یہ آیت نازل ہوئی کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ قیدی بنائے حتیٰ کہ وہ زمین میں کافروں کا اچھی طرح خون بہائے...... (الایہ: ۶۹-۶۷)

(صحیح مسلم الجہاد' ۵۸' (۱۷۶۳) ۴۵۰۷ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱-۲۰۸)

مال دنیا کی طمع کی وجہ سے بعض صحابہ پر عتاب نازل ہوا نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر فدیہ کو ترجیح دینے کی وجہ سے

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فدیہ لینے کی رائے کو جو ترجیح دی تھی' اس پر یہ عتاب متوجہ ہوا ہے' لیکن یہ تفسیر قطعاً باطل ہے۔ یہ عتاب ان بعض صحابہ کی طرف متوجہ ہے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے' جنہوں نے مال دنیاوی کی طمع میں فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور قدیم الاسلام صحابہ اور ابوبکر نے جو فدیہ لینے کی رائے دی تھی وہ آخرت کی وجہ سے دی تھی کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو ان کی آخرت سنور جائے گی اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو مادی اور افرادی قوت حاصل ہوگی۔ اور حدیث میں جس عذاب کا ذکر ہے وہ بھی اگر نازل ہوتا تو ان ہی پر نازل ہوتا۔ اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا رونا بھی ان ہی اصحاب پر نزول عذاب کے خوف کی وجہ سے تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے فرماتا ہے: اے مومنو! تم مشرکین سے دنیا کی متاع اور اس کی لذت کی وجہ سے فدیہ لیتے ہو' اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۵۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ محال ہے کہ عذاب نازل ہونے کی وعید کا رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہو یا اس کا تعلق فدیہ کے متعلق حضرت ابوبکر کی

Marfat.com

رائے کو پسند کرنے سے ہو' کیونکہ نبی ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے' آپ کا ہر قول اور فعل اتباع وحی سے ہوتا ہے۔
(احکام القرآن ج ۳' ص ۷۲' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت جنگ بدر کے دن نبی ﷺ کے اصحاب پر عتاب کے لیے نازل ہوئی کہ تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم ایسا فعل کرو جس سے یہ لازم آئے کہ نبی ﷺ نے کافروں کا زیادہ خون بہانے سے پہلے ان کو قیدی بنا لیا۔ تم دنیا کے مال کا ارادہ کرتے ہو' حالانکہ نبی ﷺ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ جنگ کے وقت کافروں کو باقی رکھا جائے اور نہ آپ نے ہرگز دنیا کا ارادہ کیا تھا۔ یہ ارادہ لڑنے والوں میں سے بعض صحابہ نے کیا تھا پس یہ ملامت اور عتاب ان کی طرف متوجہ ہے جنہوں نے متاع دنیا کی وجہ سے نبی ﷺ کو فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس کے علاوہ دوسرے معنی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷' ص ۴۰۳-۴۰۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنا کوئی ناپسندیدہ امر نہ تھا ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض کسی نبی کے شایان شان اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح کافروں کا خون نہ بہا لے میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا جنگ بدر میں ستر کافروں کا خون بہا دیا گیا تھا اور ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کو قید کر لیا گیا تھا نبی ﷺ نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کو گرفتار کیا تھا۔ رؤسائے قریش میں سے جو نامور قریش کے سپہ سالار تھے ایک ایک کر کے مارے گئے' ان میں شیبہ' عتبہ' ابوجہل' ابوالبختری' زمعہ بن الاسود' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف اور منبہ بن الحجاج کفار قریش جو جنگی طاقت میں ریڑھ کی ہڈی تھے مارے گئے ان لوگوں کے مارے جانے سے کفار قریش کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔ لہٰذا کفار قریش کے صنادید سمیت ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کافروں کو قیدی بنانا قرآن مجید کی اس آیت کے عین مطابق تھا۔ یہ عمل اس وقت ناپسندیدہ اور اس آیت کے خلاف ہوتا جب جنگ میں کسی کافر کا خون بہائے بغیر کافروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور جب ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کافروں کو گرفتار کیا گیا تو پھر آپ کا یہ عمل ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ (اے مسلمانو!) تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔ (الانفال: ۶۷)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو ملامت کی گئی ہے جنہوں نے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن حقیقتاً یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا روئے سخن ان بعض مسلمانوں کی طرف ہے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی خواہش کی تھی۔ ورنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مال دنیا کی طمع سے بری ہیں ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو۔ سو حضرت ابوبکر نے جو فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا تھا وہ آخرت کی بنا پر ہی تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا تھا۔ لہٰذا یہ آیت قیدیوں کو رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے۔

عتاب کی دوسری وجہ بلا اجازت مال غنیمت لینا ہے

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر قیدیوں کو رہا کرنا جائز اور صحیح تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:

Marfat.com

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (الانفال:۶۸) اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فدیہ لینے کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق تھے کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے سے ممانعت نہیں کی گئی تھی پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب کیسے ہو سکتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی شریعتوں میں مال غنیمت لینا حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب مسلمانوں نے بلا اجازت کافروں کا مال غنیمت لوٹ لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا۔ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی اور مال غنیمت کو کھا جاتی۔ سلیمان اعمش نے کہا اس بات کو اب ابوہریرہ کے سوا کون بیان کر سکتا ہے' اور جب جنگ بدر ہوئی تو مال غنیمت کی حلت کے حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے جب تک آپ ان میں ہیں ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا) تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴' ص ۳۸۸' ۳۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۰۹' المنتقی رقم الحدیث: ۱۰۷۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۸۰۶' مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث: ۷۴۳۳' التمہید لابن عبدالبرج ۶' ص ۴۵۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶' ص ۲۹۱-۲۹۰)

اس صحیح حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت کا تعلق فدیہ لینے سے نہیں ہے بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لوٹنے سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت لینے کی عام اجازت دے دی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال: ۶۹) سو اب اس مال غنیمت کو کھاؤ جو تم نے حاصل کیا ہے درآنحالیکہ وہ حلال' طیب ہے۔

اس بحث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سورۂ انفال کی ان آیات میں قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لینے پر ملامت کی گئی ہے اور اگر بالفرض ان آیات کا ربط قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے سے ہی جوڑا جائے تو اس ملامت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار کی بیخ کنی ہی مطلوب تھی۔ اس وجہ سے کفار کو قتل نہ کرنے اور گرفتار کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو پھر یہی حکم نازل ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑا دو پھر ان کو گرفتار کر لو اور گرفتار کرنے کے بعد ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بلا فدیہ رہا کر دو۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

جب اسلام ایک کمزور شاخ کی مانند تھا اور دشمنان اسلام بہت قوی تھے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خون بہانے کا حکم دیا اور فدیہ لینے سے منع کیا (فی الواقع اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا۔ سعیدی) اور جب مسلمانوں کی حالت سنبھل گئی اور شجر اسلام اپنے تنے پر مضبوطی سے قائم ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیں

Marfat.com

اور اگر چاہیں تو بغیر فدیہ کے امتناناً" اور احساناً قیدیوں کو رہا کردیں اور فرمایا فاما منا بعد واما فداء۔

(روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۳ مطبوعہ بیروت)

بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے جوابات

سورۂ انفال کی ان آیات سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قید کرلیا' اور فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کیا اور ان افعال پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نازل فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے یہ حکم نازل فرماچکا تھا کہ:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الانفال: ۱۲)

سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

امام رازی نے ان نکات پر بڑی نفیس بحث کی ہے' لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری (کافروں کا اچھی طرح خون بہائے بغیر ان کو قید کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں ہے) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یوم بدر کو صحابہ کرام نے کافروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا تھا اور زمین میں اچھی طرح خون بہانے کی یہ شرط نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو قتل کردیا جائے' اور قتل کرنے اور خون بہانے کے بعد صحابہ نے کافروں کو قید کیا تھا اور اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے اور جب صحابہ کرام نے ایک جائز کام کیا تھا تو اس آیت سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے یا معاذ اللہ سرکار دو عالم ﷺ نے کوئی گناہ یا معصیت کی تھی۔ خاص طور پر جب کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں خود اس فعل کا حکم دے کر اس کے جواز کو موکد کردیا۔ چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کرکے انہیں رہا کردو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

باقی رہا یہ کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے عتاب کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر اچھی طرح خون بہانے کی کوئی حد اور مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور ہیبت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کریں' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جس قدر کافروں کو قتل کیا جاچکا ہے ان سے یہ مقدار حاصل ہو گئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو تو یہ آپ کی اجتہادی خطاء ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی اور ہرچند کہ اجتہادی خطاء بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مواخذہ یا ملامت نہیں ہوتی' لیکن مقربین قرب الٰہی کے اس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکوکاروں کی نیکیاں بھی ان کے ہاں برائی کے حکم میں ہوتی ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف و محبت بطور تعریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قیدی بنالے۔ صراحتاً" یہ نہیں فرمایا کہ

Marfat.com

تمہیں ان کو قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا تمہارا یہ اقدام غلط تھا' بلکہ تعریض اور کنایہ سے کام لے کر نبی ﷺ کی شان کی عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کو چھوڑ کر انہیں کے لیے تعریض اور کنایہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور پایہ اونچا ہو۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں معرکہ بدر کے متعلق ہے فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان (الانفال: ۱۲) سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ اور جب نبی ﷺ نے تمام کافروں کو قتل نہیں کیا اور ستر کافروں کو قید کر لیا تو اس حکم کی مخالفت ہوئی۔ اس کا امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو بنفسہ کفار کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا' یہ خطاب صحابہ کو تھا اور جب انہوں نے سب کافروں کو قتل کرنے کی بجائے بعض کافروں کو گرفتار کر لیا تو یہ حکم عدولی ان صحابہ سے ہوئی' نبی ﷺ نے ان کو گرفتار کیا تھا نہ گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا نہ آپ کو شروع میں اس کا علم ہوا۔ جب صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا تب آپ کو علم ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ کو علم ہو گیا تھا تو پھر آپ کو چاہیے تھا کہ آپ کافروں کے قتل کا حکم دیتے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حالت جنگ کا ہے یعنی حالت جنگ میں کفار کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ' یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ سے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ لیا کہ ان کو قتل کیا جائے یا رہا کیا جائے۔ اگر حالت جنگ کے بعد بھی ان کو قتل کرنے کا حکم ہوتا تو آپ اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ نہ لیتے۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۵۱۰-۵۰۹' مطبوعہ بیروت)

اس سوال کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ سو تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمام کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ لہٰذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گرفتار کرنے سے منع نہیں کیا تھا اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گرفتار کر کے قید کر لیا تو اس میں انہوں نے کوئی حکم عدولی اور گناہ نہیں کیا اور جب کہ بعد میں وہ کافر اسلام لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل

جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کے سلسلے میں ہم نے بدر کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کی تفصیل اور اس پر اعتراضات اور جوابات کو بیان کیا۔ اس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا حتماً" اور لازماً نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ آزاد کر دینا ہے اور قرآن مجید کی بھی یہی ہدایت ہے جیسا کہ سورۂ محمد کی آیت فاما منا بعد واما فداء سے واضح ہے اور بعض فقہاء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (توبہ: ۵) سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو سے منسوخ ہے۔ کیونکہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم حالت جنگ پر محمول ہے یعنی حالت جنگ میں مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو' اگر یہ حکم عام ہو تا یعنی جنگ ہو یا امن ہر حال میں مشرکین کو قتل کر دو تو مستامن اور اہل ذمہ کو بھی قتل کرنا واجب اور ضروری ہوتا۔ حالانکہ تمام فقہاء نے مستامن اور ذمیوں کو اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ مستامنوں کے استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ — اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو

Marfat.com

فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (التوبہ: ٦)	اس کو پناہ دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے' پھر آپ اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو پناہ اور امن حاصل کر کے دارالاسلام میں داخل ہوں۔ اور اہل ذمہ کے استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○ (التوبہ: ٢٩)	اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرو جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو نہیں اپناتے (ان سے اس وقت تک جنگ کرو) جب تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر (یعنی مسلمانوں کے تابع بن کر) رہیں۔

اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے جو جزیہ ادا کریں اور مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے تحت زندگی گزاریں۔

جس طرح مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے قرآن مجید نے مستامنوں اور ذمیوں کو مستثنیٰ کیا ہے اسی طرح اس حکم سے جنگی قیدیوں کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور اس استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد: ٤)	سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے ان کو رہا کر دو' یا ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو' تا آنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اور اس آیت کی رو سے جنگی قیدی' مشرکین کو قتل کرنے کے عام حکم سے مستثنیٰ ہیں لہٰذا فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (التوبہ: ٥) "سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" اور واقتلوھم حیث ثقفتموھم (النساء: ٩١) "تم ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو" حرب اور جنگ کی حالت پر محمول ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن جریر نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے بدلے میں دو مسلمانوں کا فدیہ لیا۔ (صحیح مسلم ج ٢' ص ٨٩' مطبوعہ کراچی) نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی قیادت میں ایک لشکر جنگ کے لیے گیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت سلمہ کو ایک مشرک عورت بطور باندی انعام میں دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت حضرت سلمہ سے واپس لے لی اور اس کو فدیہ میں دے کر ان مسلمانوں کو چھڑایا جو مکہ میں کفار کی قید میں تھے۔

(صحیح مسلم ج ٢' ص ٨٩' مطبوعہ نور محمد کراچی' ان حدیثوں میں جنگی قیدیوں کے تبادلہ کی دلیل ہے' سعیدی)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مشرکین کو بالعموم قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا میں ہے' کیونکہ

Marfat.com

ان کو غلام بنانا بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنگی قیدی قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(روح المعانی ج ٢٦ ص ٤١ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر پہلے سے مال غنیمت کو حلال کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا O پس تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے O (الانفال: ٦٩-٦٨)

بدر میں بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب نہ آنے کا سبب کیا تھا؟

اس کا سبب مذکور ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنو آدم میں سے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا آسمان سے ایک آگ نازل ہو کر مال غنیمت کو کھا جاتی تھی' اور جب جنگ بدر کا دن تھا تو مسلمان مال غنیمت کے حلال ہونے کے حکم کے نزول سے پہلے مال غنیمت اٹھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اگر پہلے سے (یہ حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا۔ (الانفال: ٦٨)

امام ابو عیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ٣' رقم الحدیث: ٧٤٣٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤' ص ٣٨٨-٣٨٧' طبع کراچی' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٢٠٩' المنتقی رقم الحدیث: ١٠٧١' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٨٠٦' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٦' ص ٢٩١-٢٩٠' التمہید لابن عبد البر ج ٦' ص ٤٥٧)

امام رازی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ صحابہ کو مال غنیمت لینے سے پہلے منع کیا گیا تھا یا نہیں۔ اگر منع نہیں کیا گیا تھا تو پھر نزول عذاب کی کوئی وجہ نہیں ہے' اگر ان کو اس سے پہلے مال غنیمت لینے سے منع کیا گیا تھا تو پھر ان کا مال غنیمت لینا فعل حرام قرار پایا اور اگر یہ کہیں کہ چونکہ عنقریب مال غنیمت حلال ہونے والا تھا' اس وجہ سے ان کا یہ کام تخفیف عتاب کا موجب ہے تو ہم کہیں گے پھر انہیں نزول عذاب کا مستحق نہیں ہونا چاہیے تھا۔

(تفسیر کبیر' ج ٥' ص ٥١٢' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ ان کو مال غنیمت لینے سے پہلے منع نہیں کیا گیا تھا لیکن ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ان کا بلا اجازت مال غنیمت لینا ان کے حق میں نزول عذاب کا باعث تھا' کیونکہ جس کا مرتبہ جس قدر بلند ہو اس پر گرفت اتنی سخت ہوتی ہے اور چونکہ لوح محفوظ میں پہلے سے یہ لکھا ہوا تھا کہ اس امت پر مال غنیمت حلال ہے اس وجہ سے ان پر عذاب نازل نہیں ہوا اور ان کو صرف ملامت کرنے پر اکتفا کی گئی۔

عذاب نہ آنے کا دوسرا سبب اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوح محفوظ میں پہلے سے اہل بدر کی معافی کا حکم لکھا ہوا ہے اگر یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔ اہل بدر کی معافی پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے خفیہ طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جنگی اقدامات کی کفار مکہ کو خبر دینا چاہی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا وہ خط پکڑوا لیا اور ان سے یہ خط لکھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اہل مکہ کا حلیف تھا میں چاہتا تھا کہ ان پر کوئی احسان کر کے وہاں اپنے قرابت داروں کی حفاظت کروں۔ میں نے یہ کام کفر' ارتداد یا نفاق کی وجہ سے نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا

Marfat.com

یہ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمہیں کیا پتا اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۷، صحیح مسلم فضائل الصحابہ ۱۶۱ (۲۴۹۴) ۶۲۸۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۸۵)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ بدری صحابہ کو کفر کرنے، زنا کرنے اور شراب پینے سے نہیں منع کیا گیا اور ان برے کاموں کے ارتکاب پر ان کو عذاب سے نہیں ڈرایا گیا، نیز اگر اس حدیث کو مان لیا جائے کہ بدری صحابہ جو چاہیں کریں تو یہ اس کو مستلزم ہو گا کہ ان سے احکام شرعیہ کا مکلف ہونا ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عاقل قول نہیں کر سکتا۔ نیز اگر ان کو ہر کام کرنے کی اجازت اور رخصت ہے تو پھر بلا اذن مال غنیمت لینے کی وجہ سے ان پر عتاب کیوں آیا اور ملامت کیوں کی گئی اور ان کے لیے اس درخت تک عذاب کیوں آ پہنچا تھا؟

(تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی بہت بڑی علمی شخصیت ہے اور میں ان کی گرد راہ کے بھی برابر نہیں ہوں تاہم امام رازی کے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بدری صحابہ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنی مغفرت کے متعلق تشویش میں مبتلا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کفر صادر ہونے نہیں دے گا، اور گناہ کبیرہ سے بھی ان کو محفوظ رکھے گا اور اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو مرنے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دے گا۔ اور ان کا بلا اجازت مال غنیمت لینا اور پھر اس کے باوجود ان پر عذاب نہ آنا تو اس حدیث کے موید اور موافق ہے کیونکہ درخت تک عذاب آنے کے باوجود ان پر اسی لیے عذاب نہیں آیا کہ وہ بدری صحابہ تھے اور لوح محفوظ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بدری صحابہ مغفور ہیں۔ رہا یہ کہ پھر ان کو ملامت کیوں کی گئی اور عتاب کیوں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عتاب ہونا، آخرت میں مغفرت کے منافی نہیں ہے۔

امام رازی نے خود اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ حکم نہ کیا ہوتا کہ وہ اس واقعہ کو معاف کر دے گا تو ان کو بڑا عذاب پہنچتا، اور یہ حکم اگرچہ تمام مسلمانوں کے لیے ثابت ہے لیکن اہل بدر کی عبادات بہت عظیم تھیں۔ انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور سیدنا محمد ﷺ کی اطاعت کی، بغیر ہتھیاروں اور تیاری کے کفار کے اپنے سے تین گنا لشکر سے مقابلہ کیا تو یہ کتنا بعید نہیں کہ وہ بلا اجازت مال غنیمت لینے کے جس گناہ کے مرتکب ہوئے اور اس گناہ کی وجہ سے وہ جس عذاب کے مستحق ہوئے وہ ان کی عبادات کے ثواب کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور ان کا ثواب اس عذاب سے بہت زیادہ ہے تو اس گناہ کے معاف ہونے کی زیادہ توقع ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵، ص ۵۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ پہلے دو جواب جو احادیث صحیحہ پر مبنی ہیں ان پر امام رازی نے اعتراضات کیے اور ان کو مسترد کر دیا اور جو جواب اور جو تفسیر ان کی رائے پر مبنی ہے اس کو انہوں نے معتمد قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہمارے علم کی ان کے علم کے ساتھ وہی نسبت ہو سکتی ہے جو ذرہ کو آفتاب کے ساتھ اور قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے، اس کے باوجود ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ہمارے نزدیک اس باب میں وہی تفسیر معتمد ہے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مبنی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ

اے نبی: ان قیدیوں سے کہیے جو آپ کے قبضہ میں ہیں، اگر اللہ تمہارے دلوں کی کسی نیکی کو ظاہر

Marfat.com

اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

فرمائے گا تو وہ تم کو اس سے بہت زیادہ دے گا جو (بہ طور فدیہ) تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تم کو بخش دے گا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ

اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور اگر یہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ سے

مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

خیانت کر چکے ہیں تو اللہ نے ان میں سے بعض لوگوں پر آپ کو قادر (غالب) کر دیا، اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے ○ بے شک

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا

اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ

اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں، اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ

جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں، اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم

النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور تم جو کام بھی کرتے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ

اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان میں سے بعض، بعض کے ولی ہیں، اگر تم ان احکام پر عمل نہیں

فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور

Marfat.com

جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ

اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ برحق

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مومن ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے ○ اور جو لوگ بعد میں

مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا

ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا سو وہ بھی تم میں سے ہیں اور اللہ کی کتاب

الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، بے شک اللہ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع

خوب جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی ان قیدیوں سے کہئے جو آپ کے قبضہ میں ہیں اگر اللہ تمہارے دلوں کی کسی نیکی کو ظاہر فرمائے گا تو وہ تم کو اس سے بہت زیادہ دے گا جو (بہ طور فدیہ) تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تم کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (الانفال: ۷۰)

بدر میں رسول اللہ ﷺ کے غیب کی خبر دینے سے متاثر ہو کر حضرت عباس کا مسلمان ہونا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابوالیسر! تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد' اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ اور عباس سے فرمایا اے عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فہر سے ہے۔ عباس نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا' یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا (بہ طور مال غنیمت) وصول کر چکے تھے۔ عباس نے کہا یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے

Marfat.com

فدیہ میں کاٹ لیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ عباس نے کہا میرے پاس اور مال تو نہیں ہے' آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا۔ اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا' اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا۔ تب عباس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(مسند احمد ج ا' ص ۳۵۳' طبع قدیم' دار الفکر مسند احمد ج ا' رقم الحدیث: ۳۳۱۰' طبع جدید' دار الفکر شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ امام محمد بن اسحاق اور عکرمہ کے درمیان راوی مجہول ہے' مسند احمد ج ا' رقم الحدیث: ۳۳۱۰' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں ہے اور اس کے باقی تمام رجال ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۶' ص ۸۶' امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے اس حدیث کو دو مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ دونوں سندیں متصل ہیں۔ طبقات کبریٰ ج ۴' ص ۱۰-۹-۱۱-۱۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' طبقات کبریٰ ج ا' ص ۱۴-۱۳-۱۵' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا' حافظ ذہبی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ المستدرک ج ۳' ص ۳۲۴' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' امام ابو نعیم الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' دلائل النبوۃ ج ۲' ص ۴۷۶' رقم الحدیث: ۴۰۹' مطبوعہ دار النفائس' بیروت' حافظ ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن العساکر' المتوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ تہذیب تاریخ دمشق' ج ۷' ص ۲۳۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' مختصر تاریخ دمشق' ج ۱۱' ص ۳۳۰-۳۲۹' علامہ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی المتوفی ۵۷۱ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' الروض الانف' ج ۲' ص ۹۲' مطبوعہ ملتان' امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے اس حدیث کو زہری اور ایک جماعت سے روایت کیا ہے' دلائل النبوۃ' ج ۳' ص ۱۴۳-۱۴۲' حافظ ابن کثیر' متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس کا از محمد بن اسحاق از ابی نجیح از عطا از ابن عباس ذکر کیا ہے اور یہ بھی سند متصل ہے السیرۃ النبویہ' ج ۲' ص ۴۰۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ۔ البدایہ والنہایہ' ج ۳' ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ' تفسیر ابن کثیر' ج ۳' ص ۳۴۹' مطبوعہ ادارہ الاندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ' علامہ محمد بن یوسف شامی متوفی ۹۴۲ھ نے بھی اس کا اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے' سبل الہدیٰ والرشاد' ج ۴' ص ۶۹' مفسرین نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' علامہ ابو الحسن بن محمد ماوردی' متوفی ۴۵۰ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' النکت والعیون' ج ۲' ص ۳۳۴-۳۳۳' موسسہ الکتب الثقافیہ' بیروت' امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی' متوفی ۵۱۶ھ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے' اس کے آخر میں ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں لا الہ الا اللہ' بے شک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اس بات پر اللہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں تھا' معالم التنزیل' ج ۲' ص ۲۲۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' امام حاکم اور امام بیہقی کی روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں' علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۲۸ھ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے الکشاف' ج ۲' ص ۲۳۸' مطبوعہ ایران' امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ نے کلبی کی روایت سے اس کا ذکر کیا ہے' اسباب النزول ص ۲۴۵' رقم الحدیث: ۴۸۹' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۵۱۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' علامہ ابو الفرج محمد بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' زاد المسیر ج ۳' ص ۳۸۳' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ' علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی ۶۶۸ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' الجامع لاحکام القرآن جز ۸' ص ۴۰۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۳' ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الفکر

Marfat.com

بیروت' ۱۴۱۶ھ' علامہ احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' عنایۃ القاضی' ج ۲' ص ۲۹۴' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۲۸۳ھ' علامہ محی الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' ج ۲' ص ۳۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس کا ذکر کیا ہے' الدر المنثور' ج ۴' ص ۱۱۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' لباب التاویل' ج ۲' ص ۲۱۱' مطبوعہ پشاور' علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ۷۲۸ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' غرائب القرآن' ج ۳' ص ۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' البحر المحیط' ج ۵' ص ۳۵۵' مطبوعہ ۱۴۱۲ھ' شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' فتح القدیر' ج ۳' ص ۴۲۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' الفتوحات الالہیہ' ج ۲' ص ۲۵۸' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی' علامہ سید محمود آلوسی نے اس کا ذکر کیا ہے' روح المعانی' ج ۱۰' ص ۷-۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' معارف القرآن' ج ۴' ص ۲۹۰' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ' شیعہ مفسرین میں سے سید محمد حسین طباطبائی نے اس کا ذکر کیا ہے' المیزان' ج ۹' ص ۱۴۲' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' طہران' شیخ فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' مجمع البیان' ج ۴' ص ۸۶۰' مطبوعہ طہران' شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ نے اس کا ذکر کیا ہے' منہج الصادقین' ج ۴' ص ۲۱۵' مطبوعہ ایران' غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے' فتح البیان' ج ۵' ص ۲۱۷-۲۱۸' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا ثبوت ہے' اور یہ علم غیب آپ کو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہوا تھا۔ ہم نے اس کے ثبوت میں اس قدر حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ہر مکتب فکر کے قدیم اور جدید علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا علم غیب مسلم اور غیر نزاعی ہے۔

بدر کے قیدیوں سے جو مال غنیمت لیا گیا تھا مسلمان ہونے کے بعد ان کو اس سے زیادہ مال مل جانا

امام محمد بن اسحاق المطلبی متوفی ۱۵۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب کہتے تھے کہ یہ آیت مبارکہ یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری (الانفال: ۷۰) اللہ کی قسم میرے متعلق نازل ہوئی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تھا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے کہا تھا کہ میرے بیس اوقیہ (آٹھ سو درہم) جو مجھ سے لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس کر دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا انکار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان بیس اوقیہ کے بدلہ میں بیس غلام عطا کیے جن میں سے ہر ایک میرے مال کی تجارت کرتا تھا۔

(سیرۃ امام ابن اسحاق' مطبوعہ ۱۳۶۸ھ' مطبوعہ معارف اسلامی ایران)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب نے فرمایا بہ خدا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ سوال کیا کہ مجھ سے جو بیس اوقیہ لیے گئے ہیں ان کو فدیہ کی رقم میں کاٹ لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا انکار کیا۔ پھر اللہ نے مجھے ان بیس اوقیہ کے بدلہ میں بیس غلام عطا کیے جن میں سے ہر ایک میرے مال کی تجارت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں میں اللہ عزوجل سے مغفرت کی امید بھی رکھتا ہوں۔

(المعجم الاوسط' ج ۹' ص ۴۹' رقم الحدیث: ۸۱۰۳' مطبوعہ ریاض' المعجم الکبیر ج ۱' ص ۱۳۷' رقم الحدیث: ۱۱۳۹۸)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عباس نے فرمایا مجھ سے جو بیس اوقیہ لیے گئے تھے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیس غلام عطا کیے جن میں سے ہر ایک میرے مال کی تجارت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زمزم عطا فرمایا اور اگر مجھے زمزم کے بدلہ میں تمام اہل مکہ کا مال دیا جاتا تو وہ میں پسند نہ کرتا' اور اس کے علاوہ میں اپنے رب سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ' ج ۴' ص ۱۵' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ج ۱' ص ۱۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہر چند کہ اس آیت کے نزول کا سبب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو زیادہ مال مل جانا ہے لیکن اس آیت کا حکم تمام بدر کے قیدیوں کو شامل ہے کیونکہ اس آیت کے الفاظ میں عموم ہے۔ مثلاً آپ ان لوگوں سے کہئے جو آپ کے قبضہ یا آپ کی قید میں ہیں اور فرمایا جو قیدی ہیں' اور فرمایا تمہارے دلوں میں' اور فرمایا اللہ تمہیں اس سے زیادہ دے گا' اور فرمایا جو تم سے لیا گیا تھا' اور فرمایا تم کو بخش دے گا یہ سب عام الفاظ ہیں۔ اور جب خصوصیت مورد اور عموم الفاظ میں تعارض ہو تو ان الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اس آیت میں فرمایا ہے جو کچھ تم سے لیا گیا ہے وہ تم کو اس سے خیر (زیادہ اچھی چیز) دے گا' اس خیر سے زیادہ مال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے ایمان اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مراد لیا جائے اور یہ کہ وہ کفر اور تمام بری باتوں سے توبہ کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے توبہ کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ماضی' حال اور مستقبل' تمام زمانوں پر محیط ہے

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: اگر اللہ تمہارے دلوں میں کسی خیر کو جان لے گا تو تم کو اس سے زیادہ بہتر چیز عطا فرمائے گا جو تم سے بہ طور مال غنیمت لیا گیا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا اس وقت علم ہوتا ہے جب وہ چیز حادث ہوتی ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں کے دلوں میں خیر کے جاننے کو شرط اور ان کو اس سے بہتر چیز عطا کرنے کو جزا بنایا ہے اور شرط اور جزاء کا تحقق مستقبل میں ہوتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا جب ان کے دلوں میں خیر ہو گی تو اللہ اس کو جان لے گا۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا ظاہر تو اسی طرح ہے جس طرح ان لوگوں نے تقریر کی ہے لیکن جب دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا حادث ہونا محال ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہوں تو وہ محل حوادث ہو گا اور محل حوادث حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم اور واجب الوجود ہے' اس لیے اس آیت میں علم سے مراد معلوم ہے۔ یعنی جب یہ معلوم (ان کے دلوں کی خیر) حادث ہو گا تو اللہ ان کو اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا جو ان سے لی گئی تھی۔ (تفسیر کبیر' ج ۵' ص ۵۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ قدس سرہ العزیز نے اس آیت میں علم کا معنی علم ظہور کیا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا حادث ہونا لازم نہیں آتا۔ وہ لکھتے ہیں:

اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کسی بھلائی کو ظاہر کر دیا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے (فدیہ) لیا گیا ہے۔

اب ہم اس آیت کے چند مزید تراجم پیش کر رہے ہیں:

شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اگر داند خدا در دل ہائے شما نیکی بدھد شمارا بہتر از آنچہ گرفتند از شما۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اگر داند خدا در دل شما نیکی البتہ بدھد شمارا بہتر از آنچہ گرفتہ از شما۔
شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اگر جانے گا اللہ بیچ دلوں تمہارے کے بھلائی دیوے گا تم کو بھلائی اس چیز سے کہ لیا گیا ہے تم سے۔
شاہ عبد القادر متوفی ۱۲۳۰ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اگر جانے اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ قدس سرہ اس آیت کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:
اگر اللہ نے تمہارے دل میں بھلائی جانی تو جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا۔
شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے ہیں تو اللہ نے ان میں سے بعض لوگوں پر آپ کو قادر (غالب) کر دیا اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے۔ (الانفال: ۷۱)

اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے کفار کی خیانت کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عباس اور ان کے اصحاب نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ آپ جو کچھ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم آپ کے متعلق اپنی قوم کو نصیحت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اس عہد کو پورا نہیں کیا' آپ سے خیانت کی اور اس قول کے مطابق عمل نہیں کیا تو آپ افسوس نہ کریں یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی خیانت کر چکے ہیں۔ انہوں نے کفر کیا' آپ سے قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ (جامع البیان ج ۱۰' ص ۶۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی ﷺ سے خیانت کرنے کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ جس کو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تو یہ آپ سے خیانت کی اور اس سے پہلے یہ اللہ کی وحدانیت کا انکار کر کے اللہ کے ساتھ کفر کر چکے ہیں۔ تیسری خیانت یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے فدیہ لے کر ان کو آزاد کیا تو ان سے یہ عہد لیا تھا کہ دوبارہ آپ کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور مشرکین سے معاہدہ نہیں کریں گے۔ اگر انہوں نے اس عہد کی خلاف ورزی کی اور آپ سے خیانت کی تو آپ افسوس نہ کریں یہ پہلے اللہ سے بھی عہد کر کے توڑ چکے ہیں اور اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے کی مثال ان آیتوں میں ہے:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ (الانعام: ۶۴-۶۳)

آپ کہیے کہ تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے' جس کو تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوں گے ۝ آپ کہیے کہ اس (مصیبت) سے اور ہر سختی سے تمہیں اللہ ہی نجات دیتا ہے پھر

Marfat.com

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ O (الزمر: ۸)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اسی کو پکارتا ہے پھر جب اللہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کو پکارتا تھا' اور اللہ کے شریک بنا لیتا ہے تاکہ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے بہکائے' آپ کہئے کہ تم اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو' بے شک تم دوزخ والوں میں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی' وہ اس وقت تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں' اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو' اور تم جو کام بھی کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے O (الانفال: ۷۲)

عہد رسالت میں مومنین کی چار قسمیں

اس آیت (الانفال: ۷۲) میں اور اس سورت کی آخری آیت (الانفال: ۷۵) میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایمان لانے والوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں (۱) مہاجرین اولین' ان کا ذکر آیت ۷۲ کے اس حصہ میں ہے ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ (۲) انصار' ان کا ذکر آیت مذکورہ کے اس حصہ میں ہے والذین اووا ونصروا (۳) جن مومنین نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی ان کا ذکر الانفال: ۷۵ کے اس حصہ میں ہے والذین امنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم (۴) وہ مومنین جنہوں نے فتح مکہ تک ہجرت نہیں کی ان کا ذکر (الانفال: ۷۲) کے اس حصہ میں ہے والذین امنوا ولم یھاجروا۔

مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت

مہاجرین اولین نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے جہاد کیا۔ کیونکہ جب وہ اپنے وطن کو چھوڑ آئے تو ان کے تمام مال و دولت اور ان کے مکانوں اور تجارت پر کفار مکہ نے قبضہ کرلیا۔ پھر انہوں نے مکہ سے مدینہ آنے کے لیے اور غزوات میں شرکت کرنے کے لیے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور انہوں نے اپنی جانوں کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ کیونکہ انہوں نے بغیر ہتھیاروں اور بغیر عددی قوت اور بغیر تیاری کے غزوہ بدر میں کفار کے خلاف جہاد کیا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے مقابلہ میں ان کو اپنا مال عزیز تھا نہ جان' اور چونکہ وہ ہجرت کرنے میں اور اللہ کی راہ میں مال اور جان خرچ کرنے میں بعد کے مسلمانوں پر سابق اور اول تھے اس لیے ہجرت اور جہاد میں وہ بعد کے مسلمانوں کے لیے امام' پیشوا اور مقتدا بن گئے اس لیے ان کا مرتبہ اور اجر و ثواب بعد میں ہجرت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

الشّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ:۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے' سب سے پہلے ایمان لانے والے' اور جن لوگوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی' اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (الحدید: ۱۰)

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور جہاد کیا' ان لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے اور اللہ نے ان سب سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعہ: ۱۱-۱۰)

سبقت کرنے والے' سبقت کرنے والے ہیں وہی (اللہ کے) مقرب ہیں۔

مہاجرین اولین سابقین نے سب مسلمانوں سے پہلے ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اور اس کی راہ میں جہاد کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے اس نیک عمل کی راہ دکھائی اس لیے قیامت تک کے مسلمانوں کی ان نیکیوں کا اجر ان کے نامہ اعمال کی زینت ہو گا' حدیث شریف میں ہے:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا' اور بعد والوں کے اپنے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اس کو اپنے کام کا گناہ بھی ہو گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے اعمال کا گناہ بھی ہو گا اور ان کے اپنے کاموں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

(صحیح مسلم الزکوٰۃ ۶۹ (۱۰۱۷) ۲۳۱۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳' مسند احمد ج ۴' ص ۳۵۷' ۳۵۹' المعجم الکبیر ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۴۵' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۲۱۰۲۵' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۴' ص ۱۷۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۰۷۸)

لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ اپنی نوع کے لوگوں کو کوئی نیک کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں بھی اس نیک کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں پر کوئی مشکل کام اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب وہ اور لوگوں کو بھی وہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ سو اس اعتبار سے مہاجرین اولین کو بعد کے مسلمانوں پر بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔

مومنین انصار کو بھی بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان کی طرف ہجرت کی تھی تو اگر وہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں جگہ نہ دیتے اور آپ کی مدد نہ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی جان اور اپنے مال کے نذرانے پیش نہ کرتے اور مشکل مہمات میں اصحاب رسول کا ساتھ نہ دیتے تو ہجرت کے مقاصد پورے نہ ہوتے۔ اس کے باوجود مہاجرین اولین کا مرتبہ انصار مدینہ سے کئی وجہ سے افضل ہے۔

۱- مہاجرین سابقین اولین ایمان لانے میں انصار اور باقی سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اور ایمان لانا ہی تمام فضیلتوں کا مبدء اور منشاء ہے۔

Marfat.com

۲- مہاجرین اولین مسلسل تیرہ سال کفار قریش کی زیادتیوں اور ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے اور تمام سختیوں پر صبر کرتے رہے۔

۳- انہوں نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا وطن چھوڑا' عزیز و اقارب کو چھوڑا' گھر' تجارت اور باغات کو چھوڑا اور اسلام کی خاطر یہ تمام مصائب مہاجرین نے برداشت کیے۔

۴- رسول اللہ ﷺ کے پیغام اور آپ کے دین اور آپ کی شریعت کو قبول کرنے کا دروازہ مہاجرین اولین نے کھولا۔ انصار نے ان کی اقتداء کی اور ان کی مشابہت اختیار کی اور مقتدیٰ مقتدی سے افضل ہوتا ہے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا مشروع پھر منسوخ ہونا

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی' وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں ان کو وراثت نہیں ملے گی اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں" تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔ اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد' ابن جریج' قتادہ' عکرمہ' حسن بصری' سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۰' ص ۶۹-۶۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں پر نسخ نہیں ہے اور ولایت کا معنی نصرت اور اعانت ہے' اور یہی تفسیر راجح ہے۔

ولایت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

ولایت کا معنی

ولاء اور توالی کا معنی یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ایسا حصول ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔

اور اس کا قرب کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے۔ خواہ قرب بہ حیثیت مکان ہو یا قرب بہ حیثیت نسب ہو یا قرب بہ حیثیت دین ہو یا بہ حیثیت دوستی قرب ہو یا بہ حیثیت نصرت اور اعتقاد قرب ہو۔

اور ولایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) کا معنی نصرت ہے اور ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا معنی ہے کسی امر کا والی ہونا اور اس میں تصرف کرنا۔ اور ولی اور مولی ان میں سے ہر معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسم فاعل کے معنی میں یعنی ناصر' اور کارساز اور اسم مفعول کے معنی میں یعنی منصور' واللہ ولی المؤمنین (آل عمران: ۶۸) اس کا معنی ہے اللہ مومنین کا ناصر اور کارساز ہے اور مومنین اللہ کے ولی ہیں یعنی اللہ کے منصور ہیں اللہ ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان ولایت کی نفی کر دی ہے یایہا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود والنصری اولیاء (المائدہ: ۵۱) یعنی یہود اور نصاریٰ کو اپنا ناصر اور مددگار نہ بناؤ۔ اسی طرح فرمایا مالکم من ولایتھم من شیء (الانفال: ۷۲) یعنی تم ان کی مطلقاً نصرت نہ کرو۔ (المفردات' ج ۲' ص ۶۹۳-۶۹۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ولی ہے اس کا معنی ہے ناصر اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تمام عالم اور مخلوقات کا مربی اور منتظم' اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے والی ہے اس کا معنی ہے تمام اشیاء کا مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اور ولایت کا لفظ تدبیر' قدرت اور فعل کی خبر دیتا ہے اور جب تک کسی چیز میں یہ معانی جمع نہ ہوں اس پر والی کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ حدیث میں لفظ مولی بہ کثرت استعمال ہوا ہے اور یہ ان معانی میں ہے: رب' مالک' سید' منعم' معتق (آزاد کرنے والا) ناصر' محب' تابع' پڑوسی' عم زاد' حلیف' عقید (جس سے معاہدہ کیا ہو) سسرالی رشتہ دار' غلام' آزاد کردہ' ان میں سے اکثر معنی میں مولی کا لفظ حدیث میں وارد ہے' اور حدیث کا سیاق و سباق جس معنی کا مقتضی ہو مولی کا لفظ اسی معنی پر محمول کیا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کا مالک ہو یا اس کا انتظام کرے وہ اس کا مولی اور ولی ہے' اور کبھی ان اسماء کے مصادر مختلف المعنی ہوتے ہیں۔ پس ولایت (زبر کے ساتھ) کا معنی نسب میں قریب اور نصرت اور آزاد کرنے والا ہے اور ولایت (زیر کے ساتھ) کا معنی امارت ہے اور ولاء کا معنی آزاد شدہ ہے۔

(النہایہ ج ۵' ص ۱۹۸-۱۹۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

چونکہ وَلایت کا معنی نسبی قرابت بھی ہے اس لیے اس آیت میں وراثت کے معنی کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کم سے کم نسخ کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نصرت کے معنی پر محمول کیا جائے اور سیاق و سباق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔ ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔

یعنی جن مسلمانوں نے دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی' پھر انہوں نے دار الحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے ان کی فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کی تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کو ناامید اور نامراد نہ کریں۔ ہاں اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جس قوم کے ساتھ ایک مدت معین تک کا تمہارا معاہدہ ہو تو پھر تم اس معاہدہ کو نہ توڑو' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی۔ مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے گا وہ اس کو انہیں واپس کر دیں گے' اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے' اور یہ کہ اگلے سال مسلمان عمرہ کے لیے آئیں گے اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں گے مثلاً تلوار اور تیر کمان وغیرہ۔ پھر حضرت ابو جندل بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آئے اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اپنی فتح کے متعلق کوئی شک نہیں تھا اور اس کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا۔ اور جب انہوں نے صلح اور رجوع کا معاملہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرائط مان لی ہیں تو ان کو اتنا زیادہ رنج اور قلق ہوا کہ لگتا تھا وہ شدت غم سے ہلاک ہو جائیں گے۔ جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل کو دیکھا تو ان کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارے' اور ان کو گریبان

Marfat.com

سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگا اور اس نے کہا یا محمد (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ مکمل ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ پھر وہ حضرت ابوجندل کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تاکہ ان کو قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابوجندل بلند آواز سے فریاد کرنے لگے اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا' یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کریں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ قلق ہوا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوجندل! صبر کرو اور اجر و ثواب کی نیت کرو' تمہیں اور دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ نجات دینے والا ہے اور ان کے لیے کشادگی کرنے والا ہے' اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابوجندل دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳' ص ۳۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز امام ابن ہشام لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ کے پیچھے ابو بصیر عتبہ بن اسید بھی مدینہ پہنچ گئے یہ ان مسلمانوں میں سے تھے جن کو مکہ میں قید کر کے رکھا گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو ان کی بازیابی کے لیے ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق نے آپ کو خط لکھا اور بنو عامر بن لوی کے ایک شخص اور ان کے آزاد کردہ غلام کو انہیں لینے کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ وہ دونوں ازہر اور اخنس کا خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بصیر! ہم نے ان لوگوں سے جو معاہدہ کیا ہے وہ تم کو معلوم ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ تمہارے لیے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے نجات اور کشادگی کی صورت پیدا کرنے والا ہے' تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ۔ حضرت ابو بصیر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں وہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے! آپ نے فرمایا اے ابو بصیر! تم واپس جاؤ عنقریب اللہ تمہاری رہائی کی صورت پیدا کر دے گا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳' ص ۳۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

ابوجندل بن سہیل بن عمرو مکہ میں بہت پہلے اسلام لا چکے تھے ان کے باپ سہیل نے ان کو زنجیروں سے باندھ کر مکہ میں قید کیا ہوا تھا اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد یہ رہا ہو کر مقام العیص میں پہنچ گئے اور حضرت ابو بصیر سے مل گئے۔ (حضرت ابو بصیر کو جو دو آدمی لینے آئے تھے' انہوں نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا مکہ بھاگ گیا تھا۔ وہ پھر مدینہ گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کی پاس داری کی وجہ سے ان کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ مدینہ سے نکل کر مقام العیص پہنچ گئے حضرت ابوجندل بھی ان سے آملے۔ اس طرح وہاں تقریباً ستر مسلمان مکہ سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے ان کو مکہ سے آنے والا جو کافر ملتا یہ اس کو قتل کر دیتے اور کفار کے جو قافلے وہاں سے گزرتے ان کو لوٹ لیتے۔ حتیٰ کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ وہ مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو واپس کرنے کی شرط سے دست بردار ہوتے ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ مدینہ آ گئے۔ (سیرت ابن ہشام' ج ۳' ص ۳۵۳-۳۵۲) پھر حضرت ابوجندل' حضرت ابو بصیر کے پاس رہے حتیٰ کہ حضرت ابو بصیر وہاں وفات پا گئے اور حضرت ابوجندل دیگر مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں ۱۸ھ کو شام میں فوت

Marfat.com

ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان میں سے بعض بعض کے ولی ہیں اگر تم ان احکام پر عمل نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد ہو گا۔ (الانفال: ۷۳)

دو مختلف ملتوں کے ماننے والوں کے مابین دوستی اور وراثت جائز نہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان ولایت (نصرت اور وراثت) کو منقطع کر دیا ہے۔ اور مومنوں کو مومنوں کا ولی بنایا اور کافروں کو کافروں کا ولی بنایا۔ کفار اپنے دین اور معتقدات کے اعتبار سے ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں اگر کسی کافر عورت کا مسلمان بھائی ہو تو وہ اس کا ولی نہیں ہے اور وہ اس کا نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے درمیان ولایت نہیں ہے۔ اس کا نکاح اس کا ہم مذہب ولی کرے گا۔ جس طرح مسلمان عورت کا نکاح صرف مسلمان ولی ہی کر سکتا ہے اگر اس کا باپ یا دادا کافر ہو تو وہ اس کا نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا نہ مسلمان کافر کا وارث ہو گا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۸۳، ۴۲۸۲ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۹۰۹ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۱۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۹۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو حاتم مزنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسے رشتہ کا پیغام آئے جس کے دین اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہو گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی نصرت کی وہی لوگ برحق مومن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔ (الانفال: ۷۴)

مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں تکرار ہے کیونکہ آیت ۷۲ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت ۷۲ سے مقصود یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ولایت کو بیان کیا جائے اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف کی جائے کیونکہ ان کا ایمان کامل ہے اور یہ برحق مومن ہیں۔ مہاجرین اولین نے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا عزیز و اقارب کو چھوڑا مال و دولت اور مکانوں اور باغات کو چھوڑا۔ اسی طرح انصار نے بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا سو وہ بھی تم میں سے ہیں اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ (الانفال: ۷۵)

ہجرت کی تعریف اور ہجرت کے متعلق مختلف النوع احادیث

اس آیت سے وہ مسلمان مراد ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے بعد ہجرت کی۔ اور اس ہجرت کا مرتبہ پہلی ہجرت

Marfat.com

سے کم ہے۔ حدیبیہ کے بعد دو سال تک صلح کا زمانہ رہا پھر مکہ فتح ہو گیا اور ہجرت بھی ختم ہو گئی۔ ہجرت کی تعریف یہ ہے دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف نکلنا یا دارالخوف سے دارالامن کی طرف نکلنا۔ جیسے مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ یا حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ شہوات' منکرات' اخلاق ذمیمہ اور معاصی کو ترک کرنا ہجرت ہے۔ (المفردات' ج ۲' ص ۶۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۳۴' ۴۰۲۵ صحیح مسلم الحج ۴۴۵ (۱۳۵۳) ۳۲۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۹۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۷۴' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۸۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷۳)

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بھائی حضرت مجاہد کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ مجاہد ہیں جو آپ سے ہجرت پر بیعت کریں گے' آپ نے فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس کو اسلام پر بیعت کروں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۷۹' ۳۰۷۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی۔ ہم نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب ہجرت نہیں ہے' پہلے مسلمان اپنے دین کے سبب سے اللہ اور رسول کی طرف بھاگتے تھے' کیونکہ ان کو یہ خوف تھا کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں' لیکن اب اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرما چکا ہے' اب مسلمان جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کریں البتہ جہاد اور نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۰۰' مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ کی طرف ہجرت کرنے کی کون سی جگہ ہے؟ آپ جہاں کہیں ہوں یا کسی خاص جگہ پر؟ آیا کسی خاص قوم پر ہجرت فرض ہے؟ یا جب آپ رحلت فرما جائیں گے تو ہجرت منقطع ہو جائے گی؟ رسول اللہ ﷺ ایک ساعت خاموش رہے' پھر آپ نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو' اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو' اور ایک روایت میں ہے کہ ہجرت یہ ہے کہ تم ظاہر اور باطن میں بے حیائی کے کام ترک کر دو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو پھر تم مہاجر ہو۔ (مسند البزار' رقم الحدیث: ۱۷۵۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو' اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۷۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے ساتھ رہے' ان کے (چولھوں میں) ایک ساتھ آگ جلتی ہوئی نہ دیکھی جائے۔

(المعجم الکبیر ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۳۶' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۵۳)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے یہ زمین اللہ کی زمین ہے

Marfat.com

اور یہ لوگ اللہ کے بندے ہیں' جس جگہ تم کو خیر ملے وہاں رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

(المعجم الکبیر ج ا' رقم الحدیث: ۲۵۰' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں بعض راویوں کو میں نہیں پہچانتا' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۲۵۵)

ہجرت کے مختلف معانی

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں

حدیث میں ہجرت کا بہت زیادہ ذکر ہے' ایک حدیث میں ہے فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۷۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۳' مسند احمد ج ا' ص ۲۲۶)

اور ایک حدیث میں ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۶' مسند احمد ج ا' ص ۱۹۲)

ہجر کا لغوی معنی وصل کی ضد ہے یعنی فراق' پھر اس کا غالب اطلاق ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے اور دوسری زمین کی خاطر پہلی زمین کو ترک کرنے پر کیا جانے لگا۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مسلمانوں کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ خرید لیا۔

ایک شخص نبی ﷺ کے پاس اپنے اہل و عیال اور مال چھوڑ کر آ جاتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہ کرتا اور جس جگہ ہجرت کی تاحیات وہیں رہتا۔ اور نبی ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس جگہ مرجائے جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی۔ اسی بنا پر آپ نے حضرت سعد بن خولہ کی مکہ میں موت پر افسوس کیا وہ حج کے لیے مدینہ سے مکہ آئے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۹۵)

اور جب آپ مکہ میں آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمیں مکہ میں موت نہ دینا۔ (مسند احمد ج ۲' ص ۲۵) اور جب مکہ دارالاسلام بن گیا تو وہ مدینہ کی طرح ہو گیا اور ہجرت منقطع ہو گئی۔

ہجرت کی دوسری قسم وہ ہے جو دیہاتیوں نے ہجرت کی اور مسلمانوں کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے لیکن انہوں نے اس طرح کے افعال نہیں کیے جس طرح پہلی ہجرت کرنے والوں نے کیے تھے' پس وہ مہاجر تو ہیں لیکن مہاجرین اولین کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو اس سے یہی ہجرت مراد ہے۔

ان ہی احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے ہجرت کرو اور تکلف اور تصنع سے مہاجر نہ بنو۔ یعنی اللہ کے لیے اخلاص سے ہجرت کرو اور بغیر صحیح ہجرت کے مہاجرین کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ ان احادیث میں سے یہ حدیث بھی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ہجرت (ترک تعلق و ترک سلام و کلام) کرے۔

(صحیح مسلم البر والصلہ ۲۵' ۲۵۶۰' ۶۴۱۲' مسند احمد ج ۲' ص ۳۷۸)

اس ہجرت سے وصل کی ضد مراد ہے۔ یعنی ایک مسلمان دوسرے کسی مسلمان کی کسی دنیاوی کوتاہی کی بناء پر اس سے ترک تعلق نہ کرے البتہ دین میں کسی بدعقیدگی کی بناء پر یا کسی غیر شرعی کام کی بناء پر ترک تعلق جائز ہے' کیونکہ اہل اھواء اور اھل بدعت سے دائمی ہجرت (ترک تعلق) رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص علانیہ معصیت سے توبہ نہ کرے اس

Marfat.com

سے ہجرت ضروری ہے' کیونکہ جب حضرت کعب بن مالک اور ان کے دیگر اصحاب نے بلاعذر غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان سے ہجرت کرلیں یعنی ترک تعلق کریں حتیٰ کہ ان کی ازواج کو بھی ان سے ترک تعلق کا حکم دیا' مسلمانوں نے پچاس دن تک ان سے ترک تعلق رکھا اور ان کی ازواج نے ان سے ایک ماہ تک' اور حضرت عائشہ نے ایک ماہ تک حضرت ابن الزبیر سے ترک تعلق رکھا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے بعض لوگ اللہ کا ذکر صرف اس حال میں کرتے ہیں کہ وہ مہاجر ہوتے ہیں یعنی ان کے قلب نے زبان سے ہجرت کی ہوئی ہوتی ہے زبان ذکر کرتی ہے اور دل غافل ہوتا ہے' یعنی وہ اخلاص سے اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔

(النہایہ' ج ۵' ص ۲۱۳-۲۱۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہجرت کی مختلف النوع احادیث میں تطبیق

ہجرت سے متعلق جن احادیث کا ہم نے ذکر کیا ہے' ان میں سے بعض احادیث میں یہ صراحت ہے کہ ہجرت کبھی منقطع نہیں ہوگی اور بعض میں یہ وضاحت ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی' بعض احادیث میں ہے کہ مسلمان زمین پر کہیں بھی قیام کرسکتا ہے اور بعض میں مشرکین کے ساتھ قیام کی ممانعت ہے۔ اور بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہجرت تو صرف گناہوں کو ترک کرنا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے ان متعارض احادیث کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

۱- جن احادیث میں فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا بیان ہے وہ صحاح کی احادیث ہیں اور جن احادیث میں قیامت تک ہجرت باقی رہنے کا ذکر ہے وہ سنن کی روایات ہیں اور صحاح کی احادیث کو سنن کی روایات پر ترجیح ہے۔

۲- علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرض تھی' اب یہ فرضیت منسوخ ہوگئی اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی وہ مستحب ہے۔

۳- علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ ایک شخص اپنے وطن' اہل و عیال اور مال سے ہجرت کرکے مدینہ چلا جاتا اور پھر کبھی ان چیزوں کی طرف واپس نہ لوٹتا اس ہجرت پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہوگئی۔ ہجرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے علاقہ سے ہجرت کرکے مسلمانوں کے علاقہ میں آجائے اور اس میں ہجرت کی پہلی قسم کی طرح شدت نہیں ہے۔

۴- کفار کے علاقہ سے مسلمانوں کے علاقہ کی طرف ہجرت منسوخ ہوگئی اور جو ہجرت باقی ہے وہ گناہوں سے ہجرت کرنا اور ان کو ترک کرنا ہے۔

۵- جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ رہنے سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں رہنے سے مسلمانوں کو اپنے دین' جان' مال اور عزت و آبرو کی بربادی کا خطرہ ہو۔ جہاں اسلامی شعائر' فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے ممانعت ہو یا جہاں کی تہذیب' کلچر اور سوسائٹی کے برے اثرات سے مسلمانوں کے عقائد اور معمولات محفوظ نہ رہیں' اور زمین کے جس حصہ میں مسلمانوں کے عقائد کو خطرہ نہ ہو اور وہ آزادی کے ساتھ وہاں اپنی عبادات کو انجام دے سکیں وہاں مسلمانوں کے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱' ص ۳۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا کیونکہ

Marfat.com

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور انہیں جمعیت کی ضرورت تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کر دیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو مدینہ کی طرف ہجرت منسوخ ہو گئی اور تبلیغ اسلام اور دشمن سے مدافعت کے لیے جہاد کی فرضیت باقی رہی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابتداء میں مدینہ منورہ ہجرت کرنا اس لیے بھی فرض تھا کہ جو شخص اسلام قبول کرتا تھا اس کو کفار ایذاء دیتے تھے اور اس وقت تک اس پر ظلم کرتے رہتے تھے جب تک کہ وہ (العیاذ باللہ) دین اسلام کو چھوڑ نہیں دیتا اور انہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۙ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَۃً وَّلَا یَہۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ۙ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡہُمۡ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا (النساء: ۹۹-۹۷)

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے تو فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے' البتہ مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے جو (واقعی) بے بس (اور مجبور) ہیں' جو کسی تدبیر کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں' تو قریب ہے کہ اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا اور بے حد بخشنے والا ہے۔

جو شخص دارالکفر میں اسلام لائے اور اس سے نکلنے پر قادر ہو اس کے حق میں ہجرت اب بھی باقی ہے کیونکہ سنن نسائی میں حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مشرک کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے کسی عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ مشرکین سے علیحدہ نہ ہو جائے اور سنن ابوداؤد میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جن کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ دارالکفر میں رہے تو ان کا دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔

(فتح الباری' ج ۶' ص ۱۹۰' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

دارالکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں لا ھجرۃ بعد الفتح فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ مطلقاً فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے خواہ مکہ مکرمہ فتح ہو یا کوئی اور شہر' لہٰذا اب اگر مسلمان کسی شہر کو فتح کرلیں تو ان پر ہجرت واجب نہیں ہے' لیکن اگر کسی شہر کو مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے متعلق تین قول ہیں:

۱- پہلا قول: جو شخص دارالکفر میں دین کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور فرائض اور واجبات کو ادا نہ کر سکتا ہو اور وہ دارالکفر سے نکلنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر ہجرت کرنا واجب ہے۔

۲- دوسرا قول: مسلمان دارالکفر میں فرائض اور واجبات کو آزادی سے ادا کر سکتے ہوں اور ہجرت کرنے کی بھی استطاعت رکھتے ہوں پھر بھی ان کے لیے دارالکفر سے ہجرت کرنا مستحب ہے تاکہ دارالاسلام میں مسلمانوں کی کثرت اور جمعیت ہو اور وہ

Marfat.com

بوقت ضرورت مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں اور دارالکفر میں کفار کی بدعہدی اور فتنہ سے محفوظ رہیں اور کافروں کی تہذیب اور ثقافت اور ان کے معاشرے کی بے راہ روی' بد چلنی اور فحاشی کے برے اثرات سے مامون رہیں' اور کفار اپنے دین کی اشاعت اور مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی جو کوششیں کرتے ہیں ان کے خطرات سے مسلمان محفوظ رہیں۔

۳- تیسرا قول: جو مسلمان قید' مرض یا کسی اور عذر کی بنا پر دارالکفر سے ہجرت نہ کر سکتا ہو اس کے لیے دارالکفر میں رہنا جائز ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ تکلیف اور مشقت اٹھا کر ہجرت کرے تو ماجور ہو گا۔

(فتح الباری' ج ٦' ص ٣٨' مطبوعہ لاہور' ١٤٠١ھ)

ہجرت کی اقسام

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

١- دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت' جیسا کہ مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی' یا اب ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آ کر انگلینڈ' امریکہ یا مغربی جرمنی کی طرف ہجرت کر جائیں۔

٢- دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا' جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' یا اب بھارت سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا۔ اسی طرح جو شخص دارالکفر میں اظہار دین پر قادر نہ ہو اس کا دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

٣- قرب قیامت میں فتنوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں کا شام کی طرف ہجرت کرنا۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہو گی' سو روئے زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت کی جگہ (شام) میں چلے جائیں گے اور باقی زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے۔

٤- برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ١' ص ٣٥' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ١٣٤٨ھ)

ایک اور قسم کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے:

٥- ماسوا اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف ہجرت کرنا (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔ بخاری)

ہجرت الی اللہ کی توضیح

اللہ کی طرف ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو رضائے الٰہی میں اس طرح ڈھال لے کہ اس کے دل میں ہر کام کا محرک اور داعی اللہ کا حکم ہو' اور طبعی تقاضے شرعی تقاضوں کے مظہر ہو جائیں حتیٰ کہ وہ اس منزل پر آ جائے کہ اس کا کھانا پینا بھی اس نیت سے ہو کہ چونکہ اللہ نے کھانے پینے کا حکم دیا ہے اس لیے وہ کھاتا پیتا ہے ورنہ اس کو لاکھ بھوک اور پیاس لگتی' وہ کھانے پینے کی طرف التفات نہ کرتا۔ اس مقام کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کے ہر کام کی نیت اور جذبہ یہ ہو کہ چونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لیے وہ اس کام کو کر رہا ہے اور اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو خواہ کچھ ہوتا وہ اس کام کو نہ کرتا۔ اسی مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے صبغۃ اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام کی طرف اس حدیث میں ہدایت دی ہے۔

اللہ کی صفات سے متصف ہو جاؤ اقبال نے اسی منزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ!

Marfat.com

یعنی انسان کے لیے ملکوتی صفات اپنانا حتیٰ کہ مظہر جبرئیل ہونا بھی کمال نہیں ہے۔ اس کا مقام تو یہ ہے وہ الوہی صفات اپنا کر اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لے اور مظہر رب جبرئیل ہو جائے۔ چنانچہ بندہ اگر کسی پر رحم کرے تو اس لیے کہ اس کا رب رحیم ہے اور اگر کسی پر غضب ناک ہو تو اس لیے کہ اس کا رب قہار ہے' اور انہیں پر رحم کرے جن پر اس کا رب رحم کرنا چاہتا ہے اور انہیں پر غضب ناک ہو جن پر اس کا رب اس سے غضب ناک ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح ہجرت الی الرسول کا مطلب بھی یہ ہے کہ اپنی سیرت کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے تابع کرے اور چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی اور حکم الگ الگ اور مغائر نہیں ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا ہی اللہ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔

ذوالارحام کی تعریف' ان کے مصادیق اور ان کی وراثت کے ثبوت میں احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

ذوالرحم کا معنی لغت میں مطلقاً ذوالقرابت ہے اور اصطلاح شرع میں ذوالرحم ہر وہ رشتہ دار ہے جس کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اور نہ اجماع امت میں اور نہ وہ عصبہ ہو (یعنی میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار' جیسے دادا' چچا' بیٹا' بھائی وغیرہ) اور جب صرف یہی ہو اور اس کے ساتھ ذوی الفروض' عصبہ نسبی اور عصبہ سببی نہ ہو تو میت کا کل مال اس کو مل جاتا ہے۔ (شرح السراجیہ ص ۱۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ذوالارحام کی مثالیں یہ ہیں: جیسے بیٹی کی اولاد (نواسے' نواسی) پوتی کی اولاد' نانا' نانا کی ماں' بہن کی اولاد (بھانجے' بھانجیاں) بھائی کی بیٹیاں (بھتیجیاں) پھوپھیاں خواہ باپ کی سگی بہن ہو یا علاتی یا اخیافی' ماموں' خالہ' اخیافی چچا کی اولاد' ماموں کی اولاد' سگے چچا یا علاتی چچا کی اولاد۔

مقدام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل و عیال چھوڑ کر مرا اس کی پرورش میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے' اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا میں (احق) وارث ہوں' میں اس کی دیت ادا کروں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں اس کا وارث ہے وہ اس کی طرف سے دیت ادا کرے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۳۸)

ابو امامہ سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا اور اس کے ماموں کے سوا اور کوئی وارث نہیں تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اس کے متعلق حضرت عمر کو خط لکھا' حضرت عمر نے ان کے جواب میں لکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس کا کوئی مولا نہ ہو اس کا اللہ اور اس کا رسول مولا ہے اور جس کا اور کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں اس کا وارث ہے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۰۶۸' ۴۰۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۶' ص ۲۱۴' المنتقی رقم الحدیث: ۹۶۴' مسند احمد' ج ۱' ص ۲۸)

اختتامی کلمات اور دعا

آج ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ / ۱۱ مارچ ۱۹۹۹ء کو بروز جمعرات بعد از نماز عشاء سورۃ الانفال کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ فالحمد للہ رب العلمین۔ الٰہ العالمین جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے' قرآن مجید کی باقی

Marfat.com

سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمانا۔ مجھے اس تفسیر میں خطا اور زلل سے محفوظ رکھنا۔ اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمانا اور اس کو منکرین اور مخالفین کے شر سے محفوظ رکھنا اور اس کو تاقیامت فیض آفریں رکھنا اور اس کو عقائد اور اعمال میں موثر بنانا۔ اس تفسیر کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دینا' اور تمام مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں کو اس کی طرف متوجہ اور راغب کر دینا' اور محض اپنے فضل سے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دینا' دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ کی شفاعت سے شاد کام کرنا' مجھے' میرے والدین اور میرے اساتذہ اور میرے تلامذہ' اس تفسیر کے ناشر' اس کے کمپوزر' اس کے مصحح' اس کے معاونین اور اس کے قارئین کو دنیا اور آخرت کے ہر شر' ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھنا اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمانا خصوصاً صحت اور سلامتی کے ساتھ ایمان پر خاتمہ کرنا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ الطاھرین واصحابہ الکاملین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی علماء ملتہ واولیاء امتہ وسائر المؤمنین اجمعین۔

Marfat.com

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ ' مسند امام اعظم ' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی ' متوفی ۱۷۹ھ ' موطا امام مالک ' مطبوعہ دار الفکر بیروت ' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک ' متوفی ۱۸۱ھ ' کتاب الزہد ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم ' متوفی ۱۸۲ھ ' کتاب الآثار ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی ' متوفی ۱۸۹ھ ' موطا امام محمد ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی ' متوفی ۱۸۹ھ ' کتاب الآثار ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ ' کتاب الزہد ' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ ' ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی ' متوفی ۲۰۳ھ ' مسند طیالسی ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ' ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی ' متوفی ۲۰۴ھ ' المسند ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ ' کتاب المغازی ' مطبوعہ عالم الکتب بیروت ' ۱۴۰۴ھ
۱۴- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی ' متوفی ۲۱۱ھ ' المصنف مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۳۹۰ھ
۱۵- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی ' متوفی ۲۱۹ھ ' المسند ' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی مکی ' متوفی ۲۲۷ھ ' سنن سعید بن منصور ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ' متوفی ۲۳۵ھ ' المصنف ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ' ۱۴۰۶ھ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۶ھ
۱۸- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ' متوفی ۲۳۵ھ ' مسند ابن ابی شیبہ ' مطبوعہ دار الوطن بیروت ' ۱۴۱۸ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل ' متوفی ۲۴۱ھ ' المسند ' مطبوعہ مکتب اسلامی ' بیروت ' ۱۳۹۸ھ ' دار الفکر بیروت ' ۱۴۱۵ھ ' دار الحدیث قاہرہ ' ۱۴۱۶ھ
۲۰- امام احمد بن حنبل ' متوفی ۲۴۱ھ کتاب الزہد ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۴ھ
۲۱- امام ابوعبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی ' متوفی ۲۵۵ھ ' سنن دارمی ' مطبوعہ دار الکتاب العربی ' ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

۲۲- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' خلق افعال العباد' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۱ھ
۲۴- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۵- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۶- امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۷- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۹- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۰- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۳۱- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۲۸۵ھ' سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۳۲- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دار الرایہ ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن بیروت
۳۴- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۵- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۶- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۷- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابو یعلیٰ موصلی' مطبوعہ دار المامون تراث بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ' صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ
۴۱- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی' متوفی ۳۱۲ھ' مسند عمر بن عبدالعزیز
۴۲- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابو عوانہ' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۴۳- امام ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی' المتوفی ۳۲۰ھ' نوادر الاصول' مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ' ۱۴۰۸ھ
۴۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح مشکل الآثار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۴۵- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۶- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی' متوفی ۳۲۷ھ' مکارم الاخلاق' مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر' ۱۴۱۱ھ
۴۷- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت
۴۸- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ۳۶۰ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام ریاض' ۱۴۱۳ھ
۴۹- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ
۵۰- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۰۵ھ
۵۱- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

Marfat.com

۵۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'مسند الشامیین 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت '۱۴۰۹ھ
۵۳- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ 'کتاب الدعاء 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۳ھ
۵۴- امام ابو بکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی 'متوفی ۳۶۴ھ 'عمل الیوم واللیلۃ 'مطبوعہ موسسہ الکتب الثقافیہ بیروت '۱۴۰۸ھ
۵۵- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی 'المتوفی ۳۶۵ھ 'الکامل فی ضعفاء الرجال 'مطبوعہ دار الفکر بیروت
۵۶- امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ 'الناسخ والمنسوخ من الحدیث 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۲ھ
۵۷- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ 'متوفی ۳۹۶ھ 'کتاب العظمۃ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۸- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری 'متوفی ۴۰۵ھ 'المستدرک 'مطبوعہ دار الباز 'مکہ مکرمہ
۵۹- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی 'متوفی ۴۳۰ھ 'حلیۃ الاولیاء 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۸ھ
۶۰- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی 'متوفی ۴۳۰ھ 'دلائل النبوۃ 'مطبوعہ دار النفائس بیروت
۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'سنن کبریٰ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'کتاب الاسماء والصفات 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'معرفۃ السنن والآثار 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'دلائل النبوۃ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'کتاب الآداب 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۰۶ھ
۶۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'کتاب فضائل الاوقات 'مطبوعہ مکتبہ المنارۃ مکہ مکرمہ '۱۴۱۰ھ
۶۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'شعب الایمان 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۰۱ھ
۶۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی 'متوفی ۴۵۸ھ 'البعث والنشور 'مطبوعہ دار الفکر 'بیروت '۱۴۱۴ھ
۶۹- امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی 'متوفی ۴۶۳ھ 'جامع بیان العلم وفضلہ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۰- امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی 'المتوفی ۵۰۹ھ 'الفردوس بماثور الخطاب 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۰۶ھ
۷۱- امام حسین بن مسعود بغوی 'متوفی ۵۱۶ھ 'شرح السنہ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۲ھ
۷۲- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر 'متوفی ۵۷۱ھ 'مختصر تاریخ دمشق 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۰۴ھ
۷۳- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر 'متوفی ۵۷۱ھ 'تہذیب تاریخ دمشق 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۰۷ھ
۷۴- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی 'المعروف بابن الاثیر الجزری 'المتوفی ۶۰۶ھ 'جامع الاصول 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۸ھ
۷۵- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ 'الاحادیث المختارۃ 'مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ '۱۴۱۰ھ
۷۶- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری 'المتوفی ۶۵۶ھ 'الترغیب والترہیب 'مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ '۱۴۰۷ھ 'دار ابن کثیر بیروت '۱۴۱۴ھ
۷۷- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی 'متوفی ۶۶۸ھ 'التذکرہ فی امور الآخرہ 'مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ
۷۸- امام ولی الدین تبریزی 'متوفی ۷۴۲ھ 'مشکوۃ 'مطبوعہ اصح المطابع دہلی 'دار ارقم بیروت
۷۹- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی 'متوفی ۷۶۲ھ 'نصب الرایہ 'مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند '۱۳۵۷ھ

Marfat.com

-۸۰ امام محمد بن عبداللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ، اللآلی المنثورۃ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۷ھ
-۸۱ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
-۸۲ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
-۸۳ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
-۸۴ امام محمد بن محمد جزری، متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
-۸۵ امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
-۸۶ حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی، متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان
-۸۷ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
-۸۸ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
-۸۹ امام عبد الرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ، کنوز الحقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
-۹۰ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ
-۹۱ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، مسند فاطمہ الزہراء
-۹۲ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
-۹۳ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۱۴ھ
-۹۴ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ
-۹۵ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ
-۹۶ علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ
-۹۷ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

کتب تفاسیر

-۹۸ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران
-۹۹ امام حسن بن عبداللہ البصری، المتوفی ۱۱۰ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ
-۱۰۰ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۱۰ھ
-۱۰۱ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء، متوفی ۲۰۷ھ، معانی القرآن، مطبوعہ بیروت
-۱۰۲ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
-۱۰۳ شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دار الکتاب ایران، ۱۴۰۶ھ
-۱۰۴ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ، دار الفکر بیروت
-۱۰۵ امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ، اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران، ۱۴۰۶ھ
-۱۰۶ امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
-۱۰۷ امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

۱۰۸- علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی' متوفی ۳۷۵ھ' تفسیر سمرقندی' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
۱۰۹- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی' متوفی ۳۸۵ھ' التبیان فی تفسیر القرآن' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۱۰- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ' مشکل اعراب القرآن' مطبوعہ انتشارات نور ایران' ۱۳۶۲ھ
۱۱۱- علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۲- علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۴۶۷ھ' کشاف' مطبوعہ نشر البلاغہ قم ایران' ۱۴۱۳ھ
۱۱۳- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۴- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی' المتوفی ۴۶۸ھ' اسباب نزول القرآن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۵- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی' المتوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۶- امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی' المتوفی ۵۱۶ھ' معالم التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۱۷- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی' مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۱۸- علامہ ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی' متوفی ۵۴۶ھ' المحرر الوجیز' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۱۹- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی' متوفی ۵۴۸ھ' مجمع البیان' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۴۰۶ھ
۱۲۰- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی' متوفی ۵۹۷ھ' زاد المسیر' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۲۱- خواجہ عبد اللہ انصاری من علماء القرن السادس' کشف الاسرار وعدۃ الابرار' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۲۲- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۲۳- علامہ محی الدین ابن عربی' متوفی ۶۳۸ھ' تفسیر القرآن الکریم' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۹۷۸ء
۱۲۴- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۲۵- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۱۲۶- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۱۲۷- علامہ علی بن محمد خازن شافعی' متوفی ۷۲۵ھ' لباب التاویل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۱۲۸- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی' متوفی ۷۲۸ھ' تفسیر نیشاپوری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۲۹- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' التفسیر الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۹ھ
۱۳۰- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ' متوفی ۷۵۱ھ' بدائع التفسیر' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۳۱- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی' متوفی ۷۵۴ھ' البحر المحیط' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۳۲- علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الشافعی' متوفی ۷۵۶ھ' الدر المصون' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۳- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ
۱۳۴- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی' متوفی ۸۶۰ھ' حاشیہ الکازرونی علی البیضاوی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۵- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی' متوفی ۸۷۵ھ' تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسستہ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۳۶- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ' نظم الدرر' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ
۱۳۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدر المنثور' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران

Marfat.com

۱۳۸- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جلالین، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۳۹- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، لباب النقول فی اسباب النزول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۰- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی، متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند
۱۴۱- شیخ فتح اللہ کاشانی، متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین، مطبوعہ خیابان، ناصر خسرو ایران
۱۴۲- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوالسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۱۴۳- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ
۱۴۴- علامہ احمد جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، التفسیرات الاحمدیہ، مطبع کریمی بمبئی
۱۴۵- علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۴۶- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ المطبعہ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ
۱۴۷- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر
۱۴۸- قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۴۹- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۵۰- شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۵۱- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۵۲- نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان، مطبوع مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، المکتبۃ العصریہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۵۳- علامہ محمد جمال الدین قاسمی، متوفی ۱۳۳۲ھ، تفسیر القاسمی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۱۵۴- علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ، تفسیر المنار، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۵۵- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری، متوفی ۱۳۵۹ھ، الجواہر فی تفسیر القرآن، المکتبۃ الاسلامیہ ریاض
۱۵۶- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۱۵۷- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۵۸- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۵۹- علامہ محمد طاہر بن عاشور، متوفی ۱۳۸۰ھ، التحریر والتنویر، مطبوعہ تونس
۱۶۰- سید محمد قطب شہید، متوفی ۱۳۸۵ھ، فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ
۱۶۱- مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ، نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات
۱۶۲- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ
۱۶۳- سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۶۴- علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ، التبیان، مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان
۱۶۵- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی، اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶۶- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۶۷- آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۶۹ھ

Marfat.com

۱۶۸- جسٹس پیر کرم شاہ الازہری 'ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۶۹- شیخ امین احسن اصلاحی 'تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۷۰- علامہ محمود صافی 'اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۷۱- استاذ محی الدین درویش 'اعراب القرآن و بیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۷۲- ڈاکٹر وہبہ زحیلی 'تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۲ھ
۱۷۳- سعیدی حوی 'الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۷۴- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ 'البرہان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۷۵- علامہ جلال الدین سیوطی 'متوفی ۹۱۱ھ 'الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۷۶- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی 'مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۷۷- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی 'متوفی ۴۶۳ھ 'الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت '۱۴۱۳ھ
۱۷۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ 'تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور '۱۴۰۴ھ 'المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ '۱۳۸۷ھ
۱۷۹- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی 'متوفی ۴۶۴ھ 'المنتقی' مطبوعہ مطبع السعادۃ 'مصر ۱۳۳۲ھ
۱۸۰- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی 'متوفی ۵۴۳ھ 'عارضۃ الاحوذی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۱- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری 'متوفی ۶۵۶ھ 'مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۸۲- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی 'المتوفی ۶۵۶ھ 'المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت '۱۴۱۷ھ
۱۸۳- علامہ یحییٰ بن شرف نووی 'متوفی ۶۷۶ھ 'شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی '۱۳۷۵ھ
۱۸۴- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی 'متوفی ۷۴۳ھ 'شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن '۱۴۱۳ھ
۱۸۵- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی 'متوفی ۸۲۸ھ 'اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی 'متوفی ۸۵۲ھ 'فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱۸۷- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی 'متوفی ۸۵۵ھ 'عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر '۱۳۴۸ھ
۱۸۸- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ 'مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۹- علامہ احمد قسطلانی 'متوفی ۹۱۱ھ 'ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر '۱۳۰۶ھ
۱۹۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی 'متوفی ۱۰۰۳ھ 'فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۳۹۱ھ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ '۱۴۱۸ھ
۱۹۱- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی 'متوفی ۱۰۰۳ھ 'شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۹۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری 'متوفی ۱۰۱۴ھ 'جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۹۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری 'متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۰۵ھ

Marfat.com

۱۹۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
۱۹۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین، مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ
۱۹۶- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
۱۹۷- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ
۱۹۸- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۱۹۹- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ
۲۰۰- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۰۱- شیخ محمد ادریس کاندھلوی، متوفی ۱۳۹۴ھ، التعلیق الصبیح، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور

کتب اسماء الرجال

۲۰۲- علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ
۲۰۳- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی، ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۴- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۰۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۰۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۰۷- علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۰۸- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۰۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۱۰- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۴ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق

کتب لغت

۲۱۱- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران، ۱۴۱۴ھ
۲۱۲- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ
۲۱۳- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۱۵- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۱۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۱۷- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران
۲۱۸- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۱۹- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۲۲۰۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۲۱۔ لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکہ، بیروت، ۱۹۲۷ء
۲۲۲۔ شیخ غلام احمد پرویز، متوفی ۱۴۰۵ھ، لغات القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۲۲۳۔ ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۲۲۴۔ امام محمد بن اسحاق، متوفی ۱۵۱ھ، کتاب السیر والمغازی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۲۵۔ امام عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۲۶۔ امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۲۷۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، المتوفی ۴۵۰ھ، اعلام النبوت، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۰۸ھ
۲۲۸۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت
۲۲۹۔ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۰۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۳۱۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۳۲۔ علامہ عبد الرحمان بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۳۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۴۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت
۲۳۵۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۳۶۔ علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی، متوفی ۷۴۶ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ کراچی
۲۳۷۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۳۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۹۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ
۲۴۰۔ علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۴۱۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۴۲۔ علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ
۲۴۳۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۴۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۴۵۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۴۶۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۴۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

Marfat.com

کتب فقہ حنفی

۲۴۸۔ علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۲۹۵ھ' فتاوی قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۴۹۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ
۲۵۰۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۲۵۱۔ علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری' متوفی ۵۴۲ھ' خلاصۃ الفتاوی' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ
۲۵۲۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۲۵۴۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۵ھ
۲۵۵۔ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ۷۸۶ھ' فتاوی تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ
۲۵۶۔ علامہ ابو بکر بن علی حداد' متوفی ۸۰۰ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۵۷۔ علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ۸۲۷ھ' فتاوی بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۵۸۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ
۲۵۹۔ علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۶۰۔ علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۶۱۔ علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۲۶۲۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۲۶۳۔ علامہ محمد خراسانی' متوفی ۹۶۲ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نول کشور' ۱۲۹۱ھ
۲۶۴۔ علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۶۵۔ علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ۹۸۵ھ' فتاوی حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۶۶۔ علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ' حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ
۲۶۷۔ علامہ خیر الدین رملی' متوفی ۱۰۸۱ھ' فتاوی خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۶۸۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۶۹۔ علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ۱۰۹۸ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ
۲۷۰۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاوی عالم گیری' مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۷۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۷۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاوی الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی کوئٹہ
۲۷۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۷۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ
۲۷۵۔ امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' جد الممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۲۷۶۔ امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاوی رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

Marfat.com

۲۷۷۔ امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۲۷۸۔ علامہ امجد علی، متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۲۷۹۔ علامہ نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۲۸۰۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۸۱۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۸۲۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۸۳۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ
۲۸۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۸۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۸۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۸۷۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ، نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۸۸۔ علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی، متوفی ۱۰۸۷ھ، حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۲۸۹۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۹۰۔ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۹۱۔ علامہ خلیل بن اسحاق مالکی، متوفی ۷۶۷ھ، مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۲۹۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، المتوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل، مطبوعہ مکتبۃ النجاح لیبیا
۲۹۳۔ علامہ علی بن عبد اللہ علی الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۲۹۴۔ علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۹۵۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۹۶۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۹۷۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۹۸۔ شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض
۲۹۹۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۰۰۔ علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

Marfat.com

کتب شیعہ

۳۰۱- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی

۳۰۲- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۳۰۳- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۳۰۴- شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس، الاحتجاج، موسسہ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۴۰۳ھ

۳۰۵- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، المتوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران

۳۰۶- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ

۳۰۷- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

۳۰۸- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

۳۰۹- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۱۰- علامہ ابو البرکات عبد الرحمان بن محمد الانباری، المتوفی ۵۷۷ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ

۳۱۱- شیخ احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دار السلام ریاض، ۱۴۱۴ھ

۳۱۲- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۳۱۳- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۱۴- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، شرح المواقف، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۱۵- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ، مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر

۳۱۶- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی، المتوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر

۳۱۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

۳۱۸- علامہ محمد بن احمد السفارینی، المتوفی ۱۱۸۸ھ، لوامع الانوار البہیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۱۹- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۲۰- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی ۶۰۶ھ، المحصول، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ

۳۲۱- علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، المتوفی ۷۳۰ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۱۱ھ

۳۲۲- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، توضیح و تلویح، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۲۳- علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد الشہیر بابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التیسیر مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض

۳۲۴- علامہ محب اللہ بہاری، متوفی ۱۱۱۹ھ، مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۳۲۵- علامہ احمد جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی

Marfat.com

۳۲۶۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی، متوفی ۱۳۱۸ھ، شرح مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۲۷۔ شیخ ابو طالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ، قوت القلوب، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۳۲۸۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ
۳۲۹۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرہ، مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ
۳۳۰۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ، قاعدہ جلیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ
۳۳۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکبائر، مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ، مصر
۳۳۲۔ علامہ عبداللہ بن اسد یافعی، متوفی ۷۶۸ھ، روض الریاحین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۴ھ
۳۳۳۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۳۳۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۳۵۔ علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ
۳۳۶۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ
۳۳۷۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الزواجر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۳۸۔ امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۷۷ھ
۳۳۹۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۴۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۳۴۱۔ علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، کشف الظنون، مطبوعہ مطبع اسلامیہ طہران، ۱۳۷۸ھ
۳۴۲۔ امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور
۳۴۳۔ شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ، ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ
۳۴۴۔ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۴۵۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۳۴۶۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۳۴۷۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یا رسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

سرٹیفکیٹ

میں نے تبیانُ القرآن جلد چہارم تصنیف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی، مطبوعہ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور کے پروف بغور پڑھے ہیں۔ میری دانست کے مطابق اس تفسیر کے متن اور تفسیر میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں نے اطمینان کے بعد یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔

محمد ابراہیم فیضی

Marfat.com

Marfat.com

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن

(مجلد)

ترجمۂ قرآن بہ نام

نُورُ القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری نورانی زیدعلمہ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہلِ سُنّت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مُدرّسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم
احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم
محمود صلی اللہ علیہ وسلم
قاسم صلی اللہ علیہ وسلم
عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم
شاہد صلی اللہ علیہ وسلم
حاشر صلی اللہ علیہ وسلم
رشید صلی اللہ علیہ وسلم
مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
نذیر صلی اللہ علیہ وسلم
داع صلی اللہ علیہ وسلم
شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ہاد صلی اللہ علیہ وسلم
ماح صلی اللہ علیہ وسلم
منج صلی اللہ علیہ وسلم
تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم
امی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم
حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم
رؤف صلی اللہ علیہ وسلم
رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
طٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حٰمٓ صلی اللہ علیہ وسلم
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم
اولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم
مدثر صلی اللہ علیہ وسلم
متین صلی اللہ علیہ وسلم
مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم
ناصر صلی اللہ علیہ وسلم
منصور صلی اللہ علیہ وسلم
مصباح صلی اللہ علیہ وسلم
آمر صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم | نزاری صلی اللہ علیہ وسلم | صادق صلی اللہ علیہ وسلم | امین صلی اللہ علیہ وسلم | عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم | سحیب صلی اللہ علیہ وسلم | مجیب صلی اللہ علیہ وسلم | شکور صلی اللہ علیہ وسلم | مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم | قوی صلی اللہ علیہ وسلم | حفی صلی اللہ علیہ وسلم | مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم | حق صلی اللہ علیہ وسلم | مبین صلی اللہ علیہ وسلم | مطیع صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم | آخر صلی اللہ علیہ وسلم | ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم | باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم | یتیم صلی اللہ علیہ وسلم | کریم صلی اللہ علیہ وسلم | حکیم صلی اللہ علیہ وسلم | خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم | سراج صلی اللہ علیہ وسلم | مبشر صلی اللہ علیہ وسلم | محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم | منیر صلی اللہ علیہ وسلم | مذکر صلی اللہ علیہ وسلم | مطہر صلی اللہ علیہ وسلم | قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم | مدعو صلی اللہ علیہ وسلم | جواد صلی اللہ علیہ وسلم | خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم | شہیر صلی اللہ علیہ وسلم | شہید صلی اللہ علیہ وسلم | رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم | شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم | مضری صلی اللہ علیہ وسلم | نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم | حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم | قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین

تبیان القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم

هو الله جل جلاله | الذی لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله | الرحمن جل جلاله | الرحیم جل جلاله | الملک جل جلاله

القدوس جل جلاله | السلام جل جلاله | المؤمن جل جلاله | المهیمن جل جلاله | العزیز جل جلاله

الجبار جل جلاله | المتکبر جل جلاله | الخالق جل جلاله | الباری جل جلاله

المصور جل جلاله | الغفار جل جلاله | القهار جل جلاله | الوهاب جل جلاله | الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله | العلیم جل جلاله | القابض جل جلاله | الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله | الرافع جل جلاله | المعز جل جلاله | الحکم جل جلاله | البصیر جل جلاله

السمیع جل جلاله | المذل جل جلاله | العدل جل جلاله | اللطیف جل جلاله

الخبیر جل جلاله | الحلیم جل جلاله | العظیم جل جلاله | الغفور جل جلاله | الشکور جل جلاله

العلی جل جلاله | الکبیر جل جلاله | الحفیظ جل جلاله | المقیت جل جلاله

الحسیب جل جلاله | الجلیل جل جلاله | الکریم جل جلاله | الرقیب جل جلاله | المجیب جل جلاله

الواسع جل جلاله | الحکیم جل جلاله | الودود جل جلاله | المجید جل جلاله

الباعث جل جلاله | الشهید جل جلاله | الحق جل جلاله | الوکیل جل جلاله | القوی جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

المتین جل جلاله | الولی جل جلاله | الحمید جل جلاله | المحیی جل جلاله | الممیت جل جلاله

الحیی جل جلاله | القیوم جل جلاله | الواجد جل جلاله | الماجد جل جلاله

الواحد جل جلاله | الاحد جل جلاله | الصمد جل جلاله | القادر جل جلاله | المقتدر جل جلاله

المقدم جل جلاله | المؤخر جل جلاله | الاول جل جلاله | الآخر جل جلاله

الظاهر جل جلاله | الباطن جل جلاله | الوالی جل جلاله | المتعال جل جلاله

الله
جل جلالہ

البر جل جلاله | التواب جل جلاله

المنتقم جل جلاله | العفو جل جلاله

الرؤف جل جلاله | مالک الملک جل جلاله

ذوالجلال والاکرام جل جلاله | المقسط جل جلاله | الجامع جل جلاله | الغنی جل جلاله

المغنی جل جلاله | المانع جل جلاله | الضار جل جلاله | النافع جل جلاله

النور جل جلاله | الهادی جل جلاله | البدیع جل جلاله | الباقی جل جلاله | الوارث جل جلاله

الرشید جل جلاله | الصبور جل جلاله | رب العالمین جل جلاله | مالک یوم الدین جل جلاله

القدیم جل جلاله | الوحید جل جلاله

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۔ ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ ۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد پنجم

التوبہ تا یوسف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار لاہور۔ ۲

Marfat.com

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی فاضل علوم شرقیہ

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

الطبع الاول : ذوالقعدۃ 1421ھ / فروری 2000ء

الطبع التاسع : ذوالقعدۃ 1434ھ / ستمبر 2013ء

Farid Book Stall

Phone No:092-42-37312173-37123435

Fax No.092-42-37224899

Email:info@faridbookstall.com

Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹

ای میل : info@faridbookstall.com

ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ التوبہ	۳۳	۱۴	چار ماہ کے تعین میں متعدد اقوال	۵۱
۱	سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ	۳۵	۱۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان براءت کرنا حضرت ابوبکر کی خلافت میں وجہ طعن نہیں ہے	۵۲
۲	سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث	۳۶	۱۶	حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث	۵۴
۳	سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال کی باہمی مناسبت	۳۷	۱۷	حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۵
۴	سورۃ التوبہ کا زمانہ نزول	۳۸	۱۸	حج اکبر کے مختلف اقوال میں تطبیق	۵۵
۵	سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر و پس منظر	۳۹	۱۹	جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی تحقیق	۵۵
۶	سورۃ التوبہ کے مسائل اور مطالب	۴۱	۲۰	جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ کے متعلق احادیث	۵۶
۷	براءۃ من اللہ ورسولہ (۱-۶)	۴۲	۲۱	جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونے پر ایک حدیث سے استدلال	۵۸
۸	سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات	۴۳	۲۲	جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۹
۹	سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۴۵	۲۳	جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال	۶۰
۱۰	سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء	۴۷	۲۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۳
۱۱	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۴۷	۲۵	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کا منسوخ کرنا	۶۴
۱۲	آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۴۸	۲۶	فاقتلوا المشرکین سے منسوخ ہونے والی آیات کا بیان	۶۵
۱۳	ان مشرکین کا مصداق جن کو چار ماہ کی مہلت دی گئی	۴۹			

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	فاقتلوا المشرکین میں قتل کے عمومی حکم سے مستثنیٰ افراد	۶۶
۲۸	فاقتلوا المشرکین ۔ الاٰیۃ سے ائمہ ثلاثہ کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال اور اس کے جوابات	۶۶
۲۹	مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قتال سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۶۹
۳۰	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۷۰
۳۱	مشرکین کو دارالاسلام میں آنے کی اجازت دینے کے مسائل اور احکام	۷۰
۳۲	کیف یکون للمشرکین عہد (۱۶-۷)	۷۲
۳۳	ان مشرکین کا بیان جنہوں نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی اور جنہوں نے اس معاہدہ کی پابندی کی	۷۴
۳۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۷۵
۳۵	بعض سوالوں کے جوابات	۷۶
۳۶	اہل قبلہ کی تکفیر اور عدم تکفیر میں مذاہب	۷۶
۳۷	صحابہ کرام کو دینی بھائی کے بجائے میرے اصحاب کیوں فرمایا؟	۷۸
۳۸	کسی شخص کے تعارف میں اس کی خصوصی صفات ذکر کی جائیں	۷۸
۳۹	کفر کے علم برداروں کا مصداق	۷۹
۴۰	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۷۹
۴۱	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے سے متعلق مذاہب فقہاء	۸۱
۴۲	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۸۱
۴۳	شریعت کی توہین کرنے والا تورات کی تصریح کے مطابق واجب القتل ہے	۸۵
۴۴	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۸۶
۴۵	فتح مکہ کے لیے جہاد کرنے کے فوائد	۸۶
۴۶	اللہ تعالیٰ کو مستقبل کے واقعات کا علم ہے اور جس چیز کا مطلقاً وقوع نہ ہو اس کے وقوع کو اللہ کا علم شامل نہیں	۸۸
۴۷	سورۃ التوبہ کی آیت:۱۶ کے چند تراجم	۸۹
۴۸	ما کان للمشرکین ان یعمروا (۲۴-۱۷)	۸۹
۴۹	تعمیر کا معنی	۹۲
۵۰	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں مذاہب فقہاء	۹۲
۵۱	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں علماء دیوبند کا نظریہ	۹۴
۵۲	مسجد بنانے کا جواز اور استحقاق کن امور پر موقوف ہے	۹۵
۵۳	مسجد بنانے کے انحصار میں ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی توجیہات	۹۵
۵۴	مسجد بنانے کے فضائل اور مسجد کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۹۵
۵۵	مسجد کے احکام کے متعلق احادیث	۹۷
۵۶	اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے	۹۸
۵۷	سابقین صحابہ کی فضیلت اور اللہ کی رضا کا جنت سے افضل ہونا	۹۹
۵۸	کفار اور مشرکین سے محبت کا تعلق رکھنا منع	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے اور بغیر محبت کے معاملات جائز ہیں	۱۰۰
۵۹	اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قریبی اعزہ، وطن، تجارت اور مال و دولت سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہونا	۱۰۲
۶۰	صحابہ کرام محبت کے اس معیار کا کامل نمونہ تھے	۱۰۳
۶۱	لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ (۲۵-۲۹)	۱۰۵
۶۲	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۱۰۷
۶۳	وادی حنین کا محل وقوع	۱۰۷
۶۴	اہلِ حنین کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری	۱۰۷
۶۵	نبی ﷺ کی اہلِ حنین سے جہاد کی تیاری	۱۰۷
۶۶	نبی ﷺ کا غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہونا	۱۰۸
۶۷	بعض نو مسلم صحابہ کا حنین کے راستے میں ذات انواط کی تمنا کرنا	۱۰۸
۶۸	حنین میں ابتدائی شکست، شکست کے اسباب اور آپ کو چھوڑ کر بھاگنے والوں کی تعداد	۱۰۸
۶۹	غزوۂ حنین میں ابتدائی شکست کے بعد فتح اور کامرانی	۱۰۹
۷۰	یوم حنین میں فرشتوں کا نزول	۱۱۰
۷۱	اہل حنین کو عذاب دینے کا معنی	۱۱۰
۷۲	اہل حنین میں سے ہوازن اور ثقیف کا اسلام قبول کرنا	۱۱۱
۷۳	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۴	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۵	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۶	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۱۱۳
۷۷	ربط آیات اور مناسبت	۱۱۵
۷۸	جزیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۱۵
۷۹	جزیہ کن سے وصول کیا جائے گا	۱۱۶
۸۰	جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء	۱۱۷
۸۱	وقالت الیہود عزیر ابن اللہ (۳۰-۳۵)	۱۱۸
۸۲	حضرت عزیر کا نام و نسب، ان کا تعارف اور ان کو ابن اللہ کہنے کا سبب	۱۱۹
۸۳	آیا حضرت عزیر نبی ہیں یا نہیں	۱۲۱
۸۴	احبار اور رہبان کا معنی	۱۲۱
۸۵	قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے دینی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت	۱۲۲
۸۶	نبی کے سوا کسی بشر کا قول خطا سے معصوم نہیں	۱۲۲
۸۷	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے صدق پر دلائل	۱۲۵
۸۸	تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ	۱۲۶
۸۹	یہودی اور عیسائی علماء کے مال کھانے کے ناجائز طریقے	۱۲۶
۹۰	کنز کا معنی	۱۲۷
۹۱	زکوٰۃ نہ دے کر مال جمع کرنے والوں کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مذمت	۱۲۷
۹۲	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ موجب عذاب نہیں ہے	۱۲۸
۹۳	ادائیگی زکوٰۃ کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ	۱۲۹
۹۴	ان عدۃ الشہور عند اللہ (۳۶-۳۷)	۱۳۱
۹۵	عبادات اور معاملات میں قمری تقویم کا اعتبار	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے	۱۳۲
۹۶	حرمت والے مہینوں کا بیان اور ان کا شرعی حکم	۱۳۲
۹۷	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو موخر کرنا	۱۳۳
۹۸	یایہا الذین امنوا مالکم (۴۲-۳۸)	۱۳۳
۹۹	غزوۂ تبوک کی تیاری	۱۳۵
۱۰۰	جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب	۱۳۶
۱۰۱	غار ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت	۱۳۷
۱۰۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ	۱۴۰
۱۰۳	خفافا وثقالا کے معنی	۱۴۲
۱۰۴	جہاد کی اقسام	۱۴۳
۱۰۵	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۱۴۴
۱۰۶	عفا اللہ عنک لم اذنت لہم (۴۹-۴۳)	۱۴۴
۱۰۷	عفا اللہ عنک کے متعلق مفسرین سابقین کی تقاریر	۱۴۶
۱۰۸	عفا اللہ عنک کے متعلق مصنف کی تقریر	۱۴۷
۱۰۹	جب منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ کو ناپسند تھا تو ان کی مذمت کیوں کی گئی؟	۱۴۹
۱۱۰	تمام مخلوق میں نیکی کی صلاحیت کیوں نہیں پیدا کی گئی	۱۵۰
۱۱۱	ان تصبک حسنۃ تسؤہم (۵۹-۵۰)	۱۵۱
۱۱۲	مسئلہ تقدیر	۱۵۴
۱۱۳	مسلمانوں اور منافقوں کی دو حالتوں کی تفصیل	۱۵۵
۱۱۴	شان نزول	۱۵۵
۱۱۵	کافر کی زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں پر اجر ملنے یا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نہ ملنے کی تحقیق	۱۵۶
۱۱۶	مال اور اولاد کا سبب عذاب ہونا	۱۵۸
۱۱۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق احادیث	۱۵۹
۱۱۸	جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا آپ نے اس کو سزا کیوں نہیں دی؟	۱۶۰
۱۱۹	جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اسی کی نسل سے خارجی پیدا ہوئے	۱۶۱
۱۲۰	خارجیوں کے ظہور کا سبب	۱۶۱
۱۲۱	خارجیوں کے متعلق اہل سنت کا نظریہ	۱۶۱
۱۲۲	خارجیوں کی علامت	۱۶۲
۱۲۳	عذاب کے خوف، ثواب کے شوق اور محض رضاء الٰہی کے لیے عبادت کرنے کے تین مراتب	۱۶۲
۱۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عطا کرنے کی نسبت	۱۶۳
۱۲۵	انما الصدقات للفقراء (۶۶-۶۰)	۱۶۳
۱۲۶	آیات سابقہ کے ساتھ ارتباط	۱۶۵
۱۲۷	زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	۱۶۶
۱۲۸	زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	۱۶۸
۱۲۹	فقیر کا معنی	۱۶۹
۱۳۰	مسکین کا معنی	۱۷۰
۱۳۱	فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہب ائمہ اور تحقیق مقام	۱۷۰
۱۳۲	والعاملین علیہا کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۱۷۱
۱۳۳	مولفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ میں سے دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ	۱۷۴
۱۳۵	غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے تملیک ضروری نہیں	۱۷۴
۱۳۶	زکوٰۃ کے تمام مصارف میں تملیک ضروری ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	۱۷۶
۱۳۷	تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ	۱۷۷
۱۳۸	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا	۱۷۸
۱۳۹	آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ	۱۷۹
۱۴۰	زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ	۱۷۹
۱۴۱	زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ	۱۷۹
۱۴۲	زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ	۱۸۰
۱۴۳	کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا جواز	۱۸۰
۱۴۴	منافقین کا نبی ﷺ کو "کان" کہنا اور اس پر اللہ کا رد کرنا	۱۸۱
۱۴۵	شانِ نزول اور اللہ اور رسول کے لیے ضمیر واحد لانے کی توجیہ	۱۸۲
۱۴۶	نبی ﷺ کو منافقین کا علم عطا کیا جانا	۱۸۳
۱۴۷	نبی ﷺ کی شان میں توہین کا لفظ کہنا کفر ہے خواہ توہین کی نیت ہو یا نہیں	۱۸۴
۱۴۸	المنفقون والمنفقت بعضهم من بعض (۶۷-۷۲)	۱۸۵
۱۴۹	اللہ تعالیٰ کے بھلانے کا معنی	۱۸۷
۱۵۰	عذاب مقیم کا معنی	۱۸۸
۱۵۱	منافقین کی پہلے زمانہ کے کافروں کے ساتھ مشابہت	۱۸۸
۱۵۲	سابقہ قوموں کے عذاب سے منافقوں کو نصیحت فرمانا	۱۸۹
۱۵۳	منافقوں اور مومنوں میں تقابل	۱۹۰
۱۵۴	دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور جنت کی نعمتیں	۱۹۰
۱۵۵	اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا سب سے بڑی نعمت ہونا	۱۹۲
۱۵۶	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	۱۹۴
۱۵۷	یایها النبی جاهد الکفار (۷۳-۸۰)	۱۹۴
۱۵۸	منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ	۱۹۶
۱۵۹	اس حدیث کی تحقیق کہ میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں (الحدیث)	۱۹۷
۱۶۰	منافقین نے جو کلمۂ کفر کہا تھا اس کے متعلق مفسرین کے اقوال	۱۹۸
۱۶۱	منافق جس مقصد کو حاصل نہ کر سکے اس کے متعلق مفسرین کے اقوال	۲۰۰
۱۶۲	منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل	۲۰۰
۱۶۳	جلاس بن سوید کی توبہ	۲۰۰
۱۶۴	اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے والا منافق	۲۰۱
۱۶۵	یہ منافق حضرت ثعلبہ بن حاطب تھے یا کوئی اور شخص؟	۲۰۲
۱۶۶	حضرت ثعلبہ بن حاطب کے بدری صحابی ہونے پر تصریحات	۲۰۳
۱۶۷	حضرت ثعلبہ بن حاطب کو منافق قرار دینے والی روایت کا شدید ضعف	۲۰۴
۱۶۸	اس روایت کے راویوں پر جرح	۲۰۵
۱۶۹	اس روایت پر درایتاً جرح	۲۰۶
۱۷۰	اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ے مزاج کے خلاف ہونا	۲۰۷
۱۷۱	سورۃ التوبہ کی ان آیات کا صحیح مصداق	۲۰۸
۱۷۲	اس روایت کی تحقیق میں حرف آخر	۲۰۹
۱۷۳	صحابہ کرام کے صدقات پر منافقین کے طعنے	۲۰۹
۱۷۴	عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شانِ نزول	۲۱۰
۱۷۵	عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	۲۱۰
۱۷۶	اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات	۲۱۱
۱۷۷	ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح	۲۱۲
۱۷۸	فرح المخلفون بمقعدهم (۸۱-۸۹)	۲۱۳
۱۷۹	ربط آیات	۲۱۵
۱۸۰	دوزخ کی گرمی	۲۱۵
۱۸۱	کم ہنسنے اور زیادہ رونے کی تلقین	۲۱۵
۱۸۲	غزوۂ تبوک کے بعد منافقوں کو کسی غزوہ میں شرکت سے ممانعت کی توجیہ	۲۱۶
۱۸۳	منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا شانِ نزول	۲۱۷
۱۸۴	عبداللہ بن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات	۲۱۷
۱۸۵	مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات	۲۱۸
۱۸۶	کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟	۲۲۰
۱۸۷	دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا، اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال	۲۲۱
۱۸۸	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال	۲۲۲
۱۸۹	وجاء المعذرون من الاعراب (۹۰-۹۳)	۲۲۳
۱۹۰	معذورین کی اقسام	۲۲۴
۱۹۱	جہاد اور نماز میں معذورین کے متعلق احادیث	۲۲۴
۱۹۲	اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۳	کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۵	ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۶	عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۷
۱۹۷	بڑے سے بڑا نیک بھی اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے مستغنی نہیں	۲۲۷
۱۹۸	عبادت سے محروم ہونے کی بناء پر رونا	۲۲۸
۱۹۹	یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیهم (۹۴-۹۹)	۲۲۹
۲۰۰	اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا	۲۳۱
۲۰۱	منافقین سے ترکِ تعلق کا حکم	۲۳۱
۲۰۲	العرب اور الاعراب کا معنی	۲۳۲
۲۰۳	الاعراب سے مراد مدینہ کے گرد رہنے والے دیہاتی ہیں	۲۳۴
۲۰۴	اعراب کی سنگ دلی اور شقاوت	۲۳۴
۲۰۵	الدوائر اور دائرۃ السوء کے معانی	۲۳۵
۲۰۶	شانِ نزول اور ربط آیات	۲۳۵
۲۰۷	قربات اور صلوات کے معنی	۲۳۵
۲۰۸	والسابقون الاولون من المهاجرين (۱۰۰-۱۰۶)	۲۳۶
۲۰۹	مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین کے مصادیق میں اقوال	۲۳۸
۲۱۰	مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے والوں کی تفصیل	۲۳۹
۲۱۱	مہاجرین اور انصار کے فضائل	۲۳۹
۲۱۲	اللہ کی رضا اس پر موقوف ہے کہ مہاجرین اور انصار کی نیکیوں میں ان کی اتباع کی جائے	۲۴۲
۲۱۳	مدینہ سے باہر کے منافقین اور ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات	۲۴۳
۲۱۴	دو مرتبہ عذاب دینے کی تفصیل	۲۴۴
۲۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بنام منافقین کو مسجد سے نکالنا	۲۴۵
۲۱۶	حضرت ابولبابہ کی توبہ	۲۴۶
۲۱۷	حضرت ابولبابہ کی توبہ اور شانِ نزول	۲۴۷
۲۱۸	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً اور انفراداً صلوٰۃ بھیجنے کی تحقیق	۲۴۸
۲۱۹	صلوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی	۲۴۸
۲۲۰	انبیاء علیہم السلام پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب فقہاء	۲۴۸
۲۲۱	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے میں جمہور کا موقف	۲۵۹
۲۲۲	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۴۹
۲۲۳	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل	۲۵۰
۲۲۴	صدقہ کی ترغیب	۲۵۱
۲۲۵	صدقہ کی فضیلت میں احادیث	۲۵۲
۲۲۶	نیک اعمال کا حکم دینے اور برے اعمال سے روکنے کی وجہ	۲۵۴
۲۲۷	انسان کے اعمال کو زندہ اور مردہ لوگ دیکھتے رہتے ہیں	۲۵۵
۲۲۸	غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ جانے والوں کی چار	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	قسمیں	۲۵۵
۲۲۹	والذین اتخذوا مسجدا ضرارا (۱۱۰-۱۰۷)	۲۵۶
۲۳۰	مسجد ضرار کا پس منظر و پیش منظر	۲۵۶
۲۳۱	مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت	۲۵۸
۲۳۲	اس مسجد کا مصداق جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی	۲۵۹
۲۳۳	مسجد نبوی اور روضہ رسول کی زیارت کے فضائل	۲۶۰
۲۳۴	مسجد قبا کے فضائل	۲۶۱
۲۳۵	پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی فضیلت	۲۶۱
۲۳۶	مشکل الفاظ کے معانی	۲۶۲
۲۳۷	منافقین کے شک میں پڑنے کی وجوہ	۲۶۲
۲۳۸	ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم (۱۱۴-۱۱۱)	۲۶۳
۲۳۹	اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خریدنا	۲۶۴
۲۴۰	تورات اور انجیل میں اللہ کے عہد کا ذکر	۲۶۵
۲۴۱	جنت کے بدلہ میں جان و مال کی بیع کی تاکیدات	۲۶۵
۲۴۲	اس بیع کے بعد معصیت کا بہت سنگین ہونا	۲۶۶
۲۴۳	التائبون کا معنی	۲۶۶
۲۴۴	العابدون کا معنی	۲۶۷
۲۴۵	الحامدون کا معنی	۲۶۷
۲۴۶	السائحون کا معنی	۲۶۸
۲۴۷	الراکعون الساجدون کا معنی	۲۶۸
۲۴۸	الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر کا معنی	۲۶۹
۲۴۹	الحافظون لحدود اللہ کا معنی	۲۷۰
۲۵۰	ابوطالب کا مرتے وقت کلمہ نہ پڑھنا	۲۷۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵۱	ابو طالب کے ایمان کے متعلق ایک روایت کا جواب	۲۷۱
۲۵۲	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر اعتراض کا جواب	۲۷۲
۲۵۳	مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی توجیہات	۲۷۳
۲۵۴	زندہ کافروں کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کا جواز	۲۷۴
۲۵۵	آزر کے لیے حضرت ابرہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ	۲۷۵
۲۵۶	اواہ کا معنی	۲۷۵
۲۵۷	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کی توجیہ	۲۷۵
۲۵۸	وما کان اللہ لیضل قوما (۱۱۸-۱۱۵)	۲۷۶
۲۵۹	اشیاء میں اصل اباحت ہے	۲۷۷
۲۶۰	آیات سابقہ سے ارتباط کی وجوہ	۲۷۸
۲۶۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول فرمانے کی توجیہات	۲۷۸
۲۶۲	مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کا محمل	۲۷۹
۲۶۳	غزوہ تبوک کی تنگی اور سختی	۲۸۰
۲۶۴	اللہ تعالیٰ کا بار بار توبہ قبول فرمانا	۲۸۱
۲۶۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تبوک کے غازیوں اور تین مخلفین کی توبہ کا باہمی فرق	۲۸۲
۲۶۶	حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونے کی تفصیل	۲۸۲
۲۶۷	یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ (۱۱۹-۱۲۲)	۲۸۷
۲۶۸	صدق کے متعلق احادیث	۲۸۸
۲۶۹	صدق کی عقلی فضیلت	۲۸۹
۲۷۰	لشکر اسلام کے ساتھ تمام مسلمانوں کے روانہ ہونے کے وجوب کی تحقیق	۲۹۰
۲۷۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چھوٹی اور بڑی نیکی مقبول ہے	۲۹۱
۲۷۲	تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کا فرض کفایہ ہونا	۲۹۲
۲۷۳	حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا	۲۹۲
۲۷۴	حصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل	۲۹۳
۲۷۵	حصول علم دین کے فرض کفایہ ہونے کا محمل	۲۹۳
۲۷۶	علم دین کے فضائل	۲۹۳
۲۷۷	فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۹۴
۲۷۸	تقلید شخصی پر دلائل	۲۹۴
۲۷۹	مسائل فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب	۲۹۶
۲۸۰	یایھا الذین امنوا قاتلوا (۱۲۹-۱۲۳)	۲۹۸
۲۸۱	قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتداء کرنے کی وجوہ	۳۰۰
۲۸۲	دنیا اور آخرت میں منافقین کے عذاب کی تفصیل	۳۰۱
۲۸۳	قرآن مجید سے منافقین کی نفرت اور بیزاری	۳۰۱
۲۸۴	سابقہ آیات سے ارتباط	۳۰۲
۲۸۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات	۳۰۲
۲۸۶	من انفسکم کا معنی	۳۰۲
۲۸۷	من انفسکم کا معنی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفیس ترین ہونا)	۳۰۳
۲۸۸	امت پر سخت احکام کا آپ پر دشوار ہونا	۳۰۵
۲۸۹	دنیا اور آخرت میں امت کی فلاح پر آپ کا حریص ہونا	۳۰۶
۲۹۰	اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۰۷
۲۹۱	عرش کا معنی	۳۰۷
۲۹۲	عرش کے متعلق احادیث و آثار	۳۰۸
۲۹۳	عرش کی تفسیر میں اقاویل علماء	۳۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹۴	آیا سورۂ توبہ کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے یا نہیں	۳۰۹
۲۹۵	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی سے لقد جاء کم رسول من انفسکم الایہ کا سورۂ توبہ میں درج ہونا	۳۱۰
۲۹۶	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کا دو گواہوں کے برابر ہونا	۳۱۱
۲۹۷	لقد جاء کم رسول من انفسکم - الایہ کے وظیفہ سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت	۳۱۲
۲۹۸	حسبی اللہ لا الہ الا ھو پڑھنے کی فضیلت	۳۱۲
۲۹۹	کلماتِ تشکر	۳۱۳
	سورۂ یونس	۳۱۵
۳۰۰	سورۃ کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ	۳۱۷
۳۰۱	سورۂ یونس کا زمانہ نزول	۳۱۸
۳۰۲	سورۃ التوبہ اور سورۂ یونس کی مناسبت	۳۱۸
۳۰۳	سورۂ یونس کے مسائل اور مقاصد	۳۱۹
۳۰۴	الرٰ تلک ایت الکتاب الحکیم (۱۰-۱)	۳۲۰
۳۰۵	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۳۲۲
۳۰۶	آپ کی نبوت پر مشرکین کا تعجب اور اس کا ازالہ	۳۲۳
۳۰۷	قدم صدق کے متعدد محامل	۳۲۴
۳۰۸	آپ کو ساحر کہنے کا جواب	۳۲۵
۳۰۹	مشرکین کے تعجب کو زائل کرنا	۳۲۵
۳۱۰	حشر اجساد پر دلائل	۳۲۵
۳۱۱	عدل کے ساتھ جزا دینے کی توجیہ	۳۲۷
۳۱۲	سورج سے الوہیت اور توحید پر استدلال	۳۲۸
۳۱۳	تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے	۳۲۸
۳۱۴	منکرین حشر کے احوال	۳۲۹
۳۱۵	حشر پر ایمان لانے والوں کے احوال	۳۲۹
۳۱۶	اہلِ جنت کی گفتگو کا معمول	۳۳۰
۳۱۷	ولو یعجل اللہ للناس (۲۰-۱۱)	۳۳۰
۳۱۸	اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور اپنے اموال کو بددعا دینے کی ممانعت	۳۳۳
۳۱۹	کافر کے مُسرف ہونے کی وجوہ	۳۳۴
۳۲۰	نزول مصیبت کے وقت مسلمانوں کی فکر اور عمل کیا ہونا چاہیے؟	۳۳۴
۳۲۱	کافر کو مُسرف فرمانے کی وجوہ	۳۳۶
۳۲۲	اللہ تعالیٰ کے آزمانے پر اعتراض کا جواب	۳۳۷
۳۲۳	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	۳۳۷
۳۲۴	لننظر کے چند مشہور تراجم	۳۳۸
۳۲۵	مشرکین کا یہ مطالبہ کہ آپ قرآن مجید کو بدل ڈالیں	۳۳۸
۳۲۶	قرآن مجید میں تبدیلی کے مطالبہ کی وجوہات	۳۳۹
۳۲۷	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۳۳۹
۳۲۸	قران مجید کا وحی الٰہی ہونا	۳۴۰
۳۲۹	غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے پر دلائل	۳۴۰
۳۳۰	بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دینے میں مشرکین کے نظریات	۳۴۰
۳۳۱	جس چیز کے وجود کا اللہ کو علم نہ ہو اس کا وجود محال ہے	۳۴۱
۳۳۲	ابتداء میں تمام لوگوں کے مسلمان ہونے پر احادیث اور آثار	۳۴۱
۳۳۳	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۳۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳۴	واذا اذقنا الناس رحمة (۳۰-۲۱)	۳۴۳
۳۳۵	مصائب کے بعد کفار پر رحم فرمانا	۳۴۶
۳۳۶	مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا	۳۴۷
۳۳۷	علامہ آلوسی، شیخ شوکانی اور نواب بھوپالی کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کو ناجائز قرار دینا	۳۴۸
۳۳۸	علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات پر تبصرہ	۳۴۹
۳۳۹	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے معاملہ میں راہ اعتدال	۳۵۱
۳۴۰	بغاوت کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۳۵۲
۳۴۱	زمین کی پیداوار کی دنیا کے ساتھ مثال	۳۵۳
۳۴۲	جنت کے داعی کے متعلق احادیث	۳۵۳
۳۴۳	جنت کو دار السلام کہنے کی وجوہات	۳۵۴
۳۴۴	محشر میں مومنین کی عزت اور سرفرازی	۳۵۴
۳۴۵	اللہ تعالیٰ کا دیدار	۳۵۵
۳۴۶	اللہ تعالیٰ کے حجاب سے کیا مراد ہے؟	۳۵۵
۳۴۷	محشر میں کفار کی ذلت اور رسوائی	۳۵۶
۳۴۸	قیامت کے دن شرکاء کی مشرکین سے بیزاری اور شرکاء کا مصداق	۳۵۸
۳۴۹	شرکاء کے کلام پر کذب کا اعتراض اور اس کے جوابات	۳۵۹
۳۵۰	قل من یرزقکم من السماء والارض (۴۰-۳۱)	۳۵۹
۳۵۱	توحید کے اثبات پر دلائل	۳۶۱
۳۵۲	شرک کا بطلان	۳۶۳
۳۵۳	قیاس اور خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۳۶۳
۳۵۴	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل	۳۶۴
۳۵۵	تورات میں نبی ﷺ کی آمد کی خوشخبری	۳۶۴
۳۵۶	قرآن مجید کی پیش گوئیاں جو مستقبل میں پوری ہوئیں	۳۶۵
۳۵۷	قرآن مجید کے تفصیل الکتاب ہونے کا معنی	۳۶۶
۳۵۸	وان کذبوک فقل لی عملی (۵۳-۴۱)	۳۶۷
۳۵۹	ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے	۳۶۹
۳۶۰	کفار کے ایمان نہ لانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۷۰
۳۶۱	قیام دنیا کو کم سمجھنے کی وجوہات	۳۷۱
۳۶۲	ہر امت کے پاس اس کے رسول آنے کے دو محمل	۳۷۲
۳۶۳	اس سوال کا جواب کہ مشرکین پر عذاب جلدی کیوں نہیں آتا	۳۷۳
۳۶۴	نزول عذاب کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں	۳۷۳
۳۶۵	وہابی علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کرنا	۳۷۴
۳۶۶	آپ سے ضرر اور نفع بالذات پہنچانے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً	۳۷۵
۳۶۷	اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۶
۳۶۸	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۷
۳۶۹	وصال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور استغاثہ کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۸
۳۷۰	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کی تکفیر کا بطلان	۳۸۰
۳۷۱	عذاب کی وعید کا برحق ہونا	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷۲	ولو ان لکل نفس ظلمت ما فی الارض (۶۰-۵۴)	۳۸۲
۳۷۳	ظالموں سے فدیہ نہ قبول کیا جانا	۳۸۳
۳۷۴	ظالموں کے پشیمانی چھپانے کی توجیہ	۳۸۴
۳۷۵	ظالموں کے درمیان عدل سے فیصلہ کی توجیہ	۳۸۴
۳۷۶	وعید عذاب کے برحق ہونے پر دلائل	۳۸۴
۳۷۷	ظاہری ملکیت پر نازاں ہونے والوں کو متنبہ فرمانا	۳۸۵
۳۷۸	روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا	۳۸۵
۳۷۹	قرآن مجید سے قلبی اور روحانی امراض کے علاج کے چار مدارج	۳۸۶
۳۸۰	قرآن مجید سے جسمانی شفاء حاصل کرنے کی تحقیق	۳۸۷
۳۸۱	تمیمہ اور تولہ وغیرہ کے معنی اور ان کا شرعی حکم	۳۸۸
۳۸۲	قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے حصول کے متعلق احادیث اور آثار	۳۸۹
۳۸۳	کلمات طیبہ سے دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث	۳۹۲
۳۸۴	دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق حضرت ابن مسعود کا ارشاد اور امام بغوی سے اس کی توجیہ	۳۹۳
۳۸۵	تعویذ اور دم کی ممانعت کے متعلق ابن عکیم اور حضرت عقبہ بن عامر کا ارشاد اور امام بیہقی، امام ابن الاثیر اور دیگر علماء سلف کی توجیہ	۳۹۳
۳۸۶	تعویذ لٹکانے کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت اور اس کے حوالہ جات	۳۹۴
۳۸۷	حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت کے صحیح اور حسن نہ ہونے اور مدرج ہونے کے جوابات	۳۹۵
۳۸۸	تعویذ کے جواز کی روایت کا ایک حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب	۳۹۷
۳۸۹	روایت حدیث میں امام محمد بن اسحٰق کا مقام	۳۹۷
۳۹۰	امام محمد بن اسحٰق کو کاذب کہنے کا جواب	۳۹۹
۳۹۱	عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ پر جرح کا جواب	۴۰۰
۳۹۲	عمرو بن شعیب کی اس روایت سے استدلال کرنے والے علماء	۴۰۲
۳۹۳	بعض تابعین کے اقوال کی توجیہ	۴۰۳
۳۹۴	تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق فقہاء تابعین کے فتاویٰ	۴۰۳
۳۹۵	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق علامہ شامی حنفی کی تصریح	۴۰۳
۳۹۶	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور دیوبندی عالم شیخ محمد زکریا سہارنپوری کی تصریح	۴۰۴
۳۹۷	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصریح	۴۰۵
۳۹۸	تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق علامہ ذہبی کی تصریح اور خواب میں ڈرنے کا تعویذ	۴۰۵
۳۹۹	تعویذ لٹکانے کے متعلق علامہ ابن قیم جوزی کی تصریحات اور بخار کا تعویذ	۴۰۶
۴۰۰	وضع حمل میں تنگی اور مشکل کے متعلق تعویذ	۴۰۶
۴۰۱	نکسیر کے متعلق تعویذ	۴۰۸
۴۰۲	دل یا سینہ میں درد (انجائنا) کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۳	میعادی بخار (ٹائیفائیڈ) مثلاً تین دن کے بخار کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۴	عرق النساء کے لیے تعویذ	۴۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۰۵	گھٹیا کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۶	ڈاڑھ کے درد کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۷	پھوڑے، پھنسیوں اور آبلوں اور ہر قسم کی انفیکشن کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۸	اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مصداق	۴۰۹
۴۰۹	رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار	۴۰۹
۴۱۰	مشرکین کی خود ساختہ شریعت کی مذمت	۴۱۰
۴۱۱	تقشف اور بناوٹی زہد اللہ کی ناشکری ہے	۴۱۲
۴۱۲	وما تکون فی شان وما تتلوا منہ (۶۱-۷۰)	۴۱۳
۴۱۳	مشکل الفاظ کے معانی اور آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۴۱۵
۴۱۴	زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ	۴۱۵
۴۱۵	ولی کا لغوی معنی	۴۱۶
۴۱۶	ولی کا اصطلاحی معنی	۴۱۶
۴۱۷	ولی کے مصداق اور ان کے فضائل کے متعلق احادیث اور آثار	۴۱۷
۴۱۸	اللہ اپنے محبوب بندے کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے، اس کی توجیہ	۴۱۸
۴۱۹	اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے کی توجیہ	۴۱۹
۴۲۰	ولی کے فضائل کے متعلق مزید احادیث	۴۲۰
۴۲۱	ابدال کے متعلق احادیث اور آثار اور ان کی فنی حیثیت	۴۲۱
۴۲۲	احادیث ابدال کا معناً متواتر ہونا	۴۲۳
۴۲۳	احادیث ابدال کی مزید توثیق	۴۲۵
۴۲۴	نجباء اور نقباء وغیرہ کی تعداد	۴۲۵
۴۲۵	ولی کی صفات	۴۲۵
۴۲۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا	۴۲۷
۴۲۷	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۲۸
۴۲۸	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۲۹
۴۲۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۳۰
۴۳۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک روایت پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۴۳۱
۴۳۱	امام اعظم کے اخلاق، زہد و تقویٰ، عبادت اور خوفِ خدا	۴۳۲
۴۳۲	افعالِ خارقہ (خلافِ عادت کاموں) کی اقسام اور کرامت کی تعریف	۴۳۴
۴۳۳	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۴۳۵
۴۳۴	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں احادیث صحیحہ اور کرامت کے اختیاری ہونے میں علماء کی تصریحات	۴۳۷
۴۳۵	اولیاء اللہ کے لیے دنیا میں غم اور خوف کا ثبوت	۴۴۱
۴۳۶	اولیاء اللہ کے دنیا کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۴۴۲
۴۳۷	اولیاء اللہ کے لیے آخرت کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۴۴۳
۴۳۸	اولیاء اللہ کے غم اور خوف کی امام رازی کی طرف سے توجیہ	۴۴۴
۴۳۹	اولیاء اللہ کے لیے دنیا اور آخرت میں بشارت	۴۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا	۴۴۷
۴۴۱	شرک کے ابطال پر دلائل	۴۴۷
۴۴۲	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا محال ہونا	۴۴۸
۴۴۳	کفار کے ناکام ہونے کی واضح دلیل	۴۴۹
۴۴۴	واتل علیھم نبانوح (۸۲-۷۱)	۴۴۹
۴۴۵	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۴۵۱
۴۴۶	ربط آیات اور انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں	۴۵۱
۴۴۷	حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو مقدم کرنے کی وجہ	۴۵۲
۴۴۸	حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کی ناگواری کی وجوہ	۴۵۲
۴۴۹	حضرت نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین میں کفار کا کوئی خوف تھا نہ ان سے کسی نفع کی توقع تھی	۴۵۲
۴۵۰	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا انجام	۴۵۳
۴۵۱	کافروں کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۴۵۴
۴۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	۴۵۴
۴۵۳	فرعون اور اس کے درباریوں کے قول میں تعارض کا جواب اور حضرت موسیٰ کے معجزہ کا جادو نہ ہونا	۴۵۴
۴۵۴	قوم فرعون کے بیان کردہ دو عذر	۴۵۵
۴۵۵	جادو کا حکم دینے کی توجیہ	۴۵۵
۴۵۶	فما امن لموسی الا ذریۃ (۹۲-۸۳)	۴۵۵
۴۵۷	ربط آیات اور فرعون کے واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۴۵۷
۴۵۸	حضرت موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کا مصداق	۴۵۷
۴۵۹	اسلام اور ایمان کا معنی اور اس معنی پر توکل کا متفرع ہونا	۴۵۸
۴۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی دعا کے دو محمل	۴۵۸
۴۶۱	بنی اسرائیل کے گھروں کو قبلہ بنانے کے محامل	۴۵۹
۴۶۲	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	۴۶۰
۴۶۳	اللہ کے راستے سے گمراہ کرنے کی دعا کی توجیہات	۴۶۰
۴۶۴	دعا کی قبولیت میں جلدی کی امید رکھنا جہالت ہے	۴۶۱
۴۶۵	بنی اسرائیل کی قوم فرعون سے نجات اور فرعون کا غرق ہونا	۴۶۱
۴۶۶	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	۴۶۲
۴۶۷	فرعون کے منہ میں حضرت جبرئیل کا مٹی ڈالنا اور اس پر اشکال کا جواب	۴۶۳
۴۶۸	قرآن مجید کی صداقت	۴۶۳
۴۶۹	ولقد بوانا بنی اسرائیل (۱۰۶-۹۳)	۴۶۳
۴۷۰	بظاہر رسول اللہ ﷺ کی طرف قرآن میں شک کرنے کی نسبت اور اس سے عام لوگوں کا مراد ہونا	۴۶۶
۴۷۱	شک کی نسبت کا عام لوگوں کی طرف ہونا	۴۶۷
۴۷۲	شک کی نسبت کے متعلق بعض تراجم	۴۶۷
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا معنی	۴۶۸
۴۷۴	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۴۶۹
۴۷۵	حضرت یونس علیہ السلام کا نام و نسب	۴۶۹
۴۷۶	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	۴۶۹
۴۷۷	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	۴۷۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷۸	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	۴۷۰
۴۷۹	ربط آیات	۴۷۳
۴۸۰	آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا	۴۷۴
۴۸۱	حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ	۴۷۴
۴۸۲	حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور بارگاہ رسالت میں ان کا بلند مقام	۴۷۵
۴۸۳	حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید	۴۷۶
۴۸۴	سید مودودی کی تنقید پر مصنف کا تبصرہ	۴۷۷
۴۸۵	روئے زمین کے تمام لوگوں کو مومن بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے لیکن اس کی حکمت میں نہیں	۴۷۸
۴۸۶	انسان مجبور محض ہے نہ مختار مطلق	۴۷۹
۴۸۷	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلیل	۴۷۹
۴۸۸	مومنوں کو ثواب عطا فرمانے کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی وجہ سے ہے	۴۸۰
۴۸۹	اسلام کا فطرت کے مطابق ہونا اور کفر کا خلاف فطرت ہونا	۴۸۱
۴۹۰	ریاکاری کا شرک خفی ہونا	۴۸۱
۴۹۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سے منع کرنے میں امت کی طرف تعریض ہے	۴۸۱
۴۹۲	وان یمسسک اللہ بضر (۱۰۷-۱۰۹)	۴۸۲
۴۹۳	اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود اپنے بندوں کو نفع پہنچانا ہے نہ کہ ضرر پہنچانا	۴۸۲
۴۹۴	اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے اور ظاہر کرنا حرام ہے	۴۸۳
۴۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تبلیغ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کردی ہے	۴۸۵
۴۹۶	لفظ "وکیل" کے چند تراجم	۴۸۵
۴۹۷	زیادتیوں پر صبر کرنے کا حکم	۴۸۵
۴۹۸	سورۂ یونس کی اختتامی دعا	۴۸۶
	سورۃ ھود	۴۸۷
۴۹۹	سورۃ کا نام	۴۸۹
۵۰۰	سورۃ ھود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام	۴۹۰
۵۰۱	سورۃ ھود کی سورۃ یونس کے ساتھ مناسبت	۴۹۰
۵۰۲	سورۃ ھود کے متعلق احادیث	۴۹۰
۵۰۳	سورۃ ھود کے مضامین	۴۹۱
۵۰۴	الٓر کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصلت (۱-۵)	۴۹۳
۵۰۵	قرآن مجید کی آیات کے محکم ہونے کے معانی	۴۹۳
۵۰۶	استغفار کے حکم کے بعد توبہ کے حکم کی توجیہ	۴۹۴
۵۰۷	دنیا میں کافروں کی خوشحالی اور مسلمانوں کی بدحالی کی توجیہ	۴۹۴
۵۰۸	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر دینے کی تحقیق	۴۹۶
۵۰۹	تہدید اور تبشیر کا امتزاج	۴۹۷
۵۱۰	منافقین کے سینہ موڑنے کے محامل	۴۹۷
۵۱۱	وما من دآبۃ فی الارض (۶-۸)	۴۹۸
۵۱۲	ربط آیات	۴۹۹
۵۱۳	دآبۃ کا معنی	۴۹۹
۵۱۴	مستقر اور مستودع کا معنی	۴۹۹
۵۱۵	اللہ تعالیٰ کے رزق پہنچانے کی مثالیں	۴۹۹
۵۱۶	آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا	۵۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱۷	عرش کے پانی پر ہونے کے متعلق احادیث	۵۰۰
۵۱۸	عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے متعلق علماء کی آراء ونظریات	۵۰۱
۵۱۹	ربط آیات	۵۰۵
۵۲۰	قرآن مجید اور احادیث میں لفظ "امت" کے اطلاقات	۵۰۵
۵۲۱	ولئن اذقنا الانسان منا رحمہ (۱۷-۹)	۵۰۶
۵۲۲	مصیبت میں کفار کا مایوس ہونا اور راحت میں ناشکری کرنا	۵۰۸
۵۲۳	مومن کے لیے مصیبت اور راحت دونوں کا خیر ہونا	۵۰۹
۵۲۴	کیا کفار کے طعن وتشنیع کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی تبلیغ میں کمی کرنے والے تھے؟	۵۱۰
۵۲۵	قرآن مجید کا معجز ہونا	۵۱۲
۵۲۶	ریاکاری کی مذمت اور اس پر وعید	۵۱۲
۵۲۷	تمام اہلِ ملل پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا وجوب	۵۱۴
۵۲۸	غیر متمدن دنیا میں رہنے والوں کے لیے توحید پر ایمان لانا ضروری ہے نہ کہ رسالت پر	۵۱۵
۵۲۹	ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا (۲۴-۱۸)	۵۱۵
۵۳۰	روز قیامت کفار کے خلاف گواہی دینے والوں کے مصادیق	۵۱۷
۵۳۱	کفار مکہ کی چودہ وجوہ سے مذمت	۵۱۸
۵۳۲	کفار کو دگنا عذاب دینا ایک برائی پر ایک عذاب کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے	۵۱۹
۵۳۳	جب کفار حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو ان سے گرفت کیوں ہوئی؟	۵۱۹
۵۳۴	نیکیوں کے لازماً قبول ہونے کی توقع نہ رکھی جائے	۵۲۰
۵۳۵	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ (۳۵-۲۵)	۵۲۱
۵۳۶	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۵۲۳
۵۳۷	انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان کرنے کی حکمت	۵۲۳
۵۳۸	حضرت نوح کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات	۵۲۳
۵۳۹	بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	۵۲۴
۵۴۰	نبی کی خصوصیات	۵۲۵
۵۴۱	قوتِ باصرہ	۵۲۵
۵۴۲	قوتِ سامعہ	۵۲۶
۵۴۳	قوتِ شامہ	۵۲۶
۵۴۴	قوتِ ذائقہ	۵۲۶
۵۴۵	قوتِ لامسہ	۵۲۷
۵۴۶	فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ	۵۲۷
۵۴۷	پس ماندہ اور کمزور لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں	۵۲۸
۵۴۸	اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا	۵۲۸
۵۴۹	طبقاتی فرق اور نام ونسب فضیلت کا موجب نہیں	۵۲۹
۵۵۰	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے	۵۳۰
۵۵۱	تبلیغ دین پر اجر طلب نہ کرنے سے حضرت نوح کا اپنی نبوت پر استدلال	۵۳۰
۵۵۲	مومنوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہ	۵۳۰
۵۵۳	شریعت میں مومن کی تکریم اور کافر کی تذلیل	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مطلوب ہے	۵۳۱
۵۵۴	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ	۵۳۲
۵۵۵	جدال کا معنی	۵۳۳
۵۵۶	حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات	۵۳۳
۵۵۷	جب اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے تو پھر گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟	۵۳۴
۵۵۸	انسان کے افعال کی قدرت میں مذاہب متکلمین اور جبر و قدر کی وضاحت	۵۳۴
۵۵۹	واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک (۳۶-۴۳)	۵۳۵
۵۶۰	امتناع کذب اور مسئلہ تقدیر	۵۳۷
۵۶۱	جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تفریع	۵۳۷
۵۶۲	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متاخرین کا مسلک	۵۳۸
۵۶۳	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک	۵۳۹
۵۶۴	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴۱
۵۶۵	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث	۵۴۲
۵۶۶	متاخرین کے اختلاف کا منشاء	۵۴۳
۵۶۷	کشتی بنانے کی کیفیت اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت کی تفصیل	۵۴۴
۵۶۸	کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ	۵۴۵
۵۶۹	حضرت نوح علیہ السلام کے جوابا مذاق اڑانے کا محمل	۵۴۵
۵۷۰	تنور کے معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۵۴۶
۵۷۱	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل	۵۴۶
۵۷۲	ہر کام کے شروع سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینا	۵۴۷
۵۷۳	حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر کیوں بلایا جبکہ وہ کافر تھا؟	۵۴۸
۵۷۴	وقیل یارض ابلعی ماءک (۴۴-۴۹)	۵۴۸
۵۷۵	مشکل الفاظ کے معنی	۵۵۰
۵۷۶	اللہ اور اس کے رسول کا جمادات کو خطاب کرنا	۵۵۰
۵۷۷	جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کی تفصیل	۵۵۱
۵۷۸	تکبر کی مذمت اور تواضع کی تعریف	۵۵۲
۵۷۹	ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جن کو طوفان میں غرق کیا گیا؟	۵۵۲
۵۸۰	اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا	۵۵۳
۵۸۱	حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل	۵۵۳
۵۸۲	منکرین عصمت کا حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۵۴
۵۸۳	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال کے متعلق امام رازی کی تقریر	۵۵۵
۵۸۴	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید ابو الاعلیٰ مودودی کا تبصرہ	۵۵۶
۵۸۵	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ	۵۵۷
۵۸۶	حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز	۵۵۷
۵۸۷	ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں	۵۵۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۸۸	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی	۵۵۹
۵۸۹	وصول نعمت میں عوام اور خواص کا فرق	۵۶۰
۵۹۰	غیب کی خبروں اور علم غیب کے اطلاق کی بحث	۵۶۱
۵۹۱	والی عاد اخاھم ھودا (۶۰-۵۰)	۵۶۱
۵۹۲	حضرت ھود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی کہنے کی توجیہ	۵۶۳
۵۹۳	امتی کے لیے نبی کو اپنا بھائی کہنے کے جواز پر بعض علماء کے دلائل	۵۶۴
۵۹۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کے عدم جواز پر دلائل	۵۶۴
۵۹۵	بڑے بھائی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تلقین کرنا غلط ہے	۵۶۶
۵۹۶	حضرت صالح علیہ السلام نے دلائل قائم کیے بغیر توحید کی دعوت کیوں دی تھی؟	۵۶۷
۵۹۷	نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمانا	۵۶۸
۵۹۸	حضرت ھود علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ	۵۶۹
۵۹۹	خلاصہ آیات	۵۶۹
۶۰۰	قوم عاد پر نزول عذاب کا پس منظر اور پیش منظر	۵۷۰
۶۰۱	والی ثمود اخاھم صالحا (۶۸-۶۱)	۵۷۱
۶۰۲	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کے دو محمل	۵۷۳
۶۰۳	انسان اور زمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال	۵۷۳
۶۰۴	نیکو کاروں اور بدکاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	۵۷۴
۶۰۵	عمریٰ کا معنی	۵۷۴
۶۰۶	عمریٰ کے متعلق احادیث	۵۷۵
۶۰۷	عمریٰ میں مذاہب ائمہ	۵۷۵
۶۰۸	حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کی امیدوں کی وجوہات	۵۷۶
۶۰۹	شک اور مریب کا فرق	۵۷۶
۶۱۰	اپنی نبوت پر یقین کے باوجود حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک کیوں بات کی؟	۵۷۷
۶۱۱	انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی ترتیب	۵۷۷
۶۱۲	حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہ	۵۷۷
۶۱۳	اونٹنی سے قوم کی دشمنی کا سبب	۵۷۸
۶۱۴	اونٹنی کو قتل کرنے کی وجوہ	۵۷۸
۶۱۵	اونٹنی کو قتل کرنے کی تفصیل	۵۷۸
۶۱۶	قوم ثمود پر عذاب نازل ہونے کی تفصیل	۵۷۹
۶۱۷	"الخزی" کا معنی	۵۸۰
۶۱۸	ولقد جاءت رسلنا (۷۶-۶۹)	۵۸۱
۶۱۹	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۵۸۲
۶۲۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی بشارت میں مختلف اقوال	۵۸۲
۶۲۱	فرشتوں کے سلام کے الفاظ	۵۸۳
۶۲۲	سلام کے متعلق احادیث	۵۸۳
۶۲۳	جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے یا مکروہ ہے	۵۸۴
۶۲۴	سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام اور مسائل	۵۸۵
۶۲۵	اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت	۵۸۶
۶۲۶	مہمان نوازی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۸۷
۶۲۷	مہمان نوازی کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۸۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۲۸	مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث	۵۸۸
۶۲۹	مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات	۵۸۸
۶۳۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ	۵۸۹
۶۳۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتے ہونے کا علم تھا یا نہیں	۵۹۰
۶۳۲	پچھلی امتوں میں بھی کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا تھا	۵۹۰
۶۳۳	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ	۵۹۱
۶۳۴	''یاویلتٰی'' کا معنی اور ترجمہ	۵۹۱
۶۳۵	اہل بیت کے مصداق کی تحقیق	۵۹۲
۶۳۶	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ پر ایک اعتراض کا جواب	۵۹۴
۶۳۷	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مباحثہ	۵۹۴
۶۳۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی	۵۹۵
۶۳۹	ولما جاءت رسلنا لوطا سیٔ بھم (۸۳-۷۷)	۵۹۶
۶۴۰	مشکل الفاظ کے معانی	۵۹۷
۶۴۱	فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچنا	۵۹۷
۶۴۲	حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجوہ	۵۹۸
۶۴۳	حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا یا قوم کی بیٹیوں کو؟	۵۹۸
۶۴۴	قوم کی بیٹیوں کے ارادہ پر دلائل	۵۹۹
۶۴۵	حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنا	۶۰۰
۶۴۶	اللہ تعالیٰ کی پناہ کی بجائے مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنے کی توجیہات	۶۰۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴۷	حضرت لوط علیہ السلام کا نجات پانا اور بد معاش کافروں کا بھاگنا	۶۰۲
۶۴۸	قوم لوط کی بستی اُلٹنے کے متعلق روایات	۶۰۳
۶۴۹	''سجیل'' کا معنی	۶۰۳
۶۵۰	قوم لوط کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	۶۰۴
۶۵۱	اس امت کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	۶۰۴
۶۵۲	والی مدین اخاھم شعیبا (۸۸-۸۴)	۶۰۴
۶۵۳	ناپ اور تول میں کمی کرنے کی ممانعت	۶۰۶
۶۵۴	لوگوں کو نقصان نہ پہنچانے اور فساد نہ کرنے کے محامل	۶۰۷
۶۵۵	''بقیۃ اللہ'' کا معنی	۶۰۸
۶۵۶	حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ کی تشریح	۶۰۹
۶۵۷	قوم کے سامنے حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر	۶۰۹
۶۵۸	ویقوم لا یجرمنکم شقاقی (۹۵-۸۹)	۶۱۰
۶۵۹	حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کا تتمہ اور قوم کو نصیحت	۶۱۱
۶۶۰	''فقہ'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۱۲
۶۶۱	کفار حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے تھے؟	۶۱۳
۶۶۲	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی تفصیل	۶۱۴
۶۶۳	ولقد ارسلنا موسیٰ بایتنا (۱۰۹-۹۶)	۶۱۴
۶۶۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	۶۱۶
۶۶۵	''سلطان'' کا معنی اور علماء کی سلطنت کا بادشاہوں کی سلطنت سے زیادہ قوی ہونا	۶۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۶۶	آیت 'سلطان اور سلطان مبین' کا باہمی فرق	۶۱۸
۶۶۷	فرعون کی گمراہی اور دوزخ میں اس کا اپنی قوم کا مقتدا ہونا	۶۱۸
۶۶۸	انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے کے فوائد	۶۱۹
۶۶۹	کفار کو عذاب دینا عدل اور حکمت کا تقاضا ہے	۶۲۰
۶۷۰	گزشتہ قوموں کی برائیوں کے مرتکبین پر آنے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے	۶۲۱
۶۷۱	وقوع قیامت کی دلیل	۶۲۲
۶۷۲	کیا حشر کے دن لوگوں کا باتیں کرنا مطلقاً ممنوع ہے؟	۶۲۲
۶۷۳	آیا حشر کے دن لوگ "سعید" اور "شقی" میں منحصر ہوں گے یا نہیں؟	۶۲۳
۶۷۴	لوگوں کے سعید اور شقی ہونے کے متعلق احادیث	۶۲۳
۶۷۵	جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تقدیر میں شقی ہونا لکھ دیا تو پھر معصیت میں اس کا کیا قصور ہے؟	۶۲۵
۶۷۶	"تقدیر معلق" اور "تقدیر مبرم" کے متعلق احادیث	۶۲۵
۶۷۷	قضاء مبرم کو کوئی ٹال نہیں سکتا	۶۲۶
۶۷۸	تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے	۶۲۶
۶۷۹	تقدیر میں بحث کرنا ممنوع ہے	۶۲۷
۶۸۰	"سعادت" اور "شقاوت" کا معنی	۶۲۹
۶۸۱	"زفیر" اور "شہیق" کا معنی	۶۲۹
۶۸۲	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے عذاب کو آسمان اور زمین کے قیام پر موقوف کرنا دوامِ عذاب کے منافی ہے	۶۳۰
۶۸۳	دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب	۶۳۱
۶۸۴	کفار کے دائمی عذاب پر قرآن مجید سے دلائل	۶۳۱
۶۸۵	زیر تفسیر آیت میں کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات	۶۳۲
۶۸۶	اہلِ جنت کے جنت میں اور اہلِ نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	۶۳۳
۶۸۷	کفار کے حصوں کا بیان	۶۳۴
۶۸۸	ولقد اتینا موسی الکتاب فاختلف فیہ (۱۲۳-۱۱۰)	۶۳۵
۶۸۹	توحید و رسالت کا انکار کفار کی پرانی روش ہے	۶۳۷
۶۹۰	کفار مکہ پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجوہ	۶۳۷
۶۹۱	وعد اور وعید کی جامع آیت	۶۳۸
۶۹۲	"استقامت" کا لغوی اور عرفی معنی	۶۳۹
۶۹۳	"استقامت" کا شرعی معنی	۶۴۰
۶۹۴	صوفیاء کے نزدیک استقامت کا معنی	۶۴۰
۶۹۵	"رکون" کا لغوی اور عرفی معنی	۶۴۱
۶۹۶	"رکون" کا شرعی معنی	۶۴۱
۶۹۷	کفار، بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۴۲
۶۹۸	کفار، بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث	۶۴۲
۶۹۹	اکابر صحابہ پر شیعہ کا سب و شتم اور زیر تفسیر آیت سے اس کا جواب	۶۴۳
۷۰۰	نماز کی اہمیت	۶۴۴
۷۰۱	دن کی دو طرفوں میں فقہاء صحابہ و تابعین کے اقوال	۶۴۴
۷۰۲	نماز فجر کو سفید اور روشن وقت میں پڑھنے، عصر کو دو مثل سایہ کے بعد پڑھنے اور وتر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے وجوب میں امام ابو حنیفہ کی تائید	۶۴۴
۷۰۳	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث	۶۴۵
۷۰۴	پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ دیگر عبادات سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث	۶۴۸
۷۰۵	نیکیوں سے صغیرہ گناہ مٹتے ہیں یا کبیرہ؟	۶۴۹
۷۰۶	مرجیہ کے استدلال کا جواب	۶۵۰
۷۰۷	سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہونے کے دو سبب	۶۵۰
۷۰۸	دنیا میں شرک قابل درگزر ہے، ظلم لائق درگزر نہیں	۶۵۱
۷۰۹	دنیا کے مشہور فرقے	۶۵۱
۷۱۰	اختلاف مذموم ہونے کے باوجود مجتہدین کا اختلاف کیوں محمود ہے؟	۶۵۲
۷۱۱	اللہ، رسول اور کتاب ایک ہے پھر اسلام میں فرقے کیوں ہیں؟	۶۵۳
۷۱۲	ابتداءً اسلام قبول کرنے والا کس فرقے میں جائے	۶۵۳
۷۱۳	جہنم کا جنوں اور انسانوں سے بھرنا	۶۵۳
۷۱۴	انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمت	۶۵۴
۷۱۵	حق، نصیحت اور عبرت کا فرق	۶۵۵
۷۱۶	حرفِ آخر	۶۵۶

سورۃ یوسف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
		۶۵۷
۷۱۷	سورۂ یوسف کا نام، اس کا مقامِ نزول اور زمانہ نزول	۶۵۹
۷۱۸	حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کا تذکرہ	۶۶۰
۷۱۹	سورۂ یوسف کے مقاصد اور اہداف	۶۶۱
۷۲۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث	۶۶۲
۷۲۱	الرٰ تلک آیات الکتاب المبین (۱-۶)	۶۶۳
۷۲۲	قرآن مجید کے مبین ہونے کی وجوہ	۶۶۴
۷۲۳	اللہ تعالیٰ کے لیے لَعَلَّ کا معنی	۶۶۴
۷۲۴	"قصہ" کا لغوی معنی	۶۶۵
۷۲۵	سورۂ یوسف کو "احسن القصص" فرمانے کی وجوہات	۶۶۵
۷۲۶	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھنا	۶۶۶
۷۲۷	ان ستاروں کے اسماء	۶۶۶
۷۲۸	خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر	۶۶۷
۷۲۹	"نیند" کی تعریف	۶۶۷
۷۳۰	"خواب" کی تعریف	۶۶۷
۷۳۱	خواب کی اقسام	۶۶۷
۷۳۲	اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم	۶۷۰
۷۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب اور بیداری میں زیارت	۶۷۰
۷۳۴	چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث	۶۷۲
۷۳۵	خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت	۶۷۵
۷۳۶	بھائیوں کو خواب سنانے سے منع کرنے کا سبب	۶۷۵
۷۳۷	کفار اور فساق کے خواب سچے ہونے کی توجیہ	۶۷۶
۷۳۸	صرف ہمدرد اور خیر خواہ کے سامنے خواب بیان کیا جائے	۶۷۶
۷۳۹	عمداً خواب کی غلط تعبیر بیان نہ کرے	۶۷۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۴۰	کسی کو ضرر سے بچانے کے لیے دوسرے کے عیب بیان کرنے کا جواز	۶۷۷
۷۴۱	حسد کے خطرہ سے نعمتوں کے چھپانے کا جواز	۶۷۷
۷۴۲	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سربلندی اور ان کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	۶۷۸
۷۴۳	سچے خوابوں کے بشارت ہونے کی تفصیل	۶۷۸
۷۴۴	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کے دلائل	۶۷۹
۷۴۵	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء نہ ہونے کے دلائل	۶۸۱
۷۴۶	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے متعلق مصنف کا موقف	۶۸۴
۷۴۷	حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح	۶۸۴
۷۴۸	تاویل الاحادیث کے محامل	۶۸۵
۷۴۹	تکمیل نعمت کا معنی	۶۸۵
۷۵۰	لقد کان فی یوسف واخوتہ (۱۴-۷)	۶۸۶
۷۵۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	۶۸۷
۷۵۲	حضرت یوسف کے بھائیوں کی حضرت یوسف سے نفرت کا سبب	۶۸۷
۷۵۳	حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے زیادہ محبت کیوں تھی؟	۶۸۸
۷۵۴	حضرت یوسف کے بھائیوں کا حسد ہی ان کے تمام گناہوں کی جڑ تھا	۶۸۸
۷۵۵	حسد، رشک اور منافست کی تعریفیں	۶۸۸
۷۵۶	حسد نہ کرنے کی فضیلت	۶۸۹
۷۵۷	حسد مذموم	۶۹۰
۷۵۸	غیر اختیاری صبر کی بہ نسبت اختیاری صبر کی فضیلت	۶۹۰
۷۵۹	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر حضرت یوسف کے صبر سے بہت عظیم ہے	۶۹۱
۷۶۰	حسد ایک نفسانی بیماری ہے	۶۹۱
۷۶۱	حسد کے متعلق احادیث	۶۹۲
۷۶۲	حضرت یوسف کے بھائیوں کا انہیں قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کا منصوبہ بنانا	۶۹۲
۷۶۳	مشکل الفاظ کے معانی	۶۹۳
۷۶۴	”لقیط“ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۹۳
۷۶۵	”لقیط“ کے شرعی احکام	۶۹۴
۷۶۶	”لُقطہ“ کا لغوی معنی	۶۹۵
۷۶۷	لُقطہ کے متعلق احادیث	۶۹۵
۷۶۸	لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۶۹۶
۷۶۹	لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف	۶۹۷
۷۷۰	لُقطہ کی اقسام اور ان کے احکام	۶۹۷
۷۷۱	لُقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار	۶۹۸
۷۷۲	لُقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء	۶۹۹
۷۷۳	آج کل کے دور میں لُقطہ کے اعلان کا طریقہ کار	۷۰۰
۷۷۴	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لُقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ	۷۰۱
۷۷۵	امام شافعی کے دلائل کے جوابات	۷۰۱
۷۷۶	لُقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث و آثار	۷۰۲
۷۷۷	حضرت اُبی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح	۷۰۳
۷۷۸	اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ	۷۰۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۷۹	حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کا خطرہ کیوں ہوا؟	۷۰۵
۷۸۰	فلما ذهبوا به واجمعوا (۲۰-۱۵)	۷۰۶
۷۸۱	حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کا راستہ میں زدوکوب کرنا	۷۰۷
۷۸۲	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی سے مراد وحی نبوت ہے یا الہام؟	۷۰۸
۷۸۳	حضرت یوسف کے بھائیوں کو خبر نہ ہونے کے محامل	۷۰۸
۷۸۴	والد سے اپنے حالات کو مخفی رکھنے میں حضرت یوسف کی حکمت	۷۰۸
۷۸۵	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خبر دینا	۷۰۹
۷۸۶	دوڑ میں مسابقت کے متعلق احادیث اور ان کی شرح	۷۰۹
۷۸۷	دوڑ میں مسابقت کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۱۱
۷۸۸	انعامی بانڈز کے جواز کی بحث	۷۱۳
۷۸۹	لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیراتِ پاکستان کی دفعات کی تشریح	۷۱۴
۷۹۰	دفعہ ۲۹۴ (ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیشکش کرنا	۷۱۵
۷۹۱	انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ کا فیصلہ	۷۱۶
۷۹۲	انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمن کا فیصلہ	۷۱۸
۷۹۳	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خبر کے من گھڑت ہونے کی وجوہ	۷۱۹
۷۹۴	حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کرنے کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	بجائے اپنے بیٹوں کے جرم کے خلاف تفتیش کیوں نہیں کی؟	۷۲۰
۷۹۵	"صبر جمیل" کی تعریف	۷۲۱
۷۹۶	صبر جمیل کے حصول کے اسباب	۷۲۱
۷۹۷	صبر جمیل کی اقسام	۷۲۲
۷۹۸	قافلہ والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا	۷۲۲
۷۹۹	وقال الذی اشترٰنہ من مصر (۲۹-۲۱)	۷۲۳
۸۰۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق متعدد روایات	۷۲۵
۸۰۱	کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل	۷۲۶
۸۰۲	عزیز مصر کی فراست	۷۲۷
۸۰۳	اللہ کے امر کے غالب ہونے کے محامل	۷۲۸
۸۰۴	قصہ یوسف میں تقدیر کے غالب آنے کی مثالیں	۷۲۸
۸۰۵	پختگی کی عمر میں متعدد اقوال	۷۲۹
۸۰۶	حکم اور علم کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۲۹
۸۰۷	محسنین کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۳۰
۸۰۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت اور پارسائی کا کمال	۷۳۰
۸۰۹	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف کو ورغلانا	۷۳۱
۸۱۰	مخلوق کی بہ نسبت خالق سے حیاء کرنا لائق ستائش ہے	۷۳۲
۸۱۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے جوابات کی وضاحت	۷۳۲
۸۱۲	"ھم" کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کے متعلق احادیث	۷۳۲
۸۱۳	"وھم بھا" کے ترجمہ کے دو محمل	۷۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۱۴	آیا حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تھا یا نہیں؟	۷۳۴
۸۱۵	"وھم بھا" کی باطل تفسیریں	۷۳۴
۸۱۶	"لولا ان رابرھان ربہ" کی باطل تفسیریں	۷۳۵
۸۱۷	"وھم بھا" کے اکثر صحیح اور بعض غلط محامل	۷۳۶
۸۱۸	انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار قرار دینے کی توجیہات اور ان کا ابطال	۷۳۷
۸۱۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ کی تہمت کا رد اور ابطال	۷۳۷
۸۲۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک دامن ہونے پر متعدد شہادتیں	۷۳۸
۸۲۱	"لولا ان رابرھان ربہ" کو ذکر کرنے کا فائدہ	۷۳۹
۸۲۲	"لولا ان رابرھان ربہ" کے مزید محامل	۷۴۰
۸۲۳	السوء، الفحشاء اور المخلصین کا معنی	۷۴۰
۸۲۴	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	۷۴۱
۸۲۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے براءت اور ان کے صدق کے شواہد	۷۴۲
۸۲۶	عزیز مصر کی بیوی کو معافی مانگنے کی تلقین	۷۴۳
۸۲۷	عورتوں کے مکر کا عظیم ہونا	۷۴۴
۸۲۸	وقال نسوة فی المدینة امرات العزیز (۳۵-۳۰)	۷۴۴
۸۲۹	مصری عورتوں کی نکتہ چینی	۷۴۶
۸۳۰	مصری عورتوں کی نکتہ چینی کا منشاء	۷۴۶
۸۳۱	مصری خواتین کی دعوت کا اہتمام	۷۴۷
۸۳۲	حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن کے متعلق احادیث و آثار	۷۴۸
۸۳۳	مصری خواتین کا پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لینا	۷۴۹
۸۳۴	حضرت یوسف علیہ السلام کو "فرشتہ" کہنے کی توجیہ	۷۴۹
۸۳۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت آزمائش	۷۵۰
۸۳۶	اللہ تعالیٰ کی عنایت کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں	۷۵۰
۸۳۷	حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کا سبب	۷۵۱
۸۳۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک بازی کی علامات	۷۵۲
۸۳۹	قید کی مدت	۷۵۲
۸۴۰	ودخل معہ السجن فتیٰن (۴۲-۳۶)	۷۵۲
۸۴۱	حضرت یوسف کی قید خانہ میں ساقی اور نانبائی سے ملاقات	۷۵۴
۸۴۲	ساقی اور نانبائی کے بیان کیے ہوئے خواب آیا سچے تھے یا جھوٹے؟	۷۵۵
۸۴۳	قید خانہ میں کھانا آنے سے پہلے حضرت یوسف کا کھانے کی خبر دینا	۷۵۵
۸۴۴	خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کھانے کے متعلق پیش گوئی کی توجیہ	۷۵۶
۸۴۵	حضرت یوسف کے دعویٰ نبوت کے اشارات	۷۵۸
۸۴۶	کافروں کے دین کو ترک کرنے کی توجیہ	۷۵۸
۸۴۷	مبدء اور معاد کے اقرار کی اہمیت	۷۵۹
۸۴۸	اللہ کی نعمتوں کے اظہار کا جواز	۷۶۰
۸۴۹	دین کا معنی	۷۶۰
۸۵۰	شرک سے اجتناب کے اختصاص کی توجیہ	۷۶۰
۸۵۱	ایمان پر شکر ادا کرنے کا وجوب	۷۶۱
۸۵۲	حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام میں توحید باری کی تقاریر	۷۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۵۳	بتوں کے صرف اسماء ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۷۶۴
۸۵۴	کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے بتوں کی تعظیم کا حکم دیا ہے	۷۶۴
۸۵۵	اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	۷۶۴
۸۵۶	اس بات کی توجیہ کہ اکثر لوگ اللہ کے استحقاق عبادت کو نہیں جانتے	۷۶۴
۸۵۷	ساقی اور نانبائی کے خواب کی تعبیر	۷۶۵
۸۵۸	خواب کی تعبیر کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ظن کی توجیہ	۷۶۵
۸۵۹	شیطان کے بھلانے کے متعلق دو تفسیریں	۷۶۶
۸۶۰	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانے کے متعلق روایات	۷۶۶
۸۶۱	شیطان کے بھلانے کے متعلق اختلاف مفسرین	۷۶۷
۸۶۲	نبی کو بھلانے کی توجیہ	۷۶۷
۸۶۳	نبی ﷺ کے نسیان کی تحقیق	۷۶۸
۸۶۴	سہو اور نسیان کا فرق	۷۶۸
۸۶۵	افعال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا جواز اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا عدم جواز	۷۶۹
۸۶۶	بھولنے اور بھلائے جانے کے دو محمل	۷۶۹
۸۶۷	"لیلۃ التعریس" میں نماز فجر قضا ہونے کی تحقیق	۷۷۰
۸۶۸	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کی تحقیق	۷۷۱
۸۶۹	غزوۂ خندق میں نماز قضاء ہونے کا سبب	۷۷۲
۸۷۰	جہاد میں مشغول ہونے کی وجہ سے آیا اب نماز قضاء کی جاسکتی ہے؟	۷۷۲
۸۷۱	نبی ﷺ کی نمازوں میں سہو کی تحقیق	۷۷۲
۸۷۲	اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے	۷۷۳
۸۷۳	غیر اللہ سے استمداد کا جواز	۷۷۴
۸۷۴	مخلوق سے استمداد کی بناء پر حضرت یوسف سے مواخذہ کی توجیہ	۷۷۵
۸۷۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت	۷۷۶
۸۷۶	وقال الملک انی اری سبع بقرات (۴۳-۴۹)	۷۷۷
۸۷۷	مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا	۷۷۸
۸۷۸	اضغاث احلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۷۸
۸۷۹	مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کا ذکر کرنے کی توجیہ	۷۷۹
۸۸۰	جس سے علم حاصل کیا جائے اس کی تعظیم و تکریم لازم ہے	۷۸۰
۸۸۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق	۷۸۰
۸۸۲	مستقبل کے لیے پس انداز کرنے اور قومی ضرورت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے کا جواز	۷۸۱
۸۸۳	خواب کا پہلی تعبیر پر واقع ہونا ضروری نہیں	۷۸۱
۸۸۴	تمام مقاصد حیات کے لیے شریعت کا متکفل ہونا	۷۸۲
۸۸۵	حضرت یوسف علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا	۷۸۲
۸۸۶	وقال الملک ائتونی بہ (۵۰-۵۲)	۷۸۲
۸۸۷	علم دین کی وجہ سے روز قیامت علماء کی مغفرت	۷۸۳
۸۸۸	ہمارے نبی ﷺ کا حضرت یوسف کی تحسین کرنا	۷۸۴
۸۸۹	رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات	۷۸۴
۸۹۰	"جیل بھرو تحریک" کا عدم جواز	۷۸۵
۸۹۱	حضرت یوسف کا تہمت لگانے والیوں کی تعیین	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نہ کرنا	۷۸۵
۸۹۲	مصر کی عورتوں کی سازش کی وجوہ	۷۸۵
۸۹۳	عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف اور حصحص کا معنی	۷۸۶
۸۹۴	پس پشت خیانت نہ کرنے کے دو محمل	۷۸۶
۸۹۵	حضرت یوسف علیہ السلام نے پس پشت کسی کی خیانت نہیں کی	۷۸۷
۸۹۶	حضرت یوسف کی پاکیزگی پر دلائل	۷۸۷
۸۹۷	وما ابرئ نفسی (۵۷-۵۳)	۷۸۸
۸۹۸	حضرت یوسف کے اس قول کی توجیہ کہ "میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا"	۷۸۹
۸۹۹	عصمت کی تعریف	۷۹۰
۹۰۰	نفس امارہ اور نفس مطمئنہ	۷۹۱
۹۰۱	بادشاہ کا حضرت یوسف کو اپنے پاس بلانا	۷۹۱
۹۰۲	حضرت یوسف سے بادشاہ کے متاثر ہونے کی وجوہات	۷۹۲
۹۰۳	حضرت یوسف کا رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانا	۷۹۲
۹۰۴	حضرت یوسف کا بادشاہ کے سامنے خواب اور اس کی تعبیر بیان کرنا	۷۹۳
۹۰۵	بادشاہ کا حضرت یوسف کو صاحب اقتدار اور امانت دار قرار دینا	۷۹۴
۹۰۶	طلب منصب کا عدم جواز اور حضرت یوسف کے طلب منصب کی توجیہ	۷۹۴
۹۰۷	موجودہ طریق انتخاب پر حضرت یوسف کے طلب منصب سے استدلال اور اس کے جوابات	۷۹۵
۹۰۸	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	۷۹۶
۹۰۹	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	۷۹۶
۹۱۰	موجودہ طریق انتخاب کی اصلاح کی ایک صورت	۷۹۶
۹۱۱	کافر یا فاسق فاجر کی طرف سے عہدہ یا منصب قبول کرنے کی تحقیق	۷۹۷
۹۱۲	حضرت یوسف کے حفیظ اور علیم ہونے کے محامل	۷۹۸
۹۱۳	خود ستائی کے ممنوع ہونے کے محامل اور حضرت یوسف کی اپنی تعریف کا جواز	۷۹۹
۹۱۴	حضرت یوسف کا اپنی مدح فرمانا تواضع اور انکسار کے خلاف نہیں ہے	۷۹۹
۹۱۵	ایام قحط میں حضرت یوسف کا حسن انتظام	۸۰۰
۹۱۶	عزیز مصر کی بیوی سے حضرت یوسف کا نکاح	۸۰۱
۹۱۷	حضرت یوسف کی طہارت اور نزاہت پر دلائل	۸۰۳
۹۱۸	وجاء اخوة یوسف فدخلوا علیه (۶۸-۵۸)	۸۰۴
۹۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۸۰۶
۹۲۰	حضرت یوسف کے بھائیوں کا غلہ لینے مصر پہنچنا اور حضرت یوسف کا انہیں پہچان لینا	۸۰۶
۹۲۱	بھائیوں کا حضرت یوسف کو نہ پہچاننا اور اس کی وجوہ	۸۰۷
۹۲۲	بنیامین کو بلوانے کی وجوہ	۸۰۷
۹۲۳	حضرت یوسف نے بنیامین کو بلوا کر حضرت یعقوب کو مزید رنج میں کیوں مبتلا کیا؟	۸۰۸
۹۲۴	مشکل الفاظ کے معنی	۸۰۹
۹۲۵	بھائیوں کی بوریوں میں رقم کی تھیلی رکھنے کی وجوہ	۸۰۹
۹۲۶	برائی کا جواب اچھائی سے دینے میں ہمارے نبی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ	۸۱۰
۹۲۷	حضرت یعقوب علیہ السلام کے بنیامین کو بھیجنے کی وجوہ	۸۱۲
۹۲۸	بنیامین کو ساتھ بھیجنے کے لیے باپ کو تیار کرنا	۸۱۳
۹۲۹	مصیبت میں گھر جانے کا معنی	۸۱۳
۹۳۰	نظر لگنے کے متعلق احادیث	۸۱۴
۹۳۱	"نظر بد" میں مذاہب اور اس کے متعلق شرعی احکام	۸۱۵
۹۳۲	نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق	۸۱۶
۹۳۳	ولما دخلوا علی یوسف (۷۹-۶۹)	۸۱۷
۹۳۴	حضرت یوسف کا بنیامین کو یہ بتانا کہ میں تمہارا بھائی ہوں	۸۱۹
۹۳۵	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت یوسف نے بنیامین کو روک کر باپ کی مزید دل آزاری کی	۸۱۹
۹۳۶	بے قصور قافلہ والوں کو چور کہنے کی توجیہ	۸۲۰
۹۳۷	جعل (کسی چیز کو ڈھونڈنے کی اجرت) کی تحقیق	۸۲۰
۹۳۸	مال اور شخص کی ضمانت کے متعلق احادیث	۸۲۱
۹۳۹	ضمانت کی تعریف اور اس کے شرعی احکام	۸۲۲
۹۴۰	حضرت یوسف کے بھائیوں کے چور نہ ہونے کے دلائل	۸۲۳
۹۴۱	حضرت یوسف کا بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا	۸۲۳
۹۴۲	بھائیوں سے چوری کی سزا معلوم کرنے کی وجہ	۸۲۳
۹۴۳	بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس پر چوری کے الزام کی تحقیق	۸۲۴
۹۴۴	بھائی کی طرف چوری کی نسبت کو علامہ ماوردی کا گناہ قرار دینا	۸۲۵
۹۴۵	حیلہ کے جواز کی تحقیق	۸۲۵
۹۴۶	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے علامہ قرطبی کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات	۸۲۶
۹۴۷	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات	۸۲۷
۹۴۸	حیلہ کے جواز پر علامہ قرطبی کے اعتراضات کے جوابات	۸۲۷
۹۴۹	حیلہ کے جواز پر امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات	۸۲۸
۹۵۰	دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں	۸۲۹
۹۵۱	حیلہ کے جواز پر قرآن اور سنت سے دلائل	۸۲۹
۹۵۲	حیلہ کی تعریف اور اس کے جواز پر علامہ سرخسی کے دلائل	۸۳۱
۹۵۳	حیلہ کے جواز میں معترضین کے منشاء غلطی کا ازالہ	۸۳۱
۹۵۴	"وفوق کل ذی علم علیم" کے ترجمہ میں مصنف کی تحقیق	۸۳۲
۹۵۵	حضرت یوسف کی طرف منسوب کی گئی چوری کے متعلق روایات	۸۳۳
۹۵۶	بھائیوں کا حضرت یوسف سے فدیہ لینے کی درخواست کرنا	۸۳۵
۹۵۷	فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا (۹۳-۸۰)	۸۳۵
۹۵۸	بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار کرنا	۸۳۸
۹۵۹	بھائیوں کا حضرت یعقوب کے پاس واپس جانے کا فیصلہ	۸۳۹
۹۶۰	واقعاتی شہادت کے حجت ہونے پر قرآن و سنت اور عقل صریح سے دلائل	۸۳۹
۹۶۱	غیب کے نگہبان نہ ہونے کے محامل	۸۴۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۶۲	بستی سے پوچھنے کے معانی	۸۴۱
۹۶۳	بدگمانی دور کرنے کے لیے وضاحت کرنے کا استحباب	۸۴۱
۹۶۴	بنیامین کے متعلق بات گھڑنے کی توجیہ	۸۴۲
۹۶۵	صبر جمیل کی تعریف	۸۴۳
۹۶۶	صبر جمیل کے اجر کے متعلق احادیث	۸۴۳
۹۶۷	حضرت یعقوب کے "ہائے افسوس" کہنے کی توجیہ	۸۴۴
۹۶۸	مشکل الفاظ کے معانی	۸۴۵
۹۶۹	جن قرائن کی بناء پر حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے ملاقات کا یقین تھا	۸۴۵
۹۷۰	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کے کفر ہونے کی وجوہ	۸۴۶
۹۷۱	حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو ڈھونڈنے کے بجائے غلہ کا سوال کیوں کیا؟	۸۴۷
۹۷۲	سوال کرنے کی شرائط اور احکام	۸۴۷
۹۷۳	بھائیوں سے ان کے مظالم پوچھنے کی وجوہ	۸۴۸
۹۷۴	بھائیوں کا حضرت یوسف کو پہچان لینا	۸۵۰
۹۷۵	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا	۸۵۰
۹۷۶	حضرت یوسف کے بھائیوں کا اعتراف خطاء کرنا اور حضرت یوسف کا انہیں معاف فرمانا	۸۵۰
۹۷۷	حضرت یوسف کی قمیص سے حضرت یعقوب کی آنکھوں کا روشن ہونا	۸۵۱
۹۷۸	ہمارے نبی ﷺ کے کپڑوں اور آپ کے بالوں سے بیماروں کا شفایاب ہونا اور دیگر برکتیں	۸۵۲
۹۷۹	ولما فصلت العیر قال ابوھم (۱۰۴-۹۴)	۸۵۴
۹۸۰	بہت فاصلہ سے حضرت یعقوب تک حضرت یوسف کی خوشبو پہنچنے کی توجیہ	۸۵۶
۹۸۱	"تفندون" کے معانی	۸۵۷
۹۸۲	"ضلال" کے معانی	۸۵۷
۹۸۳	حضرت یعقوب کی بینائی کا لوٹ آنا	۸۵۷
۹۸۴	اپنے مظالم کو دنیا میں معاف کرالینا	۸۵۸
۹۸۵	بیٹوں کے لیے استغفار کو مؤخر کرنے کی وجوہ	۸۵۸
۹۸۶	حضرت یعقوب کا مصر روانہ ہونا اور حضرت یوسف کا استقبال کرنا	۸۶۰
۹۸۷	حضرت یوسف کی ماں کی وفات کے باوجود ان کے والدین کو تخت پر بٹھانے کی توجیہ	۸۶۰
۹۸۸	نبی ﷺ کے والدین کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے پر علامہ قرطبی کے دلائل	۸۶۱
۹۸۹	حضرت یوسف کے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں متعدد اقوال	۸۶۳
۹۹۰	حضرت یوسف کے لیے حضرت یعقوب کے سجدہ کی توجیہات	۸۶۳
۹۹۱	ہماری شریعت میں "سجدۂ تعظیم" کا حرام ہونا	۸۶۴
۹۹۲	قیام تعظیم کی ممانعت کے متعلق احادیث	۸۶۴
۹۹۳	قیام تعظیم میں مذاہب فقہاء	۸۶۴
۹۹۴	آنے والے کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۶
۹۹۵	دعا میں سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا	۸۶۷
۹۹۶	موت کی دعا کرنے کے متعلق امام رازی کا نظریہ	۸۶۸
۹۹۷	موت کی دعا کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۸۶۸
۹۹۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین	۸۶۹
۹۹۹	حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حضرت یوسف کا تابوت نکالنا	۸۶۹			
۱۰۰۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	۸۷۰			
۱۰۰۱	دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی تحقیق	۸۷۲			
۱۰۰۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۸۷۴			
۱۰۰۳	اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۸۷۴			
۱۰۰۴	وکاین من ایۃ فی السموت والارض (۱۱۱-۱۰۵)	۸۷۴			
۱۰۰۵	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	۸۷۶			
۱۰۰۶	ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق	۸۷۶			
۱۰۰۷	نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہ کا ازالہ	۸۷۸			
۱۰۰۸	"وظنوا انہم قد کذبوا" کی توجیہات	۸۷۹			
۱۰۰۹	اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی لغزش	۸۸۰			
۱۰۱۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا احسن القصص ہونا	۸۸۳			
۱۰۱۱	قرآن مجید میں ہر شے کی تفصیل کا محمل	۸۸۳			
۱۰۱۲	حرفِ آخر	۸۸۳			
۱۰۱۳	ماخذ و مراجع	۸۸۵			

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین الذی استغنی فی حمده عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوة الله عن صلوة المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیه من القرآن وبین لنا ما نزل علیه بتبیان وکان خلقه القرآن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضته الانس والجان وهو خلیل الله حبیب الرحمٰن لواءه فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والآخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرة له فی کتاب مبین وعلی آله الطیبین الطاهرین وعلی اصحابه الکاملین الراشدین وازواجه الطاهرات امهات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امته وعلماء ملته اجمعین۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسی ومن سیات اعمالی من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له اللهم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعه اللهم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابه اللهم اجعلنی فی تبیان القرآن علی صراط مستقیم وثبتنی فیه علی منهج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریره واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریره اللهم الق فی قلبی اسرار القرآن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القرآن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القرآن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللهم اجعله خالصا لوجهک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعله شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ذریعة للمغفرة ووسیلة للنجاة وصدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی صلی الله علیه وسلم فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عهدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد ﷺ پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کردے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول کردے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنادے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کردے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیرے پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یارب العالمین!

Marfat.com

سُورَةُ التَّوْبَةِ

(۹)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم علىٰ رسوله الكريم

سورة التوبہ

سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام البراءۃ ہے، اس کے علاوہ اس کے اور بھی اسماء ہیں۔ التوبہ، المقشقشہ، البحوث، المبعثرۃ، المنقرۃ، المثیرۃ، الحافرۃ، المخزیہ، الفاضحہ، المنکلہ، المشردۃ، المدمدۃ اور سورۃ العذاب۔

(انوار التنزیل و اسرار التاویل ج ٣ ص ١٢٦، مع الکازرونی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١١ھ)

اس سورت کا نام التوبہ اس لیے ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے، خصوصاً حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہم۔ ان تین صحابہ کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ۝ (التوبہ: ١١٨)

اور ان تین شخصوں (کی توبہ قبول فرمائی) جن کو مؤخر کیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود وہ بھی اپنے آپ سے تنگ آ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی (بھی) توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ (ہمیشہ) تائب رہیں، بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور اس سورت کا نام البراءۃ ہے کیونکہ البراءۃ کا معنی کسی سے بری اور بیزار ہونا ہے اور اس سورت کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے بری اور بیزار ہیں:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى الَّذِيۡنَ عَاهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (التوبہ: ١)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کی طرف بیزاری کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔

اور اس سورت کا نام المقشقشہ ہے کیونکہ قشقشہ کا لغوی معنی ہے کسی شخص کو خارش اور چیچک کی بیماری سے نجات اور شفا دینا اور یہاں اس سے مراد ہے مسلمانوں کو منافقین سے نجات دینا، کیونکہ اس سورت میں منافقین کی سزا کے متعلق ایک

Marfat.com

آیت نازل ہوئی جس کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھتیس منافقوں کو نام لے لے کر مسجد نبوی سے نکال دیا۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ○ (التوبہ: ١٠١)

اور تمہارے گرد بعض دیہاتی منافق ہیں، اور مدینہ والوں میں سے بعض لوگ نفاق کے خوگر اور عادی ہیں، آپ انہیں (از خود) نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں، عنقریب ہم انہیں دو عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اخروی عذاب عظیم سے قبل منافقین کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، ایک عذاب قبر، دوسرا وہ عذاب جو اسی دنیاوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا، مثلاً (حضرت) ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا: اخرج فانک منافق یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔

اور اس کا نام البحوث ہے کیونکہ اس میں منافقین کے احوال سے بحث کی گئی ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام المنقرۃ ہے کیونکہ تنقیر کا معنی لغت میں بحث اور تفتیش ہے، اور اس کا نام المبعثرۃ اور المثیرۃ ہے، کیونکہ ان کا لغت میں معنی کسی مخفی چیز کو ظاہر کرنا ہے اور اس سورت میں ان کے مخفی نفاق کو ظاہر کیا گیا ہے، اور الحافرہ کا مجازی معنی بحث ہے، اور اس سورت کا نام المخزیہ اور الفاضحہ ہے، کیونکہ ان کا معنی رسوا کرنا ہے اور جب ان کے نفاق کا پردہ چاک کیا گیا تو وہ رسوا ہو گئے، اور المنکلۃ، المشردۃ اور المدمدۃ کا معنی ہے ہلاک کرنے والی اور چونکہ منافقین رسوائی کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تھے اور اس سورت میں ان کے اس عذاب کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کے یہ اسماء ہیں، اور اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ العذاب بھی ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۲۹۶-۲۹۵، موضحاً، مطبوعہ دار صادر بیروت)

سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ بیان فرماتے ہیں:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق سورہ ہود، سورہ براءۃ، یٰسین، الدخان اور عم یتساءلون کو حفظ نہیں کر سکتا۔

امام ابوعبید، امام سعید بن منصور، امام ابوالشیخ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو عطیہ الہمدانی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ سورہ براءۃ کو سیکھو اور اپنی خواتین کو سورۃ النور سکھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں، امام حاکم نے اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا جس سورت کو تم سورہ توبہ کہتے ہو اس کا نام سورۃ العذاب ہے۔

امام ابوعبید، امام ابن المنذر، امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا سورۃ التوبہ؟ انہوں نے کہا توبہ! بلکہ یہ الفاضحہ ہے۔

امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ، زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک شخص نے حضرت عبداللہ سے کہا سورہ توبہ؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورہ توبہ کون سی سورت ہے؟ انہوں نے کہا سورۃ البراءۃ، حضرت ابن عمر نے فرمایا: کیا لوگوں کو یہی کچھ سکھایا گیا ہے، ہم اس سورت کو المقشقشہ کہتے تھے۔

Marfat.com

امام ابوالشیخ نے عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ البراءۃ کو سورۃ المنقرہ کہا جاتا تھا، کیونکہ اس میں مشرکین کے دلوں کی باتوں سے بحث کی گئی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورہ توبہ کو سورۃ العذاب کہتے تھے۔

امام ابن المنذر امام محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورۃ البراءۃ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں المعبرۃ کہا جاتا تھا، کیونکہ اس نے لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو منکشف کر دیا تھا۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۱۲۱۔۱۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال کی باہمی مناسبت

سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال میں قوی مشابہت ہے، کیونکہ ان دونوں سورتوں میں اسلامی ملک کے داخلی اور خارجی احکام بیان کیے گئے ہیں، اور صلح اور جنگ کے اصول اور قواعد بیان کیے گئے ہیں اور مومنین صادقین اور کفار اور منافقین کے احوال بیان کیے گئے ہیں، اور دیگر ممالک کے ساتھ معاہدوں اور مواثیق کا بیان کیا گیا ہے، البتہ سورۃ الانفال میں غیر مسلموں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور سورۃ التوبہ میں کفار کی طرف سے عہد شکنی کی ابتدا کی صورت میں ان معاہدوں کو توڑنے کا حکم دیا ہے بلکہ اس سورت کی ابتدا ہی اس حکم سے ہوتی ہے، اور ان دونوں سورتوں میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام میں آنے سے روکا جائے اور ان دونوں سورتوں میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مشرکین اور اہل کتاب سے جہاد اور قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور منافقین کی سازشوں سے خبردار فرمایا ہے، اسی قوی مشابہت کی وجہ سے سورۃ التوبہ سورۃ الانفال کے تتمہ کے حکم میں ہے لیکن درحقیقت یہ دونوں مستقل الگ الگ سورتیں ہیں اور سورۃ التوبہ، سورۃ الانفال کا جز نہیں ہے، کیونکہ سورۃ التوبہ کے بہ کثرت اسماء ہیں جو اس سورت کو سورۃ الانفال سے ممیز اور ممتاز کرتے ہیں، اور عہد صحابہ سے آج تک تمام مسلمان اس سورت کو سورت الانفال سے الگ شمار کرتے آئے ہیں۔

یزید فارسی بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۃ الانفال مثانی سے ہے، اور سورہ البراءۃ مئین سے ہے، پھر اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر درج کیا ہے، اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی؟ اور آپ نے اس سورت کو السبع الطوال میں درج کیا ہے، اس کا باعث کیا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ تک لمبی لمبی سورتیں نازل ہوتی رہیں، جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ لکھنے والوں کو بلا کر فرماتے، اس آیت کو فلاں فلاں سورت میں رکھو، اور مدینہ کے ابتدائی ایام میں سورت الانفال نازل ہوئی تھی، اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی تھی، اور اس کا قصہ، الانفال کے قصہ کے مشابہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ یہ الانفال کا حصہ ہے، سو ہم نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کا حصہ ہے، سو اس وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر لکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۲۱، حافظ ذہبی نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۸۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۵، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۰۷)

فائدہ: سورہ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں ان کو السبع الطوال کہا جاتا

Marfat.com

ہے‘ وہ یہ ہیں: البقرہ‘ آل عمران‘ النساء‘ المائدہ‘ الانعام‘ الاعراف اور الانفال‘ اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہیں‘ ان کو ذوات المئین کہتے ہیں‘ اور جن میں اس سے کم آیتیں ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں‘ سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک طوال مفصل ہیں اور سورۃ البروج سے سورۃ البینہ تک اوساط مفصل ہیں‘ اور سورۃ البینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ (در مختار و رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۳‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۰۷ھ)

سورۃ التوبہ کا زمانہ نزول

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ البراءۃ مکمل نازل ہوئی اور جو آپ پر آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے: یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ‘ (النساء: ۱۷۶)... (مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ طبع قدیم)

امام ابو السعادات المبارک بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے بخاری‘ مسلم اور ترمذی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آخری سورت جو مکمل نازل ہوئی وہ سورۃ التوبہ ہے اور جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الکلالہ ہے۔

(جامع الاصول ج ۱۱ رقم الحدیث: ۸۸۶۱‘ تاہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں کاملہ یا تامہ کا لفظ نہیں ہے‘ دیکھئے صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۶۴‘ ۴۶۰۵‘ ۴۶۵۴‘ ۶۷۴۴ اور صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۱۸ اور سنن ترمذی میں یہ روایت نہیں ہے‘ یہ پورا متن مسند احمد میں ہے‘ حافظ سیوطی نے مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ بھی دیا ہے (الدر المنثور ج ۴ ص ۱۱۹) اور اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید کی آخری آیت یستفتونک... ہے۔)

ہجرت کے بعد اوائل مدینہ میں الانفال نازل ہوئی اور سورۃ البراءۃ یا التوبہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے‘ یہ سورۃ نو ہجری میں نازل ہوئی ہے‘ جس سال غزوۂ تبوک ہوا‘ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی اور مسلمانوں کی بہت تنگی اور عسرت میں غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے‘ اس وقت کھجوریں پک چکی تھیں‘ اس میں مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش تھی‘ اور اسی غزوہ سے منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے آخری غزوہ تھا۔ اس سورت کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکہ روانہ کیا تاکہ وہ ایام حج میں مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو فسخ کرنے کا اعلان کر دیں۔

یہ سورت نزول کے اعتبار سے بالاتفاق آخری سورت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ سورت سورۃ الفتح کے بعد نازل ہوئی ہے‘ اور بہ اعتبار نزول کے اس کا نمبر ۱۱۴ ہے۔ روایت ہے کہ یہ سورت اوائل شوال ۹ ہجری میں نازل ہوئی‘ ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالقعدہ ۹ ہجری میں نازل ہوئی‘ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کر چکے تھے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت الانعام کی طرح مکمل یکبارگی نازل ہوئی ہے‘ اور بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور مکمل یکبارگی نازل ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے دوران کوئی اور سورت درمیان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔

اس پر روایات متفق ہیں کہ جب رمضان نو ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے‘ تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ اس سال ذوالحجہ کے مہینہ میں حج کر لیں‘ لیکن آپ نے اپنے حج میں مشرکین کے ساتھ اختلاط کو ناپسند کیا‘ کیونکہ وہ

Marfat.com

اپنے تلبیہ میں اپنے بنائے ہوئے خدا کے شرکاء کا بھی ذکر کرتے تھے' ان کا تلبیہ یہ تھا لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک "میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں البتہ تیرا وہ شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس کے مملوک کا بھی تو مالک ہے" اور وہ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے' اور اس وقت تک آپ کا مشرکین سے کیا ہوا معاہدہ قائم تھا اور مقام رسالت اس کے خلاف ہے کہ آپ کفریہ کلمات سنیں اور غیر شرعی امور دیکھیں اور ان کو تبدیل نہ کریں کیونکہ برائی کو اپنی قوت سے مٹا دینا ہی ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر و پس منظر

۶ھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں مشرکین کے ساتھ صلح اور امان کا دس سال تک کا معاہدہ کیا تھا' بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں داخل تھے اور بنو بکر مشرکین قریش کے عہد میں داخل تھے' پھر اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا غزوہ موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخرۃ اور رجب تک قیام فرمایا' پھر ۸ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا' اور قریش نے بھی رات کو چھپ کر بنو بکر کے ساتھ مل کر قتال کیا' حتیٰ کہ بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن قریش اور بنو بکر نے حرم کا بھی احترام نہیں کیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا جب قریش اور بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کا مال لوٹ لیا' اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا تب عمرو بن سالم الخزاعی اور بنو کعب کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو بن سالم تمہاری امداد کر دی گئی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۷' السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۲۳۴) قریش نے پھر معاہدہ کی تجدید کے لیے ابو سفیان کو مدینہ بھیجا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تجدید نہیں کی۔)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۴ ص ۱۳۹-۱۴۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور ۸ھ میں مکہ فتح کر لیا' پھر ۸ھ میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے بہت شدید قتال کیا' تیروں اور منجنیق سے ان پر حملہ کیا اور طائف کو فتح کر لیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ آپ کا آخری غزوہ تھا اور سورۃ التوبہ کی اکثر آیات اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہیں۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان ہے اور مدینہ سے چودہ منزل پر ہے۔ غزوہ موتہ کے بعد سے رومی' مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا رہے تھے اور قیصر روم نے غسانیوں کو اس مہم پر روانہ کیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رومیوں کے عزائم کا علم ہوا تو آپ نے از خود ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور تیس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تبوک پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن قیام کیا' ایلہ (خلیج عقبہ کے پاس ایک مقام) کا سردار جس کا نام یوحنا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ جرباء اور اذرح کے عیسائی سردار بھی حاضر ہوئے اور انہوں نے جزیہ ادا کرنا منظور کر لیا' اسی طرح ایک عرب سردار جو رومیوں کے زیر اثر تھا اس نے بھی اطاعت قبول کی' اس کا نام اکیدر تھا۔ جب تبوک کے گرد تمام عیسائی ریاستوں کے سرداروں نے آپ کی اطاعت قبول

Marfat.com

کرلی اور آپ کی ہیبت سے قیصر روم اور اس کے گماشتوں کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی تو آپ فاتحانہ شان کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچے اور آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ غزوۂ تبوک کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ اس سے متعلق آیتوں کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا' پھر آپ نے خیال فرمایا کہ اپنی عادت کے مطابق ان دنوں میں مشرکین بھی حج کے لیے آئیں گے اور برہنہ طواف کریں گے اور تلبیہ میں شرکیہ کلمات پڑھیں گے' اس لیے آپ نے ان کے ساتھ حج کرنے کو ناپسند فرمایا' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو مناسک حج کی تعلیم دیں اور یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور چونکہ عرب معاہدہ کے فسخ میں اصل شخص کی بات کا اعتبار کرتے تھے یا اس کے قریبی رشتہ دار کی' اس لیے حضرت ابوبکر کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ اب اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہیں اور حدیبیہ کا معاہدہ اب ختم ہو چکا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۵' ملخصاً' السیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۴ ص ۳۲۰-۲۹۱ ملخصاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس میں بھیجا۔ ہم منیٰ میں یہ اعلان کرنے والے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ حمید بن عبدالرحمن نے کہا' پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کر دیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا' پھر حضرت علی نے ہمارے ساتھ قربانی کے دن منیٰ والوں میں اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک طواف کرے گا نہ برہنہ طواف کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۶۵۶' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا' پھر ان کو بلایا اور فرمایا یہ اعلان صرف اسی شخص کو کرنا چاہیے جو میرے اہل سے ہو' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۱' اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں' بڑھاپے میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' اسی وجہ سے امام بخاری نے ان کو ترک کر دیا تھا' تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۳۸' تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱' تہذیب الکمال: ۱۴۸۲' لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (امیر حج بنا کر) بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کا اعلان کریں' پھر ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا' حضرت ابوبکر ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء کی آواز سنی۔ حضرت ابوبکر گھبرا کر باہر آئے' انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیا' جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اعلان کریں' پھر وہ دونوں گئے اور ان دونوں نے حج کیا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں یہ اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہر مشرک سے بری ہو چکا ہے' اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا' اور مومن کے سوا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یہ

Marfat.com

اعلان کرتے تھے اور جب وہ تھک جاتے تھے تو حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۲، یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس کا ایک راوی سفیان بن حسین ہے، امام محمد بن سعد نے کہا یہ اپنی حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، یعقوب بن شیبہ نے کہا یہ صادق ہے مگر اس کی حدیث میں ضعف ہے، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۰۷، تہذیب الکمال رقم الحدیث: ۲۳۹۹، سفیان بن الحسین نے اس حدیث کو الحکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے، العجلی نے کہا اس میں تشیع تھا، امام ابن حبان نے کہا یہ تدلیس کرتا تھا، تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۳۲، رقم: ۱۴۵۸، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۳۲، تہذیب الکمال رقم: ۱۴۳۷)

سورۃ التوبہ کے مسائل اور مطالب

سورۃ التوبہ میں مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور مناسک حج ادا کرنے سے روک دیا گیا ہے، مشرکین کے ان مناصب کو معطل اور فسخ کر دیا جن پر وہ زمانہ جاہلیت میں فخر کیا کرتے تھے، مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالت جنگ کا اعلان کر دیا گیا، اہل کتاب جب تک جزیہ ادا نہ کریں ان سے بھی حالت جنگ کا اعلان کر دیا گیا اور یہ کہ وہ مشرکین سے کم برے نہیں ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کا مال اور ان کی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، حرمت والے مہینوں کی تعظیم کا بیان کیا، زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنی ہوس کو پورا کرنے کے لیے سال کے مہینوں کو جو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے اس کو باطل اور منسوخ کرنا، اللہ کی راہ میں قتال کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر مسلمانوں کو جہاد کے لیے روانہ ہونے کی ترغیب دینا، یہ فرمانا کہ اللہ خود اپنے رسول کی مدد فرمانے والا ہے، جنگ حنین میں اللہ کی نصرت کو یاد دلانا، غزوۂ تبوک میں لشکر اسلام کے ساز و سامان اور رسد کی تیاری کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دینا، بلاعذر غزوۂ تبوک میں نہ جانے والے منافقوں کی مذمت کرنا، صدقات پر منافقوں کی حرص اور ان کے بخل پر ان کو ملامت کرنا، منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ کر آپ کو اذیت پہنچائی، پھر جھوٹی قسمیں کھا کر منکر ہوئے، انہوں نے برائی کی ترغیب دی اور نیکی سے روکا اور ضعفاء مسلمین کا مذاق اڑایا، ان کی ان کارستانیوں کا بیان کرنا، اہل کتاب پر جزیہ مقرر کرنا، اور ان کے احبار اور رہبان نے دین میں جو عقائد باطلہ شامل کر دیئے تھے ان کی مذمت کرنا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے، مسلمانوں کو اپنے جہاد میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت کی ہے اور کفار اور منافقین کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، گزشتہ امتوں کی مثالیں بیان کی ہیں، جن منافقوں نے مسجد ضرار بنائی تھی ان کی بدنیتی کا ذکر فرمایا ہے، مسجد قبا اور مسجد نبوی کی فضیلت بیان کی ہے، اعراب (دیہاتیوں) میں سے نیکوں اور بروں کا ذکر فرمایا ہے، کفار اور منافقین کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ان کے برعکس صفات بیان کی ہیں اور مسلمانوں کی نیک صفات کے مقابلہ میں کفار اور منافقین کی بری صفات بیان کی ہیں، اور مسلمانوں کی جزاء اور ان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے، نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین اور انصار اور ان کی اتباع بالاحسان کرنے والے مسلمانوں کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے، توبہ کرنے اور نیک کام کرنے کی ترغیب دی ہے، اور جہاد کے فرض کفایہ ہونے کے متعلق آیات ہیں، غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی مایوسی کے بعد ان کی مدد کرنے کی نعمت کو یاد دلایا ہے، غزوۂ تبوک اور اس کے لشکر کی اہمیت بیان فرمائی ہے، جن تین مسلمانوں نے بغیر کسی عذر کے غزوۂ تبوک میں اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے شرکت نہیں کی تھی، ان کی ندامت اور تنگی کے بعد ان کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، اور مسلمانوں پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا جس کی ہر صفت میں ان کے لیے رحمت، خیر اور برکت ہے،

Marfat.com

زکوٰۃ کی مشروعیت کو بیان فرمایا ہے اور علم دین حاصل کرنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو علم دین حاصل کرے پھر اس کی تبلیغ اور نشرو اشاعت کرے۔

سورۃ التوبہ کے اس تعارف کو پیش کرنے کے بعد اب ہم اس کی تفسیر شروع کرتے ہیں، ہم اس سورت کی تفسیر میں کتب حدیث، کتب سیرت اور کتب فقہ سے زیادہ تر مواد پیش کریں گے، ہماری کوشش ہوگی کہ ہمارے قارئین کو زیادہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی سیرت تک رسائی ہو جائے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ التوبہ مدنی ہے، اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ ①

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، ان مشرکین سے اعلان برأت (بیزاری) ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ ○

فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى

سو (اے مشرکو!) اب تم (صرف) چار ماہ (آزادی سے) چل پھر لو۔ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور

اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ

یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ۔○ اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف

رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ

سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن، اللہ مشرکین سے بری الذمہ

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ

ہے اور اس کا رسول (بھی) پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور آپ کافروں کو دردناک عذاب

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ③ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ

کی خوشخبری دیجئے ○ ماسوا ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا، پھر انہوں نے

Marfat.com

يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ

اس معاہدہ کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان سے ان کے معاہدہ کو

عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۴ فَاِذَا انْسَلَخَ

اس کی مدت معینہ تک پورا کرو، بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے ○ پس جب حرمت والے

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ

مہینے گذر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو گرفتار کرو، اور

خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا

ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بہت بخشنے

رَّحِيْمٌ ۝۵ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

دے دیجئے حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے، یہ (حکم) اس سبب سے کہ وہ لوگ

يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع

علم نہیں رکھتے ○

ع ۷

سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۃ الانفال مثانی (جس سورت میں ایک سو سے کم آیتیں ہوں) سے ہے اور سورۃ البراءۃ مئین (جس سورت میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں) سے ہے، اور آپ نے اس سورت کو السبع الطوال (سورۃ الفاتحہ کے بعد کی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں) میں درج کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ تک لمبی لمبی سورتیں نازل ہوتی رہیں، جب بھی آپ پر کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو

Marfat.com

فلاں فلاں نام کی سورتوں میں لکھ دو' اور جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ فرماتے اس آیت کو فلاں نام کی سورت میں لکھ دو' اور سورۃ الانفال مدینہ کے اوائل میں نازل ہوئی تھی' اور سورۃ البراء ۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی ہے' اور التوبہ کا قصہ الانفال کے قصہ کے مشابہ تھا' پس میں نے یہ گمان کیا کہ سورۃ البراء ۃ الانفال کا جز ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور انہوں نے ہم سے یہ نہیں بیان فرمایا کہ سورۃ التوبہ سورۃ الانفال کا جز ہے' پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر رکھا' اور میں نے ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور میں نے اس سورت کو السبع الطوال میں درج کر دیا۔

امام ابو عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو صرف یزید فارسی نے روایت کیا ہے' نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۰۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۸۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۰۷' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۱۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے' تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۲۲۱)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یزید بن ہرمز' یزید فارسی ہے یا نہیں' عبدالرحمن بن مہدی نے کہا یزید فارسی ہی ابن ہرمز ہے' امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے' یحییٰ بن سعید القطان نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں' انہوں نے کہا یہ شخص امراء کے ساتھ ہوتا تھا' ابو بلال نے کہا یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا منشی تھا' امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ یزید بن ہرمز' یزید فارسی نہیں ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۹۴ - ۳۹۳' رقم: ۷۶۵۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۱' تقریب التہذیب ج ۲ ص ۳۳۳)

اس بحث سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ متعین نہیں ہو سکا کہ اس حدیث کا راوی یزید فارسی ہے یا یزید بن ہرمز۔

سند پر بحث کے علاوہ اس حدیث کا متن بھی مخدوش ہے' امام رازی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ سورۃ التوبہ کو سورۃ الانفال کے بعد رکھا جائے اور بعض سورتوں کی ترتیب وحی کے موافق نہیں کی گئی بلکہ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے ان میں ترتیب قائم کی تھی تو باقی سورتوں میں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ان کی ترتیب بھی وحی سے نہ کی گئی ہو' بلکہ ایک سورت کی آیات میں بھی یہ احتمال ہو گا کہ ان آیتوں کی ترتیب بھی صحابہ نے اپنی رائے سے قائم کی ہو اور اس سے رافضیوں کے اس عقیدہ کو تقویت ہو گی کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کا ہونا جائز ہے اور پھر قرآن مجید حجت نہیں رہے گا' اس لیے صحیح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس سورت کو سورۃ الانفال کے بعد رکھا جائے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر اس سورت کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی صحیح وجہ تو یہی ہے جو امام رازی نے ذکر فرمائی ہے' اس کے علاوہ علماء کرام نے اور بھی توجیہات کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سورۃ البراءۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں نہیں لکھی گئی؟ انہوں نے فرمایا اس لیے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم امان ہے اور البراءۃ میں تلوار سے مارنے کی آیتیں ہیں اس میں امان نہیں ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۳۳۱، مطبوعہ دار الباز مکہ المکرمہ)

مبرد سے بھی ایسی ہی توجیہ مروی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم رحمت ہے اور البراءۃ اظہار غضب سے شروع ہوتی ہے، اسی کی مثل سفیان بن عیینہ نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم رحمت ہے اور رحمت امان ہے اور یہ سورت منافقین اور تلوار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور منافقین کے لیے امان نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اس لیے نہیں لکھا گیا کہ اس سورت سے پہلے جبریل بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لے کر نازل نہیں ہوئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ الانفال اور التوبہ الگ سورتیں ہیں یا دونوں مل کر ایک سورت ہیں، کیونکہ مجموعی طور پر ان کی آیات دو سو چھ (۲۰۶) ہیں اور یہ طوال میں سے ایک ہیں، اور ان دونوں سورتوں میں قتال اور مغازی کا مضمون ہے، اس اختلاف کی بنا پر انہوں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ رکھی تاکہ اس سے ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو کہتے ہیں کہ یہ دو سورتیں ہیں اور سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی تاکہ ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر ایک سورت ہیں، تو انہوں نے ایسا عمل کیا جو صحابہ کرام کے اس اختلاف اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے، اور ان کا یہ عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین کو منضبط کرنے میں اور قرآن مجید کو تغییر اور تحریف سے محفوظ رکھنے میں بہت متشدد تھے، اس سے رافضیوں کا قول باطل ہو جاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال دونوں مل کر ایک سورت ہیں، ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الانفال کے آخر میں ہے مومن ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں اور وہ کفار سے بالکل منقطع ہیں۔ سورۃ التوبہ براءۃ من اللہ ورسولہ سے شروع ہوتی ہے اور التوبہ کی ابتداء الانفال کے آخر کی تاکید ہے کیونکہ براءت کا معنی ہے عصمت اور حفاظت کا منقطع ہونا تو الانفال کا آخر اور التوبہ کا اول دونوں کا حاصل مسلمانوں کا مشرکین کی ولایت اور ان کی حفاظت کو منقطع کرنا ہے۔ (غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۳ ص ۴۲۸، مطبوعہ ۱۴۱۶ھ)

سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی سے جمال القراء میں یہ منقول ہے کہ سورۃ التوبہ کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ترک کرنا مشہور ہے اور عاصم کی قرأت میں سورۃ التوبہ کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے، اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ بسم اللہ کو یا تو اس لیے ترک کیا جائے گا کہ اس سورت میں تلوار سے قتل کرنے کے احکام نازل ہوئے ہیں یا اس وجہ سے بسم اللہ کو ترک کیا جائے گا کہ صحابہ کرام کو یہ یقین نہیں تھا کہ سورۃ التوبہ مستقل سورت ہے یا سورۃ الانفال کا جز ہے، اگر پہلی وجہ ہو تو پھر بسم اللہ کو ترک کرنا ان لوگوں کے ساتھ مختص ہوگا جن کو کفار اور منافقین کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ہم تو سورۃ التوبہ کو تبرکاً پڑھتے ہیں، اور اگر بسم اللہ کو اس وجہ سے ترک کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ الانفال کا جز ہے تو سورتوں کے اجزا اور بعض آیات کو پڑھنے سے پہلے بھی تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا جائز ہے

Marfat.com

اور روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے۔

ابن مناذر کا موقف ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے اور الاقناع میں بھی اس کا جواز لکھا ہوا ہے' اور صحیح یہ ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ کو نہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن مذکور نہیں ہے' اور اس کے سوا اور کسی مصحف کی اقتدا نہیں کی جاتی' بعض مشائخ شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ کو پڑھنا حرام ہے اور اس کا ترک واجب ہے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر کوئی شخص سورت کے درمیان سے قرات شروع کرے پھر بھی قرات سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۱۰ ص ۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

میری رائے میں علامہ آلوسی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے اور سورۃ التوبہ کے اول کو سورت کے درمیان سے قرات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ سورۃ التوبہ کے اول میں بسم اللہ کو نہ پڑھنا مصحف عثمان کے مطابق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر محمول ہے لہٰذا سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنا توقیفی ہے اور اتباع سنت ہے جبکہ کسی سورت کے درمیان سے جب قرات کی جائے تو وہاں بسم اللہ کو نہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے' بلکہ بسم اللہ کو پڑھنے کی دلیل موجود ہے کیونکہ قرآن مجید خواہ کہیں سے پڑھا جائے ایک مہتم بالشان کام ہے اور ہر مہتم بالشان کام سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھنا مستحب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ مہتم بالشان کام جس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔

حافظ سیوطی نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ معتبر ہیں۔
(الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۷۷' رقم: ۶۲۸۴' الجامع الکبیر ج ۶ ص ۴۳۰' رقم: ۱۵۷۶۱' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۷۷' کنز العمال ج ۱' رقم الحدیث: ۲۴۹۱)

حافظ سیوطی نے کہا ہے اس حدیث کو عبدالقادر رہاوی نے اپنی اربعین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: جس طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ابتداء کے متعلق حدیث ہے اسی طرح الحمد للہ سے ابتداء کے متعلق بھی حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ مہتم بالشان کام جس کو الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۴' مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۸۷۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۹)

ان دونوں حدیثوں میں اس طرح موافقت کی گئی ہے کہ بسم اللہ سے ابتداء' ابتداء حقیقی پر محمول ہے اور الحمد للہ سے ابتداء' ابتداء اضافی یا ابتداء عرفی پر محمول ہے اور یہی اسلوب قرآن مجید کے مطابق ہے۔

اس لیے ہر اس کام کو جو شرعاً محمود ہو بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے البتہ جو کام شرعاً مذموم ہو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، قتادہ اور بہت سے علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے، ابن الفرس نے کہا یہ سورت مدنی ہے لیکن اس کی آخری دو آیتیں لقد جاء کم رسول من انفسکم اور فان تولوا فقل حسبی اللہ (التوبہ: ١٢٩-١٢٨) یہ دو آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی آخری آیت جو نازل ہوئی ہے وہ لقد جاء کم رسول من انفسکم ہے۔ اور دوسرے علماء نے ان دو آیتوں کا استثناء کیا ہے ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین۔ الآیہ (التوبہ: ١١٤-١١٣) کیونکہ یہ دو آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے یہ فرمایا تھا: میں تمہارے لیے ضرور اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے اور یہ آیتیں ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ (روح المعانی جز ١٠ص ٤٠، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے اعلان براءت (بیزاری) ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا O سو (اے مشرکو!) اب تم (صرف) چار ماہ (آزادی سے) چل پھر لو اور یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے O اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن، اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول (بھی) پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور آپ کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے O

(التوبہ: ٣-١)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

براءۃ: علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ نے لکھا ہے براءۃ کا اصل معنی یہ ہے کہ انسان اس چیز سے منفصل ہو جائے جس سے اتصال اس کو ناپسند ہو، اس لیے کہا جاتا ہے کہ میں مرض سے بری ہو گیا اور میں فلاں شخص سے بری ہوں، قرآن مجید میں ہے:

اَنْتُمْ بَرِیْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (یونس: ٤١) تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔

(المفردات ج ١ص ٥٧، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٨ھ)

مرض سے بری ہونے کا معنی ہے مرض سے نجات پانا، عہد سے بری ہونے کا معنی ہے عہد کو ختم کرنا یا فسخ کرنا، گناہ سے بری ہونے کا معنی ہے گناہ کو ترک کرنا، قرض سے بری ہونے کا معنی ہے قرض کو ساقط کرنا۔

عاھدتم: عہد کا معنی ہے کسی چیز کی بتدریج رعایت اور حفاظت کرنا، وہ پختہ وعدہ جس کی رعایت کرنا لازم ہو اس کو بھی عہد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا۔ (بنو اسرائیل: ٣٤) پختہ وعدہ کو پورا کرو، بے شک پختہ وعدہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔

Marfat.com

اللہ سے کیا ہوا پختہ وعدہ کبھی ہماری عقلوں میں مقرر ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کتاب اور سنت کے واسطے سے ہم سے پختہ وعدہ لیتا ہے' اور کبھی ہم کسی چیز کو از خود اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور شریعت نے اس چیز کو ہم پر لازم نہیں کیا تھا' اس کی مثال نذریں ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ۔ (التوبہ: ٧٥) اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔

اصطلاح شرع میں معاہد' ذمی کو کہتے ہیں یعنی مسلمان جس کافر سے جزیہ لے کر اس کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیں اور اس کی حفاظت کا عہد کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ معاہد (ذمی) کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٥٠٦' سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٤١٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٦٦٠' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٥٩٩٦' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٨ ص ٣٠)

(المفردات ج ٢ ص ٤٥٥' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ دو فریق چند شرائط کے ساتھ جس عقد کا التزام کریں اس کو معاہدہ کہتے ہیں' یہاں معاہدین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی مدت کے تعین کے عہد کیا تھا' یا جن لوگوں کا عہد چار ماہ کی مدت سے کم تھا' سو ان دونوں کو چار ماہ مکمل کرنے کی مہلت دی گئی اور جن لوگوں کا عہد چار ماہ سے زیادہ کی مدت کے لیے تھا (حدیبیہ میں مشرکین سے دس سال کی مدت کے لیے معاہدہ کیا گیا تھا) لیکن انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کی ان کو بھی صرف چار ماہ کی مہلت دی گئی اور جن لوگوں نے عہد کی پابندی کی' ان کے ساتھ ان آیتوں میں مدت عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فسیحوا فی الارض: ساحۃ کھلی جگہ کو کہتے ہیں' مکان کے صحن کو بھی ساحۃ کہتے ہیں۔ جو پانی کھلی جگہ میں مسلسل بہتا رہتا ہو اس کو سائح کہتے ہیں' جو شخص مسلسل بہتے ہوئے پانی کی طرح آزادی سے چلتا رہتا ہو اس کو بھی سائح کہتے ہیں اور اس کو سیاح بھی کہتے ہیں۔ (المفردات ج ١ ص ٣٢٤' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں سے بغیر تعین مدت کے عہد کیا تھا یا جن سے چار ماہ سے کم مدت کا عہد تھا ان لوگوں کو اس مدت میں امان کے ساتھ زمین میں چلنے کی مہلت ہے۔ اس مدت کی ابتداء زہری کے قول کے مطابق شوال ٩ھ سے ہوئی' کیونکہ سورۃ التوبہ شوال میں نازل ہوئی تھی' اور پھر چار ماہ کے بعد تمہارے لیے امان نہیں ہوگی۔ سیاحت کے معنی زمین میں آزادی کے ساتھ چلنا ہے۔

الحج الاکبر: حج کا معنی لغت میں زیارت کا قصد کرنا ہے' اور اصطلاح شرع میں بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا ہے اور ٩ ذوالحج کو احرام باندھے ہوئے میدان عرفات میں وقوف کرنا اور ٩ تاریخ کے بعد طواف زیارت کرنا ہے' یہ حج کے ارکان ہیں' اس کے علاوہ حج کی شرائط' حج کے واجبات' سنن' آداب اور موانع ہیں جن کی تفصیل ہم البقرہ: ١٩٦ اور آل عمران: ٩٧-٩٦ میں بیان کر چکے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ نے لکھا ہے کہ حج اکبر سے مراد یوم قربانی اور یوم عرفہ ہے اور روایت ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے۔ (المفردات ج ١ ص ١٤١' مجمع بحار الانوار ج ١ ص ٤٤٢' مطبوعہ مدینہ منورہ) اور زبان زد خلائق ہے کہ جس سال نو ذوالحج جمعہ کے دن ہو وہ حج اکبر ہوتا ہے اور اس کا ثواب ستر حجوں کے برابر ہے' اس کی تحقیق ہم ان شاء اللہ اس آیت کی تفسیر میں کریں گے۔

آیات سابقہ سے مناسبت

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

Marfat.com

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۡۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ ۝ اور اگر آپ کسی قوم سے عہد شکنی کرنے کا خطرہ محسوس کریں تو ان کا عہد ان کی طرف برابر سرابر پھینک دیں' بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانفال: ۵۸)

اور سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک الفاظ میں مشرکین سے مسلمانوں کے کیے ہوئے معاہدہ کو فسخ کرنے کا اعلان فرمادیا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۶ھ میں مسلمانوں نے مشرکین سے حدیبیہ میں صلح کی تھی' پھر ۹ھ میں بنو ضمرہ اور بنو کنانہ کے سوا سب نے عہد شکنی کی' تب مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ سے بری الذمہ ہو جائیں' اور ان کو چار ماہ کی مہلت دی' اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ اگر مشرکین اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے' مشرکین اس انتظار میں تھے کہ روم اور ایران کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو اس دوران مسلمانوں پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ہزیمت سے دوچار کر دیا جائے' لیکن اللہ اور اس کے رسول نے اس وقت کے آنے سے پہلے ہی ان کی بساط ان پر الٹ دی اور ان سے اعلان براءت کر کے انہیں اس پر مجبور کر دیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا مسلمانوں سے لڑ کر فنا کے گھاٹ اتر جائیں' پھر وہ وقت آیا کہ ان کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ اس وقت کی دو بڑی طاقتیں فارس و روم بھی مسلمانوں کی قوت کے سامنے سرنگوں ہو گئیں اور جو یہ چاہتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کی یلغار کے سامنے مسلمان تنکوں کی طرح بہہ جائیں' انہوں نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں کی قوت کے سامنے قیصر و کسریٰ تنکوں کی طرح بہہ گئے اور یوں اللہ اور اس کے رسول کی حکمت اور تدبیر سے ان کی بازی ان پر الٹ گئی۔

ان مشرکین کا مصداق جن کو چار ماہ کی مہلت دی گئی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سو (اے مشرکو!) اب تم (صرف) چار ماہ (آزادی سے) چل پھر لو۔ (التوبہ: ۱) اس میں مفسرین کے چار اقوال ہیں کہ اس آیت میں کن مشرکین کو چار ماہ کے لیے امان دی گئی ہے۔

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ اور ضحاک نے یہ کہا ہے کہ جن مشرکین سے مسلمانوں نے چار ماہ کی مدت سے زیادہ معاہدہ کیا تھا ان کی مدت کم کر کے چار ماہ کر دی گئی اور جن سے چار ماہ سے کم کا معاہدہ کیا تھا ان کے معاہدہ میں چار ماہ تک توسیع کر دی گئی اور جن سے کوئی معاہدہ نہیں تھا ان کو محرم ختم ہونے تک پچاس راتوں کی مہلت دی گئی۔

(۲) مجاہد' زہری اور قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں چار ماہ کے لیے تمام مشرکین کو امان دی گئی خواہ ان کا عہد ہو یا نہ ہو۔

(۳) امام ابن اسحاق نے کہا اس آیت میں ان کے لیے امان ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ سے کم مدت کے لیے امان دی تھی یا ان کی امان غیر محدود تھی اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امان نہیں دی تھی ان سے بدستور حالت جنگ ہے۔

(۴) ابن السائب نے کہا اس آیت میں ان لوگوں کو امان دی ہے جن کے لیے پہلے امان نہیں تھی یا ان سے کوئی معاہدہ نہیں تھا اور جن سے معاہدہ کیا گیا تھا ان کے لیے معاہدہ کی آخری مدت تک امان ہے' اس قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دن اعلان کرتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے وہ اپنے معاہدہ کی مدت پوری کریں گے اور بعض روایات میں ہے ان کی مدت چار ماہ ہے۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۳۹۴' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

حافظ اسماعیل بن کثیر القرشی الشافعی المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے، امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار یہ ہے کہ اس آیت میں ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی ہے جن سے بغیر تعیین مدت کے معاہدہ کیا گیا تھا یا جن سے چار ماہ سے کم مدت کے لیے معاہدہ تھا تو وہ چار ماہ کی مدت کو پورا کریں، اور جن سے کسی خاص مدت تک کے لیے معاہدہ تھا تو وہ اپنی مدت پوری کریں خواہ وہ مدت جتنی بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ماسوا ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا، پھر انہوں نے اس معاہدہ کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان سے اس معاہدہ کو مدت معینہ تک پورا کرو۔ (التوبہ: ۴) اور جیسا کہ عنقریب حدیث میں آئے گا کہ جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے تو وہ اس مدت کو پورا کرے۔ یہ قول تمام اقوال میں زیادہ عمدہ اور زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح ہے: جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مہلت دی اور جن لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ نہیں تھا ان کو یوم النحر (قربانی کے دن) سے لے کر آخر محرم تک مہلت دی ہے اور محرم گزرنے کے بعد یا تو وہ اسلام قبول کرلیں ورنہ ان کو قتل کردیا جائے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۷، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے جنہوں نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تھی اور جن لوگوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی ان کی مدت پوری ہونے تک ان کو امان دینے کا حکم دیا ہے جیسا کہ التوبہ: ۴ سے ظاہر ہے اور یہی قول تمام اقوال میں راجح ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا تو میں ان کے ساتھ تھا، ان کے بیٹے نے پوچھا آپ لوگ کیا اعلان کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم یہ اعلان کرتے تھے کہ مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا، اور جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ تھا اس کی انتہائی مدت چار ماہ ہے اور جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا پس میں یہ اعلان کرتا رہا حتیٰ کہ میری آواز کی تیزی ختم ہوگئی۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۹۵۸، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۷۹۸۲، طبع جدید)

زید بن یثیع بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کو حج میں کس چیز کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا مجھے چار چیزوں کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، بیت اللہ کا کوئی شخص برہنہ طواف نہیں کرے گا، جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو اس کو چار ماہ کی مہلت ہے اور سوائے مومن کے جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہوگا، اور اس سال کے بعد مسلمان اور مشرک جمع نہیں ہوں گے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۳، مسند احمد ج ۱ رقم الحدیث: ۵۹۴، طبع جدید، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۴۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۹۱۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۵۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۰۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۴۸۵، المستدرک ج ۴ ص ۱۷۸)

Marfat.com

ہو سکتا ہے کہ یہ سوال کیا جائے کہ پہلی حدیث جو امام نسائی اور امام احمد سے مروی ہے اس میں مذکور ہے جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ تھا اس کی انتہائی مدت چار ماہ ہے اور دوسری حدیث جو امام ترمذی اور امام احمد سے مروی ہے اس میں مذکور ہے جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہو وہ اپنی مدت پوری کرے گا اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ حدیبیہ کیا اور پھر اس کی خلاف ورزی کی ان کو صرف چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے اور دوسری حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا اور اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی وہ اپنے معاہدہ کی انتہائی مدت کو پورا کریں گے۔

چار ماہ کے تعین میں متعدد اقوال

جن چار ماہ کی مشرکین کو مہلت دی گئی تھی ان کے تعین میں بھی مختلف اقوال ہیں' امام عبدالرحمن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ مہینے رجب' ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم ہیں۔

(۲) مجاہد' سدی اور قرظی نے کہا ان کی ابتداء یوم النحر (دس ذوالحجہ) سے ہے اور ان کی انتہا دس ربیع الثانی کو ہے۔

(۳) زہری نے کہا یہ مہینے شوال' ذوالقعدۃ' ذوالحجہ اور محرم ہیں' کیونکہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی تھی۔ ابوسلیمان الدمشقی نے کہا یہ سب سے ضعیف قول ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان میں اعلان کرنے کے لیے ذوالحجہ تک تاخیر نہ کی جاتی کیونکہ ان پر اس حکم کی پیروی اعلان کے بعد ہی لازم تھی۔

(۴) علامہ ماوردی نے کہا ہے اس مہلت کی ابتداء دس ذوالقعدہ سے ہوئی اور اس کی انتہا دس ربیع الاول کو ہوئی' کیونکہ اس سال حج اس دن ہوا تھا' پھر اس کے اگلے سال دس ذی الحج کو ہوا اور اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا تھا اور فرمایا تھا زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آ گیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۳۹۵۔ ۳۹۴' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ان چار مہینوں کی ابتدا ۱۰ ذوالقعدہ سے ہوئی اور ذوالحجہ' محرم' صفر اور دس دن ربیع الاول کے۔ اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکہ میں لوگوں کے ساتھ سورۃ التوبہ پڑھی تھی' پھر اس کے اگلے سال جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا' اس سال حج ذوالحجہ میں تھا اور یہ وہی وقت تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے حج مقرر فرمایا تھا' کیونکہ مشرکین مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے' اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا اس سال حج لوٹ کر اپنے اصل وقت میں آ گیا تھا جس وقت میں ابتداءً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حج فرض کیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو حج کے لیے ندا کریں:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (الحج: ۲۷)

(اے ابراہیم!) لوگوں میں بہ آواز بلند حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر آئیں گے جو ہر دور دراز سے پہنچیں گی۔

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں کھڑے ہو کر فرمایا: سنو زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آ چکا ہے جس ہیئت پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تھا' پس ثابت ہو گیا کہ حج نو ذوالحجہ کو ہوتا ہے۔ وہ یوم

Marfat.com

عرفہ ہے اور دس ذوالحجہ یوم النحر ہے اور یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ مشرکین کو جن چار مہینوں میں زمین پر آزادی سے چلنے پھرنے کی مہلت دی گئی ہے وہ یہی چار ماہ ہیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۷۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام جصاص نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کا متن مع تخریج یہ ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ اپنی اصل ہیئت میں گھوم کر آ چکا ہے جس ہیئت پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں تین مہینے مسلسل ہیں: ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے، (پھر آپ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس مہینہ کے (معروف) نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے پوچھا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس شہر کے (معروف) نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے پوچھا آج کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کے (معروف) نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی، اس مہینہ اور اس شہر میں حرمت ہے، اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑا دو، سنو! حاضر (یہ پیغام) غائب کو پہنچا دے، شاید بعض وہ لوگ جن کو یہ پیغام پہنچایا جائے وہ بعض سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں (امام بخاری جب اس حدیث کا ذکر کرتے تو کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا) پھر آپ نے فرمایا: سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵، ۴۶۶۲، ۷۴۴۷، ۳۱۹۷، صحیح مسلم، الحدود: ۲۹ (۱۶۷۹) ۴۳۰۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۵۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلانِ براءت کرنا حضرت ابوبکر کی خلافت میں وجہ طعن نہیں ہے

چھٹی صدی کے شیعہ عالم ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استحقاق خلافت میں حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کے سامنے اپنی وجوہ ترجیح بیان کیں اور ان میں فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ یہ بتاؤ کہ حج کے موسم میں مجمع عظیم کے سامنے سورۃ البراءۃ کا اعلان کرنے والا میں تھا یا تم تھے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا بلکہ تم تھے۔ (الاحتجاج ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۴۰۳ھ)

پھر تمام وجوہ ترجیح بیان کرنے کے بعد حضرت علی نے فرمایا: ان دلائل کی وجہ سے تم امت محمد کی امارت کے مستحق ہوتے ہو؟ وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے تم اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین سے بھٹک گئے اور تم ان چیزوں سے خالی ہو جن کے دین دار محتاج ہوتے ہیں، پھر (حضرت) ابوبکر رونے لگے اور کہا: اے ابوالحسن! تم نے سچ کہا مجھے ایک دن کی مہلت دو تاکہ میں اس پر غور کروں۔ (الاحتجاج ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۳ھ)

ایک اور شیعہ عالم محمد باقر الموسوی خراسانی نے اس کتاب پر حاشیہ لکھا ہے وہ سورۃ البراءۃ کے اعلان کے متعلق لکھتے

Marfat.com

ہیں:

(حضرت) ابو سعید اور (حضرت) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا۔ جب وہ مقام ضجنان پر پہنچے تو انہوں نے حضرت علی کی اونٹنی کی آواز سنی، وہ ان کو پہچان کر ان کے پاس آئے اور کہا کیا بات ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیریت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۃ البراءۃ کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ جب وہ دونوں واپس آئے تو حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ! میرا کیا مقام ہے؟ فرمایا اچھا ہے تم میرے غار کے صاحب ہو مگر بات یہ ہے کہ یہ اعلان یا میں پہنچا سکتا تھا یا میرا رشتہ دار یعنی حضرت علی۔ اس حدیث کو امام ابو حاتم نے روایت کیا ہے (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۷۴۵ رقم الحدیث: ۹۲۱۵) اور انہوں نے حضرت جابر سے ایک روایت اس طرح بیان کی ہے کہ: حضرت ابو بکر نے حضرت علی سے کہا آپ امیر ہیں یا سفیر ہیں؟ انہوں نے کہا بلکہ میں سفیر ہوں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں حج کے موقع پر لوگوں کے سامنے سورۃ البراءۃ کا اعلان کروں، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ابھی میرے پاس حضرت جبرئیل آئے تھے اور یہ کہا کہ معاہدہ فسخ کرنے کا اعلان آپ خود کریں گے یا آپ کا کوئی قرابت دار۔ (ذخائر العقبیٰ ص ۹۶)

(تعلیقات الموسوی علی الاحتجاج ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۳ھ)

دیگر شیعہ مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ مشرکین پر یہ اعلان اسی وقت حجت ہو سکتا تھا جب آپ کا کوئی قرابت دار یہ اعلان کرتا۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے قربانی کے دن مکہ میں لوگوں کے سامنے سورۃ البراءۃ پڑھی، کیونکہ اس سال حج کے موسم میں ابو بکر لوگوں کے امیر تھے، ان کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا میری طرف سے صرف میرا رشتہ دار ہی اعلان کر سکتا ہے۔ (التبیان ج ۵ ص ۱۶۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی (چھٹی صدی کے اکابر علماء امامیہ میں سے تھے) لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ سورۃ البراءۃ کی پہلی دس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور جس کا بھی کوئی معاہدہ تھا اس کو فسخ کر دیں، پھر ان کے پیچھے حضرت علی کو بھیجا تاکہ وہ ان سے یہ کام لے لیں اور وہ لوگوں کے سامنے پڑھیں، پس حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء پر بیٹھ کر گئے، حتیٰ کہ وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابو بکر سے جا ملے اور ان سے یہ کام لے لیا، اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا خیر کے سوا کوئی چیز نازل نہیں ہوئی، لیکن میری طرف سے میں خود اعلان کر سکتا ہوں یا میرا کوئی رشتہ دار۔ (مجمع البیان ج ۵ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

ان مستند علماء شیعہ کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر کی امارت میں فریضہ حج ادا کیا تھا، اور ان کا اعلان کرنا ایک خاص سبب سے تھا، اس سے حضرت ابو بکر کی امارت کو عزل کرنا لازم نہیں آتا جیسا کہ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ نے سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: آپ نے مجھے ایسا منصب دیا تھا جس سے لوگوں کی

Marfat.com

گردنیں میری طرف اٹھنے لگیں، پھر ابھی میں نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا تو آپ نے مجھے معزول کر دیا! آپ نے فرمایا: یہ میں نے نہیں کیا، یہ اللہ نے کیا ہے۔ (منہج الصادقین ج ۴ ص ۲۲۰، مطبوعہ کتاب فروشے علمیہ اسلامیہ طہران)

اور نہ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی دلیل ہے جیسا کہ شیخ طبرسی صاحب الاحتجاج نے سمجھا ہے۔

کتب امامیہ سے اس واقعہ کی روایات پڑھنے کے بعد اب اہل سنت کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو سعید یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب وہ مقام بجنان پر پہنچے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی آواز سنی، تو انہوں نے اس کو پہچان لیا اور وہ حضرت علی کے پاس گئے اور پوچھا میرے متعلق کوئی بات ہے؟ انہوں نے کہا خیر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۃ البراءۃ کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا ہے، جب ہم واپس آگئے تو حضرت ابوبکر گئے اور پوچھا یا رسول اللہ! میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا خیر ہے، تم میرے غار کے صاحب ہو البتہ میرا غیر میری طرف سے اعلان نہیں کر سکتا، میں اعلان کروں گا یا وہ شخص جو میرے خاندان سے ہو، آپ کی مراد حضرت علی تھے۔

(صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۱۷ رقم الحدیث: ۶۶۴۴، خصائص علی للنسائی رقم الحدیث: ۷، فضائل الصحابہ رقم الحدیث: ۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۵۶)

حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی، پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور آپ کافروں کو عذاب کی خوش خبری دے دیجئے ○ (التوبہ: ۳-۱)

حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں، امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا اس میں مسلمان اور مشرکین جمع تھے اور اسی دن یہود اور نصاریٰ کی عید بھی تھی اس لیے اس حج کو حج اکبر فرمایا۔

حارث حضرت علی سے اور معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر (قربانی کا دن) حج اکبر ہے۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے حج اکبر اور حج اصغر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

عطا نے کہا حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ یوم عرفہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ آپ کی رائے ہے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی؟ انہوں نے کہا سب کی، پھر میں نے حضرت عبد اللہ بن شداد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(تفسیر امام عبد الرزاق ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج ادا کیا تو آپ یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۴۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۴۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۶، سنن ابن ماجہ رقم

Marfat.com

الحدیث:۳۰۵۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۱)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے عبداللہ بن ابی اوفی اور سعید بن جبیر سے، عبداللہ بن شداد سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے، عامر سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم النحر ہے۔

(المصنف ج ۳ ص ۳۶۰، رقم الحدیث:۱۵۱۱۱-۱۵۱۰۲)

حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حمید بن عبدالرحمن کہتے تھے کہ یوم النحر، یوم الحج الاکبر ہے۔ (البخاری:۳۶۹، مسلم:۱۳۴۷، سنن ابوداؤد:۱۹۴۶، سنن النسائی:۲۳۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے، جیسا کہ حمید نے کہا ہے، اور یہ سعید بن جبیر اور امام مالک کا قول ہے، اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے اور یہی حضرت عمر کا قول ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، مجاہد نے کہا حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے، اور شعبی نے کہا حج اکبر، حج ہے اور حج اصغر عمرہ ہے، اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج اکبر کا اعلان کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اکبر یوم النحر ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:۱۹۴۵)

(المفہم ج ۳ ص ۴۶۰-۴۵۹، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حج اکبر کے مختلف اقوال میں تطبیق

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر ہے تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں، اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امر اضافی ہیں، لہٰذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے اور حج قران حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمیع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے، اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم نحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے۔

(الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ۴۸۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۷ھ)

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی تحقیق

احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے، اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں ہرچند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس پر حج اکبر کا اطلاق کرنا بہت مشہور ہے اور زبان زد خلائق ہے، اور خلق خدا کی زبانیں، حق کا قلم ہوتی ہیں اور (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) جس چیز کو مسلمان حسن (اچھا اور نیک) سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے اور جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۳۶۰۰، مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام احمد، امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۸-۱۷۷، ج ۸ ص ۲۵۲، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، المستدرک، ج ۳ ص ۷۹-۷۸، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۶۵، کشف الخفاء ج ۲ ص ۲۶۳) اس رسالہ میں ہمارا مقصود اس مسئلہ کی تحقیق کرنا ہے۔

امام رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الایام، یوم عرفہ ہے اور جب یہ جمعہ کے دن ہو تو یہ بغیر جمعہ کے ستر حج سے افضل ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے (علامہ مناوی اور حافظ ابن قیم نے اس حدیث کو باطل کہا ہے) کیونکہ رزین بن معاویہ عبدری کبراء محدثین اور حفاظ مخرجین میں سے ہیں، اور محققین کے نزدیک ان کا کسی حدیث کو نقل کر دینا معتمد سند ہے، جبکہ انہوں نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گنا بڑھ جاتا ہے، اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابو طالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماعہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند کر کے بیان کیا ہے، اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماعہ سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے اور اس پر دلیل ہوتی ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

(الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ۴۸۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ کے متعلق احادیث

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فضائل جمعہ میں چند احادیث ذکر کی ہیں جن کو ہم تخریج کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ○ (البروج: ۳-۲)

وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے ہوئے کی قسم۔

اس کی تفسیر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم موعود قیامت کا دن ہے، اور یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے، اور آپ نے فرمایا سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوا، نہ غروب ہوا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو، اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس میں جس خیر کی بھی دعا کرے اللہ اس کو قبول فرماتا ہے اور

Marfat.com

جس چیز سے بھی پناہ طلب کرے اس کو اس سے پناہ میں رکھتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹-۲۹۸، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۷۰، شرح السنہ للبغوی ج ۷ ص ۲۲۶، کامل ابن عدی ج ۲ ص ۶۷۴، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، المستدرک ج ۲ ص ۵۱۹، المشکوۃ رقم الحدیث: ۱۳۶۲، شعب الایمان ج ۳ ص ۸۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۶۵)

ملا علی قاری اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ تنہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے، پس ثابت ہوا کہ جمعہ سید الایام ہے جیسا کہ زبان زد خلائق ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ۴۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں بھی احادیث وارد ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن سید الایام ہے، اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۷، شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث: ۲۹۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان سید الشہور (مہینوں کا سردار) ہے اور جمعہ سید الایام ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۹ ص ۴۰۵ رقم الحدیث: ۹۰۰۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۵، کنز العمال ج ۷ رقم الحدیث: ۲۱۰۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۸)

اس کے بعد ملا علی قاری نے جمعہ کے دن مغفرت کے متعلق یہ احادیث ذکر کی ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جمعہ کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط، ج ۵ ص ۴۱۳، رقم الحدیث: ۴۸۱۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۳، اس کا ایک راوی محمد بن بحرا لہجیمی بہت ضعیف ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن اور اس کی رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر ساعت میں چھ سو گنہ گار دوزخ کی آگ سے آزاد ہوتے ہیں، ان میں سے ہر گنہ گار پر دوزخ واجب ہوتی ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۲۰۲-۲۰۱ رقم الحدیث: ۳۴۸۴، اس کی سند میں عبد الواحد بصری ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۵، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۸۵۲، کنز العمال ج ۷، ص ۱۷، رقم الحدیث: ۲۱۰۸۰)

امام محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یوم عرفہ کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کی وجہ سے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ میری رحمت کی طلب میں آئے ہیں، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کے نیکوں کو بخش دیا اور ان کے نیکوں کو ان کے بروں کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دیا اور جمعہ کے دن بھی اسی طرح فرماتا ہے (مجھ کو طبقات یا کسی اور کتاب میں یہ حدیث نہیں ملی۔)

Marfat.com

ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ مغفرت کا موجب ہے' اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے' وہ جاہل ہے اور منقول اور معقول پر مطلع نہیں ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری جمعہ کے دن اجر میں زیادتی کے متعلق احادیث بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نیکیوں کو دگنا کر دیا جاتا ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۸ ص ۴۳۵' رقم الحدیث: ۷۸۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ رقم الحدیث: ۵۵۱۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۷)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: بعض احادیث میں ستر گنا اضافہ کا بھی ذکر ہے اور امام احمد بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں میسب بن رافع سے روایت کیا ہے اس کو باقی ایام کی بہ نسبت دس گنا زائد اجر دیا جائے گا' میں کہتا ہوں کہ یہ ستر گنا اضافہ بلکہ سو گنا اضافہ کو بھی شامل ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو شامل ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر گنا زائد ہوتا ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ۴۸۴)

میں کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن اجر و ثواب میں زیادتی کے متعلق یہ حدیث بہت واضح ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عیدوں میں جمعہ کی عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں ہے' جمعہ کے دن ایک رکعت نماز پڑھنا باقی دنوں میں ہزار رکعات سے افضل ہے اور جمعہ کے دن ایک تسبیح پڑھنا باقی دنوں میں ہزار تسبیحات پڑھنے سے افضل ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۳۸۳ رقم الحدیث: ۵۱۶۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونے پر ایک حدیث سے استدلال

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن حج کیا وہ جمعہ کا دن تھا۔ علامہ حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدۃ: ۳) یہ آیت جمعہ کے دن یوم عرفہ کو عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی عضباء پر تشریف فرما تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی: الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدۃ: ۳) اس یہودی نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے' جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵' ۴۴۰۷' ۴۶۰۶' ۷۲۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۰۰۲' ۵۰۲۷' سنن کبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۱۱۱۳۷' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۵ ص ۱۱۸' صحیح ابن حبان' ج ۱ ص ۱۸۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن حج کیا اور جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اسی دن حج کرنا حج اکبر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

شہاب بن عباد العصری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر نے فرمایا یوم عرفہ حج اکبر ہے' میں نے اس بات کا سعید بن مسیب سے ذکر کیا' انہوں نے کہا مجھ سے عون بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا تھا' انہوں نے کہا جس دن حج اس دن کے موافق ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ملل نے حج کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۰' رقم الحدیث: ۱۵۱۰۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اور اس حدیث سے محدث رزین کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس حج کا ثواب ستر

Marfat.com

حج سے افضل ہے۔

جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حج اکبر کے متعلق ایک یہ قول ذکر کیا ہے:

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا جو حج اس دن کے موافق ہو جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام دیہاتیوں نے حج کیا تھا۔ (وہ حج اکبر ہے)

(جامع البیان' جز۱۰' ص ۹۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن شیبہ کی روایت میں اہل ملل کے الفاظ ہیں اور امام ابن جریر کی روایت میں اہل وبر (دیہاتیوں) کے الفاظ ہیں اور امام ابن جریر کی روایت ہی صحیح ہے کیونکہ تمام اہل ملل نے اس سال حج کیا تھا جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا اس سال صرف مسلمانوں نے حج کیا تھا جن میں اہل وبر بھی تھے۔

بہرحال اس روایت کا ذکر حسب ذیل علماء نے کیا ہے:

- امام بغوی شافعی' متوفی ۵۱۶ھ۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲۶' مطبوعہ بیروت)
- علامہ قرطبی مالکی' متوفی ۶۶۸ھ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸' ص ۱۱)
- علامہ ابو الحیان اندلسی' متوفی ۷۵۴ھ۔ (البحر المحیط ج ۵ ص ۳۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت)
- حافظ ابن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار الاندلس بیروت)
- حافظ جلال الدین شافعی' متوفی ۹۱۱ھ۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۱۲۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت)
- نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد)' متوفی ۱۳۰۴ھ۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۲۳۳' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں:

جو حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موافق ہو اس کو حج اکبر کہا گیا ہے اور یہ دن جمعہ کا دن تھا۔

(لباب التاویل ج ۲ ص ۲۱۷' مطبوعہ مکتبہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں وارد ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔

(روح البیان' ج ۳ ص ۳۸۵' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اور ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حج اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا تھا اور چونکہ یہ جمعہ کو واقع ہوا تھا اس لیے مسلمان اس حج کو جو روز جمعہ ہو حج وداع کا مذکر (یاد دلانے والا) جان کر حج اکبر کہتے ہیں۔

(خزائن العرفان ص ۳۰۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ اگر حج جمعہ کا ہو تو حج اکبر ہے کیونکہ جمعہ کے ایک حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہے' حضور کا حجۃ الوداع جمعہ ہی کو ہوا تھا۔ (نور العرفان ص ۲۹۷' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

Marfat.com

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال یوم عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے، اس کی اصلیت اس کے سوا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج وداع ہوا ہے اس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۱۵، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۱۴ھ)

شیخ محمد ادریس کاندھلوی (دیوبندی) متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ حج اکبر وہ حج ہے جو خاص جمعہ کے دن ہو اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۴۸۶، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور، ۱۴۰۲ھ)

جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام ایام میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ جب یوم عرفہ یوم جمعہ کو ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ایضاً حاشیۃ الشلبی ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ ملتان)

علامہ زین الدین بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور ایک قول یہ ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ کو ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جمعہ کا حج باقی ایام کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

علامہ رملی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے اور شیخ عزالدین بن جماعہ نے کہا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ جمعہ کے دن کے حج کی باقی دنوں پر کیا فضیلت ہے؟ انہوں نے کہا جمعہ کے حج کو باقی دنوں کے حج پر پانچ وجہ سے فضیلت ہے: پہلی اور دوسری وجہ تو مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے مثلاً مکہ میں عمل کی دوسرے شہروں کے عمل کی بہ نسبت فضیلت ہے اسی طرح زمانہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے اور جمعہ کا دن ہفتہ کے باقی دنوں سے افضل ہے (بلکہ سید الایام ہے) پس واجب ہوا کہ جمعہ کے دن کا عمل باقی دنوں کے عمل سے افضل ہو، اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرے اللہ اسے وہ عطا فرماتا ہے اور یہ فضیلت باقی دنوں میں نہیں ہے اور پانچویں فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے موافقت ہے کیونکہ حجۃ الوداع جمعہ کے دن تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے افضل عمل اختیار کیا جاتا تھا۔ بعض طلبہ نے میرے والد سے سوال کیا کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے، پھر اس میں جمعہ کے دن کی کیا خصوصیت ہے جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں ہے تو میرے والد نے جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ بلاواسطہ مغفرت فرمائے اور باقی ایام کے حج میں بعض لوگوں

Marfat.com

کے واسطہ سے مغفرت فرمائے۔ شیخ نورالدین الزیاری الشافعی کے حاشیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔
(منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے' اس حدیث کو معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح مروی ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ ستر حج سے افضل ہے۔ یہ حدیث تجرید الصحاح میں علامتہ الموطا کے ساتھ مذکور ہے (الموطا کے موجودہ مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہو سکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہو اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱)...(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۴۵، مطبوعہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو ستر حج کا ثواب ہے اور (میدان عرفات میں) ہر فرد کے لیے بلاواسطہ مغفرت کر دی جاتی ہے۔
(الدر المختار مع رد المختار ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس کے حاشیہ پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

الشرنبلالیہ نے زیلعی سے نقل کیا ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس دن حج کرنا باقی دنوں کے ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے۔ علامہ مناوی نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۱۷۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ) البتہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل عرفہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دن دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے' اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا جو حجتہ الوداع تھا' اور جب آپ وقوف فرما رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدہ: ۳) اہل کتاب نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے: یوم عرفہ اور یوم جمعہ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں وقوف فرما رہے تھے۔ (علامہ شامی نے معراج کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ رد المختار' ج ۲ ص ۱۷۸)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ سندی نے المنسک الکبیر میں لکھا ہے کہ تمام اہل موقف کی مطلقاً مغفرت کر دی جاتی ہے پھر جمعہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جمعہ کے دن بلاواسطہ مغفرت کی جاتی ہے اور باقی ایام میں بعض لوگوں کی بعض کے واسطے سے مغفرت کی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں صرف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ میدان عرفات میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوتا تو سب کی مغفرت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مغفرت تو ہو جائے گی لیکن ان کو حج مبرور کا ثواب نہیں ملے گا اور مغفرت حج کے مقبول ہونے کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ان احادیث میں تمام اہل موقف کی مغفرت کا ذکر ہے' اس لیے اس قید کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ (رد المختار ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

علامہ سید احمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس دن حج کرنا دوسرے ایام کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے۔

(حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۵۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۵ھ)

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دن دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اس کی شرح میں علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

رزین بن معاویہ العبدری نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جس دن عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث پر بعض علامت ہے لیکن یہ حدیث یحییٰ بن یحییٰ کی موطا میں نہیں ہے، شاید یہ کسی اور موطا میں ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اور بے شک یہ کہا گیا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف (میدان عرفات کے تمام لوگوں) کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

شرح المہذب ج ۸ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ ص ۲۸۶، مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

مناسک نووی کی یہی وہ عبارت ہے جس کا اکثر علماء نے حوالہ دیا ہے اور اس عبارت سے استدلال کیا ہے۔

علامہ عبد الفتاح مکی مناسک الحج والعمرۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے، اگر اس میں وقوف جمعہ کے دن ہو تو وہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت ستر دنوں سے افضل ہے۔

(الافصاح علی مسائل الایضاح، ص ۲۸۷، مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن حجر الہیتمی المکی الشافعی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن کے فضائل میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ غیر جمعہ کے ستر حج سے افضل ہے۔

(حاشیہ ابن حجر الہیتمی علی شرح الایضاح فی مناسک الحج للامام النووی ص ۳۲۸، مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۹ھ)

میں نے شرح صحیح مسلم کی تیسری جلد میں بھی حج اکبر کے موضوع پر لکھا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے اور وہ حج دیگر ایام کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہوتا ہے۔ اس وقت میرے وسائل عمرہ یا حج کرنے کے نہیں تھے اور میرے وہم و گمان میں بھی عمرہ یا حج کی سعادت نہیں تھی۔ میں نے کتاب الحج کے اخیر میں دعا لکھی اے اللہ! مجھے عمرہ اور حج کی سعادت عطا فرما، یہ دعا ۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ کو لکھی تھی (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۷۳) اور ۱۴۱۰ھ میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے مجھے عمرہ کی سعادت عطا فرمائی اور ۱۴۱۴ھ میں مجھے حج کی سعادت عطا فرمائی اور یہ حج، حج اکبر تھا! اور اب سورۃ التوبہ کی تفسیر میں حج اکبر کا لفظ آیا تو ذہن میں وہ پچھلی یادیں تازہ ہوگئیں اور میں نے دوبارہ حج اکبر کے موضوع پر لکھا اور حسن اتفاق یہ ہے کہ جن دنوں میں اس موضوع پر لکھ رہا تھا وہ ایام بھی حج کے تھے اور اس سال (۱۴۱۹ھ) کا حج بھی حج اکبر تھا، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو قبول فرمائے، میں نے اس بحث میں یہ حدیث لکھی ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں کرم سے دنیا کے تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور میں اپنی اس تحریر یا کسی اور نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا طالب نہیں ہوں، میں صرف اس کے فضل و کرم کی وجہ سے اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔ ۷ اذوالحجہ بروز ہفتہ بعد عصر ۱۴۱۹ھ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ماسوا ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا، پھر انہوں نے اس معاہدہ کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان سے ان کے معاہدہ کو اس کی مدت معینہ تک پورا کرو، بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے○ (التوبہ: ۴)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے ماسوا ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور وہ اپنے عہد پر قائم رہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن مشرکین سے معاہدہ کیا گیا تھا ان میں سے بعض نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ان سے اللہ تعالیٰ نے برأت کا اظہار کر دیا اور بعض نے معاہدہ کی پابندی کی ان سے اللہ تعالیٰ نے معاہدہ کی پابندی پورا کرنے کا حکم دیا۔

امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت کا مصداق بنو ضمرہ تھے جن کا تعلق کنانہ سے تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان سے معاہدہ کی مدت کو پورا کریں، اور نزول آیت کے وقت ان کی مدت ختم ہونے میں نو ماہ باقی تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے عہد شکنی نہیں کی تھی۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ: ۵)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

انسلخ: سلخ کا معنی ہے جانور کی کھال اتارنا، پھر اس کو زرہ اتارنے کے لیے بھی استعارہ کیا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۱۴) یہاں اس کا معنی ہے جب حرمت والے مہینے گزر جائیں زمانہ کے گزرنے کو جانور کی کھال اتارنے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھال جانور کو محیط ہوتی ہے، اسی طرح مہینہ اپنے دنوں کو محیط ہوتا ہے اور جب ایک مہینہ گزر جاتا ہے تو وہ ان دنوں سے منفصل ہو جاتا ہے جن کو وہ محیط تھا۔

الاشھر الحرم: حرمت والے مہینے، ان مہینوں سے مراد یا تو وہ مہینے ہیں جن مہینوں کی مشرکین کو مہلت دی گئی تھی، اور امام ابوبکر رازی کی تحقیق کے مطابق وہ مہینے ۱۰ ذوالقعدہ سے لے کر ۱۰ ربیع الاول تک ہیں، اور یا ان مہینوں سے مراد وہ مہینے ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قتال حرام تھا، ان کا بیان اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ اپنی اصل ہیئت پر گھوم کر آ

Marfat.com

چکا ہے، جس ہیئت پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال میں بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل ہیں: ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵۰، ۴۶۶۲، ۳۱۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۴۷)

وخذوھم: ان کو گرفتار کر کے پکڑ لو، الاخیذ کا معنی ہے الاسیر۔

واحصروھم: الحصر اور الاحصار کا معنی ہے گھر کے راستہ کو بند کر دینا، ظاہری ممانعت اور باطنی ممانعت دونوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہے، ظاہری ممانعت جیسے دشمن کا محاصرہ کرنا اور باطنی ممانعت جیسے مرض کسی مریض کو کسی کام سے روک دے۔ الحصر کا معنی تنگی کرنا بھی ہے اور واحصروھم کا معنی ہے ان پر تنگی کرو اور زمین پر آزادی کے ساتھ ان کے چلنے پھرنے کو بند کر دو۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۵۸) یعنی ان کو باہر نکلنے اور دوسرے شہروں میں منتقل ہونے سے منع کرو، ان کے گھروں اور ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو حتیٰ کہ وہ قتل کیے جائیں یا اسلام قبول کر لیں۔

واقعدوالھم کل مرصد: رصد کا معنی ہے کسی چیز پر نگاہ رکھنے کی تیاری کرنا اور مرصد کا معنی ہے کسی چیز پر نگاہ رکھنے کی جگہ۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۶۰) یعنی ان تمام جگہوں پر نظر رکھو جہاں سے مشرکین گزر سکتے ہیں اور کسی دوسرے شہر کی طرف نکل سکتے ہیں۔

اس آیت کی آیت سابقہ سے مناسبت یہ ہے کہ یہ آیت اس سے پہلی آیتوں پر متفرع ہے، کیونکہ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے برأت کا اعلان فرمادیا تھا اور ان کو چار ماہ کی امان دی تھی اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد مسلمانوں پر کیا لازم ہے۔

حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کا منسوخ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں گے تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ (التوبہ: ۵)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جن مشرکین نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی اور ان کو چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی، اس مدت کے گزرنے کے بعد ان مشرکین کو قتل کر دو، اسی طرح جن مشرکین نے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی تھی جو بنو کنانہ ہیں ان کو معاہدہ کی مدت پوری کرنے کی مہلت دی گئی تھی اور ان سے معاہدہ کی میعاد ابھی نو ماہ تک باقی تھی سو نو ماہ گزرنے کے بعد ان کو بھی قتل کر دو، اور اس آیت میں حرمت والے چار ماہ یعنی ذوالقعدۃ، ذوالحج، محرم اور رجب مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کی حرمت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے منسوخ ہوگئی کیونکہ اس آیت کا معنی ہے تمام مشرکین کو جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر دو، خواہ ان کو حرم میں پاؤ یا غیر حرم میں اور ان کو حرمت والے مکان میں قتل کرنے کا حکم اس کو مستلزم ہے کہ ان کو حرمت والے زمانہ میں بھی قتل کر دیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف میں حرمت والے مہینوں میں قتال جاری رکھا تھا۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال آٹھ ہجری میں طائف پر حملہ کیا اور اٹھارہ دن تک ان کا محاصرہ کیا اور چالیس دن تک ان پر منجنیق کو نصب کیے رکھا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ، المنتظم ج ۲ ص ۷۰، ۴۰، دار الفکر بیروت)

اس کا تقاضا یہ ہے کہ شوال کے دو ماہ بعد تک ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں طائف پر حملہ جاری رہا اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ حرمت والے مہینے ہیں۔

Marfat.com

اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ طائف کا محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طائف کے محاصرہ کی مدت چالیس دن تھی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اس کا تقاضا یہ ہے کہ ۲۰ ذوالحجہ تک طائف پر حملہ جاری رہا۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں کہ صحت سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ محرم تک طائف کا محاصرہ کیا۔ (عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت)

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت والے مہینوں میں طائف پر حملہ جاری رکھا اور یہ اس کی ظاہر دلیل ہے کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، نیز اس کی ممانعت کے منسوخ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

فاقتلوا المشرکین سے منسوخ ہونے والی آیات کا بیان

امام ابوبکر رازی متوفی ۳۷۰ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت فاقتلوا المشرکین نے حسب ذیل آیات کو منسوخ کر دیا:

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۔ (الغاشیہ: ۲۲) — آپ ان کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۔ (ق: ۴۵) — آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۔ (المائدہ: ۱۳) — آپ ان کو معاف کر دیجئے اور درگزر کیجئے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ ۔ (الجاثیہ: ۱۴) — آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کر دیں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے۔

اسی طرح حسب ذیل آیت بھی ان مذکور الصدر آیتوں کے لیے ناسخ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۔ (التوبہ: ۲۹) — ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور وہ اس کو حرام نہیں کہتے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور وہ دین حق کو قبول نہیں کرتے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی (ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے قتال نہیں کرتے تھے جو آپ سے قتال میں پہل نہیں کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۔ (النساء: ۹۰) — پس اگر وہ تم سے الگ ہو جائیں اور تم سے قتال نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی راستہ نہیں رکھا۔

Marfat.com

پھر اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے منسوخ کر دیا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

فاقتلوا المشرکین میں قتل کے عمومی حکم سے مستثنیٰ افراد

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن (التوبہ: ۲۹) نے اس حکم سے ان اہل کتاب کو مستثنیٰ کر لیا جو جزیہ ادا کر دیں۔

اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کفار سے قتال کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے قتال نہ کرو اور اگر وہ قبول نہ کریں تو پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر دار مہاجرین میں منتقل ہو جائیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ان سے قتال نہ کرو، اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو پھر ان سے قتال سے رک جاؤ، اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو پھر اللہ کی مدد سے ان سے قتال کرو۔ اور ان سے خیانت نہ کرو اور ان سے عہد شکنی نہ کرو اور ان کو مثلہ نہ کرو اور ان کے بچوں کو قتل نہ کرو۔

(صحیح مسلم الجہاد: ۲ (۱۷۳۱) ۴۴۴۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۷، ملخصًا)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو مقتول پایا تو آپ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۱۴، صحیح مسلم، الجہاد: ۲۵ (۱۷۴۴) ۴۴۶۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۶۱۸)

فاقتلوا المشرکین۔ الآیہ سے ائمہ ثلاثہ کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال اور اس کے جوابات

جو شخص فرضیت نماز کا قائل ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو، امام احمد کا اس کے متعلق مختار قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے، امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے تبیان القرآن ج ۱ میں البقرہ: ۳ کی تفسیر میں کر دی ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے فاقتلوا المشرکین۔ الآیہ سے تارک نماز کے متعلق امام شافعی کے موقف کی تائید میں استدلال کی تقریر کی ہے، ہم پہلے امام رازی کے استدلال کی تقریر پیش کریں گے پھر اس کے جوابات کا ذکر کریں گے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خون بہانے کو ہر طریقہ سے مباح کر دیا، پھر تین چیزوں کا مجموعہ پائے جانے کی صورت میں ان کے خون کو حرام کر دیا: (۱) کفر سے توبہ کریں، (۲) نماز قائم کریں (۳) زکوٰۃ ادا کریں اور جب یہ مجموعہ نہ پایا جائے تو ان کا خون بہانے کی اباحت اپنی اصل پر باقی رہے گی۔

Marfat.com

اگر یہ جواب دیا جائے کہ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے ان کی فرضیت کا اعتقاد مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جاتا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اقاموا الصلوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ سے ان کی فرضیت کا اعتقاد مراد لینا مجاز ہے اور بلا ضرورت حقیقت سے عدول کرنا جائز نہیں اور تارک زکوٰۃ کو اس لیے قتل نہیں کیا جاتا کہ اس میں تخصیص ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۹-۵۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہم نے اس آیت میں اقاموا الصلوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ سے یہ مراد لیا ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد رکھیں، یہ بلا ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا ظاہری اور حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتا، اس کا ظاہری اور حقیقی معنی یہ ہے کہ جب وہ شرک اور کفر سے توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ورنہ ان کا راستہ نہ چھوڑو، پس ایک مشرک شرک سے تائب ہو گیا لیکن اس نے فوراً نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابھی نماز کا وقت نہیں آیا، یا ابھی نماز کا وقت ختم ہونے میں کافی دیر ہے تو ظاہر معنی کے اعتبار سے اس کو قتل کرنا واجب ہے یا اس نے شرک سے توبہ کرنے کے بعد فوراً زکوٰۃ ادا نہیں کی کیونکہ وہ بقدر نصاب مال کا مالک نہیں یا مال کا مالک تو ہے لیکن ابھی اس پر سال نہیں گزرا تو اس آیت کے ظاہر معنی کے اعتبار سے اس کو قتل کرنا واجب ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس آیت کا یہ معنی کیا جائے کہ جس شخص نے شرک سے توبہ کرلی اور نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد رکھا اس کا راستہ چھوڑ دو ورنہ اس کو قتل کردو۔

اس معنی کا موجب اور تارک نماز کو قتل نہ کرنے کا باعث یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، جو مسلمان شخص اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں ایسے کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے ماسوا تین شخصوں کے: جو شخص اسلام کو ترک کرنے والا ہو اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والا ہو اور شادی شدہ زنا کرنے والا اور جس شخص کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۷۸، صحیح مسلم، القسامہ: ۲۵ (۱۶۷۴) ۴۲۹۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۰۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۱۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۴، مسند احمد، ج ۱ ص ۴۰، ج ۶ ص ۵۸)

اس حدیث میں کسی بھی مسلمان شخص کو ان تین وجہوں کے علاوہ قتل کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے اور جو نماز کا تارک ہو وہ ان تین وجہوں میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۸ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احوال اور تمام صورتوں میں کفار کے قتل کو مباح فرما دیا پھر اس صورت میں ان کے قتل کو حرام فرمایا جب وہ کفر سے توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، اور جس صورت میں یہ مجموع نہیں پایا جائے گا اس صورت میں ان کو قتل کرنا اپنی اصل پر مباح ہوگا، پس تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور شاید اسی آیت کی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا تھا، اور ان دو فرضوں کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ ان کا اظہار کرنا لازم ہے اور باقی فرائض کی ادائیگی پر مطلع ہونا دشوار ہے۔

علامہ مزنی شافعی نے فقہاء شافعیہ پر اس مسئلہ میں ایک اعتراض کیا ہے جس کا جواب دینے میں فقہاء شافعیہ حیران اور مبہوت ہو گئے، جیسا کہ علامہ سبکی شافعی نے طبقات میں اس کا اعتراف کیا ہے، علامہ مزنی نے کہا جس نماز کا وقت گزر چکا ہے یا تو

Marfat.com

تارک نماز کو اس کے ترک کرنے پر قتل کیا جائے گا اور یا اس نماز کے ترک پر قتل کیا جائے گا جس کو اس نے ادا نہیں کیا اور اس کا وقت موجود ہے۔ اول الذکر صورت میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ قضا نماز کی ادائیگی کو ترک کرنے پر قتل نہیں کیا جاتا اور ثانی الذکر صورت میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ جب تک کہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے اس کے لیے نماز کو موخر کرنا جائز ہے۔ فقہاء شافعیہ نے اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا کہ یہ اعتراض امام ابوحنیفہ پر بھی وارد ہو گا جو یہ کہتے ہیں کہ تارک نماز کو قید کیا جائے یا اس کو مارا پیٹا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عمداً نماز کو ترک کر دیا تو اس نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس کو قید کر لیا جائے گا اور جب تک وہ ترک نماز سے توبہ نہیں کرے گا اور وقت پر نماز پڑھنے کا عادی نہیں ہو جائے گا اس کو قید سے نہیں چھوڑا جائے گا اور اس جواب میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ فقہاء شافعیہ نے دوسرا جواب یہ دیا کہ جس نماز کا وقت نکل گیا اس کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس نماز کو بلاعذر ترک کیا ہے۔ یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ قضاء نماز کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کسی شخص کو قضا نماز کی وجہ سے مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی کے اصحاب کا مذہب بھی یہ ہے کہ قضا نماز میں تاخیر کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ فقہاء شافعیہ نے تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر کسی شخص نے وقت پر نماز ادا نہیں کی اور نماز کا آخری وقت آ گیا تو آخری وقت میں اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ تارک نماز قتل کی سزا کا مرتد سے بھی زیادہ حقدار ہو کیونکہ مرتد کو بھی فوراً قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو توبہ کرنے کے لیے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اور اس شخص کو اتنی مہلت بھی نہیں دی گئی کہ اس نماز کا وقت نکل جائے کیونکہ اگر نماز کا وقت نکل جائے گا تو وہ نماز قضا ہو جائے گی اور قضاء نماز کی ادائیگی میں تاخیر پر ان کے نزدیک بھی قتل نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی کے مسلک پر علامہ مزنی شافعی کا یہ وہ قوی اعتراض ہے جس کا فقہاء شافعیہ میں سے کسی سے بھی جواب نہیں بن پڑا۔ (عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ)

فقہاء احناف نے اس آیت کا ایک یہ جواب بھی دیا ہے کہ یہ معنی کرنا: اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کو چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو۔ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور فقہاء احناف مفہوم مخالف سے استدلال کے قائل نہیں ہیں اور اس آیت کی صحیح توجیہ یہی ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کو مان لیں اور ان کا التزام کر لیں تو ان کو چھوڑ دو ورنہ ان کا راستہ نہ چھوڑو کیونکہ توبہ کرتے ہی فوراً تو نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا متصور نہیں ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت کسی نماز کا وقت نہ ہو اور اگر نماز کا وقت ہو بھی تو اس کو آخر وقت تک موخر کرنا جائز ہے، اور زکوٰۃ کا ادا کرنا تو اس وقت واجب ہوتا ہے جب مسلمان بہ قدر نصاب مال کا مالک ہو اور اس پر سال گزر جائے۔ علامہ ابوبکر جصاص، علامہ نسفی، علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ ایک اور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر وہ توبہ نہ کریں اور نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کریں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو، اور راستہ نہ چھوڑنے کا مطلب لازماً قتل کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو قید کرنا اور مارنا بھی اس میں شامل ہے۔

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آٹھواں مسئلہ مذکورہ پانچویں آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کسی غیر مسلم کے مسلمان ہو جانے پر اعتماد تین چیزوں پر موقوف ہے: ایک توبہ، دوسرے اقامت صلوٰۃ، تیسری اداء زکوٰۃ۔ جب تک اس پر عمل نہ ہو محض کلمہ پڑھ لینے سے ان کے ساتھ جنگ بند نہ کی جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا ان کے مقابلہ پر

Marfat.com

صدیق اکبر نے جہاد کرنے کے لیے اسی آیت سے استدلال فرما کر تمام صحابہ کو مطمئن کر دیا تھا۔
(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۱۴، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۱۴ھ)

مفتی محمد شفیع صاحب حنفی ہیں، لیکن اس آیت کی جو انہوں نے تفسیر کی ہے وہ شافعی مذہب کے مطابق ہے۔ ہم علامہ ابوبکر جصاص حنفی، علامہ نسفی حنفی، علامہ خفاجی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو قتل نہ کرنا اس پر موقوف ہے کہ وہ شرک سے توبہ کریں اور اقامت نماز اور اداء زکوٰۃ کی فرضیت کو مانیں اور اس کا التزام کریں اور اقامت نماز اور اداء زکوٰۃ کا عمل اس آیت میں مراد نہیں ہے اور نہ ہی ان کا عمل متصور ہو سکتا ہے جبکہ مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے "جب تک اس پر عمل نہ ہو محض کلمہ پڑھ لینے سے ان کے ساتھ جنگ بند نہ کی جائے گی"۔

باقی مفتی صاحب نے مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جہاد سے جو استدلال کیا ہے، یہ بھی دراصل فقہاء شافعیہ کا استدلال ہے۔ ہم پہلے اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے، پھر اس حدیث سے فقہاء شافعیہ کے استدلال اور پھر احناف کی طرف سے اس حدیث کے جوابات کا ذکر کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق۔

مانعینِ زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر کے قتال سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور اس کے جوابات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جو کافر ہوئے وہ کافر ہو گئے، تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا ماسوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! میں نے یہ جان لیا کہ اللہ عزوجل نے قتال کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۹۹، ۱۴۵۶، ۶۹۲۴، ۷۲۸۴، ۷۲۸۵، صحیح مسلم، الایمان: ۳۲ (۲۰) ۱۲۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۵۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۴۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۶، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۱۰۸۲۴، صحیح ابن حبان ج ۱ رقم الحدیث: ۲۱۶، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۱۸۷۱۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۰۴)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا اس حدیث سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جو شخص نماز کے وجوب کا معتقد ہو اور عمداً نماز کا تارک ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا، جمہور کا یہی موقف ہے اور امام ابوحنیفہ اور علامہ مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، جمہور فقہاء (امام شافعی، امام مالک اور امام احمد) پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے نماز کے تارک کو قتل کرنے پر استدلال کیا ہے اور وہ مانع زکوٰۃ کو قتل کرنے کا نہیں کہتے، حالانکہ یہ حدیث ان دونوں کو شامل ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے اس کو تعزیر دی جائے گی، نیز اس حدیث سے عمداً تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ اس حدیث میں مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کا ذکر ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا اور قتال اور قتل میں فرق ہے، قتال

Marfat.com

جانبین سے ہوتا ہے اور قتل جانب واحد سے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۱، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک عمداً تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور ہمارے امام اعظم کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو تین دن قید رکھا جائے گا، اگر اس نے نماز پڑھ لی تو فبہا ورنہ اس پر ضرب لگائی جائے گی۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ ہند ۱۳۵۷ھ)

شیخ بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں علامہ عینی کے مذکور صدر کلام کا خلاصہ لکھا ہے۔

(حاشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۱۰۸)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام احمد، امام شافعی، امام مالک کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے خوب زدو کوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ کہ مر جائے یا توبہ کرے، بہرحال تخلیۂ سبیل (تارک نماز کا راستہ چھوڑ دینا) کسی کے نزدیک نہیں، رہے مانعین زکوٰۃ ان کے اموال میں سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادۂ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کے لیے جنگ کی جائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جو جہاد کیا تھا اس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی ص ۲۴۹، مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اسے پناہ دے دیجئے حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ (حکم) اس لیے ہے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے O (التوبہ: ۶)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ واجب کر دیا تھا کہ مشرکین کو جن مہینوں کی مہلت دی گئی ہے اس مہلت کے گزر جانے کے بعد ان کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو چکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایسے دلائل اور براہین بیان کر دیئے جو ان کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں اور اب ان سے صرف اسلام کا مطالبہ ہے یا پھر ان کو قتل کر دیا جائے گا، اس لیے یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر کسی شخص کو دین اسلام سمجھنے کے لیے کسی مزید دلیل یا حجت کی ضرورت ہو تو وہ آپ کے پاس اپنے اطمینان کے لیے نہیں آ سکتا، اس شبہ کو دور کرنے کے لیے فرمایا اگر کوئی شخص اسلام کے متعلق اپنے شرح صدر اور اطمینان قلب کے لیے آنا چاہے تو آپ اس کو اسلامی ریاست میں آنے کی اجازت دے دیں اور بعد میں جس جگہ وہ اپنے لیے امن اور عافیت سمجھتا ہے وہاں اسے پہنچا دیں۔

مشرکین کو دار الاسلام میں آنے کی اجازت دینے کے مسائل اور احکام

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مشرک جب مسلمانوں کے ملک میں آنے کی اجازت طلب کرے تاکہ وہ دین اسلام کو سمجھے تو اس کو اجازت دینی چاہیے اور اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل بیان کرنے چاہئیں اور اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو شخص ہم سے جو دینی مسئلہ معلوم کرے، ہمیں اس کو وہ مسئلہ بتانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جو مشرک ہماری اجازت سے ہمارے ملک میں آیا ہے ہم

Marfat.com

پر اس کی جان‘ اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت کرنا لازم ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ کسی مشرک کو زیادہ مدت تک دارالاسلام میں نہیں ٹھہرانا چاہیے اور اس کو صرف اتنی مدت تک ٹھہرانا چاہیے جتنی مدت میں اس کا اسلام کے احکام سمجھنا ضروری ہو‘ اور یہ کہ کسی عذر اور سبب کے بغیر کسی مشرک کو دارالاسلام میں نہیں ٹھہرانا چاہیے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۴۔ ۸۳‘ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور‘ ۱۴۰۰ھ)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی مسلمان آزاد مرد یا آزاد عورت کسی کافر کو یا کافروں کی جماعت یا قلعہ بند لوگوں کو یا کسی شہر کے لوگوں کو امان دے دیں (یعنی دارالاسلام میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں) تو ان کی یہ اجازت صحیح ہے اور مسلمانوں میں سے کسی شخص کے لیے ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے‘ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور غیر مسلموں کے خلاف وہ ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں‘ ان کا ادنیٰ فرد بھی اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اور جو شخص (لشکر میں) دور ہو گا اس کو بھی غنیمت پہنچائی جائے گی اور عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے اور مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی شخص کو امان دے سکتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۸۵‘ ۲۶۸۳‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۳۰‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۴۸‘ مسند احمد‘ ج ۲ ص ۱۹۲‘ ۲۱۱‘ سنن کبریٰ للبیہقی‘ ج ۸ ص ۲۹)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی‘ اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے سے آپ پر پردہ کر رہی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا‘ آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں ام ہانی بنت ابی طالب‘ آپ نے فرمایا مرحبا ام ہانی‘ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے (چاشت کی) آٹھ رکعات پڑھیں‘ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا کہ میری ماں کا بیٹا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو وہ امان دے چکی ہیں‘ وہ ابن ہبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس کو پناہ دی جس کو اے ام ہانی تم نے پناہ دی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷‘ صحیح مسلم صلاۃ المسافرین: ۸۲ (۳۳۶) ۱۶۳۹‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۹۱‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۴‘ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۸۶‘ مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۱‘ المستدرک ج ۴ ص ۵۴۔ ۵۳‘ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۵۹‘ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲ ج ۱۵‘ تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۰‘ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱‘ کامل ابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۸‘ المنتقیٰ رقم الحدیث: ۱۰۵۵‘ کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۹۵۰)

امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص بن الربیع کو امان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امان کو نافذ کر دیا اور فرمایا: مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی امان دے سکتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۶۹‘ ۱ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۳۰)

ہاں اگر کسی شخص کو امان دینے میں اگر کوئی بڑا خطرہ یا فساد ہو تو اس سے امان واپس لے لی جائے گی‘ جیسے خود امام نے امان دی پھر امان واپس لینے میں کوئی مصلحت دیکھی تو وہ امان واپس لے سکتا ہے۔ ذمی کا کسی شخص کو امان دینا جائز نہیں ہے‘ اور نہ اس مسلمان کا امان دینا جائز ہے جو خود دارالحرب میں قید ہو یا وہاں تجارت کے لیے گیا ہو‘ اور مجنون اور کم عمر بچے کا امان دینا

Marfat.com

بھی صحیح نہیں ہے البتہ جو بچہ جنگ کر سکتا ہو اس کا امان دینا صحیح ہے۔ (ہدایہ اولین ص ٥٢٦-٥٦٤، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

جس مشرک نے دین کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کے ملک میں داخل ہونے کی اجازت اور امان طلب کی ہو اس کے جواز میں سب کا اتفاق ہے لیکن جس مشرک نے تجارت یا کسی اور غرض سے مسلمانوں کے ملک میں دخول کی اجازت طلب کی ہو تو اگر مسلمان حکمران یہ سمجھیں کہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت اور منفعت ہے تو یہ جائز ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ٨ ص ١٥، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے کہا ہے کہ جب کافر حربی اپنا مال لے کر دار الاسلام میں داخل ہو تو اس کا مال بھی مال غنیمت ہوتا ہے، ماسوا اس کے کہ وہ کسی غرض شرعی کی بنا پر امان لے کر داخل ہو مثلاً وہ اسلام قبول کرنے کیلئے اللہ کا کلام سننا چاہتا ہو یا وہ تجارت کیلئے داخل ہو، اور جو کافر حربی دار الاسلام میں کافروں کا سفیر بن کر آئے تو سفارت بھی امان ہے اور جس شخص کا مال دار الاسلام میں امان ہو تو اس کا اپنا مال لینے کیلئے آنا بھی صحیح ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٥ ص ٥٣١، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

امام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی ١٨٩ھ لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ جب تک ہمارے ملک میں امان حاصل کرنے والے کافر رہیں، مسلمانوں کے امیر پر ان کی نصرت کرنا واجب ہے اور اس پر واجب ہے کہ اگر کوئی شخص ان پر ظلم کرے تو اس کو انصاف مہیا کرے جس طرح مسلمانوں پر اہل ذمہ کے حق میں یہ واجب ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی المتوفی ٤٨٣ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ امان حاصل کرنے والے کافر جب تک دار الاسلام میں رہیں وہ مسلمانوں کی ولایت میں ہیں اور ان کا حکم ذمیوں کی طرح ہے۔ (شرح السیر الکبیر ج ٥ ص ١٨٥٣، مطبوعہ بالحرکتہ الثورۃ اسلامیہ، افغانستان)

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ان مشرکین کے ساتھ کیونکر کوئی عہد ہو سکتا ہے؟ ماسوا ان

الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا

لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں

لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧ كَيْفَ

تم بھی ان سے کیے ہوئے عہد کے پابند رہو، بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے ○ ان کے عہد کا

وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ

کیسے اعتبار ہو سکتا ہے، جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم پر غالب ہوں تو وہ نہ تمہاری رشتہ داری کا لحاظ کریں گے اور نہ تم سے

Marfat.com

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨﴾

کیے ہوئے عہد کا پاس کریں گے وہ تمہیں صرف اپنی زبانی باتوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل اس کے خلاف ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں ○

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ

انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کر دیا پھر اللہ کے راستہ سے روکا بے شک وہ

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ

بہت بُرے کام کرتے تھے ○ وہ نہ کسی مومن کی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ اس کے کسی عہد کا پاس کرتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں ○ پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا

الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾

کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم صاحبانِ علم کے لیے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں ○

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

اور اگر یہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو تم

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿١٢﴾

کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شاید کہ وہ باز آجائیں ○

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے رسول کو بے وطن کرنے کا قصد کیا

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

اور پہلی بار جنگ کی انہوں نے ہی ابتداء کی تھی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو! سو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم

تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ○ ان سے جنگ کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو

Marfat.com

بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ

عذاب دے گا، ان کو رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا، اور مومنوں کے دلوں کو

مُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ

ٹھنڈک پہنچائے گا ○ اور ان کے دلوں کے غیظ کو دُور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ

مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَ

قبول فرمائے گا، اور اللہ بہت جاننے والا، بے حد حکمت والا ہے ○ (اے مسلمانو!) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم (ایسے ہی) چھوڑ دیے

لَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ

جاؤ گے، حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو متمیز نہیں فرمایا جنہوں نے کامل طریقہ سے جہاد کیا ہو، اور انہوں نے اللہ، اور اس

اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا

کے رسول، اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنایا ہو، اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خوب

تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ع ٢ / ٨

خبر رکھتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ان مشرکین کے ساتھ کیونکر کوئی عہد ہو سکتا ہے؟ ماسوا ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان سے کیے ہوئے عہد کے پابند رہو، بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے ○ (التوبہ: ٧)

ان مشرکوں کا بیان جنہوں نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی اور جنہوں نے اس معاہدہ کی پابندی کی

جن لوگوں نے مسجد حرام کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر کے پھر اس عہد کو توڑا، ان کے متعلق امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا کہ عام معاہدہ یہ کیا گیا تھا کہ نہ مسلمان مشرکوں کو حرم میں جانے سے روکیں گے اور نہ مشرک مسلمانوں کو حرم میں داخل ہونے سے روکیں گے اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کریں گے۔ یہ معاہدہ حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا جو مسجد حرام کے پاس ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوا تھا۔ اس معاہدہ میں بنو بکر قریش کے حلیف تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے، پھر معاہدہ کی مدت پوری ہونے سے پہلے بنو بکر نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔

Marfat.com

اور جن لوگوں نے عہد کی پاس داری کی وہ بنو خزاعہ تھے۔ امام ابو جعفر نے کہا وہ لوگ بنو بکر کے بعض افراد تھے جن کا تعلق کنانہ سے تھا جب بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو کنانہ نے بنو بکر کا ساتھ نہیں دیا اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ یہ قول اس نے اولیٰ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سورۃ البراءۃ کا پیغام سنانے کے لیے مکہ مکرمہ گئے تھے تو اس وقت تک اہل مکہ میں سے قریش اور بنو خزاعہ سے جنگ ہو چکی تھی اور فتح مکہ کے بعد ان آیات کے نزول سے پہلے وہ سب مسلمان ہو چکے تھے، اس وقت کنانہ ہی شرک پر تھے لیکن انہوں نے چونکہ معاہدہ حدیبیہ کی پاس داری کی تھی اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے ساتھ عہد نبھاؤ اور جو شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرتا ہے اور خوف خدا سے معاہدہ کی پابندی کرتا ہے، اللہ کی نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے، اور معاہدہ کر کے غداری نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۰۶-۱۰۷ ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے: جنہوں نے عہد کی پاسداری کی تھی وہ بنو کنانہ اور بنو ضمرہ تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۳۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۰ھ)

جن لوگوں نے عہد شکنی کی تھی ان کے متعلق امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تین قول لکھے ہیں: (۱) بنو ضمرہ، (۲) قریش، (۳) خزاعہ۔ (زاد المسیر، ج ۳ ص ۴۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے عہد کا کیسے اعتبار ہو سکتا ہے، جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم پر غالب ہوں تو وہ نہ تمہاری رشتہ داری کا لحاظ کریں گے اور نہ تم سے کیے ہوئے عہد کا پاس کریں گے وہ تمہیں صرف اپنی زبانی باتوں سے خوش کرتے ہیں، اور ان کے دل اس کے خلاف ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں○ انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کر دیا، پھر اللہ کے راستہ سے روکا بے شک وہ بہت برے کام کرتے تھے○ وہ نہ کسی مومن کی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ اس کے کسی عہد کا پاس کرتے ہیں اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں○ (التوبہ: ۱۰-۸)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

وان یظھروا علیکم: ظہر کا معنی ہے جسم کی پشت، جس سے قوت حاصل ہو اس کے لیے بھی ظہر کا استعارہ کیا جاتا ہے۔ ظھر علیہ کا معنی ہے اس پر غالب ہوا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۳) وان یظھروا علیکم کا معنی ہے اگر وہ تم پر فتح اور غلبہ حاصل کریں۔ لیظھرہ علی الدین کلہ۔ (التوبہ: ۳۳) تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، ظہر کا معنی کسی چیز کو ظاہر کرنا بھی ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ جس شخص کو دوسرے پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اس کو ایک کمال حاصل ہوتا ہے اور جس کے پاس کوئی کمال ہو وہ اس کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور جو شخص مغلوب ہو اس کو نقص حاصل ہوتا ہے، اور نقص کو انسان چھپانا چاہتا ہے اس لیے ظہور، غلبہ اور کامیابی سے کنایہ ہوگا۔

لا یرقبوا فیکم: رقب کا معنی گردن ہے، پھر رقبہ کو غلام سے کنایہ کیا گیا، رقیب کا معنی محافظ ہے، قرآن مجید میں ہے: الا لدیہ رقیب عتید۔ (ق: ۱۸) مگر اس کے پاس اس کا محافظ (نگہبان) لکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے، مرقب اس بلند جگہ کو کہتے ہیں جس پر کھڑا ہو کر نگہبان کسی کو جھانک کر دیکھتا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۶۵) اس لیے رقوب کا معنی انتظار کرنا بھی ہے۔ وارتقبوا انی معکم رقیب۔ (ھود: ۹۳) اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں، اس آیت میں اس کا معنی حفاظت کرنا ہے یعنی وہ تمہارے قرابت کی حفاظت کریں گے اور نہ تمہارے عہد کی حفاظت کریں گے۔

الّا: الّ کا معنی ہے صاف شفاف اور چمک دار چیز، جب گھوڑا تیز دوڑے یا بجلی چمکے تو الّ کہا جاتا ہے، قسم کھا کر عہد کیا

Marfat.com

جائے یا قرابت کو بھی اِلّ کہا جاتا ہے اور چونکہ عہد بھی غدر سے صاف اور چمکدار ہوتا ہے اس لیے اس کو بھی اِلّ کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِلّ اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۵)

ذمہ: ذمہ کا معنی ہے عہد، یعنی ہر وہ کام جو کسی شخص کو لازم ہو اور اس کے ترک کرنے کی وجہ سے اس کو مذمت کا سامنا ہو اس کو ذمہ کہتے ہیں۔

یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم: یعنی وہ اپنی زبانوں سے میٹھی باتیں کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کے خلاف ہوتا ہے، کیونکہ ان کے دلوں میں صرف شر اور فساد ہوتا ہے اگر ان کو موقع ملے تو وہ مسلمانوں کو زک پہنچانے میں کوئی کمی نہ کریں۔

بعض سوالوں کے جوابات

اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ۸ کے آخر میں فرمایا ہے: اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان لوگوں سے مراد ہیں مشرک اور کافر اور شرک اور کفر فسق سے بہت بڑا گناہ ہے تو مشرکین کی مذمت میں فسق کی صفت ذکر کرنا کیسے مناسب ہو گا، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مشرکین اور کفار اپنے دین کے قواعد کے لحاظ سے نیک ہوتے ہیں مثلاً وہ امانت دار ہوں، سچ بولتے ہوں اور عہد پورا کرتے ہوں، اور بعض مشرکین اپنے دین کے قواعد کے اعتبار سے بھی بدکار اور اخبث ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ جھوٹ بولتے ہوں اور عہد شکنی کرتے ہوں، سو یہ مشرکین شرک کرنے کے علاوہ اپنے دین کے قواعد کے اعتبار سے بھی فاسق ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، تو کیا تمام مشرک فاسق نہیں ہیں۔ اس کا جواب بھی پہلے اعتراض کے جواب سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مشرکین میں سے بعض لوگ اپنے دین کے قواعد کے اعتبار سے نیک ہوتے ہیں۔ مثلاً امانت دار ہوں، سچے ہوں اور عہد پورا کرنے والے ہوں لیکن مشرکین میں سے اکثر فاسق ہوتے ہیں جو جھوٹے، خائن اور عہد شکن ہوتے ہیں۔

التوبہ: ۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کر دیا، اگر اس سے مراد یہود ہوں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ تورات کی آیات کی عمداً غلط تشریح کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ تورات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا صفات بیان کی ہیں تو وہ دجال کی صفات بیان کر دیتے تاکہ ان کے عام لوگ ان کے دین سے برگشتہ نہ ہوں، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام کا سیاق و سباق یہود کے متعلق نہیں ہے بلکہ ان مشرکین کے متعلق ہے جنہوں نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ وہ اللہ کی آیات پر ایمان لے آتے لیکن وہ دنیاوی مفاد کی خاطر اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیات کو فروخت کر دیا، نیز ان کے متعلق فرمایا: اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں، اس سے مراد ان کی دیگر برائیوں کے علاوہ عہد شکنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم صاحبانِ علم کے لیے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ (التوبہ: ۱۱)

اہل قبلہ کی تکفیر اور عدم تکفیر میں مذاہب

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت نے اہل قبلہ کا خون حرام کر دیا۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص شرک اور کفر سے تائب ہو، نماز پڑھے اور زکوۃ ادا کرے وہ مسلمانوں کا دینی بھائی ہے، اس کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

اہلسنت و جماعت کے قواعد میں سے یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر قرار دینا جائز نہیں ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

ان کا یہ کہنا کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، پھر یہ کہنا کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے، یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کو محال کہے یا حضرت ابوبکر اور عمر کو گالی دے یا ان کو لعنت کرے وہ کافر ہے، ان دونوں قولوں کو جمع کرنا مشکل ہے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲-۱۲۱، مطبوعہ کراچی)

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے اس کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں:

(۱) اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا شیخ اشعری اور ان کے متبعین کا مذہب ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی المنتقیٰ میں اسی طرح منقول ہے، اور فقہاء نے ان لوگوں کو کافر کہا ہے، اس لیے تعارض نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونا، کتاب، سنت اور اجماع سلف کے دلائل قطعیہ سے ثابت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ایمان اور ان کا شرف عظیم بھی دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، سو جو شخص ان امور کا منکر ہو وہ اللہ اور اس کے رسول کا مصدق نہیں ہے اور اس کا اہل قبلہ سے ہونا معتبر نہیں ہے۔

(۳) فقہاء نے جو تکفیر کی ہے وہ تغلیظ اور تہدید پر محمول ہے، اس کا ظاہر مراد نہیں ہے۔

(نبراس ص ۵۷۲، مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال، ۱۳۹۷ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اہل قبلہ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً عالم کا حادث ہونا، قیامت کے بعد لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تمام کلیات اور جزئیات کا علم ہے، اور اس طرح کے دیگر اعتقادی امور، پس جو شخص ساری عمر لمبی لمبی عبادات اور ریاضات میں مشغول رہا حالانکہ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ عالم قدیم ہے یا اس کا اعتقاد تھا کہ حشر نہیں ہو گا یا اس کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ سبحانہ کو جزئیات کا علم نہیں ہے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہے۔ (اسی طرح جو شخص غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد مانتا ہے یا جو شخص قرآن مجید کی تحریف کا قائل ہے یا حضرت عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگاتا ہے، یا یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے یا جو شخص ائمہ اربعہ کے مقلدین کو حقیقتاً مشرک کہتا ہے یا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح کلمات کفریہ کہتا ہے ایسے تمام لوگ قرآن مجید کے مصدق نہیں ہیں خواہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوں لیکن وہ اہل قبلہ سے نہیں ہیں) اور اہل سنت نے جو یہ کہا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک اس میں کفر کی علامات اور کفر کی وجہ بات نہیں پائی جائیں گی اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہم نے جو اصول بیان کیے ہیں اہل قبلہ ان پر متفق ہیں، ان کا دیگر اصول میں اختلاف ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات، اعمال کا مخلوق ہونا، اس کے ارادہ کا عموم، اللہ کے کلام کا قدیم ہونا اور آخرت میں اس کے دیدار کا ممکن ہونا، اس قسم کے اور دیگر امور جن کے متعلق اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حق صرف ایک ہے، اور اس میں بھی ان کا اختلاف ہے

Marfat.com

کہ جو ان امور میں حق کا منکر ہو اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں۔ امام اشعری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ان امور میں جو حق کا منکر ہو وہ کافر نہیں ہے۔ امام شافعی کے ایک قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اہل الاھواء (نئے مذاہب اختیار کرنے والوں) میں سے میں صرف خطابیہ کی شہادت کو مسترد کرتا ہوں کیونکہ وہ جھوٹ بولنے کو حلال کہتے ہیں اور المنتقیٰ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور اکثر فقہاء کا اسی پر اعتماد ہے اور ہمارے بعض اصحاب ان امور میں مخالفین کو کافر کہتے ہیں اور قدماء معتزلہ انہیں کافر کہتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے قائل تھے اور اعمال کو مخلوق کہتے تھے اور استاذ ابو اسحٰق نے کہا ہم اس کو کافر کہیں گے جو ہمیں کافر کہے اور جو ہمیں کافر نہ کہے ہم اس کو کافر نہیں کہیں گے' اور امام رازی کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے' اور اصل اشکال کا جواب یہ ہے کہ تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے' پس کوئی تعارض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تکفیر کرنا مخالفین کے رد میں تغلیظ کے لیے ہے اور تکفیر نہ کرنا اہل قبلہ کے احترام کے لیے ہے' کیونکہ وہ بعض امور میں ہمارے موافق ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' مطبوعہ مصر)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید نے کہا نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض کی گئی ہیں اور ان کی فرضیت میں فرق نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے بغیر زکوٰۃ کے نماز کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ کس قدر زیادہ فقیہ تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز مقبول نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

صحابہ کرام کو دینی بھائی کے بجائے میرے اصحاب کیوں فرمایا؟

اس آیت میں توبہ کرنے والوں' نماز قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے متعلق فرمایا وہ تمہارے دینی بھائی ہیں' بظاہر ایک حدیث اس آیت کے خلاف ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں' میری خواہش ہے کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کی دینی بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے... الحدیث۔

(صحیح مسلم' الطہارۃ: ۳۹ (۲۴۹) ۵۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۸' سنن کبریٰ ج ۴ ص ۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے مسلمانوں کو اپنا دینی بھائی فرمایا اور صحابہ کو دینی بھائی نہیں فرمایا حالانکہ جن مشترک اوصاف کی وجہ سے آپ نے بعد کے مسلمانوں کو اپنا دینی بھائی فرمایا وہ اوصاف صحابہ کرام میں بھی تھے بلکہ زیادہ احسن اور زیادہ اکمل تھے' اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو دینی بھائی تو بعد کے لوگ ہیں' کیونکہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کرام کی کوئی انفرادیت اور خصوصیت نہیں تھی' وہ تو قیامت تک کے سارے مسلمان ہیں ان کی خصوصیت صحابی ہونے میں تھی' کیونکہ بعد کے مسلمان کتنے ہی کامل کیوں نہ ہوں درجہ صحابیت کو نہیں پاسکتے۔

کسی شخص کے تعارف میں اس کی خصوصی صفات ذکر کی جائیں

اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے اوصاف کا ذکر کیا جائے تو ان اوصاف کا ذکر کرنا چاہیے

Marfat.com

جو اس کے خصوصی اوصاف ہوں نہ کہ وہ اوصاف جو کہ عام ہوں، مثلاً کسی مفتی اور عالم کا ذکر کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ لکھنے پڑھنے والے ہیں تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ لکھنے پڑھنے والے تو بہت لوگ ہیں، اس کی خصوصیت مفتی اور عالم ہونے میں ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں اگر آپ کو صرف بشر کہا جائے تو یہ درست نہیں ہے، بشر کی تو مسلمانوں کے ساتھ بھی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ کافر بھی بشر ہیں، آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ سید البشر ہیں، بشر کامل ہیں، افتخار بشر ہیں، بشر تو اپنی جگہ ہے صرف نبی ہونا بھی آپ کی خصوصیت نہیں ہے، آپ سید الانبیاء ہیں، قائد المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں، سو جب آپ کا ذکر کیا جائے تو آپ کے خصوصی اوصاف کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے کیونکہ عام اوصاف کے ساتھ تو آپ نے اپنے صحابہ کا ذکر کرنا بھی پسند نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین پر طنز کریں تو تم کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے شاید کہ وہ باز آ جائیں O (التوبہ: ١٢)

کفر کے علم برداروں کا مصداق

جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے اور تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور وہ مشرک اس معاہدہ کو توڑ دیں اور تمہارے دین اسلام کی مذمت اور برائی کریں تو تم کفر کے ان علم برداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس طرح تمہارے دین کی مذمت کرنے سے اور تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کرنے سے باز آ جائیں۔ قتادہ نے کہا کفر کے ان علم برداروں سے مراد ابو سفیان بن حرب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور سہیل بن عمرو ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کر کے توڑا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا قصد کیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ١٢٨٣٧) نکث کا معنی ہے نقض اور توڑنا، جب کوئی شخص اپنی مضبوط رسی کو توڑ دے تو اس موقع پر نکث کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

توہین رسالت کرنیوالے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار

امام رازی نے لکھا ہے کہ زجاج نے کہا ہے کہ جب ذمی دین اسلام میں طعن کرے تو یہ آیت اس کے قتل کو واجب کرتی ہے کیونکہ ان کی جان اور مال کی حفاظت کا جو مسلمانوں نے عہد کیا تھا وہ اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ وہ دین اسلام میں طعن نہیں کرے گا اور جب اس نے دین اسلام میں طعن کیا تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی رو سے اسلامی ملک میں رہنے والے ان غیر مسلموں کو بھی قتل کرنا واجب ہے جو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی بھی توہین کریں یعنی ان کی شان کے خلاف کوئی ایسا لفظ بولیں یا لکھیں جو لفظ عرف میں توہین کے لیے متعین ہو، اور حسب ذیل احادیث اور آثار اس پر شاہد ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ، کعب کے پاس گئے اور کہا اس شخص نے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تھکا دیا ہے اور ہم سے صدقہ کا سوال کرتا رہتا ہے، نیز کہا بخدا تم اس کو ضرور ملال میں ڈال دو گے، اور کہا ہم نے اس کی پیروی کی ہے اور اب ہم اس کو چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم جان لیں کہ آخر کار ان کا ماجرا کیا ہو گا، وہ

Marfat.com

اسی طرح کعب بن اشرف سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۰۳۷، ۲۰۳۲، ۳۰۳۱، ۲۵۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۸۰۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا کی باندی ام ولد تھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتی تھی اور آپ کو سب و شتم کرتی تھی۔ وہ نابینا اس کو منع کرتے رہتے تھے اور وہ باز نہیں آتی تھی۔ ایک رات جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کر رہی تھی انہوں نے ایک مغول (گیتی یا بھاوڑ، پیکان والی لاٹھی) لے کر اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا اور اس کی ٹانگوں میں ایک بچہ آ کر اس کے خون میں لتھڑ گیا۔ صبح کو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا لوگوں کو پھلانگتا ہوا آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہا یا رسول اللہ! میں اس باندی کا مالک ہوں! وہ آپ کو سب و شتم کرتی تھی اور برا کہتی تھی۔ میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بیٹے بھی ہوئے اور وہ میری رفیقہ تھی۔ گزشتہ رات وہ پھر آپ کو سب و شتم کر رہی تھی اور برا کہہ رہی تھی۔ میں نے اس کے پیٹ پر گیتی رکھ کر اس کو دبایا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! گواہ ہو جاؤ کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔ (یعنی اس کا کوئی قصاص یا تاوان نہیں ہوگا)

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۶۱، سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۰۸۱، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۹۸۵)

حضرت عرفہ بن الحارث کو مصر کا ایک نصرانی ملا جس کا نام مذقون تھا، انہوں نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نصرانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کے پاس یہ معاملہ پیش کیا۔ انہوں نے حضرت عرفہ سے کہا ہم ان سے عہد کر چکے ہیں۔ حضرت عرفہ نے کہا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء پر عہد کریں، ہم نے ان سے صرف اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان کو ان کے گرجوں میں عبادت کرنے دیں گے، اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم ان کی حفاظت کے لیے لڑیں گے، اور اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ آپس میں اپنے مذہب کے مطابق عمل کریں گے لیکن جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا: تم نے سچ کہا۔

(المعجم الاوسط ج ۹ رقم الحدیث: ۸۷۴۳، مطبوعہ ریاض، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۰۰، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۹۸۷)

حضرت عمیر بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بہن مشرکہ تھی، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تو وہ آپ کو سب و شتم کرتی اور آپ کو برا کہتی۔ انہوں نے ایک دن اس کو تلوار سے قتل کر دیا، اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ہم کو معلوم ہے اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ کیا امن دینے کے باوجود اس کو قتل کیا گیا ہے، اور ان لوگوں کے ماں باپ مشرک تھے، حضرت عمیر کو یہ خوف ہوا کہ یہ لوگ کسی اور بے قصور کو قتل کر دیں گے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی بہن کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ آپ کے متعلق مجھے ایذاء پہنچاتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹوں کے پاس کسی کو بھیجا تو انہوں نے کسی اور کا نام لیا جو اس کا قاتل نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷، رقم الحدیث ۱۲۴، ص ۶۵، ۶۴، مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتی تھی- ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مرگئی- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا-
(السنن الکبریٰ ج ٩ ص ٢٠٠، طبع بیروت)

حصین بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پاس ایک راہب کو لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا ہے- انہوں نے کہا اگر میں سنتا تو اس کو قتل کر دیتا- ہم نے ان کو اس لیے امان نہیں دی کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کریں- (المطالب العالیہ رقم الحدیث: ١٩٨٦، طبع بیروت)

توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے- امام مالک، لیث، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ سے یہ منقول ہے کہ جو ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا- اس کے بعد علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، یا آپ کو تعریضاً اور کنایتاً برا کہے یا آپ کی شان میں کمی کرے یا آپ کی ایسی صفت بیان کرے جو کفر ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ ہم نے اس بات پر اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا نہ اس پر اس سے معاہدہ کیا ہے، البتہ امام ابو حنیفہ، ثوری اور اہل کوفہ میں سے ان کے متبعین نے کہا ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا مذہب جس پر وہ قائم ہے، وہ شرک ہے اور وہ سب سے بڑا جرم ہے لیکن اس کو سزا دی جائے گی اور اس پر تعزیر لگائی جائے گی- (الجامع لاحکام القرآن جز ٨ ص ٢١-٢٠، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

میں کہتا ہوں کہ جمہور فقہاء احناف نے امام ابو حنیفہ کے اس قول پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ ان کا یہی مسلک ہے کہ جو ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ واجب القتل ہے اور توہین سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کفریہ اور شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو عرف میں توہین ہو-

توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

جو ذمی جزیہ ادا کرنے سے رک جائے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، جس غایت کی وجہ سے اس سے قتال موقوف ہوا ہے وہ جزیہ کا التزام ہے نہ کہ اس کو ادا کرنا اور التزام باقی ہے، اور امام شافعی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، عہد ذمہ کو توڑنا ہے اور جب اس نے عہد توڑ دیا تو اس کو دی ہوئی امان بھی ٹوٹ گئی، اس نے ذمہ کا عقد کرکے اس کی خلاف ورزی کی، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا اس کا کفر ہے، اور جو کفر ابتداءً اس کے ساتھ قائم تھا وہ اس عقد ذمہ سے مانع نہیں تھا جو کفر بعد میں طاری ہوا وہ بھی اس عقد سے مانع نہیں ہوگا لہٰذا اس کفر طاری سے اس کا عہد ذمہ نہیں ٹوٹے گا- (ہدایہ اولین ص ٥٩٨، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا السام علیک (سام کے معنی موت ہیں، یعنی تم کو موت آئے) آپ نے فرمایا: وعلیکم (یعنی تم پر) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے سمجھ لیا تھا انہوں نے کیا کہا ہے۔ میں نے کہا علیکم السام واللعنۃ (یعنی تم پر موت آئے اور لعنت ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کا جواب دے چکا ہوں وعلیکم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۰۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۳۱۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۴۶۰، مسند احمد ج ۶ ص ۸۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ یہود کا توہین پر مبنی کلمہ تھا، اور اگر اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا، تو آپ ان کو قتل کر دیتے، کیونکہ اس صورت میں وہ حربی ہو چکے تھے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن عمر سے ایک شخص نے کہا: میں نے سنا کہ ایک راہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے رہا تھا، حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر میں سنتا تو اس کو قتل کر دیتا، ہم نے ان سے اس پر عہد نہیں کیا تھا۔ (المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۹۸۶) علامہ ابن ہمام جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے ان سے عہد میں یہ شرط لگائی ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم نہیں کریں گے۔ (علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:) اس مسئلہ میں جو میرا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرے یا کسی ایسی چیز کی جو اس کی شان کے لائق نہیں، جب ذمی ایسی بات کو ظاہر کرے گا تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر وہ اس کا اظہار نہ کرے وہ چھپا کر ایسی بات کہہ رہا ہو اور کوئی اس پر مطلع ہو جائے تو پھر اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے جزیہ اس شرط کے ساتھ قبول کیا گیا تھا کہ وہ ذلت کے ساتھ رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں درآنحالیکہ وہ ذلیل ہوں۔

(التوبہ: ۲۹)

اور اللہ اور رسول پر سب و شتم کرنے کا اظہار کرنا جزیہ قبول کرنے کی شرط اور ان سے قتل کی مدافعت کے منافی ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ چھوٹے بن کر رہیں اور ذلت سے جزیہ دیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جن یہود کا ذکر کیا گیا ہے وہ ذمی نہ تھے اور نہ جزیہ ادا کرتے تھے، بلکہ ان سے مال لیے بغیر دفع شر کے لیے ان سے صلح کی گئی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر قادر کر دیا۔ اور اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی ذمی مسلمانوں کے خلاف سرکشی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ ان سے قتل کو اس صورت میں دور کیا گیا ہے کہ وہ چھوٹے بن کر ذلت سے رہیں۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں حق اصحاب شافعی کے ساتھ ہے، امام شافعی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنا عہد کو توڑنا ہے، اگر وہ بالفرض مسلمان بھی ہوتا تو اس کی امان ٹوٹ جاتی، اسی طرح ذمی کی امان بھی ٹوٹ جائے گی۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (بنایہ، ج ۶، ص ۶۹۰-۶۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے مزید لکھا ہے:
امام شافعی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے سے ذمی کا عہد ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے تو امان بطریق اولیٰ نہیں رہے گی' اور یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے اور میں نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے' کیونکہ جب کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے تو اس کی تکفیر کردی جائے گی اور اگر حاکم اس کو قتل کرنے کا حکم دے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا تو اگر کسی دین کے دشمن اور مجرم (غیر مسلم ذمی) سے یہ سب و شتم صادر ہو تو اس کو قتل کیوں نہیں کیا جائے گا؟ (شرح العینی علی کنز الدقائق ج ا ص ٢٥٨' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ ابن ہمام حنفی اور علامہ عینی حنفی نے دلائل کے ساتھ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے اور اس سے یہ واضح ہوگیا کہ یہ فقہاء کرام محض مقلد جامد نہیں ہیں اور یہ امام اعظم کی ان ہی مسائل میں موافقت کرتے ہیں جہاں امام اعظم کا قول قرآن اور حدیث پر مبنی ہو' اور جہاں امام اعظم کا قول قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو وہاں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی' علامہ حصکفی اور علامہ شامی نے بھی سب و شتم کرنے والے ذمی کے قتل کو جائز لکھا ہے۔ البتہ علامہ ابن نجیم نے علامہ عینی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ ''میں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے'' اور علامہ شامی نے علامہ عینی کا دفاع کیا' اس کی تفصیل بھی عنقریب ہم ذکر کریں گے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:
اس طرح اگر کوئی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً سب و شتم کرتی ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ابواسحٰق ہمدانی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یارسول اللہ! میں نے ایک یہودی عورت کو سنا وہ آپ کو گالی دے رہی تھی اور بخدا یارسول اللہ! وہ میرے ساتھ نیکی کرتی تھی لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔
(شرح السیر الکبیر ج ٤ ص ٤١٨۔٤١٧' مطبوعہ افغانستان' ١٤٠٥ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
میں اس کے ساتھ ہوں جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے والے کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٧' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ١٣٤٨ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ جب کوئی شخص علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ سیر' ذخیرہ میں یہ تصریح ہے کہ امام محمد نے فرمایا جب کوئی عورت علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عدی نے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتی تھی' انہوں نے رات میں اس کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کی تعریف فرمائی۔
(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ج ٣ ص ٢٨٠۔٢٧٩' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠٩ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:
جو شخص علی الاعلان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے یا عادتاً سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ عورت ہو۔ (ردالمحتار ج ٣ ص ٢٧٨' مطبوعہ بیروت' ١٤٠٩ھ)

Marfat.com

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ میں نے اس قول کو اختیار کیا ہے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے اس کو قتل کر دیا جائے، علامہ ابن نجیم نے کہا کہ علامہ عینی کے اس قول کی کسی روایت (فقہیہ) میں اصل نہیں ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ابن نجیم کا یہ قول فاسد ہے کیونکہ تمام فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ اس شخص پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو سزا دی جائے گی اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ دوسروں کی عبرت کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ جب جرم بڑا ہو تو تعزیر کی قتل تک ترقی جائز ہے۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۵ ص ۱۱۵، مطبوعہ کوئٹہ)

ایک انگریز نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک سخت توہین آمیز عبارت لکھی۔ ایک مسلمان ممتحن نے انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے اس عبارت پر مشتمل امتحانی پرچہ بنایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ سوال اور جواب حسب ذیل ہیں:

مسئلہ: از جونپور ملاٹولہ مرسلہ مولوی عبد الاول صاحب ۶ رمضان مبارک ۳۵ھ

یہ جواب صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہو تو اور بھی دلائل سے مبرہن و مزین فرما کر مہر و دستخط سے ممتاز فرمایا جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیر نگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زبان دانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال جس میں نصف نمبر رکھے تھے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کیے تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہو کر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصوم و مقدس شان میں بدگوئی لکھیں جو برائے فتویٰ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اس سخت توہین آمیز عبارت کو نقل کرنے کا اس عاجز میں حوصلہ نہیں ہے، جو قارئین اس عبارت کو پڑھنا چاہیں وہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۷ میں ملاحظہ فرمائیں، اعلیٰ حضرت کا جواب درج ذیل ہے:

الجواب: رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ○ ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے، جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں خواہ نابالغ، ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام بلکہ خود کفر و قاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لیے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں

Marfat.com

پھینک پھینک کر پاٹ دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں اور جو جوان میں نکاح کیے ہوئے ہوں ان سب کی جوروئیں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں' اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام و زنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولد الزنا ہوگی' عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کر لیں' ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے منتفی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت و خلوص توبہ و صحت اسلام ظاہر و روشن ہو مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں' انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں تو دوسرے نکاح کر لیں یا کسی سے نہ کریں' ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا' ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکیں گی۔

وجیز امام کردری جلد ۳ ص ۳۲۱ میں مذکور ہے:

جو شخص معاذاللہ مرتد ہو جائے اس کی عورت حرام ہو جاتی ہے' پھر اسلام لائے تو اس سے تجدید نکاح کیا جائے۔ اس سے پہلے اس کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم ص ۴۰۷ میں لکھتے ہیں: یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے' تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ' ج ۶ ص ۳۹۔۴۷' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

شریعت کی توہین کرنے والا تورات کی تصریح کے مطابق واجب القتل ہے

پاکستان میں توہین رسالت کا قانون بنایا گیا ہے جس کے مطابق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی بھی توہین کرنے والے کو پھانسی کی سزا دی جاسکے گی' اس پر پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم خصوصاً عیسائی آئے دن احتجاج کرتے رہتے ہیں اور باقی دنیا کے غیر مسلم بھی اس کو مسلمانوں کی بنیاد پرستی قرار دیتے ہیں اور اس قانون کو اقلیت پر ظلم قرار دیتے ہیں جبکہ بائبل میں یہ لکھا ہوا ہے کہ قاضی یا کاہن کی توہین کرنے والا بھی واجب القتل ہے اور نبی کی حرمت اور اس کا مقام تو کاہن اور قاضی سے کہیں زیادہ ہے' سو معلوم ہوا کہ توہین رسالت کا یہ قانون قرآن' حدیث' آثار اور مذاہب ائمہ کے علاوہ بائبل کے بھی مطابق ہے۔ بائبل کی عبارت یہ ہے:

شریعت کی جو بات وہ تجھ کو سکھائیں اور جیسا فیصلہ تجھ کو بتائیں اسی کے مطابق کرنا اور جو کچھ فتویٰ وہ دیں اس سے دہنے یا بائیں نہ مڑنا○ اور اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے کہ اس کاہن کی بات جو خداوند تیرے خدا کے حضور خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے یا اس قاضی کا کہنا نہ سنے تو وہ شخص مار ڈالا جائے تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دور کر دینا○ اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں گے اور پھر گستاخی سے پیش نہیں آئیں گے○

(استثناء باب: ۱۷ آیت: ۱۳۔۱۱' پرانا عہد نامہ ص ۱۸۳' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

شرح صحیح مسلم ج ۲ میں ہم نے توہین رسالت کرنے والے مسلمان کا حکم بیان کیا تھا' اور الاعراف کی تفسیر میں توہین

Marfat.com

رسالت کرنے والے ذمی کا حکم لکھا تھا اور اس میں احادیث اور آثار کے علاوہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات پیش کی تھیں اور یہاں پر ہم نے احناف کے مذہب کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے اور بائبل کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اور ان تینوں مباحث کا مطالعہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے رسول کو بے وطن کرنے کا قصد کیا اور پہلی بار جنگ کی انہوں نے ہی ابتداء کی تھی' کیا تم ان سے ڈرتے ہو سو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو○ (التوبہ: ۱۳)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: کفر کے علم برداروں سے قتال کرو' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان سے قتال کا محرک اور باعث بیان فرمایا ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے قتال کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں: پہلا سبب یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے معاہدہ حدیبیہ کو پکا کرنے کے بعد اس کو توڑ ڈالا' اور انہوں نے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی اور دوسروں کی بہ نسبت ان سے قتال کرنا زیادہ اولیٰ ہے جنہوں نے عہد شکنی کی۔ اور دوسرا سبب یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وطن کرنے کا قصد کیا اور یہ ان سے جنگ کرنے کا بہت بڑا داعیہ اور محرک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وطن کرنے سے مراد یا تو یہ ہے کہ ان کی وجہ سے آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی' اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے بار بار مدینہ منورہ پر حملے کیے اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی تاکہ آپ یا شہید ہو جائیں یا ان کی مخالفت سے تنگ آ کر مدینہ منورہ سے بھی چلے جائیں اور تیسرا سبب یہ ہے کہ جنگ کی ابتدا انہوں نے خود کی تھی جب انہوں نے بدر میں حملہ کیا' حالانکہ قافلہ ان کے پاس صحیح سلامت پہنچ چکا تھا لیکن انہوں نے کہا ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے جنگ کرو' اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا' ان کو رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا' اور مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا○ اور ان کے دلوں کے غیظ کو دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا' اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے○ (التوبہ: ۱۵۔۱۴)

اس آیت میں ان سابقہ آیات کی تاکید ہے' جن میں کفار کے ظالمانہ افعال ذکر فرما کر کفار سے جنگ کے لیے مسلمانوں کی غیرت کو ابھارا تھا' علاوہ ازیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ میں فتح کی بشارت دی ہے اور کفار کی ہزیمت کی نوید سنائی ہے اور کفار کے خلاف اللہ نے اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف اس جنگ میں مسلمانوں کے متعدد فوائد بیان فرمائے ہیں۔

فتح مکہ کے لیے جہاد کرنے کے فوائد

(پہلا فائدہ:) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعہ سے کافروں کو عذاب دے گا' اس عذاب سے مراد دنیا کا عذاب ہے اور یہ عذاب کافروں کو قتل کرنے کی صورت میں حاصل ہوگا' اور ان کو قید کرنے کی صورت میں اور میدان جنگ میں ان کے اموال پر بطور مال غنیمت کے قبضہ کی صورت میں حاصل ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں عذاب دینے کا ذکر فرمایا ہے' اور ایک آیت میں ان پر عذاب بھیجنے کی نفی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

Marfat.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے درآنحالیکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ (الانفال: ۳۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ التوبہ میں جس عذاب دینے کا ذکر ہے اس سے مراد جنگ میں ان کے قتل اور قید ہونے کا عذاب ہے اور سورۃ الانفال میں جس عذاب دینے کی نفی ہے اس سے مراد ہے آسمانی عذاب۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ التوبہ میں جس عذاب دینے کا ذکر ہے وہ صرف بعض لوگوں کو پہنچے گا اور سورۃ الانفال میں جس عذاب کی نفی ہے اس سے مراد ہے ان پر ایسا عذاب نہیں آئے گا جس سے پوری قوم کفار ملیامیٹ ہو جائے۔

(دوسرا فائدہ:) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان کو رسوا کرے گا' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ذلت آمیز اور عبرت ناک شکست سے دوچار کیا' اور جن مسلمانوں کو وہ بہت کمزور اور پس ماندہ سمجھتے تھے انہوں نے ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور ان کا فخر اور غرور خاک میں مل گیا۔

(تیسرا فائدہ:) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تمہاری مدد فرمائے گا' اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کی وجہ سے مسلمانوں کو حالت جنگ میں طمانیت حاصل ہوگی۔

(چوتھا فائدہ:) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بنوخزاعہ اسلام لا چکے تھے اور وہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنوبکر کفار قریش کے حلیف تھے۔ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے بنوبکر کی مدد کی' پھر مسلمانوں نے معاہدہ حدیبیہ کو فسخ کر کے مکہ پر حملہ کیا' کفار قریش کو شکست ہوئی اور بنوخزاعہ کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔

(پانچواں فائدہ:) اور ان کے دلوں کے غیظ کو دور فرمائے گا' ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانا اور ان کے دلوں سے غیظ دور کرنا یہ ایک ہی بات ہے' اور یہ تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوموں میں فرق ہے' دشمنوں کی شکست سے مسلمانوں کے دلوں کا غم و غصہ اور غیظ دور ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کی وجہ سے وہ انتظار کی کوفت سے بچ جائیں گے' کیونکہ انتظار موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے' اور جب اللہ نے ان کو فتح کی بشارت دے دی تو ان کے دلوں میں ٹھنڈک پڑ گئی۔

(چھٹا فائدہ:) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا' اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بعض مسلمان طبعی طور پر کفار سے جہاد کرنے سے گھبراتے تھے اور اس میں تساہل کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں غیرت دلائی اور جہاد کے فوائد اور اجر و ثواب کی ترغیب دی تو وہ جہاد کے لیے شرح صدر سے تیار ہو گئے اور ان کا جہاد کرنا اللہ تعالیٰ سے توبہ کے قائم مقام ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے فتح اور نصرت کی جو بشارت دی ہے وہ بہت بڑا انعام ہے اور جب بندہ اپنی بے شمار کوتاہیوں اور گناہوں کے باوجود اللہ عزوجل کے انعامات کو دیکھتا ہے تو اس پر ندامت طاری ہوتی ہے اور وہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے۔

(ساتواں فائدہ:) یہ آیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور آپ کا معجزہ ہے کیونکہ اس آیت میں جن امور کی پیشگی خبر دی گئی ہے وہ سب فتح مکہ میں حاصل اور واقع ہو گئے' سو اس آیت میں غیب کی خبر دی گئی ہے اور غیب کی خبر معجزہ ہے' نیز اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ عزوجل کے علم میں صحابہ کرام حقیقی مومن تھے کیونکہ ان کے قلوب کفار کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور یہ ان کی دینی حمیت تھی' اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے وہ بہت راغب اور سخت کوشاں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم (ایسے ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے' حالانکہ اللہ نے ابھی

Marfat.com

تک تم میں سے ان لوگوں کو متمیز نہیں فرمایا جنہوں نے کامل طریقہ سے جہاد کیا ہو، اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنایا ہو اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے O (التوبہ: ۱۶)

ولیجہ کا معنی ہم نے محرم راز کیا ہے۔ کیونکہ ولوج کا معنی ہے داخل ہونا اور ولیجہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی شخص کے گھر میں بار بار آتا جاتا ہو۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۹۰) اور یہ وہی شخص ہوتا ہے جو اس کا محرم راز ہو۔

اس سے پہلی آیتوں میں جہاد کی ترغیب دی گئی تھی اور اس آیت میں بھی جہاد پر مزید برانگیختہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مستقبل کے واقعات کا علم ہے اور جس چیز کا مطلقاً وقوع نہ ہو اس کے وقوع کو اللہ کا علم شامل نہیں

اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے: اور ابھی تک اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو نہیں جانا۔ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان ہی کاموں کا علم ہوتا ہے جو ہو چکے ہوں اور جو کام ہونے والے ہوں ان کا اس کو علم نہیں ہوتا۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ ہشام بن الحکم نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی چیز کا علم ہوتا ہے جو وجود میں آچکی ہو، پھر امام رازی نے اس کا رد کیا ہے اور فرمایا کہ اس آیت میں علم سے مراد معلوم ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو موجود نہیں فرمایا، اور اس کو علم سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ کسی شے کے موجود ہونے کو یہ لازم ہے کہ اللہ کو اس کا علم ہو اس لیے اللہ کو کسی چیز کے وجود کا علم اس چیز کے موجود ہونے سے کنایہ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کے موجود ہونے کا اللہ کو علم نہ ہو وہ چیز موجود نہیں ہوتی، کیونکہ وہ چیز موجود نہ ہو اور اللہ کو یہ علم ہو کہ وہ چیز موجود ہے تو یہ علم معلوم کے موافق نہیں ہوگا اور جو علم معلوم کے مطابق نہ ہو وہ جہل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جہل سے منزہ اور پاک ہے۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں بعض مومنین سے خطاب ہے جنہوں نے قتل کرنے کو ناپسند کیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں منافقین سے خطاب ہے، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ابھی تک تم میں سے مخلصین غیر مخلصین سے متمیز نہیں ہوئے۔ مخلصین وہ ہیں جو جہاد کرنے والے ہوں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کی نفی کی ہے اور اس سے مبالغتاً معلوم کی نفی کا ارادہ کیا ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق اس کے وقوع کو مستلزم ہوتا ہے۔

(انوار التنزیل علی ہامش عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی نفی کی ہے اور اس سے معلوم کی نفی کا ارادہ کیا ہے، یعنی انہوں نے بہت زیادہ کامل طریقہ سے جہاد نہیں کیا، کیونکہ اگر انہوں نے کامل جہاد کیا ہوتا تو اس کا اللہ کو علم ہوتا، کیونکہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کے علم کا تعلق اس کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے وقوع کو مستلزم ہوتا ہے ورنہ اللہ کا علم واقع کے مطابق نہیں ہوگا اور یہ محال ہے، اور جس چیز کا اللہ کو علم نہ ہو وہ اس چیز کے عدم وقوع کو مستلزم ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ چیز واقع ہو تو کائنات میں ایسی چیز ہوگی جس کا اللہ کو علم نہ ہو اور یہ بھی محال ہے۔ (علامہ آلوسی نے بھی اس آیت کی یہی تقریر کی ہے)

(روح المعانی ج ۱۰ ص ۶۳، عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۱۰-۳۰۹، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ)

Marfat.com

قاضی بیضاوی نے جہاد کے ساتھ مبالغہ کی قید لگائی ہے اور علامہ خفاجی نے کامل کی قید لگائی ہے کیونکہ مسلمانوں نے فتح مکہ سے پہلے جہاد تو کیا تھا لیکن بہت زیادہ مبالغہ سے جہاد نہیں کیا تھا یا کامل طریقہ سے جہاد نہیں کیا تھا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہو اور اگر اس میں منافقوں سے خطاب ہو تو پھر معنی یوں ہوگا حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو متمیز نہیں فرمایا جنہوں نے خوش دلی سے جہاد کیا ہو۔

سورۃ التوبہ کی آیت:۱۶ کے چند تراجم

شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

آیا پنداشتید شما آنکہ شما بہ گزاردہ شوید و نہ بیند خدائے آنانرا کہ جہاد می کنند از شما در راہ او۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

آیا گمان کردید کہ گزاشتہ شوید و ہنوز متمیز نساختہ است خدا آنانرا کہ جہاد کردہ اند از شما۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور ابھی معلوم نہیں کیے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑے ہیں۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

کیا گمان کرتے ہو تم یہ کہ چھوڑے جاؤ اور حالانکہ ابھی نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرتے ہیں تم سے۔

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں) جاں فشانی کی۔

ہمارے شیخ ضیغم اسلام سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ متوفی ۱۴۰۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

(اے مسلمانو!) کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو ابھی ظاہر نہیں فرمایا جنہوں نے جہاد کیا۔

اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

(اے مسلمانو!) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم (ایسے ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو متمیز نہیں فرمایا جنہوں نے کامل طریقہ سے جہاد کیا ہو۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ

مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں در آں حالیکہ وہ خود

Marfat.com

عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ بِالۡكُفۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ۚۖ وَفِى

اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں، ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ

النَّارِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں، جو اللہ اور روز

وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ

آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ

اِلَّا اللّٰهَ ۖ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿١٨﴾

کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے ○

اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ كَمَنۡ

کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص (کی نیکیوں) کی مثل کر دیا جو

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ

اللہ اور روز قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک یہ

عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وقف لازم

برابر نہیں ہوں گے اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ جو لوگ ایمان لائے

وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ

اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کیا،

اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿٢٠﴾

اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے، اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○

يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِيۡهَا

ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضا کی خوش خبری دیتا ہے اور ان جنتوں کی جن میں ان

Marfat.com

نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ

کے لیے دائمی نعمت ہے ○ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، بے شک اللہ کے پاس بہت

عَظِیۡمٌ ﴿۲۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَکُمۡ وَ اِخۡوَانَکُمۡ

بڑا اجر ہے ○ اے ایمان والو اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست

اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡکُفۡرَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ

نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہوں اور تم میں سے جو لوگ ان کو دوست

مِّنۡکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ

بنائیں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں ○ (اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور

اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ

تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے

اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ

ہوئے مال اور تمہاری تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ

تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیۡ

مکان تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ

سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی

محبوب ہوں تو تم انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ

الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۴﴾ ع

نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں۔ درآنحالیکہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں، ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○

(التوبہ: ۱۷)

Marfat.com

تعمیر کا معنی

عمر الدار کا معنی ہے مکان تعمیر کرنا اور عمر المنزل کا معنی ہے گھر بسانا اور آباد کرنا۔ (المنجد ص ۵۲۹ بیروت) انما یعمر مساجد اللہ (التوبہ: ۱۸) میں اس کا معنی ہے تعمیر کرنا یا زیارت کرنا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۵۱) عمارت کا جو حصہ ٹوٹ پھوٹ جائے اس کی مرمت کرنا اور اس کی حفاظت کرنا، اس کی صفائی اور آرائش و زیبائش کرنا، اس میں روشنی کا انتظام کرنا۔ اور مسجد کی تعمیر میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو دنیاوی باتوں سے محفوظ رکھا جائے اور اس میں اللہ کے ذکر اور علم دین کی تدریس میں مشغول رہا جائے۔ (مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۶۷۸، مطبوعہ المدینۃ المنورہ)

علامہ ابو بکر احمد بن علی جصاص حنفی رازی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مسجد کی تعمیر کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے مسجد کی زیارت کرنا اور اس میں رہنا اور دوسرا معنی ہے مسجد کو بنانا اور اس کا جو حصہ بوسیدہ ہو گیا ہو اس کو نیا بنانا۔ کیونکہ اعتمر اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جس نے مسجد کی زیارت کی اور اس سے لفظ عمرہ ماخوذ ہے کیونکہ عمرہ بیت اللہ کی زیارت کرنے کو کہتے ہیں اور جو شخص مسجد میں بکثرت آتا جاتا ہو اور مسجد میں ہی رہتا ہو اس کو عمار کہتے ہیں، پس اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے اور مسجد کو بنانے اور مسجد کی دیکھ بھال کا انتظام کرنے اور مسجد میں قیام کرنے سے منع کیا جائے کیونکہ یہ لفظ دونوں معنوں کو شامل ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

یعمر، عمارۃ سے بنا ہے اور مسجد کی عمارۃ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مسجد میں بکثرت آنا جانا اور مسجد کو لازم پکڑ لینا، (۲) مسجد کو بنانا اور اس کی تعمیر کرنا۔ اگر دوسرا معنی مراد ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ کافر کے لیے مسجد کی مرمت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد عبادت کی جگہ ہے اس لیے اس کا معظم ہونا واجب ہے اور کافر مسجد کی اہانت کرتا ہے اور اس کی تعظیم نہیں کرتا، نیز کافر حکماً نجس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مشرکین محض نجس ہیں۔ (التوبہ: ۲۸) اور مسجد کی تطہیر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔ (البقرہ: ۱۲۵) نیز کافر نجاسات سے احتراز نہیں کرتا اور اس کا مسجد میں داخل ہونا مسجد کو نجاست سے ملوث کرنے کا موجب ہے نیز کافر کا مسجد میں داخل ہونا بعض اوقات مسلمانوں کی عبادت میں خلل اور فساد کا موجب ہوگا۔ نیز کافر کا مسجد کی مرمت کرنا مسلمانوں پر کافر کے احسان کا موجب ہوگا اور کافر کو مسلمان پر احسان کرنے کا موقع دینا جائز نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: درآنحالیکہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں، کیونکہ جب تم کسی عیسائی سے پوچھو تمہارا کیا مذہب ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اور یہودی سے پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ میں یہودی ہوں۔ ستارہ پرست یا آتش پرست سے پوچھو تو وہ کہے گا میں ستارہ پرست ہوں یا آتش پرست ہوں اور بت پرست سے پوچھو تو وہ کہے گا میں بت پرست ہوں۔

کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں مذاہب فقہاء

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک کافر کا کسی جگہ کو عبادت کے لیے وقف کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی جگہ کو مسجد بنانا جائز ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ شمس الدین مقدسی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

مسلمان یا ذمی کی جانب سے کسی جگہ کو نیک کام کے سوا وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً مسجد وغیرہ بنانے کے لیے، کیونکہ اس کا نفع مسلمانوں کو پہنچے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، البتہ کسی جگہ کو یہودیوں یا عیسائیوں کی عبادت گاہ کے لیے وقف کرنا جائز نہیں ہے۔

(کتاب الفروع ج ۴ ص ۵۸۷-۵۸۶، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

دوسری شرط یہ ہے کہ کسی جگہ کو نیک کام کے لیے وقف کرنا چاہیے خواہ وقف کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی، اس کی امام احمد رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ مثلاً مسکینوں کے لیے وقف کرنا، مسجدوں کے لیے، پلوں کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے، یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب حنبلیہ کا اتفاق ہے۔

(الانصاف ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۶ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک کفار کا مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم امام رازی شافعی کی عبارت نقل کر چکے ہیں، اور علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

سورۂ توبہ کی اس آیت کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ کفار کے لیے مسجدوں کی تعمیر جائز نہیں ہے، کیونکہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ان کو صرف ایمان کے ساتھ تعمیر کیا جا سکتا ہے، دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار کے لیے مسجدوں میں داخل ہونا اور زیارت کے لیے مسجدوں میں آنا جائز نہیں ہے۔ (النکت والعیون ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الشافعیہ بیروت)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی کفار کا مسجد بنانا جائز نہیں ہے، علامہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

کافر ذمی کا مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۷۹-۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک بھی کافر کا مسجد بنانا جائز نہیں ہے، اس سے پہلے ہم علامہ ابوبکر جصاص حنفی کی عبارت لکھ چکے ہیں اور علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

ذمی کا اس چیز کے لیے وقف کرنا صحیح ہے جو اس کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو لہٰذا ذمی کا حج اور مسجد کے لیے وقف کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ صرف ہمارے لیے عبادت ہیں ذمی کے لیے نہیں ہیں، اور نہ ذمی کا گرجا کے لیے وقف کرنا صحیح ہے کیونکہ وہ صرف اس کے نزدیک عبادت ہے، البتہ مسجد قدس کے لیے ذمی کا وقف کرنا صحیح ہے کیونکہ مسجد قدس اس کے نزدیک بھی عبادت ہے اور ہمارے نزدیک بھی۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ کوئٹہ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ مطبع حبیبیہ کوئٹہ)

غیر مقلدین کے نزدیک بھی کافر کا مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ اگر کافر نے مسجد بنانے کی وصیت کی تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۲۵۲، مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

کافر نے مسجد کے لیے وقف کیا وقف نہ ہو گا کہ یہ اس کے خیال میں کار ثواب نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

وہ کام جس کے لیے وقف کرتا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو، یعنی واقف کے نزدیک بھی وہ ثواب کا کام ہو اور واقع میں بھی ثواب کا کام ہو۔ اگر ثواب کا کام نہیں تو وقف صحیح نہیں (الی قولہ) اگر نصرانی نے حج و عمرہ کے لیے وقف کیا جب بھی وقف صحیح نہیں کیا کہ اگرچہ یہ کار ثواب ہے مگر اس کے اعتقاد میں ثواب کا کام نہیں۔ (الی قولہ) ذمی نے اپنے گھر کو مسجد بنایا اور اس کی شکل صورت بالکل مسجد کی سی کردی اور اس میں نماز پڑھنے کی مسلمانوں کو اجازت بھی دے دی اور مسلمانوں نے اس میں نماز پڑھی بھی جب بھی مسجد نہیں ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی، یونہی اگر گھر کو گرجا وغیرہ بنادیا جب بھی اس میں میراث جاری ہوگی۔ (بہار شریعت جز۱۰ ص۳۰-۲۹، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں علماء دیوبند کا نظریہ

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنادے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو چندہ دے دے تو اس کا قبول کرنا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیوی نقصان یا الزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کرلینے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو۔

(در المختار، شامی، مراغی) (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳۱، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۱۴ھ)

علامہ احمد مصطفیٰ المراغی نے اسی طرح لکھا ہے (تفسیر المراغی ج ۱۰ ص ۷۴، مطبوعہ بیروت) لیکن علامہ المراغی کوئی مسلم فقیہ نہیں ہیں اور در المختار میں اس طرح لکھا ہوا نہیں ہے، رہے علامہ شامی تو انہوں نے اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے منحۃ الخالق اور تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے حوالوں سے لکھ چکے ہیں اور اب ایک مزید حوالہ پیش کررہے ہیں:

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

در مختار میں صحت وقف کی ایک یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ اس کا فی نفسہ عبادت ہونا معروف ہو، علامہ شامی فرماتے ہیں یہ صرف مسلمان کے وقف کرنے کی شرط ہے ورنہ البحر الرائق میں مذکور ہے کہ ذمی کے وقف کی صحت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس کے نزدیک اور ہمارے نزدیک عبادت ہو جیسے فقراء پر وقف کرنا یا مسجد بیت المقدس پر وقف کرنا برخلاف اس کے کہ ذمی کسی گرجا پر وقف کرے کیونکہ وہ صرف اس کے نزدیک عبادت ہے، یا وہ حج اور عمرہ پر وقف کرے کیونکہ وہ صرف ہمارے نزدیک عبادت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے نزدیک عبادت ہونا صرف ذمی کے وقف کے لیے شرط ہے کیونکہ مسلمان کے وقف کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ان کے نزدیک بھی عبادت ہو بلکہ وہ صرف ہمارے نزدیک عبادت ہو جیسے حج اور عمرہ۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۳۹۴، مطبوعہ کوئٹہ، ردالمحتار ج ۳ ص ۳۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ردالمحتار ج ۶ ص ۴۱۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ طبع جدید)

اور چونکہ کافروں کے مذہب میں مسجد بنانا یا مسجد کے لیے چندہ دینا عبادت نہیں ہے اس لیے ان امور میں ان سے چندہ لینا فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے اور دینی حمیت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اپنی عبادات میں کافروں سے مدد نہ لی جائے اور اپنے دین میں ان کا احسان نہ اٹھایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کرسکتے ہیں، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے ○ (التوبہ: ۱۸)

Marfat.com

مسجد بنانے کا جواز اور استحقاق کن امور پر موقوف ہے

اللہ تعالیٰ نے تعمیر مساجد کا جواز پانچ چیزوں میں منحصر فرمایا ہے: (١) اللہ پر ایمان، (٢) قیامت پر ایمان، (٣) نماز قائم کرنا، (٤) زکوٰۃ ادا کرنا، (٥) اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا۔

مساجد بنانے کے لیے اللہ پر ایمان رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ مسجد وہ جگہ ہے جہاں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جاتی ہے، سو جو شخص اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کے لیے اللہ کی عبادت کی جگہ بنانا ممنوع ہوگا۔

قیامت پر ایمان رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ جس شخص کا قیامت پر ایمان نہیں ہوگا اس شخص کے لیے اللہ کی عبادت کا کوئی محرک اور باعث نہیں ہوگا۔

نماز قائم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ مسجد بنانے کی غرض ہی نماز کی ادائیگی ہے، سو جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اس کے لیے مسجد بنانا ممنوع ہوگا۔ زکوٰۃ ادا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے لیے بدن کی طہارت ضروری ہے اور نماز کے لیے وضو اور پاک اور صاف لباس ضروری ہے اور اس کے لیے مال خرچ کرنا ہوگا اور اس کے لیے فراخ دلی سے مال وہی خرچ کرے گا جو زکوٰۃ ادا کرتا ہو، نیز فقراء، مساکین اور مسافروں کو زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے اور مسجد کے نمازیوں میں فقراء، مساکین، مسافر اور دیگر مستحقین زکوٰۃ ہوتے ہیں اور مسجد میں آنے والے کو انہیں زکوٰۃ ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔

مسجد بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مسجد بنانے والا اللہ عزوجل کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو، کیونکہ بعض اوقات غیر مسلم مسجد بنانے میں مزاحم ہوتے ہیں جیسا کہ بھارت اور دیگر غیر مسلم ممالک میں اس کا بکثرت مشاہدہ کیا گیا ہے، ایسے میں مسجد بنانے کی جرأت وہی شخص کرے گا جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو، نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مسجد بنانے والا نام و نمود اور اپنی تعریف و شہرت کے لیے مسجد نہ بنائے بلکہ صرف اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کے لیے مسجد بنائے۔

مسجد بنانے کے انحصار میں ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی توجیہات

اس آیت میں مسجد بنانے کے لیے ایمان باللہ اور دیگر امور کا تو ذکر فرمایا ہے لیکن ایمان بالرسول کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول کو مستلزم ہے، کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تمام ارشادات پر ایمان لایا جائے اور اللہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے محمد رسول اللہ (الفتح: ٢٩) سو جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہیں مانا اس نے اللہ عزوجل کو نہیں مانا، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر ہے اور نماز سے پہلے اذان اور اقامت ہوتی ہے اور اذان اور اقامت میں ہے محمد رسول اللہ، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر ہے اور نماز سے مراد وہ نماز ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٣١، ٧٢٤٦) چوتھا جواب یہ ہے کہ خود نماز کے تشہد میں ہے: السلام علیک ایہا النبی اور نماز کے دوران میں ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد اور صراحتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا تاکہ مشرکین کے اس قول کا رد ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دین اسلام کی دعوت اپنی ریاست اور حکومت کی طلب کی خاطر دیتے ہیں۔

مسجد بنانے کے فضائل اور مسجد کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی) کو از سر نو بنانے کے سلسلہ میں بہت اعتراض کیے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بہت اعتراض کیے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

Marfat.com

سنا ہے: جس شخص نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۵۰، صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۳۳، مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، رقم الحدیث:۴۳۴، سنن الدارمی رقم الحدیث:۱۳۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۷۳۶، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۸، جامع الاصول رقم الحدیث:۸۷۱۹)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے اس لیے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۶۳۵، سنن النسائی رقم الحدیث:۶۳۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کو مسجد میں جائے یا شام کو مسجد میں جائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر صبح اور شام کو جنت سے مہمانی تیار کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۶۲، صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اللہ کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا: (۱) امام عادل، (۲) جو شخص اللہ کی عبادت میں جوان ہوا، (۳) جس شخص کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد بھی مسجد میں معلق رہا حتیٰ کہ وہ دوبارہ مسجد میں آیا، (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں جمع ہوئے اور اللہ کی محبت میں الگ الگ ہوئے، (۵) جس شخص نے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے، (۶) جس شخص کو خوبصورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، (۷) جس شخص نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۶۰، ۱۴۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اجر ملتا ہے اور قبائل کی مسجد میں نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا اجر ملتا ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے پانچ سو نمازوں کا اجر ملتا ہے، اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۴۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! ہمارا یہ ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں ہی رہو، تم جس قدر قدم چلتے ہو تمہاری اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں، (پھر فرمایا) اپنے گھروں میں ہی رہو تم جس قدر قدم چلتے ہو تمہاری اتنی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۶۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اندھیروں میں چل کر مسجدوں تک جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن نور تام کی بشارت دے دو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۵۶۱، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۳، المعجم الکبیر ج ۲ رقم الحدیث:۵۸۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد رکھتے ہیں

Marfat.com

اور جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو سحر کے وقت اٹھ کر مجھ سے استغفار کرتے ہیں تو میں ان سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٣٨٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٨ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر۔ (التوبہ: ١٨)
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٦١٧، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٨٠٢، سنن الدارمی رقم الحدیث: ١٢٢٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو اس میں چرا کرو۔ کہا گیا یا رسول اللہ! جنت کے باغات کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مساجد۔ پوچھا گیا ان میں چرنا کس طرح ہے؟ فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (کہنا) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٥٠٩)

مسجد کے احکام کے متعلق احادیث

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٤٤، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٧١٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس بدبودار درخت (لہسن اور پیاز) میں سے کچھ کھایا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے، کیونکہ جس چیز سے انسانوں کو ایذاء پہنچتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی ایذاء پہنچتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٨٥٥، ٨٥٤، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٦٤)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے تمام اعمال اچھے اور برے مجھ پر پیش کیے گئے، میں نے نیک اعمال میں دیکھا کہ تکلیف دہ چیز راستہ سے ایک طرف کر دی گئی، اور برے اعمال میں، میں نے دیکھا کہ بلغم کو مسجد میں دفن کیے بغیر چھوڑ دیا گیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٥٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں جس نیت سے آیا اس کا وہی حصہ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کے لیے مسجد میں چلا رہا ہے تو کہو اللہ تیری چیز کو واپس نہ کرے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٢٢١، سنن الدارمی رقم الحدیث: ١٤٠١)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجد میں دنیاوی باتیں کریں گے تم ان کے پاس مت بیٹھو اللہ کو ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث: ٧٤٣)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر ایک کھلی جگہ بنوا دی تھی، جس کا نام بطیحا تھا، آپ نے فرمایا جو آدمی پہیلیاں اور بجھارتیں ڈالنا چاہتا ہو یا شعر پڑھنا چاہتا ہو یا آواز بلند کرنا چاہتا ہو وہ اس کھلی جگہ میں چلا جائے۔

(موطا امام مالک اثر: ٢٢٤، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، موطا مع الزرقانی رقم: ٤٢٤، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو اور اپنے لڑائی جھگڑوں کو اور اپنی حدود (کے نفاذ) کو اور اپنی خرید و فروخت کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں مسجدوں میں کثرت سے جمع ہو اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر وضو کرنے کی جگہیں بناؤ۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۲۶، المعجم الکبیر ج ۲۰ رقم الحدیث: ۳۶۹، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۳۵۸۱)

حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو امامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو اور اپنے پاگل لوگوں کو اور اپنے برے لوگوں کو اور اپنی خرید و فروخت کو اور اپنے لڑائی جھگڑوں کو اور اپنی آوازوں کو اور اپنی تلوار سونتنے کو اور اپنی حدود قائم کرنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں کثرت سے اپنی مسجدوں میں جمع ہو اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر اپنی وضو کی جگہیں بناؤ۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۵۰، المعجم الکبیر ج ۸ رقم الحدیث: ۷۶۰۱، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۳۶۲۹، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص (کی نیکیوں) کی مثل کر دیا جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہوں گے اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا○ (التوبہ: ۱۹)

اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نے کہا اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے کسی اور عمل کی ضرورت نہیں ہے سوا اس کے کہ میں حجاج کو پانی پلاتا رہوں گا۔ دوسرے شخص نے کہا مجھے اسلام لانے کے بعد کسی اور عمل کی ضرورت نہیں ہے مگر میں مسجد حرام کی زیارت کروں گا اور اس کو آباد رکھوں گا۔ تیسرے شخص نے کہا تم نے جو چیزیں بیان کی ہیں ان سے جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو اور وہ جمعہ کا دن تھا، لیکن میں جمعہ کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں دریافت کروں گا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم الامارۃ: ۱۱۱ (۱۸۷۹) ۴۷۸۸، مسند احمد رقم الحدیث ۱۸۳۹۵، المعجم الاوسط ج ۱ رقم الحدیث: ۲۲۳، جامع البیان جز ۱۰، رقم الحدیث: ۱۲۸۶۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۰۰۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: غزوۂ بدر میں جب حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قید کیا گیا تو انہوں نے کہا ہرچند کہ تم اسلام کو قبول کرنے میں اور ہجرت کرنے میں اور جہاد کرنے میں ہم پر سبقت کر چکے ہو لیکن ہم مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں، حجاج کو پانی پلاتے ہیں اور قیدیوں کو چھڑاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مشرکین نے کہا کہ بیت اللہ کی تعمیر کرنا اور حجاج کو پانی پلانا، ایمان لانے اور جہاد کرنے سے افضل ہے اور وہ لوگ حرم کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے فخر اور تکبر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیتیں بھی نازل فرمائیں:

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ○ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ○ (المومنون: ۶۷-۶۶)

بے شک تم پر میری آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ کر بھاگ جاتے تھے درانحالیکہ تم تکبر کرتے تھے اور رات کو (اللہ کی آیتوں کے متعلق) بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔

Marfat.com

پس مشرکین نے جو کعبہ کی دیکھ بھال کی ہے اور حجاج کو پانی پلایا ہے' اس سے اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہیں افضل ہے۔

(جامع البیان جز۱۰ص ۱۲۳۔۱۲۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم ص ۱۷۶۷' تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳۸۴۔۳۸۳ طبع بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا' اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیںO ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور ان جنتوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہےO وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہےO (التوبہ: ۲۲-۲۱-۲۰)

سابقین صحابہ کی فضیلت اور اللہ کی رضا کا جنت سے افضل ہونا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ وہ مشرک جنہوں نے کعبہ کی حفاظت کی اور حجاج کو پانی پلایا ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی مزید وضاحت کی اور فرمایا: ان کا بہت بڑا درجہ ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کی حفاظت کرنے والے مشرکوں کا بھی اللہ کے نزدیک کوئی درجہ ہے لیکن مسلمانوں کا بڑا درجہ ہے حالانکہ مشرکوں کے تمام نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں اللہ کے نزدیک ان کا کوئی درجہ نہیں ہے' البتہ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کاموں کی وجہ سے اللہ کے نزدیک ان کا کوئی درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارے گمان میں تمہارا جو بھی درجہ ہے ایمان لانے والوں' ہجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا تم سے بہت بڑا درجہ ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَO (النمل: ۵۹) (آپ کہئے) کیا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک ایمان لانے والوں' ہجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا درجہ تمام مخلوق سے بڑا ہے' اور ان کا درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے' فوز کا معنی ہے اپنے مطلوب کو پا لینا اور ان کا مطلوب عذاب سے نجات اور ثواب کا حصول ہے اور اس کا مصداق فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے صحابہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ (الحدید: ۱۰)

(اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا' ان کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا ان کا ان سے بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو سب و شتم نہ کرو (برا نہ کہو) پس اگر تم میں سے کوئی شخص (اللہ کی راہ میں) احد پہاڑ جتنا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلو

Marfat.com

یا نصف کلو کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۴۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۶۵۸، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۸۶۱، مسند احمد ج ۳ ص ۵۴، ۶۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۹، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۱۴۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۶۱)

آیت:۲۱ میں فرمایا ہے: ان کا رب ان کو رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لیے موجود ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے: اے رب! اس سے زیادہ افضل اور کیا چیز ہے؟ اللہ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رحمت اور رضا نازل کرتا ہوں، اس کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۵۴۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۵۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۷۴۹، مسند احمد ج ۳ ص ۸۸)

سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ورضوان من اللہ اکبر۔ (التوبہ:۷۲) اللہ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت بڑی چیز ہے، لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جنت کو معمولی نعمت سمجھا جائے اور جنت کی تحقیر کی جائے۔ جیسا کہ جاہل صوفی کرتے ہیں، جنت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس سے بھی بڑی نعمت اللہ کی رضا ہے لیکن یہ نعمت ہم کو جنت میں ہی حاصل ہو گی، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں جنت کی طلب اور زیادہ فرمائے اور اپنے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہمیں جنت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہوں، اور تم میں سے جو لوگ ان کو دوست بنائیں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں O

کفار اور مشرکین سے محبت کا تعلق رکھنا منع ہے اور بغیر محبت کے معاملات جائز ہیں

اس آیت میں تمام مومنین سے خطاب ہے اور اس کا حکم قیامت تک باقی ہے اور اس آیت میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن مسلمان ملکوں میں جو کافر مسلمانوں کی اجازت سے رہتے ہیں ان کے ساتھ خرید و فروخت، مزدوری کرنے اور مزدوری کرانے اور ملکی، ملی اور سماجی امور میں ان سے تعاون کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دوستی اور محبت رکھنے سے منع کیا ہے، اس آیت میں فرمایا ہے: تم اپنے کافر باپ دادا اور بھائیوں سے دوستی اور محبت نہ رکھو۔ اس آیت میں بیٹوں کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ بیٹے باپ کے تابع ہوتے ہیں اور فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ ان کو دوست بنائیں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ لوگ مشرک ہیں کیونکہ جو شخص شرک کے ساتھ راضی ہوا وہ مشرک ہے لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ جب وہ ان کے شرک کی وجہ سے ان کو پسند کرے اور اس وجہ سے ان سے محبت کرے اور اگر وہ کسی اور وجہ سے ان سے دوستی اور محبت رکھتا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہو گا، کافر اور مشرک نہیں ہو گا۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ - (المائدہ:۵۱)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

یہود و نصاریٰ اور دیگر کافروں سے دوستی اور محبت کا تعلق رکھے بغیر مسلمانوں کے مفاد میں ان سے دفاعی اور تجارتی معاہدے کرنے جائز ہیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہودیوں سے معاہدے کیے اور حدیبیہ میں مکہ کے کافروں سے معاہدہ کیا اور آپ نے معاہدہ کی پابندی فرمائی تو ضرورت کی بنا پر کافر ملکوں سے معاہدے کرنا جائز ہیں۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے ماں باپ کافر ہیں تو ان سے صلہ رحم کرنا اور کافر رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا - (لقمان:۱۵)

دنیا میں مشرک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں، انہوں نے کہا میرے پاس میری ماں آئیں درآنحالیکہ وہ مشرکہ تھیں اور جب قریش نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا تھا تو وہ ان کے ساتھ تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! میرے پاس میری ماں آئی ہیں درآنحالیکہ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(صحیح مسلم، زکوٰۃ: ۵۰ (۱۰۰۳) ۲۲۸۸، صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۶۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۸)

اسی طرح جن مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ قتال کیا نہ کوئی اور ظلم کیا ان کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ - (الممتحنہ:۸)

جن لوگوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے سے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

امام بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ اس نے حضرت سارہ کے متعلق کہا ان کو آجر (ہاجر) دے دو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی، اور ابوحمید نے کہا: ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا، اور آپ کو ایک چادر پہنائی اور آپ نے اس سرزمین پر اس بادشاہ کی حکومت کے لیے لکھا۔ (صحیح البخاری باب قبول الهدیة من المشرکین ص ۵۴۳، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ کفار اور مشرکین سے دوستی اور محبت کرنا منع ہے، اور بغیر دوستی اور محبت کے ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا، ان سے تحائف لینا اور ان کو تحائف دینا، ان سے قرض اور خرید و فروخت کا معاملہ کرنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک ماہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰۳) اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک سے ایک بکری خریدی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٦١٨، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٠٥٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ کہئے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا○ (التوبہ: ٢٤)

اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قریبی اعزہ، وطن، تجارت اور مال و دولت سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہونا

انسان کو فطری طور پر اپنے باپ دادا، بیٹے، بیویاں اور دیگر قریبی رشتہ دار بہت محبوب ہوتے ہیں، اسی طرح اس کو اپنا کمایا ہوا مال اور اپنا کاروبار بھی بہت مرغوب ہوتا ہے اور اپنے رہائشی مکان بھی اس کو بہت پسند ہوتے ہیں اور ان سب کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں چلے جانا اس کے لیے بہت دشوار ہوتا ہے اس لیے ہجرت کرنا اس پر طبعاً گراں ہوتا ہے اور اپنی جان بھی اس کو بہت پیاری ہوتی ہے اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس پر بہت شاق ہوتا ہے، اور شیطان بھی اس کو ہجرت کرنے اور جہاد کرنے سے ورغلاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت سبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان ابن آدم کے راستوں میں بیٹھ جاتا ہے، وہ اسلام کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تم اپنے دین اور اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ رہے ہو؟ ابن آدم شیطان کی بات رد کر کے اسلام قبول کر لیتا ہے، پھر وہ اس کی ہجرت کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تم ہجرت کر کے اپنے وطن کی زمین اور آسمان کو چھوڑ رہے ہو، مہاجر کی مثال تو اس گھوڑے کی طرح ہے جو رسی سے بندھا ہوا ہو (یعنی تم ایک اجنبی شہر میں جا کر مقید ہو جاؤ گے اور کسی جگہ آ جا نہیں سکو گے) ابن آدم شیطان کی اس بات کو بھی رد کر کے ہجرت کرتا ہے، پھر شیطان اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے تم جہاد کرنے جا رہے ہو، تم اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالو گے، تم جہاد میں مارے جاؤ گے، تمہاری بیوی دوسرا نکاح کر لے گی، تمہارا مال تقسیم ہو جائے گا۔ ابن آدم اس کی اس بات کو بھی رد کر کے جہاد کے لیے چلا جاتا ہے۔ جس مسلمان نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے......الحدیث۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ٣١٣٤)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مال و دولت، اپنے مکانوں بلکہ خود اپنی جانوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب رکھیں، اور اللہ کے رسول کی محبت میں اپنے وطن سے ہجرت کریں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔

اللہ کی محبت کا کیا معنی ہے، اللہ بندوں سے کس طرح محبت کرتا ہے اور بندے اس سے کس طرح محبت کریں، اس کی پوری تفصیل ہم نے آل عمران: ٣١ میں بیان کر دی ہے، اس کو وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کیا معنی ہے، آپ سے محبت کی کیا وجوہات ہیں اور آپ سے محبت کی کیا علامات ہیں؟ اس کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ١ ص ٤٥١-٤٢٥ میں بیان کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں اور تبرکاً چند حدیثیں یہاں بھی ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک

Marfat.com

مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۴، سنن النسائی رقم الحدیث:۵۰۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۶۷، مسند احمد رقم الحدیث:۱۲۸۱۴، طبع جدید)

زہرہ بن معبد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم یا رسول اللہ! اپنی جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ پھر حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اے عمر! (مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶، طبع قدیم)

صحابہ کرام محبت کے اس معیار کا کامل نمونہ تھے

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باپ دادا اور اولاد سے زیادہ محبوب ہوں اور جنگ بدر میں جب عتبہ بن ربیعہ نے مبارزت کی اور مسلمانوں کو مقابلے لے لیے للکارا تو حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیے آگے بڑھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔
(کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۰۴ھ)

ابن شوذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے باپ ان کو اپنے بت دکھا رہے تھے اور حضرت ابو عبیدہ ان سے اعراض کر رہے تھے، لیکن جب ان کے باپ باز نہ آئے، بت دکھاتے رہے اور ان کی تعریف کرتے رہے تو حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور پھر ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ:۲۲)

(اے رسول مکرم!) جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے خواہ (وہ دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو جاگزین کر دیا ہے اور اپنی طرف کی پسندیدہ روح سے ان کی تائید فرمائی ہے، اور وہ ان کو ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں۔ سنو! اللہ کے لشکر کے لوگ ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث:۳۶۰، المستدرک ج ۳ ص ۲۶۵-۲۶۴، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی کی سند جید ہے، الاصابہ ج ۳ ص ۴۷۶، رقم:۴۴۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو حافظ بیہقی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہوں اور

Marfat.com

حدیث میں ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کو لڑنے کے لیے للکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ (الاستیعاب ج ۲ص ۳۶۸، رقم: ۱۴۰۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ص ۳۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ مذکور الصدر آیت (المجادلہ: ۲۲) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابو قحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو حضرت ابوبکر نے ابو قحافہ (حضرت ابوبکر کا باپ) کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا، پھر انہوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا؟ عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے جنگ احد میں اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبدالرحمن نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو۔ اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کے مصداق ہیں خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

(اسباب النزول للواحدی ص ۴۳۴ رقم الحدیث: ۷۱۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، اسباب النزول للسیوطی ص ۸۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سورۂ توبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے باپ دادا، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنی بیویوں اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھیں اور ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مختلف جنگوں میں صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے باپ، بھائی اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا اور ہم اس سے پہلے التوبہ: ۱۲ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کے ایک باندی سے دو کمسن بچے تھے لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۶۱) اور حضرت عمیر بن امیہ کی ایک بہن تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۶۵-۶۴) اسی طرح صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کے علاوہ اپنے وطن، اپنے پسندیدہ مکانوں اور اپنے جمع شدہ مال اور اپنے کاروبار اور تجارت کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت صہیب بن سنان سے روایت کیا ہے کہ میں بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت صہیب نے ہجرت کی تو مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا پیچھا کیا۔ حضرت صہیب نے کہا: اے قریش کی جماعت! میں تم سب سے بڑا تیر انداز ہوں اور جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہے تو تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ تیر ختم ہونے کے بعد میں اپنی تلوار سے تم پر وار کروں گا سو اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو میں تم کو اس کا پتا بتاتا ہوں۔ کفار قریش اس پر راضی ہو گئے۔ حضرت صہیب نے ان سے معاہدہ کیا اور ان کو اپنے مال کا پتا بتا دیا' وہ واپس گئے اور حضرت صہیب کا مال اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جب حضرت صہیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری تجارت فائدہ مند رہی' اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کی طلب میں اپنی جان کو بیچ ڈالتے ہیں۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۳۶۵' رقم: ۴۱۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' کامل ابن عدی ج ۷ ص ۲۶۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سو واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کو اپنے باپ' بیٹوں اور تمام رشتہ داروں' وطن' مکان' تجارت اور مال و دولت ہر چیز سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ

بے شک اللہ نے بہ کثرت مواقع پر تمہاری مدد فرمائی اور (غزوہ) حنین کے دن (بھی) جب

اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ

تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا (حالانکہ) اس کثرت نے تم سے کسی چیز کو دور نہیں کیا اور زمین اپنی

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ

وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹے ○ پھر اللہ نے اپنے رسول پر

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا

طمانیت قلب نازل فرمائی اور ایمان والوں پر (بھی) اور اس نے ایسے لشکر اتارے

لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے ○

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ

Marfat.com

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○ اے ایمان والو تمام مشرک

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ

هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ

آئیں، اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو عنقریب اپنے

فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا

فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○ ان لوگوں سے قتال

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا

کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر اور نہ

يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ

وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو

الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ

قبول کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے

يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱۰ ۵

ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے بکثرت مواقع پر تمہاری مدد فرمائی اور (غزوہ) حنین کے دن (بھی) جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا، (حالانکہ) اس کثرت نے تم سے کسی چیز کو دور نہیں کیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹے ○ پھر اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت قلب نازل فرمائی، اور ایمان والوں پر (بھی) اور اس نے ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے ○ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○ (التوبہ: ۲۷-۲۵)

Marfat.com

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے مشرک باپ، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں اور قریبی رشتہ داروں سے احتراز کریں اور اپنے اموال، تجارت، مکانوں اور کاروبار کو دین کے مفاد کے لیے ترک کر دیں اور چونکہ یہ امر طبعی طور پر مسلمانوں کے لیے مشکل اور دشوار تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین کی مثال سے یہ بیان فرمایا کہ جو شخص دین کی خاطر دنیا کو ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیاوی مطلوب بھی عطا فرماتا ہے، کیونکہ غزوہ حنین میں جب مسلمانوں نے اپنی کثرت پر اعتماد اور بھروسہ کیا تو وہ شکست کھا گئے، پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف گڑگڑا کر رجوع کیا تو انہوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے دی اور کافی مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا، اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان دنیا پر اعتماد کرتا ہے تو دین اور دنیا دونوں اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں اور جب وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے تو اللہ اس کو دین اور دنیا دونوں عطا فرماتا ہے۔

وادی حنین کا محل وقوع

مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے جس کا نام حنین ہے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۸۵، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۴۹) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ذوالمجاز کے پہلو میں طائف کے قریب یہ وادی ہے۔ عرفات کی جہت میں یہ مکہ سے دس بارہ میل ہے، ابو عبید بکری نے کہا ہے کہ حنین بن قابشہ بن مہلائل کے نام پر اس وادی کا نام حنین پڑ گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷)

اہل حنین کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری

ہر چند کہ مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا لیکن جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا، قبائل عرب مطمئن تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو وہ واقعی سچے نبی ہیں، اور جب مکہ فتح ہو گیا تو بہت سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا، لیکن ہوازن اور ثقیف دو قبیلے بہت جنگجو اور فنون حرب کے ماہر تھے، انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اس وقت مسلمان مکہ میں جمع ہیں اس لیے سب مل کر ان پر حملہ کر دیں، ان کے لشکر میں ہوازن اور ثقیف کی تمام شاخیں شریک تھیں لیکن کعب اور کلاب ان سے الگ رہے۔ ان کے لشکر کے سپہ سالار مالک بن عوف تھے۔ (یہ بعد میں طائف میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے دمشق کو فتح کیا اور جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ الاصابہ رقم: ۷۶۸۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل حنین سے جہاد کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ میں ہوازن اور ثقیف کی جنگی تیاریوں کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیے حنین بھیجا۔ انہوں نے حنین میں کئی دن جاسوسی کی پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے مطلع کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کی تیاری کی، مکہ میں صفوان بن امیہ امیر شخص تھا اور اس کے پاس کافی اسلحہ تھا۔ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا، آپ نے اس سے اسلحہ مستعار لیا، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے صفوان! کیا تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟ اس نے پوچھا: آپ عاریتاً لینا چاہتے ہیں یا غصب کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں عاریتاً لینا چاہتا ہوں۔ اس نے آپ کو تیس چالیس زرہیں عاریتاً دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین میں گئے۔ جب مشرکین شکست کھا گئے تو صفوان کی زرہیں جمع کی گئیں تو اس نے کئی زرہیں گم پائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے فرمایا: ہم سے تمہاری کئی زرہیں گم ہو گئیں، کیا ہم تم کو ان کا تاوان ادا

Marfat.com

کریں؟ اس نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! کیونکہ میرے دل میں جو اب (آپ کی محبت) ہے وہ اس وقت نہیں تھی۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۵۶۳، سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ج ۴ ص ۲۰۸، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۷ طبع جدید)

اسماعیل بن ابراہیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لیے گئے تو ان سے تیس یا چالیس ہزار درہم قرض لیے، پھر جب آپ واپس آئے تو آپ نے وہ سب قرض ادا کر دیا، پھر ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہارے اہل اور مال میں برکت دے۔ قرض کی جزا یہ ہے کہ اس کو واپس کیا جائے اور (قرض خواہ کا) شکریہ ادا کیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ حنین کے لیے روانہ ہونا

امام ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ان تیاریوں کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار وہ صحابہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ فتح مکہ کے لیے آئے تھے اور دو ہزار وہ نو مسلم صحابہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کو طلقاء کہا جاتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۷) نیز امام محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا تھا اور پانچ شوال آٹھ ہجری کو آپ ہوازن کی طرف روانہ ہوئے، اس طرح ان کا گمان یہ ہے کہ فتح مکہ کے پندرہ دن بعد آپ ہوازن کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابن مسعود سے یہی روایت ہے اور عروہ بن الزبیر کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد کا اور امام ابن جریر کا بھی یہی مختار ہے اور امام واقدی نے یہ کہا ہے کہ آپ چھ شوال کو روانہ ہوئے اور دس شوال کو حنین پہنچ گئے۔ بارہ ہزار کا کثیر تعداد لشکر دیکھ کر حضرت ابوبکر نے یہ کہا کہ آج ہم لشکر کی قلت کی وجہ سے شکست یاب نہیں ہوں گے، تو مسلمانوں کو شکست ہوئی، پہلے بنو سلیم کو شکست ہوئی، پھر اہل مکہ کو، پھر تمام مسلمانوں کو۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۴، طبع جدید، ۱۴۱۸ھ)

بعض نو مسلم صحابہ کا حنین کے راستے میں ذات انواط کی تمنا کرنا

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حارث بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف گئے۔ ہم اس وقت زمانہ جاہلیت سے نئے نئے نکلے ہوئے تھے۔ کفار قریش اور دیگر عرب کے لیے ایک سرسبز درخت تھا جس کو ذات انواط کہتے تھے۔ وہ ہر سال اس درخت پر آتے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے اور وہاں جانور ذبح کرتے اور وہاں ایک دن اعتکاف کرتے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف جا رہے تھے تو ہم نے بیری کا ایک بہت بڑا سرسبز درخت دیکھا، ہم نے کہا یا رسول اللہ! اس درخت کو ہمارے لیے ذات انواط کر دیجئے جیسے ان کا ایک درخت ذات انواط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! تم نے ایسی بات کہی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی: ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں، حضرت موسیٰ نے فرمایا: تم جاہل لوگ ہو۔ (الاعراف: ۱۳۸) یہ ان لوگوں کی عادتیں تھیں اور تم میں بھی ان کی عادتیں سرایت کریں گی۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ج ۴ ص ۲۱۲)

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۸، المعجم الکبیر ج ۳ ص ۲۷۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۶۳، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۸۴۸)

حنین میں ابتدائی شکست، شکست کے اسباب اور آپ کو چھوڑ کر بھاگنے والوں کی تعداد

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو عمارہ! کیا تم جنگ حنین کے دن بھاگ پڑے تھے، انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری تھی، بلکہ امر واقعہ یہ تھا کہ

Marfat.com

آپ کے اصحاب میں سے چند جلد باز اور نہتے نوجوان آگے نکلے اور ان کا مقابلہ ہوازن اور بنو نضر کے تیر اندازوں سے ہوا جن کا کوئی تیر خطا نہیں جاتا تھا۔ انہوں نے اس طرح تاک تاک کر تیر برسائے کہ ان کا کوئی تیر خطا نہیں گیا' پھر یہ جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہٹ آئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید خچر پر سوار تھے' اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کے آگے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور اللہ سے مدد طلب کی' اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۳۰' صحیح مسلم مغازی: ۷۸' (۱۷۷۶) ۴۵۳۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۰)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ قیس کے ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا تم غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ حضرت براء نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے سامنے سے نہیں ہٹے۔ ہوازن کے جوان اس دن تیر اندازی کر رہے تھے' ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے' اور جب ہم مال غنیمت لوٹنے لگے تو انہوں نے ہمیں تیروں پر رکھ لیا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (صحیح مسلم' مغازی: ۸۰' (۱۷۷۶) ۴۵۳۷)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

جب ہوازن کی تیر اندازی سے بھگدڑ مچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: لوگ کہاں ہیں؟ میرے پاس آئیں' میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں' کچھ نہیں ہوا' اونٹ ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے' اور مسلمان بھاگ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہاجرین اور انصار اور آپ کے اہل بیت میں سے چند لوگ تھے۔ مہاجرین میں سے جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ حضرت ابوبکر اور عمر تھے اور اہل بیت میں سے حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عباس بن عبدالمطلب' حضرت ابوسفیان بن الحارث اور ان کے بیٹے' اور حضرت فضل بن عباس اور ربیعہ بن الحارث اور حضرت اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید تھے اور ایمن اس دن شہید ہو گئے تھے۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ج ۴ ص ۲۱۲' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۹ طبع جدید' سیرت ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۶' بیروت)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب مسلمان شکست کھا گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثہ بن النعمان سے فرمایا: اے حارثہ ثابت قدم رہنے والے کتنے ہیں؟ تو انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا ایک سو ہیں' حتیٰ کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر حضرت جبرئیل سے کلام کر رہے تھے اس وقت وہاں سے حضرت حارثہ گزرے تو حضرت جبرئیل نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حارثہ بن النعمان ہے' تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان سو مسلمانوں میں سے ہیں جو یوم حنین میں ثابت قدم رہے اور روایت ہے کہ ان سو میں سے تینتیس مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۳ ص ۹۰۱۔۹۰۰ ملخصاً' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ)

غزوۂ حنین میں ابتدائی شکست کے بعد فتح اور کامرانی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میں اور

Marfat.com

حضرت سفیان بن الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، اور آپ سے بالکل الگ نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جو آپ کو فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ کی تھی۔ جب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے، حضرت عباس نے کہا میں خچر کی لگام تھام کر اس کو تیز بھاگنے سے روک رہا تھا اور حضرت ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباس اصحاب سمرہ کو آواز دو، حضرت عباس بلند آواز شخص تھے۔ وہ کہتے ہیں میں نے بہ آواز بلند پکارا اصحاب سمرہ کہاں ہیں (سمرہ وہ درخت ہے جس کے نیچے صحابہ نے بیعت رضوان کی تھی، اس کا معنی یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو آواز دو جنہوں نے حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کی تھی) حضرت عباس نے کہا بخدا یہ آواز سنتے ہی وہ اس طرح پلٹے جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے۔ وہ یالبیک! یالبیک! کہتے ہوئے دوڑے آئے اور انہوں نے کافروں سے لڑنا شروع کر دیا۔ انہوں نے انصار کو بلایا وہ کہتے تھے اے انصار کی جماعت! اے انصار کی جماعت! پھر بنو حارث بن خزرج کو بلایا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ درآنحالیکہ آپ خچر پر سوار تھے، آپ ان کی جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تنور گرم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا: رب محمد کی قسم! یہ شکست کھا گئے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ لڑائی اسی تیزی کے ساتھ جاری تھی کہ آپ نے چند کنکریاں اٹھا کر کفار کے چہروں پر ماریں (اس باب کی آخری روایت میں ہے آپ نے فرمایا "ان کا منہ کالا ہو گیا") بخدا میں نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

(صحیح مسلم، مغازی: ۷۶، ۱۷۷۵، ۴۵۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۶۵۳، تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۶۴)

یوم حنین میں فرشتوں کا نزول

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت قلب نازل فرمائی اور ایمان والوں پر (بھی) اور اس نے ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

ہوازن کی تیر اندازی سے جو مسلمان اچانک گھبرا گئے تھے اور مسلمانوں کے بھاگنے سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشویش لاحق ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کفار کو مغلوب کر دیا اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش دور ہوئی اور مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ غزوۂ حنین میں فرشتوں کا نزول صرف اس لیے ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کریں۔ (تفسیر کبیر، ج ۶ ص ۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فرشتے پانچ ہزار تھے، ایک قول ہے آٹھ ہزار تھے اور ایک قول ہے سترہ ہزار فرشتے تھے۔ (بیضاوی علی ہامش الخفاجی ج ۴ ص ۳۱۵) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ فرشتوں کا نزول حنین میں اس لیے ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دل مضبوط کریں اور کافروں کے دل کمزور کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۳۷)

اہل حنین کو عذاب دینے کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کافروں کو عذاب دیا یعنی مسلمانوں کی تلواروں سے ہوازن اور ثقیف کو قتل کیا گیا اور ان کو قید کیا گیا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جنگ حنین میں حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے چالیس کافروں کو قتل کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ہزار کو گرفتار کیا۔ ایک قول چھ ہزار کا ہے اور ایک قول بارہ ہزار اونٹ سواروں کا ہے۔ (الجامع

Marfat.com

لاحکام القرآن جز ١٢ ص ٣٥) امام ابن اسحٰق نے کہا کہ غزوۂ حنین میں ثقیف کے ستر کافر قتل کیے گئے۔ (البدایہ ج ٣ ص ٥٤٠) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مال غنیمت جمع کیا جائے لہٰذا اونٹ، بکریوں اور غلاموں کو جمع کیا گیا اور آپ نے حکم دیا کہ تمام مال غنیمت کو جعرانہ میں محفوظ کیا جائے اور مال غنیمت کی نگرانی پر آپ نے حضرت مسعود بن عمر غفاری کو مامور فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ٣ ص ٥٤٣، طبع جدید)

اہل حنین میں سے ہوازن اور ثقیف کا اسلام قبول کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا۔ یعنی حنین کے رہنے والے ہوازن اور ثقیف جو شکست کھا چکے تھے ان میں سے جس کی اللہ چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اور ان کو اسلام کی ہدایت دے گا۔ چنانچہ حنین کے رئیس مالک بن عوف نصری اور ان کی قوم نے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں تھے۔ جب آپ نے ہوازن کا مال و متاع بطور غنیمت لے لیا اور ان کے لڑنے والوں کو غلام اور باندیاں بنا لیا، اور یہ مال غنیمت اور قیدی جعرانہ بھیج دیئے۔ ہوازن مسلمان ہو گئے اور ان کا وفد جعرانہ میں آیا، ادھر ہوازن کا مال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تقسیم ہو چکا تھا اور اس سے پہلے کہ آپ جعرانہ سے عمرہ کے لیے روانہ ہوئے، امام ابن اسحٰق نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹے اور جعرانہ پہنچے اس وقت آپ کے پاس ہوازن کے بہت سے قیدی تھے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا تھا یارسول اللہ! ثقیف کے لیے دعاء ضرر کیجئے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ، پھر آپ کے پاس ہوازن کا وفد جعرانہ میں آیا۔ اس وقت آپ کے پاس ان کے چھ ہزار قیدی تھے اور ان کے اموال میں سے چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ ہوازن کے وفد کی درخواست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٢٦)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آپ کے پاس آیا تو آپ کھڑے ہو گئے، انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کو واپس کر دیئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو، تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ قیدی یا مال۔ رہا مال تو میں تمہارا انتظار کرتا رہا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹے تو دس پندرہ دن ان کا انتظار کرتے رہے تھے۔ جب ہوازن کو یہ یقین ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوئے، پہلے آپ نے اللہ کی وہ حمد و ثناء کی جس کے وہ لائق ہے پھر آپ نے فرمایا، حمد و ثنا کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب جانا ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں، تم میں سے جس کو یہ فیصلہ پسند ہو وہ ان کے قیدی واپس کر دے اور تم میں سے جو شخص اپنا حصہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو اس کے بعد اللہ ہمیں جو مال غنیمت عطا فرمائے گا ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے تو وہ ایسا کر لے۔ مسلمانوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان لوگوں کو ان کے آدمی خوشی سے واپس کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم از خود نہیں جانتے تم میں سے کس نے (خوشی سے) اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی، تم واپس جاؤ اور ہمارے پاس ان لوگوں کو بھیجو جو تمہارے معاملات کی دیکھ

Marfat.com

بھال کرتے ہیں، لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے مختاران کار اور اپنے وکیلوں سے مشورہ کیا پھر واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے قیدی واپس کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۹۸-۲۳۰۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۳، تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۴۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمام مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو عنقریب اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا، بہت حکمت والا ہے○ (التوبہ: ۲۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ۹ ہجری کے بعد کافروں اور مشرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے، اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ مختص ہے یا کسی مسجد میں بھی مشرکوں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اور یہ کہ مشرکین کسی صورت میں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے یا یہ ممانعت کسی قید کے ساتھ مقید ہے، اس میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام فخرالدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام مالک کے نزدیک ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے: ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ. (النور: ۳۶) اللہ کے ان گھروں میں، جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: "ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے" اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا نہیں کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (التوبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت "نجاست" ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔　　مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

(التوبہ:۲۸)

غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے (اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ، حضرت عمر کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے کہا اس کے لکھنے والے کو بلاؤ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بطریق اولیٰ مانع ہو گا۔

(المغنی ج ۹ ص ۲۸۷-۲۸۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہو گا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بنا پر مسجد میں جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں: اول یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہو سکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں: اسلام یا تلوار! دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تو اس سال حضور نے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تو اگر تم کو تنگ

Marfat.com

دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا"۔ اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ حج کے موسم میں بکثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا' سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں' اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا' نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے میں متحقق ہو سکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں"۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق امیر حج بن کر گئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کیلئے داخل نہیں ہو گا کیونکہ حضرت علی سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کیلئے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں' البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے"۔ اس حدیث میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کیلئے اجازت نہیں دی' اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے' کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کیلئے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورۂ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۰۶۹)' (احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

Marfat.com

علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے۔ اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا، اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔

(روح المعانی جز ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لایقربوا المسجد الحرام "مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نہی کو تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام فرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۱۔۳۴۰، مطبوعہ استنبول، ج ۵ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں O

ربط آیات اور مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے احکام بیان فرمائے تھے کہ نو ہجری کے بعد ان کو مسجد حرام میں حج اور عمرہ کے لیے آنے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ مشرکین کے لیے مساجد کو بنانا جائز ہے، اور یہ کہ مشرکین جہاں پائے جائیں ان کو قتل کرنا واجب ہے، اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کا حکم بیان فرما رہا ہے کہ اہل کتاب اگر ایمان نہ لائیں تو ان سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کریں۔

جزیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابو عبید القاسم بن سلام ہروی متوفی ۲۲۴ھ نے لکھا ہے کہ جزیہ کا لغوی معنی ہے اکتفا۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ جزیہ وہ رقم ہے جو اہل ذمہ سے لی جاتی ہے اور وہ رقم ان کی جان کی حفاظت کے لیے کفایت کرتی ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ بیروت ---) امام رازی نے واحدی سے نقل کیا ہے کہ جزیہ جزی سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے کسی واجب کو ادا کرنا اور اصطلاح میں جزیہ اس رقم کو کہتے ہیں، جو ذمی اپنی حفاظت کے لیے ادا کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۵)

Marfat.com

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

جزیہ کا لغوی معنی ہے الجزاء یعنی بدلہ اور یہ قتل کا بدل ہے، کیونکہ جب کوئی ذمی جزیہ ادا کر دیتا ہے تو اس سے قتل ساقط ہو جاتا ہے اور الجزاء سزا کو بھی کہتے ہیں اور جزیہ کی رقم ذمی کے کفر کی سزا ہے۔ جزیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو صلح سے لی جاتی ہے اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے اور نہ اس میں تغیر کیا جاتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے اس پر صلح کی کہ وہ ہر سال دو ہزار حلے ادا کیا کریں گے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۴۱) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو تغلب کے نصاریٰ سے اس پر صلح کی کہ ان کے ہر شخص سے زکوۃ سے دگنی رقم لی جائے گی اور جزیہ کی دوسری قسم وہ ہے جو اہل کتاب سے جبراً ہر سال لی جاتی ہے اور اس کے عوض ان کو ان کے املاک پر برقرار رکھا جاتا ہے۔

(در مختار مع رد المحتار، ج ٦، ص ۲۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ، طبع جدید)

جزیہ کن سے وصول کیا جائے گا

امام شافعی، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے گا خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی اور سنت کی رو سے بھی جزیہ لیا جائے گا، اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مرتد کے سوا ہر کافر اور مشرک سے جزیہ لیا جائے گا خواہ اس کا کفر اور شرک کسی قسم کا ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۴۵)

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جزیہ اہل کتاب پر مقرر کیا جائے گا، ان میں یہود السامرہ بھی داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مانتے ہیں، اور نصاریٰ پر مقرر کیا جائے گا ان میں افرنگی اور رومی بھی داخل ہیں اور رہے الصابئہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا کیونکہ وہ یہودی ہیں یا عیسائی، اس لیے وہ اہل کتاب میں داخل ہیں اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ ستارہ پرست ہیں اور اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں اس لیے ان پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا اور مجوسی پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا خواہ وہ عربی ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل بحرین میں سے اسبذیین (بحرین کا ایک شہر) کا ایک شخص آیا اور وہ اہل ہجر (یمن کی زمین) کا ایک مجوسی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند دن ٹھہر کر چلا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا اللہ اور اس کے رسول نے تمہارے متعلق کیا فیصلہ کیا۔ اس نے کہا برا فیصلہ کیا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا اسلام لاؤ ورنہ قتل کر دیا جائے گا، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا آپ نے اس سے جزیہ قبول فرما لیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا پھر مسلمانوں نے حضرت عبدالرحمن کے قول پر عمل کیا اور اس کے قول کو ترک کر دیا جو میں نے خود اس السبذی سے سنا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۴۴) اور حضرت عمرو بن اوس اور حضرت ابوالشعثاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک مجوس سے جزیہ قبول نہیں کیا جب تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ وصول کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۴۳، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۸۶) اور امام ابوعبید نے زہری سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے جزیہ وصول کیا تھا اور وہ مجوسی تھے۔ (الاموال رقم الحدیث: ۸۵) اور عجمی بت پرست پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا کیونکہ اس کو غلام بنانا جائز ہے اور عربی بت پرست پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اہل زبان تھے اور قرآن مجید کا معجزہ ہونا ان کے حق میں بہت ظاہر تھا۔ اس لیے ان کا عذر مقبول نہیں ہے اور نہ مرتد سے جزیہ قبول کیا جائے گا، اس سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا

Marfat.com

یا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر ہم ان پر غالب آ جائیں تو ان کی عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے گا کیونکہ حضرت ابوبکر نے بنو حنیفہ کے مرتدین کی عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا تھا اور ان کو مجاہدوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۶ ص ۲۴۲-۲۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ، طبع جدید)

عجمی بت پرست پر جزیہ مقرر کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یمن کی طرف یہ خط لکھا جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ میں ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۲۶۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء

جزیہ کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ آزاد اور بالغ پر ہر سال ایک دینار مقرر کیا جائے گا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے مساوی کپڑا وصول کریں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۵۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۰۳) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سونا رکھنے والوں سے ہر سال چار دینار وصول کیے جائیں گے، اور چاندی رکھنے والوں سے ہر سال چالیس درہم وصول کیے جائیں گے، اس میں کوئی زیادتی اور کمی نہیں ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۴۷) امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ امیر آدمی سے اڑتالیس درہم سالانہ لیے جائیں گے، متوسط سے چوبیس اور فقیر سے بارہ درہم، اور اثرم نے امام احمد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کی مالی حیثیت کے لحاظ سے اس میں کمی زیادتی بھی ہو سکتی ہے اور یہ امام وقت کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۲۲)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فقیر سے بارہ درہم سالانہ لیے جائیں گے، متوسط سے چوبیس درہم سالانہ اور امیر سے اڑتالیس درہم سالانہ لیے جائیں گے اور جو شخص دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو شخص دو سو یا اس سے زیادہ درہم کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو شخص دو سو درہم سے کم کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر ہے۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۶ ص ۲۴۰-۲۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ طبع جدید)

فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

محمد بن عبید اللہ الثقفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مردوں پر جزیہ مقرر کیا، غنی پر اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور فقیر پر بارہ درہم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۲۶۴۳، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اس زمانہ میں درہم کی مالیت کا یہ حساب ہے: ایک درہم = ۰٫۶۲۵ (صفر اعشاریہ چھ دو پانچ تولہ چاندی)، دس درہم = ۶٫۲۵ (۶ اعشاریہ دو پانچ تولہ چاندی)، بارہ درہم = ۷٫۵ (سات اعشاریہ پانچ تولہ چاندی)، دو سو درہم = ۵۲٫۵ (باون اعشاریہ پانچ تولہ چاندی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں۔ ہاتھ سے مراد احسان ہے، یعنی ان پر مسلمانوں کا احسان

Marfat.com

ہے کہ وہ ان کو قتل کرنے کے بدلہ ان سے صرف جزیہ لے رہے ہیں اور ذلت کے ساتھ کا معنی یہ ہے کہ وہ اس طرح جزیہ کی رقم نہ دیں جیسے کوئی افسر اپنے ماتحت کو انعام دیتا ہے کیونکہ اس میں دینے والے کی بڑائی ہے بلکہ وہ اس طرح جزیہ کی رقم دیں جس طرح مجرم حاکم کو جرمانہ ادا کرتا ہے اور اس میں اس پر حاکم کا احسان ہے کہ وہ جرمانہ وصول کرکے اس کی سزا معاف کر رہا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى

اور یہودیوں نے کہا کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ

الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ

مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں،

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ

یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی پھٹکار

أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ

یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں ○ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور

أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ

پیروں کو خدا بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو (بھی)

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ

حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کا

سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ

مستحق نہیں ہے وہ ان کے خود ساختہ شرکاء سے پاک ہے ○ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو

اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ

اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو

الْكٰفِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ

ناگوار ہو ○ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ

Marfat.com

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو ناگوار ہو ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ

اے ایمان والو! بے شک (اہلِ کتاب کے) بہت سے علماء اور پیر

لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ

لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَ

راستے سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور

لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ﴿۳۴﴾

اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے ○

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ

جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں پتایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو

وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں، یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں، ان پر اللہ کی پھٹکار یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں ○ (التوبہ: ۳۰)

حضرت عزیر کا نام و نسب، ان کا تعارف اور ان کو ابن اللہ کہنے کا سبب

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عزیر کا نام و نسب یہ ہے: عزیر بن جروہ (ایک قول ابن شوریق ہے) بن عرباء بن ایوب بن درتنا بن عزی بن بقی

Marfat.com

بن ایشوع بن فنحاس بن الغازر بن ہارون بن عمران- اور ان کو عزیر بن سروخا بھی کہا جاتا ہے- کہا گیا ہے کہ دمشق میں ان کی قبر ہے-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عزیر انبیاء کی اولاد میں سے ہیں- انہوں نے تورات کو محکم کیا تھا' اور ان کے زمانہ میں تورات کا ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا- ان کا انبیاء کے ساتھ ذکر کیا جاتا تھا- جب انہوں نے اللہ سے تقدیر کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے ان کا نام مٹا دیا- جب یہ نوعمر لڑکے تھے تو ان کو بخت نصر نے قید کر لیا تھا اور جب یہ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا فرمائی- (یہ ضعیف روایت ہے' ابن کثیر) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں-

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۴' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۹۵' طبع جدید)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عزیر بن سروخا ہی وہ شخص ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ- الایہ- (البقرہ: ۲۵۹)

یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا در آنحالیکہ وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی' اس نے (تعجب سے) کہا' اللہ اس بستی والوں کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے سو برس تک اس پر موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا-

ہم نے تبیان القرآن جلد اول میں اس بستی کا بیان کیا ہے اور حضرت عزیر کے زندہ ہونے کی کیفیت بھی بیان کر دی ہے- اس کی تفصیل وہاں ملاحظہ کریں-

حضرت عزیر سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو اپنے محلہ میں گئے- لوگ ان کے شناسا نہ تھے اور نہ یہ لوگوں کے شناسا تھے' اور اپنا مکان بھی انکل پچو سے تلاش کیا' وہاں ایک سو بیس سال کی عمر کی ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی جو فالج زدہ تھی' وہ دراصل حضرت عزیر کی باندی تھی- حضرت عزیر نے اس سے پوچھا اے خاتون! کیا یہی عزیر کا گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ عزیر کا گھر ہے- نیز اس نے کہا میں نے اتنے سالوں سے کسی کو عزیر کا ذکر کرتے نہیں سنا' لوگ اس کو بھول چکے ہیں- انہوں نے کہا میں عزیر ہوں- اس نے کہا سبحان اللہ! عزیر کو تو ہم ایک سو سال سے گم کر چکے ہیں اور ہم نے کسی سے ان کا ذکر نہیں سنا-

انہوں نے کہا میں عزیر ہوں' اللہ نے مجھ پر ایک سو سال تک موت طاری کر دی تھی پھر زندہ کر دیا- اس عورت نے کہا عزیر مستجاب الدعوات تھے ان کی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتا تھا اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور ہو جاتی تھی- آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ میری بینائی لوٹا دے تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں' اور اگر آپ واقعی عزیر ہیں تو میں آپ کو پہچان لوں گی- حضرت عزیر نے دعا کی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا- وہ تندرست ہو گئی- پھر حضرت عزیر نے اس فالج زدہ سے کہا تم اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جاؤ- سو وہ بالکل تندرست ہو کر کھڑی ہو گئی- اس نے آپ کو دیکھ کر کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہیں-

جب یہودیوں کو حضرت عزیر کا پتا چلا تو انہوں نے کہا ہم میں عزیر کے سوا کوئی تورات کا حافظ نہیں تھا' اور بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا' اور اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے سوا چند سورتوں کے جو لوگوں کو حفظ ہیں- آپ ہمیں مکمل تورات لکھوا دیں- حضرت عزیر کے والد سروخا نے بخت نصر کے ایام میں ایک جگہ تورات کو دفن کر دیا تھا جس کا حضرت عزیر کے سوا کسی کو علم نہیں تھا' حضرت عزیر اس جگہ لوگوں کو لے گئے اور تورات کو کھود نکالا' اس کے اوراق گل گئے تھے اور لکھائی مٹ چکی تھی- وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور بنو اسرائیل ان کے گرد بیٹھ گئے- آسمان سے دو ستارے نازل ہوئے اور ان کے

Marfat.com

پیٹ میں گھس گئے اور ان کو تورات یاد آ گئی اور انہوں نے بنو اسرائیل کے لیے از سر نو تورات لکھوادی۔ جب بنو اسرائیل نے حضرت عزیر سے یہ غیر معمولی امور دیکھے تو وہ کہنے لگے کہ عزیر اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷، ص ۳۹-۳۵، ملخصاً دار الفکر بیروت، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۹۷، طبع جدید دار الفکر بیروت)

آیا حضرت عزیر نبی ہیں یا نہیں

حافظ عمر بن اسماعیل بن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

عطا بن رباح، حسن بصری اور عثمان بن عطاء الخراسانی کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عزیر نبی نہیں تھے، کیونکہ عطا بن ابی رباح نے کہا کہ زمانہ فترت (انقطاع نبوت کا زمانہ) میں نو چیزیں تھیں: ان میں سے ایک بخت نصر کو بیان کیا اور اسحاق بن بشر نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصری سے روایت کیا کہ عزیر اور بخت نصر کا واقعہ زمانہ فترت میں ہوا اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عیسیٰ بن مریم کے تمام لوگوں سے زیادہ قریب ہوں ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۴۶۷۵، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۱۰۹۸۱، طبع جدید) اور وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت عزیر حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ کے درمیان تھے، اور حافظ ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عزیر حضرت موسیٰ بن عمران کے زمانہ میں تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷، ص ۴۹)

البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۹۸، طبع جدید دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

بہر حال روایات مختلف ہیں اور حضرت عزیر کا نبی ہونا حتمی اور یقینی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے تمام اہم پہلو اور ان کے ابن اللہ ہونے کی بحث ہم نے آل عمران: ۵۸-۴۵ میں بیان کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اپنے سے پہلے کافروں کی کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ اس مشابہت میں تین اقوال ہیں: (۱) بت پرست کہتے تھے کہ لات، منات اور عزیٰ خدا کے شریک ہیں۔ (۲) بعض کافر کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (۳) یہ اس قول میں اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو (بھی) حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ ان کے خود ساختہ شرکاء سے پاک ہے○ (التوبہ: ۳۱)

اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کی یہ بد عقیدگی بیان فرمائی تھی کہ انہوں نے عزیر کو ابن اللہ کہا اور اس آیت میں ان کی یہ بداعمالی بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدا بنا رکھا تھا۔

احبار اور رہبان کا معنی

امام ابو عبید متوفی ۲۲۴ھ نے لکھا ہے کہ احبار، حبر کی جمع ہے۔ حبر عالم کو کہتے ہیں، کعب کو حبر کہا جاتا تھا۔

(غریب الحدیث ج ۱ ص ۶۰)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے حبر کا معنی ہے: نیک اثر اور اچھی نشانی۔ جب علماء لوگوں کے دلوں میں اپنے علوم سے اچھے تاثرات اور اپنے افعال کے نیک آثار چھوڑتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نیکیوں کی اقتداء کی جاتی ہے تو ان کو احبار کہتے ہیں، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علماء تو قیامت تک باقی رہیں گے اور احبار گم ہو گئے اور ان

Marfat.com

کے آثار دلوں میں موجود ہیں۔ (المفردات ج ا ص ١٣٨)
نیز علامہ راغب نے لکھا ہے کہ رہب کا معنی ہے گھبراہٹ کے ساتھ ڈر اور خوف' اور راہب کا معنی ہے اللہ سے ڈرنے والا اور رہبان راہب کی جمع ہے۔ (المفردات ج ا ص ٢٦٩) امام فخرالدین رازی المتوفی ٦٠٦ھ نے لکھا ہے کہ حبر اس عالم کو کہتے ہیں جو عمدہ بیان کرتا ہو اور راہب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں خوف خدا جاگزیں ہو اور اس کے چہرے اور لباس سے خوف خدا ظاہر ہوتا ہو' اور عرف میں احبار کا لفظ علماء یہود کے ساتھ خاص ہے اور رہبان کا لفظ ان علماء نصاریٰ کے ساتھ خاص ہے جو گرجوں میں رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٣١۔٣٠)

قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے دینی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہودیوں نے اپنے احبار (علماء) کی اور عیسائیوں نے اپنے رہبان (گرجا میں رہنے والے علماء) کی عبادت کی تھی؟ اور اس آیت کی کیا توجیہ ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے اپنے علماء کی عبادت نہیں کی لیکن جب وہ ان کے لیے حرام کو حلال کر دیتے تو وہ اس کو حلال کہتے اور جب وہ ان کے لیے حلال کو حرام کر دیتے تو وہ اس کو حرام کہتے تھے اور یہی ان کا اپنے اپنے علماء کو خدا بنانا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٨ ص ٥٤' مطبوعہ بیروت)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اتار کر پھینک دو' میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ (التوبہ: ٣١) آپ نے فرمایا: وہ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کر دیتے تو وہ اس کو حلال کہتے اور جب وہ کسی چیز کو حرام کر دیتے تو وہ اس کو حرام کہتے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٠٩٥' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا اس دینی پیشوا کو خدا بنا لینا ہے' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے' اسی گمراہی کا قلع قمع کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جب میرے قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور امام شافعی نے فرمایا اگر میرا قول کسی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر مار دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے متقدمین فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' انہوں نے کتنے ہی مسائل میں ائمہ کے اقوال کے خلاف احادیث پر عمل کیا ہے اور اس گمراہی کی جڑ کاٹ دی ہے' لیکن اس زمانہ میں ہم نے دیکھا کہ اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے کسی قول کے خلاف قرآن اور حدیث کتنا ہی کیوں نہ پیش کیا جائے وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور کہتا ہے کیا یہ قرآن کی آیت اور یہ حدیث ان کو معلوم نہیں تھی اور وہ قرآن اور حدیث کو تم سے بہت زیادہ جاننے والے تھے!

امام عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے متعدد اسانید کے ساتھ عتیبہ اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کا قول قبول بھی کیا جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ٢ ص ٩٢٧۔٩٢٥' دار ابن الجوزیہ جدہ)

نبی کے سوا کسی بشر کا قول خطا سے معصوم نہیں

مروان بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس تھا' حضرت عثمان حج تمتع سے

Marfat.com

منع کر رہے تھے، حضرت علی نے یہ دیکھ کر حج تمتع کا احرام باندھا اور فرمایا میں کسی شخص کے قول کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کروں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۲۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۷۳۳، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۹۲۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حج تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا اور ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ امام مسلم کی روایت میں ہے ان کی مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۲۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۳۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۷۸، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۸۱۳)

سالم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا جائز ہے۔ اس نے کہا آپ کے باپ تو حج تمتع سے منع کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ میرا باپ ایک کام سے منع کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کیا ہو تو آیا میرے باپ کے حکم پر عمل کیا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا جائے گا؟ اس شخص نے کہا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۲۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا کہ حضرت عمر کہتے تھے کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے اللہ اس میت کو عذاب دیتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ کافر پر اس کے گھر والوں کے رونے سے اللہ اس کے عذاب میں زیادتی کرتا ہے، اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۸-۱۲۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۹-۹۲۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۵۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۹۴)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو جلوا دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے سزا نہ دو، البتہ میں ان کو قتل کر دیتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔ ترمذی کی روایت میں ہے حضرت علی کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ابن عباس نے سچ کہا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۲، ۳۰۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۵، مسند احمد ج ۱ رقم الحدیث: ۱۸۷۱، المستدرک ج ۳ ص ۵۳۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک زانیہ حاملہ کو رجم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا جو بچہ اس کے

Marfat.com

پیٹ میں ہے اس کو ہلاک کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ تو حضرت عمر نے فرمایا: اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا!

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۹۲۰، رقم: ۱۷۴۵-۱۷۴۲، مطبوعہ دار ابن الجوزیہ ریاض، ۱۴۱۹ھ)

ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا۔ حضرت عمر کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمر نے اس عورت کو رجم (سنگسار) کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی نے فرمایا: اس کو رجم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے: عورتیں پورے دو سال تک بچوں کو دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۲۳) اور فرمایا: حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی (مجموعی) مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف: ۱۵) تو حضرت عمر نے حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۹۲۰، رقم: ۱۷۴۶، مطبوعہ ریاض)

عبداللہ بن مصعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ (دس چھٹانک چاندی) سے زیادہ نہ باندھو، اور جس نے اس سے زیادہ مہر باندھا میں وہ زیادہ مقدار بیت المال میں داخل کر دوں گا، تب ایک چپٹی ناک والی دراز قد عورت پچھلی صف میں کھڑی ہوئی اور اس نے کہا: آپ کے لیے یہ حکم دینا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا۔ (النساء: ۲۰)

اور تم ان میں سے کسی بیوی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

حضرت عمر نے فرمایا: عورت نے صحیح کہا اور مرد نے خطا کی۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۱۸۰، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۷، ص ۲۳۳، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۵۹۸-۵۹۷ جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۵۳۰، رقم: ۸۶۴، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۸، دار الفکر، ۱۴۱۸ھ، الدر المنثور ج ۲ ص ۴۶۶، دار الفکر، ۱۴۱۴ھ)

غور کیجئے: جب اکابر صحابہ کے اقوال خطاء سے معصوم نہیں ہیں تو بعد کے ائمہ، فقہاء اور علماء کے اقوال کی خطاء سے معصوم ہونے کی کیا ضمانت ہے؟ اس لیے کسی امام، عالم اور فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے کہ اس کے قول میں خطاء نہیں ہو سکتی اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک فی الرسالت کے مترادف ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بے جا صادر ہونا کچھ نادر کالمعدوم نہیں، پھر سلف صالحین و ائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر شخص کا قول مقبول بھی ہوتا ہے اور مردود بھی ماسوا اس قبر والے کے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ نے لکھا ہے کہ پیر کے نام کا بکرا حرام ہے خواہ بروقت ذبح تکبیر کہی جائے، اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذابح کا اعتبار ہے، اگر اس نے اراقت دم تقربا الی اللہ کی (اللہ کے لیے جانور کا خون بہایا) اور وقت ذبح نام الٰہی لیا، جانور بنص قطعی قرآن عظیم حلال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (الانعام: ۱۱۹)

تمہیں کیا ہوا کہ تم اس کو نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

تفصیل فقیر کے رسالہ سبل الاصفیاء میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ تفسیر

Marfat.com

عزیزی میں بھی ہے اور نہ ایک ان کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں، جس میں سے کچھ متروک نہ ہو۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر شخص کا قول مقبول بھی ہے اور مردود بھی سوا اس قبر والے کے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۵۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو ناگوار ہو○ (التوبہ: ۳۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر دلائل

اس آیت میں یہودیوں کی ایک اور اسلام دشمنی بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ کی نبوت کے دلائل کی اہم پانچ قسمیں ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت ان کے معجزات سے ثابت ہوئی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے اثبات کے لیے بے شمار معجزات پیش کیے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور آپ نے قرآن مجید کو پیش کیا جس کی فصاحت اور بلاغت کی نظیر آج تک کوئی نہیں لا سکا۔ اس کی دی ہوئی پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں اور اس کے اس دعویٰ کو بھی کوئی رد نہیں کر سکا کہ اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیم اور شریعت کا حاصل یہ ہے کہ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کی جائے، آپ سے جو بھی علمی اور عملی کمالات ظاہر ہوئے آپ نے فرمایا: یہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے، آپ نے علم اور عمل کے ہر کمال کی اپنی ذات سے نفی کر دی، آپ نے اپنے نیک اعمال کو بھی موجب نجات قرار نہیں دیا بلکہ یہی فرمایا کہ میری نجات بھی صرف اللہ کے فضل سے ہوگی۔ آپ کی پوری سیرت کو دیکھ لیں آپ اپنی نبوت اور رسالت سے اپنے لیے کوئی کبریائی، کوئی بڑائی نہیں چاہتے تھے بلکہ یہی فرماتے تھے کہ ساری کبریائی اور عظمت و جلالت صرف اللہ کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دعویٰ نبوت سچا ہے جبکہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ چاہتا ہے لوگوں میں اس کے کمالات کا چرچا ہو اور لوگ کہیں کہ یہ اس کے کمالات ہیں خواہ ان کمالات کا ذریعہ کوئی اور ہو!

(۴) آپ نے بہت سے شہر فتح کیے لیکن اپنے لیے دنیا جمع نہیں کی، آپ کے کھانے، پینے، لباس اور گھر کے ساز و سامان میں کوئی آسودگی، عیش اور تنعم نہیں تھا۔ ڈھیروں مال غنیمت آتا لیکن آپ اس کو تقسیم کیے بغیر مسجد سے نہیں اٹھتے تھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی تھے اور اس دعویٰ نبوت سے آپ کا مقصود اپنی ذات کی منفعت نہیں تھی۔

(۵) آپ نے لوگوں کو جس قدر عبادت کا حکم دیا، خود اس سے زیادہ عبادت کی، لوگوں کو پانچ نمازوں کا حکم دیا خود تہجد سمیت چھ نمازیں پڑھتے تھے، لوگوں کو چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا حکم دیا، خود پاس کچھ نہیں رکھتے تھے، لوگوں سے کہا تمہارا ترکہ وراثت ہے اور میرا ترکہ صدقہ ہے، لوگوں کو طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کا حکم دیا اور خود وصال کے روزے رکھے جس میں سحری ہوتی ہے نہ افطار، کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں ہوتا تھا اور راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے تھے، لوگوں کو چار بیویوں میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا، آپ کا عبادت اور ریاضت میں اس قدر کوشاں ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت اپنے عیش و آرام، اپنی آسودگی اور اپنی بڑائی کے لیے نہیں تھا۔ آپ سچے نبی ہیں اور آپ کا پیغام سچا ہے اور جس طرح کوئی شخص سورج کے نور کو بجھانے کے لیے پھونکیں مار،

Marfat.com

رہے تو سورج کا نور کم نہیں ہوگا، اسی طرح یہودی اور دیگر مخالفین اسلام کی اسلام دشمن کوششوں سے اسلام کی اشاعت اور فروغ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کردے خواہ مشرکین کو ناگوار ہو○ (التوبہ: ۳۳)

تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور بعثت کا ذکر فرمایا، رسالت دلائل اور معجزات سے ثابت ہوتی ہے اور آپ کے دلائل اور معجزات سب رسولوں سے زیادہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ سب سے عظیم اور کامل رسول ہیں۔

نیز فرمایا آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا یعنی آپ کا دین اور آپ کی شریعت متوازن اور معتدل ہے، فطرت سلیمہ کے مطابق ہے، آپ کا کوئی حکم خلاف عقل نہیں ہے اور آپ کی تعلیم میں دین اور دنیا کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ واضح ہوا کہ آپ کی شریعت ہی کامل ہے۔

پھر فرمایا تاکہ آپ کا دین ہر دین پر غالب ہو جائے اور غلبہ سے مراد دلائل اور حجت کے اعتبار سے غلبہ ہے تو تمام ادیان کے مقابلہ میں اسلام کے دلائل غالب ہیں اور اسلام کے آنے سے ہر دین پر عمل منسوخ ہو گیا ہے اور اگر سے مراد مادی غلبہ ہو تو یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام مہدی کا ظہور ہوگا۔

امام سعید بن منصور، امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ہر یہودی اور ہر عیسائی مسلمان ہو جائے گا حتیٰ کہ بکریاں بھیڑیوں سے مامون ہو جائیں گی اور گائے شیروں سے اور انسان سانپوں سے اور حتیٰ کہ چوہا جراب کو نہیں کترے گا اور جزیہ موقوف ہو جائے گا اور صلیب توڑ دی جائے گی اور خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے۔

(الدرالمنثور ج ۴ ص ۱۷۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! بے شک (اہل کتاب کے) بہت سے علماء اور پیر لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے○ (التوبہ: ۳۴)

یہودی اور عیسائی علماء کے مال کھانے کے ناجائز طریقے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں کی مذموم صفات بیان فرمائی تھیں کہ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں سے بلند اور برتر سمجھتے ہیں اور تکبر کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے، اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس تکبر کے باوجود وہ لوگوں سے مال لینے میں بہت حریص ہیں اور لوگوں سے ناجائز طور پر مال حاصل کرنے کے لیے ان کے کئی طریقے ہیں:

(۱) وہ رشوت لے کر شرعی احکام میں تخفیف کر دیتے تھے، اگر تورات میں رجم یا کوڑوں کی سزا ہو تو وہ صرف جرمانہ عائد کر کے چھوڑ دیتے تھے۔

(۲) انہوں نے عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بٹھا دیا تھا کہ انہیں آخرت میں نجات اسی وقت حاصل ہوگی، جب وہ ان کی

Marfat.com

خدمت اور اطاعت کریں گے۔

(۳) تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ ان کی ایسی باطل تاویل کرتے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہ ہوتی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے عوام ان سے کٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو جائیں اور ان کے نذرانے شکرانے بند ہو جائیں۔

(۴) انہوں نے لوگوں کو یہ باور کرا دیا تھا کہ صحیح دین یہودیت یا عیسائیت ہے اور اس دین کی تقویت اسی وقت ہو گی جب اس دین کے حاملین کی مالی خدمت کی جائے، سو وہ ان باطل طریقوں سے اپنے عوام کا ناجائز طریقہ سے مال کھاتے تھے، ہرچند کہ وہ اس ناجائز مال کو کھانے کے علاوہ دیگر مصارف میں بھی خرچ کرتے تھے لیکن عرف میں کسی سے ناجائز مال لینے کو مال کھانے سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے فرمایا وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں، اور مفسرین نے اس کی یہ توجیہ بھی کی ہے کہ کسی کا مال لینے سے بڑا مقصود اس مال کو کھانے اور پینے پر صرف کرنا ہوتا ہے، اس لیے فرمایا وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں۔

لوگوں کا اس دنیا میں بڑا مقصود مال اور عزت اور سرداری کا حصول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال حاصل کرتے تھے اور عزت اور سرداری کے حصول کے لیے لوگوں کو اسلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روکتے تھے کیونکہ اگر ان کے عوام مسلمان ہو جاتے تو پھر لوگ ان کی تعظیم اور تکریم چھوڑ دیتے۔

کنز کا معنی

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے: کنز کا معنی ہے مال کو اوپر تلے رکھنا، مال جمع کر کے اس کی حفاظت کرنا، خزانہ کو کنز کہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۷۰)

زکوٰۃ نہ دے کر مال جمع کرنے والوں کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مذمت

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

(آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ ان چیزوں (کو خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں، وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ ان کے حق میں بہت برا ہے، وہ (مال) قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۙ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا ۖ لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ ۙ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۚ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۔ (الھمزہ)

ہر طعنہ دینے والے، غیبت کرنے والے کے لیے تباہی ہے ○ جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا ○ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ (مال) اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا ○ ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا ○ اور آپ کیا جانیں کہ چورا چورا کرنے والی کیا چیز ہے ○ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی ○ بے شک وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہو گی ○ (بھڑکتے ہوئے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے مال عطا کیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، قیامت کے دن اس کے لیے ایک گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کے دو زہریلے ڈنک ہوں گے، اس سانپ کو اس کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا، پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے آل عمران: ١٨٠ کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٤٠٣، سنن النسائی رقم الحدیث: ١٤٤٠، موطا امام مالک رقم الحدیث: ٣٠٥، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ٢٢٥٧، مسند احمد ج ٢ ص ٩٨، تمہید ابن عبدالبر، ج ٦ ص ٥٤٦، المنتقی للباجی رقم: ٥٣٠، فتح المالک رقم: ٣٠٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے پاس سونا اور چاندی ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو، جب قیامت کا دن ہو گا تو اس کے لیے آگ کے پترے تیار کیے جائیں گے، اور ان کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ پترے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ان کو دوبارہ آگ میں گرم کیا جائے گا، یہ عذاب اس دن دیا جائے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی، اس کو یہ عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ تمام لوگوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا، جنت کی طرف ہو گا یا دوزخ کی طرف، اور جو اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا اس کو اس پورے دن اونٹ اپنے پیروں سے روندتے رہیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹتے رہیں گے، حتیٰ کہ تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا جنت کی طرف ہو گا یا دوزخ کی طرف اور جو شخص بکریوں اور بھیڑوں کا حق ادا نہیں کرے گا وہ اس کو اس پورے دن تک اپنے سینگوں سے زخمی کرتی رہیں گی اور اپنے پیروں سے روندتی رہیں گی، حتیٰ کہ تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا جنت کی طرف ہو گا یا دوزخ کی طرف۔ الحدیث۔

(صحیح مسلم الزکوٰۃ: ٢٤ (٩٨٧) ٢٢٥٤، صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٨٦، سنن النسائی رقم الحدیث: ٣٥٦٣، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٦٥٨، مسند احمد، ج ٢، ص ٣٨٣، السنن الکبریٰ ج ٤ ص ٨١، التمہید لابن عبدالبر، ج ٦ ص ٥٤٨)

جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ موجب عذاب نہیں ہے

اس آیت میں پہلے یہودی اور عیسائی علماء کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور پھر ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ قاضی بیضاوی متوفی ٦٨٥ھ نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان مال جمع کرنے والوں سے مراد یہودی اور عیسائی علماء ہوں اور ان کی زیادہ مذمت کرنا مقصود ہو کہ وہ مال پر حریص بھی ہیں اور مال پر بخیل بھی ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ مسلمان ہوں جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کا حق ادا نہیں کرتے، اور یہودی اور عیسائی رشوت خوروں کے ساتھ بر بناء تغلیظ ان کا ذکر کیا گیا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب آیت نازل ہوئی والذین یکنزون الذھب والفضۃ (التوبہ: ٣٤) تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری، حضرت عمر نے فرمایا چلو میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں، پھر انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا باقی مال پاکیزہ ہو جائے اور وراثت

Marfat.com

تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۹۹، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۸۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کی پازیب پہنتی تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ، جمع شدہ مال جس پر آگ کے عذاب کی وعید ہے) ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۶۴، الاستذکار رقم الحدیث: ۱۲۷۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اس حق کو ادا کردیا جو تم پر واجب تھا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴، ص ۸۴، معرفۃ السنن والآثار رقم الحدیث: ۷۸۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کردی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۰۶، الاستذکار رقم الحدیث: ۱۲۷۰۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو○ (التوبہ: ۳۵)

اس آیت میں پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو سونے اور چاندی کے ساتھ داغنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ اشرف اعضاء ہیں۔ جو اعضاء رئیسہ دل، دماغ اور جگر پر مشتمل ہیں اور چونکہ انسان اپنے ان ہی اعضاء کی سلامتی کے لیے مال جمع کرتا ہے اس لیے ان اعضاء کو اس مال کے ساتھ جلایا جائے گا یا اس لیے کہ انسان کے بدن کی چار اطراف ہیں، اگلا حصہ اور پچھلا حصہ، چہرہ اگلے حصہ پر اور پیٹھ پچھلے حصہ پر دلالت کرتی ہے اور دو پہلو دائیں اور بائیں جانبوں پر دلالت کرتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ ہر جانب سے اس کو عذاب محیط ہو گا۔

ادائیگی زکوٰۃ کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ جس کنز (جمع شدہ مال) کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے اور اس پر عذاب کی وعید سنائی ہے اس کا مصداق کیا ہے؟ اکثر صحابہ کا موقف یہ تھا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ کنز مذموم نہیں ہے اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی وہ کنز مذموم ہے اور بعض صحابہ کا مسلک یہ تھا کہ جس مال کو بھی جمع کیا گیا وہ کنز مذموم ہے اور موجب عذاب ہے خواہ اس کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو یا نہ، ان کا استدلال اس آیت کے ظاہر سے ہے کیونکہ اس آیت میں بغیر کسی قید اور استثناء کے اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے کہ دوزخ کی آگ سے سونا چاندی جمع کرنے والوں کے بدنوں کو داغا جائے گا۔ نیز حدیث میں ہے:

عبد اللہ بن ابی ہذیل بیان کرتے ہیں کہ میرے صاحب نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے اور چاندی کے لیے ہلاکت ہو! میرے صاحب نے کہا پھر وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہے کہ سونے اور چاندی کے لیے ہلاکت ہو، پھر ہم

Marfat.com

کس مال کو حاصل کریں؟ آپ نے فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور آخرت میں مدد کرنے والی بیوی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ٣٦٦، کنز العمال رقم الحدیث: ٦٣١٣، ٦٣١٢، ٦١١٢)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں الربذة (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور جگہ) کے پاس سے گزرا تو وہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے پوچھا آپ یہاں کس سبب سے آ گئے؟ انہوں نے کہا میں شام میں تھا، میرا اور حضرت معاویہ کا اس آیت میں اختلاف ہوا: الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله۔ (التوبہ: ٣٤) حضرت معاویہ نے کہا یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے، میں نے کہا یہ آیت ان کے اور ہمارے دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، پھر میرے اور ان کے درمیان بحث ہوئی، انہوں نے حضرت عثمان کی طرف میری شکایت لکھ کر بھیجی، حضرت عثمان نے مجھے مدینہ بلایا، میں مدینہ آیا تو بہت زیادہ لوگ میرے گرد اکٹھے ہو گئے جیسے اس سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا، میں نے حضرت عثمان سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے قریب کسی اور جگہ چلے جائیں تو اس سبب سے میں یہاں آ گیا اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو بھی حاکم بنا دیا جاتا تو میں اس کی ابھی اطاعت کرتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٤٠٦، مسند احمد ج ٢ ص ٤٧٩، المستدرک ج ١ ص ٣٨٩، شرح السنہ ج ٥ ص ٤٨٠)

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا، میں وہاں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھ گیا، وہاں ایک شخص آیا جس کا جسم اور چہرہ سخت تھا، اور اس نے موٹا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے قریش کے پاس کھڑے ہو کر کہا مال جمع کرنے والوں کو اس گرم پتھر کی بشارت دو جس کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس پتھر کو ان میں سے کسی ایک کے پستان کے سر پر رکھ دیا جائے گا حتی کہ وہ ان کے کندھے کی باریک ہڈی سے نکل جائے گا، پھر کندھے کی باریک ہڈی پر رکھا جائے گا اور ان کے پستان کے سرے سے نکل جائے گا اور اسی طرح حرکت کرتا رہے گا، لوگوں نے اس شخص کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور میں نے کسی شخص کو اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر وہ چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا حتی کہ وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے کہا میرا گمان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی بات کو ناپسند کیا ہے، اس نے کہا ان لوگوں کو سمجھ نہیں ہے، ایک دن میرے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم احد (پہاڑ) کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے سورج کی طرف دیکھا اور میں یہ سمجھا کہ شاید آپ مجھے کسی کام سے بھیجنا چاہتے ہیں، میں نے کہا میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں ہو گا کہ میں اس میں سے تین دینار سے زیادہ اپنے پاس رکھوں اور میں وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں گا، پھر یہ لوگ دنیا کو جمع کر رہے ہیں ان کو عقل نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا ان قریشی بھائیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے، کیونکہ آپ ان کے پاس جاتے ہیں نہ کوئی سوال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: تمہارے پروردگار کی قسم! میں ان سے دنیا کا کوئی سوال کروں گا نہ دین کا، حتی کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٤٠٧، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٩٩٢، مسند احمد ج ٥ ص ١٦٠)

اس قسم کی احادیث سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ استدلال کرتے تھے کہ جو شخص اپنی ضرورت سے زائد مال کو جمع کرے اس پر عذاب کی وعید ہے، لیکن یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی منفرد رائے تھی۔ حضرت ابوذر کی طرف سے یہ توجیہ کی گئی ہے کہ وہ ان حکام اور سلاطین پر رد کرتے تھے جو بیت المال سے اپنے لیے مال لے لیتے تھے۔ حضرت علی، حضرت ابوذر، ضحاک اور بعض اہل زہد سے منقول ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ہے اور حضرت ابوذر سے ایسے آثار منقول ہیں کہ جو چیز کھانے پینے اور گزر بسر سے زائد ہو اس کو جمع کرنا مال مذموم ہے اور اس آیت میں اسی کے متعلق وعید ہے۔ حضرت ابوذر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ مال والے قیامت کے دن سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے ماسوا ان لوگوں کے جو مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے تقسیم کر دیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۰
(الاستذکار ج ۹ ص ۱۲۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۴ھ، المفہم ج ۳ ص ۳۴ مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

تاہم صحیح نظریہ وہ ہے جو جمہور صحابہ کا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر سوال اور بغیر طلب کے مال لینا جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تو میں عرض کرتا جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اس کو عطا کر دیں تو آپ نے فرمایا: یہ مال لے لو، جب تمہیں اس مال سے کوئی چیز بغیر طلب اور سوال کے ملے تو اس کو لے لو اور جو اس طرح نہ ہو تو اس کے پیچھے نہ پڑو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۰۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۱)

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ
بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد، اللہ کی کتاب میں

اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ
بارہ مہینہ ہے، جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے

حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ
حرمت والے ہیں یہی دین مستقیم ہے سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو،

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ
اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ
اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ○ مہینہ کو موخر کرنا

فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا
محض کفر ہے، اس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں

وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا
اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں، تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں، پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے

Marfat.com

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا

اس کو حلال کرلیں، ان کے برے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں، اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○

ع ۵ ۸ ۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں، جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی دین مستقیم ہے، سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے○

(التوبہ: ۳۶)

عبادات اور معاملات میں قمری تقویم کا اعتبار ہے

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عبادات اور معاملات کے احکام ان مہینوں اور سالوں کے اعتبار سے مقرر کیے جائیں گے جو مہینے اور سال اہل عرب کے نزدیک معروف تھے نہ کہ وہ مہینے جو عجمیوں، رومیوں، قبطیوں اور ہندیوں کے نزدیک معروف تھے، غیر عرب کے نزدیک مہینہ تیس دنوں سے زیادہ کا بھی ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک مہینہ کا اعتبار چاند کے حساب سے ہوتا ہے اور ایک مہینہ تیس دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا، البتہ تیس دن سے کم کا مہینہ بھی ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ۔ (یونس: ۵)

وہی جس نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ وہ لوگوں (کی عبادات اور معاملات اور خصوصاً) حج کے لیے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان بارہ مہینوں کو مقرر کیا اور ان کے نام رکھے، جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر جو کتابیں نازل کیں ان میں ان مہینوں کا ذکر کیا، اللہ کی کتاب سے مراد لوح محفوظ بھی ہو سکتی ہے۔

حرمت والے مہینوں کا بیان اور ان کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل شکل پر آچکا ہے، جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم اور (قبیلہ) مضر کا رجب جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۶۲، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو' ہر چند کہ کسی مہینہ میں بھی ظلم کرنا جائز نہیں ہے' لیکن یہ مہینے چونکہ حرمت والے ہیں اس لیے ان مہینوں میں گناہ کرنا زیادہ شدت سے ممنوع ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی ایک وجہ سے عظمت اور حرمت مقرر فرماتا ہے تو وہ ایک وجہ سے محرم اور مکرم ہوتی ہے اور جس چیز کی دو یا دو سے زیادہ وجہ سے حرمت اور عظمت مقرر فرماتا ہے تو وہ دو یا دو سے زیادہ وجہ سے مکرم اور محرم ہوتی ہے' پس اس میں برے کاموں پر عذاب بھی دگنا چوگنا ہوتا ہے جس طرح اس میں نیک کاموں کا اجر و ثواب بھی دگنا اور چوگنا ہوتا ہے سو جو شخص حرمت والے مہینہ مثلاً ذوالحجہ میں یا حرمت والی جگہ مثلاً مکہ مکرمہ یا مسجد حرام میں عبادت کرے گا اس کا اجر و ثواب دوسرے اوقات اور دوسری جگہوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوگا اور جو شخص اس حرمت والے مہینہ اور حرمت والی جگہ میں برے کام کرے گا اس پر مواخذہ بھی دگنا چوگنا ہوگا' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۔	اے نبی کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی ایک کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔

(الاحزاب: ۳۰)

پہلے ان مہینوں میں قتال کرنا جائز نہیں تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ کر دیا اور تمام مہینوں میں قتال کو مباح کر دیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں قتال کیا اور شوال اور ذوالقعدہ کے بعض ایام میں ان کا محاصرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مہینہ کو موخر کرنا محض کفر ہے' اس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے' وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں' تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں' پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لیں' ان کے برے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ (التوبہ: ۳۷)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو موخر کرنا

النسیئی کا معنی ہے موخر کرنا' مشرکین حرمت والے مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ محرم حرمت والا مہینہ تھا' اس میں قتال حرام تھا' مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے لوگ تھے' اور ذوالقعدہ' ذوالحج اور محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے' ان تین مہینوں میں قتال سے صبر کرنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا' انہیں جب محرم کے مہینے میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو موخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے۔ اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ موخر کرتے رہتے' حتیٰ کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ موخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا ہے' جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے

Marfat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ

کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین سے چپک جاتے ہو! کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند

الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي

کر لیا ہے؟ سو دنیا کی زندگی کا نفع تو آخرت کے مقابلہ میں

الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

بہت تھوڑا ہے ○ اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا

وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ

اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

ہر چیز پر قادر ہے ○ اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے۔

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا، درآں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ

جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، سو اللہ نے

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ

ان پر طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور

كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ

کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے،

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے ○ (اللہ کی راہ میں) نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں

Marfat.com

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا

اگر تم جانتے ہو تو ○ (اے رسول مکرم!) آپ نے جس طرف نکلنے کے لیے کہا تھا، اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط

قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ

سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا،

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ

اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ روانہ ہوتے۔

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع

وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں. اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین سے چپک جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے؟ سو دنیا کا نفع تو آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے ○ (التوبہ: ۳۸)

غزوۂ تبوک کی تیاری

یہ آیت غزوۂ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہے، یہ غزوہ نو ہجری میں ہوا تھا۔ تبوک ایک چشمہ ہے جو وادی قریٰ میں تھا، یہ مدینہ سے بارہ مرحلہ پر شام کے نزدیک واقع ہے۔

امام ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ طائف کی مہم سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نو ہجری میں ذوالحجہ سے رجب تک مدینہ میں قیام فرمایا، پھر آپ نے مسلمانوں کو روم کے عیسائیوں سے جہاد کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ یہ بہت تنگی کا زمانہ تھا، گرمی بہت شدید تھی، اور شہروں میں کھجوریں پکنے والی تھیں اور لوگ چاہتے تھے کہ مدینہ میں ٹھہریں اور درختوں کے سائے اور پکی ہوئی کھجوروں سے راحت حاصل کریں، اور اس موسم میں مدینہ سے باہر نکلنا ان پر بہت شاق اور دشوار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ کے لیے نکلتے تھے تو اس کا صراحتاً ذکر نہ کرتے تھے بلکہ اس کا کنایتاً ذکر فرماتے تھے لیکن تبوک کا آپ نے صراحتاً ذکر فرمایا کیونکہ یہ بہت دور کا سفر تھا، اور اس میں مشقت بہت تھی اور جس دشمن سے آپ نے جنگ کا ارادہ کیا تھا اس کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے آپ نے صراحتاً بیان فرما دیا کہ آپ رومیوں سے جنگ کے لیے جا رہے ہیں۔ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا اس قدر سخت گرمی میں جہاد کے لیے نہ جاؤ۔ اسحاق بن ابراہیم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ منافقین سویلم یہودی کے گھر جمع ہو رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے منع کر رہے ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو چند اصحاب کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ سویلم کے گھر آگ لگا دیں، سو حضرت طلحہ نے ایسا ہی کیا۔

امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری شروع کی، اور مال دار مسلمانوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں دل کھول کر مال خرچ کیا۔

حضرت عبد الرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے مسلمانوں کو برانگیختہ فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں ایک سو اونٹ مع کجاووں اور کپڑوں کے پیش کرتا ہوں۔ آپ نے پھر مسلمانوں کو برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں مع ان کے کجاووں اور کپڑوں کے پیش کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مسلمانوں کو لشکر کی مدد کے لیے برانگیختہ کیا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور کہا: میں اللہ کی راہ میں تین سو اونٹ مع ان کے کجاووں اور کپڑوں کے پیش کرتا ہوں۔ تب میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے منبر سے اترے: آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۶۹۶، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۸۵۲)

حضرت عبد الرحمن بن السمرہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے لشکر کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر آئے، میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۹۷، طبع جدید)

اس حدیث کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمان نیک کام کریں یا بد ان کو اس کا ضرر نہیں ہوگا، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کو برائی سے محفوظ رکھے گا اور اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوگئی تو مرنے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دے گا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چپک جاتے ہو، اس سے مراد تمام مسلمان نہیں ہیں، بلکہ بعض مسلمان ہیں کیونکہ اکثر مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق غزوۂ تبوک پر خوشی سے روانہ ہوگئے تھے جن کی تعداد تیس ہزار تھی، اور بعض مسلمان بغیر کسی عذر کے اپنی سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے جن کو بہت سخت ملامت کی گئی اور منافقین جھوٹے حیلے بہانے کر کے رہ گئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا، اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ (التوبہ: ۳۹)

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب

اس آیت سے مسلمانوں کو یہ تنبیہہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنان اسلام کی سرکوبی کرنے اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مدد کرنے کے لیے خود کافی ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ کو کوئی کمی نہیں ہے وہ اپنے نبی کی مدد کے لیے کوئی اور قوم لے آئے گا،

Marfat.com

اس لیے وہ یہ گمان نہ کریں کہ دین کا غلبہ صرف ان ہی سے ہو سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اللہ کو بالکل نقصان نہیں پہنچاسکو گے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانا تو متصور ہی نہیں ہے۔
اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کرنا واجب ہے، نیز اس سے پہلی آیت میں ان مسلمانوں کی مذمت کی ہے جو جہاد پر بلانے کے باوجود جہاد کے لیے نہیں جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلائے تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، نیز اس آیت میں جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس طرح جہاد فرض ہے اسی طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں اور جب جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے تو باقی فرائض کے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہو گا، کیونکہ بہ حیثیت فرض ان عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے، جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا درآنحالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، سو اللہ نے ان پر طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے○

(التوبہ: ۴۰)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ اگر مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں جا کر ان کی مدد نہیں کی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کمی نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد فرمائی تھی جب قریش مکہ نے آپ کو بے وطن کر دیا تھا، آپ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور غار ثور میں تین راتیں گزاریں اس سفر میں اور غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق تھے، ان کا ذکر بھی اس آیت میں ہے اور غار ثور میں حضرت ابوبکر کی رفاقت کی تفصیل اس طرح ہے:

غار ثور میں حضرت ابوبکر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا، ماسوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں، اس کے بعد مدینہ آجائیں اور مکہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ کے پاس رکھوا دیتا تھا کیونکہ سب لوگ آپ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے، وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے، حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں پھر شام کو آکر ہمیں خبریں دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس آجائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما شام کو ان

Marfat.com

کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن ہشام فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کو غار میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور غار کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس میں کہیں سانپ یا بچھو تو نہیں ہے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اثر سے محفوظ رکھیں۔

(سیرت ابن ہشام ج ٢ ص ٩٩، دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم حضرت ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن، عمر کی تمام عمر سے افضل اور بہتر ہے، کیا میں تمہیں ان کی ایک رات اور ایک دن کے متعلق بتاؤں؟ راوی نے کہا ہاں! اے امیر المومنین! حضرت عمر نے فرمایا: رات تو وہ ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے ساتھ ہجرت فرمائی، حضرت ابوبکر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے، کبھی آگے چلتے، کبھی دائیں چلتے، کبھی بائیں چلتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر! ایسا کیوں کر رہے ہو؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں آپ کے چاروں طرف اس لیے چل رہا ہوں کہ اگر کوئی اچانک آپ پر حملہ آور ہو تو اس کا پہلا نشانہ میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات چلتے رہے حتیٰ کہ آپ کے مبارک پاؤں گھس گئے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور آپ کو اٹھا کر دوڑنا شروع کیا حتیٰ کہ غار ثور کے دہانہ پر پہنچ گئے، وہاں انہوں نے آپ کو اتارا اور کہا: آپ کو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، آپ غار میں پہلے داخل نہ ہوں، پہلے میں داخل ہوں گا، تاکہ اگر اس میں کوئی مضر چیز ہے تو پہلے مجھے اس کا ضرر پہنچے۔ حضرت ابوبکر غار میں گئے اور کوئی مضر چیز نہیں پائی، غار میں بہت سوراخ تھے جن میں مختلف اقسام کے سانپ تھے۔ ابوبکر کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان سوراخوں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے، انہوں نے سوراخ میں اپنا قدم رکھ دیا، سانپ ان کے پیر پر ڈنک مارنے لگے اور ڈسنے لگے اور تکلیف کی شدت سے حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: یہ حضرت ابوبکر کی رات ہے، الحدیث۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٤٧٧، البدایہ والنہایہ ج ٢ ص ٥٦٣، طبع جدید، الریاض النضرۃ للمحب الطبری ج ١ ص ١٠٦، الدر المنثور ج ٤ ص ١٩٨، مختصر تاریخ دمشق ج ١٣ ص ٥٥)

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم غار میں ہیں، اگر کسی نے اپنے قدموں کے نشان کو دیکھا تو وہ ہمارے قدموں کے نشانوں کو بھی دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دونوں کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٦٥٣، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٣٨١، مسند احمد ج ١ ص ٤) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غار کی شب حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے پہلے غار میں داخل ہونے دیں، آپ نے فرمایا: تم داخل ہو، حضرت ابوبکر داخل ہو کر اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کو دیکھتے رہے، پھر انہوں نے اپنے کپڑے کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کر دیئے، ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی۔ جب رسول اللہ داخل ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر تمہارا کپڑا (قمیص) کہاں ہے، تو حضرت

Marfat.com

ابوبکر نے یہ واقعہ بیان کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! ابوبکر کو جنت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔
(المنتظم ج ۴ ص ۷۶-۱۷۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۳ ص ۲۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابن جوزی نے الوفاء میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی تو سانپ ان کی ایڑی میں ڈنک مارنے لگے، اور حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے ابوبکر غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے دل میں سکون نازل فرمایا۔
(الوفاج اص ۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اتنا ہی لکھا ہے۔
(مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۸، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ)

امام ابوجعفر احمد، المحب الطبری المتوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو سوراخ بھی دیکھا اس میں اپنی انگلی داخل کر دی حتیٰ کہ ایک بڑا سوراخ دیکھا اس میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی پھر کہا یا رسول اللہ! اب آپ غار میں آ جائیے، میں نے آپ کے لیے جگہ تیار کر دی ہے۔ (الی ان قال) رات بھر سانپ حضرت ابوبکر کی ٹانگ میں ڈنک مارتے رہے اور حضرت ابوبکر نے بڑی تکلیف میں رات گزاری، صبح کو انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا ہوا؟ ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی، حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سانپ کے ڈنک مارنے کا اثر ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے آپ کی نیند کو خراب کرنا ناپسند کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان کے جسم کا سارا درد جاتا رہا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔
(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج اص ۱۰۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس سلسلہ میں دوسری روایت المحب الطبری نے اس طرح بیان کی ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی عظمت اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پہلے غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوتا ہوں تاکہ اگر اس میں کوئی مضر چیز ہو تو اس کا ضرر مجھے لاحق ہو، نہ کہ آپ کو۔ جب حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو اس میں بہت سوراخ تھے، انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر وہ تمام سوراخ بھر دیئے۔ دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہوں نے ان پر اپنا پیر رکھ دیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور حضرت ابوبکر کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، سانپ نے حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک مارنے شروع کر دیئے اور حضرت ابوبکر نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں۔ ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج اص ۱۰۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو ضرر سے محفوظ رکھیں، انہوں نے ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی تاکہ اس میں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچائے، پھر سانپ حضرت ابوبکر کی ایڑی پر ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر حضرت ابوبکر کی گود میں تھا، جب سانپ نے حضرت ابوبکر کی ایڑی پر ڈنک مارا تو حضرت ابوبکر کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے، آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا اس سے حضرت ابوبکر کی تکلیف جاتی رہی۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ متوفی ٥٣٠ھ نے روایت کیا ہے۔

(المواہب اللدنیہ ج ١ ص ١٤٩، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٦ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ١ ص ١٣٥، دار المعرفہ بیروت)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ١٠٤٤ھ نے بھی اس روایت کو درج کیا ہے۔

(انسان العیون ج ٢ ص ٢٠٥، مطبوعہ مصر، ١٣٨٤ھ)

امام ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ کو واپس لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آکر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے عبداللہ بن ابی بکر کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے لیے کھانا پہنچاتی رہیں، پھر تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام ج ٢ ص ١٠٠-٩٩، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

قریش جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تو وہ کھوجی کو لائے جو قدموں کے نشان سے اپنے ہدف تک پہنچتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ شخص غار پر جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے کہا یہاں آکر نشانات ختم ہو گئے ہیں، مکڑی نے اسی وقت غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکڑی کو مارنے سے منع فرمایا ہے، جب انہوں نے مکڑی کے جالے کو دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٨ ص ٧٥)

حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کی وجوہ

(١) کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے درپے تھے اور آپ ان سے چھپ کر غار ثور میں داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ کو حضرت ابوبکر کے ایمان اور ان کی جاں نثاری پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو ان کو اپنے ساتھ لے کر کبھی غار میں داخل نہ ہوتے۔

(٢) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اللہ کے حکم سے تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قرابت دار بھی بہت تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں رفاقت کے لیے صرف حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر کو ساتھ لینا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور حضرت ابوبکر کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو چن لیا۔

(٣) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین (دو میں سے دوسرا) فرمایا ہے، اور دین کے اکثر مناصب میں

Marfat.com

حضرت ابوبکر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عثمان بن عفان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس طرح اسلام کی دعوت دینے میں اول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ثانی حضرت ابوبکر تھے۔ اسی طرح ہر غزوہ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہے، اس طرح وہ غزوات میں بھی ثانی اثنین ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کو امام مقرر فرمایا، پس امامت میں بھی حضرت ابوبکر ثانی اثنین ہیں، اور جب حضرت ابوبکر فوت ہوئے تو وہ آپ کے پہلو میں دفن ہوئے اس طرح وہ قبر میں بھی ثانی اثنین ہیں، اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اٹھیں گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۹۲) اور جنت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے اور امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر داخل ہوں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۵۲) خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ دین میں، ہجرت کرنے میں، مغازی میں، امامت میں، امارت میں، قبر میں، حشر میں، دخول جنت میں، تمام اہم دینی مناصب میں اول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) اس آیت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر غمگین ہوئے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا: غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے اور یہ حضرت ابوبکر کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی دینے والے ہوں۔

(۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح کی ہے حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں اور یہ نص قطعی ہے جس کا انکار کفر ہے اور تمام صحابہ میں صرف حضرت ابوبکر کی صحابیت منصوص ہے اور آپ کے صحابی ہونے کا انکار کفر ہے۔

(۶) اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ ہمارے مع (ساتھ) ہے، اور اس معیت سے حفاظت اور نصرت کی معیت مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حفاظت اور نصرت فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں حضرت ابوبکر کو بھی شامل فرمالیا اور یہ حضرت ابوبکر کی بہت بڑی فضیلت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ متقین اور محسنین کے مع (ساتھ) ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر کا متقی اور محسن ہونا بھی منصوص ہوا۔

(۷) احادیث اور کتب سیر سے ثابت ہے کہ غار ثور میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر کے بیٹے، عبداللہ بن ابی بکر اور ان کی بیٹی حضرت اسماء، ان کا غلام عامر بن فہیرہ آپ تک مکہ کی خبریں پہنچانے اور آپ کے لیے طعام پیش کرنے میں لگے رہے اور یہ بھی حضرت ابوبکر کی فضیلت ہے کہ ان کی اولاد اور ان کے خدام اس خطرے کے موقع پر جان کی بازی لگا کر آپ کی خدمت میں مشغول رہے۔

(۸) حضرت ابوبکر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینے پہنچے تو سب لوگوں نے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۹) اس آیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ حاکمیت میں اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سالم بن عبید بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہوگا، تو حضرت عمر نے کہا: ایسا کون شخص ہے جس کے متعلق یہ تین آیتیں ہوں: اذھما فی الغار (جب وہ دونوں غار میں تھے) وہ دونوں کون تھے؟ اذ یقول لصاحبہ (جب وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے) وہ صاحب کون ہیں؟ لا تحزن ان اللہ معنا (غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ دونوں کون ہیں؟ پھر

Marfat.com

حضرت ابوبکر نے ہاتھ بڑھایا اور سب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرنی شروع کر دی۔ اور یہ بہت عمدہ بیعت تھی۔
(السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۳۵۵، رقم الحدیث: ۱۱۲۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

(۱۰) غار ثور کی ان تین راتوں میں حضرت ابوبکر میں انوار رسالت اس طرح جذب ہو گئے تھے کہ جب حضور اور حضرت ابوبکر مدینہ پہنچے تو استقبال کے لیے آئے ہوئے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کو سمجھا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور وہ سب آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر سے ملنے لگے، تب حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر چادر کا سایہ کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میں تو ان کا ایک غلام اور امتی ہوں۔

امام بخاری حدیث ہجرت کے اخیر میں عروہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کی ایک جماعت میں حضرت زبیر سے ملاقات ہوئی جو شام سے تجارت کر کے لوٹ رہے تھے، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ کے مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لا رہے ہیں، وہ ہر روز صبح مدینہ کی پتھریلی زمین پر جاتے اور آپ کا انتظار کرتے اور دوپہر کو لوٹ آتے، حتیٰ کہ ایک روز جب ان کا انتظار بہت طویل ہو گیا اور وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے، ایک یہودی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہوا کسی کا انتظار کر رہا تھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے چلا کر بولا: اے معاشر العرب! یہ ہیں وہ تمہارے بزرگ جن کا تم انتظار کر رہے تھے۔ مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور انہوں نے اس پتھریلی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دن تھا۔ حضرت ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے۔ پھر انصار کے جن لوگوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر کو تعظیم دینے لگے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی۔ تب حضرت ابوبکر نے اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا...... الحدیث۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۰۵، مطبوعہ دار ارقم، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت ابوبکر کو رسول اللہ گمان کیا اسی لیے انہوں نے ابتداءً حضرت ابوبکر کو سلام کیا اور جب دھوپ آ گئی اور حضرت ابوبکر نے چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۴۴، طبع لاہور)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر میں انوار رسالت اس طرح جذب ہو گئے تھے کہ دیکھنے والے حضرت ابوبکر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ کی راہ میں) نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو تو ○ (التوبہ: ۴۱)

خفافاً وثقالاً کے معانی

اس آیت میں پھر مسلمانوں کو جہاد کی جانب متوجہ کیا ہے اور فرمایا ہے: تم خفیف ہو یا ثقیل جہاد کے لیے نکلو، خفیف اور ثقیل کے مفسرین نے متعدد معانی بیان کیے ہیں۔ (۱) تمہارے لیے نکلنے میں خواہ آسانی ہو یا مشقت ہو (۲) اہل و عیال کی کمی ہو یا

Marfat.com

زیادتی ہو (۳) ہتھیاروں کی زیادتی ہو یا کمی ہو (۴) سوار ہو کر نکلو یا پیادہ (۵) جوان ہو یا بوڑھے (۶) طاقتور ہو یا کمزور (۷) تندرست ہو یا بیمار (۸) خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے (۹) خواہ غنی ہو یا فقیر (۱۰) کاروبار دنیا سے فارغ ہو یا اس میں مشغول (۱۱) کھیتی باڑی سے فارغ ہو یا مشغول ہو (۱۲) بہادر ہو یا بزدل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے بلائیں تو خواہ تم کسی حال میں ہو یا کسی کیفیت میں ہو، تم پر جہاد کے لیے جانا واجب ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت لیس علی الاعمی حرج۔ (الفتح:۱۷) "اندھے پر کوئی گناہ نہیں" سے منسوخ ہے اور بعض نے کہا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں۔ (التوبہ:۱۲۲)

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام مسلمان جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں خواہ وہ معذور ہوں یا غیر معذور بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جن مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلائیں تو ان کا جہاد کے لیے جانا واجب ہے خواہ وہ کسی حالت یا کسی صفت پر ہوں۔

جہاد کی اقسام

نیز اس آیت میں فرمایا ہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جس کے پاس مال بھی ہو اور اس کا بدن بھی تندرست اور قوی ہو تو وہ اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرے اور جس کے پاس مال نہ ہو لیکن وہ توانا اور تندرست ہو تو وہ اپنی جان کے ساتھ جہاد کرے اور جس کا بدن کمزور ہو یا وہ بیمار یا معذور ہو لیکن مالدار ہو تو وہ اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے، حدیث میں ہے:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامان دیا تو اس نے بھی جہاد کیا، اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کی اور ان کے ساتھ نیکی کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۴۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۹، سنن الترمذی: ۱۶۲۷)

جہاد کی پہلی قسم فرض عین ہے، اور یہ اس وقت ہے کہ جب دشمن اسلام مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر کے اس پر غلبہ حاصل کرے، اس وقت اس شہر کے تمام لوگوں پر جہاد کرنا فرض عین ہے خواہ نہتے ہوں یا مسلح، جوان ہوں یا بوڑھے، اگر اس شہر کے لوگ دشمن سے مقابلہ کے لیے ناکافی ہوں تو اس سے متصل شہر کے مسلمانوں پر دشمن سے جہاد کرنا فرض عین ہے وعلی ھذا القیاس۔

جہاد کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر پر واجب ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرے حتیٰ کہ مخالفین اسلام میں داخل ہوں یا ذلت کے ساتھ جزیہ دیں۔

الانفال: ۶۰-۷۰ میں ہم نے جہاد سے متعلق تمام امور پر مفصل گفتگو کی ہے، اس موضوع کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم! آپ نے جس طرف نکلنے کے لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا، اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ روانہ ہوتے، وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور

Marfat.com

اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ (التوبہ: ۴۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

یہ آیت ان منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے، اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسافت قریب ہوتی اور مال غنیمت کے منافع ملنے کا ظن غالب ہوتا تو یہ منافقین ان منافع کے لالچ میں آپ کے ساتھ ضرور جاتے لیکن ایک تو سفر بہت دور کا تھا، دوسرے ان کے خیال میں رومی بہت طاقتور اور تعداد میں بہت زیادہ تھے اس لیے مسلمانوں کا ان پر غالب آنا اور ان سے مال غنیمت حاصل کرنا بہت مشکل تھا اس وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں نہیں گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ جب آپ جہاد سے لوٹ کر آئیں گے تو یہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہمیں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ جاتے اور یہ ابتداءً کہیں گے تاکہ ان کے لیے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کا عذر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے کذب اور نفاق کی وجہ سے جو جھوٹی قسمیں کھائی ہیں اس کی وجہ سے یہ اللہ کے عذاب میں ہلاک ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ذریعہ پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ یہ عنقریب قسمیں کھائیں گے سو یہ غیب کی خبر ہے اور پیش گوئی ہے اور پھر بعد میں انہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیش گوئی سچی ہوگئی اور یہ آپ کی نبوت کے صدق پر دو طرح دلیل ہے: ایک آپ نے غیب کی خبر دی، دوسرے آپ کی پیش گوئی سچی ہوئی اور یہ عظیم پیش گوئی ہے، کیونکہ آپ نے ایسی پیش گوئی کی جس کا پورا ہونا یا نہ ہونا دشمن کے اختیار میں تھا۔ اگر منافقین بعد میں قسمیں نہ کھاتے تو آپ کی پیش گوئی جھوٹی ہو جاتی لیکن منافقین نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیش گوئی سچی ہوگئی۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ

اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے انہیں (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) کیوں اجازت دیدی (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو آپ کو

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ

معلوم ہو جاتا کہ عذر پیش کرنے میں سچے کون ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے ○ جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا

پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے میں

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

(کبھی رخصت کی) اجازت نہیں طلب کریں گے اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے ○

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

آپ سے وہی لوگ (جہاد میں رخصت کی) اجازت طلب کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان

Marfat.com

الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾

نہیں رکھتے اور ان کے دلوں میں (اسلام کے متعلق) شکوک ہیں پس وہ اپنے شکوک میں حیران ہوتے رہیں گے ○

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ

اور اگر وہ (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے زادِ راہ کی تیاری کرتے، لیکن اللہ کو ان کا

اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾

نکلنا ناپسند تھا تو اس نے ان کو پست ہمت کر دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں (بیماروں اور عورتوں) کے ساتھ بیٹھے رہو ○

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا

اور اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد زیادہ پھیلاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے

خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ

بہت تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے اور تم میں ان کے لیے باتیں سننے والے موجود ہیں اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے ○ بیشک انہوں نے پہلے بھی (اوائل ہجرت میں) فتنہ پھیلانے کی کوشش کی

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ

تھی اور انہوں نے آپ کے لیے کئی تدبیریں الٹ پلٹ کی تھیں حتیٰ کہ اللہ کی مدد آ گئی اور اللہ کا دین غالب آ گیا

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا

اور وہ (اس کو) ناپسند کرنے والے تھے ○ اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی) اجازت دیجیے اور مجھے

تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ

آزمائش میں نہ ڈالیے، سنو! یہ فتنے میں گر چکے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

ضرور محیط ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے انہیں (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) کیوں اجازت دے دی، (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عذر پیش کرنے میں سچے کون ہیں، اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے○ (التوبہ: ۴۳)

شانِ نزول

منافقین کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں غزوۂ تبوک میں شامل ہونے سے رخصت دی جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی، اس موقع پر یہ آیت بصورت عتاب نازل ہوئی کہ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی، اور عتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ آپ کو معاف فرمائے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مطمئن رہے۔

عفا اللہ عنک کے متعلق مفسرین سابقین کی تقاریر

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

منکرینِ عصمت انبیاء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء سے گناہ کا صدور ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ معاف کرنا گناہ کی فرع ہے اگر آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا تو پھر معاف کرنے کا کیا معنی ہوا۔ قتادہ اور عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کام بغیر وحی کے کیے تھے: ایک منافقین کو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی اور دوسرا کام یہ تھا کہ آپ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا۔

امام رازی نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ عفا اللہ عنک (اللہ آپ کو معاف فرمائے) کلام عرب میں تعظیم اور تکریم کا کلمہ ہے جس کو کلام کی ابتداء میں ذکر کیا جاتا ہے اور جو شخص متکلم کے نزدیک بہت معظم اور مکرم ہو اس کے متعلق کہتا ہے اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے میرے معاملہ میں کیا کیا ہے، یا اللہ آپ سے راضی ہو میری بات کا کیا جواب ہے۔ لہٰذا اس آیت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے عفا اللہ عنک اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت دینا آیا گناہ تھا یا نہیں۔ اگر یہ گناہ تھا تو عفا اللہ عنک سے اللہ نے اس کو معاف فرما دیا تھا پھر کیوں فرمایا آپ نے ان کو اجازت کیوں دی، اور اگر یہ گناہ نہیں تھا تو یہ کیوں فرمایا اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر تقدیر پر آپ نے ان کو اجازت کیوں دی یہ فرمانا گناہ کو مستلزم نہیں ہے، لہٰذا اس قول کو ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل پر محمول کیا جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو محمد مکی نے کہا عفا اللہ عنک افتتاح کلام کا کلمہ ہے، جیسے کہتے ہیں اصلحک اللہ و اعزک اللہ (اللہ تمہاری اصلاح کرے، اللہ تمہیں عزت دے)

علامہ سمرقندی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے اس کا معنی ہے: اللہ آپ کو عافیت سے رکھے آپ نے ان کو کیوں اجازت دی اور اگر کلام اس طرح شروع ہوتا کہ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی تو اس کا اندیشہ تھا کہ اس کلام کی ہیبت سے آپ کا قلب شق ہو جاتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پہلے یہ ذکر فرمایا اللہ آپ کو معاف کرے تاکہ آپ کا دل مطمئن اور پُرسکون رہے پھر فرمایا آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دی حتیٰ کہ آپ پر یہ منکشف ہو جاتا کہ کون اپنے

Marfat.com

عذر میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے' اور اس اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ نفطویہ نے کہا کہ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت میں عتاب کیا گیا' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عتاب کیے جانے سے بہت بعید ہیں بلکہ آپ کو اختیار تھا کہ آپ ان کو اجازت دیں یا نہ دیں اور جب آپ نے اجازت دے دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے پھر بھی یہ اپنے نفاق کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوتے اور آپ کے اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ (الشفاء ج ا ص ۲۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں عفا اللہ عنک فرمانا ایسے ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: مجھے یوسف علیہ السلام کے کرم اور صبر پر تعجب ہے اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے جب ان سے دبلی اور موٹی گایوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں اس وقت تک ان کو خواب کی تعبیر نہ بتاتا جب تک ان سے یہ شرط نہ منوالیتا کہ وہ مجھ کو قید سے رہا کر دیں گے۔ (اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حضرت یوسف کی مغفرت فرمائے اور پھر جس کام پر مغفرت کا ذکر فرمایا ہے وہ کوئی گناہ نہیں ہے' اسی طرح اس آیت میں جس کام کے متعلق عفا اللہ عنک فرمایا ہے وہ بھی کوئی گناہ نہیں ہے... سعیدی) عون بن عبد اللہ نے کہا: اس سے زیادہ حسین اور کون سا عتاب ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے عتاب سے پہلے معاف کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ (ہمارے نزدیک یہ حقیقتاً عتاب نہیں ہے صورتاً عتاب ہے... سعیدی غفرلہ) سفیان بن عیینہ نے کہا کہ یہ کیسا لطف ہے کہ پہلے معافی کا ذکر فرمایا پھر اس چیز کا ذکر فرمایا جس پر معافی دی۔ اس کے بعد علامہ آلوسی نے زمخشری پر سخت رد کیا ہے جس نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آپ کے جرم سے کنایہ ہے۔ (الکشاف ج ۲ ص ۲۷۴)

(روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ احمد خفاجی نے بھی امام رازی اور قاضی عیاض کی طرح تقریر کی ہے اور قاضی بیضاوی نے زمخشری کی اتباع میں جو یہ لکھا ہے کہ عفا اللہ عنک فرمانا اس بات سے کنایہ ہے کہ آپ کا اجازت دینا خطا تھی کیونکہ معاف کرنا خطا کی فرع ہے' علامہ خفاجی نے زمخشری اور بیضاوی دونوں کا رد بلیغ کیا ہے۔

(عنایت القاضی ج ۴ ص ۵۴۷ - ۳۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ متوفی ۹۵۱ھ نے قاضی بیضاوی کی عبارت کی توجیہ کی ہے اور کہا ہے کہ قاضی بیضاوی کی خطا سے مراد اجتہادی خطا ہے اور اجتہادی خطا گناہ نہیں ہوتی بلکہ اس پر اجر ملتا ہے اور آپ کا یہ فعل ترکِ اولیٰ کے قبیل سے تھا۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۴ ص ۴۶۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ سے ترکِ اولیٰ صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خطاب میں عفو کو مقدم کیا جو صورتِ عتاب میں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۸۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عفا اللہ عنک کے متعلق مصنف کی تقریر

میرے نزدیک اس آیت کی تقریر اس طرح ہے کہ جس کام سے اللہ نے لازماً منع کیا ہو اس کام کا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور جس کام سے اللہ نے لازماً منع نہ کیا ہو بلکہ ترجیحاً منع کیا ہو یعنی اس کا نہ کرنا راجح ہو تو اس کام کا کرنا گناہ تو نہیں لیکن مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہے' اب اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو یہ فعل حرام اور

Marfat.com

گناہ کبیرہ ہوگا اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو گناہ تو نہ ہوتا مگر یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو منع کیا ہی نہیں تھا تو آپ کا ان کو اجازت دینا کسی قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہے، بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی کیوں اجازت دے دی حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شریک ہونے والے نہ تھے یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا اور نہ دینا دونوں امر برابر تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے میں (کبھی رخصت کی) اجازت طلب نہیں کریں گے، اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے○ (التوبہ: ۴۴)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ آپ سے جہاد میں شامل نہ ہونے کی یا اپنے گھروں میں بیٹھنے کی اجازت طلب نہیں کریں گے، بلکہ جب بھی آپ کسی بات کا حکم دیں گے وہ اس کی تعمیل میں جھپٹ پڑیں گے اور اس وقت جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت طلب کرنا علاماتِ نفاق سے تھا اسی لیے اس کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سے وہی لوگ (جہاد میں رخصت کی) اجازت طلب کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دلوں میں (اسلام کے متعلق) شکوک ہیں، پس وہ اپنے شکوک میں حیران ہوتے رہیں گے○ (التوبہ: ۴۵)

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے دلوں میں شکوک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکوک کا محل قلب ہے اور جب شک کا محل قلب ہوگا تو معرفت اور ایمان کا محل بھی قلب ہوگا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ۔ (المجادلہ: ۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت فرما دیا ہے۔

نیز فرمایا ہے: وہ اپنے شکوک میں حیران ہوتے رہیں گے، کیونکہ جس شخص کو کسی مسئلہ میں شک ہوتا ہے وہ نہ اس کی مخالف جانب کوئی حکم لگا سکتا ہے نہ موافق جانب اور وہ نفی اور اثبات کے درمیان متردد اور حیران رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے زادِ راہ کی تیاری کرتے، لیکن اللہ کو ان کا نکلنا ناپسند تھا تو اس نے ان کو پست ہمت کر دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں (بیماروں اور عورتوں) کے ساتھ بیٹھے رہو○ (التوبہ: ۴۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر منافقین کا جہاد کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اس کے لیے زادِ راہ کی تیاری کرتے اور سامانِ سفر جمع کرتے اور ان کا سامانِ سفر کی تیاری نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں شامل ہونا نہیں چاہتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے جہاد میں نکلنے کو ناپسند کرتا تھا تو اس نے ان پر بزدلی طاری کر کے ان کو جہاد میں شامل ہونے سے روک دیا، تثبیط کے معنی ہیں کسی شخص کو اس کے ارادہ پر عمل کرنے سے روک دینا، اور ان سے کہا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ، بیٹھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہاد میں شامل ہونے سے معذور ہوں، جیسے اندھے، اپاہج، بیمار، عورتیں اور بچے، اس میں اختلاف ہے کہ ان سے یہ کہنے والا کون تھا، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خود ایک دوسرے سے یہ کہا تھا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ، دوسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ، انہوں نے آپ کے اس قول کو حجت بنا لیا اور کہا ہمیں بیٹھنے کی اجازت مل گئی ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ نے یہ بات ان

Marfat.com

کے دلوں میں ڈال دی تھی۔

جب منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ کو ناپسند تھا تو ان کی مذمت کیوں کی گئی؟

حافظ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر منافقین جہاد کے لیے نکلتے تو ان کا یہ فعل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور عبادت ہوتا، تو اللہ عزوجل نے اپنی اطاعت کو کیسے ناپسند فرمایا، اور جب ایک چیز مکروہ ہو تو اس کی ضد محبوب ہوتی ہے، اور جب منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تھا تو اس کی ضد یعنی جہاد کے لیے نہ نکلنا اور مدینہ میں بیٹھے رہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب قرار پایا اور جب ان کا جہاد کے لیے نہ جانا اور بیٹھے رہنا اللہ کے نزدیک محبوب تھا تو اللہ تعالیٰ ان کو جہاد کے لیے نہ نکلنے پر کیونکر عذاب دے گا، یہ بہت اہم سوال ہے اور مختلف فرقوں نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں:

جبریہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی حکمت اور مصلحت پر موقوف نہیں ہوتے اور ہر ممکن اللہ کے لیے جائز ہے، اس لیے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس فعل پر عذاب دے جو اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو اور اس فعل پر عذاب نہ دے جو اس کے نزدیک مبغوض اور غیر پسندیدہ ہو، اور اللہ کے اعتبار سے سب کچھ جائز ہے۔

اور قدریہ (معتزلہ) نے اپنے قواعد کے مطابق یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لیے نکلنے سے حقیقتاً منع نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو جہاد کے لیے نکلنے سے منع کیا اور روکا اور وہ کام کیا جو اللہ کا ارادہ نہ تھا، اور جب کہ ان کے نکلنے میں خرابی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے نکلنے کی کراہت اور ناپسندیدگی ڈال دی اور اللہ تعالیٰ کا ان کے دلوں میں کراہت کا ڈالنا اس کی مشیت کی کراہت ہے اور خود اللہ تعالیٰ کو ان کا نکلنا ناپسند نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو اس چیز کا حکم کیسے دے گا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا "لیکن اللہ کو ان کا نکلنا ناپسند تھا" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نکلنے کی ناپسندیدگی اور کراہت ڈال دی جب کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا نکلنا پسند تھا۔

جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ نے علم کی نُورانیت رکھی ہو اس پر ان دونوں جوابوں کا فساد مخفی نہیں ہے، اور اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا اور ان کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت تھا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تھا، اور آپ کی اور مومنین کے لیے نصرت تھی، اور ان کا یہ عمل محبوب اور پسندیدہ تھا، لیکن اللہ سبحانہ کو یہ علم تھا کہ اگر یہ جہاد کے لیے نکلے تو ان کی نیت اللہ کی رضاجوئی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مسلمانوں کی نصرت نہیں ہوگی، بلکہ ان کا نکلنا اس لیے ہوگا کہ وہ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں، اِدھر کی اُدھر لگائیں اور مسلمانوں میں فساد ڈالنے کی کوشش کریں اور ان کا مطمح نظر یہ ہوگا کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو ناکام کیا جائے اور اس جہاد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کیا جائے، اس لیے ان کا جہاد کے لیے نکلنا اگرچہ بظاہر اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع تھا لیکن در حقیقت ان کا نکلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بدخواہی پر مبنی تھا اور ان کا نکلنا اس چیز کو مستلزم تھا جو اللہ کے نزدیک مکروہ اور مبغوض تھی سو ان کا نکلنا اس اعتبار سے اللہ کے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ تھا اور جس اعتبار سے مسلمان جہاد کے لیے نکلے تھے اس اعتبار سے ان کا نکلنا محبوب اور پسندیدہ تھا، اور اللہ کو علم تھا کہ منافقین نے اسی اعتبار سے جہاد کے لیے نکلنا تھا جو اللہ کو ناپسندیدہ اور مبغوض ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ان کا نکلنا ناپسند تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لیے مذمت کی کہ جس طرح ان کو

Marfat.com

جہاد کے لیے نکلنا چاہیے تھا وہ اس طرح جہاد کے لیے نہیں نکلے اور ان کے اس طرح نہ نکلنے اور بیٹھے رہنے کی وجہ سے ان کو عذاب دے گا۔ اس بنا پر جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ان کو جہاد کے لیے جس طرح نکلنا چاہیے تھا اس طرح ان کا نہ نکلنا اللہ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور اس کی ضد ہے جہاد کے لیے اس طریقہ سے نکلنا یہ اللہ کو پسندیدہ ہے لیکن وہ اس طرح نہیں نکلنا چاہتے تھے' وہ بربناء فساد جہاد کے لیے نکلنا چاہتے تھے اور یہ نکلنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ تھا' غرض یہ کہ ان کا جہاد کے لیے نکلنا بھی ناپسندیدہ تھا اور نہ نکلنا بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اور موجبِ عذاب تھا۔

تمام مخلوق میں نیکی کی صلاحیت کیوں نہیں پیدا کی گئی

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ نے ان کو ایسی توفیق کیوں نہ دی کہ وہ جہاد کے لیے اس طرح نکلتے جس طرح نکلنا اللہ کو محبوب اور پسندیدہ تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غیر محل اور غیر اہل میں اپنی توفیق نہیں رکھتا' اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ اس نے اپنی ہدایت' اپنی توفیق اور اپنے فضل کو کہاں رکھنا ہے اور ہر محل اس کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر محل میں ہدایت اور توفیق کی صلاحیت کیوں نہ پیدا کر دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کمال ربوبیت اور عالمِ خلق اور امر میں اس کے اسماء اور صفات کا ظہور اس بات سے انکار کرتا ہے اور اگر اللہ سبحانہ ایسا کرتا تو یہ اس کو محبوب ہوتا کیونکہ وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے' اس کی توحید بیان کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے لیکن ایسا کرنا اس سے زیادہ محبوب چیز کے فوت ہونے کا باعث تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جائے اور ان سے انتقام لیا جائے اور اس کے اولیاء کے مرتبہ اور شرف کا اظہار کیا جائے اور ان کے فضل کی تخصیص کی جائے اور وہ اپنی جانوں کو اللہ کے دشمنوں سے جنگ میں خرچ کریں اور اللہ کی عزت' قدرت اور سطوت کا ظہور ہو اور اس کی زبردست پکڑ اور اس کے دردناک عذاب کا اظہار ہو' اس کے علاوہ اور بے شمار حکمتیں ہیں جن تک مخلوق کے علم اور عقل کی رسائی نہیں ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے جبراً ہر شخص میں ہدایت اور توفیق نہیں پیدا کی۔ (بدائع التفسیر ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۵' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ ریاض' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد زیادہ پھیلاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے اور تم میں ان کے لیے باتیں سننے والے موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے○ (التوبہ: ۴۷)

خبال کے معنی ہیں فساد ڈالنا' چغلی کرنا' لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالنا۔ اس آیت میں مومنوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر منافقین تمہارے ساتھ جہاد کے لیے نہیں گئے تو یہ مآل کار تمہارے لیے بہتر ہوا' کیونکہ اگر وہ تمہارے ساتھ جاتے تو فساد ڈالتے' چغلیاں کرتے اور تم کو ایک دوسرے سے لڑانے کی کوشش کرتے اور فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی سے افواہیں پھیلاتے' نیز فرمایا ہے اور تم میں ان کے لیے باتیں سننے والے موجود ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں جو تمہاری خبریں ان تک پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک انہوں نے پہلے بھی (اوائل ہجرت میں) فتنہ پھیلانے کی کوشش کی تھی اور انہوں نے آپ کے لیے کئی تدبیریں الٹ پلٹ کی تھیں حتیٰ کہ اللہ کی مدد آگئی اور اللہ کا دین غالب آگیا اور وہ (اس کو) ناپسند کرنے والے تھے○ (التوبہ: ۴۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول مکرم! یہ منافقین اس سے پہلے بھی ایسی سازشیں کرتے تھے

Marfat.com

جس کے نتیجہ میں آپ کے اصحاب آپ کے دین سے پھر جائیں، جیسے جنگِ احد میں عبد اللہ بن ابی عین معرکہ کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدانِ کارزار سے نکل گیا، اور وہ آپ کے دین کو اور آپ کی مہم کو ناکام کرنے کے لیے مختلف سازشیں کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ اللہ کی مدد آگئی اور اللہ کا دین غالب آگیا، اسی طرح اب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو رومیوں کے مقابلہ میں فتح اور نصرت عطا فرمائی اور آپ تبوک سے کامیاب و کامران ہو کر واپس آئے اور تبوک کی عیسائی ریاستوں نے آپ کا باج گزار بننا قبول کر لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی) اجازت دیجئے اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیے۔ سنو، یہ فتنے میں گر چکے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور محیط ہے○ (التوبہ: ۴۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے جد بن قیس سے فرمایا: اے جد بن قیس! بنو الاصفر (زرد رو قوم) سے جہاد کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس عورتیں ہیں، اور جب میں بنو الاصفر کی عورتیں دیکھوں گا تو فتنہ میں پڑ جاؤں گا تو آپ مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت دیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی) اجازت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ رقم الحدیث: ۱۲۶۵۴، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰)

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں: جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے ایک دن آپ نے بنو سلمہ کے بھائی جد بن قیس سے فرمایا: اے جد! اس سال بنو الاصفر (زرد رو عیسائیوں) سے جہاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس سے اجازت دیں گے! اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں، میری قوم کو معلوم ہے کہ میں عورتوں میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں اور جب میں بنو الاصفر کی عورتیں دیکھوں گا تو ان سے صبر نہیں کر سکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا اور فرمایا: میں نے تم کو اجازت دی، تو اس موقع پر جد بن قیس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ کہتا ہے مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے، سنو یہ فتنے میں گر چکے ہیں۔ یعنی اگر واقعی وہ بنو الاصفر کی عورتوں کے فتنہ سے ڈرتا تھا تو یہ فتنہ تو اس کو لاحق نہیں ہوا لیکن وہ اس سے بڑے فتنہ میں پڑ گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شامل نہیں ہوا اور اس نے حضور کے حکم کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دی اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ

اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے (آسمانی مدد یا مالِ غنیمت) تو ان کو بُرا لگتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے

يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا

تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی احتیاط کر لی تھی (کہ جہاد میں نہیں گئے تھے) اور یہ خوشیاں

وَّهُمْ فَرِحُونَ ۞ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ

مناتے ہوئے لوٹتے ہیں ○ آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو

Marfat.com

اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے، وہی ہمارا مالک ہے، اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى

توکل کرنا چاہیے ○ آپ کہیے کہ تم ہماری دو بھلائیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کررہے ہو،

الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

اور ہم تمہارے متعلق صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنے پاس سے

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۙ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ

عذاب پہنچاتا ہے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دلواتا ہے، سو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ

مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ

انتظار کرنے والے ہیں ○ آپ کہیے کہ تم (اللہ کی راہ میں) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہیں کیا

مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ

جائے گا، کیونکہ تم فاسق لوگ ہو ○ ان کے خرچ کیے ہوئے کو صرف اس

تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ

وجہ سے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا

اور صرف سستی اور کاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور (اللہ کی راہ میں) صرف ناخوشی سے

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ

خرچ کرتے تھے ○ سو ان کے مال اور اولاد سے آپ متعجب نہ ہوں

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

اللہ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو ان کے مال اور ان کی اولاد کے سبب سے ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور

Marfat.com

تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں ○ اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ تقیہ کرتے ہیں (کہ تم ان سے مشرکوں جیسا سلوک نہ کرو) ○

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ

اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے، یا تہ خانے یا دخول کی کوئی بھی جگہ تو وہ اس میں تیزی سے

وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ

رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں ○ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں،

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

اگر ان کو ان صدقات سے دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو ان صدقات سے نہ دیا جائے تو

يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ

وہ ناراض ہو جاتے ہیں ○ اور اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے،

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ

اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے، عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے

ع ۱۳　رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہوتا) ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے (آسمانی مدد یا مالِ غنیمت) تو ان کو برا لگتا ہے، اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی احتیاط کر لی تھی، (کہ جہاد میں نہیں گئے تھے) اور یہ خوشیاں مناتے ہوئے لوٹتے ہیں○ (التوبہ: ۵۰)

اس آیت میں منافقین کے خبث بواطن کی ایک اور نوع بیان فرمائی ہے، کہ بعض غزوات میں اگر آپ کو کامیابی حاصل ہو یا مالِ غنیمت حاصل ہو، یا جن بادشاہوں کے خلاف آپ نے جہاد کیا تھا وہ مطیع اور باج گزار ہو گئے ہوں تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت یا پریشانی لاحق ہو تو اس پر یہ خوش ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے

Marfat.com

کہ بھلائی سے مراد جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہے اور مصیبت سے مراد جنگِ احد میں مسلمانوں کی شکست ہے۔ اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس آیت کو اسی معنی پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس آیت میں عموم مراد لینا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ منافقین کو مسلمانوں کی ہر بھلائی سے رنج ہوتا تھا اور ان کو مسلمانوں کی ہر مصیبت سے خوشی ہوتی تھی۔

امام ابن جریر نے اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جد بن قیس نے کہا کہ غزوۂ تبوک کے اس سفر میں مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچی یعنی فتح حاصل ہوئی، تو اس کو اور دیگر منافقین کو برا لگے گا۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی ماسوا اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○ (التوبہ: ۵۱)

مسئلہ تقدیر

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم کو کوئی خیر یا شر، کوئی رنج یا راحت، کوئی سختی یا آسانی نہیں پہنچتی مگر وہ ہمارے لیے مقدر ہوتی ہے اور اللہ کے پاس لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے خلاف ہونا محال ہے، کیونکہ اللہ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے اور اس نے اس کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا، اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے خلاف ہو سکتا ہے تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے علم کے خلاف ہو سکتا ہے اور علم کے خلاف ہونا جہل ہے اور جہل اللہ کے لیے محال ہے، سو اللہ کے علم اور تقدیر کے خلاف ہونا بھی محال ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ ہمارا مالک ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کے ارادہ اور اس کے فعل دونوں کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب بندہ کا ارادہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کا فعل بھی اللہ نے پیدا کیا ہے تو بندے کو برے کاموں پر عذاب اور نیک کاموں پر ثواب کیوں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ہمارا مالک ہے اور ہم اس کے مملوک ہیں اور مالک اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مخلوق کے عام احوال میں یہی ہوتا ہے کہ جو شخص کسی چیز کا مالک ہو وہ اس میں جس طرح تصرف کرے کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں جس طرح تصرف فرمائے اس پر کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔

ابن دیلمی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شک پیدا ہوا اور مجھے یہ شک ہوا کہ اس سے میرا دین فاسد ہو جائے گا، میں حضرت ابی بن کعب کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے ایک حدیث سنائی اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی پوچھنا، حضرت عبداللہ نے بھی وہی حدیث سنائی اور کہا کہ حضرت حذیفہ سے بھی پوچھنا۔ انہوں نے بھی جواب میں وہی حدیث سنائی جو ان دونوں نے سنائی تھی اور کہا کہ حضرت زید بن ثابت کے پاس جاؤ۔ انہوں نے بھی وہی حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا، اور اگر وہ ان پر رحمت فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے، اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ اس کو تم سے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم اللہ کی ہر تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، اور تم یہ یقین رکھو کہ تم کو جو چیز بھی پہنچی ہے وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم کو نہیں پہنچی وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی اور اگر تم اس عقیدہ کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مرے تو دوزخ میں داخل ہو گے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۹، مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث: ۲۱۶۶۷)

Marfat.com

متکلمین نے اس اشکال کو دُور کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ ارادہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا بندہ اس کا خود احداث کرتا ہے' اور معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ ارادہ کو بندہ خود پیدا کرتا ہے اور اعمال کو بھی خود پیدا کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے' اس میں ایک اشارہ یہ ہے کہ منافقین اور کفار دنیاوی اسباب پر توکل کرتے ہیں اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ صرف اللہ پر توکل کریں' دوسرا اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھیں اور ہرچند کہ ہوگا وہی جو تقدیر میں لکھا ہوا ہے لیکن بندوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اس سے دعا کرنا نہ چھوڑیں کیونکہ دعا اور دوا بھی مقدرات میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم ہماری دو بھلائیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو' اور ہم تمہارے متعلق صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنے پاس سے عذاب پہنچاتا ہے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دلواتا ہے' سو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں ○ (التوبہ: ۵۲)

مسلمانوں اور منافقوں کی دو حالتوں کی تفصیل

مسلمانوں کے مصائب پر منافقین جو خوشی کا اظہار کرتے تھے اس آیت میں اس کا دوسرا جواب ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان جب میدانِ جہاد میں جاتا ہے تو اگر وہ مغلوب ہو کر قتل کر دیا جائے تو اس کو دنیا میں شہید کہا جاتا ہے اور موت کے بعد دنیا میں بھی اس کی بہت تکریم ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے' وہ اپنی قبر میں جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور اس کی رُوح سبز پرندوں میں بیٹھ کر جنت کی کیاریوں میں سیر کرتی ہے اور اگر مسلمان میدانِ جنگ میں غالب ہو تو وہ فتح و کامرانی' مالِ غنیمت اور نیک نامی کے ساتھ لوٹتا ہے' اور منافق جب جہاد کے لیے نہیں جاتا اور گھر میں بیٹھ رہتا ہے تو دنیا میں وہ بزدلوں میں شمار ہوتا ہے اور اندھوں' اپاہجوں' بیماروں' کمزوروں' عورتوں اور بچوں کے ساتھ اس کا شمار ہوتا ہے' اور اس کے باوجود اس کو اپنی جان' مال اور اولاد کا خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا تو پھر ان کو مشرکوں کے ساتھ لاحق کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ وہ عذاب ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو لاحق ہوگا اور مرنے کے بعد ان کو قیامت میں دائمی عذاب ہوگا' پس منافق مسلمان کی جن دو حالتوں کا منتظر ہے ان میں سے ہر حالت عزت و تکریم کی حامل ہے اور مسلمان منافق کی جن دو حالتوں کا منتظر ہے وہ دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کی حالتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم اللہ کی راہ میں خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم فاسق لوگ ہو ○ ان کے خرچ کیے ہوئے کو صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے اور صرف سستی اور کاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور (اللہ کی راہ میں) صرف ناخوشی سے خرچ کرتے تھے ○ (التوبہ: ۵۴-۵۳)

شانِ نزول

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جد بن قیس نے کہا میں عورتوں کو دیکھ کر اپنے نفس پر ضبط نہیں کر سکتا' لیکن میں اپنے مال کے ساتھ آپ کی امداد کروں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے'

Marfat.com

تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم فاسق لوگ ہو۔

کافر کی زمانۂ کفر میں کی ہوئی نیکیوں پر اجر ملنے یا نہ ملنے کی تحقیق

کافر جب دنیا میں کوئی نیک کام کرتا ہے مثلاً رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک کرے، کسی کے نقصان کی تلافی کرے، کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے اور کسی بھوکے پیاسے کو کھلائے اور پلائے تو اس کو آخرت میں ان نیک کاموں کا اجر نہیں ملے گا البتہ ان نیکیوں کے عوض دنیا میں اس کو نعمتیں اور راحتیں دی جائیں گی، اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھلاتا تھا، کیا یہ کام اس کو نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا: (یہ کام) اس کو نفع نہیں دیں گے، اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا اے اللہ! حساب کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

(صحیح مسلم، الایمان: ۳۶۵ (۲۱۴) ۵۰۷، مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۰، ۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کسی مومن کی نیکی میں کوئی کمی نہیں کرے گا، اس کو اس نیکی کا عوض دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی اس کو اجر دیا جائے گا اور رہا کافر تو اس نے اللہ کے لیے جو نیکیاں دنیا میں کی ہیں ان کا تمام عوض اللہ اس کو دنیا میں دے دے گا حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اس کو اجر دیا جائے۔ (صحیح مسلم، صفات المنافقین: ۵۶ (۲۸۰۸) ۶۹۵۶)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کفر کی نیکیوں پر بھی اجر ملتا ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت میں چند امور بطور عبادت کرتا تھا، کیا ان کا مجھ کو کچھ اجر ملے گا؟ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے پہلے جو نیکیاں کی تھیں تم نے ان کو سلامت رکھا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۰، صحیح مسلم، الایمان: ۱۹۴ (۱۲۳) ۳۱۶)

امام مسلم کی دوسری روایت (۱۹۵) میں ہے: وہ صدقہ کرتے تھے، غلام آزاد کرتے تھے اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو کافر کفر پر ہی مرے اس کو اس کی نیکیوں کا آخرت میں اجر نہیں ملتا اور جو کافر اسلام لے آئے اس کو زمانہ کفر کی نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کافر مسلمان ہو جائے اور مسلمان ہو کر نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر پچھلی نیکی کو بھی لکھ لیتا ہے اور اس کے ہر پچھلے گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اسلام کے بعد جو نیکی کرے گا اس کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا اور ایک گناہ کو ایک ہی لکھا جائے گا سوا اس کے کہ اللہ اس کو معاف کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۱۳)

اس پر پھر یہ اعتراض ہے کہ بعض کافر کفر پر مرے اور ان کو نیکیوں کا پھر بھی اجر دیا گیا جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا، وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲، صحیح مسلم، الایمان: ۳۵۷، (۲۰۹) ۵۰۰)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ جس کافر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تعلق کی وجہ سے شفاعت فرما دیں اللہ تعالیٰ اس کے عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے جیسا کہ ابو طالب کے معاملہ میں ہوا اور جو کافر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہارِ محبت کا کوئی نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو بھی محروم نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض رشتہ داروں نے اس کو بہت بُرے حال میں دیکھا۔ اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ابولہب نے کہا تم سے جُدا ہونے کے بعد مجھے کوئی خیر نہیں ملی البتہ مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۰۱) محدث رزین کی روایت میں کچھ اضافہ ہے' عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی باندی تھی' اس باندی نے جب ابولہب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب کفر پر مرا تو (حضرت) عباس (بن عبدالمطلب) نے اسلام لانے کے بعد اس کو خواب میں بُری حالت میں دیکھا' اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا: تمہارے بعد میں نے کسی بھلائی کو نہیں دیکھا' سوا اس کے کہ مجھے اس انگلی سے ہر پیر کی رات پلایا جاتا ہے' کیونکہ میں نے ثویبہ کو اس انگلی کے اشارے سے آزاد کیا تھا۔ (جمع الفوائد ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' رقم الحدیث: ۴۱۹۸)

ابو طالب اور ابولہب کے عذاب میں نبی ﷺ کی شفاعت اور آپ کے ساتھ اظہارِ محبت کے نیک عمل کی وجہ سے تخفیف کی گئی ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیثیں قرآنِ مجید کی اس آیت کے خلاف ہیں جس میں کفار کے متعلق فرمایا ہے:

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ (البقرہ ۱۶۲)	کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے عذاب میں کمیت اور مدت کے اعتبار سے تخفیف نہیں کی جائے گی اور جو تخفیف کی گئی ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ بطریق عدل ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور جو تخفیف کی گئی ہے وہ بطریق فضل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس کافر نے زمانہ کفر میں کوئی نیکی کی ہو اور وہ پھر مسلمان ہو جائے یا وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی ہو یا اس نے آپ کی محبت میں کوئی نیک عمل کیا ہو تو اس کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے یا اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے' اور جو کافر کفر پر مرا ہو نہ اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی ہو اور نہ اس نے آپ کی محبت میں کوئی نیک عمل کیا ہو' تو اس کی زمانہ کفر کی تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ (الفرقان: ۲۳)	ہم ان کے (نیک) کاموں کی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انہیں فضا میں بکھرے ہوئے غبار کے باریک ذرے بنا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)	جس نے کوئی نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم ان کے کیے ہوئے نیک کاموں کا ان کو ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔

Marfat.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور وہ صرف سستی اور کاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ لوگوں کے ساتھ ہوتے تو نماز پڑھ لیتے اور اگر اکیلے ہوتے تو نماز نہ پڑھتے، ایسا شخص نماز پڑھنے پر کسی اجر کی امید رکھتا ہے اور نہ نماز نہ پڑھنے سے اس کو کسی عذاب کا خوف ہوتا ہے، اور منافق عبادت کی ادائیگی میں کاہلی اور سستی پیدا کرتا ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر النساء: ۱۴۲ میں بیان کی جاچکی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی راہ میں صرف ناخوشی سے خرچ کرتے تھے کیونکہ وہ زکوٰۃ اور صدقات کو جرمانہ سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ان کے مال اور اولاد سے آپ متعجب نہ ہوں، اللہ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کے سبب سے ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں O (التوبہ: ۵۵)

مال اور اولاد کا سبب عذاب ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تحقیر کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو جو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کی کثرت عطا کی ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا فرمائے، دنیا کی زندگی میں ان پر جو مصائب آتے ہیں ان پر ان کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا، اس لیے یہ مصائب ان کے لیے محض عذاب ہیں، اس کے علاوہ شریعت نے ان کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کی ادائیگی کا بھی مکلف کیا ہے جس کو وہ عذاب سمجھتے ہیں۔

جو شخص مال اور اولاد کی محبت میں مبتلا ہو وہ دن رات جائز اور ناجائز طریقہ سے مال اور دولت کو جمع کرنے میں لگا رہتا ہے اور جیسے جیسے اس کے دل میں مال اور اولاد کی محبت بڑھتی جاتی ہے وہ آخرت اور یادِ خدا سے غافل ہوتا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں مال اور اولاد کی محبت نہ ہو بلکہ وہ دنیاوی امور سے بے رغبت اور بے پروا ہو اسے مرتے وقت اور دنیا سے جدا ہوتے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن جو شخص مال و دولت اور اولاد سے شدت کے ساتھ محبت کرتا ہو اس پر موت بہت بھاری اور دشوار ہوتی ہے۔ اس کا دل دنیا میں لگا ہوا ہوتا ہے اور اب وہ دنیا سے رخصت ہوا چاہتا ہے، اسے یوں لگتا ہے جیسے وہ باغ سے نکل کر قید خانہ کی طرف جا رہا ہو اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی مجالس سے نکل کر تنہائی اور غربت کی جگہ جا رہا ہو تو اس کا رنج و غم بہت بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ تقیہ کرتے ہیں (کہ تم ان سے مشرکوں جیسا سلوک نہ کرو) O اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا تہ خانے یا دخول کی کوئی بھی جگہ تو وہ اس میں تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں O (التوبہ: ۵۷-۵۶)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ منافقین دنیا اور آخرت کی زندگی میں نقصان اٹھانے والے ہیں اور ان کے لیے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں ہے اور اس آیت سے پھر ان کے قبیح اوصاف اور بُرے کام بیان کرنے شروع فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں یعنی تمہارے دینِ اسلام پر ہیں اور حالانکہ وہ دینِ اسلام پر قائم نہیں ہیں، وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے پوشیدہ کفر کو ظاہر کر دیا تو ان کے ساتھ مشرکین جیسا سلوک ہوگا، ان کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کا مال بطور مالِ غنیمت کے ضبط کر لیا جائے گا۔

دوسری آیت میں ملجاء سے مراد قلعے، اور مغارات سے مراد ہے پہاڑوں میں غار اور مدخل سے مراد ہے زمین

Marfat.com

کے تہ خانے --- اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ وہ جلد سے جلد مسلمانوں کی پہنچ اور ان کی گرفت سے نکلنا چاہتے ہیں، انہیں کوئی قلعہ مل جائے، یا کسی پہاڑ میں غار یا زمین کے نیچے کوئی تہ خانہ تو وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس میں گھس جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں، اگر ان کو ان صدقات سے دے دیا جائے تو یہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو ان صدقات سے نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں ○ (التوبہ: ۵۸)

لمز کے معنی ہیں کسی کو طعنہ دینا اور اس کے منہ پر اس کی بُرائی بیان کرنا اور ھمز کے معنی ہیں کسی کے پسِ پشت اس کی بُرائی بیان کرنا اور اس کی غیبت کرنا اور توسعًا ان کا ایک دوسرے پر بھی اطلاق آتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ منافقین صدقات کی تقسیم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کرتے تھے، بکثرت احادیث میں ان منافقین کا ذکر کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے، اسی اثناء میں ایک شخص آپ کے پاس آیا درآنحالیکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا: اے محمد! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا، اگر میں عدل نہ کرتا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور یہ لوگ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، الزکوٰۃ: ۱۴۲ (۱۰۶۳) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۶۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۲، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۴-۳۵۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ بنو تمیم سے ذوالخویصرہ نامی ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! عدل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو، کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں تم اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے، یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا، اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ تیرانداز تیر کے پھل کو دیکھتا ہے اور اس میں خون کا اثر نہیں ہوتا پھر پھل کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی خون نہیں ہوتا، پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں ہوتا، حالانکہ تیر شکار کی بیٹ اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے، ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہو گا یا

Marfat.com

جیسے ہلتا ہوا گوشت کا لوتھڑا ہو' یہ گروہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور میں اس وقت حضرت علی کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ وہ مل گیا اور اس کو حضرت علی کے پاس لایا گیا اور میں نے اس شخص کو ان ہی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۶۳' صحیح مسلم' الزکوٰۃ: ۱۴۸ (۱۰۶۴) ۲۴۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۹' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۸۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔ اقرع بن حابس' حنظلی' عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثۃ العامری' پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید الخیر الطائی کو' پھر بنو نبہان کے ایک شخص کو۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ میں ان لوگوں کی تالیف قلب کروں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی' گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں' پیشانی اُونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر کون اللہ سے ڈرے گا' اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے' پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی' راوی کا گمان ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پا لیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔

صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴' الزکوٰۃ: ۱۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۱۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴)

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا آپ نے اس کو سزا کیوں نہیں دی؟

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا آپ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں کیونکہ وہ شخص منافق تھا اور مسلمانوں کی وضع اختیار کر کے رہتا تھا' آپ نے صبر کیا اور تحمل کیا اور دوسرے نو مسلموں کی تالیف کے لیے اس کو قتل نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر اور حلم اور مواضع تہمت سے بچنے کا ثبوت ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۸' مطبوعہ دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' اس پر ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں' اس کے لیے مطالعہ فرمائیں: الاعراف: ۱۵۷' التوبہ: ۱۲' شرح

Marfat.com

صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱۰-۱۰۰۰۔

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اسی کی نسل سے خارجی پیدا ہوئے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس منافق کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی خبر دیتے تھے کیونکہ آپ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خارجیوں کا ظہور ہوا جو کافروں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے۔ ان کا امام وہ شخص تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ظلم اور ناانصافی کی نسبت کی' اگر اس میں ادنیٰ بصیرت ہوتی تو وہ جان لیتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت کرنا اسی طرح جائز نہیں ہے جس طرح اللہ کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے اور اس پر کسی کا حق نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے متعلق بے انصافی اور ظلم کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے ہیں تو جس طرح اللہ کے متعلق ظلم کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ظلم اور بے انصافی کا تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ کا ہر قول اور فعل وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ ان خارجیوں کی جہالت اور گمراہی کے لیے یہ کافی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب کو کافر کہتے تھے جن کے صحتِ ایمان اور جنتی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی تھی' مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ (المفہم ج ۳ ص ۱۱۴)

خارجیوں کے ظہور کا سبب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴' الزکوۃ: ۱۴۸) علامہ قرطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان لوگوں نے اس وقت خروج کیا تھا جب مسلمان دو فرقوں میں بٹ گئے تھے: ایک فرقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیتا تھا اور ایک فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیتا تھا اور ہر فریق دوسرے سے قتال کر رہا تھا اور اس گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور آپ کے ساتھ اکابر صحابہ تھے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آپ ہی امام عادل تھے اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے بلکہ اس زمانہ میں ہر شخص سے افضل تھے' اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرقہ پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا سب سے بہتر فرقہ تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ان سے وہ جماعت قتال کرے گی جو مسلمانوں کی دو جماعتوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے ان سے قتال کیا لہٰذا ان ہی کا فرقہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں بہتر تھا۔ (المفہم ج ۳ ص ۱۱۷-۱۱۶)

خارجیوں کے متعلق اہلسنّت کا نظریہ

نیز علامہ قرطبی خارجیوں کے متعلق لکھتے ہیں:

ہمارے ائمہ نے خارجیوں کو کافر قرار دیا ہے اور بعض ائمہ نے اس میں توقف کیا ہے' لیکن اس باب کی احادیث کی روشنی میں پہلا قول درست ہے' اس قول کی بنا پر ان سے قتال کیا جائے گا اور ان کے اموال کو ضبط کر لیا جائے گا اور دوسرے

Marfat.com

قول کی بنا پر ان میں سے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے قیدیوں کو قتل کیا جائے گا اور نہ ان کا مال لُوٹا جائے گا، اور یہ حکم اس وقت ہے جب یہ لوگ مسلمانوں کی مخالفت کریں اور ان کے اتحاد کی لاٹھی کو توڑیں اور بغاوت کا جھنڈا بلند کریں، لیکن ان میں سے جو شخص اپنی بدعت کو مخفی رکھے، اور بغاوت کا جھنڈا بلند نہ کرے، اس کی اس بدعت کو رد کرنے اور اس کو راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کی جائے گی اور اس سے قتال نہیں کیا جائے گا۔ (المفہم ج ۳ ص ۱۱۰)

خارجیوں کی علامت

حضرت سہل بن حنیف کی روایت میں ہے: یہ لوگ سر منڈایا کریں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۸، الزکوٰۃ: ۱۵۹) علامہ قرطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ان لوگوں نے سر منڈانا اس لیے اختیار کیا کہ یہ ان کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد کی علامت ہو جائے اور ان کی شناخت اور شعار بن جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق ارشاد ہے ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۶، مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) یہ ان کی جہالت ہے کہ جس چیز میں زہد نہیں ہے یہ اس کو زہد شمار کرتے ہیں اور یہ اللہ کے دین میں بدعت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا طریقہ اس کے خلاف تھا اور کسی سے یہ مروی نہیں ہے کہ اس نے سر منڈانے کو اپنی شناخت بنالیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تھے جن میں آپ مانگ نکالتے تھے، اور کبھی آپ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے اور کبھی اس سے زیادہ لمبے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس کے بال ہوں وہ ان کی تکریم کرے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۶۶، مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) اور امام مالک کے نزدیک احرام سے باہر آنے کے سوا یا کسی ضروری حاجت کے سوا سر منڈانا مکروہ ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے، عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہوتا)○ (التوبہ: ۵۹)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے جتنا ان کو عطا فرمایا تھا اگر یہ لوگ اسی پر راضی ہو جاتے اور خواہ وہ مال کم ہوتا لیکن وہ اس پر خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ ہمیں یہ مال کافی ہے، اور عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ کسی اور مالِ غنیمت سے عطا فرمائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دوبارہ اس مرتبہ سے زیادہ عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فضل و کرم کی طرف رغبت کرتے ہیں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دنیا کی لذات کی وجہ سے دنیا کو طلب کرتا ہے یا دنیا برائے دنیا طلب کرتا ہے تو وہ نفاق کے خطرہ میں ہے اور جو شخص دنیا اس لیے طلب کرتا ہے کہ اس سے عبادات کی انجام دہی میں آسانی ہو، دین کی زیادہ اور موثر طریقہ سے تبلیغ کر سکے تو یہ مستحسن اور محمود ہے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو جو کچھ عطا فرمائیں انہیں اس پر اور قضاء و قدر پر راضی رہنا چاہیے اور اپنی رضا کا زبان سے بھی اظہار کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور عبادات میں اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہونا چاہیے۔

عذاب کے خوف، ثواب کے شوق اور محض رضاالٰہی کے لیے عبادت کرنے کے تین مراتب

امام رازی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک جماعت سے گزر ہوا جو اللہ کا ذکر کر رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ تمہیں اللہ کے ذکر پر کس نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کے عذاب کے خوف نے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

فرمایا: تمہاری نیت درست ہے، پھر ایک اور جماعت کے پاس سے گزر ہوا جو اللہ کا ذکر کر رہی تھی، ان سے پوچھا کہ تم کو اس ذکر پر کس نے ترغیب دی؟ انہوں نے کہا: حصولِ ثواب نے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری نیت صحیح ہے، پھر ایک تیسری قوم کے پاس سے گزر ہوا جو اللہ کا ذکر کر رہی تھی۔ آپ نے ان سے اس ذکر کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم عذاب کے خوف سے ذکر کر رہے ہیں نہ ثواب کے شوق میں ذکر کر رہے ہیں، ہم محض ذلتِ عبودیت کی وجہ سے اور عزتِ ربوبیت کی وجہ سے ذکر کر رہے ہیں اور اپنے دل کو اس کی معرفت سے مشرف کرنے کے لیے اور اپنی زبان کو اس کی صفاتِ قدسیہ کے الفاظ سے مکرم کرنے کے لیے اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ہی حقیقت میں حق رسیدہ ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس حکایت سے یہ مطلب نہیں اخذ کرنا چاہیے کہ انسان عذاب کے خوف اور ثواب کے شوق سے بالکل عبادت نہ کرے اور صرف اظہارِ عبودیت اور حصولِ رضا کے لیے عبادت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور حدیث میں جو دوزخ کے عذاب کی شدت اور ہولناکی بیان کی ہے وہ عبث نہیں ہے اور قرآن اور حدیث میں جنت کی نعمتوں کا جو بکثرت ذکر فرمایا ہے وہ بھی بے فائدہ نہیں ہے اور بشمول ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں نے دوزخ کے عذاب سے نجات اور جنت کے حصول کی دعائیں کی ہیں، اس لیے انسان کو خدا کے سامنے بے باک اور جری نہیں بننا چاہیے اور دوزخ کے خوف سے بھی عبادت اور دعا کرنی چاہیے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مستغنی ہونا چاہیے اور جنت کی طلب کے لیے بھی عبادت کرنا چاہیے اور کبھی کبھی اس کے دل میں یہ کیفیت بھی ہونی چاہیے کہ ثواب اور عذاب سے قطع نظر کر کے وہ اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں لگا رہے خواہ اس کو مولیٰ کچھ دے یا نہ دے اور اس کا مطمحِ نظر صرف یہ ہونا چاہیے کہ اس کا مولیٰ اس سے راضی رہے، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عطا کرنے کی نسبت

اس آیت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دینے اور عطا کرنے کی نسبت درست ہے اور اس کو شرک کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی ترغیب دی ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے اور اللہ اور رسول کے دینے میں فرق ہے، اللہ بالذات عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی دی ہوئی طاقت، اس کے اذن اور اس کے حکم سے عطا فرماتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی اور آیات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عطا کرنے کی نسبت کی گئی ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ بات بری لگی کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے (بھی) اس پر انعام کیا۔

Marfat.com

عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ

پر مامور لوگ، اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو، اور مقروض لوگ

وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ

اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین، یہ اللہ کی جانب سے ایک فریضہ ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ

اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ اور بعض منافقین نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کے کچے ہیں، آپ کہیے کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہر ایک کی بات سنتے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ

اور مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں،

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○○

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ

(اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حقدار تھے

اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ الثلثة

کہ وہ ان کو راضی کرتے اگر وہ مومن تھے ○ کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو

مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ

ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے ○ منافقین اس سے ڈرتے ہیں کہ

Marfat.com

اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ ط

مسلمانوں پر ایسی سورت نازل ہو جائے گی جو مسلمانوں کو منافقوں کے دل کی باتوں کی خبر دے دے گی

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ج اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

آپ کہیے تم مذاق اڑاتے رہو، بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو ○

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط

اور اگر آپ ان سے (ان کے مذاق اڑانے کے متعلق) سوال کریں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے تھے

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے ○

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط اِنْ نَّعْفُ عَنْ

اب عذر نہ پیش کرو، بے شک تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کر چکے ہو، اگر ہم تمہاری ایک جماعت سے

طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع

(اس کی توبہ کی وجہ سے) درگزر کر لیں تو بے شک ہم دوسرے فریق کو عذاب دیں گے، کیونکہ وہ مجرم تھے (وہ کفر اور مذاق اڑانے پر اصرار کرتے تھے) ○

ع ۱۴/۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصولیابی پر مامور لوگ، اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو، اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو، اور مقروض لوگ، اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین، یہ اللہ کی جانب سے ایک فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا، بے حد حکمت والا ہے○ (التوبہ: ۶۰)

آیاتِ سابقہ کے ساتھ ارتباط

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ منافقین زکوٰۃ اور صدقات کی تقسیم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے، تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کا بیان فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں تقسیم فرماتے ہیں اور زکوٰۃ اور صدقات میں سے اپنے نفس کے لیے کوئی چیز نہیں رکھتے، اس لیے زکوٰۃ کی تقسیم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن اور اعتراض کا کوئی جواز نہیں ہے۔

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی، زکوٰۃ کا نصاب اور وجوبِ زکوٰۃ کی شرائط ہم البقرہ: ۴۳ میں بیان کر چکے ہیں، اس مقام پر ہم زکوٰۃ کی حکمتیں، زکوٰۃ کی مصلحتیں اور زکوٰۃ کے فوائد بیان کر رہے ہیں، ان میں سے بعض حکمتوں کا تعلق زکوٰۃ دینے والے کے ساتھ ہے اور بعض حکمتوں کا تعلق زکوٰۃ لینے والے کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے زکوٰۃ کے حسب ذیل اسرار اور فوائد بیان فرمائے ہیں:

(۱) انسان جب کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے تو گویا وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (البقرہ: ۱۶۵) اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

یعنی مومن اپنی جان اور اپنے مال سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، تو مسلمانوں پر جہاد فرض کرکے ان کی جان سے زیادہ محبت کو آزمایا گیا اور زکوٰۃ کو فرض کرکے ان کی مال سے زیادہ اللہ سے محبت کو آزمایا گیا، اور اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے والے مسلمانوں کے تین درجات ہیں:

(الف) وہ لوگ جو اللہ کی محبت میں سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں اور اپنے پاس ایک درہم اور ایک دینار بھی نہیں رکھتے اس لیے جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ دو سو درہم پر کتنی زکوٰۃ ہے تو وہ کہتے ہیں کہ عوام پر تو پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور ہم پر تمام مال کو خرچ کرنا واجب ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس دن اتفاق سے میرے پاس مال تھا، میں نے دل میں کہا اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر پر سبقت کر سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے۔ میں اپنا آدھا مال لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ نے پوچھا تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا اتنا ہی مال ہے۔ حضرت عمر نے کہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام مال و متاع لے کر آ پہنچے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے، تب میں نے دل میں کہا میں حضرت ابوبکر پر کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۱، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۶۱۱، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۰۲۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکمل صدق کے مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنے پاس صرف اسی چیز کو رکھا جو انہیں سب سے زیادہ محبوب تھی اور وہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ہیں۔

(ب) دوسرا درجہ اس پہلے درجہ والوں سے کم ہے، یہ اپنے پاس مال کو بچا کر رکھتے ہیں تاکہ ان کی ضروریات کے موقع پر کام آئے اور جب نیک کاموں پر خرچ کرنے کے مواقع آئیں تو وہ مال کو خرچ کر سکیں، پس وہ مال کو اس لیے جمع کرکے رکھتے ہیں تاکہ ضرورت کے مواقع پر خرچ کر سکیں نہ کہ عیش و عشرت پر خرچ کرنے کے لیے اور یہ ضرورت سے زائد مال کو نیکی کے راستوں پر خرچ کرتے ہیں، اور یہ لوگ صرف زکوٰۃ کی مقدار پر اقتصار نہیں کرتے، اور تابعین میں سے نخعی، شعبی، عطا اور مجاہد کا یہ نظریہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور حقوق بھی ہیں، ان کا استدلال قرآن مجید کی درج ذیل آیتوں سے ہے:

وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔ (البقرہ: ۱۷۷) اور مال سے (طبعی) محبت کے باوجود (اللہ کی محبت میں) اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے دے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔

Marfat.com

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ (المنافقون: ۱۰) اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے تم (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (الانفال: ۳) اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

(ج) اور تیسرا درجہ ان لوگوں کا ہے جو صرف مقدار واجب ادا کرنے پر اقتصار کرتے ہیں' ان پر جتنی زکوٰۃ فرض ہے وہ صرف اتنی ہی ادا کرتے ہیں اس سے زیادہ نہ اس سے کم اور یہ سب سے کم مرتبہ ہے اور تمام عام لوگوں کا یہی طریقہ ہے کیونکہ وہ مال کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ ان کی محبت کمزور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ○ هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ (محمد: ۳۸-۳۷) اگر اللہ تم سے تمہارا مال طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کردے گا○ ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے۔

(۲) زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان سے بخل کی صفت زائل ہو جاتی ہے اور بخل سے نجات کی اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الحشر: ۹) اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے سو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

نیز حدیث صحیح میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہشِ نفس کی اتباع کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو اچھا سمجھ رہا ہے' تو تم عام لوگوں سے الگ ہو کر عزلت نشین ہو جاؤ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۴)

(۳) زکوٰۃ ادا کرنے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کر کے انسان اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے بدن اور مال کی نعمت عطا فرمائی' عباداتِ بدنیہ انجام دے کر وہ نعمت بدن کا شکر ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کر کے وہ نعمت مال کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ ایک فقیر کو دیکھے جس پر رزق کی تنگی ہو اور وہ اس سے سوال کرنے کا محتاج ہو' پھر اس کے دل میں رحم نہ آئے اور وہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا نہ کرے کہ اللہ نے اس کو سوال کرنے سے اور دوسرے کی طرف محتاج ہونے سے مستغنی کر دیا ہے اور وہ اس ضرورت مند فقیر کو زکوٰۃ' عشر اور صدقہ و خیرات دے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے۔ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۰۳-۲۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

(۴) جب انسان کے پاس مال اس کی ضروریات سے بہت زیادہ ہو گا تو وہ اس مال سے اپنے عیش و عشرت کے ذرائع اور وسائل مہیا کرے گا اور یوں اس کا دل دنیا کی رنگینیوں میں اور دنیا کی مرغوب چیزوں اور لذتوں میں لگا رہے گا اور آخرت کی

Marfat.com

طرف بالکل متوجہ نہیں ہو گا یا کم متوجہ ہو گا، اور وہ سوچے گا کہ عبادات اور نیک کاموں اور زکوٰۃ، عشر اور صدقہ و خیرات ادا کرنے سے اس کے مال میں کمی ہو گی اور اس وجہ سے وہ نیک کاموں میں اپنے مال کو بالکل خرچ نہیں کرے گا یا کم کرے گا۔

(۵) مال کی کثرت سے انسان میں غرور اور تکبر پیدا ہو گا اور سرکشی اور بغاوت پیدا ہو گی اور زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے سے اس کے تکبر اور سرکشی میں کمی ہو گی اور اس کا دل اللہ سے مغفرت طلب کرنے اور اس کی رضاجوئی کی طرف متوجہ ہو گا۔

(۶) جب انسان زکوٰۃ اور عشر ادا کرے گا اور صدقہ و خیرات کرے گا تو ضرورت مند لوگ اس کے لیے دعائیں کریں گے اور اس کی دعاؤں سے اس کا مال نقصان اور بربادی سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ۔ اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے تو وہ زمین میں برقرار رہتی ہے۔ (الرعد: ۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ سے اپنے اموال کی حفاظت کرو، اور صدقات سے اپنے بیماروں کی دوا کرو اور مصائب کے لیے دعا کو تیار رکھو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۰ رقم الحدیث: ۱۰۱۹۶، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۰۴، ج ۴ ص ۲۳۷، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۱۱، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۳۴، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کا ایک راوی متروک الحدیث ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۴، حافظ سیوطی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، الجامع الصغیر ج ا رقم الحدیث: ۳۷۲۸)

(۷) مال بہت جلد ختم ہو جاتا ہے، لیکن جب انسان اس مال کو نیکی کی راہ میں خرچ کرے گا تو وہ نیکیاں باقی رہیں گی، دنیا میں ان کی تعریف کی جائے گی اور آخرت میں اجر ملے گا۔ ایک شخص نے کہا: کاش! میں اپنے تمام مال کو قبر میں لے جا سکتا! میں نے کہا: یہ ممکن ہے، تم اپنے تمام مال کو اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا میں خرچ کر دو تم کو یہ مال قبر میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

(۸) مال داروں کے پاس بہت زیادہ مال ان کی ضروریات سے زائد ان کی تجوریوں اور بینکوں میں معطل پڑا رہتا ہے اور فقراء اور ضرورت مندوں کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی مال نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہوئی کہ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ مال داروں کے زائد مال میں سے بقدرِ ضرورت زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ ضرورت مندوں تک پہنچایا جائے۔

(۹) اگر مال دار ضرورت مندوں اور فقیروں کی مالی امداد نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ ضرورت مند فقراء اپنی تنگی اور فقر سے تنگ آ کر بغاوت پر اتر آئیں اور چوریاں، ڈاکے اور لوٹ مار اور بھتہ خوری شروع کر دیں اور زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کے ذریعہ اس بغاوت کا سدباب ہو سکتا ہے۔

(۱۰) زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کر کے انسان اللہ کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے، ان کے لیے رزق فراہم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور انبیاء اور صالحین کے اخلاق سے متخلق ہوتا ہے۔

زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں

(۱) مغیرہ بن عامر نے کہا: شکر نصف ایمان ہے اور صبر نصف ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے۔

(موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الثقافیہ بیروت ۱۴۱۴ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۱۰۹، رقم الحدیث: ۴۴۴۸)

زکوٰۃ دینے والا اپنے مال کے کم ہونے پر صبر کرتا ہے اور ضرورت مند فقیر زکوٰۃ کی صورت میں مال لے کر شکر ادا کرتا ہے

Marfat.com

یا یوں کہا جائے کہ مال دار نے پہلے مال ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا، پھر زکوٰۃ کی ادائیگی سے جو مال میں کمی ہوئی اس پر صبر کیا تو زکوٰۃ کی وجہ سے اس کا ایمان مکمل ہو گیا، اسی طرح حاجت مند فقیر نے پہلے مال نہ ہونے پر صبر کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں مال ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا تو زکوٰۃ کی وجہ سے اس کا ایمان بھی مکمل ہو گیا۔ نیز حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس نے صبر کیا اور اس کو نعمت دی گئی تو اس نے شکر ادا کیا، اس پر ظلم کیا گیا تو اس نے معاف کر دیا اور اس نے خود ظلم کیا تو اس پر استغفار کیا، پوچھا گیا اس کے لیے کیا اجر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہی لوگ عذاب سے مامون ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

(۲) ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے غنی کو بہت مال دیا ہے اور فقیر کو مال نہیں دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے غنی کو اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ فقیر کو زکوٰۃ ادا کرے اور فقیر کا غنی پر احسان ہے کہ وہ اس سے زکوٰۃ قبول کر کے اس کو دوزخ کے عذاب سے چھڑاتا ہے، غنی کا فقیر کو زکوٰۃ دینے کی وجہ سے اس کی دنیا پر احسان ہے اور فقیر کا غنی کی آخرت پر احسان ہے اور اخروی احسان دنیاوی احسان سے زیادہ بڑا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فقیر کو اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ وہ غنی کے پاس جا کر اس سے زکوٰۃ مانگے، بلکہ غنی کو اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ فقیر کے پاس جا کر زکوٰۃ ادا کرے۔ فقیر اپنی دنیا میں غنی کا محتاج ہے تو غنی اپنی آخرت میں فقیر کا محتاج ہے۔

فقیر کا معنی

فقیر کا لفظ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) حاجتِ ضروریہ کا وجود مثلاً جن کو غذا، لباس اور مکان کی حاجت ہو اور اس معنی میں ہر شخص فقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۔(فاطر: ١۵)	اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو۔

(۲) جس شخص کے پاس مال جمع نہ ہو، فقہی اصطلاح میں جو شخص دو سو درہم (باون اعشاریہ ۵ تولہ چاندی) کا مالک نہ ہو یا اس کے پاس اس کی حاجت اصلیہ سے زائد دو سو درہم کے مساوی رقم نہ ہو اور وہ مستحق زکوٰۃ ہو، فقہاء احناف کے نزدیک فقیر کا یہی معنی ہے اور سورہ توبہ: ٦٠ میں یہی معنی مراد ہے، اسی طرح یہ آیت بھی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ (البقرہ: ٢٧٣)	(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقف حال ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے۔

(۳) نفس کا بہت زیادہ حریص ہونا، اس حدیث میں فقر اسی معنی میں ہے۔ یزید بن ابان رقاضی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ فقر (زیادہ حرص) کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵۳، طبع قدیم، ج ۳ ص ٦٢-٦١، رقم: ٣١٦٩، طبع جدید، تاریخ اصفہان ج ١ ص ٩٠، الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ٢٠٦، کنز العمال رقم الحدیث: ١٦٦٨٢، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵٠۵١، العلل المتناہیہ ج ٢ ص ٣٢٠) اور اس فقر کے مقابل غنی کا یہ معنی ہے: "غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو۔"

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونا، قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ (القصص: ٢٤) موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے: اے اللہ! مجھے اپنی طرف محتاج کر کے (دنیا سے) مستغنی کر دے اور اپنے آپ سے (یعنی اللہ سے) مستغنی کر کے مجھے (دنیا کا) محتاج نہ کر۔

(المفردات ج ٢ ص ٤٩٦ - ٤٩٥، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ١٤١٨ھ)

مسکین کا معنی

مسکین کا معنی ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور یہ فقیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ دست ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:
اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ۔ رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لیے تھی۔
(الکھف: ٧٩)

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسکین کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کشتی چھن جانے کے بعد ان کو مسکین فرمایا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ان پر اس قدر زیادہ غربت اور مسکینی تھی کہ اس کے مقابلہ میں اس کشتی کا ہونا لائق شمار نہ تھا۔ (المفردات ج ا ص ٣١٢) اور علامہ طاہر پٹنی متوفی ٩٨٦ھ نے لکھا ہے کہ مسکین کا معنی ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے پاس تھوڑی سی چیز ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٣٥٢، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١٢٦، سنن بیہقی ج ٧ ص ١٢، المستدرک ج ٤ ص ٣٢٢) آپ نے اس سے تواضع کا ارادہ فرمایا اور یہ کہ آپ جبارین اور متکبرین میں سے نہ ہوں۔ (مجمع بحار الانوار ج ٣ ص ٩٦، مطبوعہ مدینہ منورہ، ١٤١٥ھ)

فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہبِ ائمہ اور تحقیق مقام

حسن بصری نے کہا: فقیر وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور مسکین وہ ہے جو سعی کرتا رہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مساکین گھومنے پھرنے والے ہیں اور فقراء، فقراء مسلمین ہیں۔ جابر بن زید نے کہا: فقراء وہ ہیں جو سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں۔ زہری اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ قتادہ نے کہا: فقیر اپاہج ہے اور مسکین وہ ہے جو تندرست اور محتاج ہو، اور عکرمہ نے کہا کہ فقراء کا اطلاق فقراء مسلمین پر ہوتا ہے اور مساکین کا اطلاق، اہلِ کتاب کے مساکین پر ہوتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری کا مختار یہ ہے کہ جو سوال نہیں کرتے وہ فقراء ہیں اور جو سوال کرتے ہیں وہ مساکین ہیں۔ (جامع البیان جز ١٠ ص ٢٠٥ - ٢٠٢، ملخصاً، مطبوعہ بیروت)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن وہ نصابِ زکوٰۃ سے کم ہو، اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور امام شافعی کا قول اس کے برعکس ہے اور امام مالک کے نزدیک فقیر اور مسکین مساوی ہیں، اور امام احمد کا مذہب بھی امام شافعی کی مثل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ٨ ص ٩٨ - ٩٦، عنایت القاضی ج ٤ ص ٥٨٦ - ٥٨٥، زاد المسیر ج ٣ ص ٤٥٦)

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ مسکین کے متعلق قرآن مجید میں ہے: رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لیے تھی۔ (الکھف: ٧٩) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسکین کے پاس کچھ مال ہوتا ہے، امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کشتی ان کی ملکیت نہیں تھی وہ اس کو کرائے پر چلاتے تھے یا انہوں نے اس کشتی کو عاریتاً لیا ہوا تھا، یا دراصل وہ فقیر تھے ان کو ازراہِ ترحم

Marfat.com

مجازاً مسکین فرمایا- امام شافعی کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے بحالت مسکین زندہ رکھ اور بحالت مسکین مجھے موت عطا فرما' اور قیامت کے دن مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرما- حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے یہ دعا کیوں کی ہے؟ آپ نے فرمایا: مساکین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے' اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرو' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دو' اے عائشہ! مساکین سے محبت رکھو اور ان کو قریب رکھو' قیامت کے دن اللہ تمہیں قریب رکھے گا- (سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۳۵۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی دعا کی ہے اور ایک اور حدیث میں آپ نے فقر سے پناہ مانگی ہے- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں فقر' قلت اور ذلت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں' اے اللہ! میں ظلم کرنے یا ظلم سہنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں-

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۴۴' سنن النسائی رقم الحدیث:۵۴۷۵' صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۶۸)

امام شافعی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر مسکین مالی طور پر فقیر سے کم ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقر سے پناہ مانگیں اور مسکین ہونے کی دعا فرمائیں جو کہ فقیر سے زیادہ ابتر حال ہے اور یہ تناقض کے سوا اور کچھ نہیں ہے- اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے اس حدیث میں فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فقر النفس ہے یعنی وہ شخص جو مال پر بہت حریص ہو' اور اس فقر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے تھے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت' تقویٰ سوال سے بچنے اور غناء کا سوال کرتا ہوں- (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۴۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۳۲' الادب المفرد رقم الحدیث:۶۷۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱) اور اس حدیث میں غنیٰ سے مراد کثرتِ مال نہیں ہے بلکہ اس سے غنی النفس مراد ہے یعنی نفس کا مستغنی ہونا- اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی جو دعا کی ہے اس سے مراد آپ کی تواضع اور انکسار ہے- امام شافعی کی طرف سے یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ سورۂ توبہ کی اس آیت میں فقیر کو مسکین پر مقدم کیا گیا ہے- اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کا حال مسکین سے زیادہ برا ہوتا ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس بالکل مال نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہو- اس کا یہ جواب ہے کہ تقدم کے کئی اعتبار ہوتے ہیں اور یہاں تقدم ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کے طور پر ہے' پہلے فقیر کا ذکر کیا جس کے پاس کچھ مالیت ہوتی ہے' اس کے بعد مسکین کا ذکر کیا جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا اور مسکین کے اس معنی پر امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ دلیل دی جاتی ہے: مسکینا ذا متربۃ- (البلد: ۱۶) یعنی مسکین وہ شخص ہے جس نے بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے چمٹایا ہوا ہے-

والعاملین علیہا کا معنی اور اس کے شرعی احکام

یعنی جو لوگ زکوٰۃ اور صدقات کو وصول کر کے لاتے ہیں ان کو ان کی محنت اور مشقت کے مطابق مالِ زکوٰۃ سے اُجرت دی جائے لیکن یہ اُجرت اتنی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ زکوٰۃ کی وصول کردہ تمام رقم یا اس کے نصف پر محیط ہو- (عنایت القاضی ج ۴ ص ۵۸۷) اگر عامل کو اس مہم کے دوران کوئی شخص ذاتی طور پر کچھ ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ اس کے لیے جائز نہیں ہے' وہ اس کو بھی وصول شدہ زکوٰۃ کی مد میں شامل کر دے-

Marfat.com

حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نے اس سے حساب لیا تو اس نے کہا: یہ وہ مال ہے جو آپ کے لیے دیا گیا ہے اور یہ وہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ تمہارے پاس ہدیے آتے اگر تم سچے ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر عامل بناتا ہوں جس کام کا اللہ نے مجھے ولی بنایا ہے، پھر تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آکر کہتا ہے یہ حصہ تمہارے لیے ہے اور یہ حصہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے، پس وہ شخص کیوں نہ اپنے باپ کے گھر میں یا اپنی ماں کے گھر میں جاکر بیٹھا حتیٰ کہ اس کے پاس ہدیہ آتا، اگر وہ سچا ہے، اللہ کی قسم! تم اس مال میں سے جو چیز بھی ناحق لو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چیز کو اس کے اوپر لاد دے گا، سنو! میں اس شخص کو قیامت کے دن ضرور پہچان لوں گا، جس کے اوپر اللہ بلبلاتا ہوا اونٹ لاد دے گا اور جس کے اوپر ڈکراتی ہوئی گائے لاد دے گا یا ممیاتی ہوئی بکری لاد دے گا، پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی، پھر آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۶، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۶۹)

حضرت عدی بن عمیر کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس شخص نے ہمارے لیے کوئی عمل کیا پھر اس میں سے کوئی چیز چھپالی خواہ وہ سوئی ہو یا اس سے بھی کمتر چیز تو وہ خیانت ہے اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا، تب ایک سیاہ فام انصاری اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اپنا عمل مجھ سے لے لیجئے، آپ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے یہ کہا ہے کہ جس کو ہم کوئی کام سونپیں تو وہ قلیل اور کثیر ہر چیز لے کر آئے، پھر اس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جو نہ دیا جائے وہ نہ لے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۵۸۱)

مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ میں سے دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

ادائیگی زکوٰۃ کا چوتھا مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ آزاد اور معزز لوگ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں عطا فرمایا تھا، یہ پندرہ آدمی تھے: ابو سفیان، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، حویطب بن عبد العزیٰ، سہل بن عمرو، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو الجمحی، ابو السنابل، حکیم بن حزام، مالک بن عوف، صفوان بن امیہ، عبد الرحمن بن یربوع، جد بن قیس، عمرو بن مرداس اور العلاء بن الحارث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر شخص کو سو اونٹ دیئے اور ان کو اسلام کی ترغیب دی، ماسوا عبد الرحمن بن یربوع کے، اس کو آپ نے پچاس اونٹ دیئے اور حکیم بن حزام کو آپ نے ستر اونٹ دیئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے خیال میں آپ کی عطاء کا مجھ سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں ہے تو آپ نے ان کو بھی سو اونٹ پورے کر دیئے۔

مؤلفۃ القلوب کی دو قسمیں ہیں: مسلمان اور کفار۔ مسلمانوں کو صدقات میں سے اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان کا ایمان قوی رہے، یا ان کے مماثل لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اور کفار کو اسلام کی ترغیب دینے کے لیے یا ان کے شر سے بچنے کے لیے ان کو زکوٰۃ اور صدقات سے دیا جاتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو عطا فرمایا ہے

Marfat.com

جب آپ نے ان کا اسلام کی طرف میلان دیکھا۔

علامہ واحدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کے قلوب کی تالیف سے مستغنی کر دیا ہے' اگر مسلمانوں کا سربراہ یہ دیکھے کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ ہے اور ان کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو نفع پہنچے گا تو ان کو مال فئے سے عطا کرے' زکوٰۃ سے نہ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا مصرف' مصارفِ زکوٰۃ سے اب ساقط ہو چکا ہے اور یہی شعبی کا قول ہے۔ امام مالک' ثوری' امام ابوحنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے' اور حسن بصری سے یہ مروی ہے کہ ان کا حصہ اب بھی ثابت ہے۔ زہری' ابوجعفر محمد بن علی اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کی ضرورت ہو تو ان کو زکوٰۃ سے دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۲۶-۱۲۵' دار الکتاب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قاضی بیضاوی شافعی نے کہا: مؤلفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام قبول کرنے میں ان کی نیت ضعیف تھی' تو ان کے قلوب کو اسلام پر قائم اور برقرار رکھنے کے لیے ان کو عطا کیا جاتا ہے' یا ایسے معزز لوگ کہ اگر ان کو عطا کیا جائے تو ان کو دیکھ کر ان جیسے دوسرے معزز لوگ اسلام لے آئیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصین' اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس کو اسی وجہ سے عطا فرمایا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ معزز لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے عطا کیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عطا کرتے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خمس کے اس پانچویں حصہ سے عطا فرماتے تھے جو خالص آپ کا حصہ تھا' اور کفار اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کی طرف مائل کرنے کے لیے جن کو عطا کیا جائے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کو اس لیے دیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت ہو اور اب جبکہ اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی ہے تو ان کا حصہ ساقط ہو گیا۔ (انوار التنزیل مع عنایت القاضی ج ۴ ص ۵۸۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مصارفِ زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب ساقط ہو چکا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور ان سے مستغنی کر دیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۰۴' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رد کر دیا تھا۔ عیینہ اور اقرع نے حضرت ابوبکر سے ایک زمین کو طلب کیا' حضرت ابوبکر نے ان کو خط لکھ دیا۔ حضرت عمر نے اس خط کو پھاڑ دیا' اور کہا: یہ وہ چیز ہے جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتے تھے' تاکہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور تم سے مستغنی کر دیا ہے' اب اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہتے ہو تو فبہا ورنہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا: خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر کی رائے حضرت عمر کے موافق ہو گئی اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی رائے برحق نہ ہوتی تو صحابہ اس پر ضرور انکار کرتے اور یقیناً ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو گی جس سے ان کو علم ہو گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے اس حکم کو منسوخ کر دیا تھا' یا یہ حکم آپ کی حیات کے ساتھ مقید تھا' یا یہ حکم کسی علت کے

Marfat.com

ساتھ معلل تھا اور اب وہ علت نہیں تھی، اور حضرت عمر نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ (الکھف: ۲۹)

آپ کہیے کہ حق تمہارے رب کی جانب سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ علاء الدین عبدالعزیز نے کہا: ان کی تالیف قلوب سے مقصود دین کا اعزاز اور غلبہ تھا، کیونکہ غلبہ کفر کے زمانہ میں اسلام کمزور تھا، اس وقت تالیف قلوب کے لیے عطا کرنے میں دین کا اعزاز تھا اور جب حال بدل گیا اور اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اب دین کا اعزاز ان کو نہ دینے میں ہے اور اصل مقصود دین کا اعزاز ہے، وہ اپنے حال پر باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوا، اس کی مثال یہ ہے کہ جب پانی نہ ہو تو طہارت کے حصول کے لیے مٹی سے تیمم کرنا ضروری ہے، اور جب حال بدل جائے اور پانی مل جائے تو اب مٹی سے تیمم کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا اور پانی کا استعمال کرنا ضروری ہو گا کیونکہ اب طہارت کے حصول کے لیے پانی کا استعمال کرنا متعین ہے، اسی طرح دین کا اعزاز پہلے مؤلفۃ القلوب کو دینے میں تھا اب نہ دینے میں ہے اور اصل حکم دین کا اعزاز ہے، وہ منسوخ نہیں ہوا۔ (العنایۃ ج ۲ ص ۲۶۶-۲۶۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ

جس غلام کے متعلق اس کے مالک نے یہ کہا ہو کہ اگر اس نے اتنے روپے مجھے ادا کر دیئے تو یہ آزاد ہے، اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں اور اس کی آزادی میں تعاون کرنے کے لیے زکوٰۃ میں سے اس کو حصہ دینا مشروع کیا گیا ہے۔

حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک مکاتب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ اس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: اے امیر! لوگوں کو میرے لیے برانگیختہ کیجئے۔ تو حضرت ابوموسیٰ نے مسلمانوں کو برانگیختہ کیا، پس لوگوں نے اس کو کپڑے اور انگوٹھیاں دیں، حتیٰ کہ بہت مال جمع ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس مال کو جمع کر کے فروخت کیا اور اس کی مکاتبت ادا کر دی اور باقی مال بھی غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کر دیا، اور لوگوں کو یہ رقم واپس نہیں کی، اور یہ کہا کہ لوگوں نے یہ رقم غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے دی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۱۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

الرقاب (غلاموں کو آزاد کرانے) کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد مکاتب ہیں تاکہ ان کو زکوٰۃ کے مال سے آزاد کرایا جائے، (۲) امام مالک وغیرہ نے یہ کہا کہ مالِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر ان کو آزاد کرایا جائے، (۳) امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد نہ کرایا جائے بلکہ مالِ زکوٰۃ سے کچھ رقم غلام کے لیے دی جائے اور اس سے مکاتب کی گردن آزاد کرانے میں مدد کی جائے، کیونکہ وفی الرقاب فرمانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مالِ زکوٰۃ میں کچھ دخل ہونا چاہیے اور یہ اس کے منافی ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد کیا جائے۔

غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے تملیک ضروری نہیں

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ مکاتب کی اجازت سے زکوٰۃ میں اس کا حصہ اس کے مالک کو دے دیا

Marfat.com

جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے چار مصارف کا ذکر لام تملیک کے ساتھ کیا ہے اور جب رقاب کا ذکر کیا تو لام کے بجائے "فی" کا ذکر کیا اور فرمایا وفی الرقاب اور اس فرق کا کوئی فائدہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں زکوٰۃ میں سے ان کا حصہ ان کو دے کر ان کو ان حصص کا مالک بنا دیا جائے اور باقی مصارف میں زکوٰۃ میں ان کا حصہ ان کے مصالح اور ان کی بہتری اور ان کے فوائد میں خرچ کیا جائے اور ان کو ان کا مالک نہ بنایا جائے۔

زمخشری نے کہا ہے کہ آخری چار مصارف میں لام کے بجائے "فی" کا ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بتانا ہے کہ آخری چار مصارف پہلے چار مصارف سے صدقہ اور زکوٰۃ دیئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ "فی" ظرفیت کے لیے آتا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ وہ صدقات کا ظرف اور محل ہیں اور فی سبیل اللہ وابن السبیل میں جو "فی" کا تکرار کیا ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ان دو مصرفوں کو یعنی فی سبیل اللہ اور ابن السبیل کو پہلے دو مصرفوں پر زیادہ ترجیح ہے اور غلام آزاد کرانے اور مقروض کا قرض ادا کرنے کی بہ نسبت مالِ زکوٰۃ کو اللہ کے راستہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنا زیادہ راجح ہے۔

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

پہلے چار مصارف کے ساتھ لام اور آخری چار مصارف کے ساتھ "فی" ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ سے ان کا حصہ ادا کر کے ان کو ان حصوں کا مالک بنا دیا جائے اور آخری چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ میں سے ان کے حصہ کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کا حصہ ان کی فلاح اور ان کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا، مکاتب کا مال اس کے مالک کو دیا جائے گا اور مقروض کا مال (اس کے حصہ کی زکوٰۃ) اس کے قرض خواہ کو دیا جائے گا اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا بالکل واضح ہے، اور مسافر بھی اللہ کے راستے میں داخل ہے، اس کو علیحدہ اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ اس کی خصوصیت پر تنبیہ ہو۔

(عنایت القاضی ج ۴ ص ۵۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ پہلے چار مصارف میں لام اور آخری چار مصارف میں "فی" کو ذکر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پہلے چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ سے ان کا حصہ دے کر ان کو مالک بنا دیا جائے گا کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ان کا حصہ ان کو نہیں دیا جائے گا اور نہ ان کو اس پر تصرف کی قدرت دی جائے گی کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں بلکہ ان کی طرف سے ان کی قیمت ادا کر دی جائے گی، اسی طرح مقروضوں کی زکوٰۃ کا حصہ ان کے قرض خواہوں کو دے دیا جائے گا، اسی طرح مجاہدین کی زکوٰۃ کا حصہ ان کی ضرورت کا اسلحہ خریدنے میں خرچ کیا جائے گا اور اسی طرح مسافروں کی ضرورت کی چیزوں میں ان کا حصہ خرچ کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کے حصص ان کو دے دیئے جائیں گے کہ وہ جس طرح چاہیں خرچ کریں اور آخری چار مصارف میں ان کو ان کے حصص نہیں دیئے جائیں گے بلکہ جس جہت سے وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں اس جہت میں ان کے حصہ کی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مفسرینِ حنبلیہ میں سے علامہ عمر بن علی الدمشقی حنبلی نے اور مفسرینِ شافعیہ میں سے امام رازی کے علاوہ، علامہ خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ نے یہی لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے پہلے چار مصارف میں تملیک ضروری ہے اور آخری چار مصارف میں تملیک کے بجائے ان کی ضروریات اور مصالح میں زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ (تفسیرِ خازن ج ۲ ص ۲۵۳) اور مفسرینِ احناف میں سے علامہ خفاجی کے علاوہ علامہ محی الدین شیخ زادہ حنفی متوفی ۹۵۱ھ اور علامہ ابو السعود محمد بن عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ اور علامہ آلوسی حنفی

Marfat.com

متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ ج ۴ ص ۴۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ، تفسیر ابو السعود ج ۳ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ، تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتح البیان ج ۵ ص ۳۳۲)

جن مفسرین نے ژرف نگاہی سے کام لیا اور اس پر غور کیا کہ پہلی چار اصناف کے لیے اللہ تعالیٰ نے لام کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور باقی چار اصناف کے لیے "فی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، انہوں نے اس سے یہ مستنبط کیا کہ پہلی چار قسموں میں سے جس کو زکوٰۃ ادا کی جائے اس کو اس مالِ زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہے اور دوسری چار قسموں کے شروع میں چونکہ لام تملیک نہیں ہے بلکہ "فی" کا ذکر ہے اس لیے ان میں ان کو مالِ زکوٰۃ کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کے حصہ کی زکوٰۃ کو ان کی ضروریات اور ان کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ حنبلی، شافعی اور حنفی مفسرین کی تصریحات اس مسئلہ میں گزر چکی ہیں اور فقہاء مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ غلام کو زکوٰۃ کا حصہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے حصہ سے غلام کو خرید کر آزاد کر دیا جائے۔ علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے فرمایا کہ غلام کو آزاد کر دیا جائے اور اس کی ولاء مسلمانوں کے لیے ہوگی، (الی قولہ) اس میں اختلاف ہے کہ آیا مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی معاونت کی جائے یا نہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ رقبہ (غلام) کا ذکر فرماتا ہے تو اس سے مکمل غلام آزاد کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور رہا مکاتب تو وہ غارمین (مقروضوں) کے کلمہ میں داخل ہے کیونکہ اس کے اوپر مکاتبت کا قرض ہوتا ہے اس لیے وہ رقاب میں داخل نہیں ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۰۹)

زکوٰۃ کے تمام مصارف میں تملیک ضروری ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

ہرچند کہ علامہ خفاجی حنفی، علامہ ابو سعود حنفی، علامہ شیخ زادہ حنفی اور علامہ آلوسی حنفی نے یہ تصریح کی ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ میں مالک بنانے کا تعلق اصنافِ زکوٰۃ میں سے صرف پہلی چار اصناف کے ساتھ ہے اور باقی چار اقسام میں تملیک نہیں کی جائے گی بلکہ مالِ زکوٰۃ کو ان کی ضروریات اور مصالح میں خرچ کیا جائے گا لیکن جمہور فقہاء احناف تملیک کو ادائیگی زکوٰۃ کا رکن قرار دیتے ہیں اور یہ زکوٰۃ کی تمام اصناف کے لیے رکن ہے۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ نصاب میں سے ایک جز کو اللہ کی طرف نکالا جائے اور اس کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور فقیر کو مالک بنا کر اس کے سپرد وہ مال کر کے مالک کا قبضہ اس جز سے منقطع ہو جائے، یا فقیر کے نائب کے سپرد کر دے جو زکوٰۃ وصول کرنے والا ہے اور ملک فقیر کے لیے اللہ کی طرف سے ثابت ہوگی اور صاحبِ مال فقیر کو مالک بنانے اور اس کے سپرد کرنے میں اللہ کی طرف سے نائب ہوگا۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔ (التوبہ: ۱۰۴)
کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات لیتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فقیر کی ہتھیلی پر آنے سے پہلے صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں آتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فقیر کو مالک بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اتوا الزکوۃ۔ (البقرہ: ۴۳) زکوٰۃ دو، اور الایتاء (دینا) تملیک ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے، انما الصدقات للفقراء۔ (التوبہ: ۶۰) اور تصدق کا معنی تملیک ہے، پس نصاب کا مالک زکوٰۃ کی مقدار کو اللہ کی طرف نکالنے والا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہم نے یہ کہا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ سپرد کرتے وقت اس سے زکوٰۃ کی نسبت منقطع ہو جائے گی اور یہ خالص اللہ کے لیے ہو جائے گی، اور اللہ کی طرف زکوٰۃ نکالنے کا معنی عبادت اس وقت بنے گا جب فقیر کو مالک بنا کر وہ اس سے اپنی ملک کو باطل کر دے، بلکہ حقیقت میں مالک اللہ بنتا ہے اور صاحب مال تو اللہ کی طرف سے نائب ہے۔

اس قاعدہ کے مطابق مساجد، سرائے اور پانی کی سبیلیں بنانے، پلوں کی مرمت کرنے، مردوں کو دفن کرنے اور دیگر نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں تملیک (کسی کو مالک بنانا) بالکل نہیں پائی جاتی (کیونکہ یہ چیزیں وقف ہوتی ہیں اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوتا) اسی طرح اگر کسی شخص نے مالِ زکوٰۃ سے طعام خریدا اور فقراء کو صبح اور شام کھانا کھلایا اور ان کو بعینہٖ طعام نہیں دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہوئی، اور اگر اس نے مالِ زکوٰۃ سے کسی زندہ فقیر کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں بھی فقیر کو مالک نہیں بنایا گیا اور اگر فقیر کے حکم سے اس کا قرض ادا کیا گیا ہے تو جائز ہے کیونکہ اب فقیر کے لیے تملیک پائی گئی گویا کہ فقیر نے مالِ زکوٰۃ پر قبضہ کیا اور اس کو قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنا دیا، اسی طرح اگر کسی شخص نے مالِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اور قرآن مجید میں جو ہے: وفی الرقاب۔ (التوبہ: ۶۰) ان کے نزدیک اس کا یہی معنی ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے، اور ہمارے نزدیک تملیک واجب ہے اور آزاد کرنا ملک کو زائل کرنا ہے اور ہمارے نزدیک وفی الرقاب کا معنی یہ ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے مکاتبین کی امداد کی جائے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اسی طرح علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

مالِ زکوٰۃ سے مسجد بنائی جائے گی اور نہ میت کو کفن دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہے اور وہ رکن ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ فقیر کو مال کا مالک بنا دیا جائے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ

علامہ کاسانی نے تملیک پر یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واتوا الزکوٰۃ اور الایتاء کا معنی ہے کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا، ہم اب کتب لغت میں الایتاء کا معنی دیکھتے ہیں۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں: الایتاء کا معنی ہے کسی کو کوئی چیز عطا کرنا۔ (قاموس ج ۴ ص ۴۳۰) علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: الایتاء کا معنی ہے: الاعطاء۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۰) علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ کشاف میں ہے: الایتاء کا معنی الاعطاء میں مشہور ہو گیا۔ اس کا اصل معنی ہے کسی چیز کو حاضر کرنا۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۸، مطبوعہ المطبعۃ المیمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ) کتب لغت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ الایتاء کا معنی تملیک ہے، اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور وہاں اس کا معنی مالک بنانا متصور نہیں ہو سکتا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۔ (ھود: ۲۸)	(نوح نے) کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت دی ہو سو وہ تم پر مخفی کر دی گئی۔
فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا	پھر جب وہ حاملہ ہو گئی تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی

Marfat.com

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ- اگر تو نے ہمیں نیک بیٹا دیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہو جائیں گے۔ (الاعراف: ۱۸۹)

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا- (الاعراف: ۱۹۰) پس اللہ نے جب انہیں بہترین بچہ دیا۔

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ- (البقرہ: ۲۶۵) تو اس باغ نے دگنا پھل دیا۔

اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ- (الکہف: ۹۶) مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا کر دو۔

اس لفظ کے تمام صیغوں اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کے اطلاقات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ الایتاء کا معنی حاضر کرنا اور کسی چیز کو دینا اور مہیا کرنا ہے اور اس کے مفہوم میں تملیک داخل نہیں ہے۔

علامہ کاسانی اور علامہ ابن ہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ صدقہ کا معنی تملیک ہے۔ علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے: صدقہ وہ چیز ہے جس کو تم اللہ عزوجل کی ذات کے لیے دو۔ (قاموس ج ۳ ص ۳۶۸) علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ صحاح میں مذکور ہے: جس چیز کو تم فقراء پر صدقہ کرو اور مفردات میں مذکور ہے: جس چیز کو انسان اپنے مال سے بطور عبادت نکالتا ہے جیسے زکوٰۃ، لیکن صدقہ اصل میں نفلی خیرات کو کہتے ہیں اور زکوٰۃ خیراتِ واجبہ کو۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۶۵، تاج العروس ج ٦ ص ۴۰۵) ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صدقہ کے لغوی معنی میں تملیک کا مفہوم داخل نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا

ائمہ ثلاثہ نے زکوٰۃ کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں تملیک کا ذکر نہیں کیا، ان کے نزدیک تملیک زکوٰۃ کا رکن ہے نہ شرط۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

کسی مخصوص چیز کو مخصوص مال سے اوصافِ مخصوصہ کے ساتھ جماعتِ مخصوصہ کے لیے لینا شرعاً زکوٰۃ ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۴ ص ۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کا اطلاق صدقہ واجبہ پر، صدقہ مستحبہ پر، نفقہ پر، عفو پر اور حق پر کیا جاتا ہے اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے: سال گزرنے کے بعد نصاب کے ایک جز کو فقیر اور اس کی مثل کو دینا وہ فقیر غیر ہاشمی اور غیر مطلبی ہو، اس کا رکن اخلاص ہے، اس کا سبب ایک سال تک نصاب کا مالک ہونا ہے، اس کی شرط عقل، بلوغ اور حریت ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دنیا میں واجب ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب ملتا ہے اور اس کی حکمت مال کو میل کچیل سے پاک کرنا ہے۔

(شرح الزرقانی علی الموطا امام مالک ج ۴ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ابن عربی مالکی کی اس تعریف کو ذکر کر کے لکھا ہے۔ یہ بہت عمدہ تعریف ہے لیکن وجوب کی شرط میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲٦۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ منصور بن یونس بہوتی متوفی ۱۰۴٦ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کا شرعی معنی یہ ہے کہ یہ وہ حق ہے جو مالِ مخصوص میں جماعتِ مخصوصہ (فقراء وغیرہ) کے لیے وقتِ مخصوص میں واجب ہے یعنی نصاب پر سال گزرنے کے بعد، اور مالِ مخصوص سے مراد مویشی، سونا، چاندی (درہم، دینار) اور مالِ تجارت ہے۔ (کشاف القناع ج ۲ ص ٦-۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ

فقہاء احناف نے تملیک کے ثبوت میں جو دلیل دی ہے کہ ایتاء اور صدقہ کرنے کا معنی فقیر کو مالک بنانا ہے وہ کتب لغت اور قرآنِ مجید کی آیات سے ثابت نہیں ہے، اور ائمہ ثلاثہ نے زکوٰۃ میں تملیک کو رکن یا شرط قرار نہیں دیا، البتہ سورۂ توبہ کی اس آیت میں مذاہبِ اربعہ کے مفسرین نے للفقراء والمساکین والعملین علیہا والمؤلفۃ قلوبھم میں لام کو تملیک کے لیے قرار دیا ہے اور وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل میں لام کی جگہ "فی" لانے کی وجہ ان مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ غلام آزاد کرنے اور مقروضوں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم کا ان کو مالک بنانا ضروری نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کی رقم کو ان کی ضروریات اور مصلحتوں میں بھی خرچ کیا جا سکتا ہے، خصوصاً حنفی مفسرین میں سے علامہ خفاجی، علامہ شیخ زادہ، علامہ ابو سعود اور علامہ آلوسی کا یہی مختار ہے، سو اگر ہمارے علماء احناف اس نظریہ سے اتفاق کرلیں تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دینی مدارس، مساجد، ہسپتالوں اور دیگر فلاحی کاموں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکے گی اور حیلہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہمارے اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ

مقروض سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جائز ضروریات میں مقروض ہوں نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے کسی گناہ کے ارتکاب کے لیے قرض لیا ہو، مثلاً کسی نے سینما ہاؤس، وڈیو شاپ یا شراب کی دکان کھولنے کے لیے قرض لیا ہو یا مثلاً کسی نے بے جا خرچ اور اسراف کے لیے قرض لیا ہو مثلاً کسی نے اپنے بچوں کی شادی کے سلسلہ میں مروجہ رسومات بڑے پیمانہ پر منعقد کی ہوں اور مقروض ہو گیا ہو اور اس قرض کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دینی چاہیے، البتہ علامہ نووی شافعی نے "الروضہ" میں یہ لکھا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلے تو پھر اس کو بھی زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے، مقروض خواہ غنی ہو لیکن اگر اس کے پاس قرض اتارنے کے لیے رقم نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے مگر پانچ کے لیے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، یا وہ صدقہ وصول کرنے والا عامل ہو، یا مقروض ہو یا جس شخص نے صدقہ کو اپنے مال سے خرید لیا ہو، یا جس شخص کا کوئی مسکین پڑوسی ہو اور اس پر کوئی چیز صدقہ کی گئی ہو اور وہ مسکین غنی کو وہ چیز ہدیہ کر دے۔ (یہ روایت مرسل ہے)

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ١٦٣٥، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٨٤١، موطا امام مالک رقم الحدیث: ٣٠٧)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے مگر اس غنی کے لیے جو اللہ کی راہ میں ہو، یا مسافر ہو، یا وہ کسی فقیر کا پڑوسی ہو اس فقیر پر صدقہ کیا جائے اور وہ غنی کو ہدیہ دے یا اس کی دعوت کرے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ١٦٣٧، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٨٤١، فردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ٧٦٤٦، مسند احمد ج ٣ ص ٥٦، المستدرک ج ١ ص ٤٠٧۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں)

زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ

اس سے مراد یہ ہے کہ جہاد کرنے والوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے اور ان کے لیے اسلحہ، گھوڑے اور کھانے پینے کی

Marfat.com

چیزیں خریدی جائیں۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے اور امام محمد کے نزدیک جو مسلمان حج کے لیے جائیں وہ بھی اللہ کی راہ میں ہیں اور ان کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ اگر مجاہد یا حاجی کے پاس اس کے وطن میں نصاب کے برابر مال ہے اور سفر میں نہیں ہے تو وہ مسافر میں داخل ہے اور اگر سفر اور حضر دونوں میں وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو پھر وہ فقیر میں داخل ہے تو پھر فی سبیل اللہ ایک مستقل اور الگ مصرف نہ ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص اپنے وطن میں مال دار ہے لیکن جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اس کو اسلحہ اور سواری کی ضرورت ہوتی ہے' اس کے برخلاف مسافر کو اسلحہ اور سواری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک غازی اور مجاہد کو اسی وقت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جب وہ محتاج ہو' باقی ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فی سبیل اللہ کے الفاظ صرف غازیوں اور مجاہدین میں منحصر نہیں ہیں' اسی وجہ سے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ فقہاء نے زکوٰۃ کو نیکی کے تمام راستوں میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے' مثلاً مردوں کو کفن دیا جائے' قلعے بنائے جائیں اور مساجد بنائی جائیں۔ ان تمام امور میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا جائز ہے کیونکہ فی سبیل اللہ کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ

اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس سفر میں مال اور اسباب نہ ہوں اور اس کو مدد کی ضرورت ہو' اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس مال نہ ہو' وہ زکوٰۃ قبول کرنے کے بجائے قرض مانگ لے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ "فتح القدیر" میں مذکور ہے کہ مسافر کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور مسافر کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جس کے پاس مال نہ ہو خواہ اس کے شہر میں اس کے پاس مال ہو' اور "محیط" میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کی رقوم لوگوں کے پاس قرض ہوں اور وہ ان سے قرض وصول کرنے پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر کی طرح اس حال میں فقیر ہے' اور "خانیہ" میں اس کی تفصیل ہے' اس میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کا لوگوں پر میعادی قرض ہو اور وہ کھانے پینے میں محتاج ہو تو اس کے لیے قرض وصول ہونے کی مدت تک زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے اور اگر قرض غیر میعادی ہو لیکن مقروض تنگ دست ہو تب بھی اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر کی طرح ہے اور اگر مقروض امیر ہو تو پھر اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے' اور اگر گواہ عادل نہیں ہیں پھر بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں الا یہ کہ مقروض قاضی کے سامنے حلف اٹھالے کہ اس نے اس تاجر کا قرض نہیں دینا' پھر وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے' اس مسئلہ میں قرض کی رقم نصاب سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ (روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا جواز

مشہور یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک لام تملیک کے لیے ہے اور یہی ان کے مذہب کا مقتضیٰ ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ جب یہ تمام اصناف موجود ہوں تو ان تمام اصناف پر زکوٰۃ کو تقسیم کرنا واجب ہے اور چونکہ اس آیت میں ہر صنف کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لیے ہر صنف کے تین افراد پر تقسیم کرنا واجب ہے اور ہمارے اور مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک یہ

Marfat.com

جائز ہے کہ زکوٰۃ دینے والا ہر صنف پر زکوٰۃ تقسیم کرے یا کسی ایک صنف پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صنف کے تین افراد پر زکوٰۃ کو تقسیم کرے، وہ کسی ایک فرد کو بھی پوری زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے کیونکہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کن لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سب کو زکوٰۃ دینا ضروری ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ - (البقرہ: ۲۷۱)
اگر تم صدقات خفیہ طریقہ سے دو اور وہ صدقات فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اس آیت میں فقراء کو زکوٰۃ دینے کو زیادہ بہتر فرمایا ہے اور فقراء ایک صنف ہیں، اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ کا مال آیا تو آپ نے صرف ایک صنف میں دیا اور وہ مؤلفۃ القلوب تھے، پھر دوسری مرتبہ مال آیا تو آپ نے صرف مقروضوں کو دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ صرف ایک صنف پر اقتصار کرنا جائز ہے اور اس آیت میں جمع کے صیغوں پر الف لام جنس کا ہے، کیونکہ عہد اور استغراق کا الف لام متصور نہیں ہے، اور جنس صدقہ کو کسی صنف کی جنس پر خرچ کرنے کو بیان فرمایا ہے، اس لیے کسی صنف کے ایک فرد پر بھی زکوٰۃ کی پوری رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔

(روح المعانی جز ۱۰ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۹۵، زاد المسیر ج ۳ ص ۴۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض منافقین نبی کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کے کچے ہیں، آپ کہیے کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہر ایک کی بات سنتے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (التوبہ: ٦١)

منافقین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "کان" کہنا اور اس پر اللہ کا رد کرنا

اس آیت میں مذکور ہے کہ منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اُذُنٌ (کان) ہیں، عربی میں اُذُنٌ (کان) اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ہر اس بات کو سنے جو اس سے کہی جائے اور اس کی تصدیق کرے جیسا کہ جاسوس کو وہ عین (آنکھ) کہتے ہیں کیونکہ وہ ہر چیز کو بغور دیکھتا ہے، گویا کہ وہ سراپا آنکھ ہے، اسی طرح جو ہر بات کو سن کر اس کی تصدیق کر دیتا ہے گویا کہ وہ سراپا کان ہے۔

علامہ خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نامناسب باتیں کہیں، پھر انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ ہماری باتیں ان تک پہنچ جائیں گی تب جلاس بن سوید نے کہا: ہم جو چاہیں گے کہیں گے پھر اگر ان تک یہ باتیں پہنچ گئیں تو ہم قسم کھا لیں گے اور وہ ہماری بات قبول کر لیں گے کیونکہ وہ تو سراپا کان ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ برحق ہے تو ہم تو گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ یہ سن کر اس کی بیوی کے بیٹے نے کہا: بخدا! وہ برحق ہیں اور تم گدھے سے بھی بدتر ہو۔ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی تب ان میں سے ایک شخص نے کہا: بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کان ہیں اگر تم ان کے لیے حلف اٹھالو تو وہ تمہاری تصدیق کر دیں گے۔

(عنایت القاضی ج ۴ ص ۵۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: آپ کہیے کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہر ایک کی بات سنتے ہیں، لیکن وہ اس طرح نہیں سنتے جس طرح تم ان کے سننے کا بطورِ مذمت ذکر کرتے ہو، بلکہ وہ نیکی کی بات سنتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں، آپ کے نزدیک جس بات پر دلائل قائم ہوں آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں، مومنین کی باتوں کی آپ تصدیق کرتے ہیں کیونکہ آپ کو ان کے خلوص کا علم ہے، اس میں یہ تعریض ہے کہ منافقین بُرے کان ہیں' وہ اللہ کی آیات سنتے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لاتے، اور مسلمانوں کی باتیں سنتے ہیں اور ان کو قبول نہیں کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں ازراہِ شفقت سنتے ہیں لیکن ان کو قبول نہیں کرتے۔ منافقین میں سے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کا پردہ فاش نہیں کرتے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ وہ تمہارے حال سے ناواقفیت کی بناء پر تمہارے قول کو قبول نہیں کرتے بلکہ تم پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تمہاری باتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے خیر اور رحمت ہیں اور وہ بہت خبیث اور گمراہ ہیں۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا بدلہ بُرائی سے دیا۔ آپ نے بطور شفقت ان کی بات سنی اور انہوں نے کہا کہ یہ کانوں کے کچے ہیں' اس لیے وہ عذابِ شدید کے مستحق ہو گئے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا در حقیقت اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں' حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ ان کو راضی کرتے اگر وہ مومن تھے ○ (التوبہ: ۶۲)

شانِ نزول اور اللہ اور رسول کے لیے ضمیر واحد لانے کی توجیہ

اس آیت میں منافقین کی ایک اور بُرائی بیان فرمائی ہے' اور وہ یہ ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت پہلی آیت سے مربوط ہے' پہلی آیت کے شانِ نزول میں ذکر کیا تھا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نامناسب باتیں کہیں' اور جب انہیں یہ خوف ہوا کہ یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں گی تو جلاس بن سوید نے کہا: ہم قسم کھا لیں گے کہ ہم نے یہ باتیں نہیں کہیں اور وہ تو کان ہیں' وہ ہماری قسمیں قبول کر لیں گے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ تمہیں راضی کرنے کے لیے قسمیں کھاتے ہیں...... دوسرا قول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت غزوۂ تبوک میں نہیں گئی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس مدینہ آ گئے تو انہوں نے اپنے نہ جانے پر جھوٹے بہانے تراشے اور اس پر جھوٹی قسمیں کھائیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا ہے: اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس کو راضی کرتے اور یرضوہ میں واحد کی ضمیر ہے اور چونکہ پہلے اللہ اور اس کے رسول دونوں کا ذکر ہے اس لیے بہ ظاہر تثنیہ کی ضمیر ہونی چاہیے تھی جس کا معنی ہو تاکہ وہ ان کو راضی کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ واحد کی ضمیر اس لیے لائے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' یہ بہت بڑی رُسوائی ہے ○ (التوبہ: ۶۳)

اس آیت میں بھی منافقین کی بُرائیوں کا بیان ہے کہ واضح دلائل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق ظاہر ہو چکا ہے' وہ کتنے عرصے سے آیات اور معجزات کا مشاہدہ کر رہے ہیں اس کے باوجود منافقین اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں۔

Marfat.com

منافقین اگرچہ اللہ کو مانتے تھے اور اپنے گمان میں وہ اللہ کی مخالفت نہیں کرتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا ہی درحقیقت اللہ کی مخالفت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منافقین اس سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی سورت نازل ہو جائے گی جو مسلمانوں کو منافقوں کے دل کی باتوں کی خبر دے دے گی، آپ کہیے تم مذاق اڑاتے رہو بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو○ (التوبہ: ۶۴)

اس آیت کے شانِ نزول میں تین قول ہیں:

(۱) منافقین آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی بیان کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ عنقریب اللہ ہماری باتوں سے ان کو مطلع کر دے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) ایک منافق نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ خواہ مجھے سو کوڑے مار دیئے جائیں لیکن ہمارے متعلق کوئی ایسی چیز نہ نازل ہو جس سے ہماری رُسوائی ہو، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) ابن کیسان نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے تھے تو اندھیری رات میں منافقین کی ایک جماعت راستہ میں کھڑی ہوگئی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ کو خبر دے دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۶۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم عطا کیا جانا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ستر منافقین کا نام بنام ذکر کیا اور ان کے آباء کا نام بھی ذکر کیا، پھر ان کے ناموں کا ذکر مٹا دیا تاکہ مومنین پر رحم ہو، اور بعض مسلمان دوسرے مسلمانوں کو عار نہ دلائیں کیونکہ ان کی اولاد مومن تھی۔

ابن کیسان نے کہا: یہ آیت بارہ منافقوں کے متعلق نازل ہوئی جو ایک گھاٹی کے اوپر کھڑے ہوئے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹیں تو وہ آپ پر حملہ کریں، ان کے ساتھ ایک مسلمان بھی تھا جس نے اپنا حال ان سے چھپایا ہوا تھا، وہ اندھیری رات میں بھیس بدل کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے منصوبہ کی خبر دی، اور یہ کہا کہ آپ ان کے پاس ان لوگوں کو بھیجیں جو ان کی سواریوں پر ضرب لگائیں۔ حضرت عمار بن یاسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے آگے تھے اور حضرت حذیفہ پیچھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی سواریوں کے اوپر ضرب لاؤ۔ حضرت حذیفہ نے ان کی سواریوں کو مار کر بھگا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: تم نے ان کو پہچانا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: میں ان میں سے کسی کو نہیں پہچانا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں اور فلاں تھے حتیٰ کہ ان سب کے نام بتا دیئے۔ حضرت حذیفہ نے پوچھا: آپ ان کے پیچھے کسی شخص کو بھیج کر ان کو قتل کیوں نہیں کرا دیتے۔ آپ نے فرمایا: میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ جب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب فتح یاب ہوتے ہیں تو وہ ان کو قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں، بلکہ ہمارا بدلہ اللہ ان سے لے گا۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۶۱، بیروت، ۱۴۱۴ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حسن بیان کرتے ہیں کہ بارہ منافقین اپنے نفاق پر جمع ہوئے، حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نفاق کی خبر دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس اس بات پر جمع ہوئے ہیں، وہ کھڑے ہو کر اعتراف کریں اور اپنے رب سے استغفار کریں حتیٰ کہ میں ان کی شفاعت کروں۔ جب وہ کھڑے نہیں ہوئے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں کھڑے ہو، اے فلاں کھڑے ہو، حتیٰ کہ آپ ان سب کے پاس گئے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہم اعتراف کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اب کہہ رہے ہو حالانکہ میں پہلے تمہاری شفاعت کرنے والا تھا، اور اللہ قبول فرمالیتا، میرے پاس سے نکل جاؤ۔ پھر ان سب کو نکال دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۹۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس بات سے ڈرتے کہ کہیں اللہ ان کے احوال کی آپ کو وحی سے خبر نہ کر دے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ وہ کافر تھے لیکن ان کو بارہا تجربہ ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل کی باتوں کی وحی کے ذریعہ سے خبر دی، سو وہ اپنے سابقہ تجربہ کی بناء پر ڈرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اس بات کے معترف تھے کہ آپ سچے نبی ہیں لیکن وہ حسد اور عناد کی وجہ سے آپ کا کفر کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کو آپ کی نبوت کی صحت کے متعلق شک تھا اور شک کرنے والا ڈرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ ان سے (ان کے مذاق اڑانے کے متعلق) سوال کریں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے تھے۔ آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے!○ اب عذر نہ پیش کرو بے شک تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کر چکے ہو، اگر ہم تمہاری ایک جماعت سے (اس کی توبہ کی وجہ سے) درگزر کرلیں تو بے شک ہم دوسرے فریق کو عذاب دیں گے، کیونکہ وہ مجرم تھے (وہ کفر اور مذاق اُڑانے پر اصرار کرتے تھے)○ (التوبہ: ۶۶-۶۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کا لفظ کہنا کفر ہے خواہ توہین کی نیت ہو یا نہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانے والے منافقین کے متعلق امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے حسبِ ذیل روایات بیان کی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوۂ تبوک کی ایک مجلس میں ایک شخص نے کہا: ہمارے قرآن پڑھنے والے جتنے پیٹ کے حریص ہیں اور جتنی باتوں میں جھوٹے ہیں اور مقابلہ کے وقت جتنے بزدل ہیں، اتنا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس مجلس میں دوسرے شخص نے کہا: تم نے جھوٹ بولا اور تم منافق ہو، میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچاؤں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا تھا اور پتھروں سے اس کے پاؤں زخمی ہو رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ! ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے: کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اُڑاتے تھے۔

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے سفر میں جا رہے تھے اور آپ کے آگے کچھ منافق تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: اس شخص کو یہ امید ہے کہ یہ شام کے محلات اور قلعے فتح کرلے گا حالانکہ یہ بہت بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان

Marfat.com

سواروں کو روکو، پھر آپ نے پوچھا: تم نے اس اس طرح کہا تھا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے تھے۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ایک منافق نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی، فلاں وادی میں، فلاں فلاں دن ہے، یہ غیب کو کیا جانیں!

(جامع البیان ج ۱۰ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: منافقین نے یہ کلماتِ کفریہ سنجیدگی سے کہے تھے یا مذاق سے اور جس طرح بھی انہوں نے یہ کلمات کہے ہوں یہ کفر ہے کیونکہ اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مذاق سے کلمہ کفریہ کہنا بھی کفر ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی ایسا کلمہ کہنا جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے خواہ اس نے توہین کی نیت کی ہو یا نہیں، کیونکہ منافقین نے کہا: ہم نے توہین کی نیت سے ایسا نہیں کہا تھا، مذاق سے کہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب بہانے نہ بناؤ تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کفر کر چکے ہو۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: یہ تین آدمی تھے، دو نے مذاق اُڑایا اور ایک ان کی بات پر ہنسا تھا۔ جو آدمی ہنسا تھا وہ صدقِ دل سے نادم اور تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ اس نے دُعا کی تھی کہ اللہ اس کو شہادت عطا فرمائے اور اس کی قبر کا کسی کو پتا نہ چلے۔ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہو گیا اور مذاق اُڑانے والے کفر اور نفاق پر قائم رہے اور مستحق عذاب ہوئے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں (نفاق میں) سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، برائی کا

بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ

حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾

انہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا بے شک منافقین ہی فاسق ہیں ○

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار کو دوزخ کی آگ کی وعید سنائی ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ان کے لیے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے

Marfat.com

مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً

دائمی عذاب ہے ○ اے منافقو! تم ان لوگوں کی مثل ہو جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے،

وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

اور تم سے زیادہ مال دار اور اولاد والے تھے، سو انہوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا تو تم نے بھی

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کر لیا، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي

اور تم بھی فضول کاموں میں مشغول ہو گئے جیسا کہ وہ فضول کاموں میں مشغول ہو گئے تھے، ان لوگوں کے اعمال دنیا اور

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ

آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ کیا ان لوگوں کے پاس

نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ

ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی، نوح کی قوم کی اور عاد اور ثمود کی، اور ابراہیم

اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

کی قوم کی اور اصحاب مدین کی اور (ان کی) جن کی بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا، ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

معجزات لے کر آئے تھے، سو ان پر ظلم کرنا اللہ کے شایان شان نہیں تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر

يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ　وقف لازم

ظلم کرتے تھے ○ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے کارساز ہیں،

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ

وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز

Marfat.com

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں،

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ وَعَدَ

ان ہی لوگوں پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بہت غلبہ والا بے حد حکمت والا ہے ○ اللہ نے

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ

دریا بہتے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا (وعدہ فرمایا ہے)

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ ع

اور اللہ کی رضا (ان سب سے) بڑی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

ع ٩ ١٥

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منافق مرد اور منافق عورتیں (نفاق میں) سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا، بے شک منافقین ہی فاسق ہیں ○ (التوبہ: ٦٧)

اللہ تعالیٰ کے بھلانے کا معنی

اس آیت سے اللہ تعالیٰ منافقین کی ایک اور قسم کی خرابیاں بیان فرما رہا ہے اور اس آیت سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کی عورتیں بھی ان کے مردوں کی طرح نفاق کی خرابیوں میں ملوث ہیں، نیز فرمایا ہے کہ منافق برائی کا حکم دیتے ہیں یعنی وہ لوگوں کو کفر کرنے اور معصیت کا حکم دیتے ہیں، اس سے مراد ہر قسم کی برائی اور معصیت ہے اور خصوصیت کے ساتھ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ہر قسم کے نیک کاموں سے منع کرتے ہیں اور خصوصاً سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے سے منع کرتے ہیں اور فرمایا وہ اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں یعنی ہر خیر سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ، صدقات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ ہر اس نیک کام کو نہیں کرتے جو فرض یا واجب ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف فرض یا واجب کے ترک پر ملامت فرماتا ہے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اس پر اعتراض ہے کہ بھول پر تو مواخذہ نہیں ہوتا اور نہ اس پر ملامت کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کا فسق فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھلانے کا لازمی معنی مراد ہے اور وہ ہے اللہ کے احکام پر عمداً عمل نہ کرنا اور ان کو اسی وجہ سے فاسق فرمایا ہے، پھر فرمایا ہے سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا، اس

Marfat.com

پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھولنا محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی بھلانے سے اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی ان پر لطف و کرم نہ فرمانا اور ان کو عذاب میں مبتلا کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار کو دوزخ کی آگ کی وعید سنائی ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور وہ ان کے لیے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہےO (التوبہ: ۶۸)

عذاب مقیم کا معنی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے جرائم بیان فرمائے تھے کہ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور اس آیت میں ان جرائم کی سزا بیان فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے، اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے بالکل دور کر دیا، پھر فرمایا ان کے لیے عذاب مقیم ہے، اس پر اعتراض ہے کہ عذاب مقیم کا معنی ہے دائمی عذاب اور اس کا ذکر تو خالدین فیہا میں ہو چکا للذا یہ تکرار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے فرمایا تھا ان کو دوزخ کی آگ کا دائمی عذاب ہو گا اور عذاب مقیم سے مراد کسی اور قسم کا عذاب ہے جو ان کو دائمی ہو گا، دوسرا جواب یہ ہے کہ عذاب مقیم سے مراد ان کا دنیاوی عذاب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے نفاق کی وجہ سے ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نفاق سے مطلع کر دے گا اور ان کو ہر وقت اپنی رسوائی کا خطرہ رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے منافقو! تم) ان لوگوں کی مثل ہو جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے، اور تم سے زیادہ مالدار اور اولاد والے تھے، سو انہوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا تو تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کر لیا، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا، اور تم بھی فضول کاموں میں مشغول ہو گئے جیسا کہ وہ فضول کاموں میں مشغول ہو گئے تھے، ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیںO (التوبہ: ۶۹)

منافقین کی پہلے زمانہ کے کافروں کے ساتھ مشابہت

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو ان کفار کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ان سے پہلے زمانہ میں تھے۔ وہ بھی برائی کا حکم دیتے تھے اور نیکی سے منع کرتے تھے، اور خیرات کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ کافر ان منافقین سے زیادہ قوت والے تھے اور ان سے زیادہ مال اور اولاد والے تھے، پھر انہوں نے اس فانی زندگی سے چند روز فائدہ اٹھایا اور پھر بالآخر دائمی عذاب کی طرف لوٹ گئے، اور تم جبکہ ان کی بہ نسبت کمزور ہو اور تمہارے پاس دنیاوی اچھائیاں بھی ان کی بہ نسبت کم ہیں تو تمہارا دائمی عذاب کی طرف لوٹنا زیادہ لائق ہے۔

دوسری وجہ تشبیہ یہ ہے کہ منافقین نے دنیاوی عیش و آرام اور لذتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کیا تھا، جس طرح ان سے پہلے زمانہ کے کافروں نے دنیاوی لذتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے عدول کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مال اور اولاد کی کثرت اور قوت کو بیان کر کے فرمایا انہوں نے اپنے حصے کی دنیاوی بھلائی سے فائدہ اٹھایا اسی طرح اے منافقو! اب تم بھی اپنے حصہ کی دنیاوی لذتوں سے فائدہ اٹھالو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے، یعنی ان کی، کی ہوئی نیکیاں ان کے مرنے کے بعد باطل ہو گئیں کیونکہ مرنے کے بعد کافر کو اس کی نیکیوں پر کوئی اجر نہیں ملتا، پھر فرمایا: سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں،

Marfat.com

کیونکہ ان منافقوں اور کافروں نے انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام کارد کرنے میں اپنے آپ کو سخت مشقت میں ڈالا لیکن اس کے عوض میں انہوں نے دنیا اور آخرت کی نیکیوں کے ضائع ہونے کے سوا اور کچھ نہیں پایا، اور دنیا اور آخرت میں جو عذاب ان کو ملا وہ اس پر مستزاد ہے۔ اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ ان سے پہلے کے کافروں کو اعمال ضائع ہونے اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا جبکہ وہ کافران منافقوں سے زیادہ طاقت ور تھے اور ان کے اموال اور اولاد بھی بہت زیادہ تھی، تو یہ منافقین اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ یہ دنیا اور آخرت کے فوائد سے محروم ہوں اور دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی نوح کی قوم کی اور عاد اور ثمود کی اور ابراہیم کی قوم کی اور اصحاب مدین کی اور (ان کی) جن کی بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا، ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے سو ان پر ظلم کرنا اللہ کے شایان شان نہیں تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھےO (التوبہ: ٧٠)

سابقہ قوموں کے عذاب سے منافقوں کو نصیحت فرمانا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی اور پہلے لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے چھ قوموں کا ذکر فرمایا ہے: (١) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، ان کو اللہ تعالیٰ نے طوفان میں غرق کر دیا تھا (٢) قوم عاد، ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہولناک آندھی کے عذاب سے ہلاک کر دیا تھا (٣) قوم ثمود، ان کو اللہ تعالیٰ نے گرج اور کڑک کے عذاب سے ہلاک کر دیا تھا (٤) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم، اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہوئی نعمتیں ان سے چھین کر ان کو ہلاک کر دیا تھا اور نمرود کے دماغ میں ایک مچھر مسلط کر دیا تھا (٥) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم، اور یہ اصحاب مدین تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مدین بن ابراہیم کی اولاد تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے یوم الظلۃ کے عذاب سے ہلاک کر دیا، الظلۃ کے معنی ہیں سائبان، ان کے پاس سائبان کی طرح ابر آیا اور اس میں سے آگ برسی اور زمین میں زلزلہ آیا جس سے سخت ہولناک آواز آئی اور پوری قوم تباہ ہو گئی۔ (٦) المؤتفکات، یہ مؤتفکہ کی جمع ہے اور لغت میں الائتفاک کا معنی ہے انقلاب، اس سے مراد ہے قوم لوط۔ ان کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے پلٹ دیا تھا زمین کا نچلا حصہ اوپر، اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان چھ قوموں کا ذکر فرمایا، کیونکہ عرب والوں کے پاس ان لوگوں کی خبریں آتی رہتی تھیں۔ وہ لوگوں سے بھی ان کے متعلق خبریں سنتے رہتے تھے، کیونکہ جن علاقوں سے متعلق یہ خبریں تھیں وہ ان کے آس پاس تھے، مثلاً شام اور عراق وغیرہ اور وہ ان علاقوں کے سفر میں ان کے آثار کا مشاہدہ کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو ان پر ظلم کرنا اللہ کے شایان نہیں تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں پر جو عذاب نازل فرمایا وہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی ظلم نہیں تھا، کیونکہ وہ اپنے ناجائز افعال کی وجہ سے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بے حد تکذیب کرنے کی وجہ سے اس عذاب کے مستحق ہو چکے تھے، اس وجہ سے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے کارساز ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا بے شک اللہ بہت غلبہ والا بے حد حکمت والا ہےO (التوبہ: ٧١)

Marfat.com

منافقوں اور مومنوں میں تقابل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفات قبیحہ، ان کے عقائد فاسدہ اور ان کے اعمال خبیثہ بیان فرمائے تھے، اور اب اس کے بعد کی آیات میں ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات حسنہ، ان کے عقائد صحیحہ اور ان کے اعمال صالحہ بیان فرما رہا ہے، نیز پہلے منافقوں کے بد اعمال بیان فرما کر ان کی سزا کا بیان فرمایا تھا اور اب مومنوں کے نیک اعمال بیان فرما کر ان کی جزاء کا ذکر فرمائے گا۔

پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور اب اس آیت میں فرما رہا ہے کہ مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے کارساز ہیں، منافق ہوائے نفس کی بناء پر ایک دوسرے کی تقلید کرتے تھے اور مومنوں کو جو ایک دوسرے کی موافقت حاصل ہوئی وہ اندھی تقلید کی بناء پر نہیں تھی بلکہ وہ سب حق کی تلاش کے لیے استدلال کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو توفیق اور ہدایت عطا فرماتا تھا، منافق برائی کا حکم دیتے تھے اور نیکی سے منع کرتے، نمازوں میں سستی کرتے تھے اور زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے میں اپنے ہاتھ بندھے رکھتے اور مومن نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ اور صدقات خوش دلی اور فراخ دستی سے ادا کرتے ہیں، سو اللہ تعالیٰ مومنین کی جزاء کا ذکر فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا (وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی رضا (ان سب سے) بڑی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (التوبہ: ۷۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ان جنتوں (باغات) کا ذکر فرمایا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور ان دائمی جنتوں کا ذکر فرمایا ہے جو مومنوں کی دائمی پاکیزہ رہائش گاہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ پہلی قسم کی جنتیں مسلمانوں کی سیر و تفریح اور احباب سے ملاقات کے لیے ہوں اور دوسری قسم کی جنتیں مسلمانوں کی رہائش کے لیے ہوں۔

دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور جنت کی نعمتیں

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسکن طیبۃ فی جنات عدن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ موتیوں کا ایک محل ہے، اس میں سرخ یاقوت کی ستر حویلیاں ہیں، ہر حویلی میں سبز زمرد کے ستر گھر ہیں، ہر گھر میں ستر تخت ہیں، ہر تخت پر ہر رنگ کے ستر بستر ہیں، ہر بستر پر بڑی آنکھوں والی ایک گوری بیوی ہے، ہر گھر میں ستر دسترخوان ہیں، ہر دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے ہیں، ہر گھر میں ستر خدمت گار ہیں اور مومن کو ہر صبح اتنی قوت دی جائے گی کہ وہ ان تمام چیزوں کو صرف کر سکے۔

(جامع البیان ج ۱۰، ص ۲۲۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶، ص ۱۸۴۰)

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں، ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے وہ چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں، ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے وہ سونے کا ہے، لوگوں کے اور ان کے رب کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہے جو اللہ کے چہرہ پر جنت عدن میں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۸، ۷۴۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۸، سنن ابن ماجہ رقم

Marfat.com

الحدیث:١٨٦)

حضرت عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے جنت میں کھوکھلے موتیوں کا ایک خیمہ ہے جس کا طول ساٹھ میل ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:٢٨٣٨، صحیح البخاری رقم الحدیث:٤٨٨٠، سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٥٢٨، سنن الدارمی رقم الحدیث:٢٨٣٣)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت میں سو درجے ہیں: ہر دو درجوں میں زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے اور فردوس ان میں سب سے بلند درجہ ہے، اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٥٣٠، سنن نسائی رقم الحدیث:٣١٣١، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٤٣٣١، المستدرک ج ٣ ص ٨٠، مسند احمد رقم الحدیث:٢١٩٨٦، ٢٢٥٩٤، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، حافظ شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی، پھر جو ان کے قریب ہوں گے ان کی صورت چمک دار ستارے کی طرح ہوگی، وہ پیشاب اور پاخانہ نہیں کریں گے، تھوکیں گے نہ ان کی ناک نکلے گی، ان کی سونے کی کنگھی ہوگی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ان سب کی تخلیق ایک شخص کی طرح ہوگی، وہ سب اپنے باپ (حضرت) آدم کی صورت پر ہوں گے، جن کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٣٣٢٧، صحیح مسلم رقم الحدیث:١٦٢٥، سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٥٣٧، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٤٣٣٣، سنن الدارمی رقم الحدیث:٢٨٢٣، شرح السنہ ج ١٥ ص ٢١٢)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک جنتی شخص کو کھانے پینے، جماع اور شہوت میں سو آدمیوں کی طاقت ہوگی۔ ایک یہودی نے یہ سن کر کہا جو شخص کھائے گا اور پئے گا اس کو قضاء حاجت بھی ہوگی، آپ نے فرمایا: اس کے جسم سے پسینہ نکلے گا جس سے اس کا جسم سکڑ جائے گا۔

(سنن دارمی رقم الحدیث:٢٨٢٥، مسند احمد رقم الحدیث:١٩٢١٠، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

امام ترمذی نے حضرت انس سے اس باب کی حدیث کو روایت کیا ہے، (سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٥٣٦) اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ مسند احمد رقم الحدیث:١٩٢١٠، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں سے ادنیٰ شخص وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور اس کی بہتر (٧٢) بیویاں ہوں گی اور اس کے لیے موتی، زمرد اور یاقوت کا اتنا بڑا گنبد بنایا جائے گا جتنی جابیہ اور صنعاء میں مسافت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٥٦٢)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، جنت میں سب سے کم درجہ کس شخص کا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ایک شخص ہوگا جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت میں جائے گا، اس سے کہا جائے گا جنت میں چلے جاؤ۔ وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں جنت میں کہاں جاؤں، جنت کے محلات اور مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ کر لیا ہے۔ اس سے کہا

Marfat.com

جائے گا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم کو جنت میں اتنا علاقہ مل جائے جتنا دنیا میں کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ یہ علاقہ لے لو اور اس کا پانچ گنا علاقہ اور لے لو اور اس کے علاوہ وہ چیز بھی لے لو جو تمہارے دل کو پسند آئے اور تمہاری آنکھوں کو اچھی لگے۔ وہ شخص کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہوں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا درجہ ہو گا وہ کون لوگ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت و کرامت پر میں نے مہر لگا دی، ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان نعمتوں کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۝ (السجدۃ: ۱۷) کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی ہوئی ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۸، مسند احمد ج ۳، ص ۹۵، ۸۸)

اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا سب سے بڑی نعمت ہونا

اللہ تعالیٰ نے جنات اور مساکن طیبہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ان سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک اے ہمارے رب، ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں نہیں راضی ہوں گے، تو نے ہمیں اتنا کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں کسی کو عطا نہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے افضل چیز عطا فرماؤں گا۔ وہ عرض کریں گے: اس سے افضل چیز اور کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم پر اپنی رضا حلال کر دی ہے، میں اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۱۸، صحیح مسلم الحدیث: ۲۸۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے، بندہ کو جب یہ علم ہو جائے کہ اس کا مولیٰ اس سے راضی ہے تو اس کو ہر نعمت سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جیسا کہ اس کو جسمانی آرام اور آسائش حاصل ہو لیکن اس کو یہ علم ہو کہ اس کا مولیٰ اس سے ناراض ہے تو تمام عیش اور آرام مکدر ہو جاتا ہے اور اس کو پھولوں کی سیج بھی کانٹوں کی طرح چبھتی ہے اور جب اس کو اپنے مولیٰ اور محبوب کی رضا کا علم ہو تو جسمانی تکالیف اور بھوک و پیاس کا بھی احساس نہیں ہوتا چہ جائیکہ جسمانی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا مالک اور مولیٰ اور محبوب بھی اس سے راضی ہے تو اس کی خوشی اور راحت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ کی رضا سے ان کے دلوں میں جو لذت اور خوشی حاصل ہوتی ہے وہ جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے اور ان کی آنکھیں سب سے زیادہ اس نعمت سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ زمخشری نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے، اس میں مقربین کے درجات کی طرف اشارہ ہے ہرچند کہ تمام جنتی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے ہیں لیکن ان کے درجات مختلف ہوتے ہیں، ہر فلاح اور سعادت کا سبب اللہ کی رضا ہے۔

(البحر المحیط ۵ ص ۴۶۲-۴۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کی رضا اس وقت حاصل ہو گی جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے

Marfat.com

چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' اگر تم سے ہو سکے تو طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے کی نمازوں (فجر اور عصر کی نمازوں) سے عاجز نہ ہونا' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ (ق: ۳۹) طلوع شمس سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور غروب سے پہلے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: تم کوئی اور چیز چاہتے ہو جو میں تم کو عطا فرماؤں! وہ عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارا چہرہ سفید نہیں کیا! کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا!! کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی!!! آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ حجاب منکشف کر دے گا' اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہو گی جو ان کو اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۹۶۳' ۱۸۹۵۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! اپنے علم غیب سے اور مخلوق پر اپنی قدرت سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے اس وقت وفات دینا جب تیرے علم میں میرے لیے وفات بہتر ہو' اے اللہ! میں تجھ سے غیب میں (جب کوئی دیکھ نہ رہا ہو) اور شہادت میں (لوگوں کے سامنے) تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں' اور میں رضا اور غضب میں کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں' اور فقر اور غنا میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے ختم نہ ہونے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں' اور زائل نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں' اور تقدیر واقع ہونے کے بعد اس پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈی زندگی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا اور تجھ سے ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں جو بغیر کسی ضرر اور گمراہ کرنے والے فتنہ کے حاصل ہو' اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین کر اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۴' مسند احمد ج ۴' ص ۲۶۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیدار کرنے اور اس کی ملاقات کے شوق کے حصول کی دعا کی ہے۔

ابو یزید نے کہا: اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اللہ جنت میں اپنے چہرے کو حجاب میں کرے تو وہ جنت میں اس طرح فریاد کریں گے جس طرح دوزخی دوزخ میں فریاد کرتے ہیں۔

بعض حکایات میں ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ معروف کرخی کے متعلق کہا گیا کہ یہ معروف کرخی ہیں' جب یہ دنیا سے گئے تو اللہ کی طرف مشتاق تھے تو اللہ عزوجل نے اپنا دیدار ان کے لیے مباح کر دیا۔

کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جو لوگ مجھ سے روگردانی کیے ہوئے ہیں کاش وہ جانتے کہ مجھ کو ان کا کتنا انتظار ہے اور ان کے لیے کیسی نرمی ہے اور ان کے گناہ ترک کرنے کا مجھ کو کتنا شوق ہے تو وہ میرے اشتیاق میں مر جاتے اور میری محبت میں ان کی رگیں کٹ جاتیں' اے داؤد! یہ تو مجھ سے روگردانی کرنے والوں کے لیے میرا

Marfat.com

ارادہ ہے تو جو میری طرف بڑھنے والے ہیں ان کے متعلق میرا ارادہ کیسا ہوگا!

استاذ ابو علی الدقاق یہ کہتے تھے: حضرت شعیب علیہ السلام روئے حتیٰ کہ نابینا ہوگئے، پھر اللہ عزوجل نے ان کی بینائی لوٹا دی، وہ پھر روئے حتیٰ کہ نابینا ہوگئے، اللہ عزوجل نے پھر ان کی بینائی لوٹا دی، وہ پھر روئے حتیٰ کہ نابینا ہوگئے، پھر اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اگر تمہارا یہ رونا جنت کے لیے ہے تو میں تمہارے لیے جنت مباح کر دیتا ہوں، اور اگر تمہارا یہ رونا دوزخ کی وجہ سے ہے تو میں تمہیں دوزخ سے پناہ دے دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ میں تجھ سے ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں۔ اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی: اسی وجہ سے میں نے اپنے نبی اور اپنے کلیم کو دس سال تمہاری خدمت میں رکھا۔

اور کہا گیا ہے کہ جو اللہ کی طرف مشتاق ہو اس کی طرف ہر چیز مشتاق ہوتی ہے، اور حدیث میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے: علی، عمار اور سلمان۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۲۳، تاریخ دمشق ج۵، ص۴۵۹)

(رسالہ قشیریہ ص ۳۶۱-۳۵۹، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

جنت کی تخفیف نہ کی جائے

سورۂ توبہ کی اس آیت کریمہ: ۷۲ اور مذکورۃ الصدر احادیث اور اقوال صوفیہ کا یہ تقاضا ہے کہ عذاب نار سے نجات اور جنت کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا ہے اور یہ بالکل برحق ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عذاب نار سے نجات اور جنت کوئی معمولی نعمت ہے اور جنت کی تخفیف کی جائے یا العیاذ باللہ جنت کی تحقیر کی جائے، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بہت زیادہ جنت کی تعریف کی گئی ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور تمام نبیوں اور رسولوں نے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگی ہے اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تلقین کی ہے کہ ہم عذاب نار سے پناہ مانگیں اور جنت الفردوس کے حصول کی دعا کریں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اللہ کی رضا اور اس کا دیدار بھی ہمیں جنت میں ہی حاصل ہوگا اس لیے بھی جنت مقصود ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی قیام گاہ بھی جنت ہے اور محبوب کا دیار اور اس کا گھر بھی محبوب ہوتا ہے اس لیے بھی جنت ہمیں مطلوب اور محبوب ہونی چاہیے۔ اے اللہ! ہمیں دوزخ کے اور ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ اور ہمیں جنت الفردوس عطا فرما، ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں اپنا دیدار عطا فرما! بے شک تیری رضا اور تیرا دیدار سب سے بڑی نعمت ہے سو ہم سے وہ کام کرا جن سے تو راضی ہو! اور ان کاموں سے بچا جن سے تو ناراض ہو۔ آمین یارب العلمین بحرمۃ نبیک سیدنا محمد خاتم النبیین، قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ الطاھرین واصحابہ الراشدین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسائر المؤمنین والمسلمین اجمعین۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے،

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا

ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ وہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ

Marfat.com

قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

انہوں نے نہیں کہا، حالانکہ بے شک انہوں نے کلمہ کفر یہ کہا ہے اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ

اور انہوں نے اس کام کا قصد کیا جو ان کو حاصل نہ ہو سکا، اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ

وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ

اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا، پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا، اور اگر

يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

وہ اعراض کریں تو اللہ دنیا اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب دے گا۔

وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور ان کے لیے زمین میں کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہوگا ○ اور ان میں سے

عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ

ضرور بہ ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا

وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآں حالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے ○ سو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا

لیے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس کے حضور پیش ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے

يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ

بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے ○ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دل کے راز کو اور ان کی سرگوشیوں کو (بھی) جانتا ہے

Marfat.com

وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ

اور بے شک اللہ تمام غیبوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے ○ بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں اور ان کو جن کے پاس (صدقہ کے لیے) اپنی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

سو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ

آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں

مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۱۰ ع ۸ ۱۶

اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ (التوبہ: ۷۳)

منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی قبیح صفات بیان کیں، اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں کا بیان فرمایا اور آخرت میں ان کی سزا کا ذکر فرمایا پھر اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی نیک صفات اور آخرت میں ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا، اب پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کافروں کا ذکر فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافق اپنے کفر کو خفیہ رکھتا ہے اور زبان سے کفر کا انکار کرتا ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جاتا ہے اور منافق کا قصہ تو الگ رہا کسی شخص کے بھی باطن پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف ظاہر پر حکم لگاتا ہوں اور باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۴، ص ۱۸۶، مطبوعہ ۱۴۱۹ھ)

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو اسی (۸۰) سے زیادہ لوگوں نے قسم کھا کر آپ کے ساتھ نہ جانے کے متعلق عذر پیش کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کا اعتبار کر کے ان کے عذر قبول

Marfat.com

کیے اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۹)
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ منافقین کے ساتھ ان کے ظاہر کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے تو پھر ان کے خلاف جہاد کرنے کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان دونوں سے الگ الگ نوعیت کا جہاد مطلوب ہے، کافروں کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد مطلوب ہے اور منافقوں کے ساتھ جہاد کا معنی یہ ہے کہ ان کے سامنے اسلام کی حقانیت پر دلائل پیش کیے جائیں، اور اب ان کے ساتھ نرم رویہ کو ترک کر دیا جائے اور ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے۔

اس حدیث کی تحقیق کہ میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں (الحدیث)

ہم نے مذکورۃ الصدر پیراگراف میں احیاء العلوم کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ قاضی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اہل اصول اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔
(الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)
اور حافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: مجھے اس حدیث کی اصل نہیں ملی اور جب مزی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ (المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم ج ۴، ص ۱۸۶)
میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث سے اس حدیث کا معنی ثابت ہے: حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کر لیں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲)
نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کے مناقشہ کی آواز دروازہ کے باہر سے سنی۔ آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا: میں محض بشر ہوں اور میرے پاس ایک فریق (اپنا مقدمہ لے کر) آتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ بعض فریق بعض سے زیادہ چرب زبان ہو اور میں یہ گمان کروں کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس (اگر بالفرض) میں اس کو کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ محض آگ کا ٹکڑا ہے، وہ خواہ اس کو لے یا ترک کر دے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۳)
ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے اور باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تھے۔
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی چھان بین کروں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴)
علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظاہر پر حکم کرنے کا امر کیا گیا ہے اور باطن کے معاملات اللہ کے سپرد ہیں، نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت اسامہ بن زید نے جہینہ کے ایک کافر پر حملہ کیا۔ اس نے کہا لا الہ الا اللہ، انہوں نے اس کو قتل کر دیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے لا الہ الا اللہ کہا، تم نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت اسامہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے ہتھیار کے ڈر سے کہا تھا! آپ نے فرمایا: تم نے

Marfat.com

کیوں نہ اس کا دل چیر کے دیکھ لیا کہ آیا اس نے ڈر سے کہا تھا یا نہیں!

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳، مسند احمد ج ۴، ص ۴۳۳)

"مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی چھان بین کروں" اس کی شرح میں علامہ ابو العباس قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ظواہر کا اعتبار کروں اور ان کے بواطن کو اللہ کے سپرد کردوں۔ (المفہم ج ۳، ص ۱۱۳) علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی یہی تقریر کی ہے۔ (کمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۵۶۵)

قاضی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے بھی علامہ نووی کی تقریر نقل کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲، ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر، ۱۳۹۸ھ) نیز قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ تمام امور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ظواہر احوال کا اعتبار کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب جنگ بدر میں آپ کے چچا عباس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھ کو جبرا لایا گیا تھا، تو آپ نے فرمایا: ہم پر تمہارا ظاہر حجت ہے، اور یہ حدیث کہ ہم صرف ظاہر پر حکم کرتے ہیں ہرچند کہ اس کی عبارت کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے لیکن اس پر ایسے شواہد ہیں جن کی صحت پر سب اتفاق ہے اور ظاہر کا اعتبار کرنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ منافقین کے ساتھ ان کے ظاہر کے اعتبار سے معاملہ کرتے تھے۔ (نیل الاوطار ج ۲، ص ۱۲، مطبوعہ مصر)

اس مسئلہ میں بہت واضح دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر وحی سے مواخذہ (بھی) کیا جاتا تھا اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے، اب ہم تمہارا ان چیزوں پر مواخذہ کریں گے جو تمہارے ظاہری اعمال ہیں، پس جو شخص ہمارے لیے خیر کو ظاہر کرے گا اس کو ہم امن سے رکھیں گے اور اس کو اپنے قریب کریں گے اور اس کے باطنی امور سے کوئی چیز ہمارے ذمہ نہیں ہے، اس کے باطن کا اللہ حساب کرے گا، اور جس نے ہمارے لیے برائی کو ظاہر کیا، ہم اس کو امن سے رکھیں گے نہ اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن نیک ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۴۱)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے المقاصد الحسنہ ص ۱۱۱-۱۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، اور کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۱، ص ۱۹۴-۱۹۲۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث "میں ظاہر پر حکم کرتا ہوں اور باطن کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔" ہرچند کہ ان الفاظ کے ساتھ کسی معتبر سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے لیکن یہ احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے معنًا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ بے شک انہوں نے کلمہ کفر یہ کہا ہے اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے اس کام کا قصد کیا جو ان کو حاصل نہ ہو سکا اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا، اور اگر وہ اعراض کریں تو اللہ دنیا اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہو گا۝ (التوبہ: ۷۴)

منافقین نے جو کلمہ کفر کہا تھا اس کے متعلق مفسرین کے اقوال

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف توہین پر مبنی کلمہ کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفریہ قرار دیا، وہ کلمہ کفریہ کیا تھا اس کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں:

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جلاس بن سوید بن الصامت کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے کہا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم) جو پیغام لے کر آئے ہیں اگر وہ پیغام برحق ہے تو ہم لوگ گدھے سے بھی بدتر ہیں- یہ سن کر اس کی بیوی کے بیٹے نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جو کچھ کہا ہے میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچاؤں گا' اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو ضرور مجھ پر کوئی آفت آ پڑے گی ورنہ تیری گرفت کی جائے گی- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلاس کو بلا کر پوچھا: اے جلاس! کیا تم نے ایسا ایسا کہا تھا' تو جلاس نے قسم کھائی کہ اس نے یہ نہیں کہا تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ منافق اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ بے شک انہوں نے کلمہ کفریہ کہا ہے- (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۱۹۰)

امام ابن ابی حاتم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ پھر جلاس نے توبہ کر لی تھی اور توبہ کے بعد اس نے اسلام میں نیک کام کیے-

(۲) نیز امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: دو آدمیوں نے آپس میں قتال کیا' ان میں سے ایک جہینہ میں سے تھا اور دوسرا غفار سے تھا' اور جہینہ انصار کے حلیف تھے- غفاری جہنی پر غالب آ گیا' تب عبداللہ بن ابی نے ندا کی اے بنو اوس! اپنے بھائی کی مدد کرو اور کہا خدا کی قسم ہماری اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثال صرف ایسی ہے جیسا کہ کسی نے کہا اپنے کتے کو خوب موٹا کرو' وہ تمہیں کھا جائے گا اور کہا اگر ہم مدینہ کی طرف واپس آ گئے تو ضرور عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے- ایک مسلمان شخص نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا' اور اس سے پوچھا- اس نے قسم کھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کی تب یہ آیت نازل ہوئی- (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۱۱۰)

(۳) امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ تیسری یہ روایت ذکر کی ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کسی گھاٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا' جب کہ آپ رات کے وقت تبوک سے واپس آ رہے تھے- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے منصوبہ کو سن لیا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھے اور حضرت عمار بن یاسر سواری کے آگے تھے- حضرت حذیفہ نے اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی- حضرت حذیفہ نے کہا اے اللہ کے دشمنو! پرے ہٹو- انہیں ایک طرف ہٹایا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے حتیٰ کہ آپ صبح کے وقت اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے- صبح کے وقت آپ نے ان سب کو بلوایا اور فرمایا: تم نے اس طرح کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ انہوں نے اس طرح نہیں کہا تھا اور نہ اس کا ارادہ کیا تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی- (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۱۱۱)

اس آیت کے شان نزول میں پہلی دو حدیثیں جو بیان کی گئی ہیں' ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں صرف جلاس کے کلمہ کفر کے کہنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں صرف عبداللہ بن ابی کے کلمہ کفر کہنے کا ذکر ہے' جبکہ قرآن مجید میں جمع کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے کہ منافقوں نے کلمہ کفر کہا' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ باقی منافقین بھی اس کلمہ کفر کے ساتھ متفق تھے اس لیے قرآن مجید نے جمع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا: انہوں نے کلمہ کفر کہا-

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ کلمہ کفریہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ایک اور روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی' مسلمان اس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے' اس پر منافقوں کے ایک گروہ نے اپنی مجلس میں بیٹھ کر خوب مذاق اڑایا اور آپس میں کہا "یہ حضرت آسمان کی خبریں تو خوب سناتے ہیں مگر ان کو اپنی اونٹنی کی کچھ خبر نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے-" (تفہیم القرآن ج ۲' ص ۲۱۶)

اس روایت کا ذکر ان تفسیروں میں ان الفاظ سے ہے: مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں فلاں فلاں دن تھی' ان کو غیب کی کیا خبر- یہ روایت التوبہ: ٦٥ کی تفسیر میں امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابن جوزی نے ذکر کی ہے۔

(جامع البیان جز ١٠ ص ٢٢١' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٦' ص ١٨٣٠' زاد المسیر ج ٣' ص ٤٦٥)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکار کرنے کو یا اس پر اعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ کے علم غیب کا انکار اور اس پر اعتراض منافقین کا طریقہ ہے۔

منافق جس مقصد کو حاصل نہ کرسکے اس کے متعلق مفسرین کے اقوال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور انہوں نے اس کام کا قصد کیا جو ان کو حاصل نہ ہو سکا' امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کا ایک محمل یہ بیان کیا کہ عروہ نے کہا کہ جلاس نے ایک گھوڑا خریدا تھا تاکہ اس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے مگر وہ اپنے اس مقصد میں ناکام رہا (رقم الحدیث: ١٠٠٠٠) دوسرا محمل یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اسود نام کے ایک منافق نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ ناکام رہا- (جامع البیان: ١٣١٩٧' ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٠٠٠٢) تیسرا محمل یہ ہے کہ مجاہد نے کہا کہ جب جلاس نے کہا تھا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ برحق ہے تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں' اس وقت ایک مسلمان شخص نے کہا: بے شک وہ حق کہتے ہیں اور تم ضرور گدھے سے بدتر ہو تو اس منافق نے اس مسلمان شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکا- (رقم الحدیث: ١٠٠٠٣' جامع البیان رقم الحدیث: ١٣١٩٢) چوتھا محمل یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی کے سر پر تاج رکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے- (رقم الحدیث: ١٠٠٠٤)

مفسرین نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر منافقین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں کسی بلند گھاٹی سے آپ کو سواری سے نیچے گرادیں گے تاکہ آپ ہلاک ہو جائیں- اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ آپ کو بروقت خبردار کردیا اور منافقین اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہوسکے۔

منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کردیا' امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ اس کی تفسیر میں عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنوعدی بن کعب کے ایک شخص نے ایک انصاری کو قتل کردیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم ادا کی تب یہ آیت نازل ہوئی یعنی ان کو دیت کی یہ رقم لینی ناگوار ہوئی- (رقم الحدیث: ١٠٤٠٠' جامع البیان رقم الحدیث: ١٣٢٠١) اور عروہ نے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جلاس پر قرض تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قرض ادا کردیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی- (رقم الحدیث: ١٠٤٠٢)

جلاس بن سوید کی توبہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا' امام ابو حاتم نے اس کی تفسیر میں عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب جلاس نے وہ کفریہ کلمہ کہا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) برحق ہیں تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں' تو ایک صحابی عمیر بن سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتادیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ اس نے یہ کلمہ کفر نہیں کہا لیکن جب بعد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا تو جلاس نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ کلمہ کفر کہا تھا' اور اپنے اس قول سے صدق دل سے توبہ کرلی اور پھر نیک عمل کیے اور نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر سے فرمایا: تمہارے رب نے تمہاری تصدیق کر دی۔
(رقم الحدیث: ۱۰۴۰۳، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۱۹۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے عہد سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے O پس جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی درآنحالیکہ وہ اعراض کرنے والے تھے O سو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس کے حضور پیش ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O کیا انہیں یہ نہیں معلوم کہ اللہ ان کے دل کے راز کو اور ان کی سرگوشیوں کو (بھی) جانتا ہے، اور بے شک اللہ تمام غیبوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے O (التوبہ: ۷۸-۷۵)

اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے والا منافق

عام کتب حدیث، کتب تفسیر اور کتب سیرت میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں جس منافق کی وعدہ خلافی کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نام ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور یہ واقعی منافق تھا، اور اول الذکر یعنی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری بدری صحابی تھے اور جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے، پہلے ہم عام روایت کے مطابق اس واقعہ کا ذکر کریں گے، پھر یہ واضح کریں گے کہ یہ واقعہ ثعلبہ بن ابی حاطب کا ہے نہ کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ کا۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب الانصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے مال عطا فرمائے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اے ثعلبہ کم مال ہو اور تم اس کا شکر ادا کرو یہ اس سے بہتر ہے کہ زیادہ مال ہو اور تم اس کا شکر نہ ادا کر سکو، وہ پھر دوبارہ آپ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ آپ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے مال عطا فرمائے آپ نے فرمایا: ثعلبہ! تم پر افسوس ہے کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جاؤ؟ اللہ کی قسم! اگر میں سوال کروں کہ پہاڑ میرے لیے سونا اور چاندی بہائیں تو وہ ضرور بہائیں گے، وہ پھر آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا کرے، اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے مال دیا تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ اس نے بکریاں پالیں ان میں اس قدر افزائش ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں ان سے تنگ ہونے لگیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا پھر بکریوں کی طرف چلا جاتا تھا، ان میں اور افزائش ہوئی تو اس نے نماز جمعہ اور باجماعت نماز پڑھنا ترک کر دیا، اس کے پاس سے سوار گزرتے تو وہ ان سے حالات معلوم کرتا تھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ (التوبہ: ۱۰۳) ان کے اموال سے زکوٰۃ لیجئے جو ان کو پاکیزہ کرے اور ان کے باطن کو اس کے سبب سے صاف کرے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصول یابی پر دو شخص مقرر کیے، ایک شخص انصار میں سے تھا اور ایک شخص بنو سلیم سے، اور ان کے لیے زکوٰۃ کی مقدار اور جانوروں کی عمریں لکھ دیں اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ

Marfat.com

وصول کریں- اور ثعلبہ کے پاس جائیں اور اس سے بھی اس کے مال کی زکوٰۃ لیں- سو انہوں نے ایسا کیا، جب وہ ثعلبہ کے پاس گئے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھوایا، تب اس نے کہا پہلے اور لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر لو پھر میرے پاس آنا، جب وہ لوگوں سے فارغ ہو کر اس کے پاس گئے تو اس نے کہا خدا کی قسم! یہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن ہے، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ واقعہ عرض کیا، تب اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر یہ آیات نازل فرمائیں اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے- الآیہ (التوبہ: ۷۷-۷۵) پھر انصار کا ایک شخص جو ثعلبہ کے قریب رہتا تھا، وہ ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا تجھ پر افسوس ہے اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو گیا، تیرے متعلق قرآن مجید میں اس طرح آیات نازل ہوئی ہیں، تب ثعلبہ گیا، اس نے اپنے بالوں میں خاک ڈالی اور رونے لگا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ کو قبول نہیں فرمایا، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوبکر! آپ کو معلوم ہے کہ اپنی قوم میں میرا کیا مقام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میرا کیا مقام تھا، آپ مجھ سے زکوٰۃ قبول کر لیجئے- حضرت ابوبکر نے اس سے زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر حضرت عمر کے زمانہ میں ان کے پاس گیا، انہوں نے بھی انکار کر دیا، پھر حضرت عثمان کے دور میں ان کے پاس گیا، انہوں نے بھی انکار کر دیا، پھر ثعلبہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں مر گیا۔

(المعجم الکبیر ج ۸، ص ۲۱۹-۲۱۸، رقم الحدیث: ۷۸۷۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵، ص ۲۹۲-۲۸۹، معرفۃ الصحابہ ج ۱، ص ۴۹۴، رقم: ۴۱۵، مطبوعہ دار الوطن بیروت، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۳۲-۳۱، احیاء علوم الدین ج ۳، ص ۲۴۲-۲۴۱، جامع البیان جز ۱۰، ص ۲۴۲-۲۴۱، ۱۳۲۰۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۲، ص ۱۸۴۹-۱۸۴۷، معالم التنزیل ج ۲، ص ۲۶۴-۲۶۳، اسباب نزول القرآن ص ۲۵۹-۲۵۷، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۴۱۹، مطبوعہ دار الفکر، تفسیر کبیر ج ۶، ص ۱۰۶-۱۰۵، تفسیر بیضاوی و خفاجی ج ۴، ص ۶۰۶-۶۰۴، الدر المنثور ج ۴، ص ۲۴۷-۲۴۶، روح المعانی جز ۱۰، ص ۱۴۴-۱۴۳، خزائن العرفان، معارف القرآن، تفسیر عثمانی وغیرہ)

ان کے علاوہ اور بھی بہت کتب تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ اس منافق کا نام ثعلبہ بن حاطب تھا۔

یہ منافق حضرت ثعلبہ بن حاطب تھے یا کوئی اور شخص؟

علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

سب نے یہ قصہ اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے- (اسد الغابہ ج ۱، ص ۲۶۴، ۲۶۳) ابن الکلبی نے کہا کہ ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی تھے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے، اگر ثعلبہ بن حاطب وہی ہیں جن کے متعلق سورۂ توبہ کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں تو یا تو ابن الکلبی کو ان کے جنگ احد میں شہید ہونے کے متعلق وہم ہوا ہے یا پھر ثعلبہ بن حاطب کے متعلق یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور یا پھر اس قصہ میں ثعلبہ بن حاطب کے علاوہ کوئی اور شخص ہے۔

(اسد الغابہ ج ۱، ص ۲۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے ثعلبہ بن حاطب انصاری کا بدری صحابہ میں ذکر کیا ہے، اسی طرح ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے، اس کے بعد حافظ ابن حجر نے اس قصہ کا خلاصہ ذکر کیا ہے، پھر لکھتے ہیں: ثعلبہ بن حاطب کے متعلق یہ قصہ ہو میرے گمان میں یہ صحیح نہیں ہے، حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ بدری

Marfat.com

صحابی تھے اور وہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور اس قصہ میں جس شخص کا ذکر ہے' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرا تھا' اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے سورۂ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص تھا جس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب انصاری تھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور پھر پورا قصہ بیان کیا اور کہا کہ یہ شخص ثعلبہ بن ابی حاطب تھا' اور جو بدری صحابی ہیں' ان سے متعلق اتفاق ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غزوہ بدر یا حدیبیہ میں حاضر ہوا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا نیز آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے متعلق فرمایا: تم جو چاہو' عمل کرو' میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴) پس جس بدری صحابی کی یہ شان ہو' وہ ان آیات کا کیسے مصداق ہو سکتا ہے جن میں مذکور ہے کہ قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا' پس ظاہر ہے کہ اس قصہ میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا غیر تھا اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق وہ شخص ثعلبہ بن ابی حاطب تھا۔ (الاصابہ ج ۱' ص ۵۱۷-۵۱۶' رقم: ۹۳۱-۹۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ اور علامہ السید محمد بن محمد الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۴' ص ۹۵-۹۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۸' ص ۲۲۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہمیں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق پر اعتماد ہے۔

حضرت ثعلبہ بن حاطب کے بدری صحابی ہونے پر تصریحات

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں: غزوہ بدر میں بنو امیہ سے جو صحابہ شریک ہوئے ان میں حضرت ثعلبہ بن حاطب بھی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲' ص ۳۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن عمرو واقد المتوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں: بنو امیہ میں سے غزوہ بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے' ان میں حضرت ثعلبہ بن حاطب بھی ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مقام روحاء سے واپس کر دیا تھا اور ان کو مدینہ پر عامل مقرر کیا تھا اور مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ (کتاب المغازی ج ۱' ص ۱۵۹' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثعلبہ بن حاطب اور حضرت معتب بن الحمراء خزاعی کے درمیان مواخات کرائی تھی اور حضرت ثعلبہ بن حاطب غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳' ص ۴۶۰' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۷ھ)

امام یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثعلبہ بن حاطب اور حضرت معتب بن عوف بن الحمراء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم کی تھی اور حضرت ثعلبہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

(الاستیعاب ج ۱' ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ معتمد اور مستند تصریحات ہیں جن سے واضح ہوگیا کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور بدریوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ سب نجات یافتہ اور جنتی ہیں تو ان کو ایک منافق ۔ متعلق نازل

Marfat.com

شدہ آیات کا مصداق قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

حضرت ثعلبہ بن حاطب کو منافق قرار دینے والی روایت کا شدید ضعف

حضرت ابوامامہ باہلی کی طرف منسوب جس روایت میں حضرت ثعلبہ کو منافق قرار دیا ہے اس کو ائمہ حدیث نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: امام ابن عبدالبر نے کہا ایک قول یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب ہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (منھم من عاھد اللہ۔ التوبہ: ۷۵) کیونکہ اس نے زکوٰۃ دینے سے منع کیا تھا اور ان کے متعلق یہ وارد ہے کہ وہ بدر میں حاضر ہوئے اور وہ اس آیت کے معارض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حشر تک نفاق ڈال دیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور ان صحابہ میں سے ہیں جن کے ایمان کی اللہ اور اس کے رسول نے شہادت دی ہے، جیسا کہ الممتحنہ کے شروع میں آئے گا، پس ان کے متعلق حضرت ابوامامہ باہلی اور حضرت ابن عباس کی طرف جو روایت منسوب ہے، وہ صحیح نہیں ہے اور امام ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کیا تھا اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور ضحاک نے کہا کہ یہ آیت چند منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں نبتل بن الحارث اور جد بن قیس اور معتب بن قشیر۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۸، ص ۱۳۴۔ ۱۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ روایت طبرانی نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ اور شعب الایمان میں اور ابن ابی حاتم اور طبری اور ابن مردویہ نے روایت کی ہے اور ان سب نے اس سند سے روایت کی ہے۔ علی بن یزید از قاسم بن عبدالرحمٰن از ابوامامہ اور یہ بہت زیادہ ضعیف سند ہے۔ سہیلی نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثعلبہ بدری صحابی ہیں اور ابن اسحٰق ہی سے یہ منقول ہے کہ یہ آیت ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، پس یہ ثعلبہ بن حاطب کے نام کے دو الگ الگ شخص ہیں۔

(الکافی والشاف فی تخریج احادیث الکشاف علی تفسیر کشاف ج ۲، ص ۲۹۲، مطبوعہ من منشورات البلاغہ ایران)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے کہا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب کے متعلق جو زکوٰۃ نہ دینے کی طویل حدیث مروی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نو ہجری میں فرض ہوئی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

(فتح الباری ج ۳، ص ۲۶۶، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

واحدی نے نقل کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری ہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (منھم من عاھد اللہ التوبہ: ۷۵) اور انہوں نے اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ ہی یہ ذکر کیا کہ وہ بدری صحابی ہیں، ہاں امام ابن اسحٰق نے ان کا بدریین میں ذکر کیا ہے اور میرے نزدیک حضرت ثعلبہ بن حاطب اس شخص کے غیر ہیں جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوا تھا، اور حضرت ثعلبہ بن حاطب کے متعلق ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، نیز واحدی اور اس کے شیخ ثعلبی اور المہدوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ حضرت حاطب بھی بدری صحابی ہیں اور مہاجرین میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶، ص ۳۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:
یہ حدیث مفسرین کے درمیان مشہور ہے اور وہ اس کو متعدد اسانید موصولہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور وہ سب ضعیف اسانید ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵، ص ۲۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

امام عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کو امام طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار مع احیاء العلوم ج ۳، ص ۲۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:
اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن یزید الالہانی ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔
(مجمع الزوائد ج ۷، ص ۳۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
امام طبرانی، امام ابن مردویہ، امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کو سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (اسباب النزول ص ۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
حافظ عسقلانی نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہیں اور وہ احد میں شہید ہوئے تھے اور اس قصہ میں جس ثعلبہ کا ذکر ہے وہ حضرت عثمان کی خلافت میں مرا تھا، پس ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں الگ الگ شخص ہیں۔ ملخصاً (ہم الاصابہ کی مفصل عبارت نقل کر چکے ہیں)
(الحاوی للفتاوی ج ۲، ص ۹۷-۹۶، مطبوعہ المکتبۃ النوریہ الرضویہ، لائل پور پاکستان)

علامہ شمس الدین عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:
امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے، اور یہ مفسرین کے درمیان مشہور ہے اور الاصابہ میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس قصہ کا مصداق حضرت ثعلبہ کو بنانا درست نہیں۔
(فیض القدیر ج ۸، ص ۴۳۸۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اس روایت کے راویوں پر جرح

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ طبرانی، بیہقی، ابن ابی حاتم اور طبری نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ روایت کی ہے: علی بن یزید الالہانی از قاسم بن عبدالرحمن از ابوامامہ باہلی، اب ہم اسماء رجال کی کتب سے علی بن یزید الالہانی اور قاسم بن عبدالرحمن کے احوال نقل کرتے ہیں جس سے اس امر پر بصیرت حاصل ہو جائے گی کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے والے کس درجہ ساقط الاعتبار ہیں۔

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:
حافظ ابوزرعہ نے کہا یہ قوی نہیں ہے، عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد سے علی بن یزید کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے، اس کی احادیث منکر ہیں، اور جب علی بن یزید قاسم سے روایت کرے تو وہ قابل غور ہیں، محمد بن ابراہیم الکنانی نے کہا: میں نے ابوحاتم سے پوچھا آپ اس سند کے متعلق کیا کہتے ہیں: علی بن یزید از قاسم از

Marfat.com

ابوامامہ انہوں نے کہا یہ سند قوی نہیں ہے، ضعیف ہے، امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث، ضعیف ہے، امام ترمذی نے کہا حسن بن علی بن نصر الطوسی اس کو حدیث میں ضعیف کہتے تھے۔ ایک اور جگہ پر کہا بعض اہل علم نے علی بن یزید میں کلام کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے، ایک اور جگہ کہا یہ متروک الحدیث ہے، ابوالحسن الدار قطنی نے اس کو متروک کہا۔ حاکم ابواحمد نے کہا یہ ذاہب الحدیث ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۳، ص ۴۲۶۔ ۴۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا الساجی نے کہا کہ تمام اہل علم کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۳۴، رقم: ۴۹۹۴، التقریب رقم: ۴۸۳۳، التاریخ الکبیر رقم: ۷۰ ۲۴، الجرح رقم: ۱۱۴۲، المیزان رقم: ۵۹۶۶)

اور قاسم بن عبدالرحمن کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا یہ جعفر، بشیر بن نمیر اور مطرح سے منکر احادیث روایت کرتا ہے، نیز کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے، ابراہیم بن جنید نے کہا، یہ مشائخ ضعفاء سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جو ضعیف ہیں، العجلی نے کہا یہ قوی نہیں ہے، ابوحاتم نے کہا کہ اگر یہ ثقات سے روایت کرے تو اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں، اس کی ان روایات پر انکار کیا جائے گا جو یہ ضعفاء سے روایت کرتا ہے، غلابی نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، یعقوب بن شیبہ نے ایک بار کہا، یہ ثقہ ہے، دوسری بار کہا اس میں اختلاف ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۲۸۱، رقم: ۵۶۸۶، تہذیب الکمال رقم: ۴۸۰۰، التاریخ الکبیر رقم: ۱۲، ۷ء الجرح رقم: ۶۴۹)

اس روایت پر ذرا یتا جرح

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت (التوبہ: ۷۵) حضرت ثعلبہ بن حاطب کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ روایت باطل ہے کیونکہ حضرت ثعلبہ معروف بدری صحابی ہیں، نیز از علی بن یزید از قاسم بن عبدالرحمن از ابوامامہ روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب اپنا صدقہ لے کر حضرت عمر کے پاس گئے تو انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ اس صدقہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا اور نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ ہی میں اس کو قبول کروں گا۔ یہ روایت بلاشک باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی زکوٰۃ قبول کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت یہ حکم دیا کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہیں، پس ثعلبہ مسلمان ہوں گئے یا کافر، اگر وہ مسلمان ہیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ ان سے زکوٰۃ قبول نہ کرتے اور اگر وہ کافر تھے تو اس مفروض کے خلاف ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہیں، پس بلاشک یہ روایت ساقط ہوگئی اور اس روایت کی سند میں معان بن رفاعہ، قاسم بن عبدالرحمن اور علی بن یزید ہیں اور یہ سب ضعیف ہیں۔ (المحلی ج ۱۱، ص ۲۰۸۔ ۲۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۵۲ھ)

شیخ محمد عبدہٗ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کئی اشکالات ہیں جو ان آیات کے نزول سے متعلق ہیں:

(۱) قرآن مجید کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کے سفر کے موقع کا ہے، اور اس حدیث کے ظاہر سے یہ

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد پیش آیا اور مشہور یہ ہے کہ زکوٰۃ دو ہجری کو فرض ہوئی تھی اور غزوہ تبوک رجب نو ہجری میں ہوا تھا اور یہ واضح تعارض ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ ثعلبہ نے پہلی بار جو زکوٰۃ نہیں دی اور اس کو جزیہ کی بہن کہا تھا وہ اس پر نادم ہوئے اور روئے اور توبہ صادقہ کی پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول نہیں کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عام سیرت کے خلاف ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے ساتھ ان کے ظاہر حال کے اعتبار سے معاملہ فرماتے تھے۔ (۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ ثعلبہ نے توبہ صادقہ کرلی تھی جب کہ ان آیات کے ظاہر کا یہ معنی ہے کہ ان کی موت نفاق پر ہوگی اور وہ اپنے بخل اور زکوٰۃ سے اعراض سے توبہ نہیں کریں گے حالانکہ اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ بخل سے توبہ کرچکے تھے اور بار بار زکوٰۃ پیش کرتے تھے۔ (۴) نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان کی زکوٰۃ کو قبول نہیں کیا اور ظاہر شریعت پر عمل نہیں کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کفر، نفاق اور معصیت سے توبہ قبول فرمالیتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور اسلام میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ (۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۲۵) اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب ثعلبہ نے زکوٰۃ نہیں دی اور اس کو جزیہ کہا تو آپ اس سے قتال کرتے نہ یہ کہ بعد میں جب وہ نادم ہوکر زکوٰۃ دینے آتا تو آپ اس کی زکوٰۃ کو رد کردیتے، سو اس حدیث میں صرف حضرت ثعلبہ پر افتراء نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی افتراء ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر بھی افتراء ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق انہوں نے بھی اس سے زکوٰۃ قبول نہیں کی۔

(المنارج ۱۰، ص ۵۶۱، موضحاً و مزیداً، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے خلاف ہونا

یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملہ کیا لیکن جب وہ اسلام لائے تو آپ نے ان کا اسلام قبول کرلیا۔ وحشی نے آپ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا لیکن جب وہ اسلام لانے کے لیے آیا تو آپ نے اس کا اسلام قبول کرلیا۔ ہند نے آپ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا اس کا اسلام قبول کرلیا، عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مدینہ آئے تھے آپ نے ان کا اسلام قبول کرلیا، صفوان بن امیہ عمیر کو بھیجنے والے تھے آپ نے ان کا اسلام قبول کرلیا اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں تو اگر ثعلبہ بن حاطب نے ایک بار زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، پھر بعد میں اس پر توبہ کرلی اور سخت نادم ہوا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ اس کی توبہ قبول نہ کرتے اور اس سے زکوٰۃ نہ لیتے۔ اس مسئلہ پر قیاس کرنے کے لیے ہم ایک اور حدیث پیش کررہے ہیں:

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شخصوں اور دو عورتوں کے سوا سب کے لیے امن کا اعلان کردیا، اور فرمایا ان کو قتل کردو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا پاؤ، وہ چار شخص یہ تھے: عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح، رہا عبداللہ بن خطل۔ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا پایا گیا۔ حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر نے اس کو پکڑا اور حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کرکے اس کو قتل کرڈالا اور رہا مقیس بن صبابہ تو مسلمانوں نے اس کو بازار میں پکڑ کر قتل کردیا اور رہا عکرمہ تو وہ سمندر میں کشتی میں سوار ہوا اور تند و تیز آندھیوں کی وجہ سے وہ کشتی طوفان میں پھنس گئی، پھر

Marfat.com

کشتی والوں نے کہا اب اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرو، تمہارے خود ساختہ معبود یہاں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتے، تب عکرمہ نے دل سے کہا اللہ کی قسم! اگر سمندر میں اخلاص کے سوا کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی، اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس طوفان سے مجھے عافیت میں رکھا تو میں سیدھا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا، اور میں ان کو ضرور معاف کرنے والا اور کریم پاؤں گا، پس وہ حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ اور رہے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عام بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان نے ان کو لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا، اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر اٹھا کر دیکھا اور ہر بار انکار کیا، پھر تین مرتبہ کے بعد اس کو بیعت کر لیا، پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں تھا جو اس کو قتل کر دیتا جب اس نے یہ دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں! صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں کیا پتا، آپ کے دل میں کیا ہے! آپ ہمیں آنکھ سے اشارہ کر دیتے! آپ نے فرمایا: نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کی خیانت کرنے والی آنکھ ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۳)

غور فرمائیے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا اس کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹا ہوا ہو لیکن وہ بھی جب آپ کے سامنے اسلام لانے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اس کو بیعت کر لیا۔ اب اگر بالفرض ثعلبہ بن حاطب نے پہلی بار زکوٰۃ نہیں دی اور اس کو جزیہ کی بہن کہا تو وہ زیادہ سے زیادہ اس جرم کی بنا پر قتل کا مستحق تھا لیکن جب وہ اس پر نادم ہوا اور توبہ کر کے روتا ہوا زکوٰۃ دینے کے لیے حاضر ہوا تو آپ کے مزاج اور آپ کی سیرت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ اس کی توبہ قبول کر لیتے اور اس سے زکوٰۃ لے لیتے۔ آپ نے اس سے کہیں زیادہ جرائم کے مرتکب اور معاصی میں ملوث لوگوں کو معاف فرمادیا تھا۔ کیا آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر آپ اس کے متعلق ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو میں نہیں بخشوں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے علم ہو تا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اللہ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لیے استغفار کرتا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۳۶۶) اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جب ماعز نے زنا کر لیا تو ان کے دوست ہزال نے ان کو مشورہ دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر یہ بتائیں، اور جب ماعز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے ان سے چار مرتبہ (زنا کا) اقرار کرایا پھر ان کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور ہزال سے فرمایا: اگر تم اس پر پردہ رکھ لیتے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۷۷، ۴۳۷۸) اور اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ثعلبہ نے اپنے بالوں میں خاک ڈالی اور روتا ہوا یارسول اللہ! یارسول اللہ! کہتا ہوا زکوٰۃ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ نے اس سے زکوٰۃ قبول نہیں فرمائی، ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج نہ تھا!

سورۃ التوبہ کی ان آیات کا صحیح مصداق

صحیح بات یہ ہے کہ کچھ منافقوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں مال دیا تو وہ ضرور زکوٰۃ ادا کریں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں مال دیا تو انہوں نے بخل کیا اور زکوٰۃ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ان کے دلوں میں تاحیات نفاق کو پختہ کر دیا، وہ منافق کون تھے؟ امام ابن مردویہ کی تفسیر کے مطابق جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ ثعلبہ بن ابی

Marfat.com

حاطب تھے جیسا کہ حافظ عسقلانی کے حوالے سے گزر چکا ہے اور امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے (دوسری روایت میں) فرمایا: وہ بنو عمرو بن عوف کا ایک شخص تھا' اس کا شام میں مال تھا' ایک بار اس مال کے پہنچنے میں دیر ہوگئی اور اس نے بہت تنگی اٹھائی تب اس نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے اس کو وہ مال عطا کر دیا تو وہ ضرور صدقہ کرے گا اور نماز پڑھے گا پھر جب اس کے پاس اس کا مال آ گیا تو اس نے بخل کیا اور اپنی قسم پوری نہیں کی۔ ابن السائب نے کہا اس شخص کا نام حاطب بن ابی بلتعہ تھا' امام رازی نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے' امام ابن جوزی نے ضحاک کی ایک اور روایت ذکر کی ہے کہ نبتل بن الحارث' جد بن قیس' ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں مال دیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا۔ (ہماری تحقیق کے مطابق اس روایت میں ثعلبہ بن حاطب کا شمار درست نہیں ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہو)

(زاد المسیر ج ۳' ص ۴۷۴' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس روایت کی تحقیق میں حرف آخر

ہمارے زمانہ میں اردو کی عام دستیاب تفسیروں میں بھی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف اس واقعہ کو منسوب کیا گیا ہے اور جو خطباء اور واعظین ان اردو کی تفاسیر پر اعتماد کرتے ہیں' وہ ایک عظیم بدری صحابی پر افتراء باندھتے ہیں' سو میں نے یہ چاہا کہ اس عظیم بدری صحابی سے اس افتراء کو دور کروں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہم کو تحقیق کرنے کی توفیق دے اور سنی سنائی اور بے سند باتوں سے ہم کو اجتناب کی توفیق عطا فرمائے' میں نے ان آیات کی تفسیر میں حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی نفاق اور بخل سے براءت میں بہت مفصل گفتگو کی ہے تاکہ حضرت ثعلبہ کی براءت ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں' اور ان کو جن کے پاس (صدقہ کے لیے) اپنی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے' سو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں' اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ○ (التوبہ: ۷۹)

صحابہ کرام کے صدقات پر منافقین کے طعنے

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہم کو صدقہ دینے کا حکم دیا گیا تو ہم مشقت کر کے صدقہ لاتے تھے' ابو عقیل نصف صاع (دو کلو گرام) لے کر آئے اور کوئی انسان اس سے زیادہ لے کر آتا تو منافقین نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اس صدقہ سے مستغنی ہے اور جو شخص زیادہ لے کر آیا ہے' وہ محض دکھاوے کے لیے لے کر آیا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۸)

عمرو بن ابی سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو کیونکہ میں ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں' حضرت عبد الرحمن بن عوف نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں' میں دو ہزار اللہ کو قرض دیتا ہوں اور دو ہزار اپنے عیال کے لیے رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے اللہ کے لیے دیئے' اللہ اس میں بھی برکت دے اور جو تم نے اپنے عیال کے لیے رکھ لیے' اللہ اس میں بھی برکت دے' تب ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس دو صاع کھجوریں ہیں' ایک صاع میں اپنے رب کے لیے دیتا ہوں اور ایک صاع میں

Marfat.com

اپنے لیے رکھ لیتا ہوں، تب منافقین نے طعنہ دیتے ہوئے کہا: ابن عوف نے محض ریاکاری کے لیے صدقہ دیا ہے اور کہا: اس شخص کے ایک صاع سے اللہ تعالیٰ مستغنی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۰، ص ۲۴۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶، ص ۱۸۵۰، اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۰، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۴۲۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O (التوبہ: ۸۰)

عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شانِ نزول

شعبی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ کی نماز جنازہ کے لیے بلایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے: آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور میں اس کے لیے ستر، ستر اور ستر مرتبہ استغفار کروں گا، دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا میں ان کے لیے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان کے حق میں برابر ہے آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (المنافقین: ۶)... (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۵۵-۲۵۴، ملخصاً)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اس کو اپنی قمیص دی اور فرمایا: اس میں اس کو کفن دینا، پھر آپ اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کے دامن کو پکڑا اور عرض کیا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ یہ منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے، آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا، آپ نے فرمایا: میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، پھر آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے بھی اس پر نماز جنازہ پڑھی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان میں سے جو شخص مرجائے آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ: ۸۴)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۷۲، ۱۲۶۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۴)

عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی، علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں:

(۱) عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیشکش کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی دلجوئی کی خاطر قمیص عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ خالص مومن اور صحابی تھے۔

(۳) کفن کے لیے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لیے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

Marfat.com

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جائے اور وہ چیز آپ کے پاس ہو تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔

(۵) قرآن مجید میں ہے: واما السائل فلا تنهر۔ (الضحیٰ: ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیں‘ آپ نے اس آیت پر عمل کیا۔

(۶) اکثر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آئی‘ ابن ابی نے اپنی قمیص ان کے لیے دی تھی‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کو دی‘ اس وجہ کا ثبوت حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: بدر کے دن قیدیوں کو اور عباس کو لایا گیا‘ عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی‘ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: عبداللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا‘ آپ نے اس احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۸)

(۷) علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی‘ مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) اسلام میں داخل کر دے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۸‘ ص ۵۴)

اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبداللہ بن اُبی کے لیے استغفار کی توجیہات

اکثر روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم (التوبہ: ۸۰) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں“ سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے یا استغفار نہ کرنے کا اختیار دیا ہے‘ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے‘ اکابر علماء کی ایک جماعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر اشکال پیدا ہوا‘ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت سے آپ کو استغفار کا اختیار دینا واضح نہیں ہوتا‘ اس لیے بعض اکابر علماء نے اس حدیث پر جرح کی‘ حالانکہ یہ حدیث بکثرت طرق صحیحہ سے مروی ہے۔ امام بخاری‘ امام مسلم‘ اور صحیحین کے مخرجین کا اس کی صحت پر اتفاق ہے‘ اس لیے اس حدیث کا انکار علم حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ علامہ ابن منیر نے کہا‘ اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو لغزش ہوئی‘ حتیٰ کہ قاضی ابوبکر نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں ہے‘ اور امام الحرمین نے کہا یہ حدیث ”صحیح“ نہیں ہے‘ علامہ داؤدی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے‘ اس انکار کی وجہ وہی ہے جو حضرت عمر نے سمجھی تھی کہ ”آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔“ اس آیت سے منافقین کی مغفرت کی نفی میں مبالغہ مراد ہے‘ ستر کے عدد کی خصوصیت اور اختیار دینا مراد نہیں ہے‘ جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے‘ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر اشکال ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی قوم کی تالیف کے لیے یہ فرمایا تھا‘ اور آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اگر آپ نے ستر بار سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی‘ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ ”اگر مجھے یہ علم ہو تا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا۔“ (صحیح بخاری ج ۲‘ ص ۶۷۴) لیکن ثابت وہ روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: ”میں عنقریب ستر

Marfat.com

بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔" بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد استصحاب حال پر مبنی ہے، کیونکہ اس آیت کے نزول سے پہلے ان کے لیے استغفار کرنا جائز تھا' اس لیے وہ اپنی اصل کے مطابق اب بھی جائز ہے' اور یہ اچھا جواب ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے نفی مغفرت کے مبالغہ کو سمجھنے کے باوجود اصل کے حکم کو باقی قرار دے کر اس پر عمل کرنے میں کوئی تنافی نہیں ہے گویا کہ آپ نے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے پر حصول مغفرت کو جائز قرار دیا لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا فی نفسہ عبادت ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ قصد عبادت ستر بار سے زیادہ استغفار کیا اور اس سے آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ عبداللہ بن ابی کی مغفرت ہو جائے' اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اس اعتبار سے پھر جس کی مغفرت محال ہو' اس کے لیے بھی مغفرت طلب کرنا جائز ہو گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٨' ص ٣٣٨' لاہور)

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: میں ان کے لیے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض ان کے لیے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے بیٹے اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا۔

ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح

امام رازی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عبداللہ بن ابی کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں کیوں رغبت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے اعزاز و اکرام کے مترادف ہے اور کافر کی تکریم جائز نہیں ہے' نیز اس کی نماز جنازہ پڑھنا' اس کے لیے دعائے مغفرت کو مستلزم ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خبر دے چکا ہے کہ وہ کفار کی بالکل مغفرت نہیں کرے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اس کو اپنی وہ قمیص عطا فرمائیں جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگی ہو تاکہ اس قمیص میں اس کو دفن کیا جائے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ظن غالب ہوا کہ وہ اس وقت میں ایمان کی طرف منتقل ہو گیا ہے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق توبہ کر لیتا ہے اور کافر ایمان لے آتا ہے' سو جب آپ نے اس سے اظہار اسلام دیکھا اور اس کی ان علامات کا مشاہدہ کیا جو دخول اسلام پر دلالت کرتی ہیں تو آپ کا یہ ظن غالب ہو گیا کہ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ظن غالب کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں رغبت کی' اور جب جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر یہ خبر دی کہ وہ کفر اور نفاق پر مرا ہے تو پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے باز رہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦' ص ١١٦' مطبوعہ بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے' صحیح بخاری' صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث صحیحہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ ابن ابی کفر اور نفاق پر مرا ہے۔۔۔ باقی رہا یہ سوال کہ ابن ابی کا نفاق مشہور تھا پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں کیوں رغبت کی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مقرر ہے کہ جب منافق ایمان کا اظہار کرے تو اس میں کفر کے باوجود اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ ظاہر حال پر مبنی ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے' اور ابن ابی کے معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری

Marfat.com

قیس اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا" اس سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی، آپ پر اعتراض تب ہو تا جب آپ حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ

جن کو (جنگ میں) رسول اللہ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی گئی تھی وہ اللہ کی راہ میں اپنے بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا

نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا گرمی میں

فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾

نہ نکلو، آپ کہیے کہ جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھتے ○

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

پس ان کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے ○

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ

سو اے رسول مکرم! اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور یہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ

تو آپ ان سے کہیں کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جا سکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے،

اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

تم پہلی بار بیٹھے رہنے پر راضی ہوئے سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو ○

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ

اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ ان میں سے کبھی بھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں،

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ

بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے ○ آپ ان کے

Marfat.com

أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اموال اور اولاد پر تعجب نہ کریں ، اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے

وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ أَنْ

اور حالت کفر میں ان کی جانیں نکلیں ○ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ

تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے متمول لوگ آپ سے اجازت

مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِأَنْ يَّكُوْنُوْا

مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دیجئے ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں ○ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ

والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے ○ لیکن

الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ

رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا ،

وَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللّٰهُ

اور ان ہی کے لیے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اللہ نے ان کے لیے

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ

ان جنتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾ ع ١٠/١٧

اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کو (جنگ میں) رسول اللہ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی گئی تھی، وہ اللہ کی راہ میں اپنے بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا گرمی میں نہ نکلو، آپ کہیے کہ جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے، اگر وہ سمجھتے ○ (التوبہ: ٨١)

Marfat.com

ربط آیات

یہ آیت ان منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے بیٹھے رہ گئے تھے، اور ان کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا ناگوار ہوا تھا اور بعض منافقین نے بعض سے کہا اس گرمی میں نہ نکلو، کیونکہ غزوہ تبوک کی طرف روانگی سخت گرمی میں ہوئی تھی اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ اور پھل اچھے لگتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان سے کہئے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے تم جس جہنم میں جانے والے ہو، وہ اس گرمی سے بہت زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی گرمی

جہنم کی گرمی اور تپش کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں، وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، الحدیث۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۸۳۹، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی، پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی، پس وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ان کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ، یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

(التوبہ: ۸۲)

امام رازی نے فرمایا اس آیت میں اگرچہ امر کے صیغے ہیں لیکن ان کا معنی خبر ہے یعنی عنقریب ان منافقین کو یہ حالت حاصل ہوگی یعنی دنیا کی عمر کم ہے اس لیے ان کے ہنسنے کے مواقع کم ہوں گے اور آخرت غیر متناہی ہے اور اس میں ان کو درد اور عذاب کی وجہ سے رونا پڑے گا، سو یہ غیر متناہی زمانہ تک روتے رہیں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ان کاموں کی یعنی ان کے کفر اور نفاق کی سزا ہے جو یہ دنیا میں کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ٦، ص ۱۱۴) حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ دنیا قلیل ہے، یہ منافق اس میں جتنا چاہیں، ہنس لیں اور جب یہ دنیا منقطع ہو جائے گی اور یہ اللہ عزوجل کی طرف جائیں گے تو پھر یہ روئیں گے اور یہ رونا کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۴۲۳، مطبوعہ ۱۴۱۸ھ)

کم ہنسنے اور زیادہ رونے کی تلقین

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے، اور میں ان چیزوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے، آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کو چرچرانے کا حق ہے، اس میں ہر چار انگشت پر ایک فرشتہ اپنی پیشانی کو اللہ کے لیے سجدہ میں رکھے ہوئے ہے، اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت لینا چھوڑ دو، اور تم اللہ سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔ حضرت ابوذر نے کہا: کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲، مسند احمد ج ۵، ص ۱۷۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰، حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۲۳۶، ج ٦،

Marfat.com

ص۲۶۹، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۷۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو روؤ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کر کے روؤ، کیونکہ دوزخی دوزخ میں روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسوان کے چہروں پر اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نہریں ہیں، حتیٰ کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر ان کا خون بہنے لگے گا اور وہ خون اتنا زیادہ بہہ رہا ہو گا کہ اگر اس میں کشتی چلائی جائے تو وہ چل پڑے گی۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۶، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۳۴، مجمع الزوائد ج۱۰، ص۳۹۱، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۶۷۳)

سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کے لیے خوشی ہو جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اور اپنے گھر میں وسعت رکھی اور اپنے گناہ پر رویا۔ (کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۲۴)

عبداللہ تیمی نے کہا جس کو ایسا علم دیا گیا جس کی وجہ سے وہ رویا نہیں، وہ اس لائق ہے کہ اس کو نفع آور علم دیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رونے والے علماء کی تعریف کی ہے، وہ فرماتا ہے: بے شک اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا جب ان پر اس قرآن کی تلاوت کی جاتی تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے اور کہتے ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہونا تھا○ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے خشوع کو اور بڑھاتا ہے○ (بنی اسرائیل: ۱۰۹-۱۰۷) (کتاب الزہد رقم الحدیث: ۱۲۵، حلیۃ الاولیاء ج۵، ص۸۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو (اے رسول مکرم!) اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے، اور یہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ ان سے کہیں کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جا سکو گے، اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے، تم پہلی بار بیٹھے رہنے پر راضی ہوئے، سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو○ (التوبہ: ۸۳)

غزوۂ تبوک کے بعد منافقوں کو کسی غزوہ میں شرکت سے ممانعت کی توجیہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے برے کاموں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں کا بیان فرمایا تھا اور یہ بتایا تھا کہ مسلمانوں کی بھلائی اس میں ہے کہ منافق ان کے ساتھ کسی غزوہ میں نہ جائیں کیونکہ ان کا کسی غزوہ میں شریک ہونا انواع واقسام کے شر اور فساد کا موجب ہوتا ہے، اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر آپ کو اللہ تعالیٰ منافقین کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے، منافقین کے ایک گروہ کی قید اس لیے لگائی کہ مدینہ میں مخلص مسلمان بھی موجود تھے، جو معذور تھے اور عذر کی وجہ سے غزوہ تبوک میں نہیں جا سکے تھے، سو جب آپ مدینہ میں واپس آئیں اور یہ منافقین آپ سے پھر کسی غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو آپ کہہ دیں کہ تم اب کبھی بھی کسی غزوہ میں میرے ساتھ نہیں جا سکو گے، یہ ارشاد ان کے نفاق کے اظہار، ان کی اہانت اور مذمت اور ان پر لعنت کرنے کے قائم مقام ہے، کیونکہ جب انہوں نے جھوٹے حیلے بہانے کر کے آپ سے جہاد میں نہ شریک ہونے کی اجازت طلب کی تو ان کا چھپا ہوا کفر ظاہر ہو گیا، کیونکہ دین اسلام میں مسلمانوں کی جہاد کی طرف رغبت تو سب کو بداہتاً معلوم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئندہ ان کو جہاد میں شرکت سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ مسلمان ان کے شر اور فساد اور ان کے مکر و فریب اور ان کی سازشوں سے محفوظ رہیں اور چونکہ یہ پہلی بار یعنی غزوہ تبوک میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہیں سو وہ آئندہ بھی

Marfat.com

اسی کو پسند کریں، گویا جب ایک بار انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانا پسند نہیں کیا تو اس کی سزا ان کو یہ دی گئی کہ اب اگر آئندہ یہ آپ کے ساتھ جانا چاہیں گے پھر بھی ان کو اجازت نہیں ملے گی، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص اس کے خلاف سازشیں کرتا ہے تو وہ آئندہ اس کو اپنا رفیق اور مصاحب بنانے سے گریز کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو ان میں سے مرجائے تو آپ ان میں سے کبھی بھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے۔ (التوبہ: ۸۴)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اہانت اور ان کی مذمت کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں ان کی مزید اہانت کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع فرما دیا اور اس سے بڑی اور کیا مذمت ہوگی!

منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا شان نزول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انہیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ اس کی نماز پڑھا رہے ہیں، حالانکہ وہ منافق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: استغفرلهم اولا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم۔ (التوبہ: ۸۰) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔" آپ نے فرمایا: "میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (التوبہ: ۸۴)	اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں، اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مرگئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۷۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۴)

عبداللہ بن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے، اس کا یہ یقین ابن ابی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی، جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے، اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی، اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگزر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا

Marfat.com

حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے، خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہوں، ان کے ساتھ آپ کے درگزر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور ان کو متنفر نہ کرنے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔" اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا، جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال ہے، وہ دور ہو جاتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق ہو، آپ اس پر نہایت شفقت فرماتے تھے، نیز آپ اس کے بیٹے کی دل جوئی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلوب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ رئیس تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحتاً منع فرمانے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے تو اس کے بیٹے کی دل شکنی ہوتی اور اس کی قوم کے لیے باعث عار ہوتا، اس لیے آپ نے صراحتاً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے انتہائی مستحسن امر کو اختیار فرمایا۔

بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں دلیل ہے کہ اس کا ایمان صحیح تھا، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے جن میں اس کے ایمان نہ ہونے کی صراحت ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔

فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶، مطبوعہ لاہور، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ مصر، ارشاد الساری ج ۷، ص ۱۴۸، مطبوعہ مصر، فیض الباری ج ۲، ص ۴۵۲، مطبوعہ لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابن جریر طبری کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے، اس کو امام ابن جریر کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے اور متعدد مفسرین نے اس روایت کا ذکر کیا ہے:

امام ابن جریر نے دو سندوں کے ساتھ اس کو قتادہ سے روایت کیا ہے: جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۲۶۱، ۱۳۲۶۲، اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۳، امام ابن جوزی نے اس کو قتادہ اور زجاج کے حوالے سے ذکر کیا ہے، زاد المسیر ج ۳، ص ۴۸۰، معالم التنزیل ج ۲، ص ۲۶۷، تفسیر خازن ج ۲، ص ۲۶۹، الدر المنثور ج ۴، ص ۲۵۹، روح المعانی ج ۱۰، ص ۱۵۴، حاشیۃ الشیخ زادہ علی البیضاوی ج ۴، ص ۴۹۷، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۹ھ۔

مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا، حالانکہ عبداللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی ہے

Marfat.com

اور ہجرت سے پہلے جب ابوطالب کی وفات ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہ کیا جائے، میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا' اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

نبی اور ایمان والوں کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں' جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

(التوبہ: ۱۱۳)

تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر آپ نے ہجرت کے نو سال بعد عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس استغفار سے منع کیا گیا ہے جس میں حصول مغفرت اور قبولیت دعا کی توقع کی جائے جیسا کہ ابوطالب کے لیے استغفار کے معاملہ میں تھا' اس کے برخلاف آپ نے عبداللہ بن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا' اس سے غرض اس کی مغفرت کا حصول نہیں تھا' بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی کی جائے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب کی جائے۔

علامہ زمخشری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا کہ "اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔" زبان و بیان کے اسلوب کے مطابق ستر بار کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے بکثرت استغفار کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں معاف کرے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں۔ آپ سے یہ معنی کیسے مخفی رہا حتیٰ کہ آپ نے اس کو عدد کی خصوصیت پر محمول کیا اور فرمایا میں اکہتر مرتبہ استغفار کروں گا' اسی طرح دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار سے ان کو نفع نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ استغفار کریں یا نہ کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر معنی مخفی نہیں تھے' ان آیتوں کے قریب اور متبادر معنی یہی تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور توریہ کے بعید معنی مراد لیے تاکہ امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت شفقت اور غایت رحمت کا اظہار ہو' جیسا کہ حضرت ابراہیم نے کہا:

وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

اور جس نے میری معصیت کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(ابراہیم: ۳۶)

کیونکہ حضرت ابراہیم نے اس آیت میں معصیت سے مراد اللہ کی معصیت یعنی بت پرستی کو مراد نہیں لیا بلکہ اپنی معصیت مراد لی جبکہ سیاق و سباق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی معصیت مراد ہے اور یہ اپنی امت پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر رحمت اور شفقت کے غلبہ کی وجہ سے بعید معنی مراد لیا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو' اور یہ ممانعت اس کے لیے استغفار کرنے سے ممانعت کو مستلزم نہیں ہے جو دین اسلام کا اظہار کرتے ہوئے مرا ہو' اور یہ بہت اچھا جواب ہے۔ (فتح الباری ج ۸' ص ۳۳۹-۳۳۸' مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

ہمارے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا' اس سے مراد اس کے بیٹے کی دلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا' جیسا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اس روایت کو امام جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول نہیں فرمایا' اور یہ آپ کی شان محبوبیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی لفظ سے اس کا صریح معنی مراد ہوتا ہے اور کبھی اس لفظ سے متکلم کا خاص منشاء مراد ہوتا ہے۔ آپ نے جو ابن ابی کے لیے مغفرت کی تھی اس سے مراد اس کے لیے مغفرت کا حصول نہیں تھا' بلکہ اس سے آپ کا منشاء اس کی قوم کے لیے ایمان کا حصول تھا' اور جو اس دعا سے آپ کا منشاء تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ (کہف: ٢٩)

اور فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس کی چار دیواری ان کو (ہر طرف سے) گھیر لے گی۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے' یعنی انسان کو کفر کرنے کا بھی اختیار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کا منشاء تہدید ہے اور کفر کرنے پر آگ کے عذاب کی وعید ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ آیت پچھلی آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مال دار مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراء کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی طرف التفات نہ کریں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے' اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہو گا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہو گا اور یہ جو فرمایا ہے "جو چاہے کفر کرے۔" تو قرآن مجید میں بہت جگہ امر کا لفظ فعل کی طلب کے لیے نہیں آیا' حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: یہاں امر کا لفظ تہدید اور وعید کے لیے ہے' تخییر کے لیے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵' ص ۴۸۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ آلوسی' علامہ خفاجی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

یعنی اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان مالدار کافروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے' بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ (روح المعانی ۱۵' ص ۲۶۷)

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ (البقرہ: ٢٣)

اگر تم کو اس کلام کے متعلق شک ہو' جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

Marfat.com

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شک کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کر لائیں لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس کی مثل سورت نہیں بنا سکتے اور اس سے مکمل عاجز ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد عرب کے بلغاء کو چیلنج دینا ہے اور ان کو قرآن مجید کی مثل سورت لانے سے عاجز کرنا ہے۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۹۴)

ہم نے دو مثالیں ذکر کی ہیں، ورنہ قرآن مجید میں بکثرت ایسی مثالیں ہیں، جہاں کسی لفظ سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے کوئی خاص منشاء مراد ہوتا ہے، اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اس دعا سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں تھا بلکہ اس لفظ سے آپ کا خاص منشاء مراد تھا اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار لوگوں کو مسلمان کر دے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ منافقین میں سے کسی کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ (التوبہ: ۸۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ میت کے دفن کیے جانے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور اس کے لیے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۱) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، اس دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کو قبر میں اتارا، جب ان کی قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے سبحان اللہ کہا اور ہم نے بہت دیر تک سبحان اللہ کہا، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے بھی اللہ اکبر کہا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کس وجہ سے کہا، آپ نے فرمایا: اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی، حتیٰ کہ اللہ نے اس پر کشادگی کر دی۔

(مسند احمد ج ۱۱ ص ۳۶۰، احمد شاکر نے کہا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱۲، رقم الحدیث: ۱۴۸۰۹، مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ، ۱۴۱۶ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے:

(اللآلی المصنوعہ ج ۲، ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ نے بھی اس حدیث کو دار قطنی، ابن شاہین، نسائی، حاکم، بیہقی اور طبرانی کے حوالوں سے درج کیا ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ج ۲، ص ۳۷۲-۳۷۱)

تاہم تسبیح اور تکبیر کا ذکر صرف مسند احمد کی روایت میں ہے اور وہ روایت صحیح ہے اور ہمارے علماء نے اس حدیث سے

Marfat.com

یہ استدلال کیا ہے کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے کیونکہ اذان میں بھی اللہ کا ذکر ہے اور اس سے میت سے عذاب ساقط ہوتا ہے اور توحید اور رسالت کے ذکر سے میت کو سوالات کے جوابات کی تلقین ہوتی ہے، تاہم اس عمل کو کبھی کبھی کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت دے دی گئی اور اس اجازت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا موحدین میں سے تھیں، نہ کہ مشرکین میں سے اور یہی میرا مختار ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ کو کافروں کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور آپ کو آپ کی والدہ کی قبر پر قیام کی اجازت دی گئی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ کی والدہ کافروں میں سے نہیں تھیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دی جاتی، اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہو کہ زمانہ جاہلیت میں آپ کی والدہ توحید پر تھیں اور آپ کو وحی کے ذریعہ اس کی صحت پر اطلاع دی گئی، اس لیے اب یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آپ کا اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی والدہ مشرکین میں سے تھیں ورنہ آپ بغیر اجازت کے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کر لیتے، کیونکہ آپ کا اجازت طلب کرنا اپنے علم کو مقرر اور ثابت کرنے کے لیے تھا۔

(روح المعانی جز ۱۰، ص ۱۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان کے اموال اور اولاد پر تعجب نہ کریں، اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور حالت کفر میں ان کی جانیں نکلیں ○ (التوبہ: ۸۵)

التوبہ: ۵۵ میں اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے متمول لوگ آپ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دیجئے، ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں ○

(التوبہ: ۸۶)

اس آیت کا مضمون التوبہ: ۸۳ میں گزر چکا ہے اور اللہ پر ایمان لاؤ کا معنی ہے اللہ پر ایمان کو برقرار رکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے ○ (التوبہ: ۸۷)

ان کے دلوں پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ ان کا دل کفر کی طرف رغبت کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے بعد ایمان لانے کا امکان باقی نہیں رہا یا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سخت نافرمانی اور گستاخی کی ہے کہ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، اب وہ ایمان لانا بھی چاہیں تو ایمان نہیں لا سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور ان ہی کے لیے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ○ اللہ نے ان کے لیے ان جنتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (التوبہ: ۸۹-۸۸)

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کی صفات بیان کرنے کے بعد

Marfat.com

مومنوں کی صفات کا ذکر فرماتا ہے اور کافروں اور منافقوں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزا کا ذکر فرماتا ہے، پہلے بیان فرمایا تھا کہ منافق حیلے بہانے کر کے جہاد سے بھاگتے ہیں اور ان کی سزا دوزخ ہے، اب بیان فرمایا کہ مومن اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور ان کی جزا جنت ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ

اور بہانہ بناتے ہوئے دیہاتی آئے تاکہ ان کو (بھی جہاد سے) رخصت دی جائے اور جن لوگوں نے اللہ اور

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

اس کے رسول کی تکذیب کی تھی وہ (گھروں میں) بیٹھ گئے، ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کو عنقریب عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى

ہوگا ○ کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کی طاقت نہیں

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ

رکھتے، ان پر (جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول

رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

کے لیے اخلاص سے عمل کریں، نیکی کرنے والوں پر (طعنہ کرنے کی) کوئی راہ نہیں ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ

اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کے لیے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا تمہارے

اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا

لیے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے

اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

کہ ان کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے ○ مذمت کے مستحق تو صرف وہ لوگ ہیں جو

يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

مال دار ہونے کے باوجود آپ سے جہاد میں رخصت کو طلب کرتے ہیں، وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

Marfat.com

وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۳﴾

(گھروں میں) رہیں، اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بہانہ بناتے ہوئے دیہاتی آئے تاکہ ان کو (بھی جہاد سے) رخصت دی جائے اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی تھی وہ (گھروں میں) بیٹھ گئے، ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کو عنقریب دردناک عذاب ہوگا○ (التوبہ: ٩٠)

اس سے پہلی آیتوں میں مدینہ میں رہنے والے منافقوں کے احوال بیان فرمائے تھے، اب مدینہ کے اردگرد رہنے والے دیہاتیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ المعذر (ذال پر تشدید کے بغیر) وہ شخص ہے جو کسی کام کی کوشش کرنا چاہے مگر اس کو عذر درپیش ہو، اور المعذّر (ذال پر تشدید کے ساتھ) وہ شخص ہے جو فی الواقع معذور نہ ہو اور جھوٹے عذر پیش کرے۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٢٠، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری المتوفی ٢٧٦ھ لکھتے ہیں:

المعذرون: یہ وہ لوگ ہیں جو جدوجہد نہیں کرتے، یہ ان چیزوں کو پیش کرتے ہیں جن کو کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے، جب کوئی شخص کسی کام میں تقصیر کرے تو کہا جاتا ہے عذرت (ذال پر زبر) اور جب کسی کام میں احتیاط کرے تو کہا جاتا ہے اعذرت۔ (تفسیر غریب القرآن ص ١٦٦، دار ومکتبہ الہلال بیروت، ١٤١١ھ)

امام ابن اسحٰق نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ بنو غفار کی ایک جماعت تھی، انہوں نے آکر عذر پیش کیے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار نہیں دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٦ ص ١٨٦٠، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر (جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اخلاص سے عمل کریں، نیکی کرنے والوں پر (طعنہ کرنے کی) کوئی راہ نہیں ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ: ٩١)

معذورین کی اقسام

قرآنِ مجید کا اسلوب ہے ایک چیز بیان کر کے پھر اس کی ضد کو بیان کرنا، اس اسلوب پر پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو جھوٹے عذر پیش کرتے تھے اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو حقیقی اعذار لاحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ان سے جہاد کے احکام ساقط ہیں۔

ان معذورین کی اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں بیان فرمائیں: (۱) اول وہ ہیں جو بدن کے اعتبار سے تو تندرست ہوں لیکن بوڑھے ہونے کی وجہ سے کمزور ہوں، یا وہ لوگ جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے کمزور اور نحیف ہوں۔ (۲) ثانی وہ ہیں جو بیمار ہوں، ان میں اندھے، لنگڑے، لولے اور اپاہج بھی داخل ہیں۔ (۳) ثالث وہ ہیں جو طاقتور اور تندرست ہوں لیکن ان کے پاس سواری اور زادِ راہ نہ ہو جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ جہاد کے سفر پر نہ جا سکیں۔

جہاد اور نماز میں معذورین کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (تبوک) کے دوران فرمایا: ہم مدینہ

Marfat.com

میں کچھ لوگوں کو چھوڑ آئے ہیں، ہم جس وادی اور گھاٹی میں بھی گئے وہ ہمارے ساتھ رہے، وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۸، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مدینہ میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو کہ تم نے جو سفر بھی کیا یا جو خرچ بھی کیا یا تم جس وادی میں بھی گئے وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ ہمارے ساتھ کیسے ہوں گے حالانکہ وہ مدینہ میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۲۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۴)

ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ انصار میں سے آخر میں اسلام لائے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غزوۂ بدر میں شرکت کے لیے بلایا اور انہوں نے دیگر صحابہ کے ساتھ غزوۂ بدر کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو ان کے بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے ان کو منع کیا کیونکہ ان کی ٹانگ میں شدید لنگ تھا، پھر جب جنگِ احد کا دن آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم لوگوں نے مجھے غزوۂ بدر کی طرف نکلنے نہیں دیا تھا، سو اب تم مجھے غزوۂ احد کی طرف نکلنے سے منع نہیں کرنا۔ انہوں نے کہا: اللہ نے آپ کو جہاد میں شرکت سے معذور رکھا ہے، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بیٹے مجھے اس لنگ کی وجہ سے آپ کے ساتھ جہاد میں جانے سے منع کرتے ہیں اور اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلوں گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو اللہ نے جہاد سے معذور قرار دیا ہے اور تم پر جہاد فرض نہیں ہے اور ان کے بیٹوں سے کہا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ان کو منع نہ کرو، شاید کہ اللہ انہیں شہادت عطا فرمائے۔ پھر حضرت عمرو بن الجموح نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور احد کے لیے روانہ ہوگئے اور دعا کی: اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما! اور مجھے اپنے اہل کی طرف نامراد واپس نہ کر، اور جب یہ جنگِ احد میں شہید ہوگئے تو ان کی بیوی ہند بنت عمرو جو حضرت جابر کی پھوپھی تھیں وہ آئیں اور انہوں نے ان کو اور اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام (حضرت جابر کے والد) کی لاشوں کو اٹھایا اور ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بیشک میں نے اس کو دیکھا وہ اپنی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چل رہا تھا۔
(اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۶-۱۹۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۴، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۶، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے مسجد میں کوئی لے جانے والا نہیں ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت دی جائے۔ آپ نے اس کو رخصت دے دی۔ جب وہ واپس چلا گیا تو آپ نے اس کو بلایا اور پوچھا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! فرمایا: پھر تم اذان پر لبیک کہو۔ (یعنی مسجد میں جا کر نماز پڑھو)
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۵۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم یہ جانتے تھے کہ نماز کو صرف منافق ہی ترک کرتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو، یا وہ بیمار ہو اور بے شک ایک بیمار شخص دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چلتا ہوا نماز پڑھنے کے لیے آتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن الہدیٰ کی تعلیم دی اور جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھنا سنن الہدیٰ میں سے ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۴، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے: جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے نصیحت کریں۔
نصیحت کا معنی ہے اخلاص۔ (اساس البلاغۃ للزمخشری ج ۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)
حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نصیحت ہے۔ ہم نے پوچھا: کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، ائمہ مسلمین کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۹۸)
اللہ کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ پر ایمان لائے، اس سے شریک کی نفی کرے، اس کی صفات میں الحاد نہ کرے (اس کی طرف ایسی صفت منسوب نہ کرے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو) اور تمام عیوب اور نقائص سے اللہ تعالیٰ کی براءت بیان کرے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے محال مانے، اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے، اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت اور اس کی وجہ سے بغض رکھے، اس کی اطاعت کرنے والوں سے دوستی اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے دشمنی رکھے، اس کے منکروں سے جہاد کرے، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور اس کا شکر بجالائے، اور تمام اُمور میں اس کے ساتھ اخلاص رکھے۔

کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا معنی

اللہ کی کتاب کے لیے نصیحت کا یہ معنی ہے کہ بندہ اس پر ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق کا کوئی کلام اس کے مشابہ نہیں، اور مخلوق میں سے کوئی شخص اس کلام کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے، اس کی آیتوں میں زیادتی یا کمی محال ہے، اس کی تعظیم کرے اور اس کی اس طرح تلاوت کرے جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے، مخالفین اسلام اس پر جو اعتراض کرتے ہیں ان کے جواب دے اور مبتدعین جو اس کی آیات کی باطل تاویل کرتے ہیں ان کا رد کرے۔ اس کے علوم اور اس کی مثالوں کو سمجھے، اس کے مواعظ (نصیحتوں) میں غور و فکر کرے، اس کے عجائب میں تدبر کرے، عقائد اسلام پر اس سے دلائل تلاش کرے، اس کی آیات سے احکام شرعیہ مستنبط کرے، اس کے عموم، خصوص اور ناسخ و منسوخ سے بحث کرے، اس کے اوامر پر عمل کرے اور نواہی سے اجتناب کرے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کرے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت کا معنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت کا معنی ہے، آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا، آپ اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کو ماننا، اور امر اور نہی میں آپ کی اطاعت کرنا، آپ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا، آپ کی تعظیم و توقیر کرنا، آپ کی سنت اور آپ کے طریقہ کو زندہ کرنا، آپ کی شریعت کی نشر و اشاعت کرنا، اور اس سے اعتراضات کو دُور کرنا، آپ کی احادیث سے فقہی احکام نکالنا اور ان کی طرف عمل کی دعوت دینا، آپ کی احادیث کی حجیت بیان کرنا اور ان کی نشر و اشاعت کرنا، حدیث پڑھتے وقت آداب کا لحاظ رکھنا، آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق اور آداب کو اپنانا، آپ کے اہل بیت، آپ کے اصحاب اور آپ کی ازواج سے عقیدت رکھنا، مبتدعین نے آپ کی احادیث کی جو باطل تاویلات کی ہیں ان کا رد کرنا، احادیث صحیحہ، حسنہ، ضعیفہ اور موضوعہ کو الگ الگ پہچاننا اور ان کے مراتب اور درجات کی رعایت کرنا۔

ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی

ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے: حق بات پر ان کی معاونت کرنا، اور اس میں ان کی اطاعت کرنا، ان کی خطاپر

Marfat.com

نرمی سے ان کو متوجہ کرنا، جن سے وہ غافل ہوں اس کی ان کو خبر دینا، جن مسلمانوں کے حقوق ان کو مستحضر نہ ہوں وہ ان کو یاد دلانا، ان کی بیعت پر قائم رہنا اور ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا، ان کی اطاعت پر لوگوں کو مائل کرنا، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا، اور ان کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہونا، ان کو زکوٰۃ اور عشر لا کر دینا، اگر ان سے ظلم یا کوئی بُرائی ظاہر ہو تو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنے سے گریز کرنا الا یہ کہ العیاذ باللہ ان سے علی الاعلان کفر صادر ہو، ان کے سامنے ان کی جھوٹی تعریف نہ کرنا، ان کو نیکی کی تلقین کرنا، یہ تمام امور اس وقت ہیں جب ائمہ مسلمین سے خلفاء اور حکام مراد ہوں، اور اگر ائمہ مسلمین سے علماء اور مجتہدین مراد ہوں تو ان کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ ان کی روایت کردہ احادیث کو ماننا اور ان کے احکام اور فتاویٰ کی تقلید کرنا، اور ان کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا۔

عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی

عامۃ المسلمین کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے: دنیا اور آخرت میں ان کی سعادت اور فلاح پر رہنمائی کرنا، ایذاء دینے والی چیزوں کو ان سے دُور کرنا، جن شرعی احکام سے وہ لاعلم ہوں وہ ان کو بتانا اور ان میں ان کی قول اور فعل سے مدد کرنا، ان کے عیوب کو چھپانا، اور مضر چیزوں کو ان سے دُور کرنا، اور مفید چیزوں کو ان کے لیے مہیا کرنا، نرمی اور اخلاص کے ساتھ ان کو نیکی کا حکم دینا اور ان کو بُرائی سے روکنا، ان کے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنا، ان سے حسد نہ کرنا، نہ دھوکا دینا، ان کے لیے اسی اچھی چیز کو پسند کرنا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہو اور اس بُری چیز کو ان کے لیے ناپسند کرنا جس کو وہ اپنے لیے ناپسند کرتا ہو، ان کی جان، مال اور عزت سے ضرر اور بُرائی کو دُور کرنا، اور ان امور کی طرف ان کو بھی متوجہ کرنا۔

ہر شخص پر اس کی طاقت کے مطابق نصیحت کرنا لازم ہے، جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اس کی نصیحت قبول کی جائے گی اور اس کے حکم کی اطاعت کی جائے گی اور اس کو یہ اطمینان ہو کہ نصیحت کرنے کی وجہ سے اس کو کوئی ناگوار صورتِ حال پیش نہیں آئے گی، اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ نصیحت کرنے کی وجہ سے وہ کسی مصیبت میں پڑ جائے گا تو پھر نصیحت کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور ہر مسلمان کے لیے نصیحت کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۲۵)

بڑے سے بڑا نیک بھی اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے مستغنی نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی کرنے والوں پر (طعنہ کرنے کی) کوئی راہ نہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بخشش اور رحمت کا تعلق تو بُرائی کرنے والوں اور گنہ گاروں کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ بخشش اور رحمت کا تعلق بُرائی کرنے والوں اور گنہ گاروں کے ساتھ ہے بشرطیکہ وہ توبہ کر لیں اور یہ محذوف ہے اور اس کا تعلق محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی نیکیوں کی وجہ سے اپنے اوپر دنیا میں مذمت کا اور آخرت میں عذاب کا دروازہ بند کر دیا ہے لہٰذا ان کی مذمت کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے خواہ نیکیوں کی انتہا کو پہنچ جائیں وہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی گناہ سے اور اپنے اور بندوں کے درمیان کسی بُرائی سے خالی نہیں ہوتے لیکن اگر وہ گناہِ کبیرہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو جن سے تم کو منع

Marfat.com

کیا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔ (النساء: ۳۱) نیز حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۰، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۹۲۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۴۴، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۵۰، اتحاف السادۃ المتقین ج ا ص ۴۰۹، ج ۸ ص ۵۹۶، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۴۱، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۲۲۰)

اس حدیث سے ہماری اس بات کی تائید ہوگئی کہ کوئی شخص کتنا بڑا نیکی کرنے والا کیوں نہ ہو وہ کسی نہ کسی درجہ میں گنہگار ہے، اور وہ توبہ کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے مستغنی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کے لیے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے ○ (التوبہ: ۹۲)

عبادت سے محروم ہونے کی بناء پر رونا

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں، آپ کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں کوئی سواری عطا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ جہاد سے رہ جانا ان پر بہت شاق تھا، اور ان کے پاس نہ زادِ راہ تھا نہ سواری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۴ - ۱۸۶۳، رقم الحدیث: ۱۰۲۰۰، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

زہدم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مرغی کا ذکر چل پڑا۔ ان کے پاس بنو تیم اللہ کا ایک سرخ رنگ والا شخص تھا گویا کہ وہ آزاد شدہ غلاموں میں سے تھا۔ اس کو کھانے کے لیے بلایا۔ اس نے کہا: میں نے اس مرغی کو کوئی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تھا، مجھے اس سے گھن آئی اور میں نے اس کو نہ کھانے کی قسم کھائی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ نے کہا: آؤ میں تمہیں اس کے متعلق ایک حدیث سناؤں: میں اشعریوں کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور نہ میرے پاس کوئی سواری ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت سے اونٹ آ گئے، آپ نے ہمارے متعلق پوچھا اور فرمایا: اشعریوں کی جماعت کہاں ہے؟ پھر ہمارے لیے پانچ اونٹوں کا حکم دیا جو سفید کوہان والے اور فربہ تھے۔ جب ہم چل پڑے تو ہم نے آپس میں کہا: یہ ہم نے کیا کیا، ہمیں برکت نہ دی جائے، ہم دوبارہ آپ کے پاس گئے، ہم نے عرض کیا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا، آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے، کیا آپ بھول گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری نہیں دی تھی، یہ سواری تم کو اللہ نے دی

Marfat.com

تھی، اور اللہ کی قسم! میں جس کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھاؤں پھر اس کام کے کرنے میں خیر دیکھوں تو میں اس کام کو کروں گا اور اس قسم کا کفارہ دوں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۳۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴۹)

اس آیت میں اور اس کے شانِ نزول میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ جہاد میں شرکت سے محروم ہونے کی وجہ سے صحابہ شدتِ غم سے رو رہے تھے، ہم لوگ جان، مال اور اولاد کے نقصان کے غم میں روتے ہیں، کبھی ایسا ہوا ہے کہ نماز قضا ہونے پر ہم روئے ہوں یا حج سے یا جہاد سے محروم ہونے پر ہم روئے ہوں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مذمت کے مستحق تو صرف وہ لوگ ہیں جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے جہاد میں رخصت کو طلب کرتے ہیں، وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں) رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے○ (التوبہ: ۹۳)

اس آیت کی تفسیر التوبہ: ۸۷-۸۶ میں گزر چکی ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا

(اے مسلمانو!) جب تم ان (منافقین) کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے، (اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ تم بہانے نہ

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ

بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ اللہ نے ہم کو تمہارے حالات سے مطلع کر دیا ہے اور اب اللہ اور اس کا رسول

عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

تمہارے (طرز) عمل کو دیکھے گا۔ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے،

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا

پس وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے رہے تھے○ جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ

انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم (ان کے جھوٹے بہانوں سے) ان سے صرف نظر کرو، پس تم ان کی طرف توجہ

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾

نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے○

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ

وہ تم کو راضی کرنے کے لیے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے، پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ فاسق

Marfat.com

لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ

لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○ (مدینہ کے اردگرد رہنے والے) دیہاتی کفر اور نفاق میں

نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ

بہت سخت ہیں وہ اسی لائق ہیں کہ ان احکام شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو (راہ حق میں) اپنے خرچ

مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ

کرنے کو جرمانہ قرار دیتے ہیں اور وہ تم پر گردش ایام کے منتظر ہیں حالانکہ بری گردش ان ہی پر مسلط ہے اور

اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے ○ اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

ایمان لاتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کو اللہ کے نزدیک تقرب کا اور رسول کی نیک دعاؤں کے حصول

الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

کا ذریعہ قرار دیتے ہیں، سنو! یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہے، اللہ عنقریب ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲ ع ۱

بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) جب تم ان (منافقین) کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے، (اے رسولِ مکرم!) آپ کہیے کہ تم بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے، اللہ نے ہم کو تمہارے حالات سے مطلع کر دیا ہے اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے (طرز) عمل کو دیکھے گا پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، پس وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے رہے تھے ○ (التوبہ: ۹۴)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے بہانوں کو اس لیے قبول نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا کہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ مستقبل میں

Marfat.com

منافقوں کی کیا روش ہو گی- آیا جس صدق اور اخلاص کا وہ اظہار کر رہے ہیں وہ اس پر قائم رہیں گے یا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے اعمال کا جائزہ لے رہے ہیں-

اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا

اس کے بعد فرمایا: وہ (اللہ تعالیٰ) ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے' اور ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے- الغیب میں لام استغراق کا ہے اس لیے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے-

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

علمِ غیب بالذات اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے' کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لیے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کا عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے-

(الامن والعلیٰ ص ۱۸۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عالم الغیب کو اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اللہ ان کے باطن میں چھپی ہوئی خباثتوں کو اور ان کے دلوں میں جو مکر و فریب اور سازشیں ہیں ان سب کو جاننے والا ہے' اس آیت میں ان کو ڈرایا گیا ہے اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم (ان کے جھوٹے بہانوں سے) ان سے صرفِ نظر کرو پس تم ان کی طرف توجہ نہ کرو بے شک وہ ناپاک ہیں' اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے ○ (التوبہ: ۹۵)

منافقین سے ترکِ تعلق کا حکم

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ منافقین غزوۂ تبوک میں نہ جانے کے متعلق جھوٹے بہانے بناتے تھے' اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے ان بہانوں کو جھوٹی قسموں کے ساتھ موکد کرتے ہیں-

منافقین نے قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے پر قادر نہ تھے' اور انہوں نے یہ قسمیں اس لیے کھائی تھیں تاکہ مسلمان ان سے درگزر کریں اور ان کی مذمت نہ کریں-

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے لوٹے تو لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھ گئے' پھر آپ سے ملنے وہ لوگ آئے جو آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' وہ آ کر قسمیں کھا کھا کر جھوٹے عُذر پیش کرتے رہے' وہ اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ لوگ تھے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عُذر کو قبول کر کے انہیں بیعت کر لیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا- حضرت کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد مجھ پر جو سب سے بڑا احسان کیا وہ یہ تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی جھوٹا عُذر پیش نہیں کیا-

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے اعراض کرو یعنی ان کی طرف توجہ نہ کرو-

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد

Marfat.com

خلیفہ بنایا اور ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ منافقین نے کہا: آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ناراضگی کی بناء پر اپنے ساتھ نہیں لے گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ راستے میں آپ سے جا ملے اور منافقین کی باتوں سے آپ کو مطلع کیا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس گئے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا اور میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا ہے، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسا کہ حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، ہاں مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ منافقین اور مخالفین پر لعنت فرمائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین سے فرمایا: ان کے ساتھ بات کرو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور ان سے اس طرح اعراض کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ ناپاک ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کا باطن خبیث اور نجس ہے اور ان کی رُوح ناپاک ہے، اور جس طرح جسمانی نجاستوں سے احتراز کرنا واجب ہے اسی طرح رُوحانی نجاستوں سے بھی احتراز کرنا واجب ہے تاکہ ان کی نجاستیں انسان میں سرایت نہ کر جائیں اور تاکہ ان کے بُرے کاموں کی طرف انسان کی طبیعت راغب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ تم کو راضی کرنے کے لیے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے، پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○ (التوبہ: ۹۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافقین جھوٹے عُذر پیش کر کے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اور اگر تم ان سے راضی ہو گئے اور تم نے ان کی معذرت کو قبول کر لیا، کیونکہ تم کو ان کے سچ اور جھوٹ کے درمیان امتیاز نہیں ہے، سو تمہارا راضی ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنوں کو اور ان کے خفیہ اُمور کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے، یہ اللہ کے ساتھ کفر پر قائم ہیں اور ایمان سے کفر کی طرف اور اطاعت سے معصیت کی طرف جانے والے ہیں، پس اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ان سے راضی ہونے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مدینہ کے (گرد رہنے والے) دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں وہ اسی لائق ہیں کہ ان احکام شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ (التوبہ: ۹۷)

العرب اور الاعراب کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الاعراب کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں۔ الاعراب، الاعرابی کی جمع ہے، العرب اور الاعراب کے معنی حسب ذیل ہیں:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

العرب، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور الاعراب اصل میں اس کی جمع ہے۔ پھر یہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں کے لیے اسم بن گیا، عرف میں جنگلوں اور صحراء میں رہنے والوں کو الاعرابی کہا جاتا ہے، اور الاعراب کا معنی ہے بیان۔ حدیث میں ہے:

Marfat.com

الثیب تعرب عن نفسہا۔ بے نکاح عورت اپنے متعلق خود بیان کرے گی۔

(صحیح مسلم، النکاح: ۶۸)

(المفردات ج ۲ ص ۴۲۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد القمی نیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اہلِ لغت نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کا نسب عرب کی طرف ثابت ہو تو اس کو عربی کہتے ہیں، اور جب کوئی شخص جنگل یا صحرا کا رہنے والا ہو تو اس کو اعرابی کہتے ہیں، خواہ وہ عرب سے ہو یا عرب کے آزاد شدہ غلاموں میں سے ہو اور اس کی جمع اعراب ہے، جیسے مجوسی اور مجوس اور یہودی اور یہود، لہٰذا جب اعرابی سے کہا جائے یا عربی تو وہ خوش ہوتا ہے اور جب عربی سے کہا جائے یا اعرابی تو وہ غضب ناک ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے عرب کے شہروں کو وطن بنایا وہ عربی ہے، اور جس نے جنگلوں اور صحرا میں رہنے کو اختیار کیا وہ اعرابی ہے، اسی وجہ سے مہاجرین اور انصار کو اعراب کہنا جائز نہیں ہے، وہ عرب ہیں۔ حدیث میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو کوئی عورت مرد کی امام نہ بنے اور نہ کوئی اعرابی مہاجر کا امام بنے اور نہ کوئی فاجر مومن کا امام بنے سوا اس کے کہ اس کو سلطان مجبور کرے، وہ اس کی تلوار اور کوڑوں سے ڈرتا ہو۔ الحدیث: (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۱) ایک قول یہ ہے کہ عرب کو عرب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جن کی العربہ میں نشوونما ہوئی۔ العربہ، تہامہ کا ایک حصہ ہے، ان کی اپنے شہر کی طرف نسبت کی گئی ہے، اور ہر وہ شخص جو جزیرۂ عرب میں رہتا ہو اور ان کی زبان بولتا ہو وہ ان میں سے ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی زبان ان کے مافی الضمیر کا بیان کرنے والی ہو کیونکہ ان کی زبان میں فصاحت اور بلاغت بہت زیادہ تھی (اور الاعراب کا معنی ہے بیان کرنا) اور بعض حکماء سے منقول ہے کہ روم کی حکمت ان کے دماغوں میں ہے اور ہند کی حکمت ان کے اوہام میں ہے اور یونان کی حکمت ان کے دلوں میں ہے، اور عرب کی حکمت ان کی زبانوں میں ہے اور یہ ان کے الفاظ اور ان کی عبارات کی مٹھاس کی وجہ سے ہے، اور الاعراب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وحشیوں کے مشابہ ہیں، کیونکہ ان پر گرم ہوا کا غلبہ ہوتا ہے جو کثرتِ طیش اور اعتدال سے خروج کا موجب ہوتی ہے اور جن لوگوں پر صبح و شام انوارِ نبوت کا فیضان ہوتا ہو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ سنتے رہتے ہوں اور دن رات آپ کی تربیت سے بہرہ مند ہوتے ہوں ان کے برابر جنگل میں رہنے والے وہ لوگ کب ہو سکتے ہیں جن کی کوئی تربیت کرتا ہو نہ ادب سکھاتا ہو اور اگر تم چاہو تو جنگلی اور پہاڑی پھلوں کا باغات کے پھلوں سے مقابلہ کر لو، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! شقاوت اور دلوں کی سختی فدادین (چرواہوں) میں ہے جو اونٹوں کی دموں کے پاس چیخ و پکار کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۰۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاعراب کو شقی اور سخت دل قرار دیا ہے۔

(غرائب القرآن ج ۳ ص ۵۲۱۔۵۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابو حفص عمر بن علی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

عرب اور اعراب میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مذمت فرمائی ہے، اور عرب کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح فرمائی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین وجوہ سے عرب سے محبت رکھو: کیونکہ میں عربی ہوں' اور قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۱۴۴۱ المعجم الاوسط رقم الحدیث:۵۵۷۹' اس کی سند میں العلاء بن عمرو الحنفی ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج۱۰ص ۵۲)

علامہ نیشاپوری نے عرب کی وجہ تسمیہ میں جو اقوال ذکر کیے ہیں علامہ ابوحفص حنبلی نے ان کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ جرہم کے پاس رہیں اور حضرت اسمٰعیل نے ان کے پاس نشو ونما پائی۔ وہ سب حضرت اسمٰعیل سے پہلے عرب تھے' اور حضرت اسمٰعیل نے جرہم سے عربی سیکھی تھی' اور صحیح یہ ہے کہ عرب حضرت اسمٰعیل سے پہلے تھے' اور عاد' ثمود' طسم' جدیس' جرہم' عمالیق یہ سب عرب تھے اور نسابین نے کہا ہے کہ سام بن نوح ابو العرب تھے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عربی اور دوسری زبانوں میں کلام کیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں میں فصیح اور بلیغ زبان ہے۔

(اللباب فی علوم الکتاب ج۱۰ص ۱۸۰-۱۷۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

الاعراب سے مراد مدینہ کے گرد رہنے والے دیہاتی ہیں

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب جمع کا صیغہ معرف باللام ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ اس سے مراد معہود سابق ہو' اور اگر معہود سابق موجود نہ ہو تو اس کو ضرورتاً استغراق پر محمول کیا جائے گا' کیونکہ جمع کا صیغہ تین یا تین سے زیادہ افراد کے لیے ہوتا ہے اور الف' لام' تعریف کے لیے ہوتا ہے پس اگر جمع کے معنی میں کوئی معہود سابق ہو تو اس کو مراد لینا واجب ہے اور اگر معہود موجود نہ ہو تو اس کو استغراق پر محمول کیا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں الاعراب سے مراد منافقین اعراب کی ایک جماعت معینہ ہے جو مدینہ کے منافقین سے دوستی رکھتی تھی لہٰذا اس لفظ سے مدینہ کے گرد رہنے والے منافق دیہاتی مراد ہیں۔

(تفسیر کبیر ج۶ ص ۱۲۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو (راہِ حق میں) اپنے خرچ کرنے کو جرمانہ قرار دیتے ہیں اور وہ تم پر گردشِ ایام کے منتظر ہیں حالانکہ بری گردش ان ہی پر مسلط ہے اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے○ (التوبہ: ۹۸)

اعراب کی سنگ دلی اور شقاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگلوں میں رہتا ہے وہ سخت دل ہوتا ہے اور جو شخص شکار کے پیچھے جاتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو شخص سلطان کے دروازوں پر جاتا ہے وہ فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۵۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۸۵۹' سنن النسائی رقم الحدیث:۴۳۲۰' مسند احمد ج۱ص ۳۵۷' اتحاف السادۃ المتقین ج۱ص ۳۸۷' حلیۃ الاولیاء ج۴ص ۷۲' کنز العمال رقم الحدیث:۴۱۵۸۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۳۷۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو ان کو بوسہ نہیں دیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو کیا میں اس کا مالک ہوں؟

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۹۸' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۶۶۵' مسند احمد ج۶ ص ۷۰)

Marfat.com

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چونکہ بادیہ نشینوں اور اعراب میں شقاوت اور سخت دلی غالب ہوتی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بادیہ نشینوں میں سے کوئی رسول نہیں بھیجا بلکہ جو رسول بھیجے وہ شہر کے رہنے والوں میں سے بھیجے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى -(یوسف: ۱۰۹) ہم نے آپ سے پہلے مردوں کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

الدوائر اور دائرۃ السوء کے معانی

الدوائر: دائرہ کی جمع ہے' نعمت سے مصیبت کی طرف پلٹنے والی حالت کو دائرہ کہتے ہیں۔ اصل میں دائرہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کا احاطہ کرے' اور دوائر الزمان' زمانہ کی گردش کو کہتے ہیں اور اس کا استعمال صرف ناپسندیدہ چیزوں اور مصائب میں ہوتا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین تم پر زمانہ کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں' زمانہ کی گردش سے کبھی راحت آتی ہے اور کبھی مصیبت' وہ اس انتظار میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں اور مشرکین کا غلبہ ہو جائے۔

علیہم دائرۃ السوء: سوء (سین پر زبر کے ساتھ) کا معنی فساد اور ردی ہونا ہے اور سوء (سین پر پیش کے ساتھ) کا معنی بلاء اور ضرر ہے' ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں اسم ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں مصدر ہوں' اور بعض نے کہا کہ سوء (زبر کے ساتھ) کا معنی مذمت ہے اور سوء (پیش کے ساتھ) کا معنی عذاب اور ضرر ہے اور سوء (زبر کے ساتھ) اسم ہے اور سوء (پیش کے ساتھ) مصدر ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین' مسلمانوں پر بُری گردش کے منتظر تھے' اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ بُری گردش صرف ان ہی پر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کو اللہ کے نزدیک تقرب کا اور رسول کی نیک دعاؤں کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں' سنو! یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہے اللہ عنقریب ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ: ۹۹)

شانِ نزول اور ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: بعض اعراب وہ ہیں جو راہِ حق میں اپنے خرچ کرنے کو (مغرم) جُرمانہ قرار دیتے ہیں' امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ زید بن اسلم سے روایت کیا ہے: یہ اعراب میں سے منافقین تھے جو دکھاوے کے لیے راہِ حق میں خرچ کرتے تھے اور اس ڈر سے خرچ کرتے تھے کہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور اپنے خرچ کرنے کو جُرمانہ قرار دیتے تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۶' جامع البیان جز ۱۰ ص ۷) اور اب اس آیت میں اعراب کی دوسری قسم بیان فرمائی ہے جو اپنے خرچ کرنے کو اللہ سے قُرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے کہا: یہ مزینہ سے بنو مقرن تھے' اور امام ابن جریر نے کہا' حضرت عبداللہ بن مغفل نے فرمایا: یہ مقرن کے دس بیٹے تھے اور یہ آیت ہم میں نازل ہوئی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۷)

قربات اور صلوات کے معنی

قربات: قربۃ کی جمع ہے اور یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کیا جائے اور اس کا معنی یہ ہے کہ

Marfat.com

وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف قرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حصول کا سبب قرار دیتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کرنے والوں کے لیے دعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ آپ ان کے لیے دعا کیجئے، آپ کی دعا ان کے لیے طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی شخص صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما یعنی اس پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابو اوفیٰ پر صلوٰۃ بھیج۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۷۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۹۶)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ صلوات الرسول کا معنی ہے آپ کا استغفار کرنا اور دعا کرنا، اور صلوٰۃ کی کئی قسمیں ہیں۔ اللہ عزوجل کی صلوٰۃ کا معنی ہے رحمت، خیر اور برکت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے۔ (الاحزاب: ۴۳)

اور فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنی ہے دُعا کرنا، اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے

وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ‌ۙ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا

والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے

عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ

راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں

فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنۡ حَوۡلَـكُمۡ مِّنَ

ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ اور تمہارے گرد بعض اعرابی

الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ‌ ؕ وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ‌ ؔمَرَدُوۡا مع

(دیہاتی، بدوی) منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ (بھی منافق ہیں) وہ نفاق پر

Marfat.com

عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ

ڈٹ چکے ہیں ۔ آپ انہیں نہیں جانتے انہیں ہم جانتے ہیں ۔ عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ

مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾ ج وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا

عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں

بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللَّهُ

نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ۔ انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں کے ساتھ ملا دیا ۔ عنقریب اللہ ان کی

أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ

توبہ قبول فرمائے گا ۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ آپ ان کے مالوں سے

صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط إِنَّ

زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے بے شک

صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ

آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ کیا یہ نہیں جانتے کہ

اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ

بیشک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى

اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○ اور آپ کہیے کہ تم عمل کرو پس عنقریب اللہ

اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ط وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ

تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور مومنین (بھی) اور عنقریب تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ ج وَآخَرُونَ

ظاہر کو جاننے والا ہے ۔ پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم کرتے رہے تھے ○ اور بعض دوسرے وہ ہیں

Marfat.com

مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ

جن کو اللہ کا حکم آنے تک مؤخر کیا گیا ہے۔ یا اللہ ان کو عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

(التوبہ: ۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین کے مصادیق میں اقوال

اس آیت میں مہاجرین اور انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اس کا مصداق کون سے صحابہ ہیں، اس میں متعدد اقوال ہیں:

امام ابن جریر نے متعدد اسانید کے ساتھ عامر اور شعبی سے روایت کیا ہے کہ یہ وہ صحابہ ہیں جو بیعت رضوان کے موقع پر حاضر تھے، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری، سعید بن مسیب، ابن سیرین اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی سو وہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۱-۱۰، تفسیر ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۸)

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: اس آیت کے مصداق میں چھ قول ہیں:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری، سعید بن مسیب، ابن سیرین اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

(۲) شعبی نے کہا: یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تھی اور یہ بیعت حدیبیہ ہے۔

(۳) عطاء بن ابی رباح نے کہا: ان سے مراد اہل بدر ہیں۔

(۴) محمد بن کعب القرظی نے کہا: ان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب ہیں، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سبقت حاصل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی مغفرت کر دی ہے اور ان کے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے خواہ وہ نیکو کار ہوں یا خطا کار۔

(۵) علامہ ماوردی نے کہا: ان سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے موت اور شہادت میں سبقت کی اور اللہ کے ثواب کی طرف سبقت کی۔

(۶) قاضی ابو یعلیٰ نے کہا: ان سے مراد وہ صحابہ ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۴۹۱-۴۹۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

تاہم اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ ان تمام اقسام کو اس آیت کا مصداق قرار دیا جائے۔ ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں افضل خلفاء اربعہ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ (حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴۷) پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب احد، پھر حدیبیہ میں اہل بیعت رضوان۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۵۶۳، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اس آیت کا مصداق وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت اور آپ کی نصرت میں سب سے سابق اور سب سے اول ہو، اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور ہر مقام اور ہر جگہ میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے، اس لیے حضرت ابوبکر کا مقام دوسرے صحابہ سے بہت زیادہ بلند ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اگرچہ مہاجرین اولین میں سے ہیں لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمات کو انجام دینے کے لیے مکہ میں رہے لیکن ہجرت میں سبقت کرنے کا شرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں بھی سبقت کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تفصیل

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا، جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ بعض علماء نے کہا: سب سے پہلے جو ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضرت جابر کا قول ہے اور امام ابن اسحق نے کہا: حضرت علی دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے، اور بعض نے کہا: حضرت خدیجہ کے بعد جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ حضرت ابن عباس، ابراہیم نخعی اور شعبی کا قول ہے، اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور یہ زہری اور عروہ بن الزبیر کا قول ہے اور اسحق بن ابراہیم حنظلی نے ان اقوال کو جمع کیا ہے، انہوں نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ امام ابن اسحق نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی، اور حضرت ابوبکر قریش میں عمدہ نسب کے تھے، نرم مزاج تھے، تاجر تھے اور ان کی خوش اخلاقی بہت مشہور تھی، لوگ ان کے پاس آتے تھے اور متعدد معاملات میں ان سے اُلفت رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کے حُسنِ معاملہ کو جانتے تھے۔ حضرت ابوبکر کو جس شخص پر اعتماد ہوتا وہ اس کو اسلام کی دعوت دیتے، لہٰذا حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور نماز پڑھ لی تو حضرت ابوبکر ان کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے- یہ وہ آٹھ شخص تھے جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی، پھر لوگ پے درپے اسلام میں داخل ہونے لگے، اور رہے انصار میں سے سبقت کرنے والے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی، العقبۃ الاولٰی (مکہ کے قریب ایک گھاٹی تھی، مدینہ سے لوگ حج کے لیے آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی میں تبلیغ فرماتے- پہلی بار چھ شخص مسلمان ہوئے تھے، ان کو اصحاب العقبۃ الاولٰی کہا جاتا ہے) میں چھ شخص مسلمان ہوئے تھے اور دوسرے سال چھ اور آکر مسلمان ہوئے، یہ بھی اصحاب العقبۃ الاولٰی ہیں، ان کے بعد ستر (۷۰) شخص مسلمان ہوئے تھے، یہ اصحاب العقبۃ الثانیۃ ہیں- حضرت مصعب بن عمیر ان کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے، پھر ان کے ساتھ انصار کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد اسلام لے آئی-

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۸۷-۱۸۶، مطبوعہ بیروت)

مہاجرین سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی قوم، اپنے قبیلہ اور اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور انصار سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے دشمنانِ اسلام کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں پناہ دی-

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کو مدینہ سے آئے ہوئے چھ شخص ملے- آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم یہود کے حلیف ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا، اور ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی، سو وہ مسلمان ہوگئے اور یہ بنو النجار میں سے اسعد بن زرارہ اور عوف بن الحارث اور بنو زریق میں سے رافع بن مالک اور بنو سلمہ سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور بنو حرام میں سے عقبہ بن عامر بن نابی اور بنو عبید بن عدی بن سلمہ سے جابر بن عبد اللہ بن رئاب تھے اور ان سے پہلے مدینہ سے آکر کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا، ان پر سب کا اجماع ہے- پھر یہ چھ صحابہ مدینہ گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، پس جس نے اسلام لانا تھا وہ اسلام لے آیا- ان دنوں انصار کے ہر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو رہا تھا-

اس کے دوسرے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس گھاٹی میں ان چھ کے ساتھ چھ اور نفر آئے، ان میں بنی عوف بن الخزرج میں سے عبادہ بن الصامت، اور یزید بن ثعلبہ اور بنو عامر سے عباس بن عبادہ بن نضلہ تھے اور بنو زریق میں سے ذکوان بن عبد قیس تھے- یہ دس افراد خزرج میں سے تھے اور اوس میں سے دو شخص تھے- ابو الہیثم بن التیہان، یہ بنو عبد الاشہل کے حلیف تھے اور بنو عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ تھے، یہ سب مسلمان ہوگئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، اور نہ چوری کریں گے نہ زنا کریں گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ کسی پر بہتان لگائیں گے اور نیک کام میں کسی کی مخالفت نہیں کریں گے- آپ نے فرمایا: اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور جس نے ان ممنوع کاموں میں سے کوئی کام کرلیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو ان کو معاف کردے، اور چاہے تو ان کو عذاب دے- اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا، وہ مدینہ چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور حضرت اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے، اور یہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز تھی- یہ بارہ صحابہ اصحابِ عقبہ اولیٰ ہیں اور انصار میں سے سابقین اولین ہیں ان کے بعد ستر نفر مدینہ سے مکہ کی

Marfat.com

گھاٹیوں میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسلمان کیا' یہ اصحابِ عقبہ ثانیہ ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۱۷۱-۰ ۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۱۸ھ)

مہاجرین اور انصار کے فضائل

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی حیاتِ ظاہری میں آپ کی صحبت اختیار کی بایں طور کہ آپ کو دیکھایا آپ کی گفتگو سنی یا آپ کے ساتھ سفر یا حضر کی کسی مجلس میں رہا خواہ یہ صحبت ایک لحظہ کی ہو اور وہ شخص ایمان پر ہی تادمِ مرگ قائم رہا حتیٰ کہ حالتِ ایمان میں اس کو موت آئی ہو وہ شخص صحابی ہے۔ ان میں سے مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے مکہ سے ہجرت کی اور انصار وہ ہیں جنہوں نے مدینہ میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پناہ دی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو' اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کرے تو وہ ان کے دیئے ہوئے ایک مد یا نصف (ایک کلوگرام یا نصف) کے برابر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۸۷' ۱۱۹۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۵۳)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو' میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو' میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی عنقریب وہ اس کو پکڑ لے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۵۶' مسند احمد ج ۴ ص ۸۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو بُرا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۶' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۳۶۲' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹۵' تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۳۲۷)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے' ہم میں ایک جماعت انصار کی تھی' ایک جماعت مہاجرین کی اور ایک جماعت بنو ہاشم کی۔ ہم میں یہ بحث ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون زیادہ قریب ہے اور کون آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہم نے کہا: ہمارا انصار کا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور ہم نے آپ کی اتباع کی اور ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے دشمنوں سے لڑے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔ اور ہمارے برادر مہاجرین نے کہا: ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی اور ہم نے اپنے خاندان' اہل و عیال اور اموال کو چھوڑ دیا اور جن معرکوں میں تم حاضر رہے ان میں ہم بھی حاضر تھے تو ہم اور لوگوں کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔ اور ہمارے برادر بنو ہاشم نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں' اور جن مواقع پر تم حاضر تھے ان میں ہم بھی حاضر تھے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کے زیادہ محبوب ہیں۔ تب رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کیا کہہ رہے تھے؟ ہم (گروہ انصار) نے اپنی بات دہرائی، آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، تمہاری بات کو کون مسترد کر سکتا ہے! پھر ہمارے برادر مہاجرین نے اپنی بات دہرائی، آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا، ان کی بات کو کون مسترد کر سکتا ہے! پھر ہمارے برادر بنوہاشم نے اپنی بات دہرائی، آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا، ان کی بات کو کون مسترد کر سکتا ہے! پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہارے درمیان فیصلہ نہ کروں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اے انصار کے گروہ! میں صرف تمہارا بھائی ہوں، تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! ہم بازی لے گئے۔ اور رہے تم اے گروہ مہاجرین! تو میں صرف تم میں سے ہوں، تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم ہم جیت گئے۔ اور رہے تم اے بنوہاشم! تو تم مجھ سے ہو اور میری طرف ہو، تو ہم سب کھڑے ہو گئے اور ہم سب راضی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحسین کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج۱۹ ص ۱۳۳، حافظ الہیثمی نے کہا: میں اس حدیث کے ایک راوی کو نہیں پہچانتا، باقی راوی ثقہ ہیں اور بعض میں اختلاف ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۴۳۷، طبع جدید دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت مسلمہ بن مخلد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین عام لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت کی نعمتوں میں ہوں گے اور لوگ حساب میں گرفتار ہوں گے، الحدیث۔

(المعجم الکبیر ج۱۹ ص ۴۳۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کا ایک راوی عبد الرحمن بن مالک ہے، اس کو میں نہیں پہچانتا اور باقی راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۴۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے، اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۱۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت رکھتا ہے اور ان سے صرف منافق بغض رکھتا ہے، پس جو ان سے محبت کرے گا تو اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۰۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۷۲، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۹۶۷، مسند ابن الجعد رقم الحدیث: ۴۷۹)

اللہ کی رضا اس پر موقوف ہے کہ مہاجرین اور انصار کی نیکیوں میں ان کی اتباع کی جائے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان مہاجرین اور انصار کے لیے جنت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور ان کے محاسن بیان کرتے ہیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک کے جو مسلمان مہاجرین اور انصار کے دین اور ان کی نیکیوں میں ان کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اللہ کے راضی کرنے کے مرتبہ اور ثواب اور جنت کا اس وقت مستحق ہو گا جب وہ نیکی میں مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع کرے گا اور احسان سے مراد یہ ہے کہ وہ ان صحابہ کے حق میں نیک کلمات کہے اور ان کے محاسن بیان کرے اس لیے جو شخص صحابہ کرام کے متعلق نیک

Marfat.com

کلمات نہیں کہے گا وہ اللہ کی رضا کے مرتبہ اور جنت کا مستحق نہیں ہو گا' کیونکہ ایمان والے صحابہ کرام کی تعظیم میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور اپنی زبانوں پر کوئی ایسا کلمہ نہیں لاتے جو ان کی شان اور ان کے مقام کے نامناسب ہو۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ان لوگوں پر افسوس ہے جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو بُرا کہتے ہیں خاص طور پر اس صحابی کو جو سید الصحابہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں اور سب سے برتر اور خلیفہ اعظم ہیں یعنی حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما' کیونکہ رافضی افضل الصحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو بُرا کہتے ہیں' اور جب یہ لوگ ان ذواتِ قدسیہ کو بُرا کہیں گے جن سے اللہ راضی ہو گیا تو ان کا قرآن پر ایمان کیسے رہے گا اور رہے اہلسنت تو وہ ان سے راضی ہیں جن سے اللہ راضی ہے اور اس کو بُرا کہتے ہیں جس کو اللہ اور اس کا رسول بُرا کہتے ہیں' اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ متبع بالسنت ہیں مبتدع نہیں ہیں اور وہی حزب اللہ ہیں اور فلاح پانے والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۰-۴۲۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا اور اس سے راضی ہو گا جو مہاجرین اور انصار کی اتباع بالاحسان کرے گا اور ان کے متعلق نیک کلمات کہے گا' سو جس کو جنت اور اللہ کی رضا چاہیے وہ مہاجرین اور انصار صحابہ کی نیکی میں اتباع کرے اور ان کے محاسن بیان کرے' نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ سے اللہ راضی ہے اور جن سے اللہ راضی ہے انہیں اس کی کیا پروا ہو گی کہ کوئی ان سے راضی ہو یا ناراض ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے گرد بعض اعرابی (دیہاتی' بدوی) منافق ہیں اور بعض اہلِ مدینہ (بھی منافق ہیں) وہ نفاق پر ڈٹ چکے ہیں' آپ انہیں نہیں جانتے انہیں ہم جانتے ہیں' عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ (التوبہ: ۱۰۱)

مدینہ سے باہر کے منافقین اور ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے احوال بیان فرمائے اس کے بعد اعرابیوں اور بدویوں میں سے منافقین کا حال بیان فرمایا' پھر اعرابیوں میں سے خالص مومنوں کا ذکر فرمایا' پھر بیان کیا کہ اکابر مومنین وہ ہیں جو مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین ہیں' اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ مدینہ کے اندر اور باہر دونوں جگہ منافقین ہیں۔

مردوا علی النفاق کا معنی ہے انہیں نفاق کی خوب مشق ہو چکی ہے' وہ نفاق میں خوگر اور نفاق کے ماہر ہیں۔

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: ان میں سے بعض عبد اللہ بن ابی' جد بن قیس' الجلاس' معتب' وحوح اور ابو عامر راہب ہیں۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۹۱-۴۹۲) اور مدینہ کے گرد جو منافقین تھے ان کے متعلق امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ جہینہ' اسلم' اشجع اور غفار تھے' یہ لوگ مدینہ کے گرد رہتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۳۰) امام بغوی' امام واحدی' امام ابن الجوزی' نسفی' خازن اور سیوطی وغیرہم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ انہیں نہیں جانتے انہیں ہم جانتے ہیں۔ امام رازی نے فرمایا: یہ نفاق میں اس قدر ماہر اور مشاق ہو چکے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ بہت ذہین ہیں اور آپ کی عقل اور فراست بہت کامل اور روشن ہے پھر بھی آپ انہیں نہیں جانتے' انہیں ہم جانتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۳۱)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق اس آیت میں جہینہ' اسلم' اشجع اور غفار کو ماہر

Marfat.com

منافق فرمایا ہے اور احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم، اشجع اور غفار میرے دوست ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے سوا ان کا کوئی دوست نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: غفار کی اللہ مغفرت فرمائے، اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے، اور عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث جہینہ، اسلم اور غفار وغیرہ کے غالب اور اکثر افراد پر محمول ہیں، اور ان قبیلوں کے بعض افراد منافق تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اس جگہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (محمد: ۳۰)

اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور آپ کو منافقین دکھا دیتے، اور ان کی صورت سے تو آپ ان کو پہچان چکے ہیں اور ان کی باتوں کے لہجہ سے بھی آپ ان کو ضرور پہچان لیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ میں منافقین کے جس علم کی نفی ہے وہ قطعی ہے یعنی آپ قطعیت کے ساتھ منافقوں کو نہیں جانتے اور سورۂ محمد میں جس علم کا ثبوت ہے وہ ظنی ہے یعنی آپ علامتوں اور قرینوں سے منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعیت کے ساتھ منافقین کی شناخت کرا دی تھی اور ان کا علم دے دیا تھا۔

دو مرتبہ عذاب دینے کی تفصیل

(۱) امام ابن منذر اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو بھوک کا عذاب دیا جائے گا اور دوسری مرتبہ ان کو قتل کرنے کا عذاب دیا جائے گا۔

(۲) امام ابن منذر اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو عذاب قبر دیا جائے گا اور دوسری بار عذاب نار دیا جائے گا۔ قتادہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

(۳) امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ربیع سے منقول ہے: ایک بار ان کو دنیا میں آزمائش میں ڈالا جائے گا اور ایک بار عذاب قبر دیا جائے گا۔

(۴) امام ابوالشیخ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ایک بار ان کو مال اور اولاد کی آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا اور دوسری بار ان کو مصائب میں مبتلا کیا جائے گا۔

(۵) امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی اور امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو دنیا میں رسوائی کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور دوسری مرتبہ عذاب قبر میں مبتلا کیا جائے گا۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۲۷۲-۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

منافقین کی رسوائی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر منافق کا نام لے کر اس کو مسجد سے نکال دیا، اس کو ہم بلفظ حوالہ جات کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بنام منافقین کو مسجد سے نکالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (التوبہ: ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رُسوا کر دیا، اس دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے، جس وقت حضرت عمر آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے، وہ حضرت عمر سے چھپ رہے تھے، ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر کو حقیقتِ واقعہ کا پتا چل گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر سے کہا: آپ کو خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رُسوا کر دیا، یہ ان پر عذابِ اول تھا اور عذابِ ثانی عذابِ قبر ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۴۴۲، رقم الحدیث: ۷۹۶، حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کا ایک راوی الحسین بن عمرو بن محمد العنقزی ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے، الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۲ ص ۳۰۶)

حسبِ ذیل مفسرین نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۱) امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۵)

(۲) امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ، (تفسیر القرآن ج ۶ ص ۱۸۷۰)

(۳) امام ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ، (تفسیر سمرقندی ج ۲ ص ۷۱)

(۴) علامہ ابو الحسن الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ، (الوسیط ج ۲ ص ۵۲۱)

(۵) امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ، (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۷۲)

(۶) علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ، (الکشاف ج ۲ ص ۲۹۱)

(۷) قاضی ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ، (المحرر الوجیز ج ۸ ص ۲۶۲)

(۸) امام عبد الرحمن جوزی متوفی ۵۹۷ھ، (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۹۲)

(۹) امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۳۱)

(۱۰) علامہ علاء الدین خازن متوفی ۷۲۵ھ، (لباب التاویل ج ۲ ص ۲۹۱)

(۱۱) علامہ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، (غرائب القرآن ج ۳ ص ۵۲۴)

(۱۲) علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، (البحر المحیط ج ۵ ص ۴۹۷)

(۱۳) حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۴۹۷)

(۱۴) علامہ ابو حفص عمر دمشقی متوفی ۸۸۰ھ، (اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۹۰)

(۱۵) حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، (الدر المنثور ج ۴ ص ۲۷۳)

(۱۶) قاضی ابو السعود متوفی ۹۸۲ھ، (تفسیر ابو السعود ج ۳ ص ۱۸۶)

(۱۷) قاضی محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، (فتح القدیر ج ۲ ص ۵۶۷)

(۱۸) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، (روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱)

(۱۹) نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، (فتح البیان ج ۵ ص ۲۸۶)

Marfat.com

(۲۰) صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ' (خزائن العرفان ص ۳۲۵)

(۲۱) شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ' (تفسیر عثمانی بر حاشیہ قرآن ص ۲۶۲)

بعض علماء دیوبند اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اس لیے ہم نے متعدد حوالہ جات ذکر کیے ہیں جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی منافقین کے علم کے متعلق دو حدیثیں ذکر کی ہیں:

امام احمد کی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہمیں مکہ کی عبادت کا کوئی اجر نہیں ملے گا! آپ نے فرمایا: تم کو تمہاری عبادتوں کے اجور ملیں گے خواہ تم لومڑی کے سوراخ میں ہو۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اپنا سر کرکے کان لگا کر سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں منافقین بھی ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ پر بعض منافقین منکشف ہو گئے تھے اور وہ لوگ جو بے پر کی افواہیں اڑاتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو چودہ' پندرہ معین منافقوں کا علم عطا فرمایا تھا اور یہ تخصیص اس کا تقاضا نہیں کرتی کہ آپ تمام منافقوں کے اسماء پر شخصی طور پر مطلع نہ ہوں' اور امام ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص جس کا نام حرملہ تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: ایمان یہاں ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا' اور نفاق یہاں ہے' یہ کہہ کر اس نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اللہ کا ذکر بہت کم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دُعا کی: اے اللہ! اس کی زبان کو ذکر کرنے والا بنا دے' اور دل کو شکر کرنے والا بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور جو مجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت عطا فرما' اور اس کا معاملہ خیر کی طرف کر دے۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں منافقوں کا سردار تھا' کیا میں ان کو آپ کے پاس لاؤں؟ آپ نے فرمایا: جو ہمارے پاس آئے گا ہم اس کے حق میں استغفار کریں گے اور جو اصرار کرے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' اور تم کسی کا پردہ فاش نہ کرنا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا' انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے بُرے کاموں کے ساتھ ملا دیا' عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ: ۱۰۲)

حضرت ابولبابہ کی توبہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرمایا تھا جو جھوٹے بہانے تراش کر غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ بعض مسلمان بھی بغیر کسی سبب اور عُذر کے غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور منافقوں کی طرح جھوٹے عُذر پیش نہیں کیے اور انہوں نے یہ امید رکھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یہ دس مسلمان تھے جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا' اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے' جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ

Marfat.com

ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ ابولبابہ اور ان کے اصحاب ہیں جو آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ یہ اس وقت تک بندھے رہیں گے جب تک آپ ان کا عذر قبول کر کے ان کو نہیں کھولیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک ان کو نہیں کھولوں گا اور ان کا عذر قبول نہیں کروں گا جب تک کہ اللہ ہی ان کو کھولنے کا حکم نہ دے، ان لوگوں نے مجھ سے اعراض کیا اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نہیں گئے۔ جب ان مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم خود اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ اللہ ہی ہمیں کھولے گا، تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا، انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے بُرے کاموں کے ساتھ ملا دیا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ چھ افراد تھے اور ان میں سے ایک حضرت ابولبابہ تھے۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جن مسلمانوں نے خود کو ستونوں سے باندھا تھا وہ آٹھ افراد تھے، ان میں کردم، مرداس اور ابولبابہ تھے۔

قتادہ سے روایت ہے کہ یہ سات افراد تھے، ان میں ابولبابہ بھی تھے لیکن وہ تین صحابہ (ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک) ان میں نہیں تھے۔

ضحاک نے روایت کیا ہے کہ یہ ابولبابہ اور ان کے اصحاب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی تھی اور ان کو کھول دیا تھا۔

مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ابولبابہ کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے بنو قریظہ کو اشارہ سے یہ بتایا تھا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے قلعہ سے نکل آئے تو وہ تم کو ذبح کردیں گے، انہوں نے اپنے ہاتھ کو حلقوم پر رکھ کر اشارہ کیا تھا۔

امام ابو جعفر نے کہا: ان روایات میں اولیٰ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ نے غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۲-۱۹، ملخصاً، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۷۳-۱۸۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعثِ طمانیت ہے، اور اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ (التوبہ: ۱۰۳)

حضرت ابولبابہ کی توبہ اور شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب کو کھول دیا، تو حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اموال لے کر آئے اور کہا: آپ ہمارے اموال لیجئے اور ان کو ہماری طرف سے صدقہ کر دیجئے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہم کو پاک کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت تک ان مین سے کوئی چیز نہیں لوں گا جب تک کہ مجھے اس کا حکم نہ دیا جائے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں بے شک آپ کی دعائے رحمت ان کے لیے طمانیت ہے۔ یعنی ان سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں آپ ان کے لیے استغفار فرمائیں۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۴، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۷۵)

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً اور انفراداً صلوٰۃ بھیجنے کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے: آپ ان پر صلوٰۃ پڑھیے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعثِ طمانیت ہے۔ (التوبہ: ١٠٣)

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر، امت کے عام افراد پر بھی مستقل طور پر صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے۔ ہم پہلے صلوٰۃ کا معنی بیان کریں گے، پھر اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کے مذاہب بیان کریں گے اور فریقین کے دلائل ذکر کریں گے اور آخر میں اپنا موقف بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

صلوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ نے لکھا ہے کہ اہلِ لغت نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی دُعا، تبریک اور تمجید ہے اور اللہ اور رسول کے بندوں اور امت پر صلوٰۃ بھیجنے کا معنی ان کا تزکیہ کرنا اور ان کی تعریف اور توصیف کرنا ہے اور فرشتوں اور مسلمانوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنی دُعا اور استغفار کرنا ہے اور نماز کو بھی صلوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل دُعا ہے۔ (المفردات ج ٢ ص ٣٧٤)

علامہ ابن قیم جوزی متوفی ٧٥١ھ کی تحقیق یہ ہے کہ صلوٰۃ کا معنی ثناء (تعریف اور توصیف) کرنا ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے: اللہ عزوجل کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا ان کی ثناء اور ستائش کرنا اور ان کو سراہنا ہے اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی ثناء اور ستائش کی دعا کرنا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر، الاحزاب: ٥٦) اور الاحزاب: ٥٦ میں صلوٰۃ کا معنی رحمت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا معنی ہے: اللہ اور اس کے فرشتے آپ کی ثناء اور تعریف کرتے ہیں۔ (جلاء الافہام ص ٧٦، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس تحقیق کی بناء پر اللھم صل علی محمد کا معنی ہوگا: اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف فرما۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہبِ فقہاء

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ بعض متعصبین اہلسنّت نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے اے اللہ! امیرالمومنین علی پر صلوٰۃ بھیج یا فاطمۃ الزہرا پر صلوٰۃ بھیج تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآنِ مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا ناجائز ہو۔ (تفسیر نمونہ ج ٨ ص ١٢١-١٢٠، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ طہران، ١٣٧٥ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ٩٦٠ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔

(الاقناع مع کشاف القناع ج ١ ص ٤٣٢، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٨ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٢ ص ٣٠٥، مطبوعہ دارالوفاء بیروت، ١٤١٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٣٦٢، مطبوعہ لاہور، ١٤٠١ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
امام احمد کے نزدیک غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، امام مالک، امام شافعی اور اکثرین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے لیکن ان پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔
(عمدۃ القاری جز ٩ ص ٩٥، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ١٣٤٨ھ)

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے میں جمہور کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے، اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے، مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے، ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہلِ بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو، ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے، جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے، پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہرچند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں، اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ واتباعہ، کیونکہ اس کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے، اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا، پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا مثلاً السلام علیک یا السلام علیکم کہا جائے گا۔
(الاذکار ج ا ص ١٣٦-١٣٥، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٧ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ٧٥١ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:
دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مومن کے حق میں مشروع ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب، کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچا دو، اور یہ اہلِ اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے بخلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور یوں نہیں پڑھا جاتا الصلوٰۃ علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔ (جلاء الافہام ص ٢٦٠، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل سورۂ توبہ کی زیر بحث آیت ١٠٣ ہے:

Marfat.com

صَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ۔ آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے، آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ۔ (البقرہ: ۱۵۷) (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات ہیں اور رحمت۔

هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ۔ (الاحزاب: ۴۳) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسبِ ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابو اوفیٰ صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر رحمت بھیج۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۷۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۹۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۴۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۹۶)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے، ایک خاتون نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۸، ۳۰۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹)

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۳۲۵)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے، وہ جس کو چاہے صلوٰۃ بھیجے اور جو چاہے کرے اور صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے، وہ اپنا حق جس کو چاہیں عطا کر دیں، سو یہ آیات اور احادیث ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ہمارا موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل

امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا‌ؕ۔ (النور: ۶۳) تم آپس میں رسول کی دُعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دُعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے دُعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لیے دُعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان میں امتیاز ہونا چاہیے۔

(الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۲، طبع بیروت ۱۴۱۴ھ، التمہید ج ۷ ص ۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم

Marfat.com

میں جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۳۱۱۹، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳، التمہید ج ۷ ص ۹۹)

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(المصنف رقم الحدیث: ۳۱۱۹، المعجم الکبیر ۱۱ رقم الحدیث: ۱۸۸۱۳)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳، التمہید ج ۷ ص ۹۹)

موطا امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث: ۱۲۶) امام ابن عبدالبر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت اس طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔ (الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳، التمہید ج ۷ ص ۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے، باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاستذکار ج ۶ ص ۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلوٰۃ وسلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے، اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○ (التوبہ: ۱۰۴)

صدقہ کی ترغیب

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: جن بندوں نے اپنے گناہوں پر توبہ کی اور اس کے کفارہ میں صدقہ کیا، عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس آیت میں توبہ کو قبول کرنے کی امید دلائی تھی، توبہ قبول کرنے کی خبر نہیں دی تھی، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے، تاکہ بندے زیادہ ذوق و شوق اور رغبت سے صدقہ و خیرات کریں۔

نیز پہلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ آپ ان سے صدقات لیں، اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ صدقات لیتا ہے اور یہ بظاہر تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقات لینا، اللہ ہی کا صدقات لینا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے ساتھ کیے جانے والے معاملات کو اپنے افعال اور اپنے ساتھ کیے جانے والا معاملہ قرار دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ۔ (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ۔ (الاحزاب: ۵۷) بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء دیتے ہیں۔

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینا تو محال ہے۔

یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ۔ (البقرہ: ۹) وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔

اس سے مراد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا ہے، کیونکہ وہ اپنے عقیدہ میں اللہ کو دھوکا نہیں دیتے تھے۔

صدقہ کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کسی پاک چیز کو صدقہ کرتا ہے، اور اللہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا، تو رحمٰن اس کو اپنے ہاتھ سے لیتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہے، پھر وہ کھجور رحمٰن کے ہاتھ میں بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کو یا اس کے بچھیرے کو بڑھاتا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۴، سنن الترمذی رقم الحدیث:۶۶۲، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۸، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۴۲۶)

ترمذی کی دوسری روایت میں ہے: حتیٰ کہ ایک لقمہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے: وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے۔ (التوبہ: ۱۰۴) اور اللہ سُود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا رہتا ہے○ (البقرہ: ۲۷۶)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ اضافہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تنگ دست کی کمائی، اور فرمایا: اپنے عیال سے ابتداء کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۳۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۶۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۷۷، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۴۴، سنن الدارمی رقم الحدیث:۱۶۵۱)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: (اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے مُنہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، (اصل) نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ، قیامت کے دن، فرشتوں، (آسمانی) کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے، اور مال سے محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے مال دے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۶۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۷۸۹، سنن الدارمی رقم الحدیث:۱۶۳۷)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، اور اپنے عیال سے ابتدا کرو، بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان خوشحالی کے وقت دے، جو شخص سوال سے رُکے گا اللہ اس کو سوال سے باز رکھے گا، اور جو مستغنی رہے اللہ اس کو مستغنی رکھے گا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۲۸، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۵، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۶۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۰۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۷۶، سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۷۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی خاتون اپنے گھر کے طعام سے خرچ کرے درآنحالیکہ وہ اس کو ضائع کرنے والی نہ ہو تو اس کو طعام خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے، اور اس کے خاوند کو اپنے کمانے کا اجر ملتا ہے اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے اور ان میں سے کسی کا اجر دوسرے کے اجر میں کمی نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۲۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۲۴، سنن الترمذی رقم الحدیث:۶۷۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۸۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۲۹۴)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس صرف وہ مال ہے جو مجھے (حضرت) زبیر نے دیا ہے، کیا میں صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کرو اور ہاتھ نہ روکو ورنہ تم سے بھی روک لیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۵۹۰، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۹۶۰، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۵۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک سائل آیا، اس وقت میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، میں نے اس سائل کو کچھ چیز دینے کے لیے کہا، پھر میں نے اس سائل کو بلایا اور اس چیز کو دیکھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ تمہارے گھر میں جو کچھ آئے اور تمہارے گھر سے جو کچھ جائے اس کا تم کو علم ہو؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! تم گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ اللہ عزوجل بھی تم کو گن گن کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۷۰۰، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۴۹)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کرتا ہے، بُری موت کو دُور کرتا ہے اور اللہ اس کی وجہ سے تکبر اور فخر کو دُور کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۲۲، حافظ الہیثمی نے کہا: اس میں ایک راوی ضعیف ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۴۶۰۵)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ، صدقہ دینے والوں کی قبروں سے گرمی کو دُور کرتا ہے اور مسلمان قیامت کے دن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۲۸۶، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اس میں کلام ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۴۶۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گھر والوں نے ایک بکری کو ذبح کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس میں سے کچھ بچا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: اس کا صرف ایک شانہ باقی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس شانہ کے علاوہ باقی سب باقی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۷۰، مسند احمد ج ۶ص ۵۰، حلیۃ الاولیاء ج ۵ص ۲۳)

حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی قیادت میں مسلمانوں نے جہاد کیا، ایک مسلمان نے مالِ غنیمت میں سے سو رومی دینار غبن کر لیے۔ جب لشکر واپس چلا گیا اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو وہ مسلمان بہت نادم ہوا، اس نے امیرِ لشکر کے پاس یہ دینار پہنچائے۔ اس نے ان کو لینے سے انکار کر دیا کہ جن اہلِ لشکر میں یہ دینار تقسیم کیے جا سکتے تھے وہ سب تو اپنے اپنے گھر چلے گئے، اب میں ان کو نہیں

Marfat.com

لے سکتا، تم قیامت کے دن یہ دینار خدا کو پیش کر دینا- اس شخص نے بہت سے صحابہ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، سب نے یہی جواب دیا- وہ دمشق گیا اور حضرت معاویہ سے ان کو قبول کرنے کی درخواست کی- انہوں نے بھی انکار کیا، وہ روتا ہوا عبداللہ بن الشاعر السکسی کے پاس سے گزرا، انہوں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا- اس نے سارا ماجرا سنایا- اس نے کہا: تم حضرت معاویہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو اس میں سے پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے وہ لے لیں اور بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی (۸۰) دینار ان اہلِ لشکر کی طرف سے صدقہ کر دو جو ان کے مستحق ہو سکتے تھے، کیونکہ اللہ ان کے ناموں اور ان کے پتوں سے واقف ہے، وہ ان کو ان دینار کا ثواب پہنچا دے گا اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے، سو اس مسلمان نے ایسا ہی کیا- حضرت معاویہ نے کہا: اگر یہ فتویٰ میں نے دیا ہوتا تو مجھے یہ فتویٰ اپنی ساری مملکت سے زیادہ محبوب تھا-

(مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیے کہ تم عمل کرو پس عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور مومنین (بھی) اور عنقریب تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم کرتے رہے تھے○ (التوبہ: ۱۰۵)

نیک اعمال کا حکم دینے اور بُرے اعمال سے روکنے کی وجہ

آیاتِ سابقہ سے اس آیت کے ارتباط کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اس آیت کا تعلق ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے توبہ کی تھی یعنی کیا یہ مسلمان نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ توبہ صحیحہ کو قبول کرتا ہے، اور خلوصِ نیت سے جو صدقات دیئے جاتے ہیں ان کو قبول فرماتا ہے۔

(۲) اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے توبہ نہیں کی تھی تاکہ ان کو توبہ کی ترغیب دی جائے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ معبودِ برحق کو ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں زیادتی اور کمی محال ہو، مخلوق کی عبادت سے اس میں کسی چیز کا زیادہ ہونا اور مخلوق کی نافرمانی سے اس میں کسی چیز کا کم ہونا محال ہو، عبادت کی طرف اس کی رغبت اور معصیت سے اس کی نفرت محال ہو حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ اس کی نفرت اور اس کا غضب اس کو انتقام پر برانگیختہ کرتا ہے، بلکہ اس کا معصیت سے منع کرنا اور عبادت کی طرف راغب کرنا اس لیے ہے تاکہ مخلوق کو نیک لوگوں کے مقامات حاصل ہوں اور وہ بُرے لوگوں کے انجام سے بچیں- پس نافرمانی کرنے والا صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور اطاعت کرنے والا صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم نیک کام کرو گے تو وہ نیک کام تمہارے نفع کے لیے ہیں، اور اگر تم بُرے کام کرو گے تو ان کا نقصان تمہیں پہنچے گا- (الاسراء: ۷) پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: تم عمل کرو اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا، اس میں نیک کام کرنے والوں کے لیے ترغیب ہے، اور نافرمانی کرنے والوں کو ڈرایا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مستقبل کے لیے جدوجہد کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک ثمرہ آخرت میں ہے- دنیا میں ثمرہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں، اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو دنیا میں تمہاری بہت تعریف ہوگی اور دنیا اور آخرت میں تمہیں اجرِ عظیم ملے گا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہوگی اور آخرت میں تمہیں شدید عذاب ہوگا۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

انسان کے اعمال کو زندہ اور مردہ لوگ دیکھتے رہتے ہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کسی بند چٹان کے اندر عبادت کرو جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی تب بھی لوگوں کے لیے عمل ظاہر ہو جائیں گے خواہ وہ جو عمل بھی ہوں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۸، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۵، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۹۴۲، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۷۳۰، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مرے ہوئے قرابت داروں اور رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ نیک اعمال ہوں تو وہ ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ نیک اعمال نہ ہوں تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو ان پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک تو ان کو اس طرح ہدایت نہ دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸، الطیالسی رقم الحدیث: ۱۵۶، حافظ الہیثمی اور شیخ احمد شاکر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۶۱۹، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم کسی شخص پر اس وقت تک تعجب نہ کرو جب تک کہ اس کا خاتمہ نہ ہو جائے، کیونکہ ایک عمل کرنے والا ایک زمانہ تک ایسے عمل کرتا رہتا ہے کہ اگر وہ ان اعمال پر مرجائے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا پھر وہ پلٹتا ہے اور برے عمل کرتا ہے، اور ایک بندہ ایک زمانہ تک برے عمل کرتا ہے اگر وہ ان اعمال پر مرجائے تو وہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا پھر وہ پلٹتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اور جب اللہ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو موت سے پہلے اس سے (نیک) عمل کرا لیتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اس سے کیسے عمل کراتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس کو نیک عمل کی توفیق دیتا ہے پھر اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۲، امام ترمذی اور شیخ شاکر نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۱۵۳، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تمہیں کسی شخص کا عمل اچھا لگے تو یہ آیت پڑھو: تم عمل کرو عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور مومنین بھی۔ (التوبہ: ۱۰۵) (صحیح البخاری کتاب التوحید، باب: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض دوسرے وہ ہیں جن کو اللہ کا حکم آنے تک موخر کیا گیا ہے، یا اللہ ان کو عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا، اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ (التوبہ: ۱۰۶)

غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ جانے والوں کی چار قسمیں

جو لوگ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے ان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) وہ منافق تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ۱۰۱ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۲) وہ مسلمان تھے جو سستی اور غفلت کی بناء پر غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، وہ بعد میں نادم ہوئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کر لی۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ۱۰۲ میں فرمایا ہے۔

(۳) وہ مسلمان تھے جو سستی اور غفلت کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں نہیں گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جلدی حاضری نہیں دی اور توبہ کرنے میں اول الذکر مسلمانوں کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

بھی ان کا معاملہ موخر کر دیا۔ یہ کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔
(۴) وہ مسلمان جو بہت بُوڑھے، کمزور، نابینا یا اپاہج تھے، ان کو ان کے شرعی عُذر کی وجہ سے رُخصت دی گئی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی خذ من اموالھم صدقۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب سے صدقہ لے لیا، اور تین اصحاب باقی رہ گئے جنہوں نے حضرت ابولبابہ کی طرح اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ نہیں باندھا تھا، انہوں نے کسی چیز کا ذکر نہیں کیا، ان کا عُذر نازل نہیں ہوا اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض دوسرے وہ ہیں جن کو اللہ کا حکم آنے تک موخر کیا گیا ہے، یا ان کو اللہ عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول فرمالے گا، تب لوگوں نے کہا: یہ لوگ ہلاک ہوگئے کیونکہ ان کے متعلق کوئی عُذر نازل نہیں ہوا اور دوسروں نے کہا: ہوسکتا ہے اللہ ان کی مغفرت فرمادے کیونکہ ان کا معاملہ موخر کیا گیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۹)
حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں کی توبہ کی تفصیل التوبہ: ۱۱۸-۱۱۷ میں بیان کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ

اور وہ لوگ جنہوں نے ضرر پہنچانے کے لیے مسجد بنائی اور کفر کرنے کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ

پھوٹ ڈالنے کے لیے اور اس شخص کی کمین گاہ بنانے کے لیے جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ

قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

کر رہا ہے اور وہ ضرور بہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۷ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ

کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد

عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ

پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸ اَفَمَنْ

ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ○ تو کیا جس

اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی مسجد کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے

Marfat.com

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ

اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ

جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ

میں گر پڑا اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ جس عمارت کو انہوں نے بنایا ہے گرنے کے

الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

خطرہ کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی سوا اس کے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ بے حد جاننے والا

ع ١٣ ١١ ٢

حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

بڑی حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جنہوں نے ضرر پہنچانے کے لیے مسجد بنائی اور کفر کرنے کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے اور اس شخص کی کمین گاہ بنانے کے لیے جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور یہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ (التوبہ: ١٠٧)

مسجد ضرار کا پس منظر و پیش منظر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے، مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک شخص رہتا تھا جس کا نام ابو عامر راہب تھا، یہ شخص ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا، اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ ایام جاہلیت میں یہ ایک عبادت گزار شخص تھا، اور اس کو اپنے قبیلہ میں بہت فضیلت حاصل تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور مسلمان آپ کے گرد جمع ہونے لگے اور اسلام کی مقبولیت ہونے لگی اور غزوۂ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا تو ابو عامر پر یہ تمام امور بہت شاق گزرے اور وہ برملا مسلمانوں سے عداوت ظاہر کرنے لگا، اور مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکین سے جا ملا، یہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر مائل کرتا تھا، سو عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ احد کے لیے پیش قدمی کی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور مسلمانوں کو اس جنگ میں نقصان ہوا۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے، ان میں سے ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے، اور آپ کو چوٹ لگی، آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا، نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کا ایک دانت شہید ہو گیا (اس کا ایک کنارہ جھڑ گیا تھا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بھی زخمی ہو گیا تھا۔ ابو عامر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور ان کو اپنی موافقت کی دعوت دی، جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو انہوں نے کہا: اے فاسق! اے دشمن خدا! اللہ تجھ کو برباد کرے، اور اس کو بہت برا کہا اور اس

Marfat.com

کی مذمت کی۔ ابوعامر یہ کہتا ہوا واپس گیا کہ میرے بعد میری قوم بہت بگڑ گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھاگنے سے پہلے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اس کو قرآن پڑھ کر سنایا تھا' لیکن اس نے سرکشی کی اور انکار کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعاء ضرر فرمائی کہ وہ جلاوطنی کی حالت میں مرے۔ اس دعاء ضرر کا اثر اس طرح ہوا کہ جب ابوعامر نے دیکھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی تو وہ روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس گیا اور اپنی قوم میں سے منافقین کو مکہ بھیجا کہ میں لشکر لے کر آ رہا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب جنگ ہوگی اور میں ان پر غالب آ جاؤں گا' اور منافقین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لیے ایک پناہ کی جگہ بنائیں اور جو لوگ میرا پیغام اور احکام لے کر آئیں ان کے لیے امن کی ایک پناہ گاہ بناؤ تاکہ جب وہ خود مدینہ آئے تو وہ جگہ اس کے لیے کمین گاہ کا کام دے' چنانچہ ان منافقین نے مسجد قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک روانگی سے پہلے وہ اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے اور ہماری مسجد میں نماز پڑھیے تاکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مسجد مستند ہو جائے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نے کمزوروں اور بیماروں کی خاطر یہ مسجد بنائی ہے اور جو ضعیف لوگ سردیوں کی راتوں میں دور کی مساجد میں نہیں جا سکتے ان کے لیے آسانی ہو' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ہمیں تو اس وقت غزوۂ تبوک کا سفر درپیش ہے' جب ہم واپس ہوں گے تو ان شاء اللہ دیکھا جائے گا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے' اور ایک دن یا اس سے کچھ کم مدینہ کی مسافت رہ گئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور بتایا کہ منافقوں نے یہ مسجد ضرار بنائی ہے اور مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے ان کا مقصد مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے اور اس سے ان کا مقصود ابوعامر راہب کی کمین گاہ بنانا ہے۔ اس وحی کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی چند مسلمانوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اس کو منہدم کر دیں اور اس کو جلا ڈالیں۔ آپ نے بنو سالم کے بھائی مالک بن دخشم اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ ان دونوں نے اس مسجد کو گرایا اور جلا ڈالا۔ اس وقت اس مسجد میں یہ کفار موجود تھے اور مسجد کے جلنے سے یہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسجد ضرار کو بنانے والے یہ بارہ افراد تھے: خذام بن خالد' ثعلبہ بن حاطب (یہ وہ نہیں جو بدری صحابی ہیں) معتب بن قشیر' ابوحبیبہ بن الازعر' عباد بن حنیف' حارثہ بن عامر اور اس کے دو بیٹے مجمع اور زید' نبتل الحارث' مخرج' بجاد بن عمران اور ودیعہ بن ثابت --- یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے یہ مسجد بنائی تھی' ہمارے پیش نظر صرف مسلمانوں کی خیر خواہی تھی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۵ - ۴۳۲ ملخصاً' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۹ھ' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۱۹ - ۶۱۸' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں' البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے' وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں' اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ○ (التوبہ: ۱۰۸)

مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار میں کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ابن جریج

Marfat.com

نے کہا ہے کہ منافقین جمعہ کے دن اس مسجد کو بنا کر فارغ ہو گئے تھے، انہوں نے جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو اس مسجد میں نمازیں پڑھیں، اور پیر کے دن یہ مسجد گرا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی پہلے یہ وجہ بیان فرمائی تھی کہ یہ مسجد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے، کفر کرنے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا تھا اس کی کمین گاہ بنانے کے لیے بنائی گئی ہے اور اس آیت میں دوسری وجہ بیان فرمائی ہے کہ دو مسجدوں میں سے ایک مسجد پہلے روز سے ہی تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی ہو اور دوسری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد تقویٰ میں نماز پڑھنے سے مانع ہو تو اس دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بداہتاً ممنوع ہو گا۔

اس مسجد کا مصداق جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن مسیب اور خارجہ بن زید کا موقف یہ ہے کہ لمسجد اسس علی التقوی کا مصداق مسجد نبوی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بعض ازواج کے حجرہ میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ آپ نے اپنی مٹھی میں کنکریاں لیں اور ان کو زمین پر مارا، پھر فرمایا: وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔

حضرت ابن عباس، ابن بریدہ اور ابن زید کا موقف یہ ہے کہ وہ مسجد قبا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ان مختلف روایتوں میں راجح قول یہ ہے کہ مسجد تقویٰ، مسجد نبوی ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ وارد ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو شخصوں کا اس میں اختلاف ہوا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد روز اول سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی؟ ایک شخص نے کہا وہ مسجد نبوی ہے، دوسرے شخص نے کہا وہ مسجد قباء ہے، پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ مسجد میری مسجد ہے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۱۶۴-۲۱۱۶۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسجد کے متعلق سوال کیا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: وہ میری مسجد ہے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۸۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۳)

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۳۹-۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا اور بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص کا اس میں اختلاف ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی وہ کون سی ہے؟ میں نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ ہے اور بنو عمرو بن عوف کے شخص نے کہا وہ مسجد قبا ہے، پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ یہ مسجد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور فرمایا: اس میں (مسجد قبا میں) خیر کثیر ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۳، ۳۰۹۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۲۶، ۱۶۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۲، مطبوعہ کراچی، مسند احمد ج ۳ ص ۹۱، ۲۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۹۸۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۴، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۷، ج ۲ ص ۳۳۴، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۵۵)

واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرما دیا ہے کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ میری مسجد ہے یعنی

Marfat.com

مسجد نبوی، اس سلسلہ میں صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منفرد رائے ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے، اور تابعین میں سے ابن بریدہ، ابن زید اور ضحاک کا بھی یہی موقف ہے، اس کے برخلاف کثیر صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف تصریح یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے جیسا کہ ہم احادیث صحیحہ سے بیان کر چکے ہیں، اور اب ہم مسجد نبوی اور مسجد قبا کے فضائل میں احادیث کا ذکر کریں گے۔

مسجد نبوی اور روضۂ رسول کی زیارت کے فضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے، اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے، اور اس کا مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور ان میں سے کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو اس کے لیے آگ سے نجات لکھ دی جائے گی اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور نفاق سے برأت لکھ دی جائے گی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۵۱، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۴۴۰، حافظ منذری نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۵، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۸۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۲۴۳، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۳۹، کراچی، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۵۰، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۱۱۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۶، التمہید ج ۱ ص ۵۷۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اس منبر کے پائے جنت میں نصب ہیں۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۲۴۲، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۴۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۴، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۴۸، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰۹، المستدرک ج ۳ ص ۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۸۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۹۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۷، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۳۰، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۹۰۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۱۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳، کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۵۰)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد حج کر کے میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۴۹۷، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۴۰۰، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۶۶۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۶، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۲۵۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۳، کتاب المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۷۳)

مسجد قبا کے فضائل

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل قبا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے لیے مسجد بنائی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو اور اونٹنی پر سوار ہو، حضرت ابوبکر نے اس پر سوار ہو کر اس کو اٹھانا چاہا وہ نہیں اٹھی، پھر وہ آ کر بیٹھ گئے، پھر حضرت عمر نے اس پر سوار ہو کر اس کو چلانا چاہا وہ نہیں چلی، وہ بھی واپس آ کر بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ کھڑے ہوں اور اس اونٹنی پر سوار ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس کی رکاب میں پیر رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو، اور اس کے گھومنے کے گرد مسجد بناؤ کیونکہ یہ اونٹنی اللہ کے حکم کی پابند ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۰۳۳، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۵۸۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا جاتے تھے خواہ پیدل یا سوار، اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۹۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۰)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس (قبا) میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی فضیلت

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے فرمایا: میں نے اللہ سے سنا کہ وہ تمہاری پاکیزگی حاصل کرنے کی تعریف فرماتا ہے، تم کس طرح پاکیزگی حاصل کرتے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں اور کسی چیز کا پتا نہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی براز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سرینوں کو پانی سے دھوتے ہیں، پس ہم بھی اس طرح دھوتے ہیں جس طرح وہ دھوتے ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۴۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۴۸۵، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت: (التوبہ: ۱۰۸) اہل قبا کے

Marfat.com

متعلق نازل ہوئی ہے، وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے، تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ا ص ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی مسجد کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑا اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ: ۱۰۹)

مشکل الفاظ کے معانی

شفا کے معنی ہیں طرف یا کنارہ۔ جرف کے معنی ہیں وہ جگہ جس کو سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ (المفردات ج ا ص ۱۱۱) شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے اس کا ترجمہ کھائی کیا ہے اور اعلیٰ حضرت اور ہمارے شیخ علامہ کاظمی نے اس کا ترجمہ گڑھا کیا ہے۔ ھار: یہ اصل میں ھائر تھا، جو چیز گرنے والی ہو۔ فانھار بہ اپنے بنانے والے کے ساتھ گر گیا۔ ریبۃ: شک۔ تقطع: ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دو مسجدوں کے بنانے والوں میں سے ایک نے اپنی مسجد بنانے سے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا کا ارادہ کیا اور دوسرے نے اپنی مسجد بنانے سے نافرمانی اور کفر کا ارادہ کیا، پس پہلی بنا نیک ہے اور اس کا باقی رکھنا واجب ہے اور دوسری بنا خبیث ہے اور اس کا گرانا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس عمارت کو انہوں نے بنایا ہے گرنے کے خطرہ کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی سوا اس کے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ بے حد جاننے والا بڑی حکمت والا ہے○ (التوبہ: ۱۱۰)

منافقین کے شک میں پڑنے کی وجوہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ منافقین نے جو مسجد ضرار بنائی تو اس کے بنانے کے بعد ان کے دلوں میں یہ خوف رہا کہ اس مسجد کا راز کھل جائے گا اور اس کو منہدم کر دیا جائے گا اور اس کو بنانے کا سبب یہ تھا کہ ان کو دین اسلام کے متعلق شک تھا، اور وہ شک ان کے دلوں سے نکل نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ ان کو موت نہ آ جائے اور اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مسجد ضرار دین میں شکوک اور شبہات کا مصدر تھی اور کفر اور نفاق کا مظہر تھی، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا تو یہ ان پر بہت شاق گزرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا بغض اور زیادہ ہو گیا، اور آپ کی نبوت میں ان کے شکوک اور شبہات اور بڑھ گئے اور ان کو اپنے متعلق یہ پریشانی رہتی تھی کہ آیا ان کو اسی نفاق کی حالت میں برقرار رکھا جائے گا یا ان کو قتل کر دیا جائے گا تو گویا اس مسجد ضرار کو بنانا بجائے خود ایک شک تھا کیونکہ وہ شک کا سبب تھا۔ اس شک کے پیدا ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) منافقین مسجد ضرار کو بنا کر بہت خوش ہوئے تھے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا تو ان کو یہ حکم بہت ناگوار گزرا اور آپ کی نبوت اور رسالت کے متعلق ان کے شکوک اور شبہات اور زیادہ ہو گئے۔

(۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو منہدم کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان سے حسد کی وجہ سے یہ حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو امان دی ہوئی تھی وہ ان کے خیال میں مرتفع ہو گئی اور ان کو ہر وقت یہ خوف اور خطرہ رہا کہ آیا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا یا ان کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کے اموال سلب کر لیے جائیں گے۔

Marfat.com

(۳) ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اس مسجد کو بنانا ایک نیک کام ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گرانے کا حکم دیا تو یہ اس شک میں پڑ گئے کہ کس وجہ سے اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۴) وہ مسلسل اس شک میں رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس جرم کو معاف کر دے گا یا نہیں، لیکن صحیح پہلی وجہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت

بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ

کے بدلہ میں خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں. پس قتل کرتے ہیں اور

يُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ

قتل کیے جاتے ہیں. اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے. تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں.

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي

اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے؟ پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو

بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ

تم نے بیع کی ہے، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (یہی لوگ ہیں) توبہ کرنے والے عبادت کرنے

الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ

والے حمد کرنے والے روزے رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ

حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے

اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیں ○ نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے

أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ

کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر

Marfat.com

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ

یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیں ○ اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے

اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس نے ابراہیم سے کیا تھا اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے، پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (التوبہ: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خریدنا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ان برائیوں اور خرابیوں اور سازشوں کا ذکر فرمایا تھا جو غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے کی بنا پر انہوں نے کی تھیں، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت اور اس کی ترغیب کو بیان فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ منافقین نے جہاد کو ترک کر کے کتنے بڑے نفع کو ضائع کر دیا۔

مجاہدین اپنی جانوں اور مالوں کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے جو ان کو جنت عطا فرمائی اس کو اللہ تعالیٰ نے شراء (خریدنے) سے تشبیہ دی ہے۔ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کر دوسرے کو کسی اور چیز کے عوض دیتا ہے جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ، پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاتھ اس جنت کے بدلے میں فروخت کر دیا جو اللہ نے مومنین کے لیے تیار کی ہے، بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکالنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے، اللہ اس شخص کے لیے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۵۳، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۴۴۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۷، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۳۱۱)

یہ آیت آخری بیعت عقبہ کے موقع پر بعثت نبوی کے تیرہویں سال میں نازل ہوئی تھی، اس موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے ستر آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

محمد بن کعب قرظی وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں شرط لگالیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ' اور میں اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم یہ کرلیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت! انہوں نے کہا یہ نفع والی بیع ہے' ہم اس کو خود فسخ کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔

(جامع البیان جز ۱۱ص ۴۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حسن بصری نے کہا روئے زمین پر جو مومن بھی ہے وہ اس بیع میں داخل ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۸۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

تورات اور انجیل میں اللہ کے عہد کا ذکر

اس آیت میں مذکور ہے کہ یہ وعدہ برحق ہے تورات' انجیل اور قرآن میں۔

موجودہ تورات اور انجیل میں اس وعدہ کی تصریح نہیں ہے' مفتی محمد عبدہ نے لکھا ہے اس وعدہ کی صحت موجودہ تورات اور انجیل پر نہیں ہے' کیونکہ تورات اور انجیل کا کافی حصہ ضائع ہو چکا ہے اور اس میں تحریفات بھی ہو چکی ہیں' بلکہ اس کے اثبات کے لیے قرآن مجید کی تصریح کافی ہے۔ (المنار ج ۱۱ص ۴۹' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تاہم تورات کی بعض آیات میں اس عہد کی طرف اشارے ملتے ہیں:

اس لیے جو فرمان اور آئین اور احکام میں آج کے دن تجھ کو بتاتا ہوں تو ان کو ماننا اور ان پر عمل کرنا○ اور تمہارے ان حکموں کو سننے اور ماننے اور ان پر عمل کرنے کے سبب سے خداوند تیرا خدا بھی تیرے ساتھ اس عہد اور رحمت کو قائم رکھے گا' جن کی قسم اس نے تیرے باپ دادا سے کھائی○ اور تجھ سے محبت رکھے گا اور تجھ کو برکت دے گا اور بڑھائے گا' الخ۔

(تورات: استثناء باب: ۷' آیت ۱۳-۱۱' ص ۱۷۳' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اسی طرح انجیل کی بعض آیات میں بھی اس عہد کی طرف اشارے ملتے ہیں:

اور جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اس کو سو گنا ملے گا اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا○ (متی کی انجیل: باب: ۱۹' آیت: ۲۹' ص ۲۳' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے سبب ستائے گئے کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے○

(متی کی انجیل: باب: ۵' آیت: ۱۰' ص ۷' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

قرآن مجید کی اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جہاد کا حکم تمام شریعتوں میں موجود ہے اور ہرامت سے اس پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جنت کے بدلہ میں جان و مال کی بیع کی تاکیدات

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے! آیت کے اس جز میں مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ خوشی سے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کریں' پہلے اس نے یہ خبر دی کہ اس نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے' اور جنت ان کی ملکیت ہو چکی ہے' پھر فرمایا: اس کا یہ وعدہ آسمانی کتابوں میں مذکور ہے' پھر تیسری بار فرمایا: اس سے بڑھ کر کون سچا وعدہ کرنے والا ہے' کیونکہ کریم کے اخلاق سے یہ ہے کہ وہ وعدہ کر

Marfat.com

کے اس کو ضرور پورا کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید خوش کرنے کے لیے فرمایا: پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ کیونکہ تم نے اس بیع سے ایسا نفع حاصل کیا ہے جو کسی شخص کے ساتھ بیع کر کے نہیں حاصل کر سکتے، پھر فرمایا: یہی بہت بڑی کامیابی ہے یعنی اللہ کا تمہارے ساتھ یہ بیع کرنا تمہاری بہت بڑی کامیابی ہے یا یہ جنت بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس بیع کے بعد معصیت کا بہت سنگین ہونا

اس بیع کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اللہ تعالیٰ کا اس کو بیع اور شراء قرار دینا بھی مجاز ہے اور اس کا بہت کرم اور احسان ہے کیونکہ ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کا تو وہی مالک ہے اور جنت کا بھی وہی مالک ہے تو پھر حقیقت میں وہی مشتری ہے اور وہی بائع ہے' یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کو ہماری ملکیت قرار دیا پھر اس جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔ بایں طور کہ ہم اس جان و مال کو اللہ کے احکام کے مطابق اور اس کی راہ میں خرچ کریں' اگر وہ ہماری جان و مال کو نہ خریدتا پھر بھی ہم کلیتاً اس کے مملوک تھے اور ہم پر لازم تھا کہ ہم اس کی اطاعت کرتے، اس کی راہ میں قتال اور جہاد کرتے اور نہ صرف جہاد بلکہ ہم زندگی میں ہر کام اس کے حکم کے مطابق کرتے اور پھر جب اس نے انتہائی کرم یہ کیا کہ اس نے ہماری جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا تو اب کسی طور پر بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے حکم کے خلاف کوئی عمل کریں' اور اگر اس بیع کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی کھلی کھلی نافرمانی کریں تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے اس بیع کو قبول نہیں کیا بلکہ ہم نے اس بیع کو عملاً مسترد کر دیا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہی لوگ ہیں) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزے رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیں ○ (التوبہ: ۱۱۲)

التائبون کا معنی

توبہ کا معنی ہے: رجوع، اور تائب کا معنی ہے: جو معصیت کی حالت مذمومہ سے اطاعت کی حالت محمودہ کی طرف رجوع کرے۔ توبہ کے چار ارکان ہیں:

(۱) معصیت کے صدور سے نادم ہو اور معصیت کے صدور سے اس کا دل جل رہا ہو اور وہ اپنے آپ سے متنفر ہو۔

(۲) آئندہ اس معصیت کو نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔

(۳) اس معصیت کی تلافی اور تدارک کرے مثلاً جو نماز رہ گئی تھی اس کی قضا کرے، جس کی رقم دبالی تھی اس کو واپس کرے، جس کی غیبت کی تھی اس کے حق میں دعا کرے۔

(۴) ان تین کاموں کا محرک محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم پر عمل کرنا ہو اور اگر اس کی غرض لوگوں کی مذمت کرنا ہو یا لوگوں کی تعریف اور تحسین حاصل کرنا ہو یا اور کوئی غرض ہو تو وہ التائبین میں سے نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے، اور خطا کاروں میں اچھے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۸، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۰، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۹۲۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۴۴)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک غرغرۂ موت کا وقت نہ آئے اللہ بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۳۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۰۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰، المستدرک ج ۴ ص ۲۵۷، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۶۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۳۰۶، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۵۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۱۴۹، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۹۷، اتحاف ج ۸ ص ۵۰۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۶۳)

العابدون کا معنی

عبادت کا معنی ہے غایت تذلل کا اظہار کرنا، جو لوگ اللہ کے سامنے انتہائی عجز اور ذلت کا اظہار کریں وہ عابدین ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۵) جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ وحدہ کے احکام پر عمل کریں اور اس عمل پر حریص ہوں وہ عابدین ہیں۔ (کشاف ج ۲ ص ۲۹۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو لوگ اللہ کی عبادت کو اپنے اوپر واجب سمجھتے ہوں وہ عابدین ہیں۔ متکلمین نے کہا عبادت کا معنی ہے ایسا کام کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا اظہار ہو اور وہ انتہائی تعظیم ہو، سو ایسے کام کرنے والے عابدین ہیں۔ حسن بصری نے کہا عابدین وہ ہیں جو راحت اور تکلیف میں اللہ کی عبادت کریں۔ قتادہ نے کہا جو دن رات اللہ کی عبادت کریں وہ عابدین ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۵۳)

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (الحجر: ۹۹)	اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی بہترین زندگی کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص گھوڑے کی لگام پکڑ کر اللہ کی راہ میں نکل جائے، وہ اس کی پشت پر اڑا جا رہا ہو، جس طرف دشمن کی آہٹ یا خوف محسوس کرے اسی طرف گھوڑے کا رخ کر دے اور قتل یا موت کی تلاش میں نکل جائے، یا اس آدمی کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی کسی چوٹی یا کسی وادی میں نکل جائے، وہاں نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے اور اللہ کی عبادت کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو موت آجائے اور لوگوں کے کسی معاملہ میں بھلائی کے سوا دخل نہ دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۷)

قرآن مجید اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عابدین وہ ہیں جو تادم مرگ عبادت کرتے رہیں۔

الحامدون کا معنی

حمد کے معنی ہیں صفات کمالیہ کا اظہار اور حسن و خوبی کا بیان کرنا، اور اگر حمد نعمت کے مقابلہ میں کی جائے تو وہ شکر ہے اور شکر کا معنی ہے نعمت کی بنا پر منعم کی تعظیم کرنا، اور منعم نے جس مقصد کے لیے نعمت دی ہے اس مقصد میں اس نعمت کو صرف کرنا، پس حامدون وہ لوگ ہیں جو اللہ کی قضا پر راضی رہتے ہیں اور اس کی نعمت کو اس کی اطاعت میں خرچ کرتے ہیں

Marfat.com

اور ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ہر ذی شان کام جس کی ابتداء الحمد للہ سے نہیں کی گئی وہ ناتمام رہتا ہے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۷۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **افضل الذکر** لا الٰہ الا اللہ ہے، اور **افضل الدعاء** الحمد للہ ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت اور تکلیف میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! تو نے مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے مجھے نفع عطا فرما، اور مجھے نفع آور علم عطا فرما، اور میرے علم کو زیادہ فرما، ہر حال میں اللہ کی حمد ہے، اور اے میرے رب! میں دوزخ کے حال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۷۶)

السائحون کا معنی

الساحة کا معنی ہے وسیع جگہ، ساحة الدار کا معنی ہے مکان کا صحن، السائح: مسلسل جاری رہنے والے پانی کو کہتے ہیں، سائح اور سیاح کا معنی ہے زمین میں سفر کرنے والا، السائحون (التوبہ: ۱۱۲) کا معنی ہے روزہ رکھنے والے۔ روزہ کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی۔ حقیقی روزہ یہ ہے کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کو ترک کر دیا جائے، اور حکمی روزہ یہ ہے کہ تمام اعضاء اللہ کی معصیت کو ترک کر دیں اور اس آیت میں السائحون سے یہی معنی مراد ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۲۴)

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے السائحون کے متعلق دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ روزہ دار ہیں۔

امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر، مجاہد، حسن بصری، ضحاک اور عطاء سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے بلکہ حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی السیاحت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد روزہ دار ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۵۳-۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے! آپ نے فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۶، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۷۶۰، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۵۲۲، المستدرک ج ۲ ص ۷۳)

الراکعون الساجدون کا معنی

رکوع اور سجدہ سے مراد نمازوں کا قائم کرنا ہے، نماز کی اشکال میں قیام، قعود، رکوع اور سجود ہیں، یہاں پر باقی شکلوں میں سے صرف رکوع اور سجود کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ کھڑے ہونا اور بیٹھنا یہ وہ حالتیں ہیں جو نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، انسان عادتاً اپنے معمولات میں کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے، اس کے برخلاف رکوع اور سجود کی حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے، لہٰذا جب رکوع اور سجدہ کا ذکر کیا جائے گا تو ذہن صرف نماز کی طرف منتقل ہو گا۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے

Marfat.com

ہونا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تواضع اور تذلل کا پہلا مرتبہ ہے اور تواضع اور تذلل کا متوسط درجہ رکوع میں ہے اور غایت تواضع اور تذلل سجدہ میں ہے، پس رکوع اور سجدہ کا بالخصوص اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ غایت عبودیت پر دلالت کرتے ہیں تاکہ اس پر تنبیہ ہو کہ نماز سے مقصود انتہائی خضوع اور تعظیم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وقت پر نماز پڑھی، پورا وضو کیا اور مکمل رکوع، سجود اور خشوع کیا تو وہ نماز سفید روشن صورت میں پیش ہوتی ہے اور کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے، جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے۔

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۱۱۹، الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۵۸، المغنی عن حمل الاسفار علی الاحیاء ج ا ص ۱۴۲)

معدان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کو کرنے کے بعد میں جنت میں داخل ہو جاؤں، وہ خاموش رہے، جب دو تین بار یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: تم بکثرت اللہ کے لیے سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ اس کی وجہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۹، ۳۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۶، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۵۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، سو تم (سجدہ میں) بکثرت دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

(تلخیص الحبیر ج ا ص ۱۹۷، اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۱۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۵۰۰۸، الترغیب والترہیب ج ا ص ۳۸۲)

یہ حدیث اس پر محمول ہے جب کوئی شخص نماز کے ترک کو جائز سمجھے یا معمولی سمجھے یا اس کی فرضیت کا انکار کرے۔

الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر کا معنی

ابو العالیہ نے کہا کہ قرآن مجید میں جہاں بھی امر بالمعروف کا ذکر ہے، اس سے مراد اسلام کی طرف دعوت دینا ہے اور جہاں بھی نہی عن المنکر کا ذکر ہے اس سے مراد بتوں کی عبادت سے منع کرنا ہے۔ امام ابن جریر نے کہا: امر بالمعروف سے مراد ہر اس نیک کام کا حکم دینا ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور نہی عن المنکر سے مراد ہر اس برائی سے روکنا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۵۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ظالم حاکم کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۶، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۵۸۲۔ اس حدیث کی تمام سندیں صحیح ہیں)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کا خوف تمہیں اس حق

Marfat.com

بات کو کہنے سے منع نہ کرے جس کا تمہیں علم ہو۔ امام بیہقی کی روایت میں ہے کیونکہ کوئی شخص تمہاری موت کو مقدم کرسکتا ہے نہ تمہیں رزق سے محروم کرسکتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۰۷، مسند احمد ج ۳ ص ۵، شعب الایمان رقم الحدیث:۷۵۸۰)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا ورنہ عنقریب تم پر عذاب بھیجا جائے گا، پھر تم دُعا کرو گے اور تمہاری دُعا قبول نہیں ہوگی۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۷۵۵۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نیکی کا اس وقت تک حکم نہ دیں جب تک اس پر عمل نہ کرلیں! اور کسی برائی سے نہ روکیں حتیٰ کہ تمام برائیوں سے اجتناب نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ نیکی کا حکم دیتے رہو، خواہ تم اس نیکی پر عمل نہ کرو اور برائی سے منع کرتے رہو خواہ تم تمام برائیوں سے اجتناب نہ کرو۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث:۹۸۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۶۶۲۴، شعب الایمان رقم الحدیث:۷۵۷۰، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۷)

الحافظون لحدود اللہ کا معنی

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن احکام کا مکلف کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں، ان کو دو قسموں میں منضبط کیا جاسکتا ہے: عبادات اور معاملات۔ عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور معاملات جیسے خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے: قتل، زنا، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی اور جھوٹ وغیرہ، یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو مکمل طریقہ سے ادا کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا یہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے آٹھ امور کو تفصیلاً بیان فرمایا اور نواں اور آخری امر یعنی حدود اللہ کی حفاظت ان سب امور کو جامع ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص مشبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات کا مرتکب ہوگیا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی منہ ماریں، سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے، اللہ کی مخصوص چراگاہ زمین پر اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہوتا ہے۔ سنو وہ دل ہے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۲، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۵۹۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۳۳۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۲۰۵، سنن النسائی رقم الحدیث:۴۴۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۸۴، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۹، سنن دارمی رقم الحدیث:۲۵۳۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۲۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۲۲۸۵، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیں ○ (التوبہ: ۱۱۳)

Marfat.com

ابوطالب کا مرتے وقت کلمہ نہ پڑھنا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں اور منافقوں سے ترک تعلق اور محبت نہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردہ کافروں سے بھی اظہار براءت کرنے کا حکم دیا ہے' اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث سے واضح ہوتا ہے:

سعید بن مسیب اپنے والد مسیب بن حزن سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا لا الہ الا اللہ کہئے' میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ کے پاس آپ کی سفارش کروں گا' تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرتے ہو؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہ کیا جائے میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین۔ الآیہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳' اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۵۳۰' سیرت ابن اسحٰق ج ا ص ۲۳۸-۲۳۷)

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے اور سورۃ التوبہ ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں آخر میں نازل ہوئیں' امام واحدی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے استغفار کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ مدینہ میں اس سورت کے نازل ہونے تک استغفار کرتے رہے ہوں' اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے استغفار ترک کر دیا۔ اس جواب کو اکثر اجلہ علماء نے پسند کیا ہے' امام رازی اور علامہ آلوسی اور علامہ ابوحفص دمشقی وغیرہم ان میں شامل ہیں۔ علامہ آلوسی نے ایک اور جواب یہ ذکر کیا ہے کہ سورہ توبہ کے مدنی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی اکثر اور غالب آیات مدنی ہیں' اس لیے اگر یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہو تو وہ سورہ توبہ کے مدنی ہونے کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ابوطالب نے تادم مرگ کلمہ نہیں پڑھا اور اسلام کو قبول نہیں کیا۔

ابوطالب کے ایمان کے متعلق ایک روایت کا جواب

امام ابن اسحٰق نے اپنی سند کے ساتھ حسب ذیل روایت بیان کی ہے' اس سے شیعہ ابوطالب کا ایمان ثابت کرتے ہیں:

از عباس بن عبداللہ بن معبد از بعض اہل خود از ابن اسحٰق' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی بیماری کے ایام میں اس کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ پڑھئے' میں اس کی وجہ سے قیامت کے دن آپ کی شفاعت کروں گا۔ ابوطالب نے کہا اے بھتیجے! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد تمہیں اور تمہارے اہل بیت کو یہ طعنہ دیا جائے گا کہ میں نے موت کی تکلیف سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشنودی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا' جب ابوطالب کی طبیعت زیادہ بگڑی تو اس کے ہونٹ ملتے ہوئے دیکھے گئے' عباس نے ان کا کلام سننے کے لیے اپنے کان ان کے ہونٹوں سے لگائے' پھر عباس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ! بے شک اللہ کی قسم! اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے ان سے سوال کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔

(سیرت ابن اسحٰق ج ا ص ۲۳۸' مطبوعہ دار الفکر)

Marfat.com

یہ روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے' نیز یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ امام ابن اسحٰق نے اس کو ایک مجہول شخص سے روایت کیا ہے' ثانیاً جس وقت کی یہ روایت ہے اس وقت حضرت عباس اسلام نہیں لائے تھے، پھر ان کا یا رسول اللہ کہنا کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ثالثاً یہ کہ اس روایت میں خود تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا، رابعاً یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کی سند منقطع ہے اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو طالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا' وہ آپ کی موافقت کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا' اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹) اور یہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر اعتراض کا جواب

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت کے شان نزول میں امام واحدی متوفی ۴۶۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں گئے، ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ آپ نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا، ہم بیٹھ گئے۔ پھر آپ چند قبروں سے گزر کر ایک قبر کے پاس گئے اور بڑی دیر تک مناجات کرتے رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے، پھر آپ ہماری طرف آئے، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رلایا تھا، ہم بھی گھبرا کر رونے لگے تھے۔ پھر آپ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے رونے کی وجہ سے تم گھبرا گئے تھے؟ ہم نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم نے جس قبر کے پاس مجھے مناجات کرتے دیکھا تھا وہ (حضرت) آمنہ بنت وہب کی قبر تھی، میں نے اپنے رب سے ان کی (قبر کی) زیارت کی اجازت طلب کی تھی سو مجھے اس کی اجازت دی گئی، پھر میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی اور یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں الآیہ۔ (التوبہ: ۱۱۳) پس بیٹے کے دل میں اپنی ماں کی وجہ سے جو رقت ہوتی ہے وہ میرے دل میں اپنی ماں کی وجہ سے طاری ہوئی اس وجہ سے میں رونے لگا۔

(اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۵۳۲، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۶)

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ معاذ اللہ مشرکہ تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق صحیح حدیث وہی ہے جس کو ہم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے پہلے ذکر کیا ہے اور رہی یہ روایت تو اس کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں ابن جریج مدلس ہے اور ایوب بن ہانی ضعیف۔ امام ذہبی نے بھی اس پر تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کرنے کے متعلق صحیح حدیث یہ ہے:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، پھر آپ روئے اور جو لوگ آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے، پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو میرے رب نے مجھے اجازت دے دی، پھر میں نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی، پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۷۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۳، مطبوعہ کراچی، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۵)

اس صحیح حدیث میں آپ کو حضرت سیدہ آمنہ کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے، اگر حضرت آمنہ مشرکہ ہوتیں تو یہ اجازت نہ دی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تقم علی قبرہ۔ (التوبہ: ۸۴) آپ ان کی قبر پر کھڑے نہ ہوں، رہا یہ کہ آپ کو حضرت آمنہ کے لیے استغفار کی اجازت نہیں دی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر معصوم کے لیے استغفار کرنا موہم معصیت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی والدہ کے لیے استغفار کیا جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ وہم ہو کہ آپ کی والدہ نے غلط اور ناجائز کام کیے تھے جس کی وجہ سے آپ کے لیے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی توجیہات

ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کافر زندہ ہوں یا مردہ، ان سے محبت اور دوستی نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنی چاہیے، حالانکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے خون کو پونچھتے ہوئے فرما رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۱، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۷، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۱۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۸۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے دن جب مشرکین چلے گئے تو خواتین مردوں کی معاونت کے لیے گئیں، ان میں حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، انہوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ سے لپٹ گئیں اور پانی سے آپ کے زخم دھونے لگیں، لیکن خون مسلسل بہہ رہا تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھی تو خون رک گیا، اس حدیث کے آخر میں ہے اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا بہت زیادہ غضب ہو گا جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا، پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۳)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۶۹۴، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۳، شیخ احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۳۳۱، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود یہ دعا نہیں کی، بلکہ انبیاء سابقین میں سے ایک نبی (حضرت نوح علیہ السلام) کی دعا کی حکایت کی ہے، اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء سابقین میں سے اس نبی کی حکایت کر رہے تھے جس کو اس کی قوم نے ضرب لگائی تھی، آپ اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرما رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۱۰۷، مطبوعہ قاہرہ)

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ مردہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا ممنوع ہے اور زندہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کا ایمان لانا متوقع ہے، اس لیے ان کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اور ان کی تالیف قلب کے لیے ان سے اچھے اور نیک کلمات اور دعائیہ الفاظ کہنا جائز ہے۔

زندہ کافروں کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کا جواز

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ اگر انسان اپنے کافر ماں باپ کے لیے دعا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جب تک وہ زندہ ہوں ان کے لیے استغفار کرتا رہے، البتہ جو شخص مرگیا تو اس کے اسلام لانے کی امید نہیں رہی سو اس کے لیے دعا نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان اپنے مردوں کے لیے استغفار کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد انہوں نے اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنا چھوڑ دیا اور ان کو زندہ مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے نہیں منع کیا گیا حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۴۷۴)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

زندہ مشرکین کے لیے دعا کرنے کے جواز میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طفیل اور ان کے اصحاب نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! دوس نے کفر کیا اور اسلام لانے سے انکار کیا، ان کے خلاف اللہ سے دعا کیجئے۔ پس کہا گیا اب دوس ہلاک ہو گئے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے، اور ان کو (یہاں) لے آ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲۴، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۷۹، الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱، تہذیب تاریخ دمشق ج ۷ ص ۶۵، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۰۵۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے، ان کے خلاف اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۲۰۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳، الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۳۱۲، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۹۸۶، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۱۵، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۰۰۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! اسلام کو عزت دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے، پھر اگلی صبح کو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۹۵، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۸۵، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۰۴۵، المستدرک ج ۳ ص ۵۰۲، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۱، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱)

ان دلائل کی بناء پر اگر کسی غیر مسلم کو کسی موقع پر سلام کرنا پڑے یا اس کے سلام کا جواب دینا پڑے تو اس کے لیے طلب ہدایت کی نیت سے سلام کیا جا سکتا ہے یا سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے، اس غیر مسلم کے دائیں بائیں جو فرشتے ہوتے ہیں ان فرشتوں کی نیت کر کے بھی اس کو سلام کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس نے ابراہیم سے کیا تھا، اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے ○ (التوبہ: ۱۱۴)

آزر کے لیے حضرت ابراہیم کے استغفار کی توجیہ

جب مسلمانوں کو مشرک رشتہ داروں کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے عرفی باپ آزر کے لیے استغفار کیا تھا، اللہ سبحانہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ آزر کے لیے استغفار کرنا محض اس کے اسلام لانے کے وعدہ کی وجہ سے تھا اور جب ان پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ ایمان لانے والا نہیں ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور ان پر یہ انکشاف اللہ تعالیٰ کے وحی فرمانے کی وجہ سے ہوا تھا یا آزر کی کفر پر موت کی وجہ سے ہوا تھا۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ مرگیا، جب وہ مرگیا تو پھر آپ نے اس کے لیے دعا نہیں کی۔

الاواہ کا معنی

حضرت عبداللہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اواہ کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والا اور گڑگڑا کر دعا کرنے والا، اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: اواہ کا معنی ہے بہت زیادہ توبہ کرنے والا، اور مجاہد نے کہا جو شخص تنہائی میں گناہ کرے اور پھر تنہائی میں اس گناہ سے توبہ کرے وہ اواہ ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۹۷-۱۸۹۶ ملخصاً، مکہ مکرمہ، جامع البیان جز ۱۱ ص ۷۰، بیروت)

قیامت کے دن آزر کی شفاعت کی توجیہ

اس آیت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آزر سے بیزار ہو گئے تھے، حالانکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن اس کے لیے شفاعت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیامت کے دن اپنے (عرفی) باپ آزر سے اس حال میں ملاقات ہو گی کہ آزر کا چہرہ سیاہ اور غبار آلود ہو گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو، ان کے (عرفی) باپ کہیں گے میں آج تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا، پھر حضرت ابراہیم عرض کریں گے اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو حشر کے دن مجھے شرمندہ نہیں کرے گا اور اس سے بڑی کون سی شرمندگی ہو گی کہ میرا (عرفی) باپ (جنت سے) دور ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! دیکھیں آپ کے پیروں کے نیچے کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے تو آزر (مسخ ہو

Marfat.com

کر اگندگی میں لتھڑا ہوا بجو ہو گا' پھر اس کو پیروں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۳۵۰' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۳۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۲۳۸' کنز العمال رقم الحدیث:۳۲۲۹۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۵۵۳۸)

اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہیں فرمائے گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے پھر انہوں نے آزر کی شفاعت کیوں کی' نیز اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر سے بیزار ہو گئے تھے پھر قیامت کے دن انہوں نے آزر کی شفاعت کیوں کی۔ اس کے جواب میں علماء نے بہت بحث کی ہے لیکن کوئی شافی جواب نہیں بن سکا' اس اشکال کو دور کرنے کے لیے جو قریب ترین بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہوگی' اور ان کے لیے شفاعت کرنا جائز نہیں ہے' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو کہا تھا اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا الخ' اس سے آزر کی شفاعت کرنا مقصود نہیں تھا' بلکہ اس سے آزر کے سامنے عذر پیش کرنا مقصود تھا' ان کا اللہ تعالیٰ سے یہ کلام محض صورتاً شفاعت تھا حقیقتاً شفاعت نہیں تھا' حقیقت میں آزر کے سامنے یہ عذر پیش کرنا تھا کہ میں نے تو تمہیں جنت میں داخل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا اور فرمایا: اللہ نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے نجات کی دعا کرنے سے بیزار ہو گئے تھے اور اس حدیث میں جس دعا کا ذکر ہے وہ نجات کے لیے نہیں تھی بلکہ تخفیف عذاب کے لیے تھی لیکن اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے' اللہ تعالیٰ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لیے حصولِ جنت کی دعا کی تھی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کر دے کہ

يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

انہیں کس چیز سے بچنا چاہیے' بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○ بے شک آسمانوں اور زمینوں کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ

کوئی مالک اور مددگار نہیں ہے ○ بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا اور ان مہاجرین اور

وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا

انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب

Marfat.com

كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ

تھا کہ ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ ان پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

نہایت مہربان بہت رحم والا ہے ○ اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا،

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ

اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی

لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کر دے کہ انہیں کس چیز سے بچنا چاہیے، بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○ (التوبہ: ۱۱۵)

اشیاء میں اصل اباحت ہے

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فوت شدہ مشرک قرابت داروں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرما دیا تو انہوں نے یہ سوچا کہ اس ممانعت سے پہلے جو وہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے تھے کیا اس پر ان سے مواخذہ ہو گا، اور جو مسلمان اس ممانعت سے پہلے فوت ہو گئے اور وہ اس طرح کی دعائیں کرتے رہے تھے آیا ان پر بھی گرفت ہو گی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم نازل کر دے اور پھر اس کے بعد اس کی خلاف ورزی کی جائے تو اللہ اس پر مواخذہ فرماتا ہے اور اس کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اس حکم کے نازل کرنے سے پہلے کیے ہوئے کاموں پر مواخذہ فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت سے پہلے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت جائز تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے، اس کی کئی تفسیریں ہیں: (۱) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو جنت کا راستہ دکھانے کے بعد اس کو اس راستہ سے گمراہ کر دے۔ (۲) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس پر گمراہی کا حکم لگا دے۔ (۳) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد ان کے دلوں میں گمراہی پیدا کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا

Marfat.com

ہے' اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مالک اور مددگار نہیں ہے O (التوبہ: ۱۱۶)

آیاتِ سابقہ سے ارتباط کی وجوہ

سابقہ آیات سے اس آیت کے ربط کی حسبِ ذیل وجوہات ہیں:

(۱) گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے زندہ اور مردہ کافروں سے برأت ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے' ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کو اس سے یہ خوف ہو کہ کافر انہیں کوئی نقصان پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک اللہ ہے اور جب وہ تمہارا حامی اور ناصر ہے تو پھر تمہیں کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے۔

(۲) جب مسلمان اپنے مشرک قرابت داروں سے لاتعلق ہو گئے تو ان کو احساسِ محرومی ہوا کہ اب وہ کس سے تعلق رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان سے محروم ہو گئے ہو تو کیا ہوا اللہ جو تمہارا مالک اور مددگار ہے' تم اس سے محبت اور تعلق رکھو۔

(۳) اللہ تعالیٰ جب تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے تو اے مسلمانو! وہ تمہارا بھی مالک ہے اور تم اس کے مملوک اور بندے ہو' سو اس کے تمام احکام پر عمل کرنا اس کی بندگی کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جبکہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ ان پر نہایت مہربان' بہت رحم والا ہے O (التوبہ: ۱۱۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول فرمانے کی توجیہات

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی' اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب منافقین نے جھوٹے بہانے پیش کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو اجازت دے دی' اس کے متعلق اس سے پہلے یہ آیت آ چکی ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو کیوں اجازت دے دی! (التوبہ: ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ آپ ان کے ظاہر حال کا اعتبار نہ کریں اور ان کے پیش کردہ بہانوں کو مسترد کر دیں' اگر آپ کو پہلے منع فرمایا ہوتا اور پھر آپ اجازت دے دیتے تو پھر آپ کا یہ اجازت دینا مکروہِ تنزیہی یا ترکِ اولیٰ یا ترکِ افضل ہوتا' بلکہ صحیح یہی ہے کہ آپ کو ظاہر حال پر عمل کرنے اور باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا حکم ہے۔

امام شافعی نے کتاب الام میں حضرت ام سلمہ کی روایت بیان کر کے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور باطن کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور حافظ ابوطاہر نے ادارۃ الحکام میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کندی اور حضرمی کے درمیان فیصلہ فرمایا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا آپ نے میرے خلاف فیصلہ کیا ہے حالانکہ حق میرا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں اور باطن اللہ کے سپرد ہے۔ (تحفۃ الطالب بہ معرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب ص ۱۴۵' مطبوعہ دار ابن حزم بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سو یہی کہا جائے گا کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے ان کو اجازت دی تھی بالفرض اگر یہ اجتہادی خطا بھی ہو تب بھی آپ اس پر ایک اجر کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اس نے نبی کی توبہ قبول فرمائی اس کا معنی آپ کے درجات کی بلندی

Marfat.com

ہے، آپ اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ہر روز توبہ اور استغفار کرتے تھے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٣٠٧، مسند احمد ج ٢ ص ٣٤١، الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١٠٤٧، حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٢٥)
حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر غین (غفلت) طاری ہو جاتی ہے اور میں اللہ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ امام نسائی کی روایت میں ہے: میں ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔
(صحیح مسلم الدعوات: ٤١ (٢٧٠٢) ٦٧٣٠، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٥١٥، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ٤٤٢، مسند احمد ج ٢ ص ٣٩٧، سنن بیہقی ج ٧ ص ٥٢)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ امام نسائی کی روایت میں ہے: میں ایک دن میں سو مرتبہ سے زیادہ اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔
(صحیح مسلم، الدعوات: ٤٢، (٢٧٠٢) ٦٧٣٠، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ٤٤٨، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٨١٥، ٧٤٨١)
قاضی عیاض نے کہا: غین سے مراد غفلت ہے، (یعنی لوگوں کو تبلیغ کرنے، کھانے پینے اور دیگر عوارض بشریہ لاحق ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی) اور آپ اس پر استغفار کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے دل پر طمانیت طاری ہو جاتی اور آپ اظہارِ عبودیت کے لیے استغفار کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے دل پر خشیت الٰہی کی کیفیت طاری ہوتی اور آپ استغفار کر کے اس کا شکر ادا کرتے۔
اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ استغفار معصیت کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:
(١) ابن بطال نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام تمام مخلوق سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتے ہیں لیکن پھر بھی وہ کماحقہ عبادت نہیں کر سکتے اور اس تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔
(٢) وہ کھانے پینے، وظیفہ زوجیت، نیند، راحت، لوگوں سے گفتگو، ان کی مصلحتوں میں غور و فکر، دشمنوں سے جنگ اور دیگر مباح کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی طرف رجوع اور مشاہدہ اور مراقبہ سے محجوب ہو جاتے ہیں اور اپنے بلند مقام کی وجہ سے اس کو ذنب خیال فرماتے ہیں اور اس پر استغفار فرماتے ہیں۔
(٣) وہ امت کی تعلیم کے لیے استغفار فرماتے ہیں یا امت کے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں۔
یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ اور استغفار کرنے کا معنی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی توبہ قبول فرمائی اس کا معنی ہے اس نے آپ پر فضل و کرم فرمایا اور آپ کے درجات اور مراتب میں ترقی فرمائی، ہم نے اپنے ترجمہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کا محمل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

انسان اپنی طویل زندگی میں سہو، تسامح اور لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا' اور یہ امور صغائر کے باب سے ہوتے ہیں یا ترکِ افضل اور خلافِ اولیٰ سے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے اس سفر میں بہت تکلیفیں' مشقتیں اور سختیاں اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کی یہ تکلیفیں اور سختیاں ان کی اس طویل زندگی کی تمام لغزشوں اور خلافِ اولیٰ کاموں کے لیے کفارہ بن گئیں اور یہ تکلیفیں ان کی اخلاص کے ساتھ توبہ کے قائم مقام ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سفر میں ان پر بہت سختیاں اور صعوبتیں آئیں تھیں اور مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے آتے رہتے تھے اور جب بھی کسی کے دل میں کوئی وسوسہ آتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا اور اس وسوسہ کے ازالہ کے لیے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتا تو ان کی کثرتِ توبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں سے کچھ گناہ ہوگئے ہوں' لیکن اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ گناہ معاف فرما دیئے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی' ہرچند کہ ان مہاجرین اور انصار کے گناہ معاف کیے تھے لیکن ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دین میں ان کے عظیم مرتبہ پر متنبہ کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ اتنے عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ قبولیت توبہ میں ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کیا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٦٢' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

غزوۂ تبوک کی تنگی اور سختی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مہاجرین اور انصار نے تنگی کے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی' اس تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک ہے' کیونکہ اس سفر میں مسلمانوں پر بہت سختیاں اور صعوبتیں آئی تھیں۔ حضرت جابر نے کہا: اس سفر میں سواری کے لیے بھی مشکلات تھیں' پانی کے لیے بھی اور زادِ راہ کے لیے بھی۔ سواری کی مشکلات یہ تھیں کہ حسن نے کہا: دس مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے تھے' اور زادِ راہ کی یہ مشکلات تھیں کہ بعض اوقات مسلمانوں کی ایک جماعت باری باری کھجور کی ایک گٹھلی چوستی تھی' ان کے پاس سڑے ہوئے جو تھے' وہ ناک پکڑ کر اس کا لقمہ کھاتے تھے اور پانی کی مشکلات یہ تھیں کہ حضرت عمر نے کہا: شدتِ پیاس کی وجہ سے ہم میں سے ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا۔ (جامع البیان جز ١١ ص ٧٧' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٦ ص ١٨٩٩-١٨٩٨' ملخصاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ تبوک) میں تھے' قوم کا زادِ راہ ختم ہوگیا حتی کہ بعض مسلمانوں نے اپنی سواریوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ قوم کے باقی ماندہ زادِ راہ کو جمع کرلیں' پھر اللہ سے اس پر (برکت کی) دعا کریں۔ آپ نے ایسا ہی کیا' پھر کوئی گندم والا گندم لے کر آیا' اور کھجور والا کھجور لے کر آیا۔ مجاہد نے کہا: اور گٹھلی والا گٹھلی لے کر آیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے مجاہد سے پوچھا: وہ گٹھلیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: وہ گٹھلی چوس کر اوپر سے پانی پی لیا کرتے تھے۔ آپ نے دعا کی حتی کہ قوم کے تمام زادِ راہ پر ہوگئے' اس وقت آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' جو شخص بھی بغیر کسی شک کے ان شہادتوں کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم' الایمان: ٤٤' (٢٧) ١٣٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٥ ص ٢٢٩' مسند احمد رقم الحدیث: ١١٠٨٠' البدایہ والنہایہ ج ٣

Marfat.com

ص ٦٠٣، طبع جدید دار الفکر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ ہمیں تنگی کے وقت کے لشکر کے متعلق کچھ بتایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سخت گرمیوں میں تبوک کی طرف گئے، ہم ایک ایسی جگہ ٹھہرے جہاں ہمیں سخت پیاس لگی، حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی، یہاں تک کہ ایک شخص دوسرے شخص کے پاس پانی طلب کرنے جاتا تو اس حال میں واپس آتا کہ اس کی گردن ڈھلکی ہوئی ہوتی، حتیٰ کہ ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا، اور باقی ماندہ کو اپنے جگر پر ڈال لیتا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے پوچھا: کیا تم یہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، ابھی آپ نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ آسمان سے پانی برسنے لگا، حتیٰ کہ تمام اہلِ لشکر نے اپنے برتن بھر لیے۔

(دلائل النبوۃ ج ٦ ص ١٩٥-١٩٤، مسند البزار رقم الحدیث: ١٨٤١، مجمع الزوائد ج ٦ ص ١٩٥-١٩٤، الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٢٧-١٢٦، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٨ھ)

اللہ تعالیٰ کا بار بار توبہ قبول فرمانا

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور مہاجرین اور انصار کی، اور اس آیت کے آخر میں پھر فرمایا...... پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی، اور یہ بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گناہ کا ذکر کیے بغیر ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا، تاکہ ان کے دل خوش ہوں، پھر فرمایا: انہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی، اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، یعنی غزوۂ تبوک کی سختیوں اور صعوبتوں کو دیکھ کر بعض مسلمان گھبرا گئے تھے اور ان کے دلوں میں وسوسے آنے لگے تھے، اور یہ وسوسہ گناہ کے قائم مقام تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا، گویا پہلے گناہ کا ذکر کیے بغیر توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا اور دوبارہ گناہ کا ذکر کر کے توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا اور اس سے محض ان کی عظمت اور شان بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ایک بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے، وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے میرے رب! میرے گناہ کو بخش دے، پس اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے، وہ بندہ پھر تیسری بار گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! میرے گناہ کو بخش دے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت فرماتا ہے، تو جو چاہے کر میں نے تجھ کو بخش دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٥٠٧، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٧٥٨، مسند احمد ج ٢ ص ٤٩٢، اتحاف ج ٥ ص ٥٩)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک بندہ گناہ کر کے توبہ کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرتا رہے گا لیکن یہ واضح رہے کہ اس کی توبہ صحیحہ ہو بایں طور کہ وہ اپنے گناہ پر نادم ہو اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم صمیم کرے اور اس گناہ کی تلافی

Marfat.com

اور تدارک بھی کرے اور اگر توبہ کرتے وقت اس کی یہ نیت ہو کہ میں دوبارہ پھر یہ گناہ کروں گا تو یہ ایسی توبہ ہے کہ یہ توبہ بھی گناہ ہے اور اس توبہ سے بھی اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثال ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو اور جو شخص گناہ سے استغفار کرے درآنحالیکہ وہ گناہ پر برقرار ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے رب سے مذاق کر رہا ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۱۷۸، الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۴۳۳)

ذوالنون نے کہا: گناہ کو جڑ سے اکھاڑے بغیر توبہ کرنا کذابین کی توبہ ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۱۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کر دیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں، اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ: ۱۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تبوک کے غازیوں اور تین مخلفین کی توبہ کا باہمی فرق

اس آیت کا عطف پچھلی آیت پر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے: اللہ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی اور اس نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کر دیا گیا تھا، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی توبہ کو نبی کی توبہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا جائے تاکہ یہ ان کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرے اور اس عطف کا فائدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول ہونے اور مہاجرین اور انصار کی توبہ اور ان تین کی توبہ قبول ہونے کا ایک حکم ہو اور معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ہوتا ہے اور وہ یہاں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ بغیر کسی گناہ کے محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہے اور غزوۂ تبوک میں جانے والے مہاجرین اور انصار کی توبہ راستہ کی صعوبتوں کی وجہ سے وسوسوں کی بناء پر ہے اور ان تین کی توبہ بغیر عذر کے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی وجہ سے ہے۔ وہ تین صحابہ یہ ہیں: حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع۔ ان کے غزوۂ تبوک میں نہ جانے اور توبہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونے کی تفصیل

حضرت کعب بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کیا، حضرت کعب بن مالک نے کہا: میں غزوۂ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، البتہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوۂ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ نے عتاب نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان، قریش کے قافلہ کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا، اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا، ہرچند کہ مسلمانوں میں شرکاء بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا، اس وقت میں جس قدر قوی اور خوش حال تھا اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی اور خوشحال نہیں تھا، اس وقت جہاد کے لیے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم سخت گرمی میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ دُور دراز سفر کے لیے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کے لیے پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا' اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا۔ حضرت کعب نے کہا: بہت کم کوئی ایسا شخص ہو گا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ کی وحی نازل کرنے کے آپ سے اس کا معاملہ مخفی رہے گا۔ جب درختوں پر پھل آ گئے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا ارادہ کیا' میں اس وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے' میں ہر صبح جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آ جاتا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کروں گا جا سکوں گا' میں یہی سوچتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامانِ سفر باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی' میں صبح کو پھر گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا' میں یونہی سوچ بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے' اور میں یہی سوچتا رہا کہ میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا' کاش میں ایسا کر لیتا' لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا' جس وقت آپ تبوک میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بُری بات کہی ہے! بخدا! یارسول اللہ! ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے' ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ابو خیثمہ ہو جا" تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا۔ یہ وہی شخص تھے جنہوں نے ایک صاع (چار کلو گرام) چھوارے صدقہ کیے تھے تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا۔

حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی' میں جھوٹی باتیں بنانے کے لیے سوچنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا' اور اپنے گھر کے اصحابِ رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا' پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب تشریف لا رہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا کہ میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پا سکوں گا' پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے' پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جب حضور معمول کے مطابق فارغ ہو گئے تو جو لوگ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ آ کر عُذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ یہ لوگ اسی سے زیادہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اعتبار سے ان کے عُذر کو قبول کر لیا تھا' آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا' اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ میں آیا۔ جب میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے۔ آپ نے فرمایا: آؤ! میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! بخدا!

Marfat.com

اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا، کیونکہ مجھے کلام پر قدرت عطا کی گئی ہے، لیکن بخدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج آپ سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی حتیٰ کہ آپ اس سے راضی ہو بھی گئے تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھ کو سچ میں اللہ تعالیٰ سے حُسنِ عاقبت کی امید ہے، بخدا میرا کوئی عذر نہیں تھا اور جس وقت میں آپ کے پیچھے رہ گیا تھا تو مجھ سے زیادہ خوش حال کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہرحال اس شخص نے سچ بولا ہے، تم یہاں سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے۔ میں وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس آئے، انہوں نے مجھ سے کہا بخدا ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کا عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے تھے، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا، بخدا وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں، پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا: دو اور شخصوں نے بھی تمہاری مثل کہا ہے، ان سے بھی حضور نے وہی فرمایا ہے جو تم سے فرمایا تھا۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ مرارہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ان دو نیک شخصوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے، وہ میرے لیے نمونہ (آئیڈیل) تھے، جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا، جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر مسلمانوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور ہمارے لیے اجنبی ہو گئے، حتیٰ کہ زمین بھی میرے لیے اجنبی ہو گئی۔ یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں پہلے پہچانتا تھا، ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گزر گئیں، میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے، وہ اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے، لیکن ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا، میں باہر نکلتا تھا، نمازوں میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا، مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا اور نماز کے بعد جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ کو سلام عرض کرتا۔ میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ کو دیکھتا، سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے اعراض کرتے، حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بے رُخی زیادہ بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے عم زاد حضرت ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ مجھ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا، بخدا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے ان سے کہا: ابو قتادہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، وہ خاموش رہے۔ میں نے ان کو قسم دے کر سوال کیا، وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں نے دیوار پھاندی اور واپس آ گیا۔ ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا، تو اہلِ شام کا ایک شخص مدینہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملا دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا، میں چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لیے میں نے اس کو پڑھا، اس میں لکھا تھا: ”ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر

Marfat.com

ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رُسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا' تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری دلجوئی کریں گے۔" میں نے جب یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش ہے' میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلا دیا حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے اور وحی رکی رہی تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا' اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا: آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ' اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ حضرت کعب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور وہیں رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے۔

حضرت کعب نے کہا: پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک حضرت ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے' کیا آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں۔ آپ نے فرمایا: نہیں' لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے۔ ان کی بیوی نے کہا: بخدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں کر سکتے' اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے بخدا وہ اس دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں۔ مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح اجازت لے لو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے کہا: میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا' مجھے پتا نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے' اور میں ایک جوان شخص ہوں' پھر میں اسی حال پر دس راتیں ٹھہرا رہا۔ پھر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی' اس کو پچاس دن گزر چکے تھے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ پچاس روز کے بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا' پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا' جس کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے کہ مجھ پر میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وُسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی' اچانک میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی' جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! بشارت ہو (مبارک ہو) حضرت کعب نے کہا: میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے' پھر لوگ آ کر ہم کو مبارک باد دیتے تھے' پھر میرے ان دو ساتھیوں کی طرف لوگ مبارک باد دینے کے لیے گئے اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی' اور اس کی آواز گھوڑے سوار کے پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچی۔ جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی' میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیئے' بخدا اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی' اور میں نے کسی سے عاریتاً کپڑے لے کر پہنے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا' ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو مبارک باد دینے کے لیے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد صحابہ بیٹھے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ بخدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا۔ حضرت کعب طلحہ کو نہیں بھولتے تھے' حضرت کعب نے کہا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے: مبارک ہو، جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے، اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ (قبولیت توبہ) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ حضرت کعب نے کہا: ہم اس علامت کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے کہا: جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لیے کچھ مال کو رکھ لو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ انہوں نے کہا: بخدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا، اور آئندہ کے لیے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں:

(ترجمہ:) بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (التوبہ: ١١٩-١١٧)

حضرت کعب نے کہا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایتِ اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت سے لے کر اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان (کی بداعمالیوں) سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو، تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ ان کے کاموں کی سزا ہے، وہ تم کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے، سو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہو گا۔

حضرت کعب نے کہا: ہم لوگوں کا معاملہ ان لوگوں سے موخر کیا گیا تھا جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا، ان سے بیعت کر لی تھی اور ان کے لیے استغفار کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو موخر کر دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کیا گیا تھا۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک میں جو پیچھے رہ گئے تھے اس کا ذکر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والوں کی بہ نسبت ہمارے

Marfat.com

معاملہ کو مؤخر کیا گیا تھا جنہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا تھا۔
(صحیح مسلم، التوبہ: ۵۳، (۲۷۶۹) ۶۸۸۳، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۲۲، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۷۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۲۷۹-۲۷۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۷۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۴۵-۵۴۰، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۴۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۹۶۷، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۵۶-۵۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو ○

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

اہل مدینہ اور اس کے گرد رہنے والے بدووں (اعراب) کے لیے یہ جائز نہ تھا

اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ

کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ نہ جاتے اور نہ ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کی

نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ

فکر کرتے، یہ حکم اس لیے ہے کہ انہیں جب بھی اللہ کی راہ میں کبھی پیاس لگے گی یا کوئی تھکاوٹ ہو گی یا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا

بھوک لگے گی، اور وہ جب بھی کسی ایسی جگہ جائیں گے جس سے کفار غضب ناک ہوں، اور وہ

يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ

جب بھی دشمن سے مال غنیمت حاصل کریں گے تو ان کے لیے اس کے سبب نیک عمل لکھا جائے گا،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً

بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○ اور وہ جب بھی (اللہ کی راہ میں) کوئی چھوٹا یا

صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

بڑا خرچ کرتے ہیں یا کسی مسافت کو طے کرتے ہیں تو ان کا وہ عمل لکھ دیا جاتا ہے

Marfat.com

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ

تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کی بہترین جزا عطا فرمائے ○ اور یہ تو نہیں ہو سکتا

الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

کہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) تمام مسلمان روانہ ہو جائیں، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا

روانہ ہوتی تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو

اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع

(اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تاکہ وہ گناہوں سے بچتے ○

ركوع ۱۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو○ (التوبہ: ۱۱۹)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اس نے تین مسلمانوں کی توبہ قبول فرمائی، اور ان کی توبہ ان کے سچ بولنے کی وجہ سے قبول فرمائی تھی اس لیے اس آیت میں سچوں کے ساتھ رہنے کا ذکر فرمایا، نیز ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا اور آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے، اس لیے اس آیت میں پہلے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرو۔

سچوں سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں، ضحاک نے کہا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور ان کے اصحاب مراد ہیں، حسن بصری نے کہا اگر تم دنیا میں سچوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو دنیا میں بے رغبتی رکھو اور دوسرے ادیان سے بچو۔

صدق کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدق کو لازم رکھو، کیونکہ صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے، اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے، ایک انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے، اور تم جھوٹ سے بچو اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں، ایک بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۹۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۸۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۴، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۰۴۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۷۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۰۱۱، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۷۳۶، المستدرک ج ۲ ص ۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ جھوٹ

Marfat.com

بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٩٧٢، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٧٣٩٤، حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ١٩٧، الکامل لابن عدی ج ١ ص ٢٥)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور انہوں نے کہا آپ نے جس شخص کو دیکھا تھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جو جھوٹ بولتا تھا، پھر وہ جھوٹ اس سے نقل ہو کر دنیا میں پھیل جاتا تھا، اس کے ساتھ قیامت تک یہی کیا جاتا رہے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٠٩٦، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو جھوٹ پر اس طرح گرتے ہوئے دیکھتا ہوں جس طرح پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ لامحالہ لکھا جاتا ہے سوا اس کے کہ کوئی شخص جنگ میں جھوٹ بولے، کیونکہ جنگ ایک دھوکا ہے، یا کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے، یا کوئی شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ٤٧٩٨، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنجیدگی سے جھوٹ بولنا جائز ہے نہ مذاق سے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ٤٧٩٠)

علامہ شامی نے امام غزالی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی جان یا اس کی امانت کو بچانا جھوٹ بولنے پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا واجب ہے، نیز اگر اس نے تنہائی میں کوئی بے حیائی کا کام کیا ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے کیونکہ بے حیائی کا اظہار کرنا بھی بے حیائی ہے اور مبالغہ میں جھوٹ جائز ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا رہا ابو جہم وہ تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور توریہ کرنے میں جھوٹ سے بچنے کی وسیع گنجائش ہے۔
(رد المحتار ج ٥ ص ٢٧٤، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٠٧ھ)

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لانا چاہتا ہوں مگر میں شراب نوشی، زنا کرنے، چوری کرنے اور جھوٹ بولنے سے محبت رکھتا ہوں، اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور مجھ میں ان تمام چیزوں کے ترک کرنے کی طاقت نہیں ہے، اگر آپ اس پر قناعت کر لیں کہ میں ان میں سے کسی ایک چیز کو ترک کر دوں تو میں آپ پر ایمان لے آتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو، اس نے اس کو قبول کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو اس کو شراب پیش کی گئی، اس نے سوچا اگر میں نے شراب پی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کے متعلق سوال کیا اور میں نے جھوٹ بولا تو عہد شکنی ہو گی اور اگر میں نے سچ بولا تو آپ مجھ پر حد قائم کر دیں گے، پھر اس نے شراب کو ترک کر دیا، پھر اس کو زنا کرنے کی پیشکش ہوئی، اس کے دل میں پھر یہی خیال آیا، اس نے پھر اس کو بھی ترک کر دیا، اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے جھوٹ بولنے سے روک دیا اور اس نے مجھ پر تمام گناہوں کے دروازے بند کر دیئے اور پھر وہ تمام گناہوں سے تائب ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٦٨، اللباب ج ١٠ ص ٢٣٥)

صدق کی عقلی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

Marfat.com

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ - (ص: ۸۳-۸۲) تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو بہکا دوں گا ماسوا تیرے ان بندوں کے جو برگزیدہ ہیں۔

اگر شیطان صرف اتنا کہتا کہ میں تیرے سب بندوں کو گمراہ کردوں گا تو یہ جھوٹ ہوتا' اس نے جھوٹ سے بچنے کے لیے کہا ماسوا تیرے ان بندوں کے جو برگزیدہ ہیں تو غور کرنا چاہیے کہ جھوٹ اتنی بری چیز ہے کہ شیطان بھی اس سے احتراز کرتا ہے تو مسلمانوں کو اس سے کتنا زیادہ بچنا چاہیے۔ صدق کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ایمان قول صادق ہے اور ایمان سب سے بڑی عبادت ہے' اور جھوٹ کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ کفر (یعنی خدا کے شریک ہیں) قول کاذب ہے اور کفر اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اہل مدینہ اور اس کے ساتھ رہنے والے بدوؤں (اعراب) کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ نہ جاتے اور نہ ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کی فکر کرتے' یہ حکم اس لیے ہے کہ انہیں جب بھی اللہ کی راہ میں کبھی پیاس لگے گی یا کوئی تھکاوٹ ہوگی یا بھوک لگے گی' اور وہ جب بھی کسی ایسی جگہ جائیں گے جس سے کفار غضب ناک ہوں اور وہ جب بھی دشمن سے مال غنیمت حاصل کریں گے تو ان کے لیے اس سبب سے نیک عمل لکھا جائے گا' بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○ (التوبہ: ۱۲۰)

لشکر اسلام کے ساتھ تمام مسلمانوں کے روانہ ہونے کے وجوب کی تحقیق

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ سچوں کے ساتھ رہو' اس کا تقاضا یہ تھا کہ تمام غزوات اور مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا واجب ہے' اسی حکم کی تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے سے منع فرمادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں جن اعراب کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: مزینہ' جہینہ' اشجع' اسلم اور غفار۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں مدینہ کے گرد رہنے والے تمام اعراب مراد ہیں کیونکہ لفظ **مَن عام** ہے۔

بہرحال اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی ممانعت کردی ہے' اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوپ' گرمی' بھوک اور پیاس' سفر کی مشقت اور دشمن کے حملوں سے محفوظ اور مامون رکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سخت گرمی کے سفر میں بھوک' پیاس اور دشمن کے حملوں کی زد میں جاتا ہوا دیکھتا رہے گویا اس کی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ قیمتی اور حفاظت کے قابل ہے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص پر امیر لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے جانا واجب ہو لیکن دیگر شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر جہاد کے لیے روانہ ہونا واجب نہیں ہے کیونکہ بیماروں' کمزوروں اور عاجزوں پر جہاد کے لیے جانا واجب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ - (الفتح: ۱۷) اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گرفت ہے اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ ہوگا۔

Marfat.com

نیز جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو ہر شخص پر واجب تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائے لیکن جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (التوبہ: ۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام مسلمان (اللہ کی راہ میں) روانہ ہو جائیں۔

قتادہ نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہٖ جہاد کے لیے روانہ ہوں اور اس وقت بغیر عذر کے کسی کے لیے آپ کا ساتھ چھوڑنا جائز نہ تھا' اور ابن عطیہ نے یہ کہا کہ تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے روانہ ہونا اس وقت واجب تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیں' اور یہی قول صحیح ہے' کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں اور بلائیں تو آپ کے حکم کی اطاعت کرنا اور آپ کے بلانے پر جانا واجب ہے اسی طرح بعد میں مسلمانوں کے حکمران جب مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لیے بلائیں تو ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور ان کے بلانے پر جہاد کے لیے جانا واجب ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' اللباب ج ۱۰ ص ۲۳۶-۲۳۷' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جب بھی (اللہ کی راہ میں) کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ کرتے ہیں یا کسی مسافت کو طے کرتے ہیں تو ان کا وہ عمل لکھ دیا جاتا ہے' تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کی بہترین جزا عطا فرمائے ○ (التوبہ: ۱۲۱)

اللہ کے نزدیک ہر چھوٹی اور بڑی نیکی مقبول ہے

یعنی اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹی سی چیز بھی صدقہ کی جائے یا اللہ کی راہ میں تھوڑی سی مسافت بھی طے کی جائے تو اللہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ صرف پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے' تو اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے' پھر اس کی پرورش کرتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۸۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو انسان کے ہر جوڑ کے اوپر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے' انسان کسی شخص کو سواری میں سوار ہونے پر مدد کرے یا اس کا سامان سواری پر لاد دے تو یہ صدقہ ہے اور نیک بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے' اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۹' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۸۹۷)

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی بہترین جزا عطا فرماتا ہے' نیک اعمال میں فرائض' واجبات' سنن' مستحبات سب شامل ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ ان میں مباح کام (مثلاً لذیذ کھانے کھانا' عمدہ لباس پہننا' بہترین مکان میں رہنا) شامل نہیں ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ مباح کام بھی اچھی نیت کے ساتھ کیے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا اظہار کرنا یہ بھی اچھی نیت ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ نیک کاموں پر بہترین جزا عطا فرماتا ہے' بہترین جزا کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں

Marfat.com

کوئی چیز خرچ کرتا ہے اس کے لیے وہ چیز سات سو گنا لکھی جاتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۶۲۵، سنن النسائی رقم الحدیث:۳۱۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۱۸، مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۶۴۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث:۴۱۵۳، المستدرک ج ۲ ص ۸۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام مسلمان روانہ ہو جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تاکہ وہ گناہوں سے بچتے ○ (التوبہ: ۱۲۲)

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کا فرض کفایہ ہونا

اس آیت کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، پہلی روایت یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کی طرف جاتے تھے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والوں میں منافق ہوتے تھے یا معذور لوگ، اور جب اللہ سبحانہ نے غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کی سخت مذمت فرمائی تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! آئندہ ہم کسی غزوہ سے پیچھے رہیں گے نہ کسی سریہ سے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور آپ نے کفار کی طرف لشکر بھیجے تو تمام مسلمان لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سب کے سب جہاد کے لیے روانہ ہو جائیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ ان کی دو جماعتیں ہو جائیں: ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور جو احکام نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشادات فرمائیں ان کو محفوظ اور منضبط کرتے رہیں اور جب پہلی جماعت جہاد سے واپس آئے تو ان کو احکام سکھائیں اور دوسری جماعت جہاد کے لیے روانہ ہو جائے، احکام شرعیہ تدریجاً نازل ہو رہے تھے، اس لیے ان احکام کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں آپ کے پاس رہنا بھی ضروری تھا، اور اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین کے لیے جہاد کرنا بھی ضروری تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۰، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ، جامع البیان جز ۱۱ ص ۹۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا

اس آیت کے شان نزول کے متعلق دوسری روایت یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں سے ہر قبیلہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل دین اور احکام شرعیہ سیکھتی تھی، اور ان کو اپنے پیش آمدہ مسائل میں جس شرعی رہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی آپ سے وہ رہنمائی حاصل کرتی تھی، پھر جب وہ قوم اپنے قبیلہ میں واپس جاتی تو وہ ان کو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کی تعلیم دیتی اور اسلام کی تبلیغ کرتی اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی اور یہ کہتی کہ جو اسلام لے آیا وہ ہم میں سے ہے حتیٰ کہ ایک شخص اپنے ماں باپ سے جدا ہو جاتا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۱۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۲۲، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے، اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض عین نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے، اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔ طلب علم پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے:

Marfat.com

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔
(النحل: ۴۳)

حصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل

طلب علم کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم فرض عین ہے' اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے' مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے' اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مالدار ہو اس پر زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو اس پر حج کے ارکان' فرائض' واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو شخص نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح' طلاق اور حقوق زوجین کے جملہ مسائل کا پہلے علم حاصل کرے اور اس کی فرضیت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جوہر' موتی اور سونے کے ہار ڈال دیئے جائیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۳۹' تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۷۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲۳' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۷۵' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۱۸' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۶۵' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۶' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۵۱)

حصول علم دین کے فرض کفایہ ہونے کا محمل

طلب علم کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے یعنی تمام احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ علم حاصل کرنا حتیٰ کہ جس کسی عام شخص کو زندگی میں جو بھی عملی یا اعتقادی مسئلہ درپیش ہو تو وہ عالم دین اس مسئلہ کا حل پیش کر سکے' اس میں عبادات' معاملات' حدود و تعزیرات' قصاص اور حدیث اور تفسیر کا علم شامل ہے۔ اس علم کا حامل رتبہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے اور اس اجتہاد سے مراد مسائل عصریہ میں اجتہاد ہے جیسے اس زمانہ میں ٹیلی فون پر نکاح' ریڈیو اور ٹیلی وژن پر رمضان اور عید' اور سحر اور افطار کا اعلان' خاندانی منصوبہ بندی' اسقاط حمل' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' ریل اور ہوائی جہاز میں نماز' الکوحل آمیز دوائیاں' انتقال خون اور ایسے دیگر مسائل میں شرعی حکم بیان کرنا۔

اس آیت میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو علم دین کے حصول کے لیے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے' اس سے یہی علم مراد ہے اور جب یہ لوگ اس علم کو حاصل کر کے آئیں اور اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان پر ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کیونکہ ہر شخص اتنا وسیع علم حاصل نہیں کر سکتا جو تمام احکام شرعیہ اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے متکفل ہو اس لیے وہ ان مسائل میں علماء کی طرف رجوع کرے گا اور ان کی تقلید کرے گا۔

علم دین کے فضائل

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی راستہ پر علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ اس کو جنت کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر جھکاتے ہیں اور بے شک جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور جو مچھلیاں پانی کی گہرائی میں ہیں' یہ سب عالم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں' اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے' وہ صرف علم کے وارث بناتے ہیں' سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۱۰۹، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۰۴، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے، اور یہ امت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱، ۷۳۱۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۲۹، رقم الحدیث: ۷۵۵، شرح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۳۱)

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں ایک لفظ ہے لیتفقھوا فی الدین اور اس کا مادہ فقہ ہے، فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی حسب ذیل ہیں:

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے فقہ کا لغوی معنی ہے علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنا، اور اس کا اصطلاحی معنی ہے احکام شرعیہ کا علم۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۶) میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے لکھا ہے، فقہ کا لغوی معنی ہے متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا، اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا علم جو ان کے دلائل تفصیلیہ سے حاصل ہو، ایک قول یہ ہے کہ فقہ اس مخفی معنی پر واقف ہونے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حکم متعلق ہے اور یہ وہ علم ہے جو رائے اور اجتہاد سے مستنبط ہوتا ہے، اس میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو فقیہ نہیں کہا جاتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ (التعریفات ص ۱۱۹ مطبوعہ بیروت) اور امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ تعریف منقول ہے الفقہ معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا (التوضیح مع التلویح ص ۲۲، مطبوعہ کراچی) "نفس کا اپنے نفع اور نقصان کی چیزوں کو جان لینا۔"

تقلید شخصی پر دلائل

سورہ توبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام لوگ روانہ ہو جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تاکہ وہ گناہوں سے بچتے۔ (التوبہ: ۱۲۲)

اس آیت کی رو سے جب یہ لوگ واپس آکر اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان کے علاقہ والے لوگوں پر ان کے بیان کیے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کہ عام آدمی جو دلائل شرعیہ کو نہیں جانتا اور قرآن اور حدیث سے براہ راست احکام حاصل نہیں کر سکتا وہ عالم دین کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر عمل کرے اور اس کے لیے دلائل شرعیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

تقلید پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔ (النحل: ۴۳)

نیز حدیث شریف میں ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کو حیض آگیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (واپسی سے) روک لیں گی (انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا) صحابہ نے بتایا کہ وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۷' مطبوعہ بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف زیارت کر چکی تھی پھر اس کو حیض آگیا۔ (آیا وہ طواف وداع کیے بغیر اپنے وطن واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں وہ جا سکتی ہے۔ (حضرت زید بن ثابت یہ کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) انہوں نے کہا ہم آپ کے قول پر عمل کر کے حضرت زید کے قول کو نہیں چھوڑیں گے' حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کو معلوم کر لینا' انہوں نے مدینہ پہنچ کر اس مسئلہ کو معلوم کیا' انہوں نے حضرت ام سلیم سے پوچھا' حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کی حدیث (مذکور الصدر) بیان کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۸' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے سنن ابوداؤد طیالسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انصار نے کہا اے ابن عباس! جب آپ زید کی مخالفت کریں گے تو ہم آپ کی اتباع نہیں کریں گے' اور سنن نسائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت کو حضرت صفیہ کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ پیش آمدہ مسائل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے' اور حضرت زید بن ثابت کے قول کے خلاف جب حضرت ابن عباس نے فتویٰ دیا تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل نہیں کیا اور یہی تقلید شخصی ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ مسئلہ تقلید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عام آدمی کے لیے عالم دین کی تقلید پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت' صنعت و حرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا' اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہو گا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہو گا اور یہ بداہتاً باطل ہے' اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔ (المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹' مطبوعہ مصر)

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ اور واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت پر لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر تفقہ فی الدین حاصل کرنا لازم نہیں کیا ورنہ وہی حرج لازم آتا جس کا امام غزالی نے ذکر کیا ہے اور وہ جماعت مجتہدین کی جماعت ہے۔ تفقہ فی الدین میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے' باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔

شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ

Marfat.com

مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا' اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن وانس پر واجب ہے' اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے' ظاہر ہو یا باطن' لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے' اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں' کیونکہ علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں' پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ' راستہ اور رہ نما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے۔ (مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' مطبوعہ سعودی عربیہ)

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کر لیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے' اور یہ چیز لائق مذمت ہے۔ شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے' مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے' شطرنج کھیلنے' یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے' یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (اور یہی تقلید شخصی ہے)

(مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰' مطبوعہ سعودی عربیہ)

مسائل فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب

علامہ عبدالوہاب الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

تمام ائمہ مجتہدین اپنے اصحاب کو اس پر برانگیختہ کرتے تھے کہ وہ کتاب اور سنت کے ظاہر پر عمل کریں اور وہ یہ کہتے تھے کہ جب تم ہمارے کلام کو ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف دیکھو تو تم ظاہر کتاب اور سنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر مار دو' ان کا یہ کہنا احتیاط پر مبنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا تقاضا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور جس سے آپ راضی نہ ہوں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

بعض فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کا باہم اختلاف ہوتا ہے' اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اصول اجتہاد میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کے اور بھی اسباب ہیں' ہم ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کر رہے ہیں:

(۱) بعض اوقات مجتہد کو وہ حدیث نہیں ملتی اور جس کو ایک حدیث نہیں پہنچی وہ اس کا مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے اور ایسی صورت میں وہ کسی ظاہر آیت پر عمل کرتا ہے یا کسی اور حدیث پر یا استصحاب حال کے موافق اجتہاد

Marfat.com

کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا یہ اجتہاد اس حدیث کے موافق ہوتا ہے یا مخالف اور یہی سبب غالب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا احاطہ امت کے کسی شخص نے نہیں کیا حتیٰ کہ خلفاء راشدین نے بھی اس کا احاطہ نہیں کیا تھا جو امت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سنن کو جاننے والے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ہمارے پاس حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ خوف زدہ حالت میں آئے ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھے بلوایا تھا میں ان کے دروازے پر گیا، میں نے ان کو تین مرتبہ سلام کیا انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا۔ حضرت عمر نے پوچھا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا میں آیا تھا اور میں نے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا، کسی نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ سلام کرے پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمر نے کہا تم اس حدیث پر گواہ پیش کرو، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا اس حدیث کی گواہی قوم کا سب سے کم عمر دے گا۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں سب سے کم سن ہوں۔ انہوں نے کہا تم ان کے ساتھ جاؤ۔ دوسری روایت (مسلم: ۵۵۲۳) میں ہے حضرت ابو سعید نے کہا پھر میں گیا اور میں نے حضرت عمر کے سامنے گواہی دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴۵، صحیح مسلم، الادب: ۳۳ (2153) ۵۵۲۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیقوں کو لایا گیا۔ حضرت علی نے ان کو جلا ڈالا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔ امام ابو داؤد کی روایت میں ہے جب حضرت علی تک حضرت ابن عباس کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کی تعریف فرمائی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۵۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

اور بہت احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد کبار صحابہ کو بعض احادیث کا علم نہیں تھا اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انہوں نے اس حدیث کی موافقت کی۔ اس کی ایک مثال اس مسئلہ میں گزر چکی ہے کہ طواف زیارت کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو وہ طواف وداع کے بغیر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو سکتی ہے۔

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں: ایک سند صحیح ہوتی ہے اور دوسری غیر صحیح۔ ایک مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند غیر صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حضرت علی سے منقول حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۵۴) امام ابو حنیفہ اور امام احمد نے اس پر عمل کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۳) حدیث کی ایک ہی سند ہوتی ہے لیکن ایک مجتہد کے نزدیک اس حدیث کے متن یا اس کی سند میں کلام ہوتا ہے اس

Marfat.com

لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے نزدیک اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا اس لیے وہ اس حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال حدیث مصراۃ (جس جانور کے تھنوں میں دودھ روک لیا جائے اس کو ایک صاع کھجور دے کر واپس کرنا) ہے، ائمہ ثلاثہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حدیث مضطرب اور معلل ہے اور صریح قرآن کے خلاف ہے اس لیے وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

(۴) ایک مجتہد کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے اور دوسرے کے نزدیک نہیں کر سکتی، مثلاً حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۴) ائمہ ثلاثہ اس حدیث کے موافق یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے عموم کے خلاف ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (المزمل: ۲۰) سو قرآن سے جس قدر آسان لگے اتنا پڑھو۔

اس لیے امام ابو حنیفہ نے نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو اس آیت کے بموجب فرض نہیں کہا اور اس حدیث کے مقتضٰی سے واجب کہا ہے۔

(۵) ایک مجتہد کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے کے نزدیک معمول ہے۔ اس کی مثال رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کی حدیث ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حدیث معمول ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۷، طبع کراچی، الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ج اص ۵۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ہم نے یہ چند مثالیں اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے ذکر کی ہیں، ورنہ ائمہ مجتہدین کے اصول ہائے اجتہاد کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس کی بقدر کفایت مثالیں ہم نے تذکرۃ المحدثین میں ذکر کی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ

اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے قریب ہیں،

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور چاہیے کہ وہ تمہارے دلوں میں سختی محسوس کریں، اور اچھی طرح یقین رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ○

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے

هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ

کس کے ایمان کو زیادہ کیا؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو تو اس سورت نے (درحقیقت) زیادہ ہی کیا ہے

Marfat.com

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

اور وہ خوش ہوتے ہیں ○ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس سورت نے ان کی

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۱۲۵﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ

(سابق) نجاست پر ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ حالت کفر میں ہی مر گئے ○ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے

أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ

کہ ان کو ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ

اور نہ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ○ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں

إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ

ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا، پھر وہ پلٹ کر بھاگ جاتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو

قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

پلٹ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں تھے ○ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے

مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم

ایک عظیم رسول آ گئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے، تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ

مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں ○ اب اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہہ دیں مجھے اللہ

ع ۱۶ ۷ ۵ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾

کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے دلوں میں سختی محسوس کریں اور اچھی طرح یقین رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ○

(التوبہ: ۱۲۳)

Marfat.com

قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتدا کرنے کی وجوہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنین سے یہ فرما رہا ہے کہ جہاد کی ابتدا ان کافروں سے کرو جو تمہارے درجہ بدرجہ قریب ہیں نہ کہ ان سے جو تم سے درجہ بدرجہ بعید ہوں' اس آیت کے زمانہ نزول میں قریب سے مراد روم کے کافر ہیں کیونکہ وہ شام میں رہتے تھے اور شام عراق کی بہ نسبت قریب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے کئی شہر فتح کر دیئے تو ہر علاقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے قریبی کافر ملکوں سے جہاد کی ابتداء کریں' اور اس کی متعدد وجوہ ہیں:

(١) بیک وقت تمام دنیا کے کافروں سے جہاد کرنا تو عادتاً ممکن نہیں اور جب قریب اور بعید دونوں کافر ہوں تو پھر قرب مرجح ہے۔

(٢) قرب اس لیے راجح ہے کہ اس میں جہاد کے لیے سواریوں' سفرخرچ اور آلات اور اسلحہ کی کم ضرورت پڑے گی۔

(٣) جب مسلمان قریبی کافروں کو چھوڑ کر بعید کے کافروں سے جہاد کے لیے جائیں گے تو عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں چھوڑ جائیں گے۔

(٤) بعید کی بہ نسبت انسان قریب کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے' سو مسلمانوں کو اپنے قریبی ممالک کی فوج کی تعداد' ان کے اسلحہ کی مقدار اور ان کے دیگر احوال کی بہ نسبت بعید ممالک سے زیادہ واقفیت ہو گی۔

(٥) اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تبلیغ بھی ابتداءً اقربین پر فرض کی تھی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ (الشعراء: ٢١٤) اور آپ اپنے زیادہ قریب رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

اور غزوات اسی ترتیب سے واقع ہوئے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی قوم سے جہاد کیا پھر آپ شام کے غزوہ کی طرف منتقل ہوئے اور صحابہ جب شام کے جہاد سے فارغ ہوئے تو پھر عراق میں داخل ہوئے۔

(٦) جب کوئی کام زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہو تو اس سے ابتداء کرنا واجب ہے اور بعید ملک کی بہ نسبت قریب ملک سے جہاد کرنا زیادہ آسان ہے' سو اس سے جہاد کی ابتداء کرنا واجب ہے۔

(٧) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھا رہا تھا اور میں پیالہ کی ہر طرف سے گوشت کو لے رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے قریب کی جانب سے کھاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٥٣٧٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٠٢٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٢٦٧' مسند احمد ج ٤ ص ٢٧' ٢٦' مجمع الزوائد ج ٥ ص ٢٣' تہذیب تاریخ دمشق ج ٦ ص ٤٣٩' کنز العمال رقم الحدیث: ٤١٦٩٨)

سو جس طرح دسترخوان میں اپنے قریب سے کھانا چاہیے اسی طرح جہاد بھی اپنے قریب کے کافروں سے کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو تو اس سورت نے (درحقیقت) زیادہ ہی کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں ○ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس سورت نے ان کی (سابق) نجاست پر ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ حالت کفر میں ہی مر گئے ○ (التوبہ: ١٢٥-١٢٤)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے برے کام بیان فرما رہا ہے اور ان برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا اور اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمان کو ایمان سے متنفر کریں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے ان سے

Marfat.com

استہزاءً اس طرح کہتے ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی سورت کے نازل ہونے سے مسلمانوں کو دو امر حاصل ہوتے ہیں: ایک تو یہ ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو مسلمان اس سورت پر ایمان لاتے ہیں، اس کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور یہ امر ان کے ایمان میں اضافہ اور تقویت کا موجب ہوتا ہے اور ان کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سورت میں جو احکام مذکور ہیں ان پر عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی مزید خوشنودی اور اجر آخرت کے مستحق ہوں گے اور ان احکام پر عمل کرنے سے وہ دنیا میں بھی نصرت اور کامرانی حاصل کریں گے۔ پھر دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کسی نئی سورت کے نازل ہونے سے منافقوں کو بھی دو امر حاصل ہوتے ہیں: ایک امر یہ ہے کہ ان کی سابق نجاست میں اضافہ ہوتا ہے، نجاست سے مراد ان کے عقائد باطلہ اور اخلاق مذمومہ ہیں، وہ پہلے بھی قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کے منکر تھے اور جب یہ ایک اور سورت نازل ہوئی تو انہوں نے اس کا مزید انکار کیا اور یوں ان کے کفر میں اضافہ ہوا اور ان کے اخلاق مذمومہ میں سے حسد کرنے کا مرض تھا اور جب نئی سورت نازل ہوتی تو ان کے حسد میں اور اضافہ ہوتا، اور دوسرا امر یہ ہے کہ ان کی موت کفر پر واقع ہوگی اور یہ حالت پہلی حالت سے زیادہ قبیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کو ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے، اور نہ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں○ (التوبہ: ١٢٦)

دنیا اور آخرت میں منافقین کے عذاب کی تفصیل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ منافقین کفر پر مریں گے اور اس سے یہ واضح ہوگیا کہ ان کو آخرت میں عذاب ہوگا اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ان کو دنیا میں بھی ایک یا دو بار عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

دنیا میں ان کو جو عذاب دیا جاتا ہے اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ بیماری میں مبتلا ہوتے تھے اور پھر بھی اپنے نفاق سے توبہ نہیں کرتے تھے اور نہ اس مرض سے کوئی نصیحت حاصل کرتے تھے، جس طرح جب مومن بیمار پڑتا ہے تو وہ اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے اور اس کو یہ خیال آتا ہے کہ اس نے ایک دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے تو اس وقت اس کا ایمان اور اس کے دل میں اللہ کا خوف زیادہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی خوشنودی کا زیادہ امیدوار ہوتا ہے۔ مجاہد نے یہ کہا کہ ان کو ہر سال قحط اور بھوک میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ان کو ہر سال ایک یا دو بار جہاد کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ جہاد میں نہ شریک ہوتے تو لوگ ان کو لعن طعن کرتے اور اگر وہ جہاد میں شریک ہوتے تو ان کو جہاد میں اپنے مارے جانے کا خوف ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا، پھر وہ پلٹ کر بھاگ جاتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں تھے○ (التوبہ: ١٢٧)

قرآن مجید سے منافقین کی نفرت اور بیزاری

اس سے پہلی آیتوں میں منافقین کے قبیح افعال بیان فرمائے تھے، اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے، اس میں یہ فرمایا ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی کوئی سورت سنتے ہیں تو ان کو اس کے سننے سے کوفت اور اذیت ہوتی ہے اور ان کے چہروں پر نفرت اور کدورت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، پھر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اشاروں سے یہ کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا یعنی ان کے چہروں پر قرآن مجید سننے سے نفرت اور بیزاری کے جو آثار ظاہر ہو رہے ہیں ان کو کسی

Marfat.com

نے جانچ تو نہیں لیا، یا قرآن مجید سننے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر قرآن مجید کا مذاق اڑانے کے لیے جو اشارے کیے اور استہزائیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اس کو کسی نے دیکھ تو نہیں لیا یا قرآن مجید سننے سے ان کو جو اذیت اور تکلیف ہوتی تھی اس کی وجہ سے وہ چپکے سے مجلس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کرتے تھے تو پھر یہ کہتے تھے کہ ان کو نکلتے ہوئے کوئی دیکھ تو نہیں رہا، یعنی اگر ان کو کوئی دیکھ نہ رہا ہو تو وہ چپکے سے نکل جائیں تاکہ قرآن مجید سننے سے ان کو جو کوفت اور اذیت پہنچی ہے وہ دور ہو جائے، اور جب ان کو یہ اطمینان ہو جاتا تو وہ مجلس سے نکل جاتے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس مجلس ہی میں موجود رہتے تھے اور قرآن مجید پر اعتراض کرنے اور زبان طعن دراز کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹا دیا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے تو ان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو ایمان لانے کے بہت مواقع دیئے گئے، معجزات دکھائے گئے اور دلائل پیش کیے گئے، لیکن انہوں نے ان تمام دلائل اور معجزات کا مذاق اڑایا اور ایسا بھاری کفر کیا کہ اس کی سزا میں ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں○ (التوبہ: ١٢٨)

سابقہ آیات سے ارتباط

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو سخت اور مشکل احکام کی تبلیغ کریں جن کا برداشت کرنا بہت دشوار تھا، ماسوا ان مسلمانوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی توفیق اور کرامت سے نوازا تھا، اور اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیت نازل فرمائی جس سے ان مشکل احکام کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ رسول تمہاری جنس سے ہیں اور اس رسول کو دنیا میں جو عزت اور شرف حاصل ہو گا وہ تمہارے لیے باعث فضیلت ہے، نیز اس رسول کی یہ صفت ہے کہ جو چیز تمہارے لیے باعث ضرر ہو وہ ان پر سخت دشوار ہوتی ہے اور ان کی یہ خواہش ہے کہ دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں تمہیں مل جائیں اور وہ تمہارے لیے ایک مشفق طبیب اور رحم دل باپ کے مرتبہ میں ہیں کیونکہ حاذق طبیب اور شفیق باپ کبھی اولاد کی بہتری کے لیے ان پر سختی کرتا ہے، سو اسی طرح یہ مشکل اور سخت احکام بھی تمہاری دنیا اور آخرت کی سعادتوں کے لیے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں: (١) من انفسکم (٢) عزیز علیہ ما عنتم (٣) حریص علیکم (٤) رءوف (٥) رحیم۔

من انفسکم کی دو قراءتیں ہیں: من انفُسکم "ف" پر پیش کے ساتھ، اس کا معنی ہے تمہارے نفسوں میں سے یعنی تمہاری جنس اور تمہاری نوع میں سے اور من انفَسکم "ف" پر زبر کے ساتھ، اس کا معنی ہے وہ تم میں سب سے زیادہ نفیس ہیں۔

من انفُسکم کا معنی

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مثل بشر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ - (یونس: ۲)

کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد پر وحی نازل کی۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ - (الکہف: ۱۱۰)

آپ کہئے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں، مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ میرا اور تمہارا معبود واحد ہے۔

اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی جنس سے ہوتے تو لوگوں پر آپ کی اتباع کرنا بہت دشوار ہو جاتا جیسا کہ سورۃ الانعام میں اس کی تقریر گزر چکی ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۝ (الانعام: ۹)

اور اگر ہم اس رسول کو فرشتہ بناتے تو اس کو مرد ہی (کی صورت میں) بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب مبتلا ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۷۸، البحر المحیط ج ۵ ص ۵۳۲، عنایت القاضی ج ۴ ص ۶۶۵، اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۲۴۷)

من انفسکم (تمہاری جنس سے رسول آیا) کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسا رسول آیا جو تمہاری قوم سے تھا، تمہاری زبان بولتا تھا اور تم اس کے حسب اور نسب کو پہچانتے تھے:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں کہا: اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتے منقطع کرتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہمارا قوی، ضعیف کا مال کھاجاتا تھا، ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیج دیا جس کے نسب، اس کے صدق، اس کی امانت اور اس کی پاک دامنی کو ہم پہچانتے تھے، اس نے ہم کو دعوت دی کہ ہم اللہ وحدہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے ان کو ترک کر دیں اور ہم کو سچ بولنے، امانت داری اور پاکیزگی اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے، پڑوسیوں سے حسن معاملہ کرنے، حرام کاموں اور خوں ریزی کرنے کو ترک کرنے کا حکم دیا اور ہم کو بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت پر بدچلنی کی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہم کو حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا پھر ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لے آئے، الحدیث۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث: ۱۷۴۰، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، الروض الانف ج ۲ ص ۱۱۱، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۲۹، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۴)

من انفسکم کا معنی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفیس ترین ہونا)

امام رازی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی قرأت من انفسکم ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئے درآنحالیکہ وہ تم میں سب سے اشرف اور افضل ہیں۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۴۰) (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں نفیس ترین، افضل اور اشرف ہیں اور اس مطلوب پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر قرن میں بنو آدم کے

Marfat.com

بہترین لوگوں میں سے مبعوث کیا گیا ہوں حتی کہ جس قرن میں، میں ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۳، مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۵۳۹)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسمٰعیل کو فضیلت دی، اور اسمٰعیل کی اولاد سے بنوکنانہ کو فضیلت دی اور بنوکنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی، اور قریش سے بنوہاشم کو فضیلت دی اور بنوہاشم میں سے مجھے فضیلت دی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۷)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں رکھا، پھر جب ان کو گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا، پھر جب قبائل پیدا کیے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا، اور جب جانیں پیدا کیں تو مجھے سب سے بہتر جان میں رکھا، پھر جب گھر پیدا کیے تو مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا، پس میرا گھر بھی سب سے بہتر ہے اور میری جان بھی سب سے بہتر ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۷، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۶۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۱۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں آدم سے لے کر حتی کہ میں اپنی ماں سے پیدا ہوا، زنا سے پیدا نہیں ہوا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۷۲۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۱۴، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷، جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۰۱، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۱۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ماں باپ کبھی زنا سے نہیں ملے، اللہ عزوجل مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا در آں حالیکہ وہ صاف اور مہذب تھے، اور جب بھی دو شاخیں نکلیں میں ان میں سے سب سے بہتر شاخ میں تھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۱۵، تہذیب تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۴۹، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ہمارے پاس دوپہر کو آرام فرمایا۔ آپ کو پسینہ آ رہا تھا میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ہاتھ پھیر کر پسینہ کو ایک شیشی میں جمع کر رہی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ام سلیم! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو کے لیے جمع کر رہے ہیں اور یہ ہماری سب سے اچھی خوشبو ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳۱، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گندمی رنگ کے تھے اور جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو تھی ایسی خوشبو کسی مشک اور عنبر میں نہیں تھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۹، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے پر جاتے، پھر آپ کے بعد کوئی اس راستہ پر جاتا تو وہ اس راستہ میں آپ کی پھیلی ہوئی خوشبو سے یہ پہچان لیتا تھا کہ آپ اس راستے سے گزر کر گئے ہیں۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث: ۶۶، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۴)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے گزرتے تو وہاں مشک کی خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ آج اس راستے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۱۲۵، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۲، الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی چیز سے میری مدد کریں، آپ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے لیکن تم کل آنا اور ایک کھلے منہ کی شیشی اور ایک لکڑی لے کر آنا، پھر آپ نے اس شیشی میں اپنا پسینہ ڈال دیا حتیٰ کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا: اپنی بیٹی سے کہنا کہ وہ اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈبو کر اس سے خوشبو لگائے، پھر جب وہ لڑکی خوشبو لگاتی تو تمام مدینہ میں اس کی خوشبو پھیل جاتی اور ان کے مکان کا نام خوشبو والوں کا گھر پڑ گیا۔

(الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۸۶۳ - ۸۶۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۲۹۵، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۵۶، طبع جدید)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشارق اور مغارب پلٹ ڈالے میں نے کسی شخص کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے افضل کوئی گھر دیکھا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۲۸۱، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷، طبع قدیم)

امت پر سخت احکام کا آپ پر دشوار ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے اور تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اس کے ارد گرد کو روشن کر دیا تو یہ پروانے اور کیڑے مکوڑے اس آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو اس آگ میں گرنے سے روک رہا تھا، اور وہ اس پر غالب آ کر اس آگ میں گر رہے تھے، پس میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے کھینچ رہا ہوں اور تم اس میں گر رہے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۴، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا یا فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۰)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک موخر کر دیتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر دوسری رات کو بھی آپ نے نماز پڑھی تو بہت زیادہ لوگوں نے آپ کی اقتداء کی، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، پھر صبح کو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے تم نے جو کچھ کیا تھا، لیکن میں صرف اس وجہ سے باہر نہیں آیا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے

Marfat.com

گی، پھر تم اس کو پڑھ نہیں سکو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:١٩٠١، صحیح مسلم رقم الحدیث:١٧٧٨، ١٧٧١، سنن النسائی رقم الحدیث:٢٢٠٦)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اللہ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ میری امت ان کی طاقت نہیں رکھتی کچھ تخفیف فرمایئے حتیٰ کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہوگئیں اور فرمایا کہ یہ تعداد میں پانچ نمازیں اور اجر میں پچاس نمازیں ہیں۔ (ملخصًا)

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٣٣٩، صحیح مسلم رقم الحدیث:١٦٣، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:٣١٤، سنن النسائی رقم الحدیث:٤٤٨، سنن الترمذی رقم الحدیث:٣٣٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وصال کے روزے نہ رکھو (یعنی بغیر سحر و افطار کے روزے پر روزے نہ رکھو) مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں، بے شک مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:١٩٦٧، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٢٣٦١، مسند احمد ج ٣ ص ١٧٠، سنن الترمذی رقم الحدیث:٧٧٨، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:٣٥٧٤، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:٢٨٧٤)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لوگوں میں سے جو شخص حج کو جانے کی استطاعت رکھے، اس پر حج کرنا فرض ہے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہر سال؟ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:٨١٤، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٨٨٤، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:٥١٧، مسند احمد ج ١ ص ١١٣، مسند البزار رقم الحدیث:٩١٣، المستدرک ج ٢ ص ٢٩٣)

دنیا اور آخرت میں امت کی فلاح پر آپ کا حریص ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے سخت اور مشکل احکام دشوار تھے اور آپ ان کی آسانی پر بہت حریص تھے، اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں مگر ہم نے جو احادیث ذکر کردی ہیں وہ کافی ہیں، اسی طرح امت کی دنیاوی اور اخروی فلاح پر جو آپ حریص تھے اس سلسلے میں ہم چند احادیث پیش کر رہے ہیں: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اتنی لمبی نماز پڑھی ہے جتنی آپ عام طور پر نہیں پڑھا کرتے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے نماز پڑھی تھی، میں نے اس نماز میں اللہ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ نے دو چیزیں مجھے عطا کردیں اور ایک چیز کے سوال سے مجھے روک دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت کو (عام) قحط سے ہلاک نہ کرے تو اللہ نے مجھے یہ چیز عطا کردی اور میں نے اللہ سے یہ سوال کیا کہ میری (پوری) امت پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو ان کا غیر ہو، تو اللہ نے مجھے یہ چیز بھی عطا کردی اور میں نے اللہ سے یہ سوال کیا کہ میری امت کے لوگ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں تو اللہ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:٢١٧٥، سنن النسائی رقم الحدیث:١٦٣٧، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:١٣٢١، صحیح ابن حبان رقم

Marfat.com

الحدیث:۶۲۳۶۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۸، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۔۳۶۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک (خصوصی) مقبول دعا ہوتی ہے، سو ہر نبی نے دنیا میں وہ دعا کرلی، اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جس نے شرک نہ کیا ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۱۷۴۸، شعب الایمان رقم الحدیث:۳۱۳، السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (یہ حدیث حضرت انس سے بھی مروی ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۶۔۲۴۳۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۱۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۷۳۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۸۵۱۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۳۲۸۴، المستدرک ج ۱ ص ۶۹، الشریعہ للآجری ص ۳۳۸، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اب اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (التوبہ: ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس آیت میں روئے سخن مشرکین اور منافقین کی طرف ہے، یعنی اگر یہ مشرکین اور منافقین آپ سے اعراض کریں یا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اعراض کریں یا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے اعراض کریں یا یہ لوگ مشکل اور سخت احکام کو قبول کرنے سے اعراض کریں یا یہ منافق لوگ جہاد میں آپ کے ساتھ جانے اور آپ کی نصرت سے انکار کریں تو آپ کہہ دیں کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے۔

اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے اگر یہ مشرکین اور منافقین آپ کی تصدیق نہیں کرتے تو آپ غم نہ کریں، کیونکہ اسلام کی نشرو اشاعت اور دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

عرش کا معنی

عرش کا لغوی معنی ہے: کسی شے کا رکن، گھر کی چھت، خیمہ، وہ گھر جس سے سایہ طلب کیا جائے، اور بادشاہ کا تخت، اللہ تعالیٰ کے عرش کی تعریف نہیں کی جاسکتی، وہ سرخ یاقوت ہے جو اللہ کے نور سے چمک رہا ہے۔

(قاموس ج ۲ ص ۴۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عزت، سلطان اور مملکت کا کنایہ عرش سے کیا جاتا ہے، ثل عرشہ کا معنی ہے اس کی عزت جاتی رہی، روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو آپ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت میرا تدارک نہ کرتی تو لثل عرشی (میری عزت جاتی رہتی) اللہ کے عرش کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا، ہمیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس کو عرش کہتے ہیں، اور عرش اس طرح نہیں ہے جس طرح عام لوگوں کا وہم ہے، ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ عرش فلک اعلیٰ ہے اور کرسی فلک الکواکب ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! سات آسمان کرسی کے مقابلہ

Marfat.com

میں ایسے ہیں جیسے کسی جنگل میں انگوٹھی کا ایک چھلا پڑا ہوا ہو' اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے جنگل کی فضیلت چھلے پر ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(المفردات ج ۲ ص ۴۲۹-۴۲۸، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۸ھ)

عرش کے متعلق احادیث اور آثار

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو اپنے نور سے پیدا کیا اور کرسی عرش سے ملی ہوئی ہے' اور پانی کرسی کے نیچے اور ہوا کے اوپر ہے اور فرشتوں نے اپنے کندھوں کے اوپر عرش کو اٹھایا ہوا ہے اور عرش کے گرد چار دریا ہیں' اور ان دریاؤں میں فرشتے کھڑے ہوئے اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں' اور عرش بھی اللہ عزوجل کی تسبیح کرتا ہے۔

(کتاب العظمہ رقم الحدیث: ۱۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کرسی جو آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی مقدار کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا' سوا اس کے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور تمام آسمان گنبد کی طرح ہیں۔

(کتاب العظمہ رقم الحدیث: ۱۹۸' المستدرک ج ۲ ص ۲۸۲' یہ حدیث صحیح ہے)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! لوگ مشکل میں پڑ گئے' بال بچے ضائع ہو گئے' اور مویشی ہلاک ہو گئے' آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا کیجئے' ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار سبحان اللہ فرمایا' پھر فرمایا: تم پر افسوس ہے اللہ کو کسی کے حضور سفارشی نہیں بنایا جاتا' اللہ سبحانہ کی شان اس سے بلند ہے' تم پر افسوس ہے تم اللہ کو نہیں جانتے' اس کا عرش تمام آسمانوں اور زمینوں کو گنبد کی طرح محیط ہے اور وہ اس طرح چرچراتا ہے جس طرح پالان سواری کی وجہ سے چرچراتا ہے۔

(کتاب العظمہ رقم الحدیث: ۲۰۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۶' کتاب السنہ رقم الحدیث: ۵۷۵' الشریعہ ص ۲۹۳)

عرش کی تفسیر میں اقاویل علماء

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

اہل تفسیر نے کہا ہے کہ عرش ایک تخت ہے اور وہ جسم مجسم ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اٹھانے کا حکم دیا اور اس کی تعظیم کے لیے طواف کرنے کا حکم دیا جیسے زمین میں ایک بیت پیدا کیا اور بنو آدم کو اس کا طواف کرنے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اکثر آیات' احادیث اور آثار میں اس نظریہ کی صحت پر دلائل ہیں۔

(کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ابو الحسن علی بن محمد الطبری نے کہا کہ رحمن کے عرش پر مستوی ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ عرش پر بلند ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ سورج ہمارے سر پر بلند ہے' اللہ سبحانہ عرش پر بلند ہے نہ وہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے نہ وہ اس پر کھڑا ہوا ہے' نہ وہ عرش کے ساتھ مماس ہے نہ وہ اس سے مبائن بمعنی متباعد ہے کیونکہ مس کرنا اور بعید ہونا اور کھڑا ہونا اور بیٹھنا اجسام کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل احد اور صمد ہے' وہ نہ مولود ہے نہ والد اور نہ اس کا کوئی مماثل ہے اور جسم کے عوارض اور احوال اس کے لیے ممکن نہیں ہیں۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۴۱۱' مطبوعہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب احمد بن علی الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

رحمن کے عرش پر استواء کا معنی یہ ہے کہ اللہ کا خلق کرنا عرش پر مکمل ہو گیا اور اس نے عرش کے ماوراء کسی چیز کو پیدا نہیں کیا اور اس نے دنیا اور آخرت میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ دائرہ عرش سے خارج نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کائنات کو حاوی ہے' استوی کا معنی ہم نے تمام ہونا اور مکمل ہونا کیا ہے اور یہ اس آیت سے مستفاد ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤی۔ (القصص: ١٤) اور جب وہ اپنے شباب کو پہنچا اور تام اور مکمل ہو گیا۔

اللہ نے قرآن مجید میں چھ جگہ[1] عرش پر استواء کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے بعد عرش پر استواء کا ذکر کیا ہے مثلاً پہلی بار سورۃ الاعراف میں ذکر فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ (الاعراف: ٥٤) بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا پھر اس کا پیدا کرنا عرش پر تام اور مکمل ہو گیا۔

یعنی اس کے پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر تمام ہو گیا اور اس نے عرش کے بعد کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ یعنی عرش تمام ممالک میں سب سے اعظم ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر بہ اعتبار رتبہ کے بلند ہے' مثلاً جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارے اوپر ہوا ہے' پھر اس کے اوپر آسمان ہے اور جب ہمارا وہم سات آسمانوں سے ترقی کرتا ہے تو اس کے اوپر کرسی ہے اور جب ہم کرسی سے ترقی کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے اوپر عرش ہے جو مخلوقات کی انتہا ہے' اس کے آگے ہماری فکر کی کوئی سیڑھی نہیں ہوتی اور عرش پر جا کر ہماری فکر کی پرواز ٹھہر جاتی ہے اور عرش کے اوپر اور اس سے بہ اعتبار رتبہ کے بلند اللہ تعالیٰ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر جا کر ٹھہر گیا اور یہی عرش پر استواء کا معنی ہے۔

(الیواقیت والجواہر ج ١ ص ١٨٥۔ ١٨٢، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ شعرانی کی مراد یہ ہے کہ کائنات کے عناصر اور اجسام اور اس کی وضع کو پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر جا کر ٹھہر گیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مطلقاً خلق اور پیدائش کا سلسلہ عرش کو پیدا کرنے کے بعد موقوف ہو گیا۔

آیا سورہ توبہ کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے یا نہیں

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی جو آخری آیتیں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں: لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ الایہ۔ (التوبہ: ١٢٩۔ ١٢٨)

(جامع البیان جز ١١ ص ١٠٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت البراءۃ (التوبہ) ہے اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت: یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔ الایہ۔ (النساء: ١٧٦) ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٦٠٥، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦١٨)

نیز امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آخری آیت یہ ہے: واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ (البقرہ: ٢٨١) (جامع البیان جز ٣ ص ١٥٦، رقم الحدیث: ٤٩٣١)

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو راتیں

---

[1] وہ چھ جگہیں یہ ہیں: (١) الاعراف: ٥٤ (٢) یونس: ٣ (٣) طٰہٰ: ٥ (٤) الفرقان: ٥٩ (٥) السجدہ: ٤ (٦) الحدید: ٤

Marfat.com

زندہ رہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۲ ص ۵۵۴، رقم الحدیث: ۲۹۴۴)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الربو ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۴۴، مطبوعہ دار ارقم، بیروت)

واضح رہے کہ البقرہ: ۲۸۰-۲۷۸ تک آیات الربو ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ البقرہ: ۲۸۱ کا بھی پہلی آیتوں پر عطف ہے، اس لیے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۵، طبع لاہور)

ابن جریج نے کہا یہ آیت (البقرہ: ۲۸۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے نو گھنٹے پہلے نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی چیز نازل نہیں ہوئی، اور ابن جبیر نے کہا یہ آیت آپ کی وفات سے تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی، سورۂ توبہ کی آخری آیت کو بھی قرآن مجید کی نازل ہونے والی آخری آیت کہا گیا ہے لیکن البقرہ کی آیت: ۲۸۱ کا آخری آیت ہونا زیادہ صحیح، زیادہ معروف اور زیادہ علماء کا مختار ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۳ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ نساء کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ (البقرہ: ۲۸۱) قرآن مجید کی آخری آیت ہے، اور اس کی تائید صحیح بخاری میں بھی ہے کہ آخری آیت، آیت الربو ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں قرآن مجید کی آخری آیتیں ہوں اور دونوں قرآن مجید کے آخر میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں اور ہر آیت دوسری آیت کے اعتبار سے آخری آیت ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ، حقیقی آخری آیت ہو اور یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ کے آخری آیت ہونے کا یہ معنی ہو کہ وراثت کے احکام کی آخری آیت ہے اور اس کے برعکس ہونا اس لیے راجح نہیں ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے جو نزول قرآن مجید کے خاتمہ کو مستلزم ہے، پوری آیت اس طرح ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ: ۲۸۱)	اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری جزا دی جائے گی اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

سورۃ النساء کے آخر میں ہم نے قرآن مجید کی آخری آیت کے سلسلے میں مختلف روایتوں میں باہم تطبیق بیان کی ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی سے لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ الآیہ۔ کا سورۂ توبہ میں درج ہونا

جب صحابہ کرام قرآن مجید کو جمع کر رہے تھے تو ان کو سورہ توبہ کی یہ آخری دو آیتیں نہیں ملیں پھر حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ آیتیں ملیں اور ان کی شہادت پر انہوں نے اس کو قرآن مجید میں شامل کیا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا تو میں نے قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کیا حتی کہ جب میں سورہ توبہ کے آخر پر پہنچا تو لقد جاءکم رسول من انفسکم مجھے صرف حضرت

Marfat.com

خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی اور ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ملی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۷۹، ۴۷۸۴، ۲۸۰۷، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید تو تواتر سے ثابت ہے، صرف ایک صحابی کے کہنے سے یہ آیت قرآن مجید کا جز کیسے بن گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو تواتر سے معلوم تھا کہ یہ آیت سورہ توبہ کی آخری آیت ہے، لیکن مصحف میں ہر آیت کو درج کرنے کے لیے انہوں نے یہ ضابطہ بنایا تھا کہ دو صحابی اس پر گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا یا دو صحابی اس پر گواہی دیں کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تھی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت کے علاوہ اور کسی صحابی کے پاس اس کی شہادت نہیں تھی لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے قائم مقام قرار دیا تھا اس لیے اس آیت کو سورۃ توبہ میں درج کر لیا گیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی داؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور حضرت زید سے کہا کہ آپ دونوں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جائیں اور جب دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ یہ آیت کتاب اللہ کی ہے تو اس کو لکھ لیں۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زید کسی آیت کے صرف اپنے پاس لکھے ہونے پر اکتفا نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ دو گواہ اس پر گواہی دیں اور یہ چیز ان کی غایت احتیاط پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ سخاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی یا دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی، اور لیث بن سعد نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کیا اور اس کو حضرت زید بن ثابت نے لکھا اور جب تک دو عادل (نیک) گواہ گواہی نہ دیتے حضرت زید اس آیت کو مصحف میں درج نہیں کرتے تھے اور سورہ توبہ کی آخری آیت صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پائی گئی تو مسلمانوں نے کہا اس کو لکھ لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۵۸، ملخصاً، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کا دو گواہوں کے برابر ہونا

عمارہ بن خزیمہ کے چچا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مہلت طلب کی تاکہ گھوڑے کی قیمت لے کر آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گھوڑے کی قیمت لینے گئے، اس اعرابی نے اس کو تاخیر سمجھا، پھر دوسرے لوگ اس اعرابی سے اس گھوڑے کی قیمت لگانے لگے اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں، پھر اس اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں۔ آپ نے اس اعرابی کی بات سن کر فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا نہیں خدا کی قسم! میں نے آپ کو یہ نہیں فروخت کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں۔ اس اعرابی نے کہا اچھا پھر آپ گواہ لائیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تم کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٦٠٧، سنن النسائی رقم الحدیث:٤٦٦١، الطبقات الکبریٰ رقم الحدیث:٥٨٤، المعجم الکبیر رقم الحدیث:٣٠٧٣، مجمع الزوائد ج٩ ص٣٢٠، المستدرک ج٢ ص١٨، سنن کبریٰ ج١٠ ص١٤٦، تہذیب تاریخ دمشق ج٥ ص١٣٦، کنز العمال رقم الحدیث:٣٨٠٧٣، الاصابہ رقم:٢٢٥٦، اسد الغابہ رقم:١٤٤٦)

صحیح بخاری میں بھی اس کی تائید ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مصحف میں آیات درج کر رہا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الاحزاب کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا تھا، وہ مجھے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی: من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه۔ (الاحزاب: ٢٣) (صحیح البخاری رقم الحدیث:٢٨٠٧)

اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا تھا، اس وقت نگاہ نبوت میں یہ تھا کہ ایک وقت آئے گا جب جمع قرآن کے وقت سورہ توبہ کی آخری آیت اور الاحزاب کی آیت: ٢٣ پر حضرت خزیمہ کے سوا کوئی گواہ نہیں ہو گا اور اگر ان کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار نہ دیا جائے تو سورہ توبہ اور سورہ احزاب میں یہ آیتیں درج ہونے سے رہ جائیں گی۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ الایہ
کے وظیفہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ٧٥١ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شبلی آگئے، ابوبکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے سیدی! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ آپ کا اور تمام اہل بغداد کا یہ خیال ہے کہ یہ دیوانہ ہے! انہوں نے کہا: میں نے اس کے ساتھ اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، پھر دیکھا کہ شبلی آ رہا تھا۔ آپ اس کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نماز کے بعد یہ پڑھتا ہے: لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ الایہ۔ (التوبہ: ١٢٩-١٢٨) اور اس کے بعد مجھ پر درود (شریف) پڑھتا ہے، اور ایک روایت میں ہے یہ ہر فرض کے بعد یہ دو آیتیں پڑھتا ہے، اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے اور تین مرتبہ اس طرح پڑھتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد، انہوں نے کہا پھر جب شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز کے بعد کیا ذکر کرتے ہیں تو انہوں نے اسی طرح ذکر کیا۔ (جلاء الافہام ص٢٥٨، مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور، پاکستان)

حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی متوفی ٩٠٢ھ نے القول البدیع ص ٢٥٢-٢٥١ میں اور علامہ احمد بن محمد بن حجر ہیتمی متوفی ٩٧٣ھ نے الدر المنثور ص ١٥٢-١٥١ میں اور شیخ محمد زکریا نے فضائل درود ص ١١٦ میں اس روایت کا ذکر کیا ہے اور شیخ زکریا نے علامہ سخاوی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبلی کا اسی (٨٠) سال سے یہ معمول ہے۔

حسبی اللہ لا الہ الا ھو پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہر صبح اور ہر شام کو

Marfat.com

سات مرتبہ یہ پڑھا، حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم، اس کے دنیا اور آخرت کے اہم کاموں میں اللہ کافی ہوگا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۸۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۷۱، الاذکار للنووی رقم الحدیث: ۲۱۹)

سنن ابو داؤد میں یہ حدیث موقوف ہے اور باقی کتابوں میں مرفوع ہے۔

اور یہاں پہنچ کر سورۂ توبہ کی تفسیر ختم ہوگئی۔

کلمات تشکر

الحمد للہ علی احسانہ آج بروز جمعہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۳۰ جولائی ۱۹۹۹ء کو سورہ توبہ کی تفسیر مکمل ہوگئی، الہ العالمین! جس طرح آپ نے کرم فرمایا اور سورہ توبہ تک یہ تفسیر کرا دی ہے باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ میں ذیابطیس اور بلند فشار دم کا عرصہ ۱۴ سال سے مریض ہوں اور سولہ سال سے لمباگو (کمر کے درد) کا مریض ہوں اور اب تین سال سے سیدھے ہاتھ کے جوڑ میں بازو کے درد میں مبتلا ہوں اور شوگر کی وجہ سے دیگر امراض لاحق ہیں اس کے باوجود چار مہینوں میں سورہ توبہ کی یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں یہ انسانی طاقت کی کاوش نہیں ہے، یہ محض اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ گندی اور بدبودار کھاد سے مہکتے ہوئے خوشبودار اور پاکیزہ پھول پیدا کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار اور سیاہ کار بندے کے ہاتھوں یہ پاکیزہ اور نورانی تفسیر لکھوا دی۔ سورۂ توبہ کی تفسیر ختم کرتے ہوئے میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ اور نیک عاقبت کی دعا کرتا ہوں۔ الہ العالمین! مجھے تمام امراض سے شفا عطا فرما اور اس تفسیر کو مکمل کرا دے، اس کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم کی بارگاہ میں قبول فرما اور قیامت تک تمام مسلمانوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا فرما اور اس میں مذکور عقائد اور اعمال کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق پیدا فرما، موافقین کے لیے اس تفسیر کو موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دے۔ شرح صحیح مسلم اور اس تفسیر کو مخالفین کے بغض اور عناد سے محفوظ رکھ، اس تفسیر کے مصنف، اس کے والدین اور اقرباء، اس کے کمپوزر، اس کے مصحح اور اس کے ناشر اور قارئین کی مغفرت فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر آزمائش اور مصیبت اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی نعمتیں، راحتیں اور سعادتیں ان کے لیے مقدر فرما دے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ يُونُسِ

(۱۰)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ یونس

سورت کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۃ یونس ہے، کیونکہ یونس علیہ السلام کی قوم باقی انبیاء علیہم السلام کی اقوام سے اس صفت میں منفرد تھی کہ یونس علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور انہوں نے عذاب الٰہی کے آثار دیکھ لیے تو وہ اللہ تعالیٰ اور حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کا ایمان لانا نفع آور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے عذاب اٹھالیا جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

فَلَوۡلَا کَانَتۡ قَرۡیَۃٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَہَاۤ اِیۡمَانُہَاۤ اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا کَشَفۡنَا عَنۡہُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ مَتَّعۡنٰہُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ۝ (یونس: ٩٨)

یونس کی قوم کے سوا اور کسی بستی کے لوگ ان کی طرح کیوں نہ ہوئے کہ وہ لوگ (بھی) ایمان لے آتے اور انہیں (بھی) ان کا ایمان نفع دیتا، (جس طرح) وہ (قوم یونس) ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ان کی دنیا کی زندگی میں عذاب اٹھا لیا اور ایک مخصوص وقت تک انہیں فائدہ پہنچایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ الصافات میں سورۃ یونس سے بہت زیادہ ہے تو اس کا نام سورۃ یونس کیوں نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وجہ تسمیہ میں یہ ضروری ہے کہ جس چیز کا نام رکھا جائے اس میں اس چیز کی مناسبت ہونی چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ جہاں وہ مناسبت پائی جائے وہاں وہ نام بھی ہو کیونکہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی، اس کی مثال یہ ہے کہ خمر (انگور کی شراب) کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ مخامرہ کا معنی ہے ڈھانپنا اور خمر عقل کو ڈھانپ لیتی ہے، اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بھنگ بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے سو اس کو بھی خمر کہنا چاہیے، اردو میں اس کی یہ مثال ہے۔ پاجامہ کو پاجامہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ پیروں کا لباس ہے، اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شلوار، تہبند، غرارہ، ساڑھی اور پتلون وغیرہ یہ بھی پیروں کا لباس ہے تو ان کو پاجامہ کیوں نہیں کہتے۔

سورہ یونس کا نام یونس رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف اور سورہ ابراہیم یہ چاروں

Marfat.com

سورتیں الٓر سے شروع ہوتی ہیں اور ان میں باہم امتیاز کے لیے ہر سورت کا وہ نام رکھا گیا جس سورت میں ایک نبی کا یا اس کی قوم کا تذکرہ آیا ہو بجائے اس کے کہ ان میں اس طرح امتیاز ہوتا الٓر اولیٰ' الٓر ثانیہ' الٓر ثالثہ اور الٓر رابعہ۔

سورہ یونس کا زمانہ نزول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام النحاس' امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ سورہ یونس مکہ میں نازل ہوئی' اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورہ یونس مکہ میں نازل کی گئی۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۴۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز لکھتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ امام ابن مردویہ نے مجاہد کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ مکی ہے اور عطا کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ مدنی ہے۔

(الاتقان ج ۱ ص ۶۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بعض علماء نے سورہ یونس کے مکی ہونے سے تین آیتوں کا استثناء کیا ہے' اور ابن الفرس اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورہ یونس کے شروع سے لے کر چالیس آیتوں تک مکی آیتیں ہیں اور باقی آیتیں مدنی ہیں' اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور شامی کے نزدیک اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۸۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سورہ التوبہ اور سورہ یونس کی مناسبت

سورہ توبہ کا اختتام رسالت کے ذکر پر ہوا تھا لقد جاء کم رسول من انفسکم۔ (التوبہ: ۱۲۸) اور سورہ یونس کی ابتداء بھی رسالت کے ذکر سے ہوئی ہے: اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم۔ (یونس: ۲) "کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہوا ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک (مقدس) مرد پر وحی نازل کی ہے"۔ نیز سورہ توبہ میں مصیبت نازل ہونے کے باوجود اس سے عبرت اور نصیحت حاصل نہ کرنے اور توبہ نہ کرنے پر منافقین کی مذمت کی تھی:

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (التوبہ: ۱۲۶)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اور اس سورت میں ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جو کسی مصیبت کے موقع پر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر وہ اس طرح ہو جاتے ہیں جیسے انہوں نے کبھی اللہ کو پکارا ہی نہیں تھا۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ۔ (یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی مصیبت آ پہنچتی ہے تو وہ ہم سے فریاد کرتا ہے خواہ پہلو کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے اور جب ہم اس سے مصیبت دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا اس نے کسی مصیبت کے پہنچتے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

اس طرح سورہ توبہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کی طرف سے مشرکین سے بیزاری کے اعلان سے کی اور اس میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ مشرکین کو جہاں پائیں قتل کر دیں۔ (التوبہ: ۵) اور اس سورت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ مشرکین سے بیزاری کا اظہار کریں:

Marfat.com

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔(یونس: ۴۱)

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم ان کاموں سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان کاموں سے بیزار ہوں جن کو تم کرتے ہو۔

سورہ یونس کے مسائل اور مقاصد

☆ اس سورت کی ابتداء الر سے کی گئی ہے جو حروف تہجی ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ قرآن مجید جس کو ہمارے نبی نے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ان ہی حروف سے بنا ہے جن سے تم اپنا کلام بناتے ہو اگر یہ تمہارے دعویٰ کے مطابق کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی ایسا ہی کلام بنا کر لے آؤ' سو یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ثبوت کو مستلزم ہے۔

☆ مخلوقات کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں اور جزا اور سزا کا فلسفہ بیان فرمایا ہے۔

☆ مشرکین کے لیے وعید بیان کی ہے اور مومنوں کو بشارت دی ہے۔

☆ کافروں پر جلد عذاب نہ بھیجنے کی حکمت بیان فرمائی ہے۔

☆ پچھلی امتوں کو رسولوں کے جھٹلانے کی سزائیں یاد دلائی ہیں۔

☆ خشکی اور سمندر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ دنیا کے زیب و زینت کے زوال اور اخروی نعمتوں کی بقا کو بیان فرمایا ہے۔

☆ آخرت میں مومنوں اور کافروں کے احوال کا تفاوت اور باطل خداؤں کی اپنے عبادت گزاروں سے بیزاری کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ اللہ عزوجل کے غیر کی الوہیت کا اس دلیل سے رد فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں کسی کے کسی کام نہیں آسکتے۔

☆ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں اور مشرکین کے اس قول کو باطل کیا ہے کہ قرآن میں من گھڑت باتیں ہیں۔

☆ مشرکین کو چیلنج دیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی مثل لا کر دکھا دیں۔

☆ مشرکین کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ پچھلی جن امتوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی ان پر خوفناک عذاب آیا' اور عذاب آنے کے بعد پھر کسی قوم کے ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر یہ عذاب اس لیے نہیں آیا تھا کہ وہ عذاب آنے سے پہلے فوراً ایمان لے آئے تھے۔

☆ مشرکین کی اس پر مذمت کی ہے کہ انہوں نے اللہ کے حلال رزق کو حرام کر لیا تھا۔

☆ اولیاء اللہ کو دنیا اور آخرت کی بشارت دینے کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ کفار کی دل آزار باتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے۔

☆ انبیاء سابقین میں سے حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے احوال پر غور کی دعوت ہے۔

☆ اہل کتاب کی شہادت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے صدق کو بیان فرمایا ہے۔

☆ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلقین کی ہے کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم میرے دین میں شک

Marfat.com

کرتے ہو تو میں تو اللہ ہی کی عبادت کروں گا اور اگر (بالفرض) اللہ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو آپ کو اللہ سے کوئی بچا نہیں سکتا، اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا، جس نے ہدایت پائی تو اپنے فائدہ کے لیے اور جو گمراہ ہوا تو اس کا وبال صرف اسی پر ہے۔

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ یونس مکی ہے اس میں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا المنزل ٣

الف لام را، یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت سے معمور ہے ○ کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے

اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک (مقدس) مرد پر وحی نازل کی ہے کہ آپ (غافل) لوگوں کو ڈرائیں اور ایمان والوں کو

اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے، (اس پر) کافروں نے کہا

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے ○ بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ

زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا وہ کائنات کو چلانے کا انتظام

الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے،

فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ

سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○ اسی کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے، یہ اللہ کا

Marfat.com

اللّٰهِ حَقًّا ۚ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

برحق وعدہ ہے، بے شک وہ مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان

شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ کفر کرتے تھے ○

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ

وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن، اور اس کی منزلیں مقرر

مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو، اللہ نے یہ سب برحق

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵

ہی پیدا کیا ہے وہ علم والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں واضح کرتا ہے ○

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ

بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ہر اس چیز میں جس کو اللہ نے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

زمینوں میں پیدا کیا ہے ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (فکر میں غلطی سے) بچتے ہیں ○ درحقیقت جو لوگ ہم سے ملاقات

لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ

کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن ہیں اور جو لوگ

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا

ہماری آیتوں سے غافل ہیں ○ یہ وہی ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کی وجہ سے

Marfat.com

يَكْسِبُوْنَ ⑧ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ

جو وہ کرتے رہے تھے ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کا رب ان کو

رَبُّهُمْ بِإِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ

ان کے ایمان کی وجہ سے دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا جن کے نیچے سے دریا

النَّعِيْمِ ⑨ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا

بہتے ہیں ○ اور جنتوں میں ان کی بے ساختہ یہ پکار ہو گی "پاک ہے تو اے اللہ" ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کیلئے

سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ ع

یہ دعا ہو گی: "سلام علیکم" اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہو گا: "الحمد للہ رب العالمین" ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام را' یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت سے معمور ہے ○ (یونس: ۱)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الر کی تفسیر میں فرمایا: انا اللہ اری "میں اللہ دیکھتا ہوں" حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ الر، حم اور نون مل کر اللہ تعالیٰ کا نام "الرحمٰن" بنتا ہے، اور قتادہ سے یہ روایت ہے کہ یہ حروف قرآن مجید کے اسماء ہیں، ان کی مکمل تفسیر البقرہ: ۱ میں گزر چکی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۰۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۲۱)

کتاب حکیم کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد تورات اور انجیل ہے اور اس کا معنی یہ ہے: اس سورت میں جو قصص بیان کیے گئے ہیں وہ تورات اور انجیل کے موافق ہیں، حالانکہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کو پڑھا تھا نہ کسی عالم سے ان کو سنا تھا تو پھر اس موافقت کا حصول اس کے سوا ممکن نہیں ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تھی اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت پر دلیل ہے۔

(۲) الر میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کتاب حروف تہجی سے مرکب ہے، اگر یہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی ان حروف تہجی سے اس کی مثل کلام بنا کر لے آؤ، اور یہ بھی آپ کی نبوت اور رسالت پر دلیل ہے۔

(۳) اس آیت میں حکیم بہ معنی حاکم ہے، یعنی یہ کتاب اس بات کا حکم دیتی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں، کیونکہ آپ کی نبوت کی دلیل قرآن مجید ہے جس کی مثال لانے سے پوری دنیا عاجز ہے۔

(۴) حکیم بہ معنی محکم ہے یعنی یہ کتاب منسوخ نہیں ہے، اس میں کذب، تناقض اور تضاد نہیں ہے اور حادثات زمانہ سے یہ کتاب مٹ نہیں سکتی اور یہ بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ قیامت تک کے نبی ہیں اس لیے آپ کی کتاب بھی بلا کسی تغیر کے قیامت تک باقی رہے گی، اس کے برخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کیونکہ ایک مخصوص

Marfat.com

زمانہ کے لیے نبی تھے اس لیے ان کی کتابیں بھی ان کے بعد تغیرات سے محفوظ نہیں رہیں حتیٰ کہ اب وہ زبان بھی موجود نہیں جس زبان میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔

(۵) حکیم کا معنی ہے یہ کتاب حکمت پر مشتمل ہے، حکمت کا معنی ہے علم اور عقل سے حق تک پہنچنا' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام اشیاء کا علم ہے اور اس نے ان اشیاء کو انتہائی خوبی اور بہتری کے ساتھ پیدا کیا ہے اور انسان کی حکمت یہ ہے کہ اس کو موجودات کی معرفت ہو اور وہ نیک کام کرے اور قرآن مجید کی حکمت یہ ہے کہ اس نے صحیح اور برحق باتیں بیان کی ہیں۔ (المفردات ج ۱ص ۱۶۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک (مقدس) مرد پر یہ وحی نازل کی ہے کہ آپ (غافل) لوگوں کو ڈرائیں اور ایمان والوں کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے (اس پر) کافروں نے کہا بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے○ (یونس: ۲)

آپ کی نبوت پر مشرکین کا تعجب اور اس کا ازالہ

مشرکین مکہ حسب ذیل وجوہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر تعجب کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ایک بشر کو رسول بنائے۔ (جامع البیان جز ۱۱ص ۱۰۷' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۲۲)

قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۹۴) کفار نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تعجب کو حسب ذیل آیتوں میں زائل فرمایا:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ○ (الانعام: ۹) اور اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا○ **(بنی اسرائیل: ۹۵)** آپ کہئے اگر زمین میں (رہنے والے) فرشتے ہوتے جو اس میں اطمینان سے چلنے والے ہوتے تو ہم ضرور ان کے اوپر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر نازل کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے وہ اسی قوم کی جنس سے ہوتا ہے تاکہ اس رسول کا عمل اس قوم کے لیے نمونہ اور حجت ہو' نیز اگر رسول کسی اور جنس سے ہو تو قوم اس سے استفادہ نہیں کر سکتی جیسا کہ عام انسان فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا کلام سن سکتے ہیں نہ ان کو مس کر سکتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اور بشر کی طرف انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے چنانچہ اس نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ۔ (یوسف: ۱۰۹) اور ہم نے آپ سے پہلے (بھی) صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

نیز ان کو اس بات پر بھی تعجب ہوتا تھا کہ ایک غریب اور یتیم شخص کو کیوں رسول بنایا' کسی امیر کبیر شخص کو رسول کیوں نہیں بنایا؟ چنانچہ وہ کہتے تھے:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ (الزخرف: ۳۱) مشرکین نے کہا یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

Marfat.com

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ فقر نیک صفات کے منافی نہیں ہے اور غنا نیک صفات کا موجب نہیں ہے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقر کے باوجود اپنی نیکی، خیر، تقویٰ، امانت، دیانت، صلہ رحم اور ایثار وغیرہا کے ساتھ معروف اور مشہور تھے اور آپ کا یتیم ہونا کسی نقصان کا موجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم اس لیے رکھا کہ آپ پر والدین کی پرورش کا احسان نہ ہو، کیونکہ آپ کو تمام دنیا پر فضل اور احسان کرنے کے لیے بھیجا تھا کسی کا احسان اٹھانے کے لیے نہیں بھیجا تھا اور مالدار اور غنی ہونا کسی خوبی اور نیکی کو مستلزم نہیں ہے، مکہ میں کتنے مال دار اور غنی تھے لیکن ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی شہرت نہیں تھی اور نہ مال اور دولت اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى - (سبا: ۳۷)

اور نہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں ہیں جو تم کو ہمارے قریب کر دیں۔

قدم صدق کے متعدد محامل

اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ ایمان والوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس قدم صدق ہے، قدم صدق کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قدم صدق سے مراد منزل صدق ہے، یعنی بہترین مقام اور یہ تفسیر اس آیت سے ماخوذ ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ - (بنی اسرائیل: ۸۰)

آپ کہئے کہ اے میرے رب مجھے بہترین مقام میں داخل فرما اور مجھے بہترین مقام سے باہر لا۔

زجاج نے کہا قدم صدق سے مراد بلند مرتبہ ہے۔ (معانی القرآن للزجاج، ج ۳ ص ۶، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

ماوردی نے کہا اس سے مراد نیک بیٹا ہے جو بچپن میں فوت ہو گیا، کیونکہ قدم کا معنی ہے مقدم اور پیش رو، اور نابالغ بچے قیامت کے دن ماں باپ کے لیے مقدم اور پیش رو ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ تلقین کی کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے کی نماز جنازہ میں یہ دعا مانگیں: اے اللہ! اس کو ہمارے لیے مقدم اور پیش رو بنا دے اور اس کو (نیکیوں کا) ذخیرہ اور اجر بنا دے۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب: ۶۵)

حسن اور قتادہ نے کہا اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ مسلمانوں کی شفاعت کرنے والے اور ان پر مقدم ہیں: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیشرو اور مقدم ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۹)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ میدان محشر میں سب پر مقدم ہوں گے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہیں، (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۵) نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد اور احمد ہوں، اور ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہو گا اور میں عاقب (سب نبیوں کے بعد آنے والا خاتم النبیین) ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۸۹۱)

مجاہد نے کہا: قدم صدق سے مراد نیک اعمال ہیں۔ ضحاک نے کہا: اس سے مراد نیک اعمال کا اجر ہے۔

Marfat.com

یہ تمام محامل امام ابن ابی حاتم نے بیان کیے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٦ ص ١٩٢٤۔ ١٩٢٢)

آپ کو ساحر کہنے کا جواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اس پر) کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ کافروں کی مراد یہ تھی کہ قرآن مجید اپنی فصاحت اور بلاغت میں اتنے عظیم مرتبہ پر ہے کہ اس جیسا کلام بنانا غیر ممکن ہے اور اسی وجہ سے یہ جادو ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں' ان کے اس کلام کا فاسد اور باطل ہونا بالکل بدیہی اور ظاہر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب نہیں دیا' کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشوونما ان کے درمیان ہوئی' اور آپ کا کبھی جادوگروں سے واسطہ نہیں پڑا اور نہ ہی مکہ میں جادو سکھانے والے تھے حتیٰ کہ یہ کہا جاتا کہ آپ نے ان سے جادو سیکھ لیا' پھر آپ کا ایسا کلام پیش کرنا جس کی نظیر لانے سے سب عاجز تھے معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا وہ کائنات کو چلانے کا انتظام کرتا ہے' اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے' یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○ (یونس: ٣)

مشرکین کے تعجب کو زائل کرنا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وحی' بعثت اور رسالت پر کفار کے تعجب کو بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں ان کے تعجب کو زائل فرمایا ہے بایں طور کہ جس ذات نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اس کا اس مخلوق کی طرف ایک رسول کو بھیجنا کوئی بعید نہیں ہے جو اس کی مخلوق کو نیک اعمال پر ثواب کی بشارت دے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرائے کیونکہ اس جہان کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے احکام نافذ ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور وہی اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے' نیز وہی ثواب اور عذاب دینے والا ہے کیونکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' اس لیے تمام مخلوق کو اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے اور عرش پر جلوہ گر ہونے کی تفسیر ہم الاعراف: ٥٤ میں بیان کرچکے ہیں' نیز عرش کی مزید تفسیر ہم نے التوبہ: ١٢٩ میں بیان کی ہے اور شفاعت کی تفسیر البقرہ: ٤٨ میں اور عبادت کی تفسیر الفاتحہ: ٤ میں بیان کرچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے' یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے' بے شک وہ مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا' تاکہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ کفر کرتے تھے ○ (یونس: ٤)

حشر اجساد پر دلائل

کفار اور مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے' حشر اور جزاء اور سزا کا انکار کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حشر اجساد پر بہت زور دیا ہے اور دوبارہ زندہ کرنے پر بہت دلائل قائم کیے ہیں' ان میں سے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(١) ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ایک موسم (خزاں) میں مردہ ہوتی ہے اس پر خشکی غالب ہوتی ہے' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے موسم (بہار) میں اس پر بارش ہوتی ہے اور وہ زمین زندہ ہو جاتی ہے' اس میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں اور بکثرت پھل' پھول اور غلہ پیدا ہوتا ہے' پھر پہلا موسم لوٹ آتا ہے اور وہ زمین مردہ ہو جاتی ہے اور دوسرے موسم میں پھر بارشیں ہوتی ہیں اور پھر

Marfat.com

وہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے تو جو زمین کو ایک بار زندہ کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اور پھر زندہ کر دیتا ہے تو کیا اس میں یہ نشانی نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو بھی مار کر پھر زندہ کرے گا۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ (فاطر: ۹)

اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل اٹھالاتی ہیں، پھر ہم بادل کو مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے سبب سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح (قبروں سے) اٹھنا ہے۔

(۲) ہم میں سے ہر شخص اپنا مشاہدہ کرتا ہے کہ کسی بیماری یا عارضہ کی وجہ سے اس کا جسم دبلا ہو جاتا ہے، پھر صحت مند ہونے کے بعد مقوی غذائیں اور فربہ کرنے والی خوراک کھانے سے وہ پھر موٹا اور فربہ ہو جاتا ہے اور پھر کسی عارضہ کی وجہ سے کمزور اور دبلا ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ موٹا ہو جاتا ہے اور کمزوری بمنزلہ موت اور فربہی بمنزلہ حیات ہے تو اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو کمزور اور دبلا کرنے کے بعد دوبارہ پھر موٹا اور طاقتور کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ ہم کو مارنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کر دینے پر بھی قادر ہے، اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ برسات کے موسم میں مینڈک اور دوسرے برساتی جانور اچانک مٹی سے پیدا ہو جاتے ہیں اور برسات کا موسم ختم ہوتے ہی مر کھپ جاتے ہیں پھر دوبارہ برسات آنے پر وہی جانور دوبارہ پھر پیدا ہو جاتے ہیں تو کیا ان نشانیوں سے یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ وہ تمام انسانوں کو مارنے کے بعد دوبارہ پھر پیدا کر دے گا!

(۳) اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے ابتداءً انسانوں کو پیدا فرمایا ہے تو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (یونس: ۳۴)

آپ کہیے کہ اللہ ہی ابتداءً پیدائش کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ فرمائے گا سو تم لوگ کہاں بھٹک رہے ہو۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (یٰس: ۷۹-۷۸)

اس (مشرک) نے کہا ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد ان کو، کون زندہ کرے گا؟ ۝ آپ کہیے کہ وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے بڑے پہاڑ اور آسمان اور زمین پیدا کیے تو وہ مردہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں ہے!

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِ الْمَوْتٰى۔ (الاحقاف: ۳۳)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کو پیدا کرنے کے بعد تھکا نہیں وہ (ضرور) مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا۔ (النازعات: ۲۷)

کیا (تمہارے نزدیک) تمہارا بنانا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا بنانا۔

(۵) نیند ایک قسم کی موت ہے، انسان پر نیند کے بعد بیداری اور بیداری کے بعد موت کے احوال طاری ہوتے رہتے ہیں تو جو سوئے ہوئے شخص کو دوبارہ بیدار کر دیتا ہے وہ مردہ کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا!

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ

اللہ موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور جن کی

Marfat.com

تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الزمر: ۴۲)

موت نہیں آئی ان کی نیند میں روح قبض کرتا ہے، پھر جس کی موت کا حکم فرمادیا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسرے کی روح کو ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○

(۶) حیات موت کی ضد ہے، اور اللہ تعالیٰ ایک چیز کے بعد اس کی ضد کو پیدا کرنے پر قادر ہے جس طرح نور کے بعد ظلمت اور ظلمت کے بعد نور اور دن کے بعد رات، اور رات کے بعد دن، سو اسی طرح وہ موت کے بعد حیات پیدا کرنے پر قادر ہے۔

عدل کے ساتھ جزا دینے کی توجیہ

حشر اجساد قائم کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان اور کافر اور نیک اور بد کے درمیان فرق کو ظاہر کیا جائے، نیک شخص کو اس کی نیکی پر اجر دیا جائے اور بدکار کو اس کی بدی پر سزا دی جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک وہ مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ وہ ان لوگوں کو عدل و انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ نیک مسلمانوں کو اجر عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے یعنی ان کو ان کی نیکیوں کا پورا پورا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اسی طرح قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی ہے:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الزخرف: ۷۲)

اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم ان (نیک) کاموں کے سبب سے وارث کیے گئے ہو جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (النحل: ۳۲)

وہ (نیک مسلمان) جن کی فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ خوش ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم ان (نیک) کاموں کے سبب سے جنت میں داخل ہو جاؤ جن کو تم کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ (المرسلات: ۴۱-۴۴)

بے شک نیک مسلمان سائے اور چشموں میں ہوں گے ○ اور اپنی خواہش کے پھلوں میں ○ مزے سے کھاؤ پیو ان (نیک) کاموں کے سبب سے جو تم کرتے تھے ○ بے شک ہم نیک کام کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک حدیث ان آیات کے معارض ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ دوزخ سے پناہ میں رکھے گا اور نہ مجھ کو، سوا اس کے کہ اللہ رحم فرمائے، ایک اور روایت میں ہے سوا اس کے کہ اللہ فضل فرمائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۹، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۷۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۳۸۴)

اور متکلمین اہلسنت نے کہا ہے کہ نیکوں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کافروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نیکیوں پر اجر و ثواب عطا کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور حدیث اسی معنی پر محمول ہے، اور ان

Marfat.com

آیات میں نیک کاموں کو جو اجر و ثواب کا سبب قرار دیا ہے یہ اسناد بہ اعتبار ظاہر کے ہے اور بندے کی نیکیوں کو اجر و ثواب کا سبب قرار دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کا فضل ہے تاکہ بندہ خوش رہے اور نیک کاموں کے لیے اس کا جذبہ برقرار رہے اور اس کا حوصلہ بڑھتا رہے کہ وہ جو نیک کام کر رہا ہے وہ بے ثمر اور بے مقصد نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ان نیکیوں سے خوش ہوتا ہے اور ان پر انواع و اقسام کی جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن' اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو' اللہ نے یہ سب برحق ہی پیدا کیا ہے' وہ علم والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں واضح کرتا ہے○ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ہر اس چیز میں جس کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں میں پیدا کیا ہے ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (فکر میں غلطی سے) بچتے ہیں○ (یونس: ۶-۵)

سورج سے الوہیت اور توحید پر استدلال

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے الوہیت اور توحید پر استدلال کیا تھا' اور اس آیت میں سورج اور چاند کو پیدا کرنے سے توحید پر استدلال کیا ہے' اس استدلال کی تقریر یہ ہے کہ سورج' چاند اور باقی تمام سیارے بحیثیت جسم سب مساوی ہیں' اب سورج کو اس وضع مخصوص اور صفات مخصوصہ عطا کرنے کے لیے کوئی مرجح ہونا چاہیے اور وہ مرجح واجب الوجود اور قدیم بالذات ہونا چاہیے کیونکہ ممکن اور حادث تو اپنے وجود میں پھر کسی مرجح کا محتاج ہو گا اور واجب الوجود کا واحد ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر دو واجب الوجود ہوں تو ان میں ایک امر مشترک ہو گا اور ایک امر مخصص اور ممیز ہو گا اور جو دو چیزوں سے مرکب ہو وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور مرکب اور محتاج حادث اور ممکن ہوتا ہے واجب اور قدیم نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ سورج کی وضع مخصوص اور اس کی صفات مخصوصہ ذاتی نہیں ہیں کیونکہ سورج جسم ہونے میں تمام اجسام کے مساوی ہے سو اگر یہ اس کی جسمیت کا تقاضا ہوں تو تمام اجسام سورج کی طرح ہونے چاہئیں' اس لیے اس وضع اور ان صفات کے لیے کوئی مرجح ہونا چاہیے اور ہم بتا چکے ہیں کہ وہ مرجح واجب الوجود' قدیم اور واحد ہونا چاہیے اور واجب الوجود' قدیم اور واحد اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے اور جب وہ سورج کا خالق ہے تو تمام کائنات کا وہی خالق ہے کیونکہ جو دلیل سورج میں جاری ہوئی ہے وہی ساری کائنات میں جاری ہو گی پس ثابت ہو گیا کہ تمام کائنات کا خالق اللہ ہے اور وہ واحد لاشریک ہے۔

تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے

سورج اور چاند کی روشنیوں میں مخلوق کے بہت فائدے ہیں' سورج کی روشنی سے دن میں کاروبار ہوتا ہے اور اس کی حرکت سے مختلف موسم وجود میں آتے ہیں جس سے اس دنیا کی مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں اور چاند کی حرکت سے مہینوں اور سالوں کی گنتی اور حساب کا حصول ہوتا ہے' قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقویم اور تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے نہ کہ شمسی حساب سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دن اور رات کے اختلاف میں اور آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں اور ان میں اس کی الوہیت اور توحید پر دلیلیں ہیں' اس پر مفصل گفتگو ہم البقرہ ۱۶۴ میں کر چکے ہیں' اس کی تفسیر کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: در حقیقت جو لوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے

Marfat.com

اور اس پر مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں O یہ وہی ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کی وجہ سے جن کو وہ کرتے رہے تھے O (یونس: ٨-٧)

منکرین حشر کے احوال

ان آیتوں سے اللہ سبحانہ نے ان لوگوں کے احوال شروع کیے ہیں جو حشر (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے) پر ایمان نہیں لاتے اور جو حشر پر ایمان لاتے ہیں' اور ان لوگوں کا پہلے ذکر کیا جو حشر پر ایمان نہیں لاتے کیونکہ اس سورت میں ان لوگوں کے ساتھ خطاب ہے' جو ان باتوں پر تعجب کرتے ہیں جن پر تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور ان چیزوں میں غور و فکر نہیں کرتے جن میں غور و فکر کرنا چاہیے - مذکور الصدر آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان شقی القلب لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو قیامت کے دن اللہ سبحانہ سے ملاقات کا انکار کرتے تھے اور اللہ عزوجل سے ملاقات کی بالکل توقع نہیں رکھتے تھے' وہ اس دنیا کی زندگی پر راضی تھے اور ان کے دل اس سے مطمئن تھے۔ حسن بصری نے کہا یہ لوگ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں تدبر اور تفکر نہیں کرتے تھے اور اللہ عزوجل کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے' سو حشر کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا کیونکہ انہوں نے دنیا میں جرائم اور گناہ کیے اور اس کے علاوہ وہ اللہ' رسول اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یرجون لقاءنا' رجاء کے معنی یہاں خوف ہیں یعنی وہ اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے تھے' اور ایک قول یہ ہے کہ رجاء کے معنی یہاں طمع ہیں یعنی وہ اللہ سبحانہ کے اجر و ثواب کی طمع نہیں رکھتے تھے یا اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طمع نہیں رکھتے تھے تاہم مناسب یہ ہے کہ یہاں رجاء کا معنی توقع لیا جائے جو حقیقت کے قریب ہے یعنی وہ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ حشر کے منکر تھے لہٰذا وہ عذاب سے ڈرتے تھے نہ ثواب کی طمع رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' ان کا رب ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں O (یونس: ٩)

حشر پر ایمان لانے والوں کے احوال

اس رکوع کی آخری دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے احوال بیان فرمائے ہیں جو اللہ اور رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو مانا اور نیک عمل کیے' اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کے سبب انہیں قیامت کے دن جنت کی طرف ہدایت دے گا بایں طور کہ ان کو سلامتی کے ساتھ پل صراط سے گزار دے گا اور وہ جنت تک پہنچ جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بایمانھم میں باء استعانت کے لیے ہو' کیونکہ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومن کے اعمال کو حسین صورتوں میں متمثل کر دیا جائے گا جن سے خوشبو آ رہی ہو گی' جب وہ قبر سے اٹھے گا تو وہ حسین صورت اس سے ملاقات کر کے اس کو جنت کی بشارت دے گی۔ مومن پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ صورت کہے گی میں تمہارا عمل ہوں' پھر اس کے سامنے نور بچھا دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور یہی اس آیت کا معنی ہے کہ ان کا رب ان کو دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا' اور کافر کے اعمال کو بھیانک اور ڈراؤنی شکل میں متشکل کر دیا جائے گا جس سے بدبو آ رہی ہو گی۔ وہ ڈراؤنی شکل کافر سے چمٹ جائے گی اور اس کو دوزخ میں ڈال کر آئے گی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ١٣٦١٦' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٠٢٣٧)

جنت میں دخول کا سبب کیا چیز ہے' اس میں اہلسنت اور معتزلہ کا اختلاف ہے۔ معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اعمال صالحہ

Marfat.com

دونوں مل کر جنت میں دخول کا سبب ہیں اور اہلسنت کے نزدیک صرف ایمان دخول جنت کا سبب ہے' اگر کوئی شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل نہیں کیے یا برے عمل کیے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں چلا جائے گا اور یہ آیت اہلسنت کی مؤید ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان کو ان کے ایمان کے سبب سے دائمی جنتوں کی ہدایت دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: "پاک ہے تو اے اللہ!" اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: "سلام (علیکم)" اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: "الحمد للہ رب العلمین O" (یونس: ۱۰)

اہل جنت کی گفتگو کا معمول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ نیک عمل کرنیوالے مومنین جنت میں ہوں گے اور اس آیت میں یہ بیان فرمارہا ہے کہ ان کے جنت میں کیا معمولات ہوں گے' اور اس آیت میں بتایا ہے کہ جس طرح مومنین دنیا میں سبحان اللہ کہتے تھے اور ہر قسم کے عیب سے اللہ تعالیٰ کی براءت اور تنزیہ بیان کرتے تھے سو اسی طرح جنت میں بھی وہ ہر وقت تسبیح اور تقدیس کرتے رہیں گے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ دعوٰھم کا معنی ہے ان کی تمنا' یعنی ان کی تمنا اور آرزو یہ ہوگی کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہیں۔ اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک مسلمانوں سے ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا تھا (تاکہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' یونس: ۴) پس جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت کی ان عظیم نعمتوں کو دیکھیں گے تو ان کو تصدیق ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ان نعمتوں کے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا' تو وہ اس وقت بے ساختہ کہہ اٹھیں گے سبحانک اللھم یعنی اے اللہ! تو اس بات سے پاک ہے کہ تو وعدہ کر کے پورا نہ فرمائے یا تیرا قول صادق نہ ہو۔

اس کے بعد فرمایا: جب وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو' اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو وہی دعائیں دیں گے جو فرشتے ان کو دعائیں دیں گے اور فرشتوں کی دعا یہ ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (الرعد: ۲۴-۲۳)

اور فرشتے ہر دروازہ سے ان پر (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے "سلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو)

پھر فرمایا: اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: "الحمد للہ رب العلمین" یعنی ان کی گفتگو کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے ہوگا اور ان کی گفتگو کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد پر ہوگا۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ

اور اگر اللہ لوگوں (کی بداعمالیوں کی سزا میں ان) کو نقصان پہنچانے میں بھی اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ (دنیا کے) نفع کی طلب میں

اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ

کرتے ہیں تو انہیں (کب کی) موت آچکی ہوتی (لیکن) جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ

Marfat.com

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا

اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں ○ اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ

لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ

پہلو کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے، پس جب ہم اس سے اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو وہ

كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ

اس طرح گذر جاتا ہے گویا جب اس کو وہ مصیبت پہنچی تھی تو اس نے ہم کو پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے تجاوز کرنے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ

والوں کے کرتوت ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں ○ (لوگو!) ہم نے تم سے پہلے کی ان قوموں کو ہلاک کر دیا تھا

لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا

جنہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے اور انہوں نے

لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ

ایمان لا کر نہ دیا، اور ہم مجرم قوم کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ پھر ہم نے ان کے بعد

خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم یہ ظاہر فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ○

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ

اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہمارے سامنے حاضر ہونے کی

لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ

توقع نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اسی کو تبدیل کر دو، آپ کہیے کہ اس کو

لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ

تبدیل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے

Marfat.com

إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ ۝١٥ قُل

اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ○ آپ کہیے

لَّوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوۡتُهُۥ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَدۡرَىٰكُم بِهِۦۖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ

اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس (قرآن) کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی اطلاع دیتا، پھر بیشک اس (نزول قرآن) سے پہلے

فِيكُمۡ عُمُرٗا مِّن قَبۡلِهِۦٓۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝١٦ فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ

میں تم میں عمر (کا ایک حصہ) گزار چکا ہوں، کیا تم (پھر) نہیں سمجھتے ○ پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو

ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوۡ كَذَّبَ بِـَٔايَٰتِهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ

جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ، بے شک مجرم فلاح

ٱلۡمُجۡرِمُونَ ۝١٧ وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ

نہیں پاتے ○ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں

وَلَا يَنفَعُهُمۡ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِۚ

نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں ،

قُلۡ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي

آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اللہ کو نہ آسمانوں میں علم ہے نہ

ٱلۡأَرۡضِۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ۝١٨ وَمَا كَانَ

زمینوں میں، وہ ان تمام چیزوں سے بری اور بلند ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو ○ اور پہلے تمام

ٱلنَّاسُ إِلَّآ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ فَٱخۡتَلَفُواْۚ وَلَوۡلَا كَلِمَةٞ

لوگ صرف ایک امت تھے، پھر مختلف ہو گئے ، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے

سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ فِيمَا فِيهِ يَخۡتَلِفُونَ ۝١٩

ایک امر پہلے ہی مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ○

Marfat.com

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا

اور کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہیے کہ

الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوٓا۟ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ ع

غیب تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے، سو تم بھی انتظار کرو اور میں انتظار کرنے والوں میں سے ہوں○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ لوگوں (کی بداعمالیوں کی سزا میں ان) کو نقصان پہنچانے میں بھی اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ (دنیا کے) نفع کی طلب میں کرتے ہیں تو انہیں (کب کی) موت آچکی ہوتی (لیکن) جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں○ (یونس: ۱۱)

اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور اپنے اموال کو بددعا دینے کی ممانعت

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس شبہ کا جواب دیا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنانے کی کیا خصوصیت تھی، اس کے بعد درمیان میں مومنوں کا ذکر فرمایا اور اب اس آیت میں پھر مشرکین کے دوسرے شبہ کا جواب دیا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں اور ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کی مخالفت کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا! اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر تمہارے مطالبہ کی وجہ سے تم پر جلد عذاب بھیج دیا جاتا تو اب تک تمہارا کام تمام ہو چکا ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے ڈھیل دیتا ہے کہ تم اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہو۔ (اللباب ج ۱۰ ص ۲۷۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

مجاہد نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد پر غضبناک ہو تو ان کے خلاف یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ! ان کو برکت نہ دے اور اے اللہ ان پر لعنت فرما ورنہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی تو وہ ان کو ہلاک کر دے گا۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۲۲، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۲۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے۔ آپ مجدی بن عمرو جہنی کو ڈھونڈ رہے تھے، ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری بیٹھتے تھے، ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا، اس نے اونٹ کو بٹھایا پھر اس پر سوار ہوا پھر اس کو چلانے لگا۔ اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ سرکشی کی، اس نے اونٹ کو کہا شاء اللہ تجھ پر لعنت کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اونٹ پر لعنت کرنے والا کون شخص ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ میں ہوں! آپ نے فرمایا: اس اونٹ سے اتر جاؤ، ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو، اپنے آپ کو بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو اور نہ اپنے اموال کو بددعا دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو جس میں اللہ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے تو وہ دعا مستجاب ہوتی ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۰۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ پہلو کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے، پس جب ہم اس سے اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا جب اس کو وہ مصیبت پہنچی تھی تو اس نے ہم کو پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کے کرتوت ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں○ (یونس: ۱۲)

Marfat.com

کافر کے مسرف ہونے کی وجوہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ اگر کفار کے مطالبہ پر دنیا میں جلد عذاب نازل کر دیا جاتا تو اب تک وہ سب مر چکے ہوتے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ بہت کمزور اور نہایت عاجز ہیں' ان پر اگر تھوڑی سی مصیبت بھی آئے تو وہ گھبرا کر اس مصیبت کو دور کرنے کی دعائیں کرنے لگتے ہیں۔

یہ آیت مومن اور کافر دونوں کے احوال کو عام ہے' کیونکہ اکثر مسلمانوں کا بھی یہ حال ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں اور جب اللہ اپنے فضل سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو وہ اس کو اس طرح بھول جاتے ہیں جیسے کسی مصیبت کے وقت میں انہوں نے اللہ کو پکارا ہی نہ تھا!

نزول مصیبت کے وقت مسلمانوں کی فکر اور عمل کیا ہونا چاہیے

مسلمانوں پر جب کوئی مصیبت نازل ہو تو ان پر حسب ذیل امور کی رعایت کرنا لازم ہے۔

(۱) مسلمانوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی اور ان سے ٹل نہیں سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ۔ (الحدید: ۲۳-۲۲)

ہر مصیبت جو زمین میں اور تمہاری جانوں میں پہنچتی ہے وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے' اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں' بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے○ یہ اس لیے ہے کہ جو چیز تمہارے پاس سے جاتی رہے تم اس پر غم نہ کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر تم اترایا نہ کرو۔

مسلمان کو اللہ کی تقدیر پر راضی اور مطمئن رہنا چاہیے' وہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرے نہ دل میں اللہ عزوجل سے کوئی شکایت کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور وہ اپنے ملک میں جو چاہے کرے کسی کو اس پر اعتراض یا شکایت کا کوئی حق نہیں ہے' اور وہ حکیم مطلق ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اور اس کا کوئی فعل عبث اور باطل نہیں۔ اگر وہ اس کو اس مصیبت' تکلیف یا مرض پر باقی رکھے تو یہ اس کا عدل ہے اور اگر وہ اس سے اس مصیبت یا آفت کو زائل کر دے تو یہ اس کا فضل ہے اور بندے پر لازم ہے کہ وہ اس مصیبت پر صبر کرے اور رنج اور قلق کے اظہار کو ترک کر دے۔

(۲) بندہ کو اس مصیبت پر صبر کرنا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بہت اجر عطا فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۵۷-۱۵۵)

اور ہم تم کو ضرور کچھ ڈر اور بھوک اور مال اور جان کے نقصان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے○ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات (ثنا اور تحسین) اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

Marfat.com

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ـ (الزمر: ۱۰)
اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

(۳) نیز بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے دل میں یہ سوچے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس کے کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔ سو اسے اس گناہ پر توبہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ـ (الشوریٰ: ۳۰)
اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھ کی کمائی کی وجہ سے پہنچتی ہے اور (تمہاری) بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ـ (النساء: ۷۹)
(اے مخاطب!) تجھ کو جو بھلائی پہنچی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو جو برائی پہنچی ہے وہ تیرے نفس کی شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔

(۴) جب کسی مسلمان بندے پر مصیبت آئے تو اس کو اس مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ یہ سوچ کر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس مرض، آفت یا مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کوئی کانٹا چبھے یا اس سے زیادہ تکلیف ہو تو اللہ اس تکلیف کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۵، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۹۷۷، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۱۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۲۵، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۵۹۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے خواہ وہ تھکاوٹ ہو، غم ہو یا قرض یا بیماری ہو حتیٰ کہ کوئی فکر ہو جس کی وجہ سے وہ پریشان ہو رہا ہو، تو اللہ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۹۶۶، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۵۶)

(۵) جب مسلمان پر کوئی مصیبت آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ بندہ اس سے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ـ (الاعراف: ۵۵)
اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل سے سوال کرو کیونکہ اللہ عزوجل اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے، اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۸۸، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۶۵)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی وہ دعا پوری کر دیتا ہے، یا اس دعا کی مقدار کے برابر اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ اللہ سے کسی گناہ کا سوال نہ کرے یا قطع رحم کا سوال نہ کرے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ بہت زیادہ دعا قبول فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۵۷۳، مسند احمد ج۵ ص۳۲۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۷۱۴، کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث:۷۶، شرح السنہ رقم الحدیث:۱۳۸۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا فرماتے: اے لوگوں کے رب! اس مصیبت کو دور کر دے، اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۶۱۹)

(۶) جب کسی مسلمان پر کوئی افتاد پڑے اور وہ اپنی مصیبت کو دور کرنے کی دعا کے بجائے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے مضامین کے مطالعہ اور استنباط مسائل میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو میری یاد اور مجھ سے سوال کرنے کو قرآن نے مشغول رکھا تو میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۹۲۶، مسند احمد ج۳ ص۳۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱۴، ص۳۱۰، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۳۵۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۳۴۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۰۱)

(۷) اللہ سبحانہ جب مسلمان سے مصیبت کو دور کر دے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے اور خلوت اور جلوت اور تنگی اور آسانی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے، کیونکہ شکر کرتے رہنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا اور ناشکری کرنے سے زوال نعمت کا خطرہ ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

محققین نے بیان کیا ہے کہ جو شخص حصول نعمت کے وقت نعمت میں مشغول رہتا ہے نہ کہ منعم کی طرف، وہ نزول مصیبت کے وقت مصیبت میں مبتلا رہتا ہے نہ کہ مصیبت نازل کرنے والے کی طرف، اور ایسا شخص مستقل طور پر خوف میں مبتلا رہتا ہے کیونکہ حصول نعمت کے وقت بھی اس کو نعمت کے زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے، اور جو شخص حصول نعمت کے وقت اس نعمت سے لذت حاصل کرنے کے بجائے نعمت دینے والے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس کی رضا کا طلبگار رہتا ہے تو وہ مصیبت نازل ہونے کے وقت بھی مصیبت سے گھبراتا نہیں بلکہ مصیبت نازل کرنے والے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس کی رضا کا طالب رہتا ہے، سو نعمت کا حصول ہو یا مصیبت کا نزول، اس کا مطلوب واحد ہوتا ہے اور یہ بہت اعلیٰ اور ارفع مرتبہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

کافر کو مُسرف فرمانے کی وجوہ

اس آیت میں کافر کو مسرف فرمایا ہے، کیونکہ کافر اپنی جان اور اپنے مال کو ضائع کر دیتا ہے، جان کو اس طرح ضائع کرتا ہے کہ وہ بتوں کی پرستش کر کے خود کو جہنم کا مستحق بنا لیتا ہے اور مال کو اس لیے ضائع کرتا ہے کہ وہ بتوں کی زیب و زینت کرتا ہے، اور جانور خرید کر بتوں کی بھینٹ چڑھاتا ہے اور یہ مال کو ضائع کرنا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص کی یہ عادت ہو کہ وہ مصیبت نازل ہونے کے وقت بکثرت دعا اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے، اور جب مصیبت زائل ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کا شکر ادا کرنے سے اعراض کرے تو ایسا شخص اپنی جان

Marfat.com

کو اور اپنے دین کو ضائع کرنے والا ہے۔

مسرف وہ شخص ہے جو اپنے کثیر مال کو کسی خسیس اور گھٹیا مقصد کے حصول میں خرچ کرے، اور یہ معلوم ہے کہ دنیا کی رنگینیاں اور دنیا کی لذتیں اخروی نعمتوں کے مقابلہ میں خسیس اور گھٹیا ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس، عقل اور تصرف کی قوتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ وہ ان سے اخروی نعمتوں کے حصول میں کوشش کرے، سو جس شخص نے اپنی ان قوتوں کو ان گھٹیا چیزوں کے حصول کی جدوجہد میں خرچ کیا تو اس نے اپنی ان قوتوں کو ضائع کر دیا اور ایسے شخص کے مسرف ہونے میں کیا شک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (لوگو!) ہم نے تم سے پہلے کی ان قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جنہوں نے ظلم کیا تھا، اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے اور انہوں نے ایمان لا کر نہ دیا، اور ہم مجرم قوم کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ پھر ہم نے ان کے بعد تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم یہ ظاہر فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ○ (یونس: ۱۴۔ ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے آزمانے پر اعتراض کا جواب

کفار اور مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر دین اسلام برحق ہے اور ہم اس کے منکر ہیں تو آپ ہم پر آسمان سے پتھر برسائیں یا کوئی دردناک عذاب لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ اپنے اس مطالبہ میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور پہلو کے بل، بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے احوال یاد دلائے کہ ان کے پاس ان کے رسول دلائل اور معجزات لے کر آئے اور انہوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ مشرکین مکہ نزول عذاب کے مطالبہ سے باز آ جائیں۔

اللہ کے علم پر ایک اشکال کا جواب

دوسری آیت میں فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں تم کس طرح عمل کرتے ہو، اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں تھا اور جب مشرکین عمل کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا جیسا معاملہ معلومات حاصل کرنے والا اور امتحان لینے والا لوگوں کے ساتھ کرتا ہے تاکہ ان کو ان کے عمل کے مطابق جزا دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بہت نظائر ہیں: لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ (ھود: ۷) "تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت طویل خطبہ روایت کیا، اس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: یہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تمہیں اس میں جانشین بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۰، ۲۸۷۳، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۷۵۲، مسند احمد، ج ۳ ص ۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۱، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۹۱، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۷)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا جیسا معاملہ امتحان لینے والا اور آزمانے والا لوگوں کے ساتھ کرتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔

Marfat.com

لِنَنْظُرَ کے چند مشہور تراجم

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
باز جانشیں ساختیم شمارا در زمین پس از ایشاں تا بہ بینیم چگونہ کار می کنند O
شیخ محمود حسن متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:
تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو O
شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:
پھر ان کے بعد دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:
پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔
حضرت ابوالمحامد سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی لکھتے ہیں:
پھر بنا دیا ہم نے تم کو جانشین زمین میں ان کے بعد تاکہ نظر کے سامنے کر دیں کہ کس طرح کام کرتے ہو۔
سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:
اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی جگہ دی ہے، تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔
اور ہمارے شیخ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:
پھر ان کے بعد ہم نے زمین میں تم کو (ان کا) جانشین بنایا تاکہ ہم ظاہر فرمائیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

ان تمام تراجم میں صرف ہمارے حضرت صاحب نے ایسا ترجمہ کیا ہے جس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا، دیگر مترجمین کا ترجمہ بھی غلط نہیں ہے لیکن انہوں نے لننظر کا لفظی ترجمہ کیا ہے جس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مشرکین کے عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو علم ہوگا کہ وہ کیا کرتے ہیں، اور ہمارے حضرت صاحب نے نظر کا معنی علم ظہور کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کی کارروائی کو ظاہر فرمائے گا، اصطلاح میں اس کو علم تفصیلی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہمارے سامنے حاضر ہونے کی توقع نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اسی کو تبدیل کر دو، آپ کہئے کہ اس کو تبدیل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں O (یونس: ۱۵)

مشرکین کا یہ مطالبہ کہ آپ قرآن مجید کو بدل ڈالیں

جس طرح سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر مشرکین کا **طعن ذکر کرکے** ان کے جوابات ذکر فرمائے تھے، اس آیت میں بھی ان کا ایک طعن ذکر کرکے اس کا جواب ذکر فرمایا ہے۔

امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:
قتادہ نے کہا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے مشرکین مکہ تھے، اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ پانچ شخص تھے: عبداللہ بن امیہ المخزومی، ولید بن مغیرہ، مکرز بن حفص، عمرو بن عبداللہ بن ابی قیس العامری اور العاص بن عامر بن ہشام، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے علاوہ کوئی

Marfat.com

اور قرآن لے آئیں جس میں لات، عزیٰ اور مناۃ کی عبادت سے ممانعت نہ ہو، اور نہ ان کی مذمت کی گئی ہو اور اگر اللہ ایسی آیتیں نازل نہ کرے تو آپ ایسی آیتیں بنالیں، یا اس قرآن کو بدل ڈالیں اور عذاب کی آیتوں کی جگہ رحمت کی آیتیں بنادیں یا حرام کی جگہ حلال اور حلال کی جگہ حرام لکھ دیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محمد! آپ کہیے کہ اس قرآن کو بدلنا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے، اس کے مطابق میں حکم دیتا ہوں یا کسی چیز سے منع کرتا ہوں۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

قرآن مجید میں تبدیلی کے مطالبہ کی وجوہات

کفار جو آپ سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسی قرآن کو بدل ڈالیں تو ان کا یہ مطالبہ بطور استہزاء تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہوں اور اس سے ان کی غرض یہ ہو کہ اگر آپ نے ان کا یہ مطالبہ مان لیا تو آپ کا یہ دعویٰ باطل ہو جائے گا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کا نازل کیا ہوا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی کوئی اور کتاب چاہتے ہوں کیونکہ یہ قرآن ان کے معبودوں کی مذمت پر مشتمل ہے اور ان کے معمولات کو باطل قرار دیتا ہے، اس لیے وہ کوئی اور کتاب چاہتے تھے جس میں یہ چیزیں نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: آپ کہیے میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے اور نہ قیاس سے کام لیتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے پہنچانے اور اس کی تلاوت کرنے میں وحی کی اتباع کرتا ہوں، اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر تبدل نہیں کرتا اور نہ مجھ کو اس کا اختیار ہے۔

باقی اجتہاد اور قیاس پر مکمل بحث ان کی تعریف، ارکان، شرائط، ان کے دلائل اور ان کے نظائر ہم نے الانعام: ۵۰ میں بیان کر دیئے۔ جو حضرات ان مباحث پر مطلع ہونا چاہیں، وہ ان کو وہاں دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس (قرآن) کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی اطلاع دیتا پھر بے شک اس (نزول قرآن) سے پہلے میں تم میں عمر (کا ایک حصہ) گزار چکا ہوں، کیا تم (یہ) نہیں سمجھتے○ (یونس: ۱۶)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک دلیل

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر نہ بھیجتا اور میں تم پر قرآن کی تلاوت نہ کرتا، اور نہ میں تمہیں اللہ کے متعلق کوئی خبر دیتا، اس آیت میں کفار اور مشرکین کے اس خیال کا رد ہے کہ یہ قرآن مجید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے کیونکہ مشرکین مکہ نے اول سے آخر تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مشاہدہ کیا تھا اور ان کو آپ کے تمام احوال معلوم تھے، وہ یہ جانتے تھے کہ آپ نے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ کسی استاذ سے علم حاصل کیا پھر آپ پر اسی طرح چالیس سال کا عرصہ گزر گیا، پھر چالیس سال بعد آپ اچانک اس عظیم کتاب کو لے آئے جس میں اولین اور آخرین کی خبریں ہیں اور تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور ملکی سیاست کے متعلق مفصل احکام اور پیش گوئیاں ہیں اور بہت دقیق علوم ہیں اور تمام علماء، فصحاء اور بلغاء اس کی نظیر لانے میں عاجز اور ناکام رہے تو ہر وہ شخص جس کے پاس عقل سلیم ہو وہ بداہتاً یہ جان لے گا کہ ایسا معجز کلام اللہ کی وحی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے فرمایا کہ میں بے شک اس (نزول قرآن) سے پہلے تم میں عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے!

اس آیت کی دوسری تقریر یہ ہے کہ اس نزول قرآن سے پہلے میں نے تم میں چالیس سال زندگی گزاری اور تم میرے

Marfat.com

صدق اور امانت اور میری پاکیزگی کو جان چکے ہو، میں پڑھتا تھا نہ لکھتا تھا پھر میں تمہارے پاس اس معجز کلام کو لے کر آیا تو اب کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کلام میرا نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہے، پھر میں نے تم میں اپنے شباب کی پوری عمر گزاری ہے جس میں، میں نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی تو اب تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا اور اس کے کلام کو بدل ڈالوں گا، کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے، بے شک مجرم فلاح نہیں پاتے O (یونس: ۱۷)

قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا

مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ کلام ہے اور آپ نے اس کو اللہ کی طرف منسوب کر کے اللہ پر افتراء باندھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ پر افتراء باندھے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا، یعنی اگر بفرض محال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ (العیاذ باللہ) سب سے بڑے ظالم ہوتے، اور جبکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی وحی ہے تو جو مشرکین اس قرآن کو اللہ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں، آپ کہئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اللہ کو نہ آسمانوں میں علم ہے نہ زمینوں میں، وہ ان تمام سے بری اور بلند ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو O (یونس: ۱۸)

غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے پر دلائل

مشرکین یہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو اس لیے بدل دیں کہ اس میں ان کے باطل معبودوں کی مذمت کی گئی ہے اور وہ اپنے بتوں کی مدح اور تعظیم و تکریم چاہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتوں کی عبادت کی مذمت کی اور ان کی عبادت کے باطل ہونے کو واضح فرمایا ہے۔ مشرکین بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع بھی مانتے تھے، پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کرنے کا رد فرمایا ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کہ ان کے تراشیدہ بت جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، عبادت کرنے کی بنا پر وہ ان کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور عبادت نہ کرنے کی وجہ سے وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ معبود کو عابد سے اعلیٰ اور افضل ہونا چاہیے اور کفار جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ خود ان کی بہ نسبت زیادہ طاقت اور قدرت رکھتے ہیں، اولاً اس لیے کہ ان بتوں کو بنانے والے وہ خود ہیں، وہ چاہیں تو ان بتوں کو بنائیں اور چاہیں تو ان بتوں کو توڑ ڈالیں، تو یہاں معبود کے نفع اور نقصان پر عابد کو قدرت ہے اور چاہیے یہ تھا کہ عابد کے نفع اور نقصان پر معبود کو قدرت ہوتی، اور تیسری دلیل یہ ہے کہ عبادت تعظیم کی سب سے بڑی نوع ہے، اس لیے عبادت اسی کی کرنی چاہیے جس کا سب سے بڑا انعام ہو، اور جس ذات نے انسان کو حیات، علم اور قدرت کی نعمتیں عطا فرمائیں اور زندگی بسر کرنے کے لیے دنیا میں ذرائع اور وسائل پیدا کیے اس سے بڑھ کر انعام دینے والا اور کون ہے تو اس کے علاوہ عبادت کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے!

بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دینے میں مشرکین کے نظریات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کرنے کی بہ نسبت، اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس میں زیادہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم میں یہ اہلیت نہیں ہے یا ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں، بلکہ ہم بتوں کی عبادت میں مشغول ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری شفاعت کریں گے، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ بت کس کیفیت سے اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے، اور اس میں ان کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ان کا عقیدہ تھا کہ عالم افلاک میں ہر عالم کے لیے ایک معین روح ہے پھر انہوں نے ہر روح کے مقابلہ میں ایک بت معین کر لیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ وہ روح سب سے بڑے خدا کی عبد ہے، پھر انہوں نے اس بت کی پرستش شروع کر دی۔

(۲) وہ ستارہ پرست تھے اور انہوں نے ستاروں کے مقابلہ میں بت تراش لیے اور ان کی پرستش شروع کر دی۔

(۳) انہوں نے نبیوں اور بزرگوں کی صورتوں کے مطابق بت تراش لیے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جب وہ ان بتوں کی عبادت کریں گے تو وہ بت اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ اس زمانہ میں اس کی نظیر یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت لوگ بزرگوں کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جب وہ ان کی قبروں کی تعظیم کریں گے تو وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ (غالباً امام رازی کی مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو قبروں کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں۔ مثلاً قبروں کا طواف کرتے ہیں، حد رکوع تک قبروں کے آگے جھکتے ہیں، قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور صاحب قبر کی نذر مانتے ہیں، لیکن جو مسلمان بزرگوں کی قبروں پر جا کر قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ایصال ثواب کرتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ تمام امور دلائل شرعیہ سے ثابت ہیں۔)

(۴) ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نور عظیم ہے اور فرشتے انوار ہیں تو انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں صنم اکبر بنایا اور فرشتوں کے مقابلہ میں اور بت تراش لیے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

جس چیز کے وجود کا اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو اس کا وجود محال ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اللہ کو نہ آسمانوں میں علم ہے نہ زمینوں میں۔ اللہ تعالیٰ کی علم کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس چیز کا فی نفسہ وجود نہیں ہے، کیونکہ وہ چیز اگر کسی زمانہ میں بھی موجود ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا، اور جب اللہ تعالیٰ کو اس چیز کے موجود ہونے کا علم نہیں ہے تو واجب ہے کہ وہ چیز موجود نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا شریک فی نفسہ محال ہے، اسی طرح اجتماع ضدین وغیرہ کا حکم ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۷، روح المعانی ج ۷ ص ۱۲۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور پہلے تمام لوگ صرف ایک امت تھے، پھر مختلف ہو گئے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک امر پہلے ہی مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ○ (یونس: ۱۹)

ابتداء میں تمام لوگوں کے مسلمان ہونے پر احادیث اور آثار

تمام لوگ پہلے صرف ایک امت تھے، صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام لوگ پہلے صرف مسلمان تھے، امام عبدالرحمن ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں۔ یہ سب ہدایت پر تھے اور برحق شریعت پر تھے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کے درمیان اختلاف ہوا اور وہ پہلے رسول تھے جن کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا' ان کو اس وقت بھیجا گیا جب ان میں اختلاف پیدا ہو گیا اور انہوں نے حق کو ترک کر دیا تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی جس سے حق پر استدلال کیا گیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۲ ص ۲۷۳ 'رقم الحدیث: ۱۹۸۹' مطبوعہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان فرماتے ہیں:

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کبھی ایسے چالیس آدمیوں سے خالی نہیں رہی جو خلیل الرحمٰن کی مثل ہیں' ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ ان میں سے جو شخص مرتا ہے' اللہ اس کے بدلہ میں دوسرا پیدا فرما دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۱۱۳)

امام احمد نے کتاب الزھد میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی ایسے سات آدمیوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ عذاب دور فرماتا ہے۔

امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کبھی ایسے تیس آدمیوں سے خالی نہیں رہی جو ابراہیم خلیل اللہ کی مثل تھے' ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے' ان ہی کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیشہ روئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے ہیں' اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے۔

امام احمد نے کتاب الزھد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات آدمیوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ زمین والوں سے عذاب دور فرماتا ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۷۹۶-۷۹۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

پھر فرمایا: اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی مقدر نہ ہو چکی ہوتی تو جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ عذاب اور ثواب کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا۔

اس آیت کی مزید تفصیل کے لیے البقرہ: ۲۱۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا' آپ کہئے کہ غیب تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے' سو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں O

(یونس: ۲۰)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

اس آیت میں بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر مشرکین کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے' وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ پیش کریں' مثلاً ان پہاڑوں کو سونے کا بنا دیں یا آپ کا گھر سونے کا ہو جائے یا ہمارے مردہ باپ دادا کو زندہ کر دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید خود بہت عظیم معجزہ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان پیدا ہوئے اور آپ نے وہیں نشو و نما پائی اور ان کے سامنے آپ نے چالیس سال تک زندگی گزاری اور ان کو معلوم تھا کہ آپ نے کسی استاذ سے پڑھا ہے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا ہے' پھر آپ نے یکلخت اس قرآن کو پیش کر دیا جس کی فصاحت اور بلاغت بے

Marfat.com

نظیر تھی اور جس میں اولین اور آخرین کی خبریں تھیں اور تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور ملکی اور بین الاقوامی معاملات کے احکام تھے اور جس شخص کو تعلیم کے اسباب میسا نہ ہوئے ہوں اس سے اس قسم کے کلام کا صادر ہونا بغیر وحی الٰہی کے محال ہے، سو یہ قرآن مجید آپ کی نبوت پر قاہر معجزہ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اس کے بعد کوئی اور معجزہ نازل کرنا یا نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو کوئی معجزہ ظاہر کرے اور چاہے تو نہ کرے، سو یہ اب باب غیب سے ہے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی ہے اور آپ کے دعویٰ رسالت کا صدق ظاہر ہو چکا ہے۔

وَاِذَآ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُمۡ اِذَا لَهُمۡ

اور جب ہم لوگوں کو مصیبت پہنچنے کے بعد رحمت کی لذت چکھاتے ہیں تو وہ (اسی وقت ہماری آیتوں (کی مخالفت)

مَّكۡرٌ فِىۡۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ مَكۡرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكۡتُبُوۡنَ

میں سازشیں کرنے لگتے ہیں، آپ کہیئے کہ اللہ بہت جلد خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ بے شک ہمارے فرشتے تمہاری

مَا تَمۡكُرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُسَيِّرُكُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا

سازشوں کو لکھ رہے ہیں ○ وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتّٰی کہ جب تم

كُنۡتُمۡ فِى الۡفُلۡكِ ۚ وَجَرَيۡنَ بِهِمۡ بِرِيۡحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوۡا بِهَا

کشتیوں میں (محوِ سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں اور لوگ ان سے خوش ہو رہے

جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ

ہوں تو (اچانک) ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر کی) موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور

وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ

لوگ یہ یقین کر لیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں، اس وقت وہ دین میں اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر اس سے دعا کرتے

لَئِنۡ اَنۡجَيۡتَنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ

ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ پھر جب

اَنۡجٰىهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا

اللہ نے انہیں بچا لیا تو وہ پھر یکایک زمین میں ناحق بغاوت (فساد) کرنے لگتے ہیں، اے لوگو!

Marfat.com

النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ

تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ (اٹھا لو) پھر تم

اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ

نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر ہم تمہیں ان کاموں کی خبر دیں گے جو تم کرتے تھے ○ دنیا کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

زندگی کی مثال محض اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ سے زمین کی وہ پیداوار

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ

خوب گھنی ہو گئی جس کو انسان اور جانور سب کھاتے ہیں حتیٰ کہ عین اس وقت جب کھیتیاں اپنی تر و تازگی

الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ

اور شادابی کے ساتھ لہلہانے لگیں اور ان کے مالکوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ ان پر

عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ

قادر ہیں تو اچانک رات یا دن کو ان پر ہمارا عذاب آ گیا پس ہم نے ان کھیتوں کو کٹا ہوا (ڈھیر) بنا دیا جیسے

لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں، غور و فکر کرنے والوں کے لیے ہم اسی طرح آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں ○

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ

ہدایت دیتا ہے ○ جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزا ہے اور اس کے علاوہ زائد اجر ہے اور ان کے چہروں پر

وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ

Marfat.com

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ

رہیں گے ○ اور جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان ہی کی مثل بری سزا ملے گی،

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ

اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا ؛ گویا ان کے

اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے، وہی

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم

لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ

مشرکوں سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک سب اپنی اپنی جگہ ٹھیریں، پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ

اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ پس ہمارے اور

شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾

تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے ○

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ

اس وقت ہر شخص اپنے بھیجے ہوئے اعمال (کے نتیجہ) میں مبتلا ہوگا، وہ سب اللہ کی طرف لوٹا دیے جائیں گے

مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

جو ان کا مالک حقیقی ہے اور وہ جو کچھ بہتان باندھتے رہتے تھے وہ ان سے گم ہو جائیں گے ○

النصف ۸ ع

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم لوگوں کو مصیبت پہنچنے کے بعد رحمت کی لذت چکھاتے ہیں تو وہ اسی وقت ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں سازشیں کرنے لگتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ بہت جلد خفیہ تدبیر کرنے والا ہے، بے شک ہمارے فرشتے تمہاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں ○ (یونس: ۲۱)

Marfat.com

مصائب کے بعد کفار پر رحم فرمانا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ مشرکین آپ سے قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور معجزہ طلب کرتے ہیں اور ان کی یہ طلب محض عناد اور کٹ حجتی کے لیے تھی اور اس سے ان کا مقصد ہدایت کو طلب کرنا نہیں تھا' اب اسی معنی کو موکد کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ جب اللہ مصیبت کے بعد ان پر رحمت فرماتا ہے تو یہ اللہ کی آیتوں کی مخالفت میں سازشیں کرنے لگتے ہیں۔

مصیبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفر پر ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ان سے بارشیں روک لیں اور ان کو خشک سالی اور قحط میں مبتلا کر دیا' پھر اللہ عزوجل نے ان پر رحم فرمایا اور ان پر بارشیں نازل فرمائیں جس سے قحط دور ہو گیا اور ان کے کھیت ہرے بھرے ہو گئے' پھر چاہیے تھا کہ یہ ایمان لے آتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے' لیکن انہوں نے اس کے بجائے ان رحمتوں کی نسبت اپنے ان بتوں کی طرف کر دی جو کسی نفع اور ضرر پر قادر نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں بہت تاخیر کر دی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا فرمائی تو ان کو قحط نے جکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہونے لگے۔ انہوں نے مردار اور ہڈیاں کھائیں' پھر آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور اس نے کہا اے محمد! آپ صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں' اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا۔ (الدخان: ١٠) پھر وہ دوبارہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ منصور کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو ان پر بارش ہوئی' اور پورا آسمان بادلوں سے ڈھک گیا پھر لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل فرما' ہم پر بارش نہ نازل فرما' تو بادل آپ کے سر سے چھٹ گئے۔ پھر لوگوں کے اردگرد بارش ہوئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٠٢٠' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت آسمان پر رات کی بارش کا اثر تھا' نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا میرے بندوں نے صبح کی' بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے' جنہوں نے کہا اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستارے کا کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے ہیں اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٨٤٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٧١' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٩٠٦' سنن النسائی رقم الحدیث: ١٥٢٥)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نزول رحمت کے بعد وہ ہماری آیتوں کے خلاف سازشیں کرنے لگتے ہیں' مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا وہ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور تکذیب کرتے ہیں اور مقاتل نے کہا وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ اللہ کا رزق ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہئے کہ اللہ بہت جلد خفیہ تدبیر کرنے والا ہے یعنی وہ ان کو بہت جلد سزا دینے والا ہے اور وہ ان کی سازشوں کی گرفت پر بہت زیادہ قادر ہے۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ پہلو کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے

Marfat.com

ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے پس جب ہم اس سے مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا جب اس کو وہ مصیبت پہنچی تھی تو اس نے ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ (یونس: ۱۲) اس آیت میں تو انسان کے صرف شکر نہ کرنے کا بیان فرمایا تھا اور زیر تفسیر آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ صرف اعراض اور شکر نہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اللہ کی نعمتوں کو اور اس کے احسان کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی کی ہوئی رحمت کو اپنے باطل معبودوں، یعنی بتوں اور ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات میں شر اور فساد کو طلب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محو سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں اور لوگ ان سے خوش ہو رہے ہوں تو (اچانک) ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر کی) موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ یقین کر لیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں، اس وقت وہ دین میں اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو وہ پھر یکایک زمین میں ناحق بغاوت (فساد) کرنے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ (اٹھا لو)، پھر تم نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر ہم تمہیں ان کاموں کی خبر دیں گے جو تم کرتے تھے ○ (یونس: ۲۳-۲۲)

مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا: اور جب ہم مصیبت پہنچنے کے بعد لوگوں کو رحمت کی لذت چکھاتے ہیں تو وہ اسی وقت ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں سازشیں کرنے لگتے ہیں۔ اب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان کے اس مکر کی مثال بیان فرما رہا ہے کہ جب انسان سمندر میں کسی کشتی میں بیٹھ کر سفر کرتا ہے ہوائیں اس کے موافق ہوتی ہیں پھر اچانک تیز آندھیاں آتی ہیں، ہر طرف سے طوفانی لہریں اٹھتی ہیں اور وہ گرداب میں پھنس جاتا ہے اس وقت اس کو اپنے ڈوبنے کا یقین ہو جاتا ہے اور نجات کی بالکل امید نہیں ہوتی، اس پر سخت خوف اور شدید مایوسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جن باطل معبودوں کی وہ اب تک پرستش کرتا آیا تھا، ان کی بے چارگی اس پر عیاں ہو جاتی ہے اور کٹر سے کٹر مشرک بھی اس وقت اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کو نہیں پکارتا، اور اس کے علاوہ اور کسی سے دعا نہیں کرتا، اور جب تمام مخلوق سے امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے جسم اور روح کے ساتھ صرف اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور صرف اسی سے فریاد کرتا ہے۔

ام حکیم بنت الحارث عکرمہ بن ابی جہل کے عقد میں تھیں، فتح مکہ کے دن وہ اسلام لے آئیں اور ان کے خاوند عکرمہ مکہ سے بھاگ گئے۔ وہ ایک کشتی میں بیٹھے، وہ کشتی طوفان میں پھنس گئی۔ عکرمہ نے لات اور عزیٰ کی دہائی دی، کشتی والوں نے کہا اس طوفان میں جب تک اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کو نہیں پکارو گے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، اللہ کے سوا اس طوفان سے کوئی نجات نہیں دے سکتا، تب عکرمہ کی آنکھیں کھل گئیں، انہوں نے دل میں سوچا اگر سمندر میں صرف اللہ فریاد کو سنتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی کام نہیں آ سکتا، انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا تو میں پھر سیدھا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسلام قبول کر لوں گا، پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۹۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری

Marfat.com

حفاظت کرے گا، تم اللہ (کی رضا) کی حفاظت کرو تم اس (کی رحمت) کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔ الحدیث۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳، ۳۰۳، ۳۰۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۲۹۸۸، ۱۲۹۸۹، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۵۳۰۲، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث:۴۲۵، شعب الایمان رقم الحدیث:۱۷۴، ۱۹۵، الآجری رقم الحدیث:۱۹۸، المستدرک ج ۳ ص ۵۴۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۴، کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث:۱۰۷۳)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو کیونکہ تمام عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں اور تمام داد و دہش کی کنجیاں اسی کے قبضہ میں ہیں، اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت وہی بندوں تک پہنچاتا ہے اور دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور مصیبت اسی کی رحمت سے دور ہوتی ہے، اس کی عطا میں کسی غرض اور کسی سبب کا شائبہ نہیں ہے، کیونکہ وہ جواد مطلق اور بے نہایت غنی ہے سو صرف اسی کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہیے اور صرف اسی کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور تمام مہمات اور مشکلات میں اسی کی پناہ حاصل کرنی چاہیے اور تمام حاجات میں اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس کے غیر سے سوال نہ کیا جائے، کیونکہ اس کا غیر دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر، دفع ضرر پر قادر ہے نہ تحصیل نفع پر کیونکہ وہ خود اپنی جانوں کے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ موت اور حیات کے مالک ہیں نہ روز قیامت اٹھانے کے مالک ہیں اور زبان حال سے اور زبان قال سے کسی وقت بھی اللہ سے سوال کرنے کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۳۷۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۲۲۳۸)

سوال کرنے میں انکسار کے طریقہ کا اظہار ہے اور عجز کی سمت کا اقرار ہے اور رنج اور فاقہ کی پستی سے قوت اور طاقت کی بلندی کی طرف افتقار ہے، کسی نے کہا ہے کہ بنو آدم سوال کرنے سے غضب ناک ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل سوال نہ کرنے سے غضب ناک ہوتا ہے اور جب تم دنیا اور آخرت کے کسی بھی کام میں مدد طلب کرنے کا ارادہ کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو کیونکہ ہر زمانہ میں اور ہر مقام پر اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۵۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے یہاں بڑے نکتہ کی بات رقم فرمائی ہے کہ نفسیات انسانی کے اس تجزیہ سے معلوم ہوا کہ یہ چیز انسانی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ جب تکالیف کے مہیب سائے اسے گھیر لیتے ہیں تو اس کے دل میں اس وقت صرف اپنے رب حقیقی کا ہی خیال پیدا ہوتا ہے، اور اسی کے دامن رحمت میں پناہ کی امید بندھتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مضطر اور پریشان حال کی التجا قبول فرماتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت جھوٹے سہارے ختم ہو چکتے ہیں اور صرف اسی (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۹۱، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۰۲ھ)

علامہ آلوسی، شیخ شوکانی اور نواب بھوپالی کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کو ناجائز قرار دینا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایسی صورت حال میں کٹر سے کٹر مشرک بھی صرف اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور

Marfat.com

اسی کو پکارتا ہے لیکن تم جانتے ہو گے کہ آج کل بعض مسلمان جب خشکی یا سمندر میں کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو ان کو پکارتے ہیں جو کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں، وہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں- ان میں سے بعض خضر اور الیاس کو پکارتے ہیں اور بعض ابوالخمیس اور عباس کو پکارتے ہیں اور بعض مشائخ امت میں سے کسی شیخ کو پکارتے ہیں اور تم نہیں دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی صرف اللہ عزوجل کو پکارتا ہو اور کسی کے دل میں خیال نہیں آتا کہ اس پریشانی سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نجات دے سکتا ہے، سوچو کہ جس حالت کا اللہ تعالیٰ نے نقشہ کھینچا ہے، اس حال میں ان مشرکین کا عمل ہدایت کے زیادہ قریب تھا یا ان مسلمانوں کا عمل ہدایت کے زیادہ قریب ہے، اب جو گمراہی کی موجیں شریعت کی کشتی سے ٹکرا رہی ہیں اور غیر اللہ سے استمداد کو جو نجات کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اس کی صرف اللہ سے ہی شکایت ہے اور عارفین پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بہت مشکل ہو گیا ہے- (روح المعانی ج ۷ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مخلوق کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ مشکلات اور شدائد میں صرف اللہ کی طرف رجوع کریں اور جو شخص مصیبت کے گرداب میں پھنسا ہوا ہو اور وہ اس وقت صرف اللہ کو پکارے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو سن لیتا ہے خواہ وہ مشرک اور کافر ہو اور یہ کہ ایسی صورت حال میں مشرکین بھی اپنے بتوں کو نہیں پکارتے تھے صرف اللہ سے دعا کرتے تھے- تو اس پر کس قدر تعجب ہوتا ہے کہ اب اسلام میں ایسی چیزیں پیدا ہو گئی ہیں کہ لوگ ایسی حالت میں خدا کے بجائے وفات یافتہ بزرگوں کو پکارتے ہیں اور جس طرح مشرکین نے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی وہ ایسا نہیں کرتے، غور کرو کہ ان شیطانی معتقدات نے لوگوں کو کہاں پہنچا دیا ہے اور ان کے دل و دماغ پر کس طرح قبضہ کر لیا ہے کہ وہ ایسا عمل کر رہے ہیں جس کی مشرکین سے بھی توقع نہیں تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون O

(فتح القدیر ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۸ھ، فتح البیان ج ۶ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات پر تبصرہ

علامہ آلوسی کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کو بالکل ناجائز قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، اور اسی طرح علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن بھوپالی کا مشکلات میں فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کو شیطانی معتقدات قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے بشمول صحابہ کرام بکثرت صالحین امت کے عقائد کو شیطانی قرار دینا لازم آئے گا-

امام محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید نے دشمن کو للکارا پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق پکارا یا محمداہ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے- (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴)

امام ابن ابی شیبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کراما کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو-"

(المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ)

خود علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

جب تم میں سے کسی شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو! اس کو روک لو" کیونکہ زمین میں اللہ کے لیے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴) اس حدیث کو امام ابویعلیٰ موصلی (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۲۶۹) امام طبرانی (المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۵۱۸) اور امام ابن السنی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲، مطبوعہ حیدر آباد دکن) نے روایت کیا ہے۔ علامہ الہیثمی نے کہا اس میں ایک راوی معروف بن حسان ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن السنی کی کتاب سے نقل کرنے کے بعد کہا مجھ سے بعض بہت بڑے علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی۔ ان کو اس حدیث کا علم تھا انہوں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس سواری کو روک دیا، اور ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، ہمارے ساتھ جو سواری تھی وہ بھاگ گئی، سب اس کو روکنے سے عاجز آ گئے، میں نے یہ کلمات کہے تو اسی وقت وہ سواری بغیر کسی سبب کے رک گئی۔

(الاذکار ص ۲۰۱)

امام طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے اور وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے "اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۱۸-۱۱۷) حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ امر مجرب ہے، اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے باوجود اس کے کہ بعض میں ضعف ہے البتہ زید بن علی نے عتبہ کو نہیں پایا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) اور امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک کراماً کاتبین کے سوا زمین میں اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی کو جنگل کی زمین میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کو چاہیے وہ بلند آواز سے کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث:۳۱۲۸، شعب الایمان رقم الحدیث:۱۶۷) حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد طلب کرنے پر دلیل ہے جن کو انسان نہیں دیکھتے جو اللہ کے بندوں میں سے فرشتے اور نیک جن ہیں، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اس کی سواری گر جائے یا پھسل جائے یا گم ہو جائے تو وہ بنو آدم سے مدد طلب کرے۔

(تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶-۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر، ۱۳۵۰ھ و ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اپنے منہیہ میں لکھتے ہیں:

علامہ زیادی نے مقرر رکھا ہے کہ انسان کی جب کوئی چیز ضائع ہو جائے اور وہ یہ ارادہ کرے کہ اللہ سبحانہ اس کی چیز واپس کر دے تو اس کو چاہیے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی بلند جگہ کھڑا ہو، اور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو پہنچائے اور یہ کہے: اے سیدی! اے احمد بن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی تو میں آپ کا نام دیوان اولیاء سے نکال دوں گا تو جو شخص یہ کہے گا اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اس کی گم شدہ چیز واپس کر دے گا، اجہوری مع زیادۃ۔ اسی طرح داؤدی رحمہ اللہ کی شرح المنہج میں ہے۔

(رد المحتار، دار الکتب العربیہ مصر، ج ۳ ص ۳۵۵، مصر ۱۳۲۷ھ، ج ۳ ص ۳۲۴، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حافظ ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام اپنی مہمات

Marfat.com

میں یامحمداہ پکارتے تھے، علامہ شوکانی نے متعدد احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ فرشتوں اور نیک جنوں سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور علامہ شامی نے متعدد علماء کے حوالوں سے لکھا ہے کہ سیدی احمد علوان کی وفات کے بعد ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے، اب اگر علامہ آلوسی، علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصریحات کے مطابق انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد طلب کرنے کو ناجائز اور شیطانی عقیدہ قرار دیا جائے تو بشمول صحابہ تمام صالحین امت کو شیطانی عقیدہ کا حامل قرار دینالازم آئے گا۔

وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے معاملہ میں راہِ اعتدال

ہرچند کہ قرآن مجید میں وفات شدہ بزرگوں کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی کہیں تصریح نہیں ہے لیکن اس سلسلہ میں احادیث اور آثار موجود ہیں جو ہم الفاتحہ: ۴ میں بیان کر چکے ہیں اس کے علاوہ علماء اسلام کی بکثرت نقول ہیں اور ان سب کو شرک اور گمراہی پر مجتمع قرار دینا درست نہیں ہے، اب حال یہ ہے کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی قید اور بغیر کسی استثناء کے وفات شدہ بزرگوں سے استمداد کو شرک کہتے ہیں اور دوسری طرف وہ جُہلاء ہیں جو مصائب اور شدائد میں اور اپنی حاجات میں اللہ عزوجل کو چھوڑ کر وفات شدہ بزرگوں کو پکارتے ہیں اور ان ہی کے نام کی دہائی دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ وفات شدہ بزرگوں سے مدد طلب کی جائے اور اللہ کو پکارنے اور اس سے مدد طلب کرنے کو وہ وہابیت اور نجدیت قرار دیتے ہیں، حالانکہ بعض احادیث اور آثار اور بعض صوفیاء کرام اور بعض علماء کی نقول سے اگر کچھ ثابت بھی ہوتا ہے تو وہ یہ ہے کہ وفات شدہ بزرگوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے، شرک نہیں ہے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر صرف ان کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا افضل اور اولیٰ ہے، اور یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اور اس کو پکارنا اس کی عبادت اور کار ثواب ہے اور وفات شدہ بزرگوں کا مدد کرنا قطعی اور یقینی نہیں ہے اور مشکلات اور مصائب میں ان کو پکارنا بہرحال اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کار ثواب نہیں ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، غوث اعظم اور دیگر اولیاء کرام سے کوئی مدد طلب کرے تو وہ اس کے رد میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر وہ آیات چسپاں کرتے ہیں جو بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

یہ درست ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر مانا جائے اور یہ اعتقاد ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے حاجت روائی کرتے ہیں اور اگر اللہ نہ چاہے تو کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا لہٰذا یہ شرک اور کفر نہیں ہے، لیکن ایسی صورت حال میں جس کا اللہ نے نقشہ کھینچا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنا اور اس سے حاجت طلب کرنا مستحسن بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ بہرحال ایک ظنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری پکار پر ان فوت شدہ بزرگوں کو مطلع کر دے اور ہماری مدد کرنے کی ان کو اجازت دے دے اور طاقت عطا فرمائے لیکن جو چیز قطعی اور یقینی ہے اور جس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے اور ہر حال میں سننے والا ہے اور ہر قسم کی بلا اور مصیبت کو دور کرنے والا ہے، اسے سننے کے لیے کسی کے اذن کی ضرورت نہیں ہے اور مدد کرنے کے لیے کسی کی قوت آفرینی کی حاجت نہیں ہے تو پھر کیوں نہ صرف اسی کو پکارا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے جبکہ پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی دعوت دی ہے کہ اسی کو پکارو، اسی سے دعا کرو اور اسی سے مدد طلب کرو، اور جگہ جگہ بیان فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی شدائد، مشکلات اور اپنی حاجات میں اسی کی طرف رجوع کرتے تھے، اسی کو پکارتے تھے اور اسی سے دعا کرتے تھے تو کیوں نہ ہم بھی اپنی مشکلات اور حاجات میں اس کارساز حقیقی کی طرف رجوع کریں اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی اتباع کریں!

Marfat.com

نیز اس پر غور کرنا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء کو مستقل سمجھ کر ان سے مدد مانگنا شرک ہے' لیکن انہیں ایک وسیلہ' سبب اور مظہر امداد الٰہی جان کر ان کی طرف رجوع کرنا کسی طرح ایمان و اسلام کے خلاف نہیں ہے۔

بغاوت کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

فساد میں حد سے تجاوز کرنے کو بغاوت کہتے ہیں' عورت کی فحاشی اور بدکاری کو بھی بغاوت کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی فساد میں حد سے تجاوز کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ (النور: ۳۳)
جب تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

تکبر کو بھی بغاوت کہتے ہیں کیونکہ اس میں حد سے تجاوز ہے' اور جس چیز میں بھی حد سے تجاوز ہو اس کو بغاوت کہتے ہیں۔ امام کی اطاعت سے خروج کرنے کو بھی بغاوت کہتے ہیں۔ خواہش نفس کے مقابلہ میں اللہ عزوجل کے احکام کو ترک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی کرنا یہ بھی بغاوت ہے' ان آیات میں بغاوت اسی معنی میں ہے:

يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (یونس: ۲۳)
زمین میں ناحق بغاوت کرتے ہیں۔

إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ۔ (یونس: ۲۳)
اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے (ہی) مضر ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغاوت اور رشتہ توڑنے سے زیادہ اور کوئی گناہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس گناہ کے مرتکب پر اللہ جلد عذاب نازل فرمائے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۶۰)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک پہاڑ بھی دوسرے پہاڑ کے خلاف بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والا ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

(الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۸۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۶۹۳)

امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دعا کرنے سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے' تقدیر کو صرف دعا ٹال دیتی ہے' نیکی کا ثواب بہت جلد ملتا ہے' اور بغاوت کی سزا بہت جلد ملتی ہے' کسی شخص کے عیب کے لیے یہ کافی ہے کہ اسے دوسرے لوگوں میں وہ چیزیں نظر آئیں جو اسے اپنے اندر نظر نہیں آتیں' اور وہ لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دے جن کو وہ خود نہیں چھوڑ سکتا' اور وہ بے فائدہ باتوں سے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو ایذاء پہنچائے۔

(الدرالمنثور ج ۴ ص ۳۵۳-۳۵۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ سازش کرو اور نہ سازش کرنے والے کی مدد کرو، نہ بغاوت کرو اور نہ بغاوت کرنے والے کی مدد کرو، نہ عہد شکنی کرو اور نہ عہد شکنی کرنے والے کی مدد کرو۔

(المستدرک ج ۲ ص ۳۳۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۶۷۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: دنیا کی زندگی کی مثال محض اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ سے زمین کی وہ پیداوار خوب گھنی ہو گئی جس کو انسان اور جانور سب کھاتے ہیں حتیٰ کہ عین اس وقت جب کھیتیاں اپنی تروتازگی اور شادابی کے ساتھ لہلہانے لگیں اور ان کے مالکوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ ان پر قادر ہیں تو اچانک رات یا دن کو ان پر ہمارا عذاب آ گیا پس ہم نے ان کھیتوں کو کٹا ہوا (ڈھیر) بنا دیا جیسے کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں، غور و فکر کرنے والوں کے لیے ہم اسی طرح آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں O اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے O (یونس: ۲۵۔۲۴)

زمین کی پیداوار کی دنیا کے ساتھ مثال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی مضر ہے، اب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے متعلق ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے جو دنیا کی لذتوں اور مرغوبات میں منہمک ہو کر آخرت سے اعراض کر لیتا ہے۔ آسمان سے جو پانی نازل ہوتا ہے اس کی وجہ سے زمین کی پیداوار خوب گھنی ہو جاتی ہے اور بارش کی وجہ سے رنگ برنگ کے پھول، خوشنما بیلیں، خوش ذائقہ پھل اور طرح طرح کے غلوں کی اجناس پیدا ہوتی ہیں، حتیٰ کہ باغوں اور کھیتوں کا مالک جب ان ہری بھری لہلہاتی ہوئی فصلوں اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں کو دیکھتا ہے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا، پھر وہ خوش نما منصوبہ بناتا ہے کہ ان باغوں اور کھیتوں سے اتنے منافع اور فوائد حاصل کرے گا، پھر اچانک ٹڈی دل کے بادل امڈ آتے ہیں اور تمام کھیتوں اور باغوں کو چاٹ کر چلے جاتے ہیں، یا آسمان سے زبردست ژالہ باری ہوتی ہے، اور سب کچھ اجڑ جاتا ہے یا دریاؤں میں سیلاب آتا ہے اور تمام فصلوں کو بہا کر لے جاتا ہے، اور وہ غم اور افسوس میں ہاتھ ملتا ہوا رہ جاتا ہے، اسی طرح جو آدمی آخرت سے اعراض کر کے دنیا کمانے کی دھن میں لگا رہتا ہے، جب وہ آخرت میں اجر و ثواب سے محروم اور عذاب میں گرفتار ہو گا تو اس کا بھی یہی حال ہو گا۔

جنت کے داعی کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

سلامتی کے گھر سے مراد ہے جنت، جس میں ہر قسم کے رنج، بلا اور نقصان سے سلامتی ہے۔ جنت کی طرف لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور آپ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ کی آنکھوں کو سونا چاہیے اور آپ کے قلب کو بیدار رہنا چاہیے اور آپ کے کانوں کو سنتے رہنا چاہیے، سو میری آنکھیں سو گئیں اور دل ہوشیار رہا، اور کان سنتے رہے، پھر کہا گیا کہ ایک سردار نے گھر بنایا پھر دسترخوان سجایا، پھر ایک بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے اس بلانے والے کو لبیک کہا اور گھر میں داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھایا اس سے سردار راضی ہو گیا اور جس شخص نے اس داعی کو لبیک نہیں کہا، گھر میں داخل نہیں ہوا اور دسترخوان سے نہیں کھایا اس سے سردار راضی نہیں ہوا، پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے

Marfat.com

اور دسترخوان جنت ہے اور داعی (بلانے والے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۹۷، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۶۵۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی دونوں جانب دو فرشتے ندا کر رہے ہوتے ہیں: اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ! بے شک جو چیز تھوڑی اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کرنے والی ہو اور اس ندا کو جن اور انسانوں کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے' اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۷۸۰، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۶۵۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۵، المستدرک ج ۲ ص ۴۴۵، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۳۹ ۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبرئیل میرے سر کی جانب ہیں اور میکائیل میرے پیروں کی جانب ہیں' ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ان کی کوئی مثال بیان کرو' پس اس نے (مجھ سے) کہا تمہارے کان سنتے رہیں اور تمہارا دل سمجھتا رہے' تمہاری اور تمہاری امت کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک بادشاہ نے ایک حویلی بنائی ہو' اور اس حویلی میں ایک گھر بنایا ہو' پھر اس میں ایک دسترخوان سجایا ہو' پھر ایک داعی بھیجا ہو جو لوگوں کو اس دسترخوان کی طرف دعوت دے' پس بعض لوگوں نے اس داعی کی دعوت قبول کی' اور بعض نے اس کی دعوت کو ترک کر دیا' پس اللہ وہ بادشاہ ہے' اور وہ حویلی اسلام ہے' اور وہ گھر جنت ہے اور آپ اے محمد! وہ داعی ہیں' جس شخص نے آپ کی دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا' اس نے اس جنت کی نعمتوں سے کھایا۔
(المستدرک ج ۲ ص ۳۳۸، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۶۵۴، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۰)

جنت کو دارالسلام کہنے کی وجوہات

جنت کو دارالسلام کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جنت کے سات نام ہیں اور ان میں سے ایک نام دارالسلام ہے' وہ سات نام یہ ہیں: (۱) دارالسلام' (۲) دارالجلال' (۳) جنت عدن' (۴) جنت الماویٰ' (۵) جنت الخلد' (۶) جنت الفردوس' (۷) جنت النعیم۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جنتی ایک دوسرے کو دعا دیتے ہوئے کہیں گے سلام (تحیتھم فیھا سلم' ابراہیم: ۲۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل جنت ہر ناپسندیدہ چیز سے سلامت اور محفوظ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزاء ہے اور اس کے علاوہ زائد اجر ہے' اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت' وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O (یونس: ۲۶)

محشر میں مومنین کی عزت اور سرفرازی

نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احکام فرض اور واجب مقرر کیے ہیں ان کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور سنن اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں' اور جن کاموں کو حرام اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ان سے دائماً مجتنب رہتے ہیں اور مکروہات اور خلاف اولیٰ کاموں سے بھی بچتے رہتے ہیں اور اگر کوئی فروگذاشت ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور حسنیٰ (اچھی جزاء) سے مراد جنت ہے۔

Marfat.com

اور زیادۃ (زائد اجر) سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو زائد اجر عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔ تاکہ اللہ انہیں ان کا پورا اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل سے (فاطر: ۳۰) انہیں اور زیادہ دے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ زیادہ اجر سے مراد ہے اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا دس گنا اجر عطا فرماتا ہے اور بعض اوقات سات سو گنا اجر عطا فرماتا ہے اور کبھی اس کو بھی دگنا کر دیتا ہے اور کبھی بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا زائد اجر ہے اور چوتھا قول یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دنیا میں بے حساب نعمتیں عطا فرماتا ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ عزوجل کا دیدار کرنا ہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ (یونس: ۲۶) کی تفسیر میں فرمایا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے، تو ایک منادی ندا کرے گا تمہارے لیے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے، اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا، کیا اس نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، کیا اس نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ فرشتے کہیں گے: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر حجاب کھول دیا جائے گا، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے اپنی طرف دیکھنے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی محبوب چیز ان کو نہیں دی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲)

اللہ تعالیٰ کا دیدار

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہل جنت اپنے رب کو دیکھیں گے، اور تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عقلاً اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے آخرت میں مومنین کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت ہے، اس پر امت کے تمام متقدمین کا اجماع ہے اور دس سے زیادہ صحابہ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی عقلاً نفی کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہونا چاہیے اور دیکھنے والے کی بصری شعاعیں اس سے متصل ہونی چاہئیں اور اہل حق کہتے ہیں کہ یہ شرائط ممکنات کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان شرائط سے بری ہے، آخر وہ دیکھتا بھی تو ہے اور جب وہ بغیر سمت اور جانب کے دیکھتا ہے تو اس کے دکھائی دینے سے کیا چیز مانع ہے۔ (اکمال المعلم بہ فوائد مسلم ج ۱ ص ۵۴۱، ۵۴۰، مطبوعہ دار الوفا بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کے حجاب سے کیا مراد ہے؟

اس حدیث میں ہے پھر حجاب کھول دیا جائے گا، اس حجاب سے مراد نور کا حجاب ہے کیونکہ حدیث میں ہے اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو کھول دے تو اس کے چہرے کے انوار منتہائے بصر تک تمام مخلوق کو جلا ڈالیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۵، مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۱) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب دنیا کے معروف حجاب کی طرح نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کے انوار کی وجہ سے مخلوق سے محتجب ہے اور اس کی عظمت اور کبریاء کی شعاعیں ہی وہ حجاب ہیں جس کے سامنے عقلیں مدہوش ہو جاتی ہیں اور نظریں مبہوت ہو جاتی ہیں اور بصیرتیں حیران ہو جاتی ہیں، اگر وہ حقائق صفات اور عظمت ذات کے ساتھ تجلی فرمائے تو ہر چیز خاکستر ہو جائے گی۔

Marfat.com

حجاب اصل میں اس ستر کو کہتے ہیں جو دیکھنے والے اور دکھائی دینے والے کے درمیان حائل ہو جائے اور اس حدیث میں حجاب سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھنے سے اس کا نور جلال مانع ہے اور اس مانع کو ستر اور حائل کے قائم مقام کیا گیا ہے اور کتاب اور سنت کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ یہ حجاب اور دیکھنے سے مانع اس دنیا میں ہے جو فنا کے لیے بنائی گئی ہے نہ کہ آخرت میں جو بقا کے لیے بنائی گئی ہے یعنی آخرت میں یہ حجاب کھول دیا جائے گا اور مومنین اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے اور یہ حجاب مخلوق کی طرف راجع ہے کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ سے محجوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان ہی کی مثل بری سزا ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے، وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ (یونس: ۲۷)

محشر میں کفار کی ذلت اور رسوائی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اخروی احوال اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ عزوجل کفار کے اخروی احوال اور ان کے عذاب کا بیان فرما رہا ہے، کفار کے اخروی احوال میں سے اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل چار امور بیان فرمائے ہیں:

(۱) ایک جرم کی ایک ہی سزا ملے گی، اور اس کو بیان کرنے سے مقصود نیکی اور برائی کی جزا اور سزا کا فرق بیان کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی جزا دس گنا، سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے اور ایک برائی کی ایک ہی سزا دیتا ہے، تاکہ انسان نیکی کی طرف راغب ہو اور برائی سے متنفر ہو۔

(۲) ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، اس میں ان کی تحقیر اور توہین کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ذلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا۔ (بنی اسرائیل: ۹۷)

ہم قیامت کے دن ان کو چہروں کے بل اٹھائیں گے، اس حال میں کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اٹھنے والے لوگوں کی تین قسمیں ہوں گی: ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو پیدل چل رہے ہوں گے (یعنی عام مسلمان) اور ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو سواری پر ہوں گے (یعنی اولیاء اللہ) اور ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے، (یعنی کفار) عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس ذات نے ان کو، ان کے قدموں سے چلایا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کو چہروں کے بل چلائے؟ وہ ہر بلندی اور ہر کانٹے سے اپنے چہروں سے بچ رہے ہوں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۷، رقم الحدیث: ۸۶۶۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۵۶)

اس حدیث میں ان کی تذلیل اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے چہروں سے ہاتھوں اور پیروں کا کام لیں گے، کیونکہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا اور ان کو حسین صورت دی انہوں نے اس ذات کے لیے اپنے چہرہ کو نہیں جھکایا تو قیامت کے دن وہ چہرہ ذلیل ہو کر پیروں کا کام کرے گا جس سے وہ چل رہے ہوں گے اور ہاتھوں کا کام کرے گا جس سے وہ راستے کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹائیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کی رسوائی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ

مجرم اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے انہیں پیشانی کے

Marfat.com

بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ۔ (الرحمٰن: ۴۱) بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اس کے سر اور پیر کو اکٹھا کر کے رسی سے باندھ دیا جائے گا۔
(البدور السافرۃ رقم الحدیث: ۱۴۲۸)

ضحاک نے اس کی تفسیر میں کہا: اس کی پیشانی اور اس کے پیروں کو پکڑ کر اس کی پشت کے پیچھے سے زنجیر کے ساتھ باندھ دیا جائے گا۔ (البدور السافرۃ رقم الحدیث:۱۴۲۹)

(۳) ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔ دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے، ہاں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے حضور شفاعت کی اجازت دے گا اس کی شفاعت سے گنہگار عذاب سے نجات پائیں گے اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے، ان کی عذاب سے نجات ہو گی یا عذاب میں تخفیف ہو گی اور بعض کفار مثلاً ابو طالب کے عذاب میں بھی تخفیف کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف ہو گی اور حسب ذیل احادیث میں اس پر دلیل ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ فائدہ پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ بہ مقدار ٹخنوں کے آگ میں ہیں، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹)

عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی باندی تھی، ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض اہل نے اس کو برے حال میں (خواب میں) دیکھا، اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی البتہ ثویبہ کو میرے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس (انگلی) سے پلایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۰۱، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۹۵۵)

محدث رزین کی روایت میں ہے کہ ابولہب کو خواب میں حضرت عباس نے اسلام لانے کے بعد دیکھا تھا، اس کی بری حالت تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی البتہ ہر پیر کی رات کو اس (یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) سے پلایا جاتا ہے، کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔
(جمع الفوائد رقم الحدیث: ۴۱۹۸، مطبوعہ دار ابن حزم کویت، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت عباس نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا، اور کفار کے عذاب میں بطریق عدل تخفیف نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نیکی کی تھی اس لیے بطریق فضل اس کے عذاب میں تخفیف فرما دی۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۶-۱۴۵، ملخصاً، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

(۴) گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے، اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں کفار کا حال مسلمانوں کے برعکس ہو گا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں میں بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ

بہت سے چہرے اس دن چمکتے ہوئے ہوں گے ○ مسکراتے ہوئے شاداں و فرحاں ○ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے ○ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی ○ یہی لوگ ہیں جو کافر

Marfat.com

تُفْجَرَةُ ○ (عبس: ۴۲-۳۸)
بدکار ہیں ○

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ الآیہ۔ (آل عمران: ۱۰۶)

جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے، رہے وہ چہرے جو سیاہ ہوں گے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ۔ (الزمر: ۶۰)

اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا آپ دیکھیں گے قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرو، پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے ○ (یونس: ۲۹-۲۸)

قیامت کے دن شرکاء کی مشرکین سے بیزاری اور شرکاء کا مصداق

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں اور ان کے معبودوں کو جمع فرمائے گا اور اس دن وہ معبود اپنے عابدوں سے براءت کا اظہار کریں گے اور اس دن یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ان مشرکوں نے ان معبودوں کے علم، ارادہ اور ان کی رضا اور رغبت سے ان کی عبادت نہیں کی، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ دنیا میں مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اللہ کے پاس ہماری شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ ظاہر فرمائے گا کہ قیامت کے دن ان کے خود ساختہ معبود اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ ان کی عبادت سے برأت کا اظہار کریں گے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا۔ (البقرہ: ۱۶۶)

جن لوگوں کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، جب وہ ان لوگوں سے بیزار ہوں گے جنہوں نے پیروی کی تھی۔

اس آیت میں شرکاء سے مراد کون ہیں، اس میں تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں اور اس پر دلیل یہ آیت ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ○ (سبا: ۴۱-۴۰)

اور جس دن وہ ان سب کو جمع فرمائے گا اور فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے ○ وہ عرض کریں گے تو (شرکاء سے) پاک ہے، ان کے بغیر تو ہمارا مالک ہے، بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ہی ایمان رکھتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان شرکاء سے مراد فرشتے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں جو خطاب ہے وہ تہدید اور وعید پر مشتمل ہے اور وہ ملائکہ مقربین کے مناسب نہیں ہے اور اس آیت میں شرکاء سے مراد بت ہیں، اب رہا یہ سوال کہ وہ بت کیسے کلام کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں حیات، عقل اور نطق پیدا کر دے گا یا ان میں صرف نطق پیدا کر دے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ شرکاء سے مراد ہر وہ ذات ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر پرستش کی گئی، خواہ وہ بت ہوں، سورج ہو، چاند ہو، انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ ہو۔

Marfat.com

شرکاء کے کلام پر کذب کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے وہ یہ کہیں گے "تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے" حالانکہ فی الواقع ان مشرکین نے ان کی عبادت تو کی تھی تو پھر ان کا یہ کلام خلاف واقع اور جھوٹ ہوا، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) میدان محشر میں سب حیرت اور دہشت میں مبتلا ہوں گے سو یہ کلام ان سے دہشت کی صورت میں صادر ہو گا جیسے مجنون اگر کوئی بات خلاف واقع کہے تو اس پر کذب کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(۲) ان کے نزدیک کفار کے اقوال اور افعال ساقط الاعتبار تھے، وہ ان کو لائق شمار نہیں سمجھتے تھے، سو ہر چند کہ مشرکین نے ان کی عبادت کی تھی لیکن ان کے نزدیک کفار کا یہ فعل کسی گنتی اور شمار میں نہیں تھا۔

(۳) کفار نے اپنے اوہام اور تخیلات میں ان معبودوں کے لیے ایسی صفات فرض کی ہوئی تھیں جو در حقیقت ان معبودوں کو حاصل نہیں تھیں مثلاً یہ کہ وہ نفع اور ضرر پہنچانے پر قادر ہیں اور اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے، تو گویا مشرکین ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ان چیزوں کی عبادت کرتے تھے جو ان فرضی چیزوں کے ساتھ موصوف تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس وقت ہر شخص اپنے بھیجے ہوئے اعمال (کے نتیجہ) میں مبتلا ہو گا، وہ سب اللہ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے اور وہ جو کچھ بہتان باندھتے رہے تھے وہ ان سے گم ہو جائیں گے○ (یونس: ۳۰)

اس آیت کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کے نتیجہ کی پیروی کرے گا، اگر اس کے نیک اعمال تھے تو وہ جنت کی طرف جائے گا اور اگر اس کے برے اعمال تھے تو دوزخ کی طرف جائے گا، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال نامے کو پڑھے گا اور اس کے مطابق اپنی جزا یا سزا کو جان لے گا۔

امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہر وہ قوم جو اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پرستش کرتی تھی ان کے لیے ان کے معبودوں کو متمثل کر دیا جائے گا، وہ ان کے پیچھے جائیں گے حتیٰ کہ وہ ان کو دوزخ میں داخل کر دیں گے۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور تمام مشرکین اس دن اللہ عزوجل کی طرف رجوع کریں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے اور دنیا میں وہ اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے ان کا جھوٹ اور بطلان ان پر منکشف ہو جائے گا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ

آپ (ان سے) کہیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا

الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

کون مالک ہے؟ اور مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو کون

مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ

نکالتا ہے؟ اور نظام کائنات کو کون چلاتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، پھر آپ کہیں

Marfat.com

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ

کہ تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں! ○ یہی اللہ ہے جو تمہارا برحق رب ہے، تو حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا

اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

اور کیا ہے! سو تم کہاں پھرائے جارہے ہو! ○ فاسقوں پر اسی طرح آپ کے رب کے

رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ

دلائل تمام ہوچکے ہیں، وہ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے ○ آپ کہیے کہ

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ

تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے جو مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کرسکے پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کرسکے؟ آپ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ

کہیے کہ اللہ ہی پیدائش کی ابتداء کرتا ہے پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، سو تم کہاں اوندھے پھر رہے ہو ○ آپ کہیے کہ تمہارے

شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ

(خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف ہدایت دے سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے،

اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ

تو کیا جو حق کی ہدایت دے وہ فرمانبرداری کا زیادہ مستحق ہے یا وہ جو بغیر ہدایت دیے خود

اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ

ہی ہدایت نہ پاسکے؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو! ○ ان میں سے اکثر لوگ صرف

اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

گمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک گمان کبھی یقین سے مستغنی نہیں کرتا، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے

بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ

جو کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ کی وحی کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے

Marfat.com

اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا

لیکن یہ موجودہ (آسمانی) کتابوں کی تصدیق ہے، اور الکتاب کی تفصیل ہے اور

رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العٰلمین کی جانب سے ہے ○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اس کتاب کو خود گھڑ لیا ہے؟ آپ

بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

کہیے کہ پھر اس کی مثل تم کوئی ایک سورت (بنا کر) لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکتے ہو ان کو (بھی) بلا لو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا

تم سچے ہو ○ بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا انہیں پوری طرح علم نہیں ہو سکا تھا، اور ابھی

يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

تک اس کے جھٹلانے کا انجام نہیں آیا، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، پھر دیکھ لو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ

ظالموں کا کیسا انجام ہوا ○ اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے اور

مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾

ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (ان سے) کہیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا کون مالک ہے؟ اور مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو کون نکالتا ہے؟ اور نظام کائنات کو کون چلاتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، پھر آپ کہیں کہ تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں!○ یہی اللہ ہے جو تمہارا برحق رب ہے، تو حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا اور کیا ہے! سو تم کہاں پھرائے جا رہے ہو!○ فاسقوں پر اسی طرح آپ کے رب کے دلائل قائم ہو چکے ہیں، وہ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے○ (یونس: ٣٣-٣١)

توحید کے اثبات پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی تھی اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان کے مذہب کا بطلان اور اسلام کی حقانیت کو واضح فرما رہا ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق، حواس اور موت اور حیات کے احوال سے استدلال فرمایا ہے۔

Marfat.com

رزق سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی نشوونما غذا سے ہوتی ہے اور غذا سبزیوں اور پھلوں سے حاصل ہوتی ہے یا گوشت سے اور گوشت کا مآل بھی نباتات ہیں کیونکہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کی غذا بھی زمین کی پیداوار ہے اور زمین کی پیداوار آسمان سے برسنے والے پانی اور زمین کی روئیدگی پر موقوف ہے' اور زمین اور آسمان کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے' اور حواس میں سب سے اشرف کان اور آنکھیں ہیں کیونکہ یہی علم اور ادراک کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اور حضرت علی نے فرمایا: سبحان ہے وہ ذات جس نے چربی سے دکھایا اور ہڈی سے سنایا اور گوشت کے ایک پارچہ کو گویائی بخشی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے جس طرح اس نے انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے نکالا جو بظاہر بے جان ہیں یا جس طرح اس نے مومن کو کافر سے پیدا کیا' اور اس نے فرمایا وہ زندہ سے مردے کو نکالتا ہے جس طرح اس نے نطفہ اور انڈے کو انسان اور پرندے سے نکالا یا جس طرح اس نے کافر کو مومن سے پیدا فرمایا۔

اور اے مشرکو! جب تمہیں یہ اعتراف اور اقرار ہے کہ زمین اور آسمان سے رزق دینے والا' اور انسان کو حواس دینے والا' اور موت اور حیات کو پیدا کرنے والا اور اس تمام نظام کائنات کو چلانے والا صرف اللہ ہے' تو پھر تم اللہ کے لیے شریک کیوں بناتے ہو اور شریک بنانے پر اللہ کی گرفت اور عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے!

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی اللہ ہے جو تمہارا برحق رب ہے' یعنی جس کی ایسی عظیم الشان قدرت ہے جس سے اس نے اس ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جس کی ایسی وسیع رحمت ہے جس سے وہ اس ساری مخلوق کی پرورش کر رہا ہے یہی تو درحقیقت تمہارا رب ہے تم اس کو چھوڑ کر کہاں مارے مارے پھر رہے ہو' ان گنت دروازوں پر گدا کرنے کی کیا ضرورت ہے' اسی ایک در کے ہو رہو۔

پھر فرمایا: فاسقوں پر اسی طرح آپ کے رب کے دلائل قائم ہو چکے ہیں وہ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے۔

اصطلاح میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو مومن ہو اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو لیکن اس آیت میں فاسقین سے مراد ایسے کافر ہیں جو ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنے کفر پر قائم تھے اور معجزات اور دلائل پیش کیے جانے کے باوجود اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید سے توبہ نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے کفر اور عناد سے اس حد پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ان کا ایمان لانا محال ہے حالانکہ وہ ایمان لانے کے مکلف ہیں' اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو محال کا مکلف کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس آیت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ ایمان لانے کے مکلف ہیں' اس کی مفصل تفسیر البقرہ: ۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے جو مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کر سکے؟ پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کر سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی پیدائش کی ابتداء کرتا ہے پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا! سو تم کہاں اوندھے پھر رہے ہو؟ O آپ کہیے کہ تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف ہدایت دے سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے' تو کیا جو حق کی ہدایت دے وہ فرمانبرداری کا زیادہ مستحق ہے یا وہ جو بغیر ہدایت دیئے خود ہی ہدایت نہ پا سکے' تمہیں کیا ہوا ہے! تم کیسے فیصلے کر رہے ہو! O ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی

Marfat.com

کرتے ہیں، بے شک گمان کبھی یقین سے مستغنی نہیں کرتا، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں○
(یونس: ۳۶-۳۴)

شرک کا بطلان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات پر دلائل قائم کیے تھے اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر دلائل قائم فرما رہا ہے کہ جو ذات ابتداءً مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: اے محمد! ان مشرکین سے کہئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو کیا وہ بغیر مادے کے کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں اور پیدا کرنے کے بعد کیا اس کو فنا کر سکتے ہیں اور پھر دوبارہ اس کو اسی شکل و صورت پر پیدا کر سکتے ہیں اور کیا ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے اور اس میں یہ واضح اور قطعی دلیل ہے کہ ان کا جو یہ دعویٰ ہے کہ یہ بت اللہ کے سوا رب ہیں اور یہ استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب اور مفتری ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اے محمد! ان مشرکین سے یہ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کی عبادت کرتے ہو کیا یہ کسی ایسے شخص کو سیدھا راستہ دکھا سکتے ہیں جو سیدھا راستہ گم کر چکا ہو، یہ خود اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کے خود ساختہ معبود کسی گم کردہ راہ کو راستہ دکھا سکتے ہیں کیونکہ بالفرض اگر یہ ایسا دعویٰ کریں بھی تو مشاہدہ اور واقعہ ان کی تکذیب کر دے گا، اور جب یہ اقرار کر لیں کہ ان کے اختراعی معبود کسی گم کردہ راہ کو راستہ نہیں دکھا سکتے تو پھر ان سے کہئے کہ اللہ تو گمراہوں کو حق کی ہدایت دیتا ہے، تو جو گمراہوں کو حق کی ہدایت دیتا ہو وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دعوت پر لبیک کہی جائے یا وہ، جو بغیر ہدایت دیئے خود بھی ہدایت نہ پا سکے۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جو حق کی ہدایت دیتا ہے وہ اس کی بہ نسبت اطاعت اور فرمانبرداری کا زیادہ مستحق ہے جو بغیر کسی کی ہدایت دینے کے از خود ہدایت نہ پا سکتا ہو لہٰذا تم ان بتوں کی عبادت کو ترک کر کے اس کی اطاعت اور عبادت کرو جو خشکی اور سمندروں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو نہ کہ ان بتوں کی جن کو تم نے بغیر کسی دلیل کے اللہ کا شریک بنا لیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان مشرکین میں سے اکثر صرف ظن اور تخمین کی پیروی کرتے اور انکل پچو سے بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اس کی صحت اور واقعیت کے متعلق ان کو خود شکوک اور شبہات لاحق رہتے ہیں اور ظن کبھی بھی یقین سے مستغنی نہیں کر سکتا۔

قیاس اور خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس آیت سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں اتباع ظن کی مذمت کی گئی ہے اور قیاس اور خبر واحد بھی ظنی ہیں لہٰذا قیاس اور خبر واحد بھی حجت نہ رہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مطلقاً ظنی دلیل کی اتباع سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس ظنی دلیل کی اتباع سے منع کیا گیا ہے جو ظن یقین اور قطعیت کے خلاف اور اس کے معارض ہو جیسے مشرکین کا اپنے بتوں کی پرستش کرنا محض اپنے ظن کی بناء پر تھا اور ان کا یہ ظن ان دلائل یقینیہ اور براہین قطعیہ کے خلاف تھا، جو شرک کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں، سو قیاس اور خبر واحد درجہ ظن میں حجت ہوتے ہیں اور اس سے مراد وہی قیاس ہے جو کسی دلیل قطعی کے خلاف نہ ہو، جیسے ابلیس نے قیاس کر کے خود کو حضرت آدم سے افضل کہا تھا، سو یہ قیاس دلیل قطعی کے خلاف تھا، اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ سب آدم کو سجدہ کریں، اسی طرح جو خبر واحد قرآن مجید یا کسی خبر متواتر کے خلاف ہو وہ بھی حجت

Marfat.com

نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ کی وحی کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے لیکن یہ موجودہ (آسمانی) کتابوں کی تصدیق ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی جانب سے ہے O کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اس کتاب کو خود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ پھر اس کی مثل تم کوئی ایک سورت (بنا کر) لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکتے ہو ان کو (بھی) بلا لو اگر تم سچے ہو O بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا انہیں پوری طرح علم نہیں ہو سکا تھا اور ابھی تک اس کے جھٹلانے کا انجام نہیں آیا اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا O اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے O (یونس: ۴۰-۳۷)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر دلائل قائم کیے تھے اور شرک کا بطلان ظاہر فرمایا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل قائم کیے ہیں اور آپ کی نبوت پر جو ان کے شبہات تھے ان کا ازالہ فرمایا ہے۔ ان کا ایک شبہ یہ تھا کہ اس قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا اس طرح ازالہ فرمایا کہ یہ قرآن ایسی چیز نہیں ہے کہ اللہ کی وحی کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے لیکن یہ موجودہ (آسمانی) کتابوں کی تصدیق ہے اور اس کی حسب ذیل تقاریر ہیں:

(۱) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک امی شخص تھے آپ نے حصول تعلیم کے لیے کسی شہر کا سفر نہیں کیا تھا اور مکہ علماء کا شہر نہیں تھا اور نہ اس میں علم کی کتابیں تھیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن پیش کیا جس میں پہلی امتوں اور ان کے نبیوں کی خبریں ہیں لوگ آپ کے شدید دشمن تھے اگر قرآن مجید کی دی ہوئی خبریں تورات اور انجیل کے موافق نہ ہوتیں تو وہ قرآن مجید پر زبردست اعتراض کرتے اور کہتے کہ آپ نے گزشتہ امتوں کے جو واقعات بیان کیے ہیں وہ سابقہ آسمانی کتابوں کے مطابق نہیں ہیں اور جب کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا حالانکہ وہ قرآن کریم کے بہت بڑے مخالف تھے اور اس کو باطل ثابت کرنے کے درپے تھے تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی دی ہوئی خبریں تورات اور انجیل کے مطابق ہیں جب کہ آپ نے تورات اور انجیل کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ ان کا علم حاصل کرنے کے لیے کسی کی شاگردی اختیار کی تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے احوال اور واقعات کی جو خبریں دی تھیں وہ اللہ عزوجل کی وحی سے دی تھیں لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور آپ کا بنایا ہوا نہیں ہے۔

تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری

(۲) سابقہ کتابوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی گئی تھی آپ کی شریعت اور آپ کے اصحاب کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا تھا تورات میں ہے:

اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔

(کتاب مقدس استثناء باب: ۳۳ آیت: ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۲۷ء)

اور تورات کے عربی ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح لکھی ہوئی ہے:

Marfat.com

اتی من ربوات القدس۔ دس ہزار قدسیوں سے آیا۔

(مطبوعہ دار الکتاب المقدس فی العالم العربی، ص ۳۴۴، ۱۹۸۰)

تورات کی یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ آپ دس ہزار اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ آیت آپ کی نبوت پر دلیل ہے تو انہوں نے اس آیت کو بدل دیا چنانچہ تورات کے موجودہ ایڈیشنوں میں انہوں نے دس ہزار کی بجائے لاکھوں لکھ دیا۔

قرآن مجید کی پیش گوئیاں جو مستقبل میں پوری ہوئیں

(۳) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید میں بہت سی ایسی غیب کی خبریں دیں جو مستقبل میں پوری ہونے والی تھیں اور پھر آپ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ایسا ہی ہو گیا اور آپ کی پیش گوئیوں کا صادق ہونا آپ کی نبوت کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے، اس نوع کی چند آیتیں حسب ذیل ہیں:

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔ (الروم: ۴-۱)

الف، لام، میم، اہل روم (اہل فارس سے) قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے، اور وہ چند سالوں میں اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب ہو جائیں گے۔

اس زمانہ کی دو بڑی سلطنتیں فارس (ایران) اور روم میں عرصہ دراز سے کشمکش اور جنگ چلی آ رہی تھی، مکہ والوں میں بھی ان کی جنگ کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اہل فارس مجوسی اور آتش پرست تھے، اور اہل روم نصاریٰ اور اہل کتاب تھے۔ مشرکین مکہ بت پرست ہونے کی وجہ سے ذہنی طور پر اہل فارس کے قریب تھے اور مسلمان ذہنی طور پر اہل روم کے زیادہ قریب تھے۔ ایرانیوں کی فتح کی خبر سے مشرکین خوش ہوتے تھے اور رومیوں کی فتح کی خبر سے مسلمان خوش ہوتے تھے۔ اعلان نبوت کے پانچ سال بعد ایرانیوں نے رومیوں کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی اور بہت سے علاقے روم کے قبضہ سے نکل گئے حتیٰ کہ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے مقدس صلیب بھی ایرانی لے گئے۔ اس خبر سے مشرکین بہت خوش ہوئے اور مسلمان مغموم ہوئے، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں اور قرآن کریم نے ایرانیوں کے خلاف رومیوں کی فتح کی پیش گوئی کی جب کہ عام اسباب ظاہری ایرانیوں کے حق میں اور رومیوں کے خلاف تھے اور پھر چھ سال کے بعد یہ پیش گوئی پوری ہو گئی اور رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔ قرآن مجید کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیش گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۴، ملخصاً)

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ۔ (الفتح: ۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچا کر دکھایا کہ (اے مسلمانو!) تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اس حال میں کہ تم بے خوف ہو گے، سروں کے بال منڈاتے ہوئے اور کترواتے ہوئے بغیر کسی ڈر کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں، اتفاق سے آپ نے اسی سال عمرہ کا قصد کر لیا۔ صحابہ نے عموماً یہ سمجھ لیا کہ ہم اسی سال مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ مشرکین نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور بالآخر ان سے اس شرط پر صلح ہو گئی کہ

Marfat.com

اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ کرلیں۔ حضرت عمر کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم اس سال عمرہ کریں گے، تم ان شاء اللہ امن کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ کرو گے سو اگلے سال ایسا ہی ہوا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (النور: ۵۵)

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں حکومت عطا فرمائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو حکومت عطا فرمائی تھی، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور راسخ کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا ہے اور اس کے بعد ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دے گا۔

نیک مسلمانوں کے حق میں قرآن مجید کی یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کو حکومت عطا فرمائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زمین کے مشارق اور مغارب سے خراج اکٹھا کر کے مدینہ منورہ لایا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا صدق ظاہر ہو گیا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور جتنی زمین میرے لیے سمیٹی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی۔ (ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶)

فرعون کے متعلق فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔ (یونس: ۹۲)

پس ہم آج تیرے بدن کو نجات دے رہے ہیں تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے ایک نشانی بن جائے۔

صدیاں گزر گئیں اور قرآن مجید کی یہ پیش گوئی آج تک صادق ہے اور فرعون کا جسم اسی طرح محفوظ ہے۔

قرآن مجید کے تفصیل الکتاب ہونے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ الکتاب کی تفصیل ہے، قرآن مجید بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے، اس میں عقائد اور شرائع کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ عقائد میں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا عقیدہ ہے اور اس کے واحد ہونے کا عقیدہ اور اس کی صفات کا عقیدہ ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، بصر، ارادہ اور تکوین کی صفات ہیں۔ قرآن مجید میں ان تمام صفات اور ان کے دلائل کا ذکر ہے، اسی طرح فرشتوں کے متعلق عقائد کا ذکر ہے، اور نبیوں اور رسولوں کا تفصیل سے ذکر ہے، اور یہ کہ اللہ کے حکم سے فرشتے نبیوں پر وحی نازل کرتے ہیں، قیامت کا، حشر و نشر کا، حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، اور شرائع میں عبادت کے تمام طریقوں کا بیان ہے اور اخلاق اور آداب سے متعلق احکام کا بھی ذکر ہے اور قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی احادیث کے حجت ہونے سے متعلق بھی آیات ہیں اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے اور اجماع اور قیاس کے حجت ہونے کے دلائل بھی قرآن مجید میں ہیں، گویا تمام عقائد اور شرائع کی اصل اور اساس قرآن مجید میں ہے اور ان میں سے بعض قرآن مجید میں تفصیلاً مذکور ہیں اور بعض اجمالاً مذکور ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جزئی، جزئی حکم کی تفصیل قرآن مجید میں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمام جزئیات کے اصول اور قواعد اور ان کے دلائل کی تفصیل قرآن مجید میں ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ تمام دنیا کے علوم قرآن مجید میں ہیں، قرآن مجید اصالتاً ہدایت کی کتاب ہے، فلسفہ اور سائنس اور تاریخ اور جغرافیہ کی کتاب نہیں ہے، اس کتاب

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے نازل فرمایا اور اس کی تشریح اور تعبیر کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے، آپ نے اس کی آیات کی تعلیم دی ہے اور ان کی تفسیر بیان فرمائی ہے اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے اور ان تمام چیزوں کا خلاصہ اللہ، اس کے نبی، فرشتوں، کتابوں، تقدیر، قیامت، حشر اور جزا اور سزا پر ایمان لانا ہے، نیک اعمال کرنا اور برے اعمال سے اجتناب کرنا ہے تاکہ انسان کی عاقبت اچھی ہو جائے اور قرآن مجید میں صرف ان ہی چیزوں کی تفصیل ہے اور اس سے یہ مراد لینا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ اور تمام حوادث اور کوائف کی تفصیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ کہیے کہ پھر اس کی مثل تم کوئی ایک سورت (بنا کر) لے آؤ۔ الآیہ: اس کی مفصل تفسیر البقرہ: ۲۳ میں گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا: بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا انہیں پوری طرح علم نہیں ہو سکا تھا، اور ابھی تک اس کو جھٹلانے کا انجام سامنے نہیں آیا، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا○

یعنی ان لوگوں نے قرآن مجید کی تکذیب کی نہ اس کو سمجھا نہ جانا، اور اس قرآن میں عقائد اور شرائع کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اور دین حق کی جو رہنمائی کی گئی ہے نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی، اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کی تکذیب کا نتیجہ ابھی تک ان کے سامنے نہیں آیا۔ امام ابن جریر نے فرمایا: اس قرآن میں ان کی تکذیب پر جو وعید سنائی گئی ہے ابھی تک اس کا مصداق ان کے پاس نہیں پہنچا، اور اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) جس طرح ان لوگوں نے اللہ کی وعید کی تکذیب کی ہے اس طرح ان سے پہلی امتوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی وعید کی تکذیب کی تھی اور اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان پر ایمان نہیں لائے تھے، پس آپ غور کیجئے، کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا! کیا ہم نے بعض کافروں کو زلزلہ سے ہلاک نہیں کر دیا اور بعض کو زمین میں دھنسا نہیں دیا اور بعض کو غرق نہیں کر دیا، کیا یہ لوگ پہلے کافروں کا انجام دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے اور شرک اور کفر سے توبہ نہیں کرتے!

اس کے بعد فرمایا: اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ امام ابن جریر نے فرمایا: یعنی: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) قریش میں سے بعض وہ ہیں جو اس قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس قرآن پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور کبھی اس کا اقرار نہیں کریں گے، اور آپ کا رب ان مکذبین کو خوب جاننے والا ہے اور ان کو عنقریب اس کے عذاب کا سامنا ہو گا۔

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ

اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم ان کاموں سے بری الذمہ ہو

مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ

جو میں کرتا ہوں اور میں ان کاموں سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو○ اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان

إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ

لگاتے ہیں تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں○ اور ان میں سے

Marfat.com

مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾

بعض آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں ○

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ

بے شک اللہ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ

کرتے ہیں ○ اور جس دن وہ (اللہ) ان کو جمع فرمائے گا (تو وہ یہ گمان کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) دن کی

النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ

صرف ایک گھڑی بھر رہے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، بے شک وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے

اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ

کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ○ اور اگر ہم آپ کو اس عذاب کا بعض حصہ دکھا دیں جس

نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى

سے ہم نے ان کو ڈرایا ہے یا آپ کی مدت حیات پوری کردیں تو ان کو تو (بہر حال) اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پھر اللہ ان کے

مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ

افعال پر گواہ ہے ○ اور ہر ایک امت کے لیے رسول ہے تو جب ان کا رسول آ جائے گا تو ان

قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ

کب (پورا ہوگا) اگر تم سچے ہو ○ آپ کہیے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی ضرر کا

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

مالک ہوں نہ نفع کا مگر اس کا جو اللہ چاہے، ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا مقرر وقت آجائے گا

Marfat.com

فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

تو وہ نہ ایک گھڑی موخر ہو سکیں گے اور نہ (ایک گھڑی) مقدم ہو سکیں گے ○ آپ کہیے کہ بھلا بتاؤ تو سہی

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

اگر اس کا عذاب (اچانک) رات کو آجائے یا دن کو تو مجرم کس چیز کو جلدی سے (اپنے بچاؤ کے لیے)

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ

کریں گے ○ کیا پھر جب یہ عذاب آجائے گا تو پھر تم اس کا یقین کرو گے! (ان سے کہا جائے گا) اب مانتے

بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ

بے شک تم اسی کو جلدی طلب کرتے تھے ○ پھر ظالموں سے کہا جائے گا دائمی عذاب کا مزہ چکھو

الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ

تمہیں صرف ان ہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے ○ اور وہ آپ سے معلوم کرتے ہیں کیا

اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥٣﴾

واقعی وہ عذاب برحق ہے؟ آپ کہیے کہ ہاں! میرے رب کی قسم وہ عذاب برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہئے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم ان کاموں سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان کاموں سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو○ (یونس: ٤١)

ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے

یعنی میں نے جو دین اسلام کی تبلیغ کی ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کو ماننے اور اس کی عبادت اور اطاعت کرنے کی دعوت دی ہے مجھے اس کا ثواب ملے گا اور تم کو تمہارے شرک کرنے کی سزا ملے گی اور کسی شخص سے دوسرے شخص کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہو گا۔ یہ مضمون قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَىَّ اِجْرَامِىْ وَاَنَا بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ○ (ہود: ٣٥)

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو از خود گھڑ لیا ہے! آپ کہئے کہ اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری الذمہ ہوں۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ (سبا: ٢٥)

آپ کہئے (اگر بالفرض) ہم نے کوئی جرم کیا ہے تو تم سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور تمہارے کاموں کے متعلق ہم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى- (الانعام: ۱۶۴)   اور ہر شخص جو برائی کرتا ہے وہ اسی پر ہے' اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

مقاتل نے کہا کہ زیر تفسیر آیت' جہاد کی آیات سے منسوخ ہے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۵۵) لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے اعمال کا جواب دہ نہیں ہے اور یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے' دراصل اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ مشرکین آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود مسلمان نہیں ہوتے تو آپ غم اور فکر نہ کریں' آپ کو اپنی تبلیغ پر ثواب ملے گا' اور ان کو اسلام نہ قبول کرنے کی سزا ملے گی' کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں ○ اور ان میں سے بعض آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں ○ بے شک اللہ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ○ (یونس: ۴۴-۴۲)

کفار کے ایمان نہ لانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

یونس: ۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی دو قسمیں کی تھیں: بعض آپ پر ایمان لائیں گے اور بعض آپ پر ایمان نہیں لائیں گے' اور ان آیتوں میں ایمان نہ لانے والوں کی دو قسمیں کی ہیں: بعض وہ ہیں جو بغض و عناد کی آخری حد کو پہنچے ہوئے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اس طرح نہیں ہیں' جو بغض و عناد کی آخری حد کو پہنچے ہوئے ہیں ان کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں: ایک وہ ہیں جو بہروں کی مانند ہیں کیونکہ جب ایک انسان دوسرے انسان سے حد سے زیادہ بغض اور عناد رکھے تو وہ ہر اعتبار سے اس کی برائی کا طالب ہوتا ہے اور ہر لحاظ سے اس کی اچھائی سے اعراض کرتا ہے اور بہرا شخص کسی کی بات سن نہیں سکتا' اسی طرح سے یہ مشرکین بھی آپ کے کلام کے محاسن اور فضائل کا ادراک نہیں کرتے گویا کہ انہوں نے آپ کا کلام سنا ہی نہیں' اور دوسری مثال یہ دی کہ یہ اندھوں کی مانند ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کمالات اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں یہ ان کا ادراک نہیں کرتے گویا کہ یہ آپ کو دیکھتے ہی نہیں اور جو لوگ بغض اور عداوت میں اس حد کو پہنچ چکے ہوں ان سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی اتباع کریں گے' سو اس آیت سے بھی مقصود یہی ہے کہ آپ کو تسلی دی جائے کہ اگر آپ کی تبلیغ سے یہ مشرکین اسلام قبول نہیں کرتے تو آپ غم اور فکر نہ کریں' آپ کی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں ہے' کمی تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں میں ہے' بغض اور عداوت نے ان کو بہرا اور اندھا کر دیا ہے' یہ توجہ سے آپ کی بات سنتے نہیں' بصیرت سے آپ کو دیکھتے نہیں پھر اگر یہ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے تو اس میں کیا تعجب ہے!

اس کے بعد فرمایا: اللہ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو کفر' شرک اور بدکاریوں پر مجبور نہیں کیا' لوگ خود اپنے اختیار سے برے کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ (اللہ) ان کو جمع فرمائے گا (تو وہ یہ گمان کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) دن کی صرف ایک گھڑی بھر رہے ہیں' وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے' بے شک وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو جھٹلایا تھا' اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ○ اور اگر ہم آپ کو اس عذاب کا بعض حصہ دکھا دیں جس سے ہم نے ان کو ڈرایا ہے یا آپ کی مدت حیات پوری کر دیں تو ان کو تو (بہرحال) اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے' پھر اللہ ان کے افعال پر گواہ ہے ○ (یونس: ۴۶-۴۵)

Marfat.com

قیامِ دنیا کو کم سمجھنے کی وجوہات

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کفار دنیا میں قیام کو بہت کم خیال کریں گے، اسی طرح ایک اور آیت میں بھی فرمایا ہے:

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○ (المومنون: ۱۱۳-۱۱۲)

اللہ فرمائے گا (بتاؤ) تم کتنے سال زمین میں ٹھہرے؟○ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔

وہ دنیا میں قیام کو کم کیوں گمان کرتے تھے، اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) چونکہ کفار نے اپنی عمروں کو دنیا کی طلب اور لذتوں کی حرص میں ضائع کر دیا اور دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کا انہیں آخرت میں نفع ہوتا تو ان کا دنیا میں زندگی گزارنا اور نہ گزارنا دونوں برابر تھے اس لیے انہوں نے دنیا کی زندگی کو کم سمجھا۔

(۲) جب وہ آخرت کے دہشت ناک امور دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی گزاری ہوئی زندگی بھول جائے گی۔

(۳) آخرت کے دائمی عذاب کے مقابلہ میں انہیں دنیا کا قیام کم معلوم ہوگا۔

(۴) محشر کے طویل دن کے مقابلہ میں (جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا) انہیں دنیا میں قیام کم معلوم ہوگا۔

(۵) ہر چند کہ انسان کو دنیا میں لذتیں بھی حاصل ہوتی ہیں مگر وہ لذتیں آلام اور مصائب کے ساتھ مقرون ہوتی ہیں اور آخرت کا عذاب خالص عذاب ہوتا ہے اس لیے دنیا کی لذتیں بہت بھی ہوں تو تھوڑی معلوم ہوں گی۔

اس کے بعد فرمایا: وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، بے شک وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو جھٹلایا تھا۔ مشرکین جو ایک دوسرے کو پہچانیں گے اس میں ان کے لیے زجر و توبیخ ہے، ایک دوسرے سے کہے گا تو نے مجھے گمراہ کر دیا اور مجھے دوزخ کا مستحق بنا دیا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۶) جب وہ قبر سے اٹھیں گے تو ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، جیسا کہ دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے، پھر قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک مناظر کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو شناخت نہیں کر سکیں گے، بعض روایات میں ہے کہ انسان اس شخص کو پہچانتا ہوگا جو اس کے پہلو میں کھڑا ہوگا لیکن خوف اور دہشت کی وجہ سے اس سے بات نہیں کر سکے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر ہم آپ کو اس عذاب کا بعض حصہ دکھا دیں جس سے ہم نے ان کو ڈرایا ہے یا آپ کی مدت حیات پوری کر دیں تو ان کو تو (بہر حال) اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دنیا میں کفار کی ذلت اور رسوائی کی کچھ انواع دکھائے گا اور آپ کے وصال کے بعد ان کو مزید ذلت اور رسوائی میں مبتلا فرمائے گا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی وہ ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہوئے جیسا کہ جنگ بدر اور احزاب وغیرہ میں اور آپ کے بعد بھی ذلیل ہوئے جیسا کہ متعدد جنگوں میں ہوا اور قیامت تک رسوا ہوتے رہیں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نیک لوگوں کا انجام محمود اور مستحسن ہوگا اور رسوائی بدکاروں کا مقدر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر ایک امت کے لیے رسول ہے تو جب ان کا رسول آ جائے گا تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر (بالکل) ظلم نہیں کیا جائے گا○ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا ہوگا؟) اگر تم سچے ہو○ (یونس: ۴۸-۴۷)

Marfat.com

ہر امت کے پاس اس کے رسول آنے کے دو محمل

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین مکہ کی مخالفت کا حال بیان فرمایا تھا، اب فرما رہا ہے کہ ہر نبی کے ساتھ اس کی قوم کا ایسا ہی معاملہ تھا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہر ایک امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب ان کا رسول آ جائے گا تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اس کے دو محمل ہیں: (۱) تو جب ان کا رسول دنیا میں آ جائے گا، (۲) تو جب ان کا رسول ان کے پاس میدان حشر میں آ جائے گا۔

معنی اول مراد ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب دنیا میں ہر قوم کے پاس ایک رسول بھیجا جائے گا تو وہ تبلیغ کرے اور دین اسلام کے حق ہونے پر دلائل قائم کرکے ہر قسم کے شک اور شبہ کا ازالہ کر دے گا پھر کفار کے پاس دین حق کی مخالفت کرنے اور اس کی تکذیب کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہے گا اور وہ قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے پاس تو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دینے کے لیے کوئی آیا ہی نہیں تھا اور نہ کوئی عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا، اس معنی کی تائید میں حسب ذیل آیات ہیں:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ (بنو اسرائیل: ۱۵)

اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (النساء: ۱۶۵)

(ہم نے) بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول (بھیجے) تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے عذر پیش کرنے کا موقع نہ رہے۔

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ۔ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم رسول کو بھیجنے سے پہلے انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم (عذاب میں) ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کر لیتے۔

اور معنی ثانی کی توجیہ یہ ہے کہ جب میدان حشر میں اللہ تعالیٰ حساب کے وقت رسولوں کو اور ان کی امتوں کو جمع فرمائے گا تاکہ رسول ان امتوں پر گواہی دیں اور امتوں کو یہ اعتراف کرنا پڑے کہ بے شک ان کے پاس رسول آئے تھے، اور یہ ان کی بداعمالیوں پر منجملہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے جیسا کہ ان کے اعضاء خود ان کی بداعمالیوں پر گواہی دیں گے اور میزان پر ان کے اعمال کا وزن ہوگا اور کراماً کاتبین ان کی بداعمالیوں کے رجسٹر کھولیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے بازپرس بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کے اعمال پر گواہ ہے، ان ہی دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ قیامت کے دن ہر رسول اپنی امت پر گواہ ہوگا اور اس معنی کی تائید میں حسب ذیل آیات ہیں:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (النساء: ۴۱)

اس وقت کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول) ہم ان تمام پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں

Marfat.com

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (البقرہ: ۱۴۳) پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟

جب بھی رسول منکرین نبوت کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے اور ایک عرصہ تک عذاب نازل نہ ہوتا تو وہ کہتے کہ نزول عذاب کا یہ وعدہ کب پورا ہو گا' ان کا منشاء اس سے آخرت کے عذاب کے متعلق پوچھنا نہیں تھا کیونکہ آخرت پر تو ان کو یقین ہی نہ تھا' وہ نبی علیہ السلام کی تکذیب اور آپ کا مذاق اڑانے کے لیے یہ کہتے تھے کہ آپ نے جو کہا ہے کہ اللہ کے دشمنوں پر عذاب نازل ہو گا اور اللہ کے دوستوں کی مدد کی جائے گی آخر آپ کا یہ وعدہ کب پورا ہو گا' اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں دیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی ضرر کا مالک ہوں نہ نفع کا مگر اسی کا جو اللہ چاہے' ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے' جب ان کا مقرر وقت آ جائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی موخر ہو سکیں گے اور نہ (ایک گھڑی) مقدم ہو سکیں گے○ آپ کہیے کہ بھلا بتاؤ تو سہی اگر اس کا عذاب (اچانک) رات کو آ جائے یا دن کو تو مجرم کس چیز کو جلدی سے (اپنے بچاؤ کے لیے) کریں گے○ کیا پھر جب یہ عذاب آ جائے گا تو پھر تم اس کا یقین کرو گے! (ان سے کہا جائے گا) اب مانا تم نے! بے شک تم اسی کو جلدی طلب کرتے تھے○ پھر ظالموں سے کہا جائے گا دائمی عذاب کا مزہ چکھو' تمہیں صرف ان ہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے○ (یونس: ۵۲-۴۹)

اس سوال کا جواب کہ مشرکین پر عذاب جلدی کیوں نہیں آتا

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں پر عذاب کا نازل کرنا اور دوستوں کے لیے مدد کو ظاہر کرنا صرف اللہ عزوجل کی قدرت اور اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ اور وعید کو پورا کرنے کے لیے ایک وقت معین کر دیا ہے اور اس وقت کا تعین اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اور جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ وعدہ لامحالہ پورا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں نہ کسی ضرر کا مالک ہوں مگر اسی کا جو اللہ چاہے۔ اس استثناء کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مجھے مالک اور قادر بنا دیتا ہے' اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قاسم ہیں۔ آپ دنیا اور آخرت کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے دنیا میں لوگوں کو غنی کیا اور آپ کی شفاعت سے مسلمانوں کو جنت ملے گی' جو شخص آپ کا انکار کرے وہ نقصان اٹھائے گا اور دوزخ میں جائے گا اور جو شخص آپ پر ایمان لائے گا وہ نفع پائے گا اور جنت میں جائے گا۔ سو یہ وہ نفع اور ضرر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدرت اور اختیار میں دیا ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے قادر کیے بغیر آپ کو اپنی جان پر بھی کسی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے کہ اے کافرو! تم مجھ سے یہ مطالبہ کیوں کرتے ہو کہ میں جلد دوستوں کے لیے امداد ظاہر کروں اور دشمنوں پر عذاب لاؤں کیونکہ یہ چیز صرف اللہ عزوجل کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کے چاہے بغیر تو مجھے اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں ہے۔

نزول عذاب کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ بھلا بتاؤ تو سہی اگر اس کا عذاب اچانک رات کو آ جائے یا دن کو تو مجرم کس چیز کو جلدی سے (اپنے بچاؤ کے لیے) کریں گے○ یعنی آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اگر رات یا دن کے کسی وقت میں تمہارے پاس عذاب آ جائے اور قیامت قائم ہو جائے تو کیا تم قیامت کو اپنے اوپر سے دور کرنے پر قادر ہو' اور اگر تمہارے مطالبہ کی بناء پر بالفرض

Marfat.com

عذاب آ جائے تو تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا' اس وقت ایمان لانا تو کارآمد ہے نہیں تو پھر کس لیے تم اس عذاب کے جلد آ جانے کا مطالبہ کر رہے ہو؟

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا پھر یہ عذاب آ جائے گا تو پھر تم اس کا یقین کرو گے! (ان سے کہا جائے گا) اب مانا تم نے! بے شک تم اسی کو جلدی طلب کرتے تھے○

یعنی جب ان پر اللہ کا عذاب واقع ہو جائے گا تو ان سے کہا جائے گا اب تم ایمان لے آئے اور اب تم نے اس کی تصدیق کر دی حالانکہ اس وقت تمہاری تصدیق کوئی فائدہ نہیں دے گی اور تم اس سے پہلے اس عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے اور اس کے نزول کی تکذیب کرتے تھے' سو اب تم اس چیز کو چکھو جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ظالموں سے کہا جائے گا دائمی عذاب کا مزہ چکھو' تمہیں صرف ان ہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے○ دوزخ کے فرشتے کافروں سے کہیں گے: اب اللہ کے دائمی عذاب کو گھونٹ بھر بھر کر پیو' یہ وہ عذاب ہے جو نہ کبھی زائل ہوگا نہ فنا ہوگا اور یہ تمہارے ان کاموں کا نتیجہ ہے جو تم اپنی زندگی میں اللہ کی معصیت میں کرتے تھے۔

وہابی علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کرنا

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا (یونس: ۴۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت زجر و توبیخ ہے جو ان مصائب کو دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں جن مصائب کو اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا' اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کو طلب کرتے ہیں جن کو دینے پر اللہ سبحانہ کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے' کیونکہ یہ رب العالمین کا مقام ہے جس نے انبیاء' صالحین اور تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے' اسی نے ان کو رزق دیا' اسی نے ان کو زندہ کیا' وہی ان کو وفات دے گا پس انبیاء میں سے کسی نبی سے یا فرشتوں میں سے کسی فرشتے سے یا ولیوں میں سے کسی ولی سے اس چیز کو کیسے طلب کیا جائے گا جس کے دینے پر وہ قادر نہیں ہیں اور رب الارباب سے جو ہر چیز پر قادر ہے' خالق' رازق' معطی اور مانع ہے اس سے طلب کو ترک کر دیا جائے گا اور تمہارے لیے اس آیت میں کافی نصیحت ہے کیونکہ یہ سید ولد آدم اور خاتم الرسل ہیں۔ جب ان سے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ آپ لوگوں سے کہیں کہ میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں تو آپ کا غیر کیسے نفع اور نقصان کا مالک ہوگا جس کا مرتبہ آپ سے بہت کم ہے اور جس کا درجہ آپ سے بہت نیچے ہے' چہ جائیکہ وہ شخص اپنے علاوہ کسی اور کے نفع اور نقصان پر قادر ہو' پس ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو وفات یافتہ بزرگوں کی قبروں پر بیٹھتے ہیں اور ان سے ایسی حاجتیں طلب کرتے ہیں جن کے پورا کرنے پر اللہ کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے' وہ اس شرک سے آگاہ کیوں نہیں ہوتے جس میں وہ واقع ہو چکے ہیں اور لا الہ الا اللہ کے معنی کی مخالفت میں اتر چکے ہیں' اور زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اہل علم ان کو منع نہیں کرتے اور ان کے اور جاہلیت اولیٰ کے درمیان حائل نہیں ہوتے' بلکہ ان کی حالت جاہلیت اولیٰ سے زیادہ شدید ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے بتوں کو اللہ کے نزدیک شفاعت کرنے والے مانتے تھے اور ان کو اللہ کے تقرب کا سبب سمجھتے تھے' اور یہ لوگ ان وفات یافتہ بزرگوں کے لیے نفع اور ضرر پر قدرت مانتے ہیں اور کبھی ان کو بالاستقلال پکارتے ہیں اور کبھی اللہ کے ساتھ پکارتے ہیں' اللہ شیطان کو رسوا کرے اس کی اس ذریعہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں اور اس امت مبارکہ کے اکثر لوگوں کو کافر بنا کر اس کا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۶۳۱' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

نواب صدیق بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے قاضی شوکانی کا حوالہ دیئے بغیر بعینہ یہی لکھا ہے۔
(فتح البیان ج ۶ ص ۷۵ - ۷۴، مطبوعہ المطبعہ العصریہ، ۱۴۱۵ھ)

آپ سے ضرر اور نفع بالذات پہنچانے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً

قاضی شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار کی اتباع کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نفع اور ضرر کی مطلقاً نفی کرنا صحیح نہیں ہے، اس آیت میں آپ سے بالذات نفع اور ضرر کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی آپ بالذات کسی کو نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ کی دی ہوئی قدرت سے نفع اور ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ مفسرین نے اس معنی کی تقریر اس طرح کی ہے:

علامہ محی الدین شیخ زادہ متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں استثناء متصل بھی ہو سکتا ہے اور منقطع بھی، اگر استثناء متصل ہو تو اس آیت کا معنی اس طرح ہو گا: میں کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ جس کو نفع یا نقصان پہنچانا چاہے میں اس پر قادر ہوں اور اس کا مالک ہوں اور اگر یہ استثناء منقطع ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا: میں کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں ہوں لیکن اللہ جو نفع یا نقصان چاہے وہ ہو جاتا ہے یعنی وہ اس کی مشیت سے ہو گا۔
(حاشیۃ الشیخ زادہ علی البیضاوی ج ۴ ص ۵۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ قرطبی نے اس استثناء کا صرف بطور استثناء متصل معنی کیا ہے، قاضی بیضاوی، علامہ خفاجی اور علامہ ابو سعود نے لکھا ہے کہ یہ استثناء متصل اور منقطع دونوں ہو سکتے ہیں اور قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی نے لکھا ہے کہ یہ استثناء صرف منقطع ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفع اور نقصان پہنچانے کی مطلقاً نفی کر دی۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ بندہ کے لیے قدرت ہوتی ہے جو اللہ کے اذن سے موثر ہوتی ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں کسی ضرر یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں ہوں مگر جس کو اللہ چاہے تو میں اس کی مشیت سے نفع اور ضرر پہنچانے پر قادر ہوتا ہوں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

استثناء متصل میں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے اور استثناء منقطع میں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ سے مغایر ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور آیت کا معنی اس طرح ہے: آپ کہئے میں ضرر یا نفع پہنچانے پر بالذات قدرت نہیں رکھتا مگر جس کو اللہ چاہے میں اس کو ضرر یا نفع پہنچانے پر بالعطا قدرت رکھتا ہوں اور میرا یہ نفع اور ضرر پہنچانا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔

اور بالذات کی قید اس لیے لگائی ہے کہ بکثرت آیات، احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے دشمنان اسلام کو نقصان پہنچایا ہے اور اسلام کے حامیوں اور ناصروں کو نفع پہنچایا، اگر اس آیت میں بالذات کی قید نہ لگائی جائے تو ان تمام آیات، احادیث اور آثار کا انکار لازم آئے گا، اب ہم ایک ایسی نظیر پیش کر رہے ہیں جس سے نقصان اور نفع پہنچانے میں بالذات کی قید لگانے کا برحق ہونا بالکل واضح ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ

Marfat.com

دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا' اس حدیث کو صحاح ستہ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۵۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۲۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۷۳، سنن الترمذی رقم الحدیث:۸۶۰، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۹۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۹۴۳)

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ حجر اسود اس حال میں آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھ رہا ہوگا اور اس کی ایک زبان ہوگی جس سے یہ کلام کرے گا اور یہ ان لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جو اس کی حق کے ساتھ تعظیم کریں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۹۶۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۹۴۴، مسند احمد ج۱ ص ۲۴۷، سنن الدارمی رقم الحدیث:۱۸۴۶، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۷۳۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۲۷۱۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۷۱۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۱۴۳۲، الکامل لابن عدی ج۲ ص۶۷۹، المستدرک ج۱ ص۴۵۷، حلیۃ الاولیاء ج۶ ص ۲۴۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج۵ ص۷۵)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیح ہے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ (تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے) اس لیے فرمایا تھا کہ لوگوں نے تازہ تازہ بتوں کی عبادت کو چھوڑا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حجر اسود کی تعظیم کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عرب بتوں کی تعظیم کرتے تھے پس انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں کو یہ بتلائیں کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع کی وجہ سے تھا نہ اس لیے کہ حجر اسود ضرر اور نفع بالذات دیتا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔ (نیل الاوطار جز۶ ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر' ۱۳۹۸ھ)

دیکھئے حضرت عمر نے فرمایا حجر اسود ضرر اور نفع نہیں پہنچا سکتا تو قاضی شوکانی نے ایک پتھر کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے اس قول میں بالذات کی قید لگائی اور کہا کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ ضرر اور نفع نہیں پہنچا سکتا' اور یہی قاضی شوکانی ہیں جنہوں نے بغیر کسی قید کے زیر تفسیر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کر دی' انا للہ وانا الیہ راجعون!

اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ۔ (التوبہ: ۵۹)

اور کیسا اچھا ہوتا اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے عطا کی اور وہ یہ کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے' عنقریب ہم کو اللہ اپنے فضل سے عطا کرے گا اور اس کا رسول۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (الاحزاب: ۳۷)

اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھوں میں دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو گا' پھر مسلمانوں نے رات اس طرح گزاری کہ وہ ساری رات مضطرب رہے کہ کس کو آپ صبح جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ صبح کو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' ان میں سے ہر شخص کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلاؤ۔ ان کو لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا کی' وہ تندرست ہو گئے گویا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد ہی نہ تھا۔ آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ! میں ان سے قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی مہم پر روانہ ہو حتیٰ کہ تم ان کے علاقے میں پہنچ جاؤ' پھر تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں' اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۰۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۴۰۳)

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمان ہدیہ کی گئی' جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کمان مجھے عطا فرما دی' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپ کے سامنے اس کمان سے تیر مارتا رہا حتیٰ کہ وہ کمان ٹوٹ گئی' پھر بھی میں آپ کے سامنے کھڑا رہا اور آپ کے چہرہ کی طرف آنے والے تیروں کے سامنے اپنا چہرہ کرتا رہا حتیٰ کہ ایک تیر میری آنکھ کے ڈھیلے پر لگا۔ وہ ڈھیلا میرے چہرے پر لٹک گیا۔ میں اس ڈھیلے کو اپنی ہتھیلی میں رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے سے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی ہے' پس اس کی اس آنکھ کو اس کی دونوں آنکھوں میں سے سب سے حسین اور سب سے تیز نظر والی بنا دے تو حضرت قتادہ کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں زیادہ حسین اور زیادہ تیز نظر والی تھی۔ (امام ابویعلیٰ کی روایت میں یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے' حافظ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں یہ واقعہ جنگ احد کا ہے اور یہی قرین قیاس ہے)

(المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۴۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۴۱۷' المستدرک ج ۳ ص ۲۹۵' السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۳ ص ۶۶' الاصابہ رقم: ۷۰۹۱' اسد الغابہ رقم: ۴۲۷۷' الاستیعاب رقم: ۲۱۳۱)

حارث بن عبید اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگا دیا تو وہ دونوں آنکھوں میں زیادہ صحیح تھی۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۵۰' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۸)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ (میری آنکھوں کو) ٹھیک کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کر دوں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو موخر کر دوں وہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ اس نے کہا نہیں' آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت (سیدنا) محمد صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری کی جائے' آپ اس حاجت میں میری شفاعت کیجئے' (اے اللہ) آپ کی میری حاجت میں شفاعت کو قبول فرما۔ وہ شخص شفاعت کے یہ کلمات بار بار کہتا رہا حتی کہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۱۷۵' احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۸' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۲۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۵' عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ۶۵۸' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۳۷۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶۶' مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۰۴' تحفۃ الذاکرین ص ۱۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' الاذکار للنووی رقم الحدیث: ۴۸۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ریاض)

وصال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور استغاثہ کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط پڑ گیا' ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ' ان کو سلام کہو اور یہ خوشخبری دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ بشارت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

(المصنف ج ۱۲ ص ۳۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' المصنف ج ۶ ص ۳۵۹' رقم الحدیث: ۳۱۹۹۳' الاستیعاب ج ۳ ص ۲۳۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۴۷' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۹۰-۳۸۹' فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶-۴۹۵' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی سند کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' طبع جدید' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن کثیر نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں (۱۸ھ میں) جب عام قحط پڑا تو حضرت بلال بن حارث کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ وہ بکری ذبح کریں' انہوں نے کہا اس میں کچھ نہیں ہے۔ گھر والوں کے اصرار پر جب بکری کو ذبح کیا تو اس کی ہڈیاں سرخ تھیں۔ انہوں نے پکارا یا محمداہ' خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' آپ نے فرمایا: عمر کو میرا سلام کہو اور اس سے کہنا میرا عہد تمہارے ساتھ پورا ہونے والا ہے' اس کی گرہ سخت ہے اے عمر! تم سمجھ داری سے کام لو' اے عمر! تم سمجھ داری سے کام لو۔ پھر حضرت عمر نے نماز استسقاء پڑھی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' طبع جدید دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۸۹ بیروت' ۱۴۰۰ھ' المنتظم لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۵۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت بلال بن حارث مزنی کی اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قحط کے ایام میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر آپ کو پکارا اور آپ نے ان کو بارش کی خوش خبری دی۔ حضرت بلال بن حارث مزنی نے محضر صحابہ

Marfat.com

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا اور تمام صحابہ نے اس پر عمل کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور آپ سے استغاثہ پر تمام صحابہ کا اجماع تھا' اور اس حدیث میں مصائب میں وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے جواز کی قوی اصل ہے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے' اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی' اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے اس سے کہا: تم وضو خانہ جا کر وضو کرو' پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو' پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی' نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا' پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا' دربان نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا' حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آ جانا' پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی' لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا' آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر ان کلمات سے دعا کرو۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا در آں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۸۴۔ ۱۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ' المعجم الکبیر ج ۹ ص ۳۰' رقم الحدیث: ۸۳۱۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶۸۔ ۱۶۷' فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸' قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ لابن تیمیہ ص ۹۸' مصر' ۱۳۷۳ھ' حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۷۶۔ ۴۷۳' اور حافظ الہیثمی نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹' شیخ مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی امام طبرانی اور امام منذری سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۳۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ سے استمداد اور استغاثہ جائز ہے اور یہ

Marfat.com

حدیث بھی وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد اور استغاثہ کے جواز کی اصل ہے۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عتبی سے منقول ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا' تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ (النساء: ۶۴) پس میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوا اور آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں۔ پھر اس نے آپ کی مدح سرائی میں دو شعر پڑھے' پھر وہ شخص چلا گیا۔ (عتبی کہتے ہیں) میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' پھر میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: جا کر اس اعرابی سے ملو اور اس کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(الاذکار ص ۱۸۵' بیروت' شفاء السقام ص ۶۲' تفسیر الثعالبی ج ۲ ص ۲۵۷' تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۹' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے ابو عبداللہ رازی سے نقل کیا ہے کہ آپ کی قبر سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے' البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴' علامہ نسفی متوفی ۷۱۰ھ اور مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے' مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹' معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

الشیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر اپنا چہرہ رکھا تو کسی نے اس پر انکار کیا۔ انہوں نے کہا میں کسی اینٹ یا پتھر کے پاس نہیں آیا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں جیسا کہ عنقریب آئے گا' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت (النساء: ۶۴) کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے' لہٰذا جس شخص نے کوئی گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کر لیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرے اور آپ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے لیے استغفار فرمائیں گے۔ (اعلاء السنن ج ۵ ص ۵۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عتبی کی اس نقل صحیح سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ جائز ہے اور جہاں تک دور سے پکارنے کا تعلق ہے تو الشیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ یہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت الخ۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' مطبوعہ کراچی)

وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کی تکفیر کا بطلان

قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اتباع میں وفات شدہ بزرگوں سے استمداد اور استغاثہ کو کفر اور شرک قرار دیا ہے' ظاہر ہے کہ ان نقول صحیحہ کے ہوتے ہوئے ان کی یہ تکفیر باطل ہے تاہم اس کے بطلان کو واضح

Marfat.com

کرنے کے لیے ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی عبارت پیش کر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیراللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں، حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابوعوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے اے عباداللہ! (اے اللہ کے بندو) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو، تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت عام کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، چنانچہ امام نووی نے "کتاب الاذکار" میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن القیم نے اپنی کتاب "الکلم الطیب" میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے "کتاب الآداب" میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں، ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا، میں نے کہا: اے عباداللہ! مجھے راستہ دکھاؤ، میں یونہی کہتا رہا، حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے جو بحر و بر میں عبادت کی غرض سے غیراللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضیٰ پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جبکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، تو اس مضبوط اصل کی بناء پر ایسے شخص سے تکفیر کیونکر نہ ساقط ہو گی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو کسی بدعت کی بنا پر کافر نہیں کہا جائے گا اور ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ جبکہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے، وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ مکتبہ ایشین، استنبول)

ہرچند کہ وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد اور استغاثہ جائز ہے لیکن یہ مستحسن اور افضل نہیں ہے، افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر بلا اور ہر مصیبت کو ٹالنے کے لیے اور ہر رنج اور ہر تکلیف کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے، کیونکہ اس کی امداد اور اعانت مسلم ہے اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے اور ظنی سہاروں کے بجائے قطعی آسرے سے تمسک کرنا مستحسن ہے، باقی وفات یافتہ بزرگ اس کے اذن کے تابع ہیں وہ کسی کا تابع نہیں ہے، اس سے مدد طلب کرنا مصائب سے نجات کا ذریعہ بھی ہے، عبادت بھی ہے، کار ثواب بھی ہے، اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی سنت اور ان کا اسوہ اور طریقہ بھی ہے۔ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا (الاعراف: ۱۸۸) میں بھی ہے، وہاں ہم نے ایک اور پہلو سے اس آیت پر مفصل گفتگو کی ہے، نیز یونس: ۲۳-۲۲ پر جو ہم نے گفتگو کی ہے اس کو بھی بغور پڑھ لیا جائے

Marfat.com

اور ان تینوں آیتوں کی تفسیر میں ہم نے جو بحث کی ہے اس کو ایک ساتھ پڑھنے سے ان شاء اللہ اس موضوع پر کافی بصیرت افروز معلومات حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ آپ سے معلوم کرتے ہیں کیا واقعی وہ عذاب برحق ہے؟ آپ کہئے کہ ہاں! میرے رب کی قسم وہ عذاب برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ (یونس: ۵۳)

عذاب کی وعید کا برحق ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس قول کو نقل فرمایا تھا: اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا ہوگا) اگر تم سچے ہو؟ (یونس: ۴۸) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے، پھر انہوں نے دوبارہ سوال کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے یہاں حکایت فرمائی ہے، اس سوال کا جواب بھی ان آیات کے سابقہ مضمون میں گزر چکا ہے جن میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر عقلی دلائل بیان کیے گئے تھے اور قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر براہین قائم کیے گئے تھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ثابت ہوگئی، تو ہر جس چیز کے وقوع کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اس کا قطعی اور یقینی ہونا ثابت ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا: اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو یعنی جس نے تم کو عذاب سے ڈرایا ہے تم اس کو عذاب نازل کرنے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہے تو نہ کوئی اس کام کو روک سکتا ہے نہ اس میں مزاحمت کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کے اذن اور اس کی رضا کے بغیر کسی کی شفاعت کر سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کافر اور مشرک کو دائمی عذاب سے بچا سکتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ

اور اگر ہر ظالم کی ملکیت میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) ان سب کو ضرور

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

دے ڈالتا، اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے، اور ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○ سنو! بے شک آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ (سب) اللہ کی ملکیت

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ

ہے۔ سنو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ وہی زندگی دیتا ہے

وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ

اور وہی زندگی لیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

Marfat.com

مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ

ایک عظیم نصیحت آ گئی اور دلوں کی بیماریوں کی شفا آ گئی اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور

لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ

رحمت ہے ○ آپ کہیے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے، سو اس کی وجہ سے مسلمان خوشی

هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ

منائیں یہ اس (مال) سے کہیں بہتر ہے جس کو وہ (کفار) جمع کرتے ہیں ○ آپ کہیے کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق

رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ

نازل کیا، پس تم نے اس میں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال قرار دے دیا، آپ کہیے کیا اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا یا

عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو ○ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ

الْكَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

رہے ہیں ان کا قیامت کے متعلق کیا گمان ہے؟ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○

ع ۷ ۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہر ظالم کی ملکیت میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) ان سب کو ضرور دے ڈالتا، اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے، اور ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا○ (یونس: ۵۴)

ظالموں سے فدیہ نہ قبول کیا جانا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کے دن کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) ظالم کے اگر بس میں ہوتا تو وہ دنیا کی پوری دولت دے کر بھی اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لیتا۔ (۲) ظالم عذاب کو دیکھ کر اپنی پشیمانی چھپائیں گے۔ (۳) ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا۔

ظالم تمام دنیا کی دولت دے کر بھی اپنے آپ کو عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا اس کی وجہ اولاً تو یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا آئے گا اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا۔ (مریم: ۹۵) اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اکیلا حاضر ہوگا۔

اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن ان سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا۔

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ (البقرہ: ۴۸) اور نہ کسی نفس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ظالموں کے پشیمانی چھپانے کی توجیہ

قیامت کے دن کی دوسری صفت یہ بیان کی ہے: اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی اور پچھتاوے کو چھپائیں گے۔ اپنی پشیمانی کو چھپانے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں اس عذاب کا انکار کرتے رہے تھے اور جب ان پر اچانک سخت عذاب آ جائے گا تو وہ حیران اور ششدر رہ جائیں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے متبعین سے حیاء آئے گی اور ان کو ان کی لعنت ملامت کا خوف ہوگا، اس وجہ سے وہ ان کے سامنے اپنی پشیمانی کا اظہار نہیں کریں گے، تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ بہت اخلاص کے ساتھ ندامت کا اظہار کریں گے اور جو شخص اخلاص کے ساتھ کوئی کام کرتا ہے وہ اس کو مخفی رکھتا ہے، اس آیت میں ان کی مذمت کی گئی ہے کہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرنے کی جگہ دنیا تھی، اب یہ اخلاص بے محل ہے۔

ظالموں کے درمیان عدل سے فیصلہ کی توجیہ

قیامت کے دن کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس دن ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ صنادید کفار اور ان کے متبعین کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ کفار اور ان کے عذاب کے درمیان عدل سے معاملہ کیا جائے گا۔

ہر چند کہ تمام کفار دوزخ کے عذاب میں مشترک ہوں گے لیکن عذاب کی کیفیات میں ان کے درمیان فرق ہوگا، کیونکہ دنیا میں بعض کافروں نے بعض کافروں پر ظلم کیا ہوگا، اور بعض کافروں نے بعض کافروں سے خیانت کی ہوگی، اس لیے بعض کافر ظالم اور بعض کافر مظلوم ہوں گے اور عدل اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مظلوم کا عذاب ظالم سے کم ہو اور ظالم کا عذاب مظلوم کے عذاب سے زیادہ ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو بے شک آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ (سب) اللہ کی ملکیت ہے، سنو بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی زندگی لیتا ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ (یونس: ۵۶-۵۵)

وعید عذاب کے برحق ہونے پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اور اگر ہر ظالم کی ملکیت میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) ان سب کو ضرور دے ڈالتا، اور اس آیت میں یہ بتا رہا ہے کہ ظالم کی ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں اور اس سے پہلے دلائل سے یہ بتایا جاچکا ہے کہ اس جہان میں جو جمادات، نباتات، حیوانات، انسان، ملائکہ اور جنات ہیں اور نور اور ظلمت اور دن اور رات کا جو سلسلہ ہے، ان سب کا اللہ تعالیٰ مالک ہے اور وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ تمام حاجات سے مستغنی ہے اور

Marfat.com

تمام آفات اور نقائص سے منزہ ہے اور جب وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ تمام حاجات سے مستغنی ہے اور تمام آفات اور نقائص سے منزہ ہے اور جب وہ تمام ممکنات پر قادر ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اپنے دشمنوں پر عذاب نازل فرمائے اور اپنے نیک بندوں اور اولیاء اللہ پر دنیا اور آخرت میں انعام اور اکرام فرمائے اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قطعی دلائل اور قوی معجزات سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور تقویت فرمائے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت ظاہر فرمائے اور ان کے دین اور ان کی شریعت کو استحکام عطا فرمائے اور جب وہ ان تمام امور پر قادر ہے تو مشرکین کا استہزاء کرنا' آپ کے دین کا مذاق اڑانا اور نزول عذاب کی وعید پر تعجب کا اظہار کرنا باطل ہو گیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب اور نقائص سے پاک ہے تو وہ اپنی وعید کو پورا نہ کرنے سے بھی پاک ہے اور بری ہے۔ سو اس نے مشرکین کو عذاب دینے کا جو وعدہ کیا ہے وہ برحق ہے لیکن ان میں سے اکثر اس کو نہیں جانتے۔

ظاہری ملکیت پر نازاں ہونے والوں کو متنبہ فرمانا

نیز یہ جو فرمایا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے' اس میں یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ اس دنیا میں لوگ اسباب ظاہرہ کی طرف نظر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی بلڈنگ ہے' یہ فلاں کی فیکٹری ہے' یہ فلاں کی زمین ہے' یہ فلاں کا باغ ہے' سو وہ ہر چیز کی کسی اور مالک کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ وہ جہل اور غفلت کی وجہ سے امور ظاہرہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور مجازات میں منہمک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس غفلت پر متنبہ کیا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں' وہ زندگی دینے والا ہے وہی زندگی لینے والا ہے۔ جب وہ تمہاری یہ زندگی واپس لے لے گا تو تمہاری ملکیت میں کیا رہ جائے گا' تم نہ اپنے مالک ہو نہ اپنی چیزوں کے مالک ہو' سب کا وہی مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آ گئی اور دلوں کی بیماریوں کی شفا آ گئی' اور وہ مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ آپ کہئے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے' سو اس کی وجہ سے مسلمان خوشی منائیں یہ اس (مال) سے کہیں بہتر ہے جس کو وہ (کفار) جمع کرتے ہیں○

(یونس: ۵۸-۵۷)

روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا

اس سے پہلے یونس: ۳۸-۳۷ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل قرآن مجید ہے' اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی چار صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) قرآن مجید اللہ کی جانب سے نصیحت ہے' (۲) قرآن مجید دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے' (۳) قرآن مجید ہدایت ہے' (۴) قرآن مجید مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ اور قرآن مجید کی ان چاروں صفات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے ساتھ بہت قوی ربط ہے' اس کی تفصیل اور تمہید یہ ہے کہ چٹورا انسان جس طرح زبان کی لذت اور چٹخارے حاصل کرنے کے لیے لذیذ' چٹ پٹی اور مسالے دار اشیاء اور مرغن اور میٹھی چیزیں بکثرت کھاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں ہائی بلڈ پریشر' شوگر اور معدہ کے السر کا مریض بن جاتا ہے اور شہوانی لذتوں کے ناجائز حصول کی کثرت کی وجہ سے آتشک' سوزاک اور ایڈز کا مریض بن جاتا ہے پھر جسمانی صحت کے حصول کے لیے اسے کھانے پینے کی ان مرغوب اشیاء اور تکمیل شہوت سے پرہیز کرایا جاتا ہے اور ایسی دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں جن سے اس کی زائل شدہ جسمانی صحت بحال ہو سکے' اسی طرح انسان کی نفسانی اور روحانی بیماریوں کا معاملہ ہے' جب انسان کا اللہ کے نبی سے رابطہ نہ ہو اور وہ صرف اپنی عقل سے اپنے عقائد وضع کرے اور اپنی زندگی گزارنے کے لیے خود ضابطہ حیات

Marfat.com

مقرر کرے تو اس کے دل و دماغ پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس کے عقائد گمراہ کن اور ملحدانہ ہوتے ہیں اور اس کے اعمال کفر، شرک اور زندیق پر مبنی ہوتے ہیں اور اس کو حلال اور حرام کی بالکل تمیز نہیں ہوتی، سو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نفسانی، روحانی اور قلبی امراض کے علاج اور اصلاح کے لیے نبی مبعوث فرماتا ہے اور ان کو بطور نسخہ شفاء کتاب عطا فرماتا ہے لہٰذا اسی سنت الٰہیہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور روحانی بیماریوں کے علاج اور ان کی اصلاح کے لیے قرآن مجید آپ پر نازل فرمایا۔

قرآن مجید سے قلبی اور روحانی امراض کے علاج کے چار مدارج

جو ماہر معالج ہو اس کے علاج کے حسب ذیل طریقے ہیں:

(۱) وہ مریض کو مضر اور مخرب اشیاء کے استعمال سے منع کرتا ہے جن سے اصل حیات خطرہ میں پڑ جاتی ہے، اس طرح قرآن مجید انسان کو شرک اور کفر سے روکتا ہے کیونکہ شرک اور کفر کے ارتکاب سے انسان سرمدی عذاب اور دائمی دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ انسان کو کفر اور شرک سے منع کیا ہے تاکہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اخروی عذاب کا مستحق نہ ہو جائے اور اس کے عقائد کی اصلاح کی ہے۔

(۲) مریض کو ایسی دوائیں دی جائیں جن کی وجہ سے اس کے خون میں اعتدال پیدا ہو اور وہ خرابی دور ہو جائے جس کی وجہ سے مرض پیدا ہوا ہے مثلاً مریض کے جسم میں جگہ جگہ زخم ہیں جو ٹھیک نہیں ہو رہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خون میں اس کی شکر کا لیول بڑھا ہوا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ خون میں اس کی شکر کو کنٹرول کیا جائے اور جب شکر اعتدال پر آجائے گی تو زخم ٹھیک ہو جائیں گے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام جب لوگوں کو ممنوع کاموں کے ارتکاب سے منع کرتے ہیں تو ان کا ظاہر گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، پھر وہ ان کو باطن کی طہارت کا حکم دیتے ہیں جس کو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کو ترک کرنے سے بچنا اور چوری، ڈاکہ، نشہ کرنے، قتل اور زنا سے بچنا، اسی طرح جھوٹ، چغلی اور غیبت سے بچنا ان کاموں سے ظاہر بدن پاک ہوتا ہے اور کینہ، حسد، بخل، حرص اور بغض سے بچنے سے بدن کا باطن اور قلب پاک ہوتا ہے اور جب تک ظاہر پاک نہ ہو باطن صاف نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں ایسے احکام بھی ہیں جن سے ظاہر بدن پاک ہوتا ہے اور ایسے احکام بھی ہیں جن سے باطن صاف ہوتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دیا جو ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ (باطن صاف) کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ (التوبہ: ۱۰۳)

ان کے اموال سے زکوٰۃ لیجئے جس سے ان کو پاک کیجئے اور اس سے ان کا تزکیہ (صفائے باطن) کیجئے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ عقائد فاسدہ، اعمال خبیثہ اور اخلاق مذمومہ امراض کے قائم مقام ہیں اور جب یہ چیزیں زائل ہو جاتی ہیں تو قلب کو شفا حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح ان تمام آلودگیوں سے پاک ہو جاتی ہے جو اس کو انوار الٰہیہ کے مطالعہ سے مانع ہوتی ہیں اور ان ہی دو مرتبوں کی طرف قرآن مجید کی ان صفات میں اشارہ ہے: موعظة من ربکم

Marfat.com

وشفاء لما فی الصدور' یہ تمہارے رب کی جانب سے نصیحت ہے اور دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

(۳) جب انسان عقائد فاسدہ' اعمال خبیثہ اور اخلاق رذیلہ سے منزہ' پاک اور صاف ہو جاتا ہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے اور اس میں انوار الٰہیہ منعکس ہونے لگتے ہیں اور اس کی روح تجلیات قدسیہ سے فیض یاب ہونے کے قابل ہو جاتی ہے اور اسی مرتبہ کو اس آیت میں ہدایت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے' اس ہدایت کا پہلا مرتبہ یہ ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ (الفجر: ۲۸-۲۷) اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔

اور ہدایت کا متوسط مرتبہ یہ ہے:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ (الذاریات: ۵۰) سو اللہ کی طرف بھاگو۔

اور آخری مرتبہ یہ ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ (الانعام: ۹۱) آپ کہیے: اللہ! پھر ان کو ان کی کج بحثی میں الجھا ہوا چھوڑ دیجیے۔

(۴) اور جب انسان درجات روحانیہ اور معارج ربانیہ کے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ اس کے انوار سے دوسرے قلوب بھی روشن ہونے لگیں جس طرح چاند' سورج کے انوار سے مستفیض ہو کر ایک جہان کو منور کرتا ہے' وہ بھی انوار رسالت سے مستنیر ہو کر عام مسلمانوں کے دلوں کو منور کرنے لگے اور اس کے انوار سے بھی دوسرے ناقص مسلمان کامل ہونے لگیں تو یہی وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن مومنین کے لیے رحمت ہے' اور مومنین کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ منبع فیوض تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور مسلمان کا منتہاء کمال یہ ہے کہ وہ انوار رسالت میں جذب ہو جائے تبھی وہ معارف ربانیہ سے واصل ہوتا ہے' اور کفار تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں آتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں اور آپ کا انکار کرتے ہیں اور جس کو معرفت محمدی حاصل نہ ہو وہ معارف ربانیہ کا کب اہل ہو سکتا ہے سو یہ مرتبہ مومنین ہی کے ساتھ مختص ہے' اس لیے فرمایا ورحمة للمؤمنین۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید سے اپنے نفس کے کمالات حاصل کرنا چاہے اس کے لیے چند مراتب ہیں' اس کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ وہ نامناسب کاموں کو چھوڑ کر اپنے ظاہر کو درست کرے اور اس کی طرف موعظت سے اشارہ فرمایا کیونکہ موعظة کا معنی ہے گناہوں سے منع کرنا' اور دوسرا مرتبہ ہے عقائد فاسدہ اور صفات ردیہ سے اپنے باطن کو صاف کرنا اور اس کی طرف شفاء لما فی الصدور سے اشارہ فرمایا اور تیسرا مرتبہ ہے نفس کو برحق عقائد اور عمدہ اخلاق سے مزین کرنا اور اس کی طرف ھدی سے اشارہ فرمایا اور چوتھا مرتبہ ہے اللہ کی رحمتوں کے انوار سے قلب کا روشن ہونا اور اس کی طرف ورحمة للمؤمنین سے اشارہ فرمایا۔

قرآن مجید سے جسمانی شفا حاصل کرنے کی تحقیق

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس آیت میں شفاء لما فی الصدور کو عام قرار دیا ہے اور قرآن مجید کو روحانی امراض کے علاوہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں احادیث اور آثار کو بیان کیا ہے جن کو ہم ان شاء اللہ عنقریب نقل کریں گے' اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بات بعید نہیں ہے کہ بعض دل کی بیماریاں' جسمانی بیماریوں کا سبب ہو جاتی ہیں' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حسد اور

Marfat.com

کینہ دل کی بیماری ہے اور اس سے بعض جسمانی بیماریاں بھی ہو جاتی ہیں' اور ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید پڑھنے کی برکت سے جسمانی امراض دور فرمادیتا ہے۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

در حقیقت قرآن ہر بیماری کی شفاء ہے خواہ قلبی و روحانی ہو یا بدنی اور جسمانی (الی قولہ) علماء امت نے کچھ روایات و آثار سے اور کچھ اپنے تجربوں سے آیات قرآنی کے خواص و فوائد مستقل کتابوں میں جمع بھی کر دیئے ہیں' امام غزالی کی کتاب خواص قرآنی اس کے بیان میں مشہور و معروف ہے' جس کی تلخیص حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے اعمال قرآنی کے نام سے فرمائی ہے اور مشاہدات و تجربات اتنے ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن کریم کی مختلف آیتیں مختلف امراض جسمانی کے لیے بھی شفاء کلی ثابت ہوتی ہیں' ہاں یہ ضرور ہے کہ نزول قرآن کا اصلی مقصد قلب و روح کی بیماریوں کو ہی دور کرنا ہے اور ضمنی طور پر جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۵۴۳' مطبوعہ ادارۃ المعارف القرآن ۱۴۱۴ھ)

ہم اس بحث میں پہلے تمیمہ اور تولہ کا معنی بیان کریں گے پھر قرآن مجید سے جسمانی شفا کے حصول کے متعلق احادیث اور آثار کا ذکر کریں گے' پھر دم اور تعویذات کی ممانعت کے متعلق بعض آثار کی توجیہ کریں گے' پھر تعویذ لٹکانے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت مع حوالہ جات کے پیش کریں گے' اس کے بعد اس روایت کے صحیح یا حسن ہونے کی تحقیق کریں گے اور اس کے راویوں میں سے امام محمد بن اسحاق اور عمرو بن شعیب کی تعدیل پر اعتراضات کا جائزہ لیں گے اور تعویذات لٹکانے کے متعلق فتاویٰ تابعین کا ذکر کریں گے اور تعویذات کے جواز میں فقہاء احناف اور علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کی تصریحات پیش کریں گے' اور آخر میں حافظ ابن قیم جوزی کے ذکر کردہ چند تعویذات کو پیش کریں گے۔

تمیمہ اور تِوَلَہ وغیرہ کے معنی اور ان کا شرعی حکم

علامہ مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

تمائم کا معنی ہے تعاویذ اور خروز (ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیاں اور کوڑیاں) اور ان کے عقد کا معنی ہے ان کو گلے میں لٹکانا۔ (جامع الاصول ج ۴ ص ۳۳۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

عقد التمائم کا معنی ہے ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیوں اور کوڑیوں کو اور تعویذوں کو گلے میں لٹکانا۔

(مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۷۴' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

تمائم ان سیپیوں یا کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے' ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی' شریعت نے اس کو باطل کر دیا۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کے گلے سے تمیمہ کو کاٹ دیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۴۱۷) حضرت عائشہ نے فرمایا: مصیبت نازل ہونے کے بعد جو تعویذ گلے میں لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں ہے' لیکن تمیمہ وہ ہے جو مصیبت نازل ہونے سے پہلے لٹکایا جائے' تاکہ اس سے اللہ کی تقدیر کو رد کیا جائے۔ (اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تقدیر رد کرنے کا اعتقاد نہ ہو تو مصیبت نازل ہونے سے پہلے بھی تعویذ لٹکانا جائز ہے۔) عطاء نے کہا جو تعویذ قرآن مجید سے لکھے جائیں ان کو تمائم میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔ سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ

Marfat.com

عورتوں اور چھوٹے بچوں کے گلوں میں ایسے تعویذ لٹکائے جائیں جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا جب وہ تعویذ چمڑے میں منڈھا ہوا ہو یا لوہے کی ڈبیہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور تِوَلَۃ جادو کی ایک قسم ہے، اصمعی نے کہا یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے، اور حضرت جابر سے مروی ہے کہ نشرہ شیطان کا عمل ہے، (مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۸) نشرہ ایک قسم کا دم ہے، جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کو جن کا آسیب ہے اس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے، متعدد فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ حسن نے کہا یہ جادو ہے، سعید بن مسیب نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح السنہ ج ۱۲ ص ۱۵۹۔۱۵۸، ملخصاً، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

تمیمہ ان سیپیوں اور کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو (زمانہ جاہلیت میں عرب) گلوں میں لٹکاتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے مصائب دور ہوتے ہیں اور جو تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ان کو بھی تمیمہ کہتے ہیں (الی قولہ) ان کو لٹکانے کی اس وجہ سے ممانعت کی گئی ہے کہ اہل جاہلیت کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ مصائب دور ہونے کی علت ہیں اور ان سے مکمل عافیت حاصل ہوتی ہے، اور اگر ان کو اللہ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے لٹکایا جائے اور اعتقاد یہ ہو کہ اللہ کے سوا کوئی مصیبت کو ٹالنے والا نہیں ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۵۰، ملخصاً، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں جس تمیمہ کو شرک فرمایا ہے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۳) یہ وہ تعویذ ہے جس کو بچے کے گلے میں ڈالا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء، قرآنی آیات اور ماثورہ (منقولہ) دعائیں نہ ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ سیپیاں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب بچوں کے گلوں میں اس لیے ڈالتے تھے کہ ان کو نظر نہ لگے، اور یہ باطل ہے، اس کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ سبب قوی ہیں یا ان کی (خود بہ خود) تاثیر ہے، یا ان میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو شرک خفی یا شرک جلی کو متضمن ہوتے تھے۔ (مرقات ج ۸ ص ۳۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں: جو تعویذات آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور منقولہ دعاؤں پر مشتمل ہوں ان میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ تعویذ ہوں، دم ہو یا نشرہ ہو، البتہ غیر عربی میں جائز نہیں ہیں کیونکہ ان میں شرک کا احتمال ہے۔ (مرقات ج ۸ ص ۳۶۱۔۳۶۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: ہندیہ میں مذکور ہے کہ تعویذ لٹکانا جائز ہے لیکن بیت الخلاء جاتے وقت یا عمل زوجیت کے وقت تعویذ اتار لینا چاہیے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۵ھ)

یہ اس صورت پر محمول ہے جب تعویذ کپڑے یا چمڑے میں سلا ہوا نہ ہو یا کسی دھات کی ڈبیا میں بند نہ ہو۔

قرآن مجید سے جسمانی شفا کے حصول کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تو میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ دم فرماتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۴۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۱۹۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۹۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۵۴۴، موطا امام مالک رقم الحدیث:۱۷۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۱۹۲، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۱۵۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب سفر میں تھے، ان کا عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کے پاس سے گزر ہوا، صحابہ نے ان سے مہمانی طلب کی، انہوں نے صحابہ کو مہمان نہیں بنایا۔ اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنک مارا ہوا تھا، انہوں نے اس کے لیے تمام جتن کیے لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، پھر ان میں سے کسی نے کہا یہ جماعت جو یہاں ٹھہری ہوئی ہے ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی چیز ہو، وہ ان کے پاس گئے اور کہا اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈنک مار دیا ہے اور ہم ہر قسم کی کوشش کر چکے ہیں اس کو کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے۔ بعض صحابہ نے کہا ہاں! اللہ کی قسم میں دم کرتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تھی، تم نے ہماری مہمانی نہیں کی، اب میں تم پر بالکل دم نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مجھے کوئی انعام نہ دو۔ انہوں نے بکریوں کی ایک معین تعداد (سنن ابن ماجہ میں ہے تیس بکریاں) پر صلح کر لی، پھر وہ گئے اور الحمد للہ رب العالمین (مسلم میں ہے سورہ فاتحہ) پڑھ کر اس پر دم کیا، وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا، گویا اس کو کوئی بیماری نہیں تھی۔ سردار نے کہا ان سے جس انعام کا وعدہ کیا ہے وہ ان کو پورا پورا دو۔ بعض صحابہ نے کہا اس انعام کو پورا پورا تقسیم کر لو، بعض نے کہا نہیں یہ دم کی اجرت ہے اس کو اس وقت تک تقسیم نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں اور ہم آپ کے سامنے یہ تمام ماجرا بیان کریں پھر دیکھیں کہ آپ اس میں کیا حکم فرماتے ہیں۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ سے اس کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا یہ (زمانہ جاہلیت کا) دم ہے، پھر آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا اس کو تقسیم کر لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۲۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۲۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۹۰۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۱۵۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۰۸۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۴۔۵۳، کراچی، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۱۱۲، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۶۴۔۶۳)

یہ حدیث صحیح ہے جس سے معلوم ہوا کہ دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ انہوں نے اس کو خمر (شراب) پینے کا مشورہ دیا، پھر کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفا نہیں رکھی، شفا صرف دو چیزوں میں ہے: قرآن میں اور شہد میں۔ ان میں دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور لوگوں کے لیے شفا ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث:۸۹۱۰)

امام ابن المنذر اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے سینہ میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا: قرآن پڑھو' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شفاء لما فی الصدور۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۲۵۸۰)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں دل کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور شہد میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۰۴۱۸)

امام بیہقی نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ مریض کے پاس جب قرآن پڑھا جائے تو وہ آرام محسوس کرتا ہے' حضرت خیثمہ جب بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس گیا' میں نے کہا آج آپ تندرست لگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آج میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا تھا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۲۵۷۹' الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعوذ کے کلمات پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔ مجاہد نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر ان کو دھولیا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلا دیا جائے' اسی کی مثل ابوقلابہ سے مروی ہے اور نخعی اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ قرار دیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت کو وضع حمل میں مشکل پیش آ رہی تھی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کچھ آیتیں اور کچھ کلمات طیبات لکھ کر انہیں دھو کر اس کا غسالہ (دھوون) اس عورت کو پلایا جائے۔ ایوب نے کہا میں نے ابوقلابہ کو دیکھا انہوں نے قرآن مجید کی کچھ آیتیں لکھیں پھر ان کو پانی سے دھویا اور اس شخص کو پلا دیا جس کو جنون تھا۔ (شرح السنہ ج ۱۲ ص ۱۶۶' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۳ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو اس پر بچھو نے ڈنک مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی سے اس بچھو کو مار دیا' پھر آپ نے واپس مڑتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت فرمائے یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو' نبی کو نہ غیر نبی کو مگر اس کو ڈنک مار دیتا ہے' پھر آپ نے پانی اور نمک منگا کر اس کو ایک برتن میں ڈالا پھر جس انگلی پر بچھو نے ڈنک مارا تھا اس کو پانی میں ڈبویا اور اس پر پانی لگایا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۲۳۵۴۲' بیروت' شعب الایمان رقم الحدیث:۲۵۷۵)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا قرآن ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۵۰۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

یہ بات معلوم ہے کہ بعض کلام کے خواص ہوتے ہیں اور اس کی تاثیرات ہوتی ہیں تو تمہارا رب العالمین کے کلام کے متعلق کیا گمان ہے جس کی ہر کلام پر فضیلت اس طرح ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے' اس کا کلام مکمل شفاء ہے'

Marfat.com

عصمت، نافعہ، نور، ہادی اور رحمت عامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (بنواسرائیل: ۸۲) ہم قرآن مجید کی ان آیات کو نازل فرماتے ہیں جو مومنین کے لیے شفاء اور رحمت ہیں۔

اور قرآن مجید کی تمام آیات شفا ہیں اور سورہ فاتحہ کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جس کی مثل قرآن میں ہے نہ تورات میں نہ انجیل میں اور نہ زبور میں۔ ایک مرتبہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا، مجھے دوا اور طبیب میسر نہ آسکے، تو میں سورہ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا تھا، میں ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا اور اس پر کئی بار سورہ فاتحہ پڑھتا، پھر ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا، میں نے کئی بار یہ عمل کیا حتیٰ کہ میرے تمام درد اور تکلیفیں دور ہو گئیں اور مجھے مکمل فائدہ ہو گیا۔

(زاد المعاد ج ۴ ص ۱۴۱-۱۴۰، ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

کلمات طیبہ سے دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

الشفاء بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم اس کو پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۱۶۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم صرف نظر بد یا سانپ یا بچھو کے ڈسنے میں (زیادہ موثر) ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۷)

سہیل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم صرف بیمار شخص یا سانپ یا بچھو کے ڈسے ہوئے میں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۸ مختصراً)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۱۵، المستدرک ج ۴ ص ۴۱۸-۴۱۷، ج ۴ ص ۲۱۷-۲۱۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۵۰)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اس قسم کی جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی ممانعت ہے جس میں کلمات شرک ہوں یا اس میں سرکش شیاطین کا ذکر ہو یا اس میں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے کلمات ہوں، یا ان کلمات کا کچھ پتا نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ اس میں جادو کے کلمات ہوں یا کفریہ کلمات ہوں، لیکن جس میں قرآن مجید کے کلمات ہوں یا اس میں اللہ عزوجل کا ذکر ہو تو ان کلمات کے ساتھ دم کرنا جائز اور مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۲) اور جن صحابہ نے بکریوں کے عوض سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، ان سے آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ (زمانہ جاہلیت کا) دم ہے، اس کو تقسیم کرو، اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو اور فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۷، ۲۲۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۱) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین پر یہ کلمات پڑھ کر دم کرتے تھے: اعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱) "میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔" اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل نے یہ پڑھ کر آپ پر دم کیا:

Marfat.com

بسم اللہ ارقیک من کل شیٔ یؤذیک من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیک' بسم اللہ ارقیک۔ اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں' اللہ آپ کو شفا دے ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذا دے اور ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد نظر سے' اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۵' ۲۱۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۳' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۴۳) اور عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے' یارسول اللہ! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے دم کے کلمات مجھے پڑھ کر سناؤ' اس وقت تک دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ ان میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

(شرح السنہ ج ۱۲ص ۱۶۰-۱۵۹' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۳ھ)

دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق حضرت ابن مسعود کا ارشاد اور امام بغوی سے اس کی توجیہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دم کرنا تمائم (تعویذ لٹکانا) اور تِوَلہ (بیوی سے خاوند کی محبت کا جادو) شرک ہیں' حضرت عبداللہ کی بیوی نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں' خدا کی قسم! میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ میری آنکھ پر دم کرتا تھا اور جب وہ مجھ پر دم کرتا تھا تو مجھے آرام آجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا یہ شیطان کا عمل تھا' وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ میں چبھوتا تھا اور جب وہ یہودی دم کرتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ کو ہٹا لیتا تھا' تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم اس طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الاشفاء ک لایغادر سقما۔ اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے' شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے' تیرے سوا کسی کی شفا نہیں ہے جو بیماری کو باقی رہنے نہیں دیتی۔

تعویذ اور دم کی ممانعت کے متعلق ابن حکیم اور حضرت عقبہ بن عامر کا ارشاد اور امام بیہقی' امام ابن الاثیر اور دیگر علماء سلف کی توجیہ

عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن حکیم ابو معبد الجہنی کی عیادت کرنے کے لیے گیا ان پر ورم تھا۔ ہم نے کہا آپ کوئی چیز کیوں نہیں لٹکاتے؟ (ایک روایت میں ہے آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکاتے' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۵۵۶) انہوں نے کہا موت اس سے زیادہ قریب ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

امام ترمذی نے کہا عبداللہ بن حکیم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت نہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا' اور اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر سے بھی روایت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۲' مسند احمد ج ۴ص ۳۱۰' المستدرک ج ۴ص ۲۱۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ص ۳۵۱' شرح السنہ ج ۱۲ص ۱۶۰)

امام ترمذی نے حضرت عقبہ بن عامر کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے تمیمہ (تعویذ) کو لٹکایا' اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے اور جس شخص نے کوڑی (سیپی) کو لٹکایا اللہ اس کی

Marfat.com

حفاظت نہ کرے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۷۵۹، ۱۷۶۱، المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۹۷، ج ۴ ص ۴۱۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۰۳)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اس قسم کی احادیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس قسم کی احادیث میں ان تمائم (تعویذات) کو شرک فرمایا، جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۵۰، مطبوعہ ملتان) نیز امام بیہقی فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے کہ دم، تولہ، اور تمائم شرک ہیں، اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دم اور تعویذ وغیرہ شرک ہیں جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے معنی غیر معلوم ہوں۔

(سنن صغیر ج ۲ ص ۴۲۳، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

تمائم (تعویذات) کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ تمائم کے متعلق مکمل دوا اور شفا کا اعتقاد رکھتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ تمائم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کو ٹال دیتے ہیں اور وہ اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنا چاہتے تھے۔ (النہایہ ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

تعویذ اور کوڑی لٹکانے پر آپ نے شرک کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے لٹکانے کا جو طریقہ معروف اور مروج تھا وہ شرک کو متضمن تھا کیونکہ ان کے متعلق ان کا اعتقاد شرک کی طرف لے جاتا تھا، میں کہتا ہوں کہ شرک سے مراد یہ اعتقاد ہے کہ یہ تعویذات قوی سبب ہیں اور ان کی اصل تاثیر ہے اور یہ توکل کے منافی ہے۔

(شرح الطیبی ج ۸ ص ۳۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۳ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الایمان مدینہ منورہ، ۱۴۱۵ھ)

تعویذ لٹکانے کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت اور اس کے حوالہ جات

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

علی بن حجر، اسماعیل بن عیاش، از محمد بن اسحاق از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود سے روایت ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے: اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیطان وان یحضرون، تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، حضرت عبد اللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو اس دعا کی تلقین کرتے تھے اور جو نابالغ بچے تھے ان کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ دعا لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۸۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، طبع قدیم، مسند احمد رقم

Marfat.com

الحدیث:۶۶۹۶، طبع دارالحدیث قاہرہ، اس کے حاشیہ میں شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۸، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس پر جرح نہیں کی، بلکہ حافظ ذہبی نے خود اس حدیث سے استدلال کیا ہے، الطب النبوی ص ۲۸۱، کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث: ۹۹۳، شیخ البانی نے اس حدیث کو اپنی صحیح ترمذی میں درج کیا ہے، رقم الحدیث: ۲۷۹۳، مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۱۶، مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۴۷۷، المصنف لابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۴۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۳۸۴، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۵۶-۴۵۵، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۰۷ھ، حافظ منذری نے اس حدیث کو امام نسائی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے، عمل الیوم واللیلہ رقم الحدیث: ۷۶۵، مختصر سنن ابوداؤد للمنذری رقم الحدیث: ۳۷۴۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کے صحیح اور حسن نہ ہونے اور مدرج ہونے کے جوابات

کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے ”تعویذ گنڈا شرک ہے“ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے، اور انہوں نے گلے میں تعویذ لٹکانے کو شرک کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مذکور الصدر حدیث کے اوپر انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے: ”تعویذ کے بیوپاریوں کو اکلوتا سہارا“ پھر انہوں نے اس حدیث کو رد کرنے کے لیے پانچ علتیں ذکر کی ہیں، ہم نمبروار ان پانچوں علتوں کا ذکر کر کے ان پر مفصل بحث کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق۔

کیپٹن عثمانی لکھتے ہیں:

اس ایک روایت کے اندر متعدد علتیں ہیں: (۱) یہ پورے سرمایہ روایت میں اپنے طرز کی ایک منفرد روایت ہے اور صحیح ہونا تو دور رہا یہ حسن روایت بھی نہیں ہے۔ امام ترمذی جو تصحیح روایات کے بارے میں بہت ہی فراخ دل واقع ہوئے ہیں اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے بلکہ حسن غریب کہتے ہیں۔ (تعویذ گنڈا شرک ہے ص ۵، مطبوعہ کراچی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اس کے باوجود کیپٹن مسعود کا یہ کہنا کہ امام ترمذی اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے بہت عجیب ہے۔ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ غریب ہونا اس حدیث کے حسن ہونے کے منافی ہے تو اس کی وجہ اصطلاح محدثین سے ناواقفیت ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ وہ متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہو، پھر وہ اپنی بعض احادیث کے متعلق یہ کیسے کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے ذریعہ پہچانتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً حدیث حسن کے لیے یہ شرط نہیں بیان کی، بلکہ یہ حدیث حسن کی ایک خاص قسم کی شرط ہے اور یہ وہ قسم ہے جس حدیث کے متعلق وہ اپنی کتاب میں صرف حسن لکھتے ہیں اور اس کے ساتھ صحیح یا غریب کی صفت نہیں لاتے، کیونکہ وہ بعض حدیث کے متعلق صرف حسن لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صرف صحیح لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صرف غریب لکھتے ہیں، اور بعض کے متعلق حسن صحیح لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق حسن غریب لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صحیح غریب لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق حسن صحیح غریب لکھتے ہیں اور انہوں نے جو متعدد اسانید کی شرط عائد کی ہے وہ اس حدیث کے متعلق ہے جس کو وہ صرف حسن لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں خود اس کی تصریح کی ہے، اور جس حدیث کے متعلق وہ حسن غریب کہتے ہیں اس میں انہوں نے جمہور کی تعریف سے عدول نہیں کیا۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ۳۸-۳۶، مطبوعہ قرآن محل کراچی)

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے اگرچہ ایک سند سے مروی ہے۔
نیز یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک بھی حسن ہے کیونکہ جس حدیث پر وہ کوئی حکم نہ لگائیں وہ ان کے نزدیک حسن اور عمل کی صلاحیت رکھتی ہے۔ امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشرزوری متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:
امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے میں نے اپنی اس کتاب میں جس حدیث کو درج کیا اس حدیث میں جو شدید ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے اور جس حدیث کے متعلق میں نے کوئی چیز ذکر نہیں کی' وہ صالح ہے اور بعض ایسی احادیث بعض دوسری احادیث سے زیادہ صحیح ہیں۔

(علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۳' مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ' المدینۃ المنورۃ' ۱۳۸۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ امام ابوداؤد کی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:
امام ابوداؤد کی اس تحریر کی بناء پر ہم نے امام ابوداؤد کی سنن میں جس حدیث کو مطلقاً پایا اور معتمدین میں کسی ایک نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا نہ ضعیف کہا تو وہ امام ابوداؤد کے نزدیک حسن ہے۔

(تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۷' مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ' المدینۃ المنورۃ' ۱۳۹۲ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام ابوداؤد کی ایسی حدیث استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور معتمدین میں سے کسی کی تصریح کے بغیر اس حدیث کو صحیح نہیں کہا جائے گا اس لیے اس حدیث کو حسن کہنے میں زیادہ احتیاط ہے اور اس سے بھی زیادہ احتیاط اس کو صالح کہنے میں ہے۔

(تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۷' مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ' المدینۃ المنورۃ' ۱۳۹۲ھ)

واضح رہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر کسی قسم کے ضعف کا حکم نہیں لگایا' پس مذکور الصدر تصریحات کے مطابق یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک بھی حسن ہے۔
کیپٹن مسعود نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: "اس حدیث کا صحیح ہونا تو درکنار رہا" گزارش یہ ہے کہ اس سند کے ساتھ امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور شیخ احمد شاکر جو متاخرین میں کافی شہرت رکھتے ہیں انہوں نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے' حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ خود اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور شیخ البانی جو مخالفین کے نزدیک مسلم ہیں انہوں نے بھی امام ترمذی کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ان سب کے حوالے ہم نے شروع میں ذکر کر دیئے ہیں۔
کیپٹن مسعود نے اس حدیث کی دوسری علت یہ بیان کی ہے:
(۲) دوسری علت اس روایت میں یہ ہے کہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق یہ جملہ کہ وہ اس دعا کو نابالغ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ راوی کی طرف سے ایک "مدرج" جملہ ہے۔

(تعویذ گنڈا شرک ہے ص ۵' مطبوعہ کراچی)

کیپٹن مسعود صاحب نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ جملہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راوی کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث مدرج ہے اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی اور بلا دلیل حدیث کے کسی جملہ کو راوی کا کلام قرار دینا غیر مسموع اور غیر مقبول ہے۔ اگر وہ اس سلسلہ میں ناقدین اور ناقلین حدیث میں سے کسی کی شہادت پیش کرتے تو اس کی طرف التفات کیا جاتا محض ان کی ذہنی اختراع تو لائق جواب نہیں ہے۔

Marfat.com

تعویذ کے جواز کی روایت کا ایک حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب

کیپٹن مسعود صاحب نے اس حدیث کی تیسری علت یہ بیان کی ہے:

(۳) تیسری علت: عبداللہ بن عمرو بن العاص جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے کمسن بچوں کے گلے میں دعا کا تعویذ لٹکاتے تھے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعویذ لٹکانے کی برائی میں صحیح حدیث روایت کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک صحابی کسی چیز کی برائی کی حدیث بھی روایت کرے اور دوسری طرف اس چیز میں مبتلا بھی ہو- روایت یوں ہے: (رواہ ابوداؤد ص ۵۴۰ و مشکوٰۃ ص ۳۸۹) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص (علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے نہیں بلکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے اور اسی طرح ابوداؤد کے نسخوں میں ہے- مشکوٰۃ میں غلطی سے عبداللہ بن عمر چھپ گیا ہے) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں کہیں یہ تین باتیں کروں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب مجھے حق و ناحق کی کوئی پرواہ نہیں ہے- وہ تین باتیں یہ ہیں: (۱) تریاق استعمال کروں (اس میں شراب اور سانپوں کا گوشت ہوتا ہے)' (۲) تعویذ لٹکاؤں' (۳) شاعری کروں-

(تعویذ گنڈا شرک ہے ص ٦-۵' مطبوعہ کراچی)

اس اعتراض کے جواب میں اولاً گزارش یہ ہے کہ جس حدیث پر امام ابوداؤد سکوت فرمائیں وہ اس وقت حسن ہوتی ہے جب معتمدین میں سے کسی نے اس کو ضعیف نہ قرار دیا ہو اور اس حدیث کو حافظ منذری اور امام بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ معتمدین میں سے ہیں' چنانچہ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ٦۵٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن رافع التنوخی ہے جو افریقیا کا قاضی تھا امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں بعض مناکیر ہیں- (مختصر سنن ابوداؤد ج ۵ ص ۳۵۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت)

ثانیاً اس حدیث کی شرح میں ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تمیمہ (کوڑیاں یا تعویذ) لٹکانے کی ممانعت ہے' قرآن مجید سے تبرک حاصل کرنے یا شفا طلب کرنے کے لیے جو تعویذ لٹکائے جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں' کیونکہ وہ اللہ سبحانہ کا کلام ہے اور اس سے استعاذہ کرنا (پناہ طلب کرنا) اللہ سے استعاذہ کرنے کے قائم مقام ہے اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ تعویذ مکروہ ہیں جو غیر عربی میں ہوں اور ان کا معنی معلوم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جادو ہو یا اس میں اور کوئی چیز ممنوع ہو-

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۵ ص ۳۵۴' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو تمیمہ سے ممانعت کی گئی ہے اس سے مراد زمانہ جاہلیت کا تمیمہ ہے' کیونکہ تمیمہ (تعویذ) کی جو قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات کے ساتھ مختص ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے' بلکہ وہ تعویذ مستحب ہے اور اس میں برکت کی امید ہے اور اس کی اصل سنت سے معروف ہے-

(مرقات ج ۸ ص ۳٦۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

روایت حدیث میں امام محمد بن اسحاق کا مقام

کیپٹن مسعود صاحب نے اس حدیث کی چوتھی علت یہ بیان کی ہے:

(۴) چوتھی علت اس روایت میں یہ ہے کہ اس کے دو راوی محمد بن اسحٰق اور عمرو بن شعیب ایسے راوی ہیں جن پر ائمہ

Marfat.com

حدیث نے شدید جرح کی ہے۔ محمد بن اسحٰق بن یسار۔ امام مالک فرماتے ہیں "دجال من الدجاجلة" دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ (تہذیب جلد ۹ ص ۴۱، میزان جلد ۳ ص ۲۱) سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ یحییٰ قطان کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۱) وہیب بن خالد اس کو کاذب کہتے ہیں۔ (تہذیب ج ۹ ص ۴۵) جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جب لوگ محمد بن اسحاق سے حدیث کی سماعت کریں گے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۰۶) اب ذرا ایسے کاذب راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کا نظریہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ واذا قالوا متروک الحدیث او واهیا او کذاب فھو ساقط لا یکتب حدیثہ (تقریب النواوی ص ۲۳۳) جب محدثین کسی راوی کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ متروک ہے یا واہی ہے یا کذاب ہے تو وہ راوی ساقط الاعتبار ہوتا ہے، اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ (تقریب النواوی ص ۲۳۳)

اس جرح کے جواب میں گزارش ہے کہ پہلے ہم امام محمد بن اسحاق کا ترجمہ (تعارف) پیش کریں گے اور روایت حدیث میں ماہرین اور ناقدین کے نزدیک جو ان کا مقام ہے وہ بیان کریں گے اور اس کے بعد کیپٹن مسعود کی نقل کردہ جرح کا جواب ذکر کریں گے۔

امام محمد بن اسحٰق بن یسار کے متعلق حافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

محمد بن اسحٰق نے صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور تابعین میں سے سالم بن عبداللہ بن عمر اور سعید بن المسیب کی زیارت کی، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے تعلیقاً روایت کی ہے اور امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان سے اصالتاً روایت کی ہے۔

زہری کہتے تھے کہ جب تک مدینہ میں محمد بن اسحٰق موجود ہیں ان کے علم کا خزانہ قائم رہے گا۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ جو شخص مغازی میں تبحر حاصل کرنے کا ارادہ کرے گا وہ محمد بن اسحٰق کا پروردہ ہوگا۔ ابومعاویہ کہتے تھے کہ محمد بن اسحٰق کا حافظہ لوگوں میں سب سے زیادہ ہے۔ امام بخاری نے کہا علی بن عبداللہ، محمد بن اسحٰق کی احادیث سے استدلال کرتے تھے اور ابن عیینہ نے کہا میں نے کسی شخص کو محمد بن اسحٰق پر تہمت لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ابوزرعہ دمشقی نے کہا کہ محمد بن اسحٰق وہ شخص تھے کہ بڑے بڑے علماء ان سے علم حاصل کرنے کے لیے جمع ہوتے تھے، ان میں سفیان، شعبہ، ابن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن المبارک، ابراہیم بن سعد تھے اور اکابر محدثین ان سے روایت کرتے تھے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق پر قدری ہونے کی تہمت لگائی جاتی تھی حالانکہ وہ قدریہ کے عقائد سے بہت دور تھے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی سے سوال کیا، کیا آپ کے نزدیک محمد بن اسحٰق کی حدیث صحیح ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میرے نزدیک محمد بن اسحٰق کی حدیث صحیح ہے۔ میں نے کہا پھر امام مالک نے جو ان پر اعتراض کیا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ انہوں نے کہا امام مالک ان کے پاس بیٹھے نہ انہوں نے ان کو پہچانا۔ میں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے ان پر اعتراض کیا ہے (کہ محمد بن اسحٰق ہشام کی بیوی سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کو نہیں دیکھا) علی بن مدینی نے کہا کہ ہشام حجت نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ محمد بن اسحٰق نے بچپن میں ان کی بیوی سے حدیث کا سماع کیا ہو۔ ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن اسحٰق میں سے کون پسندیدہ ہے؟ انہوں نے کہا محمد بن اسحٰق۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ علی بن مدینی نے کہا کہ محمد بن اسحٰق صالح وسط ہیں۔ یعقوب بن شیبہ السدوسی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کیا آپ کو محمد بن اسحٰق کے صدق کے متعلق کوئی تردد ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، وہ صدوق (بہت زیادہ سچے) ہیں۔ عجلی نے

Marfat.com

کہا وہ ثقہ ہیں۔ شعبہ کہتے تھے کہ محمد بن اسحٰق حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ محمد بن سعد نے کہا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں۔ بعض لوگوں نے ان پر اعتراض کیا ہے' ایک اور مقام پر کہا جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کو جمع کیا وہ محمد بن اسحٰق ہیں (واضح رہے کہ سیرت اور مغازی کی تمام روایات کی اصل محمد بن اسحٰق ہیں) ابو احمد بن عدی نے کہا کہ محمد بن اسحٰق کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ انہوں نے سلاطین کو فضول کتابوں کے مطالعہ سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کی طرف متوجہ کر دیا اور بعد کے تمام سیرت نگاروں نے ان ہی سے استفادہ کیا ہے۔ احمد بن خالد نے کہا کہ ۱۵۱ ہجری میں محمد بن اسحٰق کی وفات ہوئی۔

(تہذیب الکمال رقم: ۵۶۴۴' ج ۱۶ ص ۸۳-۷۰' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' تہذیب التہذیب رقم: ۵۹۶۰' ج ۹ ص ۳۸-۳۳' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن اسحٰق کو کاذب کہنے کا جواب

امام محمد بن اسحٰق کو جس وجہ سے کذاب اور مدلس کہا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ لکھتے ہیں:

سلیمان بن داؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے یحیٰی بن سعید القطان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے۔ میں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ مجھ سے وہیب بن خالد نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ انہوں نے کہا میں نے وہیب سے پوچھا' آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا مجھ سے مالک بن انس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا مجھ سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ میں نے ہشام سے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا وہ میری بیوی فاطمہ بنت المنذر سے ایک حدیث روایت کرتا ہے' حالانکہ وہ نو سال کی عمر میں میرے پاس رخصتی کے بعد آئی تھی' اور اس کو تاحیات کسی مرد نے نہیں دیکھا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۲۱۱۷' الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۲۵' المنتظم ج ۵ ص ۲۰۹' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۷۵' تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۴' میزان الاعتدال ج ۶ ص ۵۸-۵۷' کتاب الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۹۳-۱۹۲)

ان ہی کتابوں میں اس اعتراض کا جواب بھی مذکور ہے' امام ابن عدی لکھتے ہیں:

امام احمد نے فرمایا: امام محمد بن اسحٰق کے لیے یہ ممکن تھا کہ جس وقت ہشام کی بیوی فاطمہ مسجد میں جا رہی ہو' اس وقت انہوں نے اس سے اس حدیث کو سن لیا ہو یا کسی وقت وہ گھر سے جا رہی ہو تو ان سے سن لیا ہو۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۲۱۳۰) علامہ ذہبی نے کہا کہ امام احمد نے فرمایا ممکن ہے کہ محمد بن اسحٰق نے ان سے مسجد میں یہ حدیث سنی ہو' یا انہوں نے بچپن میں ان سے یہ حدیث سنی ہو یا انہوں نے پردہ کی اوٹ سے یہ حدیث بیان کی ہو' اور اس میں کیا چیز مانع ہے حالانکہ وہ بوڑھی اور عمر رسیدہ ہو چکی تھیں۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص ۵۸) علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ امام محمد بن اسحٰق ہشام کی بیوی کے پاس گئے ہوں اور ہشام کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو۔ (المنتظم ج ۵ ص ۲۰۹) حافظ مزی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد کے سامنے ابن اسحٰق کی ایک حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا ہشام نے اس کا انکار نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ محمد بن اسحٰق ہشام کی بیوی سے اجازت لے کر گئے ہوں اور انہوں نے اجازت دے دی ہو اور ہشام کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ (تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۷۵' ایضاً تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵) نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحٰق کو سلیمان التیمی' یحیٰی قطان اور وہیب بن خالد نے کاذب کہا ہے' رہے وہیب اور قطان تو انہوں نے اس تکذیب میں ہشام بن

Marfat.com

عروہ اور مالک کی تقلید کی ہے اور رہے سلیمان التیمی تو مجھے نہیں معلوم انہوں نے کسی وجہ سے محمد بن اسحٰق پر اعتراض کیا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ روایت حدیث کے علاوہ اس کا کوئی اور سبب ہے، کیونکہ سلیمان جرح اور تعدیل کے اہل نہیں ہیں، امام ابن حبان نے محمد بن اسحٰق کا ثقات میں ذکر کیا ہے، ہشام اور مالک نے ان پر جرح کی ہے، رہے ہشام تو ان کا قول لائق جرح نہیں ہے، کیونکہ تابعین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھے بغیر ان سے حدیث روایت کرتے تھے، اسی طرح محمد بن اسحٰق نے فاطمہ کو دیکھے بغیر ان سے حدیث روایت کی اور ان کے درمیان پردہ لٹکا ہوا تھا اور رہے مالک تو انہوں نے ایک مرتبہ یہ کہا اور پھر وہ ان کی طرف پلٹ گئے۔ وہ روایت حدیث کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں کی جو اولاد مسلمان ہو گئی تھی اور ان کو غزوۂ خیبر وغیرہ کے واقعات یاد تھے، محمد بن اسحٰق ان کو بھی تلاش کرتے تھے ہرچند کہ ان سے وہ استدلال نہیں کرتے تھے اور امام مالک کے نزدیک ان ہی سے روایت حدیث جائز تھی جو بہت ثقہ ہوں، اور جب امام ابن المبارک سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے تین مرتبہ کہا وہ بہت سچے ہیں اور امام ابن حبان نے کہا مدینہ میں محمد بن اسحٰق کے پائے کا کوئی عالم نہیں تھا اور نہ روایات کو جمع کرنے میں کوئی شخص ان کی نکر کا تھا (الیٰ قولہ) امام ذہبی نے ہشام کی تکذیب کارد کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ہشام کا یہ کہنا بدا ہتاً غلط ہے کہ فاطمہ نو سال کی عمر میں اس کے نکاح میں آئی کیونکہ فاطمہ، ہشام سے تیرہ سال بڑی تھی، اور امام ابن اسحٰق نے فاطمہ سے اس وقت حدیث کی روایت کی ہے جب ان کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی اور فاطمہ سے امام محمد بن اسحٰق کے علاوہ دوسروں نے بھی حدیث روایت کی ہے، ان میں سے محمد بن سوقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۸-۳۷)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ پر جرح کا جواب

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کے ایک اور راوی پر جرح کرتے ہوئے کیپٹن مسعود لکھتے ہیں:

دوسرے راوی عمرو بن شعیب جو محمد بن اسحٰق کے استاد ہیں ان کا معاملہ بھی اپنے شاگرد سے مختلف نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ لیس بحجۃ عمرو بن شعیب کی روایت اپنے باپ سے اور ان کی اپنے دادا سے حجت نہیں ہے اور اس روایت میں ایسا ہی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آدھی حجت بھی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب ہمارے نزدیک واہی ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی روایت حجت نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۰-۴۹) ابو زرعہ کہتے ہیں کہ عمرو نے اپنے باپ سے صرف چند روایتیں سنی ہیں لیکن وہ باپ اور دادا سے منسوب کر کے تمام غیر مسموع روایتیں بے تحاشا بیان کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۸۹) ابن حجر کہتے ہیں کہ انہوں نے عن ابیہ عن جدہ کے طریقہ سے کچھ بھی نہیں سنا وہ کتاب سے نقل کر کے محض تدلیس سے کام لیتے ہیں۔

(طبقات المدلسین ص ۱۱)

یہ درست ہے کہ بعض لوگوں نے عمرو بن شعیب پر جرح کی ہے، لیکن ماہرین حدیث نے عمرو بن شعیب کی تعدیل کی ہے۔

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشی، ان سے امام بخاری نے قراءت خلف الامام میں احادیث روایت کی ہیں، اور امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے کہا امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، اسحٰق بن راہویہ، ابو عبید اور ہمارے عام اصحاب کو میں نے عمرو بن شعیب عن

Marfat.com

ابیہ عن جدہ سے احادیث روایت کرتے ہوئے دیکھا ہے اور مسلمانوں میں سے کسی شخص نے بھی ان سے روایت حدیث کو ترک نہیں کیا۔ امام بخاری نے فرمایا ان کے بعد اور کون رہ جاتا ہے؟ اسحٰق بن منصور نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا کہ ان کی احادیث لکھی جاتی ہیں، عبدالرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک کون بہتر ہے، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ یا ابو بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ؟ تو انہوں نے کہا میرے نزدیک عمرو زیادہ بہتر ہیں، احمد بن عبداللہ العجلی اور امام نسائی نے کہا وہ ثقہ ہیں، امام اوزاعی نے کہا میں نے عمرو بن شعیب سے افضل اور کامل کوئی شخص نہیں دیکھا، امام دار قطنی نے کہا میں نے ابو بکر النقاش سے یہ سنا ہے کہ عمرو بن شعیب تابعین میں سے نہیں ہیں، اور وہ بیس تابعین سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام دار قطنی نے کہا جب میں نے تحقیق کی تو ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ (حافظ مزی کہتے ہیں کہ:) امام دار قطنی کا بھی یہ گمان ہے کہ عمرو بن شعیب تابعی نہیں ہیں، لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ اور الربیع بنت معوذ بن عفراء سے حدیث کا سماع کیا ہے اور وہ صحابیہ ہیں۔ ان کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی تھی۔

(تہذیب الکمال رقم: ۴۹۶۹، ج ۱۴ ص ۲۴۹ - ۲۴۴، ملخصاً و ملتقطاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین بن احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن شاہین نے کہا عمرو بن شعیب ثقات میں سے ہیں۔ احمد بن صالح نے کہا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند ثابت ہے۔ یعقوب بن ابی شیبہ نے کہا ہمارے اصحاب میں سے کوئی شخص عمرو بن شعیب کی احادیث پر تنقید نہیں کرتا، ان کے نزدیک عمرو بن شعیب ثقہ ہیں اور ان کی احادیث ثابت ہیں، اور عمرو بن شعیب کی جن احادیث کا لوگوں نے انکار کیا ہے اس کی وجہ ان کی احادیث کی اسانید میں بعد کے ضعیف راوی ہیں اور جن ثقہ راویوں نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے وہ احادیث صحیح ہیں۔ علی بن مدینی نے کہا شعیب کے والد نے ان کے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع کیا ہے اور علی بن مدینی نے کہا ہمارے نزدیک عمرو بن شعیب ثقہ ہیں اور ان کی کتاب صحیح ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ عمرو بن شعیب کے متعلق اپنی رائے لکھتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں یعنی بہت زیادہ سچے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۷۴۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے عمرو بن شعیب کی تعدیل کے متعلق بہت اقوال لکھے ہیں، ہم ان میں سے چند نقل کر رہے ہیں۔

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے عمرو بن شعیب کے متعلق سوال کیا تو وہ بہت ناراض ہوئے اور کہا میں ان کے خلاف کچھ کہہ سکتا ہوں جن سے ائمہ نے حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے امام بخاری کی تاریخ کبیر (ج ۶ ص ۳۴۲) سے یہ نقل کیا ہے کہ امام احمد، علی بن مدینی، اسحٰق، اور حمیدی، میں نے ان سب کو عمرو بن شعیب سے احادیث روایت کرتے ہوئے دیکھا، پھر ان کے بعد کے لوگوں کی کیا حیثیت ہے۔ امام ابو زرعہ نے کہا ان کی روایات میں وہ احادیث منکر ہیں جو مثنیٰ بن الصباح اور ابن لہیعہ سے مروی ہیں اور وہ فی نفسہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم بن حبان نے کہا کہ عمرو بن شعیب کے متعلق صحیح یہ ہے کہ ان کو تاریخ ثقات کی طرف راجع کیا جائے، کیونکہ ان کی عدالت (نیکی اور پرہیزگاری) کا بیان ہو چکا ہے، اور ان کی احادیث میں جو منکر روایات ہیں تو ان میں جو روایات عن ابیہ عن جدہ ہیں ان کا حکم ثقات کا ہے، جب وہ مقاطیع اور مراسیل روایات کریں تو ان کی احادیث میں سے مقطوع اور مرسل کو چھوڑ دیا جائے اور حدیث صحیح سے استدلال کیا جائے، (حافظ ذہبی

Marfat.com

فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ عمرو بن شعیب کی اپنے باپ اور دادا سے جو روایات ہیں ان میں کوئی روایت مرسل ہے نہ منقطع، رہا یہ کہ وہ بعض احادیث کتاب سے بیان کرتے ہیں اور بعض سن کر تو یہ محل نظر ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کی احادیث، حدیث صحیح کی اعلیٰ اقسام میں سے ہیں بلکہ ان کی حدیث حسن کے قبیل سے ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۵ ص ۳۲۳۔۳۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن شعیب کی اس روایت سے استدلال کرنے والے علماء

عمرو بن شعیب کی اس روایت سے حسب ذیل علماء نے استدلال کیا ہے:

حافظ ابن قیم جوزی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس بیماری (خواب میں ڈرنے) کے لیے اس تعویذ کے علاج کی مناسبت مخفی نہیں ہے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۱۶۸۔۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۷۸، بیروت، ج ۱ ص ۷۵، مصر)

حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اس حدیث سے تعویذ لٹکانے پر استدلال کیا ہے۔

(الطب النبوی ص ۲۸۱، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، شیخ شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور نواب بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اس حدیث سے شیطان سے پناہ مانگنے پر استدلال کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۶۷۷۔۶۷۶، مطبوعہ دار الوفا بیروت، ۱۴۱۸ھ، فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۸، المکتبۃ العصریہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ان کے علاوہ اور بھی مفسرین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جن کو ہم نے اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا۔

محدثین میں سے ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں ان کو لٹکانے کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۲۳۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں مذکور کلمات کو ایک کاغذ پر لکھ کر گردن میں لٹکالیا جائے، اس حدیث سے گردن میں تعویذات لٹکانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ سیپیوں اور اس کی مثل چیزوں کا لٹکانا حرام یا مکروہ ہے، لیکن اگر تعویذات میں قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۰، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ عبد الحق دہلوی نے لمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بچوں کے گلوں میں تعویذات لٹکانے کی دلیل ہے، لیکن رسوم جاہلیت کے مطابق حرز اور کوڑیوں کو لٹکانا بالاتفاق حرام ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۷۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ان تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ از محمد بن اسحق از عمرو بن شعیب از والد از جد یہ روایت صحیح یا حسن ہے اور اس سے اہل علم نے استدلال کیا ہے تاہم اس سند سے اس روایت کو پھر بھی کوئی تسلیم نہ کرے تو ہم اس روایت کو ایک اور سند سے

Marfat.com

پیش کر رہے ہیں، جس میں امام محمد بن اسحاق نہیں ہیں۔

امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

احمد بن خالد از محمد بن اسمٰعیل از عمرو بن شعیب از والد از جد خود وہ کہتے ہیں کہ ولید بن ولید ایسے شخص تھے جو خواب میں ڈر جاتے تھے، تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سونے لگو تو یہ پڑھو: بسم اللہ اعوذ بکلمات اللہ التامة من غضبه وعقابه ومن شر عباده ومن همزات الشیطان وان یحضرون' جب انہوں نے یہ کلمات پڑھے تو ان کا ڈر جاتا رہا، اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلوں میں یہ تعویذ لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔ (خلق افعال العباد ص ۸۹، مطبوعہ مؤسستہ الرسالتہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

بعض تابعین کے اقوال کی توجیہ

نیز کیپٹن مسعود لکھتے ہیں: پانچویں علت یہ ہے کہ کسی صحابی' کسی تابعی نے تمیمہ کو جائز قرار نہیں دیا' یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض صحابہ بھی ان تعویذوں کو جائز سمجھتے تھے جن میں قرآن یا اسماء اللہ تعالیٰ یا اللہ کی صفات لکھی ہوئی ہوتی تھیں صحیح نہیں ہے۔ (الیٰ قولہ) وکیع' سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی انسان کی گردن سے تمیمہ کو کاٹ دیا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا' (تعویذ گنڈا شرک ہے ص ۷)

سعید بن جبیر کے اس قول میں تمیمہ سے مراد رسم جاہلیت کے مطابق کوڑیاں ہیں یا وہ تعویذات جن میں قرآن مجید اور اسماء الٰہیہ کے علاوہ کچھ لکھا ہو یا غیر عربی میں لکھا ہو' باقی اسی صفحہ پر ابراہیم نخعی کا جو یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر قسم کے تمائم مکروہ ہیں خواہ قرآن سے لکھے جائیں یا غیر قرآن سے' یہ بلا حوالہ لکھا ہے' سو یہ ہم پر حجت نہیں ہے خصوصاً جب کہ یہ احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار تابعین اور متعدد مفسرین کی عبارات اور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔

تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابو عصمۃ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے تعویذ کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا جب اس کو گردن میں لٹکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۳۳)

عطا سے اس حائض عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس پر تعویذ ہو' انہوں نے کہا اگر وہ چمڑے میں ہو تو وہ اس کو اتار لے اور اگر وہ چاندی کی نلکی (یا ڈبیا) میں ہو تو اگر چاہے تو وہ اس کو رکھ دے اور اگر چاہے تو نہ رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۳۴)

یونس بن خباب بیان کرتے ہیں کہ بچوں کے گلوں میں جو تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ان کے متعلق میں نے ابو جعفر سے پوچھا تو انہوں نے مجھے اس کی رخصت دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۴۱)

جویبر بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ سے لکھ کر تعویذ لٹکائے اور غسل کے وقت اور بیت الخلاء کے وقت اس کو اتار دے تو تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۴۳) (اگر تعویذ چمڑے میں منڈھا ہوا ہو یا چاندی کی ڈبیا میں ہو تو پھر ان احوال اور اوقات میں اتارنا ضروری نہیں ہے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۳-۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق علامہ شامی حنفی کی تصریح

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ مجتبیٰ میں یہ مذکور ہے کہ وہ تمیمہ مکروہ ہے جو غیر عربی میں ہو، میں کہتا ہوں کہ میں نے مجتبیٰ میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ وہ تمیمہ مکروہ ہے جو غیر قرآن ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ تمیمہ وہ کوڑیاں ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں گلے میں لٹکاتے تھے، اور مغرب میں مذکور ہے کہ تعویذات ہی تمائم ہیں، اس طرح نہیں ہے، تمیمہ صرف کوڑیاں ہیں، اور تعویذات میں جب قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے الیٰ قولہ، شلبی میں ابن اثیر سے منقول ہے کہ تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور یہ وہ سیپیاں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے، اس سے وہ اپنے زعم میں ان کو نظر بد سے بچاتے تھے، اسلام نے اس کو باطل کر دیا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: جس نے تمیمہ کو لٹکایا اللہ اس کے مقصود کو پورا نہ کرے، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی مکمل دوا اور شفا ہے، بلکہ انہوں نے اس کو اللہ کا شریک بنا دیا، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر اس سے ٹل جاتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مصائب کے دور کرنے کو طلب کرتے تھے حالانکہ اللہ کے سوا ان کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ قرآن مجید سے شفا حاصل کرنے میں اختلاف ہے بایں طور کہ مریض پر یا سانپ سے ڈسے ہوئے پر قرآن مجید یا سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا کسی کاغذ میں لکھ کر اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے یا کسی طشت میں لکھ کر اس کو دھویا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلا دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے اور اس زمانہ میں مسلمانوں کا عمل اس کے جواز پر ہے، اسی کے مطابق احادیث اور آثار ہیں اور اگر جنبی یا حائض کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہو اور وہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ، و ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۷-۲۵۶، دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۲۷ھ، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ردالمحتار ج ۹ ص ۴۴۳، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ، طبع جدید)

شیخ محمد زکریا انصاری (دیوبندی) سہارنپوری نے بھی علامہ شامی کی اس عبارت کو نقل کر کے اس سے استشہاد کیا ہے۔

(اوجز المسالک ج ۶ ص ۳۰۳-۳۰۲، مطبوعہ المکتبۃ الیحیویہ، سہارنپور، یوپی- انڈیا)

دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور دیوبندی عالم شیخ محمد زکریا سہارنپوری کی تصریح

مکتب فکر دیوبند کے مشہور عالم شیخ محمد زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جھاڑ پھونک، تمائم اور تولہ شرک ہیں۔ تمائم کا معنی سیپیاں، گھونگے اور کوڑیاں ہیں یا ان کا ہار۔ (دوسرے علماء اور فقہاء نے تعویذات کو بھی تمائم کا مصداق قرار دیا ہے، سعیدی غفرلہ) ان کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر حصول نفع اور دفع ضرر کے سبب ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، اس حکم میں وہ دم اور تعویذات داخل نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلام پر مشتمل ہوں، اور کسی بلا اور مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے بھی ان کا استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو تین مرتبہ معوذات (الاخلاص، الفلق، الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور پھر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے اور جسم پر جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر یہ کلمات پڑھ کر دم کرتے تھے: اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱)

(اوجز المسالک ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ المکتبۃ الیحیویہ، سہارنپور، یوپی- انڈیا)

Marfat.com

امام بغوی اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر مصیبت نازل ہونے کے بعد تعویذ لٹکایا جائے تو وہ تمیمہ نہیں ہے اور اگر بلا اور مصیبت نازل ہونے سے پہلے تعویذ لٹکایا جائے تو وہ تمیمہ ہے تاکہ اس تعویذ سے اللہ کی تقدیر کو دفع اور مسترد کیا جائے۔ (شرح السنہ ج ۱۲ ص ۱۵۸، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۵۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول بلا سے پہلے دم فرمایا ہے، اور آپ کا یہ دم فرمانا اللہ کی تقدیر کو حاصل کرنے کے لیے تھا نہ کہ اللہ کی تقدیر کو دفع کرنے کے لیے، اس لیے یہ احادیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے خلاف نہیں ہیں۔

دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصریح

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنی کتاب "الدین الخالص" میں لکھا ہے کہ جن تعویذات میں قرآن مجید کی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوں ان کو لٹکانے کے جواز میں صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے علماء کا اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ظاہر روایت میں اس کا جواز ہے، امام ابو جعفر باقر اور امام احمد وغیرہ نے حضرت ابن مسعود کی اس روایت میں توجیہ کی ہے کہ جھاڑ پھونک، تمائم، (تعویذات) اور تولہ (خاوند کے دل میں بیوی کی محبت کا عمل) شرک ہیں، انہوں نے کہا یہ ان تعویذات پر محمول ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں، اور حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت عقبہ بن عامر اور ابن حکیم کے ظاہر اقوال میں عدم جواز ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ ان اقوال میں بھی حسب سابق توجیہ کی جائے گی اور ممانعت کو ان تعویذات پر محمول کیا جائے گا جن میں شرکیہ کلمات ہوں، سعیدی غفرلہ) بعض علماء نے ممانعت کو تین وجوہ سے ترجیح دی ہے اول اس لیے کہ ممانعت میں عموم ہے اور ممانعت کا کوئی مخصص نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جن احادیث میں جواز کی تصریح ہے وہ مخصص ہیں، سعیدی غفرلہ) ثانیاً شرک کے ذرائع کا سدباب کرنے کے لیے۔ (میں کہتا ہوں کہ شرکیہ کلمات کا تمائم میں لکھنا صرف زمانہ جاہلیت میں تھا، کیا شرک کے ذرائع کا سدباب کرنے کے لیے دم کرنے اور دوا دارو کرنے کی بھی ممانعت کی جائے گی کیونکہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں دم کرنے کو بھی شرک فرمایا ہے، سعیدی غفرلہ) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص تعویذ لٹکاتا ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ تعویذ کو قضاء حاجت اور استنجاء کرتے وقت نہ اتارے، نواب بھوپالی نے اس وجہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ وجہ بہت کمزور ہے کیونکہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ وہ شخص قضاء حاجت کے وقت تعویذ اتار لے اور فارغ ہو کر پھر پہن لے۔ پھر نواب بھوپالی نے لکھا ہے کہ اس باب میں راجح یہ ہے کہ تعویذ لٹکانا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ جس طرح تقویٰ کے کئی مراتب ہیں اسی طرح اخلاص کے بھی کئی مراتب ہیں۔ (یوں کہنا چاہیے کہ توکل کے بھی کئی مراتب ہیں، سعیدی غفرلہ) حدیث میں ہے: ستر ہزار مسلمان جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ ہیں جو نہ خود دم کرتے ہوں گے، نہ دم طلب کرتے ہوں گے۔ حالانکہ دم کرنا جائز ہے اور اس سلسلہ میں بہت احادیث اور آثار ہیں (لیکن یہ توکل کا اعلیٰ مرتبہ ہے، اسی طرح تعویذ نہ لٹکانا بھی توکل کا اعلیٰ مرتبہ ہے، سعیدی غفرلہ) واللہ اعلم بالصواب، یہاں پر نواب بھوپالی کی عبارت ختم ہو گئی۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۳۲-۲۳۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس بحث کے اخیر میں ہم حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیم کے ذکر کیے ہوئے چند تعویذات کا بیان کر رہے ہیں۔

تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق علامہ ذہبی کی تصریح اور خواب میں ڈرنے کا تعویذ

حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

تمام (تعویذات) لٹکانے کے متعلق امام احمد نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے اور کہا جس نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ حرب نے کہا میں نے امام احمد سے پوچھا جس تعاویذ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو یا اس کا غیر لکھا ہوا ہو آیا وہ مکروہ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن مسعود اس کو مکروہ کہتے تھے، امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ وہ اس میں نرمی کرتے تھے اور شدت نہیں کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص خواب میں ڈر جائے تو وہ یہ پڑھے:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیطٰن وان یحضرون۔

میں اللہ کے غضب سے اس کے عقاب سے اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور ان کے حاضر ہونے سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

تو پھر شیاطین اس کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے اور حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو ان کلمات کی تعلیم دیتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے، اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور امام النسائی نے اس حدیث کو عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے، اور اس کے مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جب کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ تعویذ بنفسہ نفع یا ضرر پہنچاتا ہے، یا اس میں ایسے کلمات ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو۔ (الطب النبوی ص ۲۸۱، دار احیاء العلوم، بیروت، ۱۴۰۶ھ)

تعویذ لٹکانے کے متعلق علامہ ابن قیم جوزی کی تصریحات اور بخار کا تعویذ

علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم جوزی المتوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

ابو عبداللہ کو یہ خبر پہنچی کہ مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے مجھے بخار کے لیے ایک کاغذ لکھ کر بھیجا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، بسم اللہ وباللہ، محمد رسول اللہ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابرھیم O وارادوا بہ کیدا فجعلناھم الاخسرین (الانبیاء: ۷۰-۶۹) اللھم رب جبرائیل ومیکائیل، واسرافیل، اشف صاحب ھذا الکتاب بحولک وقوتک وجبروتک الہ الحق امین۔

مروزی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ یونس بن حبان نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ آیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ انہوں نے کہا اگر وہ تعویذ اللہ کی کتاب سے ہو یا اللہ کے نبی کے کلام سے ہو تو اس کو لٹکالو، اور حسب استطاعت اس سے شفا طلب کرو، میں نے کہا میں بخار کا تعویذ اس طرح لکھتا ہوں باسم اللہ وباللہ ومحمد رسول اللہ الخ، انہوں نے کہا درست ہے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں نرمی کی ہے۔

حرب نے کہا امام احمد بن حنبل نے اس معاملہ میں سختی نہیں کی، امام احمد نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے، اور ان سے ان تعویذات کے متعلق سوال کیا گیا جو مصائب نازل ہونے کے بعد لٹکائے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

خلال نے کہا ہم سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو مصائب نازل ہونے کے بعد ان لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ڈر جاتے تھے اور جن کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۲۹۱، دار الفکر بیروت)

وضع حمل میں تنگی اور مشکل کے متعلق تعویذ

شیخ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

خلال بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو اس عورت کے لیے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا جس کو وضع حمل میں تنگی اور مشکل پیش آ رہی ہو' وہ یہ تعویذ سفید پیالے میں یا کسی صاف چیز پر لکھتے تھے' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لکھتے ہیں: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم' الحمد للہ رب العلمین (کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ) (الاحقاف: ۳۵) (کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا) (النازعات: ۴۶)

خلال نے کہا کہ ہم سے ابوبکر المروزی نے بیان کیا کہ ابو عبداللہ (امام احمد) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابو عبداللہ! کیا آپ اس عورت کے لیے تعویذ لکھ دیں گے جس کو دو روز سے وضع حمل میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ فرمایا: اس سے کہو کہ وہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر آئے اور میں نے دیکھا کہ وہ متعدد لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے تھے۔

عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کا ایک گائے کے پاس سے گزر ہوا' اس کے پیٹ میں اس کا بچہ پھنسا ہوا تھا (وضع حمل میں مشکل ہو رہی تھی) اس گائے نے حضرت عیسیٰ سے کہا: اے کلمۃ اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے' جس میں' میں مبتلا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: یا خالق النفس من النفس' ویا مخلص النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس خلصھا' تو اس گائے نے بچہ جن دیا' اور وہ کھڑی ہوئی اس بچے کو سونگھ رہی تھی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا پس جب کسی عورت کو وضع حمل میں دشواری ہو تو اس کو یہ کلمات لکھ دو۔ خلال نے کہا اسی طرح اس سے پہلے جن کلمات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا لکھنا بھی فائدہ مند ہے۔

متقدمین کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی آیات کو لکھنے اور ان کے غسالہ (دھوون) کو پینے کی بھی اجازت دی ہے' اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شفا میں سے شمار کیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ صاف برتن میں لکھا جائے۔ اذا السماء انشقت ○ واذنت لربھا وحقت ○ واذا الارض مدت ○ والقت ما فیھا وتخلت۔ (الانشقاق: ۴-۱) حاملہ عورت کو اس برتن سے پانی پلایا جائے اور اس پانی کو اس کے پیٹ پر چھڑکا جائے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۲۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اسی طرح حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

جب بعض کلام میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے اذن سے نفع دیتے ہیں تو تمہارا اللہ کے کلام کے متعلق کیا گمان ہے! اور امام احمد نے یہ تصریح کی ہے کہ جب قرآن مجید کو کسی چیز پر لکھا جائے پھر اس کو دھو کر اس کا غسالہ پی لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور ایک شخص کسی برتن میں قرآن مجید لکھے پھر اس کو دھو کر اس کا دھوون مریض کو پلا دے' اسی طرح کسی چیز پر قرآن مجید لکھ کر اس کو پی لے تو ان میں سے کسی چیز میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح پانی پر قرآن مجید پڑھ کر اسے مریض پر چھڑکا جائے' اور اسی طرح جب عورت کو وضع حمل میں دشواری ہو تو قرآن مجید لکھ کر اس کا دھوون اس حاملہ عورت کو پلا دیا جائے۔

حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ جب کسی عورت کو وضع حمل میں دشواری ہو تو ایک صاف برتن لیکر اس میں یہ لکھا جائے' کانھم یوم یرون ما یوعدون ○ (الاحقاف: ۳۵) کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحھا ○ (النازعات: ۴۶) لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ○ (یوسف: ۱۱۱) پھر اس کو دھو کر اس کا غسالہ عورت کو پلایا

Marfat.com

جائے اور اس کا پانی عورت کے پیٹ پر چھڑکا جائے۔ (الطب النبوی ص ۲۷۹، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۰۶ھ)

نکسیر کے متعلق تعویذ

شیخ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اپنی پیشانی پر لکھتے تھے، وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر۔ (ھود: ۴۴) اور میں نے ابن تیمیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے متعدد لوگوں کو یہ آیت لکھ کر دی اور وہ تندرست ہوگئے اور انہوں نے کہا اس آیت کو نکسیر کی خون سے لکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ جہلاء کرتے ہیں کیونکہ خون نجس ہے پس اس سے اللہ کے کلام کو لکھنا جائز نہیں ہے۔ ان کا ایک اور تعویذ یہ ہے: یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔ (الرعد: ۳۹) (زاد المعاد ج ۴ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۹ھ)

دل یا سینہ میں درد (انجائنا) کے لیے تعویذ

اس طرح لکھا جائے: فاصابہا اعصار فیہ نار فاحترقت (البقرۃ: ۲۶۶) بحول اللہ وقوتہ۔

دوسرا تعویذ اس وقت لکھا جائے جب سورج زرد ہو جائے، اس میں یہ لکھا جائے: یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم O (الحدید: ۲۸)

میعادی بخار (ٹائیفائڈ) مثلاً تین دن کے بخار کے لیے تعویذ

تین باریک کاغذوں پر لکھا جائے: بسم اللہ فرت، بسم اللہ مرت، بسم اللہ قلت، اور ہر روز ایک کاغذ منہ میں رکھ کر نگل لے۔

عرق النساء کے لیے تعویذ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللھم رب کل شیء وملیک کل شیء وخالق کل شیء، انت خلقتنی وانت خلقت النساء فلا تسلطہ علی باذی ولا تسلطنی علیہ بقطع واشفنی شفاء لا یغادر سقما لا شافی الا انت۔

گٹھیا کے لیے تعویذ

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بخار اور ہر قسم کے درد کے لیے یہ پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے: بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۶)

ڈاڑھ کے درد کے لیے تعویذ

جس جگہ درد ہے اس کے بالمقابل رخسار پر لکھے: بسم اللہ الرحمن الرحیم، قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون۔ (الملک: ۲۳) اور اگر چاہے تو یہ لکھے: ولہ ما سکن فی الیل والنھار وھو السمیع العلیم O (الانعام: ۱۳)

پھوڑے، پھنسیوں اور آبلوں اور ہر قسم کی انفیکشن کے لیے تعویذ

اس کے لیے یہ لکھا جائے گا: ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا

Marfat.com

صفصفا لاترى فيها عوجا ولا امتا۔ (الانعام: ۱۳) (زاد المعاد ج ۴ ص ۲۹۴-۲۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

تعویذات اور دم کے جواز کے متعلق ہم نے یہاں پر مفسرین کی تصریحات اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کی عبارات کو طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا' ان کو ہم ان شاء اللہ بنو اسرائیل: ۸۲ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مصداق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہئے کہ یہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کے سبب سے ہے سو اسی کی وجہ سے مسلمان خوشی منائیں۔ ہلال بن یساف' حسن بصری اور مجاہد وغیرہ نے کہا: اللہ کے فضل سے مراد اسلام ہے اور اس کی رحمت سے مراد قرآن ہے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۶۳-۱۶۲)

اس آیت میں فبذلک سے دوبارہ اشارہ کیا ہے کہ خوشی منانے کا محرک اور باعث صرف اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ہونا چاہیے یعنی انسان صرف اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی وجہ سے مسرور ہو نہ کہ اور کسی مادی سبب کی وجہ سے' کیونکہ مادی لذتیں فانی ہیں ان کے زوال کا خطرہ انسان کو لاحق رہتا ہے اور روحانی لذتیں جب انسان کو حاصل ہوں تو وہ ان پر اس حیثیت سے خوش نہ ہو کہ یہ روحانی لذتیں ہیں بلکہ اس حیثیت سے خوش ہو کہ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس حیثیت سے اس کا خوش ہونا بہت بڑا کمال اور بہت بڑی سعادت ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے اس لیے خوش ہونا کہ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اس دنیاوی مال و دولت سے بہت بہتر ہے جس کو کفار جمع کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی' آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار

اس آیت میں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مراد لیا گیا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قل بفضل اللہ میں فضل اللہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۸' دار الفکر بیروت' روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۵' دار الفکر' ۱۴۱۷ھ) اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وبرحمته میں رحمت سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلنک الا رحمة للعلمين۔ (الانبیاء: ۱۰۷) (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۷' روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۵) علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رحمت سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۰' المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس تفسیر کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسلمانوں کو خوشی منانا چاہیے اور اس کی اصل اس آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ۔ (الرعد: ۳۶)	اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں بعض وہ ہیں جو اس کے بعض کا انکار کرتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول سے خوش ہوئے اور انہوں نے اس کی تصدیق

Marfat.com

کی اور یہود اور نصاریٰ اس کا انکار کرتے ہیں۔ یہ قتادہ کا قول ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۵۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ وہ اہل کتاب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اس پر خوش ہوتے تھے، اور الاحزاب سے مراد یہود، نصاریٰ اور مجوس کے گروہ ہیں، ان میں سے بعض آپ پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۵۵۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی ولادت اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار کرنا مطلوب اور محمود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا۔ (ابراہیم: ۲۸) جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کر دیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ لوگ کفار قریش ہیں اور عمرو نے کہا وہ قریش ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۷۷، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

اس صحیح حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی نعمت ہیں اور اللہ کی نعمت پر خوش ہونا اور فرحت اور مسرت کا اظہار کرنا مطلوب ہے۔

یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں مناتے ہیں۔

(آل عمران: ۱۷۱)

ان آیات، احادیث اور آثار سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل اور رحمت ہیں اور اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مومنین اہل کتاب آپ کی وجہ سے فرحت اور مسرت کا اظہار کرتے تھے، اور آپ اللہ کی نعمت ہیں اور مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر خوشی مناتے ہیں، سو جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اس دن آپ کی ولادت پر خوشی کرنا اور عید میلاد منانا اور جشن آمد رسول کا اظہار کرنا یہ ان آیات، احادیث اور آثار کے مطابق ہے، اس کی مزید تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۹۰-۱۶۹ میں کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل کیا پس تم نے اس میں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال قرار دے دیا، آپ کہئے کیا اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہے ہو○ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہے ہیں ان کا قیامت کے متعلق کیا گمان ہے؟ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ (یونس: ۶۰-۵۹)

مشرکین کی خود ساختہ شریعت کی مذمت

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہ کثرت دلائل قائم فرمائے تھے، ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور ان کے شبہات کو زائل فرمایا، اس کے بعد ان کے خود ساختہ مذہب کا رد فرمایا کہ انہوں نے بعض چیزوں کو حلال قرار دیا ہے اور بعض چیزوں کو حرام کہا ہے، حالانکہ ان کی بنائی ہوئی اس حلت اور حرمت پر عقل شاہد ہے نہ نقل۔

Marfat.com

انہوں نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا ہوا تھا اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے:

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام: ۱۳۹-۱۳۸)

اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں، اس کو وہی کھا سکتا ہے جس کو ان کے زعم کے مطابق ہم چاہیں، اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن کی پیٹھوں کو (سواری اور بوجھ کے لیے) حرام کیا گیا، اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر وہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے، عنقریب اللہ ان کو ان کے افتراء کی سزا دے گا○ اور انہوں نے کہا ان مویشیوں کے پیٹ میں جو (بچہ) ہے وہ ہمارے مردوں کے ساتھ خاص ہے اور ہماری بیویوں پر وہ حرام ہے، اور اگر وہ (بچہ) مردہ ہو تو وہ (مرد اور عورتیں) سب اس میں شریک ہیں، عنقریب اللہ ان کو ان احکام گھڑنے کی سزا دے گا، بے شک وہ بڑی حکمت والا بہت علم والا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ (المائدہ: ۱۰۳)

اللہ نے کوئی بحیرہ مقرر نہیں کیا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن کفار جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھتے ہیں اور ان کے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

ابن المسیب نے کہا: بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ دوہنا بتوں کی وجہ سے روک دیا جائے اور کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کو وہ بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کو بتوں کے لیے چھوڑا، اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جو مسلسل اونٹنیاں جنے اور درمیان میں نر پیدا نہ ہو، اور حامی وہ اونٹ ہے جو معین مرتبہ جفتی کرے، اس کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۲۳)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے، اور جب کسی عالم یا مفتی سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے تو وہ سستی اور لاپرواہی سے کام نہ لے، اور بغیر کسی شرعی دلیل کے از خود کسی چیز کو حلال یا حرام قرار نہ دے، ہمارے زمانہ میں یہ وبا بہت عام ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے مدعی علماء سنن اور مستحبات کو اپنی طرف سے فرض اور واجب کہتے ہیں، اور مکروہات کو حرام کہتے ہیں۔ وہ اپنی رائے سے شریعت سازی کرتے ہیں اور انہیں کوئی خدا کا خوف نہیں ہوتا!

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ اللہ پر بہتان باندھ رہے ہیں ان کا قیامت کے متعلق کیا گمان ہے؟

یعنی یہ لوگ کیا سمجھتے ہیں کیا قیامت کے دن ان کو بغیر سزا کے چھوڑ دیا جائے گا، اور یہ لوگ جو دنیا میں اللہ پر بہتان باندھتے رہے ہیں ان کو، کوئی سزا نہیں دی جائے گی!

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۔ (الشوریٰ: ۲۱)

کیا ان کے لیے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ احکام مقرر کر دیئے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اور اگر (قیامت کے دن) فیصلہ کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

پھر فرمایا: بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل عطا فرمائی اور اپنی رحمت سے ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک عظیم نبی بھیجا جس نے لوگوں کو حلال اور حرام کی تعلیم دی اور دین کے احکام بیان فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے رزق عطا فرمایا اور ان کے لیے منافع کو مباح کر دیا لیکن چیزوں کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اپنے پاس رکھا تاکہ لوگ احکام شرعیہ میں تصرف نہ کرنے لگیں جیسا کہ احبار اور رہبان تصرف کرتے تھے۔

تقشف اور بناوٹی زہد اللہ کی ناشکری ہے

پھر فرمایا: لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، یعنی یہ لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی ناقدری کرتے ہیں اور اس کے رسول کی پیروی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان میں سے بعض کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور بلاوجہ اپنے اوپر تنگی کرتے ہیں جیسے مشرکین نے بعض حلال جانوروں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور جیسے بعض عیسائیوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی اور اپنے اوپر دنیا کی نعمتوں کا دروازہ بند کر لیا، وہ تارک الدنیا ہو کر خانقاہوں میں گوشہ نشین ہو گئے، اسی طرح آج کل کے مسلمانوں نے دین میں بدعتیں نکالیں اور غاروں اور جنگلوں میں چلہ کشی اور نفس کشی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی لذیذ اور عمدہ کھانے پینے کی چیزوں اور اچھے کپڑوں اور آرام اور آرائش کی دیگر چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اس کو زہد اور فقر کا نام دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم نہیں دیا، اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۔ (الطلاق: ۷)

اور فراخ دست کو چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے خرچ میں میانہ روی کا حکم دیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۔ (الفرقان: ۶۷)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو بے جا خرچ نہیں کرتے اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ معتدل ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بلاوجہ تنگ دستی تقشف اور بدحالی کی زندگی گزارنے کو ناپسند فرمایا ہے:

ابوالاحوص اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس وقت میں نے معمولی اور گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہر قسم کا مال ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اور غلام سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر اس کی نعمتوں اور کرامتوں کا اثر دکھائی دینا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۶۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۳۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۲۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۴۱۶، المستدرک ج ۴ ص ۱۸۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۳)

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے تشریف لائے، آپ نے دیکھا ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر لے اور ایک شخص کو میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا: کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھولے!

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۳۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۶۴، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۵۷، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۳۵۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اس بات سے محبت کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دکھائی دے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۳، المستدرک ج ۴ ص ۱۳۵، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۳۵۰)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے، کھانے پینے، لباس، مکان اور دیگر سامان آرائش اور زینت کو حسب حیثیت استعمال کرنا چاہیے، بے جا خرچ سے بچنا چاہیے، اور اپنے مال میں ناداروں کے حق کو فراموش نہیں کرنا چاہیے اور آرام اور آسائش کے دنوں میں اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور ہر وقت ذکر و فکر اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ

(اے رسول اکرم!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور آپ اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی قرآن سے تلاوت کرتے ہیں اور (اے

مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا

مسلمانو!) تم جو کام بھی کرتے ہو تو ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ ہوتے ہیں جس وقت تم ان کاموں میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے

يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

رب سے ایک ذرہ کی مقدار بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں

وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾ أَلَا إِنَّ

اور نہ اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے ○ سنو اللہ کے

أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

ولیوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ جو ایمان لائے

وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ

اور (ہمیشہ) متقی رہے ○ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی،

Marfat.com

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ ان کی باتوں سے آپ

قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ

رنجیدہ نہ ہوں، بے شک ہر قسم کا غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے ○ سنو! جو لوگ

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں سب اللہ ہی کے مملوک ہیں، یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود ساختہ) شریکوں کو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾

پکارتے ہیں ہر کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ یہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ صرف غلط اندازے لگا رہے ہیں ○

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دکھانے والا دن بنایا، بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا

اس میں (غور سے) سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے

سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ

وہ (اس سے) پاک ہے، وہی بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمینوں میں سب اسی کے مملوک ہیں، تمہارے

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

پاس اس (باطل قول) پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جس کو تم خود (بھی) نہیں جانتے ○

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾

آپ کہیے بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہیں ہوں گے ○

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ

(یہ) دنیا کا عارضی فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف انہوں نے لوٹنا ہے پھر ہم ان کے کفریہ کاموں کی بنا پر ان کو

Marfat.com

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ع

سخت عذاب چکھائیں گے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ اکرم!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور آپ اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی قرآن سے تلاوت کرتے ہیں اور (اے مسلمانو!) تم جو کام بھی کرتے ہو تو ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ ہوتے ہیں جس وقت تم ان کاموں میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے ایک ذرہ کی مقدار بھی پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین میں نہ آسمان میں، اور نہ اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے ۝ (یونس: ۶۱)

مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت

وماتكون في شان: شان کے معنی ہیں کام، حال، کسی امر مہم کو بھی شان کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۹۲)

اذ تفيضون فيه: جب تم کسی کام میں مشغول ہوتے ہو، کہا جاتا ہے، افضنا في الحديث: ہم باتوں میں لگ گئے۔

ومايعزب: نہیں دور ہوتا یا نہیں غائب ہوتا۔

من مثقال ذرة: چھوٹی چیونٹی کے برابر۔ (تفسیر غرائب القرآن للامام ابن قتیبہ ص ۱۷۱، مکتبہ الہلال بیروت، ۱۴۱۱ھ)

اس سے پہلی آیات میں یہ فرمایا تھا کہ ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے، اب اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندوں کے تمام اعمال کو محیط ہے، خواہ وہ چھوٹا کام کریں یا بڑا کام کریں، یا وہ کسی کام کا ارادہ کریں اور اس کام کو نہ کریں، وہ ان کے دلوں کے احوال اور ظاہری افعال سب کو ہر حال میں اور ہر وقت میں جاننے والا ہے، اسے معلوم ہے کون اس کی اطاعت کرنے والا ہے اور کون اس کا شکر ادا کرنے والا ہے، کون گناہوں سے بچنے والا ہے اور کون گناہوں میں ڈوبنے والا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے، خواہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی سے بڑی چیز ہو وہ سب لوح محفوظ میں مندرج ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے لیے نوید ہے اور کفار کے لیے وعید ہے۔

زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ

اس آیت میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا اور اس کے بعد تمام مکلفین سے خطاب فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دو چیزوں کا ذکر فرمایا: آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ جو بھی نیکی کا کام کرتے ہیں، حسن بصری نے کہا: آپ دنیا کا جو بھی کام کرتے ہیں یا اپنی حوائج اور ضروریات میں سے جس چیز میں بھی مشغول ہوتے ہیں یا آپ اللہ کی طرف سے قرآن مجید کی جس قدر بھی تلاوت کرتے ہیں، پھر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ جو کام بھی کرتے ہو ہم اس پر گواہ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور ہر چیز کا عالم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا خالق ہے اور جو چیز بھی موجود ہے وہ اس کی ایجاد سے موجود ہے اور جو کسی چیز کا موجد ہوتا ہے وہ اس چیز کا عالم بھی ہوتا ہے، پس جب وہ تمام جہانوں کا موجد ہے تو پھر تمام جہانوں کا عالم بھی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کے رب سے ایک ذرہ کی مقدار بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ اس روشن کتاب میں درج ہے۔ اس آیت میں زمین کو آسمان پر مقدم کیا ہے اور اس مضمون کی ایک اور آیت میں آسمانوں کو زمینوں پر مقدم فرمایا ہے، ارشاد ہے:

عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي — عالم الغیب کی قسم! اس سے ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز غائب

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (سبا: ۳) نہیں ہے نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں اور نہ اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے۔

قرآن مجید میں بالعموم آسمانوں کا ذکر زمین پر مقدم ہی ہوتا ہے، لیکن اس آیت میں چونکہ پہلے زمین والوں کے احوال اور ان کے اعمال کا ذکر کیا گیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال پر گواہ ہے اس لیے اس آیت میں زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) متقی رہے ○ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے، اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (یونس: ۶۴-۶۲)

ولی کا لغوی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

ولایت کا معنی قرب ہے خواہ یہ قرب جگہ کے اعتبار سے ہو یا نسبت کے اعتبار سے یا دین کے اعتبار سے یا دوستی کے اعتبار سے یا اعتقاد کے اعتبار سے یا نصرت کے اعتبار سے۔ ولایت کا معنی کسی چیز کا انتظام کرنا بھی ہے، اور ولی بہ معنی فاعل بھی ہے یعنی منتظم اور متصرف اور مفعول کے معنی میں بھی ہے یعنی جو کسی کے زیر انتظام اور زیر تصرف ہو، مومن کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہے (جیسا کہ اس آیت میں ہے)، یعنی وہ اللہ کی ذات کی معرفت اور اس کے جمال اور جلال کے نور میں مستغرق رہنے کی وجہ سے اس کے قریب اور مقرب ہو چکے ہیں، اور وہ اپنے قلب اور قالب میں اپنی خواہش سے تصرف نہیں کرتے بجز اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے تصرف کرتے ہیں یا ان کے ہدایت پر قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ متولی ہے، اور یا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کے لیے ہر وقت اپنے اعضاء میں متولی اور متصرف رہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ مومنین کا ولی ہے، قرآن مجید میں ہے: اللہ ولی الذین آمنوا۔ (البقرہ: ۲۵۷)

(المفردات ج ۲ ص ۶۹۴، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے معنی میں لکھتے ہیں:

سنو! اللہ کے دین کے مددگاروں کو آخرت میں اللہ کے عتاب کا خوف نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور اس نے ان کو اپنے عتاب سے محفوظ رکھا، اور نہ ان کو دنیا کے فوت ہو جانے کا کوئی غم ہوگا، اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی کا معنی ہے نصیر یعنی مدد کرنے والا۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ولی کا اصطلاحی معنی

علامہ مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے دائمی عبادت کرتا ہے، ہر قسم کے گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، لذات اور شہوات میں انہماک سے گریز کرتا ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ منشورات الرضی ایران، ۱۴۰۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادات کرتا ہو۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۴۲، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، ایضاً عمدۃ القاری جز ۲۳ ص ۸۹، مطبوعہ مصر)

Marfat.com

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولی کا لفظ فعیل کے وزن پر بہ معنی مفعول ہے یعنی وہ شخص جس کے کاموں کی اللہ حفاظت کرتا ہو اور ایک لحظہ کے لیے بھی اسے اس کے نفس کے سپرد نہ کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ۔ (الاعراف: ۱۹۶) اللہ نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اس معنی کے اعتبار سے ولی کو مراد (مطلوب) اور مجذوب سالک کہتے ہیں' اور یا یہ لفظ فاعل کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی مسلسل حفاظت کرتا ہو اور اس کی زندگی میں کبھی گناہ شامل نہ ہو' اس معنی کے اعتبار سے ولی مرید (طالب) اور سالک مجذوب ہے' اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون افضل ہے' اور حقیقت میں ہر مراد مرید ہے' اور ہر مرید مراد ہے اور ان میں فرق ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۵۴' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے ولی کی تعریف میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جو تقدیر پر راضی رہتے ہیں اور مصائب پر صبر کرتے ہیں اور نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔

(۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے کام ہمیشہ حق کی موافقت میں ہوتے ہیں۔

(۳) یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ کے لیے لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔

(النکت والعیون ج ۲ ص ۴۴۱۔۴۴۰' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت)

ولی کے مصداق اور ان کے فضائل کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب یہ دکھائی دیں تو اللہ یاد آجائے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۷۲۵' ج ۱۱ ص ۱۷۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندوں میں سے ایسے انسان ہیں جو نبی ہیں نہ شہید (لیکن) اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان کی تحسین کریں گے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں خبر دیں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محض اللہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں نہ ان کو ان سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے' اللہ کی قسم ان کے چہرے منور ہوں گے' اور بے شک وہ نور پر فائز ہوں گے (بعض روایات میں ہے وہ نور کے منبر پر ہوں گے) اور جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں خوف نہیں ہوگا' اور جب لوگ غم زدہ ہوں گے تو انہیں غم نہیں ہوگا' پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶' طبع جدید' ج ۱ ص ۵ طبع قدیم' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۹۹۸' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۱' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۰۱۲۔۳' اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۱۷۵' سنن الترمذی مختصراً رقم الحدیث: ۲۳۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص نے میرے ولی سے عداوت رکھی' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں' جس چیز سے بھی بندہ میرا تقرب

Marfat.com

حاصل کرتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں' اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے' میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں' اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں' اور میں جس کام کو بھی کرنے والا ہوں کسی کام میں اتنا تردد (اتنی تاخیر) نہیں کرتا جتنا تردد (جتنی تاخیر) میں مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں- وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں-

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۵۰۲' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵' طبع جدید' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۴۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۶' ج ۱۰ ص ۲۱۹' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۹۱' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵' مشکوۃ رقم الحدیث:۲۲۶۶' کنز العمال رقم الحدیث:۲۱۳۲۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ عبدالواحد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے اور میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے-

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۴۴' مطبوعہ لاہور' عمدۃ القاری جز ۲۳ ص ۹۰' مطبوعہ مصر)

اللہ اپنے محبوب بندے کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے' اس کی توجیہ

اللہ تعالیٰ بندہ کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے' اس کی کیا توجیہ ہے؟ عام طور پر شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ بندہ اپنے کانوں سے وہی سنتا ہے جس کے سننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنی آنکھوں سے وہی دیکھتا ہے جس کے دیکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو بندہ کا سننا' اللہ کا سننا اور بندہ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: میں اس کے کان ہو جاتا ہوں اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں بنے گا جب تک کہ اس کا سننا' اس کا دیکھنا' اس کا تصرف کرنا اور اس کا چلنا اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہ ہو اور جب اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا تو پھر اللہ اس کے کان ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے کا معنی یہ نہیں ہو سکتا- اس حدیث کی بہترین توجیہ امام رازی نے کی ہے' وہ فرماتے ہیں:

بندہ جب عبادات پر دوام کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں اور اس کے کان ہو جاتا ہوں پس جب اللہ کا نور جلال اس کے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے سن لیتا ہے اور جب اس کا نور جلال اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو دیکھ لیتا ہے اور جب اس کا نور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان چیزوں پر اور قریب اور بعید کی چیزوں کے تصرف پر قادر ہو جاتا ہے-

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی فرائض پر دوام اور نوافل پر پابندی کرنے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے' لیکن بندہ' بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں ہو جاتا جیسے آئینہ میں کسی چیز کا عکس ہو تو آئینہ وہ چیز نہیں بن جاتا' اس کی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے بلاتشبیہ تمثیل جب بندہ کامل کی اپنی صفات فنا ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے-

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیِٴ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ (القصص: ۳۰)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو انہیں میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار۔

دکھائی یہ دے رہا تھا کہ درخت کلام کر رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کلام کی اپنی طرف نسبت فرمائی، کیونکہ اللہ جل مجدہ نے اس درخت میں تجلی فرمائی تھی، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے وہ درخت واسطہ بن گیا تھا، تو جس میں تجلی کی گئی تھی اس نے تجلی کرنے والے کا حکم لے لیا، اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ تجلی میں صرف صورت نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرورت کی وجہ سے آگ میں (یا درخت میں!) تجلی فرمائی تھی، اور جب تم نے تجلی کا معنی سمجھ لیا تو سنو جب درخت کیلئے یہ جائز ہے کہ اس میں یہ ندا کی جائے کہ بے شک میں اللہ ہوں، تو جو نوافل کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے وہ اللہ کی سمع اور بصر کیوں نہیں ہو سکتا! وہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم تو نہیں ہے (یعنی جب شجر موسیٰ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا مظہر ہو سکتا ہے تو سیدنا محمد ﷺ کی امت کا ولی جو اللہ کا محبوب ہو جائے وہ اللہ کی صفت سمع اور بصر کا مظہر کیوں نہیں ہو سکتا!) (فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۹، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے کی توجیہ

اس حدیث کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں جس کام کو بھی کرنے والا ہوں کسی کام میں اتنا تردد (اتنی تاخیر) نہیں کرتا جتنا تردد (جتنی تاخیر) میں مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے رنجیدہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنی موت پر راضی نہ ہو جائے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفت میں تردد جائز نہیں ہے اور نہ ہی بداء جائز ہے۔ (بداء کا معنی ہے اللہ کوئی کام کرے پھر اس کو اس کام میں کسی خرابی کا علم ہو تو وہ اس کام کو تبدیل کر دے، اس لیے ہم نے یہاں تردد کا معنی تاخیر کیا ہے) لہٰذا اس کی دو تاویلیں ہیں:

(۱) انسان اپنی زندگی میں کسی بیماری یا کسی آفت کی وجہ سے کئی مرتبہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی اور اس مصیبت کو دور کرنے کی دعا کرتا ہے، تو اللہ عزوجل اس کو اس بیماری سے شفا عطا فرماتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور اس کا یہ فعل اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک آدمی کو تردد ہوتا ہے، وہ پہلے ایک کام کرتا ہے پھر اسے اس کام میں کوئی خرابی نظر آتی ہے اور وہ اس کام کو ترک کر دیتا ہے لیکن بہرحال بندہ کے لیے موت سے چھٹکارا نہیں ہے، جب اس کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے تو اس پر لازماً موت آتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: دعا مصیبت کو ٹال دیتی ہے، اس کا بھی یہی معنی ہے۔[1]

---

[1] حضرت سلمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا بدل دیتی ہے، اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر صرف خیر سے زیادہ ہوتی ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۶)

Marfat.com

(۲) اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ میں جس کام کو کرنے والا ہوں میں اس کام کے متعلق اپنے رسولوں (فرشتوں) کو کسی صورت میں واپس نہیں کرتا جیسا کہ میں بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کے معاملہ میں اپنے رسولوں (فرشتوں) کو واپس کر لیتا ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ملک الموت علیہما السلام کے واقعہ میں ہے اور حضرت موسیٰ نے تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال دی تھی اور ملک الموت ایک بار واپس لوٹنے کے بعد دوبارہ ان کے پاس گیا تھا اور ان دونوں تاویلوں میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ پر لطف و کرم اور اس پر اس کی شفقت کا اظہار ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ملک الموت کے واقعہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہما السلام کی طرف بھیجا گیا، جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو حضرت موسیٰ نے ان کے تھپڑ مارا۔ (مسلم کی روایت میں ہے: پس ان کی آنکھ نکال دی) ملک الموت اپنے رب کے پاس لوٹ گئے اور کہا تو نے مجھے ایسے بندہ کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: دوبارہ جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں، آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلہ میں آپ کی عمر میں ایک سال بڑھا دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: پھر اب ہی موت آ جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ کے اتنے قریب کر دے جتنے قریب ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ کی قبر دکھاتا جو کثیب احمر (سرخ ریت کے ٹیلہ) کے پاس راستہ کے ایک جانب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵، کتاب الاسماء والصفات ص ۴۹۳، ۴۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ولی کے فضائل کے متعلق مزید احادیث

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گئے، وہاں دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ انہوں نے کہا تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ حضرت معاذ نے کہا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور بے شک جس شخص نے بھی میرے ولی سے عداوت رکھی اس نے اللہ سے اعلان جنگ کر دیا، بے شک اللہ ان نیک متقی بندوں سے محبت کرتا ہے جو چھپے رہتے ہیں، اگر وہ غائب ہوں تو ان کو تلاش نہیں کیا جاتا، اور اگر وہ حاضر ہوں تو ان کو بلایا نہیں جاتا، نہ پہچانا جاتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر غبار آلود اندھیروں سے نکل آتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۹، المعجم الکبیر ج ۲۰ رقم الحدیث: ۳۲۱، ص ۱۵۴، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۳، طبع جدید، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۲۶۴، ۲۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے ولی کو ایذاء پہنچائی، اس سے میری جنگ حلال ہو گئی۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۲، ص ۳۵، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۴۷۷)

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے اولیاء میرے بندے اور میرے محبوب ہیں، یہ میری مخلوق میں سے وہ لوگ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر

Marfat.com

کرتا ہوں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۰، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کتنے لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہوتے ہیں' وہ دو بوسیدہ چادریں پہنے ہوئے ہوتے ہیں' ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ وہ اگر اللہ پر (کسی کام کے کرنے کی) قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم سچی کردے گا' ان میں سے براء بن مالک ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۸۵۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۳۹۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۵، المستدرک ج ۳ ص ۲۹۱، الجامع الصغیر رقم الحدیث:۴۴۰۱، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۱۰، کنز العمال رقم الحدیث:۲۹۲۵، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۵۷، مطبوعہ ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت کرو' پس اس سے جبرئیل محبت کرتا ہے' پھر وہ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو' پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں' پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے' اور جب وہ کسی بندے سے بغض کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تم اس سے بغض رکھو۔ پھر جبرئیل اس سے بغض رکھتا ہے' پھر آسمان والوں میں ندا کرتا ہے اللہ فلاں سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو' تو آسمان والے اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے بغض رکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۳۷، صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۴۸۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳، مسند احمد رقم الحدیث:۹۳۲۳، دارالحدیث قاہرہ، رقم الحدیث:۷۶۱۴، عالم الکتب بیروت، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۶۱، کنز العمال رقم الحدیث:۳۰۷۷۰، مشکوٰۃ رقم الحدیث:۵۰۰۵)

ابدال کے متعلق احادیث اور آثار اور ان کی فنی حیثیت

شریح بن عبید بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ان پر لعنت کیجئے' آپ نے کہا نہیں' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں' جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا بدل بنا دیتا ہے' ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے' ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے' ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث:۸۹۶، طبع دارالحدیث قاہرہ' اس کے حاشیہ میں شیخ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ شریح بن عبید کے سوا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں اور شریح بھی ثقہ ہیں انہوں نے مقداد سے سماع کیا ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۲۔ حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کی حدیث میں بھی ابدال کا ذکر وارد ہے' اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس حدیث کی اور بھی متعدد اسانید ہیں۔ اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۲۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ' علامہ علی بن محمد الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ نے لکھا ہے: حضرت علی کی حدیث کو امام احمد' امام طبرانی اور حاکم نے دس سے زیادہ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور بعض سندیں صحیح کی شرط پر ہیں' تنزیہ الشریعہ المرفوعہ ج ۲ ص ۳۰۷، شیخ شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے بھی حافظ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی کی حدیث حسن ہے' الفوائد المجموعہ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ' امام شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے لکھا ہے: حضرت علی کی حدیث

Marfat.com

کے رجال حدیث صحیح کے راوی ہیں سوا شریح کے اور وہ ثقہ ہے' امام الضیاء المقدسی نے کہا حضرت علی کی حدیث کو بغیر رفع کے روایت کیا ہے' حضرت علی نے فرمایا: اہل شام کے جم غفیر کو لعنت نہ کرو' کیونکہ اس میں ابدال ہیں' کیونکہ اس میں ابدال ہیں' کیونکہ اس میں ابدال ہیں' مصنف عبدالرزاق ج۱۱ ص۲۴۹' رقم الحدیث:۲۰۴۵۵' اسی سند کے ساتھ امام بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے' اور ان کے علاوہ دیگر نے بھی روایت کیا ہے' بلکہ حاکم نے مستدرک میں حضرت علی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے' اس حدیث کی تقویت اور ائمہ کے درمیان اس کے مشہور ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے امام شافعی نے ایک شخص کے متعلق فرمایا: ہم اس کو ابدال میں سے شمار کرتے ہیں' اور امام بخاری نے ایک اور شخص کے متعلق فرمایا: اس کے ابدال میں سے ہونے کے متعلق کوئی شک نہیں کرتا' ان کے علاوہ نقاد' حفاظ اور ائمہ نے متعدد لوگوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہیں' المقاصد الحسنہ ص ۳۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ' حدیث کی تقویت کے متعلق یہ تقریر علامہ سخاوی کے حوالے سے علامہ کنانی نے بھی نقل کی ہے' تنزیہ الشریعہ ج ۲ ص ۳۰۷' علامہ العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی حضرت علی کی اس حدیث کی صحت کے متعلق وہی تقریر کی ہے جو علامہ سخاوی نے لکھی ہے' کشف الخفاء و مزیل الالباس ج۱ ص ۲۷' مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق' علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ شریح بن عبید کے سوا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں اور شریح بھی ثقہ ہے' اور لکھا ہے کہ امام طبرانی اور حاکم نے اس حدیث کو دس سے زیادہ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۶' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۱ھ۔ شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے' علامہ حمزہ احمد الزین نے مسند احمد رقم: ۱۵۶۱۱ مطبوعہ قاہرہ کے حاشیہ پر لکھا ہے یہ حدیث حسن ہے اور احمد شاکر کا اس کو ضعیف کہنا اس کے تعصب پر مبنی ہے)

شریح بھی ثقہ ہیں انہوں نے مقداد سے سماع کیا ہے' (مجمع الزوائد' ج ۱۰' ص ۶۲' مسند احمد رقم: ۱۵۶۱۱) کے حاشیہ پر حمزہ احمد الزین نے لکھا ہے کہ حافظ عراقی' الہیثمی اور زبیدی نے لکھا ہے کہ تمام احادیث ابدال حسن ہیں' احمد شاکر کا اس کو ضعیف کہنا تعصب کی بنا پر ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں تیس ابدال ایسے ہیں جو خلیل الرحمٰن کی مثل ہیں' جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو بدل بنا دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۵۶۰' اس کے حاشیہ میں الزین نے کہا اس کی سند الہیثمی کے قول پر صحیح ہے' حافظ الہیثمی نے کہا عبدالواحد بن قیس کے سوا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں' العجلی اور ابو زرعہ نے اس کی توثیق کی ہے اور دیگر نے اس کی تضعیف کی ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۲)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبادہ بن الصامت سے حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۲۸۰) علامہ کتانی نے لکھا ہے کہ امام احمد نے حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ج ۲ ص ۳۰۷) علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۶)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ تیس ایسے شخص رہیں گے جن کی وجہ سے زمین قائم رہے گی' ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ قتادہ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حسن ان میں سے ہیں۔

Marfat.com

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۶، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے عمرو البزار از عنبسہ الخواص سے روایت کیا ہے اور ان دونوں کو میں پہچانتا ہوں اور اس کے بقیہ راوی صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۳، یہ حدیث الجامع الصغیر رقم: ۳۰۳۳ میں بھی ہے اور لایزال (ہمیشہ) کی جگہ الابدال کا لفظ ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین ہرگز چالیس ایسے آدمیوں سے خالی نہیں رہے گی جو خلیل الرحمٰن کی مثل ہیں، ان ہی کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے، جب ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل پیدا فرما دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۱۱۳، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۳، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۵، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۶۰۳، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع ج ۱۰ ص ۶۳، علامہ زبیدی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۵)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی مخلوق میں تین سو شخص ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں چالیس ایسے شخص ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سات ایسے شخص ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پانچ ایسے شخص ہیں جن کے دل حضرت جبرئیل علیہ السلام کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین ایسے شخص ہیں جن کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک ایسا شخص ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے موافق ہے۔ جب ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے اس کا بدل لے آتا ہے اور جب تین میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے اس کا بدل لے آتا ہے اور جب پانچ میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سات میں سے اس کا بدل لے آتا ہے اور جب سات میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس میں سے اس کا بدل لے آتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو میں سے اس کا بدل لے آتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام لوگوں میں سے اس کا کوئی بدل لے آتا ہے، ان ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، بارش برساتا ہے اور فصل اگاتا ہے اور مصائب کو دور کرتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ان کی وجہ سے کیسے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ امتوں میں کثرت ہو تو بہت لوگ پیدا ہوتے ہیں اور وہ ظالم اور جابر لوگوں کے خلاف دعا کرتے ہیں تو وہ ہلاک کر دیئے جاتے ہیں، وہ بارش کی دعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے، وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو زمین فصل اگاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بلاؤں اور مصائب کو ٹال دیتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۶، ج ۱ ص ۴۰، طبع جدید، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۵۹۱)

احادیث ابدال کا معناً متواتر ہونا

محدث ابن جوزی نے حضرت ابن مسعود کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

(الموضوعات ج ۳ ص ۱۵۱)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ابدال کی احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ ابدال کی حدیث صحیح ہے چہ جائیکہ اس سے کم ہو اور اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ حدیث متواتر ہے، میں نے حدیث ابدال کے متعلق مستقل ایک رسالہ لکھا ہے جس میں، میں نے اس حدیث کو تمام سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عمر سے مروی ہے جس کو امام ابن عساکر نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت علی کی حدیث ہے جس کو امام احمد، امام طبرانی اور حاکم وغیرہم نے اس سے زیادہ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے (ہم اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں) اس حدیث کی بعض سندیں حدیث صحیح کی شرط پر ہیں، اور حضرت انس کی حدیث ہے جو چھ سندوں سے مروی ہے، ان میں سے امام طبرانی کی معجم اوسط میں ہے اور اس کو حافظ الہیثمی نے حسن قرار دیا ہے (اس حدیث کو بھی ہم ذکر کر چکے ہیں) اور حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث ہے جس کو امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے (اس حدیث کو بھی ہم بیان کر چکے ہیں) اور حضرت ابن عباس کی حدیث ہے جس کو امام احمد نے کتاب الزھد میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے (وہ حدیث یہ ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صدی میں میری امت کے بہترین افراد پانچ سو ہوں گے اور ابدال چالیس ہوں گے، پانچ سو میں کمی ہوگی نہ چالیس میں، جب ان میں سے کوئی شخص فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پانچ سو میں سے بدل دے گا، اور اس کی جگہ چالیس میں سے داخل کر دے گا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں ان کے اعمال پر رہنمائی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: جو ان پر ظلم کرے گا وہ اس کو معاف کر دیں گے، اور بدی کا جواب نیکی سے دیں گے، اور اللہ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے وہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔ (حلیۃ الاولیاء ج۱ ص ۳۹ رقم الحدیث: ۱۵، اتحاف السادۃ المتقین ج۸ ص ۳۸۶) یہ حدیث حلیہ میں بھی ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث یہ المعجم الکبیر میں دو سندوں کے ساتھ ہے اور حلیہ میں ہے (اس حدیث کو ہم بیان کر چکے ہیں) اور حضرت عوف بن مالک کی حدیث اس کو امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (وہ حدیث یہ ہے: ابدال اہل شام میں ہیں ان ہی کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ اتحاف السادۃ المتقین ج۸ ص ۳۸۶) اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے (وہ حدیث یہ ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ان ابدال میں سے ہے جن کی وجہ سے دنیا قائم ہے، وہ تقدیر پر راضی رہتے ہیں، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ کی وجہ سے غضب ناک ہوتے ہیں۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۴۵۷، اتحاف السادۃ المتقین ج۸ ص ۳۸۷) اور حضرت ابو سعید خدری کی حدیث جس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے: (وہ حدیث یہ ہے: میری امت کے ابدال جنت میں نماز اور روزے کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ جنت میں سخاوت، دلوں کی صفائی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اتحاف السادۃ المتقین ج۸ ص ۳۸۵) اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث (زمین ایسے تیس آدمیوں سے ہرگز خالی نہیں ہوگی جو حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کی مثل ہیں، ان ہی کی وجہ سے لوگ عافیت میں رہتے ہیں اور ان ہی کی وجہ سے ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارش ہوتی ہے، اس حدیث کی سند حسن ہے، اتحاف السادۃ المتقین ج۸ ص ۳۸۷) اور حضرت ام سلمہ کی حدیث جس کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے (وہ حدیث یہ ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا پھر ایک شخص (مہدی) اہل مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگتا ہوا جائے گا، پھر اہل مکہ اس کو زبردستی امام بنائیں گے اور رکن اور مقام کے درمیان اس سے بیعت کریں گے، اس کی طرف شام سے ایک

Marfat.com

لشکر بھیجا جائے گا' اس لشکر کو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدا میں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ واقعہ دیکھ لیں گے تو اس شخص کے پاس شام کے ابدال آئیں گے اور اہل عراق کی جماعتیں آئیں گی اور وہ سب اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ الحدیث' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۶) نیز ابدال کے متعلق حسن بصری' قتادہ' خالد بن معدان' ابن الزاہریہ' ابن شوذب اور عطاوغیرہم تابعین اور تبع تابعین سے حد و شمار سے باہر آثار مروی ہیں اور اس کی مثل لامحالہ تواتر معنوی کو پہنچتی ہے جس سے ابدال کا وجود بداہتاً ثابت ہوتا ہے۔ (التعقبات علی الموضوعات' ج ۷' ۴' مطبوعہ المطبع العلوی لکھنؤ ہند' ۱۳۰۳ھ)

احادیث ابدال کی مزید توثیق

علامہ محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ابدال کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں' ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں) اور رہا قطب تو اس کے متعلق بعض آثار وارد ہیں اور رہا غوث تو صوفیاء کے نزدیک غوث کا جو وصف مشہور ہے وہ ثابت نہیں ہے' حافظ ابن حجر کی عبارت ختم ہوئی' اس سے ظاہر ہو گیا کہ ابن تیمیہ کا یہ زعم باطل ہے کہ ابدال کے متعلق کوئی حدیث صحیح ہے نہ ضعیف' اور یہ احادیث اگر بالفرض سب ضعیف بھی ہوں' تب بھی اگر حدیث ضعیف متعدد طرق اور متعدد صحابہ سے مروی ہو تو حدیث قوی ہو جاتی ہے' حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ زمین نے اپنے رب سے نبوت منقطع ہونے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں عنقریب تمہاری پشت پر چالیس صدیق رکھوں گا جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہو گا تو اس کی جگہ ایک شخص بدل دیا جائے گا' اسی وجہ سے اس کا نام ابدال ہے پس وہ زمین کی میخ ہیں ان ہی کی وجہ سے زمین قائم ہے اور ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۸۷' مطبوعہ مصر)

نجباء اور نقباء وغیرہ کی تعداد

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

تاریخ بغداد میں الکتانی سے روایت ہے کہ نقباء تین سو ہیں' نجباء ستر ہیں' ابدال چالیس ہیں' اخیار سات ہیں اور عمد چار ہیں اور غوث ایک ہے' اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ غوث دعا کرتا ہے اور وہ اس وقت تک سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ الاحیاء میں ہے کہ ہر روز غروب آفتاب سے پہلے ابدال میں سے ایک شخص بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور ہر رات اوتاد میں سے ایک بیت اللہ کا طواف کرتا ہے' میں نے ابدال سے متعلق احادیث کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے اور اس کا نام نظم اللآل فی الکلام علی الابدال رکھا ہے۔

(المقاصد الحسنہ ص ۳۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ولی کی صفات

قرآن مجید نے ولی کی تعریف میں فرمایا ہے: "جو ایمان لائے' اور (ہمیشہ) متقی رہے" ایمان سے یہاں مراد ہے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنا' اس کا اقرار کرنا' اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا' اور ہمیشہ متقی رہنے سے مراد ہے کہ وہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ مجتنب رہے اور مکروہ تنزیہی' خلاف سنت اور خلاف اولیٰ سے بچتا رہے' تمام فرائض اور واجبات پر دوام کرے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر پابندی سے عمل کرے' تمام سنتوں اور آداب پر عامل ہو اور نفلی عبادات کو دوام اور استمرار کے ساتھ ادا

Marfat.com

کرے اور جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی صفات جمال اور جلال میں ڈوبا ہوا ہو، کبھی خوف سے لرزہ براندام ہو اور گردو پیش سے بیگانہ ہو اور کبھی شوق کی وارفتگی میں خود اپنا بھی ہوش نہ رہے' انہیں عام مسلمانوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ اللہ عزوجل کی معرفت ہو اور ان کا دل نور معرفت سے اس طرح مستغرق ہو کہ جب وہ دیکھیں تو اللہ کی قدرت کے دلائل دیکھیں' اور جب وہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنیں اور ان کی حمد و ثنا سنیں اور جب وہ گفتگو کریں تو وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو کریں' ان کا عمل اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہو اور ان کا ہدف اور نصب العین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو۔

وہ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہوں' قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کو سامنے تصور کر کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہوں اور آنسوؤں کے وضو سے خوفِ خدا میں ڈوب کر راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے ہوں اور گڑگڑاتے ہوئے نالہ نیم شب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوں' یہ مضمون قرآن مجید کی ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔ (الفرقان: ۶۶-۶۴)

اور جو لوگ اپنے رب کے سجدے اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں ○ اور جو یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے' بے شک اس کا عذاب چمٹنے والی مصیبت ہے ○ بے شک وہ قیام اور سکونت کی بہت بری جگہ ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آل عمران: ۱۷-۱۶)

وہ متقی لوگ جو دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ○ وہ صبر کرنے والے' سچ بولنے والے' اطاعت کرنے والے' (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصوں میں بخشش طلب کرنے والے ○

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ○ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الذریات: ۱۸-۱۵)

بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے! اپنے رب کی عطا فرمائی ہوئی نعمتیں لے رہے ہوں گے' بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیک عمل کرنے والے تھے ○ وہ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے آخری حصوں میں بخشش طلب کرتے تھے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الزمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا' جس کی سب باتیں آپس میں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی ہوئی جس سے ان لوگوں کے جسموں پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں' پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید کو سننے اور اس کے احکام پر عمل کرنے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہنے میں ان کی یہ صفات ہیں:

Marfat.com

اَلَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدٰىہُمُ اللّٰہُ۔ (الزمر: ۱۸)

جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر اس کی عمدہ طریقہ سے پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی۔

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ○ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ○ (النزعٰت: ۴۱-۴۰)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سے روکا○ تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا ہُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ۪ وَاَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ۪ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ○ (الشوریٰ: ۳۸-۳۷)

اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں○ اور جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہی اور نماز قائم رکھی اور ان کے معاملات باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں○

ہم نے ولی کی تعریف میں ذکر کیا ہے کہ ان کو بہت زیادہ خوفِ خدا ہوتا ہے اور وہ بہت زاہد اور متقی ہوتے ہیں، اب ہم خلفاء راشدین اور امام اعظم سے اس کی چند مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لیے کما کر لاتا تھا۔ ایک رات وہ آپ کے لیے طعام لے کر آیا، آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو، آج آپ نے سوال نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا تم یہ کہاں سے لائے ہو۔ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا، انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے لگے، اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا، وہ نکل نہیں رہا تھا، ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیے یہ لقمہ نہیں نکلے گا، پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا، حضرت ابوبکر پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے، آپ نے اس ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے، پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۵، بیروت، ۱۴۱۸ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۲۲۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۲۹۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۹۲۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نئی قمیص پہنی، وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں اس کو دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نظر رحمت نہیں فرما رہا! پھر فرمایا:

Marfat.com

کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب بندہ دنیا کی زیب و زینت پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔ حضرت عائشہ نے کہا پھر میں نے اس قمیص کو اتار کر صدقہ کر دیا، تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ اب یہ صدقہ تمہارا کفارہ ہو جائے۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۸۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ سے (ان کی وفات کے بعد) شادی کی اور ان سے کہا: میں نے مال اور اولاد کی رغبت کی وجہ سے تم سے شادی نہیں کی، میں نے تم سے صرف اس وجہ سے شادی کی ہے کہ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت عمر عشاء کی نماز پڑھتے، پھر ہم سے فرماتے کہ میرے سرہانے پانی کا ایک برتن بھر کر رکھ دو، پھر رات کو بیدار ہوتے اور اس پانی سے وضو کرتے، پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ کو اونگھ آجاتی پھر بیدار ہوتے حتیٰ کہ رات کی وہ ساعت آجاتی جس میں آپ قیام کرتے تھے۔ (کتاب الزہد للامام احمد ص ۱۴۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۵۰، صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۲۸)

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا میں نے حضرت عمر کو دیکھا وہ رمی جمار (شیطان کو کنکریاں مارنا) کر رہے تھے اور انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۵۱)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر خلیفہ تھے وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ (امام ابن جوزی نے چودہ پیوند کی روایت ذکر کی ہے) (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۵۴، صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۲۷)

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! اگر میں چاہوں تو سب سے زیادہ ملائم لباس پہنوں اور سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے اچھی زندگی گزاروں لیکن میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ان کے کاموں پر ملامت کی اور فرمایا:

اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا۔	تم اپنی عمدہ لذیذ چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور تم نے ان سے (خوب) فائدہ اٹھالیا۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۱۷، طبع جدید)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی آواز پہنچتی تھی۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۳۴، طبع جدید)

داؤد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۴۱، صفوۃ الصفوۃ ج ص ۱۲۸)

یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے کہ: اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ، سوا ایک شخص کے، تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ ندا کرے کہ: اے لوگو! تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک

Marfat.com

مخص میں ہوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۱۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۲۹)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتا ہے' اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی' لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت ابن عمر واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر نے کہا میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی' جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو ام المومنین کے پاس لے جانا' ان کو سلام عرض کرنا پھر کہنا عمر بن الخطاب آپ سے اجازت طلب کرتا ہے' اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ پھر فرمایا میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے' پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر حضرت عمر نے یہ نام لیے: حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ اس وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا اے امیر المومنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہو' آپ کو معلوم ہے کہ آپ اسلام لانے میں مقدم ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ کو شہادت ملی۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کاش کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے' مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو' الحدیث۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث:۱۳۹۲)

حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا' انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا' کاش میں پیدا نہ کیا جاتا' کاش میری ماں مجھے نہ جنتی' کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا' کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۲۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عبادت' زہد اور خوفِ خدا

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن دنوں خلیفہ تھے وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور ان کی پشت پر کنکریوں کے نشان تھے' اور یہ کہا جاتا تھا یہ امیرالمومنین ہیں' یہ امیرالمومنین ہیں۔

(کتاب الزہد لاحمد ص ۱۵۸' حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث:۱۷۹' صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۷)

عبداللہ بن الرومی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رات کو اٹھتے اور وضو کے لیے پانی لیتے۔ ان کی اہلیہ نے کہا آپ خادموں کو کیوں نہیں کہتے وہ آپ کے لیے پانی لے آئیں گے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: نہیں ان کو نیند میں آرام کرنے دو۔

(کتاب الزہد لاحمد ص ۱۵۸)

زہیمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور رات کے اول حصہ میں صرف تھوڑی دیر سوتے تھے۔ (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۱' صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۶)

Marfat.com

شرحبیل بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے تھے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو سرکہ اور زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے۔ (کتاب الزھد لاحمد، ص ١٦٠، صفوۃ الصفوۃ ج ١ ص ٧ ١٣)

حضرت عثمان کے آزاد شدہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے لیے اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں۔ (کتاب الزھد لاحمد ص ١٦٠، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ١٨٦)

نافع بیان کرتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اس دن صبح کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے وہ خواب بیان کیا جو اس رات انہوں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا میں نے گزشتہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عثمان! آج روزہ ہمارے پاس افطار کرنا، پھر حضرت عثمان نے اس دن روزہ رکھ لیا اور اس دن وہ شہید ہوگئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥٥)

کثیر بن الصلت الکندی بیان کرتے ہیں جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اس دن وہ سو گئے اور وہ جمعہ کا دن تھا، جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا: اگر تم یہ نہ کہو کہ عثمان تمنائیں اور آرزوئیں کر رہے ہیں تو میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں، ان کے اصحاب نے کہا اللہ آپ کی حفاظت کرے ہم لوگوں کی طرح باتیں بنانے والے نہیں ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: تم اس جمعہ کو ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہو۔ (الطبقات ج ٣ ص ٥٥)

حضرت عثمان کی زوجہ بنت الفرافصہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اونگھ آگئی، جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا: یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں! اے امیر المومنین۔ حضرت عثمان نے کہا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی زیارت کی ہے، انہوں نے فرمایا: آج رات ہمارے پاس روزہ افطار کرنا۔ (الطبقات ج ٣ ص ٥٥)

زبیر بن عبداللہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چھریوں سے وار کیے گئے تو انہوں نے کہا بسم اللہ توکلت علی اللہ، خون ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہا تھا، قرآن مجید ان کے سامنے رکھا تھا، وہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور خون قرآن مجید پر بہہ رہا تھا حتیٰ کہ خون اس آیت پر ٹھہر گیا: فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (البقرہ: ١٣٧) (الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥٥-٥٤، کتاب الزھد لاحمد ص ١٥٩-١٥٨)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کی اہلیہ نے کہا: تم نے ان کو شہید کر دیا، وہ ہر رات نماز میں قیام کرتے تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥٦، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ١٦٥)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا

جمیع بن عمر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ انہوں نے فرمایا: (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پوچھا

Marfat.com

گیا اور مردوں میں؟ فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بے شک جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ راتوں کو قیام کرنے والے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۴، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۴۸۵۷، المستدرک ج ۳ ص ۱۵۴)

مجمع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے، پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھوڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے روکا نہیں۔ (کتاب الزھد لاحمد ص ۱۶۳، صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۴۲)

حبہ بن جوین بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو حضرت علی نے فرمایا: تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔ (کتاب الزھد لاحمد ص ۱۶۵)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا، پہلوں میں اس جیسا کوئی امین تھا اور نہ بعد میں کوئی ان جیسا ہوگا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جہاد کے لیے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے۔ انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا، چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لیے کوئی خادم نہیں تھا۔ (کتاب الزھد لاحمد ص ۱۶۶)

یزید بن مجن بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، آپ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا پھر فرمایا: اس تلوار کو کون خریدے گا، بخدا اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لیے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔ (کتاب الزھد لاحمد ص ۱۶۴، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۲۵۸، الریاض النضرۃ ج ۳ ص ۲۲۰)

ہارون بن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کے لیے اور آپ کے اہل کے لیے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے، اور آپ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا، میرے پاس صرف میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۴۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک روایت پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

ابو جعفر احمد المشہور بالمحب الطبری المتوفی ۶۹۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ (الدھر: ۸)	اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر (قیدی) کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کی کچھ مقدار کے عوض ایک رات صبح تک ایک باغ میں پانی دیا۔ صبح کو انہوں نے جو وصول کیے اور گھر جا کر ان میں سے تہائی جو کو پیسا تاکہ اس سے کھانا کھائیں، جب حریرہ پک گیا تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا، انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرے تہائی جو کا کھانا تیار کیا، تو ایک یتیم نے آکر سوال کیا تو انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا، پھر آخری تہائی حصہ کے جو سے کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے آکر سوال کیا، اور خود تمام اہل و عیال سمیت بھوکے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (بعض روایات میں ہے یہ معاملہ تین

Marfat.com

دن تک ہوتا رہا اور حضرت علی اور ان کے اہل و عیال تین دن تک بھوکے رہے، علامہ قرطبی نے اسی طرح یہ روایت بیان کی ہے۔ (ریاض النضرۃ ج ۳ ص ۲۰۹-۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس روایت کو بالعموم بیان کیا جاتا ہے لیکن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے اس روایت کو رد کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ کسی جاہل نے اس روایت کو گھڑ لیا ہے، حالانکہ یہ روایت احادیث متواترہ کے خلاف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی خوش حالی اور تونگری کے وقت دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶) نیز آپ نے فرمایا: پہلے اپنے نفس سے ابتدا کرو، (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۱۶) اور آپ نے فرمایا: اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۴) اور اللہ تعالیٰ نے شوہروں پر ان کی بیویوں اور ان کے بچوں کو کھانا کھلانا فرض کر دیا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرۃ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان (دودھ پلانے والی ماؤں) کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق دینا فرض ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اس کو ضائع کردے جس کو وہ روزی دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۰۵، دار الفکر، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۹۵، دار الحدیث قاہرہ و عالم الکتب، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۱۰، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۹۹، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۵، اس حدیث کی سند صحیح ہے، احمد شاکر)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کی روزی اس پر لازم ہے وہ اس کی روزی ضائع کردے۔ کیا کوئی عاقل یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم سے غافل تھے، حتیٰ کہ وہ اور ان کے اہل و عیال تین دن تک بھوکے رہے، اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے اپنے نفس پر یہ ایثار کیا تھا تو تین دن تک اپنی اہلیہ کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا، اور اگر اہلیہ کا بھی ایثار مان لیا جائے تو تین دن تک پانچ اور چھ سال کے کمسن بچوں کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر ایک دن کی روایت مان لی جائے تو جن کی روزی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھی ان کو بھی ایک دن بھوکا رکھنا حضرت علی ایسے کامل متقی سے کب متصور ہو سکتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۲۰-۱۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام اعظم کے اخلاق، زہد و تقویٰ، عبادت اور خوفِ خدا

امام ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

امام زعفرانی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے۔ فرمایا: امام اعظم محارم سے شدید اجتناب کرتے تھے۔ بلا علم، دین میں کوئی بات کہنے سے سخت ڈرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی مجاہدہ کرتے، اہلِ دنیا کے منہ پر کبھی ان کی تعریف نہیں کرتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے اور مسائلِ دینیہ میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ اتنے عظیم علم کے باوجود بے حد سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ جب ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر اس کی نظیر قرآن و حدیث میں نہ ملتی تو پھر قیاس کرتے۔ نہ کسی شخص سے طمع کرتے اور نہ بھلائی کے سوا کبھی کسی کا تذکرہ کرتے۔ ہارون الرشید یہ سنتے ہی کہنے لگا: صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں، پھر اس نے

Marfat.com

کاتب کو ان اوصاف کے لکھنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے سے کہا: ان اوصاف کو یاد کرلو۔ (مناقب کردری ج اص ۲۲۶)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا ممنون ہوتا تو آپ کو بے حد افسوس ہوتا۔ فرماتے: شکر کا مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کا دیا ہوا مال میں نے تم تک پہنچایا ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا کہ امام اعظم بیس سال تک میری اور میرے اہل و عیال کی کفالت فرماتے رہے۔ ایک دن میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ جیسا فیاض کوئی شخص نہیں دیکھا۔ فرمایا: تم نے حماد کو نہیں دیکھا ورنہ ایسا کبھی نہ کہتے۔

شفیق بیان کرتے ہیں کہ میں امام اعظم کے ساتھ بازار جا رہا تھا' راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا۔ آپ نے اس کو بلا کر چھپنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے بتایا کہ میں نے آپ کے دس ہزار درہم دینے ہیں' کافی عرصہ گزر چکا لیکن میں تنگ دستی کی وجہ سے نہیں دے سکا اس لیے شرم کی وجہ سے آپ کو دیکھ کر چھپ گیا تھا۔ اس کی اس گفتگو کو سن کر آپ پر بڑا گہرا اثر ہوا اور فرمایا: جاؤ میں خدا کو گواہ کر کے تمہارا سارا قرضہ معاف کرتا ہوں۔ (الخیرات الحسان ص ۹۵)

امام رازی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظم کسی جگہ جا رہے تھے۔ راستہ میں کیچڑ تھی۔ ایک جگہ آپ کے پیر کی ٹھوکر سے کیچڑ اُڑ کر کسی شخص کے مکان کی دیوار سے جا لگی۔ آپ پریشان ہو گئے کہ اگر کیچڑ اُکھاڑ کر دیوار صاف کی جائے تو دیوار کی مٹی بھی اُتر آئے گی اور اگر یونہی چھوڑ دیا جائے تو ایک شخص کی دیوار خراب ہوتی ہے۔ اس پریشانی میں تھے کہ صاحبِ خانہ باہر آیا' اتفاق سے وہ شخص یہودی تھا اور آپ کا مقروض تھا۔ آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ قرض مانگنے آئے ہیں۔ پریشان ہو کر عذر پیش کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: قرض کو چھوڑو میں تو اس خلجان میں ہوں کہ تمہاری دیوار کو صاف کیسے کروں۔ کیچڑ کھرچوں تو خطرہ ہے دیوار سے کچھ مٹی بھی اُتر آئے گی اور اگر یونہی رہنے دوں تو تمہاری دیوار گندی ہوتی ہے۔ یہ بات سن کر یہودی بے ساختہ کہنے لگا: حضور دیوار کو بعد میں صاف کیجئے گا پہلے کلمہ پڑھا کر میرا دل پاک کر دیں۔

امام اعظم عبادت و ریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ان کی عبادت و ریاضت کا جو حال غیر حنفی علماء نے بیان کیا ہے وہ عادت سے اس قدر بعید اور اتنا حیرت انگیز ہے کہ آج کی عیش کوش اور تن آسان دنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ حنفی شافعی بلکہ ملت اسلامیہ کے علماء کے درمیان یہ بات بے حد استفاضہ سے زیادہ معروف ہے کہ امام ابو حنیفہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے لیکن زمانہ قریب کے مشہور مورخ جناب شبلی صاحب نے اس واقعہ سے سراسر انکار اور اس کو عقل کے خلاف قرار دیا ہے۔ دراصل گمراہی کی سب سے پہلی بنیاد یہ ہے کہ ہم اپنی عقل و فراست اور اپنے اخلاق و کردار کے میزان سے صالحین امت کے کارناموں کو تولنا شروع کر دیں۔ غور کیجئے امام بخاری کو تین لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ کیا آج کی دنیا کے لوگوں کی قوتِ حافظہ کو سامنے رکھ کر یہ باور کرنا ممکن ہے۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ امام شمس الدین سرخسی نے تیس ضخیم مجلدات پر مشتمل "مبسوط" جیسی عظیم کتاب بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے زبانی املا کرائی ور صرف "مبسوط" ہی نہیں' امام سرخسی نے "مبسوط" جیسی کئی ضخیم کتابیں قید خانہ میں بغیر مطالعہ کے زبانی املاء کرائیں۔ کیا آج کے لوگوں کی قوتِ علمیہ کو سامنے رکھ کر یہ باور کرنا ممکن ہے کہ کوئی شخص محض حافظہ کی بنیاد پر اتنا عظیم کام کر سکتا ہے' جس طرح سلف صالحین کا یہ گروہ اپنی قوتِ علمیہ کے اعتبار سے ہم سے آگے تھا اس طرح یہ نفوسِ قدسیہ اپنی قوتِ عملیہ کے لحاظ سے بھی ہمارے وہم و گمان سے بہت بلند تھے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ ایک بار ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا: یہ وہ شخص ہیں جو عبادت میں پوری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے: ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہیے۔ اس وقت سے آپ نے رات کو جاگ کر عبادت کرنی شروع کی یہاں تک کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور چالیس سال تک لگاتار اس معمول پر قائم رہے۔ (الخیرات الحسان ص ۸۲)

فضل بن دکین کہتے ہیں کہ میں نے تابعین میں امام ابو حنیفہ کی طرح کسی شخص کو شدتِ خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دعا مانگتے وقت خوفِ خداوندی سے آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپ کا بدن کسی سال خوردہ مشک کی طرح مرجھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایک بار آپ نے رات کو نماز میں قرآن کریم کی آیتِ مبارکہ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر کی تلاوت کی پھر اس کی قرأت سے آپ پر ایسا کیف طاری ہوا کہ بار بار اس آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ موذن نے صبح کی اذان کہہ دی۔ (الخیرات الحسان ص ۸۳)

افعالِ خارقہ (خلافِ عادت کاموں) کی اقسام اور کرامت کی تعریف

دراصل اللہ کا ولی وہی شخص ہوتا ہے جو کامل مسلمان ہو۔ وہ خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہو اور ہر قسم کے گناہوں کی آلودگی سے اس کا دامن پاک ہو خواہ اس سے کسی کرامت کا ظہور ہوا ہو یا نہیں، تاہم بعض اوقات اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ہم کرامت کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں، پہلے ہم خرقِ عادت کاموں کی اقسام بیان کریں گے جس کے ضمن میں کرامت کی تعریف آجائے گی پھر ہم کرامت کے ثبوت میں قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ سے دلائل پیش کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق۔

خلافِ عادت کاموں کی حسبِ ذیل اقسام ہیں:

(۱) ارہاص: اعلانِ نبوت سے پہلے نبی سے جو خلافِ عادت امور صادر ہوں، جیسے یہ حدیث ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷)

(۲) معجزہ: اعلانِ نبوت کے بعد نبی سے جو خلافِ عادت امور صادر ہوں اور وہ اس کے دعویٰ نبوت کے موید ہوں جیسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے کلام کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کرنا کہ کوئی شخص اس کلام کی نظیر نہیں لا سکتا اور اس کے علاوہ آپ کے بکثرت معجزات ہیں۔

(۳) کرامت: وہ کامل مسلمان جو کسی نبی کی شریعت کا متبع اور مبلغ ہو اس سے ایسے خلافِ عادت امور ظاہر ہوں جن سے اس کے مرتبہ اور مقام کا علم ہو اور وہ امور اس کے نبی کے موید ہوں وہ از خود مدعیٔ نبوت نہ ہو۔

(۴) معونت: کسی عام مسلمان سے کسی خلافِ عادت کام کا ظہور ہو۔

(۵) استدراج: کافر سے کسی خلافِ عادت کام کا ظہور ہو۔

(۶) اہانت: جھوٹے نبی سے خلافِ عادت کام کا ظہور ہو اور وہ اس کے دعویٰ کا مکذب ہو جیسے مسیلمہ کذاب سے کسی کانے نے کہا: آپ نبی ہیں تو دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے۔ اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ کی بینائی بھی جاتی رہی۔ اسی طرح اس نے ایک کنوئیں میں تھوکا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس کا پانی میٹھا ہو جائے گا تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا، یا جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ محمدی بیگم سے اس کا نکاح ہو جائے گا لیکن اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہو گیا، پھر اس نے دوبارہ

Marfat.com

دعویٰ کیا کہ شادی کے اڑھائی سال بعد مرزا سلطان محمد مرجائے گا اور محمدی بیگم اس کے نکاح میں آجائے گی لیکن خود مرزا غلام احمد مرگیا اور اس کی موت کے بعد دیر تک مرزا سلطان محمد زندہ رہا' اسی طرح مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی کہ عیسائی پادری آتھم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مرجائے گا' لیکن وہ زندہ رہا اور عیسائیوں نے بڑی شان و شوکت سے اس کا جلوس نکالا' مرزا قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا' اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے لکھا: اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون' ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوسکیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی زندگی میں مرزا غلام احمد قادیانی ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرگیا اور وہ اس کے بعد دیر تک زندہ رہے اور مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیاں اُلٹ گئیں اور اس کے دعویٰ کی مکذب ہوئیں اور اسی کو اہانت کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں قرآنِ مجید کی آیات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (الحجرات: ۱۳) بے شک تم میں سب سے زیادہ صاحبِ کرامت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صاحبِ کرامت کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جو متقی ہو' اور اصطلاح میں جو کرامت کا معنی ہے یعنی جس متقی شخص سے کسی خلافِ عادت فعل کا ظہور ہو اس کے ثبوت میں حسبِ ذیل آیات ہیں:

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي۔ (النمل: ۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا: میں اس تخت کو آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں تو جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ تخت دو ماہ کی مسافت پر واقع تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی نے اسے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کر دیا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے: جمہور کے نزدیک اس شخص کا نام آصف بن برخیا تھا۔

حافظ اسمٰعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

مجاہد' سعید بن جبیر' محمد بن اسحٰق' زہیر بن محمد وغیرہم نے کہا ہے کہ وہ تخت یمن میں تھا اور حضرت سلیمان شام میں تھے۔ جب آصف بن برخیا نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ بلقیس کے تخت کو لے آئے تو وہ تخت زمین کے اندر سے گھسا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نکل آیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا ہے کہ آصف نے عین عرش (تخت) میں تصرف کیا' اس نے عرش کو اس کی جگہ پر معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا اور آصف کا قول ہی ان کا فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے کن فرمانے کے حکم میں ہے۔ شیخ اکبر نے جو ذکر کیا ہے وہ میرے نزدیک جائز ہے البتہ یہ ظاہر آیت کے خلاف ہے اور اس آیت

Marfat.com

سے اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت پر استدلال کیا گیا ہے۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

سوال سلیمان کا بطور امتحان اور اظہار عجز جنات کے ہوگا (الی قولہ) کہ آپ کو معلوم ہو کہ اس صحابی سے یہ کرامت صادر ہوگی اور سوال کرنا جنات کو سنانا اور دکھلانا ہو کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں۔

(بیان القرآن ج ۲ ص ۷۴۷، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

راجح یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمان کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا ہے جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسماء اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا، اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھیے قبل اس کے آپ ادھر سے نگاہ ہٹائیں تخت آپ کے سامنے رکھا ہوگا۔ (حضرت سلیمان نے فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا، اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لیے حضرت سلیمان پر بھی اس کی شکر گزاری عائد ہوئی۔

(حاشیہ عثمانی بر ترجمہ محمود حسن ص ۵۰۶، مطبوعہ باہتمام مملکۃ السعودیہ)

اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت میں دوسری آیت یہ ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران: ۳۷)

جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق (موجود) پاتے، انہوں نے کہا: اے مریم! تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا: یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

حافظ اسمٰعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو الشعثاء، ابراہیم نخعی، ضحاک، قتادہ اور ربیع بن انس وغیرہم نے کہا ہے کہ حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس گرمیوں کے پھل سردیوں میں دیکھتے تھے اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں دیکھتے تھے اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامت پر دلیل ہے اور سنت میں اس کی بہت نظائر ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

یہ اولیاء اللہ کی کرامت کے جواز پر دلیل ہے۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ المکتبۃ العصریہ، ۱۴۱۵ھ)

اس سلسلہ میں یہ آیات ہیں:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

کیا آپ نے سمجھا کہ اصحاب کہف (غار والے) اور کتبے والے، ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہا: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، اور ہمارے کام میں ہماری کامیابی کے

Marfat.com

اذانهم فی الکھف سنین عددا۝ ثم بعثنھم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا۔ (الکھف: ۱۲-۹)

اسباب مہیا فرما دے۝ پھر ہم نے انہیں غار میں کئی سال تک گہری نیند سلا دیا۝ پھر ہم نے انہیں (نیند سے) اٹھایا تاکہ ہم یہ ظاہر کر دیں کہ غار میں ان کے ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۝

ظاہر قرآن اور حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق اصحاب کہف سات نوجوان تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ دقیانوس لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا' ان نوجوانوں کی فطرت سلیمہ تھی' ان کا عقیدہ تھا کہ عبادت صرف اللہ کی ہونی چاہیے۔ یہ بادشاہ کے ظلم سے ڈر کر ایک غار میں چلے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور یہ تین سو' یا تین سو نو سال تک سوتے رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نیند سے اٹھا دیا۔ یہ صبح کے وقت سوئے تھے اٹھے تو دن ڈھل رہا تھا' یہ سمجھے کہ یہ دن کا کچھ وقت سوئے ہیں۔ ان میں کا ایک جوان شہر میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لینے گیا۔ وہاں جا کر پتا چلا کہ ان کو تو کئی صدیاں گزر چکی ہیں' ان کا سکہ دیکھ کر لوگ بہت حیران ہوئے کہ یہ کس بادشاہ کا سکہ ہے' بالآخر معلوم ہوا کہ یہ وہی جوان ہیں جو کسی زمانہ میں غائب ہو گئے تھے' اس زمانہ میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے میں بہت اختلاف ہوتا تھا' ان کے واقعات سے حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو گئی۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب صوفیہ نے اس آیت سے کرامات کے قول کی صحت پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بالکل ظاہر ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں احادیث صحیحہ اور کرامت کے اختیاری ہونے پر علماء کی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں بارش نے آلیا' انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اس غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر ٹوٹ کر گر پڑا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ تب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا' سوچو تم نے اللہ کے لیے کوئی نیک عمل کیا ہو تو اس کے وسیلہ سے دعا کرو' شاید اللہ تمہاری نجات کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میری بیوی تھی اور ایک چھوٹی بچی تھی' میں ان سب کی خورد و نوش کا انتظام کرتا تھا۔ جب میں شام کو گھر آتا تو اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا' ایک دن مجھے دیر ہو گئی' میں شام سے پہلے نہ پہنچ سکا' میرے ماں باپ سو چکے تھے' میں حسب معمول دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا رہا اور میں نے ان کو نیند سے بیدار کرنا' ناپسند کیا' اور میں نے یہ بھی ناپسند کیا کہ میں اپنی بچی کو ان سے پہلے دودھ پلا دوں' بچی میرے قدموں میں بھوک سے روتی رہی اور میں صبح تک اسی طرح کھڑا رہا۔ اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میرا یہ عمل محض تیری رضا کے لیے تھا' سو تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ تب اللہ نے کشادگی کر دی (وہ پتھر کچھ سرک گیا) اور انہوں نے اس کشادگی سے آسمان کو دیکھ لیا اور دوسرے نے دعا کی: اے اللہ! میری ایک عم زاد بہن تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا' جیسا کہ مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں' میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا سوال کرتا تھا' اس نے کہا پہلے سو دینار لاؤ' میں نے محنت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے اور وہ دینار اس کو دے دیئے' جب میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے لگا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے

Marfat.com

ڈر، اور ناحق مہر کو نہ توڑ، پس میں اس سے الگ ہو گیا (اے اللہ!) تجھے خوب علم ہے کہ میرا یہ عمل تیری رضاجوئی کے لیے تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے! تو ان کے لیے کشادگی کر دی، اور تیسرے نے دعا کی: اے اللہ! میں نے چاولوں کے ایک ٹوکرے کے عوض ایک مزدور طلب کیا، جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے میرا حق دو، میں نے اس کو وہ ٹوکرا دیا، اس نے اس سے اعراض کیا، میں نے ان چاولوں سے کاشت کرنی شروع کر دی اور اس کی آمدنی سے میں نے بہت سی گائیں اور چرواہے جمع کر لیے۔ ایک دن وہ آیا اور اس نے کہا اللہ سے ڈر اور مجھے میرا حق دے، میں نے کہا یہ گائیں اور چرواہے لے جاؤ، اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کر رہا، یہ گائیں اور چرواہے لے جاؤ، وہ ان کو لے گیا۔ (اے اللہ!) تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضاجوئی کے لیے کیا تھا سو تو یہ باقی رکاوٹ بھی دور کر دے تو اللہ تعالیٰ نے بقیہ کشادگی بھی کر دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۳۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۳)

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی دعا قبول فرمائی اور بغیر کسی ظاہری سبب کے غار کے منہ سے پتھر ہٹا دیا اور ان کے لیے خرق عادت کا ظہور ہوا، نیز اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے، اور یہ کہ نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے اور جب نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے تو نیک ذوات کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوگی اور سب سے زیادہ نیک ذات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے تو آپ کے وسیلہ سے بھی دعا کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے، اس حدیث میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کو اپنے بچوں پر ترجیح دینے کی فضیلت ہے اور محض اللہ کے لیے قدرت کے باوجود گناہ کو ترک کر دینا اور پاک دامنی کو اختیار کرنے کی فضیلت ہے اور مزدور کی اجرت کو اچھی طرح سے ادا کرنا اور امانت کی حفاظت کرنے پر ترغیب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین (نوزائیدہ بچوں) نے پالنے میں کلام کیا ہے، حضرت عیسیٰ بن مریم، جریج کا صاحب (اور ایک اور بچہ) جریج ایک عبادت گزار شخص تھا، اس نے ایک عبادت گاہ بنائی، وہ اس میں عبادت کرتا تھا۔ اس کی ماں اس کے پاس اس وقت آئی جس وقت وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا: اے جریج! اس نے (دل میں) کہا اے میرے رب! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (ایک طرف) میری نماز ہے! پھر وہ نماز پڑھتا رہا، اس کی ماں لوٹ گئی۔ دوسرے دن وہ پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا اے میرے رب! (ایک طرف) میری ماں ہے! اور (ایک طرف) میری نماز ہے اور پھر وہ نماز پڑھتا رہا، اس کی ماں لوٹ گئی۔ تیسرے دن وہ پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے آواز دی اے جریج! اس نے (دل میں) کہا اے میرے رب! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (ایک طرف) میری نماز ہے، اور وہ نماز پڑھتا رہا۔ اس کی ماں لوٹ گئی اور اس نے یہ بددعا دی! اے اللہ اس کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک اس کا سابقہ بدکار عورتوں سے نہ پڑ جائے اور بنو اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا تھا، اور ایک بدکار عورت تھی اس کے حسن و جمال کا بھی بہت ذکر کیا جاتا تھا، اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں اس کو گناہ میں ملوث کر دوں، وہ اس کے پاس گئی اور اس کو بدکاری پر اکسایا۔ جریج نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں کی، ایک چرواہا اس عبادت گاہ میں رہتا تھا اس عورت نے اس سے خواہش پوری کر لی اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے کہا یہ جریج سے ہوا ہے۔ لوگ جریج کے پاس گئے، اس کو عبادت گاہ سے نکالا اور مارنا شروع کر دیا اور اس کی عبادت گاہ کو منہدم کر دیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا تم مجھے کیوں مار رہے ہو؟ انہوں نے کہا تم نے اس بدکار عورت سے زنا کیا

Marfat.com

ہے اور اس سے تمہارا بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ وہ اس بچہ کو لے کر آئے' اس نے کہا: اچھا مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ اس نے نماز پڑھی' نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس بچہ کے پاس گیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھوئی اور کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا: فلاں چرواہا! تب لوگ جریج کی طرف بڑھے' اس کو تعظیم سے چوم رہے تھے اور اس کو مس کر رہے تھے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کی عبادت گاہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا: نہیں' اس کو اسی طرح مٹی کی بنا دو جس طرح وہ تھی۔ سو انہوں نے ویسی ہی بنا دی۔

اور پچھلی امتوں میں ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا' وہاں سے ایک قوی سواری پر خوب صورت پوشاک پہنے ایک سوار گزرا۔ اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل بنا دے! اس بچے نے دودھ چھوڑ کر اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا' اور پھر دودھ پینا شروع کر دیا۔ پھر ان کا گزر ایک باندی کے پاس سے ہوا جس کو لوگ مار رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور تو نے چوری کی ہے۔ اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا' اس بچے نے دودھ چھوڑ کر اس باندی کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنا دینا۔ اس کی ماں نے کہا: تیرا سر مونڈا جائے' ایک آدمی خوب صورت پوشاک پہنے اچھی سواری پر گزرا تو میں نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل بنا دینا تو تو نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا' اور جس باندی کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے' تو نے چوری کی ہے اور میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا تو تو نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنانا۔ اس بچے نے کہا: وہ آدمی ایک ظالم شخص تھا' تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا اور وہ باندی جس کے متعلق لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے' تو نے چوری کی ہے' اس نے زنا کیا تھا نہ چوری کی تھی اس لیے میں نے کہا: مجھے اس کی مثل بنانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۳۶' ۲۴۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۷' دار الفکر طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۵۷' طبع جدید' دار الحدیث قاہرہ و عالم الکتب بیروت' جامع المسانید ج ۷ ص ۱۸۴)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب جریج نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے ماں کے بلانے پر نہیں جا سکا تو ماں نے اس کو بددعا کیوں دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جریج پر لازم تھا وہ جلدی سے نماز ختم کر کے ماں کے بلانے پر ماں کے پاس چلا جاتا' لیکن وہ نماز ختم کرنے کے بعد بھی ماں کے پاس نہیں گیا حتیٰ کہ وہ دوسرے دن پھر بلانے گئی اور وہ دوسرے دن بھی نہیں گیا حتیٰ کہ وہ تیسرے دن پھر بلانے گئی اور جب اس کی طرف سے کوئی مثبت رد عمل ظاہر نہیں ہوا تو پھر تنگ آ کر ماں نے بددعا دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور جریج ایک بدکار عورت کے فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ یہ اس کی ماں کی کرامت ہے اور اس میں جریج کی بھی کرامت ہے کیونکہ اس کے کہنے سے ایک نوزائیدہ بچے نے باتیں کیں۔ جریج کی یہ نماز نفل تھی لیکن ان کی شریعت میں نفلی نماز میں بھی ماں کے بلانے پر نماز توڑنا جائز نہ تھا' ہماری شریعت میں ماں کے بلانے پر نفل نماز کو توڑنا جائز ہے' اور باپ کے بلانے پر نفل نماز توڑنا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۳-۲۸۲) اور فرض نماز کو کسی کے بلانے پر توڑنا جائز نہیں ہے' الا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں۔

اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث جریج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی نشانی ظاہر فرما کر ظالموں کے ہاتھوں سے چھڑا لیتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کی طلب اور ان کے اختیار سے کرامت واقع ہوتی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۱۲' مطبوعہ دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اور علامہ بدر الدین عینی نے بھی لکھا ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی طلب اور ان کے اختیار سے کرامات واقع ہوتی ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ کراچی، عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۳، مطبوعہ مصر) علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۵ ص ۴۱۳، مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جریج کا یقین بہت قوی تھا اور اس کی اُمید صحیح تھی، کیونکہ اس نے نوزائیدہ بچہ سے بولنے کے لیے کہا حالانکہ عادت یہ ہے کہ نوزائیدہ بچے کلام نہیں کرتے، اور اگر جریج کی اُمید صحیح نہ ہوتی تو وہ بچہ سے کلام کرنے کے لیے نہ کہتا، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اولیاء اللہ مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی نجات کی سبیل پیدا کر دیتا ہے اور بعض اوقات ان کی نجات کا معاملہ موخر کر دیا جاتا ہے، اس میں ان کی تہذیب کی جاتی ہے اور ان کے لیے زیادہ ثواب رکھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اولیاء کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت ہے کہ کرامت ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۳، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس جاسوس بھیجے اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ جس وقت وہ عسفان اور مکہ کے درمیان ایک مقام پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ بنولحیان میں ان کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے سو تیراندازوں کا ایک دستہ ان کے تعاقب میں روانہ کیا، وہ ان کے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے گئے، حتیٰ کہ جس منزل میں ٹھہر کر انہوں نے کھجوریں کھائیں تھیں وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا: یہ یثرب کی کھجوریں ہیں، پھر وہ ان نشانات پر چل پڑے حتیٰ کہ حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو ان کے آنے کا پتا چل گیا، ان کافروں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور مسلمانوں سے کہا: تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: میں کسی کافر کے وعدہ پر ہتھیار نہیں ڈالوں گا، پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے حال سے ہمارے نبی کو مطلع فرما دے۔ کافروں نے تیر مارنے شروع کیے اور حضرت عاصم کو شہید کر دیا اور تین صحابہ ان کی امان کے وعدہ پر ان کے پاس آ گئے۔ ان میں حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک اور صحابی تھے۔ جب کافروں نے ان کو باندھنا شروع کر دیا تو تیسرے صحابی نے کہا: یہ پہلی عہد شکنی ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے ان شہداء میں نمونہ ہے۔ (حضرت عاصم کے ساتھ جو بقیہ سات شہید ہو گئے تھے) انہوں نے ان کو گھسیٹ کر لے جانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ کو لے گئے حتیٰ کہ ان کو جنگ بدر کے بعد بیچ دیا۔ بنوالحارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیب کو خرید لیا۔ حضرت خبیب نے حارث بن عامر کو جنگِ بدر میں قتل کر دیا تھا، حضرت خبیب ان کے ہاں کئی دن قید رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت خبیب نے حارث کی بعض بیٹیوں سے اُسترا مانگا تاکہ اس سے موئے زیر ناف صاف کریں، اس کا بچہ ان کے پاس چلا گیا۔ اور وہ اس سے غافل تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ بچہ حضرت خبیب کی ران پر بیٹھا ہے اور اُسترا ان کے ہاتھ میں ہے، وہ بہت ڈری۔ حضرت خبیب اس کے ڈر کو جان گئے، انہوں نے کہا: کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا، میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا ان کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک خوشہ تھا جس سے وہ کھا رہے تھے، اور وہ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا۔ وہ یہ کہتی

Marfat.com

تھی کہ یہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو دیا تھا، جب وہ لوگ حضرت خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو ان سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت خبیب نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں نماز میں زیادہ دیر لگاتا، پھر دعا کی: اے اللہ! ان سب کو قتل کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ، پھر انہوں نے دو شعر پڑھے، ان کا ترجمہ یہ ہے: "جب میں حالتِ اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کیا پروا ہو سکتی ہے، میں جس پہلو پر گروں میرا گرنا اللہ ہی کے لیے ہو گا، اور یہ مرنا اللہ کی رضا کے لیے ہے اور مجھے اپنے اعضاء کے کٹنے کا غم نہیں اگر اللہ چاہے گا تو ان کٹے ہوئے اعضاء کو مبارک کر دے گا۔" پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث نے کھڑے ہو کر ان کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ظلماً قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کی سُنّت قائم کی۔ جب کافروں کو پتا چلا کہ حضرت عاصم بن ثابت کو بھی قتل کر دیا ہے تو جن کافروں کے کسی بڑے آدمی کو حضرت عاصم نے قتل کیا تھا تو انہوں نے لوگوں کو بھیجا کہ وہ ان کی لاش سے کچھ حصہ کاٹ کر لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا، شہد کی مکھیاں ایک سائبان کی طرح ان کی لاش پر چھا گئیں، انہوں نے اس لاش کی حفاظت کی اور وہ کافر اس سے کچھ حصہ کاٹ کر لے جانے میں ناکام رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۸۶، مطبوعہ دار ارقم، بیروت)

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت خبیب زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور انگور کے خوشے سے انگور کھا رہے تھے حالانکہ اس وقت مکّہ میں کوئی پھل موجود نہیں تھا نیز اس حدیث میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کرامت کا بھی ثبوت ہے، شہد کی مکھیاں ایک سائبان کی طرح ان کی لاش پر چھا گئیں اور کفار ان کی لاش کی بے حرمتی کرنے میں ناکام اور نامراد رہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے وعدہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور ان کی امان میں خود کو ان کے حوالے کرنے سے بہتر ہے کہ ان کے خلاف لڑ کر شہید ہو جائے جیسا کہ حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے کیا۔

نیز اگر مسلمان کفار کے ہاتھوں قید ہو جائے تو دورانِ قید اس کو ایسے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے کہ دشمن بھی اس کے اخلاق سے متاثر ہو، جیسا کہ حضرت خبیب کے اخلاق سے ان کے دشمن متاثر ہوئے۔

شہادت سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا اور یہ سُنّت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قائم کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔

اولیاء اللہ کے لیے دُنیا میں غم اور خوف کا ثبوت

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ان کو، کوئی خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہے اور غم کا تعلق ماضی سے ہے، یعنی ان کو ماضی میں کسی نعمت کے زوال کا ملال ہو گا نہ مستقبل میں کسی نعمت کے زوال کا خطرہ ہو گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر اس سے مراد دنیا میں خوف اور غم کی نفی ہے تو یہ ثابت نہیں کیونکہ تمام اولیاء کے راس اور رئیس سیدنا محمد ﷺ ہیں اور آپ کو دنیا میں خوف بھی لاحق ہوا اور غم بھی، خوف کی مثال ان حدیثوں میں ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جس دن سورج کو گہن لگا اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوف زدہ ہو گئے اور آپ نے گھبراہٹ میں کسی عورت کی قمیص لے لی پھر آپ کو چادر لا کر دی گئی، پھر آپ نے اس قدر طویل قیام کیا کہ اگر کوئی شخص آتا تو اس کو بالکل پتا نہ چلتا کہ آپ نے رکوع کیا ہے اور آپ کے طول قیام کی وجہ سے (معمول سے

Marfat.com

زیادہ) رکوع کی روایت کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز آندھی کو دیکھتے تو یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس کے ساتھ ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہے اور جو شر اس کے متعلق ہے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور جب آسمان پر ابر چھا جاتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ (خوف اور گھبراہٹ سے) کبھی حجرہ کے اندر جاتے اور کبھی حجرہ سے باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو آپ سے خوف دُور ہو جاتا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے اس کیفیت کو بھانپ کر آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں یہ ابر قوم عاد کے ابر کی طرح نہ ہو، انہوں نے جب اپنی بستیوں میں اَبر کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والے بادل ہیں۔ (اور در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر بڑھاپا طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے سورۃ ھود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷)

اور غم کی مثال اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے اور وہ (آپ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی والد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اٹھایا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے پاس گئے، اس وقت حضرت ابراہیم اپنے نفس کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) کہا: یارسول اللہ! آپ بھی! (رو رہے ہیں) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ (آنسو) رحمت ہیں۔ آپ کی آنکھوں سے پھر آنسو جاری ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ رو رہی ہے اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو! اور ہم آپ کے فراق سے اے ابراہیم البتہ غمگین ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۰۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۶)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں خوف بھی ہوا اور غم بھی تو پھر اولیاء اللہ کے متعلق کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں ان کو، کوئی خوف ہو گا نہ غم!

اولیاء کے لیے دنیا کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ

اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو دنیا میں ایسا خوف نہیں ہو گا جو ان کے لیے باعث ضرر ہو (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا خوف علیہم اور علی ضرر کے لیے آتا ہے) اور جن احادیث میں آپ کے خوف کا ذکر ہے وہ خوفِ خدا ہے اور خوفِ خدا باعثِ ضرر نہیں ہے بلکہ باعثِ نفع ہے اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اس کو اللہ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا۔ بے شک تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰)

Marfat.com

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما واللہ انی لاتقاکم للہ واخشاکم لہ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰۸)

سنو! اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ سے خشوع کرنے والا ہوں۔

نیز حدیث صحیح میں ہے: میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' (کشف الخفاء رقم الحدیث: ۶۰۷) اور آپ نے فرمایا: پس اللہ کی قسم میں ان سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۰۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۶) نیز آپ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ اللہ کی حدود کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۳۵)

اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور اولیاء اللہ سے غم کی نفی جو فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کا غم نہیں ہوگا' اور اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھتا ہے اور اگر بالفرض بشری تقاضے سے اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کر لیتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں' آپ کے متعلق کسی معصیت پر غم کرنے کا کیا سوال ہے اور اس آیت میں جو غم کی نفی فرمائی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو دنیاوی نقصانات پر غم اور رنج نہیں ہوگا' دنیاوی نقصانات پر ان کو رنج اور غم ہوتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتے ہیں اور اس میں ان کے لیے بہت اجر اور بڑے درجات ہوتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ۝ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ۔ (البقرہ: ۱۵۷-۱۵۵)

اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے، تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے ○ جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے رب کی طرف سے بہت تحسین ہے اور بہت رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے' خواہ تھکاوٹ ہو یا (کسی چیز کا) غم ہو یا دائمی درد اور بیماری ہو یا کوئی سخت پریشانی تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بعض روایات میں ہے: اور اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۲۰' عالم الکتب بیروت' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۹۴۹' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۲' مطبوعہ کراچی' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۵۶)

اولیاء اللہ کے لیے آخرت کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا تو حشر کے دن انبیاء علیہم السلام خوف زدہ ہوں گے اور سب نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو گناہوں پر عذاب اور

Marfat.com

گرفت کا خوف نہیں ہوگا، ان کو اللہ تعالیٰ کی جلال ذات سے خوف ہوگا اور یہ خوف ان کے قرب الٰہی کی علامت ہے اور ان کے لیے باعث نفع ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ O (المومنون: ۶۰)

اور وہ لوگ جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل خوف سے لرز رہے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

کیا اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو شراب پیتے تھے اور چوری کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اے صدیق کی بیٹی! لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے اور ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان کے یہ اعمال مقبول نہ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں بہت جلدی کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار جنت کی بشارت دی تھی، اس کے باوجود وہ قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے تھے کہ ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۷)

اور یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو گناہ نہ کرنے اور نیکیوں کی بہتات کے باوجود اللہ کی جلال ذات سے ڈرتے تھے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہیں۔

اولیاء اللہ کے غم اور خوف کی امام رازی کی طرف سے توجیہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

• بعض عارفین نے کہا ہے کہ ولایت کا معنی قرب ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہو، اور جو اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اس طرح ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا دھیان غیر اللہ کی طرف نہیں جاتا، اور اسی کیفیت کا نام کامل ولایت ہے اور جب ولی کو یہ کیفیت حاصل ہوگی تو اس کو کسی چیز کا خوف ہوگا نہ کسی چیز کا غم ہوگا کیونکہ اس کا دل و دماغ اللہ کے سوا کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کو کسی چیز کا خوف یا غم ہو، اور یہ بہت بڑا درجہ ہے جو شخص اس درجہ تک نہیں پہنچا وہ اس کا تصور نہیں کر سکتا، اور جو اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے کبھی اس سے معرفت الٰہی میں استغراق کی کیفیت زائل ہو جاتی ہے پھر اس کو خوف اور غم لاحق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے عام آدمیوں کا حال ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ابراہیم خواص ایک جنگل میں تھے اور ان کے ساتھ ان کا مرید بھی تھا، ایک رات کو جب ان پر معرفت الٰہی میں استغراق کی کامل کیفیت طاری تھی کچھ درندے آگئے اور ان کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ ان کا مرید تو ڈر کے مارے درخت پر چڑھ گیا اور وہ درندوں سے بے پروا اسی طرح بیٹھے رہے، صبح کو جب یہ کیفیت زائل ہوگئی تو ان کے ہاتھ پر ایک مچھر نے کاٹا جس کی تکلیف سے وہ بے قرار ہوگئے۔ مرید نے کہا رات درندوں سے آپ کو کوئی خوف نہیں ہوا اور آج ایک مچھر سے آپ بے قرار ہوگئے۔ شیخ نے کہا رات مجھ پر غیبی واردات کی قوت طاری تھی، اور جب یہ قوت غائب ہوگئی تو میں اللہ کی مخلوق میں سب سے کمزور ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۷۷-۲۷۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اولیاء اللہ، معرفت الٰہی میں مستغرق ہوتے ہیں اور ان کا غالب حال یہی ہوتا ہے تو ان کو، کوئی خوف اور غم نہیں ہوتا، اور جب یہ کیفیت نہیں ہوتی تو وہ عام لوگوں کی طرح ہیں، اور ان کو خوف اور غم ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے قریب جنگل کے کنوئیں میں تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ان کی طرف توجہ نہ ہوئی اور وہ ان کے فراق میں روتے رہے، اور ایک وہ وقت تھا کہ ان کے بیٹے مصر سے حضرت یوسف کی قمیص لے کر روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے، اور اس کی دوسری نظیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن تک کھائے پیے بغیر وصال کے (مسلسل) روزے رکھے اور آپ کی جسمانی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے اور صحابہ کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمادیا اور فرمایا: تم اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۹۶۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۰۳) اور ایک وقت کی یہ کیفیت ہے کہ بھوک کی شدت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۳۷۱)

امام رازی نے اس کی دوسری توجیہ اس طرح کی ہے کہ اولیاء اللہ کو قیامت کے دن خوف نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۳)

سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی، اور فرشتے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے (اور کہیں گے) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

نیز فرماتے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ان کو غم اور خوف ہوگا، لیکن یہ سب اخبار احاد ہیں اور جب قرآن مجید نے فرمادیا ہے کہ ان کو خوف اور غم نہیں ہوگا تو ظاہر قرآن ان احادیث پر مقدم ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قارئین پر مخفی نہ رہے کہ ہم نے امام رازی کی تفسیر سے پہلے اس آیت کی جو توجیہ بیان کی ہے اس سے قرآن مجید اور احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اولیاء اللہ کے لیے دنیا اور آخرت میں بشارت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

اہل مصر میں سے ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: لهم البشرى في الحيوة الدنيا وفي الاخرة۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے مجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کیا کہ کسی اور شخص نے مجھ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا، جب سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: اس سے مراد نیک خواب ہیں جو مسلمان شخص دیکھتا ہے یا اس کے لیے وہ خواب دیکھے جاتے ہیں یہ اس کی دنیا کی زندگی میں بشارت ہیں اور آخرت میں اس کی بشارت جنت ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۲، مسند احمد رقم الحدیث:۲۸۱۰۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۲۷۴۸۷، مطبوعہ دار الحدیث: قاہرہ، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۱۰۵۰۱، مطبوعہ کراچی، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۷۵، شعب الایمان رقم الحدیث:۴۷۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ نیک خواب ہیں جن کے ساتھ مومن کو بشارت دی جاتی ہے، یہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں، جو شخص یہ خواب دیکھے وہ

Marfat.com

اس کی خبر دے اور جس نے اس کے سوا کوئی چیز دیکھی تو وہ شیطان کی طرف سے اس کو غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہے، اس کو چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس کی خبر کسی کو نہ دے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰، دارالفکر، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۰۴۴، عالم الکتب بیروت ودارالحدیث قاہرہ، شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۷۶۴، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۰۵)

اولیاء اللہ کے لیے دنیا میں بشارت کے متعلق یہ آیات ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○ (حم السجدۃ: ۳۲-۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر دائماً قائم رہے ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا○ ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں (بھی) اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل پسند کرے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو○ بہت بخشنے والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے ضیافت ہے۔

اور اولیاء اللہ کے لیے آخرت میں بشارت کے متعلق یہ آیتیں ہیں:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ (الانبیاء: ۱۰۳)

سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی، اور فرشتے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ (الحدید: ۱۲)

(اے رسول مکرم!) جس دن آپ مومنین اور مومنات کو اس حال میں دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہاری خوشی کی چیز یہ جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں اس میں تم ہمیشہ رہو گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اولیاء اللہ کے متعلق میں تفصیل سے لکھنا چاہتا تھا الحمد للہ علی احسانہ اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو پوری کی، اولیاء اللہ کے متعلق مجھے بچپن سے ایک شعر یاد ہے۔ اس شعر پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

احب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں، حالانکہ میں خود ان میں سے نہیں ہوں،
اس امید پر کہ شاید اللہ مجھے بھی نیکی عطا فرمادے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی باتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں، بے شک ہر قسم کا غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے○ سنو! جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں سب اللہ ہی کے مملوک ہیں، یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود ساختہ) شریکوں کو پکارتے ہیں یہ کس کی پیروی کررہے ہیں؟ یہ صرف اپنے گمان کی پیروی کررہے ہیں اور یہ

Marfat.com

صرف غلط اندازے لگا رہے ہیں O وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دکھانے والا دن بنایا بے شک اس میں (غور سے) سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O (یونس: ۶۵-۶۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا

اس سے پہلے کفار مکہ کے مختلف شبہات کے جوابات دیئے تھے، کفار مکہ جب دلائل سے عاجز آ گئے تو انہوں نے دھاندلی کا طریقہ اختیار کیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکایا اور خوف زدہ کیا، انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مالدار ہیں اور ان کا جتھہ ہے اور وہ اپنی طاقت اور اپنے زور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام بنائیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو کوئی خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے، پھر یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے اور ہر قسم کا غلبہ اسی کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے خلاف ان کو قدرت نہیں دے گا، بلکہ آپ کو ان کے خلاف قدرت عطا فرمائے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کے ضرر سے محفوظ رکھا اور وہ آپ کو قتل کرنے کے منصوبہ کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامون کر دیا تھا تو پھر آپ خوف زدہ کیوں ہوئے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کیوں گئے اور اس کے بعد بھی آپ وقتاً فوقتاً خوف زدہ رہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ سے کامیابی اور نصرت کا وعدہ مطلقاً کیا تھا، کسی خاص وقت کو کامیابی اور نصرت کے لیے معین نہیں فرمایا تھا، اس لیے آپ ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں اس وقت میں شکست کا سامنا نہ ہو جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۷۹)

ہماری رائے میں یہ جواب درست نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خوف سے ہجرت نہیں کی تھی، آپ ان سے خوف زدہ کیسے ہو سکتے تھے، وہ برہنہ تلواریں لیے آپ کے حجرہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور آپ سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے درانہ ان کے درمیان سے نکل آئے تھے، آپ کا ہجرت فرمانا اللہ تعالیٰ کی سُنّت کے مطابق تھا کیونکہ ہر نبی ایک مرتبہ کفار کے علاقہ سے ہجرت کرتا ہے اور پھر دوبارہ فاتح کی حیثیت سے وہیں لوٹتا ہے۔ تین دن غار میں چھپنا بھی کفار کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کی وجہ سے تھا، اسی غار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی طرح جنگِ بدر میں فتح کے لیے گڑگڑا کر اللہ سے دُعا کرنا بھی اظہارِ عبودیت کے لیے تھا، کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا، آپ کو کبھی بھی کفار کا خوف نہیں ہوا، آپ صرف اللہ سے ڈرتے تھے اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔

شرک کے ابطال پر دلائل

اس سے پہلے فرمایا تھا: الا ان للہ ما فی السمٰوٰت والارض۔ (یونس: ۵۵) یعنی آسمانوں اور زمینوں کی تمام غیر ذوی العقول چیزیں اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں اور اس آیت میں فرمایا: الا ان للہ من فی السمٰوٰت والارض۔ (یونس: ۶۶) یعنی آسمانوں اور زمینوں کی تمام ذوی العقول چیزیں بھی اللہ کی ملکیت میں ہیں، اور ذوی العقول سے مراد جن، انس اور ملائکہ ہیں، ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ عقل والے ہوں یا بے عقل، تمام جمادات، نباتات، حیوانات، جن، انسان اور فرشتے سب اللہ کے مملوک ہیں۔ اس میں مشرکین کا رد ہے جو بُتوں کو پوجتے تھے، کیونکہ تمام پتھر اس کے مملوک ہیں، سو بُت بھی اس کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے، اسی طرح اس میں یہود اور نصاریٰ کا بھی رد ہے جو حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو معبود مانتے تھے، کیونکہ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ بھی اللہ کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ معبود کیسے

Marfat.com

ہو سکتا ہے، اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود ساختہ) شریکوں کی پیروی کر رہے ہیں یہ کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ یعنی یہ جن شریکوں کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو سب اللہ کے مملوک ہیں، وہ عبادت کے کیسے مستحق ہو گئے! یہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا اندازہ غلط ہے۔

وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دکھانے والا دن بنایا الخ، اس سے پہلے فرمایا تھا: ان العزة للہ جمیعا۔ (یونس: ۶۵) یعنی ہر قسم کا غلبہ اللہ ہی کیلئے ہے، اس آیت میں اس پر دلیل قائم فرمائی ہے کہ اس نے رات اس لیے بنائی ہے کہ تمہاری تھکاوٹ دُور ہو، اور دن اس لیے بنایا ہے کہ اس کی روشنی میں اپنی ضروریاتِ زندگی کو فراہم کر سکو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے، وہ (اس سے) پاک ہے، وہی بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمینوں میں سب اسی کے مملوک ہیں، تمہارے پاس اس (باطل قول) پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جس کو تم خود (بھی) نہیں جانتے O آپ کہیے بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہیں ہوں گے O (یہ) دنیا کا عارضی فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف انہوں نے لوٹنا ہے، پھر ہم ان کے کفریہ کاموں کی بناء پر ان کو سخت عذاب چکھائیں گے O (یونس: ۷۰-۶۸)

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا محال ہونا

اس آیت میں بھی مشرکین کا رد ہے، عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور یہود یہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ولد بنانے سے مستغنی ہے، کیونکہ ولد تب ہوتا ہے جب والد کا ایک جز اس سے منفصل ہو پھر اس جز سے ولد بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ ذو اجزاء نہیں ہے کیونکہ جس کے اجزاء ہوں وہ اپنے قوام میں ان اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور وہ حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محتاج اور حادث ہونا محال ہے، اور دیگر دلائل حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ولد اس لیے ہوتا ہے کہ والد کے فوت ہونے کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہو اور اللہ تعالیٰ قدیم، ازلی، باقی اور سرمدی ہے، اس لیے وہ فوت نہیں ہو سکتا، اس کو کسی قائم مقام کی حاجت نہیں اس لیے وہ ولد سے مستغنی ہے۔

(۲) ولد کے لیے زوجہ اور شہوت کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے مستغنی ہے۔

(۳) ولد کی حاجت اس شخص کو ہوتی ہے جس کو اپنے ضعف کے وقت ولد کی اعانت کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ ضعف اور کسی کی اعانت سے مستغنی ہے۔

(۴) ولد جنس میں والد کے مماثل ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا ولد فرض کیا جائے تو وہ ممکن ہو گا یا واجب۔ اگر ممکن ہو تو اس کا مماثل نہیں اور اگر واجب ہو تو تعدد وجباء لازم آئے گا، نیز ولد والد سے موخر اور حادث ہوتا ہے اور واجب کا موخر اور حادث ہونا محال ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے اس لیے وہ والدین سے مستغنی ہے اور جب وہ والدین سے مستغنی ہے تو واجب ہوا کہ وہ اولاد سے بھی مستغنی ہو، سو اللہ تعالیٰ کا غنی مطلق ہونا اس بات کو واجب کرتا ہے کہ اس کے لیے ولد ہونا محال ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری دلیل دی کہ ولد والد کا مملوک نہیں ہوتا، اگر کوئی شخص کسی غلام کو خریدے جو اس کا بیٹا ہو تو وہ خریدتے ہی آزاد ہو جاتا ہے اور جب کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کی مملوک ہے تو پھر اس کا کوئی ولد کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ولد مملوک نہیں ہوتا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بطور زجر و توبیخ فرمایا: کیا تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل ہے؟ یا تم

Marfat.com

بلادلیل اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے دلائل سے واضح فرمادیا کہ اس کے لیے اولاد کا ہونا محال ہے تو اس پر متفرع فرمایا: جو لوگ اس پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

کفار کے ناکام ہونے کی واضح دلیل

فلاح کا معنی ہے مقصود اور مطلوب تک پہنچنا اور فلاح نہ پانے کا مطلب ہے کہ وہ شخص اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوگا، بلکہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ بعض لوگ گھٹیا مقاصد اور فوری نتائج کے طالب ہوتے ہیں تو جب انہیں اپنا ردی مطلوب جلد حاصل ہو جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ خسیس اور گھٹیا مطلوب دنیاوی زندگی میں متاعِ قلیل ہے، پھر بہر حال انہوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور پھر انہوں نے اپنے کفر اور تکذیب کی وجہ سے دائمی عذاب بھگتنا ہے تو یہ کامیابی نہیں ہے بلکہ واضح ناکامیابی ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ

اور ان کے سامنے نوح کا قصہ بیان کیجئے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر تم کو میرا

مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا

(تمہارے درمیان) رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا، ناگوار ہے، تو میں نے تو صرف اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنے

اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا

(خود ساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کر لو، پھر تمہاری وہ سازش (تمہارے گروہ پر) مخفی نہ رہے پھر تم جو کچھ میرے

اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ

خلاف کر سکتے ہو وہ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ○ پھر اگر تم اعراض کرو تو میں نے (تبلیغ دین کا) تم سے کوئی اجر طلب نہیں

اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾

کیا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ○

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ

سو انہوں نے ان کی تکذیب کی، پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں (سوار) تھے سب کو (طوفان سے) نجات دی، اور ہم نے

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾

انہیں (ان کا) جانشین بنا دیا، اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کو ہم نے غرق کر دیا تو آپ دیکھیے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ○

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

پھر نوح کے بعد ہم نے (اور) رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى

وہ اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے جس کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے، ہم اسی طرح سرکشی

قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ

کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں ○ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا وہ مجرم

مُّجْرِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا

لوگ تھے ○ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے بے شک یہ تو ضرور

لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ

کھلا ہوا جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے متعلق یہ کہتے ہو، جب وہ تمہارے پاس آیا! کیا یہ جادو ہے؟

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

جادو کرنے والے تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے ○ انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں اس (دین) سے پھیر دو جس پر ہم نے

وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾

اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور زمین میں تم ہی دونوں کے لیے بڑائی ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ○

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

فرعون نے حکم دیا کہ ہر ماہر جادوگر کو ہمارے پاس لے آؤ ○ پس جب وہ جادوگر آ گئے

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى

موسیٰ نے ان سے کہا تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ○ پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا

Marfat.com

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۙ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ

تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے، بے شک عنقریب اللہ اس کو نیست و نابود کردے گا، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ٨ ١٢ ١٣

کی اصلاح نہیں فرماتا ○ اور اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرمائے گا خواہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو ○

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے سامنے نوح کا قصہ بیان کیجئے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر تم کو میرا (تمہارے درمیان) رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں نے تو صرف اللہ پر توکل کیا ہے، تم اپنے (خود ساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کرلو، پھر تمہاری وہ سازش (تمہارے گروہ پر) مخفی نہ رہے، پھر تم جو کچھ میرے خلاف کرسکتے ہو وہ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو○ پھر اگر تم اعراض کرو تو میں نے (تبلیغ دین کا) تم سے کوئی اجر طلب نہیں کیا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں○ (یونس: ٧٢-٧١)

ربط آیات اور انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے شبہات کا ازالہ فرمایا تھا اور توحید اور رسالت پر دلائل قائم فرمائے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے دوسرا عنوان شروع فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے قصص کا بیان شروع فرمایا اور خطاب کی ایک نوع سے دوسری نوع کی طرف منتقل ہونے میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(١) جب خطاب کی ایک نوع میں کلام طویل ہو جائے تو بعض اوقات مخاطب کو اس سے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اور اس پر غفلت یا اونگھ طاری ہونے لگتی ہے اور جب خطاب کا انداز بدل جائے اور کلام کی دوسری قسم سے تقریر شروع کردی جائے تو اس کا اونگھتا ہوا ذہن بیدار ہو جاتا ہے اور اس کو اس نئے موضوع سے دلچسپی ہونے لگتی ہے اور اس کا ذوق و شوق تازہ ہو جاتا ہے۔

(٢) اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ ہو، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنیں گے کہ تمام کافر تمام رسولوں کے ساتھ اسی طرح انکار اور مخالفت کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں اور واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود ان کو جھٹلاتے رہے ہیں تو کفار مکہ کی مخالفت اور ان کی شقاوت کو برداشت کرنا آپ پر سہل اور آسان ہو جائے گا۔

(٣) کفار جب انبیاء سابقین علیہم السلام کے ان واقعات کو سنیں گے تو ان کو یہ علم ہوگا کہ انبیاء متقدمین کو ان کے زمانہ کے کافروں نے ایذاء پہنچانے میں اپنی انتہائی طاقت صرف کردی، لیکن بالآخر وہ ناکام اور نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی مدد فرمائی اور کافر ذلیل اور رسوا ہوئے، تو ہوسکتا ہے کہ ان واقعات کو سن کر کفار کے دل خوف زدہ ہوں اور وہ اپنی ایذاء رسانیوں سے باز آجائیں۔

(٤) ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ آپ نے کسی معلم سے پڑھا تھا نہ کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے انبیاء سابقین کے یہ واقعات اسی طرح بیان فرمائے جس طرح تورات، زبور اور انجیل میں لکھے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان قصص کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے جانا تھا اور یہ آپ کی نبوت کی صداقت اور قرآن مجید کی حقانیت کی واضح دلیل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو مقدم کرنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں تین قصص بیان فرمائے ہیں: پہلے حضرت نوح کا قصہ بیان فرمایا پھر حضرت موسیٰ کا اور اس کے بعد حضرت یونس کا قصہ بیان فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام پر مقدم ہیں، نیز اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب کفر اور انکار پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو طوفان میں غرق کر دیا، سو اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ بیان فرمایا تاکہ اس کو سن کر کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آ جائیں اور حضرت نوح کی قوم کے عذاب سے عبرت حاصل کریں، نیز اس لیے کہ کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے انکار پر کوئی آسمانی عذاب لائیں اور کہتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا، تو ان کو بتایا کہ حضرت نوح کی قوم بھی ایسا ہی کہتی تھی، پھر بالآخر ان پر طوفان سے غرقابی کا عذاب آ گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کی ناگواری کی وجوہ

اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو یہ ناگوار تھا کہ حضرت نوح ان کے درمیان رہیں، ان کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک ان کے درمیان رہے اور ان کے پاس اتنے لمبے قیام کی وجہ سے وہ بیزار ہو گئے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ بت پرستی کے جس طریقہ پر کاربند تھے وہ طریقہ ان کو بہت مرغوب اور بہت محبوب تھا، وہ اس سے جذباتی وابستگی رکھتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام ان سے یہ فرماتے تھے کہ وہ اس طریقہ کو ترک کر دیں، اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو اس کے پسندیدہ طریقہ سے ہٹانے کی کوشش کرے تو اس کو برا لگتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان دنیاوی لذات سے محبت کرتا ہے، فحش کاموں میں اس کو مزہ آتا ہے اور ان کو چھوڑنا اس پر دشوار ہوتا ہے اور عبادت کی مشقتوں سے وہ متنفر ہوتا ہے، ایسے شخص کو وہ آدمی برا لگتا ہے جو اس کو برے کاموں سے منع کرے اور نیک کام کرنے کا حکم دے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین میں کفار کا کوئی خوف تھا نہ ان سے کسی نفع کی توقع تھی

حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم کو ان کا قیام اور ان کا نصیحت کرنا ناگوار ہے تو انہوں نے ابتداء سے یہ فرمایا: فعلی اللہ توکلت "میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے" کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کامل بھروسہ ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور تم اس وہم میں نہ رہنا کہ تم جو مجھے قتل کرنے اور ایذاء پہنچانے کی دھمکیاں دیتے ہو تو میں اس سے ڈر کر اپنے مشن کو ترک کر دوں گا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دوں گا، پھر دوسری بار تاکید کی: فاجمعوا امرکم گویا کہ یہ فرمایا کہ تم میری مخالفت میں اور مجھے ایذاء پہنچانے کے لیے جس قدر اسباب جمع کر سکتے ہو وہ جمع کر لو، اور نہ صرف تم بلکہ تم اپنے ساتھ اپنے مزعوم خداؤں کو بھی ملا لو، پھر تیسری بار فرمایا: پھر وہ تمہاری سازش (تمہارے گروہ پر) مخفی نہ رہے، یعنی تم نے میرے خلاف جو کچھ کرنا ہے وہ کھلم کھلا کرو، پھر چوتھی بار فرمایا: ثم اقضوا الی "پھر تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو وہ کر گزرو" یعنی تم جو کچھ مجھے ضرر پہنچانا چاہتے ہو اور میرے خلاف جو بھی شر اور فساد کرنا چاہتے ہو وہ کر گزرو، اور پانچویں بار فرمایا: اور مجھے مہلت نہ دو یعنی تم جس قدر جلد میرے خلاف کارروائی کر سکتے ہو وہ کرو، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کفار کی دھمکیوں سے بالکل نہیں ڈرتے تھے، اور انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل

Marfat.com

توکل تھا۔

اس کے بعد فرمایا: پھر اگر تم اعراض کرو تو میں نے (تبلیغ دین کا) تم سے کوئی اجر طلب نہیں کیا۔ اس قول میں بھی اس پر دلیل دی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کفار سے بالکل ڈر نہ تھا، کیونکہ خوف یا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دشمن کی طرف سے کوئی شر پہنچے گا تو حضرت نوح کے پہلے ارشادات سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کفار کے شر اور فساد کی کوئی پرواہ نہیں تھی، یا خوف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ متوقع منافع اور فوائد منقطع ہو جائیں گے، تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، آپ نے ان سے کوئی چیز نہیں لی تھی کہ ان کی ناگواری کی بناء پر اس کے چھن جانے کا خوف ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا: میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم دین اسلام قبول کرو یا نہ کرو مجھے دین اسلام پر برقرار رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ دین اسلام کی دعوت دینے کی وجہ سے مجھے خواہ کوئی ضرر پہنچے مجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر برقرار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو انہوں نے ان کی تکذیب کی، پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں (سوار) تھے سب کو (طوفان سے) نجات دی اور ہم نے انہیں (ان کا) جانشین بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کو ہم نے غرق کر دیا تو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا○ پھر نوح کے بعد ہم نے (اور) رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے، جس کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے، ہم اسی طرح سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں○ (یونس: ۷۴-۷۳)

حضرت نوح کی قوم کے کافروں کا انجام

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان کیا معاملہ ہوا، اور اب یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب اور ان کی قوم کے کفار کے درمیان انجام کار کیا معاملہ ہوا، سو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب مومنین کے متعلق یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار سے نجات دی، اور یہ کہ ان کو کفار کا جانشین بنا دیا بایں طور کہ کفار کو غرق کر دیا اور کفار کے متعلق یہ فرمایا کہ ان کو ہلاک کر دیا اور غرق کر دیا۔

اس آیت میں کفار کے لیے ترہیب اور عبرت کا سامان ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول کی تکذیب کریں گے ان پر ایسا عذاب آ سکتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کے مکذبین پر آیا تھا، اور اس آیت میں مومنوں کے لیے ترغیب ہے اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تحریص ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے اصحاب کو مخالفین کے شر اور فساد سے نجات عطا کی تھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بھی مخالفین کے ضرر سے بچائے گا۔ قوم نوح کے غرقاب ہونے کی تفصیل باقی سورتوں میں مذکور ہے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر نوح کے بعد ہم نے (اور) رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسولوں کا نام ذکر نہیں فرمایا، ان رسولوں میں سے حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہم ہیں، ان انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم معجزات دے کر بھیجا، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان انبیاء کی قوم کے لوگوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی

Marfat.com

تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

کافروں کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: ہم اسی طرح سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ نے خود ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس قسم کا سخت کفر کیا جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، دوسرا جواب یہ ہے کہ مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور یہ ایمان لانے کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ○ (النساء: ۱۵۵)

بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے۔

اس آیت کی زیادہ تفصیل ہم نے البقرہ: ۷ میں بیان کر دی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا وہ مجرم لوگ تھے ○ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے بے شک یہ تو ضرور کھلا ہوا جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے متعلق یہ کہتے ہو، جب وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے؟ جادو کرنے والے تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے ○ (یونس: ۷۷-۷۵)

فرعون اور اس کے درباریوں کے قول میں تعارض کا جواب اور حضرت موسیٰ کے معجزہ کا جادو نہ ہونا

ان آیتوں کا معنی بالکل واضح ہے، صرف یہ بات وضاحت طلب ہے کہ آیت: ۷۶ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا کہ بے شک یہ تو ضرور کھلا ہوا جادو ہے اور آیت: ۷۷ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم نے حق (معجزہ) کو دیکھ کر یہ کہا کیا یہ جادو ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا یہ جادو ہے؟ یہ فرعون اور اس کے درباریوں کا قول نہیں ہے بلکہ ان کا قول محذوف ہے اور وہ یہ ہے تم وہ کہتے ہو جو کہتے ہو، اور پورا مفہوم یوں ہے موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے متعلق وہ کہتے ہو جو کہتے ہو؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور انکار فرمایا: کیا یہ جادو ہے؟ پھر اس معجزہ کو جادو قرار دینے کا بطلان فرمایا: یہ جادو کیسے ہو سکتا ہے، جادو کرنے والے تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور اللہ نے مجھے کامیاب فرمایا ہے، جادو کرنے والے تو نظر بندی کرتے اور ملمع کاری کرتے ہیں اور لاٹھی کو سانپ بنا دینا اور ید بیضا نظر بندی یا ملمع کاری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں اس (دین) سے پھیر دو، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور زمین میں تم ہی دونوں کے لیے بڑائی ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ فرعون نے حکم دیا کہ ہر ماہر جادوگر کو ہمارے پاس لے آؤ ○ پس جب وہ جادوگر آ گئے موسیٰ نے ان سے کہا تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ○ پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے بے شک عنقریب اللہ اس کو نیست و نابود کر دے گا، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا ○ اور اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دے گا خواہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو ○ (یونس: ۸۲-۷۸)

Marfat.com

قومِ فرعون کے بیان کردہ دو عذر

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور پیغام کو قبول نہ کرنے کے دو سبب بیان کیے: ایک یہ کہ ہم اس دین کو ترک نہیں کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا، انہوں نے دلائل ظاہرہ کے مقابلہ میں اندھی تقلید کو ترجیح دی اور اس پر اصرار کیا، اور دوسرا سبب یہ بیان کیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ملک مصر میں اپنی بڑائی، اپنا تسلط اور اپنا اقتدار چاہتے ہیں کیونکہ جب مصر کے رہنے والے ان کے معجزات کو دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں گے تو پھر سب ان ہی کے مطیع اور فرماں بردار ہوں گے۔ انہوں نے پہلے اندھی تقلید سے استدلال کیا اور اس کے بعد اس سے کہ مصر کی حکومت کو وہ اپنے ہاتھوں سے کھونا نہیں چاہتے اور پھر صراحتاً کہہ دیا کہ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا جادو کے زور سے معارضہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر کر دیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ پیش کیا تھا وہ دراصل جادو کی قسم سے ہے، پھر فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا تو ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم پیش کرو جو کچھ تم پیش کرنا چاہتے ہو!

جادو کا حکم دینے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجزہ کا جادو سے مقابلہ کرنا کفر ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر کا حکم کس طرح دیا؟ جبکہ کفر کا حکم دینا بھی کفر ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے جو کچھ جادوگروں نے پیش کیا ہے وہ عمل فاسد اور سعی باطل ہے، اور جادوگروں کا یہ عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے اظہار کا ذریعہ بنا، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فی نفسہ جادوگروں کا عمل مطلوب نہیں تھا بلکہ ان کا عمل اس لیے مطلوب تھا کہ وہ ان کے عمل کی ناکامی اور نامرادی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے اظہار اور سرفرازی کا سبب بنے۔

جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈال دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم نے جو بھی عمل کیا وہ محض باطل جادو ہے، اور یہ اس لیے فرمایا کہ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا آپ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو ہے، اس لیے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو ہے اور وہ محض ملمع کاری ہے جس کا بطلان ابھی ظاہر ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے گا، اللہ تعالیٰ نے باقی سورتوں میں یہ بیان کر دیا ہے کہ اس نے جادو کو کس طرح باطل فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن کر ان تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گیا تھا۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ

سو (ابتدائً) موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کے سوا ان پر کوئی ایمان نہیں لایا (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے

وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ

درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ وہ ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے اور بے شک فرعون زمین میں متکبر تھا اور وہ یقیناً

Marfat.com

لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ

حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ○ اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو صرف اسی پر

تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو ○ انہوں نے کہا ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے، اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں

فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَ

کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر ○ اور ہم کو اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات عطا فرما ○ اور

اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف یہ وحی فرمائی کہ تم اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو

بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

قبلہ (مساجد) قرار دو اور نماز پڑھو اور مومنین کو بشارت دو ○ اور موسیٰ نے کہا

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب! تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں، اے ہمارے رب! ان کے مال و دولت کو برباد کر دے اور

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ

ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ○ فرمایا

اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے، تم دونوں ثابت قدم رہنا اور جاہلوں کے راستہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا ○

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان

Marfat.com

وَعَدْوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ

کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان

اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ

لائے ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ (فرمایا) اب (ایمان لایا ہے)

عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ

حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا ○ سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو

بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ

بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے، اور بے شک بہت سے لوگ

۱۴ ۹ ع عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو (ابتداءً) موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کے سوا ان پر کوئی ایمان نہیں لایا (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ وہ ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے اور بے شک فرعون زمین میں متکبر تھا اور وہ یقیناً حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا○ (یونس: ۸۳)

ربط آیات اور فرعون کے واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عظیم معجزات پیش کیے اور ان کا عصا جادوگروں کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گیا یہ ایسا عظیم حسی معجزہ تھا جس کو تمام لوگوں نے اپنی جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا، اس کے باوجود حضرت موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا، اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ کفار مکہ کے اعراض کرنے اور کفر پر اصرار کرنے پر غم نہ کریں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ ان کی پیہم تبلیغ اور بکثرت معجزات دکھانے کے باوجود معدودے چند افراد ہی ایمان لاتے ہیں، سو اگر آپ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود چند افراد نے ہی اسلام قبول کیا ہے تو اس پر غم نہ کریں، آپ اس معاملہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ منسلک ہیں۔

حضرت موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کا مصداق

اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کی بعض اولاد ایمان لائی۔ اس بعض اولاد کے تعین میں اختلاف ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا' لمبے عرصہ کے بعد وہ لوگ مرگئے اور ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جن لوگوں کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی وہ بنی اسرائیل نہیں تھے بلکہ وہ فرعون کی قوم کے چند لوگ تھے۔ ان میں فرعون کی بیوی' آل فرعون کا مومن' فرعون کا خازن اور فرعون کے خازن کی بیوی تھی۔

حضرت ابن عباس کی دوسری روایت یہ ہے کہ وہ لوگ بنی اسرائیل کی اولاد تھے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں: میرے نزدیک راجح مجاہد کی روایت ہے کہ جن لوگوں کی ذریت ایمان لائی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا اور وہ بنو اسرائیل ہیں' لمبا عرصہ گزرنے کے بعد وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے مرگئے' پھر ان کی اولاد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور ان میں سے بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۹۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بنی اسرائیل کی اولاد میں سے جو بعض ایمان لائے تھے ان کو بھی یہ ڈر تھا کہ فرعون اور اس کے سرداران کو فتنہ میں مبتلا کردیں گے کیونکہ وہ فرعون سے بہت ڈرتے تھے اور فرعون کی گرفت بہت سخت تھی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن تھا' اور فتنہ کا معنی ہے آزمائش اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان پر طرح طرح کے عذاب مسلط کرکے ان کو ان کے سابق دین کی طرف لوٹانے کی کوشش کرے گا اور فرعون زمین میں متکبر تھا کیونکہ وہ اپنے مخالفین کو سخت سزائیں دیتا تھا اور بہت قتل کرتا تھا' اور وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے اللہ کا بندہ ہونے کے باوجود الوہیت کا دعویٰ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو صرف اسی پر توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو○ انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر ہی توکل کیا ہے' اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر○ اور ہم کو اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات عطا فرما○ (یونس: ۸۶-۸۴)

اسلام اور ایمان کا معنی اور اس معنی پر توکل کا متفرع ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ گویا کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے فرما رہا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو صرف اللہ پر توکل کرو' کیونکہ اسلام کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا' اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا' اور ایمان کا معنی یہ ہے کہ بندہ یہ مان لے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور واجب الوجود ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے اور اس کی مخلوق ہے اور اس کے زیر تصرف اور اس کے زیر تدبیر ہے اور جب بندہ میں یہ دونوں کیفیتیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے گا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ پر توکل کا نور پیدا ہو جائے گا اور توکل کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور تمام احوال میں صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا کہ انہوں نے کہا: فعلی اللہ توکلت "میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے" (یونس: ۷۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم صرف اللہ پر توکل کرو' (یونس: ۸۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی ذات میں کامل تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو کامل بنانے والے تھے اور ان دونوں مرتبوں میں بڑا فرق ہے۔

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والوں کی دعا کے دو محمل

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے دعا کی تھی: اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا'

Marfat.com

اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ قوم فرعون کو ہمارے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر کیونکہ اگر تو نے قوم فرعون کو ہم پر مسلط کر دیا تو ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو وہ ہم پر مسلط نہ ہوتے اور یہ ان کے کفر پر اصرار کرنے کا قوی شبہ ہو جائے گا اور اس طرح ہم پر ان کا تسلط ان کے لیے آزمائش بن جائے گا یا اگر تو نے ان کو ہم پر مسلط کر دیا تو وہ آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوں گے اور یہ ان کے لیے آزمائش ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان ظالموں کے ذریعہ ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ کر یعنی ان کو ہم پر قدرت نہ دے تاکہ وہ ہم پر ظلم اور قہر کریں اور یہ خطرہ ہو کہ ہم اس دین سے پھر جائیں جس کو ہم نے قبول کیا ہے۔

اور پھر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف یہ وحی فرمائی کہ تم اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (مساجد) قرار دو اور نماز پڑھو اور مومنین کو بشارت دو○ (یونس: ۸۷)

بنی اسرائیل کے گھروں کو قبلہ بنانے کے محامل

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (مساجد) قرار دو' اس کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

عکرمہ حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: بنو اسرائیل نماز پڑھنے میں فرعون اور اس کی قوم سے ڈرتے تھے تو ان کو حکم دیا کہ تم اپنے گھروں کو قبلہ بنالو' یعنی اپنے گھروں کو مسجد بنالو اور ان میں نماز پڑھو۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۷۷۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ فرعونیوں پر ظاہر کر کے نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اجازت دی کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں کو قبلہ رو بنائیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۷۸۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ قبلہ سے مراد کعبہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ اور ان کے متبعین کو اپنے معابد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے فرعون کا خوف ہوا تو ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں قبلہ رو مساجد بنائیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے خفیہ طریقہ سے نماز پڑھیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۷۸۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن جریر نے کہا: بیوت کا غالب استعمال رہائشی گھروں کے لیے ہوتا ہے اور قبلہ کا غالب استعمال نماز کے قبلہ کے لیے ہوتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کو ان ہی معانی پر محمول کرنا چاہیے جن کے لیے غالب استعمال ہو' اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ اپنے گھروں میں قبلہ رو ہو کر نماز پڑھو اور فیموا الصلوۃ کا معنی ہے فرض نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ اس کے اوقات میں پڑھو' اور وبشر المؤمنین کا معنی ہے اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) مومنین کو عظیم ثواب کی بشارت دیجئے۔ (اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بنی اسرائیل کو یہ بشارت دیجئے کہ عنقریب اللہ ان کو فرعون اور اس کے سرداروں پر غلبہ عطا فرمائے گا) (جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۰۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیاوی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے' اے ہمارے رب! تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں' اے ہمارے رب! ان

Marfat.com

کے مال و دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں O فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے، تم دونوں ثابت قدم رہنا اور جاہلوں کے راستہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا O (یونس: ۸۹-۸۸)

فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ کی دعاء ضرر کی توجیہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے بڑے معجزات کو ظاہر کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور اس کے باوجود یہ دیکھا کہ فرعون اور اس کی قوم نے کفر پر اصرار کیا اور ایمان لانے سے انکار کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی اور اس کے ساتھ ان کے وہ جرائم بھی بیان کیے جن کی وجہ سے ان کے خلاف دعا کی تھی اور ان کے جرائم یہ تھے کہ انہوں نے دنیا کی محبت کی وجہ سے دین کو ترک کر دیا' اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں یہ ذکر کیا "تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے" اور یہاں زینت سے مراد ہے ان کی صحت اور ان کا حسن و جمال' عمدہ لباس' بکثرت سواریاں' گھر کا ساز و سامان اور سونے اور چاندی کا ڈھیروں مال۔

اللہ کے راستہ سے گمراہ کرنے کی دعا کی توجیہات

اس دعا میں فرمایا: اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں۔ اور فرمایا: اور ان کے دلوں کو سخت کر دے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت اس لیے عطا کی تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں' اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اس لیے مبعوث فرماتا ہے کہ وہ بندوں کو گمراہ کریں اور اس مفروضہ سے تو دین اور شریعت کا مقصود فوت ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لیضلوا میں لام "کے" نہیں ہے جس کا معنی ہے تاکہ وہ گمراہ کریں بلکہ یہ لام عاقبت ہے اور اس کا معنی ہے انجام کار وہ گمراہ کر دیں یا نتیجتاً وہ گمراہ کر دیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال یہ ہے:

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ (القصص: ۸)

تو فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ کو اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کے دشمن اور ان کے لیے غم کا باعث ہو جائیں۔

اسی طرح جب کہ قوم فرعون کا انجام گمراہ ہونا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس کی خبر دے دی تھی اس لیے انہوں نے دعا میں کہا کہ تو نے ان کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے تاکہ انجام کار یہ لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کر دیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں "لا" محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے: ربنا لئلا یضلوا عن سبیلک "اے ہمارے رب تاکہ یہ تیرے راستہ سے گمراہ نہ کر سکیں" اس کی مثال قرآن مجید میں یہ ہے:

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا۔ (النساء: ۱۷۶)

اللہ تمہارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ ہو جاؤ۔

یہاں بھی عبارت میں لا محذوف ہے اور مراد ہے لا تضلوا تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ' اس کی ایک اور مثال یہ ہے:

قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ۔ (الاعراف: ۱۷۲)

سب نے کہا کیوں نہیں! (یقیناً تو ہمارا رب ہے) ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے کہ) قیامت کے دن تم کہنے لگو ہم تو اس سے بے

Marfat.com

خبر تھے۔

اصل میں لئلا تقولوا تھا" تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔"

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے اور لام، لام "کے" ہے اور اس کا معنی یوں ہے: کیا تو نے ان کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال اس لیے دیا تھا کہ یہ لوگوں کو گمراہ کر دیں!

دعا کی قبولیت میں جلدی کی امید رکھنا جہالت ہے

حضرت موسیٰ نے اپنی دعا میں کہا: "ربنا اطمس علی اموالھم" طمس کا معنی ہے مسخ کرنا۔ ضحاک نے بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے دراہم اور دنانیر منقوش پتھر بن گئے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۷۹۶)

اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: "اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں" اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ ایمان نہ لا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔" اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور جو شخص کسی کی دعا پر آمین کہے وہ بھی دعا کرنے والا ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دونوں نے دعا کی ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۸۱۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں ثابت قدم رہنا یعنی رسالت پر اور تبلیغ دین پر اور دلائل قائم کرنے پر ثابت قدم رہنا۔ ابن جریج نے کہا اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۸۱۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم دونوں جاہلوں کے طریقہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا۔" جاہل لوگ جب دعا کرتے ہیں تو یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی دعا فوراً قبول ہو جائے گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات دعا کو فوراً قبول فرمالیتا ہے اور بعض اوقات اس کی دعا کا جو وقت مقدر ہوتا ہے اس وقت اس دعا کو قبول فرماتا ہے اور مقبولیت میں جلدی صرف جاہل لوگ کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا:

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ (ھود: ۴٦)

اے نوح! آپ مجھ سے وہ چیز نہ مانگیں جس کا آپ کو علم نہیں، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جاہلوں میں سے نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا میں ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ (فرمایا:) اب! (ایمان لایا ہے) حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا ○ سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے، اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○ (یونس: ۹۲-۹۰)

بنی اسرائیل کی قوم فرعون سے نجات اور فرعون کا غرق ہونا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا قبول فرمالی، تو بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک معین وقت میں مصر سے روانہ ہو جائیں اور اس کے لیے اپنا سامان تیار کر لیں۔ فرعون اس معاملہ سے غافل تھا، اس کو جب معلوم ہوا کہ بنو اسرائیل اس کے ملک سے نکل گئے تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے

Marfat.com

ساتھ روانہ ہوئے اور سمندر کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سروں پر آ پہنچا تو بنو اسرائیل بہت خوف زدہ ہو گئے' ان کے ایک طرف دشمن تھا اور دوسری طرف سمندر تھا' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ○ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ○ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ○ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ○ (الشعراء: ۶۶-۶۳)

تو ہم نے موسیٰ پر وحی فرمائی کہ آپ سمندر پر اپنا عصا ماریں' تو یکایک سمندر پھٹ گیا پس اس کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا○ اور اس جگہ ہم دوسروں (فرعون اور اس کے لشکر) کو قریب لائے○ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے سب ساتھیوں کو نجات دی○ پھر دوسروں کو غرق کر دیا○

فرعون نے جب دیکھا کہ سمندر میں خشک راستے بن گئے اور بنی اسرائیل اس سے گزر گئے تو اس نے اپنے لشکر سے کہا آگے بڑھو' بنی اسرائیل تم سے زیادہ اس راستے پر چلنے کے مستحق نہیں ہیں اور جب وہ راستے کے بیچ میں پہنچے تو وہ خشک راستے غائب ہو گئے اور سمندر کے اجزاء ایک دوسرے سے مل گئے اور فرعون غرق ہونے لگا اور اس وقت اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ (یونس: ۹۰) تو جبرئیل نے کہا اے محمد! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے جب میں سمندر کی کیچڑ اس کے منہ میں ڈال رہا تھا اس خوف سے کہ اس پر رحمت ہو جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ جبرئیل فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال رہا تھا اس خوف سے کہ وہ کہے گا لا الٰہ الا اللہ تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۱۵' المستدرک ج ۲ ص ۳۴۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۳۹۱)

فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ جب فرعون نے یہ کہہ دیا کہ میں اس پر ایمان لے آیا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان کیوں قبول نہیں فرمایا' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) فرعون نزول عذاب کے وقت ایمان لایا تھا' اور اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ○ (المومن: ۸۵-۸۴)

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہا ہم اللہ پر ایمان لے آئے جو واحد ہے اور ہم نے ان کا انکار کیا جن کو ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے○ پس ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا' یہ اللہ کا وہ دستور ہے جو اس سے پہلے اس کے بندوں میں گزر چکا ہے اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔

Marfat.com

(۲) فرعون نے جب عذاب کو دیکھ لیا تو اس نے وقتی طور پر عذاب کو ٹالنے کے لیے ایمان کا اظہار کیا، اس کا مقصود اللہ کی عظمت و جلال کو ماننے کا نہ تھا اور نہ ہی اس نے اللہ کی ربوبیت کا اعتراف کیا تھا۔

(۳) ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کرے، فرعون نے اللہ پر ایمان لانے کا اظہار کیا تھا، لیکن حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لانے کا اقرار نہیں تھا اس لیے اس کا ایمان مقبول نہیں ہوا، اگر کوئی شخص ہزار مرتبہ بھی اشھد ان لاالٰہ الااللہ پڑھے اور اشھد ان محمدا رسول اللہ نہ پڑھے تو وہ مومن نہیں ہوگا۔

فرعون کے منہ میں جبرئیل کا مٹی ڈالنا اور اس پر اشکال کا جواب

ہم نے متعدد حوالوں سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب فرعون غرق ہو رہا تھا تو حضرت جبرئیل نے اس کے منہ میں کیچڑ ڈال دی تاکہ وہ توبہ نہ کر سکے، اس حدیث پر امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے حسب ذیل اعتراضات کیے ہیں:

فرعون اللہ پر ایمان لانے کا مکلف تھا تو حضرت جبرئیل پر یہ لازم تھا کہ وہ توبہ کرنے میں فرعون کی معاونت کرتے، نہ کہ اس کی توبہ کو روکنے کی کوشش کرتے، نیز توبہ صرف زبان سے اعتراف اور ندامت کا نام نہیں ہے، بلکہ دل سے نادم ہونے کا نام ہے ورنہ گونگے کی توبہ متصور نہیں ہوگی اور جب دل سے نادم ہونے کا نام توبہ ہے تو پھر اس کے منہ میں مٹی ڈالنا بے سود ہے، نیز جب جبرئیل اس کو توبہ کرنے سے روک رہے تھے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو کفر پر قائم رکھنا چاہتے تھے، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى - تم دونوں فرعون سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈرے۔ (طٰہٰ: ۴۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ فرعون ایمان لے آئے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت جبرئیل کو فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لیے بھیجے تاکہ وہ اللہ پر ایمان نہ لا سکے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۹۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام رازی کے یہ اعتراضات بہت قوی ہیں لیکن ہم احادیث کا خادم ہونے کی حیثیت سے ان احادیث کا تحفظ کریں گے، اور ان کے اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فرعون اللہ کی آیتوں کا انکار کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے اس درجہ پر پہنچ چکا تھا، کہ اب اگر وہ ایمان لاتا پھر بھی اس کے ایمان کو قبول نہ کیا جاتا، اس لیے جبرئیل کو اس وقت اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لیے بھیجا تاکہ اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تو اب راندۂ درگاہ ہو چکا ہے اور اب تیرا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔

قرآن مجید کی صداقت

سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تیری قوم تو سمندر کی گہرائی میں غرق ہو چکی ہے لیکن ہم تیرے بے جان جسم کو سمندر کی گہرائی سے نکال لیں گے تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا آج وہ بے جان مردہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جسم کو بچا لینے کا اعلان فرمایا اور اس کا جسم آج تک محفوظ ہے، مصر پر غیر مسلموں کی حکومت بھی رہی لیکن کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ اس کے جسم کو ضائع کر دیتا، یہ قرآن مجید کی صداقت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ

اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا

Marfat.com

فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ

سو انہوں نے اختلاف نہ کیا حتّٰی کہ ان کے پاس (بہ ذریعہ تورات) علم آگیا، بے شک آپ کا رب قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ

اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں ○ پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں۔ بے شک

جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا ○ اور ان لوگوں میں سے

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ○ (اے رسول مکرم!)

حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

بے شک جن لوگوں پر آپ کے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ خواہ ان کے پاس تمام نشانیاں آجائیں

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ

حتّٰی کہ وہ دردناک عذاب کو (بھی) دیکھ لیں ○ تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آتی تو اس کا

اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

ایمان اس کو نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ

عذاب دور کر دیا، اور ہم نے ان کو ایک وقت مقرر تک فائدہ پہنچایا ○ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے

مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا

تمام لوگ ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے حتّٰی کہ وہ

Marfat.com

مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ایمان لے آئیں ○ اور کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے،

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾ قُلِ انْظُرُوْا

اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر کی) نجاست ڈال دیتا ہے ○ آپ کہیے تم غور سے دیکھو

مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ

آسمانوں اور زمینوں میں (اس کی وحدت کی) کیسی نشانیاں ہیں! اور یہ نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو کوئی

عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ

فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو (ضد اور عناد سے) ایمان نہیں لاتے ○ پس یہ لوگ صرف اس طرح کے ایام کا انتظار کر رہے ہیں

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

جیسے (عذاب کے) ایام ان سے پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں، آپ کہیے کہ تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے

الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا

والوں میں سے ہوں ○ پس ہم (عذاب آنے پر) اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو (عذاب سے) بچاتے رہے ہیں، اسی طرح ہماری

ع ۱۰ ۱۵ عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ

سنت جاریہ ہے، مومنوں کو نجات دینا ہمارے ذمہ کرم پر ہے ○ آپ کہیے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو

مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، لیکن میں اللہ کی عبادت

اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ لا

کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں ○

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾

اور آپ اپنا چہرہ دین کے لیے قائم رکھیں باطل سے منہ موڑتے ہوئے اور مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں ○

Marfat.com

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ

اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان پہنچا سکے، اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا

فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی، اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، سو انہوں نے اختلاف نہ کیا حتیٰ کہ ان کے پاس (بذریعہ تورات) علم آگیا، بے شک آپ کا رب قیامت کے دن اس چیز میں فیصلہ فرمادے گا جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں ○ پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں، بے شک تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا ○ اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ○ (اے رسول مکرم!) بے شک جن لوگوں پر آپ کے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ خواہ ان کے پاس تمام نشانیاں آجائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو (بھی) دیکھ لیں ○ (یونس: ۹۷-۹۳)

بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن میں شک کرنے کی نسبت اور اس سے عام لوگوں کا مراد ہونا

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضبوط کرنے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں جن سے قرآن مجید کی صداقت اور آپ کی نبوت کی حقانیت کا علم ہوتا ہے:

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس رکوع کی پہلی چار آیتوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے یا عام انسانوں سے خطاب ہے، اگر اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو یہ بظاہر آپ سے خطاب ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہے یعنی عام انسان اور اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۔ (الاحزاب: ۱)	اے نبی اللہ سے ڈریئے اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجئے۔
لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۔ (الزمر: ۶۵)	اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا۔

اس خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں بلکہ آپ کا غیر عام انسان مراد ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اس رکوع کی آیت ۱۰۴ میں فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ۔ (یونس: ۱۰۴)	اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو۔

اس آیت میں صراحتاً فرمادیا کہ شک کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں ہے، لہٰذا یہ آیت پہلی آیتوں کی تفسیر ہے کہ ان آیتوں میں شک کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے۔ پہلی آیتوں میں اشارتاً عام لوگ مراد ہیں اور اس آیت میں

Marfat.com

صراحت کے ساتھ عام لوگوں کا ذکر فرمایا۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں شک ہو گا تو دوسرے لوگوں کو بطریق اولیٰ آپ کی نبوت میں شک ہو گا اور اس سے شریعت بالکلیہ ساقط ہو جائے گی۔
تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں شک ہو تو اہل کتاب کے خبر دینے سے یہ شک کس طرح زائل ہو گا، کیونکہ اکثر اہل کتاب تو کفار ہیں، اور اگر اہل کتاب میں سے کوئی مومن بھی آپ کی نبوت کی خبر دے تب بھی اس کی خبر حجت نہیں ہو گی خصوصاً اس لیے کہ ان کے پاس تورات اور انجیل کے جو نسخے ہیں وہ سب محرف ہیں، پس واضح ہو گیا کہ ان پہلی تین آیتوں میں ہرچند کہ بظاہر آپ سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں اس سے مراد آپ کی امت ہے یا عام لوگ مراد ہیں۔
حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید میں شک کیا تھا نہ اہل کتاب سے سوال کیا تھا۔
قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ذکر کیا میں شک کرتا ہوں نہ میں نے سوال کیا۔
(جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

شک کی نسبت کا عام لوگوں کی طرف ہونا

اور بعض مفسرین نے یہ کہا کہ ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ عام انسان سے خطاب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین قسم کے لوگ تھے: ایک وہ جو آپ کی تصدیق کرتے تھے، دوسرے وہ جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور تیسرے وہ لوگ جن کو آپ کے نبی ہونے کے متعلق شک اور تردد تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تین قسم کے لوگوں سے خطاب فرمایا اور جن اہل کتاب سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن صوریا، حضرت تمیم داری اور کعب احبار وغیرہ ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کے نزدیک تو اس وقت کی آسمانی کتابیں محرف ہیں تو پھر ان محرف کتابوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کا ذریعہ کیسے بنایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تحریف یہ تھی کہ جو آیات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں وہ ان آیات کو چھپاتے تھے، تو اگر وہ خود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر دیتے تو یہ مسلمانوں کے لیے بہت قوی دلیل ہوتی۔

شک کی نسبت کے متعلق بعض تراجم

ہم نے شروع میں بیان کیا تھا کہ بعض مفسرین نے اس آیت میں شک کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور بعض مفسرین نے عام مخاطب کی طرف شک کی نسبت کی ہے، اسی اعتبار سے مترجمین نے اس کے ترجمے بھی دو طرح کے کیے ہیں، پہلے ہم ان مترجمین کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے شک کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے:
شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:
پس بہ پرس آنانکہ مے خوانند کتاب از پیش تو بدرستی کہ آمد بتو بیان راست از پروردگار تو پس مباش ہرگز از شک آرندگان۔
• شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

پس بہ پرس آنانرا کہ ے خوانند کتاب از پیش تو ہر آئینہ آمدہ است پیش تو وحی درست از پروردگار تو پس مشو از شک آرندگان۔

شاہ رفیع الدین دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

پس سوال کر ان لوگوں سے کہ پڑھتے ہیں کتاب پہلے تجھ سے، تحقیق آیا ہے تیرے پاس حق، پروردگار تیرے سے، پس مت ہو شک لانے والوں سے۔

شاہ عبد القادر محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے آگے بے شک آیا ہے تجھ کو حق تیرے رب سے سو تو مت ہو شبہ لانے والا۔

سید محمد محدث کچھوچھوی لکھتے ہیں:

تو اگر تم شک میں ہوتے جسے اتارا ہم نے تمہاری طرف تو پوچھ لیتے ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تم سے پہلے۔

اور جن مترجمین نے شک کی نسبت عام لوگوں کی طرف کی ہے ان کے یہ تراجم ہیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں۔

اور ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ، متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

تو (اے سننے والے) اگر تو شک میں ہو اس چیز سے جو ہم نے (اپنے رسول کی وساطت سے) تیری طرف نازل فرمائی تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

ہم نے بھی ان ہی تراجم کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے:

پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کلمات کا معنیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (یونس: ۹۵) ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین قسم کے لوگ تھے: ایک وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے، دوسرے وہ تھے جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور تیسرے وہ تھے جن کو آپ کی نبوت میں شک تھا، اور شک کرنے والوں کا معاملہ مکذبین سے کم ہے اس لیے پہلے فرمایا: تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا اور چونکہ تکذیب کرنے والوں کا معاملہ شک کرنے والوں سے زیادہ سخت ہے اس لیے ان کے بعد تکذیب کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں اور اس کے بعد فرمایا: بے شک جن لوگوں کے متعلق آپ کے رب کے کلمات صادر ہو چکے ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل سے جن لوگوں کے متعلق علم تھا کہ ان کو ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار دیا جائے گا لیکن وہ ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہوں گے، وہ کثیر معجزات اور دلائل دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق شقاوت کا فیصلہ کر دیا، سو جو لوگ اللہ کے علم میں ازل میں شقی تھے اور ان کے لیے ازل میں شقاوت لکھی جا چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

Marfat.com

اس آیت میں کلمات کا ذکر ہے اور کلمہ سے مراد اللہ کا حکم اور اس کی خبر ہے اور بندہ میں قدرت اور داعیہ (فعل کا محرک اور باعث) کا مجموعہ پیدا کرنا ہے جو اس اثر کا موجب ہے، حکم، خبر اور علم تو ظاہر ہے اور قدرت اور داعی کا مجموع بھی ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ بندہ میں کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قدرت پیدا کرتا ہے اور خیر اور شر میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کی طاقت دیتا ہے پھر خیر اور شر میں سے جس چیز کو بندہ اختیار کرتا ہے اس میں وہی چیز پیدا فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندہ نے خیر اور شر میں سے کس کو اختیار کرنا ہے، سو جن کے متعلق اللہ کو ازل میں علم تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے ان کے متعلق فرمایا: بے شک جن لوگوں کے متعلق آپ کے رب کے کلمات صادر ہو چکے ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ امام رازی نے اس کی دوسری تقریر کی ہے کہ بندہ میں قدرت اور داعی (یعنی فعل کا محرک) دونوں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے پس اللہ نے جس کو ازل میں شقی بنا دیا وہ ایمان نہیں لائے گا، لیکن یہ تقریر عام ذہنی سطح سے ماوراء ہے۔ امام رازی معتزلہ اور قدریہ کے رد میں شدت کرتے ہوئے جبر کی طرف چلے گئے ہیں، اور اہل سنت کا مسلک جبر اور قدر کے درمیان ہے یعنی فعل کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور اس کو اختیار بندہ کرتا ہے، اگر اختیار کی نفی کر دی جائے اور کہا جائے کہ یہ اختیار اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو یہ جبریہ کا مذہب ہے اور اگر کہا جائے کہ فعل کو بندہ پیدا کرتا ہے تو پھر یہ قدریہ اور معتزلہ کا مذہب ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آتی تو اس کا ایمان اس کو نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا، اور ہم نے ان کو ایک وقت مقرر تک فائدہ پہنچایا ○ (یونس: ۹۸)

حضرت یونس علیہ السلام کا نام و نسب

امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس علیہ السلام لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علیہم السلام کے نواسے ہیں، شام کے رہنے والے تھے اور علبک کے عمال میں سے تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے، ان کی والدہ نے اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے سوال کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا، ان کے سوا ان کی والدہ کی اور کوئی اولاد نہیں تھی، چالیس سال کی عمر میں حضرت یونس علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا، وہ بنی اسرائیل کے بہت عبادت گزاروں میں سے تھے، وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے شام چلے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل نینوا کی طرف بھیجا۔ (دریا دجلہ کے مشرقی کنارے جہاں موصل نامی شہر ہے وہاں ایک قدیم شہر تھا)

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۸ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُــنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۸-۸۷)

اور ذوالنون کو یاد کیجئے جب وہ غضب ناک ہو کر نکلے سو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے پھر تاریکیوں میں انہوں نے پکارا: (اے اللہ!) تیرے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں، تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ○ تو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ان کو غم سے نجات

Marfat.com

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ۝ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ۝

(الصفت: ۱۴۸-۱۳۹)

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں ۝ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے ۝ پھر قرعہ اندازی کرائی تو وہ مغلوبین میں سے ہوگئے ۝ اور ان کو مچھلی نے نگل لیا درآنحالیکہ وہ خود کو ملامت کرنے والوں میں سے تھے ۝ پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ۝ تو وہ ضرور یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے ۝ تو ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا درآنحالیکہ وہ بیمار تھے ۝ اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا ۝ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا ۝ پھر وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک وقت تک فائدہ پہنچایا ۝

دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں ۝

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

(القلم: ۵۰-۴۸)

تو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جب انہوں نے غم کی کیفیت میں اپنے رب کو پکارا ۝ اگر ان کے رب کی نعمت ان کی مدد نہ فرماتی تو وہ ضرور میدان میں ڈال دیئے جاتے درآنحالیکہ وہ ملامت زدہ ہوتے ۝ پس ان کے رب نے انہیں عزت دی اور انہیں صالحین میں سے کر لیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کو یہ کہنا نہیں چاہیے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۳۷۰۳، دارالفکر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی بندہ کو یہ کہنا نہیں چاہیے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۶۹)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس بن متّٰی سے افضل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۵)

حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کے ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ حضرت یونس کو اہل نینوا کی طرف بھیجیں اور ان کو میرے عذاب سے ڈرائیں، ان لوگوں میں تورات کے احکام پر عمل کرانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور حضرت داؤد کی زبور کے بعد اور کسی کتاب کو نازل نہیں کیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام بہت تیز مزاج اور سریع الغضب تھے، وہ اہل نینوا کے پاس گئے اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ انہوں نے حضرت یونس کی تکذیب کی اور ان کی نصیحت کو مسترد کر دیا، اور

Marfat.com

ان پر پتھراؤ کیا اور ان کو اپنی بستی سے نکال دیا- حضرت یونس وہاں سے لوٹ آئے، ان سے بنی اسرائیل کے نبی نے کہا: آپ وہاں پر پھر جائیں، حضرت یونس علیہ السلام پھر چلے گئے- اہل نینوا نے پھر وہی سلوک کیا، تین بار اسی طرح ہوا، حضرت یونس علیہ السلام ان کو عذاب سے ڈراتے اور وہ ان کی تکذیب کرتے-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب سے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کی دعا کی، اور ان لوگوں کو خبر دی کہ تین دن بعد ان پر عذاب آجائے گا، اور اپنی اہلیہ اور چھوٹے بچوں کو لے کر وہاں سے چلے گئے- وہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر اہل نینوا کو دیکھنے لگے اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرنے لگے- حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب نازل ہونے کا جو وقت مقرر کیا تھا ان کی قوم بھی اس وقت کا انتظار کر رہی تھی- جب انہیں عذاب کے نزول کا یقین ہو گیا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا، پھر اس وقت جو بنی اسرائیل کے انبیاء تھے انہوں نے ان کی طرف رجوع کیا اور ان سے اس مصیبت کا حل دریافت کیا جس میں وہ مبتلا ہو چکے تھے، انہوں نے کہا حضرت یونس علیہ السلام کو بلاؤ، وہ تمہارے لیے دعا کریں گے کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف دعا کی تھی- انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن وہ ناکام رہے، تب انہوں نے کہا آؤ ہم سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کریں، پھر وہ اپنے تمام مردوں اور عورتوں اور مویشیوں کو لے کر نکلے، انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے، اپنے سروں پر راکھ ڈالی، اپنے پیروں میں کانٹے بچھائے اور رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور توبہ کی- اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق کو دیکھ کر ان کی توبہ قبول فرمالی-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل نینوا نے یکم ذوالحجہ کو عذاب کی علامات دیکھی تھیں اور دس ذوالحجہ کو ان سے عذاب اٹھالیا گیا- حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا ہے تو اللہ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر اب آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ آپ نے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ ہمارے اوپر نہیں آیا، پس حضرت یونس اپنی قوم پر ناراض ہو کر (وحی الٰہی کا انتظار کیے بغیر) دجلہ کے کنارے پہنچ گئے، ان کے ہمراہ ان کے بال بچے بھی تھے- ایک کشتی آئی تو حضرت یونس نے کہا ہمیں لے چلو، کشتی والوں نے کہا کشتی میں جگہ کم ہے، آپ اس کشتی میں اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیں، پھر حضرت یونس اور ان کے دو بیٹے رہ گئے- پھر ایک اور کشتی آئی حضرت یونس اس کی طرف بڑھے، ان کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے آیا، اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دریا میں ڈوب گیا، اور بھیڑیا آیا وہ دوسرے بیٹے کو کھا گیا- تب حضرت یونس علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے، وہ اس دوسری کشتی میں سوار ہو گئے- جب کشتی پانی کے درمیان میں پہنچی تو اللہ کے حکم سے کشتی چکر کھانے لگی، کشتی والوں نے آپس میں کہا اس کا کیا سبب ہے، لوگوں نے کہا ہمیں پتا نہیں- حضرت یونس نے فرمایا: مجھے معلوم ہے، ایک بندہ اپنے رب سے بھاگ نکلا ہے، یہ کشتی اس وقت چلے گی جب تم اس کو دریا میں پھینک دو گے- لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ حضرت یونس نے فرمایا: وہ میں ہوں- لوگوں نے کہا اگر وہ آپ ہیں تو ہم آپ کو ہرگز نہیں پھینکیں گے، بخدا ہم کو یقین ہے کہ آپ ہی کے وسیلہ سے ہم کو اس مصیبت سے نجات ملے گی، پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور کہا جس کے نام کا قرعہ نکلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے- انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس کا نام نکل آیا، لیکن انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا، پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی پھر حضرت یونس کا نام نکلا- حضرت یونس نے کہا: مجھ کو دریا میں ڈال دو، اور اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونس کو نگل لے، مگر حضرت یونس کو خراش آئے نہ ان کی ہڈی ٹوٹے، وہ میرے نبی اور میرے برگزیدہ بندے

Marfat.com

ہیں۔ وہ مچھلی چالیس دن تک دریا میں تیرتی رہی' اور حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں جنات اور مچھلیوں کی تسبیح سنتے رہے' حضرت یونس تسبیح اور تہلیل کرتے رہے اور کہتے تھے: اے میرے مالک! تو نے مجھے پہاڑوں سے اتارا' شہروں میں پھرایا اور تین اندھیروں میں مجھے مقید کر دیا: رات کا اندھیرا' پانی کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا' تو نے مجھے ایسی سزا دی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسی سزا نہیں دی تھی!

جب چالیس دن پورے ہو گئے تو:

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانبیاء: ۸۷)

پھر تاریکیوں میں انہوں نے پکارا: (اے اللہ!) تیرے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

پھر فرشتوں نے ان کے رونے کی آواز سنی اور ان کو آواز سے پہچان لیا' اور ان کے گریہ و زاری کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! یہ ایک غمزدہ شخص کی کمزور آواز ہے جو کسی اجنبی جگہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے' اس سے ایک (اجتہادی) خطا ہو گئی تو میں نے اس کو دریا میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر لیا۔ فرشتوں نے کہا: اے رب! یہ نیک بندہ ہے' صبح اور شام اس کے بکثرت نیک اعمال آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں۔ فرمایا: ہاں!

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ اپنے اولیاء پر اس طرح گرفت فرماتا ہے تو غور کرو وہ اپنے دشمنوں پر کیسی گرفت فرمائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی فرشتوں نے شفاعت کی' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس مچھلی کے پاس بھیجا کہ جس جگہ سے اس نے حضرت یونس کو نگلا تھا وہیں ان کو اگل دے۔ وہ مچھلی دریا کے کنارے آئی اور حضرت جبرئیل مچھلی کے منہ کے قریب پہنچے اور کہا: السلام علیک یا یونس! رب العزت آپ پر سلام پڑھتا ہے! حضرت یونس نے فرمایا: اس آواز کے لیے مرحبا ہو جس آواز کے متعلق میرا یہ گمان تھا کہ وہ اب مجھے کبھی سنائی نہیں دے گی۔ پھر مچھلی سے کہا: تم اللہ کا نام لے کر حضرت یونس کو اگل دو' مچھلی نے حضرت یونس کو اگلا اور حضرت جبرئیل نے ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کا جسم اس طرح ملائم تھا جیسے نوزائیدہ بچہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں صرف تین دن اور تین راتیں رہے تھے۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت میں اختلاف ہے' شعبی نے کہا ہے کہ چاشت کے وقت مچھلی نے ان کو نگلا تھا' اور شام کے وقت اگل دیا' قتادہ نے کہا وہ اس میں تین دن رہے تھے' امام جعفر صادق نے کہا وہ اس میں سات دن رہے تھے اور سعید بن ابوالحسن اور ابومالک نے کہا وہ اس میں چالیس دن رہے تھے' اور اللہ ہی کو علم ہے وہ اس میں کتنی مدت رہے تھے۔ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۲۱' دارالفکر طبع جدید' ۱۴۱۸ھ)

ایک قول یہ ہے کہ جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں تیرے لیے ایسی جگہ مسجد بناؤں گا جہاں کسی نے تیرے لیے مسجد نہ بنائی ہوگی' اور وہ مچھلی کے پیٹ میں ہی اللہ کے لیے سجدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ تسبیح کرنے والوں (نماز پڑھنے والوں) میں سے نہ ہوتے○ تو وہ ضرور یوم حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے○ حسن نے کہا انہوں نے پہلے جو نمازیں پڑھی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرمایا اور ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔

میمون بن مہران نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کو آسانی اور سہولت کے وقت یاد کیا کرو وہ تم کو شدت اور مصیبت کے وقت میں یاد

Marfat.com

رکھے گا۔ فرعون نے اپنی ساری زندگی سرکشی اور نافرمانی میں گزاری اور جب سمندر میں ڈوبنے لگا تو کہا میں ایمان لے آیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب ایمان لایا ہے اور پہلے نافرمانی کرتا رہا تھا۔ (یونس: ۹۱-۹۰) اور حضرت یونس علیہ السلام ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے اور جب مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مصیبت سے نجات دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا مانگی تھی (لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین۔ الانبیاء: ۸۷) جو مسلمان بھی کسی مصیبت کے وقت یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۸)

مجاہد نے کہا: جب مچھلی نے دریا دجلہ کے کنارے حضرت یونس کو اگلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین پر پھیلنے والا کدو کا درخت اگا دیا اور ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ (ایک قول ہے ایک لاکھ ستر ہزار) لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔

حسن نے کہا کدو کی بیل کا بہت گھنا سایہ تھا، حضرت یونس اس کی شاخوں کو اس طرح چوستے تھے جس طرح بچہ دودھ چوستا ہے۔ نیز حسن نے بیان کیا کہ ایک چرواہے نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے پاس جا کر یہ خبر دی کہ اس نے اللہ کے رسول حضرت یونس بن متی کو دیکھا ہے، لوگوں نے اس کو جھٹلایا تب اس نے کہا میرے پاس دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی بکری کو گویائی دی اور اس نے کہا ہاں انہوں نے میرا دودھ پیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے حق میں گواہی دوں، پھر ان کی قوم اس وادی میں گئی تو دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، وہ لوگ رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے، اور پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنے شہر میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسمان سے برکتیں نازل کیں اور ان پر زمین کے خزانے کھول دیئے، حضرت یونس علیہ السلام وہاں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کرتے رہے اور ان کے لیے سنتیں اور شریعتیں قائم کیں، پھر اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور وہاں سے چلے گئے اور بادشاہ نے اس چرواہے کو بادشاہت دے دی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا، پھر بادشاہ بھی وہاں سے چلا گیا اور اس کے بعد پھر کسی نے حضرت یونس کو دیکھا نہ بادشاہ کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق پر تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بلند آواز سے تلبیہ کہتے ہوئے پہاڑی سے اتر رہے ہیں، پھر آپ ثنیہ پر آئے اور فرمایا: گویا کہ میں حضرت یونس بن متی کو دیکھ رہا ہوں، وہ تلبیہ کہہ رہے ہیں، ان پر دو سفید چادریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: لبیک یا یونس! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (کنز العمال: ۳۲۳۸۲)

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۸ ص ۱۱۶-۱۰۷ ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آتی تو اس کا ایمان اس کو نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا، اور ہم نے ان کو ایک وقت مقرر تک فائدہ پہنچایا۔ (یونس: ۹۸)

ربط آیات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: بے شک جن لوگوں پر آپ کے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے○ خواہ ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو (بھی) دیکھ لیں○ (یونس: ۹۷-۹۶) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کفر کے بعد ایمان لے آئی، اس طرح کافر قوموں کی اب دو

Marfat.com

قسمیں ہوگئیں: ایک وہ جن کا خاتمہ کفر پر ہوا اور دوسری وہ جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔

آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اصحاب سیر و تفسیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سرزمین موصل کے مقام نینوا میں رہتی تھی' اللہ عزوجل نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت یونس نے ان کو بت پرستی ترک کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آ جائے گا' جب ان پر آثار عذاب ظاہر ہوئے' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ حضرت یونس کی قوم اور عذاب کے درمیان صرف دو تہائی میل کا فاصلہ رہ گیا تھا' مقاتل نے کہا کہ ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تھا' ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی' بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہوگئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا' اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں' جب ان کو ہلاکت کا یقین ہوگیا' تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر راکھ ڈال لی' اور تمام لوگ بڑے اور چھوٹے' والدین اور بچے' تمام جانوروں کو لے کر میدان میں جمع ہوئے اور سب نے باآواز بلند اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور صدق دل سے معافی مانگی اور یہ کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے' اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ان کی توبہ یہاں تک تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کرلی' حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر اپنی دیوار میں لگایا تھا تو وہ پتھر دیوار سے نکال کر اس کو واپس کر دیا' اور ابو الجلد نے کہا: جب ان پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو وہ اپنے بڑے بوڑھے عالم کے پاس گئے اور اس سے اس عذاب سے نجات کے متعلق سوال کیا' اس نے کہا یہ کہو:

یاحی حین لاحی یاحی محی الموتی	اے زندہ! جب کوئی زندہ نہ ہو' اے زندہ! مردوں کو زندہ
یاحی لا الہ الا انت۔	کرنے والے' اے زندہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

جب انہوں نے یہ کلمات کہے تو ان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ مقاتل نے کہا: وہ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہے' پھر ان سے عذاب دور کر دیا گیا۔ دس محرم جمعہ کے دن ان کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس سے جا چکے تھے' ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔ حضرت یونس نے فرمایا: میں ان کے پاس کیسے جاؤں' وہ مجھ کو جھوٹا قرار دیں گے اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہو اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا' تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر ناراضگی کے باعث دریا کی طرف چلے گئے اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۹۹-۹۸' جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۲۴-۲۲۲ ملخصاً' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۸۹-۱۹۸۸' تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۰۳' جامع البیان جز ۸ ص ۲۹۰-۲۸۹' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۱' روح المعانی ج ۷ ص ۲۸۳-۲۸۲)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ تمام امتوں میں سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی یہ خصوصیت ہے کہ عذاب کے معائنہ کے بعد ان کی توبہ قبول کرلی گئی اور مفسرین کی ایک جماعت سے اسی طرح منقول ہے۔ زجاج نے یہ کہا ہے کہ ان پر عذاب

Marfat.com

واقع نہیں ہوا تھا' انہوں نے صرف وہ علامات دیکھی تھیں جو عذاب پر دلالت کرتی ہیں اور اگر وہ بعینہ عذاب کو دیکھ لیتے تو ان کو ایمان نفع نہ دیتا۔ (علامہ قرطبی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ زجاج کا قول بہت عمدہ ہے' کیونکہ جس عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا' وہ عذاب میں مبتلا ہونا ہے' جیسا کہ فرعون کے قصہ سے ظاہر ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت یونس کی قوم کے قصہ کو فرعون کی قوم کے قصہ کے بعد ذکر فرمایا ہے' کیونکہ وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب وہ عذاب کو دیکھ چکا تھا اس وجہ سے اس کے ایمان نے اس کو نفع نہیں پہنچایا' اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے اس سے پہلے توبہ کرلی تھی اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ (موت) نہ ہو۔ (غرغرہ: موت کے وقت غرغر کی آواز نکالنا)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۸' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۵۹۲' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰' المستدرک ج ۴ ص ۲۵۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۶۴)

ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ جب حضرت یونس نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آ جائے گا' اور حضرت یونس ان کے درمیان سے چلے گئے اور اگلی صبح کو قوم نے حضرت یونس کو موجود نہ پایا تو انہوں نے توبہ کرلی' اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب روک لیا' حضرت یونس عذاب کا انتظار کر رہے تھے' جب انہوں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور ان کا دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا قرار دیا جائے اور اس کے پاس دلیل نہ ہو تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا' تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر غم و غصہ کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۸۵۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۵۹۷)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی علامت دیکھنے سے پہلے توبہ کرلی تھی' اور کشفنا عنھم عذاب الخزی کا معنی یہ ہے کہ جس عذاب کا حضرت یونس نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ ان پر نازل ہوگا' وہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان سے دور کر دیا' یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے عذاب کو دیکھ لیا تھا' اور اس توجیہ کی بناء پر حضرت یونس کی قوم سے عذاب کو دور کرنے اور فرعون سے عذاب کو دور نہ کرنے میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ یہ حضرت یونس کی قوم کی خصوصیت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اہل نینوا سعادت مند لوگوں میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: احتیاط سے تقدیر نہیں بدلتی اور دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے' نیز حضرت علی نے فرمایا: ان سے عاشوراء کے دن عذاب دور ہوا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۲۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہر چند کہ علامہ قرطبی کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یونس کی قوم نے عذاب کی علامات دیکھنے سے پہلے توبہ کرلی تھی لیکن ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عذاب کی علامات اور نشانیاں دیکھ کر توبہ کی تھی' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کی قوم کا باقی اقوام سے استثناء کیا ہے اور باقی تمام مفسرین کا بھی یہی مختار ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور نگاہ رسالت میں ان کا بلند مقام

حضرت یونس علیہ السلام پر سخت غم و غصہ اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی' جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ عذاب نہیں آیا تو ان کو خیال آیا کہ ان کی قوم اب ان کو جھوٹا کہے گی کہ جس وقت انہوں نے عذاب آنے کی پیش گوئی کی تھی اس وقت

Marfat.com

عذاب نہیں آیا اور ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہو اور اس کے جھوٹ پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا' اس غم اور پریشانی کی کیفیت میں حضرت یونس نے اس علاقہ سے نکل جانا چاہا اور اس پریشانی میں وہ یہ بھول گئے کہ یہاں سے جانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت لینا ضروری ہے اور ہرچند کہ عام مسلمانوں سے بھول پر مواخذہ اور گرفت نہیں ہوتی لیکن انبیاء علیہم السلام کا مقام عام مسلمانوں سے بہت بلند ہوتا ہے اس لیے ان سے بھول پر بھی مواخذہ ہوتا ہے' ہرچند کہ بھول کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن حضرت آدم نے بھولے سے شجر ممنوع سے کھالیا تو ان کا لباس اتر گیا اور انہیں جنت سے باہر جانے کا حکم دیا پھر وہ اس بھول پر بھی عرصہ دراز تک توبہ کرتے رہے پھر انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام بھی بھولے سے کشتی میں بیٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت فرمائی اور ان کو مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑا پھر ان کی تسبیح کی وجہ سے ان کو نجات عطا فرمائی' پھر ان کی ناز برداری فرمائی' جبریل ان کو مچھلی کے منہ سے نکال کر ایک چٹیل میدان میں لے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو سائے میں رکھنے کے لیے کدو کی پھیلنے والی بیل پیدا فرمائی اور اس کی شاخوں میں دودھ اتارا جس سے حضرت یونس علیہ السلام کی نشوونما فرمائی' پھر حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو تسبیح کی تھی اس تسبیح کو یہ مرتبہ اور مقام عطا فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی کسی رنج اور غم میں مبتلا ہو جب وہ اس تسبیح کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے غم سے نجات عطا فرمائے گا' تسبیح اور استغفار کے کلمات تو بہت ہیں لیکن ان کلمات کو یہ مرتبہ اس لیے عطا فرمایا کہ یہ اس کے محبوب اور مکرم نبی کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر بلند تھا۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کی رفعت اور عظمت کو ظاہر کرتے ہوئے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی ایک شخص بھی حضرت یونس بن متی سے افضل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۵) آپ نے یونہی تو نہیں فرمایا: کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ مجھے حضرت یونس بن متی پر فضیلت دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۶) نگاہ رسالت سے یہ امر پوشیدہ نہ تھا کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کی اس آزمائش کے واقعہ کو دیکھ کر ان پر زبان طعن دراز کریں گے' اس لیے اس کے سدباب کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی فرمادیا کہ کوئی شخص بھی حضرت یونس سے افضل نہیں ہے' مجھے بھی ان پر فضیلت مت دو' ہرچند کہ آپ کے یہ کلمات بطور تواضع ہیں لیکن ان کلمات سے حضرت یونس کے بلند مقام اور ان کی رفعت شان کا پتا چلتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ سورۂ یونس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول و کلیات بیان کیے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا پس جب نبی نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود ہی وہ ہجرت کر گیا' تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۱۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء)

اور الصّٰفّٰت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مفسرین کے ان بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تین قصور تھے جن کی وجہ سے حضرت یونس پر عتاب ہوا: ایک یہ

Marfat.com

کہ انہوں نے عذاب کے دن کی خود ہی تعیین کردی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ ہوا تھا' دوسرے یہ کہ وہ دن آنے سے پہلے ہجرت کر کے ملک سے نکل گئے حالانکہ نبی کو اس وقت تک اپنی جگہ نہ چھوڑنی چاہیے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آجائے' تیسرے یہ کہ جب اس قوم پر سے عذاب ٹل گیا تو واپس نہ گئے۔

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۱۱-۳۱۰' مطبوعہ لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

اس سے چند صفحات پہلے لکھتے ہیں:

اس ابتلاء میں حضرت یونس اس لیے مبتلا ہوئے کہ وہ اپنے آقا (یعنی اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر اپنے مقام ماموریت سے فرار ہو گئے تھے' اس معنی پر لفظ ابق بھی دلالت کرتا ہے جس کی تشریح حاشیہ نمبر ۷۸ میں گزر چکی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۷۸ میں لکھا ہے اصل میں لفظ ابق استعمال ہوا ہے جو عربی زبان میں صرف اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ غلام اپنے آقا کے ہاں سے بھاگ جائے) اور اسی معنی پر لفظ ملیم بھی دلالت کرتا ہے۔ ملیم ایسے قصوروار آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے قصور کی وجہ سے آپ ہی ملامت کا مستحق ہو گیا ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۰۷' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید مودودی کی تنقید پر مصنف کا تبصرہ

یہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ قرآن مجید میں جب کسی لفظ کا لغوی معنی اللہ اور رسول کے شایان شان نہ ہو تو اس کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ استہزاء استعمال کیا ہے' اس کا معنی ہے مذاق اڑانا اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں ہے اس لیے اس کا معنی مذاق اڑانے کی سزا کیا جاتا ہے' اسی طرح جو الفاظ انبیاء علیہم السلام کی شایان شان نہ ہوں ان میں بھی تاویل کی جائے گی۔ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ان سے صغیرہ یا کبیرہ کسی قسم کا بھی گناہ صادر نہیں ہوتا اور وہ قصد اور ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے البتہ ان سے نسیان کے ساتھ کوئی ممنوع کام ہو جاتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا بھولے سے شجر ممنوع سے کھالینا' یا حضرت یونس علیہ السلام کا بھولے سے بغیر اجازت لیے چلے جانا یہ کام گناہ نہیں ہیں' ان کاموں پر جو ان سے مواخذہ ہوا وہ ان کے مقام کی بلندی کی وجہ سے ہے کیونکہ ان کے بلند مقام کی وجہ سے ان سے بھول بھی قابل مواخذہ ہے اور ان کا اپنے آپ کو ظالم کہنا ان کی تواضع اور انکسار ہے' لیکن یہ ان کا اور ان کے رب کے درمیان معاملہ ہے' اللہ تعالیٰ ان کا مالک اور مولیٰ ہے' وہ جو چاہے انہیں فرمائے اور وہ اس کے بندے ہیں' وہ اس کے سامنے جس طرح چاہیں تواضع اور انکسار کریں ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اپنی طرف سے ان پر کوئی حکم لگائیں' ان کے کسی کام پر تنقید کریں یا تبصرہ کریں' ہم صرف ان سے متعلق آیات اور احادیث کا ترجمہ کر سکتے ہیں اور ان آیات اور احادیث کے علاوہ ان پر کوئی حکم لگانے کے یا ان پر کوئی تبصرہ کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جس طرح لکھا ہے اس سے یہ لگتا ہے جیسے عدالت ملزم پر فرد جرم عائد کر رہی ہو' ہم اس قسم کی عبارات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے قرآن مجید کی تلاوت یا حدیث کے علاوہ کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ اس نے معصیت کی یا مخالفت کی تو وہ کافر ہو گیا' ہم اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (المدخل ج ۲ ص ۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

خاص طور پر حضرت یونس علیہ السلام کا مقام بہت عظیم ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بھی حضرت یونس سے افضل نہیں ہے اور فرمایا: مجھے بھی یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ ایسے عظیم الشان نبی کے متعلق یہ لکھنا

Marfat.com

''ان کے تین قصور تھے'' لائق صد افسوس ہے' ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے' تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں O (یونس: ۹۹)

روئے زمین کے تمام لوگوں کو مومن بنانا' اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے لیکن اس کی حکمت میں نہیں

اس سورت کی ابتداء سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کفار کے شبہات بیان کیے گئے ہیں' ان کا ایک شبہ یہ تھا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کی نبوت کو نہ مانا گیا تو اللہ تعالیٰ منکرین پر آسمان سے عذاب بھیجے گا' اور اپنے نبی اور مومنوں کی مدد فرمائے گا' وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم پر آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا! اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا: ان کی قومیں بھی جلد عذاب کے آنے کا مطالبہ کرتی تھیں' بالآخر ان پر عذاب آ گیا' اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے آثار عذاب دیکھتے ہی توبہ کر لی' اس لیے ان سے عذاب ٹل گیا' اور چونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت حریص تھے اور اس کے لیے بہت جدوجہد کرتے تھے اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ سخت رنجیدہ ہوتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر ملول خاطر نہ ہوں کیونکہ جس کے متعلق ازل میں اللہ عزوجل کو یہ علم تھا کہ وہ کفر کے مقابلہ میں ایمان کو اختیار کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایمان پیدا کرے گا اور جس کے متعلق ازل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ علم تھا کہ وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اختیار کرے گا وہ اس کے لیے ایمان کو پیدا نہیں کرے گا بلکہ کفر کو پیدا کرے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ وہ لوگوں کے اختیار کے بجائے اضطراری طور پر ان کو ایمان والا بنا دے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ابتداءً مومن اور مطیع پیدا فرمایا اور ان میں ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار نہیں رکھا اور نہ ان کے لیے ثواب اور عذاب کو مقدر فرمایا' سو اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ہوتا تو وہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو مومن بنا دیتا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے اس کی حکمت میں نہیں ہے اور آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے صرف تبلیغ کے لیے بھیجا ہے اور اگر کوئی شخص آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لاتا تو آپ غم نہ کریں کیونکہ آپ کو اس لیے تو نہیں بھیجا گیا کہ آپ ان پر جبر کر کے ان کو کلمہ پڑھا دیں' اسی مفہوم میں قرآن مجید کی اور بھی آیات ہیں:

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۟ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ O (ق: ۴۵)

جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ہم اس کو خوب جانتے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' سو آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۔ (الشوریٰ: ۴۸)

پس اگر وہ روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو (دین کو) صرف پہنچانا ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ O (القصص: ۵۶)

بے شک آپ (اسے) ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ ہدایت یافتہ بناتا ہے جسے چاہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر کی) نجاست ڈال دیتا ہے O (یونس: ۱۰۰)

Marfat.com

انسان مجبور محض ہے نہ مختار مطلق

یعنی کسی نفس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر ایمان لے آئے، یا کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی مشیت کے بغیر ایمان لے آئے، انسان کو ایمان لانے کا اختیار دیا ہے اور وہ ایمان یا کفر میں سے جس کو اختیار کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ وہی پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ازل میں اس کا علم تھا کہ وہ ایمان یا کفر میں سے کس چیز کو اختیار کرے گا اور اسی چیز کو اس نے اس کے لیے لکھ دیا اور اسی کا نام تقدیر ہے، سو نہ تو انسان مجبور محض ہے، کیونکہ اس کو اختیار دیا گیا ہے اور نہ وہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ کفر کی نجاست ڈال دیتا ہے، یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدت کے دلائل پر غور نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات پر جو نشانیاں رکھی ہیں اور خود انسان کے اندر جو اس کی ذات پر نشانیاں ہیں ان میں غور و فکر نہیں کرتے اور وہ باپ دادا کی اندھی تقلید پر جمے رہتے ہیں ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کفر کی نجاست ڈال دیتا ہے یا ان کے لیے عذاب مخلد کو مقدر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم غور سے دیکھو آسمانوں اور زمینوں میں (اس کی وحدت کی) کیسی نشانیاں ہیں! اور یہ نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو (ضد اور عناد سے) ایمان نہیں لاتے ○ (یونس: ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلیل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی تقدیر اور مشیت کے بغیر ایمان نہیں حاصل ہو سکتا اور اس آیت میں زمین اور آسمانوں میں جو اس کی ذات اور اس کی قدرت پر نشانیاں ہیں ان میں تدبر اور تفکر کا حکم دیا ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ انسان مجبور محض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک گونہ مختار بنایا ہے سو اس پر لازم ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی بناوٹ پر غور کرے اور ان میں جو کواکب اور سیارے ہیں ان میں تفکر کرے کہ وہ ایک مخصوص نظام کے تحت قائم ہیں اور گردش کر رہے ہیں، رات اور دن کے توارد اور ان کے اختلاف میں، بارشوں کے ہونے اور دریاؤں میں سیلاب اور سمندروں کے طوفانوں میں اور کھیتوں اور باغات میں غلہ اور پھلوں کی پیداوار میں یہ نشانی ہے کہ یہ تمام چیزیں نظام واحد کے تحت روبہ عمل ہیں۔ انسانوں، مویشیوں، چرندوں، درندوں اور پرندوں میں توالد اور تناسل کا نظام واحد ہے، موسموں کے بدلنے کا نظام واحد ہے، روئیدگی کا نظام واحد ہے، سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا نظام واحد ہے، خود انسان کے اندر نشوونما کا نظام واحد ہے غذا کے انہضام کا نظام واحد ہے، فضلات کے اخراج کا نظام واحد ہے، انسان خواہ اپنے باہر کی دنیا کو دیکھے تو ہر چیز نظام واحد میں مربوط ہے اور اپنے اندر کی دنیا کو دیکھے تو ہر چیز نظام واحد میں منسلک ہے اور نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا بھی واحد ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ (حٰم السجدۃ: ۵۳)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے، اس جہان کے اطراف میں اور (خود) ان کے نفسوں میں، حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یہی (قرآن) حق ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ○ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○ (الذاریات: ۲۱-۲۰)

اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں ○ اور خود ان کے نفسوں میں تو کیا تم (ان نشانیوں کو) نہیں دیکھتے ○

یہ جہان عالم کبیر ہے اور خود انسان عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے نظام میں بھی یکسانیت اور وحدت ہے اور عالم صغیر کے

Marfat.com

نظام میں بھی یکسانیت اور وحدت ہے اور نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس یہ لوگ صرف اس طرح کے ایام کا انتظار کر رہے ہیں، جیسے (عذاب کے) ایام ان سے پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں، آپ کہیے کہ تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں○ (یونس: ۱۰۲)

اس کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ گزشتہ امتوں کی طرح انتظار کر رہے ہیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام اپنے زمانوں میں کفار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے، اور وہ ان کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہتے تھے یہ عذاب جلدی کیوں نہیں آتا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار تھے وہ بھی اسی طرح کہتے تھے اس لیے فرمایا: تم بھی اس وعید کا انتظار کرو اور میں بھی اس وعید کے پورا ہونے کا انتظار کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ہم (عذاب آنے پر) اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو (عذاب سے) بچاتے رہے ہیں، اسی طرح اللہ کی سنت جاریہ ہے، مومنوں کو نجات دینا ہمارے ذمہ (کرم پر) ہے○ (یونس: ۱۰۳)

مومنوں کو ثواب عطا فرمانے کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی وجہ سے ہے

جب کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کی طرح عذاب کا انتظار کریں تو اس آیت میں اس کی تفصیل فرمائی کہ عذاب صرف کفار پر نازل ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل نجات میں سے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنوں کو نجات دینا ہمارے ذمہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کو نجات دینا اللہ پر واجب ہے، اور یہ معتزلہ کا مذہب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ مومنوں کے نیک اعمال کے استحقاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ ان کو ثواب عطا فرمائے، جب کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور کرم کی وجہ سے مومنوں سے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کریم وعدہ کر کے اسے پورا کرتا ہے اس وجہ سے اس پر ثواب عطا فرمانا واجب ہے نہ اس وجہ سے کہ مومنوں کا اللہ پر کوئی حق ہے جیسے کام کرنے والے کا کام کرانے والے پر حق ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے اوپر مومنوں کی نجات کو واجب کر لیا ہے، قرآن مجید میں ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ (الانعام: ۵۴) — تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے تو یہ اس کے پاس عرش پر لکھا ہوا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۵۴، ۳۱۹۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۵۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں○ اور آپ اپنا چہرہ دین کے لیے قائم رکھیں باطل سے منہ موڑتے ہوئے اور مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں○ اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے، نہ نقصان پہنچا سکے، اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے○ (یونس: ۱۰۶-۱۰۴)

Marfat.com

اسلام کا فطرت کے مطابق ہونا اور کفر کا خلاف فطرت ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی صحت پر دلائل قائم کیے تھے اور اپنی وحدانیت پر براہین قائم کیے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صدق بیان فرمایا تھا' اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے دین کا اظہار کریں اور یہ اعلان کریں کہ وہ مشرکین سے الگ اور علیحدہ ہیں' کیونکہ وہ پتھروں سے تراشے ہوئے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی قسم کا نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر نہیں ہیں' اور دراصل نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر وہی ذات ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے' اور میں اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اہل مکہ سے بیان فرمائیں کہ اگر تم میرے دین کو نہیں پہچانتے تو میں تم کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' کیونکہ تم پتھروں کے جن تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں بلکہ میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم پر موت طاری کرے گا جس طرح اس نے تم کو زندگی دی ہے اور اس موت کے بعد پھر تم کو زندہ کرے گا' اور اس میں یہ تعریض ہے کہ دین برحق وہ ہوتا ہے جس میں کوئی صاحب عقل شک نہ کر سکے اور جس کی فطرت سلیم ہو وہ اس کی تحسین کرے اور مشرکین ان بتوں کی پرستش کرتے تھے جن کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا سو جو بت اپنے وجود میں خود مشرکین کے محتاج تھے وہ ان کے خالق اور معبود کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کی مشکلات کو کس طرح دور کر سکتے ہیں' یہ ایسا دین ہے جس کا ہر صاحب عقل انکار کرے گا۔

اس آیت میں پہلے غیر اللہ کی عبادت کی نفی کی پھر اللہ کی عبادت کا اثبات کیا' کیونکہ پہلے برائی کو دور کیا جاتا ہے' پھر اچھائی سے آراستہ کیا جاتا ہے' اس کے بعد ایمان اور معرفت کا ذکر فرمایا جو تمام اعمال صالحہ کی اساس ہے۔

ریاکاری کا شرک خفی ہونا

اس کے بعد فرمایا: آپ اپنا چہرہ دین کے لیے قائم رکھیں باطل سے منہ موڑتے ہوئے' یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کے معاملہ میں مستقیم رہوں' جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان پر عمل کروں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے مجتنب رہوں' اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عبادت کرنے میں اور دعا کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا واجب ہے اور جو شخص اپنی عبادت میں یا اپنی دعا میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا اس نے مشرکوں کا سا کام کیا۔ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' اس آیت میں بھی شرک کی نفی کی گئی ہے اور دوسری آیت میں جب فرمایا: اور مشرکین میں سے نہ ہو جائیں' تو اس میں بھی شرک کی نفی ہے اور یہ تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں شرک جلی کی نفی مراد ہے اور دوسری آیت میں شرک خفی کی نفی مراد ہے۔ اور شرک خفی سے مراد ریاکاری ہے یعنی کسی کو دکھانے یا سنانے کے لیے کوئی نیک کام کرنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سے منع کرنے میں امت کی طرف تعریض ہے

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان پہنچا سکے اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے' کیونکہ ظلم کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے مقام اور محل کے غیر میں رکھنا' عبادت کا محل یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی' کی جائے پس جس شخص نے اللہ کے غیر کی عبادت کی اس نے عبادت کو غیر

Marfat.com

محل میں رکھا سو یہی ظلم ہے۔

ان تینوں آیتوں میں تعریض ہے، ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا گیا ہے اور مراد آپ کی امت ہے، پہلی آیت میں فرمایا ہے: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں سے رہوں، آپ پیدائشی اور دائمی مومن ہیں اس میں امت کو بتایا ہے کہ جب ہمارے نبی پر یہ حکم ہے تو تم پر بھی یہی حکم ہے، دوسری آیت میں فرمایا: آپ مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں، ظاہر ہے کہ آپ معصوم ہیں آپ کا مشرک ہونا کیسے متصور ہو سکتا ہے، سو اس حکم سے بھی آپ کی امت مراد ہے اور تیسری آیت میں فرمایا: اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے اور اس میں تعریض بالکل ظاہر ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ

اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کو، کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ

فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ

کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ

بہت رحم فرمانے والا ہے ○ آپ کہیے اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جس شخص نے

اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت کو اختیار کیا اور جس شخص نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی ضرر کے لیے گمراہی کو اختیار

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى

کیا اور میں تم پر جبر کرنے والا نہیں ہوں ○ اور آپ اسی کی اتباع کیجیے جس کی آپ پر وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجیے حتیٰ کہ

يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ / ۱۶

اللہ فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے، اور وہی بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○ (یونس: ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود اپنے بندوں کو نفع پہنچانا ہے نہ کہ ضرر پہنچانا

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر قسم کا نقصان اور ہر طرح کا نفع، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قضاء و قدر کے تحت واقع ہوتا ہے، اس میں کفر اور ایمان، اطاعت اور معصیت، راحت اور مصیبت، آلام اور لذات سب داخل ہیں، اور جس

Marfat.com

شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مصیبت کو مقدر کر دے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے، اور جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کسی راحت کو مقدر کر دے تو اس کو کوئی چھیننے والا نہیں ہے، آیت کے پہلے حصہ میں یہ فرمایا ہے کہ وہی تکلیفوں کو دور کرنے والا ہے اور دوسرے حصہ میں یہ فرمایا ہے کہ وہی خیر عطا کرنے والا اور فضل فرمانے والا ہے اور اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل مقصود خیر پہنچانا ہے اور شر پہنچانا اس کا اصل مقصود نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۵۴)

ان چاروں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر اور شر، اور نفع اور ضرر بالذات صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اور استحقاق عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشبودار ہواؤں کے پیچھے پڑے رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خوشبودار ہوائیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیوب کو چھپائے اور تم کو تمہارے خوف کی چیزوں سے محفوظ رکھے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۹۵، تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۴۳۵، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۹، تمہید ج ۲ ص ۶۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ، فتح المالک ج ۹ ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۱۰۸)

اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے اور ظاہر کرنا حرام ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہی بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے وہ اس کو بخش دیتا ہے خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو حتیٰ کہ وہ توبہ کرنے سے شرک اور کفر کو بھی بخش دیتا ہے۔

انسان سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ کسی پر اس گناہ کو ظاہر نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ہر مسلمان پر ستر کرنا (پردہ رکھنا) واجب ہے خصوصاً اپنے اوپر جب اس سے کوئی بے حیائی کا کام سرزد ہو جائے اور دوسرے پر بھی ستر کرے جب تک کہ حاکم نے اس پر حد جاری نہ کی ہو، اس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جن میں سے ہم بعض احادیث کا یہاں ذکر کریں گے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی سے دنیا کی کوئی پریشانی دور کی اللہ اس کی آخرت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کر دے گا جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے اللہ اس کا دنیا اور آخرت میں پردہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۰)

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: جب بندے کو دوسرے کی پردہ پوشی پر اجر ملتا ہے تو اپنی پردہ پوشی کرنے پر بھی اجر ملے گا، بلکہ اس میں زیادہ اجر ملے گا، اور بندے پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور اللہ سے رجوع کرے اور اپنے پچھلے کاموں پر نادم ہو، اور اس سے ان شاء اللہ اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔ العلاء بن بدر نے روایت کیا ہے کہ جو امت اپنے گناہوں سے استغفار کر رہی ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک نہیں کرتا۔

Marfat.com

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کے گناہ پر اس وقت تک پردہ رکھتا ہے جب تک وہ اس کو پھاڑ تا نہیں ہے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ گناہ کو کیسے پھاڑے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگوں سے اپنا گناہ بیان کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہرین کے سوا میری امت کے ہر شخص کو معاف کر دیا جائے گا اور مجاہرہ یہ ہے کہ بندہ رات کو ایسا عمل کرے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو اور دن میں وہ عمل لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۹۰، تاریخ اصبہان ج ۲ ص ۶۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۳۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چار سچی قسمیں کھاتا ہوں اور اگر میں پانچویں قسم کھاؤں تو وہ بھی سچی ہے، بندہ خواہ کتنا بڑا گناہ کیوں نہ کرے جب وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھے گا اور جو بندہ جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندہ کو اسی قوم کے ساتھ رکھے گا، اور اگر میں پانچویں قسم کھا کر کہوں تو میں اس میں سچا ہوں گا، اللہ تعالیٰ جس بندہ کا دنیا میں پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن بھی اس کا پردہ رکھے گا۔

(امام مسلم اور امام طبرانی نے اس حدیث کے آخری جملہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۰، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۴۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲)

ابو ادریس کہتے ہیں: جس بندہ کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی نیکی ہو اللہ تعالیٰ اس کا پردہ فاش نہیں کرتا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۲۱۹)

حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں: ستر اور پردہ رکھنے کا حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ بندہ کا معاملہ قاضی تک نہیں پہنچتا اور جب بندہ کا معاملہ قاضی کے پاس پہنچ جائے تو پھر اس کی سفارش ہو سکتی ہے نہ اس کی سزا معاف ہو سکتی ہے۔

(التمہید ج ۲ ص ۶۵۱ - ۷ ۶۴، فتح المالک ج ۹ ص ۶۱ - ۵۹، الاستذکار ج ۲۴ ص ۸۸ - ۸۷، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت)

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے النجویٰ (سرگوشی) کے متعلق کیا سنا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مومن اپنے رب عزوجل کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) بازو رکھ دے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، پھر فرمائے گا تو (ان گناہوں کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: اے رب میں پہچانتا ہوں! فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں! پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا اور رہے کفار اور منافقین تو لوگوں کے سامنے ان کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے تنہائی میں شراب پی ہو یا زنا کیا ہو اور حاکم اس سے اس کے متعلق بازپرس کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا، کیونکہ ان کاموں کا اظہار بھی بے حیائی ہے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس

Marfat.com

سے اس کے بھائی کے راز کے متعلق پوچھا جائے تو وہ انکار کر دے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۴۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جس شخص نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت کو اختیار کیا اور جس شخص نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی ضرر کے لیے گمراہی کو اختیار کیا اور میں تم پر جبر کرنے والا نہیں ہوں ○ (یونس: ۱۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تبلیغ کردی ہے

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں توحید، رسالت اور قیامت پر دلائل قائم کیے اور منکرین کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور کافروں پر حجت پوری کرنے کے بعد فرمایا: جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا وہی ہدایت کو اختیار کرے گا اس لیے رسول اللہ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تم کو ہدایت پر مجبور کرنے والا نہیں ہوں تم تک ثواب عظیم کو پہنچانے کے لیے اور تم کو عذاب الیم سے چھڑانے کے لیے اس سے زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں جتنی کوشش میں کر چکا ہوں۔

لفظ "وکیل" کے چند تراجم

اس آیت میں ہے وما انا علیکم بوکیل، ان سطور میں ہم وکیل کے چند تراجم پیش کر رہے ہیں:

شاہ رفیع الدین دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

اور نہیں میں اوپر تمہارے داروغہ۔

شیخ محمود حسن متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

اور میں تم پر نہیں ہوں مختار۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور کچھ میں کروڑا نہیں۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

اور میں تمہارے اوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں۔

اور ہم نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور میں تم پر جبر کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اسی کی اتباع کیجئے جس کی آپ پر وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○ (یونس: ۱۰۹)

زیادتیوں پر صبر کرنے کا حکم

بظاہر اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف وحی کی اتباع کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے لیے قیاس اور اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے، اور احکام کو مشروع کرنے کا بھی آپ کو اختیار نہیں ہے، اس پر تفصیلی

Marfat.com

بحث ہم الانعام: ۵۰ اور الاعراف: ۲۰۳ میں کر چکے ہیں۔

اس آیت میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے یعنی عبادت کی مشقت پر آپ صبر کیجئے' یہ مکی سورت ہے' اس وقت تک قتال اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا اس لیے اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمنان اسلام کی اذیت رسانیوں پر آپ صبر کیجئے' آپ نے امت کو بھی زیادتیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا: آپ مجھے عامل نہیں بناتے جس طرح آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا: عنقریب تم میرے بعد ترجیحات کو دیکھو گے سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۴۴)

سورہ یونس کی اختتامی دعا

آج بروز بدھ بعد از نماز عصر مورخہ ۲۴ رجب ۱۴۲۰ھ / ۳ نومبر ۱۹۹۹ء سورہ یونس کا ترجمہ اور تفسیر ختم ہو گئی۔

الہ العالمین! جس طرح آپ نے سورہ یونس تک کی تفسیر اپنے فضل اور کرم سے مکمل کرا دی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ الہ العالمین! اس تفسیر کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا ذریعہ بنا دے اور محض اپنے فضل اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل اور آپ کی شفاعت سے مصنف' اس کے والدین' اساتذہ' تلامذہ' احباب اور اس کتاب کے معاونین' ناشرین اور قارئین کی مغفرت فرما' ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی اور بلا سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر سعادت اور کامرانی عطا فرما۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین۔

Marfat.com

سُورَۃُ هُودٍ

(۱۱)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورة هود

سورۃ کا نام

اس سورت کا نام سورۃ ھود ہے کیونکہ اس سورت میں حضرت ھود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ھود: ۶۰-۵۰) ہرچند کہ اس سورت میں دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی، وجہ تسمیہ کے لیے صرف اتنا کافی ہوتا ہے کہ اسم اور مسمیٰ میں مناسبت ہو، علاوہ ازیں اس سورت میں حضرت ھود علیہ السلام کا نام مبارک پانچ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے اور کسی سورت میں ایسا نہیں ہے۔ نیز اس سورت میں یہ تصریح ہے کہ عاد، حضرت ھود علیہ السلام کی قوم ہے اور کسی سورت میں اس طرح یہ تصریح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ۔ (ھود: ۶۰) سنو! ھود کی قوم عاد کے لیے اللہ کی رحمت سے دُوری ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف دعوت دی اور ان کو بتوں کی پرستش سے منع فرمایا، اور جب انہوں نے اپنے کفر اور اپنی تکذیب پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز اور سخت آندھیوں کا عذاب بھیجا، جو ان پر آٹھ دن اور سات راتوں تک مسلسل جاری رہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا هُوۡدًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ○ وَتِلۡكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ○ (ھود: ۵۹-۵۸)

اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ھود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچا لیا ○ اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم ضدی کے حکم کو مانا ○

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ○ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ

اور رہی قوم عاد تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کی گئی تھی ○ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان پر متواتر سات

Marfat.com

حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍO فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍO (الحاقہ: ۶-۸)

راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلط کر دیا تھا؛ اے مخاطب! تو ان کو کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑوں کی طرح پڑا ہوا دیکھتا ہےO تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہےO

حضرت ھود علیہ السلام کی مفصل سوانح اور ان کی قوم کے ضروری احوال اور ان پر عذاب نازل کرنے کی مفصل کیفیت ہم نے الاعراف: ۶۵ میں بیان کر دی، اس کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

سورہ ھود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام

سورہ ھود مکی ہے اور اس میں ایک سو تیئس آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک سورہ ھود کی تمام آیات مکی ہیں اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے، لیکن بعض علماء نے اس کی تین آیتوں کا استثناء کیا ہے، ھود: ۱۲، ھود: ۱۷ اور ھود: ۱۱۴، اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ یہ تین آیتیں ابوالیسر کے متعلق نازل ہوئی ہیں، علامہ الدانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۲۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

سورہ ھود، سورہ یوسف سے پہلے اور سورہ یونس کے بعد نازل ہوئی ہے، ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۲ ہے۔
(التحریر والتنویر ج ۱ ص ۳۱۲، مطبوعہ تیونس)

سورہ ھود ہجرت سے کچھ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، مفسرین نے لکھا ہے کہ سورہ ھود، سورہ یونس کے متصل بعد نازل ہوئی ہے، یہ وہ زمانہ تھا جب مشرکین مکہ کی مسلمانوں پر زیادتیاں اور ان کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تھا، یہ وہی حالات تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا پیش خیمہ تھے۔

سورہ ھود کی سورہ یونس کے ساتھ مناسبت

سورہ ھود کے مضامین سورہ یونس کی طرح ہیں، سورہ یونس کی طرح یہ سورت بھی الف لام را سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام، اللہ تعالیٰ کی توحید، قرآن کریم کی صداقت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت اور اسلام کے پیغام پر ہوتا ہے، جس میں تفصیل کے ساتھ قیامت، حساب و کتاب، جزاء و سزا کا ذکر ہے اور قرآن مجید کے اعجاز کا ذکر ہے اور اس کی آیات کے محکم ہونے کا بیان ہے جیسا کہ سورہ یونس کا اختتام بھی اسی نوع کی آیات پر ہوا ہے۔

جس طرح سورہ یونس میں انبیاء سابقین کا ذکر تھا اس سورت میں بھی انبیاء سابقین کا ذکر ہے۔ سورہ یونس میں حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام کا ذکر تھا، اس سورت میں ان کے علاوہ حضرت ابراہیم، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کا بھی ذکر ہے۔

سورہ ھود کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے! فرمایا: مجھے ھود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۳۵، المصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۵۳، مطبوعہ کراچی، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۴۱، المستدرک ج ۲ ص ۳۴۳، ۴۷۶، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰، طبع قدیم، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۵۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۷۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۷، ۱۰۸)

Marfat.com

کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھو۔
(سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۴۰۴، ۳۴۰۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ)

ایمان نہ لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول نہ کرنے پر سورہ یونس میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید کا ذکر ہے لیکن سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ نے زیادہ قہر و غضب کا اظہار فرمایا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو علی السری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ سورہ ہود نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: سورہ ہود کی کس چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ کیا انبیاء علیہم السلام کے قصص اور ان کی امتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے: فاستقم کما امرت۔ (ہود: ۱۱۲) ''سو آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔'' (الدر المنثور ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اللہ تعالیٰ کے خوف کی شدت سے انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا۔ (المزمل: ۱۷) وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف تھا۔

سورہ ہود کے مضامین

سورہ یونس کی طرح اس سورت میں بھی دینِ اسلام کے اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں، یعنی توحید، رسالت، بعثت، جزا اور سزا۔ اس سورت میں دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ۔ (ہود: ۱)

اور اس میں یہ بتایا ہے کہ انسان کی آزمائش کی جائے گی کہ کون اچھے عمل کرتا ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (ہود: ۷)

مومن اور کافر میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ مومن سختی اور تنگی کے دنوں میں صبر کرتا ہے اور آسانی اور فراخی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اور کافر عیش اور راحت کے ایام میں تکبر کرتا ہے اور مصیبت اور سختی کے ایام میں مایوس ہو جاتا ہے۔ (ہود: ۱۱-۹)

دین کو قبول کرنے کے معاملہ میں انسانوں کی طبائع مختلف ہیں۔ (ہود: ۱۱۹-۱۱۸)

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور مشرکین کی طرف سے اذیتیں پہنچتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے انبیاء سابقین کے قصص بیان فرمائے۔ (ہود: ۱۲۰)

اس طرح کے اور مضامین ہیں جیسے مضامین اس سے پہلی سورت میں بیان فرمائے تھے۔

یہ سورت دوسری سورتوں سے اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم اللہ پر توکل کرتے ہوئے سورہ ہود کی تفسیر شروع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم پر حق اور صواب منکشف کرے اور وہی لکھوائے جو حق ہے اور باطل سے ہم کو مجتنب رکھے۔ آمین! یا رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

Marfat.com

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعًا

سورۃ ہود مکی ہے، اس میں ایک سو تیئس آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾

الف لام را، یہ (آسمانی) کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کر دی گئی ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے (ان کی) تفصیل کر دی گئی ہے ○

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَّاَنِ

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تم کو اس کی طرف سے (عذاب سے) ڈرانے والا اور (ثواب کی) خوشخبری دینے والا ہوں ○ اور یہ کہ

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى

تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم کو ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ

اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا

پہنچائے گا، اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو میں

فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ

تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خطرہ محسوس کرتا ہوں ○ تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ سنو! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ

لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا

وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾

جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف، لام، را، یہ (آسمانی) کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کردی گئی ہیں، اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے (ان کی) تفصیل کردی گئی ہےO (ھود: ۱)

قرآنِ مجید کی آیات کے محکم ہونے کے معانی

آیتوں کو مستحکم کرنے کے چند معانی ہیں:

(۱) اس کتاب کی عبارت مستحکم ہے، اس میں کوئی نقص اور خلل نہیں ہے، جیسے کوئی بہت مضبوط اور پختہ عمارت ہو۔

(۲) جس طرح تورات اور انجیل کو قرآنِ مجید نے منسوخ کردیا ہے اس طرح قرآنِ مجید کسی کتاب سے منسوخ نہیں ہے، یہ مستحکم کتاب ہے، ہرچند کہ اس کی بعض آیتوں کے احکام اس کی بعض دوسری آیتوں سے منسوخ ہیں مگر اس کی اکثر اور غالب آیات کے احکام منسوخ نہیں ہیں، اور وہ آیات بھی اس لحاظ سے مستحکم ہیں کہ ان آیات کی تلاوت باقی ہے اور ان کو پڑھنے سے اجر ملتا ہے۔

(۳) اس کتاب میں جو اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں مثلاً توحید، رسالت، تقدیر، قیامت، حشر نشر اور جزا و سزا، یہ محکم ہیں اور یہ اصول نسخ کو قبول نہیں کرتے۔

(۴) اس کتاب کی آیتوں میں تناقض اور تضاد نہیں ہے، یہ سب مستحکم آیات ہیں۔

(۵) اس کتاب کی تمام آیتیں انتہائی فصیح اور بلیغ ہیں، تمام انسانوں اور جنات کو اس کی کسی ایک سورت کی نظیر لانے کا چیلنج کیا گیا لیکن آج تک کوئی اس کی نظیر نہیں لا سکا، حالانکہ اسلام اور قرآن کے مخالف بہت زیادہ ہیں اور علم اور تحقیق کے شعبہ جات بھی دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔

(۶) علوم دینیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا تعلق اصول اور اعتقاد کے ساتھ ہے مثلاً اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، نبیوں اور رسولوں پر اور آسمانی کتابوں پر، تقدیر پر، قیامت پر اور جزا اور سزا پر ایمان لانا اور ان کی تمام تفاصیل اور ان کے دلائل کو جاننا، اور علمِ دین کی دوسری قسم کا تعلق فروع اور اعمال سے ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا تعلق اعمالِ ظاہرہ کی تہذیب اور اصلاح سے ہے، اس کا نام فقہ ہے اور دوسری قسم کا تعلق احوالِ باطنہ کی تہذیب اور اس کی اصلاح سے ہے اور اس کا نام علمِ تصوف ہے اور جو کتاب ان تینوں علوم پر مشتمل ہے اور عقائد اور ظاہری اور باطنی اعمال کے اصول اور کلیات پر حاوی اور متکفل ہے، وہ صرف قرآنِ مجید ہے اور اس پائے کی کوئی اور کتاب نہیں ہے، آسمانی کتابوں میں نہ دنیاوی کتابوں میں۔

(۷) یہ کتاب تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے، اس کتاب کی کوئی آیت اس سے کم ہوسکتی ہے نہ اس میں کسی اور آیت کا اضافہ ہوسکتا ہے، اس لحاظ سے اس کی تمام آیات مستحکم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تم کو اس کی طرف سے (عذاب سے) ڈرانے والا اور (ثواب کی) خوشخبری دینے والا ہوںO (ھود: ۲)

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کردی گئی ہیں پھر ان آیتوں کی تفصیل کردی گئی ہے تاکہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس لحاظ سے اس کتاب کو نازل کرنے کا مقصدِ اصلی یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت کریں اور جس نے اللہ کی عبادت نہیں کی وہ ناکام اور نامراد ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کتاب کی آیات مستحکم کی گئی ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور لوگوں سے یہ کہیں کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا اور اللہ کے اجر و ثواب کی

Marfat.com

خوشخبری دینے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم کو ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے رُوگردانی کی تو میں تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خطرہ محسوس کرتا ہوں○ تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے○ (ھود: ۴-۳)

استغفار کے حکم کے بعد توبہ کے حکم کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور طلبِ مغفرت کو توبہ پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ مغفرت مقصود بالذات ہے اور توبہ کرنا مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے، اس لیے وہ مقصود بالعرض ہے۔ اس ترتیب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے سابقہ گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے لیے اس کے حضور توبہ کرو، تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلے ہر قسم کے شرکِ جلی اور خفی سے استغفار کرو پھر اپنے گناہوں پر توبہ کرو، چوتھی وجہ یہ ہے کہ پہلے کبیرہ گناہوں پر استغفار کرو پھر صغیرہ گناہوں پر توبہ کرو، پانچویں وجہ یہ ہے کہ فرائض اور واجبات میں کمی پر استغفار کرو اور محرمات اور مکروہات کے ارتکاب پر توبہ کرو۔

دنیا میں کافروں کی خوش حالی اور مسلمانوں کی بدحالی کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ تم کو ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا۔ جب کہ ایک اور آیت اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کافروں کو خوش حالی میں رکھے گا اور مسلمانوں کو تنگ دستی میں رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ○ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (الزخرف: ۳۵-۳۳)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت بن جائیں گے تو ہم ضرور رحمٰن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو اور ان کی سیڑھیوں کو جن پر وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے○ اور ان کے گھروں کے دروازوں کو اور ان کے تختوں کو جن پر وہ مسند آرائی کرتے ہیں (چاندی کا بنا دیتے)○ اور سونے کا، اور بے شک یہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے، اور (اچھی) آخرت آپ کے رب کے پاس اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دُنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴۶۶، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۸۰۳، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۰۴، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۸۸۹، المستدرک ج ۳ ص ۶۰۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ مصائب انبیاء پر آتے ہیں، پھر علماء پر، پھر جو ان کے زیادہ قریب ہوں اور پھر جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔

(المستدرک ج ۳ ص ۳۴۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۷۸)

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ مصیبت میں کون لوگ مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر جو ان کے زیادہ مثل ہوں، پھر جو ان کے زیادہ مثل ہوں، ہر شخص اپنی دین داری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہو گا، اگر وہ شدت سے دین پر قائم ہو تو اس پر مصائب بھی شدید ہوں گے، اگر وہ معمولی سا دین پر قائم ہو تو اس پر اس کی دین داری کے لحاظ سے مصائب آئیں گے۔ بندہ پر اسی طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸، سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۲۱۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۳، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۰۱، المستدرک ج ۱ ص ۴۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۸، السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۳۷۲، شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۷۵، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

قرآنِ مجید اور احادیث کی یہ تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہے وہ مصائب اور آلام میں مبتلا رہتا ہے، اور سورہ ہود کی زیر تفسیر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گا وہ راحت اور آرام میں رہے گا کیونکہ اس میں فرمایا ہے: وہ تم کو ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا، پس اس آیت اور ان تصریحات میں کس طرح موافقت ہو گی؟ اس سوال کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) سورہ ہود کی اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اس طرح عذاب نازل نہیں فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے کافروں کی بستیوں پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بہرحال رزق عطا فرمائے گا اور ان کو بھوک پیاس، قحط اور خشک سالی کے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔

(۳) مسلمان کا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا ہوتی ہے اور اس پر جو مصائب اور آلام آتے ہیں وہ ان سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر نہیں ہوتا، اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ مصائب اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور محبوب کے پاس سے جو کچھ بھی آئے وہ محب کے لیے کبھی رنج اور الم کا باعث نہیں ہوتا بلکہ وہ ان پر مسرور اور خوش ہوتا ہے کہ یہ اس کے محبوب کے پاس سے آئے ہوئے آلام ہیں، اور اس کے محبوب کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے، یہ کاملین کا مقام ہے اور عام مسلمان بھی دنیاوی مصائب سے ملول خاطر نہیں ہوتے، ان کو یقین ہوتا ہے کہ یہ مصائب ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور ان مصائب اور آلام کی وجہ سے جب وہ دنیا سے رخصت ہوں گے تو گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر اللہ تعالیٰ سے آخرت میں ملاقات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل: ۹۶)

جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا، البتہ جن لوگوں نے (عیش و آرام کی کمی یا مصائب پر) صبر کیا، ہم ان کو ضرور ان کے بہترین نیک کاموں پر اجر عطا فرمائیں گے۔

اور کفار اور مشرکین ہرچند کہ مادی اور دُنیاوی طور پر بہت عیش و آرام اور مال و دولت کی فراوانی میں رہتے ہیں، لیکن ان کو ہر وقت یہ فکر اور پریشانی لاحق رہتی ہے کہ کہیں یہ مال ان کے پاس سے جاتا نہ رہے، پھر جو شخص جتنا مالدار ہوتا ہے اس

Marfat.com

کے اتنے زیادہ دشمن ہوتے ہیں لہٰذا وہ دشمنوں اور ڈاکوؤں کی وجہ سے ہر وقت خطرات میں گھرا رہتا ہے' پھر کافر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی دُنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے' اس لیے وہ موت سے ہر وقت گھبراتے رہتے ہیں' اس لیے وہ باوجود مال و دولت کی فراوانی کے طرح طرح کے تفکرات' اندیشوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور مادی عیاشیوں کی بہتات کی وجہ سے وہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے وہ کینسر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جنسی بے اعتدالی میں زیادتی کی وجہ سے وہ ایڈز کے مریض بن جاتے ہیں' ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کا مرض ان میں عام ہوتا ہے' ان پر دل کے دورے بکثرت پڑتے ہیں اور کتنے ہی لوگ فالج اور برین ہیمبرج کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ جنسی بے راہ روی اور آوارگی کی وجہ سے ان کا ذہنی سکون برباد ہو جاتا ہے' ان کی گھریلو زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ہمارے زمانہ میں (۹۹-۱۹۹۸ء) امریکہ کے صدر بل کلنٹن اور مونیکا لیونسکی کا جو اسکینڈل بنا تھا' جس کی وجہ سے ساری دنیا میں امریکہ کے صدر کی جو رُسوائی ہوئی تھی' وہ اس کی واضح مثال ہے۔ ان لوگوں کی زندگی عدالتی طلاق کے مقدمات بھگتتے ہوئے گزر جاتی ہے' ان کا ذہنی سکون بالکل ختم ہو جاتا ہے' یہ طبعی نیند سے محروم ہو جاتے ہیں اور سکون آور دواؤں کی بھاری مقدار کھائے بغیر ان کو نیند نہیں آتی' غرض مال و دولت کی ریل پیل کے باوجود ان کی زندگی بڑے کرب اور اذیت میں گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ (طٰہٰ: ۱۲۴)

اور جس نے میرے ذکر سے رُوگردانی کی تو یقیناً اس کی زندگی بڑی تنگی میں گزرے گی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (الانعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک اور کبائر) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا ان ہی کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر دینے کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ فائدہ پہنچانے کی حسبِ ذیل وجوہات ہیں:

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے ایک گناہ کیا اس کا ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے' اور جس شخص نے ایک نیکی کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے' اس نے دنیا میں جو ایک گناہ کیا تھا اگر اس کے گناہ کی دنیا میں سزا دے دی گئی تو اس کے مقابلہ میں اس کی دس نیکیاں باقی رہیں گی' اور اگر دنیا میں اس کو اس کے ایک گناہ کی سزا نہیں دی گئی تو اس کی دس نیکیوں میں سے ایک نیکی کم کر دی جائے گی اور اس کی نو نیکیاں پھر بھی باقی رہیں گی' پھر فرمارہے تھے: اس شخص کی ہلاکت ہو جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آجائیں۔

(جامع البیان ج ۱۱ ص ۲۳۵' رقم الحدیث: ۱۳۸۷۲' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۵' الدر المنثور ج ۴ ص ۳۹۹)

(۲) جب انسان غیر اللہ کے ساتھ بالکل مشغول نہ ہو اور معرفت الٰہی کے اسباب کو حاصل کرنے میں انتہائی راغب ہو تو اس کا قلب نقش ملکوت (اللہ تعالیٰ کی صفات) کے لیے نگینہ بن جاتا ہے اور اس کا دل لاہوت (اللہ تعالیٰ کی ذات) کی تجلیات کے لیے آئینہ ہو جاتا ہے' البتہ جسمانی عوارض سے یہ انوارِ الٰہیہ مکدر ہو جاتے ہیں اور جب یہ عوارض زائل ہو جاتے ہیں تو یہ انوار چمکنے لگتے ہیں پھر اس کی اُخروی سعادتوں کے اسباب بڑھنے لگتے ہیں' اور یہی اس آیت کا معنی ہے: اور وہ ہر زیادہ نیکی

Marfat.com

کرنے والے کو زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

(۳) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُخروی سعادتوں کے درجات اور مراتب مختلف ہیں کیونکہ یہ درجات دنیا میں عبادات اور قُربِ الٰہی کے بالمقابل ہیں، اور جب دنیا کی طرف التفات نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت کے درجات غیر متناہی ہیں تو ان کے مقابلہ میں اُخروی سعادتوں کے درجات بھی غیر متناہی ہیں، اسی وجہ سے فرمایا: وہ ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ دنیا میں بھی ایک مقرر وقت تک وہی فائدہ پہنچائے گا اور آخرت میں بھی زیادہ نیکی کرنے والے کو وہی زیادہ اجر عطا فرمائے گا، یعنی دنیا اور آخرت میں ہر جگہ نفع پہنچانے والا وہی ہے، یہ اس لیے فرمایا کہ ظاہر بین فوائد اور ثمرات کی نسبت اسباب کی طرف کرتا ہے، مثلاً وہ کہتا ہے کہ سورج نے روشنی دی، اور بارش نے سبزہ اُگایا، لیکن جس کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے وہ کہتا ہے: اللہ نے روشنی دی اور اللہ نے سبزہ اُگایا، اور اس کا ایمان ہوتا ہے کہ ہر چیز کا خالق دراصل اللہ تعالیٰ ہے۔

تہدید اور تبشیر کا امتزاج

دوسری آیت میں فرمایا: تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں تہدید (دھمکی) بھی ہے اور بشارت بھی ہے۔ تہدید اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہماری کوئی جائے پناہ نہیں ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور جو کام وہ کرنا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جب ایسے زبردست حاکم کے سامنے پیش ہونا ہے اور ہمارے بہت عیوب ہیں اور بہت زیادہ گناہ ہیں تو پھر ہماری نجات بہت مشکل ہے، سو اس آیت سے بہت خوف پیدا ہوتا ہے اور اس آیت میں بشارت بھی ہے کیونکہ وہ بہت قاہر اور غالب حاکم ہے اور ہم بہت عاجز اور کمزور ہیں اور جب قاہر اور غالب حاکم کسی عاجز اور کمزور کو ہلاکت کے قریب دیکھے تو وہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے۔ تو اے رحم فرمانے والے اور عیوب کو چھپانے والے اور بے کسوں کی دعا کو قبول فرمانے والے! ہم پر رحم فرما اور ہم کو عذاب سے نجات عطا فرما!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں، (اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننا ہے ○ (هود: ۵)

منافقین کے سینہ موڑنے کے محامل

امام محمد بن جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن شداد بن الهاد بیان کرتے ہیں کہ منافقین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتے تو اپنا سینہ موڑ لیتے اور سر جھکا لیتے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ جائیں تب یہ آیت نازل فرمائی۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ منافقین حق میں شک کرتے تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے چھپنے کی کوشش کرتے تھے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنا سینہ اس لیے موڑتے تھے کہ اللہ کی کتاب کو نہ سن سکیں۔

بعض نے کہا: منافقین اپنے دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور عداوت کو چھپاتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ ان کو آپ سے محبت ہے اور وہ آپ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ کفر کو اپنے سینوں میں لپیٹتے ہیں

Marfat.com

تاکہ کفر کو اللہ سے چھپائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پر ان کا ظاہر اور باطن سب عیاں ہے۔

اور بعض نے کہا: جب وہ ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے تھے تو اپنا سینہ موڑتے تھے تاکہ ان کی سرگوشیاں ظاہر نہ ہوں۔ (جامع البیان ج ۱۱ ص ۲۳۸-۲۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

الجزء ۱۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور زمین پر چلنے والے (ہر جاندار) کا رزق اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے، وہ اس کے قیام کی

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ ۶ وَهُوَ الَّذِي

جگہ کو (بھی) جانتا ہے اور اس کی سپردگی کی جگہ کو (بھی) جانتا ہے، سب کچھ روشن کتاب میں (مذکور) ہے ○ وہی جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا

الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے، اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم یقیناً

مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ

موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ صرف کھلا ہوا

مُّبِيْنٌ ۞ ۷ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلٰٓى أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ

جادو ہے ○ اور اگر ہم ایک معین مدت تک ان سے عذاب مؤخر کر دیں تو وہ

لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا

ضرور یہ کہیں گے کہ عذاب کو کس چیز نے روک لیا؟ سنو جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہوگا تو پھر وہ ان سے دور نہیں

عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ۸ ع

ع ۱

کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کرے گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین پر چلنے والے (ہر جاندار) کا رزق اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے، وہ اس کے قیام کی جگہ کو (بھی) جانتا ہے اور اس کی سپردگی کی جگہ کو (بھی) جانتا ہے، سب کچھ روشن کتاب میں (مذکور) ہے ○

(ھود: ۶)

Marfat.com

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں' اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں' اور اسی کے موافق اس آیت میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ہر جان دار کو اس کا رزق پہنچاتا ہے پس اگر وہ ہر جان دار کو' اس کی موت و حیات کو' اس کے قیام اور اس کے سفر کی جگہ کو نہ جانتا ہوتا تو وہ ان کو رزق کیسے پہنچاتا۔

دآبۃ کا معنی

دآبۃ عرف میں چوپایہ کو اور زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے جان دار خواہ وہ مذکر ہو یا مونث اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جان داروں کی بہت سی اقسام ہیں۔ یہ دریاؤں' سمندروں اور خشکی میں رہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ان کی طبائع کی کیفیتوں کو' ان کے احوال کو اور ان کی غذاؤں کو اور ان کی موافق اور مخالف چیزوں کو اور ان کے مسکنوں کو جانتا ہے۔

مستقر اور مستودع کا معنی

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مستقر اور مستودع کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: منتہائے سیر (چل پھر کر جہاں رُک جائے) کو مستقر کہتے ہیں' اور جس کو ٹھکانا بنایا جائے وہ مستودع ہے' اور مجاہد نے کہا: مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد باپ کی پشت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۵) امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے ان کے علاوہ اور بھی اقوال ذکر کیے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۲۰۰۴-۲۰۰۱) مستودع سے مراد موت کی جگہ ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی اجل (موت) کسی زمین میں ہو تو اس کی کوئی ضرورت اس کو وہاں پہنچا دیتی ہے' اور جب وہ اس جگہ کی منتہیٰ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ سبحانہ اس کی رُوح کو قبض فرمالیتا ہے اور قیامت کے دن وہ زمین کہے گی: اے رب! یہ وہ ہے جس کو تو نے میرے پاس ودیعت (امانت) رکھا تھا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۸۸۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے)

اللہ تعالیٰ کے رزق پہنچانے کی مثالیں

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی تھی' ان کے دل میں اپنے گھر والوں کا خیال آیا کہ انہوں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک چٹان پر لاٹھی ماریں' اس سے ایک پتھر ٹوٹ کر نکلا' پھر انہوں نے اس دوسرے پتھر پر لاٹھی ماری' اس سے ایک اور پتھر ٹوٹ کر نکلا' انہوں نے اس پر بھی لاٹھی ماری اس سے پھر ایک اور پتھر نکلا' اس پتھر میں چیونٹی کے برابر ایک کیڑا تھا' اس کے مُنہ میں غذا کی قائم مقام کوئی چیز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کیڑے کا کلام سنایا' وہ کہہ رہا تھا: پاک ہے وہ جو مجھے دیکھتا ہے اور میرا کلام سنتا ہے اور میری جگہ کو جانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے اور مجھے نہیں بھولتا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اشعریوں کی ایک جماعت جو حضرت ابو موسیٰ' حضرت

Marfat.com

ابو مالک اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی، جب انہوں نے ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ سفر میں جو کھانا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے کا سوال کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ جب وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو انہوں نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اشعریوں کی بہ نسبت چوپایوں کو رزق دینا زیادہ آسان تو نہیں ہے۔ وہ واپس آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گیا اور اس نے اپنے اصحاب سے کہا: تم کو خوشخبری ہو تمہارے پاس مدد آنے والی ہے۔ اس کے اصحاب نے یہی سمجھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ہو گا اور آپ نے طعام بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہو گا، اسی دوران دو آدمی ان کے پاس برتنوں میں کھانا لے کر آگئے جن میں گوشت کا سالن اور روٹیاں تھیں۔ انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر اس شخص نے اپنے بعض اصحاب سے کہا: تم یہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ کیونکہ ہم پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں، پھر جب وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمارے لیے جو کھانا بھیجا تھا اس سے عمدہ اور لذیذ کھانا ہم نے کبھی نہیں کھایا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو تمہیں کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس نے کیا کیا تھا اور اپنے اصحاب سے کیا کہا تھا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو اللہ نے یہ رزق دیا تھا۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۴۰۲-۴۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۸)

حرام رزق ہوتا ہے یا نہیں، اس پر مفصل بحث ہم نے البقرہ: ۳ میں کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے، اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم یقیناً موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ صرف کھلا ہوا جادو ہے○ (ھود: ۷)

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا

دنوں کا تحقق افلاک کی حرکت اور سورج کے طلوع اور غروب سے ہوتا ہے اور جب آسمان اور زمین پیدا نہیں ہوئے تھے تو دنوں کا وجود بھی نہ تھا اس لیے چھ دنوں سے مراد چھ دورانیہ یا چھ اطوار ہیں، یا اس سے مراد تقدیراً چھ دن ہیں یعنی اگر اس دورانیہ میں دن ہوتے تو چھ دن لگتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسندیدہ چیزیں منگل کے دن پیدا کیں اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جمعرات کے دن اس میں حیوانات پھیلائے، اور جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، جمعہ کی ساعات میں سے آخری ساعت میں رات آنے سے پہلے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۹، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۸۳۴۹، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۸۹۶)

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کی تفصیل الاعراف: ۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عرش کے پانی پر ہونے کے متعلق احادیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے

Marfat.com

اپنی اونٹنی کو دروازہ پر باندھ دیا۔ آپ کے پاس بنو تمیم کے لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! بشارت کو قبول کرو۔ انہوں نے کہا: آپ ہمیں بشارت تو دے چکے ہیں اب ہم کو عطا فرمائیں۔ یہ مکالمہ دو بار ہوا' پھر آپ کے پاس اہل یمن آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! بشارت کو قبول کرو اگرچہ بشارت کو بنو تمیم نے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا' ہم آپ کے پاس اس امر (دنیا) کے متعلق پوچھنے کے لیے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی' اور اس کا عرش پانی پر تھا' اور اس نے ذکر میں ہر چیز لکھ دی' اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ذکر (لوح محفوظ) میں ہر چیز لکھ دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۱' ۷۴۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۲۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۴۲' ۷۲۹۲' المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۴۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲' کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۳۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۷۵۔ ۳۷۴)

چونکہ دنوں کا تحقق افلاک کی حرکت اور سورج کے طلوع اور غروب سے ہوتا ہے اس لیے اس حدیث میں پچاس ہزار سال سے مراد ہے کافی عرصہ پہلے یا پچاس ہزار سال تقدیراً مراد ہیں یعنی اگر اس وقت دن موجود ہوتے تو جتنا عرصہ پچاس ہزار سال گزرنے میں لگتا زمینوں اور آسمانوں کے بنانے سے اتنا عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا۔

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ عماء میں تھا۔ (عماء کے معنی ہیں رقیق بادل۔ یزید بن ہارون نے کہا: یعنی اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی) اس کے نیچے ہوا تھی نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۵' المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم الحدیث: ۴۶۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۴۱' المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰)

اس حدیث میں ما فوقہ ھواء میں ما نافیہ ہے اور اگر یہ ما موصولہ ہو تو اس کا معنی ہے اس بادل کے اوپر اور اس کے نیچے ہوا تھی اور ہوا سے مراد ہے فراغ متوھم یعنی خلا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس بادل کے اوپر اور نیچے کچھ بھی نہ تھا۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید میں ہے کہ عرش پانی پر تھا تو پانی کس چیز پر تھا۔ انہوں نے کہا: وہ ہوا کی پشت پر تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۹۰۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۶۹۷' تفسیر امام عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۸۵' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۴۱' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن المنذر' امام ابو الشیخ اور امام بیہقی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ الدر المنثور ج ۴ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳)

عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے متعلق علماء کی آراء و نظریات

علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: کعب احبار نے کہا اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت پیدا کیا پھر اس

Marfat.com

کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ لرزتا ہوا پانی بن گیا، پھر ہوا کو پیدا کیا اور اس کی پشت پر پانی رکھا، پھر عرش کو پانی پر رکھا- ابو بکر اصم نے کہا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ منصلق (ملا ہوا) ہے، اس لحاظ سے عرش اب بھی پانی پر ہے- زمخشری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کوئی مخلوق نہیں تھی اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی کو آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا فرمایا-

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۴ ص ۸-۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے ذکر (لوح محفوظ) میں ہر چیز کو لکھ دیا، پھر اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا- (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۱) یہ حدیث اس وقت آسمانوں اور زمینوں، فرشتوں، انسانوں اور جنوں اور تمام مخلوقات کی نفی کرتی ہے، سوا عرش کے، اس وجہ سے اکثر متقدمین اور متاخرین کا یہ مسلک ہے کہ عرش، قلم اور لوح پر مقدم ہے اور جس حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: "لکھ!" اس نے پوچھا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: "قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب لکھ دو-" (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، رقم الحدیث: ۳۱۰۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱۱) اس کا معنی یہ ہے کہ قلم کو آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیا-

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، کعب احبار سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت کو پیدا کیا، پھر اس کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ پانی ہو گیا، پھر اس نے پانی پر اپنا عرش رکھا- حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس وقت آسمان تھا نہ زمین تھی- (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۹، بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اقوال مفسرین بہت زیادہ ہیں اور احادیث مرفوعہ متصلہ بہت کم ہیں، ان میں سے ہر چیز ممکن ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے، اور جو چیز ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق اپنے ارادہ اور اپنی قدرت سے جو چاہا پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں کہ عرش، کرسی، پانی، ہوا یا زمین یا آسمان، ان میں سے کوئی چیز بھی ازل میں نہیں تھی، کیونکہ ان میں سے ہر چیز ممکن ہے اور ہر ممکن حادث ہے اور حوادث کا ازل میں ہونا محال ہے، اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ جس طرح تخت اجسام کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اس طرح عرش کا اللہ کو اٹھانا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا اور الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ: ۵) کے محامل واضح ہیں اور اس کی تاویلات صحیحہ ہیں، البتہ شریعت نے کسی تاویل یا کسی محمل کو معین نہیں فرمایا، اس لیے اس میں توقف کرنا چاہیے اور صرف اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے-

(المفہم ج ۶ ص ۶۷۰، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کا عرش پانی پر تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی عجیب و غریب قدرت کے اظہار کے لیے فرمایا ہے، کیونکہ کسی عمارت کو بنانے والا اپنی عمارت کو تخت زمین پر پانی سے دور رکھ کر بناتا ہے، تاکہ اس کی عمارت منہدم نہ ہو جائے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پانی پر بنایا تاکہ عقل والے اس کی قدرت کے کمال کو جان لیں۔
(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز امام رازی فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت ہے کیونکہ عرش تمام آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ بڑا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی پر قائم کیا ہے پس اگر اللہ تعالیٰ بغیر کسی ستون کے کسی وزنی چیز کو رکھنے پر قادر نہ ہوتا تو عرش پانی پر نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے پانی کو بھی بغیر کسی سہارے کے قائم کیا، نیز عرش کے پانی پر ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ ملتصق اور متصل ہے، یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے آسمان زمین کے اوپر ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۲۰-۳۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:
عرش اور پانی کے درمیان کوئی حائل نہیں تھا، ایسا نہیں ہے کہ عرش پانی کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا۔
(تفسیر البیضاوی مع عنایت القاضی ج ۵ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو السعود محمد بن محمد العمادی الحنفی المتوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:
عرش پانی پر تھا اور پانی کے نیچے کوئی اور چیز نہیں تھی خواہ عرش اور پانی کے درمیان کشادگی ہو یا عرش پانی کے اوپر رکھا ہوا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (تفسیر ابو السعود ج ۳ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:
اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی سے مراد وہی پانی ہے جو عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہے اور عرش سے مراد وہی عرش معروف ہے اور عرش کے پانی پر ہونے کا معنی عام ہے، خواہ عرش پانی سے متصل ہو یا منفصل۔
(روح المعانی ج ۷ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ہمارے نزدیک یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ پانی سے مراد یہی معروف پانی ہے یا اس سے مراد مادے کی مائع حالت ہے جس پر بطور استعارہ پانی کا اطلاق کیا گیا ہے، اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق ہو چکی تھی اور ایک اور آیت سے یہ معلوم ہوا کہ پانی ہی اصل کائنات اور منبع حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ (الانبیاء: ۳۰)

کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین (پانی برسانے اور سبزہ اگانے سے) بند تھے تو ہم نے (پانی برسا کر اور سبزہ اگا کر) دونوں کو کھول دیا، اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی، پانی نہ عرش اور نہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز، اور نافع بن زید کی روایت میں ہے: اللہ کا عرش پانی پر تھا، پھر اس نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: "لکھ جو کچھ ہونے والا ہے" اور اس نے ذکر (لوح محفوظ) میں ہر چیز کو لکھ دیا۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۳، ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۶)
علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی اور عرش اس عالم کا مبدء ہیں کیونکہ ان کو آسمانوں اور زمینوں

Marfat.com

سے پہلے پیدا کیا گیا ہے' اور اس وقت عرش کے نیچے صرف پانی تھا' اور امام احمد اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا: "لکھ" تو اس نے قیامت تک کی تمام پیدا ہونے والی چیزوں کو لکھ دیا۔ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' پھر اس نے سب کچھ لکھا اور اس کے بعد پانی کو اور پھر عرش کو پیدا کیا' اور جس حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا وہ ثابت نہیں ہے۔

علامہ ابوالعلاء الہمدانی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ پہلے عرش کو پیدا کیا یا پہلے قلم کو' اکثر کے نزدیک پہلے عرش کو پیدا کیا اور امام ابن جریر اور ان کے متبعین نے کہا کہ پہلے قلم کو پیدا کیا۔ امام ابن حازم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو سال کی مسافت پر لوح کو پیدا کیا' اللہ تعالیٰ عرش پر تھا پھر اس نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے قلم سے فرمایا: "لکھ۔" اس نے پوچھا: "کیا لکھوں؟" فرمایا: قیامت تک مخلوق کے متعلق میرا علم لکھ دو' اور سجان کی تفسیر میں انہوں نے کہا ہے کہ عرش کو قلم سے پہلے پیدا کیا ہے' اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' اور اس سے فرمایا "لکھ۔" اس نے پوچھا: "میں کیا لکھوں؟" فرمایا: "تقدیر لکھو۔" تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں لکھ دیں۔ اور امام سعید بن منصور نے مجاہد سے روایت کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتداء عرش' پانی اور ہوا سے کی اور زمین کو پانی سے پیدا کیا' اور ان مختلف آثار میں جمع اور تطبیق واضح ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۰-۲۸۹' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پوری بحث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کو پیدا کیا اور ان تمام روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے' اس کا معنی ہے کہ اس کو اپنی بعد والی چیزوں کے اعتبار سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور ہر چیز کو ذکر میں لکھ دیا' اس کا معنی ہے کل کائنات کی تقدیر کو لوحِ محفوظ میں ثابت کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

اس کے بعد فرمایا: تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے۔ یعنی یہ آسمان اور زمین عبث پیدا نہیں کیے گئے بلکہ اس سے مقصود انسانوں اور جنات کی آزمائش ہے کہ ان میں سے کون نیک عمل کرتا ہے' نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ قرآن اور سُنّت کے مطابق اخلاص سے عمل کیے جائیں۔ فرائض' واجبات اور سنتوں پر عمل کیا جائے اور محرمات اور مکروہات کو ترک کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے' فرمایا: اے سونے والے! اٹھ اور عبادت کر۔ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں عبادت کر چکا ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تم نے کیا عبادت کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ' تم عابدین پر فائق ہو! (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۰)

ضحاک نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون زیادہ شکر کرنے والا ہے۔ مقاتل نے کہا: تم میں سے کون اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے کون اللہ کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کون زیادہ اچھی عقل والا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۹' رقم الحدیث: ۱۳۹۰۸) یہ حدیث تمام اقوال کو جامع ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ایک معین مدت تک ان سے عذاب موخر کر دیں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ عذاب کو کس چیز نے روک لیا؟ سنو جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہو گا تو پھر وہ ان سے دُور نہیں کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اُڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گا○ (ھود: ۸)

ربط آیات

اس سے پہلی آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم یقیناً موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ صرف کھلا ہوا جادو ہے○ اب ان کی خرافات میں سے ایک اور باطل قول کو نقل فرماتا ہے کہ جب ان سے وہ عذاب موخر ہو گیا جس عذاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈرایا تھا تو انہوں نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: یہ عذاب کس وجہ سے ہم سے روک لیا گیا! اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کا جو وقت معین کیا ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو پھر وہ عذاب آجائے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔

اس عذاب سے مراد یا تو دنیا کا عذاب ہے یا آخرت کا عذاب ہے، اگر دنیا کا عذاب مراد ہو تو یہ وہ عذاب ہے جو غزوۂ بدر میں ان کو ذلت آمیز شکست کی صورت میں حاصل ہوا تھا اور اگر اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے تو وہ قیامت کے بعد ان پر نازل کیا جائے گا۔

قرآنِ مجید اور احادیث میں لفظ "امت" کے اطلاقات

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر ہم امت معدودہ تک عذاب کو ان سے موخر کر دیں، اس آیت میں امت کا معنی مدت ہے، لغت عرب میں لفظ امت کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

امت ہر اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک چیز میں مشترک ہو یا کوئی ایک امر ان کا جامع ہو، خواہ وہ امرِ دینِ واحد ہو یا زمانِ واحد ہو یا مکانِ واحد ہو، خواہ یہ امر جامع اختیار اً ہو یا اضطرار اً ہو، اس کی جمع امم ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَٰئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم۔ (الانعام: ۳۸) — زمین پر ہر چلنے والا (چوپایہ) اور (فضا میں) اپنے بازوؤں سے اُڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل جماعتیں ہیں۔

جالا بننے والی مکڑی ہو یا گھن لگانے والا کیڑا ہو یا ذخیرہ اندوزی کرنے والی چیونٹی ہو یا چڑیا اور کبوتر ہوں، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر کے اپنی اپنی نوع میں ایک مخصوص وصف کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ (البقرہ: ۲۱۳) — سب لوگ ایک امت تھے۔

یعنی سب لوگ کفر اور گمراہی کے ایک نظریہ پر مجتمع تھے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ (ھود: ۱۱۸) — اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔

یعنی سب لوگوں کو ایمان میں مجتمع کر دیتا۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ۔ (آلِ عمران: ۱۰۴) — اور تم میں سے لوگوں کا ایک گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔

یعنی تم میں سے لوگوں کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو علم اور اعمال صالحہ میں لوگوں کے لیے مقتدا ہو۔

إِنَّا وَجَدْنَآ آبَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ۔ (الزخرف: ۲۲) — ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا۔

Marfat.com

یعنی وہ سب ایک دین پر مجتمع تھے۔

وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ۔(یوسف: ۴۵) اسے ایک مدت کے بعد (یوسف) یاد آیا۔

یعنی جب ایک زمانہ میں مجتمع لوگ یا ایک دین پر مجتمع لوگ گزر گئے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ۔(النحل: ۱۲۰) بے شک ابراہیم (اپنی اجتماعی عبادات کے اعتبار سے) ایک امت تھے، اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار۔

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں ایک جماعت کے قائم مقام تھے، جیسے کہتے ہیں فلاں شخص فی نفسہٖ ایک قبیلہ ہے یا فلاں شخص اپنی ذات میں انجمن ہے۔ (المفردات ج۱ ص۲۹-۲۸، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے خمر (انگور کی شراب) سے بچو کیونکہ یہ ام الخبائث ہے۔ (سنن النسائی، الاشربہ: ۴۴) یعنی یہ شراب تمام خبائث اور خرابیوں کی جامع ہے۔ نیز حدیث میں ہے:

اگر کتے تسبیح کرنے والی امت نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ (سنن ابو داؤد، الاضاحی: ۲۲، سنن الترمذی، الصید: ۱۶، سنن النسائی، الصید: ۱۰، مسند احمد ج۴ ص۸۵) ایک اور حدیث میں ہے:

ہم امی امت ہیں، لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱-۷۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۹، مسند احمد ج۲ ص۴۳)

آپ کی مراد یہ تھی وہ اسی اصل پر ہیں جس پر اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے، انہوں نے لکھنا اور گنتی کرنا نہیں سیکھا پس وہ اپنی جبلت اولیٰ پر ہیں۔ امی کا ایک معنی ہے جو لکھتا نہ ہو۔ (النہایہ ج۱ ص۶۹-۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ)

وَلَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا مِنۡهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـئُوۡسٌ

اور اگر ہم اپنے پاس سے انسان کو رحمت (کی لذت) چکھائیں پھر اس سے اس رحمت کو واپس لے لیں (تو) یقیناً وہ ناامید اور

كَفُوۡرٌ ۝۹ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ

ناشکرا ہوگا ○ اور اگر ہم اس کو مصیبت پہنچنے کے بعد آسائش (کا ذائقہ) چکھائیں تو وہ ضرور (خوشی سے) کہے گا،

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّىۡ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَ

میرے تمام مصائب دور ہوگئے بے شک وہ اترانے والا شیخی خورہ ہے ○ ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ

نیک اعمال کیے، ان ہی کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے ○ کیا آپ وحی کے کسی حصہ

تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰٓى اِلَيۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ

کو ترک کرنے والے ہیں اور آپ کا دل صرف اس بات سے تنگ ہونے والا ہے کہ وہ (کافر) یہ

Marfat.com

يَقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ

کہیں گے کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف

نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

ڈرانے والے ہیں! اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے ○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

آپ کہیے کہ پھر تم اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ (اور اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جس کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا

بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر وہ (تمہارے چیلنج کو) قبول نہ کریں

لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ

تو یقین رکھو کہ قرآن اللہ ہی کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو اے

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

کافرو! کیا تم اسلام لانے والے ہو؟ ○ جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں

نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ○

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے ○ کیا جو شخص اللہ کی طرف سے

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ

دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ (بھی) ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو رہنما اور رحمت ہے (وہ بھی

Marfat.com

مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ

گواہ ہو) (وہ ان منکروں کے برابر ہو سکتا ہے؟) یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور تمام فرقوں میں سے جس

بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ

نے (بھی) اس کے ساتھ کفر کیا اس کی وعید کی جگہ دوزخ ہے، (سو اے مخاطب) تم اس کے متعلق شک میں نہ پڑنا

اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٧﴾

بے شک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم اپنے پاس سے انسان کو رحمت (کی لذت) چکھائیں پھر اس سے اس رحمت کو واپس لے لیں (تو) یقیناً وہ ناامید اور ناشکرا ہو گا○ اور اگر ہم اس کو مصیبت پہنچنے کے بعد آسائش (کا ذائقہ) چکھائیں تو وہ ضرور (خوشی سے) کہے گا: میرے تمام مصائب دور ہو گئے، بے شک وہ اترانے والا شیخی خورہ ہے○ ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، ان ہی کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے○ (ھود: ١١-٩)

مصیبت میں کفار کا مایوس ہونا اور راحت میں ناشکری کرنا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار کو عذاب ضرور ہو گا خواہ تاخیر سے ہو، اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ سبب بتایا جس سے ان کو عذاب ہو گا اور یہ کہ اس سبب کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں الانسان سے مراد مطلق انسان ہے پھر آیت: ١١ میں اس سے نیک اور صبر کرنے والے مسلمانوں کا استثناء فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (العصر: ٣-١)

زمانہ کی قسم○ بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے○ ماسوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے۔

اور اس کی نظیر یہ آیت بھی ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ (المعارج: ٢٣-١٩)

بے شک انسان بے صبرا پیدا ہوا ہے○ جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو گھبرا جاتا ہے○ اور جب اسے کوئی فائدہ پہنچے تو اس کو روکنے والا ہوتا ہے○ ماسوا نمازیوں کے○ جو اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں○

اور دوسرا قول یہ ہے کہ الانسان میں الف لام عہد کا ہے اور اس انسان سے کافر انسان مراد ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (یوسف: ٨٧)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، کیونکہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر مایوس ہوتے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت تمام کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت کسی خاص کافر کے

Marfat.com

متعلق نازل ہوئی ہو۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ص۱۱' مطبوعہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا اور راحت میں ناشکرا ہونا کفار کا شیوہ ہے۔

مومن کے لیے مصیبت اور راحت دونوں کا خیر ہونا

اس کے بعد فرمایا: ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے ان ہی کے لیے بڑا اجر ہے' حدیث میں ہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے حال پر تعجب ہوتا ہے' اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مومن کے سوا اور کسی کا وصف نہیں ہے' اگر اس کو راحت پہنچے تو شکر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے' اور وہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۹۹' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۲۹۷' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۷۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰-۱۷)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کانٹا یا اس سے کم کوئی چیز چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۵' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۷۳' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۹۷۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۱۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۲۵)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو جو بھی درد ہو یا تھکاوٹ ہو یا بیماری ہو' یا غم ہو یا فکر اور پریشانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی مصیبت کا بڑا اجر ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے' جو اس سے راضی ہو تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور جو اس سے ناراض ہو تو اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۱' المستدرک ج ۴ ص ۶۰۸' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۴۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مومن اور مومنہ پر اس کی جان میں' اس کی اولاد میں اور اس کے مال میں مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب مصائب میں مبتلا ہونے والوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام اور آسائش میں رہنے والے یہ کہیں گے کہ کاش دنیا میں ان کی کھالوں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۲' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۴۱' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ وحی کے کسی حصہ کو ترک کرنے والے ہیں اور آپ کا دل صرف اس بات سے تنگ ہونے والا ہے کہ وہ (کافر) یہ کہیں گے کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے ○ (ھود: ۱۲)

Marfat.com

کیا کفار کے طعن و تشنیع کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی تبلیغ میں کمی کرنے والے تھے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے مزید کفریہ اقوال نقل فرمائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ ان کے ان کفریہ اقوال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ ہوتا تھا اور آپ کو رنج ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دل جوئی کی، آپ کو تسلی دی اور آپ کو اپنے الطاف و عنایات اور اپنے افضال اور اکرام سے نوازا۔

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت و لفظ لعلّ سے شروع فرمایا ہے اور لعلّ کلام عرب میں توقع کے لیے آتا ہے، اور اس آیت کا بظاہر معنی یہ ہے کہ کفار جو آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا یا آپ کی تصدیق کے لیے آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل ہوا، اس سے یہ توقع ہے کہ آپ وحی کے اس حصہ کو بیان کرنا ترک کر دیں گے جس میں کفار کے بتوں کی مذمت کی گئی ہے، حالانکہ قرآن مجید کے کچھ حصہ کو بیان نہ کرنا خیانت اور کفر ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے، اور جس طرح باقی انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ تقیہ کر کے وحی کے بعض حصہ کو چھپائیں اور پوری تبلیغ نہ کریں اسی طرح آپ بھی معصوم ہیں بلکہ سید المعصومین ہیں، آپ سے بطریق اولیٰ یہ متصور نہیں ہے پھر آپ سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ آپ اپنا دل تنگ ہونے کی وجہ سے وحی کا کچھ حصہ چھپالیں گے! اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) لعلّ کے لفظ سے جو بات کہی جاتی ہے کبھی اس بات کی متکلم کو توقع ہوتی ہے، کبھی مخاطب کو توقع ہوتی ہے اور کبھی ان کے علاوہ کسی اور کو توقع ہوتی ہے اور اس آیت میں یہی آخری صورت مراد ہے یعنی کفار مکہ کو یہ توقع تھی کہ ہر چند کہ آپ قرآن مجید کی تبلیغ کرنے میں اور پوری پوری وحی پہنچانے میں انتہائی کوشش فرما رہے ہیں، لیکن ان کے طعن و تشنیع اور دل آزار باتوں سے تنگ ہو کر آپ وحی کے کچھ حصہ کو بیان نہیں کریں گے۔

(۲) کلام عرب میں لعلّ کا لفظ توقع کے لیے بھی آتا ہے اور تبعید کے لیے بھی آتا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار کی ان دل آزار باتوں سے ہر چند کہ آپ کا دل تنگ ہوتا ہے لیکن آپ اس وجہ سے وحی کی تبلیغ میں کمی نہ کریں۔

(۳) علامہ سمین وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت استفہام انکاری پر محمول ہے اور معنی یہ ہے کہ کیا آپ ان کی دل آزار باتوں سے تنگ ہو کر وحی کے بعض حصہ کی تبلیغ کو ترک کر دیں گے؟ یعنی آپ ایسا نہیں کریں گے، اس کی نظیر حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو بلوایا، سو وہ اس حال میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعلنا اعجلناک (کیا ہم نے تم کو عجلت میں ڈال دیا؟) اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم عجلت میں ہو تو تم پر وضو کرنا لازم ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۴۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰۶)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے کہ کفار آپ کی نبوت میں طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اس سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے تو کیا آپ اس وجہ سے بعض وحی کو بیان کرنا ترک کر دیں گے؟ یعنی آپ ایسا نہیں کریں گے تو پھر آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں اور بلا خوف و خطر اور بے دھڑک تبلیغ کرتے رہیں۔

(عنایۃ القاضی ج ۵ ص ۱۳۲، ملخصاً و موضحاً، بیروت ۱۴۱۷ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۲۸-۲۷، بیروت ۱۴۱۷ھ)

(۴) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی اور تنزیل میں خیانت کریں اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دیں، کیونکہ اس طرح پوری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا کیونکہ رسالت کا معنی ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں۔ اس لیے اس آیت کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی، اگر آپ پوری پوری وحی کی تبلیغ کریں تو کفار کی طعن تشنیع اور ان کے مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر آپ بتوں کی مذمت والی آیتوں کو نہ بیان کریں تو کفار تو آپ کا مذاق نہیں اڑائیں گے لیکن وحی میں خیانت لازم آئے گی اور جب دو خرابیوں میں سے کوئی ایک خرابی ضرور لازم ہو تو بڑی خرابی کو ترک کر کے چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہیے اور بڑی خرابی وحی میں خیانت ہے سو آپ اس خرابی کو ترک کر دیں اور کفار کے طعن اور تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔

اور اس آیت میں لعلک کا جو لفظ ہے اس سے مراد تبعید ہے یعنی آپ کفار کے طعن و تشنیع کی وجہ سے وحی کے بعض حصہ کو ترک نہ کریں، ہرچند کہ آپ سے وحی کے کسی حصہ کی تبلیغ کو ترک کرنا ممکن نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تاکید کے طور پر اس طرح فرمایا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۲۴-۳۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ ملخصاً موضحاً)

اس آیت کی تفسیر کرنا بہت نازک مقام ہے، بہت سے مفسرین اس مقام پر پھسل گئے اور انہوں نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی کہ احترام نبوت ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ ان بے ہودہ شبہات اور فرمائشوں سے سخت مغموم اور دل گیر ہوتے تھے، ممکن ہے کہ کبھی ایسا خیال بھی دل میں گزرتا ہو کہ ان کے معبودوں کے معاملہ میں اگر خدا کی جانب سے اس قدر سختی اختیار کرنے کا حکم نہ رہے، تردید کی جائے مگر فی الحال قدرے نرمی اور رواداری کے ساتھ تو شاید زیادہ موثر اور مفید ہو یا جو فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں، ان کی یہ ضد بھی پوری کر دی جائے تو کیا عجب ہے مسلمان ہو جائیں۔ (حاشیہ عثمانی بر ترجمہ محمود الحسن ص ۲۹۴، مطبوعہ سعودیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے تابع تھا اور اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اس کی وحی کے خلاف آپ کے دل میں کبھی کوئی خیال نہیں آسکتا تھا، اس لیے ہمارے نزدیک یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔

(۵) اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت باب تنزیل سے ہے، یعنی ایک شخص میں کوئی وصف نہ ہو لیکن حال اور مقام کے اعتبار سے یہ وہم کیا جاتا ہو کہ اس شخص میں وہ وصف ہے تو اس شخص کو باوجود اس وصف کے نہ ہونے کے اس شخص کے منزلہ میں نازل کر کے کلام کیا جائے جس شخص میں وہ وصف ہو، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے کسی حصہ کی تبلیغ کو ترک نہیں کیا تھا لیکن اگر آپ کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو تنگ دلی اور دل آزاری سے بچنے کے لیے ان آیتوں کی تبلیغ کو ترک کر دیتا جن کی وجہ سے کفار طعن اور تشنیع کرتے تھے اس لیے آپ کو اس شخص کے منزلہ میں نازل کر کے فرمایا: شاید آپ وحی کے کسی حصہ کو ترک کرنے والے ہیں۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ (ھود: ۳۷)	اور آپ ہماری وحی کے مطابق ہماری نگرانی میں کشتی بنایئے اور ظالموں کے متعلق ہم سے بات نہ کریں وہ ضرور غرق کیے جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ظالم کافروں کی سفارش نہیں کی تھی لیکن اس مقام پر ان کی سفارش کرنے کا وہم ہو سکتا تھا،

Marfat.com

اس لیے باوجود سفارش نہ کرنے کے ان کو اس شخص کے مرتبہ میں نازل کر کے خطاب کیا گیا جو ان کی سفارش کرتا سو یہ بھی باب تنزیل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے، آپ کہیے کہ پھر تم اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور (اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو O (ھود: ١٣)

قرآن مجید کا معجزہ ہونا

مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوت پر معجزہ طلب کرتے تھے، آپ کو بتایا گیا کہ آپ یہ کہیں کہ میری نبوت پر معجزہ یہ قرآن مجید ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ لیکن مخالفین کی کثرت اور علوم و فنون اور زبان و بیان کی روز افزوں ترقی کے باوجود کوئی شخص قرآن مجید کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکا' قرآن مجید نے کئی طرح سے یہ چیلنج پیش کیا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

آپ کہیے اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد (بھی) کریں۔

(بنو اسرائیل: ٨٨)

اور زیر تفسیر آیت میں دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج دیا گیا ہے، اور البقرہ: ٢٣ اور یونس: ٣٩ میں کسی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا ہے اور آخری چیلنج یہ دیا ہے:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔

اس جیسی ایک بات ہی بنا کر پیش کر دو اگر تم سچے ہو۔

(الطور: ٣٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اگر وہ (تمہارے چیلنج کو) قبول نہ کریں تو یقین رکھو کہ قرآن اللہ ہی کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو (اے کافرو!) کیا تم اسلام لانے والے ہو؟ O (ھود: ١٤)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ان مشرکین سے کہہ دیجئے اگر قرآن مجید کی دس سورتوں کی مثل لانے میں تمہارے خود ساختہ معبود تمہاری مدد نہ کر سکیں اور تم خود بھی اس کی مثل دس سورتیں نہ لا سکو تو یہ جان لو اور یقین رکھو کہ یہ قرآن آسمان سے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے اذن کے ساتھ نازل ہوا ہے اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف سے بنا کر ہم پر افتراء نہیں کیا اور یہ بھی یقین رکھو کہ مخلوق کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سوا اے مشرکو! تم بت پرستی کو ترک کر دو اور خدائے واحد کی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ یہیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے، اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O (ھود: ١٦-١٥)

ریاکاری کی مذمت اور اس پر وعید

اس مضمون کی قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں:

Marfat.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۹-۱۸)

جو لوگ صرف دنیا کے خواہش مند ہیں، ہم ان کو اس دنیا سے جتنا ہم چاہیں اس دنیا میں دے دیتے ہیں، پھر ہم نے ان کے لیے دوزخ کو ٹھکانا بنا دیا ہے وہ اس دوزخ میں مذمت کیا ہوا اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا ۝ اور جو شخص مومن ہو اور وہ آخرت کا ارادہ کرے اور اسی کے لیے کوشش کرے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی ۝

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۔ (الشوریٰ: ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی کو زیادہ کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کو اس میں سے دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے متعلق چار قول ہیں:

(۱) اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ اس آیت کا حکم تمام مخلوق کے لیے عام ہے۔

(۲) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اہل قبلہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ یہود اور نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(۴) مجاہد نے یہ کہا کہ یہ ریاکاروں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۸۴-۸۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

انسان جس کام کو جس نیت سے کرے گا اسی نیت کے اعتبار سے اس کو صلہ دیا جائے گا، اگر اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کوئی عمل کرے گا تو آخرت میں اس پر اجر ملے گا اور اگر لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے عمل کرے گا تو وہ عمل اس کے لیے باعث وبال ہوگا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ثمر ملتا ہے، سو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف شمار ہوگی، اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف شمار کی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱، ۵۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۹۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۷۳۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۵۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۶۸-۱۶۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۶)

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا، جب لوگ ان سے چھٹ گئے تو اہل شام میں سے ناتل نامی ایک شخص نے کہا: اے شیخ! آپ مجھے وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے

Marfat.com

متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہو گا، اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے سو تجھے بہادر کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، حتیٰ کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا، اس کو بلایا جائے گا اور اس کو اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھلایا اور تیرے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تاکہ تو قاری کہلائے سو تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص پر اللہ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا، اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور وہ نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے یہ کام اس لیے کیے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے سو تجھ کو سخی کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، اور پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۶۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا جو شخص اللہ کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ (بھی) ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو رہ نما اور رحمت ہے (وہ بھی گواہ ہو) (وہ ان منکروں کے برابر ہو سکتا ہے؟) یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور تمام فرقوں میں سے جس نے (بھی) اس کے ساتھ کفر کیا، اس کی وعید کی جگہ دوزخ ہے (سوائے مخاطب) تم اس کے متعلق شک میں نہ پڑنا بے شک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ (ھود: ۱۷)

تمام اہلِ ملل پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا وجوب

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ بھی ہو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا مومنین اہل کتاب، کیا یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں؟ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ شاہد سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ہے کیونکہ جس شخص میں ذرا بھی عقل ہو جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کی طرف دیکھے گا تو فوراً یقین کر لے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بینہ (دلیل) سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے جس سے دل روشن ہیں اور شاھد سے مراد عقل اور فطرت سلیمہ ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور سے ایک مکمل جانور پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس میں کوئی نقص دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۹)

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب یعنی تورات نازل ہوئی تھی جو رہ نما اور رحمت ہے' اور جو لوگ اس نبی (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہیں وہ لوگ ان لوگوں کی طرح نہیں ہو سکتے جو دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں۔ اور فرمایا: اور تمام فرقوں میں سے جس نے (بھی) اس نبی کے ساتھ کفر کیا اس کی سزا دوزخ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص اس حال میں مرے کہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص دوزخی ہی ہو گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۸' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۰۴)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام دین داروں پر واجب ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیں' یہود اور نصاریٰ کا خصوصیت سے اس حدیث میں اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور جب اہل کتاب پر یہ واجب ہے کہ وہ آپ کی رسالت پر ایمان لائیں تو دوسروں پر بطریق اولیٰ واجب ہے کہ وہ آپ کی رسالت پر ایمان لائیں۔

غیر متمدن دنیا میں رہنے والوں کے لیے توحید پر ایمان لانا ضروری ہے نہ کہ رسالت پر

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے دور دراز علاقوں میں رہتا ہو یا سمندر کے جزیروں میں رہتا ہو جو آباد دنیا سے منقطع ہوں' اور اس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی بعثت کی خبر نہ پہنچی ہو تو اگر وہ آپ پر ایمان نہ لائے تو اس سے گرفت نہیں ہو گی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جس نے میری نبوت کی خبر سنی اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو وہ دوزخی ہو گا' لہٰذا آپ کی معرفت اور آپ پر ایمان لانا اس پر موقوف ہے کہ کوئی شخص آپ کے معجزہ کا مشاہدہ کرے اور آپ کے ایام حیات میں آپ کے صدق کو جانے اور جس نے مشاہدہ نہیں کیا اس تک آپ کے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی ہو' اس کے برخلاف اللہ پر ایمان اور اس کی توحید کو ماننا ہر شخص پر ضروری ہے خواہ متمدن دنیا میں نہ ہو اور غیر آباد علاقوں میں رہتا ہو' کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل عطا کی ہے اور غور و فکر کر کے ہر شخص اللہ کی ذات اور اس کی توحید کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۶۸' مطبوعہ دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے۔ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش

عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ

کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا

رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ

تھا' سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو ○ جو لوگ اللہ کی راہ سے

Marfat.com

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں ○

اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ

یہ لوگ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے، اور نہ اللہ کے سوا

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا وقف لازم

ان کا کوئی مددگار تھا، ان کے لیے عذاب کو دگنا کیا جائے گا یہ (شدت کفر کی وجہ سے حق کو)

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ یہ (بغض کی وجہ سے حق کو) دیکھتے تھے ○ یہی وہ لوگ ہیں

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ

جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور جو کچھ یہ افترا کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہا ○ بلاشبہ

اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ

نیک عمل کیے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف عاجزی کی وہ لوگ جنتی ہیں اور وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَ

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ ان دونوں فریقوں (یعنی کافر اور مومن) کی مثال ایسے ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو

الْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۲

اور دوسرا دیکھنے والا سننے والا ہو، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے، یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو○ جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں○ (ھود: ۱۹-۱۸)

Marfat.com

روز قیامت کفار کے خلاف گواہی دینے والوں کے مصادیق

کافروں میں متعدد بد عقیدگیاں اور بد اعمالیاں تھیں، وہ دنیا اور اس کے عیش اور زیبائش پر بہت حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ھود: ۱۵ میں رد فرمایا اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معجزات کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ھود: ۱۳ میں رد فرمایا، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی شفاعت کریں گے سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بد عقیدگی کا رد فرمایا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مکان اور جگہ سے پاک ہے، پھر یہ کفار اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیش ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو مقامات حساب اور سوال کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں ان کفار کو وہاں پیش کیا جائے گا، دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبیوں، فرشتوں اور مومنوں میں سے جن کے سامنے چاہے گا پیش فرمائے گا۔ نیز اس آیت میں فرمایا ہے: تمام گواہ یہ کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

مجاہد، قتادہ، ابن جریج اور اعمش سے روایت ہے کہ ان گواہوں سے مراد فرشتے (کراماً کاتبین) ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۲ص ۲۹-۲۸)

ضحاک نے کہا: اس سے مراد انبیاء اور رسول ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۲ص ۲۹) اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (النساء: ۴۱)

پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ (بنا کر) لائیں گے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنین بھی گواہی دیں گے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (البقرہ: ۱۴۳)

(اور اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔

کفار کے خود اپنے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے، قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (النور: ۲۴)

جس دن ان کی زبانیں، اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: وہ گواہ یہ کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے کفار اور منافقین تو تمام لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳، ۴۳۰۰، مسند احمد ج ۲ص ۷۴)

اور فرمایا: جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں یعنی لوگوں کو حق کی اتباع کرنے اور ہدایت کے راستہ پر چلنے سے روکتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں میں دین اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات پیدا کرتے ہیں اور

Marfat.com

مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے ان کو اسلام سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مشغول رہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لایعنی اور بے ہودہ اعتراضات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ لوگ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے، اور نہ اللہ کے سوا کوئی ان کا مددگار تھا، ان کے لیے عذاب کو دگنا کیا جائے گا یہ (شدت کفر کی وجہ سے حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اور نہ یہ (بغض کی وجہ سے حق کو) دیکھتے تھے ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہا ○ بلاشبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ (ھود: ۲۲-۲۱-۲۰)

کفار مکہ کی چودہ وجوہ سے مذمت

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی دو آیتوں میں کفار مکہ کی سات وجوہ سے مذمت فرمائی تھی:

(۱) وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان تراشتے تھے: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان تراشے۔

(۲) وہ ذلت اور رسوائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، فرمایا: اور یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

(۳) تمام گواہ ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، فرمایا: اور تمام گواہ یہ کہیں گے کہ انہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

(۴) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون ہیں، فرمایا: سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(۵) وہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، فرمایا: جو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔

(۶) وہ اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات ڈالتے ہیں، فرمایا: اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

(۷) وہ آخرت کے منکر ہیں، فرمایا: وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔

اور ان آیتوں میں ان کی مزید سات وجوہ سے مذمت فرمائی ہے:

(۱) وہ اللہ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے، فرمایا: یہ لوگ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے۔

(۲) اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے ان کا کوئی مددگار نہیں، فرمایا: اور نہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار تھا۔

(۳) ان کا عذاب دگنا کیا جائے گا، فرمایا: ان کے لیے عذاب کو دگنا کیا جائے گا۔

(۴) ان میں حق کو سننے کی طاقت ہے نہ دیکھنے کی، فرمایا: یہ (شدت کفر کی وجہ سے حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ یہ (بغض کی وجہ سے حق کو) دیکھتے تھے۔

(۵) انہوں نے اللہ کی عبادت کے بدلہ میں بتوں کی عبادت کو خرید لیا اور یہ ان کے گھاٹے اور خسارے کا سبب ہے، فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا۔

(۶) انہوں نے دین کو دنیا کے بدلہ میں فروخت کر دیا اور اس میں ان کو دنیا میں یہ گھاٹا ہوا کہ انہوں نے عزت والی چیز کو دے کر ذلت والی چیز کو لے لیا اور آخرت کا خسارہ یہ ہے کہ وہ ذلت والی چیز بھی ضائع اور ہلاک ہو گئی اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، فرمایا: اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہا۔

(۷) چونکہ انہوں نے نفیس چیز کو دے کر خسیس چیز کو لیا اس لیے ان کا خسارہ لازمی اور یقینی ہے، فرمایا: بلاشبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

Marfat.com

کفار کو دگنا عذاب دینا' ایک برائی پر ایک عذاب کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے

اس آیت میں یہ فرمایا ہے: ان کے لیے عذاب دگنا کیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (الانعام: ١٦٠)

اور جو شخص برا کام کرے تو اسے صرف اسی ایک برے کام کی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور ان کے لیے عذاب کو دگنا کرنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس برائی کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی سزا ہی دگنا عذاب ہے اور اگر انہوں نے ایک برائی کی تھی تو ان کو اس کی سزا میں اسی ایک برائی کا دگنا عذاب دیا جائے گا' دو برائیوں کا عذاب نہیں دیا جائے گا' جیسا کہ فرمایا ہے: اسے صرف اسی ایک برے کام کی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا' ظلم تب ہوتا جب ایک برائی کرنے والوں کو دو برے کام کرنے کی سزا دی جاتی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر کی سزا جہنم کا دائمی عذاب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے' لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے اور کجی کو تلاش کرنے یعنی دین اسلام کی خلاف شکوک و شبہات ڈالنے اور آخرت کا انکار کرنے کی سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دگنا عذاب ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ (الاحزاب: ٣٠)

اے نبی کی بیویو! اگر (بالفرض) تم میں سے کسی نے کھلی بے حیائی کا ارتکاب کیا تو اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔

یہ آیت بھی سورۃ الانعام کی آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازواج مطہرات کی' کی ہوئی کھلی بے حیائی کا عذاب عام عورتوں کی بہ نسبت دگنا عذاب ہے' اور ایک مرتبہ کی ہوئی کھلی بے حیائی پر ایک مرتبہ ہی دگنا عذاب ہو گا دو مرتبہ دگنا عذاب نہیں ہو گا۔ سورۃ الانعام کی آیت کے خلاف تب ہوتا جب ایک مرتبہ کھلی ہوئی بے حیائی کے ارتکاب پر دو مرتبہ کھلی ہوئی بے حیائی کے ارتکاب کا عذاب دیا جاتا۔

جب کفار حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو ان سے گرفت کیوں ہوئی؟

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ (حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ (حق کو) دیکھتے تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب ان میں حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت ہی نہ تھی تو پھر ان کے ایمان نہ لانے اور کفر پر قائم رہنے میں ان کا کیا قصور ہے' اس سوال کے متعدد جوابات ہیں' پہلا جواب یہ ہے کہ وہ کفر اور عناد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور عداوت میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں تو ان پر کراہت اور ناگواری کی ایسی شدید کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ ان دلائل کو سن پاتے ہیں نہ دیکھ پاتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے سے مقصود ہے حق کو قبول کرنا اور چونکہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے تو گویا وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے کی از خود طاقت اور قدرت تو کسی میں نہیں ہے' جب بندہ سننے اور دیکھنے کا قصد کرتا ہے تو اللہ اس میں وہ قدرت پیدا کر دیتا ہے' اور چونکہ کفار مکہ حق کو سننے اور دیکھنے کا قصد ہی نہیں کرتے تھے اس لیے ان کے متعلق خصوصیت سے فرمایا: ان میں سننے کی طاقت ہے نہ دیکھنے کی۔ اور اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ وہ سماعت اور بصارت سے نفع حاصل نہیں کرتے تھے' اور ہدایت یافتہ انسان کی طرح سنتے تھے نہ دیکھتے تھے۔ اس کی پانچویں توجیہ

Marfat.com

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ عناد کی بناء پر اپنے اختیار سے حق کو سنیں گے نہ دیکھیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اور ان کی تقدیر میں لکھ دیا کہ وہ حق کو سنیں گے نہ دیکھیں گے اس لیے اب وہ حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ چھٹی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور عداوت رکھتے تھے اس لیے وہ آپ کی باتوں کو سن سکتے تھے نہ سمجھ سکتے تھے۔ النحاس نے کہا: کلام عرب میں یہ معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر بہت ناگوار اور بہت گراں ہو تو کہا جاتا ہے وہ اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، نیز کہا جاتا ہے کہ محب مذمت کرنے والے کی بات نہیں سن سکتا، اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ مذمت کرنے والا محب کی بات نہیں سن سکتا، اور اس کی آٹھویں توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حق سننے اور دیکھنے کی صفت عطا کی تھی۔ انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے خود حق کی طرف سے اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کر لیا تھا، اس لیے فرمایا: وہ (حق کو) سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف عاجزی کی وہ لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں O (ھود: ٢٣)

نیکیوں کے لازماً قبول ہونے کی توقع نہ رکھی جائے

اس آیت میں ہے و اخبتوا الی ربھم۔ اخبت کا معنی ہے قوم کا پست اور فراخ زمین میں اترنا اور مطمئن ہونا اور اخبت الی ربہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا اور اخبت کا معنی خضوع اور خشوع کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ مسلمانوں کے اطمینان اور خضوع اور خشوع کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان جب اللہ کی عبادت کریں تو عبادت کے وقت ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف ملتفت نہ ہوں، اور ہر چیز سے خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یا اللہ تعالیٰ نے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور عذاب کی وعید فرمائی ہے اس پر ان کے دل مطمئن ہوں، اور اگر ہم اخبات کو خشوع کے معنی میں لیں تو پھر اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب مسلمان اعمال صالحہ کریں تو ان کو یہ ڈر اور خوف ہو کہ ان کی کسی کمی اور کوتاہی کی بناء پر ان کے نیک اعمال مسترد کر دیئے جائیں گے، اور اس کو اپنے نیک اعمال کے متعلق یہ اطمینان نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے یہ نیک اعمال لازماً قبول ہو جائیں گے۔

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ کو اللہ کی بشارت ہو، آپ اسلام لانے والوں میں مقدم ہیں، جیسا کہ آپ کو علم ہے، پھر آپ خلیفہ بنے تو آپ نے عدل کیا، پھر ان تمام (نیکیوں) کے بعد آپ کو شہادت حاصل ہوئی۔ حضرت عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! کاش یہ سب برابر سرابر ہو جائے، ان کی وجہ سے مجھے کوئی عذاب ہو نہ ثواب ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٣٩٢، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان دونوں فریقوں (یعنی کافر اور مومن) کی مثال ایسے ہے، جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے! O (ھود: ٢٤)

سابقہ آیات میں مومنوں اور کافروں، نیک لوگوں اور بدکاروں، دو گروہوں کا ذکر فرمایا تھا، اب ان دونوں کی ایک مثال ذکر کر کے مزید وضاحت فرمائی ہے۔ کافر دنیا میں حق اور صداقت کے دلائل کو دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو وہ اندھے اور بہرے کی طرح ہے اور مومن اس کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیوں کو دیکھتا ہے اور

Marfat.com

سنتا ہے تو وہ دیکھنے اور سننے والے کی مثل ہے۔
امام رازی نے کہا: ان میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح انسان جسم اور روح سے مرکب ہے اور جس طرح جسم کے لیے آنکھیں اور کان ہیں اسی طرح روح کی بھی سماعت اور بصارت ہے' اسی طرح جب جسم اندھا اور بہرا ہو تو وہ حیران کھڑا رہتا ہے اور کسی نیکی کی راہ پر نہیں لگ سکتا' بلکہ وہ اندھیروں کی پستیوں میں پریشان ہوتا ہے' کسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کسی آواز کو سنتا ہے' اسی طرح جو شخص جاہل ہو وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے' اس کا دل اندھا اور بہرا ہوتا ہے اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں حیران اور پریشان ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾
اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے کہا) میں تم کو علی الاعلان ڈرانے آیا ہوں ○

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾
کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' مجھے تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے ○

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا
پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى
اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں اور ہم اپنے اوپر

لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ
تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہو ○ (نوح نے) کہا اے میری قوم یہ بتاؤ اگر میں

اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ
اپنے رب کی طرف سے (واضح) دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ کو رحمت عطا کی ہو جو تم

فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَیٰقَوْمِ
سے مخفی رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کو زبردستی تم پر مسلط کر دیں گے جب کہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو ○ اور اے میری قوم

لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ
میں اس (تبلیغ) پر کسی مال کو طلب نہیں کرتا میرا اجر صرف اللہ پر ہے اور میں ایمان والوں کو

Marfat.com

الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿۲۹﴾

دھتکارنے والا نہیں ہوں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہو ○

وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن طَرَدتُّهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾

اور اے میری قوم! اگر میں ان (مومنوں) کو دھتکار دوں تو اللہ سے مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم غور نہیں کرتے ○

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں (از خود) غیب جانتا ہوں اور نہ

أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن

میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں میں ان کے متعلق یہ

يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ ۖ إِنِّي إِذًا لَّمِنَ

نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز ان کو کوئی خیر نہیں عطا فرمائے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ (اگر بالفرض میں ایسا کہوں) تو

الظَّالِمِينَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا

بے شک اس صورت میں میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا ○ انہوں نے کہا اے نوح! تم نے ہم سے بحث کی اور بہت زیادہ بحث کی، اب اگر تم

بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ

سچے ہو تو وہ (عذاب) لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو ○ (نوح نے کہا) اگر اللہ نے چاہا تو تم پر وہ

اللَّهُ إِن شَاءَ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي

عذاب اللہ ہی لائے گا اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو ○ اگر میں تم کو نصیحت کروں تو میں

إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ ۚ

اپنی نصیحت سے تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب کہ اللہ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہو،

هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۴﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ

وہی تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس (قرآن) کو از خود

Marfat.com

إِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ وَأَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو میرا گناہ میرے ذمہ ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں O

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے کہا) میں تم کو علی الاعلان ڈرانے آیا ہوں O کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے O (ھود: ۲۶-۲۵)

انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا تھا اور اس سورت میں اس قصہ کو پھر دہرایا ہے کیونکہ اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی زیادہ تفصیل ہے، انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات کو بار بار دہرانے میں یہ حکمت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی رہے، کفار مکہ آپ کی تکذیب کرتے رہتے تھے اور دل آزار باتیں کرتے رہتے تھے، ایسی باتیں سن کر آپ کو رنج ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات پر مشتمل وحی نازل فرماتا کہ اس قسم کے معاملات انبیاء سابقین علیہم السلام کو بھی پیش آتے رہے ہیں، وہ کفار کی ایسی باتوں پر صبر کرتے تھے سو آپ بھی صبر کریں۔

اس آیت میں دردناک دن فرمایا ہے اور دن کو دردناک سے متصف فرمایا ہے، حالانکہ دردناک عذاب کی صفت ہے نہ کہ دن کی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توصیف مجاز عقلی ہے جیسے عرب کہتے ہیں نہارک صائم ولیلک قائم چونکہ یہ دردناک عذاب اس دن میں نازل ہوگا اس لیے اس دن کو دردناک کے ساتھ متصف فرمایا۔

بظاہر اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عذاب سے مراد عام ہو خواہ دنیاوی عذاب ہو یا آخرت کا، حضرت نوح علیہ السلام کو علم تھا کہ اگر ان کی قوم ایمان نہ لائی تو اس پر طوفان کا عذاب آئے گا، اور ان کی قوم بھی یہ سمجھتی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کو دنیاوی عذاب سے ڈرا رہے ہیں اسی بناء پر وہ یہ کہتے تھے کہ آپ جس عذاب سے ہم کو دھمکا رہے ہیں وہ عذاب لا کر دکھائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہو O (ھود: ۲۷)

حضرت نوح کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی اور اس سلسلہ میں انہوں نے تین شبہات وارد کیے: ایک شبہ یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی مثل بشر ہیں، دوسرا شبہ یہ تھا کہ ان کی پیروی کم حیثیت اور پس ماندہ لوگ کر رہے ہیں، تیسرا شبہ یہ تھا کہ ان کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کی ان کے اوپر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اس شبہ کی بنیاد یہ تھی کہ ان کے نزدیک اسباب مادیہ سے فضیلت حاصل ہوتی تھی، یعنی کوئی شخص غیر معمولی جسیم اور قد آور ہو، یا وہ بہت امیر اور دولت مند ہو یا وہ کسی بہت بڑے جتھے اور قبیلہ کا سردار ہو، اور جب حضرت نوح علیہ السلام میں ایسی کوئی چیز نہ تھی تو انہوں نے کہا کہ آپ کی ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اب ہم ان کے ان تینوں شبہات کے تفصیل وار جواب پیش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تم کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ بشر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کھال کے ظاہر کو بشرہ کہتے ہیں اور کھال کے باطن کو ادمہ کہتے ہیں، واحد اور جمع دونوں کے لیے بشر آتا ہے البتہ تثنیہ بشرین آتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی لفظ بشر آیا ہے اس سے مراد انسان کا جثہ اور اس کا ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۔ (ص: ۷۱) میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں۔

کفار انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ کم کرنے کے لیے ان کو بشر کہتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۔ (القمر: ۲۴) پس وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک بشر کی اتباع کریں پھر تو بے شک ہم ضرور گمراہی اور عذاب میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے لیے کہ تمام لوگ نفس بشریت میں برابر ہیں لیکن وہ دوسروں سے علوم عالیہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۔ (الکہف: ۱۱۰) (اے رسول مکرم!) آپ کہیے میں بظاہر تم جیسا ہی بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

"میری طرف وحی کی جاتی ہے" اس لیے فرمایا ہے کہ ہر چند کہ نفس بشریت میں، میں تمہاری مثل ہوں لیکن اس وصف میں، میں تم سے ممتاز ہوں کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

جس طرح انسان حیوان ہونے میں تمام حیوانات کی مثل ہے لیکن نطق کی وجہ سے وہ باقی حیوانات سے ممتاز ہے اور نطق اس کے لیے فصل ممیز ہے اور نطق سے مراد وہ قوت ہے جس کی وجہ سے وہ معقولات کا ادراک کرتا ہے جس کو عقل کہتے ہیں اس طرح نبی، انسان اور ناطق ہونے میں تمام انسانوں کی مثل ہے لیکن حصول وحی کی صلاحیت اور ادراک مغیبات میں وہ باقی انسانوں سے ممتاز ہے، اور جس طرح انسان ادراک معقولات اور عقل کی وجہ سے باقی حیوانات سے ممتاز ہے اسی طرح نبی ادراک مغیبات اور حصول وحی کی وجہ سے باقی انسانوں سے ممتاز ہے اور جس قوت سے نبی غیب کا ادراک کرتا ہے اور وحی کو حاصل کرتا ہے وہ قوت اس کے حق میں بمنزلہ فصل ممیز ہے۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نبوت کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے، جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ جیسے قوت تمیز معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت تمیز کے مدرکات کو نہیں پا سکتے۔ (اسی طرح عقل یعنی قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی۔) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا۔ اور یہ خالص جہالت ہے۔ (المنقذ من الضلال ص ۵۴، مطبوعہ ہیئت الاوقاف لاہور، ۱۹۷۱ء)

امام غزالی نے اس عبارت میں یہ واضح کر دیا ہے کہ جس طرح حواس کے بعد تمیز کا مرتبہ ہے اور تمیز کے بعد عقل کا مرتبہ

Marfat.com

ہے، اسی طرح عقل کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور جس طرح قوت عقلیہ سے معقولات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح نبوت کی قوت سے مغیبات کا ادراک ہوتا ہے، اور جس طرح عام حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے حواس کی قوت عطا کی ہے اور انسان کو اس سے ایک زائد قوت عطا کی ہے اور وہ عقل اور تمیز ہے اسی طرح نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں سے زائد ایک قوت عطا کی ہے جس قوت سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے اور جس طرح انسان عالم محسوسات میں ظاہری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے، حیوانات اور انسانوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے اسی طرح نبی غیب کی مخفی چیزوں کو دیکھتا ہے، فرشتوں اور جنات کو دیکھتا ہے: ان کی آوازیں سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی اپنی حقیقت میں عام بشر اور انسان سے ممتاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان عام حیوانوں سے ممتاز ہے نبی عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی خصائص نبوت بیان کرتے ہوئے "احیاء العلوم" سے امام غزالی کی عبارت نقل کرتے ہیں، ہم قارئین کے سامنے "احیاء العلوم" سے امام غزالی کی اصل عبارت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو، اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں، نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو اس طرح جانتا ہے جس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا، کیونکہ نبی کو ان کی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے اور جتنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی۔ اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں بینا اور نابینا کا فرق ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے، جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، ج ۴ ص ۱۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷-۳۶۶)

نبی کی خصوصیات

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

پھر امام رازی اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں: مدرکہ اور محرکہ، اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں: حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں:

قوت باصرہ

قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸۷) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں

Marfat.com

تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۶۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۹۳، سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۳)

اس قوت کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام: ۷۵) اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجلی لی ما فی السموات والارض "میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہوگئے۔" مسند احمد ج ۴ ص ۶۶ اور ایک روایت میں ہے: فعلمت ما فی السموات والارض "میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔" مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸)

قوت سامعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ نے فرمایا: آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے، آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲، ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔ نیز آپ نے فرمایا: ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا، آپ نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ۔ (النمل: ۱۸) ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنی پر مطلع کیا، اور یہ قوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑیئے اور اونٹ سے کلام کیا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۳۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۰۰-۹۹)

قوت شامہ

نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے، کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ میری قمیص لے جاؤ اور حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیص لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ۔ (یوسف: ۹۴) مجھے (حضرت) یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلہ سے سونگھ لی۔

قوت ذائقہ

نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا: اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

Marfat.com

قوت لامسہ

نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو گئی۔

اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓی۔ (الاعلیٰ: ۶) — ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے۔

اور قوت ذکاوت ہے' حضرت علی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہرباب سے ہزار باب مستنبط کیے' اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہو گا! اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا' اور حضرت ادریس اور الیاس علیہما السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت' ذہانت اور حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہو گا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگی' کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جو ہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل' مشرف اور صاف ہوں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۰۰-۱۹۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ نے بھی علامہ حلیمی کی یہ عبارت اسی تفصیل سے نقل کی ہے۔

(غرائب القرآن ج ۴ ص ۱۵۴-۱۵۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۱۶ھ)

امام غزالی' امام رازی' علامہ حلیمی' علامہ نظام الدین نیشاپوری اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی حقیقت عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے اور ہرچند کہ نبی انسان اور بشر ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت میں استعداد وحی کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے جس طرح دیکھنے والا' اندھے سے اور ذکی' غبی سے متمیز ہوتا ہے۔

فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت میں پہلا شبہ یہ پیش کیا تھا کہ "ہم تم کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے ہیں" اور یہ ایسا ہی شبہ ہے جیسا کہ مکہ کے کافروں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں پیش کیا تھا' اور وہاں اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا تھا:

وَقَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوۡ اَنۡزَلۡنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الۡاَمۡرُ ثُمَّ لَا يُنۡظَرُوۡنَ ۝ وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلۡنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ ۝ (الانعام: ۹-۸)

اور انہوں نے کہا کہ اس (رسول) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا' اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو (ان کا) کام تمام ہو چکا ہوتا پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی ۝ اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی (کی صورت میں) بناتے اور ان پر پھر وہی شبہ ڈال

Marfat.com

دیتے ہو شبہ وہ اب کر رہے ہیں O

کفار کا یہ شبہ ان کی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ نبی اپنی نبوت کو دلائل اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور معجزات پیش کرتا ہے، وہ اپنی شکل و صورت اور خلقت سے اپنی نبوت کو ثابت نہیں کرتا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجتا اور وہ خلافِ عادت کاموں کو اپنی نبوت پر دلیل بناتا تو اس کی نبوت میں طعن کرنے کا زیادہ موقع تھا کیونکہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ معجزات انسانوں کے اعتبار سے خلاف عادت ہیں فرشتہ کے لیے خلاف عادت نہیں ہیں لہٰذا یہ معجزات فرشتہ کی نبوت پر دلیل نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ جو عبادات سرانجام دیتا اور دوسرے نیک اعمال انجام دیتا وہ انسانوں پر حجت نہ ہوتے کیونکہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ فرشتہ کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو جس کی وجہ سے وہ ان مشکل اور کٹھن عبادات کو انجام دے سکتا ہو اور انسان کی حقیقت میں وہ عنصر نہ ہو، نیز فرشتہ بھوک پیاس، غم اور غصہ اور شہوت اور غضب سے منزہ اور مجرد ہوتا ہے لہٰذا فرشتہ کا برائیوں سے بچنا اور نیک اعمال کرنا انسانوں پر حجت نہیں ہو سکتا، ان وجوہ کی بنا پر اگر فرشتہ کو نبی بنا دیا جاتا تو بندوں پر اللہ کی حجت پوری نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر اور انسانوں سے رسولوں کو بھیجا ہے نہ کہ فرشتوں سے۔

پس ماندہ اور کمزور لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی کر رہے ہیں، اسی طرح کا شبہ کفار قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے:

ابو سفیان بن حرب نے بیان کیا: جس مدت میں ابو سفیان اور کفار قریش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (صلح حدیبیہ کی وجہ سے) معاہدہ ہوا تھا اس مدت میں وہ شام میں تجارت کے لیے گئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے ان کو اپنے دربار میں بلایا، اس وقت وہ ایلیا میں تھے، اس نے ایک ترجمان کو بلا کر ابو سفیان سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کیے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ کیا قوم کے معزز لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا پس ماندہ اور کمزور لوگ؟ ابو سفیان نے کہا: پس ماندہ اور کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا: ہمیشہ رسولوں کی پیروی پس ماندہ اور کمزور لوگ ہی کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۶۴، ۱۱۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۲۹۵۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۵۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۵۶۳، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۴۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۰۷)

پس ماندہ اور کمزور لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو مالدار نہ ہوں، تنگ دست اور مفلس ہوں، اور جن لوگوں کا تعلق ایسے پیشے سے ہو جس کو معاشرہ میں پیچ، خسیس اور گھٹیا سمجھا جاتا ہو، اور یہ بھی ان کی جہالت ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک بلندی، برتری اور عظمت مال و دولت اور بلند مرتبوں سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے نزدیک فقر اور افلاس مال و دولت سے زیادہ پسندیدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی تعلیم کے ساتھ بھیجا کہ وہ دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف راغب ہوں، تو مال و دولت کی کمی نبوت اور رسالت میں طعن کی کس طرح موجب ہو گی!

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کے مقرب اور افضل ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت

Marfat.com

میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں میری روح قبض کرنا، اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! اس دعا کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: مسکین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! تم مسکین کو مسترد نہ کرو، خواہ ایک کھجور کا ایک ٹکڑا ہو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو قریب رکھو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب رکھے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۲)

اس حدیث کی سند میں الحارث بن النعمان منکر الحدیث ہے اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ میدان حشر کا نصف دن ہوگا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۰۱۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۶، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۱)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے اور اس کے متعلق بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۴)

طبقاتی فرق اور نام ونسب فضیلت کا موجب نہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے! تمہارا باپ ایک ہے! سنو کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اور نہ کسی گورے کو کالے پر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر فضیلت ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پھر حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب کو تبلیغ کر دے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی خصلت) کو دور کر دیا ہے، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، مومن متقی ہے اور فاجر بدمزاج ہے۔ لوگ (اپنے) باپ دادا پر فخر کرنے سے باز آجائیں ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶، مسند البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ "اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے" ان کا یہ شبہ بھی ان کی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا معیار علم اور عمل ہے، اور علم اور عمل کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت بالکل ظاہر تھی، انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین سے کہا: بلکہ ہم تم کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (نوح نے) کہا اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے (واضح) دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ کو رحمت عطا کی ہو جو تم سے مخفی رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کو زبردستی تم پر مسلط کر دیں گے جب کہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو۔ (ھود: ۲۸)

Marfat.com

بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات کا ذکر فرمایا تھا ان کا پہلا شبہ یہ تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ تم ہماری ہی مثل بشر ہو، تو پھر نبی کس طرح ہو سکتے ہو؟ حضرت نوح علیہ السلام نے جو اس کا جواب دیا اس کی تقریر یہ ہے کہ: بشریت میں مساوی ہونا اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ مجھے نبوت اور رسالت حاصل نہ ہو سکے کیونکہ نبوت اور رسالت اس کی عطا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ وہ نبوت اور رسالت کس کو عطا کرے گا!

اے میری قوم! یہ بتاؤ کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے نبوت عطا فرمائی ہو اور اس نبوت کی دلیل پر معجزہ بھی عطا فرمایا ہو، اور میری نبوت تم پر مشتبہ ہو یا مخفی ہو تو کیا میں اس بات پر قادر ہوں کہ جبراً اپنی نبوت کو تمہاری عقل سے تسلیم کرالوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (نوح نے کہا) اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر کوئی مال طلب نہیں کرتا، میرا اجر صرف اللہ پر ہے، اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں، بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہو○ اور اے میری قوم! اگر میں ان (مومنوں) کو دھتکار دوں تو اللہ سے مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم غور نہیں کرتے○ (ھود: ۳۰-۲۹)

تبلیغ دین پر اجر طلب نہ کرنے سے حضرت نوح کا اپنی نبوت پر استدلال

ھود: ۲۹ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے کافر سرداروں کے دوسرے شبہ کا جواب دیا ہے، ان کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ آپ کی پیروی تو ہماری قوم کے پس ماندہ لوگ ہی کر رہے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے اس شبہ کا کئی وجوہ سے جواب دیا:

(۱) میں اللہ کے پیغام پہنچانے اور دین کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں طلب کر رہا نہ کوئی مال و دولت مانگ رہا ہوں حتیٰ کہ یہ فرق کیا جائے کہ میری پیروی کرنے والا فقیر ہے یا غنی، اس مشکل اور کٹھن عبادت پر میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے تو اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میری پیروی امیر کرتے ہیں یا غریب۔

(۲) تم میرے ظاہری حالات کو دیکھ کر یہ سمجھ رہے ہو کہ میں غریب آدمی ہوں اور تمہارا گمان یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کا یہ کام اس لیے شروع کیا ہے کہ میں تم سے مال و دولت حاصل کر کے خوشحال ہو جاؤں، سو تمہاری یہ بدگمانی غلط اور فاسد ہے، کیونکہ میں تم سے دین کا پیغام پہنچانے پر کسی اجر اور معاوضہ کا طلب گار نہیں ہوں، میرا اجر تو صرف اللہ رب العالمین پر ہے تو تم اس بدگمانی کی وجہ سے اپنے آپ کو آخرت کی سعادتوں اور کامیابیوں سے محروم نہ کرو اور اپنے اجر آخرت کو ضائع نہ کرو۔

(۳) اور تم نے یہ کہا ہے کہ ہم تمہیں صرف اپنی مثل بشر سمجھتے ہیں اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے، اللہ تعالیٰ نے مجھے انواع و اقسام کی فضیلتیں عطا کی ہیں، یہی وجہ ہے کہ میں دنیا کے حصول کی کوئی کوشش نہیں کرتا، میری تمام کوشش اور جدوجہد کا محور صرف دین کی طلب ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا کو ترک کرنا اور اس سے اعراض کرنا تمام فضائل کی اصل ہے۔

مومنوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہ

نیز حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قوم کے کافر

Marfat.com

سردار نادار مومنوں کے ساتھ بیٹھنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے - امام ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح سے کہا کہ اے نوح! اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان فقراء کو نکال دیں کیونکہ ہم اس پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ وہ اور ہم کسی معاملہ میں بھی برابر ہوں - (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۳۹۸۹) حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں ان مومنوں کو اپنی مجلس سے نکالنے والا نہیں ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، نیز وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ نفاق سے آپ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: یہ معاملہ اللہ سے ان کی ملاقات ہونے پر کھل جائے گا، حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی یہ وجہ پیش کی کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور اس وقت ان کا رب ان کو وہ انعامات عطا فرمائے گا، جس کا اس نے ان مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے، اب اگر میں نے ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا تو وہ اللہ کے سامنے مجھ سے جھگڑا کریں گے، نیز انہوں نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ میں ان مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گا - اگر میں نے بالفرض ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر گرفت فرمائے گا، اور اس کے مقابلہ میں میری مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور یہ وہ تمام اسرار اور رموز ہیں اور مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہات ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے -

شریعت میں مومن کی تکریم اور کافر کی تذلیل مطلوب ہے

اس کے بعد (ھود: ۳۰) میں فرمایا: اور اے میری قوم! اگر میں ان (مومنوں) کو دھتکار دوں تو اللہ سے مجھے کون بچائے گا؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عقل اور شرع اس بات پر متفق ہیں کہ نیک اور متقی مسلمان کی تعظیم اور تکریم ضروری ہے اور کافر اور فاجر کی توہین کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ - (المنافقون: ۸)	عزت تو اللہ اور رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے -
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ - (الزمر: ۲۶)	سو اللہ نے انہیں دنیاوی زندگی میں ذلت کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب سب عذابوں سے بڑا ہے -
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (البقرہ: ۱۱۴)	ان (کافروں) کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے -

اسی طرح احادیث میں بھی مومنوں کی تکریم اور کفار کی تذلیل کا حکم ہے -

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان شخص کی تکریم کی تو اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کرے گا -

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۶۴۰، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۱۶ھ)

وضین بن عطا بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکوکاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں - حضرت یوشع نے عرض کیا: اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا، نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے -

(شعب الایمان ج ۷ ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کے جواب کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میں بالفرض شریعت کے حکم کے برعکس کروں اور کافر اور فاجر کی تکریم کر کے اس کو اپنی مجلس میں مقرب بناؤں اور مومن متقی کی توہین کر کے اس کو اپنی مجلس سے نکال دوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور اس صورت میں' میں اللہ عزوجل کے عذاب کا مستحق ہوں گا تو پھر بتاؤ مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں (از خود) غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں میں ان کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز ان کو کوئی خیر نہیں عطا فرمائے گا' اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے (اگر بالفرض میں ایسا کہوں) تو بے شک اس صورت میں' میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا○ (ھود: ۳۱)

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ

دنیا میں فضائل حقیقیہ روحانیہ کا مدار تین چیزوں پر ہے: ان میں سے ایک استغناء مطلق ہے اور دنیا میں عادت جاریہ یہ ہے کہ جو شخص مال کثیر کا مالک ہو اس کو غنی کہا جاتا ہے' اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ میں استغناء مطلق کا دعویٰ نہیں کرتا' اور دوسری چیز ہے علم میں کمال اور کامل علم۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں از خود غیب کو نہیں جانتا' اور تیسری چیز ہے کامل اور مکمل قدرت' اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات مقرر ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ طاقت اور قدرت فرشتوں کو ہوتی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں' اور ان تین چیزوں کی نفی کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ان تینوں مراتب سے مجھے وہی کچھ حاصل ہے جو طاقت بشریہ اور قوت انسانیہ کے موافق ہے' رہا کمال مطلق تو میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ کلام بطور تواضع ہے ورنہ بشمول حضرت نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم میری تکذیب اس وجہ سے کرتے ہو اور میری پیروی اس لیے نہیں کرتے کہ میرے پاس زیادہ مال اور بڑا مرتبہ نہیں ہے تو میں نے کب اس کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے کب تم سے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رزق کے خزانے اور اس کا مال میرے پاس ہے حتیٰ کہ تم اس معاملہ میں مجھ سے بحث کرو اور میری نبوت کا انکار کرو' میں نے تو صرف رسالت اور اللہ عزوجل کے پیغام پہنچانے کا دعویٰ کیا ہے' اور نہ میں نے یہ کہا ہے کہ میں از خود غیب کو جانتا ہوں حتیٰ کہ تم اس کے مستبعد ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کرو' اور میں نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا ہے وہ وحی کے ذریعہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے آپ سے متعدد غیب کی چیزوں کے متعلق سوال کیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کی دلیل کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر غیب کو نہیں جانتا' اور فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں' اس میں کفار کے اس قول کا رد ہے کہ ہم آپ کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی نبوت کو رواج دینے کے لیے یہ نہیں کہا کہ میں فرشتہ ہوں حتیٰ کہ تم یہ کہو کہ آپ تو ہماری طرح بشر ہیں اور فرشتے نہیں ہیں کیونکہ بشریت نبوت کے منافی نہیں ہے' تم نے ان تین چیزوں کے نہ ہونے کو میری تکذیب کا ذریعہ بنایا ہے' حالانکہ میں نے ان میں

Marfat.com

سے کسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا۔ (روح المعانی ج ۱۲ ص ۶۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں ان کے متعلق میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے حقیر سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ثواب کو کم کردے گا یا ان کے اجور کو باطل کردے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس وہ اس کے موافق ان کو جزا دے گا، اور اگر بالفرض میں ایسا کہوں تو پھر میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے نوح! تم نے ہم سے بحث کی اور بہت زیادہ بحث کی، اب اگر تم سچے ہو تو وہ (عذاب) لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو○ (نوح نے کہا) اگر اللہ نے چاہا تو تم پر وہ عذاب اللہ ہی لائے گا، اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ اگر میں تم کو نصیحت کروں تو میں اپنی نصیحت سے تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب کہ اللہ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کرچکا ہو، وہی تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس (قرآن) کو ازخود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو میرا گناہ میرے ذمہ ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں○ (ہود: ۳۵-۳۲)

جدال کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: جدال کا معنی ہے بحث اور مناقشہ میں فریق مخالف پر غالب آنے کی کوشش کرنا۔ جدلت الحبل کا معنی ہے میں نے رسی کو مضبوطی سے بنایا، بٹ دیا، اور اجدل طاقت ور شکرے کو کہتے ہیں، اور اسی سے جدال بنا ہے گویا بحث اور مناقشہ کرنے والوں میں سے ہر فریق دوسرے کو اس کی رائے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جدال کا معنی پچھاڑنا ہے، اور اپنے مخالف کو سخت زمین پر گرانا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱۷)

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: دین میں جدال کرنا محمود ہے، اسی وجہ سے حضرت نوح اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے جدال کیا تاکہ حق کا غلبہ ہو اور جس نے ان کے موقف کو قبول کرلیا وہ کامیاب اور کامران ہوگیا اور جس نے ان کے موقف کو مسترد کردیا وہ ناکام اور نامراد ہوگیا اور ناحق جدال کرنا تاکہ باطل کو غلبہ ہو مذموم ہے اور ایسا جدال کرنے والا دنیا اور آخرت میں ملامت اور مذمت کیا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات

سابقہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے دیئے ہوئے وہ جوابات بیان فرمائے تھے جو انہوں نے کفار کے شبہات میں دیئے تھے، ان کے جوابات پر کفار نے دو اعتراض کیے:

(۱) کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات کو جدال سے تعبیر کیا اور کہا کہ آپ نے بہت زیادہ جدال کیا ہے، اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے بہت زیادہ بحث فرمائی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کا جدال توحید، نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لیے تھا، اس سے معلوم ہوا کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرنا اور شبہات کا ازالہ کرنا یہ وہ جدال ہے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور آباء واجداد کی اندھی تقلید، جہل اور گمراہی پر اصرار کرنا اور اس پر جدال کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام ان کو جس عذاب سے ڈراتے تھے کفار نے ان سے اس عذاب کو بہ عجلت طلب کیا اور کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے پاس اس عذاب کو جلد لے کر آئیں جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: اگر اللہ نے چاہا تو وہ عذاب تم پر اللہ ہی لائے گا، اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو، اس کا معنی یہ

Marfat.com

ہے کہ عذاب کو نازل کرنا میری طرف مفوض نہیں ہے' یہ اللہ کا کام ہے وہ جب چاہے گا اس کو کرے گا اور اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے تو پھر گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟

پھر نوح علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں تم کو نصیحت کروں تو میں تم کو اپنی نصیحت سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب کہ اللہ تم کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر ان کے گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟ نیز جب اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے بھیجنے کا کیا فائدہ تھا؟

امام رازی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے کفر کا ارادہ کرتا ہے' اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے کفر کا ارادہ کرے تو پھر اس کا ایمان لانا محال ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے جو فرمایا تھا وہ ہمارے مذہب کی صحت پر صراحتاً دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۲-۳۴۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں نے دیکھا کہ مفسرین میں سے کوئی بھی اس اعتراض کا جواب دینے کے درپے نہیں ہوا' میرے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار عطا فرمائے گا' لیکن وہ ہدایت کو قبول کرنے کی بجائے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید پر جمے رہنے کو اختیار کریں گے اور ہٹ دھرمی سے کام لیں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سوء اختیار کی بناء پر ان کے حق میں کفر کو مقدر کر دیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی پر رکھنے کا ارادہ فرمایا' اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ فرمانا ان کے اپنے اختیار کی وجہ سے ہے' اس لیے قیامت کے دن وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ جب تو نے ہی ہمیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تو ہدایت کو قبول نہ کرنے میں ہمارا کیا قصور ہے' اور نہ ہی حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجنے کا عبث ہونا لازم آیا' کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے مسلسل ہدایت دینے کے باوجود انہوں نے اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔

انسان کے افعال کی قدرت میں مذاہب متکلمین اور جبر اور قدر کی وضاحت

بندے کے افعال پر قادر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق متکلمین اسلام کے نظریات مختلف ہیں۔ جبریہ کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے افعال پر کوئی اختیار نہیں ہے اور وہ شجر و حجر کی طرح مجبور محض ہے' اور معتزلہ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' اور اہلسنت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا کسب کرتا ہے اور اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' اور کسب کا معنی اختیار اور ارادہ ہے' جب بندہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندہ کفر یا ایمان میں سے کس کو اختیار کرے گا اور اس کے اختیار کی بناء پر اللہ تعالیٰ اس کے اندر کفر یا ایمان میں سے کسی ایک کو پیدا کرے گا اور اس کے اسی علم کا نام تقدیر ہے۔ عام لوگوں کو تقدیر پر یہ خدشہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ہمارے متعلق یہ لکھ دیا تھا کہ ہم نیک اور بد افعال میں سے کیا کریں گے تو ہم نیکی یا بدی کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جبر اس وقت ہوتا جب ہم کو اختیار نہ دیا جاتا' جبر کی واضح مثال یہ ہے کہ ایک بچہ اپنے اختیار اور ارادہ سے سٹیڈیم میں کرکٹ میچ دیکھنے جانا چاہتا ہے لیکن اس کا باپ اس کو جبراً گھسیٹتے ہوئے اسکول لے کر جاتا ہے اور اس کو ہیڈ ماسٹر کے سپرد کر کے آتا ہے کہ اس کو چھٹی سے پہلے اسکول سے نکلنے نہ دینا' اب جتنے وقت وہ بچہ اسکول میں رہتا ہے اس کا دل و دماغ میچ ہی میں رہتا ہے اور وہ بے دلی سے اسکول میں وقت گزارتا ہے' یہ جبر ہے۔ اگر ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا کہ ہم اپنے

Marfat.com

اختیار اور ارادہ سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا چاہتے لیکن کوئی غیبی طاقت ہم کو سینما ہاؤس میں فلم دیکھنے لے جاتی اور ہم بے دلی سے فلم دیکھتے اور ہمارا دل اور دماغ نماز اور مسجد میں ہوتا تب تو یقیناً یہ جبر ہوتا' لیکن جب کہ ایسا نہیں ہوتا' ہمارا دل نماز پڑھنے کو چاہتا ہے تو ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہمارا دل فلم دیکھنے کو چاہتا ہے تو ہم فلم دیکھتے ہیں' ہمارے تمام نیک اور بد افعال ہماری خواہش کے مطابق اور ہمارے اختیار اور ارادہ کے موافق ہوتے ہیں تو واضح ہو گیا کہ ہم پر جبر نہیں ہے اور ہم مختار ہیں اور اسی اختیار کی بناء پر ہم کو جزا یا سزا ملتی ہے' ہاں ہم پیدائش اور موت میں مجبور ہیں' ہم اپنے اختیار سے پیدا ہو سکتے ہیں' نہ اپنے اختیار سے مر سکتے ہیں' نہ اجل آنے پر موت کو موخر کر سکتے ہیں' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر فلاں شخص خاندانی منصوبہ بندی کی دوائیں اپنی بیوی کو کھلا دیتا تو اس کے اتنے بچے نہ ہوتے یا اگر فلاں شخص کو بروقت طبی امداد مل جاتی تو وہ نہ مرتا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جن کی پیدائش مقدر کر دی ہے وہ ہر حال میں پیدا ہوں گے اور کوئی دوا یا کوئی طریقہ ان کو پیدا ہونے سے روک نہیں سکتا' اور جس شخص کی موت کا اللہ تعالیٰ نے وقت مقدر کر دیا ہے کسی دوا یا کسی طریقہ سے اس کو اس وقت کے بعد موت سے بچایا نہیں جا سکتا۔ ان تعلیم یافتہ لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ جن کاموں میں وہ مختار ہیں مثلاً نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے میں' ان میں خود کو مجبور کہتے ہیں اور جن امور میں وہ مجبور ہیں مثلاً پیدائش اور موت میں' ان میں خود کو مختار کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ امورِ تکوینیہ میں ہم مجبور ہیں اور امورِ تشریعیہ میں ہم مختار ہیں۔ امورِ تکوینیہ سے مراد وہ امور ہیں جن میں ہمارے فعل کا دخل نہیں ہے' مثلاً پیدا ہونا اور پیدائش میں مذکر یا مونث ہونا' مرنا' بارشوں کا ہونا' دریاؤں اور سمندروں میں طوفانوں کا آنا' زلزلوں کا آنا' آندھیوں کا آنا' گرمی' سردی اور برسات کے موسموں کا آنا اور امورِ تشریعیہ سے مراد احکامِ شرعیہ ہیں' جن میں ہمارے فعل کا دخل ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا

اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ

چکے ہیں پس آپ ان کی کارروائی سے مغموم نہ ہوں ○ اور آپ ہماری نگرانی میں ہماری وحی

بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

کے موافق کشتی بنایئے' اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے ○

وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا

اور نوح کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی ان کی قوم کے (کافر) سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے

مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

نوح نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو جس طرح تم (اب) ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو (وقت آنے پر) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے ○

Marfat.com

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

پھر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا

عذاب آئے گا ○ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے (نوح سے)

احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ

فرمایا: اس کشتی میں ہر قسم کے (نر اور مادہ) جوڑوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوا ان کے

سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا

جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور ایمان والوں کو بھی سوار کر لو، اور ان پر کم لوگ ہی

قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ

ایمان لائے تھے ○ اور نوح نے کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ

بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں میں لے کر جا رہی تھی،

وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ ان سے الگ تھا اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں

تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ

کے ساتھ نہ رہو ○ اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا،

الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ

نوح نے کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس پر (خود) اللہ رحم فرمائے، اور

حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

ان دونوں (باپ، بیٹے) کے درمیان موج حائل ہو گئی سو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا ○

قرأ حفص بفتح المیم وامالة الراء ۱۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں پس آپ ان کی کارروائی سے مغموم نہ ہوں○ (ھود: ۳۶)

امتناعِ کذب اور مسئلہ تقدیر

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے کافروں کے خلاف یہ دُعا کی:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ (نوح: ۲۶)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

(جامع البیان جز ۱۲ رقم الحدیث: ۱۳۹۹۷)

جب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دُعا کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جن کافروں کے متعلق یہ خبر دی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ان کا بعد میں حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ سے ایمان لانا ممکن تھا یا محال تھا' اگر ان کا ایمان لانا محال تھا تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ کسی شخص کو امر محال کے ساتھ مکلف کرنا درست نہیں ہے اور اگر ان کا ایمان لانا ممکن تھا تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خبر کا کذب ہونا ممکن ہو اور اس کے علم کا جہل ہونا ممکن ہو اور یہ محال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے' اللہ تعالیٰ کی خبر دینے سے قطع نظر فی نفسہ ان کا ایمان لانا ممکن ہے اور اسی لحاظ سے ان کا ایمان لانا ممکن ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس اعتبار سے ان کا ایمان لانا ممتنع بالغیر ہے کیونکہ ان کے ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کی خبر کا کذب ہونا اور اس کے علم کا جہل ہونا لازم آئے گا اور وہ محال بالذات ہے۔

اور یہاں سے مسئلہ تقدیر بھی واضح ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے یہ کفار اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے اس لیے اس نے فرمادیا کہ آپ کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے البقرہ: ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیے' اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے○ (ھود: ۳۷)

جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تفریع

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بتادیا کہ ان کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں' اس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب دینے والا ہے اور چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آسکتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو یہ بتایا کہ وہ عذاب از قبیل غرقابی ہوگا اور غرقابی اور ڈوبنے سے نجات کی صورت صرف کشتی سے ہو سکتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ امر اباحت کے لیے تھا یا وجوب کے لیے' صحیح یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے تھا' کیونکہ اس وقت جان بچانا صرف کشتی کے ذریعہ ممکن تھا' اور جان بچانا واجب ہے اور جس پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے اس لیے کشتی کا بنانا واجب ہے۔ اور اس قاعدہ پر کئی مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً اگر کوئی مسلمان ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر فلاں شخص

Marfat.com

کے جسم میں خون نہ پہنچایا گیا تو وہ مرجائے گا تو اس کے جسم میں خون منتقل کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کا بغیر آپریشن کے بچہ پیدا نہ ہوتا ہو اور مسلمان ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اب اس کے پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہیں ہے تو اس کی نل بندی کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کے دونوں گردے ناکارہ ہوگئے ہوں اور اس کو صحیح گردہ فراہم کردیا جائے تو اس کی جان بچانے کے لیے اس پر واجب ہے کہ وہ اس گردہ سے پیوند لگوالے، تاہم ہمارے نزدیک کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ پیوند کاری کے لیے اپنا گردہ نکلوا کر کسی کو ہبہ کرے۔ بعض علماء نے پیوند کاری کے لیے اپنے اعضاء نکلوانے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام عبداللہ بن احمد اور امام طبرانی نے ان الفاظ سے یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے جسم سے کسی چیز کو صدقہ کیا اس کو بقدر صدقہ اجر دیا جائے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۰۲، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۹۵)

البتہ امام احمد نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگے اور وہ اس کو صدقہ کردے تو جتنا وہ صدقہ کرے گا اللہ اتنا اس کے گناہوں کا کفارہ کردے گا۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶، طبع قدیم، مسند احمد ج ۵ رقم الحدیث: ۲۳۰۷۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص پر ظلم کیا اور اس کا کوئی عضو کاٹ کر اس کی منفعت زائل کردی اور اس مظلوم نے اس ظالم کو معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بقدر جنایت اجر عطا فرمائے گا، امام احمد کی سند صحیح ہے۔

ہمارے نزدیک کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کا کوئی عضو نکلوا کر کسی شخص کو ہبہ کردے، کیونکہ کوئی شخص اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو ہلاکت میں یا ہلاکت کے خطرہ میں ڈال دے۔ شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ہم نے اعضاء کی پیوند کاری پر تفصیل سے بحث کی ہے، البتہ اگر کسی شخص کو کوئی عضو دے دیا گیا ہو اور اس کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو جان بچانے کے لیے اس پر واجب ہے کہ وہ اس عضو سے پیوند کاری کرائے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متاخرین کا مسلک

اس آیت میں فرمایا ہے: واصنع الفلک باعیننا "ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بنایئے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے آنکھوں کے ثبوت کا ذکر ہے۔ امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دلائل قطعیہ عقلیہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء، جوارح، اجزاء اور حصوں سے منزہ ہے لہٰذا اس آیت کی تاویل کرنا واجب ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے کہ آپ فرشتوں کی آنکھوں کے سامنے کشتی بنایئے جن کو معلوم ہے کہ کشتی کس طرح بنائی جاتی ہے۔

(۲) کسی چیز پر آنکھ رکھنا اس کی حفاظت کرنے سے کنایہ ہے، اور اس آیت کا معنی ہے آپ ہماری حفاظت میں کشتی بنایئے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے جسمانی اعضاء اور ان کے عوارض اور لوازم کا ذکر ہے، جیسے ید (ہاتھ)، ساق (پنڈلی)، عین (آنکھ) اور احادیث میں ہے: اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، اس کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں، وہ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، ائمہ متقدمین کا مذہب یہ تھا کہ یہ سب اللہ کی صفات ہیں اور ان کی کیفیت کا اللہ ہی کو علم ہے لیکن اس

Marfat.com

کہ یہ صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں مثلاً اس کا ہاتھ ہے لیکن وہ کیسا ہاتھ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے تاہم اس کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے اور متاخرین علماء نے یہ سمجھا کہ ان صفات کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اس لیے انہوں نے ان صفات میں تاویلات کیں اور کہا کہ مثلاً ید (ہاتھ) سے مراد قدرت اور غلبہ ہے اور عین (آنکھ) سے مراد حفاظت ہے' اور جہاں حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' اس سے مراد ہے اس کی رحمت نازل ہوتی ہے' علی ھذا القیاس' اب ہم اس مسئلہ میں ائمہ متقدمین کے مذاہب بیان کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے' نہ کوئی ضد ہے' نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی مثل ہے' اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے چہرہ' ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے' پس وہ اس کی صفات بلا کیف ہیں' اور یہ نہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس قول سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے۔ (فقہ اکبر مع شرحہ ص ۳۷-۳۶' مطبوعہ مصر' ۱۳۷۵ھ)

الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ ثم استوی علی العرش کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلبی اور مقاتل نے کہا: استوی کا معنی استقر ہے (رحمن عرش پر برقرار ہے) ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے عرش پر چڑھا اور معتزلہ نے الاستواء کی تاویل استیلاء سے کی ہے (وہ عرش پر غالب ہے) اور رہے اہلسنت تو وہ کہتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بلاکیف ہے' انسان پر واجب ہے کہ وہ استواء پر ایمان لائے اور اس کا علم اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ ایک شخص نے امام مالک بن انس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: الرحمن علی العرش استوی کہ استواء کی کیا کیفیت ہے۔ امام مالک نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور ان کو پسینہ آ گیا' پھر انہوں نے کہا: استواء کا معنی معلوم ہے (معتدل و مستقیم ہونا' جم کر بیٹھنا) اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آ سکتی اور اس پر ایمان لانا واجب ہے' اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور میرے گمان میں تم محض گمراہ ہو' پھر امام مالک کے حکم سے اس کو نکال دیا گیا۔ اور سفیان ثوری' اوزاعی' لیث بن سعد' سفیان بن عیینہ' عبداللہ بن مبارک اور ان کے علاوہ دیگر علماء اہلسنت سے صفات متشابہات کے متعلق مروی ہے کہ جس طرح یہ صفات وارد ہوئی ہیں ان کو اسی طرح بلاکیف ماننا چاہیے۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۳۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ پر متعدد جگہ بحث کی ہے' اگر ان تمام ابحاث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل اور مفصل کتاب بن سکتی ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے جس صفت کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے یا جس صفت کے ساتھ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کیا ہے' اور قرآن اور حدیث سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اور سلف کا مذہب یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وہی صفت بیان کرتے تھے جو اللہ نے خود اپنی صفت بیان کی ہے یا جو صفت اس کے رسول نے بیان کی ہے' بغیر کسی تحریف اور تعطیل کے اور بغیر کسی تکییف اور تمثیل کے (تحریف سے مراد ہے مثلاً ہاتھ سے مراد قوت اور نعمت لینا' اور تعطیل سے مراد اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی نفی کرنا اور کہنا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہیں ہے' اور

Marfat.com

تکییف سے مراد ہے یہ کہنا کہ اس کا ہاتھ اس کیفیت کا ہے یا وہ عرش پر اس طرح بیٹھا ہے یا وہ آسمانِ دنیا کی طرف اس طرح نازل ہوتا ہے اور تمثیل سے مراد ہے یہ کہنا کہ اس کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی مثل ہے' اور یوں ایمان رکھا جائے کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور وہ کیسا ہے اور کس طرح ہے یہ ہم کو معلوم نہیں ہے' البتہ وہ مخلوق میں سے کسی کی مثل نہیں ہے' وہ ہاتھ اس طرح ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے) ہم کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفت بیان کی ہے وہ برحق ہے' اس میں کوئی پہیلی یا بجھارت نہیں ہے اور اس کے باوجود اللہ سبحانہ کی کوئی مثل نہیں ہے' اس کی ذات کی کوئی مثل ہے نہ اس کے اسماء اور صفات کی اور نہ اس کے افعال کی' پس جس طرح ہم کو یہ یقین ہے کہ اس کی ذات اور اس کے افعال کی حقیقت ہے اسی طرح ہم کو یہ یقین ہے کہ اس کی صفات بھی حقیقی ہیں اور اس کی ذات' اور اس کی صفات کی اور اس کے افعال کی کوئی مثل نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو کسی نقص یا حدوث کو واجب کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے حقیقتاً منزہ ہے اور اللہ سبحانہ اس کمال کا مستحق ہے جس سے بڑھ کر کمال متصور نہیں ہے۔

اور سلف کا مذہب تعطیل اور تمثیل کے درمیان ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مخلوق کی ذات کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے' اور اللہ تعالیٰ سے ان صفات کی نفی نہیں کرتے جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے اور اس کے رسول نے ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو متصف کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی عالی صفات کو معطل نہیں کرتے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو ان کے معانی سے موڑ کر تحریف کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی آیات میں الحاد کرتے ہیں۔

جو علماء اللہ تعالیٰ کی صفات کو معطل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا وہی معنی سمجھتے ہیں جو معنی مخلوق کی صفات کا ہے' پس جب کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہو تو لازم آئے گا یا تو وہ عرش سے اکبر ہو یا اصغر ہو یا مساوی ہو اور ان میں سے ہر صورت محال ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا وہی معنی سمجھا ہے جس طرح ایک جسم دوسرے جسم کے اوپر ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا وہ معنی لیا جائے جو اس کی شان کے لائق ہے اور اس کے ساتھ خاص ہے تو پھر یہ خرابی لازم نہیں آتی' اور ان کا یہ استدلال تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اس جہان کا کوئی بنانے والا ہے تو پھر وہ جوہر ہے یا عرض ہے کیونکہ ہر موجود جوہر ہے یا عرض ہے اور ان دونوں کا صانع اور خالق ہونا محال ہے تو پھر ثابت ہوا کہ اس جہان کے لیے کسی خالق کا ہونا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا صحیح معنی یہ ہے کہ وہ عرش پر اس استواء کے ساتھ مستوی ہے جو اس کی شانِ جلال کے موافق ہے اور اس کے ساتھ مختص ہے' پس جس طرح اس کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے اسی طرح اس کی یہ صفت ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے علم اور قدرت کے اثبات سے یہ لازم نہیں آتا کہ علم اور قدرت کے جو مخلوق کے عوارض ہیں ان کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے لازم آئے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے استواء کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق کے استواء کے جو عوارض ہیں' ان کا ثبوت اللہ کے لیے لازم آئے' اور اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے' یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخلوق میں سے کوئی چیز دوسرے کے اوپر ہوتی ہے اور یاد رکھو کہ سلف کے طریقہ کی مخالفت پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۱-۲۰' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کی وہ آیات اور وہ احادیث پیش کریں جن میں ان صفات کا ذکر ہے جن کو متقدمین بغیر

Marfat.com

کی تاویل کے مانتے ہیں اور متاخرین ان میں تاویل کرتے ہیں اور ان کی عقلی توجیہات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآن مجید کی آیات

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (الشوریٰ: ۱۱) اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ بہت سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے۔

اللہ عزوجل سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے لیکن اس کا سننا اور دیکھنا اپنی شان کے مطابق ہے۔ وہ مخلوق کی طرح کانوں سے نہیں سنتا اور نہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (الحدید: ۳) اور وہ ہر چیز کا عالم ہے۔

اللہ عالم ہے، لیکن اس کا علم اس کی شان کے مطابق ہے، مخلوق کی طرح نہیں کہ ذہن میں کوئی چیز منکشف ہو یا قوت مدرکہ کے سامنے کوئی چیز حاضر ہو، یا مدرک کے سامنے حالت ادراکیہ یا حالت انجلائیہ ہو یا عقل میں کسی چیز کی صورت حاصل ہو۔

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ (یوسف: ۶۴) وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے لیکن اپنی شان کے مطابق رحم فرماتا ہے' اس کا رحم مخلوق کی طرح نہیں کہ دل میں رقت پیدا ہو۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ۔ (النساء: ۹۳) جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا' اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اللہ اس پر غضب فرماتا ہے اور اس پر لعنت فرماتا ہے۔

اللہ اپنی شان کے لائق غضب فرماتا ہے، مخلوق کے غضب کی طرح نہیں کہ خون جوش مارنے لگے اور بلڈ پریشر ہائی ہو جائے۔

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا○ (الفجر: ۲۲) اور آپ کا رب آیا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوئے۔

اللہ کا آنا بھی اس کی شان کے موافق ہے، مخلوق کے آنے کی طرح نہیں ہے کہ جہاں پہلے نہ ہو وہاں چل کر آجائے۔

وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ۔ (الرحمن: ۲۷) اور آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا چہرہ اس کی شان کے موافق ہے، مخلوق کے چہرے کی طرح نہیں جو جسمانی ساخت کو مستلزم ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (الطور: ۴۸) آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کریں کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آنکھیں اس کی شان کے لائق ہیں، مخلوق کی آنکھوں کی طرح نہیں جو جسمیت کو مستلزم ہیں۔

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ (ص: ۷۵) تجھ کو جس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں جو جسم کے اجزاء اور اعضاء ہیں۔

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى۔ (طٰہٰ: ۵) رحمن فرش پر بیٹھا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا عرش پر بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے، مخلوق کے بیٹھنے کی طرح نہیں ہے جو جسمانی وضع کو مستلزم ہے۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ (النساء: ۱۶۴) اور اللہ نے موسیٰ سے بکثرت کلام فرمایا۔

اللہ کا کلام کرنا اس کی شان کے لائق ہے، مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہے جو زبان اور ہونٹوں کی حرکت اور آواز کو مستلزم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کو جب آخری تہائی حصہ ہوتا ہے تو ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کروں!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۸)

اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا پر اُترنا اس کی شان کے لائق ہے، مخلوق کے اُترنے کی مثل نہیں ہے جو جسم ہونے کو مستلزم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کی طرف (دیکھ کر) ہنستا ہے، ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا: ایک شخص اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے، پھر اللہ اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، پس وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں قتال کر کے شہید ہو جاتا ہے۔ (جیسے حضرت حمزہ اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہما) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۶۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کا بھائی بیمار ہو وہ یہ دُعا کرے: اے ہمارے رب اللہ جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین میں ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے تو اپنی رحمت زمین میں کردے، ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے، تو پاک لوگوں کا رب ہے، اپنی رحمت میں سے رحمت نازل فرما اور اس تکلیف پر اپنی شفاء میں سے شفاء نازل فرما۔ پھر وہ شخص تندرست ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۹۲، مسند احمد ج ۶ ص ۲۱)

اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا اس کی شان کے موافق ہے، مخلوق کی طرح نہیں کہ آسمان اس کے لیے ظرف بن جائے۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی سے ایک طویل حدیث مروی ہے، انہوں نے غصہ میں اپنی ایک باندی کے تھپڑ مار دیا، پھر وہ اس پر سخت نادم ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اس کو آزاد نہ کردوں! آپ نے فرمایا: اس باندی کو میرے پاس لاؤ، میں اس کو لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں۔ پھر فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو، یہ مومن ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۱)

اس حدیث کا بھی یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان میں ہے۔

Marfat.com

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کشادہ ریتلے نالہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ایک بادل گزرا، آپ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا: تم اس کو کیا کہتے ہو؟ ہم نے کہا: سحاب۔ آپ نے فرمایا: اور مزن؟ ہم نے کہا: مزن۔ (ان تمام لفظوں کا معنی بادل ہے) آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا: ہم نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا: ان کے درمیان اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کی مسافت ہے۔ (ترمذی کی روایت میں ہے پانچ سو سال کی مسافت ہے) اسی طرح آپ نے سات آسمانوں کو گنا اور ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے، اس کی گہرائی کا اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے، اور اس کے اوپر پہاڑی بکروں کی شکل میں آٹھ فرشتے ہیں ان کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے، پھر ان کی پشتوں کے اوپر عرش اور اس کے نچلے حصے اور اوپر کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے، پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۳، مسند احمد ج۱ ص۲۰۶، ۲۰۷)

اللہ تعالیٰ کا عرش کے اُوپر ہونا اس کی شان کے موافق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور جہنم یہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہیں! پھر اللہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی: بس بس! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۸)

اللہ تعالیٰ کا قدم اس کی شان کے موافق ہے اور قدم سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ یہ وہی جانتا ہے۔

متاخرین کے اختلاف کا منشاء

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہاء مجتہدین اور تمام متقدمین علماء کا یہی نظریہ تھا کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات متشابہات کا ذکر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اس کی کوئی صفت مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ نہیں ہے اور اس صفت سے اس کی کیا مراد ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، لیکن متاخرین علماء نے جب یہ دیکھا کہ مخالفین اسلام ان صفات کی وجہ سے اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے خدا کے ہاتھ اور پیر ہیں، اس کا چہرہ ہے اور اس کی آنکھیں ہیں، وہ ہنستا ہے، وہ چلتا ہے اور نیچے اُترتا ہے اور یہ تمام چیزیں جسم کے عوارض ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا خدا جسم ہے اور ہر جسم حادث اور ممکن ہوتا ہے تو مسلمان حادث اور ممکن کو خدا مانتے ہیں۔ پس متاخرین علماء نے ان اعتراضات کو دُور کرنے کے لیے ان صفات کی تاویلیں کیں اور ان کے محامل بیان کیے۔ انہوں نے کہا: ہاتھ سے مراد قوت اور نعمت ہے، آنکھوں سے مراد اس کی نگرانی اور حفاظت ہے، کشف ساق، (القلم: ۴۲) پنڈلی کھولنے سے مراد قیامت کی شدتیں اور ہولناکیاں ہیں، اسی طرح انہوں نے جہنم میں قدم رکھنے کی یہ تاویل کی کہ کسی چیز کو اپنے قدم کے نیچے رکھنے سے مراد اس چیز کو ذلیل کرنا ہوتا ہے اور یہاں یہ مراد ہے کہ جب جہنم تیزی اور طراری دکھائے گی اور کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا، ہنسنے سے مراد اس کا راضی ہونا ہے اور اُترنے سے مراد اس کی رحمت کا متوجہ ہونا ہے، سو متاخرین علماء نے اسی قسم کی تاویلات کر کے اسلام سے اعتراضات دُور کرنے کی سعی کی، فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے (جسم سے) منزہ ہونے پر

Marfat.com

دلائل قطعیہ قائم ہیں اس لیے نصوص کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا واجب ہے جیسا کہ متقدمین کا طریقہ ہے' کیونکہ اسی میں سلامتی ہے یا ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین علماء نے جاہلوں کے اعتراضات دُور کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تا کہ جو کم علم مسلمان ہیں وہ اسلام سے برگشتہ نہ ہوں۔ (شرح عقائد نسفی ص ۳۴' مطبوعہ کراچی)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ علماء اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ ان صفات متشابہات کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں' پھر ان میں علماء کے دو مذہب ہیں: متقدمین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسم کی مشابہت سے منزہ ہے' ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں اور ان صفات سے کیا مراد ہے اور یہ صفات کس کیفیت سے ہیں اس کو ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ انہوں نے کہا: پیروں پر قائم ہونا اور ہاتھ اور پیر اور باقی وہ تمام صفات جن کا قرآن اور حدیث میں ذکر ہے وہ سب اللہ سبحانہ کی صفات ہیں جن کی حقیقت کا ہم کو علم نہیں ہے' اور فقہ اکبر میں امام اعظم کی طرف یہ منسوب ہے کہ ان صفات کی تاویل کرنے سے ان صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ معتزلہ کا قول ہے اور دوسرا مذہب متاخرین کا ہے جو ان صفات کی اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق تاویل کرتے ہیں کیونکہ ان کے زمانہ میں بدمذہب اسلام پر اعتراض کرتے تھے اور عام مسلمانوں کو شکوک اور شبہات میں ڈالتے تھے۔ (نبراس ص ۱۸۶-۱۸۵' مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال' ۱۳۹۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نوح کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی ان کی قوم کے (کافر) سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اُڑاتے' نوح نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو تو جس طرح تم (اب) ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو تو (وقت آنے پر) ہم بھی تمہارا مذاق اُڑائیں گے○ پھر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب آئے گا○ (ھود: ۳۹-۳۸)

کشتی بنانے کی کیفیت' اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت کی تفصیل

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! کشتی کی کیا تعریف ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا ایک گھر ہے جو سطح آب پر چلتا ہے' میں اپنے عبادت گزاروں کو اس میں نجات دوں گا' اور اپنی نافرمانی کرنے والوں کو غرق کر دوں گا' اور بے شک میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! لکڑی کہاں ہے؟ فرمایا: تم درخت اگاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیس سال تک ساگوان کے درخت اُگائے' اس عرصہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو دعوت دینا ترک کر دیا اور انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کو تنگ کرنا چھوڑ دیا' البتہ ان کا مذاق اُڑاتے رہے۔ جب درخت تیار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ درختوں کو کاٹیں اور سکھائیں' پھر حضرت نوح نے پوچھا: اے میرے رب! میں یہ گھر کیسے بناؤں؟ فرمایا: اس کا سر مور کی طرح بناؤ اور اس کے اگلے حصہ کو پرندے کے سینہ کی طرح بناؤ اور اس کا دھڑ مرغ کے دھڑ کی طرح بناؤ اور اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو انہیں کشتی بنانے کی تعلیم کے لیے بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کشتی بنانے کا عمل جلد مکمل کریں' کیونکہ نافرمانی کرنے والوں پر میرا غضب بہت شدید ہے۔ پھر حضرت نوح نے اُجرت پر کچھ لوگوں کو کام پر لگایا اور ان کے بیٹوں میں سے سام' حام اور یافث بھی ان کے ساتھ کشتی بنا رہے تھے۔ انہوں نے وہ کشتی چھ سو ہاتھ لمبی بنائی اور اس کا عرض اور اس کا عمق تینتیس تینتیس ہاتھ تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین سے تارکول نکالا جس کو انہوں نے کشتی پر ملا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کشتی کی تین منزلیں تھیں' پہلی منزل میں وحشی جانور' درندے اور حشرات الارض تھے' دوسری منزل میں چوپائے اور

Marfat.com

دوسرے حیوان تھے اور سب سے اوپر تیسری منزل میں حضرت نوح اور ان کے ساتھ ایمان والے تھے۔ حسن سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول بارہ سو ہاتھ اور عرض چھ سو ہاتھ تھا۔ قتادہ نے کہا: اس کا طول تین سو ہاتھ اور عرض پانچ سو ہاتھ تھا اور اس کا عمق پانچ سو ہاتھ تھا۔ ابن جریج نے کہا: اس کا طول تین سو ہاتھ، اس کا عرض ڈیڑھ سو ہاتھ اور اس کا عمق تیس ہاتھ تھا۔ اس کی بالائی منزل میں پرندے، درمیانی منزل میں حضرت نوح اور ایمان والے تھے اور اس کی نچلی منزل میں درندے تھے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۱۰۳-۱۰۲، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

کشتی بنانے میں کتنا عرصہ لگا؟ اس میں بھی کئی اقوال ہیں۔ عمرو بن الحارث سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے چالیس سال میں کشتی بنائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو سال میں کشتی بنائی اور کعب سے روایت ہے کہ چالیس سال میں کشتی بنائی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

کشتی کے سائز میں جو مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں (اسی طرح اس کو بنانے کی مدت میں) ان کی معرفت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کی معرفت میں کوئی فائدہ ہے اور اس میں غور و فکر کرنا فضول ہے جبکہ ہمارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے جس سے صحیح مقدار یا صحیح مدت معلوم ہو سکے، اور جس چیز کا ہمیں علم ہے وہ یہ ہے کہ کشتی میں اتنی گنجائش تھی کہ اس میں حضرت نوح علیہ السلام اور ایمان والے آسکیں، اور جن جانوروں کو وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے وہ بھی اس میں آسکیں، کیونکہ یہ چیز ہمیں قرآن مجید سے معلوم ہے، رہا یہ کہ اس کا سائز کیا تھا اور اس کو بنانے میں کتنی مدت لگی؟ اس کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

کشتی بنانے کا مذاق اُڑانے کی وجوہ

نوح علیہ السلام جب کشتی بنا رہے تھے تو ان کی قوم کے کافر سرداران کو کشتی بناتا دیکھ کر ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔

امام فخر الدین رازی نے ان کے مذاق اُڑانے کی حسبِ ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) وہ یہ کہتے تھے کہ اے نوح! تم رسالت کا دعویٰ کرتے تھے اور بن گئے بڑھئی۔ (درکھان)

(۲) اگر تم رسالت کے دعویٰ میں سچے ہوتے تو اللہ تعالیٰ تم کو کشتی بنانے کی مشقت میں نہ ڈالتا۔

(۳) اس سے پہلے انہوں نے کشتی نہیں دیکھی تھی نہ ان کو یہ معلوم تھا کہ کشتی کس کام آتی ہے اس لیے وہ اس پر تعجب کرتے تھے اور ہنستے تھے۔

(۴) وہ کشتی بہت بڑی تھی اور جس جگہ وہ کشتی بنا رہے تھے وہ جگہ پانی سے بہت دُور تھی اس لیے وہ کہتے تھے یہاں پر پانی نہیں ہے اور اس کشتی کو دریاؤں اور سمندر کی طرف لے جانا تمہارے بس میں نہیں ہے، اس لیے ان کے خیال میں اس جگہ کشتی بنانا محض بے عقلی کا کام تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۵)

حضرت نوح علیہ السلام کے جواباً مذاق اُڑانے کا محمل

اس کے بعد فرمایا: نوح نے کہا: اگر تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو تو (وقت آنے پر) ہم بھی تمہارا مذاق اُڑائیں گے، اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) تم ہمارے کشتی بنانے کا مذاق اُڑا رہے ہو، ہم تمہارے غرق ہونے کا مذاق اُڑائیں گے۔

(۲) تم ہمارا دنیا میں مذاق اُڑا رہے ہو ہم تمہارا آخرت میں مذاق اُڑائیں گے۔

Marfat.com

(٣) تم ہمیں جاہل کہتے ہو حالانکہ تم خود اپنے کفر سے' اللہ کی ناراضگی مول لینے سے اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے جاہل ہو' تو تم مذاق اُڑائے جانے کے زیادہ لائق ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مذاق اُڑانا تو انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اُڑانا' دراصل ان کے مذاق اُڑانے کا بدلہ اور سزا تھی اور اس پر مذاق اُڑانے کا اطلاق صورتاً مماثلت کی وجہ سے کیا گیا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ (الشوریٰ: ٤٠) — بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے (نوح سے) فرمایا: اس کشتی میں ہر قسم کے (نر اور مادہ) جوڑوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوا ان کے جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ ہو چکا ہے' اور ایمان والوں کو بھی سوار کر لو' اور ان پر کم لوگ ہی ایمان لائے تھے ○ (ھود: ٤٠)

تنور کے معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تنور اُبلنے لگا۔ تنور کے متعلق کئی اقوال ہیں:

(١) حضرت ابن عباس' حسن اور مجاہد کا قول ہے: اس سے مراد روٹی پکانے کا تنور ہے' پھر ان کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ حضرت نوح علیہ السلام کا تنور تھا' بعض نے کہا: یہ حضرت آدم کا تنور تھا اور بعض نے کہا: یہ حضرت حواء کا تنور تھا' اور بعد میں حضرت نوح کا تنور ہو گیا۔ پھر اس تنور کی جگہ میں اختلاف ہے۔ شعبی نے کہا: یہ کوفہ کی ایک جانب تھا' حضرت علی نے کہا: یہ کوفہ کی ایک مسجد میں تھا' اور اس مسجد میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ تنور شام میں ایک جگہ پر تھا جس کا نام عین الوردان ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ تنور ہند میں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک عورت تنور میں روٹیاں پکا رہی تھی' اس نے حضرت نوح کو تنور سے پانی نکلنے کی خبر دی تو حضرت نوح نے اسی وقت کشتی میں تمام چیزیں رکھنی شروع کر دیں۔

(٢) تنور سے مراد ہے سطحِ زمین اور عرب سطحِ زمین کو تنور کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ (القمر: ١٢-١١) — پس ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے تو وہ پانی اس امر کے ساتھ واصل ہو گیا جو (ان کی ہلاکت کے لیے) مقدر ہو چکا تھا۔

(٣) تنور سے مراد ہے زمین کی مکرم اور بلند جگہ اور زمین کی بلند جگہ سے پانی نکلا تو اس کی بلندی کی وجہ سے اس کو تنور کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

ان اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ تنور سے مراد روٹیوں کا تنور لیا جائے۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٣٤٧-٣٤٦' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت نوح کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ہر جاندار سے نر اور مادہ کا ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جائے' سو ایسا ہی کیا گیا اور فرمایا: اور ایمان والوں کو بھی' اور ایمان لانے والے کم تھے۔ امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ایمان والوں کی تعداد میں آٹھ اقوال ہیں:

(١) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اہل سمیت یہ اسی (٨٠) افراد تھے۔

Marfat.com

(۲) یوسف بن مہران نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ اسی (۸۰) انسانوں کو سوار کیا' تین ان کے بیٹے تھے اور تین ان کے بیٹوں کی بیویاں تھیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھی۔

(۳) ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا: یہ اسی (۸۰) انسان تھے۔ مقاتل نے کہا: چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔

(۴) ابن جریج نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: کل چالیس نفر تھے۔

(۵) ابو نہیک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: تیس مرد تھے۔

(۶) قرظی نے کہا: حضرت نوح اور ان کی بیوی' ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں کل آٹھ نفر تھے۔

(۷) کل سات نفر تھے: حضرت نوح' تین بیٹے اور ان کی تین بیویاں' یہ اعمش کا قول ہے۔

(۸) ابن اسحٰق نے کہا: عورتوں کے علاوہ دس نفر تھے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۱۰۷-۱۰۶' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت نوح علیہ السلام کے ان تین بیٹوں کے نام سام' حام اور یافث تھے جو کشتی میں سوار ہوئے۔ ایک بیٹا کنعان تھا' وہ ایمان نہیں لایا اور کشتی میں سوار نہیں ہوا اور ڈوب گیا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی ایمان نہیں لائی اور کشتی میں سوار نہیں ہوئی اور ڈوب گئی۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے اسی (۸۰) نفر تھے' لیکن اس کی صحیح تعیین معلوم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے' بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (هود: ۴۱)

ہر کام کے شروع سے پہلے اللہ کا نام لینا

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب انسان کسی کام کو شروع کرے تو کام کو شروع کرتے وقت اللہ کے نام کا ذکر کرے حتیٰ کہ اس ذکر کی برکت سے اس کا مقصود پورا ہو جائے اور خصوصاً کسی سواری پر بیٹھتے وقت۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ الزخرف: ۱۴-۱۳ میں آئے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ ذی شان کام جس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۵ ص ۷۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۲۸۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۴۹۱' حافظ سیوطی کی رمز کے مطابق یہ حدیث ضعیف ہے)

اللہ کے نام سے مراد اللہ کا ذکر ہے' اس طرح اس حدیث کی درج ذیل حدیث سے موافقت ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ذی شان کام جو اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا گیا ہو وہ ناتمام رہتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۴۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۲۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کلام یا ہر وہ کام جو اللہ کے ذکر سے نہ شروع کیا جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹)

Marfat.com

نیز حضرت نوح علیہ السلام نے اس پر متنبہ فرمایا کہ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کی برکت اور اس کے حکم اور اس کی قدرت سے ہے اور یہ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے قوم کو یہ خبر دی کہ یہ کشتی نجات کے حصول کا سبب نہیں ہے، بلکہ نجات تو صرف اللہ کے فضل سے ہوگی، اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی قوت اور طاقت پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ظاہری اسباب پر اعتماد کرے بلکہ تمام چیزوں سے صرفِ نظر کر کے مسبب الاسباب پر اعتماد اور توکل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں میں لے کر جا رہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ ان سے الگ تھا اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو○ اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے بچا لے گا، نوح نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس پر (خود) اللہ رحم فرمائے اور ان دونوں (باپ، بیٹے) کے درمیان موج حائل ہو گئی سو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا○ (ہود: ۴۳-۴۲)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر کیوں بلایا جب کہ وہ کافر تھا؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے خود یہ دعا فرمائی تھی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ (نوح: ۲۶)   اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔

پھر انہوں نے اپنے بیٹے کو اس کے کفر کے باوجود کیوں پکارا؟ اس کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) ہو سکتا ہے ان کا بیٹا منافق ہو، حضرت نوح کے سامنے ایمان کا اظہار کرتا ہو اور درحقیقت کافر ہو۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ وہ کافر ہے لیکن ان کو یہ گمان تھا کہ جب وہ طوفان کی ہولناکیوں اور اس میں غرق ہونے کے خطرہ کا مشاہدہ کرے گا تو ایمان لے آئے گا، لہٰذا انہوں نے جو کہا: اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، ان کا یہ قول اس کو ایمان پر راغب کرنے کے لیے تھا۔

نیز فرمایا: جب کہ وہ ان سے الگ تھا، اس کا ایک محمل یہ ہے کہ وہ کشتی سے الگ تھا کیونکہ اس کا گمان یہ تھا کہ وہ پہاڑ کی پناہ کے سبب غرق ہونے سے بچ جائے گا، اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ اپنے باپ، اپنے بھائیوں اور مسلمانوں سے الگ تھا، اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ کفار کی جماعت سے الگ کھڑا ہوا تھا اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ ایمان لے آئے، کیونکہ وہ ان سے الگ کھڑا ہوا ہے، اسی لیے انہوں نے اس کو ندا کی تھی اور فرمایا تھا: اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔

جب حضرت نوح کے بیٹے نے کہا: پہاڑ مجھے بچا لے گا، تو حضرت نوح علیہ السلام نے متنبہ فرمایا: تم نے غلط کہا، آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے۔

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ

اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا، اور پانی خشک کر دیا گیا

وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ

اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگوں کے لیے (رحمت سے) دوری

Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ

دوری ہے ○ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا سو کہا: بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً

وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ

تیرا وعدہ برحق ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے ○ (اللہ نے) فرمایا اے نوح! وہ آپ کے

مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ

اہل سے نہیں ہے بےشک اس کے کام نیک نہیں ہیں تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو

بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ

علم نہیں ہے، بے شک میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں (تا کہ) آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں ○ (نوح نے) عرض کیا اے میرے رب! بےشک

اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ

میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے، اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے

وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا

اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا ○ حکم دیا گیا کہ اے نوح کشتی سے اتر جاؤ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ

وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

اور ان برکتوں کے ساتھ جو تم پر ہیں اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں، اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جنہیں ہم (عارضی) فائدہ

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ

پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ○ یہ (واقعات) من جملہ غیب کی خبروں سے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف

اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ

وحی کرتے ہیں، جن کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم،

فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

پس صبر کیجئے بے شک نیک انجام متقین کے لیے ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے' اور اے آسمان تھم جا' اور پانی خشک کر دیا گیا' اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگوں کے لیے (رحمت سے) دوری ہے ○ (ھود: ۴۴)

مشکل الفاظ کے معانی

ابلعی ماءک: تم سے جو پانی پھوٹ کر نکلا ہو اس کو پی لو یا نگل لو۔

اقلعی: بارش برسانا موقوف کر دو۔ غیض کا معنی ہے کم ہو گیا' یہاں مراد ہے پانی خشک ہو گیا۔

قضی الامر: تقدیر میں لکھا ہوا پورا ہو گیا یعنی حضرت نوح کی قوم کے کافروں کا ہلاک ہونا اور مومنوں کا نجات پانا۔

جودی: یہ ایک پہاڑ ہے جو کردستان کے علاقہ میں جزیرہ ابن عمر کے شمال مشرقی جانب واقع ہے' یہ علاقہ آرمینیا کی سطح مرتفع سے شروع ہو کر جنوب میں کردستان تک ہے اور جبل الجودی اسی سلسلہ کا ایک پہاڑ ہے' یہ پہاڑ آج بھی جودی ہی کے نام سے مشہور ہے۔ (تفہیم القرآن ملخصاً ج ۲ ص ۳۴۱)

اللہ اور اس کے رسول کا جمادات کو خطاب کرنا

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنا پانی نگل لے اور آسمان کو حکم دیا کہ وہ بارش برسانا موقوف کر دے' اس سے معلوم ہوا کہ زمین اور آسمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ اطاعت غیر اختیاری ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کائنات میں جو بھی تغیرات اور حوادث وقوع پذیر ہوتے ہیں وہ سب اللہ عزوجل کے احکام کے تحت ہوتے ہیں' زمین اور آسمان کو ندا کر کے جو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ خطاب مجازی ہے کیونکہ زمین اور آسمان جمادات میں سے ہیں اور ان میں سننے اور سمجھنے کی خاصیت نہیں ہے لیکن یہ ہماری سوچ اور ہماری فکر ہے' ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سننے اور سمجھنے کی ایسی خاصیت رکھی ہو جس کا ہمیں ادراک نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کھجور کے درخت کے خوشے کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو پھر! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھجور کے خوشہ کو بلایا' تب وہ خوشہ درخت سے اترا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گر گیا' پھر آپ نے فرمایا: لوٹ جا' تو وہ اسی طرح لوٹ گیا' تو وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۸' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۶۲۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۵۳۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۹۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۷)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے ایک راستہ میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ یا درخت آتا تھا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۱۰)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمادات میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو' اور صرف وہی ان سے کلام کر سکتے ہوں' آخر الذکر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام کائنات کے لیے تھی اور ہر چیز آپ کی رسالت کی گواہی دیتی تھی اور اول الذکر حدیث سے یہ معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے خوشے بھی آپ کی اطاعت کرتے تھے تو اگر ہم آپ کی اطاعت نہ کریں تو ہم ان درختوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کی تفصیل

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں: جودی ایک جزیرہ میں پہاڑ ہے، سب پہاڑ غرق ہو گئے تھے یہ پہاڑ اپنی تواضع اور عجز کی وجہ سے غرق ہونے سے بچ رہا، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی جگہ لنگرانداز ہوئی تھی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ماہ تک کشتی یہیں لگی رہی، کشتی سے سب اتر گئے اور لوگوں کی عبرت کے لیے کشتی ثابت و سالم یہیں رکی رہی، حتیٰ کہ اس امت کے اوائل میں سے لوگوں نے بھی اس کو دیکھ لیا، حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط کشتیاں بنیں، بگڑیں اور راکھ ہو گئیں۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام سمیت اسی (۸۰) انسان تھے۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی ہی میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ مکرمہ کی طرف کر دیا۔ وہ کشتی چالیس دن تک بیت اللہ کا طواف کرتی رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جودی کی طرف روانہ کر دیا، وہاں جا کر وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے، وہ ایک مردار کو کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتا اور پنجوں میں مٹی لے کر آیا، اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ اندازہ لگایا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ آپ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنیاد رکھ دی۔ ایک دن صبح کو جب لوگ بیدار ہوئے تو ہر شخص کی زبان بدلی ہوئی تھی، وہ اسی (۸۰) قسم کی زبانیں بول رہے تھے، ان میں سب سے بہتر زبان عربی تھی، اور کوئی شخص دوسرے کا کلام سمجھ نہیں رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وہ سب زبانیں سکھا دیں اور آپ ہر ایک کو دوسرے کا مطلب سمجھا رہے تھے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۲۰۳۷-۲۰۳۸، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۰۵۰، ۱۴۰۵۵، ۱۴۰۵۶، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۶)

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکم رجب کو حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور انہوں نے اور سب مسلمانوں نے روزہ رکھا اور چھ ماہ تک کشتی ان کو لے کر سفر کرتی رہی اور محرم تک سفر جاری رہا اور دس محرم کو وہ کشتی جودی پہاڑ پر لنگرانداز ہوئی۔ اس دن حضرت نوح علیہ السلام نے خود روزہ رکھا اور کشتی میں سوار سب لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا حتیٰ کہ وحشی جانوروں اور چوپایوں نے بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۰۴۲، الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۸، مختصر تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۲۰۷، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ یہودیوں کے پاس سے گزر ہوا جنہوں نے دس محرم کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس دن میں اللہ نے حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو غرق سے نجات دی تھی اور اسی دن میں فرعون غرق ہوا تھا اور اسی دن میں حضرت نوح کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تھی تو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوں اور اس دن کا روزہ رکھنے کا (بھی) زیادہ حق دار

Marfat.com

ہوں، پھر آپ نے اپنے اصحاب کو اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰-۳۵۹)

تکبر کی مذمت اور تواضع کی تعریف

جودی پہاڑ نے اللہ کی بارگاہ میں خضوع اور خشوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ عزت اور سرفرازی عطا فرمائی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس پہاڑ پر لنگرانداز ہوئی اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی یہی سُنّت جاریہ ہے، جو اس کے سامنے تواضع اور عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سرفراز اور سربلند کرتا ہے اور جو اکڑتا ہے، فخر کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل اور خوار کرتا ہے، نیز جو شخص ہمیشہ کامیاب اور سرفراز رہتا ہو اور کبھی ناکام نہ ہوتا ہو اور لوگ اس کو ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر سمجھتے ہوں اللہ تعالیٰ اس کو ایک مرتبہ ناکام کر دیتا ہے اور یہ واضح فرما دیتا ہے کہ ہمیشہ سربلند رہنے والی صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ ہمارے زمانہ میں ۸۹ء تک روس بہت سربلند تھا، پھر ۹۱ء سے اس کا زوال شروع ہوا۔ وہ معاشی طور پر تباہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ گیا اور اب ان شاء اللہ امریکہ کی باری ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام عضباء تھا اور وہ تمام سواریوں میں ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی ایک اونٹ پر سوار تھا وہ عضباء سے آگے نکل گیا تو مسلمانوں کو اس سے بہت رنج ہوا اور انہوں نے افسوس سے کہا: عضباء پیچھے رہ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ جس چیز کو دنیا میں سربلند کرتا ہے اس کو (ایک بار) سرنگوں بھی کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۷۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۹۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۲۳، عالم الکتب، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کسی مال میں کمی نہیں کرتا، اور معافی مانگنے سے اللہ بندے کی عزت زیادہ کرتا ہے، اور جو شخص بھی اللہ کی بارگاہ میں تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۰۱۸، طبع جدید، مطبوعہ دارالفکر)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ نے میری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم تواضع اور انکسار کرو حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۹)

ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جن کو طوفان میں غرق کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کام پورا کر دیا گیا، یعنی تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہو گیا، کافر غرق کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو نجات دے دی گئی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جو مقدر کر دیا ہے وہ اپنے وقت میں ہو کر رہتا ہے، زمین و آسمان میں اس کے حکم کو نافذ ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا، اور اس کی قضاء کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس طوفان میں نابالغ بچے بھی ہلاک ہو گئے تھے تو کفار کے جرم کی وجہ سے ان کے بچوں کو ہلاک کرنا اللہ تعالیٰ کے اصول اور اس کی حکمت کے منافی ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ طوفان آنے سے چالیس سال پہلے کافر عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ کر دیا تھا، اور اس طوفان سے چالیس سال سے کم عمر کا کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوا۔ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۱۹۸) دوسرا جواب یہ ہے کہ طوفان میں بچوں کا ہلاک ہونا اسی طرح ہے جیسے اس طوفان میں پرندوں،

Marfat.com

چرندوں اور درندوں کا ہلاک ہونا' اور ان کی ہلاکت ان کے حق میں عذاب نہیں تھی بلکہ ان سب کی مدت حیات پوری ہو گئی تھی' اور جس طرح حلال جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ذبح کرنا ان کے حق میں عذاب نہیں ہے اسی طرح ان بچوں کا طوفان میں غرق ہونا بھی ان کے حق میں عذاب نہیں تھا' تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک مطلق ہے وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے' کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔ — اللہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔ (الانبیاء: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالم لوگوں کے لیے (رحمت سے) دُوری ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی (کافر) قوم میں سے کسی ایک پر رحم فرماتا تو ایک بچے کی ماں پر رحم فرماتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نو سو پچاس سال کی عمر تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے' حتیٰ کہ جب ان کے زمانہ کا آخر آپہنچا تو انہوں نے درخت اگائے اور جب وہ درخت پوری طرح بڑھ گئے تو ان کو کاٹا پھر وہ کشتی بنانے لگے۔ کفار ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے اس کے متعلق سوال کرتے۔ وہ کہتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں' وہ ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے تم کشتی خشکی میں بنا رہے ہو' وہ کیسے چلے گی؟ حضرت نوح فرماتے: تم کو عنقریب پتا چل جائے گا۔ جب وہ کشتی بنا کر فارغ ہو گئے اور تنور ابلنے لگا اور گلیوں میں پانی بہنے لگا' تو ایک بچے کی ماں نے اپنے بچہ پر خطرہ محسوس کیا' وہ اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی۔ وہ بچے کو لے کر ایک پہاڑ کی طرف روانہ ہوئی اور پہاڑ کے ایک تہائی حصہ تک پہنچ گئی۔ جب وہاں بھی پانی پہنچ گیا تو وہ دو تہائی حصہ تک پہاڑ پر چڑھ گئی' جب وہاں بھی پانی پہنچ گیا تو وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی' جب پانی اس عورت کی گردن تک پہنچ گیا تو اس عورت نے اس بچے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھالیا' حتیٰ کہ پانی اس کو بہا کر لے گیا' پس اگر اللہ کافروں پر رحم فرماتا تو اس بچہ کی ماں پر رحم فرماتا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۰۰۵' المستدرک ج ۲ ص ۵۴۷' ۳۴۲' حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے' الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۸' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۶' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۸۴۸)

ابو طالب اور ابولہب کے عذاب میں جو تخفیف کی گئی اس کی وجہ فی نفسہ ان پر رحمت نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت' آپ کے ساتھ حسن سلوک اور آپ کی شفاعت کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا سو کہا بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ برحق ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے○ (ھود: ۴۵)

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد اور امام ابن عساکر نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: جس زمانہ میں حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' اس زمانہ میں تمام لوگ شرک اور بت پرستی میں ملوث تھے' جب حضرت نوح

Marfat.com

علیہ السلام کی عمر چار سو اسی (۴۸۰) سال ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلان نبوت کا حکم دیا' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک سو بیس سال تک اللہ کے دین کی طرف دعوت دی' پھر ان کو کشتی بنانے کا حکم دیا' جس وقت انہوں نے کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے اس وقت ان کی عمر چھ سو سال تھی' جن کافروں نے اس طوفان میں غرق ہونا تھا وہ غرق ہو گئے' کشتی سے اترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام مزید ساڑھے تین سو سال زندہ رہے' ان کے ایک بیٹے کا نام سام تھا' اس کا رنگ سفید اور گندمی تھا' دوسرے بیٹے کا نام حام تھا' اس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا اور تیسرے بیٹے کا نام یافث تھا' اس کا رنگ سرخ تھا اور چوتھے بیٹے کا نام کنعان تھا' یہ غرق ہو گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی: بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ برحق ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا اس لیے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہم نے (نوح سے) فرمایا اس کشتی میں ہر قسم کے (نر اور مادہ) جوڑوں کو سوار کر لو اور اپنے اہل کو (بھی) سوار کر لو' سوا ان کے جن کو غرق کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (ھود: ۴۰) حضرت نوح علیہ السلام نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل کو کشتی میں سوار کرنے کا حکم دیا ہے تو عرض کیا: میرا بیٹا (کنعان) بھی میرے اہل سے ہے' مطلب یہ تھا کہ اس کو بھی کشتی میں سوار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ وہ بھی نجات پانے والوں میں سے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے جواب میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ نے) اے نوح! فرمایا وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے' بے شک اس کے کام نیک نہیں ہیں تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے' بے شک میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں (تاکہ) آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں ○ (ھود: ۴۶)

منکرین عصمت کا حضرت نوح پر اعتراض اور اس کا جواب

عصمت انبیاء کے منکرین نے اس آیت کی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام پر یہ طعن کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کافر تھا اور کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرنا گناہ ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوا تھا۔

امام رازی اور علامہ قرطبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کنعان منافق تھا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ایمان کا اظہار کرتا تھا' اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی اور کشتی میں سوار کرنے کی درخواست کی تھی۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ وہ کافر ہے تو وہ اس کی مغفرت کی کبھی دعا نہ کرتے' اور رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کفر کا علم نہیں تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت نوح نے خود اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ (نوح: ۲۶)

اور نوح نے دعا کی کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

تو جب حضرت نوح علیہ السلام نے خود تمام کافروں کی ہلاکت کی دعا کی تھی تو یہ کیونکر ممکن ہے وہ ایک کافر کی مغفرت کے لیے دعا کرتے!

اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو کنعان کے کفر کا علم تھا اس لیے فرمایا: وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے' اس کے کام نیک نہیں ہیں تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔ یہ اس آیت کا واضح معنی ہے کیونکہ حضرت نوح کو اس کا تو یقیناً علم تھا کہ کافر اور مشرک کی مغفرت نہیں ہو سکتی اور وہ خود بھی تمام کافروں کی ہلاکت کی دعا کر چکے تھے' اس لیے اس آیت کی یہ تفسیر کرنا درست نہیں کہ حضرت نوح نے یہ جاننے کے باوجود کہ ان کا بیٹا کافر ہے محبت پدری سے مغلوب ہو کر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف بلکہ خود اپنی دعا کے بھی خلاف کنعان کی مغفرت کی دعا کی' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلاعلم اور بلاتحقیق اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا' ایک خلاف اولیٰ کام تھا یا ان کی اجتہادی خطا تھی اور یہ ان کا کمال تواضع ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب اور عبدیت کا اظہار ہے کہ انہوں نے اجتہادی خطا پر بھی معافی مانگی اور کہا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (نوح نے عرض کیا:) اے میرے رب! بے شک میں (اس سے) تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے' اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا○ (ھود: ۴۷)

حضرت نوح علیہ السلام کے سوال کے متعلق امام رازی کی تقریر

حضرت نوح علیہ السلام کی گناہ سے براءت پر امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب کہ بکثرت دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو گناہوں سے منزہ کیا ہوا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام کے اس سوال کو ترک افضل اور ترک اکمل پر محمول کرنا واجب ہے اور ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک برائی کا حکم رکھتی ہیں' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کیا' اور ان کا استغفار کرنا اس پر نہیں دلالت کرتا کہ انہوں نے پہلے کوئی گناہ کیا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ (النصر: ۳-۱)

جب اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے○ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں○ تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ کی مدد کا آنا اور لوگوں کا دین میں داخل ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ نہیں تھا کہ اس پر استغفار کا حکم دیا جاتا' اس سے معلوم ہو گیا کہ استغفار کا حکم دینا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کسی گناہ پر دلالت نہیں کرتا۔

درحقیقت حضرت نوح علیہ السلام کی امت میں تین قسم کے لوگ تھے: (۱) کافر تھے اور اپنے کفر کا اظہار کرتے تھے۔ (۲) مومن تھے اور اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ (۳) منافقین کی جماعت تھی۔ مومنوں کا حکم طوفان سے نجات تھا اور کافروں کا حکم ان کو غرق کرنا تھا' اور یہ حضرت نوح کو معلوم تھا اور منافقین کا حکم مخفی تھا۔ حضرت نوح کا بیٹا کنعان منافقین میں سے تھا اور بظاہر وہ مومن تھا۔ حضرت نوح نے اس کے اعمال اور افعال کو کفر پر محمول نہیں کیا' بلکہ وجوہ صحیحہ پر محمول کیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے الگ کھڑا ہے تو اس سے کہا کہ وہ کشتی میں داخل ہو جائے۔ اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ میں چلا جاؤں گا' وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ اور اس کا یہ کہنا اس کے کفر پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے یہ گمان کیا ہو کہ پہاڑ پر چڑھنا کشتی میں بیٹھنے کے قائم مقام ہے' جس طرح کشتی میں بیٹھنا غرق ہونے سے بچاتا ہے اسی طرح پہاڑ پر چڑھنا بھی غرق ہونے سے بچا لے گا' اور حضرت نوح علیہ السلام نے جو فرمایا تھا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا سوا اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے' اس قول سے وہ اپنے بیٹے کو یہ بتلا رہے تھے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کے سوا کوئی چیز نفع آور نہیں ہے' اور یہ قول اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ ان کا بیٹا کافر ہے' ان کو یہی گمان تھا کہ ان کا بیٹا مومن ہے' تب انہوں نے اللہ سے یہ سوال کیا کہ ان کا بیٹا غرق ہونے سے بچ جائے خواہ کشتی میں بیٹھ کر خواہ پہاڑ پر چڑھ

Marfat.com

کر، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خبر دی کہ وہ منافق ہے اور ان کے اہل دین سے نہیں ہے۔ اس معاملہ میں حضرت نوح علیہ السلام سے جو زلت صادر ہوئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق پوری چھان بین نہیں کی کہ وہ کافر ہے یا منافق ہے بلکہ انہوں نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد سے انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ مومن ہے اور ان کو اس اجتہاد میں خطا ہوئی کیونکہ وہ کافر تھا، سو جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے جو زلت صادر ہوئی وہ اجتہادی خطا تھی اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی یہ زلت بھی اجتہادی خطا ہے اور ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۵۹-۳۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تبصرہ

حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعا کی تھی: "اے میرے رب! میرا بیٹا میرے اہل سے ہے" اس پر سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ حضرت نوح کے اندر روح ایمان کی کمی تھی، یا ان کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ انبیاء بھی انسان ہی ہوتے ہیں، اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے جو مومن کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جونہی اسے یہ احساس ہوتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احساس کرا دیا جاتا ہے کہ اس کا قدم معیار مطلوب سے نیچے جا رہا ہے، وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اسے ایک لمحہ کے لیے بھی تامل نہیں ہوتا۔ حضرت نوح کی اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔

پسر نوح کا یہ قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے نہایت موثر پیرایہ میں یہ بتایا ہے کہ اس کا انصاف کس قدر بے لاگ اور اس کا فیصلہ کیسا دو ٹوک ہوتا ہے۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم خواہ کیسے ہی کام کریں، مگر ہم پر خدا کا غضب نازل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم حضرت ابراہیم کی اولاد اور فلاں فلاں دیویوں اور دیوتاؤں کے متوسل ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے بھی ایسے ہی کچھ گمان تھے اور ہیں، اور بہت سے غلط کار مسلمان بھی اس قسم کے جھوٹے بھروسوں پر تکیہ کیے ہوئے ہیں کہ ہم فلاں حضرت کی اولاد اور فلاں حضرت کے دامن گرفتہ ہیں، ان کی سفارش ہم کو خدا کے انصاف سے بچا لے گی۔ لیکن یہاں یہ منظر دکھایا گیا ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لخت جگر کو ڈوبتے ہوئے دیکھتا ہے اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے، لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس پر ڈانٹ پڑ جاتی ہے اور باپ کی پیغمبری بھی ایک بد عمل بیٹے کو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۳، مطبوعہ لاہور، سولھواں ایڈیشن، ۱۴۰۲ھ)

ان اقتباسات میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق جو قابل اعتراض الفاظ ہیں وہ یہ ہیں: وہ ہر وقت مومن کے بلند ترین معیار پر نہ ہوتے تھے، (اگر نبوت کا بلند ترین معیار لکھتے تو اس کی گنجائش تھی) وہ بشری کمزوری سے مغلوب ہو گئے تھے، ان میں جاہلیت کا جذبہ تھا، ان پر دربار خداوندی سے الٹی ڈانٹ پڑی۔

Marfat.com

ہم ان الفاظ پر کیا تبصرہ کریں، ہم حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں بے ادبی کے ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تمام انبیاء علیہم السلام کے ادب اور ان کی تعظیم کے طریقہ پر قائم رکھے۔ (آمین!)

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ

علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ گمان تھا کہ ان کا بیٹا ان کے دین پر ہے ورنہ وہ اس کی نجات کا سوال نہ کرتے۔ (حاشیۃ الشہاب ج ۵ ص ۱۷۵) علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح کا بیٹا کفر کو چھپاتا تھا اور ایمان کا اظہار کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو خبر دی کہ میں تمہارے بیٹے کے اس حال کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۴۲) علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا ماسوا ان کے جن کا غرق ہونا مقدر ہو چکا ہے، اور حضرت نوح علیہ السلام پر ان کے بیٹے کا حال منکشف نہیں تھا، اور نہ وہ اس کے باطن پر مطلع تھے، بلکہ اس کے ظاہر حال کو دیکھ کر حضرت نوح کو یہ یقین تھا کہ وہ مومن ہے۔ (روح المعانی جز ۱۲ ص ۱۰۵) علامہ محی الدین شیخ زادہ متوفی ۹۵۱ھ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال اس لیے کیا تھا کہ ان کو اس کے کفر کا علم نہیں تھا، شیخ زادہ نے امام رازی کی پوری تقریر نقل کی ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۴ ص ۶۵۲) قاضی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا گمان یہ تھا کہ وہ مومن ہے اور وہ دراصل منافق تھا۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۶۹۶) صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے لکھا ہے: یہ لڑکا منافق تھا، اپنے والد پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور باطن میں کافروں کے ساتھ متفق تھا۔ (خزائن العرفان ص ۳۶۲) مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کو اس بیٹے کے کفر کا پورا حال معلوم نہ تھا، اس کے نفاق کی وجہ سے اس کو مسلمان ہی جانتے تھے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۶۳۰)

متقدمین اور متاخرین تمام مفسرین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی نجات کے لیے جو دعا کی تھی وہ اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے کفر پر مطلع ہونے کے باوجود شفقت پدری سے مغلوب ہو گئے تھے اور بقول سید مودودی وہ اس دعا کے وقت ایمان کے بلند ترین معیار پر نہ تھے، اور بشری کمزوری سے مغلوب ہو گئے تھے اور اس دعا کے وقت ان میں جاہلیت کا جذبہ تھا، اسی وجہ سے ان پر بارگاہ خداوندی سے الٹی ڈانٹ پڑی، نعوذ باللہ من تلک الخرافات، بلکہ انہوں نے یہ دعا اس لیے کی تھی کہ وہ ان کے گمان میں مومن تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ مومن نہیں کافر ہے اور یہ تنبیہ فرمائی کہ جس چیز کا آپ کو مکمل علم نہ ہو اس کے متعلق آپ سوال نہ کریں۔

حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مشتبہ امر کے متعلق دعا نہیں کرنی چاہیے، حدیث صحیح میں ہم کو مشتبہات سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جن کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں ہے، سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا، اور جس شخص نے امور مشتبہ کو اختیار کر لیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جس طرح کوئی شخص کسی چراگاہ کے گرد جانور چرائے تو قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی چر

Marfat.com

لیں، سنو ہر بادشاہ کی چراگاہ کی ایک حد ہوتی ہے، اور یاد رکھو اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو وہ گوشت کا ٹکڑا قلب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۵۸، عالم الکتب، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۹۱۸، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۴)

اور جب کسی مشتبہ امر کے لیے دعا کرنی جائز نہیں ہے، تو کسی حرام کام کے لیے دعا کرنی بطریق اولیٰ ناجائز ہے اور جو حرام قطعی ہو جیسے سود، زنا، شراب، جوا وغیرہ ان کے حصول یا ان میں کامیابی کی دعا کرنا کفر صریح ہے اور جو اس دعا پر آمین کہے وہ بھی کافر ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے لوگ اپنے مقدمات، معاملات، ملازمتوں اور ملازمتوں میں انٹرویوز کی کامیابی کے لیے ائمہ، مشائخ اور بزرگوں سے دعا کراتے ہیں اور بعض لوگوں کے مقدمات کسی ناجائز امر پر مبنی ہوتے ہیں، بعض لوگوں کے معاملات مشتبہ ہوتے ہیں، بعض لوگ بینک یا انشورنس کمپنی کی ملازمت کرتے ہیں یا اس کے لیے انٹرویو دیتے ہیں اسی طرح پولیس اور کسٹم کی نوکری ہے تو ایسے امور میں کامیابی کی دعا کرنا اور کسی سے دعا کرانا جائز نہیں ہے، اگرچہ پولیس اور کسٹم کی نوکری فی نفسہ ناجائز نہیں ہے لیکن ان میں رشوت کا لین دین بہت غالب ہے اور عرف میں غالب احوال پر حکم لگایا جاتا ہے۔

ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان نبی زادہ تھا، لیکن چونکہ وہ ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے محروم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے اس کا رشتہ کاٹ دیا اور فرمایا: وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ علم اور تقویٰ کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی فضیلت ذاتی ہے، یہ درست نہیں ہے۔ اگر معاذ اللہ کوئی سید مرتد ہو جائے یا کسی گمراہ فرقے سے متعلق ہو جائے تو کیا اس کی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسب کی فضیلت اور برتری ایمان اور تقویٰ کے ساتھ مربوط ہے، اصل چیز ایمان اور تقویٰ ہے، نسب کی فضیلت ثانوی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری شناخت کے لیے الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: مومن، متقی، کریم اور فاجر، درشت خو اور ذلیل، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سنو کسی عربی کی کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی

Marfat.com

پر کوئی فضیلت ہے، کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ سے، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پھر حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فاموں کو اپنے برابر کے حقوق دینے پر تیار نہیں ہیں، بھارت میں برہمن اونچی ذات کا سپوت ہے اور شودر نیچ ذات کا سمجھا جاتا ہے، گاؤں اور دیہاتوں میں زمیندار اور وڈیرے اپنے مزارعین کو بہت کم درجہ کی مخلوق سمجھتے ہیں، غریب پیشہ ور لوگوں کو کمی کہہ کر حقارت سے بلایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک زمانہ میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے۔ آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہے نہ ہوں تو ہم سرعام برہنہ نظر آئیں، موچی نہ ہوں تو ہم اپنے پیروں کو گندگی اور گرمی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہوں تو ہم اپنے بالوں کی درستگی نہ کرا سکیں۔ سلام ہو اس نبی امی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کرلی کہ کہیں تم جوتی گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لینا۔ جس نے عرب کے معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کرا کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا، جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی، اموی نوجوان کے نکاح میں دیں اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کر کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتہ کے معاملہ میں نسب کے مقابلہ میں اسلام اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کی بجائے اسلام اور تقویٰ کو ترجیح دینا اور نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کی بناء پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **حکم دیا گیا کہ اے نوح! کشتی سے اتر جاؤ، ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ** اور ان برکتوں کے ساتھ جو تم پر ہیں، اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جنہیں ہم (عارضی) فائدہ پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا○ (ھود: ۴۸)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، اور اس وقت حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم لامحالہ کشتی سے اتر گئی، اس آیت میں جو اترنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ کشتی سے اتر جاؤ اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جودی پہاڑ سے زمین پر اتر جاؤ۔

اس سے متصل پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا تھا: اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ (ھود: ۴۷) اور یہ ایسی ہی دعا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے مانگی تھی: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○ (الاعراف: ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام سے بصورت عتاب فرمایا تھا: تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے، بے شک میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں (تاکہ) آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں۔ (ھود: ۴۶) اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور اس سے رحم کی درخواست کی اور اب حضرت نوح علیہ السلام کو

Marfat.com

اس کی ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامتی کی بشارت دے، اس لیے فرمایا: اے نوح! سلامتی کے ساتھ کشتی سے اتر جاؤ، اس سلامتی سے دین اور دنیا دونوں کی سلامتی مراد ہے۔ دین کی سلامتی سے مراد یہ ہے کہ ان سے کوئی ایسا عمل نہیں ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اور دنیا کی سلامتی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کی آفات اور بلیات سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ اس طوفان سے روئے زمین کی ہر چیز غرق ہو گئی تھی اور جب حضرت نوح کشتی سے اترے تو وہاں کوئی درخت تھا نہ سبزہ تھا نہ کوئی حیوان تھا اور زندگی بسر کرنے اور کھانے پینے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے اس وقت زمین پر کوئی چیز موجود نہ تھی اس لیے اس وقت وہاں بھوک اور پیاس کا خوف تھا اور یہ تشویش تھی کہ ضروریات زندگی کس طرح فراہم ہوں گی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سلامتی کی بشارت دی جو ہر قسم کے خوف کے ازالہ کو شامل ہے، اور یہ اسی وقت ہو گا جب وسعت رزق بھی حاصل ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو سلامتی کے ساتھ برکت کی بھی بشارت دی اور برکت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں کو دوام اور بقا عطا فرمائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے تو ان کی اولاد کے علاوہ دوسرے مسلمان جو اس کشتی میں سوار تھے وہ سب کشتی میں ہی فوت ہو چکے تھے، اس لیے اس طوفان کے بعد جو نسل انسانی دنیا میں پھیلی وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصفت: ۷۹-۷۶)	اور ہم نے نوح اور ان کے اہل کو بڑی تکلیف (طوفان) سے نجات دی○ اور ہم نے صرف ان ہی کی اولاد کو باقی رکھا○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر خیر چھوڑا○ سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں○

اس اعتبار سے برکات سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں برکتیں عطا فرمائیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اس زمین پر آدم ثانی یا آدم اصغر تھے اور قیامت تک کی نسل انسانی ان کی ذریت ہے۔

وصول نعمت میں عوام اور خواص کا فرق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان جماعتوں پر برکتیں ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں، مختار قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور ان کی ذریت ہے، پھر یہ بتایا کہ آگے چل کر ان کی ذریت کی دو قسمیں ہو جائیں گی: بعض مومن ہوں گے اور بعض کافر، کافروں کو دنیا میں عارضی فائدہ ہو گا، پھر آخرت میں ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا: آپ سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتریے، بلکہ یوں فرمایا ہے: آپ ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتریے، کیونکہ صدیقین اور مقربین نعمت بحیثیت نعمت سے خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو اس سے خوشی ہوتی ہے کہ ان کو وہ نعمت اللہ کی جانب سے ملی ہے بلکہ اصل میں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اور اس کی طرف توجہ کرنے سے ہی خوشی ہوتی ہے، عام لوگ صرف نفس نعمت سے خوش ہو جاتے ہیں اور خواص کو نعمت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت سے خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (واقعات) من جملہ غیب کی خبروں سے ہیں، جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں جن کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم، پس صبر کیجئے بے شک نیک انجام متقین کے لیے ہے○ (ھود: ۴۹)

Marfat.com

غیب کی خبروں اور علم غیب کے اطلاق کی بحث

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے مفصل حالات بیان فرمائے اور حالات بتانے کے بعد فرمایا: یہ غیب کی خبریں ہیں' اور آپ کو معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس پر غیب کا اطلاق فرمایا' کیونکہ ماضی کے اعتبار سے وہ غیب ہے' جیسے کوئی ماسٹر پڑھانا چھوڑ دے پھر بھی اس کو ماسٹر صاحب کہتے ہیں کیونکہ ماضی میں وہ ماسٹر تھا اور اس کو اسی اعتبار سے ماسٹر کہا جاتا ہے۔ جو متقین' اللہ تعالیٰ پر' فرشتوں پر' قیامت پر اور جنت اور دوزخ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہی ان چیزوں کو جانا اور مانا' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یؤمنون بالغیب (البقرہ: ۳) "جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔" اس آیت میں جنت' دوزخ وغیرہ ان چیزوں پر غیب کا اطلاق فرمایا ہے جو متقین کو پہلے بتادی گئی تھیں' اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو چیز بتادی جائے یا جس کی خبر دے دی جائے وہ غیب نہیں رہتی' ان کا یہ کہنا ان آیتوں کی روشنی میں غلط ہے' دراصل یہ اعتراض غیب کی تعریف سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ غیب کی تعریف یہ ہے جس چیز کو حواس خمسہ اور بداہت عقل سے نہ جانا جا سکے وہ غیب ہے' اس چیز کے جاننے کا ذریعہ یا عقل سے غور و فکر کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' قیامت اور جنت اور دوزخ اور یا اس کے جاننے کا ذریعہ مخبر صادق کی خبر ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنات اور فرشتوں کی خبر دی' اور غیب کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ غیب ہے جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہو مثلاً عقل سے غور و فکر کرنا یا مخبر صادق کی خبر ہے' یہ غیب عطائی ہے اور ایک وہ غیب ہے جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہ ہو' یہ غیب ذاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہیہ۔

اسی طرح یہ کہنا بھی علمی طور پر غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبروں کا علم ہے علم غیب نہیں ہے' کیونکہ علم کے حصول کے تین ذرائع ہیں: حواس' عقل سلیم اور خبر صادق...... تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبر صادق سے غیب کی خبروں کا علم ہو گیا تو آپ کو غیب کا علم ہو گیا' البتہ چونکہ غیب سے متبادر غیب ذاتی ہوتا ہے اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ آپ کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہے' اسی طرح آپ کو عالم الغیب کہنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ عرف اور شرع میں عالم الغیب کا لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ مطلع علی الغیب ہیں۔ ہم نے البقرہ: ۳ میں اس مبحث کی زیادہ تفصیل کی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے بھی لوگوں کو معلوم تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے یہ قصہ لوگوں کو اجمالی طور پر معلوم تھا اور ان آیات سے اس قصہ کی تفصیل معلوم ہوئی۔

اس آیت میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اور آپ کے متبعین کفار کی اذیتوں پر صبر کریں' جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کافروں کی اذیتوں پر صبر کیا تھا اور صبر کرنے سے آپ کو اور آپ کے متبعین کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور کامیابی حاصل ہو گی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ کی مدد اور کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی (ہم قوم) ہود کو بھیجا' انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری

Marfat.com

إِلٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، تم اللہ پر (شریک کا) محض بہتان باندھنے والے ہو ○ اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اجرت کا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيَا قَوْمِ

سوال نہیں کرتا، میری اجرت صرف اس (رب) کے ذمہ کرم (پر ہے) جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ○ اے میری قوم!

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَ

تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا، اور تمہاری

يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا يَا هُودُ مَا

قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا اور مجرموں کی طرح (حق سے) پیٹھ نہ پھیرو ○ انہوں نے کہا اے ہود! تم

جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم (محض) تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم

بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ

تم پر ایمان لانے والے ہیں ○ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنا دیا ہے، ہود نے کہا

قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾

میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم (بھی) گواہ رہنا میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم (اللہ کا) شریک قرار دیتے ہو ○

مِنْ دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى

اللہ کے سوا، تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر تم مجھ کو بالکل مہلت نہ دو ○ بے شک میں نے اللہ پر

اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۚ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ

توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے، ہر جاندار کو اس نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے، بے شک میرا

رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ

رب سیدھے راستے پر (ملتا) ہے ○ اگر تم پیٹھ پھیرو (تو کوئی بات نہیں) میں تم کو وہ پیغام پہنچا چکا ہوں جو

Marfat.com

بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ

مجھے دے کر بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا کر آباد کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے،

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا

بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے ○ اور جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے ہود کو اور ان کے

وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾

ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچا لیا ○

وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ

اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم

جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ

ہٹ دھرم کا حکم مانا ○ اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لگی رہے گی،

اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵

سنو بے شک قوم عاد نے اپنے رب کا کفر کیا، سنو ہود کی قوم عاد کے لیے پھٹکار ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی (ہم قوم) ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، تم اللہ پر (شریک کا) محض بہتان باندھنے والے ہو ○ اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اُجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اُجرت صرف اس (کے ذمہ کرم) پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ○ (ہود: ۵۱-۵۰)

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی کہنے کی توجیہ

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس سورت میں یہ دوسرا حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے:

اس آیت میں فرمایا ہے: والی عاد اخاهم هودا۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے: "ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔" اس میں حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا ہے اور یہ بات معلوم تھی کہ حضرت ہود علیہ السلام ان کے دینی بھائی نہ تھے اور نہ ہی وہ ان کے نسبی بھائی تھے، ان کو قوم عاد کا بھائی صرف اس وجہ سے فرمایا کہ وہ ان کے قبیلہ کا ایک فرد تھے۔ ان کا قبیلہ عرب کا ایک قبیلہ تھا اور وہ لوگ یمن کی جانب رہتے تھے، قوم عاد اور حضرت ہود کے متعلق تمام تفاصیل ہم نے الاعراف: ۷۲-۶۵ میں بیان کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سورت میں جو فرمایا ہے: ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قبیلہ کے ایک فرد کو نبی بنا کر بھیجا، اسی طرح قوم ثمود کی طرف ان کے قبیلہ کے ایک فرد حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا،

Marfat.com

اس سے مکہ والوں پر یہ حجت قائم کرنا مقصود ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول بنانا بہت مستبعد سمجھتے تھے کیونکہ آپ ان ہی کے قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے، حضرت هود علیہ السلام عاد کے قبیلہ کے ایک فرد تھے اور ان کو نبی بنایا گیا اور حضرت صالح علیہ السلام ثمود کے قبیلہ کے ایک فرد تھے اور ان کو نبی بنایا گیا تو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تمہارے قبیلہ کے ایک فرد ہیں اور ان کو نبی بنایا گیا ہے تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے اور یہ کون سی نئی بات ہے! (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امتی کے لیے نبی کو اپنا بھائی کہنے کے جواز پر بعض علماء کے دلائل

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امتی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نبی کو اپنا بھائی کہے، چنانچہ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۲ھ لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو سو ان کے اصحاب کہنے لگے: اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں، سو فرمایا: بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۲، مسند احمد ج ۶ ص ۷۶، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۹۷۵، ۲۵۴۵۷، عالم الکتب بیروت، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۲۷۰) شیخ اسماعیل دہلوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ف کا عنوان قائم کر کے اس حدیث کا فائدہ لکھتے ہیں: یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ خدا کی سی۔

(تقویت الایمان کلاں ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی کے ایک وکیل شیخ سرفراز احمد صفدر نے اس حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی آیات سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

والی عاد اخاھم ھودا۔ الایہ، والی ثمود اخاھم صالحا۔ الایہ، والی مدین اخاھم شعیبا۔ الایہ، واخوان لوط۔ الایہ۔

قرآن کریم میں صریح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں، کون مسلمان اپنی اپنی قوم کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس اخوت سے انکار کر سکتا ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی اخوت بہ ارشاد خود اور بہ فرمان الٰہی ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن اور حدیث کا انکار ہے۔ (عبارت اکابر ص ۶۹، ۱۴۰۵ھ، مطبوعہ گوجرانوالہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کے عدم جواز پر دلائل

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کا مالک اور مولیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کے بندے ہیں، وہ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ فرمائے وہ اس کو زیبا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بے راہ ہوئے۔

Marfat.com

کیا اس آیت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی اور بے راہ یا گمراہ کہنا جائز ہے' علامہ ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے اثناء تلاوت یا قراءت حدیث کے علاوہ حضرت آدم کے متعلق کہا کہ انہوں نے معصیت کی وہ کافر ہو گیا۔ (المدخل ج ۲ ص ۱۴ دارالفکر بیروت)

اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام تواضع اور انکسار سے اپنے متعلق جو کلمات فرمائیں اس سے یہ جواز نہیں نکلتا کہ امتی بھی ان کے متعلق وہ کلمات کہنے کی جرأت کرے' دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا - (الاعراف: ۲۳) (آدم اور حوا) دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ - (القصص: ۱۶) (موسیٰ نے) کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ - (الانبیاء: ۸۷) تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو سبحان ہے' بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

کیا ان آیتوں کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا قرآن مجید سے ثابت ہے اور ان کو ظالم کہنے کا انکار کرنا قرآن مجید کا انکار کرنا ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس شفاعت کی درخواست لے کر حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ اس قدر غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا اور نہ آئندہ کبھی اتنے غضب میں ہو گا' اس نے مجھ کو ایک درخت سے کھانے سے منع کیا تھا میں نے اس کی معصیت کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۷ ملخصاً)

اب کیا ان آیات کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور حضرت یونس ظالم تھے اور اس حدیث کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم عاصی تھے! اور یہ کہ ان نبیوں کا ظالم اور عاصی ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور ان کے ظالم ہونے کا انکار کرنا قرآن اور حدیث کا انکار کرنا ہے' العیاذ باللہ' ہم اس قسم کے استدلال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں!

اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کبریائی سے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی انبیاء علیہم السلام کو اپنا بھائی کہیں یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً خود کو صحابہ کرام کا بھائی فرمایا' یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں' استدلال اس وقت صحیح ہوتا جب شیخ اسماعیل دہلوی یا ان کے وکیل شیخ سرفراز احمد صاحب یہ ثابت کرتے کہ قرآن مجید کی فلاں آیت یا فلاں صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ فلاں صالح امتی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہا ہے اور یہ چیز ہرگز ثابت نہیں ہے لہٰذا امتی کے لیے اپنے نبی کو اپنا بھائی کہنا بھی ثابت نہیں ہے۔

Marfat.com

بڑے بھائی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تلقین کرنا غلط ہے

شیخ اسماعیل دہلوی نے اس سیاق میں یہ بھی لکھا ہے جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کی جائے نہ صرف یہ کہ صراحتاً غلط ہے بلکہ بارگاہ نبوت میں اہانت کے مترادف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (الحجرات: ۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر دی تو ان کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ظاہر ہے کہ اگر بڑے بھائی سے پہلے قربانی کر دی تو اس قربانی کا نامقبول ہونا لازم نہیں آتا لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر دی تو وہ قربانی عبث اور رائیگاں ہو گئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات: ۲)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرنا اور نہ اس کے سامنے اس طرح بلند آواز سے باتیں کرنا جس طرح تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز سے باتیں کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

کیا بڑے بھائی کی آواز پر آواز اونچی ہونے سے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور ایمان جاتا رہتا ہے۔

بڑے بھائی کو مکان کے باہر سے آواز دے کر بلانا ممنوع نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان کے باہر سے آواز دے کر بلانا ممنوع ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (الحجرات: ۴)

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بڑے بھائی کے بلانے پر جانا فرض اور واجب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے اور جو شخص آپ کے بلانے پر نہ جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (النور: ۶۳)

رسول کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں، سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان کو کوئی مصیبت پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس

Marfat.com

کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے (الیٰ قولہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل البشر اور تمام مخلوقات سے اشرف اور جمیع پیغمبروں کا سردار اور سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے جس میں ادنیٰ مسلمان بھی تردد نہیں کر سکتا۔ (عقائد علماء دیوبند ص ۲۸، مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام نے دلائل قائم کیے بغیر توحید کی دعوت کیوں دی تھی؟

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔" اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود اور ثبوت پر دلائل قائم کیے بغیر اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف کیسے دعوت دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل بالکل ظاہر ہیں اور یہ دلائل اس خارجی کائنات میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اور خود انسان کے اپنے اندر بھی موجود ہیں:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حم السجدۃ: ۵۳)

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے اس خارجی کائنات میں اور خود ان کے اپنے نفسوں میں حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

کچھ لوگ اس کائنات کے نظم اور تسلسل کو دیکھ کر اور اس میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے جسم کے اعضاء کی منظم کارکردگی کو دیکھ کر اس کی قدرت پر ایمان لے آتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی صفات اور اس کے ثمرات سے اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو اس کے فضل اور احسان اور اس کے جود و عطا سے پہچان لیتے ہیں، بعض لوگ اس کے عفو، اس کے حلم اور اس کے درگزر کرنے سے اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض لوگ اس کی گرفت اور اس کے انتقام سے اس کو پہچان لیتے ہیں اور بعض لوگ مشکلوں اور مصیبتوں میں اس کی فریاد رسی سے اور اپنی ضرورتوں میں اس کی حاجت روائی سے اور اپنی دعاؤں کے قبول ہونے سے اس کو پہچان لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (العنکبوت: ۶۱)

اور اگر آپ ان سے (یہ) پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا ہوا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! تو وہ کہاں بھٹک رہے ہیں!

حضرات انبیاء علیہم السلام ان کو بت پرستی سے روکتے تھے، کافروں نے ماضی میں گزرے ہوئے نیک لوگوں کے مجسمے بنا لیے تھے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی پرستش کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا، حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں یہ بتایا کہ یہ محض تمہارا جھوٹ اور افتراء ہے، یہ مجسمے اور مورتیاں جمادات ہیں، ان میں حس ہے نہ قوت ادراک پھر یہ کس طرح درست ہو گا کہ تم اپنی پیشانی اپنی ہی بنائی ہوئی مورتیوں کے آگے جھکاؤ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا اور توحید کی دعوت دی پھر فرمایا: اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، کیونکہ جو تبلیغ معاوضہ کی طمع سے خالی اور بے لوث اور بے غرض ہو وہ قلوب میں بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ہود نے کہا) اے میری قوم! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرو، وہ تم پر موسلادھار بارش بھیجے گا، اور تمہاری قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا اور مجرموں کی طرح (حق سے) پیٹھ نہ پھیرو ○ (ھود: ۵۲)

Marfat.com

نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے پہلے قوم عاد کو ایمان لانے کی دعوت دی پھر اس کے بعد انہیں توبہ اور استغفار کرنے کی ہدایت دی' ایمان کی پہلے دعوت دی کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا پھر اس کے بعد انہیں توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیا تاکہ پچھلے گناہوں کی آلودگیوں سے ان کا دل صاف ہو جائے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے بتایا کہ جب تم گناہوں پر نادم ہو گے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو بکثرت نعمتیں عطا فرمائے گا' اور ان نعمتوں سے استفادہ کرنے کی تم کو طاقت اور قوت عطا فرمائے گا' اور یہی سعادت اور کامیابی اور کامرانی کی انتہا ہے' کیونکہ اگر سرے سے نعمت حاصل نہ ہو پھر بھی انسان کو کچھ فائدہ نہیں ہو گا' اور اگر نعمت تو حاصل ہو لیکن اس میں اس نعمت سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہ ہو پھر بھی اس کو فائدہ حاصل نہیں ہو گا' مثلاً بھوکے انسان کو کھانا میسر نہ ہو تب بھی اس کی بھوک نہیں مٹ سکتی' لیکن کھانا تو میسر ہو لیکن اس کا اوپر کا جبڑا نچلے جبڑے پر بیٹھ گیا ہو اور دانت ایک دوسرے پر جم گئے اور وہ منہ کھول سکتا ہو نہ چبا سکتا ہو پھر بھی اس کی بھوک دور نہیں ہو سکتی اور اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ سبحان ہے وہ ذات جس نے نعمتیں بھی عطا کیں اور نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی قوت بھی عطا کی اس لیے حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا: وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ مادی نعمتوں کا حصول زراعت کی کثرت پر موقوف ہے اور زراعت میں زیادتی بارش کے زیادہ ہونے پر موقوف ہے' اس کے بعد فرمایا: اور تمہاری قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا' یہ اس لیے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

قوم عاد کے لوگ بہت قوی ہیکل تھے' اور وہ اس زمانے کے لوگوں کے اوپر اپنی جسمانی قوت سے فخر کرتے تھے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ (حم السجدة: ۱۵)	پس قوم عاد نے زمین میں ناحق سرکشی کی' اور انہوں نے کہا ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟

حضرت ھود علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے بت پرستی ترک کر دی اور استغفار اور توبہ میں مشغول ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کے کھیتوں اور باغوں میں مزید اضافہ فرمائے گا اور ان کی جسمانی قوت کو بھی زیادہ کرے گا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے کئی سالوں تک ان سے بارش روک لی' اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا' تب حضرت ھود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ تمہاری غیر آباد اور بنجر زمینوں کو سرسبز اور شاداب کر دے گا اور تم کو مال اور اولاد سے نوازے گا حتیٰ کہ تم بہت طاقت ور ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اے ھود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم (محض) تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں○ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنا دیا ہے' ھود نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم (بھی) گواہ رہنا میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم (اللہ کا) شریک قرار دیتے ہو○ اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو' پھر تم مجھ کو (بالکل) مہلت نہ دو○ بے شک میں نے اللہ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے' ہر جاندار کو اس نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے' بے شک میرا رب سیدھے راستے پر (ملتا) ہے○ (ھود: ۵۶-۵۳)

Marfat.com

حضرت ھود علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ

قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے، جب کہ یہ معلوم ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام نے ان کے سامنے معجزات پیش کیے تھے، لیکن ان کی قوم نے اپنی جہالت سے ان معجزات کا انکار کیا اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ حضرت ھود علیہ السلام ان کے پاس قابل ذکر معجزات لے کر نہیں آئے۔

انہوں نے کہا: ہم محض تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، ان کا یہ قول بھی باطل تھا، کیونکہ وہ یہ اعتراف کرتے تھے کہ نفع اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بت کسی کو، کوئی نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے، ایسی صورت میں بداہت عقل کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کو ترک کر دیتے اور ان کا بتوں کی عبادت کرنے پر اصرار کرنا ان کی جہالت، حماقت اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں، اور ان کا یہ کہنا کہ ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں، محض اندھی تقلید کرنے کی ضد ہے۔

انہوں نے کہا: ہمارے بعض معبودوں نے آپ کو مجنون بنا دیا ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ کا ہمارے بتوں کو برا کہنا، آپ کی عقل کے فساد اور آپ کے مجنون ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔

پھر حضرت ھود نے فرمایا: تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو، یہ اسی طرح ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کر لو اور اپنے معبودوں کو بھی ساتھ ملا لو پھر تمہاری تدبیر کسی طرح تم سے مخفی نہ رہے پھر تم جو کچھ میرے ساتھ کر سکتے ہو کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ (یونس: ۷۱)

حضرت ھود علیہ السلام کا اپنی قوم کو یہ چیلنج دینا اور ان کو للکارنا ان کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ ایک تنہا شخص بہت بڑی قوم سے یہ کہے کہ تم میری دشمنی میں اور مجھے نقصان پہنچانے میں جو کچھ کر سکتے ہو وہ کر گزرو اور میرا جو کچھ بگاڑ سکتے ہو وہ بگاڑ لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو، تو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد ہو کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا اور اس کو دشمنوں سے بچائے گا۔

فرمایا: ہر جاندار کو اس نے پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔ عرب یہ جملہ اس وقت کہتے ہیں جب یہ بتانا ہوتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا بالکل مطیع ہے اور اس کے قبضہ و قدرت میں ہے، کیونکہ جو شخص کسی کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑتا ہے تو اس کو بالکل مسخر اور مقہور کر لیتا ہے اور عرب جب کسی قیدی کو گرفتار کرتے اور پھر اس پر احسان کر کے اس کو آزاد کرنا چاہتے تو اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عرب کے محاورہ کے مطابق یہ کلام فرمایا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر جاندار اس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور اس کی قضاء و قدر کے تابع ہے۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر (ملتا) ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ ہر چند کہ ہر جاندار اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو حق ہوتا ہے اور عدل اور صحیح ہوتا ہے، اس کا یہ معنی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور کوئی شخص اس سے بھاگ کر اس کی پہنچ سے باہر نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ آیات

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے دل و دماغ میں بت پرستی راسخ ہو چکی تھی اور وہ اپنے آباء و

Marfat.com

اجداد کی اندھی تقلید پر جمے ہوئے تھے اور اس کے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہ تھے اور نہ کسی دلیل کا کوئی اثر قبول کرتے تھے۔
حضرت ھود علیہ السلام نے ان کے سامنے معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے تن تنہا پوری قوم کو للکارا، وہ ان کا جو بگاڑ سکتی ہو وہ بگاڑ لے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے اور ان کو اس پر کامل اعتماد تھا کہ اللہ عزوجل کی مدد ان کے ساتھ ہے اور یہ کافر سب مل کر بھی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔
ان کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل تھا، اور اس پر ایمان تھا کہ ہر جاندار اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو حق اور عدل ہو۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم پیٹھ پھیرو تو (کوئی بات نہیں) میں تم کو وہ پیغام پہنچا چکا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا، اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا کر آباد کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے○ اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ھود کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچا لیا○ اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا○ اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے پیچھے لگی رہے گی) سنو! بے شک قوم عاد نے اپنے رب کا کفر کیا، سنو ھود کی قوم عاد کے لیے پھٹکار ہے○ (ھود: ۶۰-۵۷)

قوم عاد پر نزول عذاب کا پس منظر اور پیش منظر

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اگر تم پیٹھ پھیرو، اس کے بعد جزاء محذوف ہے یعنی اگر تم پیٹھ پھیرو تو مجھے پیغام پہنچانے میں کوتاہی پر کسی عتاب کا سامنا نہیں ہوگا، کیونکہ میں نے تم کو بار بار پیغام پہنچایا اور تم مسلسل میری تکذیب کرتے رہے، پھر فرمایا: اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا کر آباد کر دے گا، یعنی تمہارے بعد اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گی، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کے منکروں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جس سے پوری قوم کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا اور پوری قوم عاد کو ہلاک کر دینے سے اللہ تعالیٰ کے ملک میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔
پھر فرمایا: اور جب ہمارا عذاب آ گیا، ان پر عذاب کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ایک زبردست آندھی بھیجی، یہ سخت اور تیز ہوا ان کے نتھنوں میں گھستی اور ان کے پچھلے سوراخ (دبر) سے نکل کر ان کو منہ کے بل زمین پر گرا دیتی حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو گئے جس طرح کھجور کے تنے زمین پر گرے ہوئے ہوں۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوا نے ان کو کس طرح ہلاک کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہوا سخت گرم ہو یا بہت یخ بستہ اور ٹھنڈی ہو یا وہ ہوا بہت تیز اور بہت سخت ہو اور اس نے ان کو زمین پر پچھاڑ دیا ہو، ان میں سے ہر چیز ممکن ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ھود اور ایمان والوں کو نجات دی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آندھی مسلمانوں اور کافروں دونوں پر آئی لیکن مسلمانوں پر یہ آندھی رحمت بن گئی اور یہی آندھی کافروں پر عذاب بن گئی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں پر جو عذاب نازل فرماتا ہے، مسلمانوں کو اس عذاب سے نجات عطا فرماتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ کیسے معلوم ہو تا کہ کافروں پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب نازل ہوا ہے۔
نجات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ مربوط فرمایا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان اور ان کے نیک اعمال کے باوجود وہ اس عذاب سے نجات نہیں پا سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے شامل حال نہ ہوتی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان کو نجات ان کے ایمان اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ملی تھی لیکن ایمان اور نیک اعمال کی

Marfat.com

ہدایت ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملی تھی اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عین نزول عذاب کے وقت ان پر رحم فرمایا اور ان کو کافروں سے الگ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے جب قوم عاد کا قصہ ذکر فرمایا تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ ہیں عاد، اس قول میں ان کی قبروں اور ان کے آثار کی طرف اشارہ ہے، گویا یوں فرمایا ہے: زمین میں سفر کرو اور غور و فکر کر کے قوم عاد کے آثار دیکھو اور ان سے عبرت حاصل کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی تین برائیوں کا ذکر فرمایا:

(۱) انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا، اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے دعویٰ نبوت کے صدق پر جو معجزات پیش کیے انہوں نے ان کا انکار کیا اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس خارجی کائنات میں اور خود ان کے جسم کے داخل میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر جو نشانیاں ہیں ان نشانیوں سے اس صاحب نشان تک پہنچنے کے لیے انہوں نے غور و فکر نہیں کیا۔

(۲) انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی، ہرچند کہ انہوں نے صرف حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی تھی لیکن چونکہ تمام رسولوں کا ایک ہی پیغام ہے اور سب کا ایک ہی دین ہے اس لیے ایک رسول کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہے۔

(۳) انہوں نے ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے عوام اپنے بڑوں کی تقلید کرتے تھے اور ان کے بڑے یہی کہتے تھے کہ یہ جو شخص نبوت کا مدعی ہے وہ تمہاری ہی مثل بشر ہے اور یہ کہہ کر وہ اس نبی کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور عوام آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ان تین اوصاف کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا اور آخرت میں ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکار دیا ہے اور ان کو ہر خیر سے محروم کر دیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قوم عاد پر اس عذاب اور لعنت کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے کفر کیا، اس کو واحد ماننے اور صرف اس کی عبادت کرنے سے انکار کیا اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عاد جو ھود کی قوم ہے، اس کے لیے پھٹکار ہے، عاد کو ھود کی قوم کے ساتھ اس لیے مقید فرمایا کہ عاد نام کی دو قومیں تھیں: ایک عاد قدیم تھی، یہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم تھی، اس کو عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں اور عاد حدیث، اس کو عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، یہ بہت جسیم اور قد آور لوگ تھے۔ یہی ارم ذات العماد ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے بعد والی قوم عاد سے احتراز کے لیے فرمایا: عاد جو ھود کی قوم ہے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا، صالح نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَٱسْتَعْمَرَكُمْ

تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں

وقف لازم

Marfat.com

فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

آباد کیا، سو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرو، پس میرا رب قریب ہے، دعا قبول کرنے والا ہے ○

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ

انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے آپ ہماری امیدوں کا مرکز تھے! کیا آپ ہمیں ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں

نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾

جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، بے شک آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اس نے ہمیں زبردست شک میں ڈال دیا ہے ○

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ

(صالح نے کہا) اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے، روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ قف فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا، اگر میں اس کی نافرمانی کروں، تو تم میرے لیے سوا نقصان کے

غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

کس چیز میں زیادتی کر رہے ہو ○ اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے، سو اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی

فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾

زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تم کو عنقریب عذاب پہنچے گا ○

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

سو انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، تب (صالح نے) کہا تم صرف تین دن مزے اٹھا لو (پھر تم پر عذاب آجائے گا) یہ اللہ کی وعید

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

ہے جو ہرگز جھوٹی نہیں ہوگی ○ پس جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے صالح کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾

اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی، بے شک آپ کا رب ہی زبردست قوت والا، بہت غلبہ والا ہے ○

Marfat.com

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾

اور ظلم کرنے والوں کو ہولناک چنگھاڑ نے آدبوچا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئے ○

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا

گویا کہ وہ ان میں کبھی رہے ہی نہ تھے، سنو بے شک قوم ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا سنو! قوم ثمود کے لیے

لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

پھٹکار ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا، صالح نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا سو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرو، پس میرا رب قریب ہے دُعا قبول کرنے والا ہے ○ (ھود: ۶۱)

انسان کو زمین سے پیدا کرنے کے دو محمل

اس سورت میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے جو قصص ذکر کیے گئے ہیں، ان میں یہ حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ ہے اور یہ تیسرا قصہ ہے، اور اس قصہ میں وعظ اور استدلال کا وہی طریقہ ہے جو حضرت ھود علیہ السلام کے قصہ میں تھا، البتہ اس قصہ میں جب توحید کا ذکر کیا گیا تو اس پر دو دلیلیں قائم کی گئی ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اس کی دو تقریریں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے یعنی زمین کی مٹی سے پیدا کیا تھا۔ (۲) انسان منی اور حیض کے خُون سے پیدا ہوتا ہے اور منی خُون سے بنتی ہے اور خُون غذا سے پیدا ہوتا ہے اور غذا گوشت، روٹی، سبزیوں اور پھلوں سے حاصل ہوتی ہے اور ان سب چیزوں کا مآل زرعی پیداوار ہے اور زرعی پیداوار کا رجوع زمین کی طرف ہوتا ہے پس واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے۔

انسان اور زمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واستعمرکم فیھا۔ قتادہ نے کہا، اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں آباد کیا، اور ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہاری عمریں لمبی کیں اور قوم ثمود کی عمریں تین سو سال سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھیں۔ زین بن اسلم نے کہا اس کا معنی ہے: زمین پر آباد ہونے کے لیے تمہیں جن چیزوں کی ضرورت تھی مثلاً مکان بنانے اور درخت اگانے کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سامان تمہیں مہیا کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں نہریں کھودنے، درخت اگانے اور فصل تیار کرنے کا خیال ڈالا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۵۱، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

زمین میں زرعی پیداوار کی استعداد اور صلاحیت رکھنا، اس میں سرسبز و شاداب جنگلوں کو پیدا کرنا اور اس میں بلند و بالا اور مستحکم عمارتوں کی قابلیت پیدا کرنا اور انسانی آبادی کی ضروریات کے لیے تمام امور فراہم کرنا اور انسان کو ان سے منافع کے

Marfat.com

حصول پر قادر بنانا اس زبردست صناع مطلق اور اس قادر و قیوم کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے اور یہ ایسی ہی دلیل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ۝ وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ۝ (الاعلیٰ: ۵-۲)	جس نے پیدا کیا' پھر درست کیا ۝ اور جس نے اندازہ مقرر کیا پھر ہدایت دی ۝ اور جس نے (سبز) چارہ اگایا ۝ پھر اسے خشک سیاہی مائل کر دیا ۝

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا' پھر دُنیا اور آخرت کے کاموں میں اس کی رہنمائی کے لیے اس میں عقل پیدا کی' پھر تصرف اور کام کاج کرنے کے لیے اس کو قدرت عطا کی' پھر اس کی بقا کے لیے زمین سے اس کی خوراک کو پیدا کیا' کیا یہ سب چیزیں اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ اس کو پیدا کرنے والا بہت مدبر اور حکیم ہے۔ اس نے زمین میں ایسی صفات رکھیں جن سے مطلوبہ فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں' اس نے زمین میں کوئی چیز عبث بنائی ہے نہ انسان کے جسم میں کوئی چیز بے کار بنائی ہے۔ انسان کے جسم کی پنڈلیوں میں اللہ تعالیٰ نے زائد رگیں پیدا کی ہوئی ہیں اور اس زمانہ میں یہ عقدہ حل ہوا ہے کہ دل کی شریانیں جب خُون میں کولیسٹرول کی زیادتی سے بند ہو جائیں تو ان رگوں کو کاٹ کر پنڈلی سے وہ زائد رگیں نکال کر ان کو بلاک شدہ شریانوں کی جگہ پیوند کر دیا جاتا ہے اور انسان کو حیاتِ نو مل جاتی ہے۔ قدرت کا یہ راز میڈیکل سائنس کی ترقی کے ذریعہ اس زمانہ میں منکشف ہوا ہے' اور نہ جانے انسان کے جسم میں اور کتنے سربستہ راز ہیں جن کا عقدہ مستقبل میں کھلے گا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اور اسی طرح یہ ساری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے' اس کا ہر ہر جز اور اس کی ہر ہر چیز ان گنت حکمتوں پر مشتمل ہے اور یہ سب امور اس پر گواہی دیتے ہیں کہ ان کو زبردست مدبر اور حکیم مطلق نے بنایا ہے۔

نیکو کاروں اور بدکاروں کے لیے دُنیا کا ظرف ہونا

اس آیت میں استعمر بہ معنی اعمر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کو پوری زندگی نیک اعمال کے ساتھ آباد رکھتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کو نیک نامی اور اچھی شہرت کے ساتھ باقی رکھتا ہے اور اس کے برخلاف فاسق و فاجر تاحیات بُری شہرت کے ساتھ برقرار رہتا ہے اور موت کے بعد بھی لوگ اس کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ دُنیا نیک لوگوں اور بدکاروں دونوں کے لیے ظرف ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کی نیک نامی اس کی نسل کے قائم مقام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی:

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ۝ (الشعراء: ۸۴)	اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ۔
وَجَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَہٗ ہُمُ الۡبٰقِیۡنَ ۝ وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ۝ (الصفت: ۷۸-۷۷)	اور ہم نے ان کی اولاد ہی کو باقی رکھا ۝ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا ۝
وَبٰرَکۡنَا عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِہِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ مُبِیۡنٌ ۝ (الصفت: ۱۱۳)	اور ہم نے ابراہیم اور اسحٰق پر بہت برکتیں فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے بعض نیکوکار ہیں اور بعض اپنی جانوں پر کھلا ظلم کرنے والے ہیں ۝

عمریٰ کا معنی

قرآن مجید کی اس آیت میں استعمر کا لفظ ہے' اور ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ استعمر' اعمر کے معنی میں ہے۔

Marfat.com

اعمر کا معنی ہے عمر گزارنا اور اسی سے عمریٰ کا لفظ بنا ہے۔ علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ جو چیز تم کو تاحیات دی جائے وہ عمریٰ ہے۔ ثعلب نے کہا: عمریٰ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو مکان دے اور یہ کہے کہ یہ مکان تمہارے لیے تاحیات ہے اور جب وہ مرگیا تو وہ مکان، دینے والے کی طرف لوٹ جائے گا۔ عمریٰ اصل میں عمر سے ماخوذ ہے اور رقبیٰ مراقبہ (انتظار کرنا) سے بنا ہے، رقبیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں پہلے مرگیا تو تم اس کے مالک ہو اور اگر تم پہلے مرگئے تو میں اس کا مالک ہوں گا اور ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

(تاج العروس ج ۳ ص ۴۲۱، مطبوعہ مطبعہ خیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ)

عمریٰ کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی سو یہ چیز اسی کے لیے ہے جس کو دی گئی ہے۔ وہ چیز دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی، کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۲۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۵۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵۰، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۷۴۵، صحیح مسلم کتاب الھبۃ رقم الحدیث: ۲۰، (۱۶۲۵) رقم مسلسل: ۴۱۱۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی اور اس سے کہا کہ "میں نے تم کو اور تمہارے وارثوں کو اس وقت تک کے لیے یہ چیز دی ہے جب تک تم میں سے کوئی باقی رہے۔" سو یہ چیز اس کی ہو جائے گی جس کو دی گئی ہے اور اس چیز کے مالک کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الھبۃ رقم الحدیث: ۲۲ رقم بلا تکرار ۱۶۲۵، رقم مسلسل: ۴۱۱۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی وہ قطعی طور پر اس کی ہے، دینے والے کے لیے اس میں کوئی شرط لگانا جائز ہے نہ استثناء کرنا۔ ابوسلمہ نے کہا: کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے اور وراثت نے اس کا حق منقطع کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الھبۃ رقم الحدیث: ۲۴، رقم بلا تکرار: ۱۶۲۵، رقم مسلسل: ۴۱۱۴)

عمریٰ میں مذاہبِ ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں نے تمام عمر کے لیے یہ مکان تم کو دیا، جب تم فوت ہو جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہوگا، یہ عمریٰ بالاتفاق صحیح ہے اور وہ شخص اس مکان کا مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارث مالک ہوں گے اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸، مطبوعہ مطبع نور محمد کراچی، ۱۳۷۵ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے:

امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ عمریٰ کرنے والا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لیے دیا، پھر یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہے یا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لیے دیا اور قید نہ لگائے۔ ان صورتوں میں مکان لینے والے یا اس کے ورثاء کی موت کے بعد، مکان دینے والے یا اس کے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گا، کیونکہ مسلمانوں کی لگائی

Marfat.com

ہوئی شرائط کا اعتبار ہوتا ہے اور اس لفظ کا مدلول لغوی بھی یہی ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم لقاضی عیاض ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ دارالوفاء بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ جب عمریٰ کرنے والا اس کو مطلق رکھے تو جس کو وہ چیز دی گئی ہے وہ چیز اس کی اور اس کے ورثا کی ملکیت ہے اور جب اس نے یہ شرط لگائی کہ جب تم مرگئے تو یہ چیز میری ہو جائے گی تو اس کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ عقد اور شرط دونوں صحیح ہیں اور جب معمرلہ مرجائے گا تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی اور دوسری روایت یہ ہے کہ عقد صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور وہ چیز معمرلہ کے بعد اس کے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گی۔ (المغنی ج ۵ ص ۴۰۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: جب کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا: میں نے تم کو عمر بھر کے لیے یہ مکان دیا اور وہ مکان اس کے سپرد کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہے، اور جس کے لیے ہبہ کیا گیا ہے وہ اس کا فوراً مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء اس کے مالک ہوں گے، اس لیے اس کی موت کے بعد اس کی واپسی کی شرط باطل ہے اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۹۵۔۹۴، ملخصاً، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس کے بعد فرمایا: اللہ سے استغفار کرو، یعنی اپنی بت پرستی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، پھر فرمایا: پھر اس کی طرف توبہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا رب دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرماتا ہے، اس آیت کے ان الفاظ کی تفسیر اور دعا کے مقبول ہونے اور دعا کے آداب اور شرائط کے متعلق مکمل بحث البقرہ: ۱۸۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے آپ ہماری امیدوں کا مرکز تھے! کیا آپ ہمیں ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، بے شک آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اس نے ہمیں زبردست شک میں ڈال دیا ہے ○ (ھود: ۶۲)

حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کی امیدوں کی وجوہات

صالح علیہ السلام کی قوم نے حضرت صالح سے جو اپنی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں اس کی دو وجوہات تھیں: (۱) حضرت صالح علیہ السلام بہت ذکی اور فہیم تھے اور فراخ دل اور بہت حوصلہ والے شخص تھے، اس لیے ان کی قوم کو یہ امیدیں تھیں کہ وہ ان کے دین کی مدد کریں گے، ان کے مذہب کو قوت اور استحکام پہنچائیں گے اور ان کے طریقوں اور مذہبی رسومات کی تائید کریں گے، کیونکہ جب کسی قوم میں کوئی باصلاحیت نوجوان پیدا ہو تو اس سے اسی قسم کی امیدیں قائم کی جاتی ہیں۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام غریبوں کی مالی امداد کرتے تھے، مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے تھے اور بیماروں کی عیادت اور خدمت کرتے تھے، اس وجہ سے ان کی قوم یہ سمجھتی تھی کہ وہ ان کے مددگاروں اور ان کے دوستوں سے ہیں۔ اور جب صالح علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا تو ان کو سخت تعجب ہوا کہ ان کو اچانک یہ کیا ہو گیا اس لیے انہوں نے کہا: آپ تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے، کیا آپ ہم کو ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے!

شک اور مریب کا فرق

اس آیت میں شک اور مریب کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ شک یہ ہے کہ انسان نفی اور اثبات کے درمیان متردد ہو اور مریب وہ شخص ہے جو کسی کے ساتھ بدگمانی کر رہا ہو، جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم شک میں ہیں تو اس کا معنی یہ تھا کہ ہم کو آپ

Marfat.com

کے قول کے صحیح ہونے کے متعلق تردد ہے اور جب اس کے ساتھ مریب کالفظ کہا تو اس کا معنی یہ تھا کہ ان کے اعتقاد میں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا فاسد اور غلط ہونا راجح ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (صالح نے کہا) اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں، اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو، تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں، تو تم میرے لیے سوا نقصان کے کس چیز میں زیادتی کر رہے ہو○ (ھود: ۶۳)

اپنی نبوت پر یقین کے باوجود حضرت صالح نے بصورت شک کیوں بات کی؟

حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک کہا: "اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں" حالانکہ حضرت صالح علیہ السلام کو اس پر مکمل یقین تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اور شک کی صورت کو اس لیے اختیار کیا، تاکہ ان کے مخالفین کے لیے ان کا کلام قبول ہونے کے زیادہ قریب ہو گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ فرض کرو میرے پاس میرے رب کی روشن اور پختہ دلیل ہو اور مجھے کامل یقین ہو کہ میں اللہ عزوجل کا نبی ہوں، اور یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کے احکام کی نافرمانی کر کے تمہارے طریقہ پر چلوں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا، تو اس صورت میں سوائے مجھے نقصان پہنچانے کے تم میرے حق میں کیا اضافہ کرو گے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت صالح نے کہا) اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے، سو اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تم کو عنقریب عذاب پہنچے گا○ (ھود: ۶۴)

انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کی ترتیب

جو نبی بُت پرستوں کے سامنے دعویٰ نبوت کرتا ہے، وہ سب سے پہلے ان کو بُت پرستی ترک کرنے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے، پھر اس کے بعد ان کے سامنے اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، اور جب وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر قوم اس سے اس کی نبوت پر دلیل اور معجزہ کو طلب کرتی ہے، سو حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ روایت ہے کہ ان کی قوم عید کے موقع پر گئی ہوئی تھی، اس وقت انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ وہ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں، انہوں نے پہاڑ کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا اس چٹان سے انہیں اونٹنی نکال کر دکھائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو ان کی فرمائش کے مطابق اس چٹان سے اونٹنی نکل آئی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہ

اس اونٹنی کا حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر معجزہ ہونا حسبِ ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اس اونٹنی کو پیدا کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے اندر اس اونٹنی کو پیدا کیا، پھر اس پہاڑ کو شق کر کے اس اونٹنی کو نکالا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نر کے اس اونٹنی کو حاملہ بنایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے بغیر ولادت کے مکمل جسامت اور شکل و صورت کے ساتھ اس اونٹنی کو پیدا کیا۔

(۵) روایت ہے کہ ایک دن وہ کنویں سے پانی پیتی تھی اور ایک دن پوری قوم پانی پیتی تھی۔

(۶) اس سے بہت زیادہ مقدار میں دودھ حاصل ہوتا تھا جو پوری قوم کے لیے کافی ہوتا تھا۔

یہ تمام وجوہات اس کے معجزہ ہونے پر بہت قوی دلیل ہیں، لیکن قرآنِ کریم میں صرف یہ مذکور ہے کہ وہ اونٹنی آیت

Marfat.com

اور معجزہ تھی، باقی رہا یہ کہ وہ کس اعتبار سے معجزہ تھی، اس کا قرآنِ مجید میں ذکر نہیں ہے۔

اونٹنی سے قوم کی دشمنی کا سبب

پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: "سو اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے۔" اس قول سے حضرت صالح علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ قوم سے مشقت کو دُور کریں، وہ اونٹنی ان کے لیے معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو نفع پہنچاتی تھی اور ان کو نقصان نہیں دیتی تھی، کیونکہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ اٹھاتے تھے جیسا کہ روایات میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ وہ کفر پر اصرار کر رہے ہیں تو ان کو اس اونٹنی کے لیے خطرہ محسوس ہوا، کیونکہ لوگ اپنے مخالف کی حجت اور دلیل کے غلبہ سے بغض رکھتے ہیں بلکہ وہ اپنے مخالف کی حجت کو کمزور اور باطل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اس وجہ سے حضرت صالح علیہ السلام کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ اس اونٹنی کو قتل کر دیں گے، اس لیے انہوں نے پیش بندی کے طور پر فرمایا: اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ عنقریب تم کو عذاب پہنچے گا اور اس میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید تھی جو اس اونٹنی کو قتل کرنے کا ارادہ کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اس شدید وعید کے باوجود اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اس کو قتل کر دیا، چنانچہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، تب (صالح نے) کہا کہ تم صرف تین دن مزے اٹھالو (پھر تم پر عذاب آجائے گا) یہ اللہ کی وعید ہے جو (ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی○ (ھود: ٦٥)

اونٹنی کو قتل کرنے کی وجوہ

انہوں نے اونٹنی کو جو قتل کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت پر دلیل تھی، تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت اور ان کی دشمنی میں اس اونٹنی کو قتل کر دیا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات سے تنگ آگئے تھے کہ ایک دن وہ لوگ کنویں سے پانی پئیں اور ایک دن وہ اونٹنی کنویں سے پانی پیے اور وہ اونٹنی اس قدر غیر معمولی جسیم تھی کہ وہ اپنی باری کے دن جب پانی پیتی تو سارا کنواں خالی کر دیتی تب انہوں نے اس سے جان چھڑانے کے لیے اس کو قتل کر دیا اور یا انہوں نے اس کو اس لیے قتل کیا کہ وہ اس کا گوشت اور اس کی چربی کھانا چاہتے تھے، بہر حال انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

اونٹنی کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ امام محمد بن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں: جب اونٹنی پانی پی کر لوٹ رہی تھی تو وہ اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے، اس کے راستہ میں ایک چٹان تھی اس کے نیچے قدار نامی ایک شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس چٹان کے دوسرے نچلے حصہ میں مصدع نام کا ایک اور شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی کے گوشت پر تاک کر تیر مارا اور قدار تلوار کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) پر تلوار ماری۔ وہ چیخ مار کر گر پڑی، انہوں نے اس کی ٹانگوں کو باندھ دیا پھر اس کے لُبّہ (گردن کے نچلے حصہ) پر نیزہ مارا اور اس کو نحر (ذبح) کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٠٩٨٨)

ابوالہذیل نے بیان کیا ہے کہ جب اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئیں تو اس کا بچہ چیختا ہوا پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا، پھر دوبارہ اس کو نہیں دیکھا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٠٩٨٩)

Marfat.com

قوم ثمود پر عذاب نازل ہونے کی تفصیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (صالح نے کہا) تم صرف تین دن مزے اٹھالو (پھر تم پر عذاب آجائے گا) یہ اللہ کی وعید ہے جو (ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں جب ہم مقام حجر پر پہنچے تو آپ نے ہم سے فرمایا: میں لوگوں کو معجزات طلب کرنے سے منع کرتا ہوں، یہ صالح علیہ السلام کی قوم ہے جس نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اونٹنی کو بھیج دیا، وہ اس راستہ سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن اس کا سارا پانی پی جاتی تھی، اور جس دن وہ پانی پیتی تھی اس دن وہ قوم اس اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیتی تھی اور پھر لوٹ جاتی تھی۔ اس قوم نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وعید سنائی کہ وہ صرف تین دن اپنے گھروں میں مزے اُڑالیں (پھر اللہ کا عذاب آجائے گا) یہ اللہ کی وعید ہے جو (ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی (پھر تین دن کے بعد) ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئی جس نے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، سوا اس شخص کے جو اللہ کے حرم میں تھا، وہ اللہ کے حرم میں ہونے کی وجہ سے بچ گیا۔ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ابو رغال ہے۔ پوچھا: وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ابو ثقیف ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اس عذاب کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے سُرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے، پھر ان کے چہروں پر نشان پڑ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہولناک چیخ بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔

امام محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے اور فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی، اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی کیا علامت ہے؟ اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے: وہ اتوار کو اول کہتے تھے، پیر کو اہون (آسان) کہتے تھے، منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے، بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے، جمعرات کو مونس کہتے تھے اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے، ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔ انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: جب مونس (جمعرات) کے دن اُٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے اور جب تم عروبہ (جمعہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سُرخ ہوں گے اور جب تم شبار (ہفتہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے، پھر پہلے دن (اتوار) تم پر عذاب آجائے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۲۰۵۱-۲۰۵۰، رقم الحدیث: ۱۰۹۹۳، ۱۰۹۹۲، ۱۰۹۹۰، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب تین دن تک مسلسل حضرت صالح علیہ السلام کی بتائی ہوئی عذاب کی نشانیاں پوری ہوگئیں تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت پر ایمان لے آتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ضدی لوگ تھے، وہ اس وقت تک حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت میں متردد رہے جب تک ان کے سر پر عذاب نہیں آ پہنچا اور عذاب آنے کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس دن کی رُسوائی سے نجات دے دی، بے شک آپ کا رب ہی زبردست قوت والا اور بہت غلبہ والا ہے ○ (ھود: ۶۶)

Marfat.com

الخزی کا معنی

"خزی" کا معنی ہے رُسوائی، اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو خزی اس لیے فرمایا ہے کہ اس کی رُسوائی بعد میں بھی باقی رہنے والی تھی اور ان معذبین کو بعد میں عبرت کا نشان بنا دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے نجات دی اور ان کی قوم میں سے کافروں پر عذاب نازل ہوا اور ان کے لیے وہ عار کا سبب ہو گیا اور ان کی طرف اس عذاب کی ذلت منسوب ہو گئی کیونکہ الخزی اس عیب کو کہتے ہیں جس سے کسی شخص کی رُسوائی ظاہر ہوتی ہے اور اس قسم کے عیب کے لگنے سے حیا کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ظلم کرنے والوں کو ہولناک چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئے○ (ھود: ۶۷)

امام ابن ابی حاتم نے امام محمد بن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ اتوار کی صبح کو دن چڑھنے کے بعد ایک ہولناک چیخ آئی جس سے ہر چھوٹا اور بڑا ہلاک ہو گیا، ماسوا الذریعہ نامی ایک لڑکی کے، وہ حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت رکھتی تھی۔ اس نے تمام لوگوں کو عذاب میں گرفتار دیکھا، پھر وہ ایک کنویں پر گئی اور اس سے پانی پیتے ہی مر گئی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۹۹۹)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ جبرئیل کی چیخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان سے ایک چنگھاڑ آئی تھی جس میں ہر بجلی کی کڑک تھی، جس کی ہیبت اور ہولناکی سے ان کے دل پھٹ گئے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ جب ان کو عذاب آنے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اگر وہ عذاب آ گیا تو تم کیا کرو گے۔ پھر عذاب سے مقابلہ کے لیے انہوں نے اپنی تلواریں اور اپنے نیزے سنبھال لیے اور اپنے جتھوں کو تیار کر لیا، ان کے بارہ ہزار قبیلے تھے اور ہر قبیلہ میں بارہ ہزار جنگجو تھے، وہ تمام راستوں پر بیٹھ گئے اور وہ اپنے گمان میں عذاب سے لڑنے کے لیے تیار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ موکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں، پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے اور پیاس کی شدت سے ان کی زبانیں لٹک کر سینے تک پہنچ گئیں اور جن کے ساتھ جانور تھے وہ مر گئے اور چشموں کا پانی جوش سے اُبلنے لگا، پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دیا کہ غروبِ آفتاب تک ان کی رُوحیں قبض کر لی جائیں، پھر ایک کڑک دار چنگھاڑ سنائی دی جس سے وہ سب منہ کے بل گر کر ہلاک ہو گئے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۵۶-۵۵، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ اس چیخ کے متعلق دو قول ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد بجلی کی کڑک ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بہت زبردست اور ہولناک چیخ تھی جس کو سن کر وہ سب اپنے گھروں میں منہ کے بل اوندھے گر گئے اور اسی حال میں مر گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ چیخ ماریں اور ان کی چیخ سے سب اسی وقت مر گئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ چیخ موت کا سبب کیسے بن گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیخ سے ہوا میں تموج پیدا ہو گیا اور جب وہ زبردست تموج ان کے کانوں تک پہنچا تو ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور اس کا اثر ان کے دماغ تک پہنچا اور وہ علی الفور مر گئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بادلوں کے پھٹنے سے وہ چیخ پیدا ہوئی ہو اور اس سے بجلی گری ہو اور اس بجلی سے وہ سب جل کر مر گئے ہوں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۷۱-۳۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ چیخ سے ہلاک ہو گئے اور الاعراف: ۷۸ میں فرمایا ہے: وہ زلزلہ سے ہلاک ہو گئے' ان دونوں آیتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس چیخ سے زلزلہ آیا اور اس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گویا کہ وہ ان میں کبھی رہے ہی نہ تھے' سنو بے شک قوم ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا' سنو! قوم ثمود کے لیے پھٹکار ہے۔ (ھود: ۶۸)

اس کی تفسیر کے لیے ھود: ۶۰ کو ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کے مفصل احوال ہم نے الاعراف: ۷۹-۷۳ میں بیان کر دیئے ہیں' ان کی تفصیل پر مطلع ہونے کے لیے اس سورت کا مطالعہ فرمائیں۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے' انہوں نے کہا سلام (ابراہیم نے جواباً) کہا سلام،

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ

پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ○ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک

اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى

نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے' فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں' بے شک ہمیں قوم

قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ

لوط کی طرف بھیجا گیا ہے ○ ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوش خبری سنائی اور

مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا

اسحاق کے بعد یعقوب کی ○ (سارہ نے) کہا ارے دیکھو! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ

بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ

شوہر بھی بوڑھے ہیں' بے شک یہ عجیب بات ہے ○ فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت پر

اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

تعجب کر رہی ہو' اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں' بے شک اللہ حمد و ثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے ○

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ

پھر جب ابراہیم کا خوف دور ہو گیا اور ان کے پاس بشارت پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق

Marfat.com

قَوۡمِ لُوۡطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیۡبٌ ﴿۷۵﴾ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ اَعۡرِضۡ

بحث کرنے لگے ○ بے شک ابراہیم بردبار اللہ سے آہ وزاری کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے ○ اے ابراہیم

عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمۡ اٰتِیۡهِمۡ عَذَابٌ غَیۡرُ

اس بات کو چھوڑو، بے شک آپ کے رب کا حکم آچکا ہے، بے شک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو

مَرۡدُوۡدٍ ﴿۷۶﴾

ٹلنے والا نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انہوں نے کہا سلام (ابراہیم نے جواباً) کہا سلام، پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ○ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے، فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں، بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے ○ (ھود: ۷۰-۶۹)

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصص بیان کیے گئے ہیں یہ ان میں سے چوتھا قصہ ہے۔ ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے، حضرت لوط علیہ السلام کی سوانح اور ان کی قوم کے مفصل حالات ہم نے الاعراف: ۸۴-۸۰ میں بیان کردیئے ہیں اس جگہ ہم آیات کے ضمن میں ضروری تفصیل بیان کریں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عم زاد تھے، حضرت لوط علیہ السلام کی سکونت شام کی نواحی بستیوں میں تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے شہروں میں رہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور ان کے مہمان ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو بھی مہمان ہوتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی بہت اچھے طریقہ سے ضیافت کرتے تھے، جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے ان کی تعداد میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی بشارت میں مختلف اقوال

امام جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر نے کہا: یہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل تھے۔

(۲) مقاتل نے کہا: یہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل تھے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بارہ فرشتے تھے۔

(۴) محمد بن کعب نے کہا ہے کہ یہ آٹھ فرشتے تھے۔

(۵) ضحاک نے کہا: یہ نو فرشتے تھے۔

Marfat.com

(۶) ماوردی نے کہا: یہ چار فرشتے تھے۔

یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو بشارت لے کر آئے تھے اس بشارت کے متعلق امام ابن الجوزی نے حسبِ ذیل اقوال لکھے ہیں:

(۱) حسن نے کہا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے آئے تھے۔

(۲) قتادہ نے کہا: وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی خوشخبری دینے آئے تھے۔

(۳) عکرمہ نے کہا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کی خوشخبری دینے آئے تھے۔

(۴) الماوردی نے کہا: وہ یہ بشارت دینے آئے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی پشت سے خروج ہوگا۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

فرشتوں کے سلام کے الفاظ

فرشتوں نے آ کر کہا: سلاما۔ اس کی اصل عبارت اس طرح ہے: سلمنا علیک سلاما "ہم آپ کو سلام کرتے ہیں سلام کرنا۔" حضرت ابراہیم نے فرمایا: سلام۔ اس کی اصل عبارت یوں ہے: امری سلام "میرا امر بھی سلام ہے۔"

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر جو سلام کیا اس میں قرآن مجید کی اس آیت کی رعایت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ (النور: ۲۷)	اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا سلام اس طرح ذکر فرمایا ہے:

وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ○ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ۔ (الرعد: ۲۴-۲۳)	اور فرشتے جنتیوں کے اوپر ہر دروازے سے یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے: "سلام علیکم۔"

سلام کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور قلیل، کثیر کو سلام کریں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۳۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان پر اپنے بھائی کے لیے پانچ چیزیں واجب ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینک لینے والے کو الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، دعوت کو قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ جانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو: وعلیکم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۳)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو تم سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اس کو راستے میں ملے تو اس کو تنگ راستے پر چلنے کے لیے مجبور کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان کو سلام کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۹۶)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی جماعت گزرے تو ان کے لیے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرلے اور جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں ان کے لیے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۱۰، الاستذکار رقم الحدیث: ۴۰۵۱۳، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۴۹، تمہید ج ۹ ص ۴۹، تمہید ج ۲ ص ۶۱۸، فتح المالک رقم الحدیث: ۶۷۷۶، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۶۴۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی جماعت پر سلام کرنے میں پہل کی اس کو اس جماعت پر دس نیکیوں کی فضیلت ہوگی، اور ایک اور حدیث میں ہے: جن دو شخصوں نے ترک تعلق کیا ہوا ہو ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (الاستذکار رقم الحدیث: ۴۰۵۲۷)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس سے گزرے، وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۹۷، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۳۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۳۵، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۲، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۴۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۰۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰۱، الاستذکار رقم الحدیث: ۴۰۵۴۰)

جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں یا مکروہ ہے

حافظ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو سلام کرنے میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: جب عورتیں محرم نہ ہوں تو مرد ان کو سلام نہ کریں، یہ احناف کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب عورتوں سے اذان اور اقامت اور نماز میں بلند آواز سے پڑھنا ساقط ہوگیا تو ان سے سلام کا جواب دینا بھی ساقط ہوگیا، لہٰذا ان کو سلام نہ کیا جائے۔ دوسرے فقہاء نے یہ کہا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام کیا جائے اور جوان عورتوں کو فتنہ کے خوف سے سلام نہ کیا جائے، امام مالک کا یہی قول ہے۔ (فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا) (الاستذکار ج ۷، ص ۱۳۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کو ذمی سے کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کرلیں ورنہ ان کو سلام کرنا مکروہ ہے، جس طرح مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے، اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کریں تو ان کو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جواب میں صرف اتنا کہے وعلیکم۔ کسی ذمی کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے، مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے، اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت جو سلام کرے، اس کے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے، جب انسان کسی کے گھر جائے تو پہلے اجازت طلب کرے، پھر سلام کرے پھر کلام کرے، سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

Marfat.com

وبرکاتہ پر اضافہ نہ کرے، سلام کا فوراً جواب دے، فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ فاسق معلن ہو ورنہ نہیں، اسی طرح جو شخص سلام کا جواب دینے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً کھانا کھا رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو شخص سلام کا جواب دینے سے شرعاً عاجز ہو مثلاً نماز پڑھ رہا ہو یا قرآنِ مجید پڑھ رہا ہو، ان کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر کسی نے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۷-۲۶۴ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے: جو نماز پڑھ رہا ہو، قرآن مجید پڑھ رہا ہو، حدیث بیان کر رہا ہو، خطبہ دے رہا ہو، خطبہ سن رہا ہو، فقہ کا تکرار کر رہا ہو، مقدمہ کا فیصلہ کر رہا ہو، کسی فقہی مسئلہ میں بحث کر رہا ہو، اذان دے رہا ہو، اقامت (تکبیر) کہہ رہا ہو، دینی کتب کا درس دے رہا ہو، جوان اجنبی عورتوں کو سلام کرنا زیادہ مکروہ ہے (بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے بلکہ اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو ان سے مصافحہ کرنا بھی جائز ہے، شامی) جو شطرنج کھیل رہا ہو، یا جو فسق میں ان کے مشابہ ہو (ہر وہ شخص جو کسی گناہ میں مشغول ہو، مثلاً جوا کھیل رہا ہو، شراب پی رہا ہو، لوگوں کی غیبت کر رہا ہو، کبوتر اڑا رہا ہو، یا گانا گا رہا ہو، مذاق کرنے والے بوڑھے کو سلام نہ کرے، نہ جھوٹ بولنے والے کو نہ لغو باتیں کرنے والے کو نہ گالیاں دینے والے کو نہ اس کو جو اجنبی عورتوں کو دیکھتا ہو، شامی) جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کر رہا ہو، کافر کو اور جو شخص برہنہ ہو اور جو پیشاب، پاخانہ میں مشغول ہو اور جو کھانا کھا رہا ہو یعنی اس کے منہ میں لقمہ ہو، جو شخص استاذ سے سبق پڑھ رہا ہو، جو شخص تسبیح پڑھ رہا ہو، ذکر کر رہا ہو یا تلبیہ پڑھ رہا ہو یا اُونگھ رہا ہو یا نیند میں ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو، ان تمام لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۵-۴۱۴ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام اور مسائل

حفظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ان کی مجلس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور ان کو سلام کیا اور کہا: سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نے جواب میں کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعفوہ ومغفرتہ، حضرت ابن عباس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: عطا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سلام، و برکاتہ کے لفظ پر ختم ہو جاتا ہے پھر یہ آیت پڑھی: رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید۔ (ھود: ۷۳) (اس سے معلوم ہوا کہ اذکار کے جو الفاظ منقول ہوں ان پر اضافہ کرنا درست نہیں ہے..... سعیدی غفرلہ) (الاستذکار ج ۲۷ ص ۱۳۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

سلام میں پہل کرنا سُنّت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، اگر سلام کرنے والی ایک جماعت ہو تو ان کے حق میں سلام کرنا سُنّت کفایہ ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرے تو سب کی طرف سے سُنّت ادا ہو جائے گی، جس شخص پر سلام کیا گیا ہے اگر وہ ایک ہے تو اس پر جواب دینا متعین ہے، اور اگر ایک جماعت پر سلام کیا گیا ہو تو ان کا جواب دینا فرض کفایہ ہے، اگر ان میں سے کسی ایک شخص نے جواب دے دیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی، اور افضل یہ ہے کہ پوری جماعت سلام کرے اور پوری جماعت جواب دے۔ امام ابن عبد البر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سلام میں پہل کرنا سُنّت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

Marfat.com

سلام کے کم از کم الفاظ یہ ہیں: السلام علیکم، جس کو سلام کیا ہے اگر وہ ایک ہے تو السلام علیک کہے، لیکن افضل یہ ہے کہ فرشتوں کو شامل کر کے السلام علیکم کہے اور کامل طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے اضافہ پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ فرشتوں نے سلام کے بعد کہا تھا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت۔ (ہود: ۷۳) اور تشہد میں پڑھا جاتا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ابتداء میں علیکم السلام کہنا مکروہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیک السلام نہ کہو کیونکہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۸۴) اور جواب دینے کا افضل اور اکمل طریقہ یہ ہے کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور اگر وعلیکم السلام پر اقتصار کر لیا تو یہ بھی جائز ہے، سلام کرنے والا اگر سلام علیکم یا السلام علیکم کہے اور جواب دینے والا بھی اس کی مثل سلام علیکم یا السلام علیکم کہے تو یہ بھی جائز ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے: قالوا سلما قال سلام۔ (الذاریات: ۲۵) لیکن الف، لام کے ساتھ کہنا افضل ہے۔ (امام رازی نے لکھا ہے بغیر الف لام کے سلام علیکم کہنا افضل ہے، کیونکہ سلام کی تنوین کمال، مبالغہ اور تمام پر دلالت کرتی ہے اور لفظ السلام صرف ماہیت پر دلالت کرتا ہے۔ اخفش نے کہا: عرب تنوین اور الف لام کے بغیر سلام علیکم کہتے ہیں، اس کا سبب کثرت استعمال ہے جو تخفیف کا مقتضی ہے۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۷۳-۲۷۳، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سلام کا جواب فوراً دینا چاہیے، اگر کوئی شخص کسی کا سلام پہنچائے پھر بھی فوراً جواب دینا چاہیے۔ اگر خط میں سلام پہنچے تو اس کا بھی فوراً جواب لکھ دے۔ حدیث میں ہے کہ سوار پیدل کو سلام کرے اور کھڑا ہوا بیٹھے کو سلام کرے، کم زیادہ کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے، یہ افضل اور مستحب ہے اگر اس کے برعکس کیا پھر بھی جائز ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور السلام علیک کا معنی یہ ہے کہ تم پر اللہ کا نام ہو یعنی تم اس کی حفاظت میں رہو، اور ایک قول یہ ہے کہ سلام، سلامتی کے معنی میں ہے، یعنی یہ دعا ہے کہ تم پر سلامتی ہو۔

(شرح مسلم ج ۹ ص ۵۸۳۱-۵۸۲۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ کلام کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہو اور اس کی انتہا بھی اللہ کے نام پر ہو یا متکلم مخاطب کے لیے سلامتی کی دُعا کرے اور جواباً مخاطب بھی اس کے لیے سلامتی کی دُعا کرے، سلامتی کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دُنیا کی ہر بلا اور ہر عیب سے اور آخرت کے ہر عذاب سے سلامت رکھے۔

اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت

اس کے بعد فرمایا: پھر تھوڑی دیر بعد وہ (ابراہیم) گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گائے کا بچھڑا اس لیے لائے تھے کہ ان کے اموال میں زیادہ تر گائیں تھیں۔

اس آیت سے یہ مستفاد ہوا کہ میزبانی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کو جلدی کھانا پیش کیا جائے اور جو چیز فوراً دستیاب ہو اس کو پیش کر دیا جائے، اس کے بعد دیگر لوازمات تلاش کیے جائیں اگر اس کی دسترس میں ہوں، اور زیادہ تکلفات کر کے اپنے آپ کو ضرر اور مشقت میں نہ ڈالے اور یہ کہ مہمان نوازی کرنا مکارم اخلاق، آدابِ اسلام اور انبیاء اور صلحاء کی سنتوں اور ان کے طریقوں میں سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی۔ جمہور علماء

Marfat.com

کے نزدیک مہمان نوازی کرنا واجب نہیں اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

مہمان نوازی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

حضرت ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کی تکریم کرے اور اس کو جائزہ دے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جائزہ کیا ہے؟ فرمایا: ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر مدارات کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے (کھانا کھلائے) اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہیں اور جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۱۹، صحیح مسلم، کتاب اللقطہ: ۱۴، رقم بلا تکرار: ۱۷۲۶، رقم مسلسل: ۴۴۳۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۴۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۸، ۱۹۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۲۰۵۶، الموطاء رقم الحدیث: ۱۷۲۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۲۸۷، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۵)

حضرت ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ (خاطر مدارات) ایک دن ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کرے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ فرمایا: وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵، ۱۷۲۶، ۴۴۳۵)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

جائزہ کا معنی ہے مہمان کو تحفہ وغیرہ پیش کرنا، ایک قول یہ ہے کہ تین دن مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد اس کو روانہ کرے اور اس کے سفر کے لیے ایک دن ایک رات کا زادِ راہ پیش کرے، یہ جائزہ ہے۔

تین دن سے زیادہ مہمان کا ٹھہرنا اس لیے حرام ہے کہ میزبان اس کی ضیافت کے لیے کسی ناجائز ذریعہ کو تلاش نہ کرے، یا تنگ آکر مہمان سے کوئی ناجائز بات نہ کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ مہمان کے لیے تین دن سے زیادہ قیام کرنا اس وقت حرام ہے جب اُس کو یہ علم ہو کہ میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ اس کو کھلانے کے جائز وسائل نہیں ہیں اور اس کی وجہ سے میزبان کسی حرام کام میں مبتلا ہو جائے گا۔

تین دن سے زیادہ کی مہمان نوازی ضرورت مند پر صدقہ ہے، اور جو غنی ہو اس کے لیے میزبان کی رضا اور خوشی کے بغیر مزید قیام کرنا حرام ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۹ھ)

مہمان نوازی کے متعلق مذاہبِ فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے اور اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، تمام مسلمانوں کا مہمان نوازی کرنے پر اجماع ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور جمہور علماء کے نزدیک مہمان نوازی سُنّت ہے، واجب نہیں ہے اور لیث اور امام احمد کے نزدیک ایک دن اور ایک رات کی مہمان نوازی کرنا واجب ہے۔ (ان کے دلائل اور ان کے جوابات عنقریب ذکر کیے جائیں گے)

Marfat.com

ایک دن اور ایک رات مہمان کی خوب خاطر مدارات کرنی چاہیے اور حسبِ توفیق اس کو ہدیئے وغیرہ دیئے جائیں اور دوسرے اور تیسرے دن اس کو معمول کے مطابق کھانا کھلائے۔ مہمان تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرے یا اس کی وجہ سے مہمان کے معمولات میں خلل ہو یا مہمان کی مصروفیات کی وجہ سے میزبان کو ضرر پہنچے یا وہ اس کے متعلق بدگمانی کرے اور گناہ میں مبتلا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (الحجرات: ١٢) زیادہ گمان کرنے سے بچو' بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے جب مہمان' میزبان کے مطالبہ کے بغیر تین دن سے زیادہ قیام کرے لیکن اگر میزبان نے خود مہمان کو زیادہ قیام کے لیے کہا ہو یا اس کو علم ہو یا گمان ہو کہ اس کا زیادہ قیام میزبان پر بار نہیں ہے بلکہ وہ اس پر خوش ہے تو پھر اس کے زیادہ قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح مسلم ج ٨ ص ٥٨٧٤، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ ہمیں (مختلف مہمات پر) روانہ کرتے ہیں' ہمیں (بعض اوقات) ایسے لوگوں کے پاس قیام کرنا پڑتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے' (اس صورت میں) آپ کا کیا حکم ہے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ تمہاری معمول کے مطابق مہمان نوازی کریں (تو فبہا) اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اس قدر وصول کرلو جتنا مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦١٣٧، ٢٤٦١، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٢٧، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٧٥٢، سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٥٨٩، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٧٦)

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک رات تو مسلمان پر مہمان کا حق ہے' جو شخص کسی مسلمان کے گھر رہے تو وہ اس مسلمان پر قرض ہے' اب مہمان چاہے تو میزبان سے قرض وصول کرے اور چاہے چھوڑ دے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٧٥٠، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٧٧)

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو اور صبح تک وہ مہمان محروم رہے تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر حق ہے حتیٰ کہ اس مہمان کی ضیافت اس قوم کے مال اور ان کے کھیت سے وصول کرلی جائے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٧٥١)

مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات

یہ احادیث امام احمد اور لیث کی دلیل ہیں کہ ایک رات کی مہمان نوازی کرنا میزبان پر واجب ہے' قاضی عیاض مالکی متوفی ٥٤٤ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ احادیث ابتداء اسلام پر محمول ہیں جب بالعموم مسلمان تنگ دست تھے' اس وقت لوگوں پر یہ واجب تھا کہ وہ مسافروں اور مہمانوں کی ضیافت کریں اور اگر وہ ضیافت نہ کریں تو مہمان کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بقدر ضیافت ان سے جبراً وصول کرلے' اور جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مالِ غنیمت کے ذریعہ مسلمانوں کو اس سے مستغنی کردیا تو یہ حکم ساقط ہوگیا' خصوصاً اس آیت سے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (البقرہ: ١٨٨) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اضطرار کی حالت پر محمول ہے، یعنی جب مہمان یا مسافر کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور نہ کھانے کی صورت میں اس کو موت کا خطرہ ہو تب وہ اتنی مقدار جبراً بھی لے سکتا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے اہلِ ذمہ پر یہ شرط لگائی گئی تھی کہ جب مجاہدین ان کے علاقے سے گزریں تو ان پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت کریں اور یہ ان علاقوں میں شرط تھی جن کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو علاقے فتح کیے گئے تھے ان میں یہ شرط تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٦ ص ٢٣، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ١٤١٩ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ٦٧٦ھ نے ان احادیث کو استحباب کی تاکید پر محمول کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ہر بالغ پر غسلِ جمعہ واجب ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جو لوگ مہمان کی ضیافت نہ کریں ان کی مذمت کرنا مباح ہے اور تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ احادیث اضطرار کی حالت پر محمول ہیں اور قاضی عیاض کے باقی جوابوں کا رد کیا ہے۔

(شرح مسلم ج ٨ ص ٥٨٤٩ ـ ٥٨٤٧، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب عربوں کے پاس کوئی مہمان جاتا اور وہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تو وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ شخص کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا، اور وہ اپنے دل میں کوئی بُرا منصوبہ لے کر آیا ہے، اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے خوف زدہ ہوئے۔ جندب بن سفیان نے کہا: ان کے ہاتھوں میں تیر تھے اور وہ تیروں سے اس بھنے ہوئے بچھڑے کو کریدنے لگے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات بہت عجیب لگی اس وجہ سے وہ خوف زدہ ہوئے۔

(جامع البیان جز ١٢ رقم الحدیث: ١٤١٣٦، ١٤١٣٥، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

ان مہمانوں نے کھانے کی طرف اس لیے ہاتھ نہیں بڑھائے تھے کہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے کھانے پینے سے منزہ ہیں، وہ مہمانوں کی صورت میں اس لیے آئے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی مہمان نوازی میں بہت کوشش کرتے تھے، اب رہا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے کیوں خوف زدہ ہوئے تو اس کی دو تقریریں ہیں:

(١) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں، وہ ان کو عام انسان سمجھے تھے اور ان کے خوف زدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں سے دُور ایک الگ تھلگ جگہ رہتے تھے اور جب انہوں نے ان کے ساتھ کھانا نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ ان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ قدیم میں یہ معمول تھا کہ جو شخص کسی کا نمک کھالیتا تھا وہ اس کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا اور جب کوئی شخص کسی کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا تو اس سے نقصان کا خطرہ ہوتا تھا۔

(٢) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور وہ اس لیے خوف زدہ ہوئے کہ شاید اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی بات پسند نہیں آئی اور اس پر تنبیہ کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا ہے یا اس لیے خوف زدہ ہوئے کہ ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتے ہونے کا علم تھا یا نہیں

جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ مہمان فرشتے ہیں، ان کے یہ دلائل ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم مہمانوں کے آتے ہی فوراً ان کے لیے کھانا لے کر آ گئے، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو وہ کھانا نہ لاتے۔

(۲) وہ ان کے کھانا نہ کھانے سے خوف زدہ ہو گئے اور کسی نقصان کا خطرہ محسوس کیا، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کو ان کے کھانا نہ کھانے سے کوئی خوف نہ ہوتا۔

جن مفسرین نے یہ کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ وہ مہمان فرشتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم سے کہا: آپ ہم سے خوف زدہ نہ ہوں، ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، یہ بات اسی وقت کہی جا سکتی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہیں اور انہیں کس سبب سے بھیجا گیا ہے تبھی انہوں نے کہا: آپ مت ڈریئے ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور ایک اور سورت میں فرشتوں نے کہا:

إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً۔ (الذاریات: ۳۳-۳۲)
بے شک ہم مجرموں کی طرف بھیجے گئے ہیں ۝ تاکہ ہم ان پر پتھر برسائیں۔

پچھلی امتوں میں بھی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا تھا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

طبری نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا تو انہوں نے کہا: ہم قیمت دیئے بغیر کوئی کھانا نہیں کھاتے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: اس کی قیمت یہ ہے کہ تم کھانے کے شروع میں اللہ کا ذکر کرو اور آخر میں اللہ کا شکر ادا کرو، تب حضرت جبرئیل نے اپنے ساتھی فرشتوں سے کہا: اسی وجہ سے ان کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور کھانے کے آخر میں الحمدللہ پڑھنا پہلی امتوں میں بھی مشروع تھا۔

بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی کو اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلا لیتے تھے۔ ایک دن ان کے ساتھ ایک شخص کھانے کے لیے بیٹھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس شخص نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا: چلو میرے کھانے سے اٹھ جاؤ۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود اس کو ساری عمر رزق دیتا رہا اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بخل کیا! پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس شخص کی تلاش میں نکلے اور اس سے فرمایا: واپس آ جاؤ۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک کہ تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے کس وجہ سے بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم نے اس کو پوری تفصیل بتائی۔ اس نے کہا: یہ تو رب کریم ہے، پھر وہ ایمان لے آیا، حضرت ابراہیم کے گھر گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق کی پیدائش کی خوش خبری سنائی، اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی ۝ (ھود: ۷۱)

Marfat.com

حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ

امام رازی نے لکھا ہے کہ سارہ آزر بن باحوراء کی بیٹی تھیں' اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں' یہ پردے کے پیچھے کھڑی ہوئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرشتوں سے باتیں سن رہی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں اور حضرت ابراہیم فرشتوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: آپ مت ڈریں' ہمیں قوم لوط کے پاس بھیجا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہو گیا اور حضرت ابراہیم کے خوش ہونے سے سارہ بھی خوش ہو گئیں اور ایسے موقع پر آدمی ہنس پڑتا ہے۔

(۲) حضرت سارہ قوم لوط کے عمل سے سخت ناراض اور متنفر تھیں اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ فرشتے ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے جا رہے ہیں تو وہ ہنس پڑیں۔

(۳) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اس کھانے کی قیمت اس کے اوّل میں اللہ کا ذکر اور آخر میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے اور فرشتوں نے کہا کہ ایسے ہی شخص کا یہ حق ہے کہ اس کو اللہ کا خلیل بنایا جائے تو حضرت سارہ یہ سن کر خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۴) حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھانجے (حضرت لوط) کو اپنے پاس بلا لیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کام کرنے والوں کو ضرور عذاب دیتا ہے اور جب فرشتوں نے یہ بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کا مشورہ فرشتوں کی خبر کے موافق تھا' اس لیے وہ ہنس پڑیں۔

(۵) جب فرشتوں نے یہ کہا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اس پر دلیل طلب کی۔ فرشتوں نے دعا کی اور وہ بھنا ہوا بچھڑا زندہ ہو گیا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا' یہ دیکھ کر سارہ ہنس پڑیں۔

(۶) انہیں اس پر تعجب ہوا کہ ایک قوم پر عذاب آنے والا ہے اور وہ غفلت میں مبتلا ہے' اس لیے ان کو ہنسی آ گئی۔

(۷) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے ان کو پہلے مطلقاً بچے کی بشارت دی ہو' اس پر ان کو بطور تعجب کے ہنسی آ گئی کیونکہ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو خوشی سے ہنسی آئی ہو' اور جب وہ ہنس پڑیں تو اللہ تعالیٰ نے خوش خبری دی کہ وہ بیٹا اسحٰق ہے اور اس کے بعد یعقوب پیدا ہو گا۔

(۸) انہیں اس پر تعجب ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدر رُعب اور دبدبہ کے باوجود صرف تین آدمیوں سے کیسے ڈر گئے' اس لیے ان کو ہنسی آ گئی۔

ان میں سے بعض وجوہ کا ذکر امام ابن جریر طبری نے کیا ہے۔ (جامع البیان جز۹ ص۹۶-۹۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سارہ نے) کہا ارے دیکھو! کیا میں بچہ جنوں گی! حالانکہ میں بوڑھی ہوں' اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں' بے شک یہ عجیب بات ہےO (ہود: ۷۲)

یاویلتی کا معنی اور ترجمہ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: وی ایسا کلمہ ہے جس کو حسرت' ندامت اور تعجب کے

Marfat.com

اظہار کے طور پر بولا جاتا ہے اور ویل برائی کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے' اور کبھی حسرت کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے' اور جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۹۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ نے لکھا ہے: وی تعجب کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے' ویح کسی مصیبت زدہ پر اظہارِ ترحم کے لیے بولا جاتا ہے اور ویل کسی بُرائی یا خرابی کے نزول کے لیے بولا جاتا ہے۔

(کتاب العین ج ۳ ص ۱۹۹۰' مطبوعہ ایران' ۱۴۱۴ھ)

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے کہ ویل اظہارِ تعجب کے لیے آتا ہے۔

(الفائق ج ۳ ص ۳۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے: ویل غم' مصیبت' ہلاکت' عذاب اور ندامت کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے اور کبھی اظہارِ تعجب کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

(العنایہ ج ۵ ص ۲۰۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شیخ سعدی متوفی ۶۹۱ھ نے یاویلتی کا ترجمہ کیا ہے: اے عجبا' شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اے وائے' شاہ عبد القادر متوفی ۱۲۳۰ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اے خرابی' شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اے وائے' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ہائے خرابی' سید مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ہائے میری کم بختی' ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اے افسوس' باقی مترجمین نے بھی اسی طرح کے ترجمے کیے ہیں۔

قرآنِ مجید کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی رنج اور مصیبت کے اظہار کا موقع نہیں تھا' بلکہ تعجب کے اظہار کا موقع تھا اور ہم نے کتب لغت کے حوالہ جات سے بھی بیان کیا ہے کہ ویل کا لفظ اظہارِ تعجب کے لیے بھی بولا جاتا ہے' اس لیے ہم نے اردو محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ ارے دیکھو! کیا ہے' اس موقع پر اے ہے بھی بولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو! اے اہلِ بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں' بے شک اللہ حمد و ثناء کا مستحق' بہت بزرگ ہے ○ (ھود: ۷۳)

حضرت سارہ نے جو تعجب کیا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب ہے تو یہ کفر ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہل ہے تب بھی کفر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعجب عرف اور عادت کی بناء پر ہے' انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان تھا لیکن چونکہ یہ ولادت عرف اور عادت کے خلاف تھی اس لیے انہوں نے اس پر اظہارِ تعجب کیا۔

اہلِ بیت کے مصداق کی تحقیق

فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا: اے اہلِ بیت! اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج بھی اہلِ بیت سے ہیں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ بھی اہلِ بیت سے ہیں اور اس آیت میں داخل ہیں:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب: ۳۳)

اے رسول کے اہلِ بیت! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۶۳' روح المعانی جز ۱۲ ص ۱۵۹)

Marfat.com

شیعہ مفسرین میں سے شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے حضرت سارہ کو اہلِ بیت کہا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی زوجہ بھی اس کے اہلِ بیت میں داخل ہے' یہ جبائی کا قول ہے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ حضرت سارہ کو اہلِ بیت سے اس لیے شمار کیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں۔ (التبیان ج ۶ ص ۳۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں کہ مجمع میں بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہلِ بیت سے شمار کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی شخص کی بیویاں اس کے اہلِ بیت سے ہوتی ہیں' کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں اسی وجہ سے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہلِ بیت سے شمار کیا گیا۔

(منہج الصادقین جز ۱۲ ص ۴۳۹' مطبوعہ کتاب فروشے علمیہ اسلامیہ' ایران)

اس کے برخلاف محققین شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے:

بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کی بیوی بھی اس کے اہلِ بیت میں شامل ہوتی ہے' اور یہ عنوان بیٹوں اور ماں باپ کے ساتھ خاص نہیں ہے' اور یقیناً یہ استدلال صحیح ہے' حتیٰ کہ اگر یہ آیت نہ بھی ہوتی تب بھی اہل کا استعمال اس معنی میں صحیح تھا۔ (تفسیر نمونہ ج ۹ ص ۱۷۳' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۷۵ھ)

اور یہی بات صحیح ہے کہ اہلِ بیت کا لفظ کسی شخص کی بیوی کو بھی شامل ہوتا ہے' کتب لغت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اہل اس کی زوجہ ہے اور جو اس کے ساتھ مخصوص ہوں' اور اہلِ بیت سے مراد ہے اس کے گھر میں رہنے والے۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۱۱۵' مطبوعہ مطبع باقری قم ایران' ۱۴۱۴ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اہلِ بیت کا معنی ہے اس کے گھر میں رہنے والے' کسی شخص کا اہل وہ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل' آپ کی ازواج' آپ کی صاحب زادیاں اور آپ کے داماد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی خواتین اور آپ کے مرد ہی آل ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۹' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم' ایران' ۱۴۰۵ھ)

سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اہل اس کی بیوی ہے' اور اس میں اولاد بھی داخل ہے' قرآنِ مجید میں ہے: وسار باھلہ یعنی وہ اپنی بیوی اور اولاد کو لے کر رات کو روانہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل آپ کی ازواج' آپ کی صاحب زادیاں اور آپ کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یا آپ کی ازواج ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے اہل وہ مرد ہیں جو آپ کی آل ہیں' اس میں آپ کے نواسے اور آپ کی ذریات بھی داخل ہیں' اسی معنی میں یہ آیات ہیں: وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)' انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔ (الاحزاب: ۳۳) رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت۔ (ہود: ۷۳)

(تاج العروس ج ۷ ص ۲۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ابراہیم کا خوف دُور ہوگیا اور ان کے پاس بشارت پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق بحث کرنے لگے ○ (ہود: ۷۴)

Marfat.com

فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ پر ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے بحث کرنا اللہ تعالیٰ پر سخت جرأت کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنا بہت بڑا گناہ ہے' کیونکہ اس بحث سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں تھے' اور اگر یہ بحث فرشتوں کے ساتھ تھی تو اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک نہ کریں' تو اگر حضرت ابراہیم کا گمان یہ تھا کہ فرشتے از خود قوم لوط کو ہلاک کر رہے ہیں تو یہ فرشتوں کے متعلق بدگمانی تھی اور اگر ان کا گمان یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قوم لوط کو عذاب دینے کے لیے جا رہے ہیں تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ حضرت ابراہیم یہ چاہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور یہ اور بھی زیادہ قابلِ اعتراض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منشاء یہ نہیں تھا کہ قوم لوط پر عذاب نازل نہ کیا جائے بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ اس عذاب کو موخر کر دیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تاخیر کی وجہ سے ان میں سے بعض ایمان لے آئیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ تو نہیں فرمایا کہ ان پر فوراً عذاب نازل کر دیا جائے اور فرشتوں کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر فوراً عذاب نازل کر دیا جائے۔

فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مباحثہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کے درمیان نزولِ عذاب کے متعلق جو بحث ہوئی اس کے بارہ میں حسبِ ذیل روایات ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے پوچھا: تم کس کام سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر اس بستی میں ایک سو مسلمان ہوئے تو کیا تم اس بستی کو ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا: اگر پچاس مسلمان ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر کم کرتے کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر دس مسلمان ہوں؟ انہوں نے کہا: اگر اس بستی میں دس مسلمان ہوں تب بھی ہم ان کو ہلاک نہیں کریں گے' پھر فرشتوں نے کہا: اے ابراہیم! اس بحث کو چھوڑیں' اس بستی میں مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے اور وہ حضرت لوط اور ان کے گھر والے ہیں' پھر کہا: اے ابراہیم! اس بات کو چھوڑیں' ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے اور یہ آپ کے رب کا حکم ہے۔

امام ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: یہ بتاؤ اگر سو مومن ہوں تو تم ان کو ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا: اگر نوے مومن ہوں تو تم ان کو ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! حضرت ابراہیم نے کہا: اگر اسی ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: اگر ستر ہوں تو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: اگر ساٹھ ہوں تو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: اگر پچاس ہوں تو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: اگر ان میں صرف ایک مسلمان ہو تو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ جب انہوں نے حضرت ابراہیم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ان میں صرف ایک مسلمان ہے' حضرت ابراہیم نے کہا: اس بستی میں لوط ہیں؟ فرشتوں نے کہا: ان سے عذاب دُور کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ○ (العنکبوت: ۳۲)

فرشتوں نے کہا: ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو ان میں ہیں' ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور نجات دیں گے' ماسوا ان کی عورت کے وہ باقی رہ جانے والوں میں سے ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرشتوں سے مباحثہ کے متعلق یہ آیات بھی ہیں:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ○ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ○ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ وَتَرَكْنَا فِیْهَاۤ اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○ (الذاریات: ۳۷-۳۱)

ابراہیم نے کہا: اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا مدعا کیا ہے؟ ○ انہوں نے کہا: ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ○ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں ○ جن پر حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے آپ کے رب کے پاس سے نشان لگے ہوئے ہیں ○ سو ہم نے اس بستی سے تمام ایمان والوں کو نکال لیا ○ تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا ○ اور جو لوگ دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ہم نے ان کے لیے اس بستی میں ایک نشانی باقی رکھی ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم بُردبار' اللہ سے آہ و زاری کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے ○ (ھود: ۷۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی

حلیم کا معنی ہے: انہیں بہت دیر میں غصہ آتا ہے' اوّاہ کا معنی ہے: اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اس کے سامنے آہ و زاری کرنے والے ہیں اور منیب کا معنی ہے اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت زیادہ مدح کی گئی ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ پتا چلا کہ فرشتے قوم لوط کو عذاب دینے کے لیے جا رہے ہیں تو ان کو بہت زیادہ رنج ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرے اس لیے فرمایا: وہ حلیم اور اوّاہ ہیں اور ان کو منیب اس لیے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر عذاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے کتنا ڈرنے والا اور اس کی طرف کتنا زیادہ رجوع کرنے والا ہو گا۔

فرشتوں سے بحث کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کرنے مین یہ نکتہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بحث کرنا' اللہ تعالیٰ کو ناگوار اور ناپسندیدہ نہ تھا اور اس بحث میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ اعتراض ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ابراہیم! اس بات کو چھوڑو' بے شک آپ کے رب کا حکم آ چکا ہے' بے شک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے ○ (ھود: ۷۶)

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اے ابراہیم! اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ قوم لوط پر عذاب مقدر ہو چکا ہے اور یہ تقدیرِ مبرم ہے جو ٹلنے والی نہیں ہے۔

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ

اور جب ہمارے فرشتے (خوبصورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا، اور انہوں نے کہا

هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ

آج کا دن بڑا سخت ہے ○ اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے، اور وہ پہلے ہی

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ

برے کام کرتے تھے، لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت

لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ

پاکیزہ ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں کوئی نیک شخص

رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ

نہیں ہے؟ ○ انہوں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی (قوم کی) بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور آپ خوب

لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ

جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے ○ لوط نے کہا کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں

شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ

پناہ لے لیتا ○ فرشتوں نے کہا اے لوط ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے، آپ رات کے

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں، اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے، البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں،

اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ

بے شک اس کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔ بے شک صبح کو ان کی وعید کا وقت ہے۔ کیا صبح

بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

قریب نہیں ○ سو جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو اس کے نیچے کر دیا اور ہم نے

Marfat.com

عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ

ان کے اوپر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے ○ جو (کنکر) آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع

اور یہ سزا ان ظالموں سے کچھ دور نہ تھی ○

الربع

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہمارے فرشتے (خوب صورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا آج کا دن بڑا سخت ہے○ (ھود: ۷۷)

مشکل الفاظ کے معانی

ذرعا: ذرع کا معنی ہے ہاتھ کا پھیلاؤ یعنی کہنی سے لے کر انگلی کے سرے تک کی لمبائی، یہ قدرت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، واسع الذرع کا معنی ہے وہ قدرت والا ہے اور دل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ھو خالی الذرع کا معنی ہے اس کا دل غموں سے خالی ہے۔ (المنجد)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں وضاق بہ ذرعا کا معنی ہے فرشتوں کے آنے سے حضرت لوط کا دل تنگ ہو گیا، اس کی اصل یہ ہے کہ اونٹ چلتے وقت اپنے اگلے پیروں سے اپنے قدموں کی گنجائش کی پیمائش کرے اور جب اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بار لادا جائے تو وہ تنگ ہوتا ہے، ذرع کا معنی غلبہ بھی ہے، ذرعہ القیئ کا معنی ہے اس کو قے آ گئی، یعنی وہ کسی ناموافق چیز کو اپنے اندر روکنے سے تنگ ہو گیا اور قے اس پر غالب آ گئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا دل اس لیے تنگ ہوا تھا کہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں ان کے پاس آئے اور وہ جانتے تھے کہ ان کی قوم امرد پرست اور اغلام باز ہے تو ان کو یہ پریشانی ہو گئی کہ وہ ان خوبصورت لڑکوں کو اپنی بدکردار قوم سے کیسے بچائیں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۶۶، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

عصیب، عصب کا معنی ہے لپیٹنا، موڑنا، باندھنا، اجتماع کرنا، احاطہ کرنا (المنجد) عصبۃ کا معنی ہے جماعت، کسی چیز کی کثرت ظاہر کرنے کو بھی عصیب کہتے ہیں، ناگوار شر کے مجموعہ کو بھی عصیب کہتے ہیں اور کسی چیز کی شدت ظاہر کرنے کو بھی عصیب کہتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹، ص ۶۷)

فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس پہنچنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے، اور فرشتوں سے یہ کہا گیا کہ ان کی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہ کرنا جب تک حضرت لوط ان کے خلاف گواہی نہ دیں۔ فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ ہم آج رات آپ کے پاس بطور مہمان رہنا چاہتے ہیں، کچھ دیر بعد حضرت لوط نے ان سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ اس بستی والے کیسے کام کرتے ہیں؟ بخدا میں روئے زمین پر ان سے زیادہ خبیث لوگوں کو نہیں جانتا، پھر ان کو لے کر گھر کی طرف چلے، پھر دوبارہ ان سے یہی کہا اور ان کو لے کر چل پڑے۔ جب حضرت لوط کی بیوی نے ان کو دیکھا تو وہاں کے لوگوں کو جا کر بتا دیا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں گئے اور ان دونوں بستیوں کے درمیان چار فرسخ (بارہ شرعی میل) کا فاصلہ تھا' وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انتہائی خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں گئے' حضرت لوط علیہ السلام یہ نہیں پہچان سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجوہ

حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنی قوم کی خباثت کی وجہ سے ان لڑکوں کی عزت کا خطرہ تھا اور وہ تن تنہا ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات ان کے پاس لڑکوں کی ضیافت کے لیے کوئی سامان نہیں تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا ہوا تھا کہ آپ اپنے ہاں کسی مہمان کو نہ ٹھہرائیں۔

(تفسیر کبیر ج ۶' ص ۳۷۸-۳۷۷' غرائب القرآن ج ۴' ص ۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے' اور وہ پہلے ہی برے کام کرتے تھے' لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں' یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں' اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو' کیا تم میں کوئی نیک شخص نہیں ہے؟O (ھود: ۷۸)

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا یا قوم کی بیٹیوں کو؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ پہلے ہی برے کام کرتے تھے۔ ابن جریج نے کہا یعنی مرد مردوں سے خواہش نفس پوری کرتے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۸۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں' یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔

مجاہد نے کہا: وہ حضرت لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں' وہ ان کی امت کی بیٹیاں تھیں' اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۸۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۰۶۶)

قتادہ نے کہا: حضرت لوط نے فرمایا: ان عورتوں سے نکاح کر لو' (ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ ان سے بدکاری کرو) اور اس سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی مراد یہ تھی کہ ان بیٹیوں سے نکاح کے ذریعہ اپنے مہمانوں کی عزت بچائیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۸۶)

امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے' اور ان کی قوم کو یہ خبر ملی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین و جمیل بے ریش لڑکے آئے ہیں' ان کو یہ خبر حضرت لوط کی بیوی نے پہنچائی تھی' اس نے ان سے کہا: میں نے اس سے پہلے اتنے حسین اور جمیل لڑکے نہیں دیکھے اور وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے' اور ان سے پہلے کسی نے یہ خلاف فطرت کام نہیں کیا تھا' تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: کیا ہم نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ کے پاس کوئی شخص نہ آئے' اگر کوئی آیا تو ہم اس سے یہ بے حیائی کا کام کریں گے' تب حضرت لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں' یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں' میں ان بیٹیوں سے نکاح کرنے کو اپنے مہمانوں کو فدیہ دیتا ہوں' اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ حرام کام کو ترک کر کے حلال نکاح کر لیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۹۰' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سعید بن جبیر نے کہا: یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کر لو جوان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے نبی ہیں' کیونکہ نبی امت کا بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وازواجہ امھتھم (الاحزاب: ۶) اور نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۸۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۰۶۷)

Marfat.com

قوم کی بیٹیوں کے ارادے پر دلائل

قتادہ کی تفسیر کے مطابق حضرت لوط نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا' اور مجاہد اور سعید بن جبیر کی تفسیر کے مطابق حضرت لوط نے اپنی قوم کی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا' ہمارے نزدیک مجاہد اور سعید بن جبیر کی تفسیر راجح ہے اور اس پر حسب ذیل وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے:

(۱) کوئی شریف انسان اپنی بیٹیوں کو اوباش اور بدمعاش قسم کے لوگوں کے ساتھ نکاح کے لیے پیش نہیں کرتا تو اتنے عظیم نبی کے متعلق یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو بے حیا اور بدفطرت لوگوں کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرے گا۔

(۲) حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا: یہ میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں' اور ظاہر ہے کہ جتنے بدمعاش اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے تھے' ان سب کے ساتھ نکاح کے لیے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں ناکافی تھیں۔ اسی لیے لازمی طور پر یہ مراد لینا پڑے گا کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں' ان سے نکاح کر کے تم اپنی خواہش پوری کر لو۔

(۳) حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں۔ زنتا اور زعوراء اور حضرت لوط نے فرمایا تھا کہ یہ میری بنات ہیں اور جمع میں اصل یہ ہے کہ اس کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اور اگرچہ دو پر بھی مجازاً جمع کا اطلاق ہو سکتا ہے' لیکن کسی شرعی مانع کے بغیر مجاز کا ارتکاب درست نہیں ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ لوگ کافر تھے تو قوم کی بعض بیٹیاں مسلمان تھیں تو حضرت لوط نے مسلمان لڑکیوں کو کافروں کے ساتھ نکاح کے لیے کیسے پیش کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی شریعت میں کافر کے ساتھ مسلمان کا نکاح جائز تھا اور ہمارے دین میں بھی ابتدائے اسلام میں یہ نکاح جائز تھا۔ جیسا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کیا تھا اور وہ کافر تھا۔ (الاصابہ ج ۸' ص ۱۵۱) اور آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا جو مشرک تھا' (الاصابہ ج ۸' ص ۱۳۸) اور آپ نے اپنی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے سے کیا۔ اس کا نام بھی عتبہ تھا اور یہ بھی مشرک تھا' ابولہب کے کہنے سے اس کے دونوں بیٹوں نے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا پھر ان کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (الاصابہ ج ۸' ص ۴۶۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ) بعد میں مسلمان مردوں کا کافر عورتوں سے اور مسلمان عورتوں کا کافر مردوں سے نکاح منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔ (البقرہ: ۲۲۱)	اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مسلمان باندی (آزاد) مشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگے' اور مشرک مردوں کو نکاح کا رشتہ نہ دو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں' اور بے شک مسلمان غلام (آزاد) مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو پسند ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (حضرت لوط نے کہا) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارہ میں مجھے شرمندہ نہ کرو' کیا تم میں کوئی نیک شخص نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس بے حیائی کے ارتکاب سے باز رہو' اور اس کام کے نتیجہ میں جو عذاب آخرت ہو گا' اس کا خوف کرو' اور میرے مہمانوں سے اپنی خواہش نفس پوری نہ کرو' اس آیت میں ضیف کا لفظ ہے

Marfat.com

جس کا معنی ہے ایک مہمان لیکن بعض اوقات لفظ واحد سے جمع کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں طفل کا لفظ ہے اور اس سے مراد اطفال ہیں:

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۔ (النور: ٣١)

(عورتوں کا اپنی زیبائش کو ظاہر کرنا ان (مذکور مردوں) پر ممنوع نہیں ہے)... یا وہ لڑکے جو عورتوں کی شرم کی باتوں پر مطلع نہیں ہوئے۔

کیا تم میں کوئی نیک شخص نہیں ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عفت اور پاکیزگی کی ہدایت دی کہ وہ اس خلاف فطرت فعل سے باز رہے، اور رشید بہ معنی مرشد اور فعیل بہ معنی مفعول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی (قوم کی) بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے○ لوط نے کہا کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لے لیتا○ (ھود: ٨٠-٧٩)

حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنا

ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہمیں بیویوں سے قضاء شہوت کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے اور ان سے نکاح کرنے کے لیے ہمیں آپ پر ایمان لانا پڑے گا اور وہ ہمیں منظور نہیں ہے، اور آپ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ ہم لڑکوں سے خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت لوط نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یعنی کاش میں تنہا تم کو اس بے حیائی کے کام سے روکنے پر قادر ہوتا اور کہا یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لے لیتا یعنی کاش میرے پاس ایک لشکر ہوتا جس کی مدد سے میں برائی کو روکتا۔

قتادہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری حمایت میں کوئی قبیلہ ہوتا، ابن جریج نے کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی بھیجا گیا، اس کی پشت پر کوئی قبیلہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر بھی بنو ہاشم کا قبیلہ تھا۔ (جامع البیان جز ١٢، ص ١١٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط کی مغفرت فرمائے، وہ بے شک رکن شدید کی پناہ کی خواہش کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٣٧٥، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٥١)

امام ترمذی کی روایت میں اس حدیث کے بعد یہ اضافہ بھی ہے: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا، اس کو اس کی قوم کے مضبوط قبیلہ سے بھیجا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١١٦، مسند احمد ج ٢، ص ٣٣٢، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٥٠٨، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ٥٩٣٢، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٠٧٧، المستدرک ج ٢، ص ٣٤٦)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

قوم لوط میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کا حضرت لوط کے نسب سے تعلق ہو، کیونکہ حضرت لوط شام کے علاقہ سدوم سے تعلق رکھتے تھے، اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کا خاندان عراق میں تھا، اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام

Marfat.com

کو اہل سدوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا کاش میرے ساتھ لشکر یا میرے رشتہ دار اور میرا قبیلہ ہوتا تو میں اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے ان سے مدد حاصل کرتا۔ امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے، رکن شدید سے ان کی مراد قبیلہ تھی، کیونکہ جس طرح رکن (ستون) سے سہارا لیتے ہیں اسی طرح قبیلہ سے بھی سہارا لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا اللہ تعالیٰ حضرت لوط کی مغفرت فرمائے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی پناہ نہیں لی، علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے باطن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی ہو اور ظاہر میں یہ کہا ہو کہ ان کی مدد کے لیے ان کے پاس کوئی قوت یا ان کی پشت پر کوئی قبیلہ نہیں ہے تاکہ مہمانوں پر ان کا عذر ظاہر ہو جائے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۱۶-۴۱۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی پناہ کی بجائے مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنے کی توجیہات

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت لوط علیہ السلام نے جو کہا: "کاش میں کسی مضبوط رکن کی پناہ لے لیتا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول پر تنقید کی اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت طلب کی کیونکہ رکن سے ان کی مراد قبیلہ تھی تاکہ وہ قبیلہ قوم سے ان کی حفاظت کرے اور ان کے مہمانوں کو قوم کی بے حیائی کی بھینٹ چڑھنے سے بچائے اور چونکہ قوم کی زبردستی اور زیادتی کی وجہ سے ان کا دل تنگ تھا اور ان کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کا دل آزردہ تھا، اس وجہ سے وہ اس موقع پر اللہ کی پناہ طلب کرنا اور اس سے مدد چاہنا بھول گئے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں طریقہ اور عادت یہ ہے کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کی مدد کرتے ہیں؛ سو انہوں نے اس معاملہ کو بھی اسی پر محمول کیا اور سب سے زیادہ مضبوط، سب سے قوی اور سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا رکن تو اللہ تعالیٰ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ قاضی عیاض کی اس شرح پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قاضی عیاض کی یہ عبارت مسلمانوں کے لیے غیر مانوس ہے، علاوہ ازیں یہ تقریر بھی غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط پر تنقید نہیں کی اور نہ حضرت لوط علیہ السلام اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا بھولے تھے، انہوں نے جو کچھ کہا وہ مہمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لیے تھا اور ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لیے تھا، کیونکہ عرف اور عادت یہی ہے کہ لوگ اپنی طاقت اور اپنے قبیلہ کی بناء پر مدافعت کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں حضرت لوط علیہ السلام کے عمدہ اخلاق تھے جن کی بناء پر وہ تعریف کے مستحق ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: "اللہ لوط پر رحم فرمائے۔" یہ در حقیقت ان کی تعریف ہے، ان پر تنقید نہیں ہے، اور یہ خطاب میں عرب کے عرف کے مطابق ہے، وہ کہتے ہیں: "اللہ بادشاہ کی تائید کرے اور اللہ امیر کی اصلاح کرے۔" اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ (التوبہ: ۴۳)　اللہ آپ کو معاف کرے، آپ نے ان (منافقین) کو کیوں اجازت دی؟

کیونکہ آپ نے ان پر نرمی کرنے کے لیے اور ان کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے ان کو اجازت دی تھی اور یہ آپ کے مکارم اخلاق میں سے تھا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ آپ کو معاف کرے، یعنی آپ نے ان کو اجازت دے کر اپنے آپ کو مشقت اور تکلیف میں کیوں ڈالا اور یہ ایسا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

طٰهٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىٓ ○ (طٰہٰ: ۲-۱)
ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت اٹھائیں۔

(اکمال المعلم ج۱، ص ۷۴۳-۷۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ علامہ ابی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ علامہ ابی کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اس حدیث کی شرح کا حق ادا کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے کہ حضرت لوط اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طالب تھے، اس لیے آپ نے حدیث کے شروع میں تاکید کا کلمہ فرمایا یعنی بے شک، پس یہ حدیث اس اعتراض کو دور کرنے کے لیے ہے کہ حضرت لوط غیر اللہ کی پناہ کے طالب تھے، جیسا کہ اس حدیث کے شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی تنزیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں اور اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرت ابراہیم نے جو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ "اے رب! تو مجھے دکھا کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا۔" یہ سوال اس لیے نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔

(مکمل اکمال الاکمال ج۱، ص ۷۴۳-۷۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے، آپ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے، البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں، بے شک اس کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا، بے شک صبح کو ان کی وعید کا وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں ○ (ہود: ۸۱)

حضرت لوط علیہ السلام کا نجات پانا اور بدمعاش کافروں کا بھاگنا

جب لوط علیہ السلام نے یہ کہا تھا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی! یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا! تو اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان بدمعاشوں اور اوباش لوگوں کی یورش کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو بہت رنج اور افسوس تھا کہ انہیں اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، جب فرشتوں نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان کو متعدد بشارتیں دیں:

(۱) وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔
(۲) کفار اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتے۔
(۳) اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا۔
(۴) اللہ عزوجل حضرت لوط کو اور ان کے اہل کو اس عذاب سے نجات دے گا۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی، وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے، اور حضرت لوط دروازہ کو بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے، اس وقت ان سے فرشتوں نے کہا: آپ دروازہ سے ہٹ جائیں، حضرت لوط ہٹ گئے اور دروازہ کھل گیا۔ پھر حضرت جبریل نے اپنا پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور الٹے پاؤں بچاؤ بچاؤ چیختے ہوئے بھاگے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ ۔ (القمر: ۳۷)
اور انہوں نے لوط کے مہمانوں کے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا، سو اب میرے عذاب اور

Marfat.com

میری وعید کا مزہ چکھو۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے جب حضرت لوط نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی! یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا تو حضرت جبریل نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے، انہوں نے کہا کہ لوط کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔ فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں، یہ لوگ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکتے، آپ اپنے اہل کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے، البتہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شام کی طرف لے گیا۔ حضرت لوط نے کہا ان کو اسی وقت ہلاک کر دو۔ فرشتوں نے کہا، ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیا صبح قریب نہیں، پھر رات کے پچھلے پہر حضرت لوط اور ان کے اہل روانہ ہو چکے تھے اور ان کی قوم کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۔ (القمر: ۳۴)

بے شک ہم نے ان پر سنگ باری کا عذاب بھیجا ماسوا آلِ لوط کے، ہم نے رات کے پچھلے پہر ان کو نجات دی۔

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲، ص ۵۶۳، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو اس کے نیچے کر دیا، اور ہم نے ان کے اوپر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے ○ جو (کنکر) آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے، اور یہ سزا ان ظالموں سے کچھ دُور نہ تھی۔ (ھود: ۸۳-۸۲)

قوم لوط کی بستی الٹنے کے متعلق روایات

محمد بن کعب القرظی نے کہا جن بستیوں میں قوم لوط رہتی تھی، حضرت جبریل ان کے نیچے اپنا پر رکھ کر ان بستیوں کو آسمان کی طرف لے کر چڑھ گئے حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آوازیں سنیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر لگاتار نشان زدہ پتھر برسائے اور حضرت جبریل نے اس زمین کو الٹ دیا اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا، اور جن بستیوں کو پلٹا گیا تھا وہ پانچ تھیں: صیغہ، صعرہ، عمرہ، دوما اور سدوم، اور یہ سب سے بڑی بستی تھی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بدکاری کی مجلسیں برپا کرنے والوں، ان کی دعوت دینے والوں اور ان میں جانے والوں سب پر کنکریاں برسائی گئیں اور ان میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔ (تفسیر امام ابی حاتم ج ۶، ص ۲۰۶۸-۲۰۶۷، رقم الحدیث: ۱۰۱۰۰، ۱۱۰۹۸، ۱۱۰۹۷)

سجیل کا معنی

مجاہد نے کہا: سجیل فارسی کا لفظ ہے، سنگ و گل یعنی پتھر اور کیچڑ۔ ابن زید نے کہا: سجیل آسمان دنیا کا نام ہے یعنی قوم لوط پر آسمان دنیا سے پتھر برسائے گئے۔ زجاج نے کہا سجیل کا معنی ہے بھیجی ہوئی، نیز زجاج نے کہا: سجل کتاب کو کہتے ہیں، اور یہ کنکریاں کیونکہ کتاب کی طرح لکھی ہوئی تھیں، اس لیے ان کو سجیل فرمایا۔ فراء نے کہا اس کا معنی ہے پکی ہوئی مٹی۔

(جامع البیان جز ۱۲، ص ۱۲۴-۱۲۲، ملخصاً، مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: النحاس نے کہا ہے بجیل کا معنی ہے جو سخت اور زیادہ ہو۔ ابو عبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے سخت، ان کے علاوہ وہ معانی لکھے ہیں جو ہم نے امام ابن جریر سے نقل کیے ہیں:

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۷۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

قوم لوط کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سزا ظالموں سے کچھ دور نہ تھی۔ حسن نے کہا: اس کا معنی ہے سنگسار کرنے کی سزا، ظالموں سے یعنی قوم لوط سے کچھ دور نہ تھی۔ مجاہد نے کہا اس سے کفار قریش کو ڈرایا ہے یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم کے ظالموں سے بھی یہ سزا کچھ بعید نہیں ہے۔ قتادہ اور عکرمہ نے کہا: اس امت کے ظالموں سے یہ سزا کچھ بعید نہیں ہے۔

پتھر برسانے کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت جبریل نے اس بستی کو اوپر اٹھایا تو اس پر پتھر برسائے گئے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ پتھر ان لوگوں پر برسائے گئے جو اس وقت بستیوں میں نہ تھے، بلکہ بستیوں سے باہر تھے۔

اس امت کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے کہ مرد مردوں سے جنسی لذت حاصل کریں گے اور عورتیں عورتوں سے، اور جب ایسا ہو تو تم ان پر قوم لوط کے عذاب کا انتظار کرنا کہ اللہ ان پر بجیل کی کنکریاں برسائے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: وما ھی من الظلمین ببعید۔

دوسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات کا سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ اس امت کے مرد، مردوں کی پشت کو حلال کرلیں گے جیسا کہ انہوں نے عورتوں کی پشت کو حلال کرلیا ہے پھر امت کے ان لوگوں پر سنگ باری ہوگی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی ذکر کردہ یہ حدیثیں کسی کتاب میں نہیں مل سکیں البتہ امام ابن عساکر نے اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط دس کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔ (وہ دس کام یہ ہیں:) (۱) مردوں کا مردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا۔ (۲) غلیل مارنا۔ (۳) کنکر مارنا۔ (۴) حمام میں کھیلنا۔ (۵) دف بجانا۔ (۶) خمر (شراب) پینا۔ (۷) داڑھی کاٹنا۔ (۸) مونچھیں لمبی رکھنا۔ (۹) سیٹی اور تالی بجانا۔ (۱۰) ریشم پہننا۔ اور میری امت ایک کام اور زیادہ کرے گی، وہ ہے عورتوں کا عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرنا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۱، ص ۲۴۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۳۰۱۴)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو تمہارے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ

لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو، بے شک میں تم کو خوش حال

Marfat.com

بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿٨٤﴾

دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر احاطہ کرنے والے دن کے عذاب کا خوف ہے ○

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو، اور لوگوں کی چیزوں میں کمی

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٨٥﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ

نہ کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو ○ اللہ کا جائز کیا ہوا نفع جو

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿٨٦﴾

تمہارے پاس بچ رہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ○

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ

انہوں نے کہا اے شعیب! کیا آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ

اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ

دادا پرستش کرتے تھے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق صرف کرنا چھوڑ دیں بے شک آپ تو بہت

الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى

بردبار اور راست باز ہیں ○ شعیب نے کہا اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ

دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہو (تو میں اس کا حکم کیسے نہ مانوں!) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ

اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

جن کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں میں خود اس کے خلاف کروں، میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق

مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ

اصلاح کرنا چاہتا ہوں اور میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور

Marfat.com

اِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ﴿۸۸﴾

میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' تمہارے لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو' بے شک میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر احاطہ کرنے والے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ (ھود: ۸۴)

ناپ اور تول میں کمی کرنے کی ممانعت

اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصص ذکر کیے گئے ہیں یہ ان میں سے چھٹا قصہ ہے' جو حضرت شعیب علیہ السلام سے متعلق ہے' حضرت شعیب علیہ السلام کا سوانحی خاکہ ہم نے الاعراف: ۸۵ میں تفصیل سے ذکر کردیا ہے۔

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے' پھر یہ حضرت شعیب کے قبیلہ کا نام پڑ گیا' اور اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔

ہم پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے پہلے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ توحید کی دعوت دیں' اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ حکم دیا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' تمہارے لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' توحید کی دعوت دینے کے بعد ان کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو کام زیادہ اہم ہو اس کی دعوت دیں' کفر کے علاوہ ان کی بری عادت یہ تھی کہ جب کوئی شخص ان کے پاس کچھ بیچنے کے لیے آتا تو وہ تول میں اس سے اس چیز کو جتنا زیادہ لے سکتے' اتنا لے لیتے اور جب وہ خود کوئی چیز فروخت کرتے تو ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ سو یوں وہ خرید و فروخت دونوں میں دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچاتے تھے' پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں' یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت فراوانی سے مال و دولت کے ساتھ نوازا ہے پھر تم کو ان ناجائز طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے' اس کے بعد فرمایا: مجھے تم پر احاطہ کرنے والے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ احاطہ کرنا یا تو عذاب کی صفت ہے یعنی جس عذاب سے کوئی عذاب کا مستحق بچ نہیں سکے گا' یا محیط اس دن کی صفت ہے' پھر یہ کون سا عذاب ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا اس سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے کیونکہ یہی وہ دن ہے جو تمام معذبین کے عذاب کو محیط ہوگا اور بعض علماء نے کہا اس سے مراد وہ عذاب ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافروں کو دنیا میں ملیامیٹ کرنے کے لیے آنے والا تھا جیسا کہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کی امتوں کے کافر لوگوں پر ایسا عذاب آتا رہا ہے اور بعض مفسرین نے کہا' اس عذاب سے مراد عام ہے خواہ وہ دنیاوی عذاب ہو یا قیامت کے دن کا عذاب ہو۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت دو اہم چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے: حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ اول الذکر کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' اور ثانی الذکر کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا اور ناپ تول میں کمی نہ کرو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپ تول میں کمی کرنا بہت قبیح جرم ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سورت ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید سے معنون فرمائی ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ○ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى — ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے ○ جو

Marfat.com

النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المطففین: ۶-۱)

لوگ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیں ۝ اور جب انہیں ناپ کر دیں یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں ۝ کیا وہ لوگ یہ گمان نہیں کرتے کہ ان کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا ۝ عظیم دن میں ۝ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کوئی چیز تول کر فروخت کرے تو سودے کا پلڑا جھکتا ہوا رکھے۔

حضرت سوید بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مخرمہ ہجر سے ایک بزاز کے پاس آئے، ہم نے ایک شلوار کی قیمت لگائی، اور میرے پاس ایک شخص تھا جو اُجرت پر وزن کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: وزن کرو اور جھکتا ہوا دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۳۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۵۸۵، مسند احمد ج ۴، ص ۳۵۲، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱۴۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۴۶۶، المستدرک ج ۱، ص ۳۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (شعیب علیہ السلام نے کہا) اے میری قوم انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو، اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو ۝ (ھود: ۸۵)

لوگوں کو نقصان نہ پہنچانے اور فساد نہ کرنے کے محامل

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں تکرار ہے، کیونکہ پہلی آیت میں فرمایا: اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو اور دوسری آیت میں فرمایا: انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ اور تول کرو، اور پھر اس آیت کے آخر میں فرمایا: اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور ان تینوں احکام کا ایک ہی معنی ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ناپ اور تول میں کمی کے حکم کی تاکید کے لیے اس حکم کو تین بار ذکر فرمایا۔

(۲) تکرار اس وقت ہوتا جب یہ حکم ایک ہی عنوان اور ایک ہی اعتبار سے کئی بار ذکر کیا جاتا، پہلی بار نہی (ممانعت) کے صیغہ سے فرمایا اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو اور دوسری بار صراحتاً امر کے صیغہ سے فرمایا: انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ اور تول کرو، اور جب صیغہ اور عنوان بدل گئے تو تکرار نہ رہا، اس جواب پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کی ضد سے منع کرنا اس چیز کا حکم دینا ہے تو امر اور نہی کے صیغوں کے فرق کے باوجود تکرار سے مفر ممکن نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک چیز کے حکم اور اس کی ضد سے ممانعت کو مبالغتاً جمع کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ اللہ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور کہا جاتا ہے رشتہ داروں کے ساتھ مل جل کر رہو اور ان سے قطع تعلق نہ کرو، اسی طرح یہاں فرمایا ہے ناپ تول میں کمی نہ کرو اور پوری پوری ناپ تول کرو اور اس کے بعد بر سبیل عموم فرمایا: اور لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ، اور لوگوں کو نقصان پہنچانا صرف ناپ اور تول میں کمی کرنے میں منحصر نہیں ہے، بلکہ کسی کی چوری کرنے، لوٹ مار کرنے، کسی کا مال غصب کرنے اور کسی کے ہاں ڈاکہ ڈالنے سے بھی کسی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، کسی کو سود پر قرض دینے، کسی کو بلیک میل کرنے، نقلی اور ملاوٹ والی اشیاء فروخت کرنے سے بھی کسی کو نقصان میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یہ تمام صورتیں شرعاً ممنوع ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تین حکم تین مختلف عنوانوں سے دیئے گئے ہیں، اس لیے ان آیتوں میں تکرار نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: "اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔" اس کے کئی محمل ہیں:
جو شخص کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو وہ دوسرا شخص بھی اس کو نقصان پہنچانے کی سعی کرے گا تو کسی شخص کو نقصان پہنچانا دراصل خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی' صلاح اور فلاح کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ تم اپنے دین کی مصلحتوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو اور اس کا ایک واضح محمل یہ ہے کہ ناپ اور تول میں کمی کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے کیونکہ جب بیچنے والا ناپ اور تول میں کمی کرے گا تو خریدار جب اس کمی پر مطلع ہو گا تو وہ لازمی طور پر اس سے جھگڑا کرے گا اور بعض اوقات یہ جھگڑا فساد اور قتل و غارت پر منتج ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کا جائز کیا ہوا نفع جو تمہارے پاس بچ رہے' وہی تمہارے لیے بہتر ہے' اگر تم ایمان رکھتے ہو' اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں O (ھود: ۸۶)

بقیۃ اللہ کا معنی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
مجاہد نے کہا بقیۃ اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت' یعنی تم جو ناپ تول میں کمی کر کے مال جمع کر رہے ہو' اس سے یہ بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کا ثواب تمہارے پاس ہمیشہ باقی رہے گا۔

قتادہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو حصہ مقدر کر دیا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمہیں جو مال دیا ہے تم صرف اسی پر قناعت کرو' وہی تمہارے لیے بہتر ہے یا تمہارے لیے تمہاری عبادتوں کا جو ثواب مقدر کر دیا ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے' اس لیے ناپ تول میں کمی کر کے مال جمع کرنے کے بجائے اس مال پر قناعت کرو جو تمہاری تقدیر میں ہے' کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ فلاں شخص صادق اور امین ہے اور وہ خیانت کرتا ہے نہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو لوگ اس پر اعتماد کریں گے اور تمام معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں گے تو اس پر رزق کے دروازے کھل جائیں گے' اور جب کوئی شخص بد دیانتی اور خیانت میں مشہور ہو گا تو لوگ اس سے معاملہ نہیں کریں گے اور اس پر رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے اور اگر بقیۃ اللہ کو ثواب پر محمول کیا جائے تو مطلب بالکل واضح ہے کیونکہ یہ ساری دنیا فنا ہو جائے گی اور ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ثواب باقی رہے گا اور اگر بقیۃ اللہ سے مراد' اللہ کی رضا لی جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی رضا سے بڑھ کر دنیا اور آخرت کی کوئی نعمت نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۲' ص ۱۳۲' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا واضح معنی یہ ہے کہ پوری پوری ناپ تول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو حلال نفع باقی رکھا ہے وہ اس مال سے بہتر ہے جو تم ناپ تول میں کمی کر کے حاصل کرتے ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم کو نیکی کی ہدایت دی ہے اور ایمان داری اور دیانت داری کی تلقین کی ہے اور تم سے اس بُری عادت کو چھڑانے اور تم کو دیانت دار بنا دینے کی مجھ میں قدرت نہیں ہے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ناپ اور تول میں کمی کرنے اور بے ایمانی کرنے سے' اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں تو اگر تم نے یہ بری عادتیں نہ چھوڑیں تو تمہارے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں وہ زائل ہو جائیں گی اور اس صورت میں' میں تمہاری نعمتوں کی حفاظت پر قادر نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے شعیب! کیا آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن

Marfat.com

کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق صرف کرنا چھوڑ دیں' بے شک آپ تو بہت بُردبار اور راست باز ہیںO (ھود: ۸۷)

حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ کی تشریح

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو دو چیزوں کا حکم دیا تھا: ایک حکم یہ دیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں اور دوسرا حکم یہ دیا تھا کہ وہ ناپ اور تول میں کمی نہ کریں۔ پہلے حکم کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ کیا ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ان کا بت پرستی کرنا باپ دادا کی اندھی تقلید پر مبنی تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے دوسرے حکم کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ کیا ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق خرچ نہ کریں۔

اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ کیا آپ کی صلوٰۃ ہمیں یہ حکم دیتی ہے؟ صلوٰۃ سے اس آیت میں کیا مراد ہے' ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دین اور ایمان ہے کیونکہ دین اور ایمان کا سب سے واضح اظہار نماز کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے صلوٰۃ دین اور ایمان سے کنایہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ سے مراد یہی معروف نماز ہے۔ روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے اور ان کی قوم کے کفار جب ان کو نماز پڑھتے دیکھتے تو ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے اور ہنستے اور حضرت شعیب علیہ السلام کا مذاق اڑاتے۔

انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا آپ بہت بردبار اور راست باز ہیں۔ یہ انہوں نے طنزاً کہا تھا کیونکہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے' یہ ایسا ہے جیسے کوئی انتہائی بخیل اور خسیس شخص کو دیکھ کر کہے اگر حاتم بھی تم کو دیکھ لیتا تو تم کو سجدہ کرتا' سو اسی معنی میں انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حلیم اور رشید کہا۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان لوگوں میں پہلے یہ مشہور تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام حلیم اور رشید ہیں' اور جب حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو یہ حکم دیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ عبادت کو ترک کر دیں تو وہ بہت حیران ہوئے اور انہوں نے کہا آپ تو بہت حلیم اور رشید ہیں' آپ ہمیں کیسے یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کو ترک کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شعیب نے کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہو (تو میں اس کا حکم کیسے نہ مانوں!) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں' میں خود اس کے خلاف کروں' میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں' اور میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوںO (ھود: ۸۸)

قوم کے سامنے حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر

حضرت شعیب نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم' ہدایت' دین اور نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور فرمایا: اس نے مجھ کو اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا فرمایا ہو' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حلال مال عطا فرمایا تھا۔ اس آیت میں شرط کا ذکر ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے کہ یہ بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام روحانی اور جسمانی کمالات عطا کئے ہیں تو پھر کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم تک نہ پہنچاؤں اور مجھے یہ کس طرح زیبا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور اس کا معنی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ جب میرے

Marfat.com

نزدیک یہ ثابت ہے کہ غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ہونا اور ناپ و تول میں کمی کرنا، ایک ناجائز کام ہے اور میں تمہاری اصلاح کا طالب ہوں اور میں تمہارے مال کا محتاج بھی نہیں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بکثرت عمدہ رزق دے کر تم سے مستغنی کیا ہوا ہے تو ان حالات میں کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا حکم نہ مانوں! پھر فرمایا: اور میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے، میں نے صرف اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں! اس قول سے حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ بتایا کہ تمام نیک اعمال میں حضرت شعیب علیہ السلام کا توکل اور اعتماد صرف اللہ عزوجل کی ذات پر ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ

اور اے میری قوم! میری مخالفت تم کو ان کاموں پر نہ ابھارے جن کاموں کی وجہ سے تم پر ایسا عذاب آ جائے

قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ

جیسا عذاب قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر آیا تھا اور قوم لوط تم سے

بِبَعِيْدٍ ۝۸۹ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ

زیادہ دور تو نہیں ○ اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو، بے شک میرا رب رحم فرمانے والا

وَّدُوْدٌ ۝۹۰ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ

محبت کرنے والا ہے ○ کافروں نے کہا اے شعیب تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، اور بلاشبہ ہم سمجھتے ہیں تم

فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا

ہم میں کمزور ہو، اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کوئی

بِعَزِيْزٍ ۝۹۱ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ

بھاری نہیں ہو ○ شعیب نے کہا اے میری قوم! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ سے زیادہ طاقت ور ہے، اور

اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۹۲

تم نے اللہ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے، بے شک میرا رب تمہارے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے ○

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں، عنقریب تم جان لو گے

Marfat.com

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ

کس کے پاس ایسا عذاب آئے گا جو اس کو رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے

مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

ساتھ (انتظار کرنے والا ہوں ○ اور جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے شعیب کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو (بھی)

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا

اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے ○ گویا وہ ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے سنو

ع ۸ ۲ — بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

دھتکار ہو اہل مدین کے لیے جیسے پھٹکار تھی ثمود کے لیے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب نے کہا) اور اے میری قوم! میری مخالفت تم کو ان کاموں پر نہ ابھارے جن کاموں کی وجہ سے تم پر ایسا عذاب آ جائے جیسا عذاب قوم نوح پر یا قوم ھود پر یا قومِ صالح پر آیا تھا اور قوم لوط تم سے زیادہ دور تو نہیں ○ اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو، بے شک میرا رب رحم فرمانے والا محبت کرنے والا ہے ○

(ھود: ۹۰-۸۹)

حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کا تتمہ اور قوم کو نصیحت

ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ حضرت شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! میرا بغض اور مجھ سے عداوت اور میرے دین سے نفرت تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے اور توبہ اور استغفار کو ترک کرنے پر جمے رہو اور ڈٹے رہو حتیٰ کہ تم پر بھی ایسا عذاب آ جائے جو تم کو جڑ سے اکھاڑ کر ملیا میٹ کر دے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان سے غرق کرنے کا عذاب آیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی قوم پر ایک سخت اور زبردست آندھی کا عذاب آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر ایک چنگھاڑ اور زلزلہ کا عذاب آیا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اوپر ان کی زمین کو پلٹ دیا گیا۔

اور فرمایا: اور قوم لوط تم سے زیادہ دور تو نہیں۔ اس سے بُعد مکانی مراد ہے کیونکہ لوط علیہ السلام کی بستی مدین کے قریب تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے بُعد زمانی مراد ہو، کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کو معلوم تھا کہ کچھ عرصہ پہلے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا تھا، بہرصورت میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنے کا واقعہ ان سے مخفی نہیں تھا، اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم ان حالات سے عبرت پکڑو اور سبق سیکھو

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مخالفت کرنے سے گریز کرو ورنہ تم پر بھی پچھلی قوموں کی طرح عذاب آ جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو یعنی پہلے اپنے کفر اور شرک، ناپ تول میں کمی اور دیگر گناہوں پر نادم ہو کر ان کو ترک کرو اور آئندہ ان کو نہ کرنے کا عہدِ صمیم کرو، پھر اپنے سابقہ کفر اور معاصی کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سابقہ کفر کو اور معاصی کو معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم اور کریم ہے اور توبہ اور استغفار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ خطاب بہت مرتب اور منظم ہے، انہوں نے سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ ان کی نبوت کے دلائل بہت روشن اور واضح ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نعمتیں بہت وافر تعداد میں عطا فرمائی ہیں، اور یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں تقصیر کرنے اور خیانت سے مانع ہے اور یہ بیان کیا کہ وہ مسلسل پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور تم کو بھی یہ اعتراف ہے کہ میں بہت بُردبار اور نیک ہوں سو اگر دین کی یہ دعوت باطل ہوتی تو میں ہرگز اس میں مشغول نہ ہوتا، پھر فرمایا: تم مجھ سے جو عداوت رکھتے ہو اور میرے طریقہ کی مخالفت کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ عداوت اور مخالفت تم کو پچھلی قوموں کی طرح عذاب سے دوچار کر دے، آخر میں ان کو پھر عذاب سے ڈرایا اور توبہ اور استغفار کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافروں نے کہا اے شعیب! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، اور بلاشبہ ہم سمجھتے ہیں تم ہم میں کمزور ہو، اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کوئی بھاری نہیں ہو ۞ (ھود: ۹۱)

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: مانفقہ کثیرا اور نفقہ فقہ سے بنا ہے اس لیے ہم یہاں فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کر رہے ہیں:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حاضر کے علم سے غائب کے علم تک پہنچنا فقہ ہے اور فقہ علم سے اخص ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ (النساء: ۷۸) — اس قوم کو کیا ہوا کہ یہ لوگ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

اور اصطلاح میں احکام شرعیہ کا (دلائل کے ساتھ) علم فقہ ہے، اور فقہ کا معنی دین کی فہم ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۹۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فقہ کا اصل معنی ہے فہم۔ یہ لفظ شق کرنے اور (فتح) کھولنے سے ماخوذ ہے (یعنی کسی چیز کو شق کر کے اس کی گہرائی تک پہنچنا، یا کسی گرہ کو کھولنا) عرف میں فقہ علمِ شریعت کو کہتے ہیں، اور یہ احکامِ شرعیہ فرعیہ کے ساتھ خاص ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دُعا فرمائی:

اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ تاویلہ۔ — اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل کا

Marfat.com

علم عطا فرما۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳، صحیح مسلم، فضائل الصحابہ: ۱۳۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶)

(النہایہ ج ۳ ص ۴۱۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصطلاح میں فقہ کا معنی ہے احکامِ شرعیہ فرعیہ کا وہ علم جو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو۔ حسن بصری نے کہا: فقیہ وہ شخص ہے جو دُنیا میں رغبت نہ کرے اور آخرت میں رغبت کرے، دین پر بصیرت رکھتا ہو، اور دائماً اپنے رب کی عبادت کرتا ہو۔ (امام اعظم سے منقول ہے کہ نفس کا اپنے نفع اور ضرر کی چیزوں کو پہچان لینا فقہ ہے)

(عمدۃ القاری جز ۲ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

کفار حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے تھے

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی زبان میں گفتگو کی تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے کہا: تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) چونکہ وہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام سے بہت سخت متنفر تھے، اس لیے وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو غور سے نہیں سنتے تھے اسی وجہ سے وہ ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ۔ (الانعام: ۲۵)

اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ (آپ کے کلام کو) نہ سمجھیں۔

(۲) وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو سمجھتے تھے لیکن وہ ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور توہین اور تحقیر کی نیت سے کہتے تھے ہم آپ کی باتوں کو نہیں سمجھتے۔

(۳) ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ نے توحید، رسالت، بعثت، ناپ تول میں کمی کرنے اور دیگر گناہوں کو ترک کرنے کے متعلق جو دلائل ذکر کیے ہیں، وہ ان کے نزدیک ناکافی ہیں اور وہ ان سے مطمئن نہیں ہیں۔

سعید بن جبیر اور شریک نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو ضعیف اس لیے کہا کہ وہ نابینا تھے۔ سفیان نے کہا: ان کی نظر کمزور تھی اور ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔

انہوں نے کہا: اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتے، اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا: یعنی تم کو قتل کر دیتے یا تم کو گالیاں دیتے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۱۳۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل کے جواب میں ان کی قوم کے کافروں نے جو کچھ کہا وہ حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ تھا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص فریقِ مخالف کے دلائل کے جواب سے عاجز آ کر اس کو گالیاں دینا شروع کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ سے زیادہ طاقت ور ہے،

Marfat.com

اور تم نے اللہ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے' بے شک میرا رب تمہارے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے○ (ھود: ۹۲)

جب کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے اور قتل کرنے کی دھمکی دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے میرے قبیلہ کی رعایت کر کے مجھے چھوڑ دیا اور مجھے قتل کرنے سے باز رہے' جب کہ میرے قبیلہ کی رعایت کے بجائے تمہیں اللہ کی رعایت کرنی چاہیے تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح نظر انداز کر دیا جس طرح کوئی شخص کسی بے کار چیز کو اپنے پسِ پشت ڈال دیتا ہے! پھر کہا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں' عنقریب تم جان لو گے کس کے پاس ایسا عذاب آئے گا جو اس کو رُسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے' تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں○ (ھود: ۹۳)

یعنی تم جو کچھ کر رہے ہو وہ کرتے رہو' تم اپنے کفر اور ظلم پر کاربند رہو اور میں تم کو ان کاموں سے حسبِ سابق منع کرتا رہوں گا اور میں نے تم کو جس عذاب کی خبر دی ہے' تم بھی اس کا انتظار کرو اور تمہارے ساتھ میں بھی اس کا انتظار کرتا رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے شعیب کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو (بھی) جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے' اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے○ گویا وہ ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے' سنو دھتکار ہو اہلِ مدین کے لیے جیسے پھٹکار تھی ثمود کے لیے○ (ھود: ۹۵-۹۴)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی تفصیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صرف دو قوموں پر ایک قسم کا عذاب نازل کیا ہے' قومِ صالح پر اور قومِ شعیب پر' ان دونوں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے ہلاک کر دیا' رہی قومِ صالح تو اس پر نیچے سے ایک چنگھاڑ کی آواز آئی اور رہی قوم شعیب تو اس پر اس کے اوپر سے ایک چنگھاڑ کی آواز آئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے عذاب سے نجات دی' اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو جو نعمت بھی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے پہنچتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مومنوں تک یہ رحمت ان کے ایمان اور ان کے نیک اعمال کے سبب سے پہنچی ہو لیکن ایمان اور نیک اعمال کی توفیق بھی اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ملتی ہے۔

جب جبرئیل علیہ السلام نے وہ گرج دار چیخ ماری تو ان میں سے ہر ایک کی رُوح اسی وقت نکل گئی اور ان میں سے ہر شخص اسی وقت اور اسی حال میں مر گیا اور یُوں لگتا تھا جیسے ان مکانوں میں کبھی کوئی شخص رہا ہی نہ تھا۔

پھر فرمایا: ان پر دُھتکار ہو جیسے قومِ ثمود پر پھٹکار تھی' یعنی جس طرح وہ رحمت سے مطلقاً دُور کر دیئے گئے تھے اسی طرح ان کو بھی رحمت سے مطلقاً دُور کر دیا گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا○ فرعون اور

Marfat.com

وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾

اس کے سرداروں کی جانب تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی، اور فرعون کا کوئی کام صحیح نہ تھا ○

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں ٹھیرائے گا اور وہ کیسی بری

الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ

پیاس بجھانے کی جگہ ہے ○ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ان کو کیسا

الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ

برا انعام دیا گیا ○ یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جن کا قصہ ہم آپ کو بیان کر رہے ہیں ان میں سے

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

بعض تو موجود ہیں اور بعض نیست ونابود ہو گئیں ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،

فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سو اللہ کے سوا وہ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے، جب اللہ کا عذاب آگیا تو وہ ان کے

مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

کسی کام نہ آسکے اور انہوں نے ان کی ہلاکت کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا ○

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ

اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے، جب وہ بستیوں پر اس حال میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں بے شک اس کی

اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ

گرفت دردناک شدید ہے ○ جو شخص عذاب آخرت سے ڈرتا ہو اس کے لیے بے شک اس میں نشانی ہے،

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا

یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور اسی دن سب حاضر ہوں گے ○ ہم

Marfat.com

نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا

اس دن کو مدت معین تک کے لیے مؤخر کر رہے ہیں ○ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات

بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی

نہیں کر سکے گا، بعض ان میں سے بدبخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ○ رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں

النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ

گے اور ان کے لیے اس میں چیخنا اور چلانا ہوگا ○ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک

السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا

آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے بے شک آپ کا رب جو بھی ارادہ کرتا ہے اس کو خوب پورا کرنے

یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا

والا ہے ○ اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، جب تک

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

آسمان اور زمین رہیں گے، مگر جتنا آپ کا رب چاہے، یہ غیر منقطع عطا ہے ○

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ

اے مخاطب! جن معبودوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تم ان کے متعلق کسی شک میں نہ پڑنا، یہ ان کی محض اسی طرح عبادت کرتے

اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹

جس طرح اس سے پہلے ان کے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے اور بے شک ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ (ھود: ۹۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جو قصص بیان فرمائے ہیں ان میں سے یہ ساتواں اور آخری قصہ ہے۔

اس آیت میں آیات کا لفظ ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد تورات کی آیتیں ہیں جو شرائع اور احکام پر مشتمل ہیں اور سلطان مبین کا لفظ ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد کھلے ہوئے اور روشن معجزات ہیں مثلاً عصا اور ید بیضاء، کیونکہ یہ حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کے بہت مشہور معجزے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلے ہوئے معجزے عطا فرمائے تھے: (۱) عصا۔ (۲) ید بیضاء۔ (۳) طوفان۔ (۴) ٹڈیاں۔ (۵) جوئیں۔ (۶) مینڈک۔ (۷) خون۔ (۸) پیداوار میں کمی۔ (۹) جانوں میں کمی' بعض مفسرین نے پیداوار اور جانوں میں کمی کی جگہ پہاڑ کو سائبان کی طرح اوپر اٹھالینا اور سمندر کو چیرنا شمار کیا ہے' ان معجزات کو سلطان مبین اس لیے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے صدق پر روشن دلیل تھے۔

سلطان کا معنی اور علماء کی سلطنت کا بادشاہوں کی سلطنت سے زیادہ قوی ہونا

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: یہ لفظ تسلط سے بنا ہے' تسلط کا معنی ہے کسی چیز پر غالب آنا' قادر ہونا' قابض ہونا' اس لیے حجت اور قوی دلیل کو سلطان کہتے ہیں کیونکہ قوی اور مضبوط دلیل کا لوگوں پر غالب اثر ہوتا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس میں اختلاف ہے کہ حجت کو سلطان کیوں کہا جاتا ہے' بعض محققین نے کہا: جس شخص کے پاس حجت ہوتی ہے وہ اس شخص پر غالب آجاتا ہے جس کے پاس حجت نہیں ہوتی' جیسا کہ سلطان (بادشاہ) اپنے عوام پر غالب اور قاہر ہوتا ہے' اس وجہ سے حجت کو سلطان کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا: سلطان کا معنی حجت ہے اور سلطان (بادشاہ) کو سلطان اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین پر اللہ کی حجت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سلطان کا معنی تسلط ہے' علماء اپنی قوتِ علمیہ کے اعتبار سے سلاطین ہیں اور بادشاہ اپنی قوتِ حاکمہ اور قدرتِ نافذہ کے اعتبار سے سلاطین ہیں' البتہ علماء کی سلطنت اور ان کا تسلط بادشاہوں اور حکام کی سلطنت اور ان کے تسلط سے زیادہ قوی اور زیادہ کامل ہے' کیونکہ بادشاہ ملک بدر اور معزول ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں اس کی مثال افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ اور ایران کا بادشاہ رضا شاہ پہلوی ہے' یہ بادشاہت پر قائم رہنے کے کچھ عرصہ بعد معزول کردیئے گئے پھر ان کی سلطنت ختم ہوگئی اور جمہوری ملکوں میں اس کی مثال بے نظیر بھٹو اور نواز شریف ہیں۔ تین' تین سال حکومت کرنے کے بعد ان کو معزول کردیا گیا پھر ان کا تسلط اور اقتدار ختم ہوگیا' اس کے برخلاف علماء کا تسلط اور اقتدار تاحیات برقرار رہتا ہے اور عوام ان کے احکام پر عمل کرتے رہتے ہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ علماء کی سلطنت مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ' امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ' امام محمد متوفی ۱۸۹ھ' علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ' علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ' علامہ مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ' علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ' علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ' علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ' اعلیٰ حضرت بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اور مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ کے فتاویٰ اور ان کے احکام پر مسلمان صدیوں سے عمل کررہے ہیں اور ہر دور میں جب بھی بادشاہوں کے احکام شریعت کے خلاف ہوئے تو مسلمانوں نے بادشاہوں کے احکام کے خلاف علماء کے احکام پر عمل کیا۔ جہانگیر نے حکم دیا تھا کہ اس کو سجدۂ تعظیم کیا جائے' حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حکم دیا کہ یہ سجدہ نہ کیا جائے اور مسلمانوں نے حضرت مجدد کے حکم پر عمل کیا۔ آج جہانگیر کے لیے کلمہ خیر کہنے والا کوئی نہیں ہے اور حضرت مجدد کے جاں نثار لاکھوں کی تعداد میں تمام رُوئے زمین میں پھیلے ہوئے ہیں' اور ہمارے دور میں اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حکومت نے عائلی قوانین کو نافذ کیا ہوا ہے جس کی اکثر دفعات کو علماء نے مسترد کردیا ہے مثلاً تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا' یتیم پوتے کو وارث بنانا اور ان احکام میں مسلمان حکومت کے قوانین پر عمل نہیں کرتے بلکہ علماء کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں اس وقت کے صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان کے عہدِ حکومت میں ۲۹ روزوں کے بعد عید کا اعلان کردیا گیا' علماء کے نزدیک یہ اعلان صحیح نہیں تھا کیونکہ پورے ملک میں کسی جگہ بھی چاند نہیں دیکھا گیا تھا اور مطلع صاف تھا' اس لیے علماء نے اگلے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور عید منانے سے منع کردیا اور مسلمانوں کی اکثریت نے علماء کے

Marfat.com

حکم پر عمل کیا' اس سے معلوم ہوا کہ علماء ہی حقیقی سلطان ہیں اور حیات اور بعد از حیات ان ہی کی حکومت ہے اور ان ہی کا تسلط ہے' اور علماء سے ہماری مراد وہ علماء ہیں جن کو شہر میں صاحب فتویٰ ہونے کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہو' اور جتنا بڑا عالم ہو گا اس کی سلطنت کا دائرہ اتنا وسیع ہو گا' مساجد کے عام ائمہ اور خطباء کو بھی بہرحال جزوی سلطنت حاصل ہوتی ہے اور مسلمان اپنے روزمرہ کے دینی اور دنیاوی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں' البتہ کسی پیچیدہ اور مشکل مسئلہ میں کسی بڑے عالم اور مفتی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

آیت' سلطان اور سلطان مبین کا باہمی فرق

اس آیت میں آیات اور سلطان مبین کے الفاظ ہیں' ان میں باہمی فرق یہ ہے کہ آیات ان علامات کو کہتے ہیں جو غلبہ ظن اور یقین کی افادیت میں مشترک ہیں' مثلاً اولیاء اللہ سے کرامات کا صدور ہوتا ہے' وہ بھی آیات ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا صدور ہوتا ہے وہ بھی آیات ہیں جب کہ اول الذکر کی اللہ کے ولی ہونے پر دلالت غلبہ ظن کی مفید ہے اور ثانی الذکر کی اللہ کے نبی ہونے پر دلالت قطعی اور یقینی ہے' اور سلطان اس دلیل کو کہتے ہیں جو قطعی اور یقینی ہو لیکن سلطان ان دلائل میں مشترک ہے جو حواس سے مؤکد ہوں اور ان دلائل میں جو محض عقل سے مؤکد ہوں' مثلاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر حواس سے مؤکد تھا اور آپ کا معجزہ قرآن محض عقل سے مؤکد ہے اور جو معجزہ صرف حواس سے مؤکد ہو اس کو سلطان مبین کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات تھے وہ صرف حواس سے مؤکد تھے اس لیے ان کے معجزات کے متعلق فرمایا کہ وہ سلطان مبین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا کوئی کام صحیح نہ تھا○ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں ٹھہرائے گا' اور وہ کیسی بُری پیاس بجھانے کی جگہ ہے○ اس دُنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ ان کو کیسا بُرا انعام دیا گیا○

(ہود: ۹۹-۹۷)

فرعون کی گمراہی اور دوزخ میں اس کا اپنی قوم کا مقتدا ہونا

یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے اور واضح معجزات دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا' اور فرعون کا کوئی کام صحیح نہ تھا یعنی وہ ہدایت یافتہ نہ تھا۔ امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ فرعون دہریہ تھا' وہ اس جہان کے لیے کسی پیدا کرنے والے کا منکر تھا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا بھی منکر تھا' وہ کہتا تھا کہ اس جہان کا کوئی خدا نہیں ہے اور ہر ملک کے باشندوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی اطاعت اور اس کی پرستش کریں اور وہ اس بات کا بھی انکار کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے میں رُشد اور ہدایت ہے اور چونکہ وہ ان چیزوں کا منکر تھا اس لیے وہ رُشد اور ہدایت سے بالکل خالی تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون کا کوئی کام بھی رشید نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن فرعون اپنی اس قوم کا مقتدا ہو گا جو دوزخ کی طرف جا رہی ہو گی یعنی جس طرح فرعون دنیا میں گمراہی میں ان کا مقتدا تھا اسی طرح آخرت میں عذاب میں ان کا مقتدا ہو گا یا جس طرح دنیا میں سمندر میں غرق کیے جانے کے وقت وہ ان کا مقتدا تھا اسی طرح آخرت میں دوزخ میں دخول کے وقت وہ ان کا مقتدا ہو گا یعنی دنیاوی عذاب میں بھی وہ ان کا مقتدا تھا اور اُخروی عذاب میں بھی وہ ان کا مقتدا ہو گا۔

ورد کا معنی ہے پانی کا قصد کرنا' اور مورود کا معنی ہے پانی پینے کی جگہ جس کو اردو میں گھاٹ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں

Marfat.com

شخص نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے' فرمایا: وہ کیسی بُری پیاس بجھانے کی جگہ ہے' کیونکہ پانی کے گھاٹ پر جانے والا چاہتا ہے کہ اس کی پیاس بجھ جائے اور اس کا جگر ٹھنڈا ہو جائے اور دوزخ کی آگ تو اس کا بالکل اُلٹ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ (مریم: ۷۲-۷۱)

تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ کے اُوپر سے گزرے گا' آپ کے رب کے نزدیک یہ قطعی فیصلہ ہے' پھر ہم متقین کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ○ (الانبیاء: ۹۸)

تم اور اللہ کے سوا تم جن بُتوں کی عبادت کرتے ہو وہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں' تم سب اس میں جانے والے ہو۔

اس کے بعد فرمایا: اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور آخرت میں بھی' اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں کی اور نبیوں کی لعنت ان کے ساتھ چپکی ہوئی ہے اور وہ لعنت کسی حال میں ان سے الگ نہیں ہوتی۔ اس کے بعد فرمایا: یہ کیسا بُرا رفد مرفود (انعام) ہے' رفد کے معنی ہیں عطیہ' یہ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے مطلوب میں معاون ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے پے در پے لعنت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جن میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض نیست و نابود ہو گئیں○ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' سو اللہ کے سوا وہ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے' جب اللہ کا عذاب آ گیا تو وہ ان کے کسی کام نہ آ سکے' اور انہوں نے ان کی ہلاکت کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا○ (ھود: ۱۰۱-۱۰۰)

انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوات والتسلیمات کے واقعات اور قصص بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا: یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں اور ان واقعات کے بیان کرنے میں حسبِ ذیل فوائد ہیں:

(۱) توحید اور رسالت پر محض عقلی دلائل بیان کرنا صرف ان لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو غیر معمولی ذکی اور ذہین ہوں اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور عام لوگوں کو تبلیغ سے اس وقت فائدہ ہوتا ہے جب دلائل کے ساتھ واقعات اور قصص بھی بیان کیے جائیں اس لیے اللہ تعالیٰ دلائل کے ساتھ ساتھ واقعات اور قصص بھی بیان فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے جو قصص بیان فرمائے' ان میں توحید اور رسالت پر انبیاء علیہم السلام کے پیش کیے ہوئے دلائل کا بھی ذکر فرمایا' پھر ان دلائل پر ان کی اقوام کے اعتراضات اور شبہات کا بھی ذکر فرمایا اور انبیاء علیہم السلام نے ان شبہات کے جو جوابات دیئے ان کو بھی بیان فرمایا' اور جب ان کی اقوام نے دلائل کے جواب میں آباء واجداد کی تقلید پر ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں ان پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان پر دُنیا میں ایسا عذاب نازل کیا گیا جس سے دُنیا میں ان کی زندگی کی فصل کٹ گئی' اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تو کفارِ مکہ کے لیے ان واقعات کا بیان توحید و رسالت کے دلائل کے پہنچانے کا ذریعہ بن گیا اور جو شبہات ان کے دماغوں میں تھے وہ سابقہ اقوام کے شبہات کی مثل تھے سو ان کے جوابات بھی ان واقعات کے ذکر میں آ گئے اور یہ واقعات ان کے دلوں کی شقاوت اور سختی کے ازالہ کا سبب

Marfat.com

بن گئے اور یہ توحید و رسالت کی دعوت اور تبلیغ کا نہایت موثر طریقہ ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، آپ نے کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا نہ کسی عالم سے پہلے ان واقعات کو سنا تھا نہ کسی مکتب اور مدرسہ میں داخل ہوئے تھے اس کے باوجود آپ نے انبیاء سابقین کے واقعات بالکل درست بیان فرمائے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(۴) جو لوگ ان قصص اور واقعات کو سنیں گے ان کے دماغ میں یہ بات آجائے گی کہ صدیق ہو یا زندیق، موافق ہو یا منافق، اس کو بہرحال ایک دن اس دنیا سے جانا پڑے گا اور جو نیک مومن ہوں گے ان کا مرنے کے بعد تعریف اور تحسین سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام عزت اور احترام سے لیا جائے گا اور جو کافر اور منافق ہوں گے ان کا مرنے کے بعد اہانت اور رُسوائی سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام بے توقیری اور بے عزتی سے لیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں سابقہ اقوام کے صالحین اور کافرین کا ذکر کیا گیا ہے اور جب بار بار یہ آیات پڑھی جائیں گی اور بار بار یہ چیز دماغوں میں جاگزین ہو گی تو سننے والوں کے دل نرم ہوں گے اور ان کے دماغ حق کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوں گے، ان میں آخرت کا خوف پیدا ہو گا اور دینِ حق کو قبول کرنے کے لیے ان کے دل و دماغ آمادہ ہو جائیں گے، سو انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات کے بیان کرنے سے یہ فوائد اور ثمرات حاصل ہوں گے۔

کفار کو عذاب دینا عدل اور حکمت کا تقاضا ہے

اس کے بعد فرمایا: ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اس کے حسبِ ذیل محامل ہیں:

(۱) ہم نے ان کو دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے کفر اور معصیت کر کے خود اپنے آپ کو اس ہلاکت اور عذاب کا مستحق بنایا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو جو ہلاک کیا اور عذاب میں مبتلا کیا یہ اس کا عین عدل اور حکمت کا تقاضا ہے، اس نے ان کو ان کے جرائم کی سزا سے زیادہ سزا نہیں دی یعنی اس نے ایک کافر کو ایک کافر کی سزا دی ہے، ایک کافر کو دو کافروں کی سزا نہیں دی۔ یہ اس کا عدل ہے حالانکہ اگر وہ چاہتا تو وہ ایک کافر کو دو کافروں کی سزا بھی دے سکتا تھا، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر وہ کافروں کو کفر کی سزا نہ دیتا تو لوگوں کو کفر سے دُور رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دنیا میں نعمتیں عطا کرنے اور رزق پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی، تقصیر انہوں نے کی کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس کے بعد فرمایا: جب اللہ کا عذاب آیا تو وہ (بُت) ان کے کسی کام نہ آسکے۔ یعنی ان کے بُتوں نے ان کو کوئی نفع نہیں پہنچایا، اور انہوں نے ان کی ہلاکت کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا، اس کا معنی یہ ہے کہ کفار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ بُت ضرر اور مصیبت کو دُور کرنے اور نفع اور راحت کے پہنچانے میں ان کی مدد کریں گے اور جب ان کافروں کو مدد کی سخت ضرورت ہو گی اور وہ ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہوں گے تو یہ بُت ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور اس وقت ان کا یہ اعتقاد زائل ہو جائے گا کہ یہ بُت ضرر دُور کرنے اور نفع پہنچانے کا سبب ہیں، لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور یہ ان کا سراسر نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے جب وہ بستیوں پر اس حال میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں، بے شک اس کی گرفت دردناک شدید ہے ○ (ھود: ۱۰۲)

Marfat.com

گزشتہ قوموں کی بُرائیوں کے مرتکبین پر آنے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے

جب اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ پچھلی اقوام نے جب اپنے رسولوں کی تکذیب اور مخالفت کی تو ان پر ایسا ہمہ گیر عذاب آیا جس نے ان کو جڑ سے اُکھاڑ دیا اور یہ بیان فرمایا کہ چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لیے ان پر دُنیا میں ہلاکت آفریں عذاب آیا' تو اب یہ فرمایا کہ یہ عذاب صرف ان قوموں کے ساتھ خاص نہیں ہے جن کا ذکر کیا گیا بلکہ جو قوم بھی اس طرح کا ظلم کرتی ہے اس پر ایسا عذاب آتا ہے۔ قرآنِ مجید کی اور آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس قاعدہ کو بیان فرمایا ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ (الانبیاء: ۱۱)

اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو ظلم کرنے والی تھیں' اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۔ (القصص: ۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرنے والے ہیں جب ان میں رہنے والے ظلم کر رہے ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو مہلت نہیں دیتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱۷۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۴' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۶۲)

اس آیت کو پڑھ کر یہ سوچنا چاہیے کہ جو شخص جہالت اور شامت نفس سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو فوراً توبہ کر کے اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرنی چاہیے تاکہ وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہ ہو' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۵)

اور لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور اپنے کیے ہوئے کاموں پر جان بوجھ کر اصرار نہ کریں۔

(گناہ پر توبہ نہ کی جائے اور دوبارہ وہی گناہ کیا جائے تو یہ اصرار ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ اقوام کے عذاب کی آیتوں کو پڑھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ عذاب ان اقوام کے ساتھ مختص تھا' کیونکہ جو لوگ بھی اپنے آپ کو سابقہ اقوام کے ظلم میں شریک کریں گے تو پھر انہیں سابقہ اقوام کے عذاب کو بھگتنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی شدید پکڑ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص عذاب آخرت سے ڈرتا ہو اس کے لیے بے شک اس میں نشانی ہے' یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور اسی دن سب حاضر ہوں گے ۝ ہم اس دن کو معین مدت تک کے لیے مؤخر کر رہے ہیں ۝ (ھود: ۱۰۴۔۱۰۳)

Marfat.com

وقوعِ قیامت کی دلیل

ان لوگوں کو دنیا میں اس لیے عذاب دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے تھے اور جب اس جرم کی بناء پر ان کو دنیا میں عذاب دیا گیا جو دار العمل ہے تو آخرت میں ان کو عذاب دینا زیادہ لائق ہے جو دار الجزاء ہے۔

اس آیت میں قیامت کا ذکر ہے۔ قیامت کے وقوع کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو پیدا کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ اس کائنات کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کو فنا بھی کر سکتا ہے اور فنا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اس دنیا میں کئی لوگ ظلم کرتے رہتے ہیں اور ظلم کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور انہیں اس پر کوئی سزا نہیں ملتی اور کئی لوگ ظلم سہتے رہتے ہیں اور انہیں اس پر کوئی جزا نہیں ملتی اور ظالم کا بغیر سزا کے رہ جانا اور مظلوم کا بغیر جزا کے رہ جانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ اس جہان کے بعد کوئی اور جہان ہو جہاں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزا ملے اور جزا اور سزا کے عمل سے پہلے ضروری ہے کہ اس جہان کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے اور جب تک یہ جہان باقی رہے گا عمل ختم نہیں ہوں گے کیونکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے مثلاً ایک انسان مسجد بنا دیتا ہے تو جب تک وہ مسجد زمین پر قائم رہے گی اور لوگ اس میں نمازیں پڑھتے رہیں گے اس شخص کی نیکیوں کا سلسلہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا، اس طرح کوئی شخص فحاشی کا اڈہ قائم کرتا ہے یا کوئی جوئے کا اڈہ قائم کرتا ہے تو جب تک برائیوں کا وہ اڈہ قائم رہے گا اور اس میں برائیاں ہوتی رہیں گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی اور یوں لوگوں کے اعمال کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک یہ پوری دنیا ختم نہ کر دی جائے اس لیے جزا اور سزا کے نظام کو برپا کرنے سے پہلے قیامت کا آنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور اس دن سب حاضر ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس دن نیک اور بد سب حاضر ہوں گے۔ دوسرے مفسرین نے کہا: اس دن آسمان والے اور زمین والے سب حاضر ہوں گے۔

اور فرمایا: ہم اس دن کو معین مدت تک کے لیے موخر کر رہے ہیں، یعنی ہمارے علم میں اس کے لیے جو دن مقرر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا، بعض ان میں سے بدبخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ○ (ھود: ۱۰۵)

کیا حشر کے دن لوگوں کا باتیں کرنا مطلقاً ممنوع ہے؟

یعنی جب وہ سخت مہیب اور ہولناک دن آئے گا جب سب خوف سے کانپ رہے ہوں گے اور سب پر دہشت طاری ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی سے بات نہیں کر سکے گا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ لوگ اس دن باتیں کریں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۔ (الصّٰفّٰت: ۲۷)

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں سوال کریں گے۔

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا۔ (النحل: ۱۱۱)

جس دن ہر شخص اپنی طرف سے بحث کرتا ہوا آئے گا۔

Marfat.com

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ ایسا کلام نہیں کر سکیں گے جس سے وہ اپنی تقصیرات اور معاصی کے ارتکاب کا جواز پیش کر سکیں یا اپنے کفر اور شرک کو برحق ثابت کر سکیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کا دن بہت طویل ہو گا اور اس کے بہت سے مراحل ہوں گے۔ بعض اوقات میں ان کو بالکل بولنے کی اجازت نہیں ہو گی' اور بعض اوقات میں ان کو بات کی اجازت دی جائے گی تو وہ بات کریں گے' بعض اوقات میں وہ اپنی طرف سے بحث کریں گے اور بعض اوقات میں ان کے مُنہ پر مہر لگا دی جائے گی' ان کے ہاتھ بات کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے۔

آیا حشر کے دن لوگ سعید اور شقی میں منحصر ہوں گے یا نہیں؟

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اہلِ محشر میں بعض لوگ نیک بخت ہوں گے اور بعض لوگ بدبخت ہوں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اہلِ محشر میں پاگل اور بچے بھی ہوں گے حالانکہ وہ نیک بخت اور بدبخت ان دونوں قسموں سے خارج ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اہلِ محشر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا اور جن کا حساب لیا جائے گا وہ بہرحال ان دو قسموں سے خارج نہیں ہیں۔

اس جگہ یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے نہ دوزخ میں' آیا وہ ان دو قسموں میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح پاگل اور بچے ان دو قسموں سے خارج ہیں اسی طرح اہلِ اعراف بھی ان قسموں سے خارج ہیں۔

اس جگہ ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ سعید (نیک بخت) وہ ہے جس کا ثواب زیادہ ہو اور شقی (بدبخت) وہ ہے جس کا عذاب زیادہ ہو' ان کے علاوہ ایک اور قسم بھی ہے جس کا ثواب اور عذاب دونوں برابر ہیں' وہ کس قسم میں داخل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دو قسموں کا ذکر اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ تیسری قسم کا وجود نہ ہو' جس طرح قرآنِ مجید کی اکثر آیات میں صرف مومن یا کافر کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ منافقین کی قسم نہ ہو۔

لوگوں کے سعید اور شقی ہونے کے متعلق احادیث

اس آیت میں انسانوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں: سعید اور شقی اور ان کے متعلق حسبِ ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے ہیں اور آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک جمع ہوتی رہتی ہے پھر وہ (نطفہ) چالیس دن بعد جما ہوا خُون ہو جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خُون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے' وہ اس میں رُوح پھونک دیتا ہے' اور اس کو چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: وہ اس کا رزق لکھ دیتا ہے اور اس کی مدتِ حیات لکھ دیتا ہے اور یہ لکھ دیتا ہے کہ وہ کیا عمل کرے گا اور یہ لکھ دیتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تم میں سے ایک شخص اہلِ جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا (مقدر) غالب آ جاتا ہے اور اس کا خاتمہ اہلِ دوزخ کے عمل پر ہوتا ہے' اور وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے ایک شخص اہلِ دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور اس کا خاتمہ اہلِ جنت کے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن الترمذی رقم الحدیث:

Marfat.com

۲۱۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۹۳، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۸۲، ۴۳۰، سنن دارمی رقم الحدیث: ۷۰، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۵۷، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۰۰، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تم عمل کرو، ہر شخص کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○ (اللیل: ۱۰-۵)

سو جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈرا ○ اور نیک بات کی تصدیق کی ○ تو ہم عنقریب اس کے لیے نیک اعمال آسان کر دیں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پروا رہا ○ اور اس نے نیک بات کی تکذیب کی ○ تو ہم عنقریب اس کے لیے بُرے اعمال کو آسان کر دیں گے ○

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۷۴، مسند احمد ج ۱ ص ۸۲، مسند بزار رقم الحدیث: ۵۸۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۴، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، کیا یہ اعمال (اللہ تعالیٰ کے لکھنے سے پہلے) ابتداءً ہیں یا ان اعمال (کو لکھنے) سے فراغت ہو چکی ہے؟ آپ نے فرمایا: ان سے فراغت ہو چکی ہے، یا ابن الخطاب! اور ہر عمل آسان کیا جا چکا ہے! جو اہلِ سعادت ہیں وہ سعادت کے لیے عمل کرتے ہیں اور جو اہلِ شقاوت ہیں وہ شقاوت کے لیے عمل کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۵، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۴۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! ہاں اگر آپ بتا دیں! آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبیلوں کے، پھر اس کے آخر میں کل تعداد لکھ دی گئی ہے اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی، پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبیلوں کے، پھر اس کے آخر میں کل تعداد لکھ دی گئی ہے، اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی۔ آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! جب سب کچھ لکھ کر فراغت ہو چکی ہے تو پھر ہم عمل کس لیے کریں؟ آپ نے فرمایا: نیک عمل کرو اور نیکی کے قریب رہو کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہلِ جنت کے اعمال پر کیا جاتا ہے خواہ اس نے (زندگی بھر) کیسے ہی عمل کیے ہوں، اور دوزخی کا خاتمہ اہلِ دوزخ کے اعمال پر کیا جاتا ہے خواہ اس نے (زندگی بھر) کیسے ہی عمل کیے ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کو ایک طرف ڈال دیا، پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں (کے عمل لکھنے) سے فارغ ہو چکا ہے، ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۲۵)

Marfat.com

جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تقدیر میں شقی ہونا لکھ دیا تو پھر معصیت میں اس کا کیا قصور ہے؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے یا اہلِ جنت میں سے ہے یا اہلِ نار سے ہے تو اب انسان کے عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے، ہو گا تو وہی جو پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے دنیا میں کیسے عمل کرے گا' وہ اہلِ جنت کے عمل کرے گا یا اہلِ نار کے عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں وہی کچھ لکھا ہے جو خود بندہ نے اپنے اختیار سے کرنا تھا' اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی تقدیر انسان کے اعمال کے مطابق ہے' انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر کے مطابق نہیں ہیں۔

تقدیرِ معلق اور تقدیرِ مبرم کے متعلق احادیث

انسان پر جو راحتیں اور مصیبتیں آتی ہیں اور خوشیاں اور غم آتے ہیں' بیماریوں اور تندرستیوں کا توارد ہوتا ہے' رزق کی تنگی اور فراخی ہوتی ہے' حوادثِ روزگار' فتح اور شکست' کامیابی اور ناکامی اور زندگی اور موت آتی ہے' ان تمام امور میں انسان کا اختیار نہیں ہے' ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے' البتہ جن احکامِ شرعیہ کا اسے مکلف کیا گیا ہے ان میں اس کو اختیار دیا گیا ہے مثلاً اس کا نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا' روزہ رکھنا یا نہ رکھنا' یہ اس کے اختیار میں ہے اور ان ہی کاموں پر اس کو جزا یا سزا ملتی ہے البتہ پہلے جن امور کا ذکر کیا گیا ہے' یعنی امورِ تکوینیہ' ان میں اس کا اختیار نہیں ہے لیکن ہر دو کا تعلق تقدیر کے ساتھ ہے اور تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور تقدیر حقیقت میں تقدیرِ مبرم ہے جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس میں کوئی تغیر اور تبدل محال ہے کیونکہ اس میں تغیر اللہ تعالیٰ کے جہل کو مستلزم ہے اور وہ محال ہے' البتہ علماء نے تقدیر کی ایک اور قسم بھی ذکر کی ہے' اس کو تقدیرِ معلق کہتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر صرف دُعا سے بدل جاتی ہے اور عمر میں زیادتی صرف نیکی سے ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۲۸)

عمر بھی تقدیر سے ہے سو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دُعا اور نیکی سے تقدیر بدل جاتی ہے حالانکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کا بدلنا محال ہے سو تقدیر کا بدلنا بھی محال ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر ایمان نہ لائے کہ ہر اچھی اور بری چیز تقدیر سے وابستہ ہے اور یہ یقین رکھے کہ جو مصیبت اس پر آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس کو پہنچ نہیں سکتی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تمہیں چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں' تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو' اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو' تم اللہ کی رضا کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو تو تم اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو' اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت تم کو کوئی فائدہ پہنچانے پر جمع ہو جائے تو جو چیز اللہ نے تمہارے لیے نہیں لکھی وہ تم کو اس کا فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر سب لوگ تم کو ضرر پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو جو

Marfat.com

چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نہیں لکھی وہ تمہیں اس کا ضرر نہیں پہنچا سکتے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳، ۱ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۸۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقت ور مسلمان اللہ تعالیٰ کو کمزور مسلمان کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے اور ہر مسلمان میں (قوی ہو یا ضعیف) خیر ہے، جو چیز تمہارے لیے فائدہ مند ہو اس کی حرص کرو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو، اور اگر تم کو، کوئی مصیبت پہنچی ہو تو یہ نہ کہو کہ اگر میں فلاں فلاں کام کر لیتا تو مجھ کو یہ مصیبت نہ پہنچتی، لیکن یہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کیونکہ "اگر" کا لفظ شیطان کے عمل کو کھولتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۷۹۹، دار الفکر)

اول الذکر احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا اور نیکی سے تقدیر بدل جاتی ہے اور ثانی الذکر احادیث سے معلوم ہوا کہ تقدیر کسی چیز سے نہیں بدل سکتی، علماء اسلام نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیرِ معلق اور تقدیرِ مبرم۔ تقدیرِ مبرم ہی اصل تقدیر ہے اور وہ کسی چیز سے نہیں بدل سکتی اور تقدیرِ معلق یہ ہے کہ انسان اگر دعا کرے گا یا نیکی کرے گا تو اس کی عمر بڑھ جائے گی ورنہ نہیں بڑھے گی مثلاً تقدیرِ معلق کے مرتبہ میں اس کی عمر چالیس سال لکھی ہوئی ہے، اس نے نیکی کی تو اس کی عمر چالیس سال کو مٹا کر ساٹھ سال لکھ دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کو بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور یہ تقدیرِ مبرم ہے جس میں تغیر ہونا محال ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی اس کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ (الرعد: ۳۹)

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

قضاء مبرم کو کوئی ٹال نہیں سکتا

کتاب المحو والاثبات تقدیرِ معلق ہے اور ام الکتاب تقدیرِ مبرم ہے، اور تقدیرِ معلق میں نیکی اور دعا سے تبدیلی ہو جاتی ہے اور تقدیرِ مبرم کوئی نہیں بدل سکتا۔ مشہور ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قضاء مبرم کو ٹال دیتا ہوں، اس سے مراد حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی ہے۔ وہ حقیقت میں تقدیرِ معلق ہے لیکن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کم درجہ کے اولیاء کرام کی دعا سے وہ تقدیر نہیں بدل سکتی تھی اور ان کے اعتبار سے وہ تقدیرِ مبرم تھی اور غوث اعظم کی دعا سے وہ تقدیر بدل سکتی تھی اس لیے فرمایا کہ میں قضاء مبرم کو ٹال دیتا ہوں، یعنی اس تقدیر کو جو ان سے کم درجہ کے اولیاء کرام کے اعتبار سے قضاء مبرم ہے اور حقیقتاً قضاء مبرم کو بدل دینا کسی کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے۔ تقدیرِ معلق ہرچند کہ حقیقی تقدیر نہیں ہے لیکن اس کو اللہ کے نیک بندوں کی دعا اور نیک اعمال کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ کوئی تقدیر نہیں ہے، ان میں سے جو شخص مرجائے تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ اور اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرو، وہ دجال کی جماعت ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان کو دجال کے ساتھ لاحق کر دے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (منکرینِ تقدیر) اس امت

Marfat.com

کے مجوس (آتش پرست) یہ دو خدا مانتے ہیں: ایک یزداں جو نیکی پیدا کرتا ہے اور ایک اہرمن جو بدی پیدا کرتا ہے، اسی طرح منکرین تقدیر بھی دو خالق مانتے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ، دوسرا انسان جو اپنے افعال کو پیدا کرتا ہے اس لیے منکرینِ تقدیر کو مجوس فرمایا) ہیں، اگر یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر یہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں مت جاؤ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک دوست نے شام سے ان کو خط لکھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو جواب لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم تقدیر پر نکتہ چینی کرتے ہو، اب تم مجھے خط نہ لکھنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۱۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۱)

یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے تقدیر کا انکار کیا وہ بصرہ کا رہنے والا ایک شخص معبد جہنی تھا، میں اور حمید بن عبدالرحمن حج یا عمرہ کے لیے گئے، ہم نے کہا: کاش ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی مل جاتا تو ہم اس سے تقدیر کا مسئلہ معلوم کرتے تو حسنِ اتفاق سے مسجد میں ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوگئی، میں نے اور میرے ساتھی نے دائیں بائیں سے ان کو گھیرلیا۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! ہمارے علاقہ میں کچھ لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بڑے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے، جو کچھ ہوتا ہے وہ ابتداءً ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے بری (لاتعلق) ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں اور جس چیز پر عبداللہ بن عمر قسم کھاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی شخص کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک نہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ الحدیث۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۹۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۸)

تقدیر میں بحث کرنا ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قریش تقدیر کے متعلق بحث کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (القمر: ۴۹-۴۸)

جس دن وہ آگ میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے، دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو ۝ بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳، خلق افعال العباد رقم الحدیث: ۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم تقدیر کے متعلق بحث کررہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کا مبارک چہرہ سرخ ہوگیا، گویا کہ آپ کے رخساروں میں انار کے دانے کھل گئے ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تم کو اس میں بحث کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا میں اس میں بحث

Marfat.com

کرنے کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، تم سے پہلی امتیں اس وقت ہلاک کر دی گئیں جب وہ اس میں بحث کر رہی تھیں، میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم اس میں بحث مت کرو۔ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۰۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے تقدیر میں بحث کی اس سے قیامت کے دن اس کے متعلق سوال ہوگا اور جس نے بحث نہیں کی اس سے اس کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۴)

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے، مجھے تقدیر کے متعلق کوئی حدیث بیان فرمائیے، شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اگر اللہ تمام آسمان والوں کو اور تمام زمین والوں کو عذاب دے، تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے اور اگر وہ رحم فرمائے تو اس کا رحم لوگوں کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک تم سے قبول نہیں فرمائے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم یہ یقین نہ رکھو کہ تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی، اور جو مصیبت تم سے ٹل چکی ہے وہ تم کو پہنچ نہیں سکتی تھی اور اگر تم اس عقیدہ کے خلاف پر مرے تو تم دوزخ میں داخل ہوگے، پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس طرح کہا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی جو اس کی مثل تھی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۶۶۷، مطبوعہ دار الفکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام میں مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا: تم ہی وہ شخص ہو جس نے اپنے ذنب (اجتہادی خطا) کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکالا اور ان کو بدنصیب بنایا۔ حضرت آدم نے کہا: اے موسیٰ! تم ہی وہ شخص ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے سرفراز فرمایا، کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو، جس کو اللہ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مجھ پر لکھ دیا تھا یا کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے میرے لیے مقدر کر دیا تھا، پھر حضرت آدم نے حضرت موسیٰ پر غلبہ پالیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۴، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۷۹، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۱۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۰، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۲۴۵، الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۱۸۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۶۸)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کے درمیان یہ مباحثہ عالم برزخ میں ہوا یا حضرت موسیٰ حضرت آدم کی قبر پر گئے اور وہاں ان سے یہ بحث کی، رہا یہ سوال کہ جس طرح حضرت آدم نے اپنی اجتہادی خطا پر تقدیر کا عذر پیش کیا، کیا اس طرح ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر میں لکھے کا عذر پیش کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم نے یہ عذر برزخ میں پیش کیا تھا اور جب تک وہ دنیا میں رہے وہ اس خطاء پر توبہ اور استغفار کرتے رہے، اور رہا یہ سوال کہ جب تقدیر میں بحث کرنا ممنوع ہے تو حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے تقدیر کے مسئلہ پر کیوں مباحثہ کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بحث دنیا میں ممنوع ہے اور حضرت موسیٰ

Marfat.com

نے یہ مباحثہ برزخ میں کیا تھا' نیز یہ ہماری شریعت میں ممنوع ہے' ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تقدیر پر بحث کرنا ممنوع نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں گے اور ان کے لیے اس میں چیخنا اور چلانا ہوگا○ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے' بے شک آپ کا رب جو بھی ارادہ کرتا ہے اس کو خوب پورا کرنے والا ہے○ اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنّت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے یہ غیر منقطع عطاء ہے○ (ھود: ۱۰۸-۱۰۶)

سعادت اور شقاوت کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: نیک کاموں کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی مدد مل جانا سعادت ہے اور اس کا الٹ اور ضد شقاوت ہے۔ سعادت کی دو قسمیں ہیں: سعادت دنیوی اور سعادت اخروی۔ سعادت اخروی جنّت ہے اور سعادت دنیوی کی تین قسمیں ہیں: رُوح کی سعادت' بدن کی سعادت اور خارجی سعادت۔ رُوح کی سعادت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے ہوتی ہے' اور بدن کی سعادت صحت اور قوت سے ہے اور مفید غذاؤں اور دواؤں سے حاصل ہوتی ہے' اور خارجی سعادت انسان کے نیک مطلوب پر معاونت کرنے سے حاصل ہوتی ہے' اور اس کا الٹ اور ضد شقاوت ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۴۹' ۳۰۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے: سعادت کا معنی نفع' معاونت' اللہ تعالیٰ کا نیک کاموں کی توفیق دینا یا ان کاموں کی توفیق دینا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ (تاج العروس ج ۲ ص ۳۷۶' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

زفیر اور شھیق کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: اتنا لمبا اور گہرا سانس لینا جس سے سینہ پھول جائے زفیر ہے اور گہرے سانس کو باہر نکالنا شہیق ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۵۵' ۲۸۱' مطبوعہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شدید اور سخت آواز زفیر ہے اور پست اور کمزور آواز شہیق ہے۔ امام ابو العالیہ نے کہا: جو آواز حلق سے نکلے وہ زفیر ہے اور جو آواز سینہ سے نکلے وہ شہیق ہے۔ قتادہ نے کہا: جہنم میں کافر کی ابتدائی آواز اور گدھے کی ابتدائی آواز زفیر ہے اور جہنم میں کافر کی آخری آواز اور گدھے کی آخری آواز شہیق ہے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۱۵۲-۱۵۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ نے امام ابن جریر کے ذکر کردہ معانی پر حسبِ ذیل معانی کا اضافہ کیا ہے:

حسن نے کہا: جہنم کے شعلے اپنی قوت سے کفار کو اٹھا کر جہنم کے سب سے بلند طبقہ میں پہنچا دیں گے اور اس وقت کفار یہ چاہیں گے کہ وہ جہنم سے نکل جائیں تو فرشتے لوہے کے گرز مار کر ان کو پھر جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں پہنچا دیں گے' سو ان کا دوزخ میں اوپر اٹھنا زفیر اور نیچے گرنا شہیق ہے۔ ابو مسلم نے کہا: جب انسان پر سخت گریہ و زاری طاری ہو تو سینہ میں جو سانس گھٹ جاتا ہے وہ زفیر ہے اور انتہائی غم اور اندوہ کے وقت رونے سے جو آواز نکلتی ہے وہ شہیق ہے۔ بعض اوقات اس کیفیت کے بعد غشی طاری ہو جاتی ہے اور بعض اوقات آدمی مرجاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ جو رونا ختم نہ ہو وہ زفیر ہے اور غم کم نہ ہو وہ شہیق ہے اور اہلِ تحقیق نے کہا: کفار کا دنیا اور اس کی لذتوں کی طرف مائل ہونا

Marfat.com

زفیر ہے اور کمالاتِ روحانیہ میں ان کی معاونت کا کمزور ہونا شہیق ہے۔

(غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے عذاب کو آسمان و زمین کے قیام پر موقوف کرنا دوامِ عذاب کے منافی ہے

''وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔'' آیت کے اس حصہ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ آسمان اور زمینوں کا قائم رہنا تو دائمی اور ابدی نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے دوزخ میں قیام کو آسمانوں اور زمینوں کے قیام پر معلق کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا دوزخ میں قیام بھی دائمی اور ابدی نہیں ہے بلکہ وقتی اور عارضی ہے۔

قرآنِ مجید کی دیگر نصوص قطعیہ اور بکثرت احادیث سے چونکہ یہ ثابت ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس لیے مفسرین نے اس آیت کی متعدد تاویلات کی ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) اس آیت میں آسمان اور زمین سے مراد دنیا کے آسمان اور زمین نہیں ہیں بلکہ جنت اور دوزخ کے آسمان اور زمین مراد ہیں کیونکہ جنت اور دوزخ فضا اور خلا میں تو نہیں ہیں، ان میں فرش ہوگا جس پر لوگ بیٹھے ہوئے یا ٹھہرے ہوئے ہوں گے، اور ان کے لیے کوئی سائبان بھی ہوگا جس کے سائے میں وہ لوگ ہوں گے اور عربی میں ہر سایہ کرنے والی چیز پر سماء کا اطلاق کیا جاتا ہے اور جنت میں زمین کے وجود پر یہ آیت دلیل ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۚ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ○ (الزمر: ۷۴)

اور (جنتی) کہیں گے اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو (اس) زمین کا وارث بنایا تاکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں، پس نیک عمل کرنے والوں کا ثواب کیسا اچھا ہے۔

آخرت کے زمین و آسمان دنیا کے زمین و آسمان سے مختلف ہیں، اس پر یہ آیت بھی دلیل ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ۔ (ابراہیم: ۴۸)

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ جنت اور دوزخ کے زمین و آسمان اس دنیا کے زمین و آسمان کے مغائر ہیں اور جب جنت اور دوزخ ہمیشہ رہیں گی تو ان کے زمین اور آسمان بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جنت اور دوزخ میں رہنے والے بھی ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

(۲) اگر زمین و آسمان سے مراد اس دنیا کے زمین اور آسمان ہوں تب بھی یہ آیت جنت اور دوزخ میں جنتیوں اور دوزخیوں کے دوام کے منافی نہیں ہے، کیونکہ عربوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا دوام بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی اور قرآنِ مجید چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے اس لیے جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے اس سے مراد دوام اور خلود ہی ہے، اور معنی یہی ہے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۳) مقدم کے ثبوت سے تالی کا ثبوت ہوتا ہے لیکن مقدم کی نفی سے تالی کی نفی نہیں ہوتی مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ

Marfat.com

انسان ہے تو پھر یہ حیوان ہے' یہ درست ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کہ اگر یہ انسان نہیں ہے تو پھر یہ حیوان نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ انسان نہ ہو گھوڑا ہو اور حیوان ہو' اسی طرح جب تک آسمان اور زمین ہیں وہ دوزخ میں رہیں گے' اس سے یہ لازم نہیں ہو گا کہ جب آسمان اور زمین نہ ہوں تو وہ دوزخ میں نہ ہوں۔

دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب

امام رازی نے لوگوں کی طرف سے ایک اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ کافر نے زمانہ متناہی میں جُرم کیا ہے اور اس کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دینا ظلم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذاب کافر کی نیت کے اعتبار سے ہے' اس کی نیت دائماً کفر کرنے کی ہوتی ہے اگر بالفرض وہ غیر متناہی زمانہ تک زندہ رہتا تو غیر متناہی زمانہ تک کفر کرتا' اس وجہ سے اس کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب دیا جائے گا۔

امام رازی نے دوسرا اعتراض یہ ذکر کیا ہے کہ یہ عذاب نفع سے خالی ہے اس لیے یہ قبیح ہے' یہ نفع سے اس لیے خالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس کا نفع ہو نہیں سکتا' کیونکہ وہ نفع اور ضرر سے مستغنی اور بلند ہے' اور دوزخی کافر کو بھی اس عذاب سے نفع نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے حق میں یہ عذاب ضرر محض ہے' اور جنتی مسلمانوں کو بھی کافر کے عذاب سے کوئی نفع نہیں ہو گا' کیونکہ وہ اپنی لذتوں میں منہمک اور مشغول ہوں گے تو کسی کے دائمی عذاب میں مبتلا ہونے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ امام رازی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے اعتبار سے تو کافر کو مطلقاً عذاب ہونا ہی نہیں چاہیے اور اس دلیل کو دائمی عذاب کے ساتھ مخصوص کرنا باطل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو عذاب دینا ان کے جُرم کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عدل ہے' اس میں یہ لحاظ نہیں کیا گیا کہ اس سے کسی کو نفع پہنچے گا یا نہیں۔ یہ دو اعتراض امام رازی نے تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۰۱ میں ذکر کیے ہیں۔

کفار کے دائمی عذاب پر قرآنِ مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے۔

اس آیت میں جو استثناء کیا گیا ہے اس سے بعض لوگوں نے یہ مطلب نکالا ہے کہ کفار کو دوزخ میں لازمی طور سے دائمی عذاب نہیں ہو گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو ایک محدود مدت تک عذاب دے گا۔ سید مودودی لکھتے ہیں:

یعنی کوئی اور طاقت تو ایسی ہے ہی نہیں جو ان لوگوں کو دائمی عذاب سے بچا سکے' البتہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی کے انجام کو بدلنا چاہے یا کسی کو ہمیشگی کا عذاب دینے کے بجائے ایک مدت تک عذاب دے کر معاف کر دینے کا فیصلہ فرمائے تو اسے ایسا کرنے کا پورا اختیار ہے کیونکہ اپنے قانون کا وہ خود ہی واضع ہے' کوئی بالاتر قانون ایسا نہیں ہے جو اس کے اختیارات کو محدود کرتا ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۶۹' مطبوعہ لاہور' سولھواں ایڈیشن' ۱۴۰۲ھ)

اللہ تعالیٰ کے اختیار میں کوئی کلام نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی بکثرت آیات میں یہ خبر دی ہے کہ کافروں اور مشرکوں کو دائمی اور ابدی عذاب ہو گا' اب اگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے تو خود اس کے کلام کا خلاف لازم آئے گا اور یہ کذب ہو گا اور کذب اللہ تعالیٰ کے کلام میں محال ہے اس لیے جب اس آیت میں دوزخیوں کے عذاب سے استثناء کا ذکر کیا گیا ہے اس میں تاویل کرنی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)	بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

Marfat.com

اب اگر اللہ تعالیٰ کسی کافر یا مشرک کی سزا معاف کر کے اس کو بخش دے تو اس کی اس خبر کے خلاف لازم آئے گا اور یہ محال ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کسی کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں فرمائے گا' اب اگر وہ کسی کافر کی سزا معاف کر دے تو اس آیت کے خلاف ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۶۲-۱۶۱)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر پر مر گئے' ان لوگوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝ (الاعراف: ۴۰)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان (پر ایمان لانے) سے تکبر کیا ان کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح مثال سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اسی طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے' اب کفار کی مغفرت اور ان کے جنت میں داخل ہونے کے امکان کو ظاہر کرنا اس آیت کی تکذیب کے مترادف ہے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۔ (النساء: ۵۶)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا' ہم عنقریب ان کو آگ میں داخل کر دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں۔

اس آیت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ کافروں پر عذاب کا سلسلہ تا ابد جاری رہے گا' ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قید اور بغیر کسی استثناء کے یہ کلی حکم لگایا ہے کہ کافروں کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب ہو گا اور اب یہ امکان پیدا کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کافروں کو ایک مدت تک عذاب دے کر ان کو معاف فرما دے گا ان تمام آیتوں کی تکذیب کے مترادف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کو معاف نہیں کرے گا' ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی' ان کو جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا اور جب بھی ان کی کھال جل جائے گی اس کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا اور ان کے علاوہ بکثرت آیات ہیں جن میں فرمایا ہے کہ کافروں کو دائمی اور ابدی عذاب ہو گا۔

زیرِ تفسیر آیت میں کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' یہ دوزخی کون ہیں؟ تحقیق یہ ہے کہ ان دوزخیوں سے مراد موحدین ہیں جن کو ان کے گناہوں کے سبب سے تطہیر کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا پھر کچھ

Marfat.com

عرصہ کے بعد ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

(۱) قتادہ اور ضحاک نے بیان کیا کہ یہ استثناء ان موحدین کی طرف راجع ہے جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا' اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا ان کو دوزخ میں رکھے گا پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردے گا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۳۱۴' ۱۴۳۱۳' ۱۴۳۱۲' ۱۴۳۱۱' ۱۴۳۱۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۲۳۷' ۱۱۲۳۶' ۱۱۲۳۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل کردے گا' وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے گا جنت میں داخل فرمائے گا' اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دے گا' پھر فرمائے گا: تم دیکھو جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو' پھر وہ دوزخ سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان کو حیات کے دریا میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس طرح نشوونما پانے لگیں گے جس طرح دریا کے کنارے اگا ہوا دانہ نشوونما پاتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲' ۶۵۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴)

(۲) اس آیت کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے سوا ان اوقات کے جب وہ دنیا میں تھے یا برزخ میں تھے یا میدانِ حشر میں حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ دوزخیوں کا دوزخ کے عذاب سے استثناء ان تین اوقات اور احوال کی طرف راجع ہے۔

(۳) اس آیت کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ استثناء ان کے چیخنے اور چلانے کی طرف راجع ہے یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ چیختے اور چلاتے رہیں گے' لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کی چیخ وپکار نہیں ہوگی۔

(۴) اس آیت کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ دوزخ میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زمہریر کا عذاب بھی ہوگا جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی اور یہ استثناء آگ کے عذاب کی طرف راجع ہے' یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ کے عذاب میں رہیں گے مگر جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔

(۵) اس آیت کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فتح کی اس آیت کی طرح ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ۔ (الفتح: ۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا اگر اللہ چاہے گا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوگے (بعض) اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور (بعض) اپنے سروں کو کترواتے ہوئے۔

بظاہر اس آیت کا یہ معنی ہے اگر اللہ چاہے گا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے اور اگر اللہ چاہے گا تو نہیں داخل ہوگے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق ہونا واجب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم معاذ اللہ جہل سے بدل جائے گا سو جس طرح اس آیت میں "اللہ چاہے گا" کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا مسجد حرام میں داخل نہ ہونا بھی ممکن ہے اسی طرح زیرِ تفسیر آیت میں بھی "مگر جتنا آپ کا رب چاہے" کا یہ معنی نہیں ہے کہ ایک محدود مدت کے بعد اللہ تعالیٰ یہ چاہے گا کہ دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے۔

اہلِ جنت کے جنت میں اور اہلِ نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

Marfat.com

جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے۔

اس آیت میں جو استثناء ہے اس کی بھی وہی توجیہات ہیں جو اس سے پہلی آیت میں بیان کی جا چکی ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ان اہلِ جنت پر محمول کیا جائے جو کچھ عرصہ دوزخ میں رہیں گے پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اب اس آیت کا معنی اس طرح ہو گا کہ نیک بخت لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، سوا اس وقت کے جب وہ دوزخ میں تھے، پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: "یہ غیر منقطع عطاء ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ابوالعالیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ اہلِ جنت کا جنت میں قیام منقطع ہو جائے گا بلکہ ان کا جنت میں قیام حتمی اور یقینی طور پر دائمی ہے اور غیر منقطع ہے اور حدیث صحیح میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو ایک سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی یہ ندا کرے گا: اے اہلِ جنت! پھر وہ سر اٹھا کر منادی کی طرف دیکھیں گے، منادی کہے گا: تم پہچانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اس کو دیکھ لیں گے، پھر وہ منادی ندا کرے گا: اے اہلِ نار! وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے، منادی کہے گا: تم پہچانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے، پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر وہ منادی کہے گا: اے اہلِ جنت! اب ہمیشہ رہنا ہے، موت نہیں ہے اور اے اہلِ نار! اب ہمیشہ رہنا ہے اور موت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۳۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۶، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۱۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۷، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۷)

قرآنِ مجید میں اہلِ جنت کے متعلق ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ۔ (الدخان: ۵۶) وہ جنت میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوا اس پہلی موت کے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا! (اے اہلِ جنت!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے تم پر کبھی مصیبت نہیں آئے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۶۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے مخاطب! جن معبودوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، تم ان کے متعلق کسی شک میں نہ پڑنا، یہ ان کی محض اسی طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح اس سے پہلے ان کے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے، اور بے شک ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہو گی○ (هود: ۱۰۹)

کفار کے حصوں کا بیان

پہلے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کے بُت پرستوں کے احوال تفصیل سے بیان فرمائے، پھر اس کے بعد بدبختوں اور نیک بختوں کے اُخروی انجام کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی طرف سلسلہ کلام کو متوجہ فرمایا، اس

Marfat.com

آیت میں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن مراد عام مخاطب ہے، کیونکہ بُت پرستوں کی عبادت کے باطل ہونے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شک کرنا تو کسی طرح متصور ہی نہیں ہے، اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بُت پرست جن بُتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے پاس ان کی پرستش پر کوئی دلیل نہیں ہے، وہ صرف اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بے شک ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس ارشاد کے حسبِ ذیل محمل ہیں:

(۱) ان کی بُت پرستی کی سزا میں ہم نے ان کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے ان کو وہ عذاب پورا پورا دیا جائے گا اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۲) ہرچند کہ انہوں نے کفر کیا ہے اور حق سے رُوگردانی کی ہے لیکن دنیا میں ان کے رزق اور معیشت کا جو حصہ ہے ہم اس میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔

(۳) ان کو ہدایت پر لانے کے لیے دلائل مہیا کرنے، رسول کو بھیجنے، کتاب نازل کرنے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرنے میں جو ان کا حصہ ہے ہم اس میں کوئی کمی نہیں کریں گے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں محامل مراد ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور یہ (لوگ) بے شک اس (قرآن) کی طرف سے زبردست شک

مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا

میں ہیں ○ اور بے شک آپ کا رب ان میں سے ہر ایک کو (قیامت کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور بے شک

يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَ

جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○ پس آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ (بھی) جنہوں نے

لَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ

آپ کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے، اور اے لوگو! تم سرکشی نہ کرنا، بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ اور تم ان لوگوں سے

ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ

میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے،

Marfat.com

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ

پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے، بے شک

الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج

نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں ○

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ

اور صبر کیجیے پس بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○ پس تم سے پہلی

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

امتوں میں ایسے نیک لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے (لوگوں کو)

فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ج وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ

روکتے ماسوا چند لوگوں کے جنہیں ہم نے ان سے نجات دی تھی۔ اور ظالموں نے اس

ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

عیش ونشاط کی پیروی کی جس پر وہ جمے ہوئے تھے اور وہ لوگ مجرم تھے ○ اور آپ کے رب کا یہ طریقہ نہیں

لِیُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

کہ وہ کسی ظلم کی وجہ سے بستیوں کو تباہ کردے جب کہ ان کے رہنے والے نیک ہوں ○ اور اگر آپ کا رب چاہتا

لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ لا اِلَّا

تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ○ مگر

مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ

جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا، اور ان کو اسی لیے پیدا فرمایا، اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں ضرور

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ

جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا ○ اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں

Marfat.com

مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ

بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں، اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ

اور مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت ○ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے

لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ

آپ ان سے کہیے تم اپنی جگہ کام کرتے رہو، ہم (اپنی جگہ) کام کر رہے ہیں ○ اور تم (بھی) انتظار کرو

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ

بے شک ہم (بھی) انتظار کر رہے ہیں ○ اور آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں اور اسی کی طرف

یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

ہر کام لوٹایا جاتا ہے، پس آپ اسی کی عبادت کیجیے اور اسی پر توکل کیجیے ۔ اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اس سے

ع ۱۰ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

آپ کا رب غافل نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ (لوگ) بے شک اس (قرآن) کی طرف سے زبردست شک میں ہیں ○ اور بے شک آپ کا رب ان میں سے ہر ایک کو (قیامت کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور بے شک جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○ (هود: ۱۱۱-۱۱۰)

توحید و رسالت کا انکار کفار کی پرانی روش ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار پر اصرار کر رہے ہیں اور قرآن مجید کی تکذیب پر اصرار کر رہے ہیں، اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ کافروں کی کوئی نئی روش نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے کفار کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تو ان کی قوم کے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا، بعض اس پر ایمان لے آئے اور بعض اس کے انکار پر ڈٹے رہے، اور مخلوق کا ہمیشہ یہی وتیرہ رہا ہے۔

کفار مکہ پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجوہ

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ

Marfat.com

ہو چکا ہوتا'اس ارشاد کے حسب ذیل محامل ہیں:
(۱) ہر چند کہ کفار مکہ اپنے عظیم جرم کی وجہ سے اس سزا کے اور ایسے عذاب کے مستحق تھے کہ ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ پہلے یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ ان پر دنیا میں عذاب نازل نہیں فرمائے گا اور ان کے عذاب کو قیامت کے دن تک موخر فرمائے گا' سو اگر یہ فیصلہ نہ ہوا ہوتا تو ان کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔
(۲) اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فیصلہ نہ کر لیا ہوتا کہ اختلاف کرنے والوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا تو اس دنیا میں ہی حق پرستوں اور باطل پرستوں کے درمیان امتیاز کر دیا جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ یہ امتیاز قیامت کے دن کرے گا' قرآن مجید میں ہے:
وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (یٰسین: ۵۹) اے مجرمو! آج (نیک لوگوں سے) الگ ہو جاؤ۔
(۳) اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فیصلہ نہ کر لیا ہوتا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کفار مکہ پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا تو ان کے جرائم کی وجہ سے اس پر عذاب آ چکا ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے:
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو اس حال میں عذاب دے کہ آپ ان میں موجود ہوں۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر سابق اور غالب رہے گی اور اس کا احسان اس کے انتقام پر غالب رہے گا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا۔
امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے رب تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے اپنے نفس پر لکھ دیا ہے۔ (از راہ کرم اپنے اوپر لازم کر لیا ہے) کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وعد اور وعید کی جامع آیت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک آپ کا رب ان میں سے ہر ایک کو (قیامت کے دن) پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے رسول کی تصدیق کی یا جس نے رسول کی تکذیب کی یا جس کو دنیا میں جلدی سزا مل گئی یا جس کی سزا موخر کی گئی' وہ سب اس امر میں برابر ہیں کہ ان کو پوری پوری جزا آخرت میں ملے گی' مصدقین کو ان کے ایمان اور اطاعت پر ثواب ہو گا اور مکذبین کو ان کے کفر اور معصیت پر عذاب ہو گا' سو یہ آیت وعد اور وعید کی جامع ہے' پھر اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کی خوب خبر رکھنے والا ہے' جب کہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے تو اس کو ہر ایک کی اطاعت اور معصیت کا علم ہے' اس لیے اس کو یہ علم ہے کہ کون شخص کس جزا کا مستحق ہے' اس لیے وہ کسی کا حق اور اس کی جزا ضائع ہونے نہیں دے گا' اور وہ ہر شخص کو اس کے کاموں کی پوری پوری جزا دے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ (بھی) جنہوں نے آپ کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے' اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا' بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو' وہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ (ہود: ۱۱۲)
سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے ان آیتوں کا جو ترجمہ کیا ہے وہ آداب نبوت سے بہت بعید ہے اور کوئی امتی

Marfat.com

اپنے نبی کے متعلق ایسی زبان استعمال نہیں کر سکتا، وہ لکھتے ہیں:

پس اے محمد! تم اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر اور بغاوت سے ایمان و طاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں، ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔ ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی و سرپرست نہیں ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔ (ھود: ۱۱۳۔۱۱۲) (تفہیم القرآن ج ۲، ص ۳۷۱)

اور ہم نے ان آیتوں کا اس طرح ترجمہ کیا ہے:

پس آپ اسی طرح قائم رہیں، جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ (بھی) جنہوں نے آپ کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ اور تم ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے، ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ لگ جائے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○

سید مودودی نے ولا تطغوا (اور سرکشی نہ کرو) اور ولا ترکنوا (اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو) کا مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قرار دیا ہے اور امام ابن جریر نے ان دونوں کا مخاطب لوگوں کو قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے، اور باقی مفسرین نے ان دونوں کلموں کا مخاطب آپ کے اصحاب کو قرار دیا ہے اور یہ جسارت صرف سید مودودی نے کی ہے کہ اور سرکشی نہ کرو اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو کے خطاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر لیا ہے۔

استقامت کا لغوی اور عرفی معنی

استقامت کا معنی ہے خط مستقیم جس میں دائیں بائیں بالکل التفات نہ ہو اور مطلقاً کجی نہ ہو، اور احکام شرعیہ پر ہو بہو عمل کرنا، اور ان میں کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہ ہو، عقائد، اعمال اور اخلاق میں معتدل اور متوسط طریقہ پر ہمیشہ قائم رہنا، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات و صفات میں ذرا سی بھی کمی اور زیادتی عقائد میں استقامت سے خارج کر دیتی ہے، مثلاً معتزلہ اللہ تعالیٰ کا عدل ثابت کرنے میں افراط کا شکار ہوئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ نیکوکاروں کو ثواب عطا فرمائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، اور وہ استقامت سے نکل گئے، ہمارے دور میں علماء دیوبند اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عموم ثابت کرنے میں افراط اور غلو کا شکار ہوئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر اور ہر برے کام کرنے پر قادر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۸۴، جہد المقل ج ۱، ص ۴۴، ص ۴۱، تنقید متین ص ۱۸۴) حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنا اور کوئی بھی برا کام کرنا محال ہے، اس طرح وہ استقامت سے نکل گئے اور شیعہ جب اہل بیت میں افراط اور غلو کا شکار ہوئے اور انہوں نے صحابہ کرام پر تبرا کیا اور ناصبی اہل بیت میں تنقیص اور تفریط کے مرتکب ہوئے۔ خارجی اپنے خود ساختہ تقویٰ میں زیادتی کے مرتکب ہوئے، انہوں نے حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں پر لعنت کی، اور صغائر کے ارتکاب کو بھی کفر قرار دیا۔ اسلم جیراج پوری، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز اطاعت اور اتباع قرآن میں افراط کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے احادیث کے حجت ہونے کا انکار کر دیا بعض غالی واعظین جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کرنے پر آتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے بڑھا دیتے ہیں اور جب اولیاء کرام کی تعریف کرنے پر آتے ہیں تو ان کو انبیاء علیہم السلام سے بڑھا دیتے ہیں، بعض اپنے پیروں اور علماء کی تعریف نبیوں سے بھی زیادہ کرتے ہیں، ایسے تمام عقائد اور نظریات استقامت سے خارج ہیں۔

اسی طرح اعمال میں بھی استقامت مطلوب ہے اور بہت مشکل ہے، اللہ کی راہ میں سب مال خرچ کر کے خود بھیک مانگنا

Marfat.com

شروع کر دینا افراط ہے اور اللہ کی راہ میں بالکل مال خرچ نہ کرنا تفریط ہے' اور یہ دونوں استقامت سے خارج ہیں۔ نفلی نماز روزے میں انسان اس قدر مشغول رہے کہ بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کر سکے یہ عبادت میں افراط ہے اور بیوی بچوں کی محبت اور ان کے ساتھ مشغولیت میں عبادت کرنے کا' نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا بالکل خیال نہ رہے یہ تفریط ہے اور یہ دونوں عمل استقامت سے خارج ہیں' اسی طرح جو شخص شہوت اور غضب کے تقاضے پورے کرنے میں افراط یا تفریط کرے وہ بھی استقامت سے خارج ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل میں اپنے آپ کو متوسط کیفیت اور اعتدال پر رکھنا استقامت ہے اور کسی ایک طرف میلان اور جھکاؤ اختیار کرنا استقامت کے خلاف ہے۔

استقامت کا شرعی معنی

حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں' آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر مستقیم رہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۲)

آپ کا یہ ارشاد تمام احکام شرعیہ کو شامل ہے کیونکہ جس شخص نے کسی حکم پر عمل نہیں کیا یا کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا' تو وہ استقامت سے خارج ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس تقصیر پر توبہ کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ ‏ ‏ ‏ جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مستقیم رہے۔ (الاحقاف: ۱۳)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور تاحیات اس پر کاربند رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فاستقم کما امرت۔ (ھود: ۱۱۲) سے زیادہ شدید اور زیادہ شاق تمام قرآن میں کوئی آیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی' اس لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے کہا کہ آپ پر بہت جلد بڑھاپا آ گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے سورہ ہود اور ان جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷' ص ۲۸۷' دلائل النبوۃ ج ۱' ص ۳۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴' ص ۳۵۰' المستدرک' ج ۲' ص ۳۴۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰' ص ۵۵۴' تاریخ بغداد ج ۳' ص ۱۵۵' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۶۵۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو' اور ہرگز نہ رہ سکو گے' اور جان لو کہ تمہارے دین میں سب سے بہتر چیز نماز ہے اور وضو کی وہی شخص حفاظت کر سکے گا جو مومن ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷' ۲۷۸' مسند احمد ج ۵' ص ۲۷۷' ۱۲' المعجم الکبیر ج ۲' ص ۹۸' المستدرک ج ۱' ص ۱۳۰)

صوفیا کے نزدیک استقامت کا معنی

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

استقامت وہ درجہ ہے جس کے سبب سے تمام امور کمال اور تمام کو پہنچتے ہیں' اور اسی کی وجہ سے تمام نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور جس شخص کو اپنے کسی حال میں استقامت حاصل نہ ہو اس کی کوشش رائیگاں اور اس کی جدوجہد بے سود ہوتی ہے اور جو شخص اپنی کسی صفت میں مستقیم نہ ہو' وہ اپنے مقام سے ترقی نہیں کر سکتا۔ مبتدی میں استقامت کی علامت یہ ہے کہ اس کے معاملات میں سستی نہ آئے اور متوسط میں استقامت کی علامت یہ ہے کہ اس کی منازل میں وقفہ نہ آئے اور منتہی

Marfat.com

میں استقامت کی علامت یہ ہے کہ اس کے مشاہدات میں حجاب نہ آئے۔

استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے کہا کہ استقامت کے تین مدارج ہیں: (۱) التقویم یعنی نفوس کی تادیب کرنا، (۲) الاقامت یعنی قلوب کی تہذیب کرنا۔ (۳) الاستقامت یعنی اسرار کو قریب لانا۔

ایک قول یہ ہے کہ صرف اکابر ہی استقامت کی طاقت رکھتے ہیں کیونکہ استقامت کا معنی ہے اپنے معروف کاموں سے باہر آنا رسموں اور عادتوں کو چھوڑنا اور انتہائی صدق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا۔ واسطی نے کہا استقامت وہ وصف ہے جس کی وجہ سے محاسن مکمل ہوتے ہیں اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بری باتیں اچھی لگتی ہیں۔ شبلی نے کہا استقامت یہ ہے کہ قیامت ہر وقت تمہارے پیش نظر رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اقوال میں استقامت یہ ہے کہ غیبت کرنے کو ترک کر دیا جائے اور افعال میں استقامت یہ ہے کہ بدعات کو ترک کر دیا جائے اور اعمال میں استقامت یہ ہے کہ سستی کو ترک کر دیا جائے اور احوال میں استقامت یہ ہے کہ مشاہدات میں حجاب نہ رہے۔ استاذ محمد بن حسین فورک کہتے تھے الاستقامت میں سین طلب ماخذ کے لیے ہے یعنی اقامت اور قیام کو طلب کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کرو کہ وہ تم کو توحید پر برقرار رکھے پھر اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کرو کہ وہ اس سے کیے ہوئے تمام عہود پر قائم رکھے اور اس کی تمام حدود کی حفاظت پر برقرار رکھے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق مانگے کہ وہ اس کے تمام احکام اوامر ونواہی پر عمل کرے۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۴۱، ۲۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی، اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (ھود: ۱۱۳)

رکون کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: رکن کسی چیز کی اس جانب کو کہتے ہیں جس پر ٹھہرا جاتا ہے۔ (المفردات ج ۱، ص ۲۶۸) امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے: جس رکون سے منع فرمایا ہے اس کا معنی ہے ظالموں کے طریقہ اور ان کی روش پر راضی ہونا، اور ان کے طریقہ کی تحسین کرنا اور اس کو خوبصورت سمجھنا اور اس طریقہ کے کسی ایک باب میں شریک ہونا، لیکن اگر کوئی شخص دفع ضرر یا وقتی منفعت کے حصول کے لیے ناپسندیدگی کے ساتھ ان کے طریقہ میں داخل ہو تو وہ رکون نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۰۷)

رکون کا شرعی معنی

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی ہے مشرکین سے میل جول نہ رکھو۔ ابو العالیہ نے کہا: ان کے اعمال سے راضی نہ ہو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کا عذاب ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے: ظالموں سے میل جول نہ رکھو۔ ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے مداہنت نہ کرو، یعنی جو شخص ظالموں سے میل جول رکھے اور ان کے ظلم پر انکار نہ کرے وہ مداہن ہے، یہ آیت ان ظالموں کے متعلق ہے، جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اور اس کی کتاب کے ساتھ کفر کرتے ہوں، اور جو گنہگار مسلمان ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی ان کے گناہوں اور ان کے عملوں کو جاننے والا ہے، اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی معصیت کے ساتھ صلح کرے اور نہ کسی معصیت کرنے والے کے ساتھ میل جول رکھے۔ (جامع البیان جز ۱۲، ص ۱۶۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم جز ۶، ص ۲۰۸۹، ۲۰۹۰)

Marfat.com

کفار، بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تقاة ويحذركم الله نفسه وإلى الله المصير۔ (آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا' اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں' البتہ اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة وقد كفروا بما جاءكم من الحق۔ (الممتحنہ: ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو' حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

يا أيها الذين آمنوا لا تتولوا قوما غضب الله عليهم قد يئسوا من الآخرة كما يئس الكفار من أصحاب القبور۔ (الممتحنہ: ۱۳)

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے' جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

کفار، بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں گے۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج۱ ص۹' مطبوعہ کراچی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں' وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا' وہ بدعتی اور اپنی خواہش کے پیروکار ہیں' ان کی کوئی توبہ نہیں ہے' میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۶۰' مجمع الزوائد ج۱ ص۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا' وہ باز نہ آئے' وہ علماء ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے' تب اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل بعض سے مشابہ کر دیئے' اور ان پر (حضرت) داؤد اور (حضرت) عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ (المائدہ: ۷۸) اور دوسری روایت (ترمذی: ۳۰۴۸) کے آخر میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پس فرمایا: نہیں' حتیٰ کہ تم ظالم کے ہاتھ پکڑ لو اور اس کو حق پر سختی کے ساتھ مجبور کرو (یعنی اس کے علاوہ کسی صورت میں معصیت کاروں کے ساتھ نہ بیٹھو)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۷' ۴۳۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۶' مسند احمد ج۱ ص۳۹۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۰۳۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۲۶۶' ۱۰۲۶۵' ۱۰۲۶۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۳۳' جامع

Marfat.com

البیان رقم الحدیث: ۹۶۰۴)
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمالیا اور میرے لیے اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمالیا، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو برا کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے، تم ان کی مجلس میں مت بیٹھنا، ان کے ساتھ پینا نہ ان کے ساتھ کھانا اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔
(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱، ص ۱۲۶، رقم الحدیث: ۲۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)
یہ حدیث صحیح ہے، امام عقیلی نے اس حدیث کی مزید تین سندیں بیان کی ہیں۔
ہم روزانہ وتر کی دعاء قنوت میں یہ کہتے ہیں:
نخلع ونترک من یفجرک۔ جو تیری نافرمانی کرتا ہے ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۳۱۴، مطبوعہ کراچی، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۲۱۱، اعلاء السنن ج ۶، ص ۱۰۹)

اکابر صحابہ پر شیعہ کا سب و شتم اور زیر تفسیر آیت سے اس کا جواب

غالی شیعہ اور تبرائی رافضی چھ صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام کو کافر اور منافق کہتے ہیں، خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو بہت سب و شتم کرتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ لکھتا ہے:
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں، ایک دروازے سے داخل ہونے والے فرعون، ہامان اور قارون ہیں، یہ ابوبکر، عمر اور عثمان سے کنایہ ہے اور دوسرے دروازے سے بنوامیہ داخل ہوں گے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ (حق الیقین ص ۵۰۰، مطبوعہ کتاب فروشے ایران، ۱۳۵۷ھ)
براءت میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان چار بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں، یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے اور چار عورتوں سے یعنی عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم سے اور ان کے معتقدوں اور پیروکاروں سے اور یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں، اور اللہ، رسول اور ائمہ سے کیا ہوا عہد اس وقت تک پورا نہیں ہو گا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے۔ (حق الیقین ص ۵۱۹، مطبوعہ تہران ایران، ۱۳۵۷ھ)
علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہو گا تو وہ عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں گے۔ (حق الیقین ص ۳۴۷، مطبوعہ ایران، ۱۳۵۷ھ)
امام مہدی ہر دو (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو قبر سے باہر نکالیں گے، وہ اپنی اسی صورت پر تر و تازہ قبر سے نکالے جائیں گے، پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو، سو ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا، وہ ان کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے، اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے، پھر ابتداء عالم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان کا گناہ ان دونوں پر لازم کریں گے اور وہ یہ اعتراف کریں گے کہ اگر وہ روزِ اول خلیفہ کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے، پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے، اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلا دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دے۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱۱-۶۱۰، مطبوعہ تہران)
عیاشی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام محمد باقر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا

Marfat.com

سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے: علی بن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر۔
(حق الیقین ص ۳۶۲-۳۶۱، مطبوعہ تہران، ۱۳۵۷ھ)

اور یہ بشمول شیعہ سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب صحابہ کے ساتھ میل جول رکھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیوں کو اپنے حبالۂ عقد میں داخل فرمایا اور اپنی دو صاحبزادیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں داخل کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن کو اپنے نکاح میں داخل فرمایا اور اپنی وفات تک ان تمام صحابہ کے ساتھ رشتۂ محبت قائم رکھا اور ان کے بہت فضائل اور مناقب بیان فرمائے، اگر بالفرض بقول شیعہ یہ صحابہ کافر، ظالم اور فاسق تھے تو لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں سے میل جول رکھا اور ظالموں سے میل جول رکھنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت (ھود: ۱۱۳) میں فرمایا ہے کہ اس کو دوزخ کی آگ جلائے گی تو سوچئے کہ عداوتِ صحابہ کے جنون میں یہ لوگ کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں○ اور صبر کیجئے پس بے شک اللہ، نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا○ (ھود: ۱۱۵-۱۱۴)

نماز کی اہمیت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت کا حکم دیا تھا اور اس کے متصل بعد اس آیت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز پڑھنا ہے، اور جب کبھی کسی شخص کو مصیبت یا پریشانی لاحق ہو تو اس کو نماز پڑھنی چاہیے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز سے غم زدہ یا فکر مند ہوتے تو نماز پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۹)

دن کی دو طرفوں میں فقہاء صحابہ و تابعین کے اقوال

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: دن کے دو طرفوں سے مراد فجر، اور ظہر اور عصر ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور ابن زید نے کہا: دن کی دو طرفوں سے مراد فجر اور مغرب ہیں۔ ضحاک نے کہا: اس سے مراد فجر اور عصر ہیں۔ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن جریر نے کہا: ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ دن کی دو طرفوں سے مراد فجر اور مغرب کو لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک فجر ہے اور یہ نماز طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہے تو پھر دن کی دوسری طرف مغرب ہونی چاہیے کیونکہ مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نماز فجر کو سفید اور روشن وقت میں پڑھنے، عصر کو دو مثل سایہ کے بعد پڑھنے اور وتر کے وجوب میں امام ابو حنیفہ کی تائید

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

دن کی دو طرفوں کے متعلق متعدد اقوال ہیں اور ان میں صحت کے زیادہ قریب قول یہ ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر

Marfat.com

کی نمازیں ہیں کیونکہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری طرف غروب شمس ہے، پس طرف اول فجر کی نماز ہے، اور طرف ثانی سے مغرب کی نماز مراد لینا جائز نہیں کیونکہ وہ زلفا من الیل (ابتدائی رات کے حصے) میں داخل ہے۔ پس واجب ہے کہ طرف ثانی سے مراد عصر کی نماز ہو اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو یہ آیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول پر دلیل ہے کہ فجر کو روشن کر کے نماز پڑھنا افضل ہے۔ (فجر کے ابتدائی وقت میں اندھیرا ہوتا ہے اور اس کو موخر کیا جائے حتیٰ کہ سفیدی اور روشنی پھیل جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک فجر کے ابتدائی وقت میں جب اندھیرا ہوتا ہے نماز پڑھنا افضل ہے۔) اور یہ آیت اس پر بھی دلیل ہے کہ عصر کی نماز کو موخر کر کے پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کو دن کی دو طرفوں میں پڑھنا واجب ہے اور دن کی دو طرفیں طلوع شمس کا اول وقت ہے اور اسی طرح غروب شمس کا اول وقت ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ ان وقتوں میں بغیر ضرورت شرعیہ کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اس آیت کے ظاہر پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے، اس لیے اب اس آیت کا معنی اس طرح ہوا کہ نماز کو اس وقت قائم کیجئے جو دن کی دو طرفوں کے قریب ہے کیونکہ کسی چیز کے قریب پر بھی اس چیز کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، لہٰذا صبح کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو طلوع شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سفیدی اور روشنی ہوتی ہے کیونکہ اندھیرے وقت کی بہ نسبت سفیدی کا وقت طلوع شمس کے زیادہ قریب ہے۔ اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو غروب شمس کے قریب ہے۔ اور یہ وہ وقت ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو چکا ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ کی بہ نسبت دو مثل سایہ کا وقت غروب شمس کے زیادہ قریب ہے اور مجاز حقیقت کے جتنا زیادہ قریب ہو اس پر لفظ کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے، پس ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا ظاہر ان دونوں مسئلوں میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقویت اور تائید کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وزلفا من الیل اور زلف جمع کا صیغہ ہے سو اس کا معنی ہے رات کے تین قریبی اوقات، کیونکہ کم از کم جمع کا اطلاق تین پر ہوتا ہے اور ایک وقت مغرب کے لیے ہے اور دوسرا وقت عشاء کے لیے ہے تو پھر تیسرا وقت وتر کے لیے ہونا چاہیے اور اس سے یہ ماننا پڑے گا کہ وتر کی نماز واجب ہے، اور یہ بھی امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید کرتا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب قرظی، مجاہد، حسن، ضحاک، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور مسروق نے کہا: ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں، یہ پانچ نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح سے پانی میل کو مٹا دیتا ہے اور دھو ڈالتا ہے۔

(جامع البیان جز ۱۲ ص ۱۷۲-۱۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو، جس میں وہ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو،

Marfat.com

کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے کہا: اس کے بدن پر میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۱۸۷، مسند ابو عوانہ ج ۲ ص ۲۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۱، ج ۳، ص ۶۲، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۳۸۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان کو دیکھا، انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا پھر اس میں سے تین مرتبہ پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا، پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا، پھر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اس وضو کی مثل وضو کیا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی کہ اس نماز میں اس نے اپنے آپ سے باتیں نہیں کیں (دل میں از خود خیال آنا ممنوع نہیں ہے، ممنوع یہ ہے کہ انسان خود دنیاوی باتوں کو سوچنا اور ان میں غور و فکر کرنا شروع کر دے) تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۱۵۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۰۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۱۸، عالم الکتب ۱۴۱۹ھ، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۹، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۶۹۹، مسند البزار رقم الحدیث: ۴۳۰،۴۲۹، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۵۸۳)

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا، حضرت سلمان نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر زور زور سے ہلانا شروع کیا، حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر کہا اے ابو عثمان تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟ میں نے کہا: آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: جب مسلمان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر پانچ نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ رہے ہیں اور پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۝ (ھود: ۱۱۴)

اور دن کی دونوں طرفوں میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے، بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں ۝

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۱۰۸، سنن ابو داؤد طیالسی رقم الحدیث ۶۵۲، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۷۲۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا میں نے مدینہ کے ایک سرے پر ایک عورت کو گرا لیا اور میں نے جماع کے سوا اس سے سب کچھ کر لیا، اور اب میں حاضر ہوں آپ میرے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا، کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا، وہ شخص چلا گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اس پر یہ آیت پڑھی۔ واقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من الیل ان الحسنات یذھبن السیئات

Marfat.com

ذلک ذکری للذاکرین ○ (هود: ۱۱۴) قوم میں سے ایک شخص نے کہا کیا یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۳۲۴، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۸۲۹، مسند احمد ج۱، ص ۴۴۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۳۴۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۳۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸، ص ۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے حد کا ارتکاب کرلیا ہے، آپ مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ آپ نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا، پھر نماز کا وقت آگیا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص آپ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد کا ارتکاب کیا ہے، آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کیجئے، آپ نے پوچھا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: جی پڑھی ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا فرمایا تمہاری حد کو معاف فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۴)

یہ وہی شخص ہے جس کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من الیل ان الحسنات یذھبن السیئات۔ (هود: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حکم میری تمام امت کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۳۲۴)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک آدمی ایک عورت سے ملا، ان کے درمیان جان پہچان نہیں تھی اور ایک مرد ایک عورت کے ساتھ جماع کے علاوہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ اس نے کر لیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: واقم الصلوٰۃ طرفی النھار۔ الآیہ۔ (هود: ۱۴) آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھے، حضرت معاذ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنین کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ یہ حکم تمام مومنین کے لیے ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۳، مسند احمد، ج ۵، ص ۲۴۴، المعجم الکبیر ج ۲۰، رقم الحدیث: ۲۷۸، ۲۷۷، سنن الدار قطنی ج ۱، ص ۱۳۴، المستدرک ج ۱، ص ۱۳۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۲۵)

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے آئی، میں نے اس سے کہا اس سے زیادہ اچھی کھجوریں میرے گھر میں ہیں، پھر میں نے اس سے نفسانی خواہش کا قصد کیا اور اس کا بوسہ لے لیا، پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انہوں نے فرمایا تم اپنے اوپر پردہ رکھو، اللہ سے توبہ کرو، اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا، لیکن مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انہوں نے (بھی)

Marfat.com

کہا اپنا پردہ رکھو، توبہ کرو اور کسی کو نہ بتاؤ، مجھ سے پھر صبر نہ ہو سکا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی غازی کے گھر والوں کی اس کی غیر موجودگی میں خبر گیری کی ہے؟ میں نے کہا نہیں! (امام ابن جریر کی روایت میں ہے پھر پوچھا کیا تم نے کسی غازی کو جہاد کا سامان مہیا کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں!) حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس وقت اسلام لایا ہوتا اور میں نے یہ گمان کیا کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس آیت کی وحی نازل فرمائی: واقم الصلوۃ طرفی النھار۔ الایہ۔ (ھود: ۱۱۴) حضرت ابو الیسر نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ آپ کے اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ آیت اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۵، المعجم الکبیر ج ۹، رقم الحدیث: ۱۷۳، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۳۸۰)

اس جگہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صحابہ کرام بھی اس قسم کے فحش کام کرتے تھے، کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں تکمیل دین کا ذریعہ تھیں، جن بعض صحابہ سے یہ لغزش ہوگئی، ان کی یہ لغزش سورۂ ھود کی اس آیت کے نزول کا سبب بنی اور قیامت تک کی امت کے لیے یہ رحمت عام ہوئی کہ نیکیاں گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ بن گئیں۔

پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ دیگر عبادات سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں لیکن احادیث میں دیگر عبادات کے متعلق بھی تصریح ہے کہ وہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۶۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۰۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۱۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۴۴، عالم الکتب، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۹۵۰، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۷۲۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۷۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۲۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۸۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۸۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۰۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۱۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۴۴، عالم الکتب، ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۶۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۰۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۱۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۴۴، عالم الکتب، ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا، اس نے دوران حج جماع کیا نہ جماع کی باتیں کیں، نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج کر کے اس طرح لوٹے گا جس

Marfat.com

طرح اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۲۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۸۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۱۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۳۶، عالم الکتب، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۰۰۴، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۸۰۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۵۱۴)

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس وقت وہ موت کے قریب تھے اور رو رہے تھے، انہوں نے کہا جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈالا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں، آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ شرط لگاؤں، آپ نے پوچھا تم کیا شرط عائد کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا میری مغفرت کر دی جائے، آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں، اے عمرو! اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۱، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۵۱۵، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۱۶۴۲)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہیں، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اگر تم اس حال میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ کہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت کرنے والے ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا یہ بتایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بشرطیکہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت کرنے والے ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو (تو سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے) ماسوا قرض کے، یہ حضرت جبریل نے مجھ سے ابھی کہا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۲، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۹۳۳، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۲۵، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵، ص ۳۱۰، مسند احمد ج ۵، ص ۲۹۷، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۵۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۵۷، ۳۱۵۶)

نیکیوں سے صغیرہ گناہ مٹتے ہیں یا کبیرہ؟

گناہ دو قسم کے ہیں: گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ۔ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔ فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ نیکیوں سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں اور گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے، نیکیوں سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے، صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کرے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۶، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۳۳، مسند احمد ج ۲، ص ۴۸۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۴۶۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۴۵)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نیکیوں سے کبائر کے سوا تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، کبائر نیکیوں سے معاف نہیں ہوتے۔ قاضی عیاض نے کہا: جو حدیث میں مذکور ہے یہی اہل سنت کا مذہب ہے، کبائر کی معافی توبہ سے ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے۔ ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ نماز، روزہ اور حج کبائر کا کفارہ نہیں ہوتے، کبائر کا کفارہ صرف توبہ ہے۔ امام ابن عبدالبر نے لکھا ہے اس پر اجماع ہے (میں کہتا ہوں کہ حج میں انسان میدان عرفات میں توبہ کرتا ہے اور اس توبہ سے کبائر سمیت تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں) علامہ طاہر پٹنی نے لکھا ہے کہ حقوق العباد میں قصاص ضرور لیا جائے گا خواہ صغیرہ ہوں، اور کبائر توبہ سے معاف ہوں گے۔ جب صغائر معاف ہونے کے بعد نیکیاں بچ جائیں تو ان نیکیوں سے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی اور اگر کسی انسان کی صرف نیکیاں ہوں اور اس کا کوئی گناہ نہ ہو، صغیرہ نہ کبیرہ تو پھر نیکیوں سے اس کے درجات بلند ہو جائیں گے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱، ص ۶۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

مرجئہ کے استدلال کا جواب

امام رازی نے لکھا ہے: مرجئہ کا مذہب ہے کہ ایمان لانے کے بعد انسان کو کسی معصیت پر عذاب نہیں ہوگا، وہ اپنے مذہب پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ سب سے بڑی نیکی ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے تو جب ایمان لانے سے کفر مٹ جاتا ہے تو کفر سے چھوٹے درجے کے جو گناہ ہیں وہ ایمان لانے سے بطریق اولیٰ مٹ جائیں گے پس ثابت ہو گیا کہ مومن کو کسی معصیت پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، امام رازی نے ان کی اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کا جواب بہت واضح ہے کہ یہ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں قیاس ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت صریح آیات ہیں کہ نماز نہ پڑھنے، زکوٰۃ نہ دینے، قتل کرنے، سود کھانے اور مال یتیم کھانے سے سخت عذاب ہوگا اور اس باب میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور صبر کیجئے، اس کا ایک معنی ہے نماز کی مشقت پر صبر کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور (خود بھی) اس کی مشقت پر صبر کریں۔

اور اس کا دوسرا معنی ہے کفر کی ایذاؤں پر صبر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تم سے پہلی امتوں میں ایسے نیک لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے (لوگوں کو) روکتے ماسوا چند لوگوں کے جنہیں ہم نے ان سے نجات دی تھی اور ظالموں نے اس عیش و نشاط کی پیروی کی جس پر وہ تنے ہوئے تھے اور وہ لوگ مجرم تھے۔ (ھود: ۱۱۶)

سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہونے کے دو سبب

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اس نے پچھلی امتوں پر ایسا ہمہ گیر عذاب نازل فرمایا تھا جس نے ان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ماسوا حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے کیونکہ ان کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی تھی، اور اس آیت میں ان پر عذاب نازل کرنے کے دو سبب بیان فرمائے ہیں: پہلا سبب یہ بیان فرمایا ان میں نیک

Marfat.com

لوگوں کی ایسی جماعت نہ تھی جو برے لوگوں کو برائیوں سے اور فساد پھیلانے سے روکتی اور دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ فانی لذات، شہوات اور طاقت اور اقتدار کے نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے، اس آیت سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر لوگ نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا چھوڑ دیں اور فانی لذتوں اور باطل شہوتوں کی تکمیل میں ڈوب جائیں تو ان پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا خطرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کے رب کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ کسی ظلم کی وجہ سے بستیوں کو تباہ کر دے جب کہ ان کے رہنے والے نیک ہوں۔ (ھود: ۱۱۷)

دنیا میں شرک قابل درگزر ہے ظلم لائق درگزر نہیں

اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ ایک اور آیت میں شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ (لقمان: ۱۳) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کا حق دوسرے کو دینا ظلم ہے، اور عبادت اللہ کا حق ہے اور یہ حق دوسروں کو دینا ظلم ہے، اور جب مخلوق میں کسی کا حق دوسرے کو دینا ظلم ہے تو خالق کا حق دوسرے کو دینا سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور اب اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس وجہ سے کسی بستی کو تباہ نہیں کرتا کہ اس کے رہنے والے شرک کرتے ہوں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے ہوں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس وجہ سے کسی قوم پر ہمہ گیر عذاب نازل نہیں فرماتا کہ وہ قوم شرک اور کفر کا اعتقاد رکھتی ہو بلکہ وہ اس قوم پر اس لیے عذاب نازل فرماتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں، اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ حقوق اللہ میں وسعت اور درگزر کی گنجائش ہے اور حقوق العباد میں تنگی اور سختی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرما دیتا ہے اور حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ بندے خود معاف نہ کر دیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفر کے ساتھ حکومت باقی رہتی ہے اور ظلم کے ساتھ حکومت باقی نہیں رہتی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں پر اس وقت عذاب آیا جب انہوں نے لوگوں کو ایذاء پہنچائی اور مخلوق پر ظلم کیا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی طرف سے عذاب نازل فرمائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۸، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۷۵-۱۷۴، مسند احمد ج ۱ ص ۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۵، مسند البزاز رقم الحدیث: ۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۶۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۰۴، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ○ مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا، اور ان کو اسی لیے پیدا فرمایا، اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گئی کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا ○ (ھود: ۱۱۹-۱۱۸)

دنیا کے مشہور فرقے

ان دو آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو جبراً مومن اور ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کی

Marfat.com

مخلوق میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں' اس لیے اس نے انسانوں اور جنات کو اختیار دیا' پھر یہ عقائد اور اصول میں اختلاف کرتے رہے' کچھ لوگ تو سرے سے خدا کے منکر ہیں اور اس کائنات کو ایک اتفاقی حادثہ مانتے ہیں یا ارتقائی عمل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں- یہ لوگ بے دین اور دہریہ ہیں اور کچھ لوگ خدا کے وجود کے قائل ہیں لیکن توحید کے قائل نہیں ہیں' نہ رسولوں کو اور آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں- یہ لوگ بت پرست' بدھ' ہندو اور سکھ ہیں اور کچھ لوگ خدا' رسول اور آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں ان میں سے بعض تورات کو مانتے ہیں اور اس کو غیر منسوخ مانتے ہیں اور عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں' یہ یہودی ہیں اور بعض انجیل کو مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کو تین میں سے ایک مانتے ہیں' یہ عیسائی ہیں اور بعض کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور آپ پر قرآن مجید نازل کیا اور قرآن مجید نے سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ کر دیئے اور اب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سوا اور کسی شریعت پر عمل کرنے سے نجات نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا اور کسی دین کو قبول نہیں فرمائے گا' یہ لوگ مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مگر "جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا" اس سے مسلمان ہی مراد ہیں-

اختلاف مذموم ہونے کے باوجود مجتہدین کا اختلاف کیوں محمود ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اختلاف کی مذمت فرمائی ہے اور اختلاف کرنے والوں کو غیر مرحوم قرار دیا ہے' اسی طرح حدیث میں بھی اختلاف کی مذمت کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے' اسی طرح نصاریٰ بھی' اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی-

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۹۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۹۱' مسند احمد ج ۲' ص ۳۳۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۹۱۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۷' المستدرک ج ۱' ص ۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگ ضرور وہ کام کریں گے جو بنو اسرائیل کرتے تھے' برابر' برابر' حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا بدکاری کی ہو تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو یہ عمل کریں گے اور بے شک بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے اور ایک فرقے کے سوا وہ سب دوزخ میں جائیں گے- صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے' فرمایا: جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں-

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۱' المستدرک ج ۱' ص ۱۲۹' مسند احمد ج ۳' ص ۱۲۰' ۱۴۵)

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید اور مستند احادیث میں اختلاف کی مذمت کی گئی ہے تو فقہاء مجتہدین کا ایک دوسرے سے اختلاف کرنا کس طرح درست ہوگا اور یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ تمام ائمہ مجتہدین برحق ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جس اختلاف کی مذمت کی گئی ہے وہ عقائد کا اختلاف ہے اور ائمہ مجتہدین کے درمیان عقائد میں اختلاف نہیں ہے بلکہ مسائل فرعیہ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف باعث رحمت ہے کیونکہ اس سے امت کے لیے عمل میں آسانیاں فراہم ہوتی ہیں- اور مسائل فرعیہ میں اختلاف کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے واپس ہوئے تو

Marfat.com

آپ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے۔ بعض مسلمانوں نے راستہ میں عصر کی نماز کا وقت پالیا، ان میں سے بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض نے یہ کہا بلکہ ہم نماز پڑھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ ارادہ نہیں فرمایا تھا، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۰)

اللہ، رسول اور کتاب ایک ہے پھر اسلام میں فرقے کیوں ہیں؟

بعض لوگ علماء پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اللہ بھی ایک ہے، رسول بھی ایک ہے، قرآن بھی ایک ہے، پھر مسلمانوں میں اتنے فرقے کیوں ہیں، کوئی سنی ہے، کوئی شیعہ ہے، کوئی دیوبندی ہے، کوئی بریلوی ہے، کوئی اہل حدیث ہے؟ اور یہ مسائل فرعیہ کا اختلاف نہیں ہے عقائد کا اختلاف ہے اور یہ سب ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نظریات میں اختلاف انسان کی فطرت کا تقاضا ہے جیسا کہ زبان رسالت کے مطابق یہود اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے اور آپ نے اس امت میں بھی تہتر فرقوں کی پیش گوئی فرمائی، دنیاوی امور میں دیکھ لیں، فلسفیوں اور سائنس دانوں میں اختلاف ہوتا ہے، ڈاکٹروں کی تشخیص میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء میں اختلاف ہوتا ہے، ججوں میں اختلاف ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک جج کسی مجرم کو پھانسی دینے کا فیصلہ کرتا ہے اور دوسرا جج اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں سپریم کورٹ کے ججوں کی اکثریت نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا اور ایک جج صفدر علی شاہ نے بھٹو کو بے قصور قرار دیا، اسی طرح سیاست دانوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک مسلم لیگ تھی جس نے پاکستان بنایا تھا، پھر جنرل ایوب کے دور میں تین مسلم لیگ بن گئیں۔ ایک کونسل مسلم لیگ اور ایک کنونشن مسلم لیگ اور ایک قیوم لیگ اور اب ہمارے دور (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) میں بھی تین مسلم لیگ ہیں: ایک نواز لیگ، ایک جونیجو لیگ اور ایک پیر پگارا لیگ، اسی طرح ایک پیپلز پارٹی تھی۔ پھر ایک پروگریسو پیپلز پارٹی بنی، ایک نیشنل پیپلز پارٹی ہے۔ ایک پیپلز پارٹی شہید بھٹو گروپ ہے اور ایک پاکستان پیپلز پارٹی ہے، اسی طرح اور بھی بہت سی سیاسی جماعتیں مختلف دھڑوں میں بٹ گئیں اور یہ لوگ اپنے مخالفین کو غدار کہتے ہیں اور ڈاکٹرز، وکلاء، ججز، فلاسفر، اور سیاست دان، یہ سب ایک دوسرے سے اختلاف کریں تو کوئی بری بات نہیں ہے اور علماء کا ایک دوسرے سے اختلاف ہو تو اس کو طعن اور تشنیع کا سبب بنایا جائے، یہ کوئی انصاف کی بات تو نہیں ہے۔

ابتداءً اسلام قبول کرنے والا کس فرقے میں جائے

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام میں اتنے فرقے ہیں اگر کوئی شخص ابتداءً اسلام قبول کرنا چاہے تو اس کے لیے یہ مشکل ہوگی کہ وہ کس فرقے کے اسلام کو قبول کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف اسلام کے بنیادی احکام پر عمل کرے۔ نماز پڑھے، روزہ رکھے، صاحب نصاب ہو تو سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور تمام حرام کاموں سے بچے اور مختلف فرقوں کی باریکیوں اور ان کے نظری مسائل میں نہ پڑے، باقی رہا یہ کہ وہ کس فقہ کے مطابق نماز پڑھے تو جس ملک میں جس فقہ کی اکثریت ہو، اس کے مطابق اپنی عبادت انجام دے اور تلاش حق کے لیے مختلف فرقوں کے دینی لٹریچر کا مطالعہ جاری رکھے اور مطالعہ کے بعد جو مسلک اس کو قرآن مجید اور احادیث کے قریب تر دکھائی دے اس کو قبول کرلے اور یہ کوئی ایسا مشکل اور لاینحل مسئلہ نہیں ہے۔

جہنم کا جنوں اور انسانوں سے بھرنا

اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں

Marfat.com

سے بھر دوں گا۔" اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ چیز پہلے سے تھی کہ اللہ تعالیٰ جنات اور انسانوں کو اختیار دے گا تو ان میں سے بعض اپنے اختیار سے دین حق کو قبول کریں گے' ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے اور بعض دلائل اور شواہد دیکھنے کے باوجود دین حق کو مسترد کر دیں گے اور اپنے آباء و اجداد کی تقلید کی وجہ سے کفریہ عقائد پر جمے رہیں گے' سو کچھ لوگ جنت کے مستحق ہوں گے اور کچھ لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا اور جب جنوں اور انسانوں کی اکثریت نے کفر کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی یہ بات پوری ہو گئی۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ نے اپنے رب کے سامنے ایک دوسرے سے بحث کی' جنت نے کہا: کیا وجہ ہے کہ جنت میں صرف کمزور اور پسماندہ لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ دوزخ نے کہا: مجھے یہ فضیلت ہے کہ مجھ میں متکبرین داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو' اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو' میں جس کو چاہوں گا' تم میں داخل کر کے سزا دوں گا' تم میں سے ہر ایک کے لیے (لوگوں سے) بھرنا ہے' رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا' اور وہ جس کو چاہے گا دوزخ کے لیے پیدا فرمائے گا اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' پھر دوزخ تین مرتبہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہیں' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں (اپنی شان کے مطابق) اپنا قدم رکھ دے گا' پھر دوزخ بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض میں مدغم ہو جائے گا پھر دوزخ کہے گی' بس بس بس!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۹۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۴۹' عالم الکتب' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آ گیا اور مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت O (ھود: ۱۲۰)

انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمت

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے اور اس آیت میں ان قصص کو نازل کرنے کا فائدہ بیان فرمایا' اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو فرائض رسالت کی ادائیگی پر اور کفار کی پہنچائی ہوئی اذیتوں اور سختیوں پر ثابت قدم رکھا جائے' کیونکہ انسان جب کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے' پھر دیکھتا ہے کہ اور لوگ بھی اس مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو اس پر وہ مشکل اور مصیبت آسان ہو جاتی ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی سختی عام ہو تو وہ آسان ہو جاتی ہے تو جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات اور قصص بیان کیے گئے اور آپ نے یہ جان لیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اسی طرح کا ظالمانہ اور اذیت ناک سلوک کیا تھا تو پھر آپ پر کفار مکہ کی پہنچائی ہوئی اذیتیں آسان ہو گئیں اور آپ کے لیے ان تکلیفوں پر صبر کرنا مشکل نہ رہا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں بیان فرماتے ہیں اور ایک اور آیت میں اس کے خلاف ہے:

Marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ (المومن: ۷۸)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسول بھیجے' ان میں سے بعض کے قصے ہم نے آپ سے بیان فرمائے اور ان میں سے بعض کے قصے ہم نے آپ سے نہیں بیان فرمائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ مومن کی اس آیت میں ماضی میں بعض انبیاء کے قصص بیان کرنے کی نفی ہے اور سورۂ ھود کی اس آیت میں زمانہ حال میں تمام انبیاء کی خبریں بیان کرنے کا ثبوت ہے اس لیے ان آیتوں میں کوئی مخالفت اور تعارض نہیں ہے۔

حق، نصیحت اور عبرت کا فرق

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے اس سورت میں انبیاء سابقین کی خبریں بیان فرمائی ہیں حالانکہ دوسری سورتوں میں بھی انبیاء سابقین کی خبریں بیان فرمائی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سورت میں زیادہ تفصیل کے ساتھ انبیاء سابقین کی خبریں بیان فرمائی ہیں۔

پھر فرمایا: "ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا اور مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت۔" حق سے مراد توحید' رسالت اور قیامت کے وہ دلائل ہیں جن کو اس سورت میں بیان کیا گیا ہے اور نصیحت سے مراد نیک اعمال کی تلقین اور ہدایت ہے اور عبرت سے مراد ہے وہ عذاب جو کفار کی بداعمالیوں پر دیا گیا' اس عبرت کو ذکری سے تعبیر فرمایا' ذکری کے معنی ہیں یاد دلانا' کیونکہ انسان نے عالم میثاق میں اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کا وعدہ کیا تھا اور جب وہ اس عالم دنیا میں آیا تو اپنا کیا ہوا وہ وعدہ بھول گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اس کو وہ وعدہ یاد دلایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے' آپ ان سے کہئے کہ تم اپنی جگہ کام کرتے رہو' ہم (اپنی جگہ) کام کر رہے ہیں○ اور تم (بھی) انتظار کرو' بے شک ہم (بھی) انتظار کر رہے ہیں○ اور آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے○ پس آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر توکل کیجئے' اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو' اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے○ (ھود: ۱۲۳-۱۲۱)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت موثر انداز میں تبلیغ فرمادی اور اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کر دی اس کے باوجود کفار مکہ ایمان نہیں لائے اور آپ کو اذیتیں پہنچانے کے درپے رہے تو فرمایا: اچھا تم مجھے ضرر پہنچانے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو' اور ہم اسی طرح دین کی تبلیغ کرتے رہیں گے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ تم جو کچھ ہمارے خلاف کر سکتے ہو وہ کرو یہ تہدید اور وعید کے طور پر فرمایا ہے' ان کو کسی شرعی حکم کا مکلف نہیں کیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تھا:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ۔ (بنی اسرائیل: ۶۴)

اور تو اپنی آواز کے ساتھ ان میں سے جن کو ڈگمگا سکتا ہے' ان کو ڈگمگا دے اور اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دے اور ان کے اموال اور اولاد میں ان کا شریک بن جا اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بطور تہدید فرمایا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (الکھف: ۲۹)

آپ کہئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے' سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

Marfat.com

اور اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا: اور تم (بھی) انتظار کرو اور بے شک ہم (بھی) انتظار کر رہے ہیں، یعنی شیطان نے تم کو جو فقر و فاقہ سے ڈرایا ہے، تم اس کا انتظار کرو اور ہم اس رحمت اور مغفرت کا انتظار کر رہے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا: تم اپنی ہلاکت کا انتظار کرو اور ہم تم پر عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔

اور اس کے بعد فرمایا: اور آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا اظہار فرمایا ہے اور اس کے بعد فرمایا: اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے، اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں، یہاں خصوصیت کے ساتھ علم اور قدرت کا ذکر فرمایا کیونکہ علم اور قدرت ہی دو ایسی صفات ہیں جن پر مدار الوہیت ہے، کیونکہ اگر اس کو علم نہ ہو تو اس کو کیسے پتا چلے گا کہ اس کی مخلوق اس کے احکام پر عمل کر رہی ہے یا نہیں اور اگر قدرت نہ ہو تو وہ اپنے اطاعت گزاروں کو جزا کیسے دے گا اور اپنے نافرمانوں کو سزا کیسے دے گا۔

اس کے بعد فرمایا: پس آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر توکل کیجئے، کیونکہ انسان کی سعادت کا پہلا درجہ اللہ کی عبادت ہے اور آخری درجہ اللہ پر توکل ہے۔

اور آخر میں فرمایا: اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو، اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ اطاعت گزاروں کی اطاعت کو ضائع نہیں فرمائے گا اور منکروں اور سرکشوں کو مزید ڈھیل نہیں دے گا، وہ قیامت کے دن سب کو میدان حشر میں زندہ کر کے جمع کرے گا اور ہر شخص سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا اور انجام کار نیکو کاروں کو جنت عطا فرمائے گا اور بدکاروں کو دوزخ میں دھکیل دے گا۔ اے اللہ! ہم کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمانا اور دوزخ سے محفوظ رکھنا۔

حرفِ آخر

آج ۲۴ رمضان ۱۴۲۰ھ/ ۲ جنوری ۲۰۰۰ء بروز اتوار ظہر سے قبل سورۂ ھود کی تفسیر ختم ہوگئی، الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرائی ہے، باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرا دے، اور اس تفسیر کے قارئین سے التماس ہے کہ وہ میرے لیے اسلام پر استقامت، ایمان پر خاتمہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کتاب کی مقبولیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے حصول کی دعا کریں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین، افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

Marfat.com

سُورَةُ يُوسُفَ

(۱۲)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ یوسف

سورۃ یوسف کا نام‘ اس کا مقام نزول اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام واحد ہے اور وہ سورہ یوسف ہے‘ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اس کے علاوہ اور کسی سورت میں آپ کا مفصل تذکرہ نہیں ہے‘ بلکہ سورۃ الانعام اور سورۃ مومن کے علاوہ اور کسی سورت میں آپ کا اسم مبارک بھی مذکور نہیں ہے‘ یہ سورت مکی ہے۔

حافظ سیوطی نے امام النحاس‘ امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورہ یوسف مکہ میں نازل ہوئی ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ یوسف مکہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۴۹۴‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۴ھ)

بعض روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ یوسف مکہ مکرمہ میں ہجرت سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی۔

امام حاکم سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی اور ان کے خالہ زاد بھائی مکہ مکرمہ گئے‘ یہ چھ انصار کے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے‘ وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا ہم پر اسلام پیش کیجئے‘ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور پوچھا آسمانوں‘ زمینوں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ نے‘ آپ نے پوچھا تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ نے‘ پھر پوچھا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو‘ ان کو کس نے بنایا ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے‘ پھر پوچھا خالق عبادت کا مستحق ہے یا مخلوق‘ کیا بت اس بات کے مستحق ہیں کہ تم ان بتوں کی عبادت کرو حالانکہ تم نے خود ان کو بنایا ہے‘ جبکہ اللہ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے بہ نسبت ان چیزوں کے جن کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں‘ اور رشتے جوڑنے اور دشمنی ترک کرنے اور لوگوں سے بغض نہ رکھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہم نے کہا جس دین کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں وہ کیسے باطل ہو سکتا ہے‘ یہ دین تو بہت بلند باتوں اور محاسن اخلاق سے ہے‘ آپ ہماری سواریوں کو ٹھہرائیں حتی کہ ہم بیت اللہ

Marfat.com

ہو آئیں، پھر معاذ بن عفراء آپ کے پاس بیٹھے اور میں نے کعبہ کا طواف کیا اور میں نے سات تیر نکالے اور میں نے دعا کی کہ اگر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین برحق ہے تو اس کا تیر نکال دے، اور سات مرتبہ اسی کی تائید میں تیر نکلا تو میں نے چلا کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا یہ دیوانہ ہے، کسی نے کہا یہ شخص اپنے آبائی دین سے نکل گیا، میں نے کہا بلکہ یہ مومن ہے، پھر میں مکہ کی بالائی طرف گیا جب مجھے معاذ نے دیکھا تو کہا رافع کا چہرہ تو ایسا ہو گیا ہے کہ پہلے ایسا کبھی نہ تھا، پھر میں آیا اور ایمان لے آیا، اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یوسف اور اقرء باسم ربک سکھائی، پھر ہم مدینہ لوٹ آئے۔

امام ابن سعد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے لگے، عمرو بن الجموح نے ان کے پاس ایک آدمی بھیج کر پوچھا تم ہمارے پاس یہ کیا چیز لے کر آئے ہو۔ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہم تمہارے پاس آ کر تم کو قرآن مجید سنائیں، انہوں نے کہا ہاں! پھر انہوں نے ان سے ایک دن مقرر کیا اور ان کے سامنے سورہ یوسف کی یہ آیات تلاوت کیں: الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس وقت آپ سورہ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے کہا یا محمد! آپ کو اس کی کس نے تعلیم دی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے اس کی تعلیم دی ہے، وہ یہودی عالم یہ سن کر متعجب ہوا، اس نے واپس جا کر یہود سے کہا اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح قرآن مجید پڑھتے ہیں جس طرح تورات نازل ہوئی ہے، پھر وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضور کے پاس آیا، انہوں نے آپ کو تورات میں مذکور صفت سے پہچان لیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ یوسف کی تلاوت کو سننا شروع کر دیا اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ امام ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں سورہ یوسف پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۴۹۵۔۴۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کا تذکرہ

امام عبدالرحمن بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ان ہی کے زمانہ میں نبوت سے سرفراز کیے گئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوب کی طرف مائل تھے اور ان ہی کے حق میں دعا کرتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عیص سے کہا تم میرے لیے شکار کا گوشت لاؤ میں تمہارے لیے دعا کروں گا۔ حضرت یعقوب نے یہ بات سن لی، وہ حضرت اسحٰق کے لیے گوشت لے کر آئے۔ حضرت اسحٰق نے ان کو عیص سمجھ کر ان کے حق میں دعا کر دی، عیص کو جب پتا چلا تو انہوں نے حضرت یعقوب کو دھمکی دی کہ میں تم کو قتل کر دوں گا، حضرت یعقوب بھاگ کر اپنے ماموں لابان کے پاس چلے گئے۔ ان کے ماموں نے اپنی بیٹی لیّا سے ان کا نکاح کر دیا، اس کے بطن سے ان کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے: روبیل، شمعون، یہوذا، لاوی، یساخر اور زبالون یا زبلون، پھر لیّا فوت ہو گئیں تو حضرت یعقوب نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کر لیا، ان کے بطن سے حضرت یوسف اور بن یامین پیدا ہوئے، اس لفظ کا معنی ہے: درد کا بیٹا کیونکہ راحیل نفاس میں فوت ہو گئیں تھیں۔

Marfat.com

امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ عربی میں بن یامین کا معنی شداد (بہت سخت) ہے' ان دو بیویوں کے علاوہ حضرت یعقوب کے ہاں ایک اور بیوی سے چار بیٹے مزید پیدا ہوئے اور ان کے کل بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی۔

اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نبی تھے' ان کے ناموں میں اختلاف ہے' ان کے سب سے بڑے بیٹے کا نام روبیل ہے' پھر شمعون ہیں ان کو سمعان بھی کہتے ہیں۔ ان کے بعد یہوذا ہیں' ان کا ریاست میں سب سے بڑا مرتبہ تھا۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام یہوذا کی اولاد سے ہیں' اس کے بعد لاوئی ہیں اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ان کی اولاد سے ہیں' پھر یساخر ہیں اس کے بعد زیلون یا زیالون ہیں' پھر جادر ہیں' پھر اشیر ہیں' پھر دان ہیں پھر نفتالی یا نفتال ہیں' پھر بنیامین اور حضرت یوسف ہیں۔ روبیل، شمعون' یہوذا' لاوی' یساخر اور زیلون کی ماں کا نام لیا بنت لابان ہے' ان کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام دنیا تھا' وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی بنی۔

جب حضرت یوسف راحیل سے پیدا ہوئے تو حضرت یعقوب نے ان کو اپنی بہن کی گود میں دے دیا' ان ہی نے حضرت یوسف کی پرورش کی' سب سے پہلی مصیبت جو حضرت یوسف علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی کہ حضرت اسحٰق کی پہلی بیٹی اور حضرت یعقوب کی بڑی بہن اور حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس حضرت اسحٰق کا منطقہ (کمر پر باندھنے کا پٹکا یا پٹی) تھا' جو وراثت سے ان کے پاس آیا تھا' جب انہوں نے حضرت یوسف کو گود میں لیا تو وہ ان سے بہت زیادہ محبت کرنے لگیں' حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یعقوب سے حضرت یوسف کو مانگا اور کہا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی' حضرت یعقوب نے کہا میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا' ان کی بہن نے کہا اس کو چند دن میرے پاس رہنے دو' جب حضرت یعقوب ان کے پاس سے چلے گئے تو ان کی بہن نے وہ منطقہ حضرت یوسف کے کپڑوں کے نیچے ان کی کمر سے باندھ دیا' پھر انہوں نے کہا حضرت اسحٰق کا منطقہ گم ہو گیا اس کو تلاش کرو وہ کہاں ہے' پھر وہ منطقہ حضرت یوسف سے برآمد ہوا' ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جس کے پاس سے چوری کی چیز برآمد ہو اس کو مالک کی تحویل میں دے دیا جاتا تھا' لہٰذا حضرت یوسف' ان کی تحویل میں دے دیئے گئے اور حضرت یعقوب کی بہن کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئیں' اسی وجہ سے حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا تھا کہ:

إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ — اگر اس (بن یامین) نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔ (یوسف: ۷۷)

حضرت یوسف علیہ السلام کا باقی قصہ سورۂ یوسف میں تفصیل سے آ رہا ہے۔ وہاں ان شاء اللہ ہم اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔ (المنتظم ج ۱ ص ۱۹۷-۱۹۶' تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۳۲-۲۳۱' الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۱ ص ۷۸)

سورۂ یوسف کے مقاصد اور اہداف

یہ سورت ہود کے بعد اور الحجر سے پہلے نازل ہوئی ہے' اور جمہور کے قول کے مطابق ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ترپن ہے اور جس قدر تفصیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے' قرآن مجید میں کسی اور نبی کا قصہ اس قدر تفصیل کے ساتھ نہیں ذکر کیا گیا۔

اس سورت کی اہم غرض حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرنا ہے کہ ان کے بھائیوں نے ان سے کیسا ظالمانہ سلوک کیا' حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ظلم پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی ان کو بہترین جزا عطا فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان پر غلبہ پانے کے بعد ان کو کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور ان کو معاف کر دیا' اسی طرح سیدنا محمد صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی قوم کے کافروں نے ظالمانہ سلوک کیا وہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھادیتے، کبھی نماز کی حالت قیام میں آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنے لگتے، کبھی حالت سجدہ میں آپ کی مبارک پشت پر اوجھڑی رکھ دیتے، طائف میں تبلیغ کرنے گئے تو پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، آپ انہیں نیکی اور دائمی نعمتوں کی طرف بلاتے تو وہ طعن تشنیع کے تیروں اور سب و شتم سے آپ کو جواب دیتے، وہ آپ کے قتل کے درپے ہوئے اور آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا لیکن ایک وقت آیا کہ ان تمام ظالموں اور جفاکاروں کے سر آپ کی تلوار کے نیچے تھے، آپ ان پر ہر طرح غالب اور حاکم تھے اور یہ محکوم اور مغلوب تھے، آپ ان سے ہر ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے لیکن آپ نے ان کو معاف کر دیا اور صرف یہی فرمایا: آج کے دن میں تم کو کوئی ملامت نہیں کرتا۔

اس سورت سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر بھی ایک علم ہے اور یہ علم اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور یہ کہ رشتہ دار ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے لطف سے نوازتا ہے اور یہ کہ وفا، امانت، عفت، صدق، صبر اور توبہ سے بندہ اللہ کی بارگاہ میں قرب اور مقبولیت حاصل کرتا ہے اور تمام اعمال کا مدار خاتمہ پر ہوتا ہے، اور یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام عفت اور پارسائی کے سب سے بلند مقام پر تھے، ان کو حسین اور جوان عورت نے گناہ کی دعوت دی اور وہ ذی اقتدار بھی تھی، کوئی رکاوٹ نہ تھی، کوئی دیکھنے والا نہ تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام صرف خوف خدا سے اس سے دور بھاگے، اس نے کہا اگر اس نے میری خواہش پوری نہ کی تو میں اس کو قید کرا دوں گی، حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کی سختیوں کو گلے لگالیا اور اپنی پاک بازی کے دامن کو معصیت سے آلودہ ہونے نہ دیا، نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ قید خانہ میں بھی تبلیغ دین کرتا رہتا ہے، آپ نے وہاں بھی قیدیوں کو توحید کی طرف بلایا اور لوگوں کو بت پرستی سے متنفر کیا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شان کریمی تھی کہ جس سے آپ نے فرمایا تھا میرا بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا، اور اس نے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا، پھر جب وہ اپنے کام سے آپ کو بلانے آیا تو آپ نے اس کو ملامت نہیں کی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو کوئی نعمت حاصل کرنے سے پہلے اپنے اوپر لگی ہوئی تہمت اور بدنامی کو دور کرنا چاہیے، جب آپ کو قید خانہ سے آزادی کی نوید سنائی گئی تو آپ نے اس وقت تک قید خانہ سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک عزیز مصر کی بیوی کی لگائی ہوئی تہمت آپ سے دور نہ کر دی جائے۔

اس سورت میں گزشتہ امتوں کی تاریخ ہے، ان کے قوانین اور ان کے نظام حکومت کا بیان ہے، ان کی تجارت کے طریقوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہے، اس سورت میں انتہائی فصیح و بلیغ اور دلچسپ اور سنسنی خیز قصہ کا بیان ہے جس کی دلکشی اور شیرینی میں انسان مسحور ہو کر رہ جاتا ہے۔ نضر بن حارث کفار مکہ کو رستم اور سہراب کی عجیب و غریب داستانیں سنایا کرتا تھا لیکن جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ سنا تو انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ اس سے زیادہ حسین قصہ انہوں نے آج تک نہیں سنا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ صحابہ نے کہا: ہم نے آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے نبی حضرت یوسف ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے۔ آپ نے فرمایا: پھر تم معادن عرب

Marfat.com

کے متعلق مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ لوگ معادن ہیں جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھا وہ زمانہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہے بشرطیکہ وہ فقیہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۸۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ مضبوط قبیلہ کی پناہ میں آنا چاہتے تھے اور اگر میں حضرت یوسف جتنی مدت قید میں ٹھہرتا تو میں ضرور بلانے والے کے بلانے پر چلا جاتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ کمزور مسلمانوں کو نجات دے، اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر، اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے قحط کی سالوں کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۸۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۷۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۰۷۵)

اب ہم اللہ کا نام لے کر سورہ یوسف کی تفسیر کی ابتداء کرتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وما توفیقی الا باللہ العلیم الکریم، اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ (۲۸ رمضان ۱۴۲۰ھ / ۶ جنوری ۲۰۰۰ء)

سُوْرَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ یوسف مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الف لام را، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے تاکہ

تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ

تم اس کو سمجھ سکو ○ ہم آپ کو اس قرآن کی وحی کے ذریعہ سب سے حسین

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾

قصہ سناتے ہیں، اور بے شک آپ اس سے پہلے بے خبر تھے ○

Marfat.com

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ

جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں، اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿٤﴾ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ

سورج اور چاند کو دیکھا، میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں ○ (باپ نے) کہا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے

رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ

بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا

عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ

کھلا ہوا دشمن ہے ○ اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرمائے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیروں کا علم

الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا

عطا فرمائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس

عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾ ع ١ ٦ ١١

نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر مکمل فرمایا تھا، بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا نہایت حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام را، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ (یوسف: ۱)

قرآن مجید کے مبین ہونے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی یہ صفت ذکر کی ہے کہ وہ مبین ہے، اس کے تین سبب ہیں: (۱) یہ قرآن زبردست معجزہ ہے، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہت واضح اور روشن دلیل ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے اس میں ہدایت کے بہت واضح طریقے اور بہت روشن راستے بیان فرمائے ہیں اور حلال اور حرام کے صاف احکام اور حدود و تعزیرات کو بیان فرمایا ہے۔ (۳) اور اس میں پہلی امتوں اور ان کے نبیوں اور رسولوں کے قصص اور احوال بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے تاکہ تم اس کو سمجھ سکو ○ ہم آپ کو اس قرآن کی وحی کے ذریعہ سب سے حسین قصہ سناتے ہیں، اور بے شک آپ اس سے پہلے بے خبر تھے ○ (یوسف: ۳-۲)

اللہ کے لیے لَعَلَّ کا معنی

کلام عرب میں لَعَلَّ کا لفظ کسی چیز کی امید کے لیے آتا ہے اور بظاہر اس کا یہ معنی ہوگا کہ اللہ کو امید ہے کہ تم سمجھ لوگے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور اس کے حق میں محال ہے، اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ امید کا یہ معنی قرآن پڑھنے والوں اور سننے والوں کی طرف راجع ہے، یعنی جو لوگ قرآن مجید کو تدبر کے ساتھ پڑھیں ان کو یہ امید رکھنی

Marfat.com

چاہیے کہ وہ اس قصہ کو سمجھ لیں گے، اسی طرح قرآن مجید میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے لعلّ کا لفظ وارد ہوا اس کا یہی معنی ہے۔

قصہ کا لغوی معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں کوئی قصہ سنائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ہم آپ کو اس قرآن کی وحی کے ذریعہ سب سے حسین قصہ سناتے ہیں"۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۴۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قصص کا معنی ہے کسی چیز کے نشانات کو تلاش کرنا اور ان کی پیروی کرنا، قرآن مجید میں ہے:

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (الکہف: ۶۴) سو وہ اپنے قدموں کے نشانات تلاش کرتے ہوئے لوٹے۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ۔ (القصص: ۱۱) اور ان کی ماں نے ان کی بہن سے کہا تم موسیٰ کو تلاش کرو۔

اسی طرح جو خبریں تتبع اور تلاش سے حاصل کی گئی ہوں ان کو بھی قصص کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ۔ (آل عمران: ۶۲) یہ برحق خبریں ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۲۳ - ۵۲۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

سورۂ یوسف کو احسن القصص فرمانے کی وجوہات

سورۂ یوسف کو احسن القصص فرمانے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں جس قدر حکمتیں ہیں اور جس قدر عبرت انگیز واقعات ہیں اتنے عبرت انگیز واقعات اور کسی سورت میں نہیں ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (یوسف: ۱۱۱) بے شک ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن القصص اس لیے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ نہایت احسن سلوک فرمایا، ان کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کیا، اور جب ان کو اقتدار ملا اور وہ ان سے بدلہ لینے پر ہر طرح قادر ہوئے تو ان کو معاف کر دیا، حتیٰ کہ فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ (یوسف: ۹۲) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سورت میں انبیاء، صالحین، ملائکہ، شیاطین، جن، انسان، جانوروں اور پرندوں کا ذکر ہے، اور اس میں بادشاہوں، تاجروں، علماء، جاہلوں اور مردوں اور عورتوں کی سیرت اور ان کی طرز زندگی کا بیان ہے، اور عورتوں کے حیلوں اور ان کے مکر کا بیان ہے، اور اس میں توحید، رسالت، فقہی احکام، خوابوں کی تعبیر، سیاست، معاشرت اور تدبیر معاش کا بیان ہے اور ان تمام فوائد کا بیان ہے جن سے دین اور دنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے، اور اس میں حسن اور عشق کی داستان ہے اور محب اور محبوب کا ذکر ہے۔

اہل معانی نے کہا: اس سورت کو احسن القصص اس لیے فرمایا ہے کہ اس سورت میں جتنے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے ان سب کا مآل سعادت ہے اور سب کا انجام نیک اور عاقبت بہ خیر ہے، دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام، ان کے والدین، ان کے بھائی اور عزیز مصر کی بیوی سب کا مآل نیک ہوا، وہ بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور اس نے اسلام لا کر اچھے

Marfat.com

عمل کیے' اسی طرح جس ساقی نے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور جو حضرت یوسف کے واقعہ میں شاہد تھا سب کا نیک انجام ہوا۔
(الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص ۱۰۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا' میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں O (یوسف:۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں ستاروں' سورج اور چاند کو دیکھنا

زمخشری نے کہا لفظ یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہے کیونکہ اگر یہ عربی زبان کا لفظ ہوتا تو یہ منصرف ہوتا' کیونکہ یہ صرف علم ہے اور اس میں تنوین سے مانع کوئی چیز نہیں ہے' سو اس پر تنوین نہ آنا اور اس کا غیر منصرف ہونا اس کے عبرانی ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے' اور حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف کے سامنے تواضع سے جھک جائیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو کہا تھا کہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا اس دیکھنے کو خواب میں دیکھنے پر محمول کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ستارے سجدہ نہیں کرتے اس وجہ سے اس کلام کو خواب پر محمول کرنا واجب ہے' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: "اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا"۔

ان ستاروں کے اسماء

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نام کا ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ان ستاروں کے نام بتائیے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ کو ان ستاروں کے نام بتائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر آپ نے یہ نام بتائے: جربان' الطارق' الذیال' ذوالکتفین' قابس' وثاب' عمودان' الفلیق' المصبح' الضروح' وذوالفرغ' الضیاء اور النور۔ اس یہودی نے کہا: اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۴۴۴۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۱۳۳۲' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۹' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۷۷' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ا ص ۲۵۹' الکشاف ج ۲ ص ۴۱۷' تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۱۹' امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے' المستدرک ج ۴ ص ۳۹۶' امام عقیلی نے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے' ان کے نزدیک یہ ضعیف ہے' امام ابن جوزی کی نزدیک یہ حدیث موضوع ہے' کتاب الموضوعات ج ا ص ۴۴۶' حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے)

Marfat.com

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں یہ خواب دیکھا تھا' لیکن وہ کون سا معین زمانہ تھا' اس کا علم سوائے خبر کے نہیں ہو سکتا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا' حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا' حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا' پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں' انہوں نے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا' حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر مکمل ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں اسّی سال کا عرصہ لگا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیند کی تعریف

جب موثرات خارجیہ منقطع ہو جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ سے اتصال نہیں رہتا' انسان آنکھیں بند کر لیتا ہے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ کے ادراکات بتدریج منقطع ہو جاتے ہیں تو یہ وہ حالت ہے جس کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواب کی تعریف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک خواب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے' جیسا کہ بیدار شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔ خواب کی نظیر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنا دیا ہے لیکن کبھی بادل گھر کر آتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی' خواب میں جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں کبھی ان میں فرشتے کا دخل ہوتا ہے اور کبھی شیطان کا' فرشتے کے دخل سے جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان خوش ہوتا ہے اور شیطان کے دخل کے بعد جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان غمگین ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی نے بعض اہل علم سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اشیاء کو سونے والے کے محل ادراک (ذہن) پر پیش کرتا ہے' اور ان اشیاء کو مختلف صورتوں میں متمثل کرتا ہے' بعض اوقات وہ صورتیں بعد میں واقع ہونے والی تعبیر کے موافق ہوتی ہیں' اور بعض اوقات وہ صورتیں معانی معقولہ کی مثالیں ہوتی ہیں اور ہر دو صورتیں خوش خبری دینے والی بھی ہوتی ہیں اور ڈرانے والی بھی ہوتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب: خیال میں چند منضبط مثالوں کا ادراک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے لیے علامت بنا دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴-۳۵۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

خواب کی اقسام

علماء اسلام نے خواب کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) بعض اوقات انسان کو نیند میں ایسی بے ربط اور خلاف واقع چیزیں نظر آتی ہیں جو لائق توجہ نہیں ہوتیں' مثلاً انسان

Marfat.com

خواب میں یہ دیکھے کہ آسمان میں ایک درخت اگا ہوا ہے' یا دیکھے کہ زمین میں ستارے طلوع ہو رہے ہیں یا دیکھے کہ ہاتھی چیونٹی پر سوار ہو رہا ہے۔ ایسے خوابوں کو عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں' اردو میں ان کو خواب پریشان کہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے خواب شیطانی عمل کی وجہ سے نظر آتے ہیں' اور اطباء کہتے ہیں کہ ہاضمے کی خرابی یا بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔

(۲) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے وہ اس کو خواب میں نظر آتا ہے' بعض اوقات وہ اپنی ناتمام خواہشوں کو خواب میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے' مثلاً بھوکا شخص خواب میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہے اور پیاسا شخص لذیذ اور خوش ذائقہ مشروبات پیتے ہوئے خود کو دیکھتا ہے اور محبوب کے فراق میں غم زدہ عاشق خود کو محبوب کے قرب میں دیکھتا ہے' اس قسم کے خواب نفس کے وسوسے اور نفس کے خیالات کہلاتے ہیں۔

(۳) کبھی سونے والے شخص کے منہ پر لحاف کا دباؤ ہوتا ہے جس سے اس کا سانس گھٹ رہا ہوتا ہے' اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے' کبھی بارش کے چھینٹے کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ہیں یا ہوا کے زور سے کوئی چیز کھڑکھڑاتی ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں ہے اور گولیاں چل رہی ہیں اور کبھی سونے والے کے چہرے پر دھوپ پڑنے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگ میں جل رہا ہے' اس قسم کے خواب دیکھ کر بعض اوقات وہ ڈر جاتا ہے' اس قسم کے خوابوں کو محسوسات کا اثر کہا جاتا ہے۔

(۴) بعض اوقات انسان کے ذہن میں غیر شعوری خواہشیں ہوتی ہیں جن کو وہ کسی کے احترام یا کسی اور مانع کی وجہ سے پورا کرنا نہیں چاہتا پھر اس کو خواب میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی تعبیر بعینہٖ واقع نہیں ہو سکتی لیکن ان مثالوں میں کسی اور چیز کی طرف رمز اور اشارہ ہوتا ہے مثلاً باپ اپنے جوان بیٹے کو مارے تو غیر شعوری طور پر اس کے دل میں باپ سے انتقام لینے کا خیال آتا ہے لیکن باپ کا احترام اس خواہش کو پورا کرنے سے مانع ہوتا ہے' پھر بیٹا خواب میں دیکھتا ہے کہ اس نے کسی شیر کو مار دیا ہے یا کسی اژدہے کو مار دیا یا کسی ظالم بادشاہ کو قتل کر دیا اور ظالم بادشاہ یا اژدہا غیر شعوری طور پر اس کے باپ سے کنایہ ہوتا ہے۔

خواب میں صرف اشارے اور رمز کی مثال سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے:

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ O (یوسف: ۴)	جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور چاند کو دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

سورج اور چاند سے ان کے باپ اور ماں کی طرف اشارہ ہے اور گیارہ ستاروں سے ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے خواب کو رمزی خواب کہتے ہیں۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۳' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۹۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۷ عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ قدیم' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۴۳' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۷۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۳۰' ۳۷۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲)

Marfat.com

ان خوابوں میں مشکل حقائق منکشف ہو جاتے ہیں، مثلاً مشہور صوفی شاعر حضرت شرف الدین بوصیری کو فالج ہو گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ کہنا شروع کیا، اثناء قصیدہ میں انہوں نے ایک مصرع کہا: "ومبلغ العلم فیہ انہ بشر" اور ان میں اس کے دوسرے مصرع کو مکمل کرنے کی طاقت نہ رہی، انہوں نے بہت کوشش کی لیکن دوسرا مصرع ان کی زبان پر نہیں آیا، وہ بستر پر سو گئے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیارت سے مشرف فرمایا، ان کا حال پوچھا۔ حضرت بوصیری نے شکایت کی کہ وہ دوسرا مصرع نہیں بنا سکے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرا مصرع اس طرح بنا دو: "وانہ خیر خلق اللہ کلھم" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چادر پہنائی اور جس جگہ ان کے جسم پر فالج تھا اس جگہ پر اپنا شفا آفریں دست مبارک پھیرا۔ حضرت بوصیری خوشی سے مدہوشی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور وہ اپنے مرض سے مکمل شفایاب ہو چکے تھے اور انہوں نے اس قصیدہ کا نام "البردۃ" رکھا۔ اس قسم کے خوابوں کا ابن سینا، ابن رشد اور ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں لاینحل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ نے "انفاس العارفین" میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا ایک ایسا ہی خواب ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شفا عطا فرمائی اور اپنے تین موہائے مبارک (بال) عطا فرمائے تھے) یہ وہ خواب ہیں جن کو حدیث میں رویا المومن (مومن کا خواب) فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۳۰۷ عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲)

(۶) چھٹی قسم ہے الرؤیاء الصادقہ (سچے خواب) قرآن مجید میں چھ سچے خوابوں کا ذکر ہے، چار خوابوں کا ذکر سورۂ یوسف میں ہے، ایک خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا، جس میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، (یوسف: ۴) دو خواب قید خانہ میں دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سنائے تھے۔ ایک نے کہا تھا کہ میں خواب میں شراب (انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا تھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ (یوسف: ۳۶) اور ایک خواب مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ سات، فربہ گائیں سات لاغر گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ (یوسف: ۴۳) موخر الذکر تینوں خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان فرمائی جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب تفسیر میں آئے گا، اور ایک خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲) اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا ذکر ہے کہ مسلمان امن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ (الفتح: ۲۷)

(۷) بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارے ہوتے ہیں۔ سورۂ یوسف میں جو چار خواب ذکر کیے گئے ہیں ان چاروں میں اس کی مثالیں ہیں اور حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے:

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کی گئی تو سب سے پہلے آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر سپیدۂ سحر کی طرح آجاتی، الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۱۷ عالم الکتب، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳ قدیم، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۷۱۹، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۱۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳، الشریعہ للآجری ص ۴۳۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۲۷۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۳۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۲)

Marfat.com

اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی جانب سے ہے' وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے نہ بیان کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٩٨٤)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں پس جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے پناہ طلب کرے' تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٩٩٥' سنن الترمذی رقم الحدیث:٢٢٧٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٥٠٢١' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٢٦١' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:١٠٧٣٥' مسند احمد رقم الحدیث:٢٢٩٣٢' عالم الکتب' مسند احمد ج ٥ ص ٢٩٦' قدیم' موطا امام مالک رقم الحدیث:٢٠١٣' مسند حمیدی رقم الحدیث:٤١٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٣٣٦' سنن الدارمی رقم الحدیث:٢١٤٨' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:٦٠٥٩' المعجم الاوسط رقم الحدیث:٢٧٤٩' شرح السنہ رقم الحدیث:٣٢٧٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب اور بیداری میں زیارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا' شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٩٩٣' صحیح مسلم رقم الحدیث:٢٢٦٦' مسند احمد رقم الحدیث:١٧٤٣٧' ١٣٨٨٥' شمائل ترمذی رقم الحدیث:٤١٣)

حافظ ابو العباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ انسان خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی حال میں بھی دیکھے آپ کو دیکھنا برحق ہے' وہ کوئی پریشان خواب نہیں ہے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا ہے۔ اور آپ نے جو فرمایا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا' اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یہ نعمت مجھ کو کئی مرتبہ مل چکی ہے' ایک مرتبہ جب میں حج کے ارادہ سے تونس پہنچا تو میں نے وہاں سنا کہ دشمن مصر پر حملہ کر رہا ہے حتیٰ کہ دمیاط پر قابض ہو گیا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ جب تک امن نہیں ہو جاتا تو میں تونس میں رہوں گا۔ وہاں مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوں' اور میں آپ کے منبر شریف کے قریب بیٹھا ہوا ہوں' اور لوگ آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر رہے ہیں' پس جو لوگ سلام عرض کر رہے تھے ان میں سے کسی نے مجھ کو ڈانٹا اور کہا کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرو' میں نے کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا' ابھی میں آپ کو سلام عرض کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی' اللہ تعالیٰ نے میرے حج کے ارادہ کو پھر تازہ کر دیا' اور حج کی روانگی کے جو اسباب میرے لیے مشکل تھے وہ آسان کر دیئے اور میرے دل میں دشمن کے حملہ کا جو خوف تھا وہ زائل کر دیا۔ میں نے سفر شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ بعد اسکندریہ پہنچ گیا' میں نے دیکھا کہ مصر کے لوگ بہت خوفزدہ تھے' اور دشمن کا بہت غلبہ تھا'

Marfat.com

ابھی مجھے اسکندریہ میں پہنچے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی شوکت توڑ دی اور محض ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے رحم اور کرم سے وہاں امن اور سلامتی ہو گئی، پھر اللہ نے مجھ پر اپنا احسان اور انعام مکمل کیا اور بیت اللہ کے حج کے بعد مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور مسجد شریف میں پہنچادیا، اللہ کی قسم! پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعینہٖ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے بیداری میں اسی حال میں دیکھا جس طرح میں نے آپ کو تونس میں خواب میں دیکھا تھا۔

اور اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں آپ کی زیارت نہیں ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس صورت سے اس کا معنی مقصود ہے بعینہٖ صورت مقصود نہیں ہے، اسی طرح خواب میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صورت میں دیکھا وہ آپ کی اصل صورت کے مطابق نہیں تھی اس میں کوئی زیادتی تھی یا کوئی کمی تھی یا رنگ متغیر تھا یا اس میں کوئی عیب تھا یا کوئی عضو زیادہ تھا یا کوئی اور تغیر تھا تو اس صورت سے اس کا معنی مراد ہے، اور ہو سکتا ہے اس صورت سے مراد آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہو اور دیکھنے والے نے آپ کی صورت میں جو زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی دیکھی ہے اس کو اس کے دین سے تعبیر کیا جائے گا یعنی اس کے دین میں زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے آپ کو آپ کی معروف صورت کے علاوہ کسی اور شکل میں دیکھا تو وہ صورت بھی اس کے دین اور شریعت سے عبارت ہو گی۔

(المفہم ج ۶ ص ۲۶-۲۴، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا، اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا اور اس نے ہجرت نہیں کی، اللہ تعالیٰ اس کو ہجرت کی توفیق دے گا اور وہ آپ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

(۲) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں آپ کی رویت کی تصدیق اور صحت کو دیکھ لے گا۔

(۳) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ آپ کو آخرت میں خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اور اس کو آپ کا قرب حاصل ہو گا۔

(۴) ابن ابی جمرہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ دنیا میں آپ کو حقیقتاً دیکھ لے گا اور آپ سے کلام کرے گا اور اس کو اولیاء اللہ کی کرامات سے ایک کرامت شمار کیا گیا ہے۔ صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا، پھر اس کے بعد انہوں نے آپ کو بیداری میں دیکھا، پھر جن چیزوں میں وہ خوف زدہ تھے ان کے متعلق آپ سے سوال کیے اور آپ نے ان کا خوف دور کرنے کی طرف رہنمائی کی۔

علامہ ابن حجر نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر لازم آئے گا کہ بعد کے یہ اولیاء اللہ صحابہ ہو جائیں اور صحابی ہونے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے (علامہ سیوطی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم دنیا میں وفات سے پہلے دیکھے اور جس نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو عالم برزخ میں دیکھا اس دیکھنے سے اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہو گا، علامہ ابن حجر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی لوگوں نے نیند میں آپ کو دیکھا اور پھر بیداری میں انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا اور اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو تو ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو بیداری میں آپ کی

Marfat.com

زیارت ہونی چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کو تو زندگی میں کئی بار آپ کی زیارت ہوتی ہے اور عوام کو اس وقت آپ کی زیارت ہوگی جب ان کی روح ان کے جسم سے نکل رہی ہوگی۔

بیداری میں آپ کی زیارت کے امکان اور اس کے وقوع کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے' ان میں سے حجتہ الاسلام امام غزالی ہیں' اور قاضی ابوبکر بن العربی ہیں اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام ہیں اور ابن ابی جمرہ ہیں اور ابن الحاج ہیں اور الیافعی ہیں اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(الدیباج' ج ۲' ص ۸۷۴ - ۸۷۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی حنفی المصری الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

ائمہ اور مجتہدین بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں اور کتاب وسنت سے انہوں نے جو کچھ سمجھا ہوتا ہے اس کو لکھنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ہم نے فلاں حدیث کا یہ معنی سمجھا ہے آیا آپ اس پر راضی ہیں' اور بہت سے اولیاء جو مجتہدین سے کم درجہ کے ہیں ان کو آپ سے بیداری میں ملاقات کا شرف حاصل ہے جیسے شیخ عبدالرحیم القناوی اور شیخ ابو مدین المغربی' شیخ ابوالحسن الشاذلی' شیخ ابوالعباس المرسی اور بہت ہیں' اور میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط پڑھا ہے' انہوں نے اس شخص کو جواب لکھا جو سلطان کے پاس ان سے سفارش کرانا چاہتا تھا' انہوں نے لکھا اے میرے بھائی! میں اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں پچھتر مرتبہ بالشافہ ملاقات کر چکا ہوں' اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے پاس جانے سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں سلطان سے تمہاری شفاعت کر دیتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا خادم ہوں اور جن احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ان کی صحت معلوم کرنے کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے بھائی کہ یہ نفع تمہارے نفع پر مقدم ہے' اور علامہ سیوطی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا گو تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بالشافہ زیارت کرتے تھے اور جب وہ حج کے لیے جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر سے ان سے ہم کلام ہوتے' ایک مرتبہ کسی شیخ کے کہنے سے انہوں نے حاکم شہر سے ان کی سفارش کی تو پھر وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی اور دوسرے اولیاء اللہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ بزرگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی ہم کو رسول اللہ کی زیارت نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵۵ - ۵۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے سامنے صحیح بخاری پڑھی ہے۔ ان میں سے ایک حنفی تھا' جب صحیح البخاری ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی لہٰذا بیداری میں زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴' مطبوعہ مطبع حجازی القاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں سویا ہوا تھا تو

Marfat.com

مجھے (خواب میں) دودھ کا پیالہ دیا گیا' میں نے اس سے دودھ پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے' اور میں نے اپنا بچاہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا' آپ کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۰۷' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۷۰' مسند احمد ج۲' ص۸۳' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۱۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۹۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۸۷۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج۷' ص۴۹' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۱۲۳' شرح السنہ رقم الحدیث:۳۲۸۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں' بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی' پھر عمر بن الخطاب آئے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۸۵' مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۸۵' مسند احمد ج۵' ص۳۷۳' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث:۱۱۸۳۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے' اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے' مجھ سے کہا گیا اس درخت پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے' میں اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا' اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا' آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے' اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے' تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہو گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۱۴' مسند احمد رقم الحدیث:۲۴۸۴' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا' اور مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ محمد بن سیرین نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں' انہوں نے کہا اور یہ کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں' سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے' وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے' اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۱۷' مسند احمد رقم الحدیث:۱۰۷۸۳' عالم الکتب' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۹۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۳۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۵۱-۵۰)

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی' جب مہاجرین کی رہائش کے لیے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لیے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آ گئے۔ وہ بیمار پڑ گئے' ہم نے ان کی تیمارداری کی' وہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو کفن میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تمہاری تکریم فرمائے

Marfat.com

گا۔ آپ نے پوچھا: تم کو یہ کیسے پتا چلا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آچکی ہے' اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی توقع کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔ انہوں نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۱۸' مسند احمد رقم الحدیث:۲۸۰۰۴' مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں' جس میں کھجور کے درخت ہیں' مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی' اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ کی قسم خیر کو دیکھا۔ گائے سے مراد وہ ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر (فتح) لایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۳۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۲۱' مسند احمد رقم الحدیث ۲۲۷۲' عالم الکتب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ سے باہر نکلی اور جحفہ میں جا کر ٹھہر گئی' میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۶۱' مسند احمد رقم الحدیث:۵۸۴۹' سنن دارمی رقم الحدیث:۲۱۶۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۵۲۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۶۵۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۳۱۴۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲' ص۵۶۸' شرح السنہ رقم الحدیث:۲۳۹۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۲۱' السنن الکبریٰ رقم الحدیث ۷۶۵۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۷۲۹۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۲۷۵' شرح السنہ رقم الحدیث:۳۲۹۶' مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۷۲ عالم الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ان میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا' اور جس شخص نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں' قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا' اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۴۲' مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۱۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:

Marfat.com

۹۷۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث:۵۳۵۸)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، میں نے دیکھا کہ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں، بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم، اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے، پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا، پھر دوسرا شخص اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھا، پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا، تو وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر رسی جڑ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو، اللہ کی قسم! اس خواب کی تعبیر بتانے کی آپ مجھے اجازت دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اس سائبان سے مراد اسلام ہے، اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے، پس بعض لوگ زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم، اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ آپ کو اپنے پاس بلا لے گا، پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اس پر عمل کرے گا، حتیٰ کہ اس کو بھی اللہ اپنے پاس بلا لے گا، پھر دوسرا شخص اس پر عمل کرے گا، پھر تیسرا شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہو جائے گا پھر اس شخص کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا، یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو، مجھے یہ بتایئے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھے ضرور بتایئے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: قسم مت کھاؤ۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۰۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۲۶۹، مسند احمد رقم الحدیث:۲۱۱۳، عالم الکتب، سنن دارمی رقم الحدیث:۲۱۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۵۹، مسند حمیدی رقم الحدیث:۵۳۶)

خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت

خواب کی تعبیر بتانا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور نہ ہر عالم خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے، خواب کی تعبیر بتانے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں خواب کی جو تعبیریں بیان کی گئی ہیں، ان پر عبور ہو۔ الفاظ کے معانی، ان کے کنایات اور مجازات پر نظر ہو اور خواب دیکھنے والے کے احوال اور اس کے معمولات سے واقفیت ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شخص متقی اور پرہیزگار ہو اور عبادت گزار اور شب زندہ دار ہو کیونکہ یہ وہبی علم ہے اور جب تک کسی شخص کا دل گناہوں کی کثافت کی آلودگی سے پاک اور صاف نہ ہو، اس وقت تک اس کا دل محرم اسرار الٰہیہ نہیں ہوگا، اس علم کے ماہرین نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، ان میں امام ابن سیرین کی تعبیر الرویاء اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی تعبیر المنام بہت مشہور ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علماء کرام ان کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد خواب کی تعبیر بتائیں اور محض اٹکل پچو سے خواب کی تعبیر بتانے سے گریز کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (باپ نے) کہا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے○ (یوسف: ۵)

بھائیوں کو خواب سنانے سے منع کرنے کا سبب

امام ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جب شام آئے تو ان کی زیادہ توجہ حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین کی طرف تھی' اور جب ان کے بھائیوں نے حضرت یعقوب کی حضرت یوسف کی طرف زیادہ محبت دیکھی تو وہ حضرت یوسف سے حسد کرنے لگے اور جب حضرت یوسف نے یہ خواب بیان کیا کہ انہوں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو انہیں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع کیا کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کریں مبادا وہ ان کے خلاف کوئی سازش کریں۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۴۴۴۸)

کفار اور فساق کے خواب سچے ہونے کی توجیہہ

ہم نے خواب کے سلسلہ میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان میں یہ تصریح گزر چکی ہے کہ سچے اور نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سچے خوابوں میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور سچے خوابوں کے ذریعہ غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور غیب پر مطلع ہونا وظائف نبوت میں سے ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رویاء صادقہ اجزاء نبوت میں سے ہیں اور ان سے مومن کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب سچے خواب اجزاء نبوت سے ہیں اور اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں تو پھر سچے خواب کافروں اور جھوٹوں کو نہیں دکھائی دینے چاہییں حالانکہ بعض کافروں اور بدکاروں کو بھی سچے خواب دکھائی دے جاتے ہیں' جیسے عزیز مصر نے سات گایوں کو دیکھا تھا' اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو دو شخص قید میں تھے' انہوں نے بھی سچے خواب دیکھے تھے اور بخت نصر نے خواب دیکھا تھا جس کی حضرت دانیال نے یہ تعبیر بتائی تھی کہ اس کے ہاتھ سے ملک جاتا رہے گا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے متعلق کسریٰ نے خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ نے کفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کے متعلق خواب دیکھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کفار' فساق اور جھوٹوں کے خواب بعض اوقات صادق ہوئے ہیں مگر یہ وحی سے نہ تھے' نہ آثار نبوت سے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کی کوئی بات سچی نکل آئے تو وہ اطلاع علی الغیب پر مبنی ہو اور بعض اوقات کاہن وغیرہ بھی سچی پیش گوئیاں کر دیتے ہیں لیکن ایسا بہت قلیل اور نادر ہوتا ہے۔ اس طرح کفار اور فساق کے خواب بھی بعض اوقات سچے نکل آتے ہیں اور کسی چیز کی کثرت پر حکم لگایا جاتا ہے' قلت پر حکم نہیں لگایا جاتا۔

صرف ہمدرد اور خیر خواہ کے سامنے خواب بیان کیا جائے

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب نہ بیان کریں' اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے سامنے خواب نہ بیان کیا جائے جو شفیق اور خیر خواہ نہ ہو' اور نہ اس شخص کے سامنے خواب بیان کیا جائے جس کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم نہ ہو' صحیح حدیث میں ہے:

حضرت ابو رزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک اس خواب کو بیان نہ کیا جائے' یہ پرندے کی ٹانگ پر معلق ہوتا ہے اور جب اس کو بیان کر دیا جائے تو پھر یہ ساقط ہو جاتا ہے اور خواب صرف عقل مند شخص اور دوست کو بیان کیا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۷۹' ۲۲۷۸' سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث:۱۰۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۵۰' مسند احمد ج۴ ص۱۳' ۱۲' ۱۰' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۱۵۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۰۴۹' المعجم الکبیر ج۱۹ رقم الحدیث:۴۶۴' ۴۶۲' ۴۶۱' المستدرک ج۴ ص۳۹۰' شرح السنہ رقم الحدیث:۳۲۸۲' ۳۲۸۱)

Marfat.com

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواب کو قرار نہیں ہوتا جیسے کوئی چیز پرندے کی ٹانگ پر باندھی ہوئی ہو، یعنی جب تک اس کی تعبیر بیان نہ کر دی جائے اس کو قرار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پرندہ کو اکثر حالات میں قرار نہیں ہوتا تو جو چیز اس کی ٹانگ پر معلق ہو اس کو کس طرح قرار ہوگا اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی خواب دیکھنے والے کو اس کا حکم لاحق ہو جاتا ہے اور آپ نے فرمایا: اس کی تعبیر صرف صاحب عقل سے معلوم کی جائے کیونکہ وہ اس کی اچھی اور پسندیدہ تعبیر بیان کرے گا اور اگر اس کے نزدیک اس کی تعبیر ناپسندیدہ ہوگی تو خاموش رہے گا اور فرمایا: یا یہ خواب صرف دوست یعنی خیر خواہ سے بیان کیا جائے کیونکہ وہ اس خواب کی وہی تعبیر بیان کرے گا جو باعث مسرت ہو۔

عمداً خواب کی غلط تعبیر بیان نہ کرے

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: امام مالک سے پوچھا گیا کیا ہر شخص خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا نبوت کو کھیل بنایا جائے گا' اور امام مالک نے فرمایا: وہی شخص خواب کی تعبیر بیان کرے جس کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم ہو، اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر اچھی ہو تو اس کو بیان کر دے اور اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر بری ہو تو اس کو اچھی نصیحت کرے (مثلاً اس سے کہے کہ دعا کرو' اے اللہ! میرے خواب کی بری تعبیر کو اچھی تعبیر سے بدل دے) اور یا خاموش رہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ خواب کی جو تعبیر بیان کی جائے خواب اسی تعبیر پر واقع ہوتا ہے تو کیا تعبیر بتانے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کے نزدیک خواب کی تعبیر بری ہو، لیکن وہ خواب کی اچھی تعبیر بتادے۔ امام مالک نے فرمایا: نہیں، خواب نبوت کا ایک جز ہے پس نبوت کو کھیل نہ بنایا جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن' جز ۹' ص ۱۱۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کسی کو ضرر سے بچانے کے لیے دوسرے کے عیب بیان کرنے کا جواز

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے جس چیز سے خطرہ محسوس کرے' اس سے اس کو آگاہ کر دے اور یہ غیبت نہیں ہے کیونکہ غیبت وہ ہوتی ہے کہ کسی مسلمان شخص کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے اس کے پس پشت اس کا وہ عیب بیان کرے جس کو وہ مخفی رکھتا ہو اور یہاں مقصود کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا نہیں بلکہ ایک مسلمان شخص کو دوسرے کے ضرر سے بچانا مقصود ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان کرنے سے منع کیا تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف کوئی سازش نہ کریں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ابو جہم سے رشتہ کا پیغام قبول نہ کرو کیونکہ وہ کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا اور معاویہ کا پیغام قبول نہ کرو کیونکہ وہ مفلس ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۴۶)

حسد کے خطرہ سے نعمتوں کے چھپانے کا جواز

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ۔ (الضحیٰ: ۱۱)　　اور اپنے رب کی نعمت کا خوب بیان کریں۔

اور سورۂ یوسف کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نعمت کے بیان اور اظہار کا یہ حکم علی الاطلاق نہیں ہے، جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اگر حاسدوں کو اس نعمت کا پتا چل گیا تو وہ اس سے حسد کریں گے اور اس کے خلاف سازشیں کریں گے تو اس کو چاہیے کہ وہ نعمت کو چھپا لے اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ضروریات کی تکمیل پر مخفی رکھنے سے مدد طلب کرو کیونکہ ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث:۱۱۸۶، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۲۴۷۶، المعجم الکبیر ج ۲۰، ص ۹۴، حلیۃ الاولیاء ج ۵، ص ۲۱۶، تنزیہ الشریعہ ج ۲، ص ۱۳۵، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳، ص ۲۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ، شعب الایمان رقم الحدیث:۶۶۵۵، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲، ص ۱۰۹، تاریخ بغداد ج ۸، ص ۵۷، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۱۹۴، الجامع الصغیر رقم الحدیث:۹۸۵، الفوائد المجموعہ رقم الحدیث:۲۶۱، تذکرۃ الموضوعات ص ۲۰۵، اللآلی المصنوعہ ج ۲، ص ۲۴۳، الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث:۴۵۳، صحیح الجامع للالبانی ج ۱، ص ۹۴۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سربلندی اور ان کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم تھا کیونکہ ان کو اس علم کے ذریعہ یہ معلوم تھا کہ عنقریب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور انہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خود ان پر بھی تفوق حاصل ہو جائے گا کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بہتر منصب پر فائز ہو، البتہ کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بھائی اس سے مرتبہ اور منصب میں بڑھ جائے۔

اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے حسد کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع کیا کہ وہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کریں کیونکہ ان کو خطرہ تھا کہ اس خواب کو سن کر ان کے دلوں میں کینہ اور بغض پیدا ہو گا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لیے سازشیں کریں گے۔

سچے خوابوں کے بشارت ہونے کی تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نبوت سے اب صرف بشارتیں باقی رہ گئی ہیں: صحابہ نے پوچھا: بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: سچے خواب! امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے: وہ خواب مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی شخص اس کے لیے دیکھتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۹۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۹۹، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۲۸۳۹، مسند حمیدی رقم الحدیث:۴۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۲۴۹، ۲۴۸، مسند احمد ج ۱، ص ۲۱۹، سنن الدارمی رقم الحدیث:۱۳۳۱، ۱۳۳۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۸۷۶، المنتقی رقم الحدیث:۲۰۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۵۴۸، مسند ابو یعلی رقم الحدیث:۲۳۸۷، مسند ابو عوانہ ج ۲، ص ۱۷۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۱۸۹۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۸۷، شرح السنہ رقم الحدیث:۶۲۶)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ سچے خواب نبوت کا جز ہیں اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ سچے خواب دیکھنے والے میں نبوت کا ایک جز پایا جائے اور اس کو نبی کہا جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا جز اس چیز کے وصف کو مستلزم نہیں ہوتا، مثلاً بلند آواز سے اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھنا اذان کا جز ہے لیکن جو آدمی صرف یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھے، اس کو موذن نہیں کہا جائے گا، اسی طرح کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھنا نماز کا جز ہے لیکن جو شخص صرف کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھے اس کو نمازی نہیں کہا جائے گا، اسی طرح اگرچہ سچے خواب نبوت کا جز ہے لیکن سچے خواب دیکھنے والے کو نبی نہیں کہا جائے گا۔

Marfat.com

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سچے خواب ہمیشہ بشارت ہوتے ہیں لیکن سچے خواب بعض اوقات ڈرانے والے بھی ہوتے ہیں جن سے خواب دیکھنے والا خوش نہیں ہوتا' اور ایسے خواب دکھانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن پر شفقت اور رحمت ہے تاکہ کسی مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے وہ اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کرلے اور وہ اس کا جو تدارک کر سکتا ہے' وہ کرلے' اس کا جواب یہ ہے کہ سچے خواب مطلقاً بشارت نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات بشارت ہوتے ہیں' اور چونکہ اکثر اور اغلب طور پر سچے خواب بشارت ہوتے ہیں اس لیے آپ نے مطلقاً فرمایا: سچے خواب مبشرات ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا اس مرض میں صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی' آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر فرمایا: اے لوگو! نبوت کی بشارتوں سے صرف سچے خواب باقی بچے ہیں جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹) اب اس کی توجیہ یہ ہے کہ میری وفات کے بعد وحی منقطع ہو جائے گی اور پھر مستقبل کی باتوں کا علم صرف سچے خوابوں سے ہوگا' اگر اس پر یہ اعتراض ہو کہ وحی تو منقطع ہو جائے گی لیکن الہام منقطع نہیں ہوگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے متعلق فرمایا وہ محدث ہیں یعنی ان پر الہام ہوتا ہے اور بکثرت اولیاء کرام نے غیب کی خبریں دیں اور ان کی دی ہوئی خبروں کے مطابق مستقبل میں واقعات ہوئے' اس کا جواب یہ ہے کہ خواب کا ذکر اس لیے فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ عام مسلمانوں کو بھی مستقبل کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اور الہام تو صرف خواص مومنین کو ہوتا ہے اور وہ ہے بھی نادر اور خواب بکثرت واقع ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں الہام بہت نادر تھا کیونکہ وحی کا غلبہ تھا' اور جب آپ کے وصال کے بعد وحی منقطع ہو گئی تو جن مومنین کو اللہ تعالیٰ نے خاص کرلیا تھا ان پر الہام بکثرت ہونے لگا کیونکہ اب اس کا وحی سے اشتباہ نہیں ہو سکتا تھا' اور جو شخص الہام کا انکار کرتا ہے' یہ اس کی ہٹ دھرمی ہے کیونکہ اس کا وقوع بہت زیادہ ہے اور بہت مشہور ہے۔

(فتح الباری جلد ۱۲' ص ۳۷۶-۳۷۵' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی منصب نبوت پر فائز ہوئے تھے یا نہیں' اس میں علماء کا اختلاف ہے' ہم پہلے فریقین کے دلائل کا ذکر کریں گے اور آخر میں اپنا نظریہ بیان کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کے دلائل

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سندوں کے ساتھ لکھتے ہیں۔

عبدالرحمن بن زید بن اسلام نے احد عشر کوکبا کی تفسیر میں کہا ہے: گیارہ ستارے اور سورج اور چاند' حضرت یوسف کے ماں باپ اور ان کے بھائی ہیں اور ان کے بھائی انبیاء تھے اور انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت تک حضرت یوسف کو سجدہ کرنے پر راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کے ماں باپ ان کو سجدہ کرلیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۴۴۷' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۳۳۰)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں: زجاج نے کہا حضرت یعقوب علیہ السلام نے گیارہ ستاروں کی یہ تعبیر کی کہ ان سے ایسے اصحاب فضیلت لوگ مراد ہیں جن سے روشنی حاصل ہوگی کیونکہ ستارے سے زیادہ روشن اور کوئی چیز نہیں ہے' اور سورج اور چاند سے ان کے ماں باپ کو مراد لیا پس سورج سے مراد ماں ہے اور چاند سے مراد باپ ہے

Marfat.com

اور تاروں سے مراد ان کے بھائی ہیں اور اس کی یہ تعبیر کی کہ حضرت یوسف بھی نبی ہوں گے اور ان کے بھائی بھی نبی ہوں گے کیونکہ ان کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے بھائیوں پر اپنی نعمت اس طرح پوری کرے گا جس طرح ان کے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت پوری کی تھی۔

(تفسیر السمرقندی ج ۲، ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی الشافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحٰق نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا فعل متعدد جرائم پر مشتمل ہے، انہوں نے قطع رحم کیا، ماں باپ کی نافرمانی کی، بے قصور چھوٹے بھائی پر رحم نہیں کیا، امانت میں خیانت کی، اور اپنے باپ سے جھوٹ بولا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا تاکہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا عزم کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو بچالیا اور اگر وہ یہ قتل کر دیتے تو وہ سب ہلاک ہو جاتے، اور یہ تمام گناہ ان کو نبی بنانے سے پہلے ہوئے تھے، ابو عمر بن العلاء سے سوال کیا گیا، انہوں نے یہ کیسے کہا:

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ۔ (یوسف: ۱۲) — کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ وہ پھل کھائے اور کھیلے۔

حالانکہ وہ انبیاء تھے اور کھیلنا انبیاء کی شان کے منافی ہے، اور انہوں نے اس کے جواب میں کہا: یہ واقعہ ان کو نبی بنانے سے پہلے کا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ۔ (یوسف: ۶) — اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا، جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر مکمل فرمایا تھا۔

امام رازی فرماتے ہیں: یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وہ نعمت تامہ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق تمام انسانوں سے ممتاز ہوئے وہ نعمت صرف نبوت ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: وہ نعمت اللہ تعالیٰ آل یعقوب کو عطا فرمائے گا اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹے انبیاء ہوں، نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: میں نے خواب میں گیارہ ستارے دیکھے اور ان گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں، اور ان بھائیوں کا ستارے ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کو فضیلت اور کمال حاصل ہو اور ان کے علم اور دین سے زمین والوں کو روشنی اور ہدایت حاصل ہو کیونکہ سورج اور چاند کے بعد ستاروں سے زیادہ کوئی چیز قدرتی طور پر روشن نہیں ہے اور ان سے ہدایت اور روشنی حاصل ہوتی ہے اور اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد انبیاء اور رسل ہو، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی انبیاء قرار پائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا انبیاء ہونا کس طرح جائز ہو گا جب کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بہت ظالمانہ سلوک کیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے یہ گناہ نبوت سے پہلے صادر ہوئے اور ہمارے نزدیک عصمت کا اعتبار نبوت کے وقت ہوتا ہے نبوت سے پہلے نہیں ہوتا۔

(تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت پوری کرے گا' یعنی تم کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا' یا تم کو دنیا کی نعمت کے ساتھ آخرت کی نعمت بھی عطا فرمائے گا' اور آل یعقوب پر بھی نعمت پوری فرمائے گا' اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی مراد ان کے سارے بیٹے تھے' اور شاید کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں کی نبوت پر اس سے استدلال کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو گیارہ ستارے دیکھے تھے اس سے مراد گیارہ بھائی تھے' اور ستاروں کے ضیاء سے مراد ان کی ہدایت کی روشنی تھی۔

(انوار التنزیل مع حاشیۃ الشہاب ج ۵' ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کہا کہ وہ تم پر اپنی نعمت کو مکمل کرے گا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انہیں دنیا میں اپنی نعمت پہنچائے گا یا اس طور کہ ان کو دنیا میں انبیاء اور بادشاہ بنائے گا اور ان کو آخرت کی نعمت پہنچائے گا' بایں طور پر ان کو جنت کے بلند درجات تک پہنچائے گا' ظاہر یہ ہے کہ آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان کی نسل ہے یعنی ہم ان کو نبی بنائیں گے۔

(البحر المحیط ج ۶' ص ۲۴۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء نہ ہونے کے دلائل

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ کتاب الطبری میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء تھے اور ان کو نبی ماننا اس بات کو رد کرتا ہے کہ نبی حسد کرنے' ماں باپ کی نافرمانی کرنے' جھوٹ بولنے' مومن کو ہلاک کرنے کے درپے ہونے' اس کو قتل کرنے کے درپے ہونے اور آزاد انسان کو فروخت کرنے ایسے کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے' اس لیے ان لوگوں کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے' ہرچند کہ نبی کی لغزش عقلاً محال نہیں ہے' مگر یہ ایسی لغزش ہے جو متعدد کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے' اہلسنت کا اس میں تو اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا صدور ہوتا ہے یا نہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ انبیاء علیہ السلام سے کبائر کا صدور نہیں ہوتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۱۳' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۵ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف جو سازش کی تھی وہ اس دعویٰ کے خلاف ہے' بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ان کے ان گناہوں کے بعد ان کو نبوت دی گئی اور یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے' اور اس آیت کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ۔ (آل عمران: ۸۴)	کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور اس چیز پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کی گئی ہے۔

اسباط کے لفظ میں کئی احتمال ہیں کیونکہ بنو اسرائیل کے گروہوں کو اسباط کہا جاتا ہے' جیسا کہ عرب کے گروہوں کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کے گروہوں کو شعوب کہا جاتا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے انبیاء کی طرف وحی نازل فرمائی جو بنو اسرائیل کے اسباط (گروہوں) سے ہیں اور ان کا اجمالاً ذکر فرمایا کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی' لیکن ہر سبط (گروہ) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نسل سے تھا۔ اور اس پر دلیل قائم نہیں ہو سکی کہ بعینہٖ حضرت یوسف علیہ

Marfat.com

السلام کے بھائیوں کی طرف وحی کی گئی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○ (یوسف: ۵)

(باپ نے) کہا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے ○

اس آیت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور اکثر متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی ہرگز نہیں تھے، متقدمین میں حضرات صحابہ کرام ہیں اور ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور نہ ہی تابعین میں سے کسی سے منقول ہے کہ وہ نبی تھے اور اتباع تابعین میں سے صرف ابن زید سے منقول ہے کہ وہ نبی تھے اور بہت کم لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے، اور متاخرین مفسرین میں سے بعض نے ابن زید کے قول کی پیروی کی ہے جیسے امام بغوی، اور بعض نے اس قول کے رد میں بہت شدت کی ہے جیسے علامہ قرطبی اور ابن کثیر، اور بعض مفسرین نے ان دونوں قولوں کو بلا ترجیح نقل کر دیا ہے جیسے ابن الجوزی، اور بعض مفسرین نے اس مسئلہ کو بالکل نہیں چھیڑا، البتہ انہوں نے ایسی تفسیر کی ہے جس سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ نبی نہیں تھے، کیونکہ انہوں نے اسباط کی یہ تفسیر کی ہے: وہ لوگ جو بنو اسرائیل میں سے نبی بنائے گئے اور ان پر احکام شرعیہ نازل کیے گئے، مثلاً ابو اللیث السمرقندی اور واحدی (ابو اللیث السمرقندی کا حوالہ صحیح نہیں ہے کیونکہ انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس پر دلائل قائم کیے ہیں البتہ واحدی کا حوالہ درست ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے تفسیر سمرقندی سے نقل کیا ہے) اور بعض مفسرین نے کچھ ذکر نہیں کیا لیکن اسباط کی تفسیر حضرت یعقوب کی اولاد کے ساتھ کی ہے، جس سے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ حضرت یعقوب کی تمام اولاد کے نبی ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ اس کی تصریح نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اولاد سے مراد حضرت یعقوب کی ذریت ہو نہ کہ ان کے صلبی بیٹے۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید، لغت اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے، یہ چیز قرآن مجید میں مذکور ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا قول ہے، جن لوگوں نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کا قول کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ البقرہ: ۱۴۰، النساء: ۱۶۳ میں اسباط کا لفظ ہے اور انہوں نے اس کی تفسیر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کی، اور صحیح یہ ہے کہ الاسباط سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صلبی اولاد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریت ہے جیسا کہ انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، اور جیسا کہ تمام انسانوں کو بنو آدم کہا جاتا ہے، نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ○ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا۔ (الاعراف: ۱۶۰-۱۵۹)

اور موسیٰ کی امت سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ○ اور ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ کر کے تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

یہ آیت اس معنی میں صریح ہے کہ اسباط بنی اسرائیل کے متعدد گروہ ہیں اور ہر سبط ایک گروہ ہے، اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط ایسے ہیں جیسے بنی اسماعیل کے قبائل ہیں اور سبط لغت میں ایسے درخت کو کہتے ہیں جس کے بہت گھنے پتے ہوں، تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کو ان کی اولاد پھیلنے سے پہلے اسباط کہنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے، اس لیے البقرہ: ۱۴۰ اور النساء: ۱۶۳، میں اسباط کے لفظ کو حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کے ساتھ مخصوص کرنا غلط ہے، اس پر لفظ دلالت کرتا ہے نہ اس کا معنی ثابت ہے، اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کے عہد سے اسباط کا نام رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن میں نبوت معروف تھی، ان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں تھا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ نے جب حضرت ابراہیم کی ذریت سے انبیاء کا ذکر کیا تو صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ اسباط کا ذکر نہیں کیا، اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی نبی بنائے گئے ہوتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بھی فرماتا، وہ آیت یہ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

(الانعام: ۸۶-۸۴)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ہم نے سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی، اور ان کی اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف، اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (سب کو ہدایت دی) یہ سب صالحین میں سے ہیں ○ اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط، اور ہم نے سب کو سارے جہان والوں پر فضیلت دی۔

اور نیز اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی وہ تعریف و توصیف فرمائی جو نبوت کے مناسب ہے، اگرچہ وہ اس آیت سے پہلے ہے اور حدیث میں ہے لوگوں میں سب سے کریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہیں جو نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں، پس اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی انبیاء ہوتے تو وہ بھی کرم کی اس صفت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شریک ہوتے اور جب اللہ سبحانہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ ذکر فرمایا اور اس سلوک کا ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا اور ان کی خطاء کے اعتراف کا ذکر کیا اور انہوں نے اپنے والد سے جو استغفار طلب کیا تھا، اس کا ذکر کیا تو اس مقام پر ان کی کسی ایسی فضیلت کا ذکر نہیں کیا جو مقام نبوت کے مناسب ہوتی، بلکہ ان کی توبہ کا ذکر بھی نہیں کیا، جیسا کہ ان سے کم گناہ کرنے والوں کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے ایسے کاموں کا ذکر نہیں کیا، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد کہ انہوں نے باپ کی نافرمانی کی ہو، قطع رحم کیا ہو، مسلمان کو غلام بنا کر کافروں کے شہر میں بیچا ہو اور صاف جھوٹ بولا ہو، بلکہ اگر ان کے نبی نہ ہونے پر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو ان کے نبی نہ ہونے کے لیے یہ جرائم ہی کافی تھے، کیونکہ جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد اس قسم کے جرائم سے معصوم ہوتے ہیں، نیز مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی مصر میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی مصر میں وفات پا گئے تھے، لیکن انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے جسم کو شام منتقل کر دیا جائے، تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جسم کو شام میں منتقل کر دیا، اور قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مصر میں حضرت یوسف

Marfat.com

علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نبی آیا ہو اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے۔
خلاصہ یہ ہے کہ یہ دعویٰ کرنا غلط ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اسباط سمجھ لیا گیا' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' اسباط کے معنی بہت بڑا گروہ ہے اور اگر اسباط سے مراد حضرت یعقوب کے بیٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا یعقوب اور ان کے بیٹے اور یہ بہت واضح اور مختصر ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباط کے لفظ سے تعبیر فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریت میں نبوت اس وقت آئی جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں گروہ در گروہ ہو کر منقسم ہو چکے تھے۔
(روح المعانی جز ۲ ص' ص ۲۷۷-۲۷۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے متعلق مصنف کا موقف

ہم نے شرح صحیح مسلم کی ساتویں جلد میں ذکر کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد تمام صغائر اور کبائر سے مجتنب ہوتے ہیں البتہ تبلیغی اور تشریعی ضرورت کی وجہ سے ان سے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب ہو سکتا ہے اور خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی ہو سکتا ہے لیکن مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہیں اور ان سے اجتہادی خطاء بھی سرزد ہو سکتی ہے اور اجتہادی خطا بھی نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں ہے بلکہ اجتہادی خطاء پر ایک اجر بھی ملتا ہے' اور انبیاء سابقین علیہم السلام سے جس قدر زلات صادر ہوئیں وہ سب اسی نوع کی ہیں' ان میں سے کوئی کام گناہ صغیرہ ہے نہ کبیرہ' اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے متعدد گناہ کبیرہ کیے اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ وہ انبیاء نہیں ہیں' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ صادر ہوا وہ بظاہر مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' حقیقت میں وہ فرض کے درجہ میں ہے کیونکہ آپ نے امت کی تعلیم کے لیے اور شریعت سازی کے لیے وہ کام کیے' اور تعلیم اور تبلیغ آپ پر فرض ہے اس لیے آپ نے جو ایسے کام کیے جو بظاہر مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ تھے' ان کا کرنا آپ پر فرض تھا کیونکہ تبلیغ کرنا وظائف نبوت اور فرائض رسالت سے ہے اور آپ کو ان کے ارتکاب پر فرائض کی ادائیگی کا اجر و ثواب ملے گا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ نے جس وقت اپنے اجتہاد سے جو کام کیا اس وقت اسی کام کو کرنا حق' صحیح اور صواب تھا۔ انبیاء سابقین علیہم السلام حشر کے دن اس وجہ سے پریشان ہوں گے کہ دنیا میں ان کی زلات کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن شفاعت کبریٰ کے مقام پر فائز کرنا تھا' اس لیے وہ بظاہر خلافِ اولیٰ کام جو فی نفسہٖ معصیت اور گناہ نہ تھے لیکن آپ اپنے بلند مقام کی وجہ سے ان کو بھی موجب استغفار قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر نازل فرما کر آپ کی مغفرت کلی اور مغفرت قطعی کا اعلان فرما دیا تاکہ آپ حشر کے دن مطمئن ہوں اور تسلی کے ساتھ سب کی شفاعت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرمائے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیروں کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا۔ جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر مکمل فرمایا تھا' بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا' نہایت حکمت والا ہے۔ (یوسف: ۶)

حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ عظیم خواب دکھا کر تم کو شرف بخشا ہے اور عزت اور فضیلت سے نوازا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے اور عظیم کاموں کے لیے تم کو منتخب فرمائے گا۔ حسن نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو

Marfat.com

نبوت کے لیے منتخب فرمائے گا اور دوسرے مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا درجہ بلند کرنے کے لیے اور تم کو عظیم مرتبہ دینے کے لیے منتخب فرمائے گا۔ النحاس نے کہا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے خزانوں پر اقتدار اور خواب کی تعبیروں کا جو علم عطا فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کی اجمالی بشارت دی ہے۔

تاویل الاحادیث کے محامل

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تاویل احادیث کی تعلیم دے گا' آیت کے اس حصہ کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں' ایک یہ ہے کہ تاویل احادیث سے مراد ہے خوابوں کی تعبیر اور اس کو تاویل احادیث اس لیے فرمایا کہ تاویل کا لفظ اول سے بنا ہے اور اول کا معنی ہے لوٹنا اور رجوع کرنا اور انسان خواب میں جو باتیں سنتا ہے' بعد میں اس کے تحقق اور ثبوت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس لیے تاویل احادیث کی تفسیر خوابوں کی تعبیر سے کی گئی ہے' اور تاویل احادیث کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں جو باتیں لکھی ہوئی تھیں اور انبیاء متقدمین کی جو احادیث اور ان کے جو ارشادات تھے' اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان احادیث کی تعلیم دی' اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ احادیث حدیث کی جمع ہے اور حدیث' قدیم کا مقابل ہے یعنی حادث اور تاویل کا معنی ہے مآل اور حوادث کا مآل اللہ تعالیٰ کی قدرت' اس کی تکوین اور اس کی حکمت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جسمانی اور روحانی مخلوقات کی اصناف اور اقسام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کی جلالت پر استدلال کرنا۔

تکمیل نعمت کا معنی

اس کے بعد فرمایا: اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا' نعمت کی تکمیل کی بھی دو تفسیریں کی گئی ہیں' ایک یہ ہے کہ نعمت کو اس طرح کامل کر دینا کہ وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو اور ایسی نعمت انسان کے حق میں صرف نبوت ہے' کیونکہ مخلوق کے تمام مناصب' منصب نبوت کے مقابلہ میں ناقص ہیں اور انسان کے حق میں تمام مطلق اور کمال مطلق صرف نبوت ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح اس سے پہلے اس نے نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر مکمل فرمایا تھا اور وہ نعمت جو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ دادا میں مشترک ہے' وہ صرف نبوت ہے' کیونکہ اسی نعمت کی وجہ سے حضرت ابراہیم اور اسحٰق کو باقی انسانوں سے امتیاز حاصل ہوا' لہٰذا اس آیت میں تکمیل نعمت سے مراد نبوت ہے۔

نیز اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا ہے: اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا۔ اس آیت میں آل یعقوب سے مراد ان کے صلبی بیٹے نہیں ہیں بلکہ ان کی ذریت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صلبی بیٹوں کو نبوت نہیں دی گئی تھی۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم چالیس سال کے بعد دیا گیا تھا اور ان کی تعبیر میں کبھی خطا واقع نہیں ہوئی اور یہ ان کا معجزہ تھا۔ ان کو خواب کی تعبیر کا علم سب سے زیادہ تھا اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ خواب کی تعبیر کا علم تھا اور امت میں یہ علم سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھا' اور امام ابن سیرین کو بھی اس کا علم بہت زیادہ تھا اور اس کے قریب سعید بن مسیب کو اس کا علم تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۱۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا

بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں ○ جب یوسف کے

لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا

بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں بیشک

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝۸ ۚۖ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ

ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے ○ یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی ملک میں چھوڑ آؤ پھر تمہارے

لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ

باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی، اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے ○ ان میں سے

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ

ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو، اس

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

اس کو کوئی قافلہ والا اٹھا لے گا، اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو (تو اس طرح کرو) ○ انہوں نے (یعقوب سے) کہا اے ہمارے ابا!

مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ

کیا بات ہے آپ یوسف کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں ○ اسے کل

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ (یعقوب نے) کہا

اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ

تمہارے اس کو لے جانے سے میں (اس کی جدائی میں) ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو

غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴

کھا جائے گا ○ انہوں نے کہا ہماری پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں O (یوسف: ۷)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ یہود نے مدینہ میں سے کچھ لوگوں کو مکہ بھیجا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کریں کہ شام میں ایک نبی تھے، ان کا بیٹا مصر چلا گیا، وہ اس کے فراق میں روتے رہے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے۔ اس وقت مکہ میں اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں تھا اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جو انبیاء علیہم السلام کی خبریں جانتا تھا، جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوری سورۂ یوسف نازل فرمادی، اس میں تورات میں مذکور واقعات کا بھی ذکر ہے اور اس سے زیادہ خبریں بھی ہیں اور سورۂ یوسف کا نزول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اہل مکہ میں سے اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تھے اور وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے، اور حسد کی وجہ سے آپ سے شدید عداوت کا اظہار کرتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے حسد کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ ایذاء پہنچاتے تھے، انجام کار اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد کی اور ان کو قوت دی اور ان کے بھائیوں کو ان کا محتاج کر دیا اور جب کوئی عقل والا اس قسم کا واقعہ سنے گا تو وہ حسد کرنے سے باز آ جائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر بتائی تو اس تعبیر کو پورا ہونے میں اسی سال لگے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد اور دشمنوں کے خلاف ان کی کامیابی کا وعدہ کیا اور اس وعدہ کے پورا ہونے میں کافی تاخیر ہو گئی تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ معاذ اللہ جھوٹے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اسی طرح تھی سو اس اعتبار سے اس قصہ کا نازل کرنا آپ کے حالات کے موافق ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی مدد اور ان کی کامیابی کا وعدہ فرمایا تھا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو مقدر فرمایا تھا وہ اسی طرح پورا ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دشمنوں کی کاوشیں کارگر نہ ہوئیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے نام ہم اس سورت کے تعارف میں ذکر کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں، بے شک ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے O (یوسف: ۸)

حضرت یوسف کے بھائیوں کی حضرت یوسف سے نفرت کا سبب

اس آیت سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ کیا سبب تھا جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو ایذاء پہنچانے کا قصد کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف اور بنیامین کو محبت میں باقی دس بیٹوں پر فوقیت دیتے تھے، اور ان کو اس سے تکلیف ہوتی تھی، ایک تو اس لیے کہ وہ عمر میں ان دونوں سے بڑے تھے، دوسرے اس وجہ سے کہ وہ ان دونوں کی بہ نسبت باپ کو زیادہ آرام اور فائدہ پہنچاتے تھے اور تیسرے اس وجہ سے کہ مصائب اور آفات کو وہی دور کرتے تھے اور منافع اور فوائد کو وہی حاصل کرتے تھے، ان وجوہ کے اعتبار سے چاہیے یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ان دس بیٹوں کو حضرت یوسف اور بنیامین پر ترجیح دیتے لیکن جب اس کے برعکس حضرت یعقوب

Marfat.com

علیہ السلام ان دونوں کو فضیلت دیتے تھے تو انہوں نے کہا ہمارا باپ ضلال مبین میں ہے ان کی مراد یہ نہ تھی کہ ان کا باپ دین میں گمراہ ہے اور خطاء پر ہے کیونکہ اگر وہ یہ ارادہ کرتے تو وہ کافر ہو جاتے بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ دو کو دس پر ترجیح دینے میں اور چھوٹوں کو بڑوں پر ترجیح دینے میں اور غیر مفید کو مفید پر ترجیح دینے میں ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے۔

حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے زیادہ محبت کیوں تھی؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ بات بدیہی ہے کہ بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دینا کینہ اور حسد کو پیدا کرتا ہے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم تھا تو انہوں نے حضرت یوسف اور بنیامین کو باقی دس بیٹوں پر کیوں ترجیح دی، جبکہ جو عمر، علم اور نفع رسانی میں بڑے اور زیادہ ہوں وہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کو فضیلت دی جائے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے برعکس معاملہ کیوں کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان دونوں کو باقی بیٹوں پر صرف محبت میں ترجیح دی تھی، اور محبت غیر اختیاری چیز ہے لہٰذا اس معاملہ میں وہ معذور تھے اور وہ ملامت کے مستحق نہیں ہیں، علاوہ ازیں حضرت یوسف اور بنیامین کی ماں بچپن میں فوت ہو چکی تھیں اس وجہ سے وہ زیادہ شفقت اور عنایت کے مستحق تھے نیز حضرت یعقوب کو ان دونوں میں رشد و ہدایت اور سعادت اور شرافت کے وہ آثار نظر آتے تھے جو باقی اولاد میں نہیں تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام ہرچند کہ کمسن تھے اس کے باوجود وہ اپنے والد کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اس کی وجہ سے کسی کو دوسرے پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

حضرت یوسف کے بھائیوں کا حسد ہی ان کے تمام گناہوں کی جڑ تھا

حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ محض حسد ہے اور حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے، اس حسد کی وجہ سے انہوں نے جھوٹ بولا، اور اپنے بے قصور اور نیک بھائی کو ضائع کیا، اسے کنوئیں میں ڈالا، پھر اس کو غلامی میں مبتلا کیا، اور اس کو اس کے والد سے دور کیا، اور اپنے باپ کو دائمی غم میں مبتلا کیا اور بہت سے گناہ کیے اور یہ تمام کام عصمت اور نبوت کے منافی ہیں اور جمہور کے نزدیک نبی اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اس لیے ان کے نبی ہونے کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

حسد، رشک اور منافست کی تعریفیں

دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری حسد ہے جیسا کہ بعض علماء نے حسد کی تعریف میں کہا ہے: اغنیاء کو اچھے حال میں دیکھنے سے دل کو جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے وہ حسد ہے اور بعض علماء نے کہا: کسی شخص کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس کو بھی یہ نعمت مل جائے اس کو رشک کہتے ہیں اور کسی کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے خواہ اس کو یہ نعمت نہ ملے اس کو حسد کہتے ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ کسی شخص کو اچھے حال میں دیکھ کر اس سے بغض رکھنا حسد ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسی شخص پر نعمت کو مطلقاً ناپسند کرنا اور یہ حسد مذموم ہے اور جب حاسد اس شخص سے بغض رکھے گا تو صاحب نعمت کو دیکھ کر اس کو اذیت پہنچتی رہے گی اور اس سے اس کے دل میں مرض ہوگا، اور اس کے پاس سے اس نعمت کے زوال سے اس کو لذت حاصل ہوگی خواہ اسے وہ نعمت حاصل نہ ہو۔

(۲) حاسد کسی شخص کے پاس نعمت دیکھ کر اس شخص کی اپنے اوپر فضیلت کو ناپسند کرے اور وہ یہ چاہے کہ یا تو وہ اس شخص جیسا ہو جائے یا اس سے بڑھ کر ہو جائے حسد کی اس قسم کا نام علماء نے رشک رکھا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

Marfat.com

کو بھی حسد فرمایا ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد کرنا صرف دو صورتوں میں جائز ہے: ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن (کا علم) عطا کیا ہو اور وہ دن اور رات کے اوقات میں قرآن کے ساتھ قیام کرے اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ دن اور رات کے اوقات میں اس مال کو حق کے راستوں میں خرچ کرے' یہ الفاظ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہیں اور حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو حق کے راستہ میں خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۶) حسد کی اس دوسری قسم کو منافست (رغبت) بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک اچھی چیز کے حصول میں دو شخص رغبت کریں اور اس کے حصول میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اوپر دوسرے کی سبقت کو ناپسند کرتا ہو' منافست اچھی چیزوں میں لائق تعریف ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍۙ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ؀ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؀ (المطففین: ۲۶-۲۲)

بے شک نیک لوگ ضرور راحت میں ہوں گے ○ تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے ○ آپ ان کے چہروں سے نعمتوں کی تروتازگی پہچان لیں گے ○ ان کو مہر شدہ صاف شراب پلائی جائے گی ○ اس کی مہر مشک ہوگی' اور رغبت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرنی چاہیے۔

حسد عموماً اس نعمت پر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے کسی کے متبعین زیادہ ہوں ورنہ اگر کوئی شخص زیادہ کھاتا پیتا ہو یا اس کی بیویاں زیادہ ہوں تو اس پر کوئی حسد نہیں کرتا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور مال کا ذکر فرمایا کیونکہ جو شخص بڑا عالم ہوتا ہے اس کے پیروکار بھی بہت ہوتے ہیں اور جو شخص بڑا مال دار ہوتا ہے اس کے بھی بہت محبین اور مصاحبین ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ضرورتوں میں اس کے محتاج ہوتے ہیں' اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منافست اور رشک ہوا حتیٰ کہ جب ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میرے بعد ایک نوجوان کو رسول بنایا گیا اور اس کی امت کے پیروکار میری امت کے پیروکاروں سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴)

حسد نہ کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس اس راستے سے ایک شخص آئے گا وہ اہل جنت میں سے ہے۔ پھر انصار میں سے ایک شخص آیا' وضو کی وجہ سے اس کی ڈاڑھی سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں اٹھائی ہوئی تھیں' اس نے آکر سلام کیا۔ دوسرے دن پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا' پھر وہی شخص اسی کیفیت سے آیا۔ تیسرے دن پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا اور پھر وہی شخص اسی طرح آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اس شخص کے پیچھے گئے' انہوں نے اس سے کہا میرا اپنے والد سے جھگڑا ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں رہوں گا' اگر تم اجازت دو تو میں تین دن تمہارے ساتھ گزاروں۔ اس شخص نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ تین راتیں اس کے پاس رہے' انہوں نے اسے تہجد پڑھتے ہوئے نہیں

Marfat.com

دیکھا البتہ جب وہ نیند سے بیدار ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا' اور اللہ اکبر کہہ کر صبح کی نماز پڑھنے کے لیے چلا جاتا۔ حضرت عبداللہ نے کہا البتہ میں نے اس کے منہ سے سوا نیکی کے اور کوئی بات نہیں سنی' جب ہم تین دن گزار کر فارغ ہوگئے اور اس وقت میں اس کے اعمال کو بہت کم سمجھ رہا تھا' میں نے کہا اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا اور نہ میں نے ان کو چھوڑا تھا' لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ یہ سنا کہ تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا' پھر تین مرتبہ تم آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں تمہارے پاس ٹھہروں تاکہ میں تمہارے اعمال کو دیکھوں اور ان اعمال کی پیروی کروں' لیکن میں نے تم کو کوئی بہت عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا' تو وہ کون سا عمل ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے متعلق بشارت دی۔ اس شخص نے کہا بس وہی عمل ہے جو تم نے دیکھا البتہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کینہ نہیں رکھتا' اور نہ کسی مسلمان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت دیکھ کر اس پر حسد کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا تم میں یہی خوبی ہے جس سے تم کو یہ بشارت ملی اور اسی کی ہم طاقت نہیں رکھتے (یعنی وہ شخص حسد کی تمام اقسام سے سلامت اور محفوظ تھا)

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۶' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۷۶۲ طبع عالم الکتب' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۵۹' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۶۰' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۸۶۳)

حسد مذموم

اور جو حسد مذموم ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے حق میں ذکر فرمایا ہے:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنْ
بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ
أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔
(البقرۃ: ۱۰۹)

بہت سے اہل کتاب نے اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں اور یہ خواہش انہوں نے اس وقت کی جب ان پر حق واضح ہو چکا تھا۔

غیر اختیاری صبر کی بہ نسبت اختیاری صبر کی فضیلت

یعنی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تم کو ایمان کی نعمت حاصل ہو چکی ہے اور ان کو وہ نعمت حاصل نہیں ہوئی تو انہوں نے یہ چاہا کہ تم سے وہ نعمت زائل ہو جائے خواہ ان کو ایمان کی وہ نعمت حاصل نہ ہو بلکہ وہ اس نعمت کو حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے' وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ تم سے وہ نعمت زائل ہو جائے اور اس حسد کی وجہ سے لبید بن اعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے حسد کی وجہ سے اپنے بھائیوں کے مظالم کا شکار ہوئے' انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کیا' اور آپ کو اندھے کنوئیں میں ڈالا' اور جو قافلہ کافروں کے ملک میں جا رہا تھا اس کے ہاتھ آپ کو غلام بنا کر بیچ ڈالا' پھر ان کے ظلم کے بعد حضرت یوسف اس مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ عزیز مصر کی حسین بیوی نے آپ کو بدکاری کی دعوت دی' اور اس کا کہنا نہ ماننے کی صورت میں آپ کو قید کرنے کی دھمکی دی' آپ نے بدکاری کے اوپر قید کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلہ میں دنیا کی تکلیف اور مشقت برداشت کرنے کو اختیار کر لیا' بھائیوں کی طرف سے آپ پر جو مصائب آئے وہ غیر اختیاری تھے اور قید کی یہ مصیبت آپ کی اختیار کردہ تھی' یہ آپ کا اختیاری صبر تھا جو تقویٰ کو متضمن تھا' اور بھائیوں کے مظالم پر جو صبر تھا وہ غیر اختیاری تھا اور دوسرا صبر افضل تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ - (یوسف: ۹۰) بے شک جو اللہ سے ڈرے اور صبر کرے تو یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اور اس آیت کے حکم میں وہ مسلمان ہیں جن کو ان کے ایمان کی وجہ سے ایذاء پہنچائی جائے جیسے اس دور میں بھارت، مقبوضہ کشمیر، چیچنیا، کوسوو اور بوسنیا کے مسلمانوں کو ان کے اسلام اور ایمان کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے یا کسی شخص سے فسق اور معصیت کو طلب کیا جائے اور ان کی موافقت نہ کرنے کی صورت میں اس کو قید کرنے اور سزا دینے کی دھمکی دی جائے جیسے الجزائر اور مصر میں اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والوں کو قتل کیا جارہا ہے اور ایذائیں پہنچائی جارہی ہیں اور ترکی میں اسلامی اقدار اپنانے والوں پر اور سعودی عرب میں میلاد النبی ﷺ منانے والوں پر قید و بند کی سختیاں کی جارہی ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر حضرت یوسف کے صبر سے بہت عظیم ہے

سب سے زیادہ ایذائیں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئیں اور آپ نے ان پر اپنے اختیار سے صبر کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں بہت عظیم صبر کیا، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بدکاری کو طلب کیا گیا اور جب انہوں نے اس کی موافقت نہیں کی تو ان کو قید کیا گیا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے کفر کو طلب کیا گیا اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو بعض اصحاب کو قتل کیا گیا اور بعض پر اور سختیاں کی گئیں، اور مشرکین نے آپ کو اور بنو ہاشم کو ایک مدت تک شعب ابی طالب میں مقید رکھا اور کھانے پینے کی چیزیں آپ تک پہنچنے نہیں دی گئیں، اور ابو طالب کے انتقال کے بعد انہوں نے آپ پر زیادہ شدت کی، اور جب انصار نے آپ سے بیعت کرلی تو وہ آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے اور آپ کے اصحاب صرف چھپ کر ہجرت کرتے تھے، اور صرف طائف کے ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین کی بناء پر جو اذیتیں پہنچائی گئیں وہ تمام نبیوں کو پہنچائی گئی تکلیفوں کے مجموعے سے زیادہ تھیں لہٰذا آپ کا اختیاری صبر تمام رسولوں اور نبیوں کے اختیاری صبر سے زیادہ ہے۔

مسلمانوں کو دین کی راہ میں جو اذیتیں پہنچیں اور جو مصائب آئے وہ صرف اس وجہ سے تھے کہ انہوں نے اپنے اختیار سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تھی اور یہ آسمانی مصائب نہ تھے جن میں انسان کا اختیار نہیں ہوتا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں کی وجہ سے مصائب نازل ہوئے۔

حسد ایک نفسانی بیماری ہے

خلاصہ یہ ہے کہ حسد نفسانی امراض میں سے ایک مرض ہے اور یہ غالب مرض ہے جس سے کم لوگ ہی محفوظ رہتے ہیں۔ لوگ مال اور اقتدار میں کسی کی فضیلت کی بناء پر حسد کرتے ہیں اور اگر دو برابر کے درجہ کے لوگوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہو جائے تو اس سے حسد کرتے ہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے حسد کیا اور جیسے حضرت آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے سے حسد کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول کر لی تھی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں کی تھی، اور جیسے یہود نے مسلمانوں سے حسد کیا اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ دنیا میں پہلی لغزش اور پہلا گناہ تین چیزوں سے ہوا: حرص، تکبر اور حسد۔ حضرت آدم نے حرص کی وجہ سے لغزش کی اور اجتہادی خطاء سے شجر ممنوع کو کھا لیا اور شیطان تکبر کر کے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے منکر ہوا، اور قابیل نے حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر دیا۔

Marfat.com

حسد کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا: حسد، بدگمانی اور بدفالی۔ اور میں تم سے عنقریب بیان کروں گا کہ ان سے نکلنے کی کیا صورت ہے، جب تم کسی سے حسد کرو تو اس سے بغض نہ رکھو، اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کے پیچھے نہ پڑو، اور جب تم بدشگونی نکالو تو اپنے کام پر روانہ ہو جاؤ۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۷۸۹)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں کی (نفسانی) بیماریاں تم میں سرایت کر جائیں گی، حسد اور بغض اور یہ مونڈنے والی بیماری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈتی ہے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، اور کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ کیا چیز محبت کو ثابت کر سکتی ہے، آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۰، سنن ابو داؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۹۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۹، شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۷۴۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۴۵، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۶۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۲۲، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۸۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بھائیوں نے کہا) یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی ملک میں چھوڑ آؤ پھر تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی، اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے○ (یوسف: ۹)

حضرت یوسف کے بھائیوں کا انہیں قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کا منصوبہ بنانا

جب حضرت یوسف کے بھائیوں کا حسد انتہا کو پہنچ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کو اس کے باپ سے الگ کرنا ضروری ہے، اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو دور دراز کسی ملک میں چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا باپ اس سے ملاقات سے مایوس ہو جائے۔ انہوں نے جو یہ مشورہ کیا تھا کسی حاسد کا شر اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا، پھر انہوں نے اس شر کی یہ توجیہ کی کہ یوسف کی وجہ سے ہمارے باپ کی توجہ ہماری طرف نہیں ہوتی اور جب یوسف ان کے پاس نہیں رہے گا تو پھر وہ ہماری طرف توجہ، التفات اور محبت سے پیش آئیں گے، انہوں نے کہا اس کے بعد تم لوگ صالحین ہو جاؤ گے، ان کے اس قول کے تین محمل ہیں: (۱) ان کو علم تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہے ہیں وہ تمام کام گناہ کبیرہ ہیں، انہوں نے

Marfat.com

کہا ہم یہ کام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیں گے پھر ہم لوگ صالح ہو جائیں گے۔ (۲) ان کی مراد دین کی صلاح نہیں تھی بلکہ ان کی مراد دنیا کی صلاح تھی' یعنی اس منصوبہ پر عمل کرنے کے بعد ان کی اچھی حالت ہو جائے گی اور ان کا باپ ان سے محبت کرنے لگے گا اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنے لگے گا۔ (۳) ان کا مطلب یہ تھا کہ یوسف کے یہاں ہونے کی وجہ سے ہم ہروقت غم اور غصہ میں مبتلا رہتے ہیں اور ہروقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ اس سے نجات کی کیا تدبیر ہوگی اور اس تشویش میں رہنے کی وجہ سے ہم اپنی اصلاح اور اپنی خوش حالی کے منصوبوں پر عمل نہیں کرپاتے اور جب یہ کانٹا نکل جائے گا تو ہم اطمینان سے اپنی مہمات میں مشغول ہوسکیں گے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم کسی اجنبی نے دیا تھا' وہ ان کے بھائیوں میں سے نہیں تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم ان کے بھائیوں میں سے ہی کسی نے دیا تھا۔ وہب بن منبہ نے کہا: یہ حکم دینے والا شمعون تھا اور مقاتل نے کہا: یہ حکم دینے والا روبیل تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو منصوبہ بنارہے تھے اس سے وہ اپنے باپ کو ایذاء پہنچارہے تھے جو نبی معصوم تھے اور جھوٹ بولنے اور اپنے بے قصور چھوٹے بھائی کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنارہے تھے اور یہ تمام کام گناہ کبیرہ ہیں اور یہ اس کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو' اس کو کوئی قافلہ والا اٹھالے گا' اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو (تو اس طرح کرو) (یوسف: ۱۰)

مشکل الفاظ کے معانی

غیابۃ: اس کا معنی ہے گہرا گڑھا' یہاں مراد ہے کنوئیں کی گہرائی۔ یہ گہرائی نظر سے غائب ہوتی ہے اس لیے اس کو غیابۃ فرمایا۔

الجب: جب کا معنی ہے کانا' اور اس سے مراد ہے بہت گہرا کنواں جس کو اندھا کنواں کہتے ہیں کیونکہ اس میں جھانک کر دیکھو تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کنواں بیت المقدس میں تھا' وہب بن منبہ نے کہا: یہ کنواں اردن میں تھا' مقاتل نے کہا: یہ کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر سے تین فرسخ دور تھا۔

السیارۃ: جو لوگ راستہ میں سفر کرتے ہیں' اس سے مراد ہے قافلہ' انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ حضرت یوسف کو اٹھا کر خود انہیں کسی دور دراز علاقہ میں نہ لے جانا پڑے' کیونکہ اگر وہ خود کہیں جاتے تو ہوسکتا ہے ان کو حضرت یعقوب اجازت نہ دیتے' اور اگر بغیر اجازت جاتے تو ہوسکتا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتا چل جاتا۔

یلتقطہ: التقاط کا معنی ہے راستہ سے کسی چیز کو اٹھانا' جو بچہ راستہ میں پڑا ہوا مل جائے اس کو لقیط کہتے ہیں اور جو چیز راستہ میں گری پڑی مل جائے اس کو لُقطہ کہتے ہیں۔ لُقطہ اور لقیط کے متعلق احادیث اور شرعی احکام اور مذاہب فقہاء کی تفصیل ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

لقیط کا لغوی اور اصطلاحی معنی

جو چیز زمین سے اٹھائی جائے اس کو لقیط کہتے ہیں اور اس کا غالب استعمال اس بچہ کے لیے ہوتا ہے جس کو پھینک دیا جائے۔ (الصحاح ج ۲ ص ۱۱۵۷' المصباح المنیر ج ۲ ص ۵۸۸' المغرب ج ۲ ص ۲۴۷)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

جس زندہ بچے کو اس کے گھر والے فقر و فاقہ کے خوف سے یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لیے گھر سے باہر راستہ میں ڈال دیں اس کو لقیط کہتے ہیں' اس بچہ کو ضائع کرنے والا گناہ گار ہو گا' اگر کسی شخص کو یہ ظن غالب ہو کہ اگر اس بچہ کو نہ اٹھایا گیا تو یہ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کا اٹھانا فرض کفایہ ہے' اگر اس کے علاوہ کسی اور کو اس بچہ کا علم نہ ہو تو پھر اس کا اٹھانا فرض عین ہے' اسی طرح اگر وہ دیکھے کہ کوئی نابینا کنوئیں میں گرنے والا ہے تو اس کا بچانا بھی فرض عین ہے۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۶-۳۲۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک لقیط کی یہ تعریف ہے کہ جو بچہ عام راستہ پر پڑا ہوا ہو اور اس کا کوئی دعویدار نہ ہو' عام طور پر یہ بچہ ہوتا ہے لیکن کبھی سمجھ دار لڑکا بھی ہوتا ہے۔ (مغنی المحتاج' ج ۲ ص ۴۱۸' نہایۃ المحتاج' ج ۵ ص ۴۲۲) اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک لقیط کی یہ تعریف ہے کہ جس بچہ کا نسب معلوم نہ ہو' نہ اس کا غلام ہونا معلوم ہو یا وہ اپنی پیدائش سے لے کر سن شعور کے زمانہ تک اپنے گھر کا راستہ گم کر چکا ہو۔ (کشاف القناع ج ۴ ص ۲۲۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک لقیط وہ چھوٹا بچہ ہے جو نابالغ ہو خواہ سمجھ دار ہو' اور کافر' کافر کو اٹھائے مسلمان کو نہ اٹھائے کیونکہ کافر کی مسلمان پر ولایت نہیں ہے اور مسلمان کافر اور مسلمان دونوں کو اٹھا سکتا ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۳۲)

لقیط کے شرعی احکام

ملک العلماء علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

غلام اور آزاد ہونے کے اعتبار سے لقیط کا حکم یہ ہے کہ وہ آزاد ہے' کیونکہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے لقیط کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ وہ آزاد ہے اور اس لیے بھی کہ اولاد آدم میں اصل یہ ہے کہ وہ آزاد ہیں کیونکہ غلامی تو ان کو کافروں کی حمایت میں لڑنے اور پھر جنگی قیدی ہونے کی وجہ سے عارضی ہوتی ہے' اس لیے اصل پر عمل کرنا واجب ہے اور اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو آزاد انسانوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ اور اسلام اور کفر کے اعتبار سے لقیط کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے شہروں یا ان کے مضافات میں ملا ہے تو وہ مسلمان قرار دیا جائے گا' حتیٰ کہ اگر وہ مر گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اگر اس کو ذمی نے یہودیوں یا عیسائیوں کی کسی عبادت گاہ میں پڑا ہوا پایا یا وہ ذمیوں کی کسی بستی میں ملا جس میں کوئی مسلمان نہیں تھا تو اس کو ظاہر حال کے اعتبار سے ذمی قرار دیا جائے گا' اسی طرح اگر اس کو مسلمان نے کسی یہودیوں یا عیسائیوں کے معبد میں پایا یا اہل ذمہ کی بستی میں پایا تو اس کو ذمی قرار دیا جائے گا۔

اور اس کے نسب کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ وہ مجہول النسب ہے حتیٰ کہ اگر کسی انسان نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کے نسب سے ہے تو اس کا دعویٰ صحیح قرار دیا جائے گا اور اس کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

اس کو زمین سے اٹھانے کا حکم یہ ہے کہ اس کا اٹھانا مستحب ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لقیط کے اٹھانے کو نیک کام قرار دیا' بلکہ اس کو بہت افضل نیکی قرار دیا' کیونکہ لقیط ایک نفس انسان ہے اور اس کا کوئی محافظ نہیں بلکہ وہ ضائع ہونے کے خطرہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص نے ایک انسان کی زندگی بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔ (المائدہ: ۳۲)

لقیط کو رکھنے کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اس کو اٹھایا ہے وہ اس کو رکھنے کا زیادہ حق دار ہے اور کسی دوسرے کے لیے لقیط کو اس سے لینا جائز نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے کسی مردہ

Marfat.com

زمین کو آباد کیا وہ اس کی ہے۔
اور اس کے خرچ کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ اس کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہے اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط کا ہے جیسے اس کے جسم کے کپڑے اس کی ملکیت ہیں اور اگر وہ کسی سواری پر بندھا ہوا ملے تو سواری بھی اس کی ملکیت ہے اور پھر سواری کو بیچ کر اس کا خرچ پورا کیا جائے گا، کیونکہ بیت المال سے ضرورت کی بناء پر خرچ لیا جاتا ہے اور اب ضرورت نہیں ہے اور اس کی جان اور اس کے مال میں اس کا ولی سلطان ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی سلطان ہے۔
(بدائع الصنائع ج ۸ ص ۳۲۳-۳۱۸، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

لُقطہ کا لغوی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:
لُقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص کو راستہ میں گری پڑی مل جائے اور معرف اس شخص کو کہتے ہیں جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو اور اگر راستہ میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اس کو لقیط کہتے ہیں۔
(تاج العروس ج ۵ ص ۲۱۷-۲۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

لُقطہ کے متعلق احادیث

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے لُقطہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: اس (تھیلی) کے باندھنے کی ڈوری اور اس تھیلی کو پہچان کر یاد رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو، اگر اس کا مالک آ جائے تو فبہا ورنہ اس کو تم رکھ لو۔ اس شخص نے پوچھا: اور گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی۔ اس نے پوچھا: اور گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کی مشک (پیٹ میں پانی) ہے اور اس کا جوتا بھی اس کے ساتھ ہے، وہ پانی کے گھاٹ پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک آ کر اس کو پکڑ لے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۲۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۰۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۰۴، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۹۷۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۵۶، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۸۱۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۶، مسند ابو عوانہ ج ۴ ص ۳۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۸۹۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۲۵۱، سنن الدار قطنی ج ۴ ص ۲۳۵، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۰۷)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلمان بن ربیعہ جہاد کے لیے گئے۔ مجھے ایک چابک پڑا ہوا ملا، میں نے اس کو اٹھا لیا، ان دونوں نے مجھ سے کہا: اس کو چھوڑ دو، میں نے کہا نہیں، میں اس کا اعلان کروں گا، اگر اس کا مالک آ گیا تو فبہا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا، اور میں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی۔ جب ہم جہاد سے واپس لوٹے تو میں خوش قسمتی سے حج کے لیے چلا گیا اور پھر میں مدینہ آیا تو میری ملاقات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان کو چابک اٹھانے اور ان دونوں کے منع کرنے کا قصہ سنایا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے، میں اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک اعلان کرو، انہوں نے کہا پھر میں نے اس کا اعلان کیا، لیکن اس کی شناخت کے لیے کوئی نہیں آیا۔ میں دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک (مزید) اعلان کرو، انہوں نے کہا میں نے پھر اس کا اعلان کیا اور کوئی اس کی شناخت کے لیے نہیں آیا، میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک (اور) اعلان کرو، انہوں نے کہا میں نے اس کا اعلان کیا اور کوئی اس کی شناخت کے لیے نہیں آیا پھر آپ نے فرمایا ان کے عدد، ان کی تھیلی، اور اس کی ڈوری کی پہچان کو یاد رکھو، اگر اس کا کوئی مالک آ جائے تو فبہا ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھا لینا، پھر میں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں اس کے بعد میری حضرت ابی بن کعب سے مکہ میں ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا مجھے یاد نہیں تین سال تھے یا ایک سال۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۴۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۲۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۷۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۳۷۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۵۸۲۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۰۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۸۶۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۵۴، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۶، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث:۱۶۲، المنتقیٰ رقم الحدیث:۶۶۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۸۹۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۴۸۹۴، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۹۷، ۱۹۲)

لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ کا نہ اٹھانا افضل ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، ابن زید، ربیع بن خیثم اور عطاء کا بھی یہی نظریہ ہے۔ قاضی شریح نے ایک درہم گرا ہوا دیکھا اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ امام شافعی اور ابوالخطاب کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی جگہ پڑی ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس شخص کو اپنے اوپر یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ اس چیز میں خیانت نہیں کرے گا تو اس شخص کے لیے اس چیز کو اٹھانا افضل ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص پر اٹھانا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ (التوبہ: ۷۱)　　مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اور جب مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت واجب ہے۔ سعید بن مسیب، حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی لقطہ کو اٹھانا واجب ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک لقطہ کو اٹھانا واجب نہیں، مستحب ہے... سعیدی غفرلہ) حضرت ابی بن کعب اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھایا تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہم اور قیمتی چیز ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے اور وہ اٹھا کر اس کا اعلان کرے، کیونکہ اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو ضائع کرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور صحابہ میں سے کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی، نیز لقطہ کو اٹھا کر اپنے آپ کو حرام کھانے اور اعلان نہ کر کے ترک واجب کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس لیے زیادہ محفوظ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ لقطہ کو نہ اٹھایا جائے، جس طرح یتیم کے مال کا ولی نہ بننا بہتر ہے، اور یہ خیال کہ لقطہ نہ اٹھانے سے ایک مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے سودمند نہیں ہے کہ بھولے بھٹکے اونٹ وغیرہ کو بھی لے جانا جائز نہیں ہے، حالانکہ مال ضائع ہونے کا خطرہ اس میں بھی ہے۔

(المغنی ج ۵ ص ۲۱۷-۲۱۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض فلسفی علماء یہ کہتے ہیں کہ لقطہ کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بلا اجازت غیر کے مال کو اٹھانا ہے' اس لیے اس پر ہاتھ بڑھانا جائز نہیں ہے اور بعض متقدمین ائمہ تابعین نے یہ کہا ہے کہ ہرچند کہ لقطہ کو اٹھانا جائز ہے لیکن اس کو نہ اٹھانا افضل ہے' کیونکہ جس شخص کی چیز گری ہے وہ اس کو اسی جگہ ڈھونڈے گا جس جگہ وہ چیز گری تھی اور جب اس چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا تو اس کا مالک اسی جگہ سے آکر اپنی چیز اٹھالے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ چیز اٹھانے کے بعد یہ خطرہ موجود ہے کہ اٹھانے والے کی نیت بدل جائے اس لیے لقطہ کو اٹھانا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لیے لقطہ کو نہ اٹھانا افضل ہے۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ لقطہ کو اٹھانا اس کے نہ اٹھانے سے افضل ہے' کیونکہ اگر وہ اس کو نہیں اٹھائے گا تو اس کا خدشہ ہے کہ کوئی شخص اس کو اٹھا کر مالک سے چھپالے گا اور جب وہ اس کو اٹھائے گا تو اس کا اعلان کر کے اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا دے گا' نیز وہ اس لقطہ کو اٹھا کر امانت کی طرح اس کی حفاظت کرے گا اور امانت کی ادائیگی کا التزام کرنا فرض ہے اور اس کو اس میں وہی ثواب ملے گا جو امانت کو ادا کرنے کا ملتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ (النساء: ۵۸) بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچا دو۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ثواب کا موجب ہے۔ (المبسوط ج۱۱ ص ۲' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

لُقطہ کی اقسام اور ان کے احکام

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لقطہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کے بارے میں یہ علم ہوتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب نہیں کرے گا' جیسے گٹھلیاں' انار کے چھلکے (ردی کاغذ' خالی ڈبے' خالی بوتلیں اور ردی کپڑے وغیرہ) دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا۔ (جیسے قیمتی اشیاء)

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اس کا اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر اس چیز کے مالک نے اس چیز کو اٹھانے والے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو وہ اس سے لے سکتا ہے کیونکہ مالک کا اس چیز کو پھینک دینا اٹھانے والے کے لیے نفع حاصل کرنے کی اباحت کا سبب تھا اس کی طرف سے تملیک نہیں تھی' کیونکہ مجہول کو مالک بنانا صحیح نہیں ہوتا۔ اور اباحت کے بعد بھی مالک کی ملکیت اس چیز سے منقطع نہیں ہوتی' البتہ جس شخص کو مباح چیز ملی ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن مالک کی ملکیت اس چیز کے ساتھ قائم رہتی ہے اور وہ جب چاہے اس چیز کو لے سکتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مال کو بعینہٖ پالیا وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مردار بکری پھینک دی اور کسی شخص نے اس کا اون اتار لیا تو وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور اگر بکری کے مالک نے اس کے ہاتھ میں اون دیکھ لیا تو وہ اس کو لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اس بکری کی کھال اتار کر اس کو رنگ لیا تو اب بھی اس کا مالک اس کھال کو لے سکتا ہے لیکن اس کو رنگنے کے پیسے دینے پڑیں گے۔

لُقطہ کی دوسری قسم جس کے بارے میں یہ علم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا' اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس چیز کو اٹھائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا لازم ہے تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک

Marfat.com

پہنچا سکے۔ امام محمد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرے' اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے، صدقہ کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کو اختیار ہے' اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور اگر چاہے تو وہ لقطہ اٹھانے والے کو اس صدقہ کا ضامن کر دے۔ امام محمد نے ابراہیم نخعی کے اس قول کو بطور دلیل کے ذکر نہیں کیا' کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعین کی تقلید نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے ھم رجال ونحن رجال "وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں" لیکن اصل سبب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی اپنے فتاویٰ میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اقوال پر اعتماد کرتے تھے اور اہل کوفہ کی فقہ کا مدار انہی حضرات پر تھا' ابراہیم نخعی باقی فقہاء کی بہ نسبت حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے اقوال کو زیادہ جاننے والے تھے' یہی وجہ ہے کہ امام محمد کی کتاب ابراہیم نخعی کے اقوال سے بھری ہوئی ہے۔ بہرحال اس حدیث میں ہے کہ اٹھانے والا لقطہ کا اعلان کرے اور ہر چیز میں ایک سال کی مدت لازم نہیں ہے' چیز کا اٹھانے والا خود اندازہ کرے کہ اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو ڈھونڈتا رہے گا' اتنی مدت تک وہ اس چیز کا اعلان کرتا رہے اور اس کا اندازہ اس چیز کی قیمت اور حیثیت سے ہوگا حتیٰ کہ فقہاء کہتے ہیں کہ دس درہم بھی اہم اور قیمتی ہیں کیونکہ دس درہم کی چوری کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور اگر لقطہ دس درہم سے کم ہو تو تین درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور اگر تین درہم سے کم ہو تو ایک درہم تک ایک ہفتہ اعلان کرے اور ایک درہم سے کم میں ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو دائیں بائیں مالک کو دیکھے اور پھر وہ چیز کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ ان مدتوں میں سے کوئی مدت بھی لازم نہیں ہے کیونکہ رائے سے کسی مدت کو معین نہیں کیا جا سکتا' لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ اعلان اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب کرے گا اور ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس چیز کا مالک اس کو کب تک طلب کرتا رہے گا؟ اس لیے کسی چیز کے بارے میں ملتقط اپنی غالب رائے سے فیصلہ کرے' یعنی وہ یہ سوچے کہ اگر ایسی چیز گم ہو جائے تو اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو تلاش کرتا رہے گا اور جتنی مدت پر اس کا غلبہ ظن ہو اتنی مدت تک اعلان کرتا رہے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۲۰۳' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

لُقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ لقطہ کا اعلان بازاروں میں' عام مساجد کے دروازوں اور جامع مسجدوں کے دروازوں پر ان اوقات میں کیا جائے جن اوقات میں لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں' اسی طرح جن مجالس میں لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں بھی اعلان کیا جائے' کیونکہ مقصود اس چیز کا اظہار ہے کہ فلاں چیز گم ہوگئی ہے تاکہ اس کے مالک کو پتا چل جائے اس لیے لوگوں کے جمع ہونے کی مجالس کو تلاش کرنا چاہیے۔ یہ اعلان مساجد میں نہ کیا جائے کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا اس کو چاہیے کہ یوں کہے کہ اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ کرے' کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لقطہ اٹھانے والے شخص سے فرمایا: اس کا مسجد کے دروازہ پر اعلان کرو۔

لُقطہ اٹھانے والا خود بھی لقطہ کا اعلان کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس کے لیے کسی اور شخص کو مقرر کر دے۔ اگر کوئی شخص از خود ملتقط کی طرف سے اعلان کرے تو فبہا ورنہ ملتقط خود اعلان کرے' کیونکہ اصل میں اعلان کرنا لُقطہ اٹھانے والے پر واجب ہے۔ اور اگر وہ اجرت دے کر کسی سے اعلان کرائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس میں امام احمد' امام شافعی' امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

اعلان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صرف لقطہ کی جنس کا ذکر کرے مثلاً یوں کہے کہ کسی شخص کا سونا گم ہو گیا ہے؟ یا چاندی یا درہم یا دینار علی ہذا القیاس۔ اس چیز کی صفات اور علامات نہ بتلائے تاکہ کوئی غیر شخص اس کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کرے۔
(المغنی ج ٦ ص ٥۔٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ لقطہ کے اعلان کی مدت ایک سال ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی روایت ہے۔ ابن مسیب، شعبی، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عمر سے دوسری روایت ہے کہ تین ماہ تک اعلان کرے اور ایک اور روایت ہے کہ تین سال تک اعلان کرے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین سال تک ایک سو دینار کے اعلان کرنے کا حکم دیا تھا۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن خالد کو ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت ابی بن کعب کی روایت کا جواب یہ ہے کہ راوی نے کہا مجھے پتا نہیں کہ تین سال کہا تھا یا ایک سال، امام ابوداؤد نے کہا کہ راوی کو اس میں شک ہے۔ (المغنی ج ٦ ص ٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: لقطہ کا بازاروں میں اور مساجد کے دروازوں وغیرہ پر ایک سال تک اعلان کرے، پہلے ہفتہ ہر دن صبح و شام اعلان کرے، پھر ہر دن میں ایک مرتبہ، پھر ہر ہفتہ میں، پھر ہر مہینہ میں اور صحیح یہ ہے کہ جو چیز حقیر ہو اس کا اعلان ایک سال نہ کیا جائے بلکہ اتنی مدت تک اعلان کیا جائے جتنی مدت میں یہ گمان ہو جائے کہ اب مالک نے اس سے اعراض کر لیا ہو گا۔ (مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۱۴۔۴۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں کہ جو چیز قیمتی ہو اس کا اعلان ایک سال تک کیا جائے بشرطیکہ وہ مال غنیمت سے نہ ہو۔
(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دو سو درہم (۶۱۲٫۳۶ گرام چاندی) یا اس سے زیادہ کی مالیت ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دو سو درہم سے کم مالیت ہو تو دس درہم (۳۰٫۶۱۸ گرام چاندی) تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے، اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم (۹٫۱۸۵۴ گرام چاندی) سے لے کر دس درہم (۳۰٫۶۱۸) گرام چاندی) تک دس دن اعلان کرے اور ایک درہم (۳٫۰۶۱۸ گرام چاندی) سے لے کر تین درہم (۹٫۱۸۵۴ گرام چاندی) تک تین دن اعلان کرے، اور اگر ایک دانق یعنی درہم کا چھٹا حصہ (۰٫۵۱۰۳ گرام چاندی) یا اس سے زیادہ ہو تو ایک درہم تک ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک دانق سے کم ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ یہ نصاب لازم نہیں ہے بلکہ قلیل میں اپنی صوابدید کے مطابق اعلان کرے۔ علامہ سرخسی نے گویا امام اعظم کی پہلی روایت کو لیا ہے اور ظاہر الروایہ جس کو امام محمد نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل اور کثیر میں فرق کے بغیر ایک سال اعلان کرے اور یہی امام مالک، امام شافعی (اور امام احمد) کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تفصیل اور فرق کے بیان فرمایا:

من التقط شیئا فلیعرف سنۃ۔ جس کو کوئی چیز ملی ہو وہ اس کا ایک سال اعلان کرے۔

اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ سے جو پہلی روایت

Marfat.com

ہے کہ دو سو درہم یا زیادہ سے لے کر دس درہم تک ایک سال اعلان کرے اور دس درہم سے کم میں جتنی مدت تک مناسب سمجھے اعلان کرے اس کی دلیل یہ ہے کہ جن روایات میں ایک سال اعلان کرنے کا ذکر ہے وہ اس لقطہ کے بارے میں ہیں جو ایک سو دینار تھا جو ایک ہزار درہم کے مساوی ہے اور دس درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت کی وجہ یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار نصاب سرقہ یعنی دس درہم ہے، یعنی دس درہم شرعاً قیمتی مال ہے، کیونکہ اس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور فرج حلال ہو جاتی ہے اس لیے دس درہم کی مالیت کے حکم کو بھی ایک ہزار درہم کے حکم کے ساتھ لاحق کر دیا اور دس درہم سے کم کا چونکہ یہ مرتبہ نہیں ہے اس لیے اس کے اعلان کی مدت ایک سال نہیں رکھی بلکہ اس کو اعلان کرنے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۱-۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

آج کل کے دور میں لُقطہ کے اعلان کا طریقہ کار

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایہ یہی ہے کہ دس درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت کا ایک سال اعلان کرنا چاہیے لیکن چونکہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اس لیے امام ابو حنیفہ کی اس روایت پر عمل کرنا چاہیے جس کو علامہ ابن ہمام نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ایک دانق سے ایک درہم تک ایک دن اور ایک درہم سے تین درہم تک تین دن اور تین درہم سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور دس درہم سے دو سو درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور دو سو درہم یا اس سے زائد ہو تو ایک سال اعلان کرے، اور اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ایک ہزار درہم کی مالیت کے لقطہ کے بارے میں ایک سال اعلان کا حکم ہے اور دو سو درہم چونکہ نصاب زکوٰۃ ہے اس لیے دو سو درہم کی مالیت کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے اور دو سو درہم سے کم مالیت کو اس کے ساتھ لاحق نہیں کیا اور اس کی اپنے اجتہاد سے مدت مقرر کی ہے نیز طبرانی میں کم چیز کے لیے تین دن اور چھ دن تک اعلان کا بھی ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اعلان کیا جائے اور آج کل لوگ بازاروں میں، مارکیٹوں میں اور تفریح گاہوں میں زیادہ جمع ہوتے ہیں، جب فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا تھا اس وقت بہت چھوٹے چھوٹے شہر تھے اور زندگی اس قدر مصروف نہیں تھی اور اب کراچی ایسے شہر میں جو کئی ہزار مربع کلومیٹر رقبہ پر محیط ہے اور تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی آبادی پر مشتمل ہے، ایک آدمی کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ ایک سال یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ تک روزانہ مارکیٹوں اور بازاروں میں جا کر کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا پھرے۔

آج کل کے دور میں لُقطہ کے اعلان اور تشہیر کی آسان اور قابل عمل صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز ملی ہو وہ اس کا اعلان اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی میں کرا دے اور یہ ابلاغ عام کا بہت موثر ذریعہ ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو کسی راستہ میں کوئی قیمتی پین یا گھڑی پڑی ملی ہے تو وہ یہ اعلان کرا دے کہ مجھے فلاں دن فلاں جگہ اتنے وقت پر ایک پارکر، شیفر یا کروس کا پین پڑا ہوا ملا ہے، جس شخص کا وہ پین ہو وہ اس کی علامات اور نشانیاں بتا کر مجھ سے لے جائے۔ جب میں لاہور میں تھا تو ہمارے مدرسہ کے ایک طالب علم کو مسجد کے پاس ایک پارکر پین پڑا ہوا ملا، مجھے علم ہوا تو میں نے فوراً ایک طالب علم کے ذریعہ "جنگ" اخبار میں اس کا اعلان بھجوا دیا۔ دوسرے دن اس کا مالک آیا اور نشانیاں بتلا کر اپنا پین لے گیا۔ اگر ایک بار اعلان کے بعد لقطہ کا مالک نہ آئے تو سال میں کئی بار وقفہ وقفہ سے اعلان کرایا جا سکتا ہے یا یوں کرے کہ پہلے شہر میں شائع ہونے والے تمام اخبارات میں ایک ایک کر کے اعلان بھیجے مثلاً پہلے "جنگ" اخبار میں اعلان بھیجے، پھر "نوائے وقت" میں پھر "مشرق" میں، علی ھذا القیاس۔ اگر اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ریڈیو کی سٹی سروس میں اعلان کرائے اور اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ٹی وی کی

Marfat.com

سروس سے اعلان کرائے۔ اور یہ بہت بعید ہے کہ ان تمام ذرائع ابلاغ سے اعلان کے بعد بھی مالک لقطہ کو وصول کرنے کے لیے نہ آئے، اور اعلان کرنے والے کو چاہیے کہ ایک سال میں وقفہ وقفہ کے ساتھ ان تمام ذرائع سے اعلان کرائے تاکہ منشاء حدیث صوری اور معنوی دونوں طرح سے پورا ہو جائے اور اس کی حجت تمام ہو جائے اور ایک سال کے بعد بھی اگر مالک نہ آئے تو پھر وہ اس کو صدقہ کر دے۔

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لُقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: اعلان کے بعد مالک آ جائے تو ملتقط لقطہ کو اس کے حوالے کر دے کیونکہ اعلان سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا، اور اگر مالک نہ آئے تو اس کو اختیار ہے خواہ لقطہ کو مالک کے انتظار میں محفوظ رکھے، خواہ اس کو صدقہ کر دے، کیونکہ اس کو محفوظ رکھنا عزیمت ہے اور ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو صدقہ کر دینا رخصت ہے اور ملتقط کو رخصت اور عزیمت میں سے کسی ایک پر عمل کرنے میں اختیار ہے، صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آ گیا تو پھر مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے اور اس کا ثواب مالک کو ہو گا اور اگر چاہے تو صدقہ کے تاوان میں لقطہ کا بدل لے لے۔ اور یہ تاوان چاہے ملتقط سے وصول کرے اور چاہے تو اس مسکین سے وصول کرے جس کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اور جو بھی ضامن ہو گا وہ دوسرے سے اس کا تاوان وصول نہیں کرے گا (یہ حکم اس وقت ہے جب ملتقط غنی ہو) اور اگر ملتقط غریب ہو تو وہ ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو خود خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس لقطہ کو کسی غریب پر صدقہ کر دے اور جب کہ وہ خود غریب ہے تو وہ لقطہ کو اپنے نفس پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ملتقط غنی ہو تو ہمارے نزدیک وہ اس لقطہ کو اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا اور امام شافعی کہتے ہیں کہ امیر بھی مدت گزرنے کے بعد اس کو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے لیکن یہ اس کے اوپر قرض ہے، اگر مالک آ گیا تو اس کو وہ چیز دینا ہو گی۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۷، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام شافعی کے دلائل کے جوابات

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر ایک سال اعلان کے بعد مالک نہ آئے تو لقطہ کو خرچ کر لینا اور ان کے غنی پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لو، اس سے ثابت ہوا کہ وہ مالدار تھے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ان پر لوگوں کے اس قدر قرض ہوں کہ مالدار ہونے کے باوجود حکماً فقیر ہوں، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں۔ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غنی ہوئے تھے اور اس سے پہلے وہ فقیر (غریب) تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی زمین صدقہ کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ زمین اپنے غریب رشتہ داروں کو دو۔ سو انہوں نے وہ زمین حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کو دے دی۔ علامہ ماردینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے باب الوصیۃ للقرابۃ میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ (الجوہر النقی ج ۶ ص ۱۸۶) اس سے واضح ہو گیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں اس وقت وہ غریب تھے اور ان پر صدقہ جائز تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لقطہ کسی حربی کافر کا مال ہو جس کی حفاظت کی مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور چونکہ اس مال پر حضرت ابی کے ہاتھ نے سبقت کی تھی اس لیے آپ نے ان کو اس

Marfat.com

کا زیادہ حقدار قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

رزق ساقہ اللہ الیک۔ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

اور اس کے باوجود آپ نے ایک سال تک اس کے عدد اور تھیلی کے سربند کی پہچان کو یاد رکھنے کا احتیاطاً حکم دیا تاکہ اگر یہ مال محترم ہو تو وہ اس کو ادا کر سکیں۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ بکثرت احادیث اور آثار میں یہ وارد ہے کہ ایک سال اعلان کے بعد لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ (ہم عنقریب ان احادیث اور آثار کو بیان کریں گے...... سعیدی غفرلہ) نیز اصل مقصود یہ ہے کہ لقطہ کا ثواب اس کے مالک کو پہنچا دیا جائے۔ اگر غنی نے اس مال کو اپنے اوپر خرچ کر لیا تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا بلکہ جب غنی اس مال کو اپنے اوپر خرچ کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ اس لقطہ کو اپنے لیے اٹھانے والا تھا اور اپنے لیے لقطہ کو اٹھانا اس کے لیے شرعاً ناجائز ہے۔ پس جیسا کہ ابتداءً اس پر لازم تھا کہ وہ اس لقطہ میں اپنے تصرف کی نیت نہ کرے اسی طرح انتہاءً بھی اس پر لازم ہے کہ اس میں اپنے تصرف کی نیت نہ کرے۔

اس مسئلہ میں امام شافعی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی کو ایک دینار پڑا ہوا ملا، انہوں نے اعلان کے بعد اس کا طعام خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب نے اس طعام کو کھایا۔ اگر لقطہ کو صدقہ کرنا ضروری ہوتا تو ملتقط اس کو اپنے اوپر خرچ نہ کر سکتا تو یہ حضرات اس طعام کو نہ کھاتے کیونکہ ان پر صدقہ حلال نہیں تھا۔ اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو جو دینار پڑا ہوا ملا تھا وہ لقطہ نہیں تھا۔ اس دینار کو ایک فرشتہ نے اس لیے گرایا تھا کہ حضرت علی اس کو اٹھالیں، کیونکہ ان حضرات کو کئی دنوں سے کھانا نہیں ملا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو وحی سے جان لیا تھا، اسی وجہ سے ان سب نے اس کھانے کو کھالیا تھا ورنہ صدقہ واجبہ تو ان پر حلال نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دینار سے طعام خریدنے کی اجازت لی تھی۔ (المبسوط ج۱۱ ص ۸۔۶، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس کا اعلان کرو، اس کو غائب کرو نہ چھپاؤ، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو ورنہ یہ اللہ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۳۶۷، علامہ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۷)

فقہاء احناف نے "اللہ کے مال" سے استدلال کیا ہے کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ کا مال اس مال کو کہتے ہیں جو فقراء کو دیا جاتا ہے اور صدقہ کیا جاتا ہے اور اگر کسی جگہ مجازاً اس قاعدہ کے خلاف ہو جیسے واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم (النور: ۳۳) تو یہ اس قاعدہ کے خلاف نہیں ہے اس لیے اس قاعدہ پر علامہ ابن قدامہ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں سواریوں کی قلت تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریوں کا ذکر کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو سواریوں کی قلت کا سامنا ہے، آپ نے فرمایا: اس کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: ہم جنگل میں پھرنے والے مویشیوں سے کچھ اونٹ لے لیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں! مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے، اس کے ہرگز قریب نہ ہو۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۳۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۷)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لقطہ کے متعلق فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس کو صدقہ کردے۔ (پھر اگر اس کا مالک آجائے) تو اس کو اختیار ہے چاہے وہ ملتقط سے اس کا تاوان لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار ص ۱۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ)

امام عبدالرزاق نے ایک طویل حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے، حضرت علی نے فرمایا: اس کا اعلان کرو اگر اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا تو اس کو دے دو، ورنہ اس کو صدقہ کردو، پھر اگر اس کا مالک آیا اور اس نے صدقہ کے اجر کو پسند کیا تو اس کی مرضی ورنہ تم اس کو تاوان دو اور تم کو اجر ملے گا۔

(المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لقطہ کے متعلق فرمایا کہ اس کا ایک سال تک اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس کو صدقہ کردے، اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار دینا اگر وہ اجر کو اختیار کرے تو اس کی مرضی اور اگر وہ مال کو اختیار کرے تو اس کی مرضی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۳۹، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ایک سال تک اعلان کے بعد بھی مالک نہ آئے تو لقطہ کو صدقہ کردیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اگر ایک سال تک اعلان کے باوجود مالک کا پتا نہ چلے تو لقطہ کو صدقہ کردیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱)

حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح

ان تمام احادیث اور آثار سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نظریہ کی تائید اور تقویت ہوتی ہے کہ اعلان کے بعد لقطہ کا صدقہ کرنا واجب ہے اور غنی کے لیے اسے اپنے نفس پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی بن کعب کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ مؤول ہیں اور تاویل یہ ہے کہ حضرت ابی اس وقت خود صدقہ کے مستحق تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لقطہ کو خرچ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر بالفرض حضرت ابی اس وقت امیر ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں خرچ کی اجازت دینا اس پر محمول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ لقطہ بطور قرض دیا تھا۔ اور امام کا لقطہ کو بطور قرض دینا جائز ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو یا حضرت ابی کی خصوصیت ہو۔ اور خصوصیت پر محمول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ دوسری احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتقط کے لیے لقطہ کے خرچ کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ ابن عباس ایسے فقہاء صحابہ نے لقطہ کے صدقہ کرنے کو واجب کہا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کہا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور آپ کی حدیث کی بناء پر کہا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے فرمایا: ایک سال کے بعد اگر مالک نہ آئے تو تم اس کو خرچ کر لینا' اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ کا مطلوب اس وقت ثابت ہو گا جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ سائل غنی تھا اور یہ ثابت نہیں ہے' اس لیے اس حدیث سے ان کا استدلال ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابی بن کعب کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی کے غنا کو ثابت کرنے کے لیے اس سے استدلال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: "اس کو اپنے مال کے ساتھ ملا لو۔" اس کے جو جوابات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کے علاوہ ایک جواب یہ ہے کہ مان لیا کہ حضرت ابی کے پاس مال تھا لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ وہ مال بقدر نصاب تھا جس سے ان کا غنی ہونا ثابت ہو جائے' اس لیے حضرت ابی کی روایت سے بھی ان کا غنی ہونا ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ان کا غنی ہونا ثابت نہ ہو ائمہ ثلاثہ کا مدلول ثابت نہیں ہو گا۔

ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی کو لقطہ کے خرچ کرنے کی اجازت سے جو استدلال کیا ہے اس کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو حضرت ابی کا غنا ثابت نہیں' کیونکہ ان کے پاس مال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مال بقدر نصاب ہو' ثانیاً حضرت ابی زمانہ نبوی میں غریب اور صدقہ کے مستحق تھے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابی پر بھی زمین صدقہ کریں' جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن بیہقی میں ہے' ثالثاً اگر بالفرض وہ مالدار اور غنی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اتنے مقروض ہوں کہ خود صدقہ کے مستحق ہوں' رابعاً ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ لقطہ بطور قرض دیا ہو' خامساً ہو سکتا ہے کہ وہ لقطہ کسی کافر حربی کا مال ہو اس لیے ان کو خرچ کی اجازت دی ہو' سادساً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی خصوصیت ہو یا بحیثیت امام آپ کی خصوصیت ہو' سابعاً دوسری احادیث اور آثار صحابہ میں غنی پر لقطہ کے خرچ کی ممانعت ہے اور حضرت ابی کی روایت میں اس کی اباحت ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔

اس حدیث کی اس طرز سے جو تشریح کی گئی ہے اور ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جو جوابات ذکر کیے گئے ہیں اس سے فقہ حنفی کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ فقہ حنفی کو زیادہ سے زیادہ فروغ عطا فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب سائل نے گم شدہ چیز کا حکم معلوم کر لیا تو پھر سوال کیا: اگر بھولا بھٹکا اونٹ مل جائے تو؟ اس سوال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رُخسار مبارک سُرخ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ میں آنے کی علماء نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ چونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے لینے سے منع فرما دیا تھا اور اب اس نے اونٹ کا سوال کیا اس لیے آپ ناراض ہوئے' یا اس لیے کہ سائل نے صحیح قیاس نہیں کیا اور جس لقطہ کا لینا معین ہے اس پر اس کو قیاس کیا جس کا لینا معین نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ کو سائل کی کم فہمی پر غصہ آیا کیونکہ وہ لقطہ اٹھانے کی اصل وجہ کو نہیں سمجھا اور ایک چیز کو اس پر قیاس کیا جو اس کی نظیر نہیں تھی' کیونکہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے گر جائے اور یہ پتا نہ چلے

Marfat.com

کہ اس کا مالک کہاں ہے۔ اور اونٹ اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ اسم اور صفت کے اعتبار سے لقطہ کا مغائر ہے۔ کیونکہ اس میں ایسی صلاحیت ہے کہ وہ از خود مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بکثرت سوال کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے ہوں، کیونکہ سائل کسی حقیقی پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض فرضی صورتوں کا سوال کر رہا تھا۔

ائمہ حجاز نے یہ کہا ہے کہ اونٹ، گائے اور گھوڑے میں افضل یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے مالک کے پاس پہنچ جائیں۔ علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس زمانے میں ان جانوروں کو لے جانا افضل ہے کیونکہ اب ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی نیک آدمی ان کو مالک کے پاس پہنچانے کے لیے لے کر نہیں گیا تو کوئی چور اُچکا ان کو لے کر چلا جائے گا۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو لے جانے کے لیے جو منع فرمایا تھا یہ حکم اس زمانے میں تھا جب عام طور پر لوگ نیک اور امانت دار تھے لیکن اس زمانہ میں یہ اطمینان نہیں ہے کہ وہ اونٹ محفوظ رہے گا اور کوئی خائن شخص اس کو لے کر چلا نہیں جائے گا اس لیے اب اونٹ کو لے جانے میں اس کی حفاظت ہے اور اس کے مالک کے حق کو محفوظ رکھنا ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے (یعقوب سے) کہا: اے ہمارے ابا! کیا بات ہے آپ یوسف کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں ○ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ (یعقوب نے) کہا: تمہارے اس کو لے جانے سے میں (اس کی جُدائی میں) ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا ○ انہوں نے کہا: ہماری پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے ○ (یوسف: ۱۴-۱۱)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کا خطرہ کیوں ہوا؟

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ فرمائش کی کہ وہ حضرت یوسف کو ان کے ساتھ بھیج دیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو عُذر پیش کیے: ایک یہ کہ حضرت یوسف کی جُدائی ان کو غمگین کرے گی کیونکہ وہ ایک پل بھی ان کے بغیر نہیں گزار سکتے، دوسرا یہ کہ وہ اپنی بکریوں کو چَرانے میں مصروف ہوں گے یا اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں گے اور بھیڑیا ان کو کھا جائے گا، کیونکہ حضرت یوسف کے بھائیوں کے نزدیک حضرت یوسف کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ اس لیے تھا کہ انہوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ بھیڑیئے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ وہ پہاڑ کی بلندی پر ہیں اور حضرت یوسف وادی کے نیچے ہیں، اچانک دس بھیڑیوں نے حضرت یوسف کو گھیر لیا، وہ ان کو پھاڑ کھانا چاہتے تھے، پھر ایک نے ان کو ہٹایا، پھر زمین پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس میں تین دن تک چھپے رہے۔ ان دس بھیڑیوں سے مراد ان کے دس بھائی تھے، جب وہ حضرت یوسف کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور جس نے ان کو ہٹایا وہ ان کا بڑا بھائی یہوذا تھا اور زمین میں چھپنے سے مراد حضرت یوسف کا تین دن کنوئیں میں قیام کرنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا تھا کہ ان کو ان بھائیوں سے خطرہ تھا اور آپ کی بھیڑیئے سے مراد یہی لوگ تھے۔ حضرت یعقوب کو ان لوگوں سے یہ خطرہ تھا کہ وہ حضرت یوسف کو قتل کر دیں گے اور آپ نے کنایتاً ان ہی کو بھیڑیا فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

Marfat.com

حضرت یعقوب نے ان کو بھیڑیا فرمایا تھا' ایک اور قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو ان بھائیوں سے خطرہ نہیں تھا' اگر آپ کو ان سے خطرہ ہوتا تو آپ حضرت یوسف کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے' آپ کو دراصل بھیڑیئے ہی کا خطرہ تھا کیونکہ اس علاقہ کے صحاری میں بھیڑیئے بہت زیادہ تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۲۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو لوگ ہمیں نقصان زدہ کہیں گے' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر ہم اپنے بھائی کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اپنی بکریوں اور بھیڑوں کی حفاظت بھی نہ کر سکیں گے اور ہمارے مویشی ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نقصان اٹھائیں گے' اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ ہم دن رات محنت مشقت کر کے اپنے باپ کی خدمت کرتے ہیں تاکہ اس کی دعا اور ثنا حاصل کریں' اب اگر یوسف کو ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیا کھا گیا تو ہم اپنے باپ کی ناراضگی مول لیں گے اور اس کی دعا اور ثناء سے محروم ہوں گے اور ہماری پچھلی تمام خدمات ضائع ہو جائیں گی۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ

الغرض جب وہ اس کو لے گئے اور انہوں نے اس کو اندھے کنویں کی گہرائی میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا' اور

اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی ○

وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ○ انہوں نے کہا اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر

وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

رہے تھے' اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا' پس اس کو بھیڑیے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے

لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ

والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں ○ اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے'

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ

(یعقوب نے کہا (بھیڑیے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے' پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا

کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے ○ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے ایک پانی لانے

Marfat.com

وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ

والے کو بھیجا پس اس نے اپنا ڈول ڈالا، اس نے کہا مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں نے یوسف کو مال تجارت بنا کر

بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ

چھپا لیا، اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○ اور بھائیوں نے یوسف کو (قافلہ سے لے کر) چند درہموں کے بدلہ

دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ﴿٢٠﴾ ع

(ان ہی کے ہاتھ) بیچ دیا، اور وہ یوسف میں (ویسے ہی) رغبت کرنے والے نہ تھے ○

ع ۲ ۱۴ ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: - الغرض جب وہ اس کو لے گئے اور انہوں نے اس کو اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا، اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی ○ (یوسف: ۱۵)

حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کا راستہ میں زدوکوب کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں حضرت یوسف کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت یوسف اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے راستہ میں ان کے ساتھ شدید عداوت کا اظہار کیا، ایک بھائی حضرت یوسف کو مارتا تو وہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تو وہ بھی ان کو مارتا پیٹتا اور انہوں نے ان میں سے کسی کو رحم دل نہ پایا۔ قریب تھا کہ وہ حضرت یوسف کو قتل کر دیتے اس وقت حضرت یوسف کہہ رہے تھے: اے یعقوب! کاش آپ جانتے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے! تب یہوذا نے کہا: کیا تم لوگوں نے مجھ سے یہ پکا عہد نہیں کیا تھا کہ تم لوگ اس کو قتل نہیں کرو گے، تب وہ حضرت یوسف کو کنوئیں پر لے گئے اور ان کو کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا کر کے ان کی قمیص اُتاری جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس قمیص پر خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: میری قمیص واپس کر دو تاکہ میں اس سے اپنے بدن کو چھپاؤں۔ بھائیوں نے کہا: اب تم سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کو بلاؤ تاکہ وہ اس کنوئیں میں تمہاری غمگساری کریں، پھر انہوں نے حضرت یوسف کو کنوئیں میں پھینک دیا تاکہ وہ پانی میں ڈوب کر مر جائیں۔ حضرت یوسف پانی میں گر گئے، پھر انہوں نے کنوئیں کے ایک پتھر کی پناہ لی اور اس پتھر پر کھڑے ہو گئے۔ وہ اس پر کھڑے ہوئے رو رہے تھے کہ ان کے بھائیوں نے ان کو آواز دی، حضرت یوسف یہ سمجھے کہ شاید ان کو رحم آ گیا ہے، انہوں نے کہا: لبیک۔ انہوں نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضرت یوسف کا نشانہ لیا، اب یہوذا نے ان کو منع کیا، اور یہوذا ہی ان کو کنوئیں میں کھانا پہنچاتا رہا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا: اے وہ جو حاضر ہے غائب نہیں! اے وہ جو قریب ہے بعید نہیں! اے وہ جو غالب ہے مغلوب نہیں! میری اس مشکل کو آسان کر دے اور مجھے اس کنوئیں سے نجات عطا فرما، اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور ان کے کپڑے اُتار لیے گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو جنت کی ایک ریشمی قمیص پہنائی، پھر حضرت ابراہیم نے وہ قمیص حضرت اسحٰق کو دی اور حضرت اسحٰق نے وہ قمیص حضرت یعقوب کو دی اور حضرت یعقوب نے اس قمیص کو ایک غلاف میں ڈال کر وہ غلاف

Marfat.com

حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کنوئیں میں آئے اور غلاف سے وہ قمیص نکال کر حضرت یوسف کو پہنا دی- (جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۰۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۳۷۶، زاد المسیر ج ۴ ص ۱۹۰-۱۸۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی سے مراد وحی نبوت یا الہام؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے اس کی طرف وحی کی- اس میں اختلاف ہے کہ اس وحی سے مراد وحی نبوت اور رسالت ہے یا اس وحی سے مراد الہام ہے- محققین کی ایک بڑی جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ یہ وحی نبوت تھی، پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بچے تھے یا بالغ تھے، بعض نے کہا: حضرت یوسف اس وقت بالغ تھے اور اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی- اور بعض نے کہا: اس وقت آپ بچے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی عقل کو کامل کر دیا، اور آپ میں وحی اور نبوت کی اس طرح صلاحیت رکھ دی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں صلاحیت رکھی تھی- وحی کے متعلق دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس سے مراد الہام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى- (القصص: ۷) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی-

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ- (النحل: ۶۸) اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی-

اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس وحی سے مراد وحی نبوت ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا، حالانکہ اس وقت وہاں ایسے لوگ نہیں تھے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کا پیغام پہنچاتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت ان پر وحی نازل کرنے سے مقصود یہ تھا کہ ان کو حامل وحی الٰہی ہونے کے مرتبہ پر فائز کیا جائے اور ان کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور وحی کو وقت سے پہلے اس لیے نازل کیا تھا کہ ان کے دل سے گھبراہٹ اور پریشانی اور رنج اور غم کو دُور کیا جائے اور ان کو مطمئن اور پُرسکون کیا جائے-

حضرت یوسف کے بھائیوں کو خبر نہ ہونے کے محامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی- اس کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی طرف وحی کی کہ تم آج کے بعد کسی دن اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس وقت یہ پتا نہیں چلے گا کہ تم یوسف ہو، اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ ان کو عنقریب اس مصیبت سے نجات مل جائے گی اور وہ اپنے بھائیوں پر غالب ہوں گے اور وہ ان کے سامنے مغلوب اور سرنگوں اور ان کی قدرت اور اختیار میں ہوں گے، اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت وہ گندم طلب کرنے کے لیے ان کے شہر میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا، اور وہ حضرت یوسف کو نہ پہچان سکے، حضرت یوسف نے ان کے ہاتھ پر صاع رکھ دیا اور کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ کی طرف سے تمہارا ایک بھائی تھا، تم نے اس کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور تم نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا-

(۲) ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کنوئیں میں یہ وحی کی کہ عنقریب تم اپنے بھائیوں کو ان اعمال کی خبر دو گے اور ان کے بھائیوں کو یہ خبر نہیں تھی کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے، اور اس وحی کو ان سے مخفی رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر ان کو پتا چل جاتا کہ حضرت یوسف پر وحی نازل ہوئی ہے تو ان کا حسد اور زیادہ ہو جاتا اور وہ پھر ان کو قتل کر دیتے-

والد سے اپنے حالات کو مخفی رکھنے میں حضرت یوسف کی حکمت

پہلی تفسیر کے مطابق جب حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ وحی کی گئی کہ جب تم اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے

Marfat.com

آگاہ کرو گے تو اس وقت ان کو یہ پتا نہیں ہو گا کہ تم یوسف ہو' اور یہ وحی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو متضمن ہے کہ حضرت یوسف اس وقت تک اپنے احوال سے اپنے والد کو بھی مطلع نہ کریں اور یہی وجہ ہے کہ اتنی مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حالات سے اپنے والد کو مطلع نہیں کیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ ان کے والد ان کے فراق میں سخت رنج اور غم میں مبتلا ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے اور وہ ان سختیوں پر صبر کریں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ اس شدید رنج اور غم کی وجہ سے حضرت یعقوب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہیں گے اور اس سے دُعا کرتے رہیں گے اور دُنیا سے ان کی فکر منقطع رہے گی اور وہ عبادت کے درجہ عالیہ پر فائز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم قُرب کے حصول کی خاطر مصائب اور شدائد کی گھاٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے○ انہوں نے کہا: اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے' اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے ساتھ چھوڑ دیا تھا' پس اس کو بھیڑیئے نے کھالیا' اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں○ اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خُون لگالائے (یعقوب نے) کہا: (بھیڑیئے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑلی ہے' پس اب صبرِ جمیل کرنا ہی بہتر ہے' اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے○ (یوسف: ۱۸-۱۶)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خبر دینا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے' رات کے وقت کا انتخاب انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ یہ وقت ان کے عُذر پیش کرنے کے لیے زیادہ مناسب تھا۔ روایت ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے رونے کی آواز سنی تو پوچھا: کیا ہوا؟ کیا تمہاری بکریوں کو کوئی حادثہ پیش آگیا؟ انہوں نے کہا: نہیں! پوچھا: یوسف کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے تو اس اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا! حضرت یعقوب نے ایک چیخ ماری اور رونے لگے' ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے کہا: اس کو بھیڑیا کھا گیا تو حضرت یعقوب بے ہوش ہو کر گر گئے' انہوں نے ان کو ہوش میں لانے کے لیے پانی کے چھینٹے مارے لیکن انہوں نے حرکت نہ کی' پھر انہوں نے ان کو پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' پھر یہوذا نے ان کے سانس نکلنے کے مواضع پر ہاتھ رکھا تو اس کو ان کے سانس لینے کا پتا نہیں چلا' تب یہوذا نے کہا: قیامت کے دن ہمیں سخت عذاب ہو گا! ہم نے اپنے بھائی کو ضائع کر دیا اور اپنے باپ کو قتل کر دیا' پھر سحری کے وقت سے پہلے حضرت یعقوب کو ہوش نہیں آیا' اس وقت حضرت یعقوب کا سر روبیل کی گود میں تھا' حضرت یعقوب نے اس سے کہا: کیا میں نے اپنے بیٹے کو تمہارے پاس امانت نہیں رکھا تھا؟ اور کیا میں نے تم سے پختہ عہد نہیں لیا تھا؟ اس نے کہا: اے ابا! اپنا رونا بند کریں تو میں آپ کو اس کا سبب بتاؤں' پھر کہا: ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا' اس اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا' پھر حضرت یعقوب نے پوچھا: اس کی قمیص کہاں ہے؟ تو انہوں نے حضرت یعقوب کے چہرے پر وہ قمیص پھینک دی' حتیٰ کہ حضرت یعقوب کے چہرے پر بھی قمیص کا رنگ لگ گیا۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۱۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۲۸)

دوڑ میں مسابقت کے متعلق احادیث اور ان کی شرح

نستبق کا مادہ سبقت ہے یعنی مقابلہ میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا' یہ مقابلے تیراندازی میں' گھوڑے کی سواری میں اور دوڑنے میں ہوتے ہیں اور دوڑ میں مقابلہ سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی مشق ہو اور ہاتھ پیر

Marfat.com

مضبوط ہوں اور بھیڑیوں کو بکریوں کے پاس سے بھگانے میں مہارت ہو، نستبق کا معنی ہے ہم دیکھیں کہ ہم میں سے کون آگے نکلتا ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا: مسابقت سابقہ شریعتوں میں بھی تھی، یہ عمدہ خصلت ہے اور اس سے جنگ میں مشق اور مہارت حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دوڑ میں مقابلہ کیا ہے اور گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ بھی کرایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھیں، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، حضرت عائشہ آپ سے آگے نکل گئیں، (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) پھر جب میرا بدن بھاری ہو گیا تھا تو میں نے ایک بار پھر مقابلہ کیا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے، آپ نے فرمایا: یہ پچھلی بار کا بدلہ ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۵۷۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹، ۲۶۴، قدیم، ۷ ۲۶۳۴۳، جدید دار الفکر، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۹۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۸)

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذی قرد سے مدینہ کی طرف واپس جارہے تھے، انصار میں ایک شخص تھا جو دوڑ میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہا تھا، اس نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو للکارا کہ دیکھیں پہلے کون مدینہ پہنچتا ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے اس چیلنج کو قبول کرلیا اور اس سے پہلے مدینہ پہنچ گئے۔ (صحیح مسلم الجہاد: ۱۳۲، (۱۸۰۷) الرقم المسلسل: ۴۵۹۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان بھی مقابلہ کرایا، اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں کو اضمار کیا گیا تھا ان کا مقابلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک کرایا اور جن گھوڑوں کو اضمار نہیں کیا گیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ حضرت ابن عمر بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کے درمیان مقابلہ کرایا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۲۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۵۶)

اضمار کا معنی یہ ہے کہ ایک مدت تک گھوڑے کو کھانے کے لیے معمول سے کم چارہ ڈالا جائے اور اس کو ایک کوٹھڑی میں بند کر کے رکھا جائے حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے، پھر اس کے بعد اس کو معمول کے مطابق چارہ ڈالا جائے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرانے کی تین شرطیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مقابلہ کی مسافت معین ہونی چاہیے، دوسری یہ کہ دونوں فریقوں کے گھوڑے مساوی صفت کے ہونے چاہئیں یا دونوں مضمر ہوں یا دونوں غیر مضمر ہوں، علی ھذا القیاس اور تیسری شرط یہ ہے کہ یہ مشق ان گھوڑوں میں کرائی جائے جن کو جہاد کے لیے تیار کیا جارہا ہو یا مسلمانوں کے مصالح اور ان کے کام آنے کے لیے گھوڑوں کو رکھا گیا ہو نہ کہ مسلمانوں میں باہمی قتال کے لیے۔

اور نیزہ بازی اور اونٹوں میں دوڑ کا مقابلہ کرانے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیزہ بازی اور اونٹوں اور گھوڑوں میں مقابلہ پر اول آنے والے کے لیے انعام کے سوا اور کسی چیز میں سبقت کرنے والے کے لیے انعام لینا جائز نہیں

Marfat.com

ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۷۰۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۵۷۴، سنن نسائی رقم الحدیث:۳۵۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶، ۳۸۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۶۹۰، مسند شافعی ج ۲ ص ۱۲۹-۱۲۸)

نیزہ بازی کے مقابلہ میں تیراندازی کا مقابلہ بھی داخل ہے اور اونٹ اور گھوڑوں کے مقابلہ میں ہاتھی، خچر اور گدھا بھی داخل ہے اور بعض علماء نے آدمیوں کی دوڑ کو بھی اس میں شامل کیا ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کوئی تیسرا فریق مقابلہ کرنے والے دو فریقوں میں سے اوّل آنے والے فریق کو انعام دے، اس طرح کا انعام دینا جائز ہے اور اگر مقابلہ کرنے والے دو فریق آپس میں شرط لگائیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا تو یہ قمار اور جُوا ہے، البتہ پرندوں کے درمیان پیسوں کے عوض مقابلہ کرانے کو علماء نے ناجائز کہا ہے کیونکہ ان کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے، ویسے اس دور میں تو اونٹوں، گھوڑوں، ہاتھیوں، گدھوں اور خچروں کا بھی جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جو لوگ گھوڑوں یا اونٹوں کا دوڑ میں مقابلہ کراتے ہیں وہ ان پر شرط رکھ کر جوا کھیلتے ہیں اس لیے آج کل کے دور میں اس قسم کے مقابلے جائز نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا، وہ بھی مقابلہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی ایک اونٹ پر آیا اور وہ اس سے آگے نکل گیا، مسلمانوں کو اس بات سے بہت رنج ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سربلند ہو وہ اس کو سرنگوں کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۸۷۲، سنن النسائی رقم الحدیث:۳۵۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۰۳، مسند احمد رقم الحدیث:۱۲۰۳۳)

دوڑ میں مسابقت کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے مسبوق (مغلوب) ہونے کا خطرہ ہو تو یہ قمار (جُوا) نہیں ہے اور جس شخص نے اپنا گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے مسبوق ہونے کا خطرہ نہ ہو (یعنی ہدف پر پہلے پہنچنے اور جیت جانے کا یقین ہو) تو پھر یہ قمار (جُوا) ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۵۷۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۸۷۶، سنن دارقطنی ج ۵ ص ۱۱۱، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۴، حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵، المعجم الصغیر رقم الحدیث:۴۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۰، تلخیص الحبیر رقم الحدیث:۲۰۲۵)

اور دو گھوڑسوار، دوڑ کا مقابلہ کریں اور ہر ایک مثلاً ایک ہزار روپیہ رکھ دے اور یہ شرط لگائیں کہ جو شخص ہدف پر پہلے پہنچ جائے گا وہ دونوں کا ہزار روپیہ لے لے گا تو یہ قمار اور جُوا ہے اور اگر تیسرا شخص بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائے اور اس نے بالکل پیسے نہ لگائے ہوں اور اس کے لیے بھی ان دونوں کی طرح ہدف پر پہلے پہنچ جانا غیر یقینی ہو اور یہ طے کیا جائے کہ ان میں سے جو بھی پہلے پہنچ جائے وہ دو ہزار روپے لے لے گا، اگر وہ تیسرا شخص پہلے پہنچ گیا تو وہ دو ہزار روپے لے لے گا اور اگر وہ پہلے نہ پہنچ سکا تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اس کو کچھ دینا بھی نہیں ہوگا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی پہلے پہنچ گیا تو وہ دو ہزار روپے لے لے گا تو یہ صورت جائز ہے اور ان میں سے ہر ایک کا دو ہزار روپے لینا جائز ہے۔

Marfat.com

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:
جو تیسرا گھوڑا ان دو گھوڑوں کے درمیان داخل ہو اس کو محلل کہتے ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ تیسرا گھوڑا سبقت کرنے والے کے لیے سبقت کا انعام حلال کر دے' اور ان دونوں سواروں کے درمیان جو شرط لگائی گئی تھی کہ جو سوار پہلے پہنچے گا وہ اپنا اور دوسرے کا لگایا ہوا مال لے لے گا اور ان میں سے ایک فریق نقصان اٹھانے والا اور دوسرا فائدہ حاصل کرنے والا ہو گا' تو وہ شرط ختم ہو جائے گی اور اس شرط کی وجہ سے وہ عقد جو جُوا قرار پایا تھا اب اس تیسرے گھوڑے کے داخل ہونے کی وجہ سے حلال اور جائز ہو جائے گا اور اس محلل کے داخل ہونے کا یہ مقصد ہو گا کہ ان دونوں کے گھوڑا دوڑانے سے یہ قصد ہو کہ ان کو گھوڑا دوڑانے کی مشق ہو نہ کہ مال کے حصول کی اور جبکہ محلل کا گھوڑا بھی ان دونوں کے گھوڑوں کی مثل تیز رفتار ہو گا تو ان دونوں کو اس کے ہدف پر پہلے پہنچ جانے کا خطرہ رہے گا اور وہ زیادہ سے زیادہ تیز گھوڑا دوڑانے کی کوشش کریں گے اور اگر محلل کا گھوڑا ان کے گھوڑے کی طرح تیز رفتار نہ ہو بلکہ مریل اور سست رفتار ہو تو ان کو اس کے پہلے پہنچنے کا خطرہ نہیں ہو گا اور پھر تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہو گا اور اس کا درمیان میں گھوڑا داخل کرنا لغو قرار پائے گا' اور پھر ان دونوں کی لگائی ہوئی شرط اپنے حال پر رہے گی اور ان میں سے جو فریق بھی دونوں کا مال حاصل کرے گا وہ جُوئے کے ذریعے کمایا ہوا مال ہو گا اور حرام ہو گا۔

گھوڑوں میں مسابقت اور شرط لگانے کی صورت یہ ہے کہ دو گھڑ سوار ہدف پر پہلے پہنچنے کی شرط لگائیں اور ان میں سے ہر فریق ایک معین رقم (مثلاً ہزار روپے) نکالے کہ جو پہلے ہدف پر پہنچے گا وہ دونوں کی رقم (یعنی دو ہزار روپے) لے لے گا' پھر وہ دونوں کسی تیسرے گھڑ سوار کو جس کا گھوڑا ان کے گھوڑے کی مثل ہو اپنے درمیان داخل کر دیں اور یہ طے کریں کہ جو ہدف پر پہلے پہنچے گا وہ اس مال کو لے لے گا' اور محلل کو کوئی چیز دینی لازم نہیں آئے گی پس اگر محلل پہلے پہنچ گیا تو وہ ان دونوں کا مال لے لے گا' اور محلل کی ضرورت اس وقت ہو گی جب دو فریقوں کے درمیان شرط ہو' لیکن اگر امیر یا سربراہ دو گھڑ سواروں کے درمیان مقابلہ کرائے اور یہ کہے کہ مثلاً تم میں سے جو پہلے ہدف پر پہنچ گیا اس کو دس درہم انعام ملے گا' یا ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے: اگر تو فلاں سے پہلے پہنچ گیا تو تجھے دس درہم ملیں گے تو یہ صورتیں بغیر محلل کے جائز ہیں اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کسی مباح چیز تک ذرائع سے پہنچنا جائز ہے اور یہ حیلہ مکروہ نہیں ہے۔
(معالم السنن مع مختصر سنن ابو داؤد ج ۳ ص ۴۰۱ - ۴۰۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:
دوڑ میں سبقت کی تین صورتیں ہیں: (۱) حاکم یا حاکم کے علاوہ کوئی اور شخص یہ کہے کہ جو شخص دوڑ میں اول نمبر آئے گا میں اس کو اپنے مال سے اتنا انعام دوں گا' پس جو شخص دوڑ میں اول آئے وہ اس انعام کو حاصل کرے گا۔ (۲) دو شخص دوڑنے کا مقابلہ کریں اور ان میں سے ایک شخص اپنے مال میں سے مثلاً ایک ہزار روپے نکالے اور کہے کہ ہم میں سے جو شخص سبقت کرے گا یعنی ہدف پر پہلے پہنچے گا وہ یہ ایک ہزار روپے حاصل کر لے گا اور دوسرا شخص کچھ نہ کہے' پھر اگر رقم رکھنے والا شخص پہلے پہنچا تو وہ ایک ہزار روپے حاصل کرے گا اور اگر اس کا ساتھی پہلے پہنچ گیا تو وہ اس ہزار روپے کو حاصل کر لے گا۔ ان دونوں صورتوں کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (۳) تیسری صورت مختلف فیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو مقابلہ کرنے والوں میں سے ہر شخص ایک معین رقم (مثلاً ایک ہزار روپے نکالے) اور پھر وہ یہ طے کریں کہ ان میں سے جو شخص بھی ہدف پر پہلے پہنچ گیا وہ دونوں کی رقم (یعنی دو ہزار روپے) لے لے گا' یہ صورت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ دونوں اپنے درمیان ایک

Marfat.com

ایسے محلل کو داخل کرلیں جس سے ان دونوں کو یہ خطرہ ہو کہ وہ ان سے پہلے پہنچ سکتا ہے پس اگر محلل پہلے پہنچ گیا تو وہ ان دونوں کی رقم حاصل کرے گا اور اگر ان دونوں میں سے کسی نے سبقت کی تو جس نے بھی سبقت کی وہ دونوں کی رقم لے لے گا اور محلل کو کچھ نہیں ملے گا اور نہ اسے کوئی چیز دینی ہوگی اور اگر ان میں سے دوسرے نے صرف تیسرے پر سبقت کی تو گویا اس نے کسی پر سبقت نہیں کی اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان محلل نہ ہو اور دو مقابلہ کرنے والوں نے یہ شرط لگائی ہو کہ جس نے بھی سبقت کی وہ اپنی رقم اور دوسرے کی رقم لے لے گا تو یہ صراحتاً جُوا ہے اور جائز نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط لگائی گئی تو یہ عقد لازم ہے، اور اگر مسابقت میں دونوں جانب سے شرط لگائی گئی تو یہ حرام ہے کیونکہ اب یہ قمار ہے (جُوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ قمار کا معنی کبھی گھٹنا اور کبھی بڑھنا ہوتا ہے اور جُوا کھیلنے والوں میں سے ہر فریق کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ دوسرے فریق کا مال لے لے اور دوسرے کا مال بلاعوض لینا قرآنِ مجید کی نص قطعی سے حرام ہے اور جب صرف ایک جانب سے شرط ہو تو وہ اس طرح نہیں ہے) ہاں اگر وہ دونوں اپنے درمیان ایسے محلل کو داخل کرلیں جس کا گھوڑا ان کے گھوڑے کی مثل ہو تو پھر یہ جائز ہے جبکہ اس سے یہ خطرہ ہو کہ وہ ان دونوں سے پہلے ہدف پر پہنچ سکتا ہو ورنہ اس کا محلل ہونا جائز نہیں ہے۔ پھر اگر محلل ان دونوں سے پہلے پہنچ گیا تو وہ ان دونوں کی رقم حاصل کرلے گا اور اگر وہ دونوں اس پر سبقت کر گئے تو وہ اس کو کچھ نہیں دیں گے، اور ان دونوں میں سے دونوں کی رقم وہ لے گا جو پہلے ہدف پر پہنچے گا۔ (الدر المختار و رد المحتار، ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں گھوڑا دوڑانے کا مقابلہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہنچے اور حضرت ابوبکر کا گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کے دھڑ کے قریب تھا اور حضرت عمر کا گھوڑا تیسرے نمبر پر تھا۔

انعامی بانڈز کے جواز کی بحث

ہم نے اس بحث میں مسابقت کی شرط لگانے کے احکام بیان کیے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ ایک جانب سے شرط لگانا جائز ہے اور دونوں جانب سے شرط لگانا حرام ہے اور ناجائز ہے اور یہ جُوا ہے، اس بنا پر لاٹری اور معمہ اور گھوڑوں یا اونٹوں کی مروجہ ریس جائز نہیں ہے البتہ انعامی بانڈز جائز ہیں، کیونکہ ان کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی ہے اور انسان جتنے کا بانڈ خریدتا ہے۔ وہ جب چاہے اس بانڈ کو اتنے میں فروخت کرسکتا ہے، اس پر خواہ کتنی مدت گزر جائے اس کی رقم میں اضافہ ہوتا ہے نہ کمی ہوتی ہے، اس میں قمار ہے نہ سود ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان بانڈز کی مجموعی رقم پر جو سود بنتا ہے حکومت اس سود میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے یہ محض ایک مفروضہ ہے، حکومت نے ایسا کوئی اعلان نہیں کیا اور نہ ہی اسٹیٹ بینک میں الگ الگ خانے بنے ہوئے ہیں کہ فلاں خانہ میں بانڈز کے سود کی رقم پڑی ہوئی ہے اور اس میں سے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اسٹیٹ بینک کے ڈپازٹ میں جو رقم ہے اس میں سود کی آمیزش ہے اور اسی رقم سے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں تو پھر سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بھی اسی رقم سے دی جاتی ہیں، وہ بھی ناجائز ہونی چاہئیں بلکہ اسٹیٹ بینک یا کسی بھی بینک سے جو بھی رقم نکالی جائے گی وہ ناجائز ہوگی کیونکہ ہر بینک سودی کاروبار کرتا ہے اور اس کے ڈپازٹ میں جو بھی رقم ہوتی ہے اس میں سود سے حاصل کردہ رقم بھی ہوتی ہے اور اگر اس سودی آمیزش کے باوجود سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اور باقی

Marfat.com

مدات میں نکالی ہوئی رقمیں جائز ہیں تو انعامات تقسیم کرنے کے لیے جو رقومات نکالی جائیں گی وہ کیونکر ناجائز ہوں گی۔
ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں انعامی بانڈز کے جواز پر دلائل دیئے تھے، بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے انعامی بانڈز کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے پھر بعد میں مشتاق علی ایڈووکیٹ نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کی تو سپریم کورٹ نے اکثریتی فیصلہ کی بنیاد پر فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کو مسترد کر دیا اور انعامی بانڈز کے کاروبار کو جائز قرار دیا، ہم اس مسئلہ کی وضاحت سے پہلے لاٹری اور قمار سے متعلق تعزیراتِ پاکستان سے اقتباس پیش کریں گے پھر سپریم کورٹ کے دو ججوں جسٹس پیر محمد کرم شاہ اور جسٹس شفیع الرحمن کے فیصلہ کی نقول پیش کریں گے۔

لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیراتِ پاکستان کی دفعات کی تشریح

(۱) مقصد: لاٹری اور قمار بازی دونوں کا تعلق کیونکہ اتفاق اور قسمت آزمائی سے ہوتا ہے اس لیے لاٹری کا دفتر کھولنا یا لاٹری نکالنا، اس کی بابت اشتہار دینا یا اشاعت کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ البتہ حکومت کی قائم کردہ یا منظور شدہ لاٹری اس ممانعت سے مستثنیٰ کر دی گئی ہے۔ دفعہ ۲۹۴ الف کا اطلاق ہر اس طریقہ کار پر ہوتا ہے جو سراسر اتفاق پر مبنی ہو چاہے عملی طور پر قرعہ نکالا گیا ہو یا نہ نکالا گیا ہو۔ (پی ایل ڈی ۱۹۵۸ء لاہور ۸۸۷)

(۲) لاٹری: لاٹری ایک ایسا طریقہ کار (سکیم) ہے جس سے قرعہ سے یا اتفاق پر مبنی طریقہ سے انعامات کی تقسیم کی جائے، یہ ایک اتفاق کا کھیل ہوتا ہے جس میں ٹکٹ خریدنے والے کے نفع یا نقصان کا انحصار قرعہ ڈالنے یا نکالنے پر ہوتا ہے۔ ٹکٹ محض اتفاق کے خرید کی نشانی ہوتی ہے اور ٹکٹوں کی یہی خرید لاٹری کی رُوح ہوتی ہے۔ اگر کسی انعام کے مواقع یا اتفاق بلا قیمت فراہم کیے جائیں تو یہ لاٹری نہ ہوگی۔ لاٹری کا اصول یہ ہے کہ انعامات کی تقسیم محض اتفاق کی بنیاد پر کی جائے۔ اگر لاٹری کا نتیجہ یہ ہو کہ لاٹری کا منتظم انعامات تقسیم کیے بغیر ٹکٹوں کی ساری آمدنی خود رکھ لے تو بھی ایسی کارروائی لاٹری ہی تصور ہوگی۔ للہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ روپیہ لگانے والوں کی رقم یا انعامات تقسیم کیے گئے ہوں۔ لاٹری کا ضروری عنصر یہ ہے کہ انعام یا انعامات تقسیم کرنے کی کوئی سکیم ہو جس کا دارومدار اتفاق پر ہو اور یہ کہ اگر اتفاق کے مطابق یہ فیصلہ کیا جائے کہ کسی شخص کو کوئی انعام نہ دیا جائے اور جو رقم داؤ پر لگائی گئی ہو وہ منتظم کو مل جائے گی تو بھی سکیم لاٹری ہی سمجھی جائے گی۔

(پی ایل ڈی ۱۹۵۸ء لاہور ۸۸۷)

لاٹری نکالنا کسی قرعہ یا اتفاق پر مبنی طریقہ سے انعام کا تقسیم کرنا ہے۔ اس میں متعلقہ شخص کی کسی مہارت، فن، ہنر یا مشق کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ {(۱۹۱۷) پی آر نمبر ۳۵}

ایک مقدمہ میں قرار دیا گیا کہ اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لاٹری کسی حقیقی تجارتی کاروبار کا حصہ اور جزو ہے۔ {(۱۹۱۵) ۹۔ بی ایل ٹی ۱۲۴} جرم کے ثبوت کے لیے فی الواقع قرعہ اندازی ضروری ہے۔ لفظ "نکالنا" اس کے لغوی معنی میں لیا جانے کا، اس لفظ سے "اہتمام یا انتظام" کے معنی نہیں لیے جاسکتے۔ {(۱۹۴۲) مدراس ۸۰۲}

"شائع کرنا" کے الفاظ میں شائع کرانے والا اور شائع کرنے والا دونوں شامل ہیں یعنی اشتہار دینے والا اور شائع کرنے والا (اخبار کا مالک) دونوں شامل ہوتے ہیں۔ {(۱۵۸۵) ۱۰ بمبئی ۹۷ء}

قانون کا منشاء یہ ہے کہ لوگ اتفاق اور نصیب آزمائی پر اپنا پیسہ برباد نہ کریں۔ اس کا انسداد اس طریقہ سے بھی کیا گیا ہے کہ لوگوں کو علم ہی نہ ہو سکے کہ کہاں یہ لاٹری ڈالی جاتی ہے اور وہ ٹکٹ کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اخبارات جو نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ ہیں دفعہ ہذا کے تحت لاٹری کے اشتہار کی اشاعت سے روک دیئے گئے ہیں تاکہ عوام کو معلوم نہ ہو سکے کہ

Marfat.com

اتفاق یا قسمت کے نام پر روپیہ بٹورنے کا دھندا کہاں ہو رہا ہے۔ {(۱۷۹۱) ۴ ئی آر ۴۱۴}
"مال" میں منقولہ یا غیر منقولہ دونوں شامل ہیں۔ ایک فیکٹری نے اشتہار دیا کہ فیکٹری کا مالک قرعہ اندازی سے بہت سستی قیمت پر خوش قسمت نمبروالے (لکی نمبر) کو دیا جائے گا تو ایسا امر دفعہ ہذا کے تحت جرم قرار دیا گیا۔ {(۱۹۲۶) ۵۰ مدراس ۹۷۴} اگر بہت سے لوگ مل کر کمیٹی ڈالیں اور مساوی طور پر رقم ڈال کر اس رقم سے قرعہ اندازی کر کے کسی ایک کو ساری رقم ادا کر دیں اور وہ بقایا قرعہ اندازیوں میں اپنی قسط ادا کرتا رہے تو یہ لاٹری کی تعریف میں نہیں آئے گا۔ {(۱۸۹۸) ۲۲ مدراس ۲۱۲}
ایک مقدمہ میں ملزم سگریٹ کمپنی کا مالک تھا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے لاٹری نکالنے کی تجویز کی اشاعت کی تھی۔ ملزم نے ۲۲ ہزار اشتہارات چھپوا کر تقسیم کرائے۔ اشتہار کا مضمون یہ تھا کہ سگریٹ کی کسی ڈبیہ میں خریدار کو کوئی پانچ روپے کا نوٹ رکھا ہوا ملے گا۔ اس سکیم کا مقصد سگریٹ کی فروخت کو بڑھانا تھا۔ سگریٹ ساز کو پانچ پانچ روپے کے دس نوٹ بھیجے گئے کہ سگریٹ بناتے ہوئے ایک ایک نوٹ ڈبیہ میں رکھ دیا جائے اور ڈبیوں کو دوسری ڈبیوں میں خلط ملط کر دیا جائے اور پھر ڈبیوں کو بڑے پیکٹوں میں پیک کر دیں۔ یہ قرار دیا گیا کہ یہ صورت لاٹری بنتی ہے۔ دفعہ میں چونکہ لفظ "نکالنا" استعمال کیا گیا ہے جس کے مطابق مخصوص رقم کی ادائیگی کا انحصار کسی واقعہ کے رُونما ہونے یا حالت کے ظاہر ہونے پر مشروط ہوتا ہے جو صورت یہاں موجود نہیں ہے لہٰذا ملزم دفعہ ۲۹۴ الف کے تحت قصوروار نہ تھا۔ (اے آئی آر ۱۹۲۸ بمبئی ۵۵۰)

(۳) **شہادت ثابت کریں:**

۱۔ ملزم کے پاس جگہ یا دفتر تھا۔
۲۔ جگہ یا دفتر لاٹری نکالنے کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔
۳۔ ایسی لاٹری کی حکومت کی طرف سے اجازت نہ تھی۔

دفعہ کی دوسری شق کے لیے ثابت کریں:

۱۔ ملزم نے تجویز زیرِ بحث شائع کی تھی۔
۲۔ ایسی تجویز کی نوعیت دفعہ ہذا میں بیان کردہ کسی صورت یا شرط پر ادائیگی وغیرہ تھی۔

(۴) **مقدمہ کی اجازت:** دفعہ ہذا کے تحت کسی جرم میں کوئی عدالت دست اندازی نہیں کرے گی جب تک کہ حکومت کے اختیار یا حکم سے کوئی استغاثہ نہ کیا جائے۔ (مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعہ ۱۹۶)

(۵) **ضابطہ:** ناقابلِ دست اندازی سمن، قابلِ ضمانت، ناقابلِ راضی نامہ، قابلِ سماعت ہر مجسٹریٹ، قابلِ سماعت سرسری۔

دفعہ ۲۹۴ (ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیشکش کرنا

جو کوئی کسی تجارت یا کاروبار یا کسی شے کی فروخت کے سلسلہ میں کسی کوپن، ٹکٹ، نمبر یا عدد یا کسی دیگر طریقہ سے، تجارت، کاروبار یا کسی مال کی خریداری کی تحریک یا حوصلہ افزائی کے لیے یا اشتہاری غرض سے یا کسی شے کو مقبولِ عام بنانے کے لیے، کوئی انعام، صلہ یا ہمچو قسم کا کوئی دیگر معاوضہ چاہے اسے کوئی نام دیا گیا ہو، چاہے نقدی میں یا جنس میں، پیش کرے گا یا پیش کرنے کا ذمہ لے گا اور جو کوئی ایسی پیشکش کی اشاعت کرے گا اسے دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد چھ ماہ تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ یا دونوں سزائیں۔

(مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ص ۳۳۰۔ ۳۲۸، مطبوعہ منصور بک ہاؤس، لاہور)

Marfat.com

انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ کا فیصلہ

جسٹس پیر محمد کرم شاہ رکن --- فاضل وفاقی شرعی عدالت نے شیخ مشتاق علی ایڈووکیٹ کی طرف سے دائر کردہ پٹیشن کا فیصلہ کرتے ہوئے P.P.C کی دفعہ ۲۹۴-اے کو ہی شریعت اسلامیہ کے خلاف قرار نہیں دیا بلکہ فاضل عدالت نے SUO MOTO اختیارات استعمال کرتے ہوئے P.P.C کی دفعہ ۲۹۴-بی کو زیرِ بحث لا کر حکومت کی طرف سے جاری کردہ انعامی بانڈز سکیم کو بھی خلافِ شریعت قرار دیا۔

اس فیصلہ کے خلاف وفاقی حکومت نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل دائر کی۔ جناب جسٹس شفیع الرحمن صاحب نے اپنے فیصلہ میں اس اپیل کو مسترد کرتے ہوئے وفاقی حکومت کو حکم دیا کہ وہ فاضل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے مطابق ان دونوں دفعات میں مناسب ترمیم کرے۔ نیز انہوں نے اس ترمیم کے لیے ۳۱-۱۲-۱۹۹۱ء کی تاریخ متعین کی۔

فاضل جسٹس صاحب نے اپنے اس فیصلہ میں کئی دیگر امور پر بھی فاضلانہ بحث کی ہے لیکن مجھے ان کے اس فیصلہ کے صرف اس حصہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا ہے جس میں انہوں نے انعامی بانڈز سکیم کو شریعت کے خلاف ثابت کیا ہے۔

اس فیصلہ میں دو امور زیرِ بحث آئے ہیں: (۱) لاٹری، (۲) انعامی بانڈ سکیم۔ ان دونوں کو شریعتِ اسلامیہ کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔

لیکن میری تحقیق کے مطابق لاٹری اور انعامی بانڈ سکیم دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان میں سے لاٹری واضح طور پر قمار بازی اور جوا کی ایک قسم ہے اس لیے شریعت اسلامیہ میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن انعامی بانڈ سکیم کا قمار سے کوئی تعلق نہیں اس لیے اس کو شریعت اسلامیہ کے خلاف کہنا درست نہیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے چند امور پر غور کرنا ضروری ہے:

(۱) کیا یہ انعامی بانڈ قمار کی قسم میں سے ہیں یا نہیں؟

(۲) کیا ایسے انعامات کا ثبوت فقہ اسلامی میں موجود ہے؟

(۳) کیا قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیمِ انعامات جائز ہے؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ سکیم از قسم قمار نہیں کیونکہ اس پر قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔ علماء اعلام نے قمار کی جو تشریحات اور وضاحتیں کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) صاحب "تحفۃ الاحوذی" لکھتے ہیں:

لان القمار یکون الرجل مترددا بین الغنم والغرم۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۰ ج ۳)

قمار میں مقامر کو یا نفع ہی نفع ہوتا ہے یا نقصان ہی نقصان۔

جب وہ بازی لگاتا ہے تو ہارنے کی صورت میں اس کی اپنی پونجی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور اگر وہ بازی جیت لیتا ہے تو دوسرے بازی لگانے والوں کا سرمایہ بھی اس کو مل جاتا ہے، اس میں سراسر نقصان ہے یا سراسر فائدہ۔

(۲) امام فخرالدین رازی، میسر (جوا) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مایوجب دفع المال واخذ المال۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۰)

قمار اس کو کہتے ہیں جس میں سارا مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا سارا اس کی جھولی میں آ گرتا ہے۔

Marfat.com

(۳) علامہ ابن نجیم، کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں "قمار" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین ممن یجوزان یذھب مالہ الی صاحبہ ویجوزان یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص۔ (البحر الرائق ص ۵۵۴ ج ۸)

قمار کو قمار اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں ایک کا مال دوسرے کو یا دوسرے کا مال پہلے کو مل جاتا ہے اور یہ چیز نصاً حرام ہے۔

(۴) علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

لان القمار من القمر الذی یزداد تارۃ وینقص اخری وسمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین ممن یجوزان یذھب مالہ الی صاحبہ ویجوزان یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص۔ (ص ۲۸۵ ج ۵)

قمار، قمر سے ماخوذ ہے اور قمر کبھی بڑھتا رہتا ہے کبھی گھٹتا رہتا ہے اور قمار کو قمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو جوا کی بازی لگاتے ہیں تو کسی کا سارا مال اس کے ساتھی کو مل جاتا ہے اور کبھی اس کے ساتھی کا مال اسے مل جاتا ہے۔

جب ایک کا مال بغیر کسی استحقاق کے دوسرے کو مل جاتا ہے تو اس سے حسد و عناد کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں اور باہمی محبت و ایثار کے جذبات کا نام و نشان نہیں رہتا کیونکہ یہ اکل بالباطل اور عداوت کے جذبات کو فروغ دینے کا باعث ہے اس لیے شریعت اسلامیہ نے قمار کو حرام کر دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (النساء: ۲۹)

تم آپس میں اپنے اموال باطل اور ناجائز ذریعہ سے مت کھاؤ۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ: ۹۰)

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر، سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے قمار اور جوا کو حرام قرار دینے کی حکمت ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (المائدہ: ۹۱)

یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض، شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمہیں یادِ الٰہی سے اور نماز سے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب و جوا کی حرمت کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں اور بتایا کہ شراب خوری اور قمار بازی سے باہمی محبت و پیار کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور حسد و عداوت کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں کیونکہ جب کسی جسمانی کاوش اور ذہنی ریاضت کے بغیر کسی کی دولت کسی کو مل جاتی ہے تو باہمی خیر سگالی کے جذبات دم توڑ دیتے ہیں اور ہارنے والے کے سینہ میں حسد و عناد کے انگارے دہکنے لگتے ہیں۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انسان کو غافل کر دیتا ہے اور نماز پڑھنے کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

Marfat.com

لیکن انعامی بانڈز میں ان چیزوں سے کوئی چیز موجود نہیں۔ یہاں نہ کسی کا مال ناحق ہڑپ کیا جاتا ہے نہ ان سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہے اگر کسی کو انعام نہ ملے تو جو رقم اس نے بانڈ خریدنے میں صرف کی ہے وہ جُوں کی تُوں برقرار رہتی ہے۔ وہ جب چاہے اس کو فروخت کر کے اپنی قیمت واپس لے سکتا ہے۔ یہاں مال کے اکل بالباطل کی صورت بھی موجود نہیں ہوتی اس لیے صورتاً و معناً کسی لحاظ سے بھی یہ قمار نہیں تاکہ حرام ہو۔

دوسرے سوال کے متعلق گزارش ہے کہ ایسے انعامات کا ثبوت فقہ اسلامی میں موجود ہے۔ خلیفہ وقت اگر مسلمانوں کو جہاد میں شرکت پر برانگیختہ کرنے کے لیے انعام کا اعلان کرے تو یہ جائز ہے اور خلیفہ ان انعامات کو بیت المال سے دینے کا مجاز ہے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "جعل" کہتے ہیں۔ اگر کفار سے جہاد کے وقت لوگوں کو اس طرح ترغیب دینا درست ہے تو حکومت اگر غربت و افلاس، جہالت، بیماری، مہنگائی، بے روزگاری کے خلاف جہاد کرنے کے لیے کارخانے، ڈیم، تعلیمی ادارے اور ہسپتال تعمیر کرنے کے لیے قرض کی ضرورت محسوس کرے اور ان انعامات کے ذریعہ لوگوں کو قرضہ دینے کا شوق دلائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ جعل کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرعہ اندازی شریعت میں جائز ہے اور قرعہ کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب ایک چیز کے سب یکساں طور پر مستحق ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو یا چند کو دینا ہو تو قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنے کا طریقہ اپنایا جاتا ہے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور کسی کو مجال شکایت نہ رہے۔

یہی صورت یہاں بھی ہے۔ سب بانڈ خریدنے والے ان انعامات کے برابر طور پر حقدار ہیں، ان میں سے بعض کو ہی انعام دیا جا سکتا ہے۔ اگر یوں ہی بعض کو انعامات دے دیئے جائیں اور دوسروں کو محروم رکھا جائے تو اس طرح دل شکنی کا اندیشہ ہے اس لیے ایسے حالات میں قرعہ اندازی سے ہی بہترین تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ اور جن افراد کو انعام نہیں ملتا ان کا اصل سرمایہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ وہ محفوظ رہتا ہے اور جس وقت چاہیں قواعد کے مطابق وہ اپنی رقم واپس لے سکتے ہیں۔ اس تفصیلی تجزیہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انعامی بانڈز شرعاً جائز ہیں، ان کی مشروعیت میں کسی قسم کا شک نہیں۔

انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمن کا فیصلہ

لاٹری اور انعامی بانڈ سکیم دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لاٹری واضح طور پر قمار بازی اور جُوا کی ایک قسم ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ انعامی بانڈ سکیم کا قمار سے کوئی تعلق نہیں اس لیے یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ قول نقل فرمایا: اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، پس اس کو بھیڑیئے نے کھالیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں O (یوسف: ۱۷)

ان کے اس قول کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کسی سچے آدمی کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم آپ کے نزدیک نہایت معتبر اور سچے بھی ہوتے پھر بھی آپ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگاتے کیونکہ آپ کو یوسف سے بہت شدید محبت ہے اور آپ یہی گمان کرتے کہ ہم جھوٹے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ہرچند کہ ہم سچے ہیں لیکن آپ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگائیں گے اور ہماری تصدیق نہیں کریں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگالائے۔ (یعقوب نے) کہا: (بھیڑیئے نے تو خیر نہیں

Marfat.com

کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑلی ہے۔

حضرت یوسف کے بھائیوں کی خبر کے من گھڑت ہونے کی وجوہ

یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام رونے لگے اور انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: مجھے اس کی قمیص دکھاؤ' انہوں نے اس قمیص کو سونگھا اور چوما پھر وہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تو وہ ان کو کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں دکھائی دی۔ انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے آج سے پہلے اتنا عقلمند بھیڑیا کوئی نہیں دیکھا' اس نے میرے بیٹے کو کھالیا اور اس کو قمیص کے اندر سے نکال لیا اور قمیص بالکل نہیں پھٹی۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کو معلوم تھا کہ واقعہ اس طرح نہیں ہوا جس طرح انہوں نے بیان کیا ہے' انہوں نے پھر اپنا بیان بدلا اور کہا: اس کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا۔ حضرت یعقوب نے غصہ میں ان سے مُنہ موڑ لیا اور وہ غم زدہ ہو کر رو رہے تھے۔ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹو! بتاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تو وہ مجھے لا کر دو اور اگر وہ مرچکا ہے تو اس کو کفن پہناؤں اور دفن کروں۔ ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے آپس میں کہا: کیا تم ہمارے باپ کا حال نہیں دیکھ رہے وہ کس طرح ہمیں جھٹلا رہے ہیں' آؤ ہم اس کو کنوئیں سے نکال کر اس کے اعضاء کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر اپنے باپ کے پاس اس کے کٹے ہوئے اعضاء لے کر آئیں تب وہ ہماری بات کی تصدیق کریں گے اور ان کی امید منقطع ہو گی' تب یہوذا نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو میں ساری عمر تمہارا دشمن رہوں گا' اور میں تمہارے باپ کو تمہارے سارے کرتوت بتا دوں گا۔ انہوں نے کہا: اب جب کہ تم ہم کو اس تجویز پر عمل کرنے سے روک رہے ہو تو آؤ چلو ایک بھیڑیئے کا شکار کرتے ہیں' پھر انہوں نے ایک بھیڑیئے کا شکار کیا اور اس کو خون آلود کر دیا اور اس کو رسیوں سے باندھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے کر آئے اور کہا: اے ابا! یہ ہے وہ بھیڑیا جو ہماری بکریوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا تھا اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے بھائی کو بھی اسی نے پھاڑ کھایا ہے اور یہ دیکھیں اس کے اوپر خون بھی لگا ہوا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اس کو کھول دو۔ انہوں نے اس کو کھول دیا۔ بھیڑیئے نے ایک جھرجھری لی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے قریب آنے لگا' حضرت یعقوب نے اس سے کہا: قریب آ' قریب آ' حتیٰ کہ حضرت یعقوب نے اپنا رُخسار اس کے چہرے پر رکھا اور کہا: اے بھیڑیئے! تو نے میرے بیٹے کو کیوں کھایا اور کیوں مجھے اتنے غم میں مبتلا کیا' پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی: اے اللہ! اس کو گویائی عطا فرما! اللہ تعالیٰ نے اس بھیڑیئے کو گویائی عطا کر دی تو اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو منتخب کر کے نبی بنایا ہے' میں نے آپ کے بیٹے کا گوشت نہیں کھایا نہ اس کی کھال کو پھاڑا ہے نہ اس کے بالوں کو نوچا ہے اور اللہ کی قسم! میں نے آپ کے بیٹے کو نہیں دیکھا' میں تو ایک مسافر بھیڑیا ہوں' میں مصر کے مضافات سے آرہا ہوں' میرا بھائی گم ہو گیا تھا میں اس کی تلاش میں نکلا تھا' مجھے معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا' اسی اثناء میں آپ کے بیٹوں نے مجھے شکار کر لیا اور مجھے باندھ کر یہاں لے آئے' اور بے شک انبیاء کا گوشت ہم پر اور تمام وحشی جانوروں پر حرام کر دیا گیا ہے' اور اللہ کی قسم! اب میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جس میں نبیوں کی اولاد وحشی جانوروں پر جھوٹ باندھتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو چھوڑ دیا' اور کہا: اللہ کی قسم! تم اپنے خلاف حجت کو پکڑ کر لائے ہو' یہ وحشی جانور اپنے بھائی کو تلاش کرنے کی مہم پر نکلا ہے اور تم نے انسان ہو کر اپنے بھائی کو ضائع کر دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۳۴۔ ۱۳۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں تین بار حضرت یوسف کی قمیص کا ذکر آیا ہے' ایک بار حضرت یوسف کے بھائیوں نے اس پر جھوٹا خُون لگا کر اس قمیص کو حضرت یعقوب کے سامنے پیش کیا' اور دوسری مرتبہ حضرت یوسف زلیخا سے

Marfat.com

بھاگ رہے تھے اور عزیز مصر کا سامنا ہوا تو اس کے اہل سے کسی نے گواہی دی کہ یوسف کی قمیص دیکھو' اگر وہ سامنے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف مجرم ہے اور اگر وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو زلیخا مجرم ہے اور قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی' اور تیسری بار جب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص دی اور کہا: یہ قمیص لے جا کر میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی بات کا اعتبار نہیں کیا تھا اور کہا تھا کہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے' اس کی کئی وجوہات تھیں: اوّل اس لیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے خواب کی تعبیر پر یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو فضیلت اور نبوت سے سرفراز فرمائے گا اور ان کے والدین اور ان کے گیارہ بھائی ان کی تعظیم کے لیے ان کو سجدہ کریں گے اور اس تعبیر کے پورے ہونے سے پہلے ان پر موت نہیں آسکتی تھی' دوسرے اس وجہ سے کہ ان کے بھائیوں کے بیان میں تعارض تھا' کبھی وہ کہتے تھے کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا اور کبھی وہ کہتے تھے کہ اس کو کسی نے قتل کر دیا' تیسرے اس وجہ سے کہ جس کو وہ باندھ کر لائے تھے اس نے بتا دیا کہ یہ جھوٹے ہیں اور اس نے حضرت یوسف کو نہیں کھایا اور چوتھے اس وجہ سے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نُورِ نبوت سے جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کرنے کے بجائے اپنے بیٹوں کے جُرم کے خلاف تفتیش کیوں نہیں کی؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے۔ امام رازی نے اس مقام پر ایک اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر پر تو صبر کرنا واجب ہے' لیکن ظالموں کے ظلم اور سازش کرنے والوں کی سازش پر صبر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کے ظلم اور سازش کا ازالہ کرنا واجب ہے' خاص طور پر اس وقت جبکہ کوئی دوسرا ان کے ظلم کا شکار ہو رہا ہو' اور یہاں پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جھوٹ کھل گیا اور ان کی خیانت ظاہر ہوگئی تو اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں صبر کیا اور انہوں نے اس معاملہ کا کھوج لگانے اور اس کی تفتیش کرنے کی پوری کوشش کیوں نہیں کی تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کی طرف سے نازل کردہ مصیبت سے نجات دلائی جاتی اور ان کے بھائیوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لیا جاتا' یہ اعتراض اس وجہ سے اور قوی ہو جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کے علم کی وجہ سے یقین تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کو وحی کے ذریعہ بھی یہ معلوم تھا کہ حضرت یوسف زندہ سلامت ہیں' نیز حضرت یعقوب علیہ السلام اس علاقہ میں ایک معزز اور شریف انسان کی حیثیت سے مشہور تھے' اگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا سراغ لانے کی کوشش کرتے تو لوگ بھی آپ کی مدد کرتے' اس سے معلوم ہوا کہ ان حالات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف کے معاملہ میں صبر کرنا عقلاً اور شرعاً درست نہ تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف کے معاملہ میں ان کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے' نیز ان کو قرائن سے معلوم تھا کہ ان کے بیٹے بہت قوی اور زور آور اور خود سر ہیں' ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان کے خلاف تفتیش کرنی شروع کی تو اپنے دفاع میں ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں گے' پس حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی اور سلامتی کی خاطر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان بیٹوں کے خلاف کارروائی نہیں کی اور بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹی مصیبت کو برداشت کر لیا اور ان کے فراق کو ان کی موت پر ترجیح دی' دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے خلاف تفتیش اور کارروائی کرتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت یعقوب

Marfat.com

علیہ السلام کے بیٹوں نے اغوا کی واردات کی ہے اور اس میں بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی سبکی اور بدنامی تھی نیز جب باپ کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے پر ظلم کیا ہے تو یہ باپ کے لیے سخت عذاب اور تکلیف کا باعث ہے‘ اگر وہ ظالم بیٹے کو یونہی چھوڑ دے اور اس کو کوئی سزا نہ دے تو مظلوم بیٹے کے لیے اس کا دل جلتا رہے گا اور اگر وہ اس کو قرار واقعی سزا دے تو اس سے بھی اس کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ بھی بہر حال اس کا بیٹا ہے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام اس آزمائش میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اس معاملہ میں صبر اور سکوت کرنا اور اس معاملہ کو اللہ کے حوالے کر دینا ہی بہتر جانا۔

صبرِ جمیل کی تعریف

مجاہد نے کہا: صبرِ جمیل وہ ہے جس میں گھبراہٹ‘ بے قراری اور بے چینی نہ ہو۔ حبان بن جبلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبرِ جمیل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ صبر ہے جس میں کسی سے شکایت نہ کی جائے۔ ثوری کے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ صبر میں تین چیزیں ہیں: اپنا درد کسی سے نہ کہو اور نہ اپنی مصیبت کسی سے بیان کرو اور نہ اپنی تعریف کرو۔ حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھنویں جھک گئی تھیں‘ وہ ان کو کپڑے کی ایک دھجی سے اوپر کر رہے تھے‘ ان سے پوچھا گیا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرے غم کو بہت لمبا عرصہ گزر چکا ہے‘ تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے یعقوب! کیا تم مجھ سے شکایت کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھ سے قصور ہو گیا‘ تو اس کو معاف فرما دے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۱۷-۲۱۶‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صبرِ جمیل کے حصول کے اسباب

امام رازی فرماتے ہیں‘ صبر کی دو قسمیں ہیں: کبھی صبرِ جمیل ہوتا ہے اور کبھی غیر جمیل ہوتا ہے۔ صبرِ جمیل وہ ہے جس میں بندہ کو یہ علم ہو کہ اس مصیبت کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے‘ پھر اس کا یہ ایمان ہو کہ اللہ سبحانہ مالک الملک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے‘ اور جب اس کے دل میں یہ یقین جاگزین رہے گا پھر وہ اپنی مصیبت کی کسی سے شکایت کرنے سے باز رہے گا۔ شکایت نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو یہ علم ہو گا کہ اس مصیبت کو نازل کرنے والا حکیم ہے اور عالم ہے اور رحیم ہے اور جب وہ ان صفات سے موصوف ہے تو اس سے جو فعل بھی صادر ہو گا وہ حکمت کے مطابق اور درست ہو گا‘ پس اس وقت وہ مصیبت پر صبر و سکون سے رہے گا اور اس مصیبت پر اعتراض نہیں کرے گا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب اس پر یہ منکشف ہو گا کہ اس مصیبت کا نازل کرنے والا حق تعالیٰ ہے تو وہ اس کے نُور کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جائے گا اور اس مشاہدہ میں اشتغال اس کو اس مصیبت کی شکایت کرنے سے باز رکھے گا اور ایسا صبر ہی صبرِ جمیل ہے۔

اور جب مصیبت پر صبر اللہ سبحانہ کی تقدیر اور اس کی قضا پر راضی رہنے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کی وجہ سے ہو تو پھر یہ صبرِ جمیل نہیں ہو گا۔

اور اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ انسان کے تمام افعال‘ اقوال اور اعتقادات اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب کے لیے ہوں تو وہ اچھے اور نیک ہیں ورنہ نہیں‘ اسی وجہ سے حدیث میں ہے:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک کام کے متعلق فتویٰ دیجئے‘ آپ کے بعد میں اور کسی سے سوال نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے دل سے فتویٰ لو خواہ تمہیں مفتی فتویٰ

Marfat.com

دیتے رہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۴۴، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۲۱۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۱۶۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۳۳۹)

اور حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وابصہ! تم نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے اپنی انگلیاں جمع کر کے ان کو اپنے سینہ پر مارا اور تین بار فرمایا: اپنے نفس سے فتویٰ لو، اپنے دل سے فتویٰ لو، نیکی وہ ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں تردد ہو خواہ تمہیں لوگ فتویٰ دیتے رہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۷۷۴)

پس اگر کسی کام کو کرنے کے بعد تمہارا دل یہ گواہی دے کہ یہ کام تم نے اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے تو وہ نیکی ہے ورنہ نہیں، تاہم یہ ضروری ہے کہ اس انسان کو احکام شرعیہ اور حلال اور حرام کاموں کا علم ہو اور ایسا نہ ہو کہ وہ کسی غیر شرعی کام کو اللہ کی رضا سمجھ کر کرتا رہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں جاہل صوفیاء کا حال ہے، وہ چیخ چیخ کر اور رو رو کر خضوع اور خشوع سے دُعائیں کرتے ہیں اور وہ اپنی دُعاؤں میں جعلی اور موضوع حدیثیں پڑھتے ہیں اور انہوں نے بہت سی بدعات وضع کر لی ہیں اور ان کو نیک کام سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں وہ یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کرتے رہیں۔

صبرِ جمیل کی اقسام

جس طرح مصائب اور شدائد پر صبرِ جمیل کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی مصیبت کی مخلوق میں سے کسی سے شکایت نہ کرے، اسی طرح غیظ و غضب اور انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود صبر کرنا اور اپنے دشمن اور مجرم سے بالکل تعرض نہ کرنا اور اس کو معاف کر دینا یہ بھی صبرِ جمیل ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیا، اسی طرح اپنی شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی قدرت کے باوجود خوفِ خدا سے شہوت کے تقاضوں کو ترک کر دینا بھی صبرِ جمیل ہے اور اس میدان کے امام بھی سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ٥

جو شخص شہوت یا غضب کے دواعی اور محرکات میں ڈوبا ہوا ہو اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں شہوت کے تقاضوں کو ترک کر دینا بہت آسان ہے اور اس کی بہ نسبت آخرت میں اس کی سزا اور اس کے عذاب کو برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے ایک پانی لانے والے کو بھیجا پس اس نے اپنا ڈول ڈالا، اس نے کہا مبارک ہو، یہ ایک لڑکا ہے، اور انہوں نے یوسف کو مالِ تجارت بنا کر چھپا لیا، اور اللہ ان کے کاموں کو خُوب جاننے والا ہے○ اور بھائیوں نے یوسف کو (قافلہ والوں سے لے کر) چند درہموں کے بدلہ (ان ہی کے ہاتھ) بیچ دیا، اور وہ یوسف میں (ویسے ہی) رغبت کرنے والے نہ تھے○ (یوسف: ۲۰-۱۹)

قافلہ والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا

حضرت ابن عباس نے بیان کیا: ایک قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا، وہ راستہ بھٹک کر اس علاقہ میں جا پہنچا جہاں وہ کنواں تھا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا، وہ کنواں آبادی سے کافی دُور تھا، اور اس کا پانی کڑوا تھا۔ جب حضرت یوسف کو اس کنویں میں ڈالا گیا تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا، جب وہ قافلہ کنویں کے قریب پہنچا تو انہوں نے ایک شخص کو اس کنویں سے پانی لانے کے لیے بھیجا، اس نے جب کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کی رسی کے ساتھ

Marfat.com

لٹک گئے اور جب ڈول ڈالنے والے نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو وہ خوشی سے چلایا: مبارک ہو، یہ ایک حسین و جمیل لڑکا ہے- ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے انتہائی حسین لڑکا دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم اس کو بڑی بھاری قیمت لے کر فروخت کر دیں گے اور اس سے ہم کو بہت نفع ہو گا-

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالا تو تین دن کے بعد وہ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کنویں پر واپس آئے کہ دیکھیں اب یوسف کا کیا حال ہے؟ اور جب انہوں نے قافلہ کے آثار اور نشانات دیکھے تو اس قافلہ کے پاس گئے اور جب انہوں نے وہاں حضرت یوسف کو دیکھا تو قافلہ والوں سے کہا: یہ ہمارا غلام ہے اور یہ ہمارے پاس سے بھاگ گیا تھا- قافلہ والوں نے ان سے کہا: اس غلام کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو- انہوں نے اس بات کو چھپایا کہ وہ ان کا بھائی ہے اور انہوں نے حضرت یوسف سے عبرانی زبان میں کہا: اگر تم نے ہمارا راز فاش کر دیا تو ہم تم کو قتل کر دیں گے-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے- اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور اس خواب کو بیان کر دیا تو ان کے بھائیوں نے ان پر حسد کیا اور اس خواب کی تعبیر کو باطل کرنے کی سازش کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سخت مصیبت میں ڈال دیا تاکہ یہ تعبیر پوری نہ ہو سکے اور انہوں نے خواب کی تعبیر کو باطل کرنے کے لیے حضرت یوسف کو جس مصیبت میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی مصیبت کو حضرت یوسف کے خواب کے سچا ہونے کا ذریعہ بنا دیا، کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف مصر پہنچے اور بالآخر مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے بھائی ان کے محتاج ہو کر ان کے سامنے پیش ہوئے اور ان سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور یوں ان کے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بھائیوں نے یوسف کو (قافلہ سے لے کر) چند درہموں کے بدلہ (ان ہی کے ہاتھ) بیچ دیا، اور وہ یوسف میں (ویسے ہی) رغبت کرنے والے نہ تھے-

اس کا معنی یہ ہے کہ قافلے والوں نے حضرت یوسف کو ان سے خرید لیا اور وہ حضرت یوسف میں رغبت کرنے والے نہ تھے، کیونکہ ان کو قرائن سے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جھوٹے ہیں اور وہ ان کے غلام نہیں ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور انہیں حضرت یوسف کے خریدنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر تھا اور اس آیت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا کیونکہ ان کو حضرت یوسف کی قیمت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ تو صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح حضرت یوسف اس علاقہ سے نکل جائیں، عربی میں شراء کا لفظ لغت اضداد سے ہے، یہ خریدنے اور بیچنے دونوں معنی میں مستعمل ہے، اس لیے اس آیت میں حضرت یوسف کو خریدنے اور حضرت یوسف کو بیچنے کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں-

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى

اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو (قافلہ سے) خریدا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھیراؤ، شاید

اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی

یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے، اور اس طرح ہم نے سرزمین (مصر) میں یوسف کے پاؤں

Marfat.com

الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ

جما دیے، تاکہ ہم ان کو خواب کی تعبیروں کا علم عطا کریں اور اللہ اپنے کام پر

عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ

غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ

تو ہم نے ان کو فیصلہ کی قوت اور علم عطا کیا، اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں ○ اور وہ جس

الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ

عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا

هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا

جلدی آؤ! یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے، بے شک

يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ

ظالم فلاح نہیں پاتے ○ اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا، اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا، اگر وہ اپنے رب

بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ

کی دلیل نہ دیکھتے (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے) یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم ان سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں، بے شک وہ

مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ

ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں ○ وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے، اس عورت نے ان کی قمیص پیچھے

مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ

سے پھاڑ ڈالی اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا، اس عورت نے کہا اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے

بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِىَ

جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے ○ یوسف نے کہا

Marfat.com

رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ

اسی نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تھا۔ اس عورت کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے گواہی دی اگر یوسف کی

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ

قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے ○ اور

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ

پھر جب اس نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کی سازش ہے، بے شک

كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ

تمہاری سازش بہت سنگین ہے ○ یوسف اس سے درگزر کرو اور اے عورت! تم اپنے گناہ کی

۳ع ۱۲

لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

معافی مانگو، بے شک تم گناہ گاروں میں سے تھیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو (قافلہ سے) خریدا تھا' اس نے اپنی بیوی سے کہا اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ' شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں گے' اور اس طرح ہم نے سرزمین (مصر) میں یوسف کے پاؤں جمادیئے تاکہ ہم ان کو خواب کی تعبیروں کا علم عطا کریں' اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(یوسف: ۲۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق متعدد روایات

مصر کے جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ مصر کا بادشاہ تھا' اس کا لقب عزیز تھا اور اس کا نام قطفیر تھا' یہ سہیلی کا قول ہے اور امام ابن اسحٰق نے کہا اس کا نام اطفیر بن رویحب تھا' اس نے اپنی بیوی کے لیے حضرت یوسف کو خریدا تھا جس کا نام راعیل تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام زلیخا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عزیز کے دل میں حضرت یوسف کی محبت ڈال دی تھی تو اس نے اپنی اہلیہ کو یہ وصیت کی کہ اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ' حضرت ابن عباس نے کہا جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ مصر کے بادشاہ کا وزیر قطفیر تھا اور مصر کا بادشاہ الریان بن ولید تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام الولید بن ریان تھا اور یہی راجح قول ہے' وہ عمالقہ کی قوم سے تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ایک شخص نے فرعون کے دربار میں کہا تھا:

Marfat.com

وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ يُوسُفُ مِن قَبۡلُ بِٱلۡبَيِّنَٰتِ۔ اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف دلائل کے ساتھ آ چکے ہیں۔ (المومن: ۳۴)

اور فرعون چار سو سال تک زندہ رہا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون' حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون کی اولاد میں سے تھا اور یہ عزیز جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا بادشاہ کے خزانوں پر مامور تھا' اس نے حضرت یوسف کو مالک بن دعر سے بیس دینار میں خریدا تھا اور ایک حلہ اور نعلین زائد دی تھیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے حضرت یوسف کو قافلہ والوں سے خریدا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ قافلہ والوں نے حضرت یوسف کی قیمت بڑھا دی تھی۔ ان کی قیمت میں مشک' عنبر' ریشم' چاندی' سونا' موتی اور جواہر تھے جن کی مالیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قطفیر نے مالک بن دعر کو یہ قیمت دے کر حضرت یوسف کو خریدا تھا۔

کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل

وہب بن منبہ اور دیگر نے کہا: جب مالک بن دعر نے حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں سے خریدا تو انہوں نے ایک دوسرے کو یہ دستاویز لکھ کر دی: مالک بن دعر نے یعقوب کے فلاں فلاں بیٹوں سے یہ غلام بیس درہم کے عوض خرید لیا ہے اور ان کے بھائیوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اور اس کو زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر رکھا جائے' اور انہوں نے اس پر اللہ کو گواہ بنایا تھا' رخصتی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: اللہ تمہاری حفاظت کرے' ہرچند کہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ہے' اللہ تمہاری مدد کرے ہرچند کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے' اور اللہ تم پر رحم کرے اگرچہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا' انہوں نے حضرت یوسف کو زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھایا یعنی پالان پر کوئی فرش یا بچھونا نہیں تھا' جب وہ قافلہ آل کنعان کی قبروں کے پاس سے گزرا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کو دیکھا' اور ایک سیاہ فام حبشی ان کے پہرے پر مامور تھا' اس لمحہ وہ غافل ہو گیا تو حضرت یوسف نے اپنے آپ کو اپنی والدہ کی قبر پر گرا دیا اور ان کی قبر پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ اور ان کی قبر سے گلے لگ گئے اور اضطراب سے کہنے لگے: اے میری ماں! سر اٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھئے' وہ کس طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ گلے میں غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے۔ اس کو اس کے بھائیوں نے اس کے والد سے جدا کر دیا' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع کر دے' بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے' ادھر جب اس حبشی نے حضرت یوسف کو پالان پر نہیں دیکھا تو وہ پیچھے دوڑا' اس نے دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس ہیں' اس نے اپنے پیر سے خاک پر ٹھوکر ماری اور حضرت یوسف کو خاک پر لوٹ پوٹ کر دیا۔ اور آپ کو دردناک مار لگائی۔ حضرت یوسف نے کہا: مجھے مت مارو' اللہ کی قسم میں بھاگا نہیں تھا' میں جب اپنی ماں کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے چاہا کہ میں اپنی ماں کو الوداع کہوں اور میں دوبارہ ایسا کام نہیں کروں گا جو تم کو ناپسند ہو۔ اس حبشی نے کہا: اللہ کی قسم تو بہت برا غلام ہے' تو کبھی اپنے باپ کو پکارتا ہے اور کبھی اپنی ماں کو پکارتا ہے' تو نے اپنے مالکوں کے سامنے ایسا کیوں نہیں کیا؟ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما' تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے یوسف! اپنی آواز کو پست رکھیں' آپ نے تو آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے' کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں زمین کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر کے اس زمین کو الٹ پلٹ کر دوں! حضرت یوسف نے کہا: اے جبریل ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ حلیم ہے جلدی نہیں کرتا' تو جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا تو

Marfat.com

زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا' اور سورج کو گہن لگ گیا اور قافلہ اس حال میں تھا کہ کوئی شخص دوسرے کو نہیں پہچان رہا تھا' قافلہ کے سردار نے کہا: تم میں سے کسی نے ضرور کوئی ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا گیا تھا' میں اتنے طویل عرصہ سے اس علاقہ میں سفر کر رہا ہوں' اور میرے ساتھ کبھی اس قسم کا معاملہ پیش نہیں آیا' تب اس حبشی غلام نے کہا میں نے اس عبرانی غلام کو ایک تھپڑ مارا تھا' تب اس نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کچھ دعا کی' پتا نہیں اس نے کیا دعا کی' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے خلاف دعا کی تھی۔ سردار نے کہا تو نے ہمیں ہلاک کرنے کا سامان کر دیا' اس غلام کو ہمارے پاس لے کر آؤ' وہ حضرت یوسف کو لے کر آیا' سردار نے ان سے کہا اے لڑکے! اس نے تم کو تھپڑ مارا جس کے نتیجہ میں ہم پر وہ عذاب آیا جس کو تم دیکھ رہے ہو' اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو تم جس سے چاہو بدلہ لے لو اور اگر تم معاف کر دو تو تم سے یہی توقع ہے۔ حضرت یوسف نے کہا میں اس امید پر اس کو معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا' تو اسی وقت وہ گرد و غبار چھٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا اور مشرق اور مغرب میں روشنی پھیل گئی اور وہ سردار صبح و شام حضرت یوسف کی زیارت کرتا تھا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا حتیٰ کہ حضرت یوسف مصر پہنچ گئے اور آپ نے دریائے نیل میں غسل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے سفر کی تھکاوٹ دور کر دی اور ان کا حسن و جمال لوٹا دیا۔ وہ سردار حضرت یوسف کو لے کر دن میں شہر میں داخل ہوا اور ان کے چہرے کا نور شہر کی دیواروں پر پڑ رہا تھا' انہوں نے حضرت یوسف کو خریدنے کے لیے پیش کیا تو بادشاہ کے وزیر قطفیر نے حضرت یوسف کو خرید لیا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بادشاہ مرنے سے پہلے حضرت یوسف پر ایمان لے آیا تھا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دین کی اتباع کی' پھر جن دنوں میں حضرت یوسف مصر کے خزانوں پر مامور تھے وہ بادشاہ مر گیا اور اس کے بعد قابوس بادشاہ ہوا' وہ کافر تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا۔

عزیز مصر کی فراست

عزیز مصر نے اپنی اہلیہ سے کہا: یوسف کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ' یعنی ان کی رہائش کا عمدہ انتظام کرو' ان کو اچھے کھانے کھلاؤ اور خوبصورت کپڑے پہناؤ' پھر کہا شاید یہ ہم کو فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ نامرد تھا اور اس کی اولاد نہیں تھی' اسی طرح امام ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ عورتوں سے مقاربت نہیں کرتا تھا اور اس کی اولاد نہیں تھی' اور اس نے جو کہا تھا کہ ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے تو اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ وہ اس کو منہ بولا بیٹا بنا لیں گے' اور پچھلی امتوں میں منہ بولے بیٹے بنانے کا عام رواج تھا اور اس طرح اول اسلام میں بھی یہ رواج تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا لوگوں میں سب سے اچھی فراست کا ظہور تین آدمیوں سے ہوا' ایک عزیز مصر تھا جس نے حضرت یوسف کے چہرے سے سعادت کے آثار بھانپ کر کہا شاید یہ ہم کو فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں گے۔ دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں شرافت کے آثار دیکھ کر اپنے والد سے کہا:

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۔ (القصص: ۲۶)

اے ابا جان! آپ انہیں اجرت پر رکھ لیں' بے شک جن کو آپ اجرت پر رکھیں ان میں بہترین شخص وہ ہے جو طاقت ور اور ایماندار ہو۔

اور تیسرے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے' جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں حکمرانی اور جہاں بانی

Marfat.com

کی استعداد اور صلاحیت دیکھ کر ان کو اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کر دیا۔

(جامع البیان جز ۱۲، ص ۲۳۰، معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۵۱ الجامع لاحکام القرآن، جز ۹، ص ۱۴۱-۱۳۹، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۵۲۴، روح المعانی جز ۱۲، ص ۳۱۴-۳۱۰)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ ان میں سے کسی روایت پر قرآن مجید دلالت نہیں کرتا اور نہ کسی صحیح حدیث میں ذکر ہے اور نہ کتاب اللہ کی تفسیر ان میں سے کسی روایت پر موقوف ہے پس صاحب عقل کے لیے ان روایات سے احتراز کرنا زیادہ لائق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ کے امر کے غالب ہونے کے محامل

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آیت کے اس حصہ کے متعدد محمل ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کرنے پر غالب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کو کر گزرتا ہے، آسمان اور زمین میں کوئی اس کی قضاء کو ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کے حکم کو روک سکتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ حضرت یوسف کے امور اور ان کے معاملات پر غالب ہے، ان کے امور اور ان کے معاملات کا انتظام اللہ کی طرف سے ہے اس میں ان کی اپنی سعی اور کوشش کا دخل نہیں ہے، ان کے بھائیوں نے ان کو ہر قسم کی برائی اور ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی پہنچانے کا ارادہ کیا پس جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی تدبیر کے مطابق تھا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ تمام امور اور معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں اور جو شخص بھی دنیا کے احوال اور عجائب میں غور کرے گا اس کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضا غالب ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز غالب نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب ہے، وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے متعلق فرماتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور اکثر لوگ نہیں جانتے اس کا معنی یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کے غیب پر مطلع نہیں ہیں، بلکہ کوئی شخص بھی از خود غیب کو نہیں جانتا، سوا ان کے جن کو وہ خود کسی غیب پر مطلع فرمادے۔

قصۂ یوسف میں تقدیر کے غالب آنے کی مثالیں

(۴) حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے اس خواب کو نہ بیان کریں، پھر اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کی تقدیر غالب آ گئی حتیٰ کہ یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بیان کر دیا، پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ حضرت یوسف کو قتل کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ بن گئے اور ان سب نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے والد کی پوری توجہ اور ان کی محبت کو صرف اپنے لیے حاصل کر لیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا غالب آ گئی حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل ان سے بیزار ہو گیا، بھائیوں کا ارادہ یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کرنے کے بعد توبہ کر کے نیک اور صالح بن جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی، وہ اپنے گناہوں کو بھول گئے اور ان پر ڈٹے رہے حتیٰ کہ تقریباً ستر سال کے بعد انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور اپنے والد سے کہا انا کنا خاطئین بے شک ہم خطا

Marfat.com

کرنے والے تھے، اور انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ جب وہ اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے جائیں گے اور ان کو خون آلود قمیص دکھائیں گے تو وہ اپنے باپ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا غالب آ گئی اور ان کے باپ نے ان کی باتوں سے دھوکا نہیں کھایا، اور انہوں نے کہا: بل سولت لکم انفسکم امرا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات گھڑلی ہے، اور انہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ ان کے باپ کے دل سے حضرت یوسف کی محبت زائل ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا امر غالب آ گیا اور ان کے باپ کے دل میں حضرت یوسف کی محبت اور الفت اور زیادہ ہو گئی، اور عزیز مصر کی اہلیہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عزیز مصر سے شکایت کرنے میں پہل کرے گی تو اس کو حضرت یوسف کے خلاف بد گمان کر دے گی لیکن اللہ کی تقدیر غالب آ گئی اور عزیز مصر نے اپنی اہلیہ کو قصوروار قرار دے دیا اور کہا: استغفری لذنبک انک کنت من الخاطئین اپنے گناہ سے توبہ کرو بے شک تم خطاکاروں میں سے ہو، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے چھٹکارا پانے کی تدبیر کی اور جس شخص نے قید سے رہا ہو کر بادشاہ کو شراب پلائی تھی اس سے کہا بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا لیکن اللہ کا امر غالب آ گیا اور وہ شراب پلانے والا بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھول گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام مزید کئی سال تک قید خانہ میں رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو فیصلہ کی قوت اور علم عطا کیا، اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں○ (یوسف: ۲۲)

پختگی کی عمر میں متعدد اقوال

مجاہد نے کہا: اَشُدَّہٗ (پختگی کی عمر) سے مراد ہے تینتیس (۳۳) سال کی عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیس اور کچھ سال، ضحاک نے کہا: بیس سال، ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اٹھارہ اور تیس سال کے درمیان۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: اشد کا معنی ہے قوت اور شباب کا اپنی انتہاء کو پہنچ جانا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر بیس سال یا تینتیس سال ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں اس وقت ان کی عمر کی تعیین کی تصریح نہیں ہے اور نہ ہی عمر کی کسی تعیین پر اجماع امت ہے، اس لیے اس لفظ سے وہی مراد لینا چاہیے، جس طرح اللہ عزوجل نے فرمایا ہے یعنی جب وہ اپنی قوت اور شباب کی انتہاء کو پہنچ گئے۔ (جامع البیان جز ۱۲، ص ۲۳۲-۲۳۱)

حکم اور علم کی تفسیر میں متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا، مجاہد نے کہا یعنی نبوت سے پہلے عقل اور علم عطا فرمایا۔

(جامع البیان جز ۱۲، ص ۲۳۲-۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: حکم کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا حکم سے مراد فقہ اور عقل ہے۔ (۲) ابن السائب نے کہا حکم سے مراد نبوت ہے (۳) زجاج نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو حکیم بنا دیا گیا اور زجاج نے کہا ہر عالم حکیم نہیں ہوتا، حکیم وہ عالم ہوتا ہے جو اپنے علم کو استعمال کرے اور اس سے جہل کا استعمال کرنا ممتنع ہو۔ (۴) ثعلبی نے کہا حکم سے مراد ہے صحیح اور درست بات کہنا، ارباب لغت نے کہا عرب کے نزدیک حکم وہ قول ہے جس میں جہل اور خطاء نہ ہو اور نفس جس چیز کی خواہش کرے اور اس میں ضرر ہو تو وہ

Marfat.com

اس خواہش کو مرد کر دے اور اسی وجہ سے حاکم کو حاکم کہتے ہیں کیونکہ وہ ظلم اور کج روی سے روکتا ہے۔
اور علم کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) فقہ (۲) خواب کی تعبیر کا علم۔
(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۰۱-۲۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں حکم اور علم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حکم اور حکمت کا اصل میں معنی ہے نفس کو اس کی خواہش سے روکنا اور جو کام انسان کے لیے نقصان دہ ہو اس سے منع کرنا، اور حکم سے مراد حکمت عملیہ ہے اور علم سے مراد حکمت نظریہ ہے اور حکمت عملیہ کو حکمت علمیہ پر اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ ریاضت کرنے والے پہلے حکمت عملیہ میں مشغول ہوتے ہیں پھر اس سے ترقی کر کے حکمت علمیہ تک پہنچتے ہیں، اور مفکرین پہلے حکمت نظریہ کو حاصل کرتے ہیں اس کے بعد حکمت عملیہ کو حاصل کرتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کا طریقہ پہلا تھا، کیونکہ پہلے انہوں نے مصائب اور مشکلات پر صبر کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مکاشفات کے دروازے کھول دیئے اور فرمایا: ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا۔ (حکمت عملیہ سے مراد ہے نفس کو برائیوں سے بچانا اور نیکیوں سے آراستہ کرنا اور حکمت علمیہ سے مراد ہے نفس الامر اور واقع کے حقائق کا علم اور ادراک)

(۲) حکم سے مراد ہے نبوت کیونکہ نبی مخلوق پر حاکم ہوتا ہے اور علم سے مراد ہے دین اور شریعت کا علم۔

(۳) حکم سے مراد ہے نفس مطمئنہ کا نفس امارہ پر حاکم ہونا، حتیٰ کہ قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ مغلوب اور مقہور ہو جائیں، اور عالم قدس سے انوار الٰہیہ کا جو ہر نفس پر فیضان ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی قوت عملی اور قوت علمی دونوں کامل ہو چکی تھیں۔
(تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی نے کہا اگر ان کو بچپن میں نبوت دی گئی تھی تو اس سے مراد ہے ان کے علم اور فہم میں زیادتی فرمائی۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۴۲)

محسنین کی تفسیر میں متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اسی طرح محسنین (نیکوکاروں) کو جزا دیتے ہیں۔ امام ابن جوزی نے کہا محسنین کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے والے۔ (۲) ہدایت یافتہ لوگ (۳) مومنین۔

امام محمد بن جریر طبری نے کہا اگرچہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ہم ہر محسن کو جزا دیتے ہیں لیکن اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی جس طرح حضرت یوسف کو مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرنے کے بعد ہم نے ان کو زمین میں اقتدار دیا اور علم عطا فرمایا اسی طرح ہم آپ کے ساتھ معاملہ کریں گے اور آپ کو آپ کی قوم کے مشرکین سے نجات عطا فرمائیں گے اور آپ کو زمین پر اقتدار عطا فرمائیں گے اور آپ کے علوم میں اضافہ فرمائیں گے۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۰۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا جلدی آؤ۔ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے○ (یوسف: ۲۳)

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت اور پارسائی کا کمال

راودت، رود سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے نرمی اور حیلے سے کسی چیز کو بار بار طلب کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ عزیز مصر کی

Marfat.com

بیوی نرمی اور لوچ دار باتوں سے کافی عرصہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اس معنی کو یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا تھا کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان کو اپنی طرف راغب کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح تعبیر فرمایا کہ وہ جس عورت کے گھر میں تھے، اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا، اس میں نکتہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کے گھر میں رہتا ہو، اس کے زیر احسان ہو وہ اس کا ماتحت ہوتا ہے اور گھر والے کا اس پر مکمل تسلط اور اقتدار ہوتا ہے سو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی مکمل دسترس میں تھے اور ان کے لیے اس کی فرمائش سے انکار کرنا بہت مشکل تھا لیکن ان پر خوف خدا کا اس قدر غلبہ تھا کہ باوجود اس بات کے کہ وہ عزیز مصر کی بیوی کے زیر احسان تھے، اور اس کے زیر اقتدار اور زیر تسلط تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی فرمائش پوری کرنے سے صاف انکار کر دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جب اس معنی کو اس طرح تعبیر فرمایا اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا تو اس پیرائے میں تعبیر کرنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال نزاہت ظاہر ہوئی جو اس طرز سے واضح نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر یوں کہا جاتا کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی معجز نظام بلاغت کا اظہار ہوتا ہے۔

عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف کو ورغلانا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں جس عورت کے گھر میں تھے، اس کے خاوند نے اس کو یہ تاکید کی تھی کہ وہ حضرت یوسف کو بہت تعظیم اور تکریم کے ساتھ رکھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بہت حسین اور جمیل تھے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے، جب وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کمروں کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور ہر کمرہ کا دروازہ بند کر کے تالا لگاتی چلی گئی پھر حضرت یوسف کو اپنے نفس کی طرف راغب کرنے کے لیے کہنے لگی: اے یوسف! تمہارے بال کتنے حسین ہیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: سب سے پہلے میرے جسم سے یہ بال الگ ہوں گے۔ اس نے کہا: تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہے، آپ نے فرمایا: سب سے پہلے میرے جسم سے یہ آنکھیں بہہ جائیں گی۔ اس نے کہا: تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے، آپ نے فرمایا: اس کو مٹی کھا جائے گی۔ اس نے کہا: تمہاری صورت کتنی اچھی ہے، آپ نے فرمایا: میرے رب نے یہ صورت رحم میں بنائی تھی۔ اس نے کہا: اے یوسف! تمہاری صورت میرے جسم میں حلول کر چکی ہے، آپ نے فرمایا: اس میں شیطان تمہاری معاونت کر رہا ہے۔ اس نے کہا: میں نے تمہارے لیے ریشم کا بستر بچھا دیا ہے، اٹھو اور میری خواہش پوری کرو۔ آپ نے فرمایا: پھر جنت سے میرا حصہ جاتا رہے گا۔ اس نے کہا: میرے ساتھ چھپ جاؤ، آپ نے فرمایا: میرے رب سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔ وہ اسی طرح آپ کو مائل کرتی رہی اور آپ اس سے گریز فرماتے رہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۴۷۵، الوسیط ج ۲، ص ۶۰۷، معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۵۲، الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۴۵)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ، امام واحدی متوفی ۴۶۸ھ، امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کے درمیان یہ مکالمہ اسی طرح بیان کیا ہے، اگرچہ اس مکالمہ کے بعض اجزا ہمارے لیے ناقابل فہم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کے جسم کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ان کی آنکھیں زمین میں بہہ جائیں گی اور ان کے چہرے کو مٹی کھا جائے گی، موجب اشکال ہے، اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی ذات سے عام انسان کا ارادہ کیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

Marfat.com

مخلوق کی بہ نسبت خالق سے حیا کرنا لائق ستائش ہے

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ وہ عزیز مصر میری پرورش کرنے والا ہے' اس نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں اور میری تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا پھر یہ کس قدر احسان ناشناسی' ناشکری اور حیا سوز بات ہوگی کہ میں ایسے بے لوث محسن کی بیوی کے ساتھ بدکاری کروں اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میری پرورش کرنے والا ہے' اس نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں تو میں اپنے رب کی نافرمانی کروں اور گناہ کا ارتکاب کروں' میں اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں! ہمارے نزدیک یہ دوسری تفسیر راجح ہے کیونکہ مخلوق سے حیا کر کے گناہ سے باز رہنے کی بہ نسبت یہ زیادہ قابل ستائش بات ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے خوف اور اس سے حیا کر کے گناہ سے باز رہے اور پیغمبر کی شان کے لائق یہی دوسری چیز ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے جوابات کی وضاحت

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کے جواب میں تین باتیں ذکر کیں' پہلے فرمایا: معاذ اللہ! میں اس گناہ کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' اور میں اللہ کے احکام کی اطاعت کرتا ہوں' اگرچہ تم نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں اور مجھے بہت تعظیم اور تکریم کے ساتھ رکھا ہے لیکن تم سے کہیں زیادہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسان ہیں اور مجھ پر تمہارے حکم کو ماننے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے کا زیادہ حق ہے' پھر فرمایا: وہ میری پرورش کرنے والا ہے۔ مشہور تفسیر کے مطابق اس سے عزیز مصر کو مراد لیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا کہ مخلوق کے حق کی رعایت کرنا بھی واجب ہے اور عزیز مصر نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں۔ اب ان احسانات کا بدلہ یہ ہے میں اس کی عزت کو پامال کروں تو یہ کس قدر بری بات ہوگی' پھر فرمایا: بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے' اس کا معنی یہ ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضرر سے بچائے' تم جس گناہ کی دعوت دے رہی ہو' اس کی لذت بہت کم ہے اور بہت کم وقت کے لیے ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب ہے اور جب قلیل لذت کے مقابلہ میں ضرر شدید ہو تو پھر اس لذت کو ترک کرنا واجب ہے' اور اگر اس لذت کو ترک نہ کیا تو آخرت میں فلاح حاصل نہیں ہوگی۔ اس کی دوسری تقریر یہ ہے کہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس جگہ رکھنا جو اس کا صحیح اور جائز محل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد میں جو شہوت رکھی ہے' اس کو خرچ کرنے کا جائز اور صحیح محل اس کی منکوحہ ہے' اگر کوئی شخص اپنی شہوت کو اپنی منکوحہ کے بجائے کسی اور عورت میں خرچ کرے تو یہ ظلم ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہوگا اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے' سو اس حسین ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کو یہ حکیمانہ اور ناصحانہ جوابات دیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا' اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا' اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے (تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے) یہ ہم نے اس لیے کیا تاکہ ہم اس سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں' بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں ○ (یوسف: ۲۴)

''ھم'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کے متعلق حدیث

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: ھم اس فکر کو کہتے ہیں جس سے انسان گھل جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ھممت الشحم میں نے چربی کو پگھلا دیا ہے اور ھم کا معنی ہے دل میں کسی چیز کا قصد کرنا' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ۔　جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ وہ (لڑنے کے لیے) تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں۔　(المائدہ: ۱۱)

(المفردات ج ۲، ص ۷۰۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

دل میں اچانک کسی چیز کا خیال آ جائے تو اس کو ھاجس کہتے ہیں اور اگر بار بار کسی چیز کا خیال آئے تو اس کو خاطر کہتے ہیں اور جب دل اس چیز کے متعلق سوچنا شروع کر دے اور اس کے حصول کا منصوبہ بنانے لگے تو اس کو حدیث نفس کہتے ہیں اور جب اس کام کو کرنے کا راجح اور غالب قصد ہو اور مرجوح اور مغلوب قصد نہ کرنے کا ہو کہ مبادا اس میں کوئی خطرہ ہو اس کو ھم کہتے ہیں اور جب کام نہ کرنے کی مغلوب اور مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور انسان یہ پکا قصد کر لے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے، خواہ فائدہ ہو یا نقصان تو اس کو عزم اور نیت کہتے ہیں، اور انسان اسی عزم کا مکلف ہے۔ اگر گناہ کا ھم کیا جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا لیکن اگر گناہ کا عزم اور اس کی نیت کی جائے تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

(جمل ج ۱، ص ۲۳۶، مرقات ج ۱، ص ۲۴۳)

ھم کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ نیکی کا ھم (قصد) کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور جب وہ اس نیکی پر عمل کرے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور　اس کی دگنی تک اور اگر میرا بندہ معصیت کا ھم (قصد) کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کی وہ معصیت نہیں لکھتا اور اگر وہ اس معصیت پر عمل کرے تو میں اس کی صرف ایک معصیت لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۱، مسند احمد ج ۲، ص ۲۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۳۶۷۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۲۸۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۸۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۴۸)

وھم بھا کے ترجمہ کے دو محمل

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف کے ساتھ گناہ کا قصد کر لیا تھا، اور وھم بھا کا ہمارے نزدیک مختار معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف نے اس گناہ سے اپنا دامن بچانے کا قصد کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ حضرت یوسف بھی گناہ کا ارادہ کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے بہرحال اگر یہ معنی بھی ہو تو اپنے رب کی دلیل نہ دیکھنے کی تقدیر پر حضرت یوسف علیہ السلام سے جو قصد صادر ہوتا وہ ھم کے درجہ میں ہوتا اور گناہ کا عزم نہ ہوتا اور جو چیز ممنوع اور معصیت ہے وہ گناہ کا عزم ہے نہ کہ گناہ کا ھم۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عصمت میں اس قدر راسخ تھے اور اپنی ذات میں اس قدر کامل اور مکمل تھے کہ ایک حسین اور صاحب اقتدار عورت نے ان کو اپنی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش کی اور ان کو حصول لذت کی دعوت دی لیکن انہوں نے خوف خدا کے غلبہ سے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا اور ایسے ہی پاکبازوں کے متعلق حدیث میں یہ نوید ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن کسی کا سایہ نہیں ہوگا اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے: امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں الگ ہوں، اور وہ آدمی جس کو کسی صاحب منصب اور

Marfat.com

صاحب جمال عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۱، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۰۰۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۸۷، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۷-۳۰۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۷۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۵۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۳۲۰، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۴۹۴، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۳۹، ج ۹ ص ۲۵۴-۲۵۳)

آیا حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تھا یا نہیں؟

بعض متقدمین مفسرین نے ایسی روایات لکھی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زنا کا ارتکاب تو نہیں کیا تھا لیکن زنا کے تمام مقدمات میں ملوث ہو گئے تھے (ہم ایسی روایات اور خرافات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں) اور انہوں نے دلائل سے اپنے اس مکروہ موقف کو ثابت کیا ہے، ہم پہلے ان روایات کو رمز اور کنایہ سے درج کریں گے کیونکہ ان کو بعینہٖ درج کرنے سے ہمارا دل لرزتا ہے اور ہم میں ان کو اسی طرح درج کرنے کی ہمت نہیں ہے، پھر ان روایات کے ثبوت میں ان کے دلائل کا ذکر کریں گے اور پھر ان کا رد کریں گے۔

وھم بھا کی باطل تفسیریں

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ھم (قصد) کی کیا کیفیت تھی؟ انہوں نے کہا وہ عورت چت لیٹ گئی اور حضرت یوسف بیٹھ گئے۔ (اس کے آگے حیا سوز عبارت ہے) اور یہ سعید بن جبیر، ضحاک، سدی، مجاہد، ابن ابی بزہ، اعمش اور حسن بصری کا قول ہے اور یہی متقدمین کا قول ہے اور متاخرین نے دونوں قصدوں میں فرق کیا ہے۔ ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا اس عورت نے گناہ کا قصد کیا اور وہ اپنے قصد پر ڈٹی رہی، اور حضرت یوسف نے بھی معصیت کا قصد کر لیا تھا، لیکن انہوں نے معصیت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ اس پر اصرار کیا پس دونوں کے ھم (قصد) میں فرق ہے، اور ابن الانباری نے اس کی شرح میں کہا اس عورت نے زنا کا عزم کیا اور حضرت یوسف کے قلب میں معصیت کا خطرہ ہوا اور حدیث نفس بھی عارض ہوئی لیکن ان کے اس ھم (قصد) پر گناہ لازم نہیں آیا، جیسے کسی نیک شخص نے سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھا ہوا ہو اور اس کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی دکھائی دے اور اس کے دل میں پانی پینے کا خیال آئے اور وہ اس کا منصوبہ بھی بنائے لیکن وہ خوف خدا کی وجہ سے پانی نہ پئے تو اس سے اس بات پر مواخذہ نہیں ہو گا کہ اس کے دل میں پانی پینے کا خیال کیوں آیا تھا۔

زجاج نے کہا: مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف نے گناہ کا ھم (قصد) کر لیا تھا اور جس طرح مرد عورت کے ساتھ اس کام کو کرنے کے لیے بیٹھتا ہے وہ اس طرح بیٹھ گئے تھے، کیونکہ انہوں نے کہا تھا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (یوسف: ۵۳)	اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا بیشک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے، بیشک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

ابن الانباری نے کہا: اس آیت کی تفسیر میں صحابہ اور تابعین سے جو روایات ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یوسف نے گناہ کا قصد کر لیا تھا اور وہ اس کو ان کا عیب نہیں شمار کرتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے گناہ کا قصد کرنے کے باوجود اپنے آپ کو نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکا' اور ان کا یہ اقدام محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے احکام کی تعظیم کی وجہ سے تھا' اور جن لوگوں نے حضرت یوسف کے لیے گناہ کا قصد ثابت کیا ہے' وہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور تابعین میں سے وہب بن منبہ اور ابن سیرین وغیرہم ہیں اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے بلند درجات کو ان لوگوں کی بہ نسبت بہت زیادہ جاننے والے تھے' جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ کے قصد کی نفی کی ہے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا اس لیے ذکر نہیں فرمایا کہ اس سے ان کا عیب بیان کیا جائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور ابو عبید نے کہا: جب اللہ تعالیٰ گناہوں سے انبیاء علیہم السلام کی توبہ قبول فرمالیتا ہے تو وہ تمہاری توبہ تو بہت جلد قبول فرمالے گا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور وہ بھی اس کا قصد کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

لولا ان رابرھان ربہ کی باطل تفسیریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عامۃ المفسرین نے یہ کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت کی مثال دکھائی گئی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: کیا تم بدمعاشوں کا سا عمل کر رہے ہو حالانکہ تمہارا نام انبیاء علیہم السلام میں لکھا ہوا ہے' پس حضرت یوسف کو یہ سن کر حیا آگئی۔ حسن بصری نے کہا: حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں متمثل ہو کر آگئے تھے اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے لیے حضرت یعقوب مثالی جسم میں آئے اور ان کے سینہ پر ہاتھ مارا تو ان کی انگلیوں کی پوروں سے شہوت نکل گئی۔ سدی نے کہا کہ حضرت یوسف نے دیکھا کہ حضرت یعقوب اپنے گھر میں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں: اے یوسف! اس سے بدکاری نہ کرو' تم ایسا شخص جب تک بدکاری نہ کرے وہ اس پرندہ کی طرح ہے جو فضا میں اڑ رہا ہو اور اس کو کوئی پکڑ نہ سکتا ہو اور جب وہ بدکاری کرلے تو وہ اس پرندہ کی مثل ہوگا جو مرنے کے بعد زمین پر گر جائے اور اپنے نفس سے کسی چیز کو دور نہ کر سکے اور مجاہد نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف جب اس عورت کے پاس بیٹھ گئے تو ان کے سامنے ایک ہاتھ ظاہر ہوا' جس پر لکھا ہوا تھا:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الانفطار: ۱۲-۱۰)	اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں ○ معزز لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

یہ دیکھ کر حضرت یوسف اٹھ کر بھاگے اور جب ان دونوں کے دلوں سے دہشت دور ہوگئی تو پھر لوٹ آئے وہ لیٹ گئی اور حضرت یوسف بیٹھ گئے' ان کے سامنے پھر بازو اور بغیر جوڑ کے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس پر لکھا ہوا تھا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۲)	اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

حضرت یوسف پھر اٹھ کر بھاگے اور وہ عورت بھی بھاگی اور جب ان کے دلوں سے دہشت دور ہوگئی تو پھر پہلی حالت پر لوٹ گئے' تب پھر اسی طرح ایک ہاتھ ظاہر ہوا' جس پر لکھا ہوا تھا:

Marfat.com

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ۝ (البقرہ: ۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وہ دونوں پھر اٹھ کر بھاگے اور جب ان سے خوف دور ہو گیا تو پھر وہ سابقہ حالت کی طرف لوٹ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا: اس سے پہلے کہ میرا بندہ گناہ میں مبتلا ہو جائے اس کو جا کر سنبھال لو، تب حضرت جبریل اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے آئے اور کہا: اے یوسف! تم جاہلوں کا عمل کر رہے ہو حالانکہ تمہارا نام انبیاء میں لکھا ہوا ہے۔

(الوسیط ج ۲، ص ۶۰۹ - ۶۰۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

وھم بھا اور لولا ان رابرھان ربہ کی تفسیر میں ان روایات کو درج ذیل مفسرین نے بھی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ (جامع البیان جز ۱۲، ص ۲۵۰-۲۳۹)، امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، ص ۲۱۲۶ - ۲۱۲۳) امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی المتوفی ۳۷۵ھ (تفسیر السمرقندی ج ۲، ص ۱۵۷)، امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ (معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۵۴ - ۳۵۳)، علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۰۹ - ۲۰۳)، علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، (الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۴۷ - ۱۴۶) قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے لولا ان رابرھان ربہ کی تفسیر میں ان روایات کو درج کیا ہے (انوار التنزیل مع عنایت القاضی ج ۵، ص ۲۹۰) علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے (الدر المنثور ج ۴، ص ۵۲۵-۵۲۱) میں ان سب روایات کو درج کیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ تمام روایات باطل اور مردود ہیں اور وضاعین نے جعلی سند بنا کر ان روایات کو حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ اور اخیار تابعین کی طرف منسوب کر دیا ورنہ ان نفوس قدسیہ کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام ایسے عفت مآب اور مقدس نبی کے متعلق ایسی عریاں اور فحش روایات بیان کرتے۔ غور کیجئے کہ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (یوسف: ۲۳) اور ان وضاعین نے ایسی ننگی خرافات کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا، ہمارے نزدیک قرآن مجید کی یہ ایک آیت ہی ان روایات کے رد اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور گناہوں سے برأت کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

ہمارے مفسرین چونکہ روایات جمع کرنے کے دلدادہ ہوتے ہیں اس وجہ سے انہوں نے اپنی تفاسیر میں ان روایات کو درج کر دیا ورنہ ان کے دلوں میں انبیاء علیہم السلام کی عظمت ہم سے بہت زیادہ تھی۔

وھم بھا کے اکثر صحیح اور بعض غلط محامل

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لولا ان رابرھان ربہ کی تفسیر میں تو یہی وضعی روایات درج کی ہیں لیکن وھم بھا کی تفسیر میں بعض صحیح محامل بیان کیے ہیں اور بعض محامل غلط ہیں، ہم اس بحث کو مکمل کرنے کی خاطر ان محامل کا بھی ذکر کر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے ھم (قصد) کے متعلق چھ قول ہیں:

(۱) بعض متاخرین نے کہا ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش

Marfat.com

کی تو حضرت یوسف نے اس کو مارنے کا قصد کیا۔

(۲) قطرب نے کہا: اس عورت نے حضرت یوسف سے اس کام کا قصد کیا' یہ مکمل کلام ہے اس کے بعد نیا جملہ ہے جس میں جزا مقدم ہے اور شرط موخر ہے اور معنی اس طرح ہے: اگر انہوں نے اپنے رب کی برہان نہ دیکھی ہوتی تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔

(۳) اس عورت نے قضاء شہوت کا قصد کیا اور حضرت یوسف نے اپنی عفت پر قائم رہنے کا قصد کیا۔

(۴) حضرت یوسف نے جو اس عورت کا ھم کیا تھا وہ عزم اور ارادہ نہ تھا بلکہ وہ فعل اور ترک کا میلان تھا اور حدیث نفس (دل کے خیالات) میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب اس کے ساتھ عزم نہ ہو اور نہ اس کے بعد فعل کا ارتکاب ہو۔

(۵) حضرت یوسف کے ھم سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے ہوں۔

(۶) انہوں نے اس عورت سے بدکاری کا ھم کیا اور اس کا عزم کر لیا' حضرت ابن عباس نے کہا انہوں نے.........

انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار قرار دینے کی توجیہات اور ان کا ابطال

علامہ ماوردی نے وھم بھا کا یہ چھٹا محمل جو بیان کیا ہے' یہ قطعاً باطل اور مردود ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے اور اس روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت وضعی اور جعلی ہے' ان کا دامن اس جھوٹ اور تہمت سے پاک ہے۔ علامہ ماوردی نے اس باطل قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے حسب ذیل تاویلات کی ہیں:

کہا گیا ہے یہ ھم (قصد) تو معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے معاصی کی تین توجیہات ہیں:

(۱) ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے کسی گناہ میں مبتلا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ رہے اور جب بھی اس گناہ کو یاد کرے تو خوب عبادت کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے عفو اور رحمت کی وسعت پر اعتماد نہ کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں میں مبتلا کیا تاکہ جب اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر کرے اور آخرت میں انہیں ان کے گناہوں کی سزا نہ دے تو وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو گناہوں میں اس لیے مبتلا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنے میں اور گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد اس معافی کی توقع اور مایوسی کو ترک کرنے میں گناہ گار لوگ ان کو اپنا مقتدا قرار دیں۔

(النکت والعیون ج ۳' ص ۲۵۔ ۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں' اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا' نہ صغیرہ نہ کبیرہ' نہ سہواً' نہ عمداً' نہ صورتاً' نہ حقیقتاً۔ علامہ ماوردی نے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کو ثابت کرنے کی جو تین توجیہات ذکر کی ہیں یہ بھی باطل اور مردود ہیں اور اب ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت پر دلائل پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ کی تہمت کا رد اور ابطال

ان روایات میں ہرچند کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف صراحتاً زنا کی نسبت نہیں کی ہے لیکن یہ صراحت کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس حرام کام کے لیے تیار ہو کر بیٹھ گئے (معاذ اللہ) اور جو چیز حرام ہو' اس کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی

Marfat.com

عصمت پر ہم نے مفصل دلائل تبیان القرآن ج ۱، ص ۳۶۷-۳۶۵ اور شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۶۹۷-۶۹۵ میں ذکر کیے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان روایات میں جن برے کاموں کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نسبت کی گئی ہے، ان کے رد اور ابطال کے لیے یہ آیت کافی ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (یوسف: ۲۳)

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے، اس نے انھیں اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا جلدی آؤ! یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے، بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ۝

کس قدر رنج اور افسوس کی بات ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دی تو انہوں نے اس کو سختی سے رد کر دیا اور اپنے رب کے انعام واکرام کا ذکر کیا اور اس کام کو ظلم قرار دیا، ایسے پاکباز، مقدس اور اللہ سے ڈرنے والے نبی کے متعلق ایسی حیاسوز اور بےہودہ روایات ذکر کی جائیں۔

حضرت یوسف کی گناہوں سے برأت کے متعلق دوسری آیت یہ ہے:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ (یوسف: ۲۴)

یہ ہم نے اس لیے کیا تاکہ ہم ان کو بے حیائی اور بدکاری سے دور رکھیں۔

ان روایات میں جو فحش افعال حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیے گئے ہیں کیا وہ بے حیائی اور بدکاری کے کام نہیں ہیں، کیا اجنبی اور نامحرم عورت کے سامنے ایک مرد کا برہنہ ہونا فحاشی اور بے حیائی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ہم نے یوسف کو بے حیائی اور بدکاری سے دور رکھا اور ان وضاعین نے عین بے حیائی اور بدکاری کو اپنی جعلی روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا، اور حیرت ان مفسرین پر ہے جنہوں نے ان روایات کو تقویت پہنچانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے پہلے گناہوں کو مانا پھر گناہوں کی توجیہات کیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۔ (یوسف: ۲۴)

بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں ان کے متعلق شیطان نے بھی اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ وہ ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص: ۸۳-۸۲)

شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کردوں گا ماسوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک دامن ہونے پر متعدد شہادتیں

اللہ تعالیٰ کی گواہی سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان گناہوں کی تہمت دور ہو گئی، علاوہ ازیں مخلوق نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی، کیونکہ اس واقعہ میں جو لوگ مبتلا ہیں ان میں خود حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی ہے، اس کا خاوند ہے، اور عزیز مصر کی بیوی کے خاندان کا گواہ ہے اور سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور پارسائی کو بیان کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ ۔ (یوسف: ۲۶)

یہ عورت خود مجھے بہکا رہی تھی۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۔ (یوسف: ۳۳)

اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں، اس کی بہ نسبت مجھے قید میں رہنا پسند ہے۔

Marfat.com

اور عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے براءت اس طرح بیان کی:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ۔ (یوسف: ۳۲)

بے شک میں نے اس کو بہکایا اور اس نے اپنے آپ کو (گناہ سے) بچائے رکھا۔

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (یوسف: ۵۱)

عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں نے ہی ان کو بہکایا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔

اور عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اس طرح بیان کی:

قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ○ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ۔ (یوسف: ۲۹-۲۸)

اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کی گہری سازش ہے' اور یقیناً تمہاری سازش بہت بڑی ہے○ اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے جرم کی معافی طلب کر' بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے○

اور گواہوں نے اس طرح برأت بیان کی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (یوسف: ۲۷-۲۶)

اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی' اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں○ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا اور وہ سچوں میں سے ہیں○

لولا ان را برھان ربہ کو ذکر کرنے کا فائدہ

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ گناہ سے بچنے کا قصد کیا تھا تو پھر اس کے بعد یہ ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے کہ "اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو" ہم کہتے ہیں کہ اس کی جزا محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتے اور اس کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انہوں نے جو گناہ کا قصد نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان میں عورتوں کی طرف رغبت کرنے کا مادہ نہیں تھا' یا وہ عورتوں کے ساتھ اس فطری فعل پر قادر نہیں تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے رب کے دین اور اس کی شریعت کے براہین اور دلائل کا علم تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نامحرم اور اجنبی عورتوں سے خواہش نفس پوری کرنے کو حرام کر دیا ہے' اور وہ اللہ کے نبی تھے اور نبی کو مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف ہوتا ہے پس انہوں نے جو بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اجنبی عورت سے خواہش نفس پوری کرنا حرام ہے۔ امام رازی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد کا دوسرا محمل یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے آپ سے حصول لذت کا قصد کیا اور آپ نے اس کو اس کام سے منع کرنے اور ڈانٹنے کا قصد کیا' اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں اس قول کا کیا فائدہ ہو گا کہ "اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو" اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پر مطلع کیا کہ اگر آپ نے اس عورت کو حصول لذت سے منع کیا اور ڈانٹا تو یہ آپ کو بدنام کرنے کی کوشش

Marfat.com

کرے گی اور آپ کو قید کرا دے گی سو آپ کا بدنامی اور قید میں مبتلا ہونا اس فحش کام میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے کیونکہ انجام کار آپ کی برأت اور نیک نامی بھی ظاہر ہو جائے گی اور آپ کو قید سے رہائی بھی مل جائے گی اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس چیز کا علم نہ ہوتا تو آپ معصیت میں مبتلا ہو جاتے۔

لولا ان رابرھان ربہ کے مزید محامل

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی جو برہان دیکھی تھی اس کے دو محمل تو وہ ہیں جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ بھی اس کے کئی صحیح محمل ہیں:

(۱) رب کی برہان سے مراد نبوت ہے جو بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے مانع ہوتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ مخلوق کو برے کاموں اور گناہوں سے منع کریں، اگر وہ لوگوں کو برے کاموں سے منع کریں اور وہ خود سب سے بڑی برائی میں ملوث ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید میں داخل ہو جائیں گے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف: ۳-۲)

اے ایمان والو! ایسی بات تم کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ○ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا موجب ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس بات پر مذمت کی ہے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے اس کے موافق عمل نہیں کرتے تھے، فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ (البقرہ: ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

اور جو چیز یہود کے حق میں باعث مذمت ہو وہ اس رسول کی طرف کیسے منسوب ہو سکتی ہے جس کی تائید معجزات سے کی گئی ہو۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بتایا گیا تھا کہ شریعت میں زنا حرام ہے اور ان کو اس کے دلائل پر مطلع کیا گیا تھا اور زانی کے لیے دنیا میں جو سزا مقرر کی گئی ہے اور آخرت میں اس پر جو عذاب دیا گیا حضرت یوسف علیہ السلام کو ان تمام امور پر مطلع کیا گیا تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو برے اخلاق سے پاک اور صاف رکھا ہے، بلکہ جو نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام سے متصل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بھی بری عادتوں اور برے کاموں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ (الاحزاب: ۳۳)

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو! وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرمادے اور وہ تمہیں اچھی طرح پاک اور صاف رکھے۔

السوء، الفحشاء اور المخلصین کے معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہم نے اس لیے کیا تاکہ ہم ان سے السوء اور الفحشاء کو دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔

السوء اور الفحشاء میں کئی وجہ سے فرق ہے، السوء کا معنی ہے: ہاتھ کا جرم اور الفحشاء کا معنی ہے زنا۔

Marfat.com

دوسرا فرق یہ ہے کہ السوء کا معنی ہے زنا کے مبادی اور مقدمات مثلاً بوس و کنار اور شہوت سے دیکھنا اور الفحشاء کا معنی ہے زنا۔ (تفسیر کبیر) اور تیسرا فرق یہ ہے کہ السوء کا معنی ہے شہوت اور الفحشاء کا معنی ہے بغل گیر ہونا، چوتھا فرق یہ ہے کہ السوء کا معنی ہے بری باتوں کا ذکر اور الفحشاء کا معنی ہے زنا، پانچواں فرق یہ ہے کہ السوء کا معنی ہے اپنے ساتھی کی خیانت کرنا اور الفحشاء کا معنی ہے بے حیائی کا مرتکب ہونا۔ (الجامع لاحکام القرآن)

مخلصین کی قرأت لام کی زیر کے ساتھ بھی ہے اور لام کی زبر کے ساتھ بھی ہے، اگر لام کی زیر کے ساتھ قرأت ہو تو اس سے مراد ہے جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور اگر لام پر زبر کے ساتھ قرأت ہو تو اس سے مراد ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے چن لیا۔ (انوار التنزیل)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے، اس عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالی اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا، اس عورت نے کہا: اس شخص کی سزا کیا ہونی چاہیے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے○ (یوسف: ۲۵)

عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ عورت ہر دو شخص ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑے، حضرت یوسف کا ارادہ تھا کہ وہ جلدی سے آگے نکل جائیں تاکہ دروازوں سے باہر جا کر اس عورت کے بچھائے ہوئے بدکاری کے جال سے نکل جائیں اور اس عورت کا ارادہ تھا کہ حضرت یوسف کو نکلنے نہ دے، اس نے حضرت یوسف کو پالیا اور پیچھے سے ان کی قمیص پکڑ کر کھینچی اور زور سے کھینچنے سے وہ قمیص پھٹ گئی، کیونکہ حضرت یوسف بھاگ رہے تھے اور وہ پیچھے سے کھینچ رہی تھی اور اس زورا زوری میں وہ قمیص پیچھے سے پھٹ گئی، اور جب وہ دونوں دروازے سے باہر نکلے تو دروازے کے قریب اس کا شوہر کھڑا تھا، اس عورت نے اپنا جرم چھپانے کے لیے اور حضرت یوسف پر جھوٹا الزام لگانے کے لیے بولنے میں پہل کی اور کہنے لگی اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے؟ سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے یعنی اس کو کوڑے لگائے جائیں۔

عزیز مصر کی بیوی کو حضرت یوسف سے جو شدید محبت تھی اس وجہ سے اس نے پہلے ان کو قید میں ڈالنے کا ذکر کیا پھر اس کے بعد ان کو سزا دینے کا ذکر کیا کیونکہ محب یہ نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کو اذیت پہنچائی جائے، اس عورت نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ یوسف کا میرے ساتھ زنا کا ارادہ تھا بلکہ یوں کہا کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا، کیونکہ جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی نوجوانی کی عمر، قوت اور زور کے کمال اور شہوت کی انتہاء کے باوجود اپنے آپ کو گناہ میں ملوث ہونے نہیں دیا تو اس کو حیا آئی کہ وہ ان کی طرف صراحتاً زنا کی نسبت کرے اس لیے اس نے کنایہ اور تعریض کے ساتھ کہا کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی ترغیب دی اور اپنی طرف مائل کرنا اور رجھانا چاہا اور اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو سختی سے منع کیا، ڈانٹا اور مارا تو اس کو اس نے برائی کے ساتھ تعبیر کیا ہو اور اپنے خاوند کے ذہن میں یہ ڈالا ہو کہ حضرت یوسف اس سے بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ (زاد المسیر و تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تھا، اس عورت کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے○

Marfat.com

اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے O (یوسف: ۲۷-۲۶)

حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت اور ان کے صدق کے شواہد

حضرت یوسف علیہ السلام نے ابتداءً اس عورت کا پردہ فاش نہیں کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی اپنی عزت اور پاک دامنی پر حرف آ رہا ہے تو پھر انہوں نے حقیقت حال واضح کی، حضرت یوسف علیہ السلام کے صدق اور آپ کی پاک دامنی پر متعدد شواہد تھے، ان میں سے بعض شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام بظاہر عزیز مصر کے پروردہ اور غلام تھے اور جو شخص پروردہ اور غلام ہو، اس کا اپنے مالک پر اس حد تک تسلط اور تصرف نہیں ہوتا اور وہ اس کی عزت اور ناموس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔

(۲) عزیز مصر اور اس عورت کے چچازاد بھائی نے یہ دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بہت تیزی سے دروازے کی طرف نکلنے کے لیے بھاگ رہے تھے اور عورت ان کے پیچھے بھاگ رہی تھی، اس سے واضح طور پر پتہ چلتا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس سے جان چھڑانا چاہ رہے تھے اور وہ عورت ان کے درپے تھی، اگر حضرت یوسف علیہ السلام اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے ہوتے تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا، وہ عورت بھاگ رہی ہوتی اور حضرت یوسف اس کے پیچھے ہوتے۔

میرے استاذ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس عورت نے تو ساتوں کمروں میں تالے لگا دیئے تھے اور دروازے بند کر دیئے تھے، پھر حضرت یوسف کو اس سے بھاگنے کا موقع کیسے ملا؟ انہوں نے فرمایا: حضرت یوسف علیہ السلام نے دل میں اللہ سے دعا کی: اے اللہ مجھے اس عورت سے بچا! اور اس گناہ سے بچنے کے لیے جو کچھ میں کر سکتا ہوں اور جو کچھ میری قدرت میں ہے، وہ میں کرتا ہوں اور جو میں نہیں کر سکتا وہ تو کر دے، سو انہوں نے بھاگنا شروع کیا اور بند کمروں کے دروازے کھلتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کا ہر معاملہ میں یہی طریقہ ہے، جو کچھ بندہ کر سکتا ہے وہ بندہ کرے اور جو بندہ نہیں کر سکتا، وہ اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے۔ دیکھئے غلہ کی پیداوار کے لیے زمین میں ہل چلانا ہوتا ہے، بیج بونا ہوتا ہے، کھیت میں پانی دینا ہوتا ہے، پھر اس کے پکنے کے لیے سورج کی حرارت، ذائقہ کے لیے چاند کی کرنیں، پانی کے حصول کے لیے بارش اور دانے کو بھوسے سے الگ کرنے کے لیے ہواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سورج، چاند، بارش اور ہوائیں انسان کی قدرت میں نہیں ہیں، تو جو کام اس کی قدرت میں نہیں ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے، بھاگنا حضرت یوسف علیہ السلام کی قدرت میں تھا، انہوں نے بھاگنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے بند دروازے کھولنے شروع کیے۔

(۳) عزیز مصر اور اس عورت کے عم زاد نے دیکھا کہ اس عورت نے مکمل طور پر بناؤ سنگھار کیا ہوا تھا اور خود کو بنایا اور سنوارا ہوا تھا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر زینت کا کوئی اثر نہیں تھا، وہ اسی طرح معمول کے مطابق حالت میں تھے، اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کام کی دعوت دینے والی وہ عورت ہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس سے اپنا دامن بچانے والے تھے۔

(۴) عزیز مصر نے مشاہدہ کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک طویل مدت تک ان کے پاس رہے اور انہوں نے ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کو صداقت اور شرافت کا پیکر پایا اور کبھی ان میں غیر شائستہ اور غیر متوازن کام نہیں دیکھا اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی واضح شہادت ہے۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام نے نہایت بے باکی سے بے دھڑک اور دوٹوک الفاظ میں کہا: یہ مجھے اپنی طرف راغب کر رہی تھی جبکہ اس عورت نے مبہم اور مجمل کلام کیا اور کہا: اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا

Marfat.com

ارادہ کرے، کیونکہ جو مجرم ہوتا ہے وہ بہرحال دل میں ڈرتا ہے۔

(۶) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس عورت کا خاوند عاجز تھا یعنی نامرد تھا اور اس عورت میں طلب شہوت کے آثار بھرپور تھے لہٰذا اس فتنہ کی اس عورت کی طرف نسبت کرنا ہی زیادہ مناسب تھا، اور چونکہ یہ تمام قرائن حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرتے تھے اور اس عورت کو مجرم ثابت کرتے تھے اس لیے عزیز مصر نے توقف اور سکوت کیا کیونکہ اس نے جان لیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں اور یہ عورت جھوٹی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت پر ایک اور دلیل ظاہر فرمائی جس سے یہ قرائن اور قوی ہو گئے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس الزام سے بری ہیں اور یہ عورت ہی مجرم ہے اور وہ خارجی شہادت یہ ہے: اس عورت کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے گواہی دی اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے○ اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے○ (یوسف: ۲۷-۲۶) اس شاہد کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) ایک نوزائیدہ بچہ جو پالنے میں تھا اس نے یہ گواہی دی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چار بچوں نے پالنے میں کلام کیا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، صاحب جریج، شاہد یوسف اور فرعون کی بیٹی ماشطہ کا بیٹا۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۲۲، عالم الکتب و دار الفکر، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۱۷، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۶۳۱، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۵۰۳، حسن، سعید بن جبیر، ضحاک وغیرہم سے بھی اسی طرح مروی ہے، جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۵۵-۲۵۳، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۱۲۸)

(۲) وہ شاہد اس عورت کا عمزاد تھا اور وہ بہت دانا شخص تھا، اتفاق سے وہ اس وقت عزیز مصر کے ساتھ اس عورت کے پاس جا رہا تھا، اس نے کہا ہم نے دروازے کے پیچھے کچھ آہٹ اور قمیص پھٹنے کی آواز سنی ہے، مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ کون کس کے آگے تھا، اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو اے عورت تم سچی ہو اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو مرد سچا ہے اور اے عورت تم جھوٹی ہو، پھر جب انہوں نے قمیص کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب اس نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کی سازش ہے، بے شک تمہاری سازش بہت سنگین ہے○ یوسف اس سے درگزر کرو اور اے عورت! تم اپنے گناہ کی معافی مانگو، بے شک تم گناہ گاروں میں سے تھیں○ (یوسف: ۲۹-۲۸)

عزیز مصر کی بیوی کو معافی مانگنے کی تلقین

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس گواہ کا قول ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس عورت کے خاوند یعنی عزیز مصر کا قول ہو، عزیز مصر نے جو حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ کہا کہ اے یوسف! تم اس سے درگزر کرو، اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس بات کو مخفی رکھو اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا، کیونکہ اگر یہ بات پھیل جاتی تو اس سے عزیز مصر کی بدنامی ہوتی، کیونکہ اگر کسی شخص کی بیوی بدچلن ہو تو یہ اس شخص کے لیے موجب عار ہوتا ہے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا اور اس عورت کا مجرم ہونا ظاہر ہو گیا تو اس گواہ نے کہا کہ تم اپنے خاوند سے معافی مانگو کیونکہ تم نے اس کی امانت میں خیانت کرنے کی جسارت کی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے خاوند نے کہا ہو کہ تم اپنے گناہ کی اللہ سے معافی مانگو، کیونکہ اگرچہ وہ لوگ کافر اور بت پرست تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو ماننے والے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں فرمایا تھا:

ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ — کیا الگ الگ کئی معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب

Marfat.com

الْقَهَّارُ (یوسف: ۳۹) ہے۔

عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا: بے شک تم گناہ گاروں میں سے تھیں' اس کے خاوند نے اپنی بیوی کی طرف گناہ کی نسبت کی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاوند کو ابتداء ہی سے یہ معلوم تھا کہ قصوروار اور خطاکار اس کی بیوی ہے نہ کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی غلط حرکتیں کرتی رہتی ہے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے خاوند میں غیرت کا مادہ بہت کم تھا ورنہ اگر اس میں غیرت اور حمیت ہوتی تو وہ ایسی بد چلن اور بدقماش عورت کو قتل کر دیتا یا اس کو بہت سخت اور عبرت ناک سزا دیتا پھر طلاق دے کر گھر سے نکال دیتا لیکن اس نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ بیوی سے یہ کہا کہ تم اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ مصریوں میں غیرت کا مادہ کم ہوتا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے غیرت کا مادہ سلب کر لیا ہو۔

عورتوں کے مکر کا عظیم ہونا

عزیز مصر یا اس عورت کے عم زاد نے کہا: تم عورتوں کی سازش بہت عظیم ہوتی ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ (النساء: ۲۸) اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

پس جب انسان فی نفسہٖ ضعیف ہے تو انسان کی ایک صنف یعنی عورت کا مکر اور ان کی سازش عظیم کیسے ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی خلقت فرشتوں' جنات' آسمانوں' سیاروں اور پہاڑوں کی بہ نسبت ضعیف ہے اور عورتوں کا مکر اور ان کی سازش مردوں کے مکر اور ان کی سازش کے مقابلہ میں عظیم ہوتی ہے' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز پڑھانے کے لیے عید گاہ میں تشریف لے گئے' جب آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے خواتین! تم صدقہ کیا کرو' کیونکہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ اہل دوزخ میں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔ عورتوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو' اور عورتیں جو ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں ان میں سے میں نے کوئی ایسی نہیں دیکھی جو تم سے زیادہ کسی ہوشیار اور دانا مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمارے دین میں کیا کمی ہے اور ہماری عقل میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کی کمی ہے' آپ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورتوں کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہیں نہ روزہ رکھتی ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ ان کے دین کی کمی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰' ۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۶' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۳' مسند احمد ج ۲' ص ۶۶' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۳۴۳' عالم الکتب و دار الفکر)

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ

اور عورتیں شہر میں یہ باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب

Marfat.com

نَفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

کر رہی ہے، اس کی محبت اس کے دل پر چھا چکی ہے، بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں ○

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً

جب اس عورت نے ان عورتوں کی نکتہ چینی سنی تو اس نے ان کو بلوایا اور اس نے ان کے لیے تکیے سجا کر ایک محفل منعقد کی

وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا

اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور (یوسف سے) کہا ان کے سامنے باہر آؤ، ان عورتوں نے

رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا

جب یوسف کو دیکھا تو بہت عظیم جانا اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے، اور کہا سبحان اللہ! یہ

بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ

بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے ○ اس نے کہا یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی

فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ

تھیں، میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا یہ بچا رہا، اور اگر اس نے وہ کام نہیں کیا جو میں

مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ

نے اس سے کہا ہے، تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا ○ یوسف نے کہا اے میرے رب!

السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ

مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں اور اگر تو نے ان کی سازش

كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ

مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا ○ پس ان کے رب نے

لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾

ان کی دعا قبول کی اور ان کو عورتوں کی سازش سے محفوظ کر دیا، بے شک وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

Marfat.com

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ؑ (۳۵)

پھر (یوسف کی پاکبازی کی) علامات دیکھنے کے باوجود ان کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کچھ عرصہ کے لیے یوسف کو ضرور قید کر دیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عورتیں شہر میں یہ باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب کر رہی ہے، اس کی محبت اس کے دل پر چھا چکی ہے، بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں○ (یوسف: ۳۰)

مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی

ان عورتوں کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ چار عورتیں تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پانچ عورتیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے ایک بادشاہ کے ساقی کی بیوی تھی، دوسری بادشاہ کے وزیر کی بیوی تھی، تیسری جیل کے داروغہ کی بیوی تھی، اور چوتھی باورچی کی بیوی تھی۔ مقاتل نے ان چار کے علاوہ نقیب کی بیوی کا بھی اضافہ کیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۱۴، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

قد شغفها حبا: اس کے دو معنی ہیں: شغاف اس کھال کو کہتے ہیں جو دل پر محیط ہوتی ہے، اس کو قلب کا غلاف کہتے ہیں یعنی حضرت یوسف کی محبت اس کھال تک پہنچ کر اس کے دل میں سرایت کر گئی تھی اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف کی محبت اس کے دل کا اس طرح احاطہ کر چکی تھی جس طرح غلاف کسی چیز کا احاطہ کرتا ہے۔ (لسان العرب، الصحاح) ان عورتوں نے کہا: بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں کیونکہ حضرت یوسف ان کے نزدیک غلام کے حکم میں تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف کو عزیز مصر سے مانگ لیا تھا۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف کو اسے بخش دیا، اور پوچھا: تم اس کا کیا کرو گی؟ اس نے کہا: میں اس کو بیٹا بناؤں گی۔ اس نے کہا: یہ تمہارا ہے۔ اس عورت نے حضرت یوسف کی پرورش کی اور اس کے دل میں حضرت یوسف کی محبت تھی، وہ حضرت یوسف کے سامنے بن سنور کے رہتی تھی اور مختلف حیلوں سے حضرت یوسف کو اپنی طرف مائل اور راغب کرنے کی کوشش کرتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۵۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اس عورت نے ان عورتوں کی نکتہ چینی سنی تو اس نے ان کو بلوایا اور اس نے ان کے لیے تکیے سجا کر ایک محفل منعقد کی، اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی، اور (یوسف سے) کہا ان کے سامنے باہر آؤ، ان عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو بہت عظیم جانا اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا: سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے○ (یوسف: ۳۱)

مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی کا منشاء

اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی نکتہ چینی کو مکر سے تعبیر فرمایا ہے، اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ان عورتوں نے یہ نکتہ چینی اس لیے کی تھی تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے رُخ زیبا کو دیکھ سکیں کیونکہ ان کو اندازہ تھا کہ جب عزیز مصر کی بیوی ان کی اس تنقید کو سنے گی تو وہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرۂ مبارک دکھائے گی تاکہ ان عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ حضرت یوسف پر فریفتہ ہو گئی ہے تو وہ اس میں معذور ہے۔

(۲) عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کو اپنا رازدار بنایا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتی

Marfat.com

ہے، لیکن جب ان عورتوں نے اس کا راز فاش کر دیا تو یہ ان کی بدعہدی اور مکر تھا۔
(۳) ان عورتوں نے اس کی غیبت کی تھی اور یہ غیبت مکر کے مشابہ تھی۔

یہ عورتیں بظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں کہ وہ اپنے غلام پر فریفتہ ہو گئی ہے لیکن حقیقت میں وہ یہ چاہتی تھیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنا عُذر ظاہر کرنے کے لیے انہیں حضرت یوسف کا حسین و جمیل چہرہ دکھائے، اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو گا اور وہ لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے، آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ پھر حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو گا اور وہ لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ حضرت حفصہ نے اسی طرح کہا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو، تم تو حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں تمہارے مقابلہ میں کبھی خیر کو حاصل نہیں کر سکتی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۰۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشاء یہ تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک مرتبہ حکم دینے سے حضرت ابوبکر کو امام بنا دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ بعد میں کوئی کہنے والا یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے کسی حال میں یہ حکم دیا تھا یا سہواً یا غفلت میں یہ حکم دیا تھا یا اتفاقاً یہ حکم دیا تھا، اگر آپ کی توجہ کسی اور کی طرف دلائی جاتی تو آپ اس کو حکم دے دیتے، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بار حضرت عمر کی طرف توجہ دلائی گئی اور آپ نے ہر بار حضرت ابوبکر ہی کو امام بنانے کا حکم دیا تو واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غفلت سے یا بیماری کے کسی حال میں یہ حکم نہیں دیا تھا بلکہ پوری توجہ، حاضر دماغی اور بیداریٔ ذہن کے ساتھ یہ حکم دیا تھا اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا بار بار کسی اور کا سوال کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بار بااصرار حضرت ابوبکر ہی کا حکم دینا حضرت ابوبکر کی امامت کو پختہ اور موکد کر دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو یعنی جس طرح وہ بظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں اور حقیقت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھنا چاہتی تھیں اسی طرح تم بھی بظاہر یہ کہہ رہی ہو کہ کسی اور کو امام بنایا جائے اور درحقیقت تم یہ چاہتی ہو کہ حضرت ابوبکر کی امامت کو اور پختہ اور موکد کر دیا جائے تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا تھا۔

مصری خواتین کی دعوت کا اہتمام

عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ سنا کہ یہ عورتیں اس کی حضرت یوسف سے بے حد زیادہ محبت کی وجہ سے اس کو ملامت کر رہی ہیں تو اس نے اپنے عُذر کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ان عورتوں کو بلایا اور ان کے لیے ایک مجلس منعقد کی۔ قرآن مجید میں متکئا کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے چھوٹے تکیے اور گدے، اس کا دوسرا معنی ہے طعام۔ عتبی نے کہا: اصل محاورہ

Marfat.com

یہ ہے کہ تم جس شخص کو کھانے کی دعوت دو پھر تم اس کے بیٹھنے کے لیے گدے بچھاؤ تو اس طعام کو بطور استعارہ متکئا کہا جاتا ہے' اس کا تیسرا معنی ہے اترج یا اترنجہ۔ یہ ایک خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل ہے' اس کا حجم بڑا ہوتا ہے اور اس کا ذائقہ کھٹا اور میٹھا ہوتا ہے' اس کی تاثیر گرم تر ہے اور اس کے طبی فوائد بہت زیادہ ہیں۔ اس کا اصل معنی یہی ہے لیکن اس جگہ یہ انواع واقسام کے پھلوں پر محمول ہے جو اس مجلس میں ان کے کھانے کے لیے رکھے گئے تھے۔ اس کا چوتھا معنی ہے ایسے پھل جو کاٹ کر کھائے جاتے ہیں۔ (زاد المسیر' الجامع لاحکام القرآن' تفسیر کبیر) خلاصہ یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کی دعوت کی اور ان میں سے ہر عورت کو ایک معین جگہ بٹھا دیا اور پھل یا گوشت کاٹنے کے لیے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دے دی' پھر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ وہ ان عورتوں کے سامنے آئیں اور ان عورتوں کے سامنے سے گزریں۔

جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اچانک دیکھا تو انہوں نے آپ کو بہت عظیم جانا' اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوۂ حُسن کو دیکھنے میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوئیں کہ انہوں نے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا۔

حضرت یوسف کے غیر معمولی حُسن کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے معراج کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا' ان سے پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: جبرئیل! ان سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں انہیں بلایا گیا ہے! پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور (لوگوں کا) نصف حُسن ان کو عطا کیا گیا تھا' الحدیث۔ (صحیح مسلم الایمان: ۲۵۹ (۱۶۲) الرقم المسلسل: ۴۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ کو نصف حُسن عطا کیا گیا تھا۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۰۵۲' دار الفکر طبع جدید' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۷' المستدرک ج ۲ ص ۵۷۰)

ربیعہ الجرشی نے کہا: حُسن کے دو حصے کیے گئے' ایک حصہ حضرت یوسف اور ان کی والدہ کو دیا گیا اور باقی ایک حصہ تمام لوگوں کو دیا گیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۱۷۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۵۵۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۵۵۹)

امام ابن المنذر' امام ابو الشیخ اور امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور جب کوئی عورت ان کے پاس کسی کام سے آتی تو حضرت یوسف اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ عورت کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۵۳۲)

امام ابو الشیخ نے اسحٰق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کی گلیوں میں جاتے تھے تو ان کا چہرہ دیواروں پر اس طرح چمکتا تھا جس طرح سورج دیواروں پر چمکتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۵۳۲)

امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر اور امام ابو الشیخ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کی لوگوں پر اس طرح فضیلت تھی جس طرح چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہوتی ہے۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۵۳۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

Marfat.com

ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لیے عظیم جانا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے پر انوارِ نبوت اور آثارِ رسالت دیکھے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان میں فرشتوں کے خواص ہیں کیونکہ وہ کھانے پینے کی چیزوں کی طرف اور عورتوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے اور ان کے دلوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا رُعب طاری ہو گیا اس لیے انہوں نے بے ساختہ کہا: یہ بشر نہیں ہے، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

مصری خواتین کا پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لینا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید نے کہا: وہ عورتیں چھریوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہی تھیں اور ان کا یہی گمان تھا کہ وہ پھلوں کو کاٹ رہی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کو دیکھ کر ان کی عقلیں جاتی رہی تھیں۔ قتادہ نے کہا: انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: آپ ان کے سامنے آئیں، حضرت یوسف ان کے سامنے آئے، جب انہوں نے حضرت یوسف کے حُسن کو دیکھا تو ان کی عقلیں مغلوب ہوگئیں، انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ اس عورت نے منتظم سے کہا کہ یوسف کو سفید لباس پہناؤ، کیونکہ سفید لباس میں انسان زیادہ حسین معلوم ہوتا ہے، اور جس وقت وہ عورتیں پھل کاٹ رہی ہوں اس وقت یوسف کو ان کے سامنے لے جانا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے آئے تو وہ حضرت یوسف کو دیکھنے میں ایسی مدہوش ہوئیں کہ انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو درد کا بالکل احساس نہیں ہوا، اور جب حضرت یوسف ان کے سامنے سے چلے گئے تو پھر انہیں درد کا احساس ہوا اور پھر عزیز مصر کی بیوی نے کہا: تم نے تو ایک لمحہ کے لیے یوسف کو دیکھا ہے تو تمہارا یہ حال ہو گیا تو سوچو کہ جو دن رات یوسف کے ساتھ رہتی ہو اس کا کیا حال ہوا ہوگا! تو وہ عورتیں بے ساختہ بولیں کہ سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت یوسف ان عورتوں کے سامنے سے چلے گئے تو عزیز مصر کی بیوی نے کہا: یہ ہے وہ شخص جس سے محبت کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کر رہی تھیں، تم نے دیکھ لیا کہ تم اس کو ایک نظر دیکھ کر اس قدر مدہوش ہوئیں کہ تم نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور تم کو بالکل درد نہیں ہوا۔ جب ان عورتوں نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں اور بہتے ہوئے خُون کو دیکھا تو وہ درد کی شدت سے کراہنے اور رونے لگیں اور انہوں نے کہا: یہ بشر نہیں ہے، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے اور ہم آج کے بعد اس کی محبت کی وجہ سے تم کو ملامت نہیں کریں گی۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۵۳۲-۵۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے کی توجیہ

ان عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھ کر جو یہ کہا تھا کہ یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے، اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ یہ بہت غیر معمولی حُسن کے مالک ہیں، اس لیے کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ فرشتوں سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہوتا اور شیطان سے زیادہ کوئی بدشکل نہیں ہوتا، لہٰذا ان کا حضرت یوسف کو فرشتہ کہنا ان کے غیر معمولی حُسن کی وجہ سے تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتوں میں شہوت اور غضب کا مادہ نہیں ہوتا، ان کی غذا تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے،

Marfat.com

پھر جب ان عورتوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں میں سے کسی عورت کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا حالانکہ جب کوئی عام آدمی عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف ضرور نظر ڈالتا ہے تو انہوں نے کہا: یہ بشر نہیں ہے، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے ان میں کوئی شہوت کا اثر نہیں دیکھا، نہ ان میں بشریت یا انسانیت کا کوئی تقاضا دیکھا، یہ انسان اور بشر کی تمام سفلی صفات سے منزہ ہیں اور انہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے انسانیت کے پیکر میں کوئی عظیم فرشتہ ہو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہا: حاشاللہ! یعنی عزیز مصر کی بیوی نے ان پر جو تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت سے بہت دُور ہیں اور یہ تو گناہوں سے بری ہونے میں فرشتوں کی طرح معصوم ہیں، یہ کوئی عام بشر نہیں ہیں جن کے متعلق ایسی بدگمانی کی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں، میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا یہ بچا رہا، اور اگر اس نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے اس سے کہا ہے، تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا O (یوسف: ۳۲)

حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت آزمائش

جب مصر کی عورتوں نے عزیز مصر کی بیوی کے متعلق کہا کہ وہ اپنے غلام پر فریفتہ ہو گئی ہے اور ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھتی ہیں تو اس نے ایک محفل میں ان کو بلایا اور ان کے ہاتھوں میں پھل کاٹنے کے لیے چھریاں دے دیں اور خادم سے کہا: یوسف کو بلا کر لاؤ، جب اچانک حضرت یوسف ان کے سامنے آئے تو وہ جلوۂ یوسف کو دیکھ کر ایسی مدہوش ہوئیں کہ بے خودی میں انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو احساس تک نہیں ہوا، تب عزیز مصر کی بیوی نے کہا: یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں، تم نے تو اس کو ایک لمحہ کے لیے دیکھا ہے تو سوچو جو اس کے ساتھ دن رات رہتی ہو اس کی بے خودی کا کیا حال ہو گا!

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور گناہ میں ملوث نہ ہونے کی صاف تصریح ہے کیونکہ اس عورت نے اعتراف کیا میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا یہ بچا رہا، پھر اس نے یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ ان کو جیل میں ڈلوا دے گی اور ان کو بے عزت کرا دے گی اور یہ بہت بڑی اور خطرناک دھمکی تھی، کیونکہ جو شخص لوگوں کی نگاہوں میں عزت دار ہو، جو منصب نبوت اور مرتبہ رسالت پر فائز ہو اگر اس کی عزت و ناموس کو خطرہ ہو اور لوگوں کی نگاہوں میں اس کے بے توقیر ہونے کا کھٹکا ہو تو یہ اس کے لیے سخت آزمائش ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یوسف نے کہا: اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں اور اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دُور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا O پس ان کے رب نے ان کی دُعا قبول کی اور ان کو عورتوں کی سازش سے محفوظ کر دیا، بے شک وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے O (یوسف: ۳۴-۳۳)

اللہ تعالیٰ کی عنایت کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جس دُعا کا ذکر ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے یعنی یہ سب عورتیں ان کو گناہ کی طرف بلا رہی تھیں، اس کا ایک محمل تو یہ ہے کہ یہ سب عورتیں حضرت یوسف سے

Marfat.com

اپنی اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھیں اور محفل میں شریک ہر عورت یہ چاہتی تھی کہ حضرت یوسف اس کی خواہش کو پورا کریں، اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ عورتیں مل کر عزیز مصر کی بیوی کی سفارش کر رہی تھیں کہ تم نے اس عورت کی خواہش پوری نہ کر کے اس کے اوپر ظلم کیا ہے، تمہیں اپنی عزت کو قائم رکھنے کے لیے اور مال و دولت اور سہولتوں کی فراوانی حاصل کرنے کے لیے یہ چاہیے کہ تم اس کی خواہش کو پورا کرو۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں انواع و اقسام کے وسوسے تھے: (۱) عزیز مصر کی بیوی بہت خوب صورت ہے۔ (۲) وہ بہت مال دار اور بڑے مرتبہ کی ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ اگر تم نے میری خواہش پوری کر دی تو میں سب کچھ تم پر نچھاور کر دوں گی۔ (۳) محفل میں شریک ہر عورت ان سے اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی اور خواہش پوری نہ کرنے کی صورت میں ان کو دھمکیاں دے رہی تھی اور اس معاملہ میں عورتوں کی سازشیں بہت سنگین ہوتی ہیں۔ (۴) حضرت یوسف ان عورتوں کے شر سے بہت خوف زدہ تھے، ان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر ان عورتوں کی بات نہ مانی تو وہ ان کو قتل کروا دیں گی۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں اس کام کی طرف ترغیب کی بھی وجوہات تھیں اور کام نہ کرنے کی صورت میں ڈر اور خوف کی بھی وجوہات تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈر تھا کہ گناہ کی تحریک کے یہ اسباب بہت قوی ہیں کہیں یہ ان کے پائے استقامت کو ڈگمگا نہ دیں اور بشری قوت اور انسانی طاقت ایسی قوی ترغیبات اور تحریکات کے مقابلہ میں پاک دامنی پر برقرار رہنے کے لیے ناکافی ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے اور وہ بندے کو گناہ کے تاریک گڑھے میں گرنے سے بچالے، اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی: اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں اور اگر تُو نے ان کی سازش مجھ سے دُور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

قید میں گرفتار ہونا مشقت اور مصیبت ہے اور جو ان کا مطلوب تھا وہ سراسر لذت اور عیش تھا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ اس عارضی لذت کا انجام دنیا کی رُسوائی اور آخرت کا عذاب ہے اور انہوں نے دُنیا کی رُسوائی اور آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں قید کی مشقت اور مصیبت کو اختیار کر لیا اس لیے فرمایا: مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں (ہم نے اس کا ترجمہ زیادہ پسند نہیں کیا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا ان کی دعوت بھی کسی درجہ میں پسند تھی، لیکن زیادہ پسند قید ہونا تھا...... سعیدی غفرلہ) اور اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ جب انسان دو مصیبتوں میں سے کسی ایک مصیبت میں لازماً گرفتار ہو تو آسان مصیبت کو اختیار کر لے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دُنیا کی مصیبت اختیار کر لینی چاہیے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال نہ ہو انسان کسی گناہ سے بچ سکتا ہے نہ کسی نیکی کو اختیار کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دُعا کو قبول کر لیا اور ان عورتوں کی سازش سے حضرت یوسف علیہ السلام کو محفوظ کر دیا، بے شک وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر (یوسف کی پاکبازی کی) علامات دیکھنے کے باوجود ان کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کچھ عرصہ کے لیے یوسف کو ضرور قید کر دیں ○ (یوسف: ۳۵)

حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کا سبب

جب عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت ظاہر ہو گئی تو واضح طور پر اس نے حضرت یوسف سے

Marfat.com

کوئی تعرض نہیں کیا' ادھر وہ عورت اپنی تمام حیلہ سازیوں اور مکر و فریب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی موافقت پر ابھارتی رہی' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' پھر جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہوگئی تو اس نے اپنا انتقام لینے کے لیے اپنے خاوند سے کہا: اس عبرانی غلام نے مجھے لوگوں کے درمیان رُسوا کر دیا ہے' یہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ اس عورت نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے مجھے بہکایا اور ورغلایا تھا' اور میں ہر شخص کے سامنے جا کر اپنا عُذر نہیں بیان کر سکتی اس لیے اس فحش بات کا چرچا روکنے کے لیے اس غلام کو قید کر دیا جائے۔ عزیز مصر نے سوچا اس طرح اس کی بھی بدنامی ہو رہی ہے' اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لیے اس کو قید کر دیا جائے۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ٢٧٩' ملخصاً)

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی علامات

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی علامات کا ذکر ہے' وہ علامات یہ تھیں: حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا' حضرت یوسف کا اس عورت سے بھاگنا اور اس عورت کا حضرت یوسف کا پیچھا کرنا' اس عورت کے خاندان کے ایک شخص کا اس عورت کو قصوروار قرار دینا اور حضرت یوسف کی برأت کو بیان کرنا' اس دعوت میں حضرت یوسف کو دیکھ کر ان عورتوں کا ہاتھ کاٹ لینا اور حضرت یوسف کی برأت کے لیے سبحان اللہ کہنا' اور ان کی پارسائی کی وجہ سے ان کو فرشتہ قرار دینا۔

قید کی مدت

عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سات سال قید خانے میں رہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ١٤٧٠٤)

طارق اور سعید بن جبیر نے کہا: یہ مدت چھ ماہ تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١١٥٩١)

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت پانچ سال تھی۔ حضرت ابن عباس سے ایک اور روایت ہے کہ یہ مدت ایک سال تھی۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے سات سال کی روایت کی ہے۔ عطا نے کہا: یہ قید اس وقت تک کے لیے تھی حتیٰ کہ لوگوں کی زبانیں اس واقعہ کے ذکر سے بند ہو جائیں۔ الماوردی نے کہا: اس قید کی کوئی مدت معین نہیں کی گئی تھی اور ان کو غیر محدود مدت کے لیے قید کیا گیا تھا اور یہی قول صحیح ہے۔

(زاد المسیر ج ٤ ص ٢٢٢' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ١٤٠٧ھ)

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۗ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ

اور یوسف کے ساتھ دو جوان (بھی) قید خانے میں داخل ہوئے' ان میں سے ایک نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں

خَمۡرًا ۚ وَقَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا

شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں' اور دوسرے نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے

تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿٣٦﴾

ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں' آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں ○

Marfat.com

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ

یوسف نے کہا تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتا

أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

دوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ

اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے ○ اور میں نے اپنے باپ

آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ

دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے۔ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی

مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ

چیز کو بھی شریک قرار دیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ

شکر ادا نہیں کرتے ○ اے قید کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں

خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً

یا ایک اللہ جو غالب ہے؟ ○ تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف

سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنِ

چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے، اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نہیں نازل کی،

الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

حکم صرف اللہ کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی صحیح دین ہے،

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اے قید کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو

Marfat.com

فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ

شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر)

رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ

کھائیں گے، تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے ○ اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا

ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ

کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے، اس سے انہوں نے کہا تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، پس شیطان نے ان کو

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۵ ۱۵

اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا پس وہ قید خانے میں (مزید) کئی سال ٹھہرے رہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یوسف کے ساتھ دو جوان (بھی) قید خانہ میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں○ (یوسف: ۳۶)

حضرت یوسف کی قید خانہ میں ساقی اور نانبائی سے ملاقات

وہب بن منبہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دراز گوش پر سوار کرا کے قید خانہ میں لے جایا گیا اور ایک آدمی ان کے ساتھ یہ کہتا ہوا جا رہا تھا: جو شخص اپنی مالکہ کا کہنا نہ مانے اس کی یہی سزا ہوتی ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے تھے: دوزخ کی آگ، تارکول کی قمیص پہننے، گرم کھولتے ہوئے پانی کو پینے اور تھور کو کھانے کے مقابلہ میں یہ سزا بہت کم ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پہنچے تو وہاں کئی ایسے لوگ دیکھے جو رہائی سے ناامید ہو چکے تھے، اور ان کی سزا بہت سخت تھی، حضرت یوسف علیہ السلام ان سے فرماتے تم صبر کرو اور بشارت قبول کرو تم کو اجر ملے گا۔ انہوں نے کہا اے نوجوان! آپ کس قدر نیک باتیں کرتے ہیں، آپ کے قرب میں ہم کو برکت ملے گی! آخر آپ کون ہیں؟ حضرت یوسف نے فرمایا: میں اللہ کے پسندیدہ بندے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا یوسف ہوں!

حضرت یوسف علیہ السلام غمزدہ لوگوں کو قید خانے میں تسلی دیتے تھے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے، ساری رات نماز پڑھتے تھے اور خوف خدا سے اس قدر روتے تھے کہ کوٹھڑی کی چھت، دیواریں اور دروازوں پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا، تمام قیدی آپ سے مانوس ہو گئے تھے، اور جب کوئی قیدی، قید سے رہائی پاتا تو جانے سے پہلے آپ کے پاس بیٹھ جاتا، قید خانہ کا داروغہ بھی آپ سے محبت کرتا تھا اور آپ کو بہت آرام پہنچاتا تھا، ایک دن اس نے کہا اے یوسف! میں آپ سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا۔ حضرت یوسف نے فرمایا: میں تمہاری محبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں! اس نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے بتایا: میرے باپ نے مجھ سے محبت کی تو میرے بھائیوں نے میرے ساتھ ظالمانہ

Marfat.com

سلوک کیا، میری مالکہ نے مجھ سے محبت کی اس کے نتیجہ میں، میں آج اس قید میں ہوں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تھے تو مصر کا سب سے بڑا بادشاہ جس کا نام ریان بن الولید تھا وہ بوڑھا ہو چکا تھا، اس کو اپنے نان بائی اور ساقی پر شک ہوا کہ وہ اس کو زہر دینے والے ہیں، اس نے ان دونوں کو قید میں ڈلوا دیا۔ ثعلبی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ ساقی کا نام منجا تھا اور نانبائی کا نام مجلث تھا۔ قرآن مجید نے ان دونوں کے لیے فتیان کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ عربی میں فتی غلام کو بھی کہتے ہیں اور یہ دونوں بادشاہ کے غلام تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں سے کہا تھا کہ وہ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں، تو نانبائی اور ساقی نے ایک دوسرے سے کہا: آؤ ہم اس عبرانی غلام کا تجربہ کریں پھر ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی، ساقی نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بادشاہ کے لیے انگور نچوڑ رہا ہوں اور نانبائی نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے جا رہا ہوں اور پرندے اس سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۶۵-۱۶۴، تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۷ ص ۲۱۴۳-۲۱۴۱، النکت والعیون ج ۳ ص ۳۶-۳۵، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۲۹، الدر المنثور ج ۴ ص ۵۳-۵۳۵)

ساقی اور نانبائی کے بیان کیے ہوئے خواب آیا سچے تھے یا جھوٹے؟

ساقی اور نانبائی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے جو خواب بیان کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اس کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے جھوٹا خواب بیان کیا تھا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے صرف تجربہ کے طور پر سوال کیا تھا۔

(۲) مجاہد اور امام ابن اسحاق نے کہا: انہوں نے سچا خواب بیان کیا تھا اور انہوں نے واقعی خواب دیکھا تھا۔

(۳) ابو مجلز نے کہا: نانبائی نے جھوٹا خواب بیان کیا تھا اور ساقی نے سچا خواب بیان کیا تھا۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یوسف نے کہا تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتا دوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں، میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے○ (یوسف: ۳۷)

قید خانہ میں کھانا آنے سے پہلے حضرت یوسف کا کھانے کی خبر دینا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم کو خواب میں جو کھانا بھی دیا جائے گا میں تم کو بیداری میں اس کی حقیقت بتا دوں گا، اور امام ابن جریج نے کہا: تم کو بیداری میں جو کھانا دیا جائے گا میں تم کو (پہلے سے) اس کی حقیقت بتا دوں گا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۵۲، ۱۴۷۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۶۰۸، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: اس آیت کے دو معنی ہیں، حسن بصری نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں جب بھی بیداری میں کھانا دیا جائے گا میں تم تک کھانا پہنچنے سے پہلے بتا دوں گا کہ تمہارے پاس کیا کھانا آئے گا

Marfat.com

کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح غائب شدہ چیزوں کی خبر دیتے تھے اور سدی نے بیان کیا کہ تم کو خواب میں جو کھانا دیا جائے گا بیداری میں اس کھانے کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ساقی اور نانبائی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کھانا پہنچنے سے پہلے آپ کو اس کی حقیقت کا کیسے پتا چل جاتا ہے حالانکہ آپ جادوگر ہیں نہ نجومی ہیں تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: مجھے میرے رب نے اس کی تعلیم دی ہے۔ (زادالمسیر ج ۴ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کل تمہارے پاس تمہارے گھروں سے کھانا پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اس کھانے کی خبر دے دوں گا تاکہ تم کو یقین آجائے کہ میں خواب کی تعبیر کا علم بھی رکھتا ہوں، انہوں نے کہا آپ اسی طرح کریں، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس فلاں فلاں کھانے کی چیز آئے گی، سو ایسا ہی ہوا اور یہ علم الغیب تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مختص تھا، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس علم کے ساتھ اس لیے مخصوص فرمایا ہے کہ انہوں نے اس قوم کے دین کو ترک کر دیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتی، یعنی بادشاہ کے دین کو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۶۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کا معنی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۲۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

ہم نے اس معنی کے ثبوت میں بکثرت حوالے اس لیے پیش کیے ہیں کہ بعض اردو کے مفسرین نے اس آیت کا معنی اس کے خلاف کیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے روزمرہ تم کو جو کھانا ملتا ہے اس کے آنے سے پیشتر میں تم کو تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤں گا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

یہاں جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۲ء)

اس کے برخلاف شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے متقدمین مفسرین کے مطابق ہی لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے (جیل خانہ میں) ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں، (کہ فلاں چیز آوے گی اور ایسی ایسی ہوگی) اور یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے (یعنی مجھ کو وحی سے معلوم ہو جاتا ہے پس یہ معجزہ ہوا جو کہ دلیل نبوت ہے)

(بیان القرآن ج ۱ ص ۴۸۲، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اور مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے بھی اس آیت کا اسی طرح معنی کیا ہے جو کہ تمام متقدمین مفسرین کے مطابق ہے اور ہم نے بھی اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کھانے کے متعلق پیش گوئی کی توجیہ

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ساقی اور نانبائی نے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خوابوں کی تعبیر کے متعلق

Marfat.com

سوال کیا تھا اور حضرت یوسف نے ان کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس کس قسم کا کھانا آئے گا اور کتنا آئے گا اور کس وقت آئے گا تو ان کا یہ جواب ان دونوں کے سوال کے مطابق تو نہیں ہے۔ امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

(۱) حضرت یوسف کو علم تھا کہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور جب وہ اس جواب کو سنے گا تو بہت غمزدہ ہو گا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وعظ و نصیحت اور ان کی دیگر باتوں کے سننے سے متنفر ہو جائے گا، اس لیے حضرت یوسف نے اس میں مصلحت دیکھی پہلے ایسی باتیں کریں جن سے حضرت یوسف کا علم اور ان کا کلام ان کے دلوں میں موثر ہو حتیٰ کہ جب آپ ان کو خواب کی تعبیر بیان کریں تو اس کو عداوت اور تہمت پر نہ محمول کیا جائے۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو یہ بیان کریں کہ ان کے علم کا مرتبہ ان کے اندازہ سے بہت بلند اور بہت فائق ہے، کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور خواب کی تعبیر ظن اور تخمین پر مبنی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان پر یہ ظاہر کیا کہ وہ غیب کی خبریں دیتے ہیں کیونکہ وہ کھانا آنے سے پہلے بتا دیتے تھے کہ آج ان کے گھروں سے کیا کھانا آئے گا اور حضرت یوسف غیب کی خبریں قطعی اور یقینی علم کی بناء پر بتاتے تھے جس سے باقی مخلوق عاجز تھی اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی جو تعبیر بتائیں گے وہ بھی محض ظن اور تخمین پر مبنی نہیں ہو گی بلکہ قطعی اور یقینی ہو گی، اور اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بتانے کے جس مرتبہ پر فائز ہیں اس درجہ تک کوئی اور نہیں پہنچا۔

(۳) جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھ لیا کہ وہ دونوں آپ کے معتقد ہو چکے ہیں تو آپ نے ان کو بت پرستی ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی کیونکہ دین کی اصلاح کرنا دنیا کی باتیں بتانے سے اولیٰ ہے۔

(۴) نانبائی کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ اس کو سولی دی جائے گی تو آپ نے یہ چاہا کہ اس کو مرنے سے پہلے مسلمان کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ کفر پر نہ مرے اور عذاب شدید کا مستحق نہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ (الانفال: ۴۲)	تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔

(۵) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے پاس بیداری میں جو کھانا بھی آئے گا میں اس کے پہنچنے سے پہلے بتا دوں گا کہ وہ کس قسم کا کھانا ہے، اس کا رنگ کیسا ہے اور اس کی مقدار کتنی ہے اور اس کے کھانے کا انجام کیا ہو گا یعنی اس کے کھانے کے بعد انسان کی صحت قائم رہے گی یا وہ بیمار ہو جائے گا اور اس آیت کا ایک اور محمل یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی قیدی کو مارنا چاہتا تھا تو اس کے کھانے میں زہر ملوا کر بھیجتا تھا، اور جب قید خانہ میں کھانا آتا تو حضرت یوسف بتا دیتے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے یا نہیں، اور یہ جو حضرت یوسف نے فرمایا تھا: میں کھانا پہنچنے سے پہلے اس کی حقیقت بتا دوں گا اس سے یہی مراد ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام غیب کی خبر بتانے کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے قائم مقام ہے:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔ (آل عمران: ۴۹)	اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔

Marfat.com

پس پہلی دو وجوہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بتانے میں تمام لوگوں پر فائق تھے اور آخری تین وجوہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کی طرف سے سچے نبی تھے اور غیب کی خبر دینا آپ کا معجزہ تھا۔

حضرت یوسف کے دعویٰ نبوت کے اشارات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کو معجزہ پر محمول کرنا کس طرح درست ہو گا جبکہ اس سے پہلے ان کے دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں میں ہرچند کہ صراحتاً دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں ہے' لیکن ان آیتوں میں ایسے اشارے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا' مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ یہ (غیب کی خبریں دینا) میرے رب کی تعلیم (وحی) کی وجہ سے ہے۔

یعنی میں تم کو جو یہ غیب کی خبریں دے رہا ہوں یہ کوئی علم نجوم یا کہانت یا سحر کی وجہ سے نہیں ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کی میری طرف وحی فرمائی ہے' نیز فرمایا: میں نے اپنے باپ دادا کے دین کی پیروی کی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۵۵' زاد المسیر ج ۴ ص ۲۲۵' ۲۲۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۶۷-۱۶۶' النکت والعیون ج ۳ ص ۳۷' روح المعانی جز ۱۲ ص ۳۶۳' ۳۶۱' البحر المحیط ج ۶ ص ۲۷۷-۲۷۶)

مفسرین کی ان عبارات میں نبی کے علم پر علم غیب کے اطلاق کا ثبوت ہے۔

کافروں کے دین کو ترک کرنے کی توجیہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے۔" اس قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے ان کے دین کو اختیار کیا پھر اس کو ناپسند کر کے ترک کر دیا حالانکہ نبی کے لیے یہ محال ہے کہ وہ ایک آن کے لیے بھی کفار کے دین کو اختیار کرے۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس کا یہ جواب دیا ہے:

ترک کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے ساتھ تعرض نہ کرے اور اس کی یہ شرط نہیں ہے کہ پہلے انسان نے اس کو اختیار کیا ہو' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے زعم کے اعتبار سے ان کے غلام تھے اور شاید وہ ان کے خوف کی وجہ سے بر سبیل تقیہ ان کے سامنے توحید اور ایمان کو ظاہر نہیں کرتے تھے' پھر اس وقت انہوں نے توحید اور ایمان کو ظاہر فرمایا اور اس وقت میں ان کا توحید اور ایمان کو ظاہر فرمانا ان کافروں کے دین کو ترک کرنے کے قائم مقام تھا اور یہ جواب زیادہ صحیح ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی کا اس جواب کو زیادہ صحیح فرمانا صحیح نہیں بلکہ یہ جواب اصلاً درست نہیں ہے کیونکہ تقیہ کرنا نبی کی شان نہیں ہے' جان کے خوف سے باطل کی موافقت کرنا نبی کی شان نہیں ہے' نبی ہر وقت اور ہر حال میں حق کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے ساتھ بھی تقیہ نہیں کیا اور صاف فرما دیا کہ یہ عورت ہی مجھے گناہ کی طرف راغب کر رہی تھی' اور اس عورت سے بھی موافقت نہیں کی بلکہ اس کو ملامت کی اور اس سے دامن چھڑا کر بھاگے۔

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

چونکہ ساقی اور نانبائی حضرت یوسف کے حسن اخلاق اور ان کے علم کی وجہ سے ان سے محبت کرنے لگے تھے تو حضرت

Marfat.com

یوسف نے چاہا کہ ان کے سامنے اپنے دین کا اظہار کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت یوسف دین میں ان کی قوم کے مخالف ہیں تاکہ وہ بھی حضرت یوسف کے دین کی اتباع کریں۔ حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تمہاری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۰۰۷، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۰۶)

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کافروں کے دین کو بالکل بھی نہیں اپنایا تھا اس کے باوجود فرمایا: میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا، یہاں ترک کا معنی یہ ہے کہ وہ ابتداء سے اس دین سے مجتنب رہے ہیں اور اس کو ترک سے اس لیے تعبیر فرمایا تاکہ وہ دونوں اس دین کو ترک کر دیں اور حضرت یوسف کی محبت میں اس دین کے ترک کی طرف راغب ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قول حضرت یوسف کے پہلے قول کی دلیل ہو، یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم دیا اور میری طرف وحی فرمائی کیونکہ میں نے ابتداء سے کافروں کے دین کو ترک کر دیا تھا اور انبیاء علیہم السلام کے دین کی پیروی کی تھی۔

(البحر المحیط ج ۶ ص ۲۷۷-۲۷۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تمہارے سامنے اپنے ترک کرنے کو ظاہر کیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام اس دین کے ساتھ متصف تھے۔ (عنایت القاضی ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی البحر المحیط اور خفاجی کا خلاصہ اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۲ ص ۳۶۴-۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اور میرے نزدیک اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ابتداء میں میرے سامنے میرے آباء کا دین تھا جو انبیاء ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں کا دین تھا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو میں نے کافروں کے دین کو ترک کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کے دین کو اختیار کر لیا۔

مبدء اور معاد کے اقرار کی اہمیت

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں، میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے۔

اس آیت کا لفظ ھم ضمیر کا تکرار ہے کیونکہ فرمایا: ھم بالاخرۃ ھم کافرون۔ اور ھم ضمیر کو مکرر لانا تاکید اور حصر پر دلالت کرتا ہے، یعنی آخرت کا انکار کرنے میں یہ قوم منحصر اور مخصوص تھی، اور مبدء کے انکار کرنے کی بہ نسبت معاد کا انکار کرنا زیادہ شدید ہے اس لیے ھم ضمیر کو مکرر لا کر اس کی تاکید فرمائی ہے۔

جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اس میں مبدء کے علم کی طرف اشارہ ہے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اس میں معاد کے علم کی طرف اشارہ ہے، اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین میں، اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں غور و فکر کرے گا، اس پر یہ منکشف ہو گا کہ رسولوں کو بھیجنے اور کتابوں کو نازل کرنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور مبدء اور معاد کا اقرار کرایا جائے اور اس کے علاوہ جو عقائد اور اعمال ہیں ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یوسف علیہ السلام نے فرمایا) اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے، ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ

Marfat.com

کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ (یوسف: ۳۸)

اللہ کی نعمتوں کے اظہار کا جواز

امام رازی فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس معجزہ کا اظہار فرمایا جو علم الغیب ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ وہ اہل بیت نبوت سے ہیں اور ان کے باپ' دادا اور پردادا سب اللہ کے نبی اور رسول ہیں' اور جب انسان اپنے باپ دادا کے طریقہ اور پیشہ کا ذکر کرے تو یہ بعید نہیں ہے کہ اس کا بھی وہی پیشہ اور طریقہ ہو اور حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی نبوت دنیا میں مشہور تھی اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی ان کے بیٹے ہیں تو ساقی اور نانبائی نے ان کی طرف بہت عزت اور احترام کے ساتھ دیکھا اور اب یہ قوی امید ہو گئی کہ وہ ان کی اطاعت کریں گے اور ان کے دلوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا بہت قوی اثر ہو گا' اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور فضیلتوں کا اظہار کرنا جائز ہے۔

دین کا معنی

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے تو انہوں نے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی اتباع کی ہے' کیونکہ نبی کی تو خود اپنی شریعت ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ملت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد دین ہے اور حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے' کیونکہ دین ان اصول اور عقائد کو کہتے ہیں جو سب نبیوں میں مشترک ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' انبیاء' رسولوں' فرشتوں' تقدیر اور قیامت کو ماننا۔ اس کی زیادہ وضاحت کے لیے الفاتحہ: ۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

شرک سے اجتناب کے اختصاص کی توجیہ

اس مقام پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا' نہ صرف یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جائز نہیں بلکہ یہ تو کسی کے لیے بھی جائز نہیں' پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ یہ کس طرح فرمایا کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے' اس کے دو جواب ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا ہرچند کہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے' لیکن انبیاء علیہم السلام کا مقام چونکہ عام لوگوں سے بہت بلند ہوتا ہے "اور جن کا رتبہ ہے سوا ان کو سوا مشکل ہے" کے مصداق ان پر گرفت بھی بہت سخت ہوتی ہے' اس لیے اللہ کے شریک بنانے کا عدم جواز ان کے لیے زیادہ شدید اور زیادہ موکد ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے لیے اللہ کو شریک بنانا جائز نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر اور شرک کی آلودگی سے پاک رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ۔ (مریم: ۳۵) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بالعموم شرک کی نفی کیوں کی اور یہ فرمایا: ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی چیز کو بھی شریک بنائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو بر سبیل عموم نفی کی ہے کہ ہم کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے اس عموم کی یہ وجہ ہے کہ شرک کی بہت سی اصناف اور اقسام ہیں' بعض لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں' اور بعض لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں اور بعض ستاروں کی پرستش کرتے ہیں' بعض فرشتوں کی پرستش

Marfat.com

کرتے ہیں، اور بعض نبیوں کی پرستش کرتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ اور عزیر کی، بعض جانوروں کی مثلاً گائے کی پرستش کرتے ہیں اور بعض درختوں کی مثلاً پیپل کی پرستش کرتے ہیں اور بعض لوگ گزرے ہوئے نیک بندوں کی پرستش کرتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان تمام فرقوں کا رد فرمایا اور دین حق کی طرف رہنمائی فرمائی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہی خالق ہے اور وہی رازق ہے۔

ایمان پر شکر ادا کرنے کا وجوب

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ہمارا شرک نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہے۔ اس کے بعد فرمایا: لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اس قول میں شکر ادا نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شرک نہ کرنے اور ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے، اس لیے ہر مومن پر واجب ہے کہ ایمان کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اللہ پر ایمان لانا، سب سے بڑی نعمت ہے اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب سے زیادہ اس نعمت کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میری قید کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو غالب ہے؟○ (یوسف: ٣٩)

حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام میں توحید باری کی تقاریر

اس سے پہلی آیت کے ضمن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا، اور نبوت کا اثبات الوہیت کے اثبات پر موقوف ہے، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے الوہیت کے اثبات پر دلائل دینے شروع کیے۔

مخلوق کی اکثریت یہ تو مانتی تھی کہ ایک اللہ ہے جو مستحق عبادت ہے، وہ عالم اور قادر ہے اور ساری کائنات کا خالق ہے، لیکن ان کا طریقہ یہ تھا کہ گزشتہ زمانہ میں جو نیک لوگ گزرے تھے وہ ان کی صورتوں کے بت تراش لیتے تھے یا ستاروں کے نام پر بت بنا لیتے تھے اور اس اعتقاد سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ نفع پہنچانے اور ضرر کو دور کرنے پر قادر ہیں، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسے دلائل قائم کیے کہ بتوں کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے اور ان دلائل کی تقاریر حسب ذیل ہیں:

(ا) اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوں تو جہان میں خلل اور فساد پیدا ہو گا۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور مستحق عبادت ہوتے تو آسمان اور زمین تباہ ہو جاتے۔ (الانبیاء: ٢٢)

کیونکہ اگر دو خدا ہوتے اور دونوں کی مساوی قوت ہوتی اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق کائنات کا نظام چلانا چاہتا مثلاً ایک خدا سورج کو ایک جانب سے نکالنا چاہتا اور دوسرا خدا مخالف جانب سے نکالنا چاہتا اور دونوں کی مساوی قوت ہوتی اور وہ دونوں سورج کو اپنی اپنی جانب سے نکالنے کے لیے زور آزمائی کرتے تو اس کے نتیجہ میں سورج ٹوٹ کر بکھر جاتا، اسی طرح ایک خدا ایک درخت سے صرف سیب اگانا چاہتا اور دوسرا خدا اس درخت سے صرف آم اگانا چاہتا اور دونوں کی قوت مساوی ہوتی اور وہ دونوں اس درخت پر زور آزمائی کرتے تو وہ درخت پاش پاش ہو جاتا، علٰی ھذا القیاس، جب دو

Marfat.com

مساوی طاقت کے خدا ہوتے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے منصوبہ کے خلاف اس نظام کائنات کو چلانے کے لیے اس کائنات میں زور آزمائی کرتے تو یہ کائنات بکھر کر ریزہ ریزہ ہو جاتی' اس سے معلوم ہوا کہ خداؤں کی کثرت خلل اور فساد کو واجب کرتی ہے اور جب خدا صرف ایک ہو گا تو وہ صرف ایک قسم کے نظام کو جاری کرے گا اور چونکہ اس کائنات کا نظام ایک طرز پر جاری ہے' زمین میں روئیدگی ہو یا آسمان سے بارش کا نزول ہو' سورج' چاند اور ستاروں کا طلوع اور غروب ہو یا انسانوں اور حیوانوں میں پیدائش کا طریقہ ہو' ہم صدیوں سے دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ کائنات کے اس نظام میں وحدت ہے' ہر چیز ایک ہی نظام کے تحت چل رہی ہے اور اس نظام کی وحدت زبان حال سے پکار کر یہ کہتی ہے کہ اس نظام کا ناظم بھی واحد ہے تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ خداؤں کی کثرت اس جہان کے فساد کو واجب کرتی ہے اور خدا کا واحد ہونا ہی اس جہان کی سلامتی کا ضامن ہے اور اس نظام کی بقا اور اس کی حسن ترتیب کا موجب ہے تو پھر اے میرے ساتھیو! یہ بتاؤ کہ متعدد خداؤں کا ماننا بہتر ہے یا ایک اللہ کو ماننا بہتر ہے جو غالب ہے۔

(۲) یہ بت مصنوع ہیں' صانع نہیں ہیں' اور یہ مغلوب اور مقہور ہیں غالب اور قاہر نہیں ہیں' کیونکہ اگر کوئی انسان ان کو توڑنا یا خراب کرنا چاہے تو یہ اس کو کسی طرح روک نہیں سکتے اور جب یہ اپنے آپ کو کسی ضرر یا ہلاکت سے نہیں بچا سکتے تو دوسروں کو بھی کسی ضرر اور مصیبت سے نہیں بچا سکتے اور نہ کسی قسم کا کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں' اور یہ جو فرمایا تھا ان متعدد اور مختلف خداؤں کا پوجنا بہتر ہے! اس سے مراد یہ ہے کہ بنانے والے نے مختلف مقدار اور سائز کے بت بنائے تھے اور ان کے رنگ اور ان کی شکلیں بھی مختلف تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان بتوں کے بنانے والے جس رنگ' جس سائز اور جس شکل کے بت چاہتے تھے بنا لیتے تھے تو اے میرے بھائیو! یہ بتاؤ کہ ان متعدد اور مختلف اور مجبور اور مقہور بتوں کی پرستش کرنا بہتر ہے جو کسی سے ضرر دور کرنے اور نفع پہنچانے پر قادر نہیں ہیں یا اللہ کی عبادت کرنا بہتر ہے جو واحد ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اور شخص پر غالب ہے وہ جس سے چاہے ضرر دور کر دے اور جس کو چاہے نفع پہنچا دے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا ہی اس کی عبادت کو واجب کرتا ہے' کیونکہ فرض کرو اگر دو خدا ہوتے تو ہم کو یہ علم نہیں ہے کہ ان دو میں سے ہم کو کس خدا نے پیدا کیا ہے' اور کس نے ہم کو رزق دیا ہے اور کس نے ہم سے آفتوں اور مصیبتوں کو دور کیا ہے اور کس نے ہم کو نفع پہنچایا ہے تو ہم شک میں پڑ جاتے کہ ہم اس خدا کی عبادت کریں یا اس خدا کی عبادت کریں' اسی طرح جب متعدد اور مختلف بت خدا ہوں گے اور بالفرض وہ ضرر دور کرنے والے اور نفع پہنچانے والے ہوں تو ہم کو کیسے علم ہو گا کہ ہم کو جو نفع حاصل ہوا ہے یا ہم سے جو ضرر دور ہوتا ہے وہ اس بت کا کارنامہ ہے یا کسی دوسرے بت کا کارنامہ ہے' یا ان دونوں کی یا سب کی مشارکت اور معاونت سے یہ اثر ظاہر ہوا ہے' پھر ہم شک میں پڑ جاتے کہ ہم ان متعدد اور مختلف بتوں میں سے کس کی عبادت کریں اور ان میں سے جس کی بھی عبادت کرتے تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی یا ترجیح المرجوح لازم آتی' اور اس وقت ہم شک میں مبتلا ہو جاتے کہ ہماری عبادت کا مستحق یہ بت ہے یا دوسرا بت ہے' لیکن جب خدا ایک ہو گا تو پھر یہ شک نہیں ہو گا اور ہم کو یقین ہو گا کہ صرف یہی ہماری عبادت کا مستحق ہے اور اس پوری کائنات میں عبادت کا اس کے سوا اور کوئی مستحق نہیں ہے تو اے میرے بھائیو! اب بتاؤ کہ متعدد اور مختلف خداؤں کا ماننا بہتر ہے یا اللہ کو ماننا بہتر ہے جو غالب اور قہار ہے۔

(۴) قہار کی شرط یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی قہر کرنے والا نہ ہو' اور وہ اپنے سوا ہر ایک کے لیے قاہر ہو' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ معبود واجب الوجود لذاتہ ہو کیونکہ اگر وہ ممکن ہو گا تو وہ اپنے وجود میں کسی موجد کا محتاج ہو گا پھر وہ مقہور ہو گا قاہر

Marfat.com

نہیں ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معبود واحد ہو کیونکہ اگر مثلاً دو معبود ہوں گے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر قاہر ہوگا کیونکہ قہار وہ ہوتا ہے جو اپنے سوا ہر ایک کے لیے قاہر ہو، اور جب ہر ایک دوسرے پر قاہر ہوگا تو ان میں سے ہر ایک مقہور ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ جو معبود قہار ہو وہ واجب الوجود لذاتہ ہو اور واحد ہو اور جب معبود واحد ہے تو افلاک معبود نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ متعدد ہیں، نہ کواکب اور سیارے، نہ نور اور ظلمت، نہ عقل نہ نفس، نہ حیوان نہ جمادات نہ نباتات، کیونکہ یہ سب متعدد ہیں سو جس نے ستاروں کو رب مانا تو وہ بھی ارباب متفرقین ہیں وہ قہار نہیں ہوسکتے، اسی طرح ارواح اور اجسام میں سے کوئی بھی معبود نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ متعدد ہیں اور متعدد چیزیں قہار نہیں ہوسکتیں، قہار تو صرف واحد ہوتا ہے تو اے میرے بھائیو! یہ بتاؤ کہ ان متعدد اور مختلف چیزوں کو رب ماننا بہتر ہے یا اللہ کو رب ماننا بہتر ہے جو واحد اور قہار ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس نے اپنی پہچان کرانے کے لیے اور اپنی عبادت کا حکم دینے کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء اور رسل بھیجے اور آسمانی کتابیں اور صحائف نازل کیے، اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس تمام کائنات کو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ اکیلا اس نظام کو چلا رہا ہے، فرض کیجئے کہ اس کے علاوہ اور خدا بھی ہے جس نے اس دنیا کو بنانے اور چلانے میں اپنا رول ادا کیا ہے اور وہ بھی عبادت کا مستحق ہے تو کیا اس نے اپنی پہچان اور شناخت کرانے کے لیے اور اپنی عبادت کا حکم دینے کے لیے کوئی نبی اور رسول اس دنیا میں بھیجا کہ صرف وہی ایک نہیں ہے اس دنیا کو بنانے اور چلانے میں ہم دو خدا ہیں اس کا کوئی نبی بھی اس کے شریک ہونے پر کوئی معجزہ اور دلیل لے کر آیا، اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا میرا خدا سورج کو مشرق سے نکال کر مغرب میں غروب کرتا ہے، تو کیوں نہ اس دوسرے خدا نے اس دعویٰ کو باطل کیا اور اپنی ہستی کا احساس دلانے کے لیے کسی دن سورج کو اس کی مخالف جانب سے طلوع کر کے دکھایا، اللہ تعالیٰ نے کہا وہ زمین سے غلہ پیدا کرتا ہے تو اس دوسرے خدا نے کبھی آسمان سے رزق برسا کر دکھایا ہوتا کہ یہ میری پہچان ہے اور میری شناخت ہے، اس نے بھی اپنی شراکت کو ثابت کرنے کے لیے کوئی آسمانی کتاب نازل کی ہوتی، اس کے بھی کسی نبی نے کوئی معجزہ پیش کیا ہوتا، اپنی شراکت پر مبنی کوئی نظام دیا ہوتا کسی طرح تو اپنے شریک ہونے کا احساس دلایا ہوتا تو اے میرے بھائیو! ان متعدد گونگے اور بے ثبوت خداؤں کو ماننا بہتر ہے یا اللہ تعالیٰ کو ماننا بہتر ہے جو واحد اور قہار ہے، جس نے اپنی پہچان اور شناخت کے لیے معجزات دے کر ایک لاکھ سے زائد انبیاء اور رسل بھیجے، آسمانی کتابیں نازل کیں، اپنی وحدانیت پر مبنی عبادات کا نظام دیا، اپنی توحید پر اس نظام کائنات کو دلیل بنایا جس دلیل کو آج تک کوئی توڑ نہیں سکا۔ فرض کیجئے کوئی دوسرا خدا بھی ہے اور قیامت کے دن اس نے ہم سے پوچھا کہ تم نے میری عبادت کیوں نہیں کی تو ہم کہہ دیں گے کہ تو نے اپنی پہچان اور شناخت کے لیے اپنا کون سا نمائندہ بھیجا، اپنی عبادت کا کون سا طریقہ بتایا تھا، ہم ایسے گونگے اور بے ثبوت خدا کی عبادت کیسے کرتے!

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بتوں کو ارباب کیسے فرمایا جبکہ ان میں سے کوئی بھی رب نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام ان کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ رب ہوں تو متعدد رب ماننا بہتر ہے یا واحد۔

(۶) حضرت یوسف علیہ السلام کے اس کلام میں توحید پر ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ متعدد آقاؤں کے مقابلہ میں ایک آقا کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا آسان ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص کے دو آقا ہیں، ایک کہتا ہے اس وقت سو جاؤ اور دوسرا کہتا ہے اس وقت جاگتے رہو، ایک کہتا ہے اس وقت کھانا کھاؤ دوسرا کہتا ہے اس وقت کھانا مت کھاؤ تو وہ شخص دونوں کی اطاعت کیسے کر سکتا ہے اور جب ایک شخص دو کی اطاعت نہیں کر سکتا تو متعدد اور مختلف آقاؤں کی اطاعت کیسے کر سکتا ہے، پس اے میرے بھائیو! یہ بتاؤ کہ متعدد اور مختلف ارباب کو ماننا بہتر ہے یا صرف اللہ کو ماننا بہتر ہے جو واحد اور قہار ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے، اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نہیں نازل کی، حکم صرف اللہ کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (یوسف: ۴۰)

بتوں کے صرف اسماء ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: کیا متعدد اور متفرق رب ماننا بہتر ہے یا ایک اللہ کو جو قہار ہے! اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان متفرق ارباب کے مسمیات اور ان کے مصادیق موجود ہیں، اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان کے صرف اسماء ہیں یعنی مسمیات اور مصادیق نہیں ہیں، اور یہ ان دو آیتوں میں کھلا ہوا تعارض ہے، اس کے دو جواب ہیں:

(۱) وہ ان بتوں کو الٰہ اور معبود کہتے تھے حالانکہ ان بتوں میں الوہی صفات موجود نہیں تھیں پس یہ بت نام کے الٰہ اور معبود تھے، الٰہ اور معبود کے مصداق اور مسمیٰ نہ تھے اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ صرف اسماء ہیں اور اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا: وہ ان کے خود ساختہ رب ہیں نہ کہ وہ فی الواقع رب ہیں۔

(۲) روایت ہے کہ وہ بت پرست مشبہ تھے، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اصل الٰہ تو نور اعظم ہے اور ملائکہ انوار صغیرہ ہیں اور انہوں نے ان انوار کی صورتوں پر یہ بت تراش لیے تھے اور حقیقت میں ان کے معبود انوار سماویہ تھے اور یہی مشبہ کا قول ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایک بہت بڑا جسم عرش پر مستقر ہے اور وہ اس کی عبادت کرتے ہیں اور حقیقت میں ان کا تصور شدہ جسم موجود نہیں ہے پس وہ ایسے اسماء کی عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۵۹)

کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے بتوں کی تعظیم کا حکم دیا ہے

بت پرستوں کی ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ بت اس معنی میں خدا ہیں کہ انہوں نے اس جہان کو پیدا کیا ہے، لیکن ہم ان بتوں پر معبود کا اس لیے اطلاق کرتے ہیں اور ان کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی عبادت کرنے اور ان کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بتوں کو الٰہ اور معبود کہنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے اس نام کو رکھنے کی کوئی دلیل نازل کی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے یہ حکم دیا ہے تو اس کا حکم لائق التفات اور قابل توجہ نہیں ہے چہ جائیکہ وہ حکم واجب القبول ہو اور اس کی اطاعت ضروری ہو، کیونکہ حکم دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ عبادت انتہائی تعظیم اور اجلال بجالانے کا نام ہے اور انتہائی تعظیم اسی کی جائز ہے جس نے انتہائی انعام واکرام کیا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو پیدا کیا، اسی نے اس کو زندگی دی اور اسی نے اس کو عقل، رزق اور ہدایت عطا کی اور اللہ تعالیٰ کی انسان پر حد وشمار سے باہر نعمتیں ہیں وراس کے احسان کی وجوہات غیر متناہی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا انسان پر انتہائی انعام واکرام ہے، اور جب انتہائی انعام واکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے تو انتہائی تعظیم اور اجلال کا بھی وہی مستحق ہے اس لیے اس کے سوا اور کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس بات کی توجیہ کہ اکثر لوگ اللہ کے استحقاق عبادت کو نہیں جانتے

اس کے بعد فرمایا: لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا وہ زمین میں رونما ہونے والے واقعات کا استناد افلاک اور ستاروں کی طرف کرتے ہیں، کیونکہ ان کو یہ علم ہے کہ کوئی چیز بھی کسی سبب کے بغیر رونما

Marfat.com

نہیں ہوتی، وہ دیکھتے ہیں کہ گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں جو زمینی پیداوار حاصل ہوتی ہیں ان میں سورج کی حرکت اور اس کے تغیر کا دخل ہوتا ہے اس لیے ان کے دماغوں میں یہ بات مرکوز ہوگئی کہ اس جہان میں جو حوادث رونما ہوتے ہیں ان کا سبب سورج، چاند اور باقی ستارے ہیں، پھر اللہ نے جب انسان کو توفیق دی تو اس نے یہ جان لیا کہ بالفرض ان حوادث کا سبب یہ افلاک اور کواکب ہیں لیکن یہ افلاک اور کواکب بھی تو ممکن اور حادث ہیں، انہیں بھی تو کسی موجد اور خالق کی ضرورت ہے اور ضروری ہے کہ وہ موجد اور خالق واجب الوجود ہو اور اس کا واحد ہونا ضروری ہے اور جب ان افلاک اور کواکب کا خالق وہ ذات واحد ہے تو کیوں نہ تمام حوادث کا خالق اسی کو مان لیا جائے لیکن ایسے عقل والے بہت کم ہیں اس لیے فرمایا: لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت یوسف نے فرمایا) اے میری قید کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر) کھائیں گے تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہےO (یوسف: ۴۱)

ساقی اور نانبائی کے خواب کی تعبیر

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے معجزہ پیش کر کے اپنی رسالت کو ثابت کر دیا اور ان کو توحید کا پیغام پہنچا کر بت پرستی سے منع کر دیا تو پھر ان کے سوال کے جواب میں خواب کی تعبیر بیان کی۔

ابن السائب نے بیان کیا جب ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا میں نے خواب دیکھا کہ میں انگور کے تین خوشوں سے شراب نچوڑ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، تین خوشوں سے مراد تین دن ہیں، تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلوائے گا اور تم کو دوبارہ تمہارے منصب پر بحال کر دے گا، اور نانبائی سے فرمایا: تم نے برا خواب دیکھا ہے، تم نے خواب دیکھا ہے کہ تم روٹی کی تین زنجیریں اٹھائے ہوئے ہو، تین زنجیروں سے مراد تین دن ہیں، تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلائے گا اور تم کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دے گا اور تمہارے سر سے گوشت نوچ کر پرندے کھائیں گے۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا تھا! حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا ہے اس کا اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ یعنی اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے خواہ تم نے سچ بولا ہو یا جھوٹ بولا ہو، عنقریب اسی طرح واقع ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تاویل کے واقع ہونے کو حتمی اور یقینی طور پر کیوں فرمایا؟ جبکہ خواب کی تعبیر ظنی ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آچکی تھی اور انہوں نے وحی کے ذریعہ جان کر یہ تعبیر بتائی تھی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۵۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے اس سے انہوں نے کہا تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا، پس شیطان نے ان کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا، پس وہ قید خانہ میں (مزید) کئی سال ٹھہرے رہےO (یوسف: ۴۲)

خواب کی تعبیر کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ظن کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ساقی کی نجات ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ کس طرح فرمایا کہ جس کے متعلق یوسف کو ظن تھا کہ اس کی نجات ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی

Marfat.com

بلکہ آیات میں ظن بہ معنی یقین بھی مستعمل ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم۔ (البقرہ: ۴۶) جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

انی ظننت انی ملٰق حسابیہ۔ (الحاقہ: ۲۰) مجھے یہ یقین تھا کہ میں اپنے حساب سے ضرور ملاقات کرنے والا ہوں۔

شیطان کے بھلانے کے متعلق دو تفسیریں

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا جس کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کو یقین تھا کہ وہ قید خانہ سے نکل کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچنے والا ہے کہ تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ تم بادشاہ کو یہ بتانا کہ میں اپنے بھائیوں کی طرف سے پہلے ہی مظلوم تھا' انہوں نے مجھے گھر سے نکال کر فروخت کر دیا' پھر مجھ پر اس واقعہ کی وجہ سے ظلم ہوا اور مجھ پر تہمت لگا کر مجھے قید کر دیا گیا۔

اس کے بعد فرمایا: پس شیطان نے ان کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا۔

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ امام ابن اسحاق نے کہا: بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا شیطان نے ساقی کو بھلا دیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۸۲) لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اس تفسیر کی موافقت نہیں کرتے۔ اس صورت میں آیت یوں ہونا چاہیے تھی: فانسٰہ الشیطان ذکرلہ "پس ساقی کو شیطان نے اس کے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا" جبکہ آیت کے الفاظ اس طرح ہیں فانسٰہ الشیطان ذکر ربہ "پس یوسف کو شیطان نے اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا"۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ شیطان کے لیے وسوسہ ڈالنا تو ممکن ہے لیکن نسیان طاری کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ نسیان کا معنی ہے دل سے علم کو زائل کر دینا اور اس پر شیطان کو قدرت نہیں ہے ورنہ وہ تمام بنو آدم کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو زائل کر دیتا' اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کے دل میں مختلف چیزوں کے وسوسے ڈالتا ہے اور کسی چیز کے وسوسے ڈال کر کسی اور چیز سے اس کا دھیان ہٹا دیتا ہے' شیطان نے کئی چیزوں کی طرف حضرت یوسف کو متوجہ کیا حتیٰ کہ ان میں الجھ کر حضرت یوسف اللہ تعالیٰ سے عرض اور التجا کرنا بھول گئے اور انہوں نے ساقی سے کہا: تم بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا کہ مجھے ظلماً قید کیا گیا ہے تاکہ میری رہائی کا سبب ہو جائے' اس معنی کی تائید میں حسب ذیل روایات ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانے کے متعلق روایات

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بات حضرت یوسف نے کہی تھی اگر وہ نہ کہتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۷۷)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت یوسف پر رحم فرمائے اگر ان کی وہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۷۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۶۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف وہ بات نہ کہتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے رہائی کو طلب کیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۷۹)

Marfat.com

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب نہ کرتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے رہائی کو طلب کیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۷۹)

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب نہ کرتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے لیکن ان پر اس لیے عتاب کیا گیا کہ انہوں بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب کیا تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۷۸۰)

مجاہد اور ابو حذیفہ سے بھی اسی طرح کی روایات ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۹۳-۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۶۳۶)

شیطان کے بھلانے کے متعلق اختلاف مفسرین

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کا مختار یہ ہے کہ شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا اور اس سلسلہ میں عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث روایت کی ہے اس کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی یہ لکھا ہے کہ شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا۔ (روح المعانی جز ۱۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ، علامہ ابو محمد بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ، امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ ابو عبد اللہ القرطبی المالکی المتوفی ۶۶۸ھ کا مختار یہ ہے کہ شیطان نے حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا کرنا بھلا دیا۔

نبی کو بھلانے کی توجیہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد المالکی القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نسیان کی شیطان کی طرف نسبت کرنا کس طرح درست ہوگا حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر شیطان کا بالکل تسلط نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم اسلام کا نسیان صرف اس صورت میں محال ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں یعنی وحی الٰہی کی تبلیغ میں، وہ اس میں معصوم ہوتے ہیں، اور جن صورتوں میں ان سے نسیان ہونا جائز ہے ان صورتوں میں ان کے نسیان کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور یہ نسبت وہیں کی جا سکتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نسیان کی خبر دی ہو اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کی طرف نسیان کی نسبت کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا، تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان (کی معصیت) کا کوئی قصد نہیں پایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۷۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محض بشر ہوں، میں اس طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷۲)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد القمی النیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

شیطان کی طرف بھلا دینے کی نسبت مجاز ہے کیونکہ بھلانے کا معنی ہے دل سے علم کو زائل کر دینا اور شیطان کو اس پر بالکل قدرت نہیں ہے ورنہ وہ بنو آدم کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو زائل کر دیتا' اس نے صرف دل میں وسوسے ڈالے' اور دل میں ایسے خیالات ڈالے اور ایسے کاموں کی طرف دل کو متوجہ کیا جو نسیان کا سبب بن گئے۔

(غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴ ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

شیطان کا بھلانا اس کے اغوا اور گمراہ کرنے کے قبیل سے نہیں تھا بلکہ بلند مرتبہ خواص کے ترک اولیٰ کے قبیل سے تھا۔

(عنایت القاضی ج ۵ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھولنے کی بحث آ گئی ہے' اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نمازوں میں سہو ہوا اور آپ سے جو نمازیں قضا ہوئیں اور آپ کے سہو اور نسیان کے متعلق یہاں پر تفصیلی گفتگو کر لیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کی تحقیق

امام مالک کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میری سنت قائم کی جائے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۵، التمہید ج ۴ ص ۳۵۹، ج ۱۰ ص ۵۵۹، الشفاء ج ۲ ص ۱۳۳)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

آپ کی مراد یہ ہے کہ میں اپنی امت کے لیے اس چیز کو سنت قرار دوں کہ جب ان کو سہو ہو جائے تو وہ کس طرح عمل کریں' تاکہ وہ میری اقتداء کریں اور میرے فعل کی اتباع کریں۔

(الاستذکار ج ۲ ص ۴۰۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

سہو اور نسیان کا فرق

حافظ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ راغب اصفہانی نے کہا: غفلت کی وجہ سے کسی خطا کا سرزد ہو جانا سہو ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ سہو ہے جس میں انسان کی کوتاہی نہیں ہوتی جس میں غفلت کا سبب اس کا اختیاری فعل نہیں ہوتا' دوسری وہ قسم ہے جس میں غفلت کا سبب اس کا اختیاری فعل ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص نشہ آور چیز کھائے پھر بلا قصد کوئی برا کام یا گناہ کرے اور یہ سہو مذموم ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں۔

(الماعون: ۵)

یہاں سہو سے وہی سہو مراد ہے جس میں غفلت کا سبب اختیاری ہو مثلاً کوئی شخص نماز کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے سو جائے' نماز کا وقت گزر جائے اور اس کی آنکھ نہ کھلے اور سہو کی پہلی قسم کی مثال وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں اکثر واقع ہوا' علامہ خفاجی کہتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ سہو اور نسیان میں فرق یہ ہے کہ جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے

Marfat.com

معمولی غفلت ہو اور ادنیٰ تنبیہ سے اس کا ذہن اس چیز کی طرف متوجہ ہو جائے تو یہ سہو ہے اور جو چیز حافظہ سے بالکلیہ زائل ہو جائے تو یہ نسیان ہے، اسی وجہ سے اطباء نسیان کو بیماری قرار دیتے ہیں نہ کہ سہو کو۔

(نسیم الریاض ج ۴ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

افعال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا جواز اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا عدم جواز

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ افعال تبلیغیہ اور اعمال شرعیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا قصد اور سہواً مخالفت کا واقع ہونا جائز ہے، جیسا کہ نماز میں آپ کے سہو سے متعلق احادیث ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۰۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۲) اور اقوال تبلیغیہ میں آپ سے سہو کا واقع ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اقوال میں آپ کے صدق پر معجزہ قائم ہے اور اس میں مخالفت کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف ہے، اور افعال میں سہو کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں طعن اور اعتراض کا موجب ہے، بلکہ یہ دل پر غفلت طاری ہونے اور فعل میں غلطی واقع ہونے کے قبیل سے ہے، جو کہ بشری تقاضا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۲) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سہو اور نسیان کا طاری ہونا علم کا فیضان کرنے اور شریعت کو مقرر کرنے کا سبب ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: میں اس لیے بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی فعل کو سنت کروں بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ میں بھولتا نہیں ہوں لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں۔

بلکہ سہو اور نسیان کی حالت، تبلیغ میں اضافہ ہے اور نعمت کو مکمل کرنا ہے اور نقص اور اعتراض سے بہت دور ہے، کیونکہ جو علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ رسولوں کو سہو اور غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ فی الفور صحیح حکم کو پہچان لیتے ہیں اور صوفیہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو، نسیان اور غفلت کا طاری ہونا بالکل جائز نہیں ہے اور جن احادیث میں نماز میں سہو واقع ہونے کا ذکر ہے ان کی انہوں نے اپنے طور پر تشریح کی ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۳۲-۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

بھولنے اور بھلائے جانے کے دو محمل

علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ اس فعل کو میں سنت بنا دوں۔ اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں اور نیند میں بھلا دیا جاتا ہوں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں سوتا تھا اگرچہ نماز یا کسی اور کام کے وقت آپ کو نیند ہوتی تھی، آپ نے بیداری میں بھولنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ اس وقت میں آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں مشغول ہوتے تھے، اور نیند کی حالت میں آپ نے اپنے بھولنے کی نسبت اپنے غیر کی طرف کی کیونکہ اس حال میں آپ کی لوگوں کے ساتھ مشغولیت نہیں ہوتی تھی اور اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح نسیان میں کسی چیز سے سہو اور ذہول ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے یا کسی چیز کو یاد ہونے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود میں اس کو بھول جاتا ہوں، پس آپ نے بھولنے کی ایک صورت کو اپنی طرف منسوب کیا اور دوسری صورت کو اپنے غیر کی طرف منسوب کیا، کیونکہ ایک صورت میں کسی سبب سے بھولنا ہے اور دوسری صورت

Marfat.com

میں بغیر کسی سبب کے اضطراری طور پر بھولنا ہے۔

(المنتقی ج ۱ ص ۱۸۲، دار الکتاب العربی بیروت، تنویر الحوالک ص ۱۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

لیلۃ التعریس میں نماز فجر قضا ہونے کی تحقیق

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (خیبر سے واپسی کے موقع پر) ایک رات کو سفر کر رہے تھے۔ بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کر لیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لیے نہیں اٹھ سکو گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو بیدار کر دوں گا، پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری سے ٹیک لگالی، ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج کی بھوں طلوع ہو چکی تھی، آپ نے فرمایا: اے بلال! تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟ حضرت بلال نے کہا: آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روحیں لوٹا دیتا ہے، آپ نے فرمایا: اے بلال! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دو، پھر آپ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے تو اس کو جب یاد آجائے تو وہ نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷، ۱۱۴۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸) اس حدیث کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ جب آپ کا دل بیدار تھا تو غزوۂ خیبر سے واپسی کے موقع پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ کی آنکھ کیوں نہیں کھلی، حتیٰ کہ آپ کی آنکھ اس وقت کھلی جب فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی اور سورج طلوع ہو چکا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵، صحیح مسلم رقم الحدیث ۶۸۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۲۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۹۷، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۵،۲۶)

علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل یاد الٰہی میں بیدار تھا لیکن فجر کے وقت کو دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور آنکھیں نیند میں تھیں، یعنی قلب جو معقولات اور انوار و تجلیات کا منبع اور مرکز ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محو خواب تھیں، اور علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا، لیکن کبھی کبھی آپ پر عام انسانوں کی طرح ایسی نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محو خواب ہوتا تھا اور یہ واقعہ ایسے ہی احوال میں سے ہے کیونکہ اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا: اللہ نے ہمارے روحیں قبض کر لی تھیں، ایک اور حدیث میں فرمایا: اگر اللہ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۶) تیسرا جواب یہ ہے کہ دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستغرق نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جائے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ سو جاتے تھے لوگ آپ کے خراٹے سنتے تھے، اس کے بعد آپ حضرت بلال کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷، ۱۱۷، ۶۳۱۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۶۳) چوتھا جواب یہ ہے کہ دل اس لیے جاگتا رہتا ہے کہ نیند میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں، لہٰذا دل کی

Marfat.com

بیداری کا معاملہ صرف وحی ربانی سے رابطہ ہے، فجر کے طلوع اور عدم طلوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر جو نماز قضا ہوئی، وہ ظاہر کے اعتبار سے ادا ہے، کیونکہ آپ کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس موقع پر آپ کو اسی وقت میں فجر کی نماز پڑھنے کا حکم تھا، تاکہ امت کے لیے آپ کی زندگی میں قضا نماز پڑھنے کا اسوہ اور نمونہ قائم ہو، لطف کی بات یہ ہے کہ جب ہم ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی اس وقت بھی آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر اور مستغرق تھا سو جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا۔

غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کی تحقیق

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد آئے اور انہوں نے کفار قریش کو برا کہنا شروع کر دیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! سورج غروب ہو گیا اور میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر ہم وادی بطحان میں کھڑے ہوئے، آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا، پھر آپ نے غروب آفتاب کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۳۱، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۸۰، سنن النسائی رقم الحدیث:۱۳۶۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۹۹۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۸۸۹، شرح السنہ رقم الحدیث:۳۹۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

موطا امام مالک میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ آپ سے اس دن ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث:۴۴۳) اور حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ سے اس دن ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں قضا ہو گئی تھیں جو انہوں نے رات شروع ہو جانے کے بعد پڑھیں۔ (سنن نسائی رقم الحدیث:۶۶۰) اور سنن ترمذی اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ ان کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا کہ ان کی صرف عصر کی نماز قضا ہوئی تھی جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق دی ہے کہ خندق کی جنگ کئی دنوں تک ہوتی رہی ہے اور نمازوں کے قضا ہونے کے واقعات کئی دنوں کے ہیں، کسی دن صرف عصر کی نماز قضا ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ (صحیح البخاری:۵۹۶، مسلم:۶۳۱) اور کسی دن ظہر اور عصر کی دو نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ موطا میں ہے۔ (موطا:۴۴۳) اور کسی دن ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ سنن نسائی میں ہے۔ (نسائی:۶۶۰) اس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے اور کسی دن چار نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے:

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۷۔ ۶۹، مطبوعہ لاہور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خندق کے دن چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا، حتیٰ کہ رات کا جتنا حصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا گزر گیا، پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر آپ نے ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء پڑھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۷۹، سنن النسائی رقم الحدیث:۶۶۲، سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث:۳۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ

Marfat.com

ج ۲ ص ۷۰، مسند احمد ج ا ص ۳۷۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ا ص ۴۰۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۶۲۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۳۰)

غزوۂ خندق میں نماز قضا ہونے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن جو نمازوں کو موخر فرمایا تھا آیا یہ نسیاناً موخر فرمایا تھا یا عمداً۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان نمازوں کو نسیاناً موخر فرمایا تھا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن مغرب کی نماز پڑھی، پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو علم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں یارسول اللہ! آپ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، تب آپ نے موذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور مغرب کی نماز دہرائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کو لڑائی میں مسلسل مشغول رکھا اور انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دی۔

جہاد میں مشغول ہونے کی وجہ سے آیا اب نماز قضا کی جاسکتی ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو موخر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ اب صلوٰۃ خوف پڑھی جائے یعنی ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے اور دوسری جماعت نماز پڑھے، اور غزوۂ خندق میں اشتغال کی وجہ سے تاخیر کا عذر تھا کیونکہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے جو کہا ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا۔ نماز ظہر سے غروب آفتاب تک، اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، جس میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: وکفی اللہ المؤمنین القتال۔ (الاحزاب: ۲۵) "اور اللہ نے مومنین کو قتال سے کفایت فرمادی" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ نے اس طرح ظہر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے، پھر انہوں نے عصر کی اقامت کی اور آپ نے اس طرح عصر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں عصر پڑھتے تھے، پھر انہوں نے مغرب کی اذان دی تو آپ نے اس طرح مغرب کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں مغرب پڑھتے تھے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۶۰، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں موخر کیں تھیں اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ امت کو یہ مسئلہ بتایا جائے کہ جو شخص صاحب ترتیب ہو (یعنی جس شخص کی بلوغت کے بعد پانچ یا اس سے زائد نمازیں چھوٹی ہوئی نہ ہوں) وہ اس وقت تک ادا نماز نہیں پڑھے گا جب تک کہ اپنی قضا نماز نہ پڑھ لے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھیں، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں میں سہو کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نمازوں میں سہو لاحق ہوا اس کے متعلق تین حدیثیں ہیں: ایک حضرت ذوالیدین کی حدیث ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۲، صحیح مسلم

Marfat.com

رقم الحدیث: ۵۷۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۰۸) دوسری حدیث حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ اولیٰ نہیں کیا اور کھڑے ہوگئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۲۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۳۴) تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعات پڑھا دیں۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد رقم الحدیث: ۹۲، الرقم الغیر المکرر: ۵۷۲، الرقم المسلسل: ۱۲۶۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام صورتوں میں سجدہ سہو کیا، اگر آپ کو یہ سہو واقع نہ ہوتا تو آپ کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن جب ہماری نمازوں میں سہو ہوتا تو ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح تم بھول جاتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں، یہ تشبیہ نفس نسیان میں ہے، ورنہ نسیان کی کیفیت میں بہت فرق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت آپ یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ افعال نماز سے آپ کی توجہ ہٹ گئی اور چار رکعات کے بجائے پانچ رکعات نماز پڑھا دی، جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور افعال نماز کی طرف توجہ نہیں رہتی، خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھولتے ہیں، ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا کمال ہے۔ حضرت ابوبکر نے یونہی تو نہیں کہا تھا: یالیتنی کنت سہو محمد۔ کاش میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سہو ہی ہو جاتا۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ پنجم ص ۱۶۱)

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات میں صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس آیت کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا اور دوسرا یہ کہ شیطان نے حضرت یوسف کو اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیا اور یہ اسناد مجازی ہے، بھلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن شیطان اس کا سبب بنا اس نے آپ کا ذہن اپنی پریشانیوں اور دوسرے عوارض کی طرف متوجہ کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا کرنا بھول گئے اور آپ نے ساقی سے کہا کہ تم بادشاہ کے سامنے میری مظلومیت کا ذکر کرنا۔ امام فخرالدین رازی اور بعض دوسرے مفسرین نے اسی تقریر کو اختیار کیا ہے اور قرآن مجید کے ظاہر الفاظ اور احادیث اور آثار بھی اسی تقریر کے موید ہیں۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اچھا یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی مظلومیت میں مخلوق میں سے کسی شخص کی طرف رجوع نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرتے اور اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کرتے کیونکہ جب ان کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنے لگے تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے کہا: تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں ہے! اور چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی حاجت اس ساقی کے سامنے پیش کی اور اس سے کہا کہ تم بادشاہ سے میرا ذکر کرنا، اور مخلوق سے مدد مانگنا ہر چند کہ ناجائز نہیں ہے لیکن یہ چیز حضرت یوسف کی پیغمبرانہ شان کے خلاف تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس توحید کے وارث تھے اس کے مناسب نہ تھی اس لیے ان پر عتاب کیا گیا اور وہ مزید دس سال قید میں رکھے گئے۔

امام رازی فرماتے ہیں: میری عمر اب ستاون سال کی ہوگئی اور میری پوری زندگی کا یہ تجربہ ہے کہ انسان جب بھی اپنے کسی معاملہ کو غیر اللہ کے سپرد کرتا ہے اور اپنے کسی کام میں غیر اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو وہ کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہو جاتا

Marfat.com

ہے اور کسی مصیبت اور بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے اور انسان جب اللہ پر اعتماد کرتا ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف رجوع نہیں کرتا تو اس کا مطلب اور مقصود نہایت عمدہ طریقہ سے پورا ہو جاتا ہے اور اب میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے سوا کسی اور پر اعتماد کرنا اور اپنی حاجات اور مہمات میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف رجوع کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۶۲-۴۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۹۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۸۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۷۴، المستدرک ج ۳ ص ۵۴۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۴)

غیر اللہ سے استمداد کا جواز

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے غیر اللہ سے جو مدد لی تھی اس پر کیوں عتاب کیا گیا جبکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں غیر اللہ سے مدد لینا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ (المائدہ: ۲) نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی حکایت کی ہے:

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (آل عمران: ۵۲) اللہ کی طرف میرے کون مددگار ہیں؟

اور اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا اور اللہ اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۸۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲، سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۵۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۳۴، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۹، مسند الشہاب رقم الحدیث: ۴۵۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم کرے نہ اس کو ہلاکت میں ڈالے، اور جو شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۲۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۹۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۶۱۴، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۵۱۸)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ آنے کے ابتدائی ایام میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: کاش میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا! پھر ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی، آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۸۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۱۰، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۷۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۸۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۰-۱۴۱، الادب المفرد رقم الحدیث:۸۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۲۲۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۸۵۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۹۸۶، المستدرک ج ۳ ص ۵۰۱)

پھر علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ مخلوق میں سے کسی کام میں مدد حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرض کے ازالہ کے لیے دواؤں کو تناول کرنا اور طاقت حاصل کرنے کے لیے کھانا پینا (یا مقویات کھانا) خواہ کافر سے مدد لی جائے کیونکہ وہ بادشاہ کافر تھا کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ظلم سے بچنے کے لیے یا دریا میں ڈوبنے اور آگ میں جلنے سے بچنے کے لیے اور اسی طرح کی دوسری مصیبتوں میں کفار سے مدد لینا جائز ہے۔

مخلوق سے استمداد کی بنا پر حضرت یوسف سے مواخذہ کی توجیہ

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ مخلوق سے مدد لینا جائز ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اگر اس بادشاہ سے مدد طلب کی تھی تو ان پر عتاب کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیاء علیہم السلام کو تمام مخلوق سے بلند مرتبہ عطا کیا ہے، اسی طرح ان کے تمام احوال اور افعال کو بھی عام لوگوں کے احوال اور افعال سے بلند رکھا ہے اور نبی کے لیے احسن اور اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ اپنے معاملہ کو اللہ کے سوا اور کسی کے سپرد نہ کرے اور اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرے، خصوصاً کسی کافر سے مدد طلب نہ کرے تاکہ کفار اس سے خوش نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ اگر یہ نبی حق پر ہوتا اور واقعی اس کا رب واحد ہوتا تو یہ اسی سے مدد طلب کرتا اور ہم سے مدد طلب نہ کرتا۔ حسن بصری سے روایت ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تو بہت روتے اور یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! اگر ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم کو مخلوق کے سپرد نہ کرنا۔ (الکشاف ج ۲ ص ۴۴۶-۴۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

مصائب سے نجات حاصل کرنے کے لیے مخلوق سے استمداد اور استعانت کرنا ہر چند کہ لائق تحسین ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے شایان شان نہیں ہے۔ (انوار التنزیل مع عنایت القاضی ج ۵ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ بادشاہ سے مدد طلب کرنے پر حضرت یوسف پر کیوں عتاب کیا گیا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وتعاونوا علی البر والتقوی۔ (المائدہ:۲) اور اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، اس کا یہ جواب دیا کہ ہر چند کہ مخلوق سے استعانت قابل تعریف ہے لیکن خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق اس کو ترک کر دینا ہے۔

(عنایت القاضی ج ۵ ص ۳۱۰)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ظلم کو دور کرنے کے لیے غیر اللہ سے مدد حاصل کرنا شریعت میں جائز ہے اور اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جو حضرات

Marfat.com

عبودیت کے سمندر میں غرق ہوتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام وہ اگر ایسا کریں تو ان پر عتاب ہوتا ہے' اور جب اتنی سی بات پر حضرت یوسف علیہ السلام پر عتاب کیا گیا اور ان کی قید کی مدت میں سات سال اضافہ کر دیا گیا کیونکہ ساقی کو سات سال بعد بادشاہ سے حضرت یوسف کے ذکر کرنے کا خیال آیا تو اگر عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ انہوں نے وہ کچھ کیا ہوتا جس کا بعض من گھڑت روایات میں ذکر ہے تو ان پر سخت گرفت ہوتی لیکن جب اس سلسلہ میں ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند کردار پر محض اتہام لگایا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا: بادشاہ سے میری مظلومیت کا ذکر کرنا' یہ بتانا کہ مجھے ناحق امتحان میں ڈالا گیا ہے اور اسے میرا مرتبہ اور مقام بتانا اور مجھے جو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس کا ذکر کرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور استعانت تنگی میں کشادگی کو طلب کرنے کے لیے کہا تھا' اور ان کے نزدیک یہ ان کی قید سے رہائی کا سبب تھا' جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: من انصاری الی اللہ۔

(البحر المحیط ج ۶ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے مخلوق سے مدد طلب کرنے پر جو گرفت کی گئی اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے بندوں سے جو مدد طلب کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حکم اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مناصب کے یہ لائق ہے کہ وہ مخلوق سے استعانت کو ترک کر دیں اور عزیمت پر عمل کریں۔

(روح المعانی جز ۱۲ ص ۳۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت

امام ابو جعفر محمد بن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ' وہب بن منبہ اور ابن جریج نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام سات سال قید خانے میں رہے۔

(جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت میں تین قول ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کہا یہ مدت بارہ سال ہے' ضحاک نے کہا یہ مدت چودہ سال ہے' قتادہ نے کہا یہ مدت سات سال ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۲۲۸، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف پر جو گرفت کی تھی اس کی وجہ سے جو قید میں اضافہ ہوا اس کی مدت سات سال یا نو سال تھی اور اس سے پہلے وہ پانچ سال قید میں رہے تھے' اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے: پس وہ قید خانہ میں مزید چند سال رہے' یہ اس عتاب کے نتیجہ میں قید کی مدت ہے نہ کہ کل قید کی مدت' اس لحاظ سے ان کی قید کی کل مدت بارہ سال یا نو سال ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں

عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ

کھا رہی ہیں اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے) اے میرے درباریو!

فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ

میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو! ○ انہوں نے کہا یہ تو پریشان خواب ہیں،

وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا

اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ○ ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا

وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ

اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا اس نے کہا میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو ○

اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ

(اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا) اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی

عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی

گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں، اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر

النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ

لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں ○ یوسف نے کہا تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے،

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ

پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلے کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا ان قلیل غلے کے جن کو تم کھاؤ ○ پھر

یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ

اس کے بعد سات خشک سال کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا

Marfat.com

إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ

ماسوا تھوڑے سے غلے کے جن کو تم محفوظ رکھو گے ○ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں

فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ ع

لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے ○

ع ۶/ ۷ / ۱۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے) اے میرے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو○ (یوسف: ۴۳)

مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا

جب اللہ تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی اور کشادگی کے دن قریب آ گئے، تو مصر کے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف کے پاس آئے ان کو سلام کیا اور ان کو کشادگی کی بشارت دی، اور کہا کہ اللہ عزوجل آپ کو قید خانہ سے نکالنے والا ہے اور آپ کو اس زمین کا اقتدار عطا کرنے والا ہے، اس زمین کے بادشاہ آپ کے تابع ہو جائیں گے اور سردار آپ کی اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بھائیوں پر غلبہ عطا فرمائے گا، اور اس کا سبب یہ ہو گا کہ بادشاہ ایسا خواب دیکھے گا اور اس کی ایسی تعبیر ہوگی، پھر کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ بادشاہ نے وہ خواب دیکھا جس کے نتیجہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی مل گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو پہلا خواب دیکھا تھا وہ ان کے لیے سختی اور مصیبت کا سبب بن گیا تھا، اور بادشاہ کا یہ خواب ان کے لیے کشادگی اور رحمت کا سبب بن گیا۔

مصر کے بادشاہ الریان بن الولید نے خواب دیکھا کہ دریا سے سات موٹی تازی گائیں نکلیں اور ان کے پیچھے سات دبلی گائیں نکلیں، انہوں نے ان موٹی تازی گایوں کو کان سے پکڑا اور کھا گئیں اور اس نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور سات سوکھے ہوئے خوشے دیکھے، ان سوکھے ہوئے خوشوں نے ان سرسبز خوشوں کو کھا لیا اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچا اور سوکھے ہوئے خوشے اسی طرح سوکھے رہے، اسی طرح دبلی گایوں نے موٹی گایوں کو کھا لیا تھا اور وہ اسی طرح دبلی کی دبلی رہیں۔ یہ خواب دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا، اس نے لوگوں کو، اہل علم کو، کاہنوں کو، نجومیوں کو، جادوگروں کو اور سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ خواب بیان کر کے کہا: اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۷۷، زاد المسیر ج ۴، ص ۲۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے○ (یوسف: ۴۴)

اضغاث احلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ضغث کا معنی ہے بے ربط اور خلط ملط باتیں، گھاس پھونس کا مٹھی بھر مجموعہ۔ ابو عبیدہ نے کہا: جس خواب کو بہت لوگ دیکھیں اور ان کو جمع کر کے ایسا مجموعہ یا گٹھا بنا لیا جائے جیسے سوکھی ہوئی گھاس کا گٹھا ہوتا ہے، اس سے مراد وہ خواب ہے جس

Marfat.com

کی تعبیر نہ بیان کی جا سکے۔ الکسائی نے کہا: اضغاث احلام کا معنی ہے ملے جلے اور خلط ملط خواب۔ ابن قتیبہ نے کہا: اضغاث احلام کا معنی ہے جس طرح آدمی مختلف گھاسوں کو ملا کر ایک گٹھا بناتا ہے اور اس میں طرح طرح کی گھاس ہوتی ہے' اسی طرح جس خواب میں مختلف النوع باتیں دکھائی دیں۔ الزجاج نے کہا: الضغث کا معنی ہے کسی چیز کا گٹھا' مثلاً سبزیوں یا ان جیسی چیزوں' کا ان کی مراد یہ تھی کہ تم نے خواب میں چند ملی جلی چیزیں دیکھی ہیں' یہ کوئی واضح خواب نہیں ہے اور ایسے ملے جلے خواب کی تعبیر کا ہمیں علم نہیں ہے۔

الاحلام' حلم کی جمع ہے' انسان نیند میں جو خواب دیکھتا ہے اس کو حلم کہتے ہیں' بعض خواب صحیح ہوتے ہیں اور بعض باطل ہوتے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۴' ص ۲۳۰' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نفس ناطقہ کو اس صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ عالم افلاک تک پہنچ سکتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کر سکتا ہے' لیکن بیداری میں نفس ناطقہ بدن کی تدبیر اور حواس میں تصرف کرنے میں مشغول ہوتا ہے' اس مانع کی وجہ سے وہ بیداری میں لوح محفوظ کا مطالعہ نہیں کر سکتا اور نیند کے وقت یہ مشغولیات کم ہو جاتی ہیں تو نفس اس مطالعہ پر قوی ہو جاتا ہے' اور جب روح ان احوال میں سے کسی حال پر واقف ہو جاتی ہے تو اگر وہ احوال اس مشاہدہ کے مطابق خیال میں منتقش ہو جاتے ہیں تو ان کی تعبیر میں کسی تاویل کی احتیاج نہیں ہوتی اور اگر ان احوال کی رموز یا ان کے اشارات خیال میں مرتسم ہوں تو پھر ان کی تعبیر میں تاویل کی احتیاج ہوتی ہے' پھر اگر وہ رموز اور اشارات مربوط' مرتب اور منظم ہوں تو ان متخیلات سے حقائق روحانیہ کی طرف منتقل ہونا اور ان کی تاویل کرنا تعبیر کرنے والے کے لیے سہل اور آسان ہوتا ہے' اور بعض اوقات وہ رموز اور اشارات مختلط' مضطرب اور غیر منضبط ہوتے ہیں اور ان کی تحلیل اور ان کا تجزیہ کرنا دشوار ہوتا ہے اور ان کی ترتیب اور تالیف میں تشویش ہوتی ہے اور ان سے کسی چیز کی تصویر کشی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ایسے ہی خوابوں کو اضغاث احلام کہا جاتا ہے' اور اس کا سبب یہ ہے کہ بدن کی قوتوں میں کسی فساد کی وجہ سے قوت متخیلہ میں تشویش پیدا ہوتی ہے یا خارج میں کسی غیر مانوس چیز سے سابقہ پڑتا ہے اور اس کو اضغاث اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تعبیر بیان کرنے والوں کو تھکا دیتی ہے۔ (غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴' ص ۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سوکھی ہوئی گھاس کے مختلف اور منتشر تنکوں کے گٹھے کو ضغث کہتے ہیں' انسان جو خواب دیکھتا ہے کبھی تو اس کا معنی بالکل واضح ہوتا ہے جیسے انسان بیداری میں سوچ بچار کرتا ہے اور کبھی اس کا معنی غیر مربوط' غیر منضبط اور غیر واضح ہوتا ہے' جیسے غیر متناسب اور غیر مربوط اور غیر مرتب گھاس کے تنکوں کا گٹھا ہو اس کو اضغاث احلام کہتے ہیں' اس میں غیر مربوط خیالات کو غیر متناسب اور مختلف قسم کے گھاس کے تنکوں کے مجموعہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ ہم نے یوسف: ۴ میں اضغاث احلام کی زیادہ وضاحت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا' اس نے کہا میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں' مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو O (یوسف: ۴۵)

مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کا ذکر کرنے کی توجیہ

بادشاہ نے جب درباریوں سے خواب کے متعلق پوچھا اور وہ اس کی تعبیر نہ بتا سکے اس وقت اس ساقی نے کہا کہ قید خانے میں ایک شخص بہت عالم فاضل ہے اور بہت نیک ہے اور بہت عبادت گزار ہے' میں نے اور باورچی نے جو خواب دیکھے

Marfat.com

تھے ہم نے اس سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی اور اس کی بتائی ہوئی تعبیر بالکل صحیح اور درست واقع ہوئی، اگر آپ بھی اپنے خواب کی صحیح تعبیر جاننا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے پاس قید خانے میں بھیج دیں، میں اس سے صحیح تعبیر معلوم کر کے آپ کو بتادوں گا۔ (تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

بعض علماء نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: اسے ایک مدت کے بعد یوسف یاد آیا، یہ ترجمہ اس نظریہ پر مبنی ہے کہ شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا، لیکن احادیث، آثار اور قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان نے حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں التجا اور ذکر کرنا بھلا دیا تھا اور انہوں نے ساقی سے کہا کہ وہ بادشاہ کے سامنے ان کی مظلومیت کا ذکر کرے، اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے اس لیے ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ساقی نے اس وقت تک بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا جب تک بادشاہ کو خواب کی تعبیر بتانے کے لیے کسی ماہر کی ضرورت نہیں پڑی، اس وقت اس نے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا، کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ اگر اس نے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت یوسف کے بے قصور قید ہونے کا بتایا تو بادشاہ کے ذہن میں خود اس ساقی کا جرم پھر سے تازہ ہو جائے گا جس وجہ سے اس کو قید کیا گیا تھا اور اس کو خطرہ تھا کہ یہ امر اس کے لیے کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔

(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۳۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **(اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا) اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں ○** (یوسف: ۴۶)

جس سے علم حاصل کیا جائے اس کی تعظیم اور تکریم لازم ہے

ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کہا جس کا معنی ہے: بہت زیادہ سچ بولنے والے، اور اس نے آپ کی یہ صفت اس لیے بیان کی کہ اس نے آپ کو ہمیشہ سچ بولنے والا پایا اور اس لیے کہ آپ نے اس کو جو تعبیر بتائی تھی وہ صادق ہوئی، اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص کسی سے علم حاصل کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرے اور اس کو ایسے الفاظ سے مخاطب کرے جو احترام اور تکریم پر دلالت کرتے ہوں۔ ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی سامنے خواب میں وہی الفاظ ذکر کیے جو الفاظ بادشاہ نے ذکر کیے تھے اور یہ اس وجہ سے کیا کہ اگر خواب کے الفاظ میں تبدیلی کر دی جائے تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی تعبیر بھی بدل جائے، اس لیے ساقی نے احتیاط کی اور خواب کے بعینہٖ وہی الفاظ بیان کیے جو بادشاہ نے ذکر کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یوسف نے کہا تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے، پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلے کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جن کو تم کھاؤ ○ پھر اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا ماسوا تھوڑے سے غلے کے جن کو تم محفوظ رکھو گے ○ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے ○** (یوسف: ۴۹-۴۷)

حضرت یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق

ان آیات سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند ظرف اور مکارم اخلاق کا پتا چلتا ہے، آپ نے ساقی کو تاکید سے کہا تھا

Marfat.com

کہ وہ بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرے، ساقی نے سات سال تک بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف کا ذکر نہیں کیا، پھر وہ اپنی ضرورت سے حضرت یوسف سے خواب کی تعبیر پوچھنے گیا تو حضرت یوسف نے اس کو کوئی سرزنش یا ملامت نہیں کی بلکہ شرح صدر کے ساتھ اس کو خواب کی تعبیر بتا دی۔ ساقی کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے حضرت یوسف کو مزید سات یا نو سال قید میں رہنا پڑا، یہ ایک تقدیری امر تھا لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ اگر ساقی جاتے ہی حضرت یوسف کی مظلومیت اور ان کے بلاقصور قید میں گرفتار ہونے کا ذکر کر دیتا اور بادشاہ حضرت یوسف پر رحم کھا کر ان کو قید سے رہائی دلا دیتا تو یہ بادشاہ کا حضرت یوسف پر احسان ہوتا، اور جب بادشاہ کو خود ان کی ضرورت پڑی اور حضرت یوسف نے خواب کی تعبیر بتلا کر بادشاہ کی الجھن کو دور کیا تو اب بادشاہ حضرت یوسف کا زیر احسان تھا، گویا اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک کافر اس کے نبی پر احسان ہو بلکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ کافر بادشاہ حضرت یوسف کے زیر احسان رہے بلکہ حضرت یوسف نے بعد میں آنے والے سات قحط کے سالوں سے نجات کا جو طریقہ بتایا اس سے تو مصر کی پوری قوم حضرت یوسف کے زیر احسان تھی۔

مستقبل کے لیے پس انداز کرنے اور قومی ضرورت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے کا جواز

خواب کی تعبیر میں حضرت یوسف نے گایوں کو سالوں سے تعبیر کیا اور فربہ گایوں کو خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں سے تعبیر کیا اور دبلی گایوں کو خشک سالی اور قحط کے سالوں سے تعبیر کیا، پھر ان کو معیشت کی اصلاح کا طریقہ بتایا کہ وہ خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں میں ضرورت سے زیادہ غلہ کو خرچ نہ کریں اور بے تحاشا خرچ کر کے ضائع نہ کریں بلکہ مستقبل میں آنے والے قحط کے سات سالوں کے لیے غلہ کو بچا کر رکھیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مستقبل کے لیے مال کو پس انداز کرنا مصلحت کے اعتبار سے ضروری ہے اور بناوٹی صوفیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ صبح کھالو تو شام کے لیے بچا کر نہ رکھا کرو، جس نے صبح کھانے کو دیا ہے شام کو بھی وہی دے گا، نیز اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ قومی ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزی جائز ہے منع اس صورت میں ہے جب لوگ بھوکے مر رہے ہوں اور تاجر اپنا نفع بڑھانے کے لیے غلہ کو گوداموں میں چھپا کر رکھیں اور مارکیٹ میں فروخت کے لیے نہ لائیں۔

خواب کا پہلی تعبیر پر واقع ہونا ضروری نہیں

بادشاہ کے درباریوں نے بادشاہ کے خواب کو اضغاث احلام قرار دیا تھا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کو بامعنی قرار دیا اور اس کی تعبیر بتائی، اس سے معلوم ہوا کہ جو دوسرا شخص خواب کی تعبیر بتائے خواب اس پر بھی واقع ہو جاتا ہے اور ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ درج ذیل حدیث ضعیف ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کا ایک باطن ہوتا ہے پس خواب کی تعبیر کنایہ سے اس کے نام سے بیان کرو۔ خواب کی جو پہلی تعبیر بتائی جائے خواب اس پر واقع ہوتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر خواب میں مثلاً سالم نام کے شخص کو دیکھو تو اس کی تعبیر سلامتی بیان کرو، اگر کوے کو دیکھے تو اس کی تعبیر فاسق ہے کیونکہ حدیث میں کوے کو فاسق فرمایا ہے اور اگر پسلی دیکھے تو اس کی تعبیر عورت ہے اور کنایہ سے مراد مثال ہے مثلاً کھجور کا درخت دیکھے تو اس کی تعبیر نیکی کرنے والا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۱۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۳۱، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۸۰۲)

علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند میں یزید بن ابان رقاشی ہے اور وہ ضعیف ہے، حافظ ابن عسقلانی نے بھی اس حدیث کو یزید رقاشی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲، ص ۴۳۲، طبع لاہور، ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

تمام مقاصد حیات کے لیے شریعت کا متکفل ہونا

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں کے لیے رحمت ہوتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، وہ عقائد کی اصلاح کرتے ہیں، مکارم اخلاق کی ہدایت دیتے ہیں، تزکیہ نفوس کرتے ہیں اور معیشت اور اقتصادیات کی اصلاح کے لیے بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ غلہ کی فراوانی کے سات سالوں میں وہ کس طرح آئندہ کے سات سالوں کے لیے غلہ کو محفوظ رکھیں اور اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا کام صرف دین کی حفاظت اور عبادت کا نظام قائم کرنا نہیں ہے بلکہ شریعت جان کی حفاظت کا بھی نظام قائم کرتی ہے اسی لیے قصاص اور دیت کا نظام قائم کیا اور مال کی حفاظت کے لیے چوری اور ڈاکہ کی حدود مقرر کیں، عقل کی حفاظت کے لیے شراب کی حد مقرر کی، نسب کی حفاظت کے لیے نکاح کا نظام قائم کیا اور زنا کی حد مقرر کی اور عزت کی حفاظت کے لیے حد قذف مقرر کی اور معیشت کی حفاظت اور اقتصادی حالت کو توازن پر رکھنے کے لیے زکوٰۃ اور عشر کا نظام قائم کیا اور احتکار کو ممنوع قرار دیا اور اس آیت میں قحط کے زمانہ میں غلہ کو برقرار رکھنے کے طریقہ کی رہنمائی کی، غرض شریعت انسان کی اصلاح کے تمام پہلوؤں اور اس کے تمام مقاصد کی حفاظت کو محیط ہے اور اس پر عمل کرنے ہی میں دین اور دنیا کی فلاح ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات کافر کا خواب بھی صحیح ہوتا ہے اور اس کی تعبیر بھی سچی ہوتی ہے تو پھر مومن کے خواب اور پھر نبی کے خواب کی صحت اور صداقت کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر میں بتایا کہ ان پر سات سال غلہ کی فراوانی کے ہوں گے اور سات سال قحط کے ہوں گے پھر اس کے بعد ایک سال میں بہت بارش ہوگی اور زمین بہت پھل اگائے گی اور لوگ پھلوں سے رس نچوڑیں گے اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے آنے والے پندرہ سالوں کی پیشگی خبریں بیان کردیں اور یہ سب خبریں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے بیان کیں اور یہ غیب کی خبریں تھیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى

اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا اپنے

رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بے شک میرا رب

بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

ان کی سازشں کو خوب جاننے والا ہے ○ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر پوچھا: اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ

کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے کہا حاش للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں پائی، عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات

Marfat.com

حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ظاہر ہو ہی گئی ہے میں نے خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے ○

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ

اس نے کہا میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی جان لے کہ بے شک اللہ

الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

خیانت کرنے والوں کی سازش کو کامیاب ہونے نہیں دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے○ (یوسف: ۵۰)

علم دین کی وجہ سے روز قیامت علماء کی مغفرت

جب وہ ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر معلوم کر کے بادشاہ کے پاس گیا اور بادشاہ کو وہ تعبیر بتائی تو بادشاہ نے اس تعبیر کو بہت پسند کیا اور کہا کہ یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ، اور یہ واقعہ علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کو ان کی دنیاوی مصیبت سے نجات کا سبب بنا دیا اور جب علم دنیاوی مصیبت سے نجات کا سبب ہے تو آخرت اور قیامت کے مصائب سے نجات کا سبب کیوں نہیں ہوگا!

حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جب بندوں پر اپنا فضل کرنے کے لیے اپنی کرسی پر بیٹھا ہوگا تو وہ علماء سے فرمائے گا میں نے اپنا علم اور اپنا حکم (نظام، قانون) تم کو صرف اس لیے عطا کیا تھا کہ میں تمہاری مغفرت کرنا چاہتا تھا، اور میں بے نیاز ہوں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۸۱، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے: مجمع الزوائد ج۱، ص ۱۲۶، تاہم اس حدیث کا ایک راوی العلاء بن مسلمہ وضع فی الحدیث کے ساتھ متہم ہے اور البانی نے اس حدیث کا ذکر السلسلۃ الضعیفہ میں کیا ہے رقم: ۸۶۷، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعاف کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس حدیث کے شواہد بھی ہیں)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن علماء کو اٹھائے گا اور فرمائے گا: میں نے اپنا علم تم میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں، جاؤ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۹۱، حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس کی سند بہت ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج۱ ص۱۲۶)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ علماء کو جمع کر کے فرمائے گا: میں نے تمہارے دلوں میں حکمت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تمہیں عذاب دینا چاہتا ہوں، جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶، ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۸۹۴)

Marfat.com

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت یوسف کی تحسین کرنا

جب بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس ان کو بلانے کے لیے پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید خانے سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک ان کی اس تہمت سے براءت نہ ثابت ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس عمل کی تعریف فرمائی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں' آپ نے فرمایا: اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا جتنی مدت حضرت یوسف رہے تھے' پھر مجھے قاصد بلانے آتا تو میں اس کے بلانے پر چلا جاتا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: فلما جاءہ الرسول قال ارجع الی ربک فسئلہ مابال النسوۃ التی قطعن ایدیھن۔ (یوسف: ۵۰)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۶' المعجم الکبیر ج ۹' رقم الحدیث: ۳۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بلایا جاتا تو میں فوراً چلا جاتا اور اپنے بے قصور ہونے کی حجت کو تلاش نہ کرتا۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۳۰۷)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے' اللہ ان کی مغفرت فرمائے جب ان سے موٹی اور دبلی گایوں کے متعلق سوال کیا گیا' اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ان کو بالکل جواب نہ دیتا اور یہ شرط رکھتا کہ پہلے وہ مجھے قید خانے سے نکالیں' اور مجھے حضرت یوسف کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے جب ان کے پاس قاصد آیا تو اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں دروازے سے نکلنے کی طرف جلدی کرتا' لیکن حضرت یوسف نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے بے قصور ہونے کی حجت ظاہر ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۸۳۴۷' طبع جدید دار الفکر' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۸۳۴)

رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید خانے سے نکلنے سے توقف کیا جب تک کہ ان بے قصور ہونا واضح نہ ہو جائے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے احتیاط اور دانش مندی کو جو ملحوظ رکھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) اگر حضرت یوسف بادشاہ کے بلانے پر فوراً چلے جاتے تو بادشاہ کے دل میں حضرت یوسف پر لگائی ہوئی تہمت کا اثر باقی رہتا اور جب خود بادشاہ نے حضرت یوسف پر لگائی ہوئی تہمت کی تفتیش اور تحقیق کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا واضح ہو گیا تو اب کسی کے لیے یہ گنجائش نہ رہی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار پر انگلی اٹھاتا۔

(۲) جو شخص بارہ یا چودہ سال قید خانہ میں رہا ہو پھر اس کو قید خانہ سے نکلنے کا موقع ملے تو وہ رہائی کی طرف جھپٹ پڑتا ہے' اور جب حضرت یوسف نے قید خانے سے نکلنے میں توقف کیا تو معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف انتہائی دانش مند' محتاط اور بہت صابر ہیں' اور ایسے شخص کے متعلق یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہر قسم کی تہمت سے بری ہو گا' اور ایسے شخص کے متعلق یہ یقین کیا جا سکے گا کہ اس پر جو اتہام لگایا جائے گا وہ جھوٹا ہو گا۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ان کے بے قصور ہونے کو ان عورتوں سے معلوم کرے' ان کے بہت زیادہ پارسا اور پاک دامن ہونے کو ظاہر کرتا ہے' کیونکہ اگر وہ ذرا بھی اس برائی میں ملوث ہوتے تو انہیں یہ خطرہ ہوتا کہ وہ عورتیں پہلے کی طرح پھر ان پر الزام لگا دیں گی۔

Marfat.com

(۴) جب حضرت یوسف نے ساقی سے یہ کہا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا تو اس کہنے ہی کی وجہ سے ان کو سات سال یا نو سال مزید قید میں رہنا پڑا' اور جب بادشاہ نے ان کو بلایا تو انہوں نے اس کے بلانے کو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کے بلانے پر نہیں گئے' بلکہ اپنے بے قصور ہونے اور اس تہمت سے بری ہونے کی کوشش کی' اور ہو سکتا ہے اس سے حضرت یوسف کی مراد یہ ہو کہ ان کے دل میں اب بادشاہ کے بلانے کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ اس بات کی تلافی ہو کہ پہلے انہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کی بجائے ساقی کے توسل سے بادشاہ کے پاس پیش کرایا تھا۔

جیل بھرو تحریک کا عدم جواز

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ جتنی مدت حضرت یوسف قید میں رہے ہیں اگر اتنی مدت میں قید میں رہتا تو بادشاہ کے بلانے پر چلا جاتا' اس کا ایک معنی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین ہے اور ان کے صبر اور ضبط کی تعریف ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مومن اور خصوصاً نبی کے لیے قید میں رہنا کوئی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ آزاد فضا میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے' حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے اور تبلیغ کرنے کے جتنے مواقع ہوتے ہیں وہ قید خانے میں میسر نہیں ہوتے' اور آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں حضرت یوسف کی جگہ ہوتا تو قید خانے سے باہر آ کر اپنے بے قصور ہونے کو واضح کرتا اور اس ارشاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ از خود بلا اور مصیبت میں گرفتار ہونا اور اپنے آپ کو قید کے لیے پیش کرنا جائز نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آج کل بعض سیاسی لیڈر جو خود گرفتاریاں پیش کرتے ہیں اور جیل بھرو تحریک چلاتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت یوسف کا تہمت لگانے والیوں کی تعیین نہ کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے' اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تصریح نہیں کی عزیز مصر کی بیوی سے پوچھو حالانکہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ وہ پیش پیش تھی' اور آپ کو قید کرانے میں اسی کا ہاتھ تھا' یہ آپ کا خلق کریم تھا کہ آپ نے اس کا صراحتاً نام نہیں لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا اور آپ پر اس برے کام کی تہمت لگائی تھی' لیکن آپ نے معین کر کے کسی عورت کا نام نہیں لیا اور خصوصیت کے ساتھ کسی عورت کی شکایت نہیں کی۔

مصر کی عورتوں کی سازش کی وجوہ

حضرت یوسف نے فرمایا: میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے' ان کی سازش کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ان عورتوں میں سے ہر ایک عورت حضرت یوسف سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہتی تھی اور جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئی تو اس نے انتقاماً حضرت یوسف علیہ السلام پر برائی کی تہمت لگائی۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر عورت یوسف کو اس پر آمادہ اور تیار کرتی رہی ہو کہ وہ ان کی مالکہ یعنی عزیز مصر کی بیوی کی خواہش پوری کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کو نہیں مانتے تھے اولاً اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تھی' ثانیاً اس لیے کہ ہر شریف انسان اور نیک فطرت شخص اس قسم کی برائی اور بے حیائی سے دور رہتا ہے اور ثالثاً اس لیے کہ عزیز مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت دنیاوی احسان تھے' اس نے آپ کی بہت اچھی طرح پرورش کی تھی' رابعاً اس لیے کہ عزیز مصر کی بیوی نے عزیز مصر سے یہ کہہ کر آپ کو اپنے پاس رکھا تھا کہ میں اس کو بیٹا بناؤں گی تو جس عورت کو کوئی شخص

Marfat.com

بچپن سے ماں کا قائم مقام سمجھتا رہا ہو وہ جوان ہونے کے بعد اس کے متعلق ایسا کب سوچ سکتا ہے، یہ تو عام آدمی سے بھی متصور نہیں ہے چہ جائیکہ اللہ کے نبی سے، ان وجوہات کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام، عزیز مصر کی بیوی کے متعلق ان عورتوں کی سفارش کو سختی کے ساتھ رد کرتے رہے۔

(۳) وہ سب عورتیں جب اپنے مقصد میں ناکام اور نامراد ہوگئیں تو ان سب عورتوں نے مل کر عزیز مصر کے سامنے حضرت یوسف کی کردار کشی کی، آپ پر الزام لگایا اور بری تہمت لگائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے کہا حاش للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں جانی، عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات ظاہر ہوگئی ہے، میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے ○ (یوسف: ۵۱)

عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف اور حصحص کا معنی

بادشاہ نے ان عورتوں سے یہ کہا کہ اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟ اس کے بھی حسب سابق دو محمل ہیں: ایک یہ کہ ان میں سے ہر عورت خود اپنے لیے حضرت یوسف میں طمع رکھتی تھی اور دوسرا یہ کہ سب عورتیں مل کر حضرت یوسف کو عزیز مصر کی بیوی کی خواہش پوری کرنے کے لیے تیار کرتی تھیں۔

اس مجلس میں عزیز مصر کی بیوی بھی حاضر تھی، اور اس کو علم تھا کہ یہ تمام تحقیق اور تفتیش اس کی وجہ سے ہو رہی ہے، اس لیے اس نے حقیقت سے پردہ اٹھایا اور کہا اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی، ممکن ہے اس کے اعتراف کی وجہ یہ ہو کہ اس نے جب یہ دیکھا کہ حضرت یوسف نے عورتوں کا ذکر کیا اور اس کا نام نہیں لیا اور اس کی پرورش کے جو حقوق تھے ان کی رعایت کرتے ہوئے اس کا پردہ رکھا تو اس نے بھی حضرت یوسف کے اس حسن اخلاق کے بدلہ میں یہ ظاہر کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر قسم کے گناہ اور تہمت سے بری ہیں اور یہ اقرار کیا کہ گناہ اس کی جانب سے تھا، اس نے حضرت یوسف کو گناہ کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے اپنا دامن بچالیا۔

اس آیت میں یہ الفاظ: حصحص الحق، اس کا معنی ہے حق واضح اور منکشف ہوگیا اور دلوں میں جاگزین ہوگیا۔ جب اونٹ زمین پر بیٹھ جائے اور قرار پکڑ لے تو عرب کہتے ہیں حصحص البعیر فی بروکہ، زجاج نے کہا یہ حصہ سے ماخوذ ہے، عرب کہتے ہیں بانت حصۃ الحق من حصۃ الباطل، حق کا حصہ باطل کے حصہ سے الگ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی جان لے کہ بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیتا ○ (یوسف: ۵۲)

پس پشت خیانت نہ کرنے کے دو محمل

اس آیت کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے اور دوسرا یہ کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابو صالح نے یہ کہا ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے۔

(جامع البیان جز ۱۲، ص ۳۱۱، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، ص ۲۱۵۷، النکت والعیون ج ۳، ص ۴۸، زاد المسیر ج ۴، ص ۲۳۸)

اگر اس کلام کا قائل حضرت یوسف علیہ السلام کو قرار دیا جائے تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس سے متصل پہلی آیت میں عزیز مصر کی بیوی کا کلام تھا کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے، میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور پھر

Marfat.com

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہو تو یہ بے ربط ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام کے بے ربط ہونے کی کیا وجہ ہے جب کہ یہ الگ الگ آیتیں ہیں اور قرآن مجید میں اس کی کئی نظائر ہیں:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾ (الاعراف: ۱۰۹) فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا بے شک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔

اور اس کے متصل بعد دوسری آیت میں فرعون کا کلام ہے:

يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ۔ (الاعراف: ۱۱۰) (فرعون نے کہا:) یہ تم کو تمہاری زمین سے نکال دینا چاہتا ہے سو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

بلکہ قرآن مجید میں اس کی بھی مثال ہے کہ ایک آیت میں دو قائلین کا کلام ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿﴾ (یٰسین: ۵۲) (کفار) کہیں گے ہائے ہماری بلاکت! ہماری خواب گاہ سے ہمیں کس نے اٹھا دیا' (فرشتے کہیں گے) یہ وہ ہے جس کا رحمن نے وعدہ فرمایا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔

دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے اور اب یہ قول' سابق قول سے متصل ہو گا کہ اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ اعتراف اس لیے کیا ہے تاکہ یوسف یہ جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کے خلاف جھوٹ بول کر اور اس پر بہتان لگا کر خیانت نہیں کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پس پشت کسی کی خیانت نہیں کی

حضرت یوسف علیہ السلام نے کس موقع پر یہ کلام فرمایا تھا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) جب ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹ کر قید خانہ میں آیا تو اس وقت انہوں نے فرمایا: میں نے یہ تفتیش اس لیے کرائی ہے کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت خیانت نہیں کی۔ یہ حضرت ابن عباس اور ابن جریج کا قول ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پیش ہوئے اس وقت انہوں نے فرمایا: میں نے یہ تفتیش اس لیے کرائی ہے.....

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا: تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت خیانت نہیں کی' حضرت ابن عباس' حسن' مجاہد' قتادہ اور جمہور نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی' اور ضحاک نے حضرت ابن عباس کا دوسرا قول روایت کیا ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی' اور تیسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی اور بادشاہ کی خیانت کی توجیہ یہ ہے کہ بادشاہ کے وزیر کی خیانت کرنا بھی بادشاہ کی خیانت ہے۔ (اس کے علاوہ ایک اور قول بھی ہے لیکن وہ اتنا واضح نہیں ہے اس لیے ہم نے اس کو ترک کر دیا۔)

(زاد المسیر ج ۴' ص ۲۴۴' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت یوسف کی پاکیزگی پر دلائل

یہ آیتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت اور پاکیزگی پر حسب ذیل وجوہ سے دلالت کرتی ہیں:

Marfat.com

(۱) عزیز مصر کی بیوی نے اعتراف کیا کہ میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی۔
(۲) اور مزید یہ کہا کہ بے شک وہ سچوں میں سے تھے۔ (یوسف: ۵۱)
(۳) اس کا معنی یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنے اس قول میں سچے تھے: اس عورت نے خود مجھے اپنے نفس کی طرف راغب کیا تھا۔ (یوسف: ۲۶)
(۴) بے شک اللہ مجرموں کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ (یوسف: ۵۲)
یعنی جو شخص خائن اور سازشی ہوتا ہے وہ ضرور رسوا ہو جاتا ہے سو اگر میں خائن اور سازشی ہوتا تو ضرور رسوا ہو جاتا اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسوا ہونے نہیں دیا اور مجھے اس الزام اور تہمت سے بری کرا دیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ میں خیانت کرنے والا نہ تھا۔
(۵) اگر حضرت یوسف نے معاذ اللہ کوئی جرم کیا ہوتا تو آپ اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ اپنے اوپر لگی ہوئی تہمت کی تفتیش اور تحقیق کرانے کے لیے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجتے' ایسا اقدام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنی پاکیزگی اور پارسائی پر یقینِ واثق اور کامل اعتماد ہو۔
(۶) وہ عورتیں یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی اور طہارت پر پہلے بھی یہ کہہ کر شہادت دے چکی تھیں سبحان اللہ یہ بشر نہیں ہیں یہ تو معزز فرشتے ہیں۔ (یوسف: ۳۱)
اور اب دوسری بار بھی انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہم نے اس میں کوئی بُرائی نہیں جانی۔ (یوسف: ۵۱)
اسی طرح عزیز مصر کی بیوی نے پہلی بار بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی یہ کہہ کر بیان کی: میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا سو یہ بچ گیا۔ (یوسف: ۳۲)
اور دوسری بار بھی اس نے اعتراف کیا کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی۔ (یوسف: ۵۱)

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا، بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے، سوا اس کے

رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ

جس پر میرا رب رحم فرمائے، بے شک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے

بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا

کر آؤ، میں اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا، پھر جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو کہا اے یوسف! آپ آج سے ہمارے نزدیک

مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ

مقتدر اور امانت دار ہیں ○ (یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں۔ بے شک میں

Marfat.com

حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ فِى الۡاَرۡضِۚ يَتَبَوَّاُ

حفاظت کرنے والا علم والا ہوں ○ اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا، وہ اس ملک میں

مِنۡهَا حَيۡثُ يَشَآءُ‌ ؕ نُصِيۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ‌ وَلَا نُضِيۡعُ

جہاں رہنا چاہتے تھے رہتے تھے، ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو

اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا

ضائع نہیں کرتے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ان کے لیے آخرت کا

يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ع

اجر بہت بہتر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یوسف نے کہا) اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا' بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے' سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے' بے شک میرا رب بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (یوسف: ۵۳)

حضرت یوسف کے اس قول کی توجیہ کہ میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا

مفسرین کا اس اختلاف ہے کہ اس قول کے قائل حضرت یوسف ہیں یا عزیز مصر کی بیوی' صحیح قول یہ ہے کہ اس قول کے قائل حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے: میں اپنے نفس کو خطاؤں اور لغزشوں سے پاک قرار نہیں دیتا کیونکہ انسانوں کے نفوس ان کو اپنی خواہش پر چلنے کا حکم دیتے رہتے ہیں' خواہ نفسانی خواہشیں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی رضا کے خلاف کیوں نہ ہوں' ہاں مخلوق میں سے جس پر میرا رب رحم فرمائے تو وہ اس کو خواہش کی پیروی کرنے اور بری باتوں میں نفس کے احکام کی اطاعت کرنے سے نجات عطا فرماتا ہے اور بے شک جو شخص اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو سزا دینے اور اس کو رسوا کرنے سے درگزر فرماتا ہے' اور اسی طرح آخرت میں بھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا تھا' اس کی مفسرین نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں جن میں سے بعض وجوہ ناگفتنی ہیں۔ صحیح وجہ یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی' اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ میں نے جو یہ کہا ہے ہو سکتا ہے یہ اپنی تعریف اور خود سرائی اور خود ستائی کے زمرہ میں آتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے خود ستائی سے منع فرمایا ہے اس لیے اس کے ازالہ اور تلافی کے طور پر فوراً فرمایا: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا' بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے جب اس نے اپنی خطا کا اعتراف کر لیا اور یہ اقرار کر لیا کہ اسی نے حضرت یوسف کو ورغلایا تھا اور حضرت یوسف نے گناہ سے اپنا دامن بچا لیا تھا تو بطور اعتذار کے کہا کہ میں اپنے آپ کو بے

Marfat.com

قصور نہیں کہتی بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے، بے شک میرا رب بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (یوسف: ۵۳)

یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ عزیز مصر کی بیوی بت پرست تھی، اس کا یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے، بے شک میرا رب بہت بخشنے والا، بے حد مہربان ہے، یہ کہنا حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے لائق ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو فرمایا تھا: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا، اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف نے فرمایا تھا "میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی" تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان کو اس فعل کی طرف رغبت نہیں تھی یا ان کا نفس اور ان کی طبیعت اس فعل کی طرف مائل نہیں تھی کیونکہ نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے اور طبیعت لذات کی شائق ہوتی ہے اور اس کلام سے حضرت یوسف نے یہ ظاہر فرمایا کہ ان کا اس گناہ کو ترک کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کو اس فعل کی طرف رغبت نہیں تھی یا اس کی طاقت نہیں تھی بلکہ ان کا اس گناہ کو ترک کرنا محض اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے خوف کی وجہ سے تھا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں گناہوں کی طاقت اور قدرت نہیں ہوتی اور وہ اپنے اختیار سے گناہوں کو ترک نہیں کرتے بلکہ ان کا گناہوں کا ترک کرنا فرشتوں کی طرح اضطراری ہوتا ہے سو ان کا یہ قول عصمت کی تعریف سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔

عصمت کی تعریف

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے، اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

(حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ کی طرف سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین النجار (معتزلی) نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

(الشفاء ج ۲، ص ۱۲۵، مطبوعہ ملتان)

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو پیدا نہ کرے۔

(شرح المسایرۃ، ص ۲۹۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان)

Marfat.com

نفس امارہ اور نفس مطمئنہ

حکماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفس امارہ کیا چیز ہے جو برائی کا بہت حکم دیتا ہے۔ محققین نے یہ کہا ہے کہ نفس انسان ایک چیز ہے اور اس کی صفات بہت ہیں' جب یہ اللہ عزوجل کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو پھر یہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور جب یہ شہوت اور غضب کی طرف مائل ہو تو پھر یہ نفس امارہ ہوتا ہے' اور نفس جو بُرائی کا بہت حکم دیتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نفس ابتداء سے ہی دنیا کی رنگینیوں اور پرکشش چیزوں سے دلچسپی رکھتا ہے' محسوسات کا عالم اس کے مشاہدہ میں ہوتا ہے اور آخرت کا عالم اور آخرت کی پُرکشش چیزیں اس کی نظر سے غائب ہوتی ہیں اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حسن ظاہر کو چھوڑ کر حسن غائب کی طرف متوجہ ہوں' اس لیے اس ظاہر عالم کی پُرکشش چیزیں اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور بہت قلیل لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان جسمانی لذات کو چھوڑ کر روحانی لذتوں کی طرف راغب ہوں اس لیے بالعموم انسان کا نفس برائی کا حکم کرتا ہے' البتہ وہ نفوس قدسیہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں' اس کی صفات کا مطالعہ کرتے ہیں' ان کی طبیعت شریعت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے' ان پر یہ حاضر اور ظاہری رنگینیاں اور پرکشش چیزیں اثر انداز نہیں ہوتیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں کبھی گناہ کا خطرہ نہیں ہوتا اور انہی لوگوں کا نفس مطمئن ہوتا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے انسان اس وقت گناہ سے بچ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے کر آؤ' میں اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا' پھر جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو کہا (اے یوسف!) آپ آج سے ہمارے نزدیک مقتدر اور امانت دار ہیں○ (یوسف: ۵۴)

بادشاہ کا حضرت یوسف کو اپنے پاس بلانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے: بادشاہ سے مراد ہے مصر کا بادشاہ۔ امام ابن اسحاق نے کہا: وہ الولید بن الریان ہے۔ (جامع البیان جز ۱۳' ص ۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے کہا: اس میں اختلاف ہے کہ اس بادشاہ سے مراد کون ہے' بعض نے کہا اس سے مراد عزیز مصر ہے۔ یعنی بادشاہ کا وزیر اور بعض نے کہا اس سے مراد بادشاہ ہے یعنی الولید بن الریان۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا میں اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا اور اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے لیے مخصوص تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں الملک سے مراد بادشاہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید میں تھے تو ان کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: دعا کیجئے: اے اللہ! میرے لیے کشادگی اور قید سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے اور مجھے وہاں سے رزق عطا فرما جہاں سے مجھے گمان بھی نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لیے قید سے رہائی کا سبب پیدا فرما دیا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ (الطلاق: ۳-۲)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے' اور اس کو وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا' اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

Marfat.com

حضرت یوسف سے بادشاہ کے متاثر ہونے کی وجوہات

بادشاہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کا بہت زیادہ معتقد ہو گیا تھا اور ان کو اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتا تھا اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علم سے بہت متاثر ہوا تھا' کیونکہ جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے اس کے تمام ارکان دولت عاجز ہو گئے تھے' اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے برجستہ اس خواب کی تعبیر بتائی اور اس کو جو پریشانی لاحق ہونے والی تھی' اور اس قوم پر جو مصیبت آنے والی تھی اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتادیا۔

(۲) وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ضبط سے بھی بہت متاثر ہوا کیونکہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم بھیجا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید خانے سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک کہ تمام الزاموں اور تہمتوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ظاہر نہ ہو جائے۔

(۳) وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ادب اور احترام اور ان کی پردہ پوشی کی صفت سے بھی بہت متاثر ہوا کیونکہ انہوں نے صرف یہ فرمایا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ (یوسف: ۵۰) حالانکہ آپ کی غرض عزیز مصر کی بیوی کا حال معلوم کرنا تھا جس نے آپ پر تہمت لگائی تھی لیکن آپ نے اس کا پردہ رکھا اور باقی عورتوں کا ذکر کیا جب کہ باقی عورتوں سے بھی آپ کا واسطہ عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے ہی پڑا تھا اور آپ اسی کی تہمت اور الزام کی وجہ سے اس قید میں گرفتار ہوئے تھے اور یہ آپ کا نہایت درجہ کا ظرف اور حوصلہ تھا۔

(۴) وہ آپ کی پاکیزگی اور پارسائی اور آپ کے ٹھوس اور پختہ کردار کی وجہ سے بھی متاثر ہوا' کیونکہ جو آپ پر تہمت لگانے والے تھے ان سب نے آپ کی ان تہمتوں سے براءت کا اعتراف اور اقرار کر لیا۔

(۵) آپ کے ساتھ قید میں جو ساقی رہا تھا اس نے آپ کی بہت تعریف کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ بہت نیک سلوک کرتے ہیں' بیماروں کی عیادت کرتے ہیں اور ہر کسی کے کام آنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایسی وجوہ ہیں کہ ان میں سے ایک وجہ بھی کسی شخص میں پائی جائے تو اس شخص سے لوگ متاثر ہوں گے تو جس شخص میں یہ تمام وجوہات پائی جائیں تو لوگ اس سے کس قدر زیادہ متاثر ہوں گے اور کتنے زیادہ اس کے عقیدت مند ہوں گے۔

جب بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ان صفات اور ان کے ان شمائل اور خصائل پر مطلع ہوا تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے کا خواہش مند ہوا اور وہ اس پر راغب ہوا کہ ان کو اپنے لیے مخصوص کر لے۔

حضرت یوسف کا رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانا

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بادشاہ کا قاصد ان کو بلانے کے لیے پہنچا تو اس نے کہا: آپ نہا دھو کر' قید کے کپڑے اتار کر عمدہ لباس پہنیں اور میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں' حضرت یوسف نے قید خانہ سے نکلنے سے پہلے قید خانہ کے دروازہ پر لکھ دیا: "یہ آزمائش اور امتحان کی جگہ' یہ زندہ لوگوں کا قبرستان ہے' یہ دشمنوں کے ہنسنے کا موقع ہے اور سچوں کی تجربہ گاہ ہے۔" جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو یہ دعا کی: اے اللہ! میں اس کی خیر سے تیری خیر کا سوال کرتا ہوں' اور اس کے شر سے تیری قدرت اور تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں' اور جب اس کے پاس داخل ہوئے تو عبرانی زبان میں اس کے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔

Marfat.com

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لیے اپنے ساتھ مخصوص کرنا چاہا تھا کہ بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو کسی عمدہ اور نفیس چیز کا پتا چلتا ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ وہ بلا شرکت غیرے اس چیز کے مالک ہو جائیں۔

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو کہا: میں اپنی اہلیہ اور طعام کے سوا تم کو اپنی ہر چیز میں شریک کرنا چاہتا ہوں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا! حالانکہ میں یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہوں۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تھے اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی اور اس وقت آپ جوان رعنا تھے، بادشاہ نے حضرت یوسف کو دیکھ کر ساقی سے کہا یہ وہ شخص ہے جس نے میرے خواب کی تعبیر بتائی تھی حالانکہ بڑے بڑے جادوگر اور کاہن اس کی تعبیر بتانے سے عاجز رہے تھے، پھر بادشاہ نے یہ فرمائش کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے سامنے بالمشافہ خواب کی تعبیر بیان کریں، پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے تفصیل کے ساتھ پہلے اس کا دیکھا ہوا خواب بیان کیا، پھر اس کی تعبیر بیان فرمائی۔

حضرت یوسف کا بادشاہ کے سامنے خواب اور اس کی تعبیر بیان کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے بادشاہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سات بہت حسین و جمیل اور موٹی تازی گائیں ہیں جو بہت خوش نما اور بھلی معلوم ہوتی ہیں، ان کے بچے ان کا دودھ پی رہے تھے، وہ دریائے نیل سے نکل کر کنارے پر آئیں، جس وقت آپ یہ حسین منظر دیکھ کر خوش ہو رہے تھے، اچانک دریا کا پانی زمین میں دھنس گیا اور اس کی کیچڑ میں سے سات دبلی پتلی گائیں نمودار ہوئیں، ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود تھے، ان کے پیٹ سکڑے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ان کے دودھ پینے والے بچے نہ تھے۔ ان کے لمبے لمبے دانت اور داڑھیں تھیں۔ کتے کی طرح ان کے پنجے تھے، اور درندوں کی طرح ان کی سونڈ تھی، وہ ان فربہ گایوں پر حملہ آور ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے انہوں نے درندوں کی طرح ان کو چیر پھاڑ ڈالا، اور ان کا گوشت کھا گئیں اور ان کی کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ان کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر اس پر تعجب کر رہے تھے کہ یہ دبلی پتلی گائیں کس طرح ان فربہ گایوں پر غالب آگئیں، اور ان گایوں کو کھانے کے باوجود ان دبلی گایوں کی جسامت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، پھر اچانک آپ نے سات ترو تازہ اور سرسبز خوشے دیکھے جو دانوں اور پانی سے بھرے ہوئے تھے، اور اسی کھیت میں دوسری جانب سات خشک خوشے تھے، وہ نہ سرسبز تھے، نہ ان میں دانہ اور پانی تھا، ان کی جڑیں کیچڑ اور پانی میں تھیں۔ جس وقت آپ دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیسا منظر ہے ایک طرف یہ سرسبز اور پھل دار خوشے ہیں اور دوسری طرف یہ سیاہ اور خشک خوشے ہیں اور دونوں ایک ہی کھیت میں ہیں اور ان کی جڑیں پانی میں ہیں، جب تیز ہوا چلتی تو سیاہ اور خشک پودوں کے پتے اڑ کر سرسبز پودوں پر جا کر گر جاتے تو پھر ان میں آگ لگ جاتی اور وہ جل کر سیاہ ہو جاتے پھر اے بادشاہ! آپ خوفزدگی کے عالم میں بیدار ہو گئے۔ پھر بادشاہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ بہت عجیب و غریب خواب تھا اور جس طرح آپ نے اس کی منظر کشی کی ہے وہ بہت ہی دل فریب ہے! تو اے صدیق آپ کے نزدیک اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ حضرت یوسف نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ خوش حالی کے ان سرسبز سالوں میں آپ غلے کو جمع کر لیں اور ان سالوں میں زیادہ سے زیادہ گندم کاشت کریں کیونکہ ان سالوں میں اگر آپ نے پتھر اور بجری میں بھی گندم بوئی تو اس سے بھی گندم اگ آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ان میں بہت روئیدگی اور برکت فرمائے گا، پھر آپ گندم کو ان کے خوشوں میں رہنے دیں اور ان کو گوداموں میں ذخیرہ کرائیں، پس اس گندم کا بھوسا جانوروں کے چارے میں استعمال ہوگا اور گندم لوگوں کی خوراک بنے گی، پھر جس گندم کا آپ ذخیرہ کریں گے وہ مصر اور اس کے مضافات کے لیے کافی ہوگی اور دور دراز سے سفر کر کے لوگ آپ کے پاس گندم لینے

Marfat.com

کے لیے آئیں گے اور اس کو فروخت کرنے سے آپ کے پاس مال و زر کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہو جائے گا جو آپ سے پہلے کسی کے پاس نہیں تھا، پھر بادشاہ نے کہا کہ میرے اس کام کی نگرانی اور اس کا انتظام کون کرے گا؟ اگر میں شہر کے تمام لوگوں کو بھی اکٹھا کرلوں تو وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے نہیں کر سکیں گے! اور ان سے ایمانداری اور دیانت داری کی بھی توقع نہیں ہے! تب حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے اپنے ملک کے خزانوں کا امیر مقرر کر دیں۔

بادشاہ کا حضرت یوسف کو صاحب اقتدار اور امانت دار قرار دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو خواب کی تعبیر اور قحط کے مشکل حالات کا حل بتایا تو بادشاہ نے کہا (اے یوسف!) "آپ آج سے ہمارے نزدیک مقتدر اور امانت دار ہیں" اور یہ ایک جامع کلمہ ہے جو تمام فضائل اور مناقب کو شامل ہے کیونکہ مکین وہ شخص ہو سکتا ہے جس کے پاس قدرت اور علم ہو، کیونکہ قدرت سے وہ حسب منشاء تصرف کر سکے گا، اور علم کے ذریعہ ہی اس کو معلوم ہو گا کہ کون سا کام کرنا چاہیے اور کون سا کام نہیں کرنا چاہیے۔ اور جو شخص امانت دار ہو گا وہ اسی کام کو کرے گا جس کا کرنا حکمت اور مصلحت کے مطابق ہو گا نہ کہ وہ کام جو صرف اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہو، خواہ اس میں کوئی حکمت اور مصلحت ہو یا نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا آپ ہمارے نزدیک ایسے شخص ہیں جو ہمارے ملک میں اپنے علم اور قدرت سے حکمت اور مصلحت کے مطابق تصرف کریں۔

(تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۷۷-۴۷۰، الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۱۸۵-۱۸۴، روح المعانی جز ۱۳، ص ۹-۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں بے شک میں حفاظت کرنے والا، علم والا ہوں ○ (یوسف: ۵۵)

طلب منصب کا عدم جواز اور حضرت یوسف کے طلب منصب کی توجیہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے منصب طلب کیا، ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز ہو، لیکن ہماری شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تم کو سوال کی وجہ سے امارت دی گئی تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تم کو بغیر سوال کے امارت دی گئی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، اور اگر تم کسی چیز کی قسم کھاؤ پھر تم یہ دیکھو کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو تم اپنی قسم کا کفارہ کردو اور اس بہتر کام کو کرلو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۲۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۵۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی قم الحدیث: ۸۷۴۵، سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۳۵۱، مسند احمد ج ۵، ص ۶۲، ۶۱، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۳۵۱، المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث: ۹۹۸-۹۲۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۱۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳۴۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰، ص ۵۳، تہذیب الکمال ج ۱۷، ص ۱۶۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعریین کے دو آدمی تھے، ایک میری دائیں جانب اور دوسرا میری بائیں جانب تھا۔ ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی منصب کا سوال کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسواک کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوموسیٰ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، انہوں نے مجھے اپنے دل کی بات پر

Marfat.com

مطلع نہیں کیا تھا، اور مجھے یہ پتا نہیں چلا تھا کہ یہ کسی منصب کو طلب کریں گے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا: گویا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کی مسواک آپ کے ہونٹ کے نیچے تھی اور وہ سکڑ چکی تھی، آپ نے فرمایا: جو شخص کسی منصب کا ارادہ کرے گا، ہم اس کو ہرگز اس منصب پر مقرر نہیں کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۳، رقم حدیث الباب: ۱۵، الرقم المسلسل: ۴۶۴۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۹۳۵)

اور اگر بالفرض حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں بھی منصب کو طلب کرنا ممنوع ہو تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے عہدہ طلب کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت یوسف نے یہ عہدہ اس لیے طلب کیا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص اس منصب کا اہل نہیں تھا اور نہ کوئی اتنا نیک اور دیانت دار تھا جو مستحق لوگوں کو ان کے حقوق پہنچا سکے۔ اس لیے ان کے نزدیک اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت کے لحاظ سے وہ اس عہدہ کے لیے متعین تھے اور ان پر اس عہدہ کا طلب کرنا فرض تھا، اور آج کل بھی یہی حکم ہے، اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ قضاء امارت یا کسی اور عہدہ کے لیے اس کے علاوہ اور کسی شخص میں اس عہدہ کی اہلیت اور صلاحیت نہیں اور نہ کسی اور میں تقویٰ اور پرہیزگاری ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس عہدہ کا سوال کرے اور اس عہدہ کے حصول کے لیے جدوجہد کرے اور وہ عہدہ دینے والوں کو اپنی ان صفات کی خبر دے جن صفات کی وجہ سے وہ اس عہدہ کا اہل اور مستحق ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی صفات بتائیں اور فرمایا: میں بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہوں، اور اگر اس کو یہ علم ہو کہ اس کے علاوہ اور بہت لوگ ہیں جو اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں تو پھر اس کے لیے اس عہدہ کو طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم امارت کا سوال نہ کرو، کیونکہ جب اس کو علم ہو کہ اس منصب کی وجہ سے بہت آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں اور ان سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اس منصب کو طلب کرے اور اس پر حریص ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنی ذات کی منفعت اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اس عہدہ کو طلب کر رہا ہے اور جو شخص ایسا ہو گا وہ عنقریب اپنی نفسانی خواہشوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے گا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس منصب کو طلب کرے گا اس کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور جس شخص کو اس منصب پر آنے والی آفتوں اور مصیبتوں کا علم ہو اور اس کو یہ خدشہ ہو کہ وہ اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا اور اس سے اس کے حقوق میں کوتاہیاں ہوں گی۔ اس وجہ سے وہ اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کرے اور اس سے دور بھاگے پھر اس کو زبردستی اس منصب پر فائز کر دیا جائے تو اس کے حق میں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کو ان متوقع آفات اور مصائب اور خطرات سے نجات مل جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا: جس کو اس کی طلب کے بغیر منصب دے دیا گیا اس کی (غیب سے) مدد کی جائے گی۔

موجودہ طریق انتخاب کے جواز پر حضرت یوسف کے طلب منصب سے استدلال اور اس کے جوابات

ہمارے زمانہ میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے جو انتخابات ہوتے ہیں، ان نشستوں کے حصول کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے تو پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب سے استدلال کرتے ہیں، اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے، اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں، وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! ہم اس شخص کو عامل

Marfat.com

نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا' جیسا کہ اس بحث کے شروع میں ہم نے احادیث بیان کر دی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے' نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا جو ان کو وحی کے ذریعے سے حاصل ہوئی تھی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو' اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ ہمیں اس قاعدہ کی صحت سے انکار نہیں ہے' لیکن جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو' اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے' اس کو عام رواج اور معمول بنالینا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بناء پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے' لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنالے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا

پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنویسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدواروں کی کردار کشی کرتے ہیں' اور اس سلسلے میں غیبت' افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بناء پر کھڑا ہوا ہے بداہتاً باطل ہے' کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں!

امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج

درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے' جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' انہیں امیدواروں میں سے صدر مملکت' وزیراعظم' وزیراعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں' ملک کے سربرآوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے' اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے' نیکی اور تقویٰ کی' سیاسی تجربہ اور تدبر کی' حتیٰ کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے' ہر فاسق و فاجر' جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت' انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیسہ اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت' وزیراعظم' وزیراعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے اور وہ علم' تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

موجودہ طریق انتخاب کی اصلاح کی ایک صورت

میں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں جب یہ اعتراض کیا کہ پاکستان کے آئین میں امیدوار کے لیے کوئی معیار

Marfat.com

مقرر نہیں کیا گیا تو اس وقت کے امور مذہبیہ کے وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے آئین پاکستان سے امیدوار کے لیے حسب ذیل شرط پڑھ کر سنائی:

آرٹیکل ۶۲: کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہو گا اگر.....

(ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔ (آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ص ۸۶، مطبوعہ منصور بک ہاؤس لاہور)

اہل فہم پر مخفی نہیں ہے کہ وزیر موصوف کا یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ آئین پاکستان کی اس دفعہ میں اسلامی تعلیمات کے علم کی یہ شرط مبہم اور غیر واضح ہے، اس میں اسلامی علوم کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا نہ کسی منضبط سند کی شرط لگائی گئی ہے جسے دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ آیا اس کو اسلامی علوم پر دسترس ہے یا نہیں اور کسی دینی یا دنیاوی سند کی شرط نہ ہونے کے نتیجہ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی انگوٹھے لگانے والے اسمبلی کے ممبر منتخب ہو جاتے ہیں اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ انگوٹھے چھاپ وزیر تعلیم بن جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر کے لیے یہ شرط ہونی چاہیے کہ وہ ایم۔اے عربی یا ایم۔اے اسلامیات ہو یا کسی مسلم اور وقیع دینی دار العلوم کا فارغ التحصیل ہو۔

اور چونکہ اسلام میں از خود منصب کا طلب کرنا جائز نہیں ہے، اس کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ کوئی امیدوار از خود کسی نشست کے لیے کھڑا نہ ہو بلکہ وہ جس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ جماعت اس کو نامزد کرے اور وہ جماعت ہی اس کے الیکشن کی کمپین چلائے اور اس کی کنویسنگ کرے اور یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اخراجات اس امیدوار سے وصول کر لیے جائیں، بہرحال ہمیں اپنے طریق انتخاب کو اسلامی حدود میں رکھنے کے لیے اس کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرنا چاہیے۔

کافر یا فاسق فاجر کی طرف سے عہدہ یا منصب قبول کرنے کی تحقیق

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی مسلمان عالم فاضل شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی فاسق فاجر یا کسی کافر حکمران کے ماتحت کام کرے یا کسی منصب کی ذمہ داریاں بجالائے البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہو جو اس کے دین یا شریعت کے کسی حکم کے منافی ہو، لیکن جب اس کے فرائض کی باگ ڈور کافر یا فاسق کے ہاتھ میں ہو اور اس کے لیے لازم ہو کہ وہ ان کی خواہشات پر عمل کرے تو پھر اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جائز تھا اور ان کی خصوصیت تھی اور آج کل کے دور میں یہ جائز نہیں ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ کافر یا فاسق کی ملازمت کرنا جائز ہے، جب کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ ان کو اپنے دین اور اپنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔

علامہ ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے کہا ہے کہ اگر منصب پر فائز کرنے والا ظالم ہو تو اس کی طرف سے منصب کو قبول کرنے کے متعلق دو قول ہیں:

(ا) اس کو جس منصب پر فائز کیا گیا ہے، وہ اس منصب کو قبول کرے اور اس منصب کے تقاضوں کے مطابق حق اور انصاف پر مبنی امور انجام دے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے فرعون (مصر کا کافر بادشاہ الولید بن الریان) کی طرف سے منصب سونپا گیا اور انہوں نے اس کو قبول فرمایا اور اعتبار منصب قبول کرنے والے کے افعال کا ہوتا ہے نہ کہ منصب دینے والے کے افعال کا۔

Marfat.com

(۲) کافر یا فاسق کی طرف سے منصب قبول کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرعون کا جو منصب قبول کیا تھا اس کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون نیک اور عادل شخص تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون باغی اور سرکش تھا' لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے فرعون سے عہدہ قبول کرنا محل اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر اپنے دائرہ کار میں تھی' انہوں نے اس طرف نظر نہیں کی کہ اس کو اس کام کی ذمہ داری کون سونپ رہا ہے۔ علامہ ماوردی نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ کافر کی طرف سے منصب قبول کرنے کو مطلقاً جائز کہا جائے نہ مطلقاً ناجائز کہا جائے بلکہ اس کی تین قسمیں بیان کی جائیں:

(۱) جن فرائض کی انجام دہی میں کسی شخص کے اجتہاد کا دخل نہیں ہے اور شریعت نے ان فرائض کی تعیین کی تصریح کر دی ہے مثلاً زکوٰۃ اور صدقات کی وصول یابی کہ اموال ظاہرہ میں ہر چیز کا نصاب مقرر ہے کہ جب مال تجارت دو سو درہم (چھ سو بارہ اعشاریہ تین چھ گرام چاندی) کی مقدار یا اس سے زائد ہو تو اس میں سے اڑھائی فی صد زکوٰۃ وصول کی جائے گی' یا چالیس سے ایک سو انیس جنگل کی گھاس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے گی اور زرعی پیداوار سے اگر بارانی زمین ہو تو عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ' ورنہ نصف عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ' سو ان فرائض کی انجام دہی کسی عامل کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اس لیے کسی ظالم اور فاسق فاجر حکمران سے اس قسم کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

(۲) جن فرائض کی انجام دہی میں اجتہاد کرنا پڑتا ہے جیسے اموال فے کے مصرف' ان میں ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس میں ناحق تصرف کرنے کے لیے کہے گا اور اموال فے غیر مستحق کو دینے کے لیے کہے گا۔

(۳) جو شخص اہل ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کر لے' مثلاً ظالم کی طرف سے کسی کو قاضی بنایا جائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہو گا تو اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

(النکت والعیون ج ۳' ص ۵۱۔۵۰' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۸۸۔۱۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حفیظ اور علیم ہونے کے محامل

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں بہت حفاظت کرنے والا' بہت علم والا ہوں' حضرت یوسف کے اس قول کے چار محمل ہیں:

(۱) ابن زید نے کہا: میرے پاس جو چیز امانت رکھی جائے' میں اس کی بہت حفاظت کرنے والا ہوں اور مجھ کو جو عہدہ دیا جائے میں اس کو بہت جاننے والا ہوں۔

(۲) ابن سراقہ نے کہا: میں لکھائی کی بہت حفاظت کرنے والا ہوں اور حساب کو بہت جاننے والا ہوں' کیونکہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کاغذ پر لکھا۔

(۳) اشجعی نے سفیان سے روایت کیا کہ وہ حساب کی بہت حفاظت کرنے والے تھے اور زبانوں کو بہت جاننے والے تھے۔

(۴) قتادہ نے کہا: تم نے جو منصب دیا ہے میں اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ شیبہ الضبی نے کہا میں ایام قحط کی بھوک کو بہت جاننے والا ہوں۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو علم و فضل دیا ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس علم و فضل کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کرے البتہ عام حالات میں اپنی صفات اور خوبیوں کا اظہار نہ کرنا اولیٰ ہے' حضرت یوسف علیہ

Marfat.com

السلام نے بوقت ضرورت اپنی ان صفات کا اظہار کیا تھا۔ (النکت والعیون ج ۳، ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

خودستائی کے ممنوع ہونے کے محامل اور حضرت یوسف کی اپنی تعریف کا جواز

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قول میں اپنی تعریف کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے:

فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ۔ (النجم: ۳۲) سو تم اپنی تعریفیں نہ کرو، پرہیزگاروں کو وہ خوب جانتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فخر اور تکبر کی وجہ سے اپنی تعریف کرنا منع ہے، یا کسی ناجائز مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی تعریف کرنا منع ہے یا جو اوصاف انسان میں نہ ہوں، ان اوصاف کے ساتھ اپنی تعریف کرنا منع ہے، لیکن کسی ضرورت کی بناء پر ان اوصاف کے ساتھ اپنی تعریف کرنا جائز ہے جو اوصاف انسان میں موجود ہوں اور بعض دفعہ یہ تعریف کرنا ضروری ہوتی ہے اور حضرت یوسف کے معاملہ میں ایسا ہی تھا۔ اس تعریف کے ضروری ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت یوسف کو وحی کے ذریعہ علم تھا کہ چند سالوں کے بعد قحط پڑنے والا ہے سو اگر غلہ کی فراوانی کے سالوں میں حسن تدبیر اور دیانت داری سے غلہ کا ذخیرہ نہ کیا گیا تو لوگ بھوک سے مرجائیں گے اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ کے علاوہ اس ملک میں اور کوئی شخص نہیں ہے جو دیانت دار بھی ہو اور حسن تدبیر کا مالک بھی ہو، اس لیے مصر کے لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیے ضروری تھا کہ اس ملک کے خزانوں پر آپ کو مقرر کیا جاتا اور اس ملک کے خزانوں پر آپ کا مقرر کیا جانا اس پر موقوف تھا کہ بادشاہ کو آپ کی صفات سے روشناس کرایا جاتا اور واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے اس لیے آپ پر واجب تھا کہ آپ بادشاہ کو اپنی قابلیت اور صلاحیت سے روشناس کراتے اس لیے آپ نے فرمایا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں، میں بہت زیادہ حفاظت کرنے والا، بہت زیادہ علم والا ہوں۔

(۲) آپ اللہ عزوجل کی طرف سے مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے تھے اور رسول پر اپنی امت کی مصلحتوں کی رعایت بقدر امکان کرنا واجب ہے اور یہاں یہ رعایت اسی صورت میں ہوسکتی تھی کہ بادشاہ آپ کو یہ منصب سونپ دیتا اور بادشاہ اس وقت آپ کو یہ منصب سپرد کرتا جب وہ آپ کی اہلیت سے واقف ہوتا اور وہ اس وقت واقف ہوتا جب آپ بتاتے۔

(۳) مستحقین تک نفع پہنچانے کی کوشش کرنا اور ان سے ضرر کو دور کرنا جب انسان کے اختیار میں ہو تو پھر اس پر ایسا کرنا واجب ہوتا ہے۔

ان وجوہ کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام پر واجب تھا کہ وہ اپنی ان صفات کا اظہار فرماتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی مدح فرمانا تواضع اور انکسار کے خلاف نہیں ہے

علامہ عبدالرحمن بن علی الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی مدح کیسے فرمائی حالانکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ تواضع و انکسار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب اپنی مدح فخر اور تکبر سے خالی ہو اور اس سے مراد اس حق تک پہنچنا ہو جس کو اس نے قائم کرنا ہو اور عدل کو زندہ کرنا ہو اور ظلم کو مٹانا ہو تو پھر اپنی مدح کرنا جائز اور مستحسن ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا، اور جب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو میں کلام کروں گا اور جب لوگ مایوس ہوجائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم کی اولاد میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا میں ہوں گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۰، سنن دارمی رقم

Marfat.com

الحدیث: ۴۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵، ص ۴۸۴، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۲۴) اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ علم ہو تا کہ کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے اونٹ پر بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا ہے تو میں اس تک پہنچتا، پس ان نفوس قدسیہ نے اپنی مدح میں جو کلمات طیبات فرمائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے قائم مقام ہیں اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی صاحب فضیلت شخص کو لوگ جانتے نہ ہوں تو انہیں اپنا تعارف کرانے کے لیے اپنے فضائل کو بیان کرنا جائز ہے۔

(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۴۵۔ ۲۴۴، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا، وہ اس ملک میں جہاں رہنا چاہتے تھے رہتے تھے، ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے O اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے، ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے O (یوسف: ۵۷-۵۶)

ایام قحط میں حضرت یوسف کا حسن انتظام

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے یہ طلب کیا کہ وہ ان کو اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دے تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا یہ قول نقل نہیں کیا کہ میں نے ایسا کر دیا بلکہ اللہ سبحانہ نے یہ فرمایا: اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔ امام رازی نے یہاں پر یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ بادشاہ اسی وقت حضرت یوسف کا مطالبہ پورا کر سکتا تھا جب اللہ تعالیٰ بادشاہ کے دل میں اس بات کا داعیہ اور باعث اور محرک پیدا کرتا، نیز بادشاہ اس کام کا ظاہری سبب تھا اور اللہ تعالیٰ موثر حقیقی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری سبب ذکر کرنے کے بجائے موثر حقیقی کا ذکر فرمایا۔

علامہ عبدالرحمن بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر والوں کے مال، ان کے زیورات، ان کے مویشی، ان کی زمینوں اور ان کے غلاموں کے عوض ان کے ہاتھ غلہ فروخت کیا، پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی جانوں کے عوض ان کے ہاتھ ان کو غلہ فروخت کیا، حتیٰ کہ تمام مصر والے حضرت یوسف کے غلام بن گئے، پھر حضرت یوسف نے بادشاہ سے کہا تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیسا کرم کیا! بادشاہ نے کہا: ہم بھی تمہارے تابع ہیں، پھر حضرت یوسف نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اہل مصر کو آزاد کر دیا اور میں نے ان کی املاک ان کو لوٹا دیں، حضرت یوسف علیہ السلام ان ایام میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں کسی بھوکے کو بھول جاؤں۔

(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۴۶۔ ۲۴۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام مطمئن ہو کر ملک کا انتظام چلانے لگے اور انہوں نے بڑے بڑے گودام بنوا کر ان میں غلہ جمع کر لیا، حتیٰ کہ غلہ کی فراوانی کے سات سال گزر گئے اور قحط کے ایام شروع ہو گئے اور وہ ایسا زبردست قحط تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے ایسا قحط نہیں دیکھا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ اور اس کے متعلقین کو ہر روز دوپہر کے وقت کھانا بھجواتے تھے، ایک دن آدھی رات کو بادشاہ نے آواز دی: اے یوسف! بھوک لگ رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اب

Marfat.com

قحط کا وقت آپہنچا ہے۔ پس قحط کے پہلے سال میں لوگوں نے اپنے پاس جو طعام اور غلہ جمع کر کے رکھا تھا' وہ سب ختم ہو گیا' پھر مصر کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام سے طعام خریدنے لگے' پہلے سال حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے نقد مال لے کر غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ مصر میں کسی شخص کے پاس کوئی درہم اور دینار باقی نہیں رہا' اور تمام نقد مال حضرت یوسف کے قبضہ میں آچکا تھا' دوسرے سال اہل مصر نے اپنے تمام زیورات اور جواہر کے بدلہ میں حضرت یوسف سے غلہ خریدا' تیسرے سال انہوں نے اپنے تمام مویشیوں اور جانوروں کے بدلہ میں غلہ خریدا' چوتھے سال انہوں نے اپنے تمام غلاموں اور باندیوں کے بدلہ میں غلہ خریدا' حتیٰ کہ ان کے پاس کوئی باندی اور غلام نہیں رہا' پانچویں سال انہوں نے اپنی زمینوں' کھیتوں اور گھروں کے بدلہ میں غلہ خریدا اور چھٹے سال انہوں نے اپنی اولاد کے بدلہ میں غلہ خریدا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد کو حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام بنا دیا اور ساتویں سال انہوں نے اپنی جانوں اور اپنی گردنوں کے بدلہ میں غلہ خریدا حتیٰ کہ مصر میں کوئی انسان باقی نہیں رہا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام تھا اور کوئی چیز باقی نہیں بچی' مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملکیت میں آ چکی تھی' اور لوگ کہنے لگے کہ ہمارے علم میں حضرت یوسف سے پہلے کوئی بڑا اور جلیل بادشاہ نہیں تھا' پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا: آپ نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کچھ عطا فرمایا ہے! اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے کہا: میری وہی رائے ہے جو آپ کی رائے ہے' تمام معاملات آپ کے سپرد ہیں' میں تو محض آپ کے تابع ہوں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: میں آپ کو اور اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کر دیا' اور ان کی تمام املاک ان کو واپس کر دیں۔

روایت ہے کہ حضرت یوسف ان ایام میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے' ان سے کہا گیا کہ آپ مصر کے تمام خزانوں کے مالک ہیں اس کے باوجود آپ بھوکے رہتے ہیں! آپ نے فرمایا: مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے سیر ہو کر کھا لیا تو میں بھوکوں کا حق بھول جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے باورچی کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کا صبح کا کھانا اسے دوپہر کو دیا کرے اور اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ بادشاہ بھی بھوک کا مزہ چکھے اور بھوکوں کو یاد رکھے۔

(معالم التنزیل ج ۲' ص ۳۶۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۹۱' ۱۹۰' روح المعانی جز ۱۳' ص ۹-۸)

عزیز مصر کی بیوی سے حضرت یوسف کا نکاح

امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ میرے بھائی حضرت یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہتے کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دو تو بادشاہ ان کو اسی وقت مقرر کر دیتا' لیکن اس کہنے کی وجہ سے بادشاہ نے اس کام کو ایک سال مؤخر کر دیا' اور وہ ایک سال بادشاہ کے ساتھ اس کے گھر میں رہے' اور اسی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک سال گزرنے کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا' ان کے سر پر تاج رکھا' ان کی میان میں تلوار لٹکائی اور ان کے لیے سونے کا تخت رکھا جس پر یاقوت اور موتیوں سے کام کیا ہوا تھا' اور ان کو ریشمی حلے پہنائے (ایک قسم کے کپڑے کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں' ایک چادر تہمند کے طور پر باندھی اور دوسری چادر اوپر اوڑھی جائے) پھر بادشاہ نے کہا: آپ تاج پہن کر تخت پر رونق افروز ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام تخت پر بیٹھ گئے اور دربار کے تمام سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے اطاعت گزار ہو گئے' بادشاہ گھر جا کر بیٹھ گیا اور مصر کے تمام معاملات حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور مصر کے سابق وزیر قطفیر (عزیز مصر) کو اس نے اس کے عہدے سے معزول کر دیا' اور اس کے عہدہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو مقرر کر دیا۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ ابن زید نے کہا مصر کے بادشاہ کے بہت کثیر خزانے تھے' اس نے وہ تمام خزانے

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فرامین اور آپ کے تمام فیصلوں کو پورے ملک میں نافذ العمل قرار دیا' پھر انہی ایام میں قطفیر (عزیز مصر) مر گیا' پھر بادشاہ نے قطفیر کی بیوی راعیل (یا زلیخا) کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کر دیا' جب حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس خلوت میں گئے تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں جس کا تم مجھ سے پہلے ارادہ کرتی تھیں۔ اس نے کہا: اے بہت سچے انسان! مجھے ملامت نہ کرو میں ایک حسین جوان عورت تھی' اور میرا شوہر عورت کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہ تھا اور تم غیر معمولی حسن اور جمال کے مالک تھے' پس مجھ پر میرا نفس غالب آ گیا اور تم پر میری شہوت قوی ہو گئی اور تمہارے ساتھ جو میری محبت تھی وہ میری عقل کو کنٹرول نہ کر سکی' حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو کنواری پایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اس سے دو بیٹے ہوئے: افرائیم بن یوسف اور میشا بن یوسف۔ حضرت یوسف نے مصر کے لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کیا اور مصر کے تمام مرد اور عورتیں آپ سے محبت کرنے لگے۔ (معالم التنزیل ج ۲' ص ۳۶۴ - ۳۶۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' امام ابن جوزی متوفی ۵۹۳ھ' امام رازی المتوفی ۶۰۶ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ' حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ' علامہ آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ' امام ابن جریر المتوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ نے بھی عزیز مصر کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح کا ذکر کیا ہے۔

(الکشاف ج ۲' ص ۴۵۶' ۴۵۵' زاد المسیر ج ۴' ص ۲۴۴' تفسیر کبیر ج ۶' ص ۴۷۴' الجامع لاحکام القرآن' جز ۹' ص ۱۸۶' البحر المحیط ج ۶' ص ۲۹۱' تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۵۳۴' روح المعانی جز ۱۳' ص ۷' جامع البیان جز ۱۳' ص ۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷' ص ۲۱۶۱' رقم الحدیث: ۱۱۷۲۳)

علامہ ابوالحسین علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی امام ابن جریر طبری کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ زلیخا سے حضرت یوسف کا نکاح ہو گیا تھا' پھر لکھا ہے کہ جن مورخین نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ عورت زلیخا تھی انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا اور جب زلیخا نے حضرت یوسف کو اقتدار کے زمانہ میں دیکھا تو اس نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے جس نے بادشاہوں کو معصیت کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کو اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنا دیا' تو حضرت یوسف نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اس کی کفالت کی حتیٰ کہ وہ مر گئی اور اس سے نکاح نہیں کیا۔

(النکت والعیون ج ۳' ص ۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن کثیر نے زلیخا سے نکاح نہ کرنے کا تو نہیں لکھا لیکن نکاح کی روایت ذکر کے بعد لکھا ہے کہ فضیل بن عیاض نے کہا کہ ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کو راستہ میں عزیز مصر کی بیوی ملی اور اس نے یہ کہا: اللہ کی حمد ہے جس نے اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا اور معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲' ص ۵۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس سلسلہ میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے:

زلیخا بوڑھی ہو چکی تھی اور حضرت یوسف کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کے مرنے کے بعد بھیک مانگتی پھرتی تھی۔ حضرت یوسف نے اس سے نکاح کر لیا' حضرت یوسف نے نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کا شباب' اس کا حسن اور اس کی بینائی لوٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا شباب' اس کا حسن اور اس کی بینائی لوٹا دی بلکہ وہ پہلے سے

Marfat.com

بھی زیادہ حسین ہوگئی اور اس دعا کا قبول کرنا حضرت یوسف علیہ السلام کے اکرام کی وجہ سے تھا' کیونکہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے دور رہے تھے' پھر حضرت یوسف نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ کنواری تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے حکیم ترمذی کے حوالہ سے وہب بن منبہ کی نکاح کی روایت بیان کی ہے' اس کے بعد لکھا ہے کہ قصہ گو لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ اس کا حسن اور شباب حضرت یوسف کی دعا اور ان کے اکرام کی وجہ سے لوٹ آیا تھا لیکن اس قصہ کی کوئی اصل نہیں ہے اور حضرت یوسف کی اس کے ساتھ شادی کی جو خبر ہے' وہ بھی محدثین کے نزدیک ثابت اور معتمد نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۱۳' ص ۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت اور نزاہت پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا' وہ اس ملک میں جہاں رہنا چاہتے تھے رہتے تھے۔

یعنی جس طرح ہم نے یوسف پر یہ انعام کیا تھا کہ بادشاہ کے دل میں ان کی محبت ڈال دی تھی اور ان کو قید و بند کی مصیبت سے نجات عطا کی تھی' اسی طرح ہم نے ان پر یہ انعام کیا کہ ہم نے ان کو اس ملک میں اقتدار عطا فرمایا' وہ اس ملک میں بلا روک ٹوک جہاں جانا چاہتے تھے چلے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شہادت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والوں میں سے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ گناہ کے ابتدائی مراحل طے کر لیے تھے' صرف آخری مرحلہ رہ گیا تھا وہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام محسنین میں سے نہ ہوتے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام روایات باطل اور کاذب ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے' ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔

اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہرچند کہ حضرت یوسف علیہ السلام دنیا میں بلند مراتب اور عالی درجات پر واصل ہو چکے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں جو اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بہت اعلیٰ اور بہت افضل ہے۔

نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام مومنین اور متقین میں سے ہیں۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام گزرے ہوئے زمانے میں بھی متقی تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا: ولقد همت به وهم بها اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس عورت نے ان کے ساتھ گناہ کا ارادہ کیا اور انہوں نے بھی اس کے ساتھ گناہ کا ارادہ کیا' کیونکہ اگر یہ معنی ہوتا تو وہ اس زمانہ میں متقی نہ ہوتے اس لیے لازماً اس کا یہی معنی ہے کہ اس عورت نے ان کے ساتھ گناہ کا ارادہ کیا اور انہوں نے اس سے بچنے کا ارادہ کیا' سو یہ آیت بھی حضرت یوسف کی نزاہت اور طہارت پر دلیل ہے نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا: انه من عبادنا المخلصين۔ (یوسف: ۲۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ مخلص ہیں' محسن ہیں اور متقی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوی شہادت ہے کہ کسی دور میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن کسی قسم کی بھی معصیت کی آلودگی میں ملوث نہیں رہا۔

Marfat.com

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ

اور یوسف کے بھائی (غلہ خریدنے مصر آئے تو) ان کے پاس گئے، پس یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو

مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ

نہ پہچان سکے ○ اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس

اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾

لے کر آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں ○

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾

پس اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق اس کے باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں ○ یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا ان کے

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا

پیسوں کی تھیلی ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں

اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا

شاید وہ (پھر) واپس آجائیں ○ پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے

يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا

کہا: اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے، آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ

لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى

لا سکیں، اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے ○ (ان کے باپ نے) کہا کیا اس کے متعلق میں تم پر اس طرح اعتبار کروں جس طرح میں اس سے پہلے

اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں؟ پس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

Marfat.com

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا

اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں انہوں نے اپنے پیسوں کی تھیلی دیکھی جو ان کی طرف لوٹا دی گئی تھی ، انہوں نے کہا

يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا

اے ہمارے باپ ! ہمیں اور کیا چاہیے ! یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹا دی گئی ہے ، ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے

وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ

اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے ، اور (بادشاہ کے لیے) یہ تو معمولی مقدار ہے ○ ان کے باپ

لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي

نے کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتیٰ کہ تم اللہ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر

بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا

آؤ گے ، ماسوا اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر جاؤ ، جب انہوں نے اپنے باپ سے یہ عہد کر لیا تو اس نے کہا ہم جو عہد کر

نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ

رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے ○ اور اس نے کہا اے میرے بیٹو ! (شہر میں) تم سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا ،

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا ، اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا

مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے ، میں نے اسی پر توکل کیا ہے ، اور توکل کرنے والوں کو اسی

الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا

پر توکل کرنا چاہیے ○ اور جب وہ وہاں سے داخل ہوئے جہاں سے داخل ہونے کا ان کے باپ نے حکم دیا تھا ، اور وہ

كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ

اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا تھا مگر وہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو

Marfat.com

يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اس نے پوری کر لی، بے شک وہ صاحب علم تھے کیوں کہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع ۸

لوگ نہیں جانتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یوسف کے بھائی (غلہ خریدنے مصر آئے تو ان کے پاس گئے، پس یوسف نے ان کو پہچان لیا، اور وہ اس کو نہ پہچان سکے ○ اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے کر آنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں، اور میں بہترین مہمان نواز ہوں ○ پس اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہو گا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے ○ انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق اس کے باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں ○ (یوسف: ۶۱-۵۸)

مشکل الفاظ کے معانی

وھم لہ منکرون: انکار معرفت کی ضد ہے، حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو نہیں پہچانا کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف کو بچپن میں دیکھا تھا اور اب بہت لمبا عرصہ گزر چکا تھا، انہوں نے خیال کیا کہ ان کی وفات ہو چکی ہو گی۔

ولما جھزھم بجھازھم ہر باب میں جس چیز کی ضرورت اور احتیاج ہو اس کو جہاز کہتے ہیں، جھاز المیت کا معنی ہے مردہ کی تکفین وغیرہ کا سامان کرنا، جھاز العروس کا معنی ہے دلہن کی ضرورت کی اشیاء اور جھاز السفر کا معنی ہے سفر کی ضرورت کی چیزیں، یہاں مراد ہے ان کی ضروریات کی گندم ماپ کر ان کی بوریوں میں بھر کر ان کے اونٹوں پر لاد دیں۔

المنزلین مہمان نوازی کرنے والے، حضرت یوسف نے بہت اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کی تھی۔

سنراود: مراودۃ کا معنی ہے کسی چیز پر مائل اور راغب کرنا، یعنی ہم کسی طرح کوشش کر کے اس کے باپ کو اس کے بھیجنے پر آمادہ کریں گے۔ (غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴، ص ۱۰۳-۱۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت یوسف کے بھائیوں کا غلہ لینے مصر پہنچنا اور حضرت یوسف کا نہیں پہچان لینا

جب تمام شہروں میں قحط پھیل گیا اور جس شہر میں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے اس میں بھی قحط پہنچ گیا اور ان کے لیے روح اور بدن کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو گیا، اور ہر طرف یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ مصر کا بادشاہ غلہ فروخت کر رہا ہے، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مصر میں ایک نیک بادشاہ ہے جو لوگوں کو گندم فروخت کر رہا ہے، تم اپنی رقم لے کر جاؤ اور ان سے غلہ خریدو، سو حضرت یعقوب کے دس بیٹے سوا بن یامین کے، حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے، اور یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنے بھائیوں کے ساتھ ملاقات کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے کنوئیں میں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی اس کی تصدیق کا سبب بنا، وہ وحی یہ تھی:

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (یوسف: ۱۵)

(ایک وقت ایسا آئے گا) کہ تم ضرور ان کو ان کی اس کارروائی سے آگاہ کرو گے اور اس وقت ان کو (تمہاری شان کا) پتا بھی نہ ہو گا۔

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو بالکل نہ پہچان سکے، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اس لیے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی تھی کہ تم ضرور ان کو ان کی اس کارروائی سے آگاہ کرو گے، نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا اس میں بھی یہ دلیل تھی کہ ان کے بھائی ان تک پہنچیں گے، اس وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام اس واقعہ کے منتظر تھے اور جو لوگ بھی دور دراز سے غلہ لینے کے لیے مصر آتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے متعلق تفتیش کرتے تھے اور معلومات حاصل کرتے تھے کہ آیا یہ ان کے بھائی ہیں یا نہیں، رہا یہ کہ ان کے بھائیوں نے ان کو کیوں نہیں پہچانا تو اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

بھائیوں کا حضرت یوسف کو نہ پہچاننا اور اس کی وجوہ

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دربانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ غلہ خریدنے کے لیے باہر سے آنے والوں کو ان سے فاصلہ پر رکھیں اور حضرت یوسف علیہ السلام ان سے بالواسطہ گفتگو کرتے تھے، اس طرح وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے خصوصاً اس لیے کہ ان پر بادشاہ کا رعب طاری تھا اور جو ضرورت مند ہو وہ کچھ زیادہ ہی مرعوب اور خوف زدہ ہوتا ہے۔

(۲) جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا اس وقت وہ کم سن اور بچے تھے، اور اب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کو داڑھی آچکی تھی، اور ان کی شکل و صورت میں کافی تغیر ہو چکا تھا، انہوں نے دیکھا کہ وہ ریشم کا لباس پہنے ہوئے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے گلے میں سونے کا طوق تھا، اور ان کے سر پر سونے کا تاج تھا، اور اتنا عرصہ گزرنے کی وجہ سے وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو بھول چکے تھے، جس وقت انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا اس وقت سے لے کر اب تک چالیس سال گزر چکے تھے، ان اسباب میں سے ہر سبب ایسا ہے جس کی وجہ سے اتنے عرصہ پہلے کے شخص کو انسان بھول سکتا ہے، اور جب یہ تمام اسباب مجتمع ہوں تو اس کو نہ پہچاننا اور بھول جانا زیادہ متوقع ہے۔

(۳) کسی چیز کو پہچان لینا اور یاد رکھنا، اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ معرفت پیدا نہ کی ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول محقق ہو! آپ ضرور ان کو ان کی اس کارروائی سے آگاہ کریں گے اور ان کو پتا بھی نہ ہو گا۔ (یوسف: ۱۵)

بن یامین کو بلوانے کی وجوہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ وہ آئندہ اپنے دوسرے بھائی کو لے کر آئیں اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) غلہ فروخت کرنے میں حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ اصول تھا کہ وہ ہر شخص کو ایک بار شتر دیتے تھے یعنی صرف ایک اونٹ پر غلہ لاد کر دیتے تھے، اس سے زیادہ دیتے تھے نہ کم، اور حضرت یوسف کے پاس ان کے دس بھائی آئے تھے، تو آپ نے ان کو دس بار شتر دیئے۔ انہوں نے کہا: ہمارا ایک بوڑھا باپ بھی ہے اور ایک اور بھائی بھی ہے، انہوں نے بتایا کہ ان کا باپ اپنے بڑھاپے اور شدت غم کی بناء پر نہیں آسکا، اور ان کا ایک اور بھائی جو ہے وہ اپنے باپ کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے نہیں آسکا اور ان دونوں کو بھی زندہ رہنے کے لیے طعام کی ضرورت ہو گی، اس لیے براہ کرم دو بار شتر غلہ اور مرحمت فرمائیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: باپ تو خیر بوڑھا اور معذور ہے لیکن اس بھائی کو تمہیں اگلی بار لانا ہو گا ورنہ تم کو غلہ بالکل نہیں ملے گا۔

Marfat.com

(۲) جب وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت یوسف نے ان سے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ شام کے رہنے والے ہیں اور بکریاں چراتے ہیں، ہم پر قحط آ پڑا تو ہم غلہ خریدنے آئے ہیں۔ آپ نے پوچھا: تم لوگ جاسوسی کرنے تو نہیں آئے؟ انہوں نے کہا: معاذ اللہ! ہمارا باپ سچا نبی ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں، ان کا نام یعقوب ہے۔ حضرت یوسف نے پوچھا: تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بارہ بھائی ہیں، ہم میں سے ایک فوت ہو گیا، اور ایک باپ کے پاس ہے اس کو دیکھ کر اسے فوت شدہ بھائی کے غم سے تسکین ہوتی ہے اور ہم دس بھائی ہیں جو آپ کے پاس ہیں۔ حضرت یوسف نے کہا: تم ایک کو یہاں بطور ضمانت چھوڑ کر جاؤ، اور اگلی بار اس بھائی کو لے کر آنا، پھر انہوں نے قرعہ اندازی کر کے شمعون کو بطور رہن حضرت یوسف کے پاس چھوڑ دیا۔

(۳) جب انہوں نے اپنے باپ کا ذکر کیا تو حضرت یوسف نے پوچھا: تم اپنے باپ کو اکیلا کیسے چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کو اکیلا چھوڑ کر نہیں آئے بلکہ ہمارا ایک بھائی ان کے پاس ہے۔ حضرت یوسف نے پوچھا: تمہارے باپ نے خصوصیت کے ساتھ اس کو ہی کیوں اپنے ساتھ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: تمام اولاد میں وہ سب سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: تمہارا باپ عالم اور حکیم ہے وہ بلاوجہ اس سے اتنی محبت نہیں کر سکتا ضرور اس میں کوئی خصوصیت ہوگی، اس کو میرے پاس لے کر آؤ، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس میں کیا ایسی خاص بات ہے۔

حضرت یوسف نے بن یامین کو لانے کے لیے انہیں ترغیب بھی دی اور دھمکی بھی دی، ترغیب کے طور پر یہ فرمایا: کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں اور مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کو لے آئے تو میں تم کو بطور انعام غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ دوں گا، اور دھمکی یہ دی کہ اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہو گا اور نہ ہی تم میرے قریب آ سکو گے۔

حضرت یوسف نے بن یامین کو بلوا کر حضرت یعقوب کو مزید رنج میں کیوں مبتلا کیا؟

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بن یامین سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کی جدائی میں ان کو بہت رنج اور قلق ہو گا تو انہوں نے بن یامین کو اپنے باپ کے پاس سے بلوانے کے لیے کیوں اقدام کیا اور اپنے باپ کو رنج اور قلق میں ڈالنے کا کیوں انتظام کیا! اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہو کہ وہ بن یامین کو بلوائیں اور انہوں نے اتباع وحی میں یہ اقدام کیا تاکہ حضرت یعقوب علیہ السلام مزید رنج اور غم میں مبتلا ہوں اور اس طرح ان کا ثواب اور زیادہ ہو۔

(۲) ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ اس کارروائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے پر متنبہ ہو جائیں، کیونکہ خصوصیت سے بن یامین کو بلوانے والے حضرت یوسف ہی ہو سکتے تھے، وہ دونوں سگے بھائی تھے۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اچانک دونوں بیٹے ملیں گے تو ان کو بہت زیادہ خوشی ہوگی۔

(۴) حضرت یوسف نے بن یامین کو صرف ملاقات کے لیے بلایا تھا، اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کو مستقل اپنے ساتھ رکھ لیں گے اور جانے نہیں دیں گے، لیکن جب بنیامین کی حضرت یوسف سے ملاقات ہوئی اور دونوں نے اپنا اپنا حال سنایا تو بن

Marfat.com

یامین نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہنے پر اصرار کیا' تب حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: تم کو روکنے کی یہی صورت ہے کہ تم پر چوری کا الزام لگوا دیا جائے۔ بن یامین نے کہا: مجھے منظور ہے۔

(زاد المسیر ج ۴' ص ۲۴۹-۲۴۶' تفسیر کبیر ج ۶' ص ۴۷۸-۴۷۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۱۹۴-۱۹۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا ان کے پیسوں کی تھیلی ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں' شاید وہ (پھر) واپس آ جائیں○ پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے' آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں' اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے○ (ان کے باپ نے) کہا کیا اس کے متعلق میں تم پر اس طرح اعتبار کروں جس طرح میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں؟ پس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے' اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے○ (یوسف: ۶۴-۶۲)

مشکل الفاظ کے معنی

وقال لفتیانه: فتیان جمع قلت ہے یہ فتی کی جمع ہے' فتی کے معنی نوکر اور خادم ہیں' اس سے مراد غلہ کو ماپ کر بوریوں میں بھرنے والے ہیں' جمع کثرت کی وجہ یہ ہے کہ غلہ خریدنے کے لیے بکثرت لوگ آتے تھے اس لیے اس کی پیمائش کرنے والے بھی زیادہ ہونے چاہئیں تھے۔

بضاعتهم: اس سے مراد غلہ کی قیمت ہے' یہ چاندی کے درہم تھے' رحال سے مراد ان کے غلہ کی بوریاں ہیں۔

منع منا الکیل: کیل کے معنی پیمائش ہے اور یہاں اس سے مراد مکیل ہے یعنی ہم کو غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے۔

نکتل: یعنی جب مانع اٹھ جائے گا اور ہم بھائی کو لے جائیں گے تو ہم اپنی ضرورت کے مطابق غلہ لے آئیں گے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۴' ص ۱۰۴-۱۰۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

بھائیوں کی بوریوں میں رقم کی تھیلی رکھنے کی وجوہ

امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا کہ انہوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہے وہ ان کی بوریوں میں رکھ دو اور اس طرح رکھو کہ ان کو بالکل پتا نہیں چلے' تاکہ جب یہ گھر لوٹیں تو اس رقم کو دیکھ کر دوبارہ آ جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کس حکمت کی وجہ سے وہ تھیلی ان کی بوریوں میں رکھوائی تھی' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جب وہ گھر جا کر بوریاں کھولیں گے اور ان کو اپنی قیمت واپس مل جائے گی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرم اور آپ کی سخاوت سے متاثر ہوں گے اور دوبارہ جانے کے لیے راغب ہوں گے جب کہ انہیں غلہ کی طلب بھی تھی۔

(۲) حضرت یوسف کو یہ خطرہ تھا کہ شاید ان کے باپ کے پاس مزید غلہ خریدنے کے لیے رقم نہ ہو اس لیے انہوں نے وہ قیمت بوریوں میں رکھ دی۔

(۳) حضرت یوسف نے یہ ارادہ کیا کہ وہ قحط کا زمانہ ہے' ہو سکتا ہے ان کے باپ کا ہاتھ تنگ ہو تو وہ اس طرح باپ کی کچھ خدمت کر دیں۔

(۴) ایام قحط میں جب کہ ان کے بھائیوں اور باپ کو غلہ کی سخت ضرورت تھی تو ایسے حالات میں انہوں نے ان کو قیمتاً غلہ دینا صلہ رحم کے خلاف اور برا جانا' اس لیے چپکے سے وہ رقم واپس کر دی۔

Marfat.com

(۵) حضرت یوسف کا گمان تھا کہ جب ان کے بھائی سامان میں رقم کی تھیلی دیکھیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ شاید سہو اور نسیان سے ان کی یہ رقم ہماری بوریوں میں آ گئی ہے اور وہ انبیاء کی اولاد ہیں' وہ ضرور اس رقم کو واپس کرنے آئیں گے یا یہ معلوم کرنے آئیں گے کہ آخر کس سبب سے ہماری بوریوں میں یہ رقم کی تھیلی آ گئی۔

(۶) حضرت یوسف نے اس طریقہ سے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہا اور ایسے طریقہ سے کہ ان پر حضرت یوسف کا احسان ظاہر ہو اور نہ ان کو عار محسوس ہو۔

(۷) حضرت یوسف یہ چاہتے تھے کہ وہ یہ جان لیں کہ میں جو ان کے بھائی کو بلوا رہا ہوں تو اس پر ظلم کرنے کے لیے نہیں بلا رہا اور نہ غلہ کے دام چڑھانے کے لیے بلا رہا ہوں۔

(۸) حضرت یوسف یہ چاہتے تھے کہ ان کے والد کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت یوسف ان کے بیٹوں پر کریم ہیں تاکہ وہ اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجنے میں خطرہ محسوس نہ کریں۔

(۹) چونکہ یہ تنگی کا زمانہ تھا اس لیے حضرت یوسف یہ چاہتے تھے کہ ان کی کچھ مدد ہو جائے اور چونکہ چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ تھا اس لیے اس رقم کو بوریوں میں چھپا کر رکھ دیا۔

(۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ انتہائی ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا تھا' جواب میں حضرت یوسف یہ چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور فیاضانہ سلوک کریں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل عمل بتائیے! آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو شخص تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم کرے' اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۴۶۷' عالم الکتب' اتحاف السادۃ المتقین ج ۹' ص ۲۵)

امام ابن النجار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم سے تعلق توڑے تو اس سے تعلق جوڑو اور جو تم سے برا سلوک کرے' تم اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو' خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۶۹۲۹)

بدی را بدی سہل باشد جزا

اگر مردی احسن الی من اسا

(سعدی شیرازی)

(برائی کا جواب برائی سے دینا بہت آسان ہے' مردانگی تو یہ ہے کہ برا سلوک کرنے والے سے اچھا سلوک کرو)

برائی کا جواب اچھائی سے دینے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

بے شک حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی بدسلوکی کے جواب میں نیک سلوک کیا لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ایسی بکثرت مثالیں ہیں جب آپ نے لوگوں کی بدسلوکی کے مقابلہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بد زبانی کرتے تھے نہ تکلفاً' نہ بازار میں

Marfat.com

شور کرتے تھے اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے تھے، لیکن آپ معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔
(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶، مسند احمد ج ۶، ص ۱۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸، ص ۳۳۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹، موارد الظمان رقم الحدیث: ۲۱۳۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی شخص سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیتے تھے، جب تک اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہ توڑا جائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑتا تو آپ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے تھے، اور آپ کو کبھی دو چیزوں میں سے کسی چیز کا اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ اس چیز کو اختیار فرماتے جو زیادہ آسان ہوتی بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔
(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵، مسند احمد ج ۶ ص ۸۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۵۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم حلم یہ ہے کہ جنگ احد میں کافر آپ کے خلاف جنگ کرنے آئے تھے، انہوں نے آپ کا نچلا سامنے کا دانت شہید کر دیا، آپ کا نچلا ہونٹ زخمی کر دیا، آپ کا چہرہ خون سے رنگین ہو گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۷۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کا ذکر فرما رہے تھے، ان کا چہرہ ان کی قوم نے خون سے رنگین کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعاء ضرر کیجئے، آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مشرکین کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھنے سے (اپنے خلاف لڑائی میں) مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۳۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف دعاء ضرر فرمائی ہے اور حدیث سابق میں آپ نے دعاء ضرر سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات کو جو اذیت پہنچائی جاتی، آپ اس کو معاف فرما دیتے اور دعاء ضرر نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادات میں جو خلل ڈالا جاتا، آپ اس کو معاف نہ کرتے اور خلل ڈالنے والوں کے خلاف دعاء ضرر فرماتے تھے۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینے اور آپ کے خلق کریم پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی علماء میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے کے لیے آیا، اس نے آپ کے دائیں کندھے سے چادر پکڑ کر کھینچی اور کہا: اے عبدالمطلب کی اولاد! تم لوگ بہت دیر سے قرض کی ادائیگی کرتے ہو اور میں تم لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

اس کو ڈانٹا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور اس شخص کو کسی اور چیز کی تلقین کی ضرورت ہے' تم مجھے اچھی طرح سے ادائیگی کی تلقین کرتے اور اس شخص کو احسن طریقہ سے تقاضا کرنے کی تلقین کرتے۔ اے عمر! جاؤ' اس کا قرض ادا کرو' ابھی اس کی مدت ختم ہونے میں تین دن باقی تھے' تم اس کو تیس صاع (تقریباً تین من) غلہ زیادہ دینا' کیونکہ تم نے اس پر سختی کی تھی۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲' ص ۳۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶' ص ۵۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۰۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نجرانی سخت چادر اوڑھی ہوئی تھی' ایک دیہاتی نے اس چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کندھے کے اوپر نشان پڑ گئے تھے' پھر اس نے کہا: آپ کو جو اللہ نے مال دیا ہے اس میں سے میرے لیے حکم کیجیے' آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا پھر آپ ہنسے اور آپ نے اس کو دینے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۵۳)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم عفو اور درگزر کا بیان ہے اور یہ کہ آپ کی جان پر جو اذیت ہوتی تھی' آپ اس کو برداشت کرتے تھے اور سخت طبیعت دیہاتیوں کو آپ حسن تدبر سے درگزر فرماتے تھے' حالانکہ وہ وحشی جانوروں کی طرح غیر مانوس اور بہت جلد متنفر ہونے والے تھے' آپ خلق عظیم کے حامل تھے اور اس آیت کے مصداق اتم تھے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (آل عمران: ۱۵۹)	پس آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بن یامین کو بھیجنے کی وجوہ

ایک سوال یہ ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام یہ تجربہ کر چکے تھے کہ انہوں نے بھائیوں کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا تھا اور پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر نہیں آئے اور کہہ دیا کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا اور بالآخر ان کا جھوٹ ثابت ہو گیا تو دوبارہ ان کے کہنے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام بن یامین کو بھیجنے پر کیسے تیار ہو گئے؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) وہ بھائی اب کافی بڑے ہو چکے تھے اور نیکی اور تقویٰ کی طرف مائل ہو چکے تھے اور اب ان سے سابقہ کارروائی کی توقع نہیں تھی۔

(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ مشاہدہ کر لیا تھا کہ یہ لوگ بن یامین سے اس طرح حسد اور بغض نہیں رکھتے' جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد اور بغض رکھتے تھے۔

(۳) ہرچند کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر پہلے اعتماد کرنے کا تجربہ تلخ تھا لیکن قحط کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہو گئے۔

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی کی ہو اور اس وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام تیار ہو گئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں انہوں نے اپنے پیسوں کی تھیلی دیکھی جو ان کی

Marfat.com

طرف لوٹادی گئی تھی، انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیے! یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹادی گئی ہے، ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے، اور (بادشاہ کے لیے) یہ تو معمولی مقدار ہے O (ان کے باپ نے) کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتی کہ تم اللہ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر آؤ گے، ماسوا اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر جاؤ، جب انہوں نے اپنے باپ سے یہ عہد کرلیا تو اس نے کہا ہم جو عہد کر رہے ہیں، اس پر اللہ گواہ ہے۔O (یوسف: ۶۶-۶۵)

بن یامین کو ساتھ بھیجنے کے لیے باپ کو تیار کرنا

اس آیت میں ما نبغی کے دو محمل ہیں: یہ ما نفی کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور استفہام کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔

اگر یہ ما نفی کے لیے ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بادشاہ یعنی حضرت یوسف کے متعلق جو بتایا تھا کہ وہ بہت فیاض اور جواد ہے تو ہم اس تعریف اور توصیف سے جھوٹ بولنا نہیں چاہتے تھے۔ دیکھئے اس بادشاہ نے ہمیں رقم کی تھیلی بھی واپس کردی ہے، اور اس صورت میں دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے دوبارہ جانے کے لیے مزید رقم نہیں چاہتے کیونکہ بادشاہ نے ہماری پہلی رقم ہمیں واپس کردی ہے۔

اگر یہ ما استفہام کے لیے ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہمیں اور کیا چاہیے، ہماری رقم بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے۔

میرہ کا معنی ہے: طعام، اور نمیر اھلنا کا معنی ہے: ہم اپنے گھر والوں کے لیے طعام لے کر آئیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ اپنے بھائی کو ساتھ لے کر آئے تو ان کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ زیادہ دیا جائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا: یہ تو معمولی مقدار ہے، اس کے حسب ذیل محمل ہیں:

(۱) مقاتل نے کہا: اتنے فیاض اور جواد کے لیے ایک بار شتر دینا تو بہت معمولی بات ہے، زجاج کا بھی یہی مختار ہے۔

(۲) جتنی طویل مدت ہم نے ایام قحط میں گزاری ہے، اس کے مقابلہ میں یہ بہت کم مقدار ہے۔

(۳) ہمارے بھائی کے بغیر جو ہمیں غلہ دیا گیا ہے یہ بہت کم ہے، آپ بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجیں تاکہ ہم کو زیادہ غلہ مل سکے۔

مصیبت میں گھر جانے کا معنی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم یہ پختہ عہد کرو، اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ تم اللہ کو گواہ کر کے یہ عہد کرو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کی قسم کھاؤ۔

مصیبت میں گھرنے کے بھی دو معنی ہیں: ایک یہ کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرا یہ کہ تم سب مقہور اور مغلوب ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے کہا اے میرے بیٹو! (شہر میں) تم سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا، اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے، اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے O اور جب وہ وہاں سے داخل ہوئے جہاں سے داخل ہونے کا ان کے باپ نے حکم دیا تھا اور وہ اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا تھا، مگر وہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی، جو اس نے پوری کر

Marfat.com

لی، بے شک وہ صاحب علم تھے، کیونکہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○(یوسف: ۶۸-۶۷)

نظر لگنے کے متعلق احادیث

حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہ دس بیٹے بہت خوب صورت اور بہت باکمال تھے، مصر کے چار دروازے تھے، جب دس بیٹے مصر روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر دس کے دس ایک دروازے سے داخل ہوئے تو ان پر دیکھنے والوں کی نظر لگ جائے گی اس لیے انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، نظر لگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر برحق ہے اور آپ نے گھورنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۷۰۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۰۴۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۹۵۸۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم دیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸، ص ۳۷، ۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸، ۶۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۰۳، المستدرک ج ۴، ص ۴۱۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۳۴۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا (اس کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا یا زرد تھا، بہرحال اس کے چہرے کا رنگ اصل رنگ کے خلاف تھا) آپ نے فرمایا: اس پر دم کراؤ کیونکہ اس پر نظر لگی ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرماتے تھے، تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: میں (تم کو) شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۴۹، ۴۸، ج ۱۰، ص ۳۱۵، مسند احمد ج ۱، ص ۲۷۰، ۲۳۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۵)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جعفر کی اولاد پر نظر بہت جلد لگتی ہے، کیا میں اس پر دم کرایا کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸، ص ۵۶، مسند احمد ج ۶، ص ۴۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۲۴۳)

ابو امامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہل بن حنیف نے خرار (مدینہ کی ایک وادی) میں غسل کیا، اور انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے، اور سہل گورے رنگ کے بہت خوبصورت شخص تھے۔ عامر بن ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا: اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت شخص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہل کو اسی وقت بخار چڑھ گیا۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بتایا کہ سہل کو

Marfat.com

بہت تیز بخار چڑھ گیا ہے اور وہ آپ کے ساتھ جا نہیں سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہل کے پاس تشریف لے گئے اور سہل نے بتایا کہ اس طرح مجھے عامر نے نظر بھر کر دیکھا تھا، پھر مجھے بخار چڑھ گیا۔ آپ نے عامر سے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے یہ کیوں نہیں کہا: تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ۔ (جب دیکھنے والا کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی) بے شک نظر کا لگنا برحق ہے، تم اس کے لیے وضو کرو۔ عامر نے ان کے لیے وضو کیا، پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور گھٹنوں کو اور ازار کے اندر جسم کا حصہ دھوئے، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے غسالہ کو سہل کے اوپر بہایا جائے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۴۷، ۱۷۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۳۵۱، مسند احمد ج ۳، ص ۴۸۶، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۲۰۹)

نظر بد میں مذاہب اور اس سے متعلق شرعی احکام

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے اور نظر کبھی انسان کو قتل بھی کر دیتی ہے جیسا کہ موطا کی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو، اس پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے، لیکن احادیث صحیحہ، امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے، تاہم نظر کا لگنا یا نہ لگنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۱۰۲)　　اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس جادو سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اصمعی نے کہا: میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی نظر بہت لگتی تھی، اس نے سنا کہ ایک گائے بہت زیادہ دودھ دیتی ہے، اس کو یہ بہت اچھا لگا، اس نے پوچھا: وہ کون سی گائے ہے؟ لوگوں نے کوئی اور گائے بتائی اور اس کو مخفی رکھا، لیکن وہ دونوں گائیں مر گئیں۔ اصمعی نے کہا: میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مجھے کوئی چیز اچھی لگتی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے ایک قسم کی حرارت خارج ہوتی ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی چیز اچھی لگے تو وہ یہ کہے:

تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ۔　　اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے، اے اللہ! اس چیز میں برکت دے۔

جب کوئی شخص کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو پھر اس کی نظر نہیں لگے گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

جس شخص نے یہ کلمات نہیں کہے اور اس کی نظر لگ گئی تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ غسل نہ کرے تو اس کو غسل کرنے پر مجبور کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ جب اس شخص کی ہلاکت کا خطرہ ہو جس پر اس کی نظر لگی ہے، اور کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کو نفع سے روکنا اور اس کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے اور غسل کے بعد اس شخص کا غسالہ اس پر بہایا جائے جس پر نظر لگی ہے۔

Marfat.com

جس شخص کی نظر کا لگنا مشہور ہو' اس کو لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا جائے تاکہ لوگوں کا ضرر نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ قاضی یا حاکم کو چاہیے کہ اسے اس کے گھر میں بند کر دے اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کو سرکاری طور پر رزق بھی مہیا کرے اور لوگوں کو اس کی اذیت سے بچائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہربدر کر دیا جائے' لیکن موطا امام مالک کے حوالے سے جو حدیث ہم نے ذکر کی ہے وہ ان اقوال کو مسترد کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو گھر میں بند کیا تھا نہ شہربدر کیا تھا' بلکہ کبھی کسی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے' اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی کو فاسق کہا جا سکتا ہے۔

بعض احادیث میں نظر لگ جانے کے بعد دم کرانے کا ارشاد ہے اور بعض احادیث میں جس کی نظر لگی ہے' اس کو غسل کرا کر اس کے غسالہ کو اس پر ڈالنے کا حکم ہے جس پر نظر لگی ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے تو دم کرایا جائے (دم کے کلمات حدیث میں مذکور ہیں) اور اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص۱۹۹۔۱۹۷)

نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی شخص کے دیکھنے سے دوسرے شخص کو ضرر کیوں کر پہنچ جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی طبائع اور ان کے بدنوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے زہر نکل کر دوسرے کے بدن میں پہنچ جاتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جس شخص کو آشوب چشم ہو اور تندرست آدمی اس کو دیکھے تو اس کو بھی بیماری لگ جاتی ہے' اس طرح بعض بیماریوں میں تندرست آدمی بیماروں کے پاس بیٹھے تو اس کو وہ بیماری لگ جاتی ہے۔ اگر کسی آدمی کو جماہیاں آ رہی ہوں تو اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو بھی جماہیاں آنے لگتی ہیں' اسی طرح افعیٰ (سانپ) کے ساتھ نظر ملانے سے بھی اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے' لیکن اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ کسی شخص کی نظر سے ضرر کا پہنچنا اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور اس کے اذن اور اس کی مشیت پر موقوف ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دوران خطبہ فرمایا: سفید دھاری دار سانپ اور دم بریدہ سانپ کو قتل کر دو کیونکہ یہ دونوں بصارت کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۹۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۱۶' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۶۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سفید دھاریوں والے سانپ کے دیکھنے سے بصارت چلی جاتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے' اس طرح بعض افاعی (سانپ) ایسے ہیں کہ ان کی نظر سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے' اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ اسی طرح انسان کا بعض لوگوں سے اس نوع کا تعلق ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے انسان کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں سے انسان اس قدر خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور یہ سب نظر کی تاثیرات ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کے دیکھنے سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور بعض کو دیکھنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ روح کی تاثیرات ہیں اور ارواح مختلف ہوتی ہیں۔ بعض روحوں کی طبائع' کیفیات' قوتیں اور خواص بہت جلد تاثیر کرتی ہیں کیونکہ وہ روح بہت خبیث ہوتی ہے' اور محض کسی شخص کو دیکھتے ہی اس میں تاثیر کرتی ہے اور بعض روحیں دوسرے شخص کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد تاثیر کرتی ہیں' اور اس کی آنکھوں سے ایک معنوی تیر نکل کر دوسرے کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے' بہرحال

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر یہ تاثیر نہیں ہوتی اور اس کا علاج یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ نظر لگنے والے شخص پر ڈالا جائے ورنہ یہ دعا کر کے اس پر دم کیا جائے:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۱)

میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(فتح الباری ج ۳، ص ۲۰۱۔۲۰۰، ملخصاً مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا

جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھیرایا، اور بتایا کہ میں تمہارا

اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِ

بھائی ہوں، سو تم اس بدسلوکی پر غمگین نہ ہونا جو یہ کرتے رہے تھے ○ پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا

هِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا

تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا، پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو!

الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

بے شک تم ضرور چور ہو ○ انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ ○

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا

کارندوں نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں

بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی

اس کا ضامن ہوں ○ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں

الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

آئے اور نہ ہم چور ہیں ○ کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا

كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ط

ہونی چاہیے؟ ○ انہوں نے کہا جس کی بوری سے وہ برآمد ہو سو اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے

Marfat.com

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ

ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی تلاشی لینی شروع کردی

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ

پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا، ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی،

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ

وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے،

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا کرتے ہیں اور ہر (متناہی) علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے ○

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا

انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو (کوئی نئی بات نہیں) اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے، سو یوسف نے

يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ

اس بات کو دل میں چھپایا اور ان پر ظاہر نہیں کیا، اس نے (دل میں) کہا تم خود بدتر خصلت کے ہو

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا

اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے ○ انہوں نے کہا اے عزیز! اس کا باپ

شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

بہت بوڑھا ہے، آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں، ہماری رائے میں آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں ○

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ

یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! کہ ہم نے جس کی بوری میں اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ ہم کسی اور کو رکھ لیں،

اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

پھر تو ہم ظالم قرار پائیں گے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا، اور بتایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں، سو تم اس بدسلوکی پر غمگین نہ ہونا جو یہ کرتے رہے تھے O پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا، پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو! بے شک تم ضرور چور ہو O انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ O کارندوں نے کہا: بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا، اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (یوسف: ۷۲-۶۹)

حضرت یوسف کا بن یامین کو یہ بتانا کہ میں تمہارا بھائی ہوں

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یہ ہمارا وہ بھائی ہے جس کے متعلق آپ نے کہا تھا کہ اس کو لے کر آنا، اب ہم اس کو لے کر آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: تم نے اچھا کیا اور درست کیا، اور تم کو عنقریب اس پر انعام ملے گا، پھر فرمایا: میں تمہاری ضیافت اور تکریم کرنا چاہتا ہوں، پھر آپ نے دو، دو کو کھانے پر بٹھایا، اور ان کو عمدہ کھانے پیش کیے، پھر بن یامین کے متعلق فرمایا: یہ اکیلا رہ گیا! اس کو میں اپنے ساتھ بٹھالیتا ہوں اور دو، دو کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا اور فرمایا: بن یامین کو میں اپنے کمرہ میں ٹھہرالیتا ہوں، پھر تنہائی میں بن یامین کو بتایا کہ میں تمہارا سگا بھائی یوسف ہوں، تمہارے یہ بھائی جو کچھ بدسلوکی کرتے رہے ہیں، تم اس پر غم نہ کرنا۔

(جامع البیان جز ۱۳، ص ۲۱-۲۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، ص ۲۱۷۰)

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف نے دو، دو کو ایک ساتھ دسترخوان پر بٹھایا اور بن یامین کو اکیلا بٹھایا۔ وہ رونے لگے اور کہنے لگے اگر میرا بھائی ہوتا تو آپ مجھے اس کے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف نے کہا: میں اس کو اکیلا دیکھ رہا ہوں سو میں اس کو اپنے ساتھ بٹھالیتا ہوں۔ پھر جب رات ہوئی تو دو، دو کو ایک کمرا دیا، بن یامین اکیلے رہ گئے تو کہا اس کو میں اپنے ساتھ کمرے میں رکھ لیتا ہوں، تنہائی میں حضرت یوسف نے کہا: کیا تمہارا کوئی ماں شریک بھائی ہے۔ اس نے کہا: ہاں میرا ایک ماں شریک بھائی تھا، وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت یوسف نے کہا: کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہارے اس ہلاک شدہ بھائی کے قائم مقام میں تمہارا بھائی ہو جاؤں؟ بن یامین نے کہا: اے بادشاہ! آپ جیسا بھائی کس خوش نصیب کا ہو گا؟ لیکن آپ یعقوب سے پیدا نہ ہوئے نہ راحیل سے؟ پھر حضرت یوسف رونے لگے اور اس کو گلے لگایا اور فرمایا: میں تمہارا بھائی یوسف ہوں اور تم اب غم نہ کرنا یعنی وہ جو ہم پر حسد کرتے رہے تھے اور ہمارے باپ کی توجہ اپنی طرف پھیرنے کی جو کوشش کرتے رہے تھے، اس پر اب تم غم نہ کرنا۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۵۶-۲۵۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت یوسف نے بن یامین کو روک کر باپ کی مزید دل آزاری کی

جب بن یامین نے حضرت یوسف کو پہچان لیا تو حضرت یوسف سے کہا: مجھے ان کی طرف نہ لوٹائیں۔ حضرت یوسف نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ حضرت یعقوب کو پہلے ہی میری وجہ سے کتنا غم اٹھانا پڑا تھا، پھر ان کا غم اور زیادہ ہو جائے گا۔ بن یامین نے واپس جانے سے انکار کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: تمہیں روکنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم پر چوری کا الزام لگا دیا جائے۔ بن یامین نے کہا کوئی پروا نہیں، پھر حضرت یوسف نے چپکے سے شاہی پیالہ بن یامین کی بوری میں رکھ دیا، انہوں نے خود وہ پیالہ اس طرح رکھا تھا کہ کسی کو پتا نہیں چل سکا، یا اپنے بعض خاص خدام کا اس کو حکم دیا تھا۔

Marfat.com

قرآن مجید میں اس پیالے کے لیے دو لفظ ہیں السقایہ اور صواع' السقایہ کا معنی پانی پینے کا پیالہ ہے اور صواع کا معنی پیمانہ ہے' یہ سونے اور چاندی کا ایک برتن تھا' اس سے پانی بھی پیا جاتا تھا اور اس سے ماپ کر غلہ بھی دیا جاتا تھا۔

حسن بصری' مجاہد اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ پانی پینے کا برتن تھا۔

(جامع البیان جز ۱۳' ص ۲۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۲۰۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف کو یہ علم تھا کہ بن یامین کے واپس نہ پہنچنے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید غم ہوگا تو پھر انہوں نے بن یامین کی بات کیوں مان لی اور ایسا کام کیوں کیا جس کے نتیجے میں ان کے باپ کو صدمہ پہنچتا' اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے وحی کے ذریعہ جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت ہے' اور ان کے اقدام کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بن یامین کے نہ پہنچنے کے بعد بھی حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کو یاد کرتے رہے تھے اور وہ کہتے تھے یاسفی علی یوسف۔

بے قصور قافلہ والوں کو چور کہنے کی توجیہ

پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو! تم ضرور چور ہو!

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منادی نے یہ اعلان اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے کیا تھا تو ایک رسول برحق کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ بے قصور لوگوں پر بہتان باندھیں اور ان پر چوری کی جھوٹی تہمت لگائیں' اور اگر انہوں نے یہ حکم نہیں دیا تھا تو انہوں نے بعد میں منادی کا رد کیوں نہیں کیا کہ تم ان کو چور کیوں کہہ رہے ہو' یہ تو بے قصور ہیں! اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حضرت یوسف بن یامین سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ تمہیں روکنے کا صرف یہی طریقہ ہے تو گویا ان کی رضامندی سے ان کو چور کہا جا رہا تھا۔

(۲) حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ تم نے یوسف کو اس کے باپ سے چرایا تھا اور چرا کر پہلے کنوئیں میں ڈالا پھر قافلہ والوں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ دیا' تو یہ کلام بطور توریہ تھا' اس کلام سے حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ تم یوسف کو چرانے والے ہو اور اس کلام کا ظاہر یہ تھا کہ تم شاہی پیمانہ چرانے والے ہو۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منادی کا یہ کلام بطور استفہام ہو' یعنی اس نے پوچھا ہو کہ آیا تم چور ہو؟

(۴) قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں ہے کہ منادی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے یہ اعلان کیا تھا یا ان کو اس اعلان کا علم تھا اور ظاہر یہ ہے کہ کارندوں نے اپنے طور پر اس پیالہ کو تلاش کیا اور جب ان کو وہ نہیں ملا تو ان کو شبہ ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس پیالہ کو اپنی بوریوں میں رکھ لیا ہو۔

انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ کارندوں نے کہا: بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا' اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

جُعل (کسی چیز کو ڈھونڈنے کی اُجرت) کی تحقیق

اس آیت میں یہ ذکر ہے: جو شخص شاہی پیالے کو ڈھونڈ کر لائے گا اس کو میں ایک بار شتر دوں گا۔ اس میں جُعل کا ثبوت دوں گا۔ جُعل کا لغوی معنی ہے کہ کسی کام کی اجرت' مجاہدین کو جو رقم دی جاتی ہے تاکہ وہ اس سے سامان جہاد خریدیں' اس کو بھی جُعل کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے کسی معین کام پر معین عوض عطا کرنا۔ فقہاء مالکیہ کے

Marfat.com

نزدیک اس کا معنی ہے ظنی منفعت کے حصول کے لیے کسی کو اجرت دینا، جیسے صحت اور شفا کے حصول کے لیے طبیب کو اجرت دینا، یا تعلیم میں مہارت کے حصول کے لیے معلم کو اجرت دینا یا بھاگے ہوئے غلام کو ڈھونڈنے کے لیے کسی کو اجرت دینا۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جو بھاگا ہوا غلام حرم میں مل جائے، اس (کو ڈھونڈنے) کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس درہم کا فیصلہ فرمایا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۹۰۷، مطبوعہ بیروت)

شریح نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ شہر میں مل جائے تو اس کے لیے دس درہم ہیں اور اگر شہر سے باہر ملے تو اس کے لیے چالیس درہم ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۹۰۸، مطبوعہ بیروت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اونٹ پر لدا ہوا مال مجہول ہے، کیونکہ اونٹ پر لدے ہوئے مال کی اجرت کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی اور اجرت کا مجہول ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی شریعت میں جائز ہو، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ اجرت تو چور کو دی جائے گی اور وہ جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے۔ یہ ان کی شریعت میں جائز ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جُعل ہے اور کسی چیز یا شخص کو ڈھونڈ کر لانے والے کو جو مال دیا جاتا ہے، اس کو جعل کہتے ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا اس آیت میں دو دلیلیں ہیں: ایک دلیل یہ ہے کہ جُعل جائز ہے اور اس کو ضرورت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں جتنی جہالت کو جائز کہا گیا ہے، کسی اور چیز میں نہیں کہا گیا اور جُعل میں ایک طرف معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف ضرورت کی بناء پر مجہول ہوتی ہے اور اجارہ (مزدوری) میں کام اور اس کی اجرت دونوں کا معلوم اور معین ہونا ضروری ہے، ورنہ اجارہ صحیح نہیں ہو گا۔

جب کسی شخص نے کہا جو شخص میرے بھاگے ہوئے غلام کو لے آیا تو اس کو ایک دینار ملے گا، پس اگر وہ اس غلام کو لے کر آیا تو اس کو ایک دینار دینا ہو گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مال اور شخص کی ضمانت کے متعلق احادیث

اس آیت میں کفالت (ضمانت) کا بھی ثبوت ہے کیونکہ منادی نے کہا: جو پیالہ لائے گا، اس کو ایک بار شتر ملے گا اور اس کا میں ضامن ہوں۔ یعنی پیالہ لانے والے کو حکومت سے میں لے کر دوں گا۔ یہ آیت ضامن ہونے کی اصل ہے اور اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی نماز جنازہ خود پڑھ لو، کیونکہ اس پر قرض ہے۔ حضرت ابو قتادہ نے کہا: وہ قرض مجھ پر ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم وہ قرض ادا کرو گے؟ انہوں نے کہا، ہاں! میں پورا قرض ادا کروں گا، تب آپ نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۵۲۵۸، مسند احمد ج ۵، ص ۲۹۷، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۹۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۰۷، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۹۵)

اس حدیث سے تو صرف مال کا ضامن ہونا ثابت ہوتا ہے اور درج ذیل حدیث سے مال اور نفس (شخص) دونوں کا

Marfat.com

ضامن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الزعیم غارم یعنی کفیل ضامن ہوتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۶۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۶۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۳۹۸، مسند احمد ج ۵، ص ۲۶۷، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۸۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۱۶۲)

یہ حدیث اپنے اطلاق کی وجہ سے مال اور نفس دونوں کی ضمانت کے جواز پر دلیل ہے اور بالخصوص نفس کی ضمانت پر یہ احادیث ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تہمت زدہ شخص سے کفیل کو طلب کیا۔ حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ ابن النواحہ اور اس کے اصحاب نے مسیلمہ کذاب کی رسالت کی شہادت دی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن النواحہ کے قتل کا حکم دیا، پھر اس کے اصحاب کے متعلق مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت جریر اور حضرت اشعث نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم ان سے توبہ طلب کریں گے اور ان کے خاندان والوں کو ان کا کفیل (ضامن) بنایا، انہوں نے ان سے توبہ طلب کی، انہوں نے توبہ کر لی، اور ان کے خاندان والوں نے ان کی ضمانت دی۔ امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، ایک شخص نے اس کی بیوی کی باندی کے ساتھ زنا کیا۔ حمزہ نے اس شخص کے کفیل (ضامن) لیے حتیٰ کہ حضرت عمر کے پاس آئے اور حضرت عمر نے اس شخص کو سو کوڑے مارے اور اس کو جہالت کی وجہ سے معذور قرار دیا کیونکہ حد میں کسی کو کفیل نہیں بنایا جاتا۔ حماد نے کہا اگر کوئی آدمی کسی شخص کی ضمانت دے اور وہ مرجائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور حکم نے کہا وہ ضامن ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۹۰)

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶، ص ۷۷، مطبوعہ ملتان)

ضمانت کی تعریف اور اس کے شرعی احکام

علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

کفالت (ضمانت) کی دو قسمیں ہیں: کسی شخص کا ضامن ہونا اور مال کی ضمانت دینا، کسی شخص کا ضامن ہونا جائز ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کی اس نے ضمانت دی اس کو حاضر کرنا اس پر لازم ہے اور مال کے ضامن ہونے کا یہ معنی ہے کہ ایک شخص قرض خواہ سے کہے اگر اس مقروض نے قرض ادا نہیں کیا تو میں تمہارا قرض ادا کروں گا، وہ میرے ذمہ ہے یا میں اس کا ضامن ہوں۔

جب ضامن یہ کہے کہ میں فلاں تاریخ پر اس شخص کو حاضر کر دوں گا تو اگر اس سے صاحب حق مطالبہ کرے تو اسے اس تاریخ پر اس شخص کو حاضر کرنا ہوگا، اگر ضامن اس کو حاضر کر دے تو فبہا ورنہ حاکم اس کو قید کر دے، کیونکہ وہ اپنے حق کو ادا نہیں کر سکا، اگر وہ شخص کہیں غائب ہو جائے تو حاکم ضامن کو آنے جانے اور لانے کی مدت کی مہلت دے، اگر مدت گزرنے کے بعد بھی وہ اس شخص کو نہ لا سکے تو حاکم اس کو قید کرے اور اگر وہ شخص مرگیا تو پھر ضامن بری ہو جائے گا کیونکہ اب وہ اس کو حاضر کرنے سے عاجز ہو چکا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۷، ص ۱۶۱-۱۵۵ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں○ کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے؟○ انہوں نے کہا جس کی بوری سے وہ برآمد ہو سو اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ (یوسف: ۷۵-۷۳)

حضرت یوسف کے بھائیوں کے چور نہ ہونے پر دلائل

مفسرین نے کہا: انہوں نے دو چیزوں پر قسم کھائی تھی: ایک یہ کہ وہ زمین میں فساد کرنے کے لیے نہیں آئے، کیونکہ ان کے کردار اور ان کے چال چلن سے یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ دو بار آئے اور انہوں نے خود کسی کا مال کھایا نہ لوگوں کی چراگاہوں میں اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے چھوڑا، اور وہ مختلف قسم کی عبادات میں مشغول رہتے تھے اور جن کے یہ طور طریقے ہوں ان کے متعلق زمین میں فساد پھیلانا متصور نہیں ہو سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس پر دلیل قائم ہو چکی تھی کہ وہ چور نہیں ہو سکتے، کیونکہ جب ان کی بوریوں میں ان کی رقم کی تھیلی رکھ دی گئی تھی تو انہوں نے اس کو لینا جائز نہیں سمجھا اور اس کو جوں کی توں واپس لائے اور چور اس طرح نہیں کرتے۔

جب انہوں نے دلائل کے ساتھ چوری سے اپنا بے قصور ہونا واضح کر دیا تو حضرت یوسف کے کارندوں نے پوچھا: اگر تم میں سے کسی کی بوری میں وہ پیالہ نکل آئے تو پھر؟ انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ اس جرم میں اسی کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اس زمانہ میں ہر چور کو اس کی چوری کے جرم میں غلام بنا لیا جاتا تھا، اور ان کی شریعت میں چور کو غلام بنانا اس کے ہاتھ کاٹنے کے قائم مقام تھا۔ (جامع البیان جز۹، ص۲۸-۲۷، تفسیر کبیر ج۶، ص۴۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی تلاشی لینی شروع کر دی، پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا، ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی، وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے، مگر یہ کہ اللہ چاہے، ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا کرتے ہیں اور ہر (متناہی) علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے○ (یوسف: ۷۶)

حضرت یوسف کا بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ کہہ دیا کہ جس کی بوری سے وہ پیالہ نکل آئے، اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے تو کارندوں نے کہا: اب تمہاری تلاشی لینی ضروری ہو گئی اور تمہارے سامان کی تلاشی خود بادشاہ لے گا، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامان کی تلاشی لینی شروع کر دی اور پہلے بن یامین کے دوسرے بھائیوں کی تلاشی لی تاکہ ان پر تہمت نہ لگے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ وہ جب بھی کسی بوری کو کھولتے تو استغفار کرتے، حتیٰ کہ جب آخر میں صرف ان کے بھائی کی بوری رہ گئی تو انہوں نے خیال کیا: میرا خیال ہے کہ اس نے کوئی چیز نہیں اٹھائی ہو گی اس کی تلاشی نہ لی جائے، ان کے بھائیوں نے کہا ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مکمل تلاشی نہ لے لی جائے، پھر جب بنیامین کی بوری کھولی تو اس سے پیالہ نکل آیا، اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام بن یامین کو پکڑ کر لے گئے۔

بھائیوں سے چور کی سزا معلوم کرنے کی وجہ

بادشاہ کا قانون یہ تھا کہ چور کو پکڑ کر مارا جائے اور اس سے تاوان وصول کیا جائے۔ اس قانون کے اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام بن یامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہ قانون تھا کہ چور کو

Marfat.com

غلام بنا کر رکھ لیا جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس تدبیر کی طرف متوجہ کیا کہ وہ بھائیوں سے پوچھیں کہ جس کے سامان سے وہ پیالہ نکل آئے، اس کی کیا سزا ہوگی اور جب انہوں نے یہ اقرار کر لیا کہ اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے گا تو وہ اپنے اقرار کی بنا پر ماخوذ ہو گئے۔

بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس پر چوری کے الزام کی تحقیق

اس مقام پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک عظیم اور جلیل القدر نبی ہیں اور انہوں نے ایک حیلہ کر کے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس حیلہ کے نتیجے میں ان کے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام آیا، اور یہ اس کی لیے ذلت اور رسوائی کا باعث ہوا اور ان کے دوسرے بھائیوں کو اس پر طعن کا موقع ملا اور انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے، تو ایک نبی کی شان کے یہ کس طرح لائق ہے کہ وہ محض اپنی محبت کی تسکین کی خاطر اپنے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوانے کا سامان مہیا کریں، جس کے نتیجہ میں وہ بھی رسوا ہوا اور اس کے فراق میں اس کا باپ بھی زیادہ غم زدہ ہوا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع میں تھا، اور اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ (الانبیاء: ۲۳) اللہ جو کام کرتا ہے، اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور ان سب (بندوں) سے سوال کیا جائے گا۔

البتہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کی حکمتیں ہوتی ہیں، وہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائیں گی۔

(۲) رہا یہ سوال کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل کی تسکین کے لیے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوا دیا اور باپ کو الگ غمزدہ کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی یہ خواہش نہیں تھی کہ بن یامین ان کے پاس رہے، بلکہ خود بن یامین حضرت یوسف کے پاس رہنا چاہتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مسلسل منع کرنے کے باوجود نہیں مانے، اس کے ثبوت میں یہ روایت ہے:

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ روایت کرتے ہیں:

کعب نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت یوسف نے بن یامین سے کہا: میں تمہارا بھائی ہوں تو بن یامین نے کہا: میں اب آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ حضرت یوسف نے فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ والد میری وجہ سے پہلے ہی کتنے غمگین ہیں، اگر اب تم بھی یہاں رہ گئے تو ان کا غم اور زیادہ ہو گا اور تمہارا یہاں رہنا اس وقت تک ممکن نہیں ہو گا جب تک کہ میں تم کو ایک برے کام سے منسوب نہ کروں، اور تمہاری طرف ایسی چیز منسوب نہ کروں جو لائق شرم ہے۔ بن یامین نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے آپ جو مناسب جانیں وہ کریں، میں آپ سے بالکل جدا نہیں ہوں گا۔ حضرت یوسف نے کہا: میں اپنا پیمانہ تمہارے سامان میں چھپا دوں گا، پھر میں تمہارے خلاف چوری کا اعلان کروں گا تاکہ تمہاری روانگی کے بعد میرے لیے تم کو واپس لانا ممکن ہو۔ بن یامین نے کہا: آپ جس طرح کرنا چاہتے ہیں کریں۔

(معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام ابو الحسن الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ، علامہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ، امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، علامہ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ اور علامہ

Marfat.com

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔
(الوسیط ج ۲، ص ۶۲۳، الکشاف ج ۲، ص ۴۶۱، تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۸۶، الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۲۰۰، انوار التنزیل مع عنایت القاضی ج ۵، ص ۳۳۵، غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴، ص ۱۰۹، روح المعانی جز ۱۳، ص ۳۴)

(۴) اس میں حکمت یہ تھی کہ یہ بیان کیا جائے کہ جو کام فی نفسہ حرام یا ممنوع نہ ہو، مگر اس کا حصول کسی خفیہ تدبیر پر موقوف ہو تو اس خفیہ تدبیر سے اس کو حاصل کرنا جائز ہے، جیسے ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے پاس رہنا حرام یا ممنوع نہیں ہے، مگر یہ رہائش اس خفیہ تدبیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تھی اس لیے اس کا ارتکاب کیا گیا؛ اس میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اس وجہ سے حضرت یعقوب کو دو بیٹوں کی جدائی کا غم اٹھانا پڑا اور اس پر انہوں نے صبر کیا تو وہ زیادہ اجر کے امیدوار ہوئے۔ تیسری حکمت یہ تھی کہ بعد میں ان کو زیادہ خوشی حاصل ہوئی کیونکہ دو بیٹوں سے بیک وقت ملنا نصیب ہوا، چوتھی حکمت یہ تھی کہ یہ بتایا جائے کہ بعض اوقات انسان کو اپنا مطلوب حاصل کرنے کے لیے کچھ قربانی بھی دینی پڑتی ہے، بن یامین حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا چاہتے تھے تو ان کو عارضی طور پر اپنی طرف چوری کی نسبت کی بدنامی برداشت کرنا پڑی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی، وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے بھائی کو رکھنے کے سلسلے میں حضرت یوسف نے جو اقدام کیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور اس کی وحی سے کیا تھا؛ اس میں حضرت یوسف کی اپنی رائے اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں تھا اور بعض مفسرین کو اس معاملہ میں شدید لغزش ہوئی ہے۔

بھائی کی طرف چوری کی نسبت کو علامہ ماوردی کا گناہ قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ اپنے بھائی کے سامان میں پیالہ رکھیں، پھر ان کو چور قرار دیں، حالانکہ وہ بے قصور تھے اور یہ گناہ ہے۔ پھر علامہ ماوردی نے اس اعتراض کے چار جواب دیئے ہیں اور چوتھا جواب یہ ہے: حضرت یوسف کا یہ اقدام گناہ تھا؛ اس کی اللہ نے ان کو یہ سزا دی کہ قوم نے یہ کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو کون سی نئی بات ہے، اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے، بھائی سے ان کی مراد حضرت یوسف تھے۔

(النکت والعیون ج ۳، ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ماوردی انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کے قائل ہیں، ہم اس سے پہلے بھی اسی سورت میں ان کی عبارت ذکر کر کے ان کا رد کر چکے ہیں۔

حیلہ کے جواز کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ بھائی کو اپنے پاس رکھنے کے لیے حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ نے جو خفیہ تدبیر بتائی تھی، وہ بہت خوبصورت تدبیر تھی جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ تھی، کیونکہ اس میں بہت حکمتیں تھیں اور مطلوبہ مصلحت تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ صحیح اور جائز غرض کو پورا کرنے کے لیے کسی خفیہ تدبیر پر عمل کرنا جائز ہے، جب کہ اس سے کسی شرعی حکم کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ یہ وہ حیلہ ہے جو جائز اور مشروع ہے کیونکہ اس پر خیر اور مصلحت مرتب ہوتی ہے اور اس میں کسی فریق کو نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ بن یامین کو اطمینان تھا کہ وہ بے قصور ہیں اور جو کچھ باتیں ہوئی ہیں، وہ عارضی ہیں اور ان کی یہی مرضی تھی۔

Marfat.com

حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے علامہ قرطبی کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں حیلوں کے ساتھ اغراض کو پورا کرنے کی دلیل ہے جب کہ وہ حیلے شریعت کے مخالف نہ ہوں اور نہ کسی شرعی قاعدہ کو منہدم کرتے ہوں' اس میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' وہ حیلوں کو جائز قرار دیتے ہیں' خواہ حیلے اصول شرعیہ کے مخالف ہوں اور حرام کو حلال کرتے ہوں۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ سال پورا ہونے سے پہلے اپنے مال کو فروخت کردے یا کسی کو ہبہ کردے' جب کہ اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ ایسا کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچ جائے گا اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ جب سال پورا ہو جائے اور اس کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل آ جائے تو اس کے لیے بقدر نصاب مال میں تصرف کرنا یا کمی کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر اس کی ملک میں مثلاً بکریاں جمع ہوں تو ان کو متفرق کردے (مثلاً اس کے پاس چالیس بکریاں ہوں اور اس نے ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہو تو وہ اپنی بکریوں کو متفرق کردے اور کہے کہ یہ بیس بکریاں میری ہیں اور بیس بکریاں فلاں کی ہیں اور فلاں کو وہ بکریاں ہبہ کردے تاکہ زکوٰۃ سے بچ جائے) اسی طرح متفرق کو جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ ۴۰ سے ۱۱۹ تک ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہے اور ۱۲۰ پر دو بکریاں ہیں' اب فرض کریں کہ دو بھائیوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں اور ہر ایک پر ایک ایک بکری زکوٰۃ دینا واجب ہے اور جب عامل آئے تو ان میں سے کوئی ایک بھائی دوسرے کو اپنی بکریاں ہبہ کردے اور وہ دوسرا بھائی کہے' یہ میری اسی بکریاں ہیں اس طرح ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی اور ایک بکری بچ جائے گی' اور بعد میں پھر دونوں بھائی حسب سابق معاملہ کرلیں)

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص زکوٰۃ سے بچنے کے لیے مثلاً ایک ماہ پہلے اپنے نصاب میں کمی کرے گا' تب بھی سال پورا ہونے کے بعد اس کو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: زکوٰۃ کے ڈر سے مجتمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو مجتمع نہ کیا جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۵۵) اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے سال پورا ہونے سے پہلے مجتمع کو متفرق کیا ہے یا متفرق کو مجتمع کیا ہے تاکہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے سے بچ جائے تو اس کو کوئی ضرر نہیں ہوگا اور زکوٰۃ سال پورا ہونے کے بعد لازم ہوتی ہے اور حدیث میں جو فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کے ڈر سے ایسا نہ کرے' اس کا مصداق تو وہ شخص اسی صورت میں بنتا ہے۔ (یہ امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہے)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ میں نے ابوبکر محمد بن الولید الفہری وغیرہ سے سنا ہے کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الدامغانی کے پاس ہزاروں دینار مال تھا' جب سال پورا ہونے کو آتا تو وہ اپنے بیٹوں کو بلا کر کہتے' اب میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے قویٰ بہت ضعیف ہو گئے ہیں' اور اب مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے' اب یہ مال تمہارا ہے' پھر وہ اس مال کو گھر سے نکال دیتے اور لوگ اپنے کندھوں پر مال اٹھا کر ان کے بیٹوں کے گھروں میں پہنچا دیتے' پھر جب دوسرا سال پورا ہونے کو آتا تو وہ بیٹوں کو کسی کام سے بلاتے اور بیٹے ان سے کہتے' اے ابا جان! ہمیں ابھی آپ کی زندگی کی بہت توقع ہے اور جب تک آپ زندہ ہیں' ہمیں اس مال کی ضرورت نہیں ہے' آپ اور آپ کا مال ہمارے ہی لیے تو ہے سو آپ یہ مال لے لیجئے' پھر وہ لوگ سارا مال اپنے کندھوں پر اٹھا کر شیخ کے گھر لوٹا دیتے اور ملک کی تبدیلی سے شیخ یہ ارادہ کرتا تھا کہ اس سے زکوٰۃ ساقط ہو گئی' اور یہ اقدام امام ابوحنیفہ کی رائے کے موافق ہے کیونکہ متفرق کو مجتمع کرنے اور مجتمع کو متفرق کرنے میں ان کے نزدیک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور یہ بہت عظیم مبحث ہے۔ امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں اس پر ایک مبسوط کتاب لکھی

Marfat.com

ہے' اس کا نام کتاب الحیل رکھا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۰۶-۲۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی امام ابو حنیفہ پر اسی طرح کے اعتراض کیے ہیں' ہم اس کی دو تین مثالیں پیش کر رہے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک منتشر بالوں والا اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں' ان کے سوا تم جو نفل پڑھو' اس نے پوچھا یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ مجھ پر کتنے روزے فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے' ماسوا نفلی روزوں کے' اس نے پوچھا یارسول اللہ! مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسلام کے شرعی احکام بیان فرمائے۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم بنایا ہے' مجھ پر اللہ نے جو فرض کیا ہے' میں اس میں کوئی چیز زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ کامیاب ہو گیا' یا فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو یہ جنت میں داخل ہو گیا اور بعض لوگوں (امام بخاری کی مراد ہے امام ابو حنیفہ) نے یہ کہا ہے کہ ایک سو بیس اونٹوں کی زکوٰۃ میں دو حقہ (تین سال کی دو اونٹنیاں) دی جاتی ہیں' اگر اس نے ان اونٹوں کو جان بوجھ کر ہلاک کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بھاگنے کا کوئی حیلہ کیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۵۶' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میری ماں نے نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی نذر پوری کر دو اور بعض لوگ (یعنی امام ابو حنیفہ) یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس بیس اونٹ ہوں تو اس کے اوپر چار بکریاں زکوٰۃ ہے۔ پس اگر وہ سال پورا ہونے سے پہلے کسی کو بکریاں بخش دے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان کو فروخت کر دے یا زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' اسی طرح اگر اس نے ان بکریوں کو ضائع کر دیا اور پھر وہ مر گیا تو اس کے مال سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۵۹' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا: عبید اللہ کہتے ہیں' میں نے نافع سے پوچھا: شغار کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ایک شخص کسی کی بیٹی سے نکاح کرے اور وہ شخص اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور ہر ایک اپنے رشتہ کے عوض دوسرے کو رشتہ دے اور مہر نہ رکھیں' اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر وہ حیلہ کر کے نکاح شغار کریں تو یہ جائز ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۶۰' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' حضرت علی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر کوئی شخص حیلہ کر کے متعہ کرے تو وہ نکاح فاسد ہے اور بعض نے کہا نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۶۱' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حیلہ کے جواز پر علامہ قرطبی کے اعتراضات کے جوابات

فقہاء احناف کے نزدیک حیلہ کی کیا تعریف ہے اور قرآن اور سنت سے اس پر کیا دلائل ہیں اس پر ہم بعد میں گفتگو

Marfat.com

کریں گے، پہلے ہم علامہ قرطبی اور امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ علامہ قرطبی کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص بقدر نصاب مال کا مالک ہے اور سال پورا ہونے سے ایک ماہ پہلے اس نے اپنا مال کسی کو فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا اور یہ اس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کیا تو اس پر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ نیت کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اگر واقعی اس نے یہ عمل زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کیا تو وہ یقیناً سخت گناہ گار ہوگا، لیکن اگر اس نے کسی صحیح نیت سے کسی جائز ضرورت کی بنا پر مال فروخت کیا یا ہبہ کیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا، تاہم شرعی احکام کا نفاذ تو ظاہر پر ہوتا ہے اور جب اس کے پاس بقدر نصاب مال ایک سال تک نہیں رہا، بلکہ گیارہ مہینے رہا ہے تو اس کے اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور امام مالک اور دوسرے جن ائمہ نے گیارہ ماہ گزرنے کے بعد اس کے مال پر زکوٰۃ واجب کر دی ہے، انہوں نے احکام شرعیہ میں ترمیم کی ہے اور یہ فرض کر کے کہ اس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ایسا کیا ہے، اس کی نیت پر اور غیب پر حکم لگایا ہے اور مسلمان کے متعلق بدگمانی کی ہے اور ہم ان تمام امور سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

حیلہ کے جواز پر امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات

اسی طرح امام بخاری نے کہا ہے کہ ایک سو بیس اونٹوں پر زکوٰۃ میں دو حقہ ہیں یا بیس اونٹوں پر چار بکریاں ہیں۔ جس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ان میں سال پورا ہونے سے پہلے کمی کر دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اس کی نیت کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اگر اس نے واقعی زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ایسا کیا ہے، تو وہ سخت گناہ گار ہوگا، لیکن شرعی احکام تو ظاہر حال کے اعتبار سے نافذ ہوتے ہیں، اور اگر سال پورا ہونے سے ایک ماہ پندرہ دن پہلے اس کے پاس بقدر نصاب مال موجود نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور اگر امام مالک کی طرح امام بخاری بھی یہ کہتے ہیں کہ جس کے پاس گیارہ ماہ بھی بقدر نصاب مال رہا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی تو اس کا مطلب ہوگا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہوئی مدت میں ترمیم کر دی اور دوسری بھی وہ تمام خرابیاں لازم آئیں گی جن کو ہم نے امام مالک کے قول پر لازم کیا ہے۔

امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حیلہ سے نکاح شغار کیا جائے تو نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے، یہ انہوں نے صحیح نہیں کہا۔ امام ابوحنیفہ یا کسی بھی حنفی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ حیلہ کے ساتھ نکاح شغار کیا جائے، اگر لوگ آپس میں مہر مقرر کیے بغیر نکاح کریں گے اور اس رشتہ کے تبادلہ کو مہر قرار دیں گے تو ان کا اس رشتہ کے تبادلہ کو مہر قرار دینا باطل ہے، ان کا نکاح ہو جائے گا اور فریقین کو مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا، بہرحال نکاح شغار میں حیلہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے جو یہ کہا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جس نے متعہ کیا تو وہ نکاح فاسد ہے اور بعض نے کہا نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ اس کا بھی حیلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے نزدیک متعہ باطل ہے یعنی جو نکاح مدت معینہ کے لیے کیا جائے، نیز متعہ کا بھی حیلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۴، ص ۱۱۳۔۱۱۲)

ہم نے امام بخاری، امام مالک اور علامہ قرطبی کی زکوٰۃ سے متعلق عبارات پر جو کلام کیا ہے کہ جس شخص کے پاس بظاہر سال پورا ہونے کے بعد بقدر نصاب مال موجود نہیں ہے اس پر ظاہر حال کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، ہم صرف ظاہر کے مکلف ہیں اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، ہم اس پر التوبہ: ۷۳ میں دلائل ذکر کر چکے ہیں اور اختصاراً یہاں

Marfat.com

بھی دلائل پیش کر رہے ہیں:

دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ کے سپرد ہیں

علامہ محمد بن طولون الصالحی المتوفی ۹۵۳ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: مجھے ظاہر کے مطابق حکم دینے کا امر کیا گیا ہے اور باطنی امور اللہ کے سپرد ہیں۔ صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی تفتیش کروں اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے پیٹ چاک کروں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۴)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظاہر کے مطابق حکم دینے کا امر کیا گیا ہے اور باطنی امور اللہ کے سپرد ہیں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں ہے لیکن اس کے معنی کی تائید میں احادیث ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازے پر کچھ لوگوں کے جھگڑے کی آواز سنی، آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں محض ایک بشر ہوں، اور میرے پاس جھگڑے والے آتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس (بالفرض) میں اگر کسی کو دوسرے مسلمان کا حق دے دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے یا اس کو ترک کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۸۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمہارا مواخذہ ان اعمال پر کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۴۱)

امام نسائی نے اپنی سنن میں یہ باب قائم کیا ہے حکم میں ظاہر کا اعتبار ہے، اور امام شافعی نے کتاب الام میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں اور باطنی امور اللہ کے سپرد ہیں اور اس کے بعد امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باطنی معاملات کا اللہ والی ہے اور اس نے شہادت کی بنا پر تم سے سزا کو ساقط کر دیا۔

امام عبد البر نے تمہید میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دنیا کے احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔ (الشذرة فی الاحادیث المشتہرة ج ۱ ص ۱۲۴۔ ۱۲۳، رقم: ۱۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ اور علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی اس حدیث کی اسی طرح تحقیق کی ہے۔ (المقاصد الحسنہ ص ۱۱۰۔۱۰۹، رقم: ۱۷۸، کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۱ ص ۱۹۴۔ ۱۹۳، رقم: ۵۸۵)

اب ہم حیلہ کے جواز پر فقہاء احناف کے دلائل پیش کر رہے ہیں۔

حیلہ کے جواز پر قرآن اور سنت سے دلائل

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی

Marfat.com

اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ -الآیہ- (یوسف: ۷۶)

تلاشی لینی شروع کر دی، پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا، ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی، وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔

اس کی مکمل تفسیر سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ (ص: ۴۴)

اور (اے ایوب!) آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک جھاڑو لے کر اس سے ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کو اپنی قسم سے نکلنے کا حیلہ تعلیم فرمایا ہے، کیونکہ جب شیطان نے ان کی بیوی سے کہا کہ وہ شیطان کے نام پر ایک بکری کا بچہ ذبح کر دیں تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم سے نکلنے کا یہ حیلہ تعلیم فرمایا کہ وہ اپنی بیوی کو سو تنکوں کی ایک جھاڑو مار دیں۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۹۰-۸۸)

پھر ابراہیم نے ایک نظر ستاروں کو دیکھا ○ تو کہا میں بے شک بیمار ہونے والا ہوں ○ تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔

حضرت ابراہیم کے پاس بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ کل ہماری عید ہے، آپ اس موقع پر حاضر ہوں۔ آپ ان کے پاس نہیں جانا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ نے حیلہ کیا اور فرمایا: میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہ تھے، آپ کا یہ کلام بطور توریہ تھا، آپ کی مراد یہ تھی کہ تمہاری بت پرستی کی وجہ سے میری رُوح بیمار ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ آپ کا جسم بیمار ہے۔

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ (الانبیاء: ۶۳-۶۲)

انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے ○ ابراہیم نے کہا: بلکہ اسی نے کیا ہے، ان کا بڑا یہ ہے، سو ان سے پوچھ لو! اگر یہ بولتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نے یہاں بھی حیلہ اور توریہ کیا ہے۔ بتوں کو حقیقتاً آپ نے توڑا تھا لیکن آپ نے بظاہر اس کی نسبت اس بڑے بت کی طرف کر دی، کیونکہ ان بتوں کو توڑنے کا سبب یہی بڑا بت تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سارہ کو لے کر اردن کے علاقہ میں گئے، وہاں صادوق یا ضحاک نام کا ایک ظالم بادشاہ حکمران تھا، اس کا یہ معمول تھا کہ جو شخص اپنی بیوی کو لے کر اس کے علاقہ میں حاضر ہوتا وہ شوہر کو قتل کر دیتا اور اس کی بیوی کو چھین لیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے جان بچانے کا یہ حیلہ کیا کہ حضرت سارہ سے کہا کہ تم کہنا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری ایمانی بہن ہو۔ (فتح الباری جلد ۶، ص ۳۹۳، طبع لاہور، عمدۃ القاری جز ۱۲، ص ۳۱، مطبوعہ مصر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک شہر میں داخل ہوئے، جس میں ایک ظالم بادشاہ حکمران تھا اس کو بتایا گیا کہ (حضرت) ابراہیم ایک عورت کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور وہ عورت دنیا کی سب سے حسین عورت ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معلوم کرایا کہ اے ابراہیم! تمہارے ساتھ جو عورت ہے وہ تمہاری کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: وہ میری بہن ہے، پھر سارہ سے کہا: میری بات کو جھٹلانا مت، میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو اور اللہ کی قسم! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ (یعنی تم میری ایمانی بہن ہو) قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (الحجرات: ۱۰) تمام مومن بھائی ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰، عالم الکتب)

حیلہ کی تعریف اور اس کے جواز پر علامہ سرخسی کے دلائل

شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں اپنے بھائی سے بات نہیں کروں گا، اگر میں نے اس سے بات کی تو میری بیوی کو تین طلاقیں - آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دو، اور جب اس کی عدت گزر جائے تو اپنے بھائی سے بات کرلو، پھر اس عورت سے نکاح کرلو، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ کی تعلیم دی ہے، اور حیلہ کے جواز میں بکثرت احادیث اور آثار ہیں، اور جو آدمی احکام شرع میں غور کرے گا تو وہ بہت معاملات کو اس طرح پائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی عورت سے محبت کرتا ہو اور وہ پوچھے کہ اس سے وصال کا کیا حیلہ ہے؟ تو کہا جائے گا تم اس سے نکاح کرلو، اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو اور وہ یہ سوال کرے کہ اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تم اس کو طلاق دے دو، اور اگر وہ طلاق دینے کے بعد وہ نادم ہو اور سوال کرے کہ اب دوبارہ اس سے وصال کا کیا حیلہ ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تم اس سے رجوع کرلو، اور اگر وہ تین طلاقیں دے چکا ہو اور پھر اس سے وصال چاہتا ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ مباشرت کے بعد اس کو طلاق دے دے، پھر اس کی عدت گزرنے کے بعد وہ اس سے دوبارہ نکاح کرلے، سو جو شخص احکام شرعیہ میں حیلہ کو مکروہ سمجھتا ہے وہ درحقیقت احکام شرعیہ کو ہی مکروہ سمجھتا ہے اور حیلہ کو مکروہ سمجھنے کی وجہ صرف غور و فکر کی کمی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس حیلہ کی وجہ سے انسان کسی حرام کام سے بچ جائے یا جس حیلہ کی وجہ سے انسان کسی حلال چیز کو حاصل کرلے وہ حیلہ مستحسن ہے، اور مکروہِ تحریمی حیلہ یہ ہے کہ جس حیلہ کی وجہ سے انسان کسی حق کو باطل کرے، یا کسی باطل چیز کو حیلہ سے ملمع کرکے اس کو حق ظاہر کرے، سو جو حیلہ اس طرح کا ہو، وہ مکروہ (تحریمی) ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدۃ: ۲) اور تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو:

پس ہم نے حیلہ کی جو پہلی قسم بیان کی ہے، اس میں نیکی اور تقویٰ پر معاونت ہے اور جو دوسری قسم بیان کی ہے، اس میں گناہ اور ظلم پر معاونت ہے۔ (المبسوط ج ۳۰، ص ۲۱۰-۲۰۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حیلہ کے جواز میں معترضین کے منشاء غلطی کا ازالہ

شمس الائمہ سرخسی کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ فقہاء احناف کے نزدیک وہ حیلہ مستحسن ہے جو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں کے حصول کے لیے ہو جس میں کسی حرام کام سے بچنا اور کسی حلال چیز کو حاصل کرنا مقصود ہو اور جس حیلہ سے کسی حق کو باطل کیا جائے یا کسی حرام چیز کو حاصل کیا جائے، جس میں ظلم اور گناہ پر معاونت ہو وہ حیلہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص زکوٰۃ یا کسی اور فرض یا اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق میں کسی حق کو ساقط کرنے کا حیلہ کرتا ہے تو وہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا ایسی مثالوں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کرنا علم اور دیانت سے بہت دور کی بات ہے۔ اگر کوئی

Marfat.com

شخص سال پورا ہونے سے مثلاً ایک ماہ پہلے اپنا بقدر نصاب مال زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کسی کو ہبہ کر دیتا ہے، تو سال کے بعد بقدر نصاب مال نہ ہونے کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی، لیکن اللہ کے فرض کو ساقط کرنے کے لیے جو اس نے حیلہ کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور دنیا میں بھی اللہ کا حق کھا کر وہ فیض یاب نہیں ہوگا اور جلد یا بدیر اسے کسی بھاری مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ مکافات عمل ہے اور اس سے بہت کم کوئی بچ سکا ہے۔ جن حضرات نے امام ابو حنیفہ پر متعصبانہ اعتراضات کیے ہیں، کاش وہ جلد بازی نہ کرتے اور ان تمام امور پر غور کر لیتے۔

وفوق کل ذی علم علیم کے ترجمہ میں مصنف کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وفوق کل ذی علم علیم۔ (یوسف: ۷۶) ہم نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "اور ہر (متناہی) علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے۔" اور متناہی کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر ہر علم والے سے بڑھ کر کوئی علم والا ہے تو پھر اللہ سے بڑھ کر بھی کوئی علم والا ہونا چاہیے!

تحقیق مقام کے لیے ہم اس آیت کے چند مزید تراجم پیش کر رہے ہیں:

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا۔

شیخ امین احسن اصلاحی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ہر علم والے سے بالاتر ایک علم والا ہے۔ (تدبر قرآن ج ۴، ص ۲۳۳)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۴۹۰)

شیخ تھانوی نے لفظ کل کو کل مجموعی پر محمول کیا ہے اور اس پر بھی یہ اعتراض ہوگا کہ تمام علم والوں میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہے سو اس ترجمہ کے لحاظ سے اس سے بھی بڑا کوئی علم والا ہونا چاہیے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے۔

اس پر بھی یہ اعتراض ہوگا کہ ہر صاحب علم میں اللہ تعالیٰ بھی داخل ہے اور مودودی صاحب نے ایسی کوئی قید نہیں لگائی جس سے اللہ تعالیٰ ہر صاحب علم کے عموم سے خارج ہو سکے، اور اس بناء پر یہ لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل سے بھی کوئی بالاتر علم والا ہو۔ (العیاذ باللہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ (کنز الایمان ص ۳۹۱)

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ہر علم والے سے اوپر (ایک) سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (البیان ص ۳۶۷)

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے۔ (جمال القرآن ص ۴۰۱)

یہ اس دور کے مشہور تراجم ہیں لیکن تمام تراجم میں ذی علم کو مطلق رکھا ہے اور ایسی کوئی قید نہیں لگائی جس سے کل

Marfat.com

ذی علم کے عموم سے اللہ تعالیٰ خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ذی علم ہے' اگر یوں ترجمہ کیا جاتا کہ ہر (متناہی) علم والے کے اوپر ایک عظیم علم والا ہے' یا ہر (حادث) علم والے کے اوپر' یا ہر (فانی) علم والے کے اوپر یا ہر (ممکن) علم والے کے اوپر ایک عظیم علم والا ہے تو یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا' یہ تمام مترجمین اہلِ علم تھے لیکن اس اعتراض کو دور کرنے کی طرف ان کی توجہ منعطف نہیں ہوئی۔

مفسرین نے اس اعتراض کو دور کرنے کی کوشش کی ہے' امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ حسن بن محمود نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ نے لکھا ہے: ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ذی علم ہے' پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر بھی ایک عالم ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کے عموم سے اللہ تعالیٰ خارج ہے اور یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶' ص ۴۸۹' غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۴' ص ۱۱۱)

قاضی عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ نے اس جواب کے علاوہ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ذی علم سے مراد مخلوق ہے۔ یعنی مخلوق میں ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے' اور اب ہر ذی علم کے عموم میں اللہ تعالیٰ داخل نہیں ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے' مخلوق نہیں ہے۔ علامہ کازرونی متوفی ۸۶۰ھ' علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ' علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے ان دونوں جوابوں کو برقرار رکھا ہے اور ان کی مزید وضاحت کی ہے۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۳' ص ۳۰۲-۳۰۱' حاشیۃ الکازرونی ج ۳' ص ۳۰۲' حاشیۃ الخفاجی ج ۵' ص ۳۴۱' حاشیۃ محی الدین شیخ زادہ ج ۵' ص ۶۲)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے۔ اس سے لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل کے اوپر بھی ایک عالم ہو' اور یہ ظاہر البطلان ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مخلوقات میں سے ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے' کیونکہ یہاں گفتگو مخلوق میں ہو رہی ہے' اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ علیم مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے جو ہر ذی علم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ علیم سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں جو ذی علم ذکر کیا گیا ہے وہ ذی علم لازماً مخلوقات میں سے ہوگا' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہے۔ (روح المعانی جز ۱۳' ص ۴۵-۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو (کوئی نئی بات نہیں) اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ سو یوسف نے اس بات کو دل میں چھپایا اور ان پر ظاہر نہیں کیا۔ اس نے (دل میں) کہا تم خود بدتر خصلت کے ہو' اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو' اسے اللہ خوب جانتا ہے O (یوسف: ۷۷)

حضرت یوسف کی طرف منسوب کی گئی چوری کے متعلق روایات

جب تلاشی کے بعد شاہی پیالہ بن یامین کی بوری سے نکل آیا تو حضرت یوسف کے تمام بھائیوں کے سر جھک گئے اور انہوں نے آپس میں کہا یہ عجیب بات ہے کہ راحیل نے دو بیٹوں کو جنم دیا اور دونوں چور نکلے' پھر انہوں نے بن یامین سے کہا: اے راحیل کے بیٹے! تمہاری وجہ سے ہم پر کتنے مصائب ٹوٹ پڑے ہیں' بن یامین نے کہا: تمہاری وجہ سے ہم پر کتنے مصائب آ چکے ہیں! تم میرے بھائی کو لے گئے اور تم نے اس کو جنگل میں ضائع کر دیا' اس کے باوجود تم مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہو' انہوں نے کہا: شاہی پیالہ تمہاری بوری سے کیسے نکل آیا؟ بن یامین نے کہا: جس نے تمہاری رقم کی تھیلی تمہاری بوریوں میں رکھی تھی' اسی نے میری بوری میں شاہی پیالہ کو رکھا ہے۔

Marfat.com

بظاہر اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے بادشاہ سے کہا بن یامین کا چوری کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے' اس کا بھائی جو ہلاک ہو چکا ہے وہ بھی پہلے چوری کر چکا ہے' اور اس کلام سے ان کی غرض یہ تھی کہ چوری کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے' یہ اور اس کا بھائی ہی اس برائی میں ملوث تھے۔

بھائیوں نے حضرت یوسف کی طرف جو چوری منسوب کی تھی اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) سعید بن جبیر نے کہا: حضرت یوسف کا نانا کافر تھا اور وہ بتوں کی عبادت کرتا تھا۔ بچپن میں حضرت یوسف سے ان کی ماں نے کہا کہ وہ ان بتوں کو چرا کر توڑ دیں' اسی چوری کی طرف ان کے بھائیوں نے نسبت کی تھی۔ وہب بن منبہ اور قتادہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

(۲) بچپن میں ان کے گھر کوئی سائل آیا تو حضرت یوسف نے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر سائل کو دی تھی' مجاہد نے کہا وہ انڈا تھا' کعب نے کہا' وہ بکری تھی' سفیان بن عیینہ نے کہا وہ مرغی تھی۔

(۳) عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ بھوک کے ایام میں حضرت یوسف اپنے بچپن میں باپ کے دسترخوان سے کچھ چیزیں اٹھا کر مانگنے والوں کو دے دیتے تھے۔

(۴) ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی حضرت اسحٰق کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں۔ حضرت یوسف نے ان کی گود میں پرورش پائی اور وہ آپ سے محبت کرتی تھیں۔ جب وہ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب نے ان کو اپنی بہن سے طلب کیا' انہوں نے کہا میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔ حضرت یعقوب نے کہا: بخدا میں اس کو اب نہیں چھوڑ سکتا' پھر ان کی پھوپھی نے حضرت اسحٰق کا متبرک پٹکا (کمر پر باندھنے کی پیٹی) حضرت یوسف کے کپڑوں کے نیچے باندھ دیا' پھر کہا حضرت اسحٰق کا منطقہ گم ہو گیا' تلاش کرو اس کو کس نے لیا ہے' پھر وہ پٹکا حضرت یوسف کے پاس سے برآمد ہوا' پھر انہوں نے حضرت یعقوب کو اس واقعہ کی خبر دی اور کہا اللہ کی قسم! اب یوسف میری ملکیت ہے' اب میں جو چاہوں اس کے ساتھ کروں! حضرت یعقوب نے کہا ٹھیک ہے' پھر جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی زندہ رہیں حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے پر قادر نہ ہو سکے۔ سو یہ ہے وہ چیز جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی طرف چوری کی نسبت کرتے تھے۔

(جامع البیان جز ۱۳' ص ۳۹-۳۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۱۷۸-۲۱۷۷' معالم التنزیل ج ۲' ص ۳۰۷' زاد المسیر ج ۴ ص ۲۶۳' تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۹۰' الجامع لاحکام القرآن جز ۹' ص ۲۰۸)

واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ان کے بھائیوں نے چوری کی جو نسبت کی تھی' اس کے متعلق جتنی بھی روایات ذکر کی گئی ہیں ان میں سے کسی پر بھی چوری کی تعریف صادق نہیں آتی' یہ سب ان کے بھائیوں کا ان کی طرف کذب اور بہتان تھا' ان کے زعم میں حضرت یوسف وفات پا چکے تھے اور وہ فوت شدہ شخص کا بھی برائی کے ساتھ ذکر کرنے سے باز نہیں آئے اور یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی نبی نہ تھے' کیونکہ نبی اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اے عزیز! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے' آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں' ہماری رائے میں آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں ○ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! ہم نے جس کی بوری میں اپنا سامان پایا ہے' اس کے علاوہ ہم کسی اور کو رکھ لیں' پھر تو ہم ظالم قرار پائیں گے ○ (یوسف: ۷۹-۷۸)

Marfat.com

بھائیوں کا حضرت یوسف سے فدیہ لینے کی درخواست کرنا

پہلے تو حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کی نسبت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی، پھر اس کے بعد نرمی اور عاجزی کا طریقہ اختیار کیا، وہ یہ اعتراف کر چکے تھے کہ جس شخص کے پاس چوری کا مال برآمد ہو اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جاتا ہے- اب انہوں نے یہ کہا کہ ہرچند کہ چور کی سزا یہی ہے لیکن اس کو معاف کرنا بھی جائز ہے یا پھر فدیہ دے کر اس کو چھڑا لینا بھی جائز ہے- آپ اس کے بدلہ میں ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے- انہوں نے کہا: ہمارا باپ شیخ کبیر ہے، شیخ کبیر کا معنی یا تو بہت بوڑھا ہے یا اس کا معنی ہے وہ بہت قدر و منزلت والا اور بہت دین دار ہے-

انہوں نے کہا: ہماری رائے میں آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں، انہوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا تھا کہ آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں- اس کی متعدد وجوہات ہیں:

(۱) اگر آپ نے ہماری درخواست منظور کر لی تو پھر آپ بہت نیکی کمائیں گے-

(۲) آپ نے چونکہ ہمارا بہت اعزاز و اکرام کیا ہے اور ہمارے لیے بہت مال خرچ کیا ہے، ہمیں بہت وافر مقدار میں گندم دیا ہے اور ہماری دی ہوئی قیمت بھی ہمیں واپس کر دی، یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں-

(۳) منقول ہے کہ جب مصر اور اس کے مضافات میں بہت بڑا قحط پڑا اور لوگوں نے غلہ خریدنے کے لیے آخر کار اپنے آپ کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر دیا تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کو آزاد کر دیا اور ان کی املاک بھی ان کو لوٹا دیں، یہ واقعہ بہت مشہور ہو چکا تھا اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے بہت لوگوں کے ساتھ نیکی کی ہے تو ہم پر بھی احسان فرمائیں اور بن یامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں-

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: معاذ اللہ! اگر ہم نے کسی شخص کو بغیر جرم کے اپنے پاس رکھ لیا تو ہم ظالم قرار پائیں گے-

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ پورا واقعہ، خلاف واقع امور پر مبنی ہے، بن یامین پر چوری کا الزام لگنا، اور اس کے فراق کی وجہ سے حضرت یعقوب کو مزید رنج اور غم میں مبتلا کرنا حضرت یوسف علیہ السلام کے منصب نبوت کے کیسے لائق ہے تو اس کا جواب ہم تفصیل سے یوسف: ۷۶ کی تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں-

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا

جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی ان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم کو علم نہیں ہے

اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ

کہ تمہارے باپ نے اللہ کی قسم لے کر تم سے پکا عہد لیا تھا، اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملہ

مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ

میں تقصیر کر چکے ہو، میں اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت

Marfat.com

لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى

دے یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○ اپنے باپ کی طرف واپس

اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا

جاؤ اور کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے، اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ

علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے ○ اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے

الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں ○ یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات

اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

گھڑ لی ہے تو اب صبر جمیل ہی مناسب ہے، عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے

جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ

آئے گا، بے شک وہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے ○ اور ان سے پشت پھیر لی اور کہا

يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ

ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر، اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم

كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا

برداشت کرنے والے تھے ○ بیٹوں نے کہا آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ

یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور مجھے

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ

اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے ○ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی

Marfat.com

يُوسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ

کو تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ

رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیں ○ سو جب وہ یوسف کے پاس پہنچے

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

تو انہوں نے کہا اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم آپ کے پاس حقیر

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى

پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں، اور ہم پر صدقہ کریں بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو

الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ

جزا دیتا ہے ○ یوسف نے کہا کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا

اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا

جب تم جہالت میں تھے ○ انہوں نے کہا کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں ہی

يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِىْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ

یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا، بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور

يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ

صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○ انہوں نے کہا بے شک اللہ نے آپ کو

اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ

ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے ○ یوسف نے کہا آج کے دن تم پر

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا

کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○ میری

Marfat.com

بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ

اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی

وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾

اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی، ان کے بڑے بھائی نے کہا: کیا تم کو علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ نے اللہ کی قسم لے کر تم سے پکا عہد لیا تھا، اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملہ میں تقصیر کر چکے ہو، میں اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا، حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت دے، یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے○ (یوسف: ۸۰)

بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی منت سماجت کی کہ وہ بن یامین کو چھوڑ دیں اور ان کی جگہ ان میں سے کسی کو رکھ لیں، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے منظور نہیں کیا، جب وہ ناامید ہو گئے تو آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے، کہ اب اس مشکل صورت حال کا کس طرح سامنا کیا جائے اور اس پیچیدہ الجھن کا کیا حل تلاش کیا جائے، کیونکہ ان کے باپ نے بن یامین کو ان کے حوالے کرنے سے پہلے ان سے پکی قسمیں لی تھیں کہ وہ بن یامین کی حفاظت کریں گے، سوا اس کے کہ وہ سب کسی مصیبت میں گھر جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے بڑے نے کہا، اس میں اختلاف ہے کہ بڑے سے مراد عقل اور دانش مندی میں بڑا مراد ہے یا عمر میں بڑا مراد ہے۔ متعدد اسانید کے ساتھ مجاہد سے مروی ہے کہ زیادہ عقل مند شمعون تھا اور عمر میں بڑا روبیل تھا، قتادہ نے کہا یہاں روبیل ہی مراد ہے جو عمر میں بڑا تھا اور جب بھائی حضرت یوسف کو قتل کرنے لگے تھے تو اسی نے ان کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۴۶-۴۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۱۸۱، زاد المسیر ج ۴ ص ۲۶۶)

روبیل نے کہا: اگر ہم بن یامین کے بغیر اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو یہ بڑے شرم کی بات ہے، ہم لوگ پہلے بھی یوسف کے معاملہ میں خیانت کر چکے ہیں اور ہمارے اس اقدام سے ہمارا باپ بہت رنج اور غم میں مبتلا ہو گا اور جب ہم بن یامین کے بغیر باپ کے پاس جائیں گے تو وہ یہی سمجھے گا کہ جس طرح ہم نے پہلے یوسف کے معاملہ میں خیانت کی تھی اسی طرح اب بنیامین کے معاملہ میں بھی خیانت کی ہے، نیز وہ یہ بھی سمجھے گا کہ ہم نے جو پکی قسمیں کھا کر باپ سے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا، ہم نے ان قسموں اور ان وعدوں کو پورا نہیں کیا، اندریں حالات میں اس وقت تک اس ملک سے نہیں جاؤں گا جب تک میرا باپ مجھے واپس نہ بلائے یا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی ایسا سبب بن جائے کہ ہمارا بھائی ہمیں واپس مل جائے اور میں اس کو لے کر باپ کے پاس جاؤں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اس نے کہا) اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے، اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے○ اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم

Marfat.com

ضرور سچے ہیں O (یوسف: ۸۲-۸۱)

بھائیوں کا حضرت یعقوب کے پاس واپس جانے کا فیصلہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اس معاملہ میں غور و فکر کیا تو انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ واپس جائیں اور جس طرح واقعہ پیش آیا ہے بلاکم و کاست اسی طرح اپنے باپ کے سامنے بیان کر دیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے بغیر خود دیکھے یا بغیر کسی گواہی کے کیسے یہ شہادت دی کہ بن یامین نے چوری کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ پیالہ اسی جگہ بوری میں رکھا تھا جس جگہ ان کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا، ہر چند کہ یہ عینی شہادت تو نہیں تھی لیکن یہ واقعاتی شہادت ہے اور واقعاتی شہادت پر حسب ذیل دلائل ہیں:

واقعاتی شہادت کے حجت ہونے پر قرآن و سنت اور عقل صریح سے دلائل

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ O وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ O فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ۔ (یوسف: ۲۸-۲۶)

اور اس عورت کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے گواہی دی، اگر اس کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے O اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچوں میں سے ہے O پھر جب اس نے اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کی سازش ہے اور بے شک تمہاری سازش بہت سنگین ہوتی ہے۔

اس واقعہ میں جس شہادت کا ذکر ہے، یہ بھی عینی شہادت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شہادت کا انکار نہیں کیا اور نہ اس شہادت کی مذمت کی بلکہ اس شہادت کی حکایت کر کے اس کو مقرر اور ثابت رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ واقعاتی شہادت بھی حجت ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عورتوں کے پاس اپنے بیٹے تھے، اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا، ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھایا ہے اور دوسری نے کہا تیرے بیٹے کو کھایا ہے۔ ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو واقعہ سنایا، انہوں نے کہا چھری لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیتا ہوں، تو چھوٹی عورت کہنے لگی نہ نہ، اللہ آپ پر رحم کرے، یہ اسی کا بیٹا ہے، تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔
(صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ رقم الحدیث: ۲۰، رقم بلا تکرار: ۱۷۲۰، الرقم المسلسل: ۴۴۱۵)

بڑی عورت نے حضرت سلیمان سے کہہ دیا تھا: ٹھیک ہے آپ اس کے دو ٹکڑے کر دیں، لیکن چھوٹی نے فوراً کہا: نہ نہ آپ اسی کو دے دیں۔ اس واقعاتی شہادت سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ بچہ اسی کا ہے۔ تب ہی یہ اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوئی اور بڑی کا بچہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی تھی، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ واقعاتی شہادت حجت ہے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر سے ایک انصاری نے جھگڑا کیا، پتھریلی زمین سے

Marfat.com

پانی کی نالی حضرت زبیر کے باغوں میں آرہی تھی۔ انصاری نے کہا: اس پانی کو میرے لیے چھوڑ دو، حضرت زبیر نے انکار کیا، پھر وہ دونوں یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر پہلے تم پانی سے اپنے باغ کو سیراب کرو پھر یہ پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔ انصاری اس فیصلہ سے غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: آپ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ یہ آپ کا پھوپھی زاد ہے! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دینے کے بعد پانی روک لو، حتیٰ کہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے۔ حضرت زبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ (النساء: ۶۵)

آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں۔

(الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۷۱، مسند البزار رقم الحدیث: ۵۹۸، المستدرک ج ۲، ص ۳۰۷)

چونکہ اس پتھریلی زمین میں پانی کی نالی سے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں پانی آتا تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے اس باغ کو حضرت زبیر پانی دیں گے اور پھر وہ انصاری پانی دے گا اور یہ واقعاتی شہادت کی بناء پر فیصلہ ہے۔

اسی طرح قسامت کا فیصلہ بھی واقعاتی شہادت پر مبنی ہے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رواج کو برقرار رکھا۔ انصار کا ایک شخص یہود کے قلعہ میں مقتول پایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ابتدا کی اور ان پر پچاس قسمیں لازم کیں، یہود نے کہا ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: کیا تم قسم کھاؤ گے، انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کر دی، کیونکہ مقتول بہرحال ان کے علاقہ میں پایا گیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹، ص ۷۶، ۲۷، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۲۶۶)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کریں گے۔

(المبسوط ج ۲۶، ص ۱۰۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

قسامت میں اہل محلہ پر جو قسم اور اس کے بعد جو دیت لازم کی جاتی ہے، یہ بھی واقعاتی شہادت پر مبنی ہے۔

واقعاتی شہادت پر عقلی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا تازہ تازہ گلا کٹا ہوا ہے اور اس کے پاس ہی ایک شخص خون سے بھرا ہوا چھرا لیے کھڑا ہے اور اس کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے ہیں تو یہ اس کا ثبوت ہے کہ یہی شخص قاتل ہے اور اگر بعد میں لیبارٹری ٹیسٹ سے ثابت ہو جائے کہ چھرے پر لگا ہوا خون اور مقتول کا خون ایک ہی ہے تو پھر اس کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا اور یہ واقعاتی شہادت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص گولی لگنے سے مر گیا اور اس کے پاس ایک شخص پکڑا گیا جس کے ہاتھ میں پستول تھا اور بعد میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے ثابت ہو گیا کہ مقتول کے جسم سے جو گولی برآمد ہوئی ہے وہ اسی نمبر کی ہے، جس نمبر کی

Marfat.com

گولیاں اس کے پستول میں تھیں' اب اس شخص کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے' اور یہ واقعاتی شہادت ہے۔
اسی طرح ایک شخص ٹوپی پہنے اور ایک ہاتھ میں قراقلی ٹوپی لیے ہوئے بھاگ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کے پیچھے ننگے سر بھاگ رہا ہے تو یہ اس بات کی واقعاتی شہادت ہے کہ وہ شخص اس کے سر سے ٹوپی اتار کر بھاگا ہے۔
دو آدمی ایک بیل یا اونٹ کے دعوی دار ہیں اور دونوں کے گھر ایک گاؤں میں ہیں' اس گاؤں میں جا کر اس بیل یا اونٹ کو چھوڑ دیا تو جس آدمی کے گھر یا باڑہ میں وہ بیل یا اونٹ چلا جائے تو یہ اس بات کی واقعاتی شہادت ہے کہ وہ بیل یا اونٹ اسی شخص کا ہے۔
الغرض قرآن مجید' احادیث اور عقلی قرائن سے یہ ثابت ہے کہ واقعاتی شہادتیں بھی شرعی حجت اور عقلی دلیل ہیں۔

غیب کے نگہبان نہ ہونے کے محامل

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب سے کہا: اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے' اس قول کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) ہم نے یہ دیکھا کہ شاہی کارندوں نے شاہی پیالہ بن یامین کی بوری سے برآمد کر لیا اور حقیقت حال ہمیں معلوم نہیں ہے۔

(۲) مجاہد' حسن اور قتادہ نے کہا: ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کا بیٹا چوری کرتا ہے' اگر ہمیں یہ پہلے معلوم ہوتا تو ہم اس کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاتے اور نہ اس کو واپس لانے کے متعلق آپ کے سامنے پکی قسمیں کھاتے۔

(۳) منقول ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: چلو مان لیا کہ اس نے چوری کی ہے' لیکن بادشاہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ بنو اسرائیل کی شریعت میں یہ مقرر ہے کہ جس پر چوری ثابت ہو جائے اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے' ضرور تم نے اپنے کسی مطلب کی وجہ سے بادشاہ کو یہ بتایا ہو گا؟ تب انہوں نے کہا کہ چوری کا واقعہ رونما ہونے سے پہلے ہم نے بادشاہ سے یہ ذکر کیا تھا؛ اور اس وقت ہم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ واقعہ ہو جائے گا؛ کیونکہ ہم غیب پر نگہبان نہیں ہیں۔

بستی سے پوچھنے کے معانی

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا: اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بستی سے مراد مصر ہے اور بعض نے کہا: اس سے وہ بستی مراد ہے جو مصر کے دروازہ پر تھی۔ پھر متن قرآن میں یہ عبارت ہے: آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے' اس میں عربی کے اسلوب عبارت کے مطابق مضاف محذوف ہے' اور دوسرا معنی علامہ ابو بکر الانباری نے بیان کیا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس بستی سے پوچھئے' وہاں کے در و دیوار اور بازاروں سے پوچھئے تو وہ آپ کو بتائیں گے کیونکہ آپ انبیاء میں سے ہیں بلکہ اکابر انبیاء میں سے ہیں' جب آپ سوال کریں گے تو کوئی بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جمادات کو گویا کر دے اور آپ کو صحیح واقعہ کی خبر دے اور یہ آپ کا معجزہ ہو جائے' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ جب کوئی چیز بہت بچی ہو اور اس کا صدق بہت واضح ہو تو کہا جاتا ہے کہ تم اس بات کو آسمان اور زمین سے پوچھ لو! اسی نہج پر انہوں نے کہا: آپ بستی سے پوچھ لیجئے۔

بدگمانی دور کرنے کے لیے وضاحت کرنے کا استحباب

اس آیت سے یہ فقہی مسئلہ نکلتا ہے کہ جو آدمی حق اور صدق پر ہو اور اس کو یہ گمان ہو کہ لوگ اس کے متعلق غلط فہمی اور بدگمانی میں مبتلا ہوں گے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس بدگمانی اور غلط فہمی کو دور کرے۔

Marfat.com

امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچو۔
(کشف الخفاء ج ۱، ص ۴۴، مطبوعہ الغزالی دمشق)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، میں آپ کی زیارت کے لیے گئی اور کچھ دیر آپ سے باتیں کرتی رہی، جب میں جانے لگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے تک مجھے چھوڑنے آئے۔ جب میں حضرت ام سلمہ کے دروازے تک پہنچی تو دو انصاری گزرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حُیَیّ ہے، ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان کو یہ وضاحت ناگوار ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کے خون کی گزرگاہوں میں پہنچ جاتا ہے، اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۳۵۷)

امام ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
بدیل بن ورقاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کی جگہ پر کھڑا کیا اور اس کے متعلق کسی نے بدگمانی کی تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔
(مکارم الاخلاق ج ۱، رقم الحدیث: ۵۳۹، مطبوعہ مطبع المدنی ۱۴۱۱ھ، کنز العمال رقم الحدیث: 8815)

موسیٰ بن خلف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رات کو گشت کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی راستہ میں ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ حضرت عمر نے اس کو مارنے کے لیے درہ بلند کیا تو اس نے کہا: یا امیر المومنین! یہ میری بیوی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ایسی جگہ باتیں کرتے کہ لوگ تم کو نہ دیکھتے۔ (مکارم الاخلاق رقم الحدیث: ۵۴۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے، تو اب صبر جمیل ہی مناسب ہے، عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا، بے شک وہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے○ اور ان سے پشت پھیر لی اور کہا ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے○ بیٹوں نے کہا آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے○ یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں، اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے○ (یوسف: ۸۶-۸۳)

بن یامین کے متعلق بات گھڑنے کی توجیہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں کی بات سنی تو جس طرح انہوں نے حضرت یوسف کے متعلق ان کو دی ہوئی خبر پر یقین نہیں کیا تھا، انہوں نے اس خبر پر بھی یقین نہیں کیا، اور فرمایا: بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنا لی ہے، اس سے ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ تم نے جھوٹ کہا ہے بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ بن یامین کو میرے پاس سے نکالنے اور اس کو مصر لے جانے اور اس سے منفعت حاصل کرنے کے لیے تم نے ایک بات بنا لی تھی، جس کے نتیجہ میں یہ مصیبت آئی، تم نے اس کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بہت ضد کی اور اس کو اپنے ساتھ واپس لانے کے لیے عہد و پیمان کیے اور قسمیں کھائیں لیکن

Marfat.com

تم نے جو کچھ سوچا تھا' تقدیر میں اس کے بالکل خلاف تھا۔

صبر جمیل کی تعریف

حضرت یعقوب نے فرمایا: تو اب صبر جمیل ہی مناسب ہے۔ صبر جمیل کی تعریف میں امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت کرنا حرام ہے اور جب آدمی اپنے مرض یا مصیبت کا کسی کے سامنے اظہار کرتا ہے اور وہ اس مرض اور مصیبت کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے تو یہ اللہ کے فعل کی شکایت ہے۔ اس لیے یہ حرام ہے' ہاں اگر اس پر قرائن ہوں کہ وہ اللہ کے فعل کو ناپسند نہیں کر رہا اور نہ اس پر ناراض ہے اور وہ اللہ سے شکوہ اور شکایت نہیں کر رہا' بلکہ اپنے درد اور مصیبت کا اظہار کر رہا ہے' تو پھر اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کرنا حرام نہیں ہے' لیکن پھر بھی خلافِ اولیٰ ہے' اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ مصیبت کا اظہار بالکل نہ کرے کیونکہ اس سے شکایت کا وہم ہوتا ہے' بعض علماء نے کہا جس نے اپنی مصیبت کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا اور صبر جمیل کا معنی یہ ہے کہ اس میں بالکل شکایت نہ ہو۔

(احیاء علوم الدین ج ۴' ص ۲۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز امام غزالی لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا: مومن کے تقویٰ پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاتا ہے: اس کو جو نعمت نہیں ملی اس کے حصول کا اللہ پر بھروسہ رکھے' اور جو نعمت مل گئی ہو اس پر اللہ سے راضی رہے اور جو نعمت اس سے جاتی رہی ہو اس پر اچھی طرح صبر کرے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تعظیم اور اس کی معرفت کی نشانی یہ ہے کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرو۔ (ابن ابی الدنیا فی المرض والکفارات) (احیاء علوم الدین ج ۴' ص ۶۲' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صبر جمیل کے اجر کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی مصیبت (یا مرض) میں مبتلا کرتا ہوں' اور وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے تو میں اس کو قید سے آزاد کر دیتا ہوں اور اس کا گوشت پہلے گوشت سے بہتر بنا دیتا ہوں اور اس کا خون پہلے خون سے بہتر بنا دیتا ہوں اور از سرنو اس کے عمل شروع کر دیتا ہوں۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳' ص ۳۷۵' المستدرک ج ۱' ص ۳۴۸)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطرے زیادہ محبوب ہیں' ایک وہ (خون کا) قطرہ جو اس کے راستہ میں گرا ہو' اور ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اس شخص کی آنکھ سے گرا ہو جو آدھی رات کو اللہ کے خوف سے کھڑا عبادت کر رہا ہو' اور اللہ تعالیٰ کو دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں: ایک صبر کا وہ گھونٹ جب کوئی شخص سخت درد کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ بھر لے اور دوسرا وہ گھونٹ جب کوئی شخص غصہ کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ پی لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷' رقم الحدیث: ۳۴۳۹۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اجر والا وہ گھونٹ ہے کہ بندہ اللہ کی رضا کے لیے غصہ کو ضبط کر کے صبر کا گھونٹ بھر لے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۸۹' مسند احمد ج ۲' ص ۱۲۸)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کو مخفی رکھنا اور مصائب اور بیماریوں کو چھپانا نیکی کے خزانوں میں سے ہے اور جس نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۰۵۰، کامل ابن عدی ج ۳، ص ۱۰۸۸، قدیم)

حضرت یعقوب کے ہائے افسوس کہنے کی توجیہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ہائے میرا افسوس یوسف کی جُدائی پر!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کا معنی ہے: ہائے یوسف کے اوپر میرا طویل رنج و غم۔

ابن قتیبہ نے کہا: الاسف کا معنی ہے بہت زیادہ حسرت۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس امت کو مصیبت کے وقت کہنے کے لیے جو کلمات دیئے گئے ہیں وہ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون○ (البقرہ: ۱۵۶) اگر انبیاء سابقین کو یہ کلمات دیئے گئے ہوتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی یہ کلمات دیئے گئے ہوتے اور وہ یا اسفی علی یوسف کی بجائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ہائے میرا افسوس، یوسف کی جدائی پر اور یہ تو شکایت کے الفاظ ہیں، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل کدھر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شکایت نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف شکایت کی ہے، صبر جمیل کے منافی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتے، انہوں نے تو خود کہا تھا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡ بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ۔ میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

(یوسف: ۸۶)

ابن الانباری نے کہا: یہ دعائیہ کلمات ہیں اور ان کی مراد یہ تھی اے میرے رب! یوسف کا جو مجھے رنج اور افسوس ہے، اس پر رحم فرما۔ اولاد سے محبت فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے اور اس کی جدائی پر رنج اور غم ہونا یہ بھی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ممنوع یہ ہے کہ انسان غم سے چیخ و پکار کرے اور ایسے کام کرے جن سے بے قراری اور بے چینی کا اظہار ہو، دل میں رنج ہو، آنکھوں میں آنسو ہوں اور اپنے رنج و غم کا اللہ سے اظہار ہو اور اس میں اللہ کی شکایت نہ ہو بلکہ اللہ کی طرف شکایت ہو تو یہ تمام امور جائز ہیں اور ان میں کسی کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر ہم اس کے بعد آپ کے پاس گئے اس وقت حضرت ابراہیم اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، تب حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی؟ (رو رہے ہیں) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں! پھر آپ کی آنکھوں میں اور آنسو آئے، آپ نے فرمایا: آنکھ سے آنسو بہتے ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم زبان سے صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم! ہم آپ کی جُدائی پر غم زدہ ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۰۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۶)

امام عبدالرحمن بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے، حضرت

Marfat.com

یوسف نے ان کو پہچان لیا تو ان سے کہا اے مکرم فرشتے! کیا آپ کو حضرت یعقوب کا علم ہے؟ کہا ہاں، پوچھا کیا حال ہے؟ کہا آپ کے غم میں ان کی بینائی جاتی رہی۔ پھر پوچھا انہیں کتنا غم ہے؟ کہا ستر درجہ زیادہ غم ہے۔ پوچھا ان کو اجر بھی ملے گا؟ کہا ہاں! ان کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا! (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، رقم الحدیث: ۱۱۸۸۴، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حسن بصری نے کہا: حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل اسی (۸۰) سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں اور جب سے ان کی بصارت گئی تھی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں تھا۔

(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۷۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیٹوں نے کہا آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گےO یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہےO اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیںO (یوسف: ۸۷-۸۵)

مشکل الفاظ کے معانی

جو چیز لائق شمار نہ ہو اور اس میں کوئی خیر نہ ہو اس کو حرض کہتے ہیں، حتیٰ کہ جو شخص ہلاکت کے قریب پہنچ جائے اس کو حرض کہتے ہیں، اس معنی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا حتی تکون حرضا (یوسف: ۸۵) تحریض کا معنی ہے بیماری کا ازالہ کرنا اور کسی شخص کو کسی کام پر ابھارنا۔ قرآن مجید میں ہے:

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔ (الانفال: ۶۵) — مومنوں کو جہاد پر برانگیختہ کیجئے۔

(المفردات ج ۱، ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام واحدی نے اہل معانی سے نقل کیا ہے کہ محبت یا غم کی زیادتی کی وجہ سے جسم یا عقل میں جو فساد ہوتا ہے اس کو حرض کہتے ہیں، اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ ہر وقت یوسف کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ اس کثرت گریہ و زاری کی وجہ سے آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ آپ اپنے جسم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور خطرہ ہے کہ شدت غم کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہو جائے گی۔

بثی: بث کا معنی پھیلانا اور تقسیم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وبث فیھا من کل دابۃ۔ (البقرہ: ۱۶۴) اللہ نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔ انسان جب اپنے غم کو چھپائے رکھے تو اس کو ھم (فکر) کہتے ہیں اور جب دوسروں سے اپنے غم کا اظہار کر دے تو اس کو بث (پریشانی) کہتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: میں اپنی پریشانی اور غم کا صرف اللہ سے ذکر کرتا ہوں۔ یعنی چھوٹا غم ہو یا بڑا میں اس کا ذکر صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

جن قرائن کی بنا پر حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے ملاقات کا یقین تھا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت، اس کے احسان اور اس کی وحی سے میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے

Marfat.com

لیے وہاں سے کشادگی لے کر آئے گا جہاں کا مجھے علم بھی نہیں ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ توقع تھی کہ ان کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے گی' اور اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تھا: آیا تم نے میرے بیٹے یوسف کی روح قبض کر لی ہے' اس نے کہا نہیں' اے اللہ کے نبی! پھر اس نے مصر کی طرف اشارہ کیا آپ اس کو وہاں ڈھونڈیں۔

(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے کیونکہ حضرت یوسف میں سعادت' شرافت اور کمال کے آثار بہت نمایاں تھے اور ان جیسے لوگوں کے خوابوں میں خطاء نہیں ہوتی۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی ہو کہ وہ عنقریب ان کو حضرت یوسف سے ملا دے گا' لیکن اس کا وقت معین نہ کیا ہو اس لیے ان کے دل میں قلق اور اضطراب تھا لیکن ان سے ملاقات کا بہرحال یقین تھا۔

(۴) جب حضرت یعقوب کے بیٹوں نے مصر کے بادشاہ کی نیک سیرت اور اس کے اقوال اور افعال کا کامل ہونا بیان کیا تو ان کا خیال تھا کہ یہ یوسف ہی ہوں گے کیونکہ کسی کافر کی ایسی سیرت نہیں ہو سکتی۔

(۵) حضرت یعقوب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بن یامین چوری نہیں کرتے' ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ بادشاہ نے ان کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا' اس سے ان کو قوی گمان ہو گیا کہ چوری کے بہانہ سے حضرت یوسف نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کے کفر ہونے کی وجوہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹو جاؤ' یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

جب ان دلائل سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ مصر کا بادشاہ ہی دراصل حضرت یوسف ہیں' تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: جاؤ جا کر یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اللہ کی رَوح سے مراد اس کی رحمت ہے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد اللہ کا فضل ہے۔ ابن یزید نے کہا: اس سے مراد اللہ کی کشادگی ہے' اور یہ تمام الفاظ متقارب ہیں۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ مومن مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے خیر اور فضل کی توقع رکھتا ہے' اور راحت اور کشادگی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے' کیونکہ انسان اللہ کی رحمت سے اس وقت مایوس ہو گا جب اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کو اس کی مراد کا علم نہیں ہے یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کو علم تو ہے لیکن وہ اس کی مراد کو پورا کرنے سے عاجز ہے اس پر قادر نہیں ہے' یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کو علم اور قدرت تو ہے لیکن وہ بخیل ہے وہ ایسا کرے گا نہیں' اور یہ تمام وجوہ کفر ہیں۔ اس لیے مومن کو آخر وقت تک یہ امید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی امید اور مراد کو پورا کر دے گا' لیکن اگر کسی وجہ سے وقت نکل جائے اور اس کی مراد پوری نہ ہو تو پھر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی مراد کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا' یا اس کی مراد خود اس کے حق میں نقصان دہ تھی اور اس کو اس کا علم نہیں تھا' یا اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ مراد پوری نہیں کی تو وہ اس کے عوض اس کو اس سے اچھی کوئی اور نعمت دنیا میں یا

Marfat.com

آخرت میں عطا کرے گا یا اگر اس نے مراد پوری نہ ہونے پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں دنیا یا آخرت کی کوئی مصیبت اس سے دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے، اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں اور ہم پر صدقہ کریں، بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے○ یوسف نے کہا کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم جہالت میں تھے○ انہوں نے کہا کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا، بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

(یوسف: ۹۰-۸۸)

حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو ڈھونڈنے کے بجائے غلہ کا سوال کیوں کیا؟

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ وہ جا کر حضرت یوسف اور بن یامین کو ڈھونڈیں تو انہوں نے اپنے باپ کی بات مان لی اور مصر پہنچ گئے، اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے، اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں، الخ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے باپ نے تو ان سے کہا تھا کہ جا کر یوسف اور بن یامین کو تلاش کرو اور انہوں نے مصر پہنچ کر غلہ مانگنا شروع کر دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کسی کی تلاش میں نکلتے ہیں وہ اپنے مطلوب اور حصول کے لیے تمام ذرائع اور وسائل اور تمام حیلوں اور بہانوں کو کام میں لاتے ہیں، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی تنگ دستی اور بدحالی کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ ان کے پاس غلہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے اور ان کو غلہ کی شدید حاجت ہے، وہ تجربہ کر رہے تھے کہ اگر بادشاہ کا دل ان کے لیے نرم ہو گیا تو ہم اس سے یوسف اور اس کے بھائی کے متعلق معلوم کریں گے اور اگر اس کا دل نرم نہیں ہوا تو خاموش رہیں گے۔

مزجاۃ کا معنی ایسی قیمت جس کو مسترد کر دیا جائے، الازجاء کا معنی ہے کم کم یا آہستہ آہستہ چلانا، ان کے پاس جو پیسے تھے، وہ مقدار میں بھی کم تھے اور ان کی کیفیت بھی بہت معمولی تھی گویا وہ بہت حقیر رقم تھی، اس لیے انہوں نے کہا ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بھوک اور ہلاکت کا سامنا ہے، ہمیں غلہ کی سخت ضرورت ہے اور ہمارے پاس بہت حقیر رقم ہے، آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں اور ہم پر صدقہ کریں۔

سوال کرنے کی شرائط اور احکام

انہوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ ہم پر صدقہ کریں اس سے حقیقتاً صدقہ مراد نہیں تھا کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد تھے اور انبیاء علیہم السلام کی اولاد پر صدقہ حلال نہیں ہے، اس کا معنی تھا آپ ہم پر کرم اور فضل فرمائیں۔ یعنی ہماری رقم کے اعتبار سے جتنے غلے کا ہمارا حق بنتا ہے، ہمیں اس سے زیادہ اپنے فضل سے عنایت فرمائیں، اور ابو سلیمان الدمشقی اور ابو الحسن الماوردی اور ابو یعلیٰ نے یہ کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء تھے، ان پر صدقہ حلال تھا۔

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان فقر اور فاقہ میں مبتلا ہو تو اس کے لیے اپنی تنگ دستی اور بدحالی کو بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اللہ کی شکایت کرنا نہ ہو، اور اسی شرط کے ساتھ بیمار کے لیے ڈاکٹر کے سامنے اپنی بیماری کی

Marfat.com

کیفیت بیان کرنا جائز ہے اور یہ صبر جمیل کے خلاف نہیں ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے۔

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین شخصوں میں سے کسی ایک کے لیے جائز ہے: ایک وہ شخص جو مقروض ہو (اور اس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے پیسے نہ ہوں) دوسرا وہ جس کا تمام مال کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہو اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ سے ہو اور اس کی قوم میں سے تین آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ فاقہ سے ہے۔ اے قبیصہ! ان کے علاوہ جو شخص سوال کر کے کھائے گا وہ حرام کھائے گا۔

(تین گواہوں کا ہونا استحباب پر محمول ہے ورنہ جو شخص فاقہ سے ہو اور کھانا خریدنے کے لیے اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور کوشش کے باوجود اسے کوئی ملازمت یا مزدوری نہ ملی ہو یا وہ بہت کمزور اور بیمار ہو اور فاقہ زدہ ہو' ایسی صورت میں گواہوں کے بغیر بھی اس کے لیے بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے یوں نہیں کہا: اللہ آپ کو جزا دے' کیونکہ اس کے خیال میں بادشاہ کافر تھا اور کافر کو آخرت میں اجر نہیں ملتا۔ اس لیے انہوں نے جھوٹ سے بچنے کے لیے توریہ کیا اور کہا اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ حدیث میں ہے: توریہ کے ساتھ کلام کرنے میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰' ص ۱۹۹) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال کرنے والے کو چاہیے کہ وہ خیرات دینے والے کے لیے دعائیہ کلمات کہے۔

بھائیوں سے ان کے مظالم پوچھنے کی وجوہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا: کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم جہالت میں تھے؟ حضرت یوسف کے اس قول کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) امام ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ جب انہوں نے حضرت یوسف سے کہا: اے امیر ہم اور ہمارے گھر والے فقر اور فاقہ میں گرفتار ہیں۔ آپ ہم پر صدقہ کیجئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل نرم ہو گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۹۹۳ ۷)

(۲) کلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف نے ان سے کہا: مالک بن زعر نے بتایا ہے کہ میں نے کنوئیں میں ایک ایسا لڑکا دیکھا تھا اور میں نے اس کو اتنے درہموں کے بدلے خرید لیا' تو انہوں نے کہا اے بادشاہ! وہ غلام ہم نے بیچا تھا' تب حضرت یوسف جلال میں آ گئے اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا' ان کو قتل کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ یہوذا پلٹ آیا اور اس نے کہا: حضرت یعقوب تو ایک بیٹے کی گمشدگی پر اب تک غمزدہ ہیں اور رو رو کر نابینا ہو گئے' جب ان کو اپنے تمام بیٹوں کے قتل کی خبر پہنچے گی تو ان کا کیا حال ہو گا' پھر کہا: اگر آپ ہمیں قتل ہی کر رہے ہیں تو فلاں فلاں مقام پر فلاں نام کا ہمارا باپ رہتا ہے اس کے پاس ہمارا سامان بھجوا دیں۔ تب یوسف علیہ السلام رو پڑے اور اس پر کہا: کیا تم کو یاد ہے...

(۳) ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ بھائیوں نے مالک بن زعر کو جو تحریر دی تھی' حضرت یوسف نے وہ تحریر نکال کر ان کو دکھائی تو انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے وہ غلام فروخت کیا تھا' پھر حضرت یوسف نے ان کے قتل کا حکم دیا اور پھر مذکور الصدر واقعہ ہے' لیکن یہ دونوں روایتیں موضوع ہیں' حضرت یوسف کی جو سیرت قرآن مجید نے بیان کی ہے' اس کے خلاف ہیں۔

Marfat.com

(۴) حضرت یعقوب نے بادشاہ کے نام ایک رقعہ لکھ دیا تھا جس کو پڑھ کر حضرت یوسف کا دل نرم ہو گیا۔
(معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۷۵، زاد المسیر ج ۴، ص ۲۹۷)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس رقعہ کے مندرجات اس طرح ذکر کیے ہیں:
یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی جانب سے عزیز مصر کے نام! حمد الٰہی۔ کے بعد ہم وہ لوگ ہیں جو نسل در نسل مصائب میں مبتلا ہیں، میرے دادا کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تھا تاکہ وہ جل جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دے دی، اور آگ کو ان پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا، اور میرے باپ کے گلے پر چھری رکھی گئی تاکہ اس کو ذبح کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا فدیہ دے دیا، اور رہا میں تو میرا جو سب سے محبوب بیٹا تھا، اسے اس کے بھائی جنگل میں لے گئے پھر میرے پاس خون آلودہ قمیص لائے اور کہا اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا، میں جب سے اس کے فراق میں رو رہا ہوں، اس کا ایک بھائی تھا جس سے مجھے تسلی رہتی تھی، اس کے یہ بھائی اسے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے آ کر یہ بتایا کہ اس نے آپ کے ہاں چوری کی ہے اور آپ نے اس کی سزا میں اس کو رکھ لیا ہے، ہم لوگ نہ خود چور ہیں اور نہ ہماری اولاد چور ہے، اگر آپ نے میرے اس بیٹے کو واپس کر دیا تو میں آپ کو دعا دوں گا، اور اگر آپ نے اس کو واپس نہیں کیا تو میں آپ کے خلاف دعاء کروں گا جس کا اثر ساتویں پشت تک آپ کی اولاد کو پہنچے گا، والسلام۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ مکتوب پڑھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بھائیوں نے پہچان لیا کہ یہ بادشاہ ہی دراصل یوسف ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۵، ص ۵۰۴-۵۰۳، الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۲۲۴، ۲۲۳)

یہ مکتوب بھی جعلی اور وضعی ہے اور اسرائیلی روایات میں سے ہے کیونکہ اس میں حضرت اسحٰق کو ذبیح اللہ بتایا گیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔

قرآن مجید نے اس سلسلہ میں جو فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا، جب تم جاہل تھے ○ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف نے ان کو یاد دلایا کہ تم نے یوسف کے ساتھ کس قدر ظلم کیا تھا اور کتنا بڑا جرم کیا تھا جیسے کسی بڑے مجرم سے کہا جاتا ہے: کیا تم کو علم ہے تم نے کس کی مخالفت کی تھی اور کیا جرم کیا تھا!

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جو ان کے مظالم یاد دلائے ہیں، ان میں اس آیت کی تصدیق ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (یوسف: ۱۵)	اور ہم نے یوسف کی طرف (کنوئیں میں) یہ وحی کی کہ (ایک وقت آئے گا) تم ان کو ان کی اس کارروائی سے ضرور آگاہ کرو گے اور اس وقت ان کو شعور نہیں ہو گا۔

حضرت یوسف نے فرمایا: اس وقت تم جاہل تھے، گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا عذر بیان کیا، یعنی جس وقت تم نے یہ ظالمانہ کام کیے تھے اس وقت تم تکبر کی جہالت میں تھے اور اب تم ایسے نہیں ہو، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تم باپ کی نافرمانی کے عذاب اور صلہ رحم کے تقاضوں سے جاہل تھے اور اپنی خواہش کی پیروی میں ڈوبے ہوئے تھے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تم اس بات سے جاہل تھے کہ مستقبل میں تمہارے ان مظالم کا کیا نتیجہ نکلے گا، اور تم کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ جس کو تم غلام بنا کر چند سکوں کے عوض بیچ رہے ہو، وہ کل بادشاہ بن جائے گا اور تم اس کے دربار میں خوراک کے حصول کے لیے رحم کی فریاد لے کر حاضر ہو گئے!

Marfat.com

بھائیوں کا حضرت یوسف کو پہچان لینا

ان کے بھائیوں نے کہا: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ انہوں نے حضرت یوسف کو جو پہچان لیا' اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب حضرت یوسف علیہ السلام مسکرائے تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے کے دانتوں سے پہچان لیا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف کے ماتھے پر تل کی طرح ایک نشانی تھی' اور حضرت یعقوب، حضرت اسحٰق اور حضرت سارہ کے ماتھے پر بھی اسی طرح کی نشانی تھی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سر سے تاج اتارا تو بھائیوں نے اس تل کو دیکھ کر انہیں پہچان لیا۔

(۳) امام ابن اسحٰق نے کہا: پہلے حضرت یوسف نے اپنے اور ان کے درمیان حجاب رکھا ہوا تھا اور اس وقت وہ حجاب اٹھا دیا تھا اس لیے ان کے بھائیوں نے ان کو پہچان لیا۔ (زاد المسیر ج ۴' ص ۲۸۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وہی ہوں' بلکہ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے تاکہ ان کے بھائی اس نام سے یہ جان لیں کہ میں وہی ہوں جس پر انہوں نے ظلم توڑے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت اور سرفرازی عطا فرمائی ہے' میں وہ ہوں جس کو عاجز سمجھ کر تم نے ہلاک کرنے کے لیے کنوئیں میں ڈال دیا تھا' اس کو آج اللہ نے ایسی حکومت اور ایسا اقتدار عطا فرمایا ہے کہ تم اپنی رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے اس کے پاس غلہ کی خیرات مانگنے آئے ہو!

حضرت یوسف نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یعنی ہمیں دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی ہے۔

نیز فرمایا: بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک جو شخص اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتا ہے اور لوگوں کے مظالم پر صبر کرتا ہے تو اللہ ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اس آیت کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا کہ وہ متقی ہیں اور جیسا کہ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے ساتھ زنا کے تمام مقدمات میں ملوث ہو گئے تھے' اگر یہ بات صحیح ہوتی تو آپ کا خود کو متقی فرمانا صحیح نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم خطاکار تھے ○ یوسف نے کہا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○ میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ (یوسف: ۹۳-۹۱)

حضرت یوسف کے بھائیوں کا اعتراف خطا کرنا اور حضرت یوسف کا انہیں معاف فرمانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا' تو حضرت یوسف کے بھائیوں نے ان کی تصدیق کی اور ان کی فضیلت کا اعتراف کیا اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم

Marfat.com

خطا کار تھے۔

مفسرین کرام نے خاطی اور مخطی میں فرق بیان کیا ہے۔ خاطی وہ ہے جو قصداً خطا کرے اور مخطی وہ ہے جس سے خطا سرزد ہو جائے۔ حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے آپ کو خاطی کہا تھا' کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف پر جو مظالم کیے وہ عمداً کیے تھے۔ حضرت یوسف نے کہا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' **اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ** سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

تثریب کا معنی ہے کسی شخص کو اس کا برا کام یاد دلا کر اس کو ملامت کرنا اور عار دلانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں آج کے بعد تم کو تمہاری زیادتیوں پر کبھی ملامت نہیں کروں گا۔ ابن الانباری نے کہا: آپ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آج کا دن معاف کرنے کا پہلا وقت ہے اور آپ جیسے شخص کا منصب یہ ہے کہ وہ دوبارہ انہیں ان کا قصور یاد نہ دلائے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حضرت زبیر بن العوام' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت خالد بن ولید کو گھوڑوں پر سوار کرا کر روانہ کیا (الی قولہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں بیٹھ گیا اس کو امان ہے' اور جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امان ہے' قریش کے سردار کعبہ میں داخل ہوئے اور ان سے جگہ تنگ ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے' اور لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرنے لگے' اور اسی سند کے ساتھ یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ پر آئے اور دروازہ کی چوکھٹ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے (مشرکین مکہ سے) فرمایا: تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے برادر زاد اور عم زاد ہیں اور انہوں نے یہ تین مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت یوسف نے کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔	آج تمہیں کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

پھر مشرکین مکہ تیزی سے اسلام میں داخل ہونے لگے جیسے ان کے پیروں کی بیڑیاں کھول دی گئی ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۱۱۸، مطبوعہ ملتان، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵، ص ۲۴۲، مطبوعہ بیروت)

حضرت یوسف کی قمیص سے حضرت یعقوب کی آنکھوں کا روشن ہونا

جب حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو پہچان لیا تو حضرت یوسف نے ان سے اپنے باپ کا حال پوچھا' بھائیوں نے بتایا کہ ان کی بینائی جاتی رہی ہے' تب حضرت یوسف نے ان کو اپنی قمیص دی اور کہا: یہ قمیص میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

امام عبدالرحمن بن محمد رازی المعروف بابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مطلب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی، حضرت ابراہیم نے یہ قمیص حضرت اسحٰق کو پہنائی اور حضرت اسحٰق نے وہ قمیص حضرت یعقوب کو پہنائی اور حضرت یعقوب نے وہ قمیص حضرت یوسف کو پہنائی، پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا، جس وقت حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا، اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے۔ ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف نے اس نلکی سے یہ قمیص نکال کر بھائیوں کے حوالے کی اور کہا: میری اس قمیص کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ابھی وہ قمیص فلسطین کے علاقہ کنعان میں تھی کہ حضرت یعقوب نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

یہوذا نے کہا: پہلے حضرت یعقوب کے پاس میں خون آلودہ قمیص لے کر گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھا لیا، اب اس قمیص کو بھی میں لے کر آؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ یوسف زندہ ہیں، جس طرح پہلے میں نے ان کو رنجیدہ کیا تھا اسی طرح اب میں جا کر ان کو خوشخبری دوں گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، ص ۲۱۹۶، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں اور آپ کے بالوں سے بیماروں کا شفایاب ہونا اور دیگر برکتیں

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماء کو بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر مطلقاً ریشم کو حرام کہتے ہیں تو انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے، انہوں نے ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ نکالا جس میں ریشم کے پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کے سامنے اور پیچھے کے چاک پر یا آستینوں پر ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء نے کہا: یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، جب وہ فوت ہو گئیں تو میں نے اس پر قبضہ کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے، ہم بیماروں کے لیے اس کو دھوتے ہیں اور اس (کے غسالہ، دھوون) سے ان کے لیے شفا طلب کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸۔۳۴۷، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱ ۲۷۴، طبع عالم الکتب بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم آپ کے جبہ کو دھو کر اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے تھے اور ان کے بدنوں پر ملتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا عطا فرماتا تھا۔

(نسیم الریاض ج ۳، ص ۱۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو القاسم بن مممون بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا، ہم بیماروں کے لیے اس میں پانی ڈالتے تھے اور وہ اس سے شفا حاصل کرتے تھے۔

(الشفاء ج ۱، ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ خفاجی نے لکھا ہے: بیمار اس پیالہ میں پانی ڈال کر پیتے تھے اور شفا طلب کرتے تھے اور اس کو پینے سے آپ کے آثار کی برکت سے ان کو شفا حاصل ہوتی تھی۔ (نسیم الریاض ج ۳، ص ۱۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

Marfat.com

عثمان بن عبد اللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے ایک برتن میں پانی ڈال کر مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' اسرائیل نے تین انگلیوں کو ملایا یعنی وہ چاندی سے ملمع کی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی تین انگل جتنی' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے کچھ بال تھے' جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اس کو اور کوئی بیماری ہو جاتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیج دیتا۔ میں نے گھنٹی کی شکل کی ایک ڈبیا دیکھی اس میں سرخ رنگ کے بال تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۹۶' مشکوۃ رقم الحدیث: ۴۵۶۸)

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بیمار ہو جاتا وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن بھیجتا' وہ اس برتن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک بالوں کو رکھتیں پھر اس برتن میں پانی ڈالتیں اور ان کا دھوون اس بیمار کو پلاتیں' یا وہ آدمی شفا طلب کرنے کے لیے اس پانی سے غسل کرتا اور اس کو اس پانی کی برکت حاصل ہوتی۔

(فتح الباری ج ۱۰' ص ۳۵۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

امام حافظ احمد بن علی بن مثنی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عمرہ کیا' آپ نے اپنے سر کے بال منڈوائے' لوگ آپ کے بال لینے کی طرف جھپٹے' میں نے آپ کی پیشانی کے بالوں کی طرف سبقت کی۔ میں نے آپ کے بال لے کر ان کو اپنی ٹوپی میں رکھ لیا اور میں نے ان بالوں کو اپنی ٹوپی کے اگلے حصہ میں رکھا' اس کے بعد میں جس جنگ میں بھی گیا مجھے فتح حاصل ہوئی۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۱۳' رقم الحدیث: ۷۱۸۳' مطبوعہ دار الثقافۃ العربیہ دمشق ۱۴۱۲ھ)

امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری متوفی ۸۴۰ھ نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کر کے لکھا ہے کہ امام ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مختصر اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ ج ۹' رقم الحدیث: ۷۶۶۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی امام ابو یعلیٰ کی سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (المطالب العالیہ ج ۴' رقم الحدیث: ۴۰۴۴) نیز حافظ عسقلانی نے اس حدیث کو امام سعید بن منصور سے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ (اس تفصیل کو ہم امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کریں گے) اور امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

(الاصابہ ج ۱' ص ۴۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ' الاصابہ ج ۲' ص ۲۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی' حضرت خالد نے کہا: اس ٹوپی کو ڈھونڈو' لوگوں کو وہ ٹوپی نہیں ملی۔ حضرت خالد نے پھر کہا: اس ٹوپی کو تلاش کرو' تو لوگوں کو وہ ٹوپی مل گئی' وہ ایک پرانی ٹوپی تھی' حضرت خالد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور اپنا سر منڈوایا' مسلمان آپ کے بالوں کی طرف جھپٹے' میں نے آپ کی پیشانی کے بالوں کی طرف سبقت کی اور ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں رکھ لیا' پھر میں جس جنگ میں بھی گیا یہ ٹوپی میرے ساتھ رہی اور مجھے فتح عطا کی گئی۔

(المعجم الکبیر ج ۴' رقم الحدیث: ۳۸۰۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

حافظ نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان دونوں کے راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۹، ص ۳۴۸) امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (المستدرک ج ۳، ص ۲۹۹) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶، ص ۲۴۹) امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲، ص ۱۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(الشفاء ج ۱، ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۳، ص ۱۳۳) علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳، ص ۴۷، مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ) اور خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کا امام سعید بن منصور، امام ابن سعد، امام ابو یعلیٰ، امام حاکم اور امام ابو نعیم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی شفایابی کا تو ایک واقعہ ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں، آپ کے برتنوں اور آپ کے بالوں سے حصول شفاء کے متعدد واقعات ہیں اور یہ آپ کے مبارک بالوں کی برکت تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہر جنگ میں فتح حاصل ہوتی تھی۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے تو

لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے ○ بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں ○

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا اور اس نے وہ قمیص اس کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے،

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

یعقوب نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک مجھ کو اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے ○

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ

بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے، بے شک ہم گنہگار ہیں ○ یعقوب نے کہا

Marfat.com

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ پھر

دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا

جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا ان شاء اللہ!

مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ

آپ سب امن کے ساتھ مصر میں رہیں گے ○ اور اس نے اپنے ماں باپ کو بلند تخت پر بٹھایا

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ

اور وہ سب یوسف کے لیے سجدہ میں گر گئے، اور یوسف نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب

مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ

کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا، اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا جب

اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

اس نے مجھ کو قید سے رہائی دی، اور شیطان نے میرے اور میرے

اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ

بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا، اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا، بے شک میرا رب جو چاہتا

لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ

ہے وہ حسن تدبیر سے کرتا ہے، بے شک وہ بے حد علم والا، بہت حکمت والا ہے ○ اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت

الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا

وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا

کرنے والے، تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا،

Marfat.com

وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ

اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا O یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جس غیب کی ہم آپ کی طرف

اِلَیۡكَ ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ یَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾

وحی فرماتے ہیں اور جب برادران یوسف اپنی سازش پر متفق ہو رہے تھے اور اپنی سازش پر عمل کر رہے تھے تو اس وقت آپ ان کے پاس

وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا

موجود نہ تھے O اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں O اور آپ ان سے

تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اس (تبلیغ دین) پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتے یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O

ع ۱۱ | ۱۱ | ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے O بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں O پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا اور اس نے وہ قمیص اس کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے، یعقوب نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک مجھ کو اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے O بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، بے شک ہم گناہ گار ہیں O یعقوب نے کہا میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O (یوسف: ۹۸-۹۴)

بہت فاصلہ سے حضرت یعقوب تک حضرت یوسف کی خوشبو پہنچنے کی توجیہ

ابن ابی الہذیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ابھی حضرت یوسف علیہ السلام کا قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے آٹھ راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کی خوشبو آ گئی۔ ابن ابی الہذیل نے دل میں کہا یہ اتنا فاصلہ ہے جتنا بصرہ سے کوفہ تک کا فاصلہ ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۱۱۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۹۶۱)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت یوسف، حضرت یعقوب کے گھر کے قریب کنوئیں میں تھے تو آپ کو حضرت یوسف کی خوشبو نہیں آئی تو پھر اتنے فاصلہ سے آپ کو حضرت یوسف کی خوشبو کیسے آ گئی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں حضرت یوسف کا معاملہ حضرت یعقوب سے مخفی رکھا تھا، تاکہ حضرت یوسف مکمل مصیبت میں گرفتار ہوں اور اس پر صبر کرنے سے حضرت یوسف کو اس مصیبت کا اور حضرت یعقوب کو ان کی جدائی کا پورا پورا اجر ملے اور جب مصیبت اور جدائی کے ایام ختم ہو گئے اور کشادگی اور فرحت کا دور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فاصلہ کے زیادہ ہونے کے باوجود ان کو حضرت یوسف کی خوشبو پہنچا دی۔

(۲) جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا تھا وہ قمیص ایک چاندی کی نلکی میں تھی اور وہ نلکی حضرت یوسف کے گلے میں تھی، جب اس

Marfat.com

قمیص کو اس نلکی سے نکالا تو جنت کی خوشبوئیں فضا میں پھیل گئیں اور جب وہ مانوس خوشبوئیں ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر حضرت یعقوب تک پہنچیں تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ حضرت یوسف کی قمیص کی خوشبو ہے اور جب حضرت یوسف کنوئیں میں تھے تو وہ قمیص نلکی میں بند تھی اور اس کی ہوائیں حضرت یعقوب تک نہیں پہنچیں تھیں۔

(۳) صبا (مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا) نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی کہ خوش خبری دینے والے سے پہلے وہ حضرت یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب تک پہنچا دے، تو اللہ عزوجل نے اس کو اجازت دے دی، یہی وجہ ہے کہ ہر غم زدہ تک جب باد صبا کے جھونکے پہنچتے ہیں تو اس کی رُوح کو تازگی محسوس ہوتی ہے۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۸۴)

تفندون کے معانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا: لو لا ان تفندون، اس لفظ کے پانچ معنی بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے اگر تم مجھ کو جاہل قرار نہ دو۔

(۲) عبداللہ بن ابی ہذیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر تم مجھے بے وقوف نہ قرار دو۔

(۳) سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا: اگر تم مجھے جھوٹا نہ قرار دو۔

(۴) حسن اور مجاہد نے کہا: اگر تم مجھے بڑھاپے کی وجہ سے زائل العقل نہ قرار دو۔

(۵) ابن قتیبہ نے کہا: اس کا معنی ہے اگر تم مجھے ملامت نہ کرو۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۸۵)

ضلال کے معانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ اپنی ضلال قدیم میں مبتلا ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے ہوئے تھے، یہاں بیٹوں سے مراد ان کے پوتے، نواسے اور دیگر مجلس کے حاضرین ہیں۔ ضلال کے اس جگہ تین معانی مراد ہو سکتے ہیں:

(۱) ضلال کے معنی شقاء ہیں یعنی آپ اپنی اسی پرانی بدبختی اور تنگی میں گرفتار ہیں جس کی وجہ سے آپ حضرت یوسف کا غم جھیل رہے ہیں۔ مقاتل نے اس معنی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ (القمر: ۲۴)

(قوم ثمود نے) کہا کیا ہم اپنوں میں سے ہی ایک بشر کی پیروی کریں گے پھر تو ہم ضرور بدبختی اور عذاب میں گرفتار ہوں گے!

(۲) قتادہ نے کہا: آپ اپنی پرانی محبت میں گرفتار ہیں، آپ یوسف کو نہیں بھولتے اور وہ آپ کے دل سے نہیں نکلتا۔ اس معنی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (یوسف: ۸)

بے شک ہمارا باپ ضرور محبت کی کھلی وارفتگی میں ہے۔

(۳) جنون: قتادہ نے کہا: یہ بہت سنگین کلمہ ہے اور ان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں تھا کہ وہ اللہ کے نبی کی شان میں ایسا کلمہ استعمال کرتے۔ حسن بصری نے کہا: انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ ان کے اعتقاد میں حضرت یوسف فوت ہو چکے تھے اور حضرت یعقوب ان کی محبت میں صحیح فکر سے ہٹ چکے تھے اور درحقیقت کہنے والے خود ضلال میں مبتلا تھے۔

حضرت یعقوب کی بینائی کا لوٹ آنا

یہوذا جب حضرت یعقوب کے پاس پہنچا تو اس نے وہ قمیص آپ کے چہرے پر ڈال دی اور آپ اسی وقت بینا ہو گئے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور آپ کا سارا غم جاتا رہا اور آپ نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان

Marfat.com

چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔ حضرت یعقوب کو معلوم تھا کہ حضرت یوسف کا خواب سچا ہے اور اس کی تعبیر ضرور پوری ہوگی۔ حضرت یعقوب نے بیٹوں سے پوچھا: یوسف کس دین پر ہے؟ انہوں نے بتایا: وہ دین اسلام پر ہے، تب حضرت یعقوب نے کہا: اب نعمت پوری ہوگئی!

اپنے مظالم کو دنیا میں معاف کرالینا

حضرت یعقوب کے بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ انہوں نے مغفرت کا اس لیے سوال کیا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت ظلم کیے تھے اور اپنے باپ کو ان کی جدائی کے رنج و غم میں مبتلا کیا تھا۔

اور جو شخص کسی مسلمان کو ایذاء پہنچائے خواہ اس کی جان میں یا اس کے مال میں وہ ظالم ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مظالم کی تلافی کرے۔ اس کا جو مال چھینا ہے وہ اس کو واپس کرے اور جو اس کو رنج پہنچایا ہے اس کا ازالہ کرے اور دنیا میں اس سے اپنا قصور معاف کرالے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی عزت یا اس کی کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس ظلم کی اس دن آنے سے پہلے تلافی کرے جس دن اس کے پاس کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا تو اس کے ظلم کے برابر وہ نیک عمل لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۸۰)

بیٹوں کے لیے استغفار کو مؤخر کرنے کی وجوہ

یعقوب نے کہا: میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا۔ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب نے اسی وقت اپنے بیٹوں کے لیے دعا کیوں نہیں کی اور اس کو موخر کس وجہ سے کیا؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطا اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی یعقوب نے کہا تھا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا، ان کا مطلب یہ تھا کہ حتیٰ کہ جمعہ کی رات آجائے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۱۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا: آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں! میرے سینہ سے قرآن نکل جاتا ہے اور میں اس کو یاد رکھنے پر قادر نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو الحسن! کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تم کو نفع پہنچائیں اور جن کو تم وہ کلمات سکھاؤ ان کو بھی وہ کلمات نفع پہنچائیں، اور جو کچھ بھی تم یاد کرو وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے۔ میں نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! آپ سکھایئے! آپ نے فرمایا: جب جمعہ کی شب ہو اگر تم سے ہو سکے تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قیام کرو، کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔ (یوسف: ۹۸) ان کی مراد یہ تھی کہ حتیٰ کہ جمعہ کی رات آجائے، اگر تم سے ہو سکے تو اس رات کے وسط میں قیام کرو اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو

Marfat.com

اس رات کے اول میں قیام کرو، اور چار رکعات نماز پڑھو، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ یٰسین پڑھو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ حٰمٓ الدخان پڑھو اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ الم السجدہ پڑھو اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ تبارک الذی پڑھو، اور جب ان رکعات سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کرو اور مجھ پر اور باقی انبیاء پر اچھی طرح سے درود شریف پڑھو، اور تمام مومنین اور مومنات کے لیے استغفار کرو اور اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے دعا کرو پھر آخر میں یہ دعا کرو: اے اللہ! جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے ہمیشہ گناہوں سے بچا کر مجھ پر رحم فرما اور فضول کاموں کی مشقت سے بچا کر مجھ پر رحم فرما، تو میرے جن کاموں سے راضی ہو مجھے ان میں حسن نظر عطا فرما، اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے، اے جلال، اکرام اور غیر متصور غلبہ کے مالک! اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیرے جلال اور تیری ذات کے نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے حفظ کرنے پر میرے دل کو لازم کر دے جیسا کہ تو نے مجھے اس کتاب کی تعلیم دی ہے اور مجھے اس طرح اس کی تلاوت کی توفیق دے جس طرح تو راضی ہو، اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! اے جلال، اکرام اور غیر متصور غلبہ کے مالک! اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیرے جلال اور تیری ذات کے نور سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے پڑھنے کے ساتھ میری آنکھوں کو منور کر دے اور اس کی تلاوت سے میری زبان کو رواں کر دے اور اس سے میرے دل میں کشادگی کر دے اور اس سے میرے سینے کو کھول دے اور اس سے میرے بدن کو صاف کر دے، کیونکہ تیرے سوا میری حق پر کوئی مدد نہیں کر سکتا، اور نہ تیرے سوا کوئی حق کو لا سکتا ہے اور گناہوں سے پھرنا اور نیکیوں کو کرنا اللہ بلند و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے، اے ابوالحسن! تم تین یا پانچ یا سات جمعہ تک یہ عمل کرنا، اللہ کے اذن سے تمہاری دعا قبول ہوگی، اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے یہ دعا کسی مومن سے تجاوز نہیں کرے گی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پانچ یا سات جمعہ گزرے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی ہی ایک مجلس میں آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! پہلے میں چار یا پانچ آیتیں بہ مشکل یاد کرتا تھا، جب میں ان کو یاد کرتا تو وہ میرے سینے سے نکل جاتی تھیں اور اب میں چالیس یا اس سے زیادہ آیتیں حفظ کر لیتا ہوں اور جب میں ان کو زبانی پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے میرے سامنے کتاب اللہ موجود ہے، اور پہلے میں حدیث سنتا تھا تو میرے سینہ سے نکل جاتی تھی اور اب میں احادیث سنتا ہوں اور پھر ان کو بیان کرتا ہوں تو ان سے ایک لفظ بھی کم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! اے ابوالحسن! میں اس پر یقین کرتا ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۰، مطبوعہ دارالجیل بیروت، ۱۹۹۸ء)

(۲) ان سے جلدی دعا کرنے کا وعدہ کر کے ان کو اٹھا دیا، عطا خراسانی نے کہا: بوڑھوں کی بہ نسبت جوانوں سے حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسف نے کہا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اور حضرت یعقوب نے کہا: میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔

(۳) شعبی نے کہا: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لیے دعا کو اس لیے موخر کر دیا تھا تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھ لیں، اگر انہوں نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تو وہ ان کے لیے استغفار کریں گے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! اگر اللہ نے ہمیں معاف کر دیا تو فبہا ورنہ اس دنیا میں ہمارے لیے کوئی خوشی نہیں ہے۔ پھر حضرت یعقوب نے دعا کی اور حضرت یوسف نے آمین کہی، پھر بیس سال تک ان کی دعا قبول نہیں ہوئی، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کے متعلق آپ کی دعا قبول کر لی ہے

Marfat.com

اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے' اور اس کے بعد ان سے نبوت کا عہد لیا گیا۔ (صحیح یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے' کیونکہ نبی اعلان نبوت سے پہلے اور بعد تمام صغائر اور کبائر سے عمداً اور سہواً معصوم ہوتا ہے... سعیدی غفرلہ)... (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۷۸، ۲۷۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا ان شاء اللہ آپ سب امن کے ساتھ مصر میں رہیں گےO (یوسف: ۹۹)

حضرت یعقوب کا مصر روانہ ہونا اور حضرت یوسف کا استقبال کرنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

فرقد السبخی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت یوسف نے ان سب کو بلایا ہے' پھر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے' جب حضرت یوسف کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور ان کے ساتھ مصر کے تمام سردار اور معزز لوگ تھے۔ جب یعقوب اور حضرت یوسف ایک دوسرے کے قریب پہنچے' اس وقت حضرت یعقوب اپنے بیٹے یہوذا کے سہارے چل رہے تھے' جب حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معززین کو دیکھا تو یہوذا سے پوچھا: کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں یہ آپ کا بیٹا ہے! جب دونوں ملنے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف نے سلام میں پہل کرنا چاہی تو ان کو منع کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یعقوب سلام کی ابتداء کرنے کے مستحق ہیں' تب حضرت یعقوب نے کہا: تم پر سلام ہو! اے مجھ سے رنج و غم کو دُور کرنے والے۔

(الجامع لاحکام القرآن رقم الحدیث: ۱۵۱۵۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ربیع بن انس نے کہا: جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر گئے تھے تو ان کے بیٹوں پوتوں اور پرپوتوں کی تعداد بہتر (۷۲) تھی پھر جب ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلی تو اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷' رقم الحدیث: ۱۱۹۸۸)

حضرت یوسف کی ماں کی وفات کے باوجود ان کے والدین کو تخت پر بٹھانے کی توجیہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ راحیل تو بن یامین کی ولادت کے وقت فوت ہوگئی تھیں' اس سوال کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) امام ابن جریر نے کہا: اس سے مراد ان کے والد اور ان کی خالہ ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۱۵۴)

امام ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ بن یامین کی ولادت کے وقت فوت ہوگئی تھیں اس لیے اس آیت میں ماں باپ سے مراد حضرت یوسف کے والد اور ان کی خالہ ہیں۔ (قتادہ نے کہا حضرت یعقوب حضرت یوسف کی خالہ سے نکاح کر چکے تھے)... (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷' ص ۲۲۰۱)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو زندہ کر دیا تھا' تاکہ وہ حضرت یوسف کو سجدہ کریں اور حضرت یوسف کے خواب کی تعبیر تحقیقی طور پر واقع ہو۔

قرآن مجید کی ظاہر آیت کے زیادہ موافق یہ ہے کہ حضرت یوسف کی ماں اور ان کے باپ دونوں نے سجدہ کیا۔

Marfat.com

ہم اس سے پہلے سورہ بقرہ کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو بھی زندہ کر دیا تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹، ص ۲۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے پر علامہ قرطبی کے دلائل

علامہ قرطبی نے سورہ البقرہ کی تفسیر میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

ہم نے اپنی کتاب "التذکرہ" میں یہ لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماں باپ کو زندہ کر دیا تھا اور وہ آپ پر ایمان لائے تھے، ہم نے اس کو اپنی کتاب "التذکرہ" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲، ص ۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی نے "التذکرہ" میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب نے اپنی کتاب السابق واللاحق میں اور امام ابو حفص عمر بن شاہین متوفی ۳۸۵ھ نے الناسخ والمنسوخ میں، دونوں نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج کیا، آپ مجھ کو ساتھ لے کر عقبۃ الحجون کے پاس سے گزرے، اس وقت آپ غم زدہ تھے اور رو رہے تھے، آپ کو روتا ہوا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اے حمیرا ٹھہر جاؤ! میں نے اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگائی، آپ کافی دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ میری طرف آئے اور آپ خوشی سے مسکرا رہے تھے، میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! آپ میرے پاس آئے اس وقت آپ غمگین تھے اور رو رہے تھے، یا رسول اللہ! میں بھی آپ کو روتا دیکھ کر رونے لگی، پھر آپ میرے پاس آئے اس وقت آپ خوشی سے مسکرا رہے تھے، یا رسول اللہ! اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں حضرت آمنہ کی قبر کے پاس سے گزرا، میں نے اپنے رب اللہ سے سوال کیا کہ اس کو زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا پھر وہ مجھ پر ایمان لے آئی یا فرمایا: پھر وہ ایمان لے آئی پھر اللہ نے اس کو اسی طرح لوٹا دیا۔ (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴، رقم الحدیث: ۶۳۰ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ) یہ خطیب کی روایت کے الفاظ ہیں اور امام سہیلی نے الروض الانف میں ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماں اور باپ دونوں کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ (علامہ عبد الرحمٰن سہیلی متوفی ۵۸۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے (اکرام کے) لیے ان کو زندہ کر دیا، اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے فضل سے آپ کو خصوصیت عطا فرمائے اور آپ کی کرامت کی وجہ سے جو چاہے آپ پر انعام فرمائے، صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (الروض الانف ج ۱، ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو آپ کو اجازت دی گئی اور آپ نے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو آپ کو استغفار کی اجازت نہیں دی گئی۔ (صحیح مسلم، الجنائز رقم: ۱۰۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱) تو اس کا جواب یہ ہے کہ الحمد للہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ استغفار سے ممانعت پہلے کا واقعہ ہے اور والدین کریمین کو زندہ کرنے کا واقعہ بعد کا ہے،

Marfat.com

امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں اسی طرح تحقیق کی ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخ میں۔ جب وہ واپس جانے لگا تو آپ نے اس کو بلا کر فرمایا: میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔
اس حدیث میں باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں (صحیح مسلم الایمان: ۷، ۳۴۴، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۲، مسند احمد ج ۳، ص ۱۱۹)
ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنے کے متعلق جو حدیث ہے وہ موضوع ہے اور وہ قرآن مجید اور اجماع کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (النساء: ۱۸)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آئے اور وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان کی (توبہ مقبول) ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔

پس جو شخص کفر کی حالت میں مر گیا اس کو حشر میں ایمان نفع نہیں دے گا بلکہ عذاب کے مشاہدہ کے وقت بھی اس کو ایمان نفع نہیں دیتا تو دوبارہ زندہ کرنے پر ایمان کیسے نفع دے گا!
حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ نے کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تسلسل اور تواتر سے آپ کی وفات تک ثابت ہوتے رہے ہیں تو آپ کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا آپ پر ایمان لانا بھی آپ کے اکرام اور آپ کے فضائل کے قبیل سے ہے اور آپ کے والدین کریمین کا زندہ کرنا عقلاً اور شرعاً محال نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل کا مقتول زندہ کیا گیا اور اس نے اپنے قاتل کی خبر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے، اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو زندہ کیا اور جب ان کا زندہ ہونا محال نہیں ہے تو زندہ ہو کر آپ پر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے؟ اور سورہ نساء کی آیت: ۱۸ سے جو استدلال کیا گیا ہے کہ جو کفر پر مرے اس کو ایمان نفع نہیں دیتا اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کا غروب ہونے کے بعد طلوع ہونا ثابت ہے، اس کو امام ابوجعفر طحاوی نے ذکر کیا ہے، تو اگر سورج کا غروب ہونے کے بعد طلوع ہونا نافع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سورج کو نہ لوٹاتا، اسی طرح اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے کے لیے نفع بخش نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو زندہ نہ فرماتا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ لیے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کر لیا، اور ظاہر قرآن میں بھی اسی طرح ہے، اور جس طرح قرآن مجید میں ہے:

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔ (البقرۃ: ۱۶۲)
کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔

اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابولہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی تو اس آیت کے عموم میں تخصیص کی گئی ہے، اسی طرح مذکور الصدر دلائل کی بناء پر النساء: ۱۸ میں بھی تخصیص کی جائے گی، اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ والدین کریمین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ایمان لانا پہلے کا واقعہ ہے اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔
(التذکرہ ج ۱، ص ۳۵-۳۷، ملخصاً، مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورۃ، ۱۴۱۷ھ)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے اپنے ماں باپ کو بلند تخت پر بٹھایا، اور وہ سب یوسف کے لیے سجدہ میں گر گئے، اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے، بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا، اور

Marfat.com

بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا جب اس نے مجھ کو قید سے رہائی دی' اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا' اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا' بے شک میرا رب جو چاہتا ہے وہ حسنِ تدبیر سے کرتا ہے' بے شک وہ بے حد علم والا بہت حکمت والا ہےO (یوسف: ۱۰۰)

حضرت یوسف کے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں متعدد اقوال

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سترہ سال کی عمر میں کنوئیں میں ڈالا گیا تھا' اور وہ اپنے باپ سے اسی (۸۰) سال غائب رہے اور اپنے باپ سے ملاقات کے بعد تیئیس (۲۳) سال مزید زندہ رہے اور عزیز مصر کی بیوی کے بطن سے حضرت یوسف کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ افراثیم اور منشا اور رحمت نام کی ایک بیٹی تھی جو حضرت ایوب کی بیوی بنی اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ کے درمیان چار سو سال کی مدت تھی' ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے درمیان تینتیس (۳۳) سال جدائی رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملا دیا۔ امام ابن اسحٰق نے کہا: اٹھارہ سال جدائی رہی' ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹' ص۲۳۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت یوسف کے خواب اور اس کی تعبیر پوری ہونے کے درمیان جو مدت گزری ہے امام ابن جوزی نے اس کے متعلق سات قول ذکر کیے ہیں: ۴۰ سال' ۲۲ سال' ۸۰ سال' ۳۶ سال' ۳۵ سال' ۷۰ سال' ۱۸ سال۔

(زاد المسیر ج ۴' ص ۲۹۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

یہ تمام اقوال ظنی ہیں اور کسی قول کی بنیاد کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں ہے۔

حضرت یوسف کے لیے حضرت یعقوب کے سجدہ کی توجیہات

اس آیت میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف کے ماں باپ حضرت یوسف کے لیے سجدہ میں گر گئے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنا متعدد وجوہ سے موجب اشکال ہے:

(۱) حضرت یعقوب اکابر انبیاء سے ہیں اور حضرت یوسف ہر چند کہ نبی تھے لیکن حضرت یعقوب بلند مرتبہ کے تھے۔

(۲) حضرت یعقوب باپ تھے اور حضرت یوسف بیٹے تھے اور اولاد کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ماں باپ کے سامنے جھکی رہے:

وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ۔ — اور نرم دلی کے ساتھ ان کے لے عاجزی سے جھکنے رہنا۔

(بنی اسرائیل: ۲۴)

دریں صورت ماں باپ کا بیٹے کو سجدہ کرنا عجیب و غریب ہے۔

(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کی بہ نسبت بہت عبادت گزار تھے اور ان سے بہت افضل تھے اور افضل کا مفضول کو سجدہ کرنا بہت عجیب ہے۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان سب نے یوسف کی وجہ سے اللہ کو سجدہ کیا' اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ پھر خواب کیسے سچا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب بھی یہی تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند نے میری وجہ سے اللہ کو سجدہ کیا۔

(۲) حضرت یوسف بمنزلہ کعبہ تھے اور سجدہ اللہ کو تھا۔

(۳) ہر چند کہ حضرت یعقوب ہر لحاظ سے حضرت یوسف سے افضل تھے لیکن انہوں نے اس لیے حضرت یوسف کو سجدہ کیا تاکہ ان کے بھائیوں کو حضرت یوسف کے سامنے سجدہ کرنے میں عار محسوس نہ ہو جیسے ادارہ کا سربراہ کسی شخص کی تعظیم کرے

Marfat.com

تو ادارہ کے باقی ارکان بھی اس کی تعظیم بجالانے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

(۴) ہرچند کہ قیاس اور عقل کا یہی تقاضا ہے کہ حضرت یعقوب حضرت یوسف کو سجدہ نہ کرتے لیکن بعض احکام تعبدی ہوتے ہیں، ان میں عقل کا دخل نہیں ہوتا جیسے تیمم وضو کا قائم مقام ہے جب کہ وضو سے منہ صاف ہوتا ہے اور تیمم میں خاک آلود ہاتھ منہ پر ملے جاتے ہیں، نیز اس میں یہ دکھانا ہے کہ نبی میں نفسانیت بالکل نہیں ہوتی، اللہ باپ کو حکم دیتا ہے کہ بیٹے کو سجدہ کرے اور باپ طمانیت قلب کے ساتھ بیٹے کے لیے سجدہ کرتا ہے اور اس کے دل میں بیٹے کے خلاف کوئی میل نہیں آتا، سو ایسے عظیم بندے کی بندگی پر سلام ہو! سلام ہو حضرت یعقوب پر!!

ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیم کا حرام ہونا

ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیم حرام ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کے لیے سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۵۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۰، کشف الاستار رقم الحدیث: ۱۴۶۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۱۶۲، المستدرک ج ۴، ص ۱۷۲-۱۷۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷، ص ۲۹۱، مسند احمد ج ۴، ص ۳۸۱، کامل ابن عدی ج ۴، ص ۱۳۹۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۲۵۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۱-۳۱۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۷۷۳)

قیامِ تعظیم کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا، وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۷۸۴)

متکبرین اور جبابرہ کی مخالفت اور اپنے رب کے سامنے تواضع کو پسند کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو ناپسند کرتے اور سادگی کے ساتھ بے تکلف ماحول میں رہتے تھے۔

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن الزبیر اور ابن الصفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت معاویہ نے کہا تم دونوں بیٹھ جاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اس سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۶، مسند احمد ج ۴، ص ۹۱، المعجم الکبیر ج ۱۹، رقم الحدیث: ۸۱۹، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۳۳۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تھے، تو ہم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو، وہ بعض، بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۶، مسند احمد ج ۵، ص ۲۵۳)

قیام تعظیم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوسلیمان خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا رئیس فاضل کے لیے اور حاکم عادل کے لیے کھڑے ہونا اور شاگرد کا استاذ کے لیے کھڑے ہونا مستحب ہے

Marfat.com

مکروہ نہیں ہے' اور جس شخص کی صفات ان کے خلاف ہوں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ ہے' اور جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے لیے کھڑے ہونے کا حکم دے اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ ہے' اور بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ عالم کے لیے کھڑے ہونا اور نیک لوگوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا منع نہیں ہے اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا: جو شخص اس سے خوش ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ بیٹھا رہے اور لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ (معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۸' ص ۸۵' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

آنے والے کی تعظیم و تکریم کے متعلق ہمارا مختار یہ ہے کہ اس شخص کیلئے کھڑا ہونا مستحب ہے جس میں علم' نیکی' شرف' اقتدار اور حکومت کی کوئی فضیلت ہو یا وہ رشتہ دار ہو یا عمر میں بڑا ہو' اور اس کیلئے کھڑا ہونا نیکی اور احترام اور اکرام کی وجہ سے ہو نہ کہ ریاکاری یا اس کے تکبر کی وجہ سے ہو' اور ہم نے جس نظریہ کو اختیار کیا ہے یہی سلف اور خلف کا معمول ہے۔

(الاذکار ج ۱' ص ۳۰۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

مصر اور عجم میں یہ عادت ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دوسرے کی تعظیم کے لیے نہ کھڑا ہو تو وہ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے' اسی طرح جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے لیے خم ہوتے ہیں اور جھکتے ہیں اور یہ عادت مستمرہ ہے بلکہ ان کے آباء و اجداد سے یہ رسم چلی آ رہی ہے' خصوصاً جب وہ حکام اور مال داروں سے ملتے ہیں تو خم ہو کر ملتے ہیں (اسی طرح علماء اور مشائخ سے) اور انہوں نے اس معاملہ میں احادیث اور سنن سے بالکل اعراض کر لیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے' کیا وہ اس کے لیے جھک جایا کرے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا وہ اس سے معانقہ کرے اور اس کو بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے کہا: کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۲۸' مسند احمد ج ۳' ص ۱۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۸۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷' ص ۱۰۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے لیے فرمایا:

قوموا الی سید کم وخیر کم۔ اپنے سردار اور نیک آدمی کی طرف کھڑے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۶۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۸)

ہم کہتے ہیں یہ حدیث صرف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرا جواب یہ ہے حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے اور دراز گوش پر سوار ہو کر آ رہے تھے اور آپ نے لوگوں سے کہا ان کو دراز گوش سے اتارنے کے لیے کھڑے ہوں اور کسی بڑے آدمی کی تعظیم کے لیے اس وقت کھڑے ہونا جائز ہے جب وہ اپنی تعظیم سے خوش نہ ہو' اگر وہ اپنی تعظیم سے خوش ہو تو پھر اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کے لیے حدیث میں دوزخ کے عذاب

Marfat.com

کی وعید ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹، ص:۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ وہ تعظیم کا مستحق ہو۔ قنیہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہو یا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو اور کوئی شخص آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ تعظیم کا مستحق ہو۔ مشکل الآثار میں مذکور ہے دوسرے کے لیے کھڑے ہونا بعینہ مکروہ نہیں ہے، جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس کے لیے لوگ کھڑے ہوں اس کے لیے کھڑے ہونا مکروہ ہے، اور جس کے لیے قیام نہیں کیا جاتا اگر اس کے لیے قیام کیا جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ ابن وہبان نے کہا ہمارے زمانہ میں مناسب یہ ہے کہ یہ فتویٰ دیا جائے کہ جس شخص کے متعلق یہ علم ہو کہ اگر اس کے لیے قیام نہ کیا جائے تو وہ کینہ، بغض اور عداوت رکھے گا خصوصاً جس جگہ کسی شخص کے لیے کھڑے ہونے کا معمول ہو اس شخص کے لیے کھڑے ہونا مستحب ہے، اور جن احادیث میں قیام پر عذاب کی وعید ہے وہ ایسے قیام کے متعلق ہے جیسا ترکوں میں اور عجمیوں میں رواج تھا (یعنی ایک سردار بیٹھا ہو اور دوسرے اس کی تعظیم کے لیے صف بہ صف کھڑے ہوں) میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ **عنایہ وغیرہ میں مذکور ہے** کہ شیخ حکیم ابو القاسم کے پاس کوئی دولت مند آتا تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور فقراء اور طلبہ کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا دولت مند مجھ سے تعظیم کی توقع رکھتا ہے، اگر میں اس کے لیے نہیں کھڑا ہوں گا تو وہ مجھ سے بغض رکھے گا اور فقراء اور طلبہ صرف سلام کے جواب کی توقع رکھتے ہیں اور اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ میں ان سے علمی باتیں کروں۔ (رد المحتار ج۵، ص ۲۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

آنے والے کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو عادات، خصائل اور شمائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی مجلس میں بٹھاتے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۸۷۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۲۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۹۵۳، المعجم الکبیر ج۲۲ رقم الحدیث:۱۰۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ج۷، ص۱۰۱)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے حجرے میں تھے۔ انہوں نے آکر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ پشت تہبند گھسیٹتے ہوئے اس کے (استقبال کے) لیے کھڑے ہوئے اور میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ پشت نہیں دیکھا (حضرت ام المومنین کا مطلب ہے کہ انہوں نے کسی اور کے لیے آپ کو برہنہ پشت استقبال کرتے ہوئے نہیں دیکھا) پھر آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو گلے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۷۳۲، کتاب الضعفاء للعقیلی ج۴، ص ۴۲۸)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن وہ مکہ سے بھاگ گئے تھے حتیٰ کہ ان کی بیوی ام حکیم بنت الحارث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لیے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو مامون قرار دے دیا، وہ یمن جا کر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے اکرام کے لیے

Marfat.com

کھڑے ہوگئے اور ان کو گلے لگایا اور فرمایا: ہجرت کرنے والے سوار کو خوش آمدید ہو۔
(المعجم الکبیر ج ۱۷، ص ۳۷۳، رقم الحدیث: ۱۰۲۱، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۳۸۵، اسد الغابہ ج ۴، ص ۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت یوسف نے کہا) اے میرے رب تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا O (یوسف: ۱۰۱)

دعا میں سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس چوبیس سال رہے، پھر ان کی وفات ہوگئی، انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو شام میں ان کے والد کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت یوسف ان کی میت کو لے کر خود شام گئے، پھر مصر لوٹ آئے اور اس کے بعد تیئس سال تک زندہ رہے، پھر جب انہوں نے جان لیا کہ انہوں نے ہمیشہ نہیں رہنا اور بہرحال اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو انہوں نے یہ دعا کی۔
(غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴، ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے سے پہلے اس کی حمد و ثنا کرنی چاہیے اور اس کی نعمتوں کا بیان کرنا چاہیے اس کے بعد اپنا سوال کرنا چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے جد کریم سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی طرح دعا کی تھی:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ O وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ O وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ O وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ O وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ O رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ O وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ O وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ O وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ O وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ O یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ O (الشعراء: ۸۸-۷۸)

جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے O اور جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے O اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے O اور جو مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ فرمائے گا O اور جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (ظاہری) خطائیں معاف فرما دے گا O اے میرے رب! مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ واصل کر دے O اور میرے بعد آنے والی نسلوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ O اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے O اور میرے (عرفی) باپ کی مغفرت فرما بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا O اور مجھے حشر کے دن شرمندہ نہ کرنا O جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ بیٹے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں کی ہیں، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ہے پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے، میں یہاں صرف ایک مثال پیش کر رہا ہوں:
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو اٹھے تو یہ کہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ وحدہ لاشریک ہے، اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر

Marfat.com

ہے۔ الحمد للہ' سبحان اللہ' ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر' اور گناہوں سے باز آنا اور عبادت کی طاقت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں' اس کے بعد یہ کہے: اے اللہ! مجھے بخش دے یا جو بھی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو گی' پھر اگر اس نے وضو کیا تو اس کی نماز قبول ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۷۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۰۴۹' دار ارقم)

موت کی دعا کرنے کے متعلق امام رازی کا نظریہ

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی دعا کی اور انہوں نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رب سے ملنے کی دعا کی اور ان سے پہلے کسی نبی نے موت کی دعا نہیں کی' اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ ہر صاحب عقل زندگی کے مقابلہ میں موت کو ترجیح دے گا' کیونکہ دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں' دنیا کی بڑی لذتیں کھانے' جماع کرنے اور حکومت اور اقتدار میں ہیں۔ کھانے کی لذت بہت عارضی ہے بس جتنی دیر انسان لقمہ چباتا ہے' حلق سے لقمہ نگلنے کے بعد کوئی لذت باقی نہیں رہتی' اور لذت جماع بھی بہت عارضی ہے اور اس کے نتیجہ میں بال بچوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں انسان تاحیات مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور حکومت اور اقتدار کی لذت کے ساتھ ان گنت مسائل' پریشانیاں اور خطرات ہیں اور جب صاحب عقل ان معانی پر غور کرے گا تو وہ یہی تمنا کرے گا کہ حیات جسمانیہ زائل ہو جائے۔ امام رازی فرماتے ہیں: میرا بھی یہی حال ہے' میں جسمانی لذات کے معائب سے واقف ہوں اور میں چاہوں تو ان کے عیوب بیان کرنے میں بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتا ہوں اور اب اکثر اوقات میں' میں حضرت یوسف کی' کی ہوئی دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۱۷۔ ۵۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

موت کی دعا کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں امام رازی کے علوم و معارف اور ان کی نکتہ آفرینیوں کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا' میں ان کی تحقیقات اور تدقیقات سے استفادہ کرتا ہوں' ان کے دسترخوان علم کا ایک ادنیٰ ریزہ خوار ہوں اور ان کا روحانی شاگرد ہونا اپنے لیے باعث فخر گردانتا ہوں' اس کے باوجود بصد ادب مجھے امام رازی کی اس تحقیق سے اختلاف ہے' میرے نزدیک موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی تھی اور نہ اس کی دعا کی تھی بلکہ ان کی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! جب تو میری روح کو قبض فرمائے تو حالت اسلام پر میری روح کو قبض فرمانا' اس میں مرنے کی دعا نہیں ہے بلکہ تاحیات اسلام پر جینے کی دعا ہے۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اے اللہ! مجھ سے اسلام کو سلب نہ کرنا حتیٰ کہ تو مجھے موت عطا کرے' اور ابن عقیل کہتے تھے کہ حضرت یوسف نے موت کی تمنا نہیں کی تھی' انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ان کی موت صفت اسلام پر آئے اور اس دعا کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تو مجھے موت عطا فرمائے تو حالت اسلام پر موت عطا فرمانا۔ (زاد المسیر ج ۴' ص ۲۹۲' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے

Marfat.com

لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۷۱، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۱۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۵، مسند احمد ج ۳، ص ۱۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے، جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیک شخص ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ توبہ کرلے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۳۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۱۸)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو خود اکابر انبیاء میں سے ہیں اور صالحین کا اطلاق تو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ان سے کم مرتبہ کے لوگوں پر بھی ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ صالحین سے حضرت یوسف کی مراد ہے ان کے آباء کرام، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین

امام عبد الرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہوذا کو وصیت کی اور فوت ہو گئے، ان کی تدفین میں لوگوں نے نزاع کیا۔ حضرت یوسف کی برکت کے حصول کے لیے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف کو دفن کیا جائے، پھر انہوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ حضرت یوسف کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے، پھر انہوں نے لکڑی کے ایک صندوق میں حضرت یوسف کو دفن کر دیا، پھر حضرت یوسف کا صندوق وہیں رہا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے روانہ ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اس صندوق کو لے گئے اور اس صندوق کو کنعان کی سرزمین میں دفن کر دیا۔ حسن بصری نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام جب فوت ہوئے تو ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔
(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۹۲، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی اور وہ ۸۰ سال اپنے باپ سے غائب رہے اور حضرت یعقوب سے ملاقات کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، اس کے بعد امام بغوی نے امام ابن جوزی کی طرح تدفین کا واقعہ بیان کیا ہے۔
(معالم التنزیل ج ۲، ص ۳۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف کا تابوت نکالنا

امام عبد الرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا

Marfat.com

کر کہا: اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لیے زاد راہ ہے' اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا' اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا' لیکن انہوں نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا' انہوں نے حضرت یوسف کے متعلق معلوم کیا کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے تو صرف ایک بوڑھی عورت کو اس کا پتا تھا' اس کا نام شارح بنت شیر بن یعقوب تھا' اس نے حضرت موسیٰ سے کہا میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتا بتاؤں گی۔ اس نے کہا ایک شرط تو یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں میں جوان ہو جاؤں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: منظور ہے۔ اس نے کہا دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ آپ پر وحی ہوئی کہ اس شرط کو بھی مان لو تو آپ نے مان لیا۔ پھر اس بڑھیا نے اس صندوق کی رہنمائی کی تو حضرت موسیٰ نے اس صندوق کو نکال لیا۔ وہ عورت جب ۵۲ سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کی جسامت ۳۲ سال کی ہو جاتی' اس نے ۱۶۰۰ یا ۱۴۰۰ سال کی عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اس سے شادی کی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷' ص ۲۲۰۵' رقم الحدیث: ۱۲۰۱۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث کو امام ابن اسحٰق اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۴' ص ۵۹۲-۵۹۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا

امام حافظ احمد بن علی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا' آپ نے اس کی عزت افزائی کی اور فرمایا: ہمارے پاس آؤ' وہ آیا آپ نے اس سے فرمایا: تم اپنی حاجت بیان کرو۔ اس نے کہا: مجھے سواری کے لیے ایک اونٹنی چاہیے اور بکریاں چاہئیں جن کا ہم دودھ دوہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بنو اسرائیل کی بڑھیا کی طرح ہونے سے بھی عاجز ہو؟ آپ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کے علماء نے کہا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے ہم سے (یعنی ہمارے آباء واجداد سے) یہ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس پر قسم لی تھی کہ ہم مصر سے اس وقت تک روانہ نہیں ہوں گے جب تک ان کی نعش کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: ان کی قبر کی جگہ کس کو معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلوایا پس وہ آئی' حضرت موسیٰ نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف کی قبر بتاؤ۔ اس نے کہا اس وقت تک اس کا پتا نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ آپ میری ایک درخواست منظور نہ کریں۔ آپ نے پوچھا: تمہاری کیا درخواست ہے؟ اس نے کہا: میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں! حضرت موسیٰ کو یہ ماننا ناگوار ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ اس کی درخواست منظور کر لیں! تو وہ آپ کو دریائے نیل کی اس جگہ پر لے گئی جہاں کا پانی متغیر ہو چکا تھا' اس نے کہا: یہاں سے پانی نکالو' انہوں نے وہاں سے پانی نکالا۔ اس نے کہا: یہاں کھدائی کرو' کھدائی کے بعد وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش برآمد کی' جب انہوں نے حضرت یوسف کی نعش اوپر اٹھائی تو ان کو گمشدہ راستہ روز روشن کی طرح مل گیا۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۱۳' ص ۲۳۷-۲۳۶' رقم الحدیث: ۷۲۵۴' مطبوعہ دار الثقافت العربیہ' ۱۴۱۳ھ)

Marfat.com

حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے کہ مسند ابویعلیٰ کی حدیث کے راوی صحیح ہیں اور اسی وجہ سے میں نے اس حدیث کو درج کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۷۱-۱۷۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ، موارد الظمآن ج ۲، رقم الحدیث: ۲۴۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(المستدرک ج ۲، ص ۵۷۲-۵۷۱، علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے، حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے: المطالب العالیہ ج ۳ رقم الحدیث: ۳۴۶۲)

امام ابوحاتم محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان ج ۲، ص ۵۰۱-۵۰۰، رقم الحدیث: ۷۲۳)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۶، ص ۳۰۳-۳۰۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

امام ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا، اگر آپ کا ارادہ اسے کرنے کا ہوتا تو فرماتے ہاں! اور اگر آپ کا ارادہ نہ کرنے کا ہوتا تو آپ خاموش رہتے، اور آپ کسی کام کے متعلق "نہ" نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کچھ سوال کیا، آپ خاموش رہے، اس نے پھر سوال کیا آپ خاموش رہے، پھر اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے اسے گویا جھڑکنے کے انداز میں فرمایا: اے اعرابی مانگ کیا چاہتا ہے؟ ہمیں اس پر رشک آیا اور ہم نے گمان کیا کہ اب وہ جنت کا سوال کرے گا۔ اس نے کہا میں آپ سے ایک سواری کا سوال کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گی، پھر فرمایا: سوال کرو، اس نے کہا: میں اس کے پالان کا سوال کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گا، پھر فرمایا: سوال کرو، اس نے کہا: میں آپ سے سفر خرچ کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گا۔ حضرت علی نے کہا: ہمیں اس پر بہت تعجب ہوا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اعرابی نے جن چیزوں کا سوال کیا وہ اس کو دے دو، پھر اس کو وہ چیزیں دے دی گئیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اعرابی کے سوال میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پار جانے کا حکم ہوا تو آپ کے پاس سواری کے لیے جانور لائے گئے، وہ جانور سمندر کے کنارے تک پہنچے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پھیر دیئے اور خود بخود پلٹ آئے، حضرت موسیٰ نے کہا: اے رب! یہ کیا ماجرا ہے؟ حکم ہوا کہ تم یوسف کی قبر کے پاس ہو، اس کی نعش کو اپنے ساتھ لے جاؤ وہ قبر ہموار ہو چکی تھی اور حضرت موسیٰ کو پتا نہیں تھا کہ وہ قبر کہاں ہے؟ پھر حضرت موسیٰ نے لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی کو پتا ہے، وہ قبر کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: اگر کوئی جاننے والا ہے تو وہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے، اس کو معلوم ہے کہ وہ قبر کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس بڑھیا کو بلوایا، جب وہ پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ نے کہا: کیا تم کو حضرت یوسف کی قبر کا علم ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت موسیٰ نے کہا: ہمیں بتاؤ۔ اس نے کہا نہیں! اللہ کی قسم! جب تک تم میرا سوال پورا نہیں کرو گے! حضرت موسیٰ نے کہا: بتاؤ تمہارا کیا سوال ہے؟ اس بڑھیا نے کہا: میں یہ سوال کرتی ہوں کہ جنت کے جس درجہ میں تم رہو گے، اسی درجہ میں، میں رہوں! حضرت موسیٰ نے کہا: صرف جنت کا سوال کرو۔ اس نے کہا:

Marfat.com

نہیں! اللہ کی قسم! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ میں تمہارے ساتھ جنت میں تمہارے درجہ میں نہ رہوں! حضرت موسیٰ اس کو ٹالتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: اس کو وہ درجہ دے دو اس سے تم کو کوئی کمی نہیں ہوگی! حضرت موسیٰ نے اس کو جنت کا وہ درجہ دے دیا، اس نے قبر بتائی اور وہ حضرت یوسف کی نعش لے کر سمندر کے پار گئے۔ (مکارم الاخلاق ج ۲، ص ۶۲۶، رقم الحدیث: ۶۶۹، مطبوعہ مطبع المدنی مصر، ۱۴۱۱ھ)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۸، ص ۳۷۷-۳۷۶، رقم الحدیث: ۷۷۶۳، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض، ۱۴۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰، ص ۱۷۱) امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۱، ص ۵۱۶، رقم الحدیث: ۳۲۴۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ان حدیثوں کے اہم اور نمایاں فوائد میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ جس شخص کو جو چاہیں عطا کر دیں، کیونکہ آپ نے فرمایا: مانگ اے اعرابی جو چاہتا ہے، اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا سوال کرنے کی ترغیب دی، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تم میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا میں کتنا فرق ہے! اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی اس پیرزن کو جنت میں اپنا درجہ عطا فرما دیں، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف جنت عطا کرنے کی نسبت فرمائی اور یہ کہ صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت تک عطا کرنے کا اختیار تھا، اسی طرح بنی اسرائیل کی اس پیرزن کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اپنا درجہ بھی عطا فرما سکتے ہیں، اور یہ کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں خواہ جنت ہو، ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا شرک نہیں ہے، ان حدیثوں میں قبر سے نعش نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے کا بھی ذکر ہے، سو اب ہم اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہیں۔

دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی تحقیق

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری پھوپھی میرے والد کی نعش لے کر آئیں تاکہ وہ ان کو ہمارے قبرستان میں دفن کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے ندا کی کہ شہداء کو ان کی قتل گاہوں میں ہی لوٹا دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۶۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۱۰، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۵، مسند احمد ج ۳، ص ۲۹۷، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۷۰۴)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی ہے شہداء کو ان کے مقتل سے منتقل نہ کرو، بلکہ ان کو وہیں دفن کر دو جہاں ان کو قتل کیا گیا تھا، اسی طرح جو آدمی کسی جگہ طبعی موت مر جائے اس کو دوسرے شہر نہ منتقل کیا جائے۔ الازھار میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر وجوب کے لیے ہے، کیونکہ جب میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا تو غالب یہ ہے کہ اس کا جسم متغیر ہو چکا ہوگا، البتہ اگر کوئی ضرورت ہو تو پھر میت کو منتقل کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے: امام مالک روایت کرتے ہیں: حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما کی قبروں کو سیلاب نے اکھاڑ دیا تھا، ان کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں، یہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے، یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے، جب ان کے جسموں کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا، یوں

Marfat.com

لگتا تھا جیسے وہ کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا' اس کو اسی طرح دفن کیا گیا تھا' اس کے ہاتھ کو اس کے زخم سے ہٹا کر جب چھوڑا گیا تو وہ پھر اپنے زخم پر آ گیا۔ جنگ احد اور قبر کھودنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ١٠٢٣' الجہاد: ٥٠' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴' ص ٥٨-٥٧' مطبوعہ ملتان)

امام ابن ہمام نے کہا ہے کہ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد قبر کو کھودا نہ جائے' خواہ مدت کم گزری ہو یا زیادہ' ماسوا عذر کے' اور التجنیس میں مرقوم ہے کہ عذر یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کو غصب شدہ زمین میں دفن کر دیا گیا ہو یا اس زمین پر کسی نے شفعہ کر دیا ہو' یہی وجہ ہے کہ بکثرت صحابہ کو ارض حرب (دشمن اسلام کی زمین) میں دفن کر دیا گیا پھر ان کو ان کے وطنوں میں نہیں لوٹایا گیا' اسی طرح اگر کسی شخص کا قیمتی کپڑا' اس کی رقم اور کوئی قیمتی چیز قبر میں گر گئی تو اس کو نکالنے کے لیے قبر کو کھودنا جائز ہے' اور تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کا بیٹا اس کی غیر موجودگی میں کسی اور شہر میں دفن کر دیا گیا اور وہ اس کے فراق پر صبر نہیں کر سکتی تب بھی اس کو یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اس کو اپنے شہر میں منتقل کر کے دفن کر دے اور اگر کوئی شخص بغیر غسل کے یا بغیر نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو اس فرض کی تلافی کے لیے بھی اس کو قبر سے نکالنا جائز نہیں ہے' ہاں دفن سے پہلے اس کو ایک یا دو میل کے فاصلہ تک منتقل کرنا جائز ہے' کیونکہ اتنا فاصلہ تو قبرستان تک بھی ہوتا ہے۔ (یہ ملا علی قاری نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے کہا' اب ایک شہر میں کسی قبرستان میں بھی دفن کرنا جائز ہے) امام سرخسی نے کہا ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے' اور مستحب یہ ہے کہ ہر شخص کو اسی قبرستان میں دفن کیا جائے' حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر شام میں فوت ہوئے تھے پھر ان کی میت کو مدینہ لایا گیا تو حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی زیارت کرتے ہوئے فرمایا: اگر تمہارا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں تم کو وہیں دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی' پھر التجنیس میں مذکور ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے تھے اور ان کی میت شام منتقل کی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بہت عرصہ کے بعد مصر سے شام منتقل کیا تاکہ ان کی قبر ان کے آباء کرام کے ساتھ ہو' التجنیس کی عبارت ختم ہوئی۔ ملا علی قاری اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ یہ ہم سے پہلے کی شریعت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہم پر حجت نہیں ہے' اور شریعت سابقہ اس وقت حجت ہوتی ہے جب اس کے خلاف قرآن اور حدیث میں کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ شہداء کو وہیں دفن کرو جہاں وہ قتل ہوئے تھے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کو کسی عذر کی وجہ سے شام منتقل کیا گیا ہو' اور صاحب التجنیس نے گناہ کی نفی کی ہے کراہت کی نفی نہیں کی اور اس مسئلہ میں میت کو منتقل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور وہ خلاف اولیٰ ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر خلاف اولیٰ بھی نہیں۔ (صحیح یہ ہے کہ بلا عذر میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا مکروہ تحریمی ہے) صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ دفن سے پہلے اگر میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کسی فائدہ کی وجہ سے منتقل کر دیا جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے مثلاً حرم شریف کے قرب کی وجہ سے منتقل کیا جائے' یا کسی نبی یا ولی کے قرب کی وجہ سے منتقل کیا جائے یا اس لیے کہ اس کے رشتہ داروں کو اس قبر کی زیارت میں سہولت ہو۔ (مرقات ج ۴ ص ٧٣-٧٢' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ١٣٩٠ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ دفن سے پہلے میت کو ایک شہر سے کسی دوسرے شہر میں کسی فائدہ اور مصلحت کی بنا پر منتقل کرنا بلا کراہت جائز ہے اور بے فائدہ اور بغیر کسی مصلحت کے میت کو منتقل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور دفن کے بعد کسی عذر کی بنا پر دوسری جگہ میت کو منتقل کرنا بھی جائز ہے اور بغیر کسی ضرورت یا عذر کے دفن کے بعد میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن

Marfat.com

کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
قاضی خاں متوفی ۲۹۵ھ نے لکھا ہے کہ بغیر عذر کے قبر کھود کر میت کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔
(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱، ص ۱۹۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۰ھ)
شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰-۸۰۸ میں بھی ہم نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں، اور جب برادران یوسف اپنی سازش پر متفق ہو رہے تھے اور اپنی سازش پر عمل کر رہے تھے تو اس وقت آپ ان کے پاس موجود نہ تھے○ (یوسف: ۱۰۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

اس آیت سے مقصود یہ بتانا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس مفصل واقعہ کی خبر دینا، غیب کی خبر ہے، اس لیے یہ آپ کی نبوت کا معجزہ ہے اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے، اور اہل مکہ کو علم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور نہ کسی عالم کی شاگردی اختیار کی ہے نہ اہل علم کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور نہ مکہ علماء کا شہر تھا، اس کے باوجود آپ کا حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو بغیر کسی غلطی اور تحریف کے اور کسی سے پڑھے اور سنے بغیر بیان کر دینا، آپ کا معجزہ ہے او ر اس پر دلیل ہے کہ آپ پر اللہ کا کلام نازل ہوا ہے، پھر مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے خلاف سازشیں کر رہے تھے تو آپ ان کے ساتھ نہ تھے، پھر آپ نے ان تمام واقعات کو کیسے جان لیا! اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر آپ کو ان واقعات کا علم نہیں ہو سکتا تھا پس ثابت ہوا کہ آپ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور یہی آپ کی نبوت ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں○ اور آپ ان سے اس (تبلیغ دین) پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتے، یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے○ (یوسف: ۱۰۴-۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
قریش اور یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ دریافت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تفصیل سے یہ واقعات بیان فرمائے، آپ کو امید تھی کہ سورہ یوسف کو سن کر یہ لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن آپ کی یہ امید پوری نہ ہوئی اور آپ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رنج زائل کرنے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۲۹۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)
اس دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں توحید، رسالت، مبدء اور معاد کے دلائل ہیں اور نیک کاموں کی نصیحت ہے۔ قرآن مجید رشد و ہدایت کے مضامین پر مشتمل ہے، آپ کا منصب دولت کمانا نہیں ہے اور نہ آپ نے اس کی کبھی خواہش کی ہے، آپ کی کوشش تو صرف یہ ہے کہ لوگ ہدایت پر آجائیں اور وہ اُخروی فلاح کو حاصل کر لیں۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ

آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں جن سے لوگ منہ پھیرتے

Marfat.com

عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ

ہوئے گزر جاتے ہیں ○ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک

مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ

ہی کرتے ہیں ○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان کے اوپر اللہ کا ایسا عذاب آجائے جو ان کا

اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ

مکمل احاطہ کرلے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ○ آپ کہیے

هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ

وقف النبي صلى الله عليه وسلم

کہ یہ میرا راستہ ہے، میں پوری بصیرت کے ساتھ (لوگوں کو) اس کی طرف بلاتا ہوں، اور میرے پیروکار بھی (اس کی طرف بلاتے ہیں)

وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا

اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں ○ اور ہم نے آپ سے پہلے

مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۗ

صرف مردوں کو رسول بنایا ہے۔ جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے وہ بستیوں کے رہنے والے تھے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تو یہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ

کیسا انجام ہوا، بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ

تو کیا تم نہیں سمجھتے ○ حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے

قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ

جھوٹ بولا گیا تھا تو رسولوں کے پاس ہماری مدد آگئی سو جس کو ہم نے چاہا وہ بچا لیا گیا اور

Marfat.com

بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ

مجرموں کی قوم سے ہمارا عذاب دور نہیں کیا جاتا ○ بے شک ان کے قصوں میں

عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے، یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے بلکہ

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى

یہ ان کتابوں کا مصدق ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾ ع

مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○

ع ۱۲ / ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں، جن سے لوگ منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں○ (یوسف: ۱۰۵)

آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں

آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر بہت نشانیاں ہیں جن پر لوگ غور نہیں کرتے۔ اس کائنات میں ہمیں جو سب سے عظیم چیز نظر آتی ہے وہ سورج ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مقرر نظام کے تحت طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی عظیم قادر و قیوم کے نظام کے تابع اور مسخر ہے، اور جس عظیم قادر اور قیوم نے اس کائنات کی سب سے عظیم چیز کو اپنے نظام کے مسخر اور اپنے احکام کے تابع کیا ہوا ہے، وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کو چلانے والا ہے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ زمین میں زرعی پیداوار، حیوانوں اور انسانوں کی تولید اور نشوونما کا نظام واحد ہے اور اس نظام کی وحدت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا اور اس نظام کو چلانے والا بھی واحد ہے، غرض آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے وجود اور اس کی وحدت پر بہت نشانیاں ہیں لیکن لوگ اس پر غور نہیں کرتے اور ان سے منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں○ (یوسف: ۱۰۶)

ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق

حسن، مجاہد، عامر اور شعبی نے کہا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یہ مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اور تمام کائنات کا خالق ہے، اس کے باوجود وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ عکرمہ نے کہا: انہی لوگوں کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (الزخرف: ۸۷)

اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں!

Marfat.com

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (العنکبوت: ۶۱)

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے' اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں!

حسن نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں' وہ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہود عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ شرک ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زبان سے ایمان لاتے تھے اور ان کے دل میں کفر تھا۔

حسن سے یہ روایت بھی ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور جب اللہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو وہ پھر شرک کرنے لگتے ہیں:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○

(الانعام: ۶۴-۶۳)

آپ پوچھیے کہ تمہیں سمندروں اور خشکی کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو' اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکرگزاروں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہیے کہ تمہیں اس مصیبت سے اور ہر سختی سے اللہ ہی نجات دیتا ہے پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو!○

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود نعمتوں کا اسناد اسباب کی طرف کرتے ہیں' مسبب الاسباب کی طرف نہیں کرتے مثلاً کسی کو بیماری سے شفا ہو جائے تو کہتا ہے فلاں دوا سے یا فلاں ڈاکٹر کے علاج سے وہ شفایاب ہو گیا ہے' یہ نہیں کہتا کہ اسے اللہ نے شفا دی ہے!

اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ مصائب اور شدائد میں بھی اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے' وہ مشائخ اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کی نذر اور ان کی منتیں مانتے ہیں! ہرچند کہ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا اس عقیدہ سے جائز ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں اور یہ شرک نہیں ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے اور بزرگوں کے وسیلہ سے اپنی حاجت برآری کے لیے دعا کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اذا سئلت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله۔

جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶' مسند احمد ج ۱' ص ۳۰۷' ۳۰۳' ۲۹۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۸۹' ۱۲۹۸۸' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۴۲۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۸۴' العقیلی ج ۳' ص ۵۳' الآجری' رقم الحدیث: ۱۹۸' المستدرک ج ۳' ص ۵۴۱' حلیۃ الاولیاء ج ۱' ص ۳۱۴' الآداب للبیہقی رقم الحدیث: ۱۰۷۳)

اور نذر عبادت مقصودہ ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی نذر اور منت ماننا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے اوپر اللہ کا ایسا عذاب آ جائے جو ان کا

Marfat.com

مکمل احاطہ کر لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو○ (یوسف: ۱۰۷)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے، اور وہ غیر اللہ کی عبادت پر ڈٹے رہتے ہیں، کیا ان کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب آ جائے جو ان کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لے یا اسی حال میں ان پر اچانک قیامت آ جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو دائمی عذاب کے لیے دوزخ میں ڈال دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں پوری بصیرت کے ساتھ (لوگوں کو) اس کی طرف بلاتا ہوں، اور میرے پیروکار بھی (اس کی طرف بلاتے ہیں) اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں○ (یوسف: ۱۰۸)

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم! آپ ان مشرکین سے کہئے کہ میں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں، یہی میرا طریقہ اور میری سنت ہے، اسی طریقہ پر چل کر انسان جنت اور اخروی نعمتوں کو حاصل کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ اسلام کی دعوت دینی چاہیے اور علماء کرام جو دین کی تبلیغ کرتے ہیں وہ اللہ کے بندوں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین اور سفیر ہیں، اس کے بعد فرمایا: اللہ پاک ہے یعنی مشرکین جو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں اللہ کا شریک ہے، فلاں اللہ کا بیٹا ہے، فلاں اللہ کا مددگار ہے اور ایسی ہی دوسری خرافات، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے اور برتر اور بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا ہے، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے وہ بستیوں کے رہنے والے تھے، کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تو یہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے۔ (یوسف: ۱۰۹)

نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہ کا ازالہ

منکرین نبوت یہ کہتے تھے کہ اللہ نے اگر کوئی رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیج دیتا، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے تھے کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہیں، یہ کیسے نبی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو رسول بنایا ہے، کسی جن یا فرشتہ کو یا عورت کو رسول نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بستیوں کے رہنے والے تھے، اس سے مراد ہے کہ وہ شہروں کے رہنے والے تھے، کیونکہ جنگلوں اور دیہاتوں کے رہنے والے عموماً سخت دل اور غیر مہذب ہوتے ہیں اور عقل و فہم سے عاری ہوتے ہیں اور شہروں کے رہنے والے عموماً عقل مند، بردبار اور مہذب ہوتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جنگلیوں اور دیہاتیوں میں سے کوئی نبی بھیجا اور نہ عورتوں میں سے اور نہ جنوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا، کیونکہ زمین میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم مدین اور قوم لوط پر عذاب کے آثار موجود ہیں، اگر یہ ان علاقوں میں سفر کرتے تو دیکھ لیتے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوتا ہے۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے: ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو رسول بنایا ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ عقیدہ غلط ہے کہ نبی کا مادہ خلقت نور ہوتا ہے، کیونکہ نور مرد یا عورت نہیں ہوتا، تمام انبیاء علیہم السلام نوع انسان سے مبعوث کیے گئے اور وہ سب مرد تھے اور وہ سب نور ہدایت ہیں البتہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نور حسی سے بھی وافر حصہ ملا تھا، جب آپ مسکراتے تو آپ کے دانتوں کی جھریوں سے نور کی شعاعیں سی دکھائی دیتی تھیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا تو رسول کے پاس ہماری مدد آگئی، سو جس کو ہم نے چاہا وہ بچالیا گیا اور مجرموں کی قوم سے ہمارا عذاب دور نہیں کیا جاتا○ (یوسف: ۱۱۰)

وظنوا انہم قد کذبوا کی توجیہات

اس آیت میں لفظ کذبوا کی قراءت دو طرح سے منقول ہے: ایک وجہ ہے کذبوا ذال پر تشدید کے بغیر اور دوسری وجہ ہے کذبوا ذال پر تشدید کے ساتھ۔ عاصم، حمزہ اور کسائی کی پہلی قراءت ہے اور باقی قراء کی دوسری قراءت ہے۔

اگر یہ لفظ بغیر تشدید کے پڑھا جائے تو اس کا نائب فاعل رسولوں کی امتیں ہیں، اور اس صورت میں اس کے دو محمل ہیں:

(۱) جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے اور قوم نے یہ گمان کرلیا کہ رسولوں نے ان سے جو مدد اور کامیابی کا وعدہ کیا تھا وہ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا تو اچانک ہماری مدد آپہنچی۔ یہ تفسیر مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۲۱۹) امام ابن جریر نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اور ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ المتوفی ۱۴۰۶ھ کا ترجمہ بھی اسی روایت پر مبنی ہے۔

(۲) رسولوں نے مایوس ہو کر یہ گمان کرلیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ جھوٹا تھا تو ہماری مدد آپہنچی۔ ابن ابی ملیکہ نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ رسل بشر تھے اور ضعیف تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۲۲۷) ابن جریج نے کہا: میں بھی اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی:

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ (البقرہ: ۲۱۴) حتیٰ کہ رسول اور ایمان والوں نے کہا اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو اللہ کی مدد قریب ہے۔

ابن جریج نے کہا: ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ رسول کمزور تھے، انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۲۲۸)

اس روایت کی توجیہ عنقریب آئے گی۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا یہ گمان ضعف بشریت کی وجہ سے تھا، مگر یہ بہت بعید ہے کیونکہ عام مومن کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا ہے، بلکہ اس گمان کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا، تو رسولوں کے حق میں یہ کس طرح جائز ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی نے اس روایت کو رد کردیا ہے، اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کذبوا تشدید کے ساتھ ہو اور ظن بہ معنی یقین ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا کہ رسولوں نے یہ یقین کرلیا کہ ان کی امتوں نے ان کی تکذیب کردی ہے اور اب وہ ایمان نہیں لائیں گے، تب انہوں نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو ملیامیٹ کردیا۔

اور اگر اس آیت میں ظن بہ معنی گمان ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے

Marfat.com

مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے کہ رسولوں نے کافروں پر جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ عذاب اب تک نہیں آیا' اور جب رسولوں نے اپنی امتوں کے متعلق یہ گمان کیا تو کافروں پر عذاب آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور مومنوں کو اس عذاب سے بچا لیا اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی جو تاویل کی ہے وہ بہت عمدہ تاویل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٥٢١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے سوال کیا کہ یوسف: ١١٠ میں لفظ کذبوا تشدید کے ساتھ ہے یا بغیر تشدید کے' حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی (یعنی یہ لفظ تشدید کے ساتھ ہے) پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان کو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور یہ ان کا گمان نہیں تھا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے عروہ! انہیں اس کا یقین تھا۔ عروہ نے کہا: شاید یہ لفظ بغیر تشدید کے ہو (یعنی انبیاء علیہم السلام نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا) حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! رسول اپنے رب کے ساتھ یہ گمان نہیں کر سکتے اور رہی یہ آیت تو یہ رسولوں کے پیروکار تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور جب ان تک اللہ کی مدد پہنچنے میں دیر ہو گئی' حتیٰ کہ رسولوں کی امتوں میں سے جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی وہ اللہ کی مدد آنے سے مایوس ہو گئے اور رسولوں نے یہ گمان کر لیا کہ اب ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو اللہ کی مدد آ گئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٣٨٩)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کی چار توجیہات پیش کی گئی ہیں: کذبوا بغیر تشدید کے جو پڑھا گیا ہے اس کی دو توجیہات ہیں: پہلی توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' یہ صحیح توجیہ ہے اور دوسری توجیہ کا خلاصہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' یہ باطل توجیہ ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو رد کر دیا ہے اور امام رازی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ اور اگر کذبوا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی بھی دو توجیہات ہیں: پہلی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی امتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے' اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے' یہ حضرت ام المومنین کی توجیہ ہے اور یہ سب سے بہترین توجیہ ہے۔

اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی لغزش

شیخ محمود حسن متوفی ١٣٣٩ھ نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے:

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا ہم نے جن کو چاہا۔

اور شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٤ھ نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے:

یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی' ان کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا' وہ بچا لیا گیا۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ١٣٩٦ھ نے بھی انہی ترجموں کو مقرر رکھا ہے۔ (معارف القرآن ج ٥' ص ١٦١)

واضح رہے کہ یہ ترجمے اس روایت پر مبنی ہیں جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رد کر دیا ہے اور امام رازی نے

Marfat.com

اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ کوئی عام مسلمان بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اللہ نے اس سے جھوٹ بولا تھا چہ جائیکہ رسول یہ گمان کریں اور حضرت ابن عباس کی طرف جو یہ روایت منسوب کی ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں مجاز بالحذف ہے یعنی رسولوں کے پیروکاروں نے یہ گمان کیا تھا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا اور اس روایت کے ظاہر سے حضرت ابن عباس کی تنزیہ کرنا واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۸، ص ۳۶۹-۳۶۸)

امام رازی کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے، ہم چند مفسرین کے حوالے پیش کر رہے ہیں:

امام عبدالرحمن محمد بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا، انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی، سو انہوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی، تو انہوں نے صبر کیا وہ بڑے عرصہ تک قوم کو دعوت دیتے رہے اور قوم ان کو جھٹلاتی رہی حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے، حضرت ابن عباس نے کہا: وہ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے، ایک قراءت کذبوا میں تشدید کی ہے اور معنی یہ ہے کہ رسولوں نے یقین کر لیا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے، اور دوسری قراءت تخفیف کی ہے اور معنی یہ ہے کہ ان کی قوم نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے جو ان سے اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ کیا تھا، وہ جھوٹا نکلا تو پھر ہماری مدد آ گئی پس ہم جس کو چاہتے ہیں عذاب سے نجات دیتے ہیں، اور مجرموں کی قوم سے ہمارا عذاب دور نہیں کیا جاتا۔

(زاد المسیر ج ۴، ص ۲۹۶، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قوم نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے ان کو جو عذاب آنے کی خبر دی تھی وہ جھوٹ تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی امتوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے جو ان سے اللہ کی مدد آنے کا وعدہ کیا تھا وہ جھوٹ تھا، اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو وعدہ کیا تھا، اس نے اس کے خلاف کیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ رسولوں کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کریں گے اور اگر وہ ایسا گمان کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق نہ ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو بخاری میں ہے، اس میں بھی اسی کی تائید ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹، ص ۲۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ابو علی نے کہا: جس شخص نے اس آیت کا یہ معنی کیا کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ نے ان کی زبانوں سے ان کی امتوں کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس میں انہوں نے جھوٹ بولا تھا، اور جس شخص نے یہ کہا ہے اس نے بہت بڑی جسارت کی ہے، انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کے گمان کی نسبت کرنا جائز ہے اور نہ اللہ کے نیک بندوں کی طرف، اسی طرح جس نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب کہ رسول کمزور تھے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کے خلاف کیا گیا ہے، یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسولوں کی قوموں نے یہ گمان کیا کہ ان کے ساتھ جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔

(البحر المحیط ج ۶، ص ۳۳۶، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

حافظ عمر بن اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

قریش کے ایک نوجوان نے سعید بن جبیر سے سوال کیا مجھے بتایئے اس آیت کا کیا معنی ہے، میں جب اس آیت کو پڑھتا

Marfat.com

56/56

ہوں تو میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں نے اس آیت کو نہ پڑھا ہوتا: حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا۔ سعید بن جبیر نے کہا: ہاں! جب رسول اپنی قوموں سے مایوس ہو گئے کہ وہ ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی قوموں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا' پھر امام ابن جریر نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے سوال کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا' تو انہوں نے کھڑے ہو کر سعید کو گلے لگایا اور کہا: اللہ آپ کی پریشانیوں کو دور کرے جس طرح آپ نے میری پریشانیوں کو دور کیا ہے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور عذاب آنے میں تاخیر کی وجہ سے ان کی قوم نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود دونوں سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت ابن عباس کے دوسرے قول کو امام ابن جریر نے بالکل کمزور قرار دیا ہے اور اس کو مسترد کر دیا ہے اور اس کا انکار کر دیا اور اس کو قبول نہیں کیا اور اس سے راضی نہیں ہوئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ ان رسولوں نے اپنی قوم پر عذاب آنے کی خبر دی تھی اور ان کے لیے اس کا وقت معین نہیں کیا گیا تھا تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس کا وقت مقرر کر لیا' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حدیبیہ کے سال کو اپنے اجتہاد سے عمرہ کے لیے مقرر کر لیا تھا' اور جب کافی مدت گزرنے کے بعد بھی عذاب نہیں آیا تو رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجتہاد کی تغلیط اور تکذیب کی' اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے (اپنے اجتہاد کی) تکذیب کی' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ عذاب کی تکذیب کی لہٰذا کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اس کے بعد علامہ آلوسی اس تاویل کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ رسل علیہم السلام کی تعظیم کے زیادہ موافق اور جو چیز ان کی شان کے لائق نہیں ہے اس کو ان سے زیادہ دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی طرف اللہ سے بدگمانی کی نسبت کرنے کے بجائے ان کی قوم کی طرف یہ نسبت کی جائے یعنی ان کی قوم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا ہے۔
(روح المعانی جز ۱۳ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے یہ غور نہیں کیا کہ اس تاویل میں بڑی خرابی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے وعدہ عذاب سے مایوس ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے مایوس ہونا کفر ہے اور جب کہ حضرت ابن عباس کی صحیح روایت کی بناء پر معنی یہ ہو گا کہ رسل عظام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور بڑے عرصہ تک عذاب نہ آنے کی وجہ سے ان کی قوم نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' نیز جس تاویل کی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ سے بدگمانی کی نسبت لازم آتی ہے اس کو صرف خلاف اولیٰ کہنا بھی درست نہیں بلکہ اس کو ناجائز کہہ کر مسترد کر دینا چاہیے۔ جس طرح امام رازی اور امام ابو الحیان اندلسی نے کیا ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس طرح اس روایت کو مسترد کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات کے ترجمہ میں اس چیز کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو انبیاء علیہم السلام کی شان کے ناموافق ہو۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اور شیخ امین احسن اصلاحی عام طور پر اس کا خیال نہیں رکھتے لیکن یہاں ان کا ترجمہ حضرت ابن عباس کی صحیح اور غیر مؤول روایت پر مبنی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے، بلکہ یہ ان کتابوں کا مصدق ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ (یوسف: ۱۱۱)

حضرت یوسف کے قصہ کا احسن القصص ہونا

ان کے قصوں سے مراد حضرت یوسف، ان کے بھائیوں اور ان کے والد کے قصے ہیں اور کسی قصہ کا حسن یہ ہوتا ہے کہ اس میں نصیحت ہو اور حکمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے، یعنی جو ان واقعات میں غور و فکر کریں کہ جو شخص کسی کے ظلم و ستم پر صبر کرے اور جب اسے کوئی حسین، جوان اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ اس سے اپنا دامن بچائے خواہ اس کے نتیجہ میں اس کو قید و بند کے مصائب اٹھانے پڑیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت عمدہ جزا دیتا ہے، اور وہ بھائی جو اپنی طاقت کے بل پر حضرت یوسف پر ظلم کر رہے تھے، ایک وقت آیا کہ وہ حضرت یوسف کے پاس غلہ کی خیرات لینے آئے اور وہ سب ان کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ ظالم بالآخر ناکام ہوتا ہے اور مظلوم انجام کار کامیاب ہوتا ہے۔

فرمایا: یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف کا قصہ بیان کیا ہے یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں کے موافق ہے اور ان کا مصدق ہے۔

قرآن مجید میں ہر شے کی تفصیل کا محمل

اور فرمایا: اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے، اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ اس میں حضرت یوسف کے قصہ کی پوری تفصیل ہے، اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس قرآن میں بندوں کی دنیا اور آخرت کی فلاح سے متعلق تمام احکام شرعیہ کی تفصیل ہے اور ان کی رشد و ہدایت اور اصلاح عقائد اور مبداء اور معاد کی تمام تفصیل اس میں موجود ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات کی تفصیل ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام حقائق اور ان کے تمام اسرار و رموز اور ان کے تمام منافع اور مضار کی تفصیلات اس قرآن میں ہیں کیونکہ قرآن مجید تاریخ، جغرافیہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے اور اس میں رشد اور ہدایت سے متعلق تمام تفصیلات ہیں۔

نیز فرمایا: یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، قرآن مجید ہدایت تو تمام انسانوں کے لیے ہے، لیکن اس کی ہدایت سے صرف ایمان والے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے فرمایا: یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

حرفِ آخر

آج مورخہ ۸ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / ۱۵ مارچ ۲۰۰۰ء کو الحمد للہ سورۂ یوسف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ تبیان القرآن کی یہ پانچویں جلد، ۱۷ مارچ ۱۹۹۹ء کو شروع کی تھی اور آج ۱۵ مارچ ۲۰۰۰ء کو یہ جلد پایہ تکمیل کو پہنچ گئی، اور آج وہ مبارک دن ہے کہ مکہ مکرمہ میں آج یوم عرفہ ہے اور مسلمان حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ اس جلد میں سورۂ توبہ، سورۂ یونس، سورۂ ہود اور سورۂ یوسف کی تفسیر آ گئی ہے، الٰہ العالمین! آپ نے جس طرح سورۂ یوسف کی تفسیر لکھوا دی ہے، اپنے فضل و کرم سے بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی مجھ سے لکھوا دیں، مجھے نیکی اور صحت و عافیت کے ساتھ تاحیات قائم رکھیں اور عزت و کرامت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور مجھے صالحین کے ساتھ لاحق کر دیں، ہرچند کہ میں ناکارہ اور نااہل ہوں مگر محض

Marfat.com

اپنے کرم سے مجھے مرنے سے پہلے اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت عطا فرمائیں اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرمائیں، اس کتاب کو فیض آفریں بنائیں، اس کے مصنف، اس کے ناشر، اس کے کمپوزر اور مصحح کو، اس کے قارئین اور معاونین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور ہر عذاب سے مامون اور محفوظ رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر سعادت اور کامیابی اور ہر خوشی عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین، قائد المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی اله المطهرین واصحابه الکاملین وعلی ازواجه امهات المؤمنین وعلی اولیاء امته وعلماء ملته اجمعین۔

Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی، ۱۹۷ھ، کتاب الزہد، مکتبۃ الدار مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی، متوفی ۲۰۴ھ، مسند طیالسی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۴- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، المصنف مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۱۵- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مسند ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دارالوطن بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ، عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۱- امام ابو عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ

۲۲- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ دارارقم بیروت۔

۲۳- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، خلق افعال العباد، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۱ھ

۲۴- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۵- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۶- امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۷- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت، کتب کراچی

۲۹- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل بیروت، ۱۹۹۸ء

۳۰- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۳۱- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۲- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحرالزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۴- امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۵- امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۶- امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۷- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار لکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

۴۱- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، متوفی ۳۱۲ھ، مسند عمر بن عبدالعزیز۔

۴۲- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ

۴۳- امام ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول، مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ

Marfat.com

۴۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۴۵- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۶- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۷- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ، مکارم الاخلاق، مطبوعہ مطبعۃ المدنی مصر، ۱۴۱۱ھ
۴۸- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۹- امام ابو بکر احمد بن حسین آجری، متوفی ۳۶۰ھ، الشریعہ مطبوعہ مکتبہ دار السلام، ریاض، ۱۴۱۳ھ
۵۰- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
۵۱- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ
۵۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۳- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۵۴- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۵۵- امام ابو بکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مؤسستہ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۵۶- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی، المتوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۵۷- امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۵۸- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۶۰- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۶۱- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار النفائس، بیروت
۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان۔
۶۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ
۶۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبہ المنارۃ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
۶۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ
۶۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

۷۰- امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۱- امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی، المتوفی ۵۰۹ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

۷۲- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۷۳- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، مختصر تاریخ دمشق، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

۷۴- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

۷۵- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، المتوفی ۶۰۶ھ، جامع الاصول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۷۶- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ، الاحادیث المختارۃ، مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ

۷۷- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۷۸- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرۃ فی امور الآخرۃ، مطبوعہ دار البخاری، مدینہ منورہ

۷۹- حافظ شرف الدین عبد المومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ المتجر الرابح، مطبوعہ دار خضر بیروت، ۱۴۱۹ھ

۸۰- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم بیروت

۸۱- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

۸۲- امام محمد بن عبد اللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ، اللآلی المنثورۃ، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۸۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۸۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ

۸۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۸۶- امام محمد بن محمد جزری، متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ

۸۷- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۸۸- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

۸۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ

۹۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ

۹۱- امام عبد الرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ، کنوز الحقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۹۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ

۹۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، مسند فاطمہ الزہراء

۹۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

۹۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۱۴ھ

۹۶۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۹۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۹۸۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ، عثمانیہ، مصر، ۱۳۰۳ھ، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ

۹۹۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران

۱۰۱۔ امام حسن بن عبداللہ البصری، المتوفی ۱۱۰ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ

۱۰۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۱۰ھ

۱۰۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ، معانی القرآن، مطبوعہ بیروت

۱۰۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۰۵۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دار الکتاب ایران، ۱۴۰۴ھ

۱۰۶۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ، دار الفکر بیروت

۱۰۷۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ، اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران، ۱۴۰۶ھ

۱۰۸۔ امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ

۱۰۹۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی، جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

۱۱۰۔ علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ، تفسیر سمرقندی، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ

۱۱۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۳۸۵ھ، التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۱۲۔ علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ، مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور ایران، ۱۳۶۲ھ

۱۱۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، النکت والعیون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۱۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ۴۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۱۵۔ امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی، المتوفی ۴۶۸ھ، اسباب نزول القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۱۶۔ امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی، المتوفی ۴۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۱۷۔ امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی، المتوفی ۵۱۶ھ، معالم التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۱۸۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۳۸ھ، الکشاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۱۹۔ علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، مالکی، متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

Marfat.com

۱۲۰- علامہ ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی، متوفی ۵۴۶ھ، المحرر الوجیز، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۲۱- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶ھ
۱۲۲- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۲۳- خواجہ عبد اللہ انصاری من علماء القرن السادس، کشف الاسرار و عدۃ الابرار، مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۲۴- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۲۵- علامہ محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۹۷۸ء
۱۲۶- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۲۷- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۱۲۸- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۱۲۹- علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ، لباب التاویل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۱۳۰- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی، متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۳۱- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، التفسیر الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۱۳۲- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ، بدائع التفسیر، مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۳۳- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۳۴- علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الشافعی، متوفی ۷۵۶ھ، الدر المصون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۱۳۵- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ
۱۳۶- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی، متوفی ۸۶۰ھ، حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۳۷- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی ۸۷۵ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۳۸- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ، نظم الدرر، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ، ۱۴۱۳ھ
۱۳۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران
۱۴۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جلالین، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، لباب النقول فی اسباب النزول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۲- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی، متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۴۳- شیخ فتح اللہ کاشانی، متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران
۱۴۴- علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی، حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو السعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۴۵- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۲۸۳ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۱۴۶- علامہ احمد جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، التفسیرات الاحمدیہ، مطبع کریمی بمبئی
۱۴۷- علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۴۸- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ المطبع البہیتہ، مصر، ۱۳۰۳ھ
۱۴۹- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ، مصر
۱۵۰- قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۵۱- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۵۲- شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، دارالوفا بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۵۴- نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، المکتبۃ العصریہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۵۵- علامہ محمد جمال الدین قاسمی، متوفی ۱۳۳۲ھ، تفسیر القاسمی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۱۵۶- علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ، تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۵۷- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری، متوفی ۱۳۵۹ھ، الجواہر فی تفسیر القرآن، المکتبۃ الاسلامیہ ریاض
۱۵۸- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۱۵۹- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۶۰- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۶۱- علامہ محمد طاہر بن عاشور، متوفی ۱۳۸۰ھ، التحریر والتنویر، مطبوعہ تونس
۱۶۲- سید محمد قطب شہید، متوفی ۱۳۸۵ھ، فی ظلال القرآن، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ
۱۶۳- مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ، نور العرفان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات
۱۶۴- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ
۱۶۵- سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۶۶- علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ، التبیان، مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان
۱۶۷- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی، اضوء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶۸- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۱۶۹- آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۶۹ھ
۱۷۰- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۷۱- شیخ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۷۲- علامہ محمود صافی، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۷۳- استاذ محی الدین درویش، اعراب القرآن وبیانہ، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت

Marfat.com

۱۷۴- ڈاکٹر وھبہ زحیلی، تفسیر منیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۷۵- سعیدی حوی، الاساس فی التفسیر، مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۷۶- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۷۷- علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۷۸- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۷۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۸۰- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۸۱- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ
۱۸۲- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی، متوفی ۵۴۳ھ، عارضۃ الاحوذی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۳- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۸۴- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۸۵- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۸۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۸۷- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۸۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۸۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱۹۰- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
۱۹۱- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۲- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۱۹۳- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۱۹۴- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۹۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۹۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

۱۹۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۱۹۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین، مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

۱۹۹- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

۲۰۰- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

۲۰۱- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشرالسنہ ملتان، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۲- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۲۰۳- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۲۰۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی، متوفی ۱۳۹۴ھ، التعلیق الصبیح، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور

کتب اسماء الرجال

۲۰۵- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

۲۰۶- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۰۷- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ

۲۰۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۱۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۲۱۲- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ

۲۱۳- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۱۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

۲۱۵- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۴ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق

۲۱۶- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، الفوائد المجموعہ، مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض

۲۱۷- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۷۶ھ، اسنی المطالب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۱۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران، ۱۴۱۴ھ

۲۱۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

۲۲۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

۲۲۱۔ علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۲۲۲۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۲۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۲۴۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران

۲۲۵۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۲۶۔ علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ

۲۲۷۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر

۲۲۸۔ لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء

۲۲۹۔ شیخ غلام احمد پرویز، متوفی ۱۴۰۵ھ، لغات القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور

۲۳۰۔ ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۲۳۱۔ امام محمد بن اسحاق، متوفی ۱۵۱ھ، کتاب السیر والمغازی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۳۲۔ امام عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۳۳۔ امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۳۴۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، المتوفی ۴۵۰ھ، اعلام النبوت، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۰۸ھ

۲۳۵۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت

۲۳۶۔ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۳۷۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۳۸۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان

۲۳۹۔ علامہ عبد الرحمان بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۴۰۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۴۱۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۲۴۲۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۲۴۳۔ علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ کراچی

۲۴۴۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

۲۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ
۲۴۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۴۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۴۹- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ
۲۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۵۱- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۵۲- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۵۳- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۴ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۵۴- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۵۵- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۵۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۲۵۷- علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ، خلاصۃ الفتاویٰ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ
۲۵۸- علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵۹- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۶۰- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۲۶۱- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۶۲- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ
۲۶۳- علامہ ابو بکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرہ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۶۴- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی، متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۶۵- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
۲۶۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۶۷- علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۶۸- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۲۶۹- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۱۲ھ
۲۷۰- علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نوا لکشور، ۱۲۹۱ھ

Marfat.com

۲۷۱- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۷۲- علامہ حامد بن علی قونوی رومی، متوفی ۹۸۵ھ، فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۷۳- علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ
۲۷۴- علامہ خیر الدین رملی، متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۷۵- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۷۶- علامہ سید احمد بن محمد حموی، متوفی ۱۰۹۸ھ، غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۷۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۷۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۷۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی کوئٹہ
۲۸۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۸۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ
۲۸۲- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، جد الممتار، مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۲۸۳- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۲۸۴- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۲۸۵- علامہ امجد علی، متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۲۸۶- شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ، اعلاء السنن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۸۷- علامہ نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۲۸۸- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۸۹- علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۹۰- علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۹۱- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۹۲- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۹۳- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۹۴- علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۹۵- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ، نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۹۶- علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی، متوفی ۱۰۸۷ھ، حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

کتب فقہ مالکی

۲۹۷۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۹۸۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۹۹۔ علامہ خلیل بن اسحاق مالکی، متوفی ۷۶۷ھ، مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۰۰۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، المتوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل، مطبوعہ مکتبہ النجاح، لیبیا
۳۰۱۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۰۲۔ علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۰۳۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۰۴۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۰۵۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۰۶۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۰۷۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۰۸۔ علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰۹۔ علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۱۰۔ نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۱۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۱۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۱۳۔ شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس، الاحتجاج، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۴۰۳ھ
۳۱۴۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، المتوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۱۵۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ
۳۱۶۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۱۷۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

Marfat.com

کتب عقائد و کلام

۳۱۸۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۱۹۔ علامہ ابوالبرکات عبدالرحمان بن محمد الانباری، المتوفی ۵۷۷ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ

۳۲۰۔ شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دارالسلام ریاض، ۱۴۱۴ھ

۳۲۱۔ علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۳۲۲۔ علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۲۳۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، شرح المواقف، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۲۴۔ علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، مسائرہ، مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر

۳۲۵۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی، المتوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ، مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر

۳۲۶۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

۳۲۷۔ علامہ محمد بن احمد السفارینی، المتوفی ۱۱۸۸ھ، لوامع الانوار البہیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۲۸۔ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۲۹۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی ۶۰۶ھ، المحصول، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ

۳۳۰۔ علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری، المتوفی ۷۳۰ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۱۱ھ

۳۳۱۔ علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، توضیح و تلویح، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۳۲۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التیسیر، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض

۳۳۳۔ علامہ محب اللہ بہاری، متوفی ۱۱۱۹ھ، مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۳۳۴۔ علامہ احمد جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، نورالانوار، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی

۳۳۵۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی، متوفی ۱۳۱۸ھ، شرح مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۳۶۔ شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ، قوت القلوب، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۳۳۷۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دارالخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ

Marfat.com

۳۳۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرہ، مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ
۳۳۹۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ، قاعدہ جلیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ
۳۴۰۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکبائر، مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ، مصر
۳۴۱۔ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۴۲۔ علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی، متوفی ۷۶۸ھ، روض الریاحین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۴ھ
۳۴۳۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۳۴۴۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۴۵۔ علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ
۳۴۶۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۴۷۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۴۸۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ
۳۴۹۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الزواجر، مطبوعہ د ار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۵۰۔ امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۷۰ھ
۳۵۱۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۵۲۔ شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۳۵۳۔ علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، کشف الظنون، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ طہران، ۱۳۷۸ھ
۳۵۴۔ امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور
۳۵۵۔ شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ، ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ
۳۵۶۔ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۵۷۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۳۵۸۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۳۵۹۔ علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یا رسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲ جلد) کی عالمگیر مقبولیت اور
شاندار پذیرائی کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم کا ایک اور

عظیم تخلیقی شاہکار

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جس کی تصنیف پر کام کا آغاز ہو چکا ہے

چند خصوصیات

☆ نعمۃ الباری میں ہر حدیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے،
☆ ہر حدیث کے عنوانِ باب کی سابق عنوان باب کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے،
☆ ہر حدیث کی سند کے رجال کا مکمل تعارف بیان کیا گیا ہے،
☆ ہر حدیث کے عنوان میں درج قرآن مجید کی آیات کی تفسیر کی گئی ہے،
☆ ہر حدیث کی شرح میں لغوی معنی، شرعی معنی اور حدیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں،
☆ ہر حدیث سے ضروری، اعتقادی اور فقہی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے،
☆ صحیح بخاری کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث کو بہ حوالہ بیان کیا گیا ہے،
☆ مسلکِ اہلسنت وجماعت کے دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیے گئے ہیں،
☆ صحیح بخاری کی دیگر قدیم وجدید شروح کا متین جائزہ لیا گیا ہے،
☆ صحیح بخاری کی جو حدیث صحیح مسلم میں درج ہے اور شرح صحیح مسلم میں جو اس کی شرح کی گئی ہے، اس کی جلد صفحہ اور حدیث نمبر درج کیا گیا ہے اور شرح صحیح مسلم میں اس کی شرح کے جو عنوانات ہیں ان عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے۔

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تبیان القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو اللہ جل جلالہ — الذی لا الہ جل جلالہ

الا هو جل جلالہ — الرحمن جل جلالہ — الرحیم جل جلالہ — الملک جل جلالہ

القدوس جل جلالہ — السلام جل جلالہ — المومن جل جلالہ — المهیمن جل جلالہ — العزیز جل جلالہ

الجبار جل جلالہ — المتکبر جل جلالہ — الخالق جل جلالہ — الباری جل جلالہ

المصور جل جلالہ — الغفار جل جلالہ — القهار جل جلالہ — الوهاب جل جلالہ — الرزاق جل جلالہ

الفتاح جل جلالہ — العلیم جل جلالہ — القابض جل جلالہ — الباسط جل جلالہ

الخافض جل جلالہ — الرافع جل جلالہ — المعز جل جلالہ — الحکم جل جلالہ — البصیر جل جلالہ

السمیع جل جلالہ — المذل جل جلالہ — العدل جل جلالہ — اللطیف جل جلالہ

الخبیر جل جلالہ — الحلیم جل جلالہ — العظیم جل جلالہ — الغفور جل جلالہ — الشکور جل جلالہ

العلی جل جلالہ — الکبیر جل جلالہ — الحفیظ جل جلالہ — المقیت جل جلالہ

الحسیب جل جلالہ — الجلیل جل جلالہ — الکریم جل جلالہ — الرقیب جل جلالہ — المجیب جل جلالہ

الواسع جل جلالہ — الحکیم جل جلالہ — الودود جل جلالہ — المجید جل جلالہ

الباعث جل جلالہ — الشهید جل جلالہ — الحق جل جلالہ — الوکیل جل جلالہ — القوی جل جلالہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

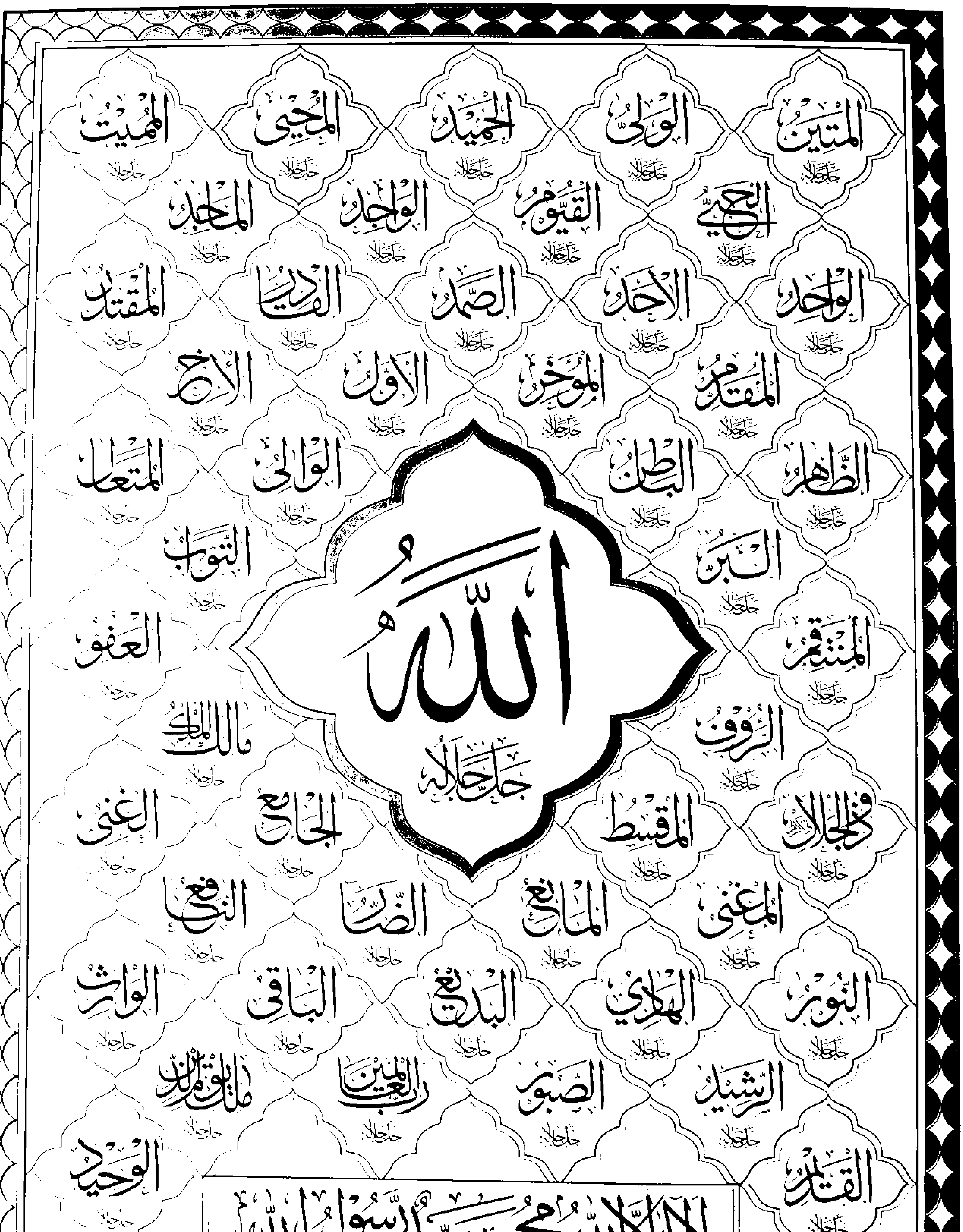
المتین
الولی
الحمید
المحیی
الممیت
الحیی
القیوم
الواجد
الماجد
الواحد
الاحد
الصمد
القادر
المقتدر
المقدم
المؤخر
الاول
الآخر
الظاہر
الباطن
الوالی
المتعالی
البر
التواب
اللہ
جل جلالہ
المنتقم
العفو
الرؤف
مالک الملک
ذوالجلال والاکرام
المقسط
الجامع
الغنی
المغنی
المانع
الضار
النافع
النور
الہادی
البدیع
الباقی
الوارث
الرشید
الصبور
رب العالمین
مالک یوم الدین
القدیم
الوحید
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد ششم

الرعد تا بنی اسرائیل

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور-۲

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

ISBN 969-563-015-4

تصحیح : حافظ محمد ابراہیم فیضی
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : صفر 1423ھ / اپریل 2002ء
الطبع عشر : ربیع الثانی 1434ھ / مارچ 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الرعد	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۷
۲	الرعد کا معنی	۲۸
۳	سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	۲۸
۴	سورۃ الرعد اور سورۃ یوسف میں باہمی مناسبت	۳۰
۵	سورۃ الرعد کے مضامین اور مقاصد	۳۲
۶	المرٓ تلک ایت الکتاب (۱-۷)	۳۳
۷	اجتہاد اور قیاس پر ایک اعتراض کا جواب	۳۵
۸	اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور دلیل	۳۵
۹	سورج اور چاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے وجودِ باری اور توحید باری پر استدلال	۳۶
۱۰	عرش پر استواء اور ایسی دیگر صفات کے متعلق متقدمین اور متاخرین کے نظریات	۳۷
۱۱	مشکل الفاظ کے معانی	۳۸
۱۲	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے وجودِ باری اور توحید باری پر استدلال	۳۹
۱۳	مشکل الفاظ کے معانی	۴۰
۱۴	زمین کے مختلف طبقات سے وجودِ باری اور توحیدِ باری پر استدلال	۴۱
۱۵	مختلف ذائقوں سے وجودِ باری اور توحیدِ باری پر استدلال	۴۲
۱۶	''صنوان'' اور ''صنو'' کے معنی	۴۲
۱۷	تعجب اور اغلال کا معنی	۴۳
۱۸	انکارِ حشر کا کفر ہونا اور اس کی سزا	۴۳
۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۴۴
۲۰	کفار کا رحمت اور ثواب کے بجائے عتاب اور عذاب کو طلب کرنا	۴۴
۲۱	عین حالِ معصیت میں اللہ تعالیٰ کا معاف فرما دینا	۴۵
۲۲	مشرکین کا یہ کہنا کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟	۴۶
۲۳	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجہ	۴۶
۲۴	آپ کو قرآن مجید کا معجزہ کیوں دیا گیا؟	۴۷
۲۵	آپ کے دیگر چند مشہور معجزات	۴۷
۲۶	''ولکل قوم هاد'' میں هادی کے متعدد محامل	۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینے کی تحقیق	۵۱
۲۸	حضرت علی کو خلیفہ بلافصل قرار دینے کی دلیل کا جواب	۵۱
۲۹	اللہ یعلم ما تحمل کل انثی (۱۵-۸)	۵۳
۳۰	مشکل الفاظ کے معانی	۵۴
۳۱	آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۵۵
۳۲	رحم میں کمی اور زیادتی کے محامل	۵۵
۳۳	حمل کی کم سے کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب فقہاء	۵۶
۳۴	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۷
۳۵	اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور اس کی خصوصیات	۵۷
۳۶	مشکل الفاظ کے معانی اور آیاتِ سابقہ سے ربط	۵۸
۳۷	معقبات کے متعدد محامل	۵۸
۳۸	فرشتوں کو انسانوں پر مامور کرنے کی وجوہات اور حکمتیں	۶۰
۳۹	نعمت کی ناقدری کرنے والوں سے اللہ کا نعمت واپس لینا	۶۱
۴۰	بجلی اور بادل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور	۶۳
۴۱	الرعد اور الصواعق کے معانی اور جھگڑا کرنے والوں کا بیان	۶۳
۴۲	پانی کے ساتھ غیر اللہ کی تمثیل کے محامل	۶۴
۴۳	غیر اللہ کو حقیقی حاجت روا مان کر پکارنا شرک ہے ورنہ نہیں	۶۵
۴۴	افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے	۶۶
۴۵	سجدہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۶
۴۶	اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	۶۷
۴۷	لغوی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	۶۷
۴۸	سایوں کے سجدہ کرنے کی توجیہ	۶۸
۴۹	سجدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث	۶۸
۵۰	قل من رب السمٰوٰت والارض (۱۸-۱۶)	۶۹
۵۱	دلائل کے ساتھ بت پرستوں کا رد اور ابطال	۷۱
۵۲	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے نظریات	۷۱
۵۳	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت اور جبریہ کے نظریات	۷۲
۵۴	جبریہ کے نظریہ کا رد	۷۲
۵۵	معتزلہ کے نظریہ کا رد	۷۲
۵۶	نظریہ اہل سنت کی مزید وضاحت	۷۳
۵۷	معتزلہ کے اعتراضات کے جوابات	۷۳
۵۸	جبریہ کے رد پر مزید دلائل	۷۵
۵۹	خلق اور کسب کی وضاحت	۷۵
۶۰	مشکل الفاظ کے معانی	۷۶
۶۱	پانی اور جھاگ سے تشبیہ کا بیان	۷۶
۶۲	مومنوں اور کافروں کے اخروی احوال	۷۷
۶۳	افمن یعلم انما انزل الیک من ربک (۲۶-۱۹)	۷۸
۶۴	سوال نہ کرنے کا عہد	۸۰
۶۵	سوال کرنے کے جواز کی شرائط	۸۰
۶۶	توکل کا غلط مفہوم	۸۱
۶۷	توکل کا صحیح مفہوم	۸۲
۶۸	رشتوں کو جوڑنے کی اقسام	۸۲
۶۹	رشتوں کو جوڑنے کے متعلق احادیث	۸۳
۷۰	سخت حساب کا معنی	۸۴
۷۱	صبر کی اقسام	۸۴
۷۲	صبر کی وجوہ اور جس وجہ سے صبر اللہ کے لیے ہو	۸۴
۷۳	زکوٰۃ کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کے محامل	۸۵
۷۴	برائی کو اچھائی سے دور کرنے کے محامل	۸۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۵	جن صفات کی بناء پر جنت عطا کی جاتی ہے	۸۶
۷۶	جنت الفردوس کو طلب کرنے کی دعا کرنی چاہیے	۸۶
۷۷	نیک اعمال کے بغیر نسب کا غیر مفید ہونا	۸۷
۷۸	جنت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مجتمع ہونا بھی نعمت ہے	۸۷
۷۹	جنت میں مومنوں کو فرشتوں کے سلام کرنے کے متعلق احادیث	۸۸
۸۰	مومنوں کے صبر کرنے کی متعدد تفاسیر	۸۸
۸۱	کفار کی صفات اور آخرت میں ان کی سزا	۸۹
۸۲	دنیا میں کافروں کی ترقی اور خوشحالی اور مسلمانوں کی پس ماندگی اور تنگی کی وجوہ	۹۰
۸۳	و یقول الذین کفروا لولا انزل علیه آیة (۲۷-۳۱)	۹۳
۸۴	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے ہدایت دینے کے محامل	۹۴
۸۵	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کے مطمئن ہونے اور خوف زدہ ہونے کے درمیان تطبیق	۹۵
۸۶	مطمئن دلوں کے مصداق	۹۶
۸۷	''طوبیٰ'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۹۶
۸۸	رحمٰن کے انکار کا شان نزول	۹۷
۸۹	کفار کے فرمائشی معجزات اس لیے نہیں دیئے گئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے	۹۸
۹۰	اس اشکال کا جواب کہ مومنین اللہ کی قدرت سے مایوس تو نہ تھے	۹۸
۹۱	ییئس کا ترجمہ علم اور اطمینان کے ساتھ کرنیوالے علماء	۹۹
۹۲	''ییئس'' کا ترجمہ ناامیدی کرنے والے علماء	۹۹
۹۳	بعض عصاۃ مومنین کا آیات وعید کے عموم سے مخصوص ہونا	۱۰۰
۹۴	ولقد استهزیء برسل من قبلک (۳۲-۳۷)	۱۰۰
۹۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۱۰۲
۹۶	مشرکین کے خود ساختہ شرکاء کا رد	۱۰۲
۹۷	جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کر دیا پھر ان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟	۱۰۳
۹۸	کافروں کے مصائب اور مسلمانوں کے مصائب کا فرق	۱۰۳
۹۹	جنت کی صفات	۱۰۴
۱۰۰	جنت نہ بنائے جانے کے متعلق معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۰۴
۱۰۱	مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کا نزول قرآن سے خوش ہونا	۱۰۵
۱۰۲	انبیاء علیہم السلام کا امر اور نہی سے مکلف ہونا اور عصمت کی تعریف	۱۰۶
۱۰۳	قرآن مجید کو حکم عربی فرمانے کی وجہ اور اس کا قدیم ہونا	۱۰۷
۱۰۴	ولقد ارسلنا رسلا من قبلک (۳۸-۴۳)	۱۰۷
۱۰۵	قریش کا یہ اعتراض کہ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے شادیاں کیوں کیں؟	۱۰۸
۱۰۶	اس اعتراض کا یہ جواب کہ انبیاء سابقین نے تو بہت شادیاں کی تھیں!	۱۰۹
۱۰۷	مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے بہت شادیاں کی تھیں	۱۰۹
۱۰۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل	۱۱۰
۱۰۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات	۱۱۲
۱۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی حکمتیں	۱۱۳
۱۱۱	آپ نے کفار قریش کے مطلوبہ معجزات کیوں نہیں پیش کیے	۱۱۷
۱۱۲	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب کیوں نہ نازل ہوا؟	۱۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۳	محو اور اثبات کی تفسیر میں متعدد اقوال	۱۱۸
۱۱۴	قضاء معلق اور قضاء مبرم	۱۱۹
۱۱۵	رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	۱۱۹
۱۱۶	ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض	۱۲۰
۱۱۷	ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کے جوابات	۱۲۰
۱۱۸	اطراف زمین کو کم کرنے کے محامل	۱۲۰
۱۱۹	(آسمانی) کتاب کے عالم کے مصداق میں متعدد اقوال	۱۲۱
۱۲۰	اختتام سورت اور دعا	۱۲۳

سورۃ ابراھیم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام	۱۲۷
۲	سورۃ ابراھیم کا زمانہ نزول	۱۲۷
۳	سورۃ الرعد اور سورۃ ابراھیم کی مناسبت	۱۲۸
۴	سورۃ ابراھیم کے مضامین اور مقاصد	۱۲۸
۵	الرٰ کتب انزلنٰہ (۱-۶)	۱۲۹
۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کو مسلمان کرنا	۱۳۱
۷	اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی توفیق کی وضاحت	۱۳۱
۸	جس کے اسلام لانے کا اللہ نے اذن نہیں دیا اس کے اسلام نہ لانے میں اس کا کیا قصور ہے؟	۱۳۲
۹	اسلام کی نشر و اشاعت آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہوئی یا دلائل سے؟	۱۳۲
۱۰	''العزیز الحمید'' کا معنی	۱۳۳
۱۱	لفظ اللہ کے علم (نام) ہونے پر دلائل	۱۳۳
۱۲	اللہ تعالیٰ کا کسی سمت کے ساتھ مختص نہ ہونا اور بندوں کے افعال کا خالق ہونا	۱۳۴
۱۳	بت پرستوں کے سخت عذاب کا سبب	۱۳۴
۱۴	دنیاوی لذتوں کا بے مایہ ہونا	۱۳۴
۱۵	بہت دور کی گمراہی کا معنی	۱۳۵
۱۶	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عموم	۱۳۵
۱۷	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر قرآن مجید کی آیات	۱۳۶
۱۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر احادیث	۱۳۶
۱۹	جمادات اور نباتات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۱۳۷
۲۰	حیوانات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۱۳۷
۲۱	کفار کے سوا کائنات کی ہر چیز آپ کی رسالت کو جانتی ہے	۱۳۸
۲۲	''گوہ'' کا کلمہ شہادت پڑھنا	۱۳۹
۲۳	انبیاء سابقین کے ذکر کی حکمت	۱۴۱
۲۴	تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے	۱۴۱
۲۵	''ایام اللہ'' کا معنی	۱۴۱
۲۶	صبر اور شکر کے متعلق احادیث	۱۴۲
۲۷	صبر اور شکر میں عبداللہ بن مبارک کا معیار اور اس پر کلام	۱۴۳
۲۸	شکر کا معنی اور صابر اور شاکر کے ساتھ نشانیوں کی تخصیص کی توجیہ	۱۴۳
۲۹	واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم (۷-۱۲)	۱۴۴
۳۰	شکر کا معنی	۱۴۶
۳۱	حمد اور شکر کا فرق	۱۴۶
۳۲	جو بندوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہے	۱۴۶
۳۳	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۴۷
۳۴	شکر کے متعلق احادیث اور آثار	۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	اللہ کا شکر نہ کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں	۱۵۲
۳۶	حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنا درست نہیں	۱۵۳
۳۷	اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں پر رکھنے کی متعدد تفسیریں	۱۵۴
۳۸	مشرکین اللہ کو خالق ماننے کے باوجود بت پرستی کیوں کرتے تھے	۱۵۴
۳۹	اللہ تعالیٰ توبہ کے ساتھ اور بغیر توبہ کے بھی گناہوں کو بخش دیتا ہے	۱۵۵
۴۰	توبہ کرنے کی ترغیب میں احادیث	۱۵۷
۴۱	انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں کفار کے شبہات	۱۵۸
۴۲	جن خصوصیات کی بناء پر انبیاء علیہم السلام نبی بنائے گئے	۱۵۸
۴۳	کافروں کے دیگر شبہات کے جوابات	۱۵۹
۴۴	انبیاء علیہم السلام کا کافروں کی دھمکیوں سے نہ ڈرنا	۱۶۰
۴۵	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے زیادہ ہونا	۱۶۰
۴۶	وقال الذین کفروا لرسلھم (۲۱-۱۳)	۱۶۲
۴۷	اس وہم کا ازالہ کہ انبیاء پہلے کافروں کے دین پر تھے	۱۶۳
۴۸	فرماں برداروں کو نافرمانوں کے ملک میں آباد کرنا	۱۶۴
۴۹	جبار اور عنید کا معنیٰ	۱۶۵
۵۰	وراء کا معنیٰ	۱۶۶
۵۱	دوزخ کے پانی کی کیفیت	۱۶۶
۵۲	دوزخیوں کے عذاب کی کیفیت اور ان پر موت کا نہ آنا	۱۶۷
۵۳	عذاب غلیظ کا معنیٰ	۱۶۸
۵۴	کفار کے اعمال کی راکھ کے ساتھ وجہ مشابہت	۱۶۹
۵۵	تمام مخلوق کی پیدائش مبنی بر حکمت ہے	۱۶۹
۵۶	برزوا کا معنیٰ	۱۷۰
۵۷	بروز کے معنیٰ پر ایک اعتراض کا جواب	۱۷۰
۵۸	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ نے کافروں کو ہدایت نہیں دی تو کفر میں ان کا کیا قصور ہے ؟	۱۷۱
۵۹	وقال الشیطان لما قضی الامر (۲۷-۲۲)	۱۷۲
۶۰	مستقبل میں ہونے والے مکالمے کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۱۷۳
۶۱	لما قضی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال	۱۷۴
۶۲	شیطان سے مراد ابلیس ہونا	۱۷۴
۶۳	اللہ کا وعدہ اور ابلیس کا وعدہ	۱۷۵
۶۴	شیطان نے جو سلطان کی نفی کی اس کے دو محمل	۱۷۵
۶۵	برے کاموں کے ارتکاب پر شیطان کی بجائے خود کو مطعون کیا جائے	۱۷۶
۶۶	شیطان کے وسوسہ کی کیفیت	۱۷۶
۶۷	انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی	۱۷۷
۶۸	صرخ کا معنیٰ	۱۷۷
۶۹	جنت میں سلام کا معنیٰ	۱۷۸
۷۰	شجرۂ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے	۱۷۸
۷۱	کھجور کے درخت اور مومن میں وجوہ مشابہت	۱۷۹
۷۲	شجرۂ طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے	۱۸۰
۷۳	ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کا مصداق اور وجہ مشابہت	۱۸۱
۷۴	کلمہ طیبہ کے حاملین کے قول کا دنیا اور آخرت میں ثابت ہونا	۱۸۱
۷۵	قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے متعلق احادیث	۱۸۲
۷۶	قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے	۱۸۴
۷۷	جو مسلمان قبر کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے	۱۸۵
۷۸	نیک اعمال کا آخرت میں کام آنا	۱۸۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹	الم تر الی الذین بدلوا (۲۴-۲۸)	۱۸۸
۸۰	اہل مکہ پر اللہ کی نعمتیں اور ان کی ناشکری	۱۸۹
۸۱	کفار مکہ کا شرک	۱۸۹
۸۲	اولیاء اللہ سے محبت کا آخرت میں کام آنا	۱۹۰
۸۳	مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۱
۸۴	اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں	۱۹۲
۸۵	بندوں کی جفا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی وفا	۱۹۳
۸۶	واذ قال ابراھیم رب اجعل (۳۵-۴۱)	۱۹۴
۸۷	مکہ کو امن والا بنانے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	۱۹۵
۸۸	اولاد ابراہیم کو بت پرستی سے مامون رکھنے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	۱۹۶
۸۹	مرتکبین کبائر کی شفاعت پر دلیل	۱۹۶
۹۰	شفاعت کی توقع کے باوجود توبہ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے	۱۹۸
۹۱	حضرت ابراہیم کا غیر آباد وادی میں اپنے اہل کو چھوڑنے کا پس منظر اور پیش منظر	۱۹۹
۹۲	حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے پر دلائل	۲۰۲
۹۳	عام لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد بے آب وگیاہ زمین میں چھوڑ آئیں	۲۰۴
۹۴	زم زم کے فضائل	۲۰۴
۹۵	مکہ کو حرم قرار دینے کی وجوہ	۲۰۴
۹۶	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل	۲۰۵
۹۷	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت کے متعلق فقہاء کے نظریات	۲۰۶
۹۸	دعا کا طریقہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۲۰۹
۹۹	امن اور سلامتی کا ایمان اور اسلام پر مقدم ہونا	۲۱۰
۱۰۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بقیہ دعاؤں کی تشریح	۲۱۱
۱۰۱	نبی معصوم کی دعاء مغفرت کے محامل	۲۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مومن ہونے پر دلائل	۲۱۲
۱۰۳	نماز میں دعا مانگنے کے آداب	۲۱۵
۱۰۴	دعاء حرام	۲۱۶
۱۰۵	تمام مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کرنا آیا خلف وعید کو مستلزم ہے؟	۲۱۶
۱۰۶	ولا تحسبن الله غافلا (۴۲-۵۲)	۲۱۷
۱۰۷	مشکل الفاظ کے معانی	۲۱۹
۱۰۸	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	۲۱۹
۱۰۹	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل سمجھتے تھے	۲۲۰
۱۱۰	قیامت کے دن کفار کا کف افسوس ملنا	۲۲۱
۱۱۱	کافروں کے مکر کی تفسیر میں متعدد اقوال	۲۲۲
۱۱۲	زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اقوال	۲۲۳
۱۱۳	زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق احادیث	۲۲۴
۱۱۴	زمین کو تبدیل کرنے کی حکمت اور مختلف اقوال میں تطبیق	۲۲۴
۱۱۵	آسمان کو تبدیل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۲۵
۱۱۶	زمین کو دوبار تبدیل کرنے کی تفصیل اور تطبیق	۲۲۵
۱۱۷	آسمان کی تبدیلی کے متعلق اقوال	۲۲۶
۱۱۸	مجرموں کے اخروی احوال	۲۲۶
۱۱۹	ہدایت کے لیے قرآن مجید کا کافی ہونا	۲۲۷
۱۲۰	اختتام سورت	۲۲۸
	سورۃ الحجر	
۱	سورت کا نام	۲۳۱
۲	الحجر کا معنی	۲۳۱
۳	الحجر کا مصداق	۲۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	الحجر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۲۳۳
۵	سورۃ الحجر کے مقاصد	۲۳۴
۶	الٓرٰ تلک ایت الکتاب و قران مبین (۱)	۲۳۵
۷	کتاب اور قرآن مبین کا معنیٰ	۲۳۵
۸	کتاب اور قرآن مبین میں تغایر	۲۳۵
۹	الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کرنے کی وجوہ	۲۳۵
۱۰	ربما یود الذین کفروا (۱۵-۲)	۲۳۶
۱۱	گنہگار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر کفار کی حسرت اور ندامت	۲۳۷
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی	۲۳۹
۱۳	آیت مذکورہ کا خلاصہ	۲۳۹
۱۴	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت میں احادیث	۲۳۹
۱۵	مستقبل سے امیدیں وابستہ کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل	۲۴۱
۱۶	کفار مکہ کو زجر و توبیخ	۲۴۲
۱۷	کفار کا آپ کو ''مجنون'' کہنا کوئی نئی بات نہیں	۲۴۳
۱۸	آپ کی تائید کیلیے کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا	۲۴۴
۱۹	اللہ تعالیٰ کو واحد اور جمع کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۲۴۴
۲۰	اس آیت میں قرآن مجید کی حفاظت مراد ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی؟	۲۴۵
۲۱	قرآن مجید کی حفاظت کے ظاہری اسباب	۲۴۵
۲۲	محافظة الشئی لنفسه کا جواب	۲۴۶
۲۳	قرآن مجید کی حفاظت کا ظاہری سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں	۲۴۷
۲۴	مشکل الفاظ کے معانی	۲۴۷
۲۵	کافروں کے دلوں میں نبیوں کا استہزاء پیدا کرنے پر بحث و نظر	۲۴۸
۲۶	کفار کے انکار اور استہزاء کی وجوہات	۲۴۹
۲۷	مشکل الفاظ (سحر وغیرہ) کے معانی	۲۵۰
۲۸	کفار مکہ کے مطالبہ پر فرشتوں کو نازل نہ کرنے کی وجہ	۲۵۱
۲۹	ولقد جعلنا فی السماء بروجاً (۲۵-۱۶)	۲۵۱
۳۰	بروج کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۲۵۲
۳۱	علم نجوم کی تعریف	۲۵۳
۳۲	ستاروں کی تاثیرات ماننے کا شرعی حکم	۲۵۳
۳۳	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۲۵۴
۳۴	بروج سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۵۵
۳۵	آپ کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب گرائے جانے کے متعلق متعارض احادیث	۲۵۵
۳۶	ان متعارض احادیث میں قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی تطبیق	۲۵۷
۳۷	ان احادیث میں علامہ ابن حجر کی تطبیق	۲۵۸
۳۸	حقیقت میں شیطان کو آگ کا شعلہ مارا جاتا ہے یا ستارہ ٹوٹتا ہے	۲۶۰
۳۹	زمین سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۶۰
۴۰	زمین کو پھیلانا' اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے	۲۶۱
۴۱	''رواسی'' کی تفسیر	۲۶۱
۴۲	''موزون'' کی تفسیر	۲۶۱
۴۳	مشکل الفاظ کے معانی	۲۶۲
۴۴	کھجوروں میں پیوند کاری کی ممانعت کی احادیث	۲۶۳
۴۵	اس اشکال کا جواب کہ آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے پیداوار کم ہوئی	۲۶۴
۴۶	''مستقد مین'' اور ''مستاخرین'' کی تفسیر میں متعدد استدلال	۲۶۶
۴۷	صف اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت	۲۶۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸	**ولقد خلقنا الانسان من صلصال (۲۶-۴۴)**	۲۶۸
۴۹	مشکل الفاظ (صلصال، الحماء اور مسنون) کے معانی	۲۶۹
۵۰	انسان کی تخلیق سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۷۰
۵۱	انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ	۲۷۱
۵۲	مشکل الفاظ (الجان اور نار السموم) کے معانی	۲۷۲
۵۳	مشکل الفاظ (بشر اور روح) کے معانی	۲۷۴
۵۴	فرشتوں کے سجدہ کی کیفیت	۲۷۷
۵۵	سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی فضیلت	۲۷۷
۵۶	تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا	۲۷۸
۵۷	اللہ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان مکالمہ کے اہم نکات	۲۷۸
۵۸	اس اشکال کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو گمراہ کرنے کے لیے طویل عمر نہ دیتا تو لوگ گناہ نہ کرتے	۲۷۹
۵۹	جھوٹ کی قباحت	۲۸۰
۶۰	''اخلاص'' کا معنی	۲۸۰
۶۱	کیا چیز اخلاص کے منافی ہے؟	۲۸۱
۶۲	اخلاص کے مراتب اور درجات	۲۸۱
۶۳	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اخلاص ہے، لیکن کامل اخلاص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے	۲۸۲
۶۴	اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۸۳
۶۵	اخلاص کے متعلق احادیث	۲۸۳
۶۶	اخلاص کے متعلق صوفیاء اور مشائخ کے اقوال	۲۸۴
۶۷	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے	۲۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	''صراط مستقیم'' کی متعدد تفاسیر	۲۸۸
۶۹	انسانوں پر جنات کے تسلط کا رد	۲۸۸
۷۰	اس اشکال کا جواب کہ اصحاب اخلاص کو بھی شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا	۲۸۹
۷۱	جہنم کے دروازے اور ان میں عذاب یافتگان	۲۹۱
۷۲	**ان المتقین فی جنت و عیون (۴۵-۶۰)**	۲۹۳
۷۳	متقین کی تحقیق	۲۹۴
۷۴	چشموں، سلامتی اور امن کی تفسیر	۲۹۵
۷۵	اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے عذاب دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے	۲۹۶
۷۶	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی وجوہات اور اس کا کفر ہونا	۲۹۷
۷۷	**فلما جاء ال لوط ن المرسلین (۶۱-۷۹)**	۲۹۸
۷۸	فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین وجمیل لڑکوں کی صورت میں جانا	۳۰۰
۷۹	قوم لوط کی اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ان لڑکوں پر ہجوم کرنا	۳۰۰
۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم	۳۰۱
۸۱	جن خصوصیات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی	۳۰۱
۸۲	قوم لوط پر عذاب کا نزول	۳۰۴
۸۳	''متوسمین'' کا معنی	۳۰۴
۸۴	فراست کا معنی اور اس کے مصادیق	۳۰۵
۸۵	فراست کے متعلق احادیث	۳۰۶
۸۶	قوم لوط کے آثار	۳۰۷
۸۷	''اصحاب الایکہ'' کا معنی اور مصداق	۳۰۷
۸۸	اصحاب الایکہ کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا انتقام	۳۰۸
۸۹	**ولقد کذب اصحب الحجر المرسلین (۸۰-۹۹)**	۳۰۸
۹۰	الحجر کا معنی اور مصداق	۳۱۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
91	وادی حجر کے متعلق احادیث	310
92	وادی حجر کی احادیث کے احکام	311
93	وادی حجر اور دیگر ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کی آراء	311
94	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	313
95	حضرت صالح علیہ السلام کی نشانیاں	313
96	بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینا	314
97	ربط آیات اور سبب نزول	315
98	''السبع المثانی'' کی تفسیر میں متعدد اقوال	315
99	اس اعتراض کا جواب کہ عطف کی بناء پر سورۃ فاتحہ قرآن عظیم کی مغائر ہے	316
100	متاع دنیا کی طرف دیکھنے کی ممانعت کو عام مفسرین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرنا	317
101	مصنف کے نزدیک یہ نسبت امت کی طرف تعریضاً ہے	318
102	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار سے متاع دنیا کو ترک فرماتے تھے	319
103	امت کو دنیاوی عیش کے سامان ترک کرنے کی ترغیب	320
104	اسلام میں دین اور دنیا کا امتزاج ہے	321
105	تقسیم کرنے والوں کے مصداق میں متعدد اقوال	323
106	''عضین'' کا معنی	324
107	گنہگار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت	324
108	کفار سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت	325
109	''اصدع'' کا معنی	326
110	جن مذاق اڑانے والے مشرکوں سے بدلہ لیا گیا	326
111	نماز پڑھنے سے رنج اور پریشانی کا زائل ہونا	327
112	یقین کا لغوی اور اصطلاحی معنی	327
113	احادیث میں یقین پر موت کا اطلاق	328
114	حضرت ام العلاء انصاریہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر ایک اشکال	329
115	درایت کے معنی کی تحقیق اور اشکال کا جواب	329
116	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور دوسروں کے انجام کے علم کے متعلق قرآن مجید کی آیات	331
117	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کے علم کے متعلق احادیث	331
118	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے انجام کے علم کے متعلق احادیث	332
119	اشکال مذکور کے جواب کا خلاصہ	334
120	دیگر محدثین اور محققین کی طرف سے اشکال مذکور کے جوابات	334
121	مخالفین اعلیٰ حضرت کا یہ اعتراض کہ مغفرت ذنب کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی بیان کردہ حدیث غیر صحیح ہے	337
122	اعتراض مذکور کے متعدد جوابات	338
123	اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر	340
124	مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے پر اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات	340
125	الاحقاف: 9 کو منسوخ ماننے پر مخالفین اعلیٰ حضرت کے ایک اور اعتراض کا جواب	342
126	سورت کا اختتام	342
	سورۃ النحل	
1	سورت کا نام وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول	347
2	سورۃ النحل کے متعلق احادیث	347
3	سورۃ النحل کے مضامین اور مقاصد	348
4	اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (1-9)	349
5	عذاب کی وعید سے سورۃ النحل کی ابتداء کرنے کی توجیہ	350

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶	مستقبل میں آنے والے عذاب کو ماضی سے تعبیر کرنے کی توجیہ	۳۵۱	۲۸	بارش کے پانی سے کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی	۳۶۵
۷	ملائکہ سے جبریل کا مراد ہونا	۳۵۲	۲۹	زمین کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	۳۶۶
۸	''روح'' میں متعدد اقوال	۳۵۲	۳۰	سورج اور چاند اور دن اور رات کے تواتر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۶۶
۹	روح سے وحی اور اللہ کے کلام کا مراد ہونا	۳۵۳	۳۱	سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	۳۶۷
۱۰	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال	۳۵۳	۳۲	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۶۸
۱۱	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۳۵۴	۳۳	سمندر کی تسخیر کا معنیٰ	۳۶۸
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۴	۳۴	کڑوے پانی میں لذیذ مچھلی کا پیدا کرنا	۳۶۸
۱۳	اون کے لباس پہننے کا جواز	۳۵۵	۳۵	مچھلی پر گوشت کے اطلاق کی بحث	۳۶۹
۱۴	جمال کا معنیٰ اور مویشیوں کا جمال	۳۵۵	۳۶	سمندری جانوروں کے کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۹
۱۵	بکریوں' گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت	۳۵۵	۳۷	سمندری جانوروں کے کھانے کے متعلق مذہب احناف	۳۷۰
۱۶	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	۳۵۶	۳۸	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء	۳۷۲
۱۷	گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کو اونٹوں' گایوں اور بھیڑوں سے علیحدہ ذکر کرنے کی توجیہ	۳۵۷	۳۹	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذہب احناف	۳۷۲
۱۸	گھوڑوں کا گوشت حرام ہونے کے دلائل	۳۵۷	۴۰	زیورات کے متعلق احادیث	۳۷۳
۱۹	مذکورہ دلائل کے جوابات اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کے حلال ہونے کے دلائل	۳۵۸	۴۱	زیورات کے متعلق فقہی احکام	۳۷۴
۲۰	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۵۹	۴۲	زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۴
۲۱	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	۳۵۹	۴۳	زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب فقہاء اور بحث ونظر	۳۷۶
۲۲	پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۰	۴۴	''مواخر'' کا معنیٰ	۳۷۶
۲۳	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق احادیث	۳۶۱	۴۵	زمین پر پہاڑوں کا نصب کرنا اس کی حرکت کے منافی نہیں ہے	۳۷۷
۲۴	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۲	۴۶	دنیا اور آخرت میں انسان کی ہدایت کے انتظامات	۳۷۹
۲۵	لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے	۳۶۳	۴۷	اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	۳۷۹
۲۶	هو الذی انزل من السماء (۲۱-۱۰)	۳۶۳			
۲۷	مشکل الفاظ کے معانی	۳۶۵			

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عموم اور اس کے ساتھ مغفرت کا ارتباط	۳۸۱
۴۹	کافروں کو ان کے کفر کے باوجود نعمتیں عطا فرمانے کی توجیہ	۳۸۱
۵۰	بتوں کے خدا اور سفارشی ہونے کا ابطال	۳۸۲
۵۱	"والذین یدعون من دون اللہ" کی وہ تفسیر جو سید مودودی نے کی	۳۸۲
۵۲	سید مودودی کی تفسیر پر بحث ونظر	۳۸۳
۵۳	"والذین یدعون من دون اللہ" میں "یدعون" کا صحیح ترجمہ "عبادت کرنا" ہے "پکارنا" نہیں ہے	۳۸۳
۵۴	"والذین یدعون من دون اللہ" کا مصداق اصنام اور بت ہیں' انبیاء اور اولیاء نہیں	۳۸۴
۵۵	والذین یدعون من دون اللہ سے انبیاء اور اولیاء مراد لینے کے شبہات اور ان کے جوابات	۳۸۶
۵۶	انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت	۳۸۷
۵۷	غوث اعظم اور غوث الثقلین ایسے القاب کا ثبوت	۳۸۹
۵۸	شاہ عبدالعزیز اور شیخ اسماعیل دہلوی کا سید مودودی کے نزدیک حجت ہونا	۳۹۰
۵۹	انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی	۳۹۰
۶۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۳۹۱
۶۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۳۹۱
۶۲	اولیاء اللہ سے حاجت روائی	۳۹۲
۶۳	الھکم الہ واحد (۳۴-۲۲)	۳۹۳
۶۴	کفار مکہ کے شرک پر اصرار کا سبب	۳۹۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵	تکبر کی مذمت کے متعلق احادیث	۳۹۵
۶۶	متکبرین کی مغفرت نہ ہونے کی احادیث کی توجیہ	۳۹۶
۶۷	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کی تحقیق	۳۹۶
۶۸	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ	۳۹۷
۶۹	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کے والد کا نظریہ	۳۹۸
۷۰	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نظریہ	۳۹۸
۷۱	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۴۰۰
۷۲	کافروں کو اپنے پیروکاروں کے کفر پر عذاب ہونے کی توجیہ	۴۰۱
۷۳	اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرنے کا استحسان اور استحباب	۴۰۲
۷۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۴۰۶
۷۵	امام رازی کے نزدیک متقی کا مصداق اور بحث ونظر	۴۰۵
۷۶	نیکو کاروں کے دنیاوی اجر کی متعدد صورتیں	۴۰۷
۷۷	نیکو کاروں کا آخرت میں اجر وثواب	۴۰۹
۷۸	قبض روح کے وقت نیکو کاروں کی کیفیت	۴۰۹
۷۹	کفار کے انتظار عذاب کی توجیہ	۴۱۰
۸۰	و قال الذین اشرکوا لو شاء اللہ (۴۰-۳۵)	۴۱۱
۸۱	کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں مومن بنا دیتا	۴۱۲
۸۲	طاغوت کا معنی	۴۱۳
۸۳	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کر دیا تو ان کا گمراہی میں کیا قصور ہے	۴۱۴
۸۴	کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا	۴۱۴
۸۵	کفار کا حشر ونشر کو محال کہنا	۴۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۶	حشر ونشر کے امکان اور وقوع پر دلائل	۴۱۶
۸۷	"کن فیکون" پر ایک اعتراض کا جواب	۴۱۶
۸۸	والذین ھاجروا فی اللہ (۵۰-۴۱)	۴۱۷
۸۹	مہاجرین کی تعریف اور تحسین	۴۱۸
۹۰	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت	۴۱۹
۹۱	ہجرت کی وجہ سے اسلام کی تقویت	۴۱۹
۹۲	صبر اور توکل	۴۲۰
۹۳	ہجرت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ہجرت کی اقسام	۴۲۰
۹۴	ہجرت منقطع ہونے کے متعلق احادیث	۴۲۳
۹۵	ہجرت باقی رہنے کے متعلق احادیث	۴۲۵
۹۶	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق	۴۲۵
۹۷	انسان اور بشر کو نبی اور رسول بنانے کی تحقیق	۴۲۷
۹۸	اھل الذکر کا مصداق	۴۲۸
۹۹	مسئلہ تقلید پر "فاسئلوا اھل الذکر" سے استدلال	۴۲۸
۱۰۰	آیتِ مذکورہ سے استدلال پر نواب صدیق حسن خان کے اعتراضات	۴۲۹
۱۰۱	اعتراضاتِ مذکورہ کے جوابات اور اس پر دلائل کہ اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے	۴۳۰
۱۰۲	آیت مذکورہ کا تمام مسائل کے لیے عام ہونا خواہ ان کا علم ہو یا نہ ہو	۴۳۱
۱۰۳	تقلید کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی وضاحت	۴۳۲
۱۰۴	قرآن کریم سے تقلید پر استدلال	۴۳۳
۱۰۵	احادیث سے تقلید پر استدلال	۴۳۳
۱۰۶	آثارِ صحابہ اور اقوال تابعین سے تقلید پر استدلال	۴۳۴
۱۰۷	غیر مقلد علماء کی عبارات سے تقلید پر استدلال	۴۳۴
۱۰۸	تقلید کی ضرورت	۴۳۶
۱۰۹	ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب	۴۴۸
۱۱۰	تقلید پر امام غزالی کے دلائل	۴۴۹
۱۱۱	تقلید پر امام رازی کے دلائل	۴۵۰
۱۱۲	تقلید پر امام آمدی کے دلائل	۴۵۰
۱۱۳	تقلید پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	۴۵۱
۱۱۴	مسئلہ تقلید میں حرفِ آخر	۴۵۱
۱۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ضرورت اور حکمت	۴۵۲
۱۱۶	حجیتِ حدیث	۴۵۳
۱۱۷	کفارِ مکہ کو انواع واقسام کے عذاب سے ڈرانا اور دھمکانا	۴۵۵
۱۱۸	ہر چیز کے سائے کے سجدہ کی توضیح اور توجیہ	۴۵۶
۱۱۹	ہر چیز کے سجدہ ریز ہونے کا محمل	۴۵۷
۱۲۰	فرشتوں کا معصوم ہونا	۴۵۸
۱۲۱	وقال اللہ لا تتخذوا الھین (۶۰-۵۱)	۴۵۹
۱۲۲	الٰہ کا معنی معبود ہے یا عبادت کا مستحق؟	۴۶۰
۱۲۳	توحید پر دلائل	۴۶۱
۱۲۴	ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟	۴۶۲
۱۲۵	شکر کے شرعی احکام اور اس کے متعلق احادیث	۴۶۳
۱۲۶	مصیبت کے وقت اللہ کو پکارنا اور مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو بھول جانا	۴۶۴
۱۲۷	اللہ کے لیے حصہ مقرر کرنے پر مشرکین کو زجرو توبیخ	۴۶۶
۱۲۸	بیٹیوں کو عار سمجھنے کی مذمت	۴۶۷
۱۲۹	بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے متعلق احادیث	۴۶۸
۱۳۰	اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفات کا معنی اور اللہ کے اسماء کا توقیفی ہونا	۴۷۰
۱۳۱	ولو یؤاخذ اللہ الناس (۷۰-۶۱)	۴۷۰
۱۳۲	اس سوال کا جواب کہ سب لوگ ظلم کرتے ہیں	۴۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۳	اس سوال کا جواب کہ غیر ظالموں کو ہلاک کرنا عدل کے خلاف ہے	۴۷۳
۱۳۴	''مفرطون'' کا معنی	۴۷۷
۱۳۵	کفار کے مختلف نظریات کا بطلان	۴۷۸
۱۳۶	اللہ تعالیٰ کی الوہیت' توحید اور مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل	۴۷۹
۱۳۷	گوبر اور خون کے درمیان دودھ کو پیدا کرنے کی صحیح کیفیت	۴۸۰
۱۳۸	نر حیوانوں میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟	۴۸۰
۱۳۹	اوجھڑی میں دودھ پیدا نہ ہونے کے دلائل	۴۸۱
۱۴۰	دودھ کی خلقت میں اسرار و دقائق	۴۸۱
۱۴۱	دودھ کی خلقت میں حشر و نشر کے امکان کی دلیل	۴۸۳
۱۴۲	لذیذ طعام اور مشروب کھانے پینے کا جواز	۴۸۳
۱۴۳	دودھ کے متعلق احادیث	۴۸۴
۱۴۴	دودھ کا کیمیائی تجزیہ	۴۸۵
۱۴۵	سکر کے لغوی معنی کی تحقیق	۴۸۶
۱۴۶	سکر کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات	۴۸۷
۱۴۷	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم	۴۸۸
۱۴۸	امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم	۴۸۹
۱۴۹	اس حدیث کا جواب جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے	۴۹۰
۱۵۰	خمر کا بعینہٖ حرام ہونا اور باقی مشروبات کا بہ قدر نشہ حرام ہونا	۴۹۰
۱۵۱	شہد کی مکھی کی طرف وحی کی تحقیق	۴۹۲
۱۵۲	شہد کی مکھی کی دو قسمیں	۴۹۳
۱۵۳	شہد کی مکھی کے عجیب و غریب افعال	۴۹۴
۱۵۴	حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم	۴۹۴
۱۵۵	علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث	۴۹۵
۱۵۶	علاج کرنے کا استحباب	۴۹۶
۱۵۷	ذیابیطس کے مریض کے لیے شہد کا شفاء نہ ہونا	۴۹۷
۱۵۸	صوفیاء کے نزدیک علاج کرنا رخصت ہے اور علاج کو ترک کرنا عزیمت ہے	۴۹۷
۱۵۹	مشہور صوفی ابو طالب مکی کے کلام پر مصنف کا تبصرہ	۴۹۹
۱۶۰	ترک علاج کو افضل کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۰۱
۱۶۱	علاج کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے مزید دلائل	۵۰۷
۱۶۲	قرآن مجید اور احادیث سے ''پرہیز'' کے ثبوت پر دلائل	۵۱۰
۱۶۳	انسان کی عمر کے تغیرات سے اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر استدلال	۵۱۳
۱۶۴	''ارذل عمر'' کا معنی اور مصداق	۵۱۴
۱۶۵	ارذل عمر سے پناہ طلب کرنا	۵۱۴
۱۶۶	واللہ فضل بعضکم علی بعض (۷۶-۷۱)	۵۱۴
۱۶۷	شرک کے رد پر ایک دلیل	۵۱۶
۱۶۸	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے	۵۱۶
۱۶۹	''حفدۃ'' کے معنی	۵۱۸
۱۷۰	کسی شخص کی بیوی کا اس کی خدمت کرنا	۵۱۸
۱۷۱	مشرکین کی اوندھی عقل	۵۲۰
۱۷۲	اللہ تعالیٰ کے لیے مثال گھڑنے کے محامل	۵۲۱
۱۷۳	عاجز غلام اور آزاد فیاض کی مثال کی وضاحت	۵۲۱
۱۷۴	گونگے' عاجز غلام اور نیک آزاد شخص کی مثال کے محامل	۵۲۲
۱۷۵	وللہ غیب السموت والارض (۸۳-۷۷)	۵۲۳
۱۷۶	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۷	اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کی وسعت پر دلائل	۵۲۵
۱۷۸	اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کے طریقے	۵۲۶
۱۷۹	پرندوں کی پرواز سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور توحید پر استدلال	۵۲۵
۱۸۰	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۹
۱۸۱	مذکورہ آیات کا خلاصہ	۵۲۹
۱۸۲	ہڈی کے نجس ہونے کے متعلق علامہ قرطبی کے دلائل	۵۳۰
۱۸۳	خنزیر کے بالوں کا نجس ہونا	۵۳۲
۱۸۴	ہڈی کا پاک ہونا	۵۳۳
۱۸۵	انسانوں کے بالوں کا طاہر ہونا	۵۳۶
۱۸۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق احادیث	۵۳۷
۱۸۷	فضلاتِ کریمہ کی طہارت پر فنی اعتراضات کے جوابات	۵۳۹
۱۸۸	فضلاتِ کریمہ کی طہارت کے متعلق دیگر علماء کی عبارات	۵۴۰
۱۸۹	ویوم نبعث من کل امۃ شھیدا (۸۹-۸۴)	۵۴۱
۱۹۰	آخرت میں کفار کے احوال	۵۴۳
۱۹۱	عتاب کا معنیٰ	۵۴۳
۱۹۲	قیامت کے دن بتوں اور مشرکوں کا مکالمہ	۵۴۴
۱۹۳	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کی توجیہ	۵۴۴
۱۹۴	دوسروں کو کافر بنانے والوں کو دگنا عذاب ہونا	۵۴۶
۱۹۵	زمانۂ فترت میں علماءِ مبلغین کا حجت ہونا	۵۴۷
۱۹۶	قرآن مجید کا ہر چیز کے لیے روشن بیان ہونا	۵۴۷
۱۹۷	ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (۱۰۰-۹۰)	۵۴۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۸	زیرِ تفسیر آیت کی فضیلت	۵۵۱
۱۹۹	عدل کا معنیٰ	۵۵۱
۲۰۰	عدل کی تعریف کی روشنی میں اسلام اور اہلسنت کا برحق ہونا	۵۵۲
۲۰۱	احسان کا معنیٰ	۵۵۳
۲۰۲	عدل اور احسان میں فرق	۵۵۵
۲۰۳	رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا	۵۵۷
۲۰۴	الفحشاء 'المنکر اور البغی سے ممانعت	۵۵۸
۲۰۵	اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی اقسام	۵۵۹
۲۰۶	ایک دوسرے سے تعاون کے معاہدہ کے متعلق متعارض احادیث	۵۶۰
۲۰۷	ان احادیث میں تطبیق	۵۶۰
۲۰۸	''مواخاۃ'' کا معنیٰ	۵۶۱
۲۰۹	حِلف الفُضول (مظلوم کا بدلہ لینے کا باہمی معاہدہ)	۵۶۲
۲۱۰	عہد شکنی کی مذمت	۵۶۳
۲۱۱	مشکل الفاظ کے معانی	۵۶۴
۲۱۲	سوت کات کر توڑ دینے کی مثال سے کیا مقصود ہے؟	۵۶۴
۲۱۳	بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور پھر ان سے سوال کرنے کی توجیہ	۵۶۴
۲۱۴	قسم توڑنے کی ممانعت کو دوبارہ ذکر کرنے کی توجیہ	۵۶۵
۲۱۵	اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا	۵۶۶
۲۱۶	مومن کے ہر عمل کا باعثِ اجر و ثواب ہونا	۵۶۶
۲۱۷	اعمال کا ایمان سے خارج ہونا	۵۶۶
۲۱۸	مومن کی پاکیزہ زندگی کے متعلق متعدد اقوال اور اس کے ضمن میں قناعت اور رزق حلال کی فضیلت	۵۶۷
۲۱۹	مومن کی دنیا کی زندگی اور کافر کی دنیا کی زندگی کا فرق	۵۶۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۰	قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے "اعوذ باللہ" پڑھنے کی حکمت	۵۷۱
۲۲۱	اس آیت کا بہ ظاہر معنیٰ ہے قرآن مجید پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے' اس کا جواب	۵۷۱
۲۲۲	لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کی فضیلت	۵۷۲
۲۲۳	واذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ (۱۱۰-۱۰۱)	۵۷۳
۲۲۴	نسخ کی وجہ سے کفار کے اعتراض کا جواب	۵۷۵
۲۲۵	سنت سے قرآن مجید کے منسوخ نہ ہونے کے استدلال کا جواب	۵۷۵
۲۲۶	"الحاد" اور "عجم" کا معنی	۵۷۶
۲۲۷	مشرکین نے جس شخص کے متعلق تعلیم دینے کا افتراء کیا تھا' اس کے بارہ میں متعدد اقوال	۵۷۷
۲۲۸	مشرکین کے افتراء کے متعدد جوابات	۵۷۷
۲۲۹	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	۵۷۸
۲۳۰	جو کام دائماً ہو اس کو اسم سے اور جو کام عارضی ہو اس کو فعل سے تعبیر کرنا	۵۷۹
۲۳۱	جان کے خوف سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت اور جان دینے کی عزیمت	۵۸۰
۲۳۲	اکراہ (دھمکی دینے) کی تعریف اور اس کے مسائل	۵۸۲
۲۳۳	مرتدین کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۵۸۴
۲۳۴	جان کے خوف سے صرف زبان سے کلمۂ کفر کہنے والوں کی معافی کا حکم	۵۸۴
۲۳۵	یوم تاتی کل نفس تجادل (۱۱۹-۱۱۱)	۵۸۵
۲۳۶	روح اور بدن میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہے	۵۸۶
۲۳۷	قیامت کے دن ہر شخص کا نفسی نفسی کہنا	۵۸۷
۲۳۸	کفار مکہ پر بھوک اور خوف کو مسلط کرنا	۵۹۰
۲۳۹	ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ (۱۲۸-۱۲۰)	۵۹۲
۲۴۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات سے مشرکین کے خلاف استدلال	۵۹۴
۲۴۱	امت کا معنی	۵۹۴
۲۴۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمانے کی توجیہات	۵۹۵
۲۴۳	ملت ابراہیم کی اتباع کی توجیہ	۵۹۶
۲۴۴	یہودیوں کا ہفتہ کو اور عیسائیوں کا اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا	۵۹۷
۲۴۵	مسلمانوں کا جمعہ کے دن کی ہدایت کو پانا	۵۹۸
۲۴۶	جمعہ کے دن کی چھٹی کا مسئلہ!	۵۹۹
۲۴۷	اتوار کی چھٹی کرنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۶۰۰
۲۴۸	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	۶۰۱
۲۴۹	حکمت' موعظتِ حسنہ اور جدل کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۰۲
۲۵۰	بدلہ لینے میں تجاوز نہ کیا جائے	۶۰۳
۲۵۱	بدلہ لینے کے بجائے صبر کرنے میں زیادہ فضیلت	۶۰۴
۲۵۲	صبر کرنے کی ترغیب	۶۰۴
۲۵۳	بدلہ نہ لینے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سیرت	۶۰۵
۲۵۴	اختتامی کلمات	۶۰۷
	بنی اسرائیل	۵۸۴
۱	سورت کا نام	۶۱۱
۲	سورۃ بنی اسرائیل کا زمانۂ نزول	۶۱۲
۳	سورۃ النحل اور سورۃ بنی اسرائیل میں مناسبت	۶۱۲
۴	سورۃ بنی اسرائیل کے مشمولات	۶۱۲
۵	سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا (۱۰-۱)	۶۱۳
۶	سبحان کا معنی	۶۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٧	سبحان اللہ کہنے کی فضیلت میں احادیث	٦١٦
٨	اسریٰ کا معنی	٦١٧
٩	خواب میں معراج ہونے کی روایات	٦١٧
١٠	خواب میں معراج کی روایات کے جوابات	٦١٨
١١	عبد کے معنی	٦٢٠
١٢	اللہ تعالیٰ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عبد فرمانا	٦٢١
١٣	مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف جانا	٦٢٢
١٤	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھانا	٦٢٦
١٥	رات کے قلیل وقفہ میں معراج کا ہونا	٦٢٨
١٦	واقعۂ معراج کی تاریخ	٦٢٩
١٧	واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ	٦٢٩
١٨	معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ	٦٣٠
١٩	کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعۂ معراج کا مربوط بیان	٦٣٠
٢٠	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو وکیل نہ بنانے کا معنی	٦٤٣
٢١	حضرت نوح علیہ السلام کا بہت شکر گزار ہونا	٦٤٤
٢٢	یہودیوں کی دوبارہ سرکشی اور اس کی سزا میں ان پر دوبارہ دشمنوں کے غلبہ پر بائبل کی شہادت	٦٤٥
٢٣	یہودیوں کا انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا	٦٤٧
٢٤	بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کرنا	٦٤٨
٢٥	بنی اسرائیل کی غلامی کی ذلت سے مسلمان عبرت پکڑیں	٦٥٠
٢٦	اسلام کا سب سے مستحکم دین ہونا	٦٥١
٢٧	ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر (١١-٢٢)	٦٥٢
٢٨	غصہ میں اپنے اور اپنے اہل کے خلاف دعاء کرنا	٦٥٤
٢٩	انسان کا جلد باز ہونا	٦٥٥
٣٠	قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھوانے کی وجہ	٦٥٦
٣١	طائر کا لغوی اور عرفی معنی	٦٥٧
٣٢	طائر (بدشگونی) کے متعلق احادیث	٦٥٧
٣٣	صحائفِ اعمال کو گلے میں لٹکانے کی توجیہ	٦٥٨
٣٤	بندہ کا اپنے صحائفِ اعمال کو پڑھنا	٦٥٩
٣٥	اولاد اور شاگردوں کی نیکیوں کا ماں باپ اور اساتذہ کو ملنے کا جواز	٦٥٩
٣٦	انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے مختار ہے	٦٦٠
٣٧	آیا گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟	٦٦٠
٣٨	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کو عذاب ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	٦٦٢
٣٩	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق قرآن مجید کی آیات	٦٦٢
٤٠	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق احادیث	٦٦٣
٤١	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریات	٦٦٤
٤٢	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	٦٦٥
٤٣	نابالغ اولاد کا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہونا	٦٦٩
٤٤	مسلمانوں کے بچوں کا جنت میں ہونا	٦٧٠
٤٥	مشرکین کے بچوں کا دوزخ میں داخل ہونا	٦٧٠
٤٦	مشرکین کی اولاد کا اہل جنت کا خادم ہونا	٦٧١
٤٧	میدان قیامت میں بچوں اور دیگر کا امتحان ہونا	٦٧١
٤٨	تمام بچوں کا جنت میں داخل ہونا خواہ مسلمان ہوں یا کافر	٦٧٢
٤٩	خلاصہ بحث	٦٧٢
٥٠	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	٦٧٣
٥١	اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے کے لیے بہانے نہیں ڈھونڈتا	٦٧٣

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۲	بدکاروں کے لیے وعید اور نیکوکاروں کے لیے بشارت	۶۷۶
۵۳	مشکل الفاظ کے معانی	۶۷۶
۵۴	صرف دنیا کے طلب گار کا انجام	۶۷۶
۵۵	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا ایمان پر موقوف ہونا	۶۷۷
۵۶	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا نیت پر موقوف ہونا	۶۷۸
۵۷	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا صحیح طریقہ عبادت پر موقوف ہونا	۶۷۹
۵۸	نیک اعمال کے مشکور ہونے یا اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توجیہ	۶۸۰
۵۹	امیر و غریب کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	۶۸۰
۶۰	آپ کی طرف عبادتِ غیر اللہ کی نسبت کی وضاحت	۶۸۲
۶۱	شرک کی مذمت اور مشرکین کی ناکامی کی توجیہ	۶۸۳
۶۲	وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ (۲۳-۳۰)	۶۸۳
۶۳	اس پر دلیل کہ عبادت کا استحقاق صرف اللہ کے لیے ہے	۶۸۴
۶۴	لفظ قضی کے متعدد معانی	۶۸۵
۶۵	اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل ماں باپ کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ	۶۸۶
۶۶	ماں باپ کے حصولِ لذت کے نتیجے میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟	۶۸۷
۶۷	ماں باپ کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۸۷
۶۸	ماں باپ کے حقوق کے متعلق احادیث	۶۸۸
۶۹	ماں باپ کے بڑھاپے اور ان کی موت کے بعد ان سے نیک سلوک کرنا	۶۹۰
۷۰	ماں باپ کو جھڑکنے اور ان کو اُف کہنے کی ممانعت	۶۹۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷۱	رحم دلی سے بازو جھکانے کا معنی	۶۹۱
۷۲	مشرک ماں باپ کے لیے دعاء کرنے میں مفسرین کے اقوال	۶۹۲
۷۳	ماں باپ کے حقوق اور ان کی اطاعت اور نافرمانی کے نتائج اور ثمرات	۶۹۳
۷۴	اوابین کے معانی	۶۹۵
۷۵	جن لوگوں پر خرچ کرنا انسان پر واجب ہے اس کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۹۶
۷۶	تبذیر کا معنی	۶۹۸
۷۷	مبذرین کو شیطان کا بھائی فرمانے کی توجیہ	۶۹۸
۷۸	شیطان کے ناشکرے ہونے کا معنی	۶۹۹
۷۹	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرم روی کے ساتھ معذرت کرنا	۶۹۹
۸۰	خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا	۷۰۰
۸۱	خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت میں احادیث	۷۰۰
۸۲	زیادہ خرچ کرنے اور اسراف کی مذمت میں احادیث	۷۰۱
۸۳	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق	۷۰۲
۸۴	اعتدال اور میانہ روی کے متعلق احادیث	۷۰۳
۸۵	جن کا توکل کامل ہو ان کے لیے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کا جواز	۷۰۴
۸۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصولِ تبرک کا جواز	۷۰۵
۸۷	رزق میں کمی اور زیادتی بندوں کی مصلحت پر مبنی ہے	۷۰۶
۸۸	ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق (۳۱-۴۰)	۷۰۶
۸۹	آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۷۰۸
۹۰	حسن اور قبح کے عقلی ہونے پر دلائل	۷۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۱	عورتوں کی آزادی کے نتائج	۷۰۹
۹۲	حرمتِ زنا کی وجوہ	۷۰۹
۹۳	حرمتِ زنا کو حرمتِ قتل پر مقدم کرنے کی وجہ	۷۱۰
۹۴	کسی مسلمان کو قتل کرنے کی بارہ جائز صورتیں	۷۱۰
۹۵	مقتول کے وارث کی قوت کا بیان	۷۱۱
۹۶	ولی مقتول کے تجاوز نہ کرنے کا معنی	۷۱۱
۹۷	قفا کا معنی	۷۱۲
۹۸	بغیر علم کے ظن پر عمل کرنے کی ممانعت	۷۱۲
۹۹	ظن پر عمل کرنے کی شرعی نظائر	۷۱۳
۱۰۰	ظن پر عمل کرنے کی ممانعت کا محمل	۷۱۴
۱۰۱	کان' آنکھ اور دل سے سوال کیے جانے کی توجیہ	۷۱۴
۱۰۲	اکڑ اکڑ کر چلنے کی ممانعت	۷۱۵
۱۰۳	تکبر کی مذمت میں احادیث	۷۱۶
۱۰۴	آیاتِ سابقہ میں مذکورہ چھبیس احکام کا خلاصہ	۷۱۷
۱۰۵	احکام مذکورہ میں اوّل و آخر توحید کو ذکر کرنے کی حکمت	۷۱۸
۱۰۶	احکام مذکورہ کے حکیمانہ ہونے کی وجوہ	۷۱۸
۱۰۷	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کے قول کا ظلم ہونا	۷۱۹
۱۰۸	ولقد صرفنا فی هذا القرآن (۵۲-۴۱)	۷۱۹
۱۰۹	تصریف اور تذکر کا معنی	۷۲۱
۱۱۰	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	۷۲۲
۱۱۱	اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہر چیز کرتی ہے یا صرف ذوی العقول کرتے ہیں اور یہ تسبیح حالی ہے یا قولی؟	۷۲۳
۱۱۲	ہر چیز کی تسبیح کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۷۲۳
۱۱۳	ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۲۴
۱۱۴	ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق احادیث	۷۲۴
۱۱۵	کھجور کی شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کی تشریح	۷۲۵
۱۱۶	قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا	۷۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۷	لیس للانسان الا ما سعی سے ایصال ثواب کے تعارض کا جواب	۷۲۷
۱۱۸	ایصال ثواب کے متعلق احادیث	۷۲۸
۱۱۹	آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈالنا	۷۲۹
۱۲۰	آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کے دلوں پر پردہ ڈالنا	۷۲۹
۱۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی تحقیق	۷۳۰
۱۲۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی احادیث	۷۳۰
۱۲۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق علماءِ متقدمین کا نظریہ	۷۳۱
۱۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ	۷۳۴
۱۲۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء	۷۳۵
۱۲۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ	۷۳۶
۱۲۷	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل' قبروں سے نکلنے کی کیفیت اور آپ کی نبوت کی صداقت	۷۳۹
۱۲۸	وقل لعبادی یقولوا التی هی احسن (۹۰-۵۳)	۷۴۰
۱۲۹	آپس کی گفتگو میں اور تبلیغ میں نرمی اور حسن اخلاق سے کام لینا	۷۴۲
۱۳۰	بعض نبیوں کی بعض نبیوں پر فضیلت	۷۴۳
۱۳۱	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی توجیہ	۷۴۴
۱۳۲	غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنے کا رد	۷۴۴
۱۳۳	مطلقاً پکارنے اور مدد طلب کرنے کو شرک کہنا صحیح نہیں	۷۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	دوزخ کے عذاب سے انبیاء اور ملائکہ کے ڈرنے کی توجیہ	۷۴۶
۱۳۵	کھلم کھلا سود کھانا اور فحش کام کرنا نزولِ عذاب کا موجب ہے	۷۴۷
۱۳۶	زیرِ تفسیر آیت کا شانِ نزول	۷۴۸
۱۳۷	فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہ	۷۴۸
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت فرمانا	۷۴۹
۱۳۹	شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہیں تھا	۷۵۰
۱۴۰	شجرۃ الزقوم کا معنی	۷۵۰
۱۴۱	شجرۃ الزقوم کو ملعون فرمانے کی توجیہات	۷۵۱
۱۴۲	و اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم (۷۰-۶۱)	۷۵۱
۱۴۳	مشکل الفاظ اور مغلق فقروں کی تشریح	۷۵۴
۱۴۴	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۷۵۵
۱۴۵	انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجوہ	۷۵۶
۱۴۶	یوم ندعوا کل اناس بامامھم (۸۴-۷۱)	۷۵۹
۱۴۷	قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا' امام سے کیا مراد ہے؟	۷۶۱
۱۴۸	امام کی تفسیر میں صحیح محمل	۷۶۳
۱۴۹	کافروں کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونا	۷۶۳
۱۵۰	کفار کی فرمائشوں کے متعلق اقوال	۷۶۵
۱۵۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم رکھنے کی توجیہات	۷۶۵
۱۵۲	آپ کو دگنا مزہ چکھانے کی توجیہات	۷۶۶
۱۵۳	منکرین عصمتِ انبیاء کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۷۶۶
۱۵۴	اللہ تعالیٰ کی مدد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان آزمائشوں میں کامیابی	۷۶۷
۱۵۵	فتح مکہ سے قرآن مجید کی پیش گوئی کا پورا ہونا	۷۶۷
۱۵۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے موافق ہونا	۷۶۸
۱۵۷	دلوک کا معنی	۷۶۹
۱۵۸	پانچ نمازوں کی فرضیت	۷۶۹
۱۵۹	اوقاتِ نماز کے متعلق احادیث اور مذاہب	۷۷۰
۱۶۰	تہجد کا معنی	۷۷۳
۱۶۱	تہجد کی رکعات	۷۷۳
۱۶۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں کے لیے تہجد نفل ہے' لیکن نفل کی حیثیت میں فرق ہے	۷۷۴
۱۶۳	یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ پر تہجد فرض ہے	۷۷۵
۱۶۴	مقام محمود کی تحقیق	۷۷۵
۱۶۵	شفاعتِ کبریٰ کے متعلق احادیث	۷۷۵
۱۶۶	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام	۷۷۷
۱۶۷	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا	۷۷۷
۱۶۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کا نکالا جانا	۷۷۸
۱۶۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا	۷۷۸
۱۷۰	مدخل صدق اور مخرج صدق کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۷۸
۱۷۱	جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کریں' یا اس کی معصیت پر مبنی ہوں' ان کو توڑنے کا وجوب	۷۷۹
۱۷۲	قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفاء ہونا	۷۸۰
۱۷۳	قرآن مجید کا جسمانی امراض کے لیے شفاء ہونا	۷۸۰
۱۷۴	نشرہ اور مریضوں پر دم کرنے کا حکم	۷۸۱
۱۷۵	تعویذ لٹکانے کا حکم	۷۸۲
۱۷۶	ظالموں کے لیے قرآن مجید کا مزید گمراہی کا سبب ہونا	۷۸۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۷	انسان کا کمزور دل اور ناشکرا ہونا	۷۸۳
۱۷۸	نیکوں اور بروں پر قرآن مجید کے مختلف آثار	۷۸۳
۱۷۹	متقدمین کی پسندیدہ آیات	۷۸۴
۱۸۰	مصنف کی پسندیدہ آیات	۷۸۴
۱۸۱	ویسئلونک عن الروح (۸۵-۹۳)	۷۸۵
۱۸۲	روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۸۶
۱۸۳	روح کی موت کی تحقیق	۷۸۷
۱۸۴	جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر	۷۸۸
۱۸۵	روح کا حادث اور مخلوق ہونا	۷۸۹
۱۸۶	نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟	۷۹۰
۱۸۷	نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کی تعریفات	۷۹۰
۱۸۸	عالمِ خلق اور عالمِ امر	۷۹۱
۱۸۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم تھا یا نہیں؟	۷۹۱
۱۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی دلیل	۷۹۳
۱۹۱	دلوں سے علم کا نکل جانا	۷۹۳
۱۹۲	قرآن مجید کا متعدد اسالیب سے ہدایت دینا	۷۹۴
۱۹۳	تبلیغ اسلام سے دست کش ہونے کے لیے کفار مکہ کی پیشکش	۷۹۵
۱۹۴	کفار مکہ کا فرمائشی معجزات طلب کرنا	۷۹۵
۱۹۵	فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہات	۷۹۶
۱۹۶	معجزات کے مقدورِ نبی ہونے کی بحث	۷۹۸
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق	۷۹۸
۱۹۸	وما منع الناس ان یؤمنوا (۹۴-۱۰۰)	۸۰۱
۱۹۹	زمین والوں کے لیے کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟	۸۰۳
۲۰۰	کافر کے سر کے بل چلنے اور قیامت کے دن اس کے اندھے، بہرے اور گونگے ہونے کی توجیہات	۸۰۳
۲۰۱	حرص کی مذمت	۸۰۵
۲۰۲	بعض انسانوں کی سخاوت کے باوجود انسان کے بخیل ہونے کی توجیہ	۸۰۵
۲۰۳	بخل کی مذمت میں احادیث	۸۰۵
۲۰۴	ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت (۱۰۱-۱۱۱)	۸۰۷
۲۰۵	حضرت موسیٰ کو نو احکام دیے گئے تھے یا نو معجزات	۸۰۹
۲۰۶	بنی اسرائیل سے سوال کرنے کی توجیہ	۸۱۰
۲۰۷	مسحور، بصائر، استفزاز اور لفیف کے معانی	۸۱۰
۲۰۸	قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنا	۸۱۱
۲۰۹	قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی وجہ	۸۱۲
۲۱۰	ایمان لانے میں اہل کتاب کی عاجزی	۸۱۲
۲۱۱	اللہ اور رحمان پکارنے کے متعدد شان نزول	۸۱۳
۲۱۲	پست آواز اور بلند آواز سے نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے محامل	۸۱۳
۲۱۳	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۸۱۴
۲۱۴	اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلائل اور وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے	۸۱۵
۲۱۵	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	۸۱۵
۲۱۶	اختتامی کلمات اور دعا	۸۱۶
۲۱۷	مآخذ و مراجع	۸۱۷

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين الذى استغنى فى حمده عن الحامدين وانزل القرآن تبيانا لكل شئ عند العارفين والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذى استغنى بصلوة الله عن صلوة المصلين واختص بارضاء رب العالمين الذى بلغ الينا ما انزل عليه من القرآن وبين لنا ما نزل عليه بتبيان وكان خلقه القرآن وتحدى بالفرقان وعجز عن معارضته الانس والجان وهو خليل الله حبيب الرحمٰن لواء فوق كل لواء يوم الدين قائد الانبياء والمرسلين امام الاولين والآخرين شفيع الصالحين والمذنبين واختص بتنصيص المغفرة له فى كتاب مبين وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه الكاملين الراشدين وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر اولياء امته وعلماء ملته اجمعين۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله۔ اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيات اعمالى من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له اللهم ارنى الحق حقا وارزقنى اتباعه اللهم ارنى الباطل باطلا وارزقنى اجتنابه اللهم اجعلنى فى تبيان القرآن على صراط مستقيم وثبتنى فيه على منهج قويم واعصمنى عن الخطأ والزلل فى تحريره واحفظنى من شر الحاسدين وزيغ المعاندين فى تقريره اللهم القِ فى قلبى اسرار القرآن واشرح صدرى لمعانى الفرقان ومتعنى بفيوض القرآن ونور نى بانوار الفرقان واسعدنى لتبيان القرآن، رب زدنى علما رب ادخلنى مدخل صدق واخرجنى مخرج صدق واجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا۔ اللهم اجعله خالصا لوجهك ومقبولا عندك وعند رسولك واجعله شائعا ومستفيضا ومفيضا ومرغوبا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ذريعة للمغفرة ووسيلة للنجاة وصدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم فى الدنيا وشفاعته فى الآخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفر لى فانه لا يغفر الذنوب الا انت آمين يا رب العالمين۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد ﷺ پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثل لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول کر دے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیرے پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

سُورَةُ الرَّعدِ

(۱۳)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الرعد

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الرعد ہے، تمام متقدمین اور متاخرین سے اسی طرح منقول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس کے نام میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس کا نام الرعد رکھنے کی مناسبت یہ ہے کہ اس سورت میں الرعد کا ذکر ہے اور اس کے علاوہ اور کسی مکی سورت میں الرعد کا ذکر نہیں ہے۔ اس سورت کی اس آیت میں الرعد کا ذکر ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (الرعد: ۱۳)

بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہے، اور باقی فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (حمد اور تسبیح کرتے ہیں) اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے درآنحالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے ۝

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کی ایک اور سورت میں بھی رعد کا ذکر ہے:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ (البقرہ: ۱۹)

یا اس بارش کی مثل جو آسمان سے برس رہی ہو، اس میں تاریکیاں اور رعد (گرج اور کڑک) اور بجلی کی چمک ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سورۃ البقرہ کی آیت ہے اور یہ مدنی سورت ہے اور ہم نے یہ کہا ہے کہ کسی مکی سورت میں الرعد کا ذکر نہیں ہے، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی مثلاً سرہانے کو تکیہ کہتے ہیں کیونکہ تکیہ کے معنی ہیں ٹیک لگانا اور سرہانے کے ساتھ ٹیک لگائی جاتی ہے، اب اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ دیوار کے ساتھ بھی تو ٹیک لگائی جاتی ہے اس کو تکیہ کیوں نہیں کہتے، کیونکہ وجہ تسمیہ کے لیے یہ کافی ہوتا ہے کہ جس چیز کا جو نام رکھا گیا ہے اس میں اس نام کی مناسبت پائی جائے اور یہ نہیں ہوتا کہ جہاں وہ مناسبت ہو وہاں وہ نام بھی ہو، ہمارے ملک کا نام

Marfat.com

پاکستان ہے کیونکہ یہ پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ ہے یعنی ایسے لوگ جو کفر اور شرک سے پاک ہیں' اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ مصر اور لیبیا بھی تو پاک لوگوں کے رہنے کا گھر ہے تو مصر اور لیبیا کو پاکستان کیوں نہیں کہتے' اسی طرح اس سورت کا نام الرعد رکھنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں الرعد کا ذکر ہے' اور یہ لازم نہیں ہے کہ جس سورت میں بھی رعد کا ذکر ہو اس سورت کا نام الرعد رکھا جائے۔

الرعد کا معنی

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

بادل کی آواز کو رعد کہتے ہیں' روایت ہے کہ رعد وہ فرشتہ ہے جو بادل کو ہانکتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی شخص کے ڈرانے اور دھمکانے کو رعد کہتے ہیں' کسی شخص کے کندھے خوف سے کپکپا رہے ہوں تو کہتے ہیں ارعدت فرائصہ خوفا۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۶۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

بادل کے گرجنے اور کڑکنے اور ڈرانے اور دھمکانے کو بھی رعد کہتے ہیں۔ (المنجد ص ۲۶۷' تہران' ۱۳۶۷ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود آئے اور کہنے لگے کہ یا ابا القاسم! ہمیں بتایئے کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادل کے ساتھ مقرر ہے۔ اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن سے وہ جہاں اللہ چاہتا ہے بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ انہوں نے پوچھا اور یہ آواز کیسی ہے جس کو ہم سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بادلوں کو ڈانٹنا اور جھڑکنا ہے' جب وہ (فرشتہ) بادلوں کو ڈانٹتا اور جھڑکتا ہے تو وہ بادل وہاں پہنچتے ہیں جہاں پہنچنے کا انہیں فرشتہ حکم دیتا ہے۔ (الحدیث)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۴۴۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۴۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۴)

قرآن مجید میں ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ (الصّٰفّٰت: ۲-۱)

ان فرشتوں کی قسم جو صف باندھے عبادت کر رہے ہیں ○ پس ان فرشتوں کی قسم جو بادلوں کو جھڑک کر ہنکار رہے ہیں ○

سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ سورۃ الرعد مکی ہے۔ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ ابی بشر نے سعید بن جبیر سے اس آیت کے متعلق پوچھا: ومن عندہ علم الکتاب۔ (الرعد: ۴۳) کیا یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے؟ انہوں نے کہا یہ ان کے متعلق کیسے ہو سکتی ہے' یہ تو مکی سورت ہے۔ (امام النحاس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الرعد مکی ہے اور امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الرعد مدنی ہے' امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ الرعد مدنی ہے' قتادہ نے کہا چند آیات کے سوا اس کی تمام آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔ الدر المنثور) اس سورت کے مدنی ہونے کی تائید میں اربد بن قیس اور عامر بن الطفیل کا قصہ ہے جن کے متعلق الرعد: ۱۳-۸ کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس

Marfat.com

اختلاف میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ چند آیتوں کے سوا اس سورت کی باقی تمام آیتیں مکی ہیں۔

(الاتقان ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۹ھ)

حافظ سیوطی نے اربد بن قیس اور عامر بن الطفیل کے جس قصہ کا ذکر کیا وہ یہ ہے:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اربد بن قیس، اور عامر بن الطفیل مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے، وہ دونوں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ عامر بن الطفیل نے کہا اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، لیکن تم گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کرنا۔ اس نے کہا میرے پاس تو اب بھی نجد میں گھوڑے ہیں، پھر اس نے کہا آپ دیہات میرے سپرد کر دیں اور شہر آپ لے لیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھنے لگے تو عامر نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کے خلاف گھوڑے سواروں کو اور پیادوں کو جمع کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تم کو اس اقدام سے باز رکھے گا۔ جب وہ دونوں وہاں سے نکل گئے تو عامر نے (چپکے سے) کہا اے اربد میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باتوں میں لگاتا ہوں تم تلوار سے ان کا سر اڑا دینا، اور جب تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا تو زیادہ سے زیادہ یہ لوگ دیت کا مطالبہ کریں گے، اور یہ ہم سے جنگ کرنے کو ناپسند کریں گے، اور ہم ان کو دیت ادا کر دیں گے۔ اربد نے کہا ٹھیک ہے! پھر وہ دونوں دوبارہ آپ کے پاس آئے، عامر نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اٹھیں میں آپ کے ساتھ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دونوں باتیں کرتے ہوئے دیوار کے پاس چلے گئے۔ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باتیں کرنے لگا اور اربد تلوار سونتنے لگا۔ جب اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا، اور وہ تلوار نہ نکال سکا۔ جب اربد نے دیر لگا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور آپ نے دیکھ لیا کہ اربد کیا کرنے والا تھا، پھر آپ واپس چلے آئے۔ جب عامر اور اربد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے، اور حرۂ واقم میں پہنچے تو ان کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ملے، انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! ٹھہر جاؤ! عامر نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت سعد نے کہا یہ اسید بن حضیر کاتب ہے، حتیٰ کہ جب وہ مقام رقم پر پہنچے تو اللہ عزوجل نے اربد پر بجلی گرا دی جس سے اربد ہلاک ہو گیا۔ (امام واحدی کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کارروائی دیکھی تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان سے میرا بدلہ لے) اور عامر جب آگے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں چھالے اور پھوڑے پیدا کر دیئے۔ اس نے بنو سلول کی ایک عورت کے ہاں رات گزاری، اس کے حلق تک پھوڑے ہو گئے اور ان کی تکلیف کی وجہ سے وہ موت کی خواہش کرنے لگا، اور پھر مر گیا، اس وقت الرعد: ۱۳-۸ کی آیات نازل ہوئیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۶۰، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۱۲۳، اسباب النزول للواحدی ص ۲۷۸، رقم الحدیث: ۵۴۷، حافظ الہیثمی نے کہا ان کی سند میں عبد العزیز بن عمران ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۴۲)

اس موقع پر جو آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ

ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے اور ہر رحم کے سکڑنے اور پھیلنے کو بھی وہی جانتا ہے اور ہر چیز کا اس کے نزدیک اندازہ

Marfat.com

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ ۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ ۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ ۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (الرعد: ۱۳-۸)

ہے ○ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے سب سے بڑا، نہایت بلند ہے ○ تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے بولے، وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو اس کے لیے برابر ہے ○ اس کے لیے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ کسی قوم کی نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدل دیں، اور جب اللہ کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے، اور اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ وہی ہے جو تم کو (کبھی) ڈرانے کے لیے اور (کبھی) امید دلانے کے لیے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے ○ بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے اور وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے ○

ان آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کو امام طبرانی اور امام واحدی نے روایت کیا ہے اور ان شاء اللہ ان آیات کی تفسیر میں ہم اس کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ بہرحال چند آیات کے علاوہ اس سورت کی اکثر آیات مکی ہیں۔ اس پوری سورت کا مضمون ان ہی سورتوں کے موافق ہے جو مکی سورتیں ہیں کیونکہ اس سورت میں زیادہ تر توحید، قیامت اور جزا اور سزا کا بیان ہے اور یہ مکی سورتوں کا خاصہ ہے جبکہ مدنی سورتوں میں مومنوں سے خطاب ہوتا ہے اور احکام شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔

سورۃ الرعد اور سورۂ یوسف میں باہمی مناسبت

سورۃ الرعد اور سورۂ یوسف میں حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) سورۂ یوسف اور سورۂ رعد دونوں مکہ میں نازل ہوئیں۔

(۲) سورۂ یوسف اور سورۃ الرعد میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے کس طرح اپنی قوموں میں تبلیغ کی اور ان کی قوموں نے ان کو کیا جوابات دیئے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین اور متقین کو کس طرح نجات دی اور منکرین اور کافرین کو کس طرح عذاب میں مبتلا کیا۔ سورہ یوسف میں معین طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور سورۃ الرعد میں اجمالی طور پر انبیاء علیہم السلام کا اور ان کے منکرین پر عذاب کا ذکر فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا تو میں نے کافروں کو کچھ مہلت دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا،

Marfat.com

كَانَ عِقَابِ ○ (الرعد: ۳۲) تو میرا عذاب کیسا تھا ○

(۳) دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے گئے ہیں، سورہ یوسف میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (یوسف: ۳۹)

اے قید خانہ کے میرے دونوں ساتھیو! کیا متعدد اور مختلف معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ! جو سب پر غالب ہے ○

اور سورۃ الرعد میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا - الايه - (الرعد: ۲)

اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا جیسا کہ تم انہیں دیکھتے ہو۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ الايه - (الرعد: ۱۶)

آپ (ان سے) پوچھئے کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ (خود ہی) کہئے کہ اللہ ہے۔

(۴) اور ان دونوں سورتوں میں آسمانوں اور زمینوں اور ان کے عجائبات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال فرمایا ہے:

سورہ یوسف میں ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○ (یوسف: ۱۰۵)

اور آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں ○

اور سورۃ الرعد میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الرعد: ۳)

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو نصب کیا اور دریا (رواں کیے) اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں کے دو دو جوڑے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ یوسف میں زمینوں اور آسمانوں کی نشانیوں کا اجمالاً ذکر فرمایا تھا اور سورۃ الرعد کی آیت: ۳۳، ۳۰، ۱۶، ۱۲، ۱۱، ۹، ۸، ۴، ۳، ۲ میں ان نشانیوں کا تفصیلاً ذکر فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ الرعد میں انبیاء سابقین کا اجمالاً ذکر ہے اور سورہ یوسف میں انبیاء سابقین کا تفصیلاً ذکر ہے۔

(۵) سورۃ یوسف کا اختتام قرآن مجید کے ذکر پر ہوا ہے، اور سورۃ الرعد کا افتتاح قرآن کریم کے ذکر سے ہوا ہے۔ سورۃ یوسف میں ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف: ۱۱۱)

یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے لیکن یہ اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○

اور سورۃ الرعد اس آیت سے شروع ہوتی ہے:

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

الف لام میم را، یہ اس کتاب (قرآن مجید) کی آیتیں ہیں، اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا برحق

Marfat.com

لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (الرعد: ۱)　　ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○

سورۃ الرعد کے مضامین اور مقاصد

(۱) اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل سے کی گئی ہے اور آسمانوں اور زمینوں اور سورج اور چاند اور رات اور دن، اور پہاڑوں اور دریاؤں اور کھیتوں اور باغات اور ان کے مختلف رنگوں، خوشبوؤں اور ذائقوں کو پیدا کرنے سے استدلال فرمایا ہے اور اس پر استدلال فرمایا ہے کہ اسی نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کو فنا کرے گا، اور فنا کے بعد پھر ان سب کو زندہ فرمائے گا، اور وہی ضرر اور نفع پہنچانے پر قادر ہے۔ ان تمام امور میں وہ منفرد ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۲) وہ قیامت کو قائم کرے گا، اور سب کو زندہ کر کے جمع فرمائے گا اور کفار اور منکرین کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(۳) یہ بتایا ہے کہ فرشتے انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں اور انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴) حق اور باطل کی، اللہ کے عبادت گزاروں اور بتوں کے پجاریوں کی محسوس مثالیں دی ہیں، اور یہ بتایا ہے کہ باطل پرستوں کی مثال جھاگ کی طرح ہے، جس کی کوئی بقا نہیں ہوتی، جب سونے اور چاندی کو آگ میں پگھلایا جائے تو اوپر ابھرنے والا میل کچیل باطل کی طرح ہے، اور نیچے بچ جانے والا خالص اور صاف مادہ حق کی مثال ہے۔

(۵) متقین اور اہلِ سعادت دیکھنے والوں کی طرح ہیں اور نافرمان اور مفسد اندھوں کی طرح ہیں۔

(۶) اللہ سے ڈرنے والوں کو دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے، اور عہد شکن اور منکروں کو دوزخ کے دائمی عذاب سے ڈرایا ہے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین، شرک سے منع کرنا اور صرف اللہ عزوجل کی عبادت کی دعوت دینا ہے اور مشرکین کی ہم نوائی سے روکنا ہے۔

(۸) تمام رسول نوع انسان سے بھیجے گئے وہ بھی انسان اور بشر ہیں لیکن انسان کامل اور افضل ترین بشر ہیں، ان کی بیویاں اور اولاد ہیں اور یہ اس لیے کہ بیویوں اور اولاد کے ساتھ طرز معاشرت میں ان کے نمونہ پر ان کے پیروکار عمل کریں۔ اور وہ کسی فرمائشی معجزہ کو اللہ کی اجازت اور اس کی مشیت کے بغیر پیش نہیں کر سکتے اور ان کا منصب صرف تبلیغ کرنا ہے اور جزاء اور سزا دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(۹) ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے منکروں کو ناکام اور انبیاء علیہم السلام کو فائز المرام کیا۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ وہی تمام مخلوق کی عبادت کا مستحق ہے، نہ کہ ان کے باطل معبود۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ ہر چھپی ہوئی اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے اور ان کے نام نہاد اور باطل معبود کچھ جانتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی نعمت دینے پر قادر ہیں۔

(۱۲) قیامت سے ڈرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔

(۱۳) مشرکین جو فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں وہ محض کٹ حجتی اور عناد سے کرتے ہیں، وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(۱۴) اس سورت کو اس پر ختم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی شہادت دیتا

Marfat.com

ہے، اسی طرح اہلِ کتاب میں سے مومنین بھی آپ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ علامتیں پائی جاتی ہیں جو آخری نبی کے متعلق ان کی کتابوں میں درج ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ قرآن مجید ان کی کتابوں کا مصدق ہے۔(سورۃ الرعد کا افتتاح ۱۱ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / ۱۸ مارچ ۲۰۰۰ء کو کیا گیا۔)

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ سِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الرعد مکی ہے اور اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

الف، لام، میم، را، یہ اس کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے

الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ

وہ برحق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ

بغیر ستونوں کے بلند کیا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھتے ہو، پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ

اس نے سورج اور چاند کو اپنے نظام پر کاربند فرما دیا ہر ایک اپنی مقررمدت تک گردش کر رہا ہے، وہی

الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے وہ آیتوں کی تفصیل فرماتا ہے تاکہ تم کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا یقین ہو ○

وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ نصب کیے، اور دریا رواں کیے،

وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں کے دو، دو جوڑے بنائے، وہ رات سے

Marfat.com

الَّیۡلَ النَّھَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ

دن کو چھپا لیتا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور

فِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ

زمین میں ایک دوسرے کے قریب قطعات ہیں، اور انگوروں کے باغ اور کھیت ہیں

وَّ نَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ قف

اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت ہیں اور الگ الگ بھی ہیں (حالانکہ سب کو ایک ہی پانی سے

وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَہَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ

سیراب کیا جاتا ہے، اور ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں، بے شک ان میں عقل

لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُہُمۡ

والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اگر تم تعجب کرو تو باعث تعجب ان کا یہ قول ہے

ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ

کیا ہم مٹی ہو جانے کے بعد از سر نو پیدا ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے

کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے، اور یہی

اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالسَّیِّئَۃِ

دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○ اور یہ لوگ ثواب سے پہلے عذاب

قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ وَ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ

کے طلب گار ہیں اور بے شک ان سے پہلے عذاب یافتہ لوگ گزر چکے ہیں، اور بے شک آپ کا

رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِہِمۡ ۚ وَ اِنَّ رَبَّکَ

رب لوگوں کے ظلم (گناہوں) کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے، اور بے شک آپ کا رب

Marfat.com

لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ

ضرور سخت عذاب دینے والا ہے ○ اور کافر کہتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ

اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع ۱

نازل ہوئی، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف، لام، میم، را، یہ اس کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں، اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ (الرعد: ۱)

اجتہاد اور قیاس پر ایک اعتراض کا جواب

الف، لام، میم، را، حروف مقطعات میں سے ہیں، ان کی پوری تشریح سورہ البقرہ میں گزر چکی ہے، مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آپ پر آپ کی رب کی طرف جو نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حق وہی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہو، اور مجتہدین کا قیاس چونکہ اللہ کی طرف سے نازل نہیں کیا گیا اس لیے وہ حق نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس لیے قیاس بھی حکماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور وہ بھی برحق ہے، اور اگر مجتہد کو قیاس میں خطا لاحق ہوئی پھر بھی اس کے اجتہاد پر عمل کرنا برحق ہے، اس کو اس اجتہاد پر اجر و ثواب ملے گا اور اس کے اجتہاد پر عمل کرنے والوں کو بھی اجر و ثواب ملے گا لیکن یہ اجر و ثواب اس مجتہد کے اجر و ثواب سے ایک درجہ کم ہوگا جس کا اجتہاد صحیح ہو۔

اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور دلیل

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ذہن کا طاقت کو خرچ کرنا اور مشقت کو برداشت کرنا اجتہاد ہے۔ کہا جاتا ہے میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا، یعنی اپنی فکر کو تھکایا۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی نامعلوم حکم کو کتاب و سنت کے کسی حکم پر قیاس کیا جائے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ محض اپنی عقل سے کسی چیز پر کوئی حکم لگایا جائے۔ (النہایہ ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت معاذ کے دوست بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا، آپ نے پوچھا تم کس طرح فیصلے کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ میں دیکھ کر فیصلہ کروں گا، آپ نے پوچھا اگر وہ (حکم) کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے پوچھا اگر وہ (حکم) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ

Marfat.com

کے لیے حمد ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندہ کو توفیق عطا کی۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۴، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے کوئی حکم لگائے اور اس کا حکم صحیح ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب اس کو حکم میں خطا لاحق ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۲۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۹۶، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۵۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۷۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۹۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۱۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۰۶۰، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۵۹۰۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹، السنن للدار قطنی ج ۴ ص ۲۰۴، المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث: ۹۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا، جیسا کہ تم انہیں دیکھتے ہو، پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا اور اس نے سورج اور چاند کو اپنے نظام پر کاربند فرمادیا، ہر ایک اپنی مقرر مدت تک گردش کر رہا ہے، وہی دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، وہ آیتوں کی تفصیل فرماتا ہے تاکہ تم کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا یقین ہو ○ (الرعد: ۲)

سورج اور چاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن نازل فرمایا ہے وہ برحق ہے، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے برحق ہونے اور اپنے وجود اور اپنی توحید پر دلائل قائم فرما رہا ہے، اور اپنی قدرت پر براہین پیش فرما رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا، کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ کوئی چھت بغیر ستونوں یا دیواروں کی ٹیک کے قائم نہیں ہو سکتی تو جس قادر و قیوم نے آسمانوں کو بغیر کسی ٹیک اور سہارے کے بلند کر دیا تو یقیناً وہ ہستی ممکنات اور مخلوقات سے ماوراء ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند اور ان کی گردش کا ذکر فرمایا، ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور چاند ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتے ہیں اور ایک مخصوص جانب میں غروب ہوتے ہیں، تو وہ کون ہے جس نے ان کو اس مخصوص نظام کے تحت گردش پر کاربند کیا اور وہ کون ہے جس نے ان کو اس مخصوص جانب سے طلوع اور غروب کا پابند کیا ہے، اگر اللہ عزوجل کے سوا کوئی اور خدا ہے تو اس نے ان مخصوص جانبوں کے سوا کسی اور جانب سے ان کا طلوع اور غروب کرایا ہوتا، ان کی مخصوص گردش کے سوا کوئی اور گردش کرائی ہوتی اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا وہ ایک ہی خدا ہے جس نے کائنات کا یہ مربوط نظام قائم کیا ہے، اس نظام کی یکسانیت اور طریق کار کی وحدت کا تسلسل یہ بتاتا ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے۔

اسی طرح دنیا کے دیگر معاملات ہیں، زرعی پیداوار کا نظام ہے جس میں ایک ہی طریقہ کار کا تسلسل ہے۔ کبھی انگور کی بیلوں میں سیب نہیں لگتا اور نہ کبھی سیب کے درختوں میں انگور لگتا ہے، ایک نرم و نازک پودا بیج کو پھاڑتا ہے اور زمین کے سینہ کو چیر کر باہر نکل آتا ہے اور اس نظام میں بھی یکسانیت اور وحدت ہے، حیوانوں اور انسانوں کے طریقہ تولید اور ان کی نشوونما کے نظام میں بھی وحدت ہے، پھر فصلوں اور باغوں کے لیے وقت پر بارش نازل فرمانا، پھلوں اور غلوں کے قوام کی پختگی کے لیے سورج کی حرارت مہیا کرنا اور نہایت حکمت بالغہ کے ساتھ حیوانوں اور انسانوں کے لیے خوراک مہیا کرنا یہ کس کی تدبیر ہے اور اس تدبیر کے نظام میں بھی یکسانیت اور وحدت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد

Marfat.com

ہے۔

عرش پر استواء اور ایسی دیگر صفات کے متعلق متقدمین اور متاخرین کے نظریات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا۔ یہ آیت قرآن مجید میں چھ مرتبہ آئی ہے۔ الاعراف: ۵۴، یونس: ۳، الرعد: ۲، طہٰ: ۵، الفرقان: ۵۹، الم السجدۃ: ۴، الحدید: ۴۔ ہم الاعراف: ۵۴ میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اور یہاں بھی اختصار کے ساتھ اس مسئلہ کا ذکر کریں گے۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کی بعض ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے بظاہر جسمیت کا شبہ یا وہم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمیت کے عوارض سے پاک ہے اور ممکنات اور مخلوقات میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے، قرآن مجید میں اس کے استواء (قائم ہونے) اس کی آنکھوں، اس کے چہرے، اس کے ہاتھوں، اس کی پنڈلی، اس کے رحم کرنے، اس کے غضب فرمانے، اس کے آنے، اس کے سننے، اس کے دیکھنے، اس کے کلام کرنے، اس کے خفیہ تدبیر کرنے، اس کے محبت کرنے، اس کے ناپسند کرنے، اس کے سرگوشی کرنے، اس کے ساتھ رہنے، اور اس کے ندا کرنے کا ذکر ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کے خوش ہونے، اس کے قدم رکھنے، عرش کے اوپر ہونے، آسمان میں ہونے، آسمان سے نازل ہونے اور اس کے دوڑ کر آنے کا ذکر ہے۔

یہ تمام صفات مخلوق میں ہوتی ہیں اور ہم کو ان کے معنی معلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ میں بھی یہ صفات ہیں لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات کس معنی میں ہیں اور کس اعتبار سے ہیں، اس میں یہ صفات اس کے شایانِ شان ہیں مثلاً وہ بولتا ہے، سنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن ہماری طرح زبان سے نہیں بولتا نہ کانوں سے سنتا ہے نہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس کا بولنا، سننا اور دیکھنا مخلوق کے بولنے، سننے اور دیکھنے کی مثل نہیں ہے لیکن وہ کیسے ان صفات سے متصف ہے یہ ہمیں نہیں معلوم۔ جس طرح ہم کو اللہ کی ذات کی حقیقت کا علم نہیں ہے اسی طرح ہم کو اس کی صفات کی حقیقت کا بھی علم نہیں ہے۔ اس کی آنکھیں ہیں، اس کا چہرہ ہے اور اس کے ہاتھ ہیں لیکن وہ مخلوق کی مثل نہیں ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ جسم ہے لیکن اس کا جسم مخلوق کی مثل نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے لیے جسم کا لفظ وارد نہیں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ان ہی صفات کو مانتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ ہم اس کی ان صفات کو بلا تمثیل اور بلا تکییف مانتے ہیں یعنی اس کی یہ صفات مخلوق کی صفات کی مثل نہیں ہیں اور نہ ہم کو ان کی کیفیت معلوم ہے مثلاً اس کی آنکھیں ہیں لیکن وہ مخلوق کی آنکھوں کی مثل نہیں ہیں اور ان کی کیا کیفیت ہے وہ کس طرح کی ہیں یہ بھی ہم کو معلوم نہیں، اس کی ایسی آنکھیں ہیں جو اس کے شایانِ شان ہیں۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں:

اللہ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے، نہ اس کا کوئی منازع ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کی کوئی مثال ہے، اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے جو چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی صفات بلا کیف ہیں اور یہ توجیہ نہ کی جائے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس توجیہ میں اس کی صفت کو باطل کرنا ہے اور یہ قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت بلا کیف ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے بلا کیف دو صفتیں ہیں۔ (الفقہ الاکبر مع شرحہ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ مصر، ۱۳۷۵ھ)

Marfat.com

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو جن صفات سے موصوف کیا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جن صفات سے موصوف کیا ہے ان صفات پر ایمان رکھا جائے' ان صفات کی نفی کی جائے نہ ان صفات کی تاویل کی جائے' نہ ان صفات کی کیفیت بیان کی جائے نہ ان صفات کی کوئی مثال بیان کی جائے اور یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے' سب کی ابتداء اسی سے ہوئی ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۷' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

اگر مخالف ان نصوص سے استدلال کرے جو جہت' جسمیت' صورت اور جسمانی اعضاء میں ظاہر ہیں (مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تعرج الملائکۃ والروح الیہ۔ (المعارج: ۴) "فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں" اور فرمایا: ید اللہ فوق ایدیہم۔ (الفتح: ۱۰) "ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ (صحیح مسلم' البروالصلۃ: ۱۱۵' الرقم المسلسل ۶۵۳۳) "اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا") اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جسم اور جسمانیت اور جہات سے منزہ ہونے پر دلائل قطعیہ قائم ہیں' اس لیے ان نصوص کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے جیسا کہ متقدمین کا سلامتی والا طریقہ ہے اور یا پھر ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین کا طریقہ ہے تاکہ جاہلوں کے اعتراضات کو دُور کیا جا سکے اور کم فہم لوگوں کو اپنے مسلک پر برقرار رکھا جا سکے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۳۴' مطبوعہ سکندر علی' بہادر علی تاجران کتب کراچی)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی طرف چڑھ کر جانے سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ عبادت کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے' اور ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) سے مراد اس کی قدرت ہے' اور اللہ کی صورت سے مراد اس کی صفت علم یا صفت قدرت ہے۔

(حاشیۃ الخیالی ص ۶۷' مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ)

اور اس آیت میں متقدمین کے طریقہ پر یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عرش پر قائم ہے یا اپنی شان کے مطابق بیٹھا ہوا ہے لیکن اس کے قیام اور اس کے بیٹھنے کی مخلوق میں کوئی مثال نہیں ہے' نہ ہم کو اس کے قیام اور بیٹھنے کی کیفیت کا علم ہے اور متاخرین کے طریقہ پر یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ نصب کیے اور دریا رواں کیے' اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں کے دو' دو جوڑے بنائے' وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے' بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ (الرعد: ۳)

مشکل الفاظ کے معانی

مد الارض: زمین کو لمبائی اور چوڑائی میں پھیلا دیا تاکہ انسان اور حیوان اس میں رہ سکیں اور چل پھر سکیں اور اس کے منافع سے استفادہ کر سکیں۔

وجعل فیہا رواسی: اس زمین میں پہاڑ نصب کر دیئے۔ رواسی' راسیہ کی جمع ہے' یہ لفظ رسو سے بنا ہے' اس کا معنی ہے کسی چیز پر قائم رہنا۔ رواسی کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لیے ہوتا ہے۔

Marfat.com

انہار: یہ نہر کی جمع ہے، بحر کا معنی سمندر ہے اور نہر کا معنی دریا ہے۔ القنات کا معنی نہر ہے، جدول کا معنی چھوٹی نہر ہے، انہار کا عطف جبال پر کیا ہے کیونکہ پہاڑوں سے چشمے نکلتے ہیں جن سے دریا وجود میں آتے ہیں۔

زوجین اثنین: یعنی زمین میں تمام پھلوں کی دو دو قسمیں ہیں، بعض پھل پہلے کھٹے ہوتے ہیں اور پھر میٹھے ہو جاتے ہیں جیسے آم۔ بعض پھل سیاہ اور سفید ہوتے ہیں جیسے شہتوت۔ بعض پھل چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں جیسے بیر اور بعض پھل مذکر اور مونث ہوتے ہیں جیسے کھجور۔

یغشی الیل النھار: یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی کو چھپا لیتا ہے اور فضا روشن ہونے کے بعد تاریک ہو جاتی ہے۔

زمینوں، درختوں اور پھلوں سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں زمین، پہاڑ اور درختوں اور ان کے پھلوں سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے۔

زمین سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ یہ حقیقت مسلم اور مشاہد ہے کہ زمین گول ہے اور اس کو چھ جہتوں سے آسمان محیط ہے، اب ایک سوال تو یہ ہے کہ اس زمین کا کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا واجب الوجود اور قدیم ہو کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو وہ اپنے وجود میں خود کسی علت اور پیدا کرنے والے کا محتاج ہوگا اور جو محتاج ہو وہ مخلوق ہوگا خالق نہیں ہوگا۔ اور یہ ضروری ہے کہ واجب الوجود واحد ہو کیونکہ اگر دو واجب الوجود ہوں گے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہوگا اور وجوب وجود میں مشترک ہوگا پس ہر ایک میں دو چیزیں ہوں گی: ایک امر مشترک اور ایک امر ممیز، اور جو دو چیزوں سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں ان اجزاء کا محتاج ہوگا اور جو محتاج ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا، اس لیے ضروری ہوا کہ واجب الوجود واحد ہو۔

دوسری تقریر اس طرح ہے کہ زمین کی آسمان کے ساتھ ایک مخصوص نسبت اور مخصوص وضع ہے اور اس وضع اور نسبت کے لیے کسی مخصص اور مرجح کا ہونا ضروری ہے اور ضروری ہے کہ وہ مخصص واجب، قدیم اور واحد ہو جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

زمین سے استدلال کی تیسری تقریر اس طرح ہے کہ زمین گردش کر رہی ہے اور اس کی گردش بھی ایک خصوص جانب میں ہو رہی ہے سو اس گردش کے لیے بھی ایک مخصص کا ہونا ضروری ہے اور ضروری ہے کہ وہ مرجح واجب، قدیم اور واحد ہو۔

درختوں سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جو بیج زمین میں بویا جاتا ہے اس سے جو کونپل پھوٹتی ہے اس کا ایک حصہ جڑ کی صورت میں نیچے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ تنے کی صورت میں اوپر چلا جاتا ہے اور اس کی شاخیں دائیں بائیں پھیل جاتی ہیں۔ جڑ، تنا اور شاخیں سب لکڑی کی ہیں اور لکڑی کی ایک ہی طبیعت ہے اور ایک طبیعت کا ایک تقاضا ہونا چاہیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جڑ نیچے جا رہی ہے، تنا اوپر جا رہا ہے اور شاخیں دائیں بائیں پھیل رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کے طبعی افعال نہیں ہیں بلکہ ان مختلف افعال کا فاعل کوئی خارجی مرجح اور مخصص ہے، وہ جس حصہ کو چاہتا ہے زمین کے نیچے داخل کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے اوپر بلند کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے دائیں بائیں پھیلا دیتا ہے اور دلائل سابقہ کے لحاظ سے اس مخصص اور مرجح کا واجب، قدیم اور واحد ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

اور پھلوں سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ یہ پھل اپنے رنگوں، جسامتوں، خوشبوؤں اور ذائقوں میں سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو پھر اس اختلاف کے لیے کوئی مخصص اور مرجح ہونا چاہیے اور ضروری ہے کہ وہ مخصص واجب، قدیم اور واحد ہو جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔

اور ایک اور طرز سے درختوں اور پھلوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تقریر اس طرح ہے کہ تمام درختوں کی نشو ونما کا نظام واحد ہے، سب درختوں کا تنا اوپر جاتا ہے اور جڑیں نیچے جاتی ہیں اور شاخیں مختلف اطراف میں پھیل جاتی ہیں اور اس نظام کی وحدت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہو، اسی طرح پھلوں کی پیدائش کا نظام بھی واحد ہے، آم کے بیج سے ہمیشہ آم پیدا ہوتا ہے اور کھجور کے بیج سے کھجور پیدا ہوتی ہے، پھر ہر پھل کا ایک موسم ہے، وہ اسی موسم میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ پھل جس علاقہ اور جس زمین میں پیدا ہو اس کی وہی خوشبو، وہی ذائقہ اور وہی تاثیر ہوگی، غرض اس کی پیدائش، اس کی نشو ونما اس کے ذائقہ اور اس کی تاثیر کا نظام واحد ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے، اگر نظام بنانے والے متعدد ہوتے تو نظام واحد نہ ہوتا بلکہ متعدد نظام ہوتے، امریکہ میں معاشی نظام اور ہے، روس میں نظام اور ہے اور چین میں اور نظام ہے۔ یہ نظام اس لیے متعدد ہیں کہ نظام کے بنانے والے متعدد ہیں۔ جب نظام بنانے والے متعدد ہوں تو نظام متعدد ہوتے ہیں اور جب نظام بنانے والا واحد ہو تو نظام بھی واحد ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پوری کائنات میں چشموں، دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں، درختوں، پتوں، پھولوں، پھلوں، حیوانوں اور انسانوں کی پیدائش اور نشو ونما کا نظام واحد ہے، اس نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین میں ایک دوسرے کے قریب قطعات ہیں، اور انگوروں کے باغ اور کھیت ہیں اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت ہیں اور الگ الگ بھی ہیں، (حالانکہ) سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اور ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں، بے شک ان میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ (الرعد: ۴)

مشکل الفاظ کے معانی

وفی الارض قطع متجورات: یعنی مختلف قسم کی زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہیں، بعض زمینیں زرخیز ہیں اور بعض زمینیں بنجر ہیں، بعض زمینیں سخت ہیں اور بعض زمینیں نرم ہیں، بعض پہاڑی زمینیں ہیں اور بعض میدانی زمینیں ہیں، بعض پتھریلی اور بجری والی زمینیں ہیں اور بعض ریتلی زمینیں ہیں، بعض ریگستان ہیں اور بعض نخلستان ہیں۔ بعض ایسی زمینیں ہیں جن میں صرف فصلیں اور کھیت اگائے جا سکتے ہیں اور بعض ایسی زمینیں ہیں جن میں صرف باغات اور درخت اگائے جا سکتے ہیں، بعض زمینوں میں صرف اناس، چائے، پان، پٹ سن، چاول اور بانس وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، اور بعض زمینوں میں صرف کھجور پیدا ہوتی ہے، بعض زمینوں میں صرف سیب، کنو، مالٹا اور آم وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور بعض زمینوں میں بادام، چلغوزہ، اخروٹ اور کاجو پیدا ہوتا ہے، اور بھی زمین کی اقسام ہیں جن کی پیداواری صلاحیت الگ الگ ہے۔

صنوان: یہ صنو کی جمع ہے، اس کا معنی ہے ایک جڑ سے کھجور کے متعدد درخت پیدا ہوں اور غیر صنوان کا معنی ہے متعدد جڑوں سے متعدد درخت پیدا ہوں۔

یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل: ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا

Marfat.com

ہے' اور ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں- یعنی یہ پھل خوشبو، جسامت، رنگ اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں- بعض پھل میٹھے ہیں اور بعض کھٹے ہیں، پھر مٹھاس کا ذائقہ بھی الگ الگ ہے- کیلے کی مٹھاس اور ہے' کھجور کی مٹھاس اور ہے اور آم کی مٹھاس اور ہے- پھر آم کی مختلف قسموں کی مٹھاس الگ الگ ہے: سرولی، دسہری، انور رٹول، فضلی اور چونسہ' یہ سب میٹھے آم ہیں لیکن آپ الفاظ میں ان کی مٹھاس کا فرق بیان نہیں کر سکتے' کیلے اور کھجور کی مٹھاس کا فرق نہیں بیان کر سکتے- اناس' آڑو اور رفالسہ یہ سب ترش پھل ہیں لیکن آپ الفاظ میں ان کی ترشی کا فرق بیان نہیں کر سکتے- پس سبحان ہے وہ ذات! جس نے ایسے متعدد اور مختلف ذائقے پیدا کیے کہ زبان ان کے اختلاف کی تعبیر کرنے سے عاجز ہے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: بعض کھجوریں دقل ہیں، بعض فارسی ہیں- (یہ کھجوروں کی قسموں کے نام ہیں جیسے ہم نے آم کی قسموں کے نام رکھے ہوئے ہیں) بعض کھجوریں کھٹی ہیں اور بعض کھجوریں میٹھی ہیں-

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۸' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۰۷' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۲۶)

زمین کے مختلف طبقات سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال

اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں' دریاؤں اور درختوں کے احوال سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں پھلوں کے مختلف ذائقوں سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے' اور زمینوں کے مختلف النوع اور باہم متصل قطعات سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے-

زمین کے مختلف قطعات سے استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ تمام روئے زمین کی ماہیت اور حقیقت ایک ہے' پھر اس کے قطعات مختلف ہیں- بعض قطعات زرخیز ہیں اور بعض قطعات بنجر ہیں' بعض زمینیں ایسی ہیں کہ ان کے نیچے سے کھارا پانی نکلتا ہے اور بعض کے نیچے سے میٹھا پانی نکلتا ہے' بعض زمینیں ایسی ہیں کہ ایک فٹ کھودو تو پانی نکل آتا ہے اور بعض زمینوں کو سینکڑوں فٹ کھودو تو پھر پانی نکلتا ہے' پس اس اختلاف کا کوئی سبب اور کوئی مخصص اور مرجح ہونا چاہیے اور اس مرجح کا واجب' قدیم اور واحد ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے-

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے کہ حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ بنو آدم کے دلوں کی مثال دی ہے' تمام روئے زمین اللہ کے ہاتھ میں ایک قسم کی مٹی تھی- اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو پھیلا دیا تو یہ مختلف قسم کے قطعات بن گئے- پھر ان پر آسمان سے بارش ہوئی' تو زمین کے بعض قطعات سے اس کی تروتازگی' اس کے پھل اور اس کے درخت اور اس کا سبزہ نمودار ہوا اور اس بارش سے مُردہ زمینیں زندہ ہوگئیں اور بعض زمینیں شور والی' کھاری اور بنجر تھیں' ان پر بھی وہی بارش ہوئی اور وہ خس و خاشاک کے سوا کچھ نہ اگا سکیں- اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور آسمان سے ان پر وحی نازل کی اور مواعظ نازل کیے- بعض دل ان مواعظ کو سن کر اللہ سے ڈرے اور اس کے سامنے جھک گئے اور بعض دل سخت تھے' وہ اسی طرح لہو و لعب اور عیاشیوں میں مشغول رہے اور ان میں کوئی رقت پیدا نہیں ہوئی- حسن بصری نے کہا اللہ کی قسم! جو شخص بھی قرآن کو سن کر اٹھتا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے یا اس کی برائیوں میں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ — اور قرآن میں ہم ایسی آیتیں نازل فرماتے ہیں جو مومنوں

Marfat.com

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (بنی اسرائیل: ۸۲) کے لیے شفاء اور رحمت ہیں اور ظالموں کے لیے وہ سوا نقصان کے اور کوئی اضافہ نہیں کرتیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مختلف ذائقوں سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال

اور پھلوں کے مختلف ذائقوں سے استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ یہ تمام پھل ایک ہی زمین میں پیدا ہوتے ہیں اور ایک ہی پانی انہیں سیراب کرتا ہے، تمام پھل ایک ہی سورج کی حرارت سے پک کر تیار ہوتے ہیں، ان کی پیدائش کے ظاہری اسباب زمین، پانی اور سورج کی حرارت ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت اور فرق نہیں ہے، پھر ان کے ذائقے مختلف کیوں ہیں، ضرر اس اختلاف کا کوئی سبب اور مرجح ہے اور اس مرجح کا واجب قدیم اور واحد ہونا ضروری ہے اور وہ ذات جو واجب الوجود ہو، قدیم ہو اور وحدہ لا شریک ہو وہی اللہ بزرگ و برتر ہے، آپ اس کائنات کو غور سے دیکھیں، پتوں کی مختلف تراش و خراش میں، پھلوں اور پھولوں کے مختلف رنگوں میں، ان کی مختلف خوشبوؤں میں اور ان کے مختلف ذائقوں میں یہ نظر آئے گا کہ ان کا پیدا کرنے والا وہی ہے جو قدیم اور واجب ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی اس کا مستحق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

ان درختوں کا، ان کے پتوں اور پھولوں اور پھلوں کا خالق، حضرت عیسیٰ اور عزیر نہیں ہیں کیونکہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اسی طرح سبز پتوں سے آراستہ اور پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے درخت موجود تھے، اور ان کے بعد بھی موجود ہیں، پتھروں سے تراشی ہوئی مورتیاں بھی ان کی خالق نہیں ہیں کیونکہ ان کو بنانے سے پہلے اور ان کے ٹوٹ کر بکھر جانے کے بعد بھی یہ درخت اسی طرح موجود ہوتے ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے بھی ان کے خالق نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے غروب ہونے کے بعد بھی یہ درخت اسی طرح بہار دکھاتے رہتے ہیں اور آگ بھی ان کی خالق نہیں ہے کیونکہ آگ جلتی اور بجھتی رہتی ہے اور یہ درخت یونہی لہلہاتے رہتے ہیں، اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس کی پرستش کی گئی ہے کسی کو بھی بقاء دوام حاصل نہیں ہوئی، ان کے وجود اور عدم سے ان درختوں کے وجود اور عدم پر کوئی فرق نہیں پڑا تو کیا یہ درخت، ان کے پتے، ان کے پھول اور ان کے پھل یہ گواہی نہیں دیتے کہ ان کی پیدائش اور ان کے وجود میں ان خود ساختہ خداؤں کا کوئی دخل نہیں ہے جن کی مشرکین نے پرستش کی اور ان کا وجود اسی کی ایجاد سے قائم ہوا ہے جس نے ان کو، ان کے خود ساختہ خداؤں کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، وہ جو ممکن نہیں ہے واجب الوجود ہے، حادث نہیں ہے قدیم ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جو واحد ہے اور وہی اللہ بزرگ و برتر ہے!

"صنوان" اور "صنو" کے معنی

اس آیت میں درختوں کے متعلق فرمایا: وہ صنوان اور غیر صنوان ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو متعدد کھجور کے درخت ایک جڑ سے ہوں وہ صنوان ہیں اور جو متفرق جڑوں سے ہوں وہ غیر صنوان ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان مناقشہ ہو گیا۔ حضرت عباس نے حضرت عمر کو سخت کلمات کہے، حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عباس نے مجھے کیا کیا کہا ہے۔ میں نے ان کو جواب دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن میں نے ان

Marfat.com

کے آپ سے قُرب اور رشتہ کا پاس کیا اور میں رک گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے ان عم الرجل صنو ابیہ۔ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۲۷۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۵۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۸۹، المستدرک ج ۳ ص ۳۳۳، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اگر تم تعجب کرو تو باعث تعجب تو ان کا یہ قول ہے کیا ہم مٹی ہو جانے کے بعد از سر نو پیدا ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے، اور یہی دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے○** (الرعد: ۵)

تعجب اور اغلال کا معنی

ان تعجب: یعنی اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ کفار پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں! اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور مر کر دوبارہ اٹھنے کی تکذیب کرتے ہیں۔ عادتاً غیر مستبعد اور غیر متوقع اور خلاف معمول چیز کو دیکھ کر ذہن میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو تعجب کہتے ہیں، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس سے پاک ہے کہ وہ کسی چیز پر تعجب کرے، کیونکہ تعجب تو اس کو ہو گا جس کو حقیقت حال کا علم نہ ہو، اور اللہ کو تو ہر چیز کا علم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو آخرت کا انکار اور اس کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث تعجب ہونا چاہیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

الاغلال: غل کی جمع ہے، گردن میں لوہے کا کڑا ڈال دیا جاتا ہے یا لوہے کے کڑے سے ہاتھوں کو گردن سے جکڑ دیتے ہیں، اس کو غل کہتے ہیں، اس کا معنی طوق ہے۔

انکار حشر کا کفر ہونا اور اس کی سزا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا، تاکہ یہ معلوم ہو کہ جو ذات اس پر قادر ہے کہ اتنی عظیم چیزوں کو پیدا کرے اس کے لیے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر دے، کیونکہ جو زیادہ قوی اور زیادہ کامل چیز پر قادر ہو وہ ضعیف اور ناقص چیز پر بطریق اولیٰ قادر ہو گا! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ○ (الاحقاف: ۳۳)

کیا انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر (ضرور) قادر ہے، کیوں نہیں! بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان منکرین پر تین حکم لگائے۔ پہلا حکم یہ لگایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، اسی طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا اور انہوں نے اپنے عناد اور گمراہی میں سرکشی کی، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس نے قیامت کا اور مر کر دوبارہ اٹھنے کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

دوسرا حکم یہ لگایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ ابوبکر الاصم نے کہا کہ طوق سے مراد مجاز ہے یعنی ان کا کفر، ان کی ذلت اور ان کا بتوں کی پرستش کرنا، یعنی یہ ذلت ان کے ساتھ اس طرح چمٹ گئی ہے جیسے گلے میں طوق

Marfat.com

جکڑا ہوا ہوتا ہے، لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے، یہاں طوق کو حقیقت پر محمول کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ طوق کے حقیقی معنی مراد ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَۙ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ (المومن: ۷۲-۷۱)

جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر وہ (بھڑکتی ہوئی) آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اور ان پر تیسرا حکم یہ لگایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب صرف کافروں کو ہو گا، اور اس میں خوارج اور معتزلہ کا رد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی دوزخ میں دائمی عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ لوگ ثواب سے پہلے عذاب کے طلب گار ہیں اور بے شک ان سے پہلے عذاب یافتہ لوگ گزر چکے ہیں اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم (گناہوں) کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب ضرور سخت عذاب دینے والا ہے ۝ (الرعد: ۶)

مشکل الفاظ کے معانی

المثلات: یہ مثلہ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے عبرت انگیز مثالیں۔ مثلہ اس سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لیے مثال بن جائے۔ سزا اور جرم میں مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے بھی اس جرم کی سزا کو مثلہ کہتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں ہے:

جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۔ (الشوریٰ: ۴۰) — بُرے کام کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ ۔ (البقرہ: ۱۹۴) — جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

کسی شخص کے اعضاء کاٹنے اور کسی شخص کے قتل کرنے کی سزا کو بھی اس لیے قصاص کہتے ہیں کہ اس نے جیسا جرم کیا ہے اس کو اسی کی مثل سزا دی جاتی ہے کیونکہ قصاص کا معنی ہے بدلہ، قرآن مجید میں ہے:

وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۔ (المائدہ: ۴۵)

اور ہم نے ان پر تورات میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے، اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے اور ناک کا بدلہ ناک ہے اور کان کا بدلہ کان ہے اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔

مغفرت: غفر اور مغفرت کا معنی ہے ستر اور پردہ، مغفرت کی کئی صورتیں ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب نہ دے اور عذاب کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دے یا عذاب میں تخفیف کر دے یا بالکلیہ عذاب کو ساقط کر دے۔

مع ظلمھم: یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کے باوجود ان کو عذاب نہیں دیتا، اور اگر اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر عذاب دیتا تو روئے زمین پر کوئی چلنے والا باقی نہ رہتا۔

کفار کا رحمت اور ثواب کے بجائے عتاب اور عذاب کو طلب کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو کبھی آخرت اور قیامت کے عذاب سے ڈراتے تھے اور کبھی ان کو دنیا کے عذاب

Marfat.com

سے ڈراتے تھے۔ جب آپ ان کو قیامت اور آخرت کے عذاب سے ڈراتے تو وہ قیامت اور حشر و نشر کا اور مر کر دوبارہ اٹھنے کا انکار کر دیتے، جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں گزر چکا ہے' اور جب آپ ان کو دنیا کے عذاب سے ڈراتے تو وہ آپ پر طعنہ زن ہوتے ہوئے کہتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لا کر دکھائیں، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ○ (الانفال: ۳۲)

اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر (کوئی اور) دردناک عذاب لے آ۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعن کرتے ہوئے اس طرح کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ فرماتے تھے کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو ان کو آخرت میں اجر و ثواب ملے گا' اور دنیا میں ان کو اپنے دشمنوں کے خلاف فتح اور نصرت حاصل ہوگی' اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا' لیکن وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آخرت کے ثواب اور دنیا کی فتح و نصرت کے بجائے دنیا کے عذاب کا مطالبہ کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ ثواب سے پہلے عذاب کے طلب گار ہیں۔

عین حال معصیت میں اللہ تعالیٰ کا معاف فرما دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم (گناہوں) کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے۔

اس آیت سے علماء اہلسنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات گناہ کبیرہ کے مرتکب کو توبہ سے پہلے یا بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو گناہ کرتے وقت بھی معاف کر دیتا ہے' اور ظاہر ہے کہ بندہ گناہ کرتے وقت تو توبہ نہیں کر رہا ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اقتصار نہیں کیا بلکہ یہ بھی فرمایا ہے بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا پہلا حصہ مومن مرتکب کبیرہ کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کافر کے متعلق ہے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ علی بن زید سے روایت کیا ہے کہ مطرف نے اس آیت کی تلاوت کر کے کہا اگر لوگوں کو اللہ کی رحمت' اس کے عفو اور درگزر اور اس کی مغفرت کا اندازہ ہوتا تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۱۴۴)

امام ابن ابی حاتم سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کا عفو و درگزر نہ ہوتا تو کوئی شخص خوشی سے زندہ نہ رہتا' اور اگر وہ اپنے عذاب سے نہ ڈراتا تو ہر شخص اس کی رحمت پر اعتماد کر لیتا (یعنی نیک عمل نہ کرتا اور برائیوں کو ترک نہ کرتا)۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۱۴۵)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ مغفرت سے مراد دنیا میں عذاب کو مؤخر کرنا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عذاب کو مؤخر کرنا تو کفار کو بھی حاصل ہے' اس کی مومنوں کے ساتھ تخصیص نہیں ہے' نیز تاخیر عذاب کو مغفرت نہیں کہا جاتا ورنہ لازم آئے گا کہ کفار کی بھی مغفرت ہوتی ہے' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس آیت میں صغائر کی مغفرت مراد ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ظلم کے مقابلہ میں مغفرت کا ذکر فرمایا ہے اور ظلم گناہ صغیرہ کو نہیں گناہ کبیرہ کو

Marfat.com

کہتے ہیں- اس پر تیسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس آیت میں یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گناہوں کو معاف کرے گا- اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارتکاب ظلم کے وقت معاف فرما دیتا ہے اور ارتکاب ظلم کے وقت توبہ کا تصور نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جس آیت سے سب سے زیادہ امید وابستہ ہے وہ یہ آیت ہے- (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافر کہتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ نازل ہوئی، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں○ (الرعد: ۷)

مشرکین کا یہ کہنا کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟

الرعد: ۵ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا اور الرعد: ۶ میں مشرکین کے اس اعتراض کا ذکر کیا گیا کہ ہمارے انکار کی بناء پر یہ ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ عذاب کیوں نہیں آتا اور الرعد: ۷ میں ان کے اس اعتراض کا ذکر ہے کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن مجید نازل کیا گیا وہ بہت عظیم الشان معجزہ ہے، پھر وہ کیوں کہتے تھے کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا- اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ ان کے فرمائشی معجزے کیوں نہیں پیش کیے گئے، سورہ بنی اسرائیل میں ان کے فرمائشی معجزوں کا ذکر ہے: وہ کہتے تھے ہم آپ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں، یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ بن جائے، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں، یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے صرف چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کر دیں جس کو ہم خود پڑھیں- (بنی اسرائیل: ۹۳-۹۰)

مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے فرمائشی معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمائے، اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) مشرکین مکہ اپنی تسلی اور اطمینان کے لیے معجزہ طلب نہیں کرتے تھے- اگر حق اور صدق کو پہچاننا ان کا مطلوب ہوتا تو صرف قرآن مجید کا معجزہ ہونا ہی ان کے اطمینان کے لیے کافی تھا- وہ عناد، سرکشی، کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کے طور پر آپ سے فرمائشی معجزات کو طلب کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم ظاہر اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں- (البقرہ: ۵۵)

(۲) اگر بالفرض ان کی ان فرمائشوں کو پورا بھی کر دیا جاتا تو وہ پھر اور معجزات کی فرمائش کرتے اور ان کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ اگر بالفرض ان کے مطلوبہ اور فرمائشی معجزات پیش بھی کر دیئے گئے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

Marfat.com

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۗ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

اور اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) وہ ان کو سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پشت پھیر لیتے ۝ (الانفال: ۲۳)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم ہوتا تو وہ ان کو دین حق کے دلائل اور آخرت کے متعلق نصیحتیں سناتا اور ان کے ذہنوں اور دماغوں میں اس کی فہم پیدا کرتا، اور اگر وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے اور وہ دلائل اور نصائح سے کوئی نفع حاصل نہیں کریں گے، پھر بھی ان کو دلائل اور نصائح سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتے۔ اسی نہج پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ان فرمائشی معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے مطلوبہ اور فرمائشی معجزات پیش نہیں فرمائے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی پچھلی اقوام میں یہ سُنّت رہی ہے کہ جب کفار کی قوم کسی معجزہ کی فرمائش کرتی اور اس کو وہ معجزہ دے دیا جاتا اور پھر بھی وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آتی تو ایک عام عذاب آتا اور ان کافروں کو ملیامیٹ کر دیا جاتا، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھائی جائے اور جب ان کے اس مطالبہ کے موافق اس چٹان سے اونٹنی نکالی گئی اور پھر بھی وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ایک ہمہ گیر عذاب آیا اور کافروں کی پوری قوم کو ملیامیٹ کر دیا گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے مشرکین مکہ پر عذاب آ نہیں سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ (الانفال: ۳۳) اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔

آپ کو قرآن مجید کا معجزہ کیوں دیا گیا

اب ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید کا معجزہ کیوں عطا فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں ان کی قوم کے مخصوص حالات تھے جن کی بناء پر ان حالات کے مناسب ان کو معجزہ عطا فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر اور جادوگری کا چرچا تھا اس لیے ان کو عصا کا معجزہ عطا فرمایا جس کے سامنے تمام جادوگر مات کھا گئے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے برہان ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بہت شہرہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جنس سے معجزہ عطا فرمایا، وہ مُردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کر دیتے، مادر زاد اندھوں کو اللہ کے اذن سے بینا کر دیتے اور برص میں مبتلا لوگوں کو اللہ کے اذن سے تندرست کر دیتے۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زبان دانی کا غلبہ تھا تو اس زمانہ میں فصاحت اور بلاغت کی جنس سے معجزہ ہونا چاہیے تھا، اس لیے آپ کو فصاحت و بلاغت کی جنس سے معجزہ عطا کیا گیا اور وہ قرآن کریم ہے جس کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم ہے کہ تمام جن اور انسان مل کر بھی قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی بھی نظیر نہیں لا سکے، اور اب چودہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، علوم و فنون میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور اسلام کے مخالفین بھی بہت زیادہ ہیں اس کے باوجود اب تک کوئی قرآن مجید کی کسی ایک سورت کی بھی نظیر نہیں لا سکا۔

آپ کے دیگر چند مشہور معجزات

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قرآن مجید ہی کا معجزہ دیا گیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات عطا کیے گئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر

Marfat.com

میں ہم نے متعدد کتب احادیث کے حوالوں کے ساتھ پچاس سے زیادہ احادیث بیان کی ہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی غیب کی خبریں ہیں اور ہر غیب کی خبر آپ کا معجزہ ہے' اب ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مشہور معجزات مستند کتب حدیث کے حوالوں سے بیان کر رہے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل (پانی کا ڈول) تھی' آپ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ آپ کے پاس فریاد کرتے ہوئے آئے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس اور کوئی پانی نہیں ہے جس کو ہم پی سکیں یا جس سے ہم وضو کر سکیں سوا اس پانی کے جو آپ کے پاس اس چھاگل میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھاگل میں اپنا مبارک ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح جوش اور تیزی سے پانی نکلنے لگا جس طرح چشموں سے پانی ابلتا ہے' ہم سب نے اس پانی کو پیا اور اس سے وضو کیا۔ راوی نے کہا میں نے پوچھا تمہاری اس وقت کتنی تعداد تھی' حضرت جابر نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا' ہم اس وقت پندرہ سو نفر تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۳۲۲' عالم الکتب بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں خندق کھودی جا رہی تھی' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت بھوک کے آثار دیکھے' میں نے اپنی بیوی سے کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس نے میرے لیے ایک چرمی تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلوگرام) جو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری اہلیہ نے جو پیسے۔ وہ میرے فارغ ہونے تک اپنے کام سے فارغ ہو گئی اور میں نے گوشت کی بوٹیاں دیگچی میں ڈالیں' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے لگا' میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' میں آپ کے پاس پہنچا اور میں نے چپکے سے کہا یا رسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس تھوڑے سے جو تھے ہم نے ان کو پیس لیا ہے' آپ آیئے اور جو اصحاب آپ کے ساتھ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہلِ خندق! جابر نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا ہے' چلو اس کے گھر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی دیگچی چولہے سے نہ اتارنا اور میرے پہنچنے تک تم اپنے آٹے سے روٹی پکانا نہ شروع کرنا' پس میں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر پہنچ گئے' حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا' اس نے کہا یہ تم نے کیا کیا ہے! میں نے کہا میں نے وہی کیا ہے جو تم نے کہا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا' آپ نے اس آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا دی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا دی' پھر آپ نے فرمایا روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور اپنی دیگچی سے سالن پیالوں میں ڈالو اور اس کو چولہے سے مت اتارنا۔ اصحابِ خندق کی تعداد ایک ہزار تھی' میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے کھانا کھایا اور بقیہ کھانا چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری دیگچی اسی طرح جوش میں تھی اور ہمارے گندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۳۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۲۶۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۲۳۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' انصار کی ایک عورت یا مرد نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے منبر نہ بنا دیں۔ آپ نے

Marfat.com

فرمایا اگر تم چاہو، انہوں نے آپ کے لیے منبر بنادیا۔ اگلے جمعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے، کھجور کا وہ تنا اس طرح چیخ چیخ کر رونے لگا جیسے بچہ چیخ کر روتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس تنے کو اپنے ساتھ لپٹایا، تو وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے جب اس کو تھپکیاں دی جاتی ہیں۔ حضرت جابر نے کہا وہ اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اس ذکر کو سنتا تھا جو اس کے پاس کیا جاتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ میں قحط پڑ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! گائے، بیل اور مویشی ہلاک ہو گئے، بکریاں ہلاک ہو گئیں، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے۔ آپ نے ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔ حضرت انس نے کہا اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا پھر ایک دم ہوا چلی اور بادل امنڈ آئے پھر بارش ہونے لگی پھر ہم پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں کو پہنچے اور اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی اور جمعہ کے دوران وہی شخص تھا یا کوئی اور شخص تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! گھر منہدم ہو گئے، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے۔ آپ نے فرمایا (بارش) ہمارے گرد و پیش ہو اور ہم پر نہ ہو پھر میں نے بادلوں کی طرف دیکھا تو وہ مدینہ کے گرد سے چھٹ گئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ کے قریب ایک اعرابی آیا، آپ نے اس سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے اہل کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کوئی خبر ہے؟ اس نے پوچھا کیا؟ آپ نے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں؟ اس نے پوچھا آپ کے اس قول کی کون شہادت دے گا؟ آپ نے فرمایا یہ درخت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا وہ درخت وادی کے ایک کنارے پر تھا، وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے تین مرتبہ اسی طرح کلمہ شہادت پڑھا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا تھا پھر وہ واپس اپنی جگہ چلا گیا اور وہ اعرابی اپنی قوم کے پاس چلا گیا اور اس نے کہا اگر میری قوم نے میری بات مان لی تو میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا ورنہ میں خود آپ کے پاس آؤں گا اور آپ کے پاس ہی رہوں گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۵۸۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۶۲، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۱۱، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی، حدیث صحیح کے راوی ہیں)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں جا رہا تھا، ہم اس کی بعض جانبوں کے پاس سے گزرے، راستہ میں جو پہاڑ یا جو درخت آپ کے سامنے آتا وہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ!

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا میں کس دلیل سے یہ پہچانوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے درخت کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے اس خوشہ کو بلایا تو وہ خوشہ درخت سے اترا

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر گر گیا۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاتو وہ خوشہ لوٹ گیا پس وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۸، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۶۲۲، المستدرک ج ۲ ص ۶۲۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶-۱۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۵۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۳، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۹۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے متعلق یہ چند مشہور احادیث ہیں جن کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے دلائل النبوۃ جس میں انہوں نے آپ کے معجزات کو جمع کیا ہے۔ امام ابو نعیم متوفی ۴۳۰ھ نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے اور اس کا نام بھی دلائل النبوۃ ہے۔ علامہ یوسف النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ نے حجۃ اللہ علی العالمین کے نام سے ایک بہت ضخیم کتاب لکھی ہے، اس موضوع پر اور بہت کتابیں ہیں۔

معجزہ کی تعریف، معجزہ کی شرائط، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے امتیاز، معجزہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہونا وغیرہ اور معجزہ کے دیگر اہم مباحث کو ہم نے الاعراف: ۱۰۱ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۴۶-۲۳۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ولکل قوم ھاد میں ھادی کے متعدد محامل

اس کے بعد اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں۔

آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جو قرآن مجید اور آپ کے دیگر معجزات کا انکار کرتے ہیں اس کی وجہ سے آپ اپنے دل میں رنج محسوس نہ کریں آپ تو صرف ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں، اور ان کے سینوں میں ایمان کا پیدا کرنا آپ کا منصب نہیں ہے اور نہ یہ آپ کی قدرت میں ہے اور ہر قوم میں ہدایت کو پیدا کرنے والا اللہ عزوجل ہے، آپ کا کام صرف عذاب سے ڈرانا ہے اور ہدایت اللہ کی جانب سے ہے۔ ھادی کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، ضحاک، نخعی وغیرہم نے کہا آپ کا کام ایمان نہ لانے پر مشرکین کو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور ان میں ہدایت کو پیدا کرنا یہ صرف اللہ کا کام ہے۔

(۲) حسن، قتادہ، عطاء اور ابن زید نے کہا ھادی سے مراد ہے اسلام کی دعوت دینے والا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور آیت کا معنی ہے ہر قوم کا ایک نبی ہوتا ہے جو ان کو عذاب سے ڈراتا ہے۔

(۳) عکرمہ اور ابو الضحیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ھادی ہیں اور معنی یہ ہے: آپ ڈرانے والے ہیں اور ہدایت دینے والے ہیں۔

(۴) اسماعیل بن ابی خالد، ابو صالح، ابو العالیہ اور ابو رافع نے کہا کہ ھادی سے مراد قائد اور امام ہے یعنی آپ صرف عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک قائد اور امام ہوتا ہے، ابو العالیہ نے ھادی کی تفسیر عمل کے ساتھ کی ہے۔

(۵) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی انما انت منذر ولکل قوم ھاد تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے علی! تم ھادی ہو، میرے بعد تم سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔

(جامع البیان جز ۱۳ ص ۱۴۲-۱۴۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۲۲۶-۲۲۲۴، زاد المسیر ج ۴ ص ۳۰۷)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینے کی تحقیق

یہ آخری روایت غایت درجہ کی ضعیف ہے' اس کی سند میں ایک راوی حسن بن حسین انصاری کوفی ہے' حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابو حاتم نے کہا الحسن بن الحسین ان کے نزدیک سچا نہیں ہے' یہ رؤساء شیعہ میں سے تھا۔ امام ابن عدی نے کہا اس کی حدیث ثقات کی احادیث کے مشابہ نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا یہ اثبات (ثقات) سے ملزقات (مشتبہات) کو روایت کرتا تھا اور مقلوبات کو روایت کرتا تھا (متن اور سند کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا)۔ المسعودی نے کہا اس کی روایت حجت نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ ھ)

امام عبد الرحمٰن بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ نے لکھا ہے یہ حدیث رافضیوں کی موضوعات میں سے ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۳۰۷' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ نے اس حدیث کو امام ابن جریر کی سند سے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے اس میں شدید نکارت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

ایک فرقہ نے کہا ہے کہ ھادی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے علماء اور دین کی طرف ہدایت دینے والوں کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نمونہ قرار دیا ہے' گویا کہ آپ نے یوں فرمایا اے علی! تمہاری یہ صفت ہے تاکہ ھادی کے عموم میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور تمام علماء صحابہ رضی اللہ عنہم داخل ہو جائیں اور اسی طرح ہر زمانہ کے علماء داخل ہو جائیں اور اس صورت میں آیت کا معنی اس طرح ہو گا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے خواہ وہ مقدم ہو یا موخر' خیر کی طرف ہدایت دینے والے ہوتے ہیں۔ (البحر المحیط ج ۶ ص ۳۵۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ روایت ثابت ہو تو لکل قوم ھاد میں قوم سے مخصوص قوم مراد ہے یعنی بنو ہاشم' اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الھادی بنو ہاشم کا ایک مرد ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۱۵۲) اور اس کے بعض راویوں نے کہا اس مرد سے مراد حضرت علی ہیں' اور ان دونوں روایتوں کی اسناد میں بعض شیعہ ہیں' اگر یہ روایت ثابت ہوتی تو اس کے راویوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۷۶' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ ھ)

حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل قرار دینے کی دلیل کا جواب

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں' امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں' امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں' حاکم نے المستدرک میں صحت اسناد کے ساتھ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور میں ہادی ہوں' اور ایک روایت میں ہے کہ الھادی بنو ہاشم کا ایک مرد ہے یعنی وہ خود۔

Marfat.com

اس روایت سے شیعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس حدیث کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے' اور اہلِ علم کے نزدیک حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے' اور اس آیت میں اس مطلوب پر کسی وجہ سے دلیل نہیں ہے' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہدایت پانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہدایت پائیں گے اور یہ مرتبہ ارشاد ہے اور یہ چیز اور ہے اور خلافت اور چیز ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی صحت پر دلیل ہے' کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور ہدایت کا نمونہ اور معیار قرار پائے اور انہوں نے جس کام کو کیا اور جس کام کو ترک کیا' اس سب میں ہدایت اور حق ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشی سے ان خلفاء کی بیعت کی اور ان کی تعریف و تحسین فرمائی اور ان کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں کیا' لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا اور اس معاملہ میں ان کے طریقہ کی پیروی کرنا لازم ہے' اور اس کے خلاف کو ثابت کرنا اپنے آپ کو کانٹوں سے زخمی کرنا ہے' اس کے بعد علامہ آلوسی نے علامہ ابوالحیان اندلسی کی عبارت نقل کی ہے۔ علامہ ابوالحیان اندلسی کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ھادی کو حضرت علی میں منحصر نہیں کیا بلکہ اس کو عام قرار دیا ہے اور اس کے عموم کی تائید میں یہ حدیث ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ میری بقا تم میں کب تک ہے؟ پس تم ان لوگوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہیں' آپ نے ابوبکر اور عمر کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۶۳' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۰۲)

اور اس کے علاوہ اور احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے علاوہ دوسرے اصحاب کو بھی ھادی فرمایا ہے: (مثلاً یہ حدیثیں ہیں:)

حضرت عبدالرحمن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۴۲' الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۱۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۶۰' الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۳۰۱۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے اصحاب کے اختلاف کے متعلق سوال کیا تو میری طرف یہ وحی کی گئی اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں' ان میں سے بعض' بعض دوسروں سے قوی ہیں' اور ان میں ہر ایک کے لیے نور ہے' پس جس شخص نے ان کے باہمی اختلاف کے باوجود جس کے قول پر بھی عمل کیا وہ ہدایت پر ہوگا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے تمام اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی تم ہدایت پالو گے! اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۶۰۱۸' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

اس بحث کے اخیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اور میرا گمان یہ ہے کہ تم حضرت ابن عباس کی طرف منسوب اس روایت کی تاویل کرنے میں اپنے ذہن کو مشقت میں نہیں ڈالو گے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کرو گے اور قرآن کریم کی اس آیت میں اس روایت کی کوئی تائید نہیں ہے۔

Marfat.com

(روح المعانی جز ۱۳ص ۱۵۵-۱۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علماء شیعہ نے اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے، اس کا تفصیلی بیان البقرہ: ۱۲۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا

ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے، اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی

تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

وہی جانتا ہے، اور ہر چیز کا اس کے نزدیک ایک اندازہ ہے ○ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے،

الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ

سب سے بڑا نہایت بلند ہے ○ تم میں سے کوئی آہستہ سے بات کرتا ہے یا زور سے بولتا ہے،

جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو اس کے علم میں برابر ہے ○

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ

اس کے لیے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے اور اس کے

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ کسی قوم کی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

اپنی حالت کو نہ بدل دیں، اور جب اللہ کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے، اور اس

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ وہی ہے جو تم کو کبھی ڈرانے کے لیے اور کبھی امید دلانے کے لیے بجلی

وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ

کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے ○ بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے

Marfat.com

وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ

اور باقی فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (حمد اور تسبیح کرتے ہیں) اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا

يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ

ہے درآں حالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے ○ (بہ طور حقیقی حاجت روا کے)

دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

اسی کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں، وہ ان کی پکار کا کوئی جواب

لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

نہیں دے سکتے، ان کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ تک

بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ

پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے ○ اور جو بھی آسمانوں اور زمینوں

مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

میں ہیں وہ سب خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کے لیے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح اور

وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة

شام کو ○

السجدة ۳

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہر مادہ کے حمل کو اللہ ہی جانتا ہے اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے، اور ہر چیز کا اس کے نزدیک ایک اندازہ ہے ○ (الرعد: ۸)

مشکل الفاظ کے معانی

وما تحمل کل انثی: ہر حاملہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کا اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ ہے، اس کے اعضاء کامل اور سلامت ہیں یا وہ ناقص الخلقت ہے، وہ مذکر ہے یا مونث ہے، وہ ایک ہے یا متعدد، اس کی صفات کیسی ہیں، وہ خوب صورت ہے یا بد صورت۔ الٹرا ساؤنڈ اور دیگر آلات سے بھی آج کل معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم بغیر آلات کے ہے، بلا واسطہ ہے، قدیم اور واجب ہے، غیر ممکن الزوال ہے، ازلی، ابدی اور سرمدی ہے، غیر متناہی ہے اور انتہائی کامل ہے۔

وما تغیض الارحام وما تزداد: عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو بچہ دانی اور رحم کہتے

Marfat.com

ہیں۔ غیض کے معنی ہیں کسی چیز کی جسامت یا اس کے زمانہ کا کم ہونا' یعنی پیٹ میں بچہ کی جسامت کم ہے یا زیادہ ہے یا وہ کم مدت پیٹ میں رہا یا زیادہ مدت' یا پیٹ میں ایک بچہ ہے یا کئی بچے ہیں۔

وکل شیء عندہ بمقدار: یعنی ہر چیز کا اللہ کے نزدیک ایک اندازہ ہے' اس کی مدت حیات کتنی ہے' اس کا رزق کتنا ہے اور وہ اپنے اختیار سے نیک عمل کرے گا یا بُرے کام کرے گا۔

آیاتِ سابقہ سے مناسبت

اس آیت کی سابقہ آیتوں سے دو طرح مناسبت ہو سکتی ہے:

(۱) اس سے پہلے الرعد: ۷ میں یہ فرمایا تھا کہ کافروں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن کرتے ہوئے یہ کہا کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا ذکر فرمایا ہے کہ ہر حاملہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے' وہ ہر چھپی ہوئی اور ظاہر چیز کو جانتا ہے' اس کو کفار کے دلوں اور ان کی نیتوں کے حال کا بھی علم ہے' وہ جانتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیے ہوئے معجزات کے علاوہ یہ اپنے دیگر فرمائشی معجزات کو جو طلب کر رہے ہیں آیا وہ واقعی ہدایت کے طلب گار ہیں اور اپنے اطمینان کے لیے ان معجزات کو طلب کر رہے ہیں یا محض ضد' عناد اور کٹ حجتی کے طور پر ان معجزات کو طلب کر رہے ہیں' اور آیا ان معجزات سے ان کو ہدایت حاصل ہو گی یا ان کے انکار اور کفر پر اصرار میں اور اضافہ ہو گا؟ پس اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ہو تا کہ انہوں نے صدق دل سے طلب ہدایت کے لیے ان معجزات کو طلب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے فرمائشی معجزات نازل کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ یہ محض عناد اور سرکشی کے لیے ان معجزات کو طلب کر رہے ہیں اور ان کی نیت صحیح اور صادق نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو نازل نہیں فرمایا بلکہ ان کو نازل کرنے سے منع فرما دیا۔

(۲) اس سے پہلے الرعد: ۵ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں' اور ان کو اس میں یہ شک ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد جب ان کا جسم بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائے گا اور مٹی میں مل کر بکھر جائے گی' اور ان کی مٹی دوسرے مُردہ اجسام کی مٹی سے مل کر خلط ملط ہو جائے گی اور فضا میں یہ ذرات کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گے تو تمام دنیا میں بکھرے ہوئے یہ ذرات کیسے مجتمع ہوں گے اور کیسے ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان کے اس شبہ کا ازالہ فرماتا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فضاء بسیط میں بکھرے ہوئے ان خلط ملط ذرات کو باہم ممتاز اور متمیز کرنا اور یہ جاننا کہ یہ فلاں شخص کے جسم کا ذرہ ہے اور یہ فلاں شخص کے جسم کا ذرہ ہے اس شخص کے لیے دشوار ہو سکتا ہے جس کا علم ناقص ہو' جو غیب اور شہادت کا جاننے والا نہ ہو' اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہر غیب اور ہر شہادت کا عالم ہے' ماں کے پیٹ میں بچہ جن ادوار' احوال اور کیفیات سے گزرتا ہے' اسے اس کے ہر دور' ہر حال اور ہر کیفیت کا علم ہوتا ہے تو اس کے لیے ان مُردہ اجسام کے ذرات کو پہچاننا کیا مشکل ہے اور یہ اس کے لیے کیونکر مستبعد ہے!

رحم میں کمی اور زیادتی کے محامل

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے' اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ضحاک' سعید بن جبیر' مقاتل' ابن قتیبہ اور زجاج نے کہا ہے اور حضرت عباس سے بھی ایک تفسیر اسی طرح منقول

Marfat.com

ہے کہ جو بچہ رحم میں نو مہینہ سے کم رہتا ہے یا نو ماہ سے زیادہ رہتا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس کی دوسری روایت اور حسن بصری کا قول یہ ہے کہ کمی سے مراد ناتمام اور ناقص بچہ اور زیادتی سے مراد ہے کامل اور تمام بچہ۔

(۳) مجاہد نے کہا، کمی سے مراد ہے ایام حمل میں جو خون بہہ جاتا ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے اور زیادتی سے مراد ہے جب خون حمل میں ٹھہر جائے اور گوشت اور پوست سے بچہ مکمل ہو جائے۔

(جامع البیان جز ۱۳ ص ۱۴۸۔ ۱۴۴ ملتقطاً، زاد المسیر ج ۴ ص ۳۰۸)

حمل کی کم سے کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف کے نزدیک حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت دو سال ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن الاسود الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس سے چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا اشارہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا اس کو سنگسار نہیں کیا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے اس کی دلیل پوچھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ دو آیتیں پڑھیں:

وَالْوٰلِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (البقرہ: ۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف: ۱۵)

اور (ماں کا) حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے۔

پس چھ ماہ میں اس کا حمل ہے اور دو سال اس کے دودھ پلانے کی مدت ہے لہٰذا اس عورت پر رجم نہیں ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۴۲، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

اور امام علی بن عمر الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورت کے حمل کی مدت دو سال سے بس اتنی زائد ہے جتنا چرخے کی لکڑی کا سایہ ہوتا ہے۔ (یعنی بہت کم) (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۲۱، رقم الحدیث: ۳۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ عورت کے حمل کی مدت دو سال سے بس اتنی زائد ہے جتنا چرخے کی لکڑی کا سایہ ہوتا ہے، امام مالک نے کہا سبحان اللہ! یہ کون کہہ سکتا ہے! محمد بن عجلان کی بیوی ہماری پڑوسن ہے وہ سچی عورت ہے، اس کا خاوند محمد بن عجلان بھی سچا

Marfat.com

ہے اس کو بارہ سال میں تین حمل ہوئے اور ہر حمل کی مدت چار سال تھی۔

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۲۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۴۳)

علامہ شامی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول امام مالک کے قول پر مقدم ہے، کیونکہ اس مدت کو قیاس سے نہیں جانا جا سکتا، ضرور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا نیز امام مالک تک اس قول کی نسبت صحت سے ثابت نہیں ہے، اور اس قول میں خطا کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دو سال یا اس سے زیادہ تک اس پر طہر کا زمانہ رہا ہو اور اس کے بعد وہ حاملہ ہوئی ہو اور اس نے یہ گمان کر لیا ہو کہ یہ چار سال کا حمل ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، سب سے بڑا نہایت بلند ہے ○ (الرعد: ۹)

غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی چیز آنکھوں سے چھپ جائے تو اس کو غیب اور غائب کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ○ (النمل: ۲۰)

(سلیمان نے) پرندوں کی تفتیش کی تو کہا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ (حقیقت میں) غائب ہے۔

غیب کا لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کے علم اور اس کے حواس سے غائب ہو، قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ○ (النمل: ۷۵)

اور آسمان اور زمین میں جو بھی چھپی ہوئی چیز ہے وہ کتاب مبین (لوح محفوظ) میں مذکور ہے ○

غیب اور غائب کا اطلاق لوگوں کے اعتبار سے کیا جاتا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے، کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کا کوئی ذرہ اللہ سے غائب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عالم الغیب والشھادۃ۔ (الانعام: ۷۳) یعنی جو چیزیں تم سے غائب ہیں اور جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں وہ ان سب کا جاننے والا ہے۔

اور یومنون بالغیب۔ (البقرہ: ۳) میں غیب کا اصطلاحی معنی مراد ہے، اور وہ یہ ہے جو چیز حواس خمسہ اور بداہت عقل سے معلوم نہ ہو وہ غیب ہے، اور غیب کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے اور ان کے بتانے سے ہوتا ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۷۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور اس کی خصوصیات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات واجبہ، ممکنہ اور معدومات ممکنہ اور ممتنعہ کا علم ہے، اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی چیزوں کا علم ہے اور ان غیر متناہی چیزوں میں سے ہر چیز کا غیر متناہی وجوہ سے علم ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے: اول علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔ دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و

Marfat.com

انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔ سوم علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔ چہارم علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔ پنجم علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو۔ ششم علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے، ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ میں سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام ص ۷۔۶، مطبوعہ بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور، ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم میں سے کوئی آہستہ سے بات کرتا ہے یا زور سے بولتا ہے، وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو اس کے علم میں برابر ہے۔ (الرعد: ۱۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور آیتِ سابقہ سے ربط

مستخف کے معنی ہیں چھپا ہوا اور سارب کے معنی ہیں: گلیوں میں پھرنے والا، راستہ میں چلنے والا، یہاں مراد ہے جو راستہ میں علانیہ اور کھلم کھلا چلنے والا ہو۔

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت، اور مخفی اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اس آیت میں فرمایا خواہ کوئی شخص آہستہ سے بات کرے یا زور سے بولے، وہ رات کو چھپا ہوا ہو یا دن میں سب کے سامنے اپنے راستہ پر جا رہا ہو اللہ کے علم میں سب برابر ہے اور اس کی دلیل پہلی آیت میں بیان فرما دی کیونکہ وہ ہر غیب اور ہر شہادت کو جاننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ کسی بات کو اپنے دلوں میں چھپا لیں یا زبان سے اس کا اظہار کر دیں، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ مجاہد نے کہا کوئی شخص رات کے اندھیروں میں چھپ کر برے کام کرے یا دن کے اجالے میں سب کے سامنے برے کام کرے اللہ تعالیٰ کے علم میں برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کے لیے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ کسی قوم کی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدل دیں، اور جب اللہ کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے، اور اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ (الرعد: ۱۱)

معقبات کے متعدد محامل

معقبات کے معنی ہیں: ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد رات اور دن کے فرشتے ہیں، رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آگے پیچھے آتے ہیں اور فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی وہ اوپر جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تھا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جب ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۵۵، صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۳۲، سنن النسائی رقم الحدیث:۴۸۷-۴۸۶، الموطا رقم الحدیث:۴۱۳)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ معقبات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کنانہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک فرشتہ تمہاری دائیں جانب تمہاری نیکیوں پر مقرر ہوتا ہے اور یہ بائیں جانب والے فرشتے پر امیر (حاکم) ہوتا ہے، جب تم ایک نیکی کرتے ہو تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب تم ایک برائی کرتے ہو تو بائیں جانب والا فرشتہ دائیں جانب والے فرشتے سے پوچھتا ہے، میں لکھ لوں؟ وہ کہتا ہے نہیں! ہو سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کر لے! جب وہ تین مرتبہ پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے ہاں لکھ لو! ہمیں اللہ تعالیٰ اس سے راحت میں رکھے، یہ کیسا برا ساتھی ہے یہ اللہ کے متعلق کتنا کم سوچتا ہے! اور یہ اللہ سے کس قدر کم حیا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید۔ (ق:۱۸) "وہ زبان سے جو بات بھی کہتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان لکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔" اور دو فرشتے تمہارے سامنے اور تمہارے پیچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ (الرعد:۱۱) "اس کے لیے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔" اور ایک فرشتہ ہے جس نے تمہاری پیشانی کو پکڑا ہوا ہے جب تم اللہ کے لیے تواضع کرتے ہو تو وہ تمہیں سربلند کرتا ہے اور جب تم اللہ کے سامنے تکبر کرتے ہو تو وہ تمہیں ہلاک کر دیتا ہے، اور دو فرشتے تمہارے ہونٹوں پر ہیں وہ تمہارے لیے صرف محمد پر صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں اور ایک فرشتہ تمہارے منہ پر مقرر ہے وہ تمہارے منہ میں سانپ کو داخل ہونے نہیں دیتا، اور دو فرشتے تمہاری آنکھوں پر مقرر ہیں، ہر آدمی پر یہ دس فرشتے مقرر ہیں، رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر نازل ہوتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں کے علاوہ ہیں، ہر آدمی پر یہ بیس فرشتے مقرر ہیں اور ابلیس دن میں ہوتا ہے اور اس کی اولاد رات میں ہوتی ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۵۳۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۸-۵۵۷، الدر المنثور ج ۴ ص ۶۱۶-۶۱۵)

نیز امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو نیند اور بیداری میں اس کی جنات، انسانوں اور حشرات الارض سے حفاظت کرتا ہے، سوا اس چیز کے جو اللہ کے اذن سے اس کو پہنچتی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۵۳۶۹)

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مراد (ایک جگہ) سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے کہا آپ اپنی حفاظت کر لیں کیونکہ مراد کے لوگ آپ کے قتل کی سازش کر رہے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو ان مصائب سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں جو تمہارے لیے مقدر نہیں کیے گئے اور جب تقدیر آجاتی ہے تو وہ مصائب کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت بہت مضبوط ڈھال ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۵۳۷۱)

امام ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ یہ کراماً کاتبین ہیں جو اللہ کی طرف سے ابن آدم کی حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۲۱۸۸)

Marfat.com

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ، امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ اور حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ معقبات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات اور دن میں نقصان پہنچانے والوں سے حفاظت کرتے ہیں پھر انہوں نے دو یہودی شخصوں عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بیان کیا ہے جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس کو ہم نے تفصیل سے اس سورت کے تعارف میں ذکر کر دیا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۳۴۷، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۱۹۳، معالم التنزیل ج ۳ ص ۷-۶، الدر المنثور ج ۴ ص ۶۱۷-۶۱۶)

من امر اللہ کا معنی یہ ہے کہ فرشتے اللہ کے حکم سے اور اس کی اعانت سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں، کیونکہ فرشتوں میں از خود یہ طاقت اور قدرت نہیں ہے کہ کسی انسان کی آفات اور مصائب سے حفاظت کریں اور نہ کسی اور مخلوق میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی کی مصائب سے حفاظت کر سکے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ یہ قدرت اور طاقت عطا فرمائے۔

فرشتوں کو انسانوں پر مامور کرنے کی وجوہات اور حکمتیں

فرشتوں کو جو انسانوں پر مقرر کیا گیا ہے اس کی متعدد وجوہات اور حکمتیں ہیں:

(۱) شیاطین انسانوں کو برے کاموں اور گناہوں کی طرف راغب کرتے ہیں اور یہ فرشتے انسانوں کو نیک کاموں اور عبادات کی طرف راغب کرتے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی! آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی وہ مجھے نیکی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۷، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۹۷ عالم الکتب، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۴۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۶۵۸)

(۳) ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل میں کبھی بغیر کسی ظاہری سبب کے کسی کام کی قوی تحریک پیدا ہوتی ہے اور پھر انجام کار یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کام میں اس کے لیے نیکی اور خیر ہے اور کبھی انجام کار اس پر منکشف ہوتا ہے کہ اس کام میں اس کے لیے آفت اور مصیبت ہے اور یہ کام فی نفسہ معصیت ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے کام کا محرک اس کے حق میں خیر اور نیکی کا ارادہ کرنے والا تھا وہ روح فرشتہ ہے اور دوسرے کام کا محرک اس کے حق میں برائی اور گناہ کا ارادہ کرنے والا تھا اور وہی گمراہ کرنے والا اور شیطان ہے۔

(۴) انسان کو جب یہ علم ہو گا کہ فرشتے اس کی نیکیوں اور برائیوں کو لکھ لیتے ہیں تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے سے ڈرے گا۔

(۵) فرشتے جن نیکیوں اور برائیوں کو لکھتے ہیں ان کے رجسٹروں کا قیامت کے دن میزان میں وزن کیا جائے گا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا اس کی آسانی سے نجات ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو (میں اعمال ناموں کو) رکھیں گے، پس کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں ہو گا، اور

Marfat.com

مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء: ٤٧)

اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے (بھی) لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ﹰالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ (الاعراف: ٩-٨)

اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے، پھر جن (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوئے سو وہی کامیاب ہونے والے ہیں○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے سو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارہ میں مبتلا کیا' کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں' زبان پر (پڑھنے میں) ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٥٦٣' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٦٩٤' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٤٦٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٨٠٦' مسند احمد رقم الحدیث: ٧١٦٧' عالم الکتب' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٢٨٨' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٨٣١' ٨٤١' شرح السنہ رقم الحدیث: ١٢٦٤)

(٦) جب انسان کو مسلسل یہ تجربہ ہوگا کہ اس کے دل میں نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی زبردست تحریک پیدا ہوتی ہے پھر اچانک اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر اس پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے دل میں نیکی کے دواعی اور محرکات پیدا کرتے ہیں لیکن تقدیر کے آگے ان کا بس نہیں چلتا اور جب فرشتے قضاء و قدر کے آگے مجبور ہیں' سلاطین' حکام اور سرمایہ دار لوگ جو اپنی جان اور مال کی حفاظت کے قوی انتظامات کرتے ہیں لیکن اگر تقدیر میں ان کی جان و مال کا نقصان ہونا ہو تو سارے انتظام دھرے رہ جاتے ہیں اور تقدیر غالب آجاتی ہے۔ امریکہ کے صدر کی حفاظت سے بڑھ کر اور دنیاوی انتظام کیا ہو سکتا ہے لیکن امریکہ کے صدر جان ایف کینیڈی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا' اندرا گاندھی کو اس کے معتمد محافظوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور بنگلہ دیش کے صدر شیخ مجیب الرحمن کو اس کے حفاظتی حصار سے نکال کر گولی مار دی گئی۔ اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ○ (الرعد: ١١)

اور اللہ جب کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی ان کا مددگار نہیں ہے○

تقدیر تو اٹل ہے لیکن ہمارا یہ منشاء نہیں ہے کہ حفاظت کے اسباب کو بالکل اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان اسباب پر تکیہ نہیں کرنا چاہیے۔

نعمت کی ناقدری کرنے والوں سے اللہ کا نعمت واپس لینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ کسی قوم کی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدل دیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو آزادی' سلامتی' استحکام' خوش حالی اور عافیت کی نعمت عطا فرماتا ہے اور وہ نعمت ان سے اس وقت تک سلب نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کر کے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّکُمۡ وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَیۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ۪ وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَکۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ ۝ (الانعام: ٦)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلی کتنی ان قوموں کو ہلاک کر دیا جن کو ہم نے زمین میں ایسی قوت دی تھی جو تم کو نہیں دی اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش نازل کی اور ہم نے دریا بنائے جو ان کے (باغوں کے) نیچے سے بہتے تھے، پس ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کر دی ۝

آپ مسلمانوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بار بار اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا، ایک وقت تھا جب ایشیاء، افریقہ اور یورپ تین براعظموں کے علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن مسلمانوں نے اپنی نااہلی سے ان حکومتوں کو اور اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کو گنوا دیا، اسپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی، لیکن انہوں نے اپنی رنگا رنگ عیاشیوں، رقص و سرود کی محفلوں اور شراب و کباب کی مجلسوں میں اپنی آزادی، سلامتی اور استحکام کو غرق کر دیا۔ انہوں نے اپنے قومی اتحاد اور مرکزیت کو طوائف الملوکی اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر اقتدار حاصل کرنے کے شوق میں ضائع کر دیا اور اب پورا اسپین عیسائی قومیت میں ڈھل چکا ہے اور وہاں برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں۔ غرناطہ اور قرطبہ نے بڑے نامور اسلام کے اسکالر پیدا کیے۔ قاضی عیاض اندلسی، امام ابن عبد البر، علامہ ابو العباس قرطبی، علامہ ابو عبد اللہ قرطبی، علامہ ابی، علامہ سنوسی، قاضی ابو بکر ابن العربی اور علامہ باجی یہ سب بہت پائے کے محقق تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ میں ان کی عظیم اور ضخیم تصنیفات ہمارے پاس موجود ہیں جن کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسپین میں اسلامی علوم پر کتنا عظیم کام ہو رہا تھا۔ میں جب ان کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ سوچ کر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے کہ آج ان کے مقابر، ان کے مکاتب، ان کے مدارس اور ان کی مساجد ویران ہو چکی ہیں۔

ماضی بعید کی تاریخ کا ذکر چھوڑیں، قریب کے حالات کو دیکھیں۔ ہم نے اسلام کے نام پر یہ خطہ زمین حاصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آزادی، سلامتی اور استحکام کے ساتھ اقتدار عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ۔ (الحج: ٤١)

ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا فرمائیں (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

چاہیے تھا کہ مسلمانوں نے جس وعدہ اور جس نعرہ سے یہ ملک مانگا تھا یہ اس وعدہ کو پورا کرتے اور نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے لیکن جب چوبیس سال تک انہوں نے اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اسلام کو نافذ کرنے کے بجائے حکام سے لے کر عوام تک سب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دن رات مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے آدھا ملک لے لیا، اب باقی آدھا ملک بھی اندرونی اور بیرونی خطرات کی زد میں ہے، لوٹ کھسوٹ، قتل اور غارت گری کا بازار گرم ہے، دشمن ہماری سرحدوں پر اپنی فوجوں کی تعداد بڑھا رہا ہے اور ہم ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور انارکی اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے، اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر کرنے اور ان کا شکر بجالانے کی توفیق دے، ہمارے عوام اسلام کے احکام پر عمل کریں اور یہی لوگ اسمبلیوں میں پہنچیں، نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں، اسلامی حدود اور دیگر احکام کو جاری کریں اور اللہ اس باقی ماندہ پاکستان کو

Marfat.com

سلامت رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جو تم کو (کبھی) ڈرانے کے لیے اور (کبھی) امید دلانے کے لیے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے ۞ (الرعد: ۱۲)

بجلی اور بادل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ڈرایا تھا کہ وہ انعام بھی عطا فرماتا ہے اور اگر اس کے انعام کی قدر نہ کی جائے اور اس کا شکر ادا نہ کیا جائے تو وہ اس انعام کو واپس لے لیتا ہے اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کو عذاب دینے سے کوئی روک نہیں سکتا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ذکر فرمایا' اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلیل ہے اور اس میں بعض اعتبار سے نعمت اور احسان کا ذکر ہے اور اس میں بعض لحاظ سے اس کے قہر اور عذاب کا بھی بیان ہے۔

برق اس روشنی کو کہتے ہیں جو ہواؤں کی رگڑ کی وجہ سے بادلوں میں چمکتی ہے اور برق کے ظہور میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے کیونکہ بادل پانی کے مرطوب اجزاء اور اجزاء ہوائیہ سے مرکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے برق پیدا کرتا ہے جو اجزاء ناریہ پر مشتمل ہوتی ہے اور پانی سرد اور مرطوب ہے اور آگ گرم اور خشک ہے اور سرد اور مرطوب گرم اور خشک کی ضد ہے اور ایک ضد سے دوسری ضد کو پیدا کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب و غریب شاہکار ہے اور اس کے سوا اور کوئی اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ایک ضد سے دوسری ضد کو وجود میں لے آئے۔

جب بجلی چمکتی ہے اور بادل گرجتے ہیں تو کسانوں کو بارش کی امید ہوتی ہے اور یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ کہیں ان پر بجلی نہ گر جائے اور ان کو جلا کر خاکستر نہ کر دے' اسی طرح کبھی بارش سے لوگوں کو اپنی فصلوں کی نشوونما اور نفع کی امید ہوتی ہے اور اسی بارش سے بعض لوگوں کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے' بلکہ ہر حادث ہونے والی چیز کا یہی حال ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے کسی نفع کی توقع ہوتی ہے اور بعض لوگوں کو اس سے کسی ضرر کا خطرہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بادل پر معین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور باقی فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (حمد اور تسبیح کرتے ہیں) اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے' در آں حالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے ۞ (الرعد: ۱۳)

الرعد اور الصواعق کے معانی اور جھگڑا کرنے والوں کا بیان

رعد اس آواز کو کہتے ہیں جو اجسام سماویہ کی رگڑ کی وجہ سے بادل کے درمیان سے سنائی دیتی ہے' یعنی جب دو بادل ٹکراتے ہیں اور ان کی رگڑ سے ہوا جل جاتی ہے تو اس سے گرج اور چمک پیدا ہوتی ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں بتائیے کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ ہے جس کو بادل کے اوپر مقرر کیا گیا ہے اس کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہے وہ اس سے جہاں اللہ چاہتا ہے بادل کو ہنکاتا ہے۔ انہوں نے پوچھا اور یہ آواز جو ہم سنتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جہاں بادل کو لے جانے کا حکم دیا وہاں لے جانے کے لیے فرشتہ جب بادل کو کوڑا مارتا ہے تو یہ اس کی آواز ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ کہا۔ الحدیث۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۰۷۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۴۲۹)

Marfat.com

حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۴)

الصواعق، الصاعقۃ کی جمع ہے۔ صاعقۃ فضاء آسمان کی گڑگڑاہٹ کو کہتے ہیں اور کبھی اس عظیم آگ کو صاعقۃ کہتے ہیں جو بارش اور بجلی چمکنے کے دوران زمین کی طرف نازل ہوتی ہے، عرف میں اس کو بجلی گرنا کہتے ہیں، یہ اس وقت ہوتا ہے جب بادل زمین کے قریب ہوتے ہیں، جس چیز پر یہ آگ گرتی ہے اس کو جلاڈالتی ہے۔

علامہ واحدی نے اس آیت کے شان نزول میں عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ کا واقعہ ذکر کیا ہے، یہ وہی واقعہ ہے جس کا ہم نے اس سورت کے تعارف میں ذکر کیا ہے۔ (اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۵۴۷) علامہ قرطبی نے بھی اس آیت کے شان نزول میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اربد بن ربیعہ پر بجلی گرائی گئی تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۵۸)

اس آیت میں فرمایا ہے وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عرب کے متکبرین میں سے ایک شخص کے پاس ایک آدمی بھیجا اور فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! وہ اس سے تکبر کرے گا، آپ نے فرمایا تم جاؤ اس کو بلا کر لاؤ، وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا اللہ کیا چیز ہے؟ کیا وہ سونے کا ہے یا وہ چاندی کا ہے یا وہ پیتل کا ہے؟ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گیا اور آپ کو بتایا اس نے کیا کہا ہے اور کہا میں نے تو پہلے عرض کیا تھا وہ تکبر کرے گا! آپ نے فرمایا: جاؤ اس کو دوبارہ بلاؤ۔ وہ دوبارہ گیا۔ اس متکبر شخص نے پھر اسی طرح کہا، وہ پھر لوٹ آیا اور آپ کو بتایا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ آپ نے اس کو پھر تیسری بار بھیجا، اس نے پھر اسی طرح کہا اور جس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے سر کے اوپر بجلی گرادی اور پھر یہ آیت نازل فرمائی: اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان بجلیوں کو گرادیتا ہے درآں حالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔

(اسباب النزول للواحدی ص ۵۴۶، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۳۸۸، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۲۱، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۴۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۴۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۵۹)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بطور حقیقی حاجت روا کے) اسی کو پکارنا حق ہے، اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں، وہ ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، ان کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے، جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے ○ (الرعد: ۱۴)

پانی کے ساتھ غیر اللہ کی تمثیل کے محامل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والوں کی مثال اس شخص سے دی ہے، جو پانی کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے حالانکہ پانی اس تک نہ پہنچ سکے۔ مفسرین نے اس تمثیل کے حسب ذیل تین محمل بیان کیے ہیں:

(۱) مجاہد نے بیان کیا: جو شخص پانی سے دور کھڑا ہو اور اپنے منہ سے پانی پینے پر قادر نہ ہو اور وہ اپنے ہاتھوں سے پانی کی

Marfat.com

طرف اشارہ کرے تاکہ پانی اس تک پہنچ جائے تو ظاہر ہے کہ دور سے پانی ازخود اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک پیاسا شخص اپنے ذہن میں پانی کا تصور کرے، پھر خارج میں اپنے ہاتھ پھیلائے تاکہ پانی کو اپنے منہ تک پہنچائے تو ظاہر ہے کہ وہ اس طرح پانی کو اپنے منہ تک نہیں پہنچا سکتا۔

(۳) فراء نے کہا پانی سے مراد اس آیت میں کنواں ہے اب اگر کوئی شخص بغیر رسی اور ڈول کے اپنے ہاتھ کنویں کی طرف پھیلائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے تو ظاہر ہے اس طرح پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۶۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس تمثیل کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں سننے، دیکھنے، جاننے اور کسی کی فریاد تک پہنچنے کی طاقت نہیں ہے، پانی پیاسے کو دیکھ سکتا ہے نہ اس کی فریاد کو سن سکتا ہے نہ ازخود پیاسے کے منہ تک پہنچ سکتا ہے، اسی طرح بُت کسی کو دیکھ سکتے ہیں نہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں نہ کسی کی فریاد پر پہنچ سکتے ہیں، سو جس طرح پانی کسی پیاسے کی پکار پر نہیں پہنچ سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کافر جن بتوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی فریاد رسی نہیں کر سکتے، پھر یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ پانی کے ساتھ پیاسے کے اس عمل کو تو کفار اور مشرکین بھی خلاف عقل گردانتے ہیں تو پھر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ان بے جان بتوں کو جو یہ اپنی حاجات میں پکارتے ہیں اور ان سے مدد کے طالب ہوتے ہیں، اس کو یہ خلاف عقل کیوں نہیں قرار دیتے۔

غیراللہ کو حقیقی حاجت روا مان کر پکارنا شرک ہے ورنہ نہیں

ہم نے اس آیت کے ترجمہ میں قوسین میں بطور حقیقی حاجت روا کی قید لگائی ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ غیراللہ کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر پکارنا باطل اور شرک ہے اور اگر ان کو یہ سمجھ کر پکارا جائے کہ وہ غیر مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے بندوں کی مدد کرتے ہیں تو یہ جائز ہے اور باطل اور شرک نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اس طرح پکارے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کا پاؤں پھسل جائے یا وہ بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۲۰۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۸ھ)

دیوبند کے مشہور عالم شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیراللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حدذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

Marfat.com

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے

ہر چند کہ اس عقیدہ کے ساتھ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا جائز ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے سنتے ہیں اور اس کے اذن سے مدد کرتے ہیں اور یہ ان تصریحات کی بناء پر شرک نہیں ہے، لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اِذَا سئلت فَاسْئَل اللّٰہ وَاذا اسْتَعنت فَاسْتَعِن بِاللّٰہِ۔ — جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۸۸، عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۴۲۵، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۷۴، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۵۳، تنزیہ الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۱۹۸، المستدرک ج ۳ ص ۵۴۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۴، کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث: ۱۰۷۳)

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اذن سے مدد کرتے ہیں اور ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری مدد کا اذن دیا ہے یا نہیں، تو پھر افضل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ سب خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کے لیے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کو○ (الرعد: ۱۵)

سجدہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

سجدہ کا معنی ہے تواضع اور تذلل اختیار کرنا، کسی کے سامنے جھکنا اور عجز کا اظہار کرنا، اور عرف میں اللہ کے سامنے تذلل اختیار کرنے اور اللہ کی عبادت کرنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ انسان، حیوانات اور جمادات سب کے لیے سجدہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ سجدہ کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدہ اختیاری ہے، یہ انسان کے ساتھ خاص ہے اور اسی پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا۔ (النجم: ۶۲) — اللہ کے لیے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔

اور سجدہ کی دوسری قسم ہے اضطراری سجدہ، اس کو سجدۂ تسخیر بھی کہتے ہیں جیسے اس آیت میں ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ۔ (الرحمٰن: ۶) — زمین پر پھیلنے والے پودے اور اپنے تنوں پر کھڑے ہوئے درخت (اللہ کے لیے) سجدہ کرتے ہیں۔

یہ سجدہ کا لغوی معنی ہے اور سجدہ کا اصطلاحی معنی ہے زمین پر اپنی پیشانی رکھنا اور اس سے بڑھ کر تذلل اور تواضع متصور نہیں ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا

اس آیت میں سجدہ کا معنی یا لغوی ہو گا یعنی اطاعت اور تواضع اور یا اصطلاحی ہو گا یعنی پیشانی کو زمین پر رکھنا اور اس لحاظ سے آیت کے متعدد محمل ہیں:

(۱) سجدہ کا معنی اصطلاحی ہو اور جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اس سے عموم مراد نہ ہو بلکہ خصوصاً مسلمان مراد ہوں' اب اس آیت کا معنی ہے کہ بعض مسلمان فرحت' انبساط اور خوشی سے اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور بعض مسلمان تنگ دلی یا بوجھل دل اور ناگواری سے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں' یعنی ان کا دل تو عیش و آرام' دنیا کی رنگینیوں یا اور کاموں میں لگا ہوتا ہے لیکن وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دوزخ کے عذاب کے ڈر سے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں' اس کے برخلاف بعض لوگ وہ ہیں کہ وہ دنیاوی ذمہ داریوں میں مشغول ہوں پھر بھی ان کا دل نماز میں پڑا رہتا ہے اور جیسے پرندہ قفس سے نکلتے ہی اپنی طبعی خوشی سے فضا میں پرواز کرتا ہے وہ بھی موقع ملتے ہی خوشی سے اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں۔

(۲) سجدہ سے مراد اصطلاحی معنی ہو اور جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اس سے عموم مراد ہو تو پھر اس آیت پر یہ اشکال ہو گا کہ فرشتے اور جنات اور انسانوں میں سے مومن تو اللہ کو سجدہ کرتے ہیں لیکن کافر اللہ کو سجدہ نہیں کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے سجدہ کریں' اور اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس تقدیر پر سجدہ سے مراد ہے تعظیم اور اللہ کے خالق ہونے کا اعتراف یعنی جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ خوشی یا ناخوشی سے اللہ کی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے رب ہونے کو مانتے ہیں اور کافر بھی اسی کو خالق مانتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (لقمان: ۲۵)
اگر آپ ان سے سوال کریں آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔

لغوی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا

اور اگر سجدہ سے مراد لغوی معنی ہے یعنی اطاعت اور تذلل تو کائنات کی ہر چیز اللہ کے لیے مسخر ہے۔ سورج' چاند اور ستاروں کا طلوع اور غروب' سیاروں کی گردش' پہاڑوں کا جمود' دریاؤں اور سمندروں کی روانی' غرض کائنات کی ہر چیز جو کچھ کر رہی ہے وہ سب اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تابع ہو کر کر رہی ہے' انسان کے نبض کی رفتار' دل کی دھڑکن' اعضاء انہضام کی کارکردگی یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۱۶)
بلکہ سب اسی کی ملکیت ہے' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اس کے اطاعت گزار ہیں ○

وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (آل عمران: ۸۳)
آسمانوں اور زمینوں میں سب اطاعت سے اس کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طوعا و کرھا یعنی خوشی اور ناخوشی سے کیونکہ بعض کام انسان خوشی سے کرتا ہے اور بعض کام ناخوشی سے کرتا ہے مثلاً حکومت انسان خوشی سے کرتا ہے اور معمولی ملازمت ناخوشی سے کرتا ہے' کوئی خوشی سے عبادت

Marfat.com

کرتا ہے کوئی ناخوشی سے عبادت کرتا ہے۔

سایوں کے سجدہ کرنے کی توجیہ

اور فرمایا ان کے سائے بھی صبح اور شام کو۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ہر شخص خواہ مومن ہو یا کافر اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ زجاج نے کہا کافر خود تو غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور ابن الانباری نے کہا یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سایوں میں عقل و فہم پیدا کر دی ہو اور وہ خضوع اور خشوع سے اللہ کو سجدہ کریں، جیسے بعض پتھر اللہ کے خوف اور خشیت سے ٹوٹ کر گر پڑتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ سایہ ایک جانب سے دوسری جگہ میلان کرتا ہے اور سورج کے بلند ہونے اور نیچے ہونے کی وجہ سے سائے لمبے اور چھوٹے ہوتے رہتے ہیں تو ان کا ایک جانب سے دوسری جانب مڑنا اور ان کی مقدار کا کم اور زیادہ ہونا ہی ان کا سجدہ کرنا ہے اور صبح اور شام کے وقت کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ ان دو وقتوں میں سایوں کا بڑا اور چھوٹا ہونا نمایاں نظر آتا ہے۔

سجدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث

قرآن مجید میں پہلا سجدہ تلاوت سورۃ الاعراف کے آخر میں ہے، سجدہ تلاوت کی تعداد اور اس کے حکم کے متعلق مذاہب فقہاء ہم نے وہاں بیان کر دیئے ہیں، یہاں پر ہم سجدہ کرنے کی فضیلت میں احادیث پیش کر رہے ہیں:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو پس تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۷۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

اس حدیث کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ (العلق: ۱۹) اور سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہو جا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وہ عمل بتایئے جس سے اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے یا میں نے عرض کیا مجھے وہ عمل بتایئے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر سوال کیا، آپ خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت سے سجدے کیا کرو، کیونکہ تم جب بھی اللہ کے لیے سجدہ کرو گے تو اللہ اس سجدہ کی وجہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۹-۳۸۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۶، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۳۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۸۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۸)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں آپ کے وضو اور طہارت کے لیے پانی لایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: سوال کرو، میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اور کسی چیز کا؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ کافی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر کثرت

Marfat.com

سے سجدے کرکے اپنے نفس کے اوپر میری مدد کرو۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۲۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ تلاوت کی آیت تلاوت کرکے سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ جاکر روتا ہے اور کہتا ہے ہائے میرا عذاب! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا سو اس کو جنت ملے گی، اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا سو مجھے دوزخ ملے گی۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۵۴۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۷۵۹، شرح السنہ رقم الحدیث: ۶۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعضاء سجود کے جلانے کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کردیا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۰۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۸۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۷۰۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۵۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کا جو حال اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ بندہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا ہو۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۰۷۲، ج ۷ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں افلح نامی ہمارا ایک غلام تھا، جب وہ سجدہ کرتا تو مٹی کو پھونک مار کر اڑاتا، آپ نے فرمایا: اے افلح! اپنے چہرے کو خاک آلودہ کرو۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۱، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۵۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۱۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۲)

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ

آپ (ان سے) پوچھیے آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ کہیے اللہ، آپ کہیے کیا تم نے اللہ کے سوا

مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ

ایسے مددگار بنا لیے ہیں جو خود اپنے لیے (بھی) کسی نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی ضرر کے،

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى

آپ کہیے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں یا اندھیرا اور

الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

روشنی برابر ہیں؟ یا انہوں نے اللہ کے سوا ایسے شریک قرار دے لیے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی

Marfat.com

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ

ہے تو صفت خلق ان پر مشتبہ ہو گئی؟ آپ کہیے اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے

الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا

سب پر غالب ہے ○ اسی نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے اپنی وسعت کے مطابق ندی نالے جاری ہو

فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ

گئے، پھر پانی کے زور نے بلبلے والے جھاگ بنا دیئے اور جس دھات کو زیور یا کسی اور چیز (کی شکل) میں

ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ

ڈھالنے کے لیے آگ میں پگھلاتے ہیں اس میں بھی ایسے ہی جھاگ بنتے ہیں، اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال

وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ

بیان فرماتا ہے، پس رہا جھاگ تو وہ بے فائدہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ ۭ

فائدہ پہنچاتی ہے تو وہ باقی رہتی ہے، اسی طرح اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے ○

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ڼ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

جن لوگوں نے اپنے رب کے دین کو قبول کیا ان کے لیے نیک انجام ہے، اور جن لوگوں نے اس کے دین کو قبول

لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ

نہیں کیا اگر ان کے پاس تمام روئے زمین کی چیزیں اور اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوتیں تو وہ اپنے آپ کو (عذاب سے)

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ ع النصف ۲ ع ۱۱ ۸

چھڑانے کے لیے ان کو فدیہ میں دے دیتے، ان ہی لوگوں کا سخت حساب ہو گا، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ ٹھہرنے کی کیسی بری جگہ ہے! ○

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (ان سے) پوچھیے آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ کہیے اللہ! آپ کہیے کیا تم نے اللہ کے سوا ایسے مددگار بنا لیے ہیں جو خود اپنے لیے (بھی) کسی نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی ضرر کے، آپ کہیے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں یا اندھیرا اور روشنی برابر ہیں؟ یا انہوں نے اللہ کے سوا ایسے شریک قرار دے لیے ہیں، جنہوں

Marfat.com

نے اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے تو صفت خلق ان پر مشتبہ ہو گئی؟ آپ کہئے اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے سب پر غالب ہے○ (الرعد: ۱۶)

دلائل کے ساتھ بُت پرستوں کا رد اور ابطال

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہے یعنی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ بُت پرستوں کے رد کی طرف متوجہ ہوا' اور فرمایا آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ پھر خود ہی کہئے کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' چونکہ کفار اس بات کا انکار نہیں کرتے تھے اور وہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور وہی ان کا رب ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ جب تم مانتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب اللہ ہے تو پھر تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے بتوں کو اپنا مددگار کیوں بنا رکھا ہے جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ خود اپنی ذات سے کسی ضرر اور نقصان کو دور کر سکتے ہیں اور جو اپنے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک نہ ہوں وہ تم کو کب کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں' یا تم سے کس طرح کوئی ضرر دور کر سکتے ہیں لہٰذا ان کی عبادت کرنا محض عبث اور بے فائدہ ہے اور جہالت کے سوا کچھ نہیں' پھر فرمایا کہ یہ دلیل تو بالکل واضح ہے اور جو شخص اس قدر واضح دلیل سے بھی جاہل ہو وہ اندھے شخص کی طرح ہے اور اس دلیل کو جاننے والا بینا شخص کی طرح ہے' یا اس دلیل سے جاہل اندھیرے کی طرح ہے اور اس دلیل کا جاننے والا روشنی کی طرح ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نابینا' بینا کے برابر نہیں ہے اور اندھیرا روشنی کے برابر نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور طرز سے بُت پرستوں کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جو ان بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں تو کیا ان کے علم میں یہ چیز ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے' جس وجہ سے ان کو یہ اشتباہ ہو گیا کہ جب بُت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو یہ بُت بھی اس وجہ سے عبادت کے مستحق ہیں' تو وہ بتائیں کہ ان بتوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ اور ظاہر ہے بتوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ خود ان بتوں کو مشرکوں نے بنایا ہے سو آپ کہئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے' ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے' وہی ایک ہے اور وہ سب پر غالب ہے۔

افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہلسنّت اور معتزلہ کے نظریات

اہلسنّت اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے' اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے تھے کہ انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ معتزلہ یہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ اگر انسان کے افعال کا خالق اللہ ہو تو برے کاموں پر سزا دینا اس کا ظلم ہو گا' کیونکہ برے کام بھی اسی نے پیدا کیے اور پھر سزا بھی وہ خود دے رہا ہے' اور اچھے کاموں پر اجر و ثواب دینا عبث ہو گا کیونکہ وہ نیک کام تو خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں' انسان کا اس میں کیا کمال ہے' اس کو ثواب کس بات کا مل رہا ہے! اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اہلسنّت یہ کہتے ہیں کہ ارادہ انسان کرتا ہے اور فعل کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اس ارادہ کو کسب کہتے ہیں' اگر انسان نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیک فعل پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ برا فعل پیدا کر دیتا ہے اور انسان کو اس کے ارادہ کے اعتبار سے جزا اور سزا ملتی ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر اس ارادہ کو کون پیدا کرتا ہے تو اس کا جواب بہت مشکل ہے۔ بعض متکلمین نے یہ کہا کہ ارادہ بالذات موجود ہے نہ بالذات معدوم ہے' اس

Marfat.com

کو حال کہتے ہیں اور خلق کا معنی ہے کسی چیز کو بالذات موجود کرنا للہٰذا ارادہ کو وجود میں لانا خلق نہیں ہے بلکہ یہ احداث ہے اور ارادہ کا محدث انسان ہے اور اس کا اس قاعدہ اور عقیدہ سے کوئی تعارض نہیں ہے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور بعض متکلمین نے یہ کہا کہ اللہ خالق کل شیء میں یہ کل مخصوص عند البعض ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ارادہ کے ماسوا ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ارادہ کا خالق انسان ہے اور معتزلہ تمام افعال کا خالق انسان کو مانتے ہیں' انسان کے افعال کے متعلق تیسرا مسلک جبریہ کا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے:

افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہلسنّت اور جبریہ کے نظریات

جبریہ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کا اصلاً کوئی فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات بمنزلہ جمادات کی حرکات ہیں' انسان کی کوئی قدرت ہے نہ اختیار' اس کا قصد ہے نہ ارادہ۔ یہ نظریہ قطعاً باطل ہے کیونکہ ہم رعشہ کے مریض اور صحت مند انسان کی حرکات میں بداہۃً فرق کرتے ہیں' صحت مند آدمی اپنے قصد اور اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ کے مریض کی حرکت غیر اختیاری ہوتی ہے' دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر انسان مجبور ہوتا تو اس کو مکلف کرنا اور اس کے افعال پر جزا اور سزا کا ترتب صحیح نہ ہوتا اور نہ حقیقتاً یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس نے مثلاً نماز پڑھی' روزہ رکھا' کھانا کھایا اور سفر کیا' اس کے برخلاف جب ہم کہتے ہیں کہ لڑکا جوان ہو گیا' جوان بوڑھا ہو گیا' فلاں بیمار ہو گیا' فلاں مر گیا تو ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ پہلی قسم کے افعال اختیاری ہیں یعنی اس نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور دوسری قسم کے افعال غیر اختیاری ہیں یعنی لڑکا جوان ہو گیا یا جوان بوڑھا ہو گیا۔ اور پہلی قسم کے افعال میں انسان مختار ہے اور دوسری قسم کے افعال میں انسان مجبور ہے' نیز قرآن مجید کی متعدد آیات جبر کی نفی کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جبریہ کے نظریہ کا رد

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (السجدہ: ۱۷)	ان کے لیے جو آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے وہ کسی کو معلوم نہیں' یہ ان (نیک) کاموں کی جزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (الاحقاف: ۱۴)	وہ لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے' یہ ان (نیک) کاموں کی جزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (الواقعہ: ۲۴)	یہ ان (نیک) کاموں کی جزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔
اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۘ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (التوبہ: ۹۵)	یہ (منافقین) بے شک ناپاک ہیں' اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان (برے) کاموں کی سزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ (الکہف: ۲۹)	جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

معتزلہ کے نظریہ کا رد

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنا جزا اور سزا اور جنت اور جہنم تمام امور کا عبث ہونا لازم آئے گا' یہ مذہب بھی باطل ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (الصّٰفّٰت: ۹۶) — تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

Marfat.com

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔ (الانعام: ۱۰۲)	یہ ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو۔
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ (زمر: ۶۲)	اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ (التکویر: ۲۹)	اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (التکویر: ۲۹)	اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے۔

نظریہ اہلسنّت کی مزید وضاحت

اہلسنّت وجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے، انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے۔ خلق کا معنی ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں۔ علامہ محب اللہ بہاری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے، اس لیے اہلسنّت نے یہ کہا کہ انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور بُرائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لیے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لیے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور بُرائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

معتزلہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت اور اس کی قضاء سے وجود پذیر ہوتے ہیں، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کفر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے ہو تو پھر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہو کیونکہ قضاء سے راضی ہونا واجب ہے، اور کفر سے راضی ہونا خود کفر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کفر مقضی ہے، قضا نہیں ہے اور رضا صرف قضاء سے واجب ہے نہ کہ مقضی سے اور قضاء اور تقدیر کا معنی ہے کہ بندہ کا جو حسن، قبح، نفع اور ضرر وجود میں آئے اور اس کو جو زمان و مکان شامل ہو اور اس بندہ پر جو ثواب اور عذاب مترتب ہو اس کی تحدید اور حد بندی کرنا، اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کا عموم اور شمول بیان کرنا ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ پھر کافر اپنے کفر میں مجبور ہو گا اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو گا لہٰذا ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ اس کو یہ علم ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے یعنی انہوں نے کفر اور فسق کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ اور قدرت سے اسی کو پیدا کر دیا، لہٰذا محال کے ساتھ مکلف کرنا لازم نہ آیا۔

اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شر اور قبیح کا ارادہ نہیں کرتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرتا ہے کہ کافر ایمان لائے اور فاسق اطاعت کرے وہ کافر سے کفر اور فاسق سے معصیت کا ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ ان کا زعم یہ ہے کہ قبیح کا ارادہ بھی قبیح

Marfat.com

ہوتا ہے اسی طرح قبیح کو خلق کرنا بھی قبیح ہے' اور ہم کہتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ قبیح کا کسب کرنا اور قبیح سے متصف ہونا قبیح ہے۔ ان کے نزدیک بندوں کے اکثر افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہوتے ہیں کیونکہ بندوں کے اکثر افعال کفر اور فسق ہیں اور ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ان کا ارادہ نہیں کرتا اور یہ بہت زیادہ لائق مذمت ہے۔

حکایت ہے کہ عمرو بن عبید معتزلی نے کہا ایک مجوسی نے جس طرح مجھ پر الزام قائم کیا اس طرح کسی نے مجھ پر الزام قائم نہیں کیا' وہ میرے ساتھ ایک کشتی میں سفر کر رہا تھا' میں نے اس سے پوچھا تم اسلام کیوں نہیں قبول کرتے؟ اس نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے اسلام لانے کا ارادہ نہیں کیا' جب وہ میرے اسلام لانے کا ارادہ کرے گا تو میں اسلام لے آؤں گا۔ میں نے اس مجوسی سے کہا اللہ تمہارے اسلام لانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن شیاطین تم کو نہیں چھوڑتے۔ اس نے کہا پھر میں اس پر ایمان لاؤں گا جو ان میں زیادہ غالب ہے۔

اور حکایت ہے کہ معتزلہ کا شیخ عبدالجبار الہمدانی' الصاحب ابن عباد کے پاس گیا اور ان کے پاس اہلسنت کے شیخ استاذ ابو اسحٰق الاسفرائنی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب شیخ معتزلہ نے استاذ کو دیکھا تو کہا سبحان ہے وہ جو بُرے کاموں سے منزہ ہے۔ استاذ نے فوراً کہا سبحان ہے وہ جس کے ملک میں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے (یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ تو بندہ کا ایمان چاہے اور وہ کفر کرے یا وہ بندہ کی اطاعت چاہے اور وہ معصیت کرے) ہمارا استدلال ان آیات سے ہے:

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ (الانعام: ۱۱۱) اللہ کے چاہے بغیر ان کا ایمان لانا ممکن نہیں۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ۔ (الانعام: ۱۲۵) پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور وہ جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ خوب رکا ہوا تنگ کر دیتا ہے گویا وہ تکلف اور مشقت کے ساتھ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى۔ (الانعام: ۳۵) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان وہی لائیں گے جن کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا' اور کفر وہی کریں گے جن کے کفر کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا' اور اللہ تعالیٰ ان کے کفر کا اس لیے ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کفر کو اختیار کرتے ہیں' اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر ظلم نہیں ہے۔

معتزلہ اس قسم کی آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۔ (المومن: ۳۱) اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ خود کفر اور معصیت کو پیدا کرے اور پھر بندوں کو اس وجہ سے عذاب دے تو یہ بندوں پر ظلم ہوگا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا' اس لیے ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کفر اور معصیت کو پیدا نہیں کرتا بلکہ خود بندے کفر اور معصیت کو پیدا کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ کفر یا معصیت کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں کفر اور معصیت کو پیدا کرتا ہے اور بندہ کے ارادۂ کفر یا ارادۂ معصیت کی وجہ سے اللہ اس کو عذاب دیتا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے۔

Marfat.com

جبریہ کے رد پر مزید دلائل

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: بندوں کے افعال اختیاری ہیں جو اگر اطاعت ہوں تو ان کو ثواب دیا جائے گا اور اگر وہ معصیت ہوں تو وہ عذاب کے مستحق ہیں' اور جبریہ کا یہ قول درست نہیں ہے کہ بندہ کا بالکل فعل نہیں ہوتا' اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں اور بندہ کا کوئی قصد اور اختیار نہیں ہے اور ان کا یہ قول بالکل باطل ہے کیونکہ ہم بداہتاً جانتے ہیں کہ کسی چیز کو پکڑنے کی حرکت میں اور رعشہ کی حرکت میں فرق ہے' اور اول الذکر حرکت اختیاری ہے اور ثانی الذکر حرکت اضطراری ہے اور اس لیے بھی کہ اگر بندہ کا بالکل فعل نہ ہو تو اس کو مکلف کرنا اصلاً صحیح نہیں ہوگا اور اس کے افعال پر ثواب اور عتاب کا ترتب بھی صحیح نہیں ہوگا' اور نہ اس کی طرف افعال کی حقیقتاً نسبت کرنا صحیح ہوگا' مثلاً فلاں شخص نے نماز پڑھی' اس نے روزہ رکھا' اس نے لکھا' اس کے برخلاف لڑکا دراز قد ہوگیا' اس کا رنگ سیاہ ہوگیا' ہم جانتے ہیں کہ اول الذکر نسبت میں اس کا اختیار ہے اور ثانی الذکر نسبت میں اس کا اختیار نہیں ہے۔ اور نصوص قطعیہ ان کے عقیدہ کا رد کرتی ہیں مثلاً

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ سو جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔

(الکھف: ۲۹)

خلق اور کسب کی وضاحت

اور دلائل سے یہ ثابت ہے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ہم یہ بھی بداہتاً جانتے ہیں کہ بعض افعال میں بندے کی قدرت اور اختیار کا دخل ہوتا ہے' جیسے کسی چیز کو پکڑنے کی حرکت اور بعض افعال میں اس کا بالکل دخل نہیں ہوتا جیسے رعشہ والے کی حرکت تو اس میں تطبیق دینے کے لیے ہمیں یہ کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے' اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ کسی فعل کی طرف بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو خرچ کرنا کسب ہے اور اس فعل کو بندہ کے ارادہ کے بعد موجود کرنا خلق ہے' اور ایک مقدور دو قدرتوں کے تحت داخل ہے لیکن دو مختلف جہتوں سے' پس جہت ایجاد سے فعل اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے اور جہت کسب سے فعل بندہ کا مقدور ہے اور ہم اس کی توجیہ میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔

علماء نے کسب اور خلق میں کئی وجوہ سے فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسب آلہ سے واقع ہوتا ہے اور خلق بغیر آلہ کے واقع ہوتا ہے اور کسب مقدور ہے جو کاسب کے محل قدرت میں واقع ہوتا ہے اور خلق محل قدرت میں واقع نہیں ہوتا' صرف کاسب کی قدرت سے فعل واقع نہیں ہوتا اور صرف خالق کی قدرت سے فعل واقع ہو جاتا ہے اور ایک چیز کی دو چیزوں کی طرف دو مختلف جہتوں سے نسبت ہو سکتی ہے جیسے زمین کا اللہ تعالیٰ اس جہت سے مالک ہے کہ اس نے اس کو پیدا کیا ہے اور بندہ اس کا اس جہت سے مالک ہے کہ اس نے اس کو خریدا ہے یا وہ اس کو وراثت میں ملی ہے یا کسی نے اس کو وہ زمین ہبہ کی اور اس وجہ سے اس کا اس میں تصرف کرنا صحیح ہے' اسی طرح فعل اللہ کی طرف خلق کی جہت سے منسوب ہے اور بندہ کی طرف کسب کی جہت سے منسوب ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کسی قبیح کام کا کسب کرنا قبیح ہوتا ہے اور وہ مذمت کا مستحق ہوتا ہے تو پھر قبیح کام کو خلق کرنا قبیح کیوں نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ خالق حکیم ہے وہ اسی چیز کو پیدا کرتا ہے جس کا انجام نیک اور مستحسن ہوتا ہے خواہ ہم اس کے محاسن پر مطلع نہ ہو سکیں لہٰذا ہم کو یقین ہے کہ جن کاموں کو ہم برا سمجھتے ہیں ان میں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جیسا کہ مضر' درد آور اور خبیث اجسام کو پیدا کرنا' اس کے برخلاف کاسب کبھی اچھا کام

Marfat.com

کرتا ہے اور کبھی برا کام کرتا ہے لہٰذا جب وہ برا کام کرے گا جس کی شریعت میں ممانعت وارد ہو چکی ہو تو اس کا وہ کام مذمت اور عذاب کا مستحق ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۶۷ - ۶۲، ملخصاً وموضحاً، مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے اپنی وسعت کے مطابق ندی نالے جاری ہو گئے، پھر پانی کے زور نے بلبلے والے جھاگ بنا دیئے اور جس دھات کو زیور یا کسی اور چیز (کی شکل) میں ڈھالنے کے لیے آگ میں پگھلاتے ہیں اس میں بھی ایسے ہی جھاگ بنتے ہیں، اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، پس رہا جھاگ تو وہ بے فائدہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے، اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے تو وہ باقی رہتی ہے، اسی طرح اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے○ (الرعد: ۱۷)

مشکل الفاظ کے معانی

اودیہ: یہ وادی کی جمع ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں کثرت کے ساتھ پانی بہتا ہے، اس میں اس کی وسعت کے مطابق پانی ہوتا ہے۔ اگر وادی چھوٹی ہو تو کم پانی ہوتا ہے اور اگر وادی بڑی ہو تو اس میں زیادہ پانی ہوتا ہے، دو پہاڑوں کے درمیان جو کشادہ راستہ ہوتا ہے اس کو وادی کہتے ہیں، اور مجازاً مذہب اور اسلوب کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

زبد: گندگی اور میل کچیل جو پانی کی سطح پر ابھر کر آجاتا ہے، جھاگ۔

رابیا: کسی چیز کا خود بخود زیادہ ہونا، بلند ہونا، اس آیت میں مراد ہے پانی کے بلبلے۔

وممایوقدون علیہ فی النار: بعض معدنیات، مثلاً سونا، چاندی، لوہا اور پیتل کو کسی مخصوص شکل میں ڈھالنے کے لیے آگ میں پگھلایا جاتا ہے۔

ابتغاء حلیۃ اومتاع: زیب و زینت کے لیے زیورات بنائے جاتے ہیں اور دیگر فوائد کے حصول کے لیے برتن، جنگ اور زراعت کے آلات اور دیگر کار آمد چیزیں بنائی جاتی ہیں۔

زبد مثلہ: سیلاب کے جھاگ کی طرح، پگھلے ہوئے سونے، چاندی اور لوہے کا میل کچیل ان کی مائع سطح پر جھاگ بن کر آجاتا ہے۔

جفاء: خس و خاشاک، کوڑا کرکٹ اور میل کچیل جو بہتی ہوئی وادی کے کناروں پر یا ابلتی ہوئی دیگچی کے کناروں پر آجاتا ہے۔

پانی اور جھاگ سے تشبیہ کا بیان

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر اور ایمان اور کفر کو، نابینا اور بینا اور اندھیرے اور روشنی سے تشبیہ دی تھی، اس آیت میں ایمان اور کفر کی ایک اور مثال دی ہے، اس میں پانی اور جھاگ کا ذکر فرمایا کہ وادیوں میں پانی بہتا ہے اور وہ پانی وادیوں کی گنجائش اور وسعت کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہوتا ہے، اور اس میں جو خس و خاشاک ہوتا ہے وہ جھاگ اور بلبلوں کی صورت پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے اور بہت جلد فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح جب سونے، چاندی، پیتل اور دیگر معدنیات کو پگھلایا جاتا ہے تو ان کا میل کچیل ان کی مائع سطح پر جھاگ اور بلبلوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی، جلالت اور احسان کے آسمان سے رحمت کا پانی نازل فرمایا جو قرآن مجید ہے اور یہ پانی بندوں کے دلوں کی وادیوں میں نازل فرمایا۔ قرآن مجید کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ پانی حیات دنیاوی کا سبب ہے اور

Marfat.com

قرآن مجید اخروی حیات کا سبب ہے' اور وادیوں کو بندوں کے دلوں کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ جس طرح وادیوں میں پانی مستقر ہوتا ہے اسی طرح بندوں کے دلوں میں انوار قرآن اور مضامین قرآن جگہ پاتے ہیں اور جس طرح بعض وادیاں تنگ ہوتی ہیں اور بعض کشادہ اور ان کی گنجائش اور وسعت کے اعتبار سے ان میں پانی ہوتا ہے' اسی طرح دلوں کی پاکیزگی اور ان کی نجاست اور ان کی قوت فہم کی زیادتی اور کمی کے اعتبار سے ان میں قرآن مجید کے مضامین اور انوار کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور جس طرح پانی اور پگھلے ہوئے معدنیات کی مائع سطح پر خس و خاشاک اور ان کا میل کچیل جھاگ کی صورت میں ان کی سطح پر آجاتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید کے مضامین میں جو شکوک و شبہات ہوتے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء کے بیانات سے جلد زائل ہو جاتے ہیں اور عقائد اور احکام شرعیہ کی تصریحات اور ہدایات اور علمی نکات باقی رہ جاتے ہیں' یہ اس مثال اور تشبیہ کی تقریر ہے جس کو سب سے پہلے صرف امام رازی نے بیان کیا ہے اور بعد کے مفسرین نے اسی تقریر سے استفادہ کیا ہے اور ہم نے اس کو مزید وضاحت سے پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اپنے رب کے دین کو قبول کیا ان کے لیے نیک انجام ہے' اور جن لوگوں نے اس کے دین کو قبول نہیں کیا اگر ان کے پاس تمام روئے زمین کی چیزیں اور اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوتیں تو وہ اپنے آپ کو (عذاب سے) چھڑانے کے لیے ان کو فدیہ میں دے دیتے' ان ہی لوگوں کا سخت حساب ہوگا' اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' اور وہ ٹھہرنے کی کیسی بری جگہ ہے! ○ (الرعد: ۱۸)

مومنوں اور کافروں کے اخروی احوال

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کی مثالیں بیان فرمائی تھیں' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے اخروی احوال بیان فرمائے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا اور توحید' رسالت' تقدیر' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لے آئے ان کے لیے نیک انجام ہے' اور نیک انجام سے مراد ہے خالص منفعت جو ہر قسم کے نقصان اور ہر قسم کے خطرات سے خالی ہو' اور وہ منفعت دائمی ہو اور اس کا کبھی انقطاع نہ ہو' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (یونس: ۲۶)

جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نیک انجام ہے اور مزید اجر ہے' ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت' یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ اِۨلْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ○ (الکہف: ۸۸)

اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو اس کے لیے آخرت میں نیک انجام ہے اور عنقریب ہم اسے آسان احکام دیں گے ○

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے وہ دنیا کی تمام چیزیں اور اتنی اور بھی اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لیے فدیہ میں دے دیں پھر بھی وہ اپنے آپ کو عذاب سے نہیں چھڑا سکیں گے جیسا کہ ان آیات میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد

Marfat.com

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ (آل عمران: ۱۰)

ان کو اللہ (کے عذاب) سے ہرگز نہ بچا سکیں گے اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۹۱)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے تو ان میں سے کسی سے تمام روئے زمین کے برابر سونا نہیں قبول کیا جائے گا خواہ وہ اس کو فدیہ میں دے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ۝

اس آیت میں فرمایا ان کے لیے سوء الحساب ہے یعنی ان سے سخت حساب لیا جائے گا، سخت حساب کا معنی یہ ہے کہ ان سے ہر چیز کا حساب لیا جائے گا اور کسی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا، ان کے ہر گناہ پر مواخذہ ہو گا اور ان کے کسی گناہ کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ

بھلا جو شخص یہ جانتا ہو کہ آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے وہ برحق ہے، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا

اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ

ہے جو اندھا ہو؟ صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو صاحبان عقل ہیں ۝ جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے

وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے ۝ اور جو ان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ

يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝۲۱ وَالَّذِيْنَ

نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب سے ڈرتے ہیں ۝ اور جو اپنے رب

صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں ان ہی کے لیے آخرت کا (اچھا)

الدَّارِ ۝۲۲ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

گھر ہے ۝ دائمی جنتوں میں وہ خود (بھی) داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، اور ان کی بیویوں

Marfat.com

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾

اور ان کی اولاد میں سے نیکو کار اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے ○

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ

تم پر سلامتی ہو، کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے! ○ اور جو لوگ

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور ان رشتوں کو توڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے

بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ

حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، ان ہی پر لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت میں)

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا

برا گھر ہے ○ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، اور

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

کافر دنیا کی زندگی سے بہت خوش ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں محض معمولی فائدہ ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا جو شخص یہ جانتا ہو کہ آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے وہ برحق ہے، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہو؟ صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں ○ (الرعد: ۱۹)

اس آیت میں بھی پہلی تشبیہ اور مثال کی طرف اشارہ ہے کہ کسی چیز کا عالم بمنزلہ بینا ہے اور کسی چیز سے جاہل بمنزلہ نابینا ہے، اور نابینا، بینا کی طرح نہیں ہے، کیونکہ نابینا جب کسی رہنما کے بغیر کسی راستہ میں جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ گڑھے، کنوئیں یا کسی کھلے ہوئے گٹر میں گر جائے یا کسی اور ہلاکت کا شکار ہو جائے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل لعنہ اللہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے ○ (الرعد: ۲۰)

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں اور اس آیت میں ان کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے، اس عہد کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

Marfat.com

(۱) اس سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو نکال کر لیا تھا اور یہ پوچھا تھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں۔ (الاعراف: ۱۷۲)

(۲) ہر انسان کی عقل میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ دلائل سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور انبیاء کی نبوت کو پہچان سکے۔

(۳) بعض احکام عقلی دلائل سے ثابت ہیں جو ناقابلِ تنسیخ ہیں، مثلاً قتل کرنا، زنا کرنا اور جھوٹ بولنا حرام ہے اور ہر وہ شخص جو اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے یہ عہد ہے کہ وہ ان احکام پر عمل کرے گا۔

(۴) جب انسان کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ اس کے تمام فرائض پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اور جب اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان لیا تو اس نے یہ التزام کر لیا اور یہ عہد کر لیا کہ وہ آپ کی اطاعت اور اتباع کرے گا۔

سوال نہ کرنے کا عہد

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سات، آٹھ یا نو نفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے، اس وقت ہم نے آپ سے نئی نئی بیعت کی تھی، ہم نے عرض کیا ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں، حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ ہم نے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا اور آپ سے بیعت کر لی، ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا تم اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، اور تم پانچ وقت کی نمازیں پڑھو گے اور اس کے احکام سنو گے اور اطاعت کرو گے اور آپ نے چپکے سے ایک بات کہی کہ تم لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرو گے۔ حضرت عوف بیان کرتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے اس عہد پر اس پابندی سے عمل کیا کہ اگر کسی کا چابک نیچے گر جاتا تو وہ کسی سے اس چابک کو اٹھا کر دینے کا بھی سوال نہیں کرتا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۶۷)

سوال کرنے کے جواز کی شرائط

فقہاء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور ضرورت کا معیار یہ ہے کہ اس کے پاس اتنی مالیت نہ ہو جس سے وہ ایک دن کھانا کھا سکے اور وہ اس قدر کمزور اور بیمار ہو کہ کما نہ سکتا ہو اور جو شخص کمانے اور کسب کرنے پر قادر ہو اس کا سوال کرنا حرام ہے اور جب وہ سوال کرے تو اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے اور گڑگڑا کر سوال نہ کرے اور مسئول کو ایذاء نہ دے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قبیصہ بن مخارق الہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سوال کرنے کے لیے گیا، آپ نے فرمایا تم ہمارے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے پھر ہم تمہارے لیے حکم دیں گے پھر آپ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین شخصوں میں سے ایک کے لیے جائز ہے۔ ایک وہ شخص جو نیک کاموں میں خرچ کرنے کے لیے کسی سے قرض لے، تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے اور پھر سوال کرنے

Marfat.com

سے رک جائے' اور دوسرا وہ شخص جس پر ایسی آفت یا مصیبت آئے جس سے اس کا تمام مال ضائع ہو جائے' اس کے لیے بھی اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کی حاجت پوری ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ سے ہو اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ شخص فاقہ سے ہے۔ (یہ شرط بطور استحباب ہے) تو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے وہ فاقہ کو دور کر سکے' ان شرائط کے بغیر جو شخص سوال کرے گا تو وہ حرام کھائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۹)

گواہوں کی شرط اس شخص کے لیے ہے جس کا مالدار ہونا مشہور ہو اور اب وہ یہ کہتا ہو کہ اس کا مال ضائع ہو چکا ہے اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو اور اس کی نوبت فاقہ تک پہنچ گئی ہو تو لوگوں کو یقین دلانے کے لیے کم از کم اس کی قوم کے دو گواہوں کا یہ گواہی دینا ضروری ہے کہ وہ فاقہ سے ہے اور تین آدمیوں کی گواہی مستحب ہے۔

توکل کا غلط مفہوم

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ مالکی المعروف بابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

بندہ نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیے ہیں ان میں سے ایک عہد یہ ہے کہ وہ گناہوں سے باز رہے گا' اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کرے گا' اور عظیم وعدوں میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرے گا۔ ابوحمزہ خراسانی بہت بڑے عبادت گزار تھے' انہوں نے یہ حدیث سنی کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال نہیں کریں گے' پھر اگر ان میں سے کسی کا چابک بھی گر جاتا تو وہ کسی شخص سے یہ نہیں کہتا تھا کہ یہ چابک مجھے اٹھا کر دو' تو ابوحمزہ نے کہا اے میرے رب! ان لوگوں نے تیرے نبی کی زیارت کی تھی تو انہوں نے تیرے نبی سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے' اور میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی کسی سے سوال نہیں کروں گا۔ وہ حج کرنے کے لیے شام سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے' وہ کسی سبب سے اپنے اصحاب سے بچھڑ گئے اور وہ رات کے اندھیرے میں جا رہے تھے' راستہ کے کنارے میں ایک کنواں تھا' وہ اس میں گر گئے۔ جب وہ کنویں کی گہرائی میں پہنچے تو ان کو یہ خیال آیا کہ میں کسی کو مدد کے لیے پکاروں' شاید کوئی شخص میری پکار سن کر مجھے کنویں سے نکال دے' پھر سوچا جس ذات سے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں کسی سے سوال نہیں کروں گا' وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میری بات سن رہا ہے' اللہ کی قسم میں کسی شخص کو نہیں پکاروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کی ایک جماعت وہاں سے گزری' جب انہوں نے راستہ کے کنارے میں ایک کھلا ہوا کنواں دیکھا تو انہوں نے کہا اس کنویں کو بند کر دینا چاہیے ورنہ اس میں کوئی گر جائے گا' پھر وہ لکڑیوں کے تختے لائے اور ان تختوں کو کنویں کے منہ پر رکھ کر اس کو مٹی کا لیپ چڑھا کر پختہ طریقہ سے بند کر دیا۔ جب ابوحمزہ نے یہ دیکھا تو دل میں کہا اب تو ہلاکت بالکل سر پر پہنچ گئی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کروں' ورنہ میں کبھی بھی اس کنویں سے نہیں نکل سکوں گا' پھر اس کو یہ خیال آیا کہ جس ذات سے میں نے عہد کیا تھا وہ ان تمام حالات کو دیکھ رہا ہے' پھر وہ خاموش ہو گیا اور اللہ پر توکل کر کے بیٹھ گیا اور اپنی نجات کے متعلق غور و فکر کرنے لگا۔ پھر اچانک اس نے دیکھا کہ لوگوں نے کنویں کی جو چھت بنائی تھی اس سے مٹی گر رہی ہے' اور لکڑی کے تختے اپنی جگہ سے اٹھائے جا رہے ہیں' اور اسی وقت ایک شخص کی آواز آئی اپنا ہاتھ لاؤ' انہوں نے اس شخص کو اپنا ہاتھ دیا۔ اس نے ایک ہی بار میں ان کو اوپر اٹھا کر کنویں سے نکال لیا۔ وہ کہتے ہیں جب میں باہر نکلا تو مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا اور میں نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی تم نے توکل کا ثمرہ دیکھ لیا! قاضی ابن العربی نے کہا اس شخص نے اللہ سے کیے ہوئے

Marfat.com

عہد کو کامل طریقہ سے پورا کیا تھا' تم بھی اس کے طریقہ پر عمل کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۴ - ۸۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

توکل کا صحیح مفہوم

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الفرج ابن الجوزی نے کہا ہے ابو حمزہ کا اس مقام پر توکل کرنا اور کسی سے سوال نہ کرنا اس کے زعم میں اس کی اپنے نفس پر اعانت تھی اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر وہ توکل کا معنی سمجھتا تو وہ جان لیتا کہ اس حالت میں کسی سے مدد طلب کرنا توکل کے منافی نہیں ہے' جس طرح مکہ سے اپنی روانگی کو مخفی رکھنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توکل سے خارج نہیں ہوئے اور ہجرت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ دکھانے والے کو کرائے پر لیا اور اس سے فرمایا کہ اس معاملہ کو مخفی رکھے' اور آپ کا غار میں چھپنا اور سراقہ سے آپ کا یہ فرمانا کہ ہمارے معاملہ کو مخفی رکھے' پس جس توکل کی تحسین کی گئی ہے وہ کسی ممنوع کام کو شامل نہیں ہوتا' اور ابو حمزہ کا کنویں میں خاموشی کو اختیار کرنا ممنوع تھا' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جس سے وہ ضرر کو دفع کرتا ہے' اور ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جس سے وہ نفع حاصل کرتا ہے پس اگر وہ توکل کا دعا کرتے ہوئے ان آلات کو معطل کر دے تو یہ اس کی جہالت ہوگی اور ان آلات کو بنانے کی حکمت کو ضائع کرنا ہوگا' کیونکہ توکل تو صرف دل سے اللہ پر اعتماد کرنے کا نام ہے اور توکل کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اسباب منقطع کر دیئے جائیں۔ اگر انسان بھوکا ہو اور وہ کسی سے کھانے کا سوال نہ کرے اور بھوک سے مر جائے تو وہ گناہ گار ہوگا۔ علامہ ابو الفرج نے کہا کہ ابو حمزہ کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے کہ ایک شخص آیا اور اس نے مجھے کنویں سے نکال دیا' کیونکہ اگر یہ بات درست بھی ہو تو ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے' یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے جاہل بندے پر لطف و کرم فرماتا ہے اور اس واقعہ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا جو لطف ہوا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا' انکار اس چیز پر ہے کہ اس کی جان اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس نے اس جان کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا اور یہ اس کے لیے جائز نہ تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۰ - ۲۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو ان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب سے ڈرتے ہیں ○ (الرعد: ۲۱)

رشتوں کو جوڑنے کی اقسام

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہود کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا جس کا خلاصہ ہے خالق کی تعظیم' اور اس آیت میں مخلوق کے ساتھ تعلق جوڑنے کا حکم دیا ہے جس کا خلاصہ ہے مخلوق پر شفقت' اور انسان پر لازم ہے کہ وہ خالق کی تعظیم بھی کرے اور مخلوق پر شفقت بھی کرے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کرے۔

بندوں کے تمام حقوق واجبہ کی رعایت کرنا ضروری ہے' اس میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا اور ان سے تعلق کو قائم رکھنا بھی داخل ہے' اور تمام مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنا بھی داخل ہے۔ قرآن مجید میں ہے: انما المؤمنون اخوة۔ (الحجرات: ۱۰) "تمام مسلمان بھائی ہی ہیں۔" اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نیکی کی جائے اور ان سے بقدر امکان ضرر کو دور کیا جائے اور مریض کی عیادت کی جائے' اور جنازہ کے ہمراہ جائیں اور نماز جنازہ پڑھیں' اور لوگوں کو

Marfat.com

بکثرت سلام کریں اور ان سے مسکراتے ہوئے ملاقات کریں۔ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو دُور کریں، اور جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کریں حتیٰ کہ مرغی اور بلی کے ساتھ بھی نیکی کریں۔

رشتوں کو جوڑنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو، اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو، اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو، عرض کیا گیا کس کی یا رسول اللہ! فرمایا جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا پھر وہ جنت میں داخل نہیں ہوا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے تعلق جوڑ کر رکھا جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رِحم رحمٰن کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے، اللہ تعالیٰ نے (رِحم سے) فرمایا جو تجھ سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو تجھ سے منقطع ہو گا میں اس سے منقطع ہوں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۸)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیکی کے بدلہ نیکی کرے وہ رشتہ جوڑنے والا نہیں ہے، لیکن رشتہ جوڑنے والا وہ ہے جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ رشتہ جوڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۱)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا اور قطع رحم کے علاوہ اور کسی گناہ پر اللہ تعالیٰ دنیا میں جلدی مواخذہ نہیں فرماتا اور آخرت میں بھی اس کی سزا کو ذخیرہ کرتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۲)

حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ سے ایک شخص نے آ کر پوچھا یا رسول اللہ! ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی میں ان کے ساتھ کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لیے استغفار کرو، اور ان کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، اور ان کے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۴)

حضرت معاویہ بن جاہمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے پاس مشورہ کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہاری ماں ہے؟ اس نے

Marfat.com

کہاہاں! آپ نے فرمایا تو اس کو لازم رکھو (اس کی خدمت میں رہو) کیونکہ جنت اس کے پیر کے پاس ہے۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۳۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کیا۔ پھر حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۸)

سخت حساب کا معنیٰ

اس آیت میں فرمایا ہے: اور وہ سخت حساب سے ڈرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتیں اور آپ کو اس میں کوئی اشکال ہوتا تو وہ آپ سے دریافت کرتیں حتیٰ کہ آپ اس کو سمجھ لیتیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو ہلاک کر دیا گیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا۔ — تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا۔

(الانشقاق: ۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا (کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟) وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، اور برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں، ان ہی کے لیے آخرت کا (اچھا) گھر ہے ○ (الرعد: ۲۲)

صبر کی اقسام

صبر کرنے کے کئی محمل ہیں، ایک یہ ہے کہ انسان عبادات کی مشقت پر صبر کرے اور بیماری، تکلیف اور غم اور پریشانی کے باوجود عبادات کے بجالانے میں کوئی تقصیر اور کوتاہی نہ کرے اور صبر کی اس گھاٹی کے امام حضرت ایوب علیہ السلام ہیں، اور صبر کی دوسری قسم یہ ہے کہ نفس اور شہوت کے تقاضوں پر صبر کرے اور اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ نہ ہونے دے، اور صبر کی اس وادی کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور صبر کی تیسری قسم ہے قدرتی آفات، مصائب اور نقصانات پر صبر کرنا اور صبر کے اس میدان کے امام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

صبر کی وجوہ اور جس وجہ سے صبر اللہ کے لیے ہو

نقصانات اور مصائب پر صبر کرنا کئی وجوہ سے ہوتا ہے، ایک اس لیے کہ لوگ اس کی تحسین کریں اور یہ کہیں کہ اس شخص کا کتنا حوصلہ ہے، اس نے کتنے بڑے غم کو کس قدر آسانی سے برداشت کر لیا، دوسرے اس لیے کہ اگر اس نے بے قراری، شکوہ شکایت اور آہ و بکا سے کام لیا تو لوگ اس کی مذمت کریں گے اور اس کی عیب جوئی کریں گے، تیسرے اس لیے کہ اگر اس نے اپنے رنج اور غم کا اظہار کیا تو اس کے دشمن خوش ہوں گے، چوتھے اس وجہ سے کہ اس کو یہ علم ہے کہ اگر

Marfat.com

اس نے اظہار غم کیا اور آہ و بکا کی تو اس کا کیا فائدہ ہے- جانے والی چیز تو جا چکی اس کے غم کرنے سے وہ واپس تو نہیں آسکتی۔ ان چاروجہوں میں سے انسان نے کسی ایک وجہ سے بھی صبر کیا تو یہ اس کا کمال نہیں ہے اور نہ باعث اجر و ثواب ہے، کمال اور اجر و ثواب اس میں ہے کہ جب کوئی آفت اور مصیبت آئے یا کوئی نقصان ہو تو وہ اس پر اس لیے صبر کرے کہ اس کی تقدیر میں اسی طرح ہے اور اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ اس پر راضی ہے- اگر مال کا نقصان ہوا ہے تو مال اسی کا دیا ہوا تھا، اگر اولاد کا انتقال ہوا ہے تو اولاد اسی کی دی ہوئی تھی، حتیٰ کہ اس کی اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، وہ بھی ایک دن چلی جائے گی- ہر چیز کا اللہ تعالیٰ مالک ہے، وہ جب چاہتا ہے کوئی چیز دیتا ہے اور جب چاہتا ہے وہ چیز لے لیتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس کی نظر مصیبت پر نہ ہو بلکہ مصیبت کے نازل کرنے والے پر ہو اور وہ اس کے مشاہدہ میں مستغرق ہو اور جانے والی چیز پر غم نہ کرے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس لیے صبر کرے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی اور شاکر ہے یا اس لیے صبر کرے کہ اللہ مالک ہے، وہ اپنی ملکیت میں جو چاہے کرے، کسی کو اعتراض کی کیا مجال ہے یا اس وجہ سے صبر کرے کہ اس کی نظر مصیبت پر نہیں ہے بلکہ مصیبت کے نازل کرنے والے پر ہے تو یہ وہ صبر ہے جو اللہ کی رضا کے لیے ہے اور طلب ثواب کے لیے ہے۔

زکوٰۃ کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کے محامل

نیز فرمایا وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، ظاہراً خرچ کرنے سے مراد ہے زکوٰۃ ادا کرنا اور پوشیدہ خرچ کرنے سے مراد ہے نفلی صدقات میں خرچ کرنا- زکوٰۃ میں بھی افضل یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر دی جائے تاکہ زکوٰۃ لینے والے کو عار محسوس نہ ہو اور دینے والے کا اخلاص بھی قائم رہے تاہم اگر یہ خطرہ ہو کہ اس پر زکوٰۃ نہ دینے کی تہمت ہوگی تو ظاہراً ادا کرے، یا جو زکوٰۃ اموال ظاہرہ پر ہے جو امام یا اس کے عاملین کو دی جاتی ہے وہ ظاہر ادے اور جو زکوٰۃ اموال باطنہ پر ہے جس کو وہ خود ادا کرتا ہے وہ پوشیدہ طور پر دے۔

بُرائی کو اچھائی سے دُور کرنے کے محامل

اور اس آیت میں فرمایا ہے اور وہ بُرائی کو اچھائی سے دُور کرتے ہیں- یعنی جب وہ اغواء شیطان اور شامت نفس سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں تو ان پر ندامت طاری ہوتی ہے اور وہ فوراً توبہ کرتے ہیں اور اس بُرائی کے تدارک اور تلافی کے لیے کوئی نیکی کرتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور بُرائی کے بعد کوئی نیکی کرو جو اس بُرائی کو مٹادے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴، المستدرک ج ۱ ص ۵۴، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

ابن زید نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شر کو خیر سے دور کرتے ہیں- سعید بن جبیر نے کہا وہ بدی کو نیکی سے دور کرتے ہیں- ضحاک نے کہا وہ بے حیائی کی باتوں کو سلام کہہ کر دور کرتے ہیں- جویبر نے کہا وہ ظلم کو عفو کے ساتھ دور کرتے ہیں- ابن شجرہ نے کہا وہ گناہ کو توبہ کے ساتھ دور کرتے ہیں- قتبی نے کہا وہ جہالت کی باتوں کو حلم اور حوصلہ کے ساتھ دور کرتے ہیں- ایک قول یہ ہے کہ جب وہ گناہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے رجوع کر کے استغفار کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شرک کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کے ساتھ دور کرتے ہیں- یہ آٹھ اقوال ہیں اور ان کے معنی متقارب ہیں، حسب ذیل

Marfat.com

آیتوں میں ان کی تائید ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵)

اور جب وہ لوگ کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے! اور وہ عمداً اپنے کاموں پر اصرار نہ کریں○ ان لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا کیسا اچھا صلہ ہے!

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: دائمی جنتوں میں وہ خود (بھی) داخل ہوں گے، اور ان کے باپ دادا، اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیکوکار، اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے○ تم پر سلامتی ہو، کیونکہ تم نے صبر کیا۔ پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے!○ (الرعد: ۲۴-۲۳)

جن صفات کی بناء پر جنت عطا کی جاتی ہے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی آٹھ صفات بیان فرمائی تھیں: (۱) جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے۔ (۲) جو رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں۔ (۳) اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (۴) سخت حساب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (۵) اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں۔ (۶) نماز قائم کرتے ہیں۔ (۷) ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں۔ (۸) بُرائی کو اچھائی سے دُور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آٹھ صفات ذکر فرمائیں، پھر اس کے بعد فرمایا جو مسلمان ان آٹھ صفات کے ساتھ موصوف ہوں گے ان کی جزاء یہ ہے کہ (۱) اللہ تعالیٰ ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ (۲) ان کے باپ دادا، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں گے ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ (۳) فرشتے ہر دروازہ سے ان کو سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔ (۴) اور ان کے صبر کرنے کی تحسین فرمائیں گے۔

جنت الفردوس کو طلب کرنے کی دعا کرنی چاہیے

اس آیت میں نیک عمل کرنے والوں کے لیے جنت کی نوید کا ذکر ہے اور اس کے متعلق یہ حدیث بھی ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے پانچ نمازیں پڑھیں اور بیت اللہ کا حج کیا اور رمضان کے روزے رکھے (مجھے پتا نہیں کہ آپ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا تھا یا نہیں) اللہ کے ذمہ (کرم) پر یہ ہے کہ اس کو بخش دے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا اس زمین میں ٹھہرا رہا ہو جس میں وہ پیدا ہوا تھا، حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دو، اے معاذ! جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے اور الفردوس سب سے بلند یا سب سے درمیانی جنت ہے، اسی سے جنت کے دریا نکلتے ہیں پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو الفردوس کا سوال کرو۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۳، ۲۷۹۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۴۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۱)

نیک اعمال کے بغیر نسب کا غیر مفید ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے: دائمی جنتوں میں وہ خود (بھی) داخل ہوں گے، اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیکوکار۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے اس طرح تصدیق کی جس طرح ان مسلمانوں نے تصدیق کی تھی خواہ اس کے عمل ان کی طرح نہ ہوں وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ زجاج نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب تک نیک اعمال نہ ہوں نسب سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ کسی انسان کے باپ دادا، اس کی بیویوں اور اس کی اولاد نے اگر نیک اعمال نہ کیے ہوں تو وہ جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ علامہ واحدی نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا وہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار کی جزا میں اس کی اس خوشی کو بھی رکھا ہے کہ اس کے اہل اس کے ساتھ جنت میں داخل ہوں اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے نیک اعمال کیے اس کے اکرام کی وجہ سے اس کے اہل کو بھی جنت میں داخل کیا جائے گا اور اگر اس کے اہل اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں تو اس میں اس اطاعت گزار کے اکرام کا کوئی دخل نہیں ہے اور اس کے ساتھ اس کے اہل کو جنت میں داخل کرنے کے وعدہ کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ زجاج کی تقریر درست ہے، اور علامہ واحدی کی جو تقریر امام رازی نے نقل کی ہے اولاً تو وہ واحدی کی تفسیر الوسیط میں مذکور نہیں ہے، ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ خواہ اطاعت گزار کے اہل نے نیک عمل نہ کیے ہوں وہ پھر بھی اس اطاعت گزار کے اکرام کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو یہ اس آیت کی صریح نص کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ۔ (الرعد: ۲۳)

اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جس نے نیک عمل کیے ہوں۔

جنت میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مجتمع ہونا بھی نعمت ہے

باقی رہا یہ کہ پھر اطاعت گزار کی کیا کرامت ہوئی، جب وہ اپنے ہی نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ اطاعت گزار کی کرامت یہ ہے کہ جنت میں اس کی اپنے اہل سے ملاقات ہو گی اور وہ سب مل کر رہیں گے اور اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ مل کر جنت میں رہنا یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس ملاپ اور اجتماع سے اس اطاعت گزار کو بہت خوشی حاصل ہو گی اور اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی شخص کو اپنے نسب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور نیک اعمال کی کوشش کرنی چاہیے اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ دخول جنت کے لیے نیک اعمال ظاہری اور صوری طور پر سبب ہیں، جنت میں دخول کا اصل سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

حافظ ابو عمر محمد بن یوسف بن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم کی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے پاس بوڑھی ہوگئیں۔ آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق نہ دیں، میرے معاملہ میں آپ کو مکمل اختیار ہے، میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ میرا حشر آپ کی ازواج میں ہو اور میں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی، اور میرا وہ ارادہ نہیں ہے جو عورتوں کا ارادہ ہوتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح میں برقرار رکھا حتیٰ کہ ان کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوئی۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے آخر زمانہ خلافت میں فوت ہوئی تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۲۲، رقم: ۳۴۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ کسی شخص کا اپنے اہل کے ساتھ جنت میں مجتمع ہونا بھی اسکے حق میں بہت بڑی نعمت ہے۔

جنت میں مومنوں کو فرشتوں کے سلام کرنے کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور فرشتے ہر دروازہ سے ان کے پاس یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے ○ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے جنت میں فقراء مہاجرین داخل ہوں گے، جن کی وجہ سے سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے مصائب سے نجات ملتی ہے، ان میں سے کوئی شخص اس حال میں فوت ہوتا ہے کہ اس کی خواہش اس کے دل میں ہی رہ جاتی ہے وہ اس خواہش کو پورا نہیں کرپاتا، اللہ تعالیٰ جن فرشتوں سے چاہے گا فرمائے گا ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کو سلام کرو، فرشتے کہیں گے اے ہمارے رب ہم تیرے آسمان کے رہنے والے ہیں اور تیری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، کیا تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر ان لوگوں کو سلام کریں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جو میری عبادت کرتے تھے اور میرے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتے تھے، ان کی وجہ سے سرحدوں کی حفاظت ہوتی تھی، ان کی وجہ سے مصائب سے نجات ملتی تھی اور ان میں سے کوئی ایک شخص اس حال میں فوت ہوتا تھا کہ اس کی خواہش اس کے دل میں ہی ہوتی تھی، وہ اس خواہش کو پورا نہیں کرپاتا تھا، یہ سن کر فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے جائیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۷۰ عالم الکتب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہوگا اور اس کے پاس اس کے خدام بیٹھے ہوئے ہوں گے پھر ایک فرشتہ اس سے اجازت لے کر اس کے پاس آئے گا اور اس کو سلام کرکے لوٹ جائے گا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۴۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ "تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے!" حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی ایسا کرتے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۴۴۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۱۶)

مومنوں کے صبر کرنے کی متعدد تفاسیر

فرشتے جو کہیں گے کیونکہ تم نے صبر کیا، اس کی کئی تفسیریں ہیں: (۱) سعید بن جبیر نے کہا تم نے اللہ کے احکام پر عمل

Marfat.com

کرنے کی مشقت پر صبر کیا۔ (۲) حسن نے کہا تم نے دنیا کی فضول چیزوں پر صبر کیا۔ (۳) ابو عمران الجونی نے کہا تم نے فقر پر صبر کیا۔ (۴) نیز ابو عمران نے کہا تم نے دین کی مشکلات پر صبر کیا۔ (۵) ابن زید نے کہا تم نے اپنی محبوب چیزوں کے گم ہونے پر صبر کیا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۲۵) (۶) تم نے لازماً اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر صبر کیا۔ (۷) تم نے اتباع شہوات پر صبر کیا۔

عبداللہ بن سلام اور علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا، صبر کرنے والے اٹھ کھڑے ہوں۔ پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے، ان سے کہا جائے گا جنت کی طرف جاؤ۔ ان کو راستے میں فرشتے ملیں گے اور کہیں گے کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے جنت کی طرف۔ فرشتے کہیں گے حساب سے پہلے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ فرشتے پوچھیں گے تم لوگ کون ہو؟ وہ کہیں گے ہم اہل صبر ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے تم نے کس پر صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم نے اللہ کی عبادت کرنے پر صبر کیا اور ہم نے اللہ کی معصیت سے رکنے پر صبر کیا، اور ہم نے آفتوں اور مصیبتوں پر صبر کیا، پھر فرشتے ان سے کہیں گے تم جنت میں داخل ہو جاؤ عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے، اور فرشتے کہیں گے تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے، یعنی جنت دنیا کے مقابلہ میں کیسی اچھی ہے!

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور ان رشتوں کو توڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان ہی پر لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت میں) بُرا گھر ہے۔ (الرعد: ۲۵)

کفار کی صفات اور آخرت میں ان کی سزا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک اور صالح مومنین کی صفات کا ذکر فرمایا تھا، اور ان کو اللہ تعالیٰ آخرت میں جو اجر و ثواب عطا فرمائے گا اس کا بیان فرمایا تھا، اور چونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور فساق کی صفات کا ذکر فرمایا ہے اور ان کو آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا اس کا بیان فرمایا ہے۔

مومنین صالحین کے متعلق فرمایا تھا وہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتے ہیں اور کفار کے متعلق فرمایا وہ اللہ سے کیے ہوئے پختہ وعدوں کو توڑتے ہیں، یعنی انہوں نے عالم میثاق میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو توڑتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں غور و فکر نہیں کرتے اور انبیاء علیہم السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا جو پیغام پہنچایا اس کو غور سے نہیں سنتے اور مسترد کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑ دیتے ہیں، یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں سے قطع تعلق کرتے ہیں، ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں سے حسن سلوک نہیں کرتے اور ان کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یعنی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ابھارتے ہیں، اور شرک اور بت پرستی کی دعوت دیتے ہیں، مسلمانوں کی جان اور مال پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے خلاف جنگ کر کے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان پر لعنت ہے یعنی دنیا اور آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور رہیں اور آخرت میں ان کا گھر جہنم ہے اور وہ بُرا گھر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا

Marfat.com

ہے اور کافر دنیا کی زندگی سے بہت خوش ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں محض معمولی فائدہ ہے O (الرعد: ۲۶)

دنیا میں کافروں کی ترقی اور خوش حالی اور مسلمانوں کی پسماندگی اور تنگی کی وجوہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار جو اللہ سے کیے ہوئے عہود کو توڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا اور وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ کی رحمت سے دور ہیں تو پھر دنیا میں ان کو رزق کی تنگی اور سختیوں اور مصائب میں مبتلا ہونا چاہیے تھا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان پر رزق بہت کشادہ ہے اور وہ بہت عیش و آرام میں ہیں' ان کو بہت زیادہ مادی ترقی حاصل ہے' امریکا اور کینیڈا میں ان کی غذائی ضرورت سے کئی گنا زیادہ گندم پیدا ہوتی ہے جس کو وہ دوسرے ملکوں کو فروخت کرتے ہیں اور فالتو گندم سمندر میں پھینک دیتے ہیں' ان کے ہاں ایٹمی بجلی گھر ہیں' وہ ہر قسم کا اسلحہ بناتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں - میڈیکل سائنس میں بھی وہ بہت ترقی یافتہ ہیں اور مہلک اور پیچیدہ امراض کے علاج کے لیے لوگ ان کے ملکوں کے ہسپتالوں میں جاتے ہیں' اس کے برخلاف مسلمان ممالک کے پاس اپنی ضرورت کے مطابق غلہ پیدا نہیں ہوتا' وہ ان سے غلہ خریدنے پر مجبور ہیں - یہی حال اسلحہ کا ہے اور یہی حال علاج معالجہ کا ہے' تمام مسلم ممالک امریکا' برطانیہ' فرانس' روس اور چین کے دست نگر اور محتاج ہیں - اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) آج اگر کافر ممالک زراعت' صنعت و حرفت' دفاعی ساز و سامان' طب اور دیگر سائنسی علوم میں ترقی یافتہ ہیں اور مسلم ممالک پس ماندہ ہیں تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عقل اور کام کرنے کی صلاحیت زیادہ دی ہے اور مسلمانوں کو عقل اور استعداد کم دی ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے محنت اور جفاکشی کی اور علم کے حصول میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی جبکہ مسلمان آرام طلب اور عیاش ہیں' اقبال نے بہت پہلے کہا تھا ؎

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

آج ہمارے نوجوان دل لگا کر نہیں پڑھتے' نقل کر کے پاس ہوتے ہیں اور بعض اسلحہ کے زور پر نقل کرتے ہیں اور پاس ہوتے ہیں - وہ بھتے وصول کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں - ان کا نصب العین سائنسی میدان میں قابلیت پیدا کرنا' کسی موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنا نہیں ہے' وہ نت نئی رنگینیوں اور تیز سے تیز نشے میں اپنے آپ کو ڈبو دینے کو حاصل حیات سمجھتے ہیں - مسلمان ملکوں میں زرخیز اور قابل کاشت زمینوں کی کمی نہیں ہے' ہماری زمینیں بانجھ نہیں ہیں' اگر ہم محنت اور جفاکشی سے کام لیں تو ہمارے ہاں بھی اتنی گندم پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد فاضل گندم کو فروخت کر سکیں - کمی زمین کی نہیں ہے کمی جذبہ اور لگن کی ہے' محنت اور جفاکشی کی ہے اور تمام شعبہ ہائے حیات میں یہی حال ہے -

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیس للانسان الا ما سعی - (النجم: ۳۹) انسان کو وہی ثمر ملتا ہے جس کی وہ سعی اور جدوجہد کرتا ہے - چین ہمارے بعد آزاد ہوا تھا اور آج وہ دنیا کی پانچویں ایٹمی طاقت ہے' بھارت ہمارے ساتھ آزاد ہوا تھا آج وہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے - ۶۵ء کی جنگ میں اس کے اپنے بنائے ہوئے جنگی طیاروں نے حصہ لیا تھا' جن چیزوں کو بھارت برآمد کرتا ہے ہم ان کو بمشکل درآمد کر پاتے ہیں - مادی ترقی میں وہی ملک آگے نکلے گا جو اس کے لیے لگن اور محنت سے کوشش کرے گا' سو کافروں نے اس میدان میں سنجیدہ کوشش کی وہ آگے نکل گئے اور مسلمانوں نے

Marfat.com

کوشش نہیں کی وہ پیچھے رہ گئے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کافر اللہ کے نزدیک حق پر ہیں اور مسلمان باطل پر ہیں۔

(۲) کافروں کی دنیاوی ترقی اور مسلمانوں کی دنیاوی پسماندگی حقیقی کامیابی اور حقیقی ناکامی کا نمونہ اور معیار نہیں ہے، حقیقی کامیاب وہ لوگ ہیں جن کے عقائد صحیح ہوں اور ان کے اعمال نیک ہوں اور ان کے اخلاق عمدہ ہوں۔ سوال میں جن کافر ملکوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے باشندے عیسائی ہیں، چین اور روس کے باشندے دہریئے ہیں اور بھارت کے باشندے بت پرست ہیں۔ جس طرح ان کے عقائد مشرکانہ اور ملحدانہ ہیں اسی طرح ان کے اعمال اور اخلاق کا حال ہے، یہ ٹھیک ہے کہ وہ مادی طور پر بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں لیکن ان کی اخلاقی پستی کا یہ حال ہے کہ چرچ کے احتجاج کے باوجود ان کی پارلیمنٹ نے مردوں کی مردوں کے ساتھ اور عورتوں کی عورتوں کے ساتھ ہم جنس پرستی کو قانوناً جائز قرار دیا ہے، اگر چند سال مرد اور عورت اکٹھے رہیں تو ان کو قانوناً میاں بیوی قرار دیا جاتا ہے، جس طرح ہمارے ہاں کوئی شخص کثیر الاولاد ہوتا ہے اس طرح وہاں لوگ کثیر الولدیت ہوتے ہیں، ان کے ہاں بس کے اڈوں، پارکوں اور سڑکوں پر سرعام مرد اور عورت بوس و کنار میں مشغول ہوتے ہیں اور ساحلوں پر بے جھجک جنسی عمل میں مشغول ہوتے ہیں اور ناجائز بچوں کی پیدائش کا اوسط دن بدن ترقی پذیر رہتا ہے۔

(۳) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے کافروں کو دنیاوی مال مسلمانوں سے بہت زیادہ دیا ہے تاکہ انہیں ڈھیل دی جائے اور کفر کے علاوہ اس بے تحاشا مال و دولت کا شکر ادا نہ کرنے اور اس کو ناجائز مصارف میں خرچ کرنے کا انہیں مزید عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○ (المومنون: ۵۶-۵۵)

کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے ان کی جو مدد کر رہے ہیں ○ تو ہم ان کی نیکیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے ○

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ○ (الاعراف: ۱۸۳-۱۸۲)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں تدریجاً ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں جس کا انہیں علم بھی نہ ہو گا ○ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے ○

اور اس آیت (الرعد: ۲۶) میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، اور کافر دنیا کی زندگی سے بہت خوش ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں محض معمولی فائدہ ہے۔

(۴) احادیث میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، اس کے ٹھاٹھ باٹھ، زیب و زینت، اس کی شان و شوکت اور اس کے عیش و آرام کی خاطر اپنی جانوں کو گھلانا اور کھپانا نہیں چاہیے، یہ کافروں ہی کا حصہ ہے کیونکہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور مسلمانوں کو چونکہ آخرت میں دائمی نعمتیں ملیں گی اس لیے ان کو دنیا کی عارضی نعمتوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے چوبارے (بالاخانہ) پر گئے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر میں

Marfat.com

دیکھا پس اللہ کی قسم! میں نے اس میں صرف تین کچی کھالیں پڑی ہوئی دیکھیں، میں نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ آپ کی امت کو وسعت عطا کرے، کیونکہ فارس اور روم پر بہت وسعت کی گئی ہے اور ان کو دنیا کا بہت ساز و سامان دیا گیا ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم اپنے دین کے متعلق شک میں ہو! یہ وہ قوم ہے جس کو اس کی پسندیدہ چیزیں دنیا کی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۶۸)

امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی بستر کے چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں خشک گھاس بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس درخت سلم کے پتوں کا ڈھیر تھا اور آپ کے سر کی جانب کچی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔ (حضرت عمر فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے۔ میں رونے لگا۔ آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! کسریٰ اور قیصر کس قدر عیش و آرام میں ہیں! اور آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے جس کے نشانات آپ کے پہلو پر نقش ہو گئے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے لیے بستر بنا دیں! آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا ہے! میں دنیا میں صرف اس طرح ہوں جیسے کوئی مسافر ایک درخت کے سائے میں آرام کرے اور پھر اس کو چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۷، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۹۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۰۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ پیشکش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادیوں کو سونے کا بنا دے۔ میں نے عرض کیا نہیں! اے میرے رب! لیکن میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا، اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷)

(۵) کافر جو دنیا میں بہت عیش و آرام اور رجبر اور تکبر سے رہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں مسلمان بہت تنگی اور فقر اور عجز اور مسکینی سے رہتے ہیں، اس وجہ سے مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دنیا میں انہوں نے جو عیش و آرام اور جبر و تکبر سے وقت گزارا ہے، اس کے بدلہ میں انہیں آخرت میں عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ۔

جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنی پسندیدہ چیزوں کے مزے اٹھا چکے ہو اور ان کے فوائد حاصل کر چکے ہو سو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور تم نافرمانی کرتے تھے۔

(الاحقاف: ۲۰)

Marfat.com

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کا جبر اور تکبر بے انتہا ہے' وہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ تمام دنیا پر حکومت کرنا چاہ رہا ہے' اقوام متحدہ اس کی مرضی اور خواہش کے تابع ہے' برطانیہ اور فرانس اس کے حلیف ہیں۔ اس نے ایک عرصہ تک لیبیا کی فضائی پروازوں پر پابندی لگائے رکھی' اب افغانستان کی فضائی پروازوں پر پابندی لگادی ہے۔ عراق کا اپنا تیل ہے لیکن اس نے اس کے فروخت کرنے پر پابندی لگادی۔ وہ پابندی لگادیتا ہے کہ فلاں ملک فلاں چیز نہ فروخت کرے اور فلاں ملک فلاں چیز نہ خریدے۔ وہ زمین میں ناحق تکبر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے' اور اس کا خمیازہ وہ آخرت میں بھگتے گا' اور دنیا میں بھی ان شاء اللہ اس کے غرور کا سر نیچا ہوگا' کیونکہ ہر عروج کا ایک دن زوال ہوتا ہے۔ اب سے بیس سال پہلے روس بھی بدمست ہاتھی کی طرح تھا لیکن آج وہ معاشی طور پر منہدم ہو کر ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ اس کے خزانے میں ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں' اس کے پاس اسلحہ کا ڈھیر ہے لیکن روٹیوں کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ سو میں اس وقت ہوں یا نہ ہوں لیکن ان شاء اللہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ امریکہ کا سرِ غرور جھک چکا ہوگا۔

(٦) اس اشکال کے حل میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٣٢٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٣' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٩٥٦' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١١٣' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ٦٤٦٦' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٨٧' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٢٨٠٣' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٣٥٠' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ٨٨٩' شرح السنہ رقم الحدیث: ٤١٠٤)

مسلمان برحق ہونے کے باوجود کیوں مسکینی اور پستی کا شکار ہیں اور کفار بدعقیدہ ہونے کے باوجود کیوں شان و شوکت سے رہتے ہیں' یہ اشکال اکثر مسلمانوں کو پریشان کرتا ہے' اس لیے میں نے عقلی دلائل سے بھی اس الجھن کا حل پیش کیا ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی اس اشکال کو دور کیا ہے' اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے (آمین!)

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ

اور کافر یہ کہتے ہیں کہ ان کے اوپر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی، آپ کہیے بیشک

اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے ○ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں، سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں ○

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے طوبیٰ (خوش حالی) اور اچھا ٹھکانا ہے ○ (جس

Marfat.com

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ

طرح ہم نے پہلی امتوں میں رسول بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک امت میں بھیجا ہے، اس امت سے پہلے کئی امتیں گزر

عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ هُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ

چکی ہیں تاکہ آپ ان پر اس کتاب کی آیتیں تلاوت کریں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں،

هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَ لَوْ

آپ کہیے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے ○ اور اگر

اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چلائے جاتے یا زمین کی مسافت (جلد) طے کی جاتی یا اس سے مردوں کے ساتھ

الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ

باتیں کی جاتیں (تو وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے) بلکہ تمام چیزیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، کیا پس ایمان والوں پر یہ منکشف

لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے

تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی

ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب (مصیبت) آتی رہے گی حتیٰ کہ

یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع

اللہ کا وعدہ آجائے گا، بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافر یہ کہتے ہیں کہ ان کے اوپر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی، آپ کہئے بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے ○

(الرعد: ۲۷)

اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے ہدایت دینے کے محامل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمارے پاس کوئی زبردست معجزہ لے کر آئیں جس کا اعجاز بالکل ظاہر اور بدیہی ہو جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ

Marfat.com

علیہما السلام کے معجزات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا کہ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔ اس جواب کی وضاحت حسب ذیل طریقوں سے ہے:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے رسول کے صدق پر ایک معجزہ پیش کر دیا تو اب اور معجزات کو طلب کرنا جہل اور عناد ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کے صدق پر بکثرت معجزات پیش کیے، لیکن گمراہی اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، ان معجزات کو دیکھنے کے باوجود بعض کفار گمراہی پر ڈٹے رہے اور ان ہی معجزات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض کافروں کو ہدایت دے دی، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اس کا یہ معنی ہے کہ جو کفار ضد اور عناد سے کام لیتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اختیار کردہ گمراہی پر برقرار رکھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو لوگ ان معجزات اور آیات سے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرنا چاہتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا بلکہ جو لوگ حقیقت کی تلاش اور طلب ہدایت کے لیے ان معجزات میں غور و فکر کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان میں ہدایت پیدا کر دیتا تھا اور یہی اس آیت کا معنی ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔

(۳) جب کفار نے مزید آیات اور معجزات کا مطالبہ کیا تو گویا کہ ان سے کہا گیا کہ اور معجزات اور آیات کے نازل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ گمراہی اور ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اگر بہت زیادہ معجزات نازل کیے جائیں اور پھر بھی ہدایت حاصل نہ ہو تو اس سے کیا فائدہ ہو گا اور اگر ایک معجزہ سے ہی ہدایت حاصل ہو جائے تو فائدہ حاصل ہو جائے گا، اس لیے مزید آیات اور معجزات کے مطالبہ میں مشغول نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اور خضوع اور خشوع سے ہدایت کو طلب کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں، سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں○ (الرعد: ۲۸)

اللہ کے ذکر سے دلوں کے مطمئن ہونے اور خوف زدہ ہونے کے درمیان تطبیق

اس آیت کا معنی ہے جن لوگوں کو اللہ ہدایت دیتا ہے ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں یعنی وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی آیات میں غور و فکر کرتے ہیں اور اپنی بصیرت سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کو پہچان لیتے ہیں۔ مجاہد نے کہا وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، اور اس کے حکم میں قیامت تک کے کامل مومن داخل ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورۃ الانفال میں تو یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ (الانفال: ۲)

وہی لوگ مومن ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جائیں۔

پس سورۃ الرعد میں فرمایا ہے اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں اور سورۃ الانفال میں فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر سے دل خوف زدہ ہوتے ہیں اور یہ کھلا ہوا تعارض ہے، اس تعارض کو حسب ذیل وجوہ سے دُور کیا گیا ہے:

(۱) وہ جب قرآن مجید میں سزا کی وعید کی آیات پڑھتے ہیں تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں اور جب وہ اجر و ثواب کے وعدہ کی آیات پڑھتے ہیں تو ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

(۲) جب وہ اپنے ایمان کی کیفیت پر غور کرتے ہیں تو ان کا دل مطمئن ہوتا ہے اور جب وہ اپنی عبادات کی کیفیت پر غور کرتے ہیں تو ان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے کہ ان کی عبادات کامل نہیں ہوں گی اور ان میں نقص ہو گا۔

Marfat.com

(۳) جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت اور مغفرت میں غور کرتے ہیں تو ان کا دل مطمئن ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفات قہر و غضب میں غور کرتے ہیں تو ان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے۔

(۴) جب وہ اپنے گناہوں پر غور کرتے ہیں تو دل خوف زدہ ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت پر غور کرتے ہیں تو دل مطمئن ہوتا ہے۔

مطمئن دلوں کے مصداق

امام ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جن کے دل مطمئن ہیں) صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے' اس کے رسول سے اور میرے اصحاب سے محبت رکھیں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے' اس کے رسول سے اور میرے اہل بیت سے سچی محبت رکھیں اور مسلمانوں سے محبت رکھیں خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب۔ سنو! اللہ کے ذکر کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۶۴۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے طوبیٰ (خوش حالی) اور اچھا ٹھکانا ہے ○ (الرعد: ۲۹)

طوبیٰ کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

طوبیٰ طیب کا مصدر ہے اور اس کا معنی مومنین کے لیے پاکیزہ زندگی ہے اور نعمت اور خیر اور سرور ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک سفر کرتا رہے گا اور حسن مآب کا معنی ہے عزت والا ٹھکانا۔

عتبہ بن عبد بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا جنت میں پھل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ الحدیث۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۷۹۲' عالم الکتب' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۱۷' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۲۶' رقم الحدیث: ۳۱۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص کے لیے طوبیٰ (خوشی) ہو جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔ آپ نے فرمایا اس کے لیے طوبیٰ ہو جس نے مجھ کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا' پھر طوبیٰ ہو' پھر طوبیٰ ہو اس کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا حالانکہ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ایک درخت ہے' اس کی سو سال کی مسافت ہے اور اہل جنت کا لباس اس کے شگوفوں سے نکلتا ہے۔ الحدیث۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۷۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو: وظل ممدود۔ (الواقعہ: ۳۰)

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (جس طرح ہم نے پہلی امتوں میں رسول بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک امت میں بھیجا ہے' اس امت سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان پر اس کتاب کی آیتیں تلاوت کریں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے' اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں' آپ کہیے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے ○ (الرعد: ۳۰)

رحمٰن کے انکار کا شانِ نزول

اس آیت میں فرمایا ہے: اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں' اس کے شانِ نزول میں متعدد روایات ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تو قریش نے کہا الرحمٰن نہ لکھو' ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا چیز ہے اور ہم صرف باسمک اللھم لکھتے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں آپ کہیے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۴۹۷' معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴)

معروف یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور اس کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ابوجہل نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار میں پکار رہے تھے یا اللہ یا رحمٰن' وہ مشرکین کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور وہ خود دو خداؤں کو پکار رہے ہیں' ایک اللہ اور ایک رحمٰن' اور ہم رحمٰن یمامہ کے سوا اور کسی رحمٰن کو نہیں جانتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۔ آپ کہیے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو' جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

(الاسراء: ۱۱۰)

اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش سے کہا اسجدوا للرحمٰن رحمٰن کو سجدہ کرو تو انہوں نے کہا رحمٰن کیا چیز ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کہیے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴' زاد المسیر ج ۴ ص ۳۲۹' تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۲-۴۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۸-۲۷۷)

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر اس نام سے پکارنا جائز ہے جو کسی بھی لغت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وضع کیا گیا ہو مثلاً عربی میں اللہ' فارسی میں خدا اور ترکی میں تنکری' اور اس کی صفات پر صرف ان ہی اسماء کا اطلاق جائز ہے جو اسماء قرآن مجید اور احادیث میں آچکے ہیں۔ بعض لوگ اللہ میاں بولتے اور لکھتے ہیں' یہ جائز نہیں ہے کیونکہ میاں کا لفظ قرآن اور حدیث میں وارد نہیں ہے علاوہ ازیں اس میں تنقیص کا معنی بھی ہے۔ میاں شوہر کو اور بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں' ان کے علاوہ اس کے اور بھی کئی ایسے معنی ہیں جن میں نقص ہے اور ہر وہ لفظ جس میں نقص کا شائبہ ہو اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے' اس کی مکمل تحقیق ہم نے الاعراف: ۱۸۰ اور شرح صحیح مسلم جلد سابع میں کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چلائے جاتے یا زمین کی مسافت (جلد) طے کی جاتی یا اس سے مُردوں کے ساتھ باتیں کی جاتیں (تو وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے) بلکہ تمام چیزیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں' کیا پس ایمان

Marfat.com

والوں پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت آتی رہے گی، حتیٰ کہ اللہ کا وعدہ آجائے گا، بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا○ (الرعد: ۳۱)

کفار کے فرمائشی معجزات اس لیے نہیں دیئے گئے کہ اللہ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ کعبہ کے پیچھے مشرکین مکہ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا، آپ تشریف لے آئے۔ عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ مکہ کے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا کر دُور کر دیں حتیٰ کہ ہماری زمین کشادہ ہو جائے، یہ زمین بہت تنگ ہے، اور ہمارے لیے اس زمین میں چشمے اور دریا بنا دیں تاکہ ہم اس زمین میں فصل اگائیں اور باغ لگائیں۔ آپ کا مرتبہ آپ کے رب کے نزدیک حضرت داؤد سے کم تو نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی تو پہاڑ مسخر کر دیئے تھے اور وہ ان کے ساتھ چلتے تھے، اور ہمارے لیے ہوا کو مسخر کر دیجئے تاکہ ہم اس پر سوار ہو کر ملک شام میں جائیں اور اپنی ضروریات پوری کریں، پھر اسی دن ہم ہوا کے دوش پر سفر کرتے ہوئے واپس آجائیں، آخر آپ کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی تو مسخر کر دیا تھا اور آپ کا مرتبہ آپ کے رب کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام سے کم تو نہیں ہے، اور آپ ہمارے لیے اپنے دادا قصی کو زندہ کر دیجئے یا ہمارے مُردوں میں سے کسی اور کو زندہ کر دیجئے، ہم اس سے یہ تحقیق کریں گے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے یا باطل، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم تو نہیں ہے! تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں لیکن اگر ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جاتی تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۸، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۲، جامع البیان جز ۱۳ ص ۲۰۰، البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۸)

اس اشکال کا جواب کہ مومنین اللہ کی قدرت سے مایوس تو نہ تھے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

افلم یایئس الذین امنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: کیا پس ایمان والے اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مایوس نہیں تھے بلکہ ان کو یقین تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا کہ کیا پس ایمان والے اس سے مایوس نہیں ہوئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے اس سے مایوس تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے دے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت سے مایوس ہونا کفر ہے اور اس آیت میں اس کفریہ معنی کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے مومنین کی طرف کی گئی ہے۔ مفسرین کرام نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ افلم یایئس کا معنی افلم یعلم یا افلم یتبین ہے یعنی کیا مومنوں کو یہ علم نہیں ہوا یا ان پر یہ واضح اور منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے دے گا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ افلم ییئس کی ایک قرأت افلم یتبین ہے اور حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، ابو مالک اور مقاتل وغیرہم نے اس لفظ کو اسی طرح پڑھا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ النخع کی لغت میں ییئس کا معنی یعلم ہے یعنی کیا پس انہوں نے نہیں جانا الخ۔ ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی

Marfat.com

طرح روایت کیا ہے اور حسن بصری، قتادہ، ابن زید اور ابن قتیبہ کا یہی قول ہے۔ قاضی بیضاوی اور بعض دیگر مفسرین نے اس اشکال کا یہ جواب بھی ذکر کیا ہے کہ علم سبب ہے اور مایوسی مسبب ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ علم ہو گا کہ اگر اللہ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے تب ہی وہ ان کافروں کے ایمان لانے سے مایوس ہوں گے سو اس آیت میں ذکر مسبب کا ہے اور اس سے مراد سبب ہے اور مایوسی سے مراد علم ہے یعنی کیا پس مسلمانوں کو یہ علم نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے دے گا۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، علامہ ابو الحسن الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ، علامہ الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ، علامہ عبد الرحمٰن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ، امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، علامہ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اور تقریباً تمام معتمد مفسرین نے ان جوابات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اختصار کی وجہ سے چند مفسرین کے اسماء ذکر کیے ہیں، ان کی کتابوں کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(جامع البیان جز ۱۳ ص ۲۰۰، النکت والعیون ج ۳ ص ۱۱۲، معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۵، زاد المسیر ج ۴ ص ۳۳۱، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۲، الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۹، انوار التنزیل ج ۳ ص ۳۳۰، غرائب القرآن ج ۴ ص ۱۶۱، البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۹، الدر المنثور ج ۴ ص ۶۵۱، عنایت القاضی ج ۵ ص ۳۱۸، روح المعانی جز ۱۳ ص ۲۲۴)

ییئس کا ترجمہ علم اور اطمینان کے ساتھ کرنے والے علماء

اس آیت کے ترجمہ میں اکثر مترجمین نے افلم ییئس کا ترجمہ علم اور اطمینان کیا ہے اور بعض مترجمین نے افلم ییئس کا ترجمہ مایوسی ہی کیا ہے، جن علماء نے اس کا ترجمہ علم اور اطمینان کیا ہے وہ یہ ہیں:

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آیا پس ندانستند آنانکہ گرویدند آنرا کہ اگر خواہد خدائے ہر آئنہ رہ نماید مردماں راہمہ را۔ الخ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

آیا ندانستہ اند مسلمانان کہ اگر خواستی خدا راہ نمودے مردماں راہمہ یکجا۔ الخ۔

شاہ عبد القادر متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اس پر کہ اگر چاہے اللہ راہ پر لادے سب لوگ۔

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

کیا نہیں جانتے ایمان والے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔

اور ہم نے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے:

کیا پس ایمان والوں پر منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔

ییئس کا ترجمہ ناامیدی کرنے والے علماء

اور جن علماء نے ییئس کا ترجمہ مایوسی کیا ہے ان کے تراجم اس طرح ہیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔

Marfat.com

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی متوفی ۱۹۶۱ء لکھتے ہیں:
توکیا ناامید نہ ہوئے جو ایمان لاچکے اس بات سے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو راہ دے دیتا۔
غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:
توکیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کر دیتا۔

بعض عصاۃ مومنین کا آیات وعید کے عموم سے مخصوص ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت آتی رہے گی۔ آیت کے اس حصہ کے حسب ذیل دو محمل ہیں:

(۱) کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عداوت رکھتے تھے، آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور برے اعمال کرتے تھے اس کی وجہ سے آئے دن ان پر آفتیں اور مصائب آتے رہتے تھے اور ان کی جان، مال اور اولاد کا نقصان ہوتا رہتا تھا، یا عنقریب ان پر مصائب آئیں گے جن سے یہ خوف اور دہشت میں مبتلا ہوں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے گا، اس سے مراد ان کی موت ہے یا قیامت ہے۔

(۲) کفار مکہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کا سلوک کرتے رہتے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے رہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے مکہ کے گرد و نواح لشکر بھیجتے رہتے تھے، اور ان کے گھروں کے قریب مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا وقت آجائے گا اور آپ مکہ فتح کر لیں گے، اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، اس سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ڈھارس اور تسلی دینی ہے اور آپ کے دل سے غم کا ازالہ کرنا ہے۔

بعض علماء نے ان آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید کے خلاف نہیں کرتا خواہ وہ وعید کفار سے متعلق ہو یا فساق مومنین سے۔ اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فساق مومنین کو عذاب کی جو وعید سنائی ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرے گا اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین سے عذاب ساقط نہیں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض مسلمان گناہ گاروں سے عذاب ساقط کر دے گا اور اس آیت کے عموم سے وہ مخصوص ہیں اور اس تخصیص پر وہ آیات دلیل ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کو معاف کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ

اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا، پس میں نے کافروں کو

كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ

ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو کیسا تھا میرا عذاب ○ کیا جو ہر شخص کے

عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ج وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط

اعمال کا نگران ہے (وہ بتوں کی مانند ہوسکتا ہے!) اور لوگوں نے (اس کے باوجود) اللہ کے شریک بنالیے، آپ

Marfat.com

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط

کہیے تم ان کے نام تو بتاؤ، یا تم اس کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا یا یونہی بے سروپا بات کر رہے ہو،

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ط

بلکہ کافروں کے لیے ان کا فریب خوب صورت بنا دیا گیا اور ان کو راہ حق سے روک دیا گیا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ

اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ○ ان کے لیے دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

میں عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ دشوار ہے اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے ○

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ط تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ط

متقین سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے دریا بہتے ہیں،

أُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ق صلے وَّعُقْبَى

اس کا پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہے گا، یہ متقین کا انجام ہے اور کافروں کا

الْكٰفِرِينَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُونَ بِمَآ

انجام دوزخ ہے ○ اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو

أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهُ ط قُلْ إِنَّمَآ

آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں سے بعض وہ ہیں جو اس (نازل شدہ) کے بعض کا انکار کرتے ہیں،

أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَآ أُشْرِكَ بِهِ ط إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ

آپ کہیے کہ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں، میں اسی کی طرف بلاتا

مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ

ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو عربی زبان میں دستور ہے اور اگر آپ

Marfat.com

بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

(بھی) اس علم کے آنے کے بعد (بالفرض) ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار

وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

ہوگا نہ بچانے والا ○

ع ۵ ۱۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا، پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو کیسا تھا میرا عذاب! ○ (الرعد: ۳۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

مشرکین مکہ نے بطور استہزاء اور تمسخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان معجزات کو طلب کیا تھا، ان کا یہ استہزاء آپ پر بہت دشوار گزرتا تھا، اور آپ کو ان باتوں سے بہت تکلیف اور اذیت پہنچی تھی، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ آپ اپنی قوم کے اس جاہلانہ مطالبہ پر صبر کریں، اس لیے فرمایا باقی انبیاء علیہم السلام کا بھی ان کی قوموں نے اسی طرح مذاق اڑایا تھا جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑایا ہے، پھر میں نے ان کو ڈھیل دی یعنی ان پر اپنے عذاب کو موخر کر دیا پھر میں نے ان کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیا، یعنی میں نے جس طرح پچھلی امتوں سے انتقام لیا تھا ان سے بھی انتقام لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا رد کرنے کے لیے اور ان کو زجر و توبیخ کرنے کے لیے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے (وہ بتوں کی مانند ہو سکتا ہے!) اور لوگوں نے (اس کے باوجود) اللہ کے شریک بنا لیے، آپ کہیے کہ تم ان کے نام تو بتاؤ یا تم اس کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا یا یونہی بے سروپا بات کر رہے ہو، بلکہ کافروں کے لیے ان کا فریب خوب صورت بنا دیا گیا، اور ان کو راہ حق سے روک دیا گیا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ○ (الرعد: ۳۳)

مشرکین کے خود ساختہ شرکاء کا رد

فرمایا کیا جو ہر نفس کے کیے ہوئے کاموں پر قائم ہے، اس قائم سے وہ معنی مراد نہیں ہے جو قاعد کی ضد ہوتا ہے یعنی کھڑا ہو جو بیٹھا ہوا نہ ہو بلکہ اس سے مراد ہے جو مخلوق کے تمام کاموں کا متولی ہے، ان کو پیدا کرتا ہے، ان کو رزق دیتا ہے، ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو ان کے کاموں کی جزا اور سزا دیتا ہے، یعنی وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور تمام معلومات کا عالم ہے، للہذا وہ تمام انسانوں کے احوال کا جاننے والا ہے اور ان کے تمام مطالب کی تکمیل پر قادر ہے، وہ دنیا میں ان کو نفع پہنچانے اور ان سے ضرر کو دور کرنے پر قادر ہے اور آخرت میں اطاعت گزاروں کو ثواب عطا کرنے اور نافرمانوں کو عذاب دینے پر قادر ہے اور یہی معنی ہے اس آیت کا کہ کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، کیا اس کی مثل اور کوئی ہو سکتا ہے اور کیا یہ بت جو کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں یہ اس کی مثل ہو سکتے ہیں جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے اور جو ہر شخص کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہے!

اس کے بعد فرمایا اور لوگوں نے (اس کے باوجود) اللہ کے شریک بنا لیے! یعنی جس کی یہ صفت ہے کہ جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے انہوں نے اس کی وحدانیت کو نہیں مانا اور اس کی تعظیم اور تکریم اور اس کی عبادت نہیں کی اور اس کے

Marfat.com

شریک قرار دے دیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خود ساختہ شرکاء کے متعلق فرمایا ان کے نام تو بتاؤ، یعنی یہ اس قدر حقیر اور بے مایہ ہیں کہ یہ اس لائق نہیں کہ ان کا نام لیا جائے یا ان کا کوئی نام رکھا جائے، اور اگر وہ یہ کہیں کہ ان شرکاء کے نام لات، منات، عزیٰ اور ہبل ہیں تو فرمایا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا، اور زمین کی قید اس لیے لگائی ہے کہ مشرکین لات اور منات وغیرہ کو صرف زمین میں خدا کا شریک مانتے تھے اور جس چیز کے زمین میں ہونے کو اللہ تعالیٰ نہ جانتا ہو وہ زمین میں ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جو چیز بھی زمین میں ہے اس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کو ان کے ہونے کا علم نہیں ہے تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ زمین میں ان شرکاء کا کوئی وجود نہیں ہے۔

جب اللہ نے کافروں کو گمراہ کر دیا پھر ان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟

اس کے بعد فرمایا: بلکہ کافروں کے لیے ان کا فریب خوب صورت بنا دیا گیا، اور ان کو راہ حق سے روک دیا گیا، اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

کافروں کے مکر و فریب سے مراد ان کا کفر ہے، شیطان نے ان کے لیے ان کے کفر کو مزین کر دیا تھا، یا کافر ایک دوسرے کے سامنے کفر کی تعریف اور تحسین کرتے تھے، یا وہ خود اپنے کفر کو اچھا اور قابل تعریف جانتے تھے کیونکہ ان کا کفر ان کے باپ دادا کی تقلید پر مبنی تھا، ان کو راہ حق سے روکنے والی ان کی یہی باپ دادا کی تقلید تھی، نیز وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر گردانتے تھے اور اپنے جیسے ایک شخص کو اپنا رہنما اور مقتدا مان لینا ان کے لیے باعث عار تھا اور ان کا یہی تکبر ان کو راہ حق سے روکنے والا تھا، اور چونکہ انہوں نے اپنے لیے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں گمراہی کو پیدا کر دیا اس لیے فرمایا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب اللہ نے ہی ان کو گمراہ کر دیا پھر ان کی دنیا میں کیوں مذمت کی جا رہی ہے اور آخرت میں ان کو کیوں عذاب ہو گا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ دشوار ہے، اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے ○ (الرعد: ۳۴)

کافروں کے مصائب اور مسلمانوں کے مصائب کا فرق

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے جرائم کو بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں ان جرائم کی سزا کو بیان فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کو دنیا میں بھی عذاب ہو گا اور آخرت میں بھی عذاب ہو گا۔ دنیاوی عذاب یہ ہے کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا اور ان کو قید کیا جائے گا اور میدانِ جنگ میں ان کا مال و متاع اور جنگی ساز و سامان ضبط کر لیا جائے گا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ان پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ بھی ان کی سزا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دنیا میں تو مسلمانوں پر بھی مصائب آتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ گاروں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، اور نیکو کاروں پر جو مصائب آتے ہیں اور وہ ان پر صبر کرتے ہیں تو وہ ان کے درجات کی بلندی کا سبب ہوتے ہیں اور صبر کرنے کی وجہ سے ان کو بے حد و حساب اجر و ثواب ملتا ہے، اس کے برخلاف کفار پر جو دنیا میں مصائب آتے ہیں وہ ان کے حق میں سزا کے سوا اور کچھ نہیں، اور آخرت میں جو ان کو عذاب ہو گا وہ زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہو گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: متقین سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اس کا پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہے گا یہ متقین کا انجام ہے اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○ (الرعد: ۳۵)

جنت کی صفات

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کافروں کا انجام ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے انجام کا ذکر فرمایا تھا' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اخروی انجام کا ذکر فرمایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) جنت کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔ (۲) جنت کے پھل دائمی ہیں۔ دنیا کے باغات کے پھل، پتے اور منافع عارضی ہوتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں اور آخرت کے باغات کے پھل اور منافع فنا نہیں ہوتے۔ (۳) جنت کا سایہ بھی دائمی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں گرمی ہوگی نہ سردی ہوگی' نہ وہاں سورج اور چاند ہوں گے اور نہ وہاں اندھیرا ہوگا۔

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ○ (الدھر: ۱۳)

وہ اس جنت میں اونچے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہ جنت میں نہ دھوپ کی گرمی محسوس کریں گے نہ سردیوں کی ٹھنڈک ○

جنت نہ بنائے جانے کے متعلق معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

جنت کے متعلق معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت تو آسمانوں میں بہت سی جنات ہیں، جن میں فرشتے رہتے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام ابھی تک زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیہم السلام وہ بھی ان جنتوں میں ہیں لیکن جو جنت اللہ تعالیٰ نے جزا اور سزا کے لیے بنائی ہے جس میں دوام اور خلود ہو گا وہ جنت ابھی نہیں بنائی گئی' وہ جنت اس وقت بنائی جائے گی جب اس کی ضرورت ہوگی اور وہ قیامت اور حشر اجساد کے بعد بنائی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ جنت اس وقت موجود ہو تو قرآن مجید کی آیات میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کے پھل اور اس کا سایہ دائمی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جنت فنا نہیں ہوگی حالانکہ قرآن مجید کی دوسری آیات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فنا ہوگی اور ہر چیز میں جنت بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ (القصص: ۸۸)

اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

ان کی اس دلیل کے دو جواب ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے عموم سے جنت مستثنیٰ ہے یعنی جنت کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جائے گی اور اس استثناء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ متقین کے لیے بنائی جا چکی ہے:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ (آل عمران: ۱۳۳)

اور ایسی جنت جس کی پہنائی تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور ایسی بہت آیات ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت کے پھل دائمی ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر مشخص پھل دائمی ہے، کیونکہ جب جنتی ایک پھل توڑ کر کھالے گا تو وہ مشخص پھل باقی نہیں رہے گا' اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا لہٰذا جنت کے پھلوں کے دوام کا

Marfat.com

معنی یہ ہے کہ ان پھلوں کی نوع دائمی رہے گی اور مشخص پھل فنا ہوتے رہیں گے اور اب ان آیات میں تطبیق واضح ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہوگی اور ان مشخص پھلوں پر فنا اور ہلاکت طاری ہوگی اور ان کی نوع کو دوام رہے گا، تیسرا جواب یہ ہے کہ ہلاکت اور فنا میں فرق ہے، کسی چیز کی افادیت باقی نہ رہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ چیز ہلاک ہوگئی۔ ہلاکت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ چیز فنا ہو جائے یا معدوم ہو جائے اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ جنت فنا نہ ہو اور وہ ہلاک ہو جائے اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ دوام کی دو قسمیں ہیں: دوام ثبات اور دوام تجددی۔ دوام ثبات کا معنی یہ ہے اس میں بالکل فنا نہ ہو اور ایک آن کے لیے بھی وہ منقطع نہ ہو اور اس طرح کا دوام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے لیے ہے، اور دوام تجددی یہ ہے کہ کسی چیز میں وقفہ وقفہ سے انقطاع آتا رہے لیکن وہ چیز دائمی ہو مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے یا ہمیشہ نماز پڑھتا ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہر وقت نماز پڑھتا ہے نہ سچ بولتا ہے کیونکہ بعض اوقات تو وہ سویا ہوا ہوتا ہے، سو یہ دوام تجددی ہے اور وقفہ وقفہ سے انقطاع اس دوام کے منافی نہیں ہے، سو جب قیامت قائم ہوگی تو ایک آن کے لیے جنت فنا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو پھر پیدا کر دے گا اور ایک آن کا انقطاع جنت کے دوام تجددی کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، اور ان گروہوں میں سے بعض وہ ہیں جو اس (نازل شدہ) کے بعض کا انکار کرتے ہیں، آپ کہئے کہ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں، میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے ○ (الرعد: ۳۶)

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا نزول قرآن سے خوش ہونا

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی۔ اس آیت میں کتاب کی دو تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کتاب سے مراد تورات اور انجیل ہے۔

اگر اس سے مراد مسلمان ہوں تو وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ توحید، رسالت، قصص، احکام، تقدیر، قیامت اور جزا اور سزا سے متعلق جو آیات نازل ہوتی ہیں وہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ احکام پر عمل کر کے نیکیاں کماتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۲۱۴ رقم الحدیث: ۱۵۵۱۷)

اور اگر اس کتاب سے مراد تورات اور انجیل ہو تو اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما اور وہ لوگ مراد ہیں جو نصاریٰ میں سے مسلمان ہو گئے اور وہ اسی (۸۰) سے کچھ زائد افراد تھے، چالیس (۴۰) شخص نجران کے تھے، آٹھ (۸) یمن کے اور بتیس (۳۲) حبشہ کے تھے۔ یہ لوگ قرآن مجید سے خوش ہوئے، کیونکہ یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے قرآن مجید کی تصدیق کی تھی، اور یہ جو فرمایا ہے اور ان گروہوں میں سے بعض وہ ہیں جو اس (نازل شدہ) کے بعض کا انکار کرتے ہیں، اس سے مراد مشرکین ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اس سے مراد یہود ہیں جن کو تورات دی گئی اور نصاریٰ ہیں جن کو انجیل دی گئی، اس قرآن میں جو آیات نازل کی گئی ہیں اس سے وہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ قرآن تورات اور انجیل کا مصدق ہے، اور گروہوں سے مراد باقی کفار ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیات کا انکار کرتے ہیں۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کا امر اور نہی سے مکلف ہونا اور عصمت کی تعریف

نیز فرمایا: آپ کہئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جو احکام دیئے گئے ہیں اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے' ان تمام اوامر و نواہی کو بجالانا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی انتہائی تعظیم کرنے کا مکلف ہے' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی وقت شرح صدر سے ہو سکتی ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو' اور معرفت اس وقت ہو سکتی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو دلائل سے جانے' اس سے معلوم ہوا کہ بندہ اس کا مکلف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم دلائل سے حاصل کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مکلف ہے' اس آیت میں چونکہ خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے کہ آپ کہئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اس لیے آپ اللہ کے اوامر و نواہی کے مکلف ہیں' اور بعض سفہاء نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء کرام و ملائکہ کسی گناہ پر قادر نہیں اسی لیے یہ حضرات بابرکات نہی میں مکلف نہیں اور کسی نہی کے خطاب میں داخل نہیں' ہاں البتہ امر میں مکلف ہیں یعنی ان پاک و منزہ ہستیوں سے یہ تو کہا جاتا ہے کہ یہ کرو' یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ مت کرو۔ (العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ ص ۳۶۳)

اس سفیہ نے انبیاء علیہم السلام کو نہی کا مکلف اس لیے نہیں مانا کہ تکلیف میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے' اگر یہ مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں سے منع کیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ گناہ مت کرو تو ان کے لیے گناہ کرنا ممکن ہوگا اور اس کے نزدیک انبیاء کا گناہ کرنا ممکن ہی نہیں ورنہ وہ معصوم نہیں رہیں گے اس لیے اس نے کہا انبیاء علیہم السلام نہی کے مکلف نہیں ہیں امر کے مکلف ہیں' مگر اس سفیہ نے اس پر غور نہیں کیا کہ جب اس نے انبیاء علیہم السلام کو امر کا مکلف مان لیا تو اس سے لازم آیا کہ انہیں اس امر پر عمل کرنے کا اختیار ہے' امر پر عمل کریں یا نہ کریں اور امر پر عمل نہ کرنا گناہ ہے اور امر پر عمل نہ کرنے کی قدرت گناہ پر قدرت ہے تو اس کے زعم کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو امر کا مکلف ماننے سے بھی وہ معصوم نہیں رہتے اور یہ خرابی اس لیے لازم آئی کہ اس نے یہ سمجھا ہے کہ عصمت کا معنی ہے گناہ پر قدرت نہ ہونا' حالانکہ عصمت کا معنی یہ ہے:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی گناہ پر قدرت اور اس کے اختیار کے باوجود اس میں گناہ پیدا نہ کرے اور متکلمین کے اس قول کا بھی یہی معنی ہے۔ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیک کام پر ابھارتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے' باوجود اختیار کی بقاء کے تاکہ مکلف ہونے کا معنی پایا جائے' اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی' اور اس تحقیق سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جنہوں نے کہا عصمت شخص کے نفس میں یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کے سبب سے اس سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے اور یہ قول کیوں نہ فاسد ہوگا' کیونکہ اگر بندہ سے گناہ کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا صحیح نہ ہوگا اور نہ اس کو گناہ کے ترک پر ثواب ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳' مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو عربی زبان میں دستور ہے' اور اگر آپ (بھی) اس علم کے آنے کے بعد (بالفرض) ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا

Marfat.com

نہ بچانے والا○ (الرعد: ۳۷)

قرآن مجید کو حکم عربی فرمانے کی وجہ اور اس کا قدیم ہونا

بعض مشرکین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ قرآن مجید عربی میں کیوں نازل کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو زائل فرمایا کہ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں اور صحائف نازل کیے گئے وہ ان کی زبانوں میں تھے اس لیے فرمایا اس لیے ہم نے آپ پر عربی زبان میں حکم نازل فرمایا ہے‘ اس قرآن کو حکم اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نازل کرنے کا سبب ہے‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو قرآن مجید کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حکم قرار دیا۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ عربی زبان حادث ہے اور قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں ہے اس لیے یہ بھی حادث قرار پایا‘ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل سے لازم آیا کہ کلام لفظی حادث ہے اور ہم بھی اس کو حادث مانتے ہیں‘ ہم جو قرآن مجید کو قدیم کہتے ہیں تو اس سے مراد کلام نفسی ہے۔

مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آباء واجداد کے دین کی پیروی کی اتباع کی دعوت دیتے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر بالفرض آپ نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا نہ بچانے والا۔

اس آیت میں بطور تعریض آپ کی امت مراد ہے‘ تعریض کا معنی یہ ہے کہ کسی کام کی نسبت صراحتاً کسی ایک شخص کی طرف کی جائے اور مراد دوسرا ہو‘ سو اس آیت میں ذکر آپ کا ہے اور مراد امت ہے کہ اگر امت نے مشرکین کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلہ میں اس کا کوئی حامی ہوگا نہ بچانے والا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے تھے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی

وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

بنائی ، اور کسی رسول کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے‘

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ

ہر چیز کی مدت کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے ○ اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہے ثابت رکھتا ہے

اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے ○ اور اگر ہم ان سے کیے ہوئے کسی وعدہ کی تکمیل آپ کو دکھا دیں یا اس سے پہلے آپ کو وفات

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم

Marfat.com

نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ

زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو

لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

رد کرنے والا نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے سازش کی تھی

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ

سو تمام خفیہ تدبیروں کا اللہ ہی مالک ہے وہ ہر شخص کی کارروائی کو جانتا ہے، اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا

لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ

کہ نیک انجام کا گھر کس کے لیے ہے ○ اور کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں،

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ

آپ کہیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ بہ طور گواہ کافی ہے، اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے

الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

(وہ بھی بہ طور گواہ کافی ہے) ○

ع ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے تھے، اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی بنائی، اور کسی رسول کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے، ہر چیز کی مدت، کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے ○ (الرعد: ۳۸)

قریش کا یہ اعتراض کہ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے شادیاں کیوں کیں؟

مشرکین مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات پیش کیا کرتے تھے، کبھی یہ کہتے تھے اگر یہ واقعی نبی ہوتے تو یہ بھی کسی پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھاتے، یا لاٹھی کو سانپ بنا کر دکھاتے، یا مُردوں کو زندہ کر کے ان سے باتیں کرتے اور کبھی کہتے تھے:

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ؕ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهٗ نَذِيرًا ○ (الفرقان: ۷)

اور انہوں نے کہا اس رسول کو کیا ہوا ہے یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو عذاب سے) ڈراتا۔

کبھی یہ اعتراض کرتے تھے:

لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ إِنْ كُنْتَ

اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے۔

Marfat.com

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - (الحجر: ۷)

ان کے خیال میں نبی کو فرشتہ ہونا چاہیے تھا اس لیے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے پر بھی اعتراض کرتے تھے اور آپ کی ازواج اور اولاد پر بھی اعتراض کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے تھے اور ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی بنائی تھی، سو جب ان گزشتہ رسولوں کے حق میں تعدد ازواج اور اولاد ان کی رسالت کے منافی نہیں تھی تو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تعدد ازواج اور اولاد ان کی رسالت کے منافی کیوں ہوگی!

اس اعتراض کا یہ جواب کہ انبیاء سابقین نے تو بہت شادیاں کی تھیں!

حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں۔

(مختصر تاریخ دمشق جز ۸ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۶۳-۴۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث کی تصدیق موجودہ تورات میں بھی ہے:

اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا○ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا○ اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا○ (کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ ص ۳۴۰، سلاطین باب: ۱۱ آیت: ۴-۱، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

مشرکین مکہ اور ان کے اعتراض کا دور تو گزر گیا، اب مستشرقین کو دیدہ عبرت سے تورات کی ان آیات کو پڑھنا چاہیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں جو ان کے حرم میں داخل تھیں، یہ تعداد حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے قابل اعتراض نہیں ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ عورتوں سے نکاح کرنا آپ کی نبوت کے لیے کیسے قابل اعتراض ہوگا۔

مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے بہت شادیاں کی تھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں گیارہ ازواج مطہرات مجتمع ہوئیں اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے تھے، اور وہ گیارہ ازواج تھیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے۔ حضرت انس نے کہا ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۹)

Marfat.com

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا اور گیارہ عورتوں سے رخصتی ہوئی اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو نو ازواج مطہرات تھیں۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ آپ چالیس مردوں کی طاقت رکھتے تھے اور حلیہ میں ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت تھی' اور امام احمد' امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایک جنتی مرد کھانے پینے' جماع کرنے اور شہوت میں ایک سو دنیاوی مردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۷۸' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

ایک دنیاوی مرد چار عورتوں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی اس حساب سے آپ سولہ ہزار عورتوں سے نکاح کی طاقت رکھتے تھے لیکن آپ نے اپنے حرم میں صرف گیارہ ازواج مطہرات کو داخل کیا سوان مستشرقین اور دیگر معترضین کو سوچنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف گیارہ ازواج کو رکھنا آپ میں شہوت کی بہتات تھی یا آپ کا اپنے نفس پر کمال ضبط تھا۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ ازواج مطہرات کو اپنے حرم میں داخل کیا' چار یا پانچ وہ خواتین ہیں جن سے آپ نے نکاح کیا اور رخصتی کا شرف نہیں بخشا اور چار آپ کی باندیاں تھیں۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ نے ان کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے۔

وہ ازواج مطہرات جن کو آپ نے حرم میں داخل کیا ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) آپ کی سب سے پہلی زوجہ حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الاسدیہ ہیں۔ آپ نے اعلانِ نبوت سے پہلے ان سے عقد کیا تھا' اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی (وہ بیوہ خاتون تھیں) آپ نے ان کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد ان ہی سے ہوئی۔ ہجرت سے تین سال پہلے ان کا انتقال ہوا تھا' وہ سب سے پہلے اسلام لائیں اور فرائض نبوت میں انہوں نے آپ کی بہت مدد کی اور اسلام کے لیے اپنا مال خرچ کیا۔

(۲) ان کی وفات کے چند ایام بعد آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ القرشیہ سے نکاح کیا' انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بخش دی تھی۔ حضرت سودہ نے حضرت عمر کی خلافت کے آخری ایام میں وفات پائی۔
(الاستیعاب رقم: ۳۴۲۸)

(۳) اس کے بعد آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ بنت الصدیق سے نکاح کیا' ان سے جب نکاح ہوا تو ان کی عمر چھ سال تھی' اور ہجرت کے پہلے سال ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں ہوا اور تمام ازواج میں سے صرف حضرت عائشہ کو شرف حاصل ہے کہ ان کے بستر پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی برأت میں سورۂ نور کی دس آیتیں (۲۰-۱۱) نازل ہوئیں۔ آپ بہت فقیہ اور عالمہ تھیں اور اکابر صحابہ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ آپ نے سترہ رمضان ۵۸ھ میں منگل کی شب وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی رات بقیع میں دفن کر دی

Marfat.com

گئیں۔(الاستیعاب رقم:۳۴۶۳)

(۴) اس کے بعد آپ نے حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عقد کیا' ان کو آپ نے طلاق دی تھی پھر رجوع فرمالیا تھا۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۲) تین ہجری میں آپ سے نکاح ہوا تھا اور اکتالیس یا پینتالیس ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔(الاصابہ: ۱۱۰۵۳)

(۵) اس کے بعد آپ نے حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث سے نکاح کیا۔یہ رخصتی کے دو ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں۔

(۶) پھر آپ نے حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ القرشیۃ المخزومیہ سے نکاح کیا۔یہ آپ کی ازواج میں سب سے آخر میں فوت ہوئی تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت صفیہ سب سے آخر میں فوت ہوئی تھیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق یہ ہے کہ آپ ۶۳ھ میں فوت ہوئیں۔(الاصابہ: رقم:۱۲۰۶۵)

(۷) پھر آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا۔یہ بنو اسد سے تھیں۔یہ آپ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب: ۳۷)

پھر جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اس سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا۔

اسی وجہ سے حضرت زینب بنت جحش باقی ازواج پر فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا۔آپ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی دور میں فوت ہو گئی تھیں۔واقدی نے کہا ہے کہ نکاح کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی' آپ بیس ہجری میں فوت ہوئیں اور انہوں نے ۵۰ یا ۵۳ سال عمر پائی۔

(الاصابہ رقم: ۱۱۲۲۷)

(۸) پھر حضرت جویرہ بنت الحارث سے آپ نے نکاح کیا۔یہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں آئی تھیں۔انہوں نے آپ سے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مدد کی درخواست کی تھی۔آپ نے ان کی طرف سے رقم ادا کی پھر ان سے نکاح کر لیا۔آپ نے ان سے پانچ یا چھ ہجری میں نکاح کیا تھا' اور آپ ربیع الاول ۵۶ھ میں فوت ہو گئیں۔(الاستیعاب رقم:۳۳۱۸)

(۹) پھر آپ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح کیا' ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے۔یہ حبشہ کے ملک میں ہجرت کر کے گئی تھیں۔نجاشی نے آپ کی طرف سے وکیل ہو کر ان سے آپ کا نکاح کیا اور چار سو دینار مہر رکھا' پھر آپ کے پاس بھجوا دیا۔یہ اپنے بھائی حضرت معاویہ کے ایام میں وفات پا گئی تھیں۔چھ یا سات ہجری میں ان سے نکاح ہوا تھا اور یہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئی تھیں۔

(۱۰) پھر آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے نکاح کیا جو بنو نضیر کے سردار تھے۔یہ حضرت ہارون بن عمران کے نسب سے تھیں۔یہ نبی کی بیٹی اور نبی کی زوجہ تھیں اور دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھیں۔یہ بھی قید ہو کر آئی تھیں' آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔۷ ہجری میں ان سے نکاح ہوا تھا اور واقدی کی تحقیق کے مطابق ۵۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(الاصابہ رقم: ۱۱۴۰۷)

(۱۱) پھر آپ نے حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح کیا' سب سے آخر میں ان سے نکاح کیا۔جب آپ عمرۃ القضاء کرنے گئے تھے تو آپ نے مکہ میں ان سے نکاح کیا۔یہ حضرت معاویہ کے ایام حکومت میں فوت ہوئیں' ان کی قبر مقام

Marfat.com

سرف میں ہے۔ آپ نے سات ہجری میں ان سے نکاح کیا تھا اور یہ ۶۱ یا ۶۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ رقم: ۷۳۰۵)

نیز علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۶۱ھ لکھتے ہیں:

جن خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور ان سے نکاح نہیں کیا' اور جن خواتین نے اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کیا اور آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا' ان کی تعداد چار یا پانچ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ ان کی تعداد تیس ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے احوال جاننے والوں کے نزدیک یہ تعداد معروف نہیں بلکہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کے نزدیک معروف یہ ہے کہ آپ نے الجونیہ کو نکاح کا پیغام بھیجا اور جب آپ شب زفاف کے لیے اس کے پاس گئے۔ اس نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ نے اس کو پناہ دے دی اور اس سے نکاح نہیں کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۵۴) اسی طرح آپ نے الکلبیہ کو نکاح کا پیغام دیا اور اس سے نکاح نہیں کیا' اور بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا' اس کے پہلو میں سفیدی تھی' آپ نے اس کو اس کے اہل کی طرف واپس بھیج دیا۔ (المستدرک) یہ تفصیل مصدقہ اور مستند ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اس وقت آپ کی نو ازواج حیات تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت حفصہ' حضرت زینب بنت جحش' حضرت ام سلمہ' حضرت صفیہ' حضرت ام حبیبہ' حضرت میمونہ' حضرت سودہ اور حضرت جویرہ رضی اللہ عنہن۔ آپ کے بعد جن کی سب سے پہلے وفات ہوئی وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں' یہ ۲۰ھ میں فوت ہوئیں اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ (حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ آپ ۶۳ھ میں فوت ہوئی تھیں)

(زاد المعاد ج ا ص ۶۶-۵۸' ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات

بعض عیسائی اور سوشلسٹ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار شادیاں کرنے کا حکم دیا ہے اور خود آپ نے ایک وقت میں نو ازواج سے شادیاں کی ہیں' کیا آپ میں اشتہاء زیادہ تھی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تک زندگی تجرد میں گزاری' حالانکہ شباب کی امنگوں کا اصل زمانہ یہی ایام ہوتے ہیں۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب سے درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا' جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ پچاس سال کی عمر تک پورے سکون اور کامل اطمینان کے ساتھ اسی پاکباز رفیقہ حیات کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب آپ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مسلسل کئی کئی دن تک خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کی یہ نیک بندی آپ کے لیے توشہ تیار کرتیں اور آپ کی عبادت میں امداد اور معاونت کرتی تھیں۔ زندگی کا یہ دور عموماً نفسانی خواہشوں اور شہوانی جذبات کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑا معاند اور کٹر سے کٹر مخالف اور متعصب بھی آپ کی زندگی کے اس حصہ میں آپ کی عفت اور پاکبازی کے خلاف ایک حرف بھی نقل نہیں کر سکتا' اور یہ ان کی سیرت کا ذکر ہے جن کی جسمانی قوت چالیس جنتی مردوں کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۴۱' مطبوعہ اصح المطابع) اور ایک جنتی مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کی طاقت کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۳' مطبوعہ نور محمد) گویا آپ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر تھی' اس حساب سے چاہیے تھا کہ چار ہزار بلکہ سولہ ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں! پھر آپ کی شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانا ہے

Marfat.com

کہ پچاس سال کی عمر تک ایک بیوہ کے ساتھ شادی کر کے زندگی گزاری۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت سودہ اور پھر حضرت عائشہ سے عقد کیا جو آپ کی ازواج میں تنہا کنواری خاتون تھیں' ان کے علاوہ جس قدر ازواج آپ کے نکاح میں آئیں وہ سب بیوہ یا مطلقہ تھیں' وصال کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں: حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت سودہ' حضرت ام سلمہ' حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ' حضرت جویریہ' حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن وارضاہن' دنیا کا سب سے بے مثال انسان جو چار ہزار ازواج کا مستحق ہو' اس کے عقد میں صرف نو ازواج دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازواج کا الزام لگا سکتا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ عظیم الشان فتوحات کا تانتا بندھا ہوا ہے' اموالِ غنیمت کی ریل پیل ہے' اس کے باوجود آپ کسی ایک دن بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے' کبھی ایسے مسلسل دو دن نہیں آئے جب دونوں دن آپ کے گھر میں چولہا جلا ہو' جو کچھ آتا اللہ کے راستے میں دے دیتے۔ اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے' مہینوں ازواج مطہرات کے حجروں سے دھواں نہ اٹھتا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ چلتا' روزے پر روزہ رکھتے' کئی کئی دن افطار نہ کرتے۔ رات بھر قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آ جاتا۔ عیش و عشرت کا سامان تو کجا ازواج سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو وہ ہمارے ساتھ رہے اور جسے دنیا کا عیش عزیز ہو وہ چلی جائے' ان تمام حالات کے باوجود تمام ازواج کے حقوق ایسے احسن طریقے سے ادا کیے جن کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میدانِ جنگ میں جب کفار کے لشکر کے مقابلہ میں بڑے بڑے بہادر اور قوی جوان حوصلہ ہار جاتے تو آپ چٹان کی طرح ڈٹے رہتے' ازواج سے تعلق خاطر عبادت اور فرائض رسالت میں کبھی حائل نہیں ہوا' یہی وجہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو آپ کے دعویٰ نبوت سے اختلاف تھا' وہ وحی الٰہی کا انکار کرتے تھے لیکن آپ کی عفت اور پاک سیرت کا وہ برملا اعتراف کرتے تھے' چاند کے شق ہونے اور ڈوبے ہوئے سورج کے لوٹ آنے سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے خاک اڑانے اور گالیاں دینے والوں سے اچھا سلوک کیا' پتھروں سے گھائل کرنے والوں کو دعائیں دیں۔ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور فتح مکہ کے بعد غلبہ پا کر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایسی بے نظیر سیرت اور کردار کے مالک شخص کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انہوں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے متعدد شادیاں کیں' عدل و انصاف سے کس قدر بعید ہے!

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ متعدد شادیوں کی وجہ نفسانی خواہش نہیں تھی تو پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ آخر اس کی حکمت کیا تھی سو ہم اس کی حکمتیں بیان کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی حکمتیں

(۱) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی سب سے بڑی حکمت اسلام کی تبلیغ تھی۔ بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام دشمنی میں بہت مشہور تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں اس کو شکست ہوئی اور اس قبیلہ کے بہت سے افراد مسلمانوں کے قیدی بن گئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ بنت حارث بھی تھیں وہ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔ انہوں نے حضرت ثابت بن قیس۔ سے بدل مکاتبت کا معاہدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زر مکاتبت میں مدد کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ان کو یہ پیشکش کی کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان کی مکاتبت کی رقم ادا کر دیں اور اس کے عوض آپ سے نکاح کر لیں۔ انہوں نے اس کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذمہ کی رقم ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا' جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو

Marfat.com

انہوں نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت جویریہ بنت الحارث بن المصطلق، حضرت ثابت بن قیس یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آئی تھیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مکاتبہ کر لیا۔ وہ بہت ملیح عورت تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدل کتابت میں مدد کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں! انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میں تمہارا بدل کتابت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں۔ حضرت جویریہ نے کہا میں نے اس کو منظور کر لیا۔ جب مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو ان کی ملکیت میں جتنے قیدی تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا، انہوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں اور ہم نے حضرت جویریہ کے سوا کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے حق میں اس قدر بابرکت ثابت ہوئی ہو، کیونکہ مسلمانوں نے بنو المصطلق کے سو گھرانوں کو آزاد کر دیا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷، قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۸۹۷، عالم الکتب، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۵۵، ۴۰۵۴، المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۱۵۹، المستدرک ج ۴ ص ۲۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۷۵۔ ۷۴، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۹۲، رقم: ۴۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۲۲، دار الفکر جدید، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴ ص ۳۴۷-۳۴۶)

اور اس حسن سلوک کی وجہ سے یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔

ابو سفیان بھی اسلام کے زبردست مخالف تھے، لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیا تو پھر ابو سفیان کی دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور وہ بہت جلد مسلمان ہو گئے، پھر وہی ابو سفیان جو اسلام کے خلاف لشکر کشی کرتے تھے، اب اسلام کی تبلیغ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے لگے۔ ۷ ہجری میں یہ نکاح ہوا تھا اور ۸ ہجری میں ابو سفیان مسلمان ہو گئے۔

(۲) بعض شادیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریعی مقاصد کے لیے کیں، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عربوں میں یہ دستور تھا کہ وہ کسی شخص کو اپنا بیٹا بنا لیتے تھے اور اس کو حقیقی بیٹا قرار دیتے تھے اور اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ کسی کو بیٹا بنا لینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں ہو جاتا، اور اس کی مطلقہ بیوی سے وہ شخص نکاح کر سکتا ہے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دی اور جب ان میں باہمی نااتفاقی کی بناء پر حضرت زید نے ان کو طلاق دے دی تو عدت گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود حضرت زینب کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ مسلمانوں کے لیے آپ کی زندگی میں یہ نمونہ ہو کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس نکاح کا ذکر ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ (الاحزاب: ۳۷)

جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا نکاح اس سے کر دیا تاکہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کر چکے

Marfat.com

ہوں' اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ سے نکاح کرنے میں بھی ایک تشریعی مقصد کو پورا کرنا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں تھیں۔ نجاشی نے ۴۰۰ دینار کے عوض حضرت ام حبیبہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ (المبسوط ج ۵ ص ۱۰۱) اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ لڑکی مثلاً پاکستان میں ہو اور لڑکا امریکہ میں ہو اور لڑکا پاکستان میں کسی شخص کو خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ اپنا ولی یا وکیل بنادے تو وہ ولی اس لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور یہ نکاح اسی طرح ہو جائے گا جس طرح حضرت ام حبیبہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تھا۔

(۳) آپ کی متعدد شادیوں کی تیسری حکمت مسائل دینیہ کی تعلیم ہے' عورتوں کے بعض مخصوص مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کو مرد عورتوں کے سامنے بیان کرنے میں حجاب محسوس کرتے ہیں مثلاً حیض' نفاس' جنابت اور عمل ازدواج سے متعلق مسائل' نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ مسائل اپنی ازواج مطہرات سے بیان کرتے اور وہ دوسری عورتوں کو بیان کرتیں۔

(۴) چوتھی وجہ احادیث کی اشاعت اور دین کی تبلیغ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک حصہ وہ تھا جو آپ گھر سے باہر مردوں میں گزارتے تھے اور ایک حصہ وہ تھا جو آپ گھر میں ازواج مطہرات کے ساتھ گزارتے تھے۔ جس طرح مردوں میں بہت لوگ آپ کے ارشادات کو سننے والے اور آپ کے معمولات کو دیکھنے والے تھے اسی طرح گھر میں بھی آپ کے ارشادات کو سننے والی اور آپ کے افعال کو دیکھنے والی بہت عورتیں ہونی چاہئیں تاکہ آپ کی خارجی اور داخلی زندگی کے تمام پہلو امت کے سامنے آجائیں اور جس طرح مسلمانوں کے لیے آپ کی باہر کی زندگی میں نمونہ ہے اسی طرح مسلمانوں کو آپ کی گھریلو اور نجی زندگی سے بھی اپنی خانگی اور عائلی زندگی گزارنے کے لیے نمونہ حاصل ہو جائے۔ ازواج مطہرات سے بہت احادیث روایت کی گئی ہیں۔

مسند احمد میں نمبر ۲۴۵۱۱ سے لے کر نمبر ۲۶۹۴۴ تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی ہوئی احادیث ہیں' ان کی کل تعداد ۲۴۳۳ ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ۴۸ احادیث ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ۲۸۲ احادیث ہیں۔ حضرت زینب بنت جحش کی چار روایات ہیں۔ حضرت جویریہ بنت الحارث کی بھی چار روایات ہیں۔ حضرت ام حبیبہ کی ۲۶ روایات ہیں۔ حضرت میمونہ بنت الحارث کی ۶۳ روایات ہیں۔ حضرت صفیہ کی نو روایات ہیں اور حضرت سودہ کی چار روایات ہیں اور یہ کل ۲۸۶۴ روایات ہیں۔ غور فرمائیے تقریباً تین ہزار روایات ازواج مطہرات سے مروی ہیں' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ یا پھر حضرت سودہ کے بعد اور شادی نہ کی ہوتی تو دین کا کتنا بڑا حصہ مسلمانوں تک پہنچنے سے رہ گیا ہوتا!

(۵) بعض ازواج سے آپ نے بعض صحابہ کی دل جوئی کے لیے نکاح کیا' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت خنیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں' یہ بدری صحابی تھے اور مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے رشتہ کے لیے بہت پریشان تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی اور ان کی محبت اور خدمات کا صلہ عطا کرنے کے لیے ان سے نکاح کیا۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کے فوت ہو جانے سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ

Marfat.com

ان کی بیٹی حضرت حفصہ سے نکاح کر لیں، حضرت عثمان نے کہا میں اس مسئلہ میں غور کروں گا۔ پھر چند دن کے بعد ان کی پھر حضرت عثمان سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر نے دوبارہ ان سے کہا۔ حضرت عثمان نے کہا میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ وہ حضرت حفصہ سے نکاح کر لیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خاموشی سے مجھے حضرت عثمان کے انکار سے بھی زیادہ رنج ہوا، میں چند دن ٹھہرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا، تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حفصہ کا نکاح کر دیا، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا شاید میری خاموشی سے تمہیں رنج ہوا ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا جب تم نے مجھے رشتہ کی پیشکش کی تھی تو مجھے اس رشتہ کو قبول کرنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رشتہ کو ترک کر دیتے تو میں اس رشتہ کو ضرور قبول کر لیتا۔ امام محمد بن سعد نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان نے اس رشتہ سے انکار کر دیا تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان کی شکایت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو عثمان سے بہتر داماد کی طرف رہنمائی نہ کروں اور عثمان کو تم سے بہتر سسر کی طرف رہنمائی نہ کروں۔ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کر لیا، اور حضرت عثمان کا نکاح اپنی صاحب زادی حضرت ام کلثوم سے کر دیا، اس سے پہلے حضرت رقیہ فوت ہو چکی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۶۶۔۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، الاصابہ ج ۸ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت حفصہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں جن سے آپ کو بہت محبت تھی، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا داعیہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ آپ اپنے محب صادق اور اسلام کے بطل جلیل اور عظیم صحابی کی دل جوئی اور ان کی رفاقت کا حق ادا کرنا چاہتے تھے۔

(۶) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہر شعبہ میں قول سے زیادہ ہوتا ہے، آپ نے مسلمانوں کو پانچ فرض نمازیں پڑھنے کا حکم دیا اور آپ خود ان فرائض کے علاوہ تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزہ رکھنے کا حکم دیا اور خود آپ نے وصال کے روزے بھی رکھے جن میں افطاری تھی نہ سحری، آپ نے مسلمانوں کو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور آپ اپنے پاس بالکل مال نہیں رکھتے تھے، آپ کے پاس جو کچھ آتا آپ اس کو تقسیم فرما دیتے۔ مسلمان فوت ہو جائیں تو ان کا ترکہ ان کے وارثوں کو ملتا ہے، آپ نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اسی طرح آپ نے مسلمانوں کو چار بیویوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا۔ سلام ہو اس نبی امی پر جس کا عمل ہر شعبہ میں قول سے زیادہ ہے۔

ہم نے متعدد عقلی اور نقلی شواہد سے واضح کر دیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور آپ کی ازواج سب سے کم تھیں۔ آپ نے گیارہ شادیاں کیں اور یہ محض جنسی تسکین کے لیے نہ تھیں بلکہ تبلیغ اسلام، احکامِ شریعت کے بیان، خواتین کی تعلیم، احادیث کی تبلیغ، اپنے رفقاء کی دل جوئی اور قوتِ عمل میں فراوانی کے لیے کیں۔

Marfat.com

آپ نے کفار قریش کے مطلوبہ معجزات کیوں نہیں پیش کیے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دوسرے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ واقعی اللہ کی طرف سے رسول ہوتے تو ہم ان سے جس معجزہ کو بھی طلب کرتے یہ اس کو پیش کر دیتے اور اس میں بالکل توقف نہ کرتے لیکن جب یہ ہمارے مطلوبہ معجزات نہ پیش کر سکے تو واضح ہو گیا کہ یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اور کسی رسول کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے اور اس جواب کی وضاحت اس طرح ہے کہ نبوت کی دلیل کے اظہار اور قوم کے اطمینان اور ان کی تسلّی کے لیے ایک معجزہ کو پیش کرنا کافی ہے' اور اس سے زیادہ معجزات کو پیش کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ چاہے تو وہ معجزات دکھائے اور وہ چاہے تو نہ دکھائے' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قرآن مجید کو بطور معجزہ پیش کیا اور چیلنج کیا کہ کوئی اس کی نظیر لا سکتا ہو تو لے آئے' یعنی قرآن حکیم کی طرح فصیح و بلیغ کلام ہو اور اس میں غیب کی خبریں ہوں اور مستقبل کی پیش گوئیاں ہوں جو بعد کے زمانوں میں صادق ہو رہی ہوں' اور آج تک کوئی اس کی نظیر نہیں لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ کیے ہوئے مُردے' بلاشبہ بہت عظیم معجزات تھے' لیکن وہ معجزات ان نبیوں کے جانے کے ساتھ رخصت ہو گئے اور آج ان کے ماننے والوں کے پاس اپنے نبیوں کی نبوت ثابت کرنے کے لیے کوئی معجزہ اور کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں آپ کی نبوت پر ایسا معجزہ عطا فرمایا جو آپ کے زمانہ میں بھی آپ کی نبوت پر دلیل تھا' آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا! یہ کفار قریش کی کم عقلی اور خواہ مخواہ کی ضد تھی کہ ایسے عظیم معجزہ کے ہوتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور معجزات طلب کرتے تھے۔

کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب کیوں نہ نازل ہوا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار قریش کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے کہ اگر وہ اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو گا' اور اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائے گا' پھر کفار نے جب یہ دیکھا کہ ان کے کفر پر اصرار کے باوجود ان پر عذاب نازل نہیں ہو رہا تو انہوں نے اس وجہ سے بھی آپ پر طعن اور اعتراض کیا اور کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہوتے تو ہم پر عذاب آ چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس اعتراض کا بھی جواب دیا اور فرمایا: ہر چیز کی مدت کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے' یعنی کفار پر عذاب کا نزول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے لیے فتح اور نصرت کا ظہور' اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص وقت میں مقرر ہے اور ہر حادث اور رونما ہونے والی چیز کا وقت لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور ہر چیز کا وقت آنے پر وہ چیز ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت عطا بن ابی رباح نے عبد الواحد بن سلیم سے کہا کیا تم جانتے ہو ام الکتاب کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ انہوں نے کہا یہ وہ کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے لکھا' اس میں لکھا ہوا ہے کہ فرعون اہلِ دوزخ میں سے ہے' اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود ہلاک ہو گیا اور حضرت عبادہ بن الصامت نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ' اس نے پوچھا کیا لکھوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ ہو چکا ہے وہ لکھو اور ابد تک جو کچھ

Marfat.com

ہونے والا ہے وہ لکھو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے○ (الرعد: ۳۹)

محو اور اثبات کی تفسیر میں متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہے ثابت رکھتا ہے، اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ابووائل، ضحاک اور ابن جریج نے کہا یہ آیت رزق، اجل، سعادت اور شقاوت میں عام ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر، قتادہ، قرظی اور ابن زید نے کہا اس آیت سے مراد ناسخ اور منسوخ ہے، اللہ تعالیٰ منسوخ کو مٹا دیتا ہے اور ناسخ کو ثابت رکھتا ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا اللہ تعالیٰ جس آیت کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جس آیت کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور وہ آیت محکم ہوتی ہے۔

(۳) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ شقاوت، سعادت اور موت اور حیات کے سوا اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نطفہ چالیس دن کے بعد رحم میں مستقر ہو جاتا ہے تو اس پر فرشتہ داخل ہوتا ہے اور پوچھتا ہے اے رب! یہ شقی ہے یا سعید ہے، پھر اس کو لکھ دیتا ہے، پھر پوچھتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مونث ہے؟ پھر اس کو لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، اس کا اثر، اس کی مدت حیات اور اس کا رزق لکھ دیتا ہے پھر صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے، اس میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۴)

(۴) مجاہد نے کہا شقاوت اور سعادت کے سوا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔

(۵) حسن نے کہا جس کی موت آئے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس کی موت نہ آئے اس کو ثابت رکھتا ہے۔

(۶) سعید بن جبیر نے کہا اپنے بندوں میں سے جس کے گناہ چاہے مٹا دیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے، اور جس کو چاہے اس کے گناہ ثابت رکھتا ہے اور اس کو نہیں بخشتا۔

(۷) عکرمہ نے کہا جس کو چاہتا ہے اس کے گناہ توبہ سے مٹا دیتا ہے اور اس کی جگہ نیکیاں ثابت کر دیتا ہے۔

(۸) ضحاک اور ابوصالح نے کہا کہ فرشتوں کے صحیفوں یا نوشتوں سے ان کاموں کو مٹا دیتا ہے جن میں ثواب ہے نہ عتاب اور ان کی جگہ ان کاموں کو ثابت رکھتا ہے جن میں ثواب یا عتاب ہے اور ابن السائب نے کہا ہر بات لکھی جاتی ہے حتیٰ کہ جب جمعرات کا دن آتا ہے تو ان تمام کاموں کو مٹا دیا جاتا ہے جن میں ثواب ہے نہ عتاب ہے، جیسے کھانا پینا، آنا جانا وغیرہ اور ان کاموں کو ثابت رکھا جاتا ہے جن میں ثواب اور عتاب ہو۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود یہ کہتے تھے اے اللہ! اگر تُو نے مجھے نیک لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو میرا نام نیک لوگوں میں ثابت رکھ کیونکہ تُو جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۵۳۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات میں تین

Marfat.com

ساعتیں رہ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ام الکتاب کو کھولتا ہے، پہلی ساعت میں اس کتاب کی طرف نظر فرماتا ہے جس کو اس کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا، پس وہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، پھر آپ نے باقی دو ساعتوں کا ذکر فرمایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۵۴۸)

قضاء معلق اور قضاء مبرم

اس آیت کی علماء نے ایک اور تقریر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیر معلق ہے اور ایک تقدیر مبرم ہے۔ تقدیر معلق میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے اور تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم سے عبارت ہے، اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، مثلاً ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے اور یہ تقدیر معلق ہے لیکن کسی مرد خدا کی دعا سے اس کے لیے اولاد مقدر کر دی جاتی ہے، پہلے اس کی قسمت میں لاولد لکھا تھا، اگر کسی مرد خدا نے دعا کر دی تو لاولد کو مٹا کر صاحب اولاد لکھ دیا جاتا ہے اور اگر کسی نے دعا نہیں کی تو وہ لاولد اسی طرح ثابت رہتا ہے اور یہ تقدیر معلق ہے جس کی طرف یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت میں اشارہ ہے، اور تقدیر مبرم کا مرتبہ جس کی طرف عندہ ام الکتاب سے اشارہ ہے وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ لاولد یا صاحب اولاد ہے اور اس کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اسی طرح انسان اگر ماں باپ یا رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرے تو اس کی عمر بڑھ جاتی ہے یا اس کے رزق میں وسعت ہو جاتی ہے اور اگر ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو پھر عمر میں یا رزق میں اضافہ نہیں ہوتا مثلاً اس کی عمر پچاس سال لکھی ہوئی ہے، اس نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کی تو پچاس سال مٹا کر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو اس کی عمر اسی طرح پچاس سال لکھی رہتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور انجام کار اس کی عمر پچاس سال ہوگی یا ساٹھ سال اور ام الکتاب میں اس کی وہ عمر لکھی ہوئی ہوتی ہے، اور یہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ حسب ذیل احادیث اس تقریر پر دلالت کرتی ہیں:

رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے یا اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے مل جل کر رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے خاندان کے ان رشتوں کو جانو جن سے تم مل جل کر رہو، کیونکہ رشتہ داروں سے ملنے کے سبب اہل میں محبت بڑھتی ہے، مال میں زیادتی ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴، المستدرک ج ۴ ص ۱۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جس شخص کو نرمی اور ملائمت سے اس کا حصہ دیا گیا اس کو دنیا اور آخرت کی خیر سے حصہ دیا گیا۔ رشتہ داروں سے ملنا، اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا گھروں کو آباد رکھتا ہے اور عمروں میں اضافہ کرتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹، قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۷۳، عالم الکتب، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۵۲۳)

امام حاکم اور امام بزار کی روایت میں اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس سے بری موت دور رہتی ہے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقہ کرنے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور اس سے بُری موت دُور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناپسندیدہ اور خطرناک چیزوں کو دُور کرتا ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۰۴، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۱، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۸۷۵)

ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض

ان احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صلہ رحم سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہیں:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ط اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (یونس: ۴۹)

ہر گروہ کا ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا مقرر وقت آ جائے گا تو وہ نہ ایک ساعت موخر ہو سکیں گے اور نہ ایک ساعت مقدم ہو سکیں گے ○

ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کے جوابات

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں جس عمر کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ عمر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور یہ قضاء مبرم ہے، اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی اور ان احادیث میں جس عمر کے اضافہ کا ذکر ہے یہ عمر قضاء معلق میں ہے مثلاً اگر کسی شخص نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر سو سال ہے اور اگر قطع رحم کیا تو اس کی عمر ساٹھ سال ہے، پس اگر اس نے صلہ رحم کر لیا تو اس کی عمر ساٹھ سال کو مٹا کر سو سال لکھ دی جائے گی اور اگر قطع رحم کیا تو وہی ساٹھ سال لکھی رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا قطع رحم کرنا ہے اور اس کی عمر سو سال ہے یا ساٹھ سال اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی اس آیت اور ان احادیث میں اس طرح بھی تطبیق دی گئی ہے، عمر میں اضافہ سے مراد عمر میں برکت اور عبادت کی توفیق ہے، جیسا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں اپنی امت کی عمریں کم دیکھیں تو آپ کو لیلۃ القدر دے دی گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ صلہ رحم سے عبادت کی توفیق ملے گی اور انسان گناہوں سے محفوظ رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا نیکی اور اچھائی کے ساتھ ذکر کیا جائے گا، وہ علمی اور رفاہی کام کرے گا جس سے قیامت تک فائدہ اٹھایا جاتا رہے گا، اور وہ صدقہ جاریہ کرے گا اور نیک اولاد چھوڑ کر جائے گا اور اس طرح وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہے گا کیونکہ اس کا نام نیکی کے ساتھ زندہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ان سے کیے ہوئے کسی وعدہ کی تکمیل آپ کو دکھا دیں یا (اس سے پہلے) آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ (الرعد: ۴۱-۴۰)

اطراف زمین کو کم کرنے کے محامل

پہلی آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم کفار مکہ پر عذاب نازل کرنے سے پہلے آپ کی رُوح قبض کر لیں یا آپ کو ان کا کچھ عذاب دکھا دیں تو اس سے آپ کے مشن اور کاز پر کیا فرق پڑے گا، آپ کا فریضہ تو قرآن مجید کا پہنچانا اور احکام شرعیہ کی تبلیغ

Marfat.com

کرنا ہے اور رہا کافروں سے حساب لینا تو یہ ہمارا کام ہے۔

پھر دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ کفار پر عذاب نازل ہونے کی چند علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں' اور وہ یہ ہیں کہ جن علاقوں پر کفار کا قبضہ اور اقتدار تھا وہ کم ہو کر سمٹتے جا رہے ہیں اور مسلمان ان علاقوں کو فتح کر کے ان پر قبضہ کرتے جا رہے ہیں۔

اس دوسری آیت کی یہ تقریر بھی کی گئی ہے کہ کیا کفار یہ نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تخریب اور تعمیر کا عمل مسلسل جاری ہے' موت کے بعد حیات ہے اور ذلت کے بعد عزت ہے اور نقص کے بعد کمال ہے اور بیماری کے بعد صحت ہے' غرض دنیا میں تغیرات اور حوادث مسلسل رُوبعمل رہتے ہیں تو کفار کو یہ خوف اور خطرہ کیوں نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے احوال پلٹ دے گا اور ان کو عزت کے بعد ذلت میں مبتلا کر دے گا۔

زمین کی اطراف میں کمی کی ایک یہ تقریر بھی کی گئی ہے کہ زمین میں جو مقتدر' معزز اور متکبر لوگ تھے وہ مرتے رہے اور زمین ان سے خالی ہوتی رہی ہے تو اس وقت جو کافر متکبر اور مغرور ہیں وہ کس وجہ سے مطمئن اور بے خوف ہیں جیسے پچھلی امتوں کے جابر اور متکبر لوگ مثلاً فرعون' ہامان اور نمرود وغیرہ زمین کو خالی کر کے دنیا سے گزر چکے ہیں سو یہ بھی اسی طرح دنیا سے گزر کر زمین کو خالی کر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو نافذ فرماتا ہے' اور اس کے احکام سے معارضہ کرنے والا کوئی نہیں ہے' اور وہ جلد حساب لے گا اور کافروں کو ان کے جرائم کی قرار واقعی سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے سازش کی تھی' سو تمام خفیہ تدبیروں کا اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے وہ ہر شخص کی کارروائی کو جانتا ہے' اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ نیک انجام کا گھر کس کے لیے ہے ○ (الرعد: ۴۲)

یعنی اس سے پہلی امتوں کے کافروں نے بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کے خلاف سازشیں کی تھیں' اور اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی سازش کا علم ہوتا ہے' جب کوئی سازش کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ہونے والی کارروائی کو بھی وہی پیدا کرتا ہے' کیونکہ ہر چیز کا وہی خالق ہے' اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی ان سازشوں کی سزا دے گا' اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں اچھا گھر اور ثواب کس کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں' آپ کہئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے (وہ بھی بطور گواہ کافی ہے)۔ (الرعد: ۴۳)

(آسمانی) کتاب کے عالم کے مصداق میں متعدد اقوال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مشرکین مکہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے رسول ہونے پر دو دلیلیں پیش فرمائی ہیں' ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کے رسول اللہ ہونے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کی گواہی اس سے معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کے ثبوت میں معجزات نازل فرمائے اور معجزہ وہ فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ مستمرہ کے خلاف واقع ہو جیسے پتھروں کا سلام اور کلام کرنا' درخت کا اور اس کے خوشہ کا چل کر آنا اور پھر واپس چلے جانا' کھجور کے تنے کا چلا کر رونا وغیرہا۔ اس قسم کے امور قطعی طور پر یہ دلالت کرتے ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے شہادت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

Marfat.com

اور اس آیت میں دوسری دلیل یہ ہے کہ جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے وہ بھی آپ کی رسالت پر گواہ ہے۔ اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں کہ جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے اس کا مصداق کون ہے' اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبدالملک بن عمیر، حضرت عبداللہ بن سلام کے بھتیجے سے روایت کرتے ہیں جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ان کے پاس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ گئے۔ حضرت عثمان نے پوچھا تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تو پھر باغیوں کے پاس جاؤ اور ان ہیں میرے پاس سے بھگاؤ، میرے لیے تمہارا یہاں سے باہر جانا تمہارے اندر رہنے سے بہتر ہے! حضرت عبداللہ بن سلام لوگوں کے پاس گئے اور ان سے کہا اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا نام فلاں تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھ دیا، میرے متعلق کتاب اللہ میں یہ آیات نازل ہوئیں:

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الاحقاف: ۱۰)	اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس قرآن پر گواہی دے چکا ہے سو وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝
قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۔ (الرعد: ۴۳)	آپ کہئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

بے شک اللہ نے تم سے تلوار کو میان میں رکھا ہوا ہے اور تمہارے اس شہر میں فرشتے تمہارے پڑوسی ہیں' یہ وہ شہر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، پس تم اس شخص کو قتل کرنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، پس اللہ کی قسم اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تو تمہارے پڑوسی فرشتے تم پر لعنت کریں گے اور اللہ کی جو تلوار میان میں تھی وہ باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں نہیں جائے گی (یعنی قیامت تک مسلمانوں میں تلواریں چلتی رہیں گی) باغیوں نے کہا اس یہودی کو بھی قتل کر دو اور عثمان کو بھی قتل کر دو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۰۳، ۳۲۵۶، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۱۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵۳، تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۱۲)

اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے تھے اور یہ سورت مکی ہے اس لیے اس سورت کی تفسیر میں آسمانی کتاب کے عالم سے حضرت عبداللہ بن سلام کو مراد لینا درست نہیں ہے۔ امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پوری سورت رعد مکی ہو اور اس کی یہ آیت مدنی ہو۔ پھر امام رازی نے اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک آدمی کی گواہی قطعی نہیں ہوتی اس لیے ایک آدمی کی گواہی سے نبوت کو ثابت کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس اعتراض کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس گواہ کی گواہی کو معتبر قرار دیا ہے تو اس کی گواہی سے نبوت کا اثبات درست ہوگا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا تو صرف ان کی گواہی سے سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں سورہ توبہ میں شامل کی گئیں۔

(۲) قتادہ نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب کے وہ علماء ہیں جو حق کی شہادت دیتے تھے' ان میں حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت سلمان فارسی اور حضرت تمیم داری وغیرہ شامل ہیں۔

Marfat.com

(۳) حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد یہود اور نصاریٰ کے علماء ہیں، یعنی جو لوگ بھی تورات اور انجیل کے عالم ہیں ان کو یہ علم ہے کہ ان کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت ہے سو جب وہ عالم انصاف کرے گا اور جھوٹ نہیں بولے گا تو وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔

(۴) سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

(۵) محمد بن حنفیہ نے کہا اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ اور امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اور بھی کئی اقوال ذکر کیے ہیں لیکن وہ سیاق و سباق کے اعتبار سے مناسب نہیں ہیں۔

اختتام سورت اور دُعا

آج بروز اتوار ۱۹ محرم ۱۴۲۱ھ / ۲۵ اپریل ۲۰۰۰ء، سورۃ الرعد کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ فالحمد للہ رب العلمین علی ذالک، الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر کو مکمل کرا دیا ہے، قرآن مجید کی بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور موافقین کے لیے اس تفسیر کو موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دیں اور اس تفسیر کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے نفع آور اور فیض آفریں کر دیں اور راس کے مصنف، اس کے ناشر اور اس کے قارئین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعلمین وعلی آلہ الطیبین وعلی اصحابہ الکاملین وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ

(۱۴)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ ابراھیم

سورت کا نام

اس سورت کا نام ابراھیم ہے، کیونکہ اس سورت میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر ہے، حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ (ابراہیم: ۳۵)

اور جب ابراھیم نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔

ہرچند کہ قرآن مجید کی اور سورتوں میں بھی حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر ہے، لیکن ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی، کسی چیز کا نام رکھنے کے لیے ضروری ہے اس چیز میں اور اس نام میں مناسبت ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں بھی وہ مناسبت ہو وہاں وہ نام بھی ہو۔

سورۃ ابراھیم کا زمانہ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۃ ابراھیم مکی ہے، ماسوا دو آیتوں کے اور وہ یہ ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ○ جَهَنَّمَ ج يَصْلَوْنَهَا ط وَبِئْسَ الْقَرَارُ ○ (ابراھیم: ۲۹-۲۸)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا، اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا ○ (وہ گھر) جہنم ہے اس میں وہ سب داخل ہوں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے ○

Marfat.com

یہ دو آیتیں مشرکین بدر کے متعلق نازل ہوئیں تھیں' یہ سورت' سورۃ شوریٰ کے بعد اور سورۃ انبیاء سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ سترنمبر کی سورت ہے۔ اس سورت کا تعلق مکی زندگی کے آخری دور سے ہے۔

سورۃ الرعد اور سورۃ ابراھیم کی مناسبت

یہ دونوں مکی سورتیں ہیں اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلائل پیش کیے گئے ہیں' اور پچھلی امتوں میں جن کافروں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تھی ان پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' سورۃ الرعد قرآن مجید کے ذکر پر ختم ہوئی ہے اور سورۃ ابراھیم کی ابتداء بھی قرآن مجید کے ذکر سے ہوئی ہے' سورۃ الرعد کی آخری آیت یہ ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ○ (الرعد: ۴۳)

اور کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں' آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے' اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔ (وہ بھی بطور گواہ کافی ہے)

اور سورۃ ابراھیم کی پہلی آیت یہ ہے:

الٓرٰ ۚ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ○ (ابراھیم: ۱)

الف لام را' یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کی توفیق سے (کفر کے) اندھیروں سے' (اسلام کی) روشنی کی طرف لائیں' اس کے راستہ کی طرف جو بہت غالب اور بہت تعریف کیا ہوا ہے ○

سورۃ ابراھیم کے مضامین اور مقاصد

اس سورت کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے جس سے یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تم اپنے کلام کو مرتب کرتے ہو اگر تمہارے زعم میں یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی ان حروف سے ایسا کلام بنا کر لے آؤ! اور اس سورت کو قرآن مجید کی اس صفت کے ساتھ شروع کیا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کو کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی میں لاتا اور انسانوں کو ان کے رب اور ان کے معبود کے راستہ پر گامزن کر دیتا ہے' اور اس سورت میں کفار کو وعید سنائی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پہلے اور نئے رسول نہیں ہیں' اور جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کا بشر اور انسان ہونا ان کی رسالت کے منافی نہیں تھا اس طرح آپ کا بشر اور رسول ہونا بھی آپ کی نبوت اور رسالت کے منافی نہیں ہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی ہے' جن کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا اور بنو اسرائیل کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا' اور اس ضمن میں کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ حضرت نوح کی قوم اور قوم عاد کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد کی اقوام کا ذکر فرمایا ہے' اور ان قوموں نے اپنے رسولوں کی جو تکذیب کی اور اس کے نتیجہ میں ان پر جو عذاب آیا اس کا ذکر فرما کر ان کو ڈرایا ہے' تاکہ کفار مکہ عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر اپنی مصنوعات اور مخلوقات سے استدلال فرمایا ہے' اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے

Marfat.com

جانے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی جو پرستش کر رہے ہیں وہ محض دھوکا ہے اور شیطان کا دیا ہوا فریب ہے' حشر کے دن ان کے خود ساختہ معبود ان سے براءت کا اظہار کر دیں گے اور شیطان بھی ان سے بری ہو جائے گا اور اس دن مسلمانوں اور کافروں کی کیا کیفیت ہو گی' اسلام کی فضیلت اور کفر کی مذمت بیان کی گئی ہے' اور ان کافروں کے حال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے بدل ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی بعض نعمتوں کا بیان فرمایا ہے' حضرت ابراھیم علیہ السلام کو تمام کفار مکہ مانتے تھے اس لیے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شخصیت' ان کی صفات' ان کا دین اور ان کی زندگی کے اہم واقعات کو اختصار سے بیان فرمایا ہے تاکہ کفار مکہ اس پر غور کریں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قریب ان کا دین ہے یا حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قریب وہ دین ہے جس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔

اس اجمالی تعارف کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق' اس کی عنایت اور اعانت سے سورۃ ابراھیم کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔ آج بروز جمعہ ۲۲ محرم ۱۴۲۱ھ / ۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء کو سورۃ ابراھیم کی تفسیر شروع کی ہے۔ اے اللہ! مجھے اس تفسیر میں حق کی اتباع کرنے' حق بیان کرنے اور باطل سے اجتناب کرنے اور باطل سے منع کرنے کی توفیق' ہمت' استطاعت اور سعادت عطا فرما! اور ان امور میں میری مدد فرما! (آمین)

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ ابراھیم مکی ہے اور اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

الف لام را' یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا' تاکہ آپ ان کے رب کی توفیق سے لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں

النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ (1) اللّٰهِ الَّذِيْ

سے (اسلام کی) روشنی کی طرف لائیں' اس کے راستے کی طرف جو بہت غالب بہت تعریف کیا ہوا ہے ○ اللہ جس کی

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ

ملک میں تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں ہیں' اور کافروں کے لیے سخت عذاب

عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ (2) الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

کی تباہی ہے ○ جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں

Marfat.com

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ أُولٰٓئِكَ فِي

اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں وہ بہت دور

ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ۝٣ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ

کی گمراہی میں ہیں ○ اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں مبعوث کیا ہے تاکہ

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۚ

وہ ان کو بیان کرسکے، پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٤ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَآ أَنْ أَخْرِجْ

اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰىمِ اللّٰهِ ۚ

اندھیروں سے روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ،

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝٥ وَإِذْ قَالَ مُوسٰى

بے شک اس میں ہر بہت صبر کرنے والے بہت شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور جب موسیٰ نے اپنی

لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

قوم سے کہا تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دی

يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ

جو تم کو سخت اذیت پہنچاتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کردیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ

نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝٦ ع ع ١ ٦ ١٣

رہنے دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام را، یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا، تاکہ آپ ان کے رب کی توفیق سے لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں سے (اسلام کی) روشنی کی طرف لائیں اس کے راستے کی طرف جو بہت غالب، بہت تعریف کیا ہوا ہے ○ (ابراہیم: ١)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کو مسلمان کرنا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم نے آپ پر یہ قرآن کریم نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان، ہدایت اور علم کی روشنی میں لے آئیں، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے لطف سے صراط مستقیم کی طرف، اور اس سے مراد ہے دین اسلام جس کو اس نے پسند کرلیا ہے اور اپنی تمام مخلوق کے لیے اس کو مشروع کردیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اجازت اور توفیق سے مقید فرمایا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور اپنی طاقت سے کسی کو مومن اور مسلمان بنانے پر قادر نہیں ہیں، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پورے جزیرہ عرب میں کوئی کافر نہ رہتا، اس لیے وہی شخص ایمان اور اسلام قبول کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے اس کتاب کو نازل کرنے کی وجہ سے آپ اپنے رب کی توفیق سے لوگوں کو کفر سے اسلام کی طرف لائیں بایں طور کہ آپ لوگوں پر اس کتاب کی آیات کو تلاوت کریں تاکہ لوگ اس کتاب کی آیات میں غور و فکر کریں اور اس میں مذکور دلائل سے یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ عالم، قادر اور حکیم ہے اور قرآن کریم کے معجز ہونے کو پہچانیں تاکہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا صدق منکشف ہو اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں اور جب وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے تو آپ ان کو جو بھی شرعی احکام دیں گے وہ ان احکام کو مانیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی توفیق کی وضاحت

ہماری اس تقریر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ بندہ کے ایمان لانے میں دو چیزوں کا دخل ہے ایک ہے بندوں کا قرآن مجید کی آیات میں اور اسلام کی حقانیت میں غور و فکر کرنا اور دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق، سو جب اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے تو بندہ ان آیات سے صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے، اور جب اس کی توفیق شامل حال نہیں ہوتی تو وہ ان ہی آیات سے غلط نتیجہ اخذ کرتا ہے اور بھٹک جاتا ہے، اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب اللہ تعالیٰ کے توفیق نہ دینے کی وجہ سے کوئی شخص بھٹک گیا اور ایمان نہ لاسکا تو اس میں بندہ کا کیا قصور ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ توفیق کا معنی ہے کسی نیکی اور خیر کے اسباب کو مہیا کر دینا، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں یہ استعداد اور صلاحیت رکھی ہے کہ وہ عقل سلیم سے کام لے کر اچھائی اور برائی اور نیکی اور بدی میں تمیز کرسکے اسی استعداد اور صلاحیت کو فطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے، حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۸۱)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد: ۱۰-۸)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان اور دو ہونٹ ○ اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیئے ○

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ

نفس کی قسم اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا ○ پھر اس کو اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کو سمجھا دیا ○ جس نے

Marfat.com

دَسّٰهَا○ (الشمس: ۱۰-۷) نفس کو پاکیزہ کیا وہ کامیاب ہو گیا○ اور جس نے اس کو گناہوں سے آلودہ کیا وہ ناکام ہو گیا○

اس حدیث اور قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور فہم دی ہے اور حق اور باطل کے ادراک کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر جو دلائل قائم کیے تھے اور اپنی رسالت کے ثبوت میں جو معجزات پیش کیے تھے وہ بھی ان کے سامنے تھے اور ان کے آباء واجداد کا جو بت پرستی کا طریقہ تھا وہ بھی ان کے سامنے تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا برحق ہونا اور ان کے آباء واجداد کے طریقہ کا باطل ہونا ان پر واضح ہو چکا تھا، لیکن جن لوگوں کے دل و دماغ پر اپنے آباء واجداد کی تقلید کی گہری چھاپ لگی ہوئی تھی، انہوں نے اسی طریقہ پر کاربند رہنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی گمراہی کو پیدا کر دیا اور جن لوگوں نے اس طریقہ کے بطلان کے منکشف ہونے کے بعد قدیم جاہلیت کو ترک کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسلام اور ایمان کو پیدا کر دیا، اور یہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مراد یہ ہے کہ جو اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسلام قبول کرنے کا راستہ سہل اور آسان کر دیتا ہے اور اسلام لانے کے اسباب اس کو مہیا اور میسر کر دیتا ہے۔

جس کے اسلام لانے کا اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا اس کے اسلام نہ لانے میں اس کا کیا قصور ہے؟

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مراد یہ ہو کہ جب انسان کفر کی ترغیبات اور اسلام کے دلائل میں غور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اسلام قبول کرنے کی تحریک اور داعیہ پیدا کرتا ہے، بعض انسان اس تحریک کی وجہ سے اسلام قبول کر لیتے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کا اذن ہے اور بعض انسانوں پر آباء واجداد کی تقلید غالب آجاتی ہے اور وہ کفر پر قائم رہنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں کفر اور گمراہی پیدا کر دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مراد اس کا امر یا اس کا علم یا اس کا ارادہ ہے، بہر حال ہم نے جو تقریر کی ہے اس سے یہ اعتراض دُور ہو جاتا ہے کہ جب ایمان وہی لوگ لاتے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کا اذن ہوتا ہے تو کفار کا ایمان نہ لانا اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان لانے کا اذن نہیں دیا تھا پس اگر وہ ایمان نہیں لائے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے پھر ان کو کفر پر دنیا میں ملامت کیوں کی جاتی ہے اور آخرت میں ان کو عذاب کیوں دیا جائے گا اور اس اعتراض کے دُور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں پر حق اور باطل کے دلائل واضح کر دیئے اور ان کی عقل میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ حق کو باطل پر ترجیح دے سکیں اور سب کو ایمان لانے کے مواقع فراہم کیے، بعض لوگوں نے ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور کفر پر قائم رہنے کا ارادہ کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کفر پیدا کر دیا اور بعض لوگوں نے ان مواقع سے فائدہ اٹھایا اور ایمان لانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسلام لانے کے اسباب مہیا کر دیئے اور ان کے لیے اسلام قبول کرنے کو سہل اور آسان کر دیا۔

اسلام کی نشر و اشاعت آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہوئی یا دلائل سے

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کفر سے اسلام کی طرف لاتے ہیں، اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دلائل کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے والے ہیں۔ تاہم تحقیق یہ ہے کہ جو چیز جزیرہ عرب کے لوگوں کے اسلام لانے کا باعث بنی وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ،

Marfat.com

پاکیزہ اور بے مثال سیرت ہے، جو لوگ آپ کی شخصیت اور آپ کی سیرت کو جس قدر قریب سے دیکھنے والے تھے وہ اس قدر جلد مسلمان ہو گئے اور جن لوگوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کی سیرت کو جتنی دیر سے دیکھا وہ اس قدر دیر سے مسلمان ہوئے، اور صرف دلائل کافی نہیں تھے ورنہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات پر دلائل تو ہمیشہ سے موجود ہیں، اصل چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی اور آپ کا فیضانِ نظر تھا، یہ اور بات ہے کہ بعض محققین نے آپ کی تعلیم کو تنبیہ سے تعبیر کر لیا۔

العزیز الحمید کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے العزیز الحمید، العزیز کا معنی ہے بہت غالب، اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہو اور ہر چیز پر قادر ہو، ورنہ جس چیز کا اسے علم نہیں ہو گا یا جس چیز پر اسے قدرت نہیں ہو گی وہ اس پر غالب نہیں ہو گا اور الحمید کا معنی ہے وہ اپنے ہر فعل پر حمد کا مستحق ہو اور جو اپنے ہر فعل پر حمد کا مستحق ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک سے اور ہر چیز سے مستغنی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جو عزیز حمید کا راستہ ہے وہی سب سے اعلیٰ اور اشرف راستہ ہے اور وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو صراط مستقیم کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ جس کی ملک میں تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں ہیں اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی تباہی ہے O (ابراھیم: ۲)

لفظ اللہ کے علم (نام) ہونے پر دلائل

یہ آیت پچھلی آیت سے مربوط ہے یعنی اس کے راستہ کی طرف جو بہت غالب، بہت تعریف کیا ہوا ہے، اس آیت میں بتایا وہ اللہ ہے جس کی ملک میں تمام آسمان اور زمینیں ہیں۔

لفظ اللہ میں علماء کا اختلاف ہے، آیا یہ اسم جامد ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم (نام) ہے، یا یہ اسم مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے معبود یا مستحق عبادت، اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا علم (نام) ہے اور اس کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

(۱) صفت کا مفہوم کلی ہوتا ہے اور کلی وقوع شرکت سے مانع نہیں ہوتی، لہٰذا اگر لفظ اللہ کو صفت قرار دیا جائے تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ثابت نہیں ہو گی کیونکہ اب معنی ہو گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور لفظ اللہ صفت ہے جو اکثرین پر صادق آتا ہے، نیز اللہ بھی کلی ہے اور الٰہ بھی کلی ہے تو لا الٰہ الا اللہ میں استثناء الشئ من نفسہ لازم آئے گا اس لیے ضروری ہے کہ لفظ اللہ کو علم اور جزی قرار دیا جائے۔

(۲) جب ہم اللہ تعالیٰ کا اسم اور اس کی صفات کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم، اور کبھی یوں نہیں کہتے الرحمن الرحیم اللہ، بلکہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ذکر کیا گیا ہے تو ذات پر دلالت کرنے کے لیے لفظ اللہ کو لایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا اسم اور علم ہے۔

(۳) بعض الفاظ اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ پر دلالت کرتے ہیں جیسے القدوس، السلام اور بعض الفاظ اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ پر دلالت کرتے ہیں جیسے خالق اور رازق، اور بعض الفاظ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ پر دلالت کرتے ہیں جیسے عالم اور قادر، اب اگر لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا علم (نام) نہ ہو، اور اس کی ذات مخصوصہ پر دلالت نہ کرے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

تمام اسماء اس کی صفات پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی ذات مخصوصہ پر دلالت کرنے کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے اور یہ بہت بعید ہے' اور قرآن' اور حدیث اور محاورات عرب میں جس لفظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات مخصوصہ کو تعبیر کیا جاتا ہے وہ صرف لفظ اللہ ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھل تعلم لہ سمیا۔ (مریم: ۶۵) کیا تمہیں اللہ کے کسی ہم نام کا علم ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہیں کسی ایسے شخص کا علم ہے جس کا نام اللہ ہے؟ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ اللہ' اللہ تعالیٰ کی ذات مخصوصہ کا اسم اور نام ہے' یہی وجہ ہے کہ پہلے لفظ اللہ کو ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کی صفات ذکر کی جاتی ہیں جیسے ھو اللہ الخالق الباریٔ المصور' اور یوں نہیں کہا جاتا: الخالق الباریٔ المصور اللہ اگر لفظ اللہ صفت ہوتا تو اس طرح کہنا بھی جائز ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا کسی سمت کے ساتھ مختص نہ ہونا اور بندوں کے افعال کا خالق ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام آسمان اور زمینیں اللہ کی ملکیت ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر نہیں ہے نہ نیچے ہے' اور عرف میں اللہ تعالیٰ کے لیے آسمان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ اوپر کی سمت کو نیچے کی سمت پر فضیلت حاصل ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی جہت اور کسی سمت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے' اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں یا زمینوں میں ہو تو لازم آئے گا اللہ تعالیٰ خود بھی اپنی ملکیت میں ہو۔

اس آیت سے ہمارے علماء نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مملوک ہے اور بندوں کے افعال بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں لہٰذا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مملوک ہوئے اور ملکیت کسی چیز کو پیدا کرنے سے ہوتی ہے' یا کسی چیز کو خریدنے سے کسی چیز کی وراثت سے یا کسی کے ہبہ کرنے اور عطا کرنے سے' موخر الذکر تین طریقوں سے مالک ہونا تو اللہ تعالیٰ کے لیے غیر متصور ہے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ جو بندوں کے افعال کا مالک ہے تو ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے مالک ہے۔

بت پرستوں کے سخت عذاب کا سبب

اس آیت میں حصر ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کا صرف اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اس کے سوا اور کوئی مالک نہیں ہے اور جب اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے تو اس کے سوا کوئی حاکمیت کا مجاز بھی نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کسی کو عبادت کرانے کا استحقاق ہے اور جب کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی عبادت کی اور جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اس کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جس کو کسی نفع اور ضرر پہنچانے کا اختیار نہیں ہے' جو مالک ہے نہ خالق ہے بلکہ خود مملوک اور مخلوق ہے تو ضروری ہوا کہ وہ سخت سے سخت سزا کے مستحق ہوں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں تفرد بیان کرنے کے بعد فرمایا اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی تباہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے' ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں ○ (ابراھیم: ۳)

دنیاوی لذتوں کا بے مایہ ہونا

جو شخص بھی دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کی رنگینیوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے اور آخرت کی بجائے دنیا میں

Marfat.com

ہی رہنے کو پسند کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے لوگوں کو روکے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے وہ خود گمراہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

بعض اوقات فساق اور فجار گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، لیکن وہ گناہوں کو پسند نہیں کرتے اور نہ گناہوں سے محبت کرتے ہیں اور کافر جو صرف دنیا کی زندگی کو مانتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے منکر ہیں ان کے نزدیک دنیا کی مرغوب چیزیں اور دنیا کی لذتیں ہی اصل نعمت ہیں اس لیے وہ دنیا کے لذائذ اور مرغوبات کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ترجیح کو بہت دور کی گمراہی فرمایا ہے کیونکہ دنیا کے مرغوبات اور لذائذ میں انواع و اقسام کے عیوب ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) انسان جب اپنی مرغوب چیزیں حاصل کرلیتا ہے تو اس کو یہ غم لگا رہتا ہے کہ اس سے یہ چیزیں کوئی چھین کر نہ لے جائے یا کسی حادثہ کی وجہ سے یہ چیزیں ضائع نہ ہو جائیں اور اگر یہ چیزیں باقی بھی رہیں تو وہ خود ایک دن ان چیزوں کو چھوڑ کر دنیا سے چلا جائے گا۔

(۲) دنیاوی لذتوں میں انسان سب سے زیادہ ذائقہ اور جماع کی لذت میں کوشاں ہوتا ہے اور یہ لذت صرف چند لمحوں کی ہے حلق سے لقمہ اترنے کے بعد اس لذت کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور انزال کے بعد جماع کی لذت کا کوئی نشان نہیں رہتا، پھر ان کی بہت خرابیاں ہیں۔ کھانے پینے کی جتنی چٹخارے دار اور لذیذ اشیاء ہیں سب کا مآل موذی قسم کے امراض ہیں، اور جماع کے نتیجہ میں انسان بہت ذمہ داریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف روحانی لذات کسی خرابی اور ذمہ داری کی موجب نہیں ہیں۔

(۳) دنیاوی لذات فانی ہیں اور اخروی لذات دائمی اور سرمدی ہیں۔

بہت دور کی گمراہی کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیاوی لذات کو اخروی لذات پر ترجیح دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ دنیاوی لذات مذموم نہیں ہے، لائق مذمت یہ چیز ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جائے، جس نے دنیاوی لذتوں کے حصول کی اس لیے کوشش کی ان کے وسیلہ سے وہ اخروی نیکیاں حاصل کرے گا تو یہ مذموم نہیں ہے۔

پھر اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی وہ گمراہ ہے اور جب اس نے دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تو وہ گمراہ کرنے والا ہے اور ضال اور مضل ہے، اگر وہ لوگوں کو صرف اسلام قبول کرنے سے روکے اور منع کرے تب بھی گمراہ کرنے والا ہے اور اگر لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات پیدا کرے اور مختلف ہتھکنڈوں سے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرے تب بھی وہ ضال اور مضل ہے اور بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ ان کو بیان کرسکے، پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O (ابراھیم: ۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عموم

اللہ تعالیٰ کا ہر قوم پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان میں وہ رسول بھیجا جو ان کی زبان بولتا تھا تاکہ افادہ اور استفادہ میں اور افہام اور تفہیم میں آسانی ہو اور قوم آسانی کے ساتھ رسول کی بات کو سمجھ سکے اور اس کے لیے شریعت کے اسرار اور

Marfat.com

حقائق کو سمجھنا آسان اور سہل ہو جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا پیغام صرف ان ہی لوگوں کے لیے حجت ہو جن کی زبان عربی ہو اور جو دوسری زبانیں بولتے ہیں ان کے لیے آپ کا پیغام حجت نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان کی زبانوں میں قرآن مجید اور احادیث اور آثار کا ترجمہ کر کے ان تک پہنچا دیا گیا تو آپ کا پیغام ان پر بھی حجت ہو گیا۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر قرآن مجید کی آیات

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں اس پر کیا دلیل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ (الاعراف: ۱۵۸)

آپ کہیے اے لوگو! بے شک میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بلکہ آپ صرف انسانوں کے نہیں بلکہ تمام جنات اور انسانوں کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ○ (بنو اسرائیل: ۸۸)

آپ کہیے اگر (تمام) جن اور انس اس قرآن کی مثل لانے پر مجتمع ہو جائیں تو وہ اس قرآن کی مثل نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

اس قرآن کی مثال لانے کا جنات کو بھی چیلنج کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مکلف ہیں بلکہ آپ جن اور انسانوں کے علاوہ تمام جمادات' نباتات' اور تمام حیوانات کے غرض پوری کائنات کے لیے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ (الفرقان: ۱)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں والوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر احادیث

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا گیا' پس میری امت میں سے جو شخص بھی (جہاں) نماز کا وقت پائے وہ نماز پڑھ لے' اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا تھا اور (پہلے) ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۲' ۷۳۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف المعروف بابن بطال اندلسی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح آپ کو دیکھنا اور آپ کا کلام سننا لوگوں پر حجت تھا' اسی طرح بعد کے لوگوں پر آپ کی احادیث حجت ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن مجید ہے اور وہ ان احادیث کی تائید اور موافقت کرتا ہے اور آپ کا معجزہ یعنی قرآن مجید قیامت تک باقی رہے گا اور وہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے گا اور چونکہ آپ کی دعوت قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے باقی رہے گی اور قیامت تک آپ کی دعوت کا ماننا ان پر واجب رہے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ کا معجزہ یعنی قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا۔ (شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۷۰' مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض' ۱۴۲۰ھ)

امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ کی روایت میں اس سے زیادہ عموم ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت عطا کی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے' میری رعب سے مدد کی گئی' میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں' اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور تمام نبیوں کو مجھ پر ختم کیا گیا۔

(صحیح مسلم المساجد: ۵' (۵۲۳) ۱۱۴۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۳۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۳۳' ج ۹ ص ۵' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۷۲' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۱۷)

جمادات اور نباتات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمادات اور نباتات کے لیے رسول ہیں' اس پر اس حدیث میں واضح دلیل ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا' ہم مکہ کی بعض اطراف میں گئے' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۴' ۱۵۳' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۵۱۰)

حیوانات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات کے بھی رسول ہیں اس پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے بعض گھر والوں کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی (کی مشکیں لاد کر) لاتے تھے' ان کا وہ اونٹ سرکش ہو گیا اور اس نے اپنے اوپر پانی لادنے نہیں دیا وہ انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے اب وہ سرکش ہو گیا ہے اور اب وہ ہم کو اپنی پشت پر پانی لادنے نہیں دیتا اور ہمارے کھیت اور ہمارے باغ سوکھے پڑے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا چلو' آپ کے اصحاب اٹھے اور آپ باغ میں داخل ہوئے جس کے ایک گوشے میں وہ اونٹ کھڑا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف جانے لگے' انصار نے کہا یا رسول اللہ وہ اونٹ تو اب کاٹنے والے پاگل کتے کی طرح ہو گیا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ وہ آپ پر حملہ کر دے گا' آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے' جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو وہ آپ کی طرف آیا اور آپ کے سامنے آ کر سجدہ میں گر گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ پہلے سے بہت زیادہ متواضع اور مطیع تھا' حتیٰ کہ آپ نے اس کو کام میں لگا دیا'

Marfat.com

آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا یہ بے عقل جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم عقل والے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں' آپ نے فرمایا کسی بشر کے لیے دوسرے بشر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی بشر کے لیے دوسرے بشر کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے' کیونکہ خاوند کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے۔ الحدیث۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹-۱۵۸ قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۶۴۱' عالم الکتب بیروت' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۵۵۱' دارالحدیث قاہرہ' حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حافظ الہیثمی نے بھی کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۸۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۵۴' حافظ منذری نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس حدیث کو امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں' اور امام بزار نے بھی اس کی مثل روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس کو مختصراً روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے مختصراً روایت کیا ہے۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۵' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۷۵-۶۷۴' رقم الحدیث: ۲۸۹۳' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۱۶۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۴۷)

حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا ہمارا اونٹ غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ باغ میں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے اور فرمایا آؤ' وہ آپ کے پاس سر جھکائے ہوئے آیا حتیٰ کہ آپ نے اس کے نکیل ڈال دی اور وہ اونٹ اس کے مالکوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! گویا کہ اس کو علم تھا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا:

ما بین لابتیھا احد الا یعلم انی نبی الا کفرۃ الجن والانس۔	مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان جو کوئی بھی ہے وہ یہ جانتا ہے کہ میں نبی ہوں سوا کافر جنوں اور انسانوں کے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۴۷۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں کچھ ضعف ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۷۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۳۸۵' عالم الکتب' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۲۶۹' دارالحدیث قاہرہ' حمزہ احمد الزین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مصنف ابن شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۱' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۲۳' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۹۴)

کفار کے سوا کائنات کی ہر چیز آپ کی رسالت کو جانتی ہے

نیز امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھیں' میں آپ کے ساتھ مکہ کے ایک راستہ میں جا رہا تھا' آپ ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کا بیٹا بہت سخت جنون میں مبتلا تھا' اس عورت نے کہا یا رسول اللہ آپ دیکھ رہے ہیں میرے بیٹے کا کیا حال ہے' آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کے لیے دعا کر دوں' آپ نے اس کے لیے دعا کی پھر آپ چلے گئے' پھر آپ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جو اپنی گردن بڑھا کر بڑبڑا رہا تھا' آپ نے فرمایا اس اونٹ کے مالک کو بلاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا' یہ اونٹ کہہ رہا ہے میں ان کے ہاں پیدا ہوا' انہوں نے مجھ سے کام لینا شروع کر دیا حتیٰ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا تو یہ

Marfat.com

لوگ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، پھر آپ آگے گئے تو آپ نے دو الگ الگ درختوں کو دیکھا، آپ نے مجھ سے فرمایا جاؤ ان دونوں درختوں سے کہو کہ وہ مل کر متصل ہو جائیں، جب وہ درخت مل گئے تو آپ نے ان کی اوٹ میں حاجت قضا کی اور فرمایا جاؤ ان سے کہو اب یہ الگ الگ ہو جائیں پھر آپ آگے گئے، جب واپس آئے تو اس بچہ کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اس کی ماں کے پاس چھ مینڈھے تھے اس نے دو مینڈھے آپ کو ہدیہ کیے، اور کہنے لگی اس پر دوبارہ بالکل جنون طاری نہیں ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیٔ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ او فسقۃ الجن والانس۔ ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ماسوا کافر یا فاسق جنوں اور انسانوں کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲-۲۶۱، رقم الحدیث: ۶۷۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۹۳، امام حاکم اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۸-۶۱۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۹۲، ۲۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲، قدیم مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۴۸۹، دار الحدیث قاہرہ، حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴، ۵۳۳)

نوٹ: المعجم الکبیر، دلائل النبوۃ میں اور البدایہ والنہایہ میں یہ حدیث مکمل ہے اور باقی کتابوں میں اس کے مختلف اجزاء ہیں۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور ایک انصاری تھا، اس باغ میں بکریاں تھیں انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! ان بکریوں کی بہ نسبت آپ کو سجدہ کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں، آپ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے اور اگر کسی کے لیے یہ جائز ہوتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گزرے تو وہاں ایک خیمہ میں ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے کھول دیجئے تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول دیا وہ تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھر باندھ دیا، جب خیمہ والے آئے تو آپ نے ان سے اس ہرنی کو مانگ لیا اور اس کو کھول کر آزاد کر دیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

گوہ کا کلمہ شہادت پڑھنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلیم سے ایک اعرابی آیا وہ ایک گوہ کو شکار کر کے لایا تھا جو اس کی آستین میں تھی تاکہ اس کو اپنے گھر لے جائے اور پکا کر کھائے۔ جب اس نے ایک جماعت کو دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ اس کو بتایا کہ یہ نبی ہیں وہ لوگوں کو چیرتا ہوا آیا اور کہنے لگا لات اور عزیٰ کی قسم! میرے نزدیک آپ سے زیادہ مبغوض اور کوئی نہیں ہے، اور اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں اب تک آپ کو قتل کر چکا ہوتا اور ہر کالے گورے کو آپ کے قتل سے خوش کر چکا ہوتا، حضرت عمر نے کہا

Marfat.com

رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اٹھ کر اس کو قتل کر دوں! آپ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ بردبار شخص کو نبی بنایا جاتا ہے، پھر آپ اس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارے اس قول کا کیا مطلب ہے اور تم نے یہ ناحق بات کیوں کہی ہے؟ تم نے میری مجلس میں میری تعظیم نہیں کی اور تم اللہ کے رسول سے توہین آمیز کلام کرتے ہو! اس کے کہالات اور عزیٰ کی قسم! میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا حتیٰ کہ یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے، یہ کہہ کر اس نے اپنی آستین سے گوہ نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گوہ! گوہ نے فصیح عربی میں کہا جس کو تمام حاضرین سن رہے تھے: لبیک وسعدیک! آپ نے پوچھا اے گوہ! تم کس کی عبادت کرتی ہو! اس نے کہا جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی سلطنت ہے، سمندر میں اس کا راستہ ہے، جنت میں اس کی رحمت ہے، دوزخ میں اس کا عذاب ہے، آپ نے فرمایا اور میں کون ہوں اے گوہ! اس نے کہا آپ رب العالمین کے رسول ہیں، خاتم النبیین ہیں، جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ناکام ہو گیا، اس اعرابی نے کہا اب آنکھوں سے دیکھنے کے بعد میں کسی سنی سنائی بات پر یقین نہیں کروں گا، جس وقت میں آپ کے پاس آیا تھا اس وقت میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں تھا۔ اور اب میرے نزدیک آپ میرے والد، میری آنکھوں اور میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور میں آپ سے اپنے اندر اور باہر اور اپنے ظاہر اور باطن سے محبت کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ سے زیادہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے لیے حمد ہے جس نے میری وجہ سے تم کو ہدایت دی، یہ دین غالب ہے یہ دین مغلوب نہیں ہوگا اور نماز کے بغیر یہ دین مقبول نہیں ہے اور نماز قرآن کے بغیر مقبول نہیں ہے، اس نے کہا آپ مجھے تعلیم دیں پھر آپ نے اس کو تعلیم دی۔ الحدیث۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۸-۳۶، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۷۵، ۱، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۴۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۹۹۳ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم صغیر اور معجم اوسط میں اپنے شیخ محمد بن علی بن الولید البصری سے روایت کیا ہے، امام بیہقی نے کہا اس حدیث کا بوجھ اسی پر ہے اور اس کے باقی راوی صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۴، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے اور ہم نے جس سند سے ذکر کیا وہ زیادہ بہتر ہے، اور وہ بھی ضعیف ہے اور اس کا بوجھ اسلمی پر ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۶، حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے: یہ حدیث میں بھی کئی اسانید سے مروی ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابن دحیہ اور حافظ ذہبی کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر کی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جن میں محمد بن علی بن الولید نہیں ہے۔ جس کو امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور امام ابن عساکر نے اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف زبانوں کے بولنے والے کلام کرتے تھے اور آپ ان کی زبانوں کو جانتے تھے، فرشتے اور جنات آپ سے کلام کرتے تھے اور آپ ان کی زبانوں کو سمجھتے تھے، جانوروں کی بولیوں کو آپ جانتے تھے اور آپ ان سے گفتگو فرماتے تھے، آپ پوری کائنات کے رسول تھے اور پوری کائنات کی زبانوں کو جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں میں سے روشنی کی طرف لاؤ، اور ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ، بے شک اس میں ہر بہت صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں ○ (ابراھیم: ۵)

Marfat.com

انبیاء سابقین کے ذکر کی حکمت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات ذکر کیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی قوم کو عطا فرمائے، اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ انبیاء سابقین کا ذکر فرما رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا تو انہوں اپنے نبیوں اور رسولوں سے کس طرح کا معاملہ کیا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا جائے کہ انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے درمیان کس قسم کا معاملہ ہوا، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔

تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نشانیاں دی گئی تھیں: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) ٹڈیاں (۴) جوئیں (۵) خون (۶) مینڈکوں کی بارش، (۷) سمندر کو چیرنا (۸) پتھر سے چشموں کا پھوٹنا (۹) پہاڑ کا سایہ کرنا (۱۰) المن اور السلویٰ کا نازل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنو اسرائیل کی طرف ان نشانیوں اور تورات کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے لیے دین اور شریعت کو بیان کریں، اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (ابراهیم: ۱) — ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (ابراهیم: ۵) — کہ آپ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔

اس میں یہ بتانا ہے کہ تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے کہ وہ اس بات کی پیہم سعی کریں کہ وہ اللہ کی مخلوق کو گمراہی اور کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لائیں۔

ایام اللہ کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ایام اللہ (اللہ کے دنوں) کی یاد دلاؤ۔ ایام اللہ سے مراد ہیں وہ ایام جن میں اہم واقعات رونما ہوئے یا جن ایام میں اللہ تعالیٰ نے منکروں اور کافروں کو سزا دینے کے لیے اور ان سے انتقام لینے کے لیے ان پر عبرت ناک عذاب نازل فرمایا، یا جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر خاص نعمتیں نازل فرمائیں۔

حضرت ابی بن کعب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ایام اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں، مجاہد، قتادہ اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے، ابن زید، ابن السائب اور مقاتل نے کہا اس سے مراد پہلی امتوں کے اہم واقعات ہیں، زجاج نے کہا اس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں پر عذاب نازل فرمایا جیسے حضرت نوح کی قوم اور عاد اور ثمود پر۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۴۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ایام اللہ وہ تھے جو سخت آزمائش اور مصائب کے ایام تھے، بنو اسرائیل فرعون کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور انہیں ان کی زمینوں اور ان کے

Marfat.com

مکانوں کا مالک بنادیا اور انواع و اقسام کے انعامات سے ان کو نوازا میدان تیہ میں ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر المن اور السلوی نازل فرمایا۔

صبر اور شکر کے متعلق احادیث

اس کے بعد فرمایا بے شک اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں، جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو اس کو صبر کرنا چاہیے اور اس کو جب کوئی نعمت دی جائے تو پھر اس کو شکر کرنا چاہیے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مومن کے علاوہ اور کسی کا حال نہیں ہے اگر اس کو خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے سو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۹۹، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۷۸، کنز العمال رقم الحدیث ۱۷۰، مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۲۹۷ مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۳، ۳۳۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۹۶)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک امت کو بھیجنے والا ہوں، جب ان کو ان کی محبوب چیزیں ملیں گی تو وہ اللہ کی حمد کریں گے اور جب ان پر مکروہ چیزیں نازل ہوں گی تو وہ ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے، اور ان کا ذاتی (خلق) حلم اور علم نہیں ہوگا، حضرت عیسیٰ نے کہا یا رب! یہ کیسے ہوگا! فرمایا میں ان کو اپنا حلم اور علم عطا کروں گا۔

(المستدرک ج ۱ ص ۳۴۸، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۲۷، ج ۵ ص ۲۴۳)

حضرت سخبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کچھ دیا گیا تو اس نے شکر ادا کیا، اور اس پر مصیبت آئی تو اس نے صبر کیا، اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تو اس نے استغفار کیا۔ اس پر ظلم کیا گیا تو اس نے معاف کر دیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے، صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کے لیے کیا اجر ہے؟ فرمایا:

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ ان ہی کے لیے (عذاب سے) امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (الانعام: ۸۲)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۶۱۳، حافظ الہیثمی نے کہا اس میں ایک راوی عوام بن جویرہ ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۴۸)

صبر اور شکر میں عبد اللہ بن مبارک کا معیار اور اس پر کلام

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ شقیق بن ابراہیم بلخی بھیس بدل کر عبد اللہ بن مبارک کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں، شقیق نے کہا بلخ سے، عبد اللہ بن مبارک نے پوچھا شقیق کو جانتے ہو؟ کہا ہاں! پوچھا ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے، کہا جب ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو صبر کرتے ہیں اور جب انہیں کچھ دیا جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں، عبد اللہ بن مبارک نے کہا یہ تو ہمارے ہاں کتوں کا طریقہ ہے، شقیق نے پوچھا پھر کس طرح ہونا چاہیے! عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ کاملین وہ ہوتے ہیں جن کو جب کچھ نہ دیا جائے تو شکر کریں اور جب مل جائے تو وہ دوسروں کو دے دیں!

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

عبد اللہ بن مبارک نے جو کاملین کا طریقہ بیان کیا ہے یہ فقہی طور پر درست نہیں ہے، انسان پر لازم ہے کہ پہلے اپنی

Marfat.com

ضروریات پوری کرے اور جو اس کی ضروریات سے فاضل ہو وہ دوسروں کو دے انسان اپنا تمام مال و متاع خیرات کر کے خود بھوکا پیاسا رہے اور اپنی ضروریات میں دوسروں کا محتاج بن جائے یہ جائز نہیں ہے اور یہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری اور اس کی ناشکری ہے۔

شکر کا معنی اور صابر اور شاکر کے ساتھ نشانیوں کی تخصیص کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے: اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں' اس میں صبر اور شکر کرنے والوں سے مراد مومنین ہیں' کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی مرغوبات اور لذائذ سے صبر کرتا ہے اور عبادات کی مشقت پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرنے کی توفیق ہے اور انسان کا سلیم الاعضاء ہونا اور اس کا صحت مند ہونا اور بندہ کو ہر وقت ان نعمتوں پر شکر کرتے رہنا چاہیے' شکر کا معنی ہے دل' زبان اور اعضاء سے منعم کی تعظیم بجالانا' اور اللہ نے جو نعمت جس مقصد کے لیے عطا کی ہے اس نعمت کو اس مقصد کے پورا کرنے کے لیے خرچ کرنا' اور اس نعمت کو اس مقصد کے لیے خرچ نہ کرنا' ناشکری ہے' اور اس نعمت کو اس مقصد کے الٹ اور خلاف خرچ کرنا بہت بڑا گناہ اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے کی جسارت ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے شہوانی قوت عطا کی تاکہ حلال طریقہ سے اس شہوت کے تقاضوں کو پورا کرے یہ شکر ہے' اور انسان جنگل میں زندگی گزارے اور راہب بن جائے تو یہ ناشکری ہے اور حرام طریقہ سے اس شہوت کو پورا کرے زنا اور لواطت کرے تو یہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ۝ (سبا: ۱۳)

اے آل داؤد! تم شکر ادا کرو' اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔

حکایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کیونکہ جس زبان سے تیرا شکر ادا کروں گا وہ بھی تیری دی ہوئی ہے' ہر سانس تیری نعمت ہے' ہر سانس میں تیری بے شمار نعمتیں ہیں' فرمایا: اے داؤد اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا یعنی جب تم نے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا تو میرا شکر ادا ہو گیا! (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۰۰)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور اسکی نعمتوں کو اسکی معصیت میں خرچ نہ کرنا اسکا شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے دو بندوں کو شکر گزار قرار دیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا۝ (بنو اسرائیل: ۳)

اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۝ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ۝ (النحل: ۱۲۱-۱۲۰)

ابراھیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے' اللہ کے مطیع' حق کی طرف مائل اور باطل سے مجتنب اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۝ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والے تھے اللہ نے ان کو منتخب کیا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں اس قدر قیام فرمایا کہ

Marfat.com

آپ کے پاؤں پر ورم آگیا، آپ سے کہا گیا کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں) کی مغفرت فرما دی ہے (پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بہت شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۱۱۳۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۴۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۷۴۶، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۱، ۲۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۲۳۴، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۸۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۶، ج ۷ ص ۳۹، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۰۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۹۳۱)

نیز یہ جو فرمایا ہے اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں، یہ اس لیے فرمایا ہے کہ اگرچہ نشانیاں تو اس میں سب انسانوں کے لیے ہیں لیکن ان نشانیوں سے فائدہ صرف صابر اور شاکر ہی اٹھاتے ہیں اس لیے فرمایا اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جیسے فرمایا: ھدی للمتقین، قرآن مجید فی نفسہ ہدایت تو تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن انجام کار اس سے فائدہ صرف متقین اٹھاتے ہیں اس لیے فرمایا یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دی جو تم کو سخت اذیت پہنچاتے تھے وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی ○ (ابراھیم: ۶)

اس آیت کی تفسیر کے لیے البقرہ: ۴۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔

وَإِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے ناشکری

عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝٧ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے ○ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ مل کر ناشکری

جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٨ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ

کرو تو بے شک اللہ بے پروا اور حمد کیا ہوا ہے ○ کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبریں

مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ

نہیں آئیں۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود کی اور ان کے بعد کے لوگوں کی

عند المتقدمین ۱۲

مع ۶ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ

Marfat.com

فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ
اپنے مونہوں پر رکھ دیے اور کہا جس پیغام کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں، اور بے شک جس
مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
دین کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس کے متعلق سخت شک میں مبتلا ہیں ○ ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے متعلق شک
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ
ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے اور
يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ
موت کے مقرر وقت تک تم کو (عذاب سے) مؤخر رکھے، انہوں نے کہا تم تو محض ہماری مثل بشر ہو
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ
تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے تھے سو تم ہمارے پاس
مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ
کوئی روشن دلیل لاؤ ○ ان سے ان کے رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن
اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ
اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ
نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾
ہم اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○
وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ
اور ہم اللہ پر توکل کیوں نہ کریں اس نے ہمیں اپنے راستوں کی ہدایت دی ہے اور تم نے جو ہمیں تکلیفیں پہنچائیں
عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع
ہیں ہم ان پر ضرور صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے ○ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور تمہارے روئے زمین کے لوگ مل کر ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے پروا اور حمد کیا ہوا ہے ○ (ابراہیم: ۸-۷)

شکر کا معنی

شکر کا معنی ہے نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرنا' اور اس کی ضد کفرانِ نعمت ہے یعنی نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپا لینا' شکر کی تین قسمیں ہیں: دل سے شکر کرنا اور یہ نعمت کا تصور ہے' زبان سے شکر کرنا اور یہ منعم کی تعریف و توصیف کرنا ہے اور اعضاء سے شکر کرنا' اور یہ بقدر استحقاق نعمت کا بدلہ دینا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ (سبا: ۱۳) اے آل داؤد شکر کرو۔

یعنی نیک عمل کرو تاکہ اللہ کا شکر ادا ہو' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ۔ (سبا: ۱۳) میرے بہت شکر کرنے والے بندے تھوڑے ہیں۔

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ اللہ کا پورا شکر ادا کرنا بہت مشکل ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں میں سے صرف حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو اپنا شکر گزار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی شکور فرمایا ہے اس کا معنی ہے وہ بندوں پر انعام فرمانے والا ہے اور ان کی عبادت کی جزا عطا فرمانے والا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۵۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حمد اور شکر کا فرق

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم شکور ہے' اس کا معنی ہے وہ بندوں کے کم اعمال کو بڑھا کر دگنا چوگنا کر دینے والا ہے اور ان کی کم عبادت کی زیادہ جزا دینے والا ہے' اللہ کے شکر کا معنی ہے بندوں کو بخش دینا' شکر اور حمد میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے' شکر مورد کے اعتبار سے عام ہے اور متعلق کے اعتبار سے خاص ہے' شکر دل' زبان اور باقی اعضاء سے کیا جاتا ہے لیکن اس کا تعلق صرف نعمت سے ہے' اور حمد مورد کے اعتبار سے خاص ہے صرف زبان سے ہوتی ہے اور متعلق کے اعتبار سے عام ہے کسی بھی خوبی کا بیان کرنا حمد ہے خواہ وہ آپ کے حق میں نعمت ہو یا نہ ہو' اگر آپ زید کے علم' اس کی شرافت اور اس کی بہادری کا ذکر کریں تو یہ حمد ہے شکر نہیں ہے' زبان سے اس کی تعظیم ہے اس لیے حمد ہے اور اس سے آپ پر کوئی نعمت مرتب نہیں ہوئی اس لیے یہ شکر نہیں ہے کیونکہ شکر نعمت پر ہوتا ہے' اور زید نے آپ کو مال دیا ہو اور اس کے آنے پر آپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں تو یہ شکر ہے حمد نہیں ہے کیونکہ حمد صرف زبان سے ہوتی ہے اور اگر آپ اس کے مال دینے کی وجہ سے کہیں کہ وہ بہت سخی اور فیاض ہے تو یہ شکر بھی ہے کیونکہ زبان سے تعظیم کا اظہار ہے اور حمد بھی ہے کیونکہ اس کی خوبیوں کا ذکر ہے۔

جو بندوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا' یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸' الادب المفرد رقم الحدیث: ۲۱۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۰۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۸۲' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۱۰)

Marfat.com

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے احسان کا شکرادا نہ کرے اور ان کی نیکیوں کا انکار کرے تو وہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرے تو اللہ اس کے شکر کو قبول نہیں کرتا' اور اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جس شخص کی عادت ہو کہ وہ لوگوں کے احسانات کو فراموش کر دیتا ہو اور ان کی نیکیوں کا شکرادا نہ کرتا ہو تو وہ اپنی عادت اور اپنی طبیعت کے تقاضے سے اللہ کی نعمتوں کی بھی ناشکری کرے گا اور ان کا بھی شکرادا نہیں کرے گا اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی نیکیوں کا شکرادا نہیں کرتا تو اگر وہ اللہ کی نعمتوں کا شکرادا بھی کرے پھر بھی وہ اس طرح ہے جیسے اس نے اللہ کا شکرادا نہیں کیا۔

شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ (الملک: ۲۳)

آپ کہیے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل: ۷۸)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا کہ تم کچھ جانتے نہ تھے اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکرادا کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۔ (یونس: ۶۰)

بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔

شکر کے متعلق احادیث اور آثار

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بندہ کے اہل' مال اور اولاد میں جو نعمت عطا فرمائے اور بندہ کہے ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ تو وہ موت کے سوا ان میں کوئی آفت نہیں دیکھے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۲۷۳' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۸۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس میں ایک راوی عبد الملک بن زرارہ ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۰)

(۲) مغیرہ بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے بھی زیادہ لمبی رات تک تیرا ذکر کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے وحی فرمائی ہاں مینڈک نے' پھر اللہ نے فرمایا: اے آل داؤد شکر کرو' میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔ (سبا: ۱۳) حضرت داؤد نے کہا: اے میرے رب! میں تیرے شکر کی کیسے طاقت رکھ سکتا ہوں' تو مجھ پر نعمت فرماتا ہے پھر اس پر نعمت پر نعمت فرماتا ہے' تو مجھ پر مسلسل نعمت فرماتا ہے میں اس کا شکرادا کیسے کر سکتا ہوں! فرمایا اے داؤد! اب تم نے مجھے پہچان لیا جو پہچاننے کا حق ہے۔

(کتاب الزہد لاحمد ص ۸۹-۸۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۱۳)

(۳) ابو الخالد بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے رب! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں جو شکرادا کروں گا وہ تیری نعمت سے ادا کروں گا۔ فرمایا اے داؤد! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں وہ میری دی ہوئی

Marfat.com

ہیں۔ کہا کیوں نہیں! فرمایا پھر میں تمہارے شکر سے راضی ہو گیا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۱۴)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام جب بھی بیت الخلاء سے آتے تو دعا کرتے:

الحمد لله الذی اذا قنی لذته وابقی منفعته فی جسدی واخرج عنی اذی۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے طعام کی لذت چکھائی اور اس کی منفعت میرے جسم میں باقی رکھی اور اس گھناؤنی چیز کو مجھ سے خارج کر دیا۔

اس وجہ سے اللہ نے ان کا نام عبد شکور رکھا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۶۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۲۰)

(۵) مجاہد نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام کو اس لیے عبد شکور فرمایا کہ وہ جب کوئی چیز کھاتے تو کہتے الحمد للہ! جب پیتے تو کہتے الحمد للہ! جب چلتے تو کہتے الحمد للہ! جب کپڑے پہنتے تو کہتے الحمد للہ! (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۷۱-۷۲-۷۳)

(۶) مغیرہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ شکر نصف ایمان ہے اور صبر نصف ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۴۸)

(۷) جعفر کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ کوئی نعمت عطا فرمائے وہ کہے الحمد للہ! اور جس کے رزق میں تاخیر ہو وہ کہے استغفر اللہ! اور جس کو کوئی مہم درپیش ہو وہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۴۶)

(۸) قتادہ اور حسن نے بیان کیا جب حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی ذریت پیش کی گئی تو انہوں نے بعض اولاد کو بعض سے افضل دیکھا۔ انہوں نے پوچھا اے رب! تو نے ان کو برابر کیوں نہیں بنایا؟ فرمایا میں چاہتا تھا میرا شکر ادا کیا جائے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۴۲)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اللہ کی نعمت کی قدر کرنا چاہے تو وہ اپنے سے کم درجہ شخص کو دیکھے اور اپنے سے زیادہ درجہ کے شخص کو نہ دیکھے۔

(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ جز ۲ رقم الحدیث: ۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو یہ دعا کرے:

الحمد لله الذی عافانی مما ابتلاه وفضلنی علی کثیر من عباده تفضیلا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۴۳)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس چیز سے محفوظ رکھا جس میں اس کو مبتلا کیا ہے اور مجھے اپنے بہت بندوں پر فضیلت عطا کی۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں اللہ اس کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اس کو اپنی محبت دکھائے گا جب اس کو کچھ دیا جائے تو شکر کرے، جب وہ بدلہ لینے پر قادر ہو تو معاف کر دے اور جب اس کو غصہ آئے تو وہ ڈھیلا پڑ جائے۔ امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۳۲)

(۱۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں کا بیان کرنا شکر

Marfat.com

ہے اور ان کو بیان نہ کرنا ناشکری ہے اور جو کم نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتا وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔
(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۴۱۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۸)

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کسی بندہ کو نعمت عطا فرمائے اور وہ یہ جان لے کہ وہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا شکر لکھ دیتا ہے اور جو بندہ اپنے گناہ پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے استغفار کرنے سے پہلے اس کو بخش دیتا ہے اور جو بندہ کوئی کپڑا خرید تا ہے اور اس کو پہنتے ہوئے اللہ کی حمد کرتا ہے تو ابھی وہ لباس اس کے گھٹنوں تک نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۷۹، المستدرک ج ۱ ص ۵۱۴)

(۱۳) ابوالجلد بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! میں تیرا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں جبکہ تیری سب سے چھوٹی نعمت کی جزا بھی میری تمام عبادات نہیں ہو سکتیں تو ان پر وحی آئی کہ تم نے اب میرا شکر ادا کر دیا۔
(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۴۱۵)

(۱۴) حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! اگر میرے ہر بال کی زبان ہو اور وہ دن رات تیری تسبیح کریں پھر بھی تیرا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ (رسائل ابن ابی الدنیا جلد ۳ جز ۲ رقم الحدیث:۲۵)

(۱۵) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نافرمانیوں کے باوجود ان کو نعمتیں عطا فرما رہا ہے تو یہ اس کی طرف سے بندوں پر ڈھیل ہے۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۵)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب تیرا شکر کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا اے موسیٰ! تمہاری زبان ہمیشہ میرے ذکر سے تر رہے۔
(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ جز ۲ رقم الحدیث:۳۹)

(۱۷) عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر تکبر اور اسراف کے کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو، کیونکہ اللہ عزوجل اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندوں پر اس کی نعمت کا اثر نظر آئے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲)

(۱۸) ابوالاحوص کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں پراگندہ حال تھا، آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے اللہ نے ہر قسم کا مال عطا کیا ہے: اونٹ، گھوڑے، غلام، بکریاں۔ آپ نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے تمہیں مال دیا ہے تو وہ تم پر نظر آنا چاہیے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۶۳، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۰۰۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۳)

(۱۹) ابوقلابہ کہتے ہیں کہ جب تم دنیا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو تم کو دنیا سے ضرر نہیں ہو گا۔
(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ جز ۲ رقم الحدیث:۵۹)

(۲۰) حسن کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو اس سے شکر کا سوال کرتا ہے، وہ شکر کریں تو وہ ان کی نعمت کو زیادہ کرنے پر قادر ہے، اور جب وہ ناشکری کریں تو وہ ان کو عذاب دینے پر قادر ہے اور ان کی نعمت کو ان پر عذاب بنا دیتا ہے۔ (رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ جز ۲ رقم الحدیث:۶۰)

Marfat.com

(۲۱) جعفر بن محمد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں دیکھتے تو یہ فرماتے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میری صورت اور میرے اخلاق کو حسین بنایا اور مجھ میں وہ چیزیں مزین کر دیں جو میرے غیر میں قبیح ہیں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۵۹)

(۲۲) حضرت ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پانی کو میٹھا بنایا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو کڑوا اور کھارا نہیں بنایا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۷۹)

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے ان لوگوں کو جنت میں بلایا جائے گا جو راحت اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۸۳)

(۲۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مومن پر تعجب ہوتا ہے اس کو کچھ دیا جائے تو وہ الحمد للہ کہہ کر شکر ادا کرتا ہے اور اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو الحمد للہ کہہ کر صبر کرتا ہے، پس مومن کو ہر حال میں اجر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ منہ میں جو لقمہ رکھتا ہے اس میں بھی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۸۵)

(۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا مومن بندہ ہر خیر کے مرتبہ میں ہے۔ وہ اس وقت بھی میری حمد کرتا ہے جب میں اس کی پیشانی سے رُوح نکال رہا ہوتا ہوں۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۹۴)

(۲۶) منصور بن صفیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اور مجھے (سیدنا) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں رکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بہت عظیم چیز کا شکر ادا کیا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۹۸)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو چار چیزوں کی توفیق دی گئی اس کو چار چیزیں عطا کی جائیں گی۔ جس کو اللہ کے ذکر کی توفیق دی گئی اللہ اس کا ذکر کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا، جس کو دعا کی توفیق دی گئی اس کی دعا قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، جس کو شکر کی توفیق دی گئی اس کی نعمت زیادہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور (تمہاری نعمت کو) زیادہ کروں گا اور جس شخص کو استغفار کی توفیق دی گئی اس کو مغفرت عطا کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۵۲۹)

(۲۸) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے میرے گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ آپ اس کے پاس گئے، اس کو اٹھا کر سونگھا پھر اس کو کھا لیا اور فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، جو گھر والے کسی نعمت سے نفرت کا اظہار کریں گے وہ ان کے پاس بہت کم لوٹ کر آئے گی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۵۵۸)

(۲۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دین میں اپنے سے بلند مرتبہ شخص کو دیکھا اور دنیا میں اپنے سے کم مرتبہ شخص کو دیکھا اس کو اللہ صابر شاکر لکھ دیتا ہے، اور جس نے دنیا میں اپنے سے بلند مرتبہ شخص کو اور دین میں اپنے سے کم مرتبہ شخص کو دیکھا اس کو صابر شاکر نہیں لکھتا۔

Marfat.com

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۵۷۵)

(۳۰) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تھوڑے سے رزق سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل سے راضی ہو جاتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۵۸۵)

(۳۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو عسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں آپ کے پاس آیا، پھر آپ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور ان کو بلایا۔ وہ آ گئے، پھر آپ حضرت عمر کے پاس گئے، ان کو بلایا وہ بھی آ گئے، پھر آپ ایک انصاری کے باغ میں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ والے کو بلایا، اور فرمایا ہمارے لیے کھجوریں لاؤ، اس نے کھجوروں کا خوشہ لا کر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے وہ کھجوریں کھائیں، پھر آپ نے پانی منگایا اور پانی پیا، پھر آپ نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا، حضرت عمر نے ان کھجوروں کی طرف اشارہ کر کے کہا یا نبی اللہ! کیا قیامت کے دن ان کے متعلق ہم سے ضرور سوال کیا جائے گا! آپ نے فرمایا: ہاں تین چیزوں کے سوا، وہ کپڑا جو تمہاری شرم گاہ چھپانے کے لیے کافی ہو، وہ روٹی کا ٹکڑا جو تمہاری بھوک دور کرنے کے لیے کافی ہو اور وہ کوٹھڑی جو تمہیں گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ سکے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۰۱)

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھا کر شکر کرنے والے کو وہ اجر ملے گا جو صبر کر کے روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۴۶۱)

(۳۳) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے معاملہ پر تعجب ہوتا ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہے، اگر اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۴۸۷)

(۳۴) محمود بن آدم بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ یہ کہتے تھے: اگر اللہ عزوجل ہمارا پردہ نہ رکھتا تو ہم کسی کے پاس بیٹھنے کے قابل نہ ہوتے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۵۲۱)

(۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کیا میں نے تمہیں تندرست نہیں بنایا تھا، کیا میں نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۰۷)

(۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے بندہ سے فرمائے گا: اے ابن آدم! کیا میں نے تم کو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار نہیں کیا تھا، کیا میں نے عورتوں کو تمہارے نکاح میں نہیں دیا تھا، کیا میں نے تم کو سردار اور رئیس نہیں بنایا تھا؟ وہ بندہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر ان کا شکر کہاں ہے؟ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۰۸)

(۳۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ "اللہ نے تم پر ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دی ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ظاہری نعمت یہ ہے کہ تمہارا مکمل صحیح جسم بنایا اور تم پر باطنی نعمت یہ ہے کہ تمہارے عیوب کو چھپایا، اگر وہ تمہارے عیوب کو ظاہر کر دیتا تو تمہارے

Marfat.com

اہل و عیال سمیت سب لوگ تم سے متنفر ہو جاتے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۵۰۴)

(۳۸) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا، کھانے کو حلق سے نیچے اتارا اور اس کے لیے مخرج بنایا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۶۷)

(۳۹) حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: ہمارے رب اللہ کے لیے بہت حمد ہے کیونکہ اس نے ہمیں بہت زیادہ نعمتیں عطا کی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تم سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۶۰)

(۴۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اے معاذ! تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو:

اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک۔

اے اللہ! اپنے ذکر، اور اپنے شکر اور اپنی اچھے طریقہ سے عبادت پر میری مدد فرما۔

حضرت معاذ نے صنابحی کو اس دعا کی وصیت کی اور صنابحی نے ابوعبدالرحمن کو اس دعا کی وصیت کی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۳۱۹۶۴۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹)

اور میں اپنے قارئین کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے میں ان کی مدد فرمائے اور جس قدر ممکن ہو سکے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور تمام رُوئے زمین کے لوگ مل کر ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے پرواہ اور حمد کیا ہوا ہے ○ (ابراھیم: ۸)

اللہ کا شکر نہ کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو ماسوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو ماسوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں سو تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تم کو کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو تم سب بے لباس ہو ماسوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔ سو تم مجھ سے لباس کی طلب کرو میں تمہیں لباس پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں، سو تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو، اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن، تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے، اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے، اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر فرد کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم

Marfat.com

ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

(صحیح مسلم، البر والصلہ: ۵۵ (۲۵۷۷) ۶۴۵۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۷، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۴، الادب المفرد رقم الحدیث: ۴۹۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۶-۱۲۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر سے گم پایا، میں نے آپ کو ڈھونڈا تو میرا ہاتھ آپ کے تلووں پر لگا، اور آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پاؤں نصب تھے، اور آپ یہ دُعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ایسی حمد و ثناء نہیں کر سکا جیسی حمد و ثنا تو خود اپنی فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۱۹۳، دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۱/۷، عالم الکتب بیروت، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۶۵۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۳۰)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہو سکنے پر آپ نے استغفار کیا کیونکہ انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اس کی کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا کر سکے اور اس کی کماحقہ حمد و ثنا کر سکے۔ امام مالک نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیری تمام نعمتوں اور تیرے تمام احسانات کو شمار نہیں کر سکتا اور میں کوشش کروں پھر بھی تیری اس طرح حمد و ثناء نہیں کر سکتا جس طرح تو خود اپنی حمد و ثنا کرتا ہے اور اس میں یہ اعتراف ہے کہ انسان اللہ کی حمد و ثنا کرنے سے عاجز ہے اور وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے آپ نے اللہ کی حمد کو اسی کے سپرد کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو محیط ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اسی طرح اس کی حمد و ثنا بھی غیر متناہی ہے، اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کریں یا اس کی حمد و ثنا نہ کریں تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ مخلوق کی حمد و ثنا سے مستغنی ہے، وہ اپنی حمد و ثنا خود فرماتا ہے اور جیسی حمد و ثنا اس کی شان کے لائق ہے ایسی حمد و ثنا وہ خود ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں، نوح کی قوم اور عاد اور ثمود کی، اور ان کے بعد کے لوگوں کی جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دیئے، اور کہا جس پیغام کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں، اور بے شک جس دین کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس کے متعلق سخت شک میں مبتلا ہیں ○ (ابراھیم: ۹)

حضرت آدم تک نسب بیان کرنا درست نہیں

اس سے پہلے ہم نے بتایا تھا کہ ایام اللہ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں عطا فرمائیں یا وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عذاب نازل فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو جو نعمتیں عطا کی تھیں ان کا ذکر فرمایا تھا اور اب جن قوموں پر عذاب نازل فرمایا تھا ان کا ذکر فرمایا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر، حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد پر اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود پر۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے

Marfat.com

خطاب ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم سے خطاب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے بعد کے لوگوں کی جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب کسی کو معلوم نہیں۔ علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عدنان اور حضرت اسمٰعیل تک تیس آباء ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے کہ نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں' یعنی وہ لوگ جو کسی کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عاد اور ثمود کے بعد ایسی اقوام ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں پر رکھنے کی متعدد تفسیریں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دیئے' اس کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود' حضرت ابن زید اور ابن قتیبہ نے کہا: انہوں نے غیظ و غضب کی شدت سے اپنی انگلیاں کاٹ لیں' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ۔ (آل عمران: ۱۱۹)

اور جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصہ کی وجہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں۔

(۲) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تو وہ آپ کی بات کو رد کرنے کے لیے اور آپ کی تکذیب کرنے کے لیے اپنی انگلیاں اپنے منہ پر رکھ کر آپ کو اشارہ سے کہتے کہ آپ چپ رہیں۔

(۳) حسن نے کہا: جب رسل تبلیغ کرتے تو وہ ان کی بات کو رد کرنے کے لیے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے متعلق شک ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے اور موت کے مقرر وقت تک تم کو (عذاب سے) موخر رکھے' انہوں نے کہا تم تو محض ہماری مثل بشر ہو تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے سو تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ O (ابراھیم: ۱۰)

مشرکین اللہ کو خالق ماننے کے باوجود بت پرستی کیوں کرتے تھے!

رسولوں نے کہا کیا تمہیں اللہ کے متعلق شک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت اور بداہت عقل اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ کوئی چھوٹی سی صنعت بھی بغیر صانع کے وجود میں نہیں آتی' تو اتنی بڑی کائنات بغیر کسی بنانے والے کے کیسے وجود میں آسکتی ہے اور وہ بھی اس بات کو جانتے اور مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس کائنات کو پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (العنکبوت: ۶۱)

اور اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا' اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' پھر یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ

اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ آسمان سے کس نے پانی کو اتارا؟ پھر اس سے کس نے زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد

Marfat.com

اللّٰہُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (العنکبوت: ۶۳) اس کو زندہ کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

مشرکین مکہ اللہ کو خالق ارض و سما مانتے تھے، ان کا شرک یہ تھا کہ وہ بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے اور اس اعتقاد سے بتوں کی عبادت کرتے تھے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں گے۔ پچھلے زمانہ میں جو نیک لوگ گزرے تھے ان کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی یہاں تک تو ٹھیک تھا، لیکن ان کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے ان کی صورتوں کے از خود مجسمے بنالیے اور ان کی تعظیم و تکریم میں غلو کر کے ان کی عبادت شروع کر دی اور از خود ان کے توسل میں غلو کیا اور براہ راست ان کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا شروع کر دیا اور پھر مزید غلو کر کے ان کو خدائی کاموں میں اللہ کا شریک اور اس کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والا قرار دے دیا اور یہ تمام باتیں ان کے بڑوں اور ان کے آباء و اجداد کو شیطان نے القاء کی تھیں اور وہ نسل در نسل اس عقیدہ میں پختہ اور راسخ ہو چکے تھے اور یہ شرک ان کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ تواتر اور تسلسل سے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا تا کہ وہ اس شرک سے باز آ جائیں۔

اللہ تعالیٰ توبہ کے ساتھ اور بغیر توبہ کے بھی گناہوں کو بخش دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔ امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بغیر توبہ کے گناہوں کے بخشنے کی نوید سنائی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۷۲، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور اسی طرح کی اور آیتیں بھی ہیں:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (آل عمران: ۳۱) آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (الاحزاب: ۷۱) اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ۔ (الاحقاف: ۳۱) اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (الصف: ۱۲) تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ۔ (الرعد: ۶) بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت کرنے والا ہے۔

اس آیت کے تحت امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بغیر توبہ کے (بھی) بخش دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور بعض آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گناہ معاف فرمادیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ اور جو شخص برے کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ

Marfat.com

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○ (النساء: ۱۱۰)

سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا بہت مہربان پائے گا○

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ (النساء: ۶۴)

اور اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا تو وہ آپ کے پاس آ جائیں پھر اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کریں تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان پائیں گے○

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ○ (آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵)

اور وہ لوگ جنہوں نے بے حیائی کا کوئی کام کر لیا، یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو انہوں نے اپنے گناہوں پر استغفار کیا اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ اپنے کاموں پر عمداً اصرار نہ کریں○ ان لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والوں کی کیسی اچھی جزا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ کرنے سے بھی ان کے گناہ معاف فرماتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاعت کرنے سے بھی ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اپنے کرم اور فضل سے بغیر توبہ اور شفاعت کے بھی گناہ معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ سورہ ابراھیم کی اس زیر تفسیر آیت میں ہے:

یدعوکم لیغفرلکم من ذنوبکم۔ (ابراھیم: ۱۰) اس آیت میں من تبعیض کے لیے ہے، اس کا معنی ہے اللہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے، اور یہ وہ بعض گناہ ہیں جو کفر کے علاوہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ شرک کو نہیں بخشے گا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم جو گناہ ہو گا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا○

اس سے واضح ہو گیا کہ کفر اور شرک کے سوا جو گناہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی بخش دیتا ہے، اور اس پر واضح دلیل ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہوں کو اس کی توبہ کے بغیر معاف کر دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۹۸، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۷۰، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۵۱۵) تو مسلمان کے متعلق زیادہ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بغیر توبہ کے معاف فرما دے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بہت بڑا فضل اور کرم ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان توبہ کرنے سے غافل اور بے پرواہ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے کے بعد بھی اگر ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے تو یہ اس کا انتہائی فضل اور کرم ہے، بندوں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر اور اس کی نعمتوں کا کماحقہ شکر ادا نہ کرنے پر اس کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہیں۔ توبہ کرنے

Marfat.com

کی ترغیب میں بہت احادیث وارد ہیں، ہم چند احادیث کا ذکر کر رہے ہیں:

توبہ کرنے کی ترغیب میں احادیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے، (وہ یونہی کرتا رہے گا) حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس سے پہلے توبہ کر لے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۳)

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب کی طرف توبہ کا ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس سال یا ستر سال کی مسافت ہے۔ اللہ عزوجل نے اس دروازہ کو اس دن کھول دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور اس دروازہ کو اس وقت تک بند نہیں کرے گا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۶، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اس گناہ سے الگ ہو جاتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ وہی ران ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (المطففین: ۱۴) ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (بُرے) کاموں نے زنگ چڑھا دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۴، مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث: ۷۹۵۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۳۰، ۲۷۸۷، المستدرک ج ۲ ص ۵۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اپنی گمشدہ سواری کے مل جانے سے جتنی خوشی ہوتی ہے اللہ کو تمہاری توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم سے جس قدر ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور تم جو بُرا کام کرو اس کے بعد توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ کرو اور کھلم کھلا گناہ کی توبہ کھلم کھلا کرو۔

(المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۵۹، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۰، شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۱۷۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! بے

Marfat.com

شک تُو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امید رکھی، تم میں جو بھی گناہ تھا اس کو میں نے معاف کر دیا اور مجھے پرواہ نہیں، اے ابن آدم! اگر تُو پوری روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آیا پھر تُو نے مجھ سے ملاقات کی تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت لاؤں گا بشرطیکہ تُو نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۰)

انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں کفار کے شبہات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے کہا تم محض ہماری مثل بشر ہو، یہ کفار کا انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں ایک شبہ ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کہ تمام انسانوں کی ماہیت اور حقیقت ایک ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان ہی انسانوں میں سے ایک شخص اللہ کا رسول ہو وہ غیب پر مطلع ہو، اور وہ فرشتوں کو دیکھتا ہو اور ان کا کلام سنتا ہو اور باقی انسان ان صفات سے عاری ہوں، اور اگر یہ شخص جو رسالت کا مدعی ہے ان روحانی صفات میں عام لوگوں سے بلند اور برتر ہے تو پھر چاہیے کہ یہ جسمانی صفات میں بھی عام لوگوں سے بلند اور برتر ہو، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کھانے، پینے، فضلات کے اخراج میں، بیمار پڑنے اور ازدواجی معاملات میں یہ عام لوگوں سے بلند نہیں ہیں بلکہ ان ہی کی مثل ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں ان کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے، ان کا یہ شبہ اپنے آباء واجداد کی تقلید پر مبنی ہے یعنی انہوں نے اپنے آباء واجداد اور انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے پایا اور یہ بہت بعید ہے کہ یہ تمام پرانے لوگ غلطی پر ہوں اور اتنے کثیر لوگوں کو غلطی پر قرار دینے کی بہ نسبت یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ ایک شخص کو غلطی پر قرار دیا جائے اور ان کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ اگر تم واقعی نبی ہو تو اپنی نبوت پر وہ معجزہ پیش کرو جس کو ہم نے طلب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے ان کے رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○ (ابراھیم: ۱۱)

جن خصوصیات کی بنا پر انبیاء علیہم السلام نبی بنائے گئے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبان سے کفار کے نبوت میں شبہات کے جوابات کا ذکر فرمایا ہے، ان کا پہلا شبہ یہ تھا کہ تم ہماری ہی مثل بشر ہو پھر تم کو نبی کیونکر بنا دیا گیا، رسولوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ انسانیت اور بشریت میں مساوی اور مماثل ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ بعض انسانوں کو منصب نبوت کے ساتھ خاص کر لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل اور احسان فرماتا ہے اور اس کو منصب نبوت عطا فرماتا ہے، اور اس تقریر سے نبوت میں ان کا پہلا شبہ ساقط ہو جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ جب تک کہ انسان کی رُوح اور بدن میں علوی اور قدسی صفات نہ ہوں اس میں نبوت کا حصول ممتنع ہے، اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ جس طرح عام انسان حیوانات سے عقل کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے اسی طرح نبی عام انسانوں سے ایک خاص وصف کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے، اس میں ایک زائد قوتِ ادراک ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ امور غیبیہ کا ادراک کرتا ہے، فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے، اسی طرح جنات کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو عام انسانوں کی بہ نسبت ایک زائد قوتِ ادراک حاصل ہوتی ہے اور اسی

Marfat.com

قوت کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کو نبی بناتا ہے اس کو وہ قوت عطا فرماتا ہے۔

اور اہلسنت و جماعت کے علماء ظاہر نے یہ کہا ہے کہ نبوت کا حصول اللہ عزوجل کی عطا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے یہ مرتبہ عطا فرماتا ہے، اور یہ عطا اس پر موقوف نہیں ہے کہ کوئی انسان صفاء باطن، پاکیزگی اور تقرب الی اللہ میں دوسرے انسانوں سے ممتاز ہو اور انہوں نے سورہ ابراھیم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں انبیاء علیہم السلام نے فرمایا: ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ نبوت کی عطا اللہ تعالیٰ کا محض فضل اور اس کا احسان ہے، اور امام رازی، امام غزالی اور دیگر علماء نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے تواضع اور انکسار کی وجہ سے اس آیت میں اپنے رُوحانی اور جسمانی فضائل بیان نہیں فرمائے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے، کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرتبہ نبوت کے ساتھ اس لیے مختص کیا ہے کہ وہ ان فضائل کے ساتھ متصف تھے جن کی وجہ سے وہ ان خصوصیات کے مستحق ہوئے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. اللہ اپنی رسالت کے رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

(الانعام: ۱۲۴)

اس مضمون کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے الانعام: ۱۲۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

کافروں کے دیگر شبہات کے جوابات

کافروں کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ ان کے آباء واجداد اور بہت لوگ بُت پرستی کرتے تھے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنے کثیر لوگ اب تک غلط کہتے آرہے ہوں اور صرف یہ ایک شخص جو نبوت کا مدعی ہے وہ صحیح اور درست بات کہہ رہا ہو، اس کا جواب بھی سابق تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ غلط اور صحیح کا ادراک بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے یہ فہم اور ادراک عطا فرماتا ہے اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ شروع سے لے کر اب تک تمام کافر جو کہتے رہے تھے وہ غلط ہو اور نبی علیہ السلام نے جو فرمایا ہے وہ صحیح ہو۔

کافروں کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی نبوت پر جو دلائل اور معجزات پیش کیے ہیں ہم ان سے مطمئن نہیں ہیں، ہمیں مطمئن کرنے کے لیے وہ معجزات پیش کریں جن کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں، اس کے جواب میں انبیاء علیہم السلام نے فرمایا: اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں۔

اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو معجزہ اس لیے عطا فرماتا ہے کہ دلیل سے اس کی نبوت ثابت ہو جائے، سو اس نے ہر نبی کو ایسے دلائل اور معجزات دے کر بھیجا جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ایک بشر ان پر ایمان لے آئے، اور مجھے وحی (قرآن مجید) عطا کی گئی جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۸۱، صحیح مسلم، الایمان: ۲۳۹، (۱۵۲) ۳۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱، ۳۴۱، ۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۲۹)

سو جتنے معجزات کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو عطا فرمادیئے اور اب کفار جن فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ قدر ضروری سے زائد ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی مرضی پر موقوف ہیں وہ چاہے تو وہ معجزات عطا

Marfat.com

فرمائے اور چاہے تو عطا نہ فرمائے۔

انبیاء علیہم السلام کا کافروں کی دھمکیوں سے نہ ڈرنا

جب انبیاء علیہم السلام نے کفار کو یہ مسکت جوابات دیئے تو وہ غیظ و غضب میں آگئے جیسا کہ جاہلوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ دلائل کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ دھمکیاں دینا شروع کر دیتے ہیں، سو ان کافروں نے بھی یہی کیا جب ان سے انبیاء علیہم السلام کے ان دلائل کا جواب نہیں بن پڑا تو وہ جہالت پر اتر آئے اور انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں، پھر انبیاء علیہم السلام نے یہ کہا اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے، یعنی ہم تمہارے ڈرانے سے نہیں ڈرتے اور ہمیں تمہاری دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہمارا توکل اللہ پر ہے اور ہمارا اعتماد اللہ کے فضل پر ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ہو کہ یہ کفار ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر ان کی طرف یہ وحی نہ بھی ہوئی ہو تب بھی ان کی ارواح معرفت الٰہی سے معمور تھیں، اور ان کے قلوب عالم غیب کے انوار سے روشن تھے اور جن کی روحانیت اس قدر بلند ہو وہ جسمانی ضرر اور تکالیف کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ راحت اور رنج ہر حالت میں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں، اسی وجہ سے انہوں نے اللہ پر توکل کیا اور اس کے فضل پر اعتماد کیا اور اس کے ماسوا سے اپنی خواہشوں کو منقطع کر لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم اللہ پر توکل کیوں نہ کریں اس نے ہمیں اپنے راستوں کی ہدایت دی ہے اور تم نے جو ہمیں تکلیفیں پہنچائی ہیں ہم ان پر ضرور صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ○ (ابراھیم: ۱۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے زیادہ ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا تھا کہ کفار کی دھمکیوں کے جواب میں انبیاء علیہم السلام نے کہا تھا کہ مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ تلقین کی کہ وہ اللہ پر ہی توکل کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے میں کفار کی طرف سے جو سختیاں جھیلنی پڑیں اور جن مصائب کا سامنا ہو ان کو حوصلہ سے برداشت کریں اور اللہ پر توکل کرنے کو کسی حال میں نہ چھوڑیں۔

ان آیتوں میں کئی قسم کے انسانوں کا ذکر آگیا ہے، عام کافروں کا، کافروں کے سرداروں کا جو انہیں کفر پر قائم رہنے کی تلقین کرتے تھے، انبیاء علیہم السلام کا اور ان کے متبعین کا، ان کو ضبط کے ساتھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

(۱) عام کفار: یہ وہ لوگ ہیں جو عقائد اور اعمال کے اعتبار سے ناقص ہیں لیکن یہ دوسروں کو ناقص بنانے کی سعی نہیں کرتے، یہ فقط خود گمراہ ہیں۔

(۲) کافروں کے سردار: یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی عقائد اور اعمال کے اعتبار سے ناقص ہیں اور دوسروں کو بھی ناقص بنانے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

(۳) عام مسلمان: یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے متبع ہیں لیکن ان کی اتباع درجہ کمال کو نہیں پہنچی ہوئی، یہ عقائد اور اعمال کے اعتبار سے فی نفسہ کامل ہیں۔

(۴) اولیاء کرام: یہ لوگ عقائد اور اعمال کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے کامل ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع ہیں۔

(۵) انبیاء علیہم السلام: یہ وہ لوگ ہیں جو عقائد اور اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل ہیں اور دوسروں کو بھی

Marfat.com

درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہم نے ذکر کیا کہ یہ دوسروں کی تکمیل کرتے ہیں اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کے روحانی مدارج مختلف ہوتے ہیں اس لیے ان کی تکمیل کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں، بعض کی تکمیل سو افراد سے متجاوز نہیں ہوتی، بعض ہزاروں کی تکمیل کرتے ہیں اور بعض لاکھوں، کروڑوں اور اربوں، کھربوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ افراد کی تکمیل کی۔ جس وقت آپ کا ظہور ہوا اس وقت دنیا میں یہودی، نصرانی، مجوس اور بت پرست بکثرت تھے، اور آپ نے ان تمام گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لا کھڑا کیا، بت پرستوں کو بت شکن بنا دیا، جو تین خداؤں کو مانتے تھے ان کو موحد بنا دیا، جو صرف دنیا کی زندگی کے قائل تھے ان کو آخرت کا معتقد بنا دیا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا، کسی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری تصدیق کی گئی ہے اور بعض انبیاء ایسے ہیں جن کی ان کی امت میں سے صرف ایک فرد نے تصدیق کی۔ (صحیح مسلم، الایمان: ۳۳۰، (۱۹۶) ۴۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک صبح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: آج رات انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ مجھ پر پیش کیے گئے پس ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ان کے صرف تین امتی ہوتے، اور ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہوتی اور ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ چند افراد ہوتے اور ایک نبی گزرتے اور ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا، حتیٰ کہ میرے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام گزرے اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کا ایک ہجوم تھا، تو مجھے ان پر بہت تعجب ہوا، میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہارے بھائی حضرت موسیٰ ہیں اور ان کے ساتھ بنو اسرائیل ہیں۔ میں نے کہا پھر میری امت کہاں ہے؟ مجھ سے کہا گیا کہ اپنی دائیں جانب دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو بہت لوگ تھے جن کے چہروں نے ٹیلوں کو چھپالیا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اپنی بائیں جانب دیکھئے، میں نے دیکھا تو لوگوں کے چہروں سے آسمان کے کنارے چھپ گئے تھے، مجھ سے کہا گیا کہ اب آپ راضی ہوگئے؟ میں نے کہا ہاں اب میں راضی ہوگیا! اے میرے رب! اب میں راضی ہوں! مجھے بتایا گیا ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ستر ہزار میں سے ہو جاؤ، اگر تم اس طرح نہ کر سکو تو ان میں سے ہو جاؤ جنہوں نے ٹیلوں کو چھپالیا تھا، اگر تم ایسا نہ کر سکو تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جنہوں نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا کیونکہ میں نے دیکھا وہاں مخلوط لوگ تھے! حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان ستر ہزار میں سے کر دے، آپ نے اس کے لیے دعا کر دی، پھر ایک اور شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے! آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی، پھر ہم نے آپس میں کہا تم جانتے ہو یہ ستر ہزار کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا حتیٰ کہ یہ فوت ہو گئے! جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو گرم لوہے سے داغ لگوا کر علاج نہیں کراتے تھے اور نہ دم کراتے تھے، نہ بدفالی نکالتے تھے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے تھے۔

Marfat.com

(مسند احمد ج ۴ص ۲۵۱، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۰۶۳ عالم الکتب، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۰۶۳، دار الحدیث قاہرہ، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۳۳۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۸۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۴۱، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۰۶-۴۰۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۵۱۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۷۶۶)

اس حدیث میں جو دم کرانے اور گرم لوہے کے داغ سے علاج کرانے کی ممانعت ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب ان کو شفاء کا قطعی سبب اعتقاد کیا جائے ورنہ احادیث میں داغ لگوانے اور دم کرانے کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے

لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

دین میں داخل ہو جاؤ، پس ان کے رب نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

ہلاک کر دیں گے ○ اور ان کے بعد ہم تم کو ضرور اس ملک میں آباد کریں گے، یہ (اعلان) اس کے لیے ہے

خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ

جو میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب دینے کی خبر سے ڈرے ○ اور رسولوں نے فتح کی دعا کی اور ہر

جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ظالم ضدی ہلاک ہو گیا ○ اس کے بعد دوزخ ہے اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا ○

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

وہ اسے ایک ایک گھونٹ بھر کے مشکل سے پیے گا اور اس کو حلق سے نہیں اتار سکے گا اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیرے گی

وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ

اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے بعد ایک اور سخت عذاب ہے ○ جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ

اپنے رب کا کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہے جس پر سخت آندھی کے دن

Marfat.com

فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ

ہوا کا تیز جھونکا آئے، انہوں نے جو کچھ بھی عمل کیا ہے وہ اس پر بالکل قادر نہ ہو سکیں گے یہی

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

بہت دور کی گمراہی ہے ○ (اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ

پیدا کیا ہے وہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے ○ اور یہ اللہ

عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا

پر کوئی مشکل نہیں ہے ○ اور آخرت میں سب اللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کمزور لوگوں نے

لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا

بڑوں سے کہا ہم (دنیا میں) تمہاری پیروی کرتے تھے پس کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کو

مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ

کچھ کم کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تم کو ضرور ہدایت دیتے! ہمارے

سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾ ع

لیے برابر ہے کہ ہم فریاد کریں یا صبر کریں ہمارے لیے (عذاب سے) بالکل چھٹکارا نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، پس ان کے رب نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے ○

(ابراھیم: ۱۳)

اس وہم کا ازالہ کہ انبیاء پہلے کافروں کے دین پر تھے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے کفار کے شر اور فساد کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو کافی قرار دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر اعتماد ہے، جب انبیاء علیہم السلام نے یہ کہا تھا تو کافروں نے اور جہالت اور خباثت کا مظاہرہ کیا اور کہا ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے اولتعودن فی ملتنا اس کا معنی ہے ورنہ تم ہمارے دین میں لوٹ جاؤ، اور اس سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پہلے ان کے دین میں تھے، پھر ان کے دین سے نکل کر موحد ہو گئے، اس لیے

Marfat.com

اب کافروں نے کہا تم دوبارہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کبھی بھی کافروں کا دین اختیار نہیں کر سکتے، اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کافروں کے ملک میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے وہیں نشو ونما پائی تھی، ان کا تعلق ان ہی قبیلوں سے تھا، اور ابتداء میں انہوں نے کافروں کے دین کی مخالفت نہیں کی تھی، اس لیے کافروں نے یہ گمان کیا کہ وہ بت پرستی میں ان کے موافق ہیں اور منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد جب انہوں نے بت پرستی سے منع کیا تو کافروں نے یہ سمجھا کہ وہ ان کے دین سے نکل گئے اس لیے انہوں نے کہا ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔

(۲) اس آیت میں کافروں کے قول کو نقل فرمایا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کا قول صحیح ہو۔

(۳) اس آیت میں بہ ظاہر رسولوں سے خطاب ہے لیکن در حقیقت یہ رسولوں کے پیروکاروں سے خطاب ہے اور رسولوں کے پیروکار پہلے کافر تھے پھر وہ کفر اور شرک سے نکل کر توحید میں داخل ہوئے اس لیے کافروں نے پیروکاروں سے کہا ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم دوبارہ ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔

(۴) اس آیت میں عود صیرورت کے معنی میں ہے یعنی انہوں نے رسولوں سے کہا ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے تم ہمارے دین داخل ہو جاؤ، ہم نے اس اعتبار سے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

(۵) اس آیت کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ جس طرح تم پہلے ہمارے دین کی مخالفت نہیں کرتے تھے اور بت پرستی کی مذمت نہیں کرتے تھے اسی طریقہ پر لوٹ جاؤ۔

جب کافروں نے انبیاء علیہم السلام کو یہ دھمکی دی تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ وحی فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ظالم سے اپنا بدلہ نہ لے اور اس کے ظلم پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے بدلہ لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے صبر کی جزا دینے کے لیے ان کو یہ نوید سنائی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے بعد ہم تم کو ضرور اس ملک میں آباد کریں گے یہ (اعلان) اس کے لیے ہے جو میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب دینے کی خبر سے ڈرے ○ (ابراھیم: ۱۴)

فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے ملک میں آباد کرنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے کافروں کے خلاف نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، جب رسولوں کی امتیں کفر میں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے رسولوں کو ایذا پہنچانے کی دھمکیاں دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی امتوں میں سے کافروں کو ہلاک کر دے گا اور ان کی اور ان کے متبعین کی نصرت فرمائے گا، اور در حقیقت یہ مشرکین مکہ کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی اور کفر سے باز نہ آئے تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی امتوں کے کافروں کا ہوا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان، ثابت قدمی اور دل جمعی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں اور آپ کو یہ حکم دیا کہ جیسے انبیاء سابقین نے اپنی امتوں کے کافروں کی زیادتیوں اور ان کے مظالم پر صبر کیا سو آپ بھی اپنی امت کے کافروں کے مظالم پر صبر کریں انجام کار اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہلاک کر دے گا اور آپ کو فتح اور نصرت عطا فرمائے گا، اس سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان کے بعد ہم تم کو ضرور اس ملک میں آباد کر دیں گے، زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کافروں سے ملک لے کر مسلمانوں کو اس میں آباد کر دیتا ہے جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا۔ (الاعراف: ۱۳۷)

جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا ہم نے ان کو مشرق اور مغرب کی اس سرزمین کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا۔ (الاحزاب: ۲۷)

(اے مسلمانو!) اللہ نے ان کے ملک اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا تمہیں وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی وارث کر دیا جس پر ابھی تم نے قدم نہیں رکھے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۵)

اور بے شک (نصیحت کے) ذکر کے بعد ہم نے زبور میں یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ۝

اس کے بعد فرمایا ہم نے جو یہ وحی کی ہے کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور مومنوں کو ان کے ملک میں آباد کر دیں گے یہ بشارت ہر اس شخص کے لیے ثابت ہے جو حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کی جو خبر دی ہے اس سے خائف ہو اور جن چیزوں سے میں نے منع کیا ہے ان سے باز رہتا ہو اور میرے احکام کی اطاعت کرتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رسولوں نے فتح کی دعا کی اور ہر ظالم ضدی ہلاک ہو گیا ۝ اس کے بعد دوزخ ہے اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا ۝ وہ اسے ایک ایک گھونٹ بھر کے مشکل سے پیے گا اور اس کو حلق سے نہیں اتار سکے گا اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیر لے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے بعد ایک اور سخت عذاب ہے ۝ (ابراھیم: ۱۷)

جبار اور عنید کا معنی

رسولوں نے اپنی امتوں کے کافروں اور اپنے دشمنوں کے خلاف دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو کافروں کے خلاف فتح عطا فرمائے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝ (الاعراف: ۸۹)

اے ہمارے رب! ہمارے اور ہمارے مخالف لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ۝

اور جب کہ اس دعا کا نتیجہ یہ تھا کہ فتح اور نصرت انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے لیے ہو اور ناکامی، نامرادی، نقصان اور ہلاکت کفار اور مشرکین کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر جبار اور عنید ناکام اور نامراد ہو گیا۔

جبار کا لفظ جبر سے بنا ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، جبر کا معنی ہے زبردستی سے کسی چیز کی اصلاح کرنا، انسانوں میں جبار اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی منصب کا اہل نہ ہو۔ اور تکلف اور زبردستی سے اس منصب پر قابض ہو اور اس اعتبار سے جبار کا استعمال مذموم عمل میں ہوتا ہے اور کبھی جبار اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کا کسی پر زور اور دباؤ ہو جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ (ق: ۴۵)

آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو نہیں ہیں۔

جبار اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے بھی ہے، اور یہاں جبار کا معنی ہے لوگوں کے نقصانات پورے کرنے والا اور ان کی

Marfat.com

اصلاح کرنے والا، جبار کا ایک اور معنی ہے جبر کرنے والا، اور اس معنی کے لحاظ سے جبار اللہ تعالیٰ کی اس لیے صفت ہے کہ اس نے اس نظام کائنات کو جبر سے اپنے تابع اور مسخر کیا ہوا ہے اور یہ تمام کائنات مجبوراً اس کی اطاعت کر رہی ہے اور انسان بھی قضاء و قدر سے مجبور ہے، امور تشریعیہ میں انسان مختار ہے اور امور تکوینیہ میں انسان مجبور ہے، مثلاً اپنے وقت پر پیدا ہونے میں اور اپنے وقت پر مرنے میں انسان مجبور ہے، سورج، چاند، اور ستارے اپنے وقت پر طلوع اور غروب میں مجبور ہیں اور ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کام مقرر فرمادیا ہے وہ اس کام میں مجبور ہے اور جبر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جبار کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور انسانوں کے لیے جبار کا لفظ مذمت ہے، جیسا کہ متکبر اللہ کے لیے حمد ہے اور مخلوق کے لیے مذمت ہے۔ اس آیت میں جبار سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اور شریف انسانوں پر دھونس اور دباؤ ڈالے اور دھونس اور دباؤ کے ذریعہ حق سے انحراف کرے اور اللہ کی اطاعت کرنے اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھے۔

عنید کے معنی ہیں عناد رکھنے والا، مخالف اور ضدی شخص، علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے عنید وہ شخص ہے جو ان چیزوں پر اتراتا ہو جو اس کے پاس ہیں، بعض علماء نے کہا ہے عنید وہ شخص ہے جو حق کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود اس کا انکار کرتا ہو، اور بعض نے کہا ہے کہ صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے کو عنید کہتے ہیں، اس آیت میں بھی عنید کا یہی معنی مراد ہے، قرآن مجید میں ہے،

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝ (ق: ۲۵-۲۴)

ہر بڑے ناشکرے، حق کے مخالف کو جہنم میں ڈال دو ۝ جو نیکی سے بہت منع کرنے والا، حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہے ۝

وراء کا معنی

اس کے بعد فرمایا من ورائه جهنم، وراء کا معنی پیچھے ہے، لیکن مفسرین نے کہا یہاں اس کا معنی آگے ہے، کیونکہ جو چیز ایک اعتبار سے پیچھے ہو وہ دوسرے اعتبار سے آگے ہوتی ہے مثلاً امام محراب اور مسجد کی دیوار کے پیچھے ہوتا ہے اور مقتدیوں کے آگے ہوتا ہے اس لیے آگے اور پیچھے ہونا ایک اضافی معنی ہے قرآن مجید میں وراء کا لفظ آگے کے لیے بھی مستعمل ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ (الکھف: ۷۹)

ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

لہٰذا اس آیت کا معنی ہوگا کہ اس ظالم کے آگے دوزخ ہے۔ علامہ قرطبی نے اس کا معنی بعد کیا ہے ہم نے بھی ان کی اتباع کی ہے یعنی اس کافر نے ہلاک ہونے کے بعد جہنم میں جانا ہے۔

دوزخ کے پانی کی کیفیت

اس کے بعد فرمایا: اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا ۝ یعنی دوزخ میں صرف پیپ کا پانی ہوگا اس سے مراد وہ پانی ہے جو اہل دوزخ کی کھالوں اور ان کے گوشت سے بہتا ہوا نکلے گا وہ خون اور پیپ سے مخلوط ہوگا اور یہ سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی ہوگا قرآن مجید میں ہے:

هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ۔ (ص: ۵۷)

یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے اس کو چکھیں۔

Marfat.com

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراھیم: ۱۶ کی تفسیر میں فرمایا: وہ پانی اس کے مونہہ کے قریب لایا جائے گا سو وہ اس کو ناپسند کرے گا جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر جائے گی اور جب وہ اس کو پیئے گا تو وہ پانی اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا، حتیٰ کہ اس کی انتڑیاں اس کی سرین سے نکل جائیں گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد: ۱۵)
ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ۔ (الکھف: ۲۹)
اور اگر وہ (پیاس کی وجہ سے) فریاد کریں تو اس پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلتے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا سو وہ کیسا برا پینا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۶۰)

دوزخیوں کے عذاب کی کیفیت اور ان پر موت کا نہ آنا

اس کے بعد فرمایا: اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیرے گی اور وہ مرے گا نہیں۔

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) عطا نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا اس کے جسم کے ہر بال سے موت اس کو گھیر لے گی، سفیان ثوری نے کہا اس کی ہر رگ سے اس کو موت گھیر لے گی، ابن جریج نے کہا اس کی روح اس کے نرخرہ پر پہنچ کر رک جائے گی اور اس کے منہ سے نہیں نکلے گی حتیٰ کہ وہ مر جائے اور نہ واپس جائے گی تاکہ اس کو راحت ملے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ موت اس کو ہر جہت سے گھیر لے گی، اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے۔

(۳) اخفش نے کہا دوزخ میں کافر پر جو مصائب اور بلائیں آئیں گی ان کو موت سے تعبیر فرمایا ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۳۵۴۔ ۳۵۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دوسرے قول کی تائید میں یہ آیت ہے:

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ۔ (الزمر: ۱۶)
ان کے لیے ان کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی) آگ کے بادل ہوں گے۔

ابراھیم التیمی نے کہا ان کے جسم کے روئیں روئیں میں موت سرایت کر جائے گی کیونکہ ان کو جسم میں ہر جگہ شدید تکلیف ہو رہی ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ ان کے ہر ہر عضو میں کسی نہ کسی قسم کا عذاب پہنچ رہا ہوگا، اگر ایک لمحہ میں اس پر ستر مرتبہ بھی موت آجاتی تو یہ اس پر آسان ہوتا، اس کو سانپ بھنبھوڑ رہے ہوں گے، بچھو ڈنک لگا رہے ہوں گے، آگ جلا کر سیاہ کر رہی ہوگی، پیروں میں بیڑیاں ہوں گی، گلے میں طوق ہوگا، زنجیروں سے جکڑا ہوا ہوگا، کھانے کے لیے زقوم کا درخت پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور ان گنت قسم کے عذاب ہوں گے، جب کافر دوزخ میں پانی مانگے گا تو پانی دیکھ کر ہی اس کو موت نظر آئے گی، جب وہ پانی اس کے قریب ہوگا اور اس کی تپش سے وہ جلنے لگے گا تو اس کو پھر موت نظر آئے گی اور جب وہ اس پانی کو پیے گا جس سے اس کا مونہہ جل جائے گا، انتڑیاں کٹ جائیں گی تو یہ اس کو ایک اور موت معلوم ہوگی اس لیے فرمایا

Marfat.com

اس کو ہر جانب سے موت گھیر لے گی لیکن وہ مرے گا نہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں طرح طرح کے درد پیدا کر دے گا جن میں سے ہر درد میں اس کو موت کا مزہ آئے گا، لیکن وہ مرے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۔ (فاطر: ۳۶)

کافروں کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب کو کم کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت سے کہا جائے گا، ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے، اور دوزخ والوں سے کہا جائے گا اے دوزخ والو! ہمیشہ رہنا ہے، موت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۵۴۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۵۱۶، عالم الکتب، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنت والے، جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا حتیٰ کہ اسے جنت کے اور دوزخ کے درمیان میں رکھ دیا جائے گا پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا اے جنت والو! موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! موت نہیں ہے، پھر جنت والوں کی خوشی بہت بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کا غم بہت زیادہ ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۱۳۸)

عذاب غلیظ کا معنی

اس کے بعد فرمایا: اور اس کے بعد ایک اور سخت عذاب ہے، قرآن مجید میں ہے ایک اور عذاب غلیظ ہے یعنی بہت شدید عذاب ہے جو مسلسل ہے ایک قسم کے درد کے بعد دوسرا درد اس کے متصل شروع ہو جاتا ہے اور وہ بہت سخت ہے۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے اس عذاب غلیظ کی کچھ وضاحت ہوتی ہے:

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ (الصّٰفّٰت: ۶۲-۶۸)

کیا یہ (جنت کی) مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت ○ بے شک ہم نے اس (زقوم) کو ظالموں کے لیے عذاب بنایا ہے ○ بے شک وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے ○ اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں ○ سو بے شک وہ اس سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے ○ پھر بے شک ان کے لیے اس پر (پیپ کا) ملا ہوا سخت گرم پانی ہوگا ○ پھر بے شک ان کا ضرور دوزخ کی طرف لوٹنا ہو گا ○

بعض علماء نے کہا ہے عذاب غلیظ کا معنی ہے غیر منقطع اور غیر متناہی عذاب یا ایسا عذاب جو ہر بعد والی ساعت میں پہلی ساعت سے زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

بے شک زقوم کا درخت ○ گناہ گاروں کا کھانا ہے ○ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا ○ جس طرح کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے ○ اسے پکڑو، پھر زور سے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط تک لے جاؤ ○ پھر اس کے سر کے اوپر

Marfat.com

الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ (الدخان: ۴۹-۴۳)

کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو ۝ لے چکھ! بے شک تو بڑا ہی معزز مکرم ہے ۝

وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝ وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ ۝ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۝ (الواقعہ: ۴۴-۴۱)

اور بائیں طرف والے، کیسے برے ہیں بائیں طرف والے ۝ (دوزخ کی) جلانے والی آگ اور دھوئیں کے سائے میں ہوں گے ۝ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ سود مند ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہے جس پر سخت آندھی کے دن ہوا کا تیز جھونکا آئے، انہوں نے جو کچھ بھی عمل کیا ہے وہ اس پر بالکل قادر نہ ہو سکیں گے یہی بہت دور کی گمراہی ہے ۝ (اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے ۝ اور یہ اللہ پر کوئی مشکل نہیں ہے ۝ (ابراہیم: ۲۰-۱۸)

کفار کے اعمال کی راکھ کے ساتھ وجہ مشابہت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کفار کے انواع واقسام کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا، اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ان کے تمام اعمال ضائع ہو چکے ہیں اور وہ آخرت میں ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکیں گے اور اس وقت ان کا مکمل نقصان ظاہر ہو جائے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے خیال میں جو کچھ بھی نیک اعمال کیے تھے وہ آخرت میں باطل ہو چکے ہوں گے اور یہی مکمل نقصان ہے۔

کفار کے اعمال اور اس مثال میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا لے جاتی ہے اور اس راکھ کے اجزاء اور ذرات متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں اور اس راکھ کا کوئی اثر اور کوئی نشان اور اس کی کوئی خبر باقی نہیں رہتی اسی طرح ان کے کفر نے ان کے تمام اعمال کو باطل کر دیا اور ان کے کسی عمل کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہا۔

ان کے ان اعمال سے مراد ہے وہ اعمال جو انہوں نے اپنے زعم میں نیکی کی نیت سے کیے تھے، مثلاً صدقہ اور خیرات، رشتہ داروں سے حسن سلوک اور بھوکوں کو کھانا کھلانا، غلاموں کو آزاد کرنا اور مہمانوں اور مسافروں کی تعظیم و توقیر کرنا، ان کے کفر کی وجہ سے یہ تمام اعمال باطل ہو گئے اور اگر انہوں نے کفر نہ کیا ہوتا تو وہ ان اعمال سے فائدہ اٹھاتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان اعمال سے مراد ہو ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور انہوں نے نجات کی توقع پر جو سخت مشقت والے کام کیے تھے اور ان کے نقصان کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑے عرصہ تک یہ مشقت والے کام کیے تاکہ آخرت میں ان کا نفع حاصل ہو لیکن انجام کار ان کے لیے یہ کام باعث عذاب بن گئے۔

تمام مخلوق کی پیدائش مبنی بر حکمت ہے

اس مثال کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہ بتایا کہ ان کے اعمال ضائع ہوئے ہیں تو اس آیت میں یہ بتایا کہ اس بطلان اور ضیاع کی وجہ ان کا کفر ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اس کی عبادت سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ مخلصین کے اعمال ضائع نہیں فرماتا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور اس نے اس جہان میں ہر چیز حکمت کے موافق پیدا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے یعنی اس نے کسی چیز کو باطل اور بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا ہر چیز کی خلقت کسی حکمت بالغہ پر مبنی ہے اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کے وجود

Marfat.com

اور اس کی قدرت اور اس کی وحدانیت اور اس کے استحقاق عبادت پر دلالت کرتے ہیں۔
پھر فرمایا اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق لے آئے، یعنی جو آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اس بات پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے کہ وہ ایک قوم کو فنا کردے اور اس کی جگہ دوسری قوم کو پیدا کردے کیونکہ جو کسی مشکل اور سخت چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہو وہ سہل اور آسان چیز کے پیدا کرنے پر بہ درجہ اولیٰ قادر ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں کفار مکہ کے ساتھ خطاب ہے کہ اے کفار کی جماعت! میں تم کو مار کر تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کردوں گا جو میری فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوگی، پھر فرمایا کہ یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمینوں جیسی عظیم مخلوق پیدا کرچکا ہے اس کے لیے تمہیں مار کر تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آخرت میں سب اللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کمزور لوگوں نے بڑوں سے کہا: ہم (دنیا میں) تمہاری پیروی کرتے تھے پس کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کو کچھ کم کرسکتے ہو؟ انہوں نے کہا اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تم کو ضرور ہدایت دیتے! ہمارے لیے برابر ہے کہ ہم فریاد کریں یا صبر کریں ہمارے لیے (عذاب سے) بالکل چھٹکارا نہیں ہے ○ (ابراھیم: ۲۱)

برزوا کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: برز، بروز سے بنا ہے، براز کھلے میدان کو کہتے ہیں، بروز کا معنی ظہور ہے، یا تو کوئی چیز ازخود ظاہر ہوجائے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً۔ (الکھف: ۴۷) آپ دیکھیں گے کہ زمین کھلا ہوا میدان ہے۔

اس آیت میں زمین کا صاف طور پر کھلا ہوا ہونا مراد ہے کیونکہ اس دن زمین کی تمام عمارتیں اور زمین پر رہنے والے تمام لوگ فنا ہوچکے ہوں گے اور اس کے بعد حشر شروع ہوگا، بروز کے معنی میں یہ بھی شامل ہے کہ جو چیز پہلے چھپی ہوئی ہو وہ ظاہر ہوجائے، اسی وجہ سے جو شخص میدان جنگ میں صف سے نکل کر دشمن کو مقابلہ کے لیے للکارے اس کو مبارز کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ۔ (آل عمران: ۱۵۴) جن لوگوں کا قتل ہونا مقدر کردیا گیا ہے وہ اپنے اپنے مقتل کی طرف ضرور ظاہر ہوں گے۔

جس جگہ قضاء حاجت کی جاتی ہے اس جگہ کو بھی براز کہتے ہیں اور جو چیز قضاء حاجت کے وقت نکلتی ہے اس کو بھی براز اس لیے کہتے ہیں کہ ایک چھپی ہوئی چیز ظاہر ہوجاتی ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۵۵-۵۴، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

بروز کے معنی پر ایک اعتراض کا جواب

اگرچہ سب لوگ حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے لیکن چونکہ ایسا ہونا یقینی ہے اس لیے ماضی کے صیغہ سے فرمایا اور آخرت میں سب لوگ پیش ہوئے، نیز جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ جو چیز پہلے چھپی ہوئی ہو اور وہ پھر ظاہر ہو جائے تو اس کو براز یا بروز کہتے ہیں، حشر کے دن جو کفار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اس کو برزوا فرمایا ہے، اب اس پر یہ اعتراض ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ سے تو چھپے ہوئے نہ تھے تو پھر ان کے پیش ہونے کو برزوا کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ کفار فحش اور بے حیائی کے کام لوگوں سے چھپ کر کرتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ کام اللہ تعالیٰ سے بھی مخفی ہیں لیکن

Marfat.com

قیامت کے دن ان پر یہ منکشف ہوگا کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ تھے نہ ان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ سے مخفی تھا، خلاصہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہٖ مخفی نہ تھے بلکہ اپنے زعم میں مخفی تھے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے، دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ پہلے قبروں میں چھپے ہوئے تھے پھر قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○ (الطارق: ۱۰-۹)

جس دن سینوں کی چھپی ہوئی باتیں ظاہر کردی جائیں گی، سو اس دن اس کی کوئی طاقت نہ ہوگی نہ کوئی مددگار ہوگا۔

اس دن لوگوں کا باطن دوسروں پر ظاہر ہو جائے گا اور ان کے جو افعال اور احوال مخفی تھے وہ سب پر منکشف ہو جائیں گے، جو انسان نیکوں میں سے ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پاکیزہ صفات، روشن چہرے اور صاف روح کے ساتھ پیش ہوگا اور اس کے لیے نور جلال کی تجلیات ظاہر ہوں گی، اور اس کی عظمت کو واضح کیا جائے گا اور جو انسان بدکاروں میں سے ہوگا وہ انتہائی شرمندگی، روسیاہی اور رسوائی کے ساتھ پیش ہوگا، اور اس دن عام بت پرست اپنے سرداروں سے کہیں گے کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب میں کچھ کمی کرا سکتے ہو یا اس عذاب کو ہم سے دور کر سکتے ہو، ہم تو تمہاری اتباع اور پیروی میں بتوں کی پرستش کرتے تھے، پھر ان کے سردار انتہائی عجز، ذلت اور رسوائی کے ساتھ کہیں گے، خواہ ہم روئیں یا صبر کریں ہماری عذاب سے نجات نہیں ہو سکتی، اور بت پرستوں کا اپنی عاجزی کا اعتراف کرنا ان کی ذلت اور رسوائی کو ظاہر کرے گا اور اس آیت سے مقصود ان کی ندامت، شرمندگی اور رسوائی کو ظاہر کرنا ہے اور دیگر جسمانی عذاب کے علاوہ یہ ان کے لیے نفسیاتی اور روحانی عذاب ہوگا۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بعض دوزخی، بعض سے کہیں گے کہ جنتی لوگ اللہ کی بارگاہ میں رونے اور فریاد کرنے کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہیں آؤ ہم مل کر روئیں اور فریاد کریں شاید ہمیں جنت مل جائے، وہ روتے اور فریاد کرتے رہیں گے، پھر جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے رونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو وہ کہیں گے جنتی لوگ مصائب پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہیں آؤ ہم صبر کرتے ہیں پھر وہ صبر کریں گے لیکن اس پر بھی کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا پھر وہ کہیں گے کہ خواہ ہم روئیں یا صبر کریں ہم کو عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۶۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ نے کافروں کو ہدایت نہیں دی تو کفر میں ان کا کیا قصور ہے؟

اس آیت میں ذکر ہے کہ کافروں کے سردار کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تم کو ضرور ہدایت دیتے! اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافروں نے بت پرستی کی تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی ہدایت نہیں دی تھی! اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسی چیز کو پیدا کرتا ہے جس کا بندہ ارادہ کرتا ہے، جو ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور جو گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے گمراہی پیدا کر دیتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت پیدا نہیں کی لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہدایت کے حصول کا ارادہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے، معجزات نازل کیے، کتابیں اور صحائف اتارے، کائنات کے چپہ چپہ میں اپنی الوہیت کی نشانیاں رکھیں اس کے باوجود انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ کی آیات کا انکار کیا، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دینے کے اسباب مہیا کیے تھے لیکن وہ خود ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے والے نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کا کیا جواز ہے! اس آیت کی یہ

Marfat.com

تاویل بھی کی گئی ہے کہ جب عام کفار اپنے سرداروں سے کہیں گے کیا تم ہمارے عذاب میں کمی کرا سکتے ہو یا ہمیں عذاب سے نجات دلوا سکتے ہو تو وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں جنت کی طرف ہدایت دے گا تو ہم تمہیں بھی جنت کی طرف ہدایت دیں گے یا اگر اللہ ہمیں عذاب سے نجات دے گا تو ہم تمہیں بھی عذاب سے نجات دے دیں گے۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ

جب حشر کی کارروائی پوری ہو گئی تو شیطان نے کہا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق

الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

وعدہ تھا، اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا، اور میرا تم پر کوئی غلبہ

سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کر لی، سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ

اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو، تم نے

كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ

مجھے جو (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کر چکا ہوں، بے شک ظالموں کے لیے ہی

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دردناک عذاب ہے ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اپنے رب کے اذن سے ان میں ہمیشہ رہنے والے

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً

ہیں اور ایک دوسرے سے ان کا کہنا ہو گا: سلام ہو ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (بات) کی کیسی

طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

مثال بیان فرمائی وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں

Marfat.com

تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثال بیان

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک

خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰهُ

درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اس کے لیے بالکل ثبات نہیں ○ اللہ ایمان والوں کو

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ

دنیا میں (بھی) مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)

وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙۛ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع ۴ / ۱۶ / ۱۲

اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب حشر کی کارروائی پوری ہوگئی تو شیطان نے کہا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا' اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا' اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی' پس تم نے میری دعوت قبول کرلی' سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو' تم نے مجھے جو (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کرچکا ہوں' بے شک ظالموں کے لیے ہی دردناک عذاب ہے ○ (ابراھیم: ۲۲)

مستقبل میں ہونے والے مکالمے کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ کا ذکر فرمایا تھا جو کافر سرداروں اور ان کے پیروکاروں کے درمیان ہوگا اور اس آیت میں اس مناظرہ کا ذکر فرمایا ہے جو شیطان اور عام انسانوں کے درمیان ہوگا۔

اس آیت میں فرمایا ہے جب حساب کتاب ہوچکا تو شیطان نے کہا الخ' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو قیامت آئی ہے نہ حشر کا میدان قائم ہوا ہے اور شیطان کا انسانوں کے ساتھ یہ مکالمہ تو قیامت کے بعد ہوگا' تو بظاہر یوں فرمانا چاہیے تھا جب حساب کتاب ہوچکے گا تو شیطان لوگوں سے کہے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ ماضی کا صیغہ کسی چیز کے تحقق وقوع پر دلالت کرتا ہے اس لیے جو چیز مستقبل میں یقینی اور حتمی طور پر ہونی ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تاکہ ماضی کا صیغہ اس کے تحقق وقوع پر دلالت کرے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے واقع ہونے کی خبر دی ہے اس کا وقوع صادق اور برحق ہے' اور گویا کہ وہ چیز واقع ہوچکی ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے:

Marfat.com

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ (الاعراف: ۵۰) اور دوزخ والوں نے جنت والوں کو آواز دی۔

حالانکہ یہ واقعہ حساب کتاب بلکہ جنت اور دوزخ میں دخول کے بعد ہوگا' اور اسی طرح اس سے پہلی آیت میں تھا:

وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ جَمِيۡعًا۔ (ابراھیم: ۲۱) اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوئے۔

حالانکہ سب لوگ قیامت کے بعد حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے' لیکن چونکہ سب لوگوں کا اللہ کے سامنے پیش ہونا یقینی امر ہے اس لیے اس کے تحقق وقوع پر متنبہ کرنے کے لیے اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر فرمایا۔

لما قضی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لما قضی الامر جب کام پورا ہوگیا' اس کی تفسیر میں مفسرین کے کئی قول ہیں' ایک قول یہ ہے: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے اس وقت شیطان دوزخ میں کھڑا ہو کر دوزخیوں سے خطاب کرے گا' دوسرا قول یہ ہے کہ جب حساب کتاب ختم ہوگیا اور پہلا قول زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ محشر میں لوگوں کا آخری معاملہ یہ ہوگا کہ نیکو کار جنت میں پہنچ جائیں گے اور کفار دوزخ میں پہنچ جائیں گے اس کے بعد ہر ایک اپنی اپنی جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا' تیسرا قول یہ ہے کہ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ ایمان والوں سے جن لوگوں نے گناہ کبیرہ کیے اور وہ بغیر توبہ کے مر گئے اور ان کو شفاعت نصیب نہیں ہوئی نہ وہ خصوصی فضل سے بخشے گئے ان کو دوزخ میں تطہیر کے لیے عارضی عذاب دیا جائے گا' پھر شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور اس وقت حشر کی تمام کارروائی پوری ہو جائے گی' تمام مومنین جنت میں پہنچ جائیں گے اور تمام کفار دوزخ میں ہوں گے۔ اس وقت شیطان دوزخیوں سے کہے گا۔

شیطان سے مراد ابلیس ہونا

ہرچند کہ شیطان کا لفظ شیطان کے تمام افراد کو شامل ہے لیکن اس آیت میں شیطان سے مراد ابلیس ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں یہ قیامت کے دن ابلیس کا قول ہے وہ کہے گا کہ نہ تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو نہ میں تمہیں نفع پہنچا سکتا ہوں اور تم نے اس سے پہلے جو مجھے شریک بنایا تھا اور میری عبادت کی تھی میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۶۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور ان کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا' تو مومنین کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر کے فارغ ہو چکا ہے' پس ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت کون کرے گا؟ چلو حضرت آدم کے پاس چلیں وہ ہمارے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان سے کلام کیا' پس وہ حضرت آدم کے پاس جا کر ان سے کلام کریں گے اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے' وہ کہیں گے تم نوح کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح کے پاس جائیں گے' وہ ان کی حضرت ابراھیم کی طرف رہنمائی کریں گے۔ وہ حضرت ابراھیم کے پاس جائیں گے وہ ان کی حضرت موسیٰ کی طرف رہنمائی کریں گے۔ وہ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ ان کی حضرت عیسیٰ کی طرف رہنمائی کریں گے' پھر وہ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے میں نبی امی کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں' پھر وہ میرے پاس آئیں گے' پھر اللہ تعالیٰ مجھے کھڑے ہونے کی اجازت دے گا' اور وہ مجلس اتنی پاکیزہ خوشبو سے معطر ہو جائے گی کہ اس سے پہلے کسی نے

Marfat.com

ایسی خوشبو نہ سونگھی ہوگی۔ پھر میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا، پس اللہ میری شفاعت قبول فرمائے گا، اور میرے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں تک کو منور کر دے گا، پھر کفار کہیں گے کہ مومنوں نے تو اپنے شفاعت کرنے والے کو پالیا ہمارے لیے شفاعت کون کرے گا! پھر وہ کہیں گے کہ وہ ابلیس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ جس نے ہمیں گمراہ کیا تھا، پھر وہ اس کے پاس جا کر کہیں گے مومنوں نے تو اپنے شفاعت کرنے والے کو پالیا، اب اٹھو تم ہماری شفاعت کرو، کیونکہ تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گا تو اس مجلس میں اتنی سخت بدبُو پھیل جائے گی کہ ایسی بدبُو کسی نے کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ ان کو جہنم میں لائے گا اور اس وقت کہے گا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کے خلاف کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۳۲۱-۳۲۰، رقم الحدیث: ۸۸۷، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۶۴۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۲۴۵، الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۱۱، التذکرہ ج ۱ ص ۳۸۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۵، روح المعانی جز ۱۳ ص ۳۰۱)

اللہ کا وعدہ اور ابلیس کا وعدہ

ابلیس نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ وعدہ برحق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں اور بُرے کاموں سے بچنے والوں اور نیک کاموں کے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کافروں اور بدکاروں کو آخرت میں عذاب دے گا اور ان کو دوزخ میں داخل فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ سچا کر دیا اور مومنین اور نیک عمل کرنے والے جنت میں داخل ہو گئے اور کافر اور بدکار دوزخ میں داخل ہو گئے اور میں نے جو وعدہ کیا تھا کہ نہ قیامت قائم ہوگی، نہ لوگ مر کر دوبارہ زندہ ہوں گے نہ حشر ہوگا نہ حساب و کتاب ہوگا نہ جنت ہوگی نہ دوزخ ہوگی سو میرا وعدہ جھوٹا ہو گیا کیونکہ وہ تمام امور واقع ہو گئے جن کی میں نے تکذیب کی تھی۔

شیطان نے جو سلطان کی نفی کی اس کے دو محمل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ قول نقل فرمایا: اور میری تم پر کوئی سلطان نہ تھی، سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کرلی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔

سلطان کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے حجت اور دلیل اور دوسرا معنی ہے تسلط اور غلبہ یعنی زبردستی اور جبر سے کسی سے کوئی کام کرا دینا۔ اگر شیطان کی سلطان سے مراد حجت اور دلیل ہو تو اس کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ میرا کام تو تم کو صرف دعوت دینا اور وسوسہ ڈالنا تھا، تم اللہ تعالیٰ کے دلائل سن چکے اور انبیاء علیہم السلام کے آنے کا مشاہدہ کر چکے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے صدق اور ان کے برحق ہونے پر معجزات کا مشاہدہ کر چکے تھے، تم پر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کی تلاوت بھی کی گئی تھی تو تم پر واجب تھا کہ تم میری باتوں کے دھوکے میں نہ آتے اور میری دعوت اور میرے وسوسہ کی طرف توجہ نہ کرتے اور جب کہ تم نے ان مضبوط اور قوی دلائل کے مقابلہ میں میری باتوں کو ترجیح دی، تو پھر تم ملامت کے لائق ہو، تم دیکھ رہے تھے کہ میرے وسوسوں اور میری باتوں پر کوئی حجت اور برہان نہ تھی، میں نے بغیر کسی دلیل کے تم کو شرک اور کفر پر اکسایا اور گناہوں پر برانگیختہ کیا اور تم نے میری بے دلیل باتوں کو مان لیا اور انبیاء علیہم السلام نے براہین اور دلائل کے ساتھ جو کہا تھا اس کو مسترد کر دیا تو پھر تم ہی لائق مذمت ہو نہ کہ میں!

اور اگر سلطان کا معنی تسلط اور غلبہ ہو یعنی ایسی طاقت جس کے ذریعہ زبردستی کسی سے کوئی کام کرایا جا سکے تو مطلب

Marfat.com

ہو گا میں تو صرف تم کو بلاتا تھا اور تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالتا تھا، تم نے اپنی خوشی سے میرے وسوسوں کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور انبیاء علیہم السلام کے پیغامات کو مسترد کر دیا، میں نے جبراً اور زبردستی تم سے یہ کام نہیں کرائے کیونکہ مجھے تم پر کوئی تسلط اور غلبہ حاصل نہیں تھا، تم نے اپنی خوشی سے میرے کہنے پر عمل کیا ہے لہٰذا اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔

بُرے کاموں کے ارتکاب پر شیطان کے بجائے خود کو مطعون کیا جائے

جب آدمی کسی کام کو کرتا ہے یا کسی کام کو ترک کرتا ہے تو اس سے پہلے چند امور ضروری ہیں۔ کسی کام کو کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے اس کام کا تصور اور علم ہو، پھر اس کام کو کرنے یا اس چیز کو حاصل کرنے کا شوق ہو پھر وہ اس کام کو کرنے کا پختہ ارادہ کرے، اس کے بعد وہ اس کام کو کر گزرتا ہے، اور کسی کام کو ترک کرنے کے لیے بھی پہلے اس کام کا تصور ضروری ہے، پھر اس کو یہ علم ہو کہ اس کام میں فلاں نقصان یا فلاں خطرہ ہے پھر وہ اس کام کو ترک کرنے کا پختہ ارادہ کرے اور اس کے بعد وہ اس کام کو ترک کر دے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ شیطان انسان کے ذہن میں یہ خیال ڈالے کہ فلاں جگہ آسانی سے چوری کی جاسکتی ہے، پھر اس کو چوری کی طرف راغب کرے کہ اس کے پاس اپنی ضروریات کے لیے پیسے نہیں ہیں، اس کی جائز آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اگر اس چوری سے مال حاصل کر لیا تو اس کی فلاں فلاں ضروریات پوری ہو جائیں گی اور بہت سی آسائشیں حاصل ہو جائیں گی، جس کا مال چرانا ہے اسے کیا فرق پڑے گا وہ تو بہت امیر آدمی ہے، کوئی جرم اسی وقت جرم کہلاتا ہے جب وہ ظاہر ہو جائے اور جو کام ظاہر نہ ہو اس کو کون جرم کہے گا، وہاں چوری کرنے کے ایسے مواقع ہیں کہ کسی کو پتا نہیں چل سکتا، ایسا موقع زندگی میں بار بار نہیں آتا۔ شیطان اس قسم کی ترغیبات انسان کے ذہن میں ڈالتا رہتا ہے حتیٰ کہ کچھ پس و پیش کے بعد انسان وہاں چوری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے اور جب وہ عزم صمیم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح جو انسان مثلاً حج کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے شیطان اس کو سفر کے خطرات سے ڈراتا ہے، ہوائی حادثات ہوتے رہتے ہیں، بالفرض سلامتی سے پہنچ بھی گیا تو منیٰ میں اور طواف اور سعی میں انسان رش کے اندر کچلا جاتا ہے، اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا کیا فائدہ اور کون سا اسی سال ہی حج کرنا ضروری ہے، ابھی تو زندگی پڑی ہے پھر کسی سال حج کو چلے جانا، اس طرح کے خطرات اس کے ذہن میں ڈالتا ہے اور حج کے لیے جانے والے انسان کو حج سے روک دیتا ہے، غرض یہ کہ وہ بُرائی کی ترغیبات ذہن میں ڈال کر انسان کو بُرائی کے کام پر آمادہ کرتا ہے اور انسان اس کے بہکانے میں آجاتا ہے اور نیک کام کے خلاف خطرات اور خدشات ذہن میں ڈالتا ہے حتیٰ کہ انسان نیک کام کرنے سے رک جاتا ہے اور ان امور میں شیطان کا صرف اتنا دخل ہوتا ہے کہ وہ صرف بُرے کام کرنے یا نیک کام کو ترک کرنے کی دعوت دیتا ہے باقی کام تو انسان خود کرتا ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ شیطان اصلی تو خود انسان کا نفس ہے کیونکہ اگر انسان کا بُرائی کی طرف میلان اور رجحان نہ ہوتا تو شیطان کے وسوسوں سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

شیطان کے وسوسہ کی کیفیت

باقی رہا یہ امر کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیا کیفیت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام رازی نے کہا ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اجسام کثیفہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اجسام کا لطیفہ ہونا ضروری ہے اور اللہ سبحانہ نے ان کی عجیب و غریب ترکیب کی ہے اور وہ جسم لطیف ہونے کے باوجود جسم کثیف میں نفوذ کر جاتے ہیں، جیسا کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اور وہ انسان

Marfat.com

کے بدن میں سرایت کر جاتی ہے‘ اسی طرح آگ کوئلہ میں نفوذ کر جاتی ہے اور پتوں اور پھولوں کا پانی پتوں اور پھولوں میں سرایت کر جاتا ہے اور پستہ اور بادام اور تلوں کا تیل پستہ اور بادام اور تلوں میں سرایت کیا ہوا ہے اسی طرح شیطان انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۸۸-۸۷‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

شیطان انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہوں میں سرایت کر جاتا ہے اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۸‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۵‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۷۰‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷۹)

انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی

شیطان جو آخرت میں یہ کہے گا کہ میرا تم پر کوئی تسلط نہیں تھا‘ میرا کام تو صرف تم کو برے کاموں پر راغب کرنا اور ان کی دعوت دینا تھا اس سے امام رازی اور علامہ ابوالحیان اندلسی نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ انسان پر جب مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو جاتے ہیں تو یہ انسان کے جسم پر جنات کا تصرف ہوتا ہے‘ سو یہ بالکل بے اصل اور باطل بات ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۸۵‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ‘ البحر المحیط ج ۶ ص ۴۲۸‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۲ھ)

علامہ آلوسی کا یہ نظریہ ہے کہ جنات انسان کے اعضاء پر تصرف کرتے ہیں اور جب کسی انسان پر جن چڑھ جاتا ہے تو اس کی زبان سے جن بولتا ہے اور اس کے ہاتھ پیروں میں جن کا تصرف ہوتا ہے‘ وہ اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ شیطان نے مطلقاً تسلط کی نفی نہیں کی بلکہ اس نے ایسے تسلط کی نفی کی ہے جس سے وہ لوگوں کو گمراہ کر سکے لہٰذا انسان پر جو مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور اس حال میں اس کے اعضاء پر جو جن تصرف کرتا ہے اس کی اس آیت میں نفی نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۱۳ ص ۳۰۳‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: وما کان لی علیکم من سلطان اور اس آیت میں نکرہ حیز نفی میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا تم پر کسی قسم کا تسلط اور تصرف نہیں ہے‘ لہٰذا عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ جن انسان کے اعضاء پر قابض ہو کر تصرف کرتے ہیں‘ انسان کی زبان سے جن بولتا ہے اور اس کے ہاتھ پیروں سے جن تصرف کرتا ہے یہ صحیح نہیں ہے‘ اور اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ امر جائز ہوتا تو ایک آدمی کسی کو قتل کر دیتا اور بعد میں یہ کہتا اس کو میں نے قتل نہیں کیا جن نے قتل کیا ہے تو قانوناً اور شرعاً اس سے قصاص لینا جائز نہ ہوتا‘ حالانکہ قانون میں اس کی گنجائش ہے نہ شریعت میں اس کی گنجائش ہے‘ پس واضح ہو گیا کہ انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کرنے کا قول صحیح نہیں ہے۔

صرخ کا معنی

قرآن مجید میں ہے: میں تمہارا مصرخ نہیں ہوں اور تم میرے مصرخ نہیں ہو‘ یہ لفظ صرخ سے بنا ہے یہ لغت اضداد سے ہے‘ اس کا معنی چیخ کر فریاد کرنا بھی ہے اور فریاد کو پہنچنا بھی ہے‘ اس آیت کا معنی ہے: نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ اس کے بعد اس نے کہا تم نے مجھے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا جو شریک بنایا تھا میں اس کا انکار کرتا ہوں‘ اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان کے پیروکار جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس جہان کے بنانے اور اس کے چلانے میں شیطان

Marfat.com

اللہ کا شریک ہے اس نے کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں یا معنی یہ ہے کہ لوگ نیک کاموں میں اللہ کی اطاعت کرتے تھے اور برے کاموں میں شیطان کی اطاعت کرتے تھے، شیطان نے کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں کیونکہ اطاعت کے لائق اور اطاعت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اپنے رب کے اذن سے ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ایک دوسرے سے ان کا کہنا ہو گا: سلام ہو○ (ابراھیم: ۲۳)

جنت میں سلام کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور بدکاروں کے احوال تفصیل سے بیان فرمائے، اور اب اس آیت سے مومنوں اور نیکوکاروں کے احوال بیان فرما رہا ہے، سو اس آیت میں بیان فرمایا کہ اللہ کے اذن سے ان کو جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی، اور اللہ کے اذن سے ان کو نعمتیں ملنا بھی ان کے حق میں ایک نوع کی تعظیم ہے، اور وہ خود بھی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے، اور فرشتے بھی ان کی تعظیم کرتے ہوئے ان کو سلام کریں گے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (الرعد: ۲۴-۲۳) اور فرشتے ہر دروازہ سے ان پر یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے تم پر سلام ہو۔

جنت میں سلام کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا کی آفات اور دنیا کی حسرتوں یا دنیا کی بیماریوں اور دردوں اور دنیا کے غموں اور پریشانیوں سے سلامت ہو گئے اور دنیا کے فانی جسموں سے نکل کر جنت کے دائمی جسموں میں منتقل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (بات) کی کیسی مثال بیان فرمائی وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں○ وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثال بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اس کے لیے بالکل ثبات نہیں○

(ابراھیم: ۲۶ - ۲۴)

شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنین اور کفار کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کلمہ طیبہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور شجرہ طیبہ سے مراد مومن ہے، اور مجاہد اور عکرمہ نے کہا ہے کہ شجرہ سے مراد کھجور کا درخت ہے، اور اس آیت کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ مومن کے قلب میں کلمہ کی جڑ ہے اور وہ ایمان ہے، جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں، اسی طرح ایمان مومن کے سینہ میں راسخ ہوتا ہے، اور جس طرح کھجور کی شاخیں اوپر کی جانب بلند ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے نیک اعمال کو فرشتے اوپر کی جانب لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو ان نیک اعمال پر ثواب عطا فرماتا ہے اس کو کھجور کے پھلوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تازہ کھجوروں کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء○ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔ (ابراھیم: ۲۵-۲۴) آپ نے فرمایا یہ کھجور کا درخت ہے، پھر آپ نے پڑھا: ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار۔ (ابراھیم: ۲۶) آپ نے فرمایا اس سے مراد حنظلہ (اندرائن، کڑوا پھل) ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۶۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۵، المستدرک ج ۲ ص ۳۵۲)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مثال اس درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہیں، ایمان اس کی جڑیں ہیں، نماز اس کی اصل ہے، زکوٰۃ اس کی شاخیں ہیں، روزے اس کے پتے ہیں، اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھانا اس کی روئیدگی ہے، اچھے اخلاق (بھی) اس کے پتے ہیں اور حرام کاموں سے بچنا اس کے پھل ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بے ہودہ اور بے حیائی کی باتیں کرنے والے سے بغض رکھتا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے جب تک امین کو خائن نہ قرار دیا جائے اور خائن کو امین نہ سمجھا جائے اور بے ہودگی اور بے حیائی کا ظہور نہ ہو جائے اور رشتوں کو قطع نہ کیا جائے اور برے پڑوس نہ ہوں اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے بے شک مومن کی مثال سونے کے ٹکڑے کی طرح ہے، اس کا مالک اس پر پھونک مارے تو اس میں کوئی تغیر ہوتا ہے نہ کمی ہوتی ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے جس کا پھل پاکیزگی کے ساتھ کھایا جاتا ہے اور پاکیزگی کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور وہ گر جائے تو ٹوٹتا ہے نہ خراب ہوتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۹، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۸۷۲، عالم الکتب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے، اگر تم مومن کو اپنا ساتھی بناؤ گے تو وہ تم کو نفع دے گا اور اگر تم اس سے مشورہ کرو گے تو وہ تم کو نفع دے گا، اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو گے تو وہ تم کو نفع دے گا، اس کے ہر حال میں نفع ہے، اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں نفع ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۰۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے پس مجھے (بزرگوں کے سامنے لب کشائی کرنے سے) حیا آئی، پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۵۹۹)

کھجور کے درخت اور مومن میں وجوہ مشابہت

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین

Marfat.com

میں ثابت ہوتی ہیں اسی طرح ایمان مومن کے دل میں ثابت ہوتا ہے اور جس طرح کھجور کے پتے آسمان کی جانب ہوتے ہیں اسی طرح مومن کے نیک اعمال کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور جس طرح کھجور کا پھل ہروقت دستیاب ہوتا ہے، کبھی تازہ اور کبھی خشک چھواروں کی صورت میں، اسی طرح مومن کامل کا ہر عمل موجب ثواب ہوتا ہے، اس کا بولنا، اس کا خاموش رہنا، اس کا چلنا پھرنا، اس کا کھانا پینا اور اس کی خالص عبادات، اور عبادات میں تقویت اور تازگی حاصل کرنے کے لیے اس کا سونا غرض یہ کہ اس کا ہروقت ہر عمل موجب ثواب ہوتا ہے، پھر جس طرح کھجور کی کوئی چیز ضائع اور بیکار نہیں ہوتی، کھجور کے تنے کے شہتیر بن جاتے ہیں، اس کا پھل تازہ اور خشک ہر حال میں کھایا جاتا ہے، اس کے پتوں کی چٹائیاں، پنکھے، ٹوپیاں اور چنگیریاں بن جاتی ہیں، اسی طرح مومن کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا اور اس کا ہر حال موجب ثواب ہے، اس کو اگر کوئی نعمت ملے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے، کھجور کے درخت میں ایک ایسا وصف بھی ہے جو اور کسی درخت میں نہیں ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرنا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے کھجور کا درخت چیخیں مار کر رونے لگا تھا۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کے شہتیروں سے بنی ہوئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے تو کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا تو آپ اس منبر پر بیٹھ گئے، اس وقت ہم نے اس کھجور کے ستون کی اس طرح رونے کی آواز سنی جس طرح بچہ والی اونٹنی بچے کے فراق میں روتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھجور کے ستون پر ہاتھ رکھا تو وہ پر سکون ہو گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۹۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۹۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۱۲۴)

اسی طرح مومن کا حال یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۸۴۵)

شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے

امام رازی نے فرمایا: شجرہ طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے، اس کی اصل ثابت ہونے سے مراد یہ ہے کہ مومن کے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں، اور آسمان میں اس کی شاخیں ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے، ان پر رحم کرتا ہے، ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے، ان سے شر کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی خیر ان تک پہنچانے کی سعی کرتا ہے اور وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہروقت پھل دیتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو تلاش کرتا ہے، اس کے احکام کو سن کر ان پر عمل کرتا ہے اور ہر حال میں حق بات بیان کرتا ہے اور پھر اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور جس چیز کو بھی دیکھتا ہے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی ذات کی تجلیات کو دیکھتا ہے اور پھر اس مقام سے بھی ترقی کرتا ہے اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ کسی نعمت کے ملنے پر اس نعمت کی وجہ سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے خوش ہوتا ہے کہ اس کو یہ نعمت اللہ کی طرف سے ملی ہے، ہماری اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مثال عالم القدس، حضرت الجلال اور کبریائی کے پردوں کی طرف رہنمائی

Marfat.com

کرتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے مزید ہدایت اور رحمت کا سوال کرتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا درخت میں تین چیزیں ہوتی ہیں: اس کی جڑیں' اس کا تنا اور اس کی شاخیں' اسی طرح ایمان کے بعد تین ارکان ہیں: تصدیق بالقلب' اقرار باللسان اور عمل بالابدان۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۹۲۔ ۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کا مصداق اور وجہ مشابہت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اور اس کے لیے بالکل ثبات نہیں۔

ناپاک کلمہ سے مراد شرک ہے' اور ناپاک درخت سے مراد حنظل ہے یعنی اندرائن' یہ بہت کڑوے پھل کا درخت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۹' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۱۶۵)

امام عبدالرحمٰن جوزی متوفی ۵۹۳ھ نے لکھا ہے کہ اس ناپاک درخت کی تفسیر میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حنظلہ ہے' اور حضرت انس اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ناپاک درخت سے مراد کافر ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا کافر کا عمل مقبول نہیں ہوتا اور اس کے اعمال اللہ کی طرف نہیں چڑھتے پس اس کی جڑ زمین میں مضبوط ہے نہ آسمان میں اس کی شاخیں ہیں۔

(۳) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد الکشوثی ہے' یہ ایک ایسی گھاس ہے جس کی شاخیں ہوتی ہیں اور اس کی جڑ نہیں ہوتی۔

(۴) ابو الظبیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک مثل ہے اور ایسا کوئی درخت پیدا نہیں کیا گیا۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد لہسن کا پودا ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۳۶۱۔ ۳۶۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

کافر کو اس ناپاک درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ کافر کا کوئی نیک عمل اوپر لے جایا جاتا ہے' نہ اس کی کوئی نیک اور پاکیزہ بات ہوتی ہے اور نہ اس کے قول کی کوئی صحیح بنیاد ہوتی ہے۔

امام رازی نے شجرۂ خبیثہ کی تفسیر میں یہ کہا ہے کبھی کسی درخت کا پھل بہت بدبودار ہوتا ہے اور وہ اس اعتبار سے خبیث ہوتا ہے اور کبھی وہ بہت کڑوا اور بدذائقہ ہوتا ہے وہ اس وجہ سے خبیث ہوتا ہے' کبھی اس کی صورت قبیح ہوتی ہے اور کبھی اس کی تاثیرات بہت مضر اور نقصان دہ ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ایمان والوں کو دنیا میں (بھی) مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی) اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے' اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ (ابراہیم: ۲۷)

کلمۂ طیبہ کے حاملین کے قول کا دنیا اور آخرت میں ثابت ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ کلمۂ طیبہ کی صفت یہ ہے کہ اس کی اصل ثابت ہوتی ہے اور کلمۂ خبیثہ کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی اصل ثابت نہیں ہوتی اور کلمۂ خبیثہ کے حاملین کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا اور کلمۂ

Marfat.com

طیبہ کے حاملین کے لیے ثبات اور قرار ہوتا ہے' اب اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ کے حاملین کا قول دنیا اور آخرت میں ثابت ہوتا ہے' دنیا میں ثبوت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کلمہ طیبہ اور اس کے تقاضوں پر ثابت قدم رکھتا ہے اور دنیا میں ان کے نیک کاموں پر تعریف و تحسین ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نیک کاموں پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے اور جس طرح دنیا میں وہ کلمہ طیبہ پر قائم تھے اللہ تعالیٰ ان کو قبر اور حشر میں بھی کلمہ طیبہ پر قائم رکھتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہی پر قائم رکھتا ہے یعنی جو لوگ کلمہ خبیثہ کے حاملین ہیں اور یہی لوگ کافر اور ظالم ہیں' ان کی دنیا میں بھی مذمت فرماتا ہے اور آخرت میں بھی ان کو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہے کہ دنیا میں کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھنے کا معنی یہ ہے کہ قبر میں جب فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو فرشتوں کے جواب میں کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراھیم: ۲۷ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں ثابت قدم رکھتا ہے' جب اس سے پوچھا جاتا ہے تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۶)

قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے متعلق احادیث

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے دیکھو! اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو' اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا' اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے' اس سے کہا جائے گا تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا' پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن و انس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۱' ۴۷۵۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۱' ۲۰۴۹)

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت۔ (ابراھیم: ۲۷) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سے پوچھا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا

Marfat.com

میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۱)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے گا تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آئیں گے، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جائے گا، وہ کہیں گے تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ پس وہ جو دنیا میں کہا کرتا تھا وہ کہے گا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ، وہ کہیں گے کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہتے تھے، پھر اس کی قبر کو ستر ضرب ستر وسیع کر دیا جائے گا، پھر اس کی قبر کو منور کر دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ، وہ کہے گا میں اپنے گھر والوں کو جا کر اس کی خبر دے دوں! فرشتے اس سے کہیں گے تم اس عروس (دلہن) کی طرح سو جاؤ، جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا، اور اگر وہ منافق ہو گا تو وہ کہے گا، میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا میں نے وہی کہہ دیا، میں نہیں جانتا۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس پر تنگ ہو کر ایک دوسرے سے مل جاؤ۔ زمین تنگ ہو کر مل جائے گی اور اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جائیں گی، پھر اس کو عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۷، الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۸۶۵)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظلمین۔ (ابراھیم: ۲۲)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۱۴۵، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴، بیروت، الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۸۱۱)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے، جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، اور فرمایا جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا، جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے، اور اس سے کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا

Marfat.com

گیا تھا؟ وہ کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ کہیں گے تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا میں نے کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ (ابراہیم: ۲۲) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھادو اور جنت سے لباس پہنادو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی، اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی، پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا، پھر وہ کہیں گے یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا، وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھادو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنادو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کردی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا، اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے، پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ، امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۳۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۳۳، الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۸۱۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۱، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۵۲۳، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۲، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۷۷۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۶)

قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جارہے تھے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی، قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں پہچانتا ہوں۔ آپ نے پوچھا یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ نے فرمایا اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا

Marfat.com

جاتا ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ہم نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ہم نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ہم نے کہا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ہم نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۳)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے کہا اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس امت کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں سوال اور جواب اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور امام ابو عبداللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں کہا ہے کہ میت سے سوال کرنا اس امت کا خاصہ ہے کیونکہ ہم سے پہلی امتوں کے پاس جب رسول، اللہ کا پیغام لے کر آتے تھے، اور قوم ان کے پیغام کا انکار کرتی تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر عذاب بھیج دیا جاتا اور جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا: وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ (الانبیاء: ۱۰۷) تو ان سے عذاب روک لیا اور آپ کو جہاد کا حکم دیا حتیٰ کہ جہاد کی برکت سے لوگ دینِ اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا، پھر ان کو مہلت دی گئی، یہاں سے نفاق کا ظہور ہوا اور بعض لوگ کفر کو چھپاتے اور ایمان کو ظاہر کرتے اور مسلمانوں کے درمیان ان پر پردہ رہتا، اور جب وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبر میں امتحان لینے والے بھیجے تاکہ سوال کے ذریعہ ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث، طیب سے ممتاز ہو جائے، سو جو دنیا میں اسلام پر ثابت قدم تھا اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہی پر برقرار رکھتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں امام ابو عبداللہ ترمذی کی یہ تقریر اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ صرف مومن اور منافق سے قبر میں سوال ہو گا حالانکہ احادیث میں تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال ہو گا۔

(التذکرہ ج ۱ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۷ھ)

جو مسلمان قبر کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے

پانچ قسم کے شخص قبر میں سوال اور جواب سے محفوظ رہتے ہیں، ان کا ذکر حسبِ ذیل احادیث میں ہے:

(۱) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن اور ایک رات (مسلمانوں کی) سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور (نمازوں کے) قیام سے افضل ہے اور اگر وہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جس عمل کو وہ کیا کرتا تھا، اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۶۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۲۷، مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۲۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۰۷۷، المستدرک ج ۲ ص ۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۶۱۷)

(۲) امام نسائی راشد بن سعد سے اور ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا وجہ ہے کہ شہید کے سوا تمام مسلمانوں کا قبر میں امتحان لیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر تلواروں کا چلنا اس کے امتحان

Marfat.com

کے لیے کافی ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۲، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک شہید کی چھ خصلتیں ہیں، اس کی پہلی دفعہ میں مغفرت ہو جاتی ہے، اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے، اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے، اس کا بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے عقد کیا جاتا ہے، اور اس کے ستر رشتہ داروں کے متعلق اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۱)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا اور اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، پس اچانک وہ کسی انسان کی قبر تھی جو سورۃ الملک پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس سورت کو ختم کر لیا، وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا تھا اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، پس اس میں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس سورت کو ختم کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت مانعہ ہے اور منجیہ ہے، یہ عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۰، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۸۰۱، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۱)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ الملک پڑھتا ہے وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہتا ہے۔ (التذکرۃ ج ۱ ص ۲۳۴، مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۷ھ)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیماری میں مراوہ شہادت کی موت مرا اور وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہے گا اور اس کو صبح اور شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۴۵، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۱، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوا اس کو اللہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۴، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۵۵۹۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹)

یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند منقطع ہے، تاہم ابو عبد اللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اس کو مسند متصل سے اور امام ابو نعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵) اس کی سند میں عمر بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔

ان مباحث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۸۷ - ۱۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

نیک اعمال کا آخرت میں کام آنا

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام عبد اللہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے،

Marfat.com

آپ نے فرمایا میں نے آج رات (خواب میں) ایک عجیب منظر دیکھا' میں نے دیکھا کہ میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا' اس شخص نے اپنے ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس نیکی نے ملک الموت کو واپس بھیج دیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اس پر عذابِ قبر آیا تو اس کے وضوء نے اس کو اس عذاب سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کو شیاطین پریشان کر رہے تھے تو اس کے پاس اللہ کا ذکر آیا اور اس نے اس کو ان شیاطین سے چھڑا لیا' اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا پیاس سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی وہ جب بھی حوض پر آتا تو اس کو حوض سے روک دیا جاتا' تو اس کے پاس اس کے روزے آئے اور انہوں نے اس کو پانی پلا کر سیراب کیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اور انبیاء علیہم السلام حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے وہ جب بھی ان کے قریب جاتا وہ اس کو دھتکار دیتے' پھر اس کا غسل جنابت آیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو میرے پاس بٹھا دیا' اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے ہر طرف اندھیرا تھا اور وہ ان اندھیروں میں حیران تھا کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آیا۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ مومنوں سے بات کرتا تھا اور وہ اس سے بات نہیں کرتے تھے' پھر اس کا صلہ رحم (رشتہ داروں سے ملنا جلنا) آیا اور اس نے کہا اے مومنوں کی جماعت اس سے بات کرو' اس سے بات کرو' تو انہوں نے اس سے باتیں کیں۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے چہرے سے آگ کے شعلوں کو اپنے ہاتھ سے ہٹا رہا ہے' اتنے میں اس کا صدقہ آیا اور وہ ان شعلوں کے آگے حجاب بن گیا' اور اس کے سر پر سایہ بن گیا' اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو ہر طرف سے پکڑ رکھا ہے' تو اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) آیا اور اس کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا یا اور رحمت کے فرشتوں کے ساتھ داخل کر دیا' اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب ہے' اتنے میں اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیا۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں جانب سے آ رہا ہے' اتنے میں اس کا خوف خدا آیا اور اس نے اس کے صحیفہ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ جہنم کے کنارے پر تھا پھر خوف خدا سے اس کا لرزنا آیا اور اس نے اس کو جہنم سے چھڑا لیا۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کو دوزخ میں ڈالنے کے لیے اوندھا کر دیا ہے' پھر اس کے وہ آنسو آئے جو دنیا میں خوف خدا سے اس کی آنکھوں سے نکلے تھے' انہوں نے اس کو دوزخ سے نکال لیا۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پل صراط پر کپکپا رہا تھا تو اللہ کے ساتھ اس کا حسن ظن آیا اور اس کی کپکپاہٹ دور کی اور اس کو روانہ کیا۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا تو اس نے مجھ پر جو درود پڑھا تھا وہ آیا اور اس نے اس کو سیدھا کھڑا کر دیا اور وہ چلنے لگا۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت کے دروازے پر پہنچا تو اس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے گئے تو اس کا کلمہ شہادت آیا اور اس نے جنت کے دروازے کھولے اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۳۔ ۵۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۵۹۲)

علامہ قرطبی نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا: یہ حدیث بہت عظیم ہے' یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نیکیوں سے بعض مخصوص عذاب ساقط ہو جاتے ہیں جبکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے اس کے تمام

Marfat.com

عذاب اس نیکی کی وجہ سے ساقط کردیئے کہ وہ مقروضوں سے درگزر کرتا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۶۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲۰) (التذکرہ ج ۱ ص ۳۶۷-۳۶۶، مطبوعہ دار البخاری، المدینہ المنورہ، ۱۴۱۷ھ)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناسپاسی سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں پہنچا دیا ○

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا

(وہ تباہی کا گھر) جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے ○ اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک قرار دیئے تاکہ

عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

(لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کریں، آپ کہیے تم (عارضی) نفع اٹھالو، کیونکہ انجام کار تم نے دوزخ کی طرف لوٹنا ہے ○ آپ

لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

ہمارے ایمان والے بندوں سے کہیے کہ وہ نماز قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ

سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا

اور ظاہر خرچ کرتے رہیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ

خِلَالٌ ﴿۳۱﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ

دوستی ○ اللہ (ہی) ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی

السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ

نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لیے پھلوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا ○ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا

دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ

جو مسلسل گردش کر رہے ہیں، اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا ○ اور تمہاری تمام مانگی ہوئی چیزوں میں سے تم کو

Marfat.com

ع ۵ ۱۷

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا ؕ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

(بہت کچھ) عنایت کیا، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے بے شک انسان بہت ظالم بہت ناسپاس ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناسپاسی سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں پہنچا دیا ○ (وہ تباہی کا گھر) جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ○ اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک قرار دیئے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کریں، آپ کہیے کہ تم (عارضی) نفع اٹھالو، کیونکہ انجام کار تم نے دوزخ کی طرف لوٹنا ہے ○ (ابراہیم: ۳۰-۲۸)

اہلِ مکہ پر اللہ کی نعمتیں اور ان کی ناشکری

یہ آیت اہلِ مکہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو متعدد نعمتیں عطا فرمائیں، ان کو رزق کی وسعت عطا فرمائی، اپنے حرم میں ان کو سکونت مہیا کی، ان میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، ان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا، ان کے کعبہ کو ساری دنیا کے مسلمانوں کی نمازوں کے لیے قبلہ بنا دیا لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی، اور ایمان لانے کی بجائے کفر کیا اور اپنی قوم کو دار البوار میں پہنچا دیا۔

دار البوار سے مراد تباہی اور ہلاکت کا گھر ہے، جس چیز میں زیادہ کھوٹ ہو اس کو بوار کہتے ہیں اور کسی چیز میں زیادہ کھوٹ کا پایا جانا اس کے فساد اور ہلاکت کا موجب ہوتا ہے اس لیے بوار کا لفظ ہلاکت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور ہلاک ہونے والے کو بائر کہتے ہیں۔ اس کی جمع بور ہے، جو شخص حیران اور پریشان ہو، کسی کی بات سنے نہ کسی کی طرف متوجہ ہو اس کو حائر بائر کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُوْرًا ۔ (الفرقان: ۱۸)

لیکن تُو نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو (عارضی) فائدہ پہنچایا، حتیٰ کہ انہوں نے تیری یاد کو فراموش کر دیا، اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ ہو گئے ○

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا، اللہ کی قسم! اس سے مراد کفار قریش ہیں، عمرو نے کہا وہ قریش ہیں اور اللہ کی نعمت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، واحلوا قومھم دار البوار، اس سے مراد دوزخ کی آگ ہے جو جنگ بدر کے نتیجہ میں ان کو ملی۔

کفار مکہ کا شرک

اس کے بعد فرمایا: اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک قرار دیئے، یعنی انہوں نے اپنے اعتقاد اور اپنے قول میں اللہ کے شریک بنا لیے کیونکہ واقع میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، بلکہ اس کا شریک محال ہے اور شریک قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ گزشتہ زمانہ میں جو نیک لوگ گزرے تھے انہوں نے ان کی صورتوں کے بُت تراش لیے، یہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اپنی مہمات اور مشکلات میں ان کو مدد کے لیے پکارتے تھے، ان کی منتیں مانتے تھے اور ان کی تعظیم بجا لاتے تھے، یہی ان کی عبادت تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کچھ اللہ کے لیے رکھتے اور کچھ بتوں کے لیے اور کہتے کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی عبادت میں بتوں کو بھی

Marfat.com

شریک کرلیا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ جب یہ حج کے لیے تلبیہ کرتے تو کہتے تھے:

لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک۔ لبیک تیرا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہ جس کا تو مالک ہے اور اس کی ملکیت کا بھی تو مالک ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی اور وجہ بیان کی کہ یہ خود بھی شرک کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اور اللہ کی ناشکری کر کے اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرتے خود ہی جہنم خریدتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ہمارے ایمان والے بندوں سے کہیے کہ وہ نماز قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی O (ابراھیم: ۳۱)

اولیاء اللہ سے محبت کا آخرت میں کام آنا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بطور تہدید کفار سے فرمایا تھا کہ تم دنیا کا (عارضی) نفع اٹھالو پھر انجام کار تم نے دوزخ کی طرف لوٹنا ہے، اور اس آیت میں مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ دنیا کے عارضی نفع سے صرف نظر کریں اور اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں، نفس کے ساتھ جہاد سے مراد ہے بدن کو مشقت میں ڈال کر اللہ کی عبادت کریں سو اس کے لیے فرمایا: آپ ہمارے ایمان والے بندوں سے کہیے کہ وہ نماز قائم رکھیں، اور مال سے جہاد سے مراد ہے مالی عبادات کرنا، اس کے لیے فرمایا: اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔

انسان ایمان لانے کے بعد اپنی ذات اور اپنے مال پر تصرف کرنے پر قادر ہوتا ہے، اپنی ذات پر تصرف کرنے کے لیے اسے چاہیے کہ اپنے مولیٰ اور مالک کی خدمت میں حاضر رہنے کے لیے نماز پڑھے اور اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق اپنے مال کو خرچ کرے، اور ایمان لانے کے بعد یہی دو اہم عبادات ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ کی تفصیل ہم البقرہ: ۳ میں بیان کر چکے ہیں اور وہاں ہم نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مال حرام کو بھی رزق شامل ہے اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ نفلی صدقات کو پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح دینا جائز ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جو صدقات فرض ہیں ان کو ظاہر طور پر دیں اور جو صدقات نفل ہیں ان کو پوشیدہ طور پر دیں۔ نیز فرمایا تم اپنے اموال کو دنیا میں خرچ کرو تاکہ اس کا ثواب تم کو اس دن مل جائے جس دن میں کوئی بیع شراء ہوگی نہ کوئی دوستی کام آئے گی، بیع شراء اور خرید و فروخت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لیے کوئی مال نہیں دے سکے گا اور نہ یہ کر سکے گا کہ اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے کسی اور کو عذاب کے لیے پیش کر دے۔

اس آیت میں دوستی کی نفی فرمائی ہے کہ قیامت کے دن کسی کی دوستی کسی کے کام نہیں آئے گی اور بعض آیات سے پتا چلتا ہے کہ اس دن متقین کی دوستی کام آئے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ۔ (الزخرف: ۶۷) گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی دنیا میں دوستی طبیعت کے میلان اور نفس کی رغبت کی وجہ سے ہوگی وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور جن لوگوں کی دوستی محض اللہ کے لیے اور دین کی وجہ سے ہوگی وہ دوستی اس

Marfat.com

دن کام آئے گی، جیسے مسلمان اولیاء اللہ سے اور علماء دین سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ دوستی محض دین کی وجہ سے اور اللہ کے لیے ہوتی ہے، جیسے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت علی ہجویری رحمہما اللہ سے مسلمان محبت رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ (ہی) ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لیے پھلوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا○ اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو مسلسل گردش کر رہے ہیں، اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا○ اور تمہاری تمام مانگی ہوئی چیزوں میں سے تم کو (بہت کچھ) عنایت کیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے، بے شک انسان بہت ظالم بہت ناسپاس ہے○ (ابراھیم: ۳۴-۳۲)

مشکل الفاظ کے معانی

السموات: یہ سماء کی جمع ہے، ہمیں آسمان کی حقیقت معلوم نہیں ہے، ہر وہ چیز جو دوسری چیز کی بہ نسبت بلند ہو اور جو کسی چیز کے لیے بمنزلہ سائبان ہو اس کو اہلِ عرب سماء کہتے ہیں۔ بارش کو بھی سماء کہتے ہیں کیونکہ وہ بلندی سے نازل ہوتی ہے، آسمان کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ایک جسم کروی ہے جو تمام روئے زمین کو محیط ہے، یہ نیلگوں سطح جو ہمیں نظر آتی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ہوا کثیف کا ایک طبقہ ہے، اللہ تعالیٰ آسمانوں کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی جانتا ہے کہ آسمانوں کی کیا حقیقت ہے۔

رزقالکم: ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق نفع حاصل کرے وہ رزق ہے، خواہ وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا پہننے کی۔

سخر: تسخیر کا معنی ہے کسی چیز کی مخصوص غرض کو اس چیز کے اختیار کے بغیر جبراً پورا کرنا، جو چیز تابع کر دی گئی ہو وہ مسخر ہے، مخلوق کے لیے کسی چیز کے مسخر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس چیز سے فوائد کے حصول کو مخلوق کے لیے آسان کر دیا گیا۔

الفلک: اس کا معنی ہے کشتی یا جہاز، واحد اور جمع دونوں کے لیے الفلک استعمال ہوتا ہے۔

وسخرلکم الانھار: تمہارے لیے دریاؤں میں تصرف کرنے کو اور دریاؤں سے فوائد کے حصول کو آسان بنا دیا ہے، اور دریاؤں کو تمہارے تصرف کے لیے تیار کر دیا ہے۔

دائبین: دأب کا معنی ہے کسی چیز کا ہمیشہ ایک حالت پر رہنا یا ایک حالت پر جاری رہنا، یہاں مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند ہمیشہ ایک حالت پر حرکت کرتے رہتے ہیں یا ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

وسخرلکم اللیل والنھار: یعنی تمہارے منافع اور فوائد کے حصول کے لیے رات اور دن کے باری باری آنے کو جاری کر دیا، رات کو تمہاری نیند اور آرام کے لیے بنایا اور دن کو تمہارے کام کاج اور تلاش روزگار کے لیے اور سامان زیست کو فراہم کرنے کے لیے۔

واتاکم من کل ماسالتموہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انسان کا ہر سوال تو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان کی ہر ضرورت اور مصلحت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا خواہ اس نے سوال کیا ہو یا نہ، نیز اس کا معنی ہے تم نے زبانِ حال سے جو بھی سوال کیا وہ تمہیں عطا کر دیا، یعنی زندگی گزارنے کے لیے تمہاری ضرورت کی جتنی چیزیں تھیں وہ سب تم کو فراہم کر دیں، تمہیں دن میں روشنی چاہیے تھی وہ تم کو مہیا کی، تمہاری فصلوں کو بارش کی ضرورت تھی سو آسمان سے بارش نازل کی، تمہیں آلات اور مشینیں بنانے کے لیے لوہے، پیتل اور

Marfat.com

تانبے وغیرہ کی ضرورت تھی تو زمین میں معدنیات رکھے، تمہیں ایندھن کی ضرورت تھی تو جنگلات میں درخت اگائے، زمین میں پتھر کا کوئلہ رکھا، قدرتی گیس اور تیل رکھا، روئی کو پیدا کیا تاکہ تم اس سے اپنا لباس بنا سکو، تمہاری غذائی ضروریات کے لیے اناج اور پھلوں کو پیدا کیا اور تمہارے علاج کے لیے جڑی بوٹیوں کو پیدا کیا۔

اس آیت کا یہ معنی بھی ہے کہ تم نے زبان قال سے جو مانگا وہ بھی تم کو عطا کیا اور زبان حال سے جو مانگا وہ بھی تم کو عطا کیا اور اس آیت کا یہ معنی بھی ہے کہ تم نے جو سوال کیا وہ بھی تم کو عطا کیا اور جن چیزوں کا تم نے سوال نہیں کیا لیکن وہ چیزیں تمہاری ضروریات اور تمہاری مصلحتوں سے متعلق تھیں وہ بھی تم کو عطا کر دیں، باقی رہا یہ کہ بعض دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان حضور قلب سے دعا نہیں کرتا یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ معصیت کی دعا کرتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کی وہ دعا کر رہا ہے وہ انجام کار اس کے لیے مضر ہے، یا وہ جلدی کر رہا ہے یا اس دعا کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو کوئی بہتر چیز عطا فرمائے گا، یا اس سے کوئی مصیبت ٹال دے گا یا اگر وہ صبر کرے گا تو اس کو آخرت میں اجر عطا فرمائے گا۔

ان الانسان لظلوم کفار: یعنی کافر کفر کر کے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے نفس پر بہت ظلم کرتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے اور ناشکری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا لامحدود اور لامتناہی سلسلہ ہے، دیکھئے جب ہم ایک لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھتے ہیں تو اس لقمہ کو بنانے سے پہلے اور اس لقمہ کو بنانے کے بعد نعمتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، لقمہ بنانے سے پہلے کی نعمتوں کی تفصیل یہ ہے کہ یہ لقمہ ہم روٹی اور سالن سے بناتے ہیں، روٹی گندم کے آٹے سے بنتی ہے اور سالن سبزی اور گوشت سے تیار ہوتا ہے اور گوشت جن جانوروں کا ہوتا ہے وہ بھی گھاس اور پتے وغیرہ کھا کر نشوونما پاتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ روٹی اور سالن کا حصول زمین کی زرعی پیداوار پر موقوف ہے، اور زمین کی پیداوار زمین اور آسمان پر موقوف ہے، کیونکہ اناج اور سبزیوں کی تیاری کے لیے سورج کی حرارت کی ضرورت ہے اس میں ذائقہ کے لیے چاند کی کرنوں کی ضرورت ہے، ہواؤں کی ضرورت ہے، بادلوں اور بارش کی ضرورت ہے، دریاؤں اور سمندروں کی ضرورت ہے، کیونکہ سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں تو بادل بنتے ہیں، بادل بنتے ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، بادل، سمندر، دریا، بارشیں اور ہوائیں، اناج اور سبزیوں کی روئیدگی اس ایک لقمہ میں یہ سب چیزیں اپنا رول ادا کر رہی ہیں، ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو فصلوں سے زرعی پیداوار حاصل نہیں ہو سکتی، پھر گندم کو پیسنے کے لیے اور سالن پکانے کے لیے لوہے کی مشینوں، تانبے کے برتنوں اور ایندھن کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے زمین میں تانبے، پیتل اور لوہے کے معدنیات رکھے، اور ایندھن کے حصول کے لیے زمین میں کوئلہ رکھا، قدرتی گیس اور تیل پیدا کیا، جنگلات میں درخت اگائے۔ غور کیجئے اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو ہم ایک لقمہ بنا نہیں سکتے، یہ تو وہ نعمتیں ہیں جن کا تعلق لقمہ کو منہ میں رکھنے سے پہلے ہے، پھر جب لقمہ کو منہ میں رکھا تو اس لقمہ سے لذت اندوزی کے لیے زبان میں ذائقہ کی حس پیدا کی، زبان میں ایک لعاب پیدا کیا جو لقمہ کو ہضم کرنے میں معاون ہوتا ہے، دانت بنائے جن سے ہم لقمہ کو چباتے ہیں، پھر اس لقمہ کو حلق سے اتارنے کے بعد ہمارا اختیاری عمل ختم ہو جاتا ہے۔ اب اس لقمہ کو ہضم کرنے کے لیے ہمارے جو اعضاء کام کرتے ہیں معدہ اس لقمہ کو پیستا

Marfat.com

ہے، جگر اس سے خون بناتا ہے، اس کا فضلہ انتڑیوں اور مثانہ میں چلا جاتا ہے، ہمارے تمام جسم اور جسمانی اعضاء کی نشوونما اسی لقمہ سے ہوتی ہے۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور پیر سب کو اسی سے غذا حاصل ہوتی ہے، ہمیں کچھ پتا نہیں ہوتا اور ہمارے یہ سارے اعضاء پروان چڑھتے رہتے ہیں، اسی سے چربی بنتی ہے، اسی سے گوشت بنتا ہے، اسی سے ہڈیاں بنتی ہیں، اسی سے خون بنتا ہے۔ سبحان ہے وہ ذات جس نے ایک لقمہ سے رنگا رنگ چیزیں بنادیں، ہم لقمہ کھا کر اٹھ جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اس ایک لقمہ کے دامن سے غیر متناہی نعمتیں لپٹی ہوئی ہیں۔ ہم اس کی نعمتوں کو گن سکتے ہیں نہ ان کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔
لقمہ تو بڑی چیز ہے ہم تو ایک سانس لینے کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فضا میں ہواؤں کے سمندر رواں دواں کیے ہوئے ہیں، اگر وہ یہ ہوا پیدا نہ کرتا تو ہم کیسے سانس لے سکتے تھے، سانس لینے کے لیے منہ، ناک اور پھیپھڑے بنائے، یہ سب اعضاء نہ ہوتے تو ہم کیسے سانس لیتے، ہم مکان بنا کر ان میں رہتے ہیں۔ گرمی، سردی اور بارش سے محفوظ رہتے ہیں، مکان بنانے کے لیے جس سامان اور جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ کس نے پیدا کی ہیں اور اس میں کتنی چیزوں کا رول ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ درختوں کو نہ پیدا کرتا، لوہے کو نہ پیدا کرتا، بجری، چونے اور پتھروں کو نہ پیدا کرتا، وہ ذرائع پیدا نہ کرتا جن سے بجلی حاصل ہوتی ہے اور مشینیں بنتی ہیں تو مکان کیسے بنتا۔ یہی حال لباس کا ہے، کتنی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جن کے نتیجہ میں لباس حاصل ہوتا ہے۔ ہمیں جو چھت کا سایہ میسر ہے، ہم نے جو لباس پہنا ہوا ہے اور ہم جو کھانا کھاتے ہیں ان سب کے ساتھ غیر متناہی نعمتیں وابستہ ہیں۔ اگر ہم کسی ایک چیز کی نعمتوں کو گننا چاہیں تو نہیں گن سکتے، ان کا شکر ادا کرنا تو بہت دُور کی بات ہے!

بندوں کی جفا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی وفا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے، بے شک انسان بہت ظالم سخت ناسپاس ہے۔ اور سورہ النحل میں فرمایا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل: ۱۸)

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے، بے شک اللہ ضرور بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سورہ ابراھیم میں اس سے پہلے کفار کی بداعمالیوں کا ذکر ہو رہا ہے، کہ کافر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتا ہے اور شرک کرتا ہے۔ اس کے مناسب یہ تھا کہ یہاں فرمایا انسان بہت ظالم ہے اور سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اس لیے یہاں نعمتوں کے بعد ظلم کا ذکر فرمایا جس سے مراد شرک ہے۔ اور سورہ نحل کی اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا کیا فضیلتیں عطا فرمائی ہیں، سو ان ہی فضیلتوں میں سے ایک یہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت سے متصف ہے تاکہ انسان مغفرت اور رحمت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتایا کہ جب میں نے تجھے بے شمار نعمتیں عطا کیں تو اس کے نتیجہ میں تجھ سے دو صفتیں ظاہر ہوئیں اور میری بھی دو صفتوں کا ظہور ہوا، تیری جو دو صفتیں ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں کہ تو نے میری نعمتیں حاصل کر کے میری نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کیا اور ان نعمتوں کا کفران کیا یعنی ان کی ناشکری کی اس لیے سورہ ابراھیم میں انسان کی ان دو صفتوں کا ذکر فرمایا، اور ان غیر متناہی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جن دو صفتوں کا ظہور ہوا وہ یہ ہیں کہ وہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے اور سورہ النحل میں اپنی ان دو صفتوں کا ذکر فرمایا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ گویا اللہ

Marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! میں نے تجھے لاتعداد نعمتیں عطا فرمائیں، تو پھر بھی ظلم کرتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اور میں معاف کر دیتا ہوں اور بخش دیتا ہوں، اور تو ان نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور میں تجھ پر رحم کرتا ہوں، تو اپنے عجز اور کوتاہیوں کو دیکھ، میں تیری کوتاہیوں کے مقابلہ میں فیاضی سے کام لیتا ہوں اور تیری جفا کا صلہ وفا سے دیتا ہوں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے، اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں

نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ

کی پرستش کرنے سے محفوظ رکھ ○ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے سو جس نے

تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ

میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اے ہمارے

اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھیرا دیا ہے تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک،

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ

اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور

ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا

ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں ○ اے ہمارے رب! بے شک تو ان باتوں کو جانتا ہے جن کو ہم

نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

چھپاتے ہیں اور جن کو ہم ظاہر کرتے ہیں، اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب

لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ

ضرور دعا سننے والا ہے ○ اے میرے رب! مجھے (ہمیشہ) نماز قائم کرنے والا رکھ اور میری بعض اولاد کو بھی، اے ہمارے رب

Marfat.com

تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اور میری دعا قبول فرما ○ اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب مومنوں کی جس دن حساب ہو گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ابراھیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنادے' اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش کرنے سے محفوظ رکھ ○ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (ابراھیم: ۳۶-۳۵)

مکہ کو امن والا بنانے کی دعا پر اعتراض کے جوابات

آیاتِ سابقہ میں دلائل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی تمام مخلوقات کا پروردگار ہے' اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے' تو اس آیت میں اس کے مناسب یہ ذکر فرمایا: کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے بتوں کی پرستش کا انکار فرمایا' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی دعا کی: ایک یہ کہ اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور دوسری یہ کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھ۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے! لیکن ان کی یہ دعا تو قبول نہیں ہوئی کیونکہ عبدالملک کے دور خلافت ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور کعبہ کے پردے جلائے گئے اس کا جواب یہ ہے کہ حجاج بن یوسف کا مقصد کعبہ کو نقصان پہنچانا نہیں تھا بلکہ حضرت ابن الزبیر کو شکست دینا تھا کعبہ کو بالتبع نقصان پہنچا اور قرامطہ نے ۳۱۷ھ میں مکہ میں لوٹ مار کی' کعبہ پر حملہ کیا' سینکڑوں حجاج کو قتل کیا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے گئے تھے جس کو بائیس سال بعد واپس کیا۔ امام رازی نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کی تھی اور ان کا مقصد یہ تھا کہ اس شہر کو ویران ہونے سے محفوظ رکھ۔

(۲) اس شہر والوں کو محفوظ رکھ۔

(۳) مکہ امن والا شہر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جو خوف زدہ شخص مکہ میں داخل ہوتا ہے وہ مامون ہو جاتا ہے' اور لوگ ایک دوسرے سے شدید مخالفت اور دشمنی کے باوجود جب مکہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے شر سے مامون ہو جاتے ہیں' اسی طرح جنگلی جانور جب مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو انسانوں سے نہیں بھاگتے اور مکہ کی حدود سے باہر وہ انسانوں سے بھاگتے ہیں۔

(۴) حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی کہ مکہ کو امن والا بنادے' اس سے مقصود یہ تھا کہ تو مکہ میں امن قائم کرنے کا حکم دے دے اور مکہ کو حرم بنادے اور حدود مکہ میں قتل اور خوں ریزی کو خصوصیت کے ساتھ منع فرمادے' لہٰذا مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں کفار بھی مکہ مکرمہ میں باہم قتل اور خون ریزی سے باز رہتے تھے۔ یہ ایک تشریعی حکم ہے اور اگر کسی نے اس حکم کی مخالفت کی تو وہ بہرحال آخرت میں عذاب کا مستحق ہو گا' اور یہ تکوینی حکم نہیں ہے کہ ضرور مکہ میں ہمیشہ امن رہے گا۔

Marfat.com

اولادِ ابراھیم کو بت پرستی سے مامون رکھنے کی دعا پر اعتراض کے جوابات

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جو دوسری دعا کی تھی کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش کرنے سے محفوظ رکھ، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، وہ پیدائشی مومن ہوتے ہیں اور تاحیات ایمان پر قائم رہتے ہیں، پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی کہ مجھے بت پرستی سے محفوظ رکھ۔ اس کا یہ جواب ہے کہ مجھے بت پرستی سے اجتناب پر قائم رکھ اور اس پر دوام عطا فرما، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے تواضع اور انکسار کے طور پر یہ دعا کی اور اللہ کی طرف اپنی احتیاج کو ظاہر کیا اور یہ کہ انہیں ہر حال میں اور ہر وقت اس کے فضل اور کرم کی ضرورت ہے۔

اس جگہ پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹوں کو بھی بت پرستی سے محفوظ رکھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول نہیں کی کیونکہ کفار قریش حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حالانکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ ان کی صلب سے جو بیٹے پیدا ہوں ان کو اللہ تعالیٰ بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھے، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ دعا ان کی اولاد میں سے مومنین کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ اس کے بعد انہوں نے فرمایا فمن تبعنی فانہ منی سو جو میری پیروی کرے گا وہ میرا ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا: آپ کا بیٹا آپ کے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔ (ھود: ۴۶) اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا عام تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا ان کی بعض اولاد کے حق میں قبول فرمائی اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی شان میں کوئی کمی نہیں ہے اور نہ ان کی دعا کی قبولیت میں کوئی نقص ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○ (البقرہ: ۱۲۴)	اللہ نے فرمایا بے شک میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں (ابراھیم نے) کہا اور میری اولاد سے بھی! فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے امامت کے حصول کی دعا کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دعا ان کی بعض اولاد کے حق میں قبول فرمائی اور یہ ان کی شان میں کمی کا موجب نہ تھی اور نہ ان کی دعا کی قبولیت کے منافی تھی، اسی طرح یہ آیت ہے۔

مرتکبین کبائر کی شفاعت پر دلیل

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا کی سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت میں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان مسلمانوں کی شفاعت کی جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور وہ بغیر توبہ کے مر گئے، اس سے مراد مسلمان ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں انہوں نے کافروں سے برأت کا یہ کہہ کر اظہار کر دیا تھا کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا، نیز اس آیت کے پہلے جملہ میں انہوں نے کہا جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے ان کے دین کی پیروی نہیں کی اور کفر پر مصر رہا وہ ان کا نہیں ہے اور وہ اس کی اصلاح کے درپے نہیں ہیں۔ اور ہم نے یہ کہا کہ اس سے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین مراد ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہ تو

Marfat.com

نیکیوں سے ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ھود: ۱۱۴)
بے شک نیکیاں بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

نیز گناہ کبیرہ سے اجتناب کرنے کی وجہ سے بھی صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ (النساء: ۳۱)
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

پس صغیرہ گناہ تو نیکیوں سے اور کبائر سے اجتناب سے ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں ان کے لیے شفاعت کی ضرورت نہیں ہے' شفاعت کی ضرورت تو کبیرہ گناہوں کے لیے ہے اور ہم نے یہ کہا ہے کہ یہ شفاعت ان کبیرہ گناہوں کے لیے ہے جن پر توبہ کیے بغیر بندہ مر گیا ہو' کیونکہ جن کبیرہ گناہوں پر بندہ توبہ کر لے اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ۔ (الشوریٰ: ۲۵)
اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور (جس کے چاہے) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ۔ (المائدہ: ۳۹)
جس نے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کی' تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔ (الفرقان: ۷۱)
اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف برحق توبہ کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰' اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے کیونکہ ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع نہیں ہے' لیکن علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ سماع ثابت ہے۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۳)

خلاصہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہ تو کبائر سے اجتناب کرنے یا نیک عمل کرنے سے ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں اور جن کبیرہ گناہوں پر توبہ کر لی ہو ان کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے لہٰذا حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شفاعت مسلمانوں کے ان کبیرہ گناہوں کے لیے ہے جن پر انہوں نے توبہ نہ کی ہو۔

اور جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے ان کبیرہ گناہوں کی شفاعت ثابت ہو گئی تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ان گناہوں کی شفاعت ثابت ہو گی۔ اولاً اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی شفاعت میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے' ثانیاً اس لیے کہ منصب شفاعت بہت عظیم منصب ہے' جب یہ منصب حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے ثابت ہے تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطریق اولیٰ ثابت ہو گا کیونکہ آپ تمام انبیاء اور مرسلین سے افضل اور اکرم اور ان کے قائد ہیں' ثالثاً اس لیے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان مرتکبین کبیرہ کی شفاعت کی ہے جنہوں نے توبہ نہ کی ہو یا توبہ سے پہلے مر گئے ہوں اور آپ کو ملت ابراھیم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کو بھی ان کی

Marfat.com

شفاعت کا حکم دیا گیا ہے، آپ کو حضرت ابراہیم کی اتباع کا حکم اس آیت میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ حق کی طرف مائل تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں مرتکبین کبائر کی شفاعت کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے مرتکبین کبائر کے لیے ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۵، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۲۸۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۶۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۵۱۳، المستدرک ج ا ص ۶۹)

شفاعت کی توقع کے باوجود توبہ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے

واضح رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان مرتکبین کبائر کے لیے شفاعت فرمائیں گے جنہوں نے اپنے گناہوں پر توبہ نہ کی ہو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ مرتکبین کبائر توبہ کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہوں کیونکہ ایسے شخص کا تو ایمان بھی جاتا رہے گا، نہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کبائر پر اصرار کرتے ہوں ہرچند کہ وہ کافر نہیں ہیں اور عموم مغفرت اور شفاعت کے تحت داخل ہیں لیکن ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنا چاہتے ہوں لیکن کسی عارضہ کی بنا پر یا غفلت کی وجہ سے توبہ نہ کر سکے ہوں اور ہماری مراد یہ بھی نہیں ہے کہ شفاعت کی توقع پر مرتکب کبیرہ کو توبہ نہیں کرنی چاہیے اور ہماری مراد یہ بھی نہیں ہے کہ توبہ کرنے کے بعد انسان شفاعت سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ انسان کو صدق دل سے توبہ کرنے کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طلب گار رہنا چاہیے کیونکہ یہ نیت اور یہ مدعا اور یہ مقصود ہونا چاہیے کہ اے اللہ العالمین! ہماری توبہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قبول فرما، کیونکہ کوئی نعمت ہمیں براہ راست ملے اس سے زیادہ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ نعمت ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ملے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء: ۶۴)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے (اپنے ظلم پر) مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم فرمانے والا پاتے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی امتی کی شفاعت فرمائیں گے تو اس سے یہ مترشح ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنا قرار دے رہے ہیں اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فرمائیں اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے!

اس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ پہلے خود اپنے گناہوں کی معافی چاہو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے شفاعت طلب کرو، بندہ کی توبہ کرنے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت اور اس کا بے پایاں کرم ہے ورنہ وہ بے پرواہ اور بے نیاز ذات ہے، اس کی مشیت کے آگے کسی کا کیا چارہ ہے۔ ہم نے جو لکھا ہے کہ مرتکب کبیرہ اگر توبہ نہ کرے تو پھر بھی اس کی شفاعت ہوگی، اس

Marfat.com

سے مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی عارضہ یا غفلت کی وجہ سے توبہ نہ کر سکا اور قضاء الٰہی سے مر گیا تو دلائل اور قواعد کے تحت وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی شفاعت کے تحت داخل ہے لیکن یہ کب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اس کی شفاعت کا اذن عطا فرمائے اور یہ کب ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وجاہت سے از خود اس کی شفاعت فرمائیں' اس لیے بندہ کو ہر آن اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے' حتی المقدور گناہوں سے بچتا رہے اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے' کیا پتا اسے کب موت آ جائے اور اس کو توبہ کی مہلت ملے نہ ملے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) اے ہمارے رب میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک' اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں' تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں○ اے ہمارے رب! بے شک تو ان باتوں کو جانتا ہے' جن کو ہم چھپاتے ہیں اور جن کو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں○ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے' بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے○ (ابراہیم: ۳۹-۳۷)

حضرت ابراہیم کا غیر آباد وادی میں اپنے اہل کو چھوڑنے کا پس منظر اور پیش منظر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اہل کتاب نے بیان کیا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کے شہروں میں رہتے ہوئے بیس سال ہو گئے تو حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: بے شک مجھے میرے رب نے اولاد سے محروم رکھا ہے' آپ میری باندی سے عمل تولید کیجئے' شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم کو حضرت ہاجر ہبہ کر دی اور حضرت ابراہیم نے ان کے ساتھ شب بسری کی تو حضرت ہاجر ان سے حاملہ ہو گئیں۔ جب سے ان کو حمل ہوا تھا وہ حضرت سارہ پر فخر کرنے لگی تھیں۔ حضرت سارہ کو ان پر رشک آتا تھا' انہوں نے حضرت ابراہیم سے ان کی شکایت کی' حضرت ابراہیم نے فرمایا تم اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ حضرت ہاجر' حضرت سارہ سے ڈر کر وہاں سے فرار ہو گئیں' وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچیں تو ایک فرشتہ نے کہا تم ڈرو مت' اللہ تعالیٰ تم سے جو بچہ پیدا کرنے والا ہے اس میں بہت خیر ہے' اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا' اور ان کو یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور تم ان کا نام اسماعیل رکھنا۔ وہ لوگوں سے فتنے دُور کریں گے' ان کا تمام لوگوں پر ہاتھ ہو گا اور تمام لوگ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے تمام بھائیوں کے ملکوں کے مالک ہوں گے۔ حضرت ہاجر نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا' اور یہ بشارت حضرت ابراہیم کے بیٹے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری ہوئی' کیونکہ آپ ہی تمام بلاد عرب کے سردار تھے' اور شرق اور غرب کے تمام ممالک میں آپ کا دین پھیل گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر زیادہ علوم نافعہ اور اعمالِ صالحہ عطا کیے کہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو اتنے علوم اور اعمالِ صالحہ عطا نہیں کیے تھے' اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ کو تمام رسولوں پر فضیلت حاصل ہے اور آپ کی رسالت میں کمال اور برکت ہے اور آپ کی نبوت تمام روئے زمین کے لیے ہے۔ جب حضرت ہاجر واپس گئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال تھی اور وہ حضرت اسحاق کی پیدائش سے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ امام ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۰ سال تھی اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۱)

Marfat.com

اور مقصود یہ ہے کہ جب حضرت ہاجر علیہا السلام کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے تو حضرت ہاجر پر حضرت سارہ کی غیرت بہت زیادہ ہو گئی اور انہوں نے حضرت ابراھیم سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت ہاجر کو ان کی نگاہ سے دُور کر دیں، پھر حضرت ابراھیم حضرت ہاجر اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اس وقت اسماعیل دودھ پیتے تھے، حضرت ابراھیم نے ان کو لے جا کر اس جگہ چھوڑ دیا جس کو آج کل مکہ کہا جاتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۲۹-۲۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ میں چھوڑ کر جانے کی پوری تفصیل اس حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورتوں میں سے جس نے سب سے پہلے اپنی کمر پر پٹکا باندھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں، انہوں نے یہ پٹکا اس لیے باندھا تھا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں اور حضرت سارہ کو پتا نہ چلے، پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام انہیں اور ان کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے اور جس جگہ بیت اللہ ہے وہاں ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا، جس جگہ پر اب زمزم کا کنواں ہے۔ اس وقت مکہ میں کوئی آبادی نہیں تھی اور نہ وہاں پانی تھا۔ انہوں نے اس جگہ ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں، ستو اور پانی تھا، پھر حضرت ابراھیم واپس جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراھیم! آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہم کو اس غیر آباد اور بے آب و گیاہ وادی میں کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ وہ بار بار یہ جملے دہراتی رہیں اور حضرت ابراھیم نے ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا، پھر انہوں نے پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراھیم نے کہا ہاں! حضرت ہاجر نے کہا پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور وہ (مطمئن ہو کر) لوٹ آئیں، پھر ابراھیم علیہ السلام واپس روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مقام ثنیہ پر پہنچے، جہاں انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا تو انہوں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس طرف اب بیت اللہ ہے، پھر انہوں نے دونوں ہاتھ بلند اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی: اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے، تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں، تو کچھ لوگوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں ○ (ابراھیم: ۳۷)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی تھیں، اور اس پانی سے پیتی تھیں، حتیٰ کہ جب مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو وہ اور ان کا بیٹا دونوں پیاسے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھتیں جو پیاس سے تڑپ رہے تھے، جب وہ ان کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں تو وہاں سے چل پڑیں، انہوں نے دیکھا اس زمین کے قریب صفا پہاڑ تھا، وہ اس پہاڑ پر کھڑی ہو گئیں، کہ کوئی آتا ہوا دکھائی دے، انہیں کوئی نظر نہیں آیا، پھر وہ صفا سے اتریں اور وادی میں پہنچ گئیں، انہوں نے اپنی قمیص کا دامن اٹھایا اور بہت تیز دوڑ کر اس وادی کے پار گئیں پھر مروہ پہاڑ پر گئیں اور دیکھا کہ کوئی شخص دکھائی دے، انہیں کوئی نظر نہیں آیا، انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان اس طرح سات مرتبہ دوڑ لگائی، پھر انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا اب ٹھہر جاؤ، پھر انہوں نے کان لگا کر سنا تو انہیں ایک آواز سنائی دی اور اس نے کہا اگر تمہارے پاس کوئی فریاد رس ہے تو تم نے اس کو اپنی آواز پہنچا دی ہے، اچانک دیکھا تو زمزم کے قریب ایک فرشتہ کھڑا تھا، اس فرشتے نے اس جگہ اپنی ایڑی یا اپنے پر مارے، حتیٰ کہ پانی نکلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ اپنے ہاتھوں سے اس طرح اس پانی کو حوض کی طرح اکٹھا کرنے لگیں۔ نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے کاش وہ زمزم کو بہتا ہوا چھوڑ دیتیں یا فرمایا کاش وہ اس میں سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا' پھر حضرت ہاجر نے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو دودھ پلایا۔ فرشتہ نے ان سے کہا تم اپنے بچے کے متعلق فکر نہ کرو' اس جگہ بیت اللہ ہے جس کو یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کرے گا اور اللہ اس کے اہل کو ضائع نہیں کرے گا' اور بیت اللہ کی جگہ زمین سے بلند تھی' اس کی دائیں اور بائیں جانب سے سیلاب گزر جاتے تھے۔

اسی طرح وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا جرہم کے گھرانوں میں سے کچھ لوگ وہاں سے گزرے وہ مکہ کے نشیب میں اترے' انہوں نے وہاں پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا' انہوں نے آپس میں کہا یہ پرندے پانی پر جا رہے ہیں' ہم اس وادی اور اس میں جو پانی ہے اس کا ارادہ کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو وہ پانی تک پہنچ گئے۔ انہوں نے واپس جا کر ان کو خبر دی' تو وہ سب وہاں پہنچ گئے' وہاں حضرت اسماعیل کی والدہ تھیں۔ انہوں نے کہا کیا آپ ہم کو اس کی اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس قیام کریں۔ حضرت ہاجر نے کہا ہاں! لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چیز سے حضرت اسماعیل کی ماں کی ڈھارس بندھی اور وہ انس چاہتی تھیں۔ وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا' حتیٰ کہ جب وہاں بہت سے گھر بن گئے اور ان کا بیٹا جوان ہو گیا اور اس نے ان سے عربی زبان سیکھ لی' جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو وہ جرہم کے لوگوں کو اچھے لگے تو انہوں نے اپنی ایک عورت کا ان سے نکاح کر دیا اور حضرت اسماعیل کی والدہ فوت ہو گئیں' حضرت اسماعیل کی شادی ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے احوال معلوم کرنے کے لیے آئے' انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو موجود نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے متعلق معلوم کیا' اس نے کہا وہ ہمارے لیے کچھ چیزیں لینے گئے ہیں (دوسری روایت میں ہے وہ شکار کرنے گئے ہیں) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے حالات اور گزر اوقات کے متعلق ان سے پوچھا اس نے کہا ہم بہت برے حالات میں ہیں' اور ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے شکایت کی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تمہارا خاوند آئے تو تم اس سے میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر لے' جب حضرت اسماعیل آئے تو ان کو کچھ تغیر محسوس ہوا' انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا' بیوی نے کہا ہاں اس اس شکل کا ایک بوڑھا آیا تھا' اس نے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے اس کو بتایا' اس نے مجھ سے پوچھا تمہارے حالات کیسے ہیں؟ تو میں نے اس کو بتایا کہ ہم بہت جفاکشی اور سختی کے ایام گزار رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا کیا انہوں نے کسی چیز کی وصیت کی تھی؟ اس نے کہا ہاں انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ کو ان کا سلام کہوں اور وہ یہ کہتے تھے کہ تم اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کر لو' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں' تم اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ' انہوں نے اس کو طلاق دے دی' اور ان لوگوں میں دوسری شادی کر لی' اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے رہے' پھر کچھ عرصہ بعد آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نہیں ملے' وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سوال کیا' ان کی بیوی نے کہا وہ ہمارے واسطے کچھ لینے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اور ان کی گزر اوقات کے متعلق سوال کیا' ان کی بیوی نے کہا ہم خیریت سے ہیں اور بہت خوش حال ہیں' اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ کیا کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم گوشت کھاتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اور تم لوگ کیا پیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے

Marfat.com

اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت ان لوگوں کے پاس اناج نہیں تھا ورنہ حضرت ابراھیم علیہ السلام ان کے لیے اس میں بھی برکت کی دعا کرتے' پھر آپ نے فرمایا کہ صرف ان دو چیزوں (گوشت اور پانی) پر مکہ مکرمہ کے سوا اور کسی جگہ گزارہ نہیں ہو سکتا' صرف یہ دو چیزیں اور جگہوں پر مزاج کے موافق نہیں ہوں گی' حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھے' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کیا کوئی شخص تمہارے پاس آیا تھا۔ ان کی بیوی نے کہا ہاں! ہمارے پاس اچھی شکل و صورت کا ایک بوڑھا شخص آیا تھا' اور انہوں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی تعریف کی' انہوں نے مجھ سے ہماری گزر اوقات اور حالات کے متعلق پوچھا' میں نے ان کو بتایا کہ میں خیریت سے ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کیا انہوں نے تم کو کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کہا' اور آپ کے متعلق یہ حکم دیا کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا یہ میرے والد تھے اور تم چوکھٹ ہو' انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس برقرار رکھوں۔

پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت ابراھیم علیہ السلام ٹھہرے رہے' پھر اس کے بعد آئے اس وقت حضرت اسماعیل زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اپنا تیر درست کر رہے تھے' جب انہوں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے سے اس طرح ملے جیسے بیٹا باپ سے' اور باپ بیٹے سے ملتا ہے' پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا اے اسماعیل مجھے اللہ نے ایک چیز کا حکم دیا ہے' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا آپ وہی کیجیے جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے' حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پوچھا آیا تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا میں آپ کی مدد کروں گا' حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ بیت اللہ تعمیر کروں اور انہوں نے اس ٹیلہ کی طرف اشارہ کیا جو اپنے ارد گرد کی زمین سے کافی بلند تھا' آپ نے فرمایا اس وقت ان دونوں نے بیت کی بنیادیں اٹھائیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام ان پتھروں کو جوڑ جوڑ کر لگاتے تھے' حتیٰ کہ جب بنیادیں زیادہ بلند ہو گئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اس پتھر (مقام ابراھیم) کو لائے اور اس دیوار کے ساتھ رکھ دیا' حضرت ابراھیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے' وہ دونوں بیت اللہ کی تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے گرد طواف کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہتے تھے: اے ہمارے رب! تو ہم سے قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۴' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۱۰۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۸۵ عالم الکتب)

حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے پر دلائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں کیونکہ جن کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا وہ اس وقت چلنے پھرنے اور دوڑنے کی عمر کو پہنچے تھے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پیتا چھوڑ کر گئے تھے اور جب وہ ان کے پاس لوٹے تو وہ شادی شدہ تھے' اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا تو اس حدیث میں یہ مذکور ہوتا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام ان کے دودھ

Marfat.com

پینے کے زمانہ اور شادی سے پہلے بھی ان کے پاس آئے تھے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچپن کے زمانہ میں حضرت ابراھیم کے آنے کی نفی نہیں ہے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ درمیانی زمانہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام آئے ہوں اور اس وقت آپ کو حکم ہوا ہو کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ ایک اور حدیث میں ان دو زمانوں کے درمیان حضرت ابراھیم علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے، کیونکہ ابو جہم کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراھیم، حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ سے ملنے کے لیے ہر ماہ صبح کو براق پر سوار ہو کر آتے تھے اور دوپہر کو واپس شام پہنچ جاتے تھے، امام فاکہی نے بھی سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سے ملنے کے لیے جاتے تھے، اور اس حدیث میں یہ جو مذکور ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شادی شدہ ہونے کے بعد آئے اس کا معنی یہ ہے کہ پہلے ان سے متعدد بار ملاقات کرنے کے بعد اس وقت آئے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی تھی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۰۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں بھی اس پر واضح قرائن ہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام اس سے پہلے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے۔

اول تو اس لیے کہ ایک عام انسان سے بھی یہ متصور نہیں ہے کہ وہ اپنے دودھ پیتے بچے کو کسی غیر آباد اور بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑ آئے اور سالہا سال تک ان کی خبر نہ لے، چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کے متعلق یہ گمان کیا جائے۔

ثانیاً اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پہلی اور دوسری بار شکار سے واپس ہو کر آئے تو انہیں کچھ انس محسوس ہوا اور انہوں نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ملتے جلتے رہے ہوں اور وہ ان کے جسم کی خوشبو سے مانوس ہوں، تو جب وہ گھر آئے اور گھر میں وہی مانوس خوشبو بسی ہوئی تھی تو انہوں نے دونوں مرتبہ بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا۔

ثالثاً جب ان کی پہلی اور دوسری دونوں بیویوں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شکل و صورت اور ان کا حلیہ بیان کیا تو وہ پہچان گئے اور کہا کہ وہ میرے والد ہیں ورنہ اگر انہوں نے دودھ پینے کے زمانہ سے لے کر اب تک انہیں نہ دیکھا ہوتا تو صرف حلیہ سن کر کیسے پہچان لیتے کہ وہ میرے والد ہیں۔

رابعاً اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے بعد جب حضرت ابراھیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیل درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے، وہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے سے اس طرح ملے جیسے بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے ملتا ہے، اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دودھ پینے کے ایام کے بعد اب پہلی بار حضرت ابراھیم کو دیکھا ہوتا تو دیکھتے ہی کیسے جان لیتے کہ یہ میرے والد ہیں اور فوراً ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اس لیے اگر حافظ ابن حجر عسقلانی کی روایت کردہ احادیث نہ بھی ہوتیں تب بھی صحیح بخاری کی اس حدیث میں اس پر واضح قرائن ہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ ہر ماہ ان سے ملنے کے لیے آتے تھے تو پھر جب حضرت اسماعیل سن شعور کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم کو خواب کے ذریعہ یہ حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں ذبح کر دیں۔

Marfat.com

عام لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑ آئیں

حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنی بیوی اور دودھ پیتے بچے کو غیر آباد اور بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑ کر چلے گئے تھے، اس پر قیاس کر کے کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی اور شیر خوار بچے کو کسی غیر آباد اور ویران جگہ میں چھوڑ کر چلا جائے جیسا کہ غالی اور جاہل صوفیاء اللہ پر توکل کرنے کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں، کیونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ کی وحی سے ایسا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ھاجر اور حضرت اسماعیل کے لیے سامانِ زیست کے اسباب پیدا کر دیئے، اور کسی اور شخص کا یہ مرتبہ اور منصب نہیں ہے کہ وہ وحی الٰہی کا حامل ہو کیونکہ وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر آتی ہے، ہمارے لیے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اونٹ کو باندھ کر توکل کرو، اسباب حاصل کرنے کے بعد مسبب کو اللہ پر چھوڑ دینا یہ توکل ہے نہ یہ کہ اسباب کو ہی حاصل نہ کیا جائے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنی ذریت کی دیکھ بھال کے لیے ہر ماہ شام سے مکہ آیا کرتے تھے۔

زمزم کے فضائل

صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ فرشتے کے ایڑی یا پَر زمین پر مارنے کی وجہ سے زمین سے پانی نکل آیا جس کو حضرت ھاجر نے زمزم فرمایا، اور اس چشمہ کا نام زمزم پڑ گیا سو اب ہم زمزم کے فضائل کے متعلق چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمزم سے پانی پیتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۷۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمزم کے پانی کو پیا جائے تو تم اس کو شفاء طلب کرنے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفاء عطا فرمائے گا، اور اس کو سیر ہونے کی نیت سے پیو تو اللہ تم کو سیر کرے گا، اور اگر تم زمزم کو پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ تمہاری پیاس بجھا دے گا، اور حضرت جبریل کے ایڑی مارنے اور حضرت اسماعیل کو پانی پلانے کے لیے زمزم وجود میں آیا۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۷۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۶۲)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زمزم کی یہ صفات قیامت تک کے لیے ہیں بشرطیکہ پینے والے کی نیت صحیح ہو، اور وہ ان صفات کی تکذیب نہ کرتا ہو اور زمزم کو آزمانے کے لیے نہ پیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور آزمانے والوں کو رُسوا کرتا ہے اور ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک اندھیری رات میں، میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا، مجھے بڑے زور سے پیشاب آیا، میں اس کو روکتا رہا حتیٰ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں بعض آدمیوں کے قدموں تلے روندا جاؤں گا، اور یہ حج کے ایام تھے، مجھے یہ حدیث یاد آئی میں زمزم پر آیا اور خوب سیر ہو کر زمزم کو پیا پھر صبح تک مجھے پیشاب کی ضرورت نہیں ہوئی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مکہ کو حرم قرار دینے کی وجوہ

حضرت ابراھیم نے کہا: عند بیتک المحرم یعنی تیرے اس گھر کے پاس جو محرم ہے، محرم کا معنی ہے اس کو حرم

Marfat.com

قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم کے بنانے سے بہت پہلے بنا ہوا تھا' روایت ہے کہ اس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام یا فرشتوں نے بنایا تھا' حضرت ابراہیم نے اس گھر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے کی ہے کہ اس کا اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں ہے یا یہ اضافت اس گھر کی عظمت اور جلالت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی گھر میں ہونے سے مستغنی ہے۔ بیت اللہ کو محرم فرمانے کی مفسرین نے متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں: (۱) جس طرح دوسرے شہروں میں شکار کرنا جائز ہے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی حُرمت کی وجہ سے شکار کرنے کو حرام کر دیا گیا ہے۔ (۲) جابر بادشاہوں کو بیت اللہ پر حملہ کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (۳) اس کو محرم اس لیے فرمایا کہ اس کی حُرمت بہت عظیم ہے اور اس میں کوئی ایسا عمل کرنا جائز نہیں ہے جو اس کی حُرمت کے منافی ہو۔ (۴) باہر سے آنے والوں کے لیے اس شہر میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ (۵) جو اعمال دوسرے شہروں میں جائز ہیں مثلاً اپنی بیوی سے عمل تزویج کرنا' خُوشبو لگانا' بال کٹوانا وغیرہ وہ اس شہر میں احرام باندھ کر آنے والوں پر حرام کر دیئے ہیں تاوقتیکہ وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی نہ کر لیں۔ (۶) اس شہر میں جنگ اور قتال کو حرام کر دیا گیا ہے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔ یہ آیت اس مسئلہ کو متضمن ہے کہ بیت اللہ میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت بہت افضل ہے اور اس پر حسبِ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۹۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۴' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۴۶۱)

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے سو گنا افضل ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۲۱۶' عالم الکتب' بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تو وہ ایک نماز ہے' اور مسجد قبائل (محلہ کی مسجد) میں اس کی نماز پچیس نمازیں ہیں اور جامع مسجد میں اس کی نماز پانچ سو نمازیں ہیں' اور مسجد اقصیٰ میں اس کی نماز پچاس ہزار نمازیں ہیں اور مسجد حرام میں اس کی نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۰۰۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۷۳)

اس حدیث کی سند میں ابو الخطاب دمشقی مجہول ہے اور اس کے شیخ رزیق ابو عبد اللہ کے متعلق ابن حبان نے کہا جب تک دوسری احادیث سے اس کی تائید نہ ہو اس کی روایت سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے' اور حافظ شمس الدین ذہبی نے اس حدیث کو بہت منکر کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۷ ص ۳۶۲' رقم: ۱۰۱۶۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی بہ نسبت ہزار گنا افضل ہے' ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا افضل ہے۔ (حافظ منذری نے کہا امام احمد اور امام ابن ماجہ دونوں نے اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت

Marfat.com

کیا ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۷، ۳۴۳، قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۷۵۰، ۱۵۳۴۴، عالم الکتب بیروت، تمہید ج ۲ ص ۶۷۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۷۲)

(حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۶۲۹، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ) (حافظ ابن حجر نے بھی کہا ہے اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ فتح الباری ج ۳ ص ۶۶، لاہور)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسری مساجد کی بہ نسبت مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔

(مسند البزار (کشف الاستار) رقم الحدیث: ۴۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ، الاستذکار رقم الحدیث: ۱۰۲۴۴، تمہید ج ۲ ص ۶۷۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۷۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام بزار نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت کے متعلق فقہاء کے نظریات

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

مدینہ مکہ سے افضل ہے یا مکہ مدینہ سے افضل ہے، اس میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے، امام شافعی نے کہا تمام روئے زمین میں سب سے افضل مکہ مکرمہ ہے، عطاء بن ابی رباح اور تمام اہلِ مکہ اور اہلِ کوفہ کا یہی قول ہے، اہلِ بصرہ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے مکہ کو فضیلت دی اور بعض نے مدینہ کو، اور جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ درجہ افضل ہے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنا باقی مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے، سفیان بن عیینہ کا بھی یہی قول ہے۔

(الاستذکار ج ۷ ص ۲۲۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۴ھ، التمہید ج ۲ ص ۶۶۵ - ۶۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں: اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام رُوئے زمین میں سب سے افضل ہے اور مکہ اور مدینہ رُوئے زمین میں سب سے افضل ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر، بعض صحابہ، امام مالک اور اکثر اہلِ مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے اور حضرت ابوہریرہ کی جس روایت میں ہے کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار درجہ افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے، (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۴) وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا، مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے نو سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہے، کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے۔ اور اہلِ مکہ اور اہلِ کوفہ کا یہ قول ہے کہ مکہ افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے، جیسا کہ حضرت

Marfat.com

ابن الزبیر کی روایت میں ہے اور باقی مساجد پر اس کی فضیلت ایک لاکھ درجہ ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۱۱، مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن رشد اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے مکہ کو نماز کا قبلہ بنایا ہے اور کعبہ کی زیارت کو حج قرار دیا ہے' اور مکہ کو حرم بنایا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۰۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۷۶) اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو حرم مکہ میں شکار کرے اس پر تاوان واجب ہے اور حرم مدینہ میں شکار کرنے والے پر تاوان واجب نہیں ہے' اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی حرمت کی وجہ سے اس میں حدود قائم کرنی جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۔ (آل عمران: ۹۷) جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔

اور حرم مدینہ کے متعلق کسی کا یہ قول نہیں ہے کہ اس میں حد قائم نہ کی جائے اور کسی جگہ کی فضیلت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں نیکیوں اور گناہوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے' حرم مدینہ کی بہ نسبت حرم مکہ میں گناہ کرنا زیادہ سخت ہے اور یہ مکہ کی مدینہ پر فضیلت کی دلیل ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہنے کی جو ترغیب دی ہے (صحیح البخاری: ۱۸۸۷) اس سے مدینہ کی مکہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی' اور آپ نے جو یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! مدینہ کے صاع اور مد میں برکت فرما (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۷۴) اس دعا سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ مکہ سے افضل ہو' اسی طرح آپ نے فرمایا جو مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ مکہ سے افضل ہو' اسی طرح آپ نے فرمایا مجھے اس شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے جو تمام شہروں کو کھا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۲) اس سے بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت لازم نہیں آتی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ دوسرے شہروں کے لوگ مدینہ میں آکر رہنے لگیں گے۔
(اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۵۰۸-۵۰۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سید فاسی نے شفاء الغرام میں لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر سے تین روایات حاصل ہوتی ہیں: (۱) مسجد حرام میں نماز پڑھنا' مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے' (۲) ہزار درجہ افضل ہے' (۳) ایک لاکھ درجے افضل ہے۔ سو جو شخص مسجد حرام میں ایک نماز پڑھ لے تو اس کی وہ نماز اس کی عمر کی دو سو پچاس سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر ہے' اور اگر وہ ایک دن میں پانچ نمازیں پڑھے تو اس کو پانچ سے ضرب دے دیں' یہ تو تنہا پڑھی ہوئی نمازوں کی مقدار ہے اور اگر اس نے جماعت کے ساتھ ایک دن نماز پڑھی ہو تو اس کا عدد حضرت نوح علیہ السلام کی دگنی عمر کو پہنچ جائے گا۔

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ اجر فرض نمازوں کے ساتھ مختص ہے' اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ فرض ہو یا نفل' سب کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوگا' پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ خصوصاً مسجد حرام مراد ہے یا پورے حرم کا یہ حکم ہے۔ محب طبری کا مذہب یہ ہے کہ خصوصاً مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ پورے حرم میں نماز پڑھنے کا یہی ثواب ہے' اور ایسی بھی احادیث ہیں کہ روزہ اور دیگر عبادات کا ثواب بھی حرم

Marfat.com

میں ایک لاکھ درجہ زیادہ ہوتا ہے لیکن ان کا ثبوت اس پائے کا نہیں ہے جس طرح نماز کی احادیث کا ثبوت ہے۔

علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں احکام المسجد کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب (احناف) کا یہ مذہب ہے کہ ایک لاکھ گنا اضافہ تمام مکہ کو شامل ہے بلکہ تمام حرم مکہ کو شامل ہے جیسا کہ علامہ نووی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۸۔۱۸۷، ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۴۸۵۔۴۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مدینہ (فقہی) حرم نہیں ہے، اور راجح قول یہ ہے کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے، ماسوا اس جگہ کے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر ہے، کیونکہ وہ جگہ مطلقاً افضل ہے، حتیٰ کہ کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کعبہ سے افضل ہے اور اس پر اجماع ہے اور قبر مبارک کے ماسوا مدینہ میں اختلاف ہے، ابن عقیل حنبلی نے کہا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور تاج فاکہی نے کہا ہے کہ زمین آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ زمین میں آپ آرام فرما ہیں۔

(دالمحتار ج ۲ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ردالمحتار ج ۴ ص ۴۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ خصوصیت سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور درمیان میں کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اس کے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات، عذاب سے نجات اور نفاق سے نجات لکھ دی جائے گی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵، رقم الحدیث: ۱۲۶۱۱، عالم الکتب بیروت، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۴۴۰)

ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے تھے: مکہ مدینہ سے زیادہ افضل ہے اور مدینہ مکہ سے زیادہ محبوب ہے، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما کیونکہ انہوں نے ہمیں ہمارے وطن سے وبا کی زمین کی طرف نکال دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمیں مدینہ ایسا محبوب بنا دے جیسے ہمیں مکہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ، اے اللہ! ہمارے صاع اور مد (پیمانوں) میں برکت دے، ہمیں صحت دے اور مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے، ہم مدینہ میں آئے تو وہ اللہ کی زمین پر سب سے زیادہ وبا والی زمین تھی، اور بطحان نالہ آہستہ آہستہ بہتا، رہتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۷۶)

خلاصہ یہ ہے کہ افضل بہرحال مکہ مکرمہ ہے لیکن مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایک شعر ہے:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

Marfat.com

دعا کا طریقہ اور اس کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا: اے ہمارے رب! بے شک تُو ان باتوں کو جانتا ہے جن کو ہم چھپاتے ہیں اور جن کو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ○

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اس آیت میں نہایت لطیف پیرائے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تُو ہماری ضروریات سے آگاہ ہے، ہم عواقب امور پر مطلع نہیں ہیں اور تُو ہی خوب جانتا ہے کہ کیا چیز ہمارے حق میں مفید ہے اور کیا چیز ہمارے حق میں مضر ہے سو تو ہمیں وہ چیز عطا فرما جو ہمارے لیے مفید ہو اور ہم کو اس چیز سے محفوظ رکھ جو ہمارے حق میں مضر ہو، کیونکہ آسمان و زمین کی ہر ظاہر اور مخفی چیز کو تُو جاننے والا ہے اور تجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے صراحتاً سوال کیوں نہیں کیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر اکتفا کیوں کی، اس کے دو جواب ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ کریم اور جواد کی حمد و ثناء کرنا بھی سوال اور دعا ہوتی ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے سوال اور دعا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے جس شخص کو قرآن مجید (کی تلاوت) نے میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں اور اللہ کے کلام کی باقی کلاموں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح اللہ کی مخلوق پر فضیلت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۳۵۹، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۴۹ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۷۳)

اس کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے ○

اس آیت میں بھی یہ رہنمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے، باقی رہا یہ کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی کتنی عمر تھی اس کا بیان ان شاء اللہ عنقریب آئے گا، حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: ۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ پورے عزم کے ساتھ سوال کرے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۹۰۲، عالم الکتب)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۸۸، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۶۵)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ مصائب میں اس کی دعا قبول کی جائے اس کو چاہیے کہ راحت کے ایام میں بہ کثرت دعا کیا کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۳۹۶، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کیفیت کے ساتھ دعا کرو کہ تمہیں دعا قبول ہونے کا یقین ہو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے حضور قلب کے ساتھ دعا قبول نہیں کرتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۱۰۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم نے دعا کی) اے میرے رب! مجھے (ہمیشہ) نماز قائم کرنے والا رکھ، اور میری بعض اولاد کو بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرماO اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما! اور میرے والدین کی اور سب مومنوں کی جس دن حساب ہو گاO (ابراہیم: ۴۱-۴۰)

امن اور سلامتی کا ایمان اور اسلام پر مقدم ہونا

سابقہ آیت اور ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر ہے، ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے سات دعائیں کی ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا) پہلے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے! اور امن اور امان کا حاصل ہونا سب سے بڑی نعمت ہے، ایمان بھی تب ہی سلامت رہ سکتا ہے جب شہر میں امن ہو جان، مال اور عزت محفوظ ہو، دیکھیے جب اندلس میں امن نہ رہا اور مسلمانوں کی جانیں عیسائی حکمرانوں کے ہاتھوں محفوظ نہ رہیں تو کتنے مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا اور کتنے مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا، اذان، نماز باجماعت اور دیگر اسلامی شعائر اسی وقت قائم کیے جا سکتے ہیں جب ملک میں مسلمانوں کو امن حاصل ہو، بھارت میں کتنے مسلمانوں کو شدھی کر دیا گیا، وہاں گائے کی قربانی نہیں کی جا سکتی، مسلمان بچوں کو ہندی اسکولوں میں بندے ماترم کا ترانہ پڑھنا پڑتا ہے، مسلمانوں کی مساجد محفوظ نہیں ہیں، بابری مسجد کو ہندوؤں کا شہید کر دینا ابھی دور کا سانحہ نہیں ہے، اس لیے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ملک میں امن قائم ہو، صحت بھی بہت بڑی نعمت ہے لیکن صحت کے حصول کے لیے ہسپتالوں اور ڈاکٹروں تک پہنچنا بھی تب ہی ممکن ہے جب ملک میں امن ہو، ہمارے شہر کراچی میں لسانی ہنگاموں اور اس کے نتیجہ میں مسلسل کئی کئی دن تک پہیہ جام ہڑتالوں کے نتیجہ میں ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ لوگ جاں بلب مریضوں کو فوراً ہسپتال نہ پہنچا سکے، کتنی اموات کو بروقت دفنایا نہ جا سکا، کتنے لوگوں کو سامان خورد و نوش کی ضرورت تھی اور ہڑتالوں کی وجہ سے وہ کھانے پینے کا سامان نہ خرید سکے، کئی لوگ روزمرہ دہاڑی پر کام کرتے ہیں اور وہی ان کی روزانہ خوراک کا ذریعہ ہے، کئی پردیسی لوگ بے گھر ہیں وہ صرف ہوٹلوں سے کھانا کھاتے ہیں، ہوٹل بند ہو جانے سے اور روزی نہ ملنے سے یہ تمام لوگ مصائب کا شکار ہوئے اور یہ سب ہڑتالوں کا نتیجہ ہے، پھر لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات میں کتنے بچے یتیم ہو جاتے ہیں، بعض گھروں میں ایک ہی شخص سب کا کفیل ہوتا ہے وہ فسادات میں مارا جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پورا گھر مصائب کا شکار ہو جاتا ہے، غرض بدامنی سے دین کا بھی نقصان ہوتا ہے اور دنیا کا بھی ہوتا ہے، ہنگاموں میں لوگ ڈاکخانے اور بینک جلا دیتے ہیں، گاڑیاں جلا دیتے ہیں، ٹریفک سگنل توڑ دیتے ہیں یہ کس کا نقصان ہے، یہ ہمارا ہی نقصان ہے لیکن صدمہ یہ ہے کہ ہم میں اجتماعی سوچ نہیں رہی! غرض یہ کہ امن نہ ہونے سے دین اور دنیا دونوں خطرے میں ہیں۔ دین اور دنیا میں کامیابی اسی وقت حاصل ہو گی جب مسلمانوں کے ملک میں امن اور امان قائم ہو یہی وجہ

Marfat.com

ہے کہ جس ملک میں مسلمانوں کی جان اور ان کا ایمان خطرہ میں ہو وہاں کے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات دعائیں کیں ہر دعا اپنی جگہ اہم ہے لیکن انہوں نے ملک میں سلامتی اور امن کے حصول کو سب پر مقدم کیا اور فرمایا: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے!

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چاند دیکھ کر دعا کی تو امن اور سلامتی کا ذکر ایمان اور اسلام سے پہلے کیا۔ طلحہ بن عبید اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھ کر دعا کی:

اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی وربک اللہ۔ اے اللہ ہمیں اس چاند میں امن اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ رکھ۔ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی رقم الحدیث: ۶۴۴، المستدرک ج ۴ ص ۲۸۵، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۶۸۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۲ قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۹۷، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۳۵، امام ترمذی، امام احمد اور امام بغوی کی روایت میں امن کی جگہ یمن کا لفظ ہے۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بقیہ دعاؤں کی تشریح

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری دعا یہ مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بیٹوں کو توحید پر قائم رکھے اور بت پرستی سے محفوظ رکھے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری دعا اپنی امت کے گناہ گاروں اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے تھی، آپ نے ان کے لیے مغفرت طلب کی اور یہ گناہ گاروں کے لیے شفاعت ہے۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی دعا اپنے اور اپنی اولاد کے لیے آسانی اور سہولت اور دین و دنیا کی بہتری اور خیر کے حصول کے لیے تھی کیونکہ انہوں نے کہا: اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ وادی میں یعنی تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک ٹھہرا دیا ہے۔ اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں، تو کچھ لوگوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں، اور بے آب و گیاہ کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ اس زمین کو سرسبز و شاداب کر دے۔

(۵) پانچویں دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی اولاد کو حوادث اور مصائب سے محفوظ رکھے، کیونکہ تیرے بتائے بغیر ہمیں مستقبل میں پیش آنے والی آفتوں کا اور غیب کی باتوں کا علم نہیں ہے، اس لیے انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! بے شک تو ان باتوں کو جانتا ہے جن کو ہم چھپاتے ہیں اور جن کو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

(۶) چھٹی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! ہماری ان دعاؤں کو قبول فرما، اس میں یہ تعلیم ہے کہ بندہ اپنی دعائیں کرنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اللہ ان سب دعاؤں کو قبول فرمائے۔

نبی معصوم کی دعاء مغفرت کے محامل

(۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مغفرت کی دعا کی حالانکہ وہ معصوم ہیں، اور انبیاء علیہم السلام جب اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس سے مراد ترقی درجات ہوتی ہے، یا انبیاء علیہم السلام مغفرت کی دعا کر کے اپنی تواضع اور

Marfat.com

انکساری کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے کوئی مستغنی نہیں ہے اور جب انبیاء علیھم السلام بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کر رہے ہیں تو عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کی کتنی احتیاج ہے اور یا یہ استغفار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا پورا شکر ادا نہیں کر سکے کیونکہ اس کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور ان کا شکر متناہی ہے اور وہ اس کی عبادت کا حق نہیں ادا کر سکے۔ اور یا یہ استغفار اس وجہ سے ہے کہ امت کی تعلیم اور تشریع کے لیے انہوں نے جو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کام کیے اس پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں حالانکہ وہ کام ان کے حق میں فرض کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ امت کو تعلیم دینا اور کسی مکروہ کام کا جواز بیان کرنا فرائض نبوت سے ہے اور یا استغفار کی وجہ یہ ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک خطاء کے حکم میں ہوتی ہیں اور یا ان کا استغفار اجتہادی خطاء پر ہوتا ہے ہرچند کہ وہ اجتہادی خطاء پر قائم نہیں رہتے اور ان کو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

(۸) حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پہلے اپنے لیے دعا کی پھر اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کی اور اس میں ہم کو دعا کا طریقہ بتایا ہے کہ سب سے پہلے اپنے لیے دعا کرنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو کہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہوں، اور اگر وہ صرف دوسروں کے لیے دعا کرے اور اپنے لیے دعا نہ کرے تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو دعا سے مستغنی سمجھتا ہے اور اگر وہ دوسروں کے بعد اپنے لیے دعا کرے تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ دوسروں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ سے دعا کا کم محتاج ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والدین کے مومن ہونے پر دلائل

(۹) حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے جو دعا کی ہے اس کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ماں باپ کافر تھے اور کافروں کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے سو اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعا کی اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ کافروں کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ والدین سے ان کی مراد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام ہیں، تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کی دعا سے مراد تھی بہ شرط اسلام اور بعض مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ ان کی والدہ مومنہ تھیں صرف باپ کافر تھے اسی وجہ سے قرآن مجید میں خصوصیت سے باپ کے متعلق یہ آیتیں ہیں:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (التوبہ: ۱۱۴-۱۱۳)

ایمان والوں اور نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ دوزخی ہیں○ اور ابراھیم نے اپنے (عرفی) باپ کے لیے جو استغفار کیا تھا وہ صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے، جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بے شک ابراھیم بہت نرم دل اور بہت حلم والے تھے○

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

امام رازی بہت بڑے عالم ہیں، ہم ان کے شاگردوں کے علوم کو بھی نہیں پہنچتے اور علمی اعتبار سے ہم ان کی گرد راہ بھی نہیں ہیں، ہم نے اپنی تفسیر میں ان کی تحقیقات اور نکات آفرینی سے بہت استفادہ کیا ہے، ہمارے دل میں ان کی بہت زیادہ توقیر اور تکریم ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و تکریم اس سے کہیں زیادہ ہے، انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر ہمارے ایمان کا جزو ہے، ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کافر تھے، سورہ التوبہ کی یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کے متعلق ہے اور اس آیت میں باپ کا اطلاق چچا پر ہے اور عرب میں یہ معروف ہے، ہم یہ نہیں مانتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم نہیں تھا کہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے، اور سورہ توبہ کی اس آیت سے بہرحال آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے اور سورہ ابراہیم: ۴۱ کی اس آیت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے یہ بہت بعد کا واقعہ ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے، اس دعا سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ (ابراھیم: ۳۹)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے ○

اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراھیم: ۴۱)

اے ہمارے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب مومنوں کی جس دن حساب ہو گا ○

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کی زندگی میں اس کے ایمان لانے کی امید تھی اس وجہ سے وہ اس کے لیے استغفار کرتے تھے، جب آزر مر گیا تو انہوں نے اس کے لیے استغفار نہیں کیا اور اس سے بے زار ہو گئے وہ مر گیا اور ایمان نہیں لایا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۰۰۶۰، مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

آزر نے ۲۰۵ سال کی عمر پائی اور اس کی وفات شام کے مشہور و قدیم شہر حران میں ہوئی۔

(عہد نامہ قدیم، التکوین باب: ۱۱، آیت: ۳۰، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱ ص ۱۱۵)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

ھشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت کی، وہاں سارہ نے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کے لیے ہبہ کر دیا، حضرت ابراہیم نے ان سے نکاح کر لیا وہ ان کے ساتھ گئیں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سینتیس سال تھی، وہ ان کے ساتھ حران گئے اور ایک طویل عرصہ تک وہاں رہے، پھر وہاں سے اردن چلے گئے اور وہاں بھی ایک طویل عرصہ تک رہے، پھر مصر چلے گئے اور وہاں بھی ایک طویل عرصہ تک رہے پھر شام لوٹ آئے اور وہاں ایلیا اور فلسطین کے درمیان السبع کے علاقہ میں رہے، وہاں ایک کنواں کھودا اور مسجد بنائی، وہاں کچھ لوگوں نے آپ کو ستایا تو آپ فلسطین اور ایلیا کے درمیان ایک مقام پر چلے گئے، وہاں بھی کنواں کھودا اور اقامت کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مال اور بہت غلام عطا کیے تھے، آپ وہ پہلے شخص ہیں جس نے مہمان نوازی کی اور پہلے

Marfat.com

شخص ہیں جس نے ثرید (سالن میں روٹی کے ٹکڑے) بنایا اور پہلے شخص ہیں جس نے سفید بال دیکھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن سعد، محمد بن عمر اسلمی سے روایت کرتے ہیں جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر نوے سال ہو گئی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراھیم علیہ السلام سارہ کے ساتھ ایک جابر بادشاہ کے ملک میں پہنچے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے وہ مصر کا بادشاہ تھا اور اس کا نام عمرو بن امرء القیس بن سبا تھا۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۲) اس بادشاہ کو یہ بتایا گیا کہ اس کے ملک میں ایک شخص بہت حسین عورت کے ساتھ داخل ہوا ہے، اس نے حضرت ابراھیم کو بلوایا، اور پوچھا یہ عورت کون ہے، حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا یہ میری بہن ہے، پھر آپ سارہ کے پاس گئے اور کہا اے سارہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی اور مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے کہا یہ میری بہن ہے تم میری تکذیب نہ کرنا (یعنی تم میری دینی بہن ہو، حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ توریہ اس لیے کیا تھا کہ جب اس ظالم بادشاہ کو پتا چلتا کہ کوئی حسین عورت کسی کی بیوی ہے تو وہ اس کو قتل کرا دیتا تھا۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۲) اس ظالم بادشاہ نے سارہ کو بلوایا اور ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے لگا، تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا، اس نے کہا تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا، جب حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا، اس نے دوبارہ حضرت سارہ کو پکڑا تو دوبارہ اس کا ہاتھ اسی طرح شل ہو گیا یا پہلے سے بھی زیادہ، اس نے کہا تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا، حضرت سارہ نے دعا کی تو پھر اس کو چھوڑ دیا گیا، پھر اس نے اپنے بعض کارندوں کو بلایا، اور کہا تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو بلکہ ایک جنیہ کو لائے ہو، پھر اس نے حضرت سارہ کی خدمت کے لیے ھاجر ان کو دی (حضرت ھاجر کے والد قبطیوں کے بادشاہوں میں سے تھے اور وہ مصر کے ایک شہر حفن کی رہنے والی تھیں، خلاصہ یہ کہ وہ شہزادی تھیں۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۴) حضرت سارہ، حضرت ابراھیم کے پاس پہنچیں وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے کہا اللہ نے کافر کے مکر کو رد کر دیا اور خدمت کے لیے ھاجر دے دی، حضرت ابو ہریرہ نے کہا یہی (حضرت ھاجر) تمہاری ماں ہیں اے زمزم کے بیٹو!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰، عالم الکتب)

ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ آزر شام کے قدیم شہر حران میں مر گیا تھا اور حضرت ابراھیم ایک طویل عرصہ حران میں رہنے کے بعد اردن گئے، اور اردن میں ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد حضرت سارہ کے ساتھ مصر گئے اور مصر میں حضرت سارہ کو حضرت ھاجر دی گئیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی اس حدیث اور اس کی شرح فتح الباری کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں اور امام ابن سعد نے بھی یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ھاجر قبطیہ تھیں اور مصر کے ایک شہر کی رہنے والی تھیں، وہ مصر کے ایک ظالم اور سرکش فرعون کے پاس تھیں جس نے حضرت سارہ کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا۔ اللہ نے اس کو نامراد کیا پھر اس نے حضرت ھاجر کو بلایا اور حضرت سارہ کو بخش دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حضرت ھاجر کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحاق پیدا ہوئے

Marfat.com

اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعا کی: اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہےO اے میرے رب! مجھے (ہمیشہ) نماز قائم کرنے والا رکھ، اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما!O اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما! اور میرے والدین کی اور سب مومنوں کی جس دن حساب ہو گاO (ابراھیم: ۴۱-۳۹)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ آزر کے مرنے اور حضرت ابراھیم کے اس سے بیزار ہونے کے بہت عرصہ گزرنے کے بعد اور کم و بیش پچاس سال گزرنے کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے اور کافروں کے لیے دعا کرنے سے خصوصاً آزر کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے آپ کو منع کر دیا گیا تھا اور آپ نے اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آپ کے والدین مومن تھے اور آزر آپ کا باپ نہ تھا کیونکہ وہ تو بہت سال پہلے مر چکا تھا اور آپ اس سے بیزار ہو چکے تھے، تو جن والدین کے لیے مغفرت کی یہ دعا کی ہے وہ مومن تھے۔

اللہ کا بے پایاں شکر ہے کہ اس نے مجھے اس ترتیب سے باحوالہ حضرت ابراھیم کے والدین کے ایمان کو ثابت اور بیان کرنے کی توفیق عطا کی۔ الانعام: ۷۴ میں بھی میں نے انبیاء علیہم السلام کے والدین کریمین کے ایمان کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن ابراھیم: ۴۱ کی یہ تقریر تفصیل اور تحقیق کے اعتبار سے منفرد ہے اور شاید کہ قارئین کو یہ تقریر اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔

نماز میں دعا مانگنے کے آداب

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جو دعا کی ہے کہ مجھے اور میری اولاد کو ہمیشہ نماز پڑھنے والا بنا اور اے میرے رب! قیامت کے دن میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی، اکثر اور بیشتر مسلمان اپنی نمازوں میں یہی دعا کرتے ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ نماز میں اپنے لیے، اپنے ماں باپ کے لیے، اپنے استاذ کے لیے اور مومنین کے لیے دعا کرے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) مومنین کی قید سے کفار سے احتراز کر لیا کیونکہ کافروں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا، ہاں اگر وہ زندہ ہوں تو ان کے لیے ہدایت اور توفیق کی دعا کرے اور دعا میں مومنین کے ساتھ مومنات کا بھی اضافہ کر دے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد: ۱۹) — اپنے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) اور مومنین اور مومنات کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

اور حدیث میں ہے: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں مومنین اور مومنات کے لیے دعا نہیں کی اس کی نماز ناقص ہے۔ (معرفۃ التذکرۃ فی الاحادیث الموضوعۃ رقم الحدیث: ۶۸۷، اس کی سند میں عمرو بن محمد بن الاعشم کذاب ہے) اور ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بندہ کی سب سے زیادہ محبوب دعا یہ ہے کہ وہ کہے کہ اے اللہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت پر بالعموم رحمت فرما۔ (الکامل لابن عدی ج ۵

Marfat.com

ص ۵۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، تذکرۃ الموضوعات لابن قیسرانی رقم الحدیث: ۶۹۱ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۷، کنزالعمال رقم الحدیث: ۳۲۱۲، الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۳۵۰، امام ابن عدی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔) اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ میری مغفرت فرما تو آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اگر تم عام لوگوں کے لیے دعا کرتے تو تمہاری دعا قبول ہوتی، ایک اور حدیث میں ہے ایک شخص نے دعا کی اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما تو آپ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا اپنی دعا میں تعمیم کرو، کیونکہ خاص اور عام دعا میں اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین میں فرق ہے، اور البحر الرائق میں الحاوی القدسی سے منقول ہے کہ نماز کے قعدہ اخیرہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ اپنے لیے اپنے والدین کے لیے اپنے اساتذہ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دین اور دنیا کی بھلائی کی دعا کرے اور یوں کہے اللھم اغفرلی ولوالدی واستاذی وجمیع المومنین۔ ہرچند کہ استاذی کا لفظ قرآن مجید میں نہیں ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور کسی محال چیز کی دعا نہ کرے مثلاً یہ دعا کرے کہ مجھے جنت میں انبیاء علیہم السلام کا مقام ملے یا یہ دعا کرے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں کبھی بھی کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہو کیونکہ یہ محال عادی ہے انسان کو کچھ نہ کچھ ضرر ضرور لاحق ہوگا، اور نہ دعا میں حد سے تجاوز کرے، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب میں جنت میں داخل ہوں تو مجھے اس کی دائیں جانب سفید رنگ کا محل عطا فرمانا، تو حضرت عبداللہ بن مغفل نے کہا اے بیٹے! اللہ سے (بس) جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعا میں اور وضو میں حد سے تجاوز کریں گے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۶۴، مسند احمد ج ۴ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۸۸)

دعاء حرام

علامہ حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نمازی یہ دعا کرے کہ میں تمام عمر عافیت سے رہوں یا مجھے دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں حاصل ہوں اور تمام برائیاں مجھ سے دور ہوں یا محال عادی کا سوال کرے مثلاً مجھ پر دسترخوان نازل ہو، یا محال شرعی کا سوال کرے مثلاً کافر کی مغفرت کا سوال کرے تو یہ تمام دعائیں حرام ہیں۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں) کیونکہ جو شخص کافر کی مغفرت طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خبر کی تکذیب طلب کرتا ہے، اور اگر یہ دعا کرے کہ اللہ تمام مومنوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دے تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس دعا میں ان احادیث صحیحہ کی تکذیب ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ بعض مومنوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کو شفاعت سے یا محض اپنے فضل سے دوزخ سے نکال لے گا، لیکن کافر کی مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے اور ثانی الذکر دعا کفر نہیں ہے کیونکہ اس میں اخبار آحاد کی تکذیب ہے۔

تمام مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کرنا آیا خلف وعید کو مستلزم ہے؟

تمام مسلمانوں کے تمام گناہوں کی مغفرت کا معاملہ ایک مشہور مسئلہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ آیا خلف وعید جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن گناہ گاروں کو عذاب دینے کی وعید سنائی ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کر سکتا ہے یا نہیں، اشاعرہ کہتے ہیں کہ خلف وعید جائز ہے کیونکہ سزا کی وعید سنا کر سزا نہ دینا جود اور کرم سے شمار کیا جاتا ہے اور علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے اور اسی طرح علامہ نسفی نے تصریح کی ہے کہ خلف وعید محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَیَّ وَ قَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَیۡکُمۡ بِالۡوَعِیۡدِ۝ مَا یُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ (ق: ۲۹-۲۸)

اللہ ارشاد فرمائے گا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تمہارے پاس پہلے ہی عذاب کی وعید بھیج چکا ہوں○ اور میری بات تبدیل نہیں ہوتی۔

وَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ (الحج: ۴۷)

اور اللہ اپنی وعید کے ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔

حق کے قریب تر یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں خلف وعید جائز ہے اور کفار کے حق میں محال ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (النساء: ۱۱۶)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ کافر اور مشرک کی تو بہرحال بخشش نہیں ہو گی اور مسلمان گناہ گاروں میں سے اللہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور اسی طرح سورت ابراھیم: ۴۱ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے اور سورت محمد: ۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے یہ دعا کی اے اللہ! عائشہ کے اگلے اور پچھلے اور ظاہر اور خفی ذنب کو معاف فرما دے اور فرمایا میں یہی دعا ہر نماز میں اپنی امت کے لیے بھی کرتا ہوں (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۱۱، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۵۸، المستدرک ج ۴ ص ۱۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۳) اور یہ دعا ان نصوص کے خلاف نہیں ہے جن میں مذکور ہے کہ بعض گناہ گار مسلمان دوزخ میں داخل ہوں گے، کیونکہ مقصود یہ ہے کہ تمام گناہ گار مسلمانوں کے تمام گناہوں کی مغفرت جائز اور ممکن ہے، نہ اس پر جزم اور یقین کرنا کہ یہ مغفرت تمام مسلمانوں کو حاصل ہو گئی ہے اور اس دعا کا جواز اس کے وقوع کے جواز اور امکان پر موقوف ہے نہ کہ اس کے وقوع کے جزم اور یقین پر۔

علامہ ابی اور نووی نے یہ کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں میں وعید ضرور نافذ ہو گی اور جب کوئی شخص یہ دعا کرے گا کہ اے اللہ تمام مسلمانوں کی مغفرت کر دے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی یہ دعا کرے کہ اے اللہ! ہم پر نماز اور روزہ واجب نہ کر یا جیسے کوئی مردہ کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرے، البتہ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے شفقت کا اظہار ہے اور جب یہ دعا کرے گا کہ اے اللہ ہم پر نماز اور روزہ فرض نہ کر تو اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے گریز اور بیزاری کا اظہار ہے، لہٰذا وہ اس دعا سے گناہ گار ہو گا لیکن کافر نہیں ہو گا اور جب مردہ کافروں کے لیے مغفرت کی دعا کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کا اظہار ہے اور قرآن مجید کی نصوص صریحہ کا انکار ہے، اس لیے یہ کفر ہے اور تمام مومنوں کے لیے دعا کرنا اس طرح نہیں ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۳۵۱-۳۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۲۱۰-۲۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُہُمۡ لِیَوۡمٍ

اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا، وہ انہیں اس دن تک کے لیے ڈھیل دے رہا

Marfat.com

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ○ لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے درآں حالیکہ

طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ

ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے ○ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جب ان پر عذاب آئے گا

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ

تو ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے، ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے

وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے

فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ

ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں ○ اور انہوں نے گہری سازشیں کیں، اور اللہ کے

مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ

پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں، اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں ○ تو تم ہرگز

اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ

بدگمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے، بے شک اللہ بہت غالب، انتقام لینے والا ہے ○

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے جو واحد ہے

الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ ۚ

اور غالب بھی ○ اور آپ اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے ○

Marfat.com

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ

وہ (آگ بھڑکانے والے) روغن کی قمیصیں پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں سے آگ لپٹ رہی ہوگی ○ تاکہ اللہ ہر شخص کو اس

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا

کے کاموں کا بدلہ دے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لیے پیغام ہے تاکہ انہیں

ع ۱۱ / ۱۹ بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صرف وہ ایک ہی مستحق عبادت ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا، وہ انہیں اس دن تک کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ○ لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے درآنحالیکہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے ○

(ابراہیم: ۴۳-۴۲)

مشکل الفاظ کے معانی

تشخص: یہ لفظ شخوص سے بنا ہے کسی کو لگاتار ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، اس کا معنی ہے آنکھوں کو کھلا رکھنا۔

مہطعین: یہ مہطع کی جمع ہے، اس کا معنی ہے سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے، اور عاجزی اور ذلت کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے والے۔

مقنعی رء وسھم: اپنے سروں کو آسمان کی طرف بلند کر کے دیکھنے والے، قنع کا معنی ہے عاجزی، اقناع راسہ کا معنی ہے اپنے سر کو بلند کرنا۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان کیے پھر یہ بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو شرک سے محفوظ رکھے اور ان کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ان کی، ان کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور چونکہ طلب مغفرت کے ضمن میں یہ مطلوب آگیا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت پر دلیل قائم فرمائی: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا، اس سے مقصود اس بات پر تنبیہہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا انتقام نہ لے تو لازم آئے گا یا تو اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم سے لاعلم اور غافل ہے، اور یا اس سے انتقام لینے سے عاجز ہے اور یا اس کے ظلم پر راضی ہے اور جب کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ پر محال ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن تمام انسان، یہ جہان اور اس کی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور ان تمام چیزوں کا فنا ہو جانا ہی قیامت ہے اس کے بعد حشر اور روز حساب قائم ہوگا اور ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزا دی جائے گی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دینے کے لیے تمام جہان کو فنا کرنا کیوں ضروری ہے ظالم اور مظلوم

Marfat.com

کو ان کے مرنے کے فوراً بعد جزا اور سزا کا سلسلہ کیوں نہیں شروع کر دیا جاتا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک یہ جہان قائم رہے گا انسان کی نیکیوں اور برائیوں کا سلسلہ جاری رہے گا' مثلاً کسی انسان نے ایک مسجد بنوادی تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی اس کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے گا خواہ وہ وفات پاچکا ہو اور اسی طرح جس آدمی نے کنواں بنوادیا۔ تو جب تک اس کنویں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے گا علی ھذا القیاس اس نے تفسیر قرآن اور شرح حدیث کی کوئی کتاب لکھ دی تو یونہی معاملہ ہوگا' اور اگر کسی شخص نے کوئی قحبہ خانہ' جوئے خانہ یا شراب خانہ بنایا تو جب تک برائی کے یہ اڈے قائم رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جاتے رہیں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے عذاب کا کچھ حصہ پہلے ابن آدم پر بھی ہوگا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے قبیلہ مضر کے کچھ لوگ آئے جن کے پیر ننگے' بدن ننگے گلے میں پوستین یا عبائیں پہنے ہوئے تھے' ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا آپ اندر گئے' پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' حضرت بلال نے اذان دی پھر اقامت کہی' آپ نے نماز پڑھائی خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا یہ پوری آیت پڑھی (النساء:۱) اور یہ آیت پڑھی کہ انسان کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے (الحشر:۱۸) لوگ درہم' دینار' اپنے کپڑے' گندم اور جو وغیرہ صدقہ کریں' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو' انصار میں سے ایک شخص بڑی بھاری تھیلی اٹھا کر لایا جس کے بوجھ سے اس کا ہاتھ تھک گیا تھا' پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ میں نے کھانے کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے یوں تمتما رہا تھا جیسے وہ سونے کا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے (یا کسی نیکی کی ایجاد کرے) اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی' اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتداء کی (یا کوئی برائی ایجاد کی) اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

نیکی ایجاد کرنے والے کو بعد کے نیکی کرنے والوں کا اجر اس لیے ملے گا کہ ان کی نیکیوں کا وہ سبب ہے اسی طرح برائی ایجاد کرنے والے کو بعد کے برے کام کرنے والوں کی سزا اس لیے ملے گی کہ ان کی برائیوں کا وہ سبب ہے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ جب تک تمام انسان اور یہ دنیا ختم نہیں ہو جاتی اس وقت تک انسانوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا' نیک لوگوں کا نہ بد لوگوں کا' اس لیے جزاء اور سزا کا نظام قائم کرنے کے لیے قیامت کا ہونا ضروری ہے۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل سمجھتے تھے؟

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا۔ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح آپ پہلے اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے ظلم سے بے خبر نہیں جانتے تھے آپ اسی پر ثابت قدم رہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ — اور تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔

(الانعام: ۱۴)

یعنی جس طرح آپ پہلے شرک کی نفی کرتے تھے اسی نفی پر قائم رہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ۔ — اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

(النساء: ۱۳۶)

یعنی اللہ اور رسول کے ایمان لانے پر ثابت قدم رہو۔

(۲) آپ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے چشم پوشی کر کے ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا جیسے کوئی غافل شخص کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر نگراں اور سخت محاسب ہے وہ ان سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔

(۳) اس آیت میں اگرچہ بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت سے خطاب ہے، یعنی اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل گمان نہ کرنا۔

(۴) سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کو تسلی دی ہے اور ظالموں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی سزا کو قیامت کے دن تک کے لیے موخر کر دیا ہے، پھر یہ بتایا ہے کہ اس دن کی ہولناکیوں سے لوگوں کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی، اس دن دہشت سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے درآنحالیکہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی، اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے، ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا○ اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا، اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دیں تھیں○ (ابراھیم: ۴۵-۴۴)

قیامت کے دن کفار کا کف افسوس ملنا

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے تو ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے، اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

وَلَوْ تَرٰى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ○ (الانعام: ۲۷) — اور اگر آپ دیکھتے جب انہیں دوزخ کی آگ پر ٹھیرایا جائے گا تو وہ کہیں گے کاش ہمیں (دنیا میں) لوٹا دیا جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم ایمان

Marfat.com

والوں میں سے ہو جائیں گے○

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۲)

اور اگر آپ دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا! تو ہمیں (دنیا میں) واپس لوٹا دے تاکہ ہم نیک عمل کریں بےشک ہم یقین کرنے والے ہیں○

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائیں تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا، یعنی کیا اس سے پہلے تم قیامت اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزاء اور سزا کے دن کا انکار نہیں کرتے تھے اور تم کو ہمارے رسولوں نے بتا دیا تھا کہ پچھلی امتوں میں سے جس نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا اس پر کس قسم کا عذاب آیا تھا، اور اس سے پہلے تم قوم ثمود کے گھروں میں تباہی کے آثار دیکھ چکے ہو، تو تم نے ان کے آثار دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے گہری سازشیں کیں، اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں، اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں○ (ابراہیم: ۴۶)

کافروں کے مکر کی تفسیر میں متعدد اقوال

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ مکروا کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے یعنی یہ گہری سازش کرنے والے کون تھے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہیں جب انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تھا جیسے ہی آپ گھر سے باہر نکلیں آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کفار آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں، وہ اپنی سازش میں مصروف تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے○

اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مکروا کی ضمیر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانہ کے کفار کی طرف راجع ہے اور اس سازش سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی زمانہ میں ایک جابر بادشاہ تھا جس کا نام نمرود تھا، اس نے آسمان تک پہنچنے کی ایک سازش تیار کی۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس بادشاہ نے گدھ کے دو بچوں کو پالا جب وہ خوب تیار اور فربہ ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا اور دوسرے پائے سے دوسرے کو باندھ دیا، خود اپنے ایک وزیر کے ساتھ اس چوکی پر بیٹھ گیا، انہیں کئی دن بھوکا رکھا تھا، پھر ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر اٹھایا، بھوکے گدھ اس گوشت کو کھانے کے لیے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے، جب وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ انہیں ہر چیز مکھی کی طرح نظر آنے لگی تو اس نے وہ لکڑی جھکا دی، اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا، اس لیے اب ان گدھوں نے اپنے پر سمیٹ کر گوشت کے لیے نیچے اترنا

Marfat.com

شروع کردیا اور وہ تخت بھی نیچے ہونے لگا حتی کہ وہ تخت زمین پر پہنچ گیا، حضرت علی، ابن کعب اور حضرت عمر سے یہی منقول ہے کہ یہ نمرود کا قصہ ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا اس نے اس طرح آسمان پر قبضہ کرنے کی احمقانہ سازش کی تھی، اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سمایا تھا اس نے بہت بلند مینار تعمیر کرایا تھا، لیکن دونوں کا ضعف اور عجز ظاہر ہو گیا، اور ذلت اور خواری کے ساتھ وہ دونوں حقیر اور ذلیل ہوئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٦٠٠، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٩ھ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک اور قتادہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس مکر اور سازش سے مراد یہ ہے کہ مشرکین مکہ اور کفار نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کو منسوب کیا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ (مریم: ٩٢-٨٨)

اور کافروں نے کہا رحمن نے اپنا بیٹا بنالیا ہے ۝ بے شک تم نے یہ بہت سنگین بات کہی ۝ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں، اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر جائیں ۝ کیونکہ انہوں نے رحمن کے لیے بیٹے کا دعوی کیا ۝ اور رحمن کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اپنے لیے بیٹے بنائے ۝

(جامع البیان جز ١٣ ص ٣٢٢، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **تو تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے بے شک اللہ بہت غالب، انتقام لینے والا ہے ۝** (ابراہیم: ٤٧)

رسولوں نے اپنی امتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے اور سب چیزیں ختم ہو جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا اور سب انسانوں سے حساب لے گا، مومنوں اور پرہیز گاروں کو جزا دے گا، اور کافروں اور ظالموں کو سزا دے گا اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزا نہ دی جائے تو ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزا کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔ اس کی مفصل تفسیر ہم نے اس سورت کی آیت: ٤٢ میں کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے جو واحد ہے اور غالب بھی ۝** (ابراہیم: ٤٨)

زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اقوال

اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں:

(ا) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے زمین یہی ہوگی صرف اس کی صفات تبدیل کر دی جائیں گی اس میں زیادتی یا کمی کر دی جائے گی، اس کے ٹیلے، پہاڑ، وادیاں اور درخت ختم کر دیئے جائیں گے اور اس کو چمڑے کی طرح پھیلا کر ہموار کر دیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے گرا دیا جائے گا اور زمین کو رنگے ہوئے چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا۔

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۵۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۹۴، المستدرک ج ۴ ص ۴۸۹-۴۸۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵، یہ ضعیف حدیث ہے)

(۲) عمرو بن میمون نے حضرت ابن مسعود سے، اور عطا نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا جو چاندی کی طرح صاف ہو گی اس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا ہو گا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ، سعید بن جبیر اور قرظی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس زمین کو سفید روٹی سے بدل دیا جائے گا مومن اپنے قدموں کے نیچے سے اس کو کھائے گا، دوسروں نے کہا حساب سے فارغ ہونے تک مسلمان اس کو کھاتے رہیں گے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۳۷۶-۳۷۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی روٹی کی طرح سفید ہو گی اس میں کسی کے گھر کی کوئی نشانی نہیں ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۹۰)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (ابراہیم: ۴۸) حضرت عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۱۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۸۰، المستدرک ج ۲ ص ۳۵۲)

عمرو بن میمون حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم تبدل الارض غیر الارض کی تفسیر میں فرمایا، وہ سفید زمین ہو گی گویا کہ وہ چاندی ہے اس میں کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا اور نہ اس میں کوئی گناہ کیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۶۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۲۳)

زمین کو تبدیل کرنے کی حکمت اور مختلف اقوال میں تطبیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی روٹی کی طرح سفید ہو گی اس میں کسی کے گھر کی کوئی نشانی نہیں ہو گی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین بالکل ہموار ہو گی، قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس زمین میں کوئی عمارت ہو گی نہ پہاڑیاں اور چٹانیں ہوں گی جس سے زمین پر کوئی علامت مقرر کی جا سکے، علامہ ابو جمرہ نے کہا اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلیل ہے اور قیامت کی جزئیات کی اس لیے خبر دی ہے تاکہ سننے والے کو پہلے سے بصیرت حاصل ہو اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس کو پہلے علم ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو ان دہشت ناک چیزوں کے لیے تیار کر لے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمام امور اچانک پیش آئیں، اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ میدان حشر کی زمین اس موجودہ زمین سے بہت بڑی ہو گی اور زمین کی ان صفات میں یہ حکمت ہے کہ جس زمین میں حساب و کتاب ہو گا وہ زمین ظلم اور گناہوں سے پاک ہو اور اللہ سبحانہ اپنے مومن بندوں پر جو تجلی فرمائے گا وہ ایسی زمین ہو جو اس تجلی کی عظمت کے لائق ہو، کیونکہ اس زمین میں صرف اللہ وحدہ لا شریک کا حکم ہو گا

Marfat.com

پس اس کے مناسب یہ ہے کہ وہ زمین بھی خالص اس کے لیے ہو (یعنی اس میں مجازاً بھی کسی اور کا حکم نافذ نہ ہوا ہو) اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی زمین مضمحل ہو جائے گی اور معدوم ہو جائے گی اور اس میں متقدمین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک زمین کا مادہ اور اس کی ذات تبدیل کر دی جائے گی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے یہی ثابت ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک زمین یہی رہے گی اور اس کی صفات تبدیل کر دی جائیں گی جیسا کہ سنن ابن ماجہ، متدرک اور مسند احمد میں ہے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کو ختم کر کے زمین کو چپٹا کر کے پھیلا دیا جائے گا، ان میں تطبیق دینے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں جو ہے کہ زمین روٹی کی طرح ہو گی یہ محشر کی زمین کے متعلق ہے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ پہاڑ، ٹیلے، وادیاں اور درخت سب کو گرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا وہ اسی زمین کے متعلق ہے، قیامت میں اسی زمین پر یہ تمام تغیرات وارد ہوں گے اور محشر میں جو زمین سفید روٹی کی طرح ہو گی جس سے مسلمان کھائیں گے وہ اور زمین ہو گی جو اپنی ذات اور صفات میں اس زمین سے مختلف ہو گی۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۷۶-۳۷۵)

آسمان کو تبدیل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۔ (المعارج: ۸)

جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۔ (الرحمٰن: ۳۷)

جس دن آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۔ (التکویر: ۱۱)

اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۔ (المرسلت: ۹)

اور جب آسمان چیر دیا جائے گا۔

زمین کو دوبار تبدیل کرنے کی تفصیل اور تطبیق

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں صاحب الافصاح سے نقل کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا تبدیل کرنا دو مرتبہ ہو گا پہلے صور پھونکنے کے وقت صرف ان کی صفات تبدیل ہوں گی پس ستارے منتشر ہو جائیں گے اور سورج اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور سروں سے کھینچ لیا جائے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے اور زمین میں تموج ہو گا اور سمندر آگ بن جائیں گے پھر ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک زمین پھٹ جائے گی پھر اس کی بنیاد اور ہیئت بدل جائے گی، پھر اس کے بعد صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الزمر: ۶۹-۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں میں سب بے ہوش جائیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ○ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور اس کو اسی طرح لوٹا دیا جائے گا جس طرح اس میں قبریں تھیں اور لوگ اس کی پشت پر اور اس کے اندر تھے، پھر زمین کو دوسری بار تبدیل کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہو گا جب لوگ محشر میں ہوں گے، پھر ان کے لیے زمین کو تبدیل کیا جائے گا جس کو الساھرہ کہا جائے گا اس زمین پر ان کا حساب ہو گا اور یہ سفید چاندی کی زمین ہو گی جس پر کوئی خون حرام نہیں بہایا گیا ہو گا اور نہ اس پر کوئی ظلم کیا گیا ہو گا اور اس وقت لوگ پل صراط پر ہوں گے اور وہ پل جہنم کی پشت پر ہو گا اور جب لوگوں کا اس زمین پر حساب لیا جائے گا جس کا نام الساھرہ ہے جنتی پل صراط سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی جہنم میں گر جائیں گے، اور لوگ نبیوں کے حوضوں پر کھڑے ہوئے پانی پی رہے ہوں گے اور اس وقت زمین کو میدہ کی روٹی کی طرح بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے پیروں کے نیچے سے توڑ توڑ کر کھا رہے ہوں گے۔ جنت میں داخل ہونے والے تمام لوگ اس سے کھائیں گے اور جنت میں ان کو سالن ملے گا جو بیل اور مچھلی کی کلیجی سے بنا ہوا ہو گا۔ (التذکرۃ فی امور الآخرۃ ج ۱ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ دار البخاری، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۷ھ)

آسمان کی تبدیلی کے متعلق اقوال

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار زمین کی صفات کو تبدیل کیا جائے گا اور اس کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور دوسری بار زمین کے مادے اور اس کی ذات کو بدل دیا جائے گا پہلے وہ مٹی کی تھی اور اب اس کو سفید روٹی بنا دیا جائے گا یہ تو زمین کی تبدیلی تھی اور آسمان کی تبدیلی کے متعلق علامہ قرطبی نے لکھا ہے جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے، یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور ابن الانباری نے یہ کہا ہے کہ آسمان دھواں بن جائے گا اور سمندر آگ بن جائیں گے ایک قول یہ ہے کہ آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح وثیقہ (اسٹامپ پیپر) کو لپیٹ دیا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۔ (الانبیاء: ۱۰۴)

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جس طرح دستاویزات کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ زمین ہے، اسی جگہ میدان حشر قائم ہو گا لیکن اس زمین کا مادہ اور اس کی ذات اور صفات یہ نہیں ہوں گی پہلے اس زمین کو ہموار کر دیا جائے گا اور دوسرے صور کے وقت یہ زمین میدہ کی روٹی کی بنا دی جائے گی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سمندر آگ بن جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ یہی سمندر آگ (دوزخ) بن جائے گا مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جنت اور دوزخ تو اب بھی موجود ہیں، اپنی مخلوق اور کائنات کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے ○ (ابراھیم: ۴۹)

مجرموں کے اخروی احوال

الاصفاد: اس کا معنی طوق، زنجیریں اور بیڑیاں ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر کافر اپنے شیطان کے ساتھ زنجیر یا طوق میں جکڑا ہوا ہو گا۔ حدیث میں ہے:

اذا كان اول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن۔ الحديث

جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو سرکش جنوں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۸۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۴۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (آگ بھڑکانے والے) روغن کی قمیصیں پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں سے آگ لپٹ رہی ہوگی○ (ابراھیم: ۵۰)

سرابیل: سربال کی جمع ہے، سربال کا معنی ہے قمیص۔

قطران: تیل کی طرح ایک سیال مادہ ہوتا ہے جو ابہل یا صنوبر وغیرہ کے درختوں سے نکلتا ہے اور خارش زدہ اونٹوں کے لگایا جاتا ہے، قاموس میں ہے درخت ابہل سے نکلنے والے سیال مادہ کو قطران کہتے ہیں بعض قرءات میں قطران (قاف کے زیر کے ساتھ) آیا ہے اس کا معنی ہے پگھلا ہوا تانبا کھولتا ہوا۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے اس تیل سے آگ بہت جلد بھڑک اٹھتی ہے۔ حدیث میں ہے:

النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران و درع من جرب۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۴)

نوحہ کرنے والی جب مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اس کو قیامت کے دن روغن قطران اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، عکرمہ، سعید بن جبیر اور یعقوب سے مروی ہے کہ یہ لفظ قطران ہے (ق پر زیر) اس کا معنی ہے پگھلا ہوا تانبا یا پیتل۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کاموں کا بدلہ دے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے○ (ابراھیم: ۵۱)

امام واحدی نے کہا ہے کہ اس آیت میں ہر شخص سے مراد کفار ہیں کیونکہ سیاق کلام کفار کے متعلق ہے، امام رازی نے فرمایا اس آیت کو اپنے عموم پر برقرار رکھنا بھی جائز ہے، یعنی مومنین اور پرہیزگار جو نیک عمل کریں گے ان کو اس کے بدلہ میں اچھی جزا ملے گی اور کفار اور فساق کو ان کے کفر اور فسق کی سخت سزا ملے گی۔

اس سے لوگوں کو ڈرایا ہے تاکہ وہ برے کاموں سے باز آجائیں اور توبہ کرنے میں جلدی کریں کیا پتا کس وقت موت آجائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لیے پیغام ہے تاکہ انہیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صرف وہ ایک ہی مستحق عبادت ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں○ (ابراھیم: ۵۲)

ہدایت کے لیے قرآن مجید کا کافی ہونا

یعنی نصیحت کے لیے یہ قرآن کافی ہے، قرآن مجید کی ہر سورت نصیحت کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو قوتیں عطا کی ہیں، قوت نظریہ اور قوت عملیہ، قوت نظریہ سے انسان توحید اور رسالت کے دلائل میں غور و فکر کر کے اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور قوت عملیہ سے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حقوق ادا کرتا ہے۔ جس سے انسان کا دل روشن ہو جاتا ہے اور اس کا دل تجلیات الہیہ کے لیے آئینہ بن جاتا ہے، قرآن مجید میں عقائد اور احکام شرعیہ کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور ان احکام پر عمل کرنے سے انسان کا کامل تزکیہ ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں ایسی آیات ہیں جن میں نیک اعمال پر بشارت دی گئی ہے اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرایا ہے پس انسان کو ثواب کے شوق سے یا عذاب کے خوف سے نیک اعمال کرنے چاہیں اور برے اعمال کو ترک کرنا چاہیے، اور ہدایت کے لیے یہ اسلوب کافی ہے کیونکہ انسان ثواب کے شوق سے اطاعت کرتا ہے یا عذاب کے خوف سے۔

Marfat.com

یہ سورۃ ابراہیم کی آخری آیت ہے جس میں قرآن مجید کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ اس میں اللہ کا پیغام ہے تاکہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں اور سورۃ ابراہیم کی پہلی آیت میں بھی قرآن کریم کا وصف بیان فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں سے اسلام کی روشنی کی طرف لائیں گویا سورۃ ابراہیم کی ابتداء بھی قرآن مجید کے وصف سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء بھی قرآن مجید کے وصف پر ہوتی ہے۔

اختتام سورت

الحمد للہ رب العلمین آج مورخہ سات ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / گیارہ جون ۲۰۰۰ء بروز اتوار بعد نماز ظہر سورہ ابراہیم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیماریوں سے خصوصاً کمر کے درد سے شفاء عطا فرمائے تاکہ میں بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ سکوں اور زیادہ سے زیادہ تفسیر کا کام کرسکوں اور میں اس تفسیر کے پڑھنے والوں سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے شفاء کی دعا کریں، خصوصاً کمر کے درد سے، اور میں امام فخر الدین رازی، علامہ قرطبی، امام ابن جریر اور امام ابن جوزی، جملہ محدثین اور شارحین حدیث کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے صدقہ جاریہ اور سلسلہ فیض کو تاقیامت جاری رکھے اور ان تمام نفوس قدسیہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے، اور میں مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ عطا محمد گولڑوی، مولانا محمد نواز اویسی اور علامہ سید احمد سعید کاظمی اور اپنے جملہ اساتذہ کے لیے مغفرت اور جنت میں بلند درجات کی دعا کرتا ہوں اور اپنے والدین، اقارب، تلامذہ، احباب، تبیان القرآن کے معاونین اور قارئین کے لیے سعادت دارین کی دعا کرتا ہوں۔ الٰہ العالمین! میرے اس عمل میں اخلاص عطا فرما، اپنے ذکر اور شکر اور حسن عبادت میں میری مدد فرما، اس تفسیر میں مجھے ہمیشہ حق لکھنے اور باطل سے اجتناب کرنے پر برقرار رکھ، اس تفسیر کو قیامت تک مؤثر اور فیض آفریں بنا اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما، مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی شفاعت عطا فرما، اور جس طرح تُو نے محض اپنے کرم سے یہاں تک تفسیر لکھوا دی ہے باقی تفسیر کو بھی مکمل کرا دے۔ آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین والصلوۃ والسلام علیہ وعلی آلہ الطاھرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

Marfat.com

سُورَةُ الحِجرِ

(۱۵)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الحجر

سورت کا نام

اس سورت کا نام الحجر ہے، کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں الحجر کا ذکر ہے، قرآن مجید کی وہ آیت یہ ہے:

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الحجر: ۸۰) — اور بے شک وادی حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔

الحجر کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ لکھتے ہیں:

حجر کا معنی منع کرنا ہے، عقل کو بھی حجر کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو غلط اور برے کاموں سے روکتی ہے جو مکان پتھروں سے بنایا جائے، اس کو بھی حجر کہتے ہیں۔ قوم ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں، اس لیے ان کو الحجر کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی الحجر: ۸۰ میں ہے۔ قرآن کریم میں حجر کا لفظ عقل کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ○ (الفجر: ۵) — بے شک اس میں عقل والے کے لیے عظیم قسم ہے۔

قرآن مجید میں ممنوع کے معنی میں بھی حجر کا لفظ استعمال ہوا ہے:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ (الانعام: ۱۳۸) — اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں۔

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (الفرقان: ۵۳) — اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ رکھا اور منع کیا ہوا حجاب۔

(المفردات ج ا ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

الحجر کا مصداق

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

دیار ثمود کا نام الحجر ہے۔ یہ جگہ شام کی جانب وادی القریٰ کے پاس ہے' یا بلاد ثمود کا نام الحجر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ ان کے دیار (گھر) ان کے بلاد (شہروں) میں تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان فرق ہے اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی' اس کا حدیث میں بہ کثرت ذکر ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے اور بے شک وادی حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ (الحجر: ۸۰) اور مراصد میں مذکور ہے کہ الحجر قوم ثمود کی حویلی کا نام ہے۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی میں شہر ہے۔ اس میں قوم ثمود کے مساکن تھے اور یہ پہاڑوں کے درمیان تراشے ہوئے گھر تھے' جیسے غار ہوتے ہیں۔ ہر پہاڑ دوسرے پہاڑ سے الگ تھا' اور پہاڑوں کے اندر کھدائی کر کے مکانات بنائے گئے تھے۔ پہاڑوں کی تعداد کی مناسبت سے بعض جگہ یہ گھر کم تھے اور بعض جگہ زیادہ تھے۔ یہ گھر کئی طبقات پر مشتمل تھے اور نہایت خوبصورت تھے۔ ان کے درمیان ایک کنواں تھا جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی۔

(تاج العروس شرح القاموس' ج ۳' ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود کی بستی یا ان کے وطن کا نام الحجر ہے' یہ جگہ مدینہ اور شام کے درمیان وادی القریٰ میں تھی' یہ لوگ پہاڑوں میں کھدائی کر کے پہاڑوں کے اندر اپنے مکان بناتے تھے جن کو وہ اثالث کہتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو خطاب کر کے فرمایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا۔ (الاعراف: ۷۴)

اور یاد کرو جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تم کو ان کا جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا' تم اس زمین کی نرم جگہ میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں اپنے گھر بناتے ہو۔

انہی پہاڑوں میں وہ کنواں تھا جس سے ایک دن حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتے تھے' قرآن مجید میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے فرمایا:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (الشعراء: ۱۵۵)

(صالح نے) کہا یہ اونٹنی ہے' ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک دن تمہاری باری ہے' اس کا دن مقرر ہے۔

(معجم البلدان ج ۲ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

لوئیس معلوف الیسوعی نے لکھا ہے:

الحجر جزائر عرب میں ایک علاقہ ہے' یہ سعودیہ کے جنوبی تیما میں ہے۔ یہاں قوم ثمود کا وطن تھا' یہ بت پرست تھے۔ آج کل اس وادی میں کنوئیں بہت زیادہ ہیں۔ (المنجد ج ۲ ص ۲۳۰' مطبوعہ بیروت' الطبع العاشرہ)

دولت عثمانیہ کے زمانے میں اس جگہ ریلوے اسٹیشن تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے اس جگہ سے گزرے تھے۔

Marfat.com

الحجر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں پر عذاب دیا گیا تھا۔ ان کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرو، اگر تم رو نہ سکو تو ان کے پاس سے نہ گزرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۷۰)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ ممانعت اس وقت فرمائی تھی جب تبوک کی طرف جاتے ہوئے صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الحجر کے پاس سے گزرے تھے جو کہ دیار ثمود ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک شخص کو الحجر میں معذبین کے مکانوں میں ایک انگوٹھی پڑی ہوئی ملی تھی۔ وہ اس انگوٹھی کو لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے اس انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں چھپا لیا تاکہ آپ نہ دیکھیں۔ آپ نے فرمایا اس انگوٹھی کو پھینک دو تو اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ اس حدیث کو حاکم نے الاکلیل میں روایت کیا، لیکن اس کی سند ضعیف ہے، امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے پانی پینے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث میں غور و فکر کرنے کی ترغیب ہے اور جن پر عذاب دیا گیا ہو، وہاں سے جلد گزرنے کا حکم ہے اور جن لوگوں کو عذاب دیا گیا ہو، وہاں گھر بنانے کی بھی ممانعت ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے:

وَسَكَنتُمْ فِي مَسَٰكِنِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ۔ (ابراہیم: ۴۵) اور تم ان لوگوں کے گھروں میں جا بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۱-۵۳۰، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کی سرزمین الحجر میں ٹھہرے۔ مسلمانوں نے ان کے کنوئیں سے پانی نکالا اور اس پانی سے آٹا گوندھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ اس پانی کو پھینک دیں، اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی نکالیں۔ جس کنوئیں پر اونٹنی آتی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا معجزات اور اللہ کی طرف سے نشانیوں کا سوال نہ کیا کرو، کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان کا سوال کیا تھا، پس وہ اونٹنی اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی، پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کو ایک گرج والی چیخ نے پکڑ لیا۔ سو آسمان کے نیچے جتنے بھی لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا ماسوا ایک شخص کے جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔ کہا گیا یا رسول اللہ! وہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا وہ ابو رغال تھا، جب وہ حرم سے باہر آگیا تو اس پر بھی وہی عذاب آگیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۷، عالم الکتب بیروت، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۰۹۲ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، المستدرک ج ۲ ص ۳۲۰۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۵۰، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام احمد اور حاکم کی سند حسن ہے)

Marfat.com

سورۃ الحجر کے مقاصد

اس سورت کو الر (الف لام را) سے شروع کیا گیا ہے، یہ حروف مقطعات ہیں، اس سورت کو ان حروف سے شروع کر کے ایک بار پھر یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اے منکرو! اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے اور اللہ کا کلام نہیں ہے تو یہ کلام انہی حروف سے مرکب ہے جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو، سو تم کو چاہیے کہ تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ- اس آیت میں قرآن مبین پر تنوین تعظیم کے لیے ہے، اس سورت میں مشرکین کو ایمان نہ لانے پر عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے، اور اس بات پر ان کی مذمت کی ہے کہ وہ اپنی خواہشات میں اور شہوات میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہدایت کے حصول سے اعراض کر رہے ہیں اور ان کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ کی موثر تبلیغ اور بسیار کوشش کے باوجود یہ مشرکین ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ ہر دور میں مشرکین کی یہ عادت رہی ہے کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی دعوت کو مسترد کر دیا تھا، مشرکین فرمائشی معجزات کو طلب کرتے ہیں، لیکن آیات اور معجزات سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہدایت حاصل کرتے ہیں- اگر آیات اور معجزات سے یہ فائدہ حاصل کرتے تو قرآن مجید سے ہدایت حاصل کر لیتے- یہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے نت نئے معجزات کی فرمائش کرتے ہیں- اگر ان کے یہ فرمائشی معجزات ان کے لیے پیش بھی کر دیئے جاتے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہے، یہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے- اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات اور اپنی نعمتوں سے اپنی ذات اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے- مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور اس پر دلائل پیش فرمائے ہیں، نوع انسان کی خلقت اور اس کے شرف کو بیان فرمایا ہے اور شیطان کے کفر کا ذکر فرمایا ہے- حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا ہے اور اصحاب الایکہ اور اصحاب الحجر کا ذکر فرمایا ہے، اور اس سورت کا اختتام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب پر کیا گیا ہے- آپ کے لیے تسلی کے کلمات کہے ہیں اور آپ کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ آپ مشرکوں کی ہرزہ سرائی سے پریشان نہ ہوں اور آپ تبلیغ دین کے فریضہ کو ثابت قدمی سے انجام دیتے رہیں اور اس سورت میں جنات کو پیدا کرنے اور وہ چوری چھپے جو فرشتوں کی باتیں سنتے تھے، اس کا بھی ذکر فرمایا ہے اور متقین کے احوال بیان فرمائے ہیں اور ان کو مغفرت کے حصول کی ترغیب دی ہے اور اخروی عذاب سے ڈرایا ہے- اس سورت کے مضامین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۴ (چون) ہے اور یہ سورۃ الانعام سے پہلے اور سورۃ یوسف کے بعد نازل ہوئی ہے- سورۃ ابراہیم قرآن مجید کے ذکر پر ختم ہوئی تھی اور سورۃ الحجر قرآن کریم کے ذکر سے شروع ہو رہی ہے-

سورۃ الحجر کے اس مختصر تعارف کے بعد میں آج بارہ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / ۱۶ جون ۲۰۰۰ء بعد نماز جمعہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے سورۃ الحجر کی تفسیر شروع کر رہا ہوں- وما توفیق الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللھم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وجمیع المؤمنین والمسلمین-

Marfat.com

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحجر مکی ہے اور اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

الف لام را، یہ کتاب اور قرآن مبین کی آیتیں ہیں ○

کتاب اور قرآن مبین کا معنی

الرٰ: اس کی تفسیر اس سورت کے تعارف میں اور سورۃ یونس کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کتاب اور قرآن مبین کی آیتیں ہیں ○ (الحجر: ۱)

تلک کا اشارہ اس سورت کی آیتوں کی طرف ہے اور کتاب اور قرآن مبین سے مراد وہ کتاب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ آیتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں، اس کتاب کی آیتیں ہیں جو کتاب ہونے میں کامل ہے اور اس قرآن عظیم کی آیتیں ہیں جو مبدا اور معاد کے متعلق صحیح عقائد بیان کرتا ہے۔ ماضی کی خبریں اور مستقبل کی پیش گوئیاں بیان کرتا ہے، حلال و حرام کے احکام بیان کرتا ہے اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کا صحیح راستہ بیان کرتا ہے۔

کتاب اور قرآن مبین میں تغایر

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مبین کا الکتاب پر عطف ہے، اور عطف تغایر کو چاہتا ہے حالانکہ کتاب اور قرآن مبین سے ایک ہی چیز مراد ہے، اس اعتراض کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) کتاب اور قرآن کے مفہوم میں تغایر ہے۔ کتاب کا لغوی معنی ہے لکھی ہوئی چیز اور عرفی معنی ہے جو چیز متعدد مسائل اور مضامین کی جامع ہو یا جو چیز قصص، خبروں اور احکام کی جامع ہو اور قرآن کا لغوی معنی ہے جو چیز پڑھی جاتی ہو یا جس چیز کی عبارت باہم متصل ہو اور قرآن کا عرفی معنی ہے اللہ عزوجل کا وہ کلام جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظاً نازل کیا گیا اور ہم تک ایسی نقل متواتر سے پہنچا جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

(۲) الکتاب اصل کے اعتبار سے عام ہے اور غلبہ استعمال کے لحاظ سے اس خاص کتاب کے لیے علم (نام) ہو گیا اور قرآن اصل وضع کے اعتبار سے اس کتاب کے لیے علم ہے۔

الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کرنے کی وجوہ

الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ اہل عرب میں الکتاب کا لفظ مانوس اور معروف تھا۔ وہ تورات، زبور اور انجیل کو آسمانی کتابوں کے عنوان سے پہچانتے تھے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب کہتے تھے،

Marfat.com

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ ضد بحث کرتے تھے تو وحی الٰہی کو کتاب کہتے تھے جیسا کہ اس آیت میں ہے:
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۔ (الانعام: ۱۵۷)
یا یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ
بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ۝ آپ ان کو کھانے میں
يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَمَاۤ
اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں یہ عنقریب جان لیں گے ۝ ہم
اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ
نے جس بستی کو بھی تباہ کیا اس کا نوشتہ تقدیر میں وقت معین تھا ۝ کوئی گروہ اپنے مقرر
اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ
وقت سے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے ۝ اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر نصیحت
عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ
نازل کی گئی ہے بے شک تو ضرور دیوانہ ہے ۝ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْۤا
کیوں نہیں لاتے ۝ ہم فرشتوں کو صرف حق کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور اس وقت (جب وہ نازل ہوں گے)
اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ وَ
تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی ۝ بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۝
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ
اور بے شک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے ۝ اور ان کے پاس جب بھی
مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ
کوئی رسول آتا تھا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے ۝ ہم اسی طرح اس کو مجرموں کے

Marfat.com

قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

دلوں میں ڈال دیتے ہیں ○ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلے لوگوں کی بھی یہی روش گزر چکی ہے ○

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ دن بھر اس پر چڑھتے (بھی) رہیں ○

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ع ۱۵

تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ بات صرف یہی ہے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ○ (الحجر: ۲)

گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر کفار کی حسرت اور ندامت

حافظ ابوبکر عمرو بن ابی عاصم الضحاک الشیبانی المتوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخ والے دوزخ میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ اہل قبلہ بھی ہوں گے جن کو اللہ چاہے گا، تو کفار کہیں گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! پھر کفار کہیں گے تو تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا۔ تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں آگئے ہو! مسلمان کہیں گے ہمارے گناہ تھے، ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر گرفت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سنے گا پھر فرمائے گا جو لوگ اہل قبلہ سے ہیں، ان کو دوزخ سے نکال لو۔ جب دوزخی یہ معاملہ دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے، کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی دوزخ سے اس طرح نکال لیا جاتا جس طرح ان کو نکال لیا گیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (الحجر: ۲)

(کتاب السنہ رقم الحدیث: ۸۴۳، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۸۰۷، تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۳۲۴، البعث والنشور رقم الحدیث: ۸۵، المستدرک ج ۲ ص ۲۴۲، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۴۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۰۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا سو جب تک اللہ چاہے گا وہ دوزخ میں رہیں گے، پھر مشرکین ان کو عار دلائیں گے اور کہیں گے کہ تم اپنے ایمان اور اپنی تصدیق کی وجہ سے ہماری مخالفت کیا کرتے تھے، اب ہم نہیں دیکھ رہے کہ تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی نفع پہنچایا ہو۔ پھر ہر موحد کو اللہ دوزخ سے نکال لے گا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ اس حدیث کی روایت میں محمد بن عباد منفرد ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۱۴۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو بھی دوزخ میں ڈال

Marfat.com

دے گا مشرکین کہیں گے تم دنیا میں یہ گمان کرتے تھے کہ تم اللہ کے اولیاء ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو سنے گا تو ان کے لیے شفاعت کی اجازت دے دے گا، پھر فرشتے اور انبیاء اور مومنین شفاعت کریں گے حتیٰ کہ اللہ کی اجازت سے ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ جب مشرکین یہ معاملہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم بھی ان کی مثل ہوتے تو ہمیں بھی ان کے ساتھ دوزخ سے نکال لیا جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے: ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ چونکہ دوزخ سے نکالے ہوئے ان مسلمانوں کے چہرے سیاہ ہوں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمیین رکھا جائے گا، پھر وہ دعا کریں گے اے رب! ہم سے یہ نام دور کر دے، اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ وہ جنت کے دریا میں نہائیں تو ان سے وہ سیاہی دُور ہو جائے گی۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۱۰۶، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۰۵)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کافروں کو یہ حسرت اور ندامت موت کے وقت ہو گی جب وہ عذاب کے فرشتے دیکھ لیں گے، بعض نے کہا جب بھی ان پر حقیقت حال منکشف ہو گی تو ان کو حسرت اور ندامت ہو گی لیکن ان مذکور الصدر احادیث سے واضح ہو گیا کہ ان کو یہ حسرت اور ندامت اس وقت ہو گی جب وہ دیکھیں گے کہ دوزخ سے گنہ گار مسلمانوں کو نکالا جا رہا ہے اور ان کو ان کے کفر اور شرک کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں چھوڑا جا رہا ہے۔

گر یہ اعتراض کیا جائے کہ ربما کا کلمہ تقلیل کے لیے آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہو گا کہ کفار اس حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے، اور ہم کو معلوم ہے کہ سارے کفار ہی یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے اور ان کو بھی دوزخ سے نکال لیا جاتا، اس لیے اس ندامت اور حسرت کا اظہار ان سے بہ کثرت ہو گا! اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب ربما کا لفظ ذکر کر کے کثرت کا ارادہ کرتے ہیں، اسی لیے اردو میں اس کا ترجمہ بسا اوقات کیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار عذاب میں اس شدت کے ساتھ گرفتار ہوں گے کہ انہیں دوسرے دوزخیوں کے احوال کا جائزہ لینے کا موقع ہی نہیں ملے گا، اس لیے کم کفار ایسے ہوں گے جو اس موقع پر حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے۔

ہر چند کہ کفار گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر اپنے کفر پر نادم ہوں گے لیکن اس وقت یہ ندامت اور حق کا اعتراف ان کے کام نہیں آئے گا، کیونکہ وہ ایمان معتبر ہے جو ایمان بالغیب ہو، اور جنت اور دوزخ اور عذاب اور ثواب پر بن دیکھے ایمان لایا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس طرح گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر کفار کو حسرت اور ندامت ہو گی، اسی طرح جنت میں جن مسلمانوں کا کم درجہ ہو گا، اور ان کو کم ثواب ہو گا وہ زیادہ اور بلند درجے والے مسلمانوں کو دیکھ کر دل میں کڑھیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمارا بھی بلند درجہ اور زیادہ ثواب ہوتا تو وہ مسلمان جنت میں دائمی طور پر رنج اور حسرت میں مبتلا رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ سبحانہ جس کو بھی جنت کے جس درجہ میں داخل کرے گا، اس کو اسی درجہ میں راضی رکھے گا اور ان کے دلوں سے زیادتی کی طلب اور رشک اور حسد کے جذبات نکال لیے جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ	سلامتی اور بے خوفی کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو جاؤ○ اور ہم ان کے سینوں سے تمام رنجشوں کو کھینچ لیں گے۔ وہ آپس میں بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے سامنے مسندوں پر

Marfat.com

مُتَقٰبِلِیْنَ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ○ (الحجر: ۴۸-۴۶) بیٹھے ہوں گے ○ انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○

اگر جنت کے بڑے درجے والوں کو دیکھ کر چھوٹے درجے والوں کے دلوں میں رنج ہو تو ان کو تکلیف ہو گی حالانکہ اس آیت میں فرمایا ہے انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اس لیے جو شخص جنت کے جس درجہ میں ہو گا' وہ اس درجہ پر راضی اور مطمئن ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان کو کھانے میں اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے ○ (الحجر: ۳)

مشکل الفاظ کے معانی

یلھھم: اس کا مادہ لھو ہے' لھو کا معنی ہے کسی ایسے غیر مفید کام میں مشغول ہونا جس کی وجہ سے مفید کام ترک ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ (النور: ۳۷)

ایسے مرد جنہیں، تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۰۶' دار الایمان المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

آیت مذکورہ کا خلاصہ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کفار کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ دنیا کے عیش و نشاط اور زیب و زینت سے جو اپنا حصہ لینا چاہتے ہیں' ان کو وہ حصہ لینے دیں' انہوں نے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے لمبی لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں' انہیں اس میں مشغول رہنے دیں اور ان کو ایمان لانے اور عبادت کرنے سے غافل رہنے دیں۔ عنقریب جب وہ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے اور اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتیں گے تو وہ خود جان لیں گے کہ آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ صحیح اور حق تھا اور اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہتے اور کرتے تھے' وہ غلط اور باطل تھا۔

دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت میں احادیث

لمبی امید رکھنا نفسیاتی بیماری ہے اور جب یہ بیماری دل میں جگہ پکڑ لے تو اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ لمبی امید کی حقیقت دنیا کی محبت اور اس پر اوندھے منہ گر جانا ہے اور آخرت سے اعراض کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں' آنکھوں کا خشک ہو جانا' دل کا سخت ہونا' لمبی امید رکھنا اور دنیا کی حرص کرنا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۳۰' اس کا ایک راوی ہانی بن متوکل ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس امت کے پہلے لوگوں کی نیکی زہد اور یقین کی وجہ سے تھی اور اس امت کے آخر کی ہلاکت بخل اور امید کی وجہ سے ہو گی۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۶۴۶' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۲۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

Marfat.com

بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت اور لمبی امید۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۷۶۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۲۱، عالم الکتب بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو چیزیں بڑھ جاتی ہیں، مال اور لمبی عمر کی محبت۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۷۵۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۱۶۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۲۹)

ام الولید بنت عمر بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے! مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! کس چیز سے؟ آپ نے فرمایا: تم ان چیزوں کو جمع کرتے ہو جن کو کھا نہیں سکتے اور ان مکانوں کو بناتے ہو جن میں تم نہیں رہو گے، اور تم ان چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کو تم پا نہیں سکتے۔ کیا تم اس سے حیا نہیں کرتے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۷۲، اس کی سند میں وازع بن نافع متروک ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والے، اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت سے بیماری کا حصہ لو (یعنی صحت کے ایام میں وہ عبادت کر لو جو تم بیماری کے ایام میں نہیں کر سکو گے) اور اپنی زندگی سے اپنی موت کا حصہ لو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱، ۲۴، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ اس وقت میں اور میری ماں دیوار پر مٹی سے لیپ کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا اے عبداللہ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس دیوار میں دراڑ پڑ گئی ہے تو ہم اس کو ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا معاملہ اس سے زیادہ جلد ہو گا۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۶، ۵۲۳۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۹۶، ۲۹۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس چوکور کے وسط میں ایک خط کھینچا جو اس چوکور سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اس کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے جو اس متوسط خط کی جانب تھے۔ پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ خط جو اس چوکور سے باہر نکلا ہوا ہے۔ یہ اس کی امیدیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط اس کو عارض ہونے والے مصائب ہیں۔ اگر اس مصیبت سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی اور اگر اس سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھینچے ہوئے خط کی شکل یہ ہے:

Marfat.com

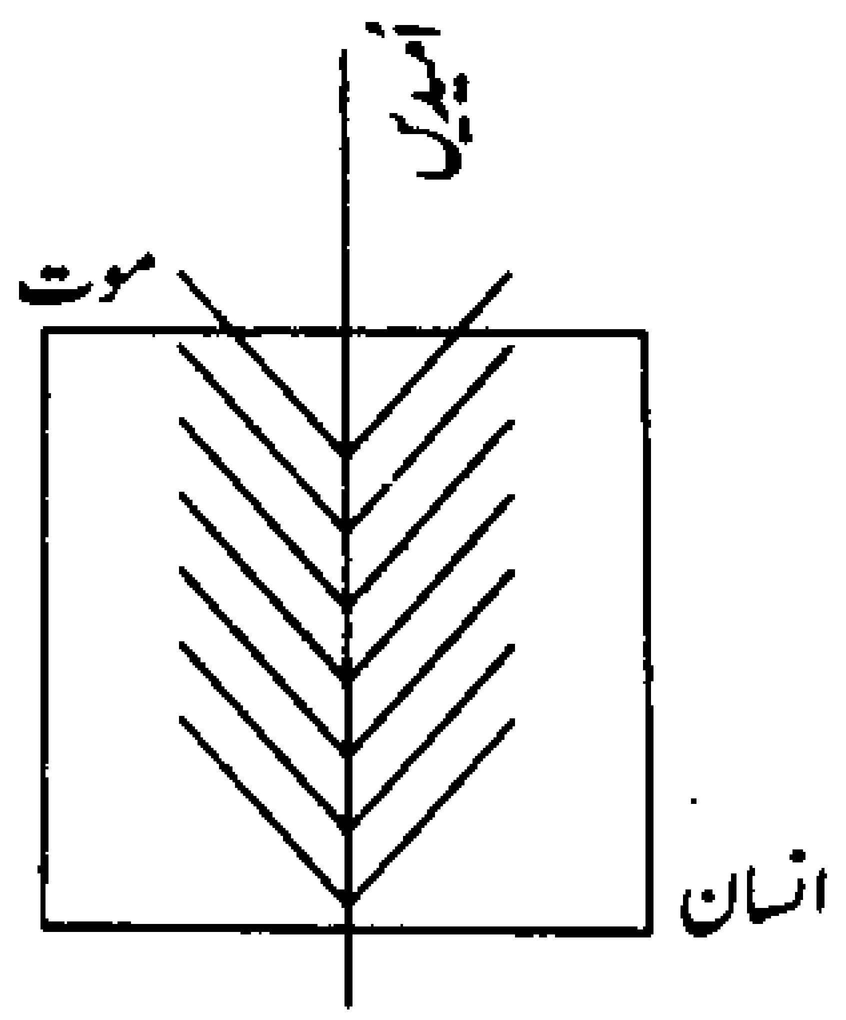

خط کی شکل

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۱، مسند احمد ج ۱، ص ۳۸۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ انسان ہے۔ پھر اس کے پہلو میں ایک اور خط کھینچا اور فرمایا یہ اس کی موت ہے، پھر اس کے پہلو میں اس سے لمبا خط کھینچا اور فرمایا یہ اس کی امید ہے، پھر فرمایا انسان اسی حال میں ہوتا ہے کہ جو قریب والی چیز ہے وہ اس کو آ ملتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا، پھر اس کو پھیلا دیا اور فرمایا پھر اس کی امید ہے اور پھر اس کی امید ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۳۹، شرح السنۃ: ۴۰۹۲)

انسان اپنی زندگی میں لمبی لمبی امیدیں رکھتا ہے اور طویل منصوبے بناتا ہے۔ میں یہ کام کروں گا، پھر یہ کام کروں گا، پھر یہ کام کروں گا، تجارت، سفر، ملازمت، بچوں کی تعلیم، پھر ان کی شادی بیاہ۔ اس کے پروگراموں کا ایک تسلسل ہوتا ہے اور اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ کب اچانک موت آ جائے گی اور اس کے سارے منصوبے اور تمام پروگرام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

مستقبل سے امیدیں وابستہ کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ نہ بنائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، حدیبیہ میں ان شرائط پر صلح کی تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔ اس طرح کی اور بھی شرائط تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ گروی رکھ کر طعام خریدا۔ آپ نے مختلف علاقوں میں وفود اور مکاتیب بھیجے، دشمن کے علاقوں میں جاسوس روانہ کیے، جہاد کے لیے لشکروں کو بھیجا۔ آپ نے جب غزوہ موتہ کی طرف لشکر روانہ کیا تو اس کا امیر حضرت زید بن حارثہ کو بنایا اور فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب کو امیر بنا لینا اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنا لینا، جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مسلمانوں میں خوشحالی آ گئی تو آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو ایک سال کی خوراک مہیا فرما دیتے اور ایسی بہت مثالیں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب تم مدت معین کر کے ادھار خرید و فروخت کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستقبل کے لیے پس انداز کرنا، اور منصوبے بنانا اور امیدیں رکھنا اسلام میں مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔ ممنوع

Marfat.com

صرف یہ چیز ہے کہ انسان صرف دنیا کمانے اور دنیاوی زیب و زینت سے بہرہ اندوز ہونے میں مشغول رہے اور آخرت کی طرف اس کی کوئی توجہ نہ ہو اور جب انسان کا مقصد صرف آخرت ہو اور وہ دنیاوی امور کو صرف اخروی کامیابی کے حصول کا وسیلہ گردانے اور اخروی ثواب کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کو حاصل کرے۔ اس کے منصوبے بنائے اور اس کی امیدیں رکھے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور کار ثواب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نماز میں بھی لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما مال دار تھے لیکن وہ اپنے مال کو دین کے لیے خرچ کرتے تھے۔ سو اگر کوئی شخص مال کمانے کے لیے تجارتی منصوبے بنائے اور اس میں کامیابی کی امید رکھے لیکن اس مال کو وہ دین کے لیے خرچ کرنا چاہتا ہو یا کوئی شخص اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور اس کا منصوبہ یہ ہو کہ اسے کوئی اچھی ملازمت مل جائے یا بیرون ملک کوئی عمدہ جاب مل جائے اور وہ اس آمدنی کی وجہ سے لوگوں کا دست نگر نہ رہے، اور اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں اور بیوی بچوں کی کفالت کر سکے تو اس کا یہ منصوبہ اور یہ نیت بھی کار ثواب ہے' اس طرح جو شخص لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے بچنے کے لیے محنت مزدوری کرے' اس کے منصوبے بنائے اور روزگار کی امید رکھے تو اس کی یہ امید بھی اسلام میں مطلوب ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کے اوپر جن کی کفالت کی ذمہ داری رکھی ہے' اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے تگ و دو کرنا اور اس میں کامیابی کے حصول کی امید رکھنا بھی دین اور عبادت ہے' اسلام میں جو لمبی امیدیں رکھنا ممنوع ہے' وہ صرف اس شخص کے لیے ہے جو صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے اور اس کے پیش نظر آخرت نہ ہو اور زیادہ امیدوں کی مذمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ انسان موت کو یاد رکھے کیونکہ جب انسان موت کو یاد رکھے گا تو گناہوں سے بچتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے جس بستی کو بھی تباہ کیا' اس کا نوشتہ تقدیر میں وقت معین تھا○ کوئی گروہ اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھ سکتا ہے' نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ (الحجر: ۵-۴)

کفار مکہ کو زجر و توبیخ

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے پر کفار کو اس ارشاد سے تہدید کی تھی کہ آپ ان کو کھانے میں اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے۔ اس کے بعد فرمایا ہم نے جس بستی کو بھی تباہ کیا' اس کا نوشتہ تقدیر میں وقت معین تھا' البتہ ان پر عذاب آنے اور ان کی ہلاکت کے اوقات مختلف ہوتے رہے ہیں' پس جو کفار پہلے زمانے میں تھے' ان کے عذاب اور ان کی ہلاکت کا وقت پہلے مقرر تھا' اور جو کفار ان کے بعد کے زمانے میں تھے' ان کے عذاب اور ان کی ہلاکت کا وقت بعد میں مقرر تھا اس لیے اس کے بعد فرمایا: کوئی گروہ اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا: اس آیت میں جو بستی کی تباہی اور ہلاکت کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ عذاب ہے جس نے بستیوں کو مکمل تباہ کر دیا تھا جیسے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام کی قوموں پر عذاب آیا تھا' اور بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں ہلاکت سے مراد موت ہے اور اقرب یہی ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے کیونکہ یہاں پر کفار کو زجر و توبیخ اور تہدید کرنا مقصود ہے اور زجر و توبیخ کے مناسب عذاب کا ذکر ہے نہ کہ موت کا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے تو پہلے اس پر اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ حجت قائم کی اور حجت پوری ہونے کے بعد بھی جب ان لوگوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

نزدیک ان کی ہلاکت کا جو وقت مقرر تھا اس وقت کے آنے پر ان کو ہلاک کر دیا۔ ان کو ان کے مقرر وقت سے پہلے ہلاک کیا اور نہ ان کی ہلاکت کو موخر کیا۔ اس میں اہل مکہ کو تہدید کی ہے کہ وہ شرک کو ترک کر دیں ورنہ ان کی ہلاکت اور تباہی یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر نصیحت نازل کی گئی ہے بے شک تو ضرور دیوانہ ہے○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے○ ہم فرشتوں کو صرف حق کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور اس وقت (جب وہ نازل ہوں گے) تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ (الحجر: ۸-۶)

کفار کا آپ کو "مجنون" کہنا کوئی نئی بات نہیں

اس سے پہلے دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو زجر و توبیخ اور تہدید کی تھی اور اس آیت میں ان کے شبہات کو ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں:

مشرکین مکہ آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے اور استہزا کرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ تم مجنون اور دیوانے ہو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نزول وحی کے وقت آپ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی، وہ غشی کے مشابہ ہوتی تھی اور زیادہ اس وجہ سے آپ کو مجنون کہتے تھے کہ ان کے نزدیک یہ بہت بعید تھا کہ ان کی طرح پیدا ہونے والا انہی کی قوم کا ایک فرد ہو جو کھاتا پیتا بھی ہو، شادی شدہ بھی ہو۔ اس کے بچے بھی ہوں اور وہ اللہ کا رسول برحق ہو اور اس پر اللہ کا کلام نازل ہو اور رہا آپ کو اس وجہ سے وہ مجنون کہتے تھے کہ آپ کو اس دعوئ نبوت سے دست بردار ہونے کے لیے مال و دولت اور عرب کی سرداری کی پیش کش کی گئی۔ عرب کی سب سے حسین لڑکی سے شادی کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے مال دولت اور منصب و اقتدار کو ٹھکرا دیا اور سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں اور دعوی نبوت سے دست بردار نہیں ہوئے اور عیش و نشاط کو چھوڑ کر مصیبتوں کو اختیار کرنا ان کے نزدیک محض دیوانگی تھی۔ اس لیے انہوں نے آپ سے بطور استہزاء کہا: اے وہ شخص جس پر نصیحت نازل کی گئی ہے، تو دیوانہ ہے○ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے بھی آپ کو مجنون کہا تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ○ (الشعراء: ۲۷)

(فرعون نے) کہا بے شک تمہارا یہ رسول جس کو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، وہ ضرور دیوانہ ہے۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کو مجنون کہا:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ○ (القمر: ۹)

ان سے پہلے نوح کی قوم نے ان کو جھلایا اور کہا یہ دیوانہ ہے اور ان کو دھمکیاں دیں۔

بلکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر رسول آئے، سب کو ان کی قوموں نے دیوانہ یا جادوگر کہا۔

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ○ (الذاریات: ۵۲)

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

اس شبہ کا جواب بالکل بدیہی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے جو حکیمانہ کلام پیش کیا وہ کسی عام ہوش مند انسان سے بھی متصور نہیں ہے چہ جائیکہ مجنون سے۔

Marfat.com

آپ کی تائید کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا

کفار کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر آپ اللہ کے برحق رسول ہیں تو آپ کے ساتھ اللہ کا کوئی فرشتہ آنا چاہیے تھا جو ہم کو بتاتا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ محض آپ کا اپنے متعلق یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ہو سکتا ہے آپ کی بات صحیح ہو اور ہو سکتا ہے کہ آپ کی بات صحیح نہ ہو لیکن جب فرشتہ آ کر یہ کہے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں تو بات بالکل صاف ہو جائے گی اور کوئی شک اور شبہ نہیں رہے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فرشتہ اپنی اصل صورت میں ان کے پاس تصدیق کے لیے آتا تو وہ اس کو نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ اس کا کلام سن سکتے تھے اور اگر وہ فرشتہ انسانی پیکر میں آتا تو ان کو پھر یہ شبہ پڑ جاتا۔ وہ کہتے یہ تو ہماری طرح انسان ہے، یہ فرشتہ کیسے ہو سکتا ہے! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے (صورتاً) مرد ہی بناتے اور ان پر (پھر) وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں۔ (الانعام: ۹)

باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر آپ کی نبوت میں شک اور شبہ نہ رہتا تو وہ کج بحث، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد معجزات دکھائے جن کے بعد آپ کی نبوت میں شک اور شبہ نہیں رہنا چاہیے تھا لیکن ہر معجزہ دیکھنے کے بعد انہوں نے یہی کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے، سب سے بڑا معجزہ خود قرآن کریم ہے لیکن منکرین اس کی نظیر لانے سے عاجز رہنے کے باوجود اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان نہیں لائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور اس وقت (جب وہ نازل ہوں گے) تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس کے مفسرین نے دو معنی بیان کیے ہیں ایک یہ کہ جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئیں گے تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی، اور دوسرا یہ کہ جب فرشتے ان پر عذاب لے کر آئیں گے تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کی امت پر ایسا عذاب نہیں آئے گا کہ پوری قوم نیست و نابود کر دی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر: ۹)

اللہ تعالیٰ کو واحد اور جمع کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو جمع کے صیغہ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ اس کی توجیہ میں امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

ہر چند کہ یہ جمع کا صیغہ ہے لیکن بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی عظمت کا اظہار کرنے کے لیے خود کو جمع کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے جب کوئی ایک کوئی کام کرتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے تو وہ اس کو یوں کہتا ہے کہ ہم نے یہ کام کیا یا ہم نے یہ بات کہی۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے اور اس کی صفات کثیر ہیں۔ جب اس کی تعبیر میں صرف اس کی ذات کا لحاظ ہو تو اس کو واحد کے صیغے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور جب ذات مع صفات ملحوظ ہو تو اس کو جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، اسی طرح

Marfat.com

تعبیر کرنے والے کے ذہن میں اگر اس کی وحدانیت کا غلبہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو واحد کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرتا ہے اور اگر اس کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے ادب اور احترام کا غلبہ ہو تو وہ اس کو جمع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرتا ہے۔ یہ دونوں تعبیریں جائز ہیں اور ان کی تعبیر کا مدار تعبیر کرنے والے کی اس وقت کی کیفیت پر ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کی حفاظت مراد ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی؟

اس آیت میں لہ کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر الذکر کی طرف لوٹتی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر منزل علیہ یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اب اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(المائدہ: ٦٧)

لیکن نظم قرآن کے زیادہ موافق اور اس مقام کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ ضمیر الذکر کی طرف راجع ہے یعنی بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کے ظاہری اسباب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کا محافظ ہے تو صحابہ کرام اس کو جمع کرنے اور اس کو مرتب کرنے میں کیوں مشغول ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے ظاہری اسباب مقرر فرمائے تھے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ کیا گیا اور اس کی اشاعت کی گئی اور جتنی اس کی اشاعت کی گئی تھی، اتنی دنیا میں کسی کتاب کی اشاعت نہیں کی گئی، اور قرآن مجید کو حفظ کیا گیا اور یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کو اول سے آخر تک پورا حفظ کیا جاتا ہے اور ہر دور میں دنیا میں اس کے بے شمار حافظ رہے ہیں، اگر کسی مجلس میں کوئی پڑھنے والا کسی سورت یا کسی آیت سے ایک لفظ کم کر دے یا اس میں اپنی طرف سے کوئی لفظ زیادہ کر دے تو اسی مجلس میں لوگ بول اٹھیں گے، آپ نے یہ لفظ چھوڑ دیا، یا آپ نے جو لفظ پڑھا ہے، وہ قرآن مجید کا لفظ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن مجید کو چھاپے اور اس میں کوئی لفظ کم یا زیادہ کر دے یا کسی نقطہ میں کمی بیشی کر دے یا کسی زیر زبر میں تغیر کر دے تو سینکڑوں آدمی آکر اس غلطی کی نشاندہی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ (حم السجدۃ: ۴۲) اس قرآن کے پاس باطل نہیں آسکتا نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

ابو الحسن علی بن خلف نے اپنی سند کے ساتھ یحیٰی بن اکثم سے روایت کیا ہے کہ جب مامون رشید حکمران تھا تو اس نے ایک علمی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں ایک یہودی آیا جس نے عمدہ لباس پہنا ہوا تھا اور بہترین خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ اس نے بہت نفیس اور ادیبانہ گفتگو کی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا۔ آیا تم اسرائیلی ہو؟ اس نے کہا ہاں! مامون نے کہا: تم مسلمان ہو جاؤ، میں تمہیں بہت انعام و اکرام دوں گا اور بہت بڑے منصب پر فائز کروں گا۔ اس نے کہا

Marfat.com

یہ میرا دین ہے اور میرے آباء واجداد کا دین ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد وہ پھر آیا' اس وقت وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اس نے فقہی مسائل پر کلام کیا اور بہت عمدہ بحث کی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا: کیا تم پچھلے سال ہماری مجلس میں نہیں تھے۔ اس نے کہا: کیوں نہیں' مامون نے پوچھا پھر تمہارے اسلام لانے کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا جب میں تمہاری مجلس سے اٹھا تو میں نے سوچا کہ میں ان مذاہب کا امتحان لوں اور آپ نے دیکھا کہ میرا خط (لکھائی) بہت خوبصورت ہے۔ میں نے پہلے تورات کا قصد کیا اور اس کے تین نسخے لکھے اور اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی' میں یہودیوں کے معبد میں گیا تو انہوں نے تورات کے وہ نسخے مجھ سے خرید لیے۔ پھر میں نے انجیل کا قصد کیا۔ میں نے اس کے بھی تین نسخے لکھے اور ان میں بھی کمی بیشی کر دی' پھر میں عیسائیوں کے گرجے میں گیا تو انہوں نے مجھ سے وہ نسخے خرید لیے۔ پھر میں نے قرآن کا قصد کیا' میں نے اس کے بھی تین نسخے لکھے اور ان میں بھی کمی بیشی کر دی۔ پھر میں ان کو فروخت کرنے کے لیے اسلامی کتب خانہ میں گیا اور ان پر وہ نسخے پیش کیے۔ انہوں نے ان کو پڑھا اور ان کی تحقیق کی اور جب وہ میری کی ہوئی زیادتی اور کمی پر مطلع ہوئے تو انہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیئے اور ان کو نہیں خریدا۔ اس سے میں نے یہ جان لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں کیا جا سکتا تو یہ میرے اسلام لانے کا سبب ہے! یحییٰ بن اکثم نے کہا میں اس سال حج کے لیے گیا تو میری ملاقات سفیان بن عیینہ سے ہوئی۔ میں نے ان کو یہ خبر سنائی تو انہوں نے کہا: یہ خبر صحیح ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصدیق ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی حفاظت ان کے علماء کے سپرد کر دی ہے فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ (المائدہ: ۴۴)

بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے' جس کے مطابق انبیاء فیصلے کرتے رہے جو ہمارے تابع فرمان تھے۔ ان لوگوں کا (فیصلہ کرتے رہے) جو یہودی تھے اور (اسی کے مطابق) اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو تورات اور انجیل کا محافظ بنایا گیا تھا اور قرآن مجید کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر: ۹)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۷۔ ۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہمارے پاس تورات کا ۱۹۲۷ء کا ایڈیشن ہے۔ اس میں ہے ہزاروں قدسیوں کے ساتھ آیا ص ۱۹۲' اور موجودہ ایڈیشن میں ہے۔ لاکھوں قدسیوں کے ساتھ آیا۔ ص ۱۸۴۔

محافظۃ الشیء لنفسہ کا جواب

اس آیت پر حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے ایک اشکال قائم کیا ہے۔ جس کا مولانا فیض احمد صاحب فیض نے ان کی سوانح میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

ایک مولوی صاحب نے مناظرانہ رنگ میں سوال کیا کہ قرآن مجید فرماتا ہے میں کتب سابقہ کا مصدق ہوں' مصدقا لما معکم' مگر کتب سابقہ بھی کلام الٰہی ہیں اور قرآن کریم بھی جس سے تصدیق الشیء لنفسہ کا اشکال لازم آتا

Marfat.com

ہے۔
حضرت نے فرمایا: قرآن مجید اور کتب سابقہ میں تو زمان و مکان اور لغت اور محل نزول کا اختلاف موجود ہے' آپ کے لیے موجب اشکال تو یہ چیز ہونی چاہیے کہ قرآن شریف کی محافظت الٰہیہ کی مثبت فقط ایک ہی آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون (سورہ الحجر: ۹) (ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) وارد ہوئی ہے' جو اپنی محافظت کی دلیل بھی آپ ہے' بس فرمائیے آپ کے اعتراض کی روشنی میں اس محافظة الشئی لنفسه کے اشکال کا حل کیا ہو گا؟ (مہر منیر ص ۴۲۰' مطبوعہ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز' لاہور)

میرے خیال میں اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ الذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور الذکر میں اجمالی طور پر پورا قرآن مجید موجود ہے اور پورے قرآن میں یہ آیت یعنی انا نحن نزلنا الذکر الآیہ بھی موجود ہے لہٰذا یہ آیت تفصیلی طور پر محافظ ہے یا محافظت کی مثبت اور دلیل ہے اور الذکر کے ضمن میں اجمالی طور پر جو یہ آیت ہے وہ محفوظ ہے یعنی پورے قرآن کے ضمن میں جس کی حفاظت کی گئی ہے' لہٰذا اجمال اور تفصیل کے فرق کی وجہ سے محافظة الشئی لنفسه لازم نہیں آئی' چونکہ وہ شخص حضرت سے مناظرانہ رنگ میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس لیے آپ نے خود اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ظاہری سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ظاہری سبب اس کا بہت زیادہ چھپنا اور بہت زیادہ حفظ کرنا ہے اور قرآن مجید کو لوگ تراویح میں قرآن مجید سنانے یا سننے کے شوق میں حفظ کرتے ہیں اور جو لوگ تراویح میں قرآن مجید سننا یا سنانا چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں قرآن مجید بھول جاتا ہے اور جس فرقے کے لوگ تراویح نہیں پڑھتے' ان میں کوئی حافظ قرآن بھی نہیں ہوتا اور قرآن مجید کو مصحف میں لکھ کر محفوظ کرنے کا مشورہ بھی حضرت عمر نے دیا تھا اور تراویح میں قرآن مجید پڑھ کر سنانے کا طریقہ بھی حضرت عمر کی ایجاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا حقیقی محافظ تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کی حفاظت کے ظاہری سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے O اور ان کے پاس جب بھی کوئی رسول آتا تھا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے O ہم اسی طرح اس کو مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں O وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلے لوگوں کی بھی یہی روش گزر چکی ہے O (الحجر: ۱۳-۱۰)

مشکل الفاظ کے معانی

شیع: یہ شیعہ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے امتوں میں سے ایک امت' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ اور حسن نے کہا ہے فرقوں میں سے ایک فرقہ' اور فرقہ لوگوں کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک مذہب' عقیدہ یا نظریہ پر متفق ہوں' یہ اصل میں شیاع سے ماخوذ ہے۔ شیاع ان چھوٹی لکڑیوں کو کہتے ہیں جن کی مدد سے بڑی لکڑی جلائی جاتی ہیں۔ عرف میں فرقہ کا معنی ہے سواد اعظم اور اکثریت سے کسی اختلاف کی بناء پر کچھ لوگ ان سے نکل کر اپنا الگ ایک گروہ بنالیں جیسے سب سے پہلے مسلمانوں کی اکثریت سے الگ ہو کر خوارج نے اپنا ایک عقیدہ بنالیا۔ وہ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں پر لعنت کرتے تھے' پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ کے شیعان علی نے اپنا الگ عقیدہ بنالیا' پھر اسی طرح مختلف نظریات اپنا کر سواد اعظم سے کٹ کٹ کر فرقے بنتے گئے۔

نسلکه: اس لفظ کا مادہ سلک ہے۔ سلک کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا' مثلاً دھاگے کو سوئی کے

Marfat.com

سوراخ میں داخل کرنا، اور نیزے کو دشمن کے جسم میں داخل کرنا، قرآن مجید میں ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۔ (المدثر: ۴۲) تم کو کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا۔

اس آیت کا معنی ہے ہم اس قرآن کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ یعنی ان کو قرآن سنواتے ہیں اور ان کے دل و دماغ کو قرآن مجید کے معانی کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں لیکن وہ اپنی جہالت اور کفر پر اصرار کر کے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

سنت: سنت کا معنی طریقہ ہے اور سنت النبی کا معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ جس کو آپ قصداً اختیار فرماتے اور سنت اللہ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی حکمت کے طریقہ پر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۔ (الفتح: ۲۳) یہ اللہ کا دستور ہے، جو پہلے سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ مختلف انبیاء کی شریعتیں ہر چند کہ صورتاً مختلف ہوتی ہیں لیکن ان کی غرض اور ان کا مقصود مختلف نہیں ہوتا اور نہ تبدیل ہوتا ہے اور وہ ہے نفس کو پاکیزہ کرنا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ثواب اور اس کے قرب اور جوار کے قابل بنانا۔ (المفردات ج ا ص ۳۲۲) علامہ ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: سنت کا اصل معنی ہے طریقہ اور سیرت اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو یا جس چیز سے آپ نے منع فرمایا ہو یا جس چیز کو آپ نے قولاً یا فعلاً مستحب قرار دیا ہو اور ان چیزوں کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت ہیں اور اس قبیل سے یہ حدیث ہے:

انی لا نسی او انسی لاسن۔ میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کسی فعل کو سنت قرار دیا جائے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۸)

یعنی مجھ پر نسیان طاری کیا جاتا ہے تاکہ میں لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دوں اور ان کو یہ بیان کروں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو ان کو کیا کرنا چاہیے۔ اس طرح ایک حدیث میں ہے نزل المحصب ولم یسنہ آپ وادی محصب میں اترے لیکن آپ نے اس کو لوگوں کے لیے سنت نہیں قرار دیا تاکہ لوگ اس پر عمل کریں۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۶۸)

علامہ ابن اثیر کی اس عبارت سے سنت کی جامع مانع تعریف اس طرح حاصل ہوتی ہے: جس چیز کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے قول یا فعل سے مسلمانوں کے عمل کے لیے معین فرمایا ہو، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دائماً یا اکثر کیا ہو تو یہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی کبھی کیا ہو تو یہ سنت غیر مؤکدہ ہے، اس آیت میں فرمایا ہے کہ پہلوں کی سنت گزر چکی ہے۔ یہاں سنت سے مراد کفار کی عادت اور ان کا طریقہ ہے۔

کافروں کے دلوں میں نبیوں کا استہزاء پیدا کرنے پر بحث و نظر

ان آیتوں میں فرمایا ہے: ہم اسی طرح اس کو مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں ۝ اور وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں نسلکہ اور لایؤمنون بہ کی ضمیروں کی تین احتمال ہیں (۱) یہ دونوں ضمیریں استہزاء کی طرف لوٹتی ہیں۔ (۲) نسلکہ کی ضمیر استہزاء کی طرف اور لایؤمنون بہ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ (۳) یہ دونوں ضمیریں قرآن کی طرف لوٹتی ہیں۔

پہلی صورت میں معنی اس طرح ہوگا، ہم نبیوں کے ساتھ استہزاء کرنے کو ان کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں اور وہ

Marfat.com

اس استہزاء پر ایمان نہیں لائیں گے۔ لیکن یہ معنی تناقض کو مستلزم ہے، کیونکہ جب استہزاء ان کے دل میں ہوگا تو ان کا اس استہزاء پر ایمان ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ ان کے دل میں استہزاء پر ایمان ہو اور ایمان نہ ہو۔

دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ان کے دلوں میں نبیوں کے ساتھ استہزاء کو داخل کرتے ہیں اور وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اس معنی پر یہ اعتراض ہے کہ نبیوں کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں کفر کو داخل کر دیا، اس لیے وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور اس صورت میں قیامت کے دن کفار یہ کہہ سکیں گے، ہم اس لیے ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں کفر داخل کر دیا تھا، یاد رکھئے کہ ایمان اور کفر دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن بندہ ایمان لانے کا ارادہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان پیدا کر دیتا ہے اور کفر کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کفر پیدا کر دیتا ہے اور اگر بندہ کے ارادہ کو ایمان اور کفر کی تخلیق کا سبب نہ مانا جائے تو انبیاء علیہم السلام کو بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا اور جزا اور سزا کا نظام قائم کرنا سب عبث اور بے معنی اور حکمت کے خلاف ہوگا۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ یہ دونوں ضمیریں قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہیں جو انا نحن نزلنا الذکر سے سمجھ آ رہا ہے اور اب معنی اس طرح ہوگا ہم ان کے دلوں میں قرآن کو داخل کرتے ہیں یعنی ہم نے ان کو قرآن سنوایا اور ہم نے قرآن کے معانی اور اس کی ہدایت کو سمجھنے کے لیے ان کے دل و دماغ میں فہم اور ادراک عطا فرمایا، لیکن یہ اپنی ضد، کج بحثی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے قرآن مجید کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔ اس معنی پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

علامہ ابو الحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ غزنوی نے حسن بصری سے یہی روایت کیا ہے کہ ہم مشرکین پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے دلوں میں قرآن داخل کرتے ہیں یعنی ہم نے ان کے دل و دماغ میں قرآن کو سمجھنے کا ادراک پیدا کر دیا ہے۔ (البحر المحیط ج ۶ ص ۴۶۹) لیکن میں نے دیکھا کہ علامہ سمعانی، علامہ زمخشری اور سید مودودی کے علاوہ تمام مفسرین اور مترجمین نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کافروں کے دلوں میں نبیوں کے ساتھ استہزاء کو داخل کر دیتا ہے اور وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں کفر پیدا کر دیتا ہے، اب رہا یہ اعتراض کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں میں کفر کو پیدا کر دیا تو پھر ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے کفر کا ارادہ کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں کفر کو پیدا کر دیا جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

کفار کے انکار اور استہزاء کی وجوہات

ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ کافر ہمیشہ سے نبیوں کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے رہے ہیں۔ ان کے اس استہزاء اور انکار کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) وہ اپنی شہوت برآری اور لذت اندوزی کے خوگر ہو چکے تھے اور شریعت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال کر اپنی من پسند چیزوں سے دست بردار ہونا ان کے لیے مشکل تھا اور عبادت کی مشقتوں کو برداشت کرنا ان پر بھاری تھا۔

(۲) وہ شروع سے جس مذہب سے وابستہ تھے، وہ ان کے دلوں میں گھر کر چکا تھا، اور اس کو چھوڑنا ان کے لیے بہت مشکل تھا۔

(۳) رسول کی اطاعت کرنا ضروری ہوتی ہے اور وہ آزاد منش لوگ تھے۔ ان کے لیے کسی کی غلامی اختیار کرنا بہت

Marfat.com

دشوار تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ان میں سے زیادہ تر ایسے تھے جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہ تھی اور نہ ان کے اعوان اور مددگار تھے اور منکرین بہت مالدار اور رئیس تھے۔ ان کے ماتحت بہت لوگ تھے اس لیے ان کو ان رسولوں کی اتباع کرنے میں عار محسوس ہوتا تھا۔

(۵) وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید سے بت پرستی میں راسخ ہو چکے تھے اور ان کے خلاف کوئی بات سننے پر تیار نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ دن بھر اس پر چڑھتے (بھی) رہیں O تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ بات صرف یہی ہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے O

(الحجر: ۱۵-۱۴)

مشکل الفاظ (سحر وغیرہ) کے معانی

ظل: جو شخص دن کے وقت میں کوئی کام کرے اس کے لیے عرب ظل کا لفظ بولتے ہیں جیسے کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے تو اس کے لیے بات کا لفظ بولتے ہیں۔

یعرجون کا معنی ہے وہ چڑھتے ہیں، معراج کا معنی ہے سیڑھی اور اس کی جمع معارج ہے۔

سکرت: اس کی نظر بندی کر دی گئی ہے۔ یہ لفظ تسکیر سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے نظر بندی کرنا، اور جس چیز سے نشہ ہو، اس کو سکر کہتے ہیں۔

سحر: جس چیز کا سبب مخفی ہو اور اپنی حقیقت کے خلاف اس کا تخیل ہونے لگے، دھوکا دینے اور بے حقیقت خیالات کے پیدا کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں۔ ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی کو بھی سحر کہتے ہیں، نظر بندی کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے سحروا اعین الناس (الاعراف: ۱۱۶) انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو باندھ دیا۔ شیطان سے کسی قسم کا تقرب حاصل کر کے کفریہ اور شرکیہ کلمات پڑھ کر کسی عجیب و غریب کام کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں۔ علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے سحر کے متعلق حسب ذیل اقوال لکھے ہیں:

(۱) سحر سے حقائق اشیاء تبدیل ہو جاتی ہیں، اور لوگوں کی صورتیں بدل جاتی ہیں جیسے پتھر کو سونا بنا دینا اور انسان کو گدھا بنا دینا اور یہ معجزات اور کرامات کے مشابہ ہے، جیسے ہوا میں اڑنا اور قلیل وقت میں کثیر مسافت کو طے کر لینا۔

(۲) بازی گری، ملمع سازی اور شعبدہ بازی جس کی واقع میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی، قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۔ (طٰہٰ: ۶۶)	بس اچانک ان کے جادو سے موسیٰ کو یہ خیال ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔

اور یہ معتزلہ کا قول ہے جن کی رائے میں سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ابو اسحاق استرابازی شافعی کا قول بھی انہی کے موافق ہے۔

(۳) سحر کے ساتھ اپنی قوت مخیلہ کو لوگوں کے خیالات پر اثر انداز کیا جاتا ہے اور ان کے خیال میں جو بات ڈال دی جاتی ہے، ان کو وہی نظر آتا ہے، اس کو نظر بندی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے سحروا اعین الناس۔ (الاعراف: ۱۱۶)

(۴) کوئی محیر العقول کام کرنے کے لیے جنات کی خدمت حاصل کی جاتی ہے اور اس کام کو سحر کہتے ہیں۔

(۵) بعض اجسام کو جلا کر ان کی راکھ پر کچھ کلمات پڑھے جاتے ہیں۔

Marfat.com

(۶) ستاروں کے خواص اور ان کی تاثیرات سے یہ عمل کیا جاتا ہے۔

(۷) کچھ کفریہ کلمات پڑھ کر یہ عمل کیا جاتا ہے۔(البحر المحیط ج ۱ ص ۵۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

کفار مکہ کے مطالبہ پر فرشتوں کو نازل نہ کرنے کی وجہ

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیا جو اس بات کی تصدیق کریں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر بالفرض یہ مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ جادو ہے۔ ہر چند کہ ہم بظاہر فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں لیکن ہم حقیقت میں ان کو نہیں دیکھ رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت ایک چیز کا مشاہدہ کر رہی ہو اور پھر وہ یہ کہیں کہ ہم کو شک ہے جو کچھ ہم نے دیکھا ہے، وہ نظر بندی ہے یا جادو ہے۔ اس طرح تو پھر حواس اور مشاہدہ پر اعتبار نہیں رہے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب لوگ ضد، عناد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔ آخر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا تھا تب بھی تو کفار نے یہی کہا تھا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے، اسی طرح تمام جن اور انسان مل کر قرآن کی مثل کوئی سورت بنا کر نہیں لا سکے پھر بھی انہوں نے اس کو اللہ کا کلام نہیں مانا اور یہی کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا

اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ○ اور ہم نے ان کو

مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ

ہر راندۂ درگاہ شیطان سے محفوظ کر دیا ○ سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے

شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہے ○ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا

اور اس میں ہر مناسب چیز اگائی ○ اور ہم نے اس میں تمہارے لیے

مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا

سامان معیشت پیدا کیا اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم روزی نہیں دیتے ○ اور ہمارے ہی پاس ہر

عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا

چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں ○ اور ہم نے بادلوں

Marfat.com

الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ

کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں پھر ہم نے آسمان سے بارش برسائی سو ہم نے تم کو وہ پانی پلایا اور تم

اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس پانی کا ذخیرہ کرنے والے نہ تھے ○ اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور بے شک ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تم میں سے متقدم ہیں اور ہم ان کو (بھی) جانتے ہیں جو تم میں سے مؤخر ہیں ○

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

ع ۲ ۲

اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو جمع کرے گا، بے شک وہ بہت حکمت والا، نہایت علم والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ○ اور ہم نے ان کو ہر راندۂ درگاہ شیطان سے محفوظ کر دیا ○ سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہے ○ (الحجر: ۱۸-۱۶)

بروج کا لغوی اور اصطلاحی معنی

بروج برج کی جمع ہے۔ اس کے معنی بلند عمارت اور محل ہیں۔ گنبد اور ستارے کے مقام کو کہتے ہیں۔ آسمان کا بارہواں حصہ جو رصد گاہوں سے دکھائی دیتا ہے، اس کو برج کہتے ہیں۔ علماء ہیئت کہتے ہیں کہ آسمان نو ہیں۔ سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک سیارہ ہے۔ سات سیارگان یہ ہیں قمر، زحل، عطارد، شمس، مشتری، مریخ اور زہرہ اور آٹھویں آسمان میں وہ ستارے ہیں جو ثابت ہیں (یعنی گردش نہیں کرتے) اور نویں آسمان کو وہ فلک اطلس کہتے ہیں وہ سادہ ہے، اور آٹھویں آسمان میں ستاروں کے اجتماع سے جو مختلف شکلیں بنتی ہیں، وہ اس نویں آسمان میں نظر آتی ہیں جن کو رصد گاہوں میں دیکھا جاتا ہے۔ کہیں یہ شکل شیر کی سی بن جاتی ہے۔ اس کو برج اسد کہتے ہیں اور کہیں ترازو کی سی شکل بنتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں، اور کہیں یہ شکل بچھو کی سی بنتی ہے۔ اس کو برج عقرب کہتے ہیں۔ یہ کل بارہ برج ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔ سورج ہر ماہ میں ایک برج کی مسافت کو طے کرتا ہے اور ایک سال میں بارہ بروج کی مسافت قطع کرتا ہے۔ گرمی، سردی، بہار اور خزاں۔ یہ چاروں موسم سورج کی اسی حرکت سے وجود میں آتے ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۴ ص ۳۳-۳۲ ملخصاً و موضحاً)

ترقی اردو بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں لکھا ہے:

سیارہ کا دائرہ گردش جسے اس کا گھر، مقام یا منزل کہتے ہیں، آسمانی دائرہ کے بارہ حصوں میں سے ہر ایک راس۔ قدیم ہیئت دانوں نے ستاروں کے مقامات سمجھنے کے لیے منطقہ یا راس منڈل (فضا) کے بارہ حصے کیے ہیں۔ ہر حصہ میں جو ستارے واقع ہیں ان کی اجتماعی صورت سے جو شکل بنتی ہے، اس حصہ کا نام اسی شکل پر رکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً چند ستارے مل کر شیر کی سی

Marfat.com

شکل بناتے ہیں' اس حصہ کا نام برج اسد رکھ لیا گیا ہے۔ (اردو لغت ج ۲ ص ۹۹۵' مطبوعہ محیط اردو پریس کراچی)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

اہل عرب ستاروں اور بروج کے علم کو بہت عظیم علوم میں سے شمار کرتے تھے اور ان سے راستوں' اوقات اور ان سے خشک سالی اور فصل کی سرسبزی اور زرخیزی پر استدلال کرتے تھے۔ مریخ کا برج الحمل اور العقرب ہے اور زہرہ کا برج الثور اور المیزان ہے' اور عطارد کا برج الجوزاء اور السنبلہ ہے اور القمر کا برج السرطان ہے اور الشمس کا برج الاسد ہے اور مشتری کا برج القوس اور الحوت ہے اور زحل کا برج الجدی اور الدلو ہے۔ (تفسیر منیر ج ۱۴ ص ۲۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

علم نجوم کی تعریف

علم نجوم کی تعریف' سیاروں کی تاثیرات یعنی سعادت و نحوست اور واقعات آئندہ کی حسب گردش پیش گوئی یا معاملات تقدیر اور اچھے برے موسم کی خبر دینے کا علم۔ (اردو لغت ج ۱۳ ص ۵۱۹' مطبوعہ محیط اردو پریس کراچی۔ ۱۹۹۱ء)

نجومی کہتے ہیں کہ انسان جس تاریخ کو پیدا ہوا' اس تاریخ کو سورج جس برج میں تھا' وہ اس شخص کا برج ہے۔ پھر وہ اپنے حساب سے اس کا ستارہ معلوم کرتے ہیں اور انہوں نے ستاروں کی جو تاثیرات فرض کی ہوں' اس اعتبار سے وہ اس شخص کی قسمت کا حال بیان کرتے ہیں لیکن یہ سب انکل پچو اور ڈھکوسلے ہیں۔ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے ماسوا ان نفوس قدسیہ کے جن کو اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے:

علم نجوم کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ اس جہان میں جتنی بھی تبدیلیاں ہوتی ہیں' ان سب کا اجرام سماوی (سیارگان) کی مخصوص طبائع اور ان کی حرکات سے قریبی تعلق ہے۔ انسان عالم اصغر ہونے کی حیثیت سے پورے عالم اکبر کے ساتھ لہٰذا تعلق رکھتا ہے' بالخصوص سیاروں کی تاثیرات کے تابع ہے۔ اس میں خواہ ہم بطلیموس کی پیروی میں واضح طور پر اس عملی نظریہ کو تسلیم کریں کہ اجسام فلکی کی نکلی ہوئی شعاعوں سے ایسی قوتیں یا اثرات خارج ہوتے ہیں جو معمول (قابل) کی طبیعت کو عامل (فاعل) کی طبیعت کے مطابق بنا دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں یا راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ہم خیال ہونے کی غرض سے اجسام سماوی کو آئندہ ہونے والے واقعات کا اصل فاعل نہ مانتے ہوئے محض ان واقعات کی نشانیاں (دلائل) تصور کریں۔ ستاروں کا اثر ان کی انفرادی نوعیت پر' نیز زمین یا دوسرے ستاروں کے لحاظ سے ان کے مقام پر منحصر ہے' لہٰذا اس عالم کے واقعات اور انسانی زندگی کے نشیب و فراز ہمیشہ لاتعداد اور نہایت متنوع بلکہ متناقض سماوی اثرات کے نہایت پیچیدہ اور متغیرہ امتزاج کے تابع ہوتے ہیں۔ ان اثرات کو جاننا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ نظر میں رکھ کر دیکھنا منجم کا محنت طلب کام ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱/ ۱۴ ص ۳۰۵' مطبوعہ لاہور)

ستاروں کی تاثیرات ماننے کا شرعی حکم

اسلام میں ستاروں کو موثر ماننا کفر اور باطل ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی۔ آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے' آپ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے' پھر فرمایا: تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے میرے بعض بندوں نے صبح کی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے بھی تھے اور میرا کفر کرنے والے بھی تھے' سو جس

Marfat.com

نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور سیارہ (ستارہ) کا کفر کرنے والا ہے اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے' وہ میرا کفر کرنے والا ہے اور سیارہ (ستارہ) پر ایمان لانے والا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۶)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کفر سے مراد مشرکین کا کفر ہے کیونکہ اس کو ایمان کے مقابلہ میں ذکر فرمایا ہے اور یہ اس کے متعلق ہے جس کا اعتقاد یہ ہو کہ ستاروں کی تاثیر اور ان کے فعل سے بارش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد کفران نعمت ہو۔ جب کہ اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ نے ہی بارش کو پیدا کیا ہے تو وہ خطاکار ہے' کافر نہیں ہے اور اس کی خطا دو وجہوں سے ہے ایک اس وجہ سے کہ اس کا یہ قول شریعت کے مخالف ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس کا یہ قول کفار کے مشابہ ہے اور ہم کو کفار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے مشرکین اور یہود کی مخالفت کرو اور ان کی مشابہت سے منع فرمایا ہے اور اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اقوال اور افعال میں ان کی مخالفت کریں۔

(عمدۃ القاری جز ۶ ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ ستارہ فاعل مدبر (موثر) اور بارش برسانے والا ہے' اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی اور اس کا اعتقاد یہ تھا کہ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوئی ہے اور یہ ستارہ بارش کے وقت کی علامت ہے تو اس کے قول کی تاویل یہ ہے کہ فلاں وقت میں بارش ہوئی ہے لہٰذا اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اس قول کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۶۸۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

یہ تو اس شخص کا حکم ہے جو افعال اور آثار کے صادر ہونے کی نسبت سیاروں اور ستاروں کی طرف کرے لیکن جو نجومی ستاروں اور بروج کی مدد سے زائچہ بنا کر غیب دانی کا دعویٰ کرے' اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ جس طرح نجومی کا غیب کی باتیں بتانا کفر ہے' اسی طرح کسی نجومی کو غیب دان اعتقاد کر کے اس سے مستقبل میں پیش آنے والے امور اور غیب کی باتیں پوچھنا بھی کفر ہے۔

شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

شہاب' وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے' زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرہ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے' وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظام شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے' ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں' جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم ہیئت ص ۱۱۰)

وہ چمکتا ستارہ جو آسمان سے گرتا یا آتش بازی کی طرح چھوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

شہاب ثاقب کا ٹکڑا جو راکھ ہونے سے پہلے زمین تک پہنچ جاتا ہے' اور دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا ہے' بعض اوقات ایسے شہابیے زمین پر گر پڑتے ہیں جن کا سائز کافی بڑا ہوتا ہے۔ (اردو لغت ج ۱۲ ص ۵۰۷، مطبوعہ محیط اردو پریس کراچی، ۱۹۹۱ء)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

جلتی ہوئی آگ کے چمک دار شعلہ کو شہاب کہتے ہیں۔
(المفردات ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے جب جنات فرشتوں کی باتیں چوری سے سنتے ہیں تو بسا اوقات ان کو شہاب پکڑ لیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ یہ باتیں کسی کے دل میں القاء کریں، اور شہاب سے آپ کی مراد ہے جو رات کو ستارے کی مانند ٹوٹتا ہے اور وہ اصل میں آگ کا ایک شعلہ ہوتا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۴۵۸-۴۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

بروج سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال

ان آیتوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت کے شبہات کا جواب دے کر ان کا ازالہ فرمایا تھا، اور یہ واضح اور جلی ہے کہ نبوت کا ثبوت الوہیت کے ثبوت پر مبنی ہے تو اب اللہ تعالیٰ الوہیت کے دلائل کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ آسمانوں میں بروج بنائے ہیں اور ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین فرمایا ہے۔ ان کی الوہیت پر اس طرح دلالت ہے کہ ہر برج دوسرے برج سے مختلف ہے اور ان کا اختلاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ قادر مختار اور صناع ازل نے جس برج کو جس ہیئت پر چاہا اس ہیئت پر بنا دیا اور ضروری ہے کہ ان کا بنانے والا واجب اور قدیم ہو، کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو اس کو خود اپنے وجود میں کسی علت کی احتیاج ہوگی اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم واحد ہو کیونکہ تعدد وجباء محال ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کئی بار ذکر کر چکے ہیں، لہٰذا آسمانوں میں بروج کا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو اور ضروری ہے کہ وہ خالق واجب قدیم اور واحد ہو۔

آپ کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب گرائے جانے کے متعلق متعارض احادیث

پھر فرمایا ہم نے ان آسمانوں کو شیطان رجیم سے محفوظ کر دیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شیطان اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ آسمانوں کو منہدم کر سکے، پھر آسمانوں کو شیطان رجیم سے محفوظ کرنے کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو آسمان کے قریب جانے سے منع کر دیا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے بھی شہاب ثاقب گرائے جانے کا عمل معمول اور متعارف تھا اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل آپ کی بعثت کے بعد شروع ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے، جب فرشتوں کے دلوں سے کچھ خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہتے ہیں اس نے جو کچھ فرمایا، وہ حق ہے اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے، پھر فرشتوں کی گفتگو کو چرانے والے شیطان ان باتوں کو چوری سے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دکھایا اور کہا شیطان اس طرح ایک دوسرے کے اوپر تلے ہوتے ہیں اور یہ فرشتوں کی گفتگو کو چوری سے سننے والے ہیں، بعض اوقات اس چوری سے سننے والے کو آگ کا ایک شعلہ آکر لگتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ساتھی کو یہ بتائے کہ اس نے کیا سنا تھا وہ شعلہ اس سننے والے کو جلا ڈالتا ہے اور بعض اوقات وہ شعلہ اس کو نہیں لگتا حتیٰ کہ وہ سننے والا اپنے قریب والے کو بتا دیتا ہے، پھر وہ اس کو بتا دیتا ہے جو اس سے نیچے ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ ان باتوں کو زمین تک پہنچا

Marfat.com

دیتے ہیں، پھر وہ یہ باتیں جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں- وہ ان باتوں کے ساتھ سو جھوٹ اور ملا لیتا ہے، پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے، اور لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس جادوگر نے ہم کو فلاں دن ایسی ایسی خبر نہیں دی تھی! اور ہم نے اس کی خبر کو سچا پایا تھا اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس نے آسمان کی خبر سن لی تھی-

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۷۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۲۳، ۴۷۲۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا جب تم زمانہ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ کرام نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرگیا ہے- پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات پر، لیکن ہمارا رب عزوجل جب کسی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں- پھر جو ان کے قریب ہیں، وہ سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ اس آسمان تک تسبیح پہنچ جاتی ہے، پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے، پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں، پھر ہر نچلے آسمان والا اپنے سے اوپر آسمان والے سے پوچھتا ہے، حتیٰ کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہے اور شیاطین چوری سے اس خبر کو سن لیتے ہیں، پھر وہ یہ خبر اپنے چیلوں اور دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں، پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو وہ حق ہے لیکن وہ اس میں تحریف کرتے ہیں اور اس میں کچھ اور باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں- امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے- (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۸ ص ۱۳۸)

صحیح بخاری اور سنن ترمذی کی ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر چڑھتے تھے اور ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے جو اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوں اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے یہ عمل نہیں ہوتا تھا، اور شیاطین کو آسمان پر چڑھنے اور فرشتوں کی باتیں سننے سے منع نہیں کیا جاتا تھا، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کیا چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے، زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا- ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے- جب انہوں نے قرآن کو سنا تو انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز جو تمہارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے، پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے- ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں قرار دیں گے-

Marfat.com

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۱، ۴۸۰۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۲۴)

ان متعارض احادیث میں قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی تطبیق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے شیاطین آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے تھے اور ان پر آگ کے شعلے نہیں پھینکے جاتے تھے کیونکہ شیاطین نے اس پر تعجب کیا اور ان کا سبب معلوم کرنے کی جستجو کی، یہی وجہ ہے کہ عرب میں پہلے کاہنوں کا بہت چرچا تھا اور لوگ مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس بالعموم جایا کرتے تھے، حتیٰ کہ اس کا سبب منقطع کر دیا گیا اور شیاطین جو چوری سے فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے، ان کے سننے کے درمیان آگ کے شعلے حائل کر دیئے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ (الجن: ۹-۸)

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو ہم نے اس کو اس حال میں پایا کہ اس کو سخت پہرہ داروں اور آگ کے انگاروں سے بھر دیا گیا ہے ۝ اور ہم پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لیے آسمان کی کچھ جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے، پس اب جو کان لگا کر سنتا ہے، تو وہ اپنی گھات میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۲)

بے شک شیاطین (فرشتوں کی گفتگو) سننے سے دور کیے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ (الملک: ۵)

اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرما دیا اور ان ستاروں کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ (بھی) بنایا۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰-۶)

بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرما دیا ۝ اور اسے ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنا دیا ۝ وہ شیاطین اوپر کے فرشتوں کی بات نہیں سن سکتے اور ان کو ہر طرف سے مار لگائی جاتی ہے ۝ دور کرنے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے ۝ سوا اس شیطان کے جو کوئی بات اچک لے تو شہاب ثاقب (چمکتا ہوا انگارہ) اس کا پیچھا کرتا ہے ۝

اور تاریخ عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہاب ثاقب کو بہت حیرت سے دیکھتے تھے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وہ شہاب ثاقب کو نہیں جانتے تھے اور شہاب ثاقب کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور علامات سے شمار کیا جاتا تھا، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دنیا میں ہمیشہ سے شہاب ثاقب گرتے رہے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ (ہم صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں)

Marfat.com

لیکن ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیثیں قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہیں:

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔ (الجن: ۹) سو اب جو کان لگا کر سنتا ہے تو وہ اپنی گھات میں حفاظت کرنے والا شعلہ (شہاب ثاقب) تیار پاتا ہے۔

مفسرین نے یہ کہا ہے کہ آسمان کی حفاظت اور شہاب ثاقب کا گرانا پہلے بھی معروف تھا لیکن یہ پہلے اس وقت ہوتا تھا جب کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوتا تھا۔ مثلاً جب روئے زمین پر عذاب نازل ہوتا تھا یا جب زمین پر کوئی رسول بھیجا جاتا تھا' قرآن مجید میں ہے:

جنات نے شہاب ثاقب کے متعلق کہا:

وَاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا۔ (الجن: ۱۰) اور ہم یہ نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کوئی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ شہاب ثاقب کا گرنا پہلے بھی دکھائی دیتا تھا اور معروف تھا لیکن شیاطین کو ان کے ذریعہ دور کرنا اور جلانا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بعثت کے بعد شروع ہوا ہے' اسی لیے جنات نے اپنے دور کیے جانے پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا اور اس کا سبب تلاش کیا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۶۶۔ ۳۶۴' مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ دو متعارض اور مختلف حدیثیں ہیں۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی بعثت سے پہلے بھی شہاب ثاقب گرائے جانے کا معمول تھا اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے یہ امر آپ کی بعثت کے بعد شروع ہوا ہے اور ظاہر قرآن میں بھی اس کی تائید ہے۔ اسی وجہ سے علماء میں اختلاف ہوا' جاحظ نے یہ کہا کہ آپ کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب گرانے کا معمول نہیں تھا اور امام غزالی نے یہ کہا کہ آپ سے پہلے بھی یہ معمول تھا لیکن آپ کی بعثت کے بعد یہ بہت زیادہ ہو گیا اور اس طرح ان حدیثوں کا تعارض دور ہو گیا۔

(المفہم ج ۷ ص ۴۲۱۔ ۴۲۰' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ان احادیث میں علامہ ابن حجر کی تطبیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ زہری سے سوال کیا گیا زمانہ جاہلیت میں ستاروں کو شیاطین پر پھینکا جاتا تھا' انہوں نے کہا ہاں لیکن اسلام آنے کے بعد اس میں زیادہ تغلیظ اور تشدید کی گئی اور یہ ان مختلف حدیثوں میں عمدہ تطبیق ہے۔ پھر میں نے وہب بن منبہ کی ایسی روایت دیکھی جس سے اشکال دور ہو جاتا ہے اور ان مختلف حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے انہوں نے کہا پہلے ابلیس تمام آسمانوں پر چڑھا کرتا تھا اور جس جگہ چاہتا تھا پھرتا رہتا تھا' جب سے حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تھے' اس کا یہی معمول تھا اور اس کو منع نہیں کیا جاتا تھا' حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا' پھر اس کو چوتھے آسمان تک چڑھنے سے روک دیا گیا اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و سلم مبعوث ہوئے تو پھر اس کو بقیہ تین آسمانوں پر بھی چڑھنے سے روک دیا گیا' پھر ابلیس اور اس کا لشکر چوری چھپے جا کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتا تھا تو ان پر ستارے مارے جاتے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ فترت تھا اس میں آسمان کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی' اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو آسمان کی بہت سخت حفاظت کی گئی اور شیاطین کو ستاروں سے رجم کیا گیا' لہٰذا ان کو اس پر بہت حیرت ہوئی اور سدی کی سند سے روایت کیا ہے کہ آسمان کی صرف اس وقت حفاظت کی جاتی تھی جب زمین پر کوئی نبی ہو یا کوئی دین غالب ہو' اور شیاطین نے آسمانوں میں اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے جہاں بیٹھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کو ستاروں سے رجم کیا گیا' الزین بن المنیر نے کہا ہے کہ ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے شہاب ثاقب کو نہیں پھینکا جاتا تھا اور واقعہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں ہے اور رہا یہ کہ قرآن مجید میں یہ ہے:

سو اب جو کان لگا کر سنتا ہے تو وہ اپنی گھات میں حفاظت کرنے والا شعلہ (شہاب ثاقب) تیار پاتا ہے۔ الجن: ۹)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پہلے جو شہاب ثاقب مارے جاتے تھے تو وہ کبھی نشانہ پر لگتے تھے اور کبھی نہیں لگتے تھے اور بعثت کے بعد اس طرح تاک کر شیاطین پر وہ آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں کہ ہر شعلہ نشانہ پر لگتا ہے اور کوئی وار خطا نہیں جاتا' اسی وجہ سے رصد کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور جب کوئی وار گھات لگا کر کیا جائے تو وہ چوکتا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد جو شہاب ثاقب شیاطین پر مارے جاتے ہیں وہ ہمیشہ نشانے پر لگتے ہیں اور اس سے پہلے کبھی وہ شہاب ثاقب نشانے پر لگتے تھے اور کبھی نہیں لگتے تھے' یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے شیاطین پر شہاب ثاقب بالکل مارے نہیں جاتے تھے۔ علامہ سہیلی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر آپ کی بعثت کے بعد فرشتوں کا نشانہ خطا نہیں جاتا تو پھر چاہیے تھا کہ شیطان دوبارہ آسمان تک چڑھنے کی کوشش نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شہاب ثاقب گرانے کا عمل تو مسلسل ہوتا رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کو ہر بار یہ توقع اور امید ہوتی ہے کہ وہ چوری سے چھپ کر فرشتوں کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو جائے گا اور فرشتوں کی مار سے بچ جائے گا' لیکن وہ ہر بار ناکام اور نامراد ہوتا ہے اور اس پر آگ کے شعلے گرائے جاتے ہیں' اس کے باوجود وہ ہمت نہیں ہارتا اور اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے کیونکہ شر اس کی طبیعت میں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے سبب سے شہاب ثاقب گرانے کے عمل میں تغلیظ اور تشدید کی گئی تھی تو پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی تو پھر شہاب ثاقب گرانے کا عمل بھی منقطع ہو جانا چاہیے تھا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شہاب ثاقب گرائے جانے کا عمل اسی طرح جاری و ساری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شہاب ثاقب نہ کسی کی موت کی وجہ سے گرائے جاتے ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن ہمارا رب جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے' تو بعض آسمان والے بعض دوسروں کو اس کی خبر دیتے ہیں حتیٰ کہ یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے' جن چوری سے اس خبر کو سن لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کے دلوں میں القا کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ شہاب ثاقب گرانے کے عمل کی شدت اور فرشتوں کی باتوں کی حفاظت اب بھی منقطع نہیں ہوئی اور فرشتوں کو نئے نئے احکام ملتے رہتے ہیں اور باوجود اس کے کہ شیاطین پر بہت سختی کی جاتی ہے' ان کی گفتگو سننے کی طمع منقطع نہیں ہوتی اور جس طرح وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چوری چھپے فرشتوں کی گفتگو سننے کے لیے آسمانوں پر چڑھتے تھے' اب بھی اس کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت ذکر کی ہے جس میں یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ

Marfat.com

خلافت میں بھی شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں چار کو اختیار کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اس نے (ان کے وارث ہونے کے خوف سے) ان چاروں کو طلاق دے دی اور اپنا پورا مال اپنے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔ حضرت عمر تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا میرا یہ گمان ہے کہ شیطان نے فرشتوں کی جو باتیں چوری سے سنی تھیں، اس میں اس نے تمہارے مرنے کی خبر سنی تھی اور اس نے تمہارے دل میں یہ ڈال دیا کہ تم عنقریب مرنے والے ہو (سو تم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی) اللہ کی قسم تم فوراً اپنی بیویوں سے رجوع کرو اور اپنے مال میں رجوع کرو (جو بیٹوں کو دے چکے ہو) ورنہ میں ان عورتوں کو تمہارا وارث قرار دوں گا اور تمہاری قبر کو اس طرح رجم کرنے کا حکم دوں گا جس طرح ابو رغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۶۳۱، عالم الکتب بیروت)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی شیاطین چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمان پر چڑھتے تھے اور ان پر شہاب ثاقب اور آگ کے شعلے مارے جاتے تھے اور اگر وہ کبھی کوئی بات سن لیتے تو اس کو اپنے دوستوں کے دلوں میں القاء کر دیتے تھے۔ ہماری اس تقریر سے ہمارے جواب پر علامہ سہیلی کا جو اعتراض تھا، وہ ساقط ہوگیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۷۳-۶۷۲ ملخصاً، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حقیقت میں شیطان کو آگ کا شعلہ مارا جاتا ہے یا ستارہ ٹوٹتا ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید اور احادیث میں ہے کہ شیطان کو آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں اور ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ ایک ستارہ ٹوٹتا ہے، علامہ سمعانی متوفی ۴۸۹ھ نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ستارہ ٹوٹتا ہو اور جب وہ شیطان تک پہنچتا ہو تو آگ کا شعلہ بن جاتا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دور سے وہ ستارہ معلوم ہوتا ہو اور حقیقت میں وہ آگ کا شعلہ ہو۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۳ ص ۱۳۳)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ شہاب آگ کے چمکدار شعلے کو کہتے ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ ہم کو ستارے ٹوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جیسا ہم کو دکھائی دیتا ہے، وہ حقیقت میں ستارہ ہی ٹوٹتا ہو اور جب وہ شیطان کو جا کر لگتا ہو تو وہ آگ کا شعلہ بن جاتا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں آگ کا شعلہ ہو اور ہمیں یوں دکھائی دیتا ہو کہ جیسے وہ ایک ستارہ ٹوٹتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں ہر مناسب چیز اگائی اور ہم نے اس میں تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیا اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم روزی نہیں دیتے۔ (الحجر: ۲۰-۱۹)

زمین سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا تھا اور ان آیتوں میں زمین سے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ زمین ایک کروی جسم ہے اور اس کے اوپر کرہ ہوائیہ اس کو محیط ہے اور پھر سات آسمان ایک دوسرے کو محیط ہیں اور وہ کرہ زمین اور کرہ ہوائیہ کو بھی محیط ہیں، اور زمین کی آسمانوں کے ساتھ ایک مخصوص وضع اور نسبت ہے، اب سوال یہ ہے کہ زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا اور اس مخصوص وضع اور نسبت کا مرجح کون ہے؟ ضروری ہے کہ اس زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا اور اس کی نسبت اور

Marfat.com

وضع کا مرجح واجب قدیم اور واحد ہو جیسا کہ ہم اس سے پہلے کئی بار دلائل سے بیان کر چکے ہیں۔

زمین کو پھیلانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا' اس طرح کا مضمون اور بھی کئی آیتوں میں ہے:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ○ (النّٰزعٰت: ۳۰) اور زمین کو آسمان کے بعد پھیلایا۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ (الذّٰریٰت: ۴۸) اور زمین کو ہم نے (فرش بنا کر) بچھا دیا سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین سیدھی اور سپاٹ ہے اور وہ ایک کروی جسم نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب کوئی بہت بڑا گول جسم ہو تو سیدھا اور سپاٹ ہونا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہوتا اور جب کسی بہت بڑے گول جسم کے ایک چھوٹے حصے کو دیکھا جائے گا تو وہ سیدھا اور سپاٹ ہی معلوم ہو گا۔ زمین کے گول ہونے پر واضح دلیل یہ ہے کہ جس وقت برصغیر پاک و ہند میں رات ہوتی ہے تو امریکہ اور جزائر غرب الہند میں دن ہوتا ہے۔ اس طرح یورپ' آسٹریلیا اور افریقہ میں سورج کے طلوع اور غروب کا اور دن اور رات میں کئی کئی گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے۔ اگر تمام زمین سیدھی اور سپاٹ ہوتی تو تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں سورج کا طلوع اور غروب ہوتا۔

رواسی کی تفسیر

رواسی: یہ لفظ رسو سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے ایک جگہ قائم اور ثابت رہنا۔ راسیات اور رواسی ان چیزوں کو کہتے ہیں جو ایک جگہ قائم اور ثابت رہتی ہیں۔ رواسی کا استعمال پہاڑوں کے لیے ہوتا ہے جو ایک جگہ ثابت اور قائم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا اور اس پر مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ زمین اپنے محور پر قائم رہے اور گردش کرنے میں اپنے محور سے متجاوز نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ۔ (النحل: ۱۵) اور زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ تمہیں لے کر کسی ایک طرف جھک نہ سکے۔

موزون کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس میں ہر موزوں چیز اگائی: یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوگوں کی ضروریات کے اندازہ سے پیدا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ لوگوں کو کس چیز کی ضرورت ہو گی اور وہ کس چیز سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا: اور اس میں ہم نے تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیا' کیونکہ نباتات سے جو رزق حاصل ہوتا ہے وہ انسانوں کی زندگی قائم رہنے کا سبب ہے اور جن کو انسان رزق مہیا نہیں کرتا یعنی حیوانوں کی زندگی قائم رہنے کا سبب بھی یہی زمین سے پیدا ہونے والی نباتات ہیں۔

موزون کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن چیزوں کا وزن کیا جا سکے یعنی سونا' چاندی' تانبا' پیتل وغیرہ معدنیات جن چیزوں کا وزن کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں ○ اور ہم نے بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں' پھر ہم نے آسمان سے بارش برسائی' سو ہم نے تم کو وہ

Marfat.com

پانی پلایا اور تم اس پانی کا ذخیرہ کرنے والے نہ تھے ○ اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں۔ (الحجر: ۲۳ - ۲۱)

مشکل الفاظ کے معانی

خزائن خزانہ کی جمع ہے، خزانہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی چیزیں چھپا کر رکھتا ہے، یا جس جگہ انسان اپنی چیزوں کو محفوظ کر کے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے رزق اور معیشت کے اسباب جمع کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ عام مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس خزانہ سے مراد بارش ہے، کیونکہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کو رزق کی فراہمی بھی بارش کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بارش سے سبزہ اگتا ہے اور فصل تیار ہوتی ہے، جس میں انسانوں، حیوانوں اور پرندوں سب کے لیے غذا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر سال سب جگہ یکساں بارش نازل نہیں فرماتا بلکہ اپنی حکمت سے کسی جگہ کم بارش نازل فرماتا ہے، کسی جگہ زیادہ اور کسی جگہ بالکل بارش نازل نہیں فرماتا، اس لیے فرمایا: ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں، ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الشوریٰ: ۲۷)

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد کرتے، لیکن وہ اپنے اندازہ کے مطابق جتنا چاہتا ہے رزق نازل فرماتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا اور انہیں خوب دیکھنے والا ہے ○

لواقح لاقحہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے حاملہ۔ عرب کہتے ہیں کہ لقحت الناقة اونٹنی حاملہ ہوگی۔ لقحت الشجرة: درخت پھل دار ہو گیا۔ اس لیے لواقح کا معنی ہے وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ لقحہ دودھ والی اونٹنی کو کہتے ہیں اس کی جمع لقاح ہے اور اونٹنیوں کے پیٹوں میں جو بچے ہوتے ہیں، ان کو ملاقیح کہتے ہیں اور اونٹوں کی پشت میں جوان کے بچوں کا مادہ ہوتا ہے اس کو مضامین کہتے ہیں اور نر کے مادہ منویہ کو لقاح کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں القح فلان النخلة واستلقحت النخلة یعنی فلاں شخص نے کھجور کے شگوفے مادہ کھجور پر ڈال دیئے اور اس کو حامل ثمر کر دیا۔ اس کا معنی ہے اس نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۸۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ (الاعراف: ۵۷)

وہی ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا کر لاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی بنجر زمین کی طرف لے جاتے ہیں، پھر ہم اس سے پانی برساتے ہیں، پھر ہم اس سے ہر قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ

بھلا بتاؤ وہ پانی جس کو تم پیتے ہو ○ کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں ○ اگر ہم چاہتے تو اس

Marfat.com

نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ○ کو سخت کڑوا بنا دیتے، پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے؟ ○

(الواقعہ: ۷۰-۶۸)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق لوگوں میں رزق تقسیم فرماتا ہے، مخلوق کے رزق اور ان کی تمام نفع آور چیزوں کے خزانے اس کے پاس ہیں جیسے وہ بارش نازل فرماتا ہے، جس کے ذریعہ زمین سے پیداوار حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے رزق کے حصول کے اسباب فراہم کر دیے ہیں۔ ان اسباب اور ذرائع میں سے وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہیں تاکہ لوگ اس پانی کو پئیں اور اپنے جانوروں کو پانی پلائیں اور اس سے اپنے باغوں اور کھیتوں کو سیراب کریں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں، اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں۔ یعنی ہم ہی مخلوق کو عدم سے وجود میں لاتے ہیں، پھر ہم اس پر موت طاری کریں گے، پھر حشر کے دن ہم ہی سب کو زندہ اور جمع کریں گے۔

کھجوروں میں پیوند کاری کی ممانعت کی احادیث

ہم نے لواقح کے معنی میں یہ بیان کیا ہے کہ تلقیح کا معنی ہے نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈال دینا۔ عربی میں تلقیح اور تابیر کا ایک ہی معنی ہے اس سلسلہ میں یہ حدیث مشہور ہے:

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ کھجوروں کے پاس تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں کے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ لوگ کھجوروں میں پیوند لگا رہے ہیں۔ یعنی نر کھجوروں کو مادہ کھجور کے ساتھ ملاتے ہیں جس سے وہ پھل دار ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا۔ جب ان صحابہ کو آپ کے اس ارشاد کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عمل کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر ان کو اس عمل میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں۔ میں نے اپنے گمان سے ایک بات کہی تھی سو تم میرے گمان پر عمل مت کرو۔ البتہ جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں تو اس پر عمل کرو کیونکہ میں اللہ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔ (صحیح مسلم، فضائل: ۱۳۹، (۲۳۶۱) ۶۰۱۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۷۰)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مدینہ میں تشریف لائے تو صحابہ کرام کھجوروں میں پیوند لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم یہ عمل کس لیے کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا شاید تم نہ کرو تو اس میں زیادہ بہتری ہو۔ انہوں نے اس عمل کو ترک کر دیا تو پھر کھجوروں کی پیداوار کم ہو گئی۔ انہوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) جب میں تمہارے دین کے متعلق کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو! اور جب میں اپنی رائے سے تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو میں صرف بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) (صحیح مسلم، الفضائل ۱۴۰، رقم بلا تکرار: ۲۳۶۲، الرقم المسلسل ۶۰۱۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو گا۔ اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں۔ پھر کچھ دنوں بعد آپ کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے پوچھا: اب تمہاری کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟ انہوں نے کہا آپ

Marfat.com

نے اس اس طرح فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی دنیا کے معاملات میں خود ہی زیادہ جانتے ہو!

(صحیح مسلم 'الفضائل ۱۴۱' رقم بلا تکرار ۲۳۶۳ 'الرقم المسلسل: ۶۰۱۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۷۱)

اس اشکال کا جواب کہ آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے پیداوار کم ہوئی

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم کھجور میں پیوند کاری نہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جب انہوں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا تو اس کے نتیجہ میں پیداوار کم ہوئی۔ متعدد علماء نے اس اشکال کے جوابات دیئے ہیں۔ ہم یہاں ان علماء کے جوابات کو پیش کر رہے ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کا دنیاوی معاملات میں حکم دینا اور ان کی رائے، عام لوگوں کے حکم اور ان کی رائے کی طرح ہے اور اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے واقع کے مطابق نہ ہو' اور اس میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی فکر آخرت اور عالم بالا سے متعلق ہوتی ہے اور وہ اس طرف متوجہ رہتے ہیں کہ شریعت نے کیا حکم دیا ہے اور کس چیز سے منع کیا ہے' اور دنیاوی امور کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف عام لوگ دنیاوی معاملات میں مستغرق رہتے ہیں اور آخرت سے غافل ہوتے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۳۵۔ ۳۳۴' مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

حافظ ابو العباس احمد بن عمر مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر معجزہ دلالت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خبریں دیتے ہیں اور جو احکام بیان کرتے ہیں' ان میں خطاء محال ہے اور رہے وہ امور جن کا تعلق دنیا سے ہے تو ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں میں سے ایک انسان ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا: اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۰۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۰۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث ۱۲۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۱۱) اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے: اپنی دنیا کے معاملات کو تم خود ہی زیادہ جانتے ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۶۳) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور میں پیوند لگانے والوں کے متعلق جو فرمایا تھا کہ میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مستغنی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ اس نے بعض چیزوں کے عادتاً اسباب بنائے ہیں اور ان اسباب میں اپنی قدرت کی تاثیر کو مخفی رکھا ہے تاکہ جو سعادت مند لوگ ہیں' ان کا غیب پر ایمان برقرار رہے' اور جو گمراہ لوگ ہیں وہ اپنی گمراہی میں ڈوبے رہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میں نے اپنے گمان سے ایک بات کہی تھی سو تم میرے گمان پر عمل مت کرو۔ یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ اگر تم اس پیوند کاری کو ترک کر دو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا حالانکہ یہ ان کے لیے بہتر نہیں ہوا تو آپ نے بطور عذر کے فرمایا یہ بات میں نے اپنے گمان اور اپنی رائے سے کہی تھی یہ بات میں نے وحی الٰہی سے نہیں کہی تھی' اور کھیتی باڑی' باغبانی کے معاملات میں وہی شخص صحیح بات کہہ سکتا ہے جو یہ کام کرتا رہتا ہو اور اس کو اس کا تجربہ ہو اور ظاہر ہے کہ میں نے یہ کام کیے ہیں اور نہ مجھے ان کا تجربہ ہے اس لیے ان دنیاوی معاملات کو تم ہی خوب جانتے ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عذر پیش کرنا بھی ان لوگوں کے لیے تھا جن کی عقل ضعیف ہو کیونکہ ایسے لوگوں پر آپ کو یہ خدشہ تھا کہ شیطان ان کو گمراہ کر دے گا اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دے گا کہ انہوں نے جو بات کہی تھی وہ جھوٹی نکلی

Marfat.com

اور جو شخص آپ کو جھوٹا سمجھے گا تو وہ کافر ہو جائے گا ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوتی تھی جس پر عذر پیش کرنے کی ضرورت ہو۔ (المفہم ج ۶ ص ۱۶۹-۱۶۷، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور معاش سے متعلق بغیر تشریع کے جو بات کہیں، اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بہ حیثیت تشریع کے جو کچھ فرمائیں اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور آپ نے کھجور میں پیوند لگانے کے ترک کرنے کا جو حکم دیا تھا، وہ بہ حیثیت تشریع کے نہیں تھا، بطور مشورہ تھا۔ پیوند لگانے کو ترک کرنے سے کھجوروں کی پیداوار کم ہوئی اس پر آپ نے فرمایا: "انتم اعلم بامور دنیاکم" اپنے دنیاوی امور کو تم ہی زیادہ جانتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ اور فکر آخرت اور معارف الٰہیہ کی طرف مبذول رہتی تھی اور دنیا کی طرف زیادہ توجہ نہ کرنا کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں فرماتے تھے۔

(مرقات ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کھجور کے درختوں میں پیوند لگاتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا: کاش تم یہ طریقہ ترک کر دو۔ انصار نے اس کو ترک کر دیا، پھر کوئی پیداوار نہیں ہوئی یا ردی کھجوریں پیدا ہوئیں۔ تب آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ اپنے گمان سے کہا تھا وحی سے نہیں کہا تھا۔ اور شیخ سیدی محمد سنوسی نے کہا ہے کہ آپ صحابہ کو توکل پر برانگیختہ کرنا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے آپ کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو، اور اگر وہ آپ کے کہنے پر عمل کرتے اور ایک یا دو سال تک نقصان برداشت کرتے تو وہ اس مشقت سے بچ جاتے۔ یہ جواب انتہائی لطیف ہے۔ (سیدی غوث عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ کے جواب کا بھی یہی خلاصہ ہے)

(شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض، ج ۳ ص ۲۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے بغیر محض اپنے اجتہاد سے لوگوں کو اس بناء پر پیوند لگانے سے منع فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے اور اس کی پھلوں کے کم یا زیادہ ہونے میں کوئی تاثیر اور معقول وجہ نہیں ہے، اور آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ اس عمل سے پھل زیادہ کر دیتا ہے۔ آپ نے ان کو منع تو کیا تھا، مگر سختی سے منع نہیں کیا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اگر تم پیوند نہ کرو تو بہتر ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کے دنیاوی معاملات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ کوئی اخروی سعادت متعلق نہیں تھی، لیکن جب آپ نے اس طرف توجہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے مطابق اس عمل کی تاثیر ہوتی ہے تو پھر آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور بعض روایات میں جو ہے کہ "دنیاوی امور کو تم ہی زیادہ جانتے ہو۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان دنیاوی امور کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیوند کرنے والے

Marfat.com

انصار مدینہ سے آپ کا علم معاذ اللہ کم تھا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت کے تمام معاملات کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۲۳' مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تم میں سے مقدم ہیں اور ہم ان کو (بھی) جانتے ہیں جو تم میں سے موخر ہیں ○ اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو جمع کرے گا' بے شک وہ بہت حکمت والا' نہایت علم والا ہے ○ (الحجر: ۲۵)

"مستقدمین" اور "مستاخرین" کی تفسیر میں متعدد اقوال

مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں مفسرین کے آٹھ حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) قتادہ اور عکرمہ نے کہا مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں اور مستاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ضحاک نے کہا مستقدمین سے مراد مردہ لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد زندہ لوگ ہیں۔

(۳) مجاہد نے کہا مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو گذشتہ امتوں میں تھے اور مستاخرین سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ ہیں۔

(۴) حسن اور قتادہ نے کہا مستقدمین سے مراد نیک اور اطاعت گزار لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد بدکار اور نافرمان لوگ ہیں۔

(۵) سعید بن مسیب نے کہا مستقدمین سے مراد جنگ اور جہاد میں اگلی صفوں کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد پچھلی صفوں کے لوگ ہیں۔

(۶) قرطبی نے کہا مستقدمین سے مراد جہاد میں قتل کرنے والے ہیں اور مستاخرین سے مراد جہاد میں قتل نہ کرنے والے ہیں۔

(۷) شعبی نے کہا مستقدمین سے مراد اول خلق ہیں اور مستاخرین سے مراد آخر خلق ہیں۔

(۸) مستقدمین سے مراد نماز کی پہلی صفوں کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد نماز کی پچھلی صفوں کے لوگ ہیں۔

مستقدمین اور مستاخرین سے حقیقت میں کیا مراد ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کیونکہ وہی ہر موجود اور معدوم کو جاننے والا ہے اور اس کو علم ہے کہ کون مقدم ہے اور کون موخر ہے لیکن یہ آخری قول اس آیت کے نزول کا سبب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک عورت نماز پڑھتی تھی اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھی۔ سو بعض لوگ تو نماز کی پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے تاکہ اس عورت پر نظر نہ پڑے' اور بعض لوگ سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور جب وہ رکوع میں جاتے تھے تو اس عورت کو دیکھتے تھے۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تم میں سے پہلی صفوں میں ہوتے ہیں اور ہم ان کو بھی جانتے ہیں جو تم میں سے پچھلی صفوں میں ہوتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۴۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۵' السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۵۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۹۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۹۹' المستدرک ج ۲ ص ۳۵۳' سنن کبری

Marfat.com

للبیہقی ج ۳ ص ۹۸)

امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک ان اقوال میں اولیٰ قول یہ ہے کہ مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے مرچکے ہیں اور مستاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اب زندہ ہیں اور جو ہمارے بعد پیدا ہوں گے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں' اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو جمع کرے گا' بے شک وہ بہت حکمت والا نہایت علم والا ہے۔ جب یہ آیت ان دو آیتوں کے درمیان ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے اور ان کو مارنے کی خبر دی ہے اور اس سے پہلے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کے خلاف پر دلالت کرے تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ درمیان کی یہ آیت نماز کی صفوں میں مقدم اور موخر ہونے والے لوگوں کے متعلق ہو' پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے متعلق فرمایا کہ وہ ان میں سے مقدم اور موخر کو جانتا ہے جو مرچکے ہیں اور جو بعد میں پیدا ہوں گے اور وہ ان کے نیک اور بد تمام اعمال کو جانتا ہے اور وہ ان سب کو حشر کے دن جمع کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ نیک اعمال پر اچھی جزا دے گا اور برے اعمال پر سزا دے گا اور نیک عمل کرنے والوں میں وہ مسلمان داخل ہیں جو اگلی صفوں میں اس لیے نماز پڑھتے ہیں کہ عورتوں پر ان کی نظر نہ پڑے اور برے اعمال والوں میں وہ لوگ داخل ہیں جو بری نیت سے پچھلی صفوں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۴ ص ۳۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

صف اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اس آیت کے شان نزول میں ہم نے سنن الترمذی اور دیگر کتب حدیث سے جو روایت ذکر کی ہے' اس میں صف اول میں نماز پڑھنے کی بھی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور درج ذیل احادیث میں اس کی صراحت بھی کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر و ثواب ہوتا ہے' پھر ان کو قرعہ اندازی کے سوا اس میں موقع نہ ملے تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز پڑھنے میں کتنا اجر و ثواب ہے تو وہ ہر صورت میں اس کی طرف سبقت کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۸۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۳۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۵۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۲۸' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مردوں کی بہترین صف پہلی اور بدترین صف آخری ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۶۷۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۰۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۵۶۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۹۷)

اس حدیث میں بہترین صف سے مراد ہے جس کا سب سے زیادہ ثواب ہو' اور بدترین صف سے مراد ہے جس کا سب سے کم ثواب ہو۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو چھو کر

Marfat.com

فرماتے تھے، سیدھے کھڑے ہو اور ٹیڑھے نہ ہو ورنہ تمہارے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور چاہیے کہ تم میں سے عقل اور بلوغ والے میرے قریب کھڑے ہوں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں اور پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۶۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۰۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۷۶)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ج

اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا جو (پہلے) سیاہ سڑا ہوا گارا تھی ○

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ

اور اس سے پہلے جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا ○ اور یاد کیجیے جب

رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں بجتی ہوئی خشک مٹی سے سیاہ سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر کو

مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ

پیدا کرنے والا ہوں ○ سو جب میں اس کو (انسانی صورت میں) ڈھال لوں اور اس میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونک دوں تو تم سب

سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ لا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط

اس کے لیے سجدہ میں گر جانا ○ پس تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا ○ سوا ابلیس کے،

اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا

اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ○ فرمایا: اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو نے

تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ

سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا؟ ○ اس نے کہا میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں

خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ

جس کو تو نے بجتی ہوئی خشک مٹی سے، سیاہ سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے ○ فرمایا تو جنت سے

مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ لا وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾

نکل جا بے شک تو راندۂ درگاہ ہے ○ اور بے شک تجھ پر قیامت تک لعنت ہے ○

Marfat.com

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ

اس نے کہا اے میرے رب تو مجھے یوم حشر تک کی مہلت دے ○ فرمایا بے شک تو ان میں سے ہے

الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ

جن کو مہلت دی گئی ہے ○ معین وقت کے دن تک ○ اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے

لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا

تو میں ضرور ان کے لیے (برے کاموں کو) زمین میں خوش نما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا ○ سوا

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾

ان میں سے تیرے ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیں ○ فرمایا مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہے ○

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ

بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہے سوا ان گمراہوں کے جو تیری

مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا

پیروی کریں گے ○ اور بے شک ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے ○ اس کے

ع ۱۹ ۳ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع

سات دروازے ہیں، ہر دروازہ کے لیے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا جو (پہلے) سیاہ سڑا ہوا گارا تھی ○ (الحجر: ۲۶)

مشکل الفاظ (صلصال، الحماء اور مسنون) کے معانی

صلصال: علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: اصل میں خشک چیز کے بجنے اور کھنکنے کو صلصال کہتے ہیں اور اسی وجہ سے خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں کیونکہ اس پر بھی انگلی ماری جائے تو وہ بجتی اور کھنکتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے من صلصال کالفخار (الرحمن: ۱۴) ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے، مشکیزہ میں بچے ہوئے پانی کے ملنے سے جو کھڑکھڑاہٹ کی آواز آتی ہے۔ اس کو صلصلة کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے خشک بجنے والی مٹی کا نام صلصلة رکھا گیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سڑی ہوئی بدبودار مٹی کو صلصال کہتے ہیں۔ جب گوشت سڑ جائے تو عرب والے کہتے ہیں صل اللحم اور اصل میں لفظ صلال تھا، پھر لفظی تغیر کے بعد یہ لفظ صلصال ہو گیا۔

Marfat.com

(المفردات ج ۲ ص ۳۷۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

خشک مٹی جب حرکت دینے سے بجنے لگے تو وہ صلصال ہے اور جب اس کو آگ پر پکایا جائے تو وہ فخار ہے (ٹھیکرا)- حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور ان کے پتلے کو چالیس دن دھوپ میں رکھا گیا حتی کہ وہ صلصال ہو گئے- (کتاب العین ج ۲ ص ۱۰۰۵، مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران، ۱۴۱۴ھ)

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

جس خشک مٹی کو آگ نے نہ چھوا ہو اس کو صلصال کہتے ہیں- جب تم اس پر انگلی مارو تو اس سے بجنے کی آواز آئے اور جب اس کو آگ پر گرم کر لیا جائے تو وہ ٹھیکرا ہے- (فخار)

(تفسیر غریب القرآن ص ۲۰۳، مطبوعہ دار مکتبہ الہلال، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

الحماء: سیاہ بدبودار مٹی کو حمء کہتے ہیں- قرآن مجید میں ہے من حماء مسنون (الحجر: ۲۶) دریا سے جو مٹی نکالی جاتی ہے اس کو حماۃ کہتے ہیں- (کتاب العین ج ۱ ص ۴۳۲)

المسنون: امام ابو عبیدہ نے کہا ہے اس کا معنی ہے بدبودار- (تفسیر القرآن ص ۲۰۳)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے کہا ہے کہ الحماء کا معنی ہے سیاہ بدبودار مٹی- جب کنوئیں کی تہ سے مٹی نکالی جائے تو کہتے ہیں حمئت البیر (المفردات ج ۱ ص ۱۷۵) المسنون کا معنی ہے وہ چیز جو متغیر ہو گئی، یعنی سڑ گئی ہو-

(المفردات ج ۲ ص ۳۲۳)

علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: خشک بجنے والی مٹی جو آگ پر پکائی نہ گئی ہو اس کو صلصال کہتے ہیں اور جب آگ پر پکائی جائے تو اس کو فخار (ٹھیکرا) کہتے ہیں اور الحماء کا معنی ہے سیاہ سڑی ہوئی مٹی- امام ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ المسنون کا معنی ہے ڈھالی ہوئی یعنی اس مٹی میں انسان کی صورت ڈھالی گئی تھی یا اس کا پتلا بنایا گیا تھا اور ابن السکیت نے کہا ہے اس کا معنی ہے سڑی ہوئی بدبودار چیز-

(تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان ج ۴ ص ۲۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

مسنون کے معنی میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ابن السکیت نے کہا مسنون کا معنی ہے متغیر، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے لم یتسنہ (البقرہ: ۲۵۹) کھانا متغیر نہیں ہوا یعنی سڑا نہیں- (۲) رگڑی ہوئی اور گھسی ہوئی چیز جب پتھر کو رگڑا یا گھسا جائے تو کہتے ہیں سننت الحجر (۳) زجاج نے کہا یہ لفظ سنن الطریق سے بنا ہے اور اس کا معنی بھی متغیر ہونا ہے- (۴) امام ابو عبیدہ نے کہا ہے اس کا معنی ہے ڈھالی ہوئی چیز- (۵) سیبویہ نے کہا اس کا معنی ہے کہ کسی چیز کو کسی صورت یا کسی مثال پر بنایا گیا ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ المسنون کا معنی ہے گیلی مٹی- (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

انسان کی تخلیق سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، درختوں اور حیوانوں سے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں انسان کی تخلیق سے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا ہے- اس کی

Marfat.com

تقریر یہ ہے کہ دلائل سے ثابت ہے کہ جہان حادث ہے اور قدیم نہیں ہے تو پھر انسانوں کی تخلیق کا سلسلہ ماضی کی جانب کسی ایک انسان پر ختم ہو گا جو پہلا انسان ہو گا اور ضروری ہے کہ وہ انسان ماں باپ اور معروف طریقہ سے پیدا نہ ہوا ہو ورنہ وہ پہلا انسان نہیں ہو گا' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس نے اس انسان کو مٹی کے پتلے سے بنایا ہے' اور جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ یہ انسان چونکہ حادث ہے اور قدیم نہیں ہے اس لیے اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے کوئی علت اور فاعل ہونا چاہیے اور ضروری ہے کہ وہ علت اور فاعل واجب اور قدیم ہو ممکن اور حادث نہ ہو کیونکہ ممکن اور حادث کو تو اپنے وجود میں خود کسی علت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علت اور فاعل واحد ہو کیونکہ متعدد واجب نہیں ہو سکتے ورنہ ہر واجب میں دو جز ہوں گے ایک نفس وجوب جس میں وہ سب مشترک ہوں گے اور ایک وہ جز جس سے ایک واجب دوسرے واجب سے ممتاز ہو گا اور جو چیز اجزاء سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں ان اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور محتاج ممکن اور حادث ہوتا ہے وہ واجب نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ پہلے انسان کا بنانے والا واجب' قدیم اور واحد ہے اور جب پہلے انسان کا وہ بنانے والا ہے تو تمام انسانوں کا وہی پیدا کرنے والا ہے جو واجب' قدیم اور واحد ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ (آل عمران: ۵۹)
اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے جس کو اس نے مٹی سے پیدا کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ۔ (ص: ۷۱)
میں گارے (مٹی اور پانی کا آمیزہ) سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو گارے اور کیچڑ سے پیدا کیا گیا۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ۔ (الرحمٰن: ۱۴)
انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا۔

اور اس آیت میں فرمایا: اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا جو پہلے سیاہ سڑا ہوا بدبودار گارا تھی۔

ان آیتوں میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر گارے سے' پھر سیاہ سڑے ہوئے بدبودار گارے سے' پھر ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انسان کو تین مرتبہ بنایا گیا۔ چمٹنے والی مٹی سے' خشک مٹی سے اور سیاہ بدبودار کیچڑ سے۔ (جامع البیان جز ۱۴ص ۷۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی۔ پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہ چمٹنے والی مٹی ہو گئی۔ پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے شایان شان ہاتھ سے ان کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ پتلا خشک ہو گیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی ہو گیا کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھنکتی ہوئی آواز نکلے۔

Marfat.com

(الدر المنثور ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابو المظفر السمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ھ لکھتے ہیں:

بعض آثار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے گارے کا خمیر بنا کر چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار گارا ہو گیا۔

(تفسیر القرآن ج ۳ ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الوطن، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی بھی جنس کے جسم سے حضرت آدم کو پیدا کر دیتا اور وہ اس پر بھی قادر تھا کہ مرحلہ وار پیدا کرنے کے بجائے ابتداءً پیدا کر دیتا لیکن جس طرح اس نے عالم کبیر کو تدریجاً چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس نے اس عالم صغیر یعنی انسان کو بھی تدریجاً پیدا کیا اور اس میں بندوں کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ اطمینان سے تدریجاً کام کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے پہلے جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا○ (الحجر: ۲۷)

مشکل الفاظ (الجان اور نار السموم) کے معانی

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

الجن الجان کی اولاد کی جماعت۔ اس کی جمع الجنۃ اور الجنان ہے۔ ان کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگ ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور الجان جنات کا باپ ہے جس کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ پھر اس سے اس کی نسل کو پیدا کیا گیا اور الجان سفید رنگ کے سانپ کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ

اور یہ کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں، پھر جب موسیٰ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر (بھی) نہ دیکھا۔ (القصص: ۳۱)

(کتاب العین ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ ایران ۱۴۱۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

جن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم روحانیین ہے یہ انسان کے تمام حواس سے مخفی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے جن میں ملائکہ اور شیاطین دونوں داخل ہیں لہٰذا ہر فرشتہ جن ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے۔ اس معنی کی بناء پر ابو صالح نے کہا تمام فرشتے جن ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ روحانیین کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے اخیار (نیک) فرشتے ہیں اور اشرار (بد) شیاطین ہیں اور اوساط میں اخیار اور اشرار دونوں ہیں اور ان ہی کو جن کہتے ہیں اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کا یہ قول نقل فرمایا:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○

اور بے شک ہم میں سے اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہیں، سو جس نے اطاعت کی اس نے نیکی کا راستہ تلاش کر لیا اور جس نے نافرمانی کی تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ (الجن: ۱۵-۱۴)

اور الجان جن کی ایک قسم ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۹-۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

الجن اصل میں مخفی چیز کو کہتے ہیں۔ جنات کو بھی جن اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کی آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں۔ جنت کو بھی جنت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گھنے درختوں سے پوشیدہ ہے اور عالم غیب سے متعلق ہونے کی وجہ سے مخفی ہے۔ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس کو جنین کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی مخفی ہوتا ہے۔ قبر کو جنن کہتے ہیں کیونکہ اس میں مردہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ الجان شیطان کو کہتے ہیں وہ بھی ہماری نگاہوں سے مخفی ہے اور الجان سانپ کو کہتے ہیں وہ بھی بلوں اور سوراخوں میں مخفی ہوتا ہے۔ الجنان دل کو کہتے ہیں وہ بھی سینہ میں پوشیدہ ہے اور ڈھال کو المجن کہتے ہیں کیونکہ وہ دشمن کے حملوں کے لیے ساتر ہے۔ (النہایہ ج ۱ ص ۲۹۷-۲۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

قتادہ نے بیان کیا کہ الجان سے مراد ابلیس ہے اس کو حضرت آدم سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت آدم کی کرامت کو دیکھ کر اس دشمن خدا نے حسد کیا اور کہا میں آگ سے بنا ہوں اور یہ مٹی سے۔

(جامع البیان رقم الحدیث ۱۵۹۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے الجان سے مراد ابلیس ہے اور یہ جنات کا باپ ہے اور یہی اکثرین کا قول ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

الجان کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الجان جنات میں مسخ کیا ہوا ہے جیسے انسانوں میں بندر اور خنزیر مسخ کیے ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے اور حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسخ شدہ انسانوں کی نسل جاری نہیں کی اور بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! موجودہ بندر اور خنزیر کیا ان ہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کیا گیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جس قوم کو ہلاک کرتا ہے یا جس قوم کو عذاب دیتا ہے تو اس کی نسل جاری نہیں کرتا اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۳، الرقم المسلسل ۶۶۴۸، ۶۶۴۶)

(۲) ابو صالح اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الجان جنات کا باپ ہے اور یہ جنات شیاطین نہیں ہیں اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں وہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے اور جنات مرتے رہتے ہیں، ان میں مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔

(۳) حسن، عطاء قتادہ اور مقاتل نے کہا ہے کہ الجان ابلیس ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا ابوالجن ابلیس نہیں ہے تو اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے ابوالجن ابلیس ہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ الجان ابوالجن ہے اور ابلیس ابوالشیاطین ہے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۹۹، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

امام رازی اور امام ابن جریر کی طرح علامہ قرطبی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ الجان سے مراد ابلیس ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

نار السموم: نار السموم کا معنی ہے بغیر دھوئیں کی آگ۔
ضحاک نے کہا الجان کو بغیر دھوئیں کی آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ سے تھا جس کا نام الجن تھا۔ ان کو بغیر دھوئیں کی آگ سے فرشتوں سے پیدا کیا گیا اور کہا قرآن مجید میں جن جنات کا ذکر کیا گیا ہے ان کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ سموم (دنیاوی آگ) اس سموم کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، جس سے الجان کو پیدا کیا گیا ہے، پھر اس آیت کی تلاوت کی۔
وہب بن منبہ سے جنات کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا وہ کھاتے ہیں یا پیتے ہیں یا مرتے ہیں یا نکاح کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا جنات کی کئی قسمیں ہیں، جو خالص جن ہیں وہ ہوا ہیں نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ مرتے ہیں اور نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ بچے جنتے ہیں اور ان کی ایک قسم وہ ہے جو کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور مرتے ہیں۔
(جامع البیان جز ۱۴ ص ۴۱، مطبوعہ دار الفکر، المستدرک، ج ۲ ص ۴۷۴)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنات کو سیاہ آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۹۶، الرقم المسلسل ۷۳۶۰)
اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ الجان کو حضرت آدم سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم کی صورت بنائی تو جب تک اللہ نے چاہا حضرت آدم کے پتلے کو پڑا رہنے دیا۔ ابلیس نے ان کے چاروں طرف گھومنا شروع کر دیا وہ غور کر رہا تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ اندر سے کھوکھلے ہیں تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جو اپنے آپ کو غضب اور شہوت سے روکنے پر قادر نہیں ہوگی۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۱، الرقم المسلسل ۶۵۲۶)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں بجتی ہوئی خشک مٹی سے، سیاہ سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں ○ سو جب میں اس کو (انسانی صورت میں) ڈھال لوں اور اس میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ میں گر جانا ○ (الحجر: ۲۹-۲۸)

مشکل الفاظ (بشر اور روح) کے معانی

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:
البشر: ایک انسان خواہ مرد ہو یا عورت وہ بشر ہے۔ اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ ھو بشر، ھما بشر اور ھم بشر کہا جاتا ہے۔ انسان کے چہرے اور جسم کی اوپری کھال کو بشرۃ کہتے ہیں۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۱۶۴، ایران، ۱۴۱۴ھ)
علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:
انسان کی کھال کے ظاہری حصہ کو بشرۃ اور باطنی حصہ کو ادمہ کہتے ہیں۔ انسان کو اس کی ظاہری کھال کے اعتبار سے بشر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف حیوانات کی کھال کے اوپر اون ہوتا ہے یا بال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں جس جگہ بھی انسان کے جسم اور اس کے ظاہر کا لحاظ کیا گیا اس کو بشر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا — اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا۔
(الفرقان: ۵۴)

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ (ص ۷۱) — بے شک میں گیلی مٹی (گارے) سے بشر بنانے والا ہوں۔

اور کفار جب انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کا ارادہ کرتے تو کہتے:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ (المدثر: ۲۵) — یہ تو صرف بشر کا قول ہے۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ (القمر: ۲۴) — سوانہوں نے کہا کیا ہم، ہم میں سے ایک بشر کی پیروی کریں، پھر تو ہم ضرور گمراہی اور عذاب میں ہوں گے!

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا۔ (التغابن: ۶) — تو انہوں نے کہا کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے!

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا۔ (المومنون: ۴۷) — کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں!

اور اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ کرنے کے لیے کہ آپ بشر ہونے میں دیگر انسانوں کے مساوی ہیں اور عظیم علوم اور معارف میں اور غیر معمولی حسین اعمال میں ان پر فضیلت رکھتے ہیں اور روحِ الٰہی کے نزول میں ان سے متمیز اور ممتاز ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکھف: ۱۱۰) — آپ کہیے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں اور مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا اور میرا معبود ایک ہی ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

تحقیق یہ ہے کہ کسی وجودی وصف میں کوئی بشر آپ کی مثل نہیں ہے آپ سے جو مماثلت ہے وہ صرف عدمی صفت میں ہے یعنی جس طرح ہم خدا نہیں ہیں اسی طرح آپ بھی خدا نہیں ہیں۔

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

روح اس جان کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے بدن زندہ ہے۔ کہا جاتا ہے اس کی روح نکل گئی یعنی اس کی جان نکل گئی۔
(کتاب العین ج ۱ ص ۷۲۵، مطبوعہ ایران، ۱۴۱۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

رُوح (راء پر پیش) اور رَوح (راء پر زبر) دونوں اصل میں ایک ہیں اور روح کو سانس کا اسم بنادیا گیا ہے، کیونکہ سانس روح کا جز ہے اور اس کو اس جز کا نام بنادیا ہے جس کی وجہ سے حیات، حرکت، نفع کا حصول اور ضرر کو دور کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روح کی اپنی طرف اضافت کی ہے:

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (الحجر: ۲۹) — اور میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

یہ وہ اضافت ہے جو اپنی ملکیت کی طرف کی جاتی ہے اور روح کی اپنی طرف اضافت اس کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے کی ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے: وطھر بیتی (الحج: ۲۶) اور میرے گھر کو پاک رکھنا اور یا عبادی (العنکبوت: ۵۶) اے میرے بندو! ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیت اور بندوں کے شرف اور ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے اپنی طرف اضافت کی ہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرے بندے ہیں۔ معزز فرشتوں اور حضرت جبریل کو بھی قرآن مجید میں روح فرمایا ہے:

Marfat.com

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔ جس دن جبریل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔
(النباء: ۳۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روح فرمایا ہے' کیونکہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تو ان میں جان پڑ جاتی تھی۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ۔ عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں (اس کے بیٹے نہیں ہیں) اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔
(النساء: ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بھی روح فرمایا ہے کیونکہ وہ حیات اخروی کا سبب ہے۔ فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ اسی طرح ہم نے آپ کی طرف روح کی وحی فرمائی اپنے حکم سے۔
(الشوریٰ: ۵۲)

(المفردات ج ۱ ص ۱۷۱-۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

روح کا ذکر حدیث میں بھی اسی طرح بار بار آیا ہے جس طرح قرآن مجید میں روح کا ذکر بار بار آیا ہے' اور اس کا متعدد معانی پر اطلاق ہے لیکن اس کا غالب اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسم قائم ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے جسم کی حیات ہوتی ہے اور روح کا اطلاق قرآن مجید' وحی' رحمت اور حضرت جبریل پر بھی کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے الملائکۃ الروحانیون اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے اجسام لطیفہ ہیں ان کا بصر ادراک نہیں کر سکتی۔

(النہایہ ج ۲ ص ۲۴۷-۲۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

روح کی مشہور تعریف وہ ہے جو امام اشعری نے کی ہے کہ روح سانس ہے جو اندر آ رہا ہے اور باہر جا رہا ہے۔ قاضی ابوبکر نے کہا اس میں تردد ہے کہ روح سانس ہے یا حیات ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح ایسا جسم ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں شریک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کو اللہ سبحانہ نے پیدا کیا ہے اور اس نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ اس کے بغیر جسم میں حیات نہیں ہوتی اور جب اللہ جسم کی موت کا ارادہ فرماتا ہے تو روح کو اس جسم سے معدوم کر دیتا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ روح خون ہے اور روح کی تعریف میں ستر قول ذکر کیے گئے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح اور نفس ایک چیز ہیں یا متغائر ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں متغائر ہیں۔ کیونکہ نفس انسانیہ وہ چیز ہے جس کی طرف ہر انسان متکلم کے صیغہ سے اشارہ کرتا ہے مثلاً اپنے آپ کو میں کہتا ہے' اور اکثر فلاسفہ نے ان دونوں میں فرق نہیں کیا۔ انہوں نے کہا نفس وہ لطیف جوہر بخاری ہے (اسٹیم' بھاپ) جو قوت حیات' حس اور حرکت ارادیہ کا حامل ہے اور اسی کو وہ روح حیوانی کہتے ہیں اور یہی نفس ناطقہ اور بدن میں واسطہ ہے۔ امام غزالی نے کہا ہے کہ روح وہ جوہر ہے جو حادث ہے' قائم بنفسہ ہے اور وہ کسی جگہ میں نہیں ہے۔ وہ نہ جسم میں داخل ہے نہ جسم سے خارج ہے اور نہ جسم سے متصل ہے اور نہ جسم سے منفصل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح عرض ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ روح جسم کی صورت کے موافق ہے' اس کی دو آنکھیں ہیں' دو کان ہیں' دو ہاتھ اور دو پیر ہیں اور وہ صورت جسم میں داخل ہے اور اس کا

Marfat.com

ہر جز عضو کے مقابل ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کا جسم میں اس طرح حلول ہے جس طرح گلاب کے پانی کا گلاب میں حلول ہوتا ہے اور آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے اور اہل سنت کے جمہور متکلمین کا اسی تعریف پر اعتماد ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

روح جسم لطیف ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب وہ بدن میں ہو تو اللہ تعالیٰ بدن میں حیات پیدا کر دیتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں احادیث ذکر کی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ روح جسم لطیف ہے اور یہ کہ نفس اور روح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

فرشتوں کے سجدہ کی کیفیت

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں اور یہ تعظیم اور تکریم کا سجدہ تھا سجدہ عبادت نہ تھا، اور اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ جس کو چاہے فضیلت عطا فرمائے سو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی، اور قفال نے یہ کہا ہے کہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام سے افضل تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرا کر ان کو امتحان اور آزمائش میں ڈالا اور اس میں ان کے لیے بہت عظیم ثواب رکھا، اور یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم کی طرف منہ کر کے اللہ کو سجدہ کریں اور حضرت آدم علیہ السلام ان کے لیے بہ منزلہ قبلہ تھے۔

سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی فضیلت

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے سجدہ اصل میں تذلل کا اظہار ہے اور اللہ کے سامنے اپنے اختیار سے عبادت اور تذلل کا اظہار کرنا یہ سجدہ ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۹۵) اور علامہ ابن اثیر الجزری نے لکھا ہے سجدہ کا معنی ہے سر جھکانا اور کسی کے سامنے جھکنا اور اظہار تذلل کرنا اور سجدۂ صلاۃ کا معنی ہے پیشانی زمین پر رکھنا اور اس سے بڑھ کر خضوع اور تذلل نہیں ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۰۹-۳۰۸) علامہ الحصکفی نے لکھا ہے کہ سجدہ پیشانی اور قدموں کے ساتھ ہے اور ایک انگلی کا ٹکانا شرط ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے لغت میں سجدہ کا معنی ہے خضوع یعنی تواضع اور عاجزی کرنا، جھکنا، سر جھکانا (قاموس) اور مغرب میں لکھا ہے زمین پر پیشانی رکھنا اور البحر الرائق میں مذکور ہے سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ تعظیم کے ساتھ چہرہ کا بعض حصہ زمین پر رکھا جائے۔ اس میں ناک کا رکھنا داخل ہے اور رخسار اور ٹھوڑی کا رکھنا خارج ہے۔ اگر کوئی شخص سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لے تو یہ تعظیم کے بجائے لہو و لعب کے زیادہ مشابہ ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۹، بیروت ۱۴۱۹ھ) علامہ المرغینانی نے لکھا ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت کی ہے۔ (حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ بارش ہو رہی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھائی اور میں نے مٹی اور پانی کے نشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر دیکھے۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۱۳، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز میں اپنی پیشانی اور ناک زمین پر نہیں لگائی اس کی نماز جائز نہیں۔ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۹۱۷) اور اگر اس نے پیشانی اور ناک میں سے کسی ایک پر اقتصار کر لیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں بغیر عذر کے ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے ان اعضاء میں پیشانی کو شمار کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۱۲) اور امام

Marfat.com

ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض اجزاء زمین پر رکھنے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور سجدہ ہی کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ ٹھوڑی اور رخسار کا رکھنا سجدہ سے بالاجماع خارج ہے۔(ہدایہ اولین ص ۱۰۸، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

سجدہ کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب سجدہ میں ہوتا ہے سو تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا ○ سوا ابلیس کے اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ○ (الحجر: ۳۱-۳۰)

تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے پہلے جمع کے صیغہ سے فرمایا فسجد الملائکۃ اس کا معنی ہے سب فرشتوں نے سجدہ کیا پھر کلھم سے اس کی تاکید کی، کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ اکثر فرشتوں نے سجدہ کر لیا ہو اور سب فرشتوں نے سجدہ نہ کیا ہو اس لیے فرمایا کلھم یعنی سب فرشتوں نے سجدہ کیا اور اکثر فرشتوں کے سجدہ کرنے کا احتمال ساقط ہو گیا۔ پھر بھی یہ احتمال باقی رہا کہ بعض فرشتوں نے ایک وقت میں سجدہ کیا ہو اور بعض نے دوسرے وقت میں سجدہ کیا ہو لیکن جب یہ فرمایا اجمعون تو یہ احتمال بھی ساقط ہو گیا اور اب معنی یہ ہے کہ تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا۔ نیز فرمایا سوا ابلیس کے اس کا معنی یہ ہے کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ابلیس کا معنی اور یہ کہ وہ جنات سے ہے یا فرشتوں سے، اس بحث کو ہم نے البقرہ: ۳۴، الاعراف: ۱۱، الحجر: ۷۲ میں بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تُو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا؟ ○ اس نے کہا میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جس کو تو نے بجتی ہوئی خشک مٹی سے، سیاہ سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے ○ فرمایا تو جنت سے نکل جا بے شک تو راندۂ درگاہ ہے ○ اور بے شک تجھ پر قیامت تک لعنت ہے ○ اس نے کہا اے میرے رب تو مجھے یوم حشر تک مہلت دے ○ فرمایا بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے ○ معین وقت کے دن تک ○

(الحجر: ۳۸-۳۲)

اللہ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان مکالمہ کے اہم نکات

ان آیات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے طویل کلام کیا۔ حالانکہ اتنا طویل کلام قرآن مجید میں کسی نبی کے ساتھ بھی مذکور نہیں ہے اور اس سے شیطان کے لیے بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے لیے فضیلت تب ہوتی جب اس کے ساتھ عزت اور کرامت اور محبت اور لطف کے ساتھ کلام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ کلام اہانت اور غضب کے ساتھ کیا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ شیطان نے سجدہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ لعین حضرت آدم سے افضل ہے۔ کیونکہ اس کا جسم لطیف ہے اور حضرت آدم کا جسم کثیف ہے اور جسم لطیف، جسم کثیف سے افضل ہے اور وہ آگ سے بنایا گیا ہے اور حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے نص کے مقابلہ میں قیاس کیا اور قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب نص یعنی حکم صریح نہ ہو۔ اس نے حشر تک کی مہلت مانگی تھی کیونکہ حشر کے بعد موت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حشر تک کی مہلت نہیں دی بلکہ وقت معلوم تک

Marfat.com

مہلت دی۔ان تمام مباحث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الاعراف: ۱۵۔ ۱۲ میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے تو میں ضرور ان کے لیے (برے کاموں کو) زمین میں خوشنما بنا دوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا○ سوا ان میں سے تیرے ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیں○ فرمایا مجھ تک پہنچنے کا یہی سیدھا راستہ ہے○ (الحجر: ۴۱-۳۹)

اس اشکال کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو گمراہ کرنے کے لیے طویل عمر نہ دیتا تو لوگ گناہ نہ کرتے!

ابلیس نے کہا میں ضرور ان کے لیے (برے کاموں کو) زمین میں خوشنما بنا دوں گا۔اس لعین کا مطلب یہ تھا کہ جب میں آسمانوں کے اوپر حضرت آدم کے دل میں وسوسہ ڈالنے اور شجر ممنوع کی طرف رغبت دلانے میں کامیاب ہو گیا تو میں زمین پر ان کی اولاد کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور میں ان کی نظروں میں دنیا کی چیزوں کو حسین و جمیل بنا کر پیش کروں گا حتیٰ کہ وہ آخرت سے غافل ہو جائیں گے۔

اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کی اور اس نے یہ تصریح کر دی تھی کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر ان کو گمراہ کرے گا اور ان کو کفر اور معصیت کی طرف مائل کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کو عمر طویل تک مہلت دے دی تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کرنے کی قدرت دے دی۔نیز اکابر انبیاء اور اولیاء مخلوق کو نیکی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ابلیس ان کو نیکی سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو باقی رکھتا اور ابلیس اور اس کی ذریات کو فنا کر دیتا تاکہ انسان عبادت کریں اور گناہ نہ کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسانوں کو آزمائش میں ڈالا جائے۔اس نے نیکی کی طرف دعوت دینے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور اولیاء کرام اور علماء عظام کو پیدا کیا اور بدی کی طرف راغب کرنے کے لیے ابلیس اور اس کی ذریات کو پیدا کیا اور خود انسان میں بھی دو قوتیں رکھ دیں۔ایک قوت اس کو دنیا کی رنگینیوں کی طرف راغب کرتی ہے اور دوسری قوت اس کو اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور انسان کو عقل عطا کی اور اس کو اختیار دیا کہ وہ نیکی اور بدی اور ایمان و کفر کی ترغیبات میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے۔سو جو ایمان اور نیکی کو اختیار کرے گا وہ کامیاب ہے اور جو کفر اور بدی کو اختیار کرے گا وہ ناکام ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا○ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا○ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا○ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا○ (الشمس: ۱۰-۷)

اور جان کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے درست بنایا○ پھر اسے بدی اور نیکی سمجھا دی○ بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاک کر لیا○ اور وہ بے شک ناکام ہو گیا جس نے نفس کو گناہوں میں ملوث کر لیا○

وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ○ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ (البلد: ۱۱-۱۰)

اور ہم نے اس کو (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھائے○ تو وہ (نیک عمل کی) دشوار گزار گھاٹی سے کیوں نہیں گزرا○

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر کیا گیا ہے اور ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا

Marfat.com

ہاں میرے ساتھ بھی! لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی وہ میرا اطاعت گزار ہو گیا اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر ہدایت کے لیے انبیاء اور علماء کو پیدا کیا ہے اور عمومی طور پر گمراہ کرنے کے لیے ابلیس اور اس کی ذریات کو پیدا کیا ہے' اسی طرح خصوصیت کے ساتھ ہر انسان کو نیکی کی تلقین کے لیے ایک فرشتہ اور برائی پر ترغیب کے لیے ایک شیطان پیدا کیا ہے۔ اب انسان کے اندر اور باہر نیکی کے دواعی اور محرکات بھی ہیں اور بدی کے دواعی اور محرکات بھی ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اچھے اور برے کام کی سمجھ اور عقل سلیم عطا کی ہے۔ اب اگر وہ اپنے اختیار سے ایمان اور عبادات کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان اور عبادات کو پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ اپنے اختیار سے کفر اور معاصی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کفر اور معاصی کو پیدا کر دیتا ہے۔ شیطان کا اس کے اوپر کوئی تصرف اور تسلط نہیں ہے۔ وہ وسوسہ کی صورت میں صرف برائی کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں انبیاء علیہم السلام' اولیاء کرام اور علماء عظام اس کو نیکی اور خیر کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر خیر اور شر کے دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور اس کو اچھائی اور برائی سمجھا دی ہے۔ اب وہ جس چیز کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی چیز کو پیدا کر دیتا ہے اور اس پر جزا اور سزا اور ثواب اور عذاب اس کے اختیار اور ارادہ کے اعتبار سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنی قدرت سے تمام انسانوں میں ایمان اور عبادات کو پیدا فرما دیتا۔ شیطان کو پیدا کرتا نہ برائیوں کو لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف تھا۔ اس طرح بغیر ذاتی اختیار اور ارادہ کے محض جبر سے اطاعت کرنے والے اس کے پاس فرشتے بہت ہیں بلکہ یہ ساری کائنات اور انسان کے جسم کے اندرونی تمام اعضاء سب کے سب جبر سے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ ایک ایسی مخلوق پیدا کی جائے جس کے اندر اور باہر گناہ اور عبادت دونوں کی ترغیبات ہوں۔ پھر اس کو عقل اور شعور دیا جائے پھر جو اپنی عقل اور شعور سے گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت کو اختیار کرے اس کو دائمی اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا جائے اور جو اطاعت اور عبادت کو چھوڑ کر گناہوں کو اختیار کرے اس کو دائمی سزا اور عذاب کا مستحق قرار دیا جائے۔ سو شیطان کو پیدا کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو بھیجنا انسان کے امتحان اور اس کی آزمائش کے لیے ہے۔

جھوٹ کی قباحت

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا یہ قول نقل فرمایا: اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا سوا ان میں سے تیرے ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیں۔ ابلیس نے اپنے قول میں اصحاب اخلاص کا استثناء کیا وہ ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ ان کا استثناء نہ کرتا اور مطلقاً کہتا کہ میں سب کو گمراہ کر دوں گا تو اس کا قول جھوٹا ہو جاتا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ وہ اصحاب اخلاص کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے جھوٹ سے بچنے کے لیے یہ استثناء کیا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس پر غور کرنا چاہیے کہ جھوٹ ایسی قبیح چیز ہے کہ اس سے شیطان بھی احتراز کرتا ہے تو مومن اور مسلمان کو جھوٹ بولنے سے کسی قدر زیادہ احتراز اور اجتناب کرنا چاہیے۔

اخلاص کا معنی

اس آیت میں شیطان نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اصحاب اخلاص کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے پہلے ہم اخلاص کا معنی اور اس کے درجات بیان کریں گے۔ پھر اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کریں گے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

خالص کا معنی صافی (صاف) کی طرح ہے جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ (النحل: ۶۶)

ہم تمہیں اس چیز میں سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ، جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے ۝

یعنی اللہ تعالیٰ گوبر اور خون کے درمیان سے اس طرح صاف اور خالص دودھ نکالتا ہے جس میں گوبر اور خون کی ذرہ برابر بھی آمیزش نہیں ہوتی۔ سو خالص چیز وہ ہوتی ہے جس میں کسی دوسری چیز کی ذرہ برابر بھی آمیزش نہ ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ جانوروں سے خالص دودھ نکالتا ہے۔

مسلمان کا اخلاص یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کو مانے اور یہودیوں کی طرح تشبیہ اور نصاریٰ کی طرح تثلیث سے برأت کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ (الاعراف: ۲۹)

صرف اسی کی عبادت کرو عبادت میں اخلاص کرتے ہوئے۔

اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز سے برأت کا اظہار کرے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اس میں اور کسی چیز کی آمیزش نہ کرے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

کیا چیز اخلاص کے منافی ہے؟

اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کسی کام میں کوئی اور نیت بھی شامل کر لی جائے تو یہ اخلاص نہیں ہے۔ مثلاً روزہ میں عبادت کی نیت کے ساتھ یہ نیت بھی کرے کہ روزوں کی وجہ سے بڑھا ہوا وزن کم ہو جائے گا، یا تبخیر میں کمی ہو جائے گی، نماز میں عبادت کے ساتھ یہ نیت کرے کہ اس سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی، غسل اور وضو میں ٹھنڈک حاصل کرنے اور صفائی کی نیت کر لے، زکوٰۃ میں یہ نیت کر لے کہ اس سے میرا بخل دور ہو گا، حج کو جاتے ہوئے یہ نیت کرے کہ مکہ اور مدینہ میں میرے جو عزیز ہیں ان سے ملاقات کر لوں گا تو ان تمام صورتوں میں اخلاص نہیں ہے۔ اخلاص تب ہو گا جب کسی بھی عبادت میں صرف اللہ کے حکم پر عمل کرنے یا اس کا تقرب حاصل کرنے یا صرف اس کی رضاجوئی کی نیت کرے، اور اگر کسی عبادت میں ریاکاری داخل ہو جائے تو پھر اس میں اخلاص بالکل نہیں ہو گا یا بہت کم ہو گا۔ اخلاص بالکل نہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی بالکل نماز نہ پڑھتا ہو لیکن اس سے ملنے کے لیے کچھ لوگ آئیں اور وہ نماز کے وقت مسجد میں جانے لگیں تو ان پر اچھا اثر ڈالنے کے لیے وہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے چلا جائے اور اگر وہ لوگ نماز پڑھنے نہ جاتے تو وہ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے نہ جاتا اور اخلاص کم ہونے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نماز تو پڑھتا ہے لیکن اگر اس کے معتقدین، مریدین یا شاگرد بیٹھے ہوں تو زیادہ خضوع خشوع کے ساتھ لمبی نماز پڑھے تاکہ ان پر اچھا اثر قائم ہو، ہرچند کہ اس میں بھی ریاکاری ہے لیکن پہلی صورت سے کم ہے اور اس میں بالکلیہ اخلاص کی نفی نہیں ہے۔

اخلاص کے مراتب اور درجات

امام غزالی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے عبادت کرے یا دوزخ کے عذاب کے خوف سے عبادت کرے تو اس میں بھی اخلاص ہے لیکن یہ کامل درجہ کا اور صدیقین کا اخلاص نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کا ارادہ نہیں کر رہا اور جو کاملین اور صدیقین ہیں ان کا مطلوب صرف اللہ تعالیٰ کے حکم پر

Marfat.com

عمل کرنا اور اس کی رضا ہوتی ہے' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے اس سے کسی نہ کسی مطلوب اور غرض کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور تمام مطالب سے بری اور بے نیاز ہو کر کوئی عمل کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور قاضی باقلانی نے یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص یہ کہے کہ وہ تمام اغراض اور مطالب سے بری ہے وہ کافر ہے۔ یہ فیصلہ برحق ہے لیکن امام غزالی کی مراد یہ ہے کہ جنت میں جو شہوت برآری کے ذرائع اور وسائل ہوں گے فقط ان کی نیت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی معرفت سے جو لذت حاصل ہوگی اس کی نیت کرے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۳۲-۳۳۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اخلاص ہے' لیکن کامل اخلاص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے

میں کہتا ہوں کہ دوزخ کے عذاب سے نجات اور جنت کی طلب کے لیے عبادت کرنا بھی اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے لیے عذاب نار سے نجات اور حصول جنت کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الصف: ۱۲-۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے ○ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں' یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ کامل درجہ کا اخلاص یہ ہے کہ اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیدار کا ارادہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ ۢبِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ۔ (البقرہ: ۲۶۵)

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں' اس باغ کی طرح ہے جو اونچی زمین پر ہو اور اس پر موسلا دھار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ

ان کے اکثر و بیشتر پوشیدہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں ہے' البتہ جو صدقہ کرنے کا حکم دے یا کسی نیک کام کرنے کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا' اور جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے

Marfat.com

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء: ۱۱۴)

لیے ان نیک کاموں کو کرے تو عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے۔

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا کا حصول جنت میں ہو گا۔ اس لیے جنت کو کم نہیں سمجھنا چاہیے۔ بعض جاہل شعراء اور معرفت الٰہی کے جھوٹے مدعی اکثر یہ کہتے ہیں جنت سے کوئی مطلب نہیں ہمیں تو اللہ کی رضا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا سب سے بڑا انعام ہے لیکن یہ انعام جنت میں ہی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ (آل عمران: ۱۵)

متقین کے لیے ان کے رب کے پاس ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی مسکن بھی جنت ہے اور محبوب کا مسکن بھی محبوب ہوتا ہے اس لیے بھی جنت کو محبوب رکھنا چاہیے۔

اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ (البینہ: ۵)

اور ان کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔ (الزمر: ۳-۲)

بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے، سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے ○ سنو! اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النساء: ۱۴۶-۱۴۵)

بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور (اے مخاطب!) تو ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا ○ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور نیک کام کیے اور اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کیا اور انہوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت کی سو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے۔

اخلاص کے متعلق احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ وہ اللہ وحدہ کے ساتھ اخلاص پر تھا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا تھا اور نماز قائم کرتا تھا اور زکوٰۃ ادا کرتا تھا تو وہ اس حال میں مرا کہ اللہ اس پر راضی تھا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۰، بوصیری نے کہا اس کی سند ضعیف ہے، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرو تمہیں کم عمل بھی کافی ہو گا۔

Marfat.com

(حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' المستدرک ج ۴ ص ۳۰۶)

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا یہ گمان تھا کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب پر فضیلت حاصل ہے جن کے پاس ان سے کم مال ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد صرف ضعیف مسلمانوں کی دعاؤں' ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے فرماتا ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۷۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی' اس کی حفاظت کی اور اس کو یاد رکھا اور اس کی تبلیغ کی' بعض فقہ کے حامل اس کو اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ تین شخصوں کے دلوں میں کینہ اور حسد نہیں ہوتا جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے عمل کرتے ہوں' ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرتے ہوں' اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم ہوں' ان کی دعا دوسروں کو بھی شامل ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۳۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۸۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۸۹۰)

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرا کوئی شریک نہیں ہے جس نے میرے ساتھ کسی کو (عمل میں) شریک کیا پس وہ (عمل) میرے شریک کے لیے ہے' اے لوگو! اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ اپنے اعمال بجالاؤ' کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان ہی اعمال کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہوں اور یہ نہ کہو کہ یہ عمل اللہ کے لیے ہے اور رشتہ داروں کے لیے' کیونکہ پھر وہ عمل رشتہ داروں ہی کے لیے ہے اور اللہ کے لیے وہ عمل بالکل نہیں ہے اور یہ نہ کہو کہ یہ تمہاری خاطر ہے' کیونکہ پھر وہ تمہاری ہی خاطر ہے اور اللہ کے لیے بالکل نہیں ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۶۷' مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یہ بتائیے ایک آدمی جہاد کرتا ہے وہ اجر کا بھی طالب ہے اور شہرت کا بھی طالب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ اس نے تین بار سوال دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی جواب دیا کہ اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہو اور اس عمل سے صرف اس کی ذات کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (سنن النسائی رقم الحدیث ۳۱۴۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اخلاص کے متعلق صوفیاء اور مشائخ کے اقوال

حافظ شرف الدین الدمیاطی متوفی ۷۰۵ھ لکھتے ہیں:

تمام عبادات کے قبول ہونے اور ان میں اجر و ثواب کے حصول کی شرط یہ ہے کہ ان میں اخلاص ہو' اور ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو وہ ضائع ہونے کے زیادہ قریب ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے کہا تمام علم دنیا کے لیے ہے اور آخرت کے لیے عمل ہے اور اخلاص کے سوا ہر عمل غبار کے ذرات کی طرح منتشر ہو جائے گا' علماء کے سوا تمام لوگ مردہ ہیں اور باعمل علماء کے سوا تمام علماء بے ہوش ہیں۔ اور اصحاب اخلاص کے سوا تمام باعمل علماء بھی خود فریبی میں مبتلا ہیں اور اصحاب اخلاص بھی خوف زدہ رہتے ہیں حتیٰ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کا خاتمہ کس کیفیت پر ہو گا۔ اگر تم ثواب کے حصول اور اجر آخرت کا ارادہ کرتے ہو تو اخلاص میں کوشش کرو اور اگر اللہ نے تمہاری مدد فرمادی اور تمہیں اعمال صالحہ کی

Marfat.com

توفیق دے دی اور تمہاری ہمت کو حصول ثواب کے درجہ سے ترقی دے کر اپنی ذات کریم تک پہنچا دیا اور نیک اعمال سے تمہارا مقصود دوزخ کا خوف ہو نہ جنت کی امید ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو اخلاص کے سب سے بلند درجہ تک پہنچا دیا اور تم کو اپنے مقربین اور بندگان خواص میں سے کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے اور اخلاص کی توفیق اس سے ملتی ہے۔ (المتجر الرابح ص ۴۷۹، مطبوعہ دار خضر بیروت ۱۴۱۹ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ابو عثمان نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ انسان کی دائمی نظر خالق کی طرف ہو اور وہ مخلوق کو بھول جائے۔ اس میں فقط ریاکاری کی آفت کی طرف اشارہ ہے اور بعض نے کہا عمل میں اخلاص یہ ہے کہ تمہارے عمل پر شیطان مطلع نہ ہو کہ وہ اس کو خراب کر سکے اور نہ فرشتہ مطلع ہو کہ وہ اس کو لکھ سکے۔ اس قول میں محض اخفاء کی طرف اشارہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو چیز مخلوق سے مخفی ہو وہ اخلاص ہے۔ یہ قول مقاصد کا جامع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رب کے ساتھ معاملہ کو مخلوق سے خارج کرنا ہے اور حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کون سا عمل خالص ہے فرمایا: جو شخص اللہ کے لیے عمل کرے اور اس پر مخلوق کی تعریف کو پسند نہ کرے۔ فضیل نے کہا: لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کر دینا ریا ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تمہیں دونوں سے محفوظ رکھے اور اخلاص کا شافی بیان وہ ہے جو سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم کہو کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس طرح درست کام کرو جس طرح تمہیں کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی تم اپنے نفس اور اس کی خواہش کی عبادت نہ کرو۔ صرف اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کی اس طرح صحیح عبادت کرو جس طرح اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنی نظر کو اللہ عزوجل کے ماسوا سے منقطع کر لو اور یہی حقیقت میں اخلاص ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۳۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے

یہ درست ہے کہ اخلاص کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کی جائے نہ جنت کے حصول کے لیے۔ صرف اور صرف اس کی ذات کے لیے اور اس کی رضا کے لیے عبادت کی جائے لیکن اس سے دعا کی جائے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے نجات عطا فرمائے اور یہ بھی اخلاص کا اعلیٰ مرتبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو راتوں کو اٹھ کر دوزخ سے نجات کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ (الفرقان: ۶۶-۶۴)

اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں ○ اور جو یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دور فرما دے، بے شک اس کا عذاب چمٹ جانے والی مصیبت ہے ○ بے شک وہ ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بہت بری جگہ ہے۔

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المخلصین ہے اور آپ بکثرت دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من الکسل والھرم

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی سے اور بڑھاپے

Marfat.com

والماثم والمغرم ومن فتنة القبر وعذاب القبر ومن فتنة النار وعذاب النار۔ (الحدیث)

سے اور گناہ سے اور قرض سے اور قبر کی آزمائش اور عذاب قبر سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۸۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۸۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۸۵، عالم الکتب بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۹، ۲۰۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۷، ۲۰۹، ۲۰۸، ۱۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۱، الادب المفرد رقم الحدیث: ۶۸۲، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۵۵)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر کون صاحب اخلاص ہوگا اور انہوں نے حصول جنت کی دعا کی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ۔ (الشعراء: ۸۵)

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المخلصین ہیں اور آپ نے حصول جنت کی دعا کی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ یہ متعدد کلمات ہیں ان میں یہ کلمات بھی ہیں:

واسئلک الدرجات العلی من الجنة آمین اللهم انی اسئلک فواتح الخير و خواتمه و جوامعه و اوله وآخره وظاهره و باطنه والدرجات العلى من الجنة آمين، اللهم و نجنى من النار و مغفرة الليل والنهار والمنزل الصالح من الجنة آمين، اللهم انى اسئلک خلاصا من النار سالما وادخلنى الجنة آمنا اللهم انى اسئلک ان تبارک لى فى نفسى و فى سمعى و بصرى و فى روحى و فى خلقى و فى خليقتى و اهلى وفى محياى ومماتى اللهم و تقبل حسناتى و اسئلک الدرجات العلى من الجنة آمين۔

میں تجھ سے جنت میں بلند درجات کا سوال کرتا ہوں آمین، اے اللہ میں تجھ سے خیر کے مبادی اور خواتم اور جوامع اور اول اور آخر کا اور ظاہر اور باطن کا سوال کرتا ہوں اور جنت میں بلند درجات کا سوال کرتا ہوں آمین، اے اللہ مجھے دوزخ سے نجات دے اور دن اور رات کی مغفرت عطا کر اور جنت میں اچھا گھر عطا کر آمین، اے اللہ میں تجھ سے سلامتی کے ساتھ دوزخ سے نجات کا سوال کرتا ہوں اور مجھے امن کے ساتھ جنت میں داخل فرما، اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے نفس میں اور میری سمع اور بصر میں اور میری روح میں اور میرے اخلاق میں اور میرے اوصاف میں اور میری زندگی میں اور وفات میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ میری نیکیوں کو قبول فرما اور میں تجھ سے جنت میں بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین۔

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۱۷-۳۱۶، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۷)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس

Marfat.com

وقت آپ نے لاٹھی پر ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ جب ہم نے آپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو جیسا کہ اہل فارس اپنے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہمارے لیے دعا کرتے! آپ نے دعا کی:

اللھم اغفرلنا وارحمنا و ارض عنا و تقبل منا وادخلنا الجنۃ ونجنا من النار واصلح لنا شاننا کلہ۔

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا اور ہم سے قبول فرما، اور ہم کو جنت میں داخل فرما اور ہم کو دوزخ سے نجات دے اور ہمارے تمام کاموں کو درست فرما۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ ہم جنت فردوس کی دعا کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ پر (اس کے کرم سے) یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا ہو۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دیں! آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ ہے۔ پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا اوسط اور جنت کا اعلیٰ ہے اور میرا گمان ہے کہ اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور جنت کے دریا اس سے نکلتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۷۹۰، مسند احمد رقم الحدیث ۸۴۰۰، عالم الکتب بیروت، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں ہر درجہ میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ ہے اور فردوس سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو الفردوس کا سوال کرو۔

(السنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۱، ۳۱۶)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ سے نجات کی اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور ہمیں اس دعا کی تلقین بھی کی ہے اور آپ سید المخلصین ہیں۔ لہٰذا دوزخ سے نجات کی دعا کرنا اور جنت کی طلب کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل اس لیے کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسے جاہل صوفیاء کا شہرہ ہے جو دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کو گھٹیا درجہ کی طلب کہتے ہیں اور اس کو اخلاص کے منافی شمار کرتے ہیں۔

دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا میں اخلاص کا اعلیٰ مرتبہ اس طرح متحقق ہو گا کہ انسان یہ دعا کسی کو دکھانے یا سنانے کے لیے نہ کرے بلکہ اس لیے یہ دعا کرے کہ دعا کرنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور وہ بندوں کے دعا کرنے سے راضی ہوتا ہے لیکن اس کے ذہن میں کسی وقت بھی یہ معنی نہ آئے کہ وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے دعا کر رہا ہے ورنہ اس کو جنت میں دخول کی کوئی غرض ہے نہ دوزخ سے نجات کی کوئی تمنا ہے۔ اگر یہ ارادہ کرے گا تو یہ صریح کفر ہے۔ انسان سرتاپا غرض مند اور محتاج ہے اور بے نیاز اور بے غرض صرف اللہ کی ذات ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ بندہ ہی رہے خدا نہ بنے!

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ابلیس نے کہا: اے رب! تیرے عزت و جلال کی قسم! جب تک آدم کے بیٹوں کے جسموں میں ان کی روحیں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۳۰۶، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، حافظ حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۲۴۴، دار الفکر بیروت، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۶۱)

صراط مستقیم کی متعدد تفاسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ تک پہنچنے کا یہی سیدھا راستہ ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: یہ میری طرف لوٹنے کا راستہ ہے، میں تمام لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دوں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ (الفجر: ۱۴) بے شک آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے کہے میں تمہارے راستے پر ہوں۔

(جامع البیان جز ۱۴ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یہ اس آیت کا معنی ہے یہ میرا سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر لوگ جنت تک پہنچیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے یہ میرے ذمہ ہے کہ لوگوں کو اپنا راستہ دلائل سے بیان کروں یا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں لوگوں کو اپنے راستہ کی توفیق اور رہدایت دوں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے کہا یہ اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہے سوا ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں گے○ (الحجر: ۴۲)

انسانوں پر جنات کے تسلط کا رد

جب ابلیس نے یہ کہا تھا: میں ضرور ان کے لیے (برے کاموں کو) زمین میں خوشنما بنا دوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا ان میں سے تیرے ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیں۔ تو اس لعین نے اپنے اس کلام سے یہ وہم ڈالا کہ اللہ کے بندوں میں سے جو اصحاب اخلاص نہیں ہیں ان پر اس کا تسلط ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہے خواہ وہ اصحاب اخلاص ہوں یا نہ ہوں، بلکہ ان بندوں میں سے جو اپنے اختیار سے ابلیس کی پیروی کرے گا وہ اس کا تابع ہو گا اور یہ پیروی بھی اس وجہ سے نہیں ہو گی کہ ابلیس اس کو زبردستی یا جبر سے اپنا پیروکار بنائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے اپنے اس کلام سے یہ وہم ڈالا تھا کہ اللہ کے جو بندے اصحاب اخلاص نہیں ہیں ان پر اس کا تسلط اور تصرف ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس غلط بیانی یا جھوٹ کو واضح فرمایا اور یہ بتلایا کہ اللہ کے کسی بندے پر ابلیس کو تسلط یا قدرت حاصل نہیں ہے اور اس کی نظیر وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن خود ابلیس کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ اور مجھے تم پر کوئی تسلط حاصل نہ تھا البتہ میں نے تم کو

Marfat.com

دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ - (ابراھیم: ۲۲)
دعوت دی سو تم نے میری دعوت قبول کر لی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں فرمایا:

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ○ (النحل: ۱۰۰-۹۹)

بے شک شیطان کو ان لوگوں پر کوئی تسلط اور غلبہ حاصل نہیں ہے جو (اللہ پر) ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ○ اسے صرف ان لوگوں پر تسلط اور غلبہ حاصل ہے جو اس کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ شیطان اور جن انسان کی عقل زائل کرنے اور اس کے اعضاء پر متصرف ہونے پر قادر ہیں اور جب انسان پر جن چڑھ جاتا ہے تو اس کی زبان سے بولتا ہے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرتا ہے جیسا کہ عام لوگوں کا یہ عقیدہ ہے' اور ہم نے بارہا کہا ہے کہ اگر عقلاً اور شرعاً اس کا جواز ہو تا تو ایک آدمی کسی شخص کو قتل کر دیتا اور پھر کہتا میں نے اس کو قتل نہیں کیا مجھ پر جو جن چڑھا ہوا تھا اس نے اس کو قتل کیا ہے اس وقت تو میری عقل زائل تھی مجھے کچھ ہوش نہ تھا۔ یہ سب اس جن کی کارستانی ہے تو کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے؟ کیا قرآن کی کسی آیت میں یا کسی حدیث میں کسی صحابی کے قول میں یہ استثناء موجود ہے کہ اس شخص سے قتل کا قصاص نہیں لیا جائے گا جو کسی جن کے زیر اثر یا اس کے زیر تسلط ہو یا دنیا کے کسی بھی قانون میں یہ گنجائش ہے؟

اس اشکال کا جواب کہ اصحاب اخلاص کو بھی شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب شیطان کو اللہ کے نیک بندوں پر کوئی تسلط اور قدرت نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے متعلق فرمایا:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ - (البقرہ: ۳۶)
پس شیطان نے ان کو اس درخت کے ذریعہ لغزش میں مبتلا کیا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں نکال باہر کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کو ان کے دلوں پر قدرت نہیں ہے اور نہ ان کے اعضاء پر تسلط ہے کہ وہ جبراً ان سے کوئی گناہ کرائے۔ شیطان نے اللہ کی قسم کھا کر ان کو بتایا کہ اس درخت سے کھانے میں ان کا فائدہ ہے۔ حضرت آدم نے سوچا کہ کوئی شخص اللہ کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے جو منع کیا ہے وہ ممانعت تنزیہی ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے' یا انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخصوص اور مشخص درخت سے منع کیا ہے میں اس نوع کے کسی اور درخت سے کھا لیتا ہوں اور وہ یہ بھول گئے کہ ممانعت اس نوع کے درخت سے تھی۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام کا اس درخت سے کھانا اجتہادی خطا اور نسیان سے تھا ان کا فعل کوئی گناہ نہیں تھا اور ان کا جنت سے زمین پر آنا کوئی سزا نہ تھی بلکہ اپنے مقصد خلقت کی تکمیل اور زمین پر اللہ کی خلافت جاری کرنے کے لیے وہ زمین پر آئے تھے۔ ہم اس کی تفصیل البقرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جنگ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کو شیطان نے لغزش میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میدان جہاد سے بھاگ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
بے شک جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل

Marfat.com

الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۵۵)

ہوئی تھیں اس دن جو لوگ تم میں سے پھر گئے تھے' ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کے قدموں کو لغزش دی تھی اور یقیناً اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

دشمن سے شکست کھا جانا معصیت نہیں تھا' لیکن جب انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے تو وہ مدینہ کی حفاظت کے لیے شہر میں چلے گئے تاکہ دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پکار رہے تھے تو انہوں نے خوف اور ہراس کے غلبہ کی وجہ سے آپ کی پکار کو نہیں سنا۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی کیونکہ وہ سات سو تھے اور دشمن تین ہزار تھے اور ان حالات میں شکست کھا جانا بعید نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جانا ایسی خطا ہے جو جائز نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سوچا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی احد پہاڑ کی کسی جانب نکل گئے ہیں۔ بہرحال ان پر شیطان کا جبر نہ تھا اس نے ان کے دلوں میں مختلف وسوسے ڈال دیئے تھے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے اچانک پلٹ کر آنے اور اس کے زبردست دباؤ کی وجہ سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بے سوچے سمجھے بھاگ پڑے۔ بہرحال یہ خطا کسی وجہ سے بھی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک سفر میں شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سلا دیا اور ان سے صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات مکہ کے راستے میں رات کے آخری حصہ میں ایک جگہ پہنچے۔ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو نماز کے وقت بیدار کر دیں۔ حضرت بلال کو نیند آ گئی اور باقی مسلمان بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ جس وقت وہ بیدار ہوئے تو سورج ان کے اوپر طلوع ہو چکا تھا۔ سب مسلمان گھبرا کر اٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے کوچ کریں حتیٰ کہ اس وادی سے نکل جائیں۔ آپ نے فرمایا: اس وادی میں شیطان ہے۔ مسلمان وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس وادی سے نکل گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور حضرت بلال کو اذان دینے یا اقامت کہنے کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ پھر ان کی طرف مڑے آپ نے ان کے خوف اور گھبراہٹ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اگر اللہ چاہتا تو اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں ہماری روحوں کو لوٹا دیتا پس تم سے جب کسی شخص کی نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے یا وہ نماز پڑھنا بھول جائے پھر گھبرا کر اٹھے تو نماز کو اس طرح پڑھ لے جس طرح نماز کو اپنے وقت میں پڑھتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس وقت بلال کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے شیطان ان کے پاس گیا اور ان کو لٹا دیا۔ پھر ان کو مسلسل اس طرح تھپکیاں دیتا رہا جس طرح بچہ کو تھپکیاں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ بلال سو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا تو حضرت بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تھا۔ پس حضرت ابوبکر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۶)

Marfat.com

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اصحاب اخلاص پر شیطان کا کوئی تسلط اور غلبہ نہیں ہے۔ اس تسلط اور غلبہ سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان سے زبردستی اور جبر کے ساتھ کوئی گناہ نہیں کرا سکے گا تو اس میں اصحاب اخلاص کی کوئی تخصیص نہیں ہے وہ کسی انسان سے بھی جبراً کوئی گناہ نہیں کرا سکتا، اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے وسوسہ کو قبول نہیں کریں گے تو ان مثالوں میں حضرت آدم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کے وسوسہ کو قبول کر لیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اصحاب اخلاص کے دلوں میں اللہ کی خشیت اور اس کے خوف کا اس قدر غلبہ ہے کہ وہ اس کے بہکانے سے قصداً اور ارادہ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قصداً اور ارادہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی وہ بھول گئے تھے اور جنگ احد میں جو اصحاب رسول میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگے تھے ان کا قصد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ تھا خوف و ہراس کے غلبہ کی وجہ سے ان کے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی تھی کہ میدان سے بھاگنا ان کے لیے جائز نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ معصیت ہو بھی تو اصحاب اخلاص سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جو معصوم ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معصیت صادر ہوئی ہے لیکن انہوں نے فوراً توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور ان پر حدود جاری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک کر دیا اور تیسری مثال نیند کی ہے اور نیند کی وجہ سے نماز کا قضا ہو جانا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے ○ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازہ کے لیے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے ○ (الحجر: ۴۴۔۴۳)

جہنم کے دروازے اور ان میں عذاب یافتگان

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا وہ سات دروازے یہ ہیں۔ جہنم، السعیر، لظی، الحطمہ، سقر، الجحیم، الھاویہ اور یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔

قتادہ نے کہا: یہ ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہیں۔

اعمش نے کہا: جہنم کے ابواب کے نام یہ ہیں۔ الحطمہ، الھاویہ، لظی، سقر، الجحیم، السعیر، اور جہنم۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر فریق کے لیے جہنم کا ایک طبقہ ہے۔

ضحاک نے کہا: ایک دروازہ یہود کے لیے ہے۔ ایک دروازہ نصاریٰ کے لیے ہے، ایک دروازہ الصابئین کے لیے ہے اور ایک دروازہ مجوس کے لیے ہے اور ایک دروازہ مشرکین کے لیے ہے جو کفار عرب ہیں اور ایک دروازہ منافقین کے لیے ہے اور ایک دروازہ اہل توحید کے لیے ہے اور اہل توحید کے لیے جو نجات کی توقع ہے وہ توقع دوسروں کے لیے بالکل نہیں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا بعض اہل دوزخ ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی اور بعض کے کمر بند تک آگ پہنچے گی اور بعض کی ہنسلی تک آگ پہنچے گی۔ ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہوں گی۔ یہ اس آیت کی تفسیر ہے: لھا سبعۃ ابواب لکل

Marfat.com

باب منهم جزء مقسوم ہر دروازہ کے اوپر آگ کے ستر ہزار شامیانے ہیں اور ہر شامیانے میں ستر ہزار خیمے ہیں اور ہر خیمے میں آگ کے ستر ہزار تنور ہیں اور ہر تنور میں ستر ہزار آگ کی کھڑکیاں ہیں اور ہر کھڑکی میں آگ کی ستر ہزار چٹانیں ہیں' اور ہر چٹان کے اوپر آگ کے ستر ہزار پتھر ہیں اور ہر پتھر کے اوپر آگ کے ستر ہزار بچھو ہیں اور ہر بچھو کی آگ کی ستر ہزار دمیں ہیں اور ہر دم میں ستر ہزار ہڈیاں ہیں اور ہر ہڈی میں ستر ہزار زہر کے ڈنک ہیں اور ستر ہزار آگ بھڑکانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے جہنم میں داخل ہو گا وہ دروازے پر چار لاکھ جہنم کے پہرہ دار دیکھے گا۔ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ان کے کھلے ہوئے مونہوں سے ڈاڑھیں دکھائی دے رہی ہوں گی۔ ان کے دلوں سے رحمت نکال لی گئی ہو گی۔ ان میں سے کسی کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی رحم نہیں ہو گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۲۶۶-۲۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جہنم کے دروازے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بتایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۶۰۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ جہنم کے سب سے اوپر کے طبقہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گنہ گار ہوں گا اور یہ طبقہ خالی ہو جائے گا اور اس کے خالی دروازے کھڑکھڑاتے رہیں گے۔ پھر دوسرا طبقہ لظی ہے پھر الحطمہ، پھر سعیر، پھر سقر، پھر الجحیم پھر الحاویہ۔ ضحاک نے کہا سب سے اوپر کے طبقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گنہگار ہیں' دوسرے میں نصاریٰ' تیسرے میں یہود' چوتھے میں الصابئون' پانچویں میں المجوس' چھٹے میں مشرکین عرب' ساتویں میں منافقین' آل فرعون اور اہل مائدہ کے کافرین۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سات حصوں کی تفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جہنم کے سات حصوں میں سے ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ میں شک کرتے ہیں۔ ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ سے غافل ہیں۔ ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی شہوات کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے غیظ کو اللہ کے غیظ کے مقابلہ میں زیادہ قرار دیتے ہیں۔ ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے حصہ کی رغبت کو اللہ کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے سامنے سرکشی کرتے ہیں۔

ابو عبد اللہ حلیمی نے کہا اگر یہ حدیث ثابت ہو تو مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو دو خدا مانتے ہیں اور شک کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو یہ پتا نہیں کہ ان کا کوئی خدا ہے یا نہیں' اور غافلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مطلقاً خدا کا انکار کرتے ہیں جو دہریے ہیں' اور اللہ کے مقابلہ میں اپنی شہوات کو ترجیح دینے والے وہ لوگ ہیں جو گناہوں میں ڈوبے رہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کے رسول کے احکام کی تکذیب کرتے ہیں' اور اللہ کے غیظ سے اپنے غیظ کو زیادہ قرار دینے والے وہ لوگ ہیں' جو انبیاء علیہم السلام اور دیگر مبلغین کو قتل کرنے والے ہیں اور نصیحت کرنے والوں پر ظلم کرنے والے ہیں' اور اللہ کے مقابلہ میں اپنی رغبت کو ترجیح دینے والے وہ ہیں جو قیامت اور حساب و کتاب کا انکار کرنے والے ہیں اور جن چیزوں کی طرف ان کی رغبت ہو وہ ان کی عبادت کرنے والے ہیں۔

اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹-۲۸، التذکرہ ج ۲ ص ۷ ۱۲-۱۲۶، مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ

بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا) تم ان میں بے خوف ہو کر سلامتی کے ساتھ داخل

نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾

ہو جاؤ ○ ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے، (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ○

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ

ان کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○ آپ میرے بندوں

عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ

کو بتا دیں کہ بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں ○ اور یہ کہ میرا عذاب ہی دردناک

الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

عذاب ہے ○ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنائیے ○ جب وہ ان کے پاس گئے

فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا

تو انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے کہا بے شک ہم تم سے ڈر رہے ہیں ○ انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں! بے شک

نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ

ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دے رہے ہیں ○ ابراہیم نے کہا کیا تم مجھ کو (بیٹے کی) بشارت دے رہے ہو حالانکہ

الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ

مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے! سو اب تم کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ ○ انہوں نے کہا ہم نے آپ کو برحق بشارت دی ہے سو

مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا

آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں ○ ابراہیم نے کہا اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ

الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْا

مایوس ہوتے ہیں ○ (ابراہیم نے) پوچھا: اے فرشتو! تمہیں اور کیا کام ہے؟ ○ انہوں نے کہا

وقف لازم

Marfat.com

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ○ آل لوط کے سوا، بے شک ہم ان سب کو

اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

بچالیں گے ○ سوا اس کی بیوی کے، بیشک ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ بلاشبہ وہ عذاب میں باقی رہ جانے والوں میں سے ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا) تم ان میں بے خوف ہو کر سلامتی کی ساتھ داخل ہو جاؤ ○ ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے ○ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے ○

(الحجر: ۴۸-۴۵)

متقین کی تحقیق

اللہ سے ڈرنے والے یعنی متقی لوگ، معتزلہ کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور کفر کے علاوہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے ہوں اور اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہو تو مرنے سے پہلے انہوں نے اس پر توبہ کر لی ہو۔ یہی لوگ آخرت میں جنتوں اور چشموں میں ہوں گے۔

اور جمہور اہلسنت کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر اور شرک سے دائماً مجتنب رہے ہوں لیکن متقی ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے ہر ہر کبیرہ گناہ سے اجتناب کیا ہو جس طرح قاتل ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نے انسان کے ہر ہر فرد کو قتل کیا ہو اور عالم ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہر ہر مسئلہ کا علم ہو۔ ایک انسان کو قتل کرنے والا بھی قاتل کہلاتا ہے اور چند عام پیش آنے والے مسائل کو جاننے والا بھی عالم کہلاتا ہے۔ اسی طرح زندگی میں چند بار خوف خدا سے کبیرہ گناہوں کو ترک کرنے والا بھی متقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ (الرحمٰن: ۴۶)

سو جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے زندگی میں ایک بار بھی ڈرا اور خوف خدا سے اس نے کسی کبیرہ گناہ کو ترک کر دیا وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ○ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سے روکا ○ تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے ○ (النّٰزعٰت: ۴۱-۴۰)

سو جس شخص نے زندگی میں ایک بار بھی خوف خدا سے اپنی خواہشوں کے منہ زور گھوڑے کو گناہ کی وادی میں دوڑنے سے روک لیا وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ متقی ہونے کے لیے اور جنت کا امیدوار بننے کے لیے ہر ہر گناہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔ البتہ کامل متقی وہی شخص ہے جو خوف خدا سے تمام گناہوں سے مجتنب رہے۔ البتہ اگر کبھی نفس اور شیطان کے غلبہ سے وہ گناہ میں ملوث ہو جائے تو فوراً نادم ہو اور اس گناہ سے توبہ کرے۔

Marfat.com

ایسے لوگ کامل متقی ہیں اور ان ہی کے متعلق توقع ہے کہ وہ بغیر کسی سزا کے پہلی بار ہی جنت میں چلے جائیں گے اور جن لوگوں نے نیک کام بھی کیے اور خوف خدا سے گناہوں کو ترک بھی کیا اور پھر ان سے گناہ بھی ہو گئے اور انہوں نے ان گناہوں پر توبہ کر لی تو ان کو اپنی مغفرت کی امید رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ: ۱۰۲)

اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا انہوں نے کچھ نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں سے ملایا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے○

اور جن لوگوں نے نیک کام کیے اور گناہ بھی کیے اور وہ بغیر توبہ کے مر گئے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شفاعت کا حکم دے گا اور آپ کی شفاعت قبول فرما کر ان کو بخش دے گا یا اپنے فضل محض سے ان کو بخش دے گا یا ان کو دوزخ میں کچھ سزا دے کر نکال لے گا اور پھر ان کو جنت میں داخل فرما دے گا، اور جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہیں اور ان گناہوں پر نادم اور تائب نہ ہوں ان کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ ان کا حشر متقین کی طرح ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ: ۲۱)

جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی مثل کر دیں گے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے، وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں!

اور یوں اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے وہ چاہے تو ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر اور راستہ سے کانٹے ہٹا دینے پر ساری عمر کے گناہوں کو معاف فرما دے اور وہ چاہے تو ایک بلی کو بھوکا رکھنے پر دوزخ میں ڈال دے وہ جس کو چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔

چشموں، سلامتی اور امن کی تفسیر

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ چشموں سے مراد ہیں پانی، شراب، دودھ اور شہد کے دریا۔ اور علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس سے پانی، شراب، سلسبیل اور تسنیم کے دریا مراد ہیں۔

ان سے کہا جائے گا تم سلامتی کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ (۱) دوزخ سے سلامتی اور حفاظت کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو۔ (۲) ہر آفت سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو (۳) اللہ تعالیٰ کے سلام کے ساتھ داخل ہو۔

اور ان سے کہا جائے گا تم امن اور بے خوفی کے ساتھ داخل ہو، اس کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر داخل ہو۔ (۲) جنت سے نکالے جانے سے بے خوف رہو۔ (۳) موت سے بے خوف رہو۔ (۴) مرض اور مصیبت سے بے خوف رہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال دیں گے۔

یہ آیت پہلے الاعراف: ۴۳ میں گزر چکی اور ہم اس کی مفصل تفسیر وہاں کر چکے ہیں۔

Marfat.com

پھر فرمایا: وہ ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہیں کریں گے۔ امام رازی نے فرمایا: جس طرح دو شیشے متقابل ہوں تو ایک کا عکس دوسرے میں نظر آتا ہے، اسی طرح جب جنتی متقابل ہوں گے تو ایک کے انوار دوسرے میں منعکس ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ میرے بندوں کو بتادیں کہ بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں ○ اور یہ کہ میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے ○ (الحجر: ۵۰-۴۹)

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے عذاب دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی دو قسمیں ہیں متقی اور غیر متقی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے متقین کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں اللہ عزوجل نے غیر متقین کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم یہ ہے کہ بندوں کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ آپ میرے بندوں کو بتادیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے معراج کے ذکر میں فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔ سبحان ہے وہ ذات جو رات کے وقت اپنے بندے کو لے گیا۔ (بنو اسرائیل: ۱)

سو یہ اضافت تشریف اور تکریم کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو تاکیدات سے مزین کر کے بیان فرمایا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میرے بندوں کو بتادیں کہ میں نے اپنے کرم سے اپنے اوپر اپنے بندوں کی مغفرت کو لازم کر لیا ہے اور چونکہ یہ خدشہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی وسعت کا سن کر بندے گناہوں پر دلیر نہ ہو جائیں تو اس کے ساتھ ہی فرمایا اور یہ کہ میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔ یعنی لوگ عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز رہیں اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی امید رکھیں اور مایوس نہ ہوں اور ایمان خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے اور اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا کیا تو سو رحمتیں پیدا کیں۔ ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھ لیں اور تمام مخلوق کے پاس ایک رحمت بھیجی۔ اگر کافر یہ جان لیتا کہ اللہ کے پاس کل کتنی رحمت ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا اور اگر مومن یہ جان لیتا اللہ کے پاس کل کتنا عذاب ہے تو وہ دوزخ سے بے خوف نہ ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۳۹۶، عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی شخص جنت کی خواہش نہ کرے اور اگر کافر یہ جان لے کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو کوئی شخص جنت سے مایوس نہ ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۵)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کس قدر گناہوں کو معاف فرماتا ہے تو کوئی بندہ حرام کام سے نہ بچے اور اگر وہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کس قدر عذاب دے گا تو وہ غم و غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۳۶، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۴۰۷)

Marfat.com

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باب بنو شیبہ سے تشریف لائے آپ نے مسلمانوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں تمہیں ہنستے ہوئے کیوں دیکھ رہا ہوں اور چلے گئے۔ پھر دوبارہ الٹے پیر واپس آئے اور فرمایا: ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ میرے بندوں کو کیوں مایوس کر رہے ہیں ان کو بتائیں کہ بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں اور بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۳۷، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۱۳، الدر المنثور ج ۵ ص ۸۶، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنایئے ○ جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے کہا بے شک ہم تم سے ڈر رہے ہیں ○ انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں، بے شک ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دے رہے ہیں ○ ابراہیم نے کہا کیا تم مجھ کو (بیٹے کی) بشارت دے رہے ہو! ○ حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے! سو اب تم کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ ○ انہوں نے کہا ہم نے آپ کو برحق بشارت دی ہے سو آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں ○ ابراہیم نے کہا اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ مایوس ہوتے ہیں ○ (الحجر: ۵۶-۵۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی وجوہات اور اس کا کفر ہونا

پہلے اللہ تعالیٰ نے نبوت پر دلائل دیئے، پھر اس کے بعد توحید کو ثابت فرمایا، پھر قیامت کے احوال بیان کیے اور نیکو کاروں اور بدکاروں کا حال بیان فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے واقعات شروع فرما رہا ہے تاکہ ان واقعات کو سن کر عبادت کا زیادہ ذوق اور شوق پیدا ہو اور ان کے منکرین کے انجام سے عبرت حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب دینے کے لیے بھیجا تھا وہ جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ نے جواب میں فرشتوں کو سلام کہا اور فرمایا: ہم تم سے خوف زدہ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لیے خوف زدہ ہوئے تھے کہ انہوں نے ان کو مہمان سمجھ کر ان کے آگے بھنا ہوا گوشت رکھا تو انہوں نے اس کو نہیں کھایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ بغیر اجازت کے ان کے گھر آ گئے تھے یا کسی نامناسب وقت میں آئے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈرے اور گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا: آپ ہم سے مت ڈریں ہم تو آپ کو ایک علم والے بیٹے کی بشارت دینے آئے ہیں۔ ان کی اس سے مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں کیا بڑھاپے میں ان کے ہاں بیٹا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا اللہ تعالیٰ ان کو جوان بنا دے گا یا اسی حالت میں ان کے ہاں بیٹا ہو جائے گا۔ ان کو بہت عرصہ سے بیٹے کی تمنا تھی جب انہوں نے یہ بشارت سنی تو وہ حیران بھی ہوئے اور بہت خوش بھی ہوئے انہوں نے جو کہا سو اب تم کس چیز کی بشارت دے رہے ہو تو وہ اس بشارت کو دوبارہ سننا چاہتے تھے۔ کیونکہ انسان خوشی کی خبر کو بار بار سننا چاہتا ہے۔ فرشتوں نے پھر یہی خوشخبری سنائی اور کہا: ہم نے آپ کو برحق بشارت دی ہے سو آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ مایوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یا تو اس وجہ سے مایوس ہوتا ہے جب اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہ ہو یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی ضروریات کا علم نہیں ہوتا۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کو بخیل سمجھتا ہو پھر اس کی عطا سے مایوس

Marfat.com

ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہی شخص مایوس ہوتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے عالم، قادر اور جواد اور فیاض ہونے پر ایمان نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ایمان نہ ہونا کھلی گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ابراہیم نے) پوچھا اے فرشتو! تمہیں اور کیا کام ہے؟O انہوں نے کہا بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں O آل لوط کے سوا، بے شک ہم ان سب کو بچالیں گے O سوا اس کی بیوی کے، بے شک ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ بلاشبہ وہ عذاب میں باقی رہ جانے والوں میں سے ہے O (الحجر: ۶۰-۵۷)

خطب کے معنی ہیں عظیم الشان کام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کے پاس متعدد فرشتے آئے ہیں تو انہوں نے جان لیا کہ وہ ان کے پاس صرف بیٹے کی بشارت دینے نہیں آئے ہیں بلکہ وہ کسی اور زبردست کام کے لیے آئے ہیں اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اے فرشتو تم اور کس کام کے لیے آئے ہو؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے منکروں اور مجرموں کو عذاب دینے کے لیے آئے ہیں، ماسوا ان لوگوں کے جو حضرت لوط علیہ السلام کے متبع اور ان کی قوم کے مومنین ہیں۔ ہم ان سب کو نجات دے دیں گے اور منکرین پر عذاب نازل کریں گے۔

فرشتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور ان سے جو گفتگو کی تھی اس کی مکمل تفسیر ہم ھود: ۷۰-۶۹ میں بیان کر چکے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکمل سوانح اور ان کی زندگی کے اہم واقعات ہم الانعام: ۸۲-۷۴ میں بیان کر چکے ہیں اور ان کا کچھ تذکرہ ہم نے ابراہیم: ۴۱-۳۵ میں بھی کیا ہے۔ سو جو قارئین ان آیات کی تفسیر میں مکمل بصیرت حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ان آیتوں کی تفسیر کا مطالعہ فرمالیں۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے O لوط نے کہا بے شک تم ناآشنا لوگ ہو O

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ

فرشتوں نے کہا بے شک ہم آپ کے پاس اس عذاب کو لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں O اور ہم آپ کے

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ

پاس برحق عذاب لے کر آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں O سو آپ کچھ رات گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں اور آپ ان

اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

سب کے پیچھے چلیں، اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور آپ سب وہاں جائیں جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے O

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے مطلع کیا کہ جس وقت یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی O

Marfat.com

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ

دریں اثناء شہر کے لوگ اظہار خوشی کرتے ہوئے آگئے ○ لوط نے کہا بیشک یہ میرے مہمان ہیں تم

فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ

(ان کے معاملہ میں) مجھے شرمندہ نہ کرو ○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو ○ ان لوگوں نے کہا کیا ہم نے آپ کو

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ

دنیا کے لوگوں (کو ٹھیرانے) سے منع نہیں کیا تھا؟ ○ لوط نے کہا یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کر لو) اگر تم

فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

کچھ کرنے والے ہو ○ (اے محمد!) آپ کی زندگی کی قسم! وہ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے ○

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا

سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا ○ پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا

وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے سنگریزے برسائے ○ بے شک اس (قصہ) میں

لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِیْ

اہل فراست کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور بے شک وہ بستیاں عام راستے پر واقع ہیں ○ اور بے شک

ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ

اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانی ہے ○ اور بے شک اصحاب الایکہ (گھنے جنگل والے)

لَظٰلِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۹﴾ ع ۵

ظلم کرنے والے تھے ○ سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور یہ دونوں بستیاں عام گزرگاہ پر ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے ○ لوط نے کہا بے شک تم ناآشنا لوگ ہو ○ فرشتوں نے کہا
بے شک ہم آپ کے پاس اس عذاب کو لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں ○ اور ہم آپ کے پاس برحق
عذاب لے کر آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں ○ سو آپ کچھ رات گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ

Marfat.com

ہوں اور آپ ان سب کے پیچھے چلیں' اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے' اور آپ سب وہاں جائیں جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے○ (الحجر: ۶۵-۶۱)

فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس حسین وجمیل لڑکوں کی صورت میں جانا

جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی خوشخبری دے دی اور یہ بتایا کہ وہ ایک مجرم قوم کو عذاب دینے کے لیے آئے ہیں، پھر اس کے بعد وہ حضرت لوط علیہ السلام کی آل کے پاس اور ان کے گھر گئے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اجنبی شکلوں میں دیکھا تو کہا تم اجنبی اور نا آشنا لوگ ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ منکرون انکار سے بنا ہے یعنی تم پر انکار کیا گیا ہے' کیونکہ وہ بہت حسین وجمیل نوجوانوں کی صورتوں میں آئے تھے اور قوم لوط خوبصورت لڑکوں کے ساتھ برا فعل کرتی تھی۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر انکار کیا کہ ان کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ فرشتوں نے کہا جس عذاب میں آپ کی قوم کے کافر اور منکر شک کرتے ہیں ہم اس عذاب کو نازل کرنے کے لیے آئے ہیں اور اس عذاب کا نازل ہونا بالکل یقینی اور برحق ہے۔ اس عذاب سے محفوظ رہنے کے لیے کچھ رات گزارنے کے بعد آپ اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں اور آپ ان سب کے پیچھے چلیں تاکہ ان میں سے کوئی واپس نہ جاسکے مبادا اس پر بھی عذاب نازل ہو جائے اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر اس پر دہشت طاری ہو اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ اور آپ سب وہاں جائیں جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد ملک شام ہے اور مفضل نے کہا آپ وہاں جائیں جہاں کے متعلق آپ سے جبریل نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے مطلع کیا کہ جس وقت یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی○ دریں اثناء شہر کے لوگ اظہار خوشی کرتے ہوئے آگئے○ لوط نے کہا بے شک یہ میرے مہمان ہیں تم (ان کے معاملہ میں) مجھے شرمندہ نہ کرو○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو○ ان لوگوں نے کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا کے لوگوں (کو ٹھہرانے) سے منع نہیں کیا تھا؟○ لوط نے کہا یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کر لو) اگر تم کچھ کرنے والے ہو○ (الحجر: ۷۱-۶۶)

قوم لوط کا اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ان لڑکوں پر ہجوم کرنا

اور ہم نے لوط کی طرف یہ وحی کی کہ صبح کے وقت ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی اور شہر کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اظہار خوشی کرتے ہوئے آئے۔ کیونکہ وہ فرشتے بہت حسین وجمیل صورتوں میں آئے تھے اور کسی طرح شہر کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ گھر میں خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے کہ ان کو اپنی ہوس پوری کرنے کا موقع ملے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت لوط کی بیوی نے ان کو یہ خبر پہنچائی تھی۔ انہیں بتایا گیا کہ حضرت لوط کے گھر تین بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں اور وہ اس قدر خوبصورت ہیں کہ اتنے خوبصورت لڑکے اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے۔ تو پھر شہر کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اظہار خوشی کرتے ہوئے پہنچے کہ اب ان کی ہوس عمدہ طریقہ سے پوری ہو سکے گی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تم ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور مجھے شرمندہ اور بے عزت نہ کرو۔ کیونکہ تم جو کام ان سے کرنا چاہتے ہو وہ کام جس کے ساتھ کیا جائے' وہ اس کے لیے بہت عار اور رذلت کا موجب ہوتا ہے اور وہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کی عزت اور تکریم کی جاتی ہے اور تم ان کی بے عزتی کرنے پر تلے ہوئے ہو' اور مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہوتی ہے سو تم مجھے بے عزت اور بے آبرو نہ کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم پہلے

Marfat.com

ہی تمہیں آگاہ کر چکے تھے کہ اجنبی لوگوں اور مسافروں کو مہمان نہ بنایا کرو اور اپنے پاس نہ ٹھہرایا کرو کیونکہ وہ لوگ اجنبیوں اور مسافروں کے ساتھ یہ کام کیا کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم پر شہوت کا بہت غلبہ ہے تو یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی شہوت پوری کر لو۔ آپ نے اپنی قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا کیونکہ نبی اپنی قوم کے لیے بہ منزلہ والد ہوتا ہے اور قوم کی بیٹیاں اس کی بیٹیوں کے منزلہ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے محمد!) آپ کی زندگی کی قسم! وہ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔ (الحجر: ۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم

اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر قوم لوط کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنی شہوت کی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود فرشتوں سے اپنی ہوس پوری کرنا چاہتے تھے جو حسین و جمیل لڑکوں کی صورتوں میں آئے تھے اور ان آیات کے سیاق و سباق کے بھی یہی معنی مناسب ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کفار مکہ کے متعلق ہے جو کفر و شرک کے نشہ میں مدہوش ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کرنے اور بار بار معجزات دکھانے کے باوجود ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔ اس صورت میں یہ سیاق و سباق کے نظم اور ربط سے الگ جملہ معترضہ ہے۔ بہرحال ہر صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے علاوہ اور کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی اور آپ کی زندگی کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نہایت تعظیم اور بے حد تکریم فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی گویا کہ فرمایا: اے محمد! تمہاری زندگی کی قسم اور دنیا میں تمہاری عمر اور بقا کی قسم! (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۱۲۴۲۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا صفی بنا کر نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا کر سرفراز کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی عطا کیا۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا: وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور یہ وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں فرمائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے والطور فرما کر پہاڑ طور کی قسم کھائی ہے اور لا اقسم بھذا البلد (البلد: ۱) فرما کر شہر مکہ کی قسم کھائی ہے تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی بھی قسم کھائی ہو تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا مقابلہ اس کی جنس کے افراد میں ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے پہاڑ طور کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ پہاڑوں کی جنس میں جو پہاڑ اللہ کو محبوب ہے وہ پہاڑ طور ہے اور شہر مکہ کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ شہر تو دنیا میں اور بہت ہیں لیکن جو شہر اللہ کو پیارا ہے وہ شہر مکہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی تو یہ ظاہر فرمایا کہ زندگیاں تو اور نبیوں رسولوں نے بھی گزاری ہیں لیکن جس نبی کی گزاری ہوئی زندگی اللہ کو محبوب ہے وہ اے محمد مصطفیٰ! وہ تمہاری زندگی ہے اور جس رسول کی گزاری ہوئی زندگی پر اللہ کو فخر ہے وہ اے پیارے رسول تمہاری زندگی ہے۔

جن خصوصیات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ کون سی ایسی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، ہم یہاں ان میں سے چند خصوصیات کا ذکر کر رہے ہیں۔

Marfat.com

(۱) باقی انبیاء علیہم السلام نے اپنی نبوت اور رسالت کو خارجی معجزات سے ثابت کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت اور رسالت کے اثبات کے لیے کسی خارجی دلیل کی احتیاج نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (یونس: ۱۶)

آپ کہیے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس (قرآن) کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی خبر دیتا، سو میں تم میں اس سے پہلے اپنی زندگی کا ایک حصہ گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے!

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری نبوت کے اثبات کے لیے ان میں تمہاری گزاری ہوئی زندگی کافی ہے۔

حضرت خدیجہ آپ کی بیوی ہیں، اور بیوی شوہر کی تمام خوبیوں اور خامیوں سے اور اس کی تمام عظمتوں اور تمام کمزوریوں سے واقف ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اور لوگ کسی کے معتقد ہوں تو ہوں بیوی کسی کی معتقد نہیں ہوتی۔ لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اعجاز یہ ہے کہ سب سے پہلے جو آپ کی نبوت پر ایمان لائیں وہ آپ کی بیوی حضرت خدیجہ تھیں۔ یا پھر کسی شخص کا دوست اس کے احوال سے واقف ہوتا ہے اور آپ پر مردوں میں جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق تھے اور نوکر اور غلام بھی مالک کا معتقد نہیں ہوتا اور آپ پر پہلے ایمان لانے والوں میں آپ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے اور وہ آپ کی زندگی سے اس قدر متاثر اور آپ کے اس قدر گرویدہ تھے کہ جب یمن سے ان کے اعزہ ان کو آپ کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آئے تو انہوں نے آزادی کے مقابلہ میں آپ کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جمیل بن مرثد الطائی وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن حارثہ کی والدہ سعدی اپنی قوم سے ملنے گئی۔ زید بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بنو القین بن جسر نے زمانہ جاہلیت میں بنو معن کے گھروں پر لوٹ مار کے لیے حملہ کیا اور وہ زید کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ زید اس وقت کم عمر لڑکے تھے۔ وہ ان کو لے کر عکاظ کے بازار میں گئے اور ان کو فروخت کرنے لگے۔ حکیم بن حزام نے ان کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کیا تو انہوں نے زید آپ کو بطور ہدیہ دے دیا۔ زید کے والد اور چچا زید کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ان کے والد کو بتایا گیا کہ فلاں جگہ زید غلامی کے ایام گزار رہے ہیں۔ پس زید کے والد حارثہ اور ان کے چچا فدیہ کی رقم لے کر مکہ پہنچے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا انہیں بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں وہ دونوں مسجد میں گئے اور پکار کر کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے سردار قوم کے بیٹے! آپ لوگ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں، آپ قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلہ میں آپ کے پاس آئے ہیں، آپ ہم پر احسان فرمائیں اور اس کا فدیہ لے کر اس کو آزاد کر دیں۔ آپ نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: زید بن حارثہ! آپ نے فرمایا: میں اس کو بلاتا ہوں، تم اس کو اختیار دینا، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو میں بغیر فدیہ لیے اس کو تمہارے حوالے کر دوں گا اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو جو میرے ساتھ رہنا پسند کرے سو میں اس کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ انہوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ آپ نے زید کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ زید نے کہا: ہاں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ فرمایا: اور مجھے تو تم جانتے ہو اور میری رفاقت کو پہچانتے ہو۔ اب تم مجھے اختیار کر لو یا ان کو اختیار کر لو۔ حضرت زید بن حارثہ نے کہا: میں آپ کے مقابلہ میں کسی کو بھی اختیار نہیں کر سکتا آپ ہی میرے باپ اور چچا کے حکم میں ہیں۔ حضرت زید کے والد اور چچا

Marfat.com

نے کہا: اے زید تم پر افسوس ہے! کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو! اور اپنے باپ' اپنے چچا اور اپنے گھر والوں پر ان کو ترجیح دے رہے ہو! حضرت زید بن حارثہ نے کہا: میں نے اس کریم شخص کی زندگی میں وہ چیز دیکھی ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کر سکتا! (الاصابہ ج ۲ ص ۴۹۵-۴۹۲' رقم: ۲۸۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی زندگی گزاری کہ آپ کی نبوت کے ثبوت کے لیے کسی اور معجزہ کی ضرورت نہ تھی۔ صرف آپ کی زندگی کافی تھی اور بغیر کسی معجزہ کے صرف اسی زندگی کو دیکھ کر حضرت خدیجہ' حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ ایمان لے آئے۔ اور اس زندگی کو دیکھ کر حضرت زید بن حارثہ نے آزادی کے مقابلہ میں آپ کی غلامی میں رہنے کو پسند کر لیا۔ یہ ایسی باکمال زندگی تھی جو کسی اور نبی اور رسول کی نہ تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور فرمایا لعمرک!

جس شخص نے آپ کی زندگی کو جتنا قریب سے اور جتنی جلدی دیکھا وہ اتنی جلدی مسلمان ہو گیا اور جس نے آپ کی زندگی کو جس قدر دور سے اور جتنی دیر سے دیکھا وہ اتنی دیر سے مسلمان ہوا۔

آپ نے تمام نبیوں میں سب سے کم زندگی پائی اور سب سے زیادہ متبعین اور پیروکار چھوڑے۔

دیگر نبیوں اور رسولوں کی تبلیغ سے انسان بھی بمشکل مسلمان ہوتے تھے۔ آپ کی تبلیغ سے انسان مسلمان ہوئے' جن مسلمان ہوئے' درختوں' پتھروں اور حیوانوں نے کلمہ پڑھا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ رہنے والا شیطان بھی آپ کا مطیع اور مسلمان ہو گیا۔

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت و جبل سحر سحر

کسی نبی اور کسی رسول کی پوری زندگی اور سیرت محفوظ نہیں ہے۔ یہ صرف آپ کا امتیاز ہے کہ پیدائش سے لے کر وصال تک آپ کی زندگی کا ہر باب محفوظ ہے۔ آپ کے تمام ارشادات گرامی قلم بند کر لیے گئے۔ آپ نے جو کہا' جو کیا اور آپ کے سامنے جو کیا گیا وہ سب صفحات حدیث میں موجود ہے اور آپ کے ہر قول اور ہر فعل سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

آپ نے لوگوں کو جو کام کرنے کا حکم دیا خود اس سے زیادہ کر کے دکھایا لوگوں کو دن اور رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھنے کا حکم دیا اور خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے۔ لوگوں سے کہا: چالیسواں حصہ زکوٰۃ دو اور خود سب کچھ دے دیتے تھے' پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔ فرمایا: اگر کوئی شخص ترکہ چھوڑ کر مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے اور اگر وہ قرض چھوڑ کر مر گیا تو اس کو میں ادا کروں گا۔ لوگوں سے کہا: طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزے رکھو اور خود سحر اور افطار کے بغیر مسلسل روزے رکھے۔ لوگوں سے کہا: چار بیویوں میں عدل کرو اور خود بیک وقت نو ازواج مطہرات کے درمیان عدل کر کے دکھایا۔

دشمنانِ جان کو معاف کر دینا بھی کمال ہمت اور حوصلہ کی بات ہے لیکن آپ نے تو دشمنانِ جان کو انعامات اور احسانات سے نوازا۔ ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کیے لیکن فتح مکہ کے بعد جب حضرت عباس ان کو لے کر آئے تو نہ صرف یہ کہ آپ نے ان کو معاف فرما دیا بلکہ فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو بھی امان ہو گی۔ جب مکہ میں قریش قحط سے بھوکے مر رہے تھے تو ابوسفیان نے آپ سے ان کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ان کے لیے دعا کر

Marfat.com

دی۔ سراقہ بن مالک بن جعشم سو اونٹوں کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے ہجرت کے موقع پر آپ کا پیچھا کر رہا تھا لیکن جب اس کی سواری زمین میں دھنس گئی تو اس نے آپ سے درخواست کی کہ آپ زمین کو حکم دیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے تو آپ کے حکم سے زمین نے اس کو چھوڑ دیا، پھر اس نے کہا: آپ مجھے امان لکھ کر دے دیں تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور اس نے ایک چمڑے پر امان لکھ کر دے دی۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں مکارم اخلاق کو مکمل کر دوں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی زندگی شاہانہ زندگی تھی اس میں فقر کا نمونہ نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ازدواجیات کا نمونہ نہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں جلال تھا، جمال کا نمونہ نہ تھا۔ تمام نبیوں اور رسولوں میں صرف آپ کی زندگی ایسی کامل ہے کہ اس میں حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لیے رہنمائی اور نمونہ ہے۔ آپ نے بکریاں چرائیں اور ان کا دودھ دوہا، چرواہوں اور گوالوں کو اعزاز بخشا، اپنے کپڑے دھولیے، اپنی جوتی کی مرمت کی، خندق کھودی، تجارت کی، نمازوں میں امامت کی اور اپنے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ شوہر کے لیے، باپ کے لیے، فرمانروائے سلطنت کے لیے، تاجر کے لیے، آجر کے لیے، حتیٰ کہ زمین کھودنے والے مزدور کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہے۔

آپ نے انسانیت کے ہر شعبہ کے لیے رہنمائی کی ہے اور بھرپور اور کامل زندگی گزاری اور ایسی زندگی گزاری ہے کہ کسی نبی اور رسول نے ایسی جامع اور محیط زندگی نہیں گزاری۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور کسی رسول کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ صرف آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور فرمایا لعمرک اے محمد! تمہاری زندگی کی قسم!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا○ پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے سنگریزے برسائے○ (الحجر: ۷۵۔۷۴)

قوم لوط پر عذاب کا نزول

امام ابن جوزی نے لکھا ہے یہ حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ تھی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۰۹) امام رازی نے فرمایا: اس آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حضرت جبریل کی چیخ تھی، اگر یہ قول کسی دلیل قوی سے ثابت ہو تو اس کو اختیار کیا جائے، ورنہ آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا کہ ایک زبردست اور ہولناک چیخ نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر تین قسم کے عذاب آئے تھے ایک تو زبردست ہولناک چنگھاڑ تھی۔ دوسرے ان کی زمین کو پلٹ دیا گیا تھا اور تیسرا ان پر کھنگر کی کنکریاں برسائی تھیں۔ اس کی تفسیر ہم نے ھود: ۸۲ میں بیان کر دی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سجیل کا معنی ہے پکی ہوئی مٹی کے پتھر۔ بعض علماء نے کہا کہ ہر پتھر پر ایک شخص کا نام تھا اور اسی پر جا کر یہ پتھر لگتا تھا۔ بعض نے کہا: یہ عذاب الٰہی کے مخصوص پتھر تھے۔

مختصر ایہ کہ حضرت جبریل نے ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹخ دیا اور اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا، جس طرح یہ اپنے ہم جنس مردوں کو پلٹ کر ان سے لذت کشید کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ان پر ان کی بستیوں کو پلٹ دیا۔ پھر ان کی ذلت اور رسوائی کے لیے ان کے اوپر کنکر اور پتھر برسائے گئے اور ہر پتھر نشان زدہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اس (قصہ) میں اہل فراست کے لیے نشانیاں ہیں○ (الحجر: ۷۵)

"متوسمین" کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے بے شک اس قصہ میں متوسمین کے لیے نشانیاں ہیں۔ متوسمین وسم سے بنا ہے اس کے متعلق علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

وسم کا معنی علامت، اثر اور نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ. ان کی نشانی ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں۔

(الفتح: ۲۹)

اور متوسمین کا معنی ہے عبرت پکڑنے والے، نصیحت حاصل کرنے والے اور معرفت والے، توسم کا معنی ذہانت، ذکاوت اور فراست بھی ہے۔ (المفردات ج ۲ص ۶۷۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

فراست کا معنی اور اس کے مصادیق

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فراست کے دو معنی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دل میں جو چیز ڈالتا ہے، جس سے انہیں بعض لوگوں کے احوال کا علم ہو جاتا ہے، یہ کبھی کرامت سے ہوتا ہے اور کبھی صحیح گمان سے اور کبھی حدس سے (اچانک کسی چیز کے یاد آنے کو حدس کہتے ہیں) (۲) دلائل، تجربہ، ظاہری صورت کی کیفیت اور باطنی اوصاف کی مدد سے لوگوں کے احوال کو جان لینا۔

(النہایہ ج ۳ص ۳۸۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ثعلب نے کہا جو شخص تم کو سر سے لے کر قدم تک دیکھے وہ واسم ہے۔ فراست اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کا دل پاک اور صاف ہو اور دنیاوی تفکرات سے خالی ہو اور وہ شخص گناہوں کے میل، برے اخلاق کی کدورت اور لایعنی کاموں سے مبرا اور خالی ہو۔ صوفیاء کا گمان یہ ہے کہ فراست کرامت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فراست کسی چیز پر علامات سے استدلال کرنا ہے۔ بعض علامتیں وہ ہوتی ہیں جو پہلی نظر میں ہی ہر شخص کو نظر آجاتی ہیں اور بعض علامات مخفی اور دقیق ہوتی ہیں وہ ہر شخص پر منکشف ہوتی ہیں اور نہ بادی النظر میں ان کا پتا چلتا ہے۔ حسن بصری نے کہا: متوسمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان آیتوں میں غور و فکر کر کے یہ جان لیا کہ جو ذات قوم لوط کو ہلاک کرنے پر قادر ہے وہ اس زمانہ کے کافروں کو بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے اور یہ ظاہری دلائل سے کسی چیز کو جان لینا ہے۔

امام شافعی اور امام محمد بن حسن سے مروی ہے کہ وہ دونوں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص مسجد کے دروازہ پر تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص بڑھئی ہے۔ دوسرے نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص لوہار ہے۔ اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے کہا پہلے میں بڑھئی تھا اور اب میں لوہار ہوں۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مذحج کی ایک قوم آئی ان میں اشتر بھی تھا۔ حضرت عمر نے اس کو سر سے پاؤں کی طرف دیکھا پھر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مالک بن الحارث ہے۔ آپ نے کہا: اللہ اس کو ہلاک کرے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں پر ایک سخت مصیبت کا دن آئے گا۔ پھر اس کے فتنہ سے جو ہونا تھا، وہ ہوا۔ (یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے تھا) اور روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بازار میں گئے اور ایک عورت کی طرف دیکھا۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت عثمان نے کہا: تم میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ حضرت انس نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی نازل ہونے لگی؟ حضرت عثمان نے کہا: نہیں! یہ برہان اور فراست ہے۔ اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے ایسی بہت مثالیں منقول ہیں۔

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فراست ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قلب میں القا فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سے بعض مغیبات منکشف ہو کر بالکل مشاہد ہو جاتے ہیں اور یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو علم اور عمل میں مرتبہ کمال کو پہنچ جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت میں ملھمین ہوں گے۔ (جن پر الہام کیا جائے گا) اور آپ کا ارشاد ہے جس نے چالیس روز تک اخلاص سے عمل کیا اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہوتے ہیں۔

(مرقات ج ۳ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یافعی نے حکایت کی ہے کہ امام الحرمین ابو المعالی ابن الامام ابو محمد الجوینی ایک دن صبح کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ اسی اثناء میں شیوخ الصوفیہ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں دعوت میں جاتے ہوئے گزرے۔ امام جوینی نے دل میں سوچا ان صوفیہ کو سوائے کھانے اور رقص کرنے کے اور کیا کام ہے۔ وہ شیخ الصوفیہ دعوت سے واپسی میں پھر اس مقام سے گزرے اور امام جوینی سے کہا: اے فقیہ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حالت جنابت میں صبح کی نماز پڑھا دے اور پھر اسی حال میں مسجد میں بیٹھ کر علوم کا درس دے اور لوگوں کی غیبت کرے۔ تب امام الحرمین کو یاد آیا کہ ان پر تو غسل واجب تھا، پھر اس کے بعد صوفیہ کے متعلق ان کا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

(مرقات ج ۳ ص ۱۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

فراست کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ان فی ذلک لایات للمتوسمین۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۷، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۶۰، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۴۴۲، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۹۱، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴، ص ۱۲۹، حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ص ۲۸۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۸۴۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۹۷، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۹۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۶۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۹۶۰، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۳۲، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۹۳۹، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۱۴، تفسیر السمعانی ج ۳ ص ۱۴۷، الدر المنثور ج ۵ ص ۹۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۶۴، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۱۴، الدر المنثور ج ۵ ص ۹۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ فراست والے تین شخص تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کی خاتون جس نے کہا تھا:

Marfat.com

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۔ (القصص: ۲۶)

اے ابا جان آپ انہیں اجرت پر رکھ لیں، بے شک بہترین آدمی جس کو آپ اجرت پر رکھیں وہی ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

پوچھا تمہیں اس کی قوت کیسے معلوم ہوئی، کہا یہ کنوئیں پر آئے اس پر بہت بھاری پتھر تھا جس کو انہوں نے اٹھالیا۔ پوچھا تم کو اس کے امانت دار ہونے کا کیسے علم ہوا؟ کہا میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی انہوں نے مجھے اپنے پیچھے کر دیا۔ اور دوسرا شخص حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کا آدمی ہے، جس نے کہا:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۔ (یوسف: ۲۱)

اور مصر کے جس شخص نے انہیں (راہگیروں سے) خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا اعزاز و اکرام سے ان کی رہائش کا اہتمام کرو شاید یہ ہم کو نفع پہنچائیں یا ہم ان کو بیٹا بنالیں۔

اور تیسرے شخص حضرت ابو بکر ہیں۔ جب انہوں نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۸۲۹، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۹۴۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک وہ بستیاں عام راستے پر واقع ہیں O اور بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانی ہے O (الحجر: ۷۷-۷۶)

قوم لوط کے آثار

حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ عذاب شدہ علاقہ راستہ میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے ان آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقہ میں آج تک نمایاں ہیں۔ یہ علاقہ بحر لوط (بحیرہ مردار) کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ اس کے جنوبی حصہ کے متعلق جغرافیہ دانوں کا بیان ہے کہ یہاں اس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے جس کی نظیر روئے زمین پر اور کہیں نہیں دیکھی گئی۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۱۵)

الحجر: ۷۷-۶۱ میں یہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے الاعراف: ۸۴-۸۰ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے یہاں پر اختصار کے ساتھ تفسیر کی ہے اور الاعراف میں مفصل تفسیر کی ہے۔ وہاں ان عنوانات پر بحث کی ہے: حضرت لوط علیہ السلام کا شجرہ نسب، حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت، حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کا حسین اور نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا، قوم لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتداء، حضرت لوط کی بیوی کی خیانت اور قوم لوط کی بری عادتیں، عمل قوم لوط کی قباحتیں، قرآن مجید میں عمل قوم لوط کی مذمت، احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت اور سزا کا بیان۔ عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب فقہاء، قوم لوط پر عذاب کی کیفیت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک اصحاب الایکہ (گھنے جنگل والے) ظلم کرنے والے تھے O سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور یہ دونوں بستیاں عام گزر گاہ پر ہیں O (الحجر: ۷۹-۷۸)

اصحاب الایکہ کا معنی اور مصداق

ایکہ کا معنی ہے گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ، تبوک یا مدین کے قریب ایک بستی ہے، اس کو بھی ایکہ کہتے ہیں۔ اصحاب الایکہ سے مراد ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ۔ اس قوم کا نام بنو مدیان تھا۔ مدین ان کے مرکزی شہر کو بھی کہتے تھے اور ان کے پورے علاقہ کو بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایکہ تبوک کا قدیم نام تھا۔ اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔ آج

Marfat.com

کل ایکہ ایک پہاڑی نالہ کا نام ہے جو جبل اللوز سے وادی افل میں آکر گرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ دونوں بستیاں عام گزرگاہ پر ہیں۔ مدین اور اصحاب الایکہ کا علاقہ بھی حجاز سے فلسطین اور شام جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔

اصحاب الایکہ کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا انتقام

اللہ تعالیٰ نے اصحاب الایکہ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو ظالم فرمایا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے تھے۔ راستہ میں ڈاکا ڈالتے تھے، ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا ایک زبردست چیخ اور زلزلہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان کا زمانہ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ کے قریب تھا۔ امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ قتادہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ ان دو امتوں کو دو مختلف عذاب دیئے گئے تھے۔ اہل مدین کو ایک چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور اصحاب الایکہ پر سات دن تک سخت گرمی مسلط کر دی گئی تھی اور کوئی چیز ان سے تپش کو دور نہیں کر سکتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا۔ وہ سب سائے کی تلاش میں اس کے نیچے جمع ہو گئے اس بادل سے آگ نکلی اور اس آگ نے ان کو جلا کر بھسم کر دیا، اس کو عذاب یوم الظلۃ اور عذاب یوم عظیم کہا گیا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا

اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی ○ اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں

فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

تو وہ ان سے روگردانی کرتے رہے ○ وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے

بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ أَغْنٰى

تاکہ امن سے رہیں ○ پس صبح ہوتے ہی ایک چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا ○ اور جو کچھ

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

وہ کرتے رہتے تھے وہ ان کو نہ بچا سکا ○ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے

وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

درمیان میں ہے حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، اور بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے سو آپ حسن وخوبی

Marfat.com

الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدۡ

کے ساتھ درگزر کیجئے ○ بے شک آپ کا رب ہی (سب کو) پیدا کرنے والا (سب کچھ) جاننے والا ہے ○ اور

اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِيۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ

بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دوبار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ○ اور آپ اس متاع

عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ

(دنیاوی) کی طرف (رشک سے) نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے کئی گروہوں کو دیا ہے، اور نہ ان کافروں پر افسوس کریں

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلۡ اِنِّيۡۤ اَنَا النَّذِيۡرُ

اور ایمان والوں کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکائے رکھیں ○ اور آپ کہیں میں ہی علی الاعلان ڈرانے

الۡمُبِيۡنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَى الۡمُقۡتَسِمِيۡنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيۡنَ جَعَلُوا

والا ہوں ○ جیسا کہ ہم نے ان پر (عذاب) نازل کیا جو اپنی کتاب کو تقسیم کرنے والے تھے ○ جنہوں نے

الۡقُرۡاٰنَ عِضِيۡنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـَٔـلَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوۡا

قرآن کو (کچھ مان کر اور کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ○ سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے ○ کہ وہ کیا

الربع

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾

کرتے رہے تھے ○ آپ اس کا برملا اعلان کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے ○

اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

آپ کا مذاق اڑانے والوں سے (بدلہ کے لیے) ہم کافی ہیں ○ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو (بھی) معبود قرار

اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ

دیتے ہیں سو وہ عنقریب جان لیں گے ○ اور بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ

بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۹۸﴾

کا دل تنگ ہوتا ہے ○ سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے ○

Marfat.com

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آ جائے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی ○ (الحجر: ۸۰)

الحجر کا معنی اور مصداق

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

حجر کا معنی حرام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے سے حرمت والے مہینوں میں ملتا تو کہتا حجرا محجورا یعنی اس مہینہ میں تم سے لڑائی حرام ہے تو وہ اس سے لڑائی کی ابتدا نہیں کرے گا۔

(کتاب العین ج ا ص ۳۴۸، مطبوعہ ایران ۱۴۱۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حجر کا معنی منع کرنا ہے۔ عقل کو بھی اس لیے حجر کہتے ہیں کہ وہ غلط کاموں اور خواہشات نفسانیہ سے منع کرتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

هَلْ فِىْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىْ حِجْرٍ۔ بے شک اس میں عقل والے کے لیے بہت بڑی قسم ہے۔ (الفجر: ۵)

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔ اور مشرکین نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں۔ (الانعام: ۱۳۸)

اور جس گھر کا پتھروں سے احاطہ کیا جائے اس کو بھی الحجر کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ الحجر میں ہے' اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ (الحجر: ۸۰)

ثمود کی آبادیاں پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے اس شہر سے گزرے تھے۔

قتادہ نے کہا: یہ مکہ اور تبوک کے درمیان ایک وادی ہے جس میں ثمود رہا کرتے تھے۔ طبری نے کہا: یہ حجاز اور شام کے درمیان کی سرزمین ہے۔ اس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۴۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وادی حجر کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الحجر کے متعلق فرمایا: اس قوم کے پاس سے سوائے روتے ہوئے نہ گزرنا اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان کے پاس سے نہ گزرنا ورنہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو گا جیسا ان پر نازل ہوا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی حجر میں ٹھہرے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: یہ حضرت صالح کی وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تھا سوا اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا۔ اللہ کے حرم نے اس کو عذاب سے بچا لیا۔ پوچھا یا رسول اللہ! وہ شخص کون تھا؟ آپ نے فرمایا) ابو رغال۔

Marfat.com

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۰۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی حجر میں ٹھہرے جو قوم ثمود کی سرزمین ہے مسلمانوں نے اس کے کنوئیں سے پانی پیا اور اس کنوئیں کے پانی سے آٹا گوندھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ انہوں نے کنوئیں سے جو پانی نکالا ہے اس کو انڈیل دیں اور گندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ اس کنوئیں سے پانی نکالیں جس کنوئیں پر اونٹنی آیا کرتی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۷۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۱)

وادی حجر کی احادیث کے احکام

آپ نے گندھے ہوئے آٹے کے متعلق یہ حکم دیا کہ وہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے کیونکہ اونٹ مکلف نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر نجس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ جنگ خیبر کے دن مسلمانوں نے پالتو گدھے کا گوشت پکایا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا اور دیگچیوں میں جو سالن پک رہا تھا اس کے متعلق فرمایا: اس کو پھینک دو اور اس موقع پر گندھے ہوئے آٹے کو پھینکنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا: یہ اونٹوں کو کھلا دو۔ علامہ قرطبی نے فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ پالتو گدھوں کی تحریم ثمود کے کنوئیں کے پانی کی تحریم سے زیادہ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۴۳۔۴۲) میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گندھا ہوا آٹا اونٹوں اور دیگر مویشیوں مثلاً بکریوں کو کھلایا جا سکتا ہے۔ بخلاف گوشت کے اس کو صرف درندے اور کتے وغیرہ کھا سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے اس وقت وہاں یہ جانور نہ ہوں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رزق اور مال کو حتی الامکان ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جس کنوئیں پر اونٹنی آیا کرتی تھی اس سے پانی نکالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا چاہیے خواہ اس پر صدیاں گزر چکی ہوں۔

وادی حجر اور دیگر ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کی آراء

قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے کہا ہے کہ وادی حجر میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا عذاب نازل ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا بغیر روئے اس جگہ سے نہ گزرو۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اوڑھی اور اونٹنی کو تیز بھگا کر اس وادی سے نکل گئے تھے۔ اور وہ جو حدیث میں ہے میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت (تیمم کا آلہ) بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱) وادی حجر کی زمین کا یہ ٹکڑا روئے زمین کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا وادی حجر کی مٹی سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے کنوئیں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور نہ اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقبرہ اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (ہر چند کہ حطیم اور مطاف میں قبریں ہیں لیکن وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نمازیں پڑھی ہیں۔)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴۵، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۸۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۵۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۹۹، المستدرک ج ۱ ص ۲۵۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۳۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۵۰۶)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۱) جس جگہ جانوروں کی لید ڈالی جائے۔ (۲) جس جگہ جانور ذبح کیے جائیں (کمیلا، بوچڑ خانہ) (۳) قبرستان (۴) عام گزرگاہ، سڑک (۵) حمام (۶) پانی کے پاس اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۹، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۰۵۹، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۷۱)

قاضی ابن العربی مالکی فرماتے ہیں وادی حجر کو ان سات کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ آٹھ جگہیں ہوئیں اور ہمارے علماء نے ان کے ساتھ آٹھ اور جگہوں کا اضافہ کیا ہے۔ (۱) نجس زمین کا ٹکڑا (۲) غصب کی ہوئی زمین (۳) جب نمازی کے سامنے نجس دیوار ہو (۴) عیسائیوں کا گرجا (۵) یہودیوں کا معبد (۶) جس گھر میں مجسم صورتیں ہوں (۷) اونچی نیچی زمین (۸) جس جگہ نمازی کے سامنے کوئی شخص سویا ہوا ہو، یا کوئی شخص نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا ہو۔ یہ کل ملا کر سولہ جگہیں ہیں جہاں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اور ان ممنوعہ جگہوں میں سے وہ جگہ بھی ہے جس جگہ میں کسی دوسرے شخص کا حق ہو۔ اور جس جگہ کوئی نجاست موجود ہو یا جہاں کسی نجاست کا غلبہ ہو اور جس جگہ کسی عبارت کی وجہ سے منع کیا گیا ہو، جس جگہ کسی نجاست کی وجہ سے نماز پڑھنا منع ہے وہاں اگر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز جائز ہے۔ جیسے مقبرہ اور حمام میں۔ المدونہ میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے اور ہمارے علماء نے نجاست کی وجہ سے نئے اور پرانے قبرستان میں فرق کیا ہے اور جب قبرستان میں نجاست کی وجہ سے نماز پڑھنا ممکن ہے تو مشرکین کے قبرستان میں یہ ممانعت اور موکد ہو جاتی ہے اور اس لیے بھی کہ وہ وادی حجر کی طرح عذاب کا محل ہے۔ نیز یہ احادیث بھی ہیں:

حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۷۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۵۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا اس میں آپ نے فرمایا: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۷)

امام مالک نے المجموعۃ میں کہا ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں کپڑا بچھا کر بھی نماز نہ پڑھے۔ اس کی گویا دو وجہیں ہیں ایک نجاست اور دوسرے اونٹوں کے حملہ کا خوف۔ اور اگر وہاں ایک اونٹ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تھے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کپڑے پر تصویریں چھپی ہوں اس پر بغیر ضرورت کے نماز نہ پڑھے اور امام مالک کے نزدیک غصب شدہ گھر میں نماز جائز نہیں ہے۔ قاضی ابن العربی کہتے ہیں اگر غصب شدہ زمین پر مسجد بنالی ہے تو اس میں نماز جائز ہو گی۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۱-۱۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی کا مختار یہ ہے کہ ہر پاک جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور جن احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور ایسی دیگر تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں جس میں آپ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۴۵-۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت تنزیہی ہے یا تحریمی ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۸) بہرحال اگر نمازی نے پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو اس سے نماز کی فرضیت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر غصب شدہ زمین میں نماز پڑھے گا یا قبر یا کسی مجسمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور گناہ کا موجب ہے، اور اگر اونٹوں کے باڑہ میں نماز پڑھی جہاں ایک سے زائد اونٹ ہوں یا سڑک پر نماز پڑھی یا حمام یا قبرستان میں کپڑا بچھا کر نماز پڑھی یا بوچڑ خانہ میں کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر بھی نماز مکروہ تنزیہی ہے اور وادی حجر میں بھی نماز مکروہ تحریمی ہونی چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی میں نہیں ٹھہرے اور وہاں سے جلدی گزر گئے اور اس جگہ سے بغیر روئے گزرنے میں آپ کو نزول عذاب کا خطرہ تھا۔

ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے

اس آیت میں فرمایا ہے اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وادی حجر کے رہنے والوں نے تو صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی تمام رسولوں کی تکذیب تو نہیں کی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام جو پیغام لائے تھے اور جس دین کو انہوں نے پیش کیا تھا تمام رسول وہی پیغام لائے تھے اور سب نے اسی دین کو پیش کیا تھا۔ اس لیے حضرت صالح علیہ السلام کا انکار کرنا گویا کہ تمام رسولوں کا انکار کرنا تھا۔ اس لیے اگرچہ انہوں نے صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اصحاب الحجر نے رسولوں کی تکذیب کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے روگردانی کرتے رہے ○ (الحجر: ۸۱)

حضرت صالح علیہ السلام کی نشانیاں

اصحاب الحجر یعنی قوم ثمود کو جو نشانیاں دیں ان میں وہ اونٹنی ہے جو ان کی فرمائش پر حضرت صالح علیہ السلام نے چٹان سے نکالی اور اسی وقت اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا اور وہ بہت فربہ اور جسیم تھا اور وہ ایسی خوبصورت اونٹنی تھی کہ کوئی اونٹنی اس کی مثل نہ تھی۔ وہ اونٹنی بہت زیادہ دودھ دیتی تھی۔ حتیٰ کہ تمام قوم ثمود کو اس کا دودھ کافی ہو جاتا تھا۔ اس اونٹنی کے علاوہ حضرت صالح علیہ السلام کو اور بھی نشانیاں عطا کی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کا کنواں تھا وہ اونٹنی ایک دن میں اس کا سارا پانی پی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے تاکہ امن سے رہیں ○ پس صبح ہوتے ہی ایک چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا ○ اور جو کچھ وہ کرتے رہے تھے وہ ان کو نہ بچا سکا ○ (الحجر: ۸۴-۸۲)

ان آیات کی تفسیر کے لیے الاعراف: ۷۹-۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں ہم نے ان عنوانات پر بحث کی ہے۔ قوم ثمود کی اجمالی تاریخ، حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اور قوم ثمود کی طرف ان کی بعثت، قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کرنا اور معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانا، اور ان پر عذاب کا نازل ہونا۔ قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔ اونٹنی کا قاتل ایک شخص تھا یا پوری قوم ثمود۔ اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہات، قوم ثمود

Marfat.com

کے عذاب کی مختلف تعبیریں اور ان میں وجہ تطبیق، قوم ثمود کے قصہ کے متعلق احادیث اور آثار۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے اور بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے سو آپ حسن و خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے ○ بے شک آپ کا رب ہی (سب کو) پیدا کرنے والا، (سب کچھ) جاننے والا ہے ○ (الحجر: ۸۶-۸۵)

بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیج کر کفار کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تو رحیم و کریم ہے پھر عذاب بھیج کر کفار کو ہلاک کرنا اس کی رحمت اور کرم کے کس طرح مناسب ہے۔ ان آیتوں میں اس اعتراض کا جواب ہے، جواب کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول ہوں اور عبادت اور اطاعت کی طرف متوجہ اور راغب کرنے کے لیے اس نے نبی اور رسول بھیجے پھر جنہوں نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی عبادت کو ترک کیا تو اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان منکروں اور سرکشوں کو ہلاک کر کے روئے زمین کو ان کے وجود سے پاک کر دے اس لیے اس نے آسمانی عذاب بھیج کر منکروں اور کافروں کو ہلاک کر دیا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اس نے گزشتہ قوموں کے کافروں کو عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا تو اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ قیامت آنے والی ہے اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ آپ کے مخالفوں اور منکروں سے انتقام لے گا اور آپ کو اور آپ کے متبعین کو ان کے صبر اور ان کی نیکیوں پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تو اس کی حکمت کے یہ لائق نہیں کہ وہ آپ کا اور ان کا معاملہ یونہی چھوڑ دے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم کی زیادتیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدسلوکیوں پر آپ کو درگزر کرنے کا حکم دیا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ درگزر کرنے کا یہ حکم جہاد کی فرضیت کی آیات سے منسوخ ہو چکا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں آپ کو حسن اخلاق کے اظہار کا حکم دیا ہے، یہ کیسے منسوخ ہو سکتا ہے۔ جہاد کی آیات کا محمل یہ ہے کہ آپ ان کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دیجئے وہ اگر اس دعوت کو قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے اللہ کا نام لے کر جہاد کیجئے اور درگزر کرنے کی آیات کا تعلق آپ کی ذات اور نجی معاملات سے ہے یعنی اگر وہ آپ کے ساتھ زیادتی کے ساتھ پیش آئیں تو آپ عفو و درگزر سے کام لیں۔ ان آیتوں کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ○ (النجم: ۳۱)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ اللہ ہی کی ملکیت ہے تاکہ وہ برے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا اجر عطا فرمائے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ○ (المزمل: ۱۱-۱۰)

اور ان (کافروں) کی باتوں پر صبر کریں اور ان کو خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دیں ○ اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دیجئے ○

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی (سب کو) پیدا کرنے والا ہے۔ (سب کچھ) جاننے والا ہے' یہ اس لیے فرمایا کہ جزا اور سزا دینے پر وہی قادر ہو سکتا ہے۔ جس کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ہو اور چونکہ وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے اور سب کے تمام اعمال کو جاننے والا ہے۔ اس لیے وہ سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دو بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا○ (الحجر: ۸۷)

ربط آیات اور سبب نزول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی زیادتیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان جب یہ یاد کرے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ نعمتیں ہیں تو اس کے لیے سختیوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس آیت کے نزول کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے لیے سامان سے لدے ہوئے سات قافلے آئے جن میں انواع و اقسام کے کپڑے' خوشبو اور جواہر تھے۔ مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا: اگر یہ اموال ہمارے پاس آتے تو ہم ان سے تقویت حاصل کرتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں کہ میں نے تم پر جو سات آیتیں نازل فرمائی ہیں وہ ان سات قافلوں سے بہتر ہیں اور اس کی صحت پر اس کے بعد والی آیت دلالت کرتی ہے' اور آپ اس متاع (دنیاوی) کی طرف (رشک سے) نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے کئی گروہوں کو دیا ہے۔ الآیہ۔ (اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۵۵۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

السبع المثانی کی تفسیر میں متعدد اقوال

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے آپ کو سبعا من المثانی عطا کی ہیں۔ سبع معنی سات اور مثانی مثنی کی جمع ہے جس کا معنی ہے دو دو۔ سات چیزیں سات آیتیں بھی ہو سکتی ہیں' سات سورتیں بھی ہو سکتی ہیں اور سات فوائد بھی ہو سکتے ہیں' اور اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو کسی ایک معنی کی تعیین پر دلالت کرے۔ اس لیے ان میں سے ہر معنی کی طرف مفسرین گئے ہیں اور اس سلسلہ میں پانچ قول ہیں۔

(۱) حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن مسعود سے ایک روایت اور حضرت ابن عباس سے اکثرین کی روایت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حسن' سعید بن جبیر سے ایک روایت' مجاہد سے ایک روایت' عطا اور قتادہ وغیرہم کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ اس کو سبع اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور اس کو مثانی اس لیے فرمایا ہے کہ اس کو ہر نماز میں دو بار پڑھا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک نصف اللہ کے لیے ہے اور ایک نصف بندہ کے لیے ہے۔ پہلے نصف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور دوسرے نصف میں بندے کی دعا ہے اور حدیث میں ہے کہ صلوٰۃ یعنی سورہ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دی گئی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۵) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

السبع المثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ اس پر قوی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' میں نے جواب نہیں دیا' پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ

Marfat.com

ارشاد نہیں فرمایا:
اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ اللہ اور رسول تمہیں جب بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔
(الانفال: ۲۴)

پھر فرمایا: میں تم کو مسجد سے جانے سے پہلے ایک سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت ہے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور جب مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے کہا: کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں مسجد سے جانے سے پہلے تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا فرمایا: الحمدللہ رب العلمین یہ السبع المثانی ہے اور یہ وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمدللہ (سورہ فاتحہ) ام القرآن ہے۔ ام الکتاب اور السبع المثانی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۳۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۷۶-۳۷۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۱۸۷)

(۲) حضرت ابن مسعود (دوسری روایت) حضرت ابن عباس (دوسری روایت) سعید بن جبیر (دوسری روایت) مجاہد (دوسری روایت) نے کہا السبع المثانی سے مراد السبع الطوال (سات لمبی سورتیں) ہیں اور وہ یہ ہیں: البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف اور ساتویں سورت کے متعلق تین قول ہیں، سعید بن جبیر نے کہا: وہ سورہ یونس ہے۔ ابو مالک نے کہا: وہ البراءۃ (التوبہ) ہے۔ سفیان نے کہا وہ الانفال اور البراءۃ کا مجموعہ ہے۔ اس قول کی بنا پر ان سات سورتوں کو المثانی اس لیے فرمایا ہے کہ ان سورتوں میں حدود، فرائض اور امثال کو دہرایا گیا ہے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے، اور ماوردی نے کہا: ان کو مثانی اس لیے فرمایا ہے کہ ان سورتوں میں آیتوں کی تعداد ایک سو سے دوسرے سو کی طرف متجاوز ہے۔

(۳) زیاد بن ابی مریم نے کہا: السبع المثانی سے مراد وہ سات معانی ہیں جو قرآن مجید میں نازل کیے گئے ہیں اور وہ سات معانی یہ ہیں امر، نہی، بشارت، انذار، مثالوں کا بیان، نعمتوں کا شمار کرنا، سابقہ امتوں کی خبر دینا۔

(۴) طاؤس، ضحاک اور ابو مالک نے کہا: مثانی سے مراد پورا قرآن ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: چونکہ بعض آیتیں بعض دوسری آیتوں کے بعد تلاوت کی جاتی ہیں اور ایک آیت کے بعد دوسری آیت منفصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید کو المثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ عزوجل کی ثناء ہے، اور ابن الانباری نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کو المثانی اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں قصص، اخبار، مواعظ اور آداب کو دہرایا گیا ہے۔

(۵) ابن قتیبہ نے کہا: قرآن مجید کی تمام سورتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، وہ مثانی ہیں کیونکہ ان سورتوں میں خبریں اور قصے دہرائے گئے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۱۵-۴۱۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ عطف کی بنا پر سورۂ فاتحہ قرآن عظیم کی مغایر ہے

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے آپ کو السبع المثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے اور السبع المثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے، تو اس کا معنی ہے سورہ فاتحہ قرآن عظیم ہے جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے۔

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عربی قواعد کے مطابق واو عاطفہ تغایر کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ قرآن مجید کی غیر ہے۔ کیونکہ خلاصہ یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا ہے سو معلوم ہوا کہ سورہ

Marfat.com

فاتحہ اور چیز ہے اور قرآن عظیم اور چیز ہے- اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ قرآن عظیم کا جز ہے اور جز کل کا من وجہ غیر ہوتا ہے اور اتنی مغایرت عطف کی صحت کے لیے کافی ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس متاع (دنیاوی) کی طرف (رشک سے) نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے کئی گروہوں کو دیا ہے اور نہ ان کافروں پر افسوس کریں' اور ایمان والوں کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکائے رکھیں-

(الحجر: ۸۸)

علامہ محمد بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے آپ کو السبع المثانی اور قرآن عظیم کی بہت بڑی نعمت عطا کی ہے اور جس کے پاس یہ نعمت ہو اسے اور کسی چیز کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے- امام عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے قرآن پڑھا اس کے دو پہلوؤں میں نبوت کو درج کر دیا گیا مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جائے گی اور جس نے قرآن پڑھا اور اس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو اس سے افضل نعمت دی گئی ہے اس نے اس نعمت کو حقیر سمجھا جس کو اللہ نے عظیم کہا اور اس کو عظیم سمجھا جس کو اللہ نے حقیر قرار دیا ہے' اور حامل قرآن کو چاہیے کہ وہ جاہلوں کے سے کام نہ کرے اور ظلم نہ کرے بلکہ معاف کر دے اور درگزر کرے- امام ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کو حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے-

(کتاب الزہد رقم الحدیث: ۷۹۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۵۹۰' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۵۹' الکامل ج ۳ ص ۲۶۶' طبع جدید)

متاع دنیا کی طرف دیکھنے کی ممانعت کو عام مفسرین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرنا

اکثر و بیشتر مفسرین نے اس ظاہر آیت کے مطابق کفار کے مال و متاع کی طرف رغبت سے دیکھنے کی ممانعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کیا ہے-

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

یعنی آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ ان کی تمنا کریں-

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۶' مطبوعہ دار الوفاء' ۱۴۱۸ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دینی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی وجہ سے آپ کو جلد زائل ہونے والی دنیا کی لذات سے مستغنی کر دیا ہے' لہٰذا آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ ان کی تمنا کریں- (فتح البیان' ج ۷ ص ۱۹۵' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی مشرکین' یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دے دیا گیا جس سے ان کی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے- یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستہ میں خرچ ہوتی' ان کو تھوڑی دیر مزہ اڑا لینے دو' تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جس کے آگے سب دولتیں گرد ہیں- روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو

Marfat.com

اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ (حاشیہ قرآن بر ترجمہ شیخ محمود الحسن ص ۳۵۳، مطبوعہ سعودی عربیہ)

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

یہ بات بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تسکین و تسلی کے لیے فرمائی گئی ہے۔ وقت وہ تھا جب حضور اور آپ کے ساتھی سب کے سب انتہائی خستہ حالی میں مبتلا تھے۔ کار نبوت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالتے ہی حضور کی تجارت قریب قریب ختم ہو چکی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سرمایہ بھی دس بارہ سال کے عرصے میں ختم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کم سن نوجوان تھے جو گھروں سے نکال دیئے گئے تھے۔ بعض صنعت پیشہ یا تجارت پیشہ تھے جن کے کاروبار معاشی مقاطعہ کی مسلسل ضرب سے بالکل بیٹھ گئے تھے۔ اور بعض بے چارے پہلے ہی غلام یا موالی تھے جن کی کوئی معاشی حیثیت نہ تھی۔ اس پر مزید یہ ہے کہ حضور سمیت تمام مسلمان مکے اور اطراف و نواح کی بستیوں میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہر طرف سے مطعون تھے، ہر جگہ تذلیل و تحقیر اور تضحیک کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور قلبی و روحانی تکلیفوں کے ساتھ جسمانی اذیتوں سے بھی کوئی بچا ہوا نہ تھا۔ دوسری طرف سرداران قریش دنیا کی نعمتوں سے مالا مال اور ہر طرح کی خوشحالیوں میں مگن تھے۔ ان حالات میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم شکستہ خاطر کیوں ہوتے ہو، تم کو تو ہم نے وہ دولت عطا کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔ رشک کے لائق تمہاری یہ علمی و اخلاقی دولت ہے نہ کہ ان لوگوں کی مادی دولت جو طرح طرح کے حرام طریقوں سے کما رہے ہیں اور طرح طرح کے حرام راستوں میں اس کمائی کو اڑا رہے ہیں۔ اور آخر کار بالکل مفلس و قلاش ہو کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے والے ہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۱۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء)

مصنف کے نزدیک یہ نسبت امت کی طرف تعریضاً ہے

ہمارے نزدیک مال و متاع دنیا کی طرف رغبت سے دیکھنے کی ممانعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس آیت میں آپ کی امت کو تعریض کی گئی ہے۔ یعنی بظاہر آپ کو منع فرمایا ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت کو زینت دنیا کی طرف دیکھنے سے منع کرنا مراد ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الزمر: ۶۵)

اور اگر (بالفرض) آپ نے بھی شرک کیا تو ضرور آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کفار کی دنیاوی متاع اور ان کے سامان عیش و عشرت کی طرف رغبت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا بلکہ اس آیت میں آپ کی امت کی طرف تعریضاً خطاب ہے۔ صراحتاً رغبت سے ممانعت کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔ یعنی آپ کی امت کو یہ چاہیے کہ وہ کفار کے دنیوی ساز و سامان اور عیش و طرب کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور رشک اور حسرت سے نہ دیکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دنیاوی عیش سے رغبت کی ممانعت کی نسبت حقیقتاً درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی عیش و آرام کے اسباب اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف التفات نہیں کرتے تھے اور نہ ان کو اختیار کرتے تھے اور نہ اپنے پاس دنیاوی مال کو رکھتے تھے۔ جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار سے متاع دنیا کو ترک فرماتے تھے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ وہ میرے لیے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونا بنادے۔ میں نے کہا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے عاجزی سے سوال کروں گا اور تیرا ذکر کروں گا اور جب میرا پیٹ بھرا ہو گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۳۵، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۵۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۹۰، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۳)

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے سامان کا جائزہ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا اور آپ کے سراقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے اور آپ کے پیروں کے پاس درخت قرظ کے پتے ڈالے ہوئے تھے اور آپ کے سرہانے کچی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ آپ کے پہلو میں چٹائی کے نقوش کے نشانات ثبت ہو گئے تھے۔ میں رونے لگا آپ نے فرمایا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! کسریٰ اور قیصر کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو! امام بخاری کی دوسری روایت (رقم: ۲۴۶۸) میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عمر نے گھر کی چیزوں کا جائزہ لے کر کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کردے کیونکہ فارس اور روم پر وسعت کی گئی اور ان کو متاع دنیا دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے! آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تم (اپنے دین کے متعلق) شک میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسندیدہ چیزیں دنیا میں ہی جلدی دے دی گئیں، میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۹)

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اضطرار اور مجبوری کی وجہ سے دنیا کے عیش و آرام اور دنیا کے ساز و سامان کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ آپ کا فقر اور آپ کی سادہ زندگی اختیاری تھی۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کافروں کے مال کی طرف رغبت کرتے ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اموال آتے تھے یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف چلے گئے اور اس مال کی طرف التفات نہیں کیا۔ جب آپ نماز پڑھا چکے تو مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ آپ جس شخص کو بھی دیکھتے اس کو اس میں سے مال عطا فرماتے۔ آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہا یارسول اللہ! مجھے مال دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مال لے لو۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں مال بھرنا شروع کیا۔ پھر مال کا چوٹی نما ایک بڑا ڈھیر اکٹھا کر لیا۔ جس کو وہ اٹھا نہیں سکے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا: پھر آپ خود اٹھا کر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پھر اس سے کچھ مال کم کیا اور اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور چلے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان کا پیچھا کرتی

Marfat.com

رہی حتی کہ وہ نظر سے او جھل ہو گئے آپ ان کی حرص پر تعجب کر رہے تھے۔ جب تک ایک ایک درہم تقسیم نہیں کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے نہیں ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۲۱، مطبوعہ دارارقم بیروت)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپ سلام پھیرنے کے بعد جلدی سے کھڑے ہو گئے اور ازواج مطہرات میں سے کسی کے حجرے میں گئے، پھر باہر آئے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کے اس طرح سرعت کے ساتھ اٹھ کر جانے کی وجہ سے لوگوں کے چہروں پر تعجب کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس سونے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ہمارے پاس سونے کا ٹکڑا ہو اور اس حال میں شام کا وقت ہو جائے یا رات آجائے، سو میں نے اس سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۲۲۱، ۸۵۱ مطبوعہ دارارقم بیروت)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیا کا مال و متاع آتا بھی تھا تو آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔ پھر آپ کے متعلق یہ کیسے تصور یا فرض کیا جا سکتا ہے کہ آپ کافروں کے پاس دنیا کا مال و متاع دیکھ کر اس کی طرف رغبت کرتے ہوں یا اس کو رشک بھری نظروں سے اور حسرت سے دیکھتے ہوں۔ اس لیے لامحالہ قرآن مجید کی اس آیت کا یہی محمل ہے کہ اس میں کافروں کے مال و متاع کو رشک سے دیکھنے کی ممانعت اگرچہ صراحتاً آپ کو کی گئی ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کو کافروں کے مال و متاع کی طرف رغبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو، اور آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسندیدہ چیزیں دنیا میں ہی جلدی دے دی گئیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی امت کو زیب و زینت اور عیش و آرام ترک کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

امت کو دنیاوی عیش کے سامان ترک کرنے کی ترغیب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے احباب میں سے میرے نزدیک زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو کم مال والا ہو، نماز میں اس کا زیادہ حصہ ہو، اپنے رب کی اچھی عبادت کرتا ہو اور تنہائی میں اس کی اطاعت کرتا ہو، لوگوں میں گم نام ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بہ قدر ضرورت ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو۔ پھر آپ نے دو انگلیاں مار کر فرمایا: اس کی موت جلدی آئے گی، اس پر رونے والے کم ہوں گے اور اس کی میراث کم ہو گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۲۹، المستدرک ج ۴ ص ۱۲۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے لیے ان چیزوں کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے: اس کے پاس سکونت کے لیے گھر ہو، اتنا کپڑا ہو جس سے وہ اپنی شرم گاہ چھپا سکے، روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۶۲، مسند البزار رقم الحدیث: ۴۱۴، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث:

Marfat.com

۱۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ مسلمان کامیاب ہو گیا جس کو بقدر ضرورت رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس پر قانع بنا دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۸، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۲۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۹۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۰۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی شے کے لیے اتنی اجازت نہیں دی جتنی اجازت قرآن کے ساتھ تغنی کی دی ہے۔ سفیان نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ قرآن کی وجہ سے دوسری چیزوں سے مستغنی رہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۲۴، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

جس طرح سورہ الحجر کی اس آیت میں بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حقیقت میں امت کو سنانا اور ان کو تعریض کرنا مراد ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی بظاہر آپ کو خطاب ہے اور حقیقت میں امت کو تعریض ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ۔ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور آپ حیات دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف لوگوں کو (عارضی) نفع اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو اس سے آزمائش میں ڈالیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو ترک زینت کی ترغیب دی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا سب سے بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے ساتھ لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۰، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۹۵۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۴۶)

اسلام میں دین اور دنیا کا امتزاج ہے

قرآن مجید کی ان آیتوں اور ان احادیث کا یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان کو بالکل دنیا ترک کر دینی چاہیے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف نکل جانا چاہیے کیونکہ بقدر ضرورت دنیا داری سے حصہ لینا بھی ضروری ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی چیزوں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میری طرف ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۵، طبع جدید دار الفکر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عورتوں کی محبت ڈالی گئی ہے، یعنی آپ اپنی ذات اور فطرت کے اعتبار سے عورتوں اور خوشبو کی طرف مائل اور راغب نہ تھے آپ کی طرف ان کی محبت ڈالی گئی ہے تاکہ آپ عورتوں سے نکاح کریں اور آپ کی زندگی میں شوہر کا نمونہ ہو اور عورت کے نان و نفقہ کی ادائیگی اور ان کے دیگر حقوق میں آپ کے افعال سنت ہوں اور آپ کی خلوت اور نجی زندگی کے معاملات کو نقل کرنے کے لیے متعدد خواتین ہوں اور امت تک آپ کی گھریلو زندگی کا

Marfat.com

نمونہ پہنچے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فطرت آدمیت اور خلقت انسانیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ازواج مطہرات کے ساتھ مشغول ہوتے تھے اور اپنے نفیس مزاج کے مطابق خوشبو لگاتے تھے۔ ہرچند کہ آپ کا بدن مبارک خود خوشبودار تھا اور آپ کے پسینہ میں مشک اور عنبر سے بہتر خوشبو تھی۔ تاہم امت کی تعلیم کے لیے آپ خوشبو لگاتے تھے اور آپ کی آنکھیں صرف نماز سے ٹھنڈی ہوتی تھیں جب آپ اپنے مولیٰ سے مناجات کرتے تھے۔
ہم نے اس بحث میں یہ حدیث اس لیے ذکر کی ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں رہبانیت نہیں ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرح یہ معمول ہے کہ انسان بالکلیہ اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو اور دنیاداری کو مطلقاً ترک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور اس کے فطری تقاضوں کے مطابق دین اسلام کو مشروع کیا ہے اور اس سے حرج اور مشقت کو ساقط کر دیا ہے۔ انسان اپنے طبعی اور شہوانی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق پورا کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کو سرانجام دے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ انسان اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے کسب معاش کرے اور اللہ کے رزق کو تلاش کرے لیکن ان مہمات میں اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ نہ دنیا کی زیب و زینت میں مستغرق ہو کر خدا کو بھول جائے اور نہ جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکل جائے اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرے اور اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو یکسر فراموش کر دے۔
عون بن ابی جحیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنایا۔ ایک دن حضرت سلمان حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے لیے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ام الدرداء (حضرت ابوالدرداء کی بیوی) بہت میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت سلمان نے کہا: یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے! انہوں نے کہا تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بعد میں جب حضرت ابوالدرداء آئے تو انہوں نے حضرت سلمان کے لیے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا تم کھانا کھاؤ میں تو روزہ دار ہوں! حضرت سلمان نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا حتیٰ کہ تم بھی کھانا کھاؤ پھر حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت سلمان نے کہا سو جاؤ۔ پس وہ سو گئے۔ کچھ دیر بعد پھر اٹھے تو حضرت سلمان نے کہا: سو جاؤ۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمان نے کہا اب اٹھو۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ تب حضرت سلمان نے کہا: تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ سو ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ حضرت ابوالدرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۶۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۹۸، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۰، المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۲۸۵، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۷۶)
اس موضوع کی زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے آل عمران: ۱۴ کا مطالعہ فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیں میں ہی علی الاعلان ڈرانے والا ہوں ○ جیسا کہ ہم نے ان پر (عذاب) نازل کیا جو (اپنی کتاب کو) تقسیم کرنے والے تھے ○ (الحجر: ۹۰-۸۹)

Marfat.com

تقسیم کرنے والوں کے مصداق میں متعدد اقوال

پہلی آیت میں عذاب کا لفظ مقدر ہے یعنی اور آپ کہیں میں ہی علی الاعلان عذاب سے ڈرانے والا ہوں ○ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۔ (حم السجدۃ: ۱۳) پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں کہ میں نے تمہیں کڑک (کے عذاب) سے ڈرایا ہے جیسا عاد اور ثمود پر کڑک کا عذاب آیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جیسا کہ ہم نے ان پر (عذاب) نازل کیا جو تقسیم کرنے والے تھے۔

وہ تقسیم کرنے والے کون تھے اور کس چیز کو تقسیم کرنے والے تھے، اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) مقاتل اور فراء نے کہا: ولید بن مغیرہ نے سولہ آدمیوں کو حج کے ایام میں مکہ کی گھاٹیوں اور مکہ کے راستوں میں بھیجا وہ ان راستوں سے مکہ کی طرف آنے والوں سے کہتے تھے: ہم میں سے ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی باتوں سے دھوکا نہ کھانا، کیونکہ وہ دیوانہ ہے، اور کبھی کہتے وہ جادوگر ہے اور کبھی کہتے وہ شاعر ہے اور کبھی کہتے وہ کاہن ہے۔ ان کو مقتسمین اس لیے فرمایا کہ انہوں نے مکہ کی گھاٹیوں اور راستوں کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدترین موت سے رسوا کیا۔ انہوں نے ولید بن مغیرہ کو مسجد حرام کے دروازہ پر کھڑا کر دیا تھا جب باہر سے آنے والے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتے تو وہ کہتا یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔

(۲) قتادہ نے کہا: یہ کفار قریش کا ایک گروہ تھا۔ ان لوگوں نے اللہ کی کتاب کو تقسیم کر لیا تھا۔ بعض اس کو شعر کہتے تھے، بعض جادو کہتے تھے، بعض کہانت (جنات کی بتائی ہوئی باتیں) کہتے تھے اور بعض یہ کہتے کہ یہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: یہ اہل کتاب تھے جو بعض کتاب پر ایمان لائے تھے اور بعض کا کفر کرتے تھے۔

(۴) عکرمہ نے بھی اسی طرح کہا کہ یہ اہل کتاب تھے۔ ان کو تقسیم کرنے والے اس لیے فرمایا کہ یہ کتاب کا مذاق اڑاتے اور کہتے تھے یہ سورت میری ہے اور یہ سورت تمہاری ہے۔

(۵) قتادہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کو تقسیم کر لیا تھا اس میں تفریق اور تحریف کر دی۔

(۶) زید بن اسلم نے کہا: اس سے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم مراد ہے۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر شب خون مارنے کے لیے قسمیں کھائی تھیں اور مقتسمین سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ۔ (النمل: ۴۹) انہوں نے کہا: سب آپس میں اللہ کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ان کے قتل کے موقع پر ہم موجود ہی نہ تھے اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

(۷) اخفش نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ ان لوگوں میں العاص بن وائل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ابوالبختری بن ہشام، النضر بن الحارث، امیہ بن خلف اور

Marfat.com

نضر بن الحجاج تھے۔(النکت والعیون ج ۳ ص ۱۷۲-۱۷۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جنہوں نے قرآن کو (کچھ مان کر اور کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا○ سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے○ کہ وہ کیا کرتے رہے تھے○ (الحجر: ۹۳-۹۱)

اس آیت میں فرمایا ہے جنہوں نے قرآن کو عضین کر دیا، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

"عضین" کا معنی

یعنی جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بعض نے کہا: یہ کہانت ہے اور بعض نے کہا: یہ اگلے لوگوں کے قصے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ (البقرہ: ۸۵) کیا پس تم کتاب کے بعض حصے کے ساتھ ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔

اور عضون جمع ہے جیسے ثبون اور ظبون ثبۃ اور ظبۃ کی جمع ہے۔ اسی طرح عضۃ کی جمع عضون ہے۔ اسی طریقہ پر العضو اور التعضیۃ کا معنی ہے اعضاء کا تجزیہ کرنا۔ کسائی نے کہا: یہ لفظ العضو سے بنا ہے یا العضۃ سے۔ اور العضۃ اصل میں ایک درخت ہے۔ اگر اس کی اصل العضو ہو تو یہ ناقص یائی ہے اور لام کلمہ حذف ہو گیا۔

عضیت الشئی کا معنی ہے کسی چیز کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور ہر ٹکڑا اعضۃ کہلاتا ہے اور تعضیۃ کے معنی ہے تجزیہ کرنا۔ عضیت الجزور والشاۃ کا معنی ہے میں نے اونٹ اور بکری کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ران کو تقسیم کر دیا۔ جعلوا القران عضین کا معنی ہے انہوں نے قرآن کو بوٹی بوٹی کر ڈالا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ اصل میں عضھۃ تھا۔ آخر میں جو تاء ہے وہ حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے اور دو ہاؤں کا اجتماع زبان پر ثقیل خیال کیا گیا تھا تو ایک ہاء حذف کر دی گئی اور عضہ ہو گیا۔ اس کا معنی جھوٹی اور بناوٹی بات ہے۔ اس قول کی بناء پر جعلوا القران عضین کا معنی ہے انہوں نے قرآن کو بناوٹی، خود ساختہ اور من گھڑت کلام قرار دیا۔

(المفردات مع التوضیح ج ۲ ص ۴۳۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا اور یہ منکرین، قرآن مجید کے متعلق مختلف باتیں کرتے تھے۔ اس کو کذب، سحر، کہانت اور شعر کہتے تھے۔

گنہ گار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ یعنی ہم ان سے ضرور ان کاموں کے متعلق سوال کریں گے جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ امام بخاری نے کہا: اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ ان سے لا الہ الا اللہ کے متعلق سوال کریں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اخلاص کا کیا معیار ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۸۹۶)

نیز حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے کہ جو شخص بھی میری امت سے، میرے پاس لا الہ الا اللہ لے کر آئے گا در آنحالیکہ اس نے اس (توحید) کے ساتھ کسی

Marfat.com

اور چیز کو نہ ملایا ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی- صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کیا چیز ملائے گا؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی حرص کرنا' اور دنیا کو جمع کرنا اور دنیا کی وجہ سے منع کرنا- وہ نبیوں کی طرح باتیں کریں گے اور ظالموں کے عمل کریں گے- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الہ الا اللہ بندوں کو اللہ کی ناراضگی سے بچاتا ہے جب تک کہ وہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں اور جب وہ دنیا کو دین پر ترجیح دیں اور لا الہ الا اللہ کہیں تو یہ کلمہ ان پر رد کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا۔

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۷۳-۷۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۵۶-۵۵' مطبوعہ بیروت)

یہ آیت اپنے عموم سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن اور کافر سب سے حساب لے گا' ماسوا ان مومنوں کے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔

کفار سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت

اس میں اختلاف ہے کہ آیا کافروں سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان سے بھی حساب لیا جائے گا یا نہیں- صحیح یہ ہے کہ کافروں سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان سے بھی حساب لیا جائے گا اور اس پر دلیل درج ذیل آیات ہیں:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ۔ (الصّٰفّٰت: ۲۴)
اور انہیں ٹھہراؤ' بے شک ان سے سوال کیا جائے گا۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ (الغاشیہ: ۲۶-۲۵)
بے شک ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے ۝ پھر بے شک ہم ہی پر ان کا حساب لینا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ (القصص: ۷۸)
اور ان کے گناہوں کے متعلق مجرمین سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ (الرحمٰن: ۳۹)
انسان ہو خواہ جن ہو' سو اس دن کسی کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ۔ (البقرہ: ۱۷۴)
اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ (المطففین: ۱۵)
حق یہ ہے کہ اس دن وہ اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے کلام نہیں فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ وہ اس کو دیکھیں گے' اور نہ ان سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال کرے گا سو ان سے ان کا حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حشر کے دن کئی مواقف اور مختلف احوال ہوں گے- بعض مواقف اور بعض احوال میں اللہ تعالیٰ کوئی کلام کرے گا نہ کوئی سوال کرے گا اور نہ کوئی حساب لے گا- یہ اس وقت ہو گا جب اللہ تعالیٰ جلال سے فرمائے گا: لمن الملک الیوم آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القہار صرف اللہ کی جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے- (المومن: ۱۶) پھر جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے- تب اللہ تعالیٰ مخلوق سے سوال کرے گا اور ان سے حساب بھی لے گا اور ان سے کلام بھی فرمائے گا لیکن مومنوں سے محبت

Marfat.com

سے کلام فرمائے گا اور کافروں سے غضب سے کلام فرمائے گا۔ سو کفار سے سوال اور حساب کی نفی کی آیات کا تعلق پہلے موقف اور پہلے حال سے ہے اور ان سے سوال کرنے اور حساب لینے کے ثبوت کی آیات کا تعلق بعد کے موقف اور بعد کے حال سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعمال کو معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کرے گا کہ تم نے کیا کیا عمل کیے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹنے اور جھڑکنے کے لیے سوال کرے گا کہ تم نے فلاں فلاں عمل کیوں کیے، تم نے ہمارے رسولوں کی اور ہماری کتابوں کی نافرمانی کیوں کی اور اس کے لیے تمہارے پاس کیا عذر ہے۔

پس تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن مومن اور کافر ہر شخص سے سوال کرے گا۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○ پھر تم سے اس دن نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

(التکاثر: ۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس کا برملا اعلان کردیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے ○ آپ کا مذاق اڑانے والوں سے (بدلہ کے لیے) ہم کافی ہیں ○ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو (بھی) معبود قرار دیتے ہیں، سو وہ عنقریب جان لیں گے ○ (الحجر: ۹۶-۹۴)

اصدع کا معنی

صدع کے معنی کسی ٹھوس جسم مثلاً لوہے یا شیشہ وغیرہ میں شگاف پڑنے اور اس کے شق ہو جانے کے ہیں اور شق ہونے کو اس چیز کا کھلنا لازم ہے۔ اس اعتبار سے کسی چیز کے کھلم کھلا بیان کرنے کے لیے بھی صدع کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اصدع کا معنی ہے آپ کھلم کھلا بیان کر دیجئے اور برملا کہہ دیجئے۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھئے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر تبلیغ کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ اور آپ کے اصحاب باہر نکل آئے اور علانیہ تبلیغ کرنے لگے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۱۷۳)

جن مذاق اڑانے والے مشرکوں سے بدلہ لیا گیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مشرکین سے اعراض کیجئے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ حکم جہاد کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کا مذاق اڑانے والوں سے (بدلہ کے لیے) ہم کافی ہیں ○ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی معبود قرار دیتے ہیں، وہ عنقریب جان لیں گے ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ اللہ کے احکام کو کھل کر بیان کیجئے اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے جو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا آپ کسی سے نہ ڈریے کیونکہ آپ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے قریش کے معروف سردار تھے۔ ان کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مذاق اڑانے والے یہ تھے: ولید بن المغیرہ، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبدالمطلب، حارث بن عیطل السہمی اور العاص بن وائل السہمی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ

Marfat.com

السلام آئے تو آپ نے ان کی شکایت کی۔ آپ نے حضرت جبریل کو ولید بن مغیرہ دکھایا تو حضرت جبریل نے اس کے ہاتھ کی اندرونی رگ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے کیا کیا حضرت جبریل نے کہا: میں نے اس سے آپ کا بدلہ لے لیا۔ پھر آپ نے ان کو الحارث بن عیطل دکھایا حضرت جبریل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا کیا حضرت جبریل نے کہا میں نے اس سے آپ کا بدلہ لے لیا۔ پھر آپ نے ان کو العاص بن وائل دکھایا۔ حضرت جبریل نے اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا کیا؟ حضرت جبریل نے کہا میں نے اس سے آپ کا بدلہ لے لیا۔ رہا ولید بن مغیرہ تو وہ خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا وہ اپنا تیر درست کر رہا تھا۔ وہ تیر اس کو لگ گیا اور اس کے ہاتھ کی رگ کٹ گئی۔ رہا اسود بن عبد المطلب تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی آنکھ میں ایک درخت کا کانٹا چبھ گیا جس سے وہ اندھا ہو گیا اور رہا اسود بن عبد یغوث تو اس کے سر میں پھنسیاں ہو گئیں جس سے وہ مر گیا اور الحارث بن عیطل تو اس کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا اس کے منہ سے پاخانہ آنے لگا اور وہ اسی مرض میں مر گیا اور رہا العاص بن وائل تو اس کے پیر کے تلوے میں کانٹا چبھا اور اس کا زخم پورے پیر میں پھیل گیا جس سے وہ مر گیا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۹۸۳، مکتبۃ المعارف ریاض)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ○ سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے ○ (الحجر: ۹۹۔ ۹۷)

نماز پڑھنے سے رنج اور پریشانی کا زائل ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیں علم ہے کہ ان مذاق اڑانے والوں کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے، سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور سجدہ کیجئے اور تاحیات اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا جب انسان کا دل رنجیدہ اور پریشان ہو یا اس پر گھبراہٹ طاری ہو تو اس کو نماز پڑھنی چاہیے، کیونکہ نماز، حمد، تسبیح، سجدہ اور عبادت سب کی جامع ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پریشانی طاری ہوتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۸)

باقی رہا یہ کہ نماز پڑھنے سے انسان کی گھبراہٹ اور پریشانی کس طرح زائل ہو جاتی ہے اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) جب انسان عبادت میں مستغرق ہو جاتا ہے تو اس کی توجہ دنیا اور دنیا کے معاملات سے بالکل زائل ہو جاتی ہے اور اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے روشن ہو جاتا ہے اور جس پر یہ کیفیت طاری ہو اس کے دل سے گھبراہٹ اور پریشانی زائل ہو جاتی ہے۔

(۲) جب انسان تسبیحات پڑھتا ہے اور اس کے دل میں یہ اعتقاد جاگزیں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور قبائح سے منزہ ہے تو اس پر مشقت کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کا دل خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے۔

(۳) جب انسان پر پریشانی آئے تو وہ نماز میں پناہ لیتا ہے اور زبان حال سے یہ کہتا ہے خواہ میں کسی حال میں ہوں مجھ پر تیری عبادت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کرم فرماتا ہے اور اس کی پریشانی زائل فرما دیتا ہے۔

یقین کا لغوی اور اصطلاحی معنی

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

یقین کا معنی ہے شک کا زائل ہو جانا۔ (کتاب العین ج ۳ ص ۱۹۹۹، مطبوعہ ایران، ۱۴۱۴ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

لغت میں یقین کا معنی ہے وہ علم جس میں شک نہ ہو، اور اصطلاح میں یقین کا معنی ہے: کسی شے کا اعتقاد کہ وہ اس طرح ہے، اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد ہو کہ اس کے سوا اس کا ہونا ممکن نہیں ہے، اور وہ اعتقاد واقع کے مطابق ہو اور غیر ممکن الزوال ہو۔ پہلی قید میں ظن بھی داخل ہے اور دوسری قید (اس کے سوا اس کا ہونا ممکن نہیں ہے) سے ظن خارج ہو گیا۔ اور تیسری قید سے جہل خارج ہو گیا اور چوتھی قید سے مقلد مصیب کا اعتقاد خارج ہو گیا، اور اہل حقیقت کے نزدیک یقین کی تعریف ہے: کسی چیز کا بغیر حجت اور برہان کے قوت ایمان سے مشاہدہ کرنا اور ایک قول ہے کسی چیز کی حقیقت پر دل کا مطمئن ہونا۔ (میر سید نے اور بھی اقوال ذکر کیے ہیں) (التعریفات ص ۱۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یقین کی اصطلاحی تعریف زیادہ جامع، مانع اور واضح اس طرح ہے: ادراک جازم ثابت مطابق للواقع۔ ادراک جنس ہے اور اس میں تمام تصورات مثلاً تخییل، تکذیب، شک اور وہم داخل ہیں۔ (ذہن میں نسبت خبریہ آئے اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ تخییل ہے، ذہن متوجہ ہو اور حالت انکاری پیدا ہو تو تکذیب ہے، اگر نفی اور اثبات کی دونوں جانبیں برابر ہوں تو شک ہے اور اگر ایک نسبت راجح اور دوسری مرجوح ہو تو مرجوح جانب وہم ہے اور راجح جانب ظن ہے) جازم کی قید سے تمام تصورات اور ظن خارج ہو گئے اور ثابت کی قید سے تقلید محض اور تقلید مصیب خارج ہو گئے اور مطابق للواقع کی قید سے جہل مرکب خارج ہو گیا۔ (جہل مرکب کی تعریف یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ یہ سمجھے کہ اسے اس کا علم ہے)۔

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یقین کا معنی ہے موت۔ کیونکہ موت ایک یقینی امر ہے جو ہر زندہ مخلوق کو لاحق ہوتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے جب تک آپ زندہ ہیں اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں اور ایک لحظہ کے لیے بھی عبادت سے غافل نہ ہوں۔

(تفسیر البیضاوی مع حاشیۃ الخفاجی ج ۵ ص ۵۴۴۔ ۵۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

احادیث میں یقین پر موت کا اطلاق

احادیث میں بھی موت پر یقین کا اطلاق کیا گیا ہے:

جبیر بن نفیل ابو مسلم خولانی سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے مال جمع کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ یہ حکم دیا ہے کہ میں تاجروں میں سے ہوں، لیکن اس نے مجھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سجدہ کرنے والوں میں سے ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں حتی کہ میرے پاس یقین (پیغام اجل) آجائے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ)

حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا ایک انصاری خاتون تھیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو گھروں میں رکھنے کے متعلق قرعہ اندازی ہوئی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ ہمارے نام نکلا۔ ہم نے ان کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ ان کے جسم میں درد ہوا اس میں وہ فوت ہو گئے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور ان کے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے (حضرت عثمان بن مظعون سے) کہا تم پر اللہ کی رحمت ہو اے ابو السائب، میں تمہارے متعلق شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہیں عزت دی

Marfat.com

ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کو اللہ نے عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ پر میرے باپ فدا ہوں! پھر اللہ اور کس کو عزت دے گا؟ آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقین (پیغام اجل) آچکا ہے، اور اللہ کی قسم میں ان کے متعلق خیر کی امید رکھتا ہوں، اور اللہ کی قسم میں از خود اپنی عقل سے نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاء نے کہا: اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے کسی کی پاکیزگی بیان نہیں کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۰۰۴، عالم الکتب بیروت)

ان دونوں حدیثوں میں موت پر یقین کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حضرت ام العلاء الانصاریہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر ایک اشکال

ہم نے صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت ام العلاء انصاریہ کی یہ روایت اس لیے نقل کی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین کا اطلاق موت پر کیا ہے لیکن اسی حدیث سے بعض لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں چنانچہ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا کسی کو معلوم نہیں خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات مجمل ہے۔ اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔ (تقویت الایمان کلاں ص ۱۸، مطبع علیمی لاہور)

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ نے بھی اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے علوم کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں:

واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

درایت کے معنی کی تحقیق اور اشکال کا جواب

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: لا اعلم ما یفعل بی بلکہ لا ادری ما یفعل بی فرمایا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بھی وما ادری ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

قُلْ مَاكُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ (الاحقاف: ۹)	آپ کہئے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں (از خود اپنی عقل سے) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔

علم اور درایت میں فرق ہے، علم عام ہے خواہ وحی سے ہو یا کسی اور سبب سے ہو جیسے انبیاء علیہم السلام اور تمام لوگوں کا علم ہے یا بغیر کسی سبب کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور درایت خاص ہے۔ درایت کا معنی ہے اپنی عقل اور قیاس سے یا کسی حیلہ اور کسی ترکیب سے کسی چیز کو جاننا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم کو درایت سے موصوف نہیں کرتے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

الدراية المعرفة المدركة بضرب من الحيل۔	کسی قسم کے حیلہ اور ترکیب سے جو معرفت حاصل کی جائے اس کو درایت کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

دریتہ علمتہ او بضرب من الحیلۃ۔ میں نے اس کو جان لیا یا حیلہ کی کسی قسم سے جان لیا۔

(القاموس المحیط ج ۴ ص ۴۷۔ ۴۶۔ ۴، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ فیروز آبادی نے درایت کے معنی میں علم کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے ہمارے شیخ نے کہا علم اور درایت معتمد ہیں اور دوسروں نے کہا ہے کہ درایت علم سے خاص ہے جیسا کہ توشیخ وغیرہ میں ہے۔ اور کسی حیلہ سے کسی چیز کو جاننا درایت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مفسرین اور محدثین نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ درایت کا معنی کسی چیز کو حیلہ اور ترکیب سے جاننا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الدرایۃ اخص لانھا علم باحتیال۔ درایت خاص ہے کیونکہ وہ کسی چیز کو حیلہ سے جاننا ہے۔

(عمدۃ القاری جز ۷ ص ۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

جار اللہ نے کہا ہے علم اللہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور درایت بندہ کے لیے۔ کیونکہ حیلہ کے ساتھ علم کو درایت کہتے ہیں۔ (غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ نیشاپوری نے علامہ جار اللہ زمخشری کی جس عبارت کا ذکر کیا ہے اس کا حوالہ یہ ہے:

(الکشاف ج ۳ ص ۵۱۲، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ علم کو اللہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور درایت کو بندہ کے لیے کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں دری اصل میں اس حلقہ کو کہتے ہیں جس پر تیر مارنے کا شکاری قصد کرتے ہیں اور شکاری نشانہ لگانے کے لیے جو شکار سے چھپتا ہے اس کو کہتے ہیں اور یہ دونوں کام حیلے سے ہوتے ہیں۔ اسی لیے درایت علم سے خاص ہے کیونکہ حیلہ اور تکلف سے حاصل شدہ علم کو درایت کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کے علم کو درایت نہیں کہتے۔ (حاشیۃ الشہاب ج ۷ ص ۴۳۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

علم کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں اور درایت کی بندہ کی طرف، کیونکہ درایت میں حیلہ کا دخل ہے، اسی لیے اللہ کو درایت کے ساتھ موصوف نہیں کرتے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۴۲۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

کتب لغت کی نصوص اور مفسرین اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ درایت کا معنی مطلق علم نہیں ہے بلکہ خاص علم ہے یعنی حیلہ، ترکیب اور قیاس سے کسی چیز کو جاننا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی عقل سے او ربغیر وحی کے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ قبر اور آخرت میں کیا ہو گا۔ میں جو کچھ جانتا ہوں وحی سے جانتا ہوں اور اس قول سے آپ نے حضرت ام العلاء کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ تم پر تو وحی نازل نہیں ہوتی پھر تم پر حضرت عثمان بن مظعون پر اللہ تعالیٰ کی تکریم کا حال کیسے منکشف ہو گیا۔ اور اب ہم قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے یہ

Marfat.com

بتائیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ آخرت میں کیا کرے گا اور صحابہ کرام کے ساتھ کیا کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور دوسروں کے انجام کے علم کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔ (التحریم: ۸)

جس دن اللہ نہ اپنے نبی کو شرمندہ ہونے دے گا اور نہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح: ۲-۱)

(اے رسول مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کے علم کے متعلق احادیث

ہم یہاں پر آپ کے اپنے انجام کے علم کے متعلق چند احادیث کا ذکر کر رہے ہیں ورنہ ایسی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہو گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (صحیح مسلم الایمان: ۳۳۱، رقم بلا تکرار ۱۹۶، رقم مسلسل: ۴۷۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کا دروازہ کھلواؤں گا۔ خازن (جنت کا محافظ) کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے سوا کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

(صحیح مسلم الایمان: ۳۳۳، رقم بلا تکرار ۱۹۷، رقم مسلسل: ۴۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کرنے والا ہوں۔ جتنی میری تصدیق کی گئی ہے کسی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی اور انبیاء میں سے بعض نبی ایسے ہیں جن کی ان کی امت میں سے صرف ایک شخص نے تصدیق کی۔ (صحیح مسلم الایمان: ۳۳۴، رقم بلا تکرار ۱۹۸، رقم مسلسل: ۴۷۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں اولاد آدم

Marfat.com

کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں - حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور مجھے اس پر فخر نہیں - آدم ہوں یا ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں - زمین سب سے پہلے مجھ سے شق ہو گی اور مجھے اس پر فخر نہیں - (الحدیث) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور اس پر فخر نہیں اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا ہوں اور اس پر فخر نہیں - (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو - صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: وہ جنت کا سب سے بلند درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا - (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴۱۴)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے انجام کے علم کے متعلق احادیث

اس نوع کی احادیث کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے - ہم یہاں پر چند احادیث کا ذکر کر رہے ہیں -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ بھی معلوم تھا کہ آپ کے اصحاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں کیا کرے گا - اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن حارثہ نام کے ایک نوجوان شہید ہو گئے - ان کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے مجھے حارثہ (رضی اللہ عنہ) سے کتنی محبت تھی - اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کر لیتی ہوں اور ثواب کی نیت کرتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں - آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے کیا جنت صرف ایک ہے؟ وہاں تو بہت ساری جنتیں ہیں اور وہ جنت الفردوس میں ہے -

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۸۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۲۳۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۵۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو عمل چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا فرمایا: بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے - (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی مت کرو - (الحجرات: ۲) تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا میں اہل دوزخ سے ہوں! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں گئے - آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کے متعلق پوچھا کہ ابو عمرو! ثابت کو کیا ہوا؟ کیا بیمار ہیں؟ حضرت سعد نے کہا وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے ان کے بیمار ہونے کا علم نہیں - پھر حضرت سعد ان کے پاس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ان کو مطلع کیا - حضرت ثابت نے کہا: یہ آیت نازل ہو چکی ہے اور تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری آواز سب سے اونچی ہوتی ہے - سو میں اہل دوزخ میں سے ہوں - حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: بلکہ وہ اہل

Marfat.com

جنت میں سے ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۹)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (حضرت) طلحہ اور (حضرت) زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴۱، المستدرک ج ۳ ص ۳۶۵، العقیلی ج ۴ ص ۲۹۴، ابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴۶۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۴۷، المستدرک ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا کر ہلاک کر دیا اور وہ محرم تھا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا۔ (لبیک اللھم لبیک الخ)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۶۸۔۱۲۶۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۵۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں۔ عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سعد جنت میں ہیں، سعید جنت میں ہیں اور ابو عبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۰۲، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۹۲۵)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۲)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۶۹)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سے کہا: مجھے اجازت دیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ سے درخواست کروں کہ آپ میری اور میری ماں کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ جانے لگے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے میری آواز سن کر فرمایا: کون؟ حذیفہ! میں نے کہا: جی! فرمایا: تمہیں کیا کام ہے اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت فرمائے! فرمایا: ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوا، اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے سلام کرے اور یہ بشارت دے کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۹۶۰، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۰۶، المستدرک ج ۳ ص ۳۸۱، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں، یہ آپ کے پاس ایک برتن میں سالن لے کر آرہی ہیں۔ آپ ان پران کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پڑھئے اور ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی بشارت دیجئے جس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۳۲)

اشکال مذکور کے جواب کا خلاصہ

حضرت ام العلاء انصاریہ نے حضرت عثمان بن مظعون کی موت پر یہ کہا کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزت عطا کرے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: تم کو یہ کیسے پتا چلا! اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اور محض اپنی عقل سے بغیر وحی کے تو میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (الاحقاف: ۹) میں بھی ہے اور میں خود اپنی عقل سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس کی تشریح میں شیخ اسماعیل دہلوی نے کہا یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو۔ ہم نے یہ بتایا کہ شیخ اسماعیل کی یہ بات غلط ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی نفی نہیں فرمائی درایت کی نفی فرمائی ہے اور درایت کا معنی ہے حیلہ اور ترکیب سے کسی چیز کو جاننا جس کا خلاصہ ہے بغیر وحی کے جاننا۔ حضور کا منشا یہ تھا کہ اے ام العلاء تم پر تو وحی نہیں آتی تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ عثمان بن مظعون کو عزت دے گا اور بغیر وحی کے تو میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور وحی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا انجام بھی معلوم تھا اور اپنے اصحاب کا بھی کہ اللہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کرے گا اور آپ کے اصحاب کے ساتھ کیا کرے گا اور ہم نے اس کو قرآن مجید کی صریح آیات اور احادیث صحیحہ سے واضح کیا۔ اب ہم اس کی تائید میں علماء متقدمین کی عبارات پیش کر رہے ہیں۔

دیگر محدثین اور محققین کی طرف سے اشکال مذکور کے جوابات

علامہ ابن بطال علی بن خلف مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے یہ کہا ہے کہ حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بھی اہل قبلہ میں سے کسی کے متعلق بھی قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے یا اہل نار میں سے ہے، لیکن نیک مسلمان کے لیے اجر و ثواب کی توقع رکھی جائے گی اور بدکار پر عذاب کا خوف ہوگا، اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اللہ کی قسم! میں بھی اپنی عقل سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ارشاد اس سے پہلے کا ہو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع کیا تھا کہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت کر دی ہے، اور حدیث کے ایک نسخہ میں یہ ہے کہ میں بھی اپنی عقل سے نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور یہی نسخہ صحیح ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی چیزوں کو جانتے تھے جن کی آپ کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت جابر کے والد کے متعلق فرمایا تھا فرشتے اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ تم نے اس کو اٹھا لیا۔ یعنی موت کے بعد ان کے حال کا تو آپ کو علم تھا اور حضرت عثمان بن مظعون کے موت کے بعد کے

Marfat.com

حال کا علم نہیں تھا اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ آپ نے حضرت ام العلاء پر اس لیے انکار فرمایا تھا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق قطعیت کے ساتھ کہا تھا۔ اس وقت آپ کو از خود حضرت عثمان کا حال معلوم نہیں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے قصہ میں آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کیونکہ بغیر وحی کے آپ اس طرح قطعیت کے ساتھ نہیں بتاتے تھے پس تعارض ساقط ہو گیا۔

(شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۴۲، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ)

علامہ حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے چار جواب ہیں: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام العلاء کی تادیب اور تنبیہ کے لیے یہ ارشاد فرمایا کیونکہ انہوں نے غیب کی بات پر حکم لگایا تھا۔ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو بخش دے (الفتح: ۲) جیسا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ آیت منسوخ ہے وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (الاحقاف: ۹) (۳) ہو سکتا ہے کہ آپ کے ارشاد میں درایت تفصیلیہ کی نفی ہو نہ کہ درایت اجمالیہ کی۔ (۴) ہو سکتا ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں اللہ میرے ساتھ کیا کرے گا۔

نیز علامہ الطیبی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ گمان کرنا جائز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انجام کے بارے میں متردد تھے اور آپ کو آخرت میں جو بلند درجات ملنے والے ہیں آپ کو ان پر یقین نہیں تھا کیونکہ ایسی احادیث صحیحہ وارد ہیں جو اس شبہ کا قلع قمع کر دیتی ہیں، اور خود آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور آپ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں اور آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہو گی۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۱۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۳ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس آیت کے موافق ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں (از خود بغیر وحی کے) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

یہ آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ الاحقاف مکی سورت ہے اور الفتح مدنی سورت ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حسن سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اگر یہ گمان کیا جائے کہ آپ کو یہ پتا نہ تھا کہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا ہو گا تو ہم اس گمان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے میثاق لیا تھا اس وقت بھی آپ کو علم تھا کہ آپ جنت میں ہوں گے، لیکن اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ مجھے اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا جس طرح مجھ سے پہلے نبیوں کو ان کے وطنوں سے نکال دیا گیا تھا یا مجھ کو

Marfat.com

شہید کر دیا جائے گا جیسا کہ بعض نبیوں کو شہید کر دیا گیا تھا؟ اور نہ تمہارا علم ہے کہ آیا میری امت میری تکذیب کرے گی یا میری تصدیق کرے گی اور میری امت کو سنگسار کرنے کا عذاب دیا جائے گا یا اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ (بنی اسرائیل: ۶۰) اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ بے شک آپ کے رب نے سب لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اس آیت سے آپ کو یہ علم ہو گیا کہ کوئی شخص آپ کو قتل نہیں کر سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ (الفتح: ۲۸) (اللہ) وہی ہے جس نے اپنی رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے اور اللہ (رسول کی صداقت پر) کافی گواہ ہے۔

اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہو گیا کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ ان پر اس وقت عذاب نازل فرمائے جب وہ استغفار کر رہے ہوں۔

اس آیت سے آپ کو یہ علم ہو گیا کہ دنیا میں اللہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کرے گا۔

البحر المحیط میں امام مالک بن انس سے روایت ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور امام ابو داؤد نے الناسخ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الاحقاف: ۹ کی اس آیت کو لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر (الفتح: ۲) نے منسوخ کر دیا۔ کیونکہ اس آیت سے آپ کو اپنی مغفرت کا علم ہو گیا۔ آپ صحابہ کے پاس گئے اور آپ نے ان کو اپنی مغفرت کی بشارت دی، تو مومنین میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، ہم نے جان لیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، پس ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ (الاحزاب: ۴۷) اور ایمان والوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

اور اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ (الفتح: ۵) تاکہ (اللہ) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور فرمائے۔

پس سورہ الفتح کی ان آیتوں کے نازل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو گیا کہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

نسخ کے جواب پر یہ اشکال ہے کہ نسخ انشاء میں ہوتا ہے خبر میں نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسخ قل ما کنت

Marfat.com

بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم میں قل کی طرف راجع ہے اور وہ امر کا صیغہ ہے۔ یعنی اب آپ کے لیے بھی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث) اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ۔

صحابہ نے عرض کی:

ھنیئا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا۔ یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری:

لیدخل المؤمنین (الی قولہ تعالی) فوزا عظیما۔ تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر ایسوں کو کیوں بجھائی نہیں دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ پروگریسو لاہور، انباء المصطفیٰ ۹-۸، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

مخالفین اعلیٰ حضرت کا یہ اعتراض کہ مغفرت ذنب کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی بیان کردہ حدیث غیر صحیح ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس حدیث کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے صحیح حدیث لکھا ہے اور اس کو اس درجہ کی قوی اور صحیح حدیث قرار دیا ہے کہ اس سے قرآن مجید کی آیت کریمہ الاحقاف: ۹ کو بھی منسوخ فرمایا ہے لیکن اعلیٰ حضرت کے بعض مخالفین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے اور اس کو بخاری اور مسلم کے حوالے سے لکھنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ مخالفین کی دلیل یہ ہے امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

شعبہ از قتادہ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ انا فتحنا لک فتحا مبینا یہ فتح حدیبیہ ہے' آپ کے اصحاب نے کہا آپ کو مبارک ہو پس ہمارے لیے کیا ہے' تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانہر) شعبہ نے کہا: میں کوفہ میں گیا اور میں نے یہ پوری حدیث قتادہ سے روایت کی۔ پھر جب میں واپس آیا تو میں نے ان سے ذکر کیا انا فتحنا لک اس سے مراد حدیبیہ ہے یہ تو حضرت انس کا ارشاد ہے اور رہا یہ کہ آپ کو مبارک ہو اللہ نے یہ بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا (تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی لیدخل المؤمنین) یہ عکرمہ سے مروی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۷۲' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا بعض حصہ از شعبہ از قتادہ سے مروی ہے اور بعض حصہ عکرمہ سے مروی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵۱' مطبوعہ لاہور)

مخالفین نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ حدیث سرے سے صحیح نہیں ہے اور اس سے استدلال کرنا باطل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اعتراض مذکور کے متعدد جوابات

قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۸ھ کے متعدد شاگردوں نے ان سے اس حدیث کو سنا ہے اور ان سے اس کو روایت کیا ہے۔ اگر کسی ایک شاگرد مثلاً شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ نے قتادہ سے اس حدیث کا ایک حصہ سنا ہے اور اس پوری حدیث کو ان سے نہیں سنا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ قتادہ کے کسی شاگرد نے بھی ان سے اس حدیث کو مکمل نہیں سنا۔ جبکہ قتادہ کے دوسرے شاگرد جو ثقہ اور ثبت ہیں وہ قتادہ سے اس حدیث کو مکمل روایت کرتے ہیں اور کوئی استثناء نہیں کرتے اور مستند محدثین ان کی روایت کو اپنی صحیح اور معتبر کتب میں درج کرتے ہیں تو ان کی یہ روایت کیوں صحیح نہیں ہوگی اور کیوں غیر مقبول ہوگی؟ جبکہ محققین نے ان روایات کے صحیح ہونے کی تصریح بھی کر دی ہے۔

قتادہ بن دعامہ کے ایک شاگرد ہیں معمر بن راشد ازدی متوفی ۱۵۴ھ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں چودہ سال کی عمر سے قتادہ کی مجلس میں بیٹھ رہا ہوں اور میں نے ان سے جو حدیث بھی سنی وہ میرے سینے میں نقش ہے۔ ابو حاتم' احمد بن حنبل' یحییٰ بن معین' العجلی' یعقوب بن شیبہ' نسائی وغیرہم نے ان کو اثبت' اصدق' ثقہ اور صالح لکھا ہے اور ائمہ ستہ ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۲۶۷-۲۶۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اور معمر بن راشد نے اس مکمل حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے۔

از معمر از قتادہ از انس یہ حدیث ان کتابوں میں ہے: سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۳' اور امام ترمذی نے لکھا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں از معمر از قتادہ اس حدیث کو روایت کیا ہے' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۶۴۱۰' امام احمد نے بھی از معمر از قتادہ اس کو روایت کیا ہے' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۹۶۹' مطبوعہ قاہرہ اس کے حاشیہ میں حمزہ احمد زین نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام ابو یعلیٰ تمیمی نے بھی از معمر از قتادہ اس حدیث کو روایت کیا ہے' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۰۴۵' اس کے مخرج اور محقق حسین سلیم اسد نے بھی لکھا ہے اس کی سند صحیح ہے۔ امام ابن جریر نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۳۴۵' امام ابن عبد البر نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ التمہید ج ۲ ص ۱۶۵۔

Marfat.com

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں حمام بن یحییٰ بن دینار العوذی المتوفی ۱۶۳ھ' امام احمد بن حنبل' ابن مہدی' یحییٰ بن معین' عثمان بن سعید دارمی' محمد بن سعد وغیرہم نے ہمام کو اثبت' احفظ' اور ثقہ لکھا ہے۔ ائمہ ستہ ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۱۹ ص ۳۰۵-۳۰۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو از ہمام از قتادہ از انس روایت کیا ہے۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲' ص ۲۵۲' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۱۶۶' ۱۳۵۷۵' طبع قاہرہ اس کے حاشیہ پر حمزہ احمد زین نے لکھا ہے اس کی سند صحیح ہے۔ امام واحدی نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اسباب النزول ص ۳۹۸۔ امام بیہقی نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۵۸۔ امام بغوی نے بھی اس حدیث کو ہمام از قتادہ روایت کیا ہے۔ معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۰۔

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں سعید بن ابی عروبہ العدوی المتوفی ۱۵۷ھ۔ امام احمد' یحییٰ بن معین' ابو زرعہ' نسائی' ابوداؤد طیالسی وغیرہم نے ان کو ثقہ اور احفظ کہا ہے۔ ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۶۵-۲۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام احمد نے از سعید از قتادہ از انس اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۵' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۱۷۹' طبع قاہرہ' اس کے حاشیہ میں حمزہ احمد زین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ان کتابوں میں ہے: مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۹۳۲' ۳۲۰۴' اس کے محقق نے بھی لکھا ہے اس کی سند صحیح ہے۔ اسباب النزول للواحدی ص ۳۹۹' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۳۴۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۲۲۔

قتادہ بن دعامہ کے ایک شاگرد ہیں شیبان بن عبد الرحمٰن تمیمی متوفی ۱۶۴ھ۔ مشہور ائمہ حدیث نے ان کو ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور ائمہ ستہ ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۱۷-۴۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام بیہقی نے اس حدیث کو از شیبان از قتادہ از انس روایت کیا ہے۔ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۱۷

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں حکیم بن عبد الملک القرشی۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں' امام نسائی نے خصائص نسائی میں' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ اگرچہ ضعیف راوی ہیں لیکن ان کی جن روایات کی متابعت کی گئی ہے' ان سے استدلال کرنا جائز ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۵' ص ۹۳-۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام بیہقی نے از حکم بن عبد الملک از قتادہ از انس اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۱۷۔

خلاصہ یہ ہے کہ قتادہ بن دعامہ کے شاگردوں میں سے معمر' ہمام' سعید' شیبان اور حکم بن عبد الملک نے اس پوری حدیث کو قتادہ سے سنا ہے اور اس پوری حدیث کو روایت کیا ہے اور صحاح اور سنن کے مصنفین نے ان کی روایات کو اپنی تصانیف میں درج کیا ہے اور ان کی اسانید کے متعلق محققین نے تصریح کی ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ ماسوا حکم کی روایت کے لیکن ہم نے اس کو بطور تائید درج کیا ہے۔ لہٰذا قتادہ بن دعامہ کے ایک شاگرد شعبہ کی ایک روایت اگر مدرج ہے اور انہوں نے حضرت انس اور عکرمہ کے کلام کو ملا دیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے باقی شاگردوں کی روایات کی صحت پر کوئی اثر پڑے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں یہ حدیث قتادہ بن دعامہ کے علاوہ از ربیع بن انس بھی مروی ہے۔ لہٰذا اب اعتراض کی بنیاد ہی منہدم ہوگئی۔ امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ از ربیع از انس روایت کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی وما ادری مایفعل بی ولا بکم (الاحقاف: ۹) تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر (الفتح: ۲) تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے جان لیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا (الاحزاب: ۴۷) آپ نے فرمایا: فضل کبیر جنت ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

نیز امام ابن جریر نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ عکرمہ اور الحسن البصری سے روایت کیا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے انباء المصطفیٰ میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور اس کو الاحقاف: ۹ کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔ مجھے پچھلے سال یہ معلوم ہوا کہ مخالفین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے۔ کیونکہ شعبہ نے اس حدیث کا صرف ایک جملہ قتادہ سے سنا تھا اور باقی حصہ عکرمہ سے اور انہوں نے دونوں کو ملا کر قتادہ کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن اس وجہ سے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ معمر، ہمام، سعید اور شیبان بھی قتادہ کے شاگرد ہیں اور صحاح ستہ کے راوی ہیں اور ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے قتادہ سے یہ پوری حدیث نہیں سنی اور ان کی اس حدیث کو صحاح اور سنن کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اور محققین نے ان کی ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا امام احمد رضا کا اس حدیث کو صحیح لکھنا برحق ہے۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ جب میں الاحقاف یا الفتح کی تفسیر پر پہنچوں گا اس وقت اس اشکال کا جواب لکھ دوں گا پھر میں نے سوچا کہ پتا نہیں اس وقت تک میں زندہ رہوں یا نہ رہوں، حدیث کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حدیث کی صحت پر جو اعتراض کیا جائے اس کو دور کردوں۔ لہٰذا میں نے یہاں پر اس اعتراض کا جواب لکھ دیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت سے قلت فہم حدیث کی تہمت دور کر دی ہے۔

مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے پر اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات

اس صحیح حدیث سے اعلیٰ حضرت نے یہ واضح کیا ہے کہ لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دیگر تصانیف سے بھی یہ ظاہر ہے، صحیح مسلم کی ایک اور حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خود ایسا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری؟ حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۱۶-۶۱۵، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی، ۱۴۱۰ھ)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔ از دست و زبان کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید۔ شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے۔ نعمائے الٰہیہ ہر وقت، ہر لحہ، ہر آن، ہر حال میں متزاید ہیں خصوصاً خاصوں پر

Marfat.com

خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں۔ اس کمی کو تقصیر اور تقصیر کو ذنب فرمایا گیا۔ (۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقتاً ذنب بمعنی گناہ نہیں ماتقدم سے کیا مراد لیا وحی اترنے سے پیشتر کے اور گناہ کسے کہتے ہیں مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا وحی سے تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا۔ (۶) جس طرح ماتقدم میں ثابت ہو گیا کہ حقیقتاً ذنب نہیں یونہی ماتاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتداء نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتاً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اتری اسی طریقہ سے ان کو ماتاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعتاً۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۵، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اسی بحث میں مزید لکھتے ہیں:

(۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہے جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔ بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہیں کرے گا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے۔ اسی لیے وارد ہوا حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۶، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت کے والد رحمہ اللہ مولانا نقی علی خاں متوفی ۱۲۹۷ھ نے بھی الفتح: ۲-۱ کے ترجمہ سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ لکھتے ہیں:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًاۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ — ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ۔

(الفتح: ۲-۱) (انوار جمال مصطفیٰ ص ۱۷، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

اور خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے والد قدس سرہ کی کتاب احسن الوعاء و آداب الدعاء کی شرح ذیل الوعاء لاحسن الدعاء میں لکھتے ہیں:

قال الرضا یہ بھی ابو الشیخ نے روایت کی اور خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ۔ — مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے۔

(احسن الوعاء ص ۲۶، مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کھارادر کراچی)

اعلیٰ حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا ہے اس سے اعلیٰ حضرت کی مراد آپ کے خلاف اولیٰ کام ہیں جیسا کہ خود اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۶ میں اس کی تصریح کی ہے اور اس سے معروف گناہ مراد نہیں ہیں۔ بعض دیگر اکابرین اہل سنت نے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ذنب کا

Marfat.com

ترجمہ گناہ کیا ہے ان کی بھی یہی مراد ہے۔ یہ تمام بزرگ صحیح العقیدہ تھے اور آپ کی محبت سے مالامال اور آپ کے ادب و احترام سے معمور تھے۔ اور وہ اس تہمت سے بری ہیں کہ اس ترجمہ میں گناہ سے مراد اس کا معروف معنی مراد لیا جائے۔

تاہم میں نے قرآن مجید اور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ذنب کا ترجمہ کسی جگہ بھی گناہ نہیں کیا میں نے یا تو اس کو ذنب ہی لکھ دیا یا اس کا ترجمہ بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام کیا ہے اور میرے نزدیک اس کا ترجمہ گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اولاً اس وجہ سے کہ عربی میں ذنب بہ معنی ترک اولیٰ متعارف ہے لیکن اردو میں گناہ کا ایک ہی معنی متعارف ہے اور وہ ہے ایسا کام جو موجب تعزیر یا موجب عذاب ہو۔ اس لیے اردو تحریر میں جب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ منسوب ہو گا تو عوام کا ذہن مشوش ہو گا اور مخالفین اسلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر طعن کا موقع ملے گا۔ ثانیاً اگر پہلے ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے پھر بعد میں اس کی تاویل ترک اولیٰ سے کی جائے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ابتداءً ذنب کا ترجمہ ترک اولیٰ یا خلاف اولیٰ کے ساتھ کیا جائے۔

الاحقاف: ۹ کو منسوخ ماننے پر مخالفین اعلیٰ حضرت کے ایک اور اعتراض کا جواب

یہاں تک جو ہم نے گفتگو کی اس میں یہ مباحث پوری تفصیل سے باحوالہ دلائل کے ساتھ آگئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے الاحقاف: ۹ کے منسوخ ہونے پر لیغفرلک اللہ سے استدلال کیا اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس آیت میں مغفرت کا تعلق آپ کے ساتھ ہے ترمذی کی صحیح حدیث سے استدلال کیا۔ اس پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کے ہم نے شافی جوابات ذکر کر دیئے۔ پھر اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس استدلال پر عقلی طور سے یہ اعتراض کیا کہ الاحقاف: ۹ مکی ہے اور سورۃ الفتح مدنی ہے اس سے لازم آئے گا کہ ایک طویل عرصہ صلح حدیبیہ تک آپ کو اپنی مغفرت کا علم نہیں ہوا۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ یہ صرف اعلیٰ حضرت نے نہیں کہا بلکہ بہت سے مفسرین اور محدثین نے کہا ہے جس میں سے چند کے حوالے اس بحث کے شروع میں آچکے ہیں۔ ثانیاً کسی چیز کا علم اور چیز ہے اور اس کا بیان دوسری چیز ہے' دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ میں بھی نماز پڑھتے تھے اور وضو کر کے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وضو کی آیت سورۃ المائدہ میں مدینہ میں آخری دور میں نازل ہوئی۔ آپ کو وضو کا علم بہت پہلے تھا لیکن اس کا بیان بہت بعد میں ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کو اپنی کلی مغفرت کا علم بہت پہلے تھا لیکن اس کا بیان بعد میں کیا گیا۔

سورت کا اختتام

یقین کی تفسیر میں یہ اہم علمی مباحث آگئے اب ہم اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ الحجر کی تفسیر کو ختم کرتے ہیں۔ آج ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/ ۱۹ جولائی ۲۰۰۰ء بروز بدھ بعد نماز ظہر اس سورت کی تفسیر اختتام کو پہنچی۔ الہ العلمین جس طرح آپ نے محض اپنے کرم اور فضل سے یہاں تک اس تفسیر کو پہنچا دیا ہے اس کی باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں۔ اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے دلوں میں اس کو مقبول بنا دیں۔ اس کی تحریر کو اثر آفرین بنائیں اور اس کو موافقین کے لیے استقامت اور مخالفین کے لیے ہدایت کا سبب بنا دیں' اور اس کے مصنف اور باقی معاونین کی محض اپنے فضل سے مغفرت فرما دیں' دنیا میں ہمیں بلاؤں اور مصائب سے مامون رکھیں اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں اور عزت و کرامت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور خصوصاً مصنف کو نیک اعمال پر قائم اور بداعمال سے مجتنب رکھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم

Marfat.com

النبيين قائد المرسلين اكرم الاولين والاخرين وعلى اله الطاهرين واصحابه الكاملين وازواجه الراشدات امهات المؤمنين و على سائر المفسرين والمحدثين والفقهاء المجتهدين والمسلمين اجمعين۔

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ النَّحلِ

(۱۶)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النحل

سورت کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورت کا نام النحل ہے، نحل کے معنی ہیں شہد کی مکھی، النحل کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ○ (النحل : ۶۸)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور چھپروں میں گھر بنا۔

قرآن عظیم میں اس آیت کے سوا اور کسی جگہ النحل کا لفظ نہیں آیا، اسی لیے اس سورت کا یہ نام ہے اور مصاحف، کتب حدیث اور کتب تفسیر میں اس سورت کا یہی نام مشہور ہے۔

یہ سورت مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ النحل کے متعلق احادیث

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ النحل کو پڑھا، اس سے ان نعمتوں کا حساب نہیں لیا جائے گا جو اس کو دنیا میں دی گئیں اور اس کو اس شخص کی طرح اجر دیا جائے گا جس نے مرتے وقت اچھی وصیت کی ہو۔ (الوسیط ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهٖ - (النحل : ۱۲۶) اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ النحل: ۹۷-۹۵ کے سوا باقی تمام آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور شعبی نے کہا النحل: ۱۲۸-۱۲۶ کے سوا باقی تمام آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں' اس طرح اور بھی اقوال ہیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

سورۃ النحل کے مضامین اور مقاصد

اس سورت کے اکثر مضامین اللہ تعالیٰ کی توحید' الوہیت اور استحقاق عبادت میں منفرد ہونے پر مشتمل ہیں اور اس پر انواع و اقسام کے دلائل دیئے گئے ہیں اور شرک کی مذمت کی گئی ہے اور ایمان نہ لانے پر عذاب آخرت کی وعید سنائی گئی ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کو ثابت کیا گیا ہے' اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ پر قرآن عظیم نازل کیا گیا ہے اور یہ کہ شریعت اسلام حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر قائم ہے اور قیامت اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے اور جزا اور سزا کو بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء اس سے کی گئی ہے کہ مشرکین کو جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے ہیں وہ قریب آ پہنچا ہے' اور ان کے شرک پر ڈٹے رہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کی مذمت کی گئی ہے اور عقیدۂ شرک کے بطلان پر آسمان و زمین اور سورج اور چاند اور دن اور رات کے تواتر اور انسانوں اور حیوانوں کی تخلیق سے استدلال کیا گیا ہے۔

شہد کی مکھی سے خصوصیت کے ساتھ اس لیے استدلال کیا گیا ہے کہ شہد کی مکھی کے گھر بنانے میں عجیب و غریب دقائق ہیں' اور شہد میں بہت زیادہ منافع ہیں۔

پچھلی امتوں کے جن کافروں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی ان پر دنیا میں بھی عذاب مسلط کیا گیا اور آخرت میں بھی ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور ان کے احوال سنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو مشرکین تھے ان کو نصیحت حاصل کرنے اور عبرت پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے' اور پچھلی امتوں میں جن ایمان والوں نے مشرکین کے مظالم پر صبر کیا اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کا احوال ذکر کیا ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں کو تسلی ہو کہ ایمان لانے کی وجہ سے ان پر جو سختیاں اور مصائب نازل ہو رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' حق کی راہ میں چلنے والوں کو ہمیشہ اس قسم کے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسلام کو ترک کر کے دوسرا مذہب اختیار کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے' اور جو شخص دشمن سے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہے اور اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق ہو اس کو اجازت دی ہے۔ عدل' احسان' مسلمانوں کی ہمدردی اور غمگساری' وعدہ نبھانے اور عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ بُرے کاموں' بے حیائی' بغاوت اور عہد شکنی سے منع فرمایا ہے' شیطان کے پھندوں سے بچنے کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور ناشکری سے بچنے کا حکم دیا ہے' اور اگر انسان جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے' حکمت اور نرمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تبلیغ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور تائید فرمائے گا۔

Marfat.com

اس مختصر سے سورت کے تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی اعانت سے سورۃ النحل کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔ الٰہ العالمین! مجھے حق و صواب لکھنے پر کاربند رکھنا، اور غلط اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ غلام رسول سعیدی

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۰۰ء

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ النحل مکی ہے، اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①

اللہ کا حکم آپہنچا! سو (اے کافرو) تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو، اللہ ان چیزوں سے پاک اور بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

شریک قرار دیتے ہیں ○ وہی جبریل کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرماتا

عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ

ہے کہ لوگوں کو اس سے ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم مجھ سے ڈرو ○ اسی نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ

اور زمینوں کو برحق پیدا کیا، وہ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ○ اسی نے انسان

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ

کو نطفہ سے پیدا کیا تو وہ (اس کے متعلق) علی الاعلان جھگڑنے لگا ○ اور اس نے چوپایوں کو

خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ

پیدا کیا ان میں تمہارے لیے گرم کپڑے اور دوسرے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○ اور ان میں

فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ

تمہارے لیے حسن و زیبائش ہے جب تم شام کو انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہو ○ اور وہ چوپائے

Marfat.com

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ

تمہارا سامان لاد کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود نہیں پہنچ سکتے تھے ، بے شک تمہارا

رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ⑦ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا

رب نہایت رحیم بہت مہربان ہے ○ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے

وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ⑧ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ

پیدا کیے ، اور وہ ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے ○ اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے ،

وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ⑨ ع ۱

اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کا حکم آپہنچا! سو (اے کافرو) تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو، اللہ ان چیزوں سے پاک اور بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ○ (النحل: ۱)

عذاب کی وعید سے سورۃ النحل کی ابتداء کرنے کی توجیہ

اس سورت کا بڑا مقصد مشرکین کو شرک اور دوسرے برے کاموں سے روکنا ہے اور ان کاموں پر ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے، اس سے پہلے بھی بہ کثرت آیات میں انہیں عذاب کی وعید سنائی جا چکی ہے اور ان کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جس میں ان کی شوکت اور قوت زائل ہو جائے گی وہ کافی عرصہ تک اس دن کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ محض خالی خولی دھمکی ہے حقیقت میں وہ دن آنے والا نہیں ہے تو انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور کہنے لگے جس عذاب سے آپ ہمیں اتنے عرصہ سے ڈرا رہے ہیں آخر وہ اب تک کیوں نہیں آیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اللہ کا حکم آپہنچا سو (اے کافرو) تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کا حکم یعنی اس کا عذاب آپہنچا تو منافقین نے آپس میں کہا یہ شخص یہ گمان کر رہا ہے کہ اللہ کا عذاب آپہنچا ہے تو تم فی الحال اپنی کارروائیاں موقوف کر دو اور پھر انتظار کرو کہ کیا ہوتا ہے، پھر جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تو انہوں نے کہا ہمارا گمان یہ ہے کہ کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ (الانبیاء: ۱)　　لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت سے روگردانی کیے ہوئے ہیں۔

منافقین نے کہا کہ یہ تو پہلے کی مثل ہے، اور پھر جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی عذاب نازل نہیں ہوا تو انہوں نے کہا

Marfat.com

ہمارا گمان یہ ہے کہ کوئی چیز نازل نہیں ہوگی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (ھود: ۸)

اور اگر ہم چند دنوں کے لیے ان سے عذاب روک لیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ کس چیز نے اسے روک لیا؟ سنو جس دن وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہ جائے گا اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کرلے گا۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۱۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

بہ ظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ النحل مکی سورت ہے اور مکہ میں منافقین موجود نہ تھے، امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو کبھی دنیا کے عذاب سے ڈراتے تھے، یعنی ان کو قتل کر دیا جائے گا اور ان پر غلبہ حاصل کیا جائے گا جیسا کہ غزوہ بدر میں ہوا اور کبھی ان کو قیامت کے عذاب سے ڈراتے تھے جو قیامت کے دن واقع ہوگا، پھر جب مشرکین نے کسی قسم کے عذاب کو نہیں دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے لگے، اور آپ سے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کا عذاب آپہنچا سو (اے کافرو) تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مستقبل میں آنے والے عذاب کو ماضی سے تعبیر کرنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے وہ عذاب آپہنچا حالانکہ ابھی وہ عذاب آیا نہیں ہے قیامت کے بعد آئے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کا تحقق اور وقوع واجب ہو اور اس کے واقع ہونے پر قطعی عقلی دلائل قائم ہوں اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے اس کی مثال حسب ذیل آیات میں ہے:

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا۔ (الاعراف: ۴۴)

اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو سچا پالیا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا○ (الزلزال: ۳-۱)

اور جب زمین زلزلہ سے ہلا دی گئی○ اور جب زمین نے اپنے تمام بوجھ باہر نکال دیے○ اور انسان نے (تعجب سے) کہا اس کو کیا ہوا○

نیز اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی خبر دی ہے اس میں ماضی اور مستقبل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ہونے کی خبر دی ہے وہ لا محالہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے اللہ کا امر آپہنچا اس کا معنی ہے اللہ کا حکم آپہنچا حالانکہ یہاں مراد ہے اللہ کا عذاب آپہنچا، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم میں امر کا اطلاق عذاب پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ھود: ۴۳)

نوح نے کہا آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے، مگر وہی (بچے گا) جس پر اللہ رحم فرمائے۔

امام محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت عقبہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے وقت مغرب کی جانب سے ڈھال کی مانند ایک سیاہ بادل طلوع ہوگا اور وہ مسلسل آسمان میں بلند ہوتا رہے گا اور آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اے لوگو! پھر لوگ ایک دوسرے سے سوال کریں گے کیا تم نے کوئی آواز سنی ہے، بعض کہیں گے ہاں! اور بعض کو شک ہوگا، پھر دوبارہ منادی ندا کرے گا اے لوگو! پھر لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نے سنا، پس لوگ کہیں گے ہاں، پھر تیسری بار منادی ندا کرے گا اے لوگو! اللہ کا عذاب آپہنچا! سو اب تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے دو شخص کپڑے کھول رہے ہوں گے وہ ان کو لپیٹ نہیں سکیں گے اور ایک شخص اپنے حوض کو بھر رہا ہوگا وہ اس میں سے کچھ پی نہیں سکے گا، اور ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا وہ اس میں سے پی نہیں سکے گا اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۴۵۸، ۱۲۴۶۰، الدر المنثور ج ۵ ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (دو انگلیاں ملا کر) فرمایا میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۵، ۶۵۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۴۲)

کفار اور مشرکین نے کہا چلو ہم نے مان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا یا آخرت میں عذاب نازل کرنے کا حکم نازل فرمایا ہے، مگر ہم جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کریں گے تو ان بتوں کی شفاعت کی وجہ سے ہماری عذاب سے نجات ہو جائے گی!

اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا: اللہ ان چیزوں سے پاک اور بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی جبریل کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرماتا ہے کہ لوگوں کو اس سے ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم مجھ سے ڈرو ○ (النحل: ۲)

ملائکہ سے جبریل کا مراد ہونا

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے کہ اللہ ملائکہ کو روح کے ساتھ اپنے امر سے نازل فرماتا ہے۔

اب اس آیت میں ایک بحث یہ ہے کہ ملائکہ سے کیا مراد ہے اور دوسری بحث یہ ہے کہ روح سے کیا مراد ہے۔

امام عبد الرحمن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت میں ملائکہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۲۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابن جریر نے ملائکہ سے عام فرشتوں کا ارادہ کیا ہے، اور امام رازی نے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ اب اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ ملائکہ جمع ہے اور جبریل واحد ہیں تو واحد پر جمع کے اطلاق کی کیا توجیہ ہے اس کا امام واحدی نے یہ جواب دیا ہے کہ جب واحد رئیس مقدم ہو تو اس پر جمع کا اطلاق جائز ہے، قرآن مجید اور کلام عرب میں اس کی بہت نظائر ہیں۔

روح میں متعدد اقوال

اور روح کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس سے مراد وحی ہے۔ (۲) عکرمہ نے حضرت

Marfat.com

ابن عباس سے روایت کیا ہے اس سے مراد نبوت ہے۔ (۳) زجاج نے کہا جس چیز میں اللہ کا امر ہو وہ روح ہے۔ (۴) حسن اور قتادہ نے کہا اس سے مراد رحمت ہے۔ (۵) ابن زید نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اور قرآن کو روح اس لیے فرمایا کہ جس طرح بدن روح سے زندہ ہوتا ہے اسی طرح دین قرآن سے زندہ ہوتا ہے۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۲۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

روح سے وحی اور اللہ کے کلام کا مراد ہونا

میں کہتا ہوں کہ اگر روح سے مراد وحی لی جائے تو اس میں یہ تمام اقوال جمع ہو جاتے ہیں کیونکہ نبوت بھی وحی سے ثابت ہوتی ہے، اور تمام اوامر اور احکام بھی وحی سے ثابت ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بھی وحی پر عمل کرنا ہے، اور قرآن عظیم بھی وحی سے حاصل ہوا اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق روح سے وحی کو مراد لینا سب سے جامع قول ہے اور قرآن عظیم کی حسب ذیل آیات میں روح کا اطلاق وحی پر کیا گیا ہے اور یہ مخفی نہ رہے کہ وحی کا معنی ہے اللہ کا کلام جو اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں پر نازل فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (الشوریٰ: ۵۲)　　اور اسی طرح ہم نے اپنے کلام کی آپ کی طرف وحی فرمائی اپنے حکم سے۔

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ۔ (المومن: ۱۵)　　وہ اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے کلام القا فرماتا ہے۔

قرآن عظیم اور وحی کے ذریعہ معارف ربانیہ کامل ہوتے ہیں اور ان معارف سے عقل صاف اور روشن ہوتی ہے اور عقل سے روح کامل ہوتی ہے اور روح سے جسم کامل ہوتا ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصلی اور حقیقی روح، اللہ کی وحی اور قرآن کریم ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان کو غفلت اور جہالت کی نیند سے بیداری حاصل ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان حیوانیت کی پستی سے ملکوتیت کی بلندی کی طرف منتقل ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ روح کا اطلاق وحی پر کرنا انتہائی مناسب اور مماثلت پر مبنی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جو حامل وحی ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے روح کا اطلاق فرمایا ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ۔ (الشعراء: ۱۹۴-۱۹۳)　　اس قرآن کو جبریل نے آپ کے قلب پر نازل کیا۔

قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال

انسان کا کمال قوت نظریہ اور قوت عملیہ سے ہوتا ہے، قوت نظریہ کا کمال یہ ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں، اور قوت عملیہ کا کمال یہ ہے اس کا ہر کام اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے خوف کی وجہ سے ہو، اس لیے فرمایا کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم مجھ سے ڈرو، جب بندے یہ یقین رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو ان کا عقیدہ اور ایمان صحیح ہوگا اور یہ ان کی قوت نظریہ کا کمال ہے، اور جب وہ صرف اللہ سے ڈریں گے تو وہ برے کاموں اور گناہوں کو ترک کریں گے اور نیک کام کریں گے اور یہ ان کی قوت عملیہ کا کمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی جامع پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے انسان کی قوت نظریہ اور قوت عملیہ دونوں کامل ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا، وہ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں○ اسی نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا تو وہ (اس کے متعلق) علی الاعلان جھگڑنے لگا○ (النحل: ۴-۳)

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل

ان آیتوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے، پہلے آسمانوں اور زمینوں سے استدلال کیا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ آسمان، زمین اور انسان مخصوص جسامت اور مخصوص شکل و صورت کے ساتھ موجود ہیں اور اس جسامت اور اس تشکل کا کوئی موجد ہونا ضروری ہے، اور یہ ضروری ہے کہ وہ موجد واجب اور قدیم ہو کیونکہ اگر وہ موجد ممکن اور حادث ہوا تو اس کے لیے پھر ایک موجد ماننا ہوگا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ان کا موجد واجب اور قدیم ہوگا تو یہ بھی ماننا ہوگا کہ وہ موجد واحد ہو ورنہ پھر تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ باطل ہے جیسا کہ ہم کئی بار بتا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا اور ایک ناپاک قطرہ سے عجیب و غریب مخلوق بنائی، ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں اس قطرہ کو مختلف اشکال میں ڈھالتا رہا، پھر اس کی خلقت مکمل کرنے اور اس میں روح پھونکنے کے بعد اس کو دنیا کی روشنی میں لایا اس کو غذا اور روزی دی اس کی پرورش کرتا رہا حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گیا اور اس قابل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس کی عبادت کرے تو اس نے اپنے رب کی نعمتوں کا کفر کیا اور اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے اور صرف اسی کی عبادت کرنے سے انکار کیا اور ان بتوں کی عبادت کی جو اس کو نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان پہنچا سکتے تھے اور اپنے پروردگار کی قدرت کا اور اس کے دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کیا اور کہنے لگا:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ○ (یٰسین: ۷۹-۷۸)

اس نے کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟○ آپ کہیے ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے۔

اور وہ اس کو بھول گیا جس نے ایک ناپاک اور گندہ قطرہ سے اس کو ایسی پاکیزہ اور حسین شکل دی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا، ان میں تمہارے لیے گرم کپڑے اور دوسرے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو○ اور ان میں تمہارے لیے حسن اور زیبائش ہے جب تم شام کو انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہو○ اور وہ چوپائے تمہارا سامان لاد کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود نہیں پہنچ سکتے تھے، بے شک تمہارا رب نہایت رحیم، بہت مہربان ہے○ (النحل: ۷-۵)

مشکل الفاظ کے معانی

انعام: مویشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ، مویشیوں کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جاتا جب تک ان میں اونٹ نہ ہوں، انعام نعم کی جمع ہے، اصل میں نعم اونٹ کو کہتے ہیں، لیکن بھیڑ، بکری اور گائے وغیرہ پر بھی انعام کا اطلاق ہوتا ہے۔ عرب کے نزدیک چونکہ اونٹ بہت بڑی نعمت ہے اس لیے وہ اونٹ کو نعم کہتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ص ۶۴-۶۳)

دف ء: جاڑے کی پوشاک، گرم کپڑے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے مویشی پیدا کیے اور ان کو تمہارے فوائد

Marfat.com

کے لیے مسخر کردیا، ان کے جسموں پر تمہارے گرم لباس کے لیے اون پیدا کیا اور ان میں اور فوائد بھی ہیں، تم ان کے دودھ سے غذا حاصل کرتے ہو ان پر سواری کر کے سفر کرتے ہو اور ان پر اپنا سامان لاد کر لے جاتے ہو پھر ان جانوروں کی جو نسل چلتی ہے اس سے تمہارے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اون کے لباس پہننے کا جواز

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اون کا لباس پہننا جائز ہے، ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے جو رسول تھے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام انہوں نے اون کا لباس پہنا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رات کے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا جی ہاں! آپ سواری سے اترے اور ایک طرف کو گئے حتیٰ کہ رات کی سیاہی میں آپ چھپ گئے پھر آپ آئے تو میں نے برتن سے آپ کے اوپر پانی ڈالا آپ نے اپنا چہرہ دھویا آپ نے اون کا ایک جبہ پہنا ہوا تھا آپ کے لیے اس کی آستینوں سے اپنی کلائیاں نکالنا مشکل ہوا حتیٰ کہ آپ نے جبہ کے نیچے سے اپنی کلائیاں نکال لیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۳)

جمال کا معنی اور مویشیوں کا جمال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان مویشیوں میں تمہارے لیے جمال ہے، حدیث میں ہے اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱) علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ بہت زیادہ حسن کو جمال کہتے ہیں، اور جمال کی دو قسمیں ہیں، ایک جمال وہ ہے جو اس کے نفس یا اس کے بدن یا اس کے افعال میں ہو، اور جمال کی دوسری قسم وہ حسن ہے جس کو وہ دوسروں تک پہنچائے، حدیث میں جو ارشاد ہے: اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے اس میں بھی اس امر پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسروں تک خیر اور خوبی کو پہنچاتا ہے اور ان ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو دوسرے لوگوں تک نیکیوں اور اچھائیوں کو پہنچائیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۷، طبع مکہ مکرمہ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے جس چیز سے حسن اور زیبائش حاصل ہو وہ جمال ہے اور جمال حسن کو کہتے ہیں، ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جمال جسمانی بناوٹ اور صورت میں بھی ہوتا ہے اور اخلاق باطنہ اور افعال میں بھی ہوتا ہے، شکل و صورت کا جمال وہ ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور دل میں وہ صورت نقش ہو جاتی ہے، اور اخلاق باطنہ کا جمال یہ ہے کہ انسان کی صفات خوب صورت ہوں، اس میں علم اور حکمت ہو، عدل اور عفت (پاک دامنی) ہو وہ غصہ ضبط کرتا ہو اور ہر شخص کے ساتھ اچھائی کرتا ہو، اور افعال کا جمال یہ ہے کہ اس کے افعال سے مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہو اور وہ لوگوں کی مصلحتیں تلاش کرنے میں کوشاں رہتا ہو اور ان سے ضرر اور نقصان کو دور کرنے کے درپے رہتا ہو۔

مویشیوں کا جمال یہ ہے کہ ان کی جسمانی بناوٹ اور ان کی شکل و صورت دیکھنے میں اچھی لگتی ہو اور مویشیوں کی تعداد کا زیادہ ہونا بھی ان کے جمال میں داخل ہے کہ لوگ دیکھ کر یہ کہیں کہ یہ فلاں کے مویشی ہیں کیونکہ جب مویشی زیادہ تعداد میں اکٹھے ہو کر چلتے ہیں تو اچھے لگتے ہیں، اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان میں تمہارے لیے حسن اور زیبائش ہے جب تم شام کو انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہو۔

بکریوں، گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ چوپائے تمہارا سامان لاد کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود

Marfat.com

نہیں پہنچ سکتے تھے۔

اللہ سبحانہ نے مویشی پیدا کرنے کا بالعموم احسان فرمایا اور ان میں سے اونٹوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ وہ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت بار برداری اور بوجھ اٹھانے کے زیادہ کام آتے ہیں، بکریوں کا دودھ دوہا جاتا ہے اور ان کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہے اور بھیڑوں سے اون بھی حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے چمڑے سے بہت کار آمد اور مفید چیزیں بنائی جاتی ہیں اور گائے اور بیلوں سے ان فوائد کے علاوہ ہل بھی چلایا جاتا ہے اور اونٹنیوں سے ان کے علاوہ ان پر بوجھ بھی لادا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص گائے کو لے کر جا رہا تھا جس پر اس نے سامان لادا ہوا تھا، گائے نے اس کی طرف مڑ کر کہا میں اس لیے پیدا نہیں کی گئی لیکن میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں، لوگوں نے کہا سبحان اللہ! اور انہوں نے تعجب اور خوف سے کہا کیا گائے نے کلام کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابو بکر اور عمر اس پر ایمان لے آئے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۸، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۴۱۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ گائے کو اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ اس کے اوپر سواری کی جائے یا اس پر سامان لادا جائے وہ صرف ہل چلانے، نسل بڑھانے، اس کا دودھ پینے اور اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مویشیوں پر سواری کر کے سفر کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے لیکن ان کی قوت برداشت سے زیادہ ان پر سامان نہ لادا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ بھی نرمی اور ملائمت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، اور ان کے چارہ اور دانہ کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم فصلوں کے سرسبز اور زرخیز ہونے کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو بھی زمین کی پیداوار سے حصہ دو، اور جب تم قحط کے ایام میں سفر کرو تو سفر جلدی طے کرو اور جب تم رات کے پچھلے حصہ میں ہو تو راستہ میں قیام کرنے سے احتراز کرو کیونکہ رات میں وہ زمین کیڑے مکوڑوں کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۱۴)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ مسیب بن آدم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شتربان کو مارا اور فرمایا اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان نہ لادا کرو۔

جانوروں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ جب وہ کسی جانور سے ساری عمر کام اور خدمت لیں اور جب وہ جانور بوڑھا ہو جائے اور کام کے قابل نہ رہے تو اس کی دیکھ بھال میں کمی نہ کریں جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

یعلٰی بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھی ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا میں آپ کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا آپ ایک عورت اور اس کے بیٹے کے پاس سے گزرے اس کے بیٹے پر جنون کی کیفیت تھی میں نے اس سے زیادہ جنون کسی میں نہیں دیکھا، اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے بیٹے کی حالت دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کے لیے دعا کروں! آپ نے اس

Marfat.com

کے لیے دعا کی پھر وہاں سے چلے گئے، آپ کے پاس سے ایک اونٹ گزرا وہ اپنی گردن دراز کر کے آپ سے بڑبڑا رہا تھا، آپ نے فرمایا اس اونٹ کے مالک کو لاؤ وہ آیا تو آپ نے فرمایا یہ اونٹ کہہ رہا ہے میں ان کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ مجھ سے کام لیتے رہے حتیٰ کہ اب جب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو یہ مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں، پھر آپ چلے گئے آپ نے دو الگ الگ درخت دیکھے، آپ نے مجھ سے کہا جاؤ ان درختوں سے جا کر کہو کہ آپس میں مل جائیں وہ درخت مل گئے آپ نے قضاء حاجت کی آپ نے مجھ سے فرمایا ان درختوں سے کہو کہ پھر الگ الگ ہو جائیں، پھر آپ چلے گئے، جب واپس اس بچہ کے پاس سے لوٹے، تو وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اور اس کی ماں نے چھ مینڈھے مہیا کیے تھے جس میں سے دو مینڈھے آپ کو ہدیہ کیے اور کہنے لگی کہ اس کے بچہ کو پھر جنون نہیں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن شیء الا یعلم انی رسول اللہ الاکفرۃ الجن والانس۔ کافر جنات اور انسانوں کے سوا ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲-۲۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے امام حاکم اور امام بیہقی کے حوالے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۵-۵۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے اور وہ ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے ○ (النحل: ۸)

گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو اونٹوں، گایوں اور بھیڑوں سے علیحدہ ذکر کرنے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے مویشی اور چوپائے ہماری ملکیت میں دے دیے اور ان کو ہمارے لیے مسخر کر دیا اور ہمارے تابع بنا دیا، اور جو شخص جائز اور شرعی طریقہ سے ان جانوروں کا مالک ہو جائے اس کے لیے ان جانوروں کو فروخت کرنا اور ان کو باربرداری کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے، اس سے پہلی آیت میں انعام یعنی اونٹوں، بکریوں اور گایوں کا ذکر فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا ان سے تم گرم کپڑے حاصل کرتے ہو، ان کو کھاتے ہو اور ان پر تم باربرداری کرتے ہو یعنی بوجھ لادتے ہو، اس کے بعد گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ان سے الگ ایک آیت میں ذکر کیا، اور یہ فرمایا کہ تم ان پر سواری کرتے ہو، اس کی وجہ یہ ہے، گھوڑے اور خچر اور گدھے زیادہ تر سواری کے کام آتے ہیں، ان کے جسموں پر اون نہیں ہوتا جس سے لباس بنا جا سکے، نہ ان کا دودھ پیا جاتا ہے، نہ ان کو کھایا جاتا ہے، یہ صرف سواری کے کام آتے ہیں یا بعض اوقات ان پر سامان لاد لیا جاتا ہے، اس کے برخلاف اونٹوں، گایوں اور بھیڑوں سے اون بھی حاصل کیا جاتا ہے، اونٹوں کی سواری بھی کی جاتی ہے، ان پر بوجھ بھی لادا جاتا ہے اور ان کو کھایا بھی جاتا ہے، اس وجہ سے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو ان سے علیحدہ دوسری آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

گھوڑوں کا گوشت حرام ہونے کے دلائل

فقہاء مالکیہ کے نزدیک گھوڑوں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں انعام یعنی اونٹوں، گایوں اور بھیڑوں کا ذکر کر کے فرمایا ان کو تم کھاتے ہو، اور اس کے بعد گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر کر کے فرمایا تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان کے ساتھ کھانے کا ذکر نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کو کھانا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

امام علی بن عمر الدار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے پالتو گدھوں، گھوڑوں اور خچروں کو کھانے سے منع فرمایا۔ (سنن الدار قطنی ج ۴ ص ۲۸۷، رقم الحدیث: ۴۷۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)
واقدی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ حضرت خالد فتح خیبر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔
امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں، اور گدھوں کو کھانے سے منع فرمایا اور حیوۃ بن شریح نے یہ اضافہ کیا کہ ہر کچلیوں والے درندے کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۷۹۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹۸)

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: گھوڑوں کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔ نیز امام ابو داؤد نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت نے گھوڑوں کا گوشت کھایا ہے، ان میں سے حضرت عبداللہ ابن الزبیر ہیں، فضالہ بن عبید ہیں، انس بن مالک ہیں، اسماء بنت ابی بکر ہیں، سوید بن غفلہ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قریش گھوڑوں کو ذبح کیا کرتے تھے۔

مذکورہ دلائل کے جوابات اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کے حلال ہونے کے دلائل

صحیح یہ ہے کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا جائز ہے اور اس آیت سے گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کی حرمت پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، اور فقہاء مالکیہ نے جو کہا ہے کہ اونٹوں، بکریوں اور گایوں کے بعد فرمایا ہے اور ان کو تم کھاتے ہو اور گھوڑوں اور خچروں کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ تم ان کو کھاتے ہو، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے اونٹوں وغیرہ کے بعد ذکر ہے اور تم ان پر سامان لادتے ہو اور گھوڑوں وغیرہ کے ذکر کے بعد سامان لادنے کا ذکر نہیں ہے سو اس طریقہ استدلال سے یہ لازم آئے گا کہ گھوڑوں، خچروں اور گدھوں پر سامان لادنا بھی جائز نہ ہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، نیز سورہ النحل مکی ہے اور فتح خیبر تک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حلال تھا اس لیے اس سورت کی آیت سے ان کی حرمت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ اور گھوڑے کے گوشت کھانے کی حرمت میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں یا منسوخ ہیں، گھوڑوں کے گوشت کھانے کے جواز پر حسب ذیل احادیث ہیں:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۷۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۹۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۳۲، سنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۸۳۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم نے ایک گھوڑے کو نحر کیا (ذبح کیا) پھر ہم نے اس کو کھالیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴۲، صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۵۱۱-۵۵۱۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۰۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۶۴۴)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہمارے پاس ایک گھوڑی تھی

Marfat.com

وہ مرنے لگی تو ہم نے اس کو ذبح کر کے کھالیا۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۸۹، رقم الحدیث: ۴۷۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)
اس کی سند حسن ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھانے کا حکم دیا۔

(سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۸۹، رقم الحدیث: ۴۷۳۷، مطبوعہ بیروت)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس طرح گدھے کے سم ہوتے ہیں اسی طرح گھوڑے کے بھی سم ہوتے ہیں اس لیے اس کو بھی گدھے کی طرح حرام ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس نص صریح کے مقابلہ میں ہے اس لیے مردود ہے، جس طرح کوئی یہ کہے کہ گائے اور بیل کی طرح خنزیر کے بھی کھر ہوتے ہیں تو اس کو بھی حلال ہونا چاہیے اس سے بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے اس لیے مردود ہے۔

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

تمام قسم کے گھوڑوں کا گوشت کھانا حلال ہے، خواہ وہ عربی ہوں یا غیر عربی، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے، اور یہی ابن سیرین کا قول ہے، حضرت ابن الزبیر، حسن بصری، عطا اور اسود بن یزید سے بھی یہی منقول ہے، حماد بن زید، ابن المبارک، امام شافعی اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے، سعید بن جبیر نے کہا میں نے گھوڑے سے زیادہ پاکیزہ اور لذیذ کوئی گوشت نہیں کھایا، اس کو امام ابو حنیفہ نے حرام کہا ہے اور امام مالک نے مکروہ کہا ہے، اسی طرح اوزاعی اور ابو عبید کا قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا۔ (النحل: ۸) اور خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر پالتو گدھے، گھوڑے اور خچر حرام ہیں، نیز یہ سم والا جانور ہے اس لیے گدھوں کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا، اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دے دی، اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم نے ایک گھوڑے کو ذبح کر کے کھالیا تھا ہم اس وقت مدینہ میں تھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس لیے بھی کہ وہ ایک پاک اور لذیذ گوشت والا جانور ہے نہ کچلیوں سے کھانے والا ہے نہ ناخنوں اور پنجوں سے شکار کر کے کھانے والا ہے تو وہ اونٹ، گائے اور بکری کی طرح ہے، اور وہ ان آیات اور احادیث کے عموم میں داخل ہے جن میں کچلیوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے جانوروں کے غیر کو کھانے کی اجازت دی ہے، اور آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ گھوڑے، خچر اور گدھے تمہاری سواری کرنے کے لیے ہیں نہ کہ کھانے کے لیے، اور یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ اس کے قائل نہیں ہیں اور حضرت خالد کی حدیث ضعیف ہے۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۲۸-۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک گھوڑے حلال ہیں، اور امام شافعی (اور اسی طرح امام احمد) کے نزدیک بھی حلال ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک گھوڑے حلال نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وفات سے تین دن پہلے امام ابو حنیفہ نے

Marfat.com

گھوڑوں کی حرمت سے رجوع کرلیا تھا' اور اسی پر فتویٰ ہے (عمادیہ) اور گھوڑی کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
الاختیار' قدوری اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے' اور مکروہ تحریمی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حلال نہ ہو' (شرنبلالیہ) اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑا نجاست کی وجہ سے حرام نہیں ہے' اس لیے غایۃ البیان میں ظاہر الروایہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا کھانا اس کے احترام کی وجہ سے حرام ہے' کیونکہ گھوڑوں سے اللہ کے دشمنوں کو ڈرایا جاتا ہے' اور نجاست کی وجہ سے اس کا کھانا حرام نہیں ہے' اسی وجہ سے اس کا جھوٹا بھی نجس نہیں ہے جیسے آدمی کا حال ہے' مصنف نے لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے لہٰذا اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں مذکور ہے' اور یہی صحیح ہے جیسا کہ فخر الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا ہے' (قہستانی) اور الخلاصہ' الھدایہ' المحیط' المغنی' قاضی خاں اور العمادی اور دیگر متون میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے تو پھر امام اعظم اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ صاحبین اگرچہ گھوڑا کھانے کو حلال کہتے ہیں لیکن وہ اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں شرنبلالیہ میں برھان سے اسی طرح منقول ہے اور یہ اختلاف خشکی کے گھوڑے میں ہے اور دریائی گھوڑا بالاتفاق حرام ہے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار' ج ۹ ص ۳۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک گھوڑا کھانے کی کراہت اجتہادی ہے' قرآن اور حدیث کی کسی نص کی بناء پر نہیں ہے' اور کراہت کی وجہ گھوڑے کی تکریم ہے کیونکہ وہ جہاد میں استعمال ہوتا ہے' یعنی اگر لوگوں نے گھوڑوں کو کھا کھا کر ختم کر دیا تو جہاد کس پر بیٹھ کر کریں گے لیکن اب چونکہ جہاد میں گھوڑوں کا استعمال کلیتاً متروک ہو چکا ہے اور جیپ' ٹرک' بکتر بند گاڑی' ٹینک اور توپ وغیرہ کو لڑائی میں استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اب گھوڑوں کے گوشت کا کھانا کسی قسم کی کراہت کے بغیر جائز ہے' یہ اور بات ہے کہ ہمارے علاقوں میں گھوڑے کا گوشت کھانے کا رواج نہیں ہے۔

پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:
پالتو گدھوں کا کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف جنگلی گدھوں کو کھانا جائز ہے ان کا دودھ بھی حلال ہے' اگر خچر کی ماں گدھی ہو تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے' اور اگر اس کی ماں گائے ہو تو اس کا کھانا بالاتفاق جائز ہے' اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہو تو پھر وہ اپنی ماں کی طرح حلال ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے جانوروں میں حلت اور حرمت کا مدار ماں پر ہوتا ہے' گھوڑی کا گوشت کھانے میں اختلاف ہے' آیا اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے یا بلا کراہت جائز ہے تو اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو خچر کا گوشت کھانے کا بھی وہی حکم ہے جو اس کی ماں کا ہے۔

(الدر المختار مع ردالمحتار ج ۹ ص ۳۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

پالتو گدھوں کی حرمت پر درج ذیل احادیث ہیں:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۲۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۳۸۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۱)
حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما

Marfat.com

دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۵۲۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۳۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا گدھوں کا گوشت کھایا گیا، پھر ایک اور آنے والا آیا اور کہا گدھوں کا گوشت کھایا گیا، پھر ایک اور آنے والا آیا اور کہا گدھے ختم ہو گئے، تب آپ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کرے کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ ناپاک ہے، پھر دیگچیاں الٹ دی گئیں حالانکہ اس وقت ان میں گوشت ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۲۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۲۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۱۱۷، عالم الکتب، موطا رقم الحدیث: ۲۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ گدھوں کے گوشت کو اس لیے نہیں حرام کیا گیا کہ سواریوں اور مال لادنے میں کمی کا خطرہ تھا، بلکہ آپ نے اس کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ گدھے نجس ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۵۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۸۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۹۵، ۱۵۹۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے گھوڑے اور غلام میں (زکوٰۃ کو) معاف کر دیا ہے، پس تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو ہر چالیس درہم سے ایک درہم، اور ایک سو نوے درہم تک کوئی چیز لازم نہیں ہے، اور جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلوں کی گھاس چرنے والوں گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے پر ایک دینار ادا کیا جائے گا۔

(سنن الدار قطنی ج ۲ ص ۱۰۹، رقم الحدیث: ۲۰۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اس کی سند میں غورک بن جعفر منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ مصر کے لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئے اور کہا ہمیں گھوڑے اور غلام ملے ہیں اور ہم ان کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتے ہیں، حضرت عمر نے کہا مجھ سے پہلے دو صاحبوں نے ایسا نہیں کیا، اور میں بغیر مشورہ کے زکوٰۃ نہیں لوں گا، پھر انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا یہ اچھا کام ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے، حضرت عمر نے کہا اے ابو الحسن! آپ نے کچھ نہیں کہا، حضرت علی نے کہا آپ کو اصحاب نے یہ مشورہ دے دیا ہے کہ یہ اچھا کام ہے، بہ شرطیکہ یہ ایسا جزیہ لازمہ نہ بن جائے جو آپ کے بعد وصول کیا جائے، پھر حضرت عمر نے ایک غلام سے دس درہم لیے اور ان کو ہر مہینہ دو جریب (آٹھ بوری) گندم وظیفہ دیا، اور ایک گھوڑے سے دس درہم لیے اور ان کو ہر مہینہ دس جریب (چالیس بوری) جو دیئے اور معمولی گھوڑوں سے آٹھ درہم لیے اور ان کو ہر مہینہ آٹھ جریب (بتیس بوری) جو دیئے، اور خچروں سے پانچ درہم فی خچر لیے اور ان کو ہر مہینہ پانچ جریب (بیس بوری) جو

Marfat.com

دیجئے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۱۰، رقم الحدیث: ۲۰۰۱، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۹) اس حدیث کی سند صحیح ہے

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک اونٹوں، گایوں اور بکریوں کے علاوہ اور کسی مویشی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا اگر گھوڑے نر اور مادہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے، اور اگر وہ صرف نر ہوں یا صرف مادہ ہوں تو ان میں دو قول ہیں، اور ان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دیا جائے، یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ دیا جائے، اور یہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ جو زکوٰۃ چاہے ادا کرے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنگلوں کی خودرو گھاس چرنے والے گھوڑوں میں سے ہر ایک گھوڑے میں ایک دینار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہر غلام سے دس درہم لیتے اور ہر گھوڑے سے دس درہم لیتے اور ہر خچر سے پانچ درہم لیتے، نیز گھوڑا ایک ایسا حیوان ہے جس کو جنگلوں کی خودرو گھاس کھلا کر اس سے بڑھوتری اور افزائش کو طلب کیا جاتا ہے للذا وہ بکریوں کے مشابہ ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے لیے گھوڑوں اور غلام کا صدقہ معاف کر دیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ گھوڑوں میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے، اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا ہے، اور امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب جنگلوں کی گھاس کھانے والے گھوڑے نر اور مادہ ہوں تو ان کے مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دے اور اگر وہ چاہے تو ان کی قیمت نکال کر ان کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے ہر دو سو درہم سے پانچ درہم ادا کرے، امام ابو حنیفہ کا استدلال امام دار قطنی کی روایت سے ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے صحابہ کے مشورہ سے ہر گھوڑے سے دس درہم لیے، (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۰۰۱) نیز امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام محمد کتاب الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ وہ گھوڑے جو جنگلوں کی خودرو گھاس کھاتے ہوں اور ان کی نسل میں افزائش مقصود ہو تو اگر تم چاہو تو ہر گھوڑے سے ایک دینار لو، یا دس درہم لو، اور اگر تم چاہو تو ان کی قیمت سے چالیسواں حصہ لے لو، (کتاب الآثار ص ۴۷) اور حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلوں کی خودرو گھاس کھانے والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے میں ایک دینار ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو یوسف ہیں اور وہ مجہول ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں یہ ابو یوسف قاضی یعقوب ہیں جو امام اعظم کے مشہور شاگرد ہیں ان کو مجہول قرار دینا امام بیہقی کا پرلے درجہ کا تعصب ہے۔

اور علامہ عینی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کا ذکر کر کے فرمایا ایک وہ شخص ہے جس نے گھوڑے کو غنا کے لیے اور سوال سے بچنے کے

Marfat.com

لیے باندھا پھر وہ اس گھوڑے کی گردن اور اس کی پشت میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا تو وہ گھوڑا اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا موجب ہے'۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۸۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۸۶۵، عالم الکتب) اس حدیث میں اللہ کے حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔ (شرح ابوداؤد ج ۶ ص ۲۵۸-۲۵۵، مکتبہ الریاض، ۱۴۲۰ھ)

جن احادیث میں ہے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے یا فرمایا میں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا اس گھوڑے سے مراد غازی فی سبیل اللہ اور مجاہد کا گھوڑا ہے' ان سے مراد وہ گھوڑے نہیں جن کو افزائش نسل کے لیے رکھا جاتا ہے اور ران کو جنگلوں کی خودرو گھاس کھلائی جاتی ہے۔ (شرح ابوداؤد ج ۶ ص ۲۹۵، مکتبہ الریاض، ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے' اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں' اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا○ (النحل: ۹)

لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم سیدھے راستے کے بیان کو اپنے ذمہ لے لیا ہے' وہ رسولوں اور نبیوں کو بھیج کر اور کتابوں اور صحائف کو نازل کر کے اور براہین اور دلائل قائم کر کے سیدھا راستہ بیان فرماتا ہے' اور جو شخص سیدھا راستہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور نیک اعمال کا قصد کرے اس کے لیے نیک اعمال پیدا فرما دیتا ہے' اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں جن پر چلنے سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی اس ٹیڑھے راستہ کی دو تفسیریں ہیں: (۱) کافروں کی مختلف ملتیں' یہودیت' نصرانیت اور مجوسیت: (۲) اہل الاہواء اور اہل البدعات' جنہوں نے محض اپنی خواہشات سے نئے نئے مسالک بنا لیے ہیں جن کی قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے ایمان کے طریقے آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے ایمان لانا اور اس کے طریقوں پر عمل کرنا دشوار کر دیتا ہے' حضرت ابن عباس کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جو شخص ایمان کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان لانے کے راستے آسان کر دیتا ہے اور جو شخص کفر اور گمراہی کو اختیار کرتا ہے اس کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیتا ہے' وہ جبراً کسی کو مسلمان نہیں بناتا اسی لیے فرمایا: اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا لیکن لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل کیا جس کو تم پیتے ہو، اور اسی سے درخت (بھی سیراب ہوتے) ہیں جن میں تم

تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ

مویشی چراتے ہو○ وہ اس پانی سے تمہارے لیے فصل اگاتا ہے اور زیتون، اور کھجور اور انگور اور

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

ہر قسم کے پھل، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے○

Marfat.com

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ

اور اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا اور (تمام) ستارے

مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾

اس کے حکم کے تابع ہیں، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

اور اس نے تمہارے لیے جو گوناگوں رنگوں کی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، بے شک ان میں نصیحت

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا

حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے ○ اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے

مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

تازہ گوشت کھاؤ، اور تم اس میں سے زیور نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو، اور تم اس میں کشتیوں کو

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر ادا کرو ○

وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا

اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ زمین تمہارے ساتھ (ایک طرف) جھک نہ جائے اور اس نے دریا اور

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

راستے بنا دیے تاکہ تم سفر کر سکو ○ اور راستوں میں نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے سمت کا تعین کرتے ہیں ○

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ

سو جو (اتنی چیزیں) پیدا کرتا ہے کیا وہ اس کی مثل ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے، پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے! ○ اور اگر

تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸﴾

تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے، بے شک اللہ ضرور بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ○ اور وہ

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ

جن غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا

يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

کیے ہوئے ہیں ○ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

ع ۱۲ ۸

وہ کب اٹھائے جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل کیا جس کو تم پیتے ہو' اور اسی سے درخت (بھی سیراب ہوتے) ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہو ○ وہ اس پانی سے تمہارے لیے فصل اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل' بیشک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے ○ (النحل: ۱۱-۱۰)

مشکل الفاظ کے معانی

تسیمون: اس کا مادہ سوم ہے' سوم کا معنی ہے جانوروں کو چرانا اور چگانا' اسی سے ماخوذ ہے الابل السائمۃ جنگل کی خودرو گھاس چرنے والے اونٹ' جو بغیر اگائی ہوئی قدرتی گھاس چرتے ہوں۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کا ذکر فرمایا تھا' ان کے ذکر سے ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا' اور دوسرے انسان کو یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حیوانوں میں انسان کے لیے کتنی نعمتیں رکھی ہیں' اور اس جہان میں حیوانات کے بعد جس مخلوق کو شرف اور فضیلت حاصل ہے وہ نباتات ہیں سو اللہ تعالیٰ حیوانات کے ذکر کے بعد نباتات کا ذکر فرما رہا ہے۔

بارش کے پانی سے کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل کیا جس کو تم پیتے ہو اور اسی سے درخت ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہو' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم جو پانی پیتے ہیں' وہ سب بارش کا پانی تو نہیں ہوتا' کنووں' چشموں اور دریاؤں سے حاصل شدہ پانی کو ہم زیادہ تر پیتے ہیں اور کھیت اور باغات بھی زیادہ تر دریاؤں اور نہروں کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دریاؤں اور نہروں کا پانی بھی بارش سے حاصل ہوتا ہے اور بارش کا پانی ہی زمین کے اندر اس کی تہہ میں چلا جاتا ہے جو کنووں اور چشموں سے نکالا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی سے فصلوں اور باغات کے اگانے کا ذکر فرمایا ہے' اس پانی سے جو روئیدگی اور سبزہ حاصل ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ خودرو گھاس اور خودرو درخت ہیں جو جنگلوں' میدانوں اور سبزہ زاروں میں ہیں جن میں

Marfat.com

مویشی اور جانور چرتے چگتے ہیں' اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: اور اسی پانی سے درخت ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہو' اور روئیدگی کی دوسری قسم اناج اور غلہ کے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں' اور زیتون' کھجور' انگور اور مختلف پھلوں کے باغات ہیں جن سے انسان اپنی غذا اور خوراک حاصل کرتے ہیں' اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: وہ اس پانی سے تمہارے لیے فصل اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔

زمین کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔

زمین کی اس روئیدگی میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلیل ہے کیونکہ ایک دانہ یا بیج کو مٹی میں دبا دیا جاتا ہے' پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس دانہ میں زمین کے مرطوب اجزاء سرایت کر جاتے ہیں' پھر وہ دانہ پھول جاتا ہے اور پھولنے کے بعد اوپر اور نیچے سے پھٹ جاتا ہے اور اس کے اوپر اور نیچے سے دو باریک کونپلیں نکلتی ہیں۔ اوپر والی کونپل زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہے اور نیچے والی کونپل زمین کے اندر نفوذ کر جاتی ہے' پھر اوپر کی جانب پہلے سر سبز پودا ہوتا ہے' پھر ایک تناور درخت بن جاتا ہے اور زمین کے نیچے گہرائی میں جڑیں چلی جاتی ہیں' درخت اوپر کو جاتا ہے جڑیں نیچے کو جاتی ہیں۔ درخت کا تنا بھی لکڑی ہے اور جڑیں بھی لکڑی ہیں اور ایک چیز کی طبیعت کا ایک تقاضا ہوتا ہے' پھر تنا اوپر کیوں جا رہا ہے' جڑیں نیچے کیوں جا رہی ہیں' معلوم ہوا کہ یہاں طبیعت کے تقاضے پر عمل نہیں ہو رہا یہاں اس قادر قیوم' قہار مطلق اور صناع ازل کے حکم پر عمل ہو رہا ہے۔ اس نے لکڑی کے جس حصہ کو اوپر جانے کا حکم دیا وہ بڑھتا ہوا اوپر چلا گیا اور اس نے لکڑی کے جس حصہ کو نیچے جانے کا حکم دیا وہ زمین کی تہوں کو چیرتا ہوا نیچے چلا گیا' پھر ہم دیکھتے ہیں اسی دانہ یا بیج سے شاخیں' پتے' کلیاں' پھول اور پھل نکل آتے ہیں' پھر ان کے رنگ مختلف ہوتے ہیں' خوشبو مختلف ہوتی ہے' پھولوں اور پھلوں کا ذائقہ مختلف ہوتا ہے' بیج ایک تھا' ایک زمین میں بویا گیا' ایک قسم کا پانی ملا' ایک سورج کی حرارت اور ایک چاند کی کرنوں سے اس بیج کو نشوونما حاصل ہوئی' پھر اس میں یہ مختلف تاثیرات اور مختلف آثار کس کے کرنے سے وجود میں آئے' اگر ان آثار کا سبب سورج یا چاند ہے یا زمین یا بارش ہے تو وہ ایک ہی نوع کی چیزیں ہیں' ان سے الگ الگ آثار کیوں ظاہر ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رنگ اور خوشبو اور ذائقہ اور تاثیر کا موجد ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے' وہی ایک صناع مطلق اور قادر ازل ہے جس نے ایک ننھے سے بیج سے اتنے مختلف آثار پر مشتمل عظیم الشان درخت پیدا کر دیا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا' اور (تمام) ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس نے تمہارے لیے جو گوناگوں رنگوں کی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں' بے شک ان میں نصیحت حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے ○

(النحل: ۱۳-۱۲)

سورج اور چاند اور دن اور رات کے تواتر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اے لوگو! تم پر جن نعمتوں کا پہلے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا تم پر یہ انعام ہے کہ اس نے دن اور رات کو تمہارے کام میں لگا دیا' دن کو اس لیے بنایا کہ تم اس میں کاروبار حیات کرو اور تلاش روزگار کے لیے سعی کرو اور رات اس لیے بنائی کہ تم اس میں آرام کرو' فرض کیجئے اگر مسلسل دن ہوتا تو لوگ آرام کے ایک لمحے کے لیے بھی ترس جاتے اور اگر مسلسل رات ہوتی تو لوگوں کو کام کاج کرنے اور اپنی ضروریات پوری کرنے اور رزق فراہم کرنے

Marfat.com

کے مواقع میسر نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (القصص: ۷۳-۷۱)

آپ کہئے یہ بتاؤ اگر اللہ قیامت تک کی رات بنا دیتا تو اللہ کے سوا کوئی اور خدا تھا جو تمہارے پاس دن کی روشنی لے آتا؟ سو کیا تم (غور سے) نہیں سنتے! ○ آپ کہئے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک کا دن بنا دیتا تو اللہ کے سوا کوئی خدا تھا جو تمہارے پاس رات کو لے آتا جس میں تم آرام کرتے؟ سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو! ○ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل (روزگار) تلاش کرو' اور تاکہ تم (اس نعمت پر) شکر ادا کرو۔

اور اللہ کی تم پر یہ نعمت بھی ہے کہ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا' ایک دن میں سورج کے طلوع اور غروب کے دورانیہ سے تم اپنے کام کاج اور نمازوں کے اوقات معین کرتے اور روزے کے سحر اور افطار کو معین کرتے ہو اور چاند کے دکھائی دینے اور اس کے چھپنے سے تم مہینوں کا تعین کرتے ہو۔ رمضان' عید الفطر' عید الاضحیٰ' حج اور قربانی کے مہینوں اور تاریخوں کا تعین چاند سے ہوتا ہے' نیز سورج کی گردش سے مختلف موسم وجود میں آتے ہیں اس کی حرارت سے کھیتیاں اور پھل پکتے ہیں' سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بارشیں ہوتی ہیں اور چاند کی کرنوں سے پھلوں میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے اور چاند کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے' غرض سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں۔

سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال

اور سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی نشانی ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور چاند ایک مخصوص نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں' وہ ایک مخصوص جانب سے طلوع کرتے ہیں اور مخصوص جانب میں غروب ہو جاتے ہیں' ان کو اس کام پر کس نے لگایا ہے اور کس نے ان کو اس نظام کا پابند کیا ہے' کسی بت نے' کسی انسان نے' کسی جانور نے' کسی درخت نے' کسی دیوی یا دیوتا نے' ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں حادث اور فانی ہیں' ان سے پہلے بھی سورج اور چاند اسی طرح گردش کرتے رہے تھے اور ان کے بعد بھی اسی طرح گردش کرتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کا خالق اس کائنات میں سے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ان کا خالق اس کائنات سے باہر کوئی ہستی ہے اور وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ گردش ایک طرز اور ایک نمط پر نہ ہوتی اور ان کے طلوع اور غروب کی ایک جہت نہ ہوتی' اس لیے سورج اور چاند کا خالق ایسی ذات ہے جو اس کائنات سے خارج ہے اور واحد ہے' اور اس کا وجود واجب اور قدیم ہے' کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو وہ اپنے وجود میں کسی علت کا محتاج ہو گا' اور یہ سلسلہ کسی ایسی ذات پر منتہی ماننا ہو گا جو سب کی علت ہو اور اس کی کوئی علت نہ ہو' وہ واجب اور قدیم ہو اور حادث نہ ہو' وہی ساری کائنات کا خدا ہے' سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور وہی سب کی عبادت کا مستحق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس نے تمہارے لیے جو گوناگوں رنگوں کی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں' بے شک ان میں

Marfat.com

نصیحت حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کے جانور اور رنگ برنگے پرندے، درخت، پھول، پھل اور پودے پیدا کیے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں جن کا تم کو شکر کرنا چاہیے اور اگر تم غور کرو تو ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور اس کی وحدت کی بہت نشانیاں ہیں۔
ان آیتوں کی تقریر بھی اسی طرح ہے جس طرح ہم نے اس سے پہلی دو آیتوں کی تقریر کی ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور تم اس میں سے زیور نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو، اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر ادا کرو○ (النحل: ۱۴)

سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اس سورت کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر مختلف طریقوں سے استدلال فرمایا ہے، پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اجسام سے اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا، پھر انسان کے بدن اور اس کی روح سے استدلال فرمایا، پھر تیسری بار حیوانات کی مختلف قسموں اور ان کے عجائب و غرائب سے استدلال فرمایا، اور چوتھی بار نباتات سے استدلال فرمایا اور اس کے ضمن میں سورج اور چاند اور دن اور رات سے استدلال فرمایا اور اب سمندر سے استدلال فرمایا ہے۔ سمندر کے بے شمار منافع اور فوائد ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں سے یہاں تین منافع اور فوائد کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم سمندر سے تر و تازہ گوشت کھاتے ہو، اس سے مراد مچھلیاں ہیں اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تم سمندر سے موتی، یاقوت اور مونگے وغیرہ نکالتے ہو اور ان سے خواتین کے زیورات بناتے ہو، اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تم سمندر میں کشتیاں چلاتے ہو اور ان میں بیٹھ کر سفر کرتے ہو اور اپنا مال و متاع ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو۔

سمندر کی تسخیر کا معنی

سمندر کو مسخر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر میں تصرف کرنے پر قادر کر دیا، وہ اس میں تیر سکتے ہیں، کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے، وہ اگر چاہتا تو سمندر کو انسانوں کے اوپر مسلط کر دیتا اور سمندر لوگوں کو غرق کر دیتا اور ان کے لیے سمندر میں تیرنا، کشتیوں کے ذریعہ اس میں سفر کرنا کچھ بھی ممکن نہ ہوتا، اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور اس کا احسان ہے کہ اس نے سمندر کو ایسا بنا دیا کہ انسان آسانی کے ساتھ اس سے فوائد کو حاصل کر سکتا ہے۔

کڑوے پانی میں لذیذ مچھلی کا پیدا کرنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ، تر و تازہ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ اس کو جلدی کھا لینا چاہیے ورنہ یہ گوشت سڑ کر خراب ہو جائے گا، نیز تر و تازہ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ انسان اس کو کھانے میں رغبت کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اظہار ہے کیونکہ سمندر کا پانی سخت کھاری اور کڑوا ہوتا ہے، انسان اس کا ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتا، اور اس کھاری اور کڑوے پانی میں پیدا ہونے والی اور پلنے بڑھنے والی مچھلی کے گوشت میں کھاری پن اور کڑواہٹ کا ذائقہ بھی نہیں ہوتا اور اس کا گوشت بہت خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتا ہے، پس سبحان ہے وہ ذات جو ایک چیز میں اس کی ضد پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

مچھلی پر گوشت کے اطلاق کی بحث

اس آیت میں مچھلی کو لحما طریا یعنی تر و تازہ گوشت فرمایا ہے، لیکن امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مچھلی پر گوشت کا اطلاق نہیں ہوتا، امام ابو بکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ لحم (گوشت) نہیں کھائے گا اور اس نے مچھلی کھالی تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو لحما طریا (تر و تازہ گوشت) فرمایا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مچھلی میں خون نہیں ہوتا اور عرف میں گوشت اس کو کہتے ہیں جو خون سے بنتا ہے، نیز مچھلی کے گوشت میں گائے، بکری اور مرغی کے گوشت کی طرح قوت نہیں ہوتی، لیکن دوسرے فقہاء نے اس مسئلہ میں امام اعظم سے اختلاف کیا ہے اور وہ مچھلی کے گوشت پر بھی گوشت کا اطلاق کرتے ہیں۔ امام رازی شافعی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صراحت سے مچھلی پر لحم کا اطلاق فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بیان کے اوپر کس کا بیان ہو سکتا ہے، نیز امام رازی فرماتے ہیں: لغت اور عرف میں مچھلی پر گوشت کا اطلاق کرنا حقیقت ہے مجاز نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۸۸، مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

سمندری جانوروں کے کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس آیت میں چونکہ سمندر کے تر و تازہ گوشت کا ذکر آ گیا ہے، اس لیے ہم یہاں مچھلی اور سمندر کے دیگر جانوروں کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں:

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہتے جیسے مچھلی اور اس کے مشابہ دیگر جانور، ان کو بغیر ذبح کیے ہوئے کھانا جائز ہے، ہم کو اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے، اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردہ جانور اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، رہے دو مردہ جانور تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۱۸) اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر ایک مرا ہوا جانور پڑا دیکھا جس کو عنبر کہا جاتا تھا، وہ ایک ماہ تک اس مچھلی کو کھاتے رہے، حتیٰ کہ خوب موٹے ہو گئے، اور جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا رزق تھا جو اس نے تمہیں دیا تھا، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو تم ہمیں وہ کھلاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۴۹۴، ۵۴۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۵۰)

امام شافعی کے نزدیک مینڈک کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا شکار حلال ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: سمندر میں جتنے جانور ہیں ان کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔

(المائدہ: ۹۶)

سمندر کے تمام جانوروں کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: عطاء اور عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا ہے، رہا مینڈک تو امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، سو یہ حدیث مینڈک کی تحریم پر دلالت کرتی ہے، اور رہا مگرمچھ تو آپ سے ایسی حدیث منقول ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو نہ کھایا جائے،

Marfat.com

اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو مگرمچھ کھانے کی خواہش ہو وہ اس کو کھا سکتا ہے' اور ابن حامد نے یہ کہا ہے کہ مگرمچھ اور شارک مچھلی کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ انسانوں کو کھا جاتے ہیں اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ سمندری درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے جس طرح خشکی کے درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں سے پھاڑنے والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے' اور ابو علی النجار نے کہا ہے کہ جس جانور کی نظیر خشکی میں حرام ہے اس کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے' جیسے سمندری کتا' سمندری خنزیر اور سمندری انسان' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: مچھلی کے سوا کوئی سمندری جانور حلال نہیں ہے اور امام مالک نے کہا کہ سمندر کا ہر جانور حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔

(علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:) ہم اس آیت کے عموم اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں' عبداللہ نے کہا میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عمرو بن دینار اور ابی الزبیر سے روایت کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سمندر کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے' وہ کہتے ہیں میں نے اس کا عطاء سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا رہے پرندے تو ہم ان کو ذبح کرتے ہیں۔ ابو عبداللہ نے کہا ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔

(المغنی ج ۹ ص ۲۳۹۔۲۳۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

سمندری جانوروں کو کھانے کے متعلق مذہب احناف

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

حیوان کی اصل میں دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جو سمندر میں زندہ رہتی ہے' اور ایک وہ قسم ہے جو خشکی میں زندہ رہتی ہے۔ رہے وہ جانور جو سمندر میں زندہ رہتے ہیں تو مچھلی کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا کھانا حرام ہے' مچھلی کا کھانا حلال ہے البتہ جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آب پر ابھر آئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے' یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ مچھلی کے علاوہ مینڈک' کیکڑے' سمندری سانپ' سمندری کتے اور سمندری خنزیر وغیرہ کو بھی کھانا جائز ہے لیکن ذبح کر کے' اور لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے لیکن انہوں نے کہا کہ سمندری انسان اور سمندری خنزیر کا کھانا جائز نہیں ہے' اور امام شافعی نے کہا یہ تمام جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں' ان کو پکڑنا ہی ان کو ذبح کرنا ہے اور جو مچھلی مر کر سطح آب پر آ جائے وہ بھی حلال ہے۔

ائمہ ثلاثہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ: ۹۶) اور شکار کا اطلاق مچھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے جانوروں پر بھی ہوتا ہے' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہوں' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۷۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷) اس حدیث میں آپ نے مطلقاً سمندر کے مردار کو حلال فرمایا ہے خواہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ۔ (المائدہ: ۳) — تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں مطلقاً مردہ جانور کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے خواہ خشکی کا مردہ جانور ہو یا سمندر کا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ وہ (نبی) ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

(الاعراف: ۱۵۷)

اور مینڈک، کیکڑا، سانپ وغیرہ خبیث جانور ہیں، اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مینڈک کی چربی کو دوا میں استعمال کیا جاتا ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ خبائث میں سے ایک خبیث جانور ہے‘ (یہ جزئیات سے قاعدہ کلیہ پر استدلال ہے) اور انہوں نے جو اس آیت سے استدلال کیا ہے: احل لکم صید البحر وطعامہ: المائدہ: ۹۶ اس آیت میں صید سے مراد مصید ہے یعنی شکار کیا ہوا اور یہ اطلاق مجازی ہے اور شکار اس کو کہتے ہیں جو جانور گھبرا کر بھاگ رہا ہو اور بغیر حیلہ کے اس کو پکڑا نہ جا سکتا ہو، یا تو وہ اڑ جائے یا بھاگ جائے اور یہ حالت شکار کے وقت ہوتی ہے پکڑنے کے بعد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے بعد تو وہ گوشت ہو جاتا ہے اور حقیقتاً شکار نہیں رہتا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف اس آیت پر ہے:

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔ اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک محرم ہو۔

(المائدہ: ۹۶)

اور اس سے مراد محرم کا شکار کرنا ہے نہ کہ اس کا کھانا کیونکہ محرم اگر خود شکار نہ کرے اور نہ شکار کا حکم دے تو اس کے لیے غیر محرم کا کیا ہوا شکار کھانا جائز ہے‘ اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت میں کھانے کی اباحت نہیں ہے‘ بلکہ یہ آیت اس لیے ذکر کی گئی ہے تاکہ محرم کو بتایا جائے کہ خشکی کے شکار اور سمندر کے شکار میں فرق ہے اول الذکر محرم کے لیے ممنوع ہے اور ثانی الذکر جائز ہے‘ (علامہ کاسانی کی یہ دلیل بے سود ہے کیونکہ جب محرم ہر قسم کے سمندری جانور کا شکار کر سکتا ہے تو اس کو کھا بھی سکتا ہے کیونکہ محرم کے لیے صرف خشکی کے جانور کو شکار کر کے کھانا ممنوع ہے اور سمندری جانور کو شکار کر کے کھانا ممنوع نہیں ہے)۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اور سمندر کا مردار حلال ہے‘ اس سے آپ کی مراد خصوصیت کے ساتھ مچھلی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور دو خون جگر اور تلی ہیں‘ اس حدیث میں آپ نے مردار کی تفسیر مچھلی اور ٹڈی سے کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سمندری مردار سے آپ کی مراد مچھلی ہے۔

رہا دوسرا مسئلہ کہ مچھلی طبعی موت سے مر کر پانی پر ابھر آئے تو وہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے‘ انہوں نے اس پر وطعامہ سے استدلال کیا ہے‘ یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار کیا ہوا جانور بھی حلال ہے اور جس کا شکار نہ کیا گیا ہو وہ بھی حلال ہے اور جو مچھلی طبعی موت مر کر پانی کے اوپر آ جائے وہ شکار نہیں کی گئی اور وہ طعامہ میں داخل ہے اور نیز آپ نے فرمایا سمندری مردار حلال ہے اور اس میں آپ نے اس مچھلی کا استثناء نہیں کیا جو مر کر سطح آب پر آ جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر آ جائے اس کو مت کھاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۴۸) اور حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ سمندری مردار حلال ہے اس سے آپ کی مراد اس مچھلی کا غیر ہے جو طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے۔

Marfat.com

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۱۷۸-۱۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ ان پر خبیث چیزیں حرام کرتے ہیں اور مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور خبیث ہیں یعنی طبائع سلیمہ اس سے متنفر ہوتی ہیں، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ طبائع سلیمہ کا تنفر ایک اضافی چیز ہے، ہم چوہے، چھپکلی، سانپ اور گرگٹ وغیرہ سے متنفر ہوتے ہیں لیکن چینی اور جاپانی ان کو بڑے شوق سے اور رغبت سے کھاتے ہیں، اسی طرح ائمہ ثلاثہ اور ان کے مقلدین تمام سمندری جانوروں کو بڑے شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں، پھر دیکھئے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں اور ان کے مقلدین زیادہ تر خشکی کے علاقوں میں رہتے ہیں جیسے ہندوستان، پاکستان، افغانستان، وسط ایشیاء کی ریاستیں اور ترکی وغیرہ اور ائمہ ثلاثہ کے مقلدین زیادہ تر سمندری جزائر میں رہتے ہیں جیسے انڈونیشیا، ملیشیا، جزائر مالدیپ وغیرہ۔

اور وہ وہاں ائمہ ثلاثہ کے فیضان سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت حکمت بالغہ ہے۔

گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

اس آیت میں تر و تازہ گوشت کا ذکر ہے اس لیے ہم نے مچھلی اور سمندر کے دیگر جانوروں کے متعلق مذاہب فقہاء بیان کیے ہیں، اس مناسبت سے اب ہم گوشت کی خرید و فروخت کے متعلق بھی مذاہب فقہاء بیان کرنا چاہتے ہیں، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تمام جانوروں کا گوشت ایک جنس ہے، اس لیے ہر قسم کے گوشت کی دوسرے گوشت کے ساتھ مساوی بیع ضروری ہے اور کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع جائز نہیں ہے مثلاً ایک کلو بکری کے گوشت کی اگر گائے یا اونٹ کے گوشت کے بدلہ میں بیع کی جائے تو ضروری ہے کہ گائے یا اونٹ کا گوشت بھی ایک کلو ہو، اگر ایک کلو بکری کے گوشت کے مقابلہ میں دو کلو گائے کا گوشت ہو تو یہ ان کے نزدیک سود ہوگا، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جس طرح بکری، گائے اور اونٹ الگ الگ اجناس ہیں اسی طرح ان کے گوشت بھی الگ الگ اجناس ہیں اور ایک جنس کے گوشت کو دوسری جنس کے ساتھ کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جا سکتا ہے، البتہ بکری اور بھیڑ، گائے اور بھینس، عربی اونٹ اور بختی اونٹ ایک جنس کی اصناف ہیں اور ان کے گوشت کی بیع مساوی گوشت کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

تمام گوشت ایک جنس ہیں اور ان کی انواع مختلف ہیں، اس سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ گوشت کی چار اجناس ہیں، ایک جنس اونٹ، گائے اور بکری ہیں، دوسری جنس وحشی جانور ہیں (مثلاً نیل گائے، ہرن، بارہ سنگھا وغیرہ) تیسری جنس پرندے ہیں اور چوتھی جنس پانی کے جانور ہیں، اسی طرح ان کے گوشت کی چار اجناس ہیں، البتہ امام مالک اونٹ، گائے، بکری اور وحشی جانوروں کو ایک جنس قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک گوشت کی تین اجناس ہیں، امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ گوشت کا مختلف اجناس ہونا ان کی اجناس کے تابع ہے مثلاً اونٹ، گائے اور بکری الگ الگ اجناس ہیں تو ان کا گوشت بھی الگ الگ جنس ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

(المغنی ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذہب احناف

علامہ عبد الواحد کمال ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

مختلف اجناس کے گوشت کو ایک دوسرے کے ساتھ کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے، اور مصنف کی

Marfat.com

مراد یہ ہے کہ اونٹ' گائے اور بکری کے گوشت کو ایک دوسرے کے ساتھ کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ یہ گوشت مختلف اجناس ہیں جس طرح ان کے اصول مختلف اجناس ہیں' لیکن گائے اور بھینس ایک جنس ہے' اس لیے گائے کے گوشت کو بھینس کے گوشت کے ساتھ کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح بکرا اور دنبہ اور عربی اونٹ اور بختی اونٹ ایک جنس ہیں' اس لیے ایک کے گوشت کو دوسرے کے گوشت کے ساتھ کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی ایک جنس ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص ۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زیورات کے متعلق احادیث

اللہ تعالیٰ نے سمندر کی دوسری نعمت یہ بتائی اور تم اس میں سے زیورات نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو۔ اس سے مراد موتی اور مرجان ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ۔ ان سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

(الرحمٰن: ۲۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پانی مانگا تو ایک مجوسی پانی لایا' جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے وہ پیالہ اٹھا کر پھینک دیا اور کہا میں نے اس کو کئی مرتبہ منع کیا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی مت دیا کرو' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ریشم اور دیباج مت پہنو اور سونے اور چاندی کے پیالوں میں مت پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ' کیونکہ یہ ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۴۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۰۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عجمیوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا' آپ کو بتایا گیا کہ وہ اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۷۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے باطن کی طرف رکھا' اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کرایا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں ہیں تو آپ نے اس انگوٹھی کو اتار دیا' اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا' پھر آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ نقش تھا' پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی پہنی' اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی کو پہنا حتیٰ کہ وہ انگوٹھی اریس نامی کنوئیں میں گر گئی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۸۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۴۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۰۵)

Marfat.com

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی' آپ نے اس سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آ رہی ہے اس نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا' وہ پھر آیا تو اس کے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی تھی' آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے اوپر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں' اس نے اس انگوٹھی کو بھی پھینک دیا پھر کہا یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا ایک مثقال سے کم چاندی کی انگوٹھی بناؤ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۸۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی طرف سے وہ زیورات آئے جو اس نے آپ کو ہدیہ کیے تھے' ان میں سونے کی ایک انگوٹھی تھی جس میں حبشی نگینہ تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کرتے ہوئے ایک چھڑی یا اپنی انگلیوں سے ایک انگوٹھی اٹھائی پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت امامہ بنت ابی العاص کو بلا کر فرمایا: اے بیٹا! تم یہ انگوٹھی پہن لو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۴۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۴۰۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا پہننا حرام کر دیا گیا ہے اور میری امت کی عورتوں پر حلال کر دیا گیا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۸۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴' ۴۰۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۶۳)

زیورات کے متعلق فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے لیے سونے کے زیورات پہننا جائز نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے' اور چاندی کے زیورات پہننا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بھی اسی کے حکم میں ہیں' البتہ چاندی کی انگوٹھی اور منطقہ (کمر کی پٹی) اور تلوار کا زیور چاندی کا بنانا جائز ہے' اور چاندی نے سونے سے مستغنی کر دیا کیونکہ وہ دونوں ایک جنس سے ہیں' اور الجامع الصغیر میں ہے کہ صرف چاندی کی انگوٹھی بنائی جائے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ پتھر' لوہے اور پیتل کی انگوٹھی بنانا جائز نہیں ہے' اور مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے کیونکہ زینت ان کا حق ہے' صرف قاضی اور سلطان کے لیے انگوٹھی بنائی جائے کیونکہ ان کو مہر لگانے کی ضرورت ہوتی ہے' اور ان کے غیر کے لیے انگوٹھی نہ پہننا افضل ہے' کیونکہ ان کو ضرورت نہیں ہے' سونے سے دانت نہ باندھا جائے' چاندی سے باندھا جائے' یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابویوسف کے اس میں دو قول ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عرفجہ بن اسعد الکنانی کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی' انہوں نے چاندی کی ناک بنا لی تو اس میں بدبو ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنا کر لگا لیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۷۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۶۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۹۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۰۱' المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۳۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۴۶۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۵) نابالغ لڑکوں کو سونا اور ریشم پہنانا مکروہ ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۵۷' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث اور آثار

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی خدمت میں آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس عورت نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس سے خوش ہو گی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بجائے آگ کے کنگن پہنا دے، پھر اس عورت نے ان کنگنوں کو اتار کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، اور کہا یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵٦۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٦۳۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۷۰٦۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۵۳، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۳٦، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۹۹-۱۹۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

امام ابن القطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، امام منذری نے مختصر سنن ابو داؤد میں لکھا ہے اس حدیث کی سند میں کوئی مقال نہیں ہے کیونکہ امام ابو داؤد نے ابو کامل جحدری اور حمید بن مسعدہ سے روایت کیا ہے اور وہ ثقات سے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں دیکھیں، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ان انگوٹھیوں کو زیب و زینت کے لیے پہنا ہے، آپ نے پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔ میں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا تمہیں دوزخ کے عذاب کے لیے یہ کافی ہیں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵٦۵، حاکم نے کہا شیخین کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰-۳۸۹، سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۱۹۳۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کا زیور پہنے ہوئے تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ (وہ جمع کیا ہوا سونا جس پر دوزخ کے عذاب کی وعید ہے) آپ نے فرمایا جو زیور زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵٦۴، حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰)

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تم دونوں ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ اللہ تم دونوں کو آگ کے کنگن پہنا دے! تم دونوں ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۴٦۱، حمزہ احمد زین نے کہا اس کی سند حسن ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۴۸٦، دارالحدیث قاہرہ، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۱٦٦، عالم الکتب)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ تمہاری طرف جو مسلمان عورتیں ہیں ان کو حکم دو کہ وہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ ادا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰٦ھ)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: زیورات میں زکوٰۃ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۷۰۵٦، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۵۹۴، مجمع الزوائد ج ۳ ص ٦۷)

Marfat.com

زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ ہے اور امام شافعی کا راجح قول بھی یہی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ظاہر مذہب یہ ہے کہ عورت کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابر بن زید، ابن سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے دلائل دیتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کہتے تھے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات کو عاریتاً دینا ہی ان کی زکوٰۃ ہے، نیز عافیہ بن ایوب لیث بن سعد سے وہ ابوزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے علاوہ ازیں زیورات کو مباح استعمال کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جس طرح کام کاج کی چیزوں میں اور استعمال کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہماری پیش کردہ صحیح السند ابوداؤد کی روایت بھی ذکر کی ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اگر پانچ صحابہ اس مسئلہ میں زکوٰۃ کے قائل نہیں تو پانچ سے زیادہ صحابہ اس مسئلہ میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں مثلاً حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور ان کی فقاہت ان صحابہ سے زیادہ مسلّم ہے جو زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ ابن قدامہ نے اس سلسلے میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم، نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو ہوتی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے، اس پر بحث کرتے ہوئے امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر سے مروی ہے زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے، یہ صرف حضرت جابر کا قول ہے، حدیث مرفوع نہیں ہے۔ عافیہ بن ایوب نے از لیث از ابی الزبیر از جابر اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں جو کام کاج کی چیزوں پر قیاس کیا ہے وہ ظاہر ہے کہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں متروک ہے۔

"مواخر" کا معنی

اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی کو چیرنے والی کشتیوں کو مواخر فرمایا ہے اور مواخر کے معنی حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

مواخر، ماخرہ کی جمع ہے، ماخرہ کا معنی ہے پانی کو پھاڑنے والی کشتی، آواز دینے والی کشتی، ہوا کے ایک جھونکے سے آگے بڑھنے والی کشتی، اس کا مصدر مخر اور مخور ہے، اس کا معنی ہے کشتی کا چلنا، پانی کو پھاڑنا، چلنے میں آواز پیدا ہونا، پانی کو ہاتھوں سے چیرنا، زمین کو نرم کرنے کے لیے اس کو پانی سے سیراب کرنا۔ حدیث میں ہے:

اذا بال احدکم فلیتمخر الریح۔ جب تم پیشاب کرو تو ہوا کا رخ دیکھو، (یعنی یہ دیکھو کہ ہوا کس رخ سے آ رہی ہے اور ہوا کے رخ کی طرف پیشاب نہ کرو ورنہ تم پر چھینٹیں پڑیں گی۔)

(النہایہ ج ۴ ص ۲۶۰، کتاب العین ج ۳ ص ۱۶۸۲، المفردات ج ۲ ص ۶۰۰، قاموس ج ۲ ص ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ زمین تمہارے ساتھ (ایک طرف) جھک نہ جائے اور اس نے دریا اور راستے بنائے تاکہ تم سفر کر سکو○ اور راستوں میں نشانیاں بنائیں اور وہ لوگ ستاروں سے سمت کا تعین کرتے ہیں○ (النحل: ۱۶-۱۵)

زمین پر پہاڑوں کا نصب کرنا اس کی حرکت کے منافی نہیں ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان تمید بکم، اس کا معنی ہے کسی بڑی چیز کا ہلنا اور اس کا حرکت کرنا، اس آیت کا لفظی معنی اس طرح ہوا کہ اور اس نے زمین پر پہاڑوں کو اس لیے نصب کیا ہے تاکہ وہ ہلے اور حرکت کرے، حالانکہ مقصود یہ ہے کہ وہ نہ ہلے اور حرکت نہ کرے، اس لیے یہاں پر لفظ لا محذوف ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ (النساء: ۱۸۶) اس کا لفظی معنی ہے: اللہ تمہارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ ہو حالانکہ مقصود یہ ہے کہ تاکہ تم گمراہ نہ ہو، یہاں بھی اسی طرح لا محذوف ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اس نے زمین میں رواسی کو ڈال دیا، رواسی کا لفظ رسو سے بنا ہے۔

امام خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

رسا یرسو کا معنی ہے کسی شخص کو محکم اور مضبوط کرنا، رسوت الحدیث کا معنی ہے میں نے اپنی بات کو پختہ کیا، رسا الجبل کا معنی ہے پہاڑ کی جڑ زمین پر ثابت ہے، اور رست السفینۃ کا معنی ہے جہاز لنگر انداز ہوا اور اب ادھر ادھر ڈولتا نہیں ہے۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۶۷۸، مطبوعہ ایران، ۱۴۱۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

رسا کا معنی ہے کسی چیز کا ثابت ہونا، قدور راسیات (سبا: ۱۳) کا معنی ہے چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں، اور رواسی شامخات (المرسلات: ۲۷) کا معنی ہے مضبوط پہاڑ۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۵۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ زمین اپنے مرکز پر قائم رہے، اور اپنے محور پر گردش کرتی رہے اور اس سے ادھر ادھر نہ ہٹ سکے۔

زمین، چاند اور سورج کی حرکت کے حساب سے سائنس دان یہ متعین کرتے ہیں کہ چاند گرہن کب ہوگا اور سورج کو گرہن کب لگے گا، اور ان کا حساب اس قدر صحیح ہوتا ہے کہ وہ کئی کئی مہینے اور بعض اوقات کئی کئی سال پہلے بتا دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج یا چاند گرہن ہوگا اور اتنی دیر تک گرہن لگا رہے گا، اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت پر دکھائی دے گا اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت پر دکھائی دے گا، اور ان کا یہ حساب اتنا حتمی اور درست

Marfat.com

ہوتا ہے کہ آج تک اس میں ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑا۔ سورج گرہن کا معنی ہے زمین اور سورج کے درمیان چاند کے حائل ہو جانے سے سورج کا جزوی یا کلی طور پر تاریک نظر آنا، عربی میں اس کو کسوف شمس کہتے ہیں۔ (اردو لغت ج ۱۴ ص ۱۵۵) ابھی چند ماہ پہلے سورج کو گرہن لگا اور مغرب سے کچھ دیر پہلے سورج تاریک ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سورج مکمل تاریک ہو گیا اور تقریباً پانچ منٹ تک تاریک رہا۔ ہم نے کراچی میں اس کا مشاہدہ کیا، اور سائنس دانوں نے کئی ماہ پہلے بتا دیا تھا کہ کراچی میں فلاں تاریخ کو اتنی دیر کے لیے اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج مکمل تاریک ہو جائے گا، سائنس دان نہ جادوگر ہیں نہ غیب دان ہیں، ان کی یہ پیش گوئی ان کے حساب پر مبنی ہے، وہ زمین، چاند اور سورج کی حرکات کا مکمل حساب رکھتے ہیں اور ان کی رفتار کا بھی صحیح حساب رکھتے ہیں، اس لیے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ چاند کس تاریخ کو اور کس وقت زمین اور سورج کے درمیان حائل ہوگا اور کتنی دیر حائل رہے گا اور انہیں تمام دنیا کے نظام الاوقات کا بھی علم ہوتا ہے اس لیے وہ بہت پہلے اپنے حساب سے بتا دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے سورج کو گرہن لگے گا اور اتنی دیر رہے گا، اسی طرح چاند گرہن کا معنی ہے کہ چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے جس کی وجہ سے چاند جزوی یا کلی طور پر تاریک ہو جائے، ابھی چند ہفتے پہلے چاند کو گرہن لگا اور پاکستان میں رات کو دس بجے چاند مکمل طور پر تاریک ہو گیا تھا، اور سائنس دانوں نے کافی پہلے بتا دیا تھا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے چاند گرہن لگے گا اور فلاں فلاں ملک میں اتنے اتنے بجے نظر آئے گا اور اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو زمین کی حرکت اور اس کی رفتار کا علم ہوتا ہے اور وہ اس حساب سے جان لیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے زمین چاند اور سورج کے درمیان حائل ہو جائے گی اور اتنی دیر تک حائل رہے گی اور تدریجاً حائل ہوگی اور کس وقت مکمل حائل ہو جائے گی۔ قدیم خیال کے علماء جو زمین کو ساکن مانتے ہیں اور اس کی حرکت کے قائل نہیں ہیں اور وہ یہ نہیں مانتے کہ زمین اور چاند کی حرکت اور اس کی رفتار کا سائنس دان حساب رکھتے ہیں وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ سائنس دان ہفتوں اور مہینوں پہلے سورج اور چاند کے گرہن ہونے اور ان کے نظام الاوقات کی بالکل ٹھیک پیش گوئی کرتے ہیں اور آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی، کیا وہ سائنس دانوں کو جادوگر یا غیب دان گردانتے ہیں!

اس دور میں سائنس کی جتنی ایجادات ہیں ہمارے علماء ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ گھڑیوں کے اوقات سے نماز پڑھاتے ہیں، مسجدوں اور گھروں میں بجلی کی روشنی اور برقی پنکھے لگواتے ہیں، ٹیلی فون پر بات کرتے ہیں، لاؤڈ اسپیکر پر تقریریں کرتے ہیں اور نمازیں پڑھاتے ہیں، کاروں، ٹرینوں اور طیاروں میں سفر کرتے ہیں اس کے باوجود وہ سائنسی علوم کی مذمت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ سائنس کا علم کسی فکر اور نظریہ سے مستفاد نہیں ہوتا، سائنس کا علم مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے، یہ تمام ایجادات مشاہدہ اور تجربہ سے وجود میں آئی ہیں، اسی طرح زمین اور چاند کی حرکت اور ان کی رفتار کا تعین بھی انہوں نے رصد گاہوں میں مشاہدات اور آلات کے ذریعہ کیا ہے، قدیم فلسفہ کی طرح یہ صرف فکر اور نظریہ کا معاملہ نہیں ہے، قرآن مجید رشد و ہدایت کی کتاب ہے، فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے، قرآن کریم نے اس سے بحث نہیں کی کہ زمین ساکن ہے یا متحرک ہے کیونکہ دنیا میں صالح حیات اور اخروی فلاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے یا حرکت نہیں کرتی، اس لیے علماء کو چاہیے کہ زمین کی حرکت اور سکون کو دین اور اعتقاد کا مسئلہ نہ بنائیں۔ بعض قدیم الخیال علماء یہ کہنے سے باز نہیں آتے کہ قرآن اور حدیث میں ہے کہ زمین ساکن ہے، اور تعلیم یافتہ لوگوں اور ترقی یافتہ اقوام پر اس سے اسلام کے متعلق منفی اثر پڑتا ہے، ایسا کہنا کوئی اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ نہیں ہے بلکہ یہ پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے اور دوسری اقوام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع فراہم کرنا ہے، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہدایت عطا فرمائے، بہر حال اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ اپنے مدار سے ادھر ادھر نہ ہو، یہ آیت زمین کی گردش کے منافی نہیں ہے اور نہ زمین کے سکون کو مستلزم ہے۔

دنیا اور آخرت میں انسان کی ہدایت کے انتظامات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور راستوں میں نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے سمت کا تعین کرتے ہیں۔

راستوں میں نشانیاں بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام راستے ایک جیسے سیدھے اور سپاٹ نہیں ہیں، اور پوری زمین کو ایک ہموار میدان نہیں بنایا، بلکہ کہیں انواع واقسام کے جنگل ہیں، کہیں اونچی نیچی پگڈنڈیاں ہیں، مختلف طرح کے چھوٹے بڑے پہاڑوں کا سلسلہ ہے، کہیں دریا ہیں کہیں میدان ہیں، کہیں چشمے ہیں اور کہیں آبشار ہیں، اور یہ سب اس لیے ہیں کہ تمہیں راستوں اور مقامات کی نشانیاں متعین کرنے میں آسانی ہو۔ برطانیہ میں تمام مکان ایک ڈیزائن اور ایک طرح کے قطار در قطار بنے ہوئے ہوتے ہیں، کوئی مہمان وہاں جائے اور اس کو مکان نمبر بھول جائے تو وہ مطلوبہ مکان تک نہیں پہنچ سکتا، میرے ساتھ خود ایک مرتبہ برسٹل میں یہ واقعہ ہو چکا ہے، غرض اللہ تعالیٰ نے راستوں اور گزرگاہوں میں ایسی قدرتی علامتیں بنادی ہیں جن سے انسان اپنی مطلوبہ جگہ کی نشانیاں متعین کر سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور لوگ ستاروں سے سمت کا تعین کرتے ہیں، اس نعمت کی قدر انسان کو اس وقت ہوتی ہے جب اس کا گزر کسی لق ودق ریگستان سے ہو، اس وقت وہ صرف ستاروں سے اپنی منزل کا تعین کرتا ہے یا سمندری سفر میں انسان کو اس عظیم الشان نعمت کا احساس ہوتا ہے، کیونکہ وہاں پر اور کوئی علامت اور نشانی نہیں ہوتی جس سے وہ اپنی منزل کی شناخت کر سکے، سو جہاں راستوں کا تعین کرنے کے لیے اور منزل کی شناخت کے لیے کوئی قدرتی علامت نہیں ہوتی ایسے صحراؤں اور سمندروں میں اللہ تعالیٰ نے مسافروں کی رہنمائی کے لیے آسمان پر ستاروں کا جال بچھا رکھا ہے اور قدیم زمانے سے لے کر آج تک ان ہی ستاروں کے سہارے مسافر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔

یہاں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کے دنیاوی سفر میں اس کی رہنمائی کے اتنے انتظام کر رکھے ہیں، تو وہ اس کے آخرت کی طرف سفر میں اس کی رہنمائی سے کب غافل ہو سکتا ہے، اس نے سفر آخرت میں انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے، کتابوں اور صحیفوں کو نازل کیا۔ ہر دور میں مجددین اور نیک انسانوں کو پیدا کیا جو انسانوں کو بھلائی اور برائی کے راستوں سے مطلع کرتے رہتے ہیں اور اس کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور اس کو برائی سے متنفر کرتے رہتے ہیں بلکہ خود انسان میں عقل و خرد رکھی جو اس کو برے کاموں سے روکتی ہے، اس کے اندر ضمیر کی طاقت پیدا کی جو اس کو برائی پر ملامت اور سرزنش کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رحم و کرم سے ہماری دنیا اور آخرت کی رہنمائی کے لیے ذرائع اور وسائل مہیا کر دیئے ہیں، یہ اور بات ہے کہ ہم خود ان ذرائع اور وسائل سے استفادہ نہ کریں، اور نیکی کے بجائے بدی اور ہدایت کے بجائے گمراہی کو اختیار کر لیں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو (اتنی چیزیں) پیدا کرتا ہے کیا وہ اس کی مثل ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے۔ پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے! ○ (النحل: ۱۷)

اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی توحید پر اپنی تخلیق سے استدلال فرمایا: النحل: ۴ میں ذکر فرمایا کہ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور یہ اس کے وجود اور الوہیت پر قوی دلیل ہے کہ اس نے پانی کی ایک بوند سے جیتا جاگتا انسان بنایا اور اس کو

Marfat.com

اتنی ذہنی اور جسمانی طاقت عطا کی کہ اس نے بحر و بر کو مسخر کر لیا' پھر النحل : ۸-۵ میں فرمایا: اس نے چوپایوں کو پیدا کیا جن کے اون میں تمہارے لیے لباس ہے' جن کے گوشت اور دودھ میں تمہاری غذا ہے' جن کی پیٹھوں میں تمہارے لیے سواری ہے اور بار برداری کا ذریعہ ہے پھر ان کو اتنا حسین بنایا کہ ان کو دیکھنا تمہارے لیے خوشی اور فرحت کا موجب ہے' پھر النحل : ۱۰ میں بیان فرمایا کہ اس نے تمہارے پینے کے لیے اور تمہاری زراعت کی سیرابی کے لیے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور النحل : ۱۲ میں فرمایا: اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو اور ستاروں کو تمہارے مصالح اور منافع کے لیے مسخر کیا' النحل : ۱۳ میں فرمایا: اس نے زمین میں تمہارے لیے گوناگوں اقسام کی مخلوق پیدا کی' النحل : ۱۴ میں فرمایا: اس نے سمندر میں تمہاری غذا کے لیے تر و تازہ گوشت پیدا کیا' اور تمہاری زینت کے لیے اس میں انواع و اقسام کے زیورات رکھے' اور النحل : ۱۵ میں فرمایا کہ اس نے سمندر کے پانی میں تمہارے سفر کے لیے کشتیاں اور جہاز بنائے اور اس نے زمین پر پہاڑوں کو بنایا تاکہ وہ اپنی گردش کے دوران اپنے محور سے نہ ہٹ سکے' اس نے راستوں میں مختلف نشانیاں رکھیں تاکہ تمہارے لیے منزل کا تعین آسان ہو اور النحل : ۱۶ میں بتایا کہ اس نے آسمان پر ستارے بنائے تاکہ ریگستانوں اور سمندروں میں دورانِ سفر تم اپنی منزل کا سراغ لگا سکو!

اب دیکھو یہ اللہ کی تخلیقات ہیں' کیا یہ تخلیقات اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا پتا نہیں دیتیں' کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب چیزیں خود بخود وجود میں آ گئی ہیں' اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ سب چیزیں خود بخود بن گئی ہیں تو وہ بتائے کہ وہ خود کیوں خود بخود وجود میں نہیں آیا! وہ اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے تولیدی نظام کا کیوں محتاج تھا' جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ پوری کائنات ایک اتفاقی حادثہ ہے تو ہم اس سے یہ کہتے ہیں کہ اتفاقات میں دوام' ربط اور تسلسل نہیں ہوتا' پھر کیا وجہ ہے کہ سیب کے درخت میں ہمیشہ سیب ہی لگتا ہے آم یا امرود کیوں نہیں لگتا' اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کائنات کئی خداؤں کی مجموعی کاوش کا نتیجہ ہے تو اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کائنات کے بنانے میں اس کا دخل ہے! کیا بے جان' اندھے اور گونگے بت یہ کہتے ہیں' کیا حضرت عیسیٰ اور عزیر نے یہ کہا! کیا گائے اور پیپل کا درخت یہ کہتا ہے۔ قرآن مجید کی ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمرود نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے یہ فرمایا: اگر یہ بات ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھاؤ تو وہ مبہوت ہو گیا' پھر نمرود تو عبرت ناک موت مر گیا اور خدا وہ ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے!

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کچھ غیر مرئی قوتیں ہیں جنہوں نے مل کر اس کائنات کو بنایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر یہ اعلان کیا کہ وہ تنہا بلا شرکت غیر اس کائنات کو بنانے والا ہے تو انہوں نے اپنے نمائندے بھیج کر اللہ تعالیٰ کے دعویٰ توحید کو رد کیوں نہیں کیا' انہوں نے اپنی خدائی پر کوئی دلیل کیوں نہیں قائم کی' پھر ہم بغیر کسی برہان اور دلیل کے بلکہ بغیر کسی دعویٰ کے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر کی خدائی یا خدائی میں شرکت کیوں مانیں! ثانیاً جس چیز کے بنانے میں کئی لوگ شریک ہوں ان میں ضرور اختلاف بھی ہوتا ہے' پھر اس کائنات کے تمام نظام میں یکسانیت کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر ان تمام تخلیقات کو بطور دلیل پیش کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خالق مانتا ہے' اس کی کون سی تخلیق ہے اور اس نے کیا بنایا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے' بے شک اللہ ضرور بہت بخشنے والا

Marfat.com

نہایت رحم فرمانے والا ہے○ (النحل: ۱۸)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عموم اور اس کے ساتھ مغفرت کا ارتباط

اس دنیا میں کئی قسم کے لوگ ہیں، بعض دہریئے ہیں جو سرے سے اللہ کے وجود کے قائل ہی نہیں ہیں، بعض مشرکین ہیں جو اللہ کے وجود کے تو قائل ہیں لیکن انہوں نے اور بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے۔ بعض عصاۃ مومنین (گناہ گار مسلمان) ہیں جو اغواء شیطان یا نفسانی لغزشوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں اور بعض اطاعت شعار مسلمان ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت شعار بندوں کو ہی نعمتیں عطا فرماتا ہو اور اپنے منکروں، مشرکوں اور گناہ گاروں کو محروم رکھتا ہو، مذکور الصدر آیات میں جن نعمتوں کا بیان ہے ان میں مومن اور کافر اور مطیع اور عاصی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیا گیا؟ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہے، اگر چند منٹ کے لیے بھی ہوا نہ ملے تو انسان مرجائیں، اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے ہوا کو سب سے زیادہ آسان، عام اور ارزاں بنادیا ہے، فضا میں ہوا کے سمندر رواں دواں ہیں اور ہر شخص کو بغیر کسی کوشش اور اجرت کے سانس لینے کے لیے ہوا میسر ہے، اس کے بعد زندہ رہنے کے لیے پانی کی ضرورت ہے، اس کی ضرورت ہوا کی بہ نسبت کم ہے تو اس کی ارزانی بھی ہوا کی بہ نسبت کم ہے۔ اسی حکمت سے بتدریج دوسری نعمتوں کا فیضان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر متناہی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنی مغفرت اور رحمت کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ کوئی دہریہ یا مشرک جو ساری عمر انکار خدا اور شرک میں زندگی گزارتا رہا ہو اگر مرنے سے پہلے صرف ایک مرتبہ دہریت اور شرک سے تائب ہو کر کلمہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری عمر کے کفر اور شرک کو اس ایک کلمہ کی وجہ سے معاف کر دیتا ہے اور اس پر اپنی جنت حلال کر دیتا ہے، اسی طرح حرص وہوا اور نفس پرستی میں ڈوبا ہوا گناہ گار انسان جب صدق دل سے تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اگر توبہ کے بعد وہ پھر لغزش میں پڑ جائے اور پھر معافی مانگے تو وہ پھر معاف فرما دیتا ہے، یہ کتنی عظیم نعمت ہے اور کتنی عظیم مغفرت ہے!

نعمتوں کے بعد مغفرت اور رحمت کا اس لیے بھی ذکر فرمایا ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ نعمتوں کا شکر ادا کرے اور نعمتیں جتنی ہوں شکر بھی اتنا کرنا چاہیے اور جب اس کی نعمتیں غیر متناہی ہیں تو اس کا شکر بھی غیر متناہی کرنا چاہیے، اور انسان متناہی وقت میں غیر متناہی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا، یہ اس کی استطاعت میں ہی نہیں ہے اس لیے ساتھ ہی اپنی مغفرت اور رحمت کا بھی ذکر کیا کہ اگر تم اس کی نعمتوں کا کماحقہ شکر ادا نہ کر سکو تو وہ غفور رحیم ہے، نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر کوئی بندہ بجائے شکر کرنے کے ناشکری کرے یا بجائے اطاعت کرنے کے گناہوں کا مرتکب ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے مایوس نہ ہو، وہ صدق نیت سے معافی مانگے، اللہ اس کو معاف کر دے گا، نہ صرف معاف کر دے گا بلکہ مزید نعمتوں اور انعامات سے بھی نوازے گا۔

اس آیت کی مزید تفصیل جاننے کے لیے ابراہیم: ۳۴ کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو○ (النحل: ۱۹)

کافروں کو ان کے کفر کے باوجود نعمتیں عطا فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو اپنے ظاہری کفر کے علاوہ اپنے باطن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی سازشیں چھپائے رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ تمہارے ظاہری کفر کو بھی جانتا ہے اور باطنی

Marfat.com

سازشوں سے بھی باخبر ہے۔ اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دہریوں اور مشرکوں اور نافرمانوں پر جو مسلسل نعمتوں کی بارش فرما رہا ہے اس سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر اور ان کی سرکشی کا علم نہیں ہے' وہ ظاہر اور چھپی ہوئی ہربات کا جاننے والا ہے' اور ظلم اور سرکشی کے باوجود اس کا نعمتیں عطا فرمانا سرکشوں اور ظالموں کے حق میں استدراج ہے اور ان کو ڈھیل دینا ہے' اور اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے کسی بندہ کو دنیا ملے نہ آخرت' ان ظالموں نے اپنے ظلم اور سرکشی کی وجہ سے اپنی آخرت تو خود ضائع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کم از کم یہ لوگ دنیا سے تو محروم نہ ہوں' اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ سوچنے کی چیز ہے کہ اللہ کے اوصاف اور اس کے اخلاق ایسے ہیں کہ وہ منکروں اور مخالفوں کو بھی نوازتا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ بھی اپنے دشمنوں کو معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں اور اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جائیں' اور اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ کفار بتوں کی پوجاپاٹ کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں حالانکہ وہ بت بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ ان کو کسی چیز کے ظاہر کا علم ہے نہ باطن کا جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس سے ظاہر اور باطن کی کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جن غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں ○ وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے ○ (النحل: ۲۱-۲۰)

بتوں کے خدا اور سفارشی ہونے کا ابطال

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بکثرت تخلیقات ذکر فرمائی تھیں اور ان تخلیقات سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا' مشرکین مکہ پتھر کی بے جان مورتیوں کی عبادت کرتے تھے اور ان مورتیوں کو اس جہان کا پیدا کرنے' پالنے والا اور خدا مانتے تھے' ان کی عبادت کرتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے ان کی سفارش کریں گے' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ان تمام باتوں کا رد فرمایا ہے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بت کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں اور خدا مخلوق نہیں ہوتا بلکہ وہ ساری کائنات کا خالق ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور خدا زندہ ہوتا ہے مُردہ نہیں ہوتا' اس کے بعد فرمایا: اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ بت قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے' اللہ تعالیٰ نے بتایا یہ سفارش کیا کریں گے' یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ قیامت کب ہوگی' ان کو کب اٹھایا جائے گا۔ امام رازی اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتوں کو اٹھائے گا' ان کے ساتھ ارواح ہوں گی اور ان کے شیاطین ہوں گے' پھر ان سب کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔

"والذین یدعون من دون اللّٰہ" کی وہ تفسیر جو سید مودودی نے کی

ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ والذین یدعون من دون اللہ۔ الآیہ۔ اور وہ جن غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے الخ۔ اس سے مراد بت ہیں' تمام قدیم اور مستند مفسرین نے والذین یدعون من دون اللہ کی تفسیر بتوں کے ساتھ کی ہے لیکن اس کے برخلاف سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس کی تفسیر انبیاء اور اولیاء کے ساتھ کی ہے اور جو لوگ انبیاء اور اولیاء کو پکارتے ہیں انہوں نے اس پکارنے کو عبادت قرار دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جارہی ہے وہ فرشتے یا جن یا شیاطین یا لکڑی اور پتھر کی مورتیاں نہیں ہیں بلکہ اصحاب قبور ہیں اس لیے کہ فرشتے اور شیاطین تو زندہ ہیں' ان پر اموات غیر

Marfat.com

احیاء کا اطلاق نہیں ہو سکتا، اور لکڑی پتھر کی مورتیوں کے معاملہ میں بعث بعد الموت کا کوئی سوال نہیں ہے اس لیے ما یشعرون ایان یبعثون کے الفاظ انہیں بھی خارج از بحث کر دیتے ہیں۔ اب لامحالہ اس آیت میں الذین یدعون من دون اللہ سے مراد وہ انبیاء، اولیاء، شہداء صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ عرب میں اس نوعیت کے معبود نہیں پائے جاتے تھے، تو ہم عرض کریں گے کہ یہ جاہلیت عرب کی تاریخ سے اس کی ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ کون پڑھا لکھا نہیں جانتا ہے کہ عرب کے متعدد قبائل ربیعہ، کلب، تغلب، قضاعہ، کنانہ، حرث، کعب، کندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے، پھر مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود وہ گزرے ہوئے انسان ہی تھے، جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنا لیا تھا۔ بخاری میں ابن عباس کی روایت ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے، حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے، اسی طرح کی روایات لات، منات اور عزیٰ کے بارے میں بھی موجود ہیں اور مشرکین کا یہ عقیدہ بھی روایات میں آیا ہے کہ لات اور عزیٰ اللہ کے ایسے پیارے تھے کہ اللہ میاں جاڑا لات کے ہاں اور گرمی عزیٰ کے ہاں بسر کرتے تھے۔ سبحانہ وتعالی عما یصفون۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۳۴۔ ۵۳۳، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۲ھ)

سید مودودی کی تفسیر پر بحث ونظر

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جو والذین یدعون من دون اللہ کا مصداق انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کو قرار دیا یہ خالص تفسیر بالرائے ہے، قدیم اور مستند تفاسیر کے خلاف ہے، پہلے ہم مستند تفاسیر کے حوالہ جات کے ساتھ والذین یدعون من دون اللہ کا معنی اور اس کا صحیح مصداق بیان کریں گے، اور احادیث صحیحہ سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی وفات کے بعد ان سے مدد طلب کرنے کا جواز بیان کریں گے اور اس سلسلہ میں محققین علماء کرام اور خصوصاً سید ابو الاعلیٰ مودودی کے مسلم بزرگوں کی تصریحات نقل کریں گے اور مشکل کشا اور فریاد رس ایسے الفاظ کا ثبوت بھی ان ہی کے مسلم بزرگوں کے حوالوں سے بیان کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

"والذین یدعون من دون اللہ میں یدعون" کا صحیح ترجمہ عبادت کرنا ہے پکارنا نہیں ہے

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس آیت میں یدعون کا ترجمہ پکارتے ہیں کیا ہے جبکہ ایسے مواقع پر یدعون کا صحیح ترجمہ ہے عبادت کرتے ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وآنانکہ مے پرستند کافراں ایشاں را بجز خدا نمے آفریند چیزے راو خود شان آفریدہ مے شوند۔

اور شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں۔

اور سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت میں والذین یدعون من دون اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والالھۃ الذین تعبدونھم ایھا الکفار۔ اور وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو اے کفار!

(روح المعانی جز ۱۴ ص ۱۷۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

دراصل سید مودودی نے اس آیت میں یدعون کا معنی پکارتے ہیں اس لیے کیا ہے کہ اس آیت کو ان مسلمانوں پر

Marfat.com

چسپاں کر سکیں جو اپنی مہمات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو پکارتے ہیں' کیونکہ اگر وہ اس آیت کا معنی عبادت کرتے تو پھر وہ اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی بہرحال عبادت نہیں کرتے۔

"والذین یدعون من دون اللہ" کا مصداق اصنام اور بت ہیں' انبیاء اور اولیاء نہیں!

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ لکڑی یا پتھر کی مورتیاں نہیں ہیں بلکہ اصحابِ قبور ہیں' لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے معاملہ میں بعث بعد الموت کا کوئی سوال نہیں ہے' اس لیے مایشعرون ایان یبعثون کے الفاظ انہیں بھی خارج از بحث کر دیتے ہیں' اب لامحالہ اس آیت میں الذین یدعون من دون اللہ سے مراد وہ انبیاء' اولیاء' شہداء' صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں۔

اب دیکھئے قدیم اور مستند مفسرین نے الذین یدعون من دون اللہ سے مراد کس کو لیا ہے!

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے: اور تمہارے وہ بت جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' اے لوگو یہ معبود کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے یہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں' پس جو خود بنایا ہوا ہو' اور اپنے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کا مالک نہ ہو وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے۔

اور اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بت جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے' مُردہ ہیں' ان میں روحیں نہیں ہیں اور یہ اپنی پرستش کرنے والوں کے لیے کسی ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۴ص ۱۲۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا یہ بت جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے مُردہ ہیں' ان میں روحیں نہیں ہیں' الخ۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۴۹۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اموات غیر احیاء اس سے مراد اصنام (بت) ہیں' فراء نے کہا اموات کا معنی یہاں پر ہے ان میں روح نہیں ہے۔ اخفش نے کہا غیر احیاء' اموات کی تاکید ہے' اور ما یشعرون ایان یبعثون کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد اصنام (بت) ہیں' ان کو آدمیوں کے صیغے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حشر میں اصنام کو بھی اٹھائے گا' ان کے ساتھ روحیں ہوں گی اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین ہوں گے' اور وہ کفار کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے' پھر شیاطین کو اور ان بتوں کی عبادت کرنے والوں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔

(۲) مقاتل نے کہا: وما یشعرون سے مراد کفار ہیں' وہ نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا۔

(زاد المسیر ج ۴ص ۴۳۸۔۴۳۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصنام (بتوں) کی کئی صفات ذکر فرمائی ہیں: (۱) وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے اور خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ (۲) وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ حقیقت میں معبود ہوتے تو زندہ ہوتے مُردہ نہ ہوتے حالانکہ ان اصنام (بتوں) کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ (۳) وما یشعرون ایان یبعثون' وما یشعرون کی ضمیر اصنام کی طرف لوٹتی ہے یعنی یہ بُت نہیں جانتے کہ ان کو کس وقت اٹھایا جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۹۶-۱۹۵' ملخصاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اموات غیر احیاء سے مراد اصنام (بُت) ہیں' ان میں روحیں نہیں ہیں اور نہ وہ سنتے اور دیکھتے ہیں' یعنی وہ جمادات ہیں سو تم کیسے ان کی عبادت کرتے ہو جبکہ تم زندہ ہونے کی بناء پر ان سے افضل ہو۔ وما یشعرون اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بُت نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا' ان کو آدمیوں کے صیغے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ عقل اور علم رکھتے ہیں اور اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے تو ان کے عقیدہ کے اعتبار سے ان سے خطاب فرمایا۔ اور ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن ان بتوں کو اٹھایا جائے گا' اور ان کی روحیں ہوں گی اور وہ کافروں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور دنیا میں یہ بُت جماد ہیں' یہ نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۸۶-۸۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ اصنام (بُت) جن کی کفار اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۔ (الصّٰفّٰت: ۹۵) کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان شروع کیا کہ اصنام کسی بھی چیز کو پیدا کرنے سے عاجز ہیں تو وہ عبادت کے کس طرح مستحق ہو سکتے ہیں۔ اموات غیر احیاء: یعنی یہ اصنام مُردہ اجسام ہیں اور وما یشعرون ایان یبعثون کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان بے جان بتوں کو یہ پتا نہیں ہے کہ جو کفار ان کی عبادت کرتے ہیں ان کو کب اٹھایا جائے گا۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۶-۲۱۵' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ تمام معتمد اور قدیم مفسرین نے والذین یدعون من دون اللہ کا مصداق بتوں کو قرار دیا ہے اور سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جو اس کا مصداق انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین کو قرار دیا ہے یہ ان کی منفرد رائے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین مخلوق ہیں' جو آیات کافروں کے متعلق نازل ہوتی ہیں وہ ان کو مومنین پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب (۶) قتل الخوارج)

اور سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جو آیت بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کو انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین پر منطبق کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

Marfat.com

والذین یدعون من دون اللہ سے انبیاء اور اولیاء مراد لینے کے شبہات اور ان کے جوابات

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کے معاملہ میں بعث بعد الموت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم متعدد مفسرین کے حوالوں سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بتوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، ان میں روح ڈالی جائے گی اور وہ ان کافروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے جو ان کی عبادت کرتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سید مودودی کی تفسیر پر بہرحال مقدم ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ وما یشعرون ایان یبعثون کے الفاظ انہیں بھی خارج از بحث کر دیتے ہیں، سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مفسرین نے اس کی دو تفسیریں کی ہیں: ایک یہ ہے کہ وما یشعرون کی ضمیر بتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: بتوں کے لیے ذوی العقول کا صیغہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ کفار ان کے لیے علم، عقل اور شفاعت کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے اور معنی یہ ہے کہ بتوں کو شعور نہیں ہے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وما یشعرون کی ضمیر بتوں کی طرف لوٹتی ہے اور یبعثون کی ضمیر کفار کی طرف لوٹتی ہے اور معنی یہ ہے کہ یہ بت نہیں جانتے کہ کافروں کو کب اٹھایا جائے گا، اس لیے یہ الفاظ خارج از بحث نہیں ہیں۔

نیز مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ عرب کے متعدد قبائل ربیعہ، کلب، تغلب وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے، اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے۔ یہ استدلال بھی باطل ہے کیونکہ جن قبائل کا مودودی صاحب نے ذکر کیا ہے یہ مدینہ اور اس کے مضافات میں تھے اور سورۃ النحل مکی ہے اور اس میں مکہ کے مشرکین سے خطاب ہے، یہود و نصاریٰ کی اعتقادی خرابیوں پر مدنی سورتوں میں خطاب کیا گیا ہے۔

نیز مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ پھر مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود وہ گزرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنا لیا تھا۔ بخاری میں ابن عباس کی روایت ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے۔ یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مشرکین نے صالحین کی فرضی صورتیں اور مورتیاں بنالی تھیں، وہ ان صالحین کی پرستش اور عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ان فرضی صورتوں اور مورتیوں کی عبادت کرتے تھے اور ان فرضی صورتوں اور بتوں کا ان نیک بندوں سے کوئی تعلق نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔ (الاعراف: ۷۱)

کیا تم مجھ سے ان ناموں کے متعلق جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

اللات، العزیٰ اور المنات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ۔ (النجم: ۲۳)

یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی وہ صرف گمان کی اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

کفار نے جن اصنام کا نام خدا رکھا ہے یہ محض اسماء ہیں' ان کا کوئی مسمّٰی نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما تعبدون من دونہ الا اسماء۔ (یوسف: ۴۰) تم اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہو وہ صرف اسماء ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس لیے مودودی صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ صالحین کی عبادت کرتے تھے بلکہ وہ خالی ناموں کی عبادت کرتے تھے جن کا کوئی نام والا نہ تھا۔

مشرکین صالحین کی عبادت کرتے تھے' اس پر مزید استدلال کرتے ہوئے سید مودودی صاحب اس سیاق میں لکھتے ہیں کہ یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے' وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے۔

حیرت ہے کہ سید مودودی نے بتوں کو صالحین قرار دینے کے وفور شوق میں اساف اور نائلہ کا بھی ذکر کر دیا حالانکہ یہ صالح انسان نہ تھے بلکہ بدکار انسان تھے' اساف اور نائلہ کا ذکر صحیح مسلم کی حدیث: ۱۲۷۷ میں ہے' اس کی شرح میں قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ اور ان کے حوالے سے دیگر شارحین اساف اور نائلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مرد کا نام اساف بن نقاد تھا اور عورت کا نام نائلہ بنت ذئب تھا' ان دونوں کا تعلق قبیلہ جرھم سے تھا' ان دونوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا اور ان دونوں پتھروں کو کعبہ میں نصب کر دیا گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کو صفا اور مروہ پر نصب کر دیا گیا تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں' پھر قصی نے ان کو وہاں سے نکالا اور ایک پتھر کو کعبہ میں نصب کیا اور ایک کو زمزم کے پاس' ایک قول ہے کہ دونوں کو زمزم کے پاس نصب کیا' اور ان پتھروں کے پاس قربانی کرنے اور ان کی عبادت کا حکم دیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو ان پتھروں کو توڑ دیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۳۵۳' المفہم ج ۳ ص ۳۸۵' المسلم مع شرح النواوی ج ۵ ص ۳۴۷۹' اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۳۸)

ان دلائل سے معلوم ہو گیا کہ مشرکین مکہ انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین کی عبادت نہیں کرتے تھے' وہ صرف ان ناموں کی عبادت کرتے تھے جن کی انہوں نے فرضی مورتیاں بنا رکھی تھیں اور ان ناموں کا کوئی مسمّٰی نہیں تھا اور وہ ان بدکار انسانوں کی عبادت کرتے تھے جن کو مسخ کر کے اللہ تعالیٰ نے پتھر بنا دیا تھا۔

انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت

سید مودودی لکھتے ہیں: اب لامحالہ اس آیت میں الذین یدعون من دون اللہ سے مراد وہ انبیاء' اولیاء' شہداء' صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا' مشکل کشا' فریاد رس' غریب نواز' گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔

سید مودودی صاحب کا شہداء کو اموات غیر احیاء میں شامل کرنا صراحتاً قرآن عظیم کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ شہداء کے متعلق فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مُردہ مت کہو' بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم شعور نہیں رکھتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مُردہ گمان (بھی) مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ جن کی صرف موت فی سبیل اللہ ہے جب وہ زندہ ہیں تو جن کی موت اور حیات دونوں فی سبیل اللہ ہے تو وہ تو بطریق اولیٰ زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (الانعام: ۱۶۲)

آپ کہئے کہ میری نماز اور میراحج و قربانی، اور میری زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور خصوصیت کے ساتھ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر یہ حدیث دلیل ہے:

اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ بے ہوش ہوں گے، تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا: آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا! آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے جسم کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵، ۱۶۳۶)

حافظ ابن کثیر شافعی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کی ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آکر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک۔ الآیہ۔ اور میں آپ کے پاس آگیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں، پھر اس نے دو شعر پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں
اسی میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا، عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آگئی، میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی

Marfat.com

ہے۔(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۹، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵، البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے، اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکور الصدر حکایت بیان کی۔(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰-۴۵۹، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

ان آیات، احادیث اور ایسے علماء کی تصریحات سے، جن کی ثقاہت سید مودودی کے نزدیک بھی مسلم ہے، یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور رہے اولیاء کرام اور صالحین سو وہ بھی اپنی قبروں میں برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو قبروں میں ثواب ہوتا ہے بلکہ برزخی حیات کے ساتھ تو کفار بھی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے، اگر برزخی حیات نہ مانی جائے تو عذابِ قبر اور ثوابِ قبر کا کوئی معنی ہی نہیں ہے، اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ انبیاء، شہداء، اولیاء اور صالحین کو اموات غیر احیاء کا مصداق قرار دینا باطل ہے، اموات غیر احیاء کا مصداق صرف بُت ہیں جن میں حیات کی کوئی رمق نہیں ہے۔

غوث اعظم اور غوث الثقلین ایسے القاب کا ثبوت

سید مودودی نے اپنے زعم میں الذین یدعون من دون اللہ کا مصداق انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کو ثابت کر کے لکھا ہے کہ جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔

گویا کسی صالح انسان کو داتا، مشکل کشا اور فریاد رس وغیرہ کہنا اس آیت کی رو سے ممنوع اور ناجائز ہے، ہم ان القاب میں سے صرف فریاد رس کے متعلق گفتگو کر رہے اور فریاد رس کو عربی میں غوث کہتے ہیں اور سید مودودی کے مسلم بزرگوں نے حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین کہا ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

بے سمجھ طالب جب معرفت ذات کے مقام پر پہنچتے ہیں اور سلوک متعارف کو ختم کر لیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث اعظم اور حضرت خواجہ بزرگ نائب رسول اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکی اور پیشوائے شریعت و طریقت، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی قیوم زمانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اللہ اسرارہم اجمعین جیسے بڑے اولیاء اللہ کے ہم پایہ اور ہم مقام ہو گئے۔

(صراط مستقیم (فارسی) ص ۱۳۲، صراط مستقیم (اردو) ص ۲۲۵)

اس عبارت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو غوث اعظم کہا ہے۔

نیز شیخ اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی کی روحانی تربیت کے متعلق لکھتے ہیں:

جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام

Marfat.com

اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کر لے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے، پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔

(صراط مستقیم (اردو) ص ۲۸۳، مطبوعہ لاہور، صراط مستقیم (فارسی) ص ۱۶۶، طبع لاہور)

ان عبارات میں حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین کہا ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس اور جن وانس کے فریاد رس، نیز دوسرے اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین جو اولیاء اور صالحین امت میں سے ہیں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی تطہیر، تزکیہ اور ان کی تربیت بھی کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے سید احمد بریلوی پر اپنی توجہ ڈالی اور ان کو اپنی نسبت سے مشرف فرمایا، اور یہ سب امور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خلاف ہیں، ہم نے لکھا تھا کہ یہ لکھنے والے سید مودودی کے مسلم بزرگ ہیں، سو ملاحظہ فرمائیں۔

شاہ عبد العزیز اور شیخ اسماعیل دہلوی کا سید مودودی کے نزدیک حجت ہونا

سید ابوالاعلیٰ مودودی، شیخ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات پر پوری نصف صدی بھی نہ گزری تھی کہ ہندوستان میں ایک تحریک اٹھ کھڑی ہوئی جس کا نصب العین وہی تھا جو شاہ صاحب نگاہوں کے سامنے روشن کر کے رکھ گئے تھے۔ سید صاحب کے خطوط اور ملفوظات اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی منصب امامت، عبقات، تقویۃ الایمان اور دوسری تحریریں دیکھیے، دونوں جگہ وہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بولتی نظر آتی ہے۔ شاہ صاحب نے عملاً جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ حدیث اور قرآن کی تعلیم اور اپنی شخصیت کی تاثیر سے صحیح الخیال اور صالح لوگوں کی ایک کثیر تعداد پیدا کر دی، پھر ان کے چاروں صاحبزادوں نے، خصوصاً شاہ عبد العزیز صاحب نے اس حلقہ کو بہت زیادہ وسیع کیا، یہاں تک کہ ہزارہا ایسے آدمی ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئے جن کے اندر شاہ صاحب کے خیالات نفوذ کیے ہوئے تھے، جن کے دماغوں میں اسلام کی صحیح تصویر آچکی تھی اور جو اپنے علم و فضل اور اپنی عمدہ سیرت کی وجہ سے عام لوگوں میں شاہ صاحب اور ان کے حلقے کا اثر قائم ہونے کا ذریعہ بن گئے تھے۔ اس چیز نے اس تحریک کے لیے گویا زمین تیار کر دی جو بالآخر شاہ صاحب ہی کے حلقے سے، بلکہ یوں کہیے کہ ان کے گھر سے اٹھنے والی تھی۔

(تجدید و احیاء دین ص ۱۲۵۔ ۱۲۴، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء)

بہر حال سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مسلم بزرگ شاہ اسماعیل کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں اور اس جہان میں تصرف بھی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین رحمہما اللہ نے سید احمد بریلوی پر تصرف فرمایا اور ان کو اپنی نسبتوں سے نوازا۔

انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی

اس بحث کو مکمل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ یہ بھی واضح کر دیں کہ سید مودودی نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء

لہ سید صاحب ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں شہادت پائی۔ شاہ اسماعیل صاحب ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں شہادت پائی۔ انقلابی تحریک کی چنگاری سید صاحب کے دل میں غالباً ۱۸۱۰ء کے لگ بھگ زمانے ہی میں بھڑک اٹھی تھی۔ (حاشیہ تجدید و احیاء دین ص ۱۲۴۔ ۱۲۵، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء)

Marfat.com

کرام سے حاجت روائی کو اس آیت کے تحت کافروں کا فعل قرار دیا ہے، ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں صحابہ اور تابعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت روائی کی ہے لہٰذا انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی کرنا صحابہ اور تابعین کی سُنّت اور ان کی اقتداء ہے، کافروں اور مشرکوں کا فعل نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالک الدار، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی، اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۹۰-۳۸۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶-۴۹۵، طبع لاہور)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے اس سے کہا: تم وضو خانہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آ جانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری

Marfat.com

سفارش کی- حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو- حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا در آنحالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی- یہ حدیث صحیح ہے-

(المعجم الصغیر ج ا ص ۱۸۴-۱۸۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۳۱۱)

حافظ منذری، حافظ الہیثمی اور شیخ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے-

(الترغیب والترہیب ج ا ص ۴۷۶-۴۷۴، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۱۹۵-۱۹۴)

اولیاء اللہ سے حاجت روائی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ بھی سید مودودی کے مسلم بزرگ اور حجت ہیں لہٰذا ہم اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے جواز پر ان کی عبارت نقل کر رہے ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

از اولیاء مدفونین و دیگر صلحا مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ این چیزہا اصلاً نسبت بآنہا در اہلِ مذہب آنہا نیز واقع نیست-

وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری و ساری ہے اور ان اولیاء و صلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے- بخلاف ان مُردوں کے جن کو جلا دیا جاتا ہے کیونکہ ان سے یہ امور ان کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں- (تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۵۰، مطبوعہ افغانستان)

نیز شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا در آنوقت ہم مترنم بایں مقالات است- مصرعہ "من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن"-

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۳، مطبوعہ افغانستان)

وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور ان کا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا- اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجت مندان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبانِ حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے تو میں روح سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا-

سید مودودی کی تفسیر کے رد میں بحث طویل ہو گئی لیکن ہم یہ چاہتے تھے کہ اس بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور یہ واضح ہو جائے کہ والذین یدعون من دون اللہ اور اموات غیر احیاء کا مصداق انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور شہداء اور صالحین نہیں، اس کا مصداق صرف بُت ہیں اور اس سلسلہ میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تمام شبہات کا جواب ہو

Marfat.com

جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و تکریم اور ان کی حرمت جو میرے دل میں جاگزین ہے اس کے تقاضے سے میں نے یہ بحث لکھی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وشہداء دینہ والمسلمین اجمعین۔

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

تمہاری عبادت کا مستحق، واحد عبادت کا مستحق ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے

قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں ○ یقیناً اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے

مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾

جن کو وہ چھپاتے ہیں اور جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ○

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ

تاکہ یہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) مکمل بوجھ اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی

يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ

جن کو یہ بغیر علم کے گمراہ کر رہے ہیں، سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں ○ بے شک ان سے پہلے لوگوں نے

ع ۹ ۲۰

مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

(بھی ایسی) سازشیں کیں تھیں تو اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

اکھاڑ دیا سو ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی پھر ان پر وہاں سے عذاب آگیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا ○

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ

پھر وہ ان کو قیامت کے دن (بھی) رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں وہ میرے شرکاء جن کے متعلق تم

Marfat.com

تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ

جھگڑتے تھے، جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے آج ساری رسوائی

الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

اور برائی کافروں پر ہے ○ (ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں

ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰۤى اِنَّ

تو اس وقت وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں، اس وقت وہ اطاعت شعار بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برائی نہیں کرتے تھے

اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ

کیوں نہیں بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ○ سو اب تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ

فِیْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَاۤ

اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے ○ اور متقین سے کہا گیا کہ تمہارے

اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَیْرًا ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا

رب نے کیا نازل کیا ہے، انہوں نے کہا اچھا (کلام) جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے

حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ

ان کے لیے اچھا اجر ہے، اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے اور بے شک متقین کا گھر کیا ہی اچھا ہے ○ جن میں وہ

عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا

داخل ہوں گے وہ دائمی جنتیں ہیں، ان کے نیچے سے دریا بہتے ہیں ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہے

مَا یَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِیْنَ

جس کی وہ خواہش کریں گے، اللہ متقین کو اسی طرح جزا دیتا ہے ○ ان (متقین) کی

تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ ادْخُلُوا

جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں فرشتے کہتے ہیں تم پر سلام ہو تم جنت

Marfat.com

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

میں داخل ہو جاؤ، ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے ○ وہ (کافر) اس کے سوا اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے رب کا عذاب آجائے، ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا،

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ

اللہ نے ان پر (بالکل) ظلم نہیں کیا، وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ سو ان کے کاموں کی برائیاں

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

انہیں پہنچ گئیں اور ان کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہاری عبادت کا مستحق، واحد عبادت کا مستحق ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں ○ یقیناً اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں اور جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ (النحل: ۲۳-۲۲)

کفار مکہ کے شرک پر اصرار کا سبب

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کا رد فرمایا، اور کافروں کے مذہب کا قوی دلائل سے رد فرمایا، اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار مکہ کس وجہ سے توحید کا انکار کرتے تھے اور شرک پر اصرار کرتے تھے اور اس وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جب نیکیوں پر ثواب کے دلائل اور برائیوں پر عذاب کے دلائل سنتے ہیں تو وہ ثواب کے حصول میں رغبت کرتے ہیں اور دائمی عذاب سے ڈرتے ہیں، اور وہ ان دلائل کو سن کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں، اور ان دلائل سے نفع حاصل کرتے ہیں اور باطل سے حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ نہ دائمی عذاب کی وعید سے ڈرتے ہیں اور نہ حصول ثواب کی توقع کرتے ہیں، وہ ہر اس دلیل اور نصیحت کا انکار کرتے ہیں جو ان کے قول کے مخالف ہو اور دوسرے شخص کے قول کو ماننے اور قبول کرنے سے تکبر کرتے ہیں، سو وہ اپنی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے اپنے قول پر ڈٹے رہتے ہیں۔

تکبر کی مذمت کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا شرک پر اصرار کرنا اور اپنے باطل مذہب پر ڈٹے رہنا اس وجہ سے نہ تھا کہ اسلام کے خلاف ان کے کچھ شبہات اور اشکالات تھے بلکہ وہ محض باپ دادا کی تقلید کی وجہ سے اور حق کو قبول کرنے سے تکبر کی وجہ سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، تکبر کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک شخص نے کہا ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے

Marfat.com

خوبصورت ہوں اس کی جوتی خوبصورت ہو، آپ نے فرمایا اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۹۔ ۱۹۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۳، ج ۱ص ۴۱۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۴، المستدرک ج ۱ص ۲۶)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت اور رسوائی گھیر لے گی، ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا، جس کا نام بولس ہے، جس میں ہر طرف اور اوپر تلے آگ ہوگی، ان کو دوزخیوں کے جسموں سے نکلی ہوئی پیپ اور خون کا آمیزہ پلایا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۲، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۵۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ص ۹۰، مسند احمد ج ۲ص ۱۷۹، الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۵۷، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۰۰)

متکبرین کی مغفرت نہ ہونے کی احادیث کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تکبر زیادہ سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبائر کی تو بخشش ہو جائے گی، علامہ خطابی نے اس کا جواب دیا ہے کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان لانے سے تکبر پر ہوا وہ جنت میں بالکل داخل نہیں ہوگا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ تکبر کے ساتھ جنت میں نہیں داخل نہیں ہوگا بلکہ جنت میں دخول سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے سینے سے تکبر نکال لے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنَزَعۡنَا مَا فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ ۔ اور ہم ان کے سینوں میں سے جو کچھ بھی کھوٹ ہے اس کو نکال لیں گے۔ (الاعراف: ۴۳)

لیکن یہ دونوں جواب بعید ہیں، پہلا جواب اس لیے بعید ہے کہ حدیث میں تکبر کا معروف معنی مراد ہے یعنی حق بات کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا، اس لیے حدیث کا صحیح محمل یہ ہے کہ وہ تکبر کی سزا پائے بغیر پہلی مرتبہ یا ابتداءً جنت میں داخل نہیں ہوگا، دوسرا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس کو سزا دی گئی تو وہ اس سزا کا مستحق ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کرم فرما کر اس کو سزا نہیں دے گا، اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ موحدین کو جنت میں داخل فرمائے گا خواہ ابتداءً خواہ بعض ان مرتکبین کو سزا دینے کے بعد جو اس حال میں مرے کہ وہ اپنے کبیرہ گناہوں پر اصرار کر رہے تھے، اس کا ایک اور جواب یہ ہے کہ وہ پہلی بار متقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک اور صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کفار کی طرح دوام اور خلود کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کی تحقیق

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری یہ امت، امت مرحومہ ہے، اس پر آخرت میں عذاب نہیں ہوگا، اس کا عذاب دنیا میں فتنوں، زلزلوں اور قتل کی صورت میں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۸، المعجم الصغیر ج ۱ص ۱۰، المستدرک ج ۴ص ۴۴۴، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۴۵۲، صحیح الجامع للالبانی رقم الحدیث: ۱۳۹۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۲۲)

Marfat.com

حافظ سیوطی نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی رمز (اشارہ) کی ہے۔

حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی مسعودی ہے' اس کا نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود الھذلی الکوفی ہے' اس کی حدیث سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے اور ایک سے زیادہ ائمہ حدیث نے اس پر کلام کیا ہے' عقیلی نے کہا ہے کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اس کی حدیث میں اضطراب ہے' امام ابن حبان نے کہا اس کی احادیث خلط ملط ہیں اور ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں اس کی روایت ترک کرنے کی مستحق ہے۔

(مختصر سنن ابوداؤد ج ۶ ص ۱۵۵' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے میری امت تو اس سے مراد آپ کی وہ امت ہے جو آپ کے دور اور آپ کے قرن میں موجود تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آپ کی امت اجابت ہو' یعنی سابقہ کتابوں میں اس امت پر خصوصی رحمت کا ذکر کیا گیا ہے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ اس امت پر آخرت میں عذاب نہیں ہو گا' اس سے مراد یہ ہے کہ اس امت کے جن افراد کو عذاب دیا جائے گا ان کو درد محسوس نہیں ہو گا اور دوزخ کی جلن محسوس نہیں ہو گی کیونکہ جب ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا تو ان پر موت طاری کر دی جائے گی' اور بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس کے عام اعضاء کو عذاب نہیں ہو گا کیونکہ اعضاء وضو کو عذاب نہیں دیا جائے گا مگر اس جواب میں بلاوجہ تکلف ہے۔

(فیض القدیر ج ۳ ص ۱۷۰۱۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں:

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت خواہ دائمی' کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئے گی' اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو و احسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج اور تکلیفوں اور موت کی سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا' امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کریں گے۔ اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے' اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لیے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ۔ (پ ۷: ع ۱۵) — وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لیے امن ہے۔

اس مضمون کی موید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے:

وَاللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلھا۔ — اور تمام امور کی حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ — جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور

Marfat.com

خالدًا فیھا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

اور اخبار میں بھی آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کرے گا۔ اس کو ایک حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس شخص کے لیے ہے جو قتل کو حلال جانے، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے، جیسے کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کے لیے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہوں گی۔ جیسے کہ اس برائی کو خفیف سمجھنا اور اس کے بجالانے کے وقت لاپروائی کرنا اور شریعت کے امرونہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اور حدیث میں آیا ہے:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

امتی امة مرحومة لا عذاب لھا فی الاخرة۔ میری امت، امت مرحومہ ہے۔ اس کو عذاب آخرت نہ ہوگا۔

اور آیت کریمہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن اسی مضمون کی موید ہے، جیسے کہ مذکور ہوا۔ اور مشرکوں کے اطفال اور شاہقان جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں کا حال اس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے مفصل ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کرلیں۔

(اردو ترجمہ مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول مکتوب: ۲۶۶، ج ۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴، مطبوعہ کراچی)

امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کے والد کا نظریہ

مولانا نقی علی خاں متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ (۱۲)۔ نظر بدلیل سابق یہ دعاء کہ خدایا سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے جائز نہیں۔ کہ جس طرح وہاں تکذیب آیات لازم آتی ہے اس دعاء سے ان احادیث کی تکذیب ہوتی ہے جن میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا۔ اور ان کا آحاد ہونا اس جرأت کا مجوز نہیں۔ اور قولہ عزوجل یستغفرون لمن فی الارض اور فاغفر للذین تابوا ای من الکفر فیعم المسلمین ان کے منافی اور اس دعاء کے جواز کے لیے کافی نہیں۔ کہ افعال سیاق ثبوت میں اجماعاً عموم پر دلالت نہیں کرتے۔ اور برتقدیر تسلیم اس جگہ خصوص مراد ہے۔ تا قواعد شرع سے خلاف لازم نہ آئے۔ ہاں اللھم اغفرلی ولجمیع المسلمین سے نیت تعمیم حقیقی جائز ہے۔ ھذا حاصل کلام القرافی ذکرہ فی شرح المنیة لابن امیر الحاج۔

(احسن الوعا لاداب الدعا ص ۱۰۱۔ ۱۰۰، مطبوعہ کراچی)

امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

قال الرضاء۔ یہ دوسرا مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ علامہ قرافی وغیرہ علماء تو عدم جواز کی طرف گئے۔ اور علامہ کرمانی نے

Marfat.com

اس میں منازعت کی۔ جسے شرح منیہ میں رد کر دیا۔ پھر محقق حلبی نے اس بنا پر کہ مسلمانوں کے لیے خلف وعید بمعنی عطاو مغفرت جائز (بلکہ قطعاً واقع ہے) اور اس دعاء میں برادران دینی پر شفقت سمجھی جاتی ہے۔ اور جواز دعاء جواز مغفرت پر مبنی ہے۔ نہ وقوع پر۔ تو عدم وقوع مغفرت جمیع کی حدیثیں اس دعاء کے خلاف نہیں۔ اس کے جواز کی طرف میل کیا۔ علامہ زین نے بحر الرائق میں پھر علامہ محقق علائی نے در مختار میں ان کی تبعیت کی۔ مگر اس میں صریح خدشہ ہے کہ جواز صرف عقلی ہے نہ شرعی۔ کہ حدیث متواترۃ المعنی سے بعض مومنین کی تعذیب ثابت۔ اور نووی وابی ولقانی نے اس پر اجماع نقل کیا۔ اور جواز دعاء کے لیے صرف جواز عقلی باوجود استحالہ شرعی کافی ہونا مسلم نہیں۔ اس طرف محقق شامی نے رد المحتار میں اشارہ فرمایا۔ رہا اظہار شفقت سے عذر میں کہتا ہوں وہ محل تکذیب نصوص میں قابل سماعت نہیں۔ فتامل۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں تعمیمیں دو ہیں۔ ایک تعمیم مسلمین دوسری تعمیم ذنوب اگر داعی صرف تعمیم اول پر قناعت کرے مثلاً کہے۔ اللھم اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات یا اللھم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو قطعاً جائز ہے۔ اور اس کا امام قرافی کو بھی انکار نہیں۔ اور اس کے فضل میں احادیث وارد اور اس کا جواز آیات سے مستفاد اور یہ طبقہ طبقہ مسلمین میں بلا نکیر شائع اور اگر صرف تعمیم ثانی پر اکتفا کرے مثلاً اپنے لیے کہے الٰہی میرے سب گناہ چھوٹے بڑے ظاہر چھپے اگلے پچھلے معاف فرما یا کہے یا الٰہی میرے اور میرے والدین و مشائخ واحباب واصول و فروغ اور تمام اہل سنت کے لیے ایسی مغفرت کر جو اصلاً کسی گناہ کا نام نہ رکھے جب بھی قطعاً جائز، اور اس قسم کی دعاء بھی حدیث میں وارد اور مسلمین میں متوارث ان دونوں صورتوں کے جواز میں تو کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اس میں اصلاً کسی نص کی تکذیب نہیں۔ صورت ثانیہ میں تو ظاہر ہے کہ نصوص صرف اس قدر دال کہ بعض مسلمین معذب ہوں گے ممکن کہ وہ داعی اور اوس کے والدین و مشائخ واحباب وجمیع اہلسنت کے سوا اور لوگ ہوں۔ اسی طرح صورت اولیٰ میں کوئی حرج نہیں۔ کہ ہر مسلمان کے لیے فی الجملہ مغفرت اور بعض پر بعض ذنوب کی وجہ سے عذاب ہونے میں تنافی نہیں۔

اقول بعض نصوص سے نکال سکتے ہیں۔ کہ فی الجملہ مغفرت ہر مسلمان کے لیے ہوگی۔ احادیث صریحہ ناطق کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے دوزخ سے نکال لیا جائے۔ تو ضرور ہے کہ یہ نکلنا قبل پوری سزا پالینے کے ہو۔ ورنہ شفاعت کا اثر کیا ہوا۔ اب رہی صورت ثالثہ یعنی داعی دونوں تعمیمیں کرے۔ مثلاً کہے۔ الٰہی سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے۔

اقول اس کے پھر دو معنی محتمل ایک یہ کہ مغفرت بمعنی تجاوز فی الجملہ کے لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ الٰہی کسی مسلمان کو اس کے گناہ کی پوری سزا نہ دے۔ اس کے جواز میں بھی کچھ کلام نہیں کہ مفاد نصوص مطلقاً تعذیب بعض عصاۃ ہے نہ استیفائے جزائے بعض ذنوب۔ بلکہ کریم کبھی استقصا نہیں فرماتا۔ الاتری الی قولہ تعالی عرف بعضہ واعرض عن بعض جب اکرم الخلق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پورا مواخذہ نہیں فرمایا تو ان کا مولیٰ عزوجل تو اکرم الاکرمین ہے۔

دوسرے یہ کہ مغفرت تامہ کاملہ مراد لی جائے۔ یعنی ہر مسلمان کے ہر گناہ کی پوری مغفرت کر، کہ کسی مسلمان کے کسی گناہ پر اصلاً مواخذہ نہ کیا جائے یہ بے شک تکذیب نصوص کی طرف جائے گا۔ اور اسی کو امام قرافی ناجائز فرماتے ہیں اور بے شک یہی من حیث الدلیل راجح نظر آتا ہے اور اس طرح کی دعاء کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں اور مسلمین کے حق میں خلف وعید کا جواز (جس سے خود حسب تصریح حلیہ و دیگر قائلان جواز عفو و مغفرت مراد اور وہ یقیناً اجماعاً جائز بلکہ واقع ہے) اس مسئلہ میں کیا مفید کہ بعض کے لیے اس کا عدم و وقوع عذاب تواتر و اجماع سے ثابت تو یہاں کلام حلیہ محل کلام

Marfat.com

ہے۔ اور مسئلہ ائمہ کیا مشائخ سے بھی منقول نہیں ہے کہ دوسروں کو مجال سخن نہ رہے پس احوط یہی ہے کہ اس صورت ثالثہ کے معنی ثانی سے احتراز کرے شاید مصنف علام قدس سرہ نے اسی لیے کلام امام قرافی پر اقتصار فرمایا۔ کہ رجحان واحتیاط اسی طرف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ھذا ما ظھر لی فی النظر الحاضر فتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ (ذیل المدعاء لاحسن الوعاء ص ۱۰۵-۱۰۱، مطبوعہ کراچی)

امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق

بعض گنہگار، مسلمانوں کو اللہ تعالٰی ان کی توبہ کی وجہ سے بخش دے گا، اور بعض گنہگار مسلمانوں کو اللہ تعالٰی ان کے نابالغ بچوں، شہداء، صلحاء اور بعض خوش نصیبوں کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے بخش دے گا، اور بعض کو محض اپنے فضل سے بخش دے گا، اور بعض کو کچھ سزا دینے کے بعد بخشے گا اور کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکال لے گا، جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے اور اہل دوزخ، دوزخ میں، پھر اللہ تعالٰی فرمائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر ان کو دوزخ سے اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کو حیاء یا نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اس طرح نشو ونما پانے لگیں گے جس طرح سیلاب کی مٹی میں دانہ بہت جلد بڑھنے لگتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۵۵۴)

امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس کے آخر میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو: (ترجمہ) "لاریب اللہ تعالٰی ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" پھر اللہ تعالٰی فرمائے گا فرشتے، انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے اب گنہگاروں کے لیے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالٰی ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا، جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہو گی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالٰی ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تر و تازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اُگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زرعی معاملات کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں، آپ نے (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے اہل جنت انہیں پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ تعالٰی ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اللہ تعالٰی فرمائے گا میرے پاس

Marfat.com

تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب وہ کیا چیز ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا' اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۹۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۵۵۴)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفاعت کی اجازت ہو گی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا اور انہیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس طرح ترو تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکل آتا ہے یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں رہے ہوں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے اگ پڑنے تک کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۰)

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ بعض گنہگار مسلمانوں کو کچھ عرصہ تطہیر کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور پھر دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا' اور سنن ابو داؤد کی جس حدیث میں ہے یہ امت مرحومہ ہے اس پر آخرت میں عذاب نہیں ہو گا (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۸) اس کے ساتھ اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ عذاب کا معنی ہے درد اور اذیت کا ادراک' جب کسی شخص کو بے ہوش کر کے اس کے جسم کا کوئی بڑا آپریشن کرتے ہیں تو اس کو درد اور تکلیف کا مطلقاً احساس نہیں ہوتا' اس لیے ہو سکتا ہے کہ جب گنہگار مسلمانوں کو دوزخ میں ڈالا جائے تو ان کے مشاعر اور ہوش و حواس کو ماؤف کر دیا جائے اور ان کو دوزخ میں جلنے کا مطلقاً ادراک نہ ہو اس طرح صورتاً عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو گیا ہو گا اور یہی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کا محمل ہے' اور ان کو حقیقتاً عذاب نہیں ہو گا اور یہی سنن ابو داؤد کی روایت کا محمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے' تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ○ تاکہ یہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) مکمل بوجھ اٹھائیں' اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جن کو یہ بغیر علم کے گمراہ کر رہے ہیں' سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جس کو یہ اٹھا رہے ہیں۔ (النحل: ۲۵-۲۴)

کافروں کو اپنے پیروکاروں کے کفر پر عذاب ہونے کی توجیہ

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے اور بت پرستوں کے مذہب کا رد فرمایا' اور اب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں مشرکین جو شبہات پیش کرتے تھے ان کا ازالہ فرما رہا ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت پر قرآن مجید کو بہ طور معجزہ پیش فرمایا' مشرکین نے اس پر یہ شبہ پیش کیا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں' امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ کفار مکہ' مکہ کے راستوں میں بیٹھ جاتے تھے' اور باہر سے آنے والے قرآن عظیم کے متعلق سوال کرتے تو وہ کہتے کہ اس میں تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں' (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۲۷۷)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جب مشرکین لوگوں کو قرآن عظیم کے متعلق گمراہ کرتے ہیں اور ان کو اسلام لانے سے روکتے ہیں تو ان پر ان کے اپنے کفر پر قائم رہنے کے گناہ کا بوجھ بھی ہوگا اور جو لوگ ان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے اسلام نہیں لائیں گے ان کے کفر کے گناہ کا بوجھ بھی ان پر ہوگا۔ کیونکہ جو شخص کسی کے گناہ کا سبب ہوتا ہے تو اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس شخص پر ہوتا ہے اور اس سے دوسرے شخص کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی' کیونکہ پہلے شخص کے دو جرم ہیں ایک تو اس نے خود گناہ کا کام کیا اور دوسرا جرم یہ ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں کو اس گناہ کی رہنمائی کی' سو اس کو گناہ کے کام کا عذاب بھی ہوگا اور گناہ کا راستہ دکھانے کا بھی عذاب ہوگا اور جتنے لوگوں کو وہ گناہ کا راستہ دکھائے گا ان سب کے گناہوں کے سبب بننے کا اس کو عذاب ہوگا اور اس کی رہنمائی سے جو گناہ کریں گے ان کو صرف اپنے گناہ کا عذاب ہوگا اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسروں کے فعل کا اس کو عذاب کیوں ہوگا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (الزمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

جو شخص کسی کام کا سبب ہو تو اس سبب سے جو لوگ بعد میں اس کام کو کریں گے ان کے عمل میں اس شخص کا بھی حصہ ہوگا جو اس کام کا سبب تھا خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا آدم کے پہلے بیٹے پر اس کا خون ہوگا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۲۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو اس کی اتباع کرنے والوں کے اجور کی مثل اجر بھی ملے گا اور ان کے اجور میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس کی اتباع کرنے والوں کے گناہوں کی مثل بھی گناہ ہوں گے اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۴)

اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرنے کا استحسان اور استحباب

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ دیہاتی آئے جنہوں نے اون کے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدحالی کو دیکھا وہ فقر میں مبتلا تھے' آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے پر برانگیختہ کیا' لوگوں کو صدقہ کرنے میں کچھ دیر ہوگئی حتیٰ کہ آپ کے روئے مبارک پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے پھر انصار میں سے ایک شخص چاندی کی ایک تھیلی لے کر آیا' پھر دوسرا شخص آیا' پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا' حتیٰ کہ آپ کے چہرے مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کے طریقہ کی ابتداء کی پھر اس کے بعد نیک کام پر عمل کیا گیا تو اس نیک کام پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجور میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اور جس

Marfat.com

شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس برے کام پر عمل کیا گیا تو اس کے نامہ اعمال میں ان بعد والوں کے گناہوں کو بھی لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم: رقم حدیث الباب: ۱۵، رقم الحدیث المسلسل بلا تکرار ۲۶۷۴، رقم الحدیث بالتکرار: ۶۶۷۴)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں اس مفہوم میں صریح ہیں کہ نیک کاموں کی ابتداء کرنا مستحب ہے اور برے کاموں کی ابتداء کرنا حرام ہے اور جو شخص ابتداءً کوئی نیک کام کرے یا کسی نیک کام کے طریقہ کو ایجاد کرے، خواہ وہ علم کی تعلیم ہو یا عبادت یا ادب کا کام ہو یا اس کے سوا کوئی چیز ہو، تو اس کو اپنے متبعین کی نیکیوں کا اجر بھی ملے گا اور جو شخص کسی برے کام کے طریقہ کی ابتداء کرے گا تو اس کو اپنے پیروکاروں کے برے کاموں کا بھی عذاب ہوگا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۰ ص ۵۰۷۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

عبادت میں کسی نیک کام کو ایجاد کرنے کی مثال یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں ایسا کون سا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہے! کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی ہے! حضرت بلال نے کہا میرے نزدیک میرے جس عمل کے اجر کی زیادہ توقع ہے وہ یہ ہے کہ میں دن اور رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جتنی نماز میرے لیے مقدر کی گئی ہے میں وہ نماز پڑھتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۵۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۲۳۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کا وقت معین فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب اور تصحیح فرمائی، امام ابن جوزی نے فرمایا اس حدیث میں اس پر ترغیب دی ہے کہ ہر وضو کے بعد نماز پڑھی جائے تاکہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے اور مہلب نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بندہ اپنے جس عمل کو مخفی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس عمل پر بہت عظیم جزاء عطا فرماتا ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صالحین کو اللہ تعالیٰ جن اعمال صالحہ کی ہدایت دیتا ہے، ان سے ان اعمال کے متعلق سوال کرنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اس عمل میں ان کی اقتداء کر سکیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو سنت بلال کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی اور قیامت تک جتنے مسلمان ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو معمول بنائیں گے ان کے اجر و ثواب سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حصہ ملتا رہے گا۔ اس طرح حضرت عمر نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کے طریقہ کی ابتداء کی اور قیامت تک جتنے مسلمان جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے رہیں گے ان کے ان اعمال سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حصہ ملتا رہے گا۔

اسی طرح مسلمانوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل منعقد کرنے کا طریقہ شروع کیا اور ان محافل میں آپ کے فضائل اور محاسن اور آپ کی سیرت طیبہ کا بیان کرنے کا اہتمام کیا اور ادب اور تعظیم سے کھڑے ہو کر آپ پر صلوٰۃ و

Marfat.com

سلام پڑھنے کا طریقہ شروع کیا، لاریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور اخیار تابعین کے دور میں یہ طریقہ مروج نہ تھا لیکن یہ تمام افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم پر دلالت کرتے ہیں اور ہر وہ کام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرتا ہو اس کا کرنا مستحسن اور باعث ثواب ہے خواہ وہ نیا کام ہو۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

جب انسان مدینہ کے قریب پہنچے تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا وضو کرے اور غسل کرنا افضل ہے اور صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہنے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے، اور بعض مسلمان مدینہ کے قریب پہنچ کر پیدل چلنا شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ پیدل چلتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ مستحسن ہے اور ہر وہ کام جس میں زیادہ ادب اور زیادہ اجلال ہو وہ مستحسن ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کام کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کام کو مسلمانوں نے برا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک برا ہے، اور تمام مسلمانوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں (حافظ ابو عبداللہ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے) (المستدرک ج ۳ ص ۷۹-۷۸، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان سے پہلے لوگوں نے (بھی ایسی) سازشیں کی تھیں تو اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا، سو ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی، پھر ان پر وہاں سے عذاب آگیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا ○ پھر وہ ان کو قیامت کے دن (بھی) رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں وہ میرے شرکاء جن کے متعلق تم جھگڑتے تھے، جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے ○ (النحل: ۲۷-۲۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان سے پہلے لوگوں نے سازشیں تیار کیں تھیں۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں اس سے مراد نمرود بن کنعان ہے اس نے ایک نہایت بلند عمارت بنائی تھی تاکہ اس عمارت پر چڑھ کر آسمان والوں سے جنگ کر کے ان کو ہلاک کر دے، اس عمارت کے طول میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا طول پانچ ہزار ہاتھ تھا، اور مقاتل نے کہا اس کا طول دو فرسخ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست آندھی بھیجی جس نے اس محل کی چوٹی کو سمندر میں گرا دیا، اور باقی عمارت اس کے رہنے والوں پر گر پڑی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کفار مکہ ہیں جو مکہ کے راستہ میں کھڑے رہتے تھے تاکہ مکہ میں آنے والوں کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گمراہ کریں، اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے بڑے بڑے کافر بھی اپنے نبیوں کے خلاف سازش کرتے تھے لیکن ان کی سازشیں ان پر الٹ گئیں۔

نیز فرمایا پھر ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا، یعنی وہ سمجھتے تھے کہ وہ بہت امن سے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا، ان کے مکان ان پر گر پڑے یا ان پر کوئی آسمانی عذاب آگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا یعنی ان پر ذلت والا عذاب نازل فرمائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہاں ہیں میرے شرکاء جن کے متعلق تم جھگڑتے تھے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی شریک نہیں ہے، پھر اس نے کیسے فرمایا کہاں ہیں میرے شرکاء؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے زعم اور اعتقاد میں جو میرے شرکاء تھے وہ کہاں ہیں۔ پھر فرمایا: جن لوگوں کو علم دیا گیا وہ کہیں گے... حضرت ابن عباس نے فرمایا اس

Marfat.com

سے مراد فرشتے ہیں اور دوسروں نے کہا اس سے مراد مومنین ہیں جب وہ قیامت کے دن کافروں کی ذلت اور رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے کہ آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ کافر دنیا میں مسلمانوں کا انکار کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے' اور جب قیامت کے دن مسلمان کافروں سے یہ بات کہیں گے تو یہ کلام کافروں کی اہانت اور ان کو ایذا پہنچانے میں زیادہ موثر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں اس وقت وہ اطاعت شعار بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برائی نہیں کرتے تھے، کیوں نہیں! بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ○ (النحل: ۲۸)

اس جگہ دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اسلام کو ظاہر کرتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس وقت ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے یعنی شرک نہیں کرتے تھے' اور فرشتے ان کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے قول کو رد کرتے ہیں' کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم جو کچھ شرک کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تکذیب کرتے تھے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن جو کچھ وہ کہیں گے اس کی حکایت کی ہے وہ اس دن شدت خوف کی وجہ سے اور قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے جھوٹ بولیں گے اور کہیں گے کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن کوئی شخص جھوٹ نہیں بولے گا وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ ہم اپنے اعتقاد میں یا اپنے خیال میں کوئی برا کام یا شرک نہیں کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ یا فرشتے ان کے قول کا رد کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ خوب جاننے والا ہے کہ تم دنیا میں کیا کرتے تھے لہٰذا یہ جھوٹ تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا وہ تم کو تمہارے کفر اور شرک کی سزا دے گا پھر اللہ تعالیٰ نے صراحتاً ان کے عذاب کا ذکر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اب تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' ہمیشہ اس میں رہو گے' سو تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانہ ہے ○ (النحل: ۲۹)

اس آیت میں جہنم کے دروازوں کا ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں سزا کے مختلف درجات ہیں' لہٰذا بعض لوگوں کی سزا بعض دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوگی' اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ ان کا رنج اور غم زیادہ ہو' پھر فرمایا متکبرین کا کیسا برا ٹھکانہ ہے' ان کا تکبر یہ تھا کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے تھے' توحید پر واضح دلائل دیکھنے اور سننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے' اور انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے جو دین لے کر آئے تھے اس کو قبول نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور متقین سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ انہوں نے کہا اچھا (کلام) جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ان کے لیے اچھا اجر ہے' اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے اور بے شک متقین کا گھر کیا ہی اچھا ہے ○ جن میں وہ داخل ہوں گے وہ دائمی جنتیں ہیں' ان کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے' اللہ متقین کو اسی طرح جزا دیتا ہے ○ ان (متقین) کی جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں' فرشتے کہتے ہیں تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ' ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے ○

Marfat.com

(النحل : ۳۰)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے احوال بیان فرمائے تھے، جن سے جب پوچھا جاتا تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ کہتے کہ پہلے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں' اور فرمایا وہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھاتے ہیں اور فرمایا کہ فرشتے ان کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں اور فرمایا کہ وہ آخرت میں اسلام کا اظہار کریں گے، لیکن اس وقت ان کا اسلام مقبول نہیں ہو گا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد اب اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر فرما رہا ہے کہ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ اچھا کلام نازل کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کیا کیا درجات تیار فرمائے ہیں تا کہ کافروں کی وعید کے ساتھ مومنوں کے وعد اور ان کی بشارت کا بھی متصل ذکر ہو۔

امام رازی کے نزدیک متقی کا مصداق اور بحث و نظر

اس آیت میں فرمایا ہے اور متقین سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے، تقویٰ کا معنی ہے کسی چیز کو ترک کرنا اور اس سے بچنا، امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ متقی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام حرام کاموں سے مجتنب ہو اور تمام نیک کاموں کو کرنے والا ہو ہر چند کہ کامل متقی وہی ہوتا ہے، بلکہ اس آیت میں متقی سے مراد وہ شخص ہے جو شرک سے مجتنب ہو اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان اور یقین رکھتا ہو، امام رازی کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم کسی شخص کو قاتل یا ضارب کہتے ہیں تو اس کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کا قاتل ہو یا دنیا کے تمام انسانوں کو مارنے والا ہو بلکہ جس شخص نے کسی ایک کو بھی قتل کر دیا وہ قاتل کہلائے گا اور جس نے کسی ایک شخص کو بھی مارا وہ ضارب کہلائے گا، اسی طرح جو شخص تقویٰ کے افراد میں سے کسی ایک فرد کے ساتھ متصف ہو گیا وہ متقی ہے، مگر اس پر ہمارا اجماع ہے کہ تقویٰ کے لیے کفر اور شرک سے اجتناب ضروری ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس قید پر کسی اور قید کا اضافہ نہ کیا جائے کیونکہ مطلق کو مقید کرنا خلاف اصل ہے لہٰذا مقید میں زیادہ قیود کا اضافہ بھی خلاف اصل ہے اس لیے متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر اور شرک سے مجتنب ہوں اور اللہ اور رسول پر ایمان لے آئیں اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام برے کاموں سے مجتنب ہوں اور تمام نیک کاموں سے متصف ہوں، نیز اللہ تعالیٰ نے متقین کا ذکر کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ متقین سے مراد وہ لوگ ہوں جو کفر اور شرک سے مجتنب ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ جو لوگ کفر اور شرک سے مجتنب ہوں اور اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور ان میں برائیوں سے اجتناب اور نیکیوں سے اتصاف کی اور قیود کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان پر مومنین کا اطلاق کر دینا کافی ہے، لیکن جب ان پر متقین کا اطلاق کیا جائے گا تو اس میں مزید قیود کا اضافہ کرنا اور تقویٰ کے مزید افراد کا بھی لحاظ کرنا ہو گا ورنہ پھر محض مومنین اور محض متقین میں کوئی فرق نہیں رہے گا، امام رازی نے اس سلسلہ میں قاتل اور ضارب کی جو مثال دی ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس مقام پر عالم اور مفتی کی مثال درست ہے، عرف میں اس شخص کو عالم نہیں کہتے جس کو صرف ایک مسئلہ کا علم ہو نہ اس شخص کو جسے تمام مسائل کا علم ہو بلکہ جس شخص کو قابل ذکر اور قابل شمار مسائل کا علم ہو اس کو عالم کہتے ہیں، اسی

Marfat.com

طرح اس کو مفتی نہیں کہتے جو کسی کو ایک مسئلہ بتا دے نہ اس کو مفتی کہتے ہیں جو سارے جہان کے مسائل بتائے بلکہ جو قابل ذکر اور قابل شمار مسائل کا حل بتائے اس کو مفتی کہتے ہیں' اسی طرح صرف ایک بار کپڑا بیچنے والے کو بزاز اور صرف ایک بار جوتی مرمت کرنے والے کو خصاف (موچی) اور صرف ایک بار کپڑا دھونے والے کو قصار (دھوبی) نہیں کہتے اسی طرح اس شخص کو متقی نہیں کہا جائے گا جو کفر اور شرک سے اجتناب کر کے کلمہ پڑھ لے اور بس! بلکہ اس شخص کو متقی کہا جائے گا' جو کفر اور شرک سے مجتنب ہو' اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرے اور بشری تقاضے سے اگر اس سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو وہ اس کا تدارک اور تلافی کرلے اور اگر انسانی کمزوری اور نفس امارہ کی لغزش سے وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس پر نادم ہو اور توبہ استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا امیدوار رہے' تقویٰ کے مفہوم میں صرف کفر اور شرک سے اجتناب داخل نہیں ہے بلکہ نفسانی خواہشوں سے بچنا بھی تقویٰ کی حقیقت میں داخل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ۔ (البقرہ: ۱۰۳)

اور اگر وہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کی طرف سے ثواب بہت بہتر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ ایمان لانے کے بعد کا مرتبہ ہے' ایمان لانے کے بعد اللہ کے ڈر سے نیک کام کرنا اور برے کام ترک کرنا یہ تقویٰ ہے اور جو ایسا کرے وہ متقی ہے۔ اور جو جتنی زیادہ نیکیاں کرے گا اور جس قدر زیادہ برے کاموں سے بچے گا وہ اتنا بڑا اور کامل متقی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران: ۱۷۲)

مومنوں میں سے جو نیک کام کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے اور احسان (نیک کام) کے بعد تقویٰ کا درجہ اور مرتبہ ہے' قرآن مجید اور احادیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ میں ایمان کے بعد نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی صفت کا بھی دخل ہے' تقویٰ کا پہلا مرتبہ کبیرہ گناہوں اور فرائض کے ترک سے بچنا ہے' دوسرا مرتبہ صغیرہ گناہوں اور واجبات کے ترک سے بچنا ہے' تیسرا مرتبہ مکروہات تنزیہیہ اور خلاف سنت سے بچنا ہے اور چوتھا مرتبہ دنیاوی امور میں انہماک اور اشغال اور یاد الٰہی سے غافل کرنے والی چیزوں سے بچنا ہے' امام رازی متقی میں کفر اور شرک سے اجتناب اور اللہ اور رسول پر ایمان کے علاوہ اور کسی قید کے اعتبار کرنے کو خلاف اصل کہتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ واجب ہے کہ اس میں صرف کفر اور شرک سے اجتناب کا اعتبار کیا جائے تو امام رازی کی اس تحقیق کے اعتبار سے یہ لازم آئے گا کہ جو مومن شرابی' جواری اور زانی ہو اور نماز' روزہ کا تارک ہو اس کو بھی متقی کہا جائے گا' یہ بات ہماری ناقص فہم سے بالاتر ہے' اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے وہ معتزلہ کے رد کی شدت میں مرجئہ کی طرف چلے گئے۔

نیکو کاروں کے دنیاوی اجر کی متعدد صورتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ان کے لیے اچھا اجر ہے' اس اچھے اجر کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو آخرت میں اجر عظیم ملے گا' اور بہت ثواب ہوگا' اور بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کا دس گنا اجر دیا جائے گا یا سات سو گنا اجر دیا جائے گا یا بے حد و حساب اجر دیا جائے گا۔

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کیے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو ان کی نیکیوں کا اجر عطا فرماتا ہے اور دنیا میں نیکیوں کے اجر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عقیدت پیدا فرما دیتا ہے، وہ ان کی زندگی میں بھی ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۔ (مریم: ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے عنقریب رحمٰن (اپنے بندوں کے دلوں میں) ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، پھر اس بندہ سے جبریل محبت کرتا ہے تو جبریل ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پھر اس بندہ سے آسمان والے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷ ۲۶۳)

حضرات صحابہ کرام، اولیاء عظام اور ائمہ مجتہدین اس آیت اور اس حدیث کے مصداق ہیں، آج تک مسلمان غوث اعظم اور حضرت علی ہجویری اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ سے محبت کرتے ہیں ان کے فضائل اور مناقب بیان کرتے ہیں اور ان کے لیے اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں سے زیادہ ایصال ثواب اور دعا کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کی نیکیوں کا صلہ عطا فرمایا ہے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی اجر کے حصول کی دعا فرمائی تھی:

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ۝ (الشعراء: ۸۴)

اور میرے لیے میرے بعد والوں میں میرا اچھا ذکر جاری رکھ۔

نیک عمل کرنے والوں کے لیے دنیا میں اچھے اجر کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صالح علماء کو اپنے دینی مخالف کے مقابلہ میں بحث کے اندر کامیابی عطا فرماتا ہے اور نیک مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں فتح اور نصرت سے نوازتا ہے۔

اور اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب بندہ فرائض پر پابندی کرنے کے بعد دوام کے ساتھ نوافل ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ پر مکاشفات اور مشاہدات کے دروازے کھول دیتا ہے، اس کے سینہ میں کائنات کے اسرار اور موجودات کے حقائق اور دقائق منکشف کر دیتا ہے، اس کا دل تجلیات الٰہیہ کا آئینہ بن جاتا ہے اور وہ اسے اپنی صفات کی معرفت عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا زَادَہُمۡ ہُدًی وَّاٰتٰہُمۡ تَقۡوٰىہُمۡ۔ (محمد: ۱۷)

اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی اللہ نے ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا۔

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت: ۶۹)

اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس شخص نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اور میں نے اپنے بندہ پر جو چیزیں فرض کیں ہیں اس سے زیادہ کسی چیز کے ساتھ تقرب حاصل کرنا مجھے محبوب نہیں ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ

Marfat.com

میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ چیزوں کو پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اس کو وہ ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ کسی چیز سے میری پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دوں گا، اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی تاخیر مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو رنجیدہ کرنا ناپسند کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۷)

سو جو لوگ دنیا میں اللہ عزوجل کی اچھی عبادت کرتے ہیں تو اللہ دنیا میں ان کو اچھا اجر عطا فرماتا ہے بایں طور کہ دنیا میں انہیں اپنی صفات کا مظہر بنالیتا ہے، ان کی دعا کو اپنے کرم سے ضرور قبول فرماتا ہے اور جب تک وہ اپنی موت پر راضی نہ ہو جائیں ان پر موت طاری نہیں کرتا۔

نیکو کاروں کا آخرت میں اجر و ثواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے اور بے شک متقین کا گھر کیا ہی اچھا ہے، یعنی نیکو کاروں کو آخرت میں جو جنت کا ثواب ملے گا وہ دنیا کے گھر سے بہت اچھا اور بہت عظیم ہے، کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے، اور فرمایا متقین کا گھر کیا ہی اچھا ہے اس کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ متقین کا جنت میں گھر کیا ہی اچھا ہے کیونکہ دنیا میں نیک عمل کر کے انہوں نے آخرت کے ثواب کو اور جنت کو حاصل کر لیا، اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ متقین کا آخرت میں گھر کیا ہی اچھا ہے اور یہ جمہور کا قول ہے۔

اس کے بعد فرمایا جن میں وہ داخل ہوں گے وہ دائمی جنتیں ہیں، ان کے نیچے سے دریا بہتے ہیں یعنی ان کو جنت میں اونچے اور بلند مکان ملیں گے اور ان کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہوں گے، پھر فرمایا اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے، یعنی ان کو ہر سعادت اور خیر مل جائے گی، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دنیا میں انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی، البتہ جنت میں غلط قسم کی ناجائز خواہشیں پیدا نہیں ہوں گی، مثلاً کسی کے دل میں یہ خواہش نہیں ہو گی کہ اس کو نبیوں سے اونچا درجہ اور مرتبہ مل جائے، اسی طرح کسی کے دل میں قوم لوط کے عمل کی خواہش پیدا نہیں ہو گی۔

قبض روح کے وقت نیکو کاروں کی کیفیت

پھر فرمایا اللہ متقین کو اسی طرح جزا دیتا ہے، یعنی یہ تقویٰ کی جزاء ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے متقین کی یہ صفت بیان کی ان متقین کی جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں یہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، امام رازی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا متقین اس وقت طیبین (پاکیزہ) ہوتے ہیں یہ ایک جامع کلمہ ہے جو معانی کثیرہ کا متحمل ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا متقین نے وہ تمام کیے اور جن کاموں سے منع کیا وہ ان تمام کاموں سے مجتنب رہے اور وہ پاکیزہ اخلاق سے مزین تھے اور برے اخلاق سے گریزاں تھے اور وہ نفسانی اور جسمانی لذتوں سے خالی اور روحانی لذتوں سے معمور تھے اور طیبین میں یہ معنی بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت ان کی روح قبض کی اس وقت ان کو جنت کی بشارت بھی دی گویا کہ وہ اس حال میں جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اور جس شخص کی مرتے وقت یہ کیفیت ہو اس کو قبض روح کے وقت جاں کنی کی تکلیف اور اذیت نہیں ہوتی، اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ فرشتے متقین کی روحیں جس وقت قبض

Marfat.com

کرتے ہیں اس وقت وہ طیب و طاہر ہوتے ہیں اور اس وقت فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ تم پر سلام تم جنت میں داخل ہو جاؤ ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۳-۲۰۲، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے فرمایا ہے کہ طیبین، متقین کی صفت ہے اور پھر طیبین کی تعریف میں ذکر کیا ہے کہ وہ تمام نیک صفات سے متصف ہوتے ہیں اور تمام بری صفات سے مجتنب ہوتے ہیں، امام رازی کی اس عبارت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ صرف کلمہ گو متقی نہیں ہے بلکہ متقی وہ ہوتا ہے جو تمام نیک کام کرتا ہو اور تمام برے کاموں سے بچتا ہو۔

اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں حشر کی کیفیت بیان کی گئی ہے اس موقع پر فرشتے متقین سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ طیبین میں چھ اقوال ہیں: (۱) یہ لوگ شرک سے پاک ہیں۔ (۲) یہ لوگ صالحین ہیں۔ (۳) ان کے اقوال اور افعال پاکیزہ ہیں۔ (۴) ان کے نفوس پاکیزہ ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ثواب پر اعتماد ہے۔ (۵) اللہ کی طرف رجوع کے وقت ان کے نفوس پاکیزہ ہیں۔ (۶) ان کی موت پاکیزہ اور سہل ہے، ان کی روح قبض کرتے وقت کوئی دشواری ہوگی نہ ان کو درد ہوگا اس کے برخلاف کافر کی روح بہت سختی سے نکالی جاتی ہے اور اس کو بہت درد اور اذیت ہوتی ہے۔

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ جب ملک الموت بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو اس سے کہتا ہے اے اللہ کے ولی تم پر میرا سلام ہو اللہ تعالیٰ تم پر سلام بھیجتا ہے، اور حضرت ابن مسعود نے کہا جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرتا ہے تو کہتا ہے کہ تمہارا رب تم پر سلام بھیجتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (کافر) اس کے سوا اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے رب کا عذاب آجائے، ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا، اللہ نے ان پر (بالکل) ظلم نہیں کیا وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ سو ان کے کاموں کی برائیاں انہیں پہنچ گئیں اور ان کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

(النحل: ۳۴-۳۳)

کفار کے انتظار عذاب کی توجیہ

اس آیت میں کفار کے دوسرے شبہ کا جواب دیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن کرتے ہوئے کفار کہتے تھے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو پھر چاہیے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ آکر یہ کہے کہ آپ اللہ کے فرستادہ اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا وہ تو ایمان لانے کے لیے صرف فرشتوں کے منتظر بیٹھے ہیں، اس آیت کی دوسری تقریر یہ ہے کہ جب کافروں نے قرآن مجید پر یہ طعن کیا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی، اس کے بعد مومنوں کا ذکر فرمایا کہ جب ان سے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ عمدہ کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ثواب کی بشارت سنائی اس کے بعد پھر کافروں کی مذمت شروع کی کہ یہ اپنے اقوال باطلہ سے رجوع نہیں کریں گے الا یہ کہ ان کے پاس عذاب کے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے آجائیں یا یہ کسی آسمانی عذاب کے انتظار میں ہیں، اس کے بعد فرمایا ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا وہ بھی انبیاء علیہم السلام کا انکار کرتے رہے اور جب انبیاء علیہم السلام ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تو وہ کہتے کہ وہ آسمانی عذاب کب آئے گا اور انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑاتے تھے حتیٰ کہ ان پر وہ آسمانی عذاب آگیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے، اور ان پر جو عذاب نازل کیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ایسے کام کیے جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب آیا، کیونکہ وہ نہ صرف رسولوں کا انکار کرتے تھے بلکہ رسولوں سے کہتے تھے کہ تم ہم کو جس عذاب کی دھمکیاں دے رہے ہو وہ اب تک آ کیوں نہیں چکتا!

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا آپ کے رب کا عذاب آ جائے، اس عذاب سے مراد یا تو دنیا میں عذاب ہے، جیسے غزوہ بدر میں کافروں کو قتل کیا گیا اور ان کو قید کیا گیا، یا اس قسم کا عذاب ہے کہ ان پر زلزلے آئیں یا ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے قیامت کا عذاب مراد ہو اور کفار مکہ کسی آسمانی عذاب کے منتظر تھے نہ قیامت کے عذاب کے منتظر تھے، لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لا رہے تھے اور ان کا ایمان نہ لانا ان پر عذاب نازل کرنے کا موجب تھا اس لیے عذاب کا انتظار کرنے کی ان کی طرف اضافت کی گئی یعنی ان کے ایمان نہ لانے کا انجام دنیا میں آسمانی عذاب ہے یا قیامت کے دن کا ہولناک عذاب ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

اور مشرکین نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ

(نہ) ہم نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام کہتے،

شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا، سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (اللہ کے) پیغام کو

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ

صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ

کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو، پس ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، سو تم زمین میں سفر کرو پھر

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى

دیکھو کہ (رسولوں کی) تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا ○ اگر آپ ان کی ہدایت

Marfat.com

هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

پر حریص ہیں (تو سن لیں کہ) بےشک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کر دے اور ان کے لیے کوئی

نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ

مددگار نہیں ہے ○ اور انہوں نے اپنی پکی پکی قسموں میں سے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ مرنے والوں کو دوبارہ

مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں! یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں

یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَلِیَعْلَمَ

جانتے ○ تاکہ وہ ان پر اس حقیقت کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اس لیے کہ

الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ

کفار جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ○ اور ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں

اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع ۵ ۶ ۱۱

تو اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مشرکین نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے (نہ) ہم نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام کہتے' ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا' سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (اللہ کے پیغام کو) صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ (النحل: ۳۵)

کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہمیں مومن بنا دیتا

کفار مکہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں پہلے یہ شبہ پیش کیا کہ آپ جس قرآن کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیتے ہیں اس میں تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کو ذکر کر کے اس کا جواب دیا' پھر دوسرا شبہ یہ پیش کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے نہ ماننے کی وجہ سے اب تک ہم پر عذاب کیوں نہیں آیا' سابقہ آیت میں اس کا جواب دیا' اور اب اس آیت میں ان کا تیسرا شبہ پیش فرمایا ہے' جس میں کفار مکہ نے جبر کے طریقہ سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم ایمان لے آتے' خواہ آپ دنیا میں آتے یا نہ آتے' اور جب ہر چیز اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے تو اگر اللہ کو ہمارا ایمان مطلوب ہوتا تو وہ ہم کو مومن بنا دیتا اور اس میں آپ کو پیغام دے کر بھیجنے اور آپ کی تبلیغ کرنے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ الانعام: ۱۴۸ میں کفار کا یہ اعتراض گزر چکا ہے' ان کے اس اعتراض کا مفصل جواب ہم اس آیت کی تفسیر میں ذکر کر چکے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا' تمام فرشتے اور مخلوق اپنے اختیار کے بغیر جبراً اللہ کی

Marfat.com

اطاعت کرتی ہے بجز انسان اور جنات کے‘ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ انسان اور جن اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں‘ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان ہی کے لیے جنت اور دوزخ کو بنایا اور باقی کسی مخلوق کے لیے جزاء اور سزا کا نظام نہیں بنایا‘ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی پیدا کیا جو لوگوں کو کفر اور برے کاموں کی طرف اکساتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی بھیجا جو لوگوں کو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں‘ اور انسان کے اندر بھی دو قوتیں پیدا کیں ایک وہ قوت جو اس کو نیکیوں پر ابھارتی ہے اور ایک وہ قوت ہے جو اس کو برائیوں پر اکساتی ہے پھر انسان کو عقل سلیم عطا کی کہ وہ کفر اور ایمان اور برائی اور نیکی میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے‘ جو ایمان اور نیکی کو اختیار کرے گا اس میں وہ ایمان اور نیک کاموں کو پیدا کر دے گا‘ اور جو کفر اور برے کاموں کو اختیار کرے گا تو وہ اس میں کفر اور برے کاموں کو پیدا کر دے گا کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے‘ پھر ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اپنے فضل سے جنت اور اخروی نعمتیں عطا فرمائے گا اور کفر کرنے والوں اور برے کام کرنے والوں کو اپنے عدل سے دوزخ کے دائمی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو‘ پس ان میں سے بعض وہ ہیں‘ جن کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو گئی‘ سو تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ (رسولوں کی) تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا○ (النحل: ۳۶)

طاغوت کا معنی

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے ہر سرکش کو اور ہر اس چیز کو جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو اس کو طاغوت کہتے ہیں۔ ساحر‘ کاہن‘ سرکش جن اور نیکی کے راستے سے بھٹکانے والے کو بھی طاغوت کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۹۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ طاغوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا طاغوت شیطان ہے‘ مجاہد‘ شعبی‘ ضحاک‘ قتادہ وغیرہم سے بھی اسی طرح منقول ہے‘ ابو العالیہ نے کہا طاغوت ساحر ہے‘ سعید بن جبیر نے کہا طاغوت کاہن ہے‘ امام ابن جریر نے فرمایا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے سامنے سرکشی کرے اور جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے‘ خواہ اس کی جبراً عبادت کی جائے یا خوشی سے عبادت کی جائے‘ خواہ وہ معبود انسان ہو یا بت ہو یا شیطان ہو یا کوئی چیز بھی ہو۔

(جامع البیان جز ۳ ص ۲۸-۲۷‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن جریر نے طاغوت کی تعریف میں جو عموم بیان کیا ہے اس عموم سے عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر کا استثناء کرنا ضروری ہے‘ کیونکہ عیسائی اور یہودی حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی عبادت کرتے تھے لیکن ان پر طاغوت کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ طاغوت میں پانچ قول ہیں: (۱) حضرت عمر‘ مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ طاغوت شیطان ہے۔ (۲) سعید بن جبیر نے کہا طاغوت کاہن ہے۔ (۳) ابو العالیہ نے کہا طاغوت ساحر ہے۔ (۴) طاغوت اصنام ہیں۔ (۵) سرکش جن اور شیطان ہیں اور ہر وہ جو سرکشی کرے‘ اور تحقیق یہ ہے کہ جب ان چیزوں کے اتصال سے سرکشی ہوتی ہے تو ان چیزوں کو طاغوت کہا جاتا ہے‘ کیونکہ یہ چیزیں سرکشی کا سبب ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کر دیا تو ان کا گمراہی میں کیا قصور ہے

امام رازی فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، یہ آیت ہمارے مذہب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان پر گمراہی ثابت ہو گئی تو اب یہ محال ہے کہ ان سے گمراہی صادر نہ ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبر صادق، کاذب ہو جائے گی اور یہ محال ہے اور جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہوتی ہے، اس لیے ان کا گمراہ نہ ہونا بھی محال ہے اور ان کا گمراہ ہونا عقلاً واجب ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کی امام رازی نے جو تقریر کی ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کر دیا اور اب ان کا ہدایت کو قبول کرنا محال ہے اور ان کا گمراہ ہونا واجب ہے تو پھر اس گمراہی میں ان کا کیا قصور ہے؟ اور دنیا میں ان کی مذمت اور آخرت میں ان کو دائمی عذاب دینے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کافروں کو اختیار دیا جائے گا پھر یہ اپنے اختیار سے ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اور نیک اعمال کے مقابلہ میں بداعمالیوں کو اختیار کریں گے اور بندہ اپنے لیے جس چیز کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہی چیز پیدا کر دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار کے مطابق ان میں گمراہی کو پیدا کر دیا اور اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دے دی کہ ان پر گمراہی ثابت ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی ہے اس کا واقع ہونا ضروری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے اور اس کا صدق کذب سے منقلب ہو جائے گا اور یہ دونوں چیزیں محال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ ان کی ہدایت پر حریص ہیں (تو سن لیں کہ) بیشک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کر دے، اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے ○ (النحل: ۳۷)

کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے اسلام اور ایمان لانے کے لیے بہت کوشش کرتے تھے اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے تھے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دینے کے لیے فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لیے کفر اور گمراہی کو اختیار کر لیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیا اور جب اللہ ان کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر چکا ہے تو وہ اب ان کے لیے ہدایت کو پیدا نہیں کرے گا اور اب ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، سو اب آپ ان پر افسوس نہ کریں اور ان کے متعلق غمگین نہ ہوں، قرآن عظیم میں اس نوع کی اور بھی آیات ہیں:

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا۔ (المائدہ: ۴۱)

اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو آپ ہرگز اللہ کی طرف سے اس کے لیے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (القصص: ۵۶)

بے شک آپ اسکو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جسکا ہدایت یافتہ ہونا آپکو پسند ہو، لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

اس معنی کو بیان کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ

اور اگر میں تمہاری خیر خواہی چاہوں تو میری خیر خواہی تم کو نفع نہیں دے سکتی اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا

Marfat.com

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (ھود: ۳۴) ہو، وہی تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور جو لوگ کفر اور گمراہی کو اختیار کر لیں اور ان کے اس اختیار کی وجہ سے اللہ ان کو کافر اور گمراہ بنا دے تو پھر اللہ کے دائمی عذاب سے ان کو کوئی چھڑا نہیں سکتا، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو مومن اور ہدایت یافتہ بناتا ہے اور نہ ہی جبراً کسی کو کافر اور گمراہ بناتا ہے جو ایمان کو اختیار کرتا ہے اس کو مومن بنا دیتا ہے اور جو کفر کو اختیار کرتا ہے اس کو کافر بنا دیتا ہے۔

اس آیت میں آپ کو تسلی دینے کا پہلو یہ ہے کہ آپ کا منصب اللہ کا پیغام پہنچانا اور دین اسلام کی تبلیغ کرنا ہے، سو آپ نے اللہ کے پیغام کو احسن اور کامل طریقہ سے پہنچا دیا، اب اگر آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لائے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ ان کے دل میں ایمان کو پیدا کر دینا اور کفر کو ایمان سے اور گمراہی کو ہدایت سے بدل دینا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ یہ آپ کی قدرت اور اختیار میں ہے یہ صرف اللہ عزوجل کا کام ہے اور اس کو ازل میں علم تھا کہ یہ ایمان کو اختیار نہیں کریں گے اور کفر پر اصرار کریں گے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کفر اور گمراہی کو مقدر کر دیا اور اللہ کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اپنی پکی قسموں میں سے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں! یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O تاکہ وہ ان پر اس حقیقت کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اس لیے کہ کفار جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے O اور ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے O (النحل: ۴۰-۳۸)

کفار کا حشر و نشر کو محال کہنا

ان آیتوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار مکہ کا جو تھا شبہ پیش کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے وہ کہتے تھے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا اور حشر نشر باطل ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ مرنے کے بعد سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تو وہ اس بنا پر آپ کی رسالت کو باطل قرار دیتے تھے، ان کا یہ کہنا تھا کہ مرنے کے بعد یہ جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے، اسی طرح دوسرے اجسام بھی مٹی ہو کر مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، پھر یہ ذرات ایک دوسرے میں خلط ملط ہو جاتے ہیں اور زمانے کے تغیرات اور حوادث سے اور آندھیوں اور طوفانوں سے یہ ذرات کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں، پھر ان مختلف اور مختلط ذرات کو ایک دوسرے سے الگ کرنا، پھر ہر جسم کے ذرات کو اس جسم میں جمع کرنا اور جوڑنا اور پھر اس کو مکمل جسم بنا کر زندہ کرنا ان کے نزدیک نہ صرف بے حد مشکل تھا بلکہ محال تھا، وہ اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے تھے بلکہ بداہت کا دعویٰ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت غضب کی موجب تھی کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ لوگوں کو موت کے بعد پھر زندہ کرے گا اور کفار پختہ قسمیں کھا کر اس بات کی تکذیب کریں اور کہیں کہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جا سکتا، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ سزاوار نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ لائق نہ تھا، اس نے میری جو تکذیب کی ہے وہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو پہلی شکل و صورت میں زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں، اور اس نے مجھے جو گالی دی ہے وہ یہ کہ میرا بیٹا ہے اور میں اس سے پاک ہوں کہ میری کوئی بیوی ہو یا بیٹا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۲۲۷، طبع جدید دار الفکر)

Marfat.com

حشر و نشر کے امکان اور وقوع پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے اس کا ہونا ضروری ہے' اور رہا کفار کا یہ شبہ کہ یہ مختلف اور مختلط ذرات کیسے باہم الگ الگ اور ممتاز ہوں گے تو یہ اس کے لیے مشکل ہے جس کا علم کامل اور محیط نہ ہو' اللہ تعالیٰ کا علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے' سمندر کی تہہ میں' پہاڑ کے کسی غار میں' کسی بھی جگہ کوئی چیز ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے' اور ان کا یہ کہنا کہ ان تمام ذرات کو مختلف جگہوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کرنا' پھر ان سب کو جوڑ کر ویسا ہی جسم بنانا پھر اس کو زندہ کرنا محال ہے تو یہ اس کے لیے محال ہے جس کی قدرت کامل نہ ہو' اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جب وہ پہلے کسی نمونہ اور مثال کے بغیر ایک شخص کو پیدا کر چکا ہے تو دوبارہ اس کو پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہوگا!

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس گورکھ دھندے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان مختلف اور مختلط ذرات کو پہلے تلاش کرے پھر ان کو اکٹھا کرے پھر ان کا ویسا ہی جسم بنائے پھر اس کو زندہ کرے' اسے کسی بھی چیز کو بنانے کے لیے کسی قسم کے مادہ' مثال' مدت اور آلہ کی ضرورت نہیں ہے وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ صرف یہ فرماتا ہے کہ "فلاں چیز ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے۔ اس نے پہلے بھی اس تمام کائنات کو لفظ "کن" سے بنایا تھا دوبارہ بھی اس کائنات کو اس لفظ "کن" سے پیدا کردے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت گزاروں کو ثواب دینا ہے اور کافروں اور سرکشوں کو عذاب دینا ہے' ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دینی ہے اور مظلوموں کو ان کے ظلم سہنے کی جزا دینی ہے اگر اس جہان کے بعد کوئی دوسرا جہان نہ ہو تو عبادت گزار بغیر ثواب کے اور کافر بغیر عذاب کے اور ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزا کے رہ جائیں گے اور یہ احکم الحاکمین کی حکمت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام انسانوں کو بیک وقت زندہ کرنا یا پیدا کرنا' کسی ایک انسان کو زندہ یا پیدا کرنے کی طرح ہے وہ چاہے تو ایک آن میں سب کو ہلاک کردے اور وہ چاہے تو ایک آن میں سب کو زندہ کردے' قرآن عظیم میں ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ (لقمان: ۲۸)

تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اللہ کے نزدیک ایسا ہے جیسے کسی ایک شخص کو پیدا کرنا اور اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا۔

وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ (القمر: ۵۰)

ہمارا کام تو ایک لمحہ کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا○

"کن فیکون" پر ایک اعتراض کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں یہ کہنا ہوتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے' ایک اور جگہ بھی اس طرح ارشاد ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یٰسین: ۸۲)

اس کا کام یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز سے فرماتا ہے "ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے۔

اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ جب وہ چیز موجود نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا "ہو جا" تو یہ معدوم کو خطاب

Marfat.com

ہے اور معدوم سے خطاب کرنا عبث ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور اگر وہ چیز موجود تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا "ہو جا" تو یہ تحصیل حاصل ہے اور یہ بھی عبث ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم اجمالی میں موجود تھی اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں اس سے متوجہ ہو کر فرمایا: "ہو جا۔" سو یہ معدوم سے خطاب نہیں ہے اور وہ پہلے معلوم اور موجود ذہنی کے درجہ میں تھی اللہ تعالیٰ کے "کن" فرمانے سے وہ خارج میں موجود ہو گئی لہٰذا یہ تحصیل حاصل بھی نہیں ہے۔

امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سمجھانے کے لیے بطور مثال یہ فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمائے وہ اسی وقت فوراً ہو جاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام دنیا اور آخرت کو چشم زدن میں پیدا فرمانا چاہے تو وہ پلک جھپکنے سے پہلے تمام دنیا اور آخرت کو پیدا فرما دے گا، لیکن اس نے بندوں سے ان کی عقلوں کے مطابق خطاب فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر رکھ دیا اور آصف بن برخیا کو یہ قدرت اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کون اندازہ کر سکتا ہے، وہ چاہے تو پلک جھپکنے سے پہلے اس جہان جیسے کروڑوں عالم پیدا کر دے، اس کی قدرت کا کون تصور کر سکتا ہے!

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي

اور جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت کی، ہم ان کو ضرور دنیا میں اچھا

الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ٹھکانا دیں گے اور آخرت میں اجر تو بہت بڑا ہے کاش کہ وہ جانتے ○

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ اور ہم نے آپ سے پہلے صرف

قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

مردوں ہی کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ

(اہل کتاب) سے پوچھ لو ○ (ان رسولوں کو) واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا، اور ہم نے آپ کی طرف ذکر

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

(قرآن عظیم) اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور و فکر کریں ○

وقف لازم

النصف

Marfat.com

اَفَاَمِنَ الَّذِیۡنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّخۡسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الۡاَرۡضَ
جو لوگ بری سازشیں کرتے ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے
اَوۡ یَاۡتِیَہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ اَوۡ یَاۡخُذَہُمۡ
یا ان پر وہاں سے عذاب لے آئے جہاں سے عذاب آنے کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو ○ یا ان کو چلتے پھرتے
فِیۡ تَقَلُّبِہِمۡ فَمَا ہُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ ﴿۴۶﴾ اَوۡ یَاۡخُذَہُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ
پکڑ لے، سو وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے ○ یا وہ ان کو عین حالت خوف میں پکڑ لے،
فَاِنَّ رَبَّکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ
تو بے شک تمہارا رب بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو
مِنۡ شَیۡءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا
چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتا ہے، اور
لِّلّٰہِ وَ ہُمۡ دٰخِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا
اس وقت وہ اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں ○ اور جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمینوں میں ہیں،
فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾
زمین پر چلنے والے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○
السجدۃ ۳ یَخَافُوۡنَ رَبَّہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ السجدۃ ع ۱۲ ع ۶
وہ اپنے اوپر اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت کی، ہم ان کو ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے، اور آخرت میں اجر تو بہت بڑا ہے کاش کہ وہ جانتے ○ جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ (النحل: ۴۲-۴۱)

مہاجرین کی تعریف اور تحسین

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کفار مکہ نے اللہ کی بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد لوگوں کو پیدا نہیں کرے گا اور حشر و نشر کا انکار کیا، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی، جہالت اور گمراہی میں حد سے تجاوز کر

Marfat.com

چکے تھے اور جو مسلمان ان کے اس عقیدہ میں ان کے مخالف تھے ان پر طرح طرح کے مظالم کرتے تھے، ان کے اس ظلم و ستم کے نتیجہ میں مسلمانوں نے مکہ سے ہجرت کی، سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف اور تحسین فرمائی جنہوں نے اللہ کے دین پر آزادی اور بے خوفی سے عمل کرنے کے لیے مکہ سے ہجرت کی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اہل مکہ کے ظلم سہنے کے بعد ہجرت کی، ان پر مشرکین نے ظلم کیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۳۰۸، الدر المنثور ج ۵ ص ۱۳۱)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت مکہ میں رہنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت خباب، حضرت عمار اور حضرت ابو جندل بن سہیل کے متعلق، مشرکین نے ان کو مکہ میں پکڑ کر رکھا ہوا تھا اور ان کو سخت ایذا پہنچاتے تھے اور عذاب دیتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا مدینہ میں ٹھکانا بنا دیا۔

(اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۵۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت صہیب بن سنان بن مالک رومی کی کنیت ابو یحییٰ ہے ان کی یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، ان کو رومی اس لیے کہتے ہیں کہ صغر سنی میں ان کو رومیوں نے قید کر لیا تھا، انہوں نے روم میں ہی پرورش پائی، ان سے بنو کلب نے ان کو خرید لیا اور مکہ میں لے آئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا، علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت صہیب اور حضرت عمار ایک دن میں مسلمان ہوئے تھے، ان سے پہلے تیس اور کچھ لوگ مسلمان ہو چکے تھے، یہ ان کمزور لوگوں میں تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے مکہ میں عذاب دیا جاتا تھا، جن لوگوں نے سب کے بعد ہجرت کی ان میں حضرت علی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے، جب حضرت صہیب ہجرت کرنے لگے تو مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا پیچھا کیا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکش میں سے تیر نکال کر کہا: اے قریش کے لوگو! تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے بہترین تیرانداز ہوں، اور اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک میرے نزدیک نہیں آسکتا جب تک کہ میرے ترکش کے سارے تیر ختم نہ ہو جائیں، پھر میرے ہاتھ میں تلوار ہے اور میں آخری دم تک تم سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کرتا رہوں گا، اور اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کا پتا بتا دیتا ہوں۔ انہوں نے اس پر معاہدہ کر لیا، اور حضرت صہیب نے ان کو اپنے مال کا پتا بتا دیا اور حضرت صہیب رسول اللہ سے جا ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ابو یحییٰ نے تجارت میں نفع حاصل کر لیا۔ اور اللہ عزوجل نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷)

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے فروخت کر دیتے ہیں۔

ہجرت کی وجہ سے اسلام کی تقویت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی عظیم اہمیت بیان فرمائی ہے، اور مہاجرین کا مقام بیان فرمایا ہے، کیونکہ ان کی ہجرت کی وجہ سے اسلام کو قوت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد ہجرت کی، یہ لوگ

Marfat.com

کفار کے ہاتھوں عذاب جھیل رہے تھے' اہل مکہ یہ چاہتے تھے کہ یہ اسلام سے نکل کر کفر کی طرف لوٹ آئیں لیکن ان مسلمانوں نے وطن چھوڑ دیا دین نہیں چھوڑا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ان کو ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے' اچھے ٹھکانے کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ ہم ضرور ان ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو مکہ کے ان کافروں پر غلبہ عطا فرمائیں گے جو ان پر ظلم کرتے تھے اور پھر تمام جزیرہ عرب پر غلبہ عطا فرمائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مہاجرین میں سے کسی کو وظیفہ عطا فرماتے تو کہتے تھے لو تمہیں اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے دنیا میں دینے کا وعدہ کیا تھا اور اللہ نے تمہارے لیے آخرت میں جس اجر کا ذخیرہ کر رکھا ہے وہ بہت بڑا اجر ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم تمہیں دنیا میں اچھا گھر عطا فرمائیں گے' لہٰذا مدینہ میں انصار نے ان کو اپنے گھروں میں رکھا اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے عوض ان کو مدینہ عطا فرمایا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کاش کہ وہ جانتے' اس کی بھی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ ہے کہ اس کی ضمیر مکہ کے کافروں کی طرف لوٹتی ہے یعنی کاش یہ کافر جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مظلوم مسلمانوں کے لیے دنیا اور آخرت میں کتنا عظیم اجر تیار کر رکھا ہے تو وہ ان پر ظلم و ستم کرنے سے باز آجاتے اور کفر کے بجائے اسلام اور دنیا کی بجائے آخرت کی رغبت کرتے۔ اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ ضمیر مظلوم مسلمانوں کی طرف لوٹتی ہے یعنی کاش یہ مظلوم مسلمان جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان کے لیے کتنا عظیم اجر تیار کر رکھا ہے تو یہ عبادت میں اور زیادہ کوشش کرتے۔

صبر اور توکل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفار کے مظالم برداشت کیے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' اس آیت میں ان کی مزید مدح فرمائی ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفار کی ایذاء اور ان کے عذاب پر صبر کیا اور وطن سے جدائی کو برداشت کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کو خرچ کیا' اس آیت میں صبر اور توکل کا ذکر ہے' صبر کا معنی ہے نفس پر قہر کرنا اور اس کو مغلوب کرنا اور اسے مصائب برداشت کرنے کا عادی بنانا اور توکل کا معنی ہے مخلوق سے بالکلیہ منقطع ہو کر خالق کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونا اور صبر اللہ کی طرف سلوک کی پہلی منزل ہے اور توکل اللہ کی طرف سلوک کی انتہائی منزل ہے۔

ہجرت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ہجرت کی اقسام

ان آیتوں میں چونکہ ہجرت کا ذکر آگیا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ہجرت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام بیان کر دیں۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

ہجر اور ہجران کا معنی ہے انسان اپنے غیر سے الگ ہو جائے' خواہ جسمانی طور پر الگ ہو یا زبان سے یا قلب سے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہجرت کی تعریف ہے دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف جانا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۔ (النساء: ۹۷)

جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی) جب فرشتوں نے ان کی روحوں کو قبض کرتے وقت پوچھا: تم کیا کرتے رہے؟ انہوں نے کہا ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے' فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے' ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ برا ٹھکانا ہے۔

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: انا بریٔ من مسلم بین مشرکین لا تراء انا راھما (ابوداؤد) "میں اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے' ان دونوں کی آگ (ایک جگہ) دکھائی نہ دے۔" یعنی مسلمان ایسی جگہ نہ رہیں جہاں سے ان کی آگ مشرکوں کو دکھائی دے اور مشرکوں کی آگ مسلمانوں کو دکھائی دے۔ اس موضوع کے متعلق بکثرت احادیث ہیں۔ جمہور فقہاء کے نزدیک قیامت تک ہجرت کا حکم باقی ہے اور بعض فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔" نیز آپ نے فرمایا: ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جہاد اور نیت باقی ہے۔

روایت ہے کہ جب صفوان بن امیہ اسلام لائے تو ان سے کہا گیا کہ جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا دین نہیں ہے' سو وہ مدینہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اے ابو وہب تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ "جو ہجرت نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: اے ابو وہب مکہ کی وادیوں میں لوٹ جاؤ اور اپنے گھروں میں رہو کیونکہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے تاہم جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوگی' اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے جب تک جہاد ہے ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث ہجرت کے عموم اور اطلاق پر دلالت کرتی ہیں' جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہجرت ہر زمانہ میں مشروع ہے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شہر فتح ہو گیا اس سے منتقل ہونا ہجرت نہیں ہے اور صفوان کی جس روایت میں ہے ہجرت منقطع ہو گئی' اس کا مطلب یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت منقطع ہو گئی' کیونکہ ہجرت کا معنی ہے کفار کے شہر سے نکلنا اور جب کوئی شہر فتح ہو گیا تو پھر وہ کافروں کا شہر نہیں رہا' اس لیے اب اس شہر سے ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا' ہر شہر کا یہی حکم ہے اس لیے ہجرت کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو لوگ کفار کے شہر میں ہوں اور اس شہر سے ہجرت پر قادر ہوں' اور ان کے لیے ان کافروں کے ساتھ رہتے ہوئے دین کا اظہار کرنا اور فرائض و واجبات کو ادا کرنا ممکن نہ ہو' ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماوھم جھنم وساءت مصیرا۔ (النساء: ۹۷) "کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے' ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بُرا ٹھکانا ہے۔" اور یہ بہت شدید وعید ہے' جو وجوب پر دلالت کرتی ہے نیز اس لیے کہ واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے اور رواجبات کی ادائیگی ہجرت پر موقوف ہو تو ہجرت واجب ہو جائے گی۔

(۲) جو شخص کفار کے ملک میں فرائض وغیرہ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسی عذر کی بناء پر ہجرت نہ کر سکتا ہو' مثلاً بیمار ہو' یا اس کو جبراً ٹھہرایا گیا ہو یا عورتوں اور بچوں کا ضعف ہو' اس پر ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًاۙ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ	ہاں! جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں اور (کفار کے شہروں سے) نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے' ان سے شاید اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے' اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف

Marfat.com

عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ کرنے والا اور بہت در گزر کرنے والا ہے۔

(النساء: ۹۹-۹۸)

(۳) جو لوگ دارالکفر میں رہتے ہیں اور اس شہر سے ہجرت کرنے پر قادر ہوں لیکن وہ دارالکفر میں دین کے اظہار اور فرائض و واجبات کی ادائیگی بھی بخوبی کر سکتے ہوں' ان کے لیے ہجرت کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے' اور یہ استحباب اس وجہ سے ہے کہ وہ دارالاسلام میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں گے' اور مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ کا سبب بنیں گے اور دیگر معاملات میں ان کے معاون ہوں گے اور کفار کے ساتھ اختلاط' ان کی عددی قوت میں اضافہ اور ان کے فواحش اور منکرات کو دیکھنے سے بچے رہیں گے' اور ان پر ہجرت کرنا واجب اس لیے نہیں ہے کہ وہ ہجرت کے بغیر بھی فرائض اور واجبات کو ادا کر سکتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے باوجود مکہ میں مقیم رہے' اور روایت ہے کہ حضرت نعیم نحام نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم (بنو عدی) ان کے پاس گئی اور کہا تم اپنے دین پر قائم رہو اور ہمارے پاس ٹھہرو' اور جو شخص تمہیں اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے گا ہم تم کو اس سے محفوظ رکھیں گے' اور تم جو ہماری کفالت کیا کرتے تھے وہ کرتے رہنا' (حضرت نعیم بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے تھے۔) سو ایک مدت تک انہوں نے ہجرت نہیں کی اور کافی عرصہ کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہاری قوم میری قوم سے بہتر ہے' میری قوم نے مجھے وطن سے نکال دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا' اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی اور تمہیں جانے نہیں دیا۔ حضرت نعیم نے کہا یا رسول اللہ! بلکہ آپ کی قوم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دشمن کے خلاف جہاد کی طرف نکالا اور میری قوم نے مجھے ہجرت اور اللہ کی عبادت سے روک لیا۔ (المغنی ج ۹ ص ۲۳۶-۲۳۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ نے جو ہجرت کی تیسری قسم بیان کی ہے آج کل اس کا مصداق وہ مسلمان ہیں جو معاشی ضروریات کی بناء پر ترک وطن کر کے انگلینڈ' آسٹریلیا' امریکہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر چکے ہیں اور انہوں نے ان علاقوں کی مستقل شہریت اختیار کر لی ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے ہجرت کی تین اقسام بیان کیں ان کے علاوہ بھی ہجرت کی اقسام ہیں ایک قسم ہے دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت کرنا اگرچہ وہ دونوں دارالکفر ہوں' جیسے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی مکہ اور حبشہ اس وقت دونوں دارالکفر تھے لیکن مکہ میں مسلمانوں کو کفار کے مظالم کا خوف تھا اور حبشہ میں یہ خوف نہیں تھا' سو انہوں نے دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت کی' اور آج کل اس کی مثال یہ ہے جیسے مسلمان بھارت سے افریقی ملکوں میں' برطانیہ' ہالینڈ' امریکا اور جرمنی وغیرہ چلے جاتے ہیں' حالانکہ بھارت بھی کافر ملک ہے اور یہ ممالک بھی دارالکفر ہیں مگر بھارت میں آئے دن ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے ہیں' مسلمانوں کی مساجد کو مسمار کر دیا جاتا ہے' اجودھیا کی بابری مسجد اس کی تازہ مثال ہے' عید گاہوں میں عین نماز عید کے وقت وہ میدان میں خنزیر چھوڑ دیتے ہیں' مسلمان گائے کی قربانی نہیں کر سکتے' اگر کہیں پتا چل جائے کہ مسلمانوں نے گائے ذبح کی ہے تو بڑے پیمانہ پر مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو جاتا ہے' ہندوؤں کے ان مظالم سے تنگ آ کر مسلمان افریقی ممالک' برطانیہ' امریکا' جرمنی وغیرہ ہجرت کر جاتے ہیں اور یہ دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت ہے' ہرچند کہ دونوں ملک دارالکفر ہیں۔

ہجرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان اپنی زبان اور اپنے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے الگ کر لے اور تمام

Marfat.com

قسم کے گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف منتقل ہو جائے، گویا شیطان کی سلطنت سے اللہ کی سلطنت کی طرف منتقل ہو جائے اور اس نے اپنے تمام اعضاء کو جو شیطان کا محکوم اور مطیع بنایا ہوا ہے تو وہ اس کی اطاعت کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف منتقل ہو جائے اور وہ اپنے تمام اعضاء کو اللہ کا محکوم اور مطیع بنالے تو یہ کامل ہجرت ہے حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھوں (کے شر) سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں سے ہجرت کرے (ان کو ترک دے) جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰، ۶۴۸۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۱۵، ۶۸۰۶، ۶۸۳۵ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

اور ہجرت کی تیسری قسم یہ ہے کہ انسان ان تمام چیزوں کو ترک کر دے اور ان سے الگ ہو جائے جو یاد الٰہی اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے غافل کرتی ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنی عائلی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو ترک کر کے جنگل میں یا کسی غار میں لوٹا، مصلیٰ اور تسبیح لے کر چلا جائے، بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرے نہ اپنے بیوی بچوں کی کفالت کرے اور ان کے حقوق ادا کرے، نہ رزق حلال کے حصول کے لیے سعی اور جدوجہد کرے اور نہ اسلامی معاشرہ میں اپنے حصہ کا رول ادا کرے، یہ محض رہبانیت ہے اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

لوگوں کی زبان پر یہ حدیث مشہور ہے: "لا رھبانیۃ فی الاسلام" حافظ ابن حجر نے کہا میں نے ان لفظوں کے ساتھ حدیث نہیں دیکھی لیکن امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ان اللہ ابدلنا بالرھبانیۃ الحنیفۃ السمحۃ۔	اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بدلہ میں سہل اور آسان دین عطا فرمایا ہے۔

(کشف الخفا للعجلونی رقم الحدیث: ۳۱۵۴، مکتبہ الغزالی دمشق)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عائلی حقوق اور ماں باپ کی خدمت اور بیوی بچوں کی کفالت اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی اعانت کے لیے بہ قدر ضرورت حصول رزق کی کوشش کرے، یہ نہ کرے کہ کاروبار کی وسعت اور تجارت کو بڑھانے کی جدوجہد میں اس طرح مشغول ہو جائے اور اس میں ایسا منہمک ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور اس کے احکام سے غافل ہو جائے یا دنیا کی زیب و زینت، عیش و آرام اور دوسرے اللّوں تللّوں رنگ رلیوں اور عیاشیوں میں اس طرح گم ہو جائے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے احکام بھول جائیں، خلاصہ یہ ہے کہ وہ خلق اور خالق دونوں سے کامل رابطہ رکھے اور ہر ایسی چیز کو ترک کر دے اور اس سے الگ ہو جائے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل کرے اور یہ حقیقی ہجرت ہے، علامہ ابن قدامہ نے ہجرت کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور تین یہ اقسام ہیں اس طرح ہجرت کی کل چھ اقسام ہو گئیں۔

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی ہے اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی ہے، ہم پہلے وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی:

ہجرت منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے، اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۸۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

Marfat.com

حضرت عبید بن عمر لیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا آج کل ہجرت نہیں ہے' پہلے مومنین اپنے دین کی حفاظت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر آتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ دین کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں' لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے' آج وہ جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور اس کی نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۹۰۰)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا: آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں کو ان کا دودھ پلاتے ہو' اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا جس دن تم اونٹنیوں کو پانی پلانے لے جاتے ہو اس دن تم ان کا دودھ دوہ کر لوگوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم سمندروں کے پار عمل کرو' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو (قبول کے بغیر) ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۲۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۶۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۲۴۷۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۷۷۷' سنن النسائی رقم الحدیث:۴۱۶۴)

حضرت مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا' آپ نے فرمایا ہجرت تو اصحاب ہجرت کے لیے گزر چکی لیکن تم اسلام' جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۹۶۲'۴۳۰۵'۴۳۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۶۳)

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دن اپنے والد کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت کر لیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کو جہاد پر بیعت کروں گا' ہجرت تو منقطع ہو چکی ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث:۴۱۷۹'۴۱۷۱)

نعیم بن دجاجہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث:۴۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا جو بہت نڈر اور بے باک تھا اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کی طرف ہجرت کرنے کی کون سی جگہ ہے؟ وہ کوئی خاص جگہ ہے یا کسی خاص قوم کا علاقہ یا آپ کی وفات کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے' پھر آپ نے فرمایا ہجرت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو' خواہ تم حضرموت میں فوت ہو' یعنی یمامہ کی سرزمین میں۔ الحدیث۔

(مسند احمد رقم الحدیث:۶۸۹۰' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نڈر اور بے باک اعرابی آیا اور کہا یا رسول اللہ آپ کی طرف ہجرت کس جگہ ہے؟ آپ جہاں بھی ہوں' یا کسی خاص سرزمین کی طرف' یا کسی خاص قوم کی طرف' یا جب آپ وفات پا جائیں گے تو ہجرت منقطع ہو جائے گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا، وہ ہجرت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں گیا؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہجرت یہ ہے کہ تم بے حیائی کے کاموں کو ترک کردو خواہ وہ کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ! اور تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو، خواہ تم حضر موت میں فوت ہو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۷۰۹۵، مطبوعہ عالم الکتب ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہجرت باقی نہیں ہے اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی۔ اب ہم ان احادیث کو ذکر کر رہے ہیں:

ہجرت باقی رہنے کے متعلق احادیث

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲، ج ۴ ص ۹۹، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۴۶، تہذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۰۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۶۲۴۹، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۶۳۶)

حضرت عبداللہ بن واقد السعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم اپنی کوئی حاجت طلب کر رہے تھے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے آخر میں پیش ہوا، میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو چھوڑا ہوا ہے اور ان کا یہ گمان ہے کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے، آپ نے فرمایا جب تک کفار سے قتال کیا جاتا رہے گا ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۸۳، ۴۱۸۴)

ہجرت کی متعارض حدیثوں میں تطبیق

بہ ظاہر ان دونوں قسم کی حدیثوں میں یہ تعارض ہے پہلی قسم کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے اور دوسری قسم کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی، علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ ان میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابتداء اسلام میں ہجرت مستحب تھی فرض نہیں تھی، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۚ (النساء: ۱۰۰)

جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

پھر جب مشرکوں کی ایذا رسانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا، تاکہ وہ آپ کے ساتھ رہیں اور جہاد میں آپ کی مدد کریں تو اس وقت ہجرت فرض کردی گئی تاکہ مسلمان آپ سے دین سیکھیں اور شریعت کا علم حاصل کریں، اور اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں ہجرت کا حکم موکد فرمایا ہے حتیٰ کہ جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی ان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ حمایت، نصرت اور ولایت کو منقطع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، تمہارے لیے ان کی حمایت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کر

Marfat.com

(الانفال: ۷۲) لیں۔

اس زمانہ میں سب سے زیادہ خطرہ قریش مکہ سے تھا' جب مکہ فتح ہو گیا اور اہل مکہ نے اطاعت کرلی تو ہجرت کے فرض ہونے کی علت زائل ہو گئی اور ہجرت کا حکم پھر ندب اور استحباب کی طرف لوٹ آیا' پس یہاں دو ہجرتیں ہیں' جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے یہ وہ ہجرت ہے جو فرض تھی اور جو ہجرت باقی ہے یہ وہ ہجرت ہے جو مستحب ہے۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابو داؤد ج ۳ ص ۳۵۲' دار المعرفہ بیروت)

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ علامہ خطابی کا مذکورہ جواب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان دونوں حدیثوں کو ایک اور طریقے سے بھی جمع کیا جاسکتا ہے' اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' اس سے مراد خاص ہجرت ہے یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف منتقل ہونا اب ہجرت نہیں ہے کیونکہ اب مکہ بھی دارالاسلام ہے' اور جس حدیث میں ہے کہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی' اس سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی دار الکفر میں مسلمان ہوا اس پر واجب ہے کہ وہ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقل ہو جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۶) اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مشرک کے ساتھ جمع ہو اور اس نے ان کے ساتھ سکونت کی وہ اس کی مثل ہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۸۷)۔

(شرح السنہ ج ۱۰ ص ۳۷۴' ۳۷۳' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۳ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' علامہ خطابی اور امام بغوی کے جوابوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی' اور آپ کی اجازت کے بغیر اس کا اپنے وطن کی طرف جانا جائز نہ ہو ایسی ہجرت فتح مکہ کے بعد نہیں ہے' اور جس حدیث میں ہے کہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس سے مراد وہ ہجرت ہے جو اس طرح نہ ہو جیسا کہ مختلف علاقوں سے ہجرت کر کے اعرابی آتے تھے' اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت منقطع ہو گئی اور جب تک کفار کے ساتھ جہاد کیا جاتا رہے گا ہجرت منقطع نہیں ہوگی' یعنی جب تک دنیا میں کفر ہے تو ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے جو دار الکفر میں مسلمان ہوئے اور ان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ دار الکفر میں بغیر فتنہ کے رہ سکیں تو ان پر وہاں سے ہجرت کرنا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۳۰' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

النساء: ۹۷ میں بھی ہم نے ہجرت پر بحث کی ہے اس موضوع پر مکمل واقفیت حاصل کرنے کے لیے اس بحث کا بھی مطالعہ کر لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں ہی کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے' اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو○ (ان رسولوں کو) واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا' اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن عظیم) اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا

Marfat.com

نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور و فکر کریں O(النحل: ۴۴-۴۳)

انسان اور بشر کو نبی اور رسول بنانے کی تحقیق

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں مشرکین مکہ کا یہ پانچواں شبہ ہے جس کا یہاں ذکر کر کے اس کا رد کیا جا رہا ہے، مشرکین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند اور بالا ہے کہ وہ کسی بشر اور انسان کو رسول بنائے اور اپنا پیغام دے کر بھیجے' اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا جو انسان کی بہ نسبت بہت معزز اور مکرم مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس اعتراض کا قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر فرمایا ہے' اور اس کا ازالہ فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (الانعام: ۹-۸)

اور انہوں نے کہا اس رسول پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا' اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی O اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی اس کو (صورتاً) مرد بناتے اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں O

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو وہ نہ اس کا کلام سن سکتے' نہ اس کو دیکھ سکتے اور نہ اس کو چھو سکتے تو اس کو اصلی شکل میں بھیجنا بالکل عبث ہوتا' اور اگر ہم اس کو انسانی پیکر اور بشر کی صورت اور مرد کے لباس میں بھیجتے تو وہ اس پر یقین نہ کرتے کہ یہ فرشتہ ہے اور ہرگز نہ مانتے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ سو جو شبہ ان کو لاحق ہے وہ پھر بھی لاحق ہوتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ - (یونس: ۲)

کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک مرد پر وحی کی ہے کہ آپ لوگوں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۙ○ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○

(المؤمنون: ۳۴-۳۳)

اور نبی کی قوم کے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا تھا' اور آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی' اور ہم نے ان کو دنیاوی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی تھی' یہ رسول تو تم جیسا بشر ہے یہ ان چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو O اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کر لی تو اس وقت تم ضرور نقصان اٹھانے والے لوگوں میں سے ہو گے O

سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی ان کے اس اعتراض کا جواب دیا اور ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا' جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق کی آفرینش کی ابتداء سے اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ رہی ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے صرف انسان اور بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ظاہر ہے کہ بشر اور انسان کی ہدایت کے لیے اس کی جنس سے ہی رسول بھیجا جائے گا۔ چونکہ اس زمین پر انسان رہتے ہیں اس لیے ان کی ہدایت کے لیے بشر اور انسان کو رسول بنا کر بھیجا گیا' اگر یہاں فرشتے رہتے ہوتے تو ان کی ہدایت کے لیے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجا

Marfat.com

جاتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۵)

آپ کہیے اگر زمین میں (رہنے والے) فرشتے ہوتے جو اس میں اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے ○

اس لیے کفار مکہ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض لایعنی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام دے کر کسی کو بھیجنا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ کسی فرشتے کو پیغام دے کر اور اپنا رسول بنا کر بھیجتا، امام رازی اور علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور بالبینات والزبر آیت کے پہلے اجزا کے ساتھ مربوط ہے اور معنی یوں ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، سو اگر تم کو یقین نہ ہو تو اہلِ ذکر یعنی اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صرف مرد کو بنایا جاتا ہے عورت کو نہیں بنایا جاتا۔

اھل الذکر کا مصداق

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اہل الذکر کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اہل التوراۃ والانجیل ہیں، (۲) مجاہد نے کہا اس سے مراد اہلِ تورات ہیں، (۳) ابن زید نے کہا اس سے مراد اہلِ قرآن ہیں، (۴) الماوردی نے بیان کیا اس سے مراد ہے پہلے لوگوں کی خبر رکھنے والے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اگر تم نہیں جانتے ہو تو، اس کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں: (۱) اگر تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر میں سے کسی کو رسول بنایا ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہے کہ اگر تم یہ نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھ لو خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں، کیونکہ اہلِ کتاب اور تاریخ کا علم رکھنے والے سب اس پر متفق ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشر سے مبعوث کیے گئے۔ (۲) اگر تم یہ نہیں جانتے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو اہلِ کتاب سے جو ایمان لائے ہیں ان سے پوچھ لو اور مجاہد سے روایت ہے کہ اہل الذکر سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں اور قتادہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد حضرت سلمان فارسی ہیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

میرے نزدیک امام ابن جوزی کی ذکر کی ہوئی یہ دوسری تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۃ النحل مکی ہے اور اس آیت میں مکہ کے مشرکین سے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ نے کسی بشر کو رسول بنایا ہے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو، اور حضرت عبداللہ بن سلام تو ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلام لائے تھے، اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مشرکو! اگر تم کو اس بات میں شک ہے کہ بشر رسول ہوتا ہے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو، کیونکہ تمام اہلِ کتاب اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کو نہیں چھپاتے۔

مسئلہ تقلید پر "فسئلوا اھل الذکر" سے استدلال

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی نے الاکلیل میں لکھا ہے کہ اس آیت سے عام آدمی کی فروعی مسائل میں تقلید پر استدلال

Marfat.com

کیا گیا ہے۔ علامہ سیوطی نے فروعی مسائل کی جو قید لگائی ہے اس پر غور کرنا چاہیے، کیونکہ اس آیت کا ظاہر عموم ہے، خاص طور پر جب ہم یہ کہیں کہ اس آیت میں جس چیز کے متعلق سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا تعلق اصول سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی سُنّت یہ ہے کہ وہ انسان اور بشر سے رسول بناتا ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جلال الدین محلی سے منقول ہے کہ غیر المجتہد عام ہو یا خاص اس کو مجتہد کی تقلید کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو، اور صحیح یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ اور غیر اعتقادیہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی فرق ہے کہ مجتہد زندہ ہو یا مُردہ۔

علامہ سیوطی اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مجتہد کے لیے تقلید کرنا منع ہے، خواہ اس کے پاس کوئی قطعی دلیل ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ بالفعل مجتہد ہو یا اس کے پاس اجتہاد کی اہلیت ہو، اور ان کے اس کلام کا تقاضا یہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں یا ان کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں! علامہ ابن حجر وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ غیر کی تقلید کرنے میں یہ شرط ہے کہ اس کا مذہب مدون ہو اور اس کی شرائط اور معتبرات محفوظ ہوں، اور علامہ سبکی نے جو کہا ہے کہ جو ائمہ اربعہ کا مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف کی مثل ہے یہ ان مجتہدین پر محمول ہے جن کے مسائل محفوظ اور مدون نہیں ہیں اور ان کی شرائط معروف نہیں ہیں اور ان کی کتابیں گم ہو چکی ہیں جیسے ثوری، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کے مذاہب، (یعنی ان لوگوں کی تقلید نہیں کرنی چاہیے) ائمہ اربعہ کے غیر کی تقلید کا جواز صرف عمل میں ہے، اور افتاء اور قضاء کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کا متعین کرنا ضروری ہے۔

(روح المعانی جز ۱۴ ص ۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

آیت مذکورہ سے استدلال پر نواب صدیق حسن خان کے اعتراضات

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ تقلید کے رد میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اہلِ ذکر سے مطلقاً سوال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ایک خاص چیز کے متعلق سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ ہے کسی بشر اور انسان کو رسول بنانا۔ امام ابن جریر، امام بغوی اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے۔ علامہ سیوطی نے ان تمام اقوال کو الدر المنثور میں جمع کیا ہے اور سیاق اور سباق سے بھی یہی معنی متعین ہے اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہاں کسی بھی چیز کے متعلق اہلِ ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے تب بھی یہاں کتاب اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُنّت کے متعلق سوال کرنے کا حکم مراد ہے اور ان کے علاوہ اور کسی چیز کے متعلق سوال کرنے کا حکم مراد نہیں ہے، اور میں مخالف کے متعلق یہ گمان نہیں رکھتا کہ وہ اس سے اختلاف کرے گا، اس لیے کہ شریعت مطہرہ یا تو اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور وہ قرآن کریم ہے اور یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور وہ آپ کی سنت مطہرہ ہے، ان کے علاوہ کوئی تیسری چیز شریعت نہیں ہے۔ اور جب کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہلِ قرآن اور حدیث سے سوال کریں، تو یہ آیت کریمہ مقلدین کے خلاف ہے، ان کے حق میں نہیں ہے کیونکہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اہل الذکر سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو جواب دیتے تھے، پس جن سے سوال کیا جاتا تھا ان کا جواب یہ ہوتا کہ وہ کہیں کہ اللہ اس طرح فرماتا ہے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں، پھر سوال کرنے والے اس پر عمل کرتے ہیں، اور یہ وہ چیز نہیں ہے جو مقلدین کی مراد ہے اور جس کا وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس آیت سے لوگوں کے اقوال پر عمل کرنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور ان کے اقوال کی دلیل کے متعلق سوال نہیں کرتے، اور اسی چیز کو تقلید کہتے

Marfat.com

ہیں کیونکہ انہوں نے تقلید کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ بغیر دلیل کے غیر کے قول کو قبول کرنا ہے۔
تقلید کا خلاصہ یہ ہے کہ مقلد کتاب اللہ سے سوال کرتا ہے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بلکہ وہ فقط اپنے امام کے مذہب کو معلوم کرتا ہے' اور جب وہ امام کے مذہب سے متجاوز ہو کر کتاب اور سنت کے متعلق سوال کرے تو پھر وہ مقلد نہیں ہے اور اس بات کو ہر مقلد تسلیم کرتا ہے اور اس کا انکار نہیں کرتا' اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جب مقلد اہلِ ذکر سے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے متعلق سوال کرے گا تو وہ مقلد نہیں ہوگا' تو تم نے جان لیا کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس آیت میں کسی خاص چیز کے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ شریعت سے متعلق ہر چیز کے سوال کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ مقلد کا زعم ہے تو اس کا قول اس کے منہ پر مار دیا جائے گا اور اس کی ناک خاک آلودہ کی جائے گی اور اس کی کمر توڑ دی جائے گی' کیونکہ جس سوال کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے وہ یہ ہے کہ عالم سے حجت شرعیہ کا سوال کیا جائے اور اس کو معلوم کیا جائے' پس وہ عالم حدیث کا راوی ہوگا اور وہ سائل روایت کا طالب ہوگا اور مقلد خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ وہ عالم کے قول کو قبول کرتا ہے اور حجت کا مطالبہ نہیں کرتا پس یہ آیت اتباع کی دلیل ہے تقلید کی دلیل نہیں ہے' پس اس تقریر سے تم پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مقلد اس آیت کو جوابی حجت کے طور پر پیش کرتا ہے تو یہ حجت ساقط ہے' جب کہ اس آیت کا مفہوم خاص چیز کے متعلق سوال کرنے کا حکم دینا ہے نہ کہ عام چیزوں کے متعلق' سو یہ آیت مقلد کے خلاف ہے نہ کہ اس کے حق میں۔ (فتح البیان ج ۷ ص ۲۴۷-۲۴۶' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ' ۱۴۱۵ھ)

اعتراضات مذکورہ کے جوابات اور اس پر دلائل کہ اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے

نواب صدیق حسن خان نے پہلی بات یہ کہی ہے کہ اس آیت کا مورد اور شان نزول خاص ہے یعنی اس چیز کے متعلق سوال کرنا کہ پہلی امتوں میں انسان اور بشر سے رسولوں کو بھیجا جاتا رہا ہے' اور اس کو عموم پر محمول کرنا جائز نہیں ہے یعنی جس چیز کا بھی علم نہ ہو اس کے متعلق سوال کیا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت کے مورد کی خصوصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات: ۱) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

نواب صدیق حسن خان نے اس آیت کے دو شانِ نزول ذکر کیے ہیں:
حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم کے کچھ سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضرت ابوبکر نے کہا ان پر قعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنا دیں' حضرت عمر نے کہا بلکہ ان پر اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیں' حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا تم نے صرف میری مخالفت کرنے کا ارادہ کیا ہے' حضرت عمر نے کہا میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا' دونوں بحث کرنے لگے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: یایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله۔ اس حدیث کو امام بخاری اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۲۳۲) حضرت ابن عباس نے کہا مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث کرنے سے منع کر دیا گیا' یہ ممانعت رائے کے ساتھ کتاب و سُنّت کے معارضہ کو بھی شامل ہے اور تقلید سے ممانعت کو بھی شامل ہے۔ (فتح البیان ج ۱۳ ص ۱۳۰' مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)
دیکھیے اس آیت کا شانِ نزول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابوبکر اور عمر کے ساتھ خاص ہے' لیکن حضرت

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے الفاظ کے عموم کی وجہ سے فرمایا: یہ ممانعت تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور خود نواب صاحب نے تو اس کو اور بھی عام کر دیا کہ یہ ممانعت رائے کے ساتھ کتاب و سُنّت کے معارضہ کی ممانعت اور تقلید کی ممانعت کو بھی شامل ہے، حالانکہ تقلید کی ممانعت کا تو اس آیت میں دور کا اشارہ بھی نہیں ہے کیونکہ مقلدین جن مسائل میں اپنے ائمہ کی تقلید کرتے ہیں وہ کتاب و سُنّت کے خلاف نہیں ہیں بلکہ کتاب و سُنّت کے موافق ہیں اور مذاہب اربعہ کی فقہی کتابیں اس پر شاہد عادل ہیں، بہرحال نواب صاحب کے خود اپنے بیان سے ثابت ہو گیا کہ خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اور اسی قاعدہ کے مطابق انہوں نے یہ تفسیر کی ہے۔

اور اس آیت کا دوسرا شانِ نزول انہوں نے یہ بیان کیا ہے:

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مسلمان رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح البیان ج ۱۳ ص ۱۳۱، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نواب صاحب نے اس مورد اور شانِ نزول کے ساتھ اس آیت کو خاص نہیں کیا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں اس آیت میں مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کتاب اور سنت کے خلاف نہ کہیں اور یہی زیادہ ظاہر ہے، یا اللہ اور رسول کی اجازت کے بغیر کوئی قطعی حکم نہ دیں یا جس طرح علامہ خازن نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پہلے کوئی بات نہ کہو یا آپ کے فعل کرنے سے پہلے کوئی فعل نہ کرو اور علامہ بیضاوی نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم دینے سے پہلے کسی چیز کا قطعی فیصلہ نہ کرو۔ (فتح البیان ج ۱۳ ص ۱۳۰-۱۲۹ ملخصاً، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

بہرحال یہ واضح ہو گیا کہ خود نواب صاحب کی تفسیر اسی قاعدہ پر مبنی ہے کہ قرآن عظیم کی آیات میں خصوصیت مورد کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے لہٰذا ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (النحل: ۴۳) کا تعلق ایک خاص سوال سے ہے یعنی یہ معلوم کرو کہ بشر اور انسان سے رسول مبعوث ہوتے ہیں اور اس میں عام نامعلوم چیزوں کے متعلق سوال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

آیت مذکورہ کا تمام مسائل کے لیے عام ہونا خواہ ان کا علم ہو یا نہ ہو

دوسری بات جو نواب صاحب نے کہی وہ یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں پر عموم مراد ہے یعنی جو چیز بھی معلوم نہ ہو اس کے متعلق سوال کرو تو اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کا شرعی حکم تم کو معلوم نہ ہو تم اس کے متعلق اللہ عزوجل کا ارشاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم کرو اور یہ بات مقلدین کے حق میں نہیں ہے کیونکہ وہ اس آیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جس چیز کے متعلق تمہیں شرعی حکم معلوم نہیں ہے اس چیز کے متعلق اپنے امام کا قول معلوم کرو۔

نواب صاحب نے جو یہ لکھا ہے یہ واقع کے خلاف ہے مقلدین علماء اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس چیز یا جس کام کا تمہیں شرعی حکم معلوم نہیں ہے اس کے متعلق اہل علم سے سوال کرو پھر وہ جو کہیں اس پر عمل کرو خواہ وہ تمہیں اس کی دلیل بتائیں یا نہ بتائیں۔

امام علی بن محمد آمدی مالکی متوفی ۶۳۱ھ اس آیت (النحل: ۴۳) سے تقلید کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ — اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو۔

(النحل: ۴۳)

Marfat.com

یہ آیت تمام مخاطبین کے لیے عام ہے اور واجب ہے کہ ہر اس چیز کے سوال کے لیے عام ہو جس کا مخاطب کو علم نہ ہو اور تخصیص خلاف اصل اور بلادلیل ہے اور جب یہ آیت تمام اشخاص اور تمام نامعلوم مسائل کے لیے عام ہے تو اس آیت میں جو سوال کرنے کا حکم ہے اس کا ادنیٰ درجہ جواز ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۲۳۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ آمدی نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہیں یہ نہیں لکھا کہ مقلد اپنے امام کا قول معلوم کرے بلکہ یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو وہ اہل علم سے اس کے متعلق سوال کرے۔

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اور ان کی عبارت کی شرح میں علامہ ابن امیر الحاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ تقلید کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہماری دلیل اس آیت کا عموم ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (النحل: ۴۳) یہ آیت اس شخص کے متعلق عام ہے جو کسی چیز کا شرعی حکم نہ جانتا ہو خواہ وہ محض عام شخص ہو، یا بعض مسائل کا عالم ہو اور کسی ایک مسئلہ کا شرعی حکم نہ جانتا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اہل علم سے سوال کرے، سوال کرنے کی علت علم نہ ہونا ہے، پس جب بھی علم کا نہ ہونا ثابت ہو گا تو اس کے متعلق سوال کرنے کا وجوب متحقق ہو گا، لہٰذا جو شخص کسی مسئلہ کا عالم نہ ہو اس پر اس مسئلہ کے متعلق سوال کرنا واجب ہے اور ہمیشہ سوال کرنے والے مفتیوں کی اتباع کرتے رہے ہیں خواہ مفتیوں نے اس شرعی حکم کی دلیل نہ بتائی ہو اور یہ ہر دور میں رائج رہا ہے اور اس پر کبھی انکار نہیں کیا گیا لہٰذا عالم مجتہد کے اقوال کی اتباع پر اجماع سکوتی ہو گیا اور بلادلیل علماء کے اقوال کی اتباع کا عدم جواز ان علماء کے لیے ہے جو اجتہاد کے اہل ہوں، ہاں اگر سوال کرنے والا ان کے قول کی دلیل کا سوال کرے تو ان پر دلیل کا بیان کرنا واجب ہے الا یہ کہ اس مسئلہ کی دلیل بہت غامض اور دقیق ہو اس وقت سائل پر اس دلیل کو ظاہر کرنے سے تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا، ایسی صورت میں علماء اس دلیل کو ظاہر نہ کرنے میں معذور ہیں۔ (التقریر والتحریر ج ۳ ص ۴۵۸-۴۵۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مقلدین تقلید کے جواز پر فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (النحل: ۴۳) سے استدلال کرتے ہیں، مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس استدلال پر جو اعتراضات کیے تھے ہم ان کے جوابات سے فارغ ہو گئے، اب ہم پہلے تقلید کی تعریف کریں گے پھر تقلید کے ثبوت پر قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے استدلال کریں گے اور پھر علماء متقدمین نے تقلید کے جواز پر جو دلائل پیش کیے ہیں ان کو پیش کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق۔

تقلید کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی وضاحت

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ تقلید کا لغوی معنی لکھتے ہیں:

کسی کے گلے میں ہار ڈالنا، حاکموں کا کسی کے ذمہ کوئی کام سپرد کرنا، اونٹنیوں کے گلے میں کوئی ایسی چیز لٹکانا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ھدی ہیں۔ (القاموس ج ۱ ص ۶۲۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ سید علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ تقلید کا اصطلاحی معنی لکھتے ہیں:

انسان اپنے غیر کی اس کے قول اور فعل میں اتباع کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ برحق ہے، دلیل میں غور و فکر اور تامل کیے بغیر گویا کہ اتباع کرنے والے نے اپنے غیر کے قول اور فعل کا قلادہ (ہار) اپنے گلے میں لٹکا لیا اور بلادلیل غیر کے قول

Marfat.com

کو قبول کرنا تقلید ہے۔ (التعریفات ص ۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

بغیر حجت اور دلیل کے غیر کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے، حجت سے مراد ہے کتاب، سنت، اجماع اور قیاس، ورنہ مجتہد کا قول مقلد کی دلیل ہے، جیسے عام آدمی مفتی اور مجتہد سے مسئلہ معلوم کرتا ہے۔

(فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

عام آدمی پر لازم ہے کہ وہ اسی شخص سے مسئلہ معلوم کرے جو علم اور پرہیزگاری میں معروف اور مشہور ہو، اور جو شخص جہل میں مشہور ہو اس سے بالکل سوال نہ کرے اور جو آدمی فسق و فجور میں معروف ہو اس سے بھی بالکل سوال نہ کرے۔ (المستصفی ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ)

قرآن کریم سے تقلید پر استدلال

ہم اس سے پہلے النحل: ۴۳ سے تقلید کے جواز پر استدلال اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے اعتراضات اور ان کے جوابات لکھ چکے ہیں، اس سلسلہ میں دوسرا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (التوبہ: ۱۲۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم دین کے حصول کے لیے نکلتی تاکہ جب وہ واپس آتی تو اپنے گروہ کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتی تاکہ وہ گناہوں سے بچتے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بعض مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی پوری قوم کو احکام پہنچائیں یعنی صرف بعض مسلمان دین کا علم اور فقہ کو حاصل کریں اور ان کی قوم کے باقی مسلمان ان کے اقوال پر عمل کریں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقہا کے اقوال کو واجب العمل قرار دیا ہے کیوں کہ ان پر عمل کر کے اللہ کے عذاب سے بچا جا سکتا ہے۔ اور اسی کا نام تقلید ہے۔

احادیث سے تقلید پر استدلال

ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض ادا کیا کرتا تھا، حضرت ابن عباس نے کہا کہ عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا یہ کون سا وفد ہے یا فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم ربیعہ ہیں، آپ نے فرمایا اس قوم کو یا اس وفد کو خوش آمدید ہو، یہ رسوا ہوں گے نہ شرمندہ ہوں گے، انہوں نے کہا ہم آپ کے پاس بہت دور سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے اور ہم سوا حرمت والے مہینوں کے آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں رکھتے، آپ ہمیں ایسے احکام بتائیے جن کی ہم ان کو خبر دیں جو ہمارے پیچھے ہیں اور اس وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں، سو آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے روکا، آپ نے ان کو صرف عزوجل وحدہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا اور ان کو خشک کھوکھلے کدو، سبز گھڑے اور تارکول ملے ہوئے برتنوں کے استعمال سے

Marfat.com

منع فرمایا اور ربساو قات آپ نے ان کو کھو کھلی لکڑی کے برتن کے استعمال سے بھی منع فرمایا- آپ نے فرمایا ان احکام کو یاد کرلو اور جب لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو ان احکام کی خبردو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۹۲، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۵۹۹، ۲۶۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم سب نوجوان اور ہم عمر تھے، ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے، پھر آپ نے یہ گمان فرمایا کہ ہمیں اپنے گھروالوں کی یاد آ رہی ہے، آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھروں میں کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں، ہم نے آپ کو بتایا آپ بہت رفیق اور رحیم تھے آپ نے فرمایا اپنے گھروالوں کے پاس واپس جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (نیک کاموں کا) حکم دو، اور تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے- الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۰۰۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۹۳۴، عالم الکتب بیروت)

یہ صحابہ کرام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دین سیکھ کر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جاکر دین کی تبلیغ کریں اور اپنی قوم کو دین کی تعلیم دیں اور نیک کاموں کے احکام دیں اور اب ان کے علاقہ کے لوگ ان کے اقوال پر عمل کریں گے اس اعتماد پر کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دین سیکھ کر آئے ہیں، اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ کتاب اور سنت کے مطابق کہہ رہے ہیں اور کسی شخص کے قول پر اس اعتماد سے عمل کرنا کہ وہ کتاب اور سنت کے مطابق کہہ رہا ہے یہی تقلید ہے۔

آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے تقلید پر استدلال

عن عکرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولک وندع قول زيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فكان في من سالوا ام سليم فذكرت حديث صفية۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۷۵۸، ۱۷۵۹)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کرلیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (تو آیا وہ طواف وداع کے بغیر واپس جاسکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جاسکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کرلینا، جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی: (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔)

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جاکر حق کا اعتراف کرلیا: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرجعوا الى ابن عباس فقالوا وجدنا

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا جس

Marfat.com

الحدیث کما حدثتنا۔

طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرمالیا۔

حافظ ابن عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فرجع الیہ: فقال ما اراک الا قد صدقت لفظ مسلم وللنسائی کنت عند ابن عباس فقال لہ زید بن ثابت انت الذی تفتی و قال فیہ فسالھا ثم رجع و ھو یضحک فقال: الحدیث کما حدثتنی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کرلیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی عبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان سے حضرت زید بن ثابت نے پوچھا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کرلیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث ہے۔

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔

اب ہم صحابہ اور تابعین کے ایک سو آثار پیش کر رہے ہیں، لوگوں نے ان سے متعدد معاملات اور مختلف مسائل میں سوالات کیے اور انہوں نے ان کے جوابات میں قرآن مجید اور احادیث کی تصریحات کے بجائے اپنے اقوال پیش کیے ہرچند کہ ان کے اقوال قرآن اور سنت پر ہی مبنی تھے اور سائلین کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ یہ لوگ کتاب اور سنت کے ماہر ہیں اور ہمیں اس کے خلاف نہیں بتائیں گے اور اسی کا نام تقلید ہے اور مقلدین بھی اپنے ائمہ کی اسی معنی میں تقلید کرتے ہیں۔

(۱) عبدالرحمٰن الاعرج بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ محرم اپنی چادر میں بٹن لٹکا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۶۶۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابی بن کعب نے سائل کو قرآن اور حدیث بیان کرنے کے بجائے صرف اپنا قول بیان کیا اور سائل نے اس پر عمل کیا اور یہی تقلید ہے۔

(۲) عمرو بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کے قریب کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اس نے آیت سجدہ پڑھی تو پہلے شخص نے اس آیت کو سن لیا تو کیا وہ سجدہ کرے گا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸)

(۳) عمرو بن ہرم کہتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ حائضہ عورت کے کپڑے پر خون لگ جائے وہ اس کو دھولے اور اس میں خون کا نشان باقی رہے تو وہ اس میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۲۰)

(۴) عمرو بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ طلوع آفتاب کے وقت یا غروب آفتاب کے وقت یا جب

Marfat.com

سورج کچھ غروب ہوا ہو' اس وقت جنازہ دفن کیا جا سکتا ہے؟ کہا نہیں۔ (ہمارے نزدیک اس وقت نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی البتہ دفن کیا جا سکتا ہے... سعیدی غفرلہ) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۱۳۲۵)

(۵) یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن سے سوال کیا گیا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے؟ وہ اس کو بغیر عذر کے مستحسن نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۲۴۹)

(۶) عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (ہمارے نزدیک عمرہ کرنا سنت ہے... سعیدی غفرلہ) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۳۶۵۴)

(۷) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا جس شخص پر رمضان کے قضا روزے ہوں وہ نفلی روزے نہ رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۹۸۲۶)

(۸) مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن یسار اور سعید بن المسیب سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نفلی روزے رکھتا ہے اور اس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہے؟ ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۹۲۸۹)

(۹) عمرو بن الحریث بیان کرتے ہیں کہ مُردہ بھینسوں کی کھالوں کی بیع کے متعلق شعبی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا دباغت (رنگنے) سے پہلے ان کی بیع مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۰۳۷۵)

(۱۰) الصلت بن راشد بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے نماز میں پانی پینے کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۳۵۹)

(۱۱) عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ کیا محرمہ شلوار پہن سکتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۷۱۶)

(۱۲) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو اور مرد اس کو پیٹ سے نکال لے؟ انہوں نے کہا یہ مکروہ ہے۔ (ہمارے نزدیک مُردہ عورت سے زندہ بچہ کو نکالنا ضروری ہے... سعیدی غفرلہ) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۷۰۴)

(۱۳) حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا اہلِ ایلہ پر جمعہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۰۶۲)

(۱۴) سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر سے سوال کیا گیا کہ فصل اچھی ہونے تک کے ادھار پر ایک بکری کی دو بکریوں کے عوض بیع کی جائے' آیا یہ جائز ہے' حضرت عمر نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۰۴۳۸)

(۱۵) سلیمان بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن سے پوچھا ایک آدمی قل ھو اللہ احد اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا' کیا وہ اپنی قوم کو نماز پڑھائے اور پھر دہرا لے؟ انہوں نے کہا ہاں! (ایسی صورت میں ہمارے نزدیک صحیح قاری کو امام بنانا ضروری ہے... سعیدی غفرلہ) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۷۶۶)

(۱۶) حصین بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا آیا میں حج کے چھ دن بعد عمرہ کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو عمرہ کر لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۳۰۱۸)

(۱۷) جعفر بن نجیح بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے طاؤس سے سوال کیا میں نے عجلت سے دو دن میں حج کر لیا' کیا میں

Marfat.com

عمرہ کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۳۰۱۹)

(۱۸) عبید اللہ بن ابی یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عبید بن عمیر سے سوال کیا آیا کوئی شخص جہاد پر جا سکتا ہے جبکہ اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک ناپسند کرتے ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۳۴۵۱)

(۱۹) یونس بن خباب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے سوال کیا آیا بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، انہوں نے اس کی اجازت دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳۵۴۱)

(۲۰) بسام بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے سوال کیا آیا نرد (ایک قسم کا کھیل) کھیلنا جائز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (یہ اس صورت میں ہے جب اس میں ہار جیت پر شرط لگائی جائے) (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲٦۱۳٦)

(۲۱) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ اہل واسط کے ایک بوڑھے نے ابو عیاض سے سوال کیا، آیا چوپائے کے زخم پر خنزیر کے بال رکھنا جائز ہے؟ انہوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۳٦۸۸)

(۲۲) خالد حذاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے بیان کیا کہ ایک معلم تعلیم دیتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے! انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۰۸۲۴)

(۲۳) منصور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سوال کیا آیا میں دو سجدوں کے درمیان کچھ قرأت کروں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۸۴۳)

(۲۴) حماد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سوال کیا کہ آیا سوئے ہوئے شخص کو نماز کا سترہ قرار دیا جا سکتا ہے! انہوں نے کہا نہیں! میں نے سوال کیا اور بیٹھے ہوئے شخص کو، کہا ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۸۸۲)

(۲۵) زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سوال کیا بہن کو زکوۃ دی جا سکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۵۳۸)

(۲٦) مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سوال کیا ایک شخص نے دوسرے شخص کو بکری فروخت کی پھر اس سے پہلے کہ وہ بکری پر قبضہ کرتا اس نے کہا اس بیع کو واپس کر لو، خریدار نے انکار کیا اور کہا مجھے ایک درہم دو تو میں بیع فسخ کر لوں گا، آیا یہ جائز ہے؟ تو ابراہیم نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۰۴۰۹)

(۲۷) حماد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے سوال کیا آیا محرم چوہے کو مار سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۸۲۲)

(۲۸) الصباح بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن جبیر سے سوال کیا: آیا محرم کپڑے فروخت کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۷۸۴)

(۲۹) ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا آیا معصیت کی نذر کو پورا کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۱۵۴)

(۳۰) طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے منع نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۷۳۸٦)

(۳۱) ہشام معیطی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء سے حج کے بعد عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حج کے بعد عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۳۰۱۴)

Marfat.com

(۳۲) الصباح بن عبداللہ البجلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سوال کیا آیا محرم ذبح کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۵۱۸)

(۳۳) ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا آیا محرم خوشبو سونگھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں!
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۶۰۵)

(۳۴) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا گندم کی آٹے کے بدلہ میں بیع جائز ہے تو دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۰۲۵۹)

(۳۵) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا کہ ایک شخص دشمن کے علاقہ میں چلا جائے تو آیا وہ ان کی عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟ ایک نے کہا ہاں، دوسرے نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۷۶۸۷)

(۳۶) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا پیتل کو لوہے کے بدلہ میں ادھار فروخت کرنا جائز ہے؟ حماد نے کہا مکروہ ہے، اور حکم نے کہا کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۲۵۳۸)

(۳۷) ابوالمنبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا ایک شخص کو بارش یا سخت سردی کی وجہ سے اہل ذمہ کے ہاں جانے کی ضرورت پیش آ جائے تو آیا وہ ان سے اجازت طلب کرے انہوں نے کہا ہاں!
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۵۹۷۸)

(۳۸) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا خنزیر کے بالوں کو استعمال کرنا جائز ہے تو دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۵۲۷۰)

(۳۹) سلیمان بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اہل ذمہ کی ایک عورت سے بیع کی، اس عورت کی کچھ رقم اس کے پاس بچ گئی اس نے اس عورت کو تلاش کیا وہ نہیں ملی آیا وہ اس رقم کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دے؟ انہوں نے کہا ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۵۸۹)

(۴۰) شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اور قبلہ کے درمیان مصحف رکھ لے؟ تو دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۸۰)

(۴۱) شعبہ کہتے ہیں میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا جب امام جمعہ کے خطبہ کے لیے باہر نکل آئے اور خطبہ شروع کر دے، اور جب منبر سے اتر آئے اور ابھی نماز شروع نہ کی ہو آیا ان دونوں وقتوں میں کلام کرنا جائز ہے؟ حکم نے کہا مکروہ ہے اور حماد نے کہا کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۳۱۷)

(۴۲) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا سر پر کتنی بار مسح کیا جائے دونوں نے کہا ایک مرتبہ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۳)

(۴۳) شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا حائضہ عورت تسبیح، تہلیل اور تکبیر پڑھ سکتی ہے؟ تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۷۲۶۸)

(۴۴) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا آیا نماز میں ناک کو ڈھانپنا جائز ہے؟ تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۷۳۱۴)

(۴۵) یعقوب بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا کہ ایک شخص کو روزے میں قے آ جائے تو آیا وہ

Marfat.com

اس روزے کی قضا کرے گا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۹۱۹۴)
(۴۶) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد اور منصور سے سوال کیا آیا بغیر وضو کے بیت اللہ کا طواف کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۴۳۴۹)
(۴۷) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے سوال کیا کہ ایک عورت کسی شخص سے خلع کرے اور اس نے جو کچھ اس عورت کو دیا ہے وہ خلع کے عوض اس سے زیادہ طلب کرے تو آیا یہ جائز ہے، تو دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۵۱۵)
(۴۸) زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا آیا زمین کو دراہم اور طعام کے عوض کرایہ پر دینا جائز ہے تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۱۲۶۲)
(۴۹) خصیف بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو آیا وہ (عدت سے پہلے) گھر سے نکل سکتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۸۸۶۱)
(۵۰) حجاج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا آیا بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہوئے قرآن عظیم پڑھنا جائز ہے تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۵۱۹۰)
(۵۱) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان نے عطا سے سوال کیا کہ ایک روزہ دار نے سحری کی پھر نماز سے پہلے اس کو معلوم ہوا کہ اس کے دانتوں میں کوئی چیز ہے عطا نے کہا اس میں اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔
(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۷۵۰۴)
(۵۲) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عطاء سے سوال کیا کہ میں مسجد میں آیا اور امام فرض پڑھا چکا تھا، آیا میں اس وقت فرض پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لوں، انہوں نے کہا نہیں، بلکہ پہلے فرض پڑھو، حق پہلے ادا کرو، پھر جو چاہو پڑھو میں نے کہا اگر میں جنگل میں ہوں؟ انہوں نے کہا جنگل میں فرض سے پہلے جو چاہو پڑھ لو۔
(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۳۴۳۷)
(۵۳) ابن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آیا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے عوض ادھار خریدنا جائز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور اس بیع کو مکروہ کہا، پھر میرے والد نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا انہوں نے کہا کبھی ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۴۱۴۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۸۷)
(۵۴) ایوب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن المسیب سے سوال کیا کہ ایک آدمی نے معصیت کی نذر مانی آیا وہ اس نذر کو پورا کرے؟ ابن المسیب نے کہا وہ اس نذر کو پورا کرے، اس شخص نے پھر عکرمہ سے سوال کیا، انہوں نے کہا وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنی اس نذر کو پورا نہ کرے، وہ شخص دوبارہ ابن المسیب کے پاس گیا اور عکرمہ کے قول کی خبر دی، ابن المسیب نے کہا عکرمہ سے کہو کہ باز آجائے ورنہ میں اس کی پیٹھ پر کوڑے ماروں گا، وہ شخص پھر عکرمہ کے پاس گیا اور بتایا کہ ابن المسیب نے کیا کہا ہے، تب عکرمہ نے کہا جب تم نے اس کی بات مجھے پہنچائی ہے تو میرا جواب بھی اس کو پہنچا دو، اسے کہو اس کو تو مدینہ کے امراء دھوپ میں کھڑا کر کے کوڑے مار چکے ہیں، پھر اس کو اپنی نذر بیان کر کے پوچھو کہ آیا یہ اللہ کی اطاعت ہے یا اس کی معصیت ہے؟ اگر وہ کہے کہ یہ معصیت ہے تو اس سے کہو کہ تم نے اللہ کی معصیت کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ کہے کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے تو اس سے کہو کہ تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اللہ کی معصیت کو اللہ کی اطاعت گمان

Marfat.com

کیا۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۴۲۶)

(۵۵) اسود بیان کرتے ہیں کہ کعب کے پاس وحشی گدھے کے شکار کا گوشت لایا گیا انہوں نے اس کو کھانے کے متعلق حضرت عمر سے سوال کیا کہ وہ لوگ محرم تھے اور اس کو غیر محرم نے شکار کیا تھا کعب نے کہا ہم لوگوں نے اس کو کھالیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم لوگ اس کو چھوڑ دیتے تو میں یہ سمجھتا کہ تم لوگوں میں تفقہ بالکل نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۳۴۱)

(۵۶) سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ میرے والد (حضرت ابن عمر) سے کہہ رہے تھے مجھ سے محرم لوگوں نے سوال کیا کہ غیر محرم لوگوں نے ان کو شکار کا گوشت ہدیہ کیا میں نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو کھالیں، پھر میری حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا، حضرت عمر نے فرمایا تم نے ان کو کیا فتویٰ دیا تھا میں نے ان کو بتایا حضرت عمر نے فرمایا اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فتویٰ دیتے تو میں تم کو کوڑے مارتا، ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ کی اس میں کیا رائے ہے، حضرت ابن عمر نے کہا میں اس میں کیا کہوں عمر مجھ سے بہتر ہیں اور ابو ہریرہ مجھ سے بہتر ہیں، عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۳۴۲، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۹)

(۵۷) حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ شام کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ وہ محرم ہو اور اس کو شکار کا گوشت دیا جائے تو آیا وہ اس کو کھا سکتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے اس کو فتویٰ دیا کہ تم اس کو کھا سکتے ہو، پھر میری حضرت عمر سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو اس کا سوال اور اپنا جواب بتایا، حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فتویٰ دیتے تو میں تمہیں کوڑے مارتا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۳۴۴، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۸)

(۵۸) حیات بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے سحری کے متعلق سوال کیا کہ ابھی رات تھی اور اس نے فجر کی اذان سنی حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ کھاتا رہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۷۳۰۷)

(۵۹) مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم سے سوال کیا گیا کہ اہل ذمہ کو دشمن نے قید کر لیا پھر مسلمانوں نے ان کو حاصل کر لیا، ان کا اب کیا حکم ہے، ابراہیم نے کہا ان کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۹۳۶۴)

(۶۰) ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ جب تم حبشیوں کے علاقے میں گئے تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے، مسلمانوں نے کہا وہ ہم سے ہماری چیزوں کا دسواں حصہ وصول کرتے تھے، فرمایا جتنا وہ تم سے وصول کرتے تھے تم بھی ان سے اتنا وصول کرو۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۰۱۲۱)

(۶۱) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ آیا خصی آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے، ابن شہاب نے کہا کہ اگر عورت راضی ہو تو اس نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۰۷۱۸)

(۶۲) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک نصرانی کے پاس نصرانی باندی تھی اس سے اولاد ہوگئی پھر وہ مسلمان ہوگئی، ابن شہاب نے کہا اسلام کے وجہ سے ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور اس کو اور اس کی اولاد کو آزاد قرار دیا جائے گا۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۹۹۵۸)

(۶۳) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے الصابئین کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا وہ یہود اور نصاریٰ

Marfat.com

کی ایک درمیانی قوم ہے' ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان سے نکاح کرنا حلال ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۲۰۸)

(۶۴) زہری بیان کرتے ہیں کہ ابن مسیب سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر حد لگائی گئی پھر کسی شخص نے اس حد کی وجہ سے اس کی مذمت کی انہوں نے کہا اگر اس نے سچی توبہ کی تھی تو اس مذمت کرنے والے کو تعزیر لگائی جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۷۵۷)

(۶۵) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ اس وقت حاملہ تھی اس کا نفقہ (کھانے پینے کا خرچ) کس پر ہو گا؟ ابن شہاب نے کہا حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ اس کا خرچ اس کے خاوند کے ترکہ سے لیا جائے گا خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ' لیکن ائمہ نے اس کا انکار کیا اور کہا اس کا خرچ اس کے ذمہ نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۰۹۴' المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۹)

(۶۶) مؤرق العجلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا دو' دو رکعت نماز پڑھو جس نے سنت کے خلاف کیا اس نے کفران نعمت کیا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۲۸۱)

(۶۷) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے سوال کیا گیا آیا ٹڈی کا کھانا جائز ہے' انہوں نے کہا وہ مکمل ذبح شدہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۷۵۳)

(۶۸) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے پنیر کے متعلق سوال کیا گیا جس کو مجوس بناتے ہیں' انہوں نے کہا میں نے اس کو مسلمانوں کے بازار میں نہیں پایا' میں نے اس کو خرید لیا اور اس کے متعلق سوال نہیں کیا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۷۸۵)

(۶۹) ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے میت پر مشک لگانے کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا کیا وہ تمہاری بہترین خوشبو نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۱۳۹)

(۷۰) ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ اگر ناتمام مردہ بچہ ساقط ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' انہوں نے کہا نہیں حتیٰ کہ وہ آواز سے روئے جب وہ آواز سے روئے گا تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی بنایا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۵۹۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۹)

(۷۱) عبدالملک بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت کو اس کے خاوند کے لیے حلال کرنے کے قصد سے حلالہ کرے اس کا کیا حکم ہے فرمایا یہ زنا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۷۷۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۸)

(۷۲) حضرت ابن عمر سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا یہ زنا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۰۴۲)

(۷۳) شعبی سے سوال کیا گیا آیا عورت نماز جنازہ پڑھ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا عورت نماز جنازہ نہ پڑھے خواہ وہ حائضہ ہو یا پاک ہو۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۲۹۷)

(۷۴) ابن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سے بچہ کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا اگر وہ چھری پکڑ سکتا ہو تو جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۵۵۵)

(۷۵) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے استمناء کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا وہ شخص اپنے نفس سے زنا

Marfat.com

کرنے والا ہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۳۵۸۷)

(۷٦) عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا پھر اس نے اس عورت سے نکاح کا ارادہ کیا' آیا یہ جائز ہے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس کے لیے اس سے افضل توبہ نہیں ہے کہ وہ اس عورت سے نکاح کرلے' وہ دونوں زنا سے نکل کر نکاح کی طرف آ گئے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۲۷۹۵)

(۷۷) موسیٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا میری زمین اور میرا اونٹ برابر ہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۴۴۵۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ۱۳۳)

(۷۸) معمر بیان کرتے ہیں کہ حسن سے سوال کیا گیا آیا صراف کا طعام کھانا جائز ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہود اور نصاریٰ کے بعد مبعوث کیا ہے' وہ سود کھاتے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کا طعام حلال کر دیا ہے۔ (ہمارے نزدیک اس سے بچنا چاہیے کیونکہ صراف سونے چاندی کی ادھار بیع بھی کرتے ہیں اور یہ ممنوع ہے... سعیدی غفرلہ)(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۴٦۸۱)

(۷۹) صاعد بیان کرتے ہیں کہ شعبی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ایک جماعت کو نماز پڑھا رہا تھا' اس نے ایک یا دو رکعت نماز پڑھائی پھر وہ کسی چیز کو دیکھ کر ڈر گیا اور اس نے اپنی نماز توڑ دی۔ شعبی نے کہا وہ از سر نو نماز پڑھیں۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۳٦۵۸)

(۸۰) معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی تلوار سے ذبح کیا اور اس نے ذبیحہ کا سر کاٹ ڈالا۔ زہری نے کہا اس نے برا کام کیا' اس شخص نے پوچھا آیا وہ اس ذبیحہ کو کھالے؟ انہوں نے کہا ہاں!

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸٦۰۰)

(۸۱) معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری سے سوال کیا گیا کہ یتیم کے مال کے ساتھ کیا کیا جائے' زہری نے کہا اس کے مال میں سب صورتیں جائز ہیں' بعض لوگ اس کے مال سے قرض لے کر اس کی حفاظت کرتے تھے' تاکہ وہ مال ضائع نہ ہو اور بعض یہ کہتے کہ اس کا مال امانت ہے میں اس مال کو صرف اس کے مالک کو ادا کروں گا' اور بعض اس کے مال کو مضاربت میں لگا دیتے' ان میں سے ہر صورت نیت پر موقوف ہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۷۰۰۰)

(۸۲) علی بن حاکم بیان کرتے ہیں کہ شعبی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تکیہ کے اوپر اپنی بیوی کو طلاق لکھ دی؟ انہوں نے کہا یہ جائز ہے۔(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۱۴۴۰)

(۸۳) ابو خالد بیان کرتے ہیں کہ شعبی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا وہ خاموش رہی' اس نے دوسری بار اختیار دیا وہ خاموش رہی اس نے تیسری بار اختیار دیا تو اس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا' شعبی نے کہا اب وہ عورت اس کے اوپر حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ شوہر کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کرلے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۱۹۹۵)

(۸۴) ثوری بیان کرتے ہیں کہ شعبی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک معین جگہ تک کے لیے سواری کو کرایہ پر لیا' پھر اس جگہ کے آنے سے پہلے اس کا کام ہو گیا' شعبی نے کہا وہ اس جگہ کے حساب سے اجرت دے گا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۴۹۳٦)

Marfat.com

(۸۵) معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کسی کے ہاں مہمان ہوا اس نے ان کے ہاں خیانت کی، زہری نے کہا اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۸۸۶۵)

(۸۶) عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ بچہ کو حد کب لگائی جائے گی انہوں نے کہا جب اس کے زیر ناف بال نکل آئیں۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۸۷۳۶)

(۸۷) ثوری بیان کرتے ہیں کہ حماد سے سوال کیا گیا کہ آیا میت کے ناخن کاٹنا جائز ہے، انہوں نے کہا یہ بتاؤ کہ اگر وہ غیر مختون ہو تو کیا تم اس کا ختنہ کرو گے! (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۶۲۳۳)

(۸۸) ہمام بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے نشرہ (افسوں، منتر) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ شیطان کے عمل سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۹۷۶۲)

(۸۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آدمی نے جس جگہ فرض نماز پڑھی ہو آیا وہیں نفل پڑھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۳۹۲۴)

(۹۰) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے منہ کو ڈھانپ کر نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ منہ کھول کر نماز پڑھے، کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۴۰۵۹)

(۹۱) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ آیا نابینا شخص لوگوں کی امامت کرا سکتا ہے؟ عطاء نے کہا اگر وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ فقیہ ہو تو وہ کیوں نہ نماز پڑھائے، ایک شخص نے عطاء سے کہا کہ الا یہ کہ وہ قبلہ میں خطا کرے، عطاء نے کہا اگر وہ خطاء کرے تو تم اس کو درست کر دو، جب وہ زیادہ فقیہ ہو تو اسی کو نماز پڑھانی چاہیے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۳۸۳۱)

(۹۲) ابن حرملہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب سے سوال کیا گیا اگر محرم چچڑی کو قتل کر دے تو اس پر کیا تاوان ہے، انہوں نے کہا ایک یا دو کھجور صدقہ کر دے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۴۰۴)

(۹۳) ابو عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سلمان سے سوال کیا گیا کہ آیا پنیر، جنگلی گدھے اور گھی کو کھانا جائز ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کا حلال وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے قرآن عظیم میں حلال کر دیا اور اللہ کا حرام وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے قرآن مجید میں حرام کر دیا، ان کے ماسوا جو چیزیں ہیں وہ مباح ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۷۶۵)

(۹۴) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ جو عورت اعتکاف میں بیٹھی ہو آیا وہ بناؤ سنگھار کرے؟ انہوں نے کہا نہیں کیا وہ ارادہ کرتی ہے کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ مباشرت کرے، انہوں نے کہا وہ ایسا کیوں کرتی ہے! اعتکاف تو عبادت ہے اور عورت اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے اور خوشبو لگاتی ہے!

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۱۰۴)

(۹۵) بکار بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے سوال کیا گیا کہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مزید حج کرنا افضل ہے یا صدقہ کرنا؟ انہوں نے کہا، کہاں احرام باندھنا، سفر کرنا، شب بیداری کرنا، اللہ کی راہ میں تھکنا، بیت اللہ کا طواف کرنا، حرم میں نماز پڑھنا، میدان عرفات میں وقوف کرنا، مزدلفہ میں وقوف کرنا، رمی جمار کرنا، گویا وہ کہتے تھے حج افضل ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۸۸۲۲)

Marfat.com

(۹۶) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کے پاس بغیر کسی معاہدہ کے آ جائے؟ انہوں نے کہا اس کو اختیار ہے چاہے اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے اس کو اس کے ٹھکانے پر پہنچا دے۔
(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۶۵۲)

(۹۷) علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا اگر اللہ نے آدم کی پشت میں کسی روح سے میثاق لے لیا ہے تو اگر وہ اپنے نطفہ کو پتھر پر گرا دے تو اللہ تعالیٰ اس پتھر سے بچہ پیدا کر دے گا، تم عزل کرو یا نہ کرو۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۵۶۸)

(۹۸) ابوالضحیٰ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن معقل سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے کسی کانے کی کانی آنکھ نکال دی؟ انہوں نے کہا اس میں نصف دیت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۴۳۵)

(۹۹) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ ایک ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا، پھر وہ پانچ ماہ تک اس کے قریب نہیں گیا؟ انہوں نے کہا یہ ایلاء نہیں ہے۔
(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۶۲۰)

(۱۰۰) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنے نوکر کو رمضان میں روزے نہ رکھنے پر مجبور کرے؟ انہوں نے کہا نہیں، اس نے کہا کیا بکریاں چرانے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس کے لیے رخصت نہیں سنی۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۷۵۶۹)

غیر مقلد علماء کی عبارات سے تقلید پر استدلال

ہم نے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل: ۴۳) سے تقلید پر استدلال کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تمہیں کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اس کے متعلق اہل علم سے سوال کرو اور ہم نے جو ایک سو آثار صحابہ اور اقوال تابعین پیش کیے ہیں، ان میں اسی چیز کا بیان ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور ان کے اتباع سب یہی سمجھتے تھے کہ اس آیت کا یہی معنی ہے، اس کے برخلاف غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس آیت میں مطلق سوال کرنے کا حکم ہے یا عام چیزوں کے متعلق سوال کرنے کا حکم ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ تم پیش آمدہ مسائل میں اہل علم سے کتاب اور سنت کے دلائل یا کتاب اور سنت کی تصریحات کا سوال کرو، حالانکہ ان مذکور الصدر آثار سے واضح ہو گیا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین ان سے اپنے پیش آمدہ مسائل میں رجوع کرتے تھے اور ان سے کتاب اور سنت سے دلائل دینے کا مطالبہ نہیں کرتے تھے کیونکہ انہیں ان پر اعتماد تھا کہ وہ اپنے اجتہاد سے جو بھی فتویٰ دیں گے وہ کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہو گا اور اسی معنی میں مقلدین اپنے ائمہ کی تقلید کرتے ہیں۔

حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ تقلید کے خلاف بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور تقلید فی نفسہ بھی بدعت ہے محدث ہے کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کسی شخص کا مذہب معین نہیں تھا، جو اس کو حاصل کیا جائے یا اس کی تقلید کی جائے اور سوا اس کے نہیں کہ حادثوں میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے جب کہ کتاب و سنت میں دلیل نہ ملتی، اور اسی طرح تابعین کی حالت تھی وہ بھی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے، پس اگر کوئی مسئلہ کتاب و سنت میں نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کا اجماع ہے، اگر اجماع بھی نہ پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے اور بعض صحابی کے قول کو لیتے اور اس کو اللہ کے دین میں اقویٰ سمجھتے۔

Marfat.com

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ النبویہ سرگودھا، ۱۴۰۴ھ)

حافظ روپڑی نے لکھا ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں صحابہ اور تابعین کا عام اور غالب طریقہ یہ تھا کہ وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے یعنی کسی کے قول پر عمل نہیں کرتے تھے اور ہم نے جو ایک سو آثار صحابہ اور اقوال تابعین پیش کیے ہیں ان سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ حافظ روپڑی کا یہ کہنا خلاف واقع ہے۔

ظاہر ہے کہ غیر مقلدین عوام میں سے ہر شخص قرآن وسنت سے براہ راست مسائل کا استخراج نہیں کر سکتا اور وہ پیش آمدہ مسائل میں اپنے علماء کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے فتوے طلب کرتا ہے اور وہ بھی ہر فتویٰ میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش نہیں کرتے بلکہ اس کو اس مسئلہ کا حکم بتاتے ہیں سو غیر مقلدین بھی اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان علماء کا علم امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے پائے کا نہیں ہوتا تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ان عام علماء کی بجائے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک تقلید کر لی جائے!

ہم نے ابھی حافظ روپڑی کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ حادثوں (پیش آمدہ مسائل) میں کتاب وسنت یا اجماع کی طرف رجوع کرنا چاہیے، حافظ روپڑی کا فتاویٰ اہل حدیث کے نام سے ایک مجموع فتاویٰ ہے ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حافظ روپڑی نے بہت سے سوالات کے جوابات میں صرف اپنا قول نقل کیا ہے اور قرآن سنت سے دلائل نہیں دیئے اور سائلین نے ان کے اقوال پر ہی عمل کیا ہو گا، علماء غیر مقلدین کے دیگر مجموع ہائے فتاویٰ کا بھی یہی حال ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ حافظ روپڑی، شیخ نذیر حسین دہلوی اور شیخ عبدالستار کے اقوال کی تقلید کرنے کی بجائے عوام غیر مقلدین ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کر لیں جن کے اقوال پر کتاب وسنت سے دلائل موجود ہیں اور اس موضوع پر بیسیوں کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔

اب ہم فتاویٰ اہل حدیث سے چند مثالیں پیش کر رہے ہیں جن میں حافظ روپڑی نے کتاب وسنت سے دلائل پیش کرنے کی بجائے صرف اپنے اقوال پیش کیے ہیں:

(۱) سوال: پانی میں پاک شے پڑ جائے اور اس کا رنگ، بو، مزا بدل جائے کیا اس پانی سے غسل و وضو ہو سکتا ہے؟

جواب: پانی میں پاک شے پڑنے سے بعض دفعہ اس کا نام کچھ اور ہو جاتا ہے مثلاً شربت یا عرق یا لسی وغیرہ تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہو گا، ہاں اگر پانی کا نام نہ بدلے جیسے کنویں میں پتے گرنے سے رنگ، بو، مزا بدل جاتا ہے مگر اس کا نام پانی ہی رہتا ہے، دوسرا نام اس پر نہیں بولا جاتا اس لیے اس سے وضو یا غسل وغیرہ بالاتفاق درست ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ سرگودھا)

(۲) سوال: کوئی شخص اپنی دکان کا سامان خریدنے کے لیے دوسرے شہروں کو جاتا ہے کیا وہ دوگانہ پڑھ سکتا ہے۔ اگر پڑھ سکتا ہے تو اپنے شہر سے کتنے فاصلے پر جا کر دوگانہ پڑھے۔

جواب: دکان کے لیے سامان خریدنے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے تحت سفر پر روانہ ہو تو وہ دوگانہ پڑھ سکتا ہے۔ سفر خواہ ریل کا ہو یا لاری کا، جب اپنے گاؤں یا شہر کی حدود سے نکل جائے تو وہ دوگانہ شروع کر دے کیونکہ حدود سے نکلتے ہی دوگانہ شروع ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱، ص ۵۹۰، مطبوعہ سرگودھا)

(۳) سوال: جن گھڑوں اور برتنوں کی مٹی لید یا گوبر کے ساتھ گوندھی گئی ہو تو ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن گھڑوں اور برتنوں کی مٹی لید اور گوبر سے گوندھی جائے تو وہ برتن پاک ہیں اول تو پکنے سے وہ چیز جل جاتی ہے، صرف مٹی رہ جاتی ہے دوسرے گوبر وغیرہ ماکول اللحم جانور کا پاک ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث: ج ۱ ص ۵۹۰، مطبوعہ سرگودھا)

Marfat.com

(۴) سوال: کارخانہ یا مشین پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: کارخانہ یا مشین جس میں مال تیار ہو کر نکلتا ہے' اس کی قیمت مال تجارت میں نہیں لگائی جائے گی' کیونکہ یہ ذریعہ کسب ہے جیسے اوزار ہوتے ہیں' پس اس میں صرف تیار شدہ مال اور غیر تیار شدہ مال کی قیمت لگائی جائے گی۔

(فتاویٰ اہل حدیث: ج ۲ ص ۱۸۷' مطبوعہ سرگودھا)

(۵) سوال: جو شخص مقروض ہو کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: اگر اور جائیداد ہو جس سے قرض ادا ہو سکتا ہو تو زکوٰۃ دینی پڑے گی ورنہ نہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث: ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ سرگودھا)

(۶) سوال: بیر بہوٹی' کچھوا' جونک' قضیب گاؤ (بیل کا آلہ تناسل) قضیب ریچھ' چربی شیر مذکور بالا اشیاء کا استعمال بطور دوائی جائز ہے؟

جواب: بیر بہوٹی' کیچوے' جونکیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء جن میں دم سائل (وہ خون جو ذبح کے وقت بہہ جاتا ہے) نہیں وہ سب پاک ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مکھی برتن میں یا کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے دوسرے میں بیماری ہے (الی قولہ) سانڈھا گوہ کی قسم ہے اس کا استعمال بھی ہر طرح سے جائز ہے' نیز کچھوے کا کھانے کے علاوہ استعمال میں کوئی حرج نہیں' قضیب گاؤ' حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے مگر یہ مذہب صحیح نہیں ہے بلکہ ماکول اللحم کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے' ریچھ اور شیر چونکہ قطعاً حرام ہیں اس لیے ریچھ کی قضیب (آلت) اور شیر کی چربی وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں' ہاں کھانے کے علاوہ کسی اور طریق سے استعمال منع نہیں کیا جاتا۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶' مطبوعہ سرگودھا)

فتاویٰ اہل حدیث سے جو جوابات نقل کیے گئے ہیں' ان میں جوابات پر کتاب و سنت سے تصریحات پیش نہیں کی گئیں اور نہ ان پر اجماع صحابہ سے استدلال کیا گیا ہے یہ محض غیر مقلدین علماء کے اقوال ہیں۔ سو ان اقوال پر جو لوگ عمل کریں گے وہ بھی مقلد ہی ہوں گے' غیر مقلد نہیں ہوں گے' یہ اور بات ہے کہ ہم ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں اور یہ اس زمانہ کے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں جن کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی ائمہ اربعہ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں ہے اور کوئی صاحب انصاف اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے گا۔

اب ہم پہلے تقلید کی ضرورت کو بیان کریں گے' پھر تقلید شخصی پر دلائل دیں گے اور اس کے بعد تقلید کے جواز پر مستند علماء کی تصریحات اور تقریرات کو بیان کریں گے' فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق:

تقلید کی ضرورت

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر تمام احکام بیان کر دیے ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ عادتاً ممکن نہیں ہے کہ وہ بذات خود تمام احکام شرعیہ قرآن مجید کی آیات سے مستنبط کر سکے' کیونکہ اول تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے لغت عربی' صرف و نحو اور علم بلاغت کو حاصل کرنا ایک طویل اور صبر آزما کام ہے' پھر قرآن مجید میں بعض جگہ تو احکام صراحتاً امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کیے گئے ہیں' اور بعض جگہ امر اور نہی کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا بلکہ مختلف اسالیب سے کسی چیز کا وجوب یا تحریم سمجھ میں آتی ہے' جس کو جاننے کے لیے بہت باریک بینی اور دقت نظری کی ضرورت ہے مثلاً قرآن مجید میں شراب اور جوئے کو صراحتاً حرام نہیں فرمایا بلکہ ایک خاص

Marfat.com

اسلوب سے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ○ (المائدہ: ۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا اور پانسے پھینکنا یہ سب محض ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو○ شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکے، کیا اب تم باز آجاؤ گے؟

قرآن مجید بعض اوقات کسی مسئلہ کی لم اور علت بیان کر دیتا ہے اور اس کی شرائط اور موانع ذکر نہیں کرتا، نہ اس کی تمام جزئیات بیان کرتا ہے مثلاً خمر (انگور کی شراب) کے بیان میں اس کے نشہ آور ہونے کا ذکر فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے نہ یہ بیان فرمایا ہے کہ نشہ آور چیز کو مقدار نشہ تک پینا حرام ہے یا اس کا مطلقاً پینا حرام ہے؟ نشہ آور چیز پر حد ہے یا نہیں؟ اگر حد ہے تو کتنی ہے؟ ان تمام جزئیات اور تفصیلات کو جاننا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کبھی کوئی حکم اجمالاً بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل متعین کرنے کے لیے دلائل کی چھان بین کرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ۔ (المائدہ: ۶) اپنے سروں کا مسح کرو۔

اس آیت سے یہ پتا نہیں چلتا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے یا ایک بال پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کہیں ایک حکم کو مطلقاً بیان کیا جاتا ہے اور کہیں وہی حکم مقید ذکر ہوتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ (البقرہ: ۱۷۳)

تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے حرام کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام قرار دیا ہے اور ایک جگہ یوں ہے:

اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ۔ (الانعام: ۱۴۵)

مگر یہ کہ مردار ہو یا بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں۔

اس آیت میں مطلقاً خون نہیں بلکہ بہنے والا خون حرام فرمایا ہے، اسی طرح کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ تک مسلسل روزوں کے ساتھ قبل از مباشرت کی قید ہے اور کھانا کھلانے کے ساتھ یہ قید نہیں ہے۔ ان صورتوں میں کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں، یہ ایک بہت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہو گیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت اس آیت میں ایک سال بیان کی گئی ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ

جو لوگ تم میں فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے نکالے بغیر ایک سال کی وصیت کر

Marfat.com

اخراج (البقرہ: ٢٤٠) جائیں۔

اور ایک اور آیت میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن بیان کی گئی ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر و عشرا۔ (البقرہ: ٢٣٤)

اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان میں کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ہے یہ عام آدمی کے بس سے باہر ہے اس قسم کی علمی باریکیاں اور فقہی پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں۔ ان چند مثالوں سے باقی مشکلات کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک دشواری یہ ہے کہ احادیث مختلف اسانید سے مروی ہیں جن میں سند متواتر سے لے کر سند غریب تک اور سند صحیح سے لے کر سند ضعیف تک احادیث ذخیرہ کتب میں موجود ہیں' بلکہ موضوع روایات بھی ہیں جس طرح ایک جیسی شیشیوں میں ایک جیسا سفید رنگ کا مائع مادہ ہو اور ہر مادہ کی تاثیر الگ الگ ہو' کوئی مادہ کسی مرض میں مفید ہو اور دوسرا مادہ اس میں مضر ہو تو ان مادوں اور دواؤں کو باہم متمیز کرنے کے لیے کیمسٹری کے کسی بہت بڑے ماہر کی ضرورت ہو گی جو مختلف کیمیائی تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ کون سی شیشی میں کون سی دوا ہے اسی طرح جب کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کیے بغیر احادیث پر عمل کرے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کرے گا۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک ضرورت یہ ہے کہ احادیث سے احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث پر اس کو عبور ہو کیونکہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے ہو سکتا ہے دوسری جگہ اس کے خلاف حدیث ہو جس سے وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو یا اس حدیث کے حکم کی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حدیث نہ ملنے کی بناء پر وہ قیاس کر رہا ہو حالانکہ اس مسئلہ میں حدیث موجود ہو' اس لیے احادیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث اس کی نظر میں ہوں' اور یہی حال قرآن مجید سے احکام حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے جس وسعت علم اور دقت نظری کی ضرورت ہے یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور صرف ائمہ مجتہدین ہی اس پر آشوب گھاٹی کے پار اتر سکتے ہیں۔ اس لیے عام آدمی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب

ائمہ اربعہ میں سے ہر امام کے اکثر اصول اجتہاد الگ الگ اور باہم متضاد ہیں' انہوں نے نیک نیتی' اخلاص اور اپنے علم کے تقاضے سے کسی چیز کا صحیح حکم معلوم کرنے کے لیے وہ اصول وضع کیے' مثلاً جب مطلق اور مقید میں تعارض ہو تو امام شافعی مطلق کو مقید پر محمول کر دیتے ہیں' امام ابو حنیفہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنے محل پر رکھتے ہیں' امام شافعی قرآن کے عموم اور اطلاق کی خبر واحد سے تخصیص جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قران فی الذکر' قران فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران فی الذکر' قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ امام شافعی کے نزدیک قرآن مجید' حدیث کا اور حدیث متواتر قرآن مجید کے لیے ناسخ نہیں ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرآن مجید حدیث کے لیے اور حدیث متواتر قرآن مجید کے حکم کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے' امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدیث

Marfat.com

مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے جبکہ امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہے' جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو امام ابو حنیفہ آپ کے قول کو مقدم کرتے ہیں اور امام شافعی آپ کے فعل کو مقدم کرتے ہیں' علی ھذا القیاس - اس لیے جو شخص مختلف ائمہ کی تقلید کرے گا وہ اپنے دینی اعمال میں تضاد کا شکار ہو گا مثلاً کسی مسئلہ میں مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کسی مسئلہ میں نہیں کرے گا بلکہ ایک ہی مسئلہ میں کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا' کبھی آثار صحابہ کو احادیث پر مقدم کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا' کبھی کہے گا کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ گیا ہے اور کبھی کہے گا کہ نہیں ٹوٹا- اور بعض لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کے لیے اقوال مجتہدین میں سہارا تلاش کریں گے مثلاً عورت کو ہاتھ لگانے سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا- اور خون نکلنے سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا- اب فرض کیجئے ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہاتھ کو چھوا بھی ہے اور اس کا خون بھی نکل آیا ہے تو دونوں اماموں کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ گیا لیکن وہ شخص وضو کی زحمت سے بچنے کے لیے کہتا ہے کہ کیونکہ احناف کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے بیوی کو ہاتھ لگانے سے حنفی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا' اور چونکہ خون نکلنے سے شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے خون نکلنے سے شافعی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا' درحقیقت یہ شخص امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے نہ امام شافعی کا بلکہ یہ اپنی ہوائے نفس کا مقلد ہے' اور قانونی امور میں اور زیادہ مشکلات پیش آئیں گی- ایک حنفی شخص کوئی جرم کرنے کے بعد فقہ شافعی کے قانون سے اپنے آپ کو آزاد کرالے گا اور سزا سے بچ جائے گا اور شافعی شخص جرم کر کے فقہ حنفی کے قانون سے اپنے آپ کو بچالے گا' مثلاً ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ ہے اور احناف کے نزدیک نہیں ہے اب کسی شافعی شخص نے یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ حنفی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا- اسی طرح چوری کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے اور ایک مسلک کا مقلد چوری کر کے دوسرے مسلک کی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا- اس طرح شریعت اور قانون انسانی خواہشات کے تابع ہو جائیں گے بلکہ کوئی شخص کسی حکم کا مکلف نہیں رہے گا کیونکہ جب اس پر کوئی چیز واجب ہو گی تو وہ دوسری فقہ سے اس وجوب کو ساقط کر دے گا اور جب اس پر کوئی چیز حرام ہو گی تو وہ دوسرے مجتہد کے قول سے اس کو حلال کر لے گا اور انسان شریعت اور قانون دونوں سے آزاد ہو جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ انسان ایک امام کی تقلید کرے اور ایک شخص کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید ناجائز اور تقلید شخصی واجب ہے-

تقلید پر امام غزالی کے دلائل

امام غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ نے عام آدمی کی تقلید پر دو دلیلیں قائم کی ہیں' ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع تھا کہ وہ عام آدمی کو مسائل بتلاتے تھے اور اس کو یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرے اور دوسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت' صنعت و حرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا- اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہو گا اور نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہو گا اور یہ بداہتاً باطل ہے' اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا ہے کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے-

Marfat.com

(المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مطبع بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ)

تقلید پر امام رازی کے دلائل

امام فخرالدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: عام آدمی کے لیے احکام شرعیہ فرعیہ میں مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے، اور اس پر ہماری دو دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ تقلید کی مخالفت پیدا ہونے سے پہلے اس پر امت کا اجماع تھا' کیونکہ ہر زمانہ میں علماء عوام کو محض ان کے اقوال پر اقتصار کرنے سے منع نہیں کرتے تھے اور ان پر یہ لازم نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کے اقوال کے دلائل کا بھی علم حاصل کریں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جب عام آدمی کو کوئی فرعی مسئلہ پیش آئے پس یا تو وہ اس میں کسی حکم کا مکلف نہیں ہوگا اور یہ بالاجماع باطل ہے' کیونکہ ہم اس پر لازم کرتے ہیں کہ وہ علماء کے قول پر عمل کرے' اور تقلید کے مخالفین اس پر یہ لازم کرتے ہیں کہ وہ کتاب وسنت سے استدلال کرے اور اگر وہ کسی حکم پر عمل کرنے کا مکلف ہے تو وہ یا استدلال سے عمل کا مکلف ہوگا یا تقلید سے اور استدلال سے اس کا مکلف ہونا باطل ہے کیونکہ اگر وہ استدلال سے عمل کرنے کا مکلف ہے تو یا تو وہ عقل کامل ہوتے ہی استدلال کا مکلف ہوگا اور یہ اس لیے باطل ہے کہ صحابہ کرام کسی شخص کے بالغ ہوتے ہی اس پر یہ لازم نہیں کرتے تھے کہ وہ مجتہد کا رتبہ حاصل کرے' اور یا وہ اس وقت حکم کا مکلف ہوگا جب اس کو وہ مسئلہ پیش آئے گا اور یہ اس لیے باطل ہے کہ اس کا وجوب اس کو دنیاوی امور میں مشغول ہونے سے مانع ہوگا' پس متعین ہوگیا کہ جب اسے کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ علماء سے سوال کرے اور ان کے اقوال کی تقلید کرے۔

(المحصول ج ۴ ص ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

تقلید پر امام آمدی کے دلائل

امام علی بن محمد آمدی مالکی متوفی ۶۳۱ھ لکھتے ہیں: عام آدمی جس میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو اس پر مجتہدین کے اقوال کی اتباع کرنا لازم ہے خواہ اس کو بعض وہ علوم حاصل ہوں جو اجتہاد میں معتبر ہیں' اس پر قرآن مجید کی نص صریح' اجماع اور عقلی دلائل ہیں' نص صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل: ۴۳) یہ آیت تمام مخاطبین کو عام ہے اور واجب ہے کہ یہ ہر اس سوال کو عام ہو جس کا مخاطب کو علم نہیں ہے' اور اس پر اجماع ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ سے لے کر تقلید مخالفین کے ظہور سے پہلے تک عام آدمی مجتہدین سے فتویٰ طلب کرتے تھے اور احکام شرعیہ میں ان کی اتباع کرتے تھے اور علماء ان کے سوال کا جواب دیتے تھے اور اپنے قول کی دلیل کی طرف اشارہ نہیں کرتے تھے اور ان کو سوال کرنے سے منع نہیں کرتے تھے پس آدمی کے لیے مجتہد کے قول کی اتباع کرنے پر اجماع ہوگیا۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر ہر آدمی پر یہ لازم کیا جائے کہ جب اسے کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ کتاب اور سنت سے اس کا حل تلاش کرے تو لازم آئے گا کہ وہ معاش کے ذرائع میں مشغول نہ ہو اور اس سے صنعت اور حرفت معطل ہو جائے گی اور کھیتی باڑی ختم ہو جائے گی اور اس سے حرج عظیم لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ — اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔

(الحج: ۷۸)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں ہے (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۴۱) یعنی اسلام کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور اگر آدمی کو اس کا مکلف کیا جائے کہ وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل خود کتاب وسنت سے حاصل کرے تو لوگوں پر حرج اور ضرر لازم آئے گا پس ضروری ہوا کہ عام آدمی اپنے مسائل کے حل کے لیے

Marfat.com

علماء کی طرف رجوع کرے اور ان کے اقوال کی تقلید کرے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۲۳۵-۲۳۴)

تقلید پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اجتہادی مسائل میں جو شخص بعض علماء کے قول پر عمل کرے اس پر انکار نہیں کیا جائے گا اور جو شخص دو قولوں میں سے کسی ایک قول پر عمل کرے اس پر بھی انکار نہیں کیا جائے گا' اور جب کسی مسئلہ میں دو قول ہوں اور انسان پر ان میں سے کسی ایک قول کی ترجیح ظاہر ہو جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ ان بعض علماء کی تقلید کرے جن پر بیان، ترجیح میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ (مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۱۱۵' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: جب انسان احکام شرعیہ کی معرفت سے عاجز ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایک معین شخص کے معین مذہب کی اتباع کرے' کیونکہ ہر شخص پر احکام شرعیہ کی معرفت واجب نہیں ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۰ ص ۱۱۶' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸)

شیخ ابن تیمیہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ کسی مذہب کا مقلد بغیر دلیل یا بغیر عذر کے اپنے مذہب کی مخالفت کر سکتا ہے؟ وہ لکھتے ہیں: جس شخص نے کسی معین مذہب کا التزام کیا پھر کسی دوسرے عالم کی تقلید کے بغیر اس کی مخالفت کی' اور نہ کسی دلیل کے تقاضے کی وجہ سے اور نہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے تو وہ شخص محض اپنی خواہش کا متبع ہے' وہ کسی کے اجتہاد پر عمل کر رہا ہے اور نہ کسی کی تقلید کر رہا ہے وہ بغیر عذر شرعی کے حرام کا ارتکاب کر رہا ہے اور اس پر انکار کیا جائے گا۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۰ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸)

اسی بحث میں آگے چل کر لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ آیا عام آدمی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مذہب معین کا التزام کرے اور اس کی عزیمتوں اور رخصتوں پر عمل کرے' امام احمد کے اصحاب کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' اسی طرح امام شافعی کے اصحاب کے بھی دو قول ہیں اور جمہور میں سے بعض اس پر معین مذہب کی تقلید کو واجب کرتے ہیں اور بعض واجب نہیں کرتے اور جو اس معین مذہب کی تقلید کو واجب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب اس نے کسی معین مذہب کا التزام کر لیا تو اب اس کے لیے اس مذہب سے نکلنا جائز نہیں ہے جب تک وہ اس مذہب کا مقلد ہے اور جب تک اس پر واضح نہ ہو جائے کہ دوسرے امام کا قول دلائل کے اعتبار سے راجح ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۰ ص ۱۲۴' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸ھ)

مسئلہ تقلید میں حرف آخر

میں نے شرح صحیح مسلم ج ۳ میں ص ۳۴۵-۳۱۸ تک اجتہاد اور تقلید پر بحث کی ہے' ہمارے علماء عام طور پر فسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون (النحل: ۴۳) سے تقلید پر استدلال کرتے ہیں جب سورۃ النحل کی تفسیر میں یہ آیت آئی تو میں نے چاہا کہ میں مسئلہ تقلید کو زیادہ تفصیل اور زیادہ دلائل کے ساتھ لکھوں' ہمارے علماء نے یہ تو لکھا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین صحابہ اور تابعین کے اقوال پر کتاب وسنت سے دلائل کے بغیر عمل کرتے تھے لیکن انہوں نے اس کی مثالیں نہیں دیں' حالانکہ کتب احادیث میں اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں' لہٰذا میں نے تتبع کر کے صحابہ اور تابعین کے ایک سو اقوال پیش کیے جن پر سوال کرنے والوں نے بغیر دلائل کے عمل کیا' پھر میں نے اتمام حجت کے لیے غیر مقلدین علماء کے فتاوی سے بھی ایسے اقوال پیش کیے جن میں انہوں نے دلائل کا ذکر نہیں کیا اور چونکہ غیر مقلدین شیخ ابن تیمیہ کو بہت

Marfat.com

اہمیت دیتے ہیں اس لیے آخر میں ان کی عبارات بھی پیش کیں جن عبارات میں انہوں نے تقلید شخصی کے جواز کی تصریح کی ہے، تقلید کا معنی ہے عالم اور مفتی کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا، لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ عالم اور مفتی کتاب اور سنت کے مقابلہ میں اپنا قول پیش کرتا ہے، جیسا کہ غیر مقلدین یہ تاثر دیتے ہیں بلکہ سوال کرنے والے اسی شخص سے سوال کرتے ہیں جس کے متعلق انہیں یہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ کتاب اور سنت کا ماہر ہے اور وہ اس مسئلہ کا جو جواب دے گا وہ کتاب اور سنت کے مخالف نہیں ہو گا جس طرح تابعین اور تبع تابعین اسی اعتماد کے ساتھ صحابہ اور تابعین سے سوال کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن عظیم) اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور و فکر کریں ○ (النحل: ۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ضرورت اور حکمت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی حکمت اور ضرورت بیان فرمائی ہے، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ صرف کتاب نازل فرما دیتا، لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر پوری نہ ہوتی، کوئی انسان یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کتاب کے مضامین ہمارے لیے ناقابل فہم ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا کہ وہ اس کتاب کے مضامین کی تعلیم دے اور ان کو سمجھائے، جس جگہ ان کو شک ہو وہ ان کے شک کو دور کرے اور جس آیت پر کوئی اعتراض ہو وہ ان کے اعتراض کا جواب دے، اگر وہ یہ سمجھیں کہ کوئی حکم ناقابل عمل ہے تو وہ اس پر عمل کر کے دکھائے، جو چیزیں قرآن مجید میں اجمالی طور پر ذکر کی گئیں ہیں، ان کی تفصیل بیان کرے، قرآن مجید میں بعض احکام ایسے ہیں جن پر حکومت اور اقتدار کے بغیر عمل نہیں کیا جا سکتا مثلاً چوری پر ہاتھ کاٹنا، زانی پر کوڑے لگانا یا اس کو رجم کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے مارنا، دو گواہوں کے ثبوت یا مدعی علیہ کی قسم پر مقدمہ کا فیصلہ کرنا، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرنا، ایسے اور بہت احکام ہیں جن پر اقتدار اور حکومت کے بغیر عمل نہیں ہو سکتا اس لیے ضروری تھا کہ نبی کو بھیجا جائے اور وہ ایک اسلامی ریاست قائم کرے اور ایسے تمام احکام پر عمل کر کے دکھائے وہ ایک جامع زندگی گزارے اس کی زندگی میں ایک فرماں روا کا بھی نمونہ ہو، ایک تاجر کا بھی نمونہ ہو ایک مزدور کا بھی نمونہ ہو بلکہ انسانی حیات کے ہر شعبہ کے لیے اس کی زندگی میں نمونہ ہو تاکہ کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ اس دین میں ہمارے لیے کوئی نمونہ نہیں ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (النساء: ۵۹) — اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء: ۸۰) — جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر: ۷) — اور رسول تم کو جو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس کام سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (آل عمران: ۳۱) — آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب: ۲۱)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک مسلمانوں پر واجب ہے۔

حجیتِ حدیث

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن مجید کا ایک قطعی الثبوت اور منضبط متن ہے اگر احادیث کا بھی اسی طرح قطعی الثبوت اور منضبط متن ہے پھر تو احادیث حجت ہیں ورنہ نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ قرآن عظیم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام آپ کے احکام سن کر آپ کی اطاعت کرتے تھے اور آپ کو دیکھ کر آپ کی اتباع کرتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے، پس جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو، ہم اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور نمونہ میں کیسے ڈھال سکیں گے اور جب تک مروجہ احادیث ہمارے سامنے اور ہمارے علم میں نہ ہوں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، آپ کے افعال اور آپ کے اسوہ پر مطلع نہیں ہو سکتے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح صحابہ کرام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مجسم ہدایت تھی اسی طرح بعد کے لوگوں کے لیے مروجہ کتب احادیث مجسم ہدایت ہیں اور اگر ان کتب احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، افعال اور آپ کے اسوہ کے لیے معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن عظیم کو کافی نہیں قرار دیا بلکہ قرآن مجید کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع کو بھی ضروری قرار دیا ہے، اور بعد کے مسلمانوں کے لیے آپ کے احکام، افعال اور آپ کے اسوہ کو جاننے کے لیے مروجہ احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

مروجہ احادیث کو اگر معتبر ماخذ نہ مانا جائے اور ان کو دین میں حجت تسلیم نہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات سے محروم ہوں گے بلکہ ہم قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن مجید کے الفاظ نازل فرمائے لیکن ان الفاظ کے معانی بیان کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (النحل: ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن عظیم) اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کا

Marfat.com

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍۙ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ (الجمعہ: ۳-۲)

باطن صاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں' اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۝ اور ان میں سے دوسروں کو بھی (کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے واصل نہیں ہوئے اور وہی بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے اور آپ کے بعد کے لوگوں کو بھی کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں جو ابھی لاحق نہیں ہوئے' صحابہ کرام کو تو آپ نے بہ نفس نفیس کتاب اور حکمت کی تعلیم دے دی' لیکن بعد کے لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دینے کی کیا صورت ہوگی اگر ان مروجہ احادیث کو کتاب و حکمت کی تعلیم کے لیے معتبر ذریعہ نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ صادق نہیں رہے گی!

ہم نے یہ کہا تھا کہ قرآن مجید میں الفاظ ہیں اور ان کے معانی مروجہ احادیث میں ہیں دیکھیے قرآن مجید میں ہے اقیموا الصلوۃ اور صلوۃ کے جو معنی مراد ہیں وہ کسی لغت سے معلوم نہیں ہوتے لغت میں صلوٰۃ کا معنی ہے دعا کرنا' یا ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت پہنچا کر سیدھا کرنا اور صلوۃ کا معنی برکت بھی ہے' لیکن صلوٰۃ کا معنی جو مقصود ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے معلوم ہوا' اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کر کے ہاتھ باندھنے سے لے کر سلام پھیرنے تک جن ارکان' آداب اور ہیئت مخصوصہ پر صلوٰۃ مشتمل ہے' ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' اذان کے کلمات اور اذان دینے کے طریقہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' اقامت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' پانچ نمازوں کی رکعات کی تعداد کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے اور نہ ان اوقات کی تعیین اور حد بندی کا ذکر ہے' وضو کے فرائض کا قرآن عظیم میں ذکر ہے' لیکن وضو کن کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اس کی تفصیل کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' ان تمام چیزوں کا ذکر مروجہ احادیث میں ہے اگر ان مروجہ احادیث کو نہ مانا جائے تو انسان نہ وضو کر سکتا ہے' نہ اذان دے سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے' لیکن کتنے مال پر کتنے عرصہ کے بعد کتنی زکوۃ دی جائے اس کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے' اونٹ' گائے' بکری' زرعی پیداوار' سونے چاندی اور مال تجارت میں ادائیگی زکوۃ کا کیا نصاب ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' اور ان تمام چیزوں کی تفصیل کو جاننے کے لیے مروجہ احادیث کے سوا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں صرف روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے' روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا' اسی طرح روزہ کی باقی تفصیلات قرآن عظیم میں مذکور نہیں ہیں' ان کا علم صرف مروجہ احادیث سے حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں حج اور عمرہ کا ذکر ہے' لیکن حج اور عمرہ کے احکام' ان کی شرائط ان کے موانع اور مفسدات کیا ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے حتیٰ کہ قرآن مجید میں تو یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا' اور آیا حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے۔

قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو' لیکن کتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے گا اور ہاتھ کاٹنے کی کیا شرائط ہیں اور کیا موانع ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

قصاص اور دیت کا قرآن مجید میں ذکر ہے' لیکن اعضاء کی دیت کی تفصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔

Marfat.com

نکاح اور طلاق کا قرآن مجید میں ذکر ہے لیکن شوہر اور زوجہ کے حقوق و فرائض کی تفصیل اور دیگر عائلی احکام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں۔

وراثت کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے لیکن عصبات اور ذوی الارحام کے فرق اور ان میں ترتیب اور راحق بالوراثت کا بیان نہیں ہے' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے صرف کتاب نازل کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ کتاب کے ساتھ اس کی تعلیم، تشریح اور تفصیل کے لیے نبی کو بھی مبعوث فرمایا اور کتاب میں مذکور تمام احکام کی عملی تصویر اور نمونہ کے لیے آپ کو بھیجا صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ تعلیم حاصل کی اور ہمارے لیے اس تعلیم کے حصول کا ذریعہ صرف مروجہ کتب احادیث ہیں اور اگر ان کتب احادیث کو معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو دین نامکمل اور ناقابل عمل رہے گا اور بندوں پر اللہ کی حجت قائم نہیں ہو گی' اور قرآن مجید کی اکثر و بیشتر آیتوں کے معانی معلوم نہیں ہو سکیں گے' اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی حجت تمام کرنی تھی اس لیے ذرائع اور وسائل پیدا کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ اور مدون ہو گئیں۔ اس بحث کی زیادہ تفصیل کے لیے آل عمران: ۱۳۲ کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ بری سازشیں کرتے ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے' یا ان پر وہاں سے عذاب لے آئے جہاں سے عذاب آنے کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو○ یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے○ یا وہ ان کو عین حالت خوف میں پکڑ لے تو بے شک تمہارا رب بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے○ (النحل: ۴۷-۴۵)

کفار مکہ کو انواع و اقسام کے عذاب سے ڈرانا اور دھمکانا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الذین مکروا السیئات، مکر کا معنی ہے خفیہ طریقہ سے فساد کی کوشش کرنا' مفسرین نے کہا ہے کہ کفار مکہ غیر اللہ کی عبادت میں اور بت پرستی میں مشغول رہتے تھے اور گناہوں میں مبتلا رہتے تھے اور زیادہ قریب یہ ہے کہ وہ خفیہ طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچانے کی کوشش میں مشغول رہتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چار قسم کی دھمکیاں دیں۔

پہلی دھمکی یہ دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں اس طرح دھنسا دے گا جس طرح قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔

زمین میں دھنسانے کے عذاب کا حدیث میں بھی ذکر آیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تکبر سے اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا' اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۴۱)

دوسری دھمکی یہ دی کہ ان پر وہاں سے عذاب آئے گا جہاں سے عذاب کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو گا' جیسے قوم لوط پر اچانک عذاب آگیا تھا۔

تیسری دھمکی یہ دی کہ اللہ تعالیٰ حالت سفر میں ان پر عذاب نازل فرمائے گا' کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے شہروں میں ہلاک کرنے پر قادر ہے اسی طرح ان کو ان کے سفر کے دوران بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے' وہ کسی دور دراز علاقہ میں پہنچ کر اپنے آپ کو اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکتے بلکہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ لے گا وہ کسی دور جگہ جا کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے' جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

Marfat.com

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ○ (آل عمران: ١٩٦) (اے مخاطب) کافروں کا شہروں میں سفر کرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔

چوتھی دھمکی یہ دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو عین حالت خوف میں پکڑ لے گا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ان پر عذاب طاری نہیں کرے گا بلکہ پہلے ان کو خوف میں مبتلا کرے گا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے اللہ تعالیٰ ان کے قریب والوں پر ہلاکت طاری کر دے گا اور وہ اس خوف میں مبتلا ہوں گے کہ ان پر بھی ایسا عذاب آجائے گا اور وہ بڑے عرصہ تک خوف اور گھبراہٹ اور دہشت اور وحشت میں مبتلا رہیں گے۔

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں او یاخذھم علی تخوف اور تخوف کا معنی خوف اور گھبراہٹ ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور اس کا معنی تنقص بھی ہے یعنی نقصان اور کمی کرنا یعنی اللہ تعالیٰ ابتداءً ان پر عذاب نہیں لائے گا بلکہ پہلے ان کے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کرے گا اور ان کے گرد بستیاں کم ہوتی جائیں گی اور بہ تدریج عذاب کا ریلا ان کی طرف بڑھتا رہے گا یا اس کا معنی یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ان کے مالوں اور جانوں میں کمی ہوتی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتا ہے' اور اس وقت وہ اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں ○ اور جو چیزیں آسمانوں میں ہیں' اور جو چیزیں زمینوں میں ہیں' زمین پر چلنے والے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○

(النحل: ٤٩-٤٨)

ہر چیز کے سائے کے سجدہ کی توضیح اور توجیہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذابوں سے کفار مکہ کو ڈرایا اور دھمکایا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کمال کو ظاہر فرمایا ہے کہ اس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تابع ہے اور ہر چیز اس کی عظمت اور قدرت کا اعتراف کرتے ہوئے سجدہ ریز ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتا ہے' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا مثلاً فرشتے' جنات' ہوا اور خوشبوئیں اور اس نوع کی دیگر چیزیں' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس سے مراد ہے ایسی چیز جس کا سایہ ہو سکتا ہو مثلاً کثیف مادی اجسام اور فرشتے' جنات اور ہوائیں لطیف اجسام ہیں اور خوشبو وغیرہ از قبیل اعراض ہیں۔

عربی میں سائے کے لیے ظل اور فے دونوں لفظ مستعمل ہیں' علامہ سمعانی متوفی ٤٨٩ھ نے لکھا ہے کہ صبح کے وقت کے سائے کو ظل کہتے ہیں اور دوپہر کے وقت کے سائے کو فے کہتے ہیں اور ان دونوں کا ایک دوسرے پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتا ہے۔

اکثر متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ سجدہ سے یہاں مراد اللہ کی اطاعت ہے' حضرت ابن عباس' مجاہد' اور قتادہ نے کہا تمام چیزیں خواہ حیوانات ہوں یا جمادات وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو سجدہ ریز ہیں' حسن بصری نے کہا اے ابن آدم تیرا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور تو اللہ کو سجدہ نہیں کرتا' یہ تیرا بہت برا فعل ہے!

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال کے بعد ظہر کی چار رکعات پڑھنا نماز سحر کی مثل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ساعت میں ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر یہ آیت پڑھی: یتفیئوا ظللہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ (النحل: ۴۸)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۸، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۵۳، کتاب العظمۃ رقم الحدیث: ۱۲۳۶، ۱۲۳۵)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: زوال کے بعد ظہر کی چار رکعات سنتیں پڑھنا نماز سحر کی مثل ہے، نماز سحر کی تشریح میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا اس سے مراد تہجد کی نماز ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد فجر کی دو سنتیں اور فرض کی دو رکعات ہیں، یعنی ظہر کی چار رکعات ثواب میں فجر کی چار رکعتوں کی مثل ہیں، انہوں نے کہا اس سے مراد تہجد کی نماز نہیں ہو سکتی، کیونکہ تہجد کی نماز نفل ہے اور ظہر کی چار رکعات سنت ہیں اور سنت نفل کی مثل نہیں ہو سکتی جب کہ مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے اس لیے مراد یہ ہے کہ ظہر کی چار سنتیں صبح کے فرض اور اس کی سنتوں کی چار رکعات کی مثل ہیں اور مشبہ بہ کے اقوی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فجر کی نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ بے شک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(بنی اسرائیل: ۷۸)

یعنی ظہر کی چار سنتیں، صبح کی دو سنتوں اور دو فرض کے اجر کے برابر ہیں۔

اور ملا علی قاری نے یہ کہا ہے کہ نماز سحر سے مراد آخر شب میں تہجد کی نماز ہے اور مشبہ بہ کے اقوی ہونے کی یہ وجہ ہے، اس وقت عبادت کرنے میں بہت مشقت ہوتی ہے اور تہجد کی نماز پڑھنا بہت مشکل اور بہت دشوار ہوتا ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اس وقت ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، حالانکہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(بنی اسرائیل: ۴۴)

اس لیے اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ زوال کے بعد ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس سے مراد ہے کہ وہ اس وقت میں خاص تسبیح کرتی ہے، جو باقی اوقات کی تسبیح سے مختلف ہوتی ہے۔

ہر چیز کے سجدہ ریز ہونے کا محمل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمینوں میں ہیں، زمین پر چلنے والے اور فرشتے، سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○

سجدہ کی دو قسمیں ہیں سجدہ عبادت اور سجدہ بہ معنی اطاعت اور خضوع، سجدہ عبادت وہ ہے جیسے مسلمان اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ بہ معنی اطاعت اور خضوع یہ وہ سجدہ ہے کہ اس معنی میں کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز ممکن ہے اور ممکن کا عدم اور وجود مساوی ہوتے ہیں، اس لیے اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے کسی مرجح کی ضرورت ہوتی ہے سو ہر ممکن زبان حال سے یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے وجود میں واجب الوجود کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ نے ممکنات میں سے جس چیز کو جس کام میں لگا دیا ہے وہ اسی کام میں لگا ہوا ہے اور اسی کی اطاعت کر رہا ہے، سورج، چاند، اور دیگر سیاروں کے لیے جو نظام بنا دیا ہے وہ اسی نظام کے تحت کام کر رہے ہیں، دریاؤں اور سمندروں کی روانی،

Marfat.com

درختوں میں پتوں، پھلوں اور پھولوں کا کھلنا، حیوانات کی نشوونما، موسموں کا بدلنا، دن اور رات کا توارد، سب کچھ اس کے حکم سے ہو رہا ہے اور سب اس کی اطاعت کر رہے ہیں اور کائنات کی ہر چیز جو اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے وہ اسی معنی میں ہے، بعض مفسرین نے کہا کہ فرشتے جو سجدہ کرتے ہیں وہ اس معنی میں ہے جیسے مسلمان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور کائنات کی باقی چیزیں جو سجدہ کرتی ہیں وہ سجدہ بہ معنی اطاعت اور خضوع ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہو گا لفظ مشترک سے ایک جملہ میں دو معنی مراد نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اپنے اوپر اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہےo(النحل: ۵۰)

فرشتوں کا معصوم ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے دابہ اور ملائکہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، دابہ زمین پر چلنے والے چوپائے کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک طرف حیوانات کا ذکر کیا ہے اور دوسری طرف فرشتوں کا ذکر کیا ہے اور حیوانات ادنیٰ مخلوق ہیں اور فرشتے اعلیٰ مخلوق ہیں خلاصہ یہ ہے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ فرشتے تکبر نہیں کرتے۔

آیت کے اس حصہ سے فرشتوں کی عصمت بیان کرنا مقصود ہے اور یہ آیت اس پر قوی دلیل ہے کہ فرشتے معصوم ہیں وہ کوئی گناہ نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ تکبر نہیں کرتے اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وہ اپنے خالق اور صانع کے اطاعت گزار ہیں، اور وہ کسی بات اور کسی کام میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتے، اس کی نظیر قرآن کریم میں اور آیات بھی ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ (مریم: ۶۴) اور ہم صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ o لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ o (الانبیاء: ۲۷-۲۶) بلکہ سب فرشتے اس کے عزت والے بندے ہیںo وہ کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وہی کیا ہے جس کا انہیں حکم دیا گیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ان کو جو حکم دیا گیا اس پر انہوں نے عمل کیا، لیکن اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ ان کو جس کام سے منع کیا گیا وہ اس سے باز رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ممنوعہ کاموں سے باز رہنے کا بھی ان کو حکم دیا گیا تھا لہٰذا جب یہ فرمایا کہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ہر حکم پر عمل بھی کرتے ہیں اور ہر ممنوع کام سے اجتناب بھی کرتے ہیں، نیز جب یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتے ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ ھاروت اور ماروت کا جو قصہ مشہور ہے وہ باطل ہے۔ اس کی پوری تحقیق ہم نے البقرہ: ۱۰۲ میں بیان کر دی ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے فرشتے تکبر نہیں کرتے اور ابلیس تکبر کرتا تھا قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور

Marfat.com

الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ: ۳۴) کافر ہوگیا۔

پس ثابت ہوگیا کہ ابلیس جنات میں سے تھا فرشتوں میں سے نہیں تھا، قرآن مجید میں ہے:

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ پس ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ جنات میں سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۔ (الکھف: ۵۰) اس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم نے تبیان القرآن ج ا ص ۶۰-۳۵۸-۳۶۰ میں کردی ہے اس کی تفصیل کے لیے اس مقام کا مطالعہ فرمائیں یہ آیت سجدہ ہے اور یہ قرآن مجید میں تیسرا سجدۂ تلاوت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اور اللہ نے فرمایا دو کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ، وہ (اللہ) صرف ایک ہی عبادت کا مستحق ہے،

فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

سو مجھ سے ہی ڈرو ○ اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، سب اسی کی ملکیت ہے، اور اسی کی

الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ

عبادت لازم ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟ ○ تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے،

فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا

وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو ○ پھر جب وہ

كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ

تم سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنا لیتا ہے ○

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ

تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں، سو تم (عارضی) فائدہ اٹھالو، پھر تم عنقریب جان لوگے ○ اور

يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ

وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہی نہیں، تم جو کچھ افترا کرتے ہو اللہ کی

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ

قسم تم سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا ○ اور وہ (فرشتوں کو) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے،

Marfat.com

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ

اور اپنے لیے وہ جس کو وہ پسند کرتے ہیں (یعنی بیٹے) ○ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا منہ

مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ

سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہے ○ اور وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا رہتا ہے

اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

(وہ سوچتا ہے) کہ ذلت کے ساتھ اس کو رکھ لے یا اس کو (زندہ) زمین میں دبا دے، سنو وہ کیسا برا

يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ

فیصلہ کرتے ہیں ○ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان ہی کی بری صفات ہیں،

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع ۷ ۱۳

اور اللہ کی بہت بلند صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے فرمایا دو کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ، وہ (اللہ) صرف ایک ہی عبادت کا مستحق ہے سو مجھ سے ہی ڈرو ○ اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، سب اسی کی ملکیت ہے، اور اسی کی عبادت لازم ہے کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟ ○ (النحل: ۵۲-۵۱)

اِلٰہ کا معنی معبود ہے یا عبادت کا مستحق؟

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز اس کی مطیع اور فرماں بردار ہے خواہ وہ چیز عالم ارواح سے ہو یا عالم اجسام سے ہو فرشتے ہوں، جنات ہوں، انسان ہوں یا حیوان ہوں سب اختیاری یا اضطراری طور پر اسی کی عبادت اور اطاعت کرتے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شرک سے منع فرمایا اور فرمایا سارا جہان اس کی ملک ہے، سب اپنے وجود اور اپنی بقاء میں اس کے محتاج ہیں اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے۔

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے کہ دو الٰہ، دو عدد نہ بناؤ، الٰھین کا معنی ہے دو الٰہ اور اثنین کا معنی ہے دو عدد، اب سوال یہ ہے کہ الٰھین کے بعد اثنین کیوں فرمایا؟ اس کے تین جواب ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ اصل عبارت یوں ہے کہ دو چیزوں کو دو الٰہ نہ بناؤ، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جس چیز سے زیادہ متنفر کرنا مقصود ہوتا ہے، اس چیز کا ذکر زیادہ الفاظ اور تاکید سے کیا جاتا ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ جب فرمایا دو الٰہ نہ بناؤ تو یہ پتا نہیں چلا کہ مقصود نفس الوہیت کی نفی ہے یا تعدد کی نفی مقصود ہے اور جب فرمایا دو عدد تو واضح ہو گیا کہ اس آیت میں تعدد کی نفی مقصود ہے۔ اس لیے ہم نے آیات کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ دو کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ۔

عام طور پر مترجمین اِلٰہ کا معنی معبود کرتے ہیں اور ہم نے اس کا ترجمہ ہر جگہ عبادت کا مستحق کیا ہے، کیونکہ معبود کا معنی

Marfat.com

ہے جس کی عبادت کی گئی ہو' اور اللہ تعالیٰ کے سوا بے شمار چیزوں کی عبادت کی گئی ہے اور کی جاتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا مستحق کوئی نہیں ہے وہ صرف واحد ذات ہے جو عبادت کی مستحق ہے اور لا الہ الا اللہ کا یہ معنی نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' کیونکہ یہ معنی واقع کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا بہت چیزوں کی عبادت کی گئی ہے اور کی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔

توحید پر دلائل

خدا کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو' اگر ہم دو خدا فرض کریں تو ضروری ہوگا کہ وہ دونوں واجب اور قدیم ہوں اور دو چیزوں کا ایک دوسرے سے ممیز اور ممتاز ہونا بھی ضروری ہے' پس ان دونوں میں سے ہر ایک دو جزؤں پر مشتمل ہوگا ایک جزء وجوب اور قدم ہوگا اور دوسرا جزء وجہ امتیاز اور ممیز ہوگا پس ہر خدا دو جزؤں سے مرکب ہوگا' اور جو چیز مرکب ہو وہ ممکن اور حادث ہوتی ہے واجب اور قدیم نہیں ہوتی پس اگر آپ دو چیزوں کو خدا فرض کریں گے تو ان میں سے ایک بھی خدا نہیں ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر بالفرض دو خدا ہوں' اور ان میں سے ایک خدا ایک معین وقت میں کسی خاص جسم کو حرکت دینے کا ارادہ کرے اور دوسرا اس معین وقت میں اس خاص جسم کو ساکن کرنے کا ارادہ کرے تو یا تو وہ خاص جسم اس وقت میں متحرک بھی ہوگا اور ساکن بھی ہوگا اور یہ اجتماع ضدین ہے اور محال ہے' یا وہ خاص جسم اس معین وقت میں نہ متحرک ہوگا نہ ساکن یہ اس لیے محال ہے کہ پھر دونوں کا عجز لازم آئے اور دونوں میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہوگا' اور اگر وہ خاص جسم اس وقت متحرک ہوا تو جس نے اس کو ساکن رکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ خدا نہیں رہا اور اگر وہ اس معین وقت میں ساکن ہوا تو جس نے اس کو متحرک رکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ خدا نہیں رہا پس ثابت ہوا کہ دو خدا نہیں ہو سکتے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ دونوں ہمیشہ اتفاق کرتے ہیں اور کبھی اختلاف نہیں کرتے تو اول تو اس کا یہ جواب ہے کہ ان میں اختلاف کرنا ممکن تو ہے ہم اس اختلاف کی صورت میں پھر یہی تقریر کریں گے ثانی یہ کہ جب وہ ہمیشہ اتفاق کرتے ہیں تو ضروری ہوگا کہ پہلے ایک خدا کسی چیز کا ارادہ کرے اور دوسرا اس سے اتفاق کرے پس پہلا متبوع اور دوسرا اس کا تابع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہو سکتا پس لازم آیا کہ آپ جب بھی دو خدا فرض کریں گے تو خدا ایک ہی ہوگا دو خدا نہیں ہو سکتے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر دو خدا ہوں تو ان میں سے ایک خدا اپنی مخلوق اور اپنے ملک کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہوگا یا نہیں' اگر وہ اپنے ملک اور مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر نہ ہوا تو یہ اس کا عجز ہوگا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا' اور اگر وہ اپنے ملک اور اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہے تو جس سے چھپانے پر قادر ہے اس کا جہل لازم آئے گا' اور جاہل خدا نہیں ہو سکتا' خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی دو خدا فرض کیے جائیں گے تو ان میں سے ایک خدا ہوگا دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ان میں سے ایک خدا دوسرے خدا کی مخالفت کرنے پر قادر ہوگا یا نہیں' اگر وہ اس کی مخالفت کرنے پر قادر نہیں ہے تو یہ اس کا ضعف ہوگا اور ضعیف خدا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اس کی مخالفت پر قادر ہے تو پہلا اس کی مخالفت کی مدافعت کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتا تو پہلے کا عجز ہے اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا اور اگر پہلا دوسرے کی مخالفت کی مدافعت کر سکتا ہے تو پھر یہ دوسرے کا ضعف ہے اور ضعیف خدا نہیں ہو سکتا۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ دو چیزیں خدا اور مستحق عبادت نہیں ہو سکتیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا

Marfat.com

ہے کہ دو چیزوں کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ!

اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایک اور آسان اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کثرت وحدت کے تابع ہوتی ہے، طالب علموں پر ایک استاذ ہوتا ہے، چند اساتذہ ہوں تو ہیڈ ماسٹر ایک ہوتا ہے، چند سپاہیوں پر ہیڈ کانسٹیبل ایک ہوتا ہے، چند ہیڈ کانسٹیبل ہوں تو ان پر سب انسپکٹر ایک ہوتا ہے، پھر چند انسپکٹر ہوں تو ان پر ڈی-ایس-پی ایک ہوتا ہے، پھر ایس-پی ایک ہوتا ہے چند، ڈی- آئی جی ہوں تو ان پر انسپکٹر جنرل ایک ہوتا ہے، چند وزیر ہوں تو وزیر اعلیٰ ایک ہوتا ہے اور چند وزیر اعلیٰ ہوں تو وزیر اعظم ایک ہوتا ہے، کسی ملک کے وزیر اعظم دو نہیں ہوتے اور نہ کسی ملک کے صدر دو ہوتے ہیں اگر کسی بھی محکمہ میں اقتدار اعلیٰ دو آدمیوں کے پاس ہو تو اس محکمہ کا نظام فاسد ہو جائے گا تو اگر اس پوری کائنات کا اقتدار اعلیٰ دو خداؤں کے پاس ہوتا تو اس کا نظام بھی فاسد ہو جاتا، اور جب ابتداء آفرینش عالم سے لے کر آج تک اس کائنات کا نظام فاسد نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ اس پوری کائنات کا مقتدر اعلیٰ بھی ایک ہے اور وہی ہم سب کی عبادت کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایک آسان دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پوری کائنات کا نظام ایک نہج واحد اور ایک طرز واحد پر چل رہا ہے، پھلوں اور پھولوں کے پیدا ہونے کا ایک طریقہ ہے، کھیتوں کے پکنے کا ایک طریقہ ہے، جانوروں کے پیدا ہونے اور ان کے پلنے اور بڑھنے کا ایک طریقہ ہے، انسانوں کے پیدا ہونے اور ان کی نشو و نما پانے کا طریقہ ایک ہے، بارش ہونے کا دریاؤں اور سمندروں کے اترنے اور چڑھنے کا طریقہ ایک ہے، سورج، چاند اور ستاروں کے طلوع اور غروب کا طریقہ واحد ہے غرض ساری کائنات ایک نمط واحد اور نسق واحد پر چل رہی ہے اور اس کا ایک نہج اور ایک طرز سے چلنا زبان حال سے ندا کرتا ہے کہ اس کا ناظم اور خالق بھی واحد ہے، سو ساری کائنات کی اطاعت اور عبادت کا مستحق بھی واحد ہے۔

ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو مجھ سے ہی ڈرو، پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر غائب کے صیغوں سے فرمایا تھا اور آیت کے اس حصہ میں اپنا ذکر متکلم کے صیغے سے فرمایا ہے، یہ بھی بلاغت کا اسلوب ہے اس کو التفات کہتے ہیں، اس میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ اس میں حصر ہے، یعنی مخلوق کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ سے ڈرے اور کسی سے نہ ڈرے، اور فضل اور احسان کی طلب میں اللہ کے سوا اور کسی کی طرف رغبت نہ کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کی ملکیت ہے کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا اور ان کے نظام کو چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

پھر فرمایا وله الدين واصبا۔ دین کے معنی ہیں اطاعت اور عبادت اور واصبا کا معنی ہے جو چیز دائمی طور پر لازم ہو، قرآن مجید میں ہے ولهم عذاب واصب (الصّٰفّٰت: ۹) اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے، لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا جو بھی چیز ہے اس پر اس کی اطاعت اور عبادت لازم ہے کیونکہ اس کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں بھی اللہ کی محتاج ہے اور اپنی بقاء میں بھی اللہ کی محتاج ہے سو اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرے۔

اس کے بعد فرمایا کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ تمام کائنات کا

Marfat.com

خالق اور ناظم اللہ ہے اور وہی واحد عبادت اور اطاعت کا مستحق ہے اور جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز اپنے وجود میں اور اپنی بقاء میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے' تو ان اُصولی چیزوں کے جاننے کے بعد کیا انسان کی عقل اس چیز کو جائز قرار دیتی ہے کہ انسان اپنے مقاصد اور مطالب میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف رغبت کرے' اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ڈر اور خوف سے کوئی کام کرے یا کسی کام سے باز رہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے شاگردوں' مریدوں اور ماتحت لوگوں سے ڈرتے ہے' اپنی جھوٹی بڑائی قائم رکھنے کے لیے ہم ان کے سامنے کوئی بے حیائی کا کام نہیں کرتے اور خلوت اور تنہائی میں کر لیتے ہیں' سو ہم مخلوق سے ڈرتے ہیں خالق سے نہیں ڈرتے' اور کبھی افسران بالا کے خوف سے ماتحت عملہ ان کے سامنے غیر قانونی کام نہیں کرتا اور جب افسران بالا سامنے نہ ہوں تو پھر ماتحت عملہ غیر قانونی کام کر لیتا ہے' کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ مخلوق کی گرفت فوراً ہو جائے گی اور اللہ کی گرفت تو آخرت میں ہوگی نیز مخلوق کی گرفت ظاہر ہے اور خالق کی گرفت غیب ہے' سو ہم اللہ سے نہیں ڈرتے مخلوق سے ڈرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمارا آخرت پر ایمان کمزور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جب سے آپ نے یہ بتایا ہے کہ قبر مردہ کو دباتی ہے میری راتوں کی نیند اڑ گئی ہے' ہم نے بھی یہ حدیث سنی ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ قبر کے دبانے کے خوف سے کسی رات ہمیں نیند نہ آئی ہو' وجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق تھی ہمیں اس طرح آپ کی خبر کی تصدیق نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر کو دیکھتے تھے تو اس قدر روتے کہ ان کی ڈاڑھی انسوؤں سے بھیگ جاتی تھی ان سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اس میں آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوں گی اور اگر اس میں مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوں گی' یہ تو ان کا حال ہے جن کو زندگی میں دو مرتبہ جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی بے نیازی کے ڈر اور خوف سے روتے تھے' ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں لیکن ہم تو کبھی کسی قبر کے پاس بیٹھ کر خوف خدا سے نہیں روئے! معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا قوی ایمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا ہمارا ایمان اتنا قوی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے' پھر جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو ○ پھر جب وہ تم سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنا لیتا ہے ○ تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں' سو تم (عارضی) فائدہ اٹھا لو' پھر تم عنقریب جان لو گے ○ (النحل: ۵۵-۵۳)

شکر کے شرعی احکام اور اس کے متعلق احادیث

اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ انسان کو اللہ کے سوا کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے' اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے سب سے زیادہ شکر کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے' کیونکہ شکر نعمت پر واجب ہوتا ہے اور انسان کو ہر نعمت اللہ تعالیٰ سے ملی ہے' اس لیے اس کے شکر کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔

نعمت یا دنیوی ہوتی ہے یا نعمت دینی ہوتی ہے' اور دنیوی نعمت یا اس کے بدن میں ہوتی ہے یا اس کے نفس میں ہوتی ہے یا کوئی خارجی نعمت ہوتی ہے' اور دینی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو مومن بنایا اور اس کو اعمال صالحہ کی توفیق دی

Marfat.com

اس کو دین کا علم عطا فرمایا، سو بندہ پر واجب ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جن ذرائع اور وسائل سے اور جن لوگوں کی وساطت سے اس کو یہ نعمتیں حاصل ہوئی ہیں ان کا بھی شکر ادا کرے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہے وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۸۱۱، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۹۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ! سارا اجر تو انصار لے گئے، آپ نے فرمایا نہیں! جب تک تم ان کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہو گے اور ان کی نیکیوں کی تعریف کرتے رہو گے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۸۱۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کوئی نعمت دی گئی اور اس نے اس نعمت کا ذکر کیا تو اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا اور جس نے اس نعمت کو چھپا لیا تو اس نے کفران نعمت کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۸۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل جس بندہ کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور اس کو یہ یقین ہو کہ یہ نعمت اللہ عزوجل کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا شکر لکھ لیتا ہے، اور اللہ عزوجل کو جس بندہ کے متعلق یہ علم ہو گا کہ وہ گناہ پر نادم ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے استغفار کرنے سے پہلے اس کو بخش دیتا ہے، اور جو شخص کسی کپڑے کو ایک دینار کا خریدے اور اس کو پہنتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو ابھی وہ کپڑا اس کے گھٹنوں تک نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۱۴، کتاب الخرائطی باب الشکر رقم الحدیث:۴۰، رسائل ابن ابی الدنیا باب الشکر رقم الحدیث:۷۴)

شکر کے متعلق ہم نے زیادہ احادیث اور آثار ابراھیم:۷ میں بیان کیے ہیں اور وہاں اس کی تعریف اور تحقیق کی ہے۔

مصیبت کے وقت اللہ کو پکارنا اور مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو بھول جانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو۔

اس آیت میں فریاد کے لیے لفظ ہے تجئرون، اس کا معنی ہے چلا کر فریاد کرنا، یعنی جب تم پر مصیبت آتی ہے تو تم رو رو کر اور چلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہو اور اس سے فریاد کرتے ہو۔

اس کے بعد فرمایا! پھر جب وہ تم سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنا لیتا ہے تاکہ (انجام کار) وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تمام نعمتیں انسانوں کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور اس سے وہ نعمت زائل ہو جاتی ہے، تو وہ اللہ سے فریاد کرتا ہے کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا، اور نہ اللہ کے سوا اس کی کوئی جائے پناہ ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ انسان سے اس مصیبت کو زائل کر دیتا ہے، تو پھر اس صورت میں انسانوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، بعض انسان تو اللہ عزوجل کے ساتھ وابستگی پر قائم رہتے ہیں اور اس مصیبت کے زائل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور بعض انسانوں کے عقائد میں تبدیلی آجاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک بنا لیتے ہیں، اور یہ انتہائی ناسپاسی، احسان فراموشی، جہالت اور گمراہی ہے، قرآن مجید میں اس طرح کی اور بھی آیات ہیں:

Marfat.com

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ○ (العنکبوت: ۶۵)

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں وہ اس وقت اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں ○

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۶۷)

اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے تھے وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو تم (اس سے) منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام: ۶۴-۶۳)

آپ کہیے کہ تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، جس کو تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو، کہ اگر اس نے ہم کو اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکرگزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کہیے تمہیں اللہ تعالیٰ ہی اس مصیبت سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے، پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو ○

پھر جب اللہ تمہیں مصائب اور پریشانیوں سے نجات دے دیتا ہے تو تم اللہ عزوجل کے اس انعام کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمیں تو ہمارے خود ساختہ معبودوں نے اور بتوں نے بچایا ہے، اسی طرح جب انسان کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطا فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں فلاں دوا سے ٹھیک ہو گیا یا فلاں ڈاکٹر کے علاج سے میں صحت مند ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا، جو موثر حقیقی ہے، مسلمان اولیاء کرام کے توسل سے دعائیں کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صرف ان اولیاء کا ذکر کرتے ہیں کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے کرم فرمایا، اور فلاں بزرگ نے میرا کام کر دیا، وہ بزرگوں کا نام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے، ہم یہ نہیں کہتے کہ بزرگوں کا نام نہ لیا جائے یا ان کو ایصال ثواب نہ کیا جائے اور ان کی تعظیم و تکریم نہ کی جائے لیکن جو موثر حقیقی ہے اور اصل کارساز ہے اس کا بھی تو نام لیں اور اس کا بھی شکر ادا کریں کیونکہ یہ بزرگ تو مجازی کارساز ہیں حقیقی کارساز تو اللہ عزوجل ہے وہ اگر نہ چاہے تو کسی کا وسیلہ کام آ سکتا ہے نہ کسی کی دعا کام آ سکتی ہے!

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

آج یکم محرم ۶۰۲ھ کو جب میں اس کتاب کے اوراق لکھ رہا تھا، اس وقت صبح کا وقت تھا اچانک بہت سخت زلزلہ آیا اور زبردست جھٹکے لگنے لگے، میں نے لوگوں کو دیکھا وہ چیخ چیخ کر دعا مانگ رہے تھے اور گڑگڑا رہے تھے، پھر جب زمین پر سکون ہو گئی اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور حالات معمول پر آ گئے تو میں نے دیکھا لوگ پھر اپنی حرکتوں کی طرف لوٹ گئے اور اسی طرح لغو اور بے ہودہ کاموں میں مشغول ہو گئے اور وہ بھول گئے کہ ابھی وہ تھوڑی دیر پہلے چیخ و پکار کر رہے تھے، اللہ کے نام کی دہائی دے رہے تھے اور اس سے گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے اپنے دور کے حالات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے:

Marfat.com

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ - (الزمر: ۸)

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کو پکارتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہی نہیں، تم جو کچھ افتراء کرتے ہو اللہ کی قسم! تم سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا○ (النحل: ۵۶)

اللہ کے لیے حصہ مقرر کرنے پر مشرکین کو زجر و توبیخ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ کی پیداوار میں سے ان چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ جانتے ہی نہیں اور یہ بھی ان کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک بات ہے۔

"جنہیں وہ جانتے ہی نہیں" اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مشرکین نہیں جانتے، دوسرا قول یہ ہے کہ بت نہیں جانتے، لیکن پہلا قول راجح ہے، کیونکہ زندہ لوگوں سے علم کی نفی کرنا حقیقت ہے اور جمادات سے علم کی نفی کرنا مجاز ہے، اور واؤ اور نون کے ساتھ جو جمع آتی ہے وہ ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اور بت غیر ذوی العقول ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس چیز کا حصہ مقرر کرتے تھے؟ مجاہد نے کہا وہ جانتے تھے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور وہی ان کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہے پھر وہ ان کی اطاعت کرتے تھے جن کے متعلق وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی اطاعت کرنے میں کوئی نفع ہے یا ان سے اعراض کرنے میں کوئی نقصان ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے جن کے متعلق وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے ان بتوں کی تحقیر مقصود ہے کہ ان بتوں کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس چیز کا حصہ مقرر کرتے تھے اس میں بھی کئی قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے تھے تاکہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کریں اور ایک حصہ اپنے بتوں کے لیے مقرر کرتے تھے تاکہ ان کا تقرب حاصل کریں۔

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا - (الانعام: ۱۳۶)

پس انہوں نے کہا یہ ان کے زعم میں اللہ کے لیے ہے اور یہ ان کے زعم میں ہمارے شرکاء کے لیے ہے۔

الانعام: ۱۳۶ میں ہم اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ دوسرا قول حسن بصری کا ہے انہوں نے کہا اس سے مراد بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ان میں سے بعض مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ بعض اشیاء بتوں کی اعانت سے حاصل ہوتی ہیں، جیسے نجومیوں نے اس جہان کی تاثیرات کو سات سیاروں میں منحصر کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ فلاں چیز زحل کی تاثیر سے ہے اور فلاں چیز عطارد کی تاثیر سے ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا، یعنی مشرکین سے ان کے اس مذہب کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا کہ تم کچھ حصہ اللہ کے لیے اور کچھ حصہ بتوں کے لیے رکھتے تھے اس پر تمہاری کیا دلیل ہے یا ایسا کرنے کا کیا جواز ہے؟ اور اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ - (الحجر: ۹۳-۹۲)

آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے○ ان کاموں کے متعلق جو وہ کرتے رہے تھے۔

Marfat.com

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ وہ ان سے ضرور سوال کرے گا' یہ زبردست تہدید ہے اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹ کر اور جھڑک کر سوال کرے گا' ہو سکتا ہے کہ جس وقت عذاب کے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے آئیں اس وقت ان سے یہ سوال کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں ان سے یہ سوال کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ (فرشتوں کو) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں' اللہ اس سے پاک ہے' اور اپنے لیے وہ جس کو وہ پسند کرتے ہیں (یعنی بیٹے) ○ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہے ○ اور وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا رہتا ہے (وہ سوچتا ہے) کہ ذلت کے ساتھ اس کو رکھ لے یا اس کو (زندہ) زمین میں دبا دے' سنو وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں ○ (النحل: ۵۹-۵۷)

بیٹیوں کو عار سمجھنے کی مذمت

مشرکین کی فاسد باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے جیسا کہ اس آیت میں بھی ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ۔

اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں بیٹیاں قرار دیا' کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے' عنقریب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے سوال کیا جائے گا۔

(الزخرف: ۱۹)

ہو سکتا ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اس وجہ سے بیٹیاں کہتے ہوں کہ فرشتے آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں' جس طرح عورتیں مردوں سے پوشیدہ رہتی ہیں اور اس بناء پر انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا' یہ ان کی انتہائی جہالت اور گمراہی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا' ان کی پرورش کی تدبیر اور انتظام کیا' ان پر انواع و اقسام کے انعام کیے' ان نعمتوں کے عطا کرنے کی وجہ سے وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اس کے بجائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے کوئی بیٹا ہو یا کوئی بیٹی ہو' پھر کتنا ظلم ہے کہ وہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے تھے اور اللہ کے لیے انہوں نے بیٹیاں پسند کیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ○

کیا اس کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے!

(الطور: ۳۹)

اس کے بعد فرمایا: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ غم سے اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے' اور جس شخص کو کسی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز کی خبر ملے تو اس کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور غم و غصہ سے اس کا چہرہ سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس جب انسان کو کوئی خوش خبری ملے تو اس کا سینہ فراخ ہو جاتا ہے اور خوشی سے اس کا چہرہ کھل جاتا ہے اور چمکنے لگتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا رہتا ہے' (وہ سوچتا ہے) کہ ذلت کے ساتھ اس کو رکھ لے یا اس کو (زندہ) زمین میں دبا دے سنو! وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔ (النحل: ۵۹-۵۸)

مفسرین نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی شخص کی بیوی کی زچگی کا زمانہ قریب آتا تو جب تک بچہ نہ ہو جاتا وہ اپنی قوم سے چھپا رہتا' پھر اگر اسے معلوم ہوتا کہ بیٹا ہوا ہے تو وہ خوش ہو جاتا اور اس کا چہرہ دمکنے لگتا' اور جب اس کو پتا چلتا کہ اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے تو وہ کئی دنوں تک لوگوں کے سامنے نہ آتا' اور اس پر غور کرتا رہتا کہ وہ اس معاملہ میں کیا کرے' آیا

Marfat.com

وہ ذلت برداشت کر کے اس بیٹی کی پرورش کرے یا عار سے بچنے کے لیے اس بیٹی کو زندہ درگور کر دے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا:

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۔ (التکویر: ۸) اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

حضرت عمر نے کہا قیس بن عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا' آپ نے فرمایا ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس تو اونٹ ہیں' آپ نے فرمایا ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ نحر (ذبح) کرو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۷ ۳۴۳' رقم الحدیث: ۸۶۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۸۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۶۹۰' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام بزار کی سند صحیح ہے' سوا حسین بن مہدی کے اور وہ بھی ثقہ ہے' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۴)

روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے میں نے اسلام کی مٹھاس نہیں محسوس کی' زمانہ جاہلیت میں میری ایک بیٹی تھی میں نے اپنی بیوی سے کہا اس کو بناؤ سنگھار کر کے مزین کرو' پھر میں اس کو بہت دور دراز وادی میں لے گیا جہاں ایک گہرا کنواں تھا' میں نے اس کو اس کنویں میں ڈال دیا' اس بیٹی نے کہا اے ابا جان! آپ نے مجھے قتل کر ڈالا' مجھے اس کی جب بھی یہ بات یاد آتی ہے مجھے کسی چیز کی سے راحت نہیں ملتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جو گناہ ہوئے تھے' ان کو اسلام نے منہدم کر دیا اور جو گناہ اسلام میں ہوں گے ان کو استغفار منہدم کر دے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۲۶-۲۲۵' روح المعانی جز ۱۴ ص ۲۵۰)

امام رازی نے لکھا ہے کہ جو لوگ بیٹیوں کو قتل کرتے تھے ان کفار کا طریقہ کار مختلف تھا' ان میں سے بعض گڑھا کھود کر بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا مٹی سے بند کر دیتے حتیٰ کہ وہ مر جاتی' اور بعض اس کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے تھے' بعض اس کو غرق کر دیتے تھے اور بعض اس کو ذبح کر دیتے تھے' ان کا یہ اقدام بعض اوقات غیرت اور حمیت کی بناء پر ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف کی وجہ سے وہ ایسا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو! وہ کیسا برا فیصلہ کرتے تھے' کیونکہ وہ بیٹیوں کو باعث عار سمجھنے کی وجہ سے حد سے بڑھ گئے تھے' وہ بیٹی کی پیدائش کی خبر سنتے تو رنج و غم سے ان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا' بیٹیوں سے نفرت کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے ہاں پیدائش کے موقع پر لوگوں سے چھپتے پھرتے تھے' اولاد سے انسان کو فطرتاً محبت ہوتی ہے لیکن جب ان کو خبر ملتی کہ ان کے ہاں بیٹی ہوئی ہے' تو وہ اس کو قتل کرنے کی تدبیریں کرتے تھے۔

بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے متعلق احادیث

نبیط بن شریح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے وہ آ کر کہتے ہیں: اے گھر والو السلام علیکم! اور اس بیٹی کا اپنے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں' اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک کمزور لڑکی کمزور عورت سے پیدا ہوئی ہے جو اس کی کفالت کرے گا اس کی قیامت تک مدد کی جائے گی۔

نبیط کا بیٹا اس روایت میں منفرد ہے۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۷۰)

حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ' رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں' اس نے مجھ سے سوال کیا' میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کوئی چیز نہ تھی' میں

Marfat.com

نے وہ کھجور اس کو دے دی، اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان ٹکڑوں کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپ کو سنایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان بیٹوں میں سے کسی کی پرورش کرنے میں مبتلا کیا گیا اور اس نے ان کی اچھی طرح پرورش کی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ان میں سے ہر بیٹی کو ایک کھجور دی، اور ایک کھجور کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف اٹھائی، اس کی بیٹیوں نے اس سے وہ کھجور مانگی، اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور آدھی آدھی دونوں بیٹیوں کو دے دی، مجھے اس پر تعجب ہوا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ کس طرح اس عورت نے اپنی بیٹیوں کو اپنے حصہ کی بھی کھجور کھلا دی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ دونوں بالغ ہو گئیں، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر فرمایا قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، ان کو کھلائے اور پلائے اور ان کو اپنی کمائی سے کپڑے پہنائے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۵۳۸، الادب المفرد رقم الحدیث: ۷۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۹، مسند احمد ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۷۶۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ایک بیٹی ہو وہ اس کو ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے، اور اس کو تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو نعمتیں دی ہیں ان نعمتوں میں سے اس کو بھی دے تو اس کی وہ بیٹی دوزخ کی آگ سے ستر اور حجاب ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۵۷، طبع قدیم، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۶۳۴۸، طبع جدید، تنزیہ الشریعہ رقم الحدیث: ۲۰۱۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۳۹۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ان بیٹیوں کی پرورش میں مبتلا ہوا، اس کا مطلب ہے بیٹی کی پرورش بلا اور مصیبت ہے، یہ اس وقت درست ہو گا جب کوئی شخص بیٹیوں کی پرورش کراہت کے ساتھ کرے تب ہی ان کی پرورش اس کے لیے بلا اور مصیبت ہو گی، کیونکہ جو محبت سے ان کی پرورش کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس کے لیے ان کی پرورش نعمت ہو گی نہ کہ بلا، اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر بیٹیوں کو بلا اور مصیبت سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے آپ نے فرمایا جو شخص ان کی پرورش میں مبتلا ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان ہی کی بری صفات ہیں اور اللہ کی بہت بلند صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے ○ (النحل: ۶۰)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفات کا معنی اور اللہ کے اسماء کا توقیفی ہونا

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اس سے مراد وہ کافر ہیں جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، پھر فرمایا ان ہی کی بری صفات ہیں، یعنی یہ لوگ جاہل اور کافر ہیں، جاہل اس لیے کہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے اور اس کی اولاد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد سے متاخر ہوتی ہے اور والد کے بعد حادث اور ممکن ہوتی ہے اور جو کسی سے متاخر ہو اور ممکن اور حادث ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا، جب کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو اس کا واجب اور قدیم ہونا ضروری تھا کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے، اور وہ کافر اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرنا کفر ہے، اور بری صفت کا ایک معنی یہ ہے کہ ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہوگا۔ اور فرمایا اللہ کی بہت بلند مثالیں ہیں، یعنی بہت بلند صفات ہیں، جیسے قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (النور: ۳۵) اللہ آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (الحشر: ۲۳) بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، ہر نقص سے سلامت ہے، امان دینے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، سب پر بڑائی رکھنے والا۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ (الحشر: ۲۴) وہی ہے اللہ، پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا، سب اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔

یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ۔ (النحل: ۷۴) سو تم اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔

زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے اللہ کے لیے بلند مثالیں ہیں اور اس آیت میں مثالیں بیان کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ کی ایسی مثالیں بیان نہ کرو جو نقص اور عیب کی موجب یا موہم ہوں اور ایسی صفات یا مثالیں بیان کرو جن کی مخلوق میں کسی کے ساتھ مشابہت نہ ہو، دوسرا جواب یہ ہے کہ تم از خود اللہ کی کوئی مثال یا صفت بیان نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے جو خود اپنی مثالیں یا صفات بیان کی ہیں صرف ان ہی پر اکتفا کرو، اس آیت سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سماع شرع پر موقوف ہیں، قرآن اور حدیث میں جن اسماء کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق آیا ہے، اللہ تعالیٰ پر صرف ان ہی کا اطلاق جائز ہے اور اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ پر کسی صفت یا کسی مثال کا اطلاق جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو علام کہنا جائز ہے علامہ کہنا جائز نہیں ہے، بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اللہ میاں کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ یا اللہ عزوجل کہنا چاہیے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ

اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی بناء پر ان کی گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ

دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

چھوڑتا، لیکن وہ ان کو معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے، سو جب ان کا معین وقت آجائے گا تو

Marfat.com

لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

وہ نہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکیں گے نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکیں گے ○ اور وہ اللہ کے لیے ان چیزوں کو تجویز کرتے ہیں

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

جن کو وہ خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں، اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے، بے شک ان کے لیے دوزخ

مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

کی آگ ہے اور وہ (اس میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے ○ اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے پس شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

ان کے اعمال کو مزین کر دیا سو آج وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس

الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

لیے نازل کی ہے تاکہ آپ اس چیز کو صاف بیان کر دیں جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں اور (یہ کتاب) مومنوں کے لیے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

ہدایت اور رحمت ہے ○ اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد

ع ٨ ١٥ ١٤ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي

زندہ کیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے جو (غور سے) سنتے ہیں ○ اور بے شک مویشیوں میں

الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

بھی تمہارے لیے غور کا مقام ہے، ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے

لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ

اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لیے خوش گوار ہے ○ اور ہم تمہیں کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے پلاتے ہیں

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

تم ان سے میٹھے مشروبات تیار کرتے ہو، اور عمدہ رزق، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور

Marfat.com

يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ

نشانی ہے ○ اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں، اور

بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے ○ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس،

فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

پھر اپنے رب کے بنائے ہوئے آسان راستوں پر چلتی رہ، ان کے پیٹوں سے رنگ برنگ کے مشروب نکلتے

اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ

ہیں، اس مشروب (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے

یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ

ضرور نشانی ہے ○ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تم کو وفات دے گا، اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا

الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿٧٠﴾ ع ٩ ٥ ١٥

دیا جاتا ہے تاکہ انجام کار وہ حصول علم کے بعد کچھ بھی نہ جان سکے، بے شک اللہ نہایت علم والا بے حد قدرت والا ہے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی بناء پر ان کی گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے، سو جب ان کا معین وقت آجائے گا تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکیں گے نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکیں گے○ (النحل: ٦١)

اس سوال کا جواب کہ سب لوگ ظلم کرتے ہیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کا نہایت قبیح کفر بیان فرمایا تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے، اب یہاں یہ سوال ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوری عذاب کیوں نہیں دیا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر فوری عذاب نازل نہیں فرماتا اور ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ اس کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کا اظہار ہو، اور اگر وہ لوگوں کے ظلم کی بناء پر ان کی فوراً گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا۔

اس آیت میں ظلم سے مراد اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہے، اور بہ ظاہر اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب لوگ اللہ کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہیں حالانکہ سب لوگوں میں تو انبیاء علیہم السلام اور رسل کرام بھی ہیں اس وہم کا ازالہ یہ ہے کہ خود قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ تمام لوگ نافرمان اور گنہگار نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے

Marfat.com

عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ (فاطر: ۳۲)

اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا' ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض معتدل ہیں اور ان میں سے بعض نیک کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں اللہ کے اذن سے' یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندے ظالم اور گنہگار نہیں ہیں' بعض معتدل ہیں یعنی وہ نیکی کرنے والے ہیں اور کبھی بشری کمزوری سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس پر فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے والے ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ غیر ظالموں کو ہلاک کرنا عدل کے خلاف ہے

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ لوگوں کا ظلم اس بات کو واجب کرتا ہے کہ روئے زمین کے تمام جانداروں کو ہلاک کر دیا جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کیونکہ جانداروں میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر اور معصیت کی وجہ سے ان پر گرفت فرماتا تو ان کو فوراً ہلاک کر دیتا اور پھر ان کی نسل وجود میں نہ آتی اور یہ بات بدیہی ہے کہ ہر شخص کے آباء و اجداد میں ایسے لوگ ضرور گزرے ہیں جو عذاب کے مستحق تھے اور جب وہ لوگ ہلاک کر دیئے جاتے تو ان کی نسل آگے نہ چلتی اور اس سے لازم یہ آتا کہ دنیا میں کوئی آدمی بھی نہ ہوتا اور جب دنیا میں انسان نہ ہوتے تو پھر جانور بھی نہ ہوتے' کیونکہ جانوروں کو انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) جب لوگ کفر اور معصیت کرتے تو اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کر دیتا اور ظالموں کے حق میں یہ ہلاکت عذاب ہوتی اور غیر ظالموں کے حق میں یہ ہلاکت امتحان ہوتی اور ان کو اس پر آخرت میں اجر ملتا۔

(۳) احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ لوگوں کو بالعموم ہلاک کر دے گا ان میں صالحین بھی ہوں گے اور فاسقین بھی' وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دیتا ہے تو جو لوگ بھی اس قوم میں ہوں ان سب کو عذاب پہنچتا ہے' پھر ان سب کا ان سب کے اعمال کے حساب سے حشر کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۹)

حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس قوم کے ہر فرد کو اس کے عمل کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا اگر اس کے اعمال نیک ہوں تو اس کی عاقبت اچھی ہو گی اور اگر اس کے اعمال برے ہوں تو اس کی عاقبت خراب ہو گی' اور نیک لوگوں کے لیے یہ عذاب طہارت کا باعث ہو گا اور فاسقوں کے لیے عذاب بطور سزا ہو گا' اور صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ظالموں کی وجہ سے اللہ اپنا عذاب نازل فرماتا ہے اور اس قوم میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں تو ان کی روحیں بھی قبض کر لی جاتی ہیں پھر ان کو ان کی نیات اور اعمال کے اعتبار سے اٹھایا جاتا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کسی علاقہ میں برائی کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس علاقہ کے لوگوں پر اپنا عذاب نازل فرماتا ہے

Marfat.com

آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ ان میں تو اللہ کے اطاعت گزار بندے بھی ہوتے ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں پھر ان کو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف اٹھایا جائے گا' علامہ ابن بطال نے کہا یہ حدیث حضرت زینب بنت جحش کی حدیث کی وضاحت کر دیتی ہے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب گناہوں کی کثرت ہو جائے گی! پس جب برائیوں کا ظہور ہو گا اور سرعام گناہ ہونے لگیں گے تو تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جائے گا' میں کہتا ہوں کہ اس کے مناسب یہ حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی برائی کو دیکھیں اور اس کو مٹانے کی کوشش نہ کریں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا' یہ حدیث سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں ہے اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اور حضرت زینب بنت جحش کی حدیث ایک دوسرے کے مناسب ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ نیکوکار اور گنہگار دونوں ہلاک کیے جائیں گے' اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ نیکوکار کو جب قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کو اس کے نیک اعمال کی جزا ملے گی' اور اس کی مثل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ (پر حملہ) کا قصد کریں گے' حتیٰ کہ جب وہ مقام بیدا پر پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' ہم نے کہا یا رسول اللہ! اس راستہ میں سب لوگ جمع ہوں گے' آپ نے فرمایا ہاں ان میں قصداً جانے والے بھی ہوں گے' اور جبراً جانے والے بھی ہوں گے اور مسافر بھی ہوں گے' ان سب کو یکبارگی ہلاک کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ مختلف جگہوں سے اٹھائے جائیں گے' اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیات کے اعتبار سے اٹھائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۴)

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور یہ زمانہ وہ تھا جب حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یزید کی جنگ ہو رہی تھی' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بیت اللہ کی پناہ میں ہو گا اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا' پس جب وہ مقام بیدا پر ہوں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ جس شخص کو وہاں جبراً بھیجا جائے گا اس کو کیوں زمین میں دھنسا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کو اس کی نیت کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا' (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۲) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بندہ کو اس نیت پر اٹھایا جائے گا جس نیت پر وہ مرا تھا' (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۰) اور الداؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن امتوں کو ان کے کفر پر عذاب دیا جائے گا' وہ عذاب ان پر' ان کے بازار والوں پر اور جو ان میں سے نہیں تھے ان سب پر آئے گا' پھر ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کا حشر کیا جائے گا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو پندرہ سال کے لیے ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیتا ہے' تاکہ ان بچوں پر وہ عذاب نہ آئے جن سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے' (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) اس توجیہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس کو مسترد کرتی ہے' اور یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جہاز مردوں اور عورتوں اور بچوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے' اور وہ پورا جہاز غرق ہو جاتا ہے اور سب ہلاک ہو جاتے ہیں (آج کل ہوائی جہاز کے حادثات میں ایسا بہ کثرت ہوتا ہے) اسی طرح بہت بڑی حویلی جل جاتی ہے' اور کسی قافلہ پر ڈاکو حملہ کرتے ہیں اور تمام قافلے والوں کو مار دیتے ہیں' اسی طرح بعض

Marfat.com

مسلمانوں کے شہروں پر کفار حملہ کرتے ہیں اور شہر والوں کا قتل عام کرتے ہیں اور قدیم زمانہ میں خوارج نے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور قرامطہ نے اور ان کے بعد چنگیز خان' اور ہلاکو اور تاتاریوں نے بکثرت مسلمانوں کو قتل کیا اور ان میں بہت لوگ بے قصور اور بے گناہ تھے اور بچے بھی تھے۔ خلاصہ یہ ہے اگر بہت لوگ مرنے میں مشترک ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ثواب یا عذاب میں بھی مشترک ہوں اور ابن ابی جمرہ کا اس طرف میلان ہے کہ اگر ظالموں کے ساتھ غیر ظالم بھی ہلاک کیے جائیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر ظالموں نے نیکی کا حکم نہیں دیا تھا اور برائی سے منع نہیں کیا تھا' لیکن جن لوگوں نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا وہ برحق مومن ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں بھیجتا بلکہ ان کی وجہ سے عذاب کے مستحق لوگوں سے بھی عذاب دور کر دیتا ہے' اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ (البقرہ: ۲۵۱)

اور اگر اللہ بعض لوگوں (کے عذاب) کو بعض (نیک) لوگوں کے سبب سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی۔

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ (القصص: ۵۹)

اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان میں رہنے والے ظالم ہوں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الانفال: ۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں موجود ہیں' اور نہ اللہ انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

اگر غیر ظالم' نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے تو وہ بھی ظالموں کے حکم میں ہے اس پر دلیل یہ آیت ہے:

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ۔ (النساء: ۱۴۰)

جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو' حتیٰ کہ وہ دوسری کسی بات میں مشغول ہو جائیں' ورنہ بلاشبہ اس وقت تم بھی ان ہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

اور اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور ظالموں کی مجلس سے اٹھ جانا چاہیے' کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنے میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' یہ اس وقت ہے کہ جب وہ ان کی مدد نہ کرے اور ان کے کاموں سے راضی نہ ہو اور اگر اس نے ان کی مدد کی اور ان کے کاموں سے راضی ہوا تو پھر اس کا شمار ان ہی لوگوں میں سے ہوگا' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تیزی کے ساتھ دیار ثمود سے نکلنے کا حکم دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غیر ظالم' ظالموں کے ساتھ ہلاک کیے جائیں تو ان کو ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا عادلانہ حکم ہے کیونکہ ان کے نیک کاموں کی جزا صرف آخرت میں دی جائے گی اور دنیا میں ان پر جو مصیبت آئی وہ ان کے سابقہ گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے گی' پس دنیا میں جو عذاب ظالموں پر بھیجا گیا اس میں ان کے ساتھ غیر ظالم بھی شریک ہوں گے جنہوں نے ان کے ظلم اور برے کاموں پر انکار نہیں کیا تھا اور یہ ان کی مداہنت کی سزا ہے' پھر قیامت کے دن ہر شخص کو اٹھایا جائے گا اور اس کو اس کے اعمال کی سزا ملے گی' اور اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید اور تہدید ہے جو ظلم اور برے کاموں کو دیکھ کر خاموش رہتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو مداہنت کرتے ہیں یعنی ظالموں کے ساتھ نرم رویہ رکھتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ظالموں سے راضی رہتے ہیں' اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ظلم پر معاونت کرتے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ سے ان

Marfat.com

امور سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ (حافظ عسقلانی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابن ابی جمرہ کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ گنہگاروں کے جرائم کی وجہ سے ان پر جو عذاب آئے گا وہ عذاب نیکو کاروں پر نہیں آئے گا، علامہ قرطبی نے التذکرہ میں اسی طرف میلان کیا ہے اور ہم نے جو اس بحث میں لکھا ہے کہ ان پر بھی (بعض اوقات) عذاب آئے گا وہ ظاہر حدیث کے زیادہ مشابہ ہے اور قاضی ابن العربی کا بھی اسی طرف رجحان ہے، حضرت زینب بنت جحش کی حدیث: کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب خبث اور برائی بہ کثرت ہوگی، اس حدیث میں ہم اس مسئلہ پر مزید گفتگو کریں گے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱-۶۰، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے آئے، آپ فرما رہے تھے لا الہ الا اللہ، عرب کو اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آپہنچا ہے، یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر دکھایا، حضرت زینب بنت جحش کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے خواہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں جب خبث بہت زیادہ ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس مزید گفتگو کا کہا تھا وہ یہ ہے:

علماء نے خبث کی تفسیر زنا، اولاد زنا، اور فسق و فجور کے ساتھ کی ہے اور فسق و فجور مراد لینا اولیٰ ہے کیونکہ یہ صلاح اور نیکی کے مقابلہ میں ہے، قاضی ابن العربی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ بدکار لوگوں کے ساتھ نیک لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے جب وہ فسق و فجور کو مٹانے کی کوشش نہیں کریں گے، اور اسی طرح نیک لوگ اس وقت بھی ہلاک ہو جائیں گے جب وہ فسق و فجور کو مٹانے کی کوشش کریں لیکن اس کا فائدہ نہ ہو اور بدکار لوگ اپنے فسق و فجور پر قائم رہیں اور ان کا فسق و فجور عام ہو جائے اور کثرت سے پھیل جائے اس وقت سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے خواہ قلیل ہوں یا کثیر، اور ہر شخص کا حشر اس کی نیت کے اعتبار سے ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے۔ (عارضۃ الاحوذی جز ۹ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ) حضرت زینب بنت جحش نے یہ سوال اس لیے کیا کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یاجوج ماجوج کی دیوار کا سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ وہ اس سوراخ سے باہر آسکیں گے اور ان کو یہ علم تھا کہ جب یاجوج ماجوج باہر نکل آئیں گے تو وہ لوگوں کا قتل عام شروع کر دیں گے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۹، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ گنہگار لوگوں کو بالعموم ہلاک کر دے گا اور اس کی لپیٹ میں نیک لوگ بھی آجائیں گے اس سلسلہ میں ایک اور حدیث یہ ہے:

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے گناہ کی وجہ سے مخلوق پر گرفت فرماتا تو اس کا عذاب ساری مخلوق کو پہنچتا حتیٰ کہ بلوں اور سوراخوں میں کیڑوں مکوڑوں کو بھی عذاب پہنچتا اور آسمان سے بارش کو روک لیتا اور زمین سے کچھ پیدا نہ ہوتا، اور تمام جاندار مرجاتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عفو، درگزر اور فضل و کرم سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ | اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے

Marfat.com

اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ○ کرتوتوں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے ○ (الشوریٰ: ۳۰)

(۵) اس بحث میں ہمیں قرآن مجید کی اس آیت کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ ○ اللہ جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور ان سے سوال کیا جائے گا۔ (الانبیاء: ۲۳)

اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کے لیے ان چیزوں کو تجویز کرتے ہیں جن کو وہ خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں، اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے، بے شک ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے اور وہ (اس میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے ○ (النحل: ۶۲)

"اور وہ اللہ کے لیے ان چیزوں کو تجویز کرتے ہیں جن کو وہ خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔" اس سے مراد ان کے وہ فاسد اور بے ہودہ اقوال ہیں کہ وہ اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

"اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے" بھلائی کی تفسیر میں کئی قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیٹے ہیں وہ کہتے تھے کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے بیٹے ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے کفر، شرک اور فاسد اقوال کے باوجود یہ کہتے تھے کہ ہمارا دین برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم کو آخرت میں ثواب ہوگا اور جنت ملے گی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار مکہ قیامت اور آخرت کے قائل نہیں تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کی ایک جماعت آخرت اور حشر کی قائل تھی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۶۰)

"مفرطون" کا معنی

"بے شک ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے اور وہ اس میں سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔"

اس آیت میں مفرطون کا لفظ ہے اور یہ لفظ فرط سے بنا ہے، علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنے قصد اور ارادہ سے پہلے یا آگے پہنچے تو فرط کہتے ہیں اور رفارط اس شخص کو کہتے ہیں جو کنویں کے ڈول کی اصلاح کے لیے کنویں پر پہلے پہنچ جائے! بچہ کی نماز جنازہ میں یہ دعا ہے:

اللھم اجعلہ لنا فرطا۔ اے اللہ اس کو ہمارا پیش رو بنا دے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۹-۱۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا فرطکم علی الحوض۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۷۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۹۷) میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۸۷، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام عبد الرحمان علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

مفرطون "ر" کی زبر اور "ر" کی زیر دونوں سے پڑھا گیا ہے اور اکثر کی قرأت "ر" کی زبر ہے، اس صورت میں اس

Marfat.com

کے معنی میں دو قول ہیں: حضرت ابن عباس اور فرا نے یہ کہا کہ انہیں دوزخ کی آگ میں ڈال کر بھلا دیا جائے گا اور حضرت ابن عباس کا دوسرا قول ہے، کہ انہیں دوزخ میں جلدی ڈال دیا جائے گا ابن قتیبہ نے بھی یہی کہا ہے، اور زجاج نے کہا لغت میں فرط کا معنی ہے متقدم، پس مفرطون کا معنی ہے وہ دوزخ میں سب سے پہلے بھیجے جائیں گے اور جنہوں نے مفرطون کی یہ تفسیر کی ہے کہ ان کو دوزخ میں چھوڑ دیا جائے گا ان کی بھی یہی مراد ہے یعنی ان کو سب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا پھر ان کو دائمی عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔

ابو عمر، کسائی اور قتیبہ نے مفرطون کو "ر" کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے زجاج نے کہا اس کا معنی ہے انہوں نے اللہ کی معصیت میں افراط کیا یعنی بہت زیادہ معصیت کی، اور ابو جعفر اور ابن ابی عبلہ نے اس کو "ف" کی زبر اور "ر" کی تشدید اور زیر کے ساتھ پڑھا، زجاج نے کہا اس کا معنی ہے انہوں نے دنیا میں تفریط کی اور آخرت کے لیے عمل نہیں کیا اس کی تصدیق اس آیت میں ہے:

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ ۔ (الزمر: ۵۶) کوئی شخص کہے ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پس شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا سو آج وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ (النحل: ۶۳)

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے قائم مقام ہے، کیونکہ کفار مکہ کے شرک اور کفر اور ان کی جاہلانہ باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوتا تھا، اس آیت میں فرمایا ہے سو آج وہی ان کا دوست ہے، اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے یعنی کفار مکہ کو جو شیطان گمراہ کر رہا ہے اور ان کو آپ سے دور کر رہا ہے، جیسا کہ آپ سے پہلے پچھلی امتوں کے زمانہ میں شیطان ان امتوں کو گمراہ کرتا تھا اور ان امتوں کو ان کے رسولوں سے دور کرتا تھا، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ یوم سے مراد یوم قیامت ہے یعنی قیامت کے دن شیطان کافروں کا دوست ہوگا، اور قیامت کے دن پر الیوم کا اطلاق اس لیے کیا ہے کہ اس پر یوم کا اطلاق بہت مشہور ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا، کیونکہ جب کفار قیامت کے دن عذاب کو دیکھیں گے پھر شیطان کو بھی اسی عذاب میں مبتلا دیکھیں گے اور اس وقت ان کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے لیے عذاب سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے جس طرح شیطان کے لیے بھی عذاب سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے اس وقت بطور زجر و توبیخ اور بطور طنز و استہزاء ان سے کہا جائے گا آج کے دن تمہارا یہی دوست اور کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ اس چیز کو صاف بیان کر دیں جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں اور (یہ کتاب) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ (النحل: ۶۴)

کفار کے مختلف نظریات کا بطلان

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے وعید شدید بیان کی تھی اور اس آیت میں ان پر ایک بار پھر حجت قائم کی ہے، اور ان کے شبہات کو زائل کیا ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں لوگ مختلف دینوں اور ملتوں کے پیروکار تھے، اور لوگوں نے اپنی خواہشوں سے مختلف دین گھڑ لیے تھے، یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے،

Marfat.com

کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے، بعض مشرکین بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں سفارشی کہتے تھے، بعض قیامت کا انکار کرتے تھے اور بعض مشرکوں نے خود ساختہ احکام بنا رکھے تھے وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہتے تھے، کیونکہ وہ مردار جانور کو حلال کہتے تھے اور جن حلال جانوروں کو وہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے ان کو حرام کہتے تھے، ان مختلف نظریات میں وہ ایک دوسرے سے بحث کرتے تھے اور جھگڑتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ اس چیز کو صاف بیان کر دیں جس میں یہ جھگڑتے ہیں، سو آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں ان کو صاف بتا دیا کہ اللہ کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد ہے، بت پرستی کی مذمت کی اور قیامت کے وجود پر دلائل قائم کیے اور بتایا کہ جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے، اور بتوں کے نام پر چھوڑ دینے سے یا کان چیر دینے سے یا مسلسل مادہ کو جنم دینے سے یا مخصوص تعداد میں مادہ کو گابھن کرنے سے کوئی حلال جانور حرام نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یہ کتاب) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ درحقیقت یہ کتاب تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے لیکن انجام کار اس کی ہدایت اور رحمت سے صرف مومنین فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے فرمایا یہ کتاب مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ قرآن مجید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ھدی للناس (البقرہ: ۱۸۵) یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے، اور پھر فرمایا: ھدی للمتقین (البقرہ: ۲) یہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے، یعنی فی نفسہ تو قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے، لیکن چونکہ اس سے فائدہ صرف متقین حاصل کرتے ہیں اس لیے فرمایا یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے جو (غور سے) سنتے ہیں O (النحل: ۶۵)

اللہ تعالیٰ کی الوہیت، توحید اور مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل

اس قرآن کا اہم مقصود توحید، رسالت، مبدء اور معاد کو ثابت کرنا ہے، پھر تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کو بیان کرنا ہے، اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا تھا اب اس کے بعد پھر اہم مقصود کا ذکر فرمایا اور وہ الوہیت اور توحید ہے، کیونکہ آسمان سے پانی برسانا اور زمین سے فصل اگانا، یہ کس کا کارنامہ ہے، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرعون اور نمرود کو خدا کہا گیا لیکن ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی بارش ہوتی تھی اور زمین سبزہ اگاتی تھی، بے جان مورتیوں اور دیوتاؤں کا بھی یہ کارنامہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ بت تو خود بے جان ہیں وہ بارش اور فصل اگانے میں موثر نہیں ہو سکتے اور دیوی دیوتا بھی حادث اور فانی ہیں ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی بارش ہوتی تھی اور فصلیں اگتی تھیں، اس لیے ان میں سے کوئی بھی بارش نازل کرنے اور زمینی پیداوار کا خالق نہیں ہے اور نہ ہی متعدد چیزیں اس کی خالق ہو سکتی ہیں ورنہ ان میں یہ نظم اور تسلسل نہ ہوتا، اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور ہستی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آسمان سے بارش نازل کرنے اور زمین سے غلہ پیدا کرنے کا وہ خالق ہے صرف اللہ تعالیٰ نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ زمین سے فصل اگاتا ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کی الوہیت اور توحید کی تصدیق کریں اور کیوں نہ اس پر ایمان لائیں!

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، اس میں قیامت اور حشر پر دلیل ہے کہ جب وہ مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے تو وہ مردہ انسان کو کیوں نہیں زندہ کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک مویشیوں میں بھی تمہارے لیے غور کا مقام ہے، ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے

Marfat.com

ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے' اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے ○

(النحل: ۶۶)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بارش اور نباتات کے احوال سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں حیوانات کے عجیب و غریب احوال سے استدلال فرمایا ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مما فی بطونہ میں مذکر کی ضمیر ہے اور دودھ مذکر میں نہیں مونث میں ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی جن مویشیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کی یہ صفت ہے کہ ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا مادہ جانور گھاس کھاتی ہے وہ گھاس اس کے معدہ میں مستقر رہتی ہے پھر وہاں وہ گھاس پکتی ہے پھر اس کا نچلا حصہ گوبر بن جاتا ہے اور اس کے درمیان میں دودھ ہوتا ہے اور اس کے اوپر خون ہوتا ہے اور ان اقسام پر جگر مسلط رہتا ہے وہ خون کو متمیز کر کے رگوں میں جاری کرتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں جاری کرتا ہے اور گوبر اسی طرح اوجھڑی میں باقی رہتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۱۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

گوبر اور خون کے درمیان دودھ پیدا کرنے کی صحیح کیفیت

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خون اور دودھ یقینی طور پر اوجھڑی میں نہیں پیدا ہوتے اور اس کی دلیل مشاہدہ ہے' کیونکہ ان حیوانات کو تواتر اور تسلسل کے ساتھ ذبح کیا جاتا ہے اور ذبح کے بعد جب اوجھڑی کو چیرا جاتا ہے تو کسی شخص نے بھی اس میں خون کا مشاہدہ کیا نہ دودھ کا' اگر خون اور دودھ اوجھڑی میں پیدا ہوتا تو ضروری تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر وہ دکھائی دیتا' اور جس چیز کے فساد اور بطلان پر مشاہدہ دلالت کرتا ہے اس سے استدلال کرنا اور اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب کوئی جان دار غذا کھاتا ہے تو اگر وہ جان دار انسان ہو تو غذا اس کے معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور اگر وہ جاندار مویشی ہوں تو پھر وہ غذا اس کی اوجھڑی میں پہنچ جاتی ہے اور مویشیوں میں سے جب مادہ غذا کھاتی ہے اور وہ غذا یا چارہ اس کی اوجھڑی میں پہنچتا ہے اور چارہ وہاں پک جاتا ہے تو ہضم اول حاصل ہوتا ہے' پس اس میں سے جو صاف جوہر ہوتا ہے اس کو جگر جذب کر لیتا ہے اور جو کثیف مادہ ہوتا ہے وہ انتڑیوں کی طرف اتر جاتا ہے' پھر جس صاف جوہر کو جگر جذب کرتا ہے وہ جگر میں پکتا ہے اور وہ خون بن جاتا ہے اور یہ ہضم ثانی ہے اور یہ خون صفراء اور سوداء سے مخلوط ہوتا ہے اور اس میں پانی کے اجزاء بھی ہوتے ہیں پھر صفراء پتہ کی طرف چلا جاتا ہے اور سوداء تلی کی طرف چلا جاتا ہے اور پانی گردوں کی طرف چلا جاتا ہے اور گردوں سے مثانہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور یہ وہ رگیں ہیں جو جگر میں پیدا کی گئی ہیں اور یہاں ہضم ثالث حاصل ہوتا ہے اور جگر اور تھنوں کے درمیان بھی بہت باریک باریک رگیں ہیں' جگر سے خون ان رگوں میں آتا ہے اور ان رگوں سے تھنوں میں آ جاتا ہے اور تھنوں میں سفید رنگ کے نرم غدود ہیں اور جب وہ خون رگوں سے تھنوں میں پہنچتا ہے اور ان سفید غدود میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خون کی صورت کو دودھ میں منتقل کر دیتا ہے اور تھنوں میں دودھ کے پیدا ہونے کی صحیح کیفیت یہی ہے۔

نر حیوانوں میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مویشیوں میں جو نر ہیں ان کی اوجھڑیوں میں بھی غذا اور چارہ ان ہی مراحل سے گزرتا ہے

Marfat.com

پھر ان میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تدبیر اس طرح کی ہے جو اس کے لائق اور مناسب ہو اور جس میں اس کی مصلحت ہو ہر حیوان میں مذکر کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے اور مونث کا مزاج سرد تر ہوتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مونث کے بدن کے اندر بچہ تیار ہوتا ہے' اور خلقت کے مراحل طے کرتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ مونث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں' اور اس کی دو وجہیں ہیں' پہلی وجہ یہ ہے کہ بچہ رطوبتوں سے پیدا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مونث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں' تاکہ وہ رطوبتیں بچہ کے تولد کا مادہ بن جائیں دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بچہ بتدریج بڑا ہوتا ہے تو ماں کے جسم میں پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہو' تاکہ بچہ بہ تدریج بڑھتا رہے اور جب کہ ماں کے بدن میں رطوبتیں غالب ہوتی ہیں تو اس کا بدن پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے' حتیٰ کہ بچہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ پس ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ہر جان دار مونث کے جسم میں خصوصیت کے ساتھ رطوبات زیادہ ہوتی ہیں' پھر یہ رطوبتیں پیٹ (رحم) کے بچہ کے بدن بڑھنے اور زیادہ ہونے کا مادہ بن جاتی ہیں' جب وہ بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے اور جب بچہ ماں کے رحم سے منفصل ہو کر پیدا ہو جاتا ہے تو وہ رطوبتیں رحم سے منتقل ہو کر ماں کے پستانوں اور تھنوں میں پہنچ جاتی ہیں تاکہ وہ اس نومولود بچہ کی غذا کا مادہ بن جائیں اور جب تم نے اس تفصیل کو جان لیا تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کس سبب سے خون مادہ اور مونث میں دودھ کی شکل میں متشکل ہوتا ہے اور رمذکر اور نر میں خون دودھ کی صورت نہیں اختیار کرتا پس دونوں کا فرق واضح ہو گیا۔

اوجھڑی میں دودھ پیدا نہ ہونے کے دلائل

جب تم نے دودھ پیدا ہونے کی اس تصویر کو جان لیا' تو مفسرین کہتے ہیں کہ یہ تین چیزیں ایک جگہ سے پیدا ہوتی ہیں گوبر اوجھڑی کے نچلے حصہ میں ہوتا ہے اور خون اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے اور دودھ درمیانی حصہ میں ہوتا ہے اور ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ یہ قول مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے' اس لیے کہ اگر خون معدہ کے اوپر کے حصہ میں ہو تو ضروری ہے کہ جب انسان یا حیوان کو قے آئے تو اس کو خون کی قے آئے اور یہ قطعاً باطل ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ خون کے بعض اجزاء سے دودھ پیدا ہوتا ہے اور خون ان لطیف اجزاء سے پیدا ہوتا ہے جو گوبر میں ہوتے ہیں اور یہ وہ کھائی ہوئی اشیاء ہیں جو اوجھڑی میں ہوتی ہیں' اور یہ دودھ ان اجزاء لطیفہ سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے گوبر میں تھے' پھر وہ اجزاء لطیفہ دوسری بار خون میں آئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجزاء کثیفہ اور غلیظہ سے خون کو مصفیٰ کر لیا اور اس میں وہ صفات پیدا کر دیں کہ وہ ایسا دودھ بن گیا جو بچہ کے بدن کے موافق تھا' خلاصہ یہ ہے کہ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں اس سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف گوبر بنتا ہے مگر ان ہی جانوروں کی مادہ صنف میں اسی غذا سے ایک تیسری چیز بھی پیدا ہو جاتی ہے جو خاصیت' رنگ' بو اور مقاصد میں ان دونوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے' پھر خصوصاً مویشیوں میں اس چیز کی پیداوار اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ ان کے اپنے بچوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے علاوہ انسانوں کے لیے بھی اس چیز کو کثیر مقدار میں فراہم کرتے رہتے ہیں۔

دودھ کی خلقت میں اسرار اور دقائق

مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں جو دودھ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی خصوصیات سے متصف ہوتا ہے کہ جن کی وجہ سے وہ دودھ بچہ کی غذا کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے موافق ہوتا ہے اور اس دودھ کی خلقت ایسی عجیب و غریب حکمتوں اور

Marfat.com

ایسے دقیق اسرار پر مشتمل ہے جس سے عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ دودھ کی یہ خلقت کسی عظیم مدبر اور زبردست قادر وقیوم کی تدبیر اور اس کے فعل کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی' ان اسرار اور حکمتوں میں سے ہم چند کا یہاں ذکر کر رہے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے معدہ اور راو جھڑی کے نچلے حصہ میں ایک منفذ اور سوراخ پیدا کیا ہے جس سے غذا کا تلچھٹ اور فضلہ دوسری طرف بڑی آنت میں نکل جاتا ہے اور جب انسان کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے تو وہ منفذ کلی طور پر بند ہو جاتا ہے کہ اس کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں سے کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ اس منفذ سے نہیں نکلتا حتی کہ معدہ میں ہضم کے مراحل مکمل ہو جائیں اس وقت اس غذا کے صاف جوہر کو جگر جذب کر لیتا ہے اور تلچھٹ وہاں باقی رہ جاتا ہے' پھر اس منفذ کا منہ کھلتا ہے اور وہ تلچھٹ معدہ سے نکل کر بڑی آنت میں چلا جاتا ہے' اور یہ عجیب وغریب کارروائی فاعل حکیم کی تدبیر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جگر میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں جو اجزاء لطیف ہوتے ہیں ان کو جذب کر لیتا ہے اور اجزاء کثیفہ کو جذب نہیں کرتا اور انتڑیوں میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی یا پی ہوئی چیز میں جو اجزاء کثیفہ ہوتے ہیں ان کو وہ جذب کر لیتی ہے اور اجزاء لطیفہ کو جذب نہیں کرتی اور اگر معاملہ اس کے الٹ اور برعکس ہوتا تو انسان کے بدن کی مصلحت اور اس کے بدن کا نظام فاسد ہو جاتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جگر میں غذا کے لطیف اجزاء کو پکانے اور ان کو ہضم کرنے کی قوت رکھی ہے' حتی کہ یہ اجزاء لطیفہ غذا میں پک کر اور ہضم کے بعد خون بن جاتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے پتہ میں قوت رکھی ہے کہ وہ صفراء کو جذب کر لیتا ہے اور تلی میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سوداء کو جذب کر لیتی ہے اور گردہ میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ ان اجزاء میں سے زائد پانی کو جذب کر لیتا ہے' پھر صاف خون باقی رہ جاتا ہے جو بدن کی غذا کے لیے کافی ہے۔

(۴) جس وقت ماں کے رحم میں بچہ ہوتا ہے تو خون کی وافر مقدار ماں کے رحم میں پہنچتی ہے تاکہ وہ خون بچہ کی نشوونما کے لیے مادہ بن جائے اور بچہ ماں کے رحم سے منتقل ہو جاتا ہے یعنی پیدا ہو جاتا ہے' تو خون جو پہلے رحم میں پہنچتا تھا اب وہ خون مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں پہنچنے لگتا ہے تاکہ وہ خون دودھ کی صورت اختیار کر لے تاکہ وہ دودھ بچہ کی غذا بن جائے اور جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کا دودھ چھوٹ جاتا ہے تو اب خون ماں کے رحم میں جاتا ہے نہ ماں کے پستانوں اور تھنوں میں بلکہ غذا کھانے والی کے بدن میں پہنچتا رہتا ہے پس خون کا کبھی رحم میں پہنچنا' کبھی پستانوں میں پہنچنا اور کبھی کسی جگہ نہ پہنچنا اور صرف ماں کے بدن میں رہنا اور جس وقت جس جگہ خون کی ضرورت ہو وہاں خون کا پہنچنا اور مصلحت اور حکمت کے مطابق اپنا رول ادا کرنا کیا کسی حکمت اور قدرت والے فاعل مختار کی تدبیر کے بغیر ہو سکتا ہے!

(۵) جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تھنوں اور پستانوں کے سروں میں باریک باریک سوراخ اور تنگ مسام پیدا کر دیتا ہے اور جب کہ وہ مسام نہایت تنگ اور باریک ہوتے ہیں تو ان سے وہی چیز نکل سکتی ہے جو نہایت صاف اور بہت لطیف ہو اور رہے اجزاء کثیفہ تو ان کا ان تنگ اور باریک منافذ سے نکلنا ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ چیز تھنوں کے اندر ہی رہے گی اس طرح تھنوں سے وہ دودھ نکلے گا جو خالص بچہ کے مزاج کے موافق ہو گا اور پینے والوں کے لیے خوشگوار ہو گا۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے بچہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب بھی ماں اپنے پستان کا سر بچہ کے منہ میں داخل کرتی ہے وہ اس کو چوسنے لگتا ہے' اسی طرح جانور کا بچہ خود اچھل کر اپنی ماں کے تھنوں کے پاس پہنچتا ہے اور ان تھنوں کو چوسنے لگتا ہے' پس اگر وہ قادر قیوم بچوں کے دلوں میں یہ عمل مخصوص نہ ڈالتا تو پستانوں اور تھنوں میں دودھ پیدا کرنے کا کوئی فائدہ حاصل نہ

Marfat.com

ہوتا۔

(۷) ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خون کے مصفیٰ جوہر سے دودھ پیدا کیا اور حیوان جو غذا کھاتا ہے اس کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا، پس بکری جو گھاس کھاتی ہے اور پانی پیتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس گھاس اور پانی کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا، پھر اس خون کے بعض اجزاء سے دودھ کو پیدا کیا پھر دودھ میں تین متضاد کیفیات اور تاثیرات پیدا فرمائیں، دودھ میں چکنائی ہے وہ گرم تر ہے، اور اس میں جو پانی کا عنصر ہے وہ سرد تر ہے اور اس میں جو پنیر کا عنصر ہے وہ گرم خشک ہے، اور جس گھاس کو بکری نے کھایا تھا اس میں یہ مختلف اور متضاد تاثیرات نہیں تھیں، اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ اجسام ایک رنگ سے دوسرے رنگ کی طرف اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف اور ایک تاثیر سے دوسری تاثیر کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں بکری نے جو گھاس کھائی تھی اس کی صورت، اس کا رنگ اور اس کی صفت اور اس کی تاثیر اور تھی پھر اس سے خون، دودھ اور فضلہ بنا ان کی صورت ان کا رنگ ان کی صفت اور ان کی تاثیر اور ہے اور آپس میں مختلف اور الگ الگ ہے، ان احوال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ مختلف صورتیں اور متضاد تاثیرات اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق کے پیدا کرنے سے حاصل ہوئی ہیں، جو اپنے بندوں کی مصلحتوں کے موافق چیزوں کی تدبیر فرماتا ہے پس سبحان ہے وہ ذات جو ہر عالم کے ہر ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کی ضرورتوں اور ان کی مصلحتوں کو جاننے والا ہے اور ان کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے موافق عالم کے ذرہ ذرہ میں تدبیر اور تصرف فرماتا ہے۔

دودھ کی خلقت میں حشر و نشر کے امکان کی دلیل

محققین نے کہا کہ جس طرح دودھ کے پیدا کرنے کے نظام میں غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا پتا چلتا ہے اسی طرح اس میں غور و فکر کرنے سے حشر و نشر کا امکان بھی معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ گھاس جس کو حیوان کھاتے ہیں یہ زمین اور پانی سے پیدا ہوتی ہے پس اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق نے اس زمین کی مٹی کو سبزہ اور گھاس بنا دیا پھر جب اس گھاس کو حیوان کھا لیتے ہیں تو اس نے ایک اور تدبیر سے اس گھاس کو خون بنا دیا پھر ایک اور تدبیر سے اس خون کو دودھ بنا دیا، پھر اس دودھ میں چکنائی کا عنصر پیدا کیا اس سے معلوم ہوا کہ وہ قادر و قیوم اور حکیم مطلق اس پر قادر ہے کہ وہ اجسام کو ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل کرتا رہے اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا رہے اور جب وہ اس پر قادر ہے تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردہ بدنوں کے اجزاء میں حیات منتقل کر دے اور ان میں عقل اور شعور کو پیدا کر دے جس طرح موت سے پہلے ان اجزاء میں حیات اور عقل و شعور کو پیدا فرمایا تھا اور ان چیزوں پر غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کو قائم کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا ایک ممکن امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت قائم کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا جو وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم کرے گا اور مردوں کو زندہ کرے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۳۴-۲۳۲، ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

لذیذ طعام اور مشروب کھانے پینے کا جواز

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو پینے کے لیے خوشگوار ہے۔ سائغا کے معنی ہیں وہ مشروب جو آسانی سے گلے سے اتر جائے نیز اس کا معنی ہے لذیذ اور خوشگوار طعام۔

نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ میٹھے اور لذیذ کھانوں کا کھانا پسندیدہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالے سے ہر قسم کا

Marfat.com

مشروب پلایا ہے، شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۸)

کھجوروں، یا انگوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے تو اس پانی کو نبیذ کہتے ہیں پھر اس کو ہلکا سا جوش دیا جائے تو یہ نبیذ حلال ہے، اور اگر اس کو جوش نہ دیا جائے اور وہ مشروب پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے تو پھر نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ نبیذ حرام ہے۔ (رد المحتار ج ۱۰ ص ۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

دودھ کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ جا رہے تھے تو ہم ایک چرواہے کے پاس سے گزرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی میں نے آپ کے لیے کچھ دودھ دوہا پھر میں وہ دودھ آپ کے پاس لے کر آیا آپ نے وہ دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سدرہ کی طرف بلندی پر لے جایا گیا، وہاں چار دریا تھے، دو دریا ظاہر تھے اور دو دریا باطن تھے، جو دریا ظاہر تھے وہ نیل اور فرات ہیں، اور جو دریا باطن تھے وہ جنت میں ہیں، پھر میرے پاس تین پیالے لائے گئے، ایک پیالہ میں دودھ تھا، دوسرے پیالہ میں شہد تھا، اور تیسرے پیالہ میں شراب تھی، میں نے وہ پیالہ لے لیا جس میں دودھ تھا، میں نے اس کو پی لیا، مجھ سے کہا گیا آپ نے اور آپ کی امت نے فطرت کو پا لیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۷۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں اس قدر سیر ہو گیا کہ اس کی سیری میرے ناخنوں سے نکلنے لگی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب کو دیا، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپ نے فرمایا: علم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت خالد بن الولید تھے لوگ دو بھنی ہوئی گوہ دو لکڑیوں پر رکھ کر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا، حضرت خالد نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ کو ان سے گھن آ رہی ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا تو آپ نے اس کو پی لیا، آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو یہ دعا کرے: اے اللہ! اس میں ہمیں برکت دے اور دودھ عطا فرما، کیونکہ کھانے پینے کی چیزوں میں دودھ کا بدل کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۳۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۵)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جو بیماری رکھی ہے اس کے لیے شفاء بھی رکھی ہے تم گائے کے دودھ کو لازم رکھو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۰۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین سے ٹکائے ہوئے تھا، اور میں نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا، میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستے سے صحابہ گزرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی میں نے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، وہ چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا، پھر

Marfat.com

میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی، میں نے ان سے صرف اس لیے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے سیر ہو کر کھانا کھلا دیں، وہ بھی چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا، پھر میرے پاس سے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، آپ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور آپ نے جان لیا کہ میرے دل میں کیا ہے اور میرے چہرے میں کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلو، اور آپ چل پڑے، میں آپ کے پیچھے چلتا گیا، آپ گئے اور اجازت طلب کی، تو میرے لیے اجازت دی گئی، آپ داخل ہوئے تو آپ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا، آپ نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے آپ نے فرمایا اباھر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ، حضرت ابو ہریرہ نے کہا اور اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، ان کے بیوی بچے تھے نہ ان کے پاس سامان وغیرہ تھا، اور جب بھی آپ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ان کے پاس بھیج دیتے تھے اور اس میں سے خود نہیں کھاتے تھے، اور جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ اس میں سے خود بھی لیتے تھے، اور ان کو بھی کھلاتے تھے، مجھے آپ کی اس بات سے بہت رنج ہوا اور میں نے دل میں کہا اہل صفہ کے مقابلہ میں اس ایک پیالہ کی کیا حیثیت ہے! اس پیالہ کے دودھ پینے کا میں حقدار تھا، تاکہ اس سے قوت حاصل کرتا، جب وہ لوگ آجائیں گے تو آپ مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کو وہ دودھ پلاؤں، پھر کیا توقع ہے کہ اس دودھ میں سے میرے لیے بھی کچھ بچے گا! لیکن اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، پھر میں اہل الصفہ کے پاس گیا، اور ان کو بلایا، وہ آگئے اور انہوں نے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی، اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا: یا اباھر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ان سب کو دودھ کا پیالہ دو، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں نے دودھ کا پیالہ لیا اور ان میں سے ایک شخص کو دیا وہ اس پیالے سے دودھ پیتا رہا حتیٰ کہ سیر ہو گیا، پھر میں ایک ایک کر کے سب کو اس پیالے سے دودھ پلاتا رہا، حتیٰ کہ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اور اس وقت تمام اصحاب الصفہ سیر ہو چکے تھے، آپ نے پیالہ لیا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھا، پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا: یا اباھر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اب میں اور تم باقی بچ گئے ہیں، میں نے کہا آپ نے سچ فرمایا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو بیٹھ کر پیو، میں نے بیٹھ کر پیا، آپ نے فرمایا (اور) پیو میں نے پیا، آپ مسلسل فرماتے رہے پیو، حتیٰ کہ میں نے کہا نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اب اس کے لیے راستہ نہیں پاتا، آپ نے فرمایا: مجھے پیالہ دکھاؤ، میں نے آپ کو پیالہ دیا، آپ نے اللہ کی حمد کی بسم اللہ پڑھی، اور باقی دودھ پی لیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۳۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۶-۱۵، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۹-۳۳۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۱۰۲-۱۰۱، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

دودھ کا کیمیائی تجزیہ

دودھ انسان کے لیے بہترین غذا ہے اس میں گوشت، خون اور ہڈی پیدا کرنے کے تمام اجزاء توازن کے ساتھ موجود ہیں، سو گرام گائے کے دودھ میں ۶۵ حرارے، ۳ء۳ گرام پروٹین، ۸ء۳ گرام چکنائی، ۱۲۰ ملی گرام کیلشیم، ۰۵ء۰ ملی گرام فولاد، ۰۴ء۰ ملی گرام وٹامن بی، ۰۴ء۰ ملی گرام، وٹامن سی ۵ء۱ ملی گرام، وٹامن اے ۳۵ ملی گرام، فولک ایسڈ ۵ مائیکرو گرام۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم تمہیں کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے پلاتے ہیں، تم ان سے میٹھے مشروبات

Marfat.com

تیار کرتے ہو' اور عمدہ رزق' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانی ہے O (النحل : ۶۷)

سکر کے لغوی معنی کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے "تم ان سے سکر اور رزق حسن تیار کرتے ہو" اب ہم سکر کا معنی بیان کر رہے ہیں' امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں سکر کا معنی صحو (ہوش میں آنا' نشہ اترنا) کی ضد ہے (کتاب العین ج ۳ ص ۹۷۲) اور علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

سکر وہ حالت ہے جو انسان کی عقل پر طاری ہو جاتی ہے' اس کا اکثر استعمال مشروبات میں ہوتا ہے' غضب اور عشق کی وجہ سے جو حالت طاری ہوتی ہے اس کو بھی سکر کہتے ہیں' سکرات الموت بھی اسی سے ماخوذ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۔ (ق: ۱۹) اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آپہنچی۔

اور سکران مشروبات کو بھی کہتے ہیں جن میں سکر (نشہ) ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۔ تم ان سے نشہ آور مشروبات اور عمدہ رزق بناتے ہو۔

(النحل : ۶۷)

اور سکر کا معنی ہے پانی کو روک لینا' یہ وہ حالت ہے جو انسان کی عقل کے ماؤف ہونے سے پیدا ہوتی ہے' کسی چیز کے بند کر دینے کو بھی سکر کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ۔ (الحجر: ۱۵) ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۱۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

سکر اس شراب کو کہتے ہیں جو انگوروں سے نچوڑی جاتی ہے' یہ معنی اس وقت ہے جب کاف پر زبر ہو اگر کاف پر جزم ہو اور سین پر پیش ہو تو اس کا معنی ہے نشہ کی کیفیت' پس نشہ کی وجہ سے شراب کو حرام قرار دیا جاتا ہے نہ کہ نفس نشہ آور مشروب کی وجہ سے پس وہ نشہ آور مشروب کی اس قلیل مقدار کو جائز کہتے ہیں جس سے نشہ نہ ہو' حدیث میں ہے:

حرمت الخمر بعینها والسکر من کل شراب۔ خمر (انگور کی شراب) کو بعینہا حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو۔

(کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۱۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اور مشہور پہلا معنی ہے یعنی انگور کی شراب اور ایک قول یہ ہے کہ سکر (سین اور کاف پر زبر) کا معنی ہے: طعام' ازہری نے کہا اہل لغت نے اس کا انکار کیا ہے کہ اہل عرب اس کو نہیں پہچانتے۔

(النہایہ ج ۲ ص ۳۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں۔

سکر صحو کی ضد ہے یعنی نشہ میں ہونا' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۔ (النساء: ۴۳) نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

سکرۃ الموت' موت کی شدت کو کہتے ہیں اور سکر' خمر (انگور کی شراب) کو بھی کہتے ہیں' اور سکر اس شراب کو بھی کہتے

Marfat.com

ہیں جو کھجوروں اور گھاس وغیرہ سے بنائی جاتی ہے' امام ابو حنیفہ نے کہا سکر اس مشروب کو کہتے ہیں جو پانی میں کھجوروں اور گھاس وغیرہ کو ڈال کر بنایا جاتا ہے۔ (نبیذ) مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں سکر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد سرکہ ہے لیکن یہ ایسا معنی ہے جس کو اہل لغت نہیں پہچانتے' فراء نے کہا ہے کہ تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا۔ میں جو سکر کا لفظ ہے اس سے مراد خمر ہے' اور رزق حسن سے مراد کشمش اور چھوارے ہیں اور یہ آیت حرمت خمر سے پہلے نازل ہوئی تھی' الازہری نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سکر سے مراد ہے جن پھلوں کے مشروب کو حرام قرار دیا گیا ہے اور رزق حسن سے مراد ہے جن پھلوں کے مشروب کو حلال قرار دیا گیا ہے' ابن الاعرابی نے کہا سکر کا معنی نبیذ ہے حدیث میں ہے کہ خمر کو بعینہا حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو۔

(لسان العرب ج ۴ ص ۷۴-۳۷۳ ملخصاً' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۵ھ)

سکر کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

سکر کی تفسیر میں تین اقوال ہیں:

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' اور حسن' سعید بن جبیر' مجاہد' ابراہیم ابن ابی لیلی' الزجاج' ابن قتیبہ اور عمرو بن سفیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سکر وہ ہے' جس کے پھلوں کا مشروب حرام ہے' ان مفسرین نے کہا یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب خمر (انگور کی شراب) کا پینا مباح تھا' پھر فاجتنبوہ "ان سے اجتناب کرو" (المائدہ: ۹۰) نازل ہوئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی' سعید بن جبیر' مجاہد' شعبی اور نخعی نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا قول کیا ہے۔

اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ سکر سے مراد خمر (انگور کی شراب) ہے اور یہ سورت (النحل) مکی ہے اس وقت شراب کا پینا مباح تھا اور بعد میں مدینہ منورہ میں جب سورۃ المائدہ: ۹۰ نازل ہوئی تو خمر کو حرام کر دیا گیا۔

(۲) حبشہ کی لغت میں سکر کا معنی ہے سرکہ' یہ عوفی کی حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور ضحاک نے کہا کہ یمن کی لغت میں سکر کا معنی سرکہ ہے۔

(۳) ابو عبیدہ نے کہا سکر کا معنی ہے ذائقہ' ان آخری دو قولوں کی بناء پر یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے اور رزق حسن سے مراد ہے ان میں سے جو چیزیں حلال ہیں' جیسے کھجور' انگور' کشمش اور سرکہ وغیرہ۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۶۵-۴۶۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

جب کہ علماء متقدمین نے سکر کا اطلاق خمر پر بھی کیا ہے اور نبیذ پر بھی اور ان میں سے حرام مشروب پر بھی تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ سکر کا اطلاق ان سب پر کیا جاتا ہے' اور ان کا یہ کہنا کہ خمر کی تحریم سے یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے اس کا تقاضا کرتا ہے کہ نبیذ حرام نہیں ہے' پس آیت کے ظاہر سے نبیذ کا حلال ہونا واجب ہے' کیونکہ اس کا نسخ ثابت نہیں ہے' قتادہ نے کہا ہے کہ سکر عجمیوں کی خمر ہے' اور رزق حسن سے مراد ہے جس چیز کو وہ نبیذ اور سرکہ بناتے ہیں' جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت خمر حرام نہیں ہوئی تھی' خمر اس وقت حرام ہوئی جب المائدہ: ۹۰ نازل ہوئی' امام ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کو یہ

Marfat.com

حکم دیا کہ وہ لوگوں کو سکر پینے سے منع کریں، امام ابوبکر نے کہا کہ سکر ہمارے نزدیک حرام ہے اور وہ نقیع التمر ہے (نقیع التمر سے مراد ہے کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور اس پانی میں جھاگ پیدا ہو جائیں)

(احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

نقیع الزبیب کی تعریف یہ ہے: انگور کے کچے شیرہ کو پانی میں ڈال دیا جائے، حتیٰ کہ اس کی مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے خواہ اس میں جھاگ پیدا ہوں یا نہ ہوں۔ (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے نقیع الزبیب کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ انگور کا کچا شیرہ ہے بہ شرطیکہ جوش دینے کے بعد اس میں جھاگ پیدا ہو جائیں، علامہ شامی نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ نقیع التمر والزبیب کہا جائے یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے جب ان کو جوش دیا جائے اور یہ گاڑھے ہو جائیں اور ان میں جھاگ پیدا ہو جائیں پھر یہ حرام ہیں ورنہ نہیں۔ (رد المحتار ج ۱۰ ص ۳۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس آیت کی تفسیر میں مکمل بصیرت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خمر، سکر اور نبیذ کی تعریفات سمجھ لی جائیں۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک، ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور ہر نشہ آور مشروب کا وہی حکم ہے جو خمر کا حکم ہے، یعنی وہ حرام ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو، اور وہ خمر ہے، اور انگور کے شیرہ کی تحریم کا جو حکم ہے وہی اس کا حکم ہے، اور اس کے پینے پر حد لگانا واجب ہے (اور وہ اسی کوڑے ہیں) حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے، فقہاء تابعین اور تبع تابعین میں سے عطا، طاؤس، مجاہد، قاسم، قتادہ، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی، ابو ثور، ابو عبید، اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور (مشروب) خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۰)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس (مشروب) کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار (بھی) حرام ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ہر نشہ آور حرام ہے اور فرمایا جو مشروب فرق (بارہ کلو) کی مقدار میں نشہ آور ہو اس سے ایک چلو پینا بھی حرام ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۷، سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۸۶۶) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خمر کی تحریم نازل ہوئی اور یہ انگور، چھوہارے، شہد، گندم، اور جو سے بنتی ہے اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۸۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۷۴، السنن الکبری للنسائی: ۶۷۸۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۵۷۸) نیز اس لیے کہ نشہ آور مشروب انگور کے شیرہ کے مشابہ ہے اور امام احمد نے کہا نشہ آور مشروب پینے کی رخصت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ آور مشروب کو پیئے خواہ قلیل یا کثیر اس پر حد واجب ہوگی' کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ انگور کا کچا شیرہ پینے پر حد واجب ہوتی ہے اور ہمارے امام (احمد) کا یہ مذہب ہے کہ انگور کا شیرہ اور ہر نشہ آور مشروب کا حکم برابر ہے۔ حسن' عمر بن عبد العزیز' قتادہ' اوزاعی' امام مالک' اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ کسی مشروب کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب پینے والے کو نشہ آجائے' ابو وائل' ابراہیم نخعی' اکثر اہلِ کوفہ اور اصحابِ رائے کا یہی مذہب ہے' جس نے تحریم کے اعتقاد کے ساتھ کسی مشروب کو پیا اس پر حد لگائی جائے گی اور جس نے تاویل کے ساتھ کسی مشروب کو پیا اس پر حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ خمر کی تعریف میں اختلاف ہے' پس یہ اس نکاح کے مشابہ ہے جو بغیر ولی کے کیا گیا ہو۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم

علامہ علاء الدین بن ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

انگور کے کچے شیرہ میں جب جوش پیدا ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ آجائیں تو وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خمر ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب انگور کے کچے شیرے میں جوش آجائے اور وہ گاڑھا ہو جائے تو وہ خمر ہے خواہ اس میں جھاگ پیدا ہوں یا نہ ہوں۔ (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۰۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

انگور کے شیرہ کو جب پکایا جائے حتیٰ کہ دو تہائی سے کم اڑ جائے اور صحیح یہ ہے کہ دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے تو اس کو طلاء کہتے ہیں اور تازہ کھجوروں کو کچے پانی میں ڈالا جائے اور وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائیں تو اس کو سکر کہتے ہیں' اور کچے پانی میں منقی یا کشمش ڈال دی جائے اور اس میں جوش آجائے اور جھاگ پیدا ہو جائیں تو اس کو نقیع الزبیب کہتے ہیں یہ تینوں مشروب بھی حرام ہیں بہ شرطیکہ یہ تینوں گاڑھے ہوں اور ان میں جوش آجائے ورنہ یہ بالاتفاق حرام نہیں ہیں' اور ان تینوں مشروبات کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے اور جو ان کو حلال کہے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا' کیونکہ ان کی حرمت اجتہاد سے ثابت ہے۔ (خمر کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہے اور ان مشروبات کے پینے سے اس وقت حد لگے گی جب نشہ ہو جائے)

ان میں سے چار مشروبات حلال ہیں نبیذ التمر' اور نبیذ الزبیب یعنی کھجوروں یا کشمش کو پانی میں ڈال کر ہلکا سا جوش دے لیا جائے جب کہ یہ نشہ آور نہ ہوں' اگر اس کو ظن غالب ہو کہ یہ نشہ آور ہیں تو پھر ان کا پینا حرام ہے' کیونکہ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔ دوسرا مشروب خلیطان ہے' یعنی چھواروں اور کشمش دونوں کو پانی میں ڈال کر جوش دے لیا جائے' اور تیسرا مشروب ہے شہد' گندم' جو اور جوار وغیرہ کا نبیذ ان میں پانی ملا کر رکھا جائے خواہ جوش دیں یا نہ دیں' اور چوتھا مشروب ہے المثلث یعنی انگور کے شیرہ کو پکایا جائے حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ اور اہل بدر مثلاً حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم ان مشروبات کو حلال قرار دیتے تھے' اسی طرح شعبی اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ امام اعظم نے اپنے بعض تلامذہ سے کہا کہ اہل السنہ والجماعہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نبیذ کو حرام نہ کہا جائے۔

معراج میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا اگر مجھے تمام دنیا بھی دی جائے تو میں نبیذ کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا' کیونکہ اس سے بعض صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا اور اگر مجھے تمام دنیا بھی دی جائے تو میں نبیذ نہیں پیوں گا کیونکہ

Marfat.com

مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ امام اعظم کا انتہائی تقویٰ ہے۔

(ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۳۔۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث کا جواب جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک خمر کے علاوہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے اور امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی قلیل مقدار بھی پینا جائز نہیں ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۶۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۹۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۳۸۵)

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (حافظ زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوعثمان مجہول ہے، امام دار قطنی نے اس حدیث کی کئی اسانید ذکر کی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔ نصب الرایہ ج ۵ ص ۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو اس قسم کے مشروبات کو بطور لہو ولعب پئیں (اور جو بدن میں طاقت حاصل کرنے کے لیے ان کو پئیں وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں، در مختار و ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۴، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کا وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہوا، اور اس کی قلیل مقدار جو غیر نشہ آور ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ حدیث اس آخری گھونٹ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۷۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

خمر کا بعینہٖ حرام ہونا اور باقی مشروبات کا بہ قدر نشہ حرام ہونا

امام ابوحنیفہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام نہیں ہے، ان کے اس قول پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا گیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے، پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی، پھر آپ نے فرمایا کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا آپ نے اس کو چکھا، پھر ماتھے پر شکن ڈالی، اور اس کو واپس کر دیا، پھر آل حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے، پھر آپ نے اس کو لوٹایا اور اس پر پانی ڈالا، حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئے، پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۱۹۳، ۵۱۹۴، ۵۱۹۵، ۵۱۹۶، ۶۷۷۸، ۶۷۸۰)

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۸۳۷، ۱۰۸۳۹، ۱۰۸۴۰، ۱۰۸۴۱، ۱۰۸۹۸، ۱۲۳۸۹، ۱۲۶۳۳)

Marfat.com

ان احادیث کی سندیں ہرچند کہ ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں مشروب تھا' آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اس کو واپس کر دیا' مجلس کے بعض شرکاء نے پوچھا' یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو واپس لاؤ' وہ اس کو واپس لائے' آپ نے پانی منگا کر اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا' پھر آپ نے فرمایا ان مشروبات میں غور کیا کرو' اگر یہ مشروب جوش مار رہا ہو تو اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۲۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کشمش کا نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو پیا اور ماتھے پر بل ڈالا اور پانی منگایا اس میں پانی ڈالا پھر اس کو پی لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۱۹۷)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ثقیف کے لوگ آئے' ان کے کھانے کا وقت ہو گیا تو حضرت عمر نے کہا گوشت سے پہلے ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے) کھاؤ یہ خلل کی جگہوں کو بھر لیتا ہے' اور جب تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کو پانی سے توڑو۔ اور دیہاتیوں کو نہ پلاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۱۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس شخص کو اپنی نبیذ کے متعلق شک ہو تو وہ اس میں پانی ڈال لے' اس کا حرام عنصر چلا جائے گا اور حلال باقی رہ جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۲۰۱)

نافع بن عبدالحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان مشکوں میں سے اس نبیذ کو پیو کیونکہ یہ کمر کو قائم رکھتا ہے اور کھانے کو ہضم کرتا ہے اور جب تک تمہارے پاس پانی ہے یہ تم پر غالب نہیں آسکے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۴۲۰۳)

امام علی بن عمر دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اس کو کھانا کھلائے تو وہ کوئی سوال کیے بغیر اس کا کھانا کھائے اور اگر وہ اس کو مشروب پلائے تو وہ اس مشروب کو پیئے اور اگر اس میں کوئی شبہ ہو تو وہ اس مشروب میں پانی ملا لے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۶۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن میں نبیذ لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیا پھر ماتھے پر بل ڈال کر اس کو واپس کر دیا' ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیا اور زمزم کے ڈول سے اس میں پانی ڈالا اور فرمایا جب تمہارا مشروب جوش مار رہا ہو تو اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لو۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۵۶۱)

مالک بن قعقاع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے گاڑھے نبیذ کے متعلق سوال کیا تو انہوں

Marfat.com

نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو ایک شخص سے نبیذ کی بو آئی آپ نے پوچھا یہ کیسی بو ہے؟ اس نے کہا یہ نبیذ کی بو ہے، آپ نے فرمایا جاؤ اس میں سے لے کر آؤ، وہ لے کر آیا، آپ نے سر جھکا کر اس کو سونگھا پھر واپس کر دیا وہ شخص کچھ دور جا کر واپس آیا اور پوچھا: آیا یہ حرام ہے یا حلال ہے؟ آپ نے سر جھکا کر دیکھا تو اس کو گاڑھا پایا آپ نے اس میں پانی ڈالا اور پی لیا اور فرمایا جب تمہارے برتنوں میں مشروب جوش مارنے لگے تو اس کے گاڑھے پن کو پانی سے توڑو۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۶۴۸، مطبوعہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ان احادیث کی اسانید بھی ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور ان سے استدلال کرنا صحیح ہے، ان بکثرت احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبیذ پینا جائز ہے، اور جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ مشروب غیر خمر ہو، اور اسی طرح جو مشروب غیر خمر ہو اور اس کے تیز اور گاڑھے ہونے کی وجہ سے نشہ کا خطرہ ہو تو اس میں پانی ملا کر اور اس کی تیزی کو توڑ کر اس کو پینا جائز ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایلو پیتھک دواؤں میں جو قلیل مقدار میں الکوحل ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں دیگر دواؤں کی آمیزش ہوتی ہے اور اس کا چمچہ یا دو چمچے پیے جاتے ہیں وہ دوائیں شراب نہیں ہیں اور ان کا پینا جائز ہے اسی طرح پرفیوم بھی قلیل مقدار میں اسپرے کیا جاتا ہے اس کا اسپرے کرنا بھی جائز ہے اور وہ نجس نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے ○ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے رب کے بنائے ہوئے آسان راستوں پر چلتی رہ، ان کے پیٹوں سے رنگ برنگ کے مشروب نکلتے ہیں، اس مشروب (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانی ہے ○ (النحل: ۶۹-۶۸)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اس نے انسان کے لیے مویشیوں میں سے دودھ نکالا، پھر اس نے یہ بتایا کہ اس نے کھجوروں اور انگوروں سے سکر اور رزق حسن مہیا کیا اور حیوانات اور نباتات میں اپنی خلقت کے عجائب اور غرائب سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا اور ان آیات میں شہد کی مکھی کے شہد نکالنے سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا۔ یہ حیوانات سے بھی استدلال ہے اور نباتات سے بھی، کیونکہ شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے۔

شہد کی مکھی کی طرف وحی کی تحقیق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔ علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں وحی کا بکثرت ذکر ہے، لکھنے، اشارہ کرنے، کسی کو بھیجنے، الہام اور کلام خفی پر وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(النہایہ ج ۴ ص ۱۶۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ)

اصطلاح شرع میں وحی کا معنی یہ ہے:

اللہ کے نبیوں میں سے کسی پر جو کلام نازل کیا جاتا ہے وہ، وحی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

وحی کا اطلاق الہام پر بھی کیا جاتا ہے، علامہ تفتازانی الہام کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دل میں بطریق فیضان خیر کسی معنی کو ڈالنا۔ (شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

Marfat.com

کسی چیز کو کسی کے دل میں القاء کرنے اور ڈالنے کو بھی وحی کہا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے وحی کے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا۔ (الشوریٰ: ۵۱) — اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے۔

اور اولیاء اللہ پر الہام کے لیے جو وحی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے' اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ۔ (المائدہ: ۱۱۱) — اور جب میں نے حواریین کی طرف الہام کیا۔

اور عام انسانوں کے دل میں کسی نیک بات کے ڈالنے کی مثال یہ آیت ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ (القصص: ۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اس کو دودھ پلاؤ۔

اور حیوانات کے دلوں میں کسی بات کے ڈالنے کے لیے وحی کے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا۔ (النحل: ۶۸) — اور ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں گھر بنائے۔

یہاں شہد کی مکھی کا ذکر ایک مثال کے طور پر ہے' ورنہ جانور کا نوزائدہ بچہ جو اپنی ماں کے تھنوں کو چوستا ہے' اس کو کوئی خارجی چیز آکر یہ نہیں سکھاتی' اللہ ہی اس کے دل میں یہ ڈالتا ہے' اسی طرح جانور جو باقی فطری عمل کرتے ہیں' وہ اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے' اسی طرح انسانوں کو کسی اچھے کام کا طریقہ اور حسن عمل کی تدبیر سوجھتی ہے تو یہ بھی اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

شہد کی مکھی کی دو قسمیں

اور ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈالا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے۔

شہد کی مکھیوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں گھر بناتی ہے' اور لوگ اس کی دیکھ بھال اور حفاظت نہیں کرتے' اور دوسری قسم وہ ہے جس کی لوگ دیکھ بھال اور حفاظت کرتے ہیں اور یہ وہ ہے جو چھپروں میں گھر بناتی ہے۔ من الجبال ومن الشجر سے پہلی قسم مراد ہے اور ومما یعرشون سے دوسری قسم مراد ہے۔

اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بعض پہاڑوں اور بعض درختوں میں گھر بنائے' اسی طرح یہ مراد ہے کہ بعض چھپروں میں گھر بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے جو شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں اور جنگلوں اور چھپروں میں گھر بنائے' اس کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا حیوانوں میں عقل ہوتی ہے اور ان کی طرف احکام متوجہ ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں کسی چیز کا حکم دیتا ہے اور کسی چیز سے منع فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اس کو حکم دیا ہے کہ وہ گھر بنائے۔ یا ان میں عقل نہیں ہوتی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طبائع اور فطرتوں میں یہ چیز رکھ دی ہے کہ وہ اس قسم کے افعال کرتے ہیں' مثلاً چڑیا ایک ایک تنکا اکٹھا کر کے اپنا گھونسلا بناتی ہے' جنگلوں میں بعض پرندے دو تین منزلہ گھونسلہ بناتے ہیں' جب کہ عام آدمی اپنے ہاتھوں سے تنکے اٹھا کر ایسا دو منزلہ گھونسلا بنانا چاہے تو اس کے لیے مشکل ہوگا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے طبیعت میں یہ ودیعت کر دیا ہے کہ وہ ایسا عجیب و غریب گھر بنا لیتی ہے۔

Marfat.com

شہد کی مکھی کے عجیب وغریب افعال

اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے نفس اور اس کی طبیعت میں ایسی چیز رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا عجیب وغریب گھر بناتی ہے کہ عقل والے ایسا گھر بنانے سے عاجز ہیں اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) شہد کی مکھی جو گھر بناتی ہے وہ مسدس ہوتا ہے اور اس کے تمام اضلاع مساوی ہوتے ہیں اور عقل والے انسان بھی بغیر پرکار اور اسکیل کے ایسا مسدس نہیں بناسکتے۔

(۲) علم ہندسہ میں یہ ثابت ہے کہ اگر مسدس کے علاوہ اور کسی شکل کے گھر بنائے جائیں تو ان گھروں کے درمیان ضرور کچھ نہ کچھ خالی جگہ رہ جائے گی لیکن جب مسدس شکل پر گھر بنائے جائیں گے تو ان کے درمیان کوئی خالی جگہ نہیں بچے گی، پس اس انتہائی خورد حیوان کا اس حکمت کے مطابق گھر بنانا، بہت عجیب وغریب امر ہے۔

(۳) شہد کی مکھیوں میں ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے اور اس کا جسم دوسری مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے، اور باقی مکھیوں پر اس کی حکومت ہوتی ہے اور تمام مکھیاں اس کی اطاعت کرتی ہیں اور جب وہ سب مل کر اڑتی ہیں تو سب اس کو اپنے اوپر اٹھالیتی ہیں۔

(۴) جب شہد کی مکھیاں اپنے چھتے سے روانہ ہوتی ہیں تو موسیقی سے مشابہ آوازیں نکالتی ہوئی روانہ ہوتی ہیں اور ان ہی آوازوں کے واسطے سے دوبارہ اپنے چھتے کی طرف لوٹ آتی ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درخت کے پتوں پر شبنم پڑتی ہے اور پتوں اور کلیوں پر شبنم کے باریک باریک ذرات ہوتے ہیں اور شہد کی مکھی درخت کے پتوں سے ان باریک ذرات کو کھالیتی ہے اور جب وہ سیر ہو جاتی ہے تو دوبارہ ان ذرات کو چن کر کھالیتی ہے اور اپنے گھر (چھتے) میں جاکر ان ذرات کو اگل دیتی ہے تاکہ آئندہ کے لیے اپنی غذا کا ذخیرہ رکھے۔

(۶) یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہد کی مکھی پتوں، کلیوں، پھلوں اور پھولوں سے رس چوس لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے پیٹ میں جمع کیے ہوئے رس کو شہد بنا دیتا ہے، شہد کی مکھی اپنی غذا کو ذخیرہ کرنے کے لیے اس شہد کو اگل دیتی ہے اور یہی وہ شہد ہے جس کو ہم کھاتے ہیں، امام رازی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور زیادہ صحیح اور زیادہ قرین قیاس دوسرا قول ہے۔

حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا (سبز رنگ کا پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے)

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۲۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۲۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۰۶۷، دار الفکر)

بعض اوقات گھروں میں چیونٹیاں، مچھر، مکھیاں، کھٹمل وغیرہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں جن سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے، چیونٹیاں بستروں پر چڑھ جاتی ہیں اور انسان کی آنکھوں اور بدن کے دوسرے حصوں پر کاٹ لیتی ہیں، جس سے انسان شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، آیا ان کو فنس وغیرہ اسپرے کرکے مارنا جائز ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ خود سے ضرر کو دور کرنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے اور بلاوجہ کسی کو مارنا جائز نہیں ہے اور اس کی اصل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے کاٹنے والے کتے، چوہے، سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں بیماریوں کا علاج کرنے اور دوا پینے کے جواز کی دلیل ہے۔ بعض صوفی علاج کرنے اور دوا پینے سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں بنتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی تمام بیماریوں اور تمام بلاؤں پر راضی نہ ہو، وہ کہتے ہیں کہ دوا اور علاج کرنا جائز نہیں ہے، لیکن ان کا یہ قول مردود ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں شہد کو لوگوں کے لیے شفاء فرمایا ہے اور اس کا شفاء ہونا تب ہی ثابت ہوگا جب کسی بیماری میں اس کو استعمال کیا جائے۔ نیز ان لوگوں کو چاہیے کہ پھر دعا بھی نہ کیا کریں، حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں دعا کرنے کی ترغیب ہے، اور علاج کرنے کے متعلق بھی بہت احادیث ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے پس جب دوا صحیح ہو تو (مریض) اللہ عزوجل کے حکم سے شفاء پا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۵۶)

عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خود پہنے ہوئے شخص کی عیادت کی، پھر فرمایا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم پچھنے نہ لگوالو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس میں شفاء ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۵، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۶۸۳)

عاصم بن عمرو بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ہمارے گھر آئے اور ہمارے گھر میں ایک آدمی کو زخم سے تکلیف تھی، حضرت جابر نے پوچھا تم کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا مجھ کو ایک زخم سے بہت تکلیف ہے، حضرت جابر نے کہا ایک فصد لگانے والے لڑکے کو بلاؤ، اس شخص نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ فصد لگانے والے کو کیوں بلا رہے ہیں؟ حضرت جابر نے فرمایا میں اس زخم پر فصد لگوانا چاہتا ہوں! اس نے کہا پھر میرے زخم پر مکھیاں بیٹھیں گی یا میرے زخم پر کپڑا لگے گا جس سے مجھے تکلیف ہوگی، جب حضرت جابر نے یہ دیکھا کہ یہ شخص فصد لگوانے سے گھبرا رہا ہے تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوا میں خیر ہے تو فصد لگوانے میں ہے یا شہد کے ایک گھونٹ میں ہے یا لوہے کی آگ سے گرم کر کے داغ لگوانے میں ہے، آپ نے فرمایا میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا، پھر ایک فصد لگانے والا آیا اور اس کی فصد لگائی اس سے اس کی تکلیف ختم ہو گئی۔

(صحیح مسلم، باب السلام: ۱۷، الرقم المسلسل: ۲۲۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد لگوانے کی اجازت طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو فصد لگانے کا حکم دیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابو طیبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۱۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۸۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب بھیجا انہوں نے ان کی ایک رگ کاٹ کر داغ دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۴، سنن ابن ماجہ ۳۴۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں تیر لگا تو نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے تیر کے پھل کے ساتھ اس کو داغا' ان کا ہاتھ سوج گیا تو آپ نے اس کو دوبارہ داغا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲٦۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے پاس بخار میں مبتلا کوئی عورت لائی جاتی تو وہ پانی منگوا کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو اور فرمایا ہے یہ جہنم کے جوش سے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۲۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷٦۰۹)

حضرت عکاشہ بن محصن کی بہن ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں میں اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے آپ پر پیشاب کر دیا' آپ نے پانی منگا کر اس پر بہا دیا' پھر میں اپنے ایک اور بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں گئی' جس کا میں نے گلا دبا دیا تھا (تالو کی بیماری کی وجہ سے) آپ نے فرمایا تم اپنے بچے کا حلق کیوں دباتے ہو؟ تم اس عود ھندی کو لازم رکھو' اس میں سات چیزوں سے شفاء ہے' ان میں سے نمونیہ بھی ہے' تالو کی بیماری میں ناک سے دوا ڈالی جائے اور نمونیہ میں منہ سے دوا ڈالی جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست لگ گئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ' اس نے اس کو شہد پلایا' پھر آ کر کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا اس کے دست بڑھ گئے' آپ نے تین بار اس سے یہی فرمایا' جب وہ چوتھی بار آیا تو آپ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ' اس نے کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا' مگر اس کے دست اور بڑھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا قول سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' اس نے پھر اپنے بھائی کو شہد پلایا اور اس کے بھائی کو شفاء ہو گئی۔

علاج کرنے کا استحباب

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاج کرنا مستحب ہے' جمہور فقہاء متقدمین اور متاخرین کا یہی نظریہ ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان احادیث میں ان غالی صوفیوں کا رد ہے جو دوا لینے اور علاج کرنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیر سے ہے' اس لیے دوا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جمہور علماء کی دلیل یہ احادیث ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوا اور علاج بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور کفار سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے' حالانکہ موت اپنے وقت مقرر سے موخر نہیں ہو سکتی اور تقدیر کے معین وقت سے پہلے کوئی چیز نہیں مل سکتی' سو جس طرح دعا کرنا' کفار سے قتال کرنا اور اپنی حفاظت کرنا تقدیر کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح دوا لینا اور علاج کرنا

Marfat.com

بھی تقدیر کے خلاف نہیں ہے۔

ذیابیطس کے مریض کے لیے شہد کا شفانہ ہونا

علامہ مازری نے کہا کہ امام مسلم نے طب اور علاج کے متعلق بہ کثرت احادیث ذکر کی ہیں، بعض ملحدین ان احادیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہد سے اسہال ہوتا ہے، پھر اسہال میں شہد کیسے مفید ہو سکتا ہے؟ نیز اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ بخار والے شخص کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہے، اسی طرح نمونیہ میں قسط ہندی کا استعمال کرنا بھی حرج کا باعث ہے اور مضر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مزاج اور ہر علاقہ کے لوگوں کے لیے یہ دوائیں تجویز نہیں کیں اور مرض کی ہر کیفیت میں یہ دوائیں تجویز نہیں کیں، بعض مزاج کے لوگوں اور خصوصاً اہل عرب کے لیے ان دواؤں کو تجویز فرمایا ہے، آج کل جدید میڈیکل سائنس کے ماہرین بھی اس پر متفق ہیں کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو مریض پر برف کا مساج کرنا چاہیے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بخار کے لیے ٹھنڈے پانی سے غسل کو تجویز فرمانا ہر بخار کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ علاج صفراوی بخار کے لیے ہے، علی ھذا القیاس آپ نے دوسری بیماریوں کے لیے جو علاج تجویز فرمائے ہیں وہ بھی مرض کی خاص کیفیت، مریض کی عمر، مزاج اور عرب کی مخصوص آب و ہوا کے اعتبار سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلونجی کے متعلق فرمایا ہے اس میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفاء ہے، اس کا شفاء بخش ہونا بھی ٹھنڈے مزاج کے لوگوں کے لیے ہے، کلونجی بند ریاح کو کھولتی ہے، پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے، زکام میں نافع ہے، حیض کو جاری کرتی ہے، خارش میں مفید ہے، بلغمی اورام کو شفاء دیتی ہے، پیشاب کو کنٹرول کرتی ہے، موٹاپا دور کرتی ہے اور میرا تجربہ ہے کہ کلونجی خون میں شکر کو کم کرتی ہے۔

قرآن مجید میں شہد کو شفاء فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شہد کو شفاء فرمایا ہے لیکن اس کا شفاء ہونا بھی ہر شخص کے اعتبار سے نہیں ہے ذیابیطس کے مریض کو شہد استعمال نہیں کرنا چاہیے اس مرض میں شہد نقصان دہ ہے۔

صوفیاء کے نزدیک علاج کرنا رخصت ہے اور علاج کو ترک کرنا عزیمت ہے

اصل میں شریعت نے جس کام کو کرنے کا حکم دیا ہے اس کو کرنا عزیمت ہے اور کسی عذر کی بناء پر اس میں جو تخفیف کی جائے اس پر عمل کرنا رخصت ہے مثلاً وطن میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھنا عزیمت ہے اور سفر میں دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔

مشہور صوفی محمد بن علی الشہیر بابی طالب مکی متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں:

دوا استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے علاج کرنے کی حکمت کی خبر دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کی دوا ہے، جس نے اس دوا کو جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہیں جانا اس نے نہیں جانا، ماسوا موت کے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ کے بندو، دوا کیا کرو، آپ سے دوا اور دم کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آیا یہ تقدیر کو ٹال دیتی ہے تو آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر سے ہیں، اور حدیث مشہور ہے میں جب بھی فرشتوں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اپنی امت کو فصد لگوانے کا حکم دیجئے، اور ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ سترہ یا انیس یا اکیس دن بعد فصد لگواؤ، اور حضرت عمر نے دھوپ سے گرم پانی کے متعلق فرمایا کہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔

Marfat.com

دوا کرنا رخصت ہے اور دوا نہ کرنا عزیمت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح بندہ کے عزیمت پر عمل سے محبت کرتا ہے اسی طرح اس کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنے ۔ سے بھی محبت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ اور تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(الحج: ۷۸)

اور بعض اوقات دوا کرنے میں دو وجہ سے فضیلت ہے' ایک اس لیے کہ دوا کرنے والا اتباع سنت کی نیت کرے اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنے کی نیت کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے جو آسان احکام لے کر آئے ہیں ان پر عمل کرے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ صحابہ کو دوا اور پرہیز کا حکم دیا' بعض لوگوں کو فصد لگوائی اور بعض لوگوں کو گرم لوہے سے داغ لگوایا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی تو ان سے فرمایا تم تازہ کھجوریں نہ کھاؤ (یہ حدیث صہیب کے متعلق ہے' ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے) اور بہت احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو کے ڈنک کی دوا لگائی' روایت ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کے سر میں درد ہو جاتا' تو آپ سر پر مہندی لگاتے' اور حدیث میں ہے کہ جب آپ کے چھالا ہو جاتا تو آپ اس پر مہندی لگاتے حالانکہ آپ سب سے زیادہ توکل کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ قوی تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے علاج کیا تھا کہ امت کے لیے علاج کرنا سنت ہو جائے' تو ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ہم آپ کی سنت سے اعراض نہیں کرتے اور آپ کے خلاف عمل کرنے کو زہد قرار نہیں دیتے' جب کہ آپ نے ہماری خاطر علاج کیا تاکہ آپ کا یہ فعل بے مقصد نہ ہو' اور آپ کی سنت سے اعراض کو توکل کا نام دینا شرع میں طعن کا موجب ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سیرت اس لیے تھی کہ اس کی اتباع کی جائے' اور اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی کے سفر میں روزہ رکھا' اور سر پر پانی ڈالا اور درخت کا سایہ طلب کیا' تاکہ روزہ دار کے لیے سر پر پانی ڈالنے کی رخصت سنت ہو جائے' آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہے اور ان پر روزہ سخت دشوار ہو رہا ہے' آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور پی لیا' پھر لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا' اور آپ نے اپنا حال لوگوں کی وجہ سے ترک کر دیا' پھر آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے روزہ افطار نہیں کیا' آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں!

اور علاج کرنے کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ بیماری سے جلد تندرست ہو جائیں تاکہ اپنے مولیٰ کے احکام کی اطاعت کے لیے جلد حاضر ہو جائیں اور اس کی عبادت میں جلد مشغول ہو جائیں یعنی بیماری کی وجہ سے جن عبادات کو ترک کرنے کی رخصت ہے اس رخصت کو ترک کر کے جلد عزیمت کی طرف لوٹ آئیں۔

ہمارے بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے' ان کے پاس بنو اسرائیل آئے' انہوں نے ان کے مرض کو پہچان لیا اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ فلاں چیز سے علاج کر لیں تو آپ تندرست ہو جائیں گے' حضرت موسیٰ نے فرمایا میں کوئی دوا نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر کسی دوا کے شفاء دے' پھر مرض نے طول کھینچا' انہوں نے پھر کہا اس مرض کی فلاں دوا مشہور اور مجرب ہے' اگر آپ وہ دوا پی لیں گے تو تندرست ہو جائیں گے' حضرت موسیٰ نے کہا میں دوا نہیں کروں گا' ان کی بیماری اسی طرح جاری رہی' پھر اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں اس وقت تک صحت نہیں دوں گا جب تک تم اس دوا سے علاج نہیں کرو گے جو انہوں نے

Marfat.com

تمہیں بتائی ہے، تب حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل سے فرمایا، تم نے مجھ سے جس دوا کا ذکر کیا تھا وہ دوا مجھے لا کر دو، انہوں نے وہ دوا لا کر دی، حضرت موسیٰ نے اس دوا سے علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئے، پھر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی تم نے مجھ پر اپنے توکل کی وجہ سے میری اس حکمت کو باطل کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ میں نے جڑی بوٹیوں میں چیزوں کی منفعت رکھی ہے، بعض روایات میں ہے کہ ایک نبی نے اللہ سے اس بیماری کی شکایت کی جس میں وہ مبتلا تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ انڈے کھاؤ، اور ایک اور روایت میں ہے کہ ایک نبی نے اللہ تعالیٰ سے ضعف کی شکایت کی تو ان سے فرمایا کہ وہ گوشت کو دودھ کے ساتھ کھائیں، کیونکہ ان دونوں چیزوں میں طاقت ہے اور وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک بادشاہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا، اور وہ بہت نیک سیرت بادشاہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے شعیاء نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ زیتون کا عرق پیئے اور ہم نے ایک اس سے بھی عجیب چیز روایت کی ہے کہ ایک قوم نے اپنے نبی سے شکایت کی کہ اس کی اولاد بدصورت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان سے کہو جب ان کی عورتیں حاملہ ہوں تو وہ ان کو بہی دانہ کھلائیں پھر ان کے بچے خوب صورت پیدا ہوں گے، پھر وہ حاملہ عورتوں کو بہی دانہ اور نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاتے تھے اور یہ عمل حمل کے تیسرے یا چوتھے مہینہ میں ہوتا تھا۔

بہر حال قوی لوگوں کے لیے دوا ترک کرنا افضل ہے اور یہ عزائم دین میں سے ہے اور یہ صدیقین میں سے اولوالعزم لوگوں کا طریقہ ہے کیونکہ دین میں دو طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور عزیمت کو اختیار کرے اور دوسرا توسع اور رخصت کا طریقہ ہے، سو جو شخص قوی ہو وہ زیادہ سخت راستہ پر چلے جو اقرب اور اعلیٰ ہے اور مقربین کا راستہ ہے اور یہی لوگ سابقین ہیں اور جو شخص کمزور ہو وہ آسان اور سہل راستہ پر چلے اور یہ متوسط طریقہ ہے لیکن یہ منزل سے زیادہ دور ہے اور یہ لوگ بھی اصحاب الیمین اور درمیانہ درجہ کے اور معتدل لوگ ہیں اور مومنین میں قوی بھی ہوتے ہیں اور ضعیف بھی ہوتے ہیں اور نرم بھی ہوتے ہیں اور سخت بھی ہوتے ہیں۔

(قوت القلوب ج ۲ ص ۳۶-۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مشہور صوفی ابو طالب مکی کے کلام پر مصنف کا تبصرہ

صوفی ابو طالب مکی کے اس تجزیہ سے ہمیں اختلاف ہے کہ علاج کرنا رخصت ہے اور یہ ضعیف مسلمانوں کا طریقہ ہے، اور علاج نہ کرنا عزیمت ہے یعنی اصل کے مطابق ہے اور ہمت والوں کا کام ہے اور یہی صدیقین اور اولوالعزم لوگوں کا طریقہ ہے، خود صوفی ابو طالب مکی نے نقل کیا ہے کہ انبیاء سابقین کو اللہ تعالیٰ علاج کرنے کی وحی فرماتا تھا اور حضرت موسیٰ نے علاج کے بغیر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع کیا اور علاج کرنے کا حکم دیا، اور سید المرسلین وسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ علاج فرمایا اور علاج کرنے کی ہدایت دی، اور اگر یہ نفوس قدسیہ اولوالعزم نہیں اور قوی نہیں ہیں تو کون قوی اور اولوالعزم ہوگا! اور علاج کرنے والوں کو ضعیف کہنا ان حضرات انبیاء علیہم السلام کے ایمان کو ضعیف کہنے کے مترادف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا شخص خود ضعف ایمان کے خطرہ میں ہے۔

سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خود قرآن عظیم نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(البقرہ: ۱۹۵)

جس حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ آڑا ہو، وہ معروف طبعی طریقہ سے پیدا نہیں ہو سکتا اس کے لیے اس عورت کے

Marfat.com

پیٹ کا آپریشن کرنا ناگزیر ہے اگر اس کے پیٹ کی سرجری نہ کی جائے تو عورت اور بچہ دونوں مرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔ (النساء: ٢٩) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور صورت مذکورہ میں سرجری کے ذریعہ علاج نہ کرنے سے عورت اور بچہ دونوں مرجائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سو اس صورت میں علاج نہ کرنا حرام ہوا اور حرام کی ضد فرض ہوتی ہے لہٰذا ایسی تمام صورتوں میں جن میں علاج نہ کرنے سے موت کا اور جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو ان تمام صورتوں میں علاج کرنا فرض ہے' ہم ایسی چند اور مثالیں پیش کرتے ہیں:

ایک عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اگر اس کے پیٹ کی سرجری کرکے زندہ بچہ کو مردہ عورت کے پیٹ سے نہ نکالا جائے تو وہ بچہ مرجائے گا اور اگر اس عورت کو یونہی دفن کردیا گیا تو اس بچہ کو زندہ درگور کرنا لازم آئے گا لہٰذا اس صورت میں سرجری کے ذریعہ اس بچہ کو مردہ عورت کے پیٹ سے نکالنا فرض ہے۔

ایک شخص بلڈ کینسر کا مریض ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ اس کے جسم کے پورے خون کو تبدیل کردیا جائے ورنہ وہ شخص مرجائے گا لہٰذا اس صورت میں بھی انتقال خون کے ذریعہ علاج کرنا فرض ہے۔

ایک شخص کا جگر فیل ہوگیا اس نے خون بنانا بند کردیا اب اس کو زندہ رکھنے کے لیے انتقال خون کے ذریعہ اس کے جسم میں نیا خون پہنچانا ضروری ہے بلکہ فرض ہے ورنہ وہ شخص مرجائے گا۔

ایک شخص شوگر کا مریض ہے اس کا پیر زخمی ہے اس میں زہر پھیل گیا ہے' اگر سرجری کے ذریعہ اس کا پیر کاٹ کر الگ نہ کیا گیا تو یہ زہر پورے جسم میں پھیل جائے گا اور اس کی موت واقع ہوجائے گی اس صورت میں اس کی جان بچانے کے لیے سرجری کے ذریعہ اس کا علاج کرانا ضروری ہے۔

ایک شخص کو برین ہیمبرج ہوگیا یعنی اس کے دماغ کی شریان پھٹ گئی اگر سرجری کے ذریعہ اس کا بروقت علاج نہ کیا گیا تو اس کی موت واقع ہوجائے گی اس صورت میں بھی سرجری کے ذریعہ اس کا علاج کرانا فرض ہے۔

دہشت گردی کی کارروائی کے نتیجہ میں اچانک ایک شخص کے سینہ اور پیٹ میں کئی گولیاں لگ گئیں اگر بروقت کارروائی کرکے سرجری کے ذریعہ اس کے جسم سے گولیاں نہ نکالی گئیں تو اس کی موت واقع ہوجائے گی' اس صورت میں بھی سرجری کے ذریعہ اس کا علاج کرانا فرض ہے۔

کسی بڑے حادثہ میں ایک شخص بری طرح زخمی ہوگیا اور اس کے جسم سے بہت زیادہ خون نکل گیا حتیٰ کہ وہ موت کے قریب آ پہنچا اگر بروقت اس کے جسم میں خون نہ پہنچایا گیا تو وہ مرجائے گا' اس صورت میں بھی انتقال خون کے ذریعہ اس کا علاج کرانا فرض ہے۔

بعض دفعہ اچانک ہائی بلڈ پریشر بڑھ جانے کی وجہ سے ایک آدمی کے جسم کے کسی عضو پر فالج گر جاتا ہے' اس صورت میں مرنے کا خطرہ اگرچہ نہ ہو لیکن ہلاکت میں مبتلا ہونے کا یقینی خطرہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

شوگر' ہائی بلڈ پریشر یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ اگر ان کا باقاعدگی سے علاج اور پرہیز نہ کیا گیا تو فالج' برین ہیمبرج' ہارٹ

Marfat.com

اٹیک، گردے فیل ہو جانے، جگر فیل ہو جانے، کسی عضو کے ناکارہ ہونے اور کینسر وغیرہ کا خطرہ لگا رہتا ہے اور ان بیماریوں کا علاج نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔

شدید کالی کھانسی، نمونیہ، چیچک، تپ دق، گردن توڑ بخار وغیرہ یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ اگر ان کا بروقت علاج نہ کرایا جائے تو انسان مرتا تو نہیں لیکن اس کی زندگی مردے سے بدتر ہو جاتی ہے' اور یہی اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے لہٰذا ان صورتوں میں بھی علاج کرنا ضروری ہے۔

اور یہ تو ایک واضح اور بدیہی بات ہے کہ بیماری کے دوران شدید بیماری میں انسان اپنے روزمرہ کے معمول کے کام انجام نہیں دے پاتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت بھی عذر کی وجہ سے نہیں کر سکتا اور عبادات سے بھی قاصر رہتا ہے اگر وہ مزدور ہے یا روزمرہ کی اجرت پر کام کرتا ہے تو اگر وہ علاج نہیں کرے گا تو کام پر نہیں جا سکے گا اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادات میں خلل واقع ہو گا بلکہ روٹیوں کے بھی لالے پڑ جائیں گے وہ اہل و عیال کی کفالت نہیں کر سکے گا' اور اس کے اہل و عیال پر بھیک مانگنے کی نوبت آ جائے گی ہمارے معاشرہ میں قرض بھی اسی کو دیا جاتا ہے جس سے رقم واپس ملنے کی امید ہو' اندریں حالت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ علاج نہ کرنا افضل ہے اور عزیمت ہے اور یہ ایمان کا درجہ ہے اور ہمت والے مومنوں کا کام ہے اور علاج کرنا رخصت ہے اور یہ ضعیف مسلمانوں کا شعار ہے اور یہ منزل سے زیادہ دور ہے۔

ان صوفیوں نے توکل کا معنی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسباب کو ترک کرنا توکل ہے' حالانکہ توکل کا معنی یہ ہے کہ کسی مطلوب کے اسباب کو حاصل کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اونٹنی کو باندھو اور توکل کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۶۸۷' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ المستدرک ج ۳ ص ۶۲۳' مسند الشہاب رقم الحدیث: ۶۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۱' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۱' ۳۱۰)

ترک علاج کو افضل کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

جو صوفیاء علاج نہ کرنے کو افضل اور عزیمت کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو گرم لوہے سے داغ لگواتے ہوں گے اور نہ دم کرواتے ہوں گے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے، عکاشہ نے کھڑے ہو کر کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے، آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو، پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا نبی اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے! آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر چکا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۸۱۹' ۱' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۶)

امام ابو عبداللہ مازری نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ علاج کرنا مکروہ ہے اور جمہور علماء کا قول اس کے خلاف ہے' کیونکہ بکثرت احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دواؤں کے فوائد بیان

Marfat.com

فرمائے ہیں، مثلاً کلونجی اور قسط ہندی کے فوائد بیان فرمائے ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی علاج فرمایا ہے' اور دوسروں کا بھی علاج فرمایا ہے' اس لیے یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبعی خواص کی بناء پر شفاء دیتی ہیں اور دوا سے علاج کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفاء کی امید نہیں رکھتے بلکہ دوا کی تاثیر پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور علامہ داؤدی نے کہا ہے یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے' جو حالت صحت میں دواؤں سے علاج کرتے ہیں' کیونکہ جس شخص کو کوئی بیماری نہ ہو اس کے لیے گلے میں تعویذ ڈالنا مکروہ ہے' اور جو شخص کسی بیماری میں تعویذ لٹکائے تو یہ جائز ہے اور دم کروانا' اور گرم لوہے سے داغ لگوانا طب کی اقسام سے ہے اور طب یعنی علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین نے علاج کرایا ہے اور ہر یقینی سبب مثلاً غذا حاصل کرنے کے لیے کھانا اور پینا توکل کے منافی نہیں ہے' اسی وجہ سے متکلمین نے علاج کرانے سے منع نہیں کیا' اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی حاصل کرنے کے لیے کسب معاش سے منع نہیں کیا اور اس کو توکل کے منافی قرار نہیں دیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کرنے اور گرم لوہے سے داغ لگوانے کو جائز قرار دیا ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۶۰۳-۶۰۴ ملخصاً' مطبوعہ دار الوفا بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ لگانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ لوگ گرم لوہے سے داغ لگوانے کو بہت اہم اور تیر بہدف علاج سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ داغ لگوانے سے بیماری جڑ سے اکھڑ جاتی ہے اور اگر کسی عضو کے اوپر گرم لوہے سے داغ نہ لگوایا گیا تو وہ عضو ضائع اور ہلاک ہو جائے گا' سو آپ نے اس عقیدہ کے ساتھ ان کو داغ لگوانے سے منع فرمایا اور جب اس کو محض شفاء کا سبب قرار دیا جائے اور اس کو شفاء کی قطعی علت نہ سمجھا جائے تو اس طور پر اس کو علاج کے لیے جائز قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی بیماری سے شفاء دیتا ہے اور مرض سے بری کرتا ہے۔ اور لوگ اس معاملہ میں بہت شکوک میں مبتلا ہوتے ہیں' مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ دوا پی لیتا تو نہ مرتا اور اگر وہ اپنے شہر میں قیام کرتا تو قتل نہ کیا جاتا اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بعض لوگ مرض پیدا ہونے سے پہلے اس کے علاج کے لیے داغ لگوانا شروع کر دیتے ہیں اور یہ مکروہ فعل ہے ضرورت کے وقت داغ لگوانے کو مشروع کیا گیا ہے اور دم کروانے کے جواز کے متعلق بہت احادیث ہیں اور اس حدیث میں ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب اللہ تعالیٰ کے اسماء' اس کی صفات اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کے بغیر اور الفاظ کے ساتھ دم کرایا جائے یا جس کا عقیدہ ہو کہ دم کرانے سے لامحالہ فائدہ ہوگا اور وہ اسی دم کرانے پر توکل کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۵ ص ۲۰۰-۱۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ علی بن خلف بن عبد المالک المعروف بابن بطال المالکی الاندلسی المتوفی ۴۹۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ گرم لوہے سے داغ لگوانا اور فصد لگوانا مباح ہے اور ان دونوں میں شفاء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس چیز کی رہنمائی فرمائیں گے جس میں ان کے لیے شفاء ہوگی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں خود گرم لوہے سے داغ لگواؤں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے کئی افراد کا گرم لوہے سے داغ لگوا کر علاج کرایا ہے' اس کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ گرم لوہے سے داغ لگوانے سے اپنے جسم کو آگ کی حرارت سے تکلیف پہنچانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت آگ کے عذاب سے پناہ طلب کیا کرتے تھے اگر آپ گرم لوہے سے داغ لگواتے تو آپ اسی درد کے حصول میں عجلت کرتے جس سے آپ اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیا شریعت میں اس کی کوئی اور مثال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز کو امت کے لیے مباح کیا ہو اور خود اس کو خصوصیت کے ساتھ نہ کیا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ کیوں نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے لیے دسترخوان پر رکھی ہوئی گوہ کے کھانے کو مباح کر دیا اور خود تناول نہیں فرمایا' اور یہ ارشاد فرمایا یہ میرے علاقہ کی زمین کا جانور نہیں ہے مجھے اس سے گھن آتی ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی پیاز اور کچا لہسن نہیں کھایا اور فرمایا اس سے بدبو آتی ہے اور امت کے لیے اس کا کھانا مباح کر دیا' اور فرمایا میں اس سے سرگوشی میں بات کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی میں بات نہیں کرتے اور ایک مرتبہ فرمایا میرے پاس اللہ کی بارگاہ سے (فرشتے) آتے ہیں' اسی طرح آپ نے امت کے لیے داغ لگوانے کو مباح کر دیا اور خود داغ لگوانے کو پسند نہیں فرمایا۔

آپ نے فرمایا وہ لوگ نہ بدشگونی کرتے ہوں گے اور نہ دم کراتے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کوئی ایسا کام نہیں کرتے ہوں گے جس میں ان کا یہ اعتقاد ہو کہ اس کام کے بعد شفاء حاصل ہو گی خواہ اللہ کا اذن نہ ہو' اگرچہ وہ شفاء داغ لگوانے یا دم کرانے کے سبب سے حاصل ہوئی ہو' اور بدشگونی نہ کرتے ہوں گے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی کام کو جا رہے تھے اور کسی بدشگونی سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کام پر نہیں جانا چاہیے ورنہ نقصان ہو گا اور یہ نقصان لازماً ہو گا خواہ اللہ کا حکم نہ ہو' تو وہ اس بدشگونی کی پرواہ نہیں کریں گے اور اپنے کام پر چلے جائیں گے۔

اور اس حدیث میں ہے نہ وہ دم کراتے ہوں گے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا دم نہیں کرائیں گے جیسا دم زمانہ جاہلیت میں کرایا جاتا تھا' اور یہ وہ دم ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء' اس کی صفات اور اس کی کتاب کے کلمات کے غیر پر مشتمل ہو' اور یہ ایک قسم کا جادو ہے' اور اللہ کی کتاب کے کلمات اور اس کی صفات اور اس کے اسماء پر مشتمل دم کرانا جائز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا دم کیا ہے اور اس طرح کے دم کرنے کا حکم دیا ہے' اور اس طرح کے دم کرنے سے انسان توکل سے خارج نہیں ہوتا اور وہ شفاء کے حصول میں صرف اللہ کی رضا کا قصد کرتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں' امام طبری نے کہا ہے کہ لوگوں کا توکل کی تعریف میں اختلاف ہے' ایک جماعت نے یہ کہا کہ جب انسان کے دل میں اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہو تو یہ توکل ہے' اور وہ پھاڑنے والے درندوں اور کافروں سے بالکل نہ ڈرے حتیٰ کہ وہ رزق کے لیے جدوجہد بھی نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا ضامن ہے' اور طلب معاش میں مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں خلل آتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے عمران بن حصین بیان کرتے ہیں جو شخص سب سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہر مشقت سے اس کی کفایت کرتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے' اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تو وہ رزق اس کو اس طرح پائے گا جس طرح موت اس کو پا لیتی ہے۔

اور ایک دوسری جماعت نے یہ کہا کہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کاموں میں اللہ پر اعتماد کیا جائے' اور اس کے امر کو تسلیم کیا جائے اور یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے مقدر کیا ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اللہ کے رسول کی سنت

Marfat.com

کی اتباع کرے اور اللہ کے رسول کی سنتوں میں سے ہے کھانا، پینا اور لباس پہننا یہ انسان کے لیے ناگزیر ہیں ان کاموں کے حصول کے لیے سعی اور جدوجہد کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ۔ (الانبیاء: ۸)

اور ہم نے ان (نبیوں) کو ایسے جسم والا نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔

اور آپ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ آپ دشمنوں سے حفاظت کرتے تھے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن دو زرہیں پہنیں اور سر پر خود پہنا جس سے آپ دشمنوں کے حملے سے محفوظ رہتے تھے اور آپ نے گھاٹیوں کے منہ پر تیر اندازوں کو بٹھایا تاکہ جو آپ کی طرف آنے کا ارادہ کرے وہ اس کو وہاں سے بھگا دیں، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے مدینہ کے گرد خندق کھودی، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب عزوجل پر جتنا اعتماد اور توکل تھا دوسرا کوئی شخص اس کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتا (مزید یہ کہ آپ نے خود متعدد بیماریوں میں اپنا علاج کیا اور آپ ازواج مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کر دیتے تھے، حالانکہ آپ سید المتوکلین ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کا علاج کرنا اور مستقبل کے تحفظ کے لیے اسباب فراہم کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ توکل کے عین مطابق ہے) پھر آپ کے اصحاب کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ کے خوف سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ وہ اپنے دین کو اور اپنی جانوں اور رمالوں کو مشرکین کے فتنوں اور ان کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھ سکیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ اللہ پر توکل کر کے وہیں بیٹھے رہتے۔

ایک شخص نے حسن بصری سے کہا عامر بن عبد اللہ شام کے راستے میں پانی کی طرف جا رہے تھے، ناگاہ ان کے اور پانی کے درمیان ایک شیر حائل ہو گیا، عامر نے شیر کی پرواہ نہیں کی اور پانی پر پہنچے اور پانی پی لیا، ان سے کہا گیا کہ تم نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا تھا، انہوں نے کہا شیر مجھے پھاڑ کھاتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں! حسن بصری نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام عامر سے بہت بہتر تھے اور وہ دشمنوں کے خوف سے مصر سے مدین کی طرف چلے گئے تھے، قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (القصص: ۲۱-۲۰)

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک (فرعون کے) درباری آپ کو قتل کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں سو آپ (اس شہر سے) نکل جائیں بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں ○ سو موسیٰ اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچا لے۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیفیت کا ذکر فرمایا:

فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ۔ (القصص: ۱۸)

تو موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی وہ یہ انتظار کر رہے تھے (کہ اب کیا ہو گا)

اور جب فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا اور جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں جو سانپوں کی طرح

Marfat.com

دوڑنے لگیں اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو کیفیت تھی اس کا ذکر فرمایا:

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ○ (طٰہٰ: ۶۸-۶۷)

سو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا○ ہم نے کہا آپ مت ڈریے بے شک آپ ہی سرخرو ہوں گے○

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے دلوں میں جو کیفیات پیدا کی ہیں جو شخص ان کیفیات کے خلاف اپنے دل کی کیفیت بتاتا ہے وہ جھوٹا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے دلوں میں یہ کیفیت پیدا کی ہے وہ ضرر رساں چیزوں کو دیکھ کر ان کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی کمائی سے پاک چیزوں کو خرچ کریں' اور جو شخص بھوک سے اضطرار کی حالت میں ہو اس کے متعلق فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۔ (البقرہ: ۱۷۳)

سو جو شخص (بھوک سے) بے تاب ہو جائے در آں حالیکہ وہ نہ نافرمانی کرنے والا ہو' نہ حد سے بڑھنے والا' تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

پس جس شخص کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور وہ بھوک سے بے تاب ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی ہے کہ جن چیزوں کا کھانا اس پر حرام کر دیا گیا ہے اس حالت میں وہ ان چیزوں کو بقدر ضرورت کھالے' اور اس کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اللہ پر توکل کر کے بیٹھا رہے اور اس انتظار میں بیٹھا رہے کہ اس پر آسمان سے کھانا نازل ہو گا اور اگر اس حالت میں اس نے کھانے پینے کی چیزوں کے حصول کے لیے جدوجہد نہیں کی حتیٰ کہ وہ مر گیا تو وہ اپنی جان کا قاتل قرار دیا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی شدت میں کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتے تھے اور آپ پر کبھی آسمان سے کھانا نازل نہیں ہوا حالانکہ آپ افضل البشر تھے (بلکہ افضل الخلق تھے) اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کی کثرت کر دی تو آپ ایک سال کی غذا کو ذخیرہ کر کے رکھتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اونٹ لے کر آیا اور پوچھا یا رسول اللہ میں اس کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو۔ اور رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میری امت میں سے ستر ہزار نفر بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دم کراتے ہوں گے نہ بدشگونی لیتے ہوں گے اور نہ گرم لوہے سے داغ لگوا کر علاج کراتے ہوں گے' اور اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے' اس حدیث سے صوفیا کا ترک اسباب اور ترک علاج پر استدلال کرنا ان کی بے خبری اور نا سمجھی ہے' اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ اس اعتقاد سے داغ نہیں لگواتے ہوں گے کہ اللہ کے اذن کے بغیر داغ لگوانے سے شفاء اور تندرستی حاصل ہو جاتی ہے اور جس نے اس اعتقاد سے داغ لگوایا کہ اس علاج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دے گا اور جب اس کو شفاء ہو گئی تو اس نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی شفاء دی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل کرنے والا متوکل ہے اور جنت میں داخل ہونے میں کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت نہیں کر سکتا اور آپ نے فرمایا بھی ہے میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا' مجھ سے پوچھا جائے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (جنت کا) خازن کہے گا مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو گرم لوہے سے داغ لگوایا' اور حضرت ابوامامہ نے حضرت اسعد بن زرارہ کے گرم لوہے سے داغ لگایا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جنگ خندق کے دن اپنے زخم پر داغ لگوایا اور جنگ احد کے دن

Marfat.com

حضرت ابی بن کعب کے بازو کی ایک رگ پر تیر لگا انہوں نے اس زخم پر گرم لوہے سے داغ لگوایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابو طلحہ نے داغ لگوایا اور جریر بن عبداللہ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے میرے سامنے قسم کھائی کہ وہ ضرور داغ لگوائیں گے اور حضرت خباب بن ارت نے اپنے پیٹ پر سات مرتبہ داغ لگوایا اور حضرت ابن عمر نے لقوہ کی وجہ سے داغ لگوایا (لقوہ کا معنی ہے چہرے پر فالج ہو جس کی وجہ سے باچھ یا جبڑا ٹیڑھا ہو جائے) اسی طرح حضرت معاویہ نے بھی لقوہ کی وجہ سے داغ لگوایا' یہ تمام آثار امام طبری نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کیے ہیں۔

امام طبری نے کہا اب ظاہر ہو گیا کہ حدیث کا معنی وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور توکل کی صحیح تعریف یہ ہے کہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو' اور کسی بھی مقصود میں اپنی وسعت کے مطابق سعی اور کوشش اور انتہائی جدوجہد کر کے اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے خواہ اس کا وہ مقصود دینی ہو یا دنیاوی' اور صوفیاء نے جو توکل کی تعریف کی ہے وہ غلط ہے ان کی تعریف یہ ہے کہ درندوں سے نہ ڈرنا اور ان کو دیکھ کر نہ بھاگنا اور دشمنوں سے بچنے کے لیے حفاظت کا انتظام نہ کرنا' اور روزی حاصل کرنے کے لیے کسب معاش نہ کرنا' اور بیماریوں کا علاج نہ کرنا' کیونکہ ایسا کرنا قرآن اور حدیث سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو احکام دیے ہیں ان کے مخالف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو احکام دیے ہیں ان کے بھی مخالف ہے اور صحابہ کرام' فقہاء' تابعین اور ائمہ مجتہدین کے طریقہ کے بھی خلاف ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۹ ص ۴۰۸۔۴۰۴' مطبوعہ مکتبہ الرشد الریاض ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض' علامہ نووی' علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ سیوطی نے اس مسئلہ پر بحث کر کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ علاج کو ترک کر کے اللہ پر توکل کیا جائے اور علاج کرنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے' ہرچند کہ یہ بہت قد آور علماء ہیں لیکن ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی علاج کیا ہے اور اپنے اصحاب کا بھی علاج کرایا ہے اور بالعموم مسلمانوں کو علاج کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ خلاف اولیٰ اور خلاف افضل کام کا حکم نہیں دیتے آپ سید المتوکلین ہیں اور جب آپ نے علاج کیا ہے تو علاج کرنا توکل کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے' علامہ ابن بطال نے جو توکل پر نفیس بحث فرمائی ہے اس سے یہ مسئلہ بہت واضح ہو جاتا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس مسئلہ میں صحیح موقف اختیار کیا ہے وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بلا ضرورت دم کروانا اور داغ لگوانا خلاف افضل ہے اور جب ضرورت ہو تو جائز ہے' نیز تفصیل سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے وہ دم نہیں کرواتے ہوں گے یعنی زمانہ جاہلیت میں جن الفاظ کے ساتھ دم کرایا جاتا تھا ان الفاظ کے ساتھ دم نہیں کرواتے تھے' اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ دم کرنا توکل سے خارج نہیں ہے' اور آپ نے فرمایا ہے وہ بدشگونی پر عمل نہیں کرتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں پرندوں سے شگون لیا جاتا تھا کہ اگر پرندہ آدمی کے دائیں جانب پرواز کرے تو اس کے سفر میں کامیابی ہے اور اگر بائیں جانب پرواز کرے تو ناکامی ہے' اور نیک فال لینا جائز ہے' اور فرمایا وہ داغ نہیں لگواتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد نہیں کرتے تھے کہ شفاء اسی سے حاصل ہو گی جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کفار کا عقیدہ تھا اور آپ نے فرمایا وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے تھے اس کا معنی یہ ہے کہ مسببات پر اسباب کو مرتب کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴۵' ۲۴۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

صوفیاء اور علاج کو مکروہ کہنے والوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گرم لوہے سے داغ لگوایا یا دم کروایا تو وہ توکل سے بری ہو گیا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۵، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷٦۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۰، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۸۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦۰۸۷، المستدرک ج ۴ ص ۴۱۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۴۱، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۰۷)

اس حدیث کا بھی وہی محمل ہے جو ہم اس سے پہلی حدیث کا محمل بیان کر چکے ہیں مزید تفصیل یہ ہے:

علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

جو شخص داغ لگوانے اور دم کروانے پر ہی شفاء کو موثر جانے اور اسی پر اعتماد کرے وہ توکل سے بری ہو گیا اور جو ان چیزوں کو سبب قرار دے اور حصول شفاء میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے وہ توکل سے بری نہیں ہوا بلکہ وہ اللہ پر توکل کرنے والا ہے' علامہ ابن قتیبہ نے کہا داغ لگوانے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ وہ صحت کے زمانہ میں داغ لگوائے تاکہ آئندہ بیمار نہ ہو' یہ حدیث اسی پر محمول ہے کیونکہ وہ گرم لوہے سے داغ لگوا کر یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ بیمار نہ ہو اور اس طرح وہ تقدیر کو ٹال رہا ہے اور کوئی تقدیر کو ٹالنے والا نہیں ہے اور اس کی دوسری قسم وہ ہے کہ انسان کے کسی عضو میں زخم ہو جائے یا کوئی اور بیماری ہو جائے تو وہ اس کے علاج کے لیے اس پر گرم لوہے سے داغ لگوائے اور یہی صورت ہے جس کے لیے علاج کرنا مشروع ہے۔ (فیض القدیر ج ۱۰ ص ۵٦۹۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ '۱۴۱۸ھ)

علاج کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے مزید دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرۃ: ۱۹٦)

پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (مثلاً جوئیں ہوں) تو اس پر (بال منڈوانے کا) فدیہ روزے ہیں' یا خیرات ہے یا قربانی ہے۔

حج کرنے والے کے لیے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوانا جائز نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ بیماری کی حالت میں اس کو بھی سر منڈوانے کی اجازت دے رہا ہے' اور جس شخص کے سر میں جوئیں ہوں اس کا یہی علاج ہے کہ اس کا سر مونڈ دیا جائے اور یہ علاج کے مشروع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم محرم تھے' اور مشرکین نے ہم کو آگے بڑھنے سے روکا ہوا تھا' اور میرے بہت لمبے لمبے بال تھے' اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا پس اپنا سر منڈوا لو اور یہ آیت نازل ہو گئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۵۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو سر منڈوانے کا حکم دیا' دوسرے لفظوں میں آپ نے ان کو علاج کرانے کا حکم دیا' اور صراحتاً بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح ان کے سر پر پرندے ہوں میں سلام کر کے بیٹھ گیا پھر ادھر ادھر سے اعرابی آگئے، انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آیا ہم علاج کریں؟ آپ نے فرمایا دوا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کی دوا بھی رکھی ہے، سوا ایک بیماری کے وہ بڑھاپا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۳۶)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا اور علاج کرنے کا حکم دیا ہے، اور ایسی متعدد احادیث ہیں جن میں سے کچھ ہم اس سے پہلے صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کام فی نفسہ مکروہ تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اس کام کو کیا ہو، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مکروہ تنزیہی یا خلاف افضل کام کا حکم دیا ہو، اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کسی غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کام کا حکم دیا ہو اور آپ نے چونکہ دوا کرنے، اور دم کرانے کا حکم دیا ہے اس لیے ان احکام کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ یہ کام مستحب ہوں، بلکہ بعض صورتوں میں علاج کرانا فرض اور واجب ہوتا ہے جیسا کہ ہم صوفیاء کے کلام پر تبصرہ میں بیان کر چکے ہیں، للہٰذا جن صوفیاء اور بعض علماء نے علاج کرانے اور دم کرانے کو غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کہا ہے ان کا یہ قول اصول شرع سے ناواقفیت پر مبنی ہے اور غلط ہے۔

اس مسئلہ میں مزید احادیث یہ ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا (دونوں) کو نازل کیا ہے اور ہر بیماری کی دوا بنائی ہے سو تم دوا کرو اور حرام کے ساتھ دوا نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۴)

یہ حدیث حالت اختیار پر محمول ہے یعنی جب کسی مرض کی حلال اور حرام دونوں دوائیں موجود ہوں تو حرام دواء کے ساتھ علاج نہ کیا جائے لیکن جب کسی مسلم طبیب کے علم میں حرام دواء کے علاوہ اور کوئی حلال دواء نہ ہو اور مرض کی وجہ سے جان کا خطرہ یا ناقابل برداشت تکلیف کا خطرہ ہو تو اس طرح کی حالت اضطرار میں حرام دواء کے ساتھ بھی علاج جائز ہے اور جان بچانے کے لیے واجب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں دوا چڑھائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۷)

حضرت سہل بن سعد سے غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا اس دن آپ کا سامنے کا نچلا دانت بھی شہید ہو گیا تھا (یعنی تھوڑا سا ٹوٹ گیا تھا) اور آپ کا خود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا، حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے، جب حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون زیادہ بہہ رہا ہے، تو انہوں نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلایا اور جب وہ راکھ ہو گیا تو اس راکھ کو زخم میں بھر دیا پھر خون رک گیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۴۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۶۴)

Marfat.com

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لقوہ کی وجہ سے گرم لوہے سے داغ لگوایا' اور بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے دم کرایا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۸۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نمونیے کی وجہ سے گرم لوہے سے داغ لگوایا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے' میرے پاس حضرت ابوطلحہ' حضرت انس بن النضر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم آئے حضرت ابوطلحہ نے مجھے داغ لگایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۶)

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم آتا یا کوئی چھالا ہوتا تو آپ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثمد کا سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ نظر تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال اگاتا ہے اور ان کا گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرمہ دانی تھی اور آپ ہر رات تین بار ایک آنکھ میں اور تین بار دوسری آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۷۸)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیتون کے تیل اور ورس (ایک جڑی بوٹی) کی نمونیہ میں تعریف کرتے تھے' قتادہ کہتے ہیں کہ جس جانب درد ہو اس جانب زیتون کے تیل کی مالش کی جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۶۷)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم نمونیہ میں قسط بحری (سمندری کوٹھ' ایک دوا) اور زیتون کے تیل سے علاج کریں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۶۸)

حضرت عوف بن مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا تم جو کچھ پڑھ کر دم کرتے ہو وہ مجھے سناؤ جب تک اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا' پھر آل عمرو بن حزم آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ کلمات تھے جن کو پڑھ کر ہم بچھو کے کاٹے پر دم کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ کر دم کرتے تھے' انہوں نے پڑھ کر سنایا' آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے' تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے متعلق فرمایا جس کے چہرے پر کسی چیز کا نشان پڑ گیا تھا اور وہ لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا کے گھر میں تھی آپ نے فرمایا اس کو نظر لگ گئی ہے اس پر دم کراؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۷۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۱۹۷)

ابو خزاعہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ ہم کچھ کلمات کو پڑھ کر دم کرتے ہیں اور دواؤں سے علاج کرتے ہیں اور ہم بعض چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں' آیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر سے کسی چیز کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۰۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۴۳۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا سے علاج کرنے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے کلمات پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکروہ تنزیہی یا خلاف افضل کام کا حکم نہیں دیتے تھے۔ آپ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان کا کم سے کم درجہ فضیلت اور استحباب ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ خود بھی دواء سے علاج کیا ہے اور دم کیا ہے اس لیے ان کاموں کا افضل اور مستحب ہونا اور بھی موکد ہو جاتا ہے اور بعض صوفیاء اور بعض علماء کا یہ کہنا قطعاً غلط اور باطل ہے کہ علاج نہ کرنا افضل ہے اور علاج کرنا اگرچہ جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف افضل ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے "پرہیز" کے ثبوت پر دلائل

علاج معالجہ کی بحث میں ایک اہم مسئلہ پرہیز کرنا ہے' ہم نے اکثر ذیابیطس کے مریضوں کو مٹھائی' چاول اور میٹھے پھل کھاتے ہوئے دیکھا ہے' اگر ان کو منع کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ہم اللہ کی نعمتوں کو چھوڑ نہیں سکتے یہ کفران نعمت ہے' اور کئی لوگوں کو فخر سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: صاحب ہم پرہیز نہیں کرتے' پھر ہم نے ان ہی لوگوں کو اس بدپرہیزی کے نتیجے میں کئی مہلک امراض میں مبتلا دیکھا' کسی کی بینائی چلی گئی' کسی کے جگر میں کینسر ہو گیا' اور کسی کے پیر سوج گئے' کسی کو ایسا زخم ہو گیا جس کے نتیجہ میں اس کا پیر کاٹ دیا گیا' کسی کی ٹانگ کاٹ دی گئی' اور کسی کی شریانیں بند ہو گئیں۔ اسی طرح ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کو دیکھا جو بدپرہیزی کرتے تھے' کسی کے کسی عضو پر فالج گر گیا اور کسی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی' کسی کی بینائی متاثر ہو گئی' غرض بدپرہیزی کے نتیجہ میں لوگ زیادہ مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لیے دواء کے ساتھ پرہیز بھی بہت ضروری ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں پرہیز کے متعلق بھی ہدایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو' یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو' یا تم نے اپنی عورتوں سے مجامعت کی' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

(النساء: ۴۳' المائدہ: ۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بیمار آدمی کو جسے پانی کے استعمال سے ضرر ہوتا ہے اس کو غسل اور وضو کے بجائے تیمم کرنے کا حکم دیا ہے اور تیمم کا حکم دینا پانی کے استعمال سے منع کرنے کو مستلزم ہے' اور جس بیمار کو وضو یا غسل سے ضرر ہوتا ہو اس کو تیمم کا حکم دینا ہی پرہیز کرنے کا حکم ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سردی کی شدت کی وجہ سے پانی کا پرہیز کیا اور غسل کی بجائے تیمم

Marfat.com

کرلیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کی ایک سرد رات مجھے احتلام ہو گیا، مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا، میں نے تیمم کیا، پھر میں نے اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا اے عمرو! تم نے حالت جنابت میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی ہے، میں نے آپ کو وہ سبب بتایا جس کی وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا اور کہا میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء: ۲۹) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے ○

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۳۴)

امام بخاری نے کتاب التیمم میں اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک زخمی شخص نے پانی سے پرہیز نہیں کیا اور وہ فوت ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر افسوس فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے، ہم میں سے ایک شخص کو پتھر آ کر لگا اور وہ زخمی ہو گیا، پھر اس کو احتلام ہو گیا، تو اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا آیا اس کے لیے تیمم کرنے کی رخصت ہے؟ اصحاب نے کہا ہم تمہارے لیے رخصت کی گنجائش نہیں پاتے، جب کہ تم پانی استعمال کرنے پر قادر ہو، اس نے غسل کیا اور وہ مر گیا جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر سنائی، آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے تو اس شخص کو قتل کر دیا اللہ ان کو قتل کرے! جب تم کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تم نے پوچھا کیوں نہیں؟ لاعلمی کا حل تو صرف سوال کرنا ہے اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ کر اس پر گیلا ہاتھ پھیرتا اور باقی جسم کو دھو ڈالتا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۷۲)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مریض کے لیے پرہیز کرنا ضروری ہے اور بعض اوقات بدپرہیزی کا نتیجہ موت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی مذمت کی جنہوں نے فتویٰ دینے میں سختی کی اور معذور کے حال کی رعایت نہیں کی رخصت کی جگہ عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اس حدیث میں ان صوفیاء کے لیے عبرت کا مقام ہے جو کہتے ہیں بیمار کے لیے علاج کی رخصت پر عمل کرنا خلاف افضل ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔ اس شخص کے اصحاب نے بھی ان ہی کی طرح اس معذور شخص کو عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی مذمت کی۔ اور اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ جس شخص کو پانی سے ضرر ہو وہ پانی سے پرہیز کرے اور یہ حدیث پرہیز کے ثبوت میں بہت واضح دلیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پرہیز کی ہدایت دی ہے اور بدپرہیزی سے منع فرمایا ہے:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اس وقت آپ چھوارے کھا رہے تھے میں نے بھی چھوارے کھانے شروع کر دیے اس وقت میری آنکھیں دکھ رہی تھیں، آپ نے فرمایا تمہاری آنکھیں دکھ رہی ہیں اور تم چھوارے کھا رہے ہو! ۔ الحدیث۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۳، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۳۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۶۱، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۴۴)

Marfat.com

امام احمد بن ابو بکر بوصیری متوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔
(زوائد ابن ماجہ ص ۴۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

علامہ سید محمد بن محمد حسینی الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ جو مریض کمزور ہو اس کے لیے سب سے نفع بخش چیز یہ ہے کہ وہ پرہیز کرے۔ بعض اوقات انسان کی رغبت اور میلان اس چیز کو کھانے کی طرف ہوتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں پرہیز کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ آنکھ کی تکلیف میں چھوارے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ہمارے پاس ادھ پکی (گدری) کھجوروں کا ایک خوشہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں کو کھانے لگے، حضرت علی بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ٹھیرو، ٹھیرو یا علی، تم کمزور ہو، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے رہے، حضرت ام المنذر نے کہا پھر میں ان کے لیے چقندر اور جو لائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی اس میں سے کھاؤ، یہ تمہارے مزاج کے موافق ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۷، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۲، المستدرک ج ۴ ص ۴۰۷)

اس حدیث میں پرہیز کے مشروع ہونے پر واضح دلالت ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۶، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۹، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۱، المستدرک ج ۴ ص ۲۰۷)

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیمار شخص کو ان چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے جو اس کی صحت کے لیے مضر ہیں، ہم اس جان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہم اس بدن کے مالک ہیں ہمارے پاس یہ جسم اور جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، ہمارے لیے اس جسم کو ضائع کرنا یا نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے اس لیے ذیابیطس کے مریض کو میٹھی اور نشاستہ دار چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو نمکین اور چکنائی والی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کے معدہ میں السر ہو اس کو بڑے گوشت، تیز مصالحہ جات اور ترش چیزوں سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کو یرقان ہو اس کو چکنائی اور گائے کے گوشت سے پرہیز کرانا ضروری ہے اور جس کو عارضہ قلب ہو اس کو انڈے، گائے کے گوشت اور چکنائی سے پرہیز کرانا ضروری ہے اسی طرح جس کے مسوڑوں پر ورم ہو اس کو بھی گائے کے گوشت سے پرہیز کرانا ضروری ہے۔ اور تمام مہلک بیماریوں میں بسیار خوری سے پرہیز کرنا اشد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تم کو وفات دے گا، اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا

Marfat.com

جاتا ہے تاکہ انجام کار وہ حصول علم کے بعد کچھ بھی نہ جان سکے، بے شک اللہ نہایت علم والا، بے حد قدرت والا ہے○ (النحل: ۷۰)

انسان کی عمر کے تغیرات سے اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر استدلال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے عجیب و غریب افعال ذکر کر کے ان سے اپنے خالق ہونے اور قادر ہونے پر استدلال فرمایا تھا' اور اس آیت میں انسان کی عمر کے مختلف مدارج اور مختلف احوال سے اپنی ذات پر استدلال فرمایا ہے۔

حکماء نے انسان کی عمر کے چار مراتب ذکر کیے ہیں پہلا مرتبہ اس کی عمر کا وہ زمانہ ہے جب اس کے بچپن اور نوجوانی کا زمانہ ہوتا ہے اور اس کی نشو و نما ہوتی ہے اور یہ ولادت سے لے کر بیس سال کی عمر ہے' دوسرا مرتبہ وہ ہے جب اس کی عمر اپنے شباب کو پہنچ جاتی ہے اور یہ بیس سال سے چالیس سال کی عمر ہے' اور تیسرا مرتبہ دور انحطاط ہے جب اس کی عمر ڈھل جاتی ہے اور وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتا ہے یہ چالیس سال سے ساٹھ سال تک کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے اس کو کہولت کہتے ہیں' اور چوتھا مرتبہ انحطاط کبیر کا ہے یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے یہ ساٹھ سے ستراسی سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انسان کی عمر کے ان تغیرات کا خالق کون ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ان تغیرات کا خالق ہے اور لوگوں نے اللہ کے سوا جن چیزوں کو خالق مانا ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی تب بھی انسان کی عمر میں یہ تغیرات ہو رہے تھے تو ہم کیوں نہ مانیں کہ انسان کی عمر کے ان تغیرات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں ہے' سو وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی غفلت کی نیند سے جگایا اور ان کو اپنے علم کے شمول اور قدرت کے عموم پر متنبہ کیا اور جب کہ اس کا علم اور اس کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے تو وہ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کرے گا اور وہ جس چیز کو چاہے گا اس کو وجود میں لے آئے گا اور اس نے اس کائنات میں ان پر دلائل قائم کیے ہیں پہلے اللہ تعالیٰ نے جمادات سے استدلال فرمایا پھر حیوانات سے پھر ان دلائل کو شہد کی مکھی پر ختم کیا جس سے حاصل ہونے والا شہد تمام انسانوں کے لیے شفاء ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے انسان سے استدلال کیا اور فرمایا کہ انسان کی عمر کے چار مراتب ہیں پہلا مرتبہ طفولیت اور نشو و نما کا ہے اور دوسرا مرتبہ شباب کا ہے جس مرتبہ پر پہنچ کر انسان کی نشو و نما رک جاتی ہے اور تیسرا مرتبہ کہولت کا ہے اس مرتبہ میں اگرچہ قوت باقی رہتی ہے لیکن انسان کا انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور چوتھا مرتبہ سن انحطاط کا ہے اس مرتبہ میں انسان کا ضعف شروع ہو جاتا ہے اور وہ بتدریج بڑھاپے کی طرف بڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جب کوئی دوا اس کی جوانی کی قوت اور شباب کو واپس نہیں لا سکتی' اس آیت میں انسان کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ وہ عمر کے اس دور کے شروع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرے اور بصیرت سے کام لے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے غور و فکر کرنے کی صلاحیت بھی جاتی رہے' اس لیے فرمایا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا یعنی عدم سے وجود میں لایا' پھر وہ مختلف عمروں میں تمہاری روحیں قبض کرے گا' بچہ اس پر قادر نہیں ہو گا کہ وہ اپنی عمر کو بڑھا لے اور جوانی تک پہنچ جائے اور بوڑھا اس پر قادر نہیں ہو گا کہ وہ لوٹ کر جوانی تک پہنچ جائے' پھر تم میں سے بعض لوگوں کو ان ہی عمروں میں موت آ جائے گی' بعض اپنی قوت اور اپنی طاقت کے زمانہ میں مر جائیں گے اور بعض ارذل عمر کی طرف لوٹا دیے جائیں گے جس طرح طفولیت میں وہ کمزور اور بے علم تھے' اسی طرح بڑھاپے میں وہ کمزور اور بے علم ہوں گے ان کی یادداشت جاتی رہے گی اور ان کی ذکاوت کا شعلہ بجھ جائے گا' پھر وہ موت سے متصل ہو جائے گا اسے کوئی دوا نفع نہیں دے گی' اس لیے اس حالت کو پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

آیات میں غور و فکر کرو۔

"ارذل عمر" کا معنیٰ اور مصداق

ابن قتیبہ نے کہا: ارذل عمر کا معنیٰ یہ ہے کہ جن چیزوں کا اسے پہلے علم تھا بڑھاپے کی شدت کی وجہ سے اس کا وہ علم زائل ہو جائے گا۔ زجاج نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس قدر بوڑھے ہو جائیں گے کہ ان کی عقل فاسد اور خراب ہو جائے گی اور وہ عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جائیں گے تاکہ اللہ تم کو اپنی قدرت دکھائے کہ جس طرح وہ مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ عالم بنانے کے بعد جاہل بنانے پر قادر ہے۔

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے متعلق نہیں ہے مسلمان کی عمر جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عزت اور کرامت بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عقل اور معرفت بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور عکرمہ نے کہا جو شخص قرآن عظیم پڑھتا رہتا ہے وہ ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۶۸-۴۶۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارذل عمر کا مصداق پچھتر سال کی عمر ہے۔ (جامع البیان جز ۱۴ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو المظفر منصور بن محمد سمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی سے منقول ہے کہ ارذل عمر پچھتر سال کی عمر ہے، قطرب نے کہا کہ یہ اسی سال کی عمر ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ نوے سال کی عمر ہے، عکرمہ نے کہا جو شخص زیادہ قرآن پڑھتا ہے وہ ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی عقل زائل ہو گی نہ فاسد ہو گی، ایک قول یہ ہے کہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جانا کفار کے لیے ہے۔

(تفسیر القرآن للسمعانی ج ۳ ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الوطن، الریاض، ۱۴۱۸ھ)

ارذل عمر سے پناہ طلب کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ کثرت دعاؤں میں ارذل عمر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! میں سستی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۷)

مصعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ان کلمات سے پناہ طلب کرو جن کلمات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ طلب کرتے تھے، اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں اور میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۷)

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے، سو جن کو رزق میں فضیلت دی گئی ہے

Marfat.com

بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ
وہ اپنا رزق اپنے ان غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں تاکہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں،
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے ○ اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لیے
اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ
بیویاں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں پاکیزہ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
چیزوں سے رزق دیا، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہی کفر
يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ
کرتے ہیں ○ اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے آسمانوں اور
رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا
زمینوں میں سے کسی بھی رزق کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں ○ سو تم
تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾
اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو اور بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ
اور اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے اور
رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ
(دوسرا) ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور سے اور ظاہراً
يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ
خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں، تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور اللہ (ایک اور)

Marfat.com

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ

مثال بیان فرماتا ہے دو مرد ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کرسکتا اور وہ

كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُ ۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیْ

اپنے مالک پر بار ہے اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا، کیا یہ شخص اس کے برابر

هُوَ ۙ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۶﴾ ع ۱۰ ۱۲

ہو جائے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور وہ راہ راست پر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے، سو جن کو رزق میں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے ان غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں، تاکہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں۔ پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے؟ (النحل: ۷۱)

شرک کے رد پر ایک دلیل

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بت پرستوں کے لیے بیان فرمائی ہے یعنی جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر نہیں قرار دیتے تو تم میرے بندوں کو یا میری مخلوق کو میرے برابر کیسے قرار دیتے ہو کہ ان کو بھی میری طرح عبادت کا مستحق قرار دیتے ہو، اور جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر قرار نہیں دیتے اور ان کو اپنے اموال میں شریک نہیں کرتے تو تم میرے بندوں کو میرے برابر کیوں قرار دیتے ہو اور ان کو میری عبادت میں کیوں شریک قرار دیتے ہو۔ جس طرح مشرکین نے بتوں کو فرشتوں اور بعض نبیوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کر لیا حالانکہ وہ سب اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نجران کے عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۷۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا تونگر یا سرمایہ دار ہونا اس لیے نہیں ہے کہ اس میں عقل زیادہ ہے یا اس نے محنت اور کوشش زیادہ کی ہے اور دوسرے شخص کا تنگ دست اور مفلس ہونا اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اس کے پاس عقل یا علم کی کمی ہے بلکہ مال و دولت کی کثرت اور قلت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا. (الزخرف: ۳۲)

کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ان کے درمیان ان کی روزی ان کی دنیاوی زندگی میں تقسیم کر دی ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی

اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ

Marfat.com

الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ ضرور زمین میں سرکشی کرتے، لیکن وہ جتنا چاہے اندازہ کے مطابق (رزق) نازل فرماتا ہے۔ (الشوریٰ: ۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے مال دار لوگ تو بلند درجات اور دائمی جنت کو لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ اور خیرات بھی کرتے ہیں اور ہم صدقہ اور خیرات نہیں کر سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں کہ تم ان کے درجہ کو پالو جو تم پر سبقت کر رہے ہیں اور تم اپنے بعد والوں پر سبقت حاصل کر لو اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو مگر وہ جو تمہاری مثل عمل کرے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھو۔ ابو صالح نے کہا فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے جو مال دار بھائی تھے وہ بھی ہماری طرح عمل کرنے لگے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم صلاۃ: ۱۴۲، رقم الحدیث بلا تکرار ۵۹۵، رقم الحدیث المسلسل: ۱۳۲۲)

اسی مفہوم کے قریب قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

آپ کہیے اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں تمام بھلائی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(آل عمران: ۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہی کفر کرتے ہیں ۝ اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں سے کسی بھی رزق کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں۔ (النحل: ۷۳-۷۲)

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ اور یہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے تمہاری بیویاں بنائیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس آیت میں واحد کے ساتھ خطاب نہیں ہے بلکہ کل کے ساتھ خطاب ہے اور حضرت آدم اور حضرت حوا کے ساتھ اس آیت کی تخصیص کرنا بلا دلیل ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ مرد ان سے شادی کریں۔ اور اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ (الروم: ۲۱)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں بنائیں۔

اس کے بعد فرمایا اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور حفدہ (پوتے) بنائے۔ قرآن مجید میں یہاں حفدہ کا لفظ

Marfat.com

ہے اس کے معنی میں تفصیل ہے۔

"حفدہ" کے معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حفدہ، حافد کی جمع ہے۔ حافد اس شخص کو کہتے ہیں جو بلا معاوضہ خدمت کرتا ہو خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی ہو۔ مفسرین نے کہا یہ لفظ پوتوں اور نواسوں کے لیے ہے کیونکہ ان کی خدمت سچی اور بے لوث ہوتی ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ فلاں شخص محفود ہے۔ یعنی مخدوم ہے اور یہ لفظ دامادوں اور سسروں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ دعا قنوت میں ہے الیک نسعی و نحفد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰۶) ہم تیری طرف بھاگتے ہیں اور تیرے احکام پر عمل کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

المحفود اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اس کے اصحاب تعظیم کرتے ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت میں جلدی کرتے ہیں اور حافد کا معنی ہے، خادم۔ (النہایہ ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ بنین سے مراد ہے، کسی شخص کے صلبی بیٹے اور حفدہ سے مراد بیٹے کی اولاد ہے۔ نیز علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس، مجاہد، امام مالک اور علماء لغت نے کہا ہے کہ حفدہ کے معنی ہیں، خدام۔ تو قرآن مجید کی اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کی بیوی اور اس کی اولاد اس کے خدمتگار ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے تمہارے لیے تمہاری بیویوں اور بیٹوں کو خدمتگار بنایا۔

کسی شخص کی بیوی کا اس کی خدمت کرنا

سہل بیان کرتے ہیں کہ ابو اسید ساعدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی، ان کی بیوی دلہن ہونے کے باوجود ان سب کی خدمت کر رہی تھی۔ سہل نے کہا تمہیں معلوم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیا پلایا تھا؟ میں نے رات کو ایک برتن میں چھوارے بھگو دیئے تھے، جب رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھا چکے تو میں نے آپ کو وہ پانی (نبیذ) پلایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۱۵۹، عالم الکتب)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو اسید ساعدی کی بیوی اپنی شادی کے دن بھی ان کی خدمت کر رہی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بنتی تھی پھر آپ اس ہدی میں اشعار کرتے (اشعار کا معنی ہے چھری سے اونٹ کے کوہان میں شگاف ڈال دینا جس سے اس پر خون کا سرخ دھبہ پڑ جائے) اور اس کے گلے میں ہار ڈال دیتے یا میں ہار ڈال دیتی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۹۹، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۷۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۹۸، ۳۰۹۴)

ایک اور روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہدی کا ہار بنتی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جنابت سے آلودہ کپڑے دھوتی تھی، آپ نماز پڑھنے کے لیے جاتے اور آپ کے کپڑوں میں پانی سے بھیگنے کے نشانات ہوتے تھے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۲۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۰۷۳، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۱۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۳۶)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احرام باندھتے وقت میں آپ کے بدن پر خوشبو لگاتی تھی اور جب آپ احرام کھولتے تھے تو بیت اللہ کے طواف (زیارت) سے پہلے آپ کے بدن پر خوشبو لگاتی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۵۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۷۴۵، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۶۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں دستیاب خوشبوؤں میں سے سب سے عمدہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لگاتی تھی حتیٰ کہ اس خوشبو کی چمک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں اور ڈاڑھی میں نظر آتی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۲۳، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۶۹۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۹۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حائضہ ہوتی تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۲۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۴۶۷، موطا امام مالک رقم الحدیث:۲۰۸، مسند احمد رقم الحدیث:۲۵۲۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تھے، آپ حجرے میں سر داخل کرتے تو میں آپ کا سر دھوتی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۰۱، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۳۳۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، اس وقت آگ پر ہانڈی ابل رہی تھی۔ آپ نے کھانا منگایا۔ آپ کو روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں گوشت نہیں دیکھ رہا! گھر والوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور اس نے ہم کو ہدیہ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۴۳۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۲۳۳، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۱۵۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۲۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۲۷۲، موطا امام مالک رقم الحدیث:۴۸۸، مسند احمد رقم الحدیث:۲۵۰۲۷)

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر کا کھانا پکاتی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ شکایت کرنے گئیں کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں۔ سیدتنا فاطمہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے ذکر کیا کہ حضرت فاطمہ آپ سے ملنے آئی تھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے، اس وقت ہم بستر میں لیٹ چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا تم اسی طرح رہو۔ آپ آ کر میرے اور حضرت فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ کے پاس محسوس کی آپ نے فرمایا تم نے جو سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو تم ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۳۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۰۶۲)

Marfat.com

ہم نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بنتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سر اور داڑھی میں خوشبو لگاتی تھیں۔ آپ کا سر دھوتی تھیں اور آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا کھانا پکاتی تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں چکی پیستی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ آپ کی خدمت کرتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ اسی طرح باقی صحابہ کی ازواج بھی ان کی خدمت کرتی تھیں۔ گاؤں اور دیہات میں رہنے والی خواتین اب بھی اپنے شوہروں کی خدمت کرتی ہیں اور گھر کے باقی کام بھی کرتی ہیں، کھیت سے چارہ کاٹ کر لاتی ہیں، جانوروں کو چارہ ڈالتی ہیں، دودھ دوہتی ہیں، کھانا پکاتی ہیں اور کپڑے دھوتی ہیں۔ البتہ شہر کی عورتیں اس قسم کے کام نہیں کرتیں اور امیر لوگوں نے گھر کے کام کاج کے لیے نوکر اور نوکرانیاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

شوہروں کو خود بھی گھر کے کام کاج میں حصہ لینا چاہئے اور بیویوں کی مدد کرنی چاہئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بھی گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے۔

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ گھر کا کام کاج کرتے تھے اور اذان سن کر چلے جاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۶۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۴۶۱)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ آپ اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اور کپڑوں کو پیوند لگا لیتے تھے۔

(حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱۷ ص ۴۱۹، رقم الحدیث: ۲۴۶۳۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۸۴، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۹۳۴، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۲۱۲)

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا آپ کپڑے سی لیتے تھے اور جوتی کو مرمت کر لیتے تھے اور مرد جو گھروں میں کام کرتے ہیں، وہ سب کرتے تھے۔

(حمزہ احمد زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱۷ ص ۴۵۹، رقم الحدیث: ۲۴۷۸۴، مطبوعہ دار المعارف مصر، الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۳۹، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۴۹۲)

مشرکین کی اوندھی عقل

اس کے بعد فرمایا اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں سے کسی بھی رزق کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، وہ کسی رزق کے مالک نہیں ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور بت پرستی کا مزید رد فرمایا ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس کی عبادت کریں جو انہیں رزق دینے والا ہے، جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کو

Marfat.com

پالنے والا ہے اور یہ کیسی اوندھی عقل کے لوگ ہیں کہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو کسی رزق کے مالک نہیں ہیں اور کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو' اور بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النحل: ۷۴)

اللہ تعالیٰ کے لیے مثال گھڑنے کے محامل

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ نہ دو کیونکہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہ بناؤ کیونکہ وہ واحد ہے اور اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

(۳) بت پرست یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کی عبادت کرے بلکہ ہم ستاروں کی یا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر یہ ستارے یا بت اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو سب سے بڑا خدا ہے اور ان ستاروں اور ان بتوں کا بھی خدا ہے کیونکہ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ بادشاہ کے وزراء اور اکابرین سلطنت کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور بادشاہ تک رسائی کی جرأت نہیں کرتے اور وزراء اور اکابرین سلطنت بادشاہ کی تعظیم اور اس کی خدمت کرتے ہیں' سو اسی طرح ہم بھی ان بتوں اور ستاروں کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک رسائی اور اس کی عبادت کی جرأت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم یہ مثالیں نہ گھڑو' بتوں کی عبادت کو ترک کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو بہت جاننے والا اور بہت قدرت والا ہے اور بے حد حکمت والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس کے بھی دو محمل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہاری اس بت پرستی اور مثالیں گھڑنے کے نتیجہ میں تم پر کتنا بڑا عذاب نازل ہونے والا ہے اور تم اس عذاب کی کیفیت اور مدت کو نہیں جانتے۔ اگر تم جانتے ہوتے تو اس بت پرستی کو چھوڑ چکے ہوتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے تم کو بتوں کی عبادت سے منع فرمایا ہے سو تم ان کی عبادت کو ترک کردو اور اپنی اس دلیل کو بھی ترک کردو جس پر اعتماد کر کے تم بتوں کی عبادت کر رہے ہو کہ عام لوگوں کی یہ مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس لیے وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ یہ فاسد قیاس ہے اور قرآن مجید کی صریح آیت کے مقابلہ میں اس قیاس کو ترک کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے اور (دوسرا) ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور سے اور ظاہراً خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (النحل: ۷۵)

عاجز غلام اور آزاد فیاض کی مثال کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو شخصوں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ ایک شخص کسی کا غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور دوسرا شخص آزاد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر

Marfat.com

خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ ظاہر ہے یہ دونوں شخص برابر نہیں ہیں' اس مثال کے حسب ذیل محامل ہیں۔

(۱) جب ایک غلام جو مجبور ہو وہ آزاد دولتمند اور فیاض شخص کے برابر نہیں ہے' تو بت اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ بتوں کا حال ایک مجبور غلام سے بھی ابتر اور بدتر ہے' پھر مشرکین کی کیسی اوندھی عقل ہے کہ وہ ان بتوں کو اللہ کی عبادت میں اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

(۲) اس آیت میں جس (بندہ) غلام کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد کافر ہے' کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت سے محروم ہے تو وہ حقیر' فقیر اور عاجز غلام کی مانند ہے' اور اللہ تعالیٰ نے جس دوسرے شخص کا ذکر فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں مشغول رہتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور ضرورت مندوں کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت سے فیاضی کے ساتھ دیتا ہے' سو یہ دونوں شخص یعنی کافر اور مومن شرف اور مرتبہ اور اخروی اجر وثواب میں برابر نہیں ہیں۔

(۳) اس آیت میں مذکور دونوں شخصوں سے مراد عام ہے جو شخص بھی ان صفات کے ساتھ متصف ہوں وہ اس آیت کے مصداق ہیں یعنی ایک مجبور غلام اور ایک آزاد فیاض شخص برابر نہیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا الحمد للہ تمام کمالات اللہ کے لیے ہیں' یعنی بتوں کا کوئی کمال نہیں ہے اور وہ کسی تعریف کے مستحق نہیں ہیں' کیونکہ بتوں نے کسی پر کوئی انعام نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ کسی تعریف کے مستحق ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے کہ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور بت کسی تعریف کے مستحق نہیں ہیں' اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں اس شخص سے خطاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے اس کو چاہئے کہ وہ یہ کہے الحمد للہ (تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے) یعنی اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کو ایک عاجز اور حقیر غلام سے ممتاز کیا' اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حمد فرمائی کہ اس نے ایسی مثال بیان فرمائی جو مقصود کی بہت اچھی وضاحت کر دیتی ہے یعنی ایسی واضح اور قوی حجت کے پیش فرمانے پر اللہ ہی کے لیے حمد ہے پھر فرمایا اور اکثر لوگ نہیں جانتے یعنی باوجود اس کے کہ یہ مثال بہت واضح ہے پھر بھی اکثر لوگ اس مثال کو نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ (ایک اور) مثال بیان فرماتا ہے دو مرد ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے' اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا کیا یہ شخص اس کے برابر ہو جائے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور وہ راہ راست پر ہے۔ (النحل: ۷٦)

گونگے عاجز غلام اور نیک آزاد شخص کی مثال کے محامل

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا ہے کہ یہ بدیہی بات ہے کہ جو شخص گونگا اور عاجز ہو وہ فضل اور شرف میں اس شخص کے مساوی نہیں ہو سکتا جو بولنے والا اور قادر ہو' باوجود اس کے کہ بشریت اور باقی اعضاء کی سلامتی میں دونوں مساوی ہوں تو جب گونگا اور عاجز' بولنے والے اور قادر کے برابر نہیں ہو سکتا تو زیادہ لائق ہے کہ بے جان اور ساکت پتھر اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتے تو پھر تمہارا ان بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا کس طرح عقل کے نزدیک صحیح ہوگا۔

یہ مثال جو دی گئی ہے اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

Marfat.com

(۱) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مومن اور کافر کی مثال بیان فرمائی ہے، جو شخص گونگا اور عاجز ہے وہ کافر اور بت پرست ہے کیونکہ وہ حق کے ساتھ کلام نہیں کرتا اور کوئی نیک کام نہیں کرتا جس میں خیر اور برکت ہو اور جو شخص ناطق اور قادر ہے وہ مومن ہے کیونکہ وہ کلمہ حق بولتا ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے اور راہ راست پر ہے۔

(۲) ابراہیم بن یعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کا غلام کافر تھا اور اسلام کو ناپسند کرتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے منع کرتا تھا کیونکہ وہ کلمہ حق نہیں کہتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو گونگا قرار دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور راہ راست پر تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنی اور بتوں کی دی ہے۔ بت گونگے تھے اور عاجز تھے کیونکہ وہ بول سکتے تھے نہ کوئی کام کر سکتے تھے اور وہ بت اپنی پرستش کرنے والوں پر بوجھ تھے کیونکہ بت اپنے عبادت گزاروں کو کچھ نہیں دے سکتے تھے بلکہ بتوں کی عبادت کرنے والے بتوں پر خرچ کرتے تھے، اور بتوں سے جس مہم میں بھی مدد طلب کی جاتی وہ اس میں اپنے عبادت گزاروں کو کوئی خیر نہیں پہنچا سکتے تھے اور جو نیکی کا حکم دینے والا ہے اور راہ راست دکھانے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مجاہد، قتادہ، ابن السائب اور مقاتل کا قول ہے۔

(۴) عطا نے یہ کہا ہے کہ اس مثال میں گونگے اور عاجز سے مراد ابی بن خلف ہے، اور جو نیکی کا حکم دیتا ہے اس سے مراد حضرت حمزہ، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم ہیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۷۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

امام رازی نے کہا اس آیت سے مقصود ہر وہ غلام ہے جو ان صفات مذمومہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہر وہ آزاد شخص جو ان صفات محمودہ کے ساتھ موصوف ہو۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ

اور آسمانوں اور زمینوں کا (سب) غیب (کا علم) اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے، اور قیامت کا وقوع صرف

الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَ

پلک جھپکنے میں یا اس سے بھی جلد ہو گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور

اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اور اس نے تمہارے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا

کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو ○ کیا ان لوگوں نے

Marfat.com

إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَٰتٍ فِى جَوِّ السَّمَآءِ ۖ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۗ

آسمان کی فضا میں پرندے نہیں دیکھے جو اللہ کے نظام کے تابع ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی (گرنے سے) نہیں

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٧٩﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم

روکتا، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اللہ نے تمہاری رہائش کے لیے

مِّنۢ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُم مِّن جُلُودِ الْأَنْعَٰمِ بُيُوتًا

تمہارے گھر بنائے اور تمہارے لیے مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے، جن

تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ أَصْوَافِهَا

کو تم ہلکا پھلکا دیکھ کر سفر کے دن اور اقامت کے دن کام میں لاتے ہو اور ان (مویشیوں) کے اون

وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَآ أَثَٰثًا وَمَتَٰعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٨٠﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ

اور ریشم اور بالوں سے ایک معین وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے گھریلو چیزیں بناتے ہو ○ اور اللہ نے اپنی پیدا

لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَٰلًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَٰنًا وَجَعَلَ

کی ہوئی چیزوں میں سے تمہارے فائدے کے لیے سایہ دار چیزیں بنائیں اور اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں محفوظ

لَكُمْ سَرَٰبِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَٰبِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ

غار بنائے اور تمہارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس (زرہیں) بنائے جو تم کو حملوں سے محفوظ

يُتِمُّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ

رکھتے ہیں، وہ تم پر اسی طرح اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو ○ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کا کام تو صرف

الْبَلَٰغُ الْمُبِينُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ

وضاحت کے ساتھ (اللہ کے احکام کو) پہنچا دینا ہے ○ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں (اس کے باوجود) پھر ان کا انکار کرتے ہیں اور ان میں

الْكَٰفِرُونَ ﴿٨٣﴾ ع ۱۱ ع ۱۲

سے اکثر کافر ہیں ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آسمانوں اور زمینوں کا (سب) غیب (کا علم) اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے اور قیامت کا وقوع صرف پلک جھپکنے میں یا اس سے بھی جلد ہو گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے' اور اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو O کیا ان لوگوں نے آسمان کی فضا میں پرندے نہیں دیکھے جو اللہ کے نظام کے تابع ہیں' انہیں اللہ کے سوا کوئی (گرنے سے) نہیں روکتا' بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (النحل: ۷۹-۷۷)

مشکل الفاظ کے معانی

وللہ غیب السموت والارض: یعنی آسمانوں اور زمینوں میں جو چیزیں حواس سے غائب ہیں اور بغیر غور و فکر کے جن کا علم حاصل نہیں ہو سکتا ان تمام غیوبات کا بذاتہ علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ایک معنی یہ بھی ہے کہ قیامت کا علم بذاتہ اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے ہے۔

الساعہ: یعنی قیامت کے وقوع کا وقت اس کو ساعت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اچانک ایک ساعت میں واقع ہو گی اور ایک گرج دار آواز سے آن واحد میں تمام مخلوق فنا ہو جائے گی۔

لمح البصر' اللمح کا معنی ہے سرعت سے کسی چیز کو دیکھنا اور لمح البصر کا معنی ہے پلک جھپکنا۔

او ھو اقرب: پلک جھپکنے سے بھی قریب تر یعنی اس سے بھی جلدی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی کام کو کرنا ہوتا ہے تو وہ اس کام کے لیے صرف "کن" فرماتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا واقع کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر سہل اور سریع ہے جیسے ہمارے لیے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ سہل اور سریع۔

مسخرات فی جو السماء: جو کے معنی ہیں آسمان اور زمین کے درمیان فضا' تسخیر کے معنی ہیں بغیر اجرت کے کسی کو کسی کام کا مکلف کرنا' بیگار لینا' کسی کو مغلوب اور ذلیل کرنا (مختار الصحاح ص ۱۷۹) یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنے بنائے ہوئے نظام کے تحت چلانا۔ یعنی اللہ نے پرندوں کی طبیعت میں جو فضاء میں اڑنے کا نظام ودیعت کر دیا ہے وہ اس فطری نظام کے تحت فضا میں اڑتے ہیں' وہ اس فطری صلاحیت کے تحت فضاء میں پر پھیلاتے ہیں اور سکیڑتے ہیں اور جس وقت وہ فضاء میں اڑ رہے ہوتے ہیں تو ان کو زمین پر گرنے سے اللہ کے سوا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کی وسعت پر دلائل

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عاجز اور گونگے شخص کے ساتھ بتوں کی مثال دی کیونکہ وہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ کسی کے کام آسکتے ہیں' اور اپنی مثال اس شخص کے ساتھ دی جو راہ راست پر ہو اور نیکی کا حکم دیتا ہو' اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جس کا علم بھی کامل ہو اور جس کی قدرت بھی کامل ہو تو ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم پر دلیل قائم کی اور دوسری آیت میں اپنے کمال قدرت پر دلیل قائم فرمائی' کمال علم کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا جاننے والا ہے اور کمال قدرت پر دلیل یہ ہے کہ وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے قیامت کو قائم کر دے گا اور تمام دنیا کو فنا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے"۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے غیب میں سے جتنا چاہے اس پر مطلع فرماتا ہے۔ جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ — اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو اپنے غیب پر

Marfat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

مطلع فرمائے البتہ (غیب پر مطلع فرمانے کے لیے) جن کو چاہتا ہے، منتخب فرمالیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ۲۷-۲۶)

وہ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا سوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا (اور) وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اولیاء کرام کو ان کے واسطے سے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کا علم عطا فرماتا ہے وہ ان کا معجزہ ہے، اور اولیاء کرام کو جو غیب پر مطلع فرماتا ہے وہ ان کی کرامت ہے۔ معتزلہ، اولیاء اللہ کی کرامت کے منکر تھے، اس لیے وہ ان کے لیے علم غیب نہیں مانتے تھے اور اہل سنت اولیائے کرام کے غیب پر مطلع ہونے کے قائل ہیں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ چیزوں کو حلال یا حرام کرنا صرف اس کا منصب ہے جو تمام چیزوں کی حقیقتوں، ان کے خواص، ان کے لوازم اور عوارض اور ان کی تاثیرات کو جاننے والا ہو اور چونکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے چیزوں کو حلال اور حرام کرنا بھی صرف اسی کو زیب دیتا ہے اور مشرکین کا اپنی ہوائے نفس سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض چیزوں کو حرام کہنا محض غلط اور باطل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر دلیل قائم کی اور فرمایا ان اللہ علی کل شیء قدیر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے تمام دنیا کو فنا کردے گا اور قیامت کو واقع کردے گا۔

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کے طریقے

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مزید مظاہر کا ذکر فرمایا اور انسان پر اپنی نعمتوں کو گنوایا کہ اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا ہے، اس وقت تم کو کسی چیز کا علم نہیں تھا، انسان اپنی پیدائش کے وقت اشیاء کی معرفت سے خالی تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل عطا فرمائی جس سے اس نے چیزوں کو پہچانا اور اس کو خیر اور شر اور نفع اور نقصان کی تمیز حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے کانوں سے مختلف آوازوں کو سنا اور لوگوں سے سن سن کر اس کو بہت سی چیزوں کا علم حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں عطا کیں جس سے اس نے لوگوں کو اور چیزوں کو دیکھا پھر کانوں اور آنکھوں کی مدد سے اس کو کتابوں کا علم حاصل ہوا پھر اس کو دل اور دماغ عطا کیے جس سے اس نے حقائق اشیاء میں غور کیا اور اس پر سوچ بچار کی راہیں کھلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔ (الملک: ۲۴-۲۳)

آپ کہیے وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو ○ آپ کہیے وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلادیا اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے کانوں سے ان ہی چیزوں اور ان ہی آوازوں کو سنے جن کے سننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن کے سننے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان باتوں اور ان آوازوں کو نہ سنے جن کے سننے سے اللہ تعالیٰ ناخوش اور ناراض ہوتا ہے۔ مثلاً جن مجلسوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کا مذاق اڑایا جاتا ہے‘ اسلام پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں یا احکام شرعیہ کی مخالفت کی جاتی ہے‘ عورت کی آدھی گواہی اور اس کی عقل کی کمی کا رد کیا جاتا ہے‘ عورت کے پردہ کو اس کی آزادی کے خلاف قرار دیا جاتا ہے‘ دوسری شادی کی اجازت کو ظلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و مناقب میں کمی کی جاتی ہے اور آپ کی تعظیم و تکریم کے مظاہر کو ناجائز کہا جاتا ہے۔ آپ کے اصحاب اور اہل بیت کی توہین کی جاتی ہے‘ اسی طرح لہو و لعب کی باتیں‘ میوزک‘ فسق و فجور پر مبنی ڈائیلاگ اور فلمی گانے سنے سنائے جاتے ہیں سو ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھا جائے اور ایسی باتیں نہ سنی جائیں۔ قرآن عظیم میں ہے:

اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكۡفَرُ بِهَا وَيُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖۤ ‌ۖ اِنَّكُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ۔ (النساء: ۱۴۰)

جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزا کیا جا رہا ہے تو ان کی مجلس میں نہ بیٹھو‘ حتیٰ کہ وہ دوسری باتوں میں مشغول ہو جائیں ورنہ تمہارا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہو گا۔

فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ۝ (المعارج: ۴۲)

آپ ان کو ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشوں میں چھوڑ دیجئے حتیٰ کہ وہ اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ‌ ۙ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِىۡ خَوۡضِهِمۡ يَلۡعَبُوۡنَ۔ (الانعام: ۹۱)

آپ کہیے اللہ! پھر ان کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں۔

غرض انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کانوں کی جو نعمت دی ہے وہ اس کی ناشکری نہ کرے اور اسلام کے خلاف کی جانے والی باتوں اور کھیل تماشوں اور راگ و رنگ اور یاد الٰہی سے غافل کرنے والی باتوں کو نہ سنے‘ اور کانوں کی نعمت کا شکریہ ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو سنے‘ اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پر مشتمل مضامین سنے‘ حکمت کی باتوں کو سنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو رغبت اور قبول کرنے کی نیت سے سنے اور اپنی‘ اپنے اہل و عیال اور ملک و ملت کی بہتری کی تجاویز اور مشوروں کو سنے اور ہر اچھی اور نیک بات کو سنے۔

اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا شکر ادا کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے‘ آنکھوں سے ان ہی چیزوں کو دیکھے جن کا دیکھنا جائز اور مستحسن ہے۔ مثلاً قرآن کریم کو دیکھے‘ خانہ کعبہ کو دیکھے‘ ماں باپ کے چہرے کو محبت سے دیکھے‘ اپنی اولاد کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے اور ہر اس چیز کو دیکھے جس کا دیکھنا جائز ہے‘ اور آنکھوں کی ناشکری نہ کرے کہ جن چیزوں کو دیکھنے سے منع کیا ہے ان کو دیکھے‘ پرائی اور اجنبی عورتوں کو نہ دیکھے جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتی ہیں ان کو نہ دیکھے۔

قرآن مجید اور احادیث میں جہاں دل کا ذکر ہوتا ہے اس سے مراد دماغ ہوتا ہے‘ کیونکہ عرف میں دماغ اور ذہن پر دل کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ذہن اور دماغ کے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر جو دلائل ہیں ان میں غور و فکر کرے‘ تبلیغ اسلام کے لیے تدبیریں سوچے‘ اپنے گھر‘ محلہ اور اپنے ملک میں اسلام کے احکام پر عمل کرانے کے طریقوں پر غور کرے اور اسی طرح اپنی ذات‘ اپنے محلہ اور ملک و ملت کی فلاح کے پروگرام بنائے‘ اور ذہن اور دماغ کی

Marfat.com

ناشکری یہ ہے کہ وہ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے منصوبے بنائے اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کو منفی سرگرمیوں میں صرف کرے، جھوٹے قصے کہانیاں، دیومالائی افسانے اور فحش لٹریچر تیار کرنے کے لیے سوچ بچار اور غور و فکر کرے۔

اسی طرح ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ہاتھوں سے صرف نیک کام کرے، برے کام نہ کرے اور پیروں کا شکر یہ ہے کہ پیروں سے نیک اور جائز مقامات پر اور نیک اور جائز کاموں کے لیے چل کر جائے اور ہاتھوں اور پیروں کی ناشکری یہ ہے کہ وہ ہاتھوں سے برے کام کرے اور پیروں سے بری جگہ اور برے کام کرنے کے لیے جائے۔

پرندوں کی پرواز سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے آسمان کی فضاء میں پرندے نہیں دیکھے جو اللہ کے نظام کے تابع ہیں، انہیں (دوران پرواز) گرنے سے اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

یعنی جب پرندے آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں پرواز کر رہے ہوتے ہیں تو وہ کس طرح اپنے بازو پھیلا کر ہوا میں اڑ جاتے ہیں، ان پرندوں میں کس نے ایسی طاقت رکھی ہے جو انہیں اڑا کر ہوا میں لے جاتی ہے اور ثقیل جسم کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ وہ زمین کی کشش سے فوراً بلندی سے نیچے گر جاتا ہے تو دوران پرواز ان پرندوں کو فضاء میں کون قائم رکھتا ہے اور نیچے گرنے سے کون روکتا ہے۔ کیا پتھر کے بنائے ہوئے یہ بت ان پرندوں کو اڑاتے ہیں اور ان کو دوران پرواز گرنے سے روکے رکھتے ہیں؟ جب یہ بت نہیں تراشے گئے تھے، جب بھی پرندوں کے اڑنے اور فضاء میں قائم رہنے کا یہی نظام تھا، اس لیے بت ان کے خالق نہیں ہو سکتے۔ کیا سورج یا چاند اس نظام کے خالق ہیں؟ رات کو جب سورج نہیں ہوتا تب بھی پرندوں کی پرواز کا یہی نظام ہوتا ہے، اور دن کو جب چاند نہیں ہوتا اس وقت بھی پرندے اسی طرح پرواز کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورج یا چاند اس نظام کے خالق نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر بھی اس نظام کے خالق نہیں ہیں کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر پیدا نہیں ہوئے تھے، اس وقت بھی پرندوں کی پرواز کا نظام اسی طرح جاری تھا اور ان کے بعد بھی یہ نظام اسی طرح جاری ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس کی بھی پرستش کی گئی ہے اور اس کو خدا مانا گیا ہے، ان میں سے کوئی بھی پرندوں کی پرواز کے اس طبعی نظام کا خالق نہیں ہے۔ وہی واحد لاشریک اس نظام کا خالق ہے اور اس کے سوا کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ اس نظام کا خالق ہے اور نہ اللہ کے سوا کسی اور نے کوئی کتاب نازل کی نہ کوئی رسول بھیجا جو یہ پیغام لایا ہو کہ اللہ کے علاوہ میں اس نظام کا خالق ہوں یا اس نظام کے بنانے میں، میں بھی اس کا شریک ہوں، تو پھر ہم کیوں نہ مانیں کہ وہی واحد لاشریک پرندوں کی اس پرواز کے نظام کا خالق ہے، اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ جبکہ اس نظام کی وحدت اور یکسانیت بھی یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا خالق واحد ہے اور جب پرندوں کے اس نظام کا وہی واحد لاشریک خالق ہے تو کائنات کے باقی تمام نظاموں کا بھی وہی خالق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تمہاری رہائش کے لیے تمہارے گھر بنائے اور تمہارے لیے مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے جن کو تم ہلکا پھلکا دیکھ کر سفر کے دن اور اقامت کے دن کام میں لاتے ہو اور ان (مویشیوں) کے اون اور ریشم اور بالوں سے ایک معین وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے گھریلو چیزیں بناتے ہو○ اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں

Marfat.com

میں سے تمہارے فائدے کے لیے سایہ دار چیزیں بنائیں اور اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں محفوظ غار بنائے اور تمہارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس (زرہیں) بنائے جو تم کو حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں وہ تم پر اسی طرح اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو○ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کا کام تو صرف وضاحت کے ساتھ (اللہ کے احکام کو) پہنچا دینا ہے○ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں (اس کے باوجود) پھر ان سے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں○ (النحل: ۸۳-۸۰)

مشکل الفاظ کے معانی

سکنا: مسکن جس میں تم رہتے ہو۔

بیوتا تستخفونھا یوم ظعنکم ویوم اقامتکم۔ ہلکے پھلکے خیمے تمہارے سفر اور تمہارے قیام کے دنوں میں۔ جب خانہ بدوش لوگ پانی اور چارہ کی تلاش میں سفر کرتے ہیں۔

اصواف: صوف کی جمع ہے۔ بھیڑوں کے بال جس کو اون کہتے ہیں' اوبار' وبر کی جمع ہے' اونٹ کے بال اس کو پشم کہتے ہیں' اشعار' شعر کی جمع ہے' اس کا معنی ہے بکریوں کے بال۔

اثاثا: گھر کا ساز و سامان مثلاً بستر اور کپڑے وغیرہ' اثاث کا واحد من لفظہٖ نہیں ہے۔

متاعا: نفع والی چیزیں جن کی تجارت کی جاتی ہے جو کچھ عرصہ تک باقی رہ سکیں۔

ظلالا: ظل کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو سایہ دار چیزیں پیدا کی ہیں مثلاً بادل' درخت' پہاڑ وغیرہ۔ آدمی سورج کی گرمی سے بچنے کے لیے ان میں پناہ حاصل کرتا ہے۔

اکنانا: کن کی جمع ہے' جس میں انسان چھپتا ہے' کسی پہاڑ میں کوئی غار ہو یا سرنگ ہو۔

سرابیل: سربال کی جمع ہے' قمیص کو کہتے ہیں خواہ سوتی ہو یا اونی اور سرابیل الحرب زرہوں کو کہتے ہیں' سربال کا لفظ ہر قسم کے لباس کو عام ہے۔

باس: اصل میں شدت کو کہتے ہیں خواہ وہ جنگ کی شدت ہو یا موسم کی شدت ہو۔

مذکورہ آیات کا خلاصہ

یہ آیتیں بھی گزشتہ آیات کا تتمہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل بیان کیے گئے تھے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ پہلی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کان' اس کی آنکھیں اور دل و دماغ بنائے جب وہ پیدا ہوا تو اس کو کسی چیز کا علم نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو علم اور معرفت سے نوازا' اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جن نعمتوں سے انسان اپنی دنیاوی زندگی میں فائدہ حاصل کرتا ہے' مثلاً وہ رہنے کے لیے اینٹوں' پتھروں' سیمنٹ' لوہے اور لکڑی سے مکان بناتا ہے اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ جنگلوں میں سفر کے لیے وہ ہلکے پھلکے خیمے لے جاتا ہے' قدیم زمانہ میں مویشیوں کی کھالوں کے خیمے بنائے جاتے تھے اب کینوس یا اور کسی مضبوط کپڑے کے خیمے بنائے جاتے ہیں یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں' اور ان مویشیوں کے بالوں' اون اور پشم سے انسان اپنے لباس بناتا ہے جن سے موسم کی شدت کو دور کرتا ہے خواہ سخت گرمی ہو یا سخت سردی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر سخت گرمی کا ذکر فرمایا کیونکہ عرب کے لوگ عموماً سخت سردی سے نا آشنا تھے' انہوں نے کبھی برف باری نہیں دیکھی تھی' ان کے لیے سخت سردی کا پڑنا بہت حیران کن ہوتا۔ تاہم ایک چیز سے اس کی ضد سمجھ میں آ جاتی ہے سو جس طرح

Marfat.com

لباس انسان کو سخت گرمی سے بچاتا ہے اسی طرح سخت سردی سے بھی بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تم پر اپنی نعمت مکمل فرماتا ہے تاکہ تم اپنی زندگی کی ضروریات میں اور اپنی مصلحتوں میں اور اپنی عبادتوں میں ان چیزوں سے مدد حاصل کر سکو تاکہ تم اس کی اطاعت کرو۔ یعنی ان نعمتوں کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اگر وہ روگردانی کریں یعنی ان نعمتوں کا بیان سننے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہ پہچانیں تو آپ کا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ آپ کا منصب کسی کو جبراً مومن بنانا نہیں ہے، آپ ان کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کریں، ان میں سے اکثر لوگ ضدی اور سرکش ہیں، وہ حق کو ماننے والے نہیں ہیں عناد اور ہٹ دھرمی سے کفر کرنے والے ہیں۔

ہڈی کے نجس ہونے کے متعلق علامہ قرطبی کے دلائل

ان آیتوں میں مویشیوں سے حاصل ہونے والے اون، پشم اور بالوں کا ذکر ہے۔ علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ جانوروں کے بالوں کے متعلق مذاہب فقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مردار کے بال اور اس کا اون پاک ہے اور ان سے ہر حال میں نفع حاصل کرنا جائز ہے البتہ استعمال سے پہلے اس کے بالوں اور اون کو دھو لیا جائے گا، اس خوف سے کہ اس کے ساتھ کوئی میل لگا ہوا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مردار کی کھال کو جب رنگ لیا جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے اون، اس کے بالوں اور اس کے سینگھوں کو استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب ان کو دھو لیا جائے۔ اس حدیث کی سند میں یوسف بن اسفر متروک الحدیث ہے اور اس کے سوا اور کسی نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(سنن دار قطنی ج ا ص ۴۶، رقم الحدیث: ۱۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ا ص ۲۴، حافظ الہیثمی نے لکھا کہ یوسف اسفر کے ضعف پر اجماع ہے، مجمع الزوائد ج ا ص ۲۱۸، امام ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ابوزرعہ اور النسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، رحیم نے کہا یہ کچھ بھی نہیں، امام ابن حبان نے کہا اس کی حدیث سے استدلال کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔ التحقیق ج ا ص ۹۱-۹۰)

علامہ قرطبی اس حدیث سے استدلال کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بالوں میں موت حلول نہیں کرتی خواہ وہ بال اس جانور کے ہوں جس کا کھانا حلال ہے یا اس جانور کے ہوں جس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ مثلاً انسان کے بال ہوں یا خنزیر کے، تمام قسم کے بال پاک ہیں۔ امام حنیفہ کا بھی یہی قول ہے لیکن انہوں نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ جانور کے سینگھ، اس کے دانت اور اس کی ہڈی بالوں کی مثل ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا ان میں سے کسی چیز میں روح نہیں ہوتی اس لیے حیوان کی موت سے یہ چیزیں نجس نہیں ہوں گی۔

امام شافعی سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں:

(۱) بال پاک ہیں اور موت سے نجس نہیں ہوتے۔ (۲) بال نجس ہیں۔

(۳) انسان اور حیوان کے بالوں میں فرق ہے۔ انسان کے بال پاک ہیں اور حیوان کے بال نجس ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقاً فرمایا ومن اصوافھا و اوبارھا واشعارھا۔ (النحل: ۸۰) اور ان (مویشیوں) کے اون اور پشم اور بالوں سے ایک معین وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے گھریلو چیزیں بناتے ہو۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کو ہم پر احسان قرار دیا ہے اور ذبح شدہ جانور اور اس کے غیر میں فرق نہیں فرمایا' لہٰذا یہ آیت مویشیوں سے فائدہ حاصل کرنے کے جواز میں عام ہے سوا اس کے کہ کسی خاص دلیل سے ممانعت ثابت ہو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مویشیوں کی موت سے پہلے تو ان کے بال اصل کے مطابق پاک تھے اور ان کے پاک ہونے پر اجماع ہے' اب جس شخص کا یہ زعم ہے کہ موت کے بعد ان میں نجاست منتقل ہو گئی اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن کریم میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔ (المائدہ: ۳) تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مردار حرام اور نجس ہے لہٰذا موت کے بعد اس کے بال بھی نجس ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے عموم سے بال خارج ہیں اور اس پر دلیل سورہ النحل کی یہ آیت ہے جس میں مویشیوں کے بال' پشم اور اون سے فائدہ حاصل کرنے کو جائز فرمایا ہے۔ اس آیت میں اون وغیرہ سے فائدہ حاصل کرنے پر نص صریح ہے جبکہ معترض کی پیش کردہ آیت میں مردار کا ذکر ہے' اس کے بالوں کا صریح ذکر نہیں ہے۔

امام ابو اسحاق شافعی نے یہ کہا ہے کہ بال پیدائشی طور پر حیوان کے ساتھ متصل اور اس کا جز ہوتے ہیں اور حیوان کے بڑھنے کے ساتھ اس کے بال بڑھتے ہیں اور اس کی موت سے جیسے اس کے باقی اجزاء نجس ہوتے ہیں' اس کے بال بھی نجس ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نشو و نما حیات کی دلیل نہیں ہے کیونکہ نباتات میں بھی نشو و نما ہے لیکن وہ زندہ نہیں ہیں اور اگر وہ بالوں کے اتصال اور ان کے بڑھنے سے بالوں کی حیات پر استدلال کر سکتے ہیں تو ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جب زندہ حیوان کے جسم سے بال کاٹے جاتے ہیں تو اس کو بالکل احساس نہیں ہوتا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ اس میں حیات نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ مردار کی ہڈی' اس کے دانت اور اس کے سینگ بھی اس کے بالوں کی مثل ہیں۔ ہمارے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ مردار کی ہڈی' اس کے دانت اور اس کا سینگ اس کے گوشت کی طرح نجس ہے' اور ابن وہب مالکی کا قول امام ابو حنیفہ کے قول کی مثل ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے: مردار کی کسی چیز سے نفع حاصل نہ کرو۔ یہ حدیث مردار کے ہر جز کو شامل ہے' سوا اس کے جس کی خصوصیت پر کوئی دلیل قائم ہو۔ (حدیث کا متن اس طرح نہیں ہے جس طرح علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے) علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ہڈیوں کے نجس ہونے پر دلیل قطعی حسب ذیل آیات ہیں:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ (یٰسین: ۷۸) اس (کافر) نے کہا جب ہڈیاں گل کر بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ (البقرہ: ۲۵۹) اور ان ہڈیوں کو دیکھو ہم کس طرح ان کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ان کو گوشت پہناتے ہیں۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔ (المومنون: ۱۴) پھر گوشت کی بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۔ (النّزعٰت: ۱۱) کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس طرح چمڑے اور گوشت میں حیات ہوتی ہے اسی طرح ہڈیوں میں حیات ہوتی ہے

Marfat.com

اور مرنے کے بعد باقی جسم کی طرح ہڈیاں بھی نجس ہو جاتی ہیں۔

اور حدیث میں ہے:

عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب آیا کہ مردار کی کھال اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۲۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۲۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۱۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱)

ہو سکتا ہے کہ اس پر اس حدیث سے معارضہ کیا جائے:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صدقہ کی ایک بکری ہم پر ہدیہ کی گئی، وہ مرگئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا تم نے اس کھال کو رنگ کر اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو مردار تھی۔ آپ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۴۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۱۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا صرف کھانا حرام ہے اور ہڈی کو کھایا نہیں جاتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہڈی حرام نہیں ہے اور وہ نجس بھی نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہڈی بھی کھائی جاتی ہے، خاص طور پر دودھ پیتے اونٹ کی ہڈی اور بکری کے بچے کی ہڈی اور پرندوں کی ہڈیاں، اور ہم اس سے پہلے یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ ہڈیوں میں حیات ہوتی ہے اور جو چیز اپنی حیات میں پاک ہو وہ ذبح کرنے سے پاک رہتی ہے اور موت سے نجس ہو جاتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

خنزیر کے بالوں کا نجس ہونا

النحل: ۸۰ کی جو علامہ قرطبی نے تفسیر کی ہے ہمیں اس میں دو چیزوں سے اختلاف ہے ایک یہ کہ انہوں نے مویشیوں کے بالوں کے عموم میں خنزیر کو بھی شامل کر لیا ہے اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ خنزیر کے بال پاک ہیں اور ہمارے نزدیک خنزیر کے بال بھی نجس ہیں، اور دوسری چیز یہ ہے کہ انہوں نے ہڈی کو نجس لکھا ہے اور ہمارے نزدیک ہڈی پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ۔ (الانعام: ۱۴۵)

آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا: وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ (خنزیر) نجس ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فانہ رجس کی ضمیر لحم کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ خنزیر کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ اگر یہ ضمیر لحم کی طرف لوٹے تو اس کا معنی ہو گا کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے کیونکہ خنزیر کا گوشت نجس ہے اور یہ بعینہ دعویٰ کو دلیل بنانا ہے اور اگر یہ ضمیر خنزیر کی طرف لوٹائی جائے تو معنی ہو گا کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے کیونکہ خنزیر نجس ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اور مجسم نجاست ہے، اس کا گوشت بھی نجس ہے، اس کی کھال بھی نجس ہے، اس کی ہڈیاں بھی نجس ہیں

Marfat.com

اور اس کے بال بھی نجس ہیں۔

اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ (النساء: ۲۲)

ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں، ماسوا اس کے جو پہلے ہو چکا ہے، کیونکہ ایسا کام بے حیائی ہے اور (اللہ کے) غضب کا موجب ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور غضب الٰہی کا موجب ہے اور برا طریقہ ہے یہ باپ دادا کی بیویوں سے نکاح کے حرام ہونے کی علت ہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ نکاح حرام ہونا ہی اس بات کی علامت تھا کہ یہ بہت برا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے حرام ہونے کی علت کو صراحتاً بیان فرمایا۔ اسی طرح خنزیر کے گوشت کو حرام کرنے سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ خنزیر نجس ہے اس لیے اس کے گوشت کو حرام فرمایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ خنزیر کے گوشت کے حرام ہونے کی علت بیان فرمائی کہ وہ نجس ہے یعنی نجس العین ہے۔ (البحر الرائق ج ا ص ۱۰۵۔ ۱۰۴، ملخصاً مطبوعہ کوئٹہ)

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ہرچند کہ خنزیر کے تمام اجزاء حرام ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ اس کے گوشت کا اسی لیے ذکر کیا ہے کہ کسی جانور سے نفع حاصل کرنے کا اہم نفع اور بڑا مقصود اس کا گوشت کھانا ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ۔ (المائدہ: ۹۵)

اے ایمان والو! حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو۔

اس آیت میں شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ حالت احرام میں شکار کو بھگانا، اس کو پریشان کرنا، اس کی طرف اشارہ کرنا سب افعال حرام ہیں لیکن اس آیت میں شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اہم مقصود شکار کو قتل کرنا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ۔ (الجمعہ: ۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

اس آیت میں اذان جمعہ کے وقت صرف خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے حالانکہ اذان جمعہ کے وقت ہر وہ کام ممنوع ہے جو جمعہ کی طرف جانے سے مانع ہو، لیکن جو چیز لوگوں کو زیادہ مشغول رکھتی ہے وہ خرید و فروخت ہے۔ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا حالانکہ اس وقت تمام ایسے کام ممنوع ہیں جو جمعہ کی طرف جانے سے مانع ہوں، اسی طرح خنزیر کے تمام اجزاء نجس اور حرام ہیں لیکن گوشت کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ لوگوں کا اہم مقصود گوشت کھانا ہوتا ہے۔

(احکام القرآن ج ا ص ۱۲۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

رہا خنزیر تو اس کے بال اور اس کی ہڈی اور اس کے تمام اجزاء نجس ہیں- البتہ ضرورت کی بناء پر اس کے بالوں سے جوتی گانٹھنے کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے قائم مقام نہیں ہے' اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے' اور فقہاء احناف کے تمام اقوال کے مطابق خنزیر کے بالوں کی بیع جائز نہیں ہے اور خنزیر کا بال کم یا ساکن پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر کپڑوں میں اس کا بال ہو تو نماز ناجائز ہو گی- امام ابو یوسف نے جو خنزیر کے بال کو ناجائز کہا ہے' یہی ظاہر الروایہ ہے' بدائع' الاختیار اور التجنیس نے اسی کو صحیح کہا ہے-

(البحر الرائق ج ا ص ۱۰۷' مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خنزیر نجس العین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رجس (نجس) فرمایا ہے- لہٰذا اس کے بالوں اور دیگر تمام اجزاء کو استعمال کرنا حرام ہے' موچیوں کی ضرورت کی وجہ سے اس کے بالوں سے جوتی گانٹھنے کی اجازت دی گئی- امام ابو یوسف نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے' صحیح یہ ہے کہ اس کے بال بھی نجس ہیں-

(بدائع الصنائع ج ا ص ۱۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

خنزیر نجس العین (مجسم نجاست) ہے- یعنی اس کی ذات تمام اجزاء کے ساتھ نجس ہے' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ جیسے دیگر حیوانات خون کی وجہ سے نجس ہوتے ہیں اس کا یہ معاملہ نہیں ہے (یعنی اس کے جن اجزاء میں خون نہ ہو جیسے بال' ہڈی وغیرہ وہ بھی نجس ہیں) (رد المحتار ج ا ص ۳۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قدیم فقہاء نے جو ضرورت کی بنا پر خنزیر کے بالوں سے جوتی گانٹھنے کی اجازت دی تھی وہ اس زمانہ کے اعتبار سے تھی کیونکہ اس وقت جوتی گانٹھنے کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی مضبوط چیز میسر نہیں تھی لیکن اب چونکہ زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے اور جوتی گانٹھنے کے لیے مختلف نوع کے مضبوط دھاگے ایجاد ہو چکے ہیں اس لیے اب خنزیر کے بالوں کا کسی حال میں استعمال جائز نہیں ہے-

ہڈی کا پاک ہونا

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی نے ہڈی کے نجس ہونے پر بہت دلائل پیش کیے ہیں- ہم پہلے ہڈی کے پاک ہونے پر دلائل پیش کریں گے اس کے بعد علامہ قرطبی مالکی کے دلائل کا جائزہ لیں گے-

متعدد احادیث' آثار صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے کہ وہ ہاتھی دانت سے بنی ہوئی کنگھی کا استعمال کرتے تھے اگر ہڈی نجس ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہڈی سے بنی ہوئی کنگھی کو استعمال نہ فرماتے-

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت سے بنی ہوئی کنگھی تھی جس سے آپ کنگھی کرتے تھے-

(الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۳۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷ ص ۳۳۶)

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ایک طویل حدیث ذکر کی ہے' اس کے آخر میں ہے:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد شدہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (آخر میں ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ثوبان! (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے سوتی پٹی کا ایک ہار خرید و اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید و۔ (ج اص ۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو بستر پر جاتے تو اپنے وضو کا پانی اور مسواک اور کنگھی رکھتے اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو رات کو اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور کنگھی کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی ایک کنگھی تھی جس سے آپ کنگھی کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ ج اص ۲۶، مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام بیہقی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے کیونکہ ہڈی نجس ہوتی ہے۔ علامہ ترکمانی نے کہا ہے کہ امام بیہقی کو اپنے مذہب کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنے کے بجائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

زہری نے کہا جب تک پانی کا ذائقہ، اس کی بو یا اس کا رنگ متغیر نہ ہو، اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زہری نے کہا مردار جانوروں مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں میں کوئی حرج نہیں ہے اور میں نے بہت زیادہ علماء متقدمین کو دیکھا وہ ہاتھی دانت کی بنی ہوئی کنگھیوں سے کنگھی کرتے تھے، اور ہاتھی دانت کے بنے ہوئے برتنوں میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الوضوء باب: ۶۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، مردار کی ہر چیز حلال ہے سوا اس چیز کے جس کو کھایا جاتا ہے، اس کی کھال، اس کا سینگ، اس کے بال، اس کے دانت اور اس کی ہڈی، یہ تمام چیزیں حلال ہیں، کیونکہ اس کو ذبح نہیں کیا گیا (اس لیے اس کا گوشت حلال نہیں ہے)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۱۱۷، ۱۱۲) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابوبکر الہذلی کی بناء پر اعتراض کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج اص ۲۳) تاہم تعدد اسانید کی وجہ سے اس کا ضعف مضر نہیں ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

ہڈی، سینگ اور بال وغیرہ مردار نہیں ہیں کیونکہ عرف شرع میں مردار ان حیوانات کو کہتے ہیں جو بغیر ذبح کے مر گئے ہوں یا جن کو کسی نے بغیر ذبح کے مار کر ان کی حیات زائل کر دی ہو اور بال اور ہڈی وغیرہ میں حیات نہیں ہوتی لہٰذا وہ مردار نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مردار کی نجاست مردار کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں جو بہنے والا خون اور نجس رطوبات ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے مردار نجس ہوتا ہے اور بال اور ہڈی میں خون اور رطوبات نہیں ہوتیں اس لیے بال اور ہڈی نجس نہیں ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے ہڈی میں حیات کے ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۝ اس (کافر) نے کہا جب ہڈیاں گل کر بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو

Marfat.com

(یٰسین: ۷۸) ان کو کون زندہ کرے گا۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ ہڈیوں میں حیات ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردوں کی ہڈیاں نجس ہوتی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حیوان کے مرنے کے بعد اس کی ہڈیاں بھی مردہ ہو جاتی ہیں اور مردہ نجس ہوتا ہے لہٰذا ہڈیاں بھی نجس ہیں، اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہڈیاں پاک ہیں، اسی طرح بال بھی پاک ہیں اور اس آیت میں ہڈیوں کو زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پہلے زندہ انسان کے جسم میں ہڈیاں صحیح و سالم تھیں، ان کو دوبارہ اصل حالت پر کون لائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے پہلی بار انسان کو پیدا کیا تھا اور اس کے جسم میں صحیح و سالم ہڈیاں بنائی تھیں وہی دوبارہ انسان کو ہڈیوں سمیت پیدا فرمائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرنے سے مراد ہے ہڈیوں والے انسان کو زندہ کرنا، اور کفار کو دراصل اسی میں شبہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہو گا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار نے کہا ان بوسیدہ ہڈیوں والوں کو کون زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہڈیوں والوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ العظام سے مراد ہے اصحاب العظام۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۹-۱۰۸، ملخصاً مطبوعہ کوئٹہ)

انسان کے بالوں کا طاہر ہونا

زیر تفسیر آیت میں بالوں کا ذکر ہے۔ امام شافعی کے نزدیک زندہ انسان کے جسم سے جو بال الگ ہو گیا وہ نجس ہے۔ امام بخاری نے اس کا رد کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال (مبارک) ہے جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملا تھا۔ تو عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال ہو تو وہ مجھے دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنا سر منڈوایا تو جس نے سب سے پہلے آپ کے بال لیے وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۰۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۹۸۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۱)

علامہ ابو الحسین علی بن خلف الشہیر بابن بطال المالکی الاندلسی المتوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مہلب لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام شافعی کے اس قول کا رد کیا جائے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہے اور اگر وہ پانی میں گر جائے تو وہ پانی بھی نجس ہو جاتا ہے اور جبکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں کو رکھنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ انسان کے بال پاک ہیں۔

علامہ مہلب نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کے جسم سے جو بال یا ناخن لیے جائیں تو وہ نجس نہیں ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال رکھا ہوا تھا۔ جنگ یمامہ میں ایک بار ان کی ٹوپی گر گئی تو وہ بہت گھبرائے اور دوران جنگ وہ ٹوپی اٹھائی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اس پر سخت اعتراض کیا انہوں نے کہا میں نے اس ٹوپی کی وجہ سے اس کو نہیں اٹھایا بلکہ اس

Marfat.com

ٹوپی کو اس لیے اٹھایا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال ہے اور میں نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھ لگ جائے جبکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بال ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۲۶۵، مکتبہ الرشد ریاض، ۱۴۲۰ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی کا قول قدیم اور قول جدید یہ ہے کہ زندہ انسان کے جسم سے الگ ہونے والے بال پاک ہیں اور عراقی فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ بال نجس ہیں' اور امام بخاری نے ان احادیث سے انسان کے بالوں کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ اس استدلال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بال مکرم ہیں' ان پر دوسروں کے بالوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ فقہاء شافعیہ نے کہا جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی خصوصیت کا قائل ہے' اس پر یہ لازم آئے گا کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیتی تھیں وہ اس حدیث سے منی کے پاک ہونے پر استدلال نہ کرے کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی منی پاک تھی۔ دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (تمام فقہاء شافعیہ کے نزدیک انسان کی منی پاک ہے کیونکہ یہ وہ تخم ہے جس سے انبیاء علیہم السلام بھی پیدا ہوتے ہیں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم وہی ہے جو تمام مکلفین کا حکم ہے۔ ماسواء اس خصوصیت کے جو کسی دلیل سے ثابت ہو اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں۔ اسی وجہ سے ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کے متعلق احادیث

حافظ ابن حجر عسقلانی سے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں' اس لیے ہم یہاں چند احادیث ذکر کر رہے ہیں۔ ان تمام احادیث کو حافظ ابن حجر نے معتبر قرار دیا ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴-۴۲)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت ابن الزبیر) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' اس وقت آپ فصد لگوا رہے تھے' جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا اے عبد اللہ! یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دینا جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا' جب میں واپس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا اے عبد اللہ! تم نے اس خون کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا جس کے متعلق میرا گمان ہے کہ وہ لوگوں سے مخفی رہے گی۔ آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تم کو خون پینے کا کس نے حکم دیا تھا؟ لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا اور تم کو لوگوں سے افسوس ہوگا۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ تم کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(المستدرک رقم الحدیث: ۶۴۰۰، طبع جدید' المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴، طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۱۶۶' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو امام بیہقی اور امام ابو یعلیٰ کے حوالوں سے روایت کیا ہے' الاصابہ

Marfat.com

ج ۴ ص ۸۱ طبع جدید، نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا خون پاک ہے، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۸۴۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۲۲۶، ۳۷۲۴۴، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام بزار کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے پاس گئے اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر کے پاس ایک طشت تھا جس میں سے وہ پی رہے تھے پھر حضرت عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے پاس گئے، آپ نے ان سے فرمایا تم فارغ ہو گئے۔ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت سلمان نے کہا یا رسول اللہ! کس کام سے؟ آپ نے فرمایا میں نے فصد لگوانے کے بعد ان کو خون پھینکنے کے لیے دیا تھا۔ سلمان نے کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس کی قسم! انہوں نے اس خون کو پی لیا آپ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر سے پوچھا تم نے وہ خون پی لیا؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں پہنچ جائے۔ پھر آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تمہیں لوگوں سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تم سے افسوس ہو گا، تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے آگ چھوئے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰، طبع قدیم، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۱۶۷، طبع جدید، تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۸۵، ج ۷ ص ۴۰۱، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۳۵۹۱۔ ۳۷۲۲۳)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو فصد لگائی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ خون لو اور اس کو دفن کر دو حیوانات، پرندوں اور لوگوں سے (محفوظ کر دو) میں نے چھپ کر وہ خون پی لیا پھر میں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ ہنس پڑے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۴۳۴، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۳۵، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی کی سند میں ثقہ راوی ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۸۴۸)

ام عبدالرحمٰن بنت ابی سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا زخم چوس لیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص اس کی طرف دیکھنا چاہتا ہو جس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۳۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، الاصابہ ج ۵ ص ۵۳۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم زخمی ہو گئے تو حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان نے آپ کا زخم چوس لیا حتیٰ کہ اس کو بالکل صاف اور سفید کر دیا۔ ان سے کہا گیا اس کو تھوک دو۔ انہوں نے کہا بخدا میں اس کو کبھی نہیں تھوکوں گا، پھر انہوں نے جا کر قتال کرنا شروع کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل جنت میں سے کسی کو دیکھنا چاہتا ہو، وہ اس کی طرف دیکھ لے۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۶۶، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے داخل ہوئے، آپ کے بعد میں داخل ہوئی تو وہاں مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی، میں

Marfat.com

نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے تو کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے، پھر اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حکیمہ بنت امیمہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا، اس کو تخت کے نیچے سے اٹھاتے تھے۔ آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر دوبارہ اس پیالے کو دیکھا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ نے برکہ سے فرمایا جو حضرت ام حبیبہ کی خادمہ تھیں اور حبشہ سے آئیں تھیں، پیالے میں جو پیشاب تھا، وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا۔ آپ نے فرمایا تم نے دوزخ کی آگ کو اپنے سے دور کر دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۹، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے راوی ثقہ اور صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱-۲۷۰ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گھر کی ایک جانب مٹی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات کو میں اٹھی، میں پیاسی تھی اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو! اور اس برتن میں جو کچھ ہے، اس کو پھینک دو۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۹۰-۸۹، حافظ الہیثمی نے کہا کہ اسکی سند میں ایک راوی ابو مالک النخعی ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، المستدرک ج ۴ ص ۶۴-۶۳، طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۶۹۹۶، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۸۴۹، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

فضلات کریمہ کی طہارت پر فنی اعتراضات کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کریمہ کی طہارت کی جو احادیث ہیں، ان پر ملا علی قاری نے کچھ عقلی اور کچھ فنی اعتراضات کیے ہیں۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۴-۳۵۳) ہم نے ان اعتراضات کے تفصیل سے جوابات شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۹-۸۳۷ میں لکھ دیئے ہیں جن احادیث کی بنیاد پر ملا علی قاری نے اعتراضات کیے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی فنی حیثیت واضح کی ہے، اس لیے ہم یہاں ان کی عبارت تفصیل سے نقل کر رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ابو طیبہ جو فصد لگانے والے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خون پی لیا اور آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ (اتحاف السنن ج ۲ ص ۳۱۷) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے پینے کے بعد فرمایا دوبارہ نہ پینا، ہر خون حرام ہے۔ (ملا علی قاری اور شیخ اشرف علی تھانوی نے بوادر نوادر میں اسی لفظ سے آپ کے خون کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اہل فہم پر مخفی نہیں کہ حرمت نجاست کو مستلزم نہیں ہوتی۔ مثلاً مال غیر کو بلا اجازت کھانا حرام ہے لیکن وہ نجس نہیں ہے۔) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں پہلی روایت میں میں نے ابو طیبہ کا ذکر نہیں دیکھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کوئی اور شخص تھا کیونکہ ابو طیبہ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ سے تھا، بلکہ میرے نزدیک وہ خون، قریش کے کسی آزاد شدہ غلام نے پیا تھا۔ اور وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (یعنی حسن یا ضعیف ہے) امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں از نافع ابی ہرمز از عطاء از ابن عباس یہ روایت ذکر کی ہے کہ قریش کے کسی غلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی، جب وہ فصد لگانے سے فارغ ہوا تو وہ اس خون کو لے کر دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا جب اسے کوئی نظر نہیں آیا تو اس نے اس خون کو

Marfat.com

پی لیا۔ جب وہ فارغ ہو کر آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تم پر افسوس ہے تم نے اس خون کے ساتھ کیا کیا۔ اس نے کہا میں نے اس خون کو دیوار کے پیچھے غائب کر دیا۔ آپ نے پوچھا تم نے کہاں غائب کیا؟ اس نے کہا میں نے آپ کے خون کو زمین پر گرانا ناپسند کیا سو وہ میرے پیٹ میں ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم نے اپنے نفس کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کر لیا۔ نافع جس نے یہ حدیث روایت کی ہے امام ابن حبان نے کہا اس نے اس حدیث کو نسخہ عطاء کے نسخہ موضوعہ سے روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا وہ کذاب ہے' اور رہی دوسری روایت تو میں نے اس میں بھی ابوطیبہ کا ذکر نہیں دیکھا۔ بلکہ وہ روایت ابو ہند کے متعلق ہے' امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے سالم ابو ہند فصد لگانے والے تھے' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے فصد لگائی جب میں فارغ ہوا تو میں نے خون کو پی لیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اس خون کو پی لیا۔ آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اے سالم! کیا تم نہیں جانتے کہ خون حرام ہے' دوبارہ نہ پینا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۹۶۱' ۳۱۷۲۸) اس حدیث کی سند میں ابوالحجاف ہے اور اس پر جرح کی گئی ہے۔

(اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث کی بنیاد پر ملا علی قاری اور شیخ تھانوی نے فضلات کریمہ کی نجاست پر استدلال کیا ہے' وہ ضعیف روایت ہے اور سند کے ضعف کے علاوہ ان کا مدعا ثابت نہیں ہے کیونکہ حرمت نجاست کو مستلزم نہیں ہوتی۔)

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴۔ ۴۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں۔ اسی وجہ سے ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے اور المطالب العالیہ میں حضرت ابن الزبیر کے خون پینے کی حدیث پر یہ عنوان قائم کیا "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی طہارت" اور تلخیص الحبیر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ کی طہارت کی احادیث کی تخریج کی اور ان احادیث کو معتبر قرار دیا اور جو احادیث بظاہر اس کے خلاف ہیں ان کے فنی اسقام بیان کیے پھر مجھے امام احمد رضا کی اس عبارت پر سخت حیرت ہوئی۔

میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری سے زیادہ تھی' فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے' امام ابن حجر نے ابحاث محد ثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت ان کے نزدیک ثابت نہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۵۷' مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

دراصل ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں محدثانہ بحث کی ہے اور ان احادیث پر اعتراضات کیے اور لکھا ہے کہ طہارت کے بجائے اس کی ضد ثابت ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم (جلد ۶) میں ان تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور ملا علی قاری نے جمع الوسائل میں اس کے برعکس لکھا ہے اور حضرت ام ایمن کے پیشاب پینے کی حدیث درج کر کے یہ لکھا ہے ائمہ متقدمین اور متاخرین نے اس حدیث سے آپ کے فضلات مبارکہ کی طہارت پر استدلال کیا ہے اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور اس پر بکثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے لکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب آپ کا شق صدر اور آپ کے باطن کو دھونا ہے۔

(جمع الوسائل ج ۲ ص ۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فضلات کریمہ کی طہارت کے متعلق دیگر علماء کی عبارات

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام طبرانی نے سند حسن یا سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بیت الخلاء میں جاتے ہیں پھر جو شخص آپ کے بعد جاتا ہے وہ ایسی کسی چیز کا کوئی نشان نہیں دیکھتا جو آپ سے خارج ہوئی ہو۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز بھی نکلے وہ اس کو نگل لے۔ امام ابن سعد نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا امام بیہقی کا ابن علوان کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنا درست نہیں ہے اور شاید کہ وہ اس حدیث کے دیگر طرق پر مطلع نہیں ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب کے متعلق متعدد روایات ہیں۔ آپ کی باندی برکہ ام ایمن اور حضرت ام حبیبہ کی خادمہ برکہ ام یوسف نے آپ کا پیشاب پیا۔ اور آپ نے ام یوسف کو صحت کی بشارت دی اور ام ایمن سے فرمایا تم کو کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہو گی۔ ان احادیث سے ہمارے ائمہ متقدمین نے اور علمائے متاخرین نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر استدلال کیا ہے اور اس پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔

(اشرف الوسائل ص ۲۹۶-۲۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب اور آپ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے تھے۔

(عمدۃ القاری جز ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ المواہب اللدنیہ میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہے اور علامہ بیری نے شرح الاشباہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علمائے دیوبند کے مشہور محدث شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے لیکن میرے پاس اس کی ائمہ سے کوئی نقل نہیں ہے۔ الا یہ کہ المواہب اللدنیہ میں عینی کے حوالے سے یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں، لیکن مجھے یہ بات عینی میں نہیں ملی۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

غالباً شیخ کشمیری کی نظر سے علامہ عینی کی مذکور الصدر عبارت نہیں گزری۔ (عمدۃ القاری جز ۳ ص ۷۹)

شرح صحیح مسلم ج ۳ اور ج ۶ میں بھی ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، وہاں بھی اس بحث کا مطالعہ مفید ہو گا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے، پھر کافروں کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا

اور نہ ان سے عتاب دور کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا ○ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ

Marfat.com

يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ إِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○ اور جب مشرکین اپنے شرکاء کو

شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا

دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شرکا جن کی ہم تیرے سوا

مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ۚ وَاَلْقَوْا

عبادت کرتے تھے تو وہ جواب میں کہیں گے کہ بے شک تم ضرور جھوٹے ہو ○ اور اس دن وہ

اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

اطاعت شعاری کرتے ہوئے اللہ کے سامنے گر جائیں گے اور جو کچھ وہ بہتان باندھتے تھے وہ ان سے جاتے رہیں گے ○

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا

جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر مزید

فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ

عذاب بڑھا دیں گے کیونکہ وہ فساد کرتے تھے ○ اور جس دن ہم ہر امت کے خلاف

اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى

ان ہی میں سے ایک گواہ پیش کریں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر پیش

هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى

کریں گے، اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور وہ مسلمانوں

وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ۧ ع ۱۲ ۶ ۱۸

کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے پھر کافروں کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے عتاب دور کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا○ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی○ (النحل: ۸۵-۸۴)

Marfat.com

آخرت میں کفار کے احوال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود ان کا کفر کیا اور یہ فرمایا کہ ان میں سے اکثر کافر ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کی وعید بیان فرمائی اور قیامت کے دن ان کا جو حال ہو گا اس کا بیان فرمایا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے، یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ گواہ ان کے خلاف ان کے کفر کی گواہی دیں گے، ان گواہوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا۔ (النساء: ۴۱)

اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور (اے رسول مکرم!) اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر پیش کریں گے۔

اس کے بعد فرمایا پھر کافروں کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس ارشاد کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) قیامت کے دن کافروں کو اپنے کفر پر عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ (المرسلات: ۳۶)

اور ان کو یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کریں۔

(۲) ان کو آخرت سے دنیا کی طرف جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور ان کو دوبارہ ایمان لانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

(۳) جس وقت گواہ ان کے خلاف گواہی دیں گے اس گواہی کے دوران ان کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۴) ان کو زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ اس دن وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا ولا ھم یستعتبون اور نہ ان سے عتاب دور کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

عتاب کا معنی

العتبۃ اسم جامد ہے اس کا معنی ہے سیڑھی کا ڈنڈا یا چوکھٹ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے کہا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اس سے کہنا غیر عتبۃ بابہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر لو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۵) اور العتب اسم مصدر ہے رنج اور غصہ کرنا، ملامت کرنا، سرزنش کرنا، اعتب کا معنی ہے ناراضگی کے سبب کو دُور کرنا، راضی کرنا، اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اور استعتب کا معنی ہے رضامندی طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے استعتبتہ فاعتبنی میں نے اس سے رضامندی طلب کی تو اس نے مجھ سے خفگی زائل کر دی اور مجھ سے راضی ہو گیا۔ العتب کا معنی شدت اور سختی بھی ہے۔

(کتاب العین ج ۲ ص ۱۱۳۰، ایران، المفردات ج ۲ ص ۴۱۷، مکہ مکرمہ، مختار الصحاح ص ۲۴۷ بیروت، المنجد ص ۴۸۵، ایران)

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

العتب کا معنی ہے رنج اور افسوس کرنا، ناراضگی کا اظہار کرنا اور العتاب کا معنی ہے کسی پر افسوس کرنا اور اس کو ملامت کرنا اور استعتب کا معنی ہے کسی کی رضا کو طلب کرنا۔ حدیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

لا يتمنى احدكم الموت اما محسنا فلعله يزداد واما مسيئا فلعله يستعتب۔

تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو ہو سکتا ہے وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ برائی سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا کو طلب کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۳۵ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۹۴۵)

کافروں کے عذاب میں تخفیف نہ کرنے کی تفسیر البقرہ: ۸۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب مشرکین اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء جن کی ہم تیرے سوا عبادت کرتے تھے تو وہ جواب میں کہیں گے کہ بے شک تم ضرور جھوٹے ہو○ اور اس دن وہ اطاعت شعاری کرتے ہوئے اللہ کے سامنے گر جائیں گے اور جو کچھ وہ بہتان باندھتے تھے وہ ان سے جاتے رہیں گے○

(النحل: ۸۷-۸۶)

قیامت کے دن بتوں اور مشرکوں کا مکالمہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان بتوں کو اٹھائے گا جن کی کفار عبادت کرتے تھے اور ان کو اٹھانے سے مقصود یہ ہے کہ مشرکین ان بتوں کا انتہائی ذلت اور حقارت میں مشاہدہ کریں نیز وہ بت مشرکین کی تکذیب کریں گے۔ اس سے ان کے دلوں میں غم اور حسرت اور زیادہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو شرکاء اس لیے فرمایا ہے کہ کفار ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے تھے۔ مشرکین جو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء جن کی ہم عبادت کرتے تھے، اس سے ان کا منشاء یہ تھا کہ وہ اپنا گناہ ان بتوں پر ڈال دیں اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس سے ان کو عذاب سے نجات مل جائے گی یا ان کے عذاب میں کمی ہو جائے گی۔ بت ان سے کہیں گے بے شک تم ضرور جھوٹے ہو۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ بت تو از قبیل جمادات ہیں وہ کیسے کلام کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں میں حیات، عقل اور نطق پیدا کر دے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل بعید نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مشرکین بتوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے، یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء جن کی ہم تیرے سوا عبادت کرتے تھے تو مشرکین کا یہ کلام سچا ہے پھر بت کیوں کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بتوں کے قول کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے اس قول میں جھوٹے ہو کہ ہم عبادت کے مستحق ہیں یا تم اس قول میں جھوٹے ہو کہ عبادت کے مستحق ہونے میں ہم اللہ کے شریک ہیں اور تمہارا ہم کو اللہ کا شریک قرار دینا یہ جھوٹ ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کی توجیہ

بتوں کو قیامت کے دن اٹھائے جانے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چودھویں شب کو چاند دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے مسلمانوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب سورج پر بادل نہ ہوں تو کیا سورج کو دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ مسلمانوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم اپنے رب کو عنقریب اسی طرح دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا جو شخص جس کی اتباع کرتا تھا وہ اس کے پیچھے چلا

Marfat.com

جائے۔ سو جو شخص سورج کی پرستش کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے چلا جائے گا اور جو شخص چاند کی پرستش کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے چلا جائے گا اور جو شخص بتوں کی پرستش کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے چلا جائے گا اور یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک ایسی صورت میں آئے گا جو اس صورت کی غیر ہوگی جس کو وہ پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ہم یہیں پر رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آجائے، پس جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس صورت میں وہ اس کو پہچانتے تھے، پس فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔ پس مسلمان کہیں گے تو ہمارا رب ہے پھر وہ اس کے پیچھے چل پڑیں گے، الحدیث۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۷۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۸)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس امت میں منافقین بھی ہوں گے۔ علماء نے کہا کہ مومنوں کے گروہ میں منافقین کو اس لیے رکھا گیا ہے کہ منافقین دنیا میں بھی مسلمانوں کے ساتھ چھپے ہوئے رہتے تھے سو ان کو آخرت میں بھی مسلمانوں کے ساتھ چھپا ہوا رکھا گیا سو وہ ان کے ساتھ رہیں گے اور ان کے ساتھ چل پڑیں گے اور ان کے نور میں چلیں گے حتیٰ کہ ان کے اور مومنوں کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی اس کے باطن میں رحمت ہے اور اس کے ظاہر میں عذاب ہے اور ان سے مومنین کا نور نکال دیا جائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک ایسی صورت میں آئے گا جو اس صورت کی غیر ہوگی جس کو وہ پہچانتے تھے۔ جن احادیث میں اللہ تعالیٰ کے آنے جانے اور اترنے چڑھنے کا ذکر ہوتا ہے ان میں اہل علم کے دو مسلک ہیں۔ متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ ان میں بحث نہیں کرنی چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان احادیث پر ایمان لائیں اور آنے جانے سے ایسے معنی کا اعتقاد رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی جلال ذات کے لائق ہے اور اس کی عظمت کے مناسب ہے اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھیں کہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہ جسم ہونے، منتقل ہونے اور کسی ایک جہت اور جگہ میں ہونے سے پاک ہے اور مخلوق کی تمام صفات سے منزہ ہے اور متکلمین کی ایک جماعت اور محققین کا یہی مذہب ہے اور اسی میں زیادہ سلامتی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرا مذہب جمہور متکلمین کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ میں موقع محل کے لحاظ سے تاویل کی جائے گی اور ان میں وہی شخص تاویل کر سکتا ہے جو عربی زبان کے مجازات اور محاورات سے واقف ہو۔ اصول اور فروع کا عالم ہو اور اس کو فنون عربیہ میں مہارت ہو۔ اس لیے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے ان کے پاس اللہ آئے گا اس کا معنی ہے وہ اللہ کو دیکھیں گے، اور اس کی دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے آئیں گے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ تاویل زیادہ مناسب ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہے کہ فرشتہ ان کے پاس اس صورت میں آیا جس کو وہ پہچانتے نہیں تھے اور اس پر حادث ہونے کی علامات ظاہر تھیں جیسی علامات مخلوق میں ہوتی ہیں، اس لیے جب وہ فرشتہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مومنین کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ہم یہیں پر رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آجائے یا پھر آپ کے ارشاد: "اللہ ان کے پاس ایسی صورت میں آئے گا" کا معنی یہ ہے اللہ ان کے پاس فرشتوں یا مخلوق کی صورتوں میں سے کسی ایسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ وہ صورت اللہ تعالیٰ کی صفات کے مشابہ نہیں ہوگی تا کہ ان کو آزمائے، اور یہ مومنین

Marfat.com

کا آخری امتحان ہوگا اور جب ان سے فرشتہ کہے گا یا اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں' اور وہ اس فرشتہ یا اس صورت میں مخلوق کی علامات دیکھیں گے تو وہ اس کا انکار کریں گے اور ان کو یقین ہو چکا ہو گا کہ وہ ان کا رب نہیں ہے اور وہ اس سے اللہ کی پناہ طلب کریں گے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے پھر اللہ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس کو وہ پہچانتے تھے۔ یہاں صورت سے مراد صفت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس صفت کے ساتھ ان پر تجلی فرمائے گا جس صفت کو وہ جانتے اور پہچانتے تھے اور مومنوں نے ہر چند کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تھا لیکن جب وہ یہ دیکھیں گے کہ یہ صورت مخلوقات کے بالکل مشابہ نہیں ہے اور ان کو یہ معلوم ہے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ ان کا رب ہے۔ لہٰذا وہ یہ کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: پھر وہ اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی طرف جانے کا حکم دے گا اور وہ اس کے حکم کے موافق چل پڑیں گے یا وہ فرشتوں کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے جو ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۱۰۰۹-۱۰۰۸، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب بڑھا دیں گے کیونکہ وہ فساد کرتے تھے ○ (النحل: ۸۸)

دوسروں کو کافر بنانے والوں کو دگنا عذاب ہونا

اس سے پہلی آیت میں ان کافروں کی وعید ذکر فرمائی تھی جنہوں نے خود کفر کیا تھا' اور اس آیت میں ان کافروں کی وعید ذکر فرمائی ہے جو خود بھی کافر تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستے سے روک کر اور ان کو گمراہ کر کے انہیں کافر بنایا۔ چونکہ ان کا کفر دگنا تھا اس لیے ان کی سزا بھی دگنی فرمائی۔ لہٰذا فرمایا ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب بڑھا دیں گے یعنی ان کو اپنے کفر کا بھی عذاب ہوگا اور اپنے ان پیروکاروں کے کفر کا بھی عذاب ہوگا جنہوں نے ان کی پیروی میں کفر کیا۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی شخص کو ظلماً قتل کیا اس کے قتل کے عذاب میں سے ایک حصہ پہلے ابن آدم کو بھی ملے گا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۸۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۴۲)

نیز اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ ایجاد کیا اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی' اور جس شخص نے اسلام میں کسی گناہ کا طریقہ ایجاد کیا اس کو اپنے گناہ کا بھی عذاب ہوگا اور بعد والوں میں سے جو اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ کا بھی عذاب ہوگا اور بعد والوں کے عذاب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

Marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیک کاموں میں ابتداء کرنے کی ترغیب دی ہے اور اچھے کاموں کی ابتداء کرنے پر ابھارا ہے اور باطل اور قبیح کاموں کے ایجاد کرنے سے ڈرایا ہے اور جو شخص نیکی کی ابتداء کرتا ہے اس کے لیے فضل عظیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳) اس باب کی حدیث ابن جریر اس حدیث کی مخصص ہے اور اس سے مراد وہ نئے کام ہیں جو باطل ہوں اور بدعات مذمومہ ہیں۔ (یعنی وہ نیا کام جو خلاف شرع ہو، کسی سنت کا مغیر ہو اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے) نماز جمعہ کے باب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں یہ ذکر کیا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۸۰۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے اور مزید یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ نیکی کی ابتداء کرنے والے کو بعد والوں کی نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کی مخصص ہے جس میں ہے ہر عمل (کے ثواب) کا مدار نیت پر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱) (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۸۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم ہر امت کے خلاف ان ہی میں سے ایک گواہ پیش کریں گے اور (اے رسول مکرم) ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر پیش کریں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے ○ (النحل: ۸۹)

زمانۂ فترت میں علماء مبلغین کا حجت ہونا

علامہ قرطبی نے لکھا ہے۔ اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاء ہیں جو اپنی امتوں کے خلاف قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کو ایمان لانے کی دعوت دی، اور ہر زمانہ میں ایک گواہ ہو گا خواہ وہ نبی نہ ہو، اور ان کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ وہ ہدایت دینے والے ائمہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے نائبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ علماء مبلغین ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شرائع کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی تبلیغ کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر فترت (انقطاع نبوت کا زمانہ) میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کو ایک مانتے ہوں گے جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل۔ جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بطور ایک امت اٹھایا جائے گا اور ورقہ بن نوفل جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس کو جنت کے دریاؤں میں غوطے لگاتے ہوئے دیکھا ہے پس یہ لوگ اور جو ان کی مثل ہیں، وہ اپنے زمانہ کے لوگوں پر حجت ہیں اور ان پر گواہی دیں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید کا ہر چیز کے لیے روشن بیان ہونا

اس کے بعد فرمایا اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

بعض علماء نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ قرآن مجید میں تمام دنیا کے علوم کا ذکر ہے بلکہ بعض علماء نے یہ کہا کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے قرآن عظیم ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں اور تمام اصول اور فروع کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ پچھلی امتوں کے جن قصص اور واقعات کا قرآن عظیم میں ذکر ہے وہ بھی ہدایت اور موعظت کے لیے

Marfat.com

ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر سنت' اجماع اور قیاس کی بھی ضرورت نہیں ہونی چاہیے - اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کا قرآن مجید میں صراحتاً ذکر نہیں ہے ان کے حل کے لیے قرآن مجید نے سنت' اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان کا حجت ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے - اس پر تفصیلی بحث ہم نے الانعام: ۳۸' تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۶۴ ـ ۴۵۸ میں کی ہے -

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ کے خطبہ کے آخر میں یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی فہم عطا فرمائے - اس کے بعد فرمایا مسلمانوں کو اپنی زندگی میں جو بھی حادثہ پیش آئے گا اس کے متعلق اللہ کی کتاب میں ہدایت موجود ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں دنیا اور آخرت سے متعلق تمام عقائد بیان فرمائے ہیں اور امر و نہی اور حلال و حرام اور حدود بیان فرمائی ہیں - بعض کا قرآن مجید میں صراحتاً ذکر ہے اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی سنت کے حوالے کردیا ہے اور بعض احکام کو اجماع کے سپرد کردیا ہے - جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:

وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ - اور جو شخص مومنین کے راستہ کے سوا کوئی راستہ ڈھونڈے - (النساء: ۱۱۵)

اس آیت میں اس شخص پر وعید ہے جو مومنین کے راستے کے سوا کوئی اور راستہ تلاش کرے - اس سے معلوم ہوا کہ جمہور مومنین کے طریقہ حجت ہے اور یہ اجماع کا ثبوت ہے' اور نبی کریم ﷺ نے خلفاء راشدین کی اقتداء کا حکم دیا ہے -

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہم کو بہت موثر اور بلیغ نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ہمارے دل خوفزدہ ہوگئے - ایک شخص نے کہا یہ تو کسی الوداع ہونے والے کی نصیحت ہے' آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں' آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں' خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہو تم اس کا حکم ماننا اور اس کی اطاعت کرنا کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بکثرت اختلاف دیکھے گا اور تم اپنے آپ کو دین میں نئی باتیں نکالنے سے بچانا کیونکہ یہ گمراہی ہے - تم میں سے جو شخص ایسی چیزوں کو دیکھے تو اس پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے اس کو ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑ لو -

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۹۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۵' المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۶۱۷' المستدرک ج ۱ ص ۹۵)

اور آپ نے تمام اصحاب کی اقتداء کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا "میرے تمام اصحاب ستاروں کی مانند ہیں' تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے' ہدایت پالو گے" - اور آپ کے اصحاب نے اجتہاد کیا اور قیاس کیا اور ان میں سے کوئی بھی کتاب و سنت سے باہر نہیں ہوا' اور یہ حدیث دلائل نبوت سے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر گواہ ہیں کیونکہ آپ نے ان کے متعلق اسی چیز کی خبر دی ہے جس کے وہ اہل تھے -

(نظم الدرر ج ۴ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بقاعی نے جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ میرے تمام اصحاب ستاروں کی مانند ہیں - الحدیث - یہ حدیث سند کے اعتبار سے بہت ضعیف ہے - اس کو القضاعی نے مسند الشہاب (رقم الحدیث: ۱۳۴۶) میں روایت کیا ہے لیکن دیگر احادیث معتبرہ سے صحابہ کا ستاروں کی مانند ہونا ثابت ہے اور چونکہ ستاروں سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اس لیے ان کی اقتداء کرنا بھی معناً

Marfat.com

ثابت ہے اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عصر صحابہ کے بعد فتنوں اور حوادث کا ظہور ہو گا اور سنتیں مٹ جائیں گی اور بدعات کا ظہور ہو گا اور روئے زمین میں فسق و فجور کی کثرت ہو گی۔ واللہ المستعان۔

(تلخیص الحبیر لابن حجر ج ۴ ص ۱۵۶۸-۱۵۶۷، ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو اور رشتہ داروں کو دو

وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا

نصیحت قبول کرو ○ اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پکا

الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ

کرنے کے بعد نہ توڑو جب کہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو،

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ

بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا

غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا

سوت مضبوطی سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس کا ذریعہ

بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ

بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ فائدہ مند رہے، اللہ اس سے محض تم کو آزمائش میں

اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ

ڈالتا ہے، اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو ان کی حقیقت قیامت کے دن تم کو ضرور بیان

تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

فرما دے گا ○ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا،

Marfat.com

وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے،

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ

اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو اس کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا ○ اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا

دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ

نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو گے

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو، کیونکہ جو اللہ کے پاس (ایفاء عہد کا صلہ) ہے وہی

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا

تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

کاموں کے اچھے اجر کی جزاء دیں گے ○ جس نے نیک کام کیے خواہ وہ

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے،

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا

اور ہم ان کو ان کے نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے ○ پس اے رسول

Marfat.com

قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ
مکرم! جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ○ بے شک
لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾
جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے ○
اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ
اس کا تسلط تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کا
١٣ ع ١١ ١٩ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع
شریک قرار دیتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو اور رشتہ داروں کو دو اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ (النحل: ٩٠)

زیر تفسیر آیت کی فضیلت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی تھی جو صراط مستقیم پر ہو اور نیکی کا حکم دیتا ہو، اور گزشتہ آیت میں قرآن عظیم کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ اس میں تمام پیش آمدہ مسائل اور احکام شرعیہ کا روشن بیان ہے اور اس میں تمام اخلاق حسنہ اور آداب فاضلہ کی ہدایت ہے۔ لہٰذا اس آیت میں عدل، احسان اور (ضرورت مند) رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرمایا اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع فرمایا۔

عامر بیان کرتے ہیں کہ شتیر بن شکل اور مسروق بن الاجدع بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا خیر اور شر کے متعلق سب سے زیادہ جامع آیت سورۃ النحل میں ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ الآیہ انہوں نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔

(حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کو سعید بن منصور نے، امام بخاری نے الادب المفرد میں، امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ الدر المنثور ج ۴ ص ۲۴۱، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۰۹، یہ اثر صحیح ہے۔)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سرکشی اور رشتہ داروں سے تعلق کے سوا اور کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جس کی اللہ تعالیٰ دنیا میں جلد سزا دے اور آخرت میں بھی اس کی سزا کا ذخیرہ کر رکھا ہو۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۰۱، رقم الحدیث: ۳۴۱۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۵)

عدل کا معنی

عدل کا معنی ہے مساوات۔ اس کی دو قسمیں ہیں، عدل عقلی اور عدل شرعی۔ عدل عقلی کی مثال یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ نیکی کی جائے جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہو اور اس شخص سے اذیت اور تکلیف دور کی جائے جس نے تم سے

Marfat.com

اذیت اور تکلیف دور کی ہو' اور عدل شرعی وہ ہے جس کا سمجھنا شریعت پر موقوف ہو جیسے قصاص اور دیت کے احکام' یا قتل خطا میں کفارہ اسی طرح مرد کی مکمل دیت (سو اونٹ) اور عورت کی نصف دیت (پچاس اونٹ ہونا) اسی طرح باقی اعضاء کی دیت کی مقداروں کا جاننا شرع پر موقوف ہے اس کو عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ عدل اور احسان میں یہ فرق ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا عدل ہے اور برائی کے بدلہ میں نیکی کرنا یہ احسان ہے' اور کسی کی نیکی کے بدلہ میں اتنی ہی نیکی کرنا عدل ہے اور اس سے زائد نیکی کرنا احسان ہے اور کسی کے شر کے مقابلہ میں اتنا ہی شر کرنا عدل ہے اور اس سے کم شر کرنا احسان ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۲۳-۴۲۲' ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حدیث میں "عدل" بمعنی فرض اور "صرف" بمعنی نفل آیا ہے:

فمن اخفر مسلما فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۷۹)

جس نے کسی مسلمان کے ساتھ عہد کر کے اس کو توڑا اس پر اللہ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ اس کے نفل کو قبول کرے گا نہ فرض کو۔

(النہایہ لابن الاثیر ج ۳ ص ۱۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عدل کی تعریف کی روشنی میں اسلام اور اہل سنت کا برحق ہونا

میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ عدل کی تعریف میں لکھتے ہیں:

افراط اور تفریط کے درمیان امر متوسط کو عدل کہتے ہیں۔ (التعریفات ص ۱۰۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عقائد اور اعمال کے لحاظ سے دین اسلام اور مذہب اہل سنت امر متوسط ہے' کیونکہ دہریے کہتے ہیں کہ اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے' یہ خود بخود وجود میں آگیا ہے یہ تفریط ہے' اور مشرکین کہتے ہیں کہ اس جہان کے متعدد پیدا کرنے والے ہیں یہ افراط ہے' اور اسلام یہ کہتا ہے کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور یہی امر متوسط ہے۔ اسی طرح یہودی کہتے ہیں کہ جس نے قتل کیا اس سے لازماً قصاص لیا جائے گا یہ تفریط ہے' اور عیسائی کہتے ہیں کہ قاتل کو معاف کرنا لازم ہے یہ افراط ہے' اور اسلام کہتا ہے کہ مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے وہ چاہیں تو قصاص لے لیں اور چاہیں تو معاف کر دیں اور یہی امر متوسط ہے۔ جبریہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے یہ تفریط ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے یہ افراط ہے' اور اہل سنت کہتے ہیں کہ انسان کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے اور یہ امر متوسط ہے۔ ناصبی اہل بیت کی توہین کرتے ہیں یہ تفریط ہے اور رافضی اہل بیت کی محبت میں صحابہ کی توہین کرتے ہیں یہ افراط ہے اور اہل سنت اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور صحابہ کی تعظیم کرتے ہیں اور یہی امر متوسط ہے۔ غیر مقلدین تقلید کا انکار کرتے ہیں اور ہر شخص کو اجتہاد کا اہل قرار دیتے ہیں یہ افراط ہے اور غالی مقلدین احادیث صحیحہ اور صریحہ دیکھنے کے باوجود اپنے امام کا قول ترک نہیں کرتے یہ تفریط ہے' اور معتدل مقلدین احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلے میں امام کے قول کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام اعظم نے عید کے متصل شوال کے چھ روزے رکھنے کو مکروہ کہا لیکن فقہاء احناف نے احادیث صحیحہ کی بناء پر شوال کے چھ روزے اتصال کے ساتھ رکھنے کو مستحب کہا۔ اسی طرح امام اعظم نے عقیقہ کو مکروہ یا مباح کہا لیکن ہمارے علماء نے اس کو مستحب قرار دیا۔ متقدمین فقہاء نے امامت' خطابت اور تعلیم قرآن کی اجرت کو حرام کہا لیکن متاخرین علماء نے احادیث صحیحہ صریحہ اور آثار قویہ کی بناء پر اس کو جائز کہا اور یہی امر متوسط ہے۔ اسی طرح بعض متشدد لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ' آپ کی شفاعت اور آپ کے توسل آپ کے علم کی وسعت اور

Marfat.com

آپ کے علوم پر علم غیب کے اطلاق کا انکار کرتے ہیں- اسی طرح آپ پر نور کے اطلاق کا انکار کرتے ہیں' یہ تفریط ہے اور بعض غالی لوگ آپ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کو خدا سے ملا دیتے ہیں اور بعض اوقات بڑھا دیتے ہیں' یہ افراط ہے اور معتدل مسلمان کہتے ہیں کہ آپ پر ایک آن کے لیے موت آئی اور اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو زندگی عطا کر دی- آپ روضہ انور میں قریب اور بعید کو دیکھتے اور سنتے ہیں لیکن ہر وقت ہر چیز کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی- آپ بشر ہیں اور نوع انسان سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت لطیف بنایا ہے اور آپ سے بعض اوقات حسی نورانیت بھی ظاہر ہوتی تھی- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ علوم غیبیہ عطا فرمائے لیکن آپ کا ایک ذرہ کا علم بھی اللہ کے علم کے مماثل نہیں ہے اور ایسا ماننا شرک ہے- آپ کا وسیلہ دعا کی قبولیت کے لیے اکسیر ہے اور دنیا اور آخرت میں آپ سے شفاعت طلب کرنا اور آپ سے مدد حاصل کرنا جائز ہے اور یہی امر متوسط ہے- اسی طرح اولیائے کرام کے بارے میں بھی متشدد کہتے ہیں کہ ان کا وسیلہ پیش کرنا یا ان سے مدد مانگنا شرک ہے اور قرآن مجید میں جو بتوں کے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں' ان کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں یہ تفریط ہے' اور بعض غالی لوگ اولیائے کرام کی نذر مانتے ہیں اور ان کے مزارات پر سجدہ کرتے ہیں' عرس کے ایام میں مزارات پر میلہ لگتا ہے' اس میں کھیل تماشے' راگ رنگ اور خرافات ہوتی ہیں یہ افراط ہے' اور معتدل مسلمان کہتے ہیں کہ اولیائے کرام کو ایصال ثواب کرنا اور مالی اور بدنی عبادات کا ہدیہ کرنا جائز ہے لیکن کسی کام کے لیے ان کی نذر ماننا حرام ہے- ان کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے' ان سے مدد طلب کرنا بھی جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے-

یہ تو عقائد میں امر متوسط کا بیان تھا اور اعمال میں امر متوسط کی تفصیل یہ ہے کہ مال کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف اور تبذیر ہے اور یہ افراط ہے اور ضرورت کے موقع پر بھی مال کو خرچ نہ کرنا بخل ہے اور یہ تفریط ہے اور ضرورت کے مطابق مال کو خرچ کرنا جود اور سخا ہے اور یہی امر متوسط ہے- شب و روز نماز اور روزے میں اور ذکر اذکار اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول رہنا اور ماں باپ اور اہل و عیال کی ضروریات اور ان کے حقوق کو فراموش کر دینا عبادت میں افراط ہے' اور کاروبار' دنیاداری' عیش و طرب اور راگ رنگ میں مستغرق اور منہمک ہونا اور اللہ کے احکام اور اس کی یاد سے غافل ہو جانا تفریط ہے' اور دین و دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنا' تمام فرائض و واجبات اور سنتوں کو اپنے اپنے وقت پر ادا کرنا اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچنا اور ماں باپ' اہل و عیال اور اقرباء کی بقدر استطاعت کفالت کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا اور تعمیر وطن اور ملک و ملت کی خدمت میں اپنا حصہ ادا کرنا یہی امر متوسط ہے- اسی طرح بیس کے مقابلے میں ایک آدمی کا نکل آنا تہور اور حماقت ہے اور یہ دلیری میں افراط ہے اور بیس آدمی کا مل کر ایک کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں' یہ بزدلی اور تفریط ہے اور اپنے سے دگنے دشمن کا مقابلہ کرنا شجاعت ہے اور یہ امر متوسط ہے- عورتوں سے بالکل تعلق نہ رکھنا اور بلا عذر برہمچاری ہو جانا تفریط ہے اور دن رات شہوت رانی کرنا اور اسیر ہوس رہنا اور اس میں جائز اور ناجائز کی تمیز نہ رکھنا' فسق و فجور اور افراط ہے اور حلال محل میں اپنی طاقت کے مطابق خواہش پوری کرنا اور حرام سے بچے رہنا عفت ہے- اسی طرح تمام اعمال میں جائز اور ناجائز اور حلال اور حرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعتدال پر قائم رہنا ہی امر متوسط اور عدل ہے- اسی طرح نظام سرمایہ داری میں افراط ہے اور سوشلزم میں تفریط ہے اور اسلام کے معاشی نظام میں عدل ہے اور یہی آئیڈیل (مثالی) نظام حیات ہے-

احسان کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ہر وہ چیز جو خوبصورت اور مرغوب ہو' اس کو حسن کہتے ہیں۔اس کی تین قسمیں ہیں:
(۱) جو عقل کے اعتبار سے مستحسن ہو جیسے علمی نکات۔
(۲) جو نفسانی خواہش کے اعتبار سے مستحسن ہو جیسے خوبصورت عورتیں۔
(۳) جو حواس کے اعتبار سے مستحسن ہو جیسے خوبصورت مناظر' خوش ذائقہ اور دل آویز خوشبوئیں۔
ہر وہ نعمت جس کا اثر انسان اپنے نفس' بدن اور احوال میں محسوس کرتا ہے' الحسنہ ہے' اور اس کی ضد السیئہ ہے۔قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ (الاعراف: ۱۳۱)

اور اگر ان کو کوئی خوشحالی (مہمات میں کامیابی، فصلوں کی زرخیزی) پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ ہماری وجہ سے ہے اور اگر ان کو کوئی بدحالی (مثلاً قحط، مہمات میں ناکامی، مصائب) پہنچے تو اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے ہیں۔

حسن کا اطلاق عام لوگوں کے نزدیک اکثر ان چیزوں پر ہوتا ہے جن کا ادراک آنکھوں سے ہوتا ہے اور قرآن مجید میں حسن کا اطلاق اکثر ان چیزوں پر ہوتا ہے جن کا ادراک بصیرت (عقل) سے ہوتا ہے۔قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ (الزمر: ۱۸)

جو لوگ غور سے اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اس پر عمدہ طریقہ سے عمل کرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔

یعنی وہ اس طریقہ سے اس حکم پر عمل کرتے ہیں کہ اس میں گناہ کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔حدیث میں ہے:
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کیا ہے؟ فرمایا جب تم اپنی نیکی سے خوش ہو اور جب تم اپنی برائی سے رنجیدہ ہو تو پھر تم مومن ہو۔اس نے پوچھا یا رسول اللہ! گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے دل میں کسی چیز سے کھٹک ہو تو وہ گناہ ہے' اس کو چھوڑ دو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۲' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۱۰۴)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو ترک کر کے اس چیز کو اختیار کرلو جس میں شک نہ ہو۔بے شک صدق میں طمانیت ہے اور کذب میں شک ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۸' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۴۹۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۵' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۳۴۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۷۶۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۴' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۰۳۲)

علامہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ احسان کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے: کسی شخص پر انعام کرنا' کہا جاتا ہے فلاں شخص پر انعام کیا یعنی کسی شخص کو کوئی نعمت دی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ (الرحمٰن: ۶۰)

نعمت دینے کا بدلہ نعمت دینے کے سوا اور کیا ہے۔

Marfat.com

اور احسان کا دوسرا معنی ہے نیک کام کرنا۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ۔ (بنی اسرائیل: ۷)	اگر تم نے کوئی نیک کام کیا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے نیک کام کیا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۵۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

عدل اور احسان میں فرق

احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے کیونکہ عدل یہ ہے کہ وہ کسی کو اتنا دے جتنا دینا اس پر واجب ہے اور اس سے اتنا لے جتنا لینے کا اس کا حق ہے اور احسان یہ ہے کہ جتنا اس پر واجب ہے اس سے زیادہ دے اور جتنا اس کا حق ہے اس سے کم لے۔ اسی طرح عدل یہ ہے کہ کسی نے اس کو جتنی ایذاء پہنچائی تھی وہ اس کو اتنی ہی ایذاء پہنچائے اور احسان یہ ہے کہ وہ اس کی زیادتی کو معاف کر دے اور اس کے ساتھ نیکی کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ (الشوریٰ: ۴۰)	برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے پھر جس نے معاف کر دیا اور نیکی کی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات ہوئی، میں نے آپ سے ہاتھ ملانے میں پہل کی پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل عمل بتایئے! آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تم سے قطع تعلق کرے، اس سے تعلق جوڑو، جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔ (ایک روایت میں ہے کہ اس کو معاف کر دو)

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸، مسند احمد رقم الحدیث ۱۷۲۹۷، مطبوعہ مصر، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۶۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو اور جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔ (ابن النجار ج ۳ ص ۶۹۲۹، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۰۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۹۲۹)

اسی طرح کسی کی نیکی کے بدلہ میں اتنی ہی نیکی کرنا عدل ہے اور اس سے زائد کرنا احسان ہے اور کسی کے شر کے بدلہ میں اتنا ہی شر کرنا عدل ہے اور اس سے کم شر کرنا احسان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔ (النحل: ۱۲۶)	اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی تکلیف دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عدل فرض ہے اور احسان نفل ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا عدل یہ ہے کہ تمہارا ظاہر اور باطن برابر ہو، اور احسان یہ ہے کہ تمہارا ظاہر باطن سے افضل ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا عدل انصاف ہے اور احسان انصاف سے زائد چیز ہے۔ ابن عطیہ نے کہا کہ عقائد، شرائع اور امانات کو ادا کرنا، ظلم کو ترک کرنا، انصاف کرنا اور حق ادا کرنا یہ تمام امور بقدر فرض ادا کرنا عدل ہے اور تمام کاموں کو درجہ استحباب اور استحسان تک پہنچانا احسان ہے۔

ابن العربی نے کہا عدل کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہے اور ایک حیثیت بندہ اور

Marfat.com

لوگوں کے درمیان ہے جو حیثیت بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دے' اور اس کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھے' اور ہر حال میں قناعت کو لازم رکھے' اور عدل کی جو حیثیت بندہ اور لوگوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے' خیانت بالکل نہ کرے اور ہر طریقہ کے ساتھ لوگوں سے انصاف کرے اور کسی شخص کے ساتھ قول اور عمل میں برائی نہ کرے' ظاہر میں نہ باطن میں' اور اس پر جو مصائب نازل ہوں ان پر صبر کرے۔ اور احسان کی بھی دو حیثیتیں ہیں اللہ کے ساتھ احسان کی حیثیت کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا محمد! مجھے بتایئے کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۷۷' ۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۱ ص ۵۰۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۵۹' یہ تمام روایات حضرت ابو ہریرہ سے ہیں۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸' سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۶۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۴' یہ تمام روایات حضرت عمر سے ہیں)

اس حدیث میں احسان سے مراد اخلاص ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اخلاص نیت کے بغیر زبان سے کلمہ پڑھا وہ مرتبہ احسان پر پہنچا اور نہ اس کا ایمان صحیح ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی تمام شرائط کے ساتھ کی جائے اور اس عبادت کے تمام فرائض' واجبات سنن اور مستحبات کی رعایت کی جائے اور عبادت شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو ذہن میں حاضر کیا جائے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس ارشاد سے آپ کی یہی مراد ہے۔ اہل دل نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذہن میں حاضر کرنے کے دو معنی ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ اس قدر غالب ہو کہ گویا کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

وجعلت قرة عيني في الصلوٰة۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنادی گئی ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۵' دار الفکر)

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ بندہ اس مرتبہ تک نہیں پہنچا لیکن اس کو یقین واثق ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ اس پر مطلع ہے اور اس کو دیکھ رہا ہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸) جب آپ قیام میں ہوتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں وہ آپ کے پلٹنے کو دیکھتا ہے۔

ہم نے ذکر کیا تھا کہ احسان کی دو حیثیتیں ہیں۔ خالق کے ساتھ احسان اور اس کا معنی ہے خالق کی تعظیم اور مخلوق کے ساتھ احسان اور اس کا معنی ہے مخلوق پر شفقت۔ اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنا (حسن سلوک کرنا' نیکی کرنا) فرض کر دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب ذبح

Marfat.com

کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور تم میں سے کسی ایک کو چاہیے کہ وہ چھری تیز کرے اور ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۵۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۰۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۹۴)

رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور رشتہ داروں کو دو، یعنی ان کی قرابت کے حقوق ادا کرنے کے لیے ان کو مال دو۔ نیز فرمایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ۔ (بنی اسرائیل: ۲۶) قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ ملاپ رکھو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۸)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۰۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۸۵۲، طبع عالم الکتب، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۳۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے اس کو چاہیے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ملاپ رکھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا حتیٰ کہ جب وہ ان کو پیدا کرنے سے فارغ ہوگیا تو صلہ (رشتہ اور قرابت) نے اس سے عرض کیا یہ اس کا مقام ہے جو رشتہ داری توڑنے سے تیری پناہ چاہے۔ فرمایا ہاں! کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھ سے تعلق جوڑے میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو تجھ سے تعلق توڑے میں اس سے تعلق توڑوں۔ عرض کیا اے میرے رب کیوں نہیں! فرمایا تجھ کو یہ مقام عطا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ (محمد: ۲۲) سو کیا تم اس کے قریب ہو کہ اگر تم حکمران ہو گئے تو زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں کو قطع کرو گے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۹۷)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک عورت مانگنے کے لیے آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہ تھا، میں نے اس کو وہ کھجور دے دی۔ اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی بیٹیوں کو دے دیئے پھر وہ جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوا اور اس نے ان کی اچھی طرح پرورش کی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۹، السنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۱۵)

الفحشاء، المنکر اور البغی سے ممانعت

اس کے بعد فرمایا اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو حکم دیا: عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینا اور تین چیزوں سے منع فرمایا: بے حیائی، برائی اور سرکشی۔

امام رازی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان میں چار قوتیں رکھی ہیں۔ قوت غضبیہ، قوت شہوانیہ، قوت عقلیہ اور قوت وہمیہ۔ قوت غضبیہ سے درندوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، قوت شہوانیہ سے بہائم اور جانوروں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور قوت وہمیہ سے شیطانی اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور قوت عقلیہ سے ملائکہ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ قوت عقلیہ کی اصلاح کی ضرورت نہ تھی اور باقی تین قوتوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ قوت شہوانیہ کی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ اگر قوت شہوانیہ کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو وہ لذات شہوانیہ کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہیں کرے گا اور شہوت برآری کے لیے ہر جگہ منہ مارتا پھرے گا۔ اس لیے فرمایا وہ الفحشاء یعنی بے حیائی کے کاموں سے منع فرماتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب (بھی) نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اس آیت میں زنا کو فاحشہ یعنی بے حیائی کا کام فرمایا ہے۔ ایک اور آیت میں قوم لوط کی اغلام بازی کو فاحشہ فرمایا ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف: ۸۰)

اور لوط (کو بھیجا اس) نے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔

ان دونوں آیتوں میں زنا اور اغلام دونوں کاموں کو بے حیائی کے کام فرمایا اور اس آیت میں بے حیائی کے کاموں سے منع فرمایا۔ گویا زنا اور اغلام دونوں کاموں سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْىَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (الاعراف: ۳۳)

آپ کہئے میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمایا ہے خواہ وہ کھلی بے حیائی ہو یا چھپی ہوئی اور گناہ کو اور ناحق سرکشی کو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسم کے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا خواہ وہ علانیہ کیے جائیں یا چھپ کر۔

اور قوت غضبیہ سے درندوں کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ انسان غضب میں آ کر کسی کو قتل کر دیتا ہے یا اس کا مال چھین لیتا ہے یا اس کو کسی اور طریقہ سے نقصان اور ضرر پہنچاتا ہے یا اس پر ظلم کرتا ہے۔

اور قوت وہمیہ شیطانیہ سے انسان ہمیشہ لوگوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اپنی سیادت اور ریاست کے حصول کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بغاوت اور سرکشی سے منع فرمایا ہے اس کا یہی محمل ہے کہ

Marfat.com

انسان اپنے لیے بڑائی حاصل کرنے کی خاطر جائز اور ناجائز طریقہ استعمال کرتا ہے اور کبھی کبھی یہ کوشش قتل اور غارت گری تک بھی پہنچادیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منکر اور بغاوت سے منع فرمایا ہے۔ ان الفاظ کا بہت وسیع مفہوم ہے اور یہ الفاظ تمام خراب اور برے کاموں کو شامل ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

اعتداء (حد سے تجاوز کرنا) بخل، بہتان، غضب، فساد کرنا، چغلی کرنا، غیبت کرنا، حسد کرنا، اسراف کرنا، ملاوٹ کرنا، ذخیرہ اندوزی کرنا، بغض رکھنا، ناحق قتل کرنا، نشہ آور اشیاء کھانا پینا، اترانا، تکبر کرنا، جوا کھیلنا، میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ دکھانا، جھوٹ بولنا، مذاق اڑانا، ریاکاری کرنا، خیانت کرنا، ناحق مقدمہ کرنا، کسی کے خلاف سازش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، کسی کا نام بگاڑنا، کسی کے متعلق بدگمانی کرنا، عہد شکنی کرنا، دھوکا دینا، انتقام لینا، خمر پینا، بغاوت کرنا، چوری کرنا، ڈاکا ڈالنا، کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا، عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا، مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا، کسی کا مال غصب کرنا اور کسی پر ظلم کرنا۔ ان میں سے ہر ہر کام پر قرآن مجید میں صریح ممانعت ہے۔ ہم نے اختصار کی وجہ سے ان آیتوں کا ذکر نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (النحل: ۹۱)

اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی اقسام

اس آیت میں اللہ کے عہد کا ذکر ہے۔ مفسرین نے اس عہد کی حسب ذیل اقسام بیان فرمائی ہیں:

(۱) اللہ کے عہد سے مراد بیعت رضوان ہے جب چودہ سو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر قصاص عثمان لینے کے لیے بیعت کی تھی۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۔ (الفتح: ۱۰)	بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، پس جس نے بیعت توڑی اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

یعنی جب تم بیعت کرنے کے بعد اللہ کی قسم کھا کر اس بیعت کو پکا کرو، یا عہد کر کے اللہ کی قسم کھا کر اس عہد کو پکا کرو تو پھر اس بیعت یا عہد کو نہ توڑو۔

(۲) اس سے مراد ہر وہ عہد ہے جو انسان اپنے اختیار سے کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وعدہ بھی عہد کی قسم سے ہے۔ میمون بن مہران نے کہا تم جس شخص سے بھی عہد کرو اس عہد کو پورا کرو خواہ مسلمان سے عہد کرو یا کافر سے کیونکہ اس عہد پر تم نے اللہ کا نام لیا ہے اور اس کو ضامن بنایا ہے۔

(۳) اس عہد سے مراد اللہ کی قسم ہے اور جب کوئی شخص کسی کام کو کرنے کے لیے اللہ کی قسم کھائے تو اس پر اس قسم کو پورا کرنا واجب ہے، سوا اس صورت کے جب اس نے گناہ کا کام کرنے کی قسم کھائی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کے خلاف کرے یعنی گناہ نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس پر قسم نہ کھائے، اور نہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر قسم کھائے اور نہ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے پر قسم کھائے، اور جس شخص نے کسی کام کرنے کی قسم کھائی پھر اس نے غور کیا کہ اس کام کے خلاف کرنا

Marfat.com

اچھا ہے تو وہ اس کام کو ترک کردے اور جو کام اچھا ہو اس کو کرے اس کام کو ترک کرنا ہی اس کا کفارہ ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو تمام احادیث مروی ہیں ان سب میں یہ ہے کہ وہ اس قسم کا کفارہ دے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ پھر تم یہ سمجھو کہ اس کام کے خلاف کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرو جو بہتر ہے اور اس قسم کا کفارہ دے دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۷۷، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۹۱)

(۴) عہد سے مراد ہر وہ کام ہے جس کے تقاضے سے اس کو پورا کرنا واجب ہو کیونکہ عقلی اور سمعی دلائل قسم کے پورا کرنے کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

ایک دوسرے سے تعاون کے معاہدہ کے متعلق متعارض احادیث

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف (ایک دوسرے سے تعاون کا معاہدہ) نہیں ہے، جس شخص نے زمانہ جاہلیت میں حلف (تعاون کا معاہدہ) کیا تھا، اسلام نے اس کو اور پختہ کردیا ہے۔ حَلَف (ح اور لام کی زبر) کا معنی ہے، قسم کھانا اور حِلْف (ح کی زیر اور لام پر جزم) کا معنی ہے ایک دوسرے سے تعاون کا معاہدہ کرنا۔ (مختار الصحاح ص ۹۹، المنجد ص ۱۴۹) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان حلف کرایا (یہ معاہدہ کرایا کہ یہ آپس میں بھائی ہیں) حضرت انس سے کہا گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اسلام میں حلف نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے گھر میں دو یا تین بار حلف برداری کرائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۶، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۹۰، طبع جدید دارالفکر)

ان احادیث میں تطبیق

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حِلف کا معنی ہے ایک دوسرے کا بازو بننا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق سے رہنے کا معاہدہ کرنا، زمانہ جاہلیت میں دو قبیلے یا دو دوست یہ معاہدہ کرتے تھے کہ وہ جنگ میں، لوٹ مار میں اور قتل اور غارت گری میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے خواہ حق ہو یا باطل، اسلام میں اس سے منع کردیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف نہیں ہے اور جن لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مل کر مظلوموں کی مدد کریں گے، رشتہ داروں سے ملاپ رکھیں گے اس کے متعلق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جو حلف بھی اٹھایا گیا (جو معاہدہ بھی کیا گیا) اسلام نے اس کو اور پختہ کردیا ہے سو جس حلف کو اسلام نے جائز قرار دیا اور باقی رکھا ہے، یہ وہ حلف ہے جس میں نیک کاموں اور حق کے راستے میں مدد کرنے پر معاہدہ ہو اور یہی وہ حلف ہے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے اور جو حلف

Marfat.com

اسلام میں ممنوع ہے' یہ وہ حلف ہے جو اسلام کے احکام کے خلاف ہو' للذا حلف کی ممانعت اور حلف کے جواز کی حدیثوں کے محمل الگ الگ ہو گئے اور ان حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور یہ حدیثیں مجتمع ہو گئیں۔

(النہایہ ج ا ص ۴۰۸-۴۰۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں جو حلف اٹھا کر معاہدہ کیا جاتا تھا اس میں یہ حلف بھی ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اس حلف کو اسلام نے منسوخ کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ (الانفال: ۷۵) اور بعض رشتہ دار دوسرے بعض رشتہ داروں سے (بہ اعتبار وراثت کے) اللہ کی کتاب میں زیادہ مستحق ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں جو معاہدہ وراثت سے متعلق ہو تو اس کی مخالفت کرنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اور رہا اسلام میں مواخاۃ (بھائی بننا) اور اللہ کی اطاعت کرنا اور دین میں ایک دوسرے کی نصرت کرنا اور نیکی کرنے' تقویٰ اور حق کو قائم کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ حلف برداری کرنا (معاہدہ کرنا) تو یہ ہنوز باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوا' اور ان احادیث کا یہی معنی ہے جن میں آپ کا ارشاد ہے: زمانہ جاہلیت میں جو بھی حلف تھا اس کو اسلام نے اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور آپ نے جو فرمایا ہے اسلام میں حلف نہیں ہے اس سے مراد ہے' ایک دوسرے کا وارث بننے اور خلاف شرع کاموں میں معاونت کرنے کا اسلام میں کوئی حلف نہیں ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۰ ص ۶۵۰۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

مواخاۃ کا معنی

علامہ نووی نے اپنی شرح میں مواخاۃ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ لفظ اخوت سے بنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے کی مدد کرنے' ایک دوسرے کی غم خواری کرنے اور ایک دوسرے کا وارث بننے کا معاہدہ کریں حتیٰ کہ وہ دونوں نسبی بھائیوں کی طرح ہو جائیں۔ اس معاہدہ کو مواخاۃ کہتے ہیں اور کبھی اس کو حلف بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں قریش کے درمیان حلف برداری کرائی۔ یہ چیز زمانہ جاہلیت میں معروف تھی اور اس پر عمل بھی کیا جاتا تھا اور وہ اس کو حلف ہی کہتے تھے' جب اسلام آیا تو پھر بھی اس پر عمل کیا گیا اور ایک دوسرے کا وارث بھی بنایا گیا' جیسا کہ کتب سیرت میں ہے کہ ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ آئے تو مسجد نبوی بنانے کے بعد آپ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا کہ وہ نیکی کے راستے میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے اور اقامت حق میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے' صحابہ اس مواخاۃ کی وجہ سے بغیر نسب اور رحم کی قرابت کے ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ (الانفال: ۷۵) اور بعض رشتہ دار دوسرے بعض رشتہ داروں سے (بہ اعتبار وراثت کے) اللہ کی کتاب میں زیادہ مستحق ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا تم میرے بھائی اور میرے صاحب ہو' اور ایک روایت میں ہے کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ اور حضرت علی کہتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور مجھ سے پہلے کسی نے یہ نہیں کہا اور جو

Marfat.com

میرے بعد کہے گا' وہ کذاب مفتری ہو گا۔ اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت خارجہ بن زید کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور حضرت عمر اور حضرت عتبان بن مالک کو اور حضرت عثمان اور حضرت اوس بن مالک کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

حلف الفضول (مظلوم کا بدلہ لینے کا باہمی معاہدہ)

ہم نے جو مواخات کا ذکر کیا ہے یہ زمانہ جاہلیت کے حلف الفضول کی مثل ہے۔ اس میں بھی نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا حلف اٹھایا گیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے قبائل عبداللہ بن جدعان کے شرف اور نسب کی فضیلت کی وجہ سے اس کے گھر جمع ہوئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ حلف اٹھا کر یہ معاہدہ کیا کہ مکہ میں ان کو جو مظلوم بھی دکھائی دے گا' خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا نہ ہو' وہ اس کی مدد کریں گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ اس کا حق اس کو نہیں دلا دیتے۔ قریش نے اس حلف کا نام حلف الفضول رکھا اس کا معنی تھا حلف الفضائل اور فضول فضل کی جمع کثرت ہے جیسے فلس کی جمع فلوس ہے۔ امام ابن اسحاق نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف ہو رہا تھا' میں بھی اس موقع پر تھا اور اگر اس تقریب میں شرکت کے بدلہ مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو مجھے پسند نہ تھا اور اگر زمانہ اسلام میں بھی مجھے اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی تو میں قبول کر لیتا۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ ولید بن عتبہ نے حضرت حسین بن علی کے خلاف اپنے مال کا مقدمہ ولید کے پاس پیش کیا' وہ اس وقت مدینہ کا گورنر تھا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اللہ کی قسم کھاؤ کہ تم میرے حق کے ساتھ انصاف کرو گے ورنہ میں اپنی تلوار پکڑ لوں گا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں لوگوں کو حلف الفضول کے لیے بلاؤں گا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے حلف الفضول کی دعوت دی تو میں اپنی تلوار اٹھا لوں گا پھر میں ان کا ساتھ دوں گا حتیٰ کہ یا تو انہیں ان کا حق مل جائے یا ہم ان کے حق کی خاطر لڑتے لڑتے مرجائیں گے۔ یہ بات حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا پھر یہ بات عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ التیمی تک پہنچی تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا اور جب یہ خبر ولید کو پہنچی جو امیر مدینہ تھا تو اس نے کہا میں انصاف کروں گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۵۴)

علماء نے کہا یہ وہ حلف (معاہدہ) ہے جو زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا اور اسلام نے اس کو اور مضبوط کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے اسلام میں حلف (تعاون کا معاہدہ) نہیں ہے آپ نے اپنے ارشاد کے عموم سے اس معاہدہ کو مستثنیٰ کر دیا جس میں جائز اور ناجائز حمایت کا عہد کیا جاتا تھا۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ شریعت کا بھی یہ حکم ہے کہ ظالم سے بدلہ لیا جائے اور اس سے مظلوم کا حق لے کر مظلوم تک پہنچایا جائے اور اس کام کو مکلفین پر بقدر استطاعت واجب کر دیا ہے اور ظالموں سے حق وصول کرنے کی ان کو اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے تو اس پر گرفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ گرفت کی گنجائش تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(الشوریٰ: ۴۲-۴۱)

اور اس کی تائید ان حدیثوں میں ہے:

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کریں گے، ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ لو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۱۱۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱۶۷)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب پر عام عذاب نازل کر دے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۷، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴، مسند احمد ج ۱ ص ۹، ۷، ۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۵، مسند البزار رقم الحدیث: ۶۶، ۶۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۰۴، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۵۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۱)

عہد شکنی کی مذمت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو۔

قسموں کو پکا کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی چیز پر یا کسی کام کے کرنے پر دو یا تین بار اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے اور اس کو مؤکد کرنے کے لیے کہے اللہ کی قسم! میں اس کے خلاف نہیں کروں گا۔ تاہم اس مؤکد قسم کے کفارہ اور غیر مؤکد قسم کے کفارہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ قسم بھی عہد ہے اور ہر قسم عہد ہوتی ہے لیکن جس عہد کے ساتھ قسم نہ کھائی جائے اس کے توڑنے پر کفارہ نہیں ہوتا لیکن عہد شکنی کی شرع میں سخت مذمت کی گئی ہے اور اس پر سخت وعید ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے نوکروں اور بال بچوں کو جمع کیا اور فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور ہم نے اس شخص سے بیعت کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی بیعت ہے اور میرے علم میں اس سے بڑی عہد شکنی نہیں ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کرے اور پھر اس سے جنگ کرنا شروع کر دے اور مجھے تم میں سے جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ اس شخص سے بیعت توڑ رہا ہے اور اس بیعت کو قائم نہیں رکھ رہا، میرے اور اس کے درمیان تعلق منقطع ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۸، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۸۷۴۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۴۵۷، عالم الکتب بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عہد شکن کے لیے جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوطی سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ فائدہ مند رہے، اللہ اس سے محض تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے، اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو ان کی حقیقت قیامت کے دن تم کو بیان فرما دے گا○ (النحل: ۹۲)

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

نکث الغزل کا معنی ہے' دھاگا توڑنا۔ اس لفظ کو عہد توڑنے کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ۔ (التوبہ: ۱۲) اور اگر یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ دیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۵۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

دخل کا لفظ فساد سے کنایہ ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ تم آپس میں فساد کرنے کے لیے قسمیں کھاتے ہو۔

(النحل: ۹۲) (المفردات ج ۱ ص ۲۲۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

سوت کات کر توڑ دینے کی مثال سے کیا مقصود ہے؟

جو شخص قسم کھا کر کوئی معاہدہ کرے اور اس کو تاکیدات سے مؤکد کرے پھر اس معاہدہ کو توڑ دے اس کو اس عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو سوت کاتنے کے بعد اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بے وقوف عورت تھی' جس کا نام ریطہ بنت عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھا۔ وہ اسی طرح کیا کرتی تھی پھر یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا جو شخص بھی کوئی کام محنت سے بنا کر اس کو بگاڑ دے اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ کسی قبیلہ کے ساتھ دوستی اور تعاون کا معاہدہ کرتا اور جب کسی دوسرے قبیلے سے اس کا تعلق ہوتا جس کو پہلے قبیلے پر عددی اور مالی برتری حاصل ہوتی تو وہ اس پہلے قبیلہ سے کیا ہوا عہد توڑ دیتا اور اس دوسرے قبیلہ سے عہد و پیمان کر لیتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کا منشاء یہ ہے کہ تم اس وجہ سے اپنے کیے ہوئے پختہ معاہدوں کو نہ توڑو کہ فلاں قبیلہ کے افراد کی تعداد زیادہ ہے یا ان کے پاس مال و دولت زیادہ ہے یا ان کے پاس مادی قوت زیادہ ہے' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ تم اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفار کی طرف اس وجہ سے نہ لوٹ جاؤ کہ ان کی تعداد زیادہ ہے یا ان کے پاس مال و دولت اور مادی طاقت زیادہ ہے۔ اللہ تم کو ان کی عددی اور مالی برتری دکھا کر آزماتا ہے کہ کون ان کی کثرت اور طاقت سے مرعوب ہوتا ہے اور کون مرعوب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو اس کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا ○ (النحل: ۹۳)

بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور پھر ان سے سوال کرنے کی توجیہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا مکلف کیا کہ وہ عہد کو پورا کریں اور ان پر عہد توڑنے کو حرام کر دیا' اس کے بعد بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان سب کو عہد پورا کرنے پر کاربند کر دے۔ اسی طرح وہ اس پر قادر ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایمان لانے پر اور تمام احکام شرعیہ کے مطابق عمل پر ان کو کاربند کر دے وہ اگر کسی کو جبراً مومن بنانا چاہے یا کسی کو جبراً کافر بنانا چاہے تو یہ اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ باقی تمام کائنات' عرش' کرسی' زمین و آسمان' فرشتے' جمادات' نباتات اور حیوانات سب اس کے احکام کے تابع ہیں اور ہر چیز جبراً اس کی اطاعت کر رہی ہے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ وہ ایک ایسی مخلوق بنائے جو اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی اطاعت کرے یا اپنے اختیار سے اس کا کفر کرے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرے۔ اول الذکر آخرت میں

Marfat.com

اس کی رضا اور اس کے ثواب کی مستحق ہو اور ثانی الذکر اس کے غضب اور اس کے عذاب کی مستحق ہو۔ پھر جس کے متعلق اس کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لائے گا اس نے اس کے لیے ایمان مقدر کر دیا اور دنیا میں اس کے لیے ہدایت پیدا کر دی اور جس کے متعلق اس کو ازل میں یہ علم تھا کہ یہ کفر کرے گا اس کے لیے اس نے کفر مقدر کر دیا اور دنیا میں اس کے لیے گمراہی پیدا کر دی' اور یہی اس کا معنی ہے وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ہماری اس تقریر سے اب یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ جب اللہ ہی گمراہ کرتا ہے تو بندہ کا کیا قصور ہے؟

اس کے بعد فرمایا تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ اس نے بندوں کو گمراہ کیوں کیا کیونکہ اس نے اسی کو گمراہ کیا جس نے اپنے اختیار سے گمراہی کو پسند کر لیا' لیکن ان بندوں سے ضرور سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے گمراہی کو کیوں اختیار کیا جبکہ ان کے لیے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے واضح کر دیئے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ ان کو ہدایت کی دعوت دی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو گے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے○ اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو کیونکہ جو اللہ کے پاس (ایفاء عہد کا صلہ) ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو○ (النحل: ۹۵-۹۴)

قسم توڑنے کی ممانعت کو دوبارہ ذکر کرنے کی توجیہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے معاہدوں اور قسموں کے توڑنے سے مطلقاً منع فرمایا تھا اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا نہ بناؤ اور اس آیت سے مطلقاً قسم توڑنے سے ممانعت مراد نہیں ہے ورنہ ان آیتوں میں ایسی تکرار لازم آئے گی جو فائدہ سے خالی ہو' بلکہ اس سے مراد قرآن مجید کے مخاطبین کو مخصوص قسموں کے توڑنے سے منع فرمانا ہے' اسی لیے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کو قسم توڑنے یعنی اس بیعت کے توڑنے سے منع فرمایا ہے' اسی لیے اس کے بعد یہ وعید ذکر فرمائی ہے کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں' یہ وعید کسی سابق عہد کے توڑنے پر نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی شریعت کو ماننے کے عہد کو توڑنے کے مناسب ہے کیونکہ جس شخص نے اسلام کا عہد توڑ دیا' وہ بلند درجات سے نیچے جا گرا اور اس طرح گمراہی میں مبتلا ہو گیا' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا اور تم عذاب کو چکھو گے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو توڑ دیا اور آپ کی شریعت کا انکار کر دیا' اس کا یہ فعل لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے مانع ہوا کیونکہ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں اگر اسلام برحق دین ہوتا تو یہ لوگ اسلام قبول کر کے اور اس پر پکی بیعت کر کے اس بیعت کو نہ توڑتے' تو یوں ان لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام اور آپ کی شریعت کو ماننے کی بیعت کر کے اور اس پر مؤکد قسمیں کھا کر توڑ دینا لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کا سبب بنا اور ان کے آخرت میں بہت بڑے عذاب کا موجب ہوا کیونکہ مطلقاً قسم توڑنا اس قدر شدید عذاب کا موجب نہیں ہے بلکہ اس کی تلافی قسم کا کفارہ ادا کر دینے سے ہو جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو یہ کہہ کر مزید مؤکد فرمایا: اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو' یعنی تم کفار سے رشوت لے کر اسلام کی بیعت کر کے اس کو توڑ دیتے ہو۔ پس تم دنیا کے قلیل مال کے عوض عہد شکنی نہ کرو اور اسلام کی

Marfat.com

بیعت کر کے اس کو نہ توڑو کیونکہ مال دنیا خواہ کتنا زیادہ ہو وہ آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلہ میں تھوڑا ہے کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے اور اخروی اجر و ثواب باقی ہے اور باقی رہنے والی چیز فانی سے بہر حال افضل ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے کاموں کے اچھے اجر کی جزا دیں گے O (النحل: ۹۶)

اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا

آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے دو وجوہات کی بناء پر افضل ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اعلیٰ درجہ کی دنیا کی نعمتیں ہوں تو جس وقت وہ نعمتیں اس کے پاس ہوں گی اس وقت بھی وہ بہت فکر اور پریشانی میں ہوگا کہ کہیں وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن نہ جائیں، چوری نہ ہو جائیں، گم نہ ہو جائیں یا ضائع نہ ہو جائیں، اور جب وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن جائیں گی تو اس کا دن رات غم و غصہ حسرت اور افسوس میں گزرے گا، کاش وہ ان کی حفاظت کرتا، کاش وہ اس کے پاس سے نہ جاتیں۔ پس واضح ہو گیا کہ آخرت کی نعمتیں ہی بہتر ہیں جن کو فنا نہیں ہے جو دائمی اور غیر منقطع ہیں، اور اگر دنیا کی وہ نعمتیں اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں، بہت معمولی قسم کی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ جنت کی نعمتیں ان سے بہت اعلیٰ اور بہت افضل ہیں۔

مومن کے ہر عمل کا باعث اجر و ثواب ہونا

مومن جب اللہ پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اسلام کے تمام احکام شرعیہ کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا التزام کر لیتا ہے، اس وقت اس پر دو امر لازم ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے جن احکام شرعیہ کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے اس التزام پر ثابت قدم رہے، کسی حال میں اس سے نہ پھرے اور جو وہ عہد کر چکا ہے اس کو کبھی نہ توڑے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس نے جن چیزوں کا التزام کیا ہے ان پر عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مومن کو اس کی ترغیب دی کہ وہ جو التزام کر چکا ہے، اس پر صبر کرے۔ اس لیے فرمایا اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے اچھے کاموں کی جزا دیں گے۔ یعنی انہوں نے جن احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے جب وہ ان پر اچھی طرح عمل کریں گے تو ہم ان کے نیک اعمال کی اچھی جزا دیں گے، کیونکہ مومن مباح، مستحب، واجب اور فرض عمل کرتا ہے اور مکروہ اور حرام سے بچتا ہے اور حسن نیت سے مباح بھی مستحب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کھانا پینا اور سونا مباح ہے لیکن وہ اس لیے کھائے پیئے کہ اس سے عبادت پر تقویت حاصل ہو تو کھانا پینا بھی مستحب ہے اور اس طرح کھائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے اور ان چیزوں کو کھائے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے تو اس کا کھانا پینا سنت ہے اور اس کے عبادت ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، باتیں کرنا، چلنا، پھرنا، دوستوں سے ملاقات کرنا، مہمان نوازی کرنا، ان سب کاموں کو سنت کے مطابق کیا جائے تو ان کے عبادت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے ان تمام کاموں پر اللہ تعالیٰ اچھے اجر کی جزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے اور ہم ان کو ان کے نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے O (النحل: ۹۷)

اعمال کا ایمان سے خارج ہونا

ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور محققین متکلمین اور فقہاء احناف کا مذہب یہ

Marfat.com

ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں اور یہ آیت فقہاء احناف کے مذہب پر قوی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نیک اعمال کے لیے ایمان کو شرط قرار دیا ہے۔ لہٰذا اعمال مشروط اور ایمان شرط ہے اور مشروط، شرط سے خارج ہوتا ہے۔ مثلاً نماز مشروط ہے اور وضو شرط ہے تو نماز وضو سے خارج ہے۔ اسی طرح ایمان اعمال سے خارج ہے۔

مومن کی پاکیزہ زندگی کے متعلق متعدد اقوال اور اس کے ضمن میں قناعت اور رزق حلال کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ رکھیں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ پاکیزہ زندگی کہاں میسر ہوگی؟ مفسرین کے اس میں تین قول ہیں:

(۱) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ پاکیزہ زندگی دنیا میں میسر ہوگی۔ پھر دنیا میں اس پاکیزہ زندگی کے مصداق کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(الف) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک روایت کے مطابق حسن بصری اور وہب بن منبہ نے کہا اس کا مصداق قناعت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قناعت ایک ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا اور ایک ایسا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔ محمد بن درویش البیرونی المتوفی ۱۲۷۶ھ نے لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(اسنی المطالب رقم الحدیث: ۱۰۲۱)

اور العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی اور العسکری نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور امام القضاعی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ ذہبی نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور قناعت کے متعلق بہت احادیث ہیں۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۰۳۔ ۱۰۲، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اور اس کو بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا تھا اس میں اس کو قناعت کرنے والا بنا دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۹۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۰۴۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! **آل محمد کا رزق بقدر کفایت کر دے۔**

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۰۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۴۴، سنن کبری للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۰، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۸۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۰۴۲)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ کی تفسیر میں فرمایا اس سے مراد قناعت ہے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا میں فرماتے تھے اے اللہ! تو نے مجھے جو رزق دیا ہے، اس میں مجھے قناعت کرنے والا بنا دے اور اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور میرے لیے ہر غائب چیز میں خیر رکھ دے۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

دنیا میں اطمینان کے ساتھ وہی شخص زندگی گزارتا ہے جو قناعت کرتا ہو کیونکہ حریص شخص تو ہر وقت زیادہ سے زیادہ مال کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے اور اپنے جسم اور ذہن کو زیادہ سے زیادہ مال کی طلب میں تھکا تا رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا اور مٹی کے سوا ابن آدم کا کوئی چیز پیٹ نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں، مال کی حرص اور عمر کی حرص۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۷)

(ب) ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دنیا کی پاکیزہ زندگی سے مراد حلال ہے۔ ضحاک نے کہا وہ حلال کھاتا ہو اور حلال پہنتا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ صرف طیب چیز کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا۔ اس نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ (المومنون: ۵۱) اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اور مسلمانوں کو حکم دیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ (البقرہ: ۱۷۲) اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہوتے ہیں پھر وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اس کو حرام غذا دی گئی تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۹)

(ج) حضرت علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دنیا کی پاکیزہ زندگی سے مراد سعادت ہے۔

(د) عکرمہ نے کہا دنیا کی پاکیزہ زندگی سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے۔

(ہ) قتادہ نے کہا اس سے مراد ہر روز رزق کا ملنا ہے۔

(و) اسماعیل بن ابی خالد نے کہا اس سے مراد رزق طیب اور عمل صالح ہے۔

(ز) ابو بکر وراق نے کہا اس سے مراد اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مٹھاس کا ذائقہ محسوس کرنا ہے۔

(ح) الماوردی نے کہا اس سے مراد اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا ہے اور بلاؤں اور مصیبتوں میں کسی قسم کی شکایت نہ کرنا ہے۔

Marfat.com

(۲) حسن، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن زید وغیرہم یہ کہتے ہیں کہ مومنین کو یہ حیات طیبہ جنت میں حاصل ہوگی۔
(۳) ابو غسان نے شریک سے روایت کیا ہے کہ ایمان والوں کو یہ حیاتِ طیبہ قبر میں حاصل ہوگی۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۸۹-۴۸۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

مومن کی دنیا کی زندگی اور کافر کی دنیا کی زندگی کا فرق

مومن کی زندگی کئی وجوہ سے کافر کی زندگی سے پاکیزہ اور بہتر ہے۔

(۱) مومن کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کی قدرت اور اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ جواد اور کریم ہے اور وہ اپنے بندوں کے حق میں جو کچھ بھی کرتا ہے، وہ ان کے لیے صحیح اور بہتر ہوتا ہے۔ اس لیے مومن اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر پر راضی اور مطمئن ہوتا ہے اور رزق میں کم ملے یا زیادہ، وہ حرف شکایت زبان پر نہیں لاتا نہ اس کے دل میں کوئی تنگی پیدا ہوتی ہے، اس کا ایمان ہوتا ہے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے اور اسی میں مصلحت ہے اور کافر کا چونکہ تقدیر پر ایمان نہیں ہوتا اور نہ وہ یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل صحیح اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے، اس لیے وہ ہر وقت شاکی غیر مطمئن اور رنج اور غم میں مبتلا ہوتا ہے۔

(۲) مومن کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ اس کو جو خوشی اور راحت اور کامیابی نصیب ہوتی ہے جو فراخی، وسعت اور کشادگی حاصل ہوتی ہے وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں اس کی کسی کوشش اور کاوش کا دخل نہیں ہوتا وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا انعام ہوتا ہے، اور اس پر جو مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے، وہ اس کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا وہ ان مصائب پر کڑھتا نہیں ہے، نہ گلہ شکوہ کرتا ہے بلکہ اپنے گناہوں پر توبہ کرتا ہے اور ان مصائب، آفات اور بیماریوں پر خوش ہوتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ امید رکھتا ہے کہ یہ تکلیفیں اور بلائیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گی اور ان دنیاوی مصائب کی وجہ سے وہ اخروی عذاب سے بچ جائے گا۔ اس کے برخلاف چونکہ کافر کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا اس لیے وہ ان مصائب اور آفات اور بیماریوں پر سوا افسوس کرنے اور کڑھنے کے اور کچھ نہیں کرتا۔

(۳) مومن کا دل چونکہ معرفت الٰہی سے روشن ہوتا ہے، اس لیے اس پر جو مصائب بھی نازل ہوتے ہیں اس کو یقین ہوتا ہے کہ اس پر جو حال بھی وارد ہوا ہے وہ اس کے محبوب کی طرف سے نازل ہوا ہے، اور جب انسان کی نظر اپنے محبوب پر ہو تو محبوب کی طرف سے آنے والے مصائب بھی نعمت معلوم ہوتے ہیں، جیسے مصر کی عورتوں کی نظر جب حسن یوسف پر تھی تو انہیں ہاتھوں کی انگلیاں کٹنے کا کوئی درد نہیں ہوا، اور کافر کا دل چونکہ ان پاکیزہ واردات سے خالی ہوتا ہے بلکہ اس کے دل میں کفر کا اندھیرا ہوتا ہے، اس لیے اس کو صرف درد اور اذیت کا ادراک ہوتا ہے اور اس کے سامنے کوئی ایسا پاکیزہ ہدف نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کی مشکلات اس پر آسان ہو جائیں۔

(۴) مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی کامیابیاں اور راحتیں عارضی اور فانی ہیں اس لیے وہ دنیا کی کامیابیوں کے ملنے کی وجہ سے زیادہ خوش نہیں ہوتا اور نہ ان کامیابیوں کے نہ ملنے یا چھن جانے کی وجہ سے زیادہ ملول اور غمگین ہوتا ہے، وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر صبر کر لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے اور کسی نعمت کے چلے جانے سے آہ و بکا، نالہ شیون اور واویلا نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف چونکہ کافر کو آخرت پر یقین نہیں ہوتا، اس کو کوئی نعمت مل جائے تو خوشی سے اتراتا پھرتا ہے اور اس سے کوئی نعمت زائل ہو جائے تو اس کی دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔

(۵) مومن کو یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا ناپائیدار ہے اور دنیا کی ہر چیز تغیر پذیر ہے، اس لیے جب اس کو کوئی خیر یا نعمت ملتی

Marfat.com

ہے تو وہ ذہنی طور پر اس نعمت کے زوال کے لیے تیار رہتا ہے' وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب خود اس کی ذات کو ثبات اور قرار نہیں ہے وہ خود بھی ایک دن اس دنیا سے جانے والا ہے تو اس کے پاس جو نعمتیں ہیں' ان کو کب ثبات اور قرار ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر اس کے ہاتھ سے کوئی نعمت جاتی رہے تو یہ اس کے لیے کوئی تعجب اور اچنبھے کی بات نہیں ہوتی' اور کافر چونکہ ان دقیق حقائق پر گہری نظر نہیں رکھتا' اس لیے اس کے پاس سے کسی نعمت کا زائل ہو جانا اس کے لیے قیامت کے صدمہ سے کم نہیں ہوتا۔

(۶) کافر پوری زندگی نجس اور ناپاک رہتا ہے' وہ ختنہ کرتا ہے نہ غیر ضروری بال صاف کرتا ہے' نہ غسل جنابت کرتا ہے' نہ قضائے حاجت کے بعد اپنے اعضاء کو دھو کر پاک اور صاف کرتا ہے' اس کی پوری زندگی نجاست اور ناپاکی میں گزرتی ہے۔ اس کے برخلاف مومن ختنہ کرتا ہے' غیر ضروری بال صاف کرتا ہے' بڑھے ہوئے ناخن تراشتا ہے' غسل جنابت کرتا ہے' قضائے حاجت کے بعد اپنے اعضاء کو دھو کر پاک کرتا ہے' دن میں پانچ مرتبہ وضو کرتا ہے اور اس کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ طہارت نصف ایمان ہے لہٰذا مومن دنیا میں جو زندگی گزارتا ہے وہ پاکیزہ زندگی ہوتی ہے اور کافر دنیا میں جو زندگی گزارتا ہے وہ نجس اور ناپاک زندگی ہوتی ہے۔

(۷) کافر کی غذا نجس ہوتی ہے وہ بغیر ذبح کے مردار کھاتا ہے' اور نجس اور ناپاک غذا سے جو جسم بنتا ہے وہ بھی نجس اور ناپاک ہوتا ہے اس کے برخلاف مومن حلال ذبیحہ کھاتا ہے جو طیب اور پاک ہوتا ہے اور اس سے اس کا جو جسم بنتا ہے وہ بھی طیب اور پاک ہوتا ہے اس لیے کافر جو زندگی گزارتا ہے وہ نجس اور ناپاک ہوتی ہے اور مومن کی زندگی طیب اور پاکیزہ ہوتی ہے۔

(۸) کافر خنزیر کھاتا ہے' خنزیر بے غیرت جانور ہے' اس کے اثر سے کافر بھی بے غیرت اور بے حیا ہوتے ہیں' وہ بکثرت حرام کاری کرتے ہیں اور وہ کھلے عام بے حیائی کے کام کرتے ہیں' سڑکوں پر' پارکوں اور ساحل سمندر پر' مرد' مردوں کے ساتھ جنسی آسودگی حاصل کرتے ہیں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ۔ اس جنسی آوارگی کی وجہ سے ان کا ذہنی سکون غارت ہو چکا ہے پھر سکون کے حصول کے لیے ان میں سے بعض نے خود کو شراب کے نشے میں ڈبو دیا بعض نے ہیروئن' چرس اور دیگر نشہ آور چیزوں میں پناہ حاصل کی' اور مومن اول تو اس قسم کے غیر اخلاقی کاموں میں ملوث نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کا ذہنی سکون جاتا رہے اور اگر کسی ناگہانی افتاد یا کسی اچانک صدمہ کی وجہ سے اس کا سکون جاتا رہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد میں سکون ملتا ہے' اس لیے کافر کی بے چینی اور بے سکونی بھی نجس ہے اور اس کے سکون کے ذرائع بھی نجس ہیں۔ اس کے برخلاف مومن کی بے سکونی بھی غیر اختیاری اور پاک ہے اور اس کے سکون کے ذرائع بھی طیب اور پاکیزہ ہیں۔ اس لیے کافر دنیا میں جو زندگی گزارتا ہے وہ نجس اور ناپاک ہے اور مومن جو زندگی دنیا میں گزارتا ہے وہ طیب اور پاکیزہ ہے۔

(۹) بعض کافر انسانوں کو خدا مانتے ہیں جیسے یہودی اور عیسائی۔ بعض حیوانوں کو خدا مانتے ہیں جیسے ہندو۔ بعض آگ اور سورج کو خدا مانتے ہیں جیسے پارسی اور مجوسی۔ اور بعض پتھروں اور درختوں کو خدا مانتے ہیں جیسے مشرکین اور بت پرست۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں عناصر کائنات ہیں' خالق کائنات نہیں ہیں۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ عناصر کائنات کی پرستش نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے عناصر کائنات کو اپنا تابع بنا لیتا ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے دریائے نیل جاری ہو گیا۔

Marfat.com

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

کافر عناصر کائنات کا پرستار اور پجاری ہے اور مومن عناصر کائنات پر حاکم اور حاوی ہے۔

(۱۰) دنیا میں کافر کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے کوئی صحیح اور مستند وسیلہ نہیں ہے اور مومن کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء اور صالحین کا صحیح اور مستند وسیلہ ہے۔

ہم نے جو مومن اور کافر کی دنیا کی زندگی کا تقابل کیا ہے' وہ ان کی مثالی اور آئیڈیل زندگی ہے۔ اگر کوئی مومن' مومن ہونے کے باوجود کافرانہ طرز حیات کو اختیار کرے اور اس کی زندگی میں نجاست اور ناپاکی در آئے تو یہ ناپاکی اس کے ایمان کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ کافروں کی سی زندگی کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی کو پاکیزہ بنائے اور ہماری کوتاہیوں اور غلط کاریوں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس (اے رسول مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں○ (النحل: ۹۸)

قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی شیطان کو قدرت دی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى○ (طٰہٰ: ۱۲۰)

پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ ڈالا' کہا اے آدم! کیا میں تم کو دوام کے درخت کا پتا بتاؤں اور ایسی بادشاہت کا جو کبھی کمزور نہ ہو۔

اور جب شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے تو پھر انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ فوراً (اللہ کو) یاد کرتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبیوں کی طرف بھی شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور اللہ کو یاد کرنے کے سبب سے وہ وسوسہ زائل ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (النحل: ۸۹) اور اس سے متصل پہلی آیت میں فرمایا تھا اور ہم ان کے کاموں کی اچھی جزا دیں گے۔ (النحل: ۹۷) اور یہ دونوں آیتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں کہ قرآن مجید کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں' تاکہ آپ کا قرآن پڑھنا شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ اور مامون ہو۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں تو تمام مسلمان اس حکم کے تحت داخل ہیں۔

اس آیت کا بظاہر معنی ہے قرآن مجید پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے' اس کا جواب

اس آیت کا بظاہر معنی یہ ہے کہ جب آپ قرآن مجید پڑھ چکیں تو پھر اعوذ باللہ پڑھیں حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ قرآن

Marfat.com

مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عربی اسلوب کے مطابق اذا اردت ان تقرا القرآن محذوف ہے یعنی جب تم قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ پڑھو۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم (المائدہ: ٦) اس کا بظاہر معنی یہ ہے جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو پھر وضو کرو۔ حالانکہ نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے اس کا بھی یہی جواب ہے کہ یہاں عربی اسلوب کے مطابق اذا اردتم القیام الی الصلوٰۃ محذوف ہے یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے O (النحل: ٩٩)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کی فضیلت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید شیطان کو انسانوں کے بدنوں اور جسموں پر تصرف کرنے کی قدرت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم کا ازالہ فرمایا کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے، اور یہ جاننا چاہیے کہ اللہ کی عصمت اور اس کے بچانے کے بغیر شیطان کے وسوسوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے محققین نے کہا ہے کہ اللہ کے بچانے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچنا ممکن نہیں ہے اللہ کی توفیق کے بغیر اس کی عبادت پر قوت ممکن نہیں ہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا یہی معنی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لاحول ولاقوۃ شیطان کو کہا جاتا ہے، اس لیے اگر کسی کے سامنے لاحول ولاقوۃ پڑھو تو وہ کہتے ہیں آپ نے مجھے شیطان کہہ دیا۔ حالانکہ اس کلمہ کا شیطان سے کوئی تعلق نہیں اور اس کلمہ کی احادیث میں بہت فضیلت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ رہے تھے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا ہے اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوا یہ پڑھ رہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس کیا میں جنت کے خزانوں میں سے کسی خزانہ پر تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٤٠٩، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٥٢٦، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٤٦١، مسند احمد رقم الحدیث: ١٠٧٤٧، عالم الکتب بیروت)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ لاحول پڑھنے کا اتنا عظیم ثواب اس لیے ہے کہ اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ بندہ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بالکل سپرد کر دیا اور اس کی بارگاہ میں سر اطاعت خم کر دیا۔ اور یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے اور اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، اور بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے، اور جنت کے خزانے کا معنی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کا ثواب جنت میں ذخیرہ کیا ہوا ہے اور اس کا ثواب بہت نفیس اور بہت عمدہ ہے کیونکہ تم خزانہ میں وہی چیز رکھتے ہو جو بہت نفیس اور بہت قیمتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کا تسلط تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کا شریک قرار

Marfat.com

دیتے ہیں○(النحل : ۱۰۰)
اس آیت کا معنی یہ ہے جو لوگ شیطان کے وسوسوں کو قبول کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں، یعنی ان کے دل میں جب کسی برے کام کرنے کا یا گناہ کا خیال آتا ہے تو وہ فوراً اس کے درپے ہو جاتے ہیں حالانکہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے، اس کو نہیں کرنا چاہیے لیکن وہ برائی اور گناہ کی تحریک کو ترجیح دیتے ہیں اور گناہ سے منع کرنے کی آواز کو دبا دیتے ہیں، اور یہ جو فرمایا ہے وہ اس کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شیطان کے گمراہ کرنے کے سبب سے مختلف چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتے ہیں۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کر دیتے ہیں، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو وہ نازل فرماتا ہے (کافر)

إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ

کہتے ہیں کہ آپ تو صرف اپنے دل سے گھڑتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ○ آپ کہیے اس کو

الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهُدًى

روح القدس نے آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور یہ مسلمانوں

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ○ اور ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس

إِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ

(رسول) کو ایک آدمی سکھا کر جاتا ہے، وہ جس کی طرف سکھانے کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے

وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور یہ قرآن تو بہت واضح عربی زبان ہے ○ بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر

بِآيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو ہدایت نہیں فرماتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ ۚ

جھوٹا بہتان تو وہی لوگ لگاتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

Marfat.com

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ○ جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد

اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ

وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر

عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجیح دی اور بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَ

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر

اَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى

لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں ○ بے شک صرف یہی لوگ آخرت میں نقصان

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا

اٹھانے والے ہیں ○ پھر بے شک آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آزمائشوں

مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ

میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

ضرور بہت بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کر دیتے ہیں اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو وہ نازل فرماتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ آپ تو صرف اپنے دل سے گھڑتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ○ (النحل: ۱۰۱)

نسخ کی وجہ سے کفار کے اعتراض کا جواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیت نازل ہوتی جس میں بہت سختی اور شدت ہوتی اور ایک ایسی آیت نازل ہوتی جس میں بہت نرمی ہوتی تو کفار قریش کہتے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تو اپنے اصحاب کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ آج ایک چیز کا حکم دیں گے تو کل اس چیز سے منع کر دیں گے اور یہ تمام باتیں اپنے دل سے گھڑتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تبدیل کا معنی ہے: ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز کو اس کی جگہ رکھ دینا اور آیت کو تبدیل کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک آیت کو اٹھا کر دوسری آیت کو اس کی جگہ رکھ دینا اور اسی کو نسخ کہتے ہیں۔ یعنی ایک آیت کا حکم منسوخ کر کے دوسرا حکم نازل کر دینا اور جو آیت ناسخ ہوتی ہے وہ دراصل یہ بیان کرتی ہے کہ حکم سابق کی مدت ختم ہو گئی اور اب دوسرا حکم واجب العمل ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ہی خوب جانتا ہے جو وہ نازل فرماتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ جو سخت اور نرم احکام نازل فرماتا ہے اس کی حکمت اللہ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو جانتا ہے۔ اس قول میں کفار کی اس بات کا رد ہے جو انہوں نے کہا تھا آپ اپنے دل سے گھڑتے ہیں۔ یعنی اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کے موافق کس وقت کیا حکم نازل فرمائے اور دوسرے وقت میں کیا حکم نازل فرمائے گا، تو وہ احکام کو تبدیل کرنے کی وجہ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف افتراء کی نسبت کیوں کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔ یعنی وہ حقیقت قرآن کو نہیں جانتے اور نہ ان کو نسخ اور تبدیل احکام کے فوائد کی خبر ہے، کیونکہ جس طرح مریض کے مرض کی کیفیت بدلنے کی وجہ سے حکیم اس کی دوائیں بدلتا رہتا ہے، کبھی ایک چیز کے کھانے کا حکم دیتا ہے اور کبھی اس چیز کے کھانے سے منع کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مختلف حالات کے تحت مختلف احکام نازل فرماتا ہے۔

نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی، نسخ میں مذاہب، قرآن مجید میں کتنی آیتیں منسوخ ہیں اور اس میں ہمارا مختار کیا ہے، اس سب کو ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں اور البقرہ: ۱۰۶ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ○ (النحل: ۱۰۲)

سنت سے قرآن مجید کے منسوخ نہ ہونے کے استدلال کا جواب

روح القدس کا معنی ہے الروح المقدس۔ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے قرآن لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ مومنین کی آزمائش کی جائے حتیٰ کہ وہ یہ کہیں کہ ان مختلف احکام کا نازل ہونا برحق ہے اور وہ دین میں ثابت قدم رہیں اور ان کا یہ یقین رہے کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے اور حکیم ہے وہ جو حکم بھی نازل فرماتا ہے وہی اس حال کے مناسب ہوتا ہے، اور یہ قرآن ہدایت ہے اور اس ہدایت کو قبول کرنے

Marfat.com

والوں کے لیے بشارت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا قرآن عظیم سنت سے منسوخ نہیں ہوتا۔ اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کردیں یعنی قرآن مجید کی آیت قرآن مجید ہی کی دوسری آیت سے منسوخ ہوتی ہے، سنت سے منسوخ نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حصر کا کوئی کلمہ نہیں ہے کہ آیت' آیت سے ہی منسوخ ہوتی ہے تاکہ اس کا یہ مطلب ہو کہ آیت سنت سے منسوخ نہیں ہوتی اور حضرت جبریل جس طرح آیت کو لے کر نازل ہوتے تھے' وہ سنت کو بھی لے کر نازل ہوتے تھے اور جب سنت سے آیت ثابت ہو سکتی ہے تو تبدیل بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) کو ایک آدمی سکھا کر جاتا ہے' وہ جس کی طرف سکھانے کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن تو بہت واضح عربی زبان ہے ○ (النحل: ۱۰۳)

"الحاد" اور "عجم" کا معنی

اس آیت میں دو لفظ ہیں' جن کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک یلحدون ہے' اس کا مادہ لحد ہے اور دوسرا اعجمی ہے' اس کا مادہ عجم ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

لحد اس گڑھے کو کہتے ہیں جو درمیان سے ایک جانب کی طرف جھکا ہوا ہو' گڑھا کھود کر اس کی ایک جانب میں ایک اور گڑھا کھود لیا جائے اس کو بھی لحد اور بغلی قبر کہتے ہیں۔ الحاد کہتے ہیں حق اور صداقت سے نکل کر دوسری جانب میلان کرنا۔ الحاد کی دو قسمیں ہیں اللہ کے شریک کی طرف میلان کرنا' اللہ کو چھوڑ کر مادی اسباب کی طرف میلان کرنا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (الحج: ۲۵)

اور جو اس (حرم) میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے' ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اگر کوئی شخص جائز سمجھ کر حرم شریف میں کسی پر ظلم کرے' خواہ کسی کو گالی دے یا مارے تو یہ کفر ہے اور اگر وہ اس کو جائز نہیں سمجھتا اور یونہی غضب میں اگر کسی کو گالی دی یا اس کو مارا تو یہ کفر نہیں ہے گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ۔ (الاعراف: ۱۸۰)

جو اس کے اسماء میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ذکر کی جائے جو صحیح اور جائز نہیں مثلاً کہا جائے اللہ کا بیٹا ہے یا اس کی بیٹی ہے یہ کفر اور شرک ہے' یا اس کی ایسی صفت ذکر کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں اللہ میاں! (المفردات ج ۲ ص ۵۷۷' موضحاً مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لغت میں الحاد کا معنی ہے' میانہ روی سے دوسری جانب میلان کرنا' اسی وجہ سے جو شخص حد سے تجاوز کرے اس کو ملحد کہتے ہیں اور اس آیت میں یلحدون کا معنی یہ ہے جس زبان کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں وہ عجمی ہے۔

نیز علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عجمہ اظہار کی ضد ہے اور اعجام ابہام کو کہتے ہیں۔ حیوانات کو عجماء کہتے ہیں کیونکہ وہ زبان سے اظہار نہیں کر سکتے' دن

Marfat.com

کی نمازوں کو بھی عجماء کہتے ہیں کیونکہ ان کی بلند آواز سے تلاوت نہیں کی جاتی۔
(المفردات ج ۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
عجم کا معنی کلام عرب میں ابہام اور اخفاء ہے اور یہ بیان اور وضاحت کی ضد ہے جو شخص اپنے مافی الضمیر کو واضح نہ کر سکے، اس کو عرب رجل اعجم کہتے ہیں پھر عرب ہر اس شخص کو اعجم اور اعجمی کہتے ہیں جو عربی لغت کو نہ جانتا ہو اور ان کی زبان میں بات نہ کر سکتا ہو۔
مشرکین نے جس عجمی شخص کی طرف یہ منسوب کیا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے تعلیم حاصل کر کے قرآن مجید پڑھتے ہیں، اس کے متعلق امام ابن جوزی نے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

مشرکین نے جس شخص کے متعلق تعلیم دینے کا افتراء کیا تھا، اس کے بارہ میں متعدد اقوال

(۱) عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ شخص بنی مغیرہ کا غلام تھا، یہ تورات پڑھتا تھا، مشرکین کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس سے سیکھتے تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ شخص بنی عامر بن لوئی کا غلام تھا اور یہ رومی تھا۔

(۲) یہ مکہ میں رہنے والا ایک نوجوان تھا۔ یہ نصرانی اور عجمی تھا اور اس کا نام بلعام تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کو تعلیم دیتے تھے اس وجہ سے یہ آپ کے پاس آتا رہتا تھا، مشرکین نے جب اس کو آپ کے پاس آتے جاتے دیکھا تو یہ افتراء کر دیا۔ یہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

(۳) سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کاتب تھا جو آپ کے لکھوانے کے برعکس لکھ دیتا تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔

(۴) قریش کی ایک عورت کا ایک عجمی غلام تھا، جس کا نام جابر تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر پڑھتا تھا، مشرکین نے اس کے متعلق افتراء کیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس سے پڑھتے ہیں۔ یہ سعید بن جبیر کی روایت ہے۔

(۵) ابن زید نے کہا کہ یحنس نام کا ایک نصرانی تھا، انہوں نے اس کے متعلق یہ افتراء کیا تھا۔

(۶) فراء اور زجاج نے کہا یہ شخص حویطب کا ایک عجمی غلام تھا، جس کے متعلق مشرکین نے یہ افتراء کیا تھا۔
(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۹۳-۴۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

مشرکین کے افتراء کے متعدد جوابات

امام فخر الدین رازی نے مشرکین کے اس افتراء کے باطل ہونے کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاند اور مخالف تھے اور انہوں نے جو یہ افتراء کیا تھا، یہ بلا دلیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس افتراء کا یہ رد فرمایا ہے کہ جس شخص کی طرف مشرکین آپ کو تعلیم دینے کی نسبت کرتے ہیں، وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن انتہائی فصیح اور بلیغ عربی زبان میں ہے جس کی فصاحت اور بلاغت کی نظیر لانے سے تمام جن اور انس عاجز ہیں تو ایک عجمی شخص اس کی نظیر کیسے لا سکتا ہے۔

Marfat.com

(۲) تعلیم کا عمل ایک نشست میں تو مکمل نہیں ہو سکتا اس کے لیے تو بار بار آنے جانے اور نشست و برخواست کی ضرورت ہے یا تو آپ اس شخص کے گھر بار بار آتے جاتے یا وہ شخص بار بار آپ کے گھر آتا جاتا اور اگر ایسا ہوتا تو یہ معاملہ لوگوں کے درمیان بہت مشہور ہو جاتا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) فلاں شخص سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جب یہ معاملہ مشہور نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ افتراء باطل ہے۔

(۳) قرآن مجید میں غیب کی خبریں ہیں' گزشتہ اقوام اور انبیاء سابقین کے واقعات ہیں اور انسان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے انتہائی جامع اور کامل اصول بیان کیے ہیں۔ عبرت انگیز اور سبق آموز مثالیں بیان فرمائی ہیں اگر کوئی شخص ان تمام علوم کو جاننے والا ہوتا تو اس کی تمام دنیا میں شہرت ہو جاتی اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ افتراء باطل ہے۔

(۴) جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ چیلنج فرما رہے تھے کہ اس کلام کی نظیر کوئی نہیں لا سکتا اور یہ اللہ کا کلام ہے تو وہ شخص سامنے کیوں نہیں آیا' وہ سامنے آ کر کہتا کہ یہ تو میرا کلام ہے اور میرا اعزاز ہے اور تمام عرب اس کو سروں پر اٹھا لیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں طعن کرنے کے لیے مشرکین نے جو یہ افتراء کیا اس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بالکل عیاں اور ظاہر تھی اور آپ کے مخالفین سوائے جھوٹ اور بہتان طرازی کے آپ نبوت میں اور کوئی گنجائش نہیں پاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے' اللہ ان کو ہدایت نہیں فرماتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O (النحل: ۱۰۴)

مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ

یعنی یہ مشرکین جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے' ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ مشرکین کبھی قرآن مجید کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اگلوں پچھلوں کے قصے کہانیاں ہیں' کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر کا قول ہے یعنی خیالی اور افسانوی باتیں ہیں' کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بشر نے یہ کلام سکھا دیا تھا' یہ لوگ قرآن عظیم کے کلام اللہ ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں' اور ان کے اعتراضات مکڑی کے جالے سے بھی کمزور اور باطل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی آیتوں سے مراد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں اور قرآن مجید کی آیات بھی آپ کے معجزات میں داخل ہیں بلکہ وہ سب سے بڑا معجزہ ہیں۔

اللہ ان کو ہدایت نہیں فرماتا اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کو ہدایت نہیں دیتا' اور اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں جنت کی طرف ہدایت نہیں دے گا' یعنی جنت کا راستہ نہیں دکھائے گا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اللہ ان کو ہدایت نہیں دیتا تو پھر ان کے ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) چونکہ انہوں نے ایمان لانے کا ارادہ نہیں کیا اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان کو پیدا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان میں اسی چیز کو پیدا فرماتا ہے جس کا انسان ارادہ کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر پر اصرار' عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دے گا۔

(۳) چونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو اللہ کا کلام نہیں مانا بلکہ اس کو کسی عجمی بشر کا کلام کہا اس کی سزا کے طور پر اللہ

Marfat.com

ان کو ہدایت نہیں دے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ان کو بار بار ہدایت دی اور قرآن مجید کے ذریعہ ہدایت دی نیز آپ کو جو معجزات عطا فرمائے' ان کے واسطہ سے ہدایت دی لیکن انہوں نے ان تمام اقسام کی ہدایتوں کے باوجود آپ کی ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ۔ (حم السجدہ: ۱۷)

اور رہے ثمود کے لوگ تو ہم نے ان کو ہدایت فرمائی' سو انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی۔

(۵) اس آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (الصف: ۵)

پھر جب انہوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور نافرمانی کرنے والے لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔

(۶) جو لوگ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی پر اصرار کرتے ہیں اور تمام شبہات کو زائل کر دینے کے باوجود اپنی ضد اور عناد سے باز نہیں آتے اور قرآن مجید کی آیتوں کے کلام اللہ ہونے سے انکار کرتے اور اس کو کسی بشر کی تعلیم کا نتیجہ کہتے ہیں' اس آیت میں ان کو تہدید کی گئی ہے اور ان کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جھوٹا بہتان تو وہی لوگ لگاتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں O (النحل: ۱۰۵)

جو کام دائماً ہو اس کو اسم سے اور جو کام عارضی ہو اس کو فعل کے ساتھ تعبیر کرنا

اس آیت میں مشرکین کے متعلق فرمایا ہے اولئک هم الکاذبون ہے اور یہ جملہ اسمیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق جب کسی کام کو جملہ اسمیہ کے ساتھ تعبیر کیا جائے تو وہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں' اور جب کسی کام کو جملہ فعلیہ کے ساتھ تعبیر کیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس میں دوام و استمرار کا قصد نہیں کیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۔ (یوسف: ۳۵)

پھر یوسف کی پاکیزگی دیکھنے کے بعد انہوں نے یہی مناسب جانا کہ کچھ عرصہ کے لیے ان کو قید کر دیں۔

چونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہمیشہ قید میں نہیں رکھنا چاہتے تھے' اس لیے انہوں نے لیسجننه کہا اور قید کرنے کو جملہ فعلیہ کے ساتھ تعبیر کیا' اور فرعون کا ارادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ قید میں رکھنا تھا' اس لیے انہیں قید میں رکھنے کو اس نے اسم کے ساتھ تعبیر کیا اور من المسجونین کہا۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۔ (الشعراء: ۲۹)

فرعون نے کہا (اے موسیٰ!) اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق الکاذبون فرمایا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ کذب ان کی صفت ثابتہ راسخہ

Marfat.com

دائمہ ہے۔ یعنی جھوٹ بولنا ان کی دائمی عادت ہے، اسی لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ باندھنے کی جرأت کی۔

اس آیت میں مشرکین کا رد ہے، وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف افتراء کی نسبت کرتے تھے کہ ایک عجمی شخص سے کلام سیکھ کر العیاذ باللہ یہ افتراء کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، حالانکہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو الصادق الامین کہتے تھے، پھر بھی ان ظالموں نے یہ کہا کہ آپ معاذ اللہ، اللہ پر افتراء کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا افتراء تو وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کاذب اور مفتری وہی ہے جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتا، کیونکہ سب سے بڑا کذب اور افتراء اللہ کا شریک قرار دینا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا، سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، بلکہ وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے○ (النحل: ۱۰۶)

جان کے خوف سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت اور جان دینے کی عزیمت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر پر وعید بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں ان کا ذکر تھا جو مطلقاً ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں ان کا حکم بیان فرمایا ہے جو فقط زبان سے کسی مجبوری کی وجہ سے کفر کرتے ہیں دل سے کفر نہیں کرتے اور ان کا حکم بیان فرمایا ہے جو زبان اور دل دونوں سے کفر کرتے ہیں۔

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ مشرکین نے حضرت عمار کو، ان کے والد یاسر کو اور ان کی ماں سمیہ کو اور حضرت صہیب کو حضرت بلال کو، حضرت خباب کو اور حضرت سالم کو پکڑ لیا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ حضرت سمیہ کو انہوں نے دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا اور نیزہ ان کی اندام نہانی کے آر پار کر دیا اور ان سے کہا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اسلام لائی ہو سو ان کو قتل کر دیا اور ان کے خاوند یاسر کو بھی قتل کر دیا، یہ دونوں وہ تھے جن کو اسلام کی خاطر سب سے پہلے شہید کیا گیا اور رہے عمار تو ان سے انہوں نے جبریہ کفر کا کلمہ کہلوایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عمار نے کلمہ کفر کہا ہے تو آپ نے فرمایا بے شک عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے معمور ہے، اس کے گوشت اور خون میں ایمان رچ چکا ہے۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے اگر وہ دوبارہ تم سے جبراً کلمہ کفر کہلوائیں تو تم دوبارہ کہہ دینا۔

(اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۵۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، المستدرک ج ۲ ص ۳۵۷، تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۱۹۳۶)

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا اور ان کے معبودوں کو اچھا کہا، تب ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت عمار نے کہا بہت برا ہوا، یا رسول اللہ! انہوں نے مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ میں آپ کو برا کہوں اور ان کے بتوں کو اچھا کہوں۔ آپ نے پوچھا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا اگر وہ تمہیں دوبارہ مجبور کریں تو دوبارہ کہہ دینا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲، طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۳۳۱۳، طبع جدید، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا وہ سات افراد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت عمار، حضرت سمیہ (حضرت عمار کی والدہ) اور حضرت صہیب۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع آپ کے چچا نے کیا۔ حضرت ابوبکر کا دفاع ان کی قوم نے کیا، باقی پانچوں کو مشرکین نے پکڑ لیا اور ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں تپانا شروع کر دیا، حتیٰ کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش سے ان کو عذاب پہنچایا پھر حضرت بلال کے سوا سب نے جان بچانے کے لیے ان کی موافقت کر لی پھر ان میں سے ہر ایک کے پاس ان کی قوم آئی اور ان کو ایک چمڑے پر ڈال کر لے گئی پھر شام کو ابوجہل آیا اور حضرت سمیہ کو گالیاں دینے لگا پھر اس نے ان کی اندام نہانی میں نیزہ مارا جو ان کے منہ کے پار ہو گیا۔ وہ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی سب سے پہلی خاتون تھیں۔ حضرت بلال نے کفار کی موافقت کرنے کے مقابلہ میں اللہ کی راہ میں جان دینے کو آسان سمجھا، کفار نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر بچوں کو تھما دی وہ ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد، احد (اللہ ایک ہے) پکارتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۸-۴۷، ج ۱۴ ص ۳۱۳، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۴، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۸۳۲، طبع جدید، عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۲-۲۸۱، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا میرے پاس سے منتشر ہو جاؤ، پس جس شخص کے پاس طاقت ہے وہ آخر رات تک ٹھہر جائے اور جس کے پاس طاقت نہیں ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں چلا جائے اور جب تم یہ سن لو کہ میں اس جگہ ٹھہر گیا ہوں تو مجھ سے آکر مل جانا۔ جب صبح ہوئی حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت عمار اور قریش کی ایک کنیز جو اسلام لا چکی تھی، ان سب کو ابوجہل اور دوسرے مشرکین نے پکڑ لیا۔ انہوں نے حضرت بلال سے کہا تم کفر کرو۔ انہوں نے انکار کیا تو انہوں نے ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں دھوپ میں تپایا، وہ ان کو گھسیٹ رہے تھے اور وہ احد، احد کہہ رہے تھے۔ حضرت خباب کو وہ کانٹوں میں گھسیٹ رہے تھے اور رہے حضرت عمار تو انہوں نے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہہ لیا اور قریش کی اس کنیز کے جسم میں ابوجہل نے چار کیلیں ٹھونکیں پھر اس کو گھسیٹا پھر ان کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا پھر حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے حضرت عمار سے پوچھا جب تم نے کلمہ کفر کہا تھا تو تمہارے دل کی کیفیت کیا تھی؟ کیا تم نے کھلے دل سے کلمہ کفر کہا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں! حضرت ابن عباس نے فرمایا پھر یہ آیت نازل ہوئی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۶۶۶، الدر المنثور ج ۵ ص ۱۷۱-۱۷۰)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر سے ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ سے شکایت کی اور ہم نے آپ سے کہا کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے، کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں

Marfat.com

گڑھا کھودا جاتا اس کو اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی سے اس کے جسم کو چھیل دیا جاتا اور وہ کنگھی اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کو کاٹتی ہوئی گزر جاتی، اور ایسی سخت آزمائشیں بھی اس کو اس کے دین سے منحرف نہیں کرتی تھیں۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو تکمیل تک پہنچائے گا حتیٰ کہ ایک سوار، صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا اور بھیڑیا بکریوں کا نگہبان ہو گا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۴۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۳،۱۷ طبع جدید عالم الکتب بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے میری امت سے خطا، نسیان اور اس کام کے حکم کو اٹھا لیا ہے جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۵۷-۳۵۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۱۹، سنن الدار قطنی ج ۴ ص ۱۷۱-۱۷۰، المستدرک ج ۴ ص ۱۹۸، اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ عطا کا ابن عباس سے سماع نہیں ہے لیکن عبید بن عمیر از ابن عباس یہ روایت صحیح ہے)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کے جاسوس دو مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے، اس نے ان میں سے ایک سے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا میں بہرہ ہوں۔ اس نے کہا کیا وجہ ہے، جب میں تم سے کہتا ہوں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو تم کہتے ہو کہ میں بہرہ ہوں پھر اس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے دوسرے مسلمان سے کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے اس کو چھوڑ دیا پھر وہ مسلمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے اپنا اور اپنے مسلمان ساتھی کا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۳۰۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

اکراہ (دھمکی دینے) کی تعریف اور اس کے مسائل

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

الاکراہ (جبراً کوئی کام کرانا) کا حکم اس وقت ثابت ہو گا جب دھمکی دینے والا شخص اپنی دھمکی کو پورا کرنے پر قادر ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے کہا کہ اکراہ یا بادشاہ کا معتبر ہو گا یا چور کا، کیونکہ بادشاہ کے پاس بھی اقتدار ہوتا ہے اور چور بھی مسلح ہوتا ہے، لیکن اب زمانہ متغیر ہو گیا ہے لہٰذا جس شخص کے پاس بھی ہتھیار ہوں، جن سے وہ اپنی دھمکی پوری کرنے پر قادر ہو اور جس شخص کو دھمکی دی جائے وہ خوفزدہ ہو کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ اپنی دھمکی پوری کر گزرے گا تو یہ اکراہ ہے۔

اور جب کسی شخص پر جبر کیا جائے کہ وہ اپنا مال بیچے یا کوئی سودا خریدے یا ہزار روپے ادا کرنے کا اقرار کرے ورنہ وہ اس کو قتل کر دے گا یا بہت شدید مار پیٹ کرے گا، یا قید کر لے گا تو بعد میں اس کو اختیار ہے چاہے تو بیع نافذ کر دے اور چاہے تو

Marfat.com

بیع فسخ کر دے۔
اور اگر کسی شخص پر جبر کیا گیا کہ وہ مردار کھائے یا شراب پیئے ورنہ اس کو قید کر لیا جائے گا یا اس کو مارا پیٹا جائے گا تو اس کے لیے مردار کھانا یا شراب پینا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو یہ خوف ہو کہ اگر اس کی بات نہ مانی تو وہ اس کو قتل کر دے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کام کرلے جس کی اس کو دھمکی دی ہے' اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ شراب نہ پیئے اور ان کو اسے قتل کرنے کا موقع دے یا عضو کاٹنے کا موقع دے۔ حتیٰ کہ اگر اس نے ان کا کہنا نہ مانا اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گنہگار ہو گا کیونکہ اس حالت میں اس کے لیے مردار کھانا یا شراب پینا مباح تھا اور وہ اپنے ہلاک کیے جانے میں ان کا معاون ہوا۔
اور اگر کسی شخص پر جبر کیا گیا کہ وہ کفریہ کلمہ کہے، معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کا کفر کرے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے ورنہ اس کو قید کر دیا جائے گا یا ضرب شدید لگائی جائے گی تو یہ اکراہ نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کو قتل کرنے کی دھمکی دی جائے یا اس کے کسی عضو کو کاٹنے کی دھمکی دی جائے' اور جب اس کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیے ان کا کہنا مان لینا جائز ہے مگر کفر میں توریہ کرے اگر اس نے کلمہ کفریہ کہا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور قرآن مجید میں ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اس نے کلمہ کفریہ نہیں کہا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کو اجر ملے گا۔ اس لیے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے صبر کیا اور ان کو سولی دے دی گئی۔ (یہ مثال درست نہیں ہے۔ حضرت خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر ایک کافر کو قتل کر دیا تھا' کافروں نے حضرت خبیب کو اس کے انتقام میں سولی دی تھی۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۴۵' علامہ مرغینانی کو حضرت سمیہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہما کی مثال دینی چاہیے تھی جو اپنی جان پر کھیل گئے اور کلمہ کفر نہیں کہا یا اس مسلمان کی جس نے کلمہ کفر نہیں کہا اور مسیلمہ کذاب نے اس کو قتل کر دیا' ان کے حوالے گزر چکے ہیں' سعیدی غفرلہ)
اگر اس پر جبر کیا گیا کہ وہ کسی مسلمان کا مال تلف کر دے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا' یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا تو اس کے لیے اس مال کو تلف کرنا جائز ہے اور جس کا مال ہے یہ اس کے لیے ضامن ہو گا۔
اور اگر اس پر جبر کیا گیا کہ وہ فلاں شخص کو قتل کر دے تو اس کے لیے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گنہگار ہو گا اور اگر یہ قتل عمد ہو تو جبر کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔
اور اگر کسی شخص پر جبر کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس نے طلاق دے دی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ (زبانی طلاق ہو جائے گی اور اگر اس سے جبراً طلاق لکھوائی تو واقع نہیں ہو گی' ردالمحتار ج ۴ ص ۲۲۴' طبع جدید' ۱۴۱۹ھ)
اگر اس کو زنا کرنے پر جبر کیا گیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد ہو گی اور اگر سلطان نے اس پر جبر کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہو گی اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔
اور اگر اس کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا اور اس نے زبان سے کلمہ کفر کہا اور اس کا دل اسلام پر مطمئن تھا تو اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج نہیں ہو گی۔ (ہدایہ اخیرین ص ۳۵۱-۳۴۶' ملخصاً' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں○ بے شک صرف یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں○ (النحل: ۱۰۹-۱۰۷)

Marfat.com

مرتدین کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانے کی توجیہ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا بلکہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے۔

اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کیا اور مرتد ہو گئے تو ان کا یہ ارتداد اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تھی اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کریں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت پیدا نہیں کی اور ان کے ارتداد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے، یعنی اب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان لانے اور ہدایت کے قابل نہیں رہے۔ اب اگر وہ بالفرض ایمان لانا بھی چاہیں تو ان کو ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے بلکہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں میں شمار کیا جائے۔

اس جگہ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جب اللہ نے ان کو ہدایت نہیں دی اور ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی تو پھر ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو ہدایت دی تھی، ان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول کو بھیجا، ان کو انواع و اقسام کے معجزات عطا کیے، قرآن مجید کو نازل کیا لیکن انہوں نے اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی اور جب انہوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی یہ سزا دی کہ دنیا میں ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی اور آخرت میں ان کے لیے سخت عذاب رکھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر بے شک آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا رب (ان آزمائشوں کے بعد) ضرور بہت بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے ○ (النحل: ۱۱۰)

جان کے خوف سے صرف زبان سے کلمہ کفر کہنے والوں کی معافی کا حکم

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال اور ان کا حکم بیان فرمایا تھا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد شرح صدر سے کفر کیا اور جن لوگوں نے جان بچانے کے لیے زبانی طور سے کفر کیا تھا لیکن ان کا دل اسلام پر مطمئن تھا، ان کا حکم اب بیان فرما رہا ہے کہ جو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے پھر انہوں نے ہجرت کی اور صبر کیا تو ان سے زبانی طور پر جو کفر سرزد ہوا تھا اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کی راہ میں مشکلات اٹھائیں اور کفار کے مظالم برداشت کیے اور ہجرت کی اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مرتد ہو گئے تھے، فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، انہوں نے حضرت عثمان کے پاس پناہ لی۔ حضرت عثمان ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور ان کی معافی چاہی۔ آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ یہ دوبارہ اسلام لائے اور انہوں نے اسلام میں نیک عمل کیے۔ اس کی تفصیل سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۸ اور سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۸ میں ہے لیکن یہ تیسری تفسیر مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ مکی سورہ ہے اور یہ ہجرت کے کافی بعد کا واقعہ ہے۔

Marfat.com

يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

جس دن ہر متنفس اپنی جان کی طرف سے جھگڑتا ہوا آئے گا، اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ

ہے جو بے خوف تھی، ہر طرف سے مطمئن تھی، اس کے پاس ہر جگہ سے وسعت کے ساتھ

كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ

رزق پہنچتا تھا، پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب

الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

ان کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا ○ اور ان کے پاس ان ہی میں سے

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ

ایک رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی سو ان کو عذاب نے آپکڑا درآں حالیکہ وہ

ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ

ظلم کرنے والے تھے ○ سو اللہ کے دئیے ہوئے حلال طیب رزق میں سے کھاؤ، اور

اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا

اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو ○ تم پر صرف (یہ) چیزیں

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

حرام کی ہیں، مردار اور (بہتا ہوا) خون، اور خنزیر کا گوشت، اور جس (جانور) پر ذبح

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا، پس جو شخص مجبور ہو جائے وہ سرکشی کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو بے شک اللہ

Marfat.com

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ
بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو
هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ
کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بے شک جو
الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ
لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے ○ یہ تھوڑا
قَلِیْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور صرف یہودیوں پر ہم نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے
مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا
جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں، اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود
اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ
اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر آپ کا رب، جن لوگوں نے ناواقفیت سے کوئی
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ
گناہ کیا، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور نیک کام کیے (سو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع
ضرور بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

۱۵ ع ۲۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ہر شخص اپنی جان کی طرف سے جھگڑتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○ (النحل: ۱۱۱)

روح اور بدن میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہے

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کیا ان پر اللہ کا غضب ہو گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور جن مسلمانوں نے جان کے خوف سے صرف زبان سے کلمۂ کفر کہا اور ان کے دل ایمان پر مطمئن تھے، اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مرتدین پر غضب اور

Marfat.com

مومنین پر رحم کس دن ہو گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے اس دن ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر انسان کا ایک نفس ہوتا ہے' دو نفس نہیں ہوتے پھر یہ معنی کس طرح درست ہو گا ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نفس سے مراد انسان کا بدن ہے اور دوسرے نفس سے خود وہ انسان مراد ہے یا انسان کی روح ہے۔ یعنی انسان کی روح اور اس کے بدن میں بحث اور تکرار ہو گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ روح کہے گی اے میرے رب! تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے' کسی چیز کو پکڑنے کے لیے میرے ہاتھ تھے اور نہ کہیں جانے کے لیے میرے پیر تھے' کسی چیز کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں تھیں اور نہ کسی چیز کو سننے کے لیے میرے کان تھے اور نہ سوچنے کے لیے عقل تھی' حتیٰ کہ تو نے مجھے اس جسم میں داخل کر دیا سو تو ہر قسم کا عذاب اس جسم پر نازل فرما اور مجھے نجات دے دے۔ اور جسم کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے پیدا کیا تو میں تو لکڑی کے ایک تختے کی طرح تھا' میں اپنے ہاتھوں سے نہ پکڑ سکتا تھا اور نہ قدموں سے چل سکتا تھا اور نہ آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا اور نہ کانوں سے سن سکتا تھا پھر یہ روح نور کی شعاع کی طرح مجھ میں داخل ہوئی' اسی سے میری زبان بولنے لگی اور اسی سے میری آنکھیں دیکھنے لگیں اور اسی سے میرے پیر چلنے لگے اور میرے کان سننے لگے سو ہر قسم کا عذاب تو اس روح پر نازل کر اور مجھے نجات دے دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اندھے اور رلنجے کی مثال بیان فرمائی جو ایک باغ میں گئے' اندھا پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور رلنجا پھلوں کو توڑ نہیں سکتا پھر لنجے نے اندھے سے کہا تو مجھے اپنے اوپر سوار کر لے میں خود بھی پھل توڑ کر کھاؤں گا اور تجھے بھی کھلاؤں گا پھر دونوں نے باغ سے پھل توڑ کر کھائے۔ اب کس پر عذاب ہو گا؟ فرمایا دونوں پر عذاب ہو گا۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث کو ثعلبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۷۵)

قیامت کے دن ہر شخص کا نفسی نفسی کہنا

قیامت کے دن نفسی نفسی ہو گی۔ ہر نفس اپنے نفس سے بحث و تکرار کر رہا ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ۔ اس دن ہر شخص کو اپنی پریشانی دوسروں سے بے پرواہ کر دے گی۔ (عبس: ۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا' آپ نے اس میں سے ایک دستی اٹھائی' وہ آپ کو اچھی لگی اور آپ اس کو دانتوں سے کھانے لگے پھر آپ نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے؟ اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا جس میں وہ پکارنے والے کی آواز سن سکیں گے اور سب کو دیکھ سکیں گے' سورج ان کے قریب ہو جائے گا' لوگوں کو اس قدر رنج و غم ہو گا جس کو وہ برداشت نہیں کر سکیں گے' پھر وہ لوگ آپس میں کہیں گے تم دیکھ رہے ہو کہ تمہاری کیا حالت ہو چکی ہے' سنو کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو تمہارے رب کے پاس تمہاری شفاعت کرے' پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ' پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ابو البشر ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست اقدس سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ پس حضرت آدم کہیں گے کہ آج میرا رب غضب میں ہے' وہ اتنے شدید

Marfat.com

غضب میں نہ پہلے تھا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا- اور اس نے مجھے ایک درخت سے کھانے سے منع کیا تھا اور میں نے اس کی (بظاہر) معصیت کی، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے اپنے نفس کی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، نوح کے پاس جاؤ-

پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے اے نوح! بے شک آپ زمین والوں کے سب سے پہلے رسول ہیں اور بے شک اللہ نے آپ کا نام بہت شکر ادا کرنے والا بندہ رکھا ہے، آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کیجئے! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے آج میرا رب سخت غضب میں ہے، وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہو گا اور بے شک میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی، نفسی، نفسی، نفسی- تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ-

پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام زمین میں سے اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ وہ ان سے کہیں گے کہ آج میرا رب بہت غضب میں ہے، وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں تھا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہو گا اور میں نے (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے، نفسی، نفسی، نفسی- میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ-

پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو رسالت سے اور اپنے کلام سے سرفراز کیا ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے- کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ وہ کہیں گے کہ بے شک آج میرا رب سخت غضب میں ہے، وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں تھا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہو گا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا تھا- نفسی، نفسی، نفسی- تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ-

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا، آپ ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج میرا رب بہت غضب میں ہے، وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں تھا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہو گا اور وہ کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے- نفسی، نفسی، نفسی- تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ-

پھر لوگ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ نے آپ کے سب اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے- کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا پھر میں عرش کے نیچے جاؤں گا اور اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ عزوجل میرے لیے حمد وثنا کے ایسے کلمات کھول دے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں کھولے ہوں گے، پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ سوال کیجئے، آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی- میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا اے

Marfat.com

میرے رب! میری امت' اے میرے رب! میری امت' پس کہا جائے گا اے محمد! آپ جنت کے دائیں دروازے سے اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کر دیجئے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور باقی دروازوں میں بھی وہ لوگوں کے شریک ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' جنت کی دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور بصریٰ میں فاصلہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۶' ۴۳۵' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵۸۹' طبع جدید دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۶۲۰' عالم الکتب بیروت' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۶۵' ابن مندہ رقم الحدیث: ۸۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۴۴' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۷۰' الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۱۵' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۳۳۲' السنہ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۱۱)

امام ترمذی کی دوسری روایت میں ہے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کی گئی ہے تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر آپ کی عبادت کریں ورنہ آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عذر پیش کرتے اور امت کی شفاعت نہ کرتے لیکن آپ امت کی شفاعت کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی امت نے آپ کی عبادت نہیں کی اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کو یارسول اللہ! ندا کرنا' آپ کے لیے ماکان وما یکون کا علم اور علم غیب ماننا اور آپ کی تعظیم وتکریم کے دیگر معمولات اہل سنت' ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں ہے اور ان امور کو شرک کہنا اس حدیث کی روشنی میں باطل ہے۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا اے کعب! ہمیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاؤ۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی حکمت نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں لیکن ہمیں ڈراؤ۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ قیامت کے دن ستر نبیوں کے عمل کے برابر عمل لے کر جائیں تو قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر اپنے عمل کو حقیر پائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اور زیادہ بیان کرو' انہوں نے کہا اگر مشرق میں دوزخ میں بیل کے نتھنے کے برابر بھی سوراخ کیا جائے تو اس کی تپش سے مغرب میں کھڑے ہوئے آدمی کا دماغ کھولنے لگے گا۔ حتیٰ کہ اس کی تپش سے اس کا دماغ بہنے لگے گا۔ انہوں نے کہا اور زیادہ بیان کرو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! بے شک قیامت کے دن دوزخ ایک لمبا سانس لے گی' جس کے اثر سے ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل گھٹنوں کے بل گر جائے گا' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور کہیں گے کہ اے میرے رب! نفسی' نفسی! میں آج تجھ سے صرف اپنے نفس کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمر کافی دیر تک سر جھکا کر بیٹھے رہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ اللہ کی کتاب میں اس کو نہیں پاتے؟ آپ نے کہا کیسے؟ تو میں نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا۔ جس دن ہر متنفس اپنی جان کی طرف سے جھگڑتا ہوا آئے گا۔ (النحل: ۱۱۱)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۱۲۶' زاد المسیر ج ۴ ص ۴۹۹' الدر المنثور ج ۵ ص ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو بے خوف تھی' ہر طرف سے مطمئن تھی'

Marfat.com

اس کے پاس ہر جگہ سے وسعت کے ساتھ رزق پہنچتا تھا، پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب ان کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا○ (النحل: ۱۱۲)

کفار مکہ پر بھوک اور خوف کو مسلط کرنا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کو آخرت کی وعید شدید سے ڈرایا تھا اور اس آیت میں ان کو دنیا کی شدید آفتوں اور مصیبتوں سے ڈرایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان پر قحط مسلط کر دیا جائے گا۔ جس بستی کی اس آیت میں مثال دی گئی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے زمانہ ماضی کی کوئی بستی مراد ہو۔ جیسے حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط یا حضرت شعیب علیہم السلام کے زمانوں میں بستیاں تھیں جو بہت آرام اور خوشحالی سے رہتی تھیں پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر پر اصرار کیا تو ان کو دنیا میں آفتوں اور مصیبتوں نے آگھیرا اور ان پر قحط کی صورت میں بھوک اور پیاس کو مسلط کر دیا گیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ کی بستیاں ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابن زید سے روایت ہے کہ اس بستی سے مراد مکہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بھوک کا لباس پہنادیا، اس بھوک کی اذیت ان کے اجسام کو پہنچی اور ان کے اجسام کا اس طرح احاطہ کر لیا جس طرح لباس اجسام کا احاطہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی تھی جس کی وجہ سے ان پر کئی سال قحط طاری رہا، حتیٰ کہ وہ مردار، چمڑہ اور اس کے بال بھی کھا جاتے تھے اور یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا تھی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعائے ضرر کرنے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی شقاوت دیکھی تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ان پر ایسے سات قحط کے سال مسلط فرما جیسے حضرت یوسف کے زمانہ میں قحط کے سات سال تھے۔ پھر ایسا قحط آیا جس سے سب چیزیں ختم ہو گئیں حتیٰ کہ انہوں نے چمڑے، مردے اور مردار بھی کھائے، ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اس کو آسمان دھوئیں کی طرح نظر آتا۔ ان دنوں میں ابوسفیان نے آپ کے پاس آکر کہا اے محمد! آپ اللہ کا حکم ماننے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ (الدخان: ۱۰) اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۴)

یہ بھوک کا لباس ہے، اور خوف کا لباس یہ ہے کہ کفار مکہ کو ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے۔

اس آیت میں مکہ کے کافروں کی مثال دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں عطا کی تھیں لیکن جب انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا۔

اسی طرح جس جگہ کے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے، ان پر بھوک اور خوف کا عذاب طاری کر دیا جائے گا۔ آج مسلمان جو معاشی ناہمواری اور دشمنوں کے خوف میں مبتلا ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی سو ان کو

Marfat.com

عذاب نے آپکڑا درآنحالیکہ وہ ظلم کرنے والے تھے○ سو اللہ کے دیئے ہوئے حلال طیب رزق میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکرادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو○ (النحل: ۱۱۴۔۱۱۳)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے لیے مثال دی تھی کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہوں اور وہ ان نعمتوں کی ناشکری کریں تو اللہ ان لوگوں پر بھوک اور خوف مسلط کر دیتا ہے' اور اس آیت میں ان لوگوں یعنی اہل مکہ سے خطاب فرمایا ہے جن کے لیے یہ مثال دی تھی فرمایا: اے اہل مکہ! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے جو تمہاری ہی قوم کا ایک عظیم اور کامل فرد ہے جس کے حسب و نسب کو تم پہچانتے ہو اور اس کی گزاری ہوئی پوری زندگی سے تم واقف ہو۔ پھر مکہ والوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو اللہ کے عذاب نے ان کو گرفت میں لے لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد بھوک کا عذاب ہے' یعنی تم پر جو قحط اور بھوک کا عذاب آیا ہے وہ تمہارے کفر کے سبب سے ہے۔ تم کفر کو ترک کر دو تو تم سے قحط کے اس عذاب کو دور کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اللہ کے دیئے ہوئے حلال طیب رزق سے کھاؤ۔

امام عبد الرحمن جوزی نے فرمایا اس کی دو تفسیریں ہیں۔ جمہور مفسرین نے کہا اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں۔ اور فراء وغیرہ نے کہا اس آیت کے مخاطب اہل مکہ اور مشرکین ہیں۔ جب اہل مکہ کی بھوک بہت بڑھ گئی تو ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اگر آپ کو مردوں سے دشمنی ہے تو عورتوں اور بچوں کا کیا قصور ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اجازت دی کہ ان کے پاس غلہ لے جائیں۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۵۰۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر صرف (یہ) چیزیں حرام کی ہیں: مردار اور (بہتا ہوا) خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا' پس جو شخص مجبور ہو جائے وہ سرکشی کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (النحل: ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی حرمت دو مدنی سورتوں اور دو مکی سورتوں میں بیان فرمائی ہے اور مدنی سورتیں یہ ہیں: البقرہ: ۱۷۳ اور المائدہ: ۳' اور مکی سورتیں یہ ہیں! الانعام: ۱۴۵ اور النحل: ۱۵۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا حرام ہونا نبوت اور رسالت کے پورے دور کو محیط ہے اور یہ چیزیں کسی وقت بھی حلال نہیں تھیں۔ ہم نے ان کی مکمل تفسیر البقرہ اور المائدہ میں بیان کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں' ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے' تاکہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو' بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں' وہ کامیاب نہیں ہوں گے○ یہ تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○ (النحل: ۱۱۷۔۱۱۶)

اس آیت میں پہلی آیت کی تاکید ہے۔ یعنی یہی چار چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ مشرکین اپنی طرف سے ان چار چیزوں کو حلال کہتے تھے اور انہوں نے اپنی طرف سے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیتے تھے اور اس کو بتوں کے لیے نامزد کر دیتے تھے۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جسے وہ بتوں کے لیے آزاد چھوڑ دیتے تھے' اس کو وہ سواری کے لیے استعمال کرتے تھے نہ بار برداری کے لیے' اور وصیلہ وہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی اور اس کے بعد دوبارہ بھی مادہ ہی پیدا ہوتی اور ان کے درمیان کوئی نر نہیں ہوتا تھا' ایسی

Marfat.com

اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے لیے آزاد چھوڑ دیتے تھے، اور حام وہ اس نر اونٹ کو کہتے تھے جس سے کئی بچے ہو چکے ہوتے تھے اور جب اس سے کافی بچے ہو جاتے تو وہ اس کو بھی آزاد چھوڑ دیتے اور اس سے سواری اور بار برداری کا کام نہ لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے لیے جانوروں کو چھوڑا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۲۳)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اور تم یہ کہہ کر کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ وہ ان چیزوں کے حرام کرنے اور حلال کرنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے، یہ ان کا دوسرا جرم تھا۔ خود کسی چیز کو حرام کرتے پھر کہتے کہ اس کو اللہ نے حرام کیا ہے، یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

اسی طرح آج بھی کچھ لوگ سوئم، چالیسویں، برسی اور گیارہویں کے کھانے کو اپنی طرف سے حرام کہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان مخصوص دنوں میں کھانے کی حرمت پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ ان مخصوص دنوں میں میت کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور دنوں کی یہ تعیین شرعی نہیں ہوتی کہ ان کے علاوہ کسی اور دن میں ایصال ثواب کرنا جائز نہ ہو، بلکہ لوگوں کے اجتماع کے لیے سہولت کی خاطر تاریخ معین کرلی جاتی ہے جیسے جلسہ، منگنی اور شادی کی تاریخ معین کی جاتی ہے یا جیسے مساجد میں نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے معین کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب نہیں کیا وہ اس کو واجب اور فرض بھی کہتے ہیں۔ مثلاً قبضہ بھر ڈاڑھی کو بعض فرض اور بعض واجب کہتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ اس آیت کے مصداق ہیں جو اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور صرف یہودیوں پر ہم نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں، اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ (النحل: ۱۱۸)

اس آیت کی تفسیر کے لیے النساء: ۱۶۰ اور الانعام: ۱۴۶ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر آپ کا رب، جن لوگوں نے ناواقفیت سے کوئی گناہ کیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور نیک کام کیے، (سو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد ضرور بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (النحل: ۱۱۹)

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو شخص لاعلمی یا ناواقفیت کی وجہ سے کوئی گناہ کرے اس پر تو شرعی قواعد کے اعتبار سے ویسے ہی گرفت نہیں ہونی چاہیے۔ مثلاً کسی شخص کو کوکا کولا کی بوتل میں شراب بھر کر دے دی اور اس نے لاعلمی میں اس کو پی لیا تو اس پر تو ویسے ہی مواخذہ نہیں ہوتا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت سے خطا اور نسیان کو اٹھا لیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے کفر یا کوئی اور معصیت کی اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ اس پر کتنا شدید عذاب ہوگا یا کتنی مدت عذاب ہوگا یا اس کا گناہ ہونا تو معلوم تھا لیکن گناہ کے ارتکاب کے وقت اس پر توجہ نہیں تھی، پھر بعد میں وہ نادم ہوا اور اس گناہ پر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۗ وَلَمْ يَكُ مِنَ

بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے، اللہ کے اطاعت گزار، باطل سے مجتنب، اور مشرکین

Marfat.com

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ
میں سے نہ تھے ○ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، (اللہ نے) ان کو منتخب کر لیا اور ان کو سیدھے راستہ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
کی ہدایت دی ○ اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی عطا فرمائی اور وہ آخرت میں بھی

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
نیکوکاروں میں سے ہوں گے ○ پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ
جو باطل سے مجتنب تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○ ہفتہ کا دن تو صرف

السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
ان لوگوں پر لازم کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا، اور بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ
کے دن ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ
اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور احسن طریقہ کے ساتھ ان پر حجت قائم

اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ
کیجئے، بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گئے اور

هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے ○ اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں

عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ
تکلیف پہنچائی گئی ہے، اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○ اور آپ

Marfat.com

وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ

صبر کیجئے، اور آپ کا صبر صرف اللہ کی توفیق سے ہے، اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں ○ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

ع ۹ ۲۲

اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کرنے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے، اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار، باطل سے مجتنب اور مشرکین میں سے نہ تھے ○ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، (اللہ نے) ان کو منتخب کر لیا اور ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دی ○ اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی عطا فرمائی اور وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں سے ہوں گے ○ پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے مجتنب تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○

(النحل: ۱۲۳-۱۲۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات سے مشرکین کے خلاف استدلال

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بدعقیدگیوں کا رد فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک مانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بنانا ہوتا تو فرشتوں میں سے کسی کو رسول بناتا۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال کہتے تھے، اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے، ان کو حرام کہتے تھے۔ ان کے ان باطل نظریات کا رد بلیغ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اب ایک اور طریقہ سے اپنی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت فرماتا ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے بڑے موحد تھے اور توحید کے علمبردار تھے۔ انہوں نے تمام لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور شرک کی جڑیں کاٹ دیں اور مکہ کے مشرکین ان پر فخر کرتے تھے اور ان کے دین کے برحق ہونے کے معترف تھے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان کی اقتداء کرنا واجب ہے، تو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا ذکر فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہو، ان کے بنائے ہوئے کعبہ کی تولیت کے دعویدار ہو تو پھر ان کے طریقہ پر عمل کر لو، وہ اللہ کے رسول تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا اور ایک بشر اور انسان کو رسول بنایا تو مان لو کہ انسانوں کے لیے انسان کو ہی رسول بنایا جاتا ہے، فرشتہ کو رسول نہیں بنایا جاتا، ان کی طرف اللہ وحی نازل فرماتا تھا، سو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رسالت کے لیے منتخب فرمایا، ان پر وحی نازل فرمائی اور ان کو بکثرت معجزات عطا فرمائے۔ پس ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایسی صفات بیان فرمائیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوتی ہیں۔

امت کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابراہیم ایک امت تھے۔

Marfat.com

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ جماعت جو کسی ایک امر میں مجتمع ہو' اس کو امت کہتے ہیں۔ خواہ ان کا دین ایک ہو یا ان کا زمانہ ایک ہو یا ان کی جگہ ایک ہو' اور خواہ وہ اس چیز میں اپنے اختیار سے مجتمع ہوں یا بغیر اختیار کے۔ مثلاً دین میں اختیار سے جمع ہوں گے اور کسی ایک زمانہ کے لوگ یا کسی ایک ملک یا شہر کے لوگ غیر اختیاری طور پر مجتمع ہوں گے کیونکہ وہ ایک زمانہ میں یا ایک ملک میں پیدا ہوئے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ (البقرہ: ۲۱۳) تمام لوگ ایک صنف اور ایک طریقہ پر تھے۔

یعنی سب لوگ کفر اور گمراہی میں مجتمع تھے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ (ھود: ۱۱۸) اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔

یعنی تمام لوگوں کو ایمان میں مجتمع کر دیتا۔

وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ۔ (یوسف: ۴۵) اس (ساقی) کو ایک عرصہ کے بعد یوسف یاد آیا۔

امت کا معنی ہے ایک زمانہ کے لوگوں کے ختم ہونے کے بعد یا ایک عصر کے لوگوں کے گزرنے کے بعد' اور یہاں مراد ہے لمبی مدت گزرنے کے بعد۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ۔ (النحل: ۱۲۰) بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے۔

یعنی وہ ایک ایسے شخص تھے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں ایک جماعت کے قائم مقام تھے' پوری امت مل کر جتنی عبادت کرتی' وہ تنہا اتنی عبادت کرتے تھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت سعید بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا: وہ اکیلا قیامت کے دن ایک امت کے طور پر آئے گا۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۹۷۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے)

(المفردات ج ۱ ص ۲۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمانے کی توجیہات

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو امت کا اطلاق کیا گیا ہے' اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ایک قوم یا ایک امت مل کر جتنے نیکی کے کام کرتی یا جتنی عبادت کرتی' حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا اتنی عبادت کرتے تھے اور اتنے نیکی کے کام کرتے تھے۔

(۲) مجاہد نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ابتدائی دور میں صرف ایک مومن تھے اور باقی تمام لوگ کافر تھے' اس لیے وہ اپنی ذات میں امت تھے۔ جیسے آپ نے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق فرمایا وہ قیامت کے دن ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۵۰۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۶۸۲)

(۳) شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں روئے زمین کبھی ایسے چودہ آدمیوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا ہے اور ان کی برکت کو ظاہر فرماتا ہے' سوائے حضرت ابراہیم کے وہ اپنے زمانہ میں صرف ایک مومن تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۵۸۸)

(۴) امت کا معنی یہاں پر یہ ہے جس کی اقتداء کی جائے اور وہ امام ہو یہ مصدر مفعول کے معنی میں ہے جیسے خلق مخلوق

Marfat.com

کے معنی میں ہے سوامت ماموم کے معنی میں ہے یعنی امام - قرآن مجید میں ہے انی جاعلک للناس اماما - (البقرہ: ۱۲۴)
(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سبب سے ان کی امت توحید اور دین حق میں دوسری امتوں سے ممتاز ہوئی اور چونکہ وہ امت کے امتیاز کا سبب تھے' اس وجہ سے ان کو امت کہا گیا۔
(۶) امت کا ایک معنی ہے' نیکی اور خیر کی تعلیم دینے والا۔ حدیث میں ہے:
فروہ بن نوفل اشجعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ حضرت معاذ ایک امت تھے' اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار باطل سے مجتنب۔ میں نے دل میں کہا ابو عبد الرحمن نے غلط کہا' اللہ تعالیٰ نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا ہے ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ، حضرت ابن مسعود نے کہا تم جانتے ہو کہ امت کا کیا معنی ہے اور قانت کا کیا معنی ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ انہوں نے کہا امت وہ شخص ہے جو نیکی اور خیر کی تعلیم دے اور قانت وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے والا ہو اور حضرت معاذ نیکی اور خیر کی تعلیم دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۵۸۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۹۴۳، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۶۶۵، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۱۸)
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری صفت یہ ذکر فرمائی کہ وہ قانت ہیں۔ قانت کے معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قانت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری صفت یہ ذکر فرمائی کہ وہ حنیف ہیں جو دین اسلام کی طرف دوام و ثبات کے ساتھ میلان کرنے والا ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہوں نے ختنہ کیا اور جنہوں نے مناسک حج قائم کیے اور قربانی کی اور یہ صفات حنیفیہ ہیں۔
• چوتھی صفت یہ ذکر فرمائی کہ وہ مشرکین میں سے نہیں ہیں' وہ اپنے بچپن' جوانی اور تمام عمر موحد رہے اور توحید پر دلائل قائم کرتے رہے۔ نمرود پر حجت قائم کرتے ہوئے انہوں نے کہا ربی الذی یحی ویمیت۔ (البقرہ: ۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر بتوں اور ستاروں کی عبادت کو باطل فرمایا۔ بتوں کے متعلق فرمایا:

قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ۞ اُفٍّ لَّـكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۞ (الانبیاء: ۶۷-۶۶)	ابراہیم نے کہا کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ تم کو نقصان پہنچا سکیں۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو' تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

اور ستاروں کی الوہیت باطل کرتے ہوئے فرمایا لا احب الافلین (الانعام: ۷۶) پھر حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑ ڈالا اور انجام کار بت پرستوں نے آپ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید طمانیت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ کو دکھائے کہ وہ مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مردے زندہ کر کے دکھادیا۔ غرض جو شخص بھی قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات کا مطالعہ کرے گا' اس پر یہ منکشف ہو گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحر توحید میں مستغرق تھے۔
پانچویں صفت یہ ذکر فرمائی کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے' ایک دن ان کو کوئی مہمان نہیں ملا تو انہوں نے اپنا کھانا مؤخر کر دیا پھر کچھ فرشتے

Marfat.com

انسانوں کی صورت میں آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں جذام کی بیماری ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اب تو مجھ پر واجب ہے کہ میں تم کو کھانا کھلاؤں کیونکہ اگر اللہ کے نزدیک تمہاری قدر و منزلت نہ ہوتی تو وہ تم کو اس بلا میں مبتلا نہ کرتا۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کے لیے پسند فرمالیا۔

ساتویں صفت یہ فرمائی کہ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ یعنی ان کو تبلیغ کرنے، اللہ کی طرف دعوت دینے، دین حق کی طرف راغب کرنے اور بت پرستی سے لوگوں کو متنفر کرنے میں ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے میرا یہ طریقہ سیدھا راستہ ہے، تم اس کی پیروی کرو۔ (الانعام: ۱۵۳)

آٹھویں صفت میں فرمایا ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی دی۔ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی، تمام مذاہب والے ان کو مانتے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کا ان کو ماننا تو بالکل ظاہر ہے، باقی رہے کفار قریش اور باقی عرب تو وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ (الشعراء: ۸۴) اور میرے بعد آنے والوں میں میری نیک نامی جاری کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور تمام ادیان میں ان کا نام عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے، ہم ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، کما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم۔

نویں صفت یہ ہے اور وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں سے ہوں گے اور اس صفت کا ذکر کر کے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ (الشعراء: ۸۳) اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔

ملت ابراہیم کی اتباع کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ صفات ذکر فرمائیں پھر یہ فرمایا کہ اور پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی منفرد شریعت نہیں تھی اور آپ کی بعثت سے مقصود یہ تھا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو زندہ کریں اور وہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات ذکر کرنے کے بعد یہ حکم دیا کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کیجئے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرنے سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ کے طریقہ میں ان کی پیروی کیجئے یعنی جس طرح وہ نرمی اور سہولت سے تبلیغ کرتے تھے، آپ بھی اسی طرح نرمی اور سہولت سے تبلیغ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہفتہ کا دن تو صرف ان لوگوں پر لازم کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا، اور بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں کا فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ (النحل: ۱۲۴)

یہودیوں کا ہفتہ کو اور عیسائیوں کا اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا

ہفتہ کے دن میں جو انہوں نے اختلاف کیا تھا، اس کی تفصیل میں امام عبدالرحمٰن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے فرمایا ہفتہ کے دنوں میں سے ایک دن اللہ کے لیے فارغ کرلو اور جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس دن تم اپنے کاموں میں سے کوئی کام نہ کرو۔ انہوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم اسی دن کو عبادت کے لیے مقرر کرنا چاہتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تھا اور وہ ہفتہ کا دن ہے۔ پس ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا پھر ان پر اس دن کی عبادت کرنے میں سختی کی گئی۔ یہ ابوصالح نے حضرت ابن عباس سے روایت بیان کی ہے' اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جمعہ کا دن عبادت کے لیے مقرر کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا ہم ہفتہ کے دن کو فارغ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں کوئی چیز پیدا نہیں کی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے تو جمعہ کے دن کا حکم دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے علماء نے کہا تم اپنے نبی کے حکم کی تعمیل کرو۔ بنو اسرائیل نے اپنے علماء کے حکم کو بھی ماننے سے انکار کر دیا اور یہ ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ ہفتہ کے دن کو مقرر کرنے پہ بہت حریص ہیں تو آپ نے انہیں ہفتہ کے دن کو مقرر کرنے کا حکم دے دیا' اور انہوں نے اس دن میں گناہ کرنے شروع کر دیئے۔ اور قتادہ نے کہا ہے کہ بعض یہودیوں نے ہفتہ کے دن کو حلال قرار دیا اور بعض نے حرام قرار دیا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۵۰۵' مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام رازی نے لکھا ہے ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے' ان کو بھی جمعہ کے دن کا حکم دیا گیا۔ نصاریٰ نے کہا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہماری عید ان کی عید سے پہلے ہو اور انہوں نے اتوار کا دن اپنا لیا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۸۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مسلمانوں کا جمعہ کے دن کی ہدایت کو پانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے پھر یہ (جمعہ کا دن) وہ دن ہے جو ان پر بھی فرض کیا گیا تھا' انہوں نے اس دن میں اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی۔ لوگ اس (دن) میں ہمارے تابع ہیں' یہود (جمعہ کے بعد) اگلا دن مانتے ہیں اور نصاریٰ اس کے بعد والا دن۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۶۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۹۵' عالم الکتب)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان پر بعینہٖ جمعہ کا دن فرض ہوا تھا اور انہوں نے اس کو ترک کر دیا' کیونکہ کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے فرض کو ترک کر دے۔ البتہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان پر ہفتہ میں سے کوئی ایک دن فرض کیا گیا تھا اور ان کے اختیار کے سپرد کر دیا گیا تھا کہ اس دن میں اپنی شریعت قائم کریں پھر انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کے لیے کون سا دن مقرر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جمعہ کے دن کی ہدایت نہیں دی اور جمعہ کے دن کو اس امت کے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس امت کو جمعہ کے دن کی ہدایت دے دی اور اس وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے' کیونکہ جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے' ان میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس دن کو یہ فضیلت دی ہے کہ اس دن میں وہ ساعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال' ج ۲ ص ۴۷۶-۴۷۵' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہودیوں کو صراحتاً جمعہ کے دن کا حکم دیا گیا ہو، پھر انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ آیا ان پر جمعہ کے دن کی تعیین لازم ہے یا ان کے لیے جمعہ کے دن کو کسی اور دن کے ساتھ تبدیل کرنے کی گنجائش ہے، پھر انہوں نے اجتہاد کیا اور اس میں خطاکی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ (النحل: ۱۲۴) ہفتہ کا دن تو صرف ان لوگوں پر لازم کیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔

مجاہد نے کہا انہوں نے جمعہ کا ارادہ کیا تھا پھر اس میں خطاکی اور اس کی جگہ ہفتہ کا دن مقرر کر لیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۵۹۶) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس اختلاف سے مراد یہود اور نصاریٰ کا اختلاف ہو، اور یہودیوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنا کوئی بعید نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ دروازہ سے جھکتے ہوئے جانا اور حطۃ کہنا۔ انہوں نے اس قول کو تبدیل کر لیا، اور وہ کہتے تھے سمعنا وعصینا ہم نے سنا اور اس کی مخالفت کی، اور امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے اہلِ مدینہ جمع ہوئے۔ پس انصار نے کہا یہود کا ایک دن ہے جس میں وہ ہر ہفتے میں ایک دن جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ کا بھی ایک دن ہے، آؤ ہم بھی ایک دن مقرر کر لیں اس دن ہم جمع ہو کر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور نماز پڑھیں پھر انہوں نے جمعہ کا دن مقرر کر لیا۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کی سند حسن ہے، اور امام احمد اور امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے مدینہ میں ہم کو سب سے پہلے اسعد بن زرارہ نے نماز جمعہ پڑھائی اور چالیس مسلمانوں نے نماز جمعہ پڑھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۶۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۸۲) اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے اپنے اجتہاد سے نماز جمعہ پڑھی اور اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تھے، اس وقت آپ کو نماز جمعہ کا حکم دیا گیا ہو لیکن وہاں آپ نماز جمعہ قائم کرنے پر قادر نہ تھے، لہٰذا مدینہ میں آکر سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ قائم کی۔ جیسا کہ امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے جو جمعہ کا دن اختیار کیا اس کی حکمت یہ ہے کہ جمعہ کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس لیے مناسب یہ ہے کہ وہ جمعہ کے دن عبادت میں مشغول ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن موجودات کو مکمل کیا اور اسی دن انسان کو پیدا کیا تاکہ وہ ان سے نفع حاصل کرے۔ اس لیے مناسب یہ تھا کہ وہ اس دن عبادت کر کے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۶، مطبوعہ لاہور، التوشیح للسیوطی ج ۲ ص ۵، مطبوعہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

جمعہ کے دن کی چھٹی کا مسئلہ

آج کل دنیا میں یہودی ہفتہ کے دن چھٹی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا مذہبی مقدس دن ہے اور عیسائی اور ان کے زیر اثر یورپی ممالک اتوار کے دن چھٹی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا مذہبی مقدس دن ہے اور مسلمان ملکوں میں جمعہ کے دن چھٹی کی جاتی ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کا مقدس دن ہے۔ انگریزی میں چھٹی کے دن کو Holy Day کہتے ہیں۔ یعنی مقدس دن اور عیسائیوں کا مقدس دن اتوار ہے اس لیے وہ اتوار کے دن چھٹی کرتے ہیں تاکہ دنیاوی کام کاج سے اتوار کے دن عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں اور اب بھی عیسائی اتوار کے دن چرچ میں جا کر عبادت اور خصوصی دعا کرتے ہیں۔

Marfat.com

مسلمانوں کے ابتدائی دور میں چھٹی کا کوئی رواج اور دستور نہیں تھا وہ ہفتہ کے تمام ایام میں کام کاج بھی کرتے تھے' کاروبار بھی کرتے تھے' محنت مزدوری اور ملازمت بھی کرتے تھے پھر جب دنیا میں یہ شعور پیدا ہوا کہ ہفتہ میں ایک دن کام کاج سے فراغت کا ہونا چاہیے اور عیسائیوں نے اتوار کو اور یہودیوں نے ہفتہ کو آرام اور چھٹی کے لیے مخصوص کر لیا تو مسلمانوں نے جمعہ کے دن کو مخصوص کر لیا۔ چنانچہ تمام عرب ریاستوں' مشرق وسطیٰ' انڈونیشیا' ملیشیا' افغانستان اور بنگلہ دیش وغیرہ میں جمعہ کو چھٹی کی جاتی ہے۔ پاکستان میں بھی پہلے جمعہ کی چھٹی ہوتی تھی تا آنکہ یکم فروری ۱۹۹۷ء میں نواز شریف نے برسراقتدار آ کر جمعہ کی چھٹی منسوخ کر کے اتوار کی چھٹی کرنے کا اعلان کیا۔

اتوار کی چھٹی کرنے کے دلائل اور ان کے جوابات

نواز شریف کے حواریوں نے اتوار کی چھٹی پر دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید نے جمعہ کے دن کاروبار کرنے کا امر کیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن کاروبار کرنا واجب ہے اور اس دن چھٹی کرنا وجوب کے منافی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن چھٹی کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (الجمعہ: ۱۰-۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ اور جب نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے جمعہ کے دن کاروبار کرنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اذان جمعہ کے وقت کاروبار کرنے سے منع فرمایا ہے اور نماز کے بعد کاروبار کرنے اور اللہ کے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور ممانعت کے بعد جو امر آئے وہ وجوب کے لیے نہیں اباحت کے لیے آتا ہے جیسے اذا حللتم فاصطادوا میں ہے۔ پہلے محرم کو شکار سے منع فرمایا پھر احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا امر فرمایا' اس کا مطلب یہ نہیں کہ احرام کھولنے کے بعد اس پر شکار کرنا واجب ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے شکار کرنے کی ممانعت نہیں ہے' وہ چاہے تو شکار کر سکتا ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنے کی ممانعت نہیں ہے' مسلمان چاہیں تو کاروبار کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ "اور اللہ کا فضل تلاش کرو" کا لازمی مطلب یہ نہیں ہے کہ کاروبار کرو بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کے بعد دعا کرو تو اپنی نماز کی بناء پر سوال نہ کرو بلکہ اللہ کے فضل کی بناء پر سوال کرو' اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ عبادت کرنا بھی اللہ کے فضل سے میسر ہوتا ہے سو نماز کے بعد تم مزید اللہ کے فضل کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ سے مزید اللہ کی عبادت کی توفیق مانگو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض جمعہ کی چھٹی کرنا اس آیت سے ممنوع بھی ہو تو اس پر یہ کب لازم آتا ہے کہ خوانخواہ اتوار کی چھٹی کی جائے' کسی اور دن بھی چھٹی کی جا سکتی ہے۔

اتوار کی چھٹی کے مثبتین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یورپی ممالک میں اتوار کی چھٹی ہوتی ہے اور ان ممالک سے تجارت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بھی اسی دن چھٹی کریں اگر ہم جمعہ کے دن چھٹی کریں تو دو دن ہمارا کاروبار متاثر ہوگا اتوار

Marfat.com

کو ان کی چھٹی کی وجہ سے اور جمعہ کو ہماری چھٹی کی وجہ سے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان ممالک کے ساتھ جغرافیائی فرق کی وجہ سے ویسے بھی ہمارے اور ان کے اوقات کی یکسانیت نہیں ہے۔ مثلاً امریکہ کا وقت ہم سے تقریباً بارہ گھنٹے پیچھے ہے، آسٹریلیا کا وقت ہم سے تقریباً دس بارہ گھنٹے پہلے ہے اور برطانیہ کا وقت پانچ گھنٹے پیچھے ہے۔ اسی طرح مشرق بعید کے ممالک کا وقت بھی ہم سے کافی مختلف ہے اس لیے اتوار کی چھٹی کرنے پر ان ممالک کی یکسانیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل

اسلام میں چھٹی کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے لیکن جب ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرنی ہی ہے تو اس دن چھٹی کرنی چاہیے جو اسلام میں مقدس دن ہے۔ عیسائی اور یہودی اپنے اپنے مقدس دنوں میں اتوار اور ہفتہ کی چھٹی کرتے ہیں سو ہمیں اپنے مقدس دن میں چھٹی کرنی چاہیے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ باقی تمام مسلمان ملکوں میں جمعہ کے دن چھٹی ہوتی ہے تو ہمیں بھی باقی مسلمان ملکوں سے موافقت کرتے ہوئے جمعہ کے دن چھٹی کرنی چاہیے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اتوار کو چھٹی کرنے سے عیسائیوں کی موافقت ہوگی جبکہ ہمیں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۹۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۷۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۲۱، مسند احمد الحدیث: ۷۲۷۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور انصار کے بوڑھوں کے پاس آئے، ان کی ڈاڑھیاں سفید تھیں۔ آپ نے فرمایا اے انصار کی جماعت! اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ اور زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شلوار پہنو اور تہبند باندھو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور اس پر چمڑے کی جوتی نہیں پہنتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم موزے پہنو اور اس پر چمڑے کی جوتی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہلِ کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑ دو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵-۲۶۴، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۶۳۹، طبع جدید عالم الکتب بیروت، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۸۴، دار الحدیث قاہرہ، حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۱، ۱۶۰، المعجم الکبیر ج ۸ ص ۲۸۲، رقم الحدیث: ۷۹۲۴)

خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کی چھٹی کرنے میں مسلمان ملکوں کی موافقت ہے اور اتوار کی چھٹی کرنے میں عیسائیوں کی موافقت ہے۔ اب ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کس کی موافقت کریں اور ہمارا مقدس دن (Holy Day) جمعہ ہے یا اتوار!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور احسن طریقے کے ساتھ ان پر حجت قائم کیجئے۔ بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے اور

Marfat.com

وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے O (النحل : ۱۲۵)

حکمت، موعظت حسنہ اور جدل کے لغوی اور اصطلاحی معنی

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تھا کہ مشرکین رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے پیغام کی تکذیب کرتے تھے اور وہ جو آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے، اس کا انکار کرتے تھے اور اس کے ساتھ استہزا کرتے تھے جس کی وجہ سے رسولوں کو ان کی گمراہی پر افسوس ہوتا تھا اور ان کے عناد، ضد اور ہٹ دھرمی کو دیکھ کر وہ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دینے کے لیے بہت مستحکم دلائل قائم کیے اور بہت عام فہم مثالیں بیان فرمائیں اور اسی نہج پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دینے کے لیے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کو اپنے رب کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے۔ اپنے رب کے راستے سے مراد ہے اسلام یعنی آپ ان کو حکمت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیجئے۔

حکمت کا معنی ہے افعال کے حسن اور قبح اور صحت اور فساد کو جاننا اور ایک قول یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے نتائج کے فساد اور خرابی کی وجہ سے اختیار کرنے سے منع کرنا یا کسی چیز کو اس کے نتائج کی عمدگی کی وجہ سے اختیار کرنے کی تلقین کرنا، اور جو دلیل مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو اس کو بھی حکمت کہتے ہیں، اور موعظت حسنہ سے مراد ہے کسی کام کی ترغیب کے لیے اچھے اجر کی مثال دینا یا کسی کام سے باز رکھنے کے لیے سزا اور عذاب سے ڈرانا، اور جو دلیل مقدمات ظنیہ سے مرکب ہو اس کو بھی موعظت حسنہ کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے جو دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو وہ حکمت ہے اور جو دلیل ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو یا قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہو، وہ موعظت حسنہ ہے اور جو دلیل مخالف کے مسلمات پر مبنی ہو وہ جدل اور جدال ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت پر جو دلائل قائم کیے ہیں، وہ سب از قبیل حکمت ہیں اور نیک کام پر اجر وثواب اور برے کاموں پر عذاب کی جو مثالیں دی ہیں، وہ از قبیل موعظت حسنہ ہیں، اور جدل کی مثال یہ ہے:

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (الانعام: ۹۱)

جب انہوں (یہودیوں) نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، آپ کہیے پھر اس کتاب کو کس نے نازل کیا ہے جس کو موسیٰ لے کر آئے تھے؟

یہودیوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ پر نزول قرآن کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے نازل کی تھی؟ کیونکہ وہ اس کو مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

علم اور عقل سے حق اور صواب کو حاصل کرنا حکمت ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمت کا معنی ہے اشیاء کی معرفت اور ان کو مضبوط طریقہ سے پیدا کرنا، اور انسان کی حکمت ہے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کا کرنا، اور میر سید شریف نے حکمت کی حسب ذیل تعریفات کی ہیں:

(۱) قوت عقلیہ جو افراط اور تفریط کے درمیان متوسط ہو۔

(۲) انسان کا اپنی طاقت کے مطابق نفس الامر میں حق اور صدق کو حاصل کرنا۔

(۳) ہر وہ کلام جو حق کے موافق ہو، وہ حکمت ہے۔

Marfat.com

(۴) ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنا حکمت ہے۔
(۵) جس چیز کا انجام اچھا ہو وہ حکمت ہے۔(المفردات ج ۱ ص ۱۶۸۔۱۶۷، التعریفات ص ۶۶ مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)
علامہ راغب نے لکھا ہے جس وعظ میں کسی سزا سے ڈرایا گیا ہو وہ موعظت ہے، خلیل نے کہا نیکی کے کاموں کو اس طور سے یاد دلانا کہ اس سے دل نرم ہو جائیں یہ موعظت ہے۔(المفردات ج ۲ ص ۶۸۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)
علامہ راغب اصفہانی نے کہا کسی شخص کا دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے دلائل پیش کرنا جدل ہے۔ میر سید شریف نے کہا جو قیاس مقدمات مشہورہ اور مقدمات مسلمہ سے مرکب ہو، اس کو جدل کہتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخالف پر الزام قائم کیا جائے اور خصم کو ساکت کیا جائے۔(المفردات ج ۱ ص ۱۱۷، التعریفات ص ۵۵)
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گئے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے۔
اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صرف ان تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں باقی کسی کو ہدایت یافتہ بنا دینا یہ آپ کا منصب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ ان میں سے کون اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول کرے گا اور کون اپنے اختیار سے گمراہی پر ڈٹا رہے گا۔ سو جس نے اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول کرنا ہو اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ بنا دے گا، اور جس نے اپنے اختیار سے گمراہی پر ڈٹے رہنا ہو اس کو گمراہ رکھے گا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○(النحل: ۱۲۶)

بدلہ لینے میں تجاوز نہ کیا جائے

اس آیت کے شان نزول میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ۶۴ انصار شہید ہوئے اور ۶ مہاجرین شہید ہوئے، ان میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو انہوں نے مثلہ کیا تھا تب انصار نے کہا اگر کسی دن ہمیں موقع ملا تو ہم بھی ان کے ساتھ اس طرح کر کے دکھا دیں گے، پھر فتح مکہ کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۸۷، المستدرک ج ۲ ص ۳۵۹، ۳۵۸، قدیم، المستدرک رقم الحدیث ۳۴۱۹، جدید، دلائل النبوہ للبیہقی ج ۳ ص ۲۸۹، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۷۹۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۹۳۷، اسباب النزول ص ۲۱۴، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۲)
اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جب مظلوم ظالم سے بدلہ لے تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے اور اتنی ہی سزا دے جتنا اس پر ظلم کیا گیا ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے اگر کسی شخص نے تم سے کوئی چیز چھینی ہے تو تم بھی اس سے اتنی ہی چیز لے لو۔
اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیجئے، حکمت سے، موعظت حسنہ سے اور جدل سے۔ پھر جب آپ ان کو اسلام کی طرف بلائیں گے تو ان کو ان کے سابق دین سے اور ان کے آباؤ اجداد کے دین سے رجوع کرنے کا حکم دیں گے اور اس دین پر کفر اور ضلالت کا حکم لگائیں گے اور اس سے ان کے دلوں میں آپ کے خلاف نفرت اور عداوت پیدا ہوگی اور اس دعوت کو سننے والے آپ کو برا کہیں گے اور آپ کو ضرر اور ایذاء پہنچائیں گے اور آپ کو قتل کرنے کے

Marfat.com

درپے ہوں گے، پھر اگر تبلیغ کرنے والے مسلمان ان کی ایذاء رسانی کا بدلہ لینا چاہیں یا بدلہ لینے پر قادر ہوں تو ان کو اتنی ہی ایذاء پہنچائیں جتنی ان کو ایذا پہنچائی گئی ہے۔

بدلہ لینے کے بجائے صبر کرنے میں زیادہ فضیلت ہے

اس آیت میں مسلمانوں کو عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس آیت میں اس کے دو مرتبے بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ یعنی اگر تم بدلہ لینے میں رغبت کرو تو بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرنا کیونکہ زیادتی کرنا ظلم ہے اور تم کو ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس طرز بیان میں یہ رمز اور تعریض ہے کہ اگر تم بدلہ لینے کو ترک کر دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ اولیٰ اور افضل ہے۔

(۲) اس کے بعد جب یہ فرمایا اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے۔ پہلے رمز اور تعریض کے طور پر فرمایا کہ بدلہ نہ لیا جائے اور اس آیت کے اس حصہ میں صراحتاً فرمایا ہے کہ بدلہ نہ لیا جائے اور بدلہ لینے کی بہ نسبت صبر کرنا بہتر ہے۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں میں بھی یہ فرمایا ہے کہ ہر چند کہ ظلم کا بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ لینے کی بجائے صبر کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳-۳۹)

اور جو لوگ کسی کے ظلم کا شکار ہوں وہ بدلہ لیتے ہیں ○ اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے پھر جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کے بعد بدلہ لے لیا تو ان لوگوں پر (گرفت کا) کوئی جواز نہیں ○ (گرفت کا) جواز تو صرف ان لوگوں پر ہو گا جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے ○ اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ صبر کیجئے آپ کا صبر صرف اللہ کی توفیق سے ہے اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں ○ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کرنے والے ہیں ○ (النحل: ۱۲۸-۱۲۷)

صبر کرنے کی ترغیب

اس سے پہلی آیت میں تعریضاً اور تصریحاً یہ فرمایا تھا کہ بدلہ لینے کی نسبت صبر کرنا افضل ہے اور اس آیت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظلم پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور کیونکہ مظلوم کے لیے ظلم پر صبر کرنا بہت مشکل اور دشوار ہوتا ہے اس لیے فرمایا آپ کا صبر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے ہو گا، اور انسان جب صبر کرتا ہے تو اس کا صبر کرنا اس وقت معتبر ہوتا ہے جب اس کا دل کسی کے ظلم کی وجہ سے جوش غضب میں ہو اور وہ انتقام لینے کے لیے آمادہ ہو، اس

Marfat.com

وقت جب وہ صبر کرے گا تو اس وقت اس کو اپنے نقصان پر غم ہوگا۔ یعنی آپ اپنے اصحاب کے نقصان پر غم نہ کریں اور ان سے بدلہ نہ لینے کی وجہ سے تنگ دل نہ ہوں۔

بدلہ نہ لینے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک سیرت

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو صبر کرنے اور بدلہ نہ لینے کا حکم دیا ہے۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم طبعاً بدلہ لینا چاہتے تھے لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا، بلکہ آپ کی سیرت اور صفت یہی تھی کہ آپ صبر فرماتے تھے اور بدلہ نہیں لیتے تھے اور ان آیتوں سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی صبر اور درگزر کرنے کی صفت پر برقرار رہیے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم طبعاً سخت مزاج اور درشت کلام کرنے والے تھے اور نہ تکلفاً سخت مزاج تھے اور نہ بازار میں شور کرتے تھے اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے تھے لیکن معاف کردیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۵)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے معاف کرنے اور بدلہ نہ لینے کے لیے تمہارے واسطے یہ کافی ہے کہ آپ کے دشمنوں نے آپ کو سخت ایذاء پہنچائی حتیٰ کہ آپ کے سامنے کا نچلا دانت شہید کردیا اور آپ کا چہرہ خون آلود کردیا۔ آپ کے بعض اصحاب نے فرمایا آپ ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا لیکن مجھے دعا کرنے والا اور رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما یا فرمایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ مجھے نہیں پہچانتے۔ آپ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ میرے سر پر چوٹ لگانے کے ان کے گناہ کو معاف فرما، نہ یہ کہ ان کو مطلقاً معاف فرما، ورنہ وہ مسلمان ہو جاتے۔ یہ امام ابن حبان نے کہا ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے جنگ خندق کے دن فرمایا ان لوگوں نے ہمیں درمیانی نماز جو عصر کی نماز ہے، پڑھنے سے مشغول رکھا۔ اے اللہ! ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔ آپ کا چہرہ خون آلود کیا گیا اس کو آپ نے معاف کردیا کیونکہ وہ آپ کا حق تھا اور کافروں نے نماز عصر میں خلل ڈالا اس کو معاف نہیں کیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کیونکہ آپ کا معاف کرنا اور درگزر کرنا آپ کے حقوق سے متعلق ہے۔ امام طبرانی، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام بیہقی نے بعض ان یہودی علماء سے روایت کیا جو مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے کہا نبوت کی جتنی علامات تھیں وہ سب میں نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے چہرے کو دیکھتے ہی پہچان لیں مگر دو علامتوں کے متعلق مجھے کوئی خبر نہ تھی، ایک یہ کہ آپ کا حلم اور آپ کی بردباری آپ کے غضب پر غالب ہے۔ میں آپ کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا تاکہ میں آپ کے حلم اور آپ کی بردباری کا مشاہدہ کرسکوں۔ میں نے مدت معینہ کے ادھار پر آپ کو کھجوریں فروخت کیں اور مدت کے آنے سے پہلے میں نے آپ سے قیمت کا تقاضا کیا، ابھی دو تین دن رہتے تھے کہ میں نے آپ کی قمیص پکڑلی اور سخت غصہ سے آپ کو گھورا اور کہا اے محمد! آپ میرا حق ادا نہیں کرتے، اللہ کی قسم! اے عبد المطلب کی اولاد! تم لوگ سخت نادہند ہو۔ حضرت عمر نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ایسی بات کہہ رہا ہے، اللہ کی قسم اگر مجھے تیری قوم سے معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیرا

Marfat.com

سر قلم کر دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انتہائی سکون سے تبسم فرماتے ہوئے حضرت عمر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر فرمایا مجھے اور اس شخص کو کسی اور بات کے کہنے کی ضرورت تھی، تم مجھے اچھی طرح سے قرض ادا کرنے کا کہتے اور اس کو اچھے طریقے سے تقاضا کرنے کا کہتے، جاؤ عمر (رضی اللہ عنہ) اس کا قرض ادا کر دو اور اس کو اس کے حق کے علاوہ بیس صاع زیادہ دینا۔ حضرت عمر نے اسی طرح کیا۔ میں نے کہا اے عمر! میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں نبوت کی تمام علامات دیکھ چکا تھا مگر میں دو علامتیں دیکھنا چاہتا تھا' ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب رہتا ہے اور دوسری یہ کہ زیادہ غضب آپ میں صرف حلم کو ہی زیادہ کرتا ہے۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوں۔

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے آپ کی چادر اتنے زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے ان دو اونٹوں پر طعام لاد کر دیجئے کیونکہ آپ مجھے اپنے مال سے لاد کر دیں گے نہ اپنے باپ کے مال سے لاد کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں اور تین بار اللہ سے مغفرت چاہی اور فرمایا میں اس وقت تک تم کو ان اونٹوں پر غلہ لاد کر نہیں دوں گا جب تک کہ تم مجھے اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دو گے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں بدلہ نہیں دوں گا۔ آپ نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا اس شخص کے ایک اونٹ پر کھجوریں لاد دو اور ایک اونٹ پر جو لاد دو۔ اور امام بخاری نے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ جب اس نے زور سے چادر کھینچی تو آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا پھر آپ ہنسے اور اس کو دینے کا حکم دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معاف کرنے اور درگزر کرنے اور ایذاء رسانی پر صبر کرنے کی آپ میں بہت عظیم صفت تھی۔ آپ کی اس عظیم صفت کی وجہ سے سخت طبیعت اور جفاکش سنگ دل لوگ جو پہلے آپ سے وحشیوں کی طرح متنفر تھے' آپ کی اس نرم دلی کو دیکھ کر آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور آپ کے اوپر اپنی جان اور مال نچھاور کرنے لگے۔ (اشرف الوسائل ص ۵۰۳۔ ۵۰۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا' جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کو نہیں توڑے اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کو توڑتا تھا تو آپ سے بڑھ کر غضب ناک کوئی نہیں ہوتا تھا اور جب بھی آپ کو دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرما لیتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۱۷)

علامہ ابن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم کرنا اور آپ کو ایذاء پہنچانا کفر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو آپ اس کو کیسے معاف کر دیتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے آپ کو ایذاء یا تو کسی سخت دل مسلمان نے پہنچائی جیسے ایک اعرابی نے آپ کی چادر کھینچ کر سوال کیا کہ اس کو دو اونٹوں میں غلہ لاد کر دیا جائے۔ تو اس کے لیے اس کی سخت دلی کا عذر ہے' اس لیے آپ نے اسے معاف کر دیا اور یا کسی منافق نے ایسا کیا تھا اور آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ ان کی ایذاء رسانیوں کو برداشت کریں تاکہ لوگ آپ سے متنفر نہ ہوں۔ آپ سے کہا جاتا کہ آپ ان کو قتل کر دیں تو آپ فرماتے کہ لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں یا کوئی ذمی کافر آپ کو ایذاء پہنچاتا تو آپ مصلحت کی وجہ سے ان کے

Marfat.com

جرم پر مواخذہ نہ فرماتے یا کوئی حربی آپ کو ایذا پہنچاتا تو آپ اس لیے اس سے مواخذہ نہ فرماتے کہ اس نے اسلام کے احکام کا التزام نہیں کیا تھا۔ (اشرف الوسائل ص ۵۰۵۔۵۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اختتامی کلمات

آج ۷ رجب ۱۴۲۱ھ / ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز جمعہ بعد نماز عصر سورۃ النحل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ الٰہ العالمین آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے سورۃ النحل تک یہ تفسیر مکمل کرادی ہے۔ آپ اپنی عنایت اور توجہ سے باقی قرآن عظیم کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور مجھے صحت اور نیک سیرت کے ساتھ اس کو لکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ میری، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے احباب اور قارئین کی مغفرت فرمائیں۔ دنیا میں سلامتی اور نیکی کے ساتھ زندہ رکھیں، ایمان پر خاتمہ فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائیں اور قبر اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی اصحابہ الراشدین وآلہ الطاھرین وازواجہ امھات المئومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وسائر المسلمین۔

Marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ

(۱۷)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنی اسرائیل

سورت کا نام

بعض علماء نے یہ کہا کہ اس سورت کا نام الاسراء ہے‘ الاسراء کا معنی ہے رات کو جانا یا رات کو سفر کرنا اور جب یہ لفظ ب کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی ہے رات کو لے جانا یا رات کو سفر کرانا اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں اسری کا لفظ ہے اس مناسبت سے اس کا نام الاسراء ہے۔

اور محققین نے یہ کہا ہے کہ اس سورت کا نام بنی اسرائیل ہے‘ کیونکہ اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ (بنی اسرائیل: ۴)

اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے کتاب میں فیصلہ کر دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو بار فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اور بھی کئی سورتوں میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے تو ان کا نام بنی اسرائیل کیوں نہیں رکھا گیا اس کا جواب ہم کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔

اگرچہ اس سورت کا نام الاسراء بھی ذکر کیا گیا ہے اور بنی اسرائیل بھی‘ لیکن احادیث اور آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کا نام بنی اسرائیل ہے۔

عن ابی لبابة قالت عائشة كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینام حتی یقرء بنی اسرائیل والزمر۔

ابولبابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے حتیٰ کہ بنی اسرائیل اور الزمر کی تلاوت کر لیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۰‘ مسند احمد ج ۶ ص ۶۸‘ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۹۲‘ عالم الکتب‘ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۶۳‘ المستدرک ج ۲ ص ۴۳۴)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال فی بنی اسرائیل والکھف و مریم انھن من العتاق الاول وھن من تلادی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنی اسرائیل‘ الکھف اور مریم انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور یہ مجھے شروع سے یاد ہیں۔

Marfat.com

سورہ بنی اسرائیل کا زمانہ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک سورہ بنی اسرائیل مکی ہے البتہ تین آیتوں کا استثناء کیا گیا ہے:
بنی اسرائیل:۷۶‘ بنی اسرائیل:۸۰‘ بنی اسرائیل:۶۰‘ اور مقاتل نے بنی اسرائیل:۱۰۷ کا بھی استثناء کیا ہے۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مکہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت ہو چکی تھی‘ یہ سورت سورۃ القصص کے بعد سورۃ یونس سے پہلے نازل ہوئی ہے‘ اور تعداد نزول کے اعتبار سے یہ پچاسویں سورت ہے۔ مدینہ‘ مکہ‘ شام اور بصرہ کے علماء کی گنتی کے مطابق اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور کوفہ کے علماء کی گنتی کے مطابق اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

واقعہ معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے واقع ہوا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سورت واقعہ معراج کے فوراً بعد نازل ہوئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سورت واقعہ معراج کے کچھ مدت بعد نازل ہوئی ہو۔

سورۃ النحل اور سورۃ بنی اسرائیل میں مناسبت

(۱) سورۃ النحل میں فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل نے ہفتہ کے ایک دن کی تعیین میں اختلاف کیا تو ان پر ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا اور اس سورت میں بنو اسرائیل کے مزید مسائل اور احکام بیان فرمائے ہیں۔

(۲) ان دونوں سورتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۳) سورۃ النحل میں فرمایا تھا قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہے کسی بشر کا کلام نہیں ہے‘ اور اس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنے سے کیا مقصود ہے۔

(۴) سورۃ النحل کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ آپ مشرکین کے مظالم اور ان کی پہنچائی ہوئی اذیتوں پر صبر کریں اور اس سورت کی ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کی بلندی بیان فرمائی ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو واقعہ معراج سے فضیلت عطا فرمائی۔

(۵) سورۃ النحل میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انسان کس طرح سورج‘ چاند‘ ستاروں‘ دن اور رات کے تواتر‘ حیوانوں اور پرندوں سے نفع حاصل کرتا ہے اور اس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے انسان صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے‘ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے‘ رشتہ داروں‘ پڑوسیوں اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور لوگوں پر ظلم کرنے سے اجتناب کرے‘ قتل اور زنا نہ کرے‘ یتیم کا مال نہ کھائے‘ ناپ تول میں کمی نہ کرے‘ اور دیگر برائیوں سے بچے۔

سورۃ بنی اسرائیل کے مشمولات

(۱) اس سورت کی ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کا ذکر ہے کہ آپ رات کے ایک لمحہ میں مکہ سے مسجد اقصیٰ پہنچ گئے‘ اور اس رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری فضیلتیں عطا فرمائیں جن کا تفصیلی ذکر ان شاء اللہ آگے چل کر آئے گا۔

(۲) اس سورت میں بنی اسرائیل کا مفصل ذکر آئے گا‘ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں بہت عزت دی اور سرفرازی عطا فرمائی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا۔

(۴) ان لوگوں پر رد فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت

Marfat.com

کرنے کا حکم دیا۔
(۵) ان مشرکین کا رد فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب لاؤ، اور مکہ میں باغات اور چشمے بنادو، اور سونے کا مکان بنادو اور ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھاؤ۔
(۶) یہ قرآن سلیم الفطرت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور یہ مومنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔
(۷) تمام جن اور انس مل کر بھی قرآن عظیم کی مثل نہیں لا سکتے اور یہ قرآن کریم کا بہت بڑا معجزہ ہے۔
(۸) انسانوں کی تکریم کا ذکر، کیونکہ تمام فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور ابلیس لعین کے سجدہ نہ کرنے کا بیان اور انسانوں کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دینے کا ذکر۔
(۹) اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو عظیم نعمتیں عطا فرمانا، اور انسان کے شکر نہ کرنے پر اس کو ملامت کرنا۔
(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز قائم کرنے اور رات میں تہجد ادا کرنے کا حکم دینا۔
(۱۱) مکہ مکرمہ سے آپ کے ہجرت کرنے اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا ذکر۔
(۱۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کا کچھ ذکر۔
(۱۳) قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمت کا بیان۔
(۱۴) اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس پر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شریک سے کسی مددگار سے کسی بیٹے سے پاک اور منزہ ہے اور وہ پاکیزہ اور بلند صفات کے ساتھ متصف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ میں نازل ہونے والی تمام سورتیں دین اسلام کے تمام عقائد پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں توحید اور رسالت، قیامت، مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر زور دیا جاتا ہے اور مشرکین اور مخالفین کے شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

ان افتتاحی سطور کے بعد ہم سورۂ بنی اسرائیل کے ترجمہ اور تفسیر کو شروع کرتے ہیں، الٰہ العلمین مجھے صحت اور نیکی کے ساتھ اس کو مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ، کراچی

۱۷ رجب ۱۴۲۱ھ / ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء

سُورَةُ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّاحِدَىٰ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوعًا

سورہ بنی اسرائیل مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

الجزء ۱۵

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام

Marfat.com

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

سے مسجد اقصٰی تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے برکتیں دی ہیں تاکہ ہم اس (عبد مکرم) کو

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۟۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے ○ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ

اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت دینے والا بنایا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ قرار

وَكِیْلًا ۟۲ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا

دو ○ (اے) ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا، بے شک وہ بہت شکر گزار

شَكُوْرًا ۟۳ وَقَضَیْنَاۤ اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ

بندے تھے ○ اور ہم نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا کہ تم ضرور دو بار

لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

زمین میں فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی

كَبِیْرًا ۟۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ

کرو گے ○ سو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَكَانَ

کر دیئے جو سخت جنگجو تھے پس وہ شہروں میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے پھیل گئے اور یہ وعدہ پورا

وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۟۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ

ہونے والا تھا ○ پھر ہم نے تم کو دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور ہم نے مالوں

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ۟۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ

اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تم کو بڑا گروہ بنا دیا ○ اور اگر تم نیکی کرو گے تو

Marfat.com

أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ

اپنی جانوں کے لیے ہی نیکی کرو گے اور اگر تم برے عمل کرو گے تو اس کا وبال بھی تم پر ہی ہوگا، پھر جب دوسرے وعدہ کا

الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ

وقت آیا (تو ہم نے دوسروں کو تم پر مسلط کردیا) تاکہ وہ تمہیں روسیاہ کردیں اور اس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ﴿٧﴾ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ

داخل ہوئے تھے اور وہ جس چیز پر بھی غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کردیں ○ عنقریب تمہارا رب تم پر

وقف لازم يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ

رحم فرمائے گا اور اگر تم نے دوبارہ تجاوز کیا تو ہم دوبارہ سزا دیں گے اور ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو قید خانہ

حَصِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ

بنا دیا ہے ○ بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے

الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾

اور جو ایمان والے نیک کام کرتے ہیں ان کو بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے ○

ع ۱ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾ ع

اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے برکتیں دی ہیں تاکہ ہم اس (عبد مکرم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱)

سبحان کا معنی

سبحان: سبح کا معنی ہے پانی میں سرعت سے تیرنا، مجازاً سیاروں کے اپنے مدار میں گردش کرنے کو بھی کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ (یٰسین: ۴۰) — اور ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ (یعنی گردش کر رہا ہے۔)

اور تسبیح کا معنی ہے ان اوصاف سے اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کو بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں، اور اس کا

Marfat.com

اصل معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بہت تیزی اور سرعت کے ساتھ انجام دینا اور تسبیح کا لفظ تمام عبادات کے لیے عام ہے خواہ اس عبادت کا تعلق قول سے ہو فعل سے ہو یا نیت سے ہو۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

سبحان کا لفظ ہر عیب اور ہر نقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کے لیے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے غیر کو اس صفت سے موصوف کرنا ممتنع ہے، اس آیت میں بھی یہ لفظ تنزیہ کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس نقص سے پاک ہے کہ وہ رات کے ایک لمحہ میں اتنی عظیم سیر نہ کرا سکے۔ تسبیح کا لفظ قرآن مجید میں تسبیح پڑھنے یعنی اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کرنے اور نماز پڑھنے کے معنی میں بھی ہے:

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ (طٰہٰ: ۱۳۰) اور دن کے دو کناروں میں آپ نماز پڑھیے اور تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

حدیث میں یہ لفظ نور کے معنی میں بھی آیا ہے: لاحرقت سبحات وجهه ما ادرک بصره "اللہ تعالیٰ کے چہرے کے انوار منتہاء بصر تک کو جلا ڈالتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۶-۱۹۵، مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵، ۴۰۱)

نیز احادیث میں سبحان کا معنی اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبحان اللہ کی تفسیر پوچھی، آپ نے فرمایا ہر بری چیز سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۰۲، قدیم المستدرک، رقم الحدیث: ۱۸۹۱، کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۱۷۵۱، ۵۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۴)

سبحان اللہ کہنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا سبحان الله وبحمده تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اللہ تعالیٰ کو کون سا کلام سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا وہ کلام جس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے پسند فرما لیا ہے! سبحان ربی وبحمده سبحان ربی وبحمده۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۰۱، قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۱۸۸۹، جدید، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۸۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۸، شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سبحان الله العظیم کہا اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت اگا دیا جاتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۰۱، قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۱۸۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں

Marfat.com

بھاری ہیں' اللہ کے نزدیک محبوب ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۰۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۶۷' عالم الکتب)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام چار ہیں: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر' تم ان میں سے جس کلام سے ابتداء کرو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۳۷)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
سبحان اللہ کہنے کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ہر نقص سے اور ہر ایسی چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک سے' بیوی سے' بچوں سے' اور تمام رزائل سے پاک ہے' تسبیح کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس سے ذکر کے تمام الفاظ مراد ہوتے ہیں اور کبھی اس سے نفلی نماز مراد ہوتی ہے' صلوٰۃ التسبیح اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بکثرت تسبیحات ہیں' سبحان کا لفظ بالعموم اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۰۷' ۲۰۶ مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اسریٰ کا معنی

اسریٰ کا لفظ سری سے بنا ہے' اس کا معنی ہے رات کو جانا' اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط سے فرمایا:

فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ - (ھود: ۸۱) — آپ رات میں اپنے اہل کو لے جائیں۔

نیز فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا - (بنی اسرائیل: ۱) — سبحان ہے وہ جو اپنے بندے کو رات کے ایک لمحہ میں لے گیا۔

(المفردات: ج ۲ ص ۳۰۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

خواب میں معراج ہونے کی روایات

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج خواب کا واقعہ ہے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف آپ کی روح کو معراج ہوئی تھی آپ کے جسم کو معراج نہیں ہوئی تھی' ہم ان روایات کو ذکر کر کے پھر ان کے جوابات کا ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
عتبہ بن مغیرہ بن الاخنس بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ اللہ کی طرف سے سچا خواب تھا۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۶۲۸' الدر المنثور: ج ۵ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

محمد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض آل ابی بکر نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو سیر کرائی تھی۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۶۳۰' الدر المنثور ج ۵ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سلمہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابن اسحاق نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا انکار نہیں کیا گیا اور اس کی

Marfat.com

تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ - (بنی اسرائیل: ۶۰)

اور وہ جلوہ جو ہم نے آپ کو (شب معراج) دکھایا تھا ہم نے اس کو لوگوں کے لیے محض آزمائش بنادیا۔

ان کا استدلال اس سے ہے کہ رویا کا معنی خواب ہے یعنی شب معراج آپ کو جو خواب دکھایا تھا اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے بعض اس کی تصدیق کر کے اپنے ایمان پر قائم رہے اور بعض اس کا انکار کر کے مرتد ہو گئے' (ہمیں مرتد ہونے والوں کے ناموں کی تصریح نہیں ملی) اور حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے سے کہا:

يٰبُنَيَّ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى - (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو اب غور کرو تمہاری کیا رائے ہے۔

پھر حضرت ابراہیم نے اپنے خواب پر عمل کیا' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں وحی نازل ہوتی تھی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ واقعہ معراج آپ کو نیند میں دکھایا گیا تھا یا بیداری میں' اور یہ واقعہ جس حالت میں بھی پیش آیا تھا وہ حق اور صادق ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۶۳۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خواب میں معراج کی روایات کے جوابات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک صحیح اور برحق قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی جیسا کہ احادیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء اور رسل کو نماز پڑھائی' اور آپ کو بہت سی نشانیاں دکھائیں' اور جس شخص نے یہ کہا کہ صرف آپ کی روح کو معراج کرائی گئی تھی اور یہ جسمانی معراج نہیں تھی یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ واقعہ آپ کی نبوت پر دلیل نہ ہوتا' اور نہ اس کی حقیقت کا منکرین انکار کرتے' اور اگر یہ صرف خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین اس کا رد نہ کرتے' کیونکہ خواب میں کسی عجیب و غریب چیز کو دیکھنے پر کسی کو حیرت نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس کا انکار کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اسری بعبدہ یہ نہیں فرمایا کہ اسری بروح عبدہ' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہونا بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھی کیونکہ کسی سواری پر سوار ہونا جسم کا تقاضا ہے نہ کہ روح کا۔

(جامع البیان ج ۱۵ ص ۲۴-۲۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بروح عبدہ اور بعبدہ نہ فرماتا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى - (النجم: ۱۷)

نہ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔

سورہ النجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا' نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا' اور آپ سے حضرت ام ہانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے' اور نہ حضرت ابو بکر کی تصدیق کرنے میں کوئی فضیلت ہوتی' اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی

Marfat.com

کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور نیند میں جو واقعہ ہو اس کے لیے اسریٰ نہیں کہا جاتا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ آپ کا جسم شب معراج گم نہیں ہوا تھا اور آپ کی روح کو سیر کرائی گئی تھی۔ حضرت عائشہ سے یہ روایت صحیح نقل نہیں کی گئی کیونکہ جب یہ واقعہ ہوا اس وقت آپ بہت چھوٹی تھیں، (تقریباً ساڑھے چار سال کی) اس وقت تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بھی نہیں تھیں، اور معاویہ بن ابی سفیان اس وقت کافر تھے، اور اس آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (بنی اسرائیل: ۶۰) اور ہم نے آپ کو جو رویا دکھایا وہ صرف اس لیے تھا کہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رویا نیند اور بیداری دونوں میں دیکھنے کے لیے آتا ہے اور جمہور کے نزدیک یہ رویا بیداری میں بدن اور روح کے ساتھ واقع ہوا۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱۔ ۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شریک کی ایک روایت جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا تھا:

شریک بن عبداللہ بن ابی نمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کا واقعہ سنا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کعبہ میں سوئے ہوئے تھے، نزول وحی سے پہلے آپ کے پاس تین شخص آئے، پھر معراج کا پورا واقعہ بیان کیا۔ امام مسلم فرماتے ہیں شریک نے بعض چیزوں کو مقدم کر دیا اور بعض کو مؤخر کر دیا اور روایت میں بعض چیزوں کی زیادتی کی اور بعض کی کمی کی۔

(صحیح مسلم باب الاسراء: ۲۶۲، رقم الحدیث: ۲۶۱، رقم الحدیث المسلسل ۴۰۷، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷۰، ۷۵۱۷)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ پوری معراج خواب میں ہوئی تھی، لیکن اکثر متقدمین اور متاخرین علماء، فقہاء، محدثین اور متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی ہے، اور تمام احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور بغیر کسی دلیل کے ان کے ظاہر معنی سے عدول کرنا جائز نہیں ہے، شریک کی جس روایت کا ابھی ذکر کیا گیا ہے وہ بظاہر اس کے خلاف ہے، لیکن شریک کے بہت اوہام ہیں جن کا علماء نے انکار کیا ہے، اور خود امام مسلم نے اس پر تنبیہ کی ہے اور کہا ہے کہ اس نے اپنی روایت میں تقدیم، تاخیر اور زیادتی اور کمی کی ہے، اور یہ کہا کہ معراج کا واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے، اس کا یہ قول غلط ہے کسی نے اس کی موافقت نہیں کی، معراج کی تاریخ میں کافی اختلاف ہے زیادہ قوی یہ ہے کہ معراج ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، کیونکہ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز کی فرضیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات ہجرت سے پہلے ہوئی ہے ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے اور ایک قول ہے ہجرت سے پانچ سال پہلے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۹۳۹۔ ۹۳۵ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

علامہ نووی نے یہ تحقیق قاضی عیاض مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ سے اخذ کی ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۹۷-۴۹۱ ، مطبوعہ دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

عبد کے معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عبد کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) جو حکم شرع کے اعتبار سے عبد ہو یعنی کسی کا غلام ہو اس کو بیچنا اور خریدنا جائز ہو، واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب دنیا میں غلام بنانے کا رواج تھا، لیکن اسلام نے حکمت سے بہ تدریج غلامی کا چلن ختم کر دیا اور باقی دنیا میں بھی اب غلام بنانے کا رواج ختم ہو گیا۔ اس معنی کے اعتبار سے عبد بہ معنی غلام کے متعلق حسب ذیل آیتیں ہیں:

اَلۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ۔ (البقرہ: ۱۷۸) غلام کو غلام کے بدلہ میں (قتل کیا جائے۔)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ۔ (النحل: ۷۵) اللہ مثال بیان فرماتا ہے ایک مملوک غلام کی جس کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔

(۲) عبد کا دوسرا معنی ہے عبادت گزار اور اطاعت گزار، بعض وہ ہیں جو اپنے اختیار کے بغیر اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے ہر چیز عبد ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا۔ (مریم: ۹۳) آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہے وہ رحمان کی عبادت کرنے والا ہے۔

(۳) جو لوگ اپنے اختیار سے اللہ کے غیر کی عبادت کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو ان کا عبد قرار دے رکھا ہے، قرآن مجید میں ان کے متعلق ہے:

وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَقُوۡلُ ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِىۡ هٰٓؤُلَاۤءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِيۡلَ۔ (الفرقان: ۱۷) جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا اور ان کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، پھر اللہ ان (معبودوں) سے فرمائے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے۔

(۴) جو لوگ اپنے اختیار سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو اللہ کا عبد کہتے ہیں لیکن ان کی عبادت ناقص ہے، ان کے متعلق درج ذیل آیتیں ہیں:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○ (المائدہ: ۱۱۸) اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ۔ (الزمر: ۵۳) آپ کہیے اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

(۵) جو اپنے اختیار سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت بہت کامل اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے مثالی عبد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے عبد ہونے پر ناز اور فخر سے فرماتا ہے کہ وہ میرے بندے ہیں، ان

Marfat.com

کا ذکر درج ذیل آیتوں میں ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ (الحجر: ۴۲)
(اے ابلیس) بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں (چل سکے گا)۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ (بنی اسرائیل: ۱)
سبحان ہے وہ جو اپنے بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عبد فرمانا

تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے کامل عبد ہیں لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کامل ترین عبد اور محبوب ترین عبد ہیں۔

اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو رات کے ایک قلیل وقت میں لے گیا" ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا: "سبحان ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا" اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف لوٹ آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جائے، اور یہ اللہ کے پاس سے آنے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا۔ (آل عمران: ۳۹)
(اے زکریا) اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے۔

حضرت یحییٰ کو سید کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت، سلطنت اور مالکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سید یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائے گا تو یہ مجاز ہوگا اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے محبوب کا ذکر حقیقی وصف کے ساتھ کرے مجاز اور مستعار وصف کے ساتھ نہ کرے، اور فضیلت حقیقی وصف میں ہے مجاز اور مستعار وصف میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کرکے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ۔ (الکہف: ۱)
اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ۔ (زمر: ۳۶)
کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسری "اللہ آپ کو لے گیا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے۔

(الاعراف: ۱۴۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ۔ (الصّٰفّٰت: ۹۹) اور (ابراہیم نے) کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔

حضرت موسیٰ از خود گئے حضرت ابراہیم از خود گئے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ لے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے والد اور شیخ عمر بن الحسین رحمہ اللہ سے سنا انہوں نے کہا میں نے شیخ سلیمان انصاری سے سنا کہ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلند درجات اور عظیم مراتب پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے محمد! تم کو کس وجہ سے یہ بلندی عطا کی گئی آپ نے جواب دیا اے میرے رب کیونکہ تو میرے عبد ہونے کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے اور مجھے اپنا عبادت گزار قرار دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: سبحان الذی اسری بعبدہ۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف جانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث معراج بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں براق پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچا پھر میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام کی سواریاں باندھی جاتی ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں مسجد سے باہر آگیا، پھر میرے پاس جبریل علیہ السلام ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آگئے، میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا، پھر ہمیں آسمان کی طرف معراج کرائی گئی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲)

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے جایا گیا درمیان میں مسجد اقصیٰ کیوں لے جایا گیا اس کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف آسمانوں پر جانے کا ذکر فرماتے تو مشرکین کے لیے اطمینان اور تصدیق کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا کیونکہ آسمانوں کے طبقات اور درجات، سدرہ، اور سدرہ سے اوپر کے حقائق میں سے کوئی چیز ان کی دیکھی ہوئی تھی نہ انہیں اس کے متعلق کوئی علم تھا، لیکن مسجد اقصیٰ ان کی دیکھی ہوئی تھی تو جب آپ نے یہ فرمایا کہ میں رات کے ایک لمحے میں مسجد اقصیٰ گیا اور واپس آگیا، اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ اس سے پہلے مسجد اقصیٰ نہیں گئے ہیں تو انہوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں اور جب آپ نے سب نشانیاں بتادیں تو واضح ہو گیا کہ آپ کے دعویٰ کا اتنا حصہ تو بہرحال سچا ہے کہ آپ مسجد اقصیٰ جا کر واپس آئے ہیں جب کہ بظاہر یہ بھی بہت مشکل اور مستبعد اور محال تھا، تو پھر آپ کے دعویٰ کے باقی حصہ کا بھی صدق ثابت ہو گیا کیونکہ جب آپ رات کے ایک لمحہ میں مسجد اقصیٰ تک جا کر واپس آسکتے ہیں تو پھر آسمانوں تک جا کر بھی واپس آسکتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد اقصیٰ کی نشانیوں کے متعلق سوالات اور آپ کے

Marfat.com

جوابات دینے کا ذکر اس حدیث میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اللہ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیاں بتا رہا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۰۹۹، مسند عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۷۱۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵)

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ عالم میثاق میں تمام انبیاء اور مرسلین نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو تمام انبیاء علیہم السلام ان پر ایمان لے آئیں اور ان کی نصرت کریں قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آل عمران: ۸۲-۸۱)

اور (اے رسول!) یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے تو تم ان چیزوں پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور ان کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں○ پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا سو وہی لوگ نافرمان ہیں○

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
ابو ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت آدم کے بعد جس نبی کو بھیجا اس سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق عہد لیا کہ اگر آپ کو اس نبی کی حیات میں مبعوث کیا گیا تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کرے اور اپنی امت سے بھی آپ کی اطاعت کا عہد لے۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۵۷۹۰، الدر المنثور ج ۲ ص ۲۵۳-۲۵۲، تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۵۸۷)

سدی بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ وہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ضرور ایمان لائے گا اور آپ کی ضرور مدد کرے گا اگر آپ اس کی حیات میں مبعوث ہوئے ورنہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لے گا کہ اگر آپ مبعوث ہوئے اور وہ امت زندہ ہوئی تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائے گی اور ضرور آپ کی مدد کرے گی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۵۷۹۲، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۳۷۶۱، الدر المنثور ج ۲ ص ۲۵۳)

امام الحسین بن مسعود الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:
- اللہ عزوجل نے یہ ارادہ کیا کہ تمام نبیوں اور ان کی امتوں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لے اور صرف انبیاء کے ذکر پر اکتفا کر لیا، جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں عہد لیا اور ان سے ان

Marfat.com

کی امتوں کے متعلق بھی عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی میں آپ کو مبعوث کیا گیا تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی نصرت کریں گے، جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا گیا ان میں انبیاء علیہم السلام بھی چراغوں کی طرح تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا۔

(معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیا تو وہ ان کی ضرور اطاعت کرے گا اور ضرور ان کی نصرت کرے گا اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد لے کہ اگر ان کی زندگی میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو وہ سب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے اور طاؤس، حسن بصری اور قتادہ نے کہا کہ اللہ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ بعض نبی دوسرے بعض نبیوں کی تصدیق کریں گے، اور یہ عہد سابق کے منافی نہیں ہے اسی لیے امام عبدالرزاق نے حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے قول کو روایت کیا ہے۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے بنو قریظہ کے ایک یہودی سے کہا ہے تو اس نے میرے لیے تورات کی آیات لکھ کر دی ہیں کیا میں وہ آیات آپ کو دکھاؤں! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، عبداللہ بن ثابت کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کس قدر متغیر ہو گیا ہے، پھر حضرت عمر نے کہا میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں، اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غصہ کی کیفیت دور ہو گئی، اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس ہوں اور پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸) اور امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کا سوال نہ کرو وہ ہرگز تمہیں ہدایت نہیں دیں گے، وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں تم ان سے کوئی بات سن کر یا کسی باطل کی تصدیق کرو گے یا کسی حق بات کی تکذیب کرو گے، بے شک اللہ عزوجل کی قسم اگر تمہارے دور میں حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چیز جائز نہ ہوتی (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۱۳۵) اور بعض احادیث میں ہے کہ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی کام جائز نہ ہوتا، پس قیامت تک کے دائمی رسول سیدنا محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہیں اور آپ جس زمانہ میں بھی ہوتے تو آپ ہی امام اعظم ہوتے اور آپ ہی واجب الاطاعت ہوتے اور تمام انبیاء پر مقدم ہوتے، اسی وجہ سے جب تمام انبیاء علیہم السلام معراج کی شب بیت المقدس میں جمع ہوئے تو آپ ہی تمام نبیوں کے امام ہوئے اور میدان حشر میں بھی آپ ہی اللہ تعالیٰ کے حضور سب کی شفاعت فرمائیں گے اور یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج، مسجد اقصیٰ سے ہوتے ہوئے آسمانوں پر جانا اس لیے تھا کہ اپنے اپنے زمانوں میں انبیاء سابقین علیہم السلام نے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا جو عہد کیا تھا

Marfat.com

وہ عہد پورا ہو جائے۔

(۳) مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف جانے کی تیسری حکمت یہ ہے کہ آپ کا مسجد اقصیٰ جانا اور نبیوں کی امامت فرمانا معراج کی تصدیق کا اور خصوصاً بیداری میں اور جسم کے ساتھ معراج کی تصدیق کا ذریعہ بن گیا۔

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

محمد بن کعب القرظی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا پھر ان کے وہاں جانے اور قیصر روم کے سوالات کے جوابات دینے کا ذکر کیا' پھر بیان کیا کہ شام کے تاجروں کو بلایا گیا تو ابو سفیان بن صخر بن حرب اور اس کے ساتھیوں کے آنے کا ذکر کیا پھر ہرقل نے ابو سفیان سے سوالات کیے اور ابو سفیان نے جوابات دیئے جن کا تفصیلی ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' ابو سفیان نے پوری کوشش کی کہ قیصر روم کی نگاہوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم کردے' ان ہی باتوں کے دوران اس کو واقعہ معراج یاد آیا' اس نے قیصر روم سے کہا اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات نہ سناؤں جس سے اس شخص کا جھوٹ تم پر واضح ہو جائے' اس نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات ہماری زمین ارض حرم سے نکل کر تمہاری اس مسجد' بیت المقدس میں پہنچے اور اسی رات کو صبح سے پہلے ہمارے پاس حرم میں واپس پہنچ گئے' بیت القدس کا بڑا عابد جو بادشاہ کے سرہانے کھڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا مجھے اس رات کا علم ہے' قیصر نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور پوچھا تمہیں اس رات کا کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا تھا' اس رات کو میں نے ایک دروازہ کے علاوہ سارے دروازے بند کر دیئے' وہ دروازہ بند نہیں ہوا' اس وقت وہاں جتنے کارندے دستیاب تھے سب نے پوری کوشش کی مگر وہ دروازہ بند نہیں ہوا' ہم اس دروازہ کو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکے' یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کے ساتھ زور آزمائی کر رہے ہوں' ہم نے کہا صبح کو بڑھئیوں کو بلا کر دکھائیں گے کہ اس میں کیا نقص ہو گیا ہے' اور اس رات کو دروازہ یونہی کھلا چھوڑ دیا' صبح کو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں جو پتھر تھا' اس میں سوراخ تھا اور پتھر میں سواریوں کے باندھنے کے نشانات تھے' میں نے اپنے اصحاب سے کہا گزشتہ رات کو وہ دروازہ اس لیے بند نہیں ہو سکا تھا کہ اس دروازہ سے ایک نبی کو آنا تھا' اور اس رات ہماری اس مسجد میں نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے گزر کر جو آسمانوں کی طرف گئے اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ آپ کا وہاں جانا واقعہ معراج کی تصدیق کا ذریعہ بن جائے۔

(۴) چوتھی حکمت یہ تھی کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں' اور وہ سب اس رات کو مسجد اقدس میں جمع ہوئے' تمام نبیوں نے خطبات پڑھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں دی ہیں ان کا بیان کیا اور سب کے آخر میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور آپ نے سب نبیوں کو نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں' اور ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اس وقت سب نبی اپنی اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر

Marfat.com

میں تو اصل جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسد مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بہ قدرت و مشیت حق۔ (نشر الطیب ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ تاج کمپنی لیٹڈ کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ میں آپ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور ایک وقت میں کئی جگہ بھی ہوتے ہیں اسی مفہوم کو بعض علماء حاظر و ناظر سے بھی تعبیر کرتے ہیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں، ہر وقت ہر جگہ موجود ہونا اور ہر وقت ہر چیز کا علم ہونا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کے اردگرد ہم نے برکتیں دی ہیں، تاکہ ہم اس (عبد مکرم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں مسجد اقصیٰ کے اردگرد جو برکتیں ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں کہ مسجد اقصیٰ تمام انبیاء سابقین کی عبادت گاہ ہے اور ان کا قبلہ ہے، اس میں بکثرت دریا اور درخت ہیں، اور یہ ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف قصد ا رخت سفر باندھا جاتا ہے، اور یہ ان چار مقامات میں سے ہے جہاں دجال کا داخلہ ممنوع ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دجال تمام روئے زمین میں گھومے گا، سوا چار مساجد کے، مسجد مکہ، مسجد مدینہ، مسجد اقصیٰ اور مسجد طور، اور اس میں ایک نماز پڑھنے کا اجر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، (سنن ابن ماجہ) اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا یا نبی اللہ! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتائیں، آپ نے فرمایا اس جگہ حشر نشر ہوگا، اس جگہ آکر نماز پڑھو کیونکہ اس جگہ ایک نماز پڑھنے کا اجر ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے، نیز امام احمد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بیت المقدس حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی وہاں حاضر نہ ہو سکے تو وہاں زیتون کا تیل بھیج دے جس سے وہاں چراغ جلایا جائے، اس مسجد میں چراغ جلانے کا اجر بھی وہاں نماز پڑھنے کے برابر ہے، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ دوسری مسجد ہے جس کو روئے زمین پر بنایا گیا ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! زمین میں سب سے پہلی کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا مسجد الحرام، میں نے کہا پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا المسجد الاقصیٰ، میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال! پھر تمہیں جہاں بھی موقع ملے تم نماز پڑھ لو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ کو تعمیر کرنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تجدید کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، یعنی تاکہ ہم آپ کو آسمانوں کی طرف لے جائیں تاکہ ہم اس میں بہت عجیب و غریب امور دکھائیں، حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے پتھر سے آسمانوں کی طرف چڑھ کر گئے اور ہر آسمان میں آپ کی ایک نبی سے ملاقات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور دوزخ کے احوال سے مطلع ہوئے اور آپ نے فرشتوں کو دیکھا جن کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی پہلی رکعت میں قل یاایها الکافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھی، انبیاء علیہم السلام کی سات صفیں تھیں اور تین صفیں مرسلین کی

Marfat.com

تھیں اور فرشتوں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے اور اس میں یہ حکمت تھی کہ ظاہر کیا جائے کہ آپ سب کے امام ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی روحوں کے ساتھ نماز پڑھی یا جسموں کے ساتھ، اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نماز آسمانوں کی طرف جاتے ہوئے پڑھی یا واپسی میں، حافظ ابن کثیر نے کہا واپسی میں پڑھی اور قاضی عیاض نے کہا پہلے پڑھی، ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آسمان میں دو رکعت نماز پڑھی اور وہاں کے فرشتوں کی امامت فرمائی، آپ کا رات کو جانا اور آسمانوں کی طرف عروج رات کے ایک حصہ میں ہوا، وہ ایک حصہ کتنی دیر پر مشتمل تھا اس کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب آپ واپس آئے تو بستر اسی طرح گرم تھا، آپ کے عمامہ کے ٹکرانے سے جو درخت کی شاخیں ہلیں تھیں وہ اسی طرح ہل رہی تھیں، آپ کو پہلے بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر آسمانوں کی طرف عروج کرایا گیا، تاکہ بہ تدریج بلند مقامات کی طرف عروج ہو اور عجیب و غریب امور دیکھنے کے لیے آپ مرحلہ وار مانوس ہوں اور آپ کے آنے اور جانے سے محشر کی زمین مشرف ہو جائے، کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ آسمان دنیا سے بیت المقدس کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے اور اس دروازے سے ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جو شخص بیت المقدس میں آئے اور نماز پڑھے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بیت المقدس لے جایا گیا پھر آسمانوں کی طرف عروج کرایا گیا، ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس کا ہر ستون یہ دعا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب ہمیں ہر نبی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے، اب ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہیں ہمیں آپ کی زیارت کا شرف عطا فرما تو پہلے آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا تاکہ ان کی دعا قبول ہو پھر آپ کو آسمانوں کی طرف عروج کرایا گیا، اور اس ناکارہ کا گمان یہ ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تاکہ آپ کی امت کے لیے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا نمونہ قائم ہو اور آپ کی سنت ہو جائے نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ثواب جو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوا ہے اس کی وجہ یہی ہو کہ آپ نے وہاں نماز پڑھی ہے، ورنہ یہ مسجد تو بہت پہلے سے بنی ہوئی تھی لیکن اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پہلے اتنا نہ تھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے من تبعیضیہ داخل کر کے اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کو بعض نشانیاں دکھائی گئی ہیں تمام نشانیاں نہیں دکھائی گئیں کیونکہ تمام نشانیاں تو غیر متناہی ہیں اور جسم متناہی غیر متناہی نشانیوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

(روح المعانی جز ۱۵ ص ۱۸-۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے ان نشانیوں کے بیان کے بارے میں لکھا ہے، مثلاً رات کے ایک قلیل وقفہ میں آپ کا بیت المقدس پہنچ جانا، اور آپ کے سامنے بیت المقدس کو منکشف کر دینا جب مشرکین نے آپ سے بیت المقدس کی نشانیوں کے متعلق پوچھا، اور تمام انبیاء علیہم السلام کا متمثل ہو کر بیت المقدس میں آنا اور آپ کا ان کو نماز پڑھانا اور ہر نبی کا اپنے مقام کے اعتبار سے کسی آسمان میں موجود ہونا۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام نشانیاں دکھائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (الانعام: ۷۵)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام نشانیاں دکھائیں۔

Marfat.com

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھائیں' اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو بعض نشانیاں دکھائی گئیں ان کا تعلق توحید کے دلائل کے ساتھ ہے اور آپ کو جو بعض نشانیاں دکھائی گئیں ہیں ان کا تعلق معراج کے ساتھ ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض نشانیاں دکھائی گئیں وہ ان تمام نشانیوں سے بڑھ کر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی گئیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ○ (النجم: ۱۸) بے شک انہوں نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں ضرور دیکھی ہیں۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: بے شک وہی بہت سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے۔

اس کے دو محمل ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو بہت سننے والا اور آپ کو بہت دیکھنے والا ہے۔ (۲) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے والے اور اس کے جمال کو دیکھنے والے ہیں۔

(عنایت القاضی ج ۶ ص ۱۳- ۱۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رات کے ایک قلیل وقفہ میں معراج کا ہونا

علامہ علائی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے پانچ مرحلے تھے' پہلا مرحلہ براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تک' دوسرا مرحلہ معراج (سیڑھی) پر چڑھ کر آسمان دنیا تک' تیسرا مرحلہ فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر ساتویں آسمان تک' چوتھا مرحلہ حضرت جبریل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک' پانچواں مرحلہ رفرف پر سوار ہو کر قاب قوسین تک' آپ کو براق' معراج' فرشتوں کے پروں اور حضرت جبریل کے پروں پر سوار کرانے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت' وجاہت اور کرامت کو ظاہر کیا جائے' ورنہ اللہ سبحانہ اس پر قادر ہے کہ آپ کو پلک جھپکنے سے پہلے جہاں چاہے بغیر کسی سواری کے ذریعہ پہنچادے' ایک قول یہ ہے کہ براق صرف مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تھا اور مسجد اقصیٰ سے لے کر جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا معراج (سیڑھی) تھی اور اس نورانی سیڑھی کے آسمانوں تک سات ڈنڈے تھے' آٹھواں ڈنڈا ساتویں آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک تھا' اور نواں ڈنڈا مقام مستوی تک تھا جہاں پر قلم چلنے کی آواز سنائی دیتی ہے اور دسواں ڈنڈا صریف الاقلام سے لے کر عرش تک تھا۔

ظاہر یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسافت کو طے کیا اپنی اصل پر تھی یعنی اس مسافت کو لپیٹ کر کم نہیں کیا گیا' مکہ مکرمہ سے لے کر اس مقام تک جہاں سے آپ کو وحی کی جاتی ہے تین لاکھ سال کی مسافت ہے' ایک قول یہ ہے کہ پچاس ہزار سال کی مسافت ہے' اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں اور یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ مسافت لپیٹ دی جاتی ہے اور فقہاء بھی اس کو بطور کرامت ثابت کرتے ہیں۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۹- ۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک لمحہ میں اتنی طویل اور عظیم سیر کیسے واقع ہو گئی اس کے جواب میں بعض علماء نے یہ نکتہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ منزلہ روح ہیں اور یہ کائنات بہ منزلہ جسم ہے اور جب جسم سے روح نکل جائے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے' سو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات سے نکل گئے تو یہ کائنات مردہ ہو گئی اور جب آپ اس کائنات میں واپس آئے تو یہ کائنات پھر زندہ ہو گئی آسمانوں' زمینوں' سورج اور سیاروں کی گردش جہاں تک پہنچی تھی وہیں پر رک گئی اور جب آپ اس کائنات میں داخل ہوئے تو پھر وہ گردش وہیں سے پھر شروع ہو گئی اور جب آپ گھر آئے تو آپ کا بستر

Marfat.com

اسی طرح گرم تھا اور زنجیر ہل رہی تھی۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ براق، مسجد اقصیٰ، ساتوں آسمان، سدرہ، رفرف، اور عرش وغیرہ یہ سب چیزیں بھی تو اس کائنات میں ہیں جب سفر معراج کے دوران یہ کائنات مردہ ہو گئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد اقصیٰ میں جا کر امامت فرمانا، آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمانا اور باقی معراج کے واقعات کیسے ظہور پذیر ہوئے؟ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن جن چیزوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا تعلق تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اور اپنے حال پر متحرک رکھا اور ان کے علاوہ باقی کائنات کو بے جان اور ساکن کر دیا اور جب آپ سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو پھر ہر چیز وہیں سے حرکت کرنے لگی جہاں سے آپ اسے چھوڑ کر گئے تھے، اور جب آصف بن برخیا ایک ماہ کی مسافت سے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتے ہیں تو پلک جھپکنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر جا کر لوٹ آنا کیونکر قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔

واقعۂ معراج کی تاریخ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

بکثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے، علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الآخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا امین عمری نے شرح ذات الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآخر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۷-۱۰۶-۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نیند اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس

Marfat.com

ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (گلے سے ناف تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے (حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب) کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے، الحدیث۔

(روح المعانی جز ۱۵ص ۹-۸ مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۷ھ)

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوئے پھر وہاں سے اٹھ کر حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بناء پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاءاللہ عنقریب آئے گی۔

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

واقعہ معراج تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی پورا واقعہ مفصل مذکور نہیں ہے صحیح بخاری کی کسی حدیث میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شق صدر کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ حلبی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور بہ ظاہر متعارض ہیں۔

اب ہماری یہ کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جارود تھے میں نے پوچھا: یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا حلقوم سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے

Marfat.com

لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے' ان فرشتوں کے متولی حضرت جبریل تھے' پھر حضرت جبریل نے آپ کے حلقوم اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا' پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا حتی کہ پیٹ کو صاف کر دیا' پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا' پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت اور رگوں میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبریل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم کوئی شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی' تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی' اس کا رنگ سفید تھا' جارود نے کہا: اے ابو حمزہ! (حضرت انس) کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبریل مجھے لے کر چلے گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثیب احمر کے پاس سے گزر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۳۱)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی' پھر میں سو گیا پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا' میں بیدار ہوا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا' پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر سے مشابہ ایک جانور نظر آیا ان کے کان اوپر کو اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے' اور مجھ سے پہلے

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے اپنی بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو! یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے پھر جبریل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبریل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبریل نے پوچھا آپ نے راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا حضرت جبریل نے کہا یہ بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبریل نے کہا یہ نصاریٰ تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اس سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبریل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں، وہ بہت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہو گی میں اور جبریل اس معراج پر چڑھے حتی کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ - (المدثر: ۳۱) آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

پھر جبریل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنایا گیا تھا ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں تھوڑی دور ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ دسترخوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت رکھا ہے،

Marfat.com

اور دوسری جانب اور خوان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں' میں نے کہا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں' پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا تو گر جاتا اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا' ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے' میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے' پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے' میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے در اصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے' پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں' میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں' میں نے کہا جبریل یہ کون عورتیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے زنا کرنے والیاں ہیں' پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں' الحدیث۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۳۔۳۹۰)

اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوہارون عبدی متروک ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسری بعبدہ الایہ کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا' آپ نے فرمایا اس کا قدم منتہائے بصر پر تھا' آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی چلے' آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن وہ فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی' آپ نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں' ان کی نیکیوں کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے' اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو' اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا' اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ سر پھر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے' پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑے کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے' اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے' میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے' پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگچیوں

Marfat.com

میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ۔ اور ہر راستہ میں اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو ڈراؤ۔

(الاعراف: ۸۶)

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جاتے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں، پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر سے ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بری) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے، اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوشگوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی آپ نے پوچھا اے جبریل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹورے، میرا شہد، میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے ہر مسلم اور ہر مسلمہ ہے اور ہر مومن اور ہر مومنہ ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی میں آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبریل یہ کیسی آوازیں ہیں، انہوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے، جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھور، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میری گہرائی بہت زیادہ ہے، اور میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر

Marfat.com

جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی' پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انہوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں' انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں! انہوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انہیں خوش آمدید ہو' پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں' انہوں نے اپنے رب کی ثناء کی' پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا:

الحمدلله الذی اتخذ ابراھیم خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتا لله یؤتم بی وانقذنی من النار وجعلها علی بردا وسلاما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے ابراھیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا' میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمدلله الذی خولنی ملکا وانزل علی الزبور والان لی الحدید و سخرلی الطیر والجبال' واتانی الحکمة وفصل الخطاب۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمدلله الذی سخرلی الریاح والجن والانس وسخرلی الشیاطین یعملون ما شئت من محاریب و تماثیل الایة وعلمنی منطق الطیر وکل شئی واسال لی عین القطر واعطانی ملکا عظیما لا ینبغی لاحد من بعدی۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو' جنوں کو اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی' اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمدلله الذی علمنی التوراة والانجیل وجعلنی ابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذنه ورفعنی وطهرنی من الذین کفروا واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیها سبیل۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا' اور میں اس کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا' اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

Marfat.com

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمدلله الذی ارسلنی رحمة للعلمین وکافة للناس بشیرا و نذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان کل شئی وجعل امتی خیرامة اخرجت للناس وجعل امتی امة وسطا وجعل امتی هم الاولون وهم الاخرون وشرح صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے' اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو امت اول بنایا اور میری امت کو امت آخر بنایا اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتداء کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا انہی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی' امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کو امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الی بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علیهم السلام فقدمنی جبرائیل حتی اممتهم۔

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا' اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبرائیل نے مجھے پکڑ کر ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں' آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا' پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا' آپ نے اسے سیر ہو کر پیا' پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی' آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا' آپ سے کہا گیا آپ نے ٹھیک کیا' آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے' اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ (الحدیث بطولہ)

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱)

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے' امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۳-۶۷)

Marfat.com

(اس حدیث کا بقیہ حصہ انشاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔
امام بخاری مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان سے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انہیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انہیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو، پھر جبرائیل علیہ السلام (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انہوں نے کہا اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں، اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل، پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انہوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح کو اور نبی صالح کے لیے۔ پھر جبرائیل مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں انہوں نے کہا ہاں، اس فرشتے

Marfat.com

نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح کو اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں تو انہوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا! پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، تو اس فرشتے نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح کو اور نبی صالح کو۔

پھر میں سدرۃ المنتہٰی تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہٰی ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر، میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل و فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہٰی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فالمنتھی حینئذ موضع لایتعداہ ملک ولا یعلم ماوراءہ احد والیہ ینتھی ارواح الشھداء۔

سدرۃ المنتہٰی وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جاسکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبرائیل تخلف عنہ فی مقام لودنوت انملۃ لاحترقت۔

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے (اور کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

(غرائب القرآن ج ۶ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وھو مقام جبرائیل وکان قد بقی ھناک عند عروجہ علیہ السلام الی مستوی العرش وقال لودنوت انملۃ لاحترقت۔

یہ مقام جبرائیل ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

(روح البیان ج ۹ ص ۲۲۴، مطبوعہ کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فارقنی جبرائیل ای

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فی مقام قرب الجلیل وقال لو دنوت انملة لاحترقت۔	فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں حضرت جرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔ (شرح الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، بیروت)

علامہ عبدالوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل منکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا در آں حالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا اور کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی، آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جرائیل نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جا رہے ہیں اور نیل اور فرات بھی قیامت کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہیٰ کے پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اوپر سے جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہاء ہے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جا سکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہاء ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جا سکتی، اور یہیں پر حضرت جرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جرائیل سے آگے چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معروف جائے قیام ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہ دیکھا تو آپ گھبرائے اور عالم نور میں آپ حیران و پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز سے مشابہ ایک آواز آئی:

قف یا محمد فان ربک یصلی۔	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

Marfat.com

ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اسکے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے مراد نماز نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت شریفہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۶۷-۳۶۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگئے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو توریت اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انہیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کا شرح صدر کیا اور آپ سے بوجھ دور کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کی امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعالمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا پھر اور قریب ہو حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا

Marfat.com

حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کردے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو! آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام پر پہنچ کر عرض کیا: اے ہمارے رب ہمارے لیے تخفیف کردے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کردیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کرچکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کردیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کردی ہے اور ہمارے لیے ہر نیکی کا اجر دس گنا کردیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کرچکا ہوں، انہوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرم میں سو گئے اور صبح بیدار ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گزشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابوجہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گزشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ کی مسافت طے کرکے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کرکے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے، اور یہ ایک رات میں جاکر واپس آگئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اپنے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اونٹ اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا، ابوجہل نے کہا انہوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا بھی پتہ چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے،

Marfat.com

آپ مجھے اس کی عمارت' اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتایئے؟ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا' پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے' آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے' اس نے کہا آپ نے سچ کہا' پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵)

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے' امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے' اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبدالرحمان قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی' تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا' پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے' حتیٰ کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا' اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو موخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۴)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آ گیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی دوپہر کو آ گیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۲۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۸۷)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی' اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے' پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا' پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے' میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے' آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ

Marfat.com

معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتایئے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیئے گئے، آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے بنو فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کی گنتی کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان کے اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابو بکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آ گئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انہوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انہوں نے کہا ہاں، پھر انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا بخدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا) حضرت ابو بکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق ہو گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے:) صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گزرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور چکر لگانے لگا اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انہوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابو بکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۹-۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت دینے والا بنایا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ قرار دو○ (اے) ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے○ (بنی اسرائیل: ۳-۲)

اللہ کے سوا کسی اور کو وکیل نہ بنانے کا معنی

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا تھا کہ اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی

Marfat.com

فضیلت عطا فرمائی اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرما کر ان کو فضیلت عطا فرمائی تھی، پھر تورات کے متعلق یہ فرمایا کہ ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت دینے والا بنایا تھا، یعنی تورات ہی بنواسرائیل کو جہالت اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر علم اور دین حق کی روشنی کی طرف لے جانے والی تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ تورات کی ہدایت یہ تھی کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ قرار دو، یعنی تم اپنے معاملات میں اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کرنا، اور غیر اللہ پر اعتماد نہ کرنا ہی توحید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بعد اس کا ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور کوئی معراج نہیں ہے کہ وہ بحر توحید میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ وہ اپنے تمام مقاصد اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر توکل نہ کرے، اگر وہ زبان سے کچھ بولے تو اللہ تعالیٰ کے متعلق بات کرے، اگر وہ کچھ سوچے اور غور و فکر کرے تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سوچے اور غور و فکر کرے یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنی عظیم اور کتنی کثیر نعمتیں عطا کی ہیں اور اس نے ان نعمتوں کی کتنی ناشکری کی ہے، اس کی اطاعت کرنے کی بجائے کتنے گناہ کیے، پھر اپنی تقصیر اور کوتاہیوں پر نادم اور شرمسار ہو اور اشک ندامت بہائے، اگر اسے کسی چیز کی طلب ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے، اور اگر کسی چیز سے پناہ مانگنی ہو تو صرف اللہ سے پناہ مانگے، اور اپنی کل اغراض اور مطالب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور جب اللہ کے سوا اور کسی پر اس کی نظر نہیں ہو گی اور صرف اس کی ذات ہی اس کا مطمح نظر ہو گی تو پھر یہ معنی صادق آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا وکیل نہیں بناتا۔

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم وکیل ہے، اس کا معنی ہے جو بندوں کے رزق کا کفیل اور ضامن ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز میں اس پر توکل کیا گیا ہے وہ اس کو مہیا کرنے میں مستقل ہے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں توکل کا معنی ہے کسی کام میں اپنے عجز کا اظہار کر کے غیر پر اعتماد کرنا، اور اہل حقیقت کے نزدیک اس کا معنی ہے، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے مایوس ہونا، اور المتوکل علی اللہ اس کو کہا جاتا ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اس کے رزق اور اس کی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ کفیل اور ضامن ہے، سو وہ اسی کی طرف رجوع کرے اور اس کے غیر پر توکل نہ کرے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۱۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت زدہ شخص کی یہ دعائیں ہیں: اے اللہ! میں تیری ہی رحمت کی امید رکھتا ہوں سو تو مجھے پلک جھپکنے کے لیے بھی میرے حوالے نہ کر، اور میرے تمام کاموں کو ٹھیک کر دے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۰)

حضرت نوح علیہ السلام کا بہت شکر گزار ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا: بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے۔

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، کیونکہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت شکر گزار بندے تھے اور وہ اس لیے بہت شکر کرتے تھے کیونکہ وہ موحد تھے اور ان کو جو نعمت بھی ملتی تھی اس کے متعلق ان کو یہ یقین تھا کہ وہ نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عنایت فرمائی ہے، اور تم سب لوگ نوح

Marfat.com

علیہ السلام کی اولاد ہو سو تم بھی ان کی اقتداء کرو' اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور اس کے سوا اور کسی پر توکل نہ کرو' اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بہت شکر گزار ہونے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سلمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کپڑے پہنتے یا کھانا کھاتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اس وجہ سے ان کو عبد شکور فرمایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۶۳۶)

سعد بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح نے جب بھی کوئی نیا کپڑا پہنایا کوئی کھانا کھایا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو عبد شکور فرمایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۶۳۷)

عمران بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو اس لیے عبد شکور فرمایا کہ جب وہ کھانا کھاتے تو یہ دعا کرتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے طعام کھلایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا' اور جب لباس پہنتے تو یہ دعا کرتے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے لباس پہنایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے برہنہ رکھتا' اور جب جوتی پہنتے تو دعا کرتے تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مجھے جوتی پہنائی اور اگر چاہتا تو مجھے ننگے پیر رکھتا' اور قضاء حاجت کرتے تو یہ دعا کرتے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے یہ گھن والی چیز دور کی اور اگر وہ چاہتا تو اس کو روک لیتا۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۶۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام جب بھی بیت الخلاء سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے کھانے کی لذت چکھائی' اور اس کی افادیت میرے جسم میں باقی رکھی اور اس کا فضلہ مجھ سے نکال باہر کیا۔

(کتاب الشکر لابن ابی الدنیا رقم الحدیث:۱۲۴' کتاب الخرائطی' باب الشکر رقم الحدیث:۲۱' الاتحاف ج ۲ ص ۳۴۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بتا دیا تھا کہ تم ضرور دوبار زمین پر فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گےo سو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگجو تھے' پس وہ شہروں میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے پھیل گئے اور یہ وعدہ پورا ہونے والا تھاo پھر ہم نے تم کو دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تم کو بڑا گروہ بنا دیاo اور اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے ہی نیکی کرو گے اور اگر تم برے عمل کرو گے تو اس کا وبال بھی تم پر ہی ہو گا' پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دوسروں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہیں روسیاہ کر دیں اور اس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور وہ جس چیز پر بھی غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیںo عنقریب تمہارا رب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم نے دوبارہ تجاوز کیا تو ہم دوبارہ سزا دیں گے' اور ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو قید خانہ بنا دیا ہےo (بنی اسرائیل: ۸-۴)

یہودیوں کی دوبارہ سرکشی اور اس کی سزا میں ان پر دوبار دشمنوں کے غلبہ پر بائبل کی شہادت

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق دو پیش گوئیاں کی ہیں' پہلی پیش گوئی یہ ہے کہ وہ ضرور زمین پر فساد کریں گے اور سرکشی کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کے اس فساد اور سرکشی کی سزا میں ان پر ان کے ایسے دشمن کو مسلط کر دے گا جو ان کو ڈھونڈ کر قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا اور ان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ پھر جب انہوں نے دوبارہ

Marfat.com

فساد اور سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ سزا دی اور ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا' اس کی تصدیق بائبل میں بھی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو تنبیہہ کی:

انہوں نے ان قوموں کو ہلاک نہ کیا' جیسا کہ خداوند نے ان کو حکم دیا تھا○ بلکہ ان قوموں کے ساتھ مل گئے اور ان کے سے کام سیکھ گئے○ اور ان کے بتوں کی پرستش کرنے لگے جو ان کے لیے پھندہ بن گئے○ بلکہ انہوں نے اپنے بیٹے بیٹیوں کو شیاطین کے لیے قربان کیا○ اور معصوموں کا یعنی اپنے بیٹے بیٹیوں کا خون بہایا جن کو انہوں نے کنعان کے بتوں کے لیے قربان کر دیا اور ملک خون سے ناپاک ہو گیا○ یوں وہ اپنے ہی کاموں سے آلودہ ہو گئے اور اپنے فعلوں سے بے وفا بنے○ اس لیے خداوند کا قہر اپنے لوگوں پر بھڑکا اور اسے اپنی میراث سے نفرت ہو گئی' اور اس نے ان کو قوموں کے قبضہ میں کر دیا○ اور ان سے عداوت رکھنے والے ان پر حکمران ہو گئے○ ان کے دشمنوں نے ان پر ظلم کیا اور وہ ان کے محکوم ہو گئے○ اس نے تو بار بار ان کو چھڑایا○ لیکن ان کا مشورہ باغیانہ ہی رہا○ اور وہ اپنی بدکاری کے باعث پست ہو گئے۔

(زبور' باب: ۱۰۶' آیت: ۴۳-۳۴' کتاب مقدس ص ۵۹۲' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء)

یسعیاہ نبی نے فرمایا:

لوگوں میں سے ہر ایک دوسرے پر اور ہر ایک اپنے ہمسایہ پر ستم کرے گا اور بچے بوڑھوں کی اور رذیل شریفوں کی گستاخی کریں گے○ جب کوئی آدمی اپنے باپ کے گھر میں اپنے بھائی کا دامن پکڑ کر کہے کہ تو پوشاک والا ہے۔ آ تو ہمارا حاکم ہو اس اجڑے دیس پر قابض ہو جا○ اس روز وہ بلند آواز سے کہے گا کہ مجھ سے انتظام نہیں ہو گا کیونکہ میرے گھر میں نہ روٹی ہے نہ کپڑا مجھے لوگوں کا حاکم نہ بناؤ○ کیونکہ یروشلم کی بربادی ہو گئی اور یہوداہ گر گیا' اس لیے ان کی بول چال اور چال چلن خداوند کے خلاف ہیں کہ اس کی جلالی آنکھوں کو غضب ناک کریں○ ان کے منہ کی صورت ان پر گواہی دیتی ہے' وہ اپنے گناہوں کو سدوم کی مانند ظاہر کرتے ہیں اور چھپاتے نہیں' ان کی جانوں پر واویلا ہے! کیونکہ وہ آپ اپنے اوپر بلا لاتے ہیں○ راست بازوں کی بابت کہو کہ بھلا ہو گا' کیونکہ وہ اپنے کاموں کے پھل کھائیں گے○ شریروں پر واویلا ہے! کہ ان کو بدی پیش آئے گی کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کا کیا پائیں گے○ (یسعیاہ' باب: ۳ آیت: ۱۲-۶' کتاب مقدس ص ۶۲۲' مطبوعہ لاہور' ۱۹۹۲ء)

یرمیاہ نبی نے فرمایا:

میں بزرگوں کے پاس جاؤں گا اور ان سے کلام کروں گا کیونکہ وہ خداوند کی راہ اور اپنے خدا کے احکام کو جانتے ہیں لیکن انہوں نے جوا بالکل توڑ ڈالا اور بندھنوں کے ٹکڑے کر ڈالے○ اس لیے جنگل کا شیر ببر ان کو پھاڑے گا بیابان کا بھیڑیا ان کو ہلاک کرے گا چیتا ان کے شہروں کی گھات میں بیٹھا رہے گا' جو کوئی ان میں سے نکلے پھاڑا جائے گا کیونکہ ان کی سرکشی بہت ہوئی اور ان کی برگشتگی بڑھ گئی○ میں تجھے کیوں کر معاف کر دوں؟ تیرے فرزندوں نے مجھ کو چھوڑا اور ان کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں' جب میں نے ان کو سیر کیا تو انہوں نے بدکاری کی اور پرے باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھے ہوئے○ وہ پیٹ بھرے گھوڑوں کی مانند ہو گئے' ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے لگا○ خداوند فرماتا ہے کیا میں ان باتوں کے لیے سزا نہ دوں گا اور کیا میری روح ایسی قوم سے انتقام نہ لے گی○

(یرمیاہ' باب: ۵ آیت: ۹-۵' کتاب مقدس ص ۶۱۸' مطبوعہ لاہور' ۱۹۹۲ء)

نیز یرمیاہ نے فرمایا:

Marfat.com

اے اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے وہ قدیم قوم ہے وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا ○ ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں وہ سب بہادر مرد ہیں ○ اور وہ تیری فصل کا اناج اور تیری روٹی جو تیرے بیٹوں اور بیٹیوں کے کھانے کی تھی کھا جائیں گے تیرے گائے بیل اور تیری بھیڑ بکریوں کو چٹ کر جائیں گے تیرے انگور اور انجیر نگل جائیں گے تیرے حسین شہروں کو جن پر تیرا بھروسہ ہے تلوار سے ویران کر دیں گے ○ (یرمیاہ باب: ۵ آیت: ۱۷-۱۵ کتاب مقدس ص ۷۱۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے کتاب (بائبل) میں بنی اسرائیل کے متعلق پیش گوئی کی تھی کہ وہ دوبار زمین میں فساد اور سرکشی کریں گے اور اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ دوبار ان کو ان کے دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا کرے گا یہ پیش گوئیاں آج تک موجودہ بائبل میں مختلف انبیاء بنی اسرائیل کی زبانوں سے موجود ہیں اور یہ قرآن مجید کی صداقت پر زبردست دلیل ہے اور یہ کہ صحائف بنی اسرائیل کا جو حصہ غیر محرف ہے قرآن مجید اس کا مصدق ہے۔

یہودیوں کا انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

بنو اسرائیل نے جو فساد کیا تھا اس میں انہوں نے نبیوں کو بھی قتل کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ان نبیوں میں حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی قتل کیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت شعیا کو قتل کیا تھا حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان پر یہ تہمت لگائی تھی کہ انہوں نے حضرت مریم کو حاملہ کیا تھا حضرت زکریا نے ان سے بھاگ کر ایک درخت میں پناہ لی درخت شق ہو گیا اور وہ درخت میں داخل ہو گئے ان کے کپڑے کا پلو درخت سے باہر رہ گیا شیطان نے اس پلو کی طرف بنی اسرائیل کی راہنمائی کی انہوں نے آری سے درخت کو کاٹ ڈالا اور حضرت شعیا کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان کو اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور گناہوں سے منع کرتے تھے ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے درخت میں پناہ لی تھی اور اس درخت کو آری سے کاٹ ڈالا گیا تھا اور حضرت زکریا کی طبعی موت سے وفات ہوئی تھی۔

انہوں نے حضرت یحییٰ بن زکریا کو بھی قتل کر دیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ بہت حسین و جمیل تھے اس نے ان سے کہا کہ وہ اس کی خواہش پوری کریں انہوں نے انکار کیا پھر اس نے اپنی بیٹی سے سوال کیا کہ وہ اپنے باپ سے کہے کہ وہ حضرت یحییٰ کا سر کاٹ کر اس کو پیش کرے بادشاہ نے ایسا کر دیا اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ اپنی بیوی کی بیٹی پر عاشق ہو گیا اور حضرت یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے حضرت یحییٰ نے منع کیا اس کی ماں کو جب پتہ چلا تو اس نے اپنی بیٹی کو بنا سنوار کر بادشاہ کے پاس اس وقت بھیجا جب وہ شراب پی رہا تھا اور اس سے کہا جب بادشاہ اس سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہے تو وہ انکار کر دے اور کہے کہ یہ تب ہو گا جب تم یحییٰ بن زکریا کا سر کاٹ کر مجھے تھال میں رکھ کر پیش کرو گے اس لڑکی نے ایسا ہی کیا بادشاہ نے کہا تم پر افسوس ہے تم کسی اور چیز کا سوال کر لو اس نے کہا نہیں! میرا یہی سوال ہے پھر بادشاہ کے حکم سے حضرت یحییٰ کا سر کاٹ کر تھال میں لایا گیا اس وقت بھی وہ سر کلام کر رہا تھا "یہ لڑکی تمہارے لیے حلال نہیں ہے یہ لڑکی تمہارے لیے حلال نہیں ہے"

علماء سیر نے کہا ہے کہ حضرت یحییٰ کا خون مسلسل بہتا رہا اور خون جوش مار تا رہا حتیٰ کہ ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کر دیئے گئے پھر وہ خون ٹھنڈا ہوا ایک قول یہ ہے کہ وہ خون اس وقت تک نہیں رکا حتیٰ کہ اس کے قاتل نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کو قتل کیا گیا پھر وہ خون رک گیا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۹-۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار ان پر بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جالوت کو مسلط کیا اس نے وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا بڑوں کو قتل کیا اور بچوں کو غلام بنالیا' اور بیت المقدس کو ویران کردیا پھر ان کی توبہ کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام اور طالوت کے ذریعہ ان کو نجات دی انہوں نے دوبارہ سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کے مجوسیوں کو ان پر مسلط کردیا' جب ان کا لشکر یہودیوں کی قربان گاہ پر پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ خون مسلسل جوش سے ابل رہا ہے انہوں نے یہودیوں سے پوچھا یہ کیسا خون ہے؟ یہودیوں نے کہا ہماری ایک قربانی قبول نہیں ہوئی تھی یہ اس کا خون ہے' امیر لشکر نے کہا تم نے جھوٹ بولا ہے اور اس نے ستر ہزار یہودیوں کو قتل کردیا اور وہ خون مسلسل بہتا رہا' امیر لشکر نے کہا اگر تم سچ سچ نہیں بتاؤ گے تو میں تم میں سے کسی شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا تب انہوں نے کہا کہ یہ یحییٰ کا خون ہے اس نے کہا اسی وجہ سے تمہارا رب تم سے انتقام لے رہا ہے پھر اس نے کہا: اے یحییٰ! میرے اور تمہارے رب نے جان لیا کہ تمہاری وجہ سے تمہاری قوم پر کیسی مصیبت آئی ہے اب تم اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرسکون ہو جاؤ ورنہ تمہاری قوم کا کوئی فرد بھی زندہ نہیں رہے گا پھر وہ خون بہنے سے رک گیا۔

(تفسیر البیضاوی علی ہامش الخفاجی ج ۶ ص ۲۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

موجودہ بائبل میں بھی یہ مذکور ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ناحق قتل کردیا تھا۔

مرقس کی انجیل میں ہے:

کیونکہ ہیرودیس نے آپ آدمی بھیج کر یوحنا کو پکڑوایا اور اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب اسے قید خانہ میں باندھ رکھا تھا کیونکہ ہیرودس نے اس سے بیاہ کرلیا تھا○ اور یوحنا نے اس سے کہا تھا کہ اپنے بھائی کی بیوی رکھنا تجھے روا نہیں○ پس ہیرودیاس اس سے دشمنی رکھتی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرائے مگر نہ ہوسکا○ کیونکہ ہیرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہوجاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا○ اور موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی○ اور اسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا○ اور اس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا○ اور اس نے باہر جاکر اپنے ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں؟ اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر○ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوادے○ بادشاہ بہت غمگین ہوا مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اس سے انکار نہ کرنا چاہا○ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے جاکر قید خانہ میں اس کا سر کاٹا○ اور ایک تھال میں لاکر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا○ پھر اس کے شاگرد سن کر آئے اور اس کی لاش اٹھا کر قبر میں رکھی○

(مرقس کی انجیل باب: ۶' آیت: ۲۹-۱۷' نیا عہد نامہ ص ۴۰-۳۹' متی کی انجیل' باب: ۱۴' آیت: ۱۲-۳' نیا عہد نامہ ص ۱۸)

بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کرنا

بنی اسرائیل کی دو مرتبہ سرکشی پر ان کے دشمنوں کو دوبار ان پر غلبہ دیا گیا اور وہ دشمن کون تھے اور انہوں نے کس طرح بنی اسرائیل کی شکست دی اور ان کو ملیامیٹ کیا اس کے متعلق کتب تاریخ اور کتب تفسیر میں متعدد روایات ہیں اس

Marfat.com

سلسلہ میں حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے جو کچھ چھان پھٹک کر لکھا ہے ہم اس کو پیش کر رہے ہیں:

متقدمین اور متاخرین مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ بنی اسرائیل کے جن دشمنوں کو ان پر مسلط کیا گیا تھا وہ کون تھے، حضرت ابن عباس اور قتادہ سے یہ روایت ہے کہ جو ان پر پہلے مسلط کیا گیا تھا وہ جالوت جزری تھا' پھر بعد میں بنی اسرائیل کی جالوت کے خلاف مدد کی گئی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اس لیے فرمایا پھر ہم نے تم کو دوبارہ ان پر غلبہ دیا' اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ موصل کا بادشاہ سنجاریب اور اس کا لشکر تھا' اور ایک اور روایت یہ ہے کہ وہ بابل کا بادشاہ بخت نصر تھا' ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس مقام پر بہت عجیب و غریب روایات ذکر کی ہیں جن کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' اسی طرح اس کی تفسیر میں بہت سی اسرائیلی روایات بھی ہیں جو بلاشبہ موضوع ہیں اور زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہیں' اور ہمارے لیے صرف وہ کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے سرکشی اور بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیا' جس نے ان کے خون بہانے کو مباح کر لیا' ان کے گھروں کو تباہ اور برباد کر دیا اور ان کو ذلیل اور رسوا کر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا' انہوں نے سرکشی اور فساد کیا حتیٰ کہ نبیوں اور علماء کو قتل کیا' اور امام ابن جریر نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ بخت نصر نے شام پر حملہ کیا اور بیت المقدس کو تباہ اور برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قتل کیا پھر وہ دمشق گیا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک جگہ خون ابل رہا ہے اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کیسا خون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہم اپنے باپ دادا سے اسی طرح خون ابلتا ہوا دیکھ رہے ہیں پھر اس نے وہاں ستر ہزار یہودیوں کو قتل کر دیا' یہ مشہور روایت ہے' اور سعید بن مسیب تک اس کی سند صحیح ہے' بخت نصر نے معزز سرداروں اور علماء کو قتل کر دیا تھا حتیٰ کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں بچا جو تورات کا حافظ ہو اس نے انبیاء علیہم السلام کے بیٹوں اور دیگر بکثرت افراد کو گرفتار کر لیا' اسی طرح اور دیگر بہت حادثات پیش آئے جن کے ذکر سے طوالت ہوگی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن کثیر نے یہ ذکر نہیں کیا کہ دوسری بار جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو پھر ان پر کس دشمن کو مسلط کیا گیا' امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے جس میں بنی اسرائیل کی دونوں بار سرکشی اور دونوں بار ان پر دشمنوں کے مسلط ہونے کا ذکر کیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل نے سرکشی اور تکبر کیا اور نبیوں کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فارس کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے سات سو سال تک اس کو حکمران رکھا تھا' وہ ان پر حملہ آور ہوا حتیٰ کہ بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور ان کا محاصرہ کر لیا' حضرت زکریا علیہ السلام کے خون کی پاداش میں اس نے ستر ہزار افراد کو قتل کر دیا' پھر نبیوں کے بیٹوں اور دوسرے لوگوں کو قتل کر دیا' اس نے بیت المقدس کے زیورات لوٹ لیے اور وہاں سے ایک لاکھ ستر ہزار سونے کے بنے ہوئے بچھڑوں کو بابل لے گیا' پھر وہ قتل کر دیا گیا' حضرت حذیفہ نے پوچھا: یا رسول اللہ کیا بیت المقدس اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم تھا؟ فرمایا ہاں! اس کو سلیمان بن داؤد نے سونے' موتیوں' یاقوت اور زمرد سے بنایا تھا' اس کا فرش سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا اور اس کے ستون سونے کے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ چیزیں عطا کی تھیں اور اس کو بنانے کے لیے جنات کو تابع کر دیا تھا' وہ پلک جھپکنے میں یہ ساری چیزیں لے آتے تھے' یہ تمام سونا اور چاندی بخت نصر لوٹ کر بابل میں لے گیا' اس نے ایک سو سال تک ان کو

Marfat.com

اپنا غلام بنائے رکھا، مجوس اور مجوس کی اولاد ان کو عذاب میں مبتلا رکھتے تھے، ان میں انبیاء اور انبیاء کے بیٹے بھی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور فارس کے بادشاہوں میں سے کورس نام کا ایک بادشاہ تھا جو مومن تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈالا کہ وہ باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ان کی قید سے چھڑالے پھر کورس (خورس) ان کی مدد کے لیے آیا اور ان کو بخت نصر کی غلامی سے آزاد کرایا اور بیت المقدس کے زیورات انہیں واپس کر دیئے، پھر بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے، کچھ عرصہ بعد وہ پھر گناہوں کی طرف لوٹ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ا بطیانحوس کو مسلط کر دیا اور جو لوگ بخت نصر کے ساتھ تھے ان کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا حتیٰ کہ بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور وہاں رہنے والوں کو قید کر لیا اور بیت المقدس کو جلا دیا اور ان سے کہا اے بنی اسرائیل اگر تم نے دوبارہ نافرمانی کی تو ہم تم کو دوبارہ قید کر لیں گے، انہوں نے پھر نافرمانی کی تو ان کو تیسری بار ایک رومی بادشاہ نے قید کر لیا جس کا نام قاقس بن اسبایوس تھا، اس نے ان پر خشکی اور سمندر کے راستہ سے حملہ کیا ان کو غلام بنا لیا اور بیت المقدس کے زیورات چھین لیے اور بیت المقدس کو آگ سے جلا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت المقدس کے زیورات کی سرگزشت ہے، یہ زیورات ستره سو کشتیوں میں لدے ہوئے تھے ان کو مہدی واپس بیت المقدس میں پہنچائے گا اور اللہ تعالیٰ بیت المقدس میں ہی اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۶۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ پہلی بار ان پر جالوت مسلط کیا گیا پھر ان کی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے طالوت اور حضرت داؤد کی مدد سے ان کو رہائی دلائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۱۹۱)

اور دوسری بار ان پر بخت نصر بابلی مجوسی کو مسلط کیا گیا اس نے بھی قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور ان کو بہت برا عذاب چکھایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۱۹۳)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار ان پر جالوت کو مسلط کر دیا جس نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے ملک کو تباہ و برباد کر دیا پھر ان پر رحم فرمایا اور اللہ عزوجل نے طالوت کو طاقت دی حتیٰ کہ اس نے جالوت سے جنگ کی اور حضرت داؤد نے اس کی مدد کی حتیٰ کہ طالوت نے جالوت کو قتل کر دیا، پھر دوبارہ بنی اسرائیل نے سرکشی اور فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دلوں میں مجوس کا رعب اور خوف مسلط کر دیا اور مجوسیوں نے ان کو قتل کر ڈالا اور ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بہرحال اس بات کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور کوئی غرض علمی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے والے کون تھے، مقصود صرف یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے شورش اور فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور انہوں نے ان کو ہلاک اور برباد کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے اور جو ایمان والے نیک کام کرتے ہیں ان کو بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے ○ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۱۰)

بنی اسرائیل کی غلامی کی ذلت سے مسلمان عبرت پکڑیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور مقرب بندوں پر کیے ہوئے انعامات کا ذکر فرمایا تھا کہ ہمارے نبی

Marfat.com

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شرف معراج سے نوازا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر کتاب نازل فرمائی اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ منکروں، نافرمانوں اور سرکشوں پر اللہ تعالیٰ نے مختلف مصائب نازل فرمائے اور ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط فرما کر ان کو ذلیل و خوار کر دیا، اور اس میں یہ تنبیہہ فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر قسم کی عزت اور کرامت اور دنیا اور آخرت میں سعادت اور سرفرازی کا موجب ہے، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ذلت اور خواری کا سبب ہے بنی اسرائیل نے دو مرتبہ سرکشی اور نافرمانی کی تو وہ دو مرتبہ ذلیل کیے گئے پہلی بار جالوت نے ان پر حملہ کر کے ان کو غلام بنالیا اور دوسری بار مجوسیوں نے ان پر حملہ کر کے ان کو اپنا غلام بنالیا، مسلمانوں کی تاریخ بھی یہی ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہے وہ دنیا میں کامیاب و کامران اور سرفراز رہے اور جب وہ اجتماعی طور پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بجائے نافرمانی کرنے لگے انہوں نے تبلیغ اور جہاد کو چھوڑ دیا، ہندوؤں کی رسومات کو اپنے دین میں جذب کر لیا تو ہندوستان پر کئی صدیوں تک حکومت کرنے والے مسلمانوں کو انگریزوں نے اپنا غلام بنالیا اور وہ ڈیڑھ سو سال تک ان کی غلامی میں مبتلا رہے، اور جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کی توبہ قبول کر کے انہیں پھر آزادی کی نعمت عطا فرمائی تھی اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں کو بھی ایک بار پھر موقع دیا اور ان کو آزادی کی نعمت سے نوازا اور پاکستان کی شکل میں ان کو ایک آزاد خطہ عطا فرمایا، لیکن ان کی روش پھر وہی رہی، سو چوبیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ کرنے کے لیے آدھی نعمت ان سے سلب کر لی، لیکن اب بھی پاکستان کے مسلمانوں نے اجتماعی طور پر توبہ نہیں کی اور پاکستان کے اکثر باشندوں کی ثقافت، تمدن اور تہذیب یورپ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے وہ اسلامی معیشت کے بجائے سوشلزم اور سیکولرزم کے دلدادہ ہیں وہ اسلامی لباس کے بجائے یورپی لباس پر فخر کرتے ہیں، سنت کے مطابق زندگی گزارنا ان کے لیے باعث عار ہے، عورتوں کا پردہ میں رہنا ان کے نزدیک عورتوں کو بیڑیوں میں جکڑنے کے مترادف ہے وہ اسمبلیوں اور محکموں میں عورتوں کو مردوں کے مساوی دیکھنا چاہتے ہیں اور جو مسلمان ان چیزوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اس کو وہ رجعت پسند اور بنیاد پرست کہتے ہیں، اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ دو قومی نظریہ کی برسرعام مذمت کی جاتی ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب برحق ہیں اور اسلام کے خلاف جو دوسرے مذاہب ہیں ان کو غلط اور باطل کہنے والے علماء سوء تھے اور رام چندر کی فضیلت میں اقبال کے یہ اشعار اخبارات میں شائع کرائے جا رہے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند
اعجاز اس چراغ ہدایت کا ہے یہی روشن تر از سحر ہے زمانہ میں شام ہند
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا پاکیزگی میں، جوش محبت میں فرد تھا

(کلیات اقبال، بانگ درا، رام، ص ۱۱۸، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۸)

سو اب بھی وقت ہے اس سے پہلے کہ یہود کی طرح دوبارہ مسلمانوں پر بھی ذلت اور غلامی کے مصائب پلٹ آئیں وہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن کی طرف لوٹ آئیں۔

اسلام کا سب سے مستحکم دین ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا‌ۚ ابراہیم کا دین مستحکم ہے جو ہر باطل سے الگ ہے۔

(الانعام: ۱۶۱)

Marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے متعلق فرمایا یہ اقوم ہے (ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم، بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے) خلاصہ یہ ہے کہ تمام دین قویم اور سیدھے ہیں اور دین اسلام اقوم ہے یعنی سب سے زیادہ سیدھا ہے' اور اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ بے شک قرآن اس ملت یا اس شریعت یا اس طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو اقوم ہے یعنی سب سے زیادہ قویم اور مستحکم ہے۔

اور جو لوگ اس شریعت پر عمل کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ آیت یہود کے احوال کے بیان میں ہے اور یہود آخرت کا انکار نہیں کرتے تھے، تو ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح مناسب ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہود جسمانی ثواب اور عذاب کا انکار کرتے تھے' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہود کہتے تھے:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ ہمیں دوزخ کی آگ صرف چند دن چھوئے گی۔

(آل عمران: ۲۴)

اس لیے ان کا آخرت کے متعلق ایمان صحیح نہ تھا۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

اور انسان جس طرح بھلائی کے جلد حصول کی دعا کرتا ہے، اسی طرح برائی کی دعا کرتا ہے' اور انسان بہت

عَجُوْلًا ۝۱۱ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ

جلد باز ہے ○ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے' پھر ہم نے رات کی نشانی مٹا دی

وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا

اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور سالوں کی گنتی اور

عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲

حساب کو جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے ○

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے' اور ہم قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ نکالیں گے

كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا ○ اپنا اعمال نامہ پڑھ لو، آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے

Marfat.com

حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَن ضَلَّ

کافی ہو ○ جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت کو اختیار کیا ہے، اور جو شخص گمراہی

فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا

کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور ہم اس

مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ

وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں ○ اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ

قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا

کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں سو ہم ان کو تباہ و

تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ

برباد کر دیتے ہیں ○ اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب اپنے

بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿١٧﴾ مَّن كَانَ يُرِيدُ

بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے اور دیکھنے کے لیے کافی ہے ○ جو شخص (صرف) دنیا کا طلب گار ہو

الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ

ہم اس کو اسی دنیا میں سے جتنا ہم چاہیں دے دیتے ہیں پھر ہم اس کا ٹھکانا دوزخ کو بنا دیتے ہیں

جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَ

جس میں وہ مذمت کے ساتھ دھتکارا ہوا داخل ہوگا ○ اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو اور

سَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم

اس کے لیے ایمان کے ساتھ بھرپور کوشش کرے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مشکور (مقبول)

مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا

ہوگی ○ ہم آپ کے رب کی عطا سے اُس کی اور اس کی (ہر فریق کی) مدد کرتے ہیں، اور آپ کے رب کی عطا

Marfat.com

كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ

کسی سے روکی ہوئی نہیں ہے ○ آپ دیکھیے ہم نے کس طرح ان کے بعضوں کو بعض پر

عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾ لَا

فضیلت دی ہے، اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں اور اس کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے ○ (اے مخاطب!)

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ع

تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو نا کام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انسان جس طرح بھلائی کے جلد حصول کی دعا کرتا ہے اسی طرح برائی کی دعا کرتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے ○ (بنی اسرائیل: ۱۱)

غصہ میں اپنے اور اپنے اہل کے خلاف دعا کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان غصہ اور غضب میں کہتا ہے: اے اللہ اس پر لعنت فرمایا اس پر غضب فرما اگر اس کی یہ دعا جلد قبول کرلی جائے جیسا کہ اس کی خیر کی دعا جلد قبول کرلی جاتی ہے تو وہ ہلاک ہو جائے۔

قتادہ نے کہا انسان اپنے مال اور اولاد پر لعنت کرتا ہے اور ان کی ہلاکت کی دعا کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کی یہ دعا قبول کر لیتا تو وہ ہلاک ہو جاتے۔

مجاہد نے کہا کبھی انسان اپنی بیوی اور اولاد کے خلاف دعا کرتا ہے اور ان کی قبولیت کے لیے جلدی کرتا ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ یہ دعا قبول ہو۔ (جامع البیان جز ۱۵ص ۶۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (یونس: ۱۱)

اور اگر اللہ لوگوں کو جلد برائی پہنچا دیتا جیسا کہ وہ بھلائی پہنچنے میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف ضرور پوری ہو چکی ہوتی تو ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش ہونے کی توقع نہیں رکھتے، وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث اور اس کے متبعین کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے یہ دعا کی تھی:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الانفال: ۳۲)

اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر اپنی طرف سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی اور) دردناک عذاب نازل کر۔

Marfat.com

انسان کا جلد باز ہونا

اس کے بعد فرمایا اور انسان بہت جلد باز ہے، یعنی اپنی طبیعت اور فطرت سے ہر کام میں جلدی کرتا ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں: امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا سر پیدا کیا وہ اپنی خلقت کو دیکھ رہے تھے، ابھی ان کی ٹانگیں رہ گئیں تھیں جب عصر کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میرے رب رات سے پہلے یہ کام مکمل کر دے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی تو روح ان کے سر کی جانب سے آئی ان کے پتلے میں جہاں جہاں روح پہنچتی گئی وہ گوشت اور خون بنتا گیا جب روح ان کی ناف تک پہنچی تو ان کو اپنا جسم بہت اچھا لگا، انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ اٹھ نہ سکے اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر ہے کہ انسان بہت جلد باز ہے۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی صورت بنا کر ان کو چھوڑا اور جب تک چاہا چھوڑے رکھا تو ابلیس ان کے گرد گھومتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ جب اس نے دیکھا کہ یہ کھوکھلے ہیں تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۱)
علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کے سپرد ایک قیدی کیا وہ رات کو رو رہا تھا، حضرت سودہ نے اس سے پوچھا کہ رو کیوں رہے ہو؟ اس نے کہا مجھے بہت سختی سے باندھا ہوا ہے، حضرت سودہ نے اس کی رسی ڈھیلی کر دی، جب حضرت سودہ سو گئیں تو وہ بھاگ گیا، انہوں نے صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالے، صبح حضرت سودہ اپنے اوپر کسی مصیبت کے نازل ہونے کی توقع کر رہی تھیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ میرے اہل سے جو شخص میری دعاء ضرر کا مستحق نہ ہو تو اس کے حق میں میری دعاء ضرر کو دعاء رحمت بنا دے، کیونکہ میں ایک بشر ہوں اور جس طرح بشر غضب ناک ہوتے ہیں میں بھی غضب ناک ہوتا ہوں۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۰۴۰)
اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! محمد صرف بشر ہے بشر کی طرح غضب ناک ہوتا ہے اور میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں اور تو اس عہد کے خلاف نہ کرنا کہ میں جس مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں یا اس کو ماروں تو اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ کر دے اور اس کو اس کی ایسی عبادت کر دے جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن تیرا قرب حاصل کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰۱)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے، پھر ہم نے رات کی نشانی مٹادی اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۱۲)
اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے رات اور دن کی دو مختلف نشانیاں بنائی ہیں، رات کی نشانی اندھیرا ہے اور دن کی نشانی روشنی ہے، رات کو اس لیے بنایا ہے تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دن کو اس لیے بنایا ہے کہ تم اس کی

Marfat.com

روشنی میں اس رزق کو تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے' اور تاکہ تم رات اور دن کے اختلاف سے اپنے لیے ہفتہ کے دنوں' مہینوں اور سالوں کا شمار کر سکو اور رات اور دن کے اوقات کی تعیین کر سکو۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے عرش کے نور سے سورج اور چاند کو پیدا کیا پس یہ دونوں شمس کی طرح روشن تھے پھر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جس چیز کو شمس ہونا تھا اس کو تمام دنیا کے مشارق اور مغارب جتنا بنایا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں قمر ہونا تھا اس کو شمس سے حجم اور ضیاء میں کم بنایا اور چونکہ یہ ہم سے بہت فاصلہ پر ہیں اس لیے ہم کو یہ حجم میں کم دکھائی دیتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ سورج اور چاند اپنے اصل حجم اور اصل ضیاء پر باقی رکھتا تو رات اور دن کا فرق معلوم نہ ہوتا اور نہ کام کرنے والے کے لیے اس تعیین کا ذریعہ ہوتا کہ وہ کب تک کام کرے اور نہ روزہ دار کے لیے علامت ہوتی کہ وہ کب تک روزہ رکھے' نہ عورت کی عدت کے لیے کوئی معیار اور پیمانہ ہوتا اور نہ نماز اور حج کے اوقات کی تعیین کی معرفت کا کوئی ذریعہ ہوتا' اور نہ قرض ادا کرنے اور وصول کرنے کی حد کا کوئی ذریعہ ہوتا' اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا اور نظام کائنات کے لیے تقویم بنادی' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت رحم کرنے والا ہے اس نے اپنے بندوں کی ضروریات کے مطابق شمس کا نور اپنی اصل پر رکھا اور چاند کے نور کو کم کر دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ص ۲۰۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے (کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۱۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے' اور ہم قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا O اپنا اعمال نامہ پڑھ لو' آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے کافی ہو O (بنی اسرائیل: ۱۴۔۱۳)

قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھوانے کی وجوہ

(۱) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے' یعنی توحید' نبوت اور رسالت اور مبدء اور معاد کے ثبوت کے لیے جن دلائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام دلائل قرآن عظیم میں بیان کر دیئے ہیں' اور وعد' وعید' ترغیب اور ترہیب کی وضاحت کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ہم نے بیان کر دیئے ہیں' اسی طرح اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے لیے جن احکام اور ہدایات کی احتیاج ہوتی ہے اور نیک اعمال پر ابھارنے اور برے اعمال سے متنفر کرنے کے لیے جن مواعظ' قصص اور امثال کی ضرورت ہوتی ہے' ہم نے ان سب کو بیان کر دیا ہے' اس طرح اب کسی شخص کے نیک عمل نہ کرنے کے لیے اور برے عمل کو ترک کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا اس لیے ہم قیامت کے دن اس سے کہیں گے اپنا اعمال نامہ پڑھ لو' آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے کافی ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کی طرف ان تمام چیزوں کو پہنچا دیا جو ان کے دین اور دنیا میں نفع دینے والی ہیں مثلاً ان کے کسب اور کار معاش کے لیے دن کی روشنی بنادی اور دن کی تھکاوٹ کے ازالہ اور آرام اور سکون پہنچانے کے لیے رات کو بنا دیا تو ان کے اوپر بہت بڑی نعمت کو مکمل کر دیا' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کریں اور اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کے لیے کمربستہ رہیں اس وجہ سے جو شخص بھی میدان قیامت میں حاضر ہو گا اس سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ اس نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے:

Marfat.com

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات: ۵۶) اور میں نے ہر جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(۴) پھر اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند اور دن اور رات کے احوال بیان کیے ہیں اور جمادات، نباتات اور حیوانات میں انسانوں کے لیے جو نعمتیں رکھی ہیں ان کو بیان فرمایا ہے اور اس میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ میں نے تمام کائنات تمہاری نفع اندوزی کے لیے بنائی ہے تاکہ تم ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو کر میری اطاعت اور عبادت کر سکو پھر جو شخص میدان قیامت میں حاضر ہو گا میں اس سے سوال کروں گا کہ آیا تم نے میری اطاعت اور عبادت کی تھی یا سرکشی، نافرمانی اور بغاوت کی تھی۔

طائر کا لغوی اور عرفی معنی

طائر ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کے پر ہوں اور وہ ہوا میں اڑتا پھرے، اس کی جمع طیر ہے، اصل میں تو طائر کا معنی اڑنے والا ہے مگر زمانہ جاہلیت میں عربوں کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو بلاتے اور ان سے فال نکالتے اگر پرندہ بائیں جانب اڑ جاتا تو وہ اس سے بد شگونی اور بری فال نکالتے اور اس کام کو منحوس جانتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے، اس طرح طائر کے لفظ کا استعمال شگون لینے کے لیے ہونے لگا اور طائر اور طیر کو نحوست کے لیے استعمال کیا جانے لگا، ہمارے محاورات میں بھی مشہور ہے کہ آدمی کسی کام کے لیے جا رہا ہو اور بلی راستہ کاٹ جائے تو اس کام کو منحوس خیال کرتے ہیں اور پھر اس کام پر نہیں جاتے، لفظ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب کے معنی میں بھی ہوتا ہے، علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ تطیر کی اصل ہے لوگوں میں مال متفرق کر دینا اور اڑا دینا، پھر اس کا زیادہ استعمال برائی اور نحوست میں ہونے لگا، طائرہ کا معنی ہے اس کی شامت اعمال یا اس کی بری قسمت، طائرھم کا معنی ہے ان کی نحوست اور ان کی بد شگونی۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (الاعراف: ۱۳۱) اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے، سنو! اللہ کے نزدیک ان ہی کی نحوست ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ طائر کا اطلاق عمل پر بھی کیا جاتا ہے خواہ وہ نیک عمل ہو یا بد عمل ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ۔ (بنی اسرائیل: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

ہم انشاء اللہ اس کی وضاحت کریں گے۔

طائر (بد شگونی) کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرض (خود بہ خود) متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی تطیر (بد شگونی اور نحوست) ہے اور نہ الو (کی کوئی تاثیر) ہے اور نہ صفر (میں کوئی نحوست) ہے، اور مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۰۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۱)

کسی چیز سے بد فالی نکال کر لوگ اپنے مطلوبہ کاموں سے رک جاتے تھے تو شریعت نے بتایا کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں ان چیزوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔

Marfat.com

اسماعیل بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں انسان کو عاجز نہیں کر سکتیں، بدفالی، بدگمانی اور حسد۔ آپ نے فرمایا بدشگونی سے تم کو یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس پر عمل نہ کرو اور بدگمانی سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس کے متعلق کسی سے بات نہ کرو اور حسد سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اپنے بھائی میں برائی نہ ڈھونڈو۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۵۰۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۳ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طیرہ (بدشگونی) شرک ہے، اور ہم میں سے ہر شخص بدشگونی میں مبتلا ہے اور اس کی وجہ سے توکل جاتا رہتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۸، مسند احمد ج ا ص ۳۸۹، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۵۰۹۲)

صحائف اعمال کو گلے میں لٹکانے کی توجیہ

ہم نے بتایا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں طائر کا معنی ہے اعمال خواہ نیک ہوں یا بد، امام ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہر شخص کے لیے عقل، علم، عمر، رزق، سعادت اور شقاوت کی ایک خاص مقدار معین فرمادی اور انسان اس خاص مقدار سے تجاوز نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے نیک کام کرے گا یا بد اور اس کے نتیجہ میں وہ سعید ہوگا یا شقی ہوگا اور انسان اس مقدار سے تجاوز نہیں کر سکتا اور وہ مقدار لامحالہ اس پر چسپاں ہوگی، اور انسان کے گلے میں طائر (اعمال نامہ یا نوشتہ تقدیر) کو لٹکانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اس کے لیے مقدر کر دیا اور اس کے علم میں جن کا ہونا لازمی ہے وہ انسان کے لیے لازم ہیں اور وہ ان سے منحرف نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث میں ہے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے۔ عقل، عمر، رزق، تنگی اور فراخی، بیماری اور صحت ان میں انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے یہ محض اللہ کی تقدیر سے ہیں، اور نیک اعمال اور بد اعمال انسان کے اختیار سے ہیں اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے کیسے عمل کرے گا، اس نے ان تمام امور کو لکھ کر انسان کے گلے میں لٹکا دیا یعنی یہ تمام امور اس کے لیے لازم کر دیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس شخص کو وہ نور پہنچ گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس شخص نے اس نور سے خطا کی وہ گمراہ ہو گیا اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

امام احمد کی روایت میں ہے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے (مسند احمد رقم الحدیث: ۶۸۵۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۷۰، ۶۱۶۹، المستدرک ج ا ص ۳۰، الشریعہ ص ۱۷۵)

اللہ تعالیٰ نے گردن میں اعمال نامہ ڈالنے کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ نیک اعمال ہیں تو اس طرح ہیں جیسے زیب و زینت کے لیے گلے میں ہار ڈالا جاتا ہے اور اگر وہ بد اعمال ہیں تو جس طرح ذلت اور رسوائی کو ظاہر کرنے کے لیے گلے میں جوتیوں کا ہار یا طوق ڈالا جاتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ نکال لیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا۔

Marfat.com

امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ حسن نے اس آیت کو تلاوت کر کے کہا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تیرے لیے تیرا صحیفہ اعمال کھول دیا ہے' اور دو مکرم فرشتے تیرے لیے مقرر کر دیے ہیں: ایک تیری دائیں جانب ہے اور دوسرا تیری بائیں جانب ہے' جو فرشتہ تیری دائیں جانب ہے وہ تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور جو فرشتہ تیری بائیں جانب ہے وہ تیری برائیوں کی حفاظت کرتا ہے' اب تو جو چاہے عمل کر' خواہ کم خواہ زیادہ' حتیٰ کہ جب تو مرجائے گا تو تیرا صحیفہ اعمال لپیٹ دیا جائے گا اور وہ تیری گردن میں ڈال کر تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا حتیٰ کہ جب تو قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو تو اس اعمال نامہ کو کھلا ہوا پائے گا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۷۹۸)

بندہ کا اپنے صحائف اعمال کو پڑھنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا اعمال نامہ پڑھ لو! آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے کافی ہو۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حسن نے کہا اس اعمال نامہ کو ہر شخص پڑھے گا خواہ وہ دنیا میں امی ہو یا غیر امی ہو' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ اپنے محاسبہ کے لیے خود کافی ہے اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

اس کا معنی ہے محاسب یا شاہد ہے یا کافی ہے' یعنی انسان کی طرف اس کا حساب سونپ دیا جائے گا تاکہ وہ بندوں کے درمیان اللہ کے عدل اور فضل کو جان سکے' اور وہ یہ جان لے کہ اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہے اور وہ اپنے اعمال کے مطابق سزا کا مستحق ہے اور وہ یہ جان لے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو اللہ عزوجل کے فضل سے داخل ہوا ہے نہ کہ اپنے عمل کی وجہ سے اور اگر وہ دوزخ میں داخل ہوا ہے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۶' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت کو اختیار کیا ہے' اور جو شخص گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہو گا' اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں O (بنی اسرائیل: ۱۵)

اولاد اور شاگردوں کی نیکیوں کا ماں باپ اور اساتذہ کو ملنے کا جواز

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے' اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کے ساتھ مختص ہے' اور اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے یہاں دوسری طرح تعبیر فرمایا' کہ جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے فائدہ ہی کے لیے ہدایت کو اختیار کیا ہے' اور جو شخص گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہو گا یعنی کسی نیک عمل کا ثواب اس نیک عمل کرنے والے ہی کو ہو گا اور اس کی نیکی کا ثواب کسی دوسرے کو نہیں ہو گا سوا اس صورت کے کہ اس نے اپنے نیک عمل کا ثواب کسی کو پہنچایا ہو جیسے حج بدل اور ایصال ثواب کی دوسری صورتیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىO وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىO ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىO (النجم: ۴۱-۳۹)

اور یہ کہ انسان کو اسی عمل کا اجر ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہے O اور یہ کہ اس کے عمل کو عنقریب دیکھا جائے گا O پھر اس کے عمل کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اولاد کی نیکیوں کا اجر ماں باپ کو ملتا ہے اور علماء کی تعلیم اور تبلیغ سے نیک عمل کرنے والوں

Marfat.com

کا اجر ان علماء اور مبلغین کو ملتا ہے اور حج بدل کرنے والے کے حج کا اجر حج کرانے والے کو ملتا ہے' اور دعا اور استغفار اور شفاعت سے ان لوگوں کو اجر ملتا ہے اور ان کی مغفرت ہوتی ہے اور اس میں کسی کی نیکی کا اجر دوسرے کو پہنچتا ہے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ کسی شخص کی سعی کا اجر اسی کو ملے گا اس آیت میں سعی اور عمل سے مراد عام ہے خواہ اس شخص نے وہ عمل کیا ہو یا اس سعی اور عمل کا سبب فراہم کیا ہو' مثلاً ماں باپ' اساتذہ' اور مبلغین نے اپنی اولاد اور تلامذہ اور عام لوگوں کو نیک کام کی تعلیم و تربیت دی اور نیکی کی تلقین کی اس سبب سے انہوں نے نیک کام کیے' اس لیے اولاد اور تلامذہ کی نیکیاں ماں باپ اور اساتذہ کی ہی نیکیاں ہیں اور ان کو اپنی ہی نیکیوں کا اجر ملتا ہے' اسی طرح کوئی شخص دوسرے کے لیے جبھی دعا' استغفار اور شفاعت کرتا ہے جب وہ اس کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو حقیقت میں اسے اپنی ہی نیکی کا اجر مل رہا ہے' اور حج بدل کرانے والے کو حج کا ثواب اس لیے ملتا ہے کہ وہ اس حج کا خرچہ اٹھاتا ہے تو یہ بھی اس شخص کی نیکی ہے' اس طرح ہر شخص کو اپنی نیکی کا اجر ملتا ہے خواہ اس کی یہ نیکی بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔

انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے مختار ہے

نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان اپنے اعمال میں مجبور نہیں ہے اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ وہ نیک عمل کرے خواہ برے عمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے اختیار کیا ہے اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

(۱) کسی شخص سے دوسرے شخص کے گناہوں کا حساب نہیں لیا جائے گا اور دوسرے شخص سے اس کے گناہوں کا حساب نہیں لیا جائے گا بلکہ ہر شخص صرف اپنے گناہوں کا جواب دہ اور ذمہ دار ہے۔

(۲) کسی شخص کو دوسروں کے برے اعمال کی پیروی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس وجہ سے ان کی نجات نہیں ہوگی کہ یہ برے اعمال اس نے از خود نہیں کیے بلکہ دوسروں کے برے اعمال کی پیروی کی ہے جیسا کہ کافروں نے کہا تھا:

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (الزخرف: ۲۲)

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور بے شک ہم ان ہی کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں○

آیا گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟

اس آیت سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ استدلال کیا تھا کہ میت پر زندہ لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب نہیں ہوتا اس کی تفصیل ان حدیثوں میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت صہیب ان کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! حضرت عمر نے کہا اے صہیب تم مجھ پر رو رہے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۹۳)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کا یہ قول

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے بلکہ یہ فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے کافر کے عذاب کو زیادہ کیا جاتا ہے، اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام: ۱۶۴) (بنی اسرائیل: ۱۳)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۸-۹۲۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۴۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کی قبر کے پاس سے گزرے جس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے، آپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا تو گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب کیوں ہوگا؟ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اصاغر صحابہ اکابر صحابہ سے دلائل کے ساتھ عزت واحترام سے اختلاف کرتے تھے اور اس وجہ سے کوئی صحابی دوسرے صحابی پر طعن نہیں کرتا تھا نہ ان کے متبعین طعن کرتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے ائمہ مجتہدین سے لے کر علامہ شامی تک تمام اکابر فقہاء سے اختلاف کیا ہے اور اس چیز کو ان کے فضائل میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس مسئلہ میں بعض دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی گھر میں مرنے والے پر رویا جاتا ہو تو اس گھر کے کسی فرد پر اگر رویا جائے تو اس کے رونے سے اس کو قبر میں عذاب ہوگا کیونکہ اس پر لازم تھا کہ وہ گھر والوں کو میت پر رونے سے منع کرتا اور جب اس نے ان کو اس سے منع نہیں کیا تو اس کے مرنے کے بعد ان کے رونے سے اس کو عذاب دیا جائے گا،

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ (التحریم: ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

انسان پر صرف یہ لازم نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو برے کاموں سے بچائے بلکہ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کو بھی برے کاموں سے بچائے، اگر وہ خود برے کاموں سے بچا رہا اور اس کے ماتحت لوگ برائیوں میں مبتلا رہے اور اس نے ان کو برے کاموں سے نہیں روکا تو اس سے باز پرس ہوگی اور وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنے گھر کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے گھر کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۳۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۷۰۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۶۴۹، مسند احمد رقم الحدیث:۴۴۹۵)

جب ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی گناہوں سے حفاظت کرے تو اگر کسی گھرانے میں میت پر رونے کی رسم ہو تو اس گھر کے بڑے پر لازم ہے کہ وہ میت پر رونے سے منع کرے ورنہ اگر اس پر رویا گیا تو اس کو بھی عذاب ہو گا، امام بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اس نے یہ وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس پر رویا جائے تو پھر وہ عذاب دیے جانے کا مستحق ہو گا۔

جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کو عذاب ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

اس آیت میں یہ فرمایا ہے اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں O (بنی اسرائیل: ۱۵)

اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ جو لوگ اصحاب فترت ہیں یعنی جس زمانہ کے لوگوں کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جیسے اہل مکہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ - (المائدہ: ۱۹)

اے اہل کتاب بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے (ہمارے احکام) بیان فرماتا ہے اس کے بعد کہ رسولوں کی آمد تو رکی رہی تھی۔

اسی طرح وہ لوگ جو بلوغت کا زمانہ پانے سے پہلے بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور وہ لوگ جو دور دراز کے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں تک دین کے احکام نہیں پہنچے، ایسے تمام لوگوں کو صرف دنیا میں یا دنیا اور آخرت میں عذاب نہیں دیا جائے گا یہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں پہلے ہم قرآن مجید کی آیات بیان کریں گے، پھر احادیث بیان کریں گے اور اس کے بعد متکلمین کے مذاہب اور ان کے نظریات بیان کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ (القصص: ۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کی کسی بڑی بستی میں ایک رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ O قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ O (الملک: ۹-۸)

جب بھی دوزخ میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ O وہ کہیں گے کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والے آئے تھے، سو ہم نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی اور تم صرف بہت بڑی گمراہی میں ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف ان ہی لوگوں پر عذاب ہو گا جن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے ان کی تکذیب

Marfat.com

کی۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ○ (الزمر: ۷۱)

اور کافروں کو گروہ در گروہ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا' یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے (پھر) اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے' اور دوزخ کے نگہبان ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے' اور تمہیں اس دن کے آنے سے ڈراتے تھے' وہ کہیں گے کیوں نہیں! مگر عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن کو ہم مذاہب علماء کے ضمن میں بیان کریں گے۔ اب ہم اس سلسلہ میں احادیث بیان کر رہے ہیں:

جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق احادیث

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام روحوں کو جمع کرے گا جو زمانہ فترت (انقطاع نبوت کا زمانہ) میں مرگئے تھے اور کم عقل اور بہرے اور گونگے لوگوں کی روحوں کو اور ان بوڑھے لوگوں کی روحوں کو کہ جب اسلام آیا ان کی بڑھاپے کی وجہ سے عقل فاسد ہو چکی تھی' پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان سے کہے گا کہ تم سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ' وہ کہیں گے کیوں ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا اور اللہ کی قسم اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ دوزخ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جاتی' پھر اللہ ان کی طرف ایک رسول بھیجے گا اور ان میں سے جو ان کی اطاعت کرنی چاہے گا وہ ان کی اطاعت کرے گا' پھر حضرت ابو ہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو!

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۷۲۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۱۳' الدر المنثور ج ۵ ص ۲۵۵-۲۵۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اسود بن سریع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار قسم کے آدمی پیش ہوں گے' ایک بہرہ شخص جو کچھ نہیں سنتا تھا' ایک احمق آدمی' اور ایک بہت بوڑھا آدمی اور ایک وہ آدمی جو زمانہ فترت (جس زمانہ میں کوئی رسول نہیں تھا) میں فوت ہو گیا تھا' بہرہ شخص کہے گا' اے میرے رب! اسلام جس وقت آیا میں کچھ نہیں سنتا تھا اور رہا احمق تو وہ یہ کہے گا: اے میرے رب جس وقت اسلام آیا تو بچے مجھ پر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتے تھے' اور بہت بوڑھا شخص کہے گا اے میرے رب! جس وقت اسلام آیا تو میں کچھ نہیں سمجھتا تھا اور جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہو گیا تھا وہ کہے گا: اے میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا جو مجھ سے عہد لیتا اور میں اس کی اطاعت کرتا' آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے! اگر یہ لوگ دوزخ میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جاتی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۴' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۴۱۰' مطبوعہ عالم الکتب بیروت')

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اس شخص کو لایا جائے گا جس کی عقل ناقص ہو چکی تھی اور اس شخص کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں ہلاک ہو چکا تھا اور اس شخص کو لایا جائے گا جو بچپن میں مر گیا تھا، جس شخص کی عقل ناقص تھی وہ کہے گا: اے میرے رب کاش تو مجھے صحیح عقل عطا فرماتا تو میں اپنی عقل سے کامیاب ہو جاتا اور جو شخص زمانہ فترت میں ہلاک ہو چکا تھا وہ کہے گا: اے میرے رب! اگر تو میرے پاس اپنا پیغام بھیجتا تو میں تیرے پیغام پر عمل کر کے کامیاب ہو جاتا، اور جو شخص بچپن میں مر گیا تھا وہ کہے گا: اے میرے رب! اگر تو مجھے طویل عمر دیتا تو میں اس عمر میں نیک عمل کر کے کامیاب ہو جاتا، رب سبحانہ فرمائے گا میں تم کو ایک کام کرنے کا حکم دیتا ہوں کیا تم میری اطاعت کرو گے؟ وہ کہیں گے: ہاں ہمارے رب تیری عزت کی قسم! اللہ سبحانہ فرمائے گا جاؤ! دوزخ میں داخل ہو جاؤ! آپ نے فرمایا اگر وہ دوزخ میں داخل ہو جاتے تو وہ ان کو بالکل نقصان نہیں پہنچاتی، پھر دوزخ کی آگ کے ٹکڑے ان کی طرف اس طرح جھپٹیں گے جیسے شکاری جانور شکار کی طرف جھپٹتا ہے اور وہ یہ گمان کریں گے کہ اللہ نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے یہ اس کو ہلاک کر دے گی سو وہ واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم دوزخ میں داخل ہونے کے لیے گئے تو آگ کے ٹکڑے ہم پر جھپٹنے کے لیے آگے بڑھے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ اللہ نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے یہ آگ اس کو ہلاک کر دے گی، اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ حکم دے گا وہ دوبارہ پہلے کی طرح لوٹ آئیں گے، رب سبحانہ فرمائے گا میں تم کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ تم کیا کرو گے، میں نے اپنے علم کے مطابق تم کو پیدا کیا اور میرے علم کے مطابق ہی تمہارا انجام ہونا ہے پھر ان کو دوزخ کی آگ پکڑ لے گی۔ (تمہید ج ۷ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۴۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ جو شخص بچپن میں فوت ہو گیا وہ آخرت میں کہاں ہو گا؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ (بڑے ہو کر) کیا عمل کرنے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۲۱، عالم الکتب، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۴، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۵)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازہ میں بلایا گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! اس بچے کے لیے سعادت ہو! یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، اس نے کوئی برائی کی نہ کسی برائی کو پایا، آپ نے فرمایا اے عائشہ! اس کے علاوہ بھی کچھ ہو سکتا ہے! اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو جنت کے لیے اس وقت پیدا کیا جس وقت وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے، اور کچھ لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا اور جس وقت ان لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا اس وقت وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۴۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس پر کفر کی مہر تھی اور اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی کفر اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۵۲)

جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریات

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔ اس آیت سے اس چیز پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس جزیرہ میں توحید اور رسالت کے دلائل نہ پہنچے ہوں ان لوگوں کے

Marfat.com

لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے، علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ احکام صرف شرع سے ثابت ہوتے ہیں اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ عقل میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ چیزوں کا حسن اور قبح معلوم کر سکے اور بعض چیزوں کو مباح اور بعض کو ممنوع قرار دے سکے، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کا حکم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف رسول بھیجے بغیر اور اس کو ڈرائے بغیر اس پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا، اور ایک فرقہ نے کہا رسول کو بھیجے بغیر دنیا میں عذاب نازل فرمائے گا اور نہ آخرت میں عذاب دے گا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ (الملک: ۹-۸)

گویا شدت غضب سے دوزخ ابھی پھٹ جائے گی، جب بھی دوزخ میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو دوزخ کے نگہبان ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ۝ وہ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے پاس ڈرانے والے آئے تھے، پس ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی اور تم محض بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ آخرت میں ان ہی لوگوں کو عذاب ہو گا جن کے پاس رسول پہنچ گئے تھے، سو جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کا پیغام نہیں پہنچا ان پر دنیا میں عذاب نازل ہو گا اور نہ آخرت میں انہیں عذاب پہنچے گا۔

ابن عطیہ نے کہا نظر کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو توحید کے ساتھ بھیجا اور حضرت آدم نے تمام عقائد کی اپنے بیٹوں میں تبلیغ کر دی اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل قائم کر دیے جب کہ فطرت سلیمہ ہر شخص پر یہ واجب کرتی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی شریعت کی اتباع کرے، پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے غرق ہونے کے بعد اپنی اولاد میں ان عقائد اور احکام کی تبلیغ کی، اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں تک رسالت کا پیغام نہیں پہنچا اور وہ اہل الفترات ہیں ان کو ایمان نہ لانے پر عذاب نہیں ہو گا۔

بعض روایات میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجنونوں اور بچوں کی طرف رسول بھیجے گا مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور شریعت کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے، اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اہل فترت اور گونگوں اور بہروں کی طرف رسول بھیجے گا اور وہ ان کو دنیا میں جو جواب دیتے وہی جواب دیں گے یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے، اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ جزیروں میں رہتے ہیں جب وہ اسلام کی خبر سنیں اور ایمان لائیں تو وہ ماضی کے عمل کے مکلف نہیں ہوں گے اور یہ صحیح ہے، اور جس شخص تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ عقلاً عذاب کا مستحق نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

متکلمین اشاعرہ اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ اہل فترت (جن کے زمانہ میں کوئی رسول نہیں تھا) کو مطلقاً عذاب نہیں دیا جائے گا دنیا میں نہ آخرت میں، اور جس احادیث میں یہ وارد ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان لیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ان میں سے جو ایمان لانے والے ہوں گے ان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور جن کے متعلق اس کو یہ علم ہو گا

Marfat.com

وہ ایمان نہیں لائیں گے ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا' (ہم عنقریب ان احادیث کو باحوالہ بیان کریں گے) ان کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث اخبار احاد ہیں وہ ان نصوص کے مزاحم نہیں ہو سکتیں جن میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں دے گا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل فترت میں سے بعض کو عذاب دیا جائے اور اس کی وجہ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی علم ہے اور وہ بعض اہل فترت ان آیات کے عموم سے مستثنیٰ ہوں' اور استثناء کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو بچپن میں قتل کر دیا تھا کیونکہ اس نے بڑے ہو کر کافر ہونا تھا اسی طرح احادیث میں ذکر ہے کہ زمانہ فترت میں عمرو بن لحی نے جو کفریہ کام کیے تھے ان کی وجہ سے اس کو دوزخ میں عذاب ہو گا اور وہ اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا ہو گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کے نام رکھے' ان کو بتوں کے لیے نامزد کیا اور ان کے کھانے کو حرام قرار دیا اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصحاب فترت میں سے ان لوگوں کو عذاب نہیں ہو گا جن تک کسی بھی رسول کے احکام نہ پہنچے ہوں اور جو طریقہ انبیاء سابقین سے چلا آ رہا ہو اس میں انہوں نے تغیر اور تبدل نہ کیا ہو اور بت پرستی نہ کی ہو کیونکہ شرک اور بت پرستی ایسے گناہ ہیں جن کو معاف نہیں کیا جائے گا اور ان میں کوئی شخص معذور نہیں ہے۔

اور جس نظریہ کی طرف قلب مائل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی وحدت اور اس کے اولاد سے منزہ ہونے کے لیے کسی شریعت سابقہ کے وارد ہونے سے پہلے بھی انسان کی عقل کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کا رسولوں کو بھیجنا اور کتابوں کو نازل فرمانا محض اس کی رحمت ہے یا اس نے اس لیے رسولوں کو بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کی اقسام اور مختلف جرائم کی حدود کو انسان محض اپنی عقل سے نہیں جان سکتا' ورنہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اس کی توحید کو جاننے کے لیے انسان کی عقل کافی ہے کیونکہ ریگستان میں پڑی ہوئی اونٹوں کی مینگنیاں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں سے اونٹوں کا گزر ہوا ہے تو سورج' چاند اور ستاروں سے معمور فضاء آسمان اور سمندروں' دریاؤں اور چشموں والی زمین اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیوں دلالت نہیں کرے گی!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ دوزخ کے فرشتے دوزخیوں سے کہیں گے:

اَوَلَمۡ تَکُ تَاۡتِیۡکُمۡ رُسُلُکُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ؕ قَالُوۡا بَلٰی ؕ (المؤمن: ۵۰)

کیا تمہارے پاس رسول روشن نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں!

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء: ۱۶۵)

ہم نے خوش خبری دیتے ہوئے اور عذاب کی وعید سناتے ہوئے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد اللہ کے سامنے لوگوں کے لیے عذر پیش کرنے کا کوئی موقع نہ رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجنے کی حکمت بیان فرمائی:

وَ لَوۡ اَنَّاۤ اَہۡلَکۡنٰہُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَ نَخۡزٰی ○ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کر لیتے۔

Marfat.com

نیز فرمایا:

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ○ (الانعام: ۱۳۱)

یہ اس لیے کہ آپ کا رب بستیوں والوں کو ظلماً ہلاک کرنے والا نہیں اس حال میں کہ وہ (رسولوں کی تعلیمات سے) بے خبر ہوں۔

ایسی تمام آیتوں کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجے بغیر ان پر اس دنیا میں عذاب نازل نہیں فرمائے گا، لیکن آخرت میں کفار کے لیے عذاب لازم ہے، اور ان اہل فترت پر بھی عذاب ہو گا جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور شعور عطا کیا تھا اور ان کو غور و فکر اور استدلال کرنے کی قوت عطا کی تھی جس سے وہ اس جہان کو دیکھ کر اس کے پیدا کرنے والے کو جان سکتے تھے، خاص طور پر وہ لوگ جن تک رسولوں میں سے کسی نہ کسی رسول کا پیغام پہنچ چکا تھا۔

اور ایسے کسی علاقہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے جہاں کے لوگوں تک کسی نہ کسی رسول کا پیغام نہ پہنچا ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی زمانہ میں امریکہ کے کسی دور دراز جزیرہ یا افریقہ کے جنگلات میں کوئی ایسی جگہ ہو، لیکن آج کی مہذب دنیا میں جب کہ پوری دنیا کی چھان بین کر لی گئی ہے اور روئے زمین کے ہر گوشہ کے متعلق معلومات اکٹھی کی جا چکی ہیں کسی ایسے علاقہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے جہاں پر کسی بھی ذریعہ سے کسی نہ کسی رسول کا پیغام نہ پہنچا ہو، پھر ائمہ اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جن لوگوں تک کسی رسول کا پیغام نہیں پہنچا آیا ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب ہو گا یا نہیں، بعض کے نزدیک ان کو بالکل عذاب نہیں ہو گا اور بعض ائمہ کے نزدیک ان لوگوں کو عذاب ہو گا جن کے پاس غور و فکر کرنے کی صلاحیت تھی، باقی رہا تمام قسم کی عبادات کو بجا لانا اور جرائم کا ارتکاب نہ کرنا اور جرائم کے ارتکاب کرنے والے پر حدود جاری کرنا سو ظاہر ہے کہ یہ رسولوں کی تعلیمات کے بغیر نہیں ہو سکتا سو جن لوگوں تک رسولوں کا پیغام نہ پہنچا ہو ان پر ان امور کے ترک کی وجہ سے مطلقاً عذاب نہیں ہو گا۔

علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ بعض احکام کا ادراک کرنے میں عقل مستقل ہے، اس لیے انہوں نے کہا کہ ایمان واجب ہے اور کفر حرام ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو مثلاً کذب اور جہل وغیرہ یہ بھی حرام ہے، حتیٰ کہ عقل مند بچہ جو ایمان اور کفر میں تمیز کر سکتا ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس مسئلہ میں ان کے اور معتزلہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور وہ (احناف) اس کے قائل ہیں کہ بعض اشیاء کا حکم عقل سے معلوم ہو جاتا ہے اور شرع پر موقوف نہیں ہوتا، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ جو شخص اپنے خالق سے جاہل ہو اس کا عذر مقبول نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلائل کا مشاہدہ کر رہا ہے، اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لانا تمام عقلاء کے نزدیک صفت کمال ہے اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنا سب کے نزدیک صفت نقصان ہے، نیز ایمان کا معنی ہے نعمت کا شکر ادا کرنا اور یہ صفت کمال ہے اور کفر کرنا نعمت کا کفر ہے اور یہ صفت نقصان ہے، پس عقل کے نزدیک ایمان حسن ہے اور کفر قبیح ہے لہٰذا اگر انسان اس کام کو ترک کر دے جو عقل کے نزدیک حسن ہے تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا، خواہ اس تک اللہ کا حکم نہ پہنچے اور وہ معذور نہیں ہو گا، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کے پاس بالفعل اللہ کا حکم نہیں پہنچا، اور عقل پر اعتماد کلی نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر رسول کے بھیجنے اور اس کی دعوت کے بغیر ایمان لانا واجب ہو تو

Marfat.com

اس سے لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص عقل کے حکم پر اللہ اور اس کی صفات پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو لازم آئے گا کہ رسولوں کے بھیجے بغیر بھی اس کو عذاب دیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔ (الاسراء: ۱۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی انسان پر غور و فکر کی مدت گزر جائے تو پھر اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا' کیونکہ غور و فکر کی مدت عقل کو متنبہ کرنے کے لیے رسولوں کی بعثت کے قائم مقام ہے' اور یہ مدت مختلف ہوتی ہے' کیونکہ لوگوں کی عقلیں مختلف ہوتی ہیں۔ امام فخر الاسلام نے اصول بزدوی میں یہ کہا ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ انسان عقل سے مکلف ہوتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ اس کی تجربہ سے مدد فرماتا ہے اور اس کو انجام کا ادراک کرنے کی مہلت مل جاتی ہے تو پھر وہ معذور نہیں رہے گا' خواہ اس کو رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو' جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کم عقل شخص جب پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس سے اس کے مال کو روکا نہیں جائے گا' لیکن اللہ پر ایمان لانے کے باب میں عمر کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی۔ بہر حال جب انسان پر غور و فکر کی مدت گزر جائے جس مدت میں اس کا دل متنبہ ہو سکے تو یہ مدت اس کے حق میں رسول کی دعوت کے قائم مقام ہے۔

ہم نے بیان مذاہب کی جو تقریر کی ہے اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ جو انسان دور دراز کے پہاڑوں میں بالغ ہوا اور اس تک رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو' اور نہ اس نے ضروریاتِ دین کا عقیدہ رکھا ہو اور نہ احکام شرعیہ پر عمل کیا ہو' تو معتزلہ اور احناف کی ایک جماعت کے نزدیک اس کو آخرت میں عذاب ہو گا' کیونکہ اس کی عقل جن احکام کا ادراک کرنے میں مستقل تھی اس نے اس کے تقاضے پر عمل نہیں کیا' صحیح یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ معتزلہ اور بعض احناف کے نزدیک اس کو مطلقاً کفر کے اختیار کرنے پر عذاب ہو گا' خواہ وہ بلوغت کی ابتداء میں کفر کو اختیار کرے خواہ غور و فکر کی مدت گزرنے کے بعد کفر کو اختیار کرے' اسی طرح اگر وہ ایمان نہیں لایا پھر بھی اس کو عذاب ہو گا خواہ وہ بلوغت کی ابتداء میں اللہ پر ایمان نہ لایا ہو یا غور و فکر کی مدت گزرنے کے بعد ایمان نہ لایا ہو' اور اشاعرہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک اس کو عذاب نہیں ہو گا' کیونکہ حکم شرع سے ثابت ہوتا ہے اور مفروض یہ ہے کہ اس شخص کے پاس شریعت کی دعوت نہیں پہنچی' اس لیے اشاعرہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک اس شخص کے ایمان نہ لانے یا کفر کرنے کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ انسان تک تمام احکام کی دعوت پہنچ جانی لازم ہے۔ (شرح مسلم الثبوت ص ۶۲-۶۰' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) جمہور معتزلہ اور بعض احناف کے نزدیک رسول کی بعثت نہ ہو پھر بھی انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لائے اور اس کے ساتھ کفر نہ کرے' اگر وہ ایمان نہیں لایا اور اس نے کفر کیا تو اس کو عذاب ہو گا۔

(۲) امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر ایسے شخص نے اللہ کی معرفت حاصل نہ کی تو وہ مستحق عذاب ہو گا خواہ اس کو عذاب نہ ہو۔

(۳) اشاعرہ اور جمہور احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے پاس رسول کی دعوت اور شریعت کا پیغام نہ پہنچے وہ ایمان لانے یا کسی اور حکم کو بجا لانے کا مکلف نہیں ہے۔ جمہور کا استدلال النساء: ۱۶۵' الاسراء: ۱۵ اور حسبِ ذیل آیت سے ہے:

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۔ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی اتباع کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہو جاتے۔

امام حافظ یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بالغ ہونے سے پہلے فوت ہونے والے بچوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام بچے خواہ وہ مومنوں کے بچے ہوں یا کافروں کے جو بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں وہ چاہے تو ان پر رحم فرمائے اور وہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور یہ سب اس کا عدل ہے اور اسی کو علم ہے ان بچوں نے بڑے ہو کر کیا کرنا تھا۔

(۲) اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔

(۳) تمام بچوں کا دنیا اور آخرت میں وہ حکم ہو گا جو ان کے آباء کا حکم ہو گا، مومنوں کے بچے اپنے آباء کے ایمان کے حکم سے مومن قرار پائیں گے اور کافروں کے بچے اپنے آباء کے حکم سے کافر قرار پائیں گے سو مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کافروں کے بچے دوزخ میں ہوں گے۔

(۴) مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

(۵) ان بچوں کا آخرت میں امتحان لیا جائے گا۔

(۶) مسلمانوں کی اولاد ہو یا کافروں کی جب وہ بلوغت سے پہلے فوت ہو گی تو وہ سب جنت میں ہو گی۔

ان تمام نظریات کے حاملین نے اپنے اپنے موقف پر احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے۔

(التمہید ج ۷ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نابالغ اولاد کا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہونا

حماد، ابن المبارک اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ مومنوں کے بچے ہوں یا کافروں کے وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں!

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۶) اس کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، یا نصرانی بنا دیتے ہیں جیسے تم دیکھتے ہو کہ جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کوئی نقص دیکھتے ہو؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ یہ بتائیں کہ جو شخص بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ (بڑے ہو کر) کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۰، ۶۵۹۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۴، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۶۶۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۲۱، عالم الکتب، التمہید ج ۷ ص ۲۵۶، ۲۵۵، ۱، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۵۲)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کا ایک بچہ لایا گیا جس پر

Marfat.com

نماز پڑھی جاتی تھی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس بچہ کے لیے سعادت ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ اس نے نہ کوئی برا کام کیا نہ اس کے متعلق جانتا تھا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا اور جس وقت ان کو جنت کے لیے پیدا کیا اس وقت وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا اور جس وقت ان کو دوزخ کے لیے پیدا کیا اس وقت وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۴۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۲، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸، التمہید ج ۷ ص ۲۶۰)

مسلمانوں کے بچوں کا جنت میں ہونا

بعض اصحاب شافعی اور ابن حزم کا مسلک یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۶) ان کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے جس کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اور اس کے والد کو اپنے فضل اور رحمت سے جنت میں داخل فرمادے گا، قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے نہیں، حتیٰ کہ ہمارے آباء بھی جنت میں داخل ہوں، ان سے کہا جائے گا، تم اور تمہارے آباء میرے فضل اور رحم سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۳، التمہید ج ۷ ص ۲۶۵، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۵۶۰، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۲۶۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آیا، آپ نے فرمایا کیا تم اس بچے سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ سے بھی اللہ اتنی محبت رکھے جتنی محبت میں اس بچے سے رکھتا ہوں! پھر وہ بچہ فوت ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کئی دن تک نہیں دیکھا آپ نے اس کے متعلق پوچھا وہ کہاں ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اس کا بچہ فوت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہونا چاہو تمہارا بچہ بھاگتا ہوا آئے اور تمہارے لیے وہ دروازہ کھول دے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آیا یہ صرف اس کی خصوصیت ہے یا یہ ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ یہ تم سب کے لیے ہے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵، المستدرک ج ۱ ص ۳۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۴، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۹، التمہید ج ۷ ص ۲۶۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۲، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۰، المستدرک ص ۳۸، دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۸۹، شرح السنہ ج ۱۴ ص ۱۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۲، التمہید ج ۷ ص ۲۶۶-۲۶۵)

مشرکین کے بچوں کا دوزخ میں داخل ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مسلمانوں کے

Marfat.com

بچے کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ جنت میں، پھر میں نے آپ سے سوال کیا کہ مشرکین کے بچے قیامت کے دن کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ انہوں نے اعمال کا زمانہ نہیں پایا اور ان پر قلم تکلیف جاری نہیں ہوا؟ آپ نے فرمایا تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ (بڑے ہو کر) کیا عمل کرنے والے تھے! اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں دوزخ میں ان کے رونے اور چلانے کی آواز سنا دوں!

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں اس حدیث کا ایک راوی بہیتہ ہے اس جیسے راوی کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ بالفرض اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو وہ اس جیسی دیگر احادیث کی طرح خصوصیت کی محتمل ہے۔

(تمہید ج ٧ ص ١٧، ٢، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی ابو عقیل متروک ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٤٦، مطبوعہ لاہور، ١٤٠١ھ)

مشرکین کی اولاد کا اہل جنت کا خادم ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد اہل جنت کی خادم ہوگی۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٢٩٩٦، یہ حدیث حضرت سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہے المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٢٠٦٦، تمہید: ج ٧ ص ٢٦٨)

میدان قیامت میں بچوں اور دیگر کا امتحان ہونا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہو گیا اور کم عقل اور بچہ کے متعلق آپ نے فرمایا جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہو گیا تھا وہ قیامت کے دن کہے گا نہ میرے پاس کتاب آئی اور نہ رسول آیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا۔ (طٰہٰ: ١٣٤)

اور اگر ہم اس سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا (تاکہ ہم تیری آیتوں کی اتباع کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و خوار ہوتے۔)

آپ نے پوری آیت پڑھی۔

اور کم عقل کہے گا اے میرے رب! تو نے میری کامل عقل کیوں نہ بنائی تاکہ میں خیر اور شر کو سمجھتا اور نابالغ بچہ کہے گا اے میرے رب! میں نے تو عمل کرنے کا زمانہ ہی نہ پایا، آپ نے فرمایا پھر ان کے لیے دوزخ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ، جو شخص اللہ کے علم میں نیک ہو گا اور اچھے عمل کرے گا وہ اس میں داخل ہو جائے گا اور جو شخص اللہ کے علم میں شقی ہو گا خواہ وہ عمل کا زمانہ نہ پائے وہ اس میں داخل نہیں ہو گا آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی ہے تو اگر میرے رسول تمہارے پاس آتے تو تم ان کی فرمانی کیوں نہ کرتے۔ (تمہید ج ٧ ص ٢٧٤)

Marfat.com

تمام بچوں کا جنت میں داخل ہونا خواہ مسلمان ہوں یا کافر

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ دراز قامت شخص جو باغ میں تھے وہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور جو بچے آپ کے گرد تھے یہ وہ بچے تھے جو فطرت پر فوت ہو گئے، بعض مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۴، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۸، مسند احمد ج ۵ ص ۸، المعجم الکبیر ج ۷ ص ۲۸۶، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۹، التمہید ج ۷ ص ۳۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ (بڑے ہو کر) کیا کرنے والے تھے، پھر اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد میں نے آپ سے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی - (بنی اسرائیل: ۱۵) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

آپ نے فرمایا: وہ فطرت پر ہیں یا فرمایا وہ جنت میں ہیں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۸۴، المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۰۳، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۶، التمہید ج ۷ ص ۳۶۸)

خنساء کے چچا بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی جنت میں ہو گا، اور شہید جنت میں ہو گا اور بچہ جنت میں ہو گا، اور جس کو زندہ درگور کیا گیا وہ جنت میں ہو گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۵۸، مصنف ابن شیبہ ج ۵ ص ۳۳۹، المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۶۳، التمہید ج ۷ ص ۲۶۶، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی اولاد میں سے کھیلنے کودنے والوں (بچوں) کے متعلق میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۵۷۰، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۱۹، التمہید ج ۷ ص ۳۶۸)

خلاصہ مبحث

نابالغ بچوں کے متعلق صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے اور یہی احادیث صحیحہ کا تقاضا ہے قرآن مجید کی آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور جو احادیث اس کے خلاف ہیں وہ اس پائے کی نہیں ہیں اور نہ قرآن مجید سے مزاحم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں، یا اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق علم نہیں دیا گیا تھا۔ اور اصحاب فترت کے متعلق بھی صحیح یہی ہے کہ جن لوگوں کی عقل کامل تھی اور ان کو قوت استدلال دی گئی تھی وہ اس بات کے مکلف تھے کہ اس جہان کا کوئی صانع ہے اور وہ صانع واحد ہے اور باقی معتقدات اور احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے اس آیت (بنی اسرائیل: ۱۵) کے تحت اصحاب فترت اور اطفال کے متعلق علماء کے نظریات اور ان کے دلائل بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیے ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس مبحث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸-۶۱۷، مطبوعہ بیروت، عمدۃ القاری جز ۸ ص ۲۱۳-۲۱۲ اور حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اس مبحث کو سب سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے، تمہید ج ۷ ص ۲۷۷-۲۵۵، الاستذکار ج ۸ ص ۴۰۸-۳۹۰)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں، سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں O (بنی اسرائیل: ۱۶)

مشکل اور اہم الفاظ کے معانی

اترفنا: ترف کا معنی ہے کسی شخص کو بہت زیادہ نعمتیں عطا فرمانا اور اس کا مرفہ الحال ہونا۔

(المفردات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے المترف کا معنی ہے جس شخص کو مرغوب اور لذت والی چیزیں بکثرت دی گئی ہوں۔ حدیث میں ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام جبار مترف یعنی ظالم عیش پرست کے پاس گئے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۴، رقم الحدیث: ۱۳۵۹۷) (النہایہ ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ففسقوا: فسق کا معنی ہے، کسی چیز کا خارج ہونا، جو شخص شریعت کی قیود سے خارج ہو وہ فاسق ہے، اس کا معنی کفر سے عام ہے، اس کا اطلاق گناہوں پر ہوتا ہے خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ، فاسق کا اطلاق زیادہ تر اس شخص پر ہوتا ہے جو شخص احکام شرعیہ کا اقرار اور التزام کرے، پھر وہ تمام احکام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے، اور جب کافر اصلی کو فاسق کہا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے اس نے ان احکام کی خلاف ورزی کی جو عقل اور فطرت کا تقاضا ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۹۱، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۳ھ نے لکھا ہے فسق کا معنی ہے استقامت اور میانہ روی سے خارج ہونا اور ظلم کرنا، معصیت کرنے والے کو فاسق کہتے ہیں، چوہے کو فاسق کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بل سے نکل کر لوگوں کی چیزیں خراب کرتا ہے اسی طرح حدیث میں پانچ جانوروں، چیل، کوے، کاٹنے والے کتے، سانپ اور بچھو کو فاسق فرمایا ہے کیونکہ وہ حرم میں قتل نہ کیے جانے کے عمومی حکم سے خارج ہو گئے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عرف میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

تدمیرا: کسی چیز کو ہلاک کرنا اور تباہ و برباد کر دینا۔ (المفردات ج ۱، ص ۲۲۹، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے کے لیے بہانے نہیں ڈھونڈتا

اس آیت پر بہ ظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل میں کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے پھر اس کی بنیاد اور رجواز فراہم کرنے کے لیے وہاں کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتا ہے تاکہ وہ ان احکام کی نافرمانی کریں پھر اللہ تعالیٰ ان پر آسمانی عذاب نازل فرما کر ان کو تباہ و برباد کر دے۔ اور ان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرماتا ہے کہ ان پر احکام نازل کیے جائیں اور وہ ان کی خلاف ورزی کریں تاکہ ان پر عذاب نازل کرنے کا جواز مہیا ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا کہ اس کے بندوں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے وہ صرف اس سے راضی ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت اور عبادت کی جائے اور بندوں کو اجر و ثواب دیا جائے وہ فرماتا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔ (النساء: ۱۴۷)

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو۔

شکر ادا کرنے کا معنی یہ ہے کہ برے کاموں کو ترک کیا جائے اور نیک کاموں کو دوام اور تسلسل کے ساتھ کیا جائے اور

Marfat.com

تاحیات ایمان کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔ اور فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ (القصص: ۵۹)

اور ہم بستیوں کو صرف اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان کے رہنے والے ظلم کرنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ (الرعد: ۱۱)

بے شک اللہ کسی قوم میں تغیر نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے اندر تغیر نہ کرے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو امن اور سلامتی اور خوش حالی اور آزادی کی جو نعمت دی ہے وہ نعمت اس وقت تک اس قوم سے واپس نہیں لیتا جب تک کہ وہ معصیت کر کے اپنے آپ کو ان نعمتوں کا نااہل ثابت نہیں کر دیتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی قوم کو عذاب دینا نہیں چاہتا جب تک کہ وہ اپنے کرتوتوں سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق نہیں کر لیتی، اور اس آیت میں جو فرمایا ہے اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ فلاں بستی کے لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ اپنے مال و دولت کی وجہ سے غرور و تکبر کی انتہاء کو پہنچ جائیں گے اور ان کی سرکشی اور بغاوت بہت بڑھ جائے گی، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی حجت پوری کرنے کے لیے اپنے رسولوں کو بھیجے گا اور ان پر اپنے احکام نازل فرمائے گا اور جب وہ ان احکام کی کھلم کھلا نافرمانی کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ان پر آسمانی عذاب نازل فرما کر ان کو نیست و نابود فرما دے گا۔

دراصل یہ آیت ان ہی آیات کی تفسیر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ أُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ (القصص: ۵۹)

آپ کا رب کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی کسی بڑی بستی میں اپنا رسول نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو صرف اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان کے رہنے والے ظلم پر کمر باندھ لیں۔

ذٰلِكَ أَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۳۱)

یہ اس لیے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو ان کے کفر کی وجہ سے اس حال میں ہلاک نہیں کرتا کہ وہ غافل ہوں۔

اس جواب کی ایک اور تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے علم کی وجہ سے کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ لوگ ایسے عمل نہ کریں جن کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوں، یعنی جن لوگوں کے متعلق اس کو علم ہے کہ جب وہ ان کو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا حکم دے گا تو وہ ایمان نہیں لائیں گے اور نیک کام نہیں کریں گے تو وہ محض اپنے علم کی وجہ سے ان لوگوں کو عذاب نہیں دے گا بلکہ ان کو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا حکم دے گا، اور جب لوگوں کے سامنے ان کی نافرمانی ظاہر ہو جائے گی تو پھر ان کو عذاب دے گا اس لیے فرمایا: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنے کی تقدیر

Marfat.com

کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس قوم کے امیروں اور سرداروں کو ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں جن کا یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کا مال اور ان کی اولاد اور ان کے مددگار ان سے ہمارے اس عذاب کو دور کر دیں گے جو ہمارے رسولوں کی تبلیغ پر عمل نہ کرنے اور ان کی توہین کرنے اور ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر واجب ہوا ہے' وہ اس زعم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی سابق تقدیر کے مطابق ان پر عذاب آجاتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں کیونکہ ہمیں علم ہوتا ہے کہ یہ نافرمانی کے علاوہ کچھ نہیں کریں گے تو ان کو ہلاک کرنے کے لیے ہم صرف اپنے علم پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس بستی کے امیروں اور سرداروں کو ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں' وہ اس حکم کی نافرمانی کرتے ہیں جب ان کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے تو ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

اس جواب کی دوسری تقریر یہ ہے کہ جب کسی بستی میں کھلم کھلا ہمارے احکام کی خلاف ورزی کی جاتی ہے اور کھلے عام ہماری نافرمانی کی جاتی ہے تو ہم ان پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتے اور ان کی ابتدائی نافرمانیوں پر گرفت نہیں کرتے بلکہ اس بستی کے امیروں اور سرداروں کو ان نافرمانیوں سے باز رہنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کو توبہ کرنے کی مہلت اور موقع دیتے ہیں' امیروں اور سرداروں کو حکم دینے کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ امیروں اور سرداروں پر اللہ تعالیٰ کی زیادہ نعمتیں ہوتی ہیں اور نعمتوں کی زیادتی زیادہ شکر کو واجب کرتی ہے' اور جب اللہ تعالیٰ ان کو بار بار توبہ کرنے اور رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان کے توبہ نہ کرنے کے باوجود ان سے نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا تو ان کا عناد' تکبر اور سرکشی بڑھ جاتی ہے تو پھر ان پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرما دیتا ہے۔

اس جواب کی یہ دونوں تقریریں اس طرف راجع ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جاتی ہے اور پانی سر سے گزر جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرما دیتا ہے۔

اب اس آیت پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ اصل میں تو اللہ تعالیٰ ان بستیوں پر عذاب نازل کرنا چاہتا تھا لیکن عذاب نازل کرنے کا جواز مہیا کرنے کے لیے اور اس کا قانونی تقاضا پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے عیش پرستوں کے پاس اپنے احکام بھیجے تاکہ وہ ان احکام کی نافرمانی کریں اور اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرما سکے!

اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے کے لیے بہانے ڈھونڈے' اسے اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو اپنے بندوں پر رحم کرنا چاہتا ہے اور جس طرح ان کو دنیا میں نعمتیں دی ہیں آخرت میں بھی ان نعمتوں سے نوازنا چاہتا ہے' لیکن وہ اس کے بندے بنیں تو سہی اپنی خواہشوں کے بندے نہ بنیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نااہل ثابت نہ کریں!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے ہیں اس نے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور زمین پر رحمت کا ایک حصہ نازل کیا اور رحمت کے اس حصہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتیٰ کہ گھوڑی اپنے بچہ کے اوپر سے اپنا پیر اٹھا لیتی ہے کہ کہیں اس کے پیر کے نیچے اس کا بچہ کچلا نہ جائے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:۶۰۰۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۵۴۱' مسند احمد رقم الحدیث:۸۳۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں**

Marfat.com

کی خبر رکھنے اور دیکھنے کے لیے کافی ہے ○ (بنی اسرائیل: ۱۷)

بدکاروں کے لیے وعید اور نیکوکاروں کے لیے بشارت

اس آیت میں بتایا ہے کہ ہم نے جس طریقہ کا ذکر کیا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے کے باوجود جب کوئی قوم نافرمانی اور سرکشی کرتی ہے تو ہم اس قوم کو ہلاک کر دیتے ہیں' یہی طریقہ ہماری سنت جاریہ ہے اور ہم نے پچھلی قوموں مثلاً عاد اور ثمود وغیرہم کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے اور دیکھنے کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا جاننے والا ہے اور تمام چیزوں کا دیکھنے والا ہے' مخلوق کے احوال میں سے کوئی حال اس پر مخفی نہیں ہے لہٰذا وہ تمام مخلوق کو ان کے گناہوں کی سزا دینے پر قادر ہے اور وہ عبث اور فضول کام کرنے اور کسی پر ظلم کرنے سے پاک ہے اور اس کے علم عظیم' قدرت کاملہ اور ظلم سے پاک ہونے میں نیک بندوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ وہ ان کو ان کی نیکیوں کا اجر عطا فرمائے گا اور کافروں نافرمانوں کے لیے سخت وعید ہے اور ترہیب ہے کہ انہیں ان کے کرتوتوں کی سزا ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص (صرف) دنیا کا طلب گار ہو ہم اس کو اسی دنیا میں سے ہم جتنا چاہیں دے دیتے ہیں' پھر ہم اس کا ٹھکانہ دوزخ کو بنا دیتے ہیں جس میں وہ مذمت کے ساتھ دھتکارا ہوا داخل ہوگا ○ اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہو اور اس کے لیے ایمان کے ساتھ بھرپور کوشش کرے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مشکور (مقبول) ہوگی ○ ہم آپ کے رب کی عطا سے اس کی اور اس کی (ہر فریق کی) مدد کرتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کسی سے روکی ہوئی نہیں ہے ○ آپ دیکھیے ہم نے کس طرح ان کے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے' اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں اور اس کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے ○ (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کوئی اور عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو مذمت کیا ہوا اور ناکام بیٹھا رہ جائے ○

(بنی اسرائیل: ۲۲-۱۸)

مشکل الفاظ کے معانی

العاجلۃ: اس سے مراد ہے الدار العاجلہ' یعنی جو آسودگیاں جلد مل جائیں۔ یصلاھا: یعنی اس میں داخل ہوگا' مذموما: یعنی مذمت کیا ہوا اور ملامت کیا ہوا' مدحورا: یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا ہوا' ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا: یعنی جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور ایسے عمل کیے جو آخرت کے لائق ہیں' اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان کو بجالایا اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے رکا رہا' اور من گھڑت کاموں یا آباء واجداد کی تقلید سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل نہیں کیا' کان سعیھم مشکورا: یعنی اس کے وہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں گے اور اس کو ان پر ثواب ملے گا' اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ عبادات پر ثواب عطا فرمائے گا۔ محظورا: ممنوع۔

صرف دنیا کے طلب گار کا انجام

بعض انسان دنیا میں اپنے اعمال سے دنیا کی منفعتوں' لذتوں اور دنیا میں اقتدار اور حاکمیت کے حصول کا ارادہ کرتے ہیں' یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کی تو ان کی اپنی سرداری اور چودھراہٹ جاتی رہے گی' اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں سے جتنا حصہ انہیں دینا چاہے وہ ان کو دے دیتا ہے اور انجام کار آخرت میں ان کو جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ مذمت کیے ہوئے اور

Marfat.com

دھتکارے ہوئے جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو ہم چاہیں، جتنا چاہیں دے دیتے ہیں، اس میں یہ بتایا ہے کہ دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کی نعمتیں ہر ایک کافر کو نہیں ملتیں بلکہ کتنے کفار اور گمراہ لوگ ہیں جو دنیا کی طلب میں دین سے اعراض کرتے ہیں وہ دین اور دنیا دونوں سے محروم رہتے ہیں، اس میں بھی دنیا کی طلب میں دین سے اعراض کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے کہ انہوں نے دنیا کی طلب میں دین سے اعراض کیا اور وہ دنیا سے بھی محروم رہے۔

نیک اعمال مقبول ہونے کا ایمان پر موقوف ہونا

اس کے بعد فرمایا: اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو اور وہ اس کے لیے ایمان کے ساتھ بھرپور کوشش کرے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مشکور (مقبول) ہوگی۔

اس آیت میں کوشش کے مقبول ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں: ایمان، نیت، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا صحیح طریقہ۔

ایمان کی شرط اس لیے ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)

جس شخص نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور ان کے نیک اعمال کا ان کو ضرور بہترین اجر عطا فرمائیں گے ○

اس آیت میں بھی یہ فرمایا ہے کہ نیک اعمال کے مقبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ (الفرقان: ۲۳)

اور ہم (کافروں کی طرف) متوجہ ہوں گے اور انہوں نے اپنے (زعم میں) جو بھی (نیک) عمل کیے ہم ان کو (فضا میں) بکھرے ہوئے غبار کے ذرات بنا دیں گے۔

مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۱۷)

جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مر جائیں تو ان کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے، اور وہ لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ (المائدہ: ۵)

اور جس نے ایمان لانے سے انکار کیا اس کے (نیک) عمل ضائع ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اس کو آخرت میں نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا یہ عمل اس کو نفع نہیں دے گا! کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے رب! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴)

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے:

Marfat.com

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا اس پر اجماع ہے کہ کفار کو ان کے نیک اعمال سے نفع نہیں ہوگا' ان کو آخرت میں ان کی نیکیوں پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی' البتہ کافروں کے جرائم کے اعتبار سے بعض کو بعض سے زیادہ شدید عذاب ہوگا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۹۱، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

نیک اعمال کے مقبول ہونے کا نیت پر موقوف ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ: ۵) اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔

اس آیت میں اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح احادیث میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اعمال کا مدار نیات پر ہے' ہر شخص کے کام پر وہی ثمر مرتب ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہو' پس جس شخص نے اپنی ہجرت سے دنیا کی نیت کی ہو جس کو وہ حاصل کرے' یا کسی عورت کی نیت کی ہو جس کو وہ حاصل کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف محسوب ہوگی جس کی طرف اس نے نیت کی ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۹۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۲۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۸)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اور کہا یا رسول اللہ! کون سا قتال اللہ کی راہ میں ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی شخص غضب کی وجہ سے قتال کرتا ہے' اور کوئی شخص تعصب کی بناء پر قتال کرتا ہے' آپ نے سر اٹھا کر فرمایا جو شخص اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے قتال کرے وہ اللہ کی راہ میں قتال ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۴، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۱۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھے گا نہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھے گا لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھے گا اور آپ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تلواروں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ قاتل تو مستحق ہے لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بھی تو اپنے قاتل کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہیں' ہم جس گھاٹی میں بھی گئے یا جس وادی سے بھی گزرے وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ کسی عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۹۰۵، عالم الکتب' بیروت)

Marfat.com

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جہاد کے لیے گیا اور اس کی جہاد سے نیت فقط ایک رسی تھی تو اس کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی تھی۔
(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۰۶۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴۲۱)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے اور ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے اور جب مومن کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں نُور پھیل جاتا ہے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۹۴۲، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ماسوا حاتم بن عباد کے، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میری امت کے اکثر شہداء وہ ہیں جو بستروں پر فوت ہوئے اور جو صفوں کے درمیان قتل کیے گئے ان کی نیتوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۷، طبع قدیم، احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۷۷۲، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۷۷۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں ایک شخص تھا، اس نے ام قیس نام کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اس نے کہا جب تک تم ہجرت نہیں کرو گے میں تمہارے ساتھ نکاح نہیں کروں گی۔ اس نے ہجرت کر لی اور اس عورت نے پھر اس شخص سے نکاح کر لیا، ہم اس شخص کو مہاجر ام قیس کہتے تھے۔ وہ مرد اور وہ عورت دونوں ہذلی تھے۔
(الاصابہ رقم الحدیث: ۱۲۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور وہ اس مہر کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اس نے اللہ کا نام لے کر اس عورت کو دھوکا دیا اور جھوٹ کے بدلہ میں اس کی فرج کو حلال کیا، وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ وہ زانی ہوگا، اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور وہ اس کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ چور ہوگا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۰۴۸)

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے خوشبو لگائی قیامت کے دن اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہوگی اور جس نے غیر اللہ کے لیے خوشبو لگائی قیامت کے دن اس کی بدبو مُردار سے زیادہ بُری ہوگی۔ (الاتحاف ج ۱۰ ص ۱۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیک اعمال کے مقبول ہونے کا صحیح طریقۂ عبادت پر موقوف ہونا

جو شخص اجر آخرت کا ارادہ کرے اس کے لیے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا صحیح طریقہ استعمال کرے۔ امام فخر الدین رازی اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کے صحیح طریقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وہ ایسے عمل کرے جن کی وجہ سے وہ آخرت کے ثواب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے اور یہ تب ہوگا کہ وہ ایسے کام کرے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادات سے ہو کیونکہ بعض لوگ باطل طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں، کفار باطل کاموں سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور وہ دو تاویلوں سے ایسا کرتے ہیں:

Marfat.com

(۱) وہ کہتے ہیں کہ تمام جہان کے خالق اور مالک کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک آدمی اس کی اطاعت اور عبادت کرنے کی جرأت کرے، بلکہ ہماری ادنیٰ حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جو اللہ کے مقرب بندے ہیں، مثلاً ہمیں چاہیے کہ ہم ستاروں کی یا فرشتوں کی عبادت کریں، سو وہ اس وجہ سے ستاروں اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ باطل طریقہ ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انبیاء اور اولیاء کی صورتوں کے مجسمے بنالیے ہیں (جیسے عیسائیوں کے کیتھولک فرقے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی صورتوں کے بت بنالیے ہیں اور وہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور ہندوؤں نے رام اور کرشن کی صورتوں کے بت بنالیے ہیں اور وہ ان کی عبادت کرتے ہیں) اور وہ کہتے ہیں کہ ان کی عبادت کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ سے ہماری شفاعت کریں گے، اور یہ بھی باطل طریقہ ہے، اسی طرح بعض ہندو جوگی نفس کشی کرتے ہیں اور بعض عیسائی رہبانیت اختیار کر لیتے ہیں، یہ سب باطل طریقے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل نہیں ہوتا، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا مستحسن طریقہ یہ ہے کہ قرآن عظیم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ، اجماع اور ائمہ مجتہدین کی ہدایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی جائے۔ اور پیش آمدہ مصائب اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے اور دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، آل اطہار اور مقبولان بارگاہ کا وسیلہ پیش کیا جائے۔

نیک اعمال کے مشکور ہونے یا اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توجیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کا شکر ادا کرے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے نہ یہ کہ وہ شکر ادا کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں کے نیک اعمال کی تعریف و تحسین فرمائے گا، ان کی حوصلہ افزائی فرمائے گا اور ان کے نیک کاموں کی ان کو اچھی جزا دے گا۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ شکر تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے، کسی شخص کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ نیک عمل کرتا ہے اور زبان سے اس کی تعریف اور تحسین کرنا، اور ایسے کام کرنا جس سے یہ پتا چلے کہ یہ شخص شکر کرنے والے کے نزدیک مکرم اور معظم ہے، اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ یہ تینوں کام کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ بندہ نیک کام کرنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے ان کی مدح فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معظم اور مکرم ہیں اور یہی شکر کا مفہوم ہے اور جن آیات اور احادیث میں یہ آتا ہے کہ فلاں عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشکور ہے اس کی یہی توجیہ ہے۔

امیر و غریب کے طبقاتی فرق کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ دیکھیے کہ ہم نے کس طرح ان کے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ دیکھیے کس طرح ہماری عطا دین اور دنیا پر محیط ہے، ہم ایک مومن تک اپنی نعمتیں پہنچاتے ہیں اور دوسرے مومن پر دنیا تنگ کر دیتے ہیں، اسی طرح ہم ایک کافر پر اپنی نعمتیں کھول دیتے ہیں اور دوسرے کافر پر اپنی نعمتیں بند کر دیتے ہیں، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي — ہم نے ہی ان کے درمیان دنیاوی زندگی کی روزی کو تقسیم

Marfat.com

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ (الزخرف: ۳۲)

کیا ہے اور ان میں سے بعضوں کو بعض پر درجات کی بلندی دی ہے تاکہ بعض دوسروں کو اپنا ماتحت اور تابع فرمان بنا سکیں۔

یعنی مال و دولت، جاہ و منصب اور عقل و فہم میں ہم نے اس لیے یہ فرق رکھا ہے تاکہ زیادہ مال والا کم مال والے کو اور بلند منصب والا کم منصب والے کو اور زیادہ عقل والا کم عقل والے کو اپنا ماتحت بنا سکے اور زیادہ مالدار تنگ دستوں سے کام لے سکے، اللہ تعالیٰ کی اسی حکمت بالغہ سے کائنات کا نظام چل رہا ہے، اگر سب برابر ہوتے تو کوئی کسی کا کام کرنے کے لیے تیار نہ ہوتا، بلڈنگوں کے بنانے کے لیے مزدور ضروری ہیں اسی طرح سڑکیں، پل اور کارخانے ان کے بغیر نہیں بن سکتے، جوتی کی مرمت کرنے والے، جوتی بنانے والے، جوتی فروخت کرنے والے، اسی طرح کپڑے بنانے والے، کپڑے سینے والے اور کپڑے دھونے والے ضروری ہیں علیٰ ھذا القیاس، اس کائنات کے نظام کے لیے سب قسم کے لوگ ناگزیر ہیں اور اگر سب لوگ ایک درجہ کے ہوتے تو یہ نظام کائنات چل ہی نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے لگا کر لوگوں کے جذبات ابھارتے ہیں اور انہیں خوشحال لوگوں کے خلاف مشتعل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ طبقاتی امتیاز ختم ہونے چاہئیں، اور سب لوگ ایک درجہ میں ہونے چاہئیں، وہ اپنے جسم کی ساخت پر غور کریں ان کا دماغ کھوپڑی میں ہے، پیشاب مثانے میں ہے اور فضلہ بڑی آنت میں ہے، اگر فضلہ کھوپڑی میں ہوتا، پیشاب رگوں میں ہوتا اور دماغ یا بھیجا بڑی آنت میں ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا، جو چیز جس جگہ کے لائق تھی اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو اسی جگہ رکھا ہے اور جس طرح اس عالم صغیر میں ہر چیز اپنے صحیح محل میں ہے اسی طرح عالم کبیر میں بھی ہر چیز اپنے صحیح مقام پر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کم دولت والوں کو زیادہ دولت والوں کا محتاج نہ بناتا تو اس کائنات کا طبعی نظام جاری نہیں رہ سکتا تھا، اور تہذیب و تمدن اور تعمیر و ترقی کا سلسلہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا بلکہ نظام عالم فاسد ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الشوریٰ: ۲۷)

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو وہ زمین میں فساد اور سرکشی کرتے، لیکن وہ (اپنے) اندازے سے جس قدر چاہتا ہے رزق نازل فرماتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا انہیں خوب دیکھنے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں کو رزق میں جو فضیلت دی ہے اس کی ایک اور حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام: ۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور بعض کا درجہ دوسرے بعضوں پر بلند کیا تاکہ جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے، بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بے حد مغفرت کرنے والا ہے اور بے حساب رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کی مساوی تقسیم نہیں کی اس کی ایک حکمت دنیا کے اعتبار سے ہے اور دوسری حکمت آخرت کے اعتبار سے ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو زیادہ مال دیا ہے وہ عموماً مال و دولت کی بناء پر عیش و عشرت اور رنگ رلیوں میں پڑ کر گناہ کرتے ہیں اور آخرت کو کھو دیتے ہیں اور جن کو کم مال دیا ہے وہ اپنے فقر و فاقہ پر صبر کرتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں اور عبادت میں زیادہ کوشش کر کے اپنی آخرت بنا لیتے ہیں۔ پھر فرمایا اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں ○ دنیا میں مخلوق کی ایک دوسرے پر فضیلت محسوس اور مشاہد ہے اور آخرت میں ان کی ایک دوسرے پر فضیلت غیب ہے، اور جس طرح آخرت کی دنیا پر بے انتہاء فضیلت ہے حتیٰ کہ ہم یہاں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اسی طرح اخروی درجات کی جو دنیاوی درجات پر فضیلت ہے وہ بھی بے حد حساب ہے سو انسان کو چاہیے کہ وہ دنیاوی بڑائی کے حصول کی بجائے اخروی بڑائی کے حصول کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو ناکام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے ○ (بنی اسرائیل: ۲۲)

آپ کی طرف عبادتِ غیر اللہ کی نسبت کی وضاحت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ لوگوں کے دو فریق ہیں، ایک فریق دنیا کا طالب ہے اور وہ عتاب اور عذاب کا مستحق ہے اور دوسرا فریق وہ ہے جو آخرت کا طالب ہے اور وہ اطاعت گزار ہے، پھر آخرت کے طالب کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ صاحب ایمان ہو اور وہ ایسے عمل کرے جن سے اللہ تعالیٰ کا صحیح تقرب حاصل ہو اور اس کی نیت صحیح ہو، سو اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان اور پھر تقرب کے صحیح طریقہ کی ضرورت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ مومن صالح کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال میں کسی موقع پر بھی شرک کو دراندازہونے کا موقع نہ دے، اس لیے فرمایا: تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو ناکام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے ○

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بہت بعید ہے بلکہ محال ہے کہ آپ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک بنائیں، اس لیے مفسرین نے کہا اس آیت میں بہ ظاہر آپ کی طرف نسبت ہے اور مراد آپ کی امت ہے جیسے اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الزمر: ۶۵)

بے شک آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف بھی یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور ضرور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں انسان سے خطاب کیا گیا ہے اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ ان آیات کے بعد اگلے رکوع میں جو آیات آ رہی ہیں ان میں انسان سے خطاب ہے اور ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ ان آیات میں یہ آیت بھی ہے:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ (بنی اسرائیل: ۲۳)

اگر تمہاری موجودگی میں ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اف تک نہ کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے ادب اور احترام سے بات کرنا ○

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کی زندگی میں آپ کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو نہیں پہنچے، والد گرامی تو آپ کی ولادت سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اس وقت فوت ہو گئی تھیں جب آپ کی عمر شریف چھ سال تھی، اس لیے اس آیت میں لامحالہ آپ سے خطاب نہیں ہے بلکہ عام انسان سے خطاب ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے جو شخص شرک کرے گا اس کی مذمت کی جائے گی اور وہ ناکام اور نامراد ہو گا اس کی مذمت کی وجوہ یہ ہیں:

شرک کی مذمت اور مشرک کی ناکامی کی توجیہ

(۱) جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کا شریک ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹے کی مذمت کی جاتی ہے۔

(۲) ہم دلائل سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس کائنات کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی تمام انسانوں کو تمام کی نعمتیں دینے والا ہے، اور جس نے کوئی شریک مانا اس نے بعض نعمتوں کو اس شریک کی طرف منسوب کیا حالانکہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اور یہ بہت بڑی ناشکری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا انکار کیا جائے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے بتوں کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کیا اور اس نے اس کے احسان کا بدلہ اس کی نعمتوں کے انکار سے دیا اس لیے اس کی مذمت کی جائے گی، اور اس کے ناکام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے تمام عمر بتوں کی عبادت کی اور اس سلسلہ میں ذلت اور خواری برداشت کی اس کا اس کو کوئی صلہ نہیں ملے گا بلکہ آخرت میں اس کو عذاب ہو گا اور اس ... ہے تو مذمت اور خواری سے بیٹھ رہ جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ذلت اور خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا خواہ بیٹھا ہو یا کھڑا ہو۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا

اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر

يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ

اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کو اف تک نہ کہنا

اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا

اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا ۝ اور ان کے سامنے تواضع اور

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ

رحم دلی کا بازو جھکائے رکھنا اور یہ دعا کرنا اے میرے رب تو ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں

صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ

میری پرورش کی تھی ۝ تمہارا رب بہ خوبی جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو تو

Marfat.com

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ○ اور رشتہ داروں ، اور مسکینوں اور

وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

مسافروں کا حق ان کو دیتے رہو، اور اسراف اور فضول خرچ کرنے سے بچو ○ بے شک فضول خرچ کرنے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا

شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے ○ اور اگر تم کو

تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ

اپنے رب کی رحمت (وسعت رزق) کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو

لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو ○ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ

اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو ○ بے شک آپ کا رب

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا

جس کے لیے چاہے رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت

بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع ۳ ع ۸ ۳

خبر رکھنے والا بہت دیکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا ○ (بنی اسرائیل: ۲۳)

اس پر دلیل کہ عبادت کا استحقاق صرف اللہ کے لیے ہے

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پر قائم رہنے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، جو کہ ایمان کے شعائر ہیں اور ایمان کی شرائط ہیں اور ان کی کئی اقسام ہیں اور ان

Marfat.com

میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے کلیۃً مجتنب رہے' اور اس کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا' یاد رہے کہ ہم اس سے پہلی آیت میں یہ بتا چکے ہیں کہ ان آیتوں میں بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں یہ انسان سے خطاب ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کیونکہ عبادت اس فعل کو کہتے ہیں جو نہایت تعظیم پر مشتمل ہو' اور اسی شخص کی نہایت تعظیم لائق ہے جس نے نہایت انعام کیا ہو اور نہایت انعام وجود اور قدرت اور حیات اور عقل عطا کرنا ہے' اور دلائل سے ثابت ہے کہ وجود' حیات' عقل اور قدرت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عطا نہیں کر سکتا' اور جب تمام نعمتیں اللہ کے سوا اور کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے' تو پھر عبادت کا مستحق بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے پس عقلی دلیل سے یہ ثابت ہو گیا قضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا۔

لفظ قضٰی کے متعدد معانی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قضٰی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور قضٰی کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے' یہاں قضٰی کا معنی ہے حکم دینا' اور قضٰی کا لفظ خلق کرنے اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا اس آیت میں ہے:

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ (حٰم السجدہ: ۱۲) — پھر اس نے دو دن میں سات آسمان پیدا کر دیئے۔

قضٰی کا لفظ فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا معنی میں بھی مستعمل ہے: جادوگروں نے فرعون سے کہا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ (طٰہٰ: ۷۲) — تو جو حکم دینا چاہتا ہے وہ حکم دے۔

قضٰی کسی کام سے فراغت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے' حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر معلوم کرنے والے دو قیدیوں سے فرمایا:

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ (یوسف: ۴۱) — تم دونوں جس خواب کی تعبیر معلوم کر رہے تھے اس کا لکھا پورا ہو چکا ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ۔ (البقرہ: ۲۰۰) — پس جب تم ارکان حج سے فارغ ہو جاؤ۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ۔ (الجمعہ: ۱۰) — پس جب نماز جمعہ سے فراغت ہو جائے۔

قضٰی کا لفظ ارادہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ (آل عمران: ۴۷) — جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور کبھی قضٰی کا لفظ عہد کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا کُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ۙ (القصص: ۴۴) — اور آپ اس وقت طور کی مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ سے ایک عہد لیا تھا اور نہ آپ اس کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل ماں باپ کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت کا حکم دیا پھر اس کے بعد متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حکم میں حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ایجاد ہے اور اس کا ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے سبب حقیقی کی تعظیم کا حکم دیا اور اس کے متصل بعد سبب ظاہری کی تعظیم کا حکم دیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ قدیم موجد ہے اور ماں باپ حادث موجد ہیں اس لیے قدیم موجد کے متعلق حکم دیا کہ اس کی عبودیت کے ساتھ تعظیم کی جائے اور ماں باپ حادث موجد ہیں اس لیے ان کے متعلق حکم دیا کہ ان کی شفقت کے ساتھ تعظیم کی جائے۔

(۳) منعم کا شکر کرنا واجب ہے' منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے سو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا' اور مخلوق میں سے اگر کوئی اس کے لیے منعم ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں سو ان کا شکر کرنا بھی واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۵۰۱' شرح السنہ ج ۷ ص ۲۶۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۲۲' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۰۶' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۰۲۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۴۴۳)

اور مخلوق میں جتنی نعمتیں اور احسانات ماں باپ کے اولاد پر ہیں اتنی نعمتیں اور احسانات اور کسی کے نہیں ہیں' کیونکہ بچہ ماں باپ کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمۃ بضعۃ منی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۷) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ ماں باپ کی بچہ پر بہت زیادہ شفقت ہوتی ہے' بچہ کو ضرر سے دور رکھنا اور اس کی طرف خیر کو پہنچانا ان کا فطری اور طبعی وصف ہے۔ وہ خود تکلیف اٹھا لیتے ہیں بچہ کو تکلیف نہیں پہنچنے دیتے اور ان کو جو خیر بھی حاصل ہو وہ چاہتے ہیں کہ یہ خیر ان کے بچے کو پہنچ جائے۔ جس وقت انسان انتہائی کمزور اور انتہائی عاجز ہوتا ہے اور وہ سانس لینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا وہ اپنے چہرے سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتا' اس وقت اس کی تمام ضروریات کے کفیل اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ انسان پر جتنی نعمتیں اور جتنے احسانات اس کے ماں باپ کے ہیں اتنی نعمتیں اور اتنے احسانات اور کسی کے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کے بعد انسان پر اگر کسی کی نعمتوں اور احسانات کے شکر کا حق ہے تو وہ اس کے ماں باپ کا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ انسان کا حقیقی مربی ہے اور ظاہری طور پر اس کے ماں باپ اس کے مربی ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی برائیوں کے باوجود اس سے اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا اسی طرح اس کے ماں باپ بھی اس کی غلط کاریوں اور نالائقیوں کے باوجود اس پر اپنے احسانات کو کم نہیں کرتے' جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کا بندے سے کوئی عوض طلب نہیں کرتا' اسی طرح ماں باپ بھی اولاد پر اپنے احسانات کا عوض طلب نہیں کرتے' اور جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان کرنے سے نہیں اکتاتا اسی طرح ماں باپ بھی اولاد پر احسان کرنے سے نہیں اکتاتے' جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کو غلط راستوں میں بھٹکنے اور برائیوں سے بچانے کے لیے ان کو سرزنش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کو بری راہوں سے بچانے کے لیے سرزنش کرتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے

Marfat.com

ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔

ماں باپ کے حصولِ لذت کے نتیجہ میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ماں باپ نے اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یا حصولِ لذت کے لیے ایک عمل کیا جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہو گئی اور اس کی پرورش کا بار ان پر پڑ گیا تو ماں باپ کا اولاد پر کون سا احسان ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کا مقصود صرف حصول لذت ہوتا تو وہ جنسی عمل کرنے کے بعد عزل کر لیتے تاکہ استقرار حمل نہ ہوتا اور اب تو خاندانی منصوبہ بندی نے بہت سارے طریقے بتا دیئے ہیں جن کے ذریعے ماں باپ اپنی خواہش پوری کر سکتے ہیں' اور ان کو اولاد کے جھنجھٹ میں مبتلا نہیں ہونا پڑے گا' لیکن جب انہوں نے ضبط تولید کے کسی طریقہ پر عمل نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود صرف حصول لذت نہیں تھا بلکہ حصول اولاد تھا' اور اس مقصد کے لیے ان کے والد نے کسب معاش کے لیے اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کیا' دہری' تہری ملازمتیں کیں' اور اپنی اولاد کے کھانے پینے' لباس' دواؤں اور دیگر ضروریات زندگی کا خرچ اٹھانے کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر جدوجہد کی۔ اولاد کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی' وہ خود چاہے بھوکے رہ جائیں' خواہ ان کے لیے دوا نہ ہو لیکن اولاد کے لیے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو وقت پر کھانا اور وقت پر دوا مل جائے' باپ خواہ ان پڑھ ہو لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اعلیٰ تعلیم حاصل کرے' اور ماں کے اولاد پر جس قدر احسانات ہیں وہ بے حد وحساب ہیں' اگر اس کا مقصد صرف فطری تقاضا پورا کرنا ہوتا اور حصول لذت ہوتا تو وہ استقرار حمل سے پہلے اسقاط کرا سکتی تھی' وہ ایام حمل اور وضع حمل کی تکلیفیں نہ اٹھاتی' پھر وہ دو سال تک بچہ کو دودھ پلاتی ہے' اس کے بول و براز کو صاف کرتی ہے' اس کے بستر کو صاف رکھتی ہے' اس کا گوہ موت اٹھاتے ہوئے اس کو کوئی گھن نہیں آتی' کوئی کراہت محسوس نہیں ہوتی' راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو دودھ پلاتی ہے' خود گیلے بستر پر لیٹ کر اس کو سوکھے بستر پر سلاتی ہے' اور یوں بالغ ہونے تک اس کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اگر گھر میں کھانا کم ہو تو خود بھوکی رہتی ہے اور بچوں کو کھلا دیتی ہے' غرض ماں کے اولاد پر اتنے احسانات ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور ماں باپ جو اولاد کی خدمت کرتے ہیں یہ بالکل بے غرض اور بے لوث ہوتی ہے' یہ نہ کہا جائے کہ وہ اس لیے بچہ کی پرورش کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر ان کا سہارا اور دست و بازو بنے گا' کیونکہ لڑکے کے متعلق تو یہ امید کی جا سکتی ہے' لڑکی کو تو اس کی شادی سے پہلے بھی پالنا پڑتا ہے اور شادی کے بعد بھی پالنا پڑتا ہے اور رہا لڑکا تو ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جوانی کی عمر تک پہنچے گا بھی یا نہیں' کسی کام کے لائق بنے گا یا نہیں' پھر پڑھا لکھا کر کسی کام کے لائق تو ماں باپ بناتے ہیں' اور یہ چیز ان کے مشاہدہ میں ہوتی ہے کہ شادی کے بعد عموماً لڑکے اپنی بیویوں کے کہنے پر چلتے ہیں اور ماں باپ کو کوئی حیثیت نہیں دیتے' وہ بھول جاتے ہیں کہ ماں باپ نے ان کو کس طرح پالا پوسا تھا اور کس طرح اس مقام تک پہنچایا تھا' یہ سب ماں باپ کے پیش نظر ہوتا ہے' اس کے باوجود وہ اولاد کی بے غرض اور بے لوث خدمت اور پرورش کرتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی بے غرض پرورش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ اولاد کی بے لوث پرورش کرتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

ماں باپ کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)	اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا' اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

Marfat.com

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ○ (لقمان: ۱۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ (نیک سلوک کی) وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اس کو حمل میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے، (ہم نے یہ وصیت کی کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے○

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا. (الاحقاف: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے دکھ جھیل کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دکھ برداشت کر کے اس کو جنا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا. (البقرة: ۸۳)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ. (البقرة: ۲۱۵)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہئے کہ تم جو بھی پاک مال خرچ کرو وہ والدین کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو)

ماں باپ کے حقوق کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے پوچھا پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حضرت ابن مسعود نے کہا آپ نے مجھے یہ احکام بیان فرمائے، اگر میں اور پوچھتا تو آپ اور بتا دیتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۱۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو جہاد پر مقدم کیا ہے۔

ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے کہ نہ براہ راست ان کی گستاخی کرے اور نہ کوئی ایسا کام کرے جو ان کی گستاخی کا موجب ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے، یا لعنت کرے۔ کہا گیا یا رسول اللہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کرے گا، فرمایا ایک شخص دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ دوسرا شخص اس کے ماں باپ کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۲)

اغراض صحیحہ اور جائز کاموں میں ماں باپ کی نافرمانی کرنا حرام ہے اور جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرنا واجب ہے جبکہ ان کا حکم کسی معصیت کو مستلزم نہ ہو۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں! صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ سہارے سے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اور جھوٹی بات کہنا، اس کا آپ نے تین بار تکرار فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۵۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۱)

ماں باپ کی اطاعت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر اس کا باپ اس کو یہ حکم دے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا، اور میرے والد اس کو ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۸۸، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

ماں اور باپ دونوں کی اطاعت واجب ہے لیکن ماں کی اطاعت کا حق چار میں سے تین حصہ ہے اور باپ کی اطاعت کا حق ایک حصہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! لوگوں میں میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں! اس نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں! اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں! اس نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۸)

اگر ماں باپ غیر مسلم ہوں پھر بھی ان کے ساتھ نیک سلوک واجب ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۸)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا جہاد پر مقدم ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے پوچھا تمہارے ماں باپ ہیں! اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۷۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۲۸۴، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۸۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۴۴، عالم الکتب، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۳)

معاویہ بن جاہمہ السلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اس کے ساتھ لازم رہو کیونکہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے وہ پھر دوبارہ کسی اور وقت گئے، پھر سہ بارہ کسی اور وقت گئے تو آپ نے یہی جواب دیا۔

Marfat.com

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۶۲۳، عالم الکتب، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۶، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۲۹۰، مشکوۃ رقم الحدیث: ۴۹۳۵، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۴)

ایک روایت میں ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۴۳۹، بہ حوالہ تاریخ بغداد)

امام ابن ابی شیبہ محمد بن المنکدر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری ماں تم کو (نفل) نماز میں بلائے تو چلے جاؤ اور جب تمہارا باپ بلائے تو نہ جاؤ۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ماں باپ کے بڑھاپے اور ان کی موت کے بعد ان سے نیک سلوک کرنا

اس آیت میں یہ بھی فرمایا: اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کو اف تک نہ کہنا اور نہ اس کو جھڑکنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو، آپ سے کہا گیا کس کی یا رسول اللہ! فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کو پایا، یا ان میں سے کسی ایک کے یا دونوں کے، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے پھر فرمایا: آمین، آمین، آمین، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ نے کس چیز پر آمین کہی؟ آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی جبرائیل آئے تھے انہوں نے کہا یا محمد! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا، آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین! پھر اس نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی مغفرت کے بغیر وہ مہینہ گزر گیا آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین! پھر اس نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا، آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۴۴، عالم الکتب، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۸، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۹)

ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ نیکی کی جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۳)

حضرت مالک بن ربیعہ الساعدی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت انصار میں سے ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ! کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، چار قسم کی نیکیاں ہیں، (۱) ان کی نماز جنازہ پڑھنا (۲) ان کے لیے استغفار کرنا اور ان کے عہد کو پورا کرنا (۳) ان کے دوستوں کی

Marfat.com

تعظیم کرنا(۴) اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنا' یہ ان کے ساتھ وہ نیکیاں ہیں جو ان کی موت کے بعد تم پر باقی ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۴' ج ۴ ص ۱۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۱۵۶' عالم الکتب بیروت' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۰۰۴' مطبوعہ معارف الحدیث قاہرہ' المستدرک ج ۴ ص ۱۵۴ حافظ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۷۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۷)

ماں باپ کو جھڑکنے اور ان کو اف کہنے کی ممانعت

اس کے بعد فرمایا: اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا۔

یعنی اپنے ماں باپ سے گھن نہ کھانا' جس طرح ان کو تم سے گھن نہیں آتی تھی' وہ تمہارا بول براز اٹھاتے تھے اور اس کی بدبو سے ناک چڑھاتے تھے نہ تیوری پر بل ڈالتے تھے وہ تم کو نجاست سے صاف کرتے تھے اور ان کو برا نہیں لگتا تھا' اسی طرح بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ان کے جسم سے کوئی ناگوار بو آئے تو تم ناگواری سے اف تک نہ کرنا۔

اور جب ماں باپ کو اف تک کہنا منع ہے تو ان کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کرنا اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا یا ان کو مارنا بہ طریق اولیٰ منع ہے' انسان جب ماں باپ سے بات کرے تو نظر نیچی رکھ کر بات کرے اور پست آواز میں بات کرے' ایسے لہجہ میں بات نہ کرے جو توہین آمیز ہو اور نہ کوئی ایسی بات کرے جس سے ان کی دل شکنی ہو' البتہ اگر وہ شریعت کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کرے' مثلاً اگر وہ کہیں کہ اپنی بہن سے بات نہ کرو یا اپنے بھائی یا اپنی خالہ یا اپنے ماموں سے بات نہ کرو تو اس میں ان کا حکم نہ مانے' کیونکہ رشتہ داروں سے تعلق توڑنے کی شریعت میں ممانعت ہے' تاہم ان سے اس طرح بات کریں کہ ماں باپ کو پتہ نہ چلے تاکہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے سامنے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھنا اور یہ دعا کرنا: اے میرے رب ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی O (بنی اسرائیل: ۲۴)

رحم دلی سے بازو جھکانے کا معنی

پرندہ جب اپنے چوزہ کو اپنے جسم کے ساتھ ملانا چاہتا ہے تو اپنے پروں کو جھکا لیتا ہے' اس وجہ سے پروں کو جھکانے سے مراد ہوتی ہے بچہ کی اچھی پرورش کرنا اور یہاں یہ مراد ہے کہ اپنے ماں باپ کی اچھی طرح کفالت کرو اور ان کے خرچ کو اپنے خرچ سے ملا لو اور ان کو الگ نہ کرو' جس طرح انہوں نے تمہارے بچپن میں تمہارے خرچ کو اپنے خرچ سے الگ نہیں رکھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ جب پرندہ اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے اور جب اڑان اور پرواز ختم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو سکیڑ لیتا ہے اور جھکا دیتا ہے اس وجہ سے بازو اور پر پھیلانا علو سے کنایہ ہے اور پروں کو جھکانا تواضع اور عجز اور انکسار سے کنایہ ہے سو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کے سامنے اکڑ اور ترفع کے ساتھ نہ رہو بلکہ عجز اور تواضع کے ساتھ رہو۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے لیے دعا کرو کہ اے اللہ ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی' اور جب ہم نماز میں دعاء ابراھیم پڑھتے ہیں ربنا اغفرلی ولوالدی (ابراھیم: ۴۱) اے ہمارے رب میری مغفرت کر اور میرے ماں باپ کی' تو اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے' اور جب انسان اپنے ماں باپ کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے گا تو اس کو بھی مغفرت اور رحمت حاصل ہو گی یہ تو دراصل اپنے ہی حق میں رحمت اور مغفرت کی دعا ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تجھے بھی اس کی مثل مل جائے' اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۴)

مجھے اس حدیث کی صداقت کا تجربہ ہے' مجھے علم تھا کہ میرے دوست علامہ عبدالحکیم صاحب شرف قادری مدظلہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں' ۱۹۹۴ء میں مدینہ طیبہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی' ہم گنبد خضراء کے سائے میں کھڑے تھے' انہوں نے مجھ سے کہا میرے لیے دعا کریں میں نے دعا کی کہ الٰہ العالمین! علامہ شرف صاحب کو قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا شرف عطا فرما' اللہ تعالیٰ نے یہ دعا میرے حق میں قبول فرمالی میں نے اسی سال تفسیر لکھنی شروع کی اور اب ۲۰۰۰ء میں بنی اسرائیل تک یہ تفسیر پہنچ گئی اور انشاء اللہ باقی بھی مکمل ہو جائے گی۔

مشرک ماں باپ کے لیے دعا کرنے میں مفسرین کے اقوال

اس آیت میں والدین کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق مفسرین کے تین قول ہیں: امام رازی لکھتے ہیں:

(۱) یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں' خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں' جب کہ یہ بات ان پر ظاہر ہو چکی ہو کہ وہ دوزخی ہیں۔

لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مشرک ماں باپ کے لیے مغفرت اور رحمت کے حصول کی دعا کرے۔

(۲) یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ مسلمان والدین کے ساتھ مخصوص ہے' یعنی اگر اس کے ماں باپ مسلمان ہوں تو ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے اور اگر اس کے ماں باپ مشرک ہوں تو ان کے لیے مغفرت یا رحمت کی دعا نہ کرے۔ اور یہ قول پہلے قول سے اولیٰ ہے۔

(۳) یہ آیت منسوخ ہے اور نہ مخصوص ہے اگر اس کے والدین کافر ہوں تو وہ ان کے لیے ہدایت اور ایمان کے حصول کی دعا کرے اور ایمان کے بعد ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

ماں باپ کے حقوق اور ان کی اطاعت اور نافرمانی کے نتائج اور ثمرات

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال چھین لینا چاہتا ہے! آپ نے فرمایا تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔
(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۱‘ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا میرے باپ نے میرے مال کو چھین لیا (یا ہلاک کر دیا) آپ نے فرمایا تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہیں‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے‘ پس تم ان کے اموال سے کھاؤ۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۲‘ مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹‘ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۰‘ تاریخ بغداد رقم الحدیث: ۱۹۹۴‘ ابن الجارود رقم الحدیث: ۹۹۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کی جنت اور دوزخ ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۲‘ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک جس وقت فوت ہوتے ہیں وہ اس وقت ان کا نافرمان ہوتا ہے پھر وہ ان کے لیے مسلسل مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو نیکوکار لکھ دیتا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہوتا ہے‘ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا اطاعت گزار ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے‘ اور جو شخص شام کے وقت اس حال میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے تو صبح کے وقت اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا نافرمان ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کہا خواہ اس کے ماں باپ اس پر ظلم کریں فرمایا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں! اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں‘ اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نیک شخص اپنے ماں باپ کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کو ہر نظر کے بدلہ میں حج مبرور عطا فرماتا ہے‘ صحابہ نے پوچھا خواہ وہ ہر روز سو مرتبہ رحمت کی نظر کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۵۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کی نافرمانی کے سوا اللہ ہر گناہ میں سے جس کو چاہے گا معاف فرما دے گا اور ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو زندگی میں موت سے پہلے مل جائے گی۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین انسانوں کی طرف اللہ رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا اور جو لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے ان میں ماں باپ کا نافرمان ہوگا‘

Marfat.com

اور بالوں کو کاٹ کر مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت ہوگی اور دیوث (عورتوں کا دلال) ہوگا اور جن تین کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا وہ ماں باپ کا نافرمان ہوگا' اور عادی شرابی' اور احسان جتلانے والا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۸۰' مسند احمد رقم الحدیث ۶۱۸۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶' المستدرک ج ۴ ص ۱۴۷-۱۴۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۶۲'۲۵۶۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی سفر کر رہے تھے۔ ان کو بارش نے آلیا' انہوں نے پہاڑ کے اندر ایک غار میں پناہ لی' غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر آگری اور غار کا منہ بند ہوگیا' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا' تم نے جو نیک عمل اللہ کے لیے کیے ہوں ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو شاید اللہ غار کا منہ کھول دے' ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میری ایک چھوٹی بچی تھی جب میں شام کو آتا تو بکری کا دودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنی بچی' بیوی اور گھر والوں کو پلاتا' ایک دن مجھے دیر ہوگئی میں حسب معمول دودھ لے کر ماں باپ کے پاس گیا' وہ سو چکے تھے' میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور ان کے دودھ دینے سے پہلے بچی کو دودھ دینا ناپسند کیا' بچی رات بھر بھوک سے میرے قدموں میں روتی رہی اور میں صبح تک دودھ لے کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا۔ اے اللہ تجھے خوب علم ہے کہ میں نے یہ فعل صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے اتنی کشادگی کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں' اللہ عزوجل نے ان کے لیے کشادگی کر دی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۱۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۸۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۹۷۳ عالم الکتب' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا ایک جوان آدمی قریب المرگ ہے اس سے کہا گیا کہ لاالہ الااللہ پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکا' آپ نے فرمایا: وہ نماز پڑھتا تھا؟ اس نے کہا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے' آپ اس جوان کے پاس گئے اور فرمایا کہو لاالہ الااللہ اس نے کہا مجھ سے نہیں پڑھا جا رہا' آپ نے اس کے متعلق پوچھا' کسی نے کہا یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس کی والدہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ وہ آئی' آپ نے پوچھا یہ تمہارا بیٹا ہے' اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر آگ جلائی جائے اور تم سے کہا جائے کہ اگر تم شفاعت کرو تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو کیا تم اس کی شفاعت کرو گی؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس وقت میں اس کی شفاعت کروں گی' آپ نے فرمایا تب تم اللہ کو گواہ کرو' اور مجھ کو گواہ کر کے کہو کہ تم اس سے راضی ہوگئی ہو' اس عورت نے کہا اے اللہ میں تجھ کو گواہ کرتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوگئی ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے! اب کہو لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اس لڑکے نے کلمہ پڑھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو میری وجہ سے آگ سے نجات دی۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ج ۳ ص ۳۳۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۹۲)

ماں باپ کے حقوق کے متعلق میں نے البقرہ ۸۳ میں بھی بحث کی ہے لیکن یہاں بہت زیادہ جامعیت اور تفصیل سے لکھا ہے اور بعض احادیث مکرر آگئی ہے لیکن ہم نے اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ان کا ذکر کر دیا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارا رب بہ خوبی جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے' اگر تم نیک ہو تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے O (بنی اسرائیل: ۲۵)

اوّابین کے معانی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو سابقہ آیت میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اخلاص ہے یا نہیں ہے یہ اللہ پر مخفی نہیں ہے کیونکہ انسان کے علوم میں تو سہو اور نسیان آجاتا ہے اور نہ ہی اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام نقائص سے پاک ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کو سب علم ہے کہ تم ان احکام پر اخلاص سے عمل کر رہے ہو یا نہیں' اگر تمہارے دل میں کوئی فساد نہیں ہے اور تم صحیح نیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر رہے ہو اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہو تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے۔

اس آیت میں اوابین کا لفظ ہے' یہ لفظ اوب سے بنا ہے' اوب رجوع کی ایک قسم ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ ۔ (الغاشیہ: ۲۵) بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے۔

فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا ۔ (النباء: ۳۹) پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنالے۔

اور اوّاب' توّاب کی مثل ہے یعنی جو شخص گناہوں کو ترک کر کے عبادات کو انجام دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہو:

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ O (ق: ۳۲) یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہو اور (دین بر حق کی) حفاظت کرنے والا ہو۔

(المفردات ج ۱ ص ۷ ۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اوّاب کے حسب ذیل معنی ذکر کیے ہیں:

(۱) ضحاک نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ اس کا معنی مسلمان ہے۔

(۲) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اس کا معنی تواب ہے اور یہی مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے' ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی ہے جو شخص بار بار توبہ کرے' زجاج نے کہا اس کا معنی ہے جو شخص ان تمام کاموں کی جڑ کاٹ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(۳) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کا معنی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بہت تسبیح کرنے والا ہو۔

(۴) علی ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہو۔

(۵) عبید بن عمیر نے کہا جو شخص تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے پھر اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی مغفرت طلب کرے۔

(۶) حسن بصری نے کہا جو شخص اپنے دل اور اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔

(۷) قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے نماز پڑھنے والا۔

(۸) ابن المنکدر نے کہا جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھے۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات (نفل) پڑھے اور ان کے درمیان

Marfat.com

کوئی بری بات نہ کرے تو اس کی وہ عبادت بارہ سال کی عبادت کے برابر قرار دی جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۴۳۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۱۶۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مغرب کی بعد بیس رکعت نماز پڑھی' اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنادے گا۔ مغرب کے بعد بارہ رکعات نماز کو صلاۃ اوابین کہا جاتا ہے۔)

(۹) عون عقیلی نے کہا اس کا معنی ہے جو شخص چاشت کی نماز پڑھے۔

(۱۰) السدی نے کہا جو شخص تنہائی میں گناہ کرے اور تنہائی میں توبہ کرے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۷-۲۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اوابین کے لیے بہت بخشنے والا ہے' اور اوّاب مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار رجوع کرنے والا اور بار بار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹنے والا' سعید بن میسب نے کہا یہ وہ شخص ہے جو توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا اوّاب وہ شخص ہے جو جب بھی اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے تو ان پر استغفار کرتا ہے' عون عقیلی نے کہا اوابین وہ لوگ ہیں جو چاشت کی نماز پڑھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کی طرف گئے وہ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا اوابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب گرم ریت پر چلنے کی وجہ سے اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۴۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو اور اسراف اور فضول خرچ کرنے سے بچو○ (بنی اسرائیل: ۲۶)

جن لوگوں پر خرچ کرنا انسان پر واجب ہے' اس کے متعلق مذاہب فقہاء

اس آیت میں کس سے خطاب کیا گیا ہے اس میں بھی دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ مال فئ اور مال غنیمت میں سے جو مال آپ کو حاصل ہو اس میں سے آپ اپنے قرابت داروں کے حقوق ادا کریں اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی عطا کریں' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے فارغ ہو گئے تو اب تم پر واجب ہے کہ تم باقی اقارب سے بھی نیک سلوک کرو اور جو زیادہ قریب ہو اس کا حق پہلے ادا کرو' پھر درجہ بہ درجہ اور پھر مسکینوں اور مسافروں کی اصلاح میں مال خرچ کرو۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور قرابت داروں کو ان کا حق دیتے رہو' اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) اس سے انسان کے قرابت دار مراد ہیں خواہ وہ باپ کی طرف سے قرابت دار ہوں یا ماں کی طرف سے' یہ حضرت ابن عباس اور حسن کا قول ہے اور اس بناء پر ان کے حق کی تین تفسیریں ہیں: (ا) ان کے ساتھ نیکی اور صلہ رحم کیا جائے (ب) ضرورت کے وقت ان کے جو اخراجات واجب ہیں وہ ادا کیے جائیں (ج) وفات کے وقت ان کے متعلق وصیت کی جائے۔

Marfat.com

(۲) حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے کہا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور اس بناء پر ان کا حق یہ ہے کہ ان کو خمس دیا جائے اور یہ خطاب حکام کی طرف متوجہ ہے۔

اور مسکینوں اور مسافروں کے متعلق قاضی ابو یعلیٰ نے کہا اس سے مراد صدقات واجبہ ہیں یعنی ان کی زکوۃ ادا کی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حق سے مراد یہ ہو کہ جب ان کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ ان کو دی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسکین کا حق صدقہ ہے اور مسافر کا حق اس کو کھانا کھلانا ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو، یہ آیت مجمل ہے اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ حق کیا ہے؟ امام شافعی کے نزدیک صرف اولاد اور والدین پر خرچ کرنا واجب ہے، اور بعض علماء نے کہا کہ محارم پر بھی بقدر ضرورت خرچ کرنا واجب ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتہ دار محارم نہیں ہیں جیسے چچازاد ماموں زاد وغیرہ ان کا صرف یہ حق ہے کہ ان سے تعلق رکھا جائے اور ان سے ملاقات کی جائے، اور ان سے حسن معاشرت رکھی جائے اور تنگی اور خوشی میں ان سے میل جول برقرار رکھا جائے، اور مسکینوں اور مسافروں کو زکوۃ میں سے حصہ دیا جائے، مسکینوں کو اتنا دینا واجب ہے، جو ان کی اور ان کے بچوں کی خوراک کے لیے کافی ہو اور مسافر کو اتنا دینا واجب ہے جو اس کی سفر کی دیگر ضروریات کے لیے کافی ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو البرکات نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

اپنے ان قرابت داروں کو ان کا خرچ دو جو تمہارے محرم ہوں اور فقراء ہوں اور مسکینوں اور مسافروں کو زکوۃ سے ان کا حق ادا کرو۔ (مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

قاضی ابو سعود محمد بن محمد حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

قرابت دار سے مراد محارم ہیں اور ان کے حق سے مراد ان کا خرچ ہے۔

(تفسیر ابو سعود ج ۴ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے فارغ ہو گئے تو اب تم پر واجب ہے کہ باقی رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بہ درجہ نیکی کرو پھر مسکینوں اور مسافروں کے احوال کی اصلاح کرو اور قرابت داروں کو دو بشرطیکہ وہ محرم ہوں تنگ دست ہوں اور کمانے سے عاجز ہوں، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک امیر اور خوشحال پر واجب ہے کہ وہ اپنے تنگ دست قرابت داروں پر بقدر ضرورت خرچ کرے۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۵ ص ۳۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک انسان پر جن لوگوں کا خرچ واجب ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے، علامہ عبد اللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ نے جو اس کی تفصیل لکھی ہے میں اس کو اختصار کے ساتھ لکھ رہا ہوں:

انسان پر اس کی بیوی کے کھانے، کپڑوں اور رہائش کا خرچ واجب ہے، اسی طرح نابالغ بچوں کے بھی کھانے، کپڑوں اور رہائش کا خرچ اس پر واجب ہے، اور آباء اور اجداد کا خرچ بھی اس پر واجب ہے بشرطیکہ وہ ضرورت مند ہوں اور ماں باپ اولاد کے علاوہ دیگر قرابت داروں کا خرچ بھی اس پر واجب ہے بشرطیکہ وہ محارم ہوں اور تنگ دست ہوں اور کمانے پر

Marfat.com

قادر نہ ہوں یا کوئی محرم عورت ہو جو تنگ دست ہو۔ (الاختیار ج ۴ ص ۳-۴ ملخصاً مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع)

تبذیر کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تبذیر نہ کرو۔

تبذیر کا معنی ہے تفریق، اس کی اصل ہے زمین میں بذر (بیج) کو پھینک دینا اور پھر اس کا استعارہ ہر اس شخص کے لیے کیا گیا جو اپنے مال کو ضائع کرنے والا ہو، بظاہر بذر (بیج) کو زمین میں متفرق جگہ پھینک دینا بھی اس شخص کے نزدیک مال کو ضائع کرنا ہے جو بیجوں کو زمین میں ڈالنے کے نتیجہ سے ناواقف ہو۔ (المفردات ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۸ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: تبذیر کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا معنی ہے مال کو باطل اور ناجائز جگہوں میں خرچ کرنا مجاہد نے کہا اگر کوئی شخص اپنے تمام مال کو حق کی راہ میں خرچ کرے تو وہ مبذر نہیں ہے اور اگر وہ ایک ٹکو چیز بھی ناحق جگہ میں خرچ کرے تو وہ مبذر ہے، زجاج نے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ میں خرچ کرنا تبذیر ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے اونٹوں کو ذبح کیا جاتا تھا اور مالوں کو خرچ کیا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ صرف اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مال کو خرچ کیا جائے۔

ماوردی نے ذکر کیا ہے کہ مال کو بے فائدہ اور فضول خرچ کرنا اور مال کو ضائع کرنا تبذیر ہے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۹-۲۷، مکتب اسلامی بیروت، ۷ ۴۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

مال کو ضائع کرنا اور اس کو فضول اور بے فائدہ خرچ کرنا تبذیر ہے، عثمان بن اسود نے کہا میں مجاہد کے ساتھ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا، انہوں نے ابوقبیس پہاڑ کی طرف دیکھ کر کہا اگر کوئی شخص اس پہاڑ کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو وہ مسرفین میں سے نہیں ہے اور اگر وہ ایک درہم بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کرے تو وہ مسرفین میں سے ہے، ایک شخص نے کسی نیک کام میں بہت زیادہ مال خرچ کیا تو اس سے کہا گیا کہ اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے اس نے کہا خیر میں کوئی اسراف نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد کے پاس سے گزر ہوا، وہ اس وقت وضو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے سعد یہ کیا اسراف کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کیا وضو میں بھی اسراف ہے، آپ نے فرمایا ہاں خواہ تم دریا کے بہتے ہوئے پانی سے وضو کر رہے ہو!

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۰۶۵، عالم الکتب بیروت)

اس صورت میں اگرچہ پانی ضائع نہیں ہو رہا لیکن تین بار سے زیادہ اعضاء وضو کو دھونے میں مومن کے عمل اور وقت کا ضیاع ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۲۷)

مبذرین کو شیطان کا بھائی فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے، بے شک تبذیر کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اس آیت میں اخوت سے مراد یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

اسراف اور تبذیر کی قباحت اور برائی میں شیطان کے مشابہ ہیں، یعنی جس طرح شیطان قبیح اور برے کام کرتا ہے اسی طرح وہ بھی قبیح اور برے کام کرتے ہیں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ بھائی سے مراد قرین اور ساتھی ہے، یعنی وہ قبیح اور برے کام کرنے میں شیطان کے قرین اور ساتھی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ - (الزخرف: ۳۶)

جو شخص رحمان کی یاد سے اندھا (غافل) ہو جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا قرین (ساتھی) ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے والے کا شیطان قرین اور ساتھی بن جاتا ہے، جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو نیکیوں سے روکتا ہے اور برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے اور وہ شیطان کے تمام وسوسوں میں اس کی پیروی کرتا ہے۔

شیطان کے ناشکرے ہونے کا معنی

اس کے بعد فرمایا اور شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اپنے آپ کو اللہ کی معصیت میں اور زمین میں فساد پھیلانے میں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں اور ان کو نیکیوں سے روکنے میں خرچ کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال اور منصب عطا فرمایا ہو اور وہ اپنے مال اور منصب کو ان کاموں میں خرچ کرے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال اور منصب کی نعمتوں کی بہت زیادہ ناشکری کرنے والا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ مبذرین اور مسرفین شیاطین کے بھائی اور ان کے قرین ہیں کیونکہ وہ اپنی صفات اور افعال میں شیطان کے موافق ہیں، پھر چونکہ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے اس لیے وہ بھی اپنے رب کے ناشکرے ہیں۔

بعض لوگ زمانہ جاہلیت میں لوٹ مار کر کے مال جمع کرتے تھے پھر لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے اس مال کو نیکی کے راستوں میں خرچ کرتے تھے اور مشرکین قریش اپنے اموال کو اس لیے خرچ کرتے تھے تاکہ لوگوں کو اسلام لانے سے روکا جائے اور اسلام کے دشمنوں کی اطاعت میں خرچ کرتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح اس زمانہ میں بھی بعض مسلمان اسمگلنگ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، نقلی دوائیں اور نشہ آور چیزوں کی فروخت سے مال و دولت اکٹھا کرتے ہیں پھر لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے اس مال سے حج کرتے ہیں اور صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور اپنی نیک نامی کا چرچا اور اظہار کرتے ہیں اور نام و نمود کے لیے بہت پیسہ خرچ کرتے ہیں اس کے علاوہ ناجائز مصارف پر بھی بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں سو یہ لوگ بھی اس آیت کے مصداق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تم کو اپنے رب کی رحمت (وسعت رزق) کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو (بنی اسرائیل: ۲۸)

اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرم روی کے ساتھ معذرت کرنا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہارا ہاتھ تنگ ہو اور تمہارا اپنا بہ مشکل گزارہ ہو رہا ہو اور تمہارے پاس اتنی گنجائش نہ ہو کہ تم ضرورت مندوں کی مدد کر سکو، اور تمہارے غریب رشتہ دار، مسکین اور مسافر تم سے سوال کریں تو ان کے ساتھ نرمی سے معذرت کرو اور سخت لہجے سے ان کو منع کرنے اور جھڑکنے اور ڈانٹنے سے اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آنے سے احتراز کرو۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ابن زید نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے سوال کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دینے سے انکار فرماتے تھے' کیونکہ آپ کو علم تھا کہ یہ اس مال کو ضائع کر دیں گے' تو آپ ان کو مال نہ دینے میں اجر کی توقع رکھتے تھے' کیونکہ اگر آپ ان کو مال دیتے اور وہ مال کو ضائع کر دیتے تو آپ اس مال کے ضیاع میں ان کے مددگار قرار پاتے' اور عطا خراسانی نے کہا اس آیت میں والدین کا ذکر نہیں ہے' قبیلہ مزینہ سے کچھ لوگ آئے وہ آپ سے سواری طلب کر رہے تھے' تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں' وہ لوگ واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر تم کو اپنے رب کی رحمت کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان سے نرم بات کہہ کر معذرت کرو' یعنی اگر تنگ دستی کی وجہ سے تم ان کا سوال پورا کرنے سے قاصر ہو تو نرمی کے ساتھ ان سے معذرت کر لو' اور ان کے لیے کشائش رزق اور فراخ دستی کی دعا کرو' اور یوں کہو اگر مجھے کچھ مل گیا تو میں تم کو ضرور دوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا جاتا اور آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو آپ انتظار میں خاموش رہتے کہ اللہ کے پاس سے کچھ رزق آ جائے گا' اور سائل کے رد کرنے کو ناپسند فرماتے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

جب آپ سے سوال کیا جاتا اور آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو آپ فرماتے اللہ تم کو اور ہم کو اپنے فضل سے عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو ۝ (بنی اسرائیل: ۲۹)

خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے پر برانگیختہ فرمایا تھا اور اس آیت میں خرچ کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا حال بیان فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان: ٦٧)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وصف کے حصول کا حکم فرمایا ہے' یعنی ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اوپر' اپنے اہل و عیال اور دیگر ضرورت مندوں پر خرچ کرنے سے کڑھنے لگو' اور نیکی کے راستوں میں خرچ نہ کرنے سے یہ ظاہر ہو کہ تمہارے ہاتھ گردن تک بندھے ہوئے ہیں اور نہ بے تحاشا خرچ کرو کہ لوگوں کو دے دے کر اپنا سارا مال ختم کر دو اور تمہارے ہاتھ میں کچھ نہ رہے۔

خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت میں احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اپنا ہاتھ گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اس کا معنی یہ ہے کہ بخل نہ کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو' بخل کی مذمت میں بہت احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخیل اور مال خرچ کرنے والوں کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جنہوں نے چھاتی سے حلق تک لوہے کے دو جبے پہنے ہوئے

Marfat.com

ہوں، خرچ کرنے والا جب مال خرچ کرتا ہے تو جبہ وسیع ہو کر اس کے جسم پر پھیل جاتا ہے، حتی کہ اس کی انگلیوں اور نشانیوں کو بھی چھپا لیتا ہے اور بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے وہ اسے کھولنا چاہتا ہے لیکن کھول نہیں سکتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۴۳، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۴۷، مسند احمد رقم الحدیث:۹۰۴۵، عالم الکتب بیروت)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا اور جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمہارا حصہ جمع کر کے رکھے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۲۹، صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۳۳، سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب بندے صبح اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو عطا فرما اور دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال ضائع کر۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۰، صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۴۲، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث:۹۱۷۸)

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان عبادات، مکارم اخلاق، اہل و عیال، مہمانوں اور صدقات وغیرہ پر خرچ کرے، ان مصارف پر خرچ کرنا مطلوب ہے اور ان مصارف پر خرچ نہ کرنا مذموم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا، اور جب بندہ کسی کو معاف کر دے تو اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے، اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۸)

زیادہ خرچ کرنے اور اسراف کی مذمت میں احادیث

نیز اس آیت میں فرمایا ہے اور نہ اس (ہاتھ) کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو۔ اس آیت کا معنی ہے جتنی ضرورت ہو اتنا خرچ کیا جائے، ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے اور یہ بھی جائز محل کے متعلق ہے، ناجائز محل میں بالکل خرچ نہ کیا جائے اسی طرح صدقہ اور خیرات بھی میانہ روی سے کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ آج سارا مال خیرات کر دو اور کل بھیک مانگتے نظر آؤ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کر دیئے ہیں، ماؤں کی نافرمانی کرنا، بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا، حق نہ دینا ناحق مانگنا، اور تین کام مکروہ کیے ہیں، فضول بحث کرنا، بکثرت سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۷۷، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۱۵، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث:۱۱۵۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر اسراف اور تکبر کے کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو، اور حضرت ابن عباس نے فرمایا جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو، جب تک اسراف اور تکبر نہ ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب:۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو اور لباس پہنو، بغیر تکبر اور اسراف کے۔

Marfat.com

(مسند احمد رقم الحدیث:۶۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۶۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۸۱۹)

حضرت حمزہ بن صہیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صہیب کی کنیت ابویحییٰ تھی اور وہ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے اور وہ لوگوں کو بہت زیادہ طعام کھلاتے تھے، ان سے ایک دن حضرت عمر نے کہا اے صہیب تم نے ابویحییٰ کنیت کیوں رکھی ہے، حالانکہ تمہارا کوئی بیٹا نہیں ہے اور تم اپنے آپ کو عرب کہتے ہو اور تم بہت زیادہ طعام کھلاتے ہو اور یہ مال میں اسراف ہے۔ حضرت صہیب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابویحییٰ رکھی تھی، اور رہا نسب کے متعلق آپ کا اعتراض! تو میں اہل موصل کے نمر بن قاسط کے خاندان سے ہوں، جب میں کم عمر تھا تو مجھے قیدی بنالیا گیا لیکن مجھے اپنے گھر والوں کا اور اپنی قوم کا شعور تھا اور رہا آپ کا یہ اعتراض کہ تم کھانا زیادہ کھلاتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں بہتر شخص وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے تو اس ارشاد نے مجھ کو اس پر ابھارا کہ میں زیادہ کھانا کھلاؤں۔ (مسند احمد رقم الحدیث:۲۴۴۲۲، عالم الکتب بیروت، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۷۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ہر پسندیدہ چیز کھاؤ یہ بھی اسراف ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۳۵۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۲۷۶۵، حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۱۳، اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے اور یہ حدیث صحیح سے معارض ہے)

ان احادیث میں چونکہ زیادہ خرچ کرنے اور اسراف کی ممانعت اور مذمت آگئی ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہ بیان کردیں کہ کون سا زیادہ خرچ کرنا ممنوع ہے۔

زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: زیادہ خرچ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(الف) جو کام شرعاً مذموم ہیں ان میں مال خرچ کرنا، ناجائز ہے۔

(ب) جو کام شرعاً محمود ہیں ان میں زیادہ مال خرچ کرنا محمود ہے بشرطیکہ اس میں زیادہ خرچ کرنے سے اس سے زیادہ اہم دینی کام متاثر نہ ہو۔

(ج) مباح کاموں میں زیادہ خرچ کرنا مثلاً نفس کے آرام اور آسائش اور اس کے التذاذ کے لیے خرچ کرنا، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) خرچ کرنے والا اپنے مال اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے تو یہ اسراف نہیں ہے۔

(۲) خرچ کرنے والا اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے، اس کی پھر دو قسمیں ہیں: اگر وہ کسی موجود یا متوقع ضرر اور خطرہ کو دور کرنے کے لیے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر دفع ضرر کے بغیر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جمہور کے نزدیک یہ اسراف ہے۔ اور بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ اسراف نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے بدن کے آرام اور آسائش کے حصول کا قصد کرتا ہے اور یہ غرض صحیح ہے اور جبکہ یہ کسی معصیت میں خرچ نہیں ہے تو مباح ہے۔ ابن دقیق العید، قاضی حسین، امام غزالی اور علامہ رافعی نے کہا ہے کہ یہ تبذیر ہے اور ناجائز ہے۔ محرر میں ہے کہ یہ تبذیر نہیں ہے، علامہ نووی کی بھی یہی رائے ہے۔ اور زیادہ راجح ہے کہ اگر زیادہ خرچ کرنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی مثلاً لوگوں سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آتی تو پھر زیادہ خرچ کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

Marfat.com

اپنے تمام مال کو راہ خدا میں صدقہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو تنگی اور فقر میں صبر کر سکتا ہو' علامہ باجی مالکی نے لکھا ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا ممنوع ہے اور دنیاوی مصلحتوں میں زیادہ مال خرچ کرنا مکروہ ہے' البتہ کبھی کبھی زیادہ خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے عید یا ولیمہ کے موقع پر' اور اس پر اتفاق ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ مکان پر خرچ کرنا مکروہ ہے' اسی طرح آرائش اور زیبائش پر زیادہ خرچ کرنا بھی مکروہ ہے اور مال کو ضائع کرنا گناہ کے کاموں کے ساتھ خاص نہیں ہے' بلکہ مال نا تجربہ کار کے حوالہ کر دینا اور جواہر نفیسہ پر خرچ کر دینا بھی اس میں داخل ہے۔

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ مال کو ضائع کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مال خرچ کرنے سے کوئی دینی اور دنیاوی غرض نہ ہو تو اس میں مال خرچ کرنا حرام قطعی ہے' اور اگر دینی یا دنیوی غرض ہو اور اس جگہ مال خرچ کرنا معصیت نہ ہو اور خرچ اس کی حیثیت کے مطابق ہو تو یہ قطعاً جائز ہے' اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان بہت ساری صورتیں ہیں جو کسی ضابطہ کے تحت داخل نہیں ہیں' بہرحال معصیت میں خرچ کرنا حرام ہے' اور آرام اور آسائش اور نفسانی لذتوں کے حصول کے لیے مال خرچ کرنے میں تفصیل اور اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۰۹-۴۰۸' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

جائز اور صحیح مقاصد میں مال خرچ کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہیے تاہم ان میں بے تحاشا اور بے دریغ مال خرچ کرنا نہیں چاہیے مال خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے میں میانہ روی سے کام لینا چاہیے اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اور اپنا ہاتھ گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو۔ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ خرچ کرنے میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے' اب ہم میانہ روی اور اعتدال کے سلسلہ میں چند احادیث بیان کر رہے ہیں۔

اعتدال اور میانہ روی کے متعلق احادیث

حضرت ابو عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک سیرت' اطمینان اور اعتدال نبوت کے چوبیس اجزا میں سے ایک جز ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۰۲۱' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۶۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جو ایک چٹان پر نماز پڑھ رہا تھا' آپ مکہ کی طرف گئے وہاں کچھ دیر ٹھیرے پھر واپس آئے تو وہ شخص اسی طرح نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اپنے ہاتھ اکٹھے کیے اور کھڑے ہو کر تین بار فرمایا اے لوگو! اعتدال اور میانہ روی کو لازم رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (اجر دینے سے) نہیں اکتاتا حتیٰ کہ تم (عبادت کرنے سے) اکتا جاؤ۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۷۹۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں! فرمایا مجھ کو بھی نہیں! مگر یہ کہ اللہ کی رحمت مجھے ڈھانپ لے' درست عمل کرو اور صحت کے قریب عمل کرو' صبح اور شام کو اور رات کے آخری حصہ میں عمل کرو اور اعتدال اور اعتدال کو لازم رکھو تم منزل پر پہنچ جاؤ گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۴۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے آپ نے

Marfat.com

ایک شخص کو دیکھا جس کے بال گرد و غبار سے اٹے ہوئے اور بکھرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کیا اس شخص کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر سکے، پھر ایک اور شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا کیا اس شخص کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ اپنے کپڑے دھو سکے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۶۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۵۱)

ابوالاحوص اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معمولی کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے پوچھا کون کون سا مال ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام سب کچھ دیے ہیں، آپ نے فرمایا جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت اور عزت کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۶۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اعتدال اور میانہ روی اختیار کی وہ تنگ دست نہیں ہوگا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۷، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۲۶۹، عالم الکتب بیروت)

امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرنے میں اعتدال اور میانہ روی نصف معیشت ہے۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر خلق اور ہر وصف کی دو جانبیں ہیں افراط اور تفریط اور یہ دونوں مذموم ہیں خرچ نہ کرنے میں زیادتی ہو تو یہ تفریط اور بخل ہے اور خرچ کرنے میں زیادتی ہو تو یہ افراط اور اسراف ہے، خرچ کرنے کے محل میں انسان خرچ نہ کرے اور خرچ نہ کرنے کے محل میں بھی خرچ نہ کرے یہ بخل ہے اور خرچ کرنے کے محل میں بھی خرچ کرے اور خرچ نہ کرنے کے محل میں بھی خرچ کرے یہ افراط اور تبذیر ہے اور یہ دونوں مذموم ہیں، مستحسن یہ ہے کہ خرچ کرنے کے محل میں خرچ کرے اور خرچ نہ کرنے کے محل میں خرچ نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم بے تحاشا خرچ کرو گے تو ملامت زدہ اور تھکے ہارے بیٹھے رہ جاؤ گے۔ مثلاً ایک آدمی کو ہر ماہ خرچ کے لیے تنخواہ ملتی ہے اگر وہ پوری تنخواہ مہینے کے ابتدائی دس دنوں میں کھا پی لے اور لوگوں کو دے دلا کر اڑا دے تو مہینہ کے باقی بیس دن مصیبت میں گزارے گا لوگ اس کو ملامت کریں گے کہ تم نے پہلے اتنا زیادہ خرچہ کیوں کیا تھا کہ اب لوگوں سے مانگتے پھر رہے ہو۔

جن کا توکل کامل ہو ان کے لیے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کا جواز

ان تمام آیتوں میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس خطاب سے مراد آپ کی امت ہے، اور قرآن مجید میں بہت جگہ یہ اسلوب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے قائد اور سید ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں واسطہ عظمیٰ ہیں اور عرب میں یہ دستور ہے کہ قوم سے جو خطاب کرنا ہو وہ اس کے سید کی طرف کر دیتے ہیں۔ نیز سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کثرت فتوحات سے پہلے کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے، آپ اکثر بھوکے رہتے تھے اور بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، اور بعض صحابہ اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس پر کبھی ملامت نہیں کی تھی، اور ان کو منع نہیں کیا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر صحیح یقین تھا اور زبردست

Marfat.com

بصیرت تھی، جیسے حضرت ابو بکر نے اپنا سارا مال لا کر آپ کو پیش کر دیا تھا' اور اللہ سبحانہ نے ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں تمام مال خرچ کرنے سے منع فرمایا جن کے متعلق اللہ کو علم تھا کہ یہ لوگ تمام مال ہاتھ سے نکلنے کے بعد افسوس کریں گے اور ان کا یقین اور ان کا توکل اس پایہ کا نہ تھا' اور جن لوگوں کا یقین اور توکل اعلیٰ درجہ کا تھا اور جو دنیا کی بجائے آخرت کی فکر کرتے تھے وہ لوگ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو خرچ کرنے کے طریقہ کی تعلیم دی ہے اور اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالوں سے لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور اس نے کہا میری ماں نے آپ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کیا ہے' آپ نے فرمایا آج ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے' اس نے کہا میری ماں کہتی ہے کہ آپ یہ قمیص دے دیجئے' آپ نے وہ قمیص اتار کر اس کو دے دی اور آپ بغیر قمیص کے افسوس سے بیٹھے رہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۲۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

لیکن تفسیر ابن جریر اور تفسیر امام ابن ابی حاتم میں یہ حدیث نہیں ہے' علامہ قرطبی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور قرطبی کے مخرج نے سنن کبریٰ' مجمع الزوائد اور مصنف عبد الرزاق کا حوالہ دیا ہے لیکن ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے' البتہ اس مضمون کی ایک اور حدیث مستند کتابوں میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصولِ تبرک کا جواز

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاشیہ والی بنی ہوئی ایک چادر لے کر آئی' اس عورت نے کہا میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی' آپ وہ چادر پہن کر ہمارے پاس آئے' ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی' اور کہنے لگا یا رسول اللہ یہ بہت خوبصورت چادر ہے' آپ یہ مجھے دے دیجئے' حاضرین نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن لیا تھا در آں حالیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے' اس شخص نے کہا اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا اس لیے سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' سہل نے کہا پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہو گئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابو غسان کی روایت میں ہے چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو پہن لیا ہے اس لیے مجھے اس چادر سے حصول برکت کی امید ہے اس حدیث کے فوائد میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن خلق ہے اور آپ کی جود و سخا ہے اور آپ کا ہدیہ قبول فرمانا ہے' آپ عموماً ہدیہ کے جواب میں ہدیہ عطا فرماتے تھے آپ نے فرمایا ہے ایک دوسرے کو ہدیہ دو' ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی' اس موقع پر آپ نے اس عورت کو ہدیہ نہیں دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ جواباً ہدیہ دینا واجب نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو ہدیہ دیا ہو' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی عمدہ لباس پہننے پر اس کی تحسین کرنی چاہیے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ایسا کام کرے جو بظاہر خلاف ادب ہو تو اس کو ملامت کرنا چاہیے' اور اس حدیث میں صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کو

Marfat.com

وقت ضرورت سے پہلے تیار کر کے رکھنا چاہیے اور کفن کو وقت سے پہلے تیار کرنا جائز ہے بلکہ قبر کھدوانا بھی جائز ہے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کا رب جس کے لیے چاہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا بہت دیکھنے والا ہے O (بنی اسرائیل: ۳۰)

رزق میں کمی اور زیادتی بندوں کی مصلحت پر مبنی ہے

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا رب ہے، اور اس کی مخلوق میں سے جس کو جتنے رزق کی ضرورت ہے وہ اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے ـــــ یا جس کو جتنا رزق دینے میں اس کی مصلحت ہے اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے اور رزق کی یہ تقسیم اس وجہ سے نہیں ہے کہ جس سے وہ خوش اور راضی ہو اس کو زیادہ رزق عطا فرماتا ہے اور جس سے وہ ناراض اور ناخوش ہو اس کو کم رزق عطا فرماتا ہے، بلکہ جس شخص یا جس قوم میں جتنے رزق کی صلاحیت اور استعداد ہو اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے یا جس کی عاقبت اور آخرت کے اعتبار سے جتنا رزق اس کے لیے مناسب ہو اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا کرے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ (الشوریٰ: ۲۷)

اگر اللہ اپنے تمام بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو وہ زمین پر فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جتنا رزق چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث لکھی ہے:

میرے بعض بندوں کی مصلحت میں صرف فقر ہے اگر میں ان کو غنی کر دیتا تو ان کا دین فاسد ہو جاتا اور میرے بعض بندوں کی مصلحت صرف غنا میں تھی اگر میں ان کو فقیر بنا دیتا تو ان کا دین فاسد ہو جاتا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بے شک ان کو قتل کرنا

كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ

بہت بڑا گناہ ہے O اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا

سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ

راستہ ہے O اور اس شخص کو قتل نہ کرو جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، اور جو شخص مظلوماً

مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

قتل کیا گیا ہم نے اس کے وارث کو قوت دی ہے پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ بڑھے، بے شک وہ

Marfat.com

مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

مدد کیا ہوا ہے ○ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ ماسوا بہتر صورت کے حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو

اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا

پہنچ جائے، اور عہد پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا ○ اور جب تم ناپنے لگو

الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ

تو پورا پورا ناپو اور جب تم وزن کرو تو درست ترازو سے پورا پورا وزن کرو، یہ بہتر ہے

وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ

اور اس کا انجام بہت اچھا ہے ○ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہو بے شک کان

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ

اور آنکھ اور دل ان سب سے (روزِ قیامت) سوال کیا جائے گا ○ اور زمین میں

فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

اکڑ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم طول میں پہاڑوں تک

الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

پہنچ سکتے ہو ○ ان تمام کاموں کی برائی آپ کے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے ○

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ

یہ وہ حکیمانہ احکام ہیں جن کی آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، اور (اے مخاطب) اللہ کے ساتھ

اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ

دوسرا عبادت کا مستحق نہ بنا ورنہ تجھ کو ملامت زدہ اور دھتکارا ہوا بنا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا کیا بیٹوں کے

بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا

لیے اللہ نے تم کو منتخب کر لیا اور فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنا لیں، بے شک تم بہت سنگین بات کہہ

Marfat.com

عظیما ﴿۴۰﴾ ع

رہے ہو O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۱)

آیاتِ سابقہ سے مناسبت

(۱) اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا "بے شک آپ کا رب جس کے لیے چاہے رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے" یعنی رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے اس کے بعد فرمایا اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔

(۲) اس سے پہلی آیتوں میں اولاد کو تلقین کی تھی کہ وہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اس آیت میں ماں باپ کو تلقین کی ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ نیکی کریں، اولاد کے ساتھ نیکی کرنا اس لیے واجب ہے کہ اولاد بہت کمزور ہوتی ہے اور ماں باپ کے سوا ان کی کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہے۔

(۳) اولاد کو قتل کرنا اگر اس لیے ہو کہ ان کو کھلانے کے لیے رزق میسر نہیں ہوگا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رزاقی کے ساتھ بدگمانی ہے اور اگر بیٹیوں سے عار کی وجہ سے ہو تو پھر نظام عالم فاسد ہو جائے گا اور پہلی صورت اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے اور دوسری صورت مخلوق پر شفقت کے خلاف ہے۔

(۴) ماں، باپ کا اولاد کے ساتھ جو تعلق ہے وہ جزئیت کا ہے کیونکہ اولاد ماں باپ کا جز ہوتی ہے اور یہ ایک دوسرے سے محبت کا قوی سبب ہے اور یہ فطری اور طبعی محبت ہے اور اولاد کو قتل کرنا اس طبعی محبت کے خلاف ہے۔

اس آیت کے تحت عزل اور خاندانی منصوبہ بندی کے مسائل بھی بیان کیے جاتے ہیں، چونکہ یہ آیت الانعام: ۱۵۱ میں گزر چکی ہے ہم نے وہاں وہ مسائل بیان کر دیئے ہیں، اور شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ۸۷۳-۸۹۷ تک ان مسائل پر بہت بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے O (بنی اسرائیل: ۳۲)

حسن اور قبح کے عقلی ہونے پر دلائل

اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اشیاء کا حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی ہے، اشاعرہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح شرعی ہے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دے دیا ہے وہ حسین ہے اور جس چیز سے منع فرما دیا ہے وہ قبیح ہے اپنی ذات میں کوئی کام اچھا ہے نہ برا ہے، سچ بولنا اس لیے اچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کا حکم دیا اور جھوٹ بولنا اس لیے برا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے کا حکم دیتا تو وہ اچھا ہوتا اور سچ بولنے سے منع فرماتا تو وہ برا ہوتا لہٰذا اشیاء کا حسن اور قبح شرعی ہے۔ ماتریدیہ کہتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہے سچ بولنا، عبادت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ سب اپنی ذات میں اچھے کام تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم دیا ہے اور جھوٹ بولنا، کفر کرنا اور زنا کرنا یہ کام اپنی ذات میں برے اور قبیح تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمایا لہٰذا اشیاء کا حسن اور قبح شرعی نہیں ہے عقلی ہے، اور یہ آیت ماتریدیہ کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے سے منع فرمایا اور اس کی دلیل یہ دی کہ وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے اور چونکہ

Marfat.com

عقل کے نزدیک زنا بے حیائی ہے اور برا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا، پس ثابت ہوا کہ اشیاء کا حسن اور قبح عقلی ہے۔

عورتوں کی آزادی کے نتائج

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ یعنی ایسا کوئی کام نہ کرو جو زنا کا محرک ہو اور زنا کا باعث اور سبب بنے، مثلاً اجنبی عورتوں سے تعلق پیدا کرنا، ان سے خلوت میں ملاقات کرنا، ان سے ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنا اور ان سے ہاتھ ملانا اور بوس و کنار کرنا مغربی تہذیب میں یہ تمام امور عام ہیں اور زندگی کے معمولات میں داخل ہیں اسی وجہ سے وہاں زنا بھی عام ہے، ساحل سمندر پر، پارکوں میں یہ سب ہوتا رہتا ہے اور آئے دن سڑکوں پر ناجائز بچے ملتے رہتے ہیں جس طرح ہمارے ہاں کوئی شخص کثیر الاولاد ہوتا ہے اسی طرح ان کے ہاں کوئی شخص کثیر الولدیت ہوتا ہے اور لوگ فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میں محبت کی پیداوار ہوں، اسلام نے اسی بندش کے لیے عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا اور عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول کو سختی سے روکا ہے مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا ہے میں کہتا ہوں کہ عورتوں کا گھر میں مقید رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ محض جانوروں کی طرح ہوس پوری کرنے کا آلہ بن جائیں۔

حرمتِ زنا کی وجوہ

زنا کا فعل حسب ذیل مفاسد اور خرابیوں پر مشتمل ہے:

(١) زنا سے نسب مختلط اور مشتبہ ہو جاتا ہے اور انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زانیہ سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ اس کے نطفہ سے ہے یا کسی اور کے نطفہ سے ہے، اس لیے اس کے دل میں اس بچہ کی پرورش کی کوئی امنگ ہوتی ہے نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے اور نہ وہ اس کی نگہداشت کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ بچہ ضائع ہو جاتا ہے، اس سے نسل منقطع ہوتی ہے اور عالم کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔

(٢) جو عورت زنا کرتی ہے وہ کسی ایک مرد کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی اس کے پاس کئی مرد آتے ہیں، پھر بعض اوقات ان مردوں میں رقابت اور حسد پیدا ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے قتل و غارت تک نوبت آجاتی ہے۔

(٣) جو عورت زناکاری میں مشغول ہوتی ہے اور اس کی عادی بن جاتی ہے اس سے ہر سلیم الطبع متنفر ہوتا ہے اور وہ نکاح کرنے کی اہل نہیں رہتی معاشرہ میں اس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

(٤) اگر زنا عام ہو جائے تو نہ مرد کسی عورت کے ساتھ مخصوص ہوگا اور نہ عورت کسی مرد کے ساتھ مخصوص ہوگی، ہر مرد ہر عورت سے اور ہر عورت ہر مرد سے اپنی خواہش پوری کر سکے گا اس وقت انسانوں میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہے گا، کوئی کسی کا باپ ہوگا نہ کوئی کسی کا بیٹا ہوگا قرابت داری اور رشتہ داری کا تصور ختم ہو جائے گا۔

(٥) عورت صرف اس لیے نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ جنسی عمل کیا جائے بلکہ وہ گرہستی کی تعمیر میں مرد کی شریک کار ہوتی ہے، کھانے پینے، پہننے اور رہنے کے مسائل میں مرد کے دوش بدوش ہوتی ہے، عائلی اور خانگی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے، بچوں کی تربیت کرتی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ نکاح کے ذریعہ صرف ایک مرد کے ساتھ مخصوص ہو اور باقی مردوں سے منقطع ہو اور یہ مقصود اسی وقت پورا ہوگا جب زنا کو حرام کر دیا جائے اور اس باب کو بالکلیہ بند کر دیا جائے۔

(٦) جنسی عمل بہت شرم ناک فعل ہے اس لیے یہ عمل اس جگہ اور اس وقت کیا جاتا ہے جس جگہ اور جس وقت کوئی

Marfat.com

دیکھنے والا نہ ہو، لوگ اس کا کھل کر ذکر نہیں کرتے اس میں شرم محسوس کرتے ہیں اگر فروغ نسل کا اس سے تعلق نہ ہوتا تو اس کو مشروع نہ کیا جاتا ایک عورت صرف ایک مرد کے ساتھ مخصوص ہو گی تو یہ عمل کم ہو گا اور زنا کی صورت میں یہ عمل زیادہ ہو گا اس وجہ سے بھی زنا ممنوع اور حرام ہونا چاہیے۔

(۷) منکوحہ کا اس کا خاوند ذمہ دار ہے وہ اس کو روٹی، کپڑا اور مکان دینے کا پابند ہوتا ہے اور اس کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے اور اس کی بیوی اس کی دکھ سکھ کی ساتھی ہوتی ہے اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے، شوہر مر جائے تو اس کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے اس کا مستقبل محفوظ ہوتا ہے اس کے برخلاف زانیہ کے ساتھ صرف وقتی اور عارضی تعلق ہوتا ہے، اس کے کھانے، کپڑے اور رہنے کا کوئی کفیل ہوتا ہے نہ ذمہ دار ہوتا ہے اسے اپنے مستقبل کا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔

(۸) بعض مردوں کو پوشیدہ بیماریاں ہوتی ہیں اور جن عورتوں کے پاس وہ جاتے ہیں ان عورتوں کو ان مردوں سے وہ بیماریاں لگ جاتی ہیں پھر ان عورتوں سے دوسرے مردوں میں وہ بیماریاں پھیلتی ہیں، یوں زنا کے ذریعہ آتشک، سوزاک اور ایڈز ایسی مہلک بیماریاں معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔

یہ آٹھ وجوہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر وجہ زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس شخص کو قتل نہ کرو جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، اور جو شخص مظلوماً قتل کیا گیا ہم نے اس کے وارث کو قوت دی ہے پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ بڑھے بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے ○

(بنی اسرائیل: ۳۳)

حرمتِ زنا کو حرمت قتل پر مقدم کرنے کی وجہ

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی بے قصور مسلمان کو قتل کرنا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے حرمت زنا کو بیان فرمایا پھر اس کے بعد حرمت قتل کو بیان فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کے نتیجہ میں انسان کا عزت کے ساتھ وجود میں آنا ہی ختم ہو جاتا ہے اور قتل کے نتیجہ میں انسان کو وجود میں آنے کے بعد ختم کر دیا جاتا ہے اس طرح زنا کا ضرر قتل سے زیادہ ہے لہٰذا حرمت زنا کو حرمت قتل پر مقدم فرمایا۔

کسی مسلمان کو قتل کرنے کی بارہ جائز صورتیں

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کو جائز قتل کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے دوسرے شخص کو ظلماً قتل کر دیا ہو، حالانکہ اس کے علاوہ قتل کرنے کی اور بھی جائز صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۲) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۳) مرتد کو قتل کرنا۔ (۴) شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا۔ (۵) مسلمان کے قاتل کو قصاص میں قتل کرنا۔ (۶) ایک خلیفہ منعقد ہونے کے بعد دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا۔ (۷) قوم لوط کے عمل کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۸) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۹) ڈاکو کو قتل کرنا۔ (۱۰) مسلمان کا اپنی جان یا مال کی حفاظت اور مدافعت میں قتل کرنا۔ (۱۱) چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنا۔ (۱۲) ذمی کے قاتل کو قتل کرنا۔

جان اور مال کی حفاظت اور مدافعت میں قتل کرنے کے جواز کا بیان اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہے تو؟ فرمایا اس کو اپنا مال مت دو، اس نے

Marfat.com

کہا اگر وہ مجھ سے قتال کرے، فرمایا تم بھی اس سے قتال کرو، اس نے کہا یہ بتایئے کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے فرمایا تو پھر تم شہید ہو، اس نے کہا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا تو وہ شخص دوزخی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۰)

باقی ماندہ گیارہ صورتوں میں قتل کرنے کے جواز کے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دلائل ہم نے الانعام: ۱۵۱ میں بیان کر دیئے ہیں، دیکھیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۸۸-۶۸۷، امام رازی نے اس تفسیر میں قتل کے جواز کی چھ صورتیں لکھی ہیں میں نے الانعام: ۱۵۱ میں قرآن اور حدیث سے جواز قتل کی گیارہ صورتیں لکھی تھیں اور اب اس آیت کی تفسیر لکھتے وقت اللہ تعالیٰ نے قتل برحق کی ایک اور صورت کی طرف متوجہ کر دیا اور یوں قتل برحق کی بارہ صورتیں ہو گئیں۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے صرف اس شخص کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے جس نے کسی کو ظلماً قتل کیا ہو تو یہ بارہ صورتیں اس آیت کے خلاف نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں قتل ناحق کا ذکر ہے اور یہ بارہ صورتیں قتل برحق کی ہیں۔

مقتول کے وارث کی قوت کا بیان

اس کے بعد فرمایا: اور جو شخص مظلوماً قتل کیا گیا ہم نے اس کے وارث کو قوت دی ہے۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے ہم نے مقتول کے ولی اور وارث کو قوت دی ہے یہ قوت مجمل ہے اور درج ذیل آیت میں اس کا بیان ہے:

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت، سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے۔ یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے ۝

اس آیت میں مقتول کے وارث اور ولی کو تین اختیار دیئے ہیں، وہ چاہے تو قاتل سے قصاص لے لے اور چاہے تو قصاص کے بجائے قاتل کے ورثا سے دیت وصول کر لے اور چاہے تو قاتل کو بالکل معاف کر دے۔ مقتول کی دیت سو اونٹ ہیں یا ہزار دینار ہیں یا ۴۷۴ء۳ کلو سونا یا دس ہزار درہم یا (۳۰۶۱۸ء) کلو چاندی۔ مقتول کے ورثاء چاہیں تو اس سے کم مقدار پر بھی صلح کر سکتے ہیں۔

قصاص کے متعلق تمام مذاہب اور احکام کی تفصیل ہم نے البقرہ: ۱۷۸ میں بیان کر دی، ملاحظہ فرمائیں تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۹۳-۶۸۵ اور دیت کے متعلق پوری تفصیل ہم نے النساء: ۹۲ میں ذکر کر دی ہے، ملاحظہ فرمائیں تبیان القرآن ج ۲ ص ۷۶۲-۷۵۶۔

ولی مقتول کے تجاوز نہ کرنے کا معنی

ولی مقتول کے تجاوز نہ کرنے کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ صرف قاتل کو قتل کرے اور غیر قاتل کو قتل نہ کرے، جیسا کہ

Marfat.com

زمانہ جاہلیت میں ایک قتل کے بدلہ میں قاتل کے پورے قبیلہ کو قتل کر دیتے تھے اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قاتل کو صرف قتل کیا جائے اس کو مثلہ نہ کیا جائے یعنی اس کے ہاتھ پیر اور اس کے دیگر اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اس کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے کسی اور طریقہ سے ایذا پہنچا کر قتل نہ کیا جائے۔

یہ جو فرمایا ہے بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ ولی مقتول کو قصاص لینے پر قدرت دی گئی ہے اور یہ معنی بھی ہے کہ اس کو قاتل کے قتل کرنے پر قدرت دی گئی ہے اور یہ معنی بھی ہے کہ مقتول کا خون مدد کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ ماسوا بہتر صورت کے حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا○ اور جب تم ناپنے لگو تو پورا پورا ناپو اور جب تم وزن کرو تو درست ترازو سے پورا پورا وزن کرو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے○ (بنی اسرائیل: ۳۵-۳۴)

ان دونوں آیتوں کی مکمل تفسیر ہم نے الانعام: ۱۵۲ میں کردی ہے ملاحظہ فرمائیں تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۹۱-۶۸۹۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہیں ہو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے متعلق (روز قیامت) سوال کیا جائے گا○ (بنی اسرائیل: ۳۶)

قفا کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

قفا کا معنی سر کا پچھلا حصہ یعنی گدی ہے اور اس کا معنی کسی کے پیچھے چلنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ (بنی اسرائیل: ۳۶)

اس کا معنی ہے ظن اور قیافہ کے ساتھ حکم نہ کرو۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۲۹ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

بغیر علم کے ظن پر عمل کرنے کی ممانعت

اس کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) مشرکین نے اپنے آباء واجداد کی تقلید میں مختلف عقائد گھڑ رکھے تھے وہ بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے بتوں کو اللہ کی جناب میں شفاعت کرنے والا مانتے تھے بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے قیامت کا انکار کرتے تھے اور بحیرہ سائبہ وغیرہ کے کھانے کو حرام کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں:

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى ○ (النجم: ۲۳)

یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں نازل کی یہ لوگ صرف گمان کی اور اپنے نفسوں کی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ○ (الجاثیہ: ۳۲)

اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے ہم تو صرف گمان کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں ہے۔

Marfat.com

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ○　آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ تو وہ تم ہم پر پیش کرو، تم صرف ظن اور گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم صرف اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہو○ (الانعام: ۱۴۸)

(۱) اسی نہج پر اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کی پیروی نہ کرو، اور محض ظن اور گمان کے پیچھے نہ چلو۔

(۲) محمد بن حنفیہ نے کہا جھوٹی گواہی نہ دو، حضرت ابن عباس نے فرمایا صرف اس چیز کی گواہی دو جس کو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہو اور تمہارے کانوں نے سنا ہو اور تمہارے دل نے یاد رکھا ہو۔

(۳) اس سے مراد تہمت لگانے سے منع کرنا ہے، زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ وہ کسی مذمت میں مبالغہ کرنے کے لیے اس کو بدکاری کی تہمت لگاتے تھے اور اس کی ہجو کرتے تھے۔

(۴) اس سے مراد ہے جھوٹ مت بولو، قتادہ نے کہا جب تم نے سنا نہ ہو تو یہ مت کہو میں نے سنا ہے اور جب تم نے دیکھا نہ ہو تو یہ مت کہو میں نے دیکھا ہے۔

(۵) اس سے مراد ہے کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی حدود میں شفاعت کی وہ اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہے، اور جس شخص نے کسی ناحق جھگڑے میں مدد کی وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا جب تک اس کو ترک نہیں کر دیتا، اور جس شخص نے کسی مسلمان مرد یا عورت پر بہتان لگایا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخیوں کی پیپ میں بند کر دے گا، اور جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کے اوپر کسی کا قرض تھا اس سے اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی، اور صبح کی دو رکعتوں کی حفاظت کرو کیونکہ یہ فضائل میں سے ہیں۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۸۲، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۵۴۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ)

وجہ استدلال یہ ہے کہ جو شخص کسی مرد یا عورت پر بہتان لگائے وہ محض اپنے گمان کی بناء پر لگائے گا اور اس کو عذاب ہوگا، پس ثابت ہوا کہ جس چیز کا انسان کو علم اور یقین نہ ہو وہ اس کی پیروی نہ کرے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے لیے صرف اس چیز پر عمل کرنا جائز ہے جس کا اسے یقینی علم ہو اور ظن پر عمل کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ شریعت میں بہت سے امور پر ظن سے عمل کرنا جائز ہے، قیاس بھی ظنی ہے اور بہت سے مسائل قیاس سے ثابت ہوتے ہیں اور ان پر عمل کرنا جائز ہے، خبر واحد بھی ظنی ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

ہم ذیل میں ایسی تمام مثالیں درج کر رہے ہیں جو ظنی ہیں اور ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

ظن پر عمل کرنے کی شرعی نظائر

(۱) علماء دین کے فتاویٰ پر عمل کرنا جائز ہے حالانکہ وہ بھی ظنی ہیں۔ (۲) نیک مسلمانوں کی گواہی پر عمل کرنا جائز ہے حالانکہ ان کی گواہی بھی ظنی ہے۔ (۳) جب آدمی کو قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو تو وہ غور فکر کر کے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی سمت معلوم کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے گا حالانکہ یہ بھی ظنی عمل ہے۔ (۴) حرم میں شکار کرنے کی جنایت میں اس کی مثل جانور کی قربانی دینی ہوگی اور یہ مماثلت بھی ظنی ہے۔ (۵) فصد اور علاج معالجہ کی دیگر صورتیں بھی ظنی ہیں اور ان کے مطابق علاج کرنا جائز ہے۔ (۶) ہم بازار سے جو گوشت خرید کر پکاتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مسلمان صحیح العقیدہ کا ذبیحہ

Marfat.com

ہے اور صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے یہ بھی ظنی ہے۔ (۷) عدالتوں کے فیصلے بھی ظنی ہوتے ہیں اور ان کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ (۸) ہم کسی شخص پر اسلام کا حکم لگاتے ہیں، اس کو مسلمان کہتے ہیں، اس کو سلام کرتے ہیں اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ظنی امر ہے۔ (۹) کاروبار میں ہم لوگوں سے روپے پیسے کا لین دین کرتے ہیں دوستوں کی صداقت اور دشمنوں کی عداوت پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ سب ظنی امور ہیں۔ (۱۰) موذن کی اذان سے نماز کا وقت ہونے کا یقین کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ظنی امر ہے۔ (۱۱) افطار اور سحر میں اوقات نماز کے نقشوں، اذانوں اور ریڈیو اور ٹی وی کے اعلانات پر اعتماد کرتے ہیں۔ (۱۲) عید، رمضان، حج اور قربانی میں رویت ہلال کمیٹی کے اعلانات پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ اعلانات بھی ظنی ہیں۔ (۱۳) حدیث میں ہے ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

لہٰذا اب یہ اعتراض قوی ہو گیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے در پے نہ ہو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ظن اور قیاس پر عمل نہ کرو حالانکہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی گھر آئے اور فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ ایک قیافہ شناس نے اسامہ اور زید کے قدموں کے نشانات دیکھ کر فرمایا: یہ اقدام بعض کے بعض سے ہیں، یعنی یہ قدم باپ بیٹوں کے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۷۰)

ظن پر عمل کرنے کی ممانعت کا محمل

اس کا جواب یہ ہے کہ ظن پر عمل کرنا اس وقت منع ہے جب ظن علم اور یقین کے معارض ہو جیسے مشرکین آباء و اجداد کی اپنے ظن سے تقلید کرتے تھے اور اپنے ظن سے بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کو مصائب میں پکارتے تھے اور ان کے حق میں شفاعت کا عقیدہ رکھتے تھے حالانکہ یہ کام تمام نبیوں اور رسولوں اور وحی الٰہی کے خلاف تھے جو کہ علم اور یقین پر مبنی امور ہیں۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ظن پر عمل کرنا مطلقاً منع نہیں ہے اس وقت منع ہے جب ظن پر عمل کرنا کسی دلیل قطعی کے خلاف ہو۔

کان، آنکھ اور دل سے سوال کیے جانے کی توجیہ

نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے "اور کان اور آنکھ اور دل ان سب سے متعلق (روز قیامت) سوال کیا جائے گا۔"

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعضاء سے سوال کیا جائے گا، اور سوال کرنا اس سے صحیح ہے جو صاحب عقل ہو اور ظاہر ہے یہ اعضاء صاحب عقل نہیں ہیں، لہٰذا ان اعضاء سے سوال کرنا بہ ظاہر درست نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اعضاء سے مراد ہے ان اعضاء والوں سے سوال کیا جائے گا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ (یوسف: ۸۲) بستی سے پوچھو۔

اور اس سے مراد ہے بستی والوں سے پوچھو۔ اسی طرح کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا اس سے مراد ہے کان، آنکھ اور دل والوں سے سوال کیا جائے گا۔ کیا تم نے اس چیز کو سنا ہے جس کا سننا جائز نہیں تھا، کیا تم نے اس چیز کو دیکھا جس کا دیکھنا جائز نہیں تھا، کیا تم نے اس چیز کا عزم کیا جس کا عزم جائز نہیں تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کان، آنکھ اور دل والوں سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے گئے تھے تم نے ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کیا یا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں، اسی طرح باقی اعضاء کے متعلق سوال کیا جائے گا، کیونکہ حواس روح کے آلات ہیں اور روح ان پر امیر ہے اور روح ہی ان اعضاء کو استعمال کرتی ہے اگر روح ان

Marfat.com

اعضاء کو نیک کاموں میں استعمال کرے گی تو وہ ثواب کی مستحق ہوگی اور اگر روح ان کو برے کاموں میں استعمال کرے گی تو عذاب کی مستحق ہوگی۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضاء میں حیات پیدا فرمادے گا پھر یہ اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے، قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النور: ۲۴)
جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یٰسین: ۶۵)
ہم آج کے دن ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ۝

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (حم السجدہ: ۲۰)
حتیٰ کہ جب وہ دوزخ تک پہنچ جائیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ۝

لہٰذا اللہ تعالیٰ کان، آنکھوں اور دلوں میں نطق پیدا کردے گا اور پھر ان سے سوال کیے جانے پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم طول میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو ۝ ان تمام کاموں کی برائی آپ کے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے ۝ (بنی اسرائیل: ۳۸-۳۷)

اکڑ اکڑ کر چلنے کی ممانعت

اس آیت میں "مرحا" کا لفظ ہے "مرحا" کا معنی ہے اترا اترا کر، تکبر اور غرور سے اکڑ اکڑ کر چلنا۔

اس آیت میں تکبر سے اور اکڑ اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ اس حکم کو متضمن ہے کہ زمین میں تواضع اور انکسار سے چلنا چاہیے اس کی نظیر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان: ۶۳)
رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (لقمان: ۱۸)
اور تکبر سے رخسار ٹیڑھے نہ کر، اور زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا ۝

وَاقْصِدْ فِىْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمان: ۱۹)
میانہ روی سے چل اور اپنی آواز کو پست رکھ۔ بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے ۝

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ طول میں پہاڑ تک پہنچ سکتے ہو، زمین کو پھاڑنے اور پہاڑ تک پہنچنے سے مقصود یہ ہے کہ تم ایسے طاقت ور نہیں ہو کہ زمین پر قدم رکھو تو تمہارے زور سے زمین میں سوراخ ہو جائے

Marfat.com

اور نہ ایسے بلند قامت ہو کہ قدم اٹھاؤ تو تمہارا قد پہاڑ تک پہنچ جائے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم تکبر کیوں کرتے ہو جب کہ تمہارے قدم رکھنے سے زمین میں سوراخ نہیں ہو سکتا' تمہارے اوپر پہاڑ ہیں جن تک تم پہنچ نہیں سکتے' تمہارے نیچے جامد زمین ہے اور تمہارے اوپر سخت پہاڑ ہیں' تم دونوں طرف سے محاط ہو پھر تکبر کس بات پر کر رہے ہو' اور تکبر کرنا اور اکڑ اکڑ کر چلنا یہ ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

تکبر کی مذمت میں احادیث

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے عزت میری ازار (تہبند) ہے اور کبریاء میری چادر ہے جس شخص نے بھی ان کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اس کو عذاب دوں گا۔

(مسند حمیدی رقم الحدیث:۱۱۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۲۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۴۰۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا' ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اور اس کے جوتے اچھے ہوں' آپ نے فرمایا اللہ جمیل (حسین) ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۹' ۴۱۷۳)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن متکبرین کو مردوں کی صورت میں چیونٹیوں کی جسامت میں اٹھایا جائے گا' ان کو ہر جگہ سے ذلت ڈھانپ لے گی' ان کو جہنم کے اس قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان کے اوپر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(مسند حمیدی رقم الحدیث:۵۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۹۲' الادب المفرد رقم الحدیث:۵۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! تم سے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا بوجھ اور اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے' لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو نیک اور متقی ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو فاجر ہیں' بدبخت ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہیں' تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے' اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے' اور تم کو گروہوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کر دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' بے شک اللہ بہت علم والا بہت خبر رکھنے والا ہے O (الحجرات: ۱۳)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲۷۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۷۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تکبر سے (قدموں کے نیچے) کپڑا لٹکایا' اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸۵، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھلی امتوں میں ایک آدمی اتراتا ہوا ایک حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) پہن کر چل رہا تھا اس نے اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کی ہوئی تھی وہ تکبر سے چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ دھنستا رہے گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۸)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا تم مجھے کہتے ہو کہ مجھ میں تکبر ہے، حالانکہ میں گدھے پر سواری کرتا ہوں اور چوڑی چادر پہنتا ہوں اور بکری کا دودھ دوہتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کام کرے گا اس میں بالکل تکبر نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۱، جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ حکیمانہ احکام ہیں جن کی آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، اور (اے مخاطب!) اللہ کے ساتھ دوسرا عبادت کا مستحق نہ بنا، ورنہ تجھ کو ملامت زدہ اور دھتکارا ہوا بنا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا○ کیا بیٹوں کے لیے اللہ نے تم کو منتخب کر لیا ہے اور فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنا لیں ہیں؟ بے شک تم بہت سنگین بات کہہ رہے ہو○ (بنی اسرائیل: ۴۰-۳۹)

آیات سابقہ میں مذکور چھبیس احکام کا خلاصہ

سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ۲۲ سے آیت: ۴۰ تک اللہ تعالیٰ نے چھبیس احکام بیان فرمائے ہیں جو خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت اور دنیا اور آخرت سے متعلق تمام ضروری اور اہم احکام پر مشتمل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

ولا تجعل مع اللہ الٰھا اخر (بنی اسرائیل: ۲۲) اس آیت میں توحید کو ماننے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہ ایک حکم ہے، اور وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ (بنی اسرائیل: ۲۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا ہے اور غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا ہے اس آیت میں دو حکم ہیں اور کل تین حکم ہوئے، وبالوالدین احسانا (بنی اسرائیل: ۲۳) اس آیت میں ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے یہ چوتھا حکم ہے، پھر اس نیک سلوک کی وضاحت میں پانچ حکم فرمائے: فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما○ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما (بنی اسرائیل: ۲۴-۲۳) یعنی ماں باپ سے اُف تک نہ کہو، ان کو جھڑکو مت، ان سے نرمی اور مہربانی کرو، ان کے ساتھ تواضع اور انکسار سے پیش آؤ اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرو یہ نو احکام ہوئے۔ وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل (بنی اسرائیل: ۲۶) اس آیت میں تین حکم ہیں، قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو، اور مسکین کا حق دو اور مسافر کا حق دو، یہ بارہ احکام ہوگئے، ولا تبذر تبذیرا اور اسراف اور فضول خرچ نہ کرو یہ تیرہ حکم ہوگئے، اس کے بعد فرمایا: واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لھم قولا میسورا (بنی اسرائیل: ۲۶) یعنی اگر تمہارے پاس دینے کو مال نہ ہو تو سائل کو نرمی اور لطف سے ٹال دو، اور یہ چودہ احکام ہوگئے، پھر ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط۔ الآیہ۔ (بنی اسرائیل: ۲۹-۲۸) ان آیتوں میں فرمایا: اپنا ہاتھ تنگ رکھو نہ بالکل کھلا ہوا اور میانہ روی سے دینے کا حکم دیا یہ پندرہواں حکم ہے، پھر فرمایا: ولا تقتلوا اولادکم (بنی اسرائیل: ۳۱) اس آیت میں اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا یہ سولہواں حکم ہے، پھر فرمایا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (بنی اسرائیل: ۳۳) کسی بے قصور کو قتل نہ کرو یہ سترہواں حکم ہے، پھر ومن قتل

Marfat.com

مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا اس آیت میں ورثاء مقتول کو قصاص لینے کا حکم دیا اور یہ اٹھارہواں حکم ہے، پھر فرمایا فلا یسرف فی القتل یعنی وارث قصاص لینے میں تجاوز نہ کرے اور یہ انیسواں حکم ہے پھر فرمایا ولا تقربوا مال الیتیم۔ الآیہ۔ (بنی اسرائیل: ۳۴) یتیم کی بلوغت تک اس کے مال کو نیکی کے سوا خرچ نہ کرو اور یہ بیسواں حکم ہے۔ واوفوا بالعھد (بنی اسرائیل: ۳۴) یعنی عہد کو پورا کرو اور یہ اکیسواں حکم ہے، پھر فرمایا واوفوا الکیل اذا کلتم یعنی پوری پوری پیمائش کرو یہ بائیسواں حکم ہے، پھر فرمایا: وزنوا بالقسطاس المستقیم (بنی اسرائیل: ۳۵) صحیح ترازو سے وزن کرو یہ تیسواں حکم ہے، پھر فرمایا: ولا تقف ما لیس لک بہ علم (بنی اسرائیل: ۳۶) بغیر علم کے محض گمان سے کوئی بات نہ کہو اور یہ چوبیسواں حکم ہے، ولا تمش فی الارض مرحا زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو یہ پچیسواں حکم ہے، پھر آخر میں مکرر فرمایا: ولا تجعل مع اللہ الھا اخر (بنی اسرائیل: ۳۹) اور اللہ کے ساتھ دوسرا عبادت کا مستحق نہ بناؤ اور یہ چھبیسواں حکم ہے۔ یہ چھبیس قسم کے احکام ہیں، ان میں بعض اوامر ہیں اور بعض نواہی، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جمع کر دیا ہے ان کی ابتداء بھی اس حکم سے ہوئی کہ:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۲۲)

اور (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کوئی اور عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو مذمت کیا ہوا اور ناکام بیٹھا رہ جائے ○

اور آخری آیت میں بھی یہ حکم ہے:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (بنی اسرائیل: ۳۹)

اور (اے مخاطب!) اللہ کے ساتھ دوسرا عبادت کا مستحق نہ بناور نہ تجھ کو ملامت زدہ اور دھتکارا ہوا بنا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ○

احکام مذکورہ میں اول و آخر توحید کو ذکر کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے ان چھبیس احکام شرعیہ کی ابتدا توحید کا حکم دینے اور شرک سے منع کرنے سے کی اور بعینہ اسی حکم پر ان احکام شرعیہ کو ختم کیا اور اس میں اس چیز پر متنبہ کیا کہ ہر قول اور عمل اور ہر ذکر اور فکر کی انتہاء اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے اجتناب پر ہونی چاہیے، حتیٰ کہ انسان کی زندگی کا خاتمہ بھی توحید کے اقرار اور شرک سے اجتناب پر ہو، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام احکام شرعیہ سے مقصود یہ ہے کہ انسان توحید کی معرفت میں مستغرق رہے۔

توحید سے متعلق پہلی آیت میں یہ فرمایا کہ شرک کرنے والا مذمت کیا ہوا اور ناکام ہے اور آخری آیت میں فرمایا کہ شرک کرنے والا ملامت کیا ہوا جہنم میں جھونک دیا جائے گا، سو شرک کرنے والوں کو دنیا میں مذمت اور ناکامی حاصل ہوگی، اور آخرت میں اس کو ملامت کے بعد جہنم میں پھینک دیا جائے گا، پس ہمیں مذمت اور ملامت کے فرق پر غور کرنا چاہیے، مذمت کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں مشرک سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کام کیا ہے وہ قبیح اور برا ہے، اور ملامت کا معنی یہ ہے کہ مشرک سے آخرت میں یہ کہا جائے گا کہ تم نے شرک کیوں کیا اور شرک کرنے سے تمہیں سوا نقصان کے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اور ناکام اور دھتکارے ہوئے میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں مشرک سے کہا جائے گا تم کو دنیا میں عبادت کے لیے بھیجا گیا تھا تم اس مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہے اور آخرت میں مشرک کو دھتکار کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

احکام مذکورہ کے حکیمانہ ہونے کی وجوہ

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ وہ حکیمانہ احکام ہیں جن کی آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی

Marfat.com

ہے:

اس میں ان چھبیس احکام کی طرف اشارہ ہے جن کو ہم نے ابھی اجمالاً بیان کیا ہے ان احکام کو حکیمانہ فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ان تمام احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیدہ توحید پر قائم رہا جائے' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے میں مشغول رہا جائے اور دنیا میں مستغرق رہنے سے اجتناب کیا جائے اور آخرت کو پیش نظر رکھا جائے' اور فطرت انسان اور عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ پیدا کرنے والے اور نعمتیں دینے والے کا شکر ادا کیا جائے تو جو شخص ان احکام کی دعوت دے گا تو وہ فطرت اور عقل سلیم کے مطابق دعوت دے گا اور وہی اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے والا ہو گا اور جو ان احکام کے خلاف دعوت دے گا وہ طریقہ شیطان کی دعوت دینے والا ہو گا۔

(۲) یہ احکام جو ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں ان کی رعایت تمام ادیان اور مذاہب میں کی گئی ہے اور یہ وہ احکام ہیں جن کو کسی شریعت میں منسوخ نہیں کیا گیا لہٰذا یہ تمام احکام محکم ہیں اور حکیمانہ ہیں۔

(۳) حکمت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز حق اور خیر ہو اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا' مخلوق پر شفقت کرنا' برے کاموں سے بچنا اور نیک کاموں کو کرنا یہ وہ کام ہیں جو اپنی ذات اور حقیقت میں حق اور خیر ہیں اور یہ چھبیس احکام ان ہی کاموں کے متعلق دیئے گئے ہیں تو پھر ان کاموں کے حکیمانہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے!

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا بیٹوں کے لیے اللہ نے تم کو منتخب کر لیا ہے اور فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنالیں ہیں؟ بے شک تم بہت سنگین بات کہہ رہے ہو! (بنی اسرائیل: ۴۰)

اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کے قول کا ظلم ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے خلاف ہے دنیا میں مذمت اور ناکامی اور آخرت میں ملامت اور دخول نار کا موجب ہے اور اس آیت میں اس کی دوسری نظیر کی طرف متنبہ کیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے لیے اولاد کا قول کرتے ہیں وہ اس سے بھی جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہیں' کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اولاد کی دو قسمیں ہیں اور جو قسم اعلیٰ اور اشرف ہے وہ مذکر اور بیٹا ہے اور جو قسم ادنیٰ اور ارذل ہے وہ مونث اور بیٹی ہے پھر ان ظالموں نے اپنے لیے تو بیٹے مانے حالانکہ یہ علم اور قدرت کے لحاظ سے انتہائی عاجز اور ناقص ہیں بلکہ ان کے پاس جو کچھ بھی علم اور قدرت ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے اور اس میں وہ اسی کے محتاج ہیں' اور ان جہلاء نے اللہ کے لیے بیٹیاں مانیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی بے حد و حساب ہے اور اس کی قدرت بھی بے پایاں اور بے انتہا ہے' اور یہ ان لوگوں کا انتہائی جہل اور ظلم ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا:

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ (الطور: ۳۹) — کیا اللہ کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں؟

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ (النجم: ۲۲-۲۱) — کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہیں! ۝ یہ تو بہت ظالمانہ تقسیم ہے!

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۴۱)

اور بے شک ہم نے اس قرآن میں کئی طرح بیان فرمایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (لیکن) اس اسلوب نے بھی ان کے تنفر ہی کو زیادہ کیا ۝

Marfat.com

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ

آپ کہیے اگر اللہ کے ساتھ اور معبود (بھی) ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ اب تک عرش والے تک کوئی راہ ڈھونڈ چکے

سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ

ہوتے ○ ان کی باتوں سے اللہ بہت پاک اور بہت بلند ہے ○ سات آسمان اور

السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اللہ کی

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حلم

حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ

والا، بہت بخشنے والا ہے ○ اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى

پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ○ اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي

پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور جب آپ قرآن میں صرف

الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ

اللہ وحدہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتے ہیں ○ ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے قرآن کو

بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ

سنتے ہیں جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں، جب ظالم یہ کہتے ہیں کہ

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے ○ دیکھیے یہ آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کر رہے

Marfat.com

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

ہیں! پس وہ ایسے گم راہ ہو گئے کہ اب (صحیح) راستہ پر نہیں آ سکتے ○ اور انہوں نے کہا کیا جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا

ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر ہم کو از سر نو بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا ○ آپ کہیے تم

حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ

پتھر بن جاؤ یا لوہا ○ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت سخت ہو تو عنقریب وہ کہیں گے

مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ

ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ آپ کہیے کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا! اس پر وہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

(انکاراً) سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہیے کیا تعجب ہے کہ وہ وقت قریب

قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ

آ پہنچا ہو ○ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٥٢﴾ ع

تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے اس قرآن میں کئی طرح بیان فرمایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (لیکن) اس اسلوب نے بھی ان کے تنفر کو ہی زیادہ کیا ○ (بنی اسرائیل: ٤١)

تصریف اور تذکر کا معنی

اس آیت میں تصریف کا لفظ ہے، تصریف کا معنی لغت میں ہے کسی چیز کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا، اور پھر اس لفظ کا کنایہ اس معنی سے کیا جاتا ہے کہ ایک کلام کو ایک نوع سے دوسری نوع کے ساتھ بیان کیا جائے اور ایک مثال سے دوسری مثال کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ اس کلام کا معنی زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہو جائے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر ضروری مثال بیان کر دی ہے۔

دوسرا وضاحت طلب لفظ ہے لیذکروا اس کا معنی ہے تاکہ وہ یاد کریں، اور اس سے مراد وہ نہیں جو بھولنے کے بعد کوئی چیز یاد آ جاتی ہے بلکہ اس سے مراد ہے تدبر اور تفکر اور غور اور فکر کرنا، یعنی ہم نے اس قرآن میں کئی طرح کے دلائل

Marfat.com

اور کئی قسم کی مثالیں ذکر کی ہیں تاکہ وہ ان میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کریں اور زبان سے اس قرآن کا ذکر کریں یعنی اس کی تلاوت کریں، کیونکہ زبان سے ذکر بھی دل میں تاثیر کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بات سے راضی تھا کہ وہ قرآن پر غور و فکر کر کے اس پر ایمان لے آتے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ قرآن عظیم کے دلائل اور مثالوں میں غور و فکر کرنے کے بجائے اس سے دوری اور اس سے نفرت اختیار کریں گے سو ایسا ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اگر اللہ کے ساتھ اور معبود (بھی) ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ اب تک عرش والے تک کوئی راہ ڈھونڈ چکے ہوتے ○ ان کی باتوں سے اللہ بہت پاک، بہت بلند ہے ○ (بنی اسرائیل: ۴۳۔۴۲)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل

اس آیت کی تین تقریریں ہیں پہلی تقریر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور متعدد خدا ہوتے تو وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے جیسے کہ دنیا کے حکمرانوں میں ہوتا ہے اور جو جس علاقے پر غلبہ حاصل کرتا وہاں اپنا نظام جاری کر دیتا مثلاً روس جہاں جہاں غلبہ پاتا گیا وہاں اشتراکی نظام جاری کرتا رہا، امریکہ سرمایہ داری نظام جاری کرتا رہا، مسلمان جہاں غالب ہوئے انہوں نے وہاں اسلامی نظام جاری کیا، اس طرح دنیا میں مختلف نظام ہائے حیات جاری ہیں، سو اسی طرح دنیا بنانے والے اور دنیا چلانے والے بھی متعدد ہوتے تو اس کائنات کا فطری اور طبعی نظام ایک نہج اور ایک طرز پر نہ ہوتا، سورج کبھی ایک مخصوص جانب سے طلوع اور ایک مخصوص جانب میں غروب نہ ہوتا، بیر کے درخت میں ہمیشہ بیر نہ لگتا، کشش ثقل کی وجہ سے ہمیشہ چیزیں نیچے کی طرف نہ آتیں، انسان سے ہمیشہ انسان پیدا نہیں ہوتا، ان فطری چیزوں کے نظام بدلتے رہتے اور جب تمام چیزیں ایک طرز اور ایک نہج پر چل رہی ہوں تو معلوم ہوا کہ اس نظام کو بنانے والا اور اس نظام کو چلانے والا بھی واحد ہے متعدد نہیں ہیں۔

اور اس آیت کی دوسری تقریر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی متعدد خدا ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ملک اور اس کی سلطنت کو مٹانے کے لیے اس تک پہنچ چکے ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف ہے وہ ان کی شرکت کو نہیں مانتا بلکہ وہ ان کے خدا ہونے کا انکار کرتا ہے ایسے میں ضروری تھا کہ وہ عرش پر ہلہ بول دیتے اور اس کے واحد ہونے کے دعویٰ کو باطل کر دیتے اور وہ یہ ثابت کر دیتے کہ وہ حقیقت میں اس کے شریک ہیں لیکن جب کہ فی الواقع ایسا نہیں ہوا اور اس کا کوئی مخالف اس کے عرش تک نہیں پہنچ سکا اور اس کے ملک اور اس کی سلطنت کا بال بیکا نہیں کر سکا تو پھر اب یہ تسلیم کرنے میں کیا کسر رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس کی تیسری تقریر یہ ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ بت ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے جو عرش کا مالک ہے اور وہ سال ہا سال سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں تو اب تک ان کو عرش کے قریب پہنچ جانا چاہیے تھا اور جب کہ وہ عرش تک نہیں پہنچے تو ماننا پڑے گا کہ بتوں کی عبادت کر کے وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے اور بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حلم والا بہت بخشنے والا ہے ○

(بنی اسرائیل: ۴۴)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہر چیز کرتی ہے یا صرف ذوی العقول کرتے ہیں اور یہ تسبیح حالی ہے یا قولی؟

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، یہ علی العموم ہے یا اس میں کچھ تخصیص ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ابراہیم نخعی نے کہا اس میں عموم علی الاطلاق ہے پس ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، حتیٰ کہ کپڑا، کھانا اور دروازہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔

(۲) دوسرا قول تخصیص کا ہے اور اس میں یہ تفصیل ہے (الف) حسن، قتادہ اور ضحاک نے کہا ہر ذی روح چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (ب) عکرمہ نے کہا ہر ذی روح چیز اور ہر نشو و نما والی چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، درخت اور گھاس وغیرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، اور جمادات مثلاً ستون وغیرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتے، حسن بصری دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا گیا کہ کیا کھانے کا یہ خوان تسبیح کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اس نے ایک مرتبہ تسبیح کی ہے۔ (ج) ہر وہ چیز جو اپنے حال سے متغیر نہ ہوئی ہو وہ تسبیح کرتی ہے اور جب وہ متغیر ہو جائے تو اس کی تسبیح منقطع ہو جاتی ہے، المقدام بن معدی کرب نے کہا مٹی جب تک بھیگ نہ جائے تسبیح کرتی رہتی ہے اور جب بھیگ جاتی ہے تو تسبیح منقطع ہو جاتی ہے، اور پتہ جب تک درخت پر رہتا ہے تسبیح کرتا رہتا ہے اور جب درخت سے ٹوٹ کر گر جاتا ہے تو تسبیح نہیں کرتا اور کپڑا جب تک اُجلا ہو تسبیح کرتا رہتا ہے اور جب میلا ہو جاتا ہے تو تسبیح نہیں کرتا۔

اور انسان کی تسبیح معلوم اور مشاہد ہے اور حیوان کی تسبیح ہو سکتا ہے کہ آواز کے ساتھ ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس کی تسبیح یہ ہو کہ اس کا حال اس کے پیدا کرنے والا پر دلالت کرتا ہے۔

اور جمادات کی تسبیح کے متعلق تین قول ہیں: (۱) ان کی تسبیح کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۲) ان کا اللہ کے لیے خضوع و خشوع کرنا ان کی تسبیح ہے۔ (۳) ان کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا ہی ان کی تسبیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ حقیقتاً تسبیح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے تمام مخلوق کے لیے ہوگا اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی تسبیح یہ ہے کہ وہ اپنے صانع پر دلالت کرتے ہیں تو پھر یہ خطاب صرف کفار کے لیے ہوگا کیونکہ وہ مخلوق سے خالق پر استدلال نہیں کرتے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۰۔ ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہر چیز کی تسبیح کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ کا مختار یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس سے مراد تسبیح قولی نہیں ہے بلکہ تسبیح حالی ہے، رہا یہ اعتراض کہ تسبیح حالی تو ہمیں معلوم ہے کیونکہ مخلوق اپنے خالق پر اور مصنوع اپنے صانع پر دلالت کرتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے حالانکہ تسبیح حالی کو ہم سمجھتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کتنی چیزیں کثیر اجزاء سے مرکب ہوتی ہیں اور ان کا ہر جز الگ الگ طریقہ سے صانع پر دلالت کرتا ہے اور ہم کو نہیں معلوم وہ چیز کتنے اجزاء سے مرکب ہے اور کس کس طریقہ سے وہ اجزاء اپنے صانع پر دلالت کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، اگر وہ تسبیح قولی ہوتی یعنی ہر چیز سبحان اللہ کہتی تو ہم اس کو سمجھ لیتے اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے اور وہ یہ تسبیح اپنے حال سے کرتی ہے قال سے نہیں کرتی یعنی اس کا ممکن، حادث اور متغیر ہونا زبان حال سے یہ بیان کر رہا ہے کہ اس میں امکان، حدوث اور تغیر کا عیب ہے لیکن اس کا خالق اور صانع امکان اور حدوث اور تغیر کے عیب سے پاک ہے کیونکہ اگر اس میں بھی یہ عیب ہوتا تو وہ بھی اس کی طرح ہوتا اس کا خالق اور اس کا صانع نہ ہوتا پس معلوم ہوا کہ وہ تو ممکن اور حادث ہے لیکن اس کا خالق واجب اور قدیم ہے۔ اور اس اعتبار سے

Marfat.com

تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیرج ۷ ص ۳۴۸-۳۴۷، ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

لیکن امام رازی کا یہ نظریہ قرآن مجید کی صریح آیات اور صحیح احادیث کے خلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن ہم اس حمد اور تسبیح کو عادتاً نہیں سمجھتے انبیاء علیہم السلام اپنے معجزہ سے اس تسبیح کو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام اپنی کرامت سے اس تسبیح کو سنتے اور سمجھتے ہیں، اور اب ہم اس پر قرآن مجید اور احادیث قویہ سے دلائل پیش کریں گے فنقول بتوفیق اللہ وبہ نستعین۔

ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ (ص: ۱۸)

ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا وہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح پڑھتے تھے ○

اگر اس تسبیح سے مراد حالی تسبیح ہو تو پہاڑوں کو مسخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ (مریم: ۹۱-۹۰)

عنقریب اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹے کا دعویٰ کیا۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (البقرہ: ۷۴)

اور بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں کے پاس یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے بلند آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ تمہاری آواز کو جہاں تک جن اور انس اور جو چیز بھی سنے گی وہ تمہاری آواز کی گواہی دے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۲۳، موطا امام مالک: رقم الحدیث: ۶۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۴۱۳، عالم الکتب)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۸۰۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھتا تھا میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کی میں تم کو دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں، میں تم کو شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور میں تم کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر تمام آسمان اور زمین میزان کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ پلڑا بھاری ہو گا اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ میں رکھے جائیں اور اس حلقہ پر لا الٰہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ اس کو توڑ دے گا، اور میں تم کو سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کی صلاۃ ہے اور اسی وجہ سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۰، ج ۳ ص ۲۲۵، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۸۳، ۱۰۱/۷، عالم الکتب، بیروت)

Marfat.com

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں کہ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو کس چیز کا حکم دیا تھا؟ حضرت نوح نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے میں تم کو یہ حکم دیتا ہوں کہ تم سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرو، کیونکہ یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے اور تمام مخلوق کی تسبیح ہے' اسی کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر چیز اللہ کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۸۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے تو یہ وہ کلمہ اخلاص ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ اس کلمہ کو پڑھے' اور جب وہ کہتا ہے الحمد للہ تو یہ وہ کلمہ شکر ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی بندے کا شکر قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ یہ کلمہ پڑھے' اور جب وہ کہتا ہے اللہ اکبر تو یہ آسمان اور زمین کی چیزوں کو بھر لیتا ہے اور یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے' اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی دعا کرتا ہے اللہ اس کو صلاۃ اور تسبیح کے ساتھ منور کر دیتا ہے اور جب وہ کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے اطاعت کی۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۶۸۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے' آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو عذاب دیا جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا' پھر آپ نے فرمایا کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے' ایک ٹکڑا ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر رکھ دیا' آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے آپ نے فرمایا: جب تک یہ شاخ خشک نہیں ہوگی' ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۱۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۹۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۲۰، سنن الترمذی رقم الحدیث:۷۰، سنن النسائی رقم الحدیث:۳۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۴۷)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں' تب تک یہ دونوں ٹکڑے تسبیح کرتے رہیں گے' اور مسند ابو داؤد الطیالسی میں ہے آپ نے ایک قبر پر ایک ٹکڑا اور دوسری قبر پر دوسرا ٹکڑا رکھ دیا پھر فرمایا جب تک شاخ کے ان دونوں ٹکڑوں میں نمی رہے گی ان کے عذاب میں کمی رہے گی' ہمارے علماء نے کہا اس حدیث سے درخت کو گاڑنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے' اور قبر کے پاس قرآن پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے' اور جب درخت کی وجہ سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کیوں نہیں ہوگی! ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ میت کو جو ہدیہ کیا جائے اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔

(التذکرہ ج ۱ ص ۱۴۱-۱۲۶، مطبوعہ دار البخاری) (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

کھجور کی شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کی تشریح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ ہر چیز جس میں درختوں کی نمی ہو اس کو قبر پر رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن، بلکہ اس سے تخفیف کا ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔(فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی، ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی۔ اور قرآن مجید میں جو ہے ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ہر زندہ چیز تسبیح کرتی ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز حقیقتہ تسبیح کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا ہی اس کی تسبیح ہے، محققین یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تصریح ہے' اس لیے اس کو ماننا ضروری ہے' اور اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی معلوم ہوتی ہے جیسے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے' اس سے کم یا زیادہ نہیں' اس کی وجہ کا صرف اللہ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے' رسل ملائکہ میں سے صرف جبرائیل کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا، حضرت عزرائیل کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' اس لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جب کہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری جز ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا

چونکہ علامہ قرطبی، حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی عبارات میں تصریح آگئی ہے کہ قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور میت کو قرآن مجید کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور یہ ثواب اس کو پہنچتا ہے اس لیے ہم اس کے ثبوت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں یہ تمام احادیث علامہ قرطبی نے اپنی کتاب التذکرہ ج ۱ ص ۱۳۶-۱۲۶ میں بیان کیں ہیں اور ان سے اس موقف پر استدلال کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس کو قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر قل ھو اللہ احد پڑھنے کا اجر ملے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۹۶)

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کو رکھو نہیں بلکہ جلدی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کے پیروں کی جانب سورہ البقرہ کی آخری آیات پڑھو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۶۱۳)

Marfat.com

عبدالرحمان بن العلاء بن اللجاج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں تو میری لحد بنانا اور مجھے قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ پڑھنا پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' اور حضرت ابن عمر بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔ (المعجم الکبیرج ۱۹ص ۳۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۵۷-۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں مردہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص غرق ہو رہا ہو اور اس کی مدد کی جارہی ہو وہ اپنے باپ' بھائی اور دوست کی دعاؤں کا منتظر ہوتا ہے' جب ان کی دعائیں اسے ملتی ہیں تو وہ اس کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور مردوں کے لیے زندوں کے تحفے دعا اور استغفار ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۹۷۱' امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں بھی روایت کیا ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جتنے مردے ہوں اتنی نیکیاں اس شخص کو عطا کرتا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۸' مسند احمد ج ۵ص ۲۶' المستدرک ۵۶۵)

یہ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو بھی شامل ہے۔

لیس للانسان الاماسعی سے ایصال ثواب کے تعارض کا جواب

قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے اور اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ (النجم: ۳۹)

اور یہ کہ ہر انسان کو صرف اسی کوشش کا اجر ملے گا جس کو وہ خود کرے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زندہ کے قرآن پڑھنے سے مردہ کو اجر نہیں ملے گا۔

اس کے جواب میں علامہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ (الطور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان سے ملا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہیں کریں گے۔

اور نابالغ بچہ قیامت کے دن اپنے باپ کے میزان عمل میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آباء کو ابناء کے حق میں اور ابناء کو آباء کے حق میں شفاعت کرنے والا بنادے گا۔

اور اس پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ (النساء: ۱۱)

تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے آباء اور ابناء میں کون تمہارے لیے زیادہ نفع آور ہے۔

اور ربیع بن انس نے کہا ہے کہ لیس للانسان الاماسعی کفار کے متعلق ہے اور رہا مومن تو اس کو اپنی سعی کا اجر بھی ملے گا اور اس کا غیر جو اس کے لیے سعی کرے گا اس کا اجر بھی اس کو ملے گا۔

Marfat.com

اس قول کی صحت پر بہت احادیث دلالت کرتی ہیں جو اس پر شاہد ہیں کہ کسی دوسرے کے نیک اعمال کا ثواب مومن کو پہنچتا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۷ دار البخاری المدینہ المنورہ ۱۴۱۷ھ)

ایصال ثواب کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا گیا ہو اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۰، سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۶۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۹۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۰۱۶، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴۵۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۳۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۷، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۰۵۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۷۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا شبرمہ کی طرف سے لبیک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا میرا رشتہ دار ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے خود حج کر لیا ہے، اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا یہ حج تم اپنی طرف سے کرو، اس کے بعد شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۰۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۱۱، ابن الجارود رقم الحدیث: ۴۹۹، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۰۳۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۴۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۹۸۸، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۴۱۹، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۰، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۳۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنی ساعدہ سے تھے ان کی ماں فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت وہاں نہیں تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور میں اس وقت حاضر نہ تھا، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا، آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان پر صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۶۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۶۳۳۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۱۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۵۰۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۶۳۰، المستدرک ج ۱ ص ۴۲۰، الادب المفرد رقم الحدیث: ۳۹)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام لیس للانسان الا ما سعی کی وجہ سے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مردہ کو زندہ کے عمل کا ثواب نہیں پہنچتا، مرنے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور اس کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا میں نے اب اس فتویٰ سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ میں نے اللہ عزوجل کے کرم سے دیکھا کہ ثواب پہنچتا ہے۔

(التذکرہ ج ۱ ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبوعہ دار البخاری المدینہ المنورہ ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے O (بنی اسرائیل: ۴۵)

آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈالنا

حجاب مستور کی دو تفسیریں ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ مستور بمعنی ساتر ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا حجاب ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتے تھے' اور نہ دیکھنے کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہیں پہنچا سکتے تھے۔

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری المتوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابولہب کی بیوی ام جمیل کو جب معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے خاوند کی مذمت میں قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں ہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اس وقت آپ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے' اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق تھے' ام جمیل کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا' جب وہ آپ کے اور حضرت ابو بکر کے پاس کھڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے اس کی بصارت کو سلب کر لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی تو وہ کہنے لگی اے ابو بکر! تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں قسم اللہ کی اگر وہ مجھے مل جائیں تو میں پتھر ان کے منہ پر ماروں گی' سنو خدا کی قسم میں شاعرہ ہوں پھر اس نے یہ اشعار کہے:

مذمما عصینا وامرہ ابینا ودینہ قلینا۔ مذمت کیے ہوئے شخص کا کہنا ہم نے نہیں مانا اس کے حکم کا ہم نے انکار کیا اور اس کے دین کو ہم نے اکھاڑ پھینکا۔

پھر وہ واپس چلی گئی' حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اس کو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا اس نے مجھے نہیں دیکھا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کی بصارت کو سلب کر لیا تھا۔

ابن اسحاق نے کہا قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمم (مذمت کیا ہوا) رکھ دیا تھا پھر وہ آپ کو برا کہتے تھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب و شتم اور ان کی لعنت کو مجھ سے کس طرح دور کر دیا ہے وہ مذمم کو سب و شتم اور لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۳' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۸۱۱' سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۲۵۲) (السیرۃ النبویہ مع الروض الانف ج ۲ ص ۱۴۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ایذا پہنچاتے تھے جب آپ قرآن کریم پڑھتے تھے' اور وہ ابو سفیان' النضر بن الحارث' ابو جہل اور ابولہب کی بیوی ام جمیل تھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے ان کی بصارت کو اس وقت سلب کر لیا جب آپ قرآن پڑھتے تھے وہ آپ کے پاس آتے' آپ کے پاس سے گزرتے اور آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کے دلوں پر پردہ ڈالنا

اس آیت کی دوسری تفسیر وہ ہے جس کو امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے ذکر کیا وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! جب آپ ان مشرکین پر قرآن مجید پڑھیں جو بعثت کو نہیں مانتے اور نہ ثواب اور عذاب کا اقرار کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ ڈال دیتے ہیں جو ان کے دلوں پر حجاب بن جاتا ہے کہ جو کچھ آپ پڑھتے ہیں وہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور نہ اس سے نفع اٹھا سکیں یہ ہماری طرف سے ان کے کفر کی سزا ہے' اور حجاب مستور سے مراد ہے حجاب ساتر' قتادہ نے کہا حجاب مستور ان کے دلوں پر ایک ڈاٹ ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کو سمجھ سکتے ہیں نہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۱۸-۱۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں' اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور جب آپ قرآن میں صرف اللہ وحدہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتے ہیں ○ (بنی اسرائیل: ۴۶)

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے تو پھر وہ ایمان نہ لانے میں معذور ہیں' تو اب ایمان نہ لانے پر ان کی مذمت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے بغض اور عناد سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا' ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی۔

اس آیت کی مکمل تفسیر ہم نے الانعام: ۲۵ میں کر دی ہے' دیکھیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۲۳۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے قرآن کو سنتے ہیں' جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں جب ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے ○ دیکھیے یہ آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں' پس وہ ایسے گمراہ ہو گئے کہ اب (صحیح) راستہ پر نہیں آ سکتے ○ (بنی اسرائیل: ۴۸-۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی تحقیق

اس آیت میں یہ فرمایا کہ کفار یہ کہتے تھے کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو گمراہی فرمایا ہے جب کہ بعض احادیث میں یہ آتا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ پر کئی دن اس کا اثر رہا اور بظاہر یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کے معارض اور مخالف ہیں' اس وجہ سے متقدمین اور متاخرین علماء میں یہ اختلاف رہا ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا' صحیح اور برحق ہے یا غلط اور باطل ہے' ہم پہلے اس حدیث کا ذکر کریں گے اور پھر آپ پر جادو کیے جانے کے متعلق فریقین کے دلائل کا ذکر کریں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا خیال یہ ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس (از دواجی عمل کے لیے) گئے ہیں' حالانکہ آپ نہیں گئے تھے' سفیان نے کہا اگر یہ ایسا ہو تو یہ جادو کی زبردست قسم ہے' پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کچھ سوالات کیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جوابات دیے' میرے پاس دو آدمی آئے' ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب' جو آدمی سر کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس شخص کا کیا حال ہے' اس نے کہا اس پر جادو کیا گیا

Marfat.com

ہے اس نے پوچھا اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ سے ہے اور یہود کا حلیف ہے یہ شخص منافق تھا اس نے پوچھا کس چیز پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا کنگھی میں اور ان بالوں میں جو کنگھی میں جھڑ جاتے ہیں آپ نے پوچھا وہ کس جگہ ہیں؟ اس نے کہا نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں لپیٹ کر ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر گئے حتی کہ آپ نے اس کو نکال لیا آپ نے فرمایا یہی وہ کنواں ہے جو مجھے (خواب میں) دکھایا گیا تھا اور اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح تھا اور اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی طرح تھے پھر جس پر جادو کیا گیا تھا اس کو کنویں سے نکال لیا گیا حضرت عائشہ نے کہا آپ نے (جادو کا توڑ کرنے کے لیے) کوئی نشرہ (کسی قسم کا منتر) کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں کسی شخص کو برائی کی ترغیب دوں (جس سے جادو کے توڑ کے لیے منتر کی ترویج ہو-)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۸، ۳۱۷۵، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۰۴، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۴۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۸۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتی کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتی کہ ایک دن جب آپ میرے پاس تھے آپ نے بار بار دعا کی پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے میں نے اللہ سے جو سوال کیے تھے اللہ نے مجھے ان کے جواب دے دیے ہیں میں نے پوچھا وہ کیا جواب ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا پھر ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا اس شخص کو کیا تکلیف کی ہے اس نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے اس نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے اس نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا ایک کنگھی اور اس میں لگے ہوئے بالوں میں نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اس نے کہا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اس کنویں کی طرف گئے آپ نے اس کو دیکھا اس کے پاس کھجور کے درخت تھے پھر آپ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ کی قسم اس کا پانی مہندی کی تلچھٹ کی طرح ہے اور گویا کہ اس کے درخت شیطانوں کے سر ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اس کو نکال لیا آپ نے فرمایا نہیں مجھے اللہ نے اس سے عافیت میں رکھا اور شفا دے دی اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس فعل سے لوگوں میں شر پھیلے گا اور میں نے اس کنگھی کو دفن کرنے کا حکم دیا- اول الذکر حدیث میں کھجور کے کھوکھلے شگوفے کو کنویں سے نکالنے کا ذکر ہے اور ثانی الذکر حدیث میں اس کو کنویں سے نکالنے کا ذکر نہیں ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۶) یہ حدیث چھ جگہ مذکور ہے-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق علماء متقدمین کا نظریہ

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے بعض مبتدعین نے اس حدیث کا انکار کیا ہے اور یہ زعم کیا ہے کہ یہ ماننے سے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا آپ کے منصب نبوت میں کمی ہوتی اور آپ کی نبوت میں شک پیدا ہوتا ہے اور احکام شرعیہ پر اعتماد نہیں رہتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ خیال ڈالا جائے کہ آنے والا جبرائیل ہے اور وہ حقیقت میں جبرائیل نہ ہو یا آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جائے کہ آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور در واقع میں آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو-

Marfat.com

اور یہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو چیز پہنچاتے ہیں اس کے صدق پر معجزہ کی دلالت ہے اور اس میں آپ کا معصوم ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ان دلائل کے خلاف کسی چیز کو جائز قرار دینا باطل ہے۔ اور جن کاموں کا تعلق امور دنیا سے ہے، جن کاموں کی وجہ سے آپ کو مبعوث نہیں کیا گیا اور نہ ان کاموں کی وجہ سے آپ کی رسالت کی فضیلت ہے اور وہ ایسے امور ہیں جو اکثر انسانوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں تو یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ کی طرف بعض ایسی چیزوں کا خیال ڈالا جائے جن کی واقع میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

بعض لوگوں نے کہا اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے عمل ازدواج کیا ہے، حالانکہ آپ نے یہ عمل نہیں کیا ہوتا تھا، اور کبھی عام لوگوں کی طرف بھی نیند میں اس قسم کا خیال آجاتا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس طرح کا کوئی خیال آجاتا ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہو سکتا ہے آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور آپ نے وہ کام نہ کیا ہو لیکن آپ نے یہ اعتقاد نہ کیا ہو کہ آپ کا تخیل صحیح ہے، آپ کا اعتقاد اور یقین ہمیشہ درست رہتا ہے لہٰذا ملحدین کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (یہاں تک امام مازری کی عبارت ہے)۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اس حدیث کی جو تاویل مجھ پر منکشف ہوئی وہ زیادہ ظاہر اور جلی ہے اور ملحدین کے اعتراض سے بہت دور ہے، اور وہ تاویل اسی حدیث سے مستفاد ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ اور مسیب سے بھی مروی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنوزریق کے یہودیوں نے جادو کیا اور اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا حتیٰ کہ (اس کے اثر سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی کمزور ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ نے اس کو کنویں سے نکال لیا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۱۴ رقم الحدیث: ۱۹۷۶۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ ۱۴۱۸ھ)

ایک اور حدیث میں ہے:

عطا خراسانی یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تک ان کے پاس نہیں جاسکے، پھر جس وقت آپ سوئے ہوئے تھے آپ کے پاس دو فرشتے آئے، ایک آپ کے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا پیروں کی جانب، پھر ایک نے دوسرے سے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جادو کیا گیا ہے، دوسرے نے کہا ہاں ان پر ابو فلاں نے کنویں میں جادو کیا ہے، پھر جب صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا، سو اس کو کنویں سے نکال لیا گیا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۱۴، رقم الحدیث: ۱۹۷۶۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

اور محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے اور ازواج کے پاس جانے اور کھانے پینے پر قادر نہ ہوئے پھر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور اسی طرح مکالمہ کیا جس طرح صحیح بخاری میں ہے اور اس کے آخر میں ہے:

پھر جب وہ فرشتے چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم اس کنویں پر جاؤ اس کا پانی مہندی کے رنگ کا ہوگا تم اس میں سے پتھر کے نیچے سے کھوکھلا شگوفہ نکالنا انہوں نے اس میں سے وہ شگوفہ نکالا اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اور اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی حتیٰ کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند ہوگئے اور اپنی ازواج اور کھانے پینے میں مشغول ہوگئے۔

Marfat.com

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹-۱۹۸، مطبوعہ دار صادر، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

پس ان روایات سے ظاہر ہو گیا کہ جادو کا اثر آپ کے جسم اور آپ کے ظاہری اعضاء پر ہوا تھا، آپ کی عقل سلیم، آپ کے قلب اور آپ کے اعتقاد پر نہیں ہوا تھا اور حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ حتیٰ کہ آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ اپنی اہلیہ کے پاس جائیں گے اور آپ ان کے پاس نہیں جاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا تھا، ان کا معنی یہ ہے کہ پہلے جو آپ کو ان پر قدرت تھی آپ اسی پر خوش تھے، اور جب آپ ان کے قریب جاتے تو جادو کے اثر سے آپ ان پر قادر نہ ہوتے، اور حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جادو کے اثر سے آپ کی نظر میں فرق پڑ گیا تھا، آپ یہ گمان فرماتے کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے یا کسی اور کو دیکھا ہے یا کسی اور کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جادو سے آپ کی بصر متاثر ہو گئی تھی، اس سے ظاہر ہوا کہ آپ پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا تھا جس سے آپ پر اپنی رسالت میں کوئی اشتباہ یا التباس ہو گیا ہو اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے گمراہوں کے لیے آپ کی رسالت میں کسی اعتراض یا طعن کی گنجائش ہو۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۸۸-۸۶، مطبوعہ دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر مالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض کج رووں نے اس حدیث کو نبوت میں طعن کا ذریعہ بنالیا ہے، انہوں نے کہا جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس نے ایک کام نہ کیا ہو اور اس کا گمان یہ ہو کہ اس نے وہ کام کرلیا ہے اس کے دعویٰ نبوت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ان کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے صادر ہوا ہے، کم فہمی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ جماع کرنے سے پہلے آپ کا خیال یہ ہوتا تھا کہ آپ یہ کام کرلیں گے لیکن جادو کے اثر سے آپ اس عمل پر قادر نہ ہوتے تھے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں (مثلاً مصنف عبد الرزاق، طبقات ابن سعد) اس کی تصریح ہے۔ اسی طرح آپ کا خیال ہوتا تھا کہ آپ کھا پی سکیں گے لیکن جادو کی وجہ سے جو مرض عارض ہوا تھا اس کی وجہ سے آپ کھانے پینے پر قادر نہیں ہوتے تھے، اور ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جادو کی وجہ سے آپ کی عقل میں کوئی خلل ہو گیا تھا یا آپ کا کلام خلط ملط ہو گیا تھا، کیونکہ آپ کا صدق معجزہ ثابت ہے اور امور تبلیغیہ میں غلطی واقع ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم رکھا ہے، اور معترض کی کم عقلی یہ ہے کہ اس کو نبوات کے احکام اور معجزہ کی دلالت کا علم نہیں ہے، گویا کہ وہ نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام بھی بشر ہیں اور ان پر بیماری، درد، غضب، رنج اور غم، عجز، نظر لگنا، جادو کیا جانا، اور دیگر تمام عوارض بشریہ کا اس طرح طاری ہونا ممکن ہے جس طرح یہ عوارض دوسرے لوگوں پر طاری ہوتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام اس چیز سے معصوم ہیں کہ ان پر کوئی ایسی چیز طاری ہو جو معجزہ کی دلالت کے مناقض اور منافی ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ کی معرفت، ان کا صادق ہونا اور امور تبلیغیہ میں کسی غلطی کا واقع نہ ہونا اور اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ — آپ کہیے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں، مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ (الکھف: ۱۱۰)

بشری حیثیت سے آپ پر وہ تمام امور جائز ہیں جو دیگر انسانوں پر جائز ہیں اور نبوت کے خواص کی حیثیت سے آپ عام انسانوں سے ان تمام چیزوں میں ممتاز ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپ کی بصر نے نہ کجی کی اور نہ حد سے بڑھی،

Marfat.com

اور آپ نے جو مشاہدہ کیا اس میں جھوٹ نہیں کہا اور آپ کا قول اللہ کی وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے اور آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔(المفہم ج ۵ ص ۵۷۱-۵۷۰، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ امام مازری کی وہ عبارات نقل کردی ہیں جو قاضی عیاض نے نقل کی ہیں اور اس کے بعد قاضی عیاض نے اس حدیث کی جو تاویل کی ہے اس کا بھی ذکر کردیا ہے۔

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ اس پر قادر نہ ہوتے اور ایک اور روایت میں فرمایا آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے لیکن آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بینائی میں خلل ہوگیا تھا اور آپ کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور دراوقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کی بصر میں کچھ قصور ہوگیا تھا، یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہوگئی تھی کیونکہ جادو کے اثر سے آپ کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہوسکتا تھا اور اس میں گمراہوں کے لیے نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ان تمام توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا، جیسا کہ دوسرے انسانوں پر ہوتا ہے اور جادو کی تاثیر سے آپ کی مردمی قوت جاتی رہی تھی یا آپ کی نظر میں فتور ہوگیا تھا (العیاذ باللہ) غرض جادو کی تاثیر سے آپ کے ظاہری اعضاء کی کارکردگی میں فرق آگیا تھا لیکن آپ کی عقل میں اور آپ کے کلام کے صدق میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا اور معجزہ کی دلالت اور نبوت اور رسالت کا تعلق آپ کی عقل اور آپ کے کلام کے صدق سے ہے لہٰذا ان احادیث سے آپ کی وحی اور رسالت پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ

متاخرین میں سے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی امام مازری کی تاویل اور توجیہ کو اختیار کیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی تائید اور توثیق کی ہے۔(روح المعانی جز ۳۰ ص ۵۰۶-۵۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں حضور پر جادو کر، لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کرلیے اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں، ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں، یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر، بیراوان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبادیا، اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہوگئی، چھ ماہ تک اثر رہا، پھر جبرائیل امین یہ دونوں سورتیں، سورہ فلق وناس لائے، جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبردی، حضرت علی مرتضیٰ کو اس کنویں پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا، حضور نے یہ سورتیں پڑھیں، ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی، تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہوگئی، اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے، دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے، جیسے تلوار، تیر اور نیزے کا یہ اثر خلاف

Marfat.com

نبوت نہیں، موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان حاشیہ قرآن ص ۹۶۵، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات، تفسیر سورۂ فلق)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

کسی نبی اور پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار اور درد ہو سکتا ہے، ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا اثر ہو گیا تھا آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد درحقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۱-۴۹۰، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بعض متقدمین اور متاخرین علماء نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو کا اثر ہوا حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے، اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ (بنی اسرائیل: ۴۷) ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں، جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اثر ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو، اور اس سے آپ کو ضرر پہنچا ہو، اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں

Marfat.com

فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے' اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے' اور جادوگر اپنی قوت مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوت مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ص ۴۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

متاخرین سے سید محمد قطب شہید متوفی ۱۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جب کہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے ہر فعل اور آپ کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبار احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا' عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف' اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں' نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور یہ ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کمزور کرتی ہے۔

(فی ظلال القرآن جز ۳۰ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ)

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ ان روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

معتزلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا کئی وجوہ سے انکار کیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۔ (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں یہ فرمایا ہے:

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔ (الفرقان: ۸) اور ظالموں نے کہا تم لوگ تو صرف جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو کفار کے اس قول کی مذمت نہ کی جاتی کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے۔

(۳) اگر جادو سے یہ کام ممکن ہوتا تو پھر معجزہ جادو سے ممتاز نہ ہوتا' پھر انہوں نے کہا یہ دلائل یقینیہ ہیں اور جن روایات کا تم نے ذکر کیا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں جو ان دلائل قطعیہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱ص ۶۲۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تفسیر کبیر میں امام رازی کا طریقہ ہے کہ جہاں ان کو معتزلہ کے دلائل سے اختلاف ہوتا ہے وہاں ان کے دلائل کا جواب دیتے ہیں لیکن یہاں انہوں نے ان کے دلائل کا جواب ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ امام رازی ان دلائل سے متفق ہیں اور ان کا بھی یہی نظریہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

Marfat.com

(۱) بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۷۶۶)

(۳) بعض روایت میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہو گئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہو گئی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے آپ ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ) (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کہ کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔
(طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ایک تعارض تو یہ ہے کہ اور کسی روایت میں ان آیتوں سے گرہیں کھلنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ ان کذابین کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ان سورتوں کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبر واحد صحیح ہو وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی، جب کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں، یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے، نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعث عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو اس کی عقل کامل ہو، اس کی رائے قوی ہو وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں مثلاً اس کے آباء و اجداد زنانہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ منشورات الرضی ایران، ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں جیسے ماں باپ کی بدکاری اور

Marfat.com

ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔
(لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:
وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔ (ص: ۴۷) بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں۔
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۳) بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنایا۔
اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا، سو اس قسم کی وضعی روایت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔
(۱۰) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔
حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔
اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:
اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ (الحجر: ۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہو گا سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے ○
(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے، یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن میں مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے، ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہو گئی، اور اس حدیث میں امام بخاری اور مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے، اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہے تھے عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ پتھر کندھے میں نہ چبھے۔ آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا میرا تہبند، میرا تہبند، یہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی، ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے، کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے، لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے، اور یہ ناموس رسالت کے منافی ہے اور

Marfat.com

ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھیے تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۰۵-۱۰۱۔

(۱۴) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہو سکتی ہے جو علامہ ابو بکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کیں ہیں یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المومنین پر بہتان ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی، تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قوی ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیے جا سکتے تھے، حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے لیکن وہ بہر حال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو، اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر ہم کو از سر نو بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا؟O آپ کہیے تم پتھر بن جاؤ یا لوہاO یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت سخت ہو تو عنقریب وہ کہیں گے کہ ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ آپ کہیے کہ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اس پر وہ آپ کی طرف (انکاراً) سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہو گا؟ آپ کہیے کیا تعجب ہے کہ وہ وقت قریب آ پہنچا ہوO جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھےO (بنی اسرائیل: ۵۲-۴۹)

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل، قبروں سے نکلنے کی کیفیت اور آپ کی نبوت کی صداقت

قرآن مجید کے چار اہم موضوع ہیں: اللہ تعالیٰ کی توحید، رسالت، قیامت اور مرنے کے بعد اٹھنا اور تقدیر۔ آیت ۴۴-۴۱ میں توحید کا بیان ہے فرمایا: آپ کہیے اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ اب تک عرش والے تک کوئی راہ ڈھونڈ چکے ہوتے، الآیات۔ اور آیت: ۴۸-۴۵ میں رسالت کا بیان ہے، فرمایا: اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں' الآیات۔ اور آیت: ۵۲-۴۹ تک مرنے کے بعد اٹھنے کا بیان ہے۔

اس آیت میں رفاتا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چور چور کر دیا جائے بھوسے کو بھی رفات کہتے ہیں۔

مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے، اور ان کا شبہ یہ تھا کہ انسان کی موت کے کچھ عرصہ بعد اس کا جسم گل سڑ جاتا ہے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ٹوٹ جاتی ہیں اور کچھ وقت گزرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں، پھر ایک مردہ کے ذرات دوسرے مردہ کے ذرات کے ساتھ مخلوط ہو جاتے ہیں پھر مرور زمانہ اور انقلابات سے یہ ذرات فضا میں بکھر جاتے ہیں تو قیامت کے دن یہ ذرات کیسے مجتمع ہوں گے اور ایک دوسرے سے کیسے متمیز اور ممتاز ہوں گے، پھر ان منتشر ذرات سے دوبارہ کس طرح جسم بنایا جائے گا اور اس کو زندہ کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ ان منتشر اور مختلط ذرات کو متمیز کرنا اس

Marfat.com

کے لیے مشکل ہے جس کا علم ناقص ہو اور ان کو مجتمع کر کے دوبارہ ایک زندہ جسم میں ڈھال دینا اس کے لیے مشکل ہے جس کی قدرت ناقص ہو، لیکن جس کا علم غیر متناہی اور جس کی قدرت بے اندازہ ہے اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں وہ تم کو اسی طرح دوبارہ زندہ کرے گا جس طرح پہلی بار تم کو عدم سے وجود میں لایا تھا۔

پھر فرمایا تم تو مٹی کے اجسام ہو بالفرض اگر تم پتھر یا لوہے یا کسی اور ایسے جسم سے بن جاؤ جو تمہارے خیال میں بہت سخت ہو، جس کا بظاہر حیات قبول کرنا بعید ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں بھی حیات پیدا کر دے گا۔

پھر فرمایا عنقریب وہ کہیں گے کہ ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا، آپ کہیے کہ وہی جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا اس پر وہ آپ کی طرف (انکاراً) سر ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گاO

اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے اور قرآن مجید کی صداقت پر دلیل ہے، کیونکہ جن باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین یہ کہیں گے اور آپ اس کا یہ جواب دیں پھر وہ یہ کہیں گے اور آپ اس کا یہ جواب دیں، چاہیے تھا کہ مشرکین وہ باتیں نہ کہتے اور پھر کہتے کہ قرآن جھوٹا ہو گیا! قرآن نے پیش گوئی کی تھی کہ ہم یہ کہیں گے اور ہم نے نہیں کہا لیکن وہی ہوا جو قرآن مجید نے کہا تھا اور قرآن مجید کی پیش گوئی سچی ہو گئی، یہ سچے نبی کی شان ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کی زبانوں کے متعلق پیش گوئی کی اور مخالفین نے آپ کی پیش گوئی کے متعلق باتیں کر کے آپ کو سچا ثابت کر دیا۔ والحمد للہ۔

اس کے بعد فرمایا جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ کفار اور مشرکین قبروں سے سبحانک وبحمدک کہتے ہوئے اٹھیں گے، قتادہ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اطاعت کے ساتھ اٹھیں گے۔

پھر فرمایا اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے، اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس سے دو مرتبہ صور پھونکنے کا زمانہ مراد ہے جو چالیس سال ہے اس عرصہ میں ان سے عذاب منقطع رہے گا اس لیے وہ سمجھیں گے کہ وہ بہت کم عرصہ رہے۔

(۲) حسن نے کہا اس سے مراد ہے کہ وہ دنیا میں بہت کم عرصہ رہے، کیونکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

(۳) مقاتل نے کہا اس سے مراد ہے قبر کا زمانہ کیونکہ آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں قبر میں گزارا ہوا زمانہ بہت کم ہے۔

بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں مومنین سے خطاب ہے، کیونکہ جب ان کو منادی بلائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آئیں گے اور قبر میں گزارے ہوئے زمانہ کو کم کہیں گے کیونکہ وہ قبروں میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں میں رہے، اور نعمت کے ایام کم معلوم ہوتے ہیں۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ

اور آپ میرے بندوں سے کہیے کہ وہی بات کہا کریں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے درمیان

Marfat.com

بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ

پھوٹ ڈالتا ہے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ۝ تمہارا رب تمہیں

اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

بہت زیادہ جاننے والا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم فرمائے، اور وہ اگر چاہے تو تم کو عذاب دے، اور ہم نے آپ

عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ۝ اور آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں،

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ۝

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ

آپ کہیے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں سو وہ تم سے نہ کسی ضرر کو دور

الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ

کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (مالک ہیں) ۝ جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب

اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے

عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

رہتے ہیں بے شک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے ۝ اور ہم ہر بستی کو قیامت کے دن

اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ

سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں، یا اس کو سخت عذاب دینے والے ہیں،

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ

یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے ۝ اور ہمیں (فرمائشی) معجزات بھیجنے سے صرف یہ چیز مانع ہے

Marfat.com

اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا

کہ پہلے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں، اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی جو بصیرت افروز نشانی تھی، سو انہوں نے اس پر

بِهَا ؕ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ

ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے معجزات بھیجتے ہیں ○ اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ آپ کے رب

اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ

نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے، اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا

وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِى الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمۡ ۙ فَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡيَانًا

اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، اور ہم انہیں ڈرا رہے ہیں، سو ہمارا ڈرانا تو صرف ان کی

كَبِيۡرًا ﴿۶۰﴾ ع

سرکشی کو ہی بہت بڑھاوا دے رہا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ میرے بندوں سے کہیے کہ وہی بات کہا کریں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ○ (بنی اسرائیل: ۵۳)

آپس کی گفتگو میں اور تبلیغ میں نرمی اور حسن اخلاق سے کام لینا

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ "میرے بندوں سے مراد مومنین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ میرے بندوں سے مراد کفار ہیں۔ "میرے بندوں" سے مومنین مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ عباد کا اطلاق مومنین پر کیا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ۔ (الزمر: ۱۷)

اور جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا وہی بشارت کے مستحق ہیں تو آپ میرے بندوں کو بشارت دیجیے۔

فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ○ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ○ (الفجر: ۳۰-۲۹)

پس میرے (مومن) بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں داخل ہو جا ○

عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِيۡرًا ○ (الدھر: ۶)

وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے اور اس سے (جہاں چاہیں) نہریں نکالیں گے۔

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر دلائل قائم کیے تھے اور آپ کی نبوت کو ثابت کیا تھا، اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر مشرکین کے شبہات کو زائل فرمایا تھا، اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے

Marfat.com

بندوں سے کہیے کہ جب تم مخالفین کو تبلیغ کرو تو ان کے سامنے نرمی، حسن اخلاق اور احسن طریقہ سے دلائل پیش کرو اور وہ طریقہ یہ ہے کہ تمہارے دلائل سب و شتم پر مشتمل نہ ہوں، جیساکہ ان آیات میں ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ - (العنکبوت: ۴۶)

اور اہل کتاب سے صرف احسن طریقہ سے بحث کرو۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ - (الانعام: ۱۰۸)

اور ان کو گالی مت دو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ جہالت اور عداوت کے سبب سے اللہ کو برا کہیں گے۔

پھر فرمایا: اگر تم مشرکین سے سختی سے کلام کرو گے تو وہ بھی تم سے سخت لہجہ میں بات کریں گے پھر شیطان تمہارے درمیان فساد ڈال دے گا کیونکہ وہ بلاشبہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور اس آیت کا یہ بھی محمل ہے کہ جب مسلمان ایک دوسرے سے بات کریں تو نرمی، انکسار اور خندہ پیشانی سے بات کریں، بدمزاجی اور بدکلامی نہ کریں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی کرنے سے باز رہو کیونکہ بدگمانی کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کی برائیاں تلاش نہ کرو، کسی کی تفتیش نہ کرو، کسی سے بغض نہ رکھو اور کسی سے تعلق منقطع نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۲۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۸، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۸۴۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ عبادی سے مراد کفار ہیں یعنی آپ میرے کافر بندوں سے کہیے، کیونکہ ان آیات سے مقصود دعوت اور ارشاد ہے اور کافروں کو بھی نرمی اور حسن اخلاق سے بات کرنے کی تلقین کریں تاکہ وہ ضد اور تعصب میں آ کر ہٹ دھرمی پر نہ اتر آئیں، ٹھنڈے دل سے اسلام کے دلائل پر غور کریں تاکہ ان کے دل و دماغ میں حق بات اتر جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارا رب تمہیں بہت زیادہ جاننے والا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم فرمائے اور وہ اگر چاہے تو تم کو عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ (بنی اسرائیل: ۵۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تم کو ایمان، ہدایت اور معرفت کی توفیق دے دے اور اگر وہ چاہے تو حالت کفر میں ہی تمہاری روح قبض کر لے اور پھر تم کو عذاب دے، مگر اس کی مشیت تم کو معلوم نہیں ہے، اس لیے تم دین حق کی طلب میں پوری کوشش کرو اور جہل اور باطل پر اصرار نہ کرو تاکہ تم ابدی سعادت سے محروم نہ ہو، پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، یعنی آپ ان پر تشدد نہ کریں اور سختی کے ساتھ ان کو دین حق کی طرف نہ بلائیں۔

بعض نبیوں کی بعض نبیوں پر فضیلت

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ (بنی اسرائیل: ۵۵)

یعنی ہمارا علم صرف تم میں اور تمہارے احوال میں منحصر نہیں ہے، بلکہ ہمارا علم تمام موجودات اور معدومات اور تمام

Marfat.com

زمینوں اور آسمانوں کو محیط ہے' اور وہ ہر ہر شخص کو تفصیلاً جانتا ہے اور اچھائیوں اور برائیوں میں سے کیا چیز اس کے لائق ہے اور کیا نہیں' اسی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی' حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عنایت کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا فرمایا' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں' اور آپ کے افضل الرسل ہونے پر ہم نے البقرہ: ۲۵۳ میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی توجیہ

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اس کی تین وجہیں ہیں' پہلی وجہ یہ ہے کہ زبور میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ○ (الانبیاء: ۱۰۵)

ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (نیک بندوں سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے)

دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ اہل کتاب خصوصاً یہودیوں کو بہت مانتے تھے اور اس آیت میں یہود کا رد ہے کیونکہ یہود کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور تورات کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی حالانکہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام آئے اور تورات کے بعد زبور آئی' لہٰذا ان کو چاہیے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن کا انکار نہ کریں' تیسری وجہ یہ ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے کہ آپ دنیاوی امور کھانے پینے اور بال بچوں میں مشغول رہتے ہیں تو آپ نبی کیسے ہو سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا داؤد بھی تو نبی تھے حالانکہ وہ بادشاہ تھے اور بادشاہ سے زیادہ دنیاوی امور میں کون مشغول ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں مشغول ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے۔

نوٹ: زبور میں حلال اور حرام اور فرائض اور حدود کا ذکر نہیں ہے' اس میں صرف دعائیں ہیں اور اللہ کی تمجید اور اس کی بزرگی اور بڑائی کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر (زبور کا) پڑھنا آسان کر دیا تھا وہ اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین رکھے جانے سے پہلے اس (زبور) کو پڑھ لیتے تھے اور صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۴۵' عالم الکتب)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں سو وہ تم سے نہ کسی ضرر کے دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (مالک ہیں)○ (بنی اسرائیل: ۵۶)

غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنے کا رد

اس آیت سے مقصود مشرکین کا رد کرنا ہے' وہ کہتے تھے کہ ہم خود اس لائق نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں بلکہ عبادت کے لائق تو مقربین ہیں یعنی اللہ کے فرشتے پھر انہوں نے فرشتوں کے فرضی مجسمے اور بت بنا رکھے تھے اور اس تاویل سے بتوں کی عبادت کرتے تھے' بعض مفسرین نے کہا وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت

Marfat.com

کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن کی تم عبادت کرتے وہ تم سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ تم کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ بت ضرر کو دور نہیں کر سکتے اور نفع نہیں پہنچا سکتے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مشرکین کو دیکھتے ہیں کہ وہ بتوں کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور ان کی مراد پوری نہیں ہوتی' اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ تم بھی خدا کے آگے گڑگڑاتے ہو اور بعض اوقات تمہاری بھی مراد پوری نہیں ہوتی' اگر تم اس کے جواب میں یہ کہو کہ اللہ کو علم تھا کہ ہماری مراد ہمارے حق میں نقصان دہ تھی تو وہ کہیں گے کہ بتوں کو بھی علم تھا کہ ہماری مراد ہمارے لیے مضر تھی اور جس طرح تمہاری بعض مرادیں پوری ہوتی ہیں اسی طرح ہماری بھی بعض دعائیں پوری ہو جاتی ہیں۔
اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ مشرکین اور بت پرست اس کو مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کا خالق ہے اور فرشتے' اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرنا لازم ہے اور مخلوق کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

مطلقاً پکارنے اور مدد طلب کرنے کو شرک کہنا صحیح نہیں

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہی شرک نہیں ہے' بلکہ خدا کے سوا کسی دوسری ہستی سے دعا مانگنا یا اس کو مدد کے لیے پکارنا بھی شرک ہے' دعا اور استمداد و استعانت اپنی حقیقت کے اعتبار سے عبادت ہی ہیں اور غیر اللہ سے مناجات کرنے والا ویسا ہی مجرم ہے جیسا کہ ایک بت پرست مجرم ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کچھ اختیارات حاصل نہیں ہیں نہ کوئی دوسرا کسی مصیبت کو ٹال سکتا ہے' نہ کسی بری حالت کو اچھی حالت سے بدل سکتا ہے۔ اس طرح کا اعتقاد خدا کے سوا جس ہستی کے بارے میں بھی رکھا جائے' بہر حال ایک مشرکانہ اعتقاد ہے۔
(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۳۵' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۲ء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا ہے' جو بتوں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کے مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کو بطور عبادت پکارتے تھے لیکن سید مودودی نے مطلقاً کسی کو مدد کے لیے پکارنے کو شرک قرار دے دیا' قرآن مجید میں ہے کہ لوگوں نے ذوالقرنین سے مدد طلب کی اور ذوالقرنین نے ان سے مدد طلب کی:

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ (الکہف: ۹۵-۹۴)

انہوں نے کہا یا ذوالقرنین! یاجوج ماجوج' (اس ملک میں) فساد کر رہے ہیں کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ کا انتظام کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں ۝ اس نے کہا مجھے جو میرے رب نے دے رکھا ہے وہی بہتر ہے' تم صرف قوت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دوں گا۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ (آل عمران: ۵۲)

جب عیسیٰ نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہا اللہ کی راہ میں کون میری مدد کرنے والے ہیں۔

اگر مطلقاً اللہ کے سوا کسی سے استعانت اور مدد طلب کرنا شرک ہو جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ نے لکھا ہے تو یہ ذوالقرنین' حضرت عیسیٰ اور وہ سب لوگ جنہوں نے ذوالقرنین سے مدد طلب کی تھی مشرک قرار پائیں گے' حضرت سلیمان علیہ السلام

Marfat.com

نے آصف بن برخیا سے تخت بلقیس منگوانے میں مدد طلب کی، اور لوگ عام طور پر دینی اور دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے سے مدد طلب کرتے ہیں اس لیے مطلقاً مدد طلب کرنے اور غیر اللہ کے پکارنے کو شرک کہنا درست نہیں ہے اس میں لامحالہ کوئی قید لگانی ہوگی اور صحیح قید یہ ہے کہ کسی کو مستحق عبادت قرار دے کر اور حقیقی فریاد رس اور مستقل بالذات مشکل کشا اعتقاد رکھ کر پکارنا اور اس سے مدد طلب کرنا شرک ہے خواہ اس سے مافوق الاسباب امور میں مدد طلب کی جائے یا ماتحت الاسباب میں، دور سے پکارا جائے یا قریب سے، مشرکین جو بتوں کو پکارتے تھے وہ ان بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان کی عبادت ہمیں خدا کے قریب کر دے گی۔

ہماری اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد طلب کرنا اور ان کو پکارنا شرک نہیں ہے تاہم افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر ضرورت میں صرف اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کی جائے ہم نے اس کی مفصل بحث یونس: ۲۲ میں کی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اسی بحث میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے: نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کچھ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ یہ فقرہ بھی علی الاطلاق صحیح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھلائی اور برائی کا اختیار عطا فرمایا ہے، انسان اپنے اختیار سے کسی پر ظلم کرتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے اور کسی پر رحم کرتا ہے تو اس کی جزا ملتی ہے، جس شخص کو دنیا میں جتنا اقتدار دیا جاتا ہے وہ اتنا با اختیار ہوتا ہے، اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ کسی شخص کو ذاتی اختیار نہیں ہے یا از خود اختیار نہیں ہے، یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی عطا کے بغیر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، اس کی مکمل بحث ہم نے الاعراف: ۱۸۸ میں کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے ○ (بنی اسرائیل: ۵۷)

دوزخ کے عذاب سے انبیاء اور ملائکہ کے ڈرنے کی توجیہ

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے: جن لوگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں اس کے مصداق میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ جن ہیں جو بعد میں اسلام لے آئے تھے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ملائکہ ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر ہیں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور اس آیت میں یدعون، یعبدون کے معنی میں ہے یعنی وہ ان کو معبود سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۵۸-۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

جن کی وہ عبادت کرتے تھے ان کے جن ہونے کے متعلق یہ دلیل ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انسانوں میں سے بعض افراد جنات کے بعض افراد کی عبادت کرتے تھے، پھر وہ جن مسلمان ہو گئے، اور وہ انسان بدستور ان جنات کی عبادت کرتے رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۳۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۸۸)

اور جن لوگوں نے کہا وہ فرشتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے بعض قبائل سے کچھ لوگ ملائکہ کی ایک قسم کی عبادت کرتے تھے جن کو جنات کہا جاتا تھا اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی۔

Marfat.com

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۸۹۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اور جن لوگوں نے کہا وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی عبادت کرتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جن کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے وہ حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ اور حضرت عزیر ہیں۔(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۸۹۵ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت میں شمس اور قمر کا بھی ذکر ہے، رقم الحدیث: ۱۶۸۹۷)

جو جنات مسلمان ہو چکے تھے، اسی طرح فرشتے اور تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے محتاج ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں ہر چند کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں وہ کسی قسم کو کوئی گناہ نہیں کرتے اور نہ ان کو دنیا اور آخرت میں کسی قسم کے عذاب کا خطرہ ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات سے خوف زدہ رہتے ہیں اور ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کے جتنے زیادہ قریب ہے وہ اتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت جنت کے حصول کی اور دوزخ کے عذاب سے پناہ کی دعائیں فرماتے تھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کثرت سے کرتے تھے: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں (بھی) اچھائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۹ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۳۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۰۴، عالم الکتب بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی: اے اللہ ہم تجھ سے رحمت کے موجبات اور پکی مغفرت کو طلب کرتے ہیں اور ہر گناہ سے سلامتی اور نیکی کی سہولت طلب کرتے ہیں اور جنت کی کامیابی اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات طلب کرتے ہیں، یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے (حافظ ذہبی نے اس کو بلا جرح نقل کیا ہے۔)(المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵، قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۱۹۶۸، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۸۷)

ہم نے اس نوع کی بہت احادیث تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۱۸-۴۱۶ میں ذکر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم ہر بستی کو قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں، یا اس کو سخت عذاب دینے والے ہیں، یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۵۸)

کھلم کھلا سود کھانا اور فحش کام کرنا نزول عذاب کا موجب ہے

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر سے ہے جس سے فرار کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، یا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے ان کو ہلاک کر دے یا اس بستی پر عذاب نازل فرمائے گا جس سے وہ بستی نیست و نابود ہو جائے گی، (مومنین کو موت سے ہلاک کرے گا اور سرکش کافروں کو عذاب سے)

عبد الرحمن بن عبد اللہ نے کہا جب کسی بستی میں علی الاعلان زنا ہو گا اور سود کھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کرنے کی اجازت دے دے گا۔(جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

Marfat.com

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ (القصص: ۵۹)

آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کرے، اور ہم اس وقت تک کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے۔ جب تک اس بستی کے رہنے والے ظلم پر کمر نہ باندھ لیں ○

لہٰذا اس آیت میں ایسی بستیاں مراد ہیں جن کے رہنے والے کفر اور فحش گناہوں پر اصرار کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمیں (فرمائشی) معجزات بھیجنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ پہلے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں، اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی جو بصیرت افروز (نشانی) تھی، سو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے معجزات بھیجتے ہیں ○ (بنی اسرائیل: ۵۹)

زیر تفسیر آیت کا شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا اور جو ظلم کرتے تھے اور کفر اور شرک پر اصرار کرتے تھے ان کو عذاب کی وعید سنائی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا ذکر شروع فرمایا اور مشرکین مکہ کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جو شبہات تھے ان کا ازالہ فرمایا۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ مشرکین نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ سے پہلے انبیاء تھے، ان میں بعض کے لیے ہوا مسخر کردی گئی اور ان میں سے بعض مردوں کو زندہ کرتے تھے اگر آپ اس بات سے خوش ہوں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی تصدیق کریں تو آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے کا بنادے! اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی میں نے ان کا مطالبہ سن لیا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم ان کا مطالبہ پورا کردیں لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو پھر ان پر عذاب نازل کیا جائے گا، اور اگر آپ اپنی قوم کو مہلت دینا چاہتے ہوں تو میں ان کو مہلت دے دوں! آپ نے عرض کیا اے میرے رب ان کو مہلت دے دے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۹۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا بنادیں۔ اور اس جگہ سے پہاڑوں کو ہٹادیں تاکہ وہ اس جگہ کھیتی باڑی کرسکیں تو آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو مہلت دینا چاہتے ہیں تو ہم ان کو مہلت دے دیں اور اگر آپ ان کی فرمائش پوری کرنا چاہتے ہوں تو ہم ان کی فرمائش پوری کردیں لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو پھر ان کو ہلاک کردیا جائے گا جیسا کہ پچھلی قوموں کے کفار کو ہلاک کردیا گیا تھا، آپ نے کہا بلکہ ان کو مہلت دے دے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا ان نرسل بالایت الا ان کذب بها الاولون۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۹۰۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۳۳، دار الفکر بیروت و عالم الکتب بیروت)

فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہ

فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ ان کے بڑے بڑے فرمائشی معجزات نازل فرمادیتا اور وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے، بلکہ اپنے کفر پر ڈٹے رہتے تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق وہ آسمانی عذاب سے نیست و نابود کردیے جاتے، لیکن اس طرح کا جڑ سے اکھاڑ دینے والا

Marfat.com

عذاب اس امت پر جائز نہ تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے یا ان کی اولاد ایمان لے آئے گی' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ معجزات اس لیے نہیں نازل کیے کہ پچھلی امتوں میں ان کے آباء واجداد کے مطالبہ پر معجزات نازل کیے گئے لیکن وہ ایمان نہیں لائے اور یہ مشرکین بھی ان ہی آباء واجداد کی تقلید کرتے تھے۔

(۳) پچھلی امتوں کے لوگوں نے اپنے فرمائشی معجزات کا مشاہدہ کر لیا پھر بھی وہ اپنے انکار پر مصر رہے سو اگر یہ لوگ بھی ان معجزات کا مشاہدہ کر لیتے تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ بھی انکار کرتے' اس لیے ان معجزات کا ظاہر کرنا عبث تھا' اور اللہ تعالیٰ عبث کام نہیں کرتا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی جو بصیرت افروز نشانی تھی سو انہوں نے اس پر ظلم کیا۔

بصیرت افروز کا معنی یہ ہے کہ جو شخص پتھر سے اونٹنی کے نکلنے اور اس کی دیگر نشانیوں پر غور و فکر کرے گا وہ حضرت صالح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے صدق کو تسلیم کر لے گا' پھر فرمایا انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا یعنی اس معجزہ کی تکذیب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا پھر فرمایا: اور ہم صرف ڈرانے کے لیے معجزات بھیجتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ معجزہ تو اس لیے ہوتا ہے کہ وہ نبی کے دعوی نبوت کے صدق پر دلیل ہو تو پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ ہم صرف ڈرانے کے لیے معجزات بھیجتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ معجزہ صرف نبی کے دعوی نبوت کے صدق کی دلیل ہوتا ہے' لیکن وہ اس حکم کو متضمن ہوتا ہے کہ اگر اس فرمائشی معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو پھر تم ہلاک اور ملیامیٹ کر دینے والے عذاب کے مستحق ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ آپ کے رب نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے' اور ہم نے آپ کو (شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا' اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے' اور ہم انہیں ڈرا رہے ہیں' سو ہمارا ڈرانا تو صرف ان کی سرکشی کو ہی بہت بڑھا دے رہا ہے ○

(بنی اسرائیل: ۶۰)

اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت فرمانا

جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے بڑے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان معجزات کو ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں ہے تو اس سے کفار کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ آپ کی رسالت میں طعن کریں سو انہوں نے کہا اگر آپ اللہ کی طرف سے رسول برحق ہوتے تو ضرور ہمارے فرمائشی معجزات کو لے آتے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء ایسے معجزات لاتے رہے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور نصرت کے لیے فرمایا اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ آپ کے رب نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے' اور اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت تمام لوگوں کو محیط ہے اور سب اس کے قبضہ و قدرت میں ہیں اور جب ایسا ہے تو آپ کے مخالفین کسی ایسے اقدام پر قادر نہیں ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کے خلاف ہو' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم آپ کی نصرت کریں گے اور آپ کو قوت دیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے پیغام کی تبلیغ کریں اور ہمارے دین کو غلبہ حاصل ہو' حسن نے کہا وہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے کہ اس ارادہ کی راہ میں اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا اس نے فرمایا:

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) اس آیت میں فرمایا ہے آپ کے رب نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے اس سے مراد ہے آپ کے رب نے اہل مکہ کا احاطہ کیا ہوا ہے' اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اہل مکہ پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ان کو مغلوب اور مقہور کر دے گا' اور آپ کی حکومت ان پر قائم کر دے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ - (آل عمران: ۱۲) آپ کافروں سے کہیے کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہیں تھا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے آپکو شب معراج جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا۔

اس فقرے کے متعدد محامل ہیں' صحیح محمل وہ ہے جس کے موافق ہم نے ترجمہ کیا۔

اس آیت میں رؤیا کا لفظ ہے' بعض علماء نے کہا کہ رؤیا کا معنی خواب ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دکھایا گیا وہ سب خواب کا واقعہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی ہے بیداری میں نہیں ہوئی' اس لیے پہلے ہم رؤیا کے معنی کی تحقیق کرتے ہیں:

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

رؤیا کے معنی میں اختلاف ہے اکثریت نے یہ کہا ہے کہ لغت کے اعتبار سے رویت اور رؤیا میں کوئی فرق نہیں ہے کہا جاتا ہے رایت بعینی رویتہ ورویا' میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا' دیکھنا' اور کم لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج کا پورا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا اور یہ قول ضعیف اور باطل ہے اور اس مشاہدہ کے آزمائش ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا تو مشرکین نے بڑی شد و مد سے انکار کیا اور جو مسلمان تھے وہ اپنے ایمان پر قائم رہے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا' اگر یہ واقعہ صرف خواب کا ہوتا تو پھر کسی کو اس کے انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ واقعہ لوگوں کی آزمائش کس طرح ہوتا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے یہ رؤیا آنکھ سے تھا' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دکھایا تھا یہ خواب کا واقعہ نہیں ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۹۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۴)

حضرت ابوبکر صدیق سے شب معراج کی صبح کہا گیا کہ تمہارے پیغمبر کا یہ کہنا ہے کہ وہ گزشتہ شب بیت المقدس سے ہو کر آئے ہیں' حضرت ابوبکر نے کہا اگر انہوں نے یہ کہا ہے تو سچ کہا ہے' ان سے کہا گیا کہ آپ ان سے سننے سے پہلے تصدیق کر رہے ہیں' حضرت ابوبکر نے کہا تمہاری عقلیں کہاں ہیں' میں تو آسمان کی خبروں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں تو بیت المقدس کی خبر میں ان کی تصدیق کیوں نہیں کروں گا آسمان تو بیت المقدس سے بہت دور ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شجرۃ الزقوم کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے' یعنی وہ درخت بھی

Marfat.com

آزمائش ہے، کیونکہ ابوجہل نے مسلمانوں سے کہا تمہارے پیغمبر کہتے ہیں دوزخ ایسی آگ ہے جو پتھروں کو بھی جلادیتی ہے:

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (التحریم: ۶) دوزخ کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اور پھر وہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں ایک درخت ہے اور آگ تو درخت کو جلادیتی ہے تو دوزخ میں درخت کیسے پیدا ہوگا جب ان کو تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۶۳) بے شک ہم نے زقوم کو ظالموں کے لیے آزمائش بنادیا ہے۔

قرآن مجید میں زقوم کے لیے فرمایا ہے بے شک وہ درخت جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے (الصفت: ۶۴) جس کے خوشے شیطانوں کے سروں کی طرح ہوتے ہیں، دوزخی اس درخت سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹوں کو بھریں گے۔ (الصّٰفّٰت: ۶۶-۶۵)

زقوم کا معنی ہے تھوہر کا درخت، یہ لفظ تزقم سے بنا ہے اس کا معنی ہے بدبودار اور مکروہ چیز کا نگلنا، اس درخت کے پھل کو کھانا دوزخیوں کے لیے سخت ناگوار ہوگا، بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ کوئی دنیاوی درخت نہیں ہے اہل دنیا کے لیے یہ غیر معروف ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۵۲۶، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر دوزخ کے زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین والوں پر نازل کردیا جائے تو ان کی زندگیاں خراب اور رفاسد ہو جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۴۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

شجرۃ الزقوم کو ملعون فرمانے کی توجیہات

اس آیت میں فرمایا ہے اس درخت پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے حالانکہ قرآن میں اس پر لعنت کا ذکر نہیں ہے، اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے دوزخ میں اس درخت کو کھاتے وقت کفار اس پر لعنت کریں گے۔

(۲) ہر وہ طعام جس کا ذائقہ مکروہ ہو اور وہ نقصان دہ ہو اس کو عرب ملعون کہتے ہیں اور سورۃ الدخان اور الصّٰفّٰت میں اس کا بدذائقہ اور مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے۔

(۳) ملعون کا معنی ہے دور کیا ہوا اور قرآن مجید میں اس درخت کا اس طرح ذکر ہے کہ یہ تمام اچھی صفات سے دور کیا ہوا ہے۔

(۴) ملعون کا معنی ہے مذمت کیا ہوا اور قرآن مجید میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔

(۵) ملعون سے مراد ہے اس کے کھانے والے ملعون ہیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۵۵، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۶۱، ملخصًا)

اس کے بعد فرمایا ہم ان کو درخت زقوم سے ڈراتے ہیں اور ہمارا ڈرانا تو ان میں صرف بڑے طغیان کو بڑھا رہا ہے طغیان کا معنی ہم البقرہ: ۱۵ میں ذکر کرچکے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

اور (یاد کیجئے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا،

Marfat.com

قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ

اس نے کہا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے ○ اس نے کہا اچھا دیکھ لے

كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ

جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو نے مجھے روزِ قیامت تک کی مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو ضرور قابو میں کر لوں گا

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ

سوا چند لوگوں کے ○ فرمایا چلا جا! ان میں سے جنہوں نے تیری پیروی کی تو بے شک جہنم تمہاری سزا ہے

جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ

پوری پوری سزا ○ تو ان میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا سکتا ہے پھسلا دے اور

اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَ

ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے، اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک

الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۗ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِىْ

ہو جا اور ان سے وعدے کر اور شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکا ہوتا ہے ○ بے شک میرے (اچھے)

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِىْ

بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا، اور آپ کے لیے آپ کا رب کافی کارساز ہے ○ تمہارا رب وہی ہے جو

يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ

تمہارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو، بے شک وہ تم پر

رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ

بہت رحم فرمانے والا ہے ○ اور سمندر میں جب تم پر کوئی آفت آتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ سب گم ہو جاتے ہیں ماسوا اللہ

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۗ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

کے، پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم اس سے اعراض کرنے لگتے ہو، اور انسان بہت ناشکرا ہے ○

Marfat.com

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا

کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی کسی جانب دھنسا دے یا تمہارے اوپر پتھر برسائے

ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴿٦٨﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَۃً اُخۡرٰی

پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ ○ یا تم اس بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ (سمندری سفر پر) بھیج دے،

فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا

پھر تم پر تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تم کو غرق کر دے، پھر تم ہمارے خلاف کوئی

لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ

چارہ جوئی کرنے والا نہ پاسکو ○ بے شک ہم نے اولادِ آدم کو فضیلت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی

وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا

سواریاں دیں اور ان کو طیب چیزوں سے رزق دیا، اور ان کو ہم نے اپنی مخلوق میں سے بہت

تَفۡضِیۡلًا ﴿٧٠﴾ ع

سوں پر فضیلت دی ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے ○ اس نے کہا اچھا دیکھ لے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو نے مجھے روزِ قیامت تک کی مہلت دی، تو میں اس کی اولاد کو ضرور قابو میں کر لوں گا، سوا چند لوگوں کے ○ فرمایا چلا جا! ان میں سے جنہوں نے تیری پیروی کی تو بے شک جہنم تمہاری سزا ہے پوری پوری سزا ○ تو ان میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا سکتا ہے، پھسلا دے، اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے، اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان سے وعدے کر اور شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکا ہوتا ہے ○ بے شک میرے (سچے) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہو گا اور آپ کے لیے آپ کا رب کافی کارساز ہے ○ (بنی اسرائیل: ٦٥-٦١)

ان آیتوں میں جن امور کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تفسیر ہم حسبِ ذیل سورتوں میں بیان کر چکے ہیں:

البقرہ: ٣٧-٣٠، الاعراف: ٢٥-١١، الحجر: ٤٤-٢٦۔

ان سورتوں میں جو مضمون بیان فرمایا ہے وہی سورہ بنی اسرائیل کی ان آیات میں بھی بیان فرمایا ہے، البتہ بعض الفاظ مشکل ہیں اور بعض فقرے قابلِ تشریح ہیں جن کا ہم سطورِ ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

Marfat.com

مشکل الفاظ اور مغلق فقروں کی تشریح

آیت: ۶۲ میں ایک لفظ ہے لاحتنکن حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے میں ان پر ضرور غالب آجاؤں گا، مجاہد نے کہا اس کا معنی ہے میں ان پر ضرور حاوی رہوں گا، ابن زید نے کہا اس کا معنی ہے میں ان کو ضرور گمراہ کردوں گا، ان سب کے معنی متقارب ہیں، یعنی میں ان کو بہکا کر اور پھسلا کر جڑ سے اکھاڑ دوں گا، یا ملیامیٹ کردوں گا ایک قول یہ ہے میں جہاں چاہوں گا ان کو لے جاؤں گا اور ان کو اپنے پیچھے پیچھے چلاؤں گا۔

آیت: ۶۴ میں ایک لفظ ہے: استفزز اس کا معنی ہے ان کو ڈگمگا دے اور گرا دے اس کا اصل معنی ہے قطع کرنا، جب کپڑا کٹ جائے تو کہتے ہیں، تفزز الثوب اس کا معنی ہے ان کو حق سے منقطع کردے یہ امر تعجیز ہے یعنی تو کسی شخص کو گمراہ کرنے پر قادر نہیں ہوگا، اور کسی شخص پر تیرا تسلط اور اقتدار نہیں تو جو جی میں آئے کر۔

صوتہ: اپنی آواز کے ساتھ، ہر وہ شخص جو کسی کو اللہ کی معصیت کی طرف بلاتا ہے وہ شیطان کی آواز ہے، موسیقی، فحش گانے، ڈش، ٹی-وی، وی-سی-آر اور ریڈیو کے رنگا رنگ پروگرام یہ سب شیطان کی آوازیں ہیں البتہ قرآن مجید اور احادیث کا بیان، دینی معلوماتی پروگرام اور فقہی مسائل کا بیان اور ملکی اور بین الاقوامی خبریں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

واجلب علیھم بخیلک ورجلک: اجلب کا معنی ہے ہانکنے والے کا کھینچنا، خیل کے معنی ہیں سوار اور رجل کے معنی ہیں پیادے۔

اس کا معنی ہے تم اپنے مکرو فریب کے جس قدر حیلے بہانے استعمال کرسکتے ہو کرلو، حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ نے کہا جو سوار اور پیادہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں قتال کرے، وہ ابلیس کے سواروں اور پیادوں میں سے ہے، اور سعید بن جبیر اور مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جو سوار اور جو پیادہ اللہ کی معصیت میں سواری پر جائے یا پیدل جائے وہ ابلیس کا سوار اور اس کا پیادہ ہے، اور وہ مال جو حرام ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو اور ہر وہ بچہ جو طوائف سے پیدا ہو وہ شیطان کا ہے۔

وشارکھم فی الاموال والاولاد: لوگوں کے مال اور ان کی اولاد میں اپنے آپ کو شریک کرلے یعنی لوگوں کے اموال کو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کرادے، حسن نے کہا اس سے مراد وہ مال ہے جو لوگ ناجائز ذرائع سے حاصل کریں، اور حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد ہے کفار کا بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دینا (ان الفاظ کے معنی ہم المائدہ: ۱۰۳ میں بیان کرچکے ہیں) قتادہ نے کہا اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو وہ بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے، یہ اموال میں شرکت کی تفسیر ہے اور اولاد میں شرکت کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی نوعیت سے اولاد میں شیطان کا دخل ہو، مثلاً وہ اولاد الزنا ہو، حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے ان کا اولاد کو قتل کرنا، نیز ان سے روایت ہے اپنی اولاد کا نام عبدالحارث، عبدالعزیٰ، عبداللات اور عبدالشمس رکھنا، ایک قول یہ ہے کہ اپنی اولاد کو کفر میں ڈبو دینا، مثلاً ان کو یہودی اور نصرانی بنا دینا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز عاشر ص ۲۶۰-۲۵۷، ملخصاً وموضحاً، دارالفکر بیروت)

میں کہتا ہوں کہ شیطان کی لوگوں کے اموال میں شرکت کا معنی یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے سے لوگ چوری، ڈاکے، لوٹ مار اور بھتوں کے ذریعہ مال بنائیں، رشوت لیں، سرکاری مال خورد برد کریں، سرکاری دفاتر سے تنخواہیں لیں اور کام نہ کریں، بغیر صلاحیت کے اور بغیر میرٹ کے جعلی سندوں اور سفارش سے ملازمت حاصل کریں، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، اور اسمگلنگ کے ذریعہ مال کمائیں، شراب، ہیروئین، افیم اور چرس وغیرہ فروخت کریں، مضر صحت اشیاء بنائیں اور نقلی

Marfat.com

دوائیں فروخت کریں، دو نمبر مال بنائیں، جعلی کرنسی کا کاروبار کریں، سود لیں، ملکی اور قومی سودوں میں کمیشن کھائیں، ناقص میٹریل لگا کر بلڈنگیں، سڑکیں اور پل بنائیں، کسی بڑے منصوبے کے لیے غیر ممالک سے قرض لیں اور رقم کھا جائیں، قومی ضروریات کے لیے عوام سے پیسے لیں اور ہڑپ کر جائیں۔

اور اولاد میں شرکت کا یہ معنی ہے کہ لوگ شیطان کے ورغلانے سے اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہ دیں اور ان کو دینی اقدار نہ سکھائیں، ان کو مشنری اسکولوں میں پڑھائیں، جب بچے کی آنکھ کھلے تو اس کی نظر ڈش کے پروگراموں پر ہو، وہ اپنے گھر سے ہی تمباکو نوشی سیکھ لے اور باہر جا کر ہیروئین کا عادی ہو جائے اس کو نوجوانی میں ہی جوئے اور مار پیٹ کی لت پڑ جائے، مار دھاڑ اور ڈکیتی کی فلمیں دیکھ کر اور جنسی، ہیجان خیز فلمیں دیکھ کر اس کو بھی ان کاموں کا شوق چرائے اگر اس کے ماں باپ مر جائیں تو وہ اس قابل بھی نہ ہو کہ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکے، قرآن کی تلاوت کر کے ان کو ثواب پہنچا سکے، قبر پر جا کر ان کے لیے مغفرت کی دعا کر سکے کیونکہ یہ سب تو اس کو ماں باپ نے سکھایا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لیے کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو، بے شک وہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے ۝ (بنی اسرائیل: ۶۶)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر دلائل ذکر فرمائے ہیں اور اپنی قدرت، اپنی حکمت اور اپنی رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے سمندر کو تمہارے سفر کے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم سمندری سفر کے ذریعہ دور دراز علاقوں میں جا سکو اور ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں سے واقف ہوں اور ان کی تہذیب اور تمدن سے آگاہ ہوں اور ان کی ضروریات سے مطلع ہو کر وہاں سامان تجارت لے جائیں اور اس طرح ان کی روزی اور معاش کا بندوبست ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سمندر میں جب تم پر کوئی آفت آتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ سب گم ہو جاتے ہیں ماسوا اللہ کے، پھر وہ جب تم کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم (اس سے) اعراض کر لیتے ہو، اور انسان بہت ناشکرا ہے ۝ (بنی اسرائیل: ۶۷)

یعنی جب سمندری سفر میں تمہیں غرق ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے تو اس وقت تم نہ کسی بت سے فریاد کرتے ہو نہ سورج اور چاند سے بلکہ اس حال میں تم صرف اللہ سے فریاد کرتے ہو اور جب اس حالت میں اللہ تعالیٰ تمہیں سمندر میں غرق ہونے سے بچا لیتا ہے اور تم خشکی پر سلامتی سے پہنچ جاتے ہو تو پھر تم اخلاص کے ساتھ اللہ پر ایمان لانے سے اعراض کرتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے۔

اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الانعام: ۶۳ اور یونس: ۲۳ میں بیان کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی کسی جانب دھنسا دے یا تمہارے اوپر پتھر برسائے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ ۝ (بنی اسرائیل: ۶۸)

خسف اور خسوف کا معنی ہے ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہونا، کہا جاتا ہے عین من الماء خاسفة چشمہ کا پانی زمین میں دھنس رہا ہے، یعنی کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ خشکی میں آنے پر تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی اور تم کو خشکی کی کسی جانب زمین میں دھنسا نہیں دیا جائے گا، یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح اس پر قادر ہے کہ تم کو سمندر میں پانی کے اندر

Marfat.com

غرق کر دے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم کو زمین کے اندر دھنسا دے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ زمین کے نیچے سے تم کو عذاب میں مبتلا کرے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ زمین کے اوپر سے تم پر عذاب نازل کرے اور تیز ہوا کے ساتھ تم پر کنکریاں برسائے' اور پھر تم اپنا کوئی مدد گار بھی نہ پاسکو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ (سمندری سفر پر) بھیج دے' پھر تم پر تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تم کو غرق کر دے' پھر تم ہمارے خلاف کوئی چارہ جوئی کرنے والا نہ پاسکو○ (بنی اسرائیل: ۶۹)

جب ایک بار انسان کو اللہ تعالیٰ کسی مصیبت سے نجات دے دے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور دوبارہ ایسے برے کام نہ کرے جن کی وجہ سے اس پر وہ مصیبت آئی تھی اور اس بات سے بے خوف نہ ہو کہ اب دوبارہ اس پر وہ مصیبت نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اولاد آدم کو فضیلت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور ان کو طیب چیزوں سے رزق دیا' اور ان کو ہم نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے○ (بنی اسرائیل: ۷۰)

انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجوہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر متعدد وجوہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس فضیلت کی تمام وجوہ کا ادراک تو بہت مشکل ہے تاہم مفسرین نے بعض اہم وجوہ ذکر فرمائی ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے صرف انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا' واذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة (البقرة: ۳۰)

(۲) اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کے پہلے فرد کو فرشتوں سے زیادہ علم عطا فرمایا اور فرشتوں کو سجدہ کرایا (البقرہ: ۳۴-۳۱)

(۳) تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے لفظ کن سے پیدا کیا اور انسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَكَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ۔ (ص: ۷۵) فرمایا اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم البر والصلة: ۱۱۵ (۲۶۱۲) الرقم المسلسل: ۶۵۳۲)

(۵) اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوق میں سب سے اچھی ہیئت پر پیدا کیا ہے قرآن مجید میں ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ○ (التین: ۴) بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت اور ہیئت پر پیدا کیا ہے۔

(۶) ہر مخلوق کھاتے وقت اپنا سر جھکا کر کھاتی ہے اور اپنے منہ کو کھانے تک لے جاتی ہے اور انسان سر اٹھا کر کھاتا ہے اور کھانے کو اٹھا کر اپنے منہ تک لے جاتا ہے۔

(۷) انسان کو اللہ تعالیٰ نے بلند قامت بنایا ہے وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے جب کہ باقی مخلوق جھک کر چلتی ہے یا زمین پر رینگتی

Marfat.com

ہوئی چلتی ہے اور انسان سر اٹھا کر چلتا ہے۔

(۸) تمام مخلوق تین قسم کی قوتوں میں تقسیم ہے: (۱) قوت نشوونما (۲) قوت حواس اور قوت شہوانیہ (۳) قوت عقلیہ حکمیہ۔ نباتات یعنی درختوں، پودوں میں صرف قوت نشوونما ہے، حیوانوں میں صرف قوت حواس اور قوت شہوانیہ ہے اور فرشتوں میں صرف قوت عقلیہ حکمیہ ہے اور انسان میں اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں قوتیں جمع کر دیں، اس میں قوت نشوونما بھی ہے اور قوت حواس اور قوت عقلیہ حکمیہ بھی، لہٰذا انسان تمام مخلوق سے افضل ہے۔

(۹) جانوروں کے جسم میں اگر کوئی درد یا تکلیف ہو تو وہ کسی کو بتا نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ادراک اور اظہار کی قوت عطا کی ہے اس لیے وہ اپنا حال بھی بتا سکتا ہے اور دوسروں کا حال بھی بتا سکتا ہے۔

(۱۰) انسان کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت عطا کی ہے وہ علوم و معارف پر مشتمل کتابیں لکھ سکتا ہے اور لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھ بھی سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق: ۵-۱)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ۝ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ۝ آپ پڑھیے، آپ کا رب بہت کریم ہے ۝ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا ۝ جس نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا ۝

انسان کی یہ فضیلت فرشتوں کے علاوہ باقی مخلوقات کی بہ نسبت ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو عناصر اربعہ سے بنایا ہے اور یہ چاروں عناصر انسان کی خدمت کے لیے مسخر کر دیے ہیں، یہ چار عناصر مٹی، ہوا، پانی اور آگ ہیں، مٹی کو انسان کے لیے فرش بنایا: جعل لکم الارض فراشا (البقرہ: ۲۲) ہوا کو اس لیے بنایا کہ انسان اس سے سانس لے سکے اور انسان کی بوئی ہوئی اناج کی فصلوں میں دانوں کو بھوسے سے الگ کر سکے، اور سمندری سفر میں اس کی بادبانی کشتیوں کو چلانے میں اپنا رول ادا کر سکے اور ہوائیں اس معمورہ سے بدبوؤں کو اڑا کر لے جاتی ہیں۔ اور پانی اس لیے بنایا کہ وہ انسان کے پینے کے کام آئے اور اس کی زراعت اور کھیتی باڑی کے کام آئے اور سمندروں کو مسخر کیا ان سے ہم تازہ ترین مچھلی خوراک کے لیے حاصل کرتے ہیں اور ان سے قیمتی موتی حاصل کرتے ہیں اور کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ سمندری سفر کرتے ہیں، اور اب سمندر سے تیل بھی حاصل کیا جاتا ہے، اور آگ ہمارے کھانوں کو پکانے کے کام آتی ہے اور اسی نوع سے ایندھن کو دوسری قسمیں ہیں، تیل اور گیس وغیرہ جن سے موٹریں، ٹرینیں اور ہوائی جہاز چلائے جاتے ہیں اور اسی نوع سے سورج اور چاند ہیں جن سے ہم روشنی، حرارت اور دیگر توانائیاں حاصل کرتے ہیں اور ان عناصر اربعہ کے مرکبات ہیں مثلاً معدنیات، سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ غرض پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فوائد اور منافع کے لیے مسخر کر دیا ہے۔

(۱۲) تمام موجودات میں سب سے اشرف، سب سے اعلیٰ اور سب سے اکبر اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ سب سے اشرف اور اعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو، اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب انسان ہے، کیونکہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور دماغ میں اس پر ایمان ہے اور اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہیں، پس واجب ہوا کہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب انسان ہے اور اس کو یہ قرب اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان سے حاصل ہوا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ہم نے انسان کو فضیلت دی۔

Marfat.com

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے انسان کی فضیلت کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں کو اس طرح مسخر کر دیا کہ انسان ان پر سواری کر سکے اور ان پر اپنا بوجھ لاد سکے اور سواریوں پر بیٹھ کر سفر کر سکے اور جہاد کر سکے اور کشتیوں اور بحری جہازوں پر بیٹھ کر تجارتی اور جنگی سفر کر سکے۔

(۱۴) نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کی فضیلت کی وجوہ میں فرمایا: اور ان کو طیب چیزوں سے رزق دیا، کیونکہ انسان کی خوراک اور غذا یا زمینی پیداوار سے حاصل ہوتی ہے یا حیوانوں کے گوشت سے اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دی ہیں۔

(۱۵) آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان کو بہت چیزوں پر فضیلت دی ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن پر انسان کو فضیلت نہیں دی اور وہ فرشتے ہیں، بلکہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔

امام عبدالرحمن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ انسان فرشتوں کے علاوہ تمام مخلوق سے افضل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ انسان تمام مخلوق سے افضل ہے اور عرب اکثر اور کثیر کو جمع کی جگہ استعمال کرتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝

کیا میں تم کو بتادوں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں ۝ وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں ۝ وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں، اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں ۝

(الشعراء: ۲۲۳-۲۲۱)

ظاہر ہے یہاں اکثر کا اطلاق جمع پر کیا گیا ہے یعنی تمام شیاطین جھوٹے ہیں، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی کثیر کا اطلاق تمام مخلوق پر ہے یعنی انسان کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اللہ عزوجل کے نزدیک ان فرشتوں سے زیادہ مکرم ہے جو اس کے نزدیک ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۴۷، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۲)

(زاد المسیر ج ۵ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابن آدم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں ہے، آپ سے پوچھا گیا فرشتے بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تو سورج اور چاند کی طرح مجبور ہیں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۴، ۱۵۳، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۲، حافظ ابن حجر نے کہا ہے یہ حدیثیں سنداً ضعیف ہیں۔ تخریج الکشاف رقم الحدیث: ۶۲۳)

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام رسل ملائکہ (یعنی حضرت جبرائیل، حضرت اسرافیل، اور حضرت عزرائیل اور حضرت میکائیل) سب سے افضل ہیں، اور رسل ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں اور عام انسان یعنی نیک مسلمان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور کفار اور فساق اور فجار سے عام فرشتے بھی افضل ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر عامۃ الملائکہ سے

Marfat.com

افضل ہیں۔

رسل ملائکہ کی عامۃ البشر پر فضیلت بالاجماع ہے بلکہ بالبداہت ہے اور رسل بشر کی رسل ملائکہ پر فضیلت اور عامۃ البشر کی عامۃ الملائکہ پر فضیلت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ تعظیم کریں' اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کو سجدہ کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا علم ادم الاسماء کلھا الایہ' اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی فرشتوں پر فضیلت اور علمی برتری ثابت کی ہے اور وہ علمی برتری کی وجہ سے تعظیم اور تکریم کے مستحق تھے۔

(۳) اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدم اور نوح اور آل ابراھیم کو اور آل عمران کو منتخب فرمالیا۔

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور ملائکہ بھی تمام جہانوں میں داخل ہیں لہٰذا ان پر بھی نبیوں کو فضیلت دی ہے۔

اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس مسئلہ میں ظنی دلائل کافی ہیں۔

(۴) انسان میں شہوت اور غضب کے عوارض اور موانع ہیں اور اس کی طبعی حاجات ہیں جو اس کو علمی اور عملی کمالات اور عبادت اور ریاضت سے مانع ہوتی ہیں اور فرشتوں کو نہ بھوک و پیاس ہے نہ شہوت اور غضب کے عوارض ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور عبادت سے انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہے تو ان کا موانع کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنا اتنا فضیلت کا موجب نہیں ہے جتنا انسان کا ان عوارض اور موانع کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنا باعث کمال ہے۔

معتزلہ کے نزدیک فرشتے' انبیاء سے افضل ہیں' ان کی دلیل یہ ہے قرآن مجید میں ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ (النجم: ۵) اسے شدید قوت والے فرشتہ نے تعلیم دی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ فرشتہ معلم تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم متعلم تھے اور معلم متعلم سے افضل ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتہ معلم نہیں ہے' معلم اللہ تعالیٰ ہے اور فرشتہ صرف مبلغ ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں جب فرشتوں اور انبیاء کا ذکر ہوتا ہے تو پہلے فرشتوں کا ذکر ہوتا ہے پھر انبیاء کا اور یہ فرشتوں کی نبیوں پر فضیلت کی دلیل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ذکر اس لیے ہے کہ وہ پہلے پیدا ہوئے تھے' افضلیت کی وجہ سے ان کا پہلے ذکر نہیں ہے۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۲۵-۱۲۷' مطبوعہ کراچی)

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ

جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، سو جن لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ

بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ

میں دیا جائے گا وہ اپنے اعمال ناموں کو پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ اور جو شخص

Marfat.com

كَانَ فِىْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَ

اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور (صحیح) راستے سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا ○ اور

اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا

قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دیتے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تاکہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور

غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ

بات ہم پر گھڑ دیں اور تب یہ لوگ ضرور آپ کو اپنا دوست بنالیتے ○ اور اگر (بالفرض) ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ

تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ

آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے ○ تو اس وقت ہم آپ کو دنیا کی زندگی میں دگنا مزہ چکھاتے اور دگنا مزہ

الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ

موت کے وقت، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ○ اور بے شک قریب تھا کہ وہ

مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تاکہ آپ کو اس سے باہر کر دیں، پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت کم عرصہ

قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

ٹھیر پاتے ○ آپ سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے تھے ان کے لیے بھی یہی دستور تھا، اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی

ع ۸ تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ

نہیں پائیں گے ○ آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں، اور فجر کی نماز میں

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ

قرآن پڑھیں، بے شک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ○ اور رات کے کچھ حصے میں

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

تہجد کی نماز پڑھیں، جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا ○

Marfat.com

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اور آپ کہیے اے میرے رب! تو مجھے جہاں بھی داخل کرے مجھے سچائی کے راستہ میں داخل کرنا اور تو مجھے جہاں سے بھی باہر لائے سچائی کے

وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ

راستہ سے باہر لانا اور میرے لیے اپنے پاس سے وہ غلبہ عطا فرما جو میرا مددگار ہو ○ اور آپ کہیے حق آگیا

وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ

اور باطل نابود ہوگیا اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والا ○ اور ہم قرآن میں

الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے، اور ظالموں کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ

اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ

زیادتی نہیں ہوتی ○ اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ بجائے شکر کے، منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے، اور

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ

جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے ○ آپ کہیے کہ ہر شخص اپنے طریقہ اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے، (تو اے

اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

مسلمانو!) تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ ہدایت والے طریقہ پر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، سو جن لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اپنے اعمال ناموں کو پڑھیں گے، اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ (بنی اسرائیل: ۷۱)

قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا، امام سے کیا مراد ہے؟

امام کا معنی ہے جس کی لوگ اقتداء کریں خواہ وہ لوگ ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر، پس نبی اپنی امت کا امام ہے اور خلیفہ اپنی رعیت کا امام ہے اور قرآن عظیم مسلمانوں کا امام ہے اور مسجد کا امام وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو نماز پڑھائے۔

اس آیت میں امام کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ امام سے مراد عام ہے خواہ وہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت۔

Marfat.com

(۲) عطیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس سے مراد ان کے اعمال ہیں۔
(۳) حضرت انس بن مالک نے کہا اس سے مراد ان کے نبی ہیں۔
(۴) عکرمہ نے کہا اس سے مراد ان کی کتاب ہے۔
پہلے قول کی بناء پر کہا جائے گا: اے موسیٰ کے متبعین! اے عیسیٰ کے متبعین! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متبعین اور کہا جائے گا اے گمراہوں کے متبعین! اور دوسرے قول کی بناپر کہا جائے گا: اے وہ لوگو! جنہوں نے فلاں فلاں کام کیے' اور تیسرے قول کی بناء پر کہا جائے گا: اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ' اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور چوتھے قول کی بناء پر کہا جائے گا: اے اہل التوراۃ' اے اہل الانجیل' اے اہل القرآن۔
(زاد المسیر ج ۵ ص ۶۵ - ۶۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)
(۵) اس سے مراد ہر شخص کا اعمال نامہ ہے' اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا جسم ساٹھ ہاتھ کا کر دیا جائے گا' اور اس کا چہرہ سفید کر دیا جائے گا' اور اس کے سر پر چمکتے ہوئے موتیوں کا تاج پہنایا جائے گا' وہ اپنے اصحاب کے پاس جائے گا وہ اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے' اے اللہ! ہم کو بھی ایسا کر دے! اور ہم کو اس میں برکت دے' حتیٰ کہ وہ شخص ان کے پاس پہنچ کر کہے گا' خوش خبری لو' تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا! اور رہا کافر تو اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا اور اس کا جسم حضرت آدم کی صورت کے مطابق ساٹھ ہاتھ کا کر دیا جائے گا' اور اس کو (ذلت کا) ایک تاج پہنایا جائے گا' اور اس کے اصحاب اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے' ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' اے اللہ اس کو ہمارے پاس نہ لانا جب وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے اے اللہ! اس کو ذلیل کر وہ کہے گا اللہ تم کو دور کر دے تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۴۹' مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۱۴۴' المستدرک ج ۲ ص ۲۴۲' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۵)
علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی نے مزید چند اقوال کا ذکر کیا ہے:
(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے ہر زمانہ کا امام مراد ہے' ہر شخص کو اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا' اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ' پس کہا جائے گا: آؤ اے ابراہیم کے متبعین' آؤ اے موسیٰ کے متبعین' آؤ اے عیسیٰ کے متبعین' آؤ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین' پس اہل حق اپنے اعمال نامے اپنے دائیں ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہوں گے اور کہا جائے گا: اے شیطان کے متبعین آؤ' اے گمراہوں کے متبعین' امام ہدایت اور امام ضلالت۔
(اس حدیث کا کتب معتمدہ میں کوئی نام نشان نہیں ہے۔)
(۷) ابو عبیدہ نے کہا امام سے مراد ائمہ مذاہب ہیں' لوگوں کو اس امام کے ساتھ پکارا جائے گا جس کے مذہب کی وہ دنیا میں پیروی کرتے تھے' کہا جائے گا: اے حنفی! اے شافعی' اے معتزلی' اے قدری' وغیرہ وغیرہ۔
(۸) ابو سہیل نے کہا یہ کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں' نمازی کہاں ہیں' دف بجانے والے کہاں ہیں' چغل خور کہاں ہیں۔

Marfat.com

(۹) حضرت ابو ہریرہ نے کہا اہل الصدقہ کو صدقہ کے باب سے پکارا جائے گا اور اہل جہاد کو باب جہاد سے۔

(۱۰) محمد بن کعب نے کہا امامھم کا معنی ہے بامھاتھم اور امام' ام کی جمع ہے' یعنی لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا اور اس کی تین حکمتیں ہیں (ا) حضرت عیسیٰ کی وجہ سے (ب) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شرف کو ظاہر کرنے کے لیے (ج) اولاد الزنا کو رسوائی سے بچانے کے لیے۔

یہ قول اس حدیث صریح کے خلاف ہے:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے تو اپنے اچھے نام رکھو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۸' امام ابو داؤد نے کہا یہ حدیث مرسل ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا اور ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا پھر کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۵)

یہ پوری بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۹۵ میں مذکور ہے۔

امام کی تفسیر میں صحیح محمل

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ان تمام اقوال میں ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ امام سے مراد ہے جس کی لوگ دنیا میں اقتداء کرتے تھے اور جس کی پیروی کرتے تھے کیونکہ عربی میں امام کا غالب استعمال اسی کے لیے ہوتا ہے جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے اور جو لفظ جس معنی میں زیادہ مشہور ہو کلام اللہ کی توجیہ اسی کے مطابق کرنی چاہیے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مصنف کے نزدیک امام کی وہی تفسیر صحیح ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے امام سے مراد اعمال نامہ ہے' جس کو ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے بیان کر دیا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد کسی قول کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور (صحیح) راستے سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا O (بنی اسرائیل: ۷۲)

کافروں کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونا

اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے جو شخص دنیا میں اس کی معرفت سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے اندھا رہے گا۔

(۲) حسن نے کہا جو شخص دنیا میں اپنے کفر سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا کیونکہ دنیا میں اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے آخرت میں اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

(۳) جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات سے اندھا رہا تو آخرت کی نشانیاں جو اس سے غیب ہیں وہ ان سے زیادہ اندھا ہوگا۔

Marfat.com

(۴) ابن الانباری نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے دنیا میں اندھا رہا جن کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں کشتیوں کو چلاتا ہے وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے زیادہ اندھا ہو گا۔

(۵) ابو بکر وراق نے کہا جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حجت میں اندھا رہا وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جنت سے اندھا رہے گا۔

(۶) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اللہ تعالیٰ نے ولقد کرمنا بنی آدم' الایہ میں اپنی جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انسان ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کے حق کی معرفت میں اندھا رہا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا تو وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے تقرب سے اندھا رہے گا۔

(۷) ابو علی فارسی نے کہا آخرت میں زیادہ اندھے ہونے کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں اس کے اندھے پن سے نکلنے کی ایک راہ تھی کہ وہ دلائل سے غور و فکر کر کے حق کو قبول کر لیتا اور آخرت میں اس کے اندھے پن سے نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۸) آخرت میں اندھے پن سے نہ نکلنے کا معنی یہ ہے کہ آخرت میں ثواب کے حصول اور عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

(۹) ابن الانباری نے کہا آخرت میں اس کا اندھا پن اس لیے زیادہ ہو گا کہ دنیا میں اس کی گمراہی دن بہ دن بڑھتی گئی اور آخرت میں وہ ان تمام گمراہیوں کا مجموعہ اور مجسمہ ہو گا۔

(۱۰) جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اندھا رہا وہ آخرت میں جنت کے راستے سے اندھا رہے گا۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۶۶-۶۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

(۱۱) جو شخص دنیا میں بصیرت سے اندھا ہو گا وہ آخرت میں بصارت سے اندھا ہو گا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۶-۱۲۴)

جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا ○ فرمایا اسی طرح ہونا چاہیے تھا' تیرے پاس میری آیات آئیں تھیں تو نے ان کو بھلا دیا سو اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیا جائے گا ○

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۷)

ہم قیامت کے دن ان کو منہ کے بل اٹھائیں گے وہ اس وقت اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے' ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے' جب بھی وہ آگ بجھنے لگے گی ہم اس کو بھڑکا دیں گے ○

سو آخرت میں کافروں کا اندھا ہونا ان کی سزا میں بطور زیادتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دیتے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تاکہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور بات ہم پر گھڑ دیں اور تب یہ لوگ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے ○ اور اگر (بالفرض) ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے ○ تو اس وقت ہم آپ کو دنیا

Marfat.com

کی زندگی میں دگنا مزہ چکھاتے اور دگنا مزہ موت کے وقت، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے O

(بنی اسرائیل: ۷۵-۷۳)

کفار کی فرمائشوں کے متعلق اقوال

ان آیات کے شان نزول میں حسب ذیل روایات ہیں:

(۱) عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: ہمیں ایک سال تک لات کی عبادت کرنے دیں اور ہماری وادی کو بھی اسی طرح حرم بنا دیں جس طرح مکہ حرم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو انہوں نے اپنے سوال پر بہت اصرار کیا اور کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ عرب والوں کو ہماری فضیلت کا علم ہو جائے، اگر آپ کو یہ خطرہ ہو کہ عرب کہیں گے کہ آپ نے ان کو وہ چیز دے دی جو ہمیں نہیں دی، تو آپ یہ کہیں کہ مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور ان کے دلوں میں طمع آ گئی۔

(۲) عطیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیں، پھر ہم اسلام لے آئیں گے اور اپنے بتوں کو توڑ دیں گے سو آپ کو انہیں مہلت دینے کا خیال آیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) قتادہ نے کہا ایک رات قریش نے خلوت میں آپ سے ملاقات کی صبح تک آپ سے باتیں کرتے رہے اور آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے رہے، قریب تھا کہ آپ بعض چیزوں میں ان کی موافقت کر لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔

(۴) زجاج نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان غلاموں اور پس ماندہ طبقوں کے لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے، ان سے بھیڑ بکریوں کی بو آتی ہے، تاکہ ہم آپ کے پاس بیٹھ سکیں اور آپ کی باتیں سن سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ ان کی بات مان لی جائے ہو سکتا ہے اس سے یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۶۸-۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم رکھنے کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر (بالفرض) ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اس موقع کی ہے جب آپ نے ان کی باتوں کے جواب میں سکوت فرمایا، اور اللہ تعالیٰ آپ کی نیت کو خوب جاننے والا ہے۔

ابن الانباری نے کہا ظاہر میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور باطن میں مشرکین کا فعل ہے اور اصل میں معنی اس طرح ہے کہ قریب تھا کہ وہ آپ کو اپنی طرف مائل کر لیتے، اور آپ کی طرف اپنی خواہشوں کو منسوب کر دیتے، جن کو آپ ناپسند کرتے تھے، اور جب التباس اور اشتباہ کا خطرہ نہ ہو تو فعل کو فاعل کے غیر کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے لگتا ہے آج تو اپنے آپ کو قتل کر دے گا، اور اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے، لگتا ہے آج تو ایسا کام کرے گا جس کی وجہ سے تیرا دشمن تجھے قتل کر دے گا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۶۸، مطبوعہ بیروت)

القشیری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی موافقت کرنے کا بالکل خیال نہ تھا، اور اس آیت کا معنی یہ ہے

Marfat.com

کہ اگر بالفرض آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو آپ ان کی موافقت کی طرف میلان کر لیتے، لیکن اللہ کا فضل آپ کے شامل حال رہا اور آپ نے ایسا بالکل نہیں کیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں لیکن اس آیت میں امت کے لیے یہ تعریض ہے اور ان کو یہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص مشرکین کے احکام کی طرف ہرگز مائل نہ ہو، پس نسبت آپ کی طرف ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۶۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

آپ کو دگنا مزہ چکھانے کی توجیہات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس وقت ہم آپ کو دنیا کی زندگی میں دگنا مزہ چکھاتے اور دگنا مزہ موت کے وقت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں لیکن اس آیت میں تعریض ہے اور آپ کی امت کو ڈرایا گیا ہے تاکہ مومنین میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شرائع میں کسی مشرک کی طرف مائل نہ ہو۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال آپ کفار کی خواہشوں کو مان لیتے اور ان کی طرف مائل ہونے کا ارادہ کر لیتے اور اس اقدام کی وجہ سے آپ اس عذاب سے دگنے عذاب کے مستحق ہوتے جو کسی مشرک کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں دیا جاتا ہے' اور اس عذاب کو دگنا کرنے کا سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے تو ان کے گناہ بھی بہت بڑے ہوں گے' اور ان گناہوں کی سزا بھی بہت بڑی ہوگی۔ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ	اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی' اسے دہرا دہرا عذاب دیا جائے گا۔

(الاحزاب: ۳۰)

منکرین عصمتِ انبیاء کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ان آیتوں کی وجہ سے منکرین عصمت انبیاء علیہم السلام نے متعدد اعتراضات کیے ہیں ہم ان کے اعتراضات کو مع جوابات کے پیش کر رہے ہیں:

(۱) آیت: ۷۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے قریب تھے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ میں مبتلا ہونے کے قریب تھے، عصمت کے خلاف تب ہوتا جب آپ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے۔

(۲) آیت: ۷۴ کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم نہ رکھتا اور آپ کی حفاظت نہ کرتا تو آپ مشرکین کے دین اور مذہب کی طرف مائل ہو جاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں لولا کا معنی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز کی نفی کی بناء پر دوسری چیز کا ثبوت ہو، جیسے اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، عمر ہلاک نہیں ہوئے اس لیے کہ علی موجود تھے' اسی طرح اس آیت میں ہے اگر اللہ آپ کو ثابت قدم نہ رکھتا تو آپ ان کی طرف کچھ مائل ہو جاتے اور چونکہ اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اس لیے آپ ان کی طرف کچھ بھی مائل نہیں ہوئے۔

Marfat.com

(۳) آیت:۷۵ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑے عذاب کی وعید سنائی ہے' اور اگر پہلے کوئی جرم نہ ہو تو عذاب کی وعید سنانا' مناسب نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت سے ڈرانا اور دھمکانا معصیت کے اقدام کو مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ حسب ذیل آیات میں ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (الحاقہ: ۴۶-۴۴)

اور اگر (بفرض محال) یہ ہم پر کوئی بات گھڑ لیتے ۝ تو ہم یقیناً ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے ۝ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ۝

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر: ۶۵)

اگر (بفرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (الاحزاب: ۴۸)

اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔

اللہ کی مدد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان آزمائشوں میں کامیابی

ان آیتوں میں ان مصائب اور آزمائشوں کی طرف اشارہ ہے جو کئی برسوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آ رہے تھے، مشرکین مکہ سرتوڑ کوشش کر رہے تھے کہ آپ کو دین اسلام کی دعوت سے باز رکھیں اور کسی نہ کسی طرح آپ کے استقلال اور عزم و ہمت میں کچھ لچک اور نرمی پیدا کریں' اور اگر آپ بالکل ان کے ہم نوا نہ ہوں تو کم از کم اتنا ہو جائے کہ آپ ان کے باطل خداؤں کی مذمت نہ کریں' اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے' آپ کو سیم و زر کے لالچ بھی دیے، عرب کی خوبصورت دوشیزاؤں کی پیش کش بھی کی، دھمکیاں بھی دیں، معاشی دباؤ بھی ڈالا' تین سال تک شعب ابو طالب میں محصور کر دیا اور باہر سے غلہ پہنچنے پر پابندی لگا دی' آپ اور آپ کے اصحاب پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی اور آپ کے ساتھ وہ سب کچھ کر ڈالا جو آپ کے عزم اور حوصلہ کو پست کرنے کے لیے کیا جا سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام امتحانوں میں آپ کو کامیاب اور سرخرو رکھا مشرکین طرح طرح کی ترغیبات سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ صرف اپنی ذاتی طاقت کے بل بوتے پر باطل کی قوتوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا' جب تک اللہ کی مدد اور اس کی توفیق شامل حال نہ ہو انسان کسی امتحان اور کسی آزمائش میں کامیاب نہیں ہو سکتا' یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پختہ حوصلہ اور عزم و استقلال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باطل کے ان تمام طوفانوں کے سامنے حق و صداقت کے مسلک پر پہاڑ کی طرح جمے رہے اور کوئی بڑی سے بڑی آزمائش کا سیلاب بھی آپ کو اپنی جگہ سے سر مو ہٹا نہیں سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک قریب تھا کہ وہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں' تاکہ آپ کو اس سے باہر کر دیں' پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت کم عرصہ ٹھہر پاتے ۝ آپ سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے تھے' ان کے لیے بھی یہی دستور تھا اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ۝ (بنی اسرائیل: ۷۷-۷۶)

فتح مکہ سے قرآن مجید کی پیش گوئی کا پورا ہونا

آیت:۷۶ کی تفسیر میں دو قول ہیں قتادہ نے کہا یہ اہل مکہ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ

Marfat.com

کیا اور اگر وہ ایسا کرتے تو پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی، یعنی وہ بھی مکہ میں نہ رہ سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو نکالنے سے روک دیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم دیا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے جانے کے بعد یہ بہت کم عرصہ مکہ میں رہ سکے، حتیٰ کہ جنگ بدر میں کافی مشرکین مارے گئے اور کافی قید ہو گئے پھر آٹھ سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا پھر یہ بھی بہت کم عرصہ مکہ میں ٹھہر پاتے، شروع میں تو یہ صرف ایک دھمکی معلوم ہوتی تھی، مگر تقریباً نو سال کے عرصہ کے بعد یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صادق ہو گئی، اس سورت کے نازل ہونے کے ایک سال بعد ہی مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا اور اس کے آٹھ سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور پھر دو سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ جزیرہ عرب میں کوئی مشرک اور بت پرست نہیں رہے گا اور سرزمین حجاز مشرکین کے وجود سے پاک کر دی گئی اور اب تک حرم کی حدود میں کوئی مشرک داخل نہیں ہو سکتا، مشرکین نے مکہ مکرمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گوارہ نہ کیا تھا لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد آپ اور آپ کے پیروکار مکہ معظمہ پر قابض ہو گئے اور مشرکین کو قیامت تک کے لیے مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا اور یوں قرآن مجید کی یہ پیش گوئی نہایت آب و تاب سے پوری ہو گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے موافق ہونا

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، تو یہود نے آپ سے حسد کیا اور انہیں آپ کا قرب ناگوار ہوا، انہوں نے آپ سے کہا اے: ابو القاسم! انبیاء علیہم السلام تو صرف شام میں بھیجے گئے تھے اور وہی مقدس سرزمین ہے اور وہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسکن ہے، اگر آپ شام چلے گئے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی پیروی کریں گے، اور ہمیں معلوم ہے کہ ملک شام جانے سے آپ کو صرف رومیوں کا خوف مانع ہے، اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی رومیوں سے حفاظت کرے گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چند میل دور تک روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے اور آپ کے اصحاب بھی وہاں جمع ہو گئے اور لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے شام کی طرف جانے کا عزم کر لیا ہے کیونکہ آپ اس پر حریص تھے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ واپس مدینہ لوٹ آئے۔

پہلے قول کی تقدیر پر یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور دوسرے قول کی تقدیر پر یہ آیت مدنی ہے اور پہلا قول راجح ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ اس آیت کے مکی ہونے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: اور بے شک قریب تھا کہ وہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال باہر کر دیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے اور ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکال دیا تھا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ○ (محمد: ۱۳)

کتنی ہی ان بستیوں کو جو آپ کی اس بستی سے زیادہ طاقت ور تھیں جس نے آپ کو نکال باہر کیا تھا، ہم نے ان بستی والوں کو ہلاک کر دیا، اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

Marfat.com

سورہ بنی اسرائیل کی زیر تفسیر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین آپ کو مکہ سے نہیں نکال سکتے تھے' اور سورہ محمد کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا تھا اور یہ واضح تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے نکالنے کی وجہ سے مکہ سے نہیں نکلے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا آپ اس حکم کی تعمیل میں مکہ سے باہر آئے' اور سورہ محمد میں جو فرمایا ہے اس بستی نے یا اس بستی والوں نے آپ کو نکال دیا یہ اسناد ظاہری اور صوری اعتبار سے ہے' کیونکہ بظاہر مکہ کے مشرکین نے آپ کو نکالا تھا اور حقیقتاً آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ سے باہر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہی سنت رہی ہے کہ نبی کے وطن میں اس کے مخالفین اس کو وطن سے ہجرت پر مجبور کر دیتے ہیں' پھر کچھ عرصہ بعد نبی فاتحانہ شان سے وطن لوٹتا ہے اور اس کے مخالفین کو شکست فاش ہو جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر مصر واپس آئے اور آپ کے دشمن فرعون اور قبطیوں کو شکست فاش ہوئی' اسی طرح آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ ہجرت کی اور پھر فاتحانہ شان سے مکہ واپس آئے اور قیامت تک کے لیے مشرکین کا مکہ میں ٹھہرنا ممنوع ہو گیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ جس قوم نے اپنے نبیوں کو قتل یا جلاوطن کیا' پھر وہ قوم اپنے وطن میں زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکی' پھر یا تو وہ عذاب الٰہی میں ہلاک کر دی گئی جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم' یا اس کی دشمن قوم کو اس پر مسلط کر دیا گیا جیسے بنی اسرائیل یا اس قوم کو خود اس نبی یا اس کے پیروکاروں نے مغلوب کر دیا جیسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو مغلوب کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور فجر کی نماز قائم کریں' بے شک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں O اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں' جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے' عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا O (بنی اسرائیل: ۷۹-۷۸)

دلوک کا معنی

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ دلوک کا معنی ہے سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا' دلوک کا لفظ دلک سے بنا ہے اس کا معنی ہے ہتھیلیوں کو ملنا' جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو لوگ ہتھیلیوں کو ماتھے پر رکھ کر سورج کی طرف دیکھتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۲۹-۲۲۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

ابو عبیدہ نے کہا آفتاب کے نصف النہار سے زوال سے لے کر غروب کی طرف میلان تک کو دلوک کہتے ہیں' زجاج نے کہا نصف النہار سے میلان بھی دلوک ہے' اور غروب کی طرف میلان بھی دلوک ہے' الازہری نے کہا کلام عرب میں دلوک کا معنی زوال ہے' اسی لیے جب سورج نصف النہار سے زائل ہو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں اور جب وہ افق سے زائل ہونے لگے اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۷۲-۷۱)

پانچ نمازوں کی فرضیت

دلوک کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں' حضرت ابن مسعود نے کہا اس سے مراد غروب آفتاب ہے' حضرت ابن عباس کا ایک قول بھی اسی طرح ہے' فراء اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے' مگر اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دلوک سے مراد سورج کا نصف النہار سے زائل ہونا ہے' یہ حضرت ابن عمر' حضرت ابو برزہ' حضرت ابو ہریرہ اور حسن' شعبی' سعید بن جبیر' ابو العالیہ' مجاہد' عطاء' عبید بن عمیر' قتادہ' ضحاک' مقاتل اور الازہری کا قول

Marfat.com

ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے منتخب کردہ اصحاب کی دعوت کی پھر سورج کے نصف النہار سے زوال کے وقت وہ باہر آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر آئے اور فرمایا اے ابوبکر باہر آؤ اور وہ دلوک شمس کا وقت تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام دلوک شمس کے وقت آئے، جب سورج نصف النہار سے زائل ہو چکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: اقم الصلوۃ لدلوک الشمس۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۷۱۔۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور ابھی پیلانہ پڑا ہو، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء کو اس وقت تک موخر کرو جب تک کہ تم کو نیند نہ آئی ہو۔ اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

الازہری نے کہا جب دلوک شمس سے مراد زوال شمس سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت ہو گا تو اس میں ظہر اور عصر داخل ہو گی، اس کے بعد فرمایا رات کے اندھیرے تک اس میں مغرب اور عشاء داخل ہیں پھر فرمایا وقرآن الفجر اس میں فجر کی نماز آ گئی، اس طرح یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہو گئی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۷۲)

اوقات نماز کے متعلق احادیث اور مذاہب

غسق اللیل کا معنی ہے رات کی سیاہی اور اس کا اندھیرا اور جب رات کی سیاہی اور اندھیرا چھا جائے تو پھر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اب ہم ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے مستحب اوقات احادیث کی روشنی میں ذکر کر رہے ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا یہی نظریہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بیت اللہ کے پاس جبریل نے دو دن نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زوال کا سایہ تسمہ کے برابر تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا، پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا اور جب روزہ دار روزہ افطار کر لیتا ہے، پھر آپ نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو جاتی ہے (غروب آفتاب کے بعد کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں) پھر صبح کی نماز اس وقت پڑھی جب فجر روشن ہو گئی اور جب روزہ دار کے لیے سحری کا وقت

Marfat.com

ختم ہو جاتا ہے' اور آپ نے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی اور دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا' پھر مغرب اپنے اول وقت میں پڑھی اور عشاء اس وقت پڑھی جب تہائی رات گزر گئی اور دوسرے دن صبح اس وقت پڑھی جب سفیدی پھیل گئی' پھر جبریل نے میری طرف التفات کر کے کہا یا محمد! یہ آپ سے پہلے نبیوں کی نمازوں کا وقت ہے اور نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۴۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۲۰۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۲۷۵۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۷۵۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۹۳' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۶۵' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۴۸)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ امامت جبریل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ لیکن اس میں ایک مثل سائے کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی' ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں' اور بخاری اور مسلم کی روایت ان کی روایت پر مقدم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت الظھر مالم یحضر العصر ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔ (صحیح مسلم باب اوقات الصلوۃ الخمس:۱۷۲' ۱۳۶۰)

نیز قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ (النساء: ۱۰۳)

بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔

یعنی ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے اور ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی سو یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو' اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا' اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۴۰۱' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۵۸' مسند احمد رقم الحدیث:۷۲۴۵)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی' اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے' ثانیاً اس وجہ سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

Marfat.com

دوسری حدیث یہ ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۲(۶۱۲)۱۳۶۰)
اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔
اور تیسری حدیث یہ ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پہلی امتوں کی بہ نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا، پھر تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے، تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا: اے اللہ! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے زیادہ عطا کروں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۴۵۰۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۶۵)
اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کے کام کے وقت کی بہ نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہو، تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہو گا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہو جائے گا۔
عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہو گا۔
اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہو گا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا پھیل جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر دکھائی دیتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے، اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشاء کا وقت ہوتا ہے۔
عشاء کے وقت کی ابتداء اسی اختلاف پر مبنی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشاء کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے، اور عشاء کا مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور عشاء پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔
فجر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے اور سحری کھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور

Marfat.com

طلوع آفتاب تک فجر کی نماز کا وقت رہتا ہے‘ جبریل نے دوسرے دن آپ کو اس وقت نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے‘ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴‘ مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۰۹‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۳۲۱‘ مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵‘ سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۲۲۰‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۷۲‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۴۸۹‘ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۲۸۵)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ فجر کی نماز پڑھیں بے شک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں‘ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں‘ پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں‘ اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اللہ کو ان کا خوب علم ہوتا ہے‘ فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا‘ فرشتے کہتے ہیں ہم ان کو نماز پڑھتا ہوا چھوڑ کر آئے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۷-۴۸۶‘ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۰)

تہجد کا معنی

آیت: ۷۹ میں فرمایا ہے اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں۔

ابن قتیبہ نے کہا تہجدت کا معنی ہے میں بیدار ہوا‘ ھجد کا معنی ہے سونا اور باب تفعل کا خاصہ ہے سلب ماخذ اس لیے تہجد کا معنی ہے نیند کو زائل کرنا‘ اگر انسان رات کو جاگ رہا ہو اور پھر نماز پڑھے تو یہ تہجد نہیں ہو گی‘ نیند سے اٹھ کر نماز پڑھے تو تہجد ہو گی‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں‘ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انسان ساری رات جاگ کر نفل پڑھتا رہے تو وہ تہجد نہیں ہے‘ تہجد کی نماز تب ہو گی جب وہ عشاء پڑھ کر سو جائے‘ پھر تہجد کے لیے بیدار ہو اور نماز پڑھے۔

تہجد کی رکعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ شمول وتر تہجد کی مختلف رکعات مروی ہیں‘ امام بخاری نے حضرت عائشہ سے سات اور نو رکعات کو روایت کیا ہے‘ خالد بن زید نے گیارہ رکعات کو بیان کیا ہے‘ اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے تہجد کی تیرہ رکعات پڑھیں اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھیں‘ ان مختلف روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ نے اوائل عمر میں زیادہ رکعات پڑھیں‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو رات کو سات رکعات پڑھتے تھے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ امت کے لیے توسع اور آسانی ہو اور جو شخص اپنی قوت‘ حالت اور وقت کی گنجائش کے اعتبار سے ان رکعات میں سے جتنی رکعات پڑھے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پالے گا بہر حال آپ نے بشمول وتر تہجد کی کم سے کم سات رکعات پڑھی ہیں اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات پڑھیں ہیں۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں کے لیے تہجد نفل ہے لیکن نفل کی حیثیت میں فرق ہے

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خصوصاً آپ کے لیے نفل ہے۔
لغت میں نفل کا معنی ہے جو اصل پر زائد ہو' اور تہجد کے زائد ہونے کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ آپ پر جو نمازیں فرض تھیں یہ ان پر زائد ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض ہے اور آپ پر رات میں قیام کرنا فرض کر دیا گیا تھا۔

(۲) ابو امامہ' حسن اور مجاہد نے کہا: تہجد کی نماز فرض پر زائد ہے اور خود فرض نہیں ہے' اور یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نفل ہے' مجاہد نے کہا چونکہ آپ اپنی اگلی اور پچھلی زندگی میں مغفور ہیں تو جو چیز بھی آپ کے فرائض پر زائد ہو وہ آپ کے لیے نفل اور فضیلت ہے اور آپ کے غیر کے لیے گناہوں کا کفارہ ہے۔

بعض اہل علم نے کہا کہ تہجد کی نماز ابتداء میں آپ پر فرض تھی' پھر آپ کو اس کے ترک میں رخصت دی گئی اور تہجد کی نماز آپ کے لیے نفل ہو گئی' ابن الانباری نے اس میں دو قول ذکر کیے ہیں۔

(۱) مجاہد نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل پڑھتے تھے تو اس لیے نہیں پڑھتے تھے کہ نوافل سے آپ کی مغفرت ہو گی' کیونکہ آپ کی مغفرت کلی کا تو پہلے ہی اعلان ہو چکا ہے' جب کہ آپ کا غیر جب نفل پڑھتا ہے تو وہ یہ امید رکھتا ہے کہ ان نوافل سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نوافل حاجت سے زیادہ ہیں اور آپ کے غیر کے لیے نوافل اس کی حاجت کے مطابق ہیں' کیونکہ اس کو اپنے گناہوں کی مغفرت کی حاجت ہے اور وہ ان نوافل سے عذاب کے دور ہونے کی توقع رکھتا ہے۔

(۲) آپ کی امت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے لیے تہجد نفل ہے' اس آیت میں ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن اس خطاب میں آپ کی امت بھی داخل ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تہجد اس لیے نفل ہے کہ اس سے آپ کے درجات بلند ہوں اور اللہ کے ساتھ آپ کے قرب میں اضافہ ہو اور آپ جو استغفار فرماتے ہیں اس کا بھی یہی محمل ہے' اور امت کے لیے تہجد اس لیے نفل ہے کہ تہجد کے ذریعہ ان کے گناہ معاف ہوں۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۷۷-۷۶' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تہجد کی نماز خصوصیت سے آپ کے لیے زائد (نفل) ہے' اس کی توجیہ میں مجاہد نے خوبصورت بات کہی ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے' اس لیے آپ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ گناہوں کے مٹانے کے لیے نہیں ہوتیں (کیونکہ اول تو آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا کیونکہ آپ معصوم ہیں اور امت کی تبلیغ اور تشریع کے لیے اور اعمال میں ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے کے لیے آپ نے بعض اوقات جو بظاہر خلاف اولیٰ کام کیے اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی مغفرت فرما دی ہم نے ان کاموں کو بظاہر خلاف اولیٰ کہا ہے اس لیے کہ یہ کام حقیقت میں فرائض نبوت سے ہیں' مثلاً ایک موقع پر آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا یہ بظاہر خلاف اولیٰ ہے لیکن حقیقت میں فرائض نبوت سے ہے کیونکہ آپ کا مقصد یہ بتانا تھا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا بھی جائز ہے سو ان کاموں میں بھی آپ کو فرائض کا اجر ملے گا' ہمارے حق میں یہ خلاف اولیٰ ہیں اور آپ کے حق میں فرائض نبوت میں سے

Marfat.com

ہیں) تو امام رازی فرماتے ہیں آپ کا نوافل پڑھنا تکفیر ذنوب کے لیے نہیں ہے بلکہ درجات میں زیادتی اور کثرت ثواب کے لیے ہے' اس وجہ سے نوافل آپ کے حق میں زائد ہیں' اس کے برخلاف امت کے گناہ ہیں اور انہیں ان گناہوں کے کفارہ کی احتیاج ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور اس نوع کی دیگر عبادات صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نوافل اور زوائد ہیں اور آپ کے غیر کے حق میں نفل اور زائد نہیں ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تہجد خصوصاً آپ کے لیے نفل ہے۔ علامہ آلوسی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ' روح المعانی جز ۱۵ ص ۲۰۱) علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی لکھا ہے (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۵' فتح الباری ج ۳ ص ۳)

یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ پر تہجد فرض ہے

بعض علماء نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا کہ آپ پر باقی پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز زائد فرض ہے اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے یعنی باقی امت پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ تاویل دو وجہ سے بعید ہے اولاً اس لیے کہ فرض پر نفل کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور اگر یہ اطلاق مجازاً ہو تو بلا ضرورت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں' (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵) اور حدیث قدسی میں ہے: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) یہ (عدداً) پانچ نمازیں ہیں اور (اجراً) پچاس نمازیں ہیں اور میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳) ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہیں تو پانچ نمازوں پر ایک زائد نماز کیسے فرض ہو سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۷۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے پھر تہجد کی فرضیت پانچ نمازوں کی فرضیت سے منسوخ کر دی گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۴' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: پہلے رات کو قیام کرنا فرض تھا' اور جب پانچ نمازیں فرض ہو گئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی' جیسے زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ہر قسم کے صدقہ کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا اور ماہ رمضان کے روزوں نے ہر قسم کے روزوں کی فرضیت کو منسوخ کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۷۴-۴۰۷ میں کی ہے' وہاں بھی مطالعہ فرمائیں۔

مقام محمود کی تحقیق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

مقام محمود کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے گئے ہیں: (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا فرمانا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا فرمانا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کا اذن عطا فرمانا (۴) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھانا (یہ قول مخدوش ہے)۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۸۰-۲۷۶)

شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث

شفاعت کبریٰ سے مراد وہ شفاعت ہے جو سب سے پہلی شفاعت ہو گی کہ اللہ تعالیٰ محشر والوں کا حساب شروع کرے'

Marfat.com

اس دن اللہ تعالیٰ اس قدر جلال میں ہو گا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی جرأت نہیں کرے گا' سب خوف زدہ ہوں گے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اذن شفاعت دے گا یہی مقام محمود ہے کہ جو کام کوئی نہ کر سکے گا آپ قیامت کے دن وہ کام کریں گے اور تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے' ہر گروہ اپنے نبی کی پیروی کرے گا' وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت کیجئے' حتیٰ کہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی' یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۷۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ○ آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ○ آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جس میں' میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

(مسند احمد رقم الحدیث:۹۶۹۰' طبع دار الفکر' جامع البیان رقم الحدیث:۱۷۰۷۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج قریب آ جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا' وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے' پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے' پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے' پھر آپ جا کر جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۴۰' سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۸۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے' پھر وہ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجئے' وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں' لیکن تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں' لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے کلیم ہیں' پھر لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں' لیکن تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کی پسندیدہ روح اور اس کا کلمہ ہیں پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ' پھر وہ میرے پاس آئیں گے پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لیے ہوں' پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لیے اجازت دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا' اور اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت' میری امت' آپ سے کہا جائے گا آپ جائیے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو' پس میں جاؤں گا اور اسی

Marfat.com

طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور پھر اللہ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت! میری امت! پھر کہا جائے گا آپ جایئے اور جس کے دل میں ایک جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں سہ بارہ آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا، اے محمد اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت! میری امت! پس اللہ فرمائے گا آپ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ رائی کے درجہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا پس کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب مجھے اس شخص کے لیے اجازت دیجئے جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو پس وہ فرمائے گا میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۴۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲)

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام

نقاش نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین قسم کی شفاعت کریں گے: ایک شفاعت کبریٰ ہے، دوسری دخول جنت کے لیے شفاعت کریں گے اور تیسری گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور ابن عطیہ نے کہا مشہور صرف دو قسمیں ہیں شفاعت عامہ اور گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت اور یہ شفاعت دیگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ علماء بھی کریں گے۔

قاضی عیاض نے کہا قیامت کے دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پانچ قسم کی ہوگی: (۱) شفاعت عامہ (۲) ایک گروہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لیے شفاعت (۳) آپ کی امت میں سے جو لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے پھر ان کے لیے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ چاہے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۴) جو گنہگار دوزخ میں داخل ہو چکے تھے پھر وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور بعض نیک مسلمانوں کی شفاعت سے دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے (۵) اہل جنت کے درجات میں اضافہ کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی کہ اس دعوت کامل اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند درجہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۹)

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا

مقام محمود کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ کو قیامت کے دن حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا۔

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں، الحدیث۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۷۵، المستدرک ج ۲ ص ۳۵۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۶۴، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۷۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۶۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کو نکالا جانا

یہ مقام محمود کا تیسرا معنی ہے، اور اس کے متعلق ہم شفاعت کبریٰ کے زیر عنوان احادیث ذکر کر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا، اس کو امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کیا ہے: (جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۸۳) اس کی تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہٖ قائم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کیا، اور اسے ان کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا، اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو، اس کی توحید کو، اس کی قدرت اور اس کے کمال کو اور اس کے تمام افعال محکمہ کو پہچانا جائے، اور اس نے اپنے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس پر مستوی ہوا، بغیر اس کے کہ عرش اس کا مکان ہو یا وہ عرش کو مس کر رہا ہو، وہ عرش پر اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہوا اور تمام مخلوق میں کوئی چیز اس کے مماثل نہیں ہے، اور اس تقدیر پر برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر بٹھائے یا عرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عبدیت کی صفت سے نکل گئے اور ربوبیت کی صفت میں داخل ہو گئے، بلکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر شرف، عزت اور وجاہت کو ظاہر کرنا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۸۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ صرف مجاہد کا قول ہے، اس کے متعلق کوئی صحیح، حسن، یا ضعیف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے اور نہ اس کی تائید میں صحابہ اور تابعین سے کوئی اثر یا قول مروی ہے، امام ابن جریر اور علامہ قرطبی نے اس پر زور دیا ہے کہ اس کی مخالفت میں کوئی حدیث یا صحابہ اور تابعین کا کوئی قول نہیں ہے اور نہ یہ محال ہے لیکن صرف اتنی سی بات سے یہ قول ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیے اے میرے رب! تو مجھے جہاں بھی داخل کرے مجھے سچائی کے راستے میں داخل کرنا اور تو مجھے جہاں سے بھی باہر لائے سچائی کے راستے سے باہر لانا اور میرے لیے اپنے پاس سے وہ غلبہ عطا فرما جو میرا مددگار ہو○ (بنی اسرائیل: ۸۰)

مدخل صدق اور مخرج صدق کی تفسیر میں متعدد اقوال

اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا

Marfat.com

اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یعنی مجھے صدق کے ساتھ مدینہ میں داخل فرما اور صدق کے ساتھ مدینہ سے باہر لا۔
(۲) عوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ مجھے قبر میں سچائی کے ساتھ داخل فرما اور سچائی کے ساتھ قبر سے باہر لا۔
(۳) قتادہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ مجھے صدق کے ساتھ مکہ میں داخل فرما اور صدق کے ساتھ مکہ سے باہر لا، آپ مکہ سے مشرکین سے بے خوف ہو کر نکل آئے اور پھر فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔
(۴) مجھے زندگی کے تمام امور میں، سفر میں اور حضر میں جہاں بھی داخل فرما سچائی کے ساتھ داخل فرما اور جہاں سے بھی باہر لائے سچائی کے ساتھ باہر لا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والا○ (بنی اسرائیل: ۸۱)

جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کریں یا اس کی معصیت پر مبنی ہوں ان کو توڑنے کا وجوب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے گرد ۳۶۰ (تین سو ساٹھ) بت تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ وہ چھڑی ان بتوں پر مارتے ہوئے فرماتے: جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا○ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۸)

اس آیت میں مشرکین کے بتوں کو توڑنے اور دیگر بتوں کے توڑنے کی دلیل ہے، آج کل کی ثقافت میں مختلف جانوروں کے خوبصورت مجسمے بنا کر گھروں میں زینت اور ڈیکوریشن پیس کے طور پر رکھے جاتے ہیں یہ جائز نہیں اور ان مجسموں کو توڑنا واجب ہے، اسی طرح لہو و لعب کے وہ تمام آلات جو دین اور عبادت سے غافل کرنے والے ہوں اور ان میں نیکی اور خیر کا کوئی پہلو نہ ہو ان کو توڑنا واجب ہے، اسی طرح ٹی۔ وی اور وی۔ سی۔ آر پر اگر صرف فلمیں اور موسیقی کے پروگرام سنے اور دیکھے جائیں تو ان کا توڑنا بھی واجب ہے اور اگر ان کے ذریعہ صرف خبریں، دینی اور معلوماتی پروگرام دیکھے اور سنیں جائیں تو ان کو رکھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس زمانہ میں ایسا ہونا بہت مشکل ہے، ریڈیو اور آڈیو کیسٹ کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیوں کا گٹھا لانے کا حکم دوں، پھر نماز کے لیے اذان دینے کا حکم دوں، پھر ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر دیکھوں کہ کون لوگ نماز پڑھنے نہیں آئے تو میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ فرمایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کرنے کا سبب ہو اس کو ضائع کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے گھر کے صحن میں ایک پردہ لٹکایا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ دیا، پھر میں نے اس کے دو گدے بنا لیے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۷۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۱۵۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ہر اس چیز کو توڑ ڈالتے تھے جس میں

Marfat.com

تصویر بنی ہوئی ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۲)

ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو اس کو توڑ دینا واجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم میں ابن مریم نازل نہ ہو جائیں جو عدل اور انصاف سے حکم دیں گے، وہ صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال دیں گے کہ اس کو لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ ڈالیں گے اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مبنی ہو اس کو توڑنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو مومنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوتی ○ (بنی اسرائیل: ۸۲)

قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفاء ہونا

قرآن مجید روحانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے اور جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے۔

قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفا ہونا اس طور پر ہے کہ روحانی امراض یا تو عقائد فاسدہ ہیں یا اعمال فاسدہ ہیں، عقائد فاسدہ میں سے دہریت کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا نہ ہو، اور شرک کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کے بہت پیدا کرنے والے ہوں، اور بت پرستی کا عقیدہ ہے اور انکار نبوت کا عقیدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننے کا عقیدہ ہے یہ تمام عقائد خراب اور فاسد ہیں اور قرآن مجید میں ان کے خلاف قوی دلائل قائم کیے ہیں جس سے شرک اور بت پرستی کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، اسی طرح خراب اور فاسد اعمال ہیں مثلاً زنا کرنا، عمل قوم لوط کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، قرآن مجید نے ایسے تمام کاموں کی خرابی اور قباحت بیان کی، ان کاموں پر دنیا اور آخرت کا خسارہ بیان کیا اور ان کے مقابلہ میں نیک کاموں کی دنیا اور آخرت میں فضیلت بیان کی ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں میں غیر اخلاقی کاموں کی عادت اور ان سے محبت ہے، جیسے تکبر، حسد، حرص، بخل اور ظلم وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے ان اخلاقی عیوب کی برائی کو واضح کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں تواضع، لوگوں کی بھلائی چاہنا، قناعت، سخاوت اور عدل وغیرہ کی دنیا اور آخرت میں فضیلت بیان فرمائی ہے، اور اس طرح وعظ اور نصیحت فرمائی ہے اور دلوں میں اس طرح خوف خدا اٹھایا ہے جس سے دلوں پر جو معصیت کا زنگ چڑھا ہوا ہے وہ دھل کر صاف ہو جاتا ہے، اور گناہوں سے محبت جاتی رہتی ہے، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کے دل میں نورانیت ہے، اس کا معیار یہ ہے کہ جس انسان کے دل میں نیک کام کرنے کے خیال آئیں اور برے کاموں سے اس کا دل متنفر ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں نورانیت ہے اور اس کا دل اور دماغ صحت مند ہے اور بیمار نہیں ہے اور اس میں روحانی امراض نہیں ہیں۔

قرآن مجید کا جسمانی امراض کے لیے شفاء ہونا

جسمانی امراض کے لیے قرآن مجید کے شفا ہونے پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب عرب کے کسی قبیلہ میں گئے، اس قبیلہ کے لوگوں نے ان کی ضیافت نہیں کی، اسی دوران اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنک مار دیا، ان لوگوں

Marfat.com

نے ان صحابہ سے کہا کیا تم لوگوں میں سے کسی کے پاس دوا ہے یا کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے کہا تم لوگوں نے ہماری ضیافت نہیں کی تھی، ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک کہ تم اس کی اجرت نہیں دو گے، تو انہوں نے صحابہ کے لیے بکریوں کا ایک ریوڑ طے کیا، پھر (ایک صحابی نے) سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر اپنے تھوک کی چھینٹیں ڈالیں وہ تندرست ہو گیا، پھر وہ (طے شدہ) بکریاں لے کر آئے، صحابہ نے کہا ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں، انہوں نے آپ سے پوچھا تو آپ ہنسے اور فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ دم ہے ان بکریوں کو لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ دوسری روایت رقم الحدیث: ۵۷۳۷ میں یہ الفاظ ہیں: صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ کی اجرت لی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۵۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی اس مرض میں آپ اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے تھے، اور جب آپ زیادہ بیمار ہو گئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی، اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو، ابن شہاب نے کہا آپ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۵۱، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۸۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۰۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۶۳)

نشرہ اور مریضوں پر دم کرنے کا حکم

نشرہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھا جائے یا قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی جائے، پھر اس کو پانی سے دھو لیا جائے، پھر وہ دھوون مریض کو پلایا جائے یا مریض کے جسم پر لگایا جائے، سعید بن مسیب نے اس کو جائز کہا اور مجاہد اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت عائشہ معوذتین کو پانی پر پڑھتیں پھر مریض پر وہ پانی انڈیل دیتیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا یہ عمل شیطان سے ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۸)

حافظ ابن عبد البر نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر ایسی چیز کو پڑھ کر دم کیا جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہو اور اس میں غیر شرعی کلمات ہوں تو پھر وہ عمل شیطان سے ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا تم جو دم کرتے ہو وہ مجھ پر پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دم کرنے سے منع فرما دیا، پھر عمرو بن حزم کی آل کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے جس سے ہم بچھو کے ڈنک کا علاج کرتے تھے، اور اب آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے

Marfat.com

دم مجھ پر پیش کرو، پھر آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

تعویذ لٹکانے کا حکم

امام مالک نے کہا جب تعویذ لٹکانے سے یہ ارادہ نہ ہو کہ اس سے نظر نہیں لگے گی یا کوئی بیماری نہیں ہوگی تو تعویذ لٹکانا جائز ہے، کسی بھی تندرست آدمی کے گلے میں تعویذ لٹکانا جائز نہیں ہے، اور کسی مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ اس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوئے ہوں اور اس توقع پر تعویذ لٹکایا جائے کہ اس سے مصیبت ٹل جائے گی اور شفا حاصل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جاتا ہو تو وہ یہ کہے:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وسوء عقابہ ومن شر الشیاطین وان یحضرون۔

میں اللہ کے غضب اور اس کی بری سزا سے اور شیاطین کے شر سے اور ان کے حاضر ہونے سے، اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۸۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۸۶، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۸، کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۳۰۴)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گلے میں کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کیا جائے گا، (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۲) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ام ولد کے گلے میں ایک تعویذ لٹکا ہوا دیکھا تو سختی سے پکڑ کر اس کو کھینچا اور کاٹ دیا اور کہا ابن مسعود کی آل شرک سے مستغنی ہے اور کہا تعویذ، دم اور تولہ شرک ہیں (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۹) ان سے پوچھا تولہ کیا ہے انہوں نے کہا عورت کا اپنے خاوند کی محبت حاصل کرنے کے لیے دم کرانا، ان تمام کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسے دم اور تعویذ پر محمول ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے اور ان کا اعتقاد ہوتا تھا کہ یہ ان کو بچالیں گے اور بلا اور مصیبت کو ان سے دور کردیں گے، اور حضرت ابن مسعود نے اس تعویذ پر رد کیا ہے جس میں قرآن کریم کے الفاظ نہ ہوں اور وہ کاہنوں اور جادوگروں کے الفاظ سے ماخوذ ہوں، کیونکہ قرآن مجید سے شفا حاصل کرنا خواہ اس کو گلے میں لٹکایا جائے یا نہ لٹکایا جائے شرک نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جس نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کردیا جائے گا تو جس نے قرآن مجید کو اپنے گلے میں لٹکایا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور اس کو کسی اور کے سپرد نہیں کرے گا کیونکہ قرآن سے شفا حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے اور اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید کی آیات سے دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کے جواز میں ہم نے یونس: ۵۷ میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے

Marfat.com

ظالموں کے لیے قرآن مجید کا مزید گمراہی کا سبب ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوتی۔

چونکہ مرض کا زائل کرنا اس پر موقوف ہے کہ انسان صحت اور تندرستی کے اسباب کو حاصل کرے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے شفاء کا اور پھر رحمت کا ذکر فرمایا اور یہ بتایا کہ شفاء اور رحمت کا قوی سبب قرآن مجید ہے' پھر فرمایا کہ قرآن مجید صرف مومنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور کافروں اور ظالموں کے لیے قرآن مجید مزید گمراہی اور نقصان کا سبب ہے' کیونکہ جب مشرکین قرآن مجید سنتے ہیں تو ان کے غیظ و غضب اور کینہ اور حسد میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے ہیں اور شر اور فساد کی کارروائیاں کرتے ہیں' اور یوں ان کی گمراہی اور دین اور دنیا کے خسارہ میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے' اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے O (بنی اسرائیل: ۸۳)

انسان کا کمزور دل اور ناشکرا ہونا

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نوع انسان کے اکثر افراد کا یہ حال ہے کہ جب انہیں اپنا مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جاتے ہیں اور بغاوت اور سرکشی پر اتر آتے ہیں' اور جب اللہ تعالیٰ ان کی ناشکری کی وجہ سے ان سے وہ نعمت چھین لیتا ہے یا ان کے ظلم اور جرم کی پاداش میں ان پر کوئی مصیبت نازل کرتا ہے تو پھر وہ مایوس ہو جاتے ہیں جیسا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ O وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ O (الفجر: ۱۶-۱۵)

پس جب انسان کا اس کا رب امتحان لیتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا O اور جب اس کا رب اس کی آزمائش کرتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری اہانت کی۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا O اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا O وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا O (المعارج: ۲۱-۱۹)

انسان بہت کمزور دل بنایا گیا ہے O جب اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے O اور جب اسے راحت پہنچتی ہے تو وہ بخل کرنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ ہر شخص اپنے طریقہ اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے (تو اے مسلمانو!) تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ ہدایت والے طریقہ پر ہے O (بنی اسرائیل: ۸۴)

نیکوں اور بروں پر قرآن مجید کے مختلف آثار

الشاکلۃ کے معنی ہیں: طریقہ' مذہب' فطرت' مزاج' یعنی ہر شخص اپنی فطرت اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے' پس جن لوگوں کی روحیں نیک اور پاک ہیں ان پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان میں قرآن مجید کے تقاضوں پر عمل کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی سرشت اور رجحان تقویٰ اور طہارت پر ہوتی ہے' اور جن کی روحیں ناپاک اور مکدر ہوتی ہیں ان پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان میں گمراہی اور سرکشی کا اظہار ہوتا ہے' جیسے بارش اگر زرخیز زمین پر ہو تو اس میں سبزہ اور ہریالی اور

Marfat.com

زیادہ ہوتی ہے اور بنجر اور شور زمین پر ہو تو اس کی خرابی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

متقدمین کی پسندیدہ آیات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے پورا قرآن اول سے آخر تک پڑھا مجھے جو آیت سب سے زیادہ اچھی لگی اور جس پر سب سے زیادہ بخشش کی امید ہے وہ یہ آیت ہے کل یعمل علی شاکلتہ ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے' بندہ کا طریقہ ہے گناہ کرنا اور اللہ کا طریقہ ہے معاف کر دینا' حضرت عمر نے کہا میں نے پورا قرآن اول سے آخر تک پڑھا اور مجھے جو آیتیں اچھی لگیں اور جن سے مجھے مغفرت کی امید ہے وہ یہ آیتیں ہیں:

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (المومن: ۳-۱)

حم ۝ اس کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب ہے علم والا ہے ۝ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے' سخت عذاب والا ہے' بہت قدرت والا ہے' جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے بخشنے کو توبہ قبول فرمانے پر مقدم فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے پورا قرآن اول سے آخر تک پڑھا مجھے جو سب سے اچھی اور سب سے زیادہ امید والی آیت لگی وہ یہ ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الحجر: ۴۹)

میرے بندوں کو میرے متعلق بتایئے کہ بے شک میں بہت ہی بخشنے والا مہربان ہوں ۝

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سے اول سے آخر تک پورا قرآن پڑھا مجھے جو آیت سب سے اچھی اور امید افزا لگی وہ یہ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے' واقعی وہ بہت بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں میں نے سارا قرآن اول سے آخر تک پڑھا ہے مجھے جو آیت سب سے زیادہ امید افزا لگی وہ یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (الانعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا انہی کے لیے (عذاب سے) امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مصنف کی پسندیدہ آیت

میں نے کئی بار قرآن مجید اول سے آخر تک پڑھا مجھے جو آیت سب سے زیادہ اچھی لگی وہ یہ ہے:

Marfat.com

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ○
اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ اللہ شکر کی جزا دینے والا ہے اور بہت علم والا ہے۔ (النساء: ١٤٧)

اور سب سے زیادہ امید افزا یہ آیت ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○
اور بے شک آپ کا رب لوگوں کو ان کے ظلم کے باوجود (یا دوران ظلم) بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ (الرعد: ٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کے بعد معاف کرنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ توبہ کے ذکر کے بغیر گناہ معاف کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور میرے حسب حال سب سے زیادہ پسندیدہ یہ آیت ہے جس کو میں سب سے زیادہ پڑھتا ہوں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○
اے اللہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو سبحان ہے بے شک میں گنہگاروں میں سے ہوں۔ (الانبیاء: ٨٧)

اور اس تفسیر کے قارئین سے بھی کہوں گا کہ وہ اس آیت کو زیادہ سے زیادہ پڑھا کریں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ
اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو

مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ
محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ○ اور اگر (بالفرض) ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف

اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ
نازل کی ہے، پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے ○ ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے،

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ
بے شک آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے ○ آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن

وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ
مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا
خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں ○ ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ہر قسم کی

Marfat.com

الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا

مثالیں بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا (ہر چیز کا) انکار کر دیا ○ اور انہوں نے کہا

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ

ہم آپ پر ہر گز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں ○ یا آپ کے لیے

لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر آپ ان کے درمیان سے بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں ○

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

یا جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے

قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

(بے حجاب) لے آئیں ○ یا آپ کے لیے سونے کا کوئی گھر ہو، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ

چڑھنے پر (بھی) ہر گز ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں، آپ کہیے میرا رب پاک ہے

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع ۱۰/۹

میں تو صرف ایک بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۸۵)

روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

قرآن اور حدیث میں روح کا کئی بار ذکر آیا ہے، اور اس کا کئی معانی پر اطلاق کیا گیا ہے، اور اس کا غالب اطلاق اس چیز پر ہے جس کے ساتھ جسم قائم ہے اور جس کے سبب سے جسم میں حیات ہے، اس کے علاوہ اس کا اطلاق، قرآن، وحی، رحمت اور جبریل پر بھی کیا گیا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر انباری نے کہا روح اور نفس ایک ہی چیز ہے البتہ عربی زبان میں روح کا لفظ مذکر ہے اور نفس کا لفظ مونث ہے،

Marfat.com

فرا نے کہا روح وہ چیز ہے جس کے سبب سے انسان زندہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی روح کا علم نہیں دیا' اور ابوالہیثم نے کہا روح انسان کا سانس ہے اور جب سانس نکل جاتا ہے تو انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے' اور انسان کی آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔

(تاج العروس ج ۲ ص ۱۴۷' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک روح کا معنی معلوم ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ خون ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ جسم لطیف ہے اور ظاہری اعضاء کی طرح اس کے بھی اعضاء ہیں' اشعری نے کہا وہ سانس ہے جو آ رہا ہے اور جا رہا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ حیات ہے۔ (مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا روح خون ہے' اور اس کی تعریف میں ستر قول ذکر کیے گئے ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح اور نفس ایک ہی چیز ہیں یا نہیں! زیادہ صحیح یہ ہے کہ روح اور نفس متغایر ہیں' نفس انسانی وہ چیز ہے جس کی طرف ہم میں سے ہر شخص "میں" یا "ہم" سے اشارہ کرتا ہے' اور اکثر فلاسفہ نے روح اور نفس میں فرق نہیں کیا' انہوں نے کہا نفس لطیف بخاری جوہر ہے (اسٹیم اور بھاپ کی طرح ہے) جو حیات' حس اور حرکت ارادیہ کی قوت کا حامل ہے وہ اس کا نام روح حیوانی رکھتے ہیں اور یہ نفس ناطقہ اور بدن کے درمیان واسطہ ہے' امام غزالی نے کہا روح ایک جوہر حادث ہے جو بنفسہ قائم ہے غیر متحیز ہے (یعنی وہ جگہ نہیں گھیرتا) وہ جسم میں نہ داخل ہے نہ خارج ہے وہ جسم سے متصل ہے نہ منفصل ہے' ایک قول یہ ہے کہ روح جسم کی صورت کی طرح ایک لطیف صورت ہے اس کی دو آنکھیں' دو کان' دو ہاتھ اور دو پیر ہیں' اور جسم کے ہر عضو کے مقابلہ میں اس کا ایک لطیف عضو ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ انسان کے بدن میں ایک لطیف جسم ہے اور اس کا انسان کے جسم میں اس طرح حلول ہے جس طرح گلاب کے پانی کا گلاب میں حلول ہوتا ہے' حکماء اور علماء متقدمین اور متاخرین کا روح کی تعریف میں بہت اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲ ص ۲۰۱' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

روح انسانی ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کو علم اور ادراک ہوتا ہے اور وہ روح حیوانی پر سوار ہوتی ہے' وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے عقلیں اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں اور یہ روح کبھی بدن سے مجرد ہوتی ہے اور کبھی بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے۔ (التعریفات ص ۸۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

روح کی موت کی تحقیق

علامہ شمس الدین ابی عبداللہ بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

آیا روح پر موت آتی ہے یا نہیں اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا روح پر بھی موت آتی ہے اور وہ موت کا مزہ چکھتی ہے اور ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے' اور دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن: ۲۷-۲۶)

ہر وہ چیز جو زمین پر ہے' فنا ہونے والی ہے ۝ صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو بزرگی اور عزت والی ہے۔

Marfat.com

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۔ (القصص: ۸۸) اس کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔
اور جب ملائکہ پر بھی موت آئے گی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روح پر موت نہ آئے۔
محققین کا یہ کہنا ہے کہ ارواح پر موت نہیں آئے گی کیونکہ ارواح کو بقاء کے لیے پیدا کیا گیا ہے، موت صرف ابدان پر آئے گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ موت کے بعد جب روحوں کو دوبارہ ان کے اجسام میں لوٹا دیا جائے گا تو پھر ان کو جو عذاب یا ثواب ہو گا وہ دائمی ہو گا اور اگر روحوں پر موت آتی تو ان کا ثواب یا عذاب دائمی نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۷۰-۱۶۹)

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے○ وہ اللہ کے دیئے ہوئے فضل سے خوش ہیں اور ان لوگوں کے متعلق خوش ہو رہے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں ملے، اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

جب کہ قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل چکی ہیں اور ان کے جسموں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ روحوں کی موت یہ ہے کہ وہ جسموں سے نکل جائیں پس اگر روح کی موت سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے تو پھر صحیح ہے اور اگر روحوں کی موت سے یہ ارادہ کیا جائے کہ وہ معدوم ہو جائیں گی اور عدم محض ہو جائیں گی تو پھر یہ صحیح نہیں ہے۔ (الروح: ص ۳۴-۳۳، مطبوعہ دار الحدیث، مصر ۱۴۱۰ھ)

جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر

جسم پر موت آنے کے بعد روحیں کہاں رہتی ہیں اس میں بھی کافی اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: مومنین کی روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں ہوں گی خواہ وہ شہید ہوں یا نہ ہوں، بشرطیکہ کوئی گناہ کبیرہ یا قرض ان کو جنت میں جانے سے روک نہ لے۔

(۲) ایک جماعت نے کہا وہ جنت کے صحن میں دروازہ پر ہوں گی اور ان کے پاس جنت کی خوشبو اور اس کا رزق پہنچے گا۔

(۳) ایک جماعت نے کہا وہ اپنی قبروں کے صحنوں میں ہوں گی۔

(۴) امام مالک نے کہا کہ روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہے چلی جائے۔

(۵) ایک روایت کے مطابق امام احمد نے کہا کفار کی روحیں دوزخ میں ہوں گی اور مومنین کی روحیں جنت میں ہوں گی۔

(۶) کعب نے کہا مومنین کی ارواح علیین میں ساتویں آسمان میں ہوں گی اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوں گی۔

(۷) ایک جماعت نے کہا مومنین کی روحیں حضرت آدم کی دائیں طرف ہوں گی اور کافروں کی روحیں حضرت آدم کے بائیں طرف ہوں گی۔

Marfat.com

(۸) ابن حزم نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۔ (الواقعہ: ۸۹-۸۸)

پس اگر مرنے والا مقربین میں سے ہو○ تو اس کو راحت، غذائیں اور نعمت والی جنت ملے گی۔

پس تمام روحیں جنت میں رہیں گی، حتیٰ کہ ان تمام روحوں کو ان کے جسموں میں پھونک دیا جائے، پھر یہ روحیں برزخ کی طرف لوٹ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو دوسری بار جسموں میں لوٹائے گا اور یہ دوسری زندگی ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق کا حساب لے گا ایک فریق ہمیشہ کے لیے جنت میں جائے گا اور دوسرا فریق ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا۔

(الروح ص ۸۸-۸۷، مطبوعہ دار الحدیث مصر ۱۴۱۰ھ)

روح کا حادث اور مخلوق ہونا

اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ روح قدیم ہے یا حادث اور مخلوق ہے، بعض علماء نے کہا روح قدیم ہے کیونکہ روح، اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور اللہ کا امر قدیم ہے اور مخلوق نہیں ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم، قدرت، سمع اور بصر کی اپنی طرف اضافت کی ہے اسی طرح روح کی بھی اپنی طرف اضافت کی ہے لہٰذا جس طرح یہ صفات قدیم ہیں اسی طرح روح بھی قدیم ہے۔

صحیح یہ ہے کہ روح حادث اور مخلوق ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ خالق کل شیء (الانعام: ۱۰۲) ”اللہ ہر چیز کا خالق ہے“ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور روح بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ماسوا ہے اس لیے وہ بھی مخلوق ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے فرمایا:

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۔ (مریم: ۹)

میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں جب کہ آپ کچھ نہ تھے۔

یہ حضرت زکریا علیہ السلام کی روح اور بدن دونوں سے فرمایا ہے، کیونکہ فقط بدن میں فہم اور عقل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا کی روح پہلے موجود نہیں تھی۔

(۳) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۹۶)

اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

(۴) هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○ (الدھر: ۱)

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت گزر چکا ہے، جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

اگر انسان کی روح قدیم ہوتی تو وہ یقیناً پہلے ایک قابل ذکر چیز ہوتا۔

(۵) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کو موت نہیں آئی ان روحوں کو نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک وقت مقررہ تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں روح کا حادث اور مخلوق ہونا بالکل واضح ہے۔ (الروح ص: ۱۴۲-۱۴۰، ملخصاً، مطبوعہ دار الحدیث مصر، ۱۴۱۰ھ)

نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ ہیں، اس میں تحقیق یہ ہے کہ نفس کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے یعنی روح اور بدن کے مجموعہ پر اور صرف روح پر بھی ہوتا ہے، روح اور بدن کے مجموعہ پر اطلاق کی یہ مثالیں ہیں:

وَجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ۔ (التوبہ: ۴۱)
اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو، یعنی روح اور بدن کے مجموعوں کے ساتھ۔

فَتُوبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (البقرہ: ۵۴)
اپنے خالق کو طرف توبہ کرو اور اپنے آپ کو خود قتل کرو (یعنی روح اور بدن کے مجموعہ کو)۔

اور نفس کے روح پر اطلاق کی یہ مثالیں ہیں:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ (الانعام: ۹۳)
اور اگر آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی روحوں کو نکالو، آج تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر: ۲۸-۲۷)
اے مطمئن روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النّٰزعٰت: ۴۰)
اور جس نے روح کو خواہش سے روکا۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ۔ (یوسف: ۵۳)
بے شک روح تو برائی پر ہی ابھارنے والی ہے۔

نفس کا اطلاق تو صرف روح اور روح اور بدن کے مجموعہ پر ہوتا ہے، لیکن روح کا اطلاق نہ صرف بدن پر ہوتا ہے اور نہ نفس اور بدن کے مجموعہ پر۔ (الروح ص ۲۰۹-۲۰۸، مطبوعہ دار الحدیث، مصر ۱۴۱۰ھ)

نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ کی تعریفات

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

نفس امّارہ وہ روح ہے جو طبیعت بدنی کی طرف مائل ہوتی ہے اور لذتوں اور شہوات حسیہ کا حکم دیتی ہے اور دل کو سفلی جانب کی طرف کھینچتی ہے یہ تمام برائیوں کا ماویٰ اور اخلاق مذمومہ کا منبع ہے۔

نفس لوّامہ وہ روح ہے کہ جب اس کی جبلت ظلمانی کی وجہ سے کوئی برا کام صادر ہو جاتا ہے یا غفلت میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتی ہے اور اس برائی سے توبہ کرتی ہے۔

نفس مطمئنّہ یہ وہ روح ہے جو عقل کے نور سے پوری طرح منور ہوتی ہے اور مذموم صفات سے مجرد ہوتی ہے اور اخلاق محمودہ سے متصف ہوتی ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی نے مطلقاً نفس کی یہ تعریف کی ہے:

یہ وہ لطیف جوہر بخاری ہے جو حیات، حس، اور حرکت ارادی کی قوت کا حامل ہے اور اس کا نام روح حیوانی ہے یہ وہ

Marfat.com

جوہر ہے جو بدن کو روشن کرتا ہے' اور موت کے وقت بدن کے ظاہر اور باطن سے اس کی روشنی منقطع ہو جاتی ہے اور نیند کے وقت فقط ظاہر بدن سے اس کی روشنی منقطع ہوتی ہے نہ کہ بدن کے باطن سے' کیونکہ موت انقطاع کلی ہے اور نیند انقطاع ناقص ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جوہر نفس کو بدن کے ساتھ تین طرح متعلق کیا ہے: (۱) نفس کی روشنی تمام اجزاء بدن پر ہو خواہ ظاہر ہوں یا باطن' اور یہ بیداری ہے۔ (۲) نفس کی روشنی صرف ظاہر بدن سے منقطع ہو باطن سے منقطع نہ ہو یہ نیند ہے۔ (۳) نفس کی روشنی بدن کے ظاہر اور باطن دونوں سے منقطع ہو جائے۔ یہ موت ہے۔

(التعریفات ص ۱۶۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عالم خلق اور عالم امر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں جا رہا تھا آپ ایک شاخ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس وقت وہاں سے کچھ یہود گزرے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان سے روح کے متعلق سوال کرو' اس نے کہا تمہیں ان سے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے' دوسرے نے کہا وہ تم کو ایسا جواب نہ دیں جو تم کو ناپسند ہو' پھر انہوں نے کہا ان سے سوال کرو' سو انہوں نے آپ سے سوال کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' میں سمجھ گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے میں اپنی جگہ کھڑا رہا' پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۹۹)

میرے رب کے امر سے مراد یہ ہے کہ روح عالم ملکوت سے ہے' عالم خلق سے نہیں ہے جو عالم الغیب والشہادت ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے یعنی روح اس امر سے ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' بعض علماء نے کہا عالم خلق وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مادہ سے پیدا فرماتا ہے اور عالم امر وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو صرف لفظ کن سے پیدا فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم تھا یا نہیں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قصہ میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ روح کو کس طرح عذاب دیا جائے گا جب کہ وہ جسم میں ہے اور روح تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو مطلع فرمایا ہو اور آپ کو یہ حکم نہ دیا ہو کہ آپ ان کو مطلع فرمائیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳' مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سیوطی اور علامہ قسطلانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۱۹' ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ اللہ کے محبوب ہیں اور تمام کائنات کے سردار ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ بتادیا جس کا آپ کو علم نہ تھا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

عقل سے روح کا علم نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہو گا جو نور عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالم نبوت اور رسالت میں ہوتا ہے اور اس نور کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم اور خیال کے ساتھ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲' مطبوعہ مصر)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عام فلاسفہ اور متکلمین بھی روح کو جانتے ہیں پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا باعث ہے' بلکہ روح کے مسئلہ سے لاعلمی تو ایک عام انسان کے لیے بھی باعث تحقیر ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام علماء سے بڑھ کر عالم اور تمام فضلاء سے بڑھ کر فاضل ہیں انہیں مسئلہ روح کا علم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: رحمٰن نے قرآن کا علم دیا (الرحمان: ۲-۱) اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو بتلادیا اور یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے (النساء: ۱۱۳) اور فرمایا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کے علم میں زیادتی فرمائے (طٰہٰ: ۱۱۴) اور قرآن کی صفت میں فرمایا ہر خشک و تر چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہے (الانعام: ۵۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں تمام چیزوں کی حقیقت بتلا' سو جس شخص کریم کی یہ شان ہو ان کے متعلق یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ انہیں روح کا علم نہ ہو جب کہ یہ مسائل مشہورہ میں سے ہے بلکہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہود نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا اور آپ نے ان کو بہترین طریقہ سے جواب دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کو روح کا علم نہیں تھا' اور شاید اس (عبداللہ) کا یہ زعم تھا کہ روح کا علم ممتنع ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم دے دیا گیا جس کا علم دیا جانا ممکن تھا' جیسا کہ امام احمد اور امام ترمذی کی اس روایت میں ہے اور امام بخاری نے کہا یہ حدیث صحیح ہے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات کو میں اٹھا اور جتنی نماز میرے مقدر میں تھی وہ میں نے پڑھی' مجھے نماز میں اونگھ آگئی میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا' فرمایا اے محمد! یہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا' پھر فرمایا اے محمد! یہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا! پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے کے درمیان ان پوروں کی ٹھنڈک محسوس کی اور میرے لیے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

Marfat.com

(روح المعانی جز ۱۵ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا آپ کو حکم نہ دیا ہو، اور بعض علماء نے علم قیامت کے متعلق بھی یہی کہا ہے اور بندہ مسکین (اللہ تعالیٰ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے، وہ جو سید المرسلین اور امام العارفین ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں، ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حقیقت ہے آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۱۔۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

قرآن کریم نے اس سوال کا جواب مخاطب کی ضرورت اور فہم کے مطابق دے دیا، حقیقت روح کو بیان نہیں فرمایا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح کی حقیقت کو کوئی انسان سمجھ ہی نہیں سکتا، اور یہ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی حقیقت معلوم نہیں تھی، صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت نہ اس کی نفی کرتی ہے نہ اثبات۔ اگر کسی نبی و رسول کو وحی کے ذریعہ یا کسی ولی کو کشف والہام کے ذریعہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو اس آیت کے خلاف نہیں۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۵۲۸، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۱۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر (بالفرض) ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے، پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے ○ ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے، بے شک آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے ○ (بنی اسرائیل: ۸۷۔۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی دلیل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بہت کم علم دیا ہے، اور اس آیت میں فرمایا اگر اللہ چاہے تو لوگوں کے دلوں سے اس کم علم کو بھی نکال لے۔ بایں طور کہ دلوں سے اس علم کو مٹا دے اور کتابوں سے بھی اس کو محو کر دے، اگرچہ ایسا ہونا عادت کے خلاف ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔

اس کے بعد فرمایا ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے یعنی اس وحی کا سینوں اور صحیفوں میں باقی اور محفوظ رہنا صرف آپ کے رب کی رحمت اور اس کے فضل سے ہی ہو سکتا ہے اور چونکہ قرآن مجید مسلمانوں کے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے رب کی رحمت اور اس کا فضل آپ کے شامل حال ہے۔

دلوں سے علم کا نکل جانا

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشیاء کا ذکر کیا اور فرمایا یہ اس وقت ہو گا جب علم چلا جائے گا، میں نے کہا یا رسول اللہ! علم کیسے چلا جائے گا، حالانکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اپنے بچوں کو پڑھائیں گے اور یونہی قیامت تک ہوتا رہے گا، آپ نے فرمایا زیاد! تمہاری ماں تم پر روئے! میرا خیال تھا کہ تم مدینہ میں سب سے زیادہ سمجھ دار شخص ہو، کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں

Marfat.com

پڑھتے! وہ تورات اور انجیل پر لکھے ہوئے کے موافق بالکل عمل نہیں کرتے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۸، مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۹، ۲۱۸، ۱۹۶۰ المستدرک ج ۱ ص ۱۰۰ یہ حدیث ضعیف ہے)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ معلوم نہیں ہو گا کہ روزہ کیا ہے اور نماز کیا ہے اور قربانی کیا ہے اور صدقہ کیا ہے، ایک رات میں کتاب اللہ چلی جائے گی اور زمین میں اس کی ایک آیت بھی نہیں رہے گی اور لوگوں کے گروہ باقی رہیں گے، بہت بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت، یہ کہیں گے ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ پڑھتے ہوئے پایا لا الہ الا اللہ سو ہم بھی یہ کلمہ پڑھتے ہیں، حضرت حذیفہ سے صلہ نے کہا لا الہ الا اللہ ان لوگوں کو نجات نہیں دے سکتا جب کہ وہ نہ جانتے ہوں کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے، قربانی کیا ہے، اور صدقہ کیا ہے، حضرت حذیفہ نے اس سے اعراض کیا، صلہ نے اپنی بات کو تین بار دہرایا اور ہر بار حذیفہ نے اس کی بات کو رد کیا پھر تیسری بار اس کی طرف متوجہ ہو تین بار کہا اے صلہ! ان کو یہ کلمہ نجات دے دے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۹، المستدرک ج ۴ ص ۴۷۳، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں ○ (بنی اسرائیل: ۸۸)

اس آیت کی مکمل تفسیر ہم البقرہ: ۲۳ میں بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا (ہر چیز کا) انکار کر دیا ○ (بنی اسرائیل: ۸۹)

قرآن مجید کا متعدد اسالیب سے ہدایت دینا

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید میں مختلف اسلوب استعمال کیے جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنالیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم اور جنات مل کر ایسا کلام بنا کر لے آؤ لیکن وہ اس سے عاجز رہے۔ پھر فرمایا چلو اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ (ھود: ۱۳) وہ اس سے بھی عاجز رہے، پھر فرمایا چلو اس کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ وہ اس سے بھی عاجز رہے، (البقرہ: ۲۳) پھر فرمایا چلو اس کی ایک آیت کی مثل بنا کر لے آؤ (الطور: ۳۴) وہ اس سے بھی عاجز رہے اور اس کے باوجود ایمان نہیں لائے۔

(۲) ہم نے اس قرآن میں بار بار بتایا کہ جو قومیں ایمان نہیں لائیں اور اپنے کفر پر ڈٹی رہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں اور عذاب آئے اگر اہل مکہ تم بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا مگر انہوں نے اس نصیحت کو بھی قبول نہیں کیا۔ اور اسی طرح اپنے کفر پر جمے رہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار توحید پر دلائل قائم کیے اور شرک کا رد کیا، اور نبوت پر، قیامت پر اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلائل قائم کیے اور اس سلسلہ میں منکرین نبوت اور قیامت کے جو شبہات تھے ان کا رد بلیغ کیا، لیکن کفار نے ان دلائل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا وہ بدستور اپنے انکار اور عناد پر قائم رہے، اور اسی طرح شرک اور بت پرستی کرتے رہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے رہے، انہیں بہت معجزات دکھائے گئے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں

Marfat.com

ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردیں ○ یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو، پھر آپ ان کے درمیان سے بہتے ہوئے دریا جاری کردیں ○ یا جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے (بے حجاب) لے آئیں ○ یا آپ کے لیے سونے کا کوئی گھر ہو، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر (بھی) ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں، آپ کہیے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے ○ (بنی اسرائیل: ۹۳-۹۰)

تبلیغ اسلام سے دست کش ہونے کے لیے کفار مکہ کی پیش کش

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن الحارث، ابوالبختری بن ہشام، الاسود بن المطلب، زمعہ بن الاسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، العاص بن وائل، امیہ بن خلف اور دیگر بڑے بڑے کفار قریش غروب آفتاب کے وقت کعبہ میں جمع ہوئے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کسی کو بھیج کر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ اور ان سے اس دین کے متعلق بات کرو جس کی وہ دعوت دیتے ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو انہوں نے کہا تمہاری قوم کے بڑے بڑے سردار یہاں موجود ہیں، اور اللہ کی قسم! ہم تم کو یہ بتارہے ہیں کہ عرب کے کسی شخص نے اپنی قوم کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا تم نے اپنی قوم کو نقصان پہنچایا ہے، تم نے ان کے باپ دادا کو برا کہا، ان کے دین کی مذمت کی، ان کے خداؤں کو برا کہا، ان کے نوجوانوں کو گمراہ کیا، اور جماعت میں تفرقہ ڈالا اور کوئی برائی نہ تھی جو تم نے ہمارے ساتھ نہ کی ہو، اگر تم نے یہ سب کچھ مال و دولت کے حصول کے لیے کیا ہے تو ہم تمہارے پاس مال و دولت کا ڈھیر لگادیتے ہیں، حتیٰ کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہوجاؤ گے، اور اگر تم اس کارروائی سے شرف اور بزرگی چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا سردار مان لیتے ہیں، اور اگر تم اس سے ملک اور سلطنت چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ مان لیتے ہیں اور اگر کوئی جن تم پر غالب ہوگیا ہے تو ہم مال خرچ کرکے تمہارا علاج کراتے ہیں، حتیٰ کہ تم تندرست ہوجاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو تم کہہ رہے ہیں، میں تمہیں جو دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ تم سے مال حاصل کروں اور نہ میں تم پر بزرگی اور بڑائی چاہتا ہوں اور نہ میں تم پر بادشاہت چاہتا ہوں، لیکن اللہ نے مجھے رسول بناکر تمہارے پاس بھیجا ہے، اور مجھ پر کتاب نازل کی ہے، اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم کو خوش خبری دوں اور ڈراؤں، پس میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچائے اور تمہاری خیرخواہی کی، پس اگر تم نے میرے لائے ہوئے دین کو قبول کرلیا تو وہ تمہاری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے اور اگر تم نے میرے پیغام کو مسترد کردیا تو میں اللہ کے حکم کے مطابق صبر کروں گا، حتیٰ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا حکم آجائے۔

کفار مکہ کا فرمائشی معجزات طلب کرنا

کفار قریش نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ہماری پیش کش کو قبول نہیں کرتے تو سنو! ہمارے شہر سے تنگ کوئی اور شہر نہیں ہے اور نہ ہم سے زیادہ سخت کسی کی معیشت ہے، تم ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کرو جس نے تم کو بھیجا ہے کہ وہ ان پہاڑوں کو دور دور ہٹادے جنہوں نے اس شہر کو ہم پر تنگ کیا ہوا ہے، اور ہمارے شہر کو وسیع کردے اور ہمارے لیے ایسے دریا جاری کردے جیسے ملک شام اور عراق میں دریا ہیں، اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا میں سے کسی کو

Marfat.com

زندہ کر کے ہمارے پاس بھیجے اور قصی بن کلاب کو بھیج دے، کیونکہ وہ سچا آدمی تھا، ہم اس سے تمہاری دعوت کے متعلق پوچھیں گے آیا تمہاری دعوت حق ہے یا باطل ہے، اگر اس نے تمہاری تصدیق کردی اور تم نے ہمارے مطالبہ کو پورا کردیا تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور ہم جان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک تمہارا کیا مرتبہ ہے اور یہ کہ واقعی اللہ نے تمہیں رسول بنایا ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے پاس اس کام کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں، میں اللہ کے پاس سے تمہارے لیے دین کا پیغام لایا ہوں، اور میں نے اپنا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے، اگر تم نے اس کو قبول کرلیا تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے، اور اگر تم نے اس کو مسترد کردیا تو میں اللہ کی تقدیر پر صبر کروں گا، حتیٰ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا حکم آجائے۔ انہوں نے کہا اگر تم ہمارے لیے یہ مطالبہ نہیں کرتے تو اپنے لیے اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے جو تمہارے دین کی تصدیق کرے اور تمہاری طرف سے ہم کو جواب دے، اور تم اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ تمہارے لیے باغات اور محلات بنادے اور تمہیں سونے اور چاندی کے خزانے دے حتیٰ کہ تم تلاش معاش سے مستغنی ہو جاؤ۔ کیونکہ تم ہماری طرح بازاروں میں جاتے ہو اور ہماری طرح روزی کی تلاش میں رہتے ہو، حتیٰ کہ ہم جان لیں کہ واقعی تم اللہ کے رسول ہو اور اللہ کے نزدیک تمہاری بہت فضیلت اور وجاہت ہے۔

تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا اور میں اپنے رب سے اس طرح کے سوال نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا، لیکن اللہ نے مجھے خوش خبری سنانے کے لیے اور عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے، اگر تم نے میرے پیغام کو قبول کرلیا تو یہ تمہاری دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے، اور اگر تم نے اس پیغام کو مسترد کردیا تو میں اللہ کی تقدیر پر صبر کروں گا، حتیٰ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا حکم آجائے۔ پھر کفار قریش نے کہا تو پھر آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرادو، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ اگر تمہارا رب چاہے تو وہ ایسا کرے گا، ہم تم پر اسی وقت ایمان لائیں گے جب تم ایسا کر گزرو گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے وہ اگر چاہے گا تو تمہارے ساتھ ایسا کرے گا، پھر انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آیا آپ کے رب کو معلوم ہے کہ ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور آپ سے یہ سوال اور یہ مطالبے کر رہے ہیں، پھر آپ کا رب آپ کو بتائے گا کہ آپ کا رب ہمارے ان فرمائشی معجزات کے متعلق کیا کرنے والا ہے، اور آپ کو اس سلسلے میں کیا جواب دے گا، کیونکہ ہم نے آپ کے پیغام کو قبول نہیں کیا اور ہم کو معلوم ہے کہ یمامہ میں ایک شخص ہے جو آپ کو سکھاتا ہے اس کا نام رحمٰن ہے اور ہم اللہ کی قسم رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ پر حجت پوری کردی ہے، اور ان میں سے ایک شخص نے کہا ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں۔ (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۳۴-۳۳۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہات

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ نے چند معجزات کا مطالبہ کیا کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے پیچھے دھکیل دیا جائے اور آپ پر فرشتے نازل کیے جائیں وغیرہ وغیرہ اور یہ ان کی اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے کی حکمت سے جہالت تھی کہ اس کے بندے رسولوں کی تصدیق کریں اور دلائل میں غور و فکر کر کے ایمان لائیں اور اس وجہ سے ان کو ثواب ملے، اور اگر تمام حجابات

Marfat.com

اٹھادیے جاتے اوران کو رسولوں کی بعثت کا بداہتاً علم ہوجاتا تو پھر ثواب اور عذاب دینے کی حکمت ہی باطل ہوجاتی کیونکہ جس کام میں انسان کے غور و فکر کا کسب نہ ہو اس پر اس کو اجر نہیں دیا جاتا' اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت پر ایسے معجزات اور دلائل فراہم کیے جن میں انسان کے غور و فکر کا دخل ہو اور وہ ان دلائل میں غور و فکر کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے تاکہ اس کو اجر کا مستحق قرار دیا جاسکے' ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ وہ انسانوں سے ایسا کلام کرتا جس کو وہ سن سکتے اور وہ اس سے مستغنی ہو جاتے کہ ان کی طرف کسی رسول کو بھیجا جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اور دیگر امور غیبیہ کی تصدیق کی دو قسمیں کیں' دنیا میں نبی کی تصدیق کو دلائل کے ساتھ غور و فکر پر مبنی کیا کیونکہ دنیا دار تکلیف اور دارامتحان ہے اور یہاں نبی کی تصدیق کرنے اور نہ کرنے کو ثواب اور عذاب پر مرتب کیا' اور آخرت میں نبی کی تصدیق اضطراری اور بدیہی طور پر ہو جائے گی کیونکہ جن چیزوں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں خبر دی تھی ان سب کا مشاہدہ انسان کی آنکھ کرلے گی اور آخرت کی تصدیق میں کوئی ثواب اور جزا نہیں ہوگی کیونکہ اس میں انسان کے کسی امتحان اور کسی آزمائش کا دخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح کفار قریش نے جن معجزات کا مطالبہ کیا تھا کہ فرشتے آکر ان سے باتیں کریں' اور وہ اللہ اور فرشتوں کو بے حجاب دیکھیں اس سے اضطراری اور غیر اختیاری طور پر نبوت اور دیگر امور غیبیہ کی تصدیق ہو جاتی اور ان کے امتحان اور آزمائش کا کوئی موقع نہ رہتا اور ثواب اور عذاب کا استحقاق بے معنی ہو جاتا اور نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے کی حکمت باطل ہو جاتی' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات پورے نہیں کیے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے فرمائشی معجزات پورے کیے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے مطالبہ پر پتھر کی چٹان سے اونٹنی اور اس کے بچہ کو برآمد کیا لیکن ان کی قوم پھر بھی ایمان نہیں لائی اور حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور وہ اونٹنی جو اللہ کی نشانی تھی اس کی بے حرمتی کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات پورے نہیں کیے قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۔ (بنی اسرائیل: ۵۹)	اور ہمیں (فرمائشی) معجزات نازل کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ پچھلی امتوں کے لوگ ان کی تکذیب کر چکے تھے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ کسی حقیقت تک پہنچنے کے لیے معجزات طلب نہیں کر رہے' نہ کسی الجھن اور شک و شبہ کو دور کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ محض عناد' ضد اور ہٹ دھرمی کے طور پر سوالات کر رہے ہیں اور اگر بالفرض ان کی فرمائش کو پورا کر بھی دیا جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کے یہ مطالبات صرف کٹ حجتی پر مبنی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات پورے نہیں کیے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کی فرمائش پر کوئی معجزہ نازل کیا جائے اور وہ قوم پھر بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اس قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ (الانفال: ۳۳)	اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل فرمائے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے یقین اور اطمینان کے لیے جتنے معجزات کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نازل کر چکا تھا' اب مزید معجزات کی ضرورت نہ تھی۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۴۹-۴۷' ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

معجزات کے مقدورِ نبی ہونے کی بحث

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے فرمائشی معجزات نازل کرنے سے انکار فرمادیا اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معجزات صادر کرنے اور ان کے اظہار پر قادر نہ تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر قادر ہونے کا معنی یہ ہے کہ جو معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیے تھے ان کے اظہار پر آپ کو قدرت تھی اور اختیار تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن کاموں کی قدرت عطا کی ہے ہم ان کاموں کو اپنے اختیار اور قدرت سے صادر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور طاقت کے بغیر ہم کوئی کام کر سکتے ہیں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے ہیں، معجزہ کے مقدور ہونے کی مکمل بحث ہم نے الاعراف: ۲۰۱ اور انفال: ۱۹ کی تفسیر میں بیان کر دی ہے اس بحث کو وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق

آیت: ۹۴ میں فرمایا ہے: آپ کہیے میرا رب پاک ہے میں تو صرف بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا بھی ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اس میں بہت تفریط کی گئی ہے۔ بعض لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور آپ کو نور محض مانتے ہیں اور آپ کے بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس مسئلہ میں تفریط کرتے ہیں اور آپ کو اپنا سا بشر کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں اور آپ کے کسی وصف میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن، نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔
(کتاب العقائد ص ۸، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا:

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے: قل انما انا بشر مثلکم اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے، کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں! جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے، اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم (میرا جھنڈا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے)۔

اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا قدس سرہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب: مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس ۳۲ روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر وبین غیر محتاج دلیل لہٰذا صرف ان اجمالی

Marfat.com

کلمات پر اقتصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے قالوا ما انتم الا بشر مثلنا کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی، بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شئی ان انتم لا تکذبون تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو، واقعی جب ان خبثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما انا بشر مثلکم سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق کو ظاہر کرتا، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا و لہٰذا ارشاد فرماتا ہے ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں، ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کو رباطنوں کا دھوکا ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری با اولیا برداشتند
انبیا را ہم چو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لیے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان، حدیث میں ہے، انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لیے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لیے کہ ان افعال میں حضور کی اقتداء کریں کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی، یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ علیہ وسلم، معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور رباطن ملکی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بیچارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت و سد غلو نصرانیت ہے اول'

Marfat.com

دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے' یہاں اس غلو کے سدباب کے لیے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یوحی الی رسول ہوں دفع افراط نصرانیت کے لیے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لیے دوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں ہوں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ بندے ہیں خدا نہیں ہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں' شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے' اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہنا لائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے' اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افترا اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا' اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے' شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ سن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم سے فرمایا بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب پر افضل ہوئے' ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہو گا شیطان ہو گا' حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا یموسی انی انا اللہ رب العلمین اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا' کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی' کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں' نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا یموسی انی انا اللہ رب العلمین اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانی اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ (اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو یہ حقیقت میں اللہ کا کلام تھا اور اللہ فرما رہا تھا میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے' جیسے شجر موسیٰ سے اللہ کا کلام سنا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ کا کلام سنا گیا۔)

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۴۵ - ۱۴۳' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم اور بعد اس کے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب بعد اثبات مماثلت بشریت فرمایا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

Marfat.com

لا ریب اخوت نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اور اس میں مساوات بہ نص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں کوئی نہ بھائی کے نہ مثل جانے۔ (براہین قاطعہ ص ۳، مطبوعہ بلالی ڈھوک ہند)

شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے وہ حامل وحی ہوتے ہیں، فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لیے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں، کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے، اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے، اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہے قل انما انا بشر مثلکم (الکھف: ۱۱۰) تو اس کے دو جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ (الانعام: ۳۸)	ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرند جو اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرند انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان چیل، گدھ اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل ہیں تو یہ بھی آپ کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ کی مثل نہیں ہے، بلکہ آپ کے ساتھ مماثلت عدمی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں، نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں اور یہ آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکھف: ۱۱۰)	آپ کہیے کہ میں (مستحق عبادت نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ میرا اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس بحث کی مزید وضاحت کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۰۸-۸۷ (مطبوعہ فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور) کا ضرور مطالعہ فرمائیں)۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ جب بھی ان کے پاس ہدایت آئی تو انہوں نے کہا کیا

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ

اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے ○ آپ کہیے اگر زمین میں فرشتے بستے

Marfat.com

یَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے ○

قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا

آپ کہیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا اور ان کو خوب

بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ

دیکھنے والا ہے ○ اور جس کو اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جن کو وہ گم راہ کردے تو ان کے لیے

تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی

آپ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے

وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾

بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو ان

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ

کے لیے اور بھڑکا دیں گے ○ ان کی یہ سزا اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ

رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم از سر نو پیدا کر کے ضرور اٹھائے جائیں گے ○ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ ہی نے تو

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ

تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (تو وہ) ان کی مثل دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اور

جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ

اس نے ان کی ایک مدت مقرر کر دی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے پس ظالموں نے کفر کے سوا ہدایت کی ہر چیز کا انکار کیا ○

اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ

آپ کہیے اگر تم (بالفرض) میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے

Marfat.com

ع ۷

وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ﴿۱۰۰﴾ ع

اور (دراصل) انسان ہے ہی بخیل O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ جب بھی ان کے پاس ہدایت آئی تو انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے O آپ کہیے اگر زمین میں فرشتے بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے O آپ کہیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے' بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے O (بنی اسرائیل: ۹۶-۹۴)

زمین والوں کے لیے کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ ذکر فرمایا تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا تو وہ آپ کو نبی مان لیں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ فرشتوں کو نبی ماننا بھی اس پر موقوف ہے کہ وہ کوئی معجزہ دکھائیں تو اول آخر حجت معجزہ ہے تو جب (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت پر معجزہ پیش کر دیا تو تم ان کو نبی کیوں نہیں مانتے اس جواب کی طرف اشارہ آیت: ۹۴ میں اور لفظ ہدایت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر روئے زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا' کیونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے' اور جب روئے زمین پر رہنے والے انسان اور بشر ہیں تو پھر ان کی طرف انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجنا مناسب تھا یہ تقریر آیت: ۹۵ میں ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کی تائید میں معجزہ نازل فرما دیا تو میری نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت حاصل ہو گئی اور میری نبوت پر اس کی شہادت کافی ہے' پھر فرمایا بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے' یعنی وہ اپنے بندوں کے ظواہر اور بواطن کو جاننے والا ہے اور وہ ان کے دلوں کے احوال کو جاننے والا ہے' اس کو علم ہے کہ ان کے شبہات محض حسد اور عناد پر مبنی ہیں حق کو سمجھنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ یہ تقریر آیت: ۹۶ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کو اللہ ہدایت دے سو ہی ہدایت یافتہ ہے اور جن کو وہ گمراہ کر دے تو ان کے لیے آپ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں پائیں گے اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے' اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے' ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے O (بنی اسرائیل: ۹۷)

کافر کے سر کے بل چلنے اور قیامت کے دن اس کے اندھے' بہرے اور گونگے ہونے کی توجیہات

اس آیت میں ان ہٹ دھرم کافروں کے متعلق وعید ہے جو واضح دلائل اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے نبی! قیامت کے دن کافر الٹا کیسے چلے گا' آپ نے فرمایا جس ذات نے اس کو دنیا میں پیروں سے چلایا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو سر کے بل چلائے؟ قتادہ نے کہا کیوں نہیں! ہمارے رب کی عزت کی قسم!

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۲)

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافر اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے حالانکہ قرآن مجید کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن دیکھتے، بولتے اور سنتے ہوں گے۔

دیکھنے کا ثبوت اس آیت میں ہے:

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ (الکھف: ۵۳)

اور مجرمین دوزخ کو دیکھیں گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

اور سننے کا ثبوت اس آیت میں ہے:

وَاِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ (الفرقان: ۱۲)

اور جب دوزخ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا غصہ سے بپھرنا اور چنگھاڑنا سنیں گے ۝

اور بولنے کا ثبوت اس آیت میں ہے مشرکین قیامت کے دن کہیں گے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام: ۲۳)

اور اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم مشرک نہ تھے ۝

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ اندھے ہوں گے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھیں گے جس سے ان کو خوشی ہو اور بہرے ہوں گے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں سنیں گے جس سے ان کو خوشی ہو اور وہ گونگے ہوں گے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس سے انہیں خوشی ہو۔

(۲) عطا نے کہا وہ اللہ کا جمال دیکھنے سے اندھے ہوں گے، اس کا کلام سننے سے بہرے ہوں گے اور اس کے ساتھ کلام کرنے سے گونگے ہوں گے۔

(۳) مقاتل نے کہا وہ اس وقت اندھے، بہرے اور گونگے ہوں گے جس وقت ان کو دوزخ میں داخل ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ (المومنون: ۱۰۸)

اللہ فرمائے گا اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی یہ سزا اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم از سر نو پیدا کر کے ضرور اٹھائے جائیں گے ۝ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ ہی نے تو تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (تو وہ) ان کی مثل دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان کی ایک مدت مقرر کر دی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پس ظالموں نے کفر کے سوا (ہدایت کی) ہر چیز کا انکار کیا ۝

(بنی اسرائیل: ۹۹-۹۸)

اس سے پہلی آیتوں میں منکرین نبوت کے شبہات کے جواب دیے تھے اور اس آیت میں حشر اور نشر کے منکرین کے شبہ کا جواب دیا ہے اور اس کی تقریر کئی بار گزر چکی ہے وہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ہمارا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور مرور ایام سے ہمارے ذرات دوسرے ذرات میں خلط

Marfat.com

ملط ہو جائیں گے تو وہ ایک دوسرے سے کیسے ممتاز ہو کر مجتمع ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور عدم محض سے ان کو وجود میں لا چکا ہے اس کے لیے ان کی مثل کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اگر تم (بالفرض) میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے اور (دراصل) انسان ہے ہی بخیل O (بنی اسرائیل: ۱۰۰)

حرص کی مذمت

کفار مکہ نے یہ کہا تھا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ نکال دیں (بنی اسرائیل: ۹۰) انہوں نے اپنے شہروں میں دریاؤں اور چشموں کا مطالبہ اس لیے کیا تھا تاکہ ان کے اموال زیادہ اور ان کی معیشت ان پر وسیع ہو جائے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زمین کی پیداوار کا ان پر زیادہ ہو جانا اتنی بڑی چیز نہیں ہے، اگر وہ بالفرض اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کے بھی مالک ہو جائیں پھر بھی ان کی حرص اور ان کا بخل کم نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے فضل کے خزانے اور اس کی رحمتیں غیر متناہی ہیں بالفرض اگر وہ ان سب کے مالک ہو جائیں تب بھی ان کی طمع ختم نہیں ہو گی اور نہ ان کا بخل ختم ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۹)

بعض انسانوں کی سخاوت کے باوجود انسان کے بخیل ہونے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے: اور دراصل انسان ہے ہی بخیل۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ بہت سارے انسان سخی ہوتے ہیں اور ساری عمر سخاوت کرتے رہتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی اصل میں بخل ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک شیر خوار بچے کی طرف آپ کوئی خوب صورت چیز بڑھائیں تو وہ لے لے گا اور اگر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز لینا چاہیں تو وہ نہیں دے گا، دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کو محتاج بنایا گیا ہے اور محتاج کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پاس اس چیز کو سنبھال کر رکھے جس کی اس کو ضرورت ہو البتہ بعض اوقات مختلف وجوہات کی بناء پر وہ سخاوت بھی کرتا ہے، اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے انسان کبھی دنیا میں تعریف اور تحسین کی بناء پر سخاوت کرتا ہے اور کبھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اخروی اجر و ثواب کے لیے سخاوت کرتا ہے تو اس کی سخاوت بھی کسی غرض یا کسی عوض کے لیے ہوتی ہے بس واضح ہو گیا کہ انسان اپنی اصل فطرت میں بخیل ہے۔

بخل کی مذمت میں احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیرے ہیں اور بخل کرنے سے بچو کیونکہ پچھلی امتوں کو بخل نے ہلاک کر دیا تھا، اس بخل نے ان کو خون ریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر ابھارا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان میں جو چیز شر ہے وہ حرص والا بخل ہے اور ہلاک کرنے والی بزدلی ہے۔

Marfat.com

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۱۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راہ خدا میں جانے کا غبار اور دوزخ کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں کبھی جمع نہیں ہوگا اور بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۵۸۷، المستدرک ج ۲ ص ۷۲)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بخیل، ظالم کی بہ نسبت معذور ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۰۶۶، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۸۴۷)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے، دغاباز، منان (احسان جتانے والا) اور بخیل۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۴۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۹۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوں گی بخل اور بد خلقی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، دوزخ کے قریب ہے، اللہ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۱، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۱۱۷)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس صرف وہی چیزیں ہیں جو مجھے حضرت زبیر نے دی ہیں کیا ان میں سے کچھ دوں! آپ نے فرمایا ہاں! تم اپنی تھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی اپنے خزانے کا منہ بند کر لے گا اور تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۰، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۳۲۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۹، المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۲۴۶)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے، جن تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ایک شخص کسی قوم کے پاس گیا اور ان سے اللہ کے نام پر سوال کیا اس نے ان کے ساتھ اپنی کسی قرابت کی بناء پر سوال نہیں کیا تھا ان لوگوں نے اس کو منع کیا پھر ان ہی لوگوں میں سے ایک شخص اس کے پیچھے گیا اور چپکے سے اس کو دے دیا اور اس کے عطیہ کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں تھا، یا پھر اس شخص کو علم تھا (۲) اور کچھ لوگ رات کو سفر پر گئے حتیٰ کہ جب ان پر نیند بہت مرغوب ہو گئی تو وہ اپنی سواریوں سے اترے اور اپنے سر رکھ کر سو گئے ان میں سے ایک شخص اٹھا اور میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کرنے لگا (۳) اور ایک شخص کسی لشکر میں تھا اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا، دشمن غالب آ گئے تو وہ شخص اپنا سینہ نکال کر آگے بڑھا، حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا گیا یا اس کو فتح نصیب ہو گئی، اور جن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) بوڑھا زانی (۲) متکبر فقیر (۳) ظالم غنی۔ امام ابن حبان کی روایت میں متکبر فقیر کی جگہ بخیل کا لفظ ہے۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ج ۵ ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۵۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۴۹، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۳)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی قوم سے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی حکماء کو بنا دیتا ہے اور مال سخیوں کے پاس رکھتا ہے، اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی جاہلوں کو بنا دیتا ہے اور مال بخیلوں کے پاس رکھ دیتا ہے۔

(فردوس للدیلمی رقم الحدیث: ۹۵۴، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۸۴۷)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو واضح احکام دیے، سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھیے

اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ! میں تم کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں ○

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

موسیٰ نے کہا تم خوب جانتے ہو کہ ان (معجزات) کو اس نے نازل کیا ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے

بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

(یہ معجزے) بصیرت افروز ہیں اور اے فرعون! میں تم کو ضرور ہلاک کیے جانے والا گمان کرتا ہوں ○ پس فرعون نے بنو اسرائیل کو

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ

اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ کیا، سو ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایک ساتھ غرق کر دیا ○ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ ط

سے کہا تم اس سرزمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہو گا تو ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے ○

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾

اور ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے (حسب موقع) نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے

Marfat.com

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی

اس کو بہ تدریج نازل کیا ہے ○ آپ کہیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان پر جب

عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ

اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک

كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُ

ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا کیا ہوا ہے ○ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع اور

هُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ

خضوع کو اور بڑھا دیتا ہے ○ آپ کہیے تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ

کے اچھے نام ہیں ، اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے اور ان دونوں کے

ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ

درمیان طریقہ اختیار کریں ○ اور آپ کہیے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ اپنی اولاد بنائی اور نہ

یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ

سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کسی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے ،

وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

اور آپ اس کی کبریائی بیان کرتے رہیے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو واضح احکام دیئے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھیے، جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ میں تم کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں ○ موسیٰ نے کہا تم خوب جانتے ہو کہ ان (معجزات) کو اس نے نازل کیا ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے (یہ معجزے) بصیرت افروز ہیں اور اے فرعون! میں تم کو ضرور ہلاک کیے جانے والا گمان کرتا ہوں ○ پس فرعون نے بنو اسرائیل کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ کیا سو ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایک ساتھ غرق کر دیا ○ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہو گا تو ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے ○ (بنی اسرائیل: ۱۰۴-۱۰۱)

Marfat.com

حضرت موسیٰ کو نواحکام دیئے گئے تھے یا نو معجزات

ان نو آیات کی تفسیر میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد نواحکام ہیں اور اکثر مفسرین نے یہ کہا کہ اس سے مراد نو معجزات ہیں۔

ان آیات سے بھی کفار مکہ کو ان کے فرمائشی معجزات کے مطالبہ کا جواب دینا ہے کہ ہم نے تمہارے فرمائشی معجزات سے بھی قوی معجزے قوم فرعون کے سامنے پیش کیے سو واضح ہو گیا کہ ایسے قوی معجزے نازل کرنا ہماری قدرت سے باہر نہیں ہے، سو اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ تمہارے لیے بھی ان معجزات میں کوئی مصلحت ہے تو ہم تمہارے لیے بھی ایسے معجزات نازل کر دیتے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بکثرت ان معجزات کا ذکر کیا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیے تھے، ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حضرت موسیٰ کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ روانی سے بات نہیں کر سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ گرہ کھول دی اور وہ روانی سے بات کرنے لگے۔ (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو اللہ تعالیٰ اژدھا بنا دیتا تھا اور جب وہ اس پر ہاتھ ڈالتے تو وہ پھر لاٹھی بن جاتا تھا، (۳) حضرت موسیٰ کا اژدھا فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا (۴) حضرت موسیٰ جب اپنے ہاتھ کو بغل میں ڈالتے تو وہ سفید اور روشن ہو جاتا تھا اور دوبارہ پھر اسی طرح ہو جاتا تھا (۵) قبطیوں پر طوفان کا آنا (۶) ان پر جوؤں کی کثرت (۷) ان پر مینڈکوں کی کثرت (۸) ان پر خون کی کثرت (۹) ان پر ٹڈیوں کی کثرت (۱۰) بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو چیر دینا (البقرہ: ۱۵۰) (۱۱) پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے چشمے پھوٹ نکلے (الاعراف: ۱۶۰) (۱۲) ان پر پہاڑ کو بطور سائبان کھڑا کر دیا (الاعراف: ۱۷۱) (۱۳) حضرت موسیٰ اور ان کی قوم پر من وسلویٰ کو نازل کرنا (۱۵) آل فرعون کو قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کرنا (الاعراف: ۱۳۰) (۱۶) فرعون اور اس کی قوم کے اموال اور طعام وغیرہ کو خراب اور برباد کر دینا (۱۷) بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں جن نو معجزات کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد یہ معجزات ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) قبطیوں پر قحط (۴) سمندر کو چیرنا (۵) قبطیوں پر طوفان بھیجنا (۶) ان پر ٹڈیاں بھیجنا (۷) ان پر جوئیں بھیجنا (۸) ان پر مینڈک بھیجنا (۹) ان پر خون بھیجنا۔

محمد بن کعب نے کہا پانچ معجزات تو وہ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ (الاعراف: ۱۳۳)

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔

چھٹا وہ ہے جو حضرت موسیٰ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی تھی ربنا اطمس علی اموالهم اے ہمارے رب ان کے اموال کو تباہ و برباد کر دے، ساتواں ید بیضا ہے آٹھواں عصا ہے اور نواں سمندر کو چیر دینا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے اور مجاہد، عکرمہ، شعبی اور قتادہ کا بھی قول ہے کہ وہ نو معجزات یہ ہیں:

(۱) ید بیضا (۲) عصا (۳) قحط (۴) پھلوں کی کمی (۵) طوفان (۶) ٹڈیاں (۷) جوئیں (۸) مینڈک (۹) خون۔

Marfat.com

حافظ ابن کثیر نے کہا یہ قول ظاہر، جلی، حسن اور قوی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۵-۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

یہ تمام اقوال اس بناء پر ہیں کہ نو آیات سے مراد نو معجزات ہوں لیکن حدیث میں ان نو آیات سے مراد نو احکام ہیں حافظ ابن کثیر اور بعض دیگر مفسرین نے ان اقوال کو ترجیح دی ہے لیکن ہمارے نزدیک نو آیات کی وہی تفسیر صحیح ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ تفسیر یہ ہے:

صفوان بن عسال بیان کرتے ہیں کہ دو یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا چلو اس نبی کے پاس جا کر ان سے سوال کرتے ہیں، دوسرے نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر انہوں نے سن لیا کہ تم ان کو نبی کہتے ہو تو ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی، پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت (بنی اسرائیل: ۱۰۱) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ نو آیات یہ ہیں:) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، کسی بے قصور کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اس کے قتل کر دے، اور سود نہ کھاؤ، اور کسی پاک دامن کو تہمت نہ لگاؤ، اور میدان جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ، اور خصوصاً تم اے یہود ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھو، پھر ان دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں، آپ نے پوچھا پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے، انہوں نے کہا حضرت داؤد نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو یہود ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۴، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۳۹۶، المستدرک ج ۱ ص ۹، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۹۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۶، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۶۸)

بنی اسرائیل سے سوال کرنے کی توجیہ

آیت ۱۰۱ میں فرمایا ہے: سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے: اس سوال کا یہ مقصد نہیں ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے سوال کر کے ان سے کسی چیز کا علم حاصل کیجئے، بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ علماء یہود اور ان کے عوام پر ظاہر کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے اور صداقت پر مبنی ہے، اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے سوال کیجئے کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں اور اعمال صالحہ کریں اور آپ کے ساتھ تعاون کریں۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل موجود ہیں یہ ان ہی کی اولاد ہیں جن کے پاس حضرت موسیٰ گئے تھے اور وہ ان واقعات کو مانتے تھے اور ان کی تصدیق کرتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ پیش آئے تھے۔

مسحور، بصائر، استفزاز اور لفیف کے معانی

فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا میرا گمان ہے کہ آپ مسحور ہیں، اس آیت میں مسحور بہ معنی ساحر ہے، یا اس کا مطلب یہ تھا کہ لوگوں نے آپ پر سحر کر کے آپ کی عقل کو زائل کر دیا ہے، اس لیے آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت موسیٰ کے معجزات کے متعلق فرمایا یہ بصیرت افروز ہیں کیونکہ معجزہ اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جس کو نبی کی تصدیق کے لیے ظاہر کیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لاٹھی کا اژدھا بن جانا، اور جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا جانا اور پھر ویسی ہی لاٹھی بن جانا یہ کام خلاف عادت تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کام پر قدرت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس کام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔

Marfat.com

جب فرعون کے کہا اے موسیٰ! میں تم کو مسحور گمان کرتا ہوں تو حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا: اے فرعون! میں تم کو مثبور گمان کرتا ہوں، ثبور کا معنی ہلاکت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ فرعون ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا فرعون نے ان کے استفزاز کا ارادہ کیا، استفزاز کے معنی ہیں، کسی کو ہلکا جاننا، ذلیل سمجھنا، مضطرب کر دینا، گھر سے باہر نکال دینا، نکال لانا، قتل کرنا، نکالنا۔ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اس سرزمین یعنی مصر سے نکال دینے کا ارادہ کیا۔

پھر فرمایا جب آخرت کا وعدہ پورا ہو گا تو ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے۔ اس آیت میں لفیف کا لفظ ہے، لف کا معنی ہے لپیٹنا، ملانا، جمع کرنا، لفیف کا معنی ہے، مختلف آدمیوں کا گروہ وہ بڑی جماعت جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں، مومن، کافر، نیک اور بد اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہیں تمہاری قبروں سے نکال کر سمیٹ کر لے آئیں گے یعنی تمام مخلوق کو مسلمان ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے O اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے (حسب موقع) نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بہ تدریج نازل کیا ہے O آپ کہیے تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، ان پر جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں O اور وہ کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا کیا ہوا ہے O اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع اور خضوع کو اور بڑھا دیتا ہے O (بنی اسرائیل: ۱۰۵-۱۰۹)

قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اگر تمام انس اور جن مل کر قرآن مجید کی نظیر لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس معجزہ کے ہوتے ہوئے کفار کے فرمائشی معجزات دکھانے کی ضرورت نہیں اور اب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی مزید حقانیت واضح کرنے کے لیے فرما رہا ہے اور ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنے کی یہ وجہ ہے:

(ا) حق اس چیز کو کہتے ہیں جو ثابت ہو اور زائل نہ ہو سکے، کیونکہ جو چیز باطل ہو وہ زائل ہو جاتی ہے، اور قرآن کریم جن امور کے بیان پر مشتمل ہے وہ زائل نہیں ہو سکتیں، کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے بیان پر مشتمل ہے، اور اس میں ملائکہ کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلائل ہیں، قیامت اور حشر نشر کا ذکر ہے اور ان میں سے کوئی چیز زوال پذیر نہیں ہے اور اس میں شریعت اسلامیہ کا ذکر ہے جس کے احکام ناقابل تنسیخ ہیں اور خود یہ کتاب لافانی ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کا ضامن ہے، اس کتاب میں کمی یا زیادتی یا تحریف یا تنسیخ نہیں ہو سکتی نہ اس کتاب کی کوئی مثال لا کر اس سے معارضہ کیا جا سکتا ہے۔

پھر فرمایا ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اس ارشاد میں ان کی اس بات کا جواب ہے کہ وہ آپ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے تو بتایا کہ یہ جہلاء اور منکرین آپ سے طرح طرح کے معجزات طلب کرتے ہیں، اگر یہ جہلاء آپ کے دین کو قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان کے کفر پر جمے رہنے سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا، ہم نے تو آپ کو صرف بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی وجہ

اس کے بعد فرمایا اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے حسب موقع نازل کیا۔

اس آیت میں ان کے اس سوال کا جواب ہے کہ چلو مان لیا کہ قرآن مجید معجز ہے لیکن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل ہوا ہے مکمل قرآن یک بارگی کیوں نازل نہیں ہوا جیسے تورات اور انجیل یک بارگی نازل ہو گئیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کا یاد کرنا آسان ہو' نیز نزول قرآن کی مدت کے درمیان لوگ مختلف قسم کے سوال کرتے رہتے تھے اور ان کے سوالات کے جوابات میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں اگر مکمل قرآن ایک ہی بار نازل ہوا ہوتا تو اس سے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا' نیز مکمل قرآن تیئس سال میں نازل ہوا اور تیئس سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی اور تمام زمانہ رسالت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے رابطہ قائم رہا' اور بار بار نزول وحی کی وجہ سے حضرت جبریل کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا' نیز تورات کا نزول پہاڑ طور پر ہوا تھا' اور قرآن مجید کے بار بار نزول کی بنا پر جو شرف ایک مرتبہ صرف پہاڑ طور کو حاصل ہوا تھا وہ شرف مکہ کی گلیوں اور بازاروں کو غار حرا اور غار ثور کو وادی بدر کو احد کی گھاٹیوں کو حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کو بھی حاصل ہوا۔

ایمان لانے میں اہل کتاب کی عاجزی

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن کو اس کا علم دیا گیا ہے وہ جب اس کی تلاوت کرتے ہیں تو ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ٹھوڑی ڈاڑھی سے کنایہ ہے اور جب انسان زیادہ خضوع اور خشوع سے سجدے میں مبالغہ کرتا ہے تو اس کی ڈاڑھی بھی مٹی سے مس کرتی ہے اور انسان ڈاڑھی کی بہت تعظیم کرتا ہے اور جب وہ اپنی ڈاڑھی بھی اللہ کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے تو یہ اس کا اللہ کے سامنے انتہائی ذلت اور بندگی کا اظہار ہے۔

اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ انسان پر جب اللہ تعالیٰ کے خوف کا غلبہ ہوتا ہے تو بسا اوقات وہ اللہ کے حضور سجدہ میں گر پڑتا ہے اور ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی ٹھوڑی کے بل گر پڑا۔

پھر فرمایا وہ کہتے ہیں ہمارا رب سبحان ہے! بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا کیا ہوا ہے۔

یعنی قرآن مجید کو نازل کر کے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اہل کتاب تھے کیونکہ ان کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ اس وعدہ کے پورے ہونے کے منتظر تھے۔

پھر فرمایا وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں اور قرآن ان کے خضوع اور خشوع کو اور زیادہ کر دیتا ہے۔

خضوع اور خشوع سے مراد ان کی تواضع ہے' اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت کمتر اور حقیر گردانتے ہیں اور اپنے ایمان لانے کو کوئی کمال اور فخر کی چیز نہیں گردانتے' اور یہ کہ ان کا ایمان لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہیں ہے اگر وہ ایمان نہ لاتے تو بہت لوگ جو ان سے بہتر ہیں وہ ایمان لا چکے ہیں۔

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے دیگچی سے سالن ابلنے کی آواز آتی ہے یا جیسے چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۰۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۳)

Marfat.com

اگر نماز میں انسان خوف خدا سے روئے اور رونے کی آواز نکلے، امام شافعی فرماتے ہیں اگر اس کے رونے سے حرف سنائی دیں اور ان کا کوئی معنی سمجھ آئے تو نماز ٹوٹ جائے گی، اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اگر خوف خدا سے رونے کی آواز آئے تو نماز نہیں ٹوٹے گی اور اگر درد سے رو رہا ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی، امام مالک کے اس مسئلہ میں کئی اقوال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں، اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے اور ان دونوں کے درمیان طریقہ اختیار کریں○ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

اللہ اور رحمٰن پکارنے کے متعدد شان نزول

اس آیت کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں فرمایا ہے: آپ کہیے تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔ اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اور آپ سجدہ میں کہہ رہے تھے یا رحمٰن، یا رحیم، مشرکین نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو صرف ایک خدا کی دعوت دیتے ہیں اور اب دو معبودوں کو پکار رہے ہیں، اللہ اور رحمٰن، ہم تو صرف یمامہ کے رحمٰن کو جانتے ہیں ان کی اس سے مراد مسیلمہ تھی۔

(۲) میمون بن مہران نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ابتدائی ایام میں لکھتے تھے باسمک اللھم حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (النمل: ۳۰) تو پھر آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے، تب مشرکین نے کہا رحیم کو تو ہم پہچانتے ہیں یہ رحمٰن کیا چیز ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) ضحاک نے بیان کیا کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ رحمٰن کا ذکر بہت کم کرتے ہیں حالانکہ تورات میں اس اسم کا بہت ذکر ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اچھے اور حسین ہیں اس لیے جس لفظ میں کسی اعتبار سے کوئی نقص کا پہلو ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو کسی بھی اسم علم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر اسی صفت کا اطلاق کرنا جائز ہے جس صفت کا قرآن اور حدیث میں ذکر آ چکا ہو۔ اس بحث کی پوری تفصیل الاعراف: ۱۸۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پست آواز اور بلند آواز سے نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے محامل

اس آیت کا دوسرا حصہ یہ ہے اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے اور ان دونوں کے درمیان طریقہ اختیار کریں۔

اس آیت کے سبب نزول میں بھی متعدد اقوال ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کو اور آپ کو برا کہتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پست آواز سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ آپ کے اصحاب کو سنائی

Marfat.com

نہیں دیتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۲۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک اعرابی تشہد کو بلند آواز سے پڑھتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

(۳) محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر جب قرأت کرتے تو آواز پست رکھتے اور حضرت عمر جب قرأت کرتے تو آواز کو بلند رکھتے! حضرت ابوبکر سے پوچھا گیا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور اس کو میری حاجت کا علم ہے، ان سے کہا گیا آپ اچھا کرتے ہیں اور حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں، ان سے کہا گیا آپ اچھا کرتے ہیں اور جب یہ آیت نازل ہوئی: اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے۔ تو حضرت ابوبکر سے کہا گیا کہ آپ آواز کچھ بلند کریں اور حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ آواز کچھ پست کریں۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دن کی نمازوں میں بلند آواز سے قرأت نہ کریں اور رات کی نمازوں میں پست آواز سے قرأت نہ کریں۔

یہ حکم فرائض کا ہے اور نوافل میں نمازی کو اختیار ہے خواہ وہ رات کے نوافل میں آہستہ قرأت کرے یا بلند آواز سے، اور یہی مالکیہ کا مذہب ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ اپنی اولاد بنائی اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کسی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی کبریائی بیان کرتے رہیے ○
(بنی اسرائیل: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد نہیں بنائی اولاد نہ ہونے کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) ولد اپنے والد کا جز ہوتا ہے، لہٰذا اس شخص کی اولاد ہوگی جس کے اجزاء ہوں گے، اللہ تعالیٰ اجزاء سے پاک ہے اس لیے اس کی اولاد کا ہونا محال ہے۔

(۲) جس شخص کی اولاد ہوتی ہے وہ اپنی تمام نعمتیں اپنی اولاد کے لیے روک کر رکھتا ہے اور جب اس کی اولاد نہیں ہوتی تو وہ اپنی نعمتیں اپنے غلاموں اور دیگر متعلقین کو دے دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو وہ اپنے خزانوں کا منہ اپنے بندوں پر نہ کھولتا۔

(۳) ولد ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ والد کے فوت ہونے کے بعد ولد اس کا قائم مقام ہو اور اللہ تعالیٰ فوت ہونے سے پاک ہے۔

(۴) ولد والد کی جنس سے ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا ولد ہوتا تو وہ اس کی جنس سے ہوتا، اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے تو ضروری ہوا کہ اگر اس کا ولد ہوتا تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتا اور واجب اور قدیم متعدد نہیں ہو سکتے، نیز ولد والد سے متاخر ہوتا ہے اور جو متاخر ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلائل اور وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے

اس کے بعد فرمایا کہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ اگر ملک میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہوتا تو یہ ملک ایک طرز اور ایک نہج پر نہ ہوتا اور ہر شریک اس ملک کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے اور چلانے کی کوشش کرتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس ملک میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے تو وہ واجب ہے یا ممکن ہے اس کا واجب ہونا اس لیے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب ہے اگر شریک بھی واجب ہو تو تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ محال ہے' کیونکہ اگر دو واجب ہوں تو ہر ایک میں وجوب مشترک ہوگا اور دو چیزیں بغیر امتیاز کے نہیں ہو سکتیں تو ان میں ایک جز ایسا ہوگا جس سے دونوں ممتاز ہوں پس ہر ایک دو جزوں سے مرکب ہوگا ایک جز و مشترک اور دوسرا جز ممیز پس ہر دو مرکب ہوں گے اور جو مرکب ہو وہ اپنے جز کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ واجب نہیں ہو سکتا پس اللہ کا شریک نہیں ہو سکتا' اور اگر وہ شریک ممکن ہے تو وہ اپنے وجود میں خود کسی علت کا محتاج ہوگا اور جو محتاج ہو وہ ملک اور سلطنت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ہم کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے تو وہ قدیم ہے یا حادث' اگر وہ قدیم ہے تو اللہ بھی قدیم ہے پھر تعدد قدماء لازم آئے گا اور وہ بھی اسی طرح محال ہے اور اگر وہ حادث ہے تو وہ اپنے حدوث میں کسی علت کا محتاج ہوگا اور جو اپنے وجود میں کسی علت کا محتاج ہو وہ ملک اور سلطنت میں اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ضعف کی وجہ سے کسی مددگار کا محتاج ہو' کیونکہ وہ تنہا بلا شرکت غیر تمام کائنات کا خالق ہے اس میں ضعف کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کا کوئی مددگار ہے تو تمام مخلوق کو جتنی بھی نعمتیں ملی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ سے ہی ملی ہیں' اس کے سوا کوئی نعمت دینے والا نہیں ہے تو پھر تمام تعریفوں کا مستحق بھی وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی

پھر فرمایا آپ اس کی کبریائی بیان کرتے رہیے اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات کی کبریائی یعنی یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے اس کی تمام صفات مستقل بالذات ہیں اور وہی تمام عبادات اور تمام محامد کا مستحق ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات میں کبریائی یعنی یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے منزہ ہے' اس کی تمام صفات غیر متناہی ہیں' اس کے علم کی کوئی حد ہے نہ اس کی قدرت کی' اس کی تمام صفات تغیر اور زوال سے پاک ہیں۔

(۳) اس کے احکام کی کبریائی یعنی یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے' کسی چیز کا حکم دینا اور کسی کام سے منع کرنا اسی کا حق ہے' وہ جس کو چاہے دنیا اور آخرت میں عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

(۴) انسان اپنی عقل اور اپنی فہم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا' اور انسان اپنی زبان' اپنے دل و دماغ اور اپنے تمام اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا اور اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا' نہ اس کی پوری معرفت حاصل ہو سکتی ہے نہ اس کی نعمتوں کا پورا شکر ادا ہو سکتا ہے اور نہ اس کی پوری عبادت ہو سکتی ہے' اور یہی اس کی کبریائی ہے۔

Marfat.com

اختتامی کلمات اور دعا

آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ / ۲۲ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعہ بعد نماز عصر سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر مکمل ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی تبیان القرآن کی چھٹی جلد بھی مکمل ہو گئی اس جلد تک ساڑھے چودہ پارے کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے مکمل کرا دی ہے فالحمد للہ رب العالمین

اس سال میری کمر میں پچھلے سالوں کی بہ نسبت زیادہ درد تھا وٹامن سی سے اعصاب کو تقویت ملتی تھی مگر میں اب وہ نہیں کھا سکتا کیونکہ اس سے معدہ میں تیزابیت بڑھتی جاتی ہے' دافع درد ادویہ بھی بند کرنی پڑیں کہ ان سے معدہ میں تکلیف ہونے لگی تھی ان حالات میں اس جلد کا مکمل ہونا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا انعام اور احسان ہے میں نے ۱۸ مارچ ۲۰۰۰ء کو یہ جلد شروع کی تھی اور آج ۲۲ دسمبرء کو یہ جلد الحمد للہ ختم ہو گئی' اس طرح نو ماہ اور پانچ دنوں میں یہ جلد مکمل ہو گئی اور اس جلد کی تکمیل میں سب سے کم عرصہ لگا ہے تو ان گوناگوں مسائل اور بیماریوں میں اس جلد کا اتنی سرعت سے مکمل ہو جانا سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق' اس کی امداد اور اس کے احسان کے متصور نہیں ہے۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے تقریباً نصف قرآن کی تفسیر لکھوا دی ہے' آپ کرم فرما کر باقی تفسیر بھی لکھوا دیں' مجھے اس تفسیر میں خطا اور زلل سے محفوظ رکھیں اور اس تفسیر کو اپنی اور اپنے محبوب کی بارگاہ میں مقبول بنا دیں اس کو تا قیامت فیض آفریں اور عقائد اور اعمال میں موثر بنائیں' حاسدین اور مخالفین کے شر سے محفوظ رکھیں۔ الٰہ العالمین! مجھے دنیا اور آخرت کے مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھیں اور محض اپنے کرم سے میرے گناہوں کو معاف فرما دیں' قبر' حشر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیں' میں اس لائق تو نہیں مگر محض اپنے کرم سے مرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عطا فرمائیں اور آخرت میں آپ کی شفاعت عطا فرمائیں۔ میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ' میرے احباب' میرے اقرباء' میرے قارئین اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح اور اس کے جملہ معاونین کو دنیا اور آخرت کے ہر شر' ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمائیں' اور صحت اور سلامتی کے ساتھ ایمان پر حسن خاتمہ عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین' شفیع المذنبین وعلی الہ الطاھرین واصحابہ الکاملین وعلی ازواجہ امھات المؤمنین وعلی علماء ملتہ واولیاء امتہ وسائر المؤمنین اجمعین۔

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ، کتاب الزہد، مکتبۃ الدار مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی، متوفی ۲۰۳ھ، مسند طیالسی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۴- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، المصنف، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۱۵- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

Marfat.com

۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷- امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۸- امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مسند ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ، عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۱- امام ابو عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ
۲۲- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم بیروت۔
۲۳- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، خلق افعال العباد، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۱ھ
۲۴- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۵- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۶- امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۷- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۸- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۹- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دار الجیل بیروت، ۱۹۹۸ء
۳۰- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۳۱- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۲- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دار الرایہ، ریاض ۱۴۱۱ھ
۳۳- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۵- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۶- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۷- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ
۴۱- امام ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، متوفی ۳۱۲ھ، مسند عمر بن عبد العزیز۔
۴۲- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ

Marfat.com

۴۳- امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول، مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ
۴۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۴۵- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۶- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۷- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ، مکارم الاخلاق، مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر، ۱۴۱۱ھ
۴۸- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۹- امام ابو بکر احمد بن حسین آجری، متوفی ۳۶۰ھ، الشریعہ، مطبوعہ مکتبہ دار السلام، ریاض، ۱۴۱۳ھ
۵۰- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
۵۱- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۳- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۵۴- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، کتاب الدعاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۵۵- امام ابو بکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ موسستہ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۵۶- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی، المتوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۵۷- امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ، الناسخ و المنسوخ من الحدیث، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۵۸- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۶۰- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۶۱- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار النفائس، بیروت
۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان۔
۶۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ
۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۷۰- امام ابو عمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضلہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۱- امام ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی، المتوفی ۵۰۹ھ، الفردوس بماثور الخطاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ
۷۲- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۷۳- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، مختصر تاریخ دمشق، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ
۷۴- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ
۷۵- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، المتوفی ۶۰۶ھ، جامع الاصول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۷۶- امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ، الاحادیث المختارۃ، مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
۷۷- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۷۸- امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرۃ فی امور الآخرۃ، مطبوعہ دار البخاری، مدینہ منورہ
۷۹- حافظ شرف الدین عبدالمومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ، المتجر الرابح، مطبوعہ دار خضر بیروت، ۱۴۱۹ھ
۸۰- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم بیروت
۸۱- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
۸۲- امام محمد بن عبداللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ، اللآلی المنثورۃ، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۸۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
۸۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۸۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۶- امام محمد بن محمد جزری، متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ
۸۷- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۸- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۸۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۱- امام عبدالرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ، کنوز الحقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۹۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰ھ

۹۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، مسند فاطمۃ الزہراء

۹۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

۹۵- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۱۴ھ

۹۶- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الدرر المنتشرہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۹۸- علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ، مصر، ۱۳۰۳ھ، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ

۹۹- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۰- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران

۱۰۱- امام حسن بن عبد اللہ البصری، المتوفی ۱۱۰ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ

۱۰۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۱۰ھ

۱۰۳- امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ، معانی القرآن، مطبوعہ بیروت

۱۰۴- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۰۵- شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دار الکتاب ایران، ۱۴۰۴ھ

۱۰۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۰۹ھ، دار الفکر بیروت

۱۰۷- امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ، اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران، ۱۴۰۶ھ

۱۰۸- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ

۱۰۹- امام ابو بکر احمد بن علی رازی، جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

۱۱۰- علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ، تفسیر سمرقندی، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ

۱۱۱- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۳۸۵ھ، التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۱۲- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ، مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور ایران، ۱۳۶۲ھ

۱۱۳- علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، النکت والعیون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۱۴- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ۴۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، المتوفی ۴۶۸ھ، اسباب نزول القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

۱۱۶ امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ھ 'تفسیر القرآن' مطبوعہ دار الوطن 'ریاض' ۱۴۱۸ھ
۱۱۷- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی 'المتوفی ۴۶۸ھ 'الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۸- امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی 'المتوفی ۵۱۶ھ 'معالم التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۱۹- علامہ محمود بن عمر زمخشری 'متوفی ۵۳۸ھ 'الکشاف' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۲۰- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی 'مالکی' متوفی ۵۴۳ھ 'احکام القرآن' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۲۱- علامہ ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی 'متوفی ۵۴۶ھ 'المحرر الوجیز' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۲۲- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی 'متوفی ۵۴۸ھ 'مجمع البیان' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۴۰۶ھ
۱۲۳- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی 'متوفی ۵۹۷ھ 'زاد المسیر' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۲۴- خواجہ عبد اللہ انصاری من علماء القرن السادس 'کشف الاسرار وعدۃ الابرار' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۲۵- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی 'متوفی ۶۰۶ھ 'تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۲۶- علامہ محی الدین ابن عربی 'متوفی ۶۳۸ھ 'تفسیر القرآن الکریم' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۹۷۸ء
۱۲۷- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی 'متوفی ۶۶۸ھ 'الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۲۸- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی 'متوفی ۶۸۵ھ 'انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۱۲۹- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی 'متوفی ۷۱۰ھ 'مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۱۳۰- علامہ علی بن محمد خازن شافعی 'متوفی ۷۲۵ھ 'لباب التاویل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ 'پشاور
۱۳۱- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی 'متوفی ۷۲۸ھ 'تفسیر نیشاپوری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۲- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ 'متوفی ۷۲۸ھ 'التفسیر الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۹ھ
۱۳۳- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ 'متوفی ۷۵۱ھ 'بدائع التفسیر' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۳۴- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی 'متوفی ۷۵۴ھ 'البحر المحیط' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۳۵- علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الشافعی 'متوفی ۷۵۶ھ 'الدر المصون' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۶- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ 'تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ
۱۳۷- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی 'متوفی ۸۶۰ھ 'حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۸- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی 'متوفی ۸۷۵ھ 'تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۳۹- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ 'نظم الدرر' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ 'الدر المنثور' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران
۱۴۱- حافظ جلال الدین سیوطی 'متوفی ۹۱۱ھ 'جلالین' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی 'متوفی ۹۱۱ھ 'لباب النقول فی اسباب النزول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۳- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی 'متوفی ۹۵۱ھ 'حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیو بند' دار الکتب العلمیہ

Marfat.com

بیروت،۱۴۱۹ھ
۱۴۴۔ شیخ فتح اللہ کاشانی، متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسروایران
۱۴۵۔ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوالسعود، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت،۱۴۱۹ھ
۱۴۶۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۲۸۳ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت،۱۴۱۷ھ
۱۴۷۔ علامہ احمد جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، التفسیرات الاحمدیہ، مطبع کریمی بمبئی
۱۴۸۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۴۹۔ شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ المطبع البہیتہ، مصر، ۱۳۰۳ھ
۱۵۰۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، تفسیر صاوی، مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ، مصر
۱۵۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۵۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۵۳۔ شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، دارالوفا بیروت،۱۴۱۸ھ
۱۵۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۵۵۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، المکتبۃ العصریہ بیروت،۱۴۱۲ھ
۱۵۶۔ علامہ محمد جمال الدین قاسمی، متوفی ۱۳۳۲ھ، تفسیر القاسمی، مطبوعہ دارالفکر بیروت،۱۳۹۸ھ
۱۵۷۔ علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ، تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۵۸۔ علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری، متوفی ۱۳۵۹ھ، الجواہر فی تفسیر القرآن، المکتبۃ الاسلامیہ ریاض
۱۵۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۱۶۰۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۶۱۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۶۲۔ علامہ محمد طاہر بن عاشور، متوفی ۱۳۸۰ھ، التحریر والتنویر، مطبوعہ تونس
۱۶۳۔ سید محمد قطب شہید، متوفی ۱۳۸۵ھ، فی ظلال القرآن، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت،۱۳۸۶ھ
۱۶۴۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ، نور العرفان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات
۱۶۵۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ
۱۶۶۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۶۷۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ، التبیان، مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان
۱۶۸۔ علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی، اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

Marfat.com

۱۶۹- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۷۰- آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۶۹ھ
۱۷۱- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۷۲- شیخ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۷۳- علامہ محمود صافی، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۷۴- استاذ محی الدین درویش، اعراب القرآن وبیانہ، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۷۵- ڈاکٹر وہبہ زحیلی، تفسیر منیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ
۱۷۶- سعیدی حوی، الاساس فی التفسیر، مطبوعہ دار السلام

کتب علومِ قرآن

۱۷۷- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۷۸- علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۷۹- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۸۰ علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ
۱۸۱- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۸۲- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۸۳- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ
۱۸۴- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی، متوفی ۵۴۳ھ، عارضۃ الاحوذی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۵ قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ، القبس فی شرح موطا ابن انس، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۸۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۸۷- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۸۸- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۸۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۹۰- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ

Marfat.com

۱۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱۹۳- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
۱۹۴- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ
۱۹۵- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۶- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۱۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۹۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ
۱۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تنویر الحوالک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۰۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۲۰۱- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی، متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۰۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۰۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۰۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
۲۰۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین، مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ
۲۰۶- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
۲۰۷- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ
۲۰۸- شیخ عبد الرحمن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰۹- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ
۲۱۰- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۱۱- شیخ محمد ادریس کاندھلوی، متوفی ۱۳۹۴ھ، التعلیق الصبیح، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور

کتب اسماء الرجال

۲۱۲- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناھیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ
۲۱۳- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی، ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۱۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۱۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

۲۱۷- علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۱۹ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۲۰- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ، الشذرة فی الاحادیث المشتہرة، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۲۲۱- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرة الموضوعات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۲۳- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۲۴- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، الفوائد المجموعہ، مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
۲۲۵- علامہ عبد الرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ، اسنی المطالب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۲۶- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران، ۱۴۱۴ھ
۲۲۷- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ
۲۲۸- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۲۲۹- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۳۰- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۳۱ علامہ محمد بن ابو بکر بن عبد الغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۳۲- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۳- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزة، قم، ایران
۲۳۴- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۳۵- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ، ۱۴۱۵ھ
۲۳۶- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۳۷- لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء
۲۳۸- شیخ غلام احمد پرویز، متوفی ۱۴۰۵ھ، لغات القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۲۳۹- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۲۴۰- امام محمد بن اسحاق، متوفی ۱۵۱ھ، کتاب السیر والمغازی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

۲۴۱- امام عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۴۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۴۳- علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، المتوفی ۴۵۰ھ، اعلام النبوت، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ۱۴۰۸ھ

۲۴۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دارالقلم بیروت

۲۴۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۴۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۴۷- علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان

۲۴۸- علامہ عبدالرحمان بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۴۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۵۰- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

۲۵۱- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۲۵۲- علامہ علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ کراچی

۲۵۳- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۵۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۵۵- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

۲۵۶- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ

۲۵۷- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۵۸- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

۲۵۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۶۰- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۶۱- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۶۲- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۲۶۳- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۶۴- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

۲۶۵- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۲۶۶- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ، خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ
۲۶۷- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۶۸- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۲۷۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۷۱- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ
۲۷۲- علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرہ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۷۳- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی، متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۷۴- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
۲۷۵- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۷۶- علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۷۷- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۲۷۸- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۱۲ھ
۲۷۹- علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نوا لکشور، ۱۲۹۱ھ
۲۸۰- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحرالرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۸۱- علامہ حامد بن علی قونوی رومی، متوفی ۹۸۵ھ، فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۸۲- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ
۲۸۳- علامہ خیرالدین رملی، متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۸۴- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۲۸۵- علامہ سید احمد بن محمد حموی، متوفی ۱۰۹۸ھ، غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
۲۸۶- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۲۸۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۸۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ
۲۸۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۹۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ
۲۹۱- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، جدالممتار، مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۲۹۲- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۲۹۳- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

Marfat.com

۲۹۴۔ علامہ امجد علی، متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۲۹۵۔ شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ، اعلاء السنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۹۶۔ علامہ نور اللہ نعیمی، متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۲۹۷۔ امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۹۸۔ علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۹۹۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ
۳۰۰۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۳۰۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۰۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۰۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۳۰۴۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ، نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۰۵۔ علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی، متوفی ۱۰۸۷ھ، حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۳۰۶۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰۷۔ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۰۸۔ علامہ خلیل بن اسحاق مالکی، متوفی ۷۶۷ھ، مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۰۹۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، المتوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل، مطبوعہ مکتبہ النجاح، لیبیا
۳۱۰۔ علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۱۱۔ علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۱۲۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۱۳۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۱۴۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

۳۱۵- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۱۶- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۱۷- علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ ھ، الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۱۸- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۱۹- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۲۰- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ ھ، الاصول من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۲۱- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۲۲- شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس، الاحتجاج، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۴۰۳ھ
۳۲۳- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، المتوفی ۶۷۹ ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۲۴- ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ ھ، حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ
۳۲۵- ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ ھ، حیات القلوب، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۲۶- ملاباقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ ھ، جلاء العیون، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

۳۲۷- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ
۳۲۸- علامہ ابو البرکات عبد الرحمان بن محمد الانباری، المتوفی ۵۷۷ ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۳۲۹- شیخ احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دار السلام ریاض، ۱۴۱۴ھ
۳۳۰- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۳۳۱- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۳۲- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ ھ، شرح المواقف، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۳۳- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ ھ، مسایرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
۳۳۴- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی، المتوفی ۹۰۶ ھ، مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
۳۳۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ
۳۳۶- علامہ محمد بن احمد السفارینی، المتوفی ۱۱۸۸ ھ، لوامع الانوار البہیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۳۷- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ ھ، کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

Marfat.com

کتب اصول فقہ

۳۳۸۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی ۶۰۶ھ، المحصول، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
۳۳۹۔ علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، المتوفی ۷۳۰ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۱ھ
۳۴۰۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، توضیح و تلویح، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳۴۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد الشہیر بابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التیسیر، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض
۳۴۲۔ علامہ محب اللہ بہاری، متوفی ۱۱۱۹ھ، مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۳۴۳۔ علامہ احمد جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۴۴۔ علامہ عبد الحق خیر آبادی، متوفی ۱۳۱۸ھ، شرح مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۴۵۔ شیخ ابو طالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ، قوت القلوب، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۴۶۔ امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ
۳۴۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرہ، مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ
۳۴۸۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ، قاعدہ جلیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ
۳۴۹۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکبائر، مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ، مصر
۳۵۰۔ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۵۱ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ، اغاثۃ اللھفان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۳۵۲ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ
۳۵۳۔ علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی، متوفی ۷۶۸ھ، روض الریاحین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۴ھ
۳۵۴۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۳۵۵۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۵۶۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۵۷۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۵۸ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الکبریت الاحمر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۵۹ علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

۳۶۰ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۶۱ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۶۲ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المنن الکبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۳۶۳ علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاویٰ الحدیثیہ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ
۳۶۴ علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۳۶۵- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ
۳۶۶- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ، الزواجر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۶۷- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۷۰ھ
۳۶۸- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۶۹- شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۳۷۰- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، کشف الظنون، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ طہران، ۱۳۷۸ھ
۳۷۱- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور
۳۷۲- شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ، ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ
۳۷۳- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۷۴- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۳۷۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۳۷۶- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یارسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد احمد

حامد محمود قاسم عاقب

فاتح شاہد حاشر رشید مشہود

بشیر نذیر داع شاف

ہاد ماح منج تہامی

ہاشمی امی

محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

نبی ناہ

رسول ابطحی

عزیز حریص علیکم رؤف رحیم

طٰہٰ مجتبیٰ طٰس مرتضیٰ

حٰم مصطفیٰ یٰس اولیٰ مزمل

ولی مدثر متین مصدق

طیب ناصر منصور مصباح امر

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم — نزاری صلی اللہ علیہ وسلم — صادق صلی اللہ علیہ وسلم — امین صلی اللہ علیہ وسلم — عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم — حسیب صلی اللہ علیہ وسلم — مجیب صلی اللہ علیہ وسلم — شکور صلی اللہ علیہ وسلم — مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم — قوی صلی اللہ علیہ وسلم — حفی صلی اللہ علیہ وسلم — مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم — حق صلی اللہ علیہ وسلم — مبین صلی اللہ علیہ وسلم — مطیع صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم — آخر صلی اللہ علیہ وسلم — ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم — باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم — یتیم صلی اللہ علیہ وسلم — کریم صلی اللہ علیہ وسلم — حکیم صلی اللہ علیہ وسلم — خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم — سراج صلی اللہ علیہ وسلم — مبشر صلی اللہ علیہ وسلم — محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم — منیر صلی اللہ علیہ وسلم — مذکر صلی اللہ علیہ وسلم — مطہر صلی اللہ علیہ وسلم — قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم — مدعو صلی اللہ علیہ وسلم — جواد صلی اللہ علیہ وسلم — خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم — شہیر صلی اللہ علیہ وسلم — شہید صلی اللہ علیہ وسلم — رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم — شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مؤمن صلی اللہ علیہ وسلم — مضری صلی اللہ علیہ وسلم — نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم — حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم — قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۔ ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم

هو الله جل جلاله — الذی لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله — الرحمن جل جلاله — الرحیم جل جلاله — الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله — السلام جل جلاله — المؤمن جل جلاله — المهیمن جل جلاله — العزیز جل جلاله

الجبار جل جلاله — المتکبر جل جلاله — الخالق جل جلاله — الباری جل جلاله

المصور جل جلاله — الغفار جل جلاله — القهار جل جلاله — الوهاب جل جلاله — الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله — العلیم جل جلاله — القابض جل جلاله — الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله — الرافع جل جلاله — المعز جل جلاله — الحکم جل جلاله — البصیر جل جلاله

السمیع جل جلاله — المذل جل جلاله — العدل جل جلاله — اللطیف جل جلاله

الخبیر جل جلاله — الحلیم جل جلاله — العظیم جل جلاله — الغفور جل جلاله — الشکور جل جلاله

العلی جل جلاله — الکبیر جل جلاله — الحفیظ جل جلاله — المقیت جل جلاله

الحسیب جل جلاله — الجلیل جل جلاله — الکریم جل جلاله — الرقیب جل جلاله — المجیب جل جلاله

الواسع جل جلاله — الحکیم جل جلاله — الودود جل جلاله — المجید جل جلاله

الباعث جل جلاله — الشهید جل جلاله — الحق جل جلاله — الوکیل جل جلاله — القوی جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

Marfat.com

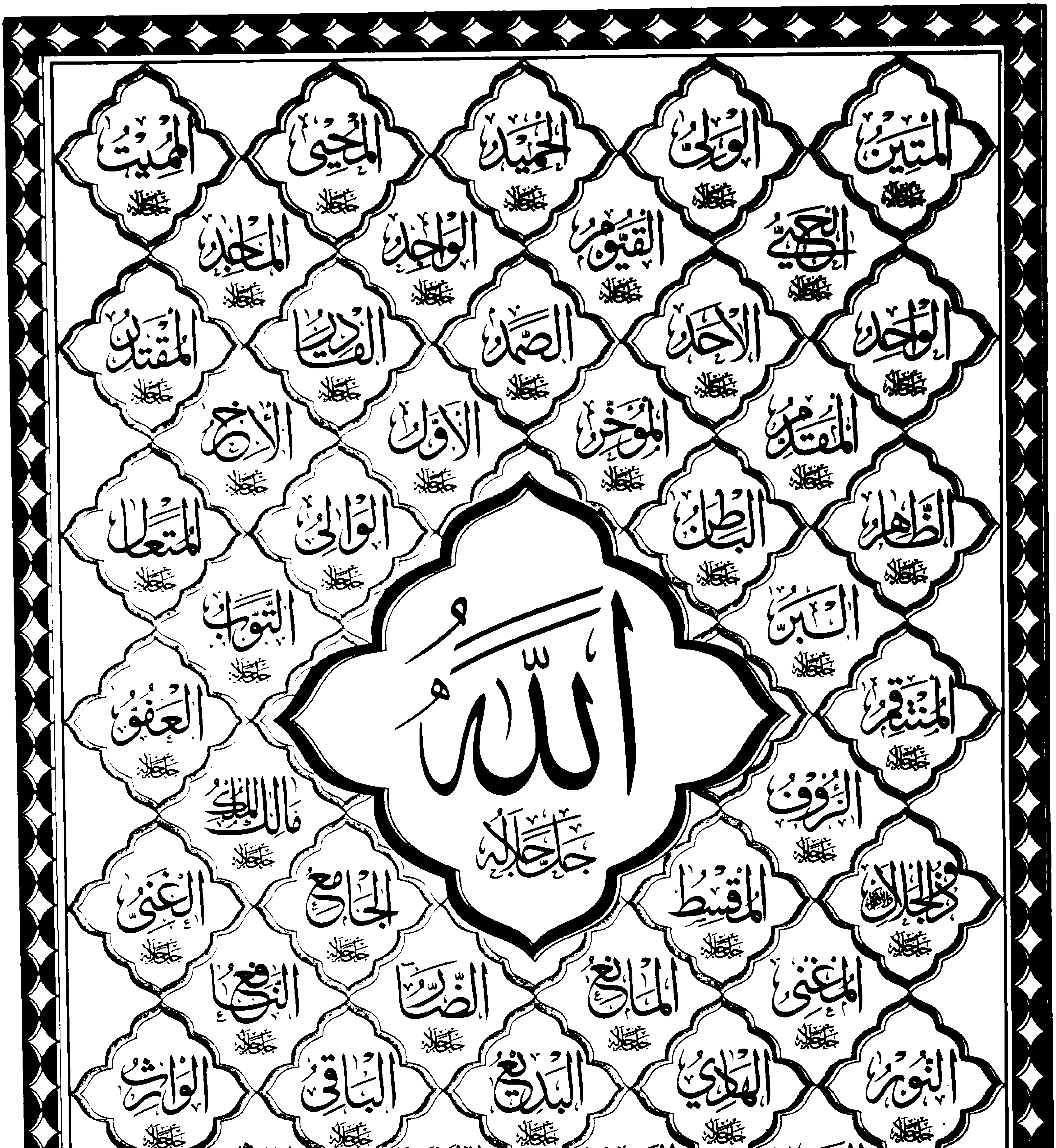

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸- اردو بازار لاہور

marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد ہفتم

الکہف تا المؤمنون

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸-اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، فاضل علوم شرقیہ

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

الطبع الاوّل : ذوالحج 1423ھ / فروری 2003ء

الطبع الثالث : شوال 1426ھ / نومبر 2005ء

Farid Book Stall®

Phone No:092-42-7312173-7123435

Fax No.092-42-7224899

Email:info@faridbookstall.com

Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵-۷۳۱۲۱۷۳-۴۲-۰۹۲

فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹-۴۲-۰۹۲

ای میل : info@faridbookstall.com

ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	**سورۃ الکہف**	
۲	سورۃ کا نام	۳۳
۳	سورۃ الکہف کا زمانہ نزول	۳۳
۴	سورۃ الکہف کا سبب نزول	۳۴
۵	روح کے سوال کو بنی اسرائیل میں اور بقیہ دو سوالوں کو الکہف میں ذکر کرنے کی توجیہ	۳۴
۶	سورۃ الکہف کے متعلق احادیث	۳۵
۷	سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف میں باہمی مناسبت	۳۶
۸	سورۃ الکہف کے مشمولات	۳۷
۹	الحمد للہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتب (۱-۱۲)	۳۸
۱۰	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کا ارتباط	۴۰
۱۱	اللہ کی حمد کرنے کا طریقہ	۴۱
۱۲	قرآن مجید میں کجی نہ ہونے کا معنی	۴۱
۱۳	انسان کا بااختیار ہونا	۴۲
۱۴	نبی ﷺ کا منصب ایمان کا راستہ دکھانا ہے رہا ایمان کو پیدا کرنا سو وہ اللہ کا کام ہے	۴۲
۱۵	زمین کی زینت سے انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	۴۳
۱۶	اس سوال کا جواب کہ امتحان لینا تو عدم علم کو مستلزم ہے	۴۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	دنیا سے رغبت کو کم کرنا	۴۴
۱۸	دنیا کی زینت اور اس سے دامن بچانے کے متعلق احادیث	۴۵
۱۹	زہد اور قناعت کے متعلق احادیث	۴۶
۲۰	زہد اور قناعت کی تعریفات	۴۸
۲۱	اصحاب کہف کے واقعہ کا شانِ نزول	۴۸
۲۲	اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کی سوانح	۴۹
۲۳	اصحاب کہف کی دعا کی تشریح	۵۶
۲۴	لوگوں کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے جنگلوں اور غاروں میں رہنے کا جواز	۵۶
۲۵	عزلت نشینی کے بجائے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی فضیلت	۵۷
۲۶	عزلت نشینی اور تمدنی زندگی میں درمیانی کیفیت	۵۸
۲۷	نیند کا کانوں کے ساتھ تعلق	۵۸
۲۸	لنعلم کے چند تراجم اور ان پر اشکال	۵۹
۲۹	اللہ کے علم کے حادث ہونے کا اشکال اور اس کے جوابات	۶۰
۳۰	دو جماعتوں کا مصداق	۶۱
۳۱	نحن نقص علیک نباھم بالحق (۱۳-۱۷)	۶۱
۳۲	فتیۃ کے معنی	۶۲
۳۳	اصحاب کہف کے کھڑے ہونے کی تفسیر میں اقوال	۶۳

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۴	سماع کے دوران قیام پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۶۳
۳۵	بتوں کی عبادت کی ممانعت پر ایک سوال کا جواب	۶۴
۳۶	مشکل الفاظ کے معانی	۶۵
۳۷	اصحاب کہف کے جسموں کو دھوپ سے محفوظ رکھنے کی دو تفسیریں۔	۶۵
۳۸	وتحسبهم ايقاظا وهم رقود. (۲۲-۱۸)	۶۶
۳۹	اصحاب کہف کا کروٹیں بدلنا	۶۷
۴۰	الوصید کا معنی	۶۸
۴۱	صالحین کی مجلس کے ثمرات	۶۸
۴۲	ارتکاب معصیت اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے خلاف نہیں ہے	۶۹
۴۳	کتوں کو رکھنے کا شرعی حکم	۷۰
۴۴	اصحاب کہف کا نیند سے اُٹھ کر اپنے ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجنا	۷۰
۴۵	وکیل بنانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۱
۴۶	وکیل بنانے کے متعلق احادیث	۷۱
۴۷	وکالت کا لغوی اور شرعی معنی	۷۴
۴۸	وکالت کے ارکان	۷۴
۴۹	موکل کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۰	وکیل کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۱	جس چیز میں وکالت ہے اس کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۲	اصحاب کہف اور ان کے شہر والوں کے درمیان ماجرا اور ان کی بحث	۷۶
۵۳	مزارات پر گنبد بنانے کا ثبوت	۷۷
۵۴	صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۷۹
۵۵	صالحین کی قبروں کے پاس مساجد بنانے کی ممانعت میں احادیث	۸۰
۵۶	ممانعت کی احادیث کا منسوخ ہونا	۸۰
۵۷	صالحین کی قبور کے پاس مسجد بنانے کی ممانعت کے محامل	۸۱
۵۸	صالحین کے جوار میں مسجد بنانے پر مفسرین کی تصریحات	۸۳
۵۹	اصحاب کہف کی تعداد بتانے والے قائلین	۸۴
۶۰	اصحاب کہف کی صحیح تعداد	۸۴
۶۱	سات اوصاف کے درمیان واؤ کا ذکر نہ کرنا اور آٹھویں وصف سے پہلے واؤ کا ذکر کرنا	۸۵
۶۲	ولا تقولن لشاىٔ انی فاعل ذلک غدا. (۳۱-۲۳)	۸۶
۶۳	ان شاء اللہ کہنے کے ترک کی ممانعت	۸۸
۶۴	ان شاء اللہ کہنے کے فقہی مسائل	۸۹
۶۵	نبی ﷺ کو علوم الغیب عطا فرمانا	۸۹
۶۶	ان شاء اللہ کہنے کو بھولنے کی حکمتیں	۹۰
۶۷	نسیان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۹۰
۶۸	رسول اللہ ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت کی تحقیق	۹۱
۶۹	غار میں اصحاب کہف کے قیام کی مدت	۹۳
۷۰	آیا اصحاب کہف اب زندہ ہیں یا نہیں؟	۹۳
۷۱	سنت اور قیاس پر عمل کرنے کا جواز	۹۴
۷۲	نبی ﷺ کو فقراء مسلمین کی مجلس میں بیٹھنے کا حکم	۹۴
۷۳	فقراء اور مساکین کی فضیلت میں احادیث	۹۵
۷۴	اغنیاء کے اسلام کی خاطر فقراء کو مجلس سے نہ اُٹھانے کی توجیہ	۹۸
۷۵	جب انسان کے اختیار اور اس کے اعمال کا	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خالق اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی جزا اور سزا کی کیا توجیہ ہے	۹۸
۷۶	اس اشکال کا جواب متکلمین سے	۹۹
۷۷	اس اشکال کا جواب علامہ بہاری سے	۹۹
۷۸	علامہ بہاری کے جواب کی وضاحت	۱۰۰
۷۹	اس اشکال کا جواب مصنف سے	۱۰۰
۸۰	ایمان لانے اور اطاعت کرنے میں بندہ کا فائدہ ہے نہ کہ اللہ کا	۱۰۰
۸۱	سرادقھا کا معنی	۱۰۱
۸۲	دوزخ کی آگ کے متعلق آیات اور احادیث	۱۰۲
۸۳	جنت کی اجمالی نعمتیں	۱۰۳
۸۴	جنت کی تفصیلی نعمتیں	۱۰۳
۸۵	واضرب لھم مثلا رجلین (۴۴-۳۲)	۱۰۳
۸۶	مال دار کافر اور مومن کی مثال کا شانِ نزول	۱۰۵
۸۷	جنت اور اس کے مقلوب کا معنی	۱۰۶
۸۸	دو باغوں کی صفات	۱۰۶
۸۹	کافر کا اپنے مال پر فخر کرنا اور مسلمان کو حقیر جاننا	۱۰۷
۹۰	مسلمان کا کافر کو جواب دینا	۱۰۷
۹۱	لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۲	ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کے متعلق احادیث	۱۰۹
۹۳	ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کا معنی	۱۰۹
۹۴	باغ پر کافر کے فخر کرنے کا جواب	۱۱۰
۹۵	انبیاء اور صالحین پر مصائب آنے کی حکمت	۱۱۰
۹۶	صرف اللہ کے پاس اختیارات ہونے کی وجوہ	۱۱۱
۹۷	واضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا (۴۹-۴۵)	۱۱۱
۹۸	دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۱۱۲
۹۹	حرص کی مذمت اور قناعت کی فضیلت	۱۱۳
۱۰۰	الھشیم کے معنی کی تحقیق	۱۱۴
۱۰۱	بیویوں اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا نامناسب ہے	۱۱۴
۱۰۲	الباقیات الصالحات کے بہت بہتر ہونے کی وضاحت	۱۱۵
۱۰۳	الباقیات الصالحات کا مصداق	۱۱۵
۱۰۴	احوال آخرت میں سے پہاڑوں کو چلانے کا معنی	۱۱۶
۱۰۵	احوال آخرت میں سے زمین کے صاف میدان ہونے کا معنی	۱۱۶
۱۰۶	کفار کے پیش ہونے کی پانچ حالتیں	۱۱۷
۱۰۷	قیامت کے دن برہنہ حشر کرنا	۱۱۹
۱۰۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانے اور مرتدین کو میرے اصحاب فرمانے کی توجیہ	۱۲۰
۱۰۹	قیامت کے دن اعمال نامہ پیش کیا جانا	۱۲۰
۱۱۰	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کے متعلق مذاہب	۱۲۱
۱۱۱	صغائر اور کبائر کی تقسیم کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۲۱
۱۱۲	صغائر اور کبائر کے متعلق احادیث	۱۲۱
۱۱۳	گناہ کبیرہ کی تعداد	۱۲۳
۱۱۴	گناہ کبیرہ کی متعدد تعریفیں	۱۲۴
۱۱۵	مکس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۲۵
۱۱۶	بینک سے کاٹی ہوئی زکوٰۃ کا شرعی حکم	۱۲۶
۱۱۷	مکاس کی مذمت میں احادیث	۱۲۷
۱۱۸	ٹیکس لگانے کی تحقیق	۱۲۷
۱۱۹	انفرادی اور اجتماعی اور ملکی اور قومی ضروریات کیلئے نبی ﷺ کا مدد کیلئے مسلمانوں سے اپیل کرنا	۱۲۸

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۲۰	ٹیکس لگانے کے وجوب پر عقلی دلیل	۱۲۹
۱۲۱	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر قرآن مجید سے استدلال	۱۳۰
۱۲۲	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر احادیث سے استدلال	۱۳۰
۱۲۳	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر فقہاء سے استدلال	۱۳۱
۱۲۴	حکومت کا ٹیکس کی آمدنی کو ذاتی تصرف میں لانا ناجائز اور ظلم ہے	۱۳۱
۱۲۵	واذ قلنا للملئکة اسجدوا (۵۳-۵۰)	۱۳۲
۱۲۶	ربط آیات' ذرّیت کا معنی اور شیطان کی ذرّیت کا بیان	۱۳۲
۱۲۷	ان لوگوں کا رد جو حقائق شناسی کا دعویٰ کرتے ہیں	۱۳۴
۱۲۸	موبق کا معنی	۱۳۵
۱۲۹	ولقد صرفنا فی ھذاالقران (۵۹-۵۴)	۱۳۶
۱۳۰	جدال کا معنی اور قرآن اور حدیث میں جدال کے اطلاقات	۱۳۷
۱۳۱	گزشتہ کافر قوموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور	۱۳۹
۱۳۲	گزشتہ تباہ ہونے والی بستیاں	۱۳۹
۱۳۳	جن برے کاموں کی وجہ سے کفار پر عذاب نازل کیا گیا	۱۴۰
۱۳۴	واذ قال موسی لفتہ لا ابرح (۷۰-۶۰)	۱۴۱
۱۳۵	ربط آیات	۱۴۳
۱۳۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	۱۴۳
۱۳۷	حضرت موسیٰ کا نام ونسب اور عمر کا بیان	۱۴۳
۱۳۸	حضرت یوشع بن نون کا تعارف	۱۴۴
۱۳۹	ہمارے نبی ﷺ کیلئے ردشمس کی حدیث پر حافظ ابن حجر کی تحقیق	۱۴۴
۱۴۰	حدیث ردشمس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی کی تحقیق	۱۴۵
۱۴۱	حدیث ردشمس پر علامہ زبیدی کی تحقیق	۱۴۶
۱۴۲	حدیث ردشمس پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۱۴۷
۱۴۳	حدیث ردشمس پر حرف آخر	۱۴۸
۱۴۴	حضرت یوشع بن نون کو "فتیٰ" فرمانے کی توجیہ	۱۴۸
۱۴۵	حضرت خضر کا نام' لقب اور کنیت	۱۴۹
۱۴۶	مجمع البحرین کا مصداق	۱۴۹
۱۴۷	حقبا کے معنی	۱۴۹
۱۴۸	مجمع البحرین کی طرف سفر کا سبب اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کی تعیین	۱۵۰
۱۴۹	سرب کا معنی	۱۵۲
۱۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھولنے کی نسبت کرنے کی توجیہ	۱۵۲
۱۵۱	سفر میں زادِ راہ لینا توکل کے خلاف نہیں' بلکہ سنت انبیاء ہے	۱۵۳
۱۵۲	بیماریوں اور مصائب کے بیان کرنے کا جواز	۱۵۳
۱۵۳	مصائب اور بیماریوں کے بیان سے صوفیاء کا منع کرنا	۱۵۵
۱۵۴	مصائب اور بیماریوں کے بیان کرنے کے جواز پر قرآن مجید اور احادیث سے استدلال	۱۵۶
۱۵۵	عیادت کرنے کے ثبوت میں احادیث	۱۵۷
۱۵۶	وما انسانیہ میں ضمیر "ہ" پر پیش لگانے کی توجیہ	۱۵۹
۱۵۷	پکی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو جانا	۱۵۹
۱۵۸	حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات	۱۶۰

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۵۹	حضرت خضر کو "خضر" کہنے کی وجہ	۱۶۰
۱۶۰	حضرت خضر کے نبی ہونے کی تحقیق	۱۶۱
۱۶۱	سید ابوالاعلیٰ مودودی کا حضرت خضر کو انسان کے بجائے فرشتہ قرار دینا	۱۶۱
۱۶۲	حضرت خضر کے فرشتہ ہونے کا رد	۱۶۳
۱۶۳	حضرت خضر کے انسان ہونے پر دلائل	۱۶۳
۱۶۴	حضرت خضر کے نبی ہونے کا ثبوت علماء دیوبند سے	۱۶۴
۱۶۵	حضرت خضر کی حیات کے متعلق علماء اُمت کی آراء	۱۶۵
۱۶۶	حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل	۱۶۶
۱۶۷	حیاتِ خضر کے ثبوت پر دلائل	۱۶۸
۱۶۸	حیاتِ خضر کے حق میں اور اُس کے خلاف دلائل پر بحث ونظر	۱۶۹
۱۶۹	حیاتِ خضر کے سلسلہ میں حرفِ آخر	۱۷۱
۱۷۰	علم لدنی کی تعریف	۱۷۱
۱۷۱	حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب دیئے جانے کی تصریحات	۱۷۲
۱۷۲	شریعت، طریقت اور حقیقت کی تعریفیں	۱۷۳
۱۷۳	حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصولِ تعلیم کیلئے ادب سے درخواست کرنا	۱۷۴
۱۷۴	حضرت موسیٰ کی درخواست میں ادب کی وجوہ	۱۷۵
۱۷۵	حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ	۱۷۶
۱۷۶	تعلیم اور تعلم کے آداب	۱۷۷
۱۷۷	فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینة (۷۱-۷۴)	۱۷۷
۱۷۸	کشتی کا تختہ توڑنے کی تفصیل	۱۷۸
۱۷۹	بھول کی وجہ سے مواخذہ نہ ہونے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فرق اور دیگر فقہی مسائل	۱۷۹
۱۸۰	حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا، وہ بالغ تھا یا نابالغ، اور اس کے قتل کی کیفیت	۱۷۹
۱۸۱	قال الم اقل لک انک لن تسطیع (۷۵-۸۲)	۱۸۰
۱۸۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انصاف پسندی اور اُستاذ کا ادب واحترام	۱۸۱
۱۸۳	کھانا مانگنے کے سوال کا ضابطہ	۱۸۲
۱۸۴	تاویل کا معنی	۱۸۴
۱۸۵	بہ قدر ضرورت مالِ دنیا جمع کرنے کا جواز اور استحباب	۱۸۴
۱۸۶	سمندر میں کام کرنے والے مسکینوں کا بیان	۱۸۵
۱۸۷	زیادہ نقصان سے بچنے کیلئے کم نقصان کو برداشت کرنا	۱۸۵
۱۸۸	لڑکے کو قتل کرنے کی توجیہ	۱۸۶
۱۸۹	یتیم کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۱۸۷
۱۹۰	یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے اجر وثواب کے متعلق احادیث	۱۸۸
۱۹۱	یتیم لڑکوں اور ان کے شہر کا نام	۱۸۹
۱۹۲	خزانہ کے مصداق میں اقوال	۱۹۰
۱۹۳	یتیم بچوں کے باپ کا تعارف اور مرنے کے بعد بھی مرد صالح کا فیضان	۱۹۰
۱۹۴	حضرت خضر کے نبی ہونے پر دلیل	۱۹۱
۱۹۵	حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں حضرت یوشع بن نون کا کردار	۱۹۲
۱۹۶	حسن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور عیب کی نسبت اپنی طرف کرنا	۱۹۲
۱۹۷	صفاء باطن کا دعویٰ کر کے احکام شرعیہ سے	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	استغناء ظاہر کرنا زندیقی ہے	۱۹۴
۱۹۸	تصوف کے جھوٹے مدعی	۱۹۴
۱۹۹	علماء باطن کی تعریف	۱۹۴
۲۰۰	علماء ظاہر کی تعریف	۱۹۵
۲۰۱	علماء ظاہر کی علماء باطن پر فضیلت	۱۹۵
۲۰۲	علماء باطن کی علماء ظاہر پر فضیلت	۱۹۵
۲۰۳	علماء باطن کی فیض آفرینی پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل	۱۹۶
۲۰۴	علماء باطن اور عارفین کی فیض آفرینی کے واقعات	۱۹۷
۲۰۵	ویسئلونک عن ذی القرنین (۸۳-۱۰۱)	۱۹۸
۲۰۶	ربطِ آیات	۲۰۰
۲۰۷	ذوالقرنین کا مصداق اور اُس کی وجہ تسمیہ	۲۰۱
۲۰۸	تورات میں ذوالقرنین کی طرف اشارے	۲۰۲
۲۰۹	ذوالقرنین کا تصرف اور اس کا اقتدار	۲۰۳
۲۱۰	ذوالقرنین کا پہلا سفر بہ جانبِ مغرب	۲۰۳
۲۱۱	ذوالقرنین کا دوسرا سفر بہ جانبِ مشرق	۲۰۵
۲۱۲	ذوالقرنین کا تیسرا سفر بہ جانبِ شمال	۲۰۶
۲۱۳	یاجوج ماجوج کے متعلق احادیث	۲۰۷
۲۱۴	یاجوج اور ماجوج کے متعلق قدیم علماء کی آراء	۲۰۸
۲۱۵	یاجوج اور ماجوج کے متعلق متاخرین کی آراء	۲۰۸
۲۱۶	یاجوج اور ماجوج کے متعلق مصنف کا نظریہ	۲۱۲
۲۱۷	سدذوالقرنین کی تحقیق	۲۱۲
۲۱۸	افحسب الذین کفروا ان یتخذوا (۱۰۲-۱۱۰)	۲۱۴
۲۱۹	جن لوگوں کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں	۲۱۶
۲۲۰	جن لوگوں کے اعمال کا وزن ضائع نہیں ہوگا	۲۱۷
۲۲۱	بسیار خوری کے دینی اور دنیوی نقصانات	۲۱۷
۲۲۲	جنت الفردوس کا مقام	۲۱۹
۲۲۳	جنت کے فضائل	۲۱۹
۲۲۴	ان جاہل شعراء اور جعلی صوفیاء کا رد' جو جنت کو کمتر کہتے ہیں	۲۲۱
۲۲۵	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا غیر متناہی ہونا	۲۲۲
۲۲۶	بشر کا معنی	۲۲۳
۲۲۷	کفار' انبیاء کرام علیہم السلام کو کیوں بشر کہتے تھے اور اُن کا رد	۲۲۴
۲۲۸	انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لئے وجہ احسان ہے	۲۲۵
۲۲۹	رسول اللہ ﷺ کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا	۲۲۵
۲۳۰	نبی اور رسول کا بشر ہونا	۲۲۶
۲۳۱	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۲۲۷
۲۳۲	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ	۲۲۹
۲۳۳	علماء دیوبند کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ	۲۲۹
۲۳۴	رسول اللہ ﷺ کے خصائص کے ذکر کے بغیر آپ کو صرف بشر کہنا جائز نہیں	۲۳۰
۲۳۵	نبی ﷺ سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں	۲۳۱
۲۳۶	دکھانے اور سنانے کیلئے عبادت کرنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۳۲
۲۳۷	اخلاص کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۳۴
۲۳۸	صوفیاء کرام کے نزدیک اخلاص کی تعریفات	۲۳۴
۲۳۹	اخلاص کے متعلق احادیث اور آثار	۲۳۵
۲۴۰	نیک کاموں کے ظہور پر خوش ہونے سے اجر ملنے اور اجر نہ ملنے کے محامل	۲۳۶

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۱	قربانی کے عمل میں مسلمان بہت زیادہ دکھاوا کرتے ہیں	۲۳۷
۲۴۲	اختتامی کلمات	۲۳۸
۲۴۳	سورۂ مریم	
۲۴۴	سورۂ مریم کی وجہ تسمیہ اور اُس کے متعلق احادیث وآثار	۲۴۳
۲۴۵	سورۂ مریم کا زمانۂ نزول	۲۴۴
۲۴۶	نجاشی کے سامنے حضرت جعفر کا تعارف اسلام پیش کرنا	۲۴۴
۲۴۷	الکھف اور مریم میں باہمی مناسبت	۲۴۷
۲۴۸	سورۂ مریم کے مشمولات	۲۴۷
۲۴۹	کھیٰعص ٥ ذکر رحمت ربک (۱-۱۵)	۲۴۸
۲۵۰	کھیٰعص کی تفسیر	۲۵۰
۲۵۱	حضرت زکریا پر رحمت کی توجیہ	۲۵۰
۲۵۲	ذکر خفی کی فضیلت	۲۵۰
۲۵۳	حضرت زکریا کے نداء خفی کرنے کی وجوہ	۲۵۱
۲۵۴	دعا کے آداب	۲۵۲
۲۵۵	انبیاء کے علم کا وارث بنایا جاتا ہے ان کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا	۲۵۲
۲۵۶	حضرت زکریا کو اللہ نے بشارت دی تھی یا فرشتوں نے	۲۵۴
۲۵۷	سمی کا معنی	۲۵۴
۲۵۸	حضرت یحییٰ کا نام یحییٰ رکھنے کی وجوہ	۲۵۴
۲۵۹	حضرت زکریا کے اس سوال کی توجیہ کہ میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا	۲۵۵
۲۶۰	حضرت زکریا کا تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکنا	۲۵۶
۲۶۱	حضرت زکریا کی محراب کا مصداق	۲۵۶
۲۶۲	محراب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۵۷
۲۶۳	امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی تحقیق	۲۵۷
۲۶۴	حضرت یحییٰ کو بچپن میں نبوت عطا فرمانا	۲۵۹
۲۶۵	حنان اور زکوۃ کا معنی	۲۵۹
۲۶۶	حضرت یحییٰ پر تین بار سلام کی خصوصیت	۲۶۰
۲۶۷	یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب	۲۶۰
۲۶۸	واذکر فی الکتب مریم (۱۶-۳۲)	۲۶۱
۲۶۹	حضرت مریم کے مشرقی جگہ جانے کی وجوہ	۲۶۳
۲۷۰	حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کا بشری صورت میں آنا	۲۶۳
۲۷۱	فرشتہ سے ہم کلام ہونا حضرت مریم کی نبوت کو مستلزم نہیں	۲۶۴
۲۷۲	اولیاء اللہ کے مزارات پر مرادیں مانگنا	۲۶۵
۲۷۳	عادت کے خلاف بیٹے کی پیدائش پر حضرت مریم کا تعجب فرمانا اور اس کا ازالہ	۲۶۵
۲۷۴	حضرت مریم کے حمل کا سبب	۲۶۵
۲۷۵	حضرت مریم کے حمل کی مدت	۲۶۶
۲۷۶	یوسف نجار کا تعاون	۲۶۶
۲۷۷	وضع حمل کیلئے حضرت مریم کے دور جانے کی وجوہ	۲۶۶
۲۷۸	یہ کہنے کی توجیہ کہ کاش میں اس سے پہلے مرجاتی	۲۶۷
۲۷۹	معاش کے حصول کیلئے کسب کرنا ضروری ہے	۲۶۸
۲۸۰	خاموشی کا روزہ رکھنا غیر مشروع ہے	۲۶۹
۲۸۱	حضرت مریم کو لوگوں کا ملامت کرنا	۲۶۹
۲۸۲	یا اخت ہارون کی توجیہات	۲۶۹
۲۸۳	حضرت مریم کا حضرت عیسیٰ کی طرف جواب کا	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اشارہ کرنا	۲۷۰
۲۸۴	حضرت عیسیٰ کا پیدا ہوتے ہی غالی نصاریٰ کا رد فرمانا	۲۷۱
۲۸۵	حضرت عیسیٰ کے مبارک ہونے کا معنی	۲۷۱
۲۸۶	حضرت عیسیٰ پر زکوٰۃ کی فرضیت کی تحقیق	۲۷۱
۲۸۷	حضرت عیسیٰ کا اپنی والدہ کی برأت بیان کرنا	۲۷۳
۲۸۸	والسلم علی یوم ولدت (۴۰-۳۳)	۲۷۳
۲۸۹	اس شبہ کا جواب کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بچپن میں کلام کرنے کو کیوں نقل نہیں کیا	۲۷۵
۲۹۰	حضرت عیسیٰ کے متعلق عیسائیوں کے عقیدہ میں اختلاف	۲۷۵
۲۹۱	اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونے پر دلائل	۲۷۶
۲۹۲	اللہ ہمارا رب ہے اس کے تقاضے	۲۷۶
۲۹۳	روزِ قیامت کے مشاہدہ کا عظیم ہونا	۲۷۷
۲۹۴	فعل تعجب کے صیغہ کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے اظہار تعجب کی توجیہات	۲۷۸
۲۹۵	روزِ قیامت کا یوم حسرت ہونا	۲۷۸
۲۹۶	اس دن کا مصداق جب فیصلہ ہو چکا ہوگا	۲۷۹
۲۹۷	اللہ تعالیٰ پر وارث کے اطلاق کی توجیہ	۲۷۹
۲۹۸	واذکر فی الکتب ابراهیم (۵۰-۴۱)	۲۸۰
۲۹۹	حضرت ابراہیم کا قصہ شروع کرنے کی وجوہ	۲۸۱
۳۰۰	بتوں کی عبادت کے بطلان کی وجوہ	۲۸۲
۳۰۱	نبی کی اتباع کو تقلید نہ کہنے کی وجوہ	۲۸۳
۳۰۲	آزر کو شیطان سے متنفر کرنے کی وجہ	۲۸۳
۳۰۳	شیطان کی ولایت کا معنی	۲۸۳
۳۰۴	لارجمنک اور واهجرنی کے معنی	۲۸۴
۳۰۵	سلام کی دو قسمیں سلام تحیت اور سلام متارکہ	۲۸۴
۳۰۶	کفار اور فساق کو سلام کرنے کی تحقیق	۲۸۵
۳۰۷	کفار کیلئے مغفرت کی دعا	۲۸۶
۳۰۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کا جاری رہنا	۲۸۶
۳۰۹	واذکر فی الکتب موسیٰ (۶۵-۵۱)	۲۸۷
۳۱۰	نبی اور رسول کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۷۹
۳۱۱	حضرت موسیٰ کا مقرب ہونا	۲۷۹
۳۱۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات	۲۷۹
۳۱۳	حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح	۲۹۰
۳۱۴	رمل (زائچہ بنانے) کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۲۹۱
۳۱۵	حضرت ادریس کا چوتھے یا چھٹے آسمان پر فوت ہونا	۲۹۲
۳۱۶	حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا	۲۹۳
۳۱۷	حضرت ادریس کو اوپر اُٹھانے اور ان کی زندگی میں علماء اور مفسرین کا اختلاف	۲۹۴
۳۱۸	حضرت ادریس کے متعلق قول فیصل	۲۹۵
۳۱۹	سجدۂ تلاوت کرنے کے آداب	۲۹۵
۳۲۰	تعدیل ارکان میں کمی کی وجہ سے نمازوں کو ضائع کرنا	۲۹۶
۳۲۱	مستحب وقت کے بعد نماز پڑھ کر نمازوں کو ضائع کرنا	۲۹۷
۳۲۲	نوافل سے فرائض میں کمی کی تلافی اور تدارک	۲۹۷
۳۲۳	فرض نہ پڑھنے سے نفل نامقبول ہونے کی حدیث ضعیف ہے	۲۹۸
۳۲۴	نوافل سے تدارک نہ ہونے کا رد قرآن، حدیث اور تصریحات علماء سے	۲۹۸
۳۲۵	آیا نوافل سے فرائض کی مقدار میں کمی کا	

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	تدارک ہوتا ہے یا اس کی کیفیت میں کمی کا	۲۹۹
۳۲۶	اس نظریہ کا بطلان کہ فرض نہ پڑھنے سے نفل قبول نہیں ہوتے	۳۰۰
۳۲۷	قرض اور نذرانے کی مثال کا جواب اور تحقیق مزید	۳۰۰
۳۲۸	غی کا معنی	۳۰۱
۳۲۹	گناہ کبیرہ کے مرتکب کی مغفرت	۳۰۱
۳۳۰	جنت اور جنتیوں کی صفات	۳۰۲
۳۳۱	جبریل کے زیادہ نہ آنے کی وجہ	۳۰۳
۳۳۲	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام اللہ نہیں ہے	۳۰۳
۳۳۳	ویقول الانسان ء اذا ما مت (۸۲-۶۶)	۳۰۴
۳۳۴	قیامت کے دن کفار کے حشر کی کیفیت	۳۰۶
۳۳۵	آیا دوزخ میں دخول کافروں کے ساتھ خاص ہے یا ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا	۳۰۷
۳۳۶	دوزخ میں دخول پل صراط سے گزرنا ہے	۳۰۸
۳۳۷	مسلمانوں کے دخولِ نار سے مراد ان پر بخار آنا ہے	۳۰۹
۳۳۸	دنیاوی فراخ دستی اور تنگدستی حق اور باطل کا معیار نہیں ہے	۳۱۰
۳۳۹	کفار کے مقام کا زیادہ برا ہونا اور ان کے لشکر کا زیادہ کمزور ہونا	۳۱۱
۳۴۰	الباقیات الصالحات کا معنی	۳۱۱
۳۴۱	العاصی بن وائل کی مذمت	۳۱۲
۳۴۲	بت پرستی کا رد	۳۱۳
۳۴۳	ضد کا معنی	۳۱۳
۳۴۴	الم تر انا ارسلنا الشیطین (۹۸-۸۳)	۳۱۳
۳۴۵	شیاطین کو کافروں پر مسلط کرنا اور ''از'' کا معنی	۳۱۵
۳۴۶	محشر میں مومنین کا سواریوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف جانا	۳۱۶
۳۴۷	مومنوں کا رحمٰن سے لیا ہوا عہد	۳۱۶
۳۴۸	ان کافروں کی مذمت جنہوں نے رحمٰن کیلئے بیٹا گھڑ لیا	۳۱۷
۳۴۹	اولیاء کرام کی ولایت کی دلیل	۳۱۸
۳۵۰	لُد کا معنی	۳۱۹
۳۵۱	رکز کا معنی	۳۱۹
۳۵۲	اختتامی کلمات اور دعا	۳۱۹
۳۵۳	سورہ طٰہٰ	۳۲۳
۳۵۴	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۲۳
۳۵۵	سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی باہمی مناسبت	۳۲۳
۳۵۶	سورہ طٰہٰ کا زمانہ نزول	۳۲۴
۳۵۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	۳۲۴
۳۵۸	سورہ طٰہٰ کے مقاصد اور مسائل	۳۲۶
۳۵۹	طه ○ ما انزلنا علیک القران لتشقی (۲۴-۱)	۳۲۸
۳۶۰	طٰہٰ الخ کا شانِ نزول	۳۳۰
۳۶۱	طٰہٰ کے معانی	۳۳۰
۳۶۲	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ	۳۳۱
۳۶۳	قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ بھی ہیں	۳۳۲
۳۶۴	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کی تعداد	۳۳۳
۳۶۵	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کے معانی	۳۳۴
۳۶۶	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کے متعلق دیگر علماء کی تحقیقات	۳۳۷
۳۶۷	صرف ڈرنے والوں کے لیے قرآن کے نصیحت ہونے کی توجیہ	۳۳۸
۳۶۸	قرآن کریم کی عظمت	۳۳۹

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶۹	سرادر اخفی کا معنی	۳۳۹
۳۷۰	اللہ کے واحد ہونے پر ایمان کے مدارج اور مراتب	۳۴۰
۳۷۱	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا	۳۴۰
۳۷۲	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۳۴۲
۳۷۳	جو شخص فرائض کا تارک ہو اور محرمات کا مرتکب ہو آیا صرف کلمہ پڑھنے سے اس کی نجات ہو جائے گی	۳۴۴
۳۷۴	اسماء حسنیٰ	۳۴۵
۳۷۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنے کی وجہ	۳۴۵
۳۷۶	حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کی اجازت سے مدین سے روانہ ہونا	۳۴۵
۳۷۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	۳۴۶
۳۷۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ندا کو سننا	۳۴۷
۳۷۹	حضرت موسیٰ نے جس کلام کو سنا تھا اس کے سننے کی کیفیت	۳۴۷
۳۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے یقین ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	۳۴۷
۳۸۱	نعلین اُتارنے کے حکم کی توجیہات	۳۴۸
۳۸۲	کلام الٰہی کے قدیم ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۳۴۹
۳۸۳	جوتیوں کیساتھ نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۳۵۰
۳۸۴	جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۵۰
۳۸۵	نقش نعل پاک پر آیات اور اسماء مبارکہ لکھنے کا شرعی حکم	۳۵۱
۳۸۶	وادی طویٰ کا مصداق	۳۵۴
۳۸۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کرنا اور آپ کو نماز پڑھنے کا حکم دینا	۳۵۴
۳۸۸	عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کا واجب ہونا	۳۵۵
۳۸۹	وقوع قیامت پر دلیل اور قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت	۳۵۶
۳۹۰	اللہ تعالیٰ کے اس سوال کی حکمتیں کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے	۳۵۶
۳۹۱	ہمارے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کی افضلیت	۳۵۷
۳۹۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کو طول دینے کی حکمتیں	۳۵۸
۳۹۳	عصا رکھنے کے فوائد	۳۵۹
۳۹۴	عصائے موسیٰ کی تاریخی حیثیت	۳۶۰
۳۹۵	عصا کو زمین پر ڈالنے کی وجوہ	۳۶۰
۳۹۶	عصا کے سانپ بن جانے کی حکمتیں	۳۶۱
۳۹۷	حیۃ، ثعبان اور جآن کے معانی اور ان میں تطبیق	۳۶۱
۳۹۸	سانپ سے حضرت موسیٰ کے ڈرنے کی توجیہات	۳۶۱
۳۹۹	ید بیضا اور عصا میں کون سا معجزہ زیادہ عظیم ہے	۳۶۲
۴۰۰	فرعون کی طرف جانے کا حکم دینا	۳۶۳
۴۰۱	قال رب اشرح لی صدری ○ (۲۵-۵۴)	۳۶۳
۴۰۲	شرح صدر کی دعا کی حکمت	۳۶۶
۴۰۳	حضرت موسیٰ کی زبان میں گرہ کی وجوہ	۳۶۶
۴۰۴	فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۶۷
۴۰۵	وزیر کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۳۶۷
۴۰۶	وزارت کیلئے بھائی کی تخصیص کی وجہ	۳۶۷
۴۰۷	ازر کا معنی	۳۶۸

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۰۸	حضرت موسیٰ کی ان دعاؤں کا سبب	۳۶۸
۴۰۹	حضرت موسیٰ کی دعاؤں کو باریاب کرنے کی وجوہ	۳۶۹
۴۱۰	حضرت موسیٰ کی ماں پر وحی کرنے کا احسان اور عورت کے نبی نہ ہونے پر دلائل	۳۶۹
۴۱۱	حضرت موسیٰ پر ان کے صندوق کو دریا میں سلامت رکھنے کا احسان	۳۷۰
۴۱۲	فرعون کے گھر حضرت موسیٰ کو پہنچانے کا احسان	۳۷۰
۴۱۳	فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ کی محبت ڈالنے اور ان کی پرورش کا احسان	۳۷۱
۴۱۴	اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا معنی	۳۷۱
۴۱۵	حضرت موسیٰ کی ماں پر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا احسان	۳۷۱
۴۱۶	حضرت موسیٰ پر فرعون سے نجات دینے کا احسان	۳۷۲
۴۱۷	حضرت موسیٰ کو آزمائشوں سے گزارنا	۳۷۳
۴۱۸	حضرت موسیٰ کو مدین میں پناہ دینے کا احسان	۳۷۳
۴۱۹	انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جانا	۳۷۳
۴۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز کرنے کا احسان	۳۷۴
۴۲۱	عصا اور ید بیضا دو نشانیوں پر آیات کے اطلاق کی توجیہ	۳۷۵
۴۲۲	ذکر میں سستی سے منع کرنے کے محامل	۳۷۵
۴۲۳	فرعون کے ساتھ نرمی سے کلام کرنے کی وجوہ اور نرم کلام کے محامل	۳۷۵
۴۲۴	فرعون سے حضرت موسیٰ کے خوف کی توجیہ اور فرط کا معنی	۳۷۷
۴۲۵	اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کی سنت ہے	۳۷۷
۴۲۶	دائمی عذاب صرف کفار کو ہوگا	۳۷۹
۴۲۷	مباحثہ میں فریق مخالف پر سختی کرنے کے بجائے نرمی سے دلائل پیش کرنا	۳۸۰
۴۲۸	اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید پر دلیل	۳۸۰
۴۲۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے فرعون کا پریشان ہونا	۳۸۱
۴۳۰	نہ وہ غلطی کرتا ہے نہ وہ بھولتا ہے کے محامل	۳۸۲
۴۳۱	لکھنے کے جواز کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۸۲
۴۳۲	علم کی باتوں اور احادیث کے لکھنے کے جواز کے متعلق احادیث	۳۸۳
۴۳۳	لکھنے کی ممانعت کی احادیث اور ان کے جوابات	۳۸۴
۴۳۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر ایک اور دلیل	۳۸۵
۴۳۵	منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى (۷۶-۵۵)	۳۸۶
۴۳۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ایک ہی مٹی سے مخلوق ہونا	۳۸۸
۴۳۷	توحید اور رسالت کے وہ دلائل جن کا فرعون نے انکار کیا	۳۹۰
۴۳۸	یوم الزینت کا مصداق	۳۹۱
۴۳۹	جادوگروں کی تعداد	۳۹۱
۴۴۰	سرگوشیاں کرنے والوں اور ان کی سرگوشیوں کا بیان	۳۹۲
۴۴۱	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور اعراب کا بیان	۳۹۲
۴۴۲	جادوگروں کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دینا کیا کفر کا حکم دینے کو مستلزم ہے	۳۹۳
۴۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی	

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	توجیہات	۳۹۴
۴۴۴	حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا جادوگروں کی لاٹھیوں پر غالب آنا	۳۹۵
۴۴۵	ساحر کے کہیں کامیاب نہ ہونے کی توجیہ	۳۹۵
۴۴۶	سحر کی تعریف	۳۹۶
۴۴۷	سحر کا شرعی حکم	۳۹۶
۴۴۸	آیا جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل سکتی ہے یا نہیں	۳۹۷
۴۴۹	فقہاء احناف کے نزدیک سحر کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۳۹۸
۴۵۰	تعویذات کے بعض احکام	۳۹۸
۴۵۱	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	۳۹۹
۴۵۲	رب العالمین کی بجائے رب ہارون و موسیٰ کہنے کی وجوہ	۳۹۹
۴۵۳	فرعون کی لاف وگزاف کی توجیہ	۴۰۰
۴۵۴	جادوگروں کی اس قول کی توجیہ کہ فرعون نے ان کو جادو کرنے پر مجبور کیا تھا	۴۰۱
۴۵۵	فرعون کی بیوی کا ایمان لانا	۴۰۲
۴۵۶	ایمان لانے کے بعد جادوگروں کا فرعون اور اس کے حواریوں کو نصیحت کرنا	۴۰۲
۴۵۷	ولقد اوحینا الی موسٰی (۸۹-۷۷)	۴۰۳
۴۵۸	حضرت موسیٰ کا رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہونا	۴۰۵
۴۵۹	بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے جانے کی حکمتیں	۴۰۶
۴۶۰	سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ مفسرین کی طرف سے	۴۰۶
۴۶۱	سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ امام رازی کی طرف سے	۴۰۶
۴۶۲	فرعون کو کلمہ پڑھنے سے روکنے پر امام رازی کے اعتراض کا جواب	۴۰۶
۴۶۳	حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف کا تابوت نکالنا	۴۰۷
۴۶۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	۴۰۸
۴۶۵	بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانا	۴۱۰
۴۶۶	طور کی دائیں جانب جانے کا بیان	۴۱۰
۴۶۷	کھانے میں حد سے بڑھنے کا معنی	۴۱۱
۴۶۸	بندہ کا بہت زیادہ گناہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا	۴۱۱
۴۶۹	بار بار گناہ بخشنے کی وضاحت	۴۱۲
۴۷۰	کیا توبہ کرنے کے بعد دوبارہ گناہ کرنا توبہ کو کھیل بنانا ہے؟	۴۱۳
۴۷۱	توبہ کرنے' ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے بعد ہدایت کے حصول کی توجیہ	۴۱۴
۴۷۲	کلمہ پڑھنے سے پہلے کفریہ عقائد سے اظہار برأت ضروری ہے	۴۱۵
۴۷۳	حضرت موسیٰ کے عجلت کے ساتھ جانے کی توجیہ	۴۱۵
۴۷۴	بنو اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنا	۴۱۷
۴۷۵	حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو بچھڑے کی عبادت پر زجر وتوبیخ کرنا	۴۱۷
۴۷۶	بنی اسرائیل کا بچھڑے کی عبادت پر عذر پیش کرنا	۴۱۸
۴۷۷	زیورات سے بچھڑا بنانے کی تفصیل	۴۱۸
۴۷۸	بچھڑے کو معبود قرار دینے کا بطلان	۴۱۹

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷۹	ولقد قال لهم هرون من قبل (۱۰۴-۹۰)	۴۲۰
۴۸۰	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق احادیث	۴۲۲
۴۸۱	بے عمل عالم اور واعظ کے متعلق احادیث	۴۲۳
۴۸۲	حضرت علی مظہر ہارون تھے اور تقیہ نہیں کرتے تھے	۴۲۴
۴۸۳	حضرت ہارون علیہ السلام کی تبلیغ کا بہترین طریقہ	۴۲۵
۴۸۴	حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون پر ناراض ہونا	۴۲۵
۴۸۵	حمد و ثنا کے بعد ڈھول بجانے، رقص کرنے اور اظہار وجد کرنے کا شرعی حکم	۴۲۶
۴۸۶	حضرت ہارون کے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑنے کے اعتراض کے جوابات	۴۲۶
۴۸۷	حضرت ہارون کے جواب کی وضاحت	۴۲۷
۴۸۸	ایمان دلائل سے نہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ملتا ہے	۴۲۸
۴۸۹	حضرت موسیٰ کا سامری کو ملامت کرنا	۴۲۹
۴۹۰	اثر رسول کے متعلق مفسرین کی توجیہ	۴۲۹
۴۹۱	اثر رسول کے متعلق ابو مسلم کی توجیہ	۴۲۹
۴۹۲	سامری کی دنیا میں سزا	۴۳۰
۴۹۳	سامری کے بچھڑے کو جلا کر راکھ کرنا	۴۳۰
۴۹۴	قرآن مجید پر ذکر کا اطلاق	۴۳۱
۴۹۵	قرآن مجید پر ذکر کے اطلاق کی وجوہ	۴۳۱
۴۹۶	روز حشر کی سختیاں اور اس دن کفار کے احوال اور اھوال	۴۳۲
۴۹۷	ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفها ربی نسفا (۱۱۵-۱۰۵)	۴۳۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۹۸	قیامت کے وقوع پر کفار کا شبہ	۴۳۵
۴۹۹	نسف کا معنی	۴۳۵
۵۰۰	زمینوں اور لوگوں کی قسمیں	۴۳۵
۵۰۱	زمینوں اور لوگوں کی قسموں کی وضاحت	۴۳۶
۵۰۲	اَلْعِوَجُ اور اَمْتٌ کے معنی	۴۳۶
۵۰۳	قیامت کے دن پکارنے والے کی تفسیر	۴۳۷
۵۰۴	شفاعت کی تحقیق	۴۳۸
۵۰۵	شفاعت کا لغوی معنی	۴۳۸
۵۰۶	شفاعت کا اصطلاحی معنی	۴۴۰
۵۰۷	شفاعت کے متعلق معتزلہ کا نظریہ	۴۴۱
۵۰۸	شفاعت کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	۴۴۱
۵۰۹	شفاعت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	۴۴۲
۵۱۰	شفاعت کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۴۴۲
۵۱۱	شیخ محمد بن عبد الوہاب کا شفاعت کے متعلق نظریہ	۴۴۳
۵۱۲	شفاعت کے متعلق شیخ اسماعیل دہلوی کا نظریہ	۴۴۳
۵۱۳	شفاعت بالوجاہت کا صحیح معنی	۴۴۴
۵۱۴	شفاعت محبت	۴۴۵
۵۱۵	شفاعت اور دعا	۴۴۷
۵۱۶	انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	۴۴۸
۵۱۷	شفاعت بالاذن	۴۴۹
۵۱۸	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۴۹
۵۱۹	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق احادیث	۴۵۰
۵۲۰	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق علامہ نووی، علامہ آلوسی اور شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات	۴۵۲
۵۲۱	شفاعت کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ	۴۵۴

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۲۲	سید ابوالاعلیٰ کے نظریہ شفاعت پر بحث ونظر اور قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا علم	۴۵۵
۵۲۳	ہر شخص کی شفاعت کیلئے مخصوص اذن لینا ضروری نہیں	۴۵۷
۵۲۴	گناہ کبیرہ کی شفاعت کے جواز اور وقوع پر قرآن اور حدیث سے دلائل	۴۵۹
۵۲۵	شفاعت کے متعلق علماء اہل سنت کا نظریہ	۴۶۱
۵۲۶	شفاعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۶۴
۵۲۷	انبیاء علیہم السلام کی شفاعت	۴۶۴
۵۲۸	حضرت سیدنا محمد ﷺ سے طلب شفاعت	۴۶۴
۵۲۹	صالحین کی شفاعت مومنین کے لئے	۴۶۵
۵۳۰	فرشتوں کی شفاعت	۴۶۵
۵۳۱	شفاعت کے متعلق چالیس احادیث	۴۶۶
۵۳۲	شفاعت بالوجاہت کی حدیث پر تعجیل حساب کی شفاعت اور مسلمانوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کا اشکال	۴۷۷
۵۳۳	تعجیل حساب اور دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کے اشکال کا جواب	۴۷۷
۵۳۴	اشکال مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے	۴۷۸
۵۳۵	لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر	۴۸۱
۵۳۶	عنت الوجوہ اور القیوم کے معنی	۴۸۱
۵۳۷	اسم اعظم کے متعلق احادیث	۴۸۲
۵۳۸	قرآن مجید کی صفات	۴۸۳
۵۳۹	اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر تنبیہ	۴۸۳
۵۴۰	قرآن کی تلاوت میں عجلت سے ممانعت کی وجوہ	۴۸۳
۵۴۱	نسیان کے باوجود حضرت آدم پر عتاب کیوں ہوا	۴۸۴
۵۴۲	حضرت آدم کا اولوالعزم رسول نہ ہونا	۴۸۴
۵۴۳	واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ط ابی (۱۲۸-۱۱۶)	۴۸۵
۵۴۴	ابلیس کی حضرت آدم سے عداوت کی وجوہ	۴۸۷
۵۴۵	جنت کی نعمتوں کی قدر دلانا	۴۸۷
۵۴۶	عصی ادم ربہ فغوی سے حضرت آدم کی عصمت پر اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب	۴۸۸
۵۴۷	عصمت انبیاء میں مذاہب	۴۸۹
۵۴۸	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ قرطبی مالکی کی تفسیر	۴۹۰
۵۴۹	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ آلوسی کی تفسیر	۴۹۱
۵۵۰	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق سید مودودی کی تفسیر	۴۹۱
۵۵۱	سید مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۴۹۲
۵۵۲	وعصی ادم ربہ فغوی کے متعلق مصنف کی تفسیر	۴۹۲
۵۵۳	ذکر سے مراد اور "ضنک" کا معنی	۴۹۵
۵۵۴	کافر کی تنگ زندگی کا محمل دنیا میں	۴۹۵
۵۵۵	اس سوال کا جواب کہ کفار دنیا میں عیش وآرام سے ہیں اور مسلمان تنگ دستی میں مبتلا ہیں	۴۹۶
۵۵۶	کافر کی تنگ زندگی کا محمل قبر میں	۴۹۷
۵۵۷	کافر کی تنگ زندگی کا محمل آخرت میں	۴۹۷
۵۵۸	ولولا کلمۃ سبقت من ربک (۱۳۵-۱۲۹)	۴۹۹
۵۵۹	آپ کی تکذیب کے باوجود کفار کو عذاب نہ دینے کی وجوہ	۵۰۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۶۰	نزول عذاب کی میعاد	۵۰۰
۵۶۱	نبی ﷺ کو صبر کا حکم دینے کا محمل	۵۰۱
۵۶۲	نماز کے اوقات اور رات کو نماز پڑھنے کی فضیلت	۵۰۱
۵۶۳	نبی ﷺ کی رضا کے محامل	۵۰۲
۵۶۴	مشکل الفاظ کے معانی	۵۰۳
۵۶۵	نماز پڑھنے کی تاکید	۵۰۳
۵۶۶	اشیاء میں اصل اباحت ہے	۵۰۴
۵۶۷	سورت کا اختتام	۵۰۵
۵۶۸	سورۃ الانبیاء	
۵۶۹	سورۃ کا نام	۵۰۹
۵۷۰	سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی مناسبت	۵۱۰
۵۷۱	سورۃ الانبیاء کے مقاصد اور مسائل	۵۱۰
۵۷۲	اقترب للناس حسابھم (۱-۱۰)	۵۱۲
۵۷۳	موت یا قیامت آنے سے پہلے نیکیاں کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۳
۵۷۴	یوم حساب اگر قریب ہے تو اب تک آچکا ہوتا	۵۱۷
۵۷۵	قرآن مجید کے حادث ہونے کے اشکال کا جواب	۵۱۷
۵۷۶	آپ کا بشر ہونا آپ کی نبوت کے خلاف نہیں	۵۱۷
۵۷۷	قرآن مجید کو جادو قرار دینے کا جواب	۵۱۸
۵۷۸	شعر کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کے علم شعر کی تحقیق	۵۱۹
۵۷۹	کفار مکہ کے آپ کی نبوت پر چھ اعتراضات اور ان کے جوابات	۵۲۱
۵۸۰	کفار عرب کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجہ	۵۲۲
۵۸۱	رسول صرف انسانوں اور مردوں کو بنایا جاتا ہے	۵۲۳
۵۸۲	مسئلہ تقلید	۵۲۳
۵۸۳	بشری تقاضوں کی وجہ سے آپ کی رسالت پر اعتراض کا جواب	۵۲۴
۵۸۴	وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ (۱۱-۲۹)	۵۲۵
۵۸۵	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۷
۵۸۶	کفار مکہ کو پچھلی قوموں کا عذاب سنانا	۵۲۸
۵۸۷	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۸
۵۸۸	آسمان اور زمین بنانے کی حکمتیں	۵۲۹
۵۸۹	اگر فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے ہیں تو باقی کام وہ کس وقت کرتے ہیں	۵۲۹
۵۹۰	کافر تو حیات بعد الموت کے قائل نہیں پھر ان پر بتوں کے زندہ نہ کر سکنے کا اعتراض کیوں ہے؟	۵۳۰
۵۹۱	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر عقلی دلائل	۵۳۱
۵۹۲	عرش عظیم کا رب کہنے کی وجہ	۵۳۳
۵۹۳	اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہونا اور اغراض نہ ہونا	۵۳۳
۵۹۴	اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلیل	۵۳۶
۵۹۵	قرآن مجید اور کتب سابقہ کے تین محامل	۵۳۶
۵۹۶	مشرکین کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں	۵۳۷
۵۹۷	فرشتوں کا مکلف ہونا	۵۳۸
۵۹۸	نبی ﷺ کی تمام فرشتوں اور نبیوں پر فضیلت	۵۳۹
۵۹۹	مرتکب کبیرہ کیلئے شفاعت کا جواز	۵۳۹
۶۰۰	مسئلہ شفاعت میں سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ	۵۴۰
۶۰۱	کفار اور مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کا عدم جواز اور مسلمانوں کے لیے شفاعت کا جواز	۵۴۱
۶۰۲	اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض (۳۰-۳۱)	۵۴۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۰۳	زمین اور آسمان کے فتق اور رتق کا معنی	۵۴۵
۶۰۴	اس اشکال کا جواب کہ بعض چیزوں کو پانی سے نہیں بنایا گیا	۵۴۶
۶۰۵	پانی سے ہر چیز کی حیات کے متعلق سائنس کا نظریہ	۵۴۷
۶۰۶	زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۵۴۹
۶۰۷	اس کائنات کی پیدائش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۵۵۰
۶۰۸	آسمان کی حفاظت کے دو محمل	۵۵۴
۶۰۹	ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۵۵۴
۶۱۰	ہر سیارے کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۵۵۵
۶۱۱	ربط آیات اور شانِ نزول	۵۵۷
۶۱۲	ہر نفس کے موت کو چکھنے پر اعتراضات کے جوابات	۵۵۸
۶۱۳	اچھی اور بری حالت اور اس میں آزمانے کا معنی	۵۵۸
۶۱۴	نبی ﷺ کا اپنی وفات کی خبر دینا	۵۵۸
۶۱۵	آخری ایام میں نبی ﷺ کی نمازیں اور بیماری کی کیفیت	۵۶۰
۶۱۶	ایام مرض میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی تھی یا آپ خود امام تھے	۵۶۲
۶۱۷	رسول اللہ ﷺ کا مرض الموت	۵۶۵
۶۱۸	فی الرفیق الاعلیٰ کے متعلق احادیث	۵۶۵
۶۱۹	الرفیق الاعلیٰ کا معنی	۵۶۵
۶۲۰	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کو شدید تکلیف ہونا	۵۶۶
۶۲۱	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی شدید تکلیف کی توجیہات	۵۶۷
۶۲۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عیادت اور تعزیت	۵۷۰
۶۲۳	رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے اور وفات کے بعد کے مفصل احوال	۵۷۱
۶۲۴	رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ کی تحقیق	۵۷۶
۶۲۵	رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ کی تحقیق	۵۷۸
۶۲۶	وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا اُمت کے اعمال پر مطلع ہونا	۵۸۲
۶۲۷	بتوں کا انتقام لینے کے لیے رحمٰن کی مذمت کرنا	۵۸۵
۶۲۸	عجلت کا انسان کی فطرت میں داخل ہونا	۵۸۵
۶۲۹	عجلت کی بناء پر کفار کی مذمت کی توجیہ	۵۸۶
۶۳۰	کفار کی عجلت کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی توجیہ	۵۸۶
۶۳۱	کفار کے استہزاء پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	۵۸۷
۶۳۲	قل من یکلؤکم بالیل والنھار من الرحمن (۴۲-۵۰)	۵۸۷
۶۳۳	دنیا میں کافروں کی حفاظت کرنا	۵۸۹
۶۳۴	لا یصحبون کا معنی	۵۸۹
۶۳۵	پہلے زمین کے کنارے کافروں پر کم ہو رہے تھے اور اب مسلمانوں پر!	۵۹۰
۶۳۶	کافروں پر زمین کے کنارے کم ہونے کی سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ	۵۹۰
۶۳۷	میزان میں اعمال کا وزن کرنے کی تحقیق	۵۹۱
۶۳۸	میزان میں وزن کرنے کے متعلق احادیث	۵۹۲
۶۳۹	میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں	۵۹۳
۶۴۰	میزان کے خطرہ سے بچنے کیلئے حقوق العباد کی ادائیگی ضروری ہے	۵۹۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴۱	اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو حقوق العباد بھی معاف کرادے گا	۵۹۴
۶۴۲	وزن کیے جانے والوں کی تین قسمیں	۵۹۵
۶۴۳	فرقان کی تفسیر میں مختلف اقوال	۵۹۷
۶۴۴	غیب میں ڈرنے کا معنی	۵۹۸
۶۴۵	ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل (۵۱-۷۵)	۵۹۸
۶۴۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا	۶۰۱
۶۴۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا	۶۰۲
۶۴۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے بتوں کو توڑنا	۶۰۲
۶۴۹	بتوں کو توڑنے کی بڑے بت کی طرف نسبت کرنے کے جوابات	۶۰۳
۶۵۰	جھوٹ سے بچنے کیلئے کلام میں تعریض کے استعمال کی تحقیق	۶۰۴
۶۵۱	کنایہ اور تعریض کا فرق	۶۰۶
۶۵۲	قرآن مجید اور احادیث میں تعریض کا استعمال	۶۰۶
۶۵۳	حضرت ابراہیم کی قوم نے جو خود کو ظالم کہا اس کی وجہ	۶۰۸
۶۵۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے والے کا مصداق	۶۰۸
۶۵۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تفصیل	۶۰۹
۶۵۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کی	۶۰۹
۶۵۷	چھپکلی کو مارنے کا حکم	۶۱۰
۶۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۶۱۱
۶۵۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جلائی ہوئی آگ کے ٹھنڈی ہونے کی کیفیت	۶۱۲
۶۶۰	نمرود اور اس کی قوم کا عذاب سے ہلاک ہونا	۶۱۲
۶۶۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت فرمانا	۶۱۳
۶۶۲	شام کا برکت والی سرزمین ہونا	۶۱۳
۶۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتیں	۶۱۴
۶۶۴	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ۔	۶۱۴
۶۶۵	ونوحا اذ نادیٰ من قبل فاستجبنا لہ (۷۶-۹۳)	۶۱۵
۶۶۶	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۶۱۸
۶۶۷	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب	۶۱۹
۶۶۸	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	۶۱۹
۶۶۹	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	۶۲۰
۶۷۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب	۶۲۱
۶۷۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال اور فضائل	۶۲۱
۶۷۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	۶۲۱
۶۷۳	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اجتہادی اختلاف	۶۲۲
۶۷۴	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ اور ان کے دلائل	۶۲۳
۶۷۵	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ اور ان کے دلائل	۶۲۴
۶۷۶	ایک اور مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سلیمان علیہما السلام کا اجتہاد	۶۲۶
۶۷۷	انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد	۶۲۷
۶۷۸	عصر حاضر میں اجتہاد کرنے کی تحقیق	۶۲۷
۶۷۹	ضرورت اجتہاد	۶۲۸
۶۸۰	مجتہد کی ضرورت	۶۲۸
۶۸۱	طبقات فقہاء	۶۲۹
۶۸۲	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق متاخرین علماء کا اجتہادی حکم	۶۲۹
۶۸۳	لاؤڈ اسپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۴	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۵	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینے کا اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۶	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۱
۶۸۷	ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک دواؤں کے استعمال کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۱
۶۸۸	بعض دیگر مسائل اجتہادیہ	۶۳۳
۶۸۹	ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا معنی	۶۳۳
۶۹۰	مویشیوں میں اللہ کے حقوق	۶۳۳
۶۹۱	مویشیوں میں بندوں کے حقوق	۶۳۴
۶۹۲	مویشیوں کو گیابھن کرنے کی اجرت کی تحقیق	۶۳۴
۶۹۳	رہن رکھے ہوئے مویشیوں سے استفادہ کی تحقیق	۶۳۵
۶۹۴	رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بیع الوفاء کا حیلہ	۶۳۵
۶۹۵	مویشیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا	۶۳۶
۶۹۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح کرنے کے محامل	۶۳۷
۶۹۷	انبیاء علیہم السلام کا مختلف پیشوں کو اپنانا	۶۳۸
۶۹۸	رزق حلال کی طلب کے لیے کسی بھی کام اور پیشے کی فضیلت میں احادیث	۶۳۹
۶۹۹	بعض پیشوں کو گھٹیا اور باعث عار سمجھنا صرف اس دور کی لعنت ہے	۶۴۱
۷۰۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تیز ہواؤں اور نرم ہواؤں کو مسخر کرنا	۶۴۲
۷۰۱	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	۶۴۲
۷۰۲	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے معجزات کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ کے معجزات	۶۴۳
۷۰۳	رسول اللہ ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت	۶۴۵
۷۰۴	جنات کا نبی ﷺ کی شریعت کا مکلف ہونا	۶۴۵
۷۰۵	جنات کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ نکاح کا شرعی حکم	۶۴۶
۷۰۶	حضرت ایوب علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کی بعثت کی ترتیب	۶۴۸
۷۰۷	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا	۶۴۸
۷۰۸	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	۶۴۹
۷۰۹	حضرت ایوب کے نقصانات کی تلافی کرنا	۶۵۰
۷۱۰	حضرت ایوب کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت	۶۵۰
۷۱۱	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	۶۵۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۱۲	اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی وجوہ	۶۵۲
۴۱۳	کیا دنیا میں مصائب کا آنا اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کے منافی ہے؟	۶۵۳
۴۱۴	حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہما السلام کا تذکرہ	۶۵۳
۴۱۵	حضرت ذوالکفل کو نبی بنانے کا واقعہ	۶۵۴
۴۱۶	حضرت ذوالکفل کی نبوت میں علماء کا اختلاف	۶۵۵
۴۱۷	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۶۵۵
۴۱۸	فظن ان لن نقدر علیه کے ترجمہ کی تحقیق	۶۵۶
۴۱۹	فظن ان لن نقدر علیه کے مختلف تراجم	۶۵۶
۴۲۰	نقدر بمعنی قدرت کو ائمہ لغت کا کفر قرار دینا	۶۵۷
۴۲۱	نقدر بمعنی قدرت کو مفسرین کا کفر قرار دینا	۶۵۷
۴۲۲	حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا قصہ	۶۵۸
۴۲۳	علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی تحقیق	۶۵۹
۴۲۴	حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا قصہ	۶۵۹
۴۲۵	حضرت مریم میں روح پھونکنے پر اشکال کا جواب	۶۶۰
۴۲۶	حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۶۶۰
۴۲۷	امت کا معنی اور دین اور شریعت کا فرق	۶۶۰
۴۲۸	دین میں فرقے بنانے کی ممانعت	۶۶۱
۴۲۹	فمن یعمل من الصلحت وھو مؤمن (۱۱۲-۹۴)	۶۶۲
۴۳۰	نیک اعمال کے لیے ایمان کا شرط ہونا	۶۶۴
۴۳۱	علامہ قرطبی پر مواخذہ	۶۶۵
۴۳۲	حرام کا بہ معنی واجب ہونا اور ”لا“ کا زائدہ ہونا	۶۶۵
۴۳۳	یاجوج ماجوج کا تذکرہ	۶۶۶
۴۳۴	قیامت کا خوف اور دہشت	۶۶۷
۴۳۵	مشرکین کے اس اعتراض کا جواب کہ پھر عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے	۶۶۷
۴۳۶	مشرکین کا آخرت میں بہرا ہونا	۶۶۸
۴۳۷	ابن الزبعریٰ کا رد	۶۶۸
۴۳۸	دوزخ سے دور رکھے جانے اور دوزخ میں داخل ہونے کے تعارض کا جواب	۶۶۹
۴۳۹	الفزع الاکبر کی تفسیر میں اقوال	۶۶۹
۴۴۰	الفزع الاکبر سے نہ گھبرانے والوں کے مصداق	۶۶۹
۴۴۱	السجل کے معنی کی تحقیق	۶۷۰
۴۴۲	عام لوگ حشر میں بغیر لباس کے اور شہداء لباس کے ساتھ اُٹھیں گے	۶۷۱
۴۴۳	آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یا ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو اس بحث میں علامہ ابو العباس قرطبی کی تقریر	۶۷۲
۴۴۴	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ ابو عبد اللہ قرطبی کی تقریر	۶۷۳
۴۴۵	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق حافظ عسقلانی شافعی کی تقریر	۶۷۳
۴۴۶	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ عینی حنفی کی تقریر	۶۷۴
۴۴۷	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی تقریر	۶۷۵
۴۴۸	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق ملا علی قاری حنفی کی تقریر	۶۷۵
۴۴۹	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تقریر	۶۷۶
۷۵۰	نبی علیہ السلام کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۶۷۶
۷۵۱	کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے	۶۷۷
۷۵۲	زبور کے معانی	۶۷۷
۷۵۳	قرآن مجید کے صدق پر زبور کی شہادت	۶۷۸
۷۵۴	زمین کی وراثت سے جنت کی زمین مراد ہونا	۶۷۹
۷۵۵	زمین کی وراثت سے دنیا کی زمین مراد ہونا	۶۷۹
۷۵۶	اس اعتراض کا جواب کہ جب زمین کی وراثت صرف نیک بندوں کو دی جاتی ہے تو پھر کافروں کو حکومتیں اور اقتدار کیوں دیا گیا	۶۸۰
۷۵۷	سید مودودی کے جواب پر تبصرہ	۶۸۰
۷۵۸	عابدین کا معنی	۶۸۱
۷۵۹	وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کے مختلف تراجم	۶۸۲
۷۶۰	رحمۃ للعالمین کی تفسیر صدر الافاضل سے	۶۸۲
۷۶۱	رحمۃ للعالمین کی تفسیر امام رازی سے	۶۸۲
۷۶۲	رحمۃ للعالمین کی تفسیر علامہ آلوسی سے	۶۸۳
۷۶۳	رحمۃ للعالمین کی تفسیر مصنف سے	۶۸۴
۷۶۴	رسول اللہ کی رحمت کے متعلق دیگر آیات اور ان کی تفسیر میں احادیث	۶۸۵
۷۶۵	آپ کی رحمت کے عموم کے متعلق احادیث	۶۸۷
۷۶۶	مسلمانوں پر آپ کی رحمت کے متعلق احادیث	۶۸۹
۷۶۷	حیوانات اور جمادات پر رحمت کے متعلق احادیث	۶۹۰
۷۶۸	آپ کی رسالت کا ہر چیز کو علم ہے	۶۹۲
۷۶۹	رسول اللہ علیہ السلام کے رحمۃ للعالمین ہونے پر اعتراضات	۶۹۳
۷۷۰	اعتراضات مذکورہ کے جوابات	۶۹۴
۷۷۱	صرف توحید کی وحی کی جانے پر اعتراض کا جواب	۶۹۶
۷۷۲	مشرکین سے کس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا	۶۹۷
۷۷۳	اختتامی کلمات اور دعا	۶۹۸
۷۷۴	**سورۃ الحج**	
۷۷۵	سورۃ الحج کی وجہ تسمیہ	۷۰۱
۷۷۶	سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف	۷۰۲
۷۷۷	سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	۷۰۲
۷۷۸	سورۃ الحج کے مشمولات	۷۰۳
۷۷۹	کیا تفسیر کبیر امام رازی نے مکمل نہیں کی؟	۷۰۴
۷۸۰	یایھا الناس اتقوا ربکم (۱۰-۱)	۷۰۵
۷۸۱	مشکل الفاظ کے معانی	۷۰۷
۷۸۲	تقویٰ کی تعریف اور اس کی ضرورت	۷۰۷
۷۸۳	مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عددی نسبت	۷۰۹
۷۸۴	جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۷۰۹
۷۸۸	مرید اور مادر کا بیان	۷۰۹
۷۸۶	بدمذہبوں سے دوستی رکھنے کی ممانعت	۷۰۹
۷۸۷	انسان کی تخلیق کے مراحل اور زمین کی پیداوار سے حشر و نشر پر استدلال	۷۱۰
۷۸۸	کائنات کے امکان سے حشر و نشر کے امکان پر استدلال	۷۱۲
۷۸۹	الحج: ۳ اور الحج ۸ میں تکرار کے اعتراض کا جواب	۷۱۲
۷۹۰	ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف (۲۲-۱۱)	۷۱۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹۱	ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے مطالب	۷۱۶
۷۹۲	زیر تفسیر آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال	۷۱۶
۷۹۳	چند اعتراضات کے جوابات	۷۱۷
۷۹۴	بہت دور کی گمراہی کا بیان	۷۱۸
۷۹۵	کفار کے ضرر پہنچانے اور نہ پہنچانے میں تعارض کا بیان	۷۱۸
۷۹۶	کافروں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزا کا بیان	۷۱۹
۷۹۷	رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والے کو چاہیے کہ خود اپنے بغض میں جل کر مر جائے	۷۱۹
۷۹۸	ہدایت دینے کے محامل	۷۲۰
۷۹۹	ادیان مختلفہ اور ان کا شرعی حکم	۷۲۰
۸۰۰	سورج کے سجدہ کرکے ٹھہرنے کی توجیہ	۷۲۱
۸۰۱	سورج، چاند، ستاروں، پہاڑوں، درختوں، مومنوں اور کافروں کے سجدہ کی کیفیت	۷۲۲
۸۰۲	رب کے متعلق جھگڑا کرنے والے دو فریقوں کے مصداق	۷۲۳
۸۰۳	آخرت میں کفار کی تین قسم کی سزائیں	۷۲۳
۸۰۴	ان اللہ یدخل الذین امنوا (۲۳-۳۳)	۷۲۴
۸۰۵	آخرت میں مومنوں کے چار قسم کے انعامات	۷۲۶
۸۰۶	مردوں کیلئے سونے اور چاندی کے زیورات کی جنت میں تخصیص کی وجہ	۷۲۷
۸۰۷	دنیا میں ریشم اور سونا چاندی پہننے اور شراب پینے والے کا شرعی حکم	۷۲۸
۸۰۸	مسجد حرام سے روکنے والوں کی مذمت کا شانِ نزول	۷۲۹
۸۰۹	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	۷۲۹
۸۱۰	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف	۷۳۰
۸۱۱	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال	۷۳۱
۸۱۲	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۷۳۲
۸۱۳	الحاد کا معنی اور اس کے مصداق کے تعین میں مختلف اقوال	۷۳۳
۸۱۴	آیا مکہ میں گناہ کا عذاب بھی دگنا ہوتا ہے یا نہیں؟	۷۳۴
۸۱۵	تعمیر کعبہ کی تفصیل	۷۳۵
۸۱۶	قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	۷۳۷
۸۱۷	مویشیوں کی قربانی کرنے کا طریقہ	۷۳۷
۸۱۸	مسافروں اور حجاج پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے	۷۳۸
۸۱۹	قربانی کرنے کا وقت	۷۳۸
۸۲۰	قربانی کا گوشت خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا حکم	۷۳۹
۸۲۱	تفث کا معنی	۷۳۹
۸۲۲	نذر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم	۷۴۰
۸۲۳	نذر کے احکام سے متعلق احادیث	۷۴۱
۸۲۴	نذر ماننے کی ممانعت کے متعدد محامل اور توجیہات	۷۴۴

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۲۵	نذر ماننے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۷۴۵
۸۲۶	طواف کی اقسام	۷۴۶
۸۲۷	کافر کی روح نکلنے کی کیفیت	۷۴۷
۸۲۸	شعائر اللہ کے معنی اور مصداق کی تحقیق	۷۴۸
۸۲۹	اولیاء اللہ کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	۷۴۹
۸۳۰	اولیاء اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا' طواف کرنا حد رکوع تک جھکنا اور سجدہ کرنے کی ممانعت	۷۵۰
۸۳۱	ھدی کا معنی اور ھدی پر سوار ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۵۰
۸۳۲	حرم سے باہر ھدی کو ذبح کرنا جائز نہیں	۷۵۱
۸۳۳	ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم (۴۸-۳۴)	۷۵۱
۸۳۴	منسک اور مخبتین کے معنی	۷۵۵
۸۳۵	صبر کہاں کرنا چاہیے اور کہاں نہیں	۷۵۵
۸۳۶	البدن کا معنی	۷۵۶
۸۳۷	آیا البدن میں گائے شامل ہے یا نہیں	۷۵۶
۸۳۸	اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ	۷۵۷
۸۳۹	القانع اور المعتر کے معنی	۷۵۸
۸۴۰	آیت مذکورہ کا شانِ نزول	۷۵۸
۸۴۱	قربانی کی دعا ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد مانگی جائے نہ کہ ذبح کرنے کی حالت میں	۷۵۸
۸۴۲	قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع	۷۶۰
۸۴۳	کافروں کو قتل کرنے کی ممانعت کی توجیہات	۷۶۱
۸۴۴	کفار سے درگزر کی آیات کا منسوخ ہونا اور ان سے قتال کی اجازت دینا	۷۶۲
۸۴۵	بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں سے دور کرنے کے محامل	۷۶۳
۸۴۶	یہود و نصاریٰ کی عبادت کے مقامات اور مسلمانوں کی عبادت کے مقام کو جمع کرنے کی توجیہات	۷۶۴
۸۴۷	الصوامع' البیع اور صلوٰت کے معنی	۷۶۴
۸۴۸	خلفاء راشدین کی فضیلت	۷۶۵
۸۴۹	جن کو اقتدار عطا کیا جائے گا ان کے مصادیق	۷۶۵
۸۵۰	مشرکین کی مخالفت اور ایذاؤں پر آپ کو تسلی دینا	۷۶۶
۸۵۱	پچھلی امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا	۷۶۷
۸۵۲	غور وفکر کرنے کا محل آیا دل ہے یا دماغ	۷۶۸
۸۵۳	دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل	۷۶۸
۸۵۴	قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ	۷۶۹
۸۵۵	عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال	۷۷۰
۸۵۶	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۷۷۰
۸۵۷	آخرت میں عذاب کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوگا	۷۷۱
۸۵۸	قل یایھا الناس انما انا لکم نذیر مبین (۶۴-۴۹)	۷۷۲
۸۵۹	آپ کو پیغام حق سنانے میں ثابت قدم رکھنا	۷۷۵
۸۶۰	الحج: ۵۲ کے چند مشہور تراجم	۷۷۶
۸۶۱	الحج: ۵۲ کا شانِ نزول	۷۷۷
۸۶۲	روایت تلک الغرانیق کا متن	۷۷۸
۸۶۳	روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر بحث ونظر	۷۷۹
۸۶۴	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں	

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	محدثین کی آراء	۷۸۰
۸۶۵	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء	۷۸۱
۸۶۶	ایک شبہ کا ازالہ	۷۸۴
۸۶۷	یوم عقیم کا معنی	۷۸۶
۸۶۸	آیا اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے اور طبعی موت مرنے والے دونوں کا اجر برابر ہے	۷۸۶
۸۶۹	اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے کا اجر و ثواب	۷۸۸
۸۷۰	سزا بقدر جرم دینا عدل ہے	۷۸۹
۸۷۱	تلوار سے قصاص لینے میں اختلاف فقہاء	۷۹۰
۸۷۲	امام ابوحنیفہ پر امام رازی کے اعتراض کا جواب	۷۹۰
۸۷۳	بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دینا بہتر ہے	۷۹۰
۸۷۴	رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا محمل	۷۹۱
۸۷۵	الم تر ان اللہ سخر لکم (۷۸-۶۵)	۷۹۲
۸۷۶	منسک کے معنی کی تحقیق	۷۹۶
۸۷۷	لوح محفوظ میں سب کچھ لکھے ہوئے ہونے کے متعلق احادیث	۷۹۸
۸۷۸	المنکر اور یسطون کا معنی	۷۹۹
۸۷۹	بتوں کا عجز اور ان کی پرستش کا باطل ہونا	۸۰۰
۸۸۰	بت پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنا	۸۰۲
۸۸۱	فرشتوں کو رسول بنانے کی آیتوں میں تعارض کا جواب	۸۰۲
۸۸۲	بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو بیٹا بنانے کا اعتراض اور اس کا جواب	۸۰۳
۸۸۳	یایھا الذین کا خطاب صرف مومنوں کو شامل ہے	۸۰۳

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۸۴	چار قسم کے احکام شرعیہ	۸۰۴
۸۸۵	جہاد کا حق ادا کرنے کی متعدد تفاسیر	۸۰۵
۸۸۶	دین میں تنگی نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	۸۰۶
۸۸۸	جب عزیمت (فرض) پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے	۸۰۷
۸۸۸	دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں	۸۰۸
۸۸۹	دین آسان ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	۸۰۸
۸۹۰	حضرت ابراہیم کو مسلمانوں کا باپ فرمانے کی توجیہ	۸۱۱
۸۹۱	ملت کا معنی	۸۱۱
۸۹۲	اس امت کا نام امت مسلمہ اللہ نے رکھا ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے	۸۱۴
۸۹۳	رسول اللہ ﷺ کے علم کے عموم پر علامہ آلوسی کے اعتراضات	۸۱۵
۸۹۴	علامہ آلوسی کے اعتراضات کے جوابات اور آپ کے علم کے عموم کا دفاع	۸۱۶
۸۹۵	احکام شرعیہ کی تعداد ان کی تعریفات اور ان کی مثالیں	۸۲۰
۸۹۶	فرض کی تحقیق	۸۲۱
۸۹۷	واجب کی تحقیق	۸۲۱
۸۹۸	سنت مؤکدہ کی تحقیق	۸۲۲
۸۹۹	سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق	۸۲۳
۹۰۰	مستحب کی تحقیق	۸۲۴
۹۰۱	حرام کی تحقیق	۸۲۵
۹۰۲	مکروہ تحریمی کی تحقیق	۸۲۵
۹۰۳	اساءت کی تحقیق	۸۲۶
۹۰۴	مکروہ تنزیہی کی تحقیق	۸۲۷
۹۰۵	خلاف اولیٰ کی تحقیق	۸۲۸

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۰۶	مباح کی تحقیق	۸۲۹
۹۰۷	ہر مباح مستحب کے ضمن میں متحقق ہوگا' یا مکروہ کے ضمن میں	۸۳۱
۹۰۸	سورۃ الحج کا اختتام	۸۳۲
۹۰۹	سورۃ المؤمنون	۸۳۵
۹۱۰	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس سورۃ کی فضیلت	۸۳۵
۹۱۱	سورۃ المومنون کا زمانہ نزول	۸۳۶
۹۱۲	سورۃ المؤمنون اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	۸۳۷
۹۱۳	سورۃ المؤمنون کے اہداف اور مقاصد	۸۳۸
۹۱۴	قد افلح المؤمنون (۲۲-۱)	۸۴۰
۹۱۵	الخشوع کا لغوی معنی	۸۴۲
۹۱۶	الخشوع کا اصطلاحی معنی	۸۴۳
۹۱۷	الخشوع کے درجات	۸۴۳
۹۱۸	قرآن مجید میں الخشوع کے اطلاقات	۸۴۴
۹۱۹	الخشوع کے متعلق لفظاً اور معنیً احادیث	۸۴۴
۹۲۰	الخشوع کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین	۸۴۶
۹۲۱	نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر قرآن مجید سے دلائل	۸۴۸
۹۲۲	نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر احادیث سے دلائل	۸۴۹
۹۲۳	نماز میں خشوع کے وجوب کا محمل	۸۵۰
۹۲۴	خشوع کے فوائد	۸۵۱
۹۲۵	نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں	۸۵۱
۹۲۶	لغو کا لغوی معنی	۸۵۳
۹۲۷	لغو کا اصطلاحی معنی	۸۵۴
۹۲۸	زکوٰۃ کے معانی	۸۵۴
۹۲۹	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنے کے جواز کی توجیہ	۸۵۵
۹۳۰	اس دور میں غلام اور باندی بنانے کا عدم جواز	۸۵۵
۹۳۱	عورتوں کا غلاموں سے جنسی عمل کرنا' ہم جنس پرستی' استمناء بالید اور متعہ	۸۵۵
۹۳۲	امانت اور عہد کی حفاظت کرنے کا حکم	۸۵۶
۹۳۳	نماز کو سستی اور غفلت سے پڑھنے اور وقت نکلنے کے بعد پڑھنے کی ممانعت	۸۵۷
۹۳۴	کیا جنت میں دخول صرف ان ہی صفات سے ہوگا جن کا المؤمنون کی ابتداء میں ذکر ہے؟	۸۵۹
۹۳۵	الفردوس کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۸۵۹
۹۳۶	جنت کے وارث ہونے کا معنی	۸۶۰
۹۳۷	تخلیق انسان کے مراحل کی حدیث.	۸۶۰
۹۳۸	مخلوق کی ضروریات اور مصلحتوں کی رعایت	۸۶۱
۹۳۹	انگور' کھجور' زیتون اور دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	۸۶۲
۹۴۰	دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	۸۶۳
۹۴۱	ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فقال یقوم اعبدوا الله (۳۲-۲۳)	۸۶۳
۹۴۲	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۸۶۵
۹۴۳	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام پہنچانا اور ان کا پیغام کو مسترد کرنا	۸۶۵
۹۴۴	حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے اہم نکات	۸۶۶
۹۴۵	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے بعد ان کی قوم کو طوفان میں غرق کرنے کا خلاصہ	۸۶۶
۹۴۶	حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ	۸۶۷
۹۴۷	وقال الملا من قومه الذین کفروا (۵۰-۳۳)	۸۶۹
۹۴۸	رسول کا اپنی قوم کی طرف پیغام پہنچانا اور قوم کا سرکشی سے اس پیغام کو رد کرنا	۸۷۰
۹۴۹	رسول کا قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر ان کی	

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ہلاکت کی دعا کرنا	۸۷۱
۹۵۰	حضرت ھود علیہ السلام کے بعد آنے والے دیگر انبیاء کا قصہ	۸۷۱
۹۵۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	۸۷۲
۹۵۲	حضرت عیسیٰ ابن مریم کا قصہ	۸۷۴
۹۵۳	یایھا الرسل کلوا من الطیبت (۵۱-۷۷)	۸۷۴
۹۵۴	تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنے کی توجیہ	۸۷۷
۹۵۵	اپنی حلال کمائی سے کھانے کی ترغیب اور ناپاک اور حرام چیزیں کھانے کی ترہیب (ممانعت)	۸۷۷
۹۵۶	امت کا معنی	۸۸۰
۹۵۷	غمرۃ کا معنی اور مصداق	۸۸۲
۹۵۸	کافروں کے کفر کے باوجود ان کو نعمتیں دینے کی وجوہ	۸۸۲
۹۵۹	مومنوں کی تحسین کی پانچ وجوہ	۸۸۳
۹۶۰	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ	۸۸۴
۹۶۱	کفار کے کرتوت اور ان پر نزول عذاب کی کیفیت	۸۸۴
۹۶۲	نکوص، سمر اور ہجر کے معانی	۸۸۵
۹۶۳	مشرکین کے تکبر کے محامل	۸۸۵
۹۶۴	عشاء کی نماز کے بعد جاگ کر باتیں کرنے کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	۸۸۶
۹۶۵	حضرت ابوبکر کے مہمانوں کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۸۸۷
۹۶۶	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجوہ اور ان کا رد اور ابطال	۸۸۹
۹۶۷	وھو الذین انشا لکم السمع والابصار (۷۸-۹۲)	۸۹۱
۹۶۸	اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں اور بندوں کی ناشکری	۸۹۲
۹۶۹	حشر کے وقوع میں مشرکین کے شبہات اور ان کے جوابات	۸۹۳
۹۷۰	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور بت پرستی کے بطلان پر دلائل	۸۹۴
۹۷۱	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے اور اس کا شریک نہ ہونے پر دلائل	۸۹۵
۹۷۲	قل رب اما ترینی ما یوعدون (۹۳-۱۱۸)	۸۹۵
۹۷۳	نبی ﷺ سے اس دعا کرانے کی توجیہ کہ اللہ آپ کو ظالموں کے عذاب میں شامل نہ کرے	۸۹۸
۹۷۴	نبی ﷺ کو کفار کا عذاب دکھانا	۹۰۰
۹۷۵	برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی نصیحت اور نبی ﷺ کی سیرت میں اس کی مثالیں	۹۰۰
۹۷۶	شیطان کے وسوسوں اور اس کے حاضر ہونے سے پناہ طلب کرنے کے متعلق احادیث	۹۰۴
۹۷۷	موت کے وقت دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا کرنے والے کافر ہوں گے اور بدکار مسلمان	۹۰۵
۹۷۸	موت کے وقت ہر شخص کو لازماً علم ہوگا کہ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے یا اس کے اعداء میں سے	۹۰۶
۹۷۹	لعل اور کلا کا معنی	۹۰۶
۹۸۰	برزخ کا معنی	۹۰۷
۹۸۱	قیامت کے دن رشتوں کا قائم نہ رہنا اور اپنے اپنے حقوق وصول کرنا	۹۰۷
۹۸۲	قیامت کے دن نبی ﷺ کے نسب، نکاح اور سسرال کے رشتوں کے سوا تمام رشتوں کا	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	منقطع ہو جانا	۹۰۸			
۹۸۳	حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب کی احادیث	۹۱۰			
۹۸۴	موازین کے محامل	۹۱۴			
۹۸۵	آخرت میں کفار کے چار اوصاف	۹۱۵			
۹۸۶	آخرت میں حساب کے متعلق احادیث	۹۱۶			
۹۸۷	دوزخ میں کافروں کی چھ دعائیں جو وہ چھ ہزار سال تک کریں گے	۹۱۸			
۹۸۸	نیک مسلمانوں کو اچھی جزا عطا فرمانے کی وجہ	۹۲۰			
۹۸۹	کفار کو آخرت میں دنیا کی ناپائیداری پر متنبہ کرنا	۹۲۱			
۹۹۰	المؤمنون کی ابتداء اور انتہاء میں مناسبت	۹۲۱			
۹۹۱	اختتامی کلمات	۹۲۲			
۹۹۲	مآخذ و مراجع	۹۲۵			

marfat.com
Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوۃ اللہ عن صلوۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القرآن وبین لنا ما انزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القرآن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والآخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی آلہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللّٰھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ اللھم اجعلنی فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہٖ اللّٰھم الق فی قلبی اسرار القرآن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القرآن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القرآن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللّٰھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ اللّٰھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت آمین یا رب العالمین۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات اُمہات المؤمنین اور ان کی اُمت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کردے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول کردے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور 'مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنادے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یارب العالمین!

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الْكَهْفِ

(۱۸)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورة الکھف

سورة کا نام

اس سورت کا نام ''الکھف'' ہے' اس کا ذکر اس سورت کی درج ذیل آیت میں ہے:

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ (الکھف: ۹)

کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے' ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔

احادیث میں بھی اس سورت کو سورۃ ''الکھف'' کہا گیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

پہاڑ میں جو غار بنا ہوا ہو' اس کو ''کہف'' کہتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل اس آیت کی تفسیر میں ان شاء اللہ العزیز آئے گی۔

سورة الکھف کا زمانۂ نزول

یہ سورت مسلمانوں کے حبشہ کے طرف ہجرت کرنے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو کفارِ مکہ نے آپ کی دعوت کا مذاق اُڑایا' ان کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے والوں کی اچھی خاصی جماعت بن جائے گی' لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ دن بہ دن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو پھر انہوں نے مزاحمت کی اور مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا حتیٰ کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے جن کی بناء پر مسلمانوں نے کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کر لیا' مدینہ منورہ میں بھی اسلام کی خبر پہنچ چکی تھی اور یہود و نصاریٰ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دین کے اثرات مدینہ منورہ میں بھی پہنچ جائیں اور مسلمانوں کی یہاں بھی کوئی بڑی جماعت بن جائے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اس دعوت کو مکہ میں ہی ختم کر دیا جائے اس لیے وہ کفارِ مکہ کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ کفارِ مکہ اَن پڑھ لوگ تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فصیح و بلیغ کلام سے جو علمی مضامین بیان فرماتے تھے' ان کا معارضہ کرنے سے عاجز تھے اور وہ دلی طور پر قرآن کریم سے بہت مرعوب تھے' اور مدینہ میں یہود و نصاریٰ پڑھے لکھے لوگ تھے اور اہل کتاب تھے' اس لیے کفارِ مکہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو علمی طور پر ناکام کرنے کے لیے مدینہ کے یہود و نصاریٰ سے مدد چاہی۔ اس کی تفصیل امام ابن ہشام نے اس طرح لکھی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سورۃ الکھف کا سبب نزول

امام عبدالملک بن ہشام المعافری المتوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

کفارِ مکہ نے النضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی المعیط کو مدینہ میں علماء یہود کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ تم ان کے سامنے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرو اور ان کے سامنے آپ کے دعویٰ کو بیان کرو۔ وہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ان کو انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایسی معلومات ہیں جو ہم کو نہیں ہیں۔ تب علماء یہود نے کہا تم ان سے تین باتوں کے متعلق سوال کرو اگر انہوں نے ان کا جواب دے دیا تو وہ واقعی نبی مرسل ہیں اور اگر وہ ان کے متعلق نہیں بتا سکے تو پھر وہ جھوٹے شخص ہیں' پھر تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ تم ان سے ان نوجوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانے میں نکلے تھے' ان کا کیا ہوا؟ ان کا بہت تعجب خیز واقعہ ہے' اور ان سے اس شخص کے متعلق پوچھو جس نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کا سفر کیا تھا' اس کی کیا خبر ہے' اور ان سے روح کے متعلق سوال کرو' اس کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوالات کیے۔ آپ کو یہ اعتماد تھا کہ آپ کے پاس آج وحی آ جائے گی تو آپ ان کو کل بتا دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں کل تمہارے سوالات کا جواب دے دوں گا' لیکن آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبریل آئے' اور اہل مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں (اصحاب کہف) اور اس شخص کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل کیں جس نے زمین کے مشارق و مغارب کا سفر کیا تھا (ذوالقرنین) اور روح کے متعلق اس سے متصل پہلی سورت (بنی اسرائیل) میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما دیں تھیں۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۱ ص ۳۳۸-۳۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

روح کے سوال کو سورہ بنی اسرائیل میں اور بقیہ دو سوالوں کو الکھف میں ذکر کرنے کی توجیہ

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کفارِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کیے تھے' اصحاب کہف' ذوالقرنین اور روح کے متعلق۔ بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ ان تینوں کے جوابات ایک ہی سورت میں ذکر ہوتے اور ایک ہی موقع پر ذکر کیے جاتے' لیکن روح کے متعلق ان کے سوال کا جواب سورہ بنی اسرائیل میں ہے اور بقیہ دو سوالوں کے جواب سورۃ الکھف میں مذکور ہیں تو ان جوابات کو الگ الگ سورتوں میں ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے جبکہ سورہ بنی اسرائیل' سورۃ الکھف سے پہلے نازل ہوئی ہے اور بہ اعتبار نزول کے سورہ بنی اسرائیل کا نمبر ۵۶ ہے اور سورۃ الکھف کا نمبر ۶۸ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان تینوں سوالات کے جوابات ایک ساتھ نازل ہوئے تھے لیکن روح کے سوال کے جواب کی جو آیت نازل ہوئی تھی' اس آیت کے فواصل (آیت کے آخری لفظ) سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں کے فواصل کے موافق تھے اس لیے آپ نے اس آیت کو اس سورت میں رکھنے کا حکم دیا اور اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو آیات تھیں' ان کے فواصل سورۃ الکھف کے موافق تھے اس لیے آپ نے ان آیتوں کو سورۃ الکھف میں رکھنے کا حکم دیا۔ نیز روح کے متعلق اختصار سے جواب دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ روح آپ کے رب کے امر سے ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے' اور اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق تفصیل سے جواب دیا ہے اس لیے ان کو الگ ذکر کیا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں سورتوں کا نزول ساتھ ساتھ ہو رہا ہو' روح کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں' ان کا اسلوب سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں کے موافق تھا' اس لیے ان کو وہاں ذکر کر دیا' اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے جواب کے متعلق جو آیات تھیں' ان کا اسلوب سورۃ الکھف کے اسلوب کے

marfat.com
Marfat.com

مطابق تھا اس لیے ان کو سورۃ الکھف میں ذکر کر دیا۔

اس اُلجھن سے بچنے کے لیے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ کہا ہے کہ تیسرا سوال روح کے متعلق نہ تھا بلکہ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق تھا کیونکہ اس سورت میں تیسرا قصہ خضر علیہ السلام کے متعلق ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ سورت مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے اہل کتاب کے مشورہ سے آپ کے سامنے پیش کیے تھے۔ اصحاب کہف کون تھے؟ قصہ خضر کی حقیقت کیا ہے؟ اور ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷ مطبوعہ لاہور)

تمام کتب سیرت اور تفاسیر میں یہی لکھا ہے کہ تیسرا سوال روح کے متعلق تھا اور کسی تفسیر اور کسی سیرت کی کتاب میں یہ روایت نہیں ہے کہ تیسرا سوال حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق تھا' یہ صرف سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اختراع ہے۔ کسی آیت سے کوئی مسئلہ تو اپنی عقل سے نکالا جا سکتا ہے لیکن کسی روایت کو اپنی عقل سے گھڑنا جائز نہیں ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی اس تفسیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

روایات میں آتا ہے کہ دوسرا سوال روح کے متعلق تھا جس کا جواب سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ میں دیا گیا ہے مگر سورۂ کہف اور بنی اسرائیل کے نزول میں کئی سال کا فرق ہے اور سورۂ کہف میں دو کے بجائے تین قصے بیان کیے گئے ہیں' اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرا سوال قصہ خضر سے متعلق تھا نہ کہ روح سے متعلق۔ خود قرآن میں بھی ایک ایسا اشارہ موجود ہے جس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷' مطبوعہ لاہور)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس بناء پر حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق روایت وضع کی ہے' اس کی بناء یہ بیان کی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکھف کے نزول میں کئی سال کا فرق ہے لیکن اس پر یہ قوی اعتراض ہوتا ہے کہ ان کے نزول میں جو فرق ہے' اس کے علم کا ذریعہ بھی تو کتب تفسیر اور کتب سیرت میں مذکور روایات ہیں' تو جب یہ روایات سوال میں روح کا ذکر درج ہونے کے معاملہ میں غیر معتبر ہو گئیں تو ان کے نزول کی مدت بیان کرنے کے معاملہ میں کیسے معتبر ہو گئیں۔ بہر حال کسی اصل اور بغیر کسی ثبوت کے ایک روایت کو گھڑ لینا اور وہ بھی تفسیر کے معاملہ میں درست نہیں ہے۔

سورۃ الکھف کے متعلق احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سورۃ الکھف پڑھی' اس کے گھر میں ایک گھوڑا تھا' وہ بدکنے لگا' اس نے سلام پھیر دیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے اس کو ڈھانپا ہوا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اے شخص پڑھو! کیونکہ یہ سکینہ (وہ طمانیت اور رحمت جس کے ساتھ فرشتے ہوں) ہے۔ یہ قرآن مجید (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۹' ۳۶۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۸۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۷۰۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۶۶۶' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ الکھف کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۸۵' المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۴۳)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ الکھف کو پڑھا اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور کو روشن کر دیا جائے گا۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۳۹۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ الکھف کو پڑھا' وہ اس کے لیے اس کے مقام سے لے کر مکہ تک نور ہو جائے گی اور جس شخص نے سورۃ الکھف کی آخری دس آیتیں پڑھیں اس شخص کو خروج دجال سے ضرر نہیں ہوگا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۴۷۸' اس حدیث کے راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ الکھف کو اس طرح پڑھا جس طرح وہ نازل ہوئی ہے' وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو جائے گی۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۱۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۶۱۰' الدر المنثور ج ۵ ص ۳۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الکھف مکمل نازل ہوئی' اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۶۸۱۲)

سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکھف میں باہمی مناسبت

(۱) سورہ بنی اسرائیل کو سبحان الذی سے شروع کیا گیا ہے اور سورۃ الکھف کو الحمد للہ الذی سے شروع کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا اور اس کی حمد کرنا قرآن مجید اور احادیث میں مقترن ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ. (الحجر: ۹۸) — سو آپ اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ کیجئے۔

اور حدیث میں ہے سبحان اللہ وبحمدہ

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۷)

سو جس طرح تسبیح اور حمد کا ذکر مقرون ہوتا ہے' اسی طرح جس سورت کے شروع میں سبحان الذی کا ذکر تھا اور جس سورت کے شروع میں الحمدللہ الذی کا ذکر تھا' ان کو مقرون کر دیا۔

(۲) سورہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی حمد پر ختم ہوتی ہے کیونکہ اس کی آخری آیت ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ. (بنی اسرائیل: ۱۱۱) — آپ کہیے تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے۔

اور سورۃ الکھف کی ابتداء بھی الحمد سے ہوتی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ. (الکھف: ۱) — تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے عبد مکرم پر الکتاب کو نازل فرمایا۔

گویا جس نقطہ پر بنی اسرائیل کا اختتام ہوا تھا' اسی نقطہ سے الکھف کا آغاز ہوا ہے۔

(۳) سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا تھا:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۵) — تم کو جو علم دیا گیا ہے' وہ محض تھوڑا ہے۔

یہ ایک دعویٰ ہے کہ مخلوق کو بہت کم علم دیا گیا ہے اور اس کی دلیل سورۃ الکھف میں ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔

(۴) سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا:

marfat.com
Marfat.com

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۷۰)

بے شک ہم نے آدم کی اولاد کو بہت فضیلت دی ہے اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریاں دی ہیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے اور ہم نے ان کو اپنی بہت ساری مخلوق پر فضیلت دی ہے ○

اور سورۃ الکھف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ دراصل انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں۔ فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○ (الکھف:۱۰۹)

آپ کہیے اگر تمام سمندر سیاہی ہو جائیں تو وہ بھی میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گے خواہ ہم ان کی مدد کے لیے اتنے ہی سمندر اور لے آئیں۔

(۵) سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے اجمالاً فرمایا تھا:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا (بنی اسرائیل:۱۰۴)

سو جب آخرت کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اُٹھانے اور قیامت کے احوال کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ○ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ○ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ○ (الکھف:۱۰۰-۹۸)

پس جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے ○ اور اس دن ہم ان میں سے بعض لوگوں کو اس حال میں چھوڑیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے موجوں کی طرح ٹکرا رہے ہوں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو اکٹھا کر دیں گے ○ اور ہم اس دن کافروں کے لیے کھلا جہنم پیش کر دیں گے ○

سورۃ الکھف کے مشمولات

سورۃ الکھف کی ابتداء قرآن عظیم کی صفت سے کی گئی ہے کہ قرآن مجید خود مستقیم ہے اور دوسروں کو استقامت پر لانے والا ہے' اس کے الفاظ اور معانی میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہے۔ زمین پر جو زینت اور جمال ہے اور عجیب و غریب چیزیں ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے علم اور قدرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس سورت میں تین قصے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں' اصحابِ کہف کا قصہ' حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ اور ذوالقرنین کا قصہ۔

اصحابِ الکھف کا قصہ' الکھف: ۲۶-۹ تک بیان فرمایا ہے۔ اس قصہ میں ان لوگوں کے لیے مثال ہے جو اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لیے' اپنے وطن' اپنے اہل' اپنے رشتہ داروں' اپنے دوستوں اور اپنے مال و دولت کی قربانی دیتے ہیں کیونکہ یہ نوجوان مومن تھے' اس زمانہ کا بادشاہ بُت پرست تھا' یہ اس کی گرفت سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سو نو قمری سالوں کی نیند مسلط کر دی' پھر ان کو نیند سے اُٹھایا تاکہ لوگ اس کا مشاہدہ کر لیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مارنے کے بعد ان کو جلانے پر قادر ہے۔ پھر اس قصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کرنے کا حکم دیا اور فقراء مومنین کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے فرمایا اور دین کا پیغام پہنچانے کی حرص میں سرمایہ داروں اور متکبروں کی ہم نشینی سے منع

marfat.com
Marfat.com

فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذابِ آخرت سے ڈرایا اور مسلمانوں کے لیے آخرت میں جو انعامات رکھے ہیں' ان کا ذکر فرمایا۔

حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ ۶۰-۸۲ آیات تک بیان فرمایا ہے۔ اس میں علماء کے لیے طلب علم میں تواضع کرنے اور طلبِ علم کے لیے سفر کرنے کی مثال ہے' اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت اور تشریع کے نبی تھے اور حضرت خضر علیہ السلام طریقت اور تکوین کے نبی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کشتی توڑنے' ایک لڑکے کو بلا قصور قتل کرنے اور بلا اُجرت دیوار بنانے پر جو اعتراضات کیے وہ ظاہرِ شریعت کے اعتبار سے تھے اور چونکہ وہ شریعت کے نبی تھے اس لیے ان کے اعتراضات برحق تھے' اور حضرت خضر علیہ السلام چونکہ تکوین کے نبی تھے اور انہوں نے یہ تمام کام وحی الٰہی سے کیے تھے' اس لیے ان کے یہ کام بھی برحق تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں بعض اوقات کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے اور ان کو بہ ظاہر عدل و حکمت کے تقاضوں کے خلاف سمجھتے ہیں' لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نظر حقیقت پر نہیں ہوتی صرف ظاہر پر ہوتی ہے' اگر اس حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا جائے تو ان واقعات کا عین عدل و حکمت کے موافق ہونا ہم پر منکشف ہو جائے۔ اور ذوالقرنین کا قصہ ۸۳-۹۹ آیت تک ہے۔ اس میں حکام اور سلاطین کے لیے عبرت اور نصیحت ہے کہ وہ مشرق سے مغرب تک کے علاقہ کا حکمران تھا' اس کے باوجود وہ اللہ سے ڈرتا تھا' اس کے احکام کی اطاعت کرتا تھا اور اپنی رعایا کے حق میں بہت شفیق اور مہربان تھا۔

اور ان تینوں قصوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے حکمت اور موعظت کی بہت سی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں پہلے ایک امیر آدمی کا قصہ بیان فرمایا ہے' اس کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے' یہ بہت متکبر اور کافر تھا اور دوسرا شخص غریب تھا' پر مومن تھا۔ ان کا قصہ ۳۲-۴۴ تک بیان فرمایا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنی تنگ دستی سے مایوس نہ ہوں اور کفار کے مال و دولت سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اور آیت ۴۵-۴۶ میں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ وہ فنا ہونے والی ہے۔ اور آیت ۴۷-۴۹ میں قیامت اور حشر کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ حضرت آدم اور ابلیس کا قصہ آیت ۵۰-۵۳ میں بیان فرمایا ہے اور اس طرح کے کئی عنوانات پر کلام فرمایا ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ الکہف کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔ الٰہ العٰلمین مجھے حق پر آگاہی عطا فرمانا اور وہی لکھوانا جو حق ہو' اور باطل کا بطلان مجھ پر ظاہر فرمانا اور اس کا رد کرنے کی سعادت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
۳ شوال ۱۴۲۱ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۰ء
فون: ۲۱۵۶۳۰۹ — ۰۳۰۰

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ الکہف مکی ہے اور اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور اس کے بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

marfat.com
Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے عبد (مکرم) پر الکتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی

عِوَجًا ﴿۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

نہیں رکھی ۝ مستقیم کتاب تاکہ وہ (عبد مکرم) اللہ کی طرف سے عذاب شدید سے ڈرائیں اور جو ایمان لاتے اور

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ

انہوں نے نیک کام کیے ان کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے بہترین اجر ہے ۝ جس میں وہ ہمیشہ

اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

رہنے والے ہیں ۝ اور وہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنالی ہے ۝ (حالانکہ) نہ ان کے پاس اس

عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ

کا کوئی علم ہے نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھا، یہ بہت سنگین بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے، یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں

اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا

محض جھوٹ ہے ۝ اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم

بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا

سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے ۝ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو اس زمین کی زینت بنا دیا ہے

لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا

تاکہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان میں کون سب سے اچھے کام کرنے والا ہے ۝ اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اس کو ضرور چٹیل میدان بنانے

جُرُزًا ﴿۸﴾ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا

والے ہیں ۝ (اے مخاطب!) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک

عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ

عجیب نشانی تھے ۝ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے

marfat.com

Marfat.com

رَحۡمَةً وَّ هَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمۡ فِى

پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرمائے ○ پھر ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر

الۡـكَهۡفِ سِنِيۡنَ عَدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَىُّ الۡحِزۡبَيۡنِ اَحۡصٰى

گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کردی ○ پھر ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت

لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع ١٢ ١٣

کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے عبد (مکرم) پر الکتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ (الکھف:١)

سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکھف کا ارتباط

اس سے پہلی سورت بنی اسرائیل کو لفظ ''سبحان'' سے شروع فرمایا تھا اور اس سورت کو الحمد للہ سے شروع فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں سبحان اللہ کا لفظ الحمد للہ پر مقدم ہوتا ہے۔ نیز سبحان کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نامناسب صفات سے منزہ اور خالی ہے اور الحمد للہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے۔ اس لیے دونوں لفظوں کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام صفات سے منزہ اور خالی ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور ان تمام صفاتِ کمال سے متصف ہے جو اس کی شان کے لائق ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اس نے اپنے عبد مکرم پر الکتاب نازل فرمائی ہے۔ اس سے پہلی سورت میں واقعہ معراج کا ذکر فرمایا ہے اور واقعہ معراج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات میں کمال حاصل ہوا' اور اس سورت میں آپ پر الکتاب نازل فرمانے کا ذکر فرمایا اور کتاب آپ پر اس لیے نازل فرمائی کہ آپ دوسروں کو کامل کریں' اور ارواح بشریہ جو حیوانوں کی پستی میں گری ہوئی تھیں' انہیں اُٹھا کر فرشتوں کی بلندی کی طرف لے جائیں۔ پس سورہ بنی اسرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے اور سورۃ الکھف آپ کے کامل گر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں یہ دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیچے سے اوپر لے گیا اور اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اوپر سے نورِ وحی کو آپ پر نیچے کی طرف نازل فرمایا۔

معراج کے منافع صرف آپ کے لیے تھے کیونکہ فرمایا لنریہ من ایتنا۔ (بنی اسرائیل:١) تاکہ ہم آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں' اور کتاب نازل کرنے کے منافع دوسروں کے لیے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' لینذر باسا شدیدا۔ (الکھف:٢) تاکہ وہ عبد مکرم اللہ کی طرف سے عذاب شدید سے ڈرائیں' اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' ان کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے بہترین اجر ہے' اور منافع کی ثانی الذکر قسم اوّل الذکر سے افضل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ کی حمد کرنے کا طریقہ

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ کتاب نازل کرنے کے منافع دوسروں کے لیے بھی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ کتاب کو نازل کرنا آپ کے لیے بھی نعمت ہے اور دوسروں کے لیے بھی نعمت ہے۔

کتاب کو نازل کرنا آپ کے لیے اس وجہ سے نعمت ہے کہ اس کتاب کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی توحید اور اپنی صفات کے اسرار سے مطلع فرمایا اور ملائکہ کے اسرار اور انبیاء سابقین کے احوال سے آگاہ فرمایا' اور قضاء و قدر کی حکمتوں سے مطلع کیا' اور عالم دنیا اور عالم آخرت کے باہمی ربط اور عالم جسمانیات اور عالم روحانیات کے تعلق سے آگاہ فرمایا' اور یہ بتایا کہ نفس ایک آئینہ کی طرح ہے جس میں عالم ملکوت کی تجلیات منعکس ہوتی ہیں اور عالم لاہوت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

اور اس کتاب کا نازل کرنا ہم پر بھی نعمت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جن احکام کا مکلف کیا ہے وہ تمام احکام اس کتاب میں ذکر فرما دیئے ہیں۔ اس کتاب میں وعد اور وعید اور ثواب اور عقاب سب کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب انتہائی درجہ کی کامل کتاب ہے اور ہر شخص اپنی طاقت اور اپنی فہم کے اعتبار سے اس سے نفع حاصل کرتا ہے' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام اُمت کو اتنی عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس لیے آپ پر اور آپ کی تمام اُمت پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو حمد کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ وہ یہ کہیں کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے عبد مکرم پر الکتاب نازل فرمائی۔

قرآن مجید میں کجی نہ ہونے کا معنی

اس کے بعد فرمایا: اور اس (کتاب) میں کوئی کجی نہیں رکھی۔

قرآن کریم میں کجی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی آیات میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء: ۸۲)	اور اگر (یہ قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو توحید' رسالت' قضاء و قدر اور احکامِ شرعیہ بیان کیے گئے ہیں' یہ سب صحیح اور صادق ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی طریقِ مستقیم سے منحرف نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ گویا کہ انسان عالم غیب سے عالم آخرت کی طرف متوجہ ہوا اور یہ دنیا ایک سرائے کی طرح ہے' انسان جب اس سرائے میں آیا تو وہ ان کاموں میں مشغول ہو گیا جن کی اس سفر میں ضرورت پڑتی ہے' پھر وہ عالم آخرت کی طرف متوجہ ہوا۔ پس ہر وہ چیز جو اس کو دنیا سے آخرت کی طرف راجع کرتی ہے اور جسمانیات سے روحانیات کی طرف اور خلق سے حق کی طرف اور شہوانی لذات سے عبادات کے نور کی طرف متوجہ کرتی ہے' وہ کجی' انحراف اور باطل سے مبرا اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مستقیم کتاب تاکہ وہ (عبد مکرم) اللہ کی طرف سے عذابِ شدید سے ڈرائیں اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے بہترین اجر ہے ○ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ○

(الکہف: ۳-۲)

marfat.com

Marfat.com

انسان کا با اختیار ہونا

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ گناہ گار لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاروں کو اَجر و ثواب کی بشارت دیں' اور جبکہ دفعِ ضرر' حصولِ نفع پر مقدم ہوتا ہے اسی لیے عذاب سے ڈرانے کو اَجر و ثواب کی بشارت دینے پر مقدم فرمایا ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان مجبور محض نہیں ہے اور اس کو ایک نوع کا اختیار عطا فرمایا ہے ورنہ رسولوں کا بھیجنا اور عذاب سے ڈرانا اور ثواب کی بشارت دینا عبث ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنالی ہے○ (حالانکہ) نہ ان کے پاس اس کا کوئی علم ہے' نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھا' یہ بہت سنگین بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے' یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں محض جھوٹ ہے○ اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے○

(الکہف: ۶-۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب' ایمان کا راستہ دکھانا ہے' رہا ایمان کا پیدا کرنا سو وہ اللہ کا کام ہے

اس سے پہلے فرمایا تھا تا کہ وہ عبدِ مکرم اللہ کی طرف سے عذابِ شدید سے ڈرائیں' اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ فرمایا اور وہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنالی ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے تھے' وہ تین قسم کے گروہ تھے:

(۱) کفارِ عرب' جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(۲) نصاریٰ' جو کہتے تھے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

(۳) یہود' جو کہتے تھے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

اس سے پہلے ہم سورہ بنی اسرائیل کے آخر میں آیت: ۱۱۱ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ جھوٹ ہے' وہ اپنے باپ دادا کی تقلید میں ایسی سنگین بات اپنے مونہوں سے نکال رہے ہیں۔ جھوٹ کی تعریف یہ ہے جو کلام واقع کے مطابق نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا:

اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرطِ غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج اور افسوس نہ کریں کیونکہ ہم نے آپ کو عذاب سے ڈرانے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے' اور ان کے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کا آپ کو مکلف نہیں کیا' یہ نہ آپ کی قدرت میں ہے اور نہ آپ کے ذمہ ہے۔ آپ کا کام صرف انہیں دین اسلام کی دعوت دینا ہے اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو اس میں ان کا فائدہ ہے اور اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو اس میں ان ہی کا نقصان ہے۔

قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ (فاطر: ۸)

اللہ جس میں چاہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہے ہدایت پیدا کرتا ہے۔ پس آپ ان پر غم کر کے اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

marfat.com
Marfat.com

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ○ (الشعراء:۳)

لگتا ہے ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ اپنی جان دے دیں گے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ○ (الانعام:۱۰۷)

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔

فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ○ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ○ (الغاشیۃ:۲۲-۲۱)

پس آپ نصیحت کیجئے' آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں○ آپ ان کو جبراً مومن بنانے والے نہیں ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ○ (القصص:۵۶)

آپ جس کو چاہیں اس میں ہدایت پیدا نہیں کرتے لیکن اللہ جس میں چاہے ہدایت پیدا کرتا ہے' اور وہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت قبول کرنے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہدایت کو پیدا کرنا نہیں ہے' ہدایت کو پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے' سو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت پیدا نہیں کی اور وہ ایمان نہیں لایا تو آپ اس پر رنج اور افسوس نہ کریں کیونکہ اس کے ایمان نہ لانے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ کی تبلیغ اور رشد و ہدایت میں کوئی کمی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ یہ بہت شقی ہے اور یہ ایمان لانے والا نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت کو پیدا ہی نہیں کیا اور آپ کسی کو جبراً مومن بنانے والے نہیں ہیں اور نہ آپ سے کسی کے ایمان نہ لانے پر سوال کیا جائے گا اور نہ آپ ان کے ایمان کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ہدایت کو پیدا کرنے والے نہیں ہیں' آپ کا منصب تو صرف نیکی اور خیر کا راستہ دکھانا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ (الشوریٰ:۵۲)

اور بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دیتے ہیں۔

سو آپ کا منصب صرف سیدھا راستہ دکھانا ہے' باقی اس ہدایت کو دل میں جما دینا اور کسی کو مومن بنا دینا یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے تو اگر آپ کے ہدایت دینے کے باوجود کوئی ایمان نہیں لایا تو آپ ملول اور افسردہ نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو اس زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان میں کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے○ اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اس کو ضرور چٹیل میدان بنانے والے ہیں○ (الکہف:۸-۷)

زمین کی زینت سے انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ میں نے زمین کو اور اس کی زینت کو پیدا کیا ہے اور اس زمین سے کارآمد اور نفع آور چیزیں نکالیں ہیں' اور اس زمین کو اور اس کی زینت کو پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ انسان کو چند احکام کا مکلف کیا جائے اور پھر یہ دکھایا جائے کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر اور اس کے احکام پر عمل کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا تکبر اور سرکشی کر کے ایمان نہیں لاتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں' اور میں ان کے کفر اور ان کی سرکشی کے باوجود ان سے اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا تو اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ بھی ان کے کفر اور ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان پر بہت زیادہ

marfat.com
Marfat.com

افسوس نہ کریں اور انہیں دین حق کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ جاری رکھیں۔
اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ہم نے زمین کی زینت کے لیے اس میں معادن' نباتات اور حیوانات بنائے ہیں' خوبصورت آبشار اور بہتے ہوئے چشمے' حسین و جمیل سرسبز کھیت اور باغات' بلند کہسار' رنگ برنگ پرندے اور طرح طرح کے حیوانات یہ سب زمین کی زینت ہیں۔ اس زمین میں زہریلے حشرات الارض بھی ہیں اور چیر نے پھاڑنے والے درندے بھی ہیں' اگر یہ کہا جائے کہ ان میں زمین کی کون سی زینت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان درندوں سے بہرحال ظاہری حسن و جمال تو ہے جیسے شیر اور چیتوں وغیرہ میں اور جنگلات کی زینت ان ہی جانوروں کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح انواع و اقسام کے سانپ اور اژدھے حسن و جمال کے پیکر ہیں' باقی رہا ان کا ضرر رساں ہونا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر اور غضب کے مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی یہ زینت انسان کے امتحان کے لیے بنائی ہے کہ آیا وہ دنیا کے حسن و جمال میں کھو کر اپنے خالق و مالک کی اطاعت کرنے کو بھول جاتا ہے یا اس دنیا کی ترغیبات سے اپنا دامن بچا کر رکھتا ہے اور اس دنیا کی رنگینیاں اور لذت آفرینیاں اس کو اپنے مولیٰ کی عبادت سے غافل نہیں کرتیں۔

اس سوال کا جواب کہ امتحان لینا تو عدم علم کو مستلزم ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امتحان تو وہ شخص لیتا ہے جسے امتحان دینے والے کی قابلیت کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اور اس کو ہر چیز کا علم ہے پھر اس کے امتحان لینے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لیے امتحان نہیں لیتا' وہ دوسروں کے لیے امتحان لیتا ہے' وہ قیامت کے دن دنیا کو دکھانا چاہتا ہے کہ اگر اس نے اپنے کسی بندہ کو بہت اجر و ثواب عطا کیا ہے اور نور کے منبروں پر بٹھایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں آزمائش کی بھٹی سے سلامتی کے ساتھ گزر گئے تھے۔ انہوں نے تسلیم و رضا کی چھری تلے اپنی گردن رکھ دی تھی' اس لیے ان کو یہ بلند مراتب عطا کیے ہیں' اور جن کو آخرت میں عذابِ شدید پہنچایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی امتحان میں ناکام ہو گئے تھے' وہ دنیا کی زینت میں ڈوب گئے تھے اور اپنے خالق و مالک کی اطاعت سے منحرف اور باغی ہو گئے تھے۔

دنیا سے رغبت کو کم کرنا

اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا کی اس زینت میں مستغرق ہونے سے بچانا چاہتا ہے اور دنیا کی اس زینت کی طرف اس کی رغبت کو کم کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے فرمایا: اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اس کو ضرور چٹیل میدان بنانے والے ہیں۔ یعنی تم ایسی چیز کے ساتھ کیوں دل لگاتے ہو جو فنا ہونے والی ہے؟ یہ دنیا اپنی تمام رنگینیوں' رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ فنا ہو جائے گی' باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے سو تم اس سے محبت رکھو' اس کے ساتھ دل لگاؤ' اس کے احکام پر عمل کرو' اسی کی اطاعت کرو' اسی کے سامنے سر جھکاؤ' اسی سے اپنی حاجات طلب کرو' اسی کو پکارو' اسی سے مدد طلب کرو۔ حقیقت میں وہی دینے والا ہے' بہ ظاہر جو بھی کسی کو دے رہا ہے وہ اپنے پاس سے نہیں دے رہا' اسی سے لے کر دے رہا ہے' کسی اور کا سننا' دینا' مدد کرنا ظنی ہے یقینی نہیں۔ صرف اسی کا سننا یقینی ہے' اسی کا دینا یقینی ہے' اسی کا مدد کرنا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶)

marfat.com
Marfat.com

دنیا کی زینت اور اس سے دامن بچانے کے متعلق احادیث

اس آیت میں جو فرمایا ہے: روئے زمین پر جو کچھ ہے' ہم نے اس کو اس زمین کی زینت بنا دیا ہے تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے○ (الکہف: ۷) اس آیت کی وضاحت حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو' سو تم دنیا سے اور عورتوں سے بچو کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔

(صحیح مسلم الدعوات: ۹۹' رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۷۴۲' رقم الحدیث المسلسل: ۶۸۱۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ دنیا کی تروتازگی سے خطرہ ہے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! دنیا کی تروتازگی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زمین کی برکتیں۔ مسلمانوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر ہو سکتا ہے؟ پھر آپ نے تین بار فرمایا: خیر کے سبب سے خیر ہی ہوتی ہے' موسم بہار میں جو چیزیں (زمین سے) اُگتی ہیں تو وہ سبزہ جانوروں کو ہلاک کر دیتا ہے یا قریب الرگ کر دیتا ہے۔ سوا ان جانوروں کے جو صرف سبزہ کھاتے ہیں اور وہ اس قدر کھاتے ہیں کہ ان کی کوکھیں پھول جاتی ہیں پھر وہ دھوپ میں لوٹ لگاتے ہیں اور لید اور پیشاب کرتے ہیں' یہ مالِ دنیا بھی سرسبز اور میٹھا ہے جو شخص اس مال کو اپنے حق کے مطابق لے گا اور اس کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرے گا تو یہ اچھی مشقت ہے اور جو مال کو ناحق لے گا تو وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے: یہ مالِ دنیا سرسبز اور میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے اس مال کا جو حصہ مسکین' یتیم اور مسافر کو دیا (وہ اچھا ساتھی ہے) اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم الزکوٰۃ: ۱۲۳' ۱۲۲' ۱۲۱' رقم الحدیث: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۵)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دنیا بہت خوش منظر ہے اور بھلی لگتی ہے' اور اس کے مناظر بہت دلفریب اور دلکش ہیں۔ جیسے کوئی بہت حسین اور بے حد شیریں پھل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے ذریعہ اپنے بندوں کو امتحان میں مبتلا کیا ہے اور وہ دنیا کو دکھاتا ہے کہ کون دنیا میں زیادہ اچھے عمل کرتا ہے یعنی کون دنیا سے زہد اور بے رغبتی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے جن چیزوں کو زینت بنایا ہے' بندوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کریں' اسی لیے حضرت عمر نے یہ دعا کی تھی کہ جن چیزوں کو تو نے ہمارے لیے مزین کیا ہے' ہمیں اس سے بچا کہ ہم ان پر اترائیں۔ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ میں ان چیزوں کو حق کے راستے میں خرچ کروں۔

اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے معنی ہیں: جو اس مال کو اپنے حق کے مطابق لے گا اس کے مال میں برکت دی جائے گی' اور جو شخص اس مال کو ناحق لے گا وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرما رہے تھے اور میں کہہ رہا تھا کہ یہ آپ اس کو عطا فرما دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ آپ نے فرمایا جب یہ مال تمہارے پاس آئے تو اس کو لے لو جبکہ تم اس مال کی طمع نہ رکھتے ہو' نہ اس مال کا سوال کرنے والے ہو تو اس مال کو لے لو'

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم میں ہے: پھر اس مال کو لے کر صدقہ کرو) اور جو مال اس طرح نہ ہو تو اس کے لیے اپنے نفس کو نہ تھکاؤ۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۰۸)

جو شخص دنیا کے مال سے سیر نہیں ہوتا اور اس کو جس قدر مال ملتا ہے اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال کو جمع کرے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو نہیں سمجھا۔ وہ مال کے فتنہ میں مبتلا ہے اور اس سے انسان بہت کم سلامتی میں رہتا ہے۔ جس شخص کو بہ قدر ضرورت مال ملا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دیئے ہوئے مال پر قانع کر دیا' وہ شخص کامیاب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں کون سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔ اس کی تفسیر میں ابن عطیہ نے کہا جو مال کو حق کے موافق لے اور اس مال کو ایمان کے ساتھ حق کے راستے میں خرچ کرے' فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات کو ادا کرے اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرے' وہ شخص سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: **لنبلوھم ایھم احسن عملا** ' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس آیت کا معنی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تاکہ ہم یہ آزمائیں کہ تم میں سے کس کی عقل زیادہ اچھی ہے اور تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہے اور تم میں سے کون زیادہ سرعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۷۰۴، الدر المنثور ج ۵ ص ۳۶۱)

زہد اور قناعت کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والا' اور اپنا شمار قبر والوں میں کرو۔ مجاہد کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر نے کہا جب تم صبح کو اُٹھو تو شام کی توقع نہ کرو' بیماری آنے سے پہلے صحت کے ایام میں نیک عمل کر لو اور موت آنے سے پہلے زندگی میں نیک عمل کر لو' اور اے بندۂ خدا! تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا۔ (یعنی تم شقی ہو گے یا سعید ہو گے)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۸، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۴۷۰، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۶۳، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۰۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶۹، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۲۴۵)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اُمت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۲۳، المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم الحدیث: ۴۰۴، المستدرک ج ۴ ص ۳۱۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ چاہتا ہے کہ اس کو تیسری وادی بھی مل جائے اور مٹی کے سوا کوئی چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی' اور جو شخص توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۲۳، المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم الحدیث: ۴۰۴، المستدرک ج ۴ ص ۳۱۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زہد یہ نہیں ہے کہ تم حلال کو حرام کر دیا مال کو ضائع کرو' لیکن زہد یہ ہے کہ جو چیز تمہارے ہاتھوں میں ہے اس پر تمہیں اتنا اعتماد نہ ہو جتنا اس پر اعتماد ہو جو اللہ کے ہاتھ میں ہے' اور جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اس کے ثواب میں تم کو اس سے زیادہ رغبت ہو کہ تم پر وہ مصیبت نہ آتی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۰)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کے سوا ابن آدم کا کسی چیز میں حق نہیں ہے' اس کی رہائش کا گھر ہو' اس کی ستر پوشی کے لیے کپڑا ہو اور خشک روٹی اور پانی ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۶۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۴۱۴' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۴۷)

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (التکاثر: ۱) زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کر دیا۔

آپ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال' میرا مال اور اس کا مال تو صرف وہی ہے جس کو اس نے صدقہ کر کے روانہ کر دیا' یا کھا کر فنا کر دیا' یا پہن کر بوسیدہ کر دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۱' المستدرک ج ۲ ص ۵۳۳' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۸۱' السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۶۱)

سلمہ بن عبید اللہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص صبح کو اس حال میں اُٹھے کہ اس کے اہل و عیال بخیریت ہوں اور اس کا جسم تندرست ہو اور اس کے پاس اس دن کی خوراک ہو تو گویا اس کے لیے تمام دنیا جمع کر دی گئی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۱' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۳۹'۲۰۸)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلمان کامیاب ہو گیا جس کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس پر قانع کر دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۱۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۲۹' السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۹۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ ساز و سامان سے غنا حاصل نہیں ہوتا لیکن غنا اس سے حاصل ہوتا ہے جس کا دل غنی ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۴۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۲۵۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے اور آپ کے پہلو میں اس کے نقش ثبت ہو گئے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے لیے گدا بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق ہے' میں دنیا میں صرف اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں بیٹھے پھر اس کو چھوڑ کر آگے روانہ ہو جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۹۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۰۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۳۷)

marfat.com
Marfat.com

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برا برتن ابن آدم کا بھرا ہوا پیٹ ہے۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو قائم رکھ سکیں اگر اس نے ضرور زیادہ کھانا ہو تو تہائی حصہ طعام کے لیے تہائی حصہ پانی کے لیے اور تہائی حصہ سانس لینے کے لیے رکھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۰ مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۲ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۴ المعجم الکبیر ج ۲۰ رقم الحدیث: ۶۴۴ المستدرک ج ۴ ص ۱۲۱ شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۴۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۴۹)

زہد اور قناعت کی تعریفات

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

زہد کی تعریف میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: سفیان ثوری نے کہا امیدوں کو کم کرنا زہد ہے اور سوکھی روٹی کھانے اور لمبے کرتوں کے پہننے سے زہد حاصل نہیں ہوتا' ہمارے علماء رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ جس آدمی کی امیدیں کم ہوں وہ لذیذ کھانوں کا پیچھا نہیں کرتا اور نہ انواع واقسام کے ملبوسات پہنتا ہے اور دنیا کی جو چیز آسانی سے مل جائے اس کو قبول کر لیتا ہے' اور جو چیز اس کو مل جائے اس پر قناعت کر لیتا ہے' وہ زاہد ہے۔ اوزاعی نے کہا جو شخص اپنی تعریف ناپسند کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں لگا رہے۔ فضیل نے کہا تمام دنیا کو ترک کر دینا زہد ہے خواہ وہ اس کے ترک کرنے کو پسند کرے یا ناپسند۔ بشر بن الحارث نے کہا دنیا کی محبت لوگوں سے ملنے کی محبت ہے اور دنیا میں زہد لوگوں سے ملاقات میں زہد (بے رغبتی) ہے۔ ابراہیم بن ادھم نے کہا اس وقت تک کوئی شخص زاہد نہیں ہوگا جب تک کہ دنیا کو ترک کرنا اس کے نزدیک دنیا کو حاصل کرنے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ عبداللہ بن المبارک نے کہا زہد یہ ہے کہ تم دل سے دنیا سے بے رغبتی کرو اور بعض نے کہا کہ موت سے محبت کرنا زہد ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۱۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے ○ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما دے ○ پھر ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کر دی ○ پھر ہم نے ان کو اُٹھایا تاکہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے ○ (الکہف: ۱۲-۹)

اصحابِ کہف کے واقعہ کا شانِ نزول

کفارِ مکہ کو اصحابِ کہف کے قصہ پر بہت حیرت ہوئی تھی اور انہوں نے اس پر بہت تعجب کا اظہار کیا تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم ہماری نشانیوں میں سے صرف اصحاب کہف کے واقعہ ہی کو بہت بڑی اور تعجب خیز نشانی سمجھتے ہو؟ سو ایسا نہیں ہے' یہ زمین و آسمان' یہ وسیع و عریض سمندر' یہ بلند و بالا پہاڑ کیا یہ سب ہماری بڑی نشانیاں نہیں ہیں۔

ہم اس سے پہلے امام ابن ہشام کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ صنادید قریش میں سے ایک شخص نضر بن حارث تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا پہنچاتا تھا' وہ حیرہ جاتا اور رستم اور سہراب کے قصے سن کر آتا اور جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سے پچھلی اُمتوں کے واقعات سناتے تو وہ بھی آپ کے قریب بیٹھ جاتا اور کہتا اے جماعت قریش! بخدا میں تم کو اس سے بہتر اور زیادہ مزے دار قصے سناتا ہوں پھر وہ ان کو روم اور فارس کے بادشاہوں کے قصے سناتا' پھر

marfat.com
Marfat.com

قریش نے اس کو اور عقبہ بن ابن معیط کو مدینہ میں علماء یہود کے پاس بھیجا اور بتایا کہ تم لوگ اہل علم ہو اور ہم ان پڑھ لوگ ہیں۔ ہمارے ہاں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اب تم بتاؤ کہ ہم کس طرح ان کے دعویٰ کی سچائی کو معلوم کریں۔ یہود نے کہا: ان سے تین نوجوانوں کے متعلق سوال کرو جو پہلے زمانہ میں ایک غار میں چلے گئے تھے' اور ان سے اس شخص کے متعلق سوال کرو جس نے روئے زمین کے تمام مشارق و مغارب میں سفر کیا تھا' اور ان سے روح کے متعلق سوال کرو اگر انہوں نے ان تینوں سوالات کے جواب دے دیئے تو وہ برحق رسول ہیں ورنہ نہیں ہیں۔ جب نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط مکہ واپس آئے تو انہوں نے آپ سے یہ سوال کیے۔ آپ نے اس اعتماد پر کہ کل وحی آ جائے گی فرمایا: میں تم کو کل اس کے متعلق بتاؤں گا۔ آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے (اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی) پھر پندرہ دن تک وحی نہیں آئی اور کفار مکہ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور اب پندرہ دن ہو گئے اور انہوں نے ہمارے سوالوں کے جواب نہیں دیئے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا' تب حضرت جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سورت کو لے کر نازل ہوئے اور اس سورت میں اصحابِ کہف کی خبر ہے اور ذوالقرنین کی بھی خبر ہے جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک کا سفر کیا تھا' اور روح کے متعلق سوال کا جواب اس سے پہلی سورت بنی اسرائیل میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں اور ان تینوں سوالوں کے جوابات بھی ایک ساتھ نازل ہوئے اور روح کے متعلق جوان کے سوال کا جواب تھا' اس کے مناسب آیات سورہ بنی اسرائیل میں تھیں۔ اس لیے آپ نے ان آیتوں کو بنی اسرائیل میں رکھوا دیا اور اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو آیتیں تھیں' ان کے مناسب آیتیں سورۃ الکہف میں تھیں' اس لیے ان کو آپ نے سورۃ الکہف میں رکھوا دیا۔

اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کی سوانح

الکھف کے معنی ہیں پہاڑ میں ایک غار۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۷۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

الرقیم: ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الرقیم اس پتھر کا نام ہے جس پر اصحابِ کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اصحابِ کہف کے اسماء عجمی زبان میں ہیں' ان کو شکل اور نقطوں میں منضبط کرنا مشکل ہے' اور ان کا قصہ بیان کرنے میں راویوں کے بیان مختلف ہیں وہ کس طرح غار میں داخل ہوئے اور کس طرح غار سے نکلے' کسی صحیح حدیث میں اس واقعہ کا بیان نہیں ہے اور نہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے سوا ان آیتوں کے جن کا اس سورت میں ذکر فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ جس کافر بادشاہ کے زمانہ میں وہ اس کے ملک سے نکل گئے تھے' اس کا نام دقیانوس تھا اور یہ لوگ روم کے رہنے والے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ شام کے رہنے والے تھے اور شام میں ایک غار ہے جس میں چند مردے پڑے ہوئے ہیں اور اس غار کے مجاور کا زعم یہ ہے کہ یہی اصحابِ کہف ہیں۔ اس غار پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس کا نام الرقیم ہے۔ ان کے ساتھ ایک بوسیدہ کتاب بھی ہے۔ اور اندلس میں غرناطہ کی جانب ایک بستی ہے جس کا نام لوشہ ہے۔ وہاں ایک غار ہے جس میں چند مردے ہیں اور ایک پرانا اور بوسیدہ کتا ہے' ان کا گوشت پوست گل چکا ہے اور صرف ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں۔ کئی صدیاں گزر چکی ہیں اور ہم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کو ان کے متعلق صحیح علم ہو' اور لوگوں کا گمان یہ ہے کہ یہی اصحابِ کہف ہیں۔ علامہ ابن عطیہ نے کہا میں ان کے غار میں داخل ہوا اور میں نے ان کو دیکھا تقریباً ساڑھے پانچ سو سال سے وہ

marfat.com
Marfat.com

اسی حال میں ہیں' اس غار کے اوپر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے اور اس کے قریب ایک رومی عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام الرقیم ہے۔
(البحر رالوجیزج ۱۰ص ۳۹۲' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' ۱۴۰۷ھ مکہ مکرمہ)

جس وقت ہم اندلس میں تھے تو لوگ اس غار کی زیارت کرنے کے لیے آتے تھے' اور وہ یہ بتاتے تھے کہ جب بھی ہم ان مردوں کو گنتے تھے تو ان کے گننے میں ہمارا اختلاف ہو جاتا تھا اور ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ غرناطہ کے قریب دقیوس نام کا ایک شہر ہے' میں اس میں ان گنت مرتبہ گیا ہوں اور میں نے وہاں بڑے بڑے پتھر دیکھے ہیں اور جس چیز سے یہ رائے راجح قرار پاتی ہے کہ اصحاب کہف اندلس کے رہنے والے تھے' وہ یہ ہے کہ اندلس میں عیسائی بہت کثرت کے ساتھ آباد تھے حتیٰ کہ عیسائیوں کی بڑی مملکت اندلس ہی تھی۔ (البحر المحیط ج ۷ص ۱۴۳۔ ۱۴۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

الکھف پہاڑ میں غار کو کہتے ہیں۔ ان کے غار کا نام حیزم تھا اور الرقیم کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اس سے کیا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الرقیم وہ مرقوم ہے جس میں اصحاب کہف کے اسماء اور ان کو پیش آیا ہوا واقعہ لکھا ہوا ہے جو ان کے بعد والوں نے لکھا ہے۔ امام ابن جریر وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الرقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں ان کا غار ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اس جگہ کی بستی کا نام ہے۔

شعیب جبائی نے کہا ان کے کتے کا نام حمران تھا اور یہود کو ان کے واقعہ کے ساتھ جو اس قدر دلچسپی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا زمانہ بہت پہلے کا تھا' اور بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے اور مذہباً نصاریٰ تھے اور سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی قوم بُت پرست تھی۔

اکثر مفسرین اور مؤرخین نے یہ کہا ہے کہ ان کے زمانہ کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا اور اصحاب کہف بڑے لوگوں کے بیٹے تھے۔ ان کی قوم کی عید کے دن ایک اجتماع میں انہوں نے دیکھا کہ ان کی قوم بتوں کی تعظیم اور ان کو سجدے کر رہی ہے' انہوں نے نظرِ بصیرت سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے غفلت کے حجاب دُور کر دیئے اور ان کے دلوں میں ہدایت ڈال دی' اور ان کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کی قوم کے عقائد باطل ہیں' سو انہوں نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت پر کمربستہ ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک جب سے توحید کا معتقد ہوا تھا' وہ باقی لوگوں سے الگ ہو گیا اور یہ تمام نوجوان ایک جگہ پر مجتمع ہو گئے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ روحیں ایک مجتمع لشکر ہیں جو روحیں اس لشکر میں باہم متعارف تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے اُلفت رکھتی ہیں' اور جو روحیں وہاں ایک دوسرے سے اجنبی تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے اجنبی ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۳۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۹۲۲)

پھر ہر نوجوان نے دوسرے نوجوان سے اس کے حالات اور کوائف کے متعلق سوال کیا اور اپنے عقائد سے اس کو خبر دی' پھر ان سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اس قوم کے درمیان سے نکل جائیں' اور شر کے ظہور اور فتنہ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔ ان میں سے بعض نے بعض سے کہا جب تم اپنے دلوں کے ساتھ اپنی قوم کے دین سے الگ ہو چکے ہو تو اپنے جسموں اور بدنوں کو بھی اپنی قوم کے جسموں اور بدنوں سے الگ کر لو۔ قرآن مجید میں ہے انہوں نے کہا:

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ	جب تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے
فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ	کنارہ کش ہو چکے ہو تو اب تم کسی غار میں پناہ لو' تمہارا رب تم
وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝	پر اپنی رحمت کو کھول دے گا اور تمہارے مشن میں آسانی مہیا کر

marfat.com
Marfat.com

دے گاO (الکھف:۱۶)

یعنی وہ تم کو تمہاری قوم سے چھپائے رکھے گا اور تم اس کی حفاظت اور رحمت میں رہو گے اور تمہارا انجام بہ خیر کرے گا۔ اسی طرح حدیث میں یہ دعا ہے:

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! ہمارے تمام کاموں کا انجام بہ خیر کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے (اپنی) پناہ میں رکھ۔

(المستدرک ج ۳ ص ۵۹۱ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۶۵۶۷' جدید صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۴۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۹۸' ۱۱۹۷' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام احمد اور امام طبرانی کے راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اس غار کے متعلق بیان فرمایا ہے اور اس کا دروازہ شمال کی طرف تھا اور اس کا عرض قبلہ کی طرف تھا اور گویا گرمیوں کے زمانہ میں سورج کے طلوع کی پہلی شعاعیں غار کی مغربی جانب سے پڑتی تھیں پھر آہستہ آہستہ وہ شعاعیں غار سے باہر نکلتی تھیں اور جب سورج غروب کی جانب مائل ہوتا تو سورج کی شعاعیں آہستہ آہستہ غار کی مشرقی جانب داخل ہوتیں اور سورج کی شعاعوں کو غار میں داخل کرنے کی حکمت یہ تھی کہ غار کی ہوا خراب نہ ہو۔

اور وہ ایک طویل زمانہ تک اسی کیفیت پر رہے' وہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ ان کا جسم غذا حاصل کرتا تھا اور اتنی مدت تک ان کا کھائے پیئے بغیر رہنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی تھی' دیکھنے والے ان کو بیدار سمجھتے تھے حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے' اور ہر سال وہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ بدلتے تھے۔ ان کا کتا بھی ان کی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا کتا جو قوم سے الگ ہوتے وقت ان کے ساتھ رہا تھا' وہ ان کے ساتھ لگا رہا اور غار کے اندر داخل نہیں ہوا بلکہ ان کی حفاظت کے لیے غار کے منہ پر بیٹھا رہا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ غار کس جگہ پر ہے' اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ سرزمین ایلہ (بحر شام کے ساحل پر یہود کا ایک شہر) میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ارض نینویٰ (عراق کے مضافات میں کربلا وغیرہ پر مشتمل علاقہ) میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بلقاء (اردن کا وہ علاقہ جو دریائے اردن کے مشرق میں ہے) میں ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ روم کے شہروں میں ہے اور یہی قول حق کے مشابہ ہے۔

ان کے شہر کے لوگ اس غار کی جگہ تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو اس غار سے اندھا کر دیا تھا' ان کے معاملہ میں ان کا اختلاف تھا۔ بعض نے کہا اس کے اوپر ایک دیوار بنا دو تاکہ اس سے نہ نکل سکیں یا اس غار میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہو سکے جو ان کو ایذا پہنچائے' اور دوسرے لوگ جو ان پر حاوی تھے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ان کے اوپر ایک مسجد بنائیں گے یعنی ایک عبادت گاہ۔ ان نیک لوگوں کے جوار اور پڑوس کی وجہ سے برکت نازل ہو گی اور ہم سے پہلی شریعت میں یہ امر متعارف تھا لیکن ہماری شریعت میں یہ ممنوع ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تو آپ کے چہرے پر چادر ڈال دی گئی جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے چہرے سے چادر اٹھا کر فرمایا:

یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا' آپ ان کے کاموں سے مسلمانوں کو ڈراتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۴' ۳۴۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۰۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۷' مسند احمد

marfat.com
Marfat.com

رقم الحدیث: ۲۶۴۱۳، دار الفکر)

اکثر مفسرین نے کہا اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو اس چیز کی نشانی بنایا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے کیونکہ جب لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ اصحاب کہف تین سو سال سے زیادہ تک سوتے رہے پھر بغیر کسی تغیر اور تبدل کے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے سو جو ذات اس پر قادر ہے کہ اصحاب کہف کو تین سو سال سلا کر پھر ان کو اسی طرح اُٹھا دے' وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دے خواہ ان کے جسموں کو کیڑے کھا چکے ہوں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۱۔۱۸ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رومیوں کے خلاف جہاد کیا تو وہ ایک غار کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے کہا ہم اس غار کا منہ کھول کر ان لوگوں کو دیکھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے آپ سے بہتر شخص کو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھنے سے منع فرمایا تھا: اگر آپ انہیں جھانک کر دیکھنا چاہتے تو آپ ضرور اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کے رعب سے آپ پر دہشت چھا جاتی۔ (الکہف: ۱۸) حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس کی بات نہیں سنی اور کچھ لوگوں کو غار میں بھیجا جیسے ہی وہ لوگ غار میں داخل ہوئے' ایک سخت ہوا آئی اور اس نے ان کو جلا ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح ہم نے ان کو سلا دیا تھا' اسی طرح ہم نے ان کو اُٹھایا تا کہ ان کی بصیرت زیادہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ برحق ہے' کیونکہ جس نے ان پر تین سو سال تک نیند طاری کی پھر ان کو اُٹھا دیا وہ اس پر قادر ہے کہ وہ لوگوں کی روح قبض کرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر دے۔ بعض لوگوں نے کہا ہم اس غار کے اوپر رہائشی مکان بنا دیں اور اس جگہ ایک شہر بسا دیں اور بعض لوگ جو زیادہ غالب تھے انہوں نے کہا ہم اس غار کے اوپر ایک مسجد بنائیں گے۔ (تفسیر البیضاوی علی ہامش الخفاجی جز ۶ ص ۱۵۲۔۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

غار کے اوپر مسجد بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ صالحین کی قبروں کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے جیسا کہ اس کی طرف کشاف میں اشارہ ہے اور اس عمارت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۱۵۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

لغت میں اصحابِ کہف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملک روم میں جزیرہ افسوس کے شہر افسوس کے رہنے والے چھ یا سات با ایمان نوجوان جو مذہباً نصرانی تھے' ۲۴۸ تا ۲۶۱ء میں اپنے زمانہ کے کافر و ظالم "دقیانوس" نام کے بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا کتا بھی ساتھ تھا' وہ سب قدرتِ الٰہی سے اسی غار میں زمانہ دراز تک سوتے رہے اور سو رہے ہیں۔ (اردو لغت ج ۱ ص ۵۳۷' مطبوعہ کراچی' ۱۹۷۷ء)

الرقیم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اصحابِ کہف (جن کے ناموں کا اس غار پر جس میں وہ سو گئے تھے' بادشاہ وقت نے کتبہ لکھ کر لگا دیا تھا) ان ہی لوگوں کا لقب اصحاب الرقیم بھی ہو گیا ہے۔ (اردو لغت ج ۱ ص ۵۳۷' مطبوعہ کراچی' ۱۹۷۷ء)

اصحاب کہف کے متعلق ہمارے قدیم اور جدید مفسرین اور مؤرخین نے بہت تفصیل سے لکھا ہے' ان کے علاوہ غیر مسلم محققین اور مستشرقین نے بھی اس موضوع پر خاصی طبع آزمائی کی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں بھی اس پر کافی مواد ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس مواد سے کافی استفادہ کیا ہے لیکن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۴۱۹ھ نے اس مواد کو بہت جامعیت کے ساتھ اور مربوط انداز میں پیش کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

حضرت مسیح علیہ السلام کے مواعظ کے باعث یہودی علماء وامراء ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور انہیں ہر طرح کی اذیتیں دینے لگے یہاں تک کہ آپ پر دین کی تحریف کا سنگین الزام لگا کر علاقہ کے رومی گورنر پیلاطس کے پاس دعویٰ دائر کیا اور اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے انہیں تختہ دار پر نہ چڑھایا تو وہ بغاوت کر دیں گے۔ چند حواریوں کے علاوہ ملک کی پوری آبادی یہود کی ہمنوا تھی اور وہ اس لمحہ کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہی تھی جب آپ کو صلیب پر لٹکا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی خود حفاظت فرمائی اور آسمان کی طرف اٹھا کر ان نابکاروں کے ہتھکنڈوں سے آپ کو بچا لیا۔

ان حالات میں دین مسیحی کے پھیلنے کا کوئی امکان نہ تھا لیکن اپنے ان چند حواریوں کے دل میں حق کا جو چراغ حضرت مسیح روشن کر گئے تھے' وہ مصائب کی ان تند آندھیوں میں بھی نہ بجھ سکا۔ ان کی پُر جوش تبلیغ سے لوگ آہستہ آہستہ عیسائیت قبول کرنے لگے اور علاقہ بھر میں ان کے حلقے قائم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور قیامت پر یقین رکھتے تھے اگرچہ ملک کی اکثریت اپنے رومی حکمرانوں کی طرح بُت پرست تھی۔

لیکن ۲۴۸ء کے اواخر میں جب دقیانوس (جسے رومی زبان میں ڈیسیس "DECIUS" کہتے ہیں) روما کے تخت پر متمکن ہوا تو ہوا کا رُخ پھر بدل گیا۔ اس نے ایک قانون کے ذریعہ مسیحی دین پر پھر پابندی لگا دی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے خیال کے مطابق یہ پہلا رومی فرمانروا تھا جس نے مسیحیت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کا جامع منصوبہ بنایا اور اپنی ساری قلمرو میں عیسائیوں کے قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۷ ص ۱۳۰)

ایشیاء کوچک اس وقت رومن ایمپائر کے زیر نگین تھا' وہاں کے مختلف شہروں میں بھی عیسائی آبادیاں تھیں۔ دقیانوس کی اس دارو گیر کی زد ان پر بھی پڑی۔ انہیں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اگر زندگی کی ضرورت ہے تو عیسائیت چھوڑ دو۔ اور جن بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی ہم پوجا کرتے ہیں' ان کی پوجا کرو۔ ڈیسیس جب ملکی دورہ پر روانہ ہوتا تو وہ اس مقصد کو تمام دوسرے امور مملکت پر ترجیح دیتا۔ ایک دفعہ اس کا گزر ایشیاء کوچک کی بستی افیسس (EPHESUS) پر ہوا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آرٹیمس یا ڈائنا دیوی کا مندر تھا جس کی بڑی دھوم دھام سے پوجا ہوتی تھی اور اس مندر کی وجہ سے اس شہر کو ملک بھر میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں جب دقیانوس نے عیسائیوں کی پکڑ دھکڑ شروع کی تو چند نوجوان اپنی دولتِ ایمان بچانے کے لیے وہاں سے چل نکلے۔ قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس میں ایک وسیع غار تھا۔ اس میں جا چھپے اور بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر التجائیں کرنے لگے کہ وہ انہیں اس ظالم اور سنگدل بادشاہ کے شر سے بچائے اور ان کو نعمتِ ایمان سے محروم نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی آزمائش میں ان کا قدم لڑکھڑا جائے اور دامنِ حق ان کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور ان پر نیند مسلط کر دی گئی۔ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا اس لیے اس میں دھوپ تو داخل نہ ہوتی لیکن ہوا اور روشنی کا گزر اچھی طرح سے تھا۔ اس لیے یہاں ان کے جسم اس طویل نیند کے باوجود محفوظ تھے۔ قدرت مناسب وقفہ کے بعد ان کے پہلو بھی بدل دیتی جیسے نیند کی حالت میں ہم سوئے سوئے پہلو بدل لیا کرتے ہیں' اسی طرح کا احساس ان میں بھی یقیناً ہو گا۔ دُور سے دیکھنے والے انہیں بیدار خیال کرتے حالانکہ وہ محوِ خواب تھے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی ہو لیا تھا۔ انہوں نے اسے بھگانے کے لیے بڑے جتن کیے لیکن اس نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جب وہ غار میں جا کر آسودۂ خواب ہو گئے تو وہ بھی پاسبانی کی خاطر غار کے دہانے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ رہا۔

marfat.com

Marfat.com

اس طرح ایک سو ستاسی برس کا عرصہ گزر گیا۔ ڈیس کیفرِ کردار کو پہنچا' مختلف بادشاہ آئے اور اپنی چند روزہ شاہی کا ڈنکا بجا کر چل دیئے۔ پرانے شہر اُجڑے' نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ افیسس کے شہر میں بھی اس دو سو سال کے زمانہ میں کیا شکست و ریخت نہ ہوئی ہوگی۔ جب حکمتِ الٰہی نے چاہا تو ان سونے والوں کو بیدار کر دیا' وہ آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ خیال انہیں بھی گزرا کہ وہ آج معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں لیکن یہ بات ان کے سان وگمان میں بھی نہ تھی کہ ان کو یہاں بے سدھ پڑے دو صدیاں بیت گئی ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں۔

ان کی آنکھیں کیا کھلیں کہ بشری تقاضے بھی بیدار ہو گئے۔ انہیں بھوک نے ستانا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو جس کا نام یملیخاہ بتایا جاتا ہے' بستی کی طرف بھیجا کہ ان کے لیے کھانا خرید لائے۔ جب وہ غار سے نکل کر شہر کی طرف روانہ ہوا تو وادی و کوہسار وہی تھے لیکن ماحول میں اجنبیت کے آثار قدم قدم پر حیران کر رہے تھے۔ شہر میں گئے تو در و دیوار' گلی کوچے زبانِ حال سے کچھ اور ہی داستان سنا رہے تھے۔ یملیخاہ سوچ رہے تھے کہ بارِ خدا! ایک آٹھ پہر میں یہ کیا انقلاب آ گیا' کل جب چھوڑ کر گئے تو اس شہر کا کیا حال تھا اور آج کیا ہے۔ ایک نانبائی کی دُکان پر گئے اور اسے کھانا دینے کے لیے کہا' اس نے کھانا دیا۔ انہوں نے وہی پرانا سکہ جو یہاں سے جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے تھے' اس کی طرف بڑھا دیا۔ دُکاندار اس سکہ کو دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا۔ معاملہ نے طول پکڑا' اردگرد کے دُکاندار بھی اکٹھے ہو گئے۔ یملیخاہ پر الزام لگایا گیا کہ اسے کوئی پرانا شاہی خزانہ ہاتھ آیا' معاملہ حاکم شہر تک پہنچا۔ یہاں آ کر حقیقتِ حال سے پردہ اُٹھا۔ انہیں پتا چلا کہ یہ ان نوجوانوں میں سے ایک ہے جو ڈیسیس کے مظالم سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب ان کی جھلک دیکھنے کے لیے غار تک گئے' وہاں دوسرے ساتھی یملیخاہ کا انتظار کرتے کرتے اُکتا گئے اور ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگے تھے جب انہوں نے ایک جمِ غفیر غار کی طرف آتے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا ساتھی پکڑا گیا ہے اور اس کے بتلانے پر یہ ہجوم انہیں گرفتار کرنے کے لیے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ جب لوگ حاکم شہر کی قیادت میں وہاں پہنچے تب اصحابِ کہف کو معلوم ہوا کہ انہیں یہاں ٹھہرے صدیاں گزر چکی ہیں اور اب حالات کا رُخ بدل گیا ہے اور عیسائیت کا ہر طرف چرچا ہے۔ صرف رعایا ہی نہیں بلکہ حکومت بھی اس دین کو قبول کر چکی ہے۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۴۳۷ء میں پیش آیا جبکہ روما کے تخت پر تھیوڈوسیس (DHEOSIUS) متمکن تھا۔

مفسرین کرام اور مؤرخین نے اصحابِ کہف کی جگہ' زمانہ اور ان کے مخصوص حالات کے متعلق متعدد اقوال نقل کیے۔ بعض اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا زمانہ بتاتے ہیں' بعض نے کہا ہے کہ یہ کہف خلیج عقبہ کے نواحی پہاڑوں میں واقع ہے۔ بعض نے شام کے کسی مقام کا تعین کیا ہے' اور علامہ ابنِ حیان اندلسی صاحب البحر المحیط نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ سارا واقعہ اندلس کے ملک میں ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ غرناطہ کے قریب ایک قصبہ ہے جسے ''لوشہ'' کہتے ہیں۔ اس میں ایک غار ہے جہاں کئی مردوں کے ڈھانچے ہیں اور باہر ایک کتے کا ڈھانچہ بھی ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ وہ ۵۰۴ھ سے انہیں اسی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے اور ایک رومی طرز کی پرانی عمارت بھی ہے جسے ''الرقیم'' کہا جاتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کسی قدیم قصر کے کھنڈرات ہیں اور غرناطہ سے قبلہ کی جانب ایک پرانے شہر کے آثار بھی پائے جاتے ہیں جس کا نام مدینہ دقیوس بتایا جاتا ہے۔ ابن عطیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد علامہ ابنِ حیان لکھتے ہیں کہ جب ہم اندلس میں تھے تو لوگ اس غار کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (البحر المحیط)

کئی دیگر مقامات میں غاروں میں اس قسم کے ڈھانچے دکھائی دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اہل حق پر جب بھی جبر و تشدد کا

marfat.com

Marfat.com

بازار گرم ہوا ہو تو ان میں سے چند لوگوں نے قریبی پہاڑوں کی غاروں میں پناہ لی ہو اور ان کے ڈھانچے اسی طرح محفوظ ہوں اور اسپین کے جس غار کا ذکر علامہ ابن حیان نے کیا ہے وہ بھی اسی طرح کا ایک غار ہو۔

لیکن میں نے جو تفصیل لکھی ہے مجھے وہی حقیقت سے زیادہ قریب معلوم ہوئی ہے کیونکہ ہمارے مفسرین نے اسے یوں ہی بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ ایک مشہور انگریز مؤرخ ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) نے بھی اپنی معروف تاریخ کی کتاب "THE DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE" کی تیسری جلد صفحہ ۴۴۰ تا ۴۴۳ میں "سات سونے والوں" کے احوال لکھے ہیں جو بالکل اس واقعہ سے مطابقت رکھتے ہیں حتیٰ کہ عربی مصادر میں جو نام ہیں، تقریباً وہی نام اس نے بھی درج کیے ہیں۔ مؤرخ مذکور نے اس کے حاشیہ میں اس واقعہ کا ماخذ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے یہ واقعہ شام کے مشہور بشپ جیمس سروج (JAMES OF SARUJ) کے مجموعہ مواعظ جو ۲۳۰ مواعظ پر مشتمل ہے، کے ایک وعظ سے لیا ہے۔ یہ بشپ ۴۵۲ء میں پیدا ہوا اور ۴۷۴ء میں اس نے یہ مواعظ لکھے۔ اسے ۵۱۰ء میں بشپ مقرر کیا گیا اور ۵۲۱ء میں اس نے وفات پائی۔ اور چھٹی صدی کے اختتام سے پہلے شامی زبان سے اس کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہو گیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ کتاب اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے اقرب ترین زمانہ کی تحریر ہے، اس لیے اس میں حقیقت کی زیادہ سے زیادہ جھلک دکھائی دے سکتی ہے، یہ مواعظ کیونکہ تقریباً پچاس برس بعد لکھے گئے اس لئے ان کی ساری تفصیلات کو جوں کا توں تسلیم کر لینا قطعاً قرینِ دانش نہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مجموعہ کے بیان کردہ حالات دوسری روایات سے کہیں زیادہ صحیح صورتحال کے ترجمان ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم نے اصحاب کہف کے واقعہ کا وہ پہلو ذکر کیا جو ہمارے لیے ہدایت کا درس رکھتا ہے، باقی اس کے زمان و مکان وغیرہ تفصیلات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ ہر واقعہ کے بیان میں قرآن کریم کا اسلوب یہی ہے اور یہی ایک ایسی خصوصیت ہے جو قرآن حکیم کو تاریخ کی کتب سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان سے مقصود داستان سرائی نہیں بلکہ عبرت آموزی اور بصیرت افروزی ہے۔ صحیح احادیث میں بھی اس واقعہ کی تفصیلات مذکور نہیں۔ غالباً ہمارے مؤرخین نے علماء اہل کتاب سے جو کچھ سنا وہ لکھ دیا۔ کیونکہ گزشتہ واقعات کے متعلق انہیں علماء کے بیانات سند تصور کیے جا سکتے تھے اور اہل کتاب کے ان علماء کے پاس واقعہ کے متعلق پہلی تحریری دستاویز بشپ جیمس کے یہی مواعظ ہیں، اس لیے یہ خیال کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ واقعہ کی یہ تفصیلات حقیقت سے زیادہ قریب ہیں۔

یہاں ایک چیز ضرور قابلِ غور ہے۔ گبن نے بڑی گستاخی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ اپنے شام کے تجارتی سفروں کے اثناء میں علماء اہل کتاب سے سنا اور اسے وحی الٰہی کہہ کر قرآن میں درج کر دیا۔ کیونکہ قرآن کریم کی بیان کردہ تفصیلات جیمس کے مواعظ میں لکھی ہوئی تفصیلات سے کلی مطابقت نہیں رکھتیں۔ اس لیے اس گستاخ اور منہ پھٹ مؤرخ نے سپہرِ علم و حکمت کے نیر اعظم پر بے علمی اور جہالت کا الزام لگایا۔ اس طرح اس نے نہ صرف حقیقت کا منہ چڑایا ہے بلکہ مؤرخ کے بلند مقام کو بھی تعصب کی غلاظت سے آلودہ کر دیا ہے۔ جب وہ خود مانتا ہے کہ یہ مجموعہ ۴۷۴ء میں لکھا گیا اور اسی کے قول کے مطابق یہ واقعہ ۴۲۷ء میں پیش آیا۔ ذرا انصاف فرمائیے ان پچاس سالوں میں اس میں کیا کچھ ردوبدل نہ ہو گیا ہو گا، کتنی ایسی چیزیں نظر انداز کر دی گئی ہوں گی جو انسان کے جذبۂ عجوبہ پرستی کی تسکین کا باعث نہیں بنتیں اور کئی باتیں بڑھا دی گئی ہوں گی تاکہ اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا جا سکے۔ اس لیے جیمس کی تفصیلات کا سو فیصدی صحیح ہونا یقینی نہیں۔ جب اس کی صحت قطعی نہیں تو قرآن کی صداقت کا انحصار ان مواعظ سے مطابقت پر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی قرآن

marfat.com
Marfat.com

کو کسی کمن کے قول کی سند کی ضرورت ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۳ ص ۱۵ - ۱۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ)

یہاں تک ہم نے قدیم اور جدید مفسرین کے حوالوں سے اصحاب کہف کا تعارف پیش کیا تھا اب ہم اصحاب کہف سے متعلقہ آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

اصحابِ کہف سے متعلق آیات الکہف: ۹ سے شروع ہوئی ہیں۔ آیت ۹ کی تفسیر ہم اصحاب کہف کی سوانح سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ آیت ۱۰ میں فرمایا ہے: اور جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما دے۔ (الکہف: ۱۰)

اصحابِ کہف کی دعا کی تشریح

اس دعا کا معنی یہ ہے کہ تو اپنی رحمت کے خزانوں میں سے اور اپنے فضل اور احسان کی نعمتوں میں سے ہمیں حظِ وافر عطا فرما۔ یعنی ہمیں اپنی طرف ہدایت پر مستقیم رکھ، ہمیں دشمنوں سے مامون اور محفوظ رکھ اور راہِ حق کی صعوبتوں میں ہم کو صبر عطا فرما، اور ہم کو رزق وافر عطا فرما اور ہم کو ایسے اسباب عطا فرما جن کی وجہ سے ہمارا ہدایت پر قائم رہنا آسان ہو جائے۔

لوگوں کے شر اور فساد سے بچنے کے لیے جنگلوں اور غاروں میں رہنے کا جواز

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ جب آبادی میں رہتے ہوئے دین کے احکام پر عمل کرنا دشوار ہو جائے تو اپنے دین کو بچانے کے لیے اپنے اہل و عیال، اپنے رشتہ داروں، اپنے دوستوں اور اپنے مال و دولت اور اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی محفوظ علاقے یا جنگلوں اور غاروں کی طرف نکل جانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کو بچانے کے لیے ہجرت کی اور غار میں بیٹھے۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح آپ کے اصحاب نے اپنے ملک اور اپنے وطن، اپنے اہل و عیال، اپنے بھائیوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو دین کی سلامتی اور دشمنانِ اسلام سے نجات کی خاطر چھوڑ دیا، اور ظالموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے محفوظ علاقے کی طرف نکل جانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزلت نشینی کی فضیلت بیان کی ہے، اور جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو علماء کرام نے بھی عزلت نشینی کی ترغیب دی ہے اور اس آیت میں اس کی تصریح ہے کیونکہ جب اصحابِ کہف کو بت پرستوں اور بے دینوں کے شر اور فساد سے خطرہ ہوا تو انہوں نے غار کی طرف پناہ لی۔ فاوا الی الکھف۔

علماء نے کہا ہے کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا، کبھی پہاڑوں اور گھاٹیوں میں ہوتا ہے، کبھی ساحلوں میں ہوتا ہے اور کبھی گھروں میں ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں ہے جب فتنہ ہو تو اپنی جگہ کو مخفی رکھو اور اپنی زبان کو بند رکھو اور فتنہ سے نکلنے کے لیے کسی خاص جگہ کی تعیین نہیں کی اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا سب سے بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ان بکریوں کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۰، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۹۵۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۴۶، عالم الکتب)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تمہارا

marfat.com

Marfat.com

رب عزوجل اس بکریوں کے چرانے والے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کے کسی حصہ میں اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ پس اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے اس بندے کی طرف دیکھو یہ اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے اپنے اس بندے کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۶۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متقدمین اور سلف صالحین کی ایک جماعت فتنہ کے زمانہ میں اپنے وطنوں کو چھوڑ کر چلی گئی، مبادا ان کو بھی فتنہ کا اثر پہنچ جائے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فتنہ میں مبتلا ہوئے تو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ربذہ (فیداور مکہ کی راہ پر ایک گاؤں جہاں حضرت ابوذر غفاری مدفون ہیں) چلے گئے۔

فتنہ کے ایام میں عزلت نشینی کی فضیلت ہے سوا اس شخص کے جو فتنہ کے ازالہ پر قادر ہو اگر اس کے علاوہ اور کوئی شخص فتنہ کے ازالہ پر قادر نہ ہو تو اس پر آبادی میں رہ کر فتنہ کو زائل کرنا فرض عین ہے ورنہ فرضِ کفایہ ہے۔ اور جب فتنہ نہ ہو تو پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے آیا شہر میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے یا آبادی کو چھوڑ کر کسی جنگل میں چلے جانا افضل ہے۔

امام شافعی اور دیگر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ آبادی میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس صورت میں انسان جمعہ، عید اور دیگر شعائرِ اسلام میں شامل ہوتا ہے، اور مسلمانوں کی جمعیت میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر نیک کاموں میں حصہ لیتا ہے، بیماروں کی تیمارداری اور عیادت کرتا ہے، نمازِ جنازہ میں شریک ہوتا ہے، مسلمانوں کو سلام کرتا ہے، ان کے سلام کا جواب دیتا ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، تقویٰ اور ثواب کے انفرادی اور اجتماعی کاموں میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرتا ہے، ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، اگر وہ عالم دین ہے تو وہ اپنے علم سے مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہے، ان تمام وجوہات سے جب فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب فتنہ کا زمانہ نہ ہو پھر بھی گوشۂ تنہائی میں رہنا اور عزلت نشینی افضل ہے کیونکہ اس میں سلامت روی یقینی ہے، بشرطیکہ اس کو عبادات کا اور ان احکام کا علم ہو جو شرعاً اس پر لاگو ہوتے ہیں، لیکن مختار قول یہ ہے کہ اگر آبادی میں رہنے سے اس کو یہ خطرہ نہ ہو کہ وہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے آبادی میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہمارے زمانہ میں میرا اختیار یہ ہے کہ عزلت نشینی افضل ہے کیونکہ اب لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں کا معاصی سے خالی ہونا بہت نادر ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں بھی علامہ کرمانی کے موافق ہوں کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں انواع واقسام کے معاصی سے بچنا بہت مشکل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

عزلت نشینی کے بجائے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی فضیلت

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ عزلت نشینی شر اور اصحابِ شر سے واجب ہے نہ کہ پوری آبادی سے۔ انسان آبادی میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے اور جو لوگ بدکار ہیں ان سے اپنے دل اور اپنے عمل کے ساتھ الگ رہے۔ عبداللہ بن المبارک نے عزلت کی تفسیر میں کہا تم لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہو اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مشغول ہوں تو تم بھی ان کا ساتھ دو اور جب وہ کسی برائی میں مشغول ہوں تو ان کا ساتھ چھوڑ دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شیخ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب لوگوں سے مل جل

marfat.com

Marfat.com

کر رہے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے تو وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذاؤں پر صبر نہیں کرتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۲' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۵)۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۸۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۱۰۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۵۸۵' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۷۰)

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو لوگوں کی آبادی میں ان کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے' ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور ان کو برائی سے روکتا ہے اور ان کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے' یہ اس شخص سے افضل ہے جو لوگوں کے ساتھ آبادی میں نہیں رہتا اور مل جل کر رہنے کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں اور جو مصائب آتے ہیں' اس کو ان پر صبر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نجات کس میں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان اور آنکھوں پر قابو رکھو' اپنے گھر میں بیٹھو اور اپنے گناہوں پر روؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۹)

عزلت نشینی اور تمدنی زندگی میں درمیانی کیفیت

میں کہتا ہوں کہ اس باب میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں' بعض لوگوں کو اس پر قوت ہوتی ہے کہ وہ جنگلوں' پہاڑوں اور غاروں میں رہ سکیں' اور یہ سب سے افضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی نبوت کی ابتداء میں پسند کیا تھا اور اس آیت میں بھی اصحاب کہف کے لیے غار میں پناہ لینے کا ذکر فرمایا ہے' اور بعض اوقات انسان کے لیے اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو جانا زیادہ سہل اور آسان ہوتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہت سے اصحاب بدر اپنے گھروں سے نہیں نکلے اور ان کے گھروں سے ان کا جنازہ ہی اُٹھا۔

اور بعض لوگوں کی متوسط حالت ہوتی ہے۔ وہ بہ ظاہر لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں اور دل سے ان کے مخالف ہوتے ہیں' ابن المبارک نے بیان کیا کہ وہیب بن ورد کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ میں لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دوں۔ انہوں نے کہا ایسا نہ کرو' کیونکہ تمہیں لوگوں کی ضرورت ہے اور لوگوں کو تمہاری ضرورت ہے لیکن تم ان کے درمیان اس طرح رہو جیسے تم سننے والے بہرے ہو اور دیکھنے والے اندھے اور بولنے والے گونگے ہو' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں لوگ زیادہ آتے جاتے نہ ہوں' وہ بھی غاروں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں کے حکم میں ہے۔ مثلاً انسان مساجد میں اعتکاف کے لیے بیٹھے' یا کسی ویران ساحل سمندر پر چلا جائے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا اپنے گھر میں گوشہ تنہائی میں بیٹھ جائے اور لوگوں کے شر اور فساد سے مجتنب رہے۔ اور احادیث میں جو پہاڑوں' گھاٹیوں اور بکریوں کے چرانے کی جگہوں کا ذکر آیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عام اور اغلب طور پر لوگوں کے شور وشغب اور شر اور فساد سے بچنے کی یہی جگہیں ہوتی ہیں۔ سو ہر وہ جگہ جہاں لوگوں کا زیادہ آنا جانا نہ ہو' وہ پہاڑوں اور غاروں ہی کے حکم میں ہے اور اللہ ہی نیکی کی توفیق دینے والا ہے اور برائی سے بچانے والا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۲۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیند کا کانوں کے ساتھ تعلق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے سالوں تک نیند مسلط کر دی۔

(الکھف: ۱۱)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے ان کو سلا دیا یعنی ہم نے ان کے کانوں پر ایسے حجاب طاری کر دیئے جس کی وجہ سے ان کے کانوں تک کوئی آواز پہنچ نہیں سکتی تھی۔ جب انسان سوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں پھر وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے اور جب اس کے کانوں میں کسی قسم کی آواز نہیں آتی تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس پر نیند مسلط ہوتی ہے اور انسان کی جب نیند منقطع ہوتی ہے تو اس کے کانوں میں کسی آواز کے پہنچنے سے منقطع ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نیند کے ساتھ کانوں کا تعلق ظاہر فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور آپ کو بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے اور نماز (فجر) کے لیے نہیں اٹھتا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کر دی اور جمع کا صیغہ وارد کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بہت سالوں تک ان پر نیند مسلط فرمائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عدد کو مبہم رکھا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۔ (الکہف: ۱۲)

لنعلم کے چند تراجم اور ان پر اشکال

اس آیت کے الفاظ یہ ہیں: ثم بعثنھم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا○

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے○ لیکن اس ترجمہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان کو اٹھانے سے پہلے اللہ کو علم نہیں تھا کہ دو جماعتوں میں سے کس کو ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ یاد تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے علام الغیوب ہونے کے خلاف ہے۔ اس لیے یہاں پر علم بہ معنی علم ظہور ہے یعنی اللہ تو ازل سے اس چیز کا عالم تھا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اس علم کو لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دو جماعتوں میں سے کون سی جماعت کو ان کے ٹھہرنے کی مدت کا زیادہ علم ہے۔

اب ہم چند مترجمین سے اس آیت کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں:

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پھر ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں دو فریقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ ان دونوں گروہ میں کون سا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں کہ دونوں گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ دیکھیں ان کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدت قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۹ھ لکھتے ہیں:

پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

پھر ہم نے انہیں اُٹھا دیا کہ دیکھیں دونوں گروہوں میں سے کون اس (مدت) کو صحیح شمار کرنے والا ہے۔

اللہ کے علم کے حادث ہونے کا اشکال اور اس کے جوابات

ان تمام حضرت مترجمین نے لنعلم کا تقریباً لفظی ترجمہ کیا ہے "تا کہ معلوم کریں یا تا کہ دیکھیں" جس سے بہر حال یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان کو اُٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا کہ دو جماعتوں میں سے کس کو ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ یاد تھی۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ علم بہ معنی انکشاف بھی ہے اور علم بہ معنی اظہار بھی ہے اور یہاں پر علم بہ معنی اظہار ہے' اللہ تعالیٰ کو خود تو علم تھا ہی لیکن وہ دوسروں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ان میں سے کس کو ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت زیادہ یاد تھی' اس لیے ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

پھر ہم نے ان کو اُٹھایا تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی التوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر لنعلم کے لفظ کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو اس لیے اُٹھایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم حاصل ہو جائے' اور اس وقت یہ مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوگا کہ آیا حوادث کے وقوع سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا ہے یا نہیں؟ ہشام نے کہا اللہ تعالیٰ کو حوادث کا اسی وقت علم ہوتا ہے جب وہ حادث ہوتے ہیں اور اس نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ قرآن مجید میں اس آیت کی نظائر بہت ہیں:

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِؕ (البقرہ: ۱۴۳)

تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے۔

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۲)

حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ (الکہف: ۷)

روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو اس زمین کی زینت بنا دیا ہے تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان میں کون سب سے اچھے کام کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ اس اشکال کو دُور کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

لنعلم کا معنی یہ ہے کہ وہ چیز وجود اور مشاہدہ میں آ جائے' یعنی ہم اس چیز کو بحیثیت موجود بالفعل جان لیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے یہ علم تھا کہ دو جماعتوں میں سے کون سی جماعت کو ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت زیادہ یاد ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

تا کہ ہمارے علم کا تعلق اس کے حال کے مطابق ہو جائے جیسا کہ پہلے ہمارے علم کا تعلق اس کے استقبال کے مطابق تھا۔

(تفسیر البیضاوی علی حاشیۃ الخفاجی ج ۶ ص ۱۳۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے اور ان کے بیدار ہونے پر مترتب ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس اشکال کو اس طرح دور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم سرمدی ہے اس پر تغیر اور زوال جائز نہیں ہے۔ تغیر صرف معلومات میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو ازل میں اس کا علم تھا کہ کب وقت یہ چیز حادث ہوگی اور باقی رہے گی اور جب بھی اس چیز کا ایک حال دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے حدوث کے وقت اس کے حال کا علم ہوتا ہے پس تجدد اور تغیر علم کے تعلقات میں ہے نہ کہ نفس علم میں۔ ہشام نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حوادث کے وقوع سے پہلے ان کا علم نہیں ہوتا اس کو صرف ان حوادث کے وقت ان کا علم ہوتا ہے۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۵ ص ۴۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ قاضی بیضاوی کی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث نہیں ہے بلکہ جب وہ چیز حادث ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق حادث ہوتا ہے اور وہ ہے اس چیز کا بالفعل علم کہ کس جماعت کو ان کی مدت زیادہ یاد ہے اور اس کے علم کا دوسرا تعلق قدیم ہے اور وہ یہ ہے کہ عنقریب ایک جماعت کو یہ زیادہ یاد ہوگا اس طرح اس کے علم کے دو تعلق دائمی ہیں ایک کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور دوسرے کا تعلق حال کے ساتھ ہے۔ (عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی ج ۶ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

ہم نے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق البقرہ: ۱۴۳ میں کی ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۰۴-۶۰۳

دو جماعتوں کا مصداق

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ دو جماعتیں کون سی تھیں۔ علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک جماعت وہ بادشاہ ہیں جو یکے بعد دیگرے مسند اقتدار پر آتے رہے اور دوسری جماعت سے مراد اصحاب کہف ہیں اور مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جب اصحاب کہف بیدار ہوئے تو غار کی مدت قیام کے متعلق ان میں اختلاف ہوگیا اور اس سے مراد ان کی دو جماعتیں ہیں۔ فرا نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں ان کی مدت قیام کے متعلق اختلاف ہوگیا اس سے مراد ان کی دو جماعتیں ہیں۔ مجاہد کا دوسرا قول یہ ہے کہ دو جماعتوں سے مراد ایک مسلمانوں کی جماعت ہے اور دوسری کافروں کی۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۵۸-۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ

ہم ان کا واقعہ آپ کو حق کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، بے شک یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو

هُدًى ۞ۖ ۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

مزید ہدایت یافتہ فرمایا ٥ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے تھے جب وہ (بادشاہ وقت کے سامنے) کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا ہمارا

وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۞ ۱۴

رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت

marfat.com
Marfat.com

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ

دور ہو گی o یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا عبادت کے مستحق بنا لیے ہیں، یہ ان کے مستحق عبادت ہونے پر کوئی

بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ﴿۱۵﴾ وَاِذِ

واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، سو اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا افتراء باندھے o اور (انہوں نے آپس میں کہا)

اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ

جب تم ان سے کنارہ کش ہو چکے ہو اور ان سے بھی جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں، تو اب کسی غار میں پناہ لو، اللہ تم پر اپنی

رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى

رحمت کو کشادہ کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا o اور (اے مخاطب!) جب

الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ

سورج نکلتا ہے تو، تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

تو دھوپ بائیں طرف پھر جاتی ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں، یہ اللہ کی نشانیوں میں

اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

سے ہے، جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گم راہ کر دے تو، تو اس کے لیے کوئی

وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۵ ۱۴

مددگار، ہدایت دینے والا نہیں پائے گا o

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم ان کا واقعہ آپ کو حق کے ساتھ بیان فرماتے ہیں' بے شک یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو مزید ہدایت یافتہ فرمایا o (الکہف: ۱۳)

فتیۃ کے معنی

چونکہ اس سے پہلے فرمایا تھا' ان کے غار میں قیام کی مدت کے متعلق دو جماعتوں کے مختلف قول تھے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو ان کے متعلق کچھ نہ کچھ علم تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم آپ کو ان کا قصہ حق کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ پھر ان کے متعلق فرمایا کہ وہ چند نوجوان تھے جو از خود ایمان لے آئے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں کسی

marfat.com
Marfat.com

واسطہ کے بغیر ایمان ڈال دیا تھا۔ اس آیت میں ان کے لیے فتیۃ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

فتی کا معنی ہے: تازہ نوجوان لڑکا یا لڑکی۔ فتیا اور فتویٰ کا معنی ہے کسی مشکل سوال کا جواب۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۸۲ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اہل زبان نے کہا ہے کہ فتوت کی بلندی ایمان ہے' اور جنید بغدادی نے کہا ہے کہ بھلائی کو خرچ کرنا اور برائی سے اپنے آپ کو روکنا اور شکایت کو ترک کرنا فتوت ہے یعنی مردانگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کرنا اور نیکی میں جلدی کرنا فتوت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۳۲۷ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب وہ (بادشاہ وقت کے سامنے) کھڑے ہوئے۔ سو انہوں نے کہا: ہمارا رب! آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' ہم اس کے سوا اور کسی معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت دور ہوگی۔ (الکھف: ۱۴)

اصحابِ کہف کے کھڑے ہونے کی تفسیر میں اقوال

"وربطنا علی قلوبھم" اس کا معنی ہے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے کے لیے ہم نے ان کو جرأت اور ہمت عطا کی۔

"شططا" اس کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا' حق سے دور ہونا۔

جب وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا' اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جس وقت وہ کافر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس مقام پر ان کے اندر جرأت اور ہمت کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے بادشاہ کے دین کی مخالفت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بادشاہ کی ہیبت کی پرواہ نہیں کی تھی۔

(۲) وہ اس شہر کے سرداروں کے بیٹے تھے' وہ اس شہر سے نکلے اور اتفاقاً ایک جگہ کھڑے ہو کر جمع ہو گئے جوان میں سے بڑی عمر کا تھا' اس نے کہا میں اپنے دل میں یہ بات پاتا ہوں کہ میرا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' باقی جوانوں نے کہا ہم بھی اپنے دلوں میں یہی بات پاتے ہیں' پھر وہ سب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' ہم اس کے سوا اور کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے دور ہوگی۔ یعنی اگر ہم نے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی تو ہمارا یہ اقدام ظالمانہ ہوگا۔

(۳) کھڑے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کا عزم لے کر اٹھے۔

سماع کے دوران قیام پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ابن عطیہ نے کہا ہے کہ صوفیا نے اس آیت میں قیام کے لفظ سے یہ استدلال کیا ہے کہ سماع میں قیام کرنا جائز ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱۰ ص ۳۷۳) میں کہتا ہوں کہ یہ تعلق صحیح نہیں ہے اصحاب کہف جو کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا' وہ اپنی قوم سے خوفزدہ تھے اور اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ تھے' اور اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

Marfat.com

انبیاء‘ رُسل اور اولیاء میں یہی سنت قائم کی ہے‘ کہاں یہ قیام اور کہاں صوفیاء کا سماع کے دوران قیام کرنا اور رقص کرنا۔ خصوصاً ہمارے زمانے میں جب وہ بے ریش لڑکوں اور عورتوں سے حسین آوازیں سنتے ہیں اور اس سے مدہوش ہو کر ناچنے لگتے ہیں‘ اللہ کی قسم! ان کے درمیان زمین اور آسمان سے زیادہ بُعد ہے‘ پھر علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ سماع‘ قیام اور رقص حرام ہے۔ امام ابوبکر الطرسوسی سے صوفیہ کے مذہب کے تعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا رقص اور تواجد کو سب سے پہلے سامری کے اصحاب نے ایجاد کیا تھا جب اس نے ان کے لیے ایک بچھڑے کا جسم بنایا جس کے منہ سے آواز نکلتی تھی تو وہ اس کے گرد کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے اور وجد کرنے لگے۔ سو یہ کافروں اور بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۳۲۸ ‘مطبوعہ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اَصحابِ کہف نے کہا) یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا عبادت کے مستحق بنا لیے ہیں‘ یہ ان کے مستحق عبادت ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے‘ سو اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا افتراء باندھے۔ (الکھف: ۱۵)

بتوں کی عبادت کی ممانعت پر ایک سوال کا جواب

یہ بات انہوں نے ایک دوسرے سے کہی۔ ان کی مراد یہ تھی کہ دقیانوس کے زمانہ میں لوگ پتھر سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس آیت کا معنی بہ ظاہر یہ ہے کہ جب کسی چیز کے ثبوت پر دلیل نہ ہو تو وہ چیز ثابت نہیں ہوتی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی تھی تو اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس وقت بھی تھا‘ اس لیے ان پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کے معبود ہونے پر کسی دلیل کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ معبود نہ ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال کا منشاء یہ ہے کہ دقیانوس کی قوم جوان بتوں کی عبادت کرتی تھی‘ اس کے صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے اور کس دلیل کی وجہ سے ان کو عبادت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے اور جب انہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا‘ کسی پر کوئی احسان نہیں کیا‘ کسی کو کوئی نعمت نہیں دی تو وہ کس بناء پر شکر کیے جانے اور عبادت کیے جانے کے مستحق ہو گئے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (انہوں نے آپس میں کہا) جب تم ان سے کنارہ کش ہو چکے ہو اور ان سے بھی جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو اب کسی غار میں پناہ لو‘ اللہ تم پر اپنی رحمت کو کشادہ کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا۔ (الکھف: ۱۶)

علامہ ابن عطیہ نے کہا یہ بات ان کے رئیس نے کہی‘ جس کا نام یملیخا تھا‘ اور غزنوی نے کہا ان کے رئیس کا نام مکسلمینا تھا۔ اس نے کہا جب تم دقیانوس کی قوم اور ان کے معبودوں کو ترک کر چکے ہو تو پھر کسی غار میں پناہ لے لو‘ اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ کہف پہلے اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حق بات ڈال دی تو انہوں نے بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا۔ انہوں نے کہا جب ہم ان کے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرنے لگے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم کسی غار کو اپنا ٹھکانا بنا لیں اور اللہ پر توکل کر کے اس میں قیام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کو کھول دے گا اور ہمارے لیے آسان معیشت کے اسباب مہیا فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) جب سورج نکلتا ہے تو تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی

marfat.com
Marfat.com

رہتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو دھوپ بائیں طرف پھر جاتی ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں' یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے' جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے تو تو اس کے لیے کوئی مددگار ہدایت دینے والا نہیں پائے گا۔ (الکہف: ۱۷)

مشکل الفاظ کے معانی

تزاور: ایک جانب سے دوسری جانب مائل ہونا' یعنی دھوپ اصحاب کہف کے اجسام سے کترا کر نکل جاتی ہے۔

تقرضھم: ان کو ترک کرتا ہے' ان سے متجاوز ہوتا ہے' ان کو مس نہیں کرتا یعنی دھوپ ان کے جسموں کو نہیں چھوتی۔

فجوۃ: کشادہ جگہ' یعنی اصحاب کہف غار کی کھلی جگہ میں تھے اور وہاں ان کو روشنی اور ہوا پہنچتی رہتی تھی۔

اصحابِ کہف کے جسموں کو دھوپ سے محفوظ رکھنے کی دو تفسیریں

اس آیت میں فرمایا ہے: اے مخاطب! جب سورج نکلتا ہے تو تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے' اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ واقع میں کوئی شخص ان کے غار کے پاس کھڑا ہوا تھا اور وہ سورج کے طلوع وغروب کے وقت دیکھ رہا تھا کہ دھوپ غار میں داخل ہوتی ہے یا نہیں' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص غار کے پاس کھڑا ہو تو وہ اس طرح دیکھے گا۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا' پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کی دائیں جانب ہوتا اور جب سورج غروب ہوتا تو وہ غار کی بائیں جانب ہوتا۔ پس سورج کی دھوپ غار کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی اور خوشگوار اور ٹھنڈی ہوا غار کے اندر پہنچ جاتی تھی' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ ان کے اوپر سورج کی دھوپ پڑے ورنہ ان کے اجسام میں تعفن اور فساد پیدا ہو جاتا اور ان کے جسم گل سڑ جاتے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو اس سے روک دیا کہ اس کی دھوپ طلوع یا غروب کے وقت ان کے جسموں پر پڑے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فعل خلاف عادت ہے اور اصحابِ کہف کی کرامت ہے۔ یہ زجاج کا قول ہے اور اس نے اس قول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: یہ اللہ کی آیتوں میں سے ہے' اور اگر پہلے قول کے موافق ان پر دھوپ نہ پڑتی تو پھر یہ امر معمول کے موافق اور عادت کے مطابق ہوتا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت اور نشانی نہ ہوتی' اور اگر اس آیت کی ہمارے قول کے موافق تفسیر کی جائے تو پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب آیت اور نشانی اور اصحابِ کہف کی کرامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ زجاج کی تفسیر کے مطابق تو اس نشانی کا ہونا واضح ہے یعنی طلوع اور غروب کے وقت اللہ تعالیٰ نے سورج کی دھوپ کو غار میں پہنچنے نہیں دیا' اور پہلے قول کے مطابق نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی مدت طویلہ تک ان کو غار میں محفوظ رکھا کہ اصحابِ کہف اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے اتنے عرصہ تک مرض اور موت اور مرور ایام کے اثرات سے محفوظ رہے' اور جس طرح اللہ تعالیٰ ابتدا میں ان کو کفر سے ایمان کی طرف لایا تھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انتہا میں بھی ان کے اجسام کو گردشِ ایام کے اثرات سے سلامت رکھا۔ اسی لیے فرمایا: جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے تو تو اس کے لیے کوئی مددگار ہدایت دینے والا نہیں پائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ

اور (اے مخاطب!) اگر تو انہیں دیکھے تو، تو گمان کرے گا کہ وہ بیدار ہیں، حالانکہ وہ سوتے ہوئے ہیں، اور ہم خود ہی ان کی دائیں اور

الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۗ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ

بائیں کروٹیں بدلتے ہیں، اور ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے، اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور خوف

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ

اور دہشت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ○ اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا

لِيَتَسَاءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۗ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۗ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

تاکہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم یہاں کتنی دیر ٹھیرے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ایک دن

أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۗ فَابْعَثُوْا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ

یا اس سے بھی کم ٹھیرے تھے، انہوں نے کہا تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ تم کتنی دیر ٹھیرے ہو، سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ

هٰذِهٖ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے کر آئے،

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿۱۹﴾ إِنَّهُمْ إِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ

اور اس کو چاہیے کہ وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ دے ○ بے شک اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تم کو سنگسار

أَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا إِذًا أَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ

کردیں گے یا وہ واپس تم کو اپنے دین میں لے آئیں گے اور پھر تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے ○ اور اسی طرح

أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّأَنَّ السَّاعَةَ

ہم نے (لوگوں کو) ان کے حال سے واقف کر دیا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا

کوئی شک نہیں ہے، جب لوگ ان کے معاملہ میں بحث کرنے لگے تو انہوں نے کہا ان کے غار کے

marfat.com
Marfat.com

عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي

قریب عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کے حالات کو زیادہ جاننے والا ہے، جو لوگ ان کے معاملات پر زیادہ حاوی تھے

اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ

انہوں نے کہا ہم ضرور بضرور ان کے قریب مسجد بنائیں گے ○ عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین تھے

رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا یہ تمام اقوال

بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ

اٹکل پچو پر مبنی ہیں، اور (بعض) کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، آپ کہیے کہ میرا رب ہی ان کی

بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڕ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ

صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے، ان کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں سو آپ ان کے متعلق صرف سرسری بات کریں، اور ان کے متعلق

ع ۳ ۵ ۱۵ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ ع

اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب! اگر تو انہیں دیکھے تو) تو گمان کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم خود ہی ان کی دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور خوف اور دہشت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا۔ (الکھف: ۱۸)

اصحاب کہف کا کروٹیں بدلنا

اس آیت میں ایقاظ کا لفظ ہے' یہ یقظ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے جاگنے والا' بیدار۔ ان کو بیدار گمان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں یا اس وجہ سے کہ وہ کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔ اور رقود کے معنی ہیں سونے والے۔

ان کے دائیں اور بائیں کروٹیں بدلنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ ہر سال دو مرتبہ کروٹیں بدلتے تھے' چھ ماہ ایک جانب اور چھ ماہ دوسری جانب تاکہ زمین ان کا گوشت نہ کھا سکے' اور مجاہد نے کہا وہ تین سو سال تک ایک کروٹ پر لیٹے رہے پھر نو سال بعد ان کو دوسری کروٹ پر لٹایا گیا۔ قرآن مجید میں کروٹیں تبدیل کرنے کی مدت کو بیان نہیں کیا گیا اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی مدت اور تعداد کا بیان ہے اور نہ اس تعداد کے ساتھ کوئی دینی غرض وابستہ ہے۔

ان کی کروٹیں تبدیل کرانے کے متعلق بھی کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت کاملہ سے ان کی کروٹیں تبدیل کراتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان کی کروٹیں تبدیل کراتے تھے' اور تیسرا قول یہ ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ جس طرح زندگی میں سویا ہوا شخص نیند میں خود بخود کروٹیں بدلتا رہتا ہے اور اس کو شعور نہیں ہوتا' اسی طرح وہ بھی نیند میں خود بخود کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔

الوصید کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے' قرآن مجید میں الوصید کا لفظ ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن جبیر' مجاہد' ضحاک' قتادہ اور فرا نے کہا' اہل حجاز الوصید کہتے ہیں اور اہل نجد الاسید کہتے ہیں اور اس کا معنی ہے حائل اور صحن۔

(۲) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی دروازہ ہے۔

(۳) عطا نے کہا اس کا معنی ہے دروازہ کی چوکھٹ۔ ابن قتیبہ نے کہا' میرے نزدیک یہ معنی عمدہ ہیں کیونکہ عرب کہتے ہیں اوصد بابک اپنے دروازہ کو بند کردو۔ قرآن مجید میں ہے:

انها علیهم مؤصدة. (الھمزۃ:۸) بے شک دوزخ کی آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی۔

صالحین کی مجلس کے ثمرات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اصحاب کہف رات کے وقت اپنے ملک سے فرار ہوئے تھے۔ ان کا ایک چرواہے کے پاس سے گزر ہوا' اس کے ساتھ اس کا کتا تھا' چرواہا بھی ان کے دین میں تابع ہو کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ کعب نے کہا وہ ایک کتے کے پاس سے گزرے وہ ان پر بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو بھگا دیا وہ پھر آ کر بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو پھر بھگا دیا' کئی بار اس طرح ہوا۔ آخر کتے نے کہا تمہارا کیا ارادہ ہے' میری طرف سے مت ڈرو' میں اللہ کے دوستوں سے محبت کرتا ہوں' تم سو جانا میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

علامہ قرطبی نے کہا اس پر غور کرنا چاہیے کہ جب نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ایک کتے کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے تو ان مومنین کا کیا مقام ہوگا جو اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت کرتے ہیں' بلکہ اس میں ان مومنین کو تسلی دی گئی ہے جس کے اعمال میں تقصیر ہے اور وہ درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکے لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھتے ہیں۔ (مصنف کے نزدیک یہ استدلال ضعیف ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دریافت فرمایا قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں گیا؟ اس شخص نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے قیامت کے لیے بہت (نفلی) نمازوں اور (نفلی) روزوں کی تیاری نہیں کی لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت کرے اور تم بھی اسی کے ساتھ رہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مسلمان اسلام کے بعد کسی اور بات سے اس سے زیادہ خوش نہیں ہوئے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۳۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۵' ۳۴۸' ۷ شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۴۷۹' مسند ابو یعلیٰ:

marfat.com

Marfat.com

رقم الحدیث: ۳۰۲۳)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا ایک شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے اور ان سے ملا نہیں' آپ نے فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ محبت رکھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۱ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۴۷۸)

ارتکاب معصیت اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے خلاف نہیں ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہتے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے مارے تھے (یہ ایسے کوڑے نہیں تھے جیسے کوڑے آج کل معروف ہیں' اس سے مراد درخت کی ایسی شاخ ہے جس میں گرہ نہ ہو) ایک دفعہ وہ آپ کے پاس لایا گیا اور آپ کے حکم سے اس کو کوڑے لگائے گئے' قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ! اس پر لعنت فرما' اس کو کتنی بار سزا کے لیے لایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو' اللہ کی قسم! جو چیز میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۸۰)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ کا کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نہ ہو' کیونکہ وہ شخص بار بار شراب پیتا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ نیز بعض روایات میں آتا ہے کہ جو شخص جس وقت شراب پیتا ہے' اس وقت اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷) اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت اس کا ایمان کامل نہیں رہتا۔ نیز اس حدیث میں جو یہ فرمایا ہے کہ گناہ گار کے دل میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص گناہ کر کے اس پر پشیمان یا نادم ہوتا ہو اور اس پر توبہ کرتا ہو خواہ پھر شامت نفس سے پھر اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہو' یا اس سے وہ شخص مراد ہے جس پر گناہ کے بعد حد لگ جاتی ہو اور وہ اس پر توبہ کر لیتا ہو' اس کے برخلاف جو شخص بار بار گناہ کرے اور اس گناہ پر نادم اور تائب نہ ہو اور جو شخص اس گناہ پر اس کو ملامت کرے وہ اس سے بغض اور دشمنی رکھے' ایسے شخص کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ اس کے دل پر مہر لگا دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۷۸' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شراب پیے' اس کو کوڑے لگاؤ اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کر دو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۴۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۰۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۹۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۳۶۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم الحدیث: ۷۶۷' المستدرک ج ۴ ص ۳۷۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۳)

تمام ائمہ مذاہب کے نزدیک اس حدیث پر بہ طور حد عمل نہیں ہے' اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا یہ حدیث حضرت عبداللہ (حمار) کی حدیث سے منسوخ ہے' لیکن میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر اس کو قتل کرنا

marfat.com
Marfat.com

اس کی حد نہیں ہے اس کی تعزیر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیر میں قتل کرنا بھی جائز ہے۔

کتوں کو رکھنے کا شرعی حکم

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف کی حفاظت کے لیے غار کے منہ پر کتا بیٹھا رہا' حفاظت کے لیے کتا رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتا رکھا اس کے اجر میں ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے ماسوا اس شخص کے جس نے مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھا ہو یا شکار کرنے کے لیے یا کھیت کی حفاظت کے لیے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۹۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۴۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۰)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں:

شکار کے لیے مویشیوں' گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا بالا جماع جائز ہے۔ بلاضرورت گھروں میں کتا رکھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر چوروں اور دشمنوں سے خطرہ ہو تو پھر جائز ہے۔ اجناس میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۲۴۶' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ان کو اُٹھایا تا کہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں' ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ایک دن یا اس سے بھی کم ٹھہرے تھے' انہوں نے کہا تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ تم کتنی دیر ٹھہرے ہو۔ سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے کر آئے اور اس کو چاہیے کہ وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ دے ○ بے شک اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تم کو سنگسار کر دیں گے یا وہ واپس تم کو اپنے دین میں لے آئیں گے اور پھر تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے ○ (الکہف: ۲۰-۱۹)

اصحابِ کہف کا نیند سے اُٹھ کر اپنے ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجنا

ان آیتوں کا مفصل معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کیا تھا اور ہم نے ان کے دل مضبوط کیے تھے اور ان کے کانوں پر نیند مسلط کی تھی اور ان کو سلایا تھا اور ان کو بغیر کھلانے پلانے کے زندہ رکھا تھا اور ان کی کروٹیں بدلاتے رہے تھے اسی طرح ہم نے ان کو اس نیند سے اُٹھا دیا جو موت کے مشابہ تھی' تا کہ یہ ایک دوسرے سے سوال کریں اور اس بحث میں پڑیں کہ وہ کتنی دیر سوتے رہے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ان کو اُٹھانے سے یہی غرض تھی کہ وہ اس بات میں بحث کریں کہ وہ کتنی مدت تک سوتے رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کیونکہ جب وہ اپنی مدت قیام میں بحث کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت منکشف ہو گی اور کئی عجیب و غریب امور معلوم ہوں گے۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا ہم اس غار میں کتنی دیر ٹھہرے ہیں؟ تو اس کے ساتھیوں نے کہا: ہم اس میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ صبح کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دن کے آخری حصہ میں ان کو اُٹھایا تھا۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم اس میں ایک دن ٹھہرے ہیں' پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو انہوں نے کہا یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: یہ کہنے والا ان کا رئیس یملیخا تھا۔ اس نے کہا سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ ان کے پاس چاندی کے چند درہم تھے جن پر اس زمانہ کے بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی' اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کھانے پینے کے حصول کے لیے کوشش کرنا جائز ہے اور اس سے توکل باطل نہیں ہوتا۔ اور انہوں نے کہا وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کی مراد یہ تھی کہ وہ تفتیش کر کے حلال ذبیحہ خرید کر لائے' کیونکہ ان کے شہر کے عام لوگ مجوسی تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے۔ مجاہد نے کہا ان کا بادشاہ ظالم شخص تھا' وہ لوگوں کا مال غصب کر لیا کرتا تھا اس لیے وہ دیکھ بھال کر طعام خریدیں کہیں غلطی سے غصب شدہ طعام خرید کر نہ لے آئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ڈھونڈھ کر لذیذ اور پسندیدہ طعام خرید کر لائیں۔ نیز فرمایا وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو تمہارے متعلق خبر نہ دے۔ یعنی وہ چپکے سے شہر میں داخل ہو اور کسی کو اپنی قیام گاہ کے متعلق خبر نہ دے کیونکہ اگر وہ ہماری قیام گاہ پر مطلع ہو گئے تو وہ ہم سب کو قتل کر ڈالیں گے یا دوبارہ ہم کو اپنی بت پرستی کے طریقہ میں داخل کر دیں گے اور پھر تم فلاح نہیں پا سکو گے' یعنی اگر تم ان کی بت پرستی کے طریقہ میں داخل ہو گئے تو پھر تم کو دنیا میں کوئی کامیابی حاصل ہو گی نہ آخرت میں۔

وکیل بنانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ. (الکھف: ۱۹)

سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے کر آئے۔

اس آیت میں خرید و فروخت کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا ثبوت ہے' کیونکہ اصحابِ کہف نے اپنے ایک ساتھی کو سکے دے کر کھانا خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ نیز قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا. (التوبۃ: ۶۰)

صدقات صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے ہیں جو صدقات کو وصول کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنانے کا ثبوت ہے۔ جو زکوٰۃ وصول کر کے لائیں گے پھر ان عاملین کو اس زکوٰۃ میں سے ان کا حق خدمت دیا جائے گا۔

وکیل بنانے کے متعلق احادیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان خازن امین ہو اور اس کو جس چیز کے دینے کا حکم دیا جائے (خواہ صدقات فرضیہ سے یا نفلیہ سے) وہ اس کو پورا پورا خوشی سے اس کو دے دے جس کو دینے کا اس کو حکم دیا گیا تھا تو وہ بھی (اللہ کے نزدیک) صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۲۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۹)

اس حدیث میں زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا' اس کا نام ابن اللتبیہ تھا۔ جب وہ صدقات وصول کر کے آیا تو اس نے کہا یہ مال تمہارے لیے ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ کیا گیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی پھر آپ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تم میں سے کسی شخص کو اس کام کے لیے عامل بناتا ہوں جن کاموں کا اللہ نے مجھے ولی بنایا ہے اور وہ آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ تمہارے لیے ہے اور اس کا مجھ پر ہدیہ کیا گیا ہے' وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کے پاس ہدیہ آتا اگر وہ سچا ہے' اللہ کی قسم تم میں سے جس شخص نے بھی کوئی ناحق چیز لی تو قیامت کے دن وہ شخص اس چیز کو اُٹھائے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا' میں تم میں سے کسی شخص کو اس دن نہیں پہچانوں گا' کوئی شخص بڑبڑاتے ہوئے اونٹ کو اُٹھائے ہوئے ہوگا' اور کوئی شخص ڈکراتی ہوئی گائے کو اُٹھائے ہوئے ہوگا' اور کوئی شخص ممیاتی ہوئی بکری کو اُٹھائے ہوئے ہوگا' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دکھائی دی اور فرمایا: اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۳' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۸۴۰' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۶۷۶' ۲۴۹۶' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۷۳۶)

اس حدیث میں بھی زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا۔ وہ وہاں سے جنیب کھجوریں لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اس طرح ہیں؟ اس نے کہا: نہیں ہم دو صاع (آٹھ کلوگرام) کھجوریں دے کر یہ ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں لیتے ہیں اور تین صاع دے کر دو صاع لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو' تم کھجوریں دراہم کے عوض بیچو پھر دراہم کے عوض جنیب کھجوریں خریدو اور وزن میں بھی اسی طرح کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۰۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۵۵۳)

اس حدیث میں خرید وفروخت کرنے اور وزن کرنے میں وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقاضا کرنے آیا اور اس نے سختی سے تقاضا کیا۔ آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا قصد کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس شخص کا حق ہو اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ پھر فرمایا جتنی عمر کا اونٹ اس نے دیا تھا' اس کو اتنی عمر کا اونٹ دے دو۔ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے جتنی عمر کا اونٹ دیا تھا' ہمارے پاس اس سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: وہی دے دو' تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض کو اچھی طرح ادا کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۰۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲۳)

اس حدیث میں قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے اس کی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۸۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۲۳۸)

اس حدیث میں عورت کا نکاح کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔

حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ اگر یہ عورت (بدکاری کا) اعتراف کر لے تو اس کو سنگسار کر دو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۴۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۴۹)
اس حدیث میں اجراء حد کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو سلام کیا اور میں نے آپ سے عرض کیا میرا خیبر کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ وسق لے لینا (ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام کا ہے) اگر وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو اس کے حلقوم پر ہاتھ رکھ دینا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۳۲)
اس حدیث میں مال پر قبضہ کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا کہ وہ ان کے لیے قربانی کا جانور خرید کر لائیں۔ انہوں نے ایک دینار کا مینڈھا خریدا اور اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا' پھر ایک دینار میں ایک قربانی کا جانور خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور قربانی کا جانور لے کر آیا۔ آپ نے ایک دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لیے دعا کی کہ اللہ ان کو تجارت میں برکت دے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۸۶)
اس حدیث میں خرید و فروخت کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔
حضرت عروہ بن ابی الجعد البارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا تاکہ وہ ایک بکری خرید کر لائیں۔ انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور آپ کے پاس وہ بکری اور ایک دینار لے کر آئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی' پھر اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۴۲)
اس حدیث میں بھی خرید و فروخت کے لیے وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔
حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید خیبر میں گئے اور وہاں کسی جگہ میں الگ الگ ہو گئے پھر حضرت محیصہ کو حضرت عبداللہ بن سہل کی لاش ملی۔ انہوں نے ان کو دفن کر دیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل' اور عبدالرحمٰن ان میں سب سے چھوٹے تھے' حضرت عبدالرحمان اپنے دونوں اصحاب سے پہلے بات کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی عمر والے کو بات کرنے دو تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ان کے دونوں صاحبوں نے اس معاملہ میں بات کی اور حضرت عبدالرحمان بن سہل نے بھی ان کے ساتھ بات کی' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جگہ بتائی جہاں حضرت عبداللہ بن سہل کی لاش ملی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھاؤ گے؟ پھر تم اپنے مقتول کی دیت یا اس کے قاتل کے مستحق ہو جاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہم کیسے قسم کھا سکتے ہیں جبکہ ہم قتل کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم کافروں کی قسموں کو کس طرح قبول کر سکتے ہیں؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ دیکھا تو خود دیت ادا کر دی۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۱' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۰۲' ۳۱۷۳' ۶۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۲۰'

marfat.com
Marfat.com

سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۳۳‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۷۷‘ مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۸۷۷‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۰۹‘ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۴۲۸‘ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی عمر والے کو بات کرنے دو یعنی اس فوجداری مقدمہ میں بڑی عمر والے رشتہ دار کو وکیل بناؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ظالم کی مدد کی تاکہ باطل عوض لے کر حق کو باطل ثابت کرے وہ اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ سے بری ہو گیا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۹۴۴‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ کسی جھوٹے مقدمہ میں وکیل بنانا گناہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مقدمہ میں ظلم کی مدد کی یا بغیر علم کے کسی مقدمہ میں مدد کی‘ وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا حتیٰ کہ اس کو چھوڑ دے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۹۴۲‘ مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض‘ ۱۴۰۷ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ کوئی شخص کسی ظالم کے مقدمہ میں وکیل نہ بنے اور نہ کسی ایسے مقدمہ میں جس کے حق یا باطل ہونے کا اسے علم نہ ہو۔

وکالت کا لغوی اور شرعی معنی

اصحابِ کہف نے اپنے ایک ساتھی کو شہر سے طعام خرید کر لانے کے لیے جو بھیجا تھا‘ اس میں کسی شخص کو وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔ وکیل بنانے کا طریقہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں رائج رہا ہے۔ مسلمان کا مسلمان کو وکیل بنانا اور مسلمان کا کافر کو وکیل بنانا‘ دونوں جائز ہیں۔ توکیل کا لغوی معنی ہے تفویض یعنی اپنا کام کسی کے سپرد کر دینا اور کسی معاملہ میں کسی شخص کو اپنا نائب بنانا‘ وکیل اپنے مؤکل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ وکالت کا شرعی معنی یہ ہے:

انسان کا اپنے غیر کو کسی تصرف معلوم میں اپنا قائم مقام بنانا۔ حتیٰ کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تب بھی وکیل کے لیے ادنیٰ تصرف ثابت ہو گا اور وہ ہے مؤکل کی چیز کی حفاظت کرنا‘ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے یہ کہا کہ میں نے تمہیں اپنے مال کا وکیل بنا دیا ہے تو وہ ان الفاظ کے ساتھ اپنے مؤکل کے مال کا وکیل ہے۔

وکالت کے ارکان

(۱) جب کوئی شخص کسی سے یہ کہہ دے کہ میں نے تمہیں اس چیز کے خریدنے یا بیچنے کا وکیل بنایا ہے تو توکیل صحیح ہے۔

(السراج الوہاج)

(۲) وکیل کا قبول کرنا صحت وکالت کے لیے شرط نہیں ہے‘ لیکن جب وکیل نے وکالت کو رد کر دیا تو اب وکالت صحیح نہیں ہے۔

(۳) جب کسی آدمی نے کسی غائب شخص کو وکیل بنایا اور اس کو کسی شخص نے وکیل بنانے کی خبر دے دی تو وہ وکیل ہو جائے گا۔ عام ازیں کہ خبر دینے والا نیک ہو یا بدکار۔ خواہ اس نے اپنی طرف سے خبر دی ہو یا اس کا پیغام پہنچایا ہو۔ وکیل نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو۔ (الذخیرہ)

marfat.com

Marfat.com

مؤکل کے اعتبار سے شرائط

(۱) مجنون اور ناسمجھ بچے کا وکیل بنانا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح سمجھدار بچے کے لیے ان چیزوں کا وکیل بنانا صحیح نہیں ہے جن کا وہ خود مالک نہیں ہے۔ مثلاً طلاق دینا' ہبہ کرنا' صدقہ کرنا اور ایسے امور جن میں دنیاوی طور پر محض ضرر ہو۔ اور اس کا تصرفات نافعہ میں وکیل بنانا صحیح ہے جیسا کہ ولی کی اجازت کے بغیر صدقہ اور ہبہ کو قبول کرنا۔

(۲) وہ تصرفات جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہوتے ہیں جیسے خرید و فروخت کرنا' کوئی چیز کرائے پر دینا یا لینا' ان چیزوں کی اگر اس کو تجارت کی اجازت دی ہوئی ہے تو اس کا ان چیزوں میں وکیل بنانا بھی صحیح ہے اور اگر اس کے ولی نے اس کو تجارت کرنے کی اجازت نہیں دی ہے تو اس کا وکیل بنانا بھی ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔

وکیل کے اعتبار سے شرائط

(۱) وکیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل ہو' مجنون اور ناسمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں ہے' بلوغ اور حریت وکیل کے لیے شرط ہے' اس لیے نابالغ اور عبد ماذون کو وکیل بنانا بھی صحیح نہیں ہے۔

(۲) یہ ضروری ہے کہ وکیل کو یہ معلوم ہو کہ اس کو وکیل بنایا گیا ہے۔

(۳) کسی مسلمان نے کسی حربی کو دارالحرب میں وکیل بنایا اور مسلمان دارالاسلام میں ہو تو یہ وکالت صحیح نہیں ہے' اسی طرح اگر حربی نے دارالحرب میں کسی مسلمان کو دارالاسلام میں وکیل بنایا ہو تو یہ وکالت بھی باطل ہے۔

(۴) جب کسی حربی نے مسلمان یا ذمی یا حربی کو دارالاسلام میں قرض کے تقاضا کرنے کا وکیل بنایا ہو اور اہل اسلام میں سے کسی کو اس پر گواہ بنایا ہو پھر اس کا وکیل دارالحرب سے اس کو طلب کرنے گیا ہو تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح جب اس نے خرید و فروخت کرنے کے لیے یا کسی امانت پر قبضہ کرنے کے لیے یا اس طرح کے کسی اور کام کے لیے وکیل بنایا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

(۵) اسی طرح کسی مسلمان یا ذمی نے مستامن حربی کو دارالاسلام میں کسی مقدمہ یا کسی چیز کو فروخت کرنے کا وکیل بنایا ہو یا کسی اور چیز کا وکیل بنایا ہو تو یہ جائز ہے' اور جب وہ دارالحرب میں چلا جائے گا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔

جس چیز میں وکالت ہے' اس کے اعتبار سے شرائط

(۱) حقوق کی دو قسمیں ہیں: اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق' اور اللہ کے حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس میں دعویٰ کرنا شرط ہے جیسے حد قذف اور حد سرقہ۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس قسم کے اثبات میں وکیل بنانا جائز ہے' خواہ مؤکل حاضر ہو یا غائب ہو' اور ایک قسم وہ ہے جس میں دعویٰ کرنا شرط نہیں ہے۔ زنا کی حد اور شراب نوشی کی حد' اس قسم میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے۔ حد کے اثبات میں نہ حد جاری کرانے میں اور حد سرقہ میں چور کے پاس مال کو ثابت کرنے میں کسی کو وکیل بنانا بالاجماع جائز ہے۔

(۲) حقوق العباد کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جس میں شبہ کے ساتھ حد کو پورا کرانا جائز نہیں ہے جیسے قصاص ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس میں قصاص کے اثبات کے لیے وکیل بنانا جائز ہے' اور قصاص لینے کے لیے اگر مؤکل جو ولی قصاص ہے اگر وہ حاضر ہو تو وکیل بنانا جائز ہے اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل بنانا جائز نہیں ہے' اور حقوق العباد کی ایک وہ قسم ہے جس کو شبہ کے باوجود وصول کرنا جائز ہے جیسے قرضہ جات' چیزیں اور تمام حقوق' قرض اور کسی خاص چیز

marfat.com
Marfat.com

کو ثابت کرنے کے مقدمہ میں وکیل بنانا جائز ہے اور قصاص کے علاوہ باقی حقوق میں بھی فریق مخالف کی رضا سے وکیل بنانا بالاجماع جائز ہے اور تعزیرات میں حق کو ثابت کرنے کے لیے بھی اور وصول کرنے کے لیے بھی وکیل بنانا جائز ہے۔

(۳) خرید و فروخت میں، کرایہ کے لین دین میں، نکاح، طلاق، خلع، صلح، اعارہ، استعارہ، ہبہ، صدقہ، امانت رکھنے، حقوق کے قبضہ، قرض کے تقاضے، رہن رکھنے اور اس قسم کے دیگر مقدمات میں وکیل بنانا جائز ہے۔

(۴) مباح چیزوں میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے، مثلاً لکڑیاں اور گھاس چننے میں اور معدنیات سے جواہر نکالنے میں، پس وکیل کو جو چیز ملی وہ اس کی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۶۴-۵۶۰ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان کے حال سے واقف کر دیا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے، جب لوگ ان کے معاملات میں بحث کرنے لگے تو انہوں نے کہا ان کے غار کے قریب عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کے حالات کو زیادہ جاننے والا ہے، جو لوگ ان کے معاملات پر زیادہ حاوی تھے انہوں نے کہا ہم ضرور بہ ضرور ان کے قریب مسجد بنائیں گے ○ (الکھف: ۲۱)

اصحابِ کہف اور ان کے شہر والوں کے درمیان ماجرا اور ان کی بحث

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کیا اور ان کے دلوں کو مضبوط کیا اور ان کو سلایا اور ان کی کروٹیں بدلائیں اور ان کو بیدار کر کے اٹھایا تاکہ ہماری حکمتیں ظاہر ہوں اسی طرح ہم نے ان کے احوال پر دوسروں کو مطلع کیا۔

اعثار کا معنی ہے کسی کو خبر دینا اور مطلع کرنا۔ اس لفظ کی اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے غافل ہو پھر وہ اس کو اچانک دیکھ کر پہچان لے تو کہتے ہیں **فلان عثر به**۔ شہر کے لوگ جو اصحابِ کہف کے احوال سے واقف ہوئے تھے، اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اصحابِ کہف جو عرصہ دراز تک غار میں رہے تھے، اس کی وجہ سے ان کے بال بہت لمبے اور ناخن بہت بڑے بڑے ہو گئے تھے اور ان کے چہرے کی کھال بھی خلافِ معمول بہت عجیب و غریب ہو گئی تھی اس وجہ سے شہر کے لوگوں نے جان لیا یہ بہت پہلے کے لوگ ہیں۔ لیکن یہ وجہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب وہ غار میں بیدار ہوئے تھے تو انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ہم کتنی دیر غار میں رہے؟ تو انہوں نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کم حصہ۔ اگر ان کی ہیئت اس طرح غیر معمولی ہو چکی تھی تو وہ اس طرح نہ کہتے۔

(۲) جب اصحابِ کہف کا ایک ساتھی شہر میں کچھ چیزیں خریدنے گیا اور اس نے کھانے کی قیمت ادا کرنے کے لیے چاندی کا پرانا سکہ نکالا تو دکان دار نے کہا یہ سکہ اب نہیں چلتا یہ تو بہت پہلے زمانے کا سکہ ہے۔ لگتا ہے تم کو کوئی خزانہ مل گیا ہے۔ یہ بات پھیل گئی اور لوگ اس شخص کو پکڑ کر حکمران کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا تم کو یہ سکہ کہاں سے ملا؟ اس شخص نے کہا کل میں نے کچھ کھجوریں فروخت کر کے یہ سکہ لیا ہے۔ پھر ہم دقیانوس بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر ایک غار میں چلے گئے تھے، تب اس حکمران نے جان لیا کہ ان کو کوئی خزانہ نہیں ملا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ یعنی

marfat.com
Marfat.com

ہم نے ان لوگوں کو اصحابِ کہف کے احوال پر اس لیے مطلع کیا ہے تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کی روح قبض کرنے کے بعد ان کو پھر زندہ کرے گا' اس کا یہ وعدہ برحق ہے' کیونکہ روایت ہے کہ اس وقت کا بادشاہ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا لیکن وہ اپنے کفر کے باوجود منصف مزاج تھا تو اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے واقعہ کو اس بادشاہ اور اس کے ہم مشرب لوگوں کے لیے دلیل بنا دیا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کا اس معاملہ میں اختلاف تھا بعض کہتے تھے کہ جسم اور روح دونوں کو اُٹھایا جائے گا اور دوسرے یہ کہتے تھے کہ صرف روح کو اُٹھایا جائے گا' رہا جسم تو اس کو زمین کھا جائے گی' وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس سے اس مسئلہ میں جو حق ہے اس پر استدلال کیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے اصحابِ کہف کا معاملہ ظاہر کیا۔ اس واقعہ سے اس بادشاہ نے یہ استدلال کیا کہ اجسام پر موت طاری ہونے کے بعد ان کو پھر زندہ کیا جائے گا' کیونکہ اتنی طویل نیند کے بعد ان کا پھر بیدار ہونا' موت کے بعد پھر زندہ ہونے کے مشابہ ہے۔ لوگوں نے کہا جب اللہ اس پر قادر ہے کہ تین سو نو سال تک ان کے اجسام کو محفوظ اور سلامت رکھے تو وہ اجسام پر موت آنے کے بعد ان کو زندہ کرنے اور میدانِ حشر میں ان کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔

ابھی وہ لوگ اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف پر ان کے غار میں ان پر موت طاری کر دی' لوگوں میں سے بعض نے کہا اب وہ حقیقت میں مر گئے ہیں اور بعض نے کہا ان پر پہلے کی طرح نیند طاری کر دی گئی ہے۔

(٣) ان میں سے بعض نے کہا کہ اب بہتر یہ ہے کہ غار کا منہ بند کر دیا جائے تا کہ اس میں کوئی شخص داخل ہو سکے اور نہ ان کے احوال سے کوئی شخص واقف ہو سکے' اور بعض دوسروں نے کہا: زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس غار کے دروازہ پر مسجد بنا دی جائے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے تھے اور عبادت کرنے والے اور نماز پڑھنے والے تھے۔

(٤) اس زمانہ کے کافروں نے کہا یہ لوگ ہمارے دین پر تھے لہٰذا ہم ان کی یادگار میں اس غار کے دروازہ پر ایک عمارت بنائیں گے' اور مسلمان یہ کہتے تھے وہ ہمارے دین پر تھے اس لیے ہم غار کے دروازہ پر ایک مسجد بنائیں گے۔

(٥) ان لوگوں کا اس میں اختلاف تھا کہ اصحابِ کہف غار میں کتنی دیر ٹھہرے تھے۔

(٦) لوگوں نے اصحابِ کہف کی تعداد میں اور ان کے اسماء میں اختلاف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا رب ہی ان کو خوب جاننے والا ہے' ہو سکتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا قول ہو جو اصحابِ کہف کے اسماء اور ان کی تعداد میں اختلاف کر رہے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو اور اس میں ان لوگوں کا رد ہو جو بلا دلیل ان کے اسماء اور ان کی تعداد میں بحث کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کے معاملات پر حاوی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسلمان بادشاہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اصحابِ کہف کے قریبی رشتہ دار ہیں' اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس شہر کے رہنے والے تھے۔

پھر فرمایا: انہوں نے کہا ہم ضرور بہ ضرور اس کے قریب مسجد بنائیں گے' یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور مسجد کی وجہ سے اصحابِ کہف کے آثار کی حفاظت کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ٧ ص ٤٤٧' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

مزارات پر گنبد بنانے کا ثبوت

اکثر علماء' مفسرین اور محدثین کے نزدیک اس آیت کی روشنی میں اولیاء اللہ کے مزار پر ان کی یادگار قائم کرنا اور ان کے

marfat.com
Marfat.com

قرب اور جوار میں مسجد تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور ان سے برکت اور فیض حاصل کرنا جائز ہے' اور چند علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس کو ناجائز اور حرام لکھا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے صالحین کی قبروں پر عمارت (مثلاً گنبد) بنانے اور اس کے نزدیک مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' اور جن لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے ان میں شہاب الدین خفاجی ہیں جنہوں نے حواشی بیضاوی میں اس کو لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول باطل عاطل فاسد اور کاسد ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانے اور اس کے نزدیک مسجد بنانے کی ممانعت ہے۔ (روح المعانی جز ۱۵ ص ۳۴۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے یہاں پر بہت لمبی بحث کی ہے اور قبر پر گنبد بنانے کو ناجائز لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ جن قبروں پر گنبد بنے ہوئے ہیں' ان کو منہدم کرنا واجب ہے حتیٰ کہ امام شافعی کی قبر پر جو بادشاہوں نے گنبد بنایا ہے اس کو توڑنا بھی واجب ہے' اور ہر شخص کے لیے واجب ہے کہ وہ گنبدوں کو منہدم کر دے بہ شرطیکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

(روح المعانی جز ۱۵ ص ۳۴۴' مطبوعہ ۱۴۱۷ھ)

لیکن اس بحث کے آخر میں علامہ آلوسی نے اپنے مطلوب کے اثبات میں ایک ایسی دلیل لکھی ہے جس سے ان کا مطلوب باطل ہو گیا اور اس کے ثبوت میں دیئے ہوئے تمام دلائل ضائع ہو گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

تمہارے لیے حق کی معرفت میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی اتباع کرنا کافی ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ کیا' کیونکہ وہ روئے زمین کی سب سے افضل قبر ہے بلکہ وہ عرش سے بھی افضل ہے' آپ کے اصحاب آپ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور اس پر سلام پڑھتے تھے سو تم اصحاب رسول کے افعال کی اتباع کرو۔

(روح المعانی جز ۱۵ ص ۳۴۶' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت اُم المومنین کے حجرہ میں بنائی گئی تھی اور وہ حجرہ بہرحال ایک مسقف عمارت ہے اور اس قبر مبارک کے جوار میں مسجد نبوی ہے جہاں ہر دور میں مسلمان نماز پڑھتے رہے ہیں۔ سو علامہ آلوسی کی اپنی عبارت سے قبر پر گنبد بنانا اور قبر کے جوار میں مسجد بنانا دونوں امر ثابت ہو گئے۔

ابتداء اسلام سے لے کر اب تک اُمت کے صالحین اور علماء' بزرگانِ دین کے مزارات پر گنبد بناتے چلے آئے ہیں۔ اس لیے اُمت کے اجماعِ عمل سے گنبد بنانے کا جواز ثابت ہے' اور احادیث میں جو قبر کے اوپر عمارت بنانے کی ممانعت ہے' وہ بلا ضرورت تعمیر پر محمول ہے' جس طرح شیخ عثمانی نے قبر پر لکھنے کی ممانعت کو بلاضرورت لکھنے پر محمول کیا ہے اور جواز کو اُمت کے اجماعِ عمل کی بناء پر ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعینہٖ اسی دلیل سے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جب قبر پر کسی فائدہ کی وجہ سے خیمہ لگایا جائے مثلاً تا کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔ (المرقات ج ۴ ص ۶۹' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۲ھ)

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے' تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں' رہے ہم تو ہمیں لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہیے۔ (لواقح الانوار القدسیہ ص ۴۲۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ صالحین کی قبور کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل اُلٹا مفہوم لیا ہے۔ وہ اسے دلیل ٹھہرا کر مقابرِ صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں' حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو نشانی ان ظالموں کو بعث بعد الموت اور امکانِ آخرت کا یقین دلانے کے لیے دکھائی گئی تھی' اسے انہوں نے ارتکابِ شرک کے لیے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ چلو' کچھ اور ولی پوجا پاٹ کے لیے ہاتھ آ گئے۔ پھر آخر اس آیت سے قبورِ صالحین پر مسجدیں بنانے کے لیے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس کی نہی میں موجود ہیں:

لعن اللہ تعالٰی زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج. (احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

اللہ نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر۔

الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاء ھم مساجد فانی انھکم عن ذلک. (مسلم)

خبردار رہو' تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے' میں تمہیں اس حرکت سے منع کرتا ہوں۔

لعن اللہ تعالٰی الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد. (احمد' بخاری' مسلم' نسائی)

اللہ نے لعنت فرمائی یہود اور نصارٰی پر' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علٰی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق یوم القیمۃ (احمد' بخاری' مسلم' نسائی)

ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان میں کوئی مرد صالح ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر مسجدیں بناتے اور اس کی تصویریں تیار کرتے تھے۔ یہ قیامت کے روز بدترین مخلوقات ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تصریحات کی موجودگی میں کون خدا ترس آدمی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں عیسائی پادریوں اور رومی حکمرانوں کے جس گمراہانہ فعل کا حکایۃً ذکر کیا گیا ہے' اس کو ٹھیک وہی فعل کرنے کے لیے دلیل و حجت ٹھہرائے؟ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۹۔۱۸' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۲ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ عیسائی پادری اور رومی حکمرانوں نے مسجد بنائی تھی اور یہ ان کا گمراہانہ فعل تھا۔ یہ انہوں نے غلط لکھا ہے' عیسائی پادری تو غار کے اوپر اصحابِ کہف کی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک عمارت بنانا چاہتے تھے جبکہ مسلمان وہاں مسجد بنانا چاہتے تھے اور بالآخر انہیں کی رائے غالب رہی۔ امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن عبید بن عمیر نے بیان کیا کہ جو لوگ اصحابِ کہف کے غار پر مطلع ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اندرونِ غار کی

marfat.com
Marfat.com

جگہ سے اندھا کر دیا تھا۔ مشرکین نے کہا' ہم اس جگہ ایک عمارت بنائیں گے' وہ ہمارے آباؤ اجداد کے بیٹے ہیں' ہم اس عمارت میں اللہ کی عبادت کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا بلکہ ہم ان کے زیادہ حق دار ہیں' وہ ہم میں سے ہیں' ہم اس جگہ پر ایک مسجد بنائیں گے' اس میں نماز پڑھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۳۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ابن قتیبہ نے کہا مفسرین نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے مسجد بنائی تھی' وہ بادشاہ اور اس کے مومن اصحاب تھے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جس نے اس غار پر عمارت بنانے کی دعوت دی تھی وہ ایک کافر عورت تھی اس کا ارادہ تھا کہ وہاں ایک گرجا بنائے یا کفریہ کاموں کے لیے عمارت بنائے تو مسلمانوں نے اس کو منع کیا اور وہاں ایک مسجد بنا دی۔

(البحر المحیط ج ۷ ص ۱۵۹۔۱۵۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس لیے سید مودودی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ مسجد عیسائی پادریوں نے بنائی تھی اور یہ ایک گمراہانہ فعل تھا۔ اب ہم ان احادیث پر گفتگو کرتے ہیں جن کی بناء پر سید مودودی نے یہ کہا ہے کہ صالحین کی قبر کے پاس مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔

صالحین کی قبروں کے پاس مساجد بنانے کی ممانعت میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: جب ان میں کسی نیک شخص کی وفات ہو جاتی تو وہ اس کی قبر کے پاس ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں رکھ دیتے' وہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہوں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند نہیں ہوئے' اس میں آپ نے فرمایا: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔ البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ آپ کی قبر کو مسجد بنا لیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۹۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہود کو قتل کرے انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا ڈالا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۷)

ممانعت کی احادیث کا منسوخ ہونا

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی بناء پر بعض علماء صالحین کے قرب میں مساجد بنانے کو ناجائز کہتے ہیں لیکن ان کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو

marfat.com
Marfat.com

مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے' اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا گیا ہے' پس میری اُمت میں سے جس شخص نے جہاں بھی نماز کا وقت پایا وہ نماز پڑھ لے' اور میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا تھا' اور مجھے شفاعت دی گئی ہے اور پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۶-۴۳۲)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہے کہ تمام روئے زمین کو آپ کے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے اور تمام روئے زمین میں وہ جگہ بھی داخل ہے جو صالحین کے قرب و جوار میں ہے۔ لہٰذا اس جگہ مسجد بنانا بھی جائز ہے اور وہاں نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں صالحین کے قرب میں مسجد بنانے کی ممانعت ہے ان سے یہ حدیث منسوخ ہو جائے گی۔ تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ہے اور فضائل منسوخ نہیں ہوتے اور نہ فضائل میں تخصیص ہوتی ہے اور نہ فضائل میں استثناء ہوتا ہے' نسخ صرف امر اور نہی میں جاری ہوتا ہے اور جب ان احادیث میں تعارض ہے تو واضح ہو گیا کہ جس حدیث میں آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے' وہ حدیث ان احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں صالحین کے پاس مسجد بنانے کی ممانعت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا مسجدِ حرام۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال' اور تم جس جگہ بھی نماز کا وقت پاؤ تم وہیں نماز پڑھ لو' وہی جگہ تمہارے لیے مسجد ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۵۳)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ صالحین کے جوار میں مسجد بنانا جائز ہے۔

(التمہید ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صالحین کی قبور کے پاس مسجد بنانے کی ممانعت کے محامل

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ائمہ مسلمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ کو قبلہ بنانے سے منع کیا ہے' کیونکہ جب نماز میں نمازیوں کا منہ آپ کی طرف ہوگا تو وہ نماز صورۃً آپ کی عبادت ہو جائے گی۔ اس وجہ سے صحابہ نے قبر مبارک کی بائیں جانب ایک دیوار بنا دی حتیٰ کہ اب جو شخص وہاں نماز پڑھے گا' اس کے لیے نماز میں آپ کی طرف منہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۵۱' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ صالحین کی قبر کے پاس نماز پڑھنا' اس وقت منع ہے جب نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حائل نہ ہو' اور جب نمازی اور قبر کے درمیان دیوار ہو یا اور کوئی حائل ہو تو پھر قبر کے پاس نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ لہٰذا صالحین کی قبروں کے جوار میں مساجد کا بنانا بھی جائز ہے کیونکہ جب قبر کے پاس مسجد بنائی جائے گی تو مسجد کی دیوار قبر اور نمازی کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ مسجد نبوی بنی ہوئی ہے اور اس کی دیواریں قبلہ اور نمازی کے درمیان حائل ہیں۔

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ مسلمان آپ کی قبر کی اس طرح تعظیم کریں گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کی تعظیم کی تھی۔ اس لیے آپ نے یہود و نصاریٰ اور ان کے کاموں پر لعنت کی تاکہ مسلمان آپ کی قبر انور کے ساتھ ان کی طرح معاملہ نہ کریں کیونکہ یہود و نصاریٰ اپنے نبیوں کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے' اور ان کی قبروں کو قبلہ بناتے تھے اور نماز میں ان کی قبروں کی طرف منہ کرتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بُت بنا لیا تھا اس لیے آپ نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس کام سے منع کیا۔

لیکن جس شخص نے کسی مرد صالح کے قرب اور جوار میں مسجد بنائی یا اس کے مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے فیض حاصل کرنے کا قصد کیا یا یہ ارادہ کیا کہ اس مرد صالح کی عبادات کا اثر اس تک پہنچے' اور نماز میں اس مرد صالح کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے' اس کے باوجود یہ مسجد نماز پڑھنے کی روئے زمین میں سب سے افضل جگہ ہے اور قبروں کے پاس نماز پڑھنے کی ممانعت کھدی ہوئی قبروں کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ وہ جگہ نجاست کے ساتھ ملوث ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تاکید کے لیے مکرر فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد نہ بناؤ' میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ (مسلم) مقبرہ میں نماز پڑھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے خواہ وہاں کی مٹی بھی پاک ہو اور جگہ بھی پاک ہو۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے اور بعض علماء نے کہا مقبرہ میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ غالب حال یہ ہے کہ قبرستان کی زمین مردوں کے جسموں اور ان کی آلائش اور پیپ وغیرہ سے مخلوط اور ملوث ہوتی ہے' اور یہ ممانعت اس جگہ کی نجاست کی وجہ سے ہے اگر جگہ پاک ہو تو پھر وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۲ ص ۲۳۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے:

جو شخص کسی مرد صالح کے جوار میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور نماز میں اس کی طرف توجہ کا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے علامہ طیبی کی عبارت نقل کی ہے اور مزید لکھا ہے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کی صورت حطیم میں میزاب کے نیچے ہے اور حطیم میں اور حجر اسود اور میزاب کے درمیان ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۲' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۲ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ الطیبی کی عبارت نقل کی ہے۔
(فیض الباری ج ۲ ص ۴۳' مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں حافظ عسقلانی کی عبارت نقل کی ہے۔
(فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱' مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے انہوں نے ان قبروں کو بُت بنا لیا تھا' اس لیے مسلمانوں کو قبروں کے پاس اس طرح کے کاموں سے منع فرمایا' لیکن جس نے کسی مرد صالح کے قریب مسجد بنائی یا کسی مقبرہ میں نماز پڑھی تاکہ اس مرد صالح کے آثار سے تبرک حاصل کرے اور اس جگہ

marfat.com

Marfat.com

اس کی دعا قبول ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ مسجد حرام میں حطیم کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے' اس کے باوجود نماز پڑھنے کے لیے وہ جگہ روئے زمین میں سب سے افضل ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۲۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمد السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی اسی عبارت کو نقل کیا ہے۔

(معلم اکمال الاکمال ج ۲ ص ۴۲۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

صالحین کے جوار میں مسجد بنانے پر مفسرین کی تصریحات

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ الکھف: ۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں سے جو اصحاب کہف کے معاملات میں غالب دخل رکھتے تھے' انہوں نے کہا ہم غار کے دروازہ پر مسجد بنائیں گے تاکہ مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھیں اور اس جگہ سے برکت حاصل کریں۔

(الکشاف ج ۲ ص ۶۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

غار کے دروازہ پر مسلمانوں کا مسجد بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانا جائز ہے' جیسا کہ کشاف میں اس طرف اشارہ ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۱۲۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو البرکات عبداللہ بن محمود النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

مسلمان اور ان کا بادشاہ جو اصحاب کہف کے معاملہ پر غالب تھے' انہوں نے کہا کہ ہم غار کے منہ پر مسجد بنائیں گے اور اس جگہ سے برکت حاصل کریں گے۔ (مدارک التنزیل علی حاشیۃ الخازن ج ۳ ص ۲۰۶' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

قاضی محمد ثناء اللہ نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اولیاء اللہ کے مقابر کے پاس مسجد بنانا جائز ہے تاکہ ان سے برکت حاصل کی جائے (الی قولہ) جن احادیث میں قبروں کے پاس نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے ان کا محمل یہ ہے کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو' جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (التفسیر المظہری ج ۶ ص ۲۴-۲۳' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ نے صحیح مسلم کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۷۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۶۰)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس (آیت) سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے' اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا' اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لیے جایا کرتے ہیں اور اسی لیے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔ (خزائن العرفان برحاشیہ کنز الایمان ص ۴۷۳' مطبوعہ تاج کمپنی' کراچی' لاہور)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس واقعہ سے اتنا معلوم ہوا کہ اولیاء صلحاء کی قبور کے پاس نماز کے لیے مسجد بنا دینا کوئی گناہ نہیں' اور جس حدیث میں قبور

marfat.com

Marfat.com

انبیاء کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد خود قبور کو سجدہ گاہ بنا دینا ہے جو باتفاق شرک و حرام ہے۔

(مظہری) (معارف القرآن ج ۵ ص ۵۷۷ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۱۲ھ)

شیخ محمد ادریس کاندھلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بالآخر جو لوگ اپنی بات میں غالب رہے یعنی بیدروس اور اس کے اصحاب تو انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنائیں گے یعنی ایک عبادت خانہ بنائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ خدائے وحدہ لاشریک کے عبادت گزار بندے تھے معبود نہ تھے' موحد تھے مشرک نہ تھے' اور ان کی عبادت کے مناسب بھی یہی ہے کہ ان کی یادگار میں مسجد یعنی عبادت خانہ بنا دیا جائے۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور قبروں کے قریب مسجد بنانا جائز ہے۔ معاذ اللہ مسجد بنانے سے یہ غرض نہ تھی کہ لوگ ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کریں بلکہ غرض یہ تھی کہ صالحین کے قرب و جوار میں ایک عبادت خانہ بنا دیا جائے تاکہ لوگ ان کی طرح عبادت کیا کریں اور وہاں نمازیں پڑھا کریں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں' اور جس طرح اہل کہف بعث و نشور اور قیامت کے قائل تھے اسی طرح لوگوں کو چاہیے کہ مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور آخرت کی تیاری کریں۔ اہل کہف کے ظاہر ہونے پر مومنین غالب ہوئے جو حشر و نشر اور قیامت کے قائل تھے اس لیے ان کی رائے یہ ہوئی کہ ان کی یاد میں مسجد بنا دی جائے جو آخرت کا بازار ہے' عبادت گزار بندوں کی یادگار میں ان کے قریب مسجد بنا دینا مناسب ہے جس میں دن رات اللہ کی عبادت ہوتی رہے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۴۰۵' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

ان کثیر حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ مزار کے قریب مسجد بنانے کے فعل کو سید مودودی کا گمراہانہ فعل لکھنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا یہ تمام اقوال اٹکل پچو پر مبنی ہیں اور (بعض لوگ) کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا' آپ کہیے کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے' ان کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں سو آپ ان کے متعلق صرف سرسری بات کریں اور ان کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں۔ (الکھف: ۲۲)

اصحابِ کہف کی تعداد بتانے والے قائلین

زجاج نے کہا جن لوگوں نے کہا تھا کہ اصحابِ کہف تین ہیں ان کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) نجران کے نصاریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحابِ کہف کے متعلق مناظرہ کیا' ملکیہ نے کہا وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے' اور الیعقوبیہ نے کہا وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے' اور النسطوریہ نے کہا وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے' اس قول کو ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۲) الماوردی نے کہا یہ اصحابِ کہف کے شہر والوں کے اقوال تھے جب تک اصحابِ کہف کا ان پر ظہور نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رجما بالغیب یعنی ان کے یہ اقوال محض ظنی تھے' یقینی نہ تھے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اصحابِ کہف کی صحیح تعداد

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کی تعداد کے متعلق تین قول ذکر کیے ہیں ان اقوال میں اولیٰ اور راجح قول کون سا ہے' مفسرین

marfat.com

Marfat.com

کا مختار یہ ہے کہ ان میں تیسرا قول راجح ہے یعنی اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور آٹھواں ان کا کتا ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے پہلے اور دوسرے قول کے ساتھ واؤ کا ذکر نہیں کیا اور تیسرے قول کے ساتھ واؤ کا ذکر فرمایا ہے۔ (وثامنھم) اور تیسرے قول کو پہلے دو قولوں سے منفرد طریقہ سے ذکر کرنا' اس بات کی دلیل ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔

(۲) پہلے اور دوسرے قول کے بعد فرمایا: رجما بالغیب اور تیسرے قول کے بعد رجما بالغیب نہیں فرمایا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ پہلے دو قول کہنے والوں کے ظن اور گمان پر مبنی تھے اور تیسرا قول ظنی نہیں ہے بلکہ یقینی اور حتمی ہے۔

(۳) اللہ نے پہلے دو قولوں کے بعد فرمایا: رجما بالغیب اور تیسرے قول کے بعد فرمایا آپ کہیے کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس اسلوب کو تبدیل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہی تیسرا قول برحق ہے۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اصحابِ کہف سات ہیں اور ان کے یہ اسماء ہیں:

یملیخا' مکسلمینا' مسلثینا۔ یہ تینوں بادشاہ کی دائیں جانب تھے' اور بادشاہ کی بائیں جانب یہ تھے: مرنوش' دبرنوس اور سادنوس۔ بادشاہ اپنی مہمات میں ان چھ سے مشورہ کیا کرتا تھا اور ساتواں وہ چرواہا تھا جو ان کے ساتھ اس وقت مل گیا تھا جب وہ ابتداءً غار کی طرف جا رہے تھے' ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو آپ ان کے متعلق صرف سرسری بات کریں اور ان کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحابِ کہف کے متعلق کسی سے سوال کرنے سے منع فرما دیا اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اصحابِ کہف کے متعلق تمام احوال اور کوائف بتا دیے ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اصحابِ کہف کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں اور یہ بہت بعید ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اصحابِ کہف کی تعداد اور ان کے دیگر احوال کا علم نہ ہو اور دوسرے بعض لوگوں کو اس کا علم ہو' اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم صرف وحی سے حاصل ہو گا' اور وحی یہاں پر یہی آیت ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے' کیونکہ پہلے دو قولوں کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا وہ رجماً بالغیب ہیں پھر یہی قول مراد ہے: ویقولون سبعة و ثامنھم کلبھم۔

سات اوصاف کے درمیان واؤ کا ذکر نہ کرنا اور آٹھویں وصف سے پہلے واؤ کا ذکر کرنا

اللہ تعالیٰ نے پہلے دو قولوں کے ساتھ واؤ کا ذکر نہیں کیا اور تیسرے قول کے ساتھ واؤ کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ. (الکھف: ۲۲)

عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا' یہ تمام اقوال اٹکل پچو پر مبنی ہیں اور (بعض) کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔

اس میں ثلثة رابعھم کلبھم' خمسة سادسھم کلبھم کے بعد واؤ نہیں ہے اور سبعة کے بعد واؤ ہے کیونکہ فرمایا سبعة و ثامنھم کلبھم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے نزدیک عدد میں سبعة مبالغہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (التوبۃ: ۸۰) آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں۔

اس وجہ سے اگر سات چیزوں کے بعد وہ کسی آٹھویں چیز کا ذکر کریں تو اس کے ساتھ واؤ کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

التائبون العبدون الحمدون السائحون الرکعون السجدون الا مرون بالمعروف. (التوبۃ: ۱۱۲) یہ سات اوصاف ہیں ان کے درمیان واؤ نہیں لیکن اس کے بعد جب آٹھواں وصف ذکر کیا تو اس کے بعد واؤ ہے: والناھون عن المنکر.

اس کی دوسری مثال یہ ہے:

مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تئبٰت عبدٰت سٰئحٰت ثیبٰت یہاں تک سات اوصاف بغیر واؤ کے ذکر فرمائے اور جب آٹھواں وصف آیا تو اس کو واؤ کے ساتھ ذکر فرمایا: وابکاراً (التحریم: ۵)

اور اس کی تیسری مثال یہ ہے:

وسیق الذین کفروا الی جھنم زمراً حتی اذا جاء وھا فتحت ابوابھا یہاں فتحت سے پہلے واؤ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ جہنم کے سات دروازے ہیں پھر فرمایا: وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمراً حتی اذا جاء وھا و فتحت ابوابھا یہاں فتحت سے پہلے واؤ کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور سات عدد ذکر کرنے کے بعد واؤ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (الزمر: ۷۳-۷۱)

لیکن اس پر قفال اور قشیری وغیرہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہو گیا ہے کہ سات کا عدد ان کے نزدیک عدد کی انتہا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر. (الحشر: ۲۳) اس آیت میں المتکبر آٹھواں لفظ ہے اور اس کو واؤ کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۹، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۴۳)

سورہ حشر کی آیت کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے قواعد اکثری ہوتے ہیں، کلی نہیں ہوتے۔

اس آیت میں ہے ان کو صرف چند لوگ جانتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان چند لوگوں میں سے میں بھی ہوں، ان کے نام یہ ہیں: مکسلمثا، یملیخا۔ یہ وہی ہے جو چاندی کے سکے لے کر شہر گیا تھا، اور مرطونس اور یونس اور دزرتونس اور کفاشطیطوس یہ وہ چرواہا تھا جو ان کے ساتھ چلا گیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر دوز الکردی ہے اور فرق القبطی ہے اور القبطی کے علاوہ میں کسی کو نہیں جانتا۔

ابوشبل نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جس شخص نے ان اسماء کو کسی جلتی ہوئی چیز میں ڈال دیا تو وہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۱۰۹، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض)

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ

اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ

اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ

چاہے، اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیں، اور آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے

marfat.com

Marfat.com

لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ

زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھلائے گا ۝ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھیرے رہے ،

وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ

اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے ۝ آپ کہیے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھیرے تھے آسمانوں اور زمینوں کے غیب

أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي

اسی کے پاس ہیں، وہ کتنا زیادہ دیکھنے والا اور کتنا زیادہ سننے والا ہے، اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں

حُكْمِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ

کسی کو شریک نہیں کرتا ۝ اور آپ اس وحی کی تلاوت کیجیے جو آپ کے رب کی کتاب سے آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اس کے کلمات کو کوئی تبدیل

لِكَلِمٰتِهِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ

کرنے والا نہیں ہے اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیں گے ۝ اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے

الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا

ساتھ لازم رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی

تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ

آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں کہ آپ دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوں، اور آپ اس شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے

عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ

اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ۝ اور آپ کہیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ

سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی دوزخ تیار

نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ

کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی، اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہو گی جو پگھلے ہوئے تانبے

marfat.com
Marfat.com

يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کی طرح ہو گا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا مشروب ہے! اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی جگہ ہے ۰ بے شک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور انہوں نے نیک کام کیے، یقیناً ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے نیک کام کیے ہوں ۰ ان کے لیے

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ أَسَاوِرَ

دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، انہیں وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں

مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ

گے، وہ وہاں ریشم کے ہلکے اور دبیز سبز کپڑے پہنیں گے اور وہ وہاں مسندوں پر

فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع ۹ / ۱۶

تکیے لگائے ہوئے ہوں گے، کیسا اچھا اجر ہے اور وہ جنت کیسی اچھی آرام کی جگہ ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ۰ مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں اور آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا۔ (الکھف: ۲۴-۲۳)

اِن شاء اللہ کہنے کے ترک کی ممانعت

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان آیتوں کے نزول کا سبب یہ ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح اور اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے اس اعتماد سے کہ آپ پر آج وحی نازل ہو جائے گی فرمایا: میں تمہیں کل بتا دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پس حضرت جبرائیل نے پندرہ دن تاخیر کر دی کیونکہ آپ نے ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا، اور اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ یوں ہرگز نہ کہیں کہ میں کل فلاں کام کروں گا بلکہ یوں کہیں کہ ان شاء اللہ میں کل فلاں کام کروں گا۔

مفسرین نے ان آیتوں کے تین معانی ذکر کیے ہیں:

(۱) جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں پھر آپ کو بعد میں یاد آئے تو آپ ان شاء اللہ کہہ لیں، یہ جمہور کا قول ہے۔

(۲) اذا نسیت کا معنی ہے اذا غضبت یعنی جب آپ غضب ناک ہوں تو ان شاء اللہ کہیں کیونکہ غضب کی وجہ سے نسیان ہوتا ہے۔ یہ عکرمہ اور ماوردی کا قول ہے۔

(۳) جب آپ کسی چیز کو بھول جائیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کریں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ چیز یاد دلا دے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۸-۱۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

ان شاء اللہ کہنے کے فقہی مسائل

ان شاء اللہ کہنے کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کسی کام کا وعدہ کرے اور پھر وہ کام نہ کر سکے تو اس کی وعدہ خلافی نہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا (الکھف: ۷۰) اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام کے بہ ظاہر غیر شرعی کاموں پر اعتراض کرنے سے صبر نہیں کر سکے تھے لیکن چونکہ انہوں نے ان شاء اللہ کہا تھا اس لیے ان کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔

امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا ان شاء اللہ تم کو طلاق ہے تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ یہ طلاق نہیں ہوگی' اور اگر کسی شخص نے قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہا تو اس میں اتفاق ہے کہ وہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ان شاء اللہ کہنے کے وقت میں تین اقوال ہیں:

(۱) ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اگر کلام کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہا جائے تو استثناء درست ہوگا ورنہ نہیں۔ مثلاً اس نے قسم کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہا تو قسم منعقد نہیں ہوگی اور کچھ دیر بعد ان شاء اللہ کہا تو قسم منعقد ہو جائے گی۔

(۲) جب تک وہ مجلس میں موجود ہے اس کا ان شاء اللہ کہنا معتبر ہوگا اور مجلس کے بعد معتبر نہیں ہوگا' یہ حسن اور طاؤس کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد اور سعید بن جبیر نے یہ کہا کہ اگر اس نے ایک سال بعد بھی ان شاء اللہ کہا تو معتبر ہوگا۔

(ایک مرتبہ منصور کو یہ بات پہنچی کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن عباس کے مذہب کی مخالفت کی ہے۔ اس نے امام ابوحنیفہ کو بلا کر باز پرس کی اور کہا تم ہمارے دادا کے مذہب کی مخالفت کرتے ہو! امام اعظم نے فرمایا امیر المومنین! حضرت ابن عباس کا مذہب تو آپ کے لیے نقصان دہ ہے۔ منصور نے پوچھا وہ کیسے؟ امام اعظم نے فرمایا ایک شخص دربار میں آ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرے گا اور باہر آ کر کہہ دے گا ان شاء اللہ تو پھر یہ بیعت لازم نہیں ہوگی۔ منصور یہ جواب سن کر بہت متاثر ہوا اور امام اعظم کی تحسین کی۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۵۲' زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۹-۱۲۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم الغیب عطا فرمانا

علامہ علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب کفار مکہ نے بہ طور عناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کے قصہ کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا یعنی آپ کی نبوت پر اور بہت دلائل نازل فرمائے گا' جو بہت زیادہ واضح ہوں گے اور ہدایت کے حصول کے زیادہ قریب ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرسلین کے احوال کے بہت علوم الغیب عطا فرمائے۔

(الوسیط ج ۳ ص ۱۴۳' معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۳۱' زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۹)

marfat.com

Marfat.com

ان شاء اللہ کہنے کو بھولنے کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں تمہیں کل اس کی خبر دے دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے۔ آپ کے بھول جانے میں اُمت کے لیے رحمت ہے' پہلی رحمت تو یہ ہے کہ آپ کے بھول جانے کی وجہ سے یہ آیتیں نازل ہوئیں' اور یہ بات ازل میں مقرر تھی کہ آپ بھولیں گے اور یہ آیات نازل ہوں گی۔ دوسری رحمت یہ ہے کہ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو وہ اس کا کس طرح تدارک کرے' اور تیسری رحمت یہ ہے کہ یہ واقعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی صحت کی دلیل بن گیا کیونکہ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے اور یہ آپ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے جس کو آپ نے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے' اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ قرآن آپ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہوتا تو جب آپ نے فرمایا تھا میں کل اس کی خبر دوں گا تو آپ آنے والی کل بتا دیتے کہ ان کا کیا قصہ ہے اور جب آپ پر اس دن وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ مسلسل پندرہ دن تک وحی نازل نہیں ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے اور نہ اس کا نزول آپ کے اختیار میں ہے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے' وہ جب چاہتا ہے اس کلام کو نازل فرماتا ہے' اور چونکہ آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے اس لیے اس دن وحی نازل نہیں ہوئی جس دن کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا' اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وحی کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ یہ قرآن آپ کا کلام ہے بلکہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی وحی ہے اور آپ پر وحی کا نزول ہی آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے۔

نسیان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

جو چیز انسان کی قوت حافظہ میں ہو اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جائے تو اس کو سہو اور ذھول کہتے ہیں اور جب وہ چیز حافظہ سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں۔ اور نسیان کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا یاد نہ رہنا اور اس کو بھول جانا۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہوتا تھا' نسیان نہیں ہوتا تھا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۲۳' بیروت)

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔ حافظ العلائی نے کہا ہے کہ نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھولتا ہوں' اور ائمہ لغت نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں کی تفسیر یہ کی ہے: غفلت' دل سے کسی چیز کا نکل جانا۔ علامہ راغب نے کہا ہے غفلت سے کسی چیز میں خطا کرنا سہو ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کی تقصیر نہیں ہوتی' یہ وہ ہے جس کا سبب اس سے صادر نہ ہو' اور دوسری قسم وہ ہے جس میں اس نے سبب صادر کیا ہو۔ مثلاً اس نے کوئی نشہ آور چیز قصداً استعمال کی جس کی وجہ سے غافل ہوا' غفلت کی یہ قسم مذموم ہے۔ تہذیب' صحاح اور محکم میں اسی طرح مذکور ہے' اور النہایہ میں مذکور ہے بغیر علم کے کسی چیز کو ترک کر دینا سہو ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو علم کے باوجود کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نماز میں سہو ہوا وہ اسی قسم کا ہے' اور میں یہ کہتا ہوں کہ سہو اور نسیان میں بلاشبہ فرق ہے جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے معمولی غفلت سہو ہے حتیٰ کہ ادنیٰ تنبیہ سے انسان اس چیز پر متنبہ ہو جائے اور نسیان یہ ہے کہ وہ چیز قوت حافظہ سے بالکلیہ زائل ہو جائے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۶۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

تحقیق یہ ہے کہ انسان کو جس چیز کا علم ہوتا ہے اس چیز کی صورت اس کی قوت مدرکہ میں بھی ہوتی ہے اور قوتِ حافظہ میں بھی ہوتی ہے۔ جب آدمی کسی چیز میں بہت مشغول ہو تو اس چیز کی صورت اس کی قوت مدرکہ سے نکل جاتی ہے لیکن قوتِ حافظہ میں باقی رہتی ہے اس کو سہو کہتے ہیں' اور کسی کے یاد دلانے سے یا لقمہ دینے سے اس کو وہ چیز یاد آ جاتی ہے' اور کسی بیماری یا آفت کی وجہ سے اس چیز کی صورت اس کی قوت مدرکہ کے علاوہ حافظہ سے بھی نکل جاتی ہے اور یاد دلانے سے بھی یاد نہیں آتی اور اس کو دوبارہ یاد کرنا پڑتا ہے' اس کو نسیان کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو جاتا تھا لیکن آپ کو نسیان نہیں ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسیان کی نسبت کی تحقیق

امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ (مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۸' کتاب السہو: ۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اسی طرح جب آپ کو نماز میں سہو ہوا تو آپ نے فرمایا: میں محض بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۱۱)

ہم نے اوپر یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان نہیں ہوتا تھا اور ان حدیثوں میں آپ کی طرف نسیان کی نسبت کی گئی ہے اسی طرح اس آیت میں ہے: واذکر ربک اذا نسیت۔ (الکھف: ۲۴) اور اپنے رب کو یاد کیجئے جب آپ بھول جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں نسیان مجازاً سہو کے معنی میں ہے' اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے اسی موقع پر یہ فرمایا تھا جب آپ کو نماز میں سہو ہو گیا تھا اور آپ نے ظہر یا عصر کی نماز کی پانچ رکعات پڑھ لیں تھیں' اور اس آیت میں بھی نسیان' سہو کے معنی میں ہے کیونکہ آپ کی توجہ ان شاء اللہ کہنے کی طرف نہیں ہوئی تھی' یہ بات نہیں تھی کہ ان شاء اللہ کہنا آپ کی قوتِ حافظہ سے بالکل نکل گیا تھا اور آپ کو از سرِ نو اس کو یاد کرنے کی ضرورت تھی۔

لیلۃ التعریس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو صبح کی نماز کے وقت اُٹھانے پر مامور کیا تھا لیکن کسی کی آنکھ نہیں کھلی حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۹۷' مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۶-۲۵)

حافظ ابوعمر وابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات ایسی نیند آتی تھی جو آدمیوں کی نیند کے مشابہ ہوتی تھی اور ایسا کبھی کبھی ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ آپ میں ایسی نیند پیدا کرتا تھا تا کہ آپ کے بعد آپ کی اُمت میں نمونہ باقی رہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ اور العلاء بن خباب کی روایت میں ہے: اگر اللہ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ یہ تمہارے بعد سنت ہو جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت' آپ کی جبلت اور آپ کی عادت معروفہ اور اسی طرح انبیاء سابقین کی عادت معروفہ وہ ہے جس کو آپ نے خود بیان فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۷)

marfat.com

Marfat.com

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: ہم معاشر الانبیاء ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارا دل نہیں سوتا۔
ان حدیثوں میں آپ نے اپنی نیند کی اس کیفیت کو وقت کی کسی قید کے بغیر بیان فرمایا ہے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: صف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوا کرو' بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ سو یہ آپ کی جبلت' خلقت اور عادت ہے اور سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے وقت سوئے ہوئے رہنا یہ آپ کی عادت کے خلاف تھا تاکہ آپ کی اُمت کے لیے نمونہ قائم ہو' تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو کہ جب نیند کی وجہ سے نماز کا وقت نکل جائے تو ان کو کیا کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس نیند کو اُمت کی تعلیم اور ان کی بصیرت کا ذریعہ بنا دیا۔
(التمہید ج ۳ ص ۱۷۶۔۱۷۵' مطبوعہ دار الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنا دیا جائے۔
(مؤطا رقم الحدیث: ۲۲۸)

علامہ ابن عبدالبر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یا میں بھلا دیا جاتا ہوں' یہ محدث کا شک ہے۔ اس حدیث کا معنی ہے تاکہ میری اُمت کے لیے اس فعل کو سنت بنا دیا جائے تاکہ جب ان کو سہو لاحق ہو تو وہ کس طرح عمل کریں اور میری اقتداء کریں۔ (الاستذکار ج ۴ ص ۴۰۳۔۴۰۲' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی المتوفی ۴۹۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو فرمایا ہے یا میں بھلا دیا جاتا ہوں۔ یہ شک کے لیے نہیں ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں خود بھولتا ہوں یا اللہ تعالیٰ مجھے بھلا دیتا ہے' حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ جب آپ خود بھولیں تب بھی آپ کو اللہ تعالیٰ ہی بھلاتا ہے' اس لیے یہ حدیث دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔

(۱) آپ کا بھولنا بیداری میں ہوگا یا نیند میں۔ بیداری میں بھولنے کی نسبت آپ نے اپنی طرف فرمائی کیونکہ بیداری میں بھول سے احتراز کے بہت مواقع ہیں' اور نیند میں بھولنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی کیونکہ نیند میں بھول سے احتراز کے مواقع نہیں ہیں۔

(۲) کبھی کسی امر اور حکم سے میری توجہ ہٹ جاتی ہے تو مجھے سہو اور ذہول ہو جاتا ہے' اور کبھی مجھے وہ حکم یاد ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کو پورا کرنے کے لیے میری توجہ اس طرف سے ہٹا دیتا ہے۔ تاکہ میں تمہارے سہو اور نسیان کی صورت میں تمہارے لیے یہ نمونہ قائم کروں کہ ایسی صورت میں تمہیں کیا کرنا چاہیے۔
(المنتقیٰ ج ۱ ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نمازوں میں سہو ہوا ہے' وہ اس غفلت کی مثل ہے جو آپ کو نیند میں ہوتی ہے' اور یہ کسی آفت کی وجہ سے آپ پر نسیان نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کی توجہ افعالِ نماز سے ہٹا دیتا ہے تاکہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ احکام شریعہ بیان فرمائے' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ یہ احکام زبانی بیان فرما دیتے' لیکن کوئی کام کر کے دکھانا زبانی بیان کرنے سے زیادہ قوی ہے اور اس میں لوگوں کی زیادہ تسلی ہے۔ (القبس فی شرح مؤطا ابن انس' ج ۱ ص ۲۴۱' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھولتا ہوں تو اس کا محمل یہ ہے کہ بھولنے کی صفت آپ کے ساتھ قائم ہے' اور

marfat.com
Marfat.com

جب آپ نے فرمایا مجھے بھلا دیا جاتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ بھولنا آپ کی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ یہ آپ کی ایجاد سے ہے' اس کا موجد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (شرح الزرقانی للمؤطا ج ۱ ص ۳۱۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے تھے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے O آپ کہیے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے' آسمانوں اور زمینوں کے غیب اسی کے پاس ہیں' وہ کتنا زیادہ دیکھنے والا اور کتنا زیادہ سننے والا ہے' اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا O (الکھف: ۲۶-۲۵)

غار میں اصحابِ کہف کے قیام کی مدت

اصحاب کہف کے قصہ کے سلسلہ میں یہ آخری دو آیتیں ہیں:

اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے تھے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس اور قتادہ نے یہ کہا کہ یہ ان کے غار میں قیام کی مدت کا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان نہیں ہے' بلکہ اس کا تعلق پچھلی آیت سے ہے۔ یعنی عنقریب لوگ یہ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ (الکھف: ۲۲)
اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ لوگوں کا بیان ہے کہ اصحاب کہف تین سو نو سال غار میں ٹھہرے تھے اور واقع میں اصحابِ کہف کتنی مدت غار میں ٹھہرے تھے' اس کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

(۲) عبید بن عمیر' مجاہد' ضحاک' ابن زید وغیرہم نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت بیان فرمائی ہے اور وہ تین سو سال ہے' پھر انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شمسی تقویم کے اعتبار سے ان کے قیام کی مدت تین سو سال ہے اور قمری تقویم کے اعتبار سے ان کے غار میں قیام کی مدت تین سو نو سال ہے۔ اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے غار میں قیام کی مدت سے مطلع فرمایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے۔ الماوردی نے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ اصحابِ کہف کے غار میں داخل ہونے سے لے کر اب تک کی مدت تین سو نو سال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اس مدت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۳۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے سوا ان کا کوئی ولی اور کارساز نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اصحابِ کہف کا اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں تھا جو اتنی طویل مدت تک نیند میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کے جسموں کو سڑنے اور گلنے سے محفوظ رکھتا۔ اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جو لوگ انکل پچو سے اصحاب کہف کی مدتِ قیام بتا رہے ہیں' ان کو اپنے اجسام کی حفاظت کا علم ہے نہ اصحاب کہف کے اجسام کی حفاظت کی تدبیر کا علم ہے' اور جب ان کو یہ علم نہیں ہے تو ان کی مدتِ قیام کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

نیز فرمایا اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا' کیونکہ جب دو آدمی کسی میں شریک ہوں تو ہر ایک کو دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق ہوتا ہے اور ہر ایک اپنی مرضی کے موافق اس کام کو بنانا چاہتا ہے اور ان میں اختلافِ رائے ناگزیر ہے اور جس کی رائے غالب ہو گی وہی خدا ہو گا دوسرا خدا نہیں ہو گا۔

آیا اصحابِ کہف اب زندہ ہیں یا نہیں؟

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اس میں اختلاف ہے کہ اصحاب کہف اب مر کر فنا ہو چکے ہیں یا وہ سوئے ہیں اور ان کے جسم محفوظ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کسی غزوہ میں شام میں گئے اور وہاں لوگوں کے ساتھ پہاڑ کے اندر اس غار میں گئے' انہوں نے دیکھا وہاں غار کے اندر ہڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو مدتِ طویلہ سے فنا ہو چکے ہیں۔ راہب نے سن کر کہا مجھے نہیں معلوم تھا کہ عرب میں سے بھی کوئی ان کو پہچانتا ہوگا' اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس وحی کی تلاوت کیجئے جو آپ کے رب کی کتاب سے آپ کی طرف نازل کی گئی ہے' اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیں گے ○ (الکھف: ۲۷)

سنت اور قیاس پر عمل کرنے کا جواز

یعنی آپ اپنے اوپر قرآن مجید کی تلاوت کو لازم کر لیجئے اور اس کے احکام پر عمل کیجئے' اس کے کلمات میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے تو سنت اور قیاس پر عمل کرنے کی گنجائش نہ رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنا قرآن مجید پر عمل کے منافی اور خلاف نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی اتباع کا بھی حکم دیا گیا ہے' اور قیاس سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرآن اور سنت ہی کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔

ملتحد کے معنی ملجاء ہے۔ یعنی پناہ لینے کی جگہ۔ یہ لفظ لحد اور الحاد سے بنا ہے' اس کا معنی ہے مائل ہونا۔ آدمی جس جگہ پناہ لیتا ہے اس جگہ کی طرف میلان کرتا ہے' اور ملحد کا معنی ہے دین حق سے کسی اور طرف مائل ہونے والا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں' اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں کہ آپ دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوں' اور آپ اس شخص کا کہا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے' اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ○ (الکھف: ۲۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقراء مسلمین کی مجلس میں بیٹھنے کا حکم

عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ اپنے کسی گھر میں تھے۔ آپ باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں' ان کے بال بکھرے ہوئے تھے اور انہوں نے معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے جب ان کو دیکھا تو آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے متعلق مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ لازم رکھوں۔ نیز فرمایا کہ آپ دنیاوی زندگی کا ارادہ کرتے ہوں' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ ان عبادت گزار مومنوں سے نظر ہٹا کر مالدار مشرکین کی طرف نہ دیکھیں کہ آپ ان کی مجالس میں بیٹھنا چاہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین میں سے بڑے بڑے مالدار لوگ آئے' انہوں نے آپ کے پاس حضرت خباب' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑے لوگ ایمان لے آئیں پھر ان کی

marfat.com
Marfat.com

اتباع میں ان کے ماتحت لوگ بھی ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے قریب تھا کہ آپ حضرت بلال وغیرہ کو ان کے آنے پر اپنی مجلس سے اُٹھا دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ (الانعام: ۵۲)

اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی چاہتے ہیں۔

پھر جب آپ اُٹھنے کا ارادہ کرتے تو آپ اُٹھ جاتے اور وہ مسکین مسلمان بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں کہ آپ دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوں۔ (الکھف ۲۸) دنیاوی زندگی کی زینت سے مراد ہے ان امیروں اور چودھریوں کی مجلس۔ باقی تفسیر سورۃ الانعام میں گزر چکی ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مؤلفۃ القلوب آئے، عیینہ بن حصن اور الاقرع بن حابس وغیرہ۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! اگر آپ مسجد میں صدر نشین ہوں اور ان بدبوؤں کو ہم سے دُور کر دیں یعنی حضرت سلمان، حضرت ابوذر اور دیگر فقراء مسلمین کو، کیونکہ وہ اون کے موٹے کرتے پہنتے تھے جن کپڑوں سے ان کو بدبو آتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں حتیٰ کہ یہ آیت انا اعتدنا للظلمین نارا بے شک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔ ان متکبروں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے ڈرایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مسکینوں کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے وہ مسجد کی پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری وفات سے پہلے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اپنی اُمت کے ان لوگوں کے ساتھ رہوں، تمہارے ساتھ ہی میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی میری موت ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۳۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

فقراء اور مساکین کی فضیلت میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا چاہیے جتنا کسی سوار کا سفر خرچ ہو، اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دُور رکھنا اور پیوند لگانے سے پہلے کسی کپڑے کو پرانا نہ کرنا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۸۰، المستدرک ج ۴ ص ۳۱۲، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۱۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس کی صورت میں اور رزق میں فضیلت دی گئی ہو اسے ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہیے جو اس کی بہ نسبت کم تر ہو، یہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو کم تر نہیں جانے گا۔ عون بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیروں کی مجلس میں رہا تو مجھے یہی غم رہتا تھا کہ فلاں کی سواری میری سواری سے اچھی ہے اور فلاں کے کپڑے میرے کپڑوں سے اچھے ہیں اور جب میں فقراء کی مجلس میں آیا تو میں پُرسکون ہو گیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۸۰)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مساکین اور فقراء کی محبت ہے۔ الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۴۹۹۳، حافظ سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۳۲۲)

عبدالرحمٰن حبلی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کیا میں فقراء مہاجرین

marfat.com
Marfat.com

میں سے نہیں ہوں؟ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں' پھر پوچھا کیا تمہارے پاس رہنے کے لیے مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا پھر تم اغنیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا میرا ایک خادم بھی ہے۔ کہا پھر تم بادشاہوں میں سے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس تین شخص آئے اور انہوں نے کہا اے ابو محمد! بے شک ہم کسی چیز پر قادر نہیں ہیں نہ ہمارے پاس کھانے کا خرچ ہے' نہ سواری ہے نہ سامان ہے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا جو تم چاہو اگر تم چاہو تو ہمارے پاس لوٹ آنا ہم تمہیں وہ چیز دیں گے جس سے اللہ تمہارے لیے آسانی کر دے گا' اور اگر تم چاہو تو ہم سلطان کے پاس تمہارا ذکر کریں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے تو انہوں نے کہا ہم صبر کریں گے اور کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۷۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۷)

ابو سلام الاسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض عدن سے لے کر عمان بلقاء تک ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں' جس نے اس حوض سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس حوض پر لوگوں میں سب سے پہلے فقراء مہاجرین آئیں گے جن کے سر کے بال غبار آلود ہوں گے اور ان کے کپڑے میلے ہوں گے۔ انہوں نے خوشحال عورتوں سے شادی نہیں کی ہوگی اور ان کے لیے بند دروازے نہیں کھولے گئے ہوں گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا لیکن میں نے تو خوشحال عورت فاطمہ بنت عبدالملک سے شادی کی ہے اور میرے لیے بند دروازے کھولے گئے ہیں۔ میں اب اس وقت تک سر نہیں دھوؤں گا جب تک کہ میرے بال غبار آلود نہ ہو جائیں اور جب تک کپڑے میلے نہ ہوں ان کو نہیں دھوؤں گا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف یوم پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور نصف یوم پانچ سو سال کا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! مجھے بہ طور مسکین زندہ رکھنا اور بہ طور مسکین میری روح قبض کرنا اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں اٹھانا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مسکین قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرنا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دو۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو اپنے قریب رکھو تو بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب رکھے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۲)

بعض روایات میں ہے کہ فقراء مسلمین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ بہ ظاہر یہ تعارض ہے' اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس سے مراد مبالغہ ہے یعنی وہ اغنیاء سے بہت پہلے جنت میں داخل ہوں گے' اس مبالغہ کو کہیں چالیس سال سے تعبیر فرمایا اور کہیں اس کو پانچ سو سال سے تعبیر فرمایا۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال پہلے کی خبر دی اور بعد میں ان کا مرتبہ بڑھا کر پانچ سو سال پہلے دخول کی خبر دی ہو۔

marfat.com

Marfat.com

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چونکہ فقراء کے درجات اور ان کی صفات مختلف ہیں' اس لیے ان کے اجر بھی مختلف ہوں جو کامل درجہ کا فقیر ہو اور اس کے باوجود بہت زیادہ عبادت گزار ہو' وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو اور عام فقراء چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں۔

(۴) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کا فقر اختیاری ہو وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو اور جس کا فقر اضطراری ہو وہ چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جو جنت کا اہل ہے؟ ہر وہ شخص جو بہت کمزور ہو اگر وہ قسم کھالے کہ اللہ فلاں کام کرے گا تو اللہ اس کی قسم پوری کردے گا۔ کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں جو دوزخ کا اہل ہے؟ ہر وہ شخص جو بدمزاج' سرکش اور متکبر ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۶)

مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کو دوسروں پر فضیلت ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۹۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۷۸)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے ضعفاء اور کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ صرف ضعفاء اور کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی آمدنی کم ہو اور اس کے بال بچے زیادہ ہوں اور وہ اچھی طرح نماز پڑھے اور مسلمانوں کی غیبت نہ کرے' میں اور وہ قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۹۹۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۶)

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزوں کو ابن آدم ناپسند کرتا ہے' موت کو اور موت فتنہ سے بہتر ہے اور مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے اور مال کی کمی کی وجہ سے حساب کم ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۷' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ برہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے کا ستر کر رہے تھے اور ان میں سے ایک شخص ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے درمیان کھڑے ہوگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو قرآن پڑھنے والا خاموش ہوگیا۔ آپ نے سلام کیا پھر فرمایا: تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ ہمارا قاری ہے جو ہمارے سامنے قرآن پڑھتا ہے اور ہم اللہ کی کتاب سنتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ رکھے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ آپ اپنے نفس کے ساتھ ہمارے درمیان عدل کریں پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا اس طرح حلقہ بناؤ' سب نے حلقہ بنایا اور آپ کا چہرہ سب کے سامنے ظاہر ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں میرے سوا اور کسی کو نہیں جانتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین کی جماعت خوشخبری سنو! قیامت کے دن تم کو مکمل نور

marfat.com
Marfat.com

حاصل ہوگا اور تم اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوگے اور یہ پانچ سو سال ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۹۶' ۶۳)

اس آیت کی زیادہ تفسیر ہم نے (الانعام: ۵۲) میں کی ہے' اور اس میں ان عنوانوں پر بحث کی ہے: مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینی کی بناء پر مجلس سے اُٹھانے کی ممانعت' صبح و شام اخلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت' مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرنا دراصل اُمت کے لیے تعریض ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر اعتراض کا جواب۔ ان عنوانات کے لیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۸۹-۴۸۵ کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کہیے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے' بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی دوزخ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا' جو ان کے چہروں کو جلا دے گا' وہ کیسا برا مشروب ہے اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی جگہ ہے ○ (الکہف: ۲۹)

اغنیاء کے اسلام کی خاطر فقراء کو مجلس سے نہ اُٹھانے کی توجیہ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ان اغنیاء کی طرف التفات نہ کریں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ نے ان فقراء کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے' تو اس کے بعد فرمایا: دین حق یہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے' اگر تم نے اس کو قبول کرلیا تو تمہیں اس کا فائدہ ہوگا اور اگر تم نے اس دین کو قبول نہیں کیا تو اس کا نقصان بھی تمہیں ہوگا' اور اس دین کے حق ہونے میں فقر اور غنا' حسن اور قبح اور گمنامی اور شہرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مسلمین کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیتے تو اس سے ان مسلمانوں کی عزت اور وقار میں کمی آتی اور اس کا ضرر کم ہے' اور ان کو نہ اُٹھانے کی وجہ سے وہ اغنیاء اپنے کفر پر قائم رہے اور ایمان نہیں لائے اور ان کے ایمان نہ لانے کا ضرر زیادہ ہے' اور جب کم ضرر اور زیادہ ضرر میں تعارض ہو تو کم ضرر کو اختیار کیا جاتا ہے جبکہ یہاں پر زیادہ ضرر کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کے کہنے پر آپ فقراء مسلمین کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیتے تو اس فعل میں صرف فقراء مسلمین کی دل آزاری نہیں تھی بلکہ ان اغنیاء کے تکبر کو بھی قائم رکھنا تھا اور مسلمانوں کی تحقیر کو برقرار رکھنا تھا اور تکبر حرام ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی حرام کام کو برقرار رکھیں یا اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور اگر وہ بالفرض اس طریقہ سے مسلمان ہو بھی جاتے تو اس سے یہ غلط تاثر پھیلتا کہ اسلام میں فقراء اور مساکین کو حقیر سمجھنا جائز ہے' گویا تکبر کرنا جائز ہے۔

جب انسان کے اختیار اور اس کے اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی جزا اور سزا کی کیا توجیہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ انسان کا ایمان لانا یا اس کا کفر کرنا اس کے قصد اور اختیار سے ہوتا ہے اور وہ ایمان لانے یا کفر کرنے میں مجبور محض نہیں ہے' سو اگر وہ ایمان لانے کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان پیدا کر دیتا ہے اور کفر کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کفر پیدا کر دیتا ہے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان کے دل میں اس قصد اور اختیار کو کون پیدا کرتا ہے تو یہ بہت مشکل سوال ہے کیونکہ اگر یہ کہا جائے اس کے قصد اور اختیار کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو یہ جبر محض ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ قصد اور اختیار کو انسان پیدا

marfat.com
Marfat.com

کرتا ہے تو یہ معتزلہ کا مذہب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ نیز یہ ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ انسان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۹۶) اور اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تم جو عمل کرتے ہو اس کو بھی۔

اس اشکال کا جواب متکلمین سے

جمہور متکلمین نے اس سوال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ خلق اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بالذات موجود ہو اور قصد اور اختیار بالذات موجود ہے نہ بالذات معدوم ہے' اس کو اصطلاح میں حال کہتے ہیں اور حال کو خلق نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا احداث ہوتا ہے اور بندہ خالق تو نہیں ہوسکتا لیکن محدث ہوسکتا ہے' اور بعض متکلمین نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد: ۱۶) آپ کہیے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی اللہ تعالیٰ قصد اور ارادہ کے سوا ہر چیز کا خالق ہے' اور قصد اور ارادہ کا خالق اگر انسان کو نہ مانا جائے اور یہ کہا جائے کہ انسان جو کفر کرتا ہے یا ایمان لاتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو پھر ایمان لانے پر انسان کی تعریف وتحسین کیوں کی جاتی ہے اور کفر کرنے پر انسان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے' اور جب ایمان لانا انسان کے اختیار میں ہی نہیں ہے تو پھر نبیوں اور رسولوں کو تبلیغ کے لیے کیوں بھیجا گیا اور آسمانی کتابوں اور صحائف کو کیوں نازل کیا گیا اور رسولوں کو معجزات کیوں دیئے گئے اور پھر قیامت اور جزاء اور سزا اور جنت اور دوزخ کس لیے ہیں' اور اس خرابی سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اور انسان کے تمام اعمال کا خالق ہے' سوا انسان کے قصد اور اختیار کے۔ انسان قصد اور اختیار کا خود خالق ہے' وہ اگر ایمان لانے کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ اس میں ایمان پیدا کر دیتا ہے اور کفر کا قصد کرے تو اللہ تعالیٰ اس میں کفر پیدا کر دیتا ہے۔

اس اشکال کا جواب علامہ بہاری سے

علامہ محب اللہ بہاری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا کہ انسان ادراکات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۶ھ نے کہا ہے کہ علامہ بہاری نے فطرت الٰہیہ میں لکھا ہے کہ انسان وہماً مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں۔ مثلاً تخیل جزی' شوق جزی (کسی خاص چیز کا دل میں خیال آنا اور کسی خاص چیز کا شوق پیدا ہونا) اور ارادہ خاصہ اور ان ہی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال' افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (پتھر کو آپ اوپر اچھالیں تو اس کا اوپر جانا فعل قسری ہے یعنی اس کی طبیعت کے خلاف ہے اور جب وہ ازخود اوپر سے نیچے آئے تو یہ اس کا فعل طبعی ہے) اور امورِ جزئیہ کے صدور کے لیے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبۃ التحقق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی جزئیہ ہیں اور مبادی کلیہ کا ادراک عقل سے ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں' سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور ادراکات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جبکہ احکامِ شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کا اعتبار ہے اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان حکم وہم کے اعتبار سے مختار ہے اور حکم عقل کے اعتبار سے مجبور ہے۔

marfat.com

Marfat.com

علامہ خیرآبادی نے علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعید ہیں۔ اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ (شرح مسلم الثبوت ص ۷۷۔۷۴ ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

علامہ بہاری کے جواب کی وضاحت:

علامہ خیرآبادی نے علامہ بہاری کے جواب کا جو ذکر کیا ہے اس کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ مثلاً انسان کے دل میں نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے۔ یہ ادراک کلی عقلی ہے۔ اب یہ کہ وہ کون سی نماز پڑھے اور اس کے لیے کیا تیاری کرے' کہاں وضو کرے پھر یہ کہ نماز کہاں پڑھے' گھر میں یا مسجد میں' یہ سب ادراکات جزئیہ ہیں اور انسان کے ذہن میں مطلق نماز پڑھنے کا جو خیال آیا تھا' یہ ادراک کلی عقلی ہے اور انسان اس میں مجبور ہے اور اس ادراک کا خلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر اس کی تفاصیل' کون سی نماز' کس وقت پڑھے اور اس کے مخصوص مقدمات یہ سب ادراکاتِ جزئیہ ہیں اور ان میں انسان مختار ہے اور ان کو وہ خود خلق کرتا ہے۔ البتہ انسان پر خالق کے اطلاق سے احتراز کرنا چاہیے۔

اس اشکال کا جواب مصنف سے

میرے ذہن میں جو اس اشکال کا جواب آیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ انسان اپنے قصد اور اختیار سے ایمان کا ارادہ کرے گا یا کفر کا۔ یعنی اگر بالفرض وہ اپنے قصد اور اختیار میں مستقل ہو تو وہ کیا قصد کرے گا اور کیا اختیار کرے گا اور جو کچھ قصد کرنا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کا وہی قصد پیدا کر دیا اور جو کچھ اس نے اختیار کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا وہی اختیار پیدا کر دیا۔ اس لیے انسان کے قصد اور اختیار کو بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے یعنی کسب کو اور اس قصد اور کسب کے موافق افعال اور اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے کسی مرتبہ میں بھی انسان کا خالق ہونا لازم نہیں آتا اور نہ ہی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب انسان کے قصد اور اختیار کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے تو پھر انسان جزاء اور سزا کا مستحق کیوں ہوتا ہے' نیک کاموں پر دنیا میں اس کی تحسین اور آخرت میں ثواب کیوں ہوتا ہے اور برے کاموں پر دنیا میں اس کی مذمت اور آخرت میں عذاب کیوں ہوتا ہے جبکہ ان کاموں کا قصد اور اختیار بھی اللہ نے پیدا کیا اور ان کاموں کو بھی اللہ نے پیدا کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ اگر بالفرض انسان کو قصد اور اختیار دیا جائے اور وہ قصد اور اس کے موافق عمل کرنے میں مستقل ہو اور ان کا خالق ہو تو اس کا کیا قصد ہوگا اور وہ کیا عمل کرے گا۔ اسی کے موافق اللہ تعالیٰ نے اس میں اعمال پیدا کر دیئے اس لیے اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کا قصد اور اختیار بھی خود پیدا کیا ہے تو پھر اس کی جزاء اور سزا کی کیا وجہ ہے۔

ایمان لانے اور اطاعت کرنے میں بندہ کا فائدہ ہے نہ کہ اللہ کا

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ اس سے ایک یہ معنی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانے یا نہ لانے میں انسان کا اپنا نفع اور نقصان ہے' کسی کے ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہوگا نہ اس کے ایمان نہ لانے سے اس کو کوئی نقصان ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل: ۷)

اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے فائدہ کے لیے اور اگر برے کام کیے تو وہ بھی اپنے لیے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو ماسوا ان کے جن کو میں نے ہدایت دی' مجھ سے ہدایت کا سوال کرو میں تم کو ہدایت دوں گا' تم سب محتاج ہو ماسوا ان کے جن کو میں غنی کروں' تم مجھ سے سوال کرو میں تم کو رزق دوں گا' تم سب گناہ گار ہو ماسوا ان کے جن کو میں عافیت سے رکھوں' پس تم میں سے جس شخص کو یہ علم ہو کہ میں مغفرت پر قادر ہوں اور اس نے مجھ سے مغفرت طلب کی تو اس کو میں بخش دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے' اور اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تمہارے تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے متقی بندے کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا' اور اگر تمہارے اوّل اور آخر اور زندہ اور مردہ اور تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے برے بندے کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں ہوگی اور اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تر اور خشک سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر تم میں سے ہر شخص اپنی خواہشوں کا سوال کرے اور میں تم میں سے ہر سوال کرنے والے کا سوال پورا کر دوں تو میرے ملک میں صرف اتنی کمی ہوگی جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں سوئی ڈبو کر اپنی طرف نکال لے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جواد' واجد ماجد (بہت فیاض اور بہت بزرگ) ہوں' میں جو چاہوں وہ کرتا ہوں' میری عطا (بھی) میرا کلام ہے اور میرا عذاب (بھی) میرا کلام ہے۔ میں جب کسی چیز کا ارادہ کروں تو میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ ہو جا' سو وہ ہو جاتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۵' المستدرک ج ۴ ص ۲۴۱)

سرادقھا کا معنی

اس کے بعد فرمایا: ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی۔ اس آیت میں سرادق کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے ہر وہ چیز جو کسی شے کا احاطہ کیے ہو خواہ چار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ وہ سرادق ہے۔ (النہایہ)

جوالیقی نے کہا یہ اصل میں فارسی لفظ ہے' اصل میں یہ لفظ سرادر تھا جس کا معنی دہلیز ہے' اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ سراپردہ تھا (الاتقان) علامہ زبیدی نے جوالیقی سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ لفظ سرادر اور سراطاق کا معرب ہے۔ علامہ راغب نے لکھا ہے کہ سرادق معرب ہے اور کلام عرب میں ایسا کوئی مفرد اسم نہیں ہے جس کا تیسرا حرف الف ہو' اور الف کے بعد دو حرف ہوں۔ البتہ ایسے اسم جمع ہیں جیسے مقابر اور مساجد۔ البتہ علامہ آلوسی نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ علابط وغیرہ بھی اس وزن پر ہیں اور وہ اسم مفرد ہیں۔ (روح المعانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوزخ کے سرادق چار موٹی دیواریں ہیں ہر دیوار (کی موٹائی) چالیس سال کی مسافت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۱۶۰)

جس طرح خیمے کی قناتیں خیمے کو چاروں طرف سے محیط ہوتی ہیں اسی طرح دوزخیوں کو یہ دیواریں محیط ہوں گی' اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ سے نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوگا اور نہ ان دیواروں میں کوئی سوراخ ہوگا جس سے وہ دوزخ کے پار دیکھ سکیں' اور بعض نے کہا اس سے مراد دوزخ کا دھواں ہے جو ان کو اس طرح محیط ہوگا جس طرح خیمے کا قناتیں احاطہ کر لیتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

دوزخ کی آگ کے متعلق آیات اور احادیث

اس کے بعد فرمایا: اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا۔ اس آیت میں المھل کا لفظ ہے۔

المھل کا معنی ہے تیل کی تلچھٹ' ہر معدنی چیز کو بھی مہل کہتے ہیں جیسے تانبا' سونا' چاندی' پگھلے ہوئے لوہے کے پانی کو بھی المھل کہتے ہیں۔ روغن زیتون' روغن زیتون کی تلچھٹ' مردے سے بہنے والا زرد پانی' پیپ۔ (قاموس' منجد)

قرآن مجید میں دوزخیوں کے احوال کے متعلق یہ آیات ہیں:

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۞ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۞ (الغاشیہ: ۴-۳)

وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۞ ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۞ (ابراہیم: ۵۰)

ان کا لباس گندھک کا ہوگا اور آگ نے ان کے چہروں کو ڈھانپا ہوا ہوگا۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۞ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ. (المرسلات: ۳۱-۳۰)

چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ۞ جو نہ سائے والا ہے اور نہ شعلہ سے بچا سکتا ہے ۞

اور دوزخیوں کے احوال کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالمھل الکھف: ۲۹ کی تفسیر میں فرمایا: وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جب دوزخی اس کو پینے کے لیے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھڑ جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرم پانی ان کے سروں کے اوپر سے انڈیلا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ویسقی من ماء صدید ۞ یتجرعہ۔ (ابراہیم: ۱۷-۱۶) اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا' وہ اس کو ایک ایک گھونٹ کر کے پیے گا' اس پیپ کو اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا' وہ اس کو ناپسند کرے گا' اور جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو وہ اس کے منہ کو جلا دے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی' اور جب وہ اس کو پیے گا تو وہ اس کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کی مقعد سے نکل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وسقوا ماء حمیما فقطع امعاء ھم۔ (محمد: ۱۵) انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب. (الکھف: ۲۹) اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا' وہ کیسا برا پانی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۶۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے یقیناً ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے نیک کام کیے ہوں ۞ ان کے لیے دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' انہیں وہاں سونے کے کنگن

marfat.com
Marfat.com

پہنائے جائیں گے وہ وہاں ریشم کے ہلکے اور دبیز سبز کپڑے پہنیں گے اور وہ وہاں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے' کیسا اچھا اَجر ہے اور وہ جنت کیسی اچھی آرام کی جگہ ہے O (الکھف: ۳۱-۳۰)

جنت کی اجمالی نعمتیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب کا بیان فرمایا تھا جو قیامت کے دن مشرکوں اور کافروں کو دیا جائے گا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے ثواب اور اس کی نعمتوں کا بیان فرمایا ہے جو ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو دیا جائے گا کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ نور' ظلمت سے اور دن' رات سے پہچانا جاتا ہے' اسی طرح مومنین اور ان کا ثواب کافروں اور ان کے عذاب سے پہچانا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک اعمال کا الگ الگ ذکر کیا ہے اور نیک اعمال کا ایمان پر عطف کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ البقرہ: ۳ میں ہم اس کی مکمل تفصیل کر چکے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا یقیناً ہم ان لوگوں کا اَجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے نیک کام کیے ہوں۔ اس آیت میں اجمالی طور پر فرمایا ہے کہ ہم نیک کام کرنے والوں کو آخرت میں اَجر عطا فرمائیں گے اور اس کی تفصیل بعد والی آیت میں ذکر فرمائی ہے۔

جنت کی تفصیلی نعمتیں

فرمایا ان کے لیے جنات عدن ہیں' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔ علامہ ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ عدن کا معنی ہے کسی جگہ اقامت کرنا اور جنات عدن کا معنی ہے دائمی جنتیں۔ (المحکم والمحیط الاعظم ج ۲ ص ۱۸)

پھر فرمایا انہیں وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اس آیت میں اساور من ذھب کے الفاظ ہیں اور ایک اور آیت میں ہے: وحلوا اساور من فضة۔ (الدھر: ۲۱) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ایک اور آیت میں ہے: یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا۔ (الحج: ۲۳) ان کو سونے اور موتی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جنت میں مسلمانوں کو بناؤ سنگھار کا لباس بھی پہنایا جائے گا اور ستر پوشی کا لباس بھی پہنایا جائے گا۔ سابقہ آیتوں میں اس لباس کا ذکر تھا جو بننے سنورنے کے اعتبار سے تھا اور اس کے بعد اس لباس کا ذکر فرمایا جو ستر پوشی کے اعتبار سے ہے۔ فرمایا: ان کو ایسا لباس پہنایا جائے گا جو سبز رنگ کے سندس اور استبرق کا ہوگا۔ سندس سے مراد پتلا اور ملائم ریشم ہے اور استبرق سے مراد دبیز اور موٹا ریشم ہے۔ اس کے بعد ان کی نشست گاہوں کا ذکر فرمایا کہ وہ تخت پر بیٹھے ہوں گے اور ان پر تکیے لگے ہوں گے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّ

اور آپ انہیں ان دو مردوں کا قصہ سنایئے جن میں سے ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا فرمائے تھے

حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ

جن کے چاروں طرف ہم نے کھجور کے درختوں کی باڑ لگا دی تھی، اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیت پیدا کیے تھے O دونوں باغ خوب پھل لائے اور

Marfat.com

تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ

پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان دریا رواں کر دیے تھے ○ جس شخص کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ

بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں ○ وہ اپنی جان پر ظلم

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ

کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا ○ اور نہ

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا

مجھے اس پر یقین ہے کہ کبھی قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا (بھی) گیا تو میں لوٹنے کی جگہ اس سے

مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ

بھی بہتر (مال) حاصل کروں گا ○ اس کے ساتھی نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ

نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تمہیں مکمل مرد بنایا ○ لیکن وہ

اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا ○ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا

تو کہتے جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی کی کوئی طاقت نہیں اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے

وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ

تم سے کم ہوں ○ تو وہ دن دور نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے گا اور تمہارے باغ پر

عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا

آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے ○ یا اس کا پانی

marfat.com
Marfat.com

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ

زمین میں دھنس جائے پھر تم اس کو ہرگز تلاش نہ کر سکو ○ اور اس مرد کے پھل (عذاب میں) گھیر لیے گئے اور اس نے

كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

اس باغ میں جو خرچ کیا تھا وہ اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا وہ باغ اپنی چھپریوں پر گرا پڑا تھا اور وہ شخص کہہ

وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

رہا تھا کہ کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا ○ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ

جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور وہ بدلہ لینے کے قابل نہ تھا ○ یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ

الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع

تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے' وہی سب سے اچھا ثواب دینے والا ہے اور اس کے پاس بہترین انجام ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ انہیں ان دو مردوں کا قصہ سنائیے جن میں سے ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا فرمائے تھے جن کے چاروں طرف ہم نے کھجور کے درختوں کی باڑ لگا دی تھی اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیت پیدا کیے تھے ○ دونوں باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان دریا رواں کر دیئے تھے ○ جس شخص کے پاس پھل تھے' اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں ○ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا ○ اور نہ مجھے اس پر یقین ہے کہ کبھی قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں لوٹنے کی جگہ اس سے بھی بہتر (مال) حاصل کروں گا ○ (الکہف: ۳۶-۳۲)

مال دار کافر اور مومن کی مثال کا شانِ نزول

اس قصے کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مال دار کافر اور مال دار مومن دونوں کے دنیا میں گزران اور ان کے طور طریقوں میں کیا فرق ہوتا ہے' کیونکہ کفار اپنے مال و متاع اور اپنے دنیاوی مددگاروں کی وجہ سے فقراء مسلمین کے سامنے فخر اور تکبر کرتے ہیں اور مسلمان کو جو مال و متاع ملے وہ اس کو محض اللہ کا فضل سمجھتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ اس کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں:

اس کے شان نزول میں دو قول ہیں:

(۱) مقاتل بن سلیمان نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کی خبر دی جو اپنے باپ کی طرف سے مالِ کثیر کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ آٹھ ہزار دینار کے وارث ہوئے تھے۔ ان

marfat.com

Marfat.com

میں سے ایک مومن تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کر دیا۔ دوسرا بھائی کافر تھا اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس سے دو باغ بنا لیے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کچھ خرچ نہیں کیا پھر بعد میں ان دونوں بھائیوں کا جو حال ہوا اس کا اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے مثال دی ہے اور پچھلی اُمت کے کسی شخص کے حال کی خبر نہیں دی تا کہ آپ کی اُمت دنیا میں بے رغبتی کرے اور آخرت میں رغبت کرے اور ان آیتوں کو بہ طور نصیحت بیان فرمایا ہے۔

جنت اور اس کے مقلوب کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے دو مردوں میں سے ایک کو انگوروں کے دو باغ عطا فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے باغ کے لیے جنت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ علامہ ابن سیدہ متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

جنت کا مادہ ج ن ن ہے اس کا معنی ہے ستر۔ باغ کو جنت اس لیے کہتے ہیں کہ گھنے درختوں اور ان کے سائے کی وجہ سے اس میں چیزیں چھپ جاتی ہیں' جب رات کا اندھیرا بہت زیادہ ہو جائے تو کہتے ہیں جن اللیل' جنون بھی ایک خفیہ بیماری ہے۔ دل کو جنان کہتے ہیں وہ بھی سینے میں مخفی ہوتا ہے۔ قبر کو الجنن کہتے ہیں کیونکہ اس میں مردہ چھپا ہوا ہوتا ہے' کفن کو بھی الجنن کہتے ہیں' روح کو بھی جنان کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم میں چھپی ہوئی ہوتی ہے' بچہ جب تک پیٹ میں ہو اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ وہ پیٹ میں چھپا ہوا ہوتا ہے' ڈھال کو مجن اور مجنۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ حملہ کے لیے ستر ہے' بچانے والے ہتھیاروں کو الجنۃ کہتے ہیں' دوپٹہ کو بھی الجنۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ سر کے بالوں کو چھپا لیتا ہے۔ الجن' اللہ کی ایک مخلوق ہے جو انسان کی آنکھوں سے چھپی رہتی ہے' الجان جنات کے باپ کو کہتے ہیں۔ الجان سانپ کی ایک قسم ہے جس کی آنکھیں سرمگیں ہیں' جس جگہ کھجور کے درخت ہوں اور دیگر درخت ہوں اس کو الجنۃ کہتے ہیں۔

ج ن ن کو اگر اُلٹ دیا جائے تو یہ لفظ نج ہے' نجت القرحۃ اس کا معنی ہے زخم رسنے لگا اور نج الشئ من فیہ اس کا معنی ہے منہ سے کلی کر دی اور نجج فی رایہ اس کا معنی ہے اس کی رائے مضطرب ہے۔

(المحکم والمحیط الاعظم ج ۷ ص ۲۲۰-۲۱۱ ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دو باغوں کی صفات

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باغوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ ان کو کھجور کے درختوں نے گھیرا ہوا تھا' ان کے لیے حففنا ھما بنخل کے الفاظ ہیں۔ الحفاف کے معنی ہیں ایک شے کی جانب۔ الاحفۃ اس کی جمع ہے اور حف بہ القوم کا معنی ہے' قوم اس کی تمام جانبوں میں آ گئی یعنی اس کو ہر طرف سے گھیر لیا اور اس کا احاطہ کر لیا اور ان باغوں کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ:

ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیت پیدا کیے تھے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ یہ زمین ہر قسم کی روزی کی جامع ہو جائے۔ اس میں غلہ اور سبزیاں بھی پیدا ہوں اور پھل اور میوہ جات بھی پیدا ہوں' اور سال کے دوران ہر وقت اس زمین سے فائدہ حاصل ہو' کسی وقت اناج پیدا ہو رہا ہو اور کسی وقت پھل اور میوے پیدا ہو رہے ہوں' اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ دونوں باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی' اور چوتھی صفت یہ بیان کی کہ ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے' اور پانچویں صفت یہ بیان کی کان لہ ثمر۔ عاصم وغیرہ نے اس کو ث اور م کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ ثمار اور ثمرۃ

marfat.com

Marfat.com

کی جمع ہے' اور ابوعمرو نے اس کو ث کی پیش اور میم کی جزم کے ساتھ پڑھا ہے' اور دوسروں نے ث اور میم کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کا معنی ہے' سونا' چاندی اور دوسری اجناس کا مال۔ مجاہد نے کہا اس کے پاس ان باغوں کے علاوہ دیگر تمام اجناس کا بہت مال تھا۔

کافر کا اپنے مال پر فخر کرنا اور مسلمان کو حقیر جاننا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے پاس مال تھا' اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو مسلمان تھا' وہ اس کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا رہتا تھا اور قیامت پر یقین رکھنے کے لیے اور نیک کام کرنے کے لیے وعظ اور نصیحت کرتا رہتا تھا۔ المحاورہ کا معنی ہے رجوع کرنا اور کسی بات کا جواب دینا۔ وہ جواب میں کہتا تھا میرے پاس تم سے زیادہ مال ہے اور بہت نفر ہیں۔ نفر کے معنی ہیں کسی شخص کے قبیلہ کے لوگ اور اس کے حمایتی' پھر اس شخص نے مسلمان کو اپنا مال دکھاتے ہوئے کہا کہ اسے اس باغ کے فنا ہونے کا خطرہ نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو اس کو وہاں بھی بہت مال مل جائے گا۔ اس کے اس شبہ کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں اسی وجہ سے مال عطا کیا ہے کہ وہ اس مال کا مستحق ہے تو اس استحقاق کی بناء پر اس کو آخرت میں بھی مال عطا فرمائے گا۔ اس کی دلیل کی پہلی بنیاد ہی غلط تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں مال کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں عطا فرمایا تھا بلکہ استدراج کے طور پر عطا فرمایا' اور جتنے کافروں کو جو نعمتیں دیتا ہے' وہ بہ طور استدراج ہی ہوتی ہیں۔ یعنی وہ نعمتیں ان کے لیے آزمائش ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس کافر کو مسلمان نے کیا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کے ساتھی نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے تم کو مٹی سے بنایا' پھر نطفہ سے پھر تمہیں مکمل مرد بنایا○ لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا○ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو کہتے جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی کی کوئی طاقت نہیں' اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کم ہوں○ تو وہ دن دُور نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے گا اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے○ اور اس کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تم اس کو ہرگز تلاش نہ کر سکو○ (الکہف: ۴۱-۳۷)

مسلمان کا کافر کو جواب دینا

کافر نے قیامت کا انکار کیا تھا۔ مسلمان نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا: کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے تم کو مٹی سے بنایا' مسلمان کا منشا یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو ایک بار عدم سے وجود میں لا چکا ہے تو اس کے لیے دوبارہ تم کو معدوم کرنا پھر عدم سے وجود میں لانا کیا مشکل ہے؟ پھر کہا اس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تم کو معتدل ہیئت میں بنایا اس میں انسان کو پہلی بار بنانے کی طرف اشارہ ہے۔ کافر کا رد کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس طرح پیدا کیا ہے تو اس نے تم کو عبث پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے تم کو عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد کہا پھر تم کو معتدل ہیئت پر مرد بنایا۔ یعنی تم کو عقل عطا فرمائی جس سے بھلے اور برے کی پہچان ہوتی ہے۔ کیا تمہاری عقل اس کو جائز کہتی ہے کہ جس ذات نے تم کو اتنی نعمتیں عطا فرمائیں' تم اس کا کفر اور انکار کرو۔

marfat.com
Marfat.com

پھر مومن نے کہا لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا' اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) میرا اس پر ایمان ہے کہ فقر اور غنا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو میں اس کی حمد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو میں اس پر صبر کرتا ہوں' اور جب اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو میں اس پر فخر اور تکبر نہیں کرتا اور نہ یہ سمجھتا ہوں کہ مال و دولت اور حمایتیوں کی کثرت میری کوشش کی وجہ سے ہے یا اس میں میرا کوئی کمال ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔

(۲) وہ کافر نہ صرف یہ کہ قیامت کا منکر تھا بلکہ وہ بُت پرست اور مشرک بھی تھا۔ اسی لیے مومن نے کہا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا۔

لاحول ولا قوة الا باللہ کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

پھر مومن نے کافر کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو کہتے ماشاء اللہ (جو اللہ نے چاہا) اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی کی کچھ طاقت نہیں۔ یعنی یہ باغ جو تم کو ملا ہے' یہ اللہ نے چاہا تو تم کو مل گیا اگر وہ نہ چاہتا تو تم کو یہ باغ نہ ملتا۔ اسی طرح تمہارے پاس جو مال ہے وہ اللہ کی قدرت سے ہے۔ اس میں تمہاری طاقت اور قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہارے مال سے برکت اُٹھالیتا پھر تمہارے پاس وہ مال جمع نہ ہوتا۔

امام مالک نے کہا جو شخص بھی اپنے گھر میں داخل ہو اس کو چاہیے کہ وہ کہے ماشاء اللہ' وہب بن منبہ کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' ہم جب کسی بلندی پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو' تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو لیکن تم سننے والے' دیکھنے والے کو پکار رہے ہو' پھر آپ میرے پاس آئے اور میں دل میں پڑھ رہا تھا لاحول ولا قوة الا باللہ' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کہو لاحول ولا قوة الا باللہ' گناہوں سے پھرنا اور نیکیوں کی طاقت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہے۔ یہ کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ یا فرمایا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی رہنمائی نہ کروں (وہ خزانہ یہ کلمہ ہے) لاحول ولا قوة الا باللہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بچانے کے بغیر بندہ کا گناہوں سے پھرنا ممکن نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر بندہ کو نیکی کی طاقت ملنا ممکن نہیں ہے۔ علامہ نووی نے کہا کہ اس کلمہ کا معنی ہے اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اور یہ بتانا کہ بندہ اپنی کسی چیز کا مالک نہیں ہے' اور اس کے پاس برائی کو دُور کرنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے اور نیکی کو حاصل کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہے' سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے دُور کر دے اور نیکی کی طاقت عطا فرمائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گھر سے نکلتے وقت کہا: بسم اللہ توکلت علی اللہ (اللہ کے نام سے' میں نے اللہ پر توکل کیا) لاحول ولا قوة الا باللہ' تو اس سے کہا جائے گا تمہارے لیے یہ نام کفایت کیا گیا اور تم کو محفوظ کیا گیا اور تم سے شیطان کو دُور کیا گیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۲۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۵۱)

marfat.com
Marfat.com

ماشاء اللہ و لا قوۃ الا باللہ کے متعلق احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ اس کو اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اچھی لگی اور اس نے کہا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو اس کو نقصان نہیں ہوگا۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۶۹۶' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۷۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۱۹۴۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۶۷۷۰' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۳۴۶' یہ حدیث ضعیف ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ اس کو اچھی لگی تو اس کو چاہیے کہ وہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہے۔ ہر چند کہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے مگر اس کا مضمون قرآن مجید کے مطابق ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۶۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگی اور اس نے کہا: ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۲۰۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۶۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس کے اہل یا مال یا اولاد میں سے کوئی نعمت اس پر انعام فرمائی تو اس نے کہا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو وہ ان نعمتوں میں موت کے سوا کوئی آفت نہیں پائے گا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو اپنے بھائی کی صورت یا اس کا مال اچھا لگے تو اس کو اس کے لیے برکت کی دعا کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ (اسے چاہیے کہ وہ کہے فتبارک اللہ احسن الخالقین یا کہے اے اللہ! اس میں برکت دے) کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۲۰۵' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس میں یا اپنے مال میں یا اپنے بھائی میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے اچھی لگے تو اس کو اس میں برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۲۰۶' مطبوعہ بیروت)

ماشاء اللہ و لا قوۃ الا باللہ کا معنی

مومن نے کافر کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا تھا جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو تم نے کیوں نہ کہا ماشاء اللہ' اس سے ہمارے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے' وہ واقع ہو جاتی ہے اور جس کا ارادہ نہیں فرماتا وہ واقع نہیں ہوتی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے ایمان کا ارادہ نہیں فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان کا ارادہ فرماتا تو وہ ایمان لے آتا۔ امام غزالی نے آداب سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت ایک دعا ذکر کی ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اللہ نے جو چاہا وہ ہو گیا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۲۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز مومن نے کافر سے کہا تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا لا قوۃ الا باللہ' کسی چیز اور کسی کام پر کسی شخص کو اللہ کی مدد اور اس کی

marfat.com
Marfat.com

قوت دینے کے بغیر طاقت حاصل نہیں ہوسکتی اور جب تم یہ کہتے تو اس باغ کی خیر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے وہ چاہتا تو اس میں خیر رکھتا اور اگر وہ نہیں چاہتا تو اس میں خیر کو ترک کر دیتا' اور اس میں یہ اقرار ہے کہ اس باغ کی تعمیر اور ترقی کے لیے تم نے جو کچھ بھی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کی توفیق سے کیا ہے' اور کسی شخص کو اپنے بدن اور اپنے ملک میں اللہ تعالیٰ کے طاقت دینے کے بغیر کوئی طاقت حاصل نہیں ہے۔

باغ پر کافر کے فخر کرنے کا جواب

جب مومن کافر کو ایمان کی تعلیم دے چکا تو پھر اس نے کافر کو اس کے فخر اور تکبر کا جواب دیا۔ اس نے کہا اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ میرے پاس مال اور اولاد اور میرے حمایتی اور میرے اعوان و انصار کم ہیں تو مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا فانی ہے' اور یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بہتر باغ عطا فرمائے خواہ اس دنیا میں خواہ آخرت میں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارے باغ پر کوئی عذاب نازل فرما دے تو وہ چٹیل اور چکنا میدان بن جائے اور اس کے پھل' پھول' میوہ جات' غلہ اور سبزیاں سب جاتی رہیں اور اس میں جو دریا ہیں' ان کا پانی زمین میں دھنس جائے اور پھر تم اس باغ اور اس کی پیداوار کو دوبارہ حاصل کرنا چاہو اور حاصل نہ کرسکو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس مرد کے پھل (عذاب میں) گھیر لیے گئے اور اس نے اس باغ میں جو خرچ کیا تھا' وہ اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا وہ باغ اپنی چھپریوں پر گرا پڑا تھا اور وہ شخص کہہ رہا تھا کہ کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا○ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور وہ بدلہ لینے کے قابل نہ تھا○ یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے' وہی سب سے اچھا ثواب دینے والا ہے اور اس کے پاس بہترین انجام ہے○ (الکھف: ۴۴۔۴۲)

انبیاء اور صالحین پر مصائب آنے کی حکمت

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مومن نے کافر کے متعلق جو کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام کے تمام پھلوں کو تباہ کر دیا اور وہ ندامت اور حسرت سے اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اور اس کے باغ میں انگوروں کی بیلیں جن چھپروں پر قائم تھیں' وہ سب چھپر گر گئے اور پھر اس نے کہا کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان آیتوں سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس پر جو یہ مصیبت آئی تھی یہ اس کے شرک اور کفر کی وجہ سے آئی تھی' حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں پر بھی بہت مصائب طاری ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ○ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (الزخرف: ۳۵۔۳۳)

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی اُمت بن جائیں گے تو رحمٰن کا کفر کرنے والوں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے اور ان کی سیڑھیوں کو بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں○ اور ان کے گھروں کے دروازوں کو بھی اور ان کی مسندوں کو بھی جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں○ اور (ان کے گھر وغیرہ) سونے کے بھی (بنا دیتے) اور یہ سب دنیاوی زندگی کا فائدہ ہے اور آخرت تو آپ کے رب کے نزدیک صرف متقین کے لیے ہے○

marfat.com
Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاءٗ پھر جوان کے قریب ہوں پھر جوان کے قریب ہوں۔ بندہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں متشدد ہو تو اس پر بہت شدید مصیبت آتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو وہ اس کے حساب سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے' پھر بندہ پر مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۰۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۷۵' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۴۳۴) یہ حدیث صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور مقربین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات میں بلندی کے لیے آتے ہیں اور عام مسلمانوں پر جو مصائب آتے ہیں' وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

صرف اللہ کے پاس اختیارات ہونے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کا جو یہ قصہ ذکر کیا' اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اچھا انجام مومن کے لیے ہوتا ہے اور ہم نے یہ بھی جان لیا کہ تمام مومنوں اور کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت اور تصرف حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس سے وہ اپنے اولیاء کی مدد فرماتا ہے۔ وہ انہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے اور انہیں کفار کے معاملات کا والی بنا دیتا ہے' اور یہ جو فرمایا ہے یہیں سے! اس کا معنی ہے یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی کرامت کو ظاہر فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل فرماتا ہے۔

(۲) جب ایسی شدید مصیبت آئے تو اس وقت کٹر سے کٹر مشرک بھی شرک سے ناطہ توڑ لیتا ہے اور صرف اللہ کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اور اپنے پچھلے کفر اور شرک پر پشیمان ہوتا ہے' اور کہتا ہے کاش میں نے شرک نہ کیا ہوتا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء مومنین کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد فرماتا ہے اور مسلمانوں کا سینہ ٹھنڈا کرتا ہے۔

(۴) اس میں دار آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہو گی' جب فرمائے گا آج کس کی بادشاہی ہے اور کسی کو جواب دینے کی ہمت نہیں ہو گی' پھر خود ہی فرمائے گا اللہ کے لیے جو واحد قہار ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

اور آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے جو اس پانی کی مثل ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ

تو اس کے سبب سے زمین کا ملا جلا سبزہ نکلا' پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا جس کو ہوا اڑا دیتی ہے' اور اللہ

marfat.com

Marfat.com

اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ
ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی

الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾
زینت ہیں، اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس از روئے ثواب اور امید کے بہت بہتر ہیں ○

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ
اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ہم ان میں

مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے ○ اور سب آپ کے رب کی بارگاہ میں صف بہ صف پیش کیے جائیں گے، بے شک تم ہمارے پاس اسی حالت میں آگئے ہو جس

اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ
طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تمہارا زعم یہ تھا کہ ہم تم سے ملاقات کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے ○ اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا

فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ
پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس میں لکھے ہوئے سے خوف زدہ ہوں گے اور کہیں گے ہائے افسوس! اس

هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا
نامۂ اعمال کو کیا ہوا اس نے نہ کوئی صغیرہ گناہ چھوڑا ہے نہ کبیرہ مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے اور انہوں نے جو بھی

مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ۶ ۱۸
عمل کیا تھا سب کو لکھا ہوا اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے جو اس پانی کی مثل ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کے سبب سے زمین کا ملا جلا سبزہ نکلا پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا جس کو ہوا اُڑا دیتی ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ (الکہف: ۴۵)

دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان متکبرین کے سامنے دنیا کی حقارت، اس کی بے مائیگی اور بے ثباتی کی ایک اور مثال بیان کیجئے، جو فقراء مومنین کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لیے باعثِ توہین اور باعثِ عار سمجھتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں اور دنیا میں چند وجوہ سے مناسبت ہے' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) پانی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا' اسی طرح دنیا بھی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی۔

(۲) کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ پانی میں داخل ہو اور بھیگنے سے بچ جائے' اسی طرح کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہو اور اس کے فتنوں اور اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکے۔

(۳) جب پانی کو بہ قدر ضرورت باغات اور کھیتوں میں ڈالا جائے تو وہ ان کے لیے نفع بخش ہے اور ان کی روئیدگی کو بڑھانے والا ہے' اور جب ان میں ضرورت سے زیادہ پانی کو ڈالا جائے گا تو وہ ان کو تباہ و برباد کر دے گا جیسا کہ دریاؤں کے سیلاب میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے' اسی طرح جب دنیا کے مال و متاع کو بہ قدر ضرورت لیا جائے گا تو وہ انسان کے لیے مفید اور نفع بخش ہے اور جب انسان دنیا کو اپنی ضروریات سے زیادہ لے گا تو وہ اس کے لیے فتنہ اور فساد کا سبب بن جائے گی۔

حرص کی مذمت اور قناعت کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام لایا اور اس کو بہ قدر کفاف (ضرورت) رزق دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اس کو دیا ہے' اس میں اس کو قانع کر دیا تو وہ شخص کامیاب ہو گیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

بہ قدر کفاف کا معنی ہے' بہ قدر ضرورت۔ یعنی اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے وہ اپنے کھانے پینے' پہننے کے کپڑوں اور رہائش کا بندوبست کر سکے' اور بیماری کی صورت میں دوا اور علاج کا انتظام کر سکے' اور آرائش' زیبائش' عیش و آرام' اللے تللے اور گلچھرے اُڑانے کے لیے مال دنیا جمع نہ کرے' اور جس شخص نے اتنا مال حاصل کیا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گیا اور جس شخص نے اس سے زیادہ مال حاصل کیا اور مال کی حرص کسی حد پر جا کر ختم نہیں ہوتی' اس نے اپنے آپ کو مشکل اور امتحان میں ڈال لیا کیونکہ اس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ جتنا مال ہوگا' آخرت میں اس مال کے بدلے میں اس کو عبادات پیش کرنی ہوں گی' اور جب انسان کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ مال ہوتا ہے تو وہ عموماً اس مال کو نفسانی خواہشوں اور دنیا کی حرام لذتوں کے حصول میں خرچ کرتا ہے' اور مالدار آدمی اپنے مال کو بڑھانے کے لیے غیر قانونی اور ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ جعلی اور نقلی اشیاء بناتا ہے' نشہ آور چیزوں کا کاروبار کرتا ہے' اسمگلنگ' ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری میں ملوث ہوتا ہے' اور ان تمام دینی اور دنیاوی خرابیوں کی واحد وجہ مالِ دنیا کی حرص ہے' اگر وہ بہ قدر ضرورت مال پر قناعت اور اکتفا کرے تو ان تمام خرابیوں سے بچ جائے گا' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! محمد کا رزق قوت کر دے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۶)

قوت کا معنی ہے اتنا رزق جو ان کی رمق حیات باقی رکھنے کے لیے کافی ہو' جس کی کمی سے ان کو تشویش نہ ہو اور ان کو فاقوں کا سامنا نہ ہو اور ان کو سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور نہ وہ رزق اتنا زیادہ ہو جس سے دنیا کی کشادگی اور عیاشی کا خطرہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی زاہدانہ تھی اور آپ دنیا میں رغبت نہیں کرتے تھے' اور اس میں ان علماء کے لیے حجت ہے جو کہتے ہیں کہ بہ قدر ضرورت رزق کا حصول فقر اور غناء دونوں سے افضل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

الھشیم کے معنی کی تحقیق

اس کے بعد فرمایا: پھر وہ (سبزہ) سوکھ کر چورا چورا ہو گیا۔ اس آیت میں چورا چورا ہونے کے لیے **ھشیم** کا لفظ ہے اس کا مادہ ھشم ہے' اس کے معنی کی تحقیق یہ ہے:

علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ متوفی ۴۵۷ھ لکھتے ہیں:

ھشم کا معنی ہے کسی کھوکھلی یا خالی چیز کا توڑنا۔ ایک قول ہے ہڈیوں کو توڑنا یا سر کو پھاڑنا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے ناک توڑنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کو ہاشم کہتے ہیں ان کا نام عمرو تھا' انہوں نے سب سے پہلے ثرید بنایا یعنی گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر طعام بنایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مکہ قحط سے دوچار ہوئے۔ ہاشم ملک شام گئے اور وہاں سے بوریوں میں آٹا لائے پھر اونٹوں کو ذبح کیا' اس کا سالن بنایا اور اس میں روٹیاں توڑ کر ڈالیں اور اہل مکہ کو قحط کے بعد پہلی بار سیر ہو کر کھانا نصیب ہوا۔ پس سالن میں روٹیاں توڑنے کی وجہ سے ان کا لقب ہاشم پڑ گیا۔ سوکھی ہوئی گھاس کے چورے کو بھی ھشیم کہتے ہیں' جس درخت کے پتے سوکھ گئے ہوں اس کو بھی ھشیم کہتے ہیں اگر اونٹنی کا تمام دودھ دوہ لیا جائے تو اس فعل کو بھی ھشم کہتے ہیں۔

ھشم کے مقلوبات یہ ہیں:

ھمش' شھم اور مھش۔ الھمشة کے معنی ہیں کلام اور حرکت' جو عورت بہت زیادہ باتیں کرتی ہو اس کو ھمشٰی کہتے ہیں جو شخص اپنی انگلیوں سے تیزی سے کام کرتا ہو' اس کو الھمش کہتے ہیں۔

شھم: بیدار مغز اور بہت ذہین شخص کو شھم کہتے ہیں۔ شھم الفرس کا معنی ہے گھوڑے کو دھمکایا۔ شھم الرجل کا معنی ہے کسی شخص کو ڈرایا۔

مھش: المتمھشه اس عورت کو کہتے ہیں جو استرے سے اپنے چہرے کے بال صاف کرے۔

(المحکم والمحیط الاعظم ج ۴ ص ۱۹۷۔ ۱۹۴' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس از روئے ثواب اور امید کے بہت بہتر ہیں ○ (الکہف: ۴۶)

بیویوں اور اولاد کی کثرت پر فخر نامناسب ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ دنیا کی زندگی بہت جلد زائل ہونے والی ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں' اور اس کا قیاس یوں بنے گا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور جو چیز دنیا کی زندگی کی زینت ہو وہ بہت جلد زائل ہونے والی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مال اور بیٹے بہت جلد زائل ہونے والے ہیں اور جو چیز جلد فنا ہونے والی ہو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ عیینہ بن حصن اور قریش کے دیگر متکبرین اپنے مال و دولت اور طاقتور حمایتیوں کی وجہ سے فقراء مسلمان کو حقیر جانتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے کو باعث عار گردانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رد فرماتا ہے کہ جن چیزوں پر تم گھمنڈ کر رہے ہو یہ تو خس و خاشاک کی طرح ہوا میں اُڑ جانے والی ہیں' یہ بے ثبات اور ناپائیدار ہیں۔ اس لیے مال اور بیٹوں پر نہ اتراؤ اور ان کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ جانو۔ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ. (التغابن: ۱۴)
اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بیٹے تمہارے دشمن ہیں' ان سے خبردار رہو۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. (التغابن: ۱۵)
تمہارے اموال اور تمہارے بیٹے محض فتنہ ہیں۔

الباقیات الصالحات کے بہت بہتر ہونے کی وضاحت

اس کے بعد فرمایا: اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس از روئے ثواب اور امید کے بہت بہتر ہیں۔یعنی حضرت سلمان' حضرت صہیب اور حضرت بلال وغیرہم رضی اللہ عنہم جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں' وہ اللہ کے نزدیک ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جن کے پاس مال اور بیٹے تو بہت ہیں لیکن ان کے پاس نیک اعمال نہیں ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں بہت بہتر ہیں۔یعنی مال اور بیٹوں کی بہ نسبت عبادات بہت بہتر ہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ مال اور بیٹوں میں بھی اچھائی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادات میں بہت اچھائی ہے' حالانکہ جو مال اور بیٹے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے خالی ہوں ان میں کوئی خوبی اور اچھائی نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا داروں کے ذہنوں اور دماغوں میں جو ان میں اچھائی ہے' اس کے مقابلہ میں اطاعت اور عبادات اور باقی رہنے والی نیکیوں میں بہت اچھائی ہے۔

الباقیات الصالحات کا مصداق

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا الباقیات الصالحات یہ کلمات ہیں: لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' والحمد للہ' لا قوۃ الا باللہ۔

(۲) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ الباقیات الصالحات پانچوں وقت کی نمازیں ہیں۔

(۳) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ الباقیات الصالحات لوگوں سے نیک اور اچھی باتیں کرنا ہے۔

(۴) ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تمام نیک اعمال الباقیات الصالحات ہیں۔

حدیث میں جن کلمات کو الباقیات الصالحات فرمایا ہے' وہ یہ ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الباقیات الصالحات کو بہ کثرت پڑھو اور وہ یہ ہیں: سبحان اللہ' لا الہ الا اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' المستدرک ج ۱ ص ۵۱۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۳۳۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۹۲۹' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۴۱۲)

ابوصخر کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان کو سالم بن محمد نے بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ مجھ سے قبرستان کے ایک گوشہ میں ملاقات کریں' مجھے آپ سے کام ہے' پھر ان دونوں کی ملاقات ہوئی اور ان دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا پھر سالم نے کہا آپ کن کلمات کو الباقیات الصالحات شمار کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا لا الہ الا اللہ' الحمد للہ' سبحان اللہ' اللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ' سالم نے کہا آپ نے ان کلمات میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو کب شامل کیا؟ انہوں نے کہا مجھے حضرت ابو ایوب انصاری نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم نے یہ فرمایا مجھے آسمانوں پر معراج کرائی گئی اور مجھے حضرت ابراہیم کو دکھایا گیا' انہوں نے کہا اے جبریل! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور کہا اپنی اُمت کو یہ حکم دیں کہ جنت میں بہ کثرت پودے اُگائیں کیونکہ جنت کی زمین پاک ہے اور اس کی زمین بہت وسیع ہے۔ میں نے پوچھا جنت کے پودے کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۴۱۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۶۱۱' دارالفکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ' والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا الباقیات الصالحات میں سے ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۴۲۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس درخت پر اپنی لاٹھی ماری تو اس کے پتے جھڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا: الحمدللہ' سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھنے سے بندے کے گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۳' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۵۵)

احادیث میں ان کلمات کی ترتیب مختلف ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تعظیم کے کلمات مطلقاً الباقیات الصالحات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے ○ (الکہف: ۴۷)

احوال آخرت میں سے پہاڑوں کو چلانے کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ دنیا بہت خسیس اور رذیل ہے اور آخرت بہت عمدہ اور اشرف ہے اور چونکہ آخرت قیامت کے بعد آئے گی' اس لیے اب قیامت کے احوال بیان فرما رہا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے' لیکن یہ نہیں فرمایا کہ پہاڑوں کو چلا کر کہاں لے جائیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو چلا کر عدم کی طرف لے جائے گا یعنی ان پہاڑوں کو ان کی عظیم جسامت کے باوجود معدوم کر دے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ○ (طٰہٰ: ۱۰۷-۱۰۵)

وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں سو آپ ان سے کہیے کہ میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا ○ پس وہ زمین کو ہموار اور صاف میدان کر کے چھوڑ دے گا ○ آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ اونچ نیچ۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ○ (الواقعہ: ۶-۵)

اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ سو وہ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

احوال آخرت میں سے زمین کے صاف میدان ہونے کا معنی

نیز فرمایا: اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے' زمین کے صاف میدان ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

marfat.com

Marfat.com

(۱) زمین پر بنی ہوئی کوئی عمارت باقی نہیں رہے گی نہ پہاڑ' نہ درخت اور اس میں کوئی اونچی اور نیچی چیز نہیں رہے گی۔

(۲) بارزۃ سے مراد یہ ہے کہ زمین کے بطن میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ سو قبروں میں جو مردے دفن ہیں' ان کو نکال کر باہر کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ان آیات سے ظاہر ہے:

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ (الانشقاق: ۴-۳)

اور جب زمین (کھینچ کر) پھیلا دی جائے گی ۝ اور جو کچھ اس میں ہے وہ اس کو نکال کر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ (الزلزال: ۲-۱)

جب پوری زمین زلزلہ سے لرز جائے گی ۝ اور جب زمین اپنے تمام بوجھ باہر نکال دے گی۔

پھر سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے کیونکہ زمین کا چہرہ پہاڑوں' سمندروں اور دریاؤں سے مستور تھا' پس جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور دریاؤں کو فنا کر دیا تو زمین کے جو حصے ان سے چھپے ہوئے تھے' وہ ظاہر ہو گئے اور اس طرح زمین صاف میدان ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو حساب کے لیے جمع کریں گے اور اس دن اولین اور آخرین میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (الواقعہ: ۵۰-۴۹)

آپ کہیے بے شک تمام پہلے اور تمام پچھلے (لوگ) ایک مقرر دن میں ضرور جمع کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سب آپ کے رب کی بارگاہ میں صف بہ صف پیش کیے جائیں گے' بے شک تم ہمارے پاس اسی حالت میں آ گئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تمہارا زعم یہ تھا کہ ہم تم سے ملاقات کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے ۝ (الکھف: ۴۸)

کفار کے پیش ہونے کی پانچ حالتیں

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا تو وہ سب ایک حالت پر نہیں ہوں گے اور نہ ان کا موقف اور مقام ایک ہوگا' اور ان کے کئی مواقف اور احوال ہوں گے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق احادیث مختلف ہیں۔ ان کے مواقف اور ان کے احوال پانچ ہیں:

(۱) جس وقت ان کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا۔

(۲) جس وقت ان کو حساب کی جگہ لے جایا جائے گا۔

(۳) جس وقت ان سے حساب لیا جائے گا۔

(۴) جس وقت ان کو دارالجزاء کی طرف لے جایا جائے گا۔

(۵) جس مقام میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہرایا جائے گا۔

جس وقت ان کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا' اس وقت ان کے حواس اور اعضاء کامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ. (یونس: ۴۵)

جس دن اللہ کو جمع کرے گا (ان کو یوں محسوس ہوگا) کہ گویا وہ دنیا میں دن کا ایک گھنٹہ رہے ہوں' وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ○ (طٰہٰ: ۱۰۳)

وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے ہم تو دنیا میں صرف دس دن رہے تھے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ (الزمر: ۶۸)

پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ قبروں سے اُٹھ کر دیکھ رہے ہوں گے۔

دوسری حالت وہ ہے جب انہیں حساب کی جگہ لے جایا جائے گا' اس وقت بھی ان کے حواس کامل ہوں گے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۲۴-۲۲)

ظالموں کو جمع کرو اور ان کی ازواج کو اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے ○ اللہ کے سوا پس ان کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ ○ اور ان کو ٹھہراؤ ان سے سوالات کیے جائیں گے۔

اس آیت میں فرمایا کہ ان کو راستہ دکھاؤ' اس سے معلوم ہوا کہ وہ دیکھنے والے ہوں گے۔ نیز فرمایا ان سے سوالات کیے جائیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ وہ سننے والے بھی ہوں گے اور بولنے والے بھی ہوں گے اور وہ چلنے پھرنے والے بھی ہوں گے۔

اور تیسرا حال وہ ہے جب ان سے حساب لیا جائے گا:

وَيَقُوْلُوْنَ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا. (الکھف: ۴۹)

وہ کہیں گے یہ کیسی کتاب ہے جس نے نہ کسی چھوٹے گناہ کو چھوڑا نہ بڑے گناہ کو مگر اس کا احاطہ کرلیا۔

اور چوتھا حال وہ ہے جب کافروں کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا۔ اس وقت ان کی سماعت' بصارت اور قوتِ گویائی کو سلب کرلیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور ہم ان کو قیامت کے دن چہروں کے بل اُٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

پانچواں حال وہ ہے جب کافر دوزخ میں ہوں گے اور اس حال کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حال وہ ہے جب وہ ابتداءً دوزخ میں ہوں گے' اور دوسرا حال ان کے قیام کے اعتبار سے ہے۔ ابتدائی حال وہ ہے جب کفار موقف حساب سے لے کر دوزخ کے کنارے تک کی مسافت قطع کریں گے اس وقت وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے' اور یہ حال ان کی ذلت اور رسوائی کے اظہار کے لیے ہوگا اور ان کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے' پھر ان کے حواس لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ وہ دوزخ کا مشاہدہ کرسکیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو عذاب تیار کیا ہے اس کو دیکھ سکیں' اور عذاب کے فرشتوں کا معائنہ کرسکیں اور ہر اس چیز کو دیکھ سکیں جس کا وہ دنیا میں انکار کرتے تھے پھر وہ اس حال میں دوزخ میں قیام کریں گے کہ وہ بولنے والے سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (الشوریٰ: ۴۵)	اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کو دوزخ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا' وہ ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے اور کنکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ (الملک: ۹-۸)	قریب تھا کہ غصہ کے مارے دوزخ پھٹ جاتی' جب اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی اس سے دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا○ وہ کہیں گے بے شک آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی' تم محض بہت بڑی گمراہی میں ہو۔

پہلی آیت میں ہے کہ کافر کنکھیوں سے دوزخ کی آگ کی طرف دیکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دوزخ کو دیکھنے والے ہوں گے' اور دوسری آیت میں ہے کہ دوزخ کے محافظ فرشتوں سے ان کا مکالمہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دوزخ میں عذاب کے دوران سننے والے اور بولنے والے بھی ہوں گے۔

قبروں سے اُٹھنے سے لے کر قیامِ دوزخ تک کفار کے ان پانچ احوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ بعض احوال میں کفار کے حواس اور اعضاء سلامت ہوں گے اور بعض احوال میں ان کے حواس سلب کر لیے جائیں گے' اور اس سلسلہ میں جو آیات ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (التذکرہ ج ۱ص ۳۱۹-۳۱۶' مطبوعہ دار البخاری بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلند آواز سے ندا فرمائے گا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہوں اور میں سب سے بڑا حاکم ہوں اور سب سے جلد حساب لینے والا ہوں۔ اے میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے' تم اپنی حجت لے آؤ اور اپنا جواب آسان بنا لو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو پیروں کے پوروں پر صف بہ صف کھڑا کر دو تا کہ ان کا حساب لیا جائے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۶۹۵۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۹۹۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ص ۳۷۲' الدر المنثور ج ۵ص ۴۰۰' روح المعانی جز ۱۵ص ۴۱۷)

قیامت کے دن برہنہ حشر کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تم ہمارے پاس اسی حالت میں آ گئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ یہ تشبیہ بعض صفات میں ہے ورنہ جس وقت انسان پیدا ہوا تھا اس وقت وہ نہ چل سکتا تھا' نہ کھڑا ہو سکتا تھا' نہ بیٹھ سکتا تھا' نہ باتیں کر سکتا تھا اور نہ کسی کام کاج پر قادر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا کہ وہ ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں اور مرد سب ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! وہاں پر معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۶)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک نصیحت کا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے: آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب اس حال میں اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے کہ تم ننگے پیر' ننگے بدن غیر مختون ہوگے:

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۴) جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں۔

سنو! قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ سنو! عنقریب میری اُمت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں طرف سے پکڑا جائے گا۔ پس میں کہوں گا اے میرے رب! میرے اصحاب! پس کہا جائے (کیا) آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی چیزیں داخل کر لی تھیں؟ تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح عبد صالح نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اُٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے ○ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے ○ پھر مجھ سے یہ کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ اس وقت سے اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۸۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانے اور مرتدین کو میرے اصحاب فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ یہ اوّلیت اضافی ہے کیونکہ قائل عموم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ عدم توجہ کی بناء پر ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دنیا میں بھی علم تھا کہ وہ لوگ مرتد ہو چکے تھے۔ نیز قبر مبارک میں آپ پر اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' اس لیے ان کے مرتد ہو جانے کا آپ کو قبر میں بھی علم تھا۔ نیز قیامت کے دن کفار اور مرتدین کے چہرے سیاہ ہوں گے' ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر ہر شخص کو علم ہو جائے گا کہ یہ آپ کے اُمتی نہیں ہیں کیونکہ آپ کے اُمتی غرمحجل ہوں گے یعنی آثار وضو سے ان کا چہرہ اور ان کے ہاتھ پیر چمک رہے ہوں گے' ان کا چہرہ سفید ہوگا اور ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا۔ ان کے ایمان اور ان کی نمازوں کا نور ان کے آگے آگے چل رہا ہوگا۔ ان حالات میں آپ کا ان مرتدین کو میرے اصحاب فرمانا بے توجہی پر محمول ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس میں لکھے ہوئے سے خوفزدہ ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس نامہ اعمال کو کیا ہوا اس نے نہ کوئی صغیرہ گناہ چھوڑا ہے نہ کبیرہ مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے' اور انہوں نے جو بھی عمل کیا تھا سب کو لکھا ہوا اپنے سامنے پائیں گے' اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ○ (الکہف: ۴۹)

قیامت کے دن اعمال نامہ پیش کیا جانا

قرآن مجید میں الکتاب کا لفظ ہے۔ مقاتل نے کہا اس سے مراد ہے بندوں کے ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

کعب احبار نے کہا جب قیامت کا دن ہوگا تو لوح محفوظ کو بلند کیا جائے گا اور مخلوق میں سے ہر شخص اپنے عمل کو دیکھ لے گا۔

امام رازی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہر انسان کے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا یا اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں' اور اس دن کفار اور مشرکین اپنے صحائف اعمال میں اپنے برے اعمال کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے کہ تمام اہل محشر کے سامنے ان کے برے اعمال کھل جائیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب کا خوف بھی ہوگا اور مخلوق کے سامنے شرمندہ اور رسوا ہونے کا بھی خوف ہوگا۔ اس وقت وہ افسوس سے کہیں گے ہائے افسوس! یہ کتاب تو نہ کسی صغیرہ گناہ کو چھوڑتی ہے نہ کبیرہ گناہ کو۔

گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کے متعلق مذاہب

گناہ صغیرہ اور کبیرہ میں اختلاف ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ بعض گناہ کبائر ہیں اور بعض گناہ صغائر ہیں۔ استاذ ابواسحاق اسفرائنی نے کہا کہ گناہوں میں کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے بلکہ ہر جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ اس کی جلال ذات کے اعتبار سے گناہِ کبیرہ ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ تمام معاصی کبائر ہیں اور بعض معاصی کو صغیرہ ان سے بڑے کبائر کے لحاظ سے کہا جاتا ہے' جیسے امرد اور اجنبی عورت کا بوسہ لینا حرام ہے لیکن اس کو زنا کے اعتبار سے صغیرہ کہا جاتا ہے' اور ہمارے نزدیک تمام گناہ کبائر ہیں اور اس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس گناہ کو معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے اور کسی گناہ کی مغفرت واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۵۔۱۴ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحیح قول جمہور کا ہے۔ ہم قرآن مجید اور احادیث سے اس پر دلائل پیش کریں گے کہ بعض گناہ صغیرہ ہیں اور بعض گناہ کبیرہ ہیں۔ اس کے بعد صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفیں پیش کریں گے۔

صغائر اور کبائر کی تقسیم کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم: ۳۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں ماسوا صغیرہ گناہوں کے' بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کی جگہ میں داخل کر دیں گے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

صغائر اور کبائر کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۶' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۳۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۶۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۵)

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث میں کبائر اور صغائر دونوں کا ثبوت ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود کبائر کا ذکر فرمایا یا آپ سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک قرار دینا' کسی شخص کو قتل کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' پھر فرمایا کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں! فرمایا: جھوٹی بات کہنا یا جھوٹی گواہی دینا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۷۷)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا' پاک دامن مومنات پر بدکاری کی تہمت لگانا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۱)

اس حدیث میں سات ہلاک کرنے والے کاموں سے مراد سات کبائر ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:
حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور تین بار فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' پھر سر جھکا لیا پھر ہم میں سے ہر شخص سر جھکا کر رونے لگا' ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ نے کس چیز کی قسم کھائی ہے' پھر آپ نے سر اُٹھایا تو آپ کے چہرے پر بشاشت تھی اور وہ ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ آپ نے فرمایا: ہر جو بندہ پانچ نمازیں پڑھے' رمضان کے روزے رکھے' زکوٰۃ ادا کرے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۳۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۴۵' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۰)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا' اس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے' اور جو شخص زمین میں علامتیں اور حدود قائم نہیں کرتا' اللہ اس پر لعنت فرماتا ہے' اور جو شخص راستہ دکھانے سے اندھا بن جاتا ہے اللہ اس پر لعنت فرماتا ہے' اور جو شخص اپنے والدین کو گالی دیتا ہے اللہ اس پر لعنت فرماتا ہے' اور جو شخص اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب ہوتا ہے اللہ اس پر لعنت فرماتا ہے۔
(مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۵۴۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۸۱)
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ تم زانی' چور اور شرابی کے متعلق کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بہت بے حیائی کے کام ہیں اور ان کی سزا ہے۔ کیا میں تم کو بہت بڑا کبیرہ نہ بتاؤں؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا شریک قرار دینا ہے' اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اور سنو جھوٹ بولنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر وہ کام جس سے اللہ نے منع فرمایا اس کو کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۳)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا' اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۷۷۵)
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میں تم کو

marfat.com
Marfat.com

ں پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دو گے' اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرو گے جس کے قتل کو اللہ نے
رام فرمادیا ہے' اور زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور کسی نشہ آور مشروب کو نہیں پیو گے' تم میں سے کسی نے ان میں
سے کوئی کام کیا پھر اس پر حد نافذ ہوگئی تو وہ اس کا کفارہ ہے' اور جس شخص پر اللہ نے ستر کرلیا تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اور
جس نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۲۷)

ان تمام احادیث میں کبائر کا ثبوت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ
تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر اگر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہے گا؟
مسلمانوں نے کہا اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے' ان سے اللہ گناہوں کو
معاف فرمادیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا یا رسول
اللہ! مدینہ کے آخری کنارے میں' میں ایک عورت کے ساتھ بغل گیر ہوگیا اور دخول کرنے کے سوا میں نے اس سے سب کچھ
کیا۔ اب میں یہاں حاضر ہوں آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیرا پردہ رکھ لیا تھا
کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص اُٹھ کر چل دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کے پیچھے کسی شخص کو بھیج کر اس کو بلوایا اور یہ آیت پڑھی:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود: ۱۱۴)

دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم رکھو بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ آیت اس کے لیے خاص ہے؟ آپ نے فرمایا:
تمام لوگوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم التوبۃ: ۴۲' (۲۷۶۳) الرقم المسلسل' ۶۸۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی
رقم الحدیث: ۷۳۲۴)

ان حدیثوں میں گناہ صغیرہ پر دلالت ہے اور اس پر کہ نیک کام کرنے سے صغائر معاف ہوجاتے ہیں۔

گناہ کبیرہ کی تعداد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کبائر سات ہیں اور ان سے ایک روایت ہے کہ کبائر ستر ہیں اور ایک روایت
ہے کہ کبائر سات سو ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۶۸۵۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے الکبائر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں قرآن مجید کی آیات اور
حدیث کے حوالہ جات سے ستر گناہ کبیرہ لکھے ہیں ہم ان کے دلائل کو ترک کر کے صرف ان کبائر کے عنوانات لکھ رہے ہیں۔

(۱) جس کام سے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور صحابہ نے منع کیا ہو۔ (۲) قتل ناحق (۳) جادو (۴) ترک نماز (۵) ترک
(۶) بلاعذر رمضان کا روزہ نہ رکھنا (۷) باوجود قدرت کے حج نہ کرنا (۸) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۹) رشتہ داروں سے
قطع تعلق کرنا (۱۰) زنا (۱۱) قوم لوط کا عمل (۱۲) سود کھانا (۱۳) ظلماً یتیم کا مال کھانا (۱۴) اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ

marfat.com

Marfat.com

باندھنا (۱۵) میدانِ جہاد سے بھاگنا (۱۶) سربراہ مسلمین کا عوام پر ظلم کرنا یا عوام کا اس پر ظلم کرنا (۱۷) فخر و تکبر کرنا اور اترانا (۱۸) جھوٹی گواہی دینا (۱۹) خمر (شراب) پینا (۲۰) جوا کھیلنا (۲۱) مسلمان پاک دامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانا (۲۲) مالِ غنیمت میں خیانت کرنا (۲۳) چوری کرنا (۲۴) ڈاکا ڈالنا (۲۵) جھوٹی قسم کھانا (۲۶) ظلم کرنا (۲۷) سلطان کے حکم کے بغیر ٹیکس جمع کرنا (۲۸) حرام کھانا یا کسی طریقہ سے بھی حرام کو استعمال کرنا (۲۹) خودکشی کرنا (۳۰) باتوں میں بہ کثرت جھوٹ بولنا (۳۱) ناجائز فیصلے کرنا (۳۲) رشوت لینا (۳۳) عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورت کی مشابہت کرنا (۳۴) دیوثی کرنا (۳۵) طلاق دینے کی شرط سے حلالہ کرنا (۳۶) پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا (۳۷) علم کو چھپانا (۳۸) دنیا کے لیے علم دین حاصل کرنا (۳۹) خیانت کرنا (۴۰) احسان جتانا (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا (۴۲) لوگوں کو سنانے کے لیے نیک کام کرنا (۴۳) چغلی کرنا (۴۴) ایک دوسرے پر لعنت کرنا (۴۵) عہد شکنی کرنا (۴۶) نجومی کی تصدیق کرنا (۴۷) بیوی کا خاوند کی نافرمانی کرنا (۴۸) تصویر بنانا (۴۹) نوحہ اور ماتم کرنا' اپنے آپ کو پیٹنا (۵۰) حاکم کے خلاف بغاوت کرنا (۵۱) کمزوروں' باندیوں' نوکروں اور بیویوں پر تشدد کرنا (۵۲) پڑوسی کو اذیت پہنچانا (۵۳) مسلمانوں کو ایذا دینا اور ان کو گالی دینا (۵۴) اللہ کے بندوں کو اذیت پہنچانا اور ان پر سختی کرنا (۵۵) قدموں کے نیچے گھسٹتے ہوئے کپڑے پہننا یا تکبر سے ٹخنوں کے نیچے کپڑوں کو لٹکانا (۵۶) مردوں کا سونے اور ریشم کا لباس پہننا (۵۷) غلام کا بھاگنا (۵۸) غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا (۵۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے نسب قائم کرنا (۶۰) شرعی جواز کے بغیر جھگڑا کرنا (۶۱) فاضل پانی دینے سے منع کرنا (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا (۶۳) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا (۶۴) اولیاء اللہ کو اذیت دینا (۶۵) اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا (۶۶) بغیر عذر شرعی کے جماعت کو ترک کرنا (۶۷) بغیر عذر شرعی کے جماعت اور جمعہ کو ترک کرنا (۶۸) دھوکا اور فریب دینا (۶۹) مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنا اور ان کو بیان کرنا (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو سب وشتم کرنا۔ (الکبائر' دار الغد العربی قاہرہ مصر)

گناہِ کبیرہ کی متعدد تعریفیں

امام رافعی نے الشرح الکبیر میں لکھا ہے کبیرہ وہ گناہ ہے جو حد کا موجب ہو' یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے مرتکب پر کتاب یا سنت میں وعید کی تصریح ہو۔ امام بغوی نے بھی یہی تعریف کی ہے۔

علامہ الماوردی نے کہا ہے کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر حد واجب ہو یا اس کے مرتکب پر وعید ہو۔ علامہ عسقلانی نے اس تعریف کو معتمد کہا ہے۔ علامہ عبد السلام نے کہا جس معصیت کو معمولی سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا جائے' وہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح اگر گناہ صغیرہ کا ارتکاب یہ سمجھ کر کیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہ بھی کبیرہ ہے' اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ صغیرہ پر عذاب نہیں ہوتا' یہ اس وقت ہے جب شامت نفس سے انسان کوئی صغیرہ گناہ کر بیٹھے پھر اس پر نادم اور تائب ہو' اور جب بے خوفی اور دیدہ دلیری سے کوئی معصیت کرے خواہ وہ معصیت صغیرہ ہو تو پھر وہ کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح ہر وہ معصیت جس پر وعید ہو یا لعنت ہو' وہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اس تعریف میں واجبات کو ترک کرنا بھی داخل ہے' خواہ اس فعل کو علی الفور کرنا واجب ہو یا اس کے وجوب میں وسعت ہو۔

علامہ ابن الصلاح نے کہا کبیرہ گناہ کی علامتیں ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں کہ اس فعل پر حد واجب ہو یا کتاب وسنت میں اس پر عذاب کی وعید ہو یا اس کو فاسق فرمایا ہو یا اس پر لعنت فرمائی ہو' یہ زیادہ جامع تعریف ہے۔

علامہ ابو العباس قرطبی مالکی نے المفہم میں کبیرہ کی جو تعریف کی ہے وہ سب سے احسن تعریف ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ہر وہ معصیت جس کے متعلق کتاب' سنت یا اجماع میں یہ تصریح ہو کہ یہ کبیرہ ہے یا عظیم ہے یا اس کے متعلق فرمایا ہو کہ اس کے مرتکب کو عذاب ہوگا یا اس پر حد معلق کی ہو یا اس معصیت کی شدید مذمت کی ہو' وہ کبیرہ ہے۔

علامہ الحلیمی نے المنہاج میں لکھا ہے ہر گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے اور کبھی کسی قرینہ کی بناء پر صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔ (مثلاً صغیرہ کا ارتکاب معمولی سمجھ کر کرے اور اس پر نادم اور تائب ہوئے بغیر دوبارہ صغیرہ کرے' اس کو صغیرہ پر اصرار کہتے ہیں' اور اگر شامت نفس سے صغیرہ کا ارتکاب کیا پھر نادم ہوا اور اس پر توبہ کر لی پھر دوبارہ شامت نفس سے صغیرہ کر لیا اور اس پر پھر نادم اور تائب ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے اصرار نہیں ہے' اور اس صورت میں وہ صغیرہ ہی رہے گا' بعض علماء نے کہا ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے)

علامہ الحلیمی نے لکھا ہے کہ کبیرہ کی دو قسمیں ہیں ایک فاحش اور دوسرا افحش۔ مثلاً ناحق قتل کرنا کبیرہ ہے لیکن اگر کسی شخص نے اپنی اولاد کو قتل کیا یا باپ دادا کو قتل کیا یا کسی نواسے یا نواسی کو قتل کیا یا حرم میں قتل کیا یا حرمت والے مہینوں میں قتل کیا یا رمضان میں قتل کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے۔ اسی طرح زنا کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور اگر اس نے پڑوسی کی بیوی سے زنا کیا یا کسی رشتہ دار سے زنا کیا یا ماہِ رمضان میں یا حرم میں زنا کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے۔ اسی طرح شراب پینا کبیرہ ہے اور اگر ماہِ رمضان میں دن کے وقت شراب پی یا حرم میں شراب پی یا علی الاعلان شراب پی تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے' اگر کسی اجنبی عورت کی رانوں سے لذت حاصل کی تو یہ صغیرہ ہے اور اگر اپنے باپ کی بیوی یا بہو یا کسی نواسی یا بھانجی' بھتیجی کی رانوں سے لذت حاصل کی تو یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۱۶۰۔۱۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۲۰۰۰ھ)

مکس کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ہم نے علامہ ذہبی کی الکبائر سے ستائیسواں کبیرہ نقل کیا ہے کہ سلطان کی اجازت کے بغیر ٹیکس لینا بھی کبیرہ ہے۔ عربی میں اس کے لیے مکس کا لفظ ہے اور فقہاء اس کے لیے جبایۃ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ المنجد میں ان دونوں لفظوں کا معنی ٹیکس لینا لکھا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے مکس کا معنی لکھا ہے' عشر لینے والا جو حصہ وصول کرتا ہے۔ (النہایہ ج ۴ ص ۲۹۷)

اسی طرح علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے۔ (تاج العروس ج ۴ ص ۲۴۹)

علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے مکس کے کبیرہ ہونے پر حسب ذیل دلائل دیئے ہیں:

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الشوریٰ: ۴۲)

مواخذہ کی راہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں' انہیں لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور مکاس (ٹیکس لینے والا) ظالموں کا سب سے بڑا مددگار ہے بلکہ وہ خود ظالموں میں سے ہے کیونکہ وہ اس چیز کو لیتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے اور اس کو دیتا ہے جو اس کا مستحق نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکاس جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۳۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۳) (الکبائر ص ۱۲۶' مطبوعہ دار الغد العربی مصر)

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحب مکس وہ شخص ہے جو مسلمانوں سے عشر وصول کرتا ہے اور آنے جانے والے تاجروں سے چونگی وصول کرتا ہے' اس کو مکس سے تعبیر کیا ہے جو عشر لینے والے کا نام ہے۔ صاحب مکس سے مراد وہ عامل نہیں ہے جو صدقات وصول کرتا ہے کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

صدقات وصول کرنے کا منصب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی افاضل اور اکابر صحابہ کے پاس تھا۔ مکس کی اصل نقص ہے اسی لیے خریدار سودے کی قیمت جو کم کراتا ہے اس کو مکاس کہتے ہیں۔ رہا وہ عشر جو طے شدہ شرائط کے مطابق مسلمان شہروں میں آنے والے تاجروں سے لیا جاتا ہے (یعنی کسٹم ڈیوٹی) تو وہ مکس نہیں ہے اور نہ اس کا لینے والا وعید کا مستحق ہے سوا اس کے کہ وہ تجاوز اور ظلم کرے تو اس پر گناہ اور عذاب کا خطرہ ہے۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ)

مکس کا اصطلاحی معنی یہ ہے: شہر میں داخل ہونے والے تاجروں سے جو حصہ (چونگی) لیا جائے وہ مکس ہے اور اس کو لینے والا ماکس ہے اور مکس کا غالب استعمال اس مال پر کیا جاتا ہے جس کو خرید و فروخت کے وقت بادشاہ کے کارندے ظلماً وصول کرتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے مکس کو جو گناہ کبیرہ لکھا ہے وہ اسی معنی کے اعتبار سے لکھا ہے۔

بینک سے کاٹی ہوئی زکوٰۃ کا شرعی حکم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تجنیس اور الولوالجیہ میں مذکور ہے کہ ظالم بادشاہ نے جب صدقات وصول کر لیے تو ایک قول یہ ہے کہ جب دینے والے نے صدقات کی ادائیگی کی نیت کر لی تھی تو اس کو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ظالم سلطان کے اوپر لوگوں کے اس قدر حقوق ہیں کہ اس کے پاس جتنا بھی مال ہے وہ لوگوں کا ہے اور وہ حقیقت میں فقیر ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔ امام ابوجعفر طحاوی نے کہا ہے کہ سلطان کو صدقات وصول کرنے کی ولایت حاصل ہے لہٰذا صدقہ دینے والوں سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ خواہ سلطان ان صدقات کو اپنے عمل میں نہ رکھے اس کا وصول کرنا باطل نہیں ہوگا۔ اس پر فتویٰ دیا گیا ہے لیکن یہ حکم اموال ظاہرہ کے صدقات میں ہے اگر سلطان نے سخت مطالبہ کر کے اموال باطنہ سے زکوٰۃ وصول کی ہے اور دینے والے نے زکوٰۃ کی نیت کر لی مشائخ متاخرین کے نزدیک پھر بھی جائز ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ظالم سلطان کے لیے اموال باطنہ سے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لیے اس کو دوبارہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۰۰-۱۹۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

اموالِ ظاہرہ یہ ہیں گائے بکری اور اونٹ مالِ تجارت اور زمین کی پیداوار اور اموالِ باطنہ یہ ہیں سونا چاندی اور کرنسی نوٹ۔ پاکستان کے بینکوں میں جو مسلمانوں کا روپیہ رکھا ہوا ہے حکومت ہر سال اس سے زکوٰۃ کاٹ لیتی ہے اور یہ اموالِ باطنہ سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنا ہے۔ علامہ شامی کی اس تحقیق کے اعتبار سے یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ اموالِ باطنہ سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا ظالم حکومت کو اختیار نہیں ہے۔ اموالِ ظاہرہ سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرلے تو اس کے ادا ہونے میں تو اختلاف ہے لیکن اموالِ باطنہ میں اتفاق ہے کہ ظالم حکومت اگر جبراً زکوٰۃ وصول کرلے تو وہ ادا نہیں ہوگی۔ کیونکہ ظالم سلطان کے متعلق تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر لوگوں کے اتنے حقوق ہیں کہ اس کے پاس جو بھی مال ہے وہ دوسروں کا ہے اور وہ حقیقت میں فقیر ہے۔ اس لیے اس کو زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن حکومت تو فقیر نہیں ہے اس لیے اس کو زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت صحیح نہیں ہے کیونکہ حکومت یا بینک فقیر نہیں ہے اور ثانیاً اس لیے کہ حکومت یا بینک کو اموالِ ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار ہے اموالِ باطنہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اس لیے بینک سے جو زکوٰۃ وضع کی جاتی ہے اس سے دینے والے کی زکوٰۃ شرعاً ادا نہیں ہوتی اور اس پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں مکاس جو وصول کرتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ مکاس اصل میں عاشر (عشر وصول کرنے

Marfat.com

والا) ہے جس کو امام نے مقرر کیا ہے لیکن آج کل مکاس کو امام صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کا مال ظلماً چھیننے کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر مکاس کو زکوٰۃ دی گئی تو ادا نہیں ہوگی۔ ہاں اگر اس مکاس پر صدقہ کرنے کی نیت سے زکوٰۃ دی گئی تو وہ اسی اختلاف پر ہے بعض کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ مکاس کے پاس اگرچہ مال بہت ہے لیکن وہ ظلماً لیا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ اس مال کا حقیقتاً مالک نہیں ہے اور اس پر لوگوں کے اتنے حقوق ہیں کہ دراصل وہ فقیر ہے۔ لہٰذا اس پر صدقہ کرنے کی نیت سے زکوٰۃ دی گئی تو ادا ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۰۰ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مکاس کی مذمت میں احادیث

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اللہ اپنی مخلوق کے قریب ہوگا اور جس کو چاہے گا' بخش دے گا سوا طوائف کے اور ناجائز طریقہ سے عشر لینے والے کے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۳۷۲) اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صاحب مکس جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۵' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶' یہ حدیث صحیح ہے) امام بغوی نے کہا ہے صاحب مکس سے مراد وہ شخص ہے کہ جب اس کے پاس سے تاجر گزرتے ہیں تو وہ عشر کے نام سے ان سے مکس لیتا ہے۔ حافظ منذری نے کہا اب وہ زکوٰۃ کے نام سے مکس لیتے ہیں اور بغیر کسی عنوان کے بھی وصول کرتے ہیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کو وہ رشوت کے طور پر لیتے ہیں اور وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

یہ وہ عاشر نہیں ہے جس کو امام مقرر کرتا ہے' یہ تاجروں سے اس شرط کے ساتھ لیتے ہیں کہ وہ ان کو چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رکھیں گے اور وہ شہر کے دروازوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور حقیقت میں ان کا ضرر چوروں اور ڈاکوؤں سے زیادہ ہے۔ صاحب بزازیہ نے کہا ہے کہ مکاس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ہاں اگر ان پر صدقہ کی نیت کر لی جائے تو پھر اس میں دو قول ہیں۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۲۴-۲۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ٹیکس لگانے کی تحقیق

پہلے زمانہ میں ملکی اور قومی ضروریات اتنی زیادہ نہیں تھیں جن کی وجہ سے حکومت کو ٹیکس لگانا پڑے۔ بیت المال میں جو اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ جمع کی جاتی تھی' اسی طرح عشر اور خراج کے ذریعہ جو رقوم جمع ہوتی تھیں ان سے ملکی اور قومی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں' لیکن اب زمانہ کے تقاضے بدل گئے ہیں اور ملکی اور قومی ضروریات بہت بڑھ گئی ہیں۔ اب تلواروں' تیروں اور نیزوں سے دفاع نہیں کیا جاتا' نہ صرف بندوقوں اور توپوں سے کام چلتا ہے۔ اب ٹینک' طیاروں' میزائلوں اور آب دوزوں سے جنگ کا زمانہ ہے بلکہ اب ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لیے ایٹمی ہتھیار بنانا ضروری ہیں۔ اب تعلیم پر حکومت کے اخراجات میں اضافہ ہو گیا ہے' اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بنانا اور چلانا' ان کے اساتذہ کو تنخواہیں دینا' اسی طرح عوام کے علاج کے لیے ہسپتال بنانا اور چلانا اور اس کے اسٹاف کو تنخواہیں دینا' اسی طرح فوج کو تنخواہیں دینا ان کو ضروریات اور مراعات فراہم کرنا' آمد و رفت کے لیے سڑکیں اور پل بنانا' اسی طرح وزیروں کو تنخواہیں دینا اور حکومت کے دیگر اخراجات' ان سب ضروریات کے لیے حکومت کو پیسہ چاہیے' زمانہ رسالت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی

marfat.com

Marfat.com

ضرورت کے لیے روپیہ کی ضرورت ہوتی تو آپ مسلمانوں سے اپیل کرتے اور وہ آپ کو روپیہ فراہم کرتے تھے۔

انفرادی اور اجتماعی اور ملکی اور قومی ضروریات کے لیے نبی ﷺ کا مدد کے لیے مسلمانوں سے اپیل کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے اوائل حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثنا میں کچھ لوگ آئے جو ننگے پیر اور ننگے بدن تھے' گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے تھے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے' آپ نے یہ پوری آیت پڑھی۔ (النساء:۱) اور یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آخرت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر:۱۸) لوگ درہم' دینار' اپنے کپڑے' گیہوں اور جو کو بہ مقدار چار کلوگرام صدقہ کریں یا پھر کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ منذر بن جریر کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص ایک تھیلا اٹھا کر لایا جس کے بوجھ سے اس کا ہاتھ تھکا جا رہا تھا' اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے۔ میں نے دیکھا کہ (خوشی سے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث:۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۰۳)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام کی انفرادی ضروریات کے لیے لوگوں سے روپے پیسے کی اپیل کی اور مسلمانوں نے رضا کارانہ طور پر آپ کی اپیل پر عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' اتفاق سے میرے پاس اس وقت کافی مال تھا' میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں کبھی حضرت ابوبکر سے بڑھ سکتا ہوں تو اس کا آج موقع ہے۔ میں آپ کے پاس اپنا آدھا مال لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے اہل کے لیے کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا اتنا ہی مال ان کے لیے چھوڑا ہے' اور حضرت ابوبکر اپنا تمام مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم نے اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے' پھر میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۷۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۷۸)

حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ غزوۂ تبوک میں امداد کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں میرے ذمہ سو اونٹ ہیں' اس کے پالان اور کپڑے کے ساتھ۔ آپ نے پھر لوگوں کو لشکر کی امداد پر ترغیب دی پھر حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر کہا اللہ کی راہ میں میرے ذمہ دو سو اونٹ ہیں' ان کے پالان اور ان کے کپڑوں کے ساتھ۔ آپ نے پھر مسلمانوں کو برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان نے کہا میرے ذمہ تین سو اونٹ ہیں' ان کے پالانوں اور ان پر ڈالنے والے کپڑوں کے ساتھ۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں گے اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا۔ (یعنی اللہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۷۰۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۵۹۱۱' حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۵۹' دلائل النبوۃ ج۵ ص۲۱۴)

marfat.com
Marfat.com

ثمامہ بن حزن قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اس حویلی کے پاس گیا جس کے اوپر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جھانک رہے تھے۔ آپ نے باغیوں سے فرمایا میں تم کو اللہ اور اسلام کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو مسلمانوں کے پینے کے لیے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا؟ رومہ نام کا صرف ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون شخص رومہ نام کے کنویں کو خریدے گا اور اس کے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں کے لیے کردے گا اور اس کی نیکی اس کو جنت میں ملے گی؟ تو میں نے اس کنویں کو اپنے ذاتی مال سے خریدا اور آج تم مجھ کو اس کنویں سے پانی پینے کو منع کرتے ہو حتیٰ کہ میں سمندر کا کھاری پانی پیتا ہوں' باغیوں نے کہا ہاں' اے اللہ! حضرت عثمان نے فرمایا میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ مسجد (نبوی) میں نمازیوں کی گنجائش کم تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون شخص آل فلاں کی زمین کا قطعہ خرید کر اس مسجد میں اضافہ کرے گا اور اس کے بدلہ میں اس کو جنت میں خیر ملے گی' پھر میں نے زمین کے اس قطعہ کو اپنے ذاتی مال سے خریدا اور تم اب مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں' حضرت عثمان نے فرمایا میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے غزوۂ تبوک کے لشکر کی اپنے ذاتی مال سے مدد کی تھی؟ انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں' حضرت عثمان نے کہا میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور میں تھا۔ وہ پہاڑ ہلنے لگا اور اس کے پتھر نشیب میں گرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیر سے اس پہاڑ پر ٹھوکر ماری اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ! ہاں' آپ نے تین بار فرمایا اللہ اکبر! تم گواہ رہنا ربِ کعبہ کی قسم! تم گواہ رہنا میں شہید ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۹۲' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۹۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۶۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۱۰)

ٹیکس لگانے کے وجوب پر عقلی دلیل

ان تمام احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکی اور قومی ضروریات کے لیے مسلمانوں سے مدد کرنے کی اپیل کی اور مسلمانوں نے رضا کارانہ طور پر آپ کی اس اپیل پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' لیکن آج کے دور میں مسلمانوں میں ایثار کرنے اور اجتماعی ضروریات کے لیے کھلے دل سے مال خرچ کرنے کا جذبہ نہیں ہے' اور ملک کے دفاع' فوجوں کی تنخواہوں' اسلحہ خریدنے اور ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے سرمایہ کا حصول واجب ہے اور آمدورفت کے ذرائع کے لیے سڑکیں اور پل وغیرہ بنانا بھی واجب ہے' اسی طرح صحت اور علم کے فروغ کے لیے ہسپتال اور تعلیمی ادارے بنانا اور چلانا بھی واجب ہے۔ لہٰذا ان امور کے لیے سرمایہ کو فراہم کرنا واجب ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ فرض کا مقدمہ فرض اور واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے یعنی جس کام پر کوئی واجب کام موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے اور آج کی مہذب دنیا میں ملکی اور قومی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حکومت ٹیکس لگاتی ہے اور اس کو وصول کرتی ہے۔ اس لیے حکومت پر ان امور کے لیے ٹیکس لگانا واجب ہے اور عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان امور میں ٹیکس ادا کریں' ملکی اور قومی ضروریات کا پورا ہونا جب ٹیکس لگانے اور ٹیکس دینے پر موقوف ہے اور ان ضروریات کا پورا کرنا واجب ہے۔ لہٰذا ٹیکس دینا واجب ہے اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ سربراہ مملکت اور مسلمانوں کے امیر کی جائز اور صحیح کاموں میں اطاعت کرنا واجب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حاکم کی اطاعت کے وجوب پر قرآن مجید سے استدلال

قرآن کریم میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ (النساء:۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اولی الامر منکم سے مراد امراء اور حکام ہیں۔ ابن وہب نے کہا اس سے مراد سلاطین ہیں۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد اصحاب فقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے فرمایا: ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد ائمہ اور حکام ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد حکام ہوں گے۔ (ان میں) نیک حکام بھی ہوں گے اور فاسق بھی۔ تم ان کے احکام سننا اور ان کا جو حکم حق کے موافق ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اگر وہ نیک کام کریں گے تو اس میں تمہارا اور ان کا نفع ہے اور اگر وہ برے کام کریں گے تو تم کو نفع ہوگا اور ان کو ضرر' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حکم کی اطاعت لازم ہے' خواہ اس کو وہ حکم پسند ہو یا ناپسند' ہاں اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم دیا جائے تو خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۲۰۷ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حاکم کی اطاعت کے وجوب پر احادیث سے استدلال

حاکم کے احکام کی اطاعت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۸۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۷۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۹۴' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۲۳' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۶۶۹)

اُم الحصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر سیاہ فام نکٹے غلام کو بھی حاکم بنا دیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق حکم دے تو تم اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۶۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۸۶۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا ہم نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے ہم سے اس پر بیعت لی تھی کہ ہم احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے' خواہ ہماری خوشی ہو یا ناخوشی۔ خواہ ہمارے لیے آسانی ہو یا مشکل اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے' اور ہم سربراہ مملکت سے حکومت میں مناقشہ نہیں کریں گے سوا اس صورت کے تم کھلم کھلا کفر دیکھو' جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس کتاب اللہ سے دلیل قائم ہو۔ (پھر تم اس کی حکومت کے خلاف تحریک چلاؤ)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰۹' الرقم المسلسل: ۴۶۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان شخص پر حاکم کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے' خواہ وہ

marfat.com
Marfat.com

ان احکام کو سننا پسند کرے یا ناپسند۔ ہاں اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ اس کے احکام سنے اور نہ اس کی اطاعت کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۹ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۶۴)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جائز امور میں حاکم کے احکام کو سننا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے اور قومی اور ملکی ضروریات اور ان کے استحکام اور فلاح کے لیے ٹیکس لینا جائز ہے۔ لہٰذا جب حکومت ٹیکس مانگے تو اس کو ٹیکس دینا واجب ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ واجب جس پر موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے' حدود کو قائم کرنا اور سرحدوں کا تحفظ کرنا واجب ہے اور یہ اس پر موقوف ہے کہ مسلمانوں کا کوئی امیر اور سربراہ ہو' اس لیے صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کو مؤخر کر دیا تھا' انہوں نے پہلے امیر المومنین کا انتخاب کیا' اس کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی اسی طرح ملک کا دفاع کرنا واجب ہے اور وہ اس دور میں ٹیکسوں کی آمدنی پر موقوف ہے' اس لیے ٹیکس ادا کرنا بھی واجب ہے۔

حاکم کی اطاعت کے وجوب پر فقہاء سے استدلال

ہدایہ میں مذکور ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ عیدین میں بارہ زائد تکبیریں ہیں اور عام لوگوں کا اسی پر عمل ہے کیونکہ خلفاء بنی عباس اسی کا حکم دیتے تھے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی اسی پر عمل تھا کیونکہ ہارون نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے دادا یعنی حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کریں۔ معراج میں مذکور ہے کیونکہ جو کام معصیت نہ ہو اس میں امام کی اطاعت واجب ہے۔ سو امام ابو یوسف اور امام محمد ہارون کے حکم پر اپنے مذہب کے خلاف عمل کرتے تھے' اسی طرح بعد کے لوگ بھی خلفاء عباسیہ کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۵۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جب خلیفہ اور امیر کے حکم سے جائز امور میں اپنے مذہب کے خلاف بھی عمل کرنا واجب ہے تو خارج نماز میں اس کے احکام پر عمل کرنا بہ طریق اولیٰ واجب ہوگا بہ شرطیکہ وہ کام معصیت نہ ہو۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ حکومت کے احکام کے مطابق ٹیکس ادا کرنا واجب ہے۔

حکومت کا ٹیکس کی آمدنی کو ذاتی تصرف میں لانا' ناجائز اور ظلم ہے

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ملکی ضروریات کے حصول کے لیے ٹیکس لگانا جائز ہے لیکن ٹیکس اتنے ہی لگانے چاہئیں جتنے ٹیکسوں کی ضرورت ہو۔ فوجی افسروں اور بیورو کریٹس کی بہت بڑی بڑی تنخواہوں اور ان کے شاہانہ اخراجات پورے کرنے کے لیے غریب عوام سے بھاری ٹیکس لینا' اسی طرح گورنروں' وزیروں' صدر اور وزیراعظم کی بڑی بڑی تنخواہوں' بے تحاشہ اخراجات اور غیر ملکی دوروں میں بے دریغ زرمبادلہ لٹانے کو محنت کش اور غریب عوام کے ٹیکسوں سے پورا کرنا انتہائی ظالمانہ اقدام ہے۔

پاکستان کے ایک وزیراعظم اپنے دوسرے دورِ حکومت میں جب امریکہ کے دورہ پر گئے تو اس زمانہ میں برطانیہ کے وزیراعظم جان میجر اور مصر کے صدر حسنی مبارک بھی امریکہ کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ جان میجر کے ہمراہ آٹھ آدمی تھے' حسنی مبارک کے ہمراہ بارہ آدمی تھے اور پاکستان کے وزیراعظم کے ہمراہ ایک سو چالیس آدمی تھے۔ وزیراعظم پاکستان کے ساتھ جانے والے وہاں کے بہت مہنگے ہوٹلوں میں ٹھہرے اور قیمتی کاریں مہنگے کرایوں پر حاصل کیں۔ ان سب کو شاپنگ کرنے کے لیے کثیر مقدار میں زرمبادلہ دیا گیا اور ان کے تعارف اور ان کے پروگرام کے بارے میں وہاں کے اخباروں میں پورے پورے صفحات شائع ہوئے تھے اور یہ تمام اخراجات غریب عوام کے ٹیکسوں سے پورے کیے جاتے رہے۔

marfat.com
Marfat.com

اس لیے ہم فی نفسہٖ ٹیکس کو جائز کہتے ہیں لیکن ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کو صرف قومی ضروریات اور ترقی کے منصوبوں پر خرچ کرنا چاہیے اس کو اپنی ذاتی آسائشوں اور عیاشیوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ محض اسراف اور ظلم ہے۔ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ مختلف منصوبوں کو پورا کرنے کے لیے عالمی بینک سے قرضے لیے جاتے ہیں اور وہ رقم اس منصوبہ پر خرچ ہونے کے بجائے حکمرانوں کے اللوں تللوں پر خرچ ہو جاتی ہے اور ملک سود در سود قرضوں تلے دبتا چلا جاتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا،

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِىْ وَهُمْ

پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو! حالانکہ

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کا کیسا برا بدلہ ہے ○ میں نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش

وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت، اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا ہوں ○

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور جس دن وہ فرمائے گا ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں میرے شریک تھے، سو وہ ان کو پکاریں گے، اور وہ

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ

ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنا دیں گے ○ اور مجرم دوزخ کو دیکھ کر سمجھ

النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع

لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' وہ جنات میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی' کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں' ظالموں کا کیسا برا بدلہ ہے○ (آیت: ۵۰)

ربط آیات' ذرّیت کا معنی اور شیطان کی ذرّیت کا بیان

سابقہ آیات کے ذکر سے یہ مقصود تھا کہ ان لوگوں پر رد کیا جائے جو اپنے مال و دولت اور اپنے اعوان اور انصار پر فخر

marfat.com

Marfat.com

کرتے تھے اور فقراء مسلمین کو حقیر جانتے تھے' اور اس آیت سے بھی بعینہٖ اسی معنی کا ذکر کرنا مقصود ہے کیونکہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر تکبر کیا تھا اس نے اپنے مادہ خلقت پر تکبر کیا تھا' اس نے کہا تھا کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے تو میں اپنی اصل کے اعتبار سے آدم سے افضل ہوں' پس میں کس لیے آدم کو سجدہ کروں اور کیوں تواضع کروں' اور اسی طرح کا معاملہ متکبر' مشرکوں نے فقراء مسلمین کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم ان فقراء کے ساتھ کیوں بیٹھیں جبکہ ہم مال و دولت اور جاہ و حشم کے اعتبار سے ان سے افضل ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ بیان فرمایا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ جنات میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ابلیس جن تھا یا فرشتہ تھا۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ ابلیس جنات میں سے تھا' اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہم نے البقرہ: ۳۴ میں کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۳۵۸)

اس کے بعد فرمایا: کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت (اولاد) کو دوست بناتے ہو؟ اس آیت میں ذریت کا لفظ ہے۔ علامہ ابوالحسن ابن سیدہ المتوفی ۴۵۸ھ ذریت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذرأ کا معنی ہے پیدا کرنا اور الذریۃ کا معنی ہے الخلق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات میں ایک قتل کی ہوئی عورت دیکھی تو فرمایا لاتقتلن ذریۃ ولا عسیفا نہ عورت کو قتل کرو اور نہ مزدور کو۔ آپ نے عورت کو ذریت فرمایا۔

(المحکم والمحیط الاعظم ج ۱۰ ص ۱۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ذریت اصل میں چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں پھر عرب میں چھوٹے اور بڑے اور واحد اور کثیر تمام اولاد کو ذریت کہتے ہیں اور مجازاً متبعین کو ذریت کہتے ہیں۔ تفسیر منیر ج ۳ ص ۳۱۰' قاضی بیضاوی نے لکھا ہے ذریۃ کا معنی ہے الولد یہ لفظ ذرء سے بنا ہے' جس کا معنی ہے خلق یا ذر سے بنا ہے' جس کا معنی ہے پھیلا دیا۔ (عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۳۶-۳۵)

ابلیس کی ذریت کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

حسن اور قتادہ نے کہا اس کی ذریت اس کی اولاد ہے' اور شیطانوں کی بھی اس طرح اولاد ہوتی ہے جس طرح بنو آدم کی اولاد ہوتی ہے' اور مجاہد نے کہا اس کی ذریت سے مراد شیاطین ہیں' اس کی ذریت میں ذلنبور ہے جو ہر بازار میں شیطان کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے' اور شر ہے جو مصائب کا سبب ہے' اور اعور ہے جو ریاکاری کا سبب ہے' اور مسوط ہے جو لوگوں میں جھوٹی باتیں پھیلاتا ہے' اور داسم ہے جو اس آدمی کا ساتھی ہے جو گھر میں بغیر سلام کیے داخل ہو' اور جو بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا کھائے' وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۵۴' مطبوعہ دار المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

بعض شیطانوں کے خصوصی نام احادیث میں بھی ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کے شیطان کو ولہان کہا جاتا ہے' تم پانی کے وسوسوں سے بچو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۱' المسند الجامع ج ۱ ص ۲۰)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میرے اور میری نماز اور میری قرأت کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے اور وہ مجھ پر قرأت مشتبہ کر دیتا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان ہے جس کو خنزب کہا جاتا ہے' جب تم اس کو محسوس کرو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو اور اپنی

marfat.com
Marfat.com

بائیں جانب تین بار تھوک دو۔ انہوں نے کہا میں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دُور کر دیا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۳ مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۳۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اس کے نزدیک وہ شیطان سب سے بڑے درجہ کا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے۔ ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ وہ کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا' پھر ان میں سے ایک اور آ کر کہتا ہے میں نے فلاں شخص کو اس وقت چھوڑا جب اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفرقہ کرا دیا تو وہ اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے کام کیا ہے۔ اعمش نے کہا وہ اس سے بغل گیر ہوتا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۳' الرقم المسلسل: ۶۹۷۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۴' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان کو مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں! میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی' وہ مسلمان ہو گیا اور مجھ کو نیک کام کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۶۵۸)

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ابلیس ابوالجن ہے جیسا کہ حضرت آدم ابوالانس ہیں' اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا میں جتنی آدم کی ذریت بناؤں گا' اتنی ہی تمہاری ذرّیت بناؤں گا۔ اسی وجہ سے آدم کی ہر اولاد کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہوتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۴۳۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت' اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا ہوں ○ اور جس دن وہ فرمائے گا ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں میرے شریک تھے' سو وہ ان کو پکاریں گے اور وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنا دیں گے ○ اور مجرم دوزخ کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے ○ (الکہف: ۵۳-۵۱)

ان لوگوں کا رد جو حقائق شناسی کا دعویٰ کرتے ہیں

اس آیت میں جو فرمایا ہے میں نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا۔ اس میں "انہیں" سے مراد کون ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک قول جمہور مفسرین کا اور دوسرا امام رازی کا قول ہے۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اے مشرکو! جن لوگوں کو تم نے اپنا ولی اور کارساز بنا لیا ہے' میں نے ان کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت حاضر نہیں کیا تھا۔ اس سے مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے حقائق جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ستارہ شناسی کا دعویٰ کرتے ہیں' جو منجمین اور ستارہ شناسی کے مدعی ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ اگر فلاں برج میں ہو تو اس کی یہ تاثیر ہے اور اگر فلاں برج میں ہو تو اس کی یہ تاثیر ہے۔ جو کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین گول ہے اور ایک دوسرے کو اس طرح محیط ہیں جس طرح پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان نو ہیں اور آسمان اور زمین گردش کر رہے ہیں اور ان میں مرکوز سیارے بھی گردش کر رہے ہیں' پہلے کہتے تھے کہ زمین ساکن ہے اور افلاک گردش کرتے ہیں پھر کہنے لگے افلاک ساکن ہیں اور زمین گردش کرتی ہے۔ پہلے کہتے تھے کہ یہ سیارے سات آسمانوں میں مرکوز ہیں' اب کہتے ہیں کہ خلاء میں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح زمین کی تاثیرات کے متعلق بھی یہ دعوے کرتے ہیں اور زلزلوں اور طوفانوں کے اسباب بیان کرتے ہیں' اسی طرح انسان کے نفس اور بدن کے متعلق بھی دعوے کرتے ہیں اور اس کے بارے میں مختلف ادوار میں یہ مختلف باتیں کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے: میں نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت۔ تو انہوں نے کیسے جان لیا کہ فلاں چیز کی کیا حقیقت ہے اور وہ کس چیز سے بنائی گئی ہے اور اس کی کیا تاثیرات ہیں اور دوسری چیز کی کیا حقیقت ہے اور اس کی کیا تاثیرات ہیں؟

امام رازی نے کہا یہ ضمیر ان کافروں کی طرف لوٹتی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ نے ان فقراء کو اپنی مجلس سے نہ اُٹھایا تو ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن لوگوں نے آپ سے یہ باطل اور فاسد مطالبہ کیا ہے اور تکبر کا اظہار کیا ہے' وہ اس جہان کو بنانے میں میرے شریک نہیں تھے اور نہ میں نے دنیا اور آخرت کی تدبیر میں ان سے کوئی مدد لی تھی' بلکہ وہ لوگ اور مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہیں پھر انہوں نے اس متکبرانہ مطالبہ کی کس لیے جرأت کی۔

عضد کا معنی ہے اعوان' انصار اور مددگار' اصل میں اس کا معنی ہے بازو پھر اس کا استعمال مدد میں کیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ۔ (القصص: ٣٥) عنقریب ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے۔

یعنی تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہاری مدد کریں گے۔

موبق کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس دن وہ فرمائے گا ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں میرے شریک تھے۔

یعنی یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں؟ یعنی جن کو تم نے دنیا میں میرا شریک بنا لیا تھا' اب ان کو چاہیے کہ وہ تم کو میرے عذاب سے چھڑائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ بات بُت پرستوں سے فرمائے گا۔ پھر وہ مشرک ان بتوں کو پکاریں گے اور وہ ان کی پکار سن کر ان کی مدد کو نہیں پہنچیں گے اور ان کو عذاب سے بالکل نہیں چھڑا سکیں گے۔ فرمایا اور ہم نے ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنا دی ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے موبق کا لفظ ہے اور موبق کا معنی ہلاکت کی جگہ ہے' اور جن مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا فرشتوں کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنا لیا تھا' جب قیامت کے دن مشرکین ان کو پکاریں گے تو وہ ان کی پکار کو نہیں سنیں گے پھر مشرکوں اور ان کے درمیان حجاب حائل کر دیا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو جہنم میں داخل فرما دے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنت میں داخل کر دے گا اور فرشتوں کو دار کرامت میں داخل کر دے گا اور ان مشرکوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کے درمیان موبق کو حائل کر دیا جائے گا اور یہ جہنم کی ایک وادی ہے۔ حسن نے کہا موبق سے مراد یہ ہے کہ وہ شدت عداوت سے ہلاک ہو جائیں گے' اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کے درمیان بعد بعید کر دیا جائے گا کیونکہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنت کے سب سے بلند درجے میں ہوں گے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مجرم دوزخ کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں۔

اس آیت میں ظن کا لفظ ہے۔ ظن کا یہاں پر معنی علم اور یقین ہے۔ یعنی مجرم دوزخ کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار بہت دُور سے دوزخ کی آگ کو دیکھیں گے اور دوزخ کے طیش اور اس کے غیظ و غضب اور اس کے چیخنے اور چلانے کو سن کر وہ یہ گمان کر لیں گے کہ ان کو ابھی فوراً دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں ہے:
اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا۔ (الفرقان: ۱۲)
اور جب دوزخ انہیں دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا غصہ سے بپھرنا اور دہاڑنا سنیں گے۔

اور فرمایا اور وہ اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے کیونکہ وہ کہیں بھی جائیں' فرشتے ان کو ہانک کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کے لیے قیامت کے دن پچاس ہزار سال مقرر کیے جائیں گے کیونکہ اس نے دنیا میں عمل نہیں کیا تھا اور کافر ضرور جہنم کو دیکھے گا اور یہ گمان کرے گا کہ اس کو چالیس سال کی مسافت تک جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (اور مومن پر یہ دن اتنی دیر میں گزرے گا جتنی دیر میں وہ فرض نماز پڑھتا تھا۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۷۳۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت' المسند الجامع ج ۶ رقم الحدیث: ۴۷۴۲)

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال ہر طرح سے بیان فرما دی

مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَىۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

ہے، اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے ○

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰى

اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ ان کے پاس

وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ

ہدایت آ چکی تھی، سوا اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا

الۡاَوَّلِيۡنَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرۡسِلُ

دستور آئے یا ان کے سامنے عذاب آ جائے ○ اور ہم رسولوں کو صرف خوشخبری سنانے

الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ وَيُجَادِلُ

اور عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں، اور کفار باطل

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَـقَّ وَاتَّخَذُوۡۤا

کے سہارے جھگڑتے ہیں تاکہ حق کو زائل کریں اور انہوں نے میری

marfat.com
Marfat.com

اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

آیتوں کو اور جن باتوں سے انہیں ڈرایا گیا ہے ان کو مذاق بنا لیا ہے ٥ اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جس کو

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ

اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور ان کاموں کو بھول گیا جن کو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں

وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا

گرانی ہے، اور اگر آپ انہیں صحیح راستہ کی طرف بلائیں تو وہ کبھی ہرگز اس راستہ

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

پر نہیں آئیں گے ٥ اور آپ کا رب بہت بخشنے والا، رحمت والا ہے، اور اگر وہ ان کے کرتوتوں پر

كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ

ان کا مواخذہ کرتا تو ضرور ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے وہ اس سے

يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

سرمو ٹلنے کا وقت نہیں پائیں گے ٥ اور یہ بستیاں ہیں جب ان بستیوں والوں نے ظلم کیا

ع ۲۰ ۸ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد مقرر کر دی تھی ٥

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثال ہر طرح سے بیان کر دی ہے اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے ٥ (الکہف: ۵۴)

جدال کا معنی اور قرآن اور حدیث میں جدال کے اطلاقات

یعنی ہم نے قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور ہر طرح کی نصیحت کی ہے اور غور و فکر کرنے کے لیے ہر طرح کے دلائل بیان کیے ہیں تاکہ یہ اپنے کفر اور شرک سے باز آ جائیں اور بتوں کی عبادت کو ترک کر دیں، لیکن انہوں نے ان دلائل کے مقابلہ میں کٹ حجتی سے کام لیا اور انبیاء علیہم السلام جب ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تو وہ اس پیغام کو قبول کرنے

marfat.com
Marfat.com

اور اس پر عمل کرنے کے بجائے خود انبیاء علیہم السلام کی ذوات میں شک کرتے اور ان کے نبی ہونے پر اعتراض کرتے۔
علامہ راغب اصفہانی جدل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جدل کا معنی ہے کسی بات میں دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنا۔ اس کی اصل ہے جدلت الحبل میں نے رسی کو بٹ کر مضبوط کیا' اور جدال میں ہر شخص دوسرے کو اپنی رائے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)
یہاں جدل سے مراد ہے کفار کا اپنے انبیاء سے بحث کرنا اور وہ جو پیغام لے کر آئے اس کو رد کرنا اور ان کی نبوت میں شبہات پیش کرنا۔ جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہے:

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ○ (المومنون: ۳۳)
یہ تو تم جیسا ہی بشر ہے' یہ ان چیزوں کو کھاتا ہے جن کو تم کھاتے ہو اور جن چیزوں کو تم پیتے ہو یہ بھی ان ہی کو پیتا ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ (المومنون: ۲۴)
ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یہ تو تمہاری ہی طرح بشر ہے' یہ تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو کسی فرشتے کو نازل کر دیتا' ہم نے تو اس کے متعلق اپنے اگلے باپ دادا سے کچھ سنا ہی نہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ○ (المومنون: ۲۵)
یہ شخص محض مجنون ہے تم ایک مقرر وقت تک ان کے متعلق انتظار کرو۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ○ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ○ (الحجر: ۱۵-۱۴)
اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں سارا دن چڑھتے رہیں ○ تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (الانعام: ۷)
اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل کرتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی کفار یہی کہتے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں ان میں کفار نے جو انبیاء علیہم السلام سے کٹ حجتی اور خواہ مخواہ کی ضد کی تھی' اس پر جدال کا اطلاق کیا ہے۔ تاہم انبیاء علیہم السلام نے وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ سے اور فرشتوں سے جو سوالات کیے یا مسلمانوں نے انبیاء علیہم السلام کے سامنے جو خدشات اور اشکالات پیش کیے' ان پر بھی جدال کا اطلاق کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ○ (ھود: ۷۴)
جب ابراہیم سے خوف دور ہو گیا اور ان کے پاس خوشخبری آ گئی تو وہ ہم سے لوط کے متعلق گزارشات پیش کرنے لگے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (المجادلۃ: ۱)
بے شک اللہ اس عورت کی بات سن رہا تھا جو آپ سے اپنے شوہر کے متعلق کلام کر رہی تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اور حضرت سیدتنا فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے پاس آئے اور فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں' وہ جب ہمیں اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اُٹھ جاتے ہیں' جب ہم نے یہ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم واپس چلے گئے اور آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا' آپ اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۝ اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

(الکہف: ۵۴)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے کس چیز نے منع کیا جبکہ ان کے پاس ہدایت آ چکی تھی سوا اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا دستور آئے یا ان کے سامنے عذاب آ جائے ۝ اور ہم رسولوں کو صرف خوشخبری سنانے اور عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں اور کفار باطل کے سہارے جھگڑتے ہیں تاکہ حق کو زائل کریں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جن باتوں سے انہیں ڈرایا گیا ہے ان کو مذاق بنا لیا ہے ۝ (الکہف: ۵۶-۵۵)

گزشتہ کافر قوموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور

یعنی ان مشرکین کے پاس جب بھی اسلام کے صحیح اور دین برحق ہونے پر دلائل آتے اور ان کو ایمان لانے سے کوئی مانع اور رکاوٹ بھی نہ ہوتی پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے تھے۔ اسی طرح اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کرنے میں انہیں کوئی عذر نہ ہوتا پھر بھی یہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار نہیں کرتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے پیش رو کافروں کی روش پر چلنا چاہتے ہیں اس سے پہلے کافروں کا یہ طریقہ تھا کہ جب بھی انہیں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ اپنے زمانہ کے نبیوں سے کہتے تھے کہ آپ ہمیں ایمان نہ لانے کی بناء پر جس عذاب سے ڈراتے ہیں' آپ ہمیں وہ عذاب لا کر دکھائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الانفال: ۳۲)

اور جب کہ ان لوگوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم رسولوں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ ایمان لانے والوں کو جنت کی بشارت دیں اور جو کفر پر اصرار کریں ان کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں۔ پھر فرمایا:

اور کفار باطل کے سہارے جھگڑتے ہیں تاکہ حق کو زائل کریں۔ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضد اور عناد کے طور پر بحث کرتے تھے اور آپ کو ساحر' مجنون' کاہن اور شاعر وغیرہ کہتے تھے۔ اس آیت میں لید حضوا کا لفظ ہے' جس کا معنی ہم نے کیا ہے تاکہ زائل کریں' اور الدحض کا اصل میں معنی پھسلنا ہے۔ کہا جاتا ہے دحضت رجلہ اس کا پیر پھسل گیا اور کہا جاتا ہے دحضت الشمس سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا پل صراط کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دحض مزلقة یعنی وہ جگہ جہاں سے پیر پھسل جائیں گے۔ یہ پوری حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ (رقم الحدیث: ۱۸۲)

گزشتہ تباہ ہونے والی بستیاں

اس آخری آیت میں فرمایا ہے یہ وہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ اس سے مراد عاد'

marfat.com

Marfat.com

ثمود اور حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔ جو اہل حجاز کے قریب اور ان کے راستوں میں واقع تھیں' ان بستیوں کے رہنے والوں کو بھی ان کے ظلم کی وجہ سے ہی ہلاک کیا گیا تھا لیکن ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کو نبیوں کی دعوت قبول کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا اور ان پر حجت پوری کر دی گئی تھی' اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ان کا ظلم اور ان کی ضد اور ان کی سرکشی اس حد پر پہنچ چکی ہے جہاں سے ہدایت کو قبول کرنے کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ان سے کسی انصاف اور خیر کی توقع بالکل نہیں رہتی تو پھر ان کے ایمان لانے اور ہدایت کو قبول کرنے کی مہلت ختم کر دی گئی اور ان کی تباہی کا وقت شروع ہو گیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور یہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔

ان قوموں کی تباہی کا ذکر کر کے اہل مکہ کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے یہ مت سمجھنا کہ تم پر جو ابھی تک عذاب نہیں آیا اور تم کو جو مسلسل مہلت دی جا رہی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ اس قوم پر عذاب نہیں بھیجتا' سو اسی طرح جب تمہیں دی ہوئی عمل کی اور ایمان لانے کی مہلت ختم ہو جائے گی تو تمہارا انجام بھی پچھلی قوموں سے مختلف نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جس کو اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور ان کاموں کو بھول گیا جن کو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں' بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے' اور اگر آپ انہیں صحیح راستہ کی طرف بلائیں تو وہ کبھی ہرگز اس راستہ پر نہیں آئیں گے ○ اور آپ کا رب بہت بخشنے والا' رحمت والا ہے' اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کا مواخذہ کرتا تو ضرور ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے' وہ اس سے سرمو ٹلنے کا وقت نہیں پائیں گے ○ اور یہ بستیاں ہیں جب ان بستیوں والوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد مقرر کر دی تھی ○ (الکھف: ۵۹-۵۷)

جن برے کاموں کی وجہ سے کفار پر عذاب نازل کیا گیا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار محض ضد اور عناد سے بحث کرتے ہیں۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ اوصاف بیان کیے جو ذلت اور رسوائی کے موجب ہیں۔ ان صفات میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ اس سے بڑا اور کون ظالم ہے جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے دلائل پیش کیے جائیں تو وہ ان سے اعراض کرے' اور ان آیات اور دلائل سے اعراض کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ان برے کاموں کو بھول جائے جو وہ پہلے کر چکا ہے۔ ان برے کاموں سے مراد اس کا کفر اور شرک ہے۔ دوسری صفت یہ کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر آپ انہیں صحیح راستہ کی طرف بلائیں تو وہ کبھی ہرگز اس راستہ پر نہیں آئیں گے۔

کفار کی اس صفت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی تو پھر وہ ایمان نہ لانے میں معذور ہوئے تو اب ان کی مذمت کیوں کی جا رہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شدید گستاخی کی کہ اس کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے گئے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی گئی۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ. بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ (النساء: ۱۵۵)

ان کے کانوں میں ڈاٹ لگانے اور ان کے دلوں پر پردے ڈالنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ حسی طور پر ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی گئی تھی اور ان کے کانوں پر پردے ڈال دیئے گئے تھے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کفر اور معصیت کو اچھا جاننے اور ایمان اور اطاعت کو برا سمجھنے کے خوگر ہو چکے تھے اور اللہ کی آیات سے مسلسل اعراض کرنے کی وجہ سے ان کی گمراہی اس قدر پختہ ہو چکی تھی کہ ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی تھی' اور ان کی اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے دلوں پر پردے ڈالنے اور کانوں میں گرانی پیدا کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ کا رب بہت بخشنے والا' رحمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بخشش کو مبالغہ کے صیغے کے ساتھ فرمایا ہے یعنی بہت بخشنے والا اور رحمت کو مبالغہ کے ساتھ نہیں تعبیر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بخشنے کا معنی یہ ہے کہ کسی سزا اور عذاب کو ترک کر دینا' اور سزا اور عذاب دینے کی غیر متناہی صورتیں ہیں اور غیر متناہی چیزوں کو ترک کرنا ممکن ہے اور رحم فرمانے کا معنی ہے انعام اور اکرام دینا اور کسی ایک چیز کو عطا کرنے سے یہ معنی حاصل ہو جاتا ہے اس معنی کے حصول کے لیے غیر متناہی چیزوں کا دینا ضروری نہیں ہے' اور جب کسی کو بخش دیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو جتنی سزائیں دی جا سکتی تھیں ان سب کو ترک کر دیا۔ اس لیے بخشنے کو مبالغہ کے صیغے کے ساتھ تعبیر فرمایا اور رحمت کو مبالغہ کے ساتھ نہیں تعبیر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے بہت بخشنے کی دلیل یہ ہے کہ اہل مکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عناد رکھتے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ کرنے میں جلدی نہیں کی بلکہ فرمایا ان سے مواخذہ کرنے کا ایک وقت مقرر ہے' اس سے مراد یا تو آخرت ہے اور یا دنیا میں غزوۂ بدر کے موقع پر اور مسلمانوں کی فتح کے دیگر مواقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست کی ذلت سے دوچار کیا۔

اس کے بعد فرمایا: یہ بستیاں ہیں جب ان بستیوں والوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

اس سے مراد پہلے لوگوں کی بستیاں ہیں یعنی ثمود اور قوم لوط کی بستیاں۔ اس سے مراد بستیوں والے ہیں جب ان لوگوں نے اہل مکہ کی طرح ظلم کیا تو ہم نے ان کو ایک وقت معین کی مہلت دی اور جب وہ ایک وقت معین تک اپنے کفر اور ظلم سے تائب نہیں ہوئے تو پھر ہمارے عذاب نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ

اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں

أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا

یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا ○ پس جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ

سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنا لیا ○ پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ

سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ، ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے ○ اس نے کہا بھلا دیکھئے

اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ

جب ہم اس چٹان کے پاس آکر ٹھیرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر

اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا، اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا ○

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

موسیٰ نے کہا یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے ○

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ

نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا کیا تھا ○ موسیٰ نے کہا آیا میں آپ کی اس شرط پر

عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ

پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی (کچھ) تعلیم دیں ○ اس بندے نے کہا آپ

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ

میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے ○ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے

خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ

احاطہ نہیں کیا ○ موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی

لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ

نافرمانی نہیں کروں گا ○ اس بندے نے کہا پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک

marfat.com

Marfat.com

۹ ع ۱۱ ۲۱

حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝۷۰

سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا تم سے ذکر نہ کروں ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا ۝ (الکھف: ۶۰)

ربط آیات

اصحاب کہف کے مفصل قصہ کے بعد یہ دوسرا قصہ ہے جس کو اس سورت میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم حاصل کرنے گئے ہر چند کہ یہ ایک مفصل قصہ ہے لیکن اس کا گزشتہ آیات کے ساتھ ربط ہے۔ گزشتہ آیات میں ان متکبرین قریش کا رد کیا گیا تھا جو فقراء مسلمین کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت برگزیدہ اور اولوالعزم نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت علم عطا فرمایا تھا' کثیر معجزات دیئے تھے اور بہت عزت اور وجاہت عطا فرمائی تھی اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصول علم کی غرض سے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے میں عار نہیں سمجھا اور اس کو اپنی شان اور فضیلت کے خلاف نہیں گردانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر کرنا مذموم ہے اور امراء قریش نے تکبر کی وجہ سے فقراء مسلمین کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کر کے اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ اس تکبر کی وجہ سے وہ اسلام قبول کرنے سے محروم ہو گئے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد یوشع بن نون کا ذکر ہے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے مجمع البحرین جانے کا ذکر ہے۔ اس لئے ہم پہلے حضرت موسیٰ کا تعارف پیش کریں گے۔ پھر حضرت یوشع بن نون کا تعارف پیش کریں گے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر کریں گے اور مجمع البحرین کا مصداق بیان کریں گے۔ پھر اس ملاقات کی غرض اور غایت کو بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف

حضرت موسیٰ کا نام ونسب اور عمر کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام' جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو ان کے والد عمران کی عمر ستر سال تھی اور وہ ایک سو سینتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ فربری کا قول ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات میدان تیہ میں ہوئی' جب بنو اسرائیل مصر سے نکلے اس وقت حضرت موسیٰ کی عمر اسی سال تھی' جب ریان بن ولید فوت ہو گیا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا والی مقرر کیا تھا وہ حضرت یوسف کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا' اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا۔ حضرت یوسف نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے انکار کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے۔ آپ کے کافی عرصہ بعد وہ مر گیا اور اس کا بھائی ولید بن مصعب بن ریان بادشاہ ہوا۔ اس کی حکومت کافی عرصہ رہی اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا زمانہ آیا اس سے زیادہ لمبی عمر کا کوئی فرعون نہیں گزرا۔ اس کی عمر چار سو سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

marfat.com

Marfat.com

حضرت یوشع بن نون کا تعارف

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں: حضرت یوشع بن نون کا نسب یہ ہے۔ یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہم السلام۔ قرآن مجید میں ان کا کئی جگہ ذکر ہے: اذ قال موسی لفتہ (الکھف: ۶۰) فلما جاوزا قال لفتہ (الکھف: ۶۲) جب ان دونوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تو موسیٰ نے اپنے فتیٰ (شاگرد) سے کہا ان دونوں آیتوں میں فتیٰ سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ یوشع بن نون کی نبوت پر تمام اہل کتاب کا اتفاق ہے کیونکہ ان کی ایک جماعت جس کا نام السامرہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کے سوا کسی نبی کی نبوت کا اقرار نہیں کرتی' کیونکہ ان کی نبوت کی تورات میں تصریح ہے۔ وہ ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کی نبوت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے رب کی جانب سے برحق نبی ہیں۔ سو قیامت تک ان پر مسلسل لعنت ہوتی رہے گی۔

(البدایہ والنہایہ: ج ۱ ص ۴۲۱) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۹۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کو جانے لگے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس کی ابھی شادی ہوئی ہو اور وہ شب زفاف گزارنا چاہتا ہو اور نہ وہ شخص جائے جو مکان بنا رہا ہو اور ابھی اس نے مکان کی چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس کی بکریاں ہوں یا حاملہ اونٹنیاں ہوں اور وہ ان کے بچے پیدا ہونے کا منتظر ہو پھر وہ جہاد کے لیے گئے۔ نماز عصر کے وقت وہ بستی کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم کے پابند ہو اور میں بھی حکم کا پابند ہوں۔ اے اللہ! تو سورج کو تھوڑی دیر روک لے سو سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کر دی۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴۷ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۲۴)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کے لیے گئے اس سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ردشمس کی حدیث پر حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ نبی یوشع بن نون ہیں جیسا کہ امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سورج کو صرف حضرت یوشع بن نون کے لیے روکا گیا تھا جن راتوں میں انہوں نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۸۳۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوگا کہ مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو یہ خبر دی کہ صبح کو وہ قافلہ آجائے گا جس کو آپ نے شب معراج دیکھا تھا۔ سورج طلوع ہو گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرا لیا حتیٰ کہ قافلہ آ گیا' لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ اور امام طبرانی کی معجم اوسط میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ تک ٹھہرا رہا۔ اور ان میں تطبیق اس طرح ہے حضرت یوشع بن نون کی حدیث میں انبیاء سابقین کے اعتبار سے حصر ہے یعنی انبیاء سابقین میں حضرت یوشع بن نون کے سوا اور کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا اور اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ بعد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرایا جائے۔ اور امام طحاوی اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوت میں اور امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت علی کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت علی جب واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا تو اس پر سورج لوٹا دے۔ تو اللہ نے ان پر سورج لوٹا دیا۔ حضرت اسماء نے کہا پھر سورج طلوع ہوا حتیٰ کہ پہاڑوں اور زمین پر بلند ہو گیا۔ حضرت علی اٹھے اور انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ صہباء (خیبر کے قریب ایک جگہ) کا واقعہ ہے۔

(المعجم الکبیر: ج ۲۴ ص ۱۴۵-۱۴۴ رقم الحدیث: ۳۸۲، مشکل الآثار ج ۴ ص ۲۶۹-۲۶۸، رقم الحدیث: ۳۸۵۱، ۳۸۵۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۷، اتحاف ج ۷ ص ۱۹۱، الشفاء ج ۱ ص ۲۱۵، دار الفکر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو حاکم اور بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے بھی لکھا ہے لیکن ان کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں یہ بہت عظیم معجزہ ہے اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کر کے خطا کی ہے، اور ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو کتاب الرد علی الروافض میں درج کر کے اس کو موضوع لکھا یہ اس کی بھی خطا ہے۔ (اسی طرح حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو منکر لکھا ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۲۶، دار الفکر بیروت اور یہ ان کی بھی خطا ہے)۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۷، ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حدیث رد شمس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی کی تحقیق

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو نو سندوں سے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں پر اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۳۱۲، ۳۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن ابراہیم السخاوی متوفی ۹۰۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام ابن جوزی نے بھی ان کی پیروی کی اور اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا، لیکن امام طحاوی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور صاحب شفاء نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس حدیث کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اور امام ابن مندہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس وقت بھی سورج کو لوٹایا گیا تھا جب آپ نے اپنی قوم کو شب معراج ان کے قافلے کے آنے کی خبر دی تھی اور یہ کہ وہ قافلہ فلاں دن آ جائے گا پس اس صبح قریش اس قافلے کو دیکھ رہے تھے۔ دن چڑھ گیا اور قافلہ نہ آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن میں ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا۔ اس حدیث کے راوی نے کہا ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو روکا گیا تھا اور کسی کے لیے سورج کو نہیں روکا گیا اور حضرت یوشع بن نون کے لیے سورج کو روکا گیا تھا جب انہوں نے جمعہ کے دن جبارین سے قتال کیا تھا۔ جب سورج ڈھلنے لگا اور ان کو یہ خطرہ ہوا کہ ان کے جنگ سے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہو جائے گا اور ہفتہ کا دن داخل ہو جائے گا اور پھر ان کے لیے جبارین سے قتال کرنا جائز نہیں رہے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو لوٹا دیا۔ (المقاصد الحسنہ ص ۲۳۶، رقم الحدیث: ۵۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے کچھ اضافے کے ساتھ یہی لکھا ہے۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس، ج ۱ ص ۲۲۰، مکتبۃ الغزالی دمشق)

marfat.com
Marfat.com

حدیث رد شمس پر علامہ زبیدی کی تحقیق

علامہ سید محمد بن محمد الزبیدی الحنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ کے لیے سورج کو لوٹایا گیا۔ حافظ ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں اور امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے بھیجا وہ کام کر کے آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی نے آپ کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ بے شک تیرا بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا پس اللہ نے اس پر سورج لوٹا دیا حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا۔ حضرت علی اٹھے انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا' یہ صہباء کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کا دوسرا متن یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے۔ ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپ نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج لوٹا دیا حتیٰ کہ حضرت علی نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو گیا۔ امام طحاوی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور قاضی عیاض نے ان سے اس حدیث کو الشفاء میں نقل کیا ہے اور امام طحاوی کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے اور کہا ہے یہ سب معجزات نبوت سے ہیں۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ امام احمد بن صالح یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کا مقصد علم ہو اس کو چاہیے کہ وہ حضرت اسماء کی حدیث کو حفظ کرے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تخریج رافعی میں امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے ان کی پیروی کی ہے' اور روافض کے رد میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ موضوع ہے' اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ اس کی سند میں احمد بن داؤد ہے۔ دار قطنی نے اس کے متعلق کہا ہے وہ متروک الحدیث ہے اور کذاب ہے' اور ابن حبان نے کہا ہے وہ حدیث وضع کرتا تھا' پھر ابن الجوزی نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور جس نے اس کے موضوع ہونے سے غفلت کی اس نے اس میں محض فضیلت کی صورت کو دیکھا۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور سورج کے لوٹ آنے سے وہ نماز ادا نہیں ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ابن الجوزی کی غلطی ہے' اس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی رد کر چکے ہیں اور اہل علم کو معلوم ہے کہ ابن الجوزی احادیث صحیحہ کو احادیث موضوعہ میں درج کر دیتے ہیں' اور اس پر ان کے معاصر اور ان کے بعد کے بکثرت علماء نے رد کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ عراقی نے نکت ابن الصلاح میں نقل کیا ہے' اور اس حدیث کو متعدد حفاظ نے صحیح کہا ہے حتیٰ کہ حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے اس لئے ابن الجوزی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اور ابن الجوزی کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سورج کے لوٹنے سے وقت لوٹ آتا ہے' اور رہا اس کا یہ کہنا کہ سورج کا لوٹ آنا قضا نماز کو ادا نہیں بناتا اس کا حافظ ابن حجر نے شرح ارشاد میں یہ جواب دیا ہے کہ جب سورج غروب ہو اور پھر لوٹ آئے تو اس کے لوٹ آنے سے وقت بھی لوٹ آئے گا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے' اور شہاب الدین خفاجی نے شرح الشفاء میں لکھا ہے کہ اگر سورج کے لوٹنے کے بعد بھی یہ نماز قضا ہی رہتی تو پھر

marfat.com

Marfat.com

سورج کے لوٹانے کا کیا فائدہ تھا' کیونکہ یہ نماز ایک عذر کی بنا پر قضا ہوئی تھی اور وہ عذر یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے اور یہ فضیلت ہے اور جب وہ نماز لوٹائی گئی تو وہ فضیلت حاصل ہو گئی' اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ نماز ادا ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی نے التذکرہ میں اس کی تصریح کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سورج لوٹ آیا تو گویا وہ غروب نہیں ہوا اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ مؤخر ہو گیا۔

اور یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ نے اپنی قوم کو اس کی علامتوں کی خبر دی تو انہوں نے پوچھا وہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا: بدھ کے دن' جب وہ دن آیا تو قریش صبح سے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے دن ختم ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی پھر دن کی مقدار میں ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا اور سورج کو محبوس (ٹھہرا) کر دیا گیا' اور یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا جب انہوں نے جمعہ کے دن جبارین سے قتال کیا تھا' کیونکہ یہ جواب دیا جائے گا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۹۲-۱۹۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۴ھ)

حدیث ردشمس پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات

حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث کی سند پر علامہ ابن جوزی نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے اور اس کو یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسری سند میں ابن عقدہ ہے اور رافضی ہے اس پر کذب کی تہمت ہے' نیز اس سند میں عبدالرحمٰن بن شریک ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے' نیز یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے اس کی سند میں داؤد بن فراھیج ہے۔ اس کو شعبہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فضیل بن مرزوق ثقہ اور بہت زیادہ سچا راوی ہے۔ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے مصنفین نے اس سے استدلال کیا ہے' اور عبدالرحمان بن شریک کی ابو حاتم کے علاوہ دوسرے ائمہ نے توثیق کی ہے اور امام بخاری نے کتاب الادب میں اس سے روایت کیا ہے' اور ابن عقدہ بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں اور ان کی جرح اور تعدیل میں لوگوں کا اختلاف ہے' اور جن لوگوں نے ان پر حدیث وضع کرنے کی تہمت لگائی ہے ان کی امام دارقطنی نے تکذیب کی ہے۔ حمزہ السہمی نے کہا ان پر وضع کی تہمت کوئی طبلجی ہی لگا سکتا ہے' اور داؤد بن فراھیج کی ایک قوم نے توثیق کی ہے۔ پھر اس حدیث کو ائمہ اور حفاظ کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ان میں سے امام طحاوی ہیں اور امام سیوطی نے اس حدیث کی اسانید کے تتبع میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ہے' اور اس رسالہ کو امام شافعی کے اس قول پر ختم کیا ہے کہ جس نبی کو بھی کوئی معجزہ دیا گیا ہمارے نبی کو اس جیسا یا اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ (علامہ کنانی نے بہت طویل بحث کی ہے لیکن ہم نے ان کا جتنا کلام نقل کیا ہے وہ بحث کو سمجھنے کے لیے کافی ہے)

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج ۱ ص ۳۷۹-۳۷۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

حدیث ردشمس پرحرف آخر

ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے یا لوٹانے کے متعلق بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بھی بعض متشدد علماء ابن جوزی' ابن تیمیہ اور ابن کثیر کی اتباع میں معجزہ ردالشمس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

حضرت علی کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے تمام طرق اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ بلاشک وشبہ موضوع ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۳۴' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

البتہ جسٹس تقی عثمانی نے اس بحث میں انصاف سے کام لیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اور رہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اور امام طبرانی نے کبیر میں اور حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور ان کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی سو سورج کو لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی پھر سورج غروب ہو گیا۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی الروافض میں لیکن حافظ ابن حجر نے اسے ان دونوں کی خطا قرار دیا ہے۔

(تکملہ فتح الملہم ج ۳ ص ۴۷' مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴۱۴ھ)

جسٹس تقی عثمانی نے صرف حافظ ابن حجر کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کی ہے خود تتبع نہیں کیا ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۲۲۔۳۱۸ میں بھی ہم نے اس حدیث پر بحث کی ہے لیکن اس جگہ زیادہ تحقیق کی ہے۔

حضرت یوشع بن النون کو فتیٰ فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے جب موسیٰ نے اپنے فتیٰ سے کہا' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ فتیٰ سے مراد حضرت یوشع بن نون ہے۔
علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اس لفظ کا معنی ہے نوجوان لڑکا یا لڑکی' غلام اور باندی کو بھی فتیٰ کہا جاتا ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۸۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علماء کے اس کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت یوشع' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور کلام عرب میں فتیٰ جوان آدمی کو کہتے ہیں اور چونکہ عام طور پر خدمت جوان آدمی کرتے ہیں اس لئے بہ طور ادب خادم کو فتیٰ کہتے ہیں۔ شریعت میں بھی خادم پر فتیٰ کا اطلاق مستحب ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص میرا بندہ یا میری بندی! نہ کہے' تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں' لیکن تمہیں کہنا چاہئے میرا غلام یا میری کنیز' یا میرا فتی یا میری فتاۃ (میرا خادم یا میری خادمہ)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۷۵)

اس سے پہلے سورہ یوسف کی تفسیر میں بھی یہ بحث گزر چکی ہے اور اس آیت میں فتیٰ سے مراد یوشع بن نون بن افرائیم بن

marfat.com
Marfat.com

یوسف علیہما السلام ہیں۔

(۲) حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کا فتیٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں لازماً حاضر رہتے تھے۔ ہر چند کہ وہ اصل میں آزاد تھے۔

(۳) ان کو فتیٰ اس لئے فرمایا کہ وہ غلام کے قائم مقام تھے قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ (یوسف: ۶۲)　　اور یوسف نے اپنے نوکروں سے فرمایا ان کی پونجی ان کی بوریوں میں رکھ دو۔

حضرت خضر کا نام' لقب اور کنیت

ابن قتیبہ نے معارف میں وہب بن منبہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر کا نام بلیا ہے۔ ابو حاتم سجستانی نے کہا ہے کہ ان کا نام خضرون ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ارمیاہ ہے۔ مقاتل نے کہا ان کا نام الیسع ہے کیونکہ حضرت خضر کا علم سات آسمانوں اور سات زمینوں کو محیط ہے' لیکن پہلا قول مشہور ہے۔ یہ لفظ خَضِر اور خِضْر دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔ ان کو جو خضر کا لقب دیا گیا ہے اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ جب یہ زمین پر بیٹھتے تو اس زمین پر سبزہ اگ جاتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے بیٹھنے سے خشک گھاس ہری ہو جاتی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب یہ نماز پڑھتے تو اردگرد سبز ہو جاتا تھا۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔

حضرت خضر کا نسب یہ ہے: بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

مجمع البحرین کا مصداق

اس آیت میں فرمایا ہے حضرت موسیٰ نے کہا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں مجمع البحرین (دو سمندروں کے ملنے کی جگہ) پہنچ جاؤں۔ مجمع البحرین کے متعلق مفسرین کی حسب ذیل آراء ہیں:

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے کہ قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے یہ دو سمندر ہیں بحر فارس اور بحر روم۔ بحر روم مغرب کے قریب ہے اور بحر فارس مشرق کے قریب ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۴۶۲' ۱۷۴۶۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے لکھا ہے مجمع البحرین' بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے اس سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے ملنے کی جگہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ بحر شریعت تھے اور حضرت خضر بحر طریقت تھے اور مجمع البحرین ان دونوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مقام کی تعیین کسی یقینی ذریعہ سے نہیں ہو سکی تاہم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مراد صحرائے سینا کا وہ جنوبی راس ہے جہاں خلیج عقبہ اور خلیج سویس دونوں آ کر ملتے ہیں اور بحر احمر میں ضم ہو جاتے ہیں۔

حقبا کے معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حقبا کا معنی ہے دہر' ایک قول یہ ہے کہ حقب اسی (۸۰) سال کو کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ زمانہ کی غیر معینہ مدت کو حقب کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۶۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک میں مجمع البحرین نہیں پہنچ جاؤں گا چلتا ہی رہوں گا اور اپنا سفر جاری رکھوں گا خواہ کتنا ہی

marfat.com

Marfat.com

عرصہ کیوں نہ لگ جائے۔

مجمع البحرین کی طرف سفر کا سبب اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کی تعیین

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی اور حر بن قیس فزاری کی اس میں بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ کس سے ملنے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ خضر تھے۔ ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب گزرے۔ حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا میری اور میرے اس ساتھی کی اس میں بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ کا وہ کون صاحب تھا جس سے ملاقات کا انہوں نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تھے تو ایک شخص نے سوال کیا' کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں' تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے۔ پھر حضرت موسیٰ نے اللہ سے ان کی ملاقات کی سبیل کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مچھلی کو نشانی بنا دیا اور فرمایا جب تم سے مچھلی گم ہو جائے تو تم لوٹ آنا وہیں تمہاری خضر سے ملاقات ہوگی۔ حضرت موسیٰ سمندر میں مچھلی کے نشان ڈھونڈتے رہے پھر حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد نے کہا: بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا' اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا' اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا○ موسیٰ نے کہا یہی تو وہ چیز ہے جسے ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے (الکھف: ۶۴-۶۳) پھر ان دونوں نے خضر کو پا لیا۔ پھر ان دونوں کا وہی قصہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۲۶' عالم الکتب)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ حضرت خضر کے ساتھ جس موسیٰ کا قصہ ہے یہ بنو اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے یہ اور موسیٰ تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ ہمیں حضرت ابی بن کعب نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے تو ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا میں سب سے بڑا عالم ہوں' تب اللہ عزوجل نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا' تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی؟ فرمایا ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لو پس جب وہ مچھلی گم ہوگی وہیں وہ بندہ ہو گا۔ حضرت موسیٰ اور ان کا شاگرد یوشع بن نون دونوں چل پڑے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لی تھی حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک چٹان پر سر رکھا اور وہ دونوں سو گئے۔ وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بناتی ہوئی چلی گئی اور یہ بات حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لیے بہت عجیب و غریب ثابت ہوئی تھی۔ وہ دونوں بقیہ رات اور دن چلتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے۔ (الکھف: ۶۲) اس نے کہا بھلا دیکھیے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا (الکھف: ۶۳) اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا۔ موسیٰ نے کہا یہی تو وہ چیز

marfat.com

Marfat.com

ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے (الکھف: ۶۴) جب وہ دونوں اس چٹان پر پہنچے تو دیکھا وہاں ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے موجود ہے۔

حضرت موسیٰ نے اس کو سلام کیا۔ حضرت خضر نے کہا تمہاری زمین میں سلامتی کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے کہا بنو اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ انہوں نے کہا ہاں' حضرت موسیٰ نے کہا آیا میں آپ کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس علم کی مجھے بھی تعلیم دیں۔ حضرت خضر نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے (الکھف: ۶۷-۶۶) اے موسیٰ میرے پاس اللہ کے علم سے ایسا علم ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے وہ آپ کے پاس نہیں ہے اور آپ کے پاس ایسا علم ہے جو اس نے آپ کو سکھایا ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا (الکھف: ۶۹) پھر وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے ان کے پاس کشتی نہیں تھی۔ ان کے پاس سے ایک کشتی گزری انہوں نے ان سے کہا کہ وہ ان کو سوار کر کے لے جائیں۔ انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان کو سوار کر لیا' پھر ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے بیٹھ گئی اور اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں۔ پس خضر نے کہا مجھے اور تمہیں علم دینے سے اللہ کے علم میں سے صرف اتنی کمی ہوتی ہے جتنی اس چڑیا کے سمندر میں چونچ مارنے سے کمی ہوتی ہے۔ پھر حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا ان لوگوں نے بغیر اجرت کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تاکہ آپ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں۔ حضرت خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ اس چیز پر میری گرفت نہ کریں جو میں بھول گیا ہوں (الکھف: ۷۳-۷۲) پس پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوگئی' پھر وہ دونوں چل پڑے۔ پس انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر نے اوپر سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھوں سے اس کا سر الگ کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بے قصور شخص کو کسی جان کے حق کے بغیر قتل کر دیا (الکھف: ۷۴) حضرت خضر نے کہا کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے (الکھف: ۷۵) ابن عیینہ نے کہا اس جملہ میں پہلے جملہ سے زیادہ تاکید ہے۔ پھر وہ دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے اور ان بستی والوں سے کھانا مانگا۔ پس انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو گرتے ہوئے دیکھا تو ان دونوں نے اس دیوار کو کھڑا کر دیا (الکھف: ۷۷) آپ نے فرمایا: حضرت خضر نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے کھڑا کر دیا۔ پھر حضرت موسیٰ نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت لے لیتے۔ حضرت خضر نے کہا اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے (الکھف: ۷۸-۷۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ حضرت موسیٰ کچھ دیر اور صبر کرتے حتیٰ کہ ان دونوں کے مزید واقعات بیان کیے جاتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۲۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۳۶' عالم الکتب)

ان دونوں حدیثوں کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ جس شخص سے ملاقات کرنے مجمع البحرین گئے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے جو شخص آئے تھے وہ بنو اسرائیل کے حضرت موسیٰ بن عمران تھے' کیونکہ پہلے معاملہ میں حضرت ابن عباس سے حر بن قیس بن حصن فزاری نے اختلاف کیا اور کہا

marfat.com

Marfat.com

وہ حضرت خضر نہیں تھے کوئی اور شخص تھے اور دوسرے معاملے میں حضرت ابن عباس سے نوف بکالی نے اختلاف کیا اور کہا کہ وہ بنو اسرائیل کے موسیٰ بن عمران نہیں تھے کوئی اور موسیٰ تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنالیا۔ (الکھف: ۶۱)

سرب کا معنی

سرب کا معنی ہے سرنگ' اس کی جمع اسراب ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے حدود میں جانے کو سرب کہتے ہیں اور سرب اس جگہ کو کہتے ہیں جو ڈھلوان مقام میں ہو۔ سرب کا معنی گزرنا بھی ہے اور بہنا بھی ہے۔ سرب الدمع کا معنی ہے آنسو بہا اور سارب کا معنی ہے جو کسی طریقہ سے بھی جانے والا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ جو رات کو چھپا ہوا اور دن میں چل رہا ہو۔

(الرعد: ۱۰) (المفردات ج ۱ ص ۳۰۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

مجاہد نے کہا سرب کا معنی ہے راستہ' قتادہ نے کہا پانی جم کر سرنگ کی طرح بن گیا تھا اور جمہور مفسرین نے کہا مچھلی فارغ جگہ میں چل رہی تھی اور حضرت موسیٰ مچھلی کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے' حتیٰ کہ وہ سمندر میں ایک جزیرہ کے راستہ کی طرف آپ کو لے گئی اور اس جزیرہ میں آپ نے حضرت خضر کو پایا اور ظاہر روایات اور ظاہر قرآن مجید کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کو ساحل سمندر پر پایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ' ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے O اس نے کہا بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا' اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنالیا تھا O موسیٰ نے کہا یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے۔ (الکھف: ۶۴-۶۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھولنے کی نسبت کرنے کی توجیہ

صرف حضرت یوشع بن نون مچھلی کا ذکر کرنا بھولے تھے اور قرآن مجید میں ہے وہ دونوں بھول گئے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یوشع' حضرت موسیٰ کو بتلانا بھول گئے اور دونوں کی طرف بھولنے کی نسبت اس لئے کی کہ حضرت یوشع حضرت موسیٰ کے مصاحب تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ ان دونوں پانیوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

(الرحمٰن: ۲۲)

یعنی کھاری اور شیریں دونوں پانیوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ موتی اور مونگے صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں لیکن چونکہ دریاؤں کا شیریں پانی بھی سمندر میں جا کر گرتا ہے اس لئے دونوں کی طرف نسبت کردی۔

بعض روایات میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع سے کہا تھا میں تمہیں صرف اس بات کا پابند کر رہا ہوں کہ جب یہ مچھلی تم سے جدا ہو تو تم مجھے بتا دینا۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ ایک چٹان کے سائے میں سوئے ہوئے تھے تو وہ مچھلی مضطرب ہو کر اس ٹوکری سے نکل گئی۔ حضرت یوشع نے دل میں کہا میں ابھی ان کو بیدار نہیں کرتا جب وہ

marfat.com
Marfat.com

بیدار ہوں گے تو ان کو بتادوں گا اور پھر وہ بتانا بھول گئے' اور مچھلی مضطرب ہو کر ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے سمندر کے بہنے کو روک لیا اور مچھلی اس میں اس طرح نشان بناتی ہوئی چلی گئی جس طرح پتھر میں نشانات ہوتے ہیں۔
پھر جب حضرت موسیٰ بیدار ہوئے اور اس چٹان سے آگے روانہ ہوئے تو حضرت موسیٰ نے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ ہو گئی ہے اور ان کو اسی وقت تھکاوٹ ہوئی تھی جب وہ اس چٹان سے روانہ ہوئے تھے۔ تب حضرت یوشع نے کہا بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا۔

سفر میں زادراہ لینا توکل کے خلاف نہیں بلکہ سنت انبیاء ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوران سفر ناشتہ طلب کیا اس سے معلوم ہوا انسان کو چاہئے جب سفر میں جائے تو کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے جائے۔ اس میں ان جاہل صوفیوں کا رد ہے جو سفر میں کھانے پینے کی چیزوں کو ساتھ لے جانا توکل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کا زعم یہ ہے کہ کسی چیز کو ساتھ نہ لے جانا یہی اللہ عزوجل پر توکل ہے اور دیکھئے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی اور اس کے کلیم ہیں اور انہوں نے سفر میں اپنے ساتھ زادراہ لیا حالانکہ انہیں ان سے اور سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اھل یمن حج کرتے تھے اور زادراہ ساتھ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے ہم توکل کرنے والے ہیں پھر جب وہ مکہ میں آتے تو لوگوں سے سوال کرنے لگتے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى اور سفر خرچ ساتھ لو' بہترین سفر خرچ سوال سے بچنا ہے۔

(البقرہ: ۱۹۷) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۲۳)

اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کئی کئی راتوں کے لیے غار حرا میں جاتے تو اپنے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے۔ پھر حضرت خدیجہ کے پاس لوٹ آتے اور جب دوبارہ جاتے تو پھر کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے جاتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۱۷)

بیماریوں اور مصائب کے بیان کرنے کا جواز

حضرت موسیٰ کے زادراہ اور ناشتہ میں اختلاف ہے کہ وہ کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کے تھیلے میں ایک نمکین مچھلی تھی اور وہ دونوں صبح اور شام اسی مچھلی کو کھاتے تھے۔ ابوالفضل جوہری نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مناجات کے لیے جاتے تھے تو چالیس دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب لوگوں کے پاس آتے تھے تو ان کو بھوک اور پیاس لگتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو جو درد اور مرض لاحق ہو یا کسی کام سے کوئی تھکاوٹ ہو اس کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اللہ کی رضا کے خلاف نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کرنے کے خلاف ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب یہ کلمات بے صبری' اللہ سے شکایت اور چیخ و پکار کے طور پر نہ صادر ہوں۔ اسی طرح انسان پر جو ناگہانی آفات اور مصائب آتے ہیں اور مال اور جان کا نقصان ہو جاتا ہے' بچے گم ہو جاتے ہیں' چوری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے حادثات پیش آتے ہیں ان کی بھی خبر دینا جائز ہے اور یہ صبر اور ضبط کے خلاف نہیں ہے اور نہ تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تو وہ ان کو یاد کرتے رہے اور رنج اور افسوس کرتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک سفر میں ہار گم ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور تمام قافلہ والوں نے مل کر اس کو تلاش کیا۔ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق پر غم زدہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر زخمی کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا۔ (صحیح البخاری تفسیر آل عمران)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو چھو کر دیکھا تو آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جتنا بخار تم دو آدمیوں کو ہوتا ہے مجھ اکیلے کو اتنا بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا آپ کو دگنا اجر ہو گا فرمایا ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی مرض سے یا کسی اور وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۶۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۱۸ دار الفکر)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ رکھا پھر کہا آپ کے بخار کی شدت سے میں آپ پر ہاتھ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء پر اس طرح دگنی مصیبتیں آتی ہیں جس طرح ہمیں دگنا اجر دیا جاتا ہے۔ بے شک انبیاء میں سے ایک نبی کو جوں کے ساتھ مبتلا کیا گیا تو انہوں نے اس کو مار دیا اور ایک شخص کو سردی میں مبتلا کیا جاتا تو وہ اٹھ کر کپڑے پہن لیتا اور بے شک وہ تنگی اور مصائب میں اس طرح خوش ہوتے تھے جس طرح وہ فراخی اور عیش میں خوش ہوتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کو بخار چڑھ گیا پس حضرت ابوبکر کو جب بخار آیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

(ترجمہ) ہر شخص اپنے گھر میں صبح کرتا ہے اور موت جوتی کے تسمہ سے زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر گیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

سنو! کاش مجھے معلوم ہوتا کیا میں ایک رات اس وادی میں گزاروں گا جس کے گرد اذخر اور جلیل (نامی گھاس) ہیں۔

اور کیا میں کسی دن مجنہ (مکہ کا ایک مقام) کے پانی پر جاؤں گا اور کیا مجھے شامہ اور طفیل (پہاڑ) دکھائی دیں گے۔

اے اللہ شبیہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کر جنہوں نے ہمیں ہمارے وطن سے اس وباؤں کی زمین کی طرف نکال دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۸۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۷۶، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۵۵، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۵۶)

امام احمد ایک اور سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ کے اصحاب بیمار ہو گئے۔ حضرت ابوبکر، عامر بن فہیرہ اور حضرت بلال بھی بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ان کی عیادت کے لیے گئیں حضرت ابوبکر سے پوچھا آپ کی طبیعت کیسی ہے تو انہوں نے کہا:

ہر شخص اپنے گھر میں صبح کرتا ہے۔ اور موت جوتی کے تسمے سے زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا:

میں نے موت کو چکھنے سے پہلے اس کو پا لیا بے شک بزدل کی طبعی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور حضرت بلال نے وہی شعر پڑھا۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ بھی اس طرح محبوب کر دے جس طرح تو نے ہماری طرف مکہ محبوب کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب کر دے۔ الحدیث (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۶۴، ۲۶۳۸۱، ۲۶۷۷۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۲۴، ۵۶۰۰)

ان حدیثوں میں صحابہ کرام نے اپنی بیماری کی بھی خبر دی اور مکہ مکرمہ سے جدائی پر بھی افسوس کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماریوں، آفتوں اور مصائب کی خبر دینا اور ان پر غم اور افسوس کا اظہار کرنا انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور یہ تسلیم و رضا کے منافی نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص مصائب پر رنج اور افسوس کا اظہار کرتا ہے اور ان کے ازالہ کی دعائیں کرتا ہے تو یہ اللہ کے سامنے اپنی بندگی، بے چارگی اور عجز کا اظہار ہے اور اگر کوئی شخص مصائب پر رنج اور افسوس نہیں کرتا اور ان کے ازالہ کے لیے دعائیں نہیں کرتا بلکہ الٹا خوش ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جرأت اور قوت کا اظہار ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، اور جاہل صوفی ایسا ہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم ہر اس حال میں خوش ہیں جس حال میں ہم کو خدا رکھے حالانکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم ہر حال میں راضی ہیں اور کسی حال کی شکایت نہیں کرتے۔

مصائب اور بیماریوں کے بیان سے صوفیا کا منع کرنا

مشہور صوفی محمد بن علی بن عطیہ المشہور بابی طالب مکی المتوفی ۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

جو شخص علاج نہیں کرتا اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اپنی بیماریوں کو مخفی رکھے کیونکہ یہ عمل نیکیوں کے خزانے میں سے ہے، اور اس لئے کہ یہ اس کے اور اس کے خالق کے درمیان معاملات سے ہے اس لئے ان کو چھپانے میں زیادہ سلامتی اور زیادہ فضیلت ہے، ہاں اگر اظہار کرنے میں وہ مخلص ہو یا وہ امام ہو اور اس کا قول سنا جاتا ہو یا وہ معرفت میں ماہر ہو وہ اپنی بیماری کی خبر دے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو، یا وہ شخص مصیبتوں کو نعمت سمجھتا ہو اور مصائب کی خبر دینے سے اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کرنا ہو ورنہ جو آدمی علاج نہیں کرتا اس کا بیماریوں کی خبر دینا اس کے حال کا نقص ہے اور اپنے مولا کی شکایت میں داخل ہے، کیونکہ شکایت کرنے میں نفس کو اس طرح راحت پہنچاتا ہے جس طرح بیماری کا علاج کر کے نفس کو راحت پہنچائی جاتی ہے، اور کوئی عالم ایسا نہیں کرے گا کیونکہ جس دوا کو اس کے مولا نے اس کے لیے مباح کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا بندہ اس کی شکایت کرے۔ علاوہ ازیں جب وہ اپنی بیماری کی خبر دے گا تو وہ اس سے مامون نہیں ہے کہ وہ بیماری کو زیادہ بیان کرے یا اس میں تصنع کرے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے فصبر جمیل (یوسف: ۱۸) پس صبر کرنا بہت اچھا ہے۔ اس میں کوئی شکایت نہیں ہے اور بعض صوفیا نے کہا جس شخص نے اپنی شکایت کو پھیلایا اس نے صبر نہیں کیا۔ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا آپ کی بینائی کس سبب چلی گئی انہوں نے کہا بہت عرصہ گزرنے اور غم کے طول کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تم میری مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا اے میرے رب میں تیری طرف توبہ کر رہا ہوں۔ طاؤس اور مجاہد سے مروی ہے کہ مریض تکلیف سے جو ہائے ہائے کرتا ہے اس کو لکھ لیا جاتا ہے، اور صوفیا مریض کے کراہنے کو مکروہ جانتے تھے کیونکہ یہ بھی مصنوعی طور پر شکایت کا اظہار ہے، اور کہا گیا ہے کہ ابلیس حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض میں صرف ان کے کراہنے کو حاصل کر سکا، اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کی طرف وحی فرماتا ہے میرے بندے کی طرف دیکھو وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے اور کلمہ خیر کہتا ہے تو اس کے لیے دعا کرو، اور اگر وہ شکایت کرتا ہے اور برے کلمات کہتا ہے تو پھر اس طرح نہ کرنا۔ بعض عیادت گزاروں نے اس خوف سے عیادت کرنے سے منع کیا ہے کہ مریض شکایت

marfat.com
Marfat.com

کرے گا' بلکہ مریض سے ملنے سے بھی منع کیا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی بیماری سے زیادہ بتلائے گا اور یہ اللہ کی اس نعمت کا کفر ہے جو اس نے اس کو بیماری کی صورت میں عطا کی ہے' اور بعض صوفیا جب بیمار ہوتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیتے تھے اور جب تک وہ صحت مند نہ ہو جاتے ان کے پاس کوئی نہیں آتا تھا۔ ان میں فضیل' وھیب اور بشر ہیں وہ کہتے تھے کہ میں عیادت کرنے والوں کے بغیر مرض کے ایام گزاروں گا۔ فضیل نے کہا میں بیماری کو صرف عیادت کرنے والوں کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں' اور بیماری کی خبر دینا توکل کے خلاف نہیں بشرطیکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو' اور وہ قضاء وقدر پر راضی ہو' اور بیماری کی خبر دے کر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز اور افتقار کو ظاہر کر رہا ہو' اور اپنے مسلمان بھائیوں کی دعا میں رغبت کر رہا ہو یا اس حال کے نعمت ہونے کی گواہی دے رہا ہو تاکہ اس پر شکر ادا کرے۔

حکایت ہے کہ بشر بن حارث نے طبیب عبدالرحمٰن کو اپنے دردوں کی خبر دی' اور کہا گیا کہ امام احمد نے اپنے امراض کی خبر دی اور کہا کہ میں اس خبر سے اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کر رہا ہوں' اور حسن بصری سے روایت ہے کہ جب کوئی مریض اللہ عزوجل کی حمد کرے پھر اپنی بیماری کو بیان کرے تو یہ شکایت نہیں ہے' اور امام احمد بن حنبل سے جب تک کوئی شخص ان کی بیماری کے متعلق نہیں پوچھتا تھا وہ اس کو اپنی بیماری نہیں بتاتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیماری کے متعلق پوچھا کہ آپ کیسے ہیں؟ بشر نے کہا کہ حاضرین نے اس سوال کو ناپسند کیا پس حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کر رہے ہو' گویا کہ انہوں نے یہ پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کیا جائے' نیز ان کا یہ ارادہ تھا کہ اپنی بیماری کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب کو ثابت کریں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قوت کے اظہار کرنے سے منع فرمایا تھا' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے مصائب پر صبر کرنے والا بنا دے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ سے مصائب مانگے ہیں' لیکن اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ اسی وجہ سے مطرف نے کہا اگر میں عافیت پر شکر کروں تو وہ میرے نزدیک مصائب پر صبر کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے' کیونکہ مصائب پر صبر کرنا تو قوی لوگوں کا طریقہ ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں نے القوی العزیز کے سامنے قوت اور حوصلہ کا اظہار کرنا مکروہ جانا۔ حکایت ہے کہ امام شافعی مصر میں بہت بیمار ہوئے تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! اگر اس بیماری میں تیری رضا ہے تو اس بیماری کو زیادہ کر دے تو ادریس بن یحییٰ المعافری نے ان کو خط لکھا کہ اے ابوعبداللہ تم رجال بلاء (اصحاب مصائب) میں سے نہیں ہو اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ پھر امام شافعی نے اپنے قول سے رجوع کیا اور اس پر توبہ کی۔

(قوت القلوب ج ۲ ص ۴۷۔ ۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مصائب اور بیماریوں کے بیان کرنے کے جواز پر قرآن مجید اور احادیث سے استدلال

صوفی ابوطالب مکی نے آخر میں جو لکھا ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور بیماری کے ازالہ اور صحت کی دعا کرنی چاہیے' اور بیماریوں اور مصائب پر خوشی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی قوت اور طاقت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی احتیاج ظاہر کر کے اپنی بیماری کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے' یہ صحیح اور برحق ہے۔ لیکن انہوں نے شروع میں جو لکھا ہے کہ کسی کے سامنے اپنی بیماری اور اپنے مصائب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے' یہ درست نہیں۔ قرآن مجید میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنی بھوک اور اپنے مصائب کا ذکر کیا:

marfat.com
Marfat.com

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ○ (یوسف: ۸۸)

پھر جب وہ لوگ یوسف کے دربار میں داخل ہوئے تو کہنے لگے اے عزیز! ہمیں اور ہمارے خاندان کو مصیبتیں پہنچی ہیں' پس ہم یہ حقیر پونجی لائے ہیں لہٰذا آپ ہمیں پورا غلہ ناپ کے دے دیجئے اور ہم پر صدقہ کیجئے' بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کا اللہ تعالیٰ سے ذکر کیا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۴-۸۳)

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے بیماری آ لگی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○ تو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ان سے اس بیماری کو دور کر دیا اور ہم نے ان کو ان کے اہل عطا کئے اور اتنے ہی ان کے ساتھ اور بھی اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور یہ عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہونے کے قریب ہے آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ نے کسی کے ہاتھ سلام بھیجا اور فرمایا اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور عطا کیا اور ہر شخص کی اجل اس کے پاس مقرر ہے۔ پس اس کو چاہئے کہ وہ صبر کرے اور ثواب کو طلب کرے۔ انہوں نے پھر کسی کو قسم دے کر آپ کے پاس بھیجا کہ آپ ضرور آئیں۔ آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بچہ کو اٹھا کر لایا گیا اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ حضرت اسامہ نے کہا اس بچہ کا جسم سوکھی ہوئی مشک کی طرح تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۸)

قرآن مجید کی نصوص صریحہ' اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے واضح ہو گیا اور جو احادیث اور نص قرآن ہم نے پہلے ذکر کی ہیں ان سے بھی ظاہر ہو گیا کہ اپنی بیماریوں اور اپنے مصائب کا بیان کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کی سنت ہے' اور صوفی ابو طالب مکی کے اقوال میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکیں۔

عیادت کرنے کے ثبوت میں احادیث

نیز صوفی ابو طالب مکی نے عیادت کرنے کی بھی مخالفت کی ہے اور کہا فضیل' وھیب اور بشر وغیرہ عیادت کرنے والوں کی وجہ سے بیماری کو ناپسند کرتے تھے' میں کہتا ہوں کہ عیادت کرنے کے ثبوت میں بہت احادیث صحیحہ ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری

marfat.com
Marfat.com

عیادت کی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۲ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے آئے اس وقت میں بیمار تھا ہوش میں نہیں تھا' آپ نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے اوپر ڈالا تو میں ہوش میں آ گیا۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۲۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۱۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے آئے آپ کسی خچر یا ٹٹو پر سوار نہیں تھے۔ صحیح البخاری' سنن ابوداؤد (جامع الاصول رقم الحدیث: ۴۸۹۳)

حضرت عائشہ بنت سعد بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں اور وہ ان کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مکہ میں بہت سخت بیمار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے آئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے۔ آیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ اور ایک تہائی چھوڑ دوں! آپ نے فرمایا نہیں' میں نے پوچھا آیا میں نصف مال کی وصیت کر دوں اور نصف چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں' میں نے پوچھا آیا میں ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں اور دو تہائی مال چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی مال' تہائی بہت ہے' پھر آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا' پھر کہا اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا کر' سعد نے کہا میں آخر وقت تک آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے جگر پر محسوس کرتا رہا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱' الادب المفرد رقم الحدیث: ۴۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذ کے بازو کی ایک رگ پر تیر مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوا دیا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۵۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو آپ نے اس کی عیادت کی اور اس پر اسلام پیش کیا سو وہ مسلمان ہو گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۵' الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۲۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس مریض کی عیادت کی جو موت کے قریب نہیں تھا اور اس نے سات مرتبہ یہ دعا کی: میں اللہ العظیم سے سوال کرتا ہوں' رب عرش عظیم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفا دے دے تو اللہ اس کو اس بیماری سے شفا دے دے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۹)

ان احادیث صحیحہ کی بنا پر مریض کی عیادت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سنت ہے' اور فضیل' وھیب اور بشر وغیرہ نے جو عیادت کرنے کو مکروہ کہا تو ان احادیث وافرہ کے مقابلہ میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہو گا۔

نیز صوفی ابو طالب نے کئی باتیں بے سند لکھی ہیں مثلاً یہ کہ کسی نے حضرت یعقوب سے یہ کہا کہ آپ کی بینائی کس سبب سے چلی گئی؟ انہوں نے کہا بہت عرصہ گزرنے سے اور غم کے طویل ہونے کی وجہ سے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ تم میری مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو' پھر انہوں نے کہا اے میرے رب میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں' صوفی ابو طالب کو کس

marfat.com
Marfat.com

ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کی طرف یہ وحی کی؟ اسی طرح انہوں نے بغیر کسی سند اور بغیر کسی حوالے کے مریض کے کراہنے اور شدت مرض کی وجہ سے اس کے ہائے ہائے کرنے کو بھی مکروہ لکھا ہے حالانکہ مرض کی شدت کی وجہ سے اس سے بے اختیار کراہنا صادر ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس کتاب کے ایک اور باب میں علاج کرنے کو بھی عزیمت کے خلاف لکھا ہے۔ ہم اس پر اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں۔ ہم نے تبیان القرآن ج ٦ النحل: ٦٩ کی تفسیر میں اس بحث کو تفصیل سے لکھا ہے۔

وما انسانیه میں ضمیرِ 'ہ' پر پیش لگانے کی توجیہ

عربی زبان کا اصول ہے کہ ضمیرِ 'ہ' سے پہلے زیر یا 'ی' آ جائے تو اس ضمیر کے نیچے ہمیشہ زیر پڑھی جائے گی مثلاً بہ اور الیہ اور یہی اسلوب پورے قرآن مجید میں رہا لیکن دو مقام پر اس کے خلاف آیا۔

وَمَآ اَنْسَانِيْهُ (الکھف: ٦٣) عَلَيْهُ اللّٰهَ (الفتح: ١٠)

حالانکہ قانون وما انسانیه اور علیه الله کا تقاضا کرتا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ صرف امام حفص کی قرأت ضمہ کے ساتھ ہے باقی ائمہ نے دونوں جگہ کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے (اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعة عشر ص ٣٦٩) اور دوسرا جواب اس مقام پر میرے شیخ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وما انسانیه کا ذکر قرآن مجید کے اس واقع میں ہے جو خلاف قانون اور خلاف عادت ہے۔ تو یہاں پر بھی ضمیرِ 'ہ' کے بجائے خلاف عادت اور خلاف قاعدہ 'ہُ' کو ذکر کیا گویا اس سے واقعہ کے عجیب ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (اور یہاں یہی اصل قرار پایا)

واقعہ اس طرح ہے جب موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع بن نون کے ساتھ پتھر کی چٹان پر پہنچے جہاں چشمۂ حیات تھا تو ان کی زنبیل میں بھونی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں گری پھر اس نے وہاں سرنگ بناتے ہوئے راہ لی۔ دریا کا بہاؤ اس پر رک گیا۔ یہ واقعہ حضرت یوشع حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنا بھول گئے اور سفر آگے جاری رکھا۔ جب انہیں یہ یاد آیا تو فرمایا وما انسانیه الا الشیطن کہ مجھے یہ شیطان ہی نے بھلایا ہے۔

علیهُ الله اس آیت کریمہ میں وعدے کا ذکر ہے اور خصوصاً اس جملہ میں وعدہ وفائی کا بیان ہے اور وعدے کی اصل یہی ہے کہ اسے پورا کیا جائے تو علیهُ الله میں بھی ضمیر کو اس کی اصل پر برقرار رکھا گیا یعنی عارضہ کی بنا پر زیر نہیں دی گئی گویا اس سے وعدہ وفائی کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ (تقریظ بر علم تفسیر اور مفسرین از صاحبزادہ علامہ ارشد سعید کاظمی مدظلہ ص ٧-٦)

پکی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو جانا

صحیح بخاری میں ہے حضرت موسیٰ نے علامت پوچھی تو فرمایا تم ایک مردہ مچھلی لو جس جگہ وہ مچھلی زندہ ہو گی وہیں خضر ہوں گے۔ انہوں نے اس مچھلی کو ٹوکری میں ڈال دیا اور اپنے شاگرد سے کہا میں تم کو صرف اس بات کا پابند کرتا ہوں کہ جس جگہ وہ مچھلی تم سے جدا ہو تم مجھے بتا دینا۔ اس نے کہا آپ نے مجھے کسی مشقت والے کام کا پابند نہیں کیا' جس وقت حضرت موسیٰ چٹان کے سائے میں سوئے ہوئے تھے وہ مچھلی ٹوکری میں مضطرب ہوئی اور سمندر میں داخل ہو گئی۔ حضرت یوشع نے سوچا کہ حضرت موسیٰ سوئے ہوئے ہیں میں ان کو بیدار نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کے بہاؤ کو روک لیا اور وہ مچھلی پانی میں راستہ بناتے ہوئے جانے لگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٧٢٦)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنایا۔ حضرت یوشع بن نون کو اس پر تعجب ہوا کہ اس مچھلی نے سمندر میں راستہ کیسے بنا لیا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ تعجب کی وجہ یہ تھی کہ وہ مچھلی پکی ہوئی تھی اور وہ اس کی

marfat.com
Marfat.com

بائیں جانب کھا چکے تھے وہ پھر اس کے بعد زندہ ہوگئی۔ حضرت ابن عباس نے اس قصہ میں بیان کیا ہے وہ مچھلی اس لئے زندہ ہوگئی کہ اس پر اس چشمہ کا پانی لگ گیا تھا جس میں آب حیات تھا اور وہ پانی جس سے بھی مس کر جاتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا' اور حضرت خضر سے ملاقات کی علامت یہ تھی کہ وہ مچھلی زندہ ہو گی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سفر کی تھکاوٹ کے بعد جب ایک چٹان پر بیٹھے تو ان کے پہلو میں آب حیات تھا۔ اس پانی کے کچھ چھینٹے اس مچھلی پر پڑ گئے تو وہ زندہ ہوگئی۔ امام ترمذی کی حدیث میں ہے سفیان نے کہا لوگوں نے کہا اس چٹان کے پاس آب حیات تھا اور جس چیز کے ساتھ بھی اس کا پانی لگ جاتا تھا وہ چیز زندہ ہو جاتی تھی۔ اس مچھلی کا کچھ حصہ کھایا جا چکا تھا اور جب اس مچھلی پر اس پانی کا ایک قطرہ پڑ گیا تو وہ زندہ ہوگئی (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۴۶۳۹) اور کتاب العروس میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چشمہ آب حیات سے وضو کیا تھا تو اس مچھلی پر بھی پانی کا ایک قطرہ پڑ گیا تھا' واللہ اعلم

حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس چیز کو تو ہم ڈھونڈ رہے تھے یعنی اس جگہ ہم اس شخص سے ملاقات کے لیے آئے تھے' پھر وہ دونوں اپنے پیروں کے نشانات پر چلتے ہوئے واپس لوٹے' اور صحیح بخاری میں ہے ان دونوں نے وہاں حضرت خضر کو سمندر کے وسط میں ایک سرسبز جزیرہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سعید بن جبیر نے کہا وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک پلو ان کے سر کے اوپر تھا اور ایک پلو ان کے پیروں کے نیچے تھا۔ حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے چادر سے اپنا چہرہ نکال کر کہا ہماری سرزمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پھر اپنا سر بلند کر کے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا اے بنی اسرائیل کے نبی و علیک السلام۔ حضرت موسیٰ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اس شرط پر آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے اللہ کا دیا ہوا علم سکھا دیں پھر وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا کیا تھا۔ (الکھف: ۶۵)

حضرت خضر کو خضر کہنے کی وجہ

جمہور کے قول کے مطابق اس بندے سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور احادیث صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے جیسا کہ ہم پہلے صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۰) بعض غیر معتبر لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس سے ملنے گئے تھے وہ خضر نہیں تھے کوئی اور عالم تھے' اور بعض لوگوں نے کہا وہ ایک عبادت گزار بندے تھے اور صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت خضر تھے۔ مجاہد نے کہا ان کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو اردگرد کی چیزیں سرسبز ہو جاتی تھیں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ جب وہ سفید پوستین (جانور کی کھال کی قمیص' جبہ) پر نماز پڑھتے تو اس کے نیچے سے سبزہ اگنے لگتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۷۱۵)

علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے اس حدیث میں سفید پوستین سے مراد روئے زمین ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جمہور کے قول کے مطابق حضرت خضر نبی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے نبی نہ تھے' اور قرآن مجید کی آیتیں یہ شہادت دیتی ہیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ بواطن امور کو نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ نیز انسان اسی سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کی اتباع کرتا ہے جو مرتبہ میں اس سے بڑھ کر ہو اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی سے بڑھ کر وہ شخص ہو جو نبی نہ ہو' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک فرشتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے علم باطن حاصل کرنے کا حکم دیا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۳۹۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت خضر کے نبی ہونے کی تحقیق

حضرت خضر کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ ولی ہیں یا نبی۔ قشیری کا قول یہ ہے کہ وہ ولی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ خضر نبی ہیں' یہ ایک جماعت کا معتمد ہے' ثعلبی اور ابن جوزی وغیرہ کا بھی یہی مختار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا اور فرمایا "وما فعلتہ عن امری" میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے وحی سے اس کو قتل کیا ہے اور وحی کا تعلق نبوت سے ہے۔ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا حرام ہے اور یہ حرمت صرف دلیل قطعی سے اٹھ سکتی ہے۔ اگر حضرت خضر ولی ہوتے اور الہام کی بنا پر اس کو قتل کرتے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ الہام دلیل ظنی ہے اور دلیل ظنی کی بنا پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز تکوینی امور میں حضرت خضر کا علم حضرت موسیٰ سے زیادہ تھا اور یہ جائز نہیں ہے کہ ولی کا علم نبی سے زیادہ ہو۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا حضرت خضر انسان کے بجائے فرشتہ قرار دینا

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا یا ولی ہونا تو الگ رہا وہ سرے سے انسان ہی نہیں تھے بلکہ فرشتے تھے' پہلے ہم ان کے دلائل ذکر کریں گے۔ پھر ان کے شبہات کا جواب دیں گے پھر دلائل سے یہ ثابت کریں گے کہ حضرت خضر انسان اور نبی تھے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس قصے میں ایک بڑی پیچیدگی ہے جسے رفع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خضر نے یہ تین کام جو کیے ہیں ان میں سے تیسرا کام تو خیر شریعت سے نہیں ٹکراتا مگر پہلے دونوں کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک تمام شرائع الٰہیہ میں ثابت رہے ہیں۔ کوئی شریعت بھی کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی مملوکہ چیز کو خراب کر دے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے۔ حتیٰ کہ اگر کسی انسان کو بطریق الہام بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب چھین لے گا اور فلاں لڑکا بڑا ہو کر سرکش اور کافر نکلے گا' تب بھی اس کے لیے خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر کشتی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت خضر نے یہ دونوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے' فی الواقع اس پیچیدگی کو کچھ بھی رفع نہیں کرتا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت خضر نے یہ کام کس کے حکم سے کیے تھے۔

ان کا حکم الٰہی سے ہونا تو بالیقین ثابت ہے کیونکہ حضرت خضر خود فرماتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ان کے اختیاری نہیں ہیں بلکہ اللہ کی رحمت ان کی محرک ہوئی ہے' اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ خود فرما چکا ہے کہ حضرت خضر کو اللہ کی طرف سے ایک علم خاص حاصل تھا۔ پس یہ امر تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے کیے گئے تھے' مگر اصل سوال جو یہاں پیدا ہوتا

ل بے قصور لکھنا چاہیے تھا' بے گناہ تو صرف انبیاء علیہم السلام اور فرشتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ

marfat.com

Marfat.com

ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی؟ ظاہر ہے کہ یہ تشریعی احکام نہ تھے' کیونکہ شرائع الٰہیہ کے جو بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے کی کتب آسمانی سے ثابت ہیں ان میں کبھی کسی انسان کے لیے یہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ وہ بلا ثبوت جرم کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے۔ اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ احکام اپنی نوعیت میں اللہ تعالیٰ کے ان تکوینی احکام سے مشابہت رکھتے ہیں جن کے تحت دنیا میں ہر آن کوئی بیمار ڈالا جاتا ہے اور کوئی تندرست کیا جاتا ہے' کسی کو موت دی جاتی ہے اور کسی کو زندگی سے نوازا جاتا ہے' کسی کو تباہ کیا جاتا ہے اور کسی پر نعمتیں نازل کی جاتی ہیں۔ اب اگر یہ تکوینی احکام ہیں تو ان کے مخاطب صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں شرعی جواز و عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیار کے بغیر صرف اوامر الٰہیہ کی تعمیل کرتے ہیں۔ رہا انسان' تو خواہ وہ بلا ارادہ کسی تکوینی حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنے اور خواہ الہاماً اس طرح کا کوئی غیبی علم اور حکم پا کر اس پر عملدر آمد کرے' بہر حال وہ گناہگار ہونے سے نہیں بچ سکتا اگر وہ کام جو اس نے کیا ہے کسی حکم شرعی سے ٹکراتا ہو۔ اس لئے کہ انسان بحیثیت اس کے کہ وہ انسان ہے' احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اصول شریعت میں کہیں یہ گنجائش نہیں پائی جاتی کہ کسی انسان کے لیے محض اس بنا پر احکام شرعیہ میں سے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز ہو کہ اسے بذریعۂ الہام اس خلاف ورزی کا حکم ملا ہے اور بذریعۂ علم غیب اس خلاف ورزی کی مصلحت بتائی گئی ہے۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس پر نہ صرف تمام علمائے شریعت متفق ہیں بلکہ اکابر صوفیہ بھی بالاتفاق یہی بات کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے تفصیل کے ساتھ عبدالوہاب شعرانی' محی الدین ابن عربی' مجدد الف ثانی' شیخ عبدالقادر جیلانی' جنید بغدادی' سری سقطی' ابوالحسین النوری' ابوسعید الخراز' ابوالعباس احمد الدینوری اور امام غزالی جیسے نامور بزرگوں کے اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل تصوف کے نزدیک بھی کسی ایسے الہام پر عمل کرنا خود صاحب الہام تک کے لیے جائز نہیں ہے جو نص شرعی کے خلاف ہو۔ (روح المعانی: ج ۱۶-ص ۱۶-۱۸)

اب کیا ہم یہ مان لیں کہ اس قاعدہ کلیہ سے صرف ایک انسان مستثنیٰ کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضرت خضر؟ یا یہ سمجھیں کہ خضر کوئی انسان نہ تھے بلکہ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیت الٰہی کے تحت (نہ کہ شریعت الٰہی کے تحت) کام کرتے ہیں؟

پہلی صورت کو ہم تسلیم کر لیتے اگر قرآن بالفاظ صریح یہ کہہ دیتا کہ وہ "بندہ" جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تربیت کے لیے بھیجے گئے تھے' انسان تھا۔ لیکن قرآن اس کے انسان ہونے کی تصریح نہیں کرتا بلکہ صرف عبدا من عبادنا (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ) کے الفاظ بولتا ہے جو ظاہر ہے کہ اس بندے کے انسان ہونے کو مستلزم نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ فرشتوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورہ انبیاء آیت ۲۶ اور سورہ زخرف آیت ۱۹۔ پھر کسی صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر کو نوع انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔ اس باب میں مستند ترین روایات وہ ہیں جو عن سعید بن جبیر' عن ابن عباس' عن ابی بن کعب' عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے ائمہ حدیث کو پہنچی ہیں۔ ان میں حضرت خضر کے لیے صرف رجل کا لفظ آیا ہے جو اگرچہ مرد انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ خود قرآن میں یہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہو چکا ہے جیسا کہ سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔ نیز یہ ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسانوں کے سامنے آئے گا تو انسانی شکل ہی میں آئے گا اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا۔ حضرت مریم کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا تو قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے کہ فتمثل لها بشرا سویا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "وہاں انہوں نے ایک مرد کو پایا" حضرت خضر

marfat.com
Marfat.com

کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہ ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم "خضر" کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے۔ متقدمین میں سے بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے جسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ماوردی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۲۔۴۰ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۸۳)

حضرت خضر کے فرشتہ ہونے کا رد

متقدمین میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت خضر فرشتہ تھے اسی طرح علامہ ماوردی نے بھی بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی یہ قول نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی کا بھی یہ مختار نہیں کہ حضرت خضر فرشتہ تھے ان سب کا یہی مختار ہے کہ حضرت خضر نبی تھے علامہ قرطبی کی رائے ہم نقل کر چکے ہیں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ ھ کی بھی یہی رائے ہے اور اسی پر انہوں نے دلائل دیئے ہیں وہ لکھتے ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ انسانوں میں سے بشر تھے اور وہ بشر نبی تھے کیونکہ انسان اسی سے علم حاصل کرتا ہے جس کا رتبہ اس سے بلند ہو اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی کے اوپر ایسا انسان ہو جو نبی نہ ہو۔

(النکت والعیون ج ۶ ص ۳۲۵ موسس الکتب الثقافیہ بیروت)

اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا وما فعلتہ عن امری (الکھف: ۸۲) یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے۔ یعنی مجھے ان کاموں کا حکم دیا گیا اور میں ان پر واقف ہو گیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور دوسروں نے کہا وہ رسول تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے تھے۔ اس قول کو علامہ ماوردی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور بہت سے لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ نبی نہ تھے اللہ کے ولی تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر بعض لوگوں نے حضرت خضر کو فرشتہ کہا ہے تو بعض لوگوں نے ان کو رسول اور ولی بھی کہا ہے لیکن یہ سب ساقط الاعتبار قول ہیں جمہور کی تحقیق یہی ہے کہ وہ نبی ہیں اور ساقط الاعتبار اقوال سے استدلال کرنا انصاف سے بعید ہے۔

علامہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

اور جمہور اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر نبی ہیں اور ان کو بواطن کی معرفت کا علم دیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر شریعت کا علم تھا۔ (البحر المحیط ج ۷ ص ۲۰۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

حضرت خضر کے انسان ہونے پر دلائل

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ احادیث میں حضرت خضر علیہ السلام کے لیے (رجل) مرد کا لفظ آیا ہے لیکن مرد کا لفظ صریحاً انسان ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ ہم کہتے ہیں کہ احادیث میں کم از کم حضرت خضر کے لیے مرد کا لفظ تو آیا ہے لیکن قرآن اور حدیث میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں آئی کہ حضرت خضر انسان نہیں فرشتے تھے۔ علاوہ ازیں جنات کے لیے جو رجل کا لفظ ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ برجال من الجن ہے اور حضرت جبریل کے لیے بشر کا لفظ تمثل کے ساتھ ہے بغیر قرینہ کے رجل کا لفظ صرف آدمی کے لیے ہوتا ہے۔ پھر بغیر کسی تصریح کے جمہور کے موقف کے خلاف یہ کیسے مان لیا جائے کہ وہ نبی نہیں فرشتے تھے۔ باقی رہا یہ شبہ کہ بلاقصور ایک لڑکے کو قتل کرنا اور کشتی کو عیب دار کرنا گناہ ہے یہ حضرت خضر کے لیے کیسے جائز ہو

marfat.com
Marfat.com

گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی کام گناہ اس وقت ہوتا ہے جب اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد کیا جائے انہوں نے تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے تھے جیسا کہ انہوں نے فرمایا وما فعلته عن امری (الکھف: ۸۲) آپ دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ ہماری شریعت میں حرام اور گناہ ہے۔ اسی طرح بنو اسرائیل کی شریعت میں مال غنیمت سے کھانا گناہ تھا ہماری شریعت میں جائز ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کی شریعت میں یہ کام گناہ تھا اور حضرت خضر کے نزدیک یہ کام جائز تھے کیونکہ ان کو اسی طرح حکم دیا گیا تھا۔ باقی رہا سید مودودی کا یہ کہنا کہ تکوینی امور فرشتوں کے سپرد کئے جاتے ہیں نبیوں کے سپرد نہیں کئے جاتے' میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ قرآن مجید کی کس آیت میں یا کس حدیث میں لکھا ہے' اور بہ فرض محال اگر کہیں یہ قاعدہ لکھا ہوا بھی ہے تو یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ اس قاعدہ سے کوئی استثناء نہیں ہوسکتا' جبکہ امام شافعی تو فرماتے ہیں مامن عام الا و قدخص عنه البعض ہر عام قاعدہ سے کوئی نہ کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا ہے۔

باقی رہا یہ کہ آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے کہ حضرت خضر فرشتہ نہیں تھے انسان تھے تو ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا (الکھف: ۷۷) پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے اور بستی والوں سے ان دونوں نے کھانا طلب کیا۔

امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں حتیٰ اذا اتیا اهل قریة لئاما فطا فا فی المجالس فاستطعما اهلها فابوا ان یضیفوهما وہ دونوں کم ظرف لوگوں کی بستی میں آئے اور ان کی تمام مجالس میں گھومے اور ان دونوں نے ان سے کھانا مانگا لیکن بستی والوں نے ان دونوں کو کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ (صحیح مسلم فضائل خضر رقم الحدیث: ۱۷۲)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے اس بستی کی مجلسوں میں پھر پھر کر کھانا مانگا' اور ظاہر ہے کہ کھانے کی احتیاج انسانوں کو ہوتی ہے فرشتوں کو نہیں ہوتی' بلکہ فرشتوں کے سامنے حضرت ابراہیم نے کھانا رکھا انہوں نے پھر بھی کھانا نہیں کھایا اور حضرت ابراہیم ان سے اجنبیت محسوس کر کے ان سے ڈرنے لگے (ھود: ۷۰) پس حضرت خضر علیہ السلام کا کھانا طلب کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے فرشتے نہ تھے۔

حضرت خضر کے نبی ہونے کا ثبوت علماء دیوبند سے

شیخ امین احسن اصلاحی بھی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی طرح عقلی شہادتوں پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں لیکن انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ حضرت خضر نبی تھے وہ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی تھے۔ اس کا اول قرینہ تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی بلکہ رسول کو ان کے پاس حصول علم اور حصول تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے تو ایک نبی کا غیر نبی کے پاس حصول علم و تربیت کے لیے بھیجا جانا بالکل ناموزوں سی بات ہے۔ اگرچہ اس نام کے کسی نبی کا ذکر قرآن یا تورات میں نہیں ملتا لیکن یہ چیز کچھ اہمیت رکھنے والی نہیں ہے۔ قرآن میں خود اس کی اپنی تصریح کے مطابق بہت سے انبیاء کا ذکر نہیں ہے۔ یہی حال تورات کا بھی ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ قرآن میں صریح ہے اپنے ہر نبی کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت دی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی ایک خاص پہلو سے فضیلت حاصل تھی اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فضیلت حاصل تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان سے کچھ باتیں سیکھنا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مطلق فضیلت حاصل تھی۔

marfat.com

Marfat.com

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ان کے جو اوصاف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ حضرات انبیاء ہی سے مناسبت رکھتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندہ تھا' ہم نے اپنی طرف سے اس پر خاص فضل کیا تھا۔ ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس انہوں نے خود اپنے کاموں سے متعلق فرمایا کہ میں نے کوئی کام بھی خود اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔ یہ سب باتیں دلیل ہے کہ وہ صاحب وحی نبی تھے اور ان کو یہ خاص امتیاز بھی حاصل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے بعض ارادوں کے راز کھول دیئے تھے۔ (تدبر قرآن ج ۶ ص ۶۰۶' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور امت کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک نبی اور پیغمبر ہیں مگر ان کے کچھ تکوینی خدمتیں منجانب اللہ سپرد کی گئی تھیں انہی کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس لئے اس پر اعتراض کیا۔ تفسیر قرطبی' بحر محیط' ابوحیان اور اکثر تفاسیر میں یہ مضمون بعنوانات مختلفہ مذکور ہیں۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۶۱۲' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۲ھ)

حضرت خضر کی حیات کے متعلق علماء امت کی آراء

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم نے ان کی لمبی زندگی کے لیے دعا کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا۔ علامہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین اور عام لوگوں کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں' اور بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا اور یہ قول شاذ ہے' صحیح مسلم میں حدیث دجال میں ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے پھر اس کو زندہ کرے گا اور مسلم کے راوی ابراہیم بن سفیان نے کہا اس شخص کو خضر کہا جائے گا' اسی طرح معمر نے بھی اس حدیث کی سند میں بیان کیا ہے' امام بخاری' ابراہیم حربی' ابن منادی' ابن الجوزی وغیرہ نے حضرت خضر کی حیات کا انکار کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور ہمارے ہاں موجود ہیں۔ یہ امر صوفیہ اور عرفاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور صوفیا کی حضرت خضر کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے' ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کے متعلق حکایات مشہور ہیں اور مقدس مقامات اور مواضع خیر میں ان کے موجود ہونے کے متعلق بے شمار واقعات ہیں۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۹' مطبوعہ کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

لمبی زندگی ممکن ہے اور حضرت خضر کی حیات کے متعلق بکثرت حکایات ہیں جیسا کہ عنقریب حضرت ام سلمہ کی حدیث میں آئے گا کہ حضرت خضر حضرت ام سلمہ کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتلایا کہ یہ حضرت خضر ہیں' اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ اور وہ رات اور دن ہیں' میرے شیخ نے یہ بیان کیا کہ ایک شخص کی خضر سے ملاقات ہوئی تھی میں نے اس سے کہا حضرت خضر سے ان کی زوجہ کے متعلق سوال کرنا' انہوں نے سوال کیا تو حضرت خضر نے کہا ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ اور اس میں رات اور دن کا ذکر نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت خضر کی حیات میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر اب زندہ نہیں ہیں۔ امام بخاری سے حضرت خضر اور حضرت الیاس کی حیات کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا وہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے تھوڑا عرصہ پہلے فرمایا جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا (صحیح بخاری ج ا ص ۲۲) اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے پہلے فرمایا جو لوگ اب زندہ ہیں سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا" (اس حدیث میں چونکہ روئے زمین کی قید نہیں ہے اس لئے اس حدیث میں یہ تاویل نہیں ہو سکتی کہ جب حضور نے یہ فرمایا اس وقت حضرت خضر پانی یا ہوا پر تھے۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ حدیث تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی' امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہ سے حضرت خضر کی حیات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد "ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام نہیں کیا۔" شیخ ابن تیمیہ سے حیات خضر کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے اور آپ سے علم حاصل کرتے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن یہ فرمایا تھا کہ اے اللہ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی' وہ جماعت تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسماء اور اس کے آباؤ اجداد اور قبائل کے اسماء معروف تھے اس وقت حضرت خضر کہاں تھے؟ ابراہیم حربی سے حضرت خضر کی بقا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا حضرت خضر کی حیات کا شوشہ شیطان نے لوگوں میں چھوڑ دیا ہے۔ "البحر" میں شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی الفضل مرسی کا قول بھی حضرت خضر کی موت کے متعلق نقل کیا گیا ہے اور علامہ ابن الجوزی نے علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہما کا حضرت خضر کی موت کے متعلق قول نقل کیا ہے اور ابو الحسین ابن المناوی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو حضرت خضر کو زندہ کہتا تھا۔

قاضی ابو یعلیٰ نے بعض اصحاب محمد سے حضرت خضر کی موت کو نقل کیا ہے' اور حضرت خضر کی زندگی کس طرح معقول ہو گی جبکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جمعہ پڑھا' نہ کسی جماعت میں شریک ہوئے' نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں گئے' جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران: ۸۱)

اور یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے دوں' پھر تمہارے پاس ایک (عظیم) رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہو' تو تم ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا؟ اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا' فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہو گا تو وہ اس امت کے امام کے پیچھے

marfat.com

Marfat.com

نماز پڑھیں گے' جو شخص حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا قائل ہے وہ یہ کیسے بھول جاتا ہے کہ ان کو زندہ ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ انہوں نے اس شریعت سے اعراض کر کے قرآن اور حدیث کی ان نصوص کی مخالفت کی ہے۔ ہمارے نزدیک معقول بات یہ ہے کہ اب خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں کیونکہ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہیں اور یہ قول دو وجہ سے فاسد ہے:

اول اس لئے کہ اس بنا پر اب ان کی عمر چھ ہزار سال یا اس سے زیادہ ہوگی اور انسانوں کی اتنی لمبی عمر عادۃً بعید ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ حضرت آدم کے صلبی بیٹے ہوں یا چوتھے درجے کے بیٹے ہوں (جیسا کہ بعض دوسروں کا قول ہے) تو ان کی خلقت عجیب و غریب ہوگی اور ان کا طول و عرض غیر معمولی ہوگا' کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آدم علیہ السلام کا طول ساٹھ ذراع (تیس گز) تھا پھر مخلوق کا قد بہ تدریج کم ہوتا گیا اور جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائلین ہیں اور ان سے ملاقات کے مدعی ہیں ان میں سے کسی نے ان کی غیر معمولی قامت کا ذکر نہیں کیا' دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر حضرت خضر' حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تھے تو وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوتے اور یہ کسی نے نقل نہیں کیا۔ (اس دلیل میں ضعف ہے)

تیسری دلیل یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے نکلے تو ان کے ساتھ والے سب فوت ہو گئے اور حضرت نوح کی نسل کے سوا کوئی باقی نہیں بچا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی بشر کا حضرت آدم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک زندہ رہنا صحیح ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک عظیم آیت تھی اور قرآن مجید میں اس کا متعدد جگہ ذکر کیا جاتا کہ یہ آیات ربوبیت میں سے ہے' اور جب اللہ تعالیٰ نے جس کو ساڑھے نو سو سال زندہ رکھا اس کا ذکر کیا ہے تو جو اس سے کئی گنا زیادہ زندہ ہے اس کا بہ درجہ اولیٰ ذکر کرنا چاہیے تھا۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا قول کرنا' بغیر دلیل شرعی کے اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک قول کرنا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اس پر قرآن مجید' سنت و اجماع امت کی دلالت ہوتی۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کی حیات پر زیادہ سے زیادہ جو دلیل دی جاتی ہے وہ چند حکایات منقولہ ہیں کہ فلاں شخص نے حضرت خضر کو دیکھا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ دیکھنے والے نے کس علامت سے یہ پہچان لیا کہ یہ خضر ہیں اور بہت سے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں خضر ہوں' لیکن دیکھنے والے نے کس دلیل شرعی سے اس کے قول کی تصدیق کی؟

ساتویں دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ مصاحبت نہیں کی اور کہا ھذا فراق بینی وبینک تو جب وہ حضرت موسیٰ ایسے اولوالعزم نبی کے ساتھ مصاحبت پر راضی نہیں تھے تو عوام کے ساتھ ملاقات اور ان کے ساتھ مصاحبت پر کیسے راضی ہوں گے جن میں سے اکثر لوگ غیر متشرع ہوتے ہیں اور طریقت اور معرفت کے دعویدار ہوتے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی آدمی کہے کہ میں خضر ہوں' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تو اس کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ حدیث شریعت میں حجت نہیں ہوگی' اور جو شخص حیات خضر کا قائل ہے وہ اس حدیث کو یا تو اس وجہ سے نہیں مانے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گیا اور آپ سے بیعت کی یا یہ کہے گا کہ آپ اس کی طرف مبعوث نہیں ہیں اور یہ کفر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نویں دلیل یہ ہے کہ اگر خضر زندہ ہوتے تو ان کا کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور اسلام کی سرحدوں پر پہرہ دینا' باجماعت نماز پڑھنا اور جمعہ پڑھنا اور امت کے ان پڑھ لوگوں کو وعظ کرنا' جنگلوں' صحراؤں اور میدانوں کی سیر و سیاحت سے کئی درجہ افضل ہوتا۔

حیات خضر کے ثبوت پر دلائل

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور صحابہ کرام جمع ہوئے اس وقت ایک شخص داخل ہوا جس کی رنگ دار داڑھی تھی وہ گورے رنگ کا ایک جسیم آدمی تھا۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا اور رونے لگا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا ہر مصیبت سے اللہ تعالیٰ کی تعزیت ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا عوض ہے اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا خلیفہ ہے' پس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو اور اللہ تعالیٰ تم کو آزمائش میں دیکھتا ہے اور دیکھو مصیبت زدہ شخص وہ ہے جس پر جبر کیا جائے' حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں اور زمزم سے اتنا پانی پی لیتے ہیں جو انہیں آنے والے سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ابن عساکر' عقیلی اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خضر اور الیاس کی ہر سال موسم (حج) میں ملاقات ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے اور پھر وہ یہ کلمات کہہ کر جدا ہو جاتے ہیں: ماشاء اللہ لایسوق الخیر الا اللہ ما شاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے اچانک ایک ہاتف نے پیچھے سے آواز دی اللہ تم پر رحم کرے ہم سے پہلے نماز نہ پڑھنا۔ حضرت عمر نے انتظار کیا حتیٰ کہ وہ شخص صف اول میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر نے اللہ اکبر کہا اور لوگوں نے اللہ اکبر کہا' ہاتف نے کہا ''اگر تو اس کو عذاب دے تو بہت لوگوں نے تیری نافرمانی کی ہے اور اگر تو اس کو بخش دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے'' حضرت عمر اور ان کے اصحاب نے اس شخص کی طرف دیکھا' جب میت کو دفن کر کے قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو اس نے کہا اے قبر والے! اگر تو راستہ میں گری ہوئی چیز کا اعلان کرنے والا یا ٹیکس وصول کرنے والا یا خازن یا کاتب یا سپاہی نہیں تھا تو تیرے لئے خوشی ہو' حضرت عمر نے کہا اس شخص کو بلاؤ ہم اس کی نماز اور اس کے اس کلام کے متعلق اس سے سوال کریں۔ اچانک وہ شخص غائب ہو گیا انہوں نے اس کے قدموں کے نشانات دیکھے تو وہ ایک ایک ہاتھ کے تھے۔ حضرت عمر نے کہا بخدا یہ شخص وہ تھا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا۔ اور یہ استدلال اس پر مبنی ہے کہ جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا وہ حضرت خضر تھے۔

اس قسم کی روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت خضر اب بھی زندہ ہیں اگرچہ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ تھے' اور اس وقت زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اب بھی زندہ ہوں' البتہ خصم کا رد کرنے کے لیے یہ روایات کافی ہیں کیونکہ وہ جس طرح اب زندہ نہیں مانتا' اس وقت بھی زندہ نہیں مانتا' ہاں اگر کوئی شخص اس وقت حضرت خضر کو زندہ مانتا ہو اور اب زندہ نہ مانتا ہو تو اس کے لیے یہ روایات کافی نہیں ہیں' لیکن اس قسم کا نظریہ رکھنے والے لوگ نہیں ہیں (یا وہ لوگ ہیں جو مطلقاً زندہ نہیں مانتے یا وہ ہیں جو مطلقاً زندہ مانتے ہیں) تابعین اور صوفیا کی

marfat.com

Marfat.com

حضرت خضر سے ملاقات اور ان سے فیض حاصل کرنے کے متعلق ہر دور میں اس قدر زیادہ حکایات ہیں جو بیان اور شمار سے باہر ہیں۔ ہاں جو محدثین حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں ان کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت خضر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے جیسا کہ علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج میں تصریح کی ہے اور یہ چیز صوفیہ کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ شیخ علاؤ الدین نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے حضرت خضر سے بلاواسطہ احادیث حاصل کی ہیں۔

حیات خضر کے حق میں اور اس کے خلاف دلائل پر بحث و نظر

سہروردی نے ''السر المکتوم'' میں ذکر کیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ہم کو تین سو احادیث بیان کیں جن کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا تھا۔ حیات خضر کے بعض قائلین نے استصحاب سے استدلال کیا ہے' کیونکہ حضرت خضر کی حیات پہلے دلیل سے ثابت ہے اس لئے جب تک دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو حیات ثابت رہے گی' اور امام بخاری کی حدیث (جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا) کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت خضر زمین پر نہیں تھے بلکہ پانی پر تھے' نیز یہ حدیث ان لوگوں کے متعلق ہے جن کا عام مشاہدہ ہوتا تھا کیونکہ ملائکہ اور شیطان اس حدیث کے عموم سے خارج ہیں' اور اس کا خلاصہ قرن اول ہوتا ہے۔ ہاں یہ حدیث ان لوگوں کے رد میں نص ہے جنہوں نے لمبی عمر کا دعویٰ کیا جیسا کہ رتن بن عبد اللہ ہندی تبریزی جو ساتویں صدی میں ظاہر ہوا اور اس نے صحابیت کا دعویٰ کیا۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ ''روئے زمین پر'' سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ عرفاً زمین پر رہنے والے ہوں' اور یہ معنی ان کو بھی شامل ہے جو اس وقت پانی پر تھے' اور اگر یہ معنی مراد نہ لیا جائے تو پھر اس حدیث سے رتن ہندی پر بھی رد نہیں ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اس وقت پانی پر ہو' اور دوسرے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو ان کا مشاہدہ ہوتا جیسا کہ دوسرے انسانوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے جو کہا ہے کہ اگر حضرت خضر ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور جہاد کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اویس قرنی جو خیر التابعین ہیں وہ بھی اس زمانہ میں تھے لیکن وہ حضور کے ساتھ نماز اور جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔ اسی طرح نجاشی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی خدمت میں آنا میسر نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کرتے تھے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کی وجہ سے ظاہر ہونے کا حکم نہیں تھا' اور حضرت عبد اللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جہاد میں تھا میرا گھوڑا گر کر مر گیا' پھر میں نے ایک حسین و جمیل شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی اس نے کہا کیا تم اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اس نے گھوڑے پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ گھوڑا اٹھ کر کھڑا ہو گیا' اس شخص نے میری رکاب پکڑ کر کہا اب سوار ہو جاؤ' میں سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے مل گیا' دوسرے دن ہم نے دشمن پر فتح حاصل کر لی تو میں نے اس شخص کو اپنے سامنے دیکھا' میں نے پوچھا کیا تم کل والے شخص نہیں ہو؟ اس نے کہا کیوں! میں نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں بتاؤ تم کون ہو؟ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے نیچے جو زمین تھی اس پر سبزہ پیدا ہو گیا۔ اس نے کہا میں خضر ہوں' اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر جہاد کے معرکوں میں شریک ہوتے تھے۔

شیخ ابن تیمیہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن دعا کی تھی ''اے اللہ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی'' اس کا جواب یہ ہے کہ ظہور' غلبہ اور قوت کے ساتھ تیری عبادت نہیں ہو گی' ورنہ مدینہ

marfat.com

Marfat.com

منورہ وغیرہا میں کئی مسلمان تھے جو جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

یہ بات واضح ہے کہ حضرت خضر کو اویس قرنی اور نجاشی وغیرہ کی سلک میں منسلک کرنا انصاف سے بعید ہے۔ اگرچہ حضرت خضر پر آپ کے پاس آنا واجب نہیں تھا لیکن جو شخص شب معراج کو تمام انبیاء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا مانتا ہے اس کے لیے حضرت خضر کا باوجود کسی ظاہری مانع کے نہ ہونے کے آپ کے پاس نہ آنا بعید از فہم ہے' اور یہ دعویٰ کرنا کہ وہ کسی حکمت کی بنا پر خفیہ طریقے سے آتے تھے بلا دلیل ہے' اور اگر کوئی حکمت ہوتی تو حضور بتا دیتے۔ جب حضرت جبرائیل دحیہ کلبی کی شکل میں حضور کے پاس آسکتے تھے تو حضرت خضر کے آنے میں کیا اشکال تھا؟ جب وہ عبداللہ بن مبارک کے ساتھ جہاد میں شریک ہوسکتے تھے اور ان پر اپنے آپ کو ظاہر کرسکتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جہاد میں شریک ہونے اور ظاہر ہونے میں کیا اشکال تھا؟ جنگ بدر میں فرشتے شریک ہوئے اور حضور نے ان کی خبر دی تو اگر حضرت خضر شریک ہوتے تو حضور ان کی خبر بھی بیان کرتے۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد سے جو حیات خضر کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ خلد کا معنی دوام ابدی ہے' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ خلد کا معنی حقیقت میں مکث طویل ہے' اور اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ حضرت نوح کے لیے مکث طویل ثابت ہے۔ بہرحال حیات خضر کی نفی پر اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حیات خضر کے سلسلہ میں حرف آخر

تمام بحث و تمحیص کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے ان علماء کے نظریہ کی تائید اور تقویت ہوتی ہے جو حضرت خضر کی وفات کے قائل ہیں' اور ان احادیث کے ظاہر سے عدول کرنے کا کوئی مقتضی نہیں ہے۔ ماسوا ان حکایات کے جو بعض صالحین سے منقول ہیں جن کی صحت کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۴۷۴۔ ۴۶۱' دار الفکر ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی حیات خضر پر طویل بحث کی ہے اور جن روایات سے حیات خضر پر استدلال کیا جاتا ہے ان کی اسانید پر جرح کی ہے' اور یہ ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء حیات کے قائل ہیں اور ان کے دلائل کو رد کیا ہے لیکن اپنا مختار ذکر نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر نے آب حیات پی لیا تھا اس لئے وہ عرصہ دراز سے زندہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ سب اسرائیلی روایات ہیں اور علامہ ابو جعفر مناوی نے ایک کتاب لکھ کر یہ بیان کیا ہے کہ اس قسم کی نقول پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

یہ اشکال صرف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے کلام سے حل ہوسکتا ہے جب آپ سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات اور وفات کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور اس مسئلہ کے انکشاف کی درخواست کی۔ تو آپ نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت مجدد نے ان سے ان کے حال کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا میں اور الیاس زندوں میں سے نہیں ہیں بلکہ اللہ سبحانہ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ ہم اجسام میں متشکل ہوجاتے ہیں اور زندہ لوگوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ گم کردہ راہ لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں اور اللہ کی

marfat.com
Marfat.com

اجازت سے مظلوم کی دادرسی کرتے ہیں اور علم لدنی کی تعلیم دیتے ہیں' اور جس کے لیے اللہ چاہتا ہے اس کو نسبت عطا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولیاء اللہ میں سے اس قطب مدار کا مددگار بنا دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان کا مدار بنا دیا ہے اور اس جہان کی بقا اس کے وجود کی برکت اور اس کے فیضان سے ہے' اور اس زمانہ کا قطب یمن کے ملک میں فقہ شافعی کا مقلد ہے اور ہم اس قطب کی اقتدا میں مذہب شافعی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں اس کشف صحیح کی وجہ سے تمام اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اشکال دور ہو جاتا ہے وللہ الحمد۔

(التفسیر المظہری ج ۶ ص ۶۲' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

علم لدنی کی تعریف

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی) عطا فرمایا۔

علم لدنی کی تعریف میں ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' آپ کے افعال اور آپ کے احوال سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اس کے افعال اور احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو علم کسبی ہے اور اگر یہ علم کسی واسطے کے بغیر حاصل ہو تو یہ علم لدنی ہے' اور وحی' الہام اور فراست علم لدنی کی اقسام ہیں۔ (مرقات ج ۱ ص ۲۶۴' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت علم لدنی کے اثبات میں اصل ہے۔ علم لدنی کو علم الحقیقۃ اور علم الباطن بھی کہتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۵ ص ۴۷۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ علم المکاشفہ اور علم باطن (علم لدنی) کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ہم علم المکاشفہ سے یہ مراد لیتے ہیں حق اس طرح جلی اور واضح ہو جائے گویا کہ ہم اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر دنیا کے میل کچیل کا زنگ نہ ہو' اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے احکام کی معرفت پر دل کے آئینہ میں خبیث چیزوں کے جو حجابات ہیں وہ زائل ہو جائیں' اور یہ اس وقت ہو گا جب انسان اپنے آپ کو شہوات کی اتباع سے روک لے اور اپنے تمام احوال میں انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کرے' پھر اس کے دل میں حق روشن ہو جائے گا اور اس پر حقائق منکشف ہو جائیں گے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۷۔ ۲۶ ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان کو اپنے پاس سے علم (لدنی) سکھایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ علوم ان کو اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے حاصل ہوئے۔ یہ علوم جو بہ طریق مکاشفہ حاصل ہوتے ہیں صوفیاء ان علوم کو علوم لدنیہ کہتے ہیں۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ بعض علوم ہم کو کسب سے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے بعض علوم ہم کو بغیر غور و فکر کے حاصل ہوتے ہیں جیسے ہم کو درد اور لذت کا علم ہوتا ہے اور بعض علوم ہم کو غور و فکر سے حاصل ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا علم اور قیامت کے برحق ہونے کا علم۔

اور بعض علوم وہ ہیں جو ہم کو ریاضت اور مجاہدہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں بایں طور کہ قوت حسیہ اور قوت خیالیہ ضعیف ہو جاتی ہیں اور جب یہ قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں تو قوت عقلیہ قوی ہو جاتی ہے اور انوار الٰہیہ عقل میں روشن ہو جاتے ہیں اور بغیر

marfat.com
Marfat.com

کسی واسطہ کے اور بغیر سعی اور طلب کے علوم اور معارف حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کو علوم لدنیہ کہتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفوس ناطقہ ماہیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں' بعض نفوس انوار الٰہیہ سے روشن ہوتے ہیں۔ ان کا بدنی لذتوں سے بہت کم تعلق ہوتا ہے اور وہ کسی قسم کے گناہ سے بھی ملوث نہیں ہوتے اور ان میں ہر وقت فیضان قدسیہ اور انوار الٰہیہ کے حصول کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے۔ پس عالم الغیب سے ان پر علوم اور معارف اور انوار قدسیہ کا مکمل فیضان ہوتا ہے اور علم لدنی اسی کو کہتے ہیں اور سورہ کہف کی اس آیت سے بھی یہی مراد ہے' اور جو نفوس ناطقہ گناہوں کی آلودگی سے صاف نہیں ہوتے اور بدنی لذتوں میں ڈوبے رہتے ہیں ان پر علوم اور معارف کا بلاواسطہ فیضان نہیں ہوتا ان کو علوم و معارف کے حصول کے لیے کسی انسان کے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۸۳ ـ ۴۸۲ ملخصاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

واضح رہے کہ علوم لدنیہ کے حاملین کے درجات اور مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اور علوم لدنیہ کی انواع بھی مختلف ہوتی ہیں تمام ملائکہ' انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین علوم لدنیہ کے حامل ہیں لیکن ان کے درجات اور مراتب مختلف ہیں۔ اسی طرح علوم لدنیہ کی انواع بھی مختلف ہوتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم تشریع کا علم لدنی حاصل تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کو عالم تکوین کا علم لدنی حاصل تھا۔ عالم تشریع سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہیں جن کا انسان مکلف ہے اور جن کا اسے اختیار دیا ہے' جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت میں صلاح اور فلاح حاصل کرتا ہے۔ مثلاً نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور قتل اور زنا نہ کرنا اور جھوٹ نہ بولنا وغیرہ۔ اور عالم تکوین سے مراد وہ امور ہیں جن میں انسان کا دخل اور اختیار نہیں ہے جیسے قدرتی آفات اور قدرتی انعامات' بارشوں' طوفانوں' زلزلوں' قحط' زمین کی زرخیزی وغیرہ کا ہونا یا نہ ہونا' موت' حیات' مرض' صحت اور حادثات وغیرہ کا ہونا یا نہ ہونا۔ یہ تکوینی امور ہیں ان کا علم حضرت خضر کو دیا تھا اور ان کی حکمتوں کا علم بھی دیا گیا تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کا علم دیا گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے اور یہ دونوں علوم لدنیہ ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب دیئے جانے کی تصریحات

امام ابوجعفر محمد بن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

وکان رجلا یعلم علم الغیب. حضرت خضر ایسے شخص تھے جو علم الغیب جانتے تھے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۳۴۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام علی بن احمد نیشا پوری متوفی ۴۵۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما اعطیناہ علما من علم الغیب — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے اس کو علم غیب سے علم عطا فرمایا۔

(الوسیط ج ۳ ص ۱۵۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ نے لکھا ہے حضرت خضر کو باطن کا علم دیا گیا تھا۔

(المحرر الوجیز ج ۱۰ ص ۴۲۵' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی اندلسی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے: ہم نے ان کو علم الغیب کی تعلیم دی تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۹۱' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ نے لکھا ہے:
ان کو ان علوم کی تعلیم دی تھی جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور جن کا علم ہماری توفیق کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔
(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۲۰۶-۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:
ہم نے ان کو وہ علوم سکھائے جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور وہ غیوب کی خبریں ہیں۔
(البحر المحیط ج ۷ ص ۲۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ ھ لکھتے ہیں:
یعنی وہ علم سکھایا جس کی کنہ کو جانا نہیں جا سکتا نہ ان کی مقدار کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے۔
(تفسیر ابی السعود ج ۴ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:
اللہ سبحانہ نے ان کو اس علم غیب سے تعلیم دی جو اس کے ساتھ خاص ہے۔
(فتح القدیر ج ۳ ص ۴۱۳-۴۱۲ مطبوعہ دار الوفا بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے وہ علم الغیوب اور اسرار العلوم الخفیہ ہیں۔
(روح المعانی جز ۱۵ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:
ہم نے ان کو اس غیب سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ مختص ہے (الی قولہ) حضرت موسیٰ کو احکام شرعیہ اور ظاہر قضا کا علم دیا گیا تھا اور حضرت خضر کو بعض غیب کا علم دیا گیا تھا اور بواطن کی معرفت کا۔ (فتح البیان جز ۸ ص ۸۱-۸۰ مطبوعہ المکتبۃ العصریہ ۱۴۱۵ھ)

شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفیں

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو احکام مقرر کیے وہ شریعت ہے۔
(النہایہ ج ۲ ص ۴۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

زیادہ بہتر تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام مقرر کیے وہ شریعت ہے' پس حلال' حرام' فرض' واجب' سنن اور مستحبات' اسی طرح مکروہ تحریمی' مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ یہ سب شریعت ہیں۔ شرع کا معنی ہے راستہ' اللہ اور اس کے رسول نے بندوں کے عمل کرنے اور بعض اعمال سے رکنے کا جو طریقہ مقرر فرمایا ہے وہ شریعت ہے۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ لکھتے ہیں:
جو سیرت ان لوگوں کے ساتھ مختص ہے جو اللہ کی طرف چلتے ہیں' منازل طے کرتے ہیں اور مقامات میں ترقی کرتے ہیں وہ طریقت ہے۔ (التعریفات ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے وہ اس سے پچھلے گناہوں پر توبہ کراتا ہے اور آئندہ کے لیے اس سے اس پر بیعت لیتا ہے کہ وہ دائماً گناہوں سے مجتنب رہے گا۔ تمام فرائض اور واجبات ادا کرے گا' جو فرائض اور واجبات چھوٹ گئے ہیں ان کو قضا کرے گا اور ان کلمات کے ساتھ استغفار کرے گا اور اس طرح اوراد اور وظائف

marfat.com
Marfat.com

پڑھے گا' اور اس طرح اور اتنے نوافل پڑھے گا ذکر بالسر یا ذکر بالجہر کرے گا اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ اس سلوک پر عمل کرنے سے اس کے دل سے گناہوں کا زنگ اتر جاتا ہے اور غفلت کے حجابات زائل ہو جاتے ہیں اور وہ دن بہ دن اس راہ میں ترقی کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ معرفت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کرتا ہے حتیٰ کہ اس دنیا میں جو بھی واقعہ یا حادثہ رونما ہو وہ اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے جوڑ لیتا ہے اور اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی فلاں صفت کا ثمرہ ہے۔ سو سالکین کی اس سیرت کو طریقت کہتے ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حقیقت کا باطن شریعت اور طریقت میں ہے جیسا کہ مکھن کا باطن دودھ میں ہے جس طرح جب تک دودھ کو بلویا نہ جائے اس سے مکھن حاصل نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک شریعت اور طریقت پر عمل نہ کیا جائے اس وقت تک حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۲۹۰۔۲۸۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ظاہر احکام پر عمل کرنا شریعت ہے اور یہ عام لوگوں کے لیے ہے' اور شریعت کے باطن پر عمل کرنا طریقت ہے اور یہ خاص لوگوں کے لیے منہاج ہے' اور شریعت کا خلاصہ حقیقت ہے اور یہ اخص الخواص کی معراج ہے۔ شریعت کا تعلق ابدان اور اجسام سے ہے اور طریقت کا تعلق دلوں سے ہے' یعنی دلوں میں علوم اور معرفت کا حصول' اور حقیقت کا تعلق ارواح سے ہے یعنی حق کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حقیقت مشاہدہ ربوبیت ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۲۴۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ ابن حجر ھیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

حقیقت اسرار ربوبیت کے مشاہدہ کو کہتے ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۰۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

شریعت التزام عبودیت ہے' اور حقیقت مشاہدۂ ربوبیت ہے' پس ہر شریعت جس کی حقیقت سے تائید نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور ہر حقیقت جو شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔ شریعت میں مخلوق کو مکلف کرنا ہے اور حقیقت میں حق کے تصرفات کی خبر دینا ہے۔ شریعت یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ کا مشاہدہ کرو۔ شریعت میں ظاہر احکام پر قائم رہنا اور حقیقت میں قضا و قدر اور ظاہر اور مخفی چیزوں کا مشاہدہ کرنا ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ ص ۱۱۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا آیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس علم میں سے مجھے بھی (کچھ) تعلیم دیں O اس بندہ نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے O اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا O موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا O اس بندے نے کہا پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا تم سے ذکر نہ کروں O (الکھف: ۷۰-۶۶)

حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصول تعلیم کے لیے ادب سے درخواست کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی لطیف پیرائے میں کہا آیا میں آپ کی پیروی کروں۔ اس طریقہ سے سوال کرنے

marfat.com
Marfat.com

میں انتہائی ادب و احترام ہے اور مخاطب کو اپنے سے بہت بلند مقام پر فائز کرتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے' الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۸۔۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۵۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ

حضرت موسیٰ نے جو یہ کہا تھا آیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس علم سے مجھے بھی تعلیم دیں۔ اس قول میں ادب کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کا تابع قرار دیا' کیونکہ انہوں نے کہا آیا میں آپ کی اتباع کروں؟

(۲) حضرت خضر کی اتباع کرنے میں حضرت موسیٰ نے ان سے اجازت طلب کی گویا کہ انہوں نے یوں کہا کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کروں' اور اس میں بہت زیادہ تواضع ہے۔

(۳) کیا میں حصول تعلیم کے لیے آپ کی اتباع کروں' اس قول میں اپنے لئے عدمِ علم کا اور اپنے استاذ کے لیے علم کا اعتراف ہے۔

(۴) انہوں نے کہا آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی (کچھ) تعلیم دیں۔ یہ من تبعیض کے لیے ہے یعنی انہوں نے یہ طلب کیا آپ کو جو علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بعض کی تعلیم دیں' گویا کہ انہوں نے کہا میرا یہ سوال نہیں ہے کہ آپ مجھے علم میں اپنے برابر کر دیں بلکہ میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ اپنے علم کے اجزاء میں سے چند اجزاء مجھے بھی عطا کر دیں جیسا کہ فقیر غنی سے کہتا ہے کہ تم اپنے مال کے اجزاء میں سے چند اجزاء مجھے عطا کر دو۔

(۵) انہوں نے کہا آپ کو جو رشد کا علم دیا گیا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا کر دیں گویا کہ وہ رشد کے طلبگار تھے۔

(۶) حضرت موسیٰ نے کہا آپ کو جو رشد کا علم دیا گیا ہے' اس میں یہ اعتراف ہے کہ آپ کو اللہ نے علم عطا کیا ہے۔

(۷) انہوں نے یہ کہا آپ کو جو علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے علم دیں یعنی آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مجھے تعلیم دینے سے آپ کا مجھ پر اس طرح انعام ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام کیا ہے۔ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف کی بھی تعلیم دی میں اس کا بندہ اور غلام ہوں۔

(۸) متابعت کا معنی یہ ہے کہ تابع اس وجہ سے وہ کام کرے کہ متبوع نے وہ کام کیا ہے اگر متبوع وہ کام نہ کرتا تو وہ اس کام کو نہ کرتا' جیسے ہم کعبہ کی طرف منہ کر کے صرف اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اگر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتے تو ہم بھی اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتے۔ اسی طرح استاذ کی اتباع کرنے کا معنی یہ ہے کہ تلمیذ استاذ کے کئے ہوئے کام کو صرف اس وجہ سے کرے گا کہ وہ کام اس کے استاذ نے کیا ہے۔ اس طرح اتباع کرنے میں اول امر سے اس بات کا اقرار ہے کہ وہ استاذ کے کسی کام پر اعتراض نہیں کرے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مطلقاً کہا آیا میں آپ کی پیروی کروں اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے تمام کاموں میں حضرت خضر کی اتباع کرنے کی درخواست کی اور کسی خاص کام کے ساتھ اتباع کو مقید نہیں کیا۔

(۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر نے ابتداءً پہچان لیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں! گویا انہوں نے جان لیا تھا یہ وہی نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ شرف کلام سے نوازا ہے اور ان کو کثیر معجزات عطا فرمائے' اس کے باوجود حضرت موسیٰ نے اتنی وجوہ سے تواضع کی اس سے معلوم ہوا کہ جس کا رتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اہل علم کے سامنے اتنی زیادہ تواضع کرتا ہے اور ان کا اتنا زیادہ ادب اور احترام کرتا ہے۔

(۱۱) حضرت موسیٰ نے کہا آیا میں آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے تعلیم دیں۔ پہلے انہوں نے اپنی اتباع پیش کی اس کے بعد انہوں نے ان سے حصول تعلیم کو طلب کیا۔ گویا ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے استاذ کی خدمت کرو پھر اس سے علم طلب کرو۔

(۱۲) انہوں نے کہا آیا میں اس بنا پر آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے تعلیم دیں۔ یعنی انہوں نے اس اتباع کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا بجز اس کے کہ وہ ان کو تعلیم دیں۔

حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اس بندہ نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے ○ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا ○ متعلم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس نے پہلے بالکل کچھ بھی نہ پڑھا ہو۔ ظاہر ہے استاذ اس کے سامنے مسئلہ کی جو بھی تقریر کرے گا اس کا شاگرد اس کو بلا چون چرا تسلیم کرے گا۔ دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے کچھ پڑھا ہوا ہے اور اس کو اپنے پڑھے ہوئے پر مکمل اعتماد اور یقین ہو۔ یہ شخص استاذ کی اسی بات کو تسلیم کرے گا جو اس کے پڑھے ہوئے کے مطابق ہوگا اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کے قبول کرنے میں اس کو تامل ہوگا اور اس پر وہ اعتراض کرے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریع کے نبی ہیں اور جو بات ظاہر شرع کے مخالف ہوگی اس پر وہ اعتراض کریں گے' جب کہ حضرت خضر علیہ السلام تکوین کے نبی تھے اور ان کو معلوم تھا ان کے کئی کام ظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے اور ان پر حضرت موسیٰ اعتراض کریں گے اور اس طرح تعلیم اور تعلم کا یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔ اس لئے انہوں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی کہہ دیا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے' اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ صبر کا تعلق تو مستقبل کے ساتھ ہے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں صبر ہو سکے گا یا نہیں اس لئے اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا صحیح ہے' لیکن حضرت خضر کی نافرمانی نہ کرنے کا عزم تو انہوں نے اسی وقت کر لیا تھا اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا صحیح نہ تھا' کیونکہ اس چیز کے ساتھ ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جس کا حصول غیر یقینی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اس وقت معصیت نہ کرنے کا عزم نہیں تھا ورنہ وہ اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ ملاتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی ان کا عزم تھا کہ وہ معصیت نہیں کریں گے یعنی اپنے قصد اور ارادہ سے ان کی معصیت نہیں کریں گے' لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ بھول جائیں یا ان سے خطا سرزد ہو جائے اور اس پر وہ قادر نہیں تھے کہ وہ نسیان اور خطا کو روک لیں اور انہوں نے حضرت خضر پر جو اعتراضات بھی کیے تھے وہ نسیان ہی کی وجہ سے کیے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر کا تقاضا وجوب ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے فرمایا میں آپ کے امر کی معصیت نہیں کروں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ (الجن:۲۳) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی حکم عدولی کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اور یہ حضرت موسیٰ کی طرف سے بہت زیادہ تواضع ہے اور بہت بڑے تحمل اور حوصلہ کا اظہار ہے۔

تعلیم اور تعلم کے آداب

یہ تمام آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تلمیذ اور متعلم پر واجب ہے کہ استاذ کے سامنے انتہائی ادب اور احترام کا اظہار کرے اور اگر استاذ کو یہ اندازہ ہو کہ متعلم پر تشدید اور سختی کرنا اس کے حق میں مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کے اوپر تشدید اور سختی کرے ورنہ ہوسکتا ہے کہ تشدید نہ کرنے کی وجہ سے متعلم غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جائے اور یہ اس کے حق میں مضر ہے۔

اس کے بعد حضرت خضر نے کہا پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کام سے ذکر نہ کروں۔

یعنی جب آپ کے نزدیک میرا کوئی کام قابل اعتراض ہو تو جب تک میں خود اس کی توجیہ نہ کروں آپ اس کے اوپر اعتراض نہ کریں اور یہی تعلیم اور تعلم کا ادب ہے۔ سبق میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی آگے چل کر خود بہ خود وضاحت ہو جاتی ہے اس لئے متعلم پر لازم ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور جو بات بہ ظاہر غلط معلوم ہو اس پر نہ ٹوکے حتیٰ کہ آگے چل کر استاذ خود اس کی وضاحت کر دے گا۔ اگر حضرت موسیٰ حضرت خضر کی نصیحت پر کاربند رہتے تو ان کی صحبت طویل ہوتی اور بھی کئی عجیب وغریب واقعات پیش آتے لیکن وہ اپنے شرعی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے خاموش نہ رہ سکے اور جب بھی کوئی بات بہ ظاہر خلاف شرع ہوتی تو اس پر ضرور ٹوکتے اور یوں یہ سلسلہ تعلیم ختم ہوگیا۔

فَانْطَلَقَا وقفۃ حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَہَا ط قَالَ

پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر) نے کشتی (کے تختے) کو توڑ دیا، (موسیٰ نے) کہا

اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَہْلَہَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ

کیا آپ نے اس کو اس لیے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں، بے شک آپ نے بہت خطرناک کام کیا ہے! ○ (خضر نے) کہا کیا میں نے

اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا

تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے ○ (موسیٰ نے) کہا جو چیز میں بھول گیا ہوں اس پر میری گرفت

نَسِیْتُ وَلَا تُرْہِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا وقفۃ

کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے ○ پھر وہ دونوں چل پڑے

marfat.com

Marfat.com

حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا، (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور

بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر) نے کشتی (کے تختہ) کو توڑ دیا۔ (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے اس کو اس لئے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا ہے ○ (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے ○ (موسیٰ نے) کہا جو چیز میں بھول گیا اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے ○ (الکھف: ۷۳-۷۱)

کشتی کا تختہ توڑنے کی تفصیل

اس سے پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر سمندر کے کنارے جا رہے تھے ان کے پاس سے ایک کشتی گزری انہوں نے کشتی والے سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرے۔ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان کو بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا۔ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو اس وقت حضرت موسیٰ چونک پڑے جب حضرت خضر نے کلہاڑی سے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا ان لوگوں نے ہم کو بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا اور آپ نے ان کی کشتی کا تختہ توڑ دیا تاکہ ان کے سواروں کو غرق کر دیں' یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا حضرت خضر نے کہا کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا جو چیز میں بھول گیا اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی تھی۔ ایک چڑیا آ کر کشتی کے تختے کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے سمندر کے پانی میں ایک یا دو مرتبہ چونچ ماری۔ پس حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا میرا علم اور تمہارا علم اللہ کے علم میں اتنی ہی کمی کر سکتا ہے جتنی کہ اس چڑیا کے چونچ میں پانی لینے سے سمندر میں کمی ہوئی ہے۔ حضرت خضر نے یہ ایک مثال دی تھی کہ میری معلومات اور تمہاری معلومات سے اللہ کی معلومات میں کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا چڑیا کے چونچ میں پانی لینے سے سمندر کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوتی' اور یہ مثال صرف سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ہمارے سامنے جو سمندر ہے یہ متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں' اسی طرح تمام مخلوق کے علم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہے اور آپ کے علم میں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ نسبت بھی نہیں ہے کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔

امام ابو العالیہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ جس وقت حضرت خضر نے کشتی کا تختہ توڑا تھا تو ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کسی نے نہیں دیکھا تھا' اور اگر لوگ ان کو دیکھ لیتے تو ان کو کشتی کے توڑنے سے منع کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ کشتی والے ایک جزیرہ کی طرف چلے گئے تھے اور حضرت خضر کشتی میں تنہا رہ گئے تھے اس وقت انہوں نے کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا۔

marfat.com

Marfat.com

بھول کی وجہ سے مواخذہ نہ ہونے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فرق اور دیگر فقہی مسائل

حضرت خضر علیہ السلام نے جو کشتی کا تختہ توڑا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ جب یتیم کا ولی یہ سمجھے کہ یتیم کے مال میں کوئی نقص پیدا کرنے میں یتیم کا فائدہ ہے تو یتیم کا ولی اس کے مال میں نقص ڈال سکتا ہے۔ مثلاً اس کو یہ خدشہ ہے کہ ظالم اس کا مال چھین کر لے جائیں گے تو اس کے لیے اس مال میں عیب ڈالنا جائز ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا کہ ظالم بادشاہ کو یتیم کے مال سے کچھ حصہ دے کر باقی مال اس سے بچا لینا جائز ہے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا جو چیز میں بھول گیا اس پر میری گرفت نہ کیجئے' اس سے معلوم ہوا کہ بھولے سے کوئی کام کرنے سے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا' لیکن یہ حکم حقوق اللہ میں ہے حقوق العباد میں نہیں ہے۔ جیسے بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن حقوق العباد میں یہ حکم نہیں ہے مثلاً کسی سے رقم قرض لے کر بھول گیا تو بھول کی وجہ سے اس رقم کی ادائیگی اس سے ساقط نہیں ہوگی' یا بیوی کو طلاق دے کر بھول گیا تو اس بھول کی وجہ سے وہ طلاق ساقط نہیں ہوگی یا کسی کی امانت رکھ کر بھول گیا تو اس امانت کی ادائیگی ساقط نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے ○ (الکھف: ۷۴)

حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا وہ بالغ تھا یا نابالغ اور اس کے قتل کی کیفیت

سعید نے کہا وہ لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' وہ کافر تھا۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا' وہ لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۰)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۹)

بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا اور وہ دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا اور اس کا باپ ان میں سے ایک بستی کا رئیس تھا اور اس کی ماں دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔

کلبی نے کہا اس لڑکے کا نام شمعون تھا' ضحاک نے کہا اس کا نام حیسون تھا' سہیلی نے کہا اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی ماں کا نام سھوی تھا۔ وھب نے کہا اس کے باپ کا نام سلاس تھا اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔ جمہور نے کہا وہ نابالغ تھا اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ بے قصور شخص تھا۔ قرآن مجید میں اس کے لیے غلام کا لفظ ہے اور غلام کا معنی ہے لڑکا۔ کیونکہ عرب مردوں میں غلام اسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو' اور حضرت خضر علیہ السلام کو کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے دل پر کفر کی مہر لگ چکی ہے' اسی وجہ سے حدیث صحیح میں ہے اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر میں مبتلا کر دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم کے بغیر نابالغ لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

ابن جبیر نے یہ کہا کہ وہ لڑکا سن تکلیف کو پہنچ چکا تھا کیونکہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ہے: رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے' اور کفر اور ایمان مکلفین بالغین کی صفات میں سے ہے اور غیر مکلف کو کافر یا مومن کا اطلاق اس کے ماں باپ کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۹۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

Marfat.com

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۷۵﴾

(خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بیشک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے ○

قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡۚ قَدۡ

موسیٰ نے کہا اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، بے شک

بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ

آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے ہیں ○ پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے

قَرۡيَةِ اِۨسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِيۡهَا

پاس آئے اور ان دونوں نے ان بستی والوں سے کھانا مانگا، بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا پھر ان دونوں نے اس

جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ

بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گراہی چاہتی تھی، تو اس نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو

عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَۚ سَاُنَبِّئُكَ

اس پر کچھ اجرت لے لیتے ○ (خضر نے) کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان کاموں کی

بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ

حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے ○ رہی وہ کشتی تو وہ چند

لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ

مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، اس لیے میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں (کیونکہ) ان کے

وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الۡغُلٰمُ

آگے ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (صحیح و سالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا ○ اور رہا وہ لڑکا

فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّ

تو اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے

marfat.com
Marfat.com

كُفْرًا ۝٨٠ فَأَرَدْنَآ أَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ

گا ○ تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے جو پاکیزہ اور زیادہ

رُحْمًا ۝٨١ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ

رحم دل ہو ○ اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی،

وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ

اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ

يَّبْلُغَآ أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا

وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں، اور میں نے

فَعَلْتُهٗ عَنْ أَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ

یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے، یہ ان کاموں کی حقیقت ہے جن پر آپ

ع ١٠ ١٢ ١

صَبْرًا ۝٨٢ ع ط

صبر نہ کر سکے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکو گے ○ موسیٰ نے کہا اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، بے شک آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ (الکہف: ٧٦-٧٥)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انصاف پسندی اور استاذ کا ادب اور احترام

حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں اپنے پہلے کلام کی بہ نسبت لک کا اضافہ کیا ہے اور کلام میں الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، گویا اس جملہ سے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو نہایت سختی اور تاکید کے ساتھ تنبیہ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی بہت خواہش اور حصول علم کی بہت شدید حرص تھی لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ وہ دو بار حضرت خضر علیہ السلام کے مقرر کردہ ضابطہ اور ان کی نصیحت کی خلاف ورزی کر چکے ہیں تو وہ بہت نادم ہوئے اور انہوں نے خود یہ پیشکش کی اگر تیسری بار بھی انہوں نے حضرت خضر کے حکم کی خلاف ورزی کی تو بے شک حضرت خضر انہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں اور اس معاملہ میں وہ حد عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت انصاف پسند تھے اور استاذ کا بہت زیادہ ادب اور احترام کرنے والے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان دونوں نے اس بستی والوں سے کھانا مانگا' بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرا ہی چاہتی تھی' تو اس نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا' موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے ○ خضر نے کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے' اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے ○

(الکھف: ٧٨-٧٧)

کھانا مانگنے کے سوال کا ضابطہ

اس بستی کے متعلق کئی قول ہیں زیادہ مشہور یہ ہے کہ بستی انطاکیہ یا ایلہ تھی۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر نے اس بستی والوں سے کھانا مانگا' حالانکہ شرفاء اور معززین کسی سے کھانے کا سوال نہیں کرتے' تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر اتنے عظیم پیغمبر تھے پھر بھی انہوں نے کھانے کا سوال کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کو شدید بھوک لگی ہو اس کے لیے کھانے کا سوال کرنا جائز ہے اور اگر اس کی بھوک اضطرار تک پہنچ جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کھانے کا سوال کرے۔

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں۔ آپ نے فرمایا: جب تک صدقہ کا مال آئے اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو ہم اس میں سے تمہیں مال دینے کا حکم کریں گے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ تین شخصوں کے علاوہ اور کسی شخص کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال کرنے سے رک جائے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کے مال پر کوئی ناگہانی آفت آئی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہو جائے اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقلمند آدمی یہ گواہی دیں کہ وہ فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ ان تینوں شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان تین صورتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٠٤٤' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٦٤٠' سنن النسائی رقم الحدیث: ٢٥٧٩' ٢٥٩١)

مقروض کے لیے قرض کی ادائیگی کے واسطے سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب اس نے کسی جائز ضرورت کے لیے قرض لیا ہو اور اگر اس نے کسی گناہ کا کام کرنے کے لیے قرض لیا ہے مثلاً سودی کاروبار کرنے کے لیے یا سینما بنانے کے لیے تو اس قرض کی ادائیگی کے لیے لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ فاقہ زدہ شخص کے لیے تین گواہوں کی شرط بہ طور استحباب ہے ورنہ دو گواہ بھی کافی ہیں اور یہ شرط بھی اس سائل کے لیے ہے جو اپنے علاقے میں مال دار ہونے کی شہرت رکھتا ہو' اور جس شخص کا مال دار ہونا معروف اور مشہور نہیں ہے اس کو کوئی گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں' اس کا اپنا کہہ دینا کافی ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے اور وہ فاقہ زدہ ہے۔

اکثر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے کی مذمت فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ حتی الامکان سوال کرنے سے گریز کریں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص صحت

marfat.com

Marfat.com

مند ہو اور کمانے پر قادر ہو اس کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا حرام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا مکروہ ہے' بشرطیکہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) وہ سوال کرتے وقت اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے (۲) گڑگڑا کر سوال نہ کرے (۳) مسئول کو ایذا نہ دے۔ اور جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو اور سفر میں اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں یا خریدنے کی قوت نہ ہو تو پھر اس کے لیے مطلقاً سوال کرنا جائز ہے۔ شدید بھوک میں اس کے لیے سوال کرنا پسندیدہ ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر نے اسی صورت میں سوال کیا تھا' اور اگر وہ اضطرار سے دوچار ہوتے تو پھر ان پر واجب تھا کہ وہ سوال کرتے اور لوگوں کے نہ دینے کی صورت میں ان پر واجب تھا کہ وہ ان سے چھین کر کھا لیتے۔

بعض احادیث میں ہے:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کا تم پر حق ہے' خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۵' ۱۶۶۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۰۱' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۹۸۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۹۸۲' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۳' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۱)

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوشحال اور سرمایہ دار شخص بھی سوال کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محض گھوڑے پر سوار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شخص خوش حال اور مالدار ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس شخص پر اتنا زیادہ قرض ہو کہ وہ گھوڑا بھی قرض میں ڈوبا ہوا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا اپنا گھوڑا نہ ہو' اس نے وہ گھوڑا کسی سے عاریۃً مانگ کر لیا ہو یا وہ کسی عذر کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہو۔ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ دینے والے کو سائل کی تفتیش اور چھان بین نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ظاہری حال سے یہ تجسس نہیں کرنا چاہیے کہ آیا وہ سوال کرنے کا اہل ہے یا نہیں ہے' بلکہ اس سے جو شخص بھی سوال کرے تو وہ اس کو اپنی حیثیت کے مطابق ضرور کچھ نہ کچھ دے دے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہو اور میرے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس اسے دینے کے بکری کے ایک بھنے ہوئے پائے کے سوا اور کچھ نہ ہو تو وہی اس کے ہاتھ پر رکھ دو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۶۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۶۴' ۲۵۷۳)

اگر انسان کے پاس سائل کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو اس سے اچھی طرح معذرت کر لے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں سائل کے متعلق کچھ نہیں معلوم کہ سوال کرنے کا مستحق ہے یا نہیں ہے؟ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ سوال کر کے اس رقم سے کھانا کھائے گا یا افیون کھائے گا' یا چرس اور ہیروئن تقسیم کرے گا' اور آج کل تو ہر چوراہے پر پیشہ ور گداگروں کا ہجوم ہوتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان مانگنے والوں کو دینے کے بجائے آپ اپنے محلہ کے کسی غریب اور مستحق شخص کو کچھ دے دیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ درست طریقہ نہیں ہے اگر ہم یہ معمول بنالیں کہ ہم اسی سائل کو دیں گے جو سوال کا مستحق ہوگا اور اسی کی جزا میں اللہ بھی ہمارے ساتھ یہی معاملہ کرے کہ وہ اسی شخص کی دعا قبول کرے گا جو دعا کرنے کا مستحق ہوگا اور اسی کے سوال پر عطا کرے گا جو سوال کا مستحق ہوگا' تو ہم سے جس نے سوال کیا ہے اسے تو کوئی اور دینے والا مل جائے گا لیکن ہمارے مستحق نہ ہونے کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ دیا تو پھر ہمارے لئے سوال کرنے کا کون سا دروازہ ہے اور اللہ کے مسترد کرنے کے بعد اس

marfat.com
Marfat.com

کے سوا ہمیں کون دینے والا ہے۔

تاویل کا معنیٰ

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں نے کھانا مانگا اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر بھی انسان تھے اور فرشتے نہ تھے' جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے اور ان کے انسان ہونے کی نفی کی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان فراق ہے' حضرت خضر نے ھٰذا سے کس چیز کی طرف اشارہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی طرف تھا اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' حضرت خضر نے ھذا کے لفظ سے اس فراق کی طرف اشارہ کیا تھا جس کا حضرت موسیٰ نے وعدہ کیا تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ھٰذا کا اشارہ اس تیسرے سوال کی طرف ہے کیونکہ یہ تیسرا سوال ہی ان کے اور حضرت خضر کے درمیان فراق کا سبب بنا تھا۔

حضرت خضر نے کہا اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے۔ قرآن مجید میں تاویل کا لفظ ہے۔ تاویل کا لفظ 'اول' سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے لوٹنا' کسی لفظ کی تاویل کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ اس معنیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حضرت خضر نے جو کام کیے تھے ان کاموں کی تاویل کا معنیٰ ہے ان کاموں کی حکمت۔

بہ قدر ضرورت مال دنیا جمع کرنے کا جواز اور استحباب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ محنت مزدوری کی اجرت لینا جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائیداد نہ بناؤ ورنہ دنیا میں تم رغبت کرو گے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۱' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۵۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۰' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۳۵)

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال دنیا جمع کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کام کی اجرت لینا بھی مال دنیا جمع کرنے کا سبب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو دنیا کا مال عیاشی کے لیے جمع کرتے ہیں' یا دنیا کی رنگینی اور چمک دمک کی وجہ سے مال دنیا جمع کرتے ہیں' یا گناہوں سے لذت اندوزی کے لیے مال دنیا جمع کرتے ہیں' لیکن جو آدمی باعزت اور باوقار طریقہ سے روزی حاصل کرنے کے لیے مال جمع کرے یا اپنی اولاد کی تعلیم' ان کی شادی اور ان کی دیگر ضروریات کے لیے مال جمع کرے اور اس مال میں اللہ کے حقوق نہ بھولے۔ زکوٰۃ اور فطرہ ادا کرے' قربانی کرے اس کا مال جمع کرنا جائز ہے' اسی طرح جو شخص حج اور عمرہ ادا کرنے کے لیے مال جمع کرے اس کا مال جمع کرنا پسندیدہ ہے۔

حضرت ایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا۔ صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے' اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے (رزق)

marfat.com
Marfat.com

حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے' جو شخص (صرف) مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔(مصنف عبدالرزاق ج ۵ص ۲۷۲-۲۷۱' مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے' اس لئے میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں (کیونکہ) ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (صحیح وسالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا O (الکھف: ۷۹)

سمندر میں کام کرنے والے مسکینوں کا بیان

امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں ان کی مسکینی کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے بدنوں میں ضعف تھا۔کعب نے کہا وہ دس بھائی تھے' پانچ اپاہج تھے اور پانچ سمندر میں کام کرتے تھے۔(زادالمسیر ج ۵ص ۱۷۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے ان دس بھائیوں کے ضعف اور امراض کی بہت تفصیل لکھی ہے لیکن ان کا ماخذ صرف اسرائیلی روایات ہیں' دیگر ذرائع سے ان روایات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے یہ کشتی چند محتاج لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مساکین فرمایا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی آیت سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ فقیر میں مسکین کی بہ نسبت زیادہ ضرر اور احتیاج ہوتی ہے' کیونکہ مسکینوں کے متعلق تو فرمایا ان کی کشتی تھی اور وہ سمندر میں کام کرتے تھے اور کشتی کے مالک تھے اور فقیر کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔(تفسیر کبیر ج ۷ص ۴۹۰' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ (البلد: ۱۶) یا خاک میں پڑے ہوئے مسکین کو

زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان کو برداشت کرنا

حضرت خضر علیہ السلام کا اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ اس کشتی کا تختہ اکھاڑنے سے میری غرض یہ نہیں تھی کہ اس میں بیٹھنے والے سواروں کو میں غرق کر دوں بلکہ اس سے میرا یہ مقصد تھا کہ جس راستہ پر یہ جا رہے ہیں اس میں آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ آتا ہے جو ہر اس کشتی کو چھین لیتا ہے جو بے عیب ہو اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا تا کہ یہ کشتی اس ظالم بادشاہ کے چھیننے سے محفوظ رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا کسی اجنبی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص کا مال بچانے کے لیے اس میں اس قسم کا تصرف کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا اور ہماری شریعت میں بھی یہ جائز ہے مثلاً ہمارے پاس کسی شخص کا مال یا زیور رکھا ہوا ہو اور ڈاکا پڑ جائے تو ہم اس شخص کے مال کو ڈاکے سے بچانے کے لیے اس میں کوئی عیب ڈال دیں تا کہ وہ مال ڈاکے سے بچ جائے' اور اس مال کے مالک کے لیے بھی یہ بہتر ہو گا کہ سارا مال جانے کے بجائے کسی عیب کے ساتھ اس کا مال بچ جائے' جیسے انسان کسی بڑی مصیبت کے بجائے کسی چھوٹی مصیبت کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اسی پر عمل کیا جو زیادہ آسان تھی۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اور اگر وہ گناہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی بہ نسبت اس سے بہت زیادہ دور ہونے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا ماسوا اس کے کہ اللہ

marfat.com

Marfat.com

کی حرمت کو پامال کیا جائے۔ ایسی صورت میں آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٨٥٣، ٦٧٨٦، ٦١٢٦، ٣٥٦٠، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٣٢٧، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٨٥، مسند احمد ج ٦ ص ٨٥، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ١٧٩٤٢، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ٤٣٧٥، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٤١٠)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی معاملہ میں دو امر جائز ہوں مشکل اور آسان تو مشکل کام کو ترک کرکے آسان کام کو اختیار کرنا چاہیے جیسے قسم کے کفارہ میں اختیار ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے، تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانے کی بہ نسبت آسان ہے۔ اسی طرح کفارۂ ظہار میں اور روزے کے کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ دن کے مسلسل روزے رکھے اور ساٹھ دن مسلسل روزے رکھنے کی بہ نسبت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا آسان ہے تو آسان حکم پر عمل کرے۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو بشارت دو اور متنفر نہ کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦١٢٥، ٦٩، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٣٤، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٥٨٩٠)

خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان کو برداشت کر لینا بہتر ہے اور زیادہ تکلیف اور مشقت سے بچنے کے لیے کم تکلیف اور مشقت کو برداشت کرنا سہل ہے۔ جیسے شوگر اور بلڈ پریشر کی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے سوکھے اور پھیکے بے ذائقہ کھانوں پر قناعت کر لینا بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گاO تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے جو پاکیزہ اور زیادہ رحم دل ہو۔ (الکھف: ٨١-٨٠)

لڑکے کو قتل کرنے کی توجیہ

ایک قول یہ ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا، وہ ڈاکے ڈالتا تھا اور برے کام کرتا تھا اور اس کے ماں باپ لوگوں سے اس کے شر کو دور کرتے رہتے تھے، اور جو شخص اس لڑکے کی طرف برے کاموں کو منسوب کرتا تھا اس کی تکذیب کرتے رہتے تھے، اور یہ ان کے فسق کا سبب تھا اور خطرہ یہ تھا کہ یہ فسق ان کے کفر تک پہنچ جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نابالغ لڑکا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ جب یہ بالغ ہو جائے گا تو اس میں یہ برائیاں پائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو یہ حکم دیا تھا کہ جس کے متعلق اس قسم کا غلبۂ ظن ہو اس کو قتل کر دیا جائے، اس کی ایک اور توجیہ یہ ہے کہ وہ لڑکا کافروں اور بدمعاشوں کے ساتھ وقت گزارتا تھا اور اس کے متعلق یہ غلبۂ ظن تھا کہ وہ بھی ان کی طرح ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ ایسے لڑکے کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس پر کفر کی مہر لگا دی گئی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١٥٠، صحیح مسلم فضائل خضر رقم الحدیث: ١٧٢، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٠٥، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٢٢١)

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ماں باپ کو اس سے بہتر لڑکا عطا فرما دے گا جو پاکیزہ سیرت کا حامل ہوگا اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوگا۔

عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پھر ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے بطن سے ستر نبی پیدا ہوئے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۸۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۲ھ)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا' تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے' یہ ان کاموں کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے ○ (الکہف: ٨٢)

یتیم کا معنی اور اس کے شرعی احکام

اس آیت میں فرمایا ہے وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی اس کا معنی ہے وہ لڑکے چھوٹے اور نابالغ تھے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی ہے کہ احتلام ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا اور صبح سے رات تک چپ رہنا کوئی عبادت نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٨٧٣' المسند الجامع رقم الحدیث: ١٠١٦٠)

اس حدیث کا ظاہر معنی ہے کہ جب کسی لڑکے کو احتلام ہو جاتا ہے تو پھر وہ مرفوع القلم نہیں رہتا اور اس پر بالغوں کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں' اب وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے اور اپنا خود نکاح کر سکتا ہے' اور اگر وہ لڑکی ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا' لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد بھی وہ سمجھدار اور ہوشیار نہ ہو تو اس کے تصرفات پر پابندی برقرار رہے گی اور کبھی ایک چیز دو سببوں سے ممنوع ہوتی ہے اور ایک مانع کے اٹھ جانے سے وہ ممانعت ساقط نہیں ہوتی' اور اللہ تعالیٰ نے بے عقل کے تصرفات پر بھی پابندی لگانے کا حکم دیا ہے فرمایا:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (النساء: ٥)

بے عقل لوگوں کو اپنے وہ اموال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ (البقرہ: ٢٨٢)

ہاں جس کے ذمہ حق ہے اگر وہ بے عقل ہو یا کمزور ہو یا وہ لکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوا دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح کم عقل کے لیے ولایت ثابت کی ہے اسی طرح کمزور کے لیے ولایت ثابت کی ہے اور اس آیت میں ضعیف اور کمزور سے مراد ہے کم عمر لڑکا' اور سفیہ سے مراد ہے وہ بالغ جو بے عقل یا کم عقل ہو' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (النساء: ٦)

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پس اگر تم ان میں ہوشیاری اور سمجھداری پاؤ تو پھر ان کے اموال ان کی طرف سونپ دو۔

لہٰذا یتیموں کی طرف ان کے اموال سونپنے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ بالغ ہو جائیں اور دوسری یہ ہے کہ ان میں ہوشیاری اور سمجھداری آ جائے' اور جب اس حکم کا وجوب دو چیزوں پر معلق ہے تو ان دونوں چیزوں کے بغیر اس کا وجوب متحقق نہیں ہوگا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ صبح سے رات تک چپ رہنا کوئی عبادت نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں چپ رہنے کو بھی عبادت سمجھا جاتا تھا' اور ان میں سے کوئی شخص پورا دن اور رات بھر چپ رہتا تھا اور اس کو وہ چپ کا روزہ کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور انہیں ذکر کرنے اور نیکی کی باتیں کرنے کا حکم دیا۔

marfat.com
Marfat.com

یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان کے درمیان کشادگی رکھی۔ (کشادگی رکھنے میں یہ اشارہ ہے کہ دونوں درجوں میں فرق ہوگا۔)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٠٠٥، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٩٨٣، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٥٠، سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٩١٨، مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٣، جامع الاصول رقم الحدیث: ٢٢٢، ٢٢١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جس شخص نے یتیم کو اپنے پاس رکھا اور اس کو کھلایا اور پلایا، اللہ تعالیٰ اس کو یقیناً جنت میں داخل کردے گا الا یہ کہ اس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس کی بخشش نہ ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٩١٧، جامع الاصول رقم الحدیث: ٢٢٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اس کے دل میں سختی ہے آپ نے فرمایا: تم یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اس کو کھانا کھلاؤ، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٣، المسند الجامع رقم الحدیث: ١٤٠٥٧، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٣٥٠٨)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری حاجت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر رحم کرو، اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اس کو اپنے طعام سے کھلاؤ، تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

(اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٣٥٠٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہو۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ١٣٤٣٤، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٣٥١٣)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا ہاتھ جتنے بالوں کے اوپر سے گزرے تو ہر بال کے عوض اس کو اللہ کے لیے ایک نیکی کا اجر ملے گا، اور جس شخص کے پاس کوئی یتیم لڑکا یا لڑکی تھی اور اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

(مسند احمد ج ٥ ص ٢٦٥، ٢٥٠، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٧٨٢١، الزھد لابن المبارک رقم الحدیث: ٦٥٥، امام طبرانی کی سند میں علی بن یزید الالہانی ضعیف راوی ہے)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک لڑکا اٹھ کر گیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا اللہ تمہاری یتیمی کے نقصان کو پورا کردے اور اپنے باپ کا جانشین بنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! میں نے دیکھ لیا تم نے جو کچھ اس لڑکے کے ساتھ کیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس لڑکے پر رحم آیا! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے مسلمانوں میں سے جو شخص بھی کسی یتیم کی سرپرستی کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ہر بال کے

marfat.com
Marfat.com

بدلہ میں ایک درجہ عطا فرمائے گا' اور اس کو ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی عطا فرمائے گا اور ہر بال کے بدلہ میں اس کا ایک گناہ مٹا دے گا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۹۱۱ اس حدیث کا ایک راوی ابوالورقاء متروک ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۵۱۸)

ہم نے اس عنوان کے تحت آخر میں چار ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو ضعیف الاسناد ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر ہوتی ہیں۔ نیز ان میں سے بعض احادیث متعدد اسانید سے مروی ہیں اور تعدد اسانید سے ضعیف حدیث حسن لغیرہٖ ہو جاتی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا تو ایک عورت بھی میرے ساتھ داخل ہونا چاہے گی۔ میں پوچھوں گا تم کون ہو وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں جس نے اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی تھی۔ اس حدیث کے راویوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور سیاہ رخساروں والی عورت جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح ہوں گے' اور جو عورت بڑے عہدہ پر ہو اور خوبصورت ہو اور اس نے اپنے آپ کو اپنے یتیم بچوں کی پرورش پر وقف کر رکھا ہو حتیٰ کہ وہ بچے فوت ہو گئے یا اس سے الگ ہو گئے۔

امام طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں یتیم بچوں کو کس وجہ سے مار سکتا ہوں' آپ نے فرمایا: جس وجہ سے تم اپنے بچوں کو مارتے ہو سوا اس کے کہ تم اپنے مال کو اس کے مال کے ذریعے بچانا چاہتے ہو حتیٰ کہ اس کے مال سے استغناء ہو جائے۔

ہمارے شیخ نے ترمذی کی شرح میں کہا یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں آپ کے درجہ کے ساتھ یا قریب اس لئے ہوگا کہ یتیم بچہ بھی کم فہم ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ شان ہے کہ آپ ان لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے جن کو اپنے دین کے معاملات کی فہم اور عقل نہیں تھی تو آپ ان لوگوں کے کفیل' معلم اور مرشد تھے' اور یتیم کا کفیل بھی ان بچوں کی کفالت کرتا ہے جن کو اپنے دین کے معاملات کی فہم نہیں ہوتی بلکہ دنیا کے معاملات کی بھی فہم نہیں ہوتی تو وہ ان کو رشد و ہدایت دیتا ہے اور ان کو تعلیم دیتا ہے اور ان کو حسن ادب سکھاتا ہے' سو اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ مناسبت ہوتی ہے اس وجہ سے اس کا جنت میں درجہ آپ کے درجہ کے ساتھ ہوگا۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۹۔ ۴۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

یتیم کے مزید احکام ہم نے النساء: ۶ میں بیان کئے ہیں وہاں مطالعہ فرمائیں۔

یتیم لڑکوں اور ان کے شہر کا نام

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی نے لکھا ہے ان دو یتیم لڑکوں کا نام صریم اور اصرم تھا' انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ نہ ہو اور حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی ماں نہ ہو۔ اس آیت میں ہے رہی وہ دیوار تو وہ مدینہ میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس شہر کا نام مدینہ تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا جائے گا (دوسرے شہروں پر غالب ہوگا) لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۲۴۱)

marfat.com
Marfat.com

خزانہ کے مصداق میں اقوال

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں۔
اس خزانے کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۵۲' الکامل لابن عدی ج ۷ص ۲۸۲۳' المسند الجامع رقم الحدیث:۱۱۰۴۹)

(۲) عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر وہ رنج وغم کرتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو دوزخ پر یقین رکھتا ہے پھر وہ ہنستا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر ایمان رکھتا ہے وہ کیسے خوش ہوتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو رزق پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں خود کو تھکاتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں غفلت کرتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا کو الٹتے پلٹتے دیکھتا ہے وہ کیسے دنیا پر مطمئن ہوتا ہے' میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' محمد میرے بندے اور رسول ہیں۔ اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے میں واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے' میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے' اس کے لئے خوشی ہو جس کو میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اور اس خیر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا اور اس کے لیے تباہی ہو جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس شر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔

(۳) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس سے مراد علم کا خزانہ ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد وہ صحائف ہیں جن میں علم ہو' ابن الانباری نے کہا اس تقدیر پر معنی یہ ہے اس دیوار کے نیچے خزانہ کی مثل تھی کیونکہ اموال کی بہ نسبت علم زیادہ نفع آور ہے۔

زجاج نے کہا لغت میں معروف یہ ہے کہ جب صرف خزانے کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے وہ مال جس کا ذخیرہ کر کے اس کو دفن کیا جاتا ہو' اور جب مال نہ ہو تو کہا جاتا ہے فلاں شخص کے پاس علم کا خزانہ ہے اور اس کے پاس علم کا خزانہ ہے' اور کنز کا لفظ مال کے زیادہ مشابہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خزانہ مال ہو اور اس کے ساتھ علم بھی لکھا ہوا ہو' پس وہ مال ہو اور علم عظیم ہو۔ (زاد المسیر ج ۵ص ۱۸۲-۱۸۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۱۲ھ)

میرے نزدیک کنز (خزانہ) کی وہی صحیح تفسیر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یعنی کنز سے مراد وہ سونا چاندی ہے جو مدفون تھا' اور میرے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد اور کسی کی تفسیر دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

یتیم بچوں کے باپ کا تعارف اور مرنے کے بعد بھی مرد صالح کا فیضان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (خضر نے کہا) اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا ان کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور ان کو ادا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کے باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی کیونکہ ان کی کوئی نیکی ذکر نہیں فرمائی نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی فرماتا ہے اور اس کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۲۸۸۲' ۱۲۸۸۳' جامع البیان رقم الحدیث:۱۷۵۴۳)

marfat.com
Marfat.com

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴٦۸ھ لکھتے ہیں:

جعفر بن محمد نے کہا ان لڑکوں کے درمیان اور اس نیک باپ کے درمیان سات آباء تھے' اور محمد بن منکدر نے کہا کہ اللہ عزوجل کسی ایک بندے کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد' اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے محلہ والوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(الوسیط ج ۳ ص ۱٦۳' معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴۷' النکت والعیون ج ۳ ص ۳۳٦' زاد المسیر ج ۵ ص ۱۸۲' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۰' تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۹۲' روح المعانی جز ۱٦ ص ۲۰۔۱۹)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

وہ ان کی پشت کے اعتبار سے ساتویں باپ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ دسویں باپ تھے' ان کے والد کا نام کاشح تھا اور ان کی والدہ کا نام دنیا تھا۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک شخص کی حفاظت بھی فرماتا ہے اور اس کی اولاد کی بھی حفاظت فرماتا ہے خواہ وہ اس سے نسبت میں بعید ہوں' اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی اولاد کی سات پشتوں تک حفاظت فرماتا ہے اور اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلالت کرتی ہے:

اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ (الاعراف: ۱۹٦)

(آپ کہیے) بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور وہ صالحین کا ولی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۱۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان لڑکوں کے نیک باپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دیوار کو بنوا دیا لیکن وہ لڑکے اس دیوار کے نیچے سے خزانہ کیسے حاصل کر سکیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان لڑکوں کو یا ان کے وصی کو معلوم ہو کہ اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون ہے۔

حضرت خضر کے نبی ہونے پر دلیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (خضر نے) کہا میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے۔

یعنی آپ نے جو دیکھا ہے کہ میں نے کشتی کا تختہ توڑ دیا اور ایک لڑکے کو قتل کر دیا اور ان کنجوس لوگوں کی بستی میں جو دیوار گرا چاہتی تھی اس کی مرمت کر کے اس کو سیدھا کر دیا تو یہ تمام کام میں نے اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے نہیں کیے بلکہ میں نے یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی وحی سے کیے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کے اموال کو نقصان پہنچانا اور ان میں عیب ڈالنا اور لوگوں کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کی وحی اور نص قطعی کے بغیر جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ناحق قتل کرنا اور کسی کا ناحق مال کھانا حرام فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام: ۱۵۱)

اور جس کا خون اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل مت کرو۔

اسی طرح مال کے متعلق فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (الانعام: ۱۵۲)

اور نیک طریقہ کے سوا یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تمہاری

marfat.com
Marfat.com

جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے آج کے دن' اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۶۷۸' عالم الکتب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ایک دوسرے کی جانوں کو اور ایک دوسرے کے اموال کو اور ایک دوسرے کی عزتوں کو اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے کہ آج کے دن' اس مہینہ میں اور اس شہر میں یہ چیزیں حرام ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۴۳)

جب یہ واضح ہو گیا کہ نصوص قطعیہ سے کسی کو ناحق قتل کرنا اور کسی کا مال ضائع کرنا حرام ہے تو پھر یہ حرمت کسی نص قطعی سے ہی مرتفع ہو سکتی ہے اور حضرت خضر علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے یقیناً وحی نازل فرمائی تھی جس کی بنا پر انہوں نے مسکینوں کی کشتی کو عیب دار کیا اور ایک لڑکے کو قتل کیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں حضرت یوشع بن نون کا کردار

اس قصہ کے شروع میں ذکر کیا گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ حضرت یوشع بن نون کو بھی لے گئے تھے اور وہ دونوں اپنے پیروں کے نشانات پر واپس گئے اور پھر اس چٹان پر حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی اس کے بعد حضرت یوشع کا ذکر نہیں آیا۔ جب عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا حضرت یوشع بن نون نے آب حیات پی لیا تھا وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ حضرت خضر نے ان کو ایک کشتی میں بٹھا کر چھوڑ دیا تھا اور قیامت تک وہ کشتی سمندر میں چلتی رہے گی۔ علامہ قشیری نے کہا اگر یہ روایت ثابت ہو تو پھر یہ نوجوان حضرت یوشع بن نون نہیں تھے' کیونکہ حضرت یوشع بن نون تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہے تھے اور ان کے خلیفہ بنے تھے' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات ہو گئی تھی تو انہوں نے حضرت یوشع کو واپس بھیج دیا تھا' اور علامہ ابوعبداللہ قرطبی کے استاذ علامہ ابوالعباس قرطبی نے یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت یوشع حضرت موسیٰ کے ساتھ ہی رہے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے متبوع کے ذکر پر اکتفا کی اور تابع کا ذکر نہیں کیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۴۱۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حسن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور عیب کی نسبت اپنی طرف کرنا

حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی کو توڑا تو کہا فاردت ان اعیبھا میں نے اس میں عیب ڈالنے کا ارادہ کیا اور جب دو یتیم لڑکوں کی دیوار کو جوڑا تو کہا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ کشتی توڑنے کے متعلق حضرت خضر نے کہا میں نے ارادہ کیا اور دیوار جوڑنے کے متعلق فرمایا آپ کے رب نے ارادہ کیا' ظاہر کے اعتبار سے دونوں کام حضرت خضر نے کیے تھے تو دونوں کے متعلق کہتے میں نے ارادہ کیا اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں کام اللہ تعالیٰ نے کیے تھے تو دونوں کے متعلق کہتے کہ آپ کے رب نے ارادہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر نے توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی اور جوڑنے کی نسبت اللہ کی طرف کی اور یہی حسن ادب کا تقاضا ہے کہ عیب کی نسبت اپنی طرف کی جائے اور حسن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے۔ اسی طرح اس لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہمیں یہ خطرہ ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا' اور جب اس کے ماں باپ کے

marfat.com

Marfat.com

اس سے بہتر نیک لڑکے کے پیدا ہونے کا ذکر کیا تو کہا فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا رب اس کے بدلہ میں ان کو اس سے بہتر اور نیک لڑکا عطا کر دے گا' اس میں قتل کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور اس کے بدلہ میں نیک بیٹا دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ (النساء: ۷۹) تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور تمہیں جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہارے نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اسی اسلوب پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء: ۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ (آل عمران: ۲۶) آپ کہیے اے اللہ تمام جہان کے مالک! تو جس کو چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں خیر ہے۔

خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور اس کے قبضہ وقدرت میں ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف خیر کا ذکر فرمایا ہے اور شر کا ذکر نہیں کیا اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ اللہ کی طرف حسن اور خیر کی نسبت کی جاتی ہے عیب اور شر کی نسبت نہیں کی جاتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بیماری اور بھوک اور پیاس کی بھی نسبت کی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا' تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ کو کیسے کھانا کھلاتا' تو تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا پس تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا' کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا' اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا' وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۹' الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۱۷' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۰۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیمار' بھوکے اور پیاسے بندے کی عزت افزائی کے لیے مرض' بھوک اور پیاس کی اپنی طرف نسبت کی اور اس میں ان لوگوں کی دل جوئی ہے اور ان کی زبوں حالی کی تلافی ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اگر تندرست اور امیر اپنے پیسے پر فخر کرتے ہیں تو تمہارے فخر کے لیے یہ کچھ کم تو نہیں ہے کہ تم بیمار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بیمار ہوں اور تم پیاسے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بھوکا پیاسا ہوں' سو اس حدیث میں غریبوں کی تکریم ہے اور امیروں پر عتاب ہے' اور

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث میں جو فرمایا ہے تم مجھے وہاں پاتے اس کا معنی ہے تم میرے ثواب کو وہاں پاتے یا میری رضا کو وہاں پاتے۔

صفاء باطن کا دعویٰ کر کے احکام شرعیہ سے استغناء ظاہر کرنا زندیقی ہے

علامہ ابو العباس مالکی قرطبی نے کہا ہے کہ بعض زندیق یہ کہتے ہیں کہ یہ احکام شرعیہ عامہ تو انبیاء علیہم السلام اور عام لوگوں کے لیے ہیں اور جو اولیاء اور خواص ہیں وہ نصوص ظاہرہ پر عمل کرنے کے محتاج نہیں ہیں بلکہ ان کے احکام وہ ہیں جو خود ان کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ان کے دل میل کچیل اور زنگ سے صاف ہوتے ہیں اس لئے ان کے دلوں میں علوم الہیہ کی تجلیات ہوتی ہیں اور ان پر حقائق ربانیہ منکشف ہوتے ہیں وہ اسرار کائنات سے واقف ہوتے ہیں اور ان کو جزئیات کے احکام کا علم ہوتا ہے اس وجہ سے وہ قواعد شرعیہ کے احکام سے مستغنی ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت خضر کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔ ان پر جو علوم کی تجلیات تھیں وہ ان کی وجہ سے احکام شرعیہ سے مستغنی تھے اور وہ کہتے ہیں کہ کسی بھی پیش آمدہ معاملہ میں اپنے دل سے فتویٰ لو خواہ مفتی کچھ بھی کہتے رہیں۔

ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ قول کفر اور زندیقی ہے اور اس کے قائل کو فوراً قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی کیونکہ اس قول میں ان چیزوں کا انکار ہے جو ہم کو شریعت سے معلوم ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہمیں ان رسولوں کے واسطے سے معلوم ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر ہیں وہی اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا پیغام ہم تک پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ (البقرہ: ٢١٣)

تمام لوگ ایک گروہ تھے پھر اللہ نے نبیوں کو بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

پس اس آیت سے اور مسلمانوں کے اجماع سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم ہونے کا ذریعہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔ پس جس شخص نے یہ کہا رسولوں کی تعلیم کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہے یا جس شخص نے یہ کہا کہ وہ اپنے دل سے احکام حاصل کرتا ہے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے اور اس کو کتاب اور سنت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ شخص اپنے لئے نبوت کا مدعی ہے سو وہ شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٠ ص ٤١٣-٤١٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

تصوف کے جھوٹے مدعی

بعض تصوف کے جھوٹے مدعی خلاف شرع کام کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی عالم ان کاموں سے منع کرے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ علم ظاہر کی باتیں ہیں اور ہم کو علم باطن کا علم ہے یا کہتے ہیں کہ علماء شریعت کی بات کرتے ہیں اور ہم طریقت اور معرفت کی بات کرتے ہیں اور پھر حضرت موسیٰ اور خضر کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حضرت خضر کے پائے کا شخص ثابت کرتے ہیں ان لوگوں کا زور اس پر ہوتا ہے کہ حضرت خضر ولی تھے اور وہ ولی کو نبی سے افضل بتاتے ہیں اور خلاف شرع کاموں پر حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں سے سند لاتے ہیں۔

علماء باطن کی تعریف

علماء باطن سے مراد وہ لوگ ہیں جو عارف باللہ ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے افضل کاموں کی توفیق دی ہے اور ج

marfat.com

Marfat.com

ہر حال میں اپنے آپ کو تمام ممنوع کاموں سے محفوظ رکھتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ان سے حجابات اٹھا دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں اور وہ اللہ کے ماسوا کی محبت کو ترک کر کے صرف اس کی محبت میں مشغول رہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ملک کے عجائب اور اپنی حکمتوں کے غرائب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کو اپنے حضرت قدس کے قریب کرتا ہے اور ان کے دلوں کو اپنے جمال اور جلال سے بھر دیتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے انوار اور اسرار اور معارف کے خزائن اور لطائف کے معادن رکھتا ہے' اور ان کی وجہ سے دین کے متروک طریقوں اور شعائر کو زندہ کرتا ہے۔ ان سے مریدین کو نفع پہنچتا ہے اور حاجت مندوں کی فریاد رسی ہوتی ہے اور شہر کے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔

علماء ظاہر کی تعریف

علماء ظاہر سے مراد وہ لوگ ہیں جو علوم کسبیہ کے ماہر ہوتے ہیں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے حافظ ہوتے ہیں تو علماء باطن علماء ظاہر سے افضل ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ علماء ظاہر بھی بہت بڑی فضیلت کے حامل ہوتے ہیں بلکہ بعض جزوی اعتبار سے یہ علماء باطن سے افضل ہوتے ہیں بشرطیکہ علماء ظاہر صالح اور پاکباز ہوں اور کبائر سے مجتنب ہوں' کیونکہ جو علماء نیکی سے خالی ہوں وہ اللہ کے غضب اور اس کے عذاب کے خطرہ میں ہیں اور احادیث میں ان کے لیے سخت وعیدیں ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ سے معارضہ نہ کیا جائے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے اجماعاً افضل ہیں اور وہ بہت خصوصیات کی بنا پر حضرت خضر سے ممتاز ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام عالم غیب کی چند ایسی جزئیات پر مطلع تھے جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع نہیں تھی' اس وجہ سے انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی شاگردی اختیار کی اور ان کے سامنے بہت ادب اور تواضع کو اختیار کیا۔

علماء ظاہر کی علماء باطن پر فضیلت

علماء ظاہر کی علماء باطن پر فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ علم کا شرف معلوم کے شرف سے ہوتا ہے اور علم کا شرف اس کی غرض و غایت کے شرف کے اعتبار سے ہوتا ہے' سو جو علوم اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی صفات اور اس کے افعال سے متعلق ہوں وہ اشرف العلوم ہیں (جیسے علم کلام) اور ان علوم کے حاملین اشرف العلماء ہیں اور اس کے قریب علم فقہ ہے کیونکہ اس کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہے اور اس شرع کی معرفت ہے جس کے مطابق بندے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کی معرفت میں تمام علوم ان دو علموں (علم کلام اور علم فقہ) کے لیے وسیلہ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات:۵۶) سو جس نے ان علموں کو حاصل کیا اور ان کے تقاضوں پر عمل کیا وہ مقصود اعظم پر پہنچ گیا ورنہ وہ نقصان اٹھانے والا اور جاہل ہے خواہ وہ صورۃً عالم ہو۔

علماء باطن کی علماء ظاہر پر فضیلت

علماء باطن کی علماء ظاہر پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ علم لدنی کے حاملین اولیاء اور صدیقین ہوتے ہیں' اور علم ظاہر کو ہر شخص حاصل کر لیتا ہے حتیٰ کہ فساق' فجار اور بدمذہب اور زندیق بھی علم ظاہر کو حاصل کر لیتے ہیں۔ شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا دنیا کی محبت کے ساتھ اور حقائق تقویٰ کو ترک کر کے ہر علم کو حاصل کیا جا سکتا ہے' بلکہ بعض اوقات دنیا کی محبت ان علوم کی تحصیل میں معاون ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے بڑے بڑے مراتب اور بڑے بڑے مناصب کا حصول ان علوم پر موقوف ہوتا ہے' اس لئے

marfat.com
Marfat.com

انسان راتوں کو جاگ کر اور مشقت اور تکلیف برداشت کر کے ان علوم کو حاصل کرتا ہے اور ان میں کمال کو پہنچ جاتا ہے' اور علم لدنی اور علم باطن کو دنیا کی محبت کے ساتھ حاصل نہیں کیا جا سکتا اور یہ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنی خواہشات اور نفس امارہ کی مخالفت نہ کرے اور اس کے بغیر انسان مدارس تقویٰ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرہ: ٢٨٢) تم اللہ سے ڈرو (متقی بنو) اور اللہ تم کو علم عطا فرما دے گا۔

علماء باطن کی علماء ظاہر پر فضیلت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس علم سے اس کے عالم کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے' اور عارفین ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے علوم سے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے جو فائدہ اٹھایا وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو ماسوی اللہ سے پاک کر لیا اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت سے معمور ہو گئے' اور انہوں نے مخلوق کو جو فائدہ پہنچایا وہ یہ ہے کہ ان کی برکت بندوں کی فریاد رسی کرتی ہے اور ان کی برکت سے زمین سے فساد دور ہوتا ہے۔

علماء باطن کی فیض آفرینی پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (البقرہ: ٢٥١) اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات شخص ایسے رہیں گے جن کی برکت سے تمہاری مدد کی جائے گی اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارشیں نازل ہوں گی اور جن کی وجہ سے تم کو رزق دیا جائے گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' ان کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے تم پر بارشیں ہوتی ہیں۔ قتادہ نے کہا میرا گمان ہے کہ حسن بصری بھی انہیں میں سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٤٦' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٩ ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ ایک مومن صالح کی برکت سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے۔ پھر حضرت ابن عمر نے یہ آیت پڑھی ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ٤٤٨٩' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٤٤' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ٤٢٤' مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٦٧' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ١٧٩٤)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی متوفی ٣٢٩ ھ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انبیاء زمین کی میخیں ہیں اور جب نبوت منقطع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ایک قوم کو پیدا کر دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے' وہ زیادہ روزوں اور زیادہ نمازوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت نہیں رکھتے لیکن وہ حسن اخلاق' خدا خوفی' حسن نیت' تمام مسلمانوں کے لیے دلوں میں خیر خواہی' اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی' صبر' حلم' عقلمندی اور تواضع کی وجہ سے فضیلت رکھتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ وہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند کر لیا اور ان کو اپنے لئے خاص کر لیا۔ وہ چالیس صدیق ہیں' ان میں سے تیس ایسے اشخاص ہیں جن کا یقین حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کی مثل ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفتوں اور مصائب کو دور فرماتا ہے' ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں ہوتی ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ ان میں سے جو شخص بھی فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے۔

(نوادر الاصول ج ١ ص ٢٦٢' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ١٤١٢ھ)

اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اگر اللہ نمازیوں کی وجہ سے بے نمازیوں سے عذاب دور نہ فرماتا اور متقین کی وجہ سے غیر متقین سے عذاب دور نہ فرماتا تو لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے' اور اگر اللہ نیک مومنوں کی وجہ سے فساق اور کفار سے عذاب دور نہ فرماتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کے نمازیوں کی وجہ سے بے نمازیوں سے عذاب دور کر دیتا ہے' اور زکوٰۃ دینے والوں کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے عذاب دور فرما دیتا ہے' اور روزہ داروں کی برکت سے ان سے عذاب دور کر دیتا ہے جو روزہ نہیں رکھتے' اور حجاج کی وجہ سے ان لوگوں سے عذاب دور کر دیتا ہے جو حج نہیں کرتے اور مجاہدوں کی وجہ سے ان لوگوں سے عذاب دور کر دیتا ہے جو جہاد نہیں کرتے' اور اگر سب لوگ ان احکام کے ترک کرنے پر جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو پلک جھپکنے کی بھی مہلت نہ دے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٣ ص ٢٣٥' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

ان احادیث اور آثار کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا قیامت قائم نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم الایمان: ٢٣٤ (١٤٨) الرقم المسلسل: ٣٦٨' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٢٠٧' مسند احمد ج ٣ ص ١٠٧' المستدرک ج ٤ ص ٤٩٤' المسند الجامع رقم الحدیث: ١٦١٧)

علماء باطن اور عارفین کی فیض آفرینی کے واقعات

علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکی متوفی ٩٧٤ھ لکھتے ہیں:

ایک عارف کے شاگرد نے کسی عورت سے بدکاری کا ارادہ کیا اچانک اس نے دور دراز کے ایک شہر سے اپنے شیخ کی آواز سنی یہ تم کیا کر رہے ہو! تو وہ شاگرد ڈر کر بھاگ گیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہوا ایک عارف کے کسی مرید نے بدکاری کا ارادہ کیا شیخ نے اس کو زور سے طمانچہ مارا جس سے اس کی آنکھ نکل گئی۔ وہ تائب ہو کر اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں توبہ کرتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری آنکھ لوٹا دے شیخ نے کہا ٹھیک ہے لیکن تم مرتے وقت اندھے ہو جاؤ گے۔ شیخ نے دعا کی اس کی آنکھ لوٹ آئی لیکن موت سے تین دن پہلے وہ اندھا ہو گیا۔

اسی طرح شیخ ابو الغیث بن جمیل یمنی کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا ان کا عجم میں ایک مرید تھا اس نے کسی عورت سے بدفعلی کا ارادہ کیا' انہوں نے غصہ میں آ کر وہیں سے اپنی کھڑاؤں کھینچ کر ماری اور فقراء کے سامنے بہت غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ ان کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک ماہ بعد وہ عجمی شاگرد اس کھڑاؤں کو لے کر آیا اور اس نے اس گناہ سے توبہ کی۔

اسی طرح شیخ جیلانی نے وضو کرنے کے بعد اپنی دونوں کھڑاؤں زور سے پھینکیں' وہاں جو حاضر فقراء تھے ان کو پتا نہیں چلا کہ اس کا کیا سبب ہے حتیٰ کہ تئیس (٢٣) دن بعد ایک قافلہ آیا' ڈاکوؤں نے ان کے اموال کو لوٹ کر آپس میں تقسیم کر لیے

marfat.com

Marfat.com

اور وہ قافلے والے سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر انہوں نے ان ڈاکوؤں سے نجات پالی تو وہ حضرت شیخ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کریں گے پھر اچانک انہوں نے چیخنے کی آوازیں سنیں اور وہی ڈاکو ان کے اموال لے کر آ گئے اور بتایا کہ دو کھڑاویں آئیں اور انہوں نے آ کر ان کے سردار کو قتل کر دیا جب انہوں نے ان کھڑاؤں کو پکڑا تو وہ گیلی تھی وہ ان کو لے کر حضرت شیخ کے پاس آ گئے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۰۸۔۴۰۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

واضح رہے کہ نذر ماننا عبادت ہے۔ علامہ ابن حجر مکی بہت بڑے عالم ہیں ملا علی قاری کے استاذ ہیں اور ان کی بہت تصانیف ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ قافلہ والوں نے حضرت شیخ سے یہ عرض کیا کہ اگر آپ نے ہمیں ان ڈاکوؤں سے نجات دے دی تو ہم آپ کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کریں گے اگر وہ ایسا کہتے تو یہ صریح شرک ہوتا کیونکہ نذر ماننا عبادت ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننی جائز نہیں ہے۔ اس عبارت کا صحیح محمل یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے نذر مانی کہ اگر اللہ نے ان کو ان ڈاکوؤں سے نجات دے دی تو وہ اللہ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت شیخ جیلانی کی خدمت میں ہدیہ پیش کریں گے' لیکن ان کی یہ نذر صحیح نہیں تھی کیونکہ اللہ کے ولی کو ہدیہ پیش کرنا ہر چند کہ مستحسن کام ہے لیکن یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ کی وجاہت اور کرامت کو ظاہر کرنے کے لیے حضرت شیخ کو یہ تصرف عطا کیا کہ ان کی کھڑاؤں سے ایک ڈاکو مارا گیا اور قافلہ والوں کو اپنا مال واپس مل گیا' ہمیں حضرت شیخ جیلانی کی عظمتوں کا احترام بھی ملحوظ ہے اور حدود شریعت کی رعایت بھی پیش نظر ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ

اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ میں عنقریب تمہارے سامنے ان کا کچھ

ذِكْرًا ۝٨٣ۭ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ذکر کروں گا ○ بے شک ہم نے ان کو زمین میں اقتدار عطا کیا تھا اور بے شک ہم نے ان کو ہر چیز کا ساز و سامان

سَبَبًا ۝٨٤ۙ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝٨٥ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ

دیا تھا ○ سو وہ ایک مہم کی تیاری کرنے لگے ○ حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اسے سیاہ

عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ

دلدل کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے پایا، اور انہوں نے اس کے پاس ایک قوم کو پایا، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تم ان کو

اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝٨٦ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ

عذاب پہنچاؤ یا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو ○ اس نے کہا جس شخص نے (اپنی جان پر) ظلم کیا تو عنقریب ہم

ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨٧ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ

اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا ○ اور جو شخص ایمان لے آیا اور

marfat.com

Marfat.com

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا

اس نے نیک عمل کیے تو ہم اس کو اچھا بدلہ دیں گے اور عنقریب ہم اس کو آسان کاموں کے احکام

يُسْرًا ۭ ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا

دیں گے ۝ پھر وہ ایک اور مہم کی تیاری کرنے لگے ۝ حتی کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ

تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ

سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں بنایا ۝ واقعہ اسی طرح ہے

وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ

اور ہمارے علم نے ان کے تمام واقعات کا احاطہ کیا ہوا ہے ۝ پھر وہ ایک اور مہم پر چل پڑے ۝ حتی کہ جب وہ

بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے پار انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو (ان کی) کوئی بات نہیں

قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ

سمجھتی تھی ۝ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کر

فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا

رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک

وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ

مضبوط دیوار بنا دیں ۝ انہوں نے کہا میرے رب نے مجھے جن چیزوں پر قدرت دی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں، سو تم صرف محنت سے

اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا

میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا ۝ تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، حتی کہ جب

سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ

اس دیوار کو ان دونوں پہاڑوں کے برابر کر دیا (تو) کہا آگ کو خوب دہکاؤ، یہاں تک کہ لوہے کی ان چادروں کو آگ بنا دیا

marfat.com

Marfat.com

قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡہِ قِطۡرًا ﴿۹۶﴾ؕ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡہَرُوۡہُ

(پھر) کہا میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں ○ پھر یاجوج اور ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے

وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَہٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ ہٰذَا رَحۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ

اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے ○ انہوں نے کہا یہ میرے رب کی رحمت (سے بنی) ہے اور جب میرے رب کے

وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ ۚ وَ کَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا ﴿۹۸﴾ؕ وَ تَرَکۡنَا

وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے ○ اور اس دن ہم

بَعۡضَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ وَّ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰہُمۡ

ان کے بعضوں کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ وہ تیز موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے، صور پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب

جَمۡعًا ﴿۹۹﴾ۙ وَّ عَرَضۡنَا جَہَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ عَرۡضَا ﴿۱۰۰﴾ۙ الَّذِیۡنَ

کو جمع کر لیں گے ○ اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں پر پیش کر دیں گے ○ جن کی

کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ

آنکھیں میری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ (حق کو) سننے کی طاقت

سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ؑ ع ۱۱/۱۹ ۲

نہیں رکھتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں گا ○ بے شک ہم نے ان کو زمین میں اقتدار عطا کیا تھا اور بے شک ہم نے ان کو ہر چیز کا ساز و سامان بھی عطا کیا تھا ○ (الکہف: ۸۴-۸۳)

ربط آیات

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مشرکین نے یہود سے کہا ہمارے ہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ہم ان پڑھ لوگ ہیں تم اہل کتاب ہو تم ہم کو کچھ سوالات بتاؤ جن کے ذریعہ ہم معلوم کر سکیں کہ وہ اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں یا کاذب ہیں۔ تب یہود نے کہا تم ان سے روح کے متعلق سوال کرو اور ان نوجوانوں کے متعلق سوال کرو جو غار میں جا کر سو گئے تھے اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ روح اور اصحاب کہف کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے، اور ان آیات میں ذوالقرنین کا ذکر ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے میں عنقریب تمہارا سامنے اس کا کچھ ذکر کروں گا۔ یعنی قرآن مجید نے ذوالقرنین کی مکمل سوا

marfat.com
Marfat.com

نہیں بیان کی کیونکہ قرآن مجید تاریخ اور جغرافیہ کی کتاب نہیں ہے' بلکہ اس کی زندگی کے وہ اہم واقعات بیان فرمائے ہیں جن کے ضمن میں رشد و ہدایت کا پہلو ہے۔

ذوالقرنین کا مصداق اور اس کی وجہ تسمیہ

قرآن مجید نے ذوالقرنین کی جو صفات بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایسا بادشاہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائل کی فراوانی سے نوازا تھا۔ وہ مشرقی اور مغربی ممالک کو فتح کرتا ہوا ایک ایسے پہاڑی درے پر پہنچا جس کی دوسری طرف یاجوج اور ماجوج تھے' اس نے وہاں یاجوج اور ماجوج کا راستہ بند کرنے کے لیے نہایت مضبوط بند تعمیر کیا۔ وہ اللہ کو ماننے والا اور آخرت پر یقین رکھنے والا نہایت نیک شخص تھا وہ نفس پرست اور دولت کا حریص نہیں تھا' ان خصوصیات کا حامل صرف وہ شخص ہے جو فارس کا حکمران تھا۔ جسے یونانی سائرس' عبرانی خورس اور عرب کیخسرو کے نام سے پکارتے ہیں اس کا دور حکم رانی تقریباً ۵۳۹ قبل مسیح ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں امام ابن جریر نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہی شخص سکندر رومی ہے یہ درست نہیں ہے۔ سکندر رومی ابن فیلیس المقدونی ہے اس کا ظہور بعد میں ہوا ہے' اور ذوالقرنین کے متعلق ازرقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا ہے اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور اس نے آپ کی اتباع کی تھی اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور سکندر بن فیلیس المقدونی الیونانی بعد کا ایک شخص تھا اور اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطا طالیس تھا' اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے اور ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں گزرا۔ وہب بن منبہ نے لکھا ہے کہ یہ بادشاہ تھا اس کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر کی دونوں جانبوں میں سینگ کے مشابہ کوئی چیز تھی۔ بعض نے کہا اس کو ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ یہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا' اور بعض نے کہا اس کو ذوالقرنین اس لئے کہتے تھے کہ یہ فتوحات کرتا ہوا مشارق اور مغارب میں پہنچ گیا تھا یعنی جہاں سے سورج کا قرن طلوع ہوتا ہے اور جہاں پر سورج کا قرن غروب ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ اس کو ذوالقرنین اس لئے کہتے تھے کہ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنے ملک میں خواب دیکھا تھا کہ اس نے سورج کے دو سینگوں پر قبضہ کر لیا ہے اس نے اس خواب کو بیان کیا تو اس کی یہ تعبیر بیان کی گئی کہ وہ تمام دنیا کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فتح کرے گا اسی وجہ سے اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا۔ وہب بن منبہ نے کہا اس کے عمامہ کے نیچے دو سینگ تھے۔ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ذوالقرنین نبی تھا یا بادشاہ تھا؟ حضرت علی نے فرمایا وہ نبی تھا نہ بادشاہ تھا بلکہ وہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا۔ اس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کنپٹی کے پاس سے اس کا سر پھاڑ دیا۔ اس نے دوبارہ قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے دوسری طرف سے اس کا سر پھاڑ دیا تو اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ذوالقرنین کس زمانہ میں تھے؟ ایک قوم نے کہا وہ حضرت موسیٰ کے بعد تھے۔ دوسری قوم نے کہا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ فترت میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے وقت میں تھے اور حضرت خضر علیہ السلام ان کے علم بردار تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اقتدار عطا کیا تھا اور بادشاہ بنا دیا تھا اور تمام بادشاہوں کو ان کا تابع کر دیا تھا۔ روایت ہے کہ ایسے چار شخص گذرے ہیں جو تمام دنیا کے بادشاہ بنے۔ دو مومن اور دو کافر تھے۔ جو دو مومن

marfat.com
Marfat.com

تھے وہ حضرت سلیمان بن داؤد اور سکندر (ذوالقرنین) تھے اور جو دو کافر تھے وہ نمرود اور بخت نصر تھے اور پانچویں شخص اس امت سے ہوں گے وہ حضرت مہدی ہیں۔ (امام قرطبی کا یہ کہنا درایتاً صحیح نہیں ہے کہ یہ آدمی ساری دنیا کے بادشاہ تھے) سکندر کو جو ذوالقرنین کہا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ماں اور باپ دونوں بہت نیک اور شریف تھے اور یہ کریم الطرفین تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی زندگی میں دو قرن یعنی دو صدیاں گزر گئیں اس لئے ان کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب یہ قتال کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں اور دونوں رکابوں سے قتال کرتے تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو علم ظاہر اور علم باطن دو علم دیئے گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ظلمت اور نور دونوں میں داخل ہوئے تھے یہ دنیا کی دو طرفوں تک پہنچ گئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۴۱۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تورات میں ذوالقرنین کی طرف اشارے

ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ذوالقرنین وہی بادشاہ ہیں جن کو عبرانی میں خورس کہتے ہیں چنانچہ یہودی ان کو خورس کہتے ہیں اور تورات میں بھی اسی نام کا ذکر ہے۔

قرآن مجید میں دو بار بنی اسرائیل کے شر اور فساد کرنے اور دو بار ان کو اس فساد کی سزا دینے کا ذکر ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۴)

ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو بار فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

جب انہوں نے پہلی بار فساد اور سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے تقریباً چھ سو سال قبل مسیح بابل کے حکمران بخت نصر کے ہاتھوں ان کو سزا دی جس نے بے دریغ یہودیوں کو قتل کیا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو غلام بنا لیا۔ پھر بخت نصر کے قتل ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ عزت اور آزادی دی' اور انہوں نے پھر دوبارہ سرکشی کی پھر اللہ تعالیٰ نے رومی بادشاہ ٹیٹس کو ان پر مسلط کر دیا اور ان کے ہاتھوں دوبارہ ان پر ہلاکت اور ذلت مسلط کی گئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ بخت نصر کو قتل کرنے والا اور بنو اسرائیل کو ان کی قید سے چھڑانے والا یہی بادشاہ ہے جس کو عرب کیخسرو اور یہودی خورس کہتے ہیں۔ یہود پر اس بادشاہ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ان کو بابل کی قید سے نجات دلائی اور اس کی مدد سے بیت المقدس اور ہیکل کی از سر نو تعمیر ہوئی۔ یہود کے انبیاء نے ان کی پیش گوئی بھی کی تھی بائبل میں مذکور ہے۔

خداوند اپنے ممسوح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا دہنا ہاتھ پکڑا' کہ امتوں کو اس کے سامنے زیر کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا ڈالوں اور دروازوں کو اس کے لیے کھول دوں اور پھاٹک بند نہ کئے جائیں گے ○ میں تیرے آگے آگے چلوں گا اور ناہموار جگہوں کو ہموار بنا دوں گا' میں پیتل کے دروازوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور لوہے کے بینڈوں کو کاٹ ڈالوں گا ○ اور میں ظلمات کے خزانے اور پوشیدہ مکانوں کے دفینے تجھے دوں گا تا کہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تجھے نام لے کر بلایا ہے ○

(کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) یسعیاہ باب: ۴۵ آیت: ۳-۱' بائبل ص ۶۹۷' مطبوعہ لاہور' ۱۹۹۲ء)

اس پیش گوئی میں خورس سائرس کی بدلی ہوئی شکل ہے اور یہ کی خسرو نام کا یونانی تلفظ ہے۔

اسی طرح تورات میں دانیال نبی کے ایک خواب کا ذکر ہے:

تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں

marfat.com
Marfat.com

...ک اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا O میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب شمال جنوب کی طرف سینگ مارتا ہے یہاں تک کہ نہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا ہو سکا اور نہ کوئی اس سے چھڑا سکا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا۔

(کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) دانی ایل باب: ۸ آیت ۴-۳، بائبل ص ۸۴۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲)

اس خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ دو سینگوں سے مراد مادا (Media) اور فارس کی دو بادشاہتیں ہیں جن کو یہ بادشاہ فتح کرے گا اور یہ واقعہ ہے کہ خسرو نے یہ دونوں حکومتیں مسخر کر لیں۔

ذوالقرنین کا تصرف اور اس کا اقتدار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کیا تھا اور بے شک ہم نے اس کو ہر چیز کا ساز و سامان عطا کیا تھا O اس آیت کا معنی ہے ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا اور ایک بادشاہ کو اپنی سلطنت قائم کرنے کے لیے جس قدر چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ہم نے وہ چیزیں اس کو عطا کی تھیں اور ہم نے اس کو تمام اطراف مملکت میں تصرف کرنے کی قدرت عطا کی تھی اور ہم نے اس کو ہر قسم کے آلات حرب' اسباب اور وسائل عطا کیے تھے جن کی وجہ سے وہ تمام مشارق اور مغارب کا حکمران ہو گیا تھا اور تمام ممالک اس کے تابع ہو گئے تھے اور عرب اور عجم کے تمام بادشاہ اس کے اطاعت گزار ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو وہ ایک مہم کی تیاری کرنے لگے O حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اسے سیاہ دلدل کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے پایا اور انہوں نے اس کے پاس ایک قوم کو پایا' ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تم ان کو عذاب پہنچاؤ یا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو O اس نے کہا جس شخص نے (اپنی جان پر) ظلم کیا تو عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے' پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا O اور جو شخص ایمان لے آیا اور اس نے نیک عمل کیے تو ہم اس کو اچھا بدلہ دیں گے اور عنقریب ہم اس کو آسان کاموں کے احکام دیں گے O (الکھف: ۸۸-۸۵)

ذوالقرنین کا پہلا سفر بہ جانب مغرب

ذوالقرنین نے مغرب کی جانب سفر اختیار کیا حتیٰ کہ وہ ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں پر زمین اور خشکی کی حد ختم ہو گئی اور اس کے بعد سمندر تھا وہ بحر الظلمات تھا وہ تیونس' الجزائر' مراکش اور مغربی ممالک کو فتح کرتا ہوا پہنچا تھا' اور اس نے وہاں سورج کو ایک سیاہ دلدل میں غروب ہوتے ہوئے دیکھا۔ عین کے معنی ہیں چشمہ اور حمئۃ کے معنی ہیں گارا' کیچڑ اور دلدل' اگر آپ شام کے وقت سمندر کے کنارے کھڑے ہوں اور دور جہاں آسمان اور سطح سمندر کے کنارے ملتے ہوئے نظر آئیں تو ایسا لگے گا جیسے سورج سمندر میں ڈوب رہا ہو ورنہ حقیقت میں سورج زمین اور سمندر سے بہت بڑا ہے۔

ذوالقرنین نے وہاں ایک قوم کو پایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ذوالقرنین! تم ان کو عذاب پہنچاؤ یا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اس میں اختلاف ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا ولی تھے اگر نبی تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کلام کی وحی فرمائی اور اگر ولی تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی پر وحی نازل فرمائی اور اس نبی نے ذوالقرنین تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا' یا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اس طرح بات ڈال دی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں بات ڈال دی تھی قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّکَ مَا یُوۡحٰۤی ۝ اَنِ اقۡذِفِیۡہِ فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡہِ فِی الۡیَمِّ فَلۡیُلۡقِہِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاۡخُذۡہُ عَدُوٌّ لِّیۡ وَ عَدُوٌّ لَّہٗ ؕ (طٰہٰ: ٣٩-٣٨)

جب نے ہم آپ کی ماں کی طرف وہ الہام کیا جس کی وحی (اب) کی جا رہی ہے ۝ کہ تم اس (موسیٰ) کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو اور دریا اس صندوق کو ساحل پر ڈال دے گا اور اس کو میرا اور خود اس کا دشمن اٹھا لے گا۔

سو اس طریقہ سے ذوالقرنین کے دل میں یہ بات ڈالی گئی۔ ذوالقرنین کے اس سفر میں مغرب کی آخری جانب کافروں کی ایک قوم تھی یا بنی آدم کا ایک بہت بڑا گروہ تھا' تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں یہ الہام کیا کہ اگر یہ لوگ کفر پر اصرار کریں تو ان کو قتل کر دو' یا تم صبر کرو اور ان کو حق اور سیدھے راستہ کی ہدایت دیتے رہو اور ان کو شرعی احکام کی تعلیم دیتے رہو' اور ذوالقرنین نے ان لوگوں سے کہا جس شخص نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور کفر اور شرک پر اصرار کیا تو ہم دنیا میں اس کو قتل کر کے سزا دیں گے اور جب وہ آخرت میں اپنے رب کی طرف لوٹے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں بہت سخت عذاب دے گا' اور جس نے میری دعوت کو قبول کر لیا اور وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اس نے نیک اعمال کیے تو اس کی جزا آخرت میں جنت ہے اور ہم اس کو مشکل اور سخت احکام کا مکلف نہیں کریں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے آسان طریقے بتائیں گے۔

ذوالقرنین کے پہلے سفر کے متعلق شیخ ابوالکلام احمد لکھتے ہیں:

ہیروڈوٹس نے اس جنگ کی سرگزشت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور اس کی بعض تفصیلات نہایت دلچسپ اور اہم ہیں لیکن یہ موقعہ اطناب کا نہیں۔ وہ کہتا ہے سائرس کی فتح مندی ایسی عجیب اور معجزانہ تھی کہ پٹیریا کے معرکہ کے بعد صرف چودہ دن کے اندر لیڈیا کا مستحکم دارالحکومت مسخر ہو گیا اور کروسس ایک جنگی قیدی کی حیثیت میں سائرس کے آگے سرنگوں کھڑا تھا۔

اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیرنگین تھا وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر اسی طرح رک گئے جس طرح بارہ سو سال بعد طارق کے قدم افریقہ کے شمالی ساحل پر رک جانے والے تھے۔ اس کے فتح مند قدموں کے لیے صحراؤں کی وسعتیں اور پہاڑیوں کی بلندیاں روک نہ ہو سکیں۔ اس نے فارس سے لے کر لیڈیا تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لیے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا اور سورج اس کی لہروں میں ڈوب رہا تھا۔

یہ لشکر کشی جو اسے پیش آئی صریح مغرب کی لشکر کشی تھی کیونکہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارے تک پہنچ گیا۔ یہ اس کے لیے مغرب الشمس کی آخری حد تھی۔

ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل نقشہ میں نکالو تم دیکھو گے کہ تمام ساحل اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا ہو گئے ہیں' اور سمرنا کے قریب اس طرح کے جزیرے نکل آئے ہیں جنہوں نے ساحل کو ایک جھیل یا حوض کی سی شکل دے دی ہے۔ لیڈیا کا دارالحکومت سارڈیس مغربی ساحل کے قریب تھا اور اس کا محل موجودہ سمرنا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھا' پس جب سائرس سارڈیس کی تسخیر کے بعد آگے بڑھا ہو گا تو یقیناً بحر ایجین کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہو گا جو سمرنا کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ یہاں اس نے دیکھا ہو گا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے۔ ساحل کی کیچڑ سے پانی گدلا ہو رہا

marfat.com
Marfat.com

ہے اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی صورت حال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ وجدھا تغرب فی عین حمئۃ (۸۶) اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج ایک گدلے حوض میں ڈوب رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سورج کسی مقام میں بھی ڈوبتا نہیں لیکن ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ ایک سنہری تھالی آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب رہی ہے۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور ۱۹۷۶ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ ایک اور مہم کی تیاری کرنے لگے ○ حتیٰ کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں بنایا ○ واقعہ اسی طرح ہے اور ہمارے علم نے ان کے تمام واقعات کا احاطہ کیا ہوا ہے ○ (الکھف: ۹۱-۸۹)

ذوالقرنین کا دوسرا سفر بہ جانب مشرق

جانب مغرب کی فتوحات کرنے کے بعد ذوالقرنین مشرق کی جانب روانہ ہوا اور وہ ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہاں اس نے ایسی قوم کو دیکھا جو برہنہ پاؤں اور برہنہ بدن تھی۔ وہ اپنے جسم کو کسی چیز سے نہیں چھپاتے تھے۔ سورج کی گرمی اور موسم کی سردی سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ ان کے پاس لباس تھے نہ انہوں نے گھر بنائے ہوئے تھے وہ یونہی جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ان کا گزران مچھلی پر تھا۔

شیخ ابوالکلام احمد لکھتے ہیں:

دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی چنانچہ ہیروڈوٹس اور ٹی سیاز دونوں اس کی مشرقی لشکر کشی کا ذکر کرتے ہیں۔ جولیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی اور دونوں نے تصریح کی ہے کہ "مشرق کے بعض وحشی اور صحرانشین قبائل کی سرکشی اس کا باعث ہوئی تھی" یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اس اشارہ کی تصدیق ہے کہ حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا (۹۰) جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لیے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی یعنی خانہ بدوش قبائل تھے۔

یہ خانہ بدوش قبائل کون تھے؟ ان مؤرخین کی صراحت کے مطابق بکٹریا یعنی بلخ کے علاقہ کے قبائل تھے۔ نقشہ پر اگر نظر ڈالو گے تو صاف نظر آ جائے گا کہ بکٹریا ٹھیک ٹھیک ایران کے لیے مشرق اقصیٰ کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے آگے پہاڑ ہیں اور انہوں نے راہ روک دی ہے۔ اس کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ گیڈروسیا کے وحشی قبیلوں نے اس کی مشرقی سرحد میں بدامنی پھیلائی تھی اور ان کی گوشمالی کے لیے اسے نکلنا پڑا۔ گیڈروسیا سے مقصود وہی علاقہ ہے جو آج کل مکران کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کی طرف ہمیں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس لئے قیاس کہتا ہے کہ مکران سے نیچے اس کے قدم نہیں اترے ہوں گے اور اگر اترے ہوں گے تو دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھے ہوں گے۔ کیونکہ دارا کے زمانہ میں بھی اس کی جنوب مشرقی سرحد دریائے سندھ ہی تک معلوم ہوتی ہے۔

(شیخ احمد نے اس جگہ کا مصداق مکران بتایا ہے لیکن یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں روئے زمین پر سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے وہ جگہ جزائر فجی میں) (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۰۷-۴۰۶ مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور ۱۹۷۶ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ ایک اور مہم پر چل پڑے ○ حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے پار انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتی تھی ○ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کر رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دیں ○

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے کہا میرے رب نے مجھے جن چیزوں پر قدرت دی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں سو تم صرف محنت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا O تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ حتیٰ کہ جب اس دیوار کو ان دو پہاڑوں کے برابر کر دیا (تو) کہا آگ کو خوب دہکاؤ یہاں تک کہ لوہے کی ان چادروں کو آگ بنا دیا (پھر) کہا میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں O پھر یاجوج اور ماجوج اس دیوار پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے O انہوں نے کہا یہ میرے رب کی رحمت (سے بنی) ہے اور جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے O اور اس دن ہم ان کے بعضوں کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ وہ تیز موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے‘ صور پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو جمع کر لیں گے O اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں پر پیش کر دیں گے O جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ (حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے O (الکھف: ۱۰۱-۹۲)

ذوالقرنین کا تیسرا سفر بہ جانب شمال

شیخ ابوالکلام احمد لکھتے ہیں:

تیسری لشکر کشی اس نے اس علاقہ تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں وہ بحر خزر (کاسپین) کو دہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اسے ایک درہ ملا تھا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ اسی راہ سے یاجوج ماجوج آ کر اس طرف کے علاقہ میں تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اور یہیں اس نے سد تعمیر کی۔

قرآن نے اس مہم کا حال ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونھما قوما لایکادون یفقھون قولا (۹۳) یہاں تک وہ دو (پہاڑی) دیواروں کے درمیان پہنچ گیا ان کے اس طرف اسے ایک قوم ملی جو کوئی بات بھی سمجھ نہیں سکتی تھی۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے ”سدین“ سے مقصود کاکیشیا کا پہاڑی درہ ہے کیونکہ اس کے دہنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے۔ بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لیے قدرتی روک ہے۔ درمیانی علاقے میں اس کا سر بہ فلک سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے‘ پس اگر شمالی قبائل کے حملوں کے لیے کوئی راہ باقی رہی تھی تو وہ صرف اس سلسلہ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی اور یقیناً وہیں سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ہو گیا بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ایسی دیوار قائم ہو گئی جس نے تمام مغربی ایشیا کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا اب ایران‘ شام‘ عراق‘ عرب‘ ایشیائے کوچک‘ بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ہو گیا تھا۔

نقشہ میں یہ مقام دیکھو۔ تمام مغربی ایشیا نیچے ہے۔ اوپر شمال میں بحر خزر ہے۔ اس سے بائیں جانب شمال مغرب میں بحر اسود ہے۔ درمیان میں بحر خزر کے مغربی ساحل سے بحر اسود کے مشرقی ساحل تک کاکیشیا کا سلسلۂ کوہ چلا گیا ہے۔ ان دو سمندروں اور درمیان کے سلسلۂ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ہے‘ اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقوام کے قدم اس روک کو پھلانگ سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کی راہ تھی۔ ذوالقرنین نے اسے بھی بند کر دیا اور اس طرح شمال اور مغربی ایشیا کا یہ درمیانی پھاٹک پوری طرح مقفل ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

باقی رہا یہ سوال کہ وہاں جو قوم ذوالقرنین کو ملی تھی اور جو بالکل ناسمجھ تھی وہ کونسی قوم تھی؟ تو اس سلسلہ میں دو قومیں نمایاں ہوتی ہیں اور دونوں کا اس زمانہ میں وہاں قریب قریب آباد ہونا تاریخ کی روشنی میں آچکا ہے۔ پہلی قوم وہ ہے جو بحرخزر کے مشرقی ساحل پر آباد تھی۔ اسے یونانی مؤرخوں نے ''کاسپین'' کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے نام سے بحرخزر کا نام بھی ''کاسپین'' پڑ گیا ہے۔ دوسری قوم وہ ہے جو اس مقام سے آگے بڑھ کر عین کا کیشیا کے دامن میں آباد تھی۔ یونانیوں نے اسے ''کولچی'' یا ''کول شی'' کے نام سے پکارا ہے۔

اور دارا کے کتبہ اصطخر میں اس کا نام ''کوشیہ'' آیا ہے' انہیں دو قوموں میں سے کسی نے یا دونوں قوموں نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی ہوگی' اور چونکہ یہ غیر متمدن قومیں تھیں اس لئے ان کی نسبت فرمایا: لایکادون یفقھون قولا۔ (ترجمان القرآن ج ٢ ص ٤٠٨-٤٠٧' مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور' ١٩٧٦ھ)

سورۃ الکہف: ٩٢' میں دو اہم چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ایک یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور دوسرا ذکر سد ذوالقرنین کا ہے یعنی دو پہاڑوں کے درمیان جو ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی۔ اب ہم ان دو چیزوں کی تفصیل کریں گے۔ پہلے یاجوج اور ماجوج کے متعلق احادیث ذکر کریں گے اور پھر ان کے متعلق قدیم اور جدید علماء کی آراء کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد سد ذوالقرنین کے متعلق تحقیق کریں گے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق احادیث

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے آئے اور آپ فرمار ہے تھے عربوں کے لیے اس شر سے ہلاکت ہے جو قریب پہنچ چکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کے سد (بند) سے اتنا کھل گیا ہے آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر دائرہ بنایا۔ حضرت زینب بنت جحش نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم میں نیک آدمی ہوں گے اس کے باوجود ہم ہلاک ہو جائیں گے آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیث کام بہت ہو جائیں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧١٣٥' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٨٠' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢١٨٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٩٥٣)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی جائیں گی' پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی تو وہ کہیں گی یہاں پر کسی وقت پانی تھا' اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا پھر صبح کو وہ سب دفعۃً مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ' سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھالے گی اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح

marfat.com
Marfat.com

قبض کر لے گی اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جنسی عمل کریں گے اور ان ہی پر قیامت قائم ہوگی۔
(صحیح مسلم' کتاب الفتن رقم الحدیث: ۱۱۰' رقم بلاتکرار: ۲۹۳۷' الرقم المسلسل: ۷۲۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۶۔۴۰۷۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ جملہ بھی ہے پھر یاجوج اور ماجوج خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے۔ وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا۔ اب آسمان والوں کو قتل کریں پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔
(صحیح مسلم' کتاب الفتن' رقم الحدیث: ۱۱۱' رقم الحدیث المسلسل: ۷۲۴۰)

یاجوج اور ماجوج کے متعلق قدیم علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ضحاک نے کہا یاجوج اور ماجوج ترک میں سے ہیں۔ کعب سے روایت ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج دیلم سے ہیں۔ ان کی صفت کے متعلق امام ابن عدی' امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج ایک اور امت ہے۔ ہر امت میں چار لاکھ نفر ہیں' ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اس کی صلب سے ایک ہزار نر پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ سب مسلح ہوتے ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے کہا اس حدیث میں ایک راوی العطار منکر الحدیث ہے۔ امام حاکم اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں' اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ جن اور انس دس میں سے ایک ہیں اور یاجوج اور ماجوج دس میں سے نو ہیں۔ کعب سے روایت ہے کہ ان کا قد بہت اونچے درخت کی مانند ہے اور حاکم کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک ایک بالشت کے اور دو دو بالشت کے ہیں اور ان میں سے طویل ترین تین تین بالشت کے ہیں' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح کے تین بیٹے پیدا ہوئے سام' حام اور یافث' سام سے عرب' روم اور فارس پیدا ہوئے اور حام سے قبطی' بربر اور حبشی پیدا ہوئے اور یافث سے یاجوج' ماجوج' ترک اور صقالبہ پیدا ہوئے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اور سعید بن بشیر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج بائیس قبیلے ہیں۔ ذوالقرنین نے ان میں سے اکیس قبیلوں پر سد بنائی ہے ان میں سے ایک قبیلہ اس وقت لڑنے کے لیے گیا ہوا تھا وہ ترک ہیں اور وہ اس سد سے باہر ہیں' اور علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت آدم کی اولاد ہیں مگر وہ حوا سے پیدا نہیں ہوئے ہیں وہ ہمارے علاتی بھائی ہیں۔ سلف نے اس قول کو صرف کعب احبار سے روایت کیا ہے اور یہ قول اس حدیث مرفوع سے مردود ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت ہیں اور حضرت نوح قطعی طور پر حضرت حوا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۶۲۱۔۶۱۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ' ۲۰۰۰ء)

یاجوج اور ماجوج کے متعلق متاخرین کی آراء

(بعض لوگوں کی رائے میں) قرآن مجید نے ذوالقرنین کی فتوحات کے سلسلہ میں جو نشانیاں بتائی ہیں وہ اچھی خاصی حد تک سکندر یونانی کی فتوحات پر منطبق ہوتی ہیں: حتی اذا بلغ مغرب الشمس (۱۸: الکہف: ۸۶) تاریخ کا بھی بیان ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

سکندر کی ابتدائی فوج کشی شمال و مغرب ہی کی جانب تھی۔ عین حمئۃ سے مراد جھیل Ocbrida ہو سکتی ہے جو مناستر سے پچاس میل جانب مغرب واقع ہے۔ یہ چشمہ اپنے سیاہی مائل گدلے پانی کے لیے مشہور ہے۔ یہاں تک کہ جو دریا اس سے نکلا ہے اس کا نام بھی دریائے سیاہ (Black Drin) ہے (اس سے بحر اسود بھی مراد لیا گیا ہے)۔

"مطلع الشمس" سکندر کی بعد کی فوجی مہمات مشرق کی سمت میں ہوئیں۔ (مراد ہے کہ اس کی مملکت کی انتہائی مشرقی حد)"یاجوج ماجوج" غالباً منگول قبیلے تھے جو پہاڑوں کی دوسری جانب آباد تھے اور کہیں کہیں موقع پا کر یلغار کرتے ہوئے ترکوں کے درمیان گھس آتے تھے۔ دربند میں ایک آہنی دیوار سد سکندر کے نام سے مشہور چلی آتی تھی اور اس کا پھاٹک باب الحدید کہلاتا تھا۔ یہ دربند وسط ایشیا کے مشرقی علاقے میں ضلع حصار میں بخارا سے ١٥٠ میل جنوب و مشرق میں ٣٨ درجے عرض بلد شمالی اور ٦٧ درجے طول البلد مشرقی پر واقع ہے۔

بہرحال یہ امر ثبوت طلب ہے کہ سکندر یونانی کی فتوحات شمالی یورپی روس اور سائبیریا تک ہوئی تھیں۔ الادریسی نے سد سکندری انہیں اطراف میں دکھائی ہے اور اس کا نقشہ بھی دیا ہے۔ (اردو دائرۃ المعارف ج ۱ص ۶۲ لاہور ۱۹۷۳ء)

شیخ ابوالکلام احمد لکھتے ہیں:

اب صرف ایک معاملہ کی تشریح باقی رہ گئی ہے یعنی یاجوج اور ماجوج سے کون سی قوم مراد ہے؟ اور جو سد سائرس نے بنائی تھی اس کی تاریخی نوعیت کیا ہے؟

قرآن مجید نے یاجوج اور ماجوج کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک تو یہاں ہے دوسرا سورہ انبیاء میں ہے: حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون (۹۶:۲۱)

یاجوج اور ماجوج کا نام سب سے پہلے عہد عتیق میں آیا ہے۔ حزقیل نبی کی کتاب میں جنہیں بخت نصر اپنے آخری حملہ بیت المقدس میں گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا اور جو سائرس کے ظہور تک زندہ رہے۔ یہ پیش گوئی ملتی ہے:

"اور خداوند کا کلام مجھ تک پہنچا۔ اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف اپنا منہ کر کے اس کے برخلاف نبوت کر۔ جوج کی طرف، جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش، مسک اور توبال کا سردار ہے۔ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ میں تیرا مخالف ہوں، میں تجھے پھرا دوں گا۔ تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا، تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو جنگی پوشاک پہنے چوپہریاں اور سپر لئے ہوئے ہیں اور سب شمشیر بکف ہیں، کھینچ نکالوں گا اور میں ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط کو بھی کھینچ نکالوں گا جو سپر لئے ہوئے اور خود پہنے ہوں گے۔ نیز جومر اور شمال بعید کے اطراف کے باشندگان تجرمہ اور ان کا سارا لشکر"

اس کے بعد دور تک تفصیلات چلی گئی ہیں اور چار باتیں خصوصیت کے ساتھ کہی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جوج شمال کی طرف سے آئے گا تاکہ لوٹ مار کرے۔ دوسری یہ کہ ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں سکونت رکھتے ہیں تباہی آئے گی، تیسرے یہ کہ جو لوگ اسرائیل کے شہروں میں بسنے والے ہیں وہ بھی ماجوج کے مقابلہ میں حصہ لیں گے اور ان کے بے شمار ہتھیار ان کے ہاتھ آئیں گے۔ چوتھی یہ کہ ماجوج کی تباہی کا گورستان "مسافروں کی وادی" میں بنے گا جو "سمندر کے پورب میں ہے" ان کی لاشیں عرصہ تک وہاں پڑی رہیں گی۔ لوگ انہیں گاڑتے رہیں گے تاکہ رہگذر صاف ہو جائے۔ حزقی ایل۔ (باب ٣٨-٣٩)

یہ واضح رہے کہ اس پیشین گوئی سے پہلے سائرس کے ظہور اور یہودیوں کی آزادی و خوشحالی کی پیش گوئی بیان کی جا چکی ہے اور اس پیشین گوئی کا محل ٹھیک اس مکاشفہ کے بعد ہے جس میں حزقیل نبی نے بنی اسرائیل کی سوکھی ہڈیوں کو زندہ ہوتے دیکھا تھا، اور جسے قرآن نے بھی سورہ بقرہ کی آیت او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا (۲۵۹:۲)

marfat.com

Marfat.com

میں بیان کیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ جوج اور ماجوج کا معاملہ بھی اسی زمانے کے لگ بھگ پیش آنے والا ہو یعنی سائرس کے زمانہ میں۔ اور یہ سائرس کے ذوالقرنین ہونے کا ایک مزید ثبوت ہے کیونکہ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ اس نے یاجوج و ماجوج کے حملوں کی روک تھام کے لیے ایک سد تعمیر کی تھی۔

عہد عتیق کے بعد یہ نام ہمیں مکاشفات یوحنا میں بھی ملتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ "جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا' اور وہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج اور ماجوج کو گمراہ کرنے اور لڑانے کے لیے جمع کرنے نکلے گا ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ وہ تمام زمین کی وسعتوں پر چڑھ جائیں گی۔ (۲۰:۷)

یاجوج اور ماجوج کے لیے یورپ کی زبانوں میں Gog اور Magog کے نام مشہور ہو گئے ہیں اور شارحین تورات کہتے ہیں کہ یہ نام سب سے پہلے تورات کے ترجمۂ سبعینی میں اختیار کئے گئے تھے۔ لیکن کیا اس لئے اختیار کئے گئے کہ جوج اور ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہو سکتا تھا' یا خود یونانی میں پہلے سے یہ نام موجود تھے؟ اس بارے میں شارحین کی رائیں مختلف ہیں لیکن زیادہ قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں نام اسی طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں بھی مشہور تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کون قوم تھی؟ تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی نہیں' یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا' جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی' جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لیے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے لیکن منگول لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لیے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں (اور ہمیں اسی طرف رجوع ہونا چاہئے کیونکہ وہ منگولیا کے ہم سایہ میں ہے) تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام موگ تھا۔ یقیناً یہی موگ ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں میگ اور ے گاگ پکارا جاتا ہوگا اور یہی عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔ (ترجمان القرآن ص ۴۲۱' ۴۲۰' مطبوعہ لاہور' ۱۹۷۶ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

یاجوج اور ماجوج سے مراد ایشیا کے شمال مشرقی علاقے کی وہ قومیں ہیں جو قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں اور جن کے سیلاب وقتاً فوقتاً اٹھ کر ایشیا اور یورپ دونوں طرف رخ کرتے رہے ہیں۔ بائبل کی کتاب پیدائش (باب:۱۰) میں ان کو حضرت نوح کے بیٹے یافث کی نسل میں شمار کیا گیا ہے اور یہی بیان مسلمان مؤرخین کا بھی ہے' حزقی ایل کے صحیفے (باب ۳۸-۳۹) میں ان کا علاقہ روس اور توبل (موجودہ توبالسک) اور مسک (موجودہ ماسکو) بتایا گیا ہے۔ اسرائیلی مؤرخ یوسیفوس ان سے مراد سیتھین قوم لیتا ہے جس کا علاقہ بحر اسود کے شمال اور مشرق میں واقع تھا۔ جیروم کے بیان کے مطابق ماجوج کاکیشیا کے شمال میں بحر خزر کے قریب آباد تھے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۷-۴۶' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۲ء)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

یاجوج ماجوج کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد (آہنی دیوار) کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات

marfat.com

Marfat.com

[ہ]یں جن کے متعلق مفسرین و مؤرخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم پر منتہی ہوتا ہے' مگر ماں کی طرف سے حوا تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا اسی قوم میں کا ہو' [ج]ب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفحہ ملکیہ پیدا ہوئے نزول من السماء [کے] بعد دجال کو ہلاک کردیں گے۔ اس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کرے گی اور آخر کار حضرت مسیح کی دعا سے غیر [م]عمولی موت مرے گی۔ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو [پی]ش نظر رکھے گا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے اس کو کہنا پڑے گا کہ جن [ق]وموں' ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتا دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا وہ خیالات صحیح [مع]لوم نہیں ہوتے اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام [زم]ین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتا نہیں ملا' اور اسی شبہ کے جواب کے لیے ہمارے مولفین نے پتا بتلانے کی کوشش کی ہے اس کا [صح]یح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں' اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان [بڑ]ے بڑے سمندر حائل ہوں' اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی اور تری پر محیط ہو چکے ہیں واجب التسلیم نہیں عقلاً جائز ہے کہ جس [ط]رح اب سے پانچ سو برس پہلے ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو [ج]ہاں تک ہم رسائی نہ حاصل کر سکے ہوں' اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار اعظم جو آسٹریلیا کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنسدان ڈاکٹر سی ایم ینگ کے زیر ہدایت اس کی تحقیقات جاری [ہ]ے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے جس پر بے شمار [مخ]لوق بستی ہے جو مہم اس کام کے لیے روانہ ہوئی تھی حال میں اس نے اپنی ایک سالہ تحقیق ختم کی ہے' جس سے سمندر کے عجیب [غ]ریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے' پھر کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہم [کو] خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل انکشافات حاصل ہو چکے ہیں۔ بہر حال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت [ہ]ے جب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کی تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر [رہ]یں جو مشرکین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔ (حاشیہ قرآن برترجمہ شیخ محمود حسن' مطبوعہ مملکہ عربیہ سعودیہ)

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

یاجوج اور ماجوج کا ذکر قرآن کریم میں دوبار آیا ہے ایک یہاں اور دوسرا سورۃ الانبیاء میں' یورپ کی زبانوں میں انہیں Gog And Mago[g] کہا جاتا ہے یہ کون سی قوم تھی تمام تاریخی قرائن متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف [ا]یک ہی قوم ہو سکتی ہے یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی اور طاقتور قبائل جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چین کے شہنشاہ شین ہوانگ ٹی کو وہ عظیم الشان دیوار بنانی پڑی جو پندرہ سو میل تک چلی گئی ہے اور جو دیوار چین کے نام سے مشہور [ہ]ے۔ اس کی تعمیر ۲۱۴ ق م میں شروع ہوئی اور دس برس میں ختم ہوئی اس نے شمال اور مغرب کی طرف منگولین قبائل کے حملوں کی [تم]ام راہیں مسدود کر دیں۔ اس لئے ان کے حملوں کا رخ پھر وسط ایشیا کی طرف مڑ گیا۔ انہی کے حملوں کو روکنے کے لیے سائرس [نے] سد تعمیر کی' شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے لیکن چینی ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ اس کا اصلی قدیم نام

marfat.com
Marfat.com

"موگ" ہے جو چھ سو برس ق م میں یونانیوں میں میگ اور میگاگ پکارا جاتا تھا اور یہی لفظ عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔

(ضیاء القرآن ج ۳ ص ۵۰-۴۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ)

یاجوج اور ماجوج کے متعلق مصنف کا نظریہ

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں۔ تورات میں بھی اس طرح مذکور ہے (حزقی ایل باب: ۳۹-۳۸) شیخ ابوالکلام نے کہا یہ وہی ہیں جن کو پہلے تاتاری اور اب منگول کہا جاتا ہے۔ سید مودودی نے لکھا ہے کہ یہ ایشیا کے شمال مشرقی علاقے کی وحشی قومیں ہیں۔ شیخ عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ عام انسانوں اور جنات سے پیدا شدہ ایک برزخی قوم ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے کہ یہ ایشیا کے شمال مشرقی علاقہ کے وحشی قبائل ہیں۔ بعض نے کہا یہ منگول ہیں۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یاجوج ماجوج پیدا ہو چکے ہیں اور قرب قیامت میں ان کا ظہور ہو گا۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان کے مصداق کا تعین نہیں کیا اور نہ ان کی واضح اور حتمی صفات بیان کی ہیں۔ ان کی صفات اور مصداق کے متعلق جو کچھ بھی کہا گیا وہ سب ظن و تخمین اور اندازوں پر مبنی ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں لیکن ہم قطعی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ جنت اور دوزخ کس جگہ پر ہیں۔ (بعض اخبار احاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے لیکن یہ قطعی نہیں ہے)

ان آیات میں دوسری اہم چیز سد ذوالقرنین ہے اب ہم اس کی تحقیق کرتے ہیں:

سد ذوالقرنین کی تحقیق

شیخ ابوالکلام احمد لکھتے ہیں:

اب ایک سوال اور غور طلب ہے۔ ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درۂ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار؟ یا دونوں؟ قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا' اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا' اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کے برابر کر دیا' اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا۔ تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں یہ پتھر کی بڑی بڑی سلوں کی دیوار ہے' اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصہ تک چلی گئی ہے۔ اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔

البتہ درۂ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ اسی کا ترجمہ ترکی میں "دامر کپو" مشہور ہو گیا۔

بہر حال ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد خود اس نے یا اس کے جانشینوں نے یہ دیکھ کر کہ کاکیشیا کا مشرقی ڈھلوان بھی خطرہ سے خالی نہیں دربند کی دیوار تعمیر کر دی ہو اور نوشیرواں نے اسے اور مضبوط کیا ہو۔ یا ممکن ہے کہ فی الحقیقت نوشیرواں ہی کی تعمیر ہو۔

دربند کی دہری دیوار ۱۷۹۶ء تک موجود تھی جس کی تصویر ایک روسی سیاح کی بنائی ہوئی ایچ والڈ نے اپنی کتاب "کوا کیسیس" میں نقل کی ہے' لیکن ۱۹۰۴ء میں جب پروفیسر جیکسن نے اس کا معائنہ کیا تو گو آثار باقی تھے لیکن دیوار گر چکی تھی البتہ اکہری دیوار اکثر حصوں میں اب تک باقی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

موجودہ زمانہ کے شارحین تورات میں بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے کہ یا جوج و ماجوج سے سیتھین قوم مراد تھی لیکن حزقیل کی پیش گوئی کا محمل ان کا وہ حملہ قرار دیتے ہیں جو ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق ۶۳۰ قبل مسیح میں ہوا تھا۔ لیکن اس صورت میں یہ مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ حزقیل کی کتاب بابل کی اسیری کے زمانہ میں لکھی گئی ہے کیونکہ وہ خود بھی بخت نصر کے اسیروں میں سے تھے اور سیتھین حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اس باب میں مزید تفصیلات کے لیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور جیوئش انسائیکلو پیڈیا میں لفظ Gog کا مقالہ دیکھنا چاہئے۔

ہم نے ذوالقرنین کے مبحث میں پوری تفصیل سے کام لیا ہے کیونکہ زمانہ حال کے معترضین قرآن نے اس مقام کو سب سے زیادہ اپنے معاندانہ استہزاء کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں ذوالقرنین کی کوئی تاریخی اصلیت نہیں ہے۔ یہ محض عرب یہودیوں کی ایک کہانی تھی جو پیغمبر اسلام نے اپنی خوش اعتقادی سے صحیح سمجھ لی اور نقل کر دی۔ اس لئے ضروری تھا کہ ایک مرتبہ مسئلہ اس طرح صاف کر دیا جائے کہ شک و تردد کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۳۰۔ ۴۲۹، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال (Darial) کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرہ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے۔ اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گزر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے ایک نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو ۵۰ میل لمبی ۲۹۰ فیٹ بلند اور دس فیٹ چوڑی تھی۔ ابھی تک تاریخی طور پر یہ تحقیق نہیں ہو سکا ہے کہ یہ دیوار ابتداء کب کس نے بنائی تھی۔ مگر مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں یہ واقعہ لکھا ہے، اور یاقوت نے بھی معجم البلدان میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد ۲۲ھ میں سراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب ارمینیہ کے علاقے میں داخل ہوئے وہاں کے فرمانروا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سد ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا۔ (طبری ج ۳ ص ۲۳۵ تا ۲۳۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵۔ معجم البلدان، ذکر باب الابواب)۔

اس واقعہ کے دو سو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (۲۲۷۔۲۳۲ھ) نے سد ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلام ترجمان کی قیادت میں ۵۰ آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّ مَنْ رَاٰی) سے تفلیس، وہاں سے

marfat.com

Marfat.com

الستر یز وہاں سے اللان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سد کا مشاہدہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ١١١- ج ٧، ص ١٢٢ تا ١٢٥- معجم البلدان، باب الابواب) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سد ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں متعدد دوسرے مقامات پر بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ خزر کے زیر عنوان وہ لکھتا ہے کہ ھی بلاد الترک خلف باب الابواب المعروف بالدربند قریب من سد ذی القرنین "یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں"۔ اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے۔ دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گزرتا ہے اور یہ دریا روس اور بُلغار سے آ کر بحر خزر میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ (تفہیم القرآن ج ٣ ص ٧٢-٧٧، مطبوعہ لاہور، ١٩٨٢ء)

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ١٤١٨ھ لکھتے ہیں:

آخر میں ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا محل وقوع کہاں ہے۔ بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کاکیشیا کا سلسلۂ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے، یہاں ایک دیوار ہے جس کا طول پچاس میل اور اونچائی انتیس فٹ اور موٹائی دس فٹ ہے (انسائیکلو پیڈیا) اس مقام سے مغرب کی طرف درہ دانیال ہے جو دو بلند پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار ہے اور اسے آہنی دیوار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن ج ٣ ص ٥٠، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ١٣٩٩ھ)

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ

کیا کافروں کا یہ گمان ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا

دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ

دوست بنا لیں گے، بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے ○ آپ کہیے کیا

نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ ؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ

ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان وہ کام کن لوگوں کے ہیں! ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام مساعی دنیا کی زندگی میں اکارت

الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ

گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے

marfat.com
Marfat.com

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ

اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا، سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا

ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ○ ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے میری آیتوں اور میرے

اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ

رسولوں کو مذاق بنا لیا تھا ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا

ان کے لیے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے ○ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس جگہ کو تبدیل کرنا

حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ

نہیں چاہیں گے ○ آپ کہیے اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات

قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ

کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا، خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں ○ آپ کہیے

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ

میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے، سو جو شخص

كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ

اپنے رب سے ملاقات کی توقع رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے، اور اپنے رب کی عبادت

١٢ ع ٢ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع

میں کسی کو شریک نہ بنائے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا کافروں کا یہ گمان ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو دوست بنا لیں گے بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے ○ آپ کہیے کہ کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان دہ کام کن لوگوں کے ہیں ○ یہ وہ لوگ جن کی تمام مساعی دنیا کی زندگی میں اکارت گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں ○ یہ وہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے O ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق بنالیا تھا O (الکہف: ١٠٦-١٠٢)

جن لوگوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا کافروں کا یہ گمان ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو دوست بنالیں گے۔ میرے بندوں سے مراد ہیں ملائکہ' حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ یہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں گے اور میری عبادت کے بجائے ان کی عبادت کریں گے اور میں ان کو کوئی سزا نہیں دوں گا' یا ان کا یہ عمل ان کو نفع دے گا۔ جو لوگ ملنے کے لیے آئیں ان کی خاطر تواضع کے لیے جو سامان تیار کیا جائے اور ان کو پیش کیا جائے اس کو نُزُل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے کافروں کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے کہ کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان وہ کام کن لوگوں کے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام مساعی دنیا کی زندگی میں اکارت گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ بعض لوگ کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ اس کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ انسان کے اعمال کفر اور ارتداد کی وجہ سے ضائع ہوتے ہیں یا لوگوں کے دکھانے اور انہیں سنانے کے لیے عمل کرنے کی وجہ سے ان کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں اس سے مراد کفر ہے۔

مصعب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان وہ کام کن لوگوں کے ہیں؟ کیا اس آیت کا مصداق الحروریہ (خوارج) ہیں؟ کہا نہیں' وہ یہود اور نصاریٰ ہیں۔ رہے یہود تو انہوں نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور رہے نصاریٰ تو انہوں نے جنت کی تکفیر کی اور جنت کے متعلق کہا نہ اس میں کوئی کھانے کی چیز ہوگی نہ پینے کی کوئی چیز ہوگی۔ اور جہاں تک الحروریہ کا تعلق ہے تو وہ اس آیت کے مصداق ہیں:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ — جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں۔

(البقرہ: ٢٧)

اور حضرت سعد ان کو فاسقین کہتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٧٢٨)

اور اس آیت سے ان کی زجر و توبیخ مراد ہے کہ جن کافروں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی عبادت کی ہے انہیں بتا دیں کہ تمہاری کوشش رائیگاں گئی اور تمہاری آرزوئیں ناکام ہو گئیں سو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس سے کفار مکہ مراد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے خوارج اہل حروراء مراد ہیں۔ مرہ نے کہا اس سے مراد گرجوں کے راہب ہیں۔ علامہ قرطبی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے' اور خوارج اور گرجوں کے راہب وغیرہ پر یہ صادق نہیں آتا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا' کیونکہ خوارج قرآن مجید کی آیتوں کو مانتے ہیں اور گرجوں کے راہب انجیل کو مانتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار اس کی تمام آیتوں کے انکار کو مستلزم ہے۔ گرجوں کے راہب تو قرآن مجید کی کسی آیت کو مانتے ہی نہیں' اور رہے خوارج تو وہ قرآن مجید کی ان آیتوں کو نہیں مانتے جن میں اللہ تعالیٰ نے صغائر اور کبائر کے مرتکب کی

marfat.com

Marfat.com

مغفرت کی تصریح کی ہے اور وہ شفاعت کی آیات کو بھی نہیں مانتے اور جن آیات میں مرتکب کبائر پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے وہ ان کو بھی نہیں مانتے۔

جن لوگوں کے اعمال کا وزن نہیں ہوگا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور بہت موٹا شخص آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا' اور فرمایا تم یہ آیت پڑھو فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا (الکھف: ۱۰۵) اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور قیامت کے دن میزان میں ان کی کسی نیکی کا وزن نہیں کیا جائے گا اور جس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی تو پھر وہ دوزخ میں ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کفار تہامہ پہاڑ جتنے بڑے بڑے اعمال لے کر آئیں گے لیکن ان کا وزن نہیں کیا جائے گا' اور اس آیت کا معنی مجازاً یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اعمال کا اس دن ہمارے نزدیک کوئی وزن نہیں ہوگا۔ یعنی ان کے اعمال کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔

بسیار خوری کے دینی اور دنیوی نقصانات

اس حدیث میں موٹے آدمی کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص حرص اور تلذذ کی وجہ سے زیادہ کھاتا ہے قیامت کے دن اس کے نیک اعمال کا وزن نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ زیادہ مرغن اور چکنی چیزیں کھانا' مٹھائیاں کھانا' ثقیل اور دیر ہضم چیزیں کھانا جیسے پراٹھے' شیرمال' تافتان اور زردہ' بریانی وغیرہ' زیادہ گوشت کھانا جسم کو فربہ کرتا ہے' اور معیاری وزن سے جس کا وزن زائد ہو وہ جلد یا بدیر شوگر' ہائی بلڈ پریشر' انجائنا اور جوڑوں کے درد وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے کوئی شخص اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو نقصان پہنچائے۔ اس لئے زیادہ چٹپٹی اور چٹخارے دار چیزیں زیادہ مقدار میں کھانا جائز نہیں ہے اس لئے احادیث میں زیادہ کھانے اور موٹے آدمی کی مذمت کی گئی ہے۔

مشہور محدث شیخ اسماعیل بن محمد العجلونی التوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

الکشاف' البغوی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ علماء یہود میں سے مالک بن صیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا ہے کیا تم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے بغض رکھتا ہے' اور وہ موٹا آدمی تھا سو وہ غضب ناک ہوگیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

بشر اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا تم زیادہ مقدار میں کھانے اور پینے سے احتراز کرو کیونکہ بسیار خوری جسم کو فاسد کرتی ہے اور بزدلی پیدا کرتی ہے اس سے نماز میں سستی پیدا ہوتی ہے' اور تم کھانے پینے میں درمیانہ روی کو لازم کرلو کیونکہ اس سے جسم کی زیادہ اصلاح ہوگی اور اس سے تم اسراف سے بچو گے' اور بے شک اللہ موٹے عالم سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام احمد' حاکم اور امام بیہقی نے سند جید کے ساتھ حضرت جعدہ الجشمی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

marfat.com
Marfat.com

موٹے آدمی کی طرف دیکھا تو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر یہ (کھانا) اس (پیٹ) کے علاوہ کسی اور چیز میں ہوتا تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر تھا۔ (حافظ زین نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۸۱۳' دار الحدیث قاہرہ' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۹۶۳' عالم الکتب بیروت' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۱ قدیم' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۱۲۳۵)

(کشف الغطاء ج ۲ ص ۲۴۸' رقم الحدیث: ۶۱ ۷' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے قرن (زمانہ یا صدی) میں ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ عمران نے کہا مجھے پتا نہیں آپ نے اپنے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین' پھر تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو شہادت دے گی تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی وہ خیانت کرے گی اس کو امین نہیں سمجھا جائے گا وہ نذر مانیں گے اور نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۹)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ کھا پی کر موٹا ہو جاتا ہے وہ عیش پرست اور آرام طلب ہو جاتا ہے' پھر وہ اپنی خواہشات اور اپنے نفس کی بندگی کرتا ہے اللہ کی بندگی نہیں کرتا' اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ بالعموم مال حرام کھانے سے بھی گریز نہیں کرتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو گوشت مال حرام سے پیدا ہو دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے' اور اللہ تعالیٰ نے زیادہ کھانے کی وجہ سے کفار کی مذمت کی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (محمد: ۱۲)

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔

اور جب مومن کافروں کے ساتھ مشابہ ہوگا اور تمام اوقات اور احوال میں ان کی طرح دنیا سے لذت اندوز ہوگا تو پھر اس میں حقیقت ایمان کہاں رہے گی اور اسلام کے احکام پر عمل کب ہوگا' اور جو شخص بسیار خور ہو اس کی حرص بڑھ جاتی ہے اس پرستی' کاہلی اور نیند کا غلبہ رہتا ہے اس کا دن چرنے میں اور رات سونے میں گزرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت زیادہ کھانا کھاتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو وہ بہت کم کھانا کھانے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۸۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ڈکار لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ڈکار کو ہم سے دور رکھو کیونکہ جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہوں گے وہ قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۵۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۱۲۱' المسند الجامع رقم الحدیث: ۸۲۴۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لیے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے ○ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس جگہ کو تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے ○ (الکہف: ۱۰۸-۱۰۷)

marfat.com

Marfat.com

جنت الفردوس کا مقام

قتادہ نے کہا فردوس سب سے بلند' متوسط' سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی نے کہا فردوس جنت کی ناف ہے۔ کعب نے کہا جنتوں میں جنۃ الفردوس سے اعلیٰ کوئی جنت نہیں ہے۔ اس میں نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہوں گے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے' خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا اپنے اس گھر میں بیٹھا رہا ہو جس گھر میں وہ پیدا ہوا ہے۔ صحابہ نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو اس کی خبر نہ دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا متوسط اور سب سے بلند درجہ ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے دریا جاری ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٧٩٠' ٧٤٢٣' مسند احمد رقم الحدیث: ٨٤٠٠ عالم الکتب' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٥٣٠)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے' اور اس کے اوپر عرش ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٥٣١' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٦' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ١٨٢' المسند الجامع رقم الحدیث: ٥٦١٤)

جنت کے فضائل

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور اس کے کسی ایک درجے میں تمام جہان سما سکتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٥٣٢' مسند احمد ج ٣ ص ٢٩' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ١٣٩٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی۔ اس میں وہ نہ تھوکیں گے نہ ان کو رینٹ آئے گی اور نہ ہی وہ پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیاں اگر کی ہوں گی ان کا پسینہ مشک (کی طرح) ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی ان کے حسن کے سبب سے ان کی ہڈیوں کا گودا گوشت کے پار سے دکھائی دے گا۔ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ بغض ہوگا ان سب کے دل ایک طرح ہوں گے' وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٥٣٧' مصنف عبدالرزاق ٢٠٨٦٦' صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٢٤٥' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٧٤٣٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدۃ: ١٧)

کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا نعمتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٢٤٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٢٤' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١٩٧)

marfat.com

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت' جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے چہروں اور جسموں پر بال نہیں ہوں گے اور ان کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۵۹)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (یونس: ۲۶) جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لیے اچھا اجر ہے اور (اس سے) زیادہ بھی ہے۔

آپ نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا تمہارے لئے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے وہ کہیں گے کیا اللہ نے ہمارا چہرہ سفید نہیں کیا۔ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی' اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! پھر (اللہ اور ان کے درمیان سے) حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ان کو اس کی طرف دیکھنے کی بہ نسبت زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں دی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۳۱۴' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۹۳' المسند الجامع رقم الحدیث: ۵۴۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں سب سے کم درجہ اس شخص کا ہوگا جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنی جنتوں' اپنی بیویوں' اپنی نعمتوں' اپنے خادموں اور اپنی باندیوں کو دیکھے گا' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل جنت میں سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گے ۝ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ (القیامۃ: ۲۳-۲۲)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۷۱۲' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۸۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۹۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ارشاد فرمائے گا اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت پر کمربستہ ہیں۔ وہ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے۔ وہ کہیں گے ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اب تم کو اس سے افضل نعمت عطا کروں گا وہ کہیں گے اس سے افضل کون سی نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارے اوپر اپنی رضا کو حلال کر دوں گا اور کبھی بھی ابد تک تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۹' ۷۵۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۹' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸' صحیح ابن حبان

marfat.com
Marfat.com

رقم الحدیث: ۲۴۴۰، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۴۲، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۹۴)

ان جاہل شعراء اور جعلی صوفیا کا رد جو جنت کو کم تر کہتے ہیں

موخر الذکر ان تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سب سے عظیم نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا ہے لیکن یہ نعمت بھی جنت میں حاصل ہو گی۔ بعض جاہل شعراء اور جعلی اور بناوٹی صوفیاء جنت کی بہت تحقیر کرتے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا کی اہمیت بیان کر کے جنت کی طلب کو بہت گھٹیا اور بہت خسیس کہتے ہیں' حالانکہ قرآن اور حدیث میں جنت کی بہت فضیلت ذکر فرمائی ہے اور اس کی طلب کی ترغیب دی ہے' اور جنت کو طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی جنت کا سوال کیا ہے اور ہمیں بھی جنت الفردوس کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں دنیا کا طلب گار مؤنث ہے جنت کا طلب گار مخنث (ہیجڑا) ہے اور مولیٰ کا طلب گار مذکر ہے' اسی طرح یہ لوگ مدینہ منورہ کی طلب کے مقابلہ میں بھی جنت کی طلب کو گھٹیا اور خسیس کہتے ہیں ان کے اس قسم کے اشعار ہوتے ہیں:

تیری میری چاہ میں زاہد بس اتنا فرق ہے
تجھ کو جنت چاہئے مجھ کو مدینہ چاہئے

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ آرام فرما ہیں وہ بھی جنت کا ایک ٹکڑا ہے اور آخرت میں بھی آپ جنت میں ہوں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ اول آخر جنت ہی ہے تو پھر جنت کو مدینہ کے مقابلہ میں کیوں گھٹیا کہا جاتا ہے' اور مدینہ منورہ میں زمین کے جس ٹکڑے پر آپ اب تشریف فرما ہیں یہ آپ کی عارضی قیام گاہ ہے اور آپ کی دائمی قیام گاہ جنت ہے تو پھر آپ کی دائمی قیام گاہ کے درجہ میں کمی کرنا کیا یہی آپ سے عشق و محبت کا تقاضا ہے۔ اللہ کی رضا کے مقابلہ میں بھی جنت کو کم درجہ کا اور گھٹیا کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم کو جنت نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جس جنت کی اللہ تعالیٰ نے بہت تعریف کی ہے اور اس کو طلب کرنے اور اس کی طرف دوڑنے کا حکم دیا ہے تو اس کو معمولی اور گھٹیا کہنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض!

سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا کا ہے اور اس کے بعد جنت کا درجہ ہے لیکن یہ بلند درجات جنت میں ہی حاصل ہوں گے اس لئے جنت کی طرف رغبت کرنا چاہئے اور جنت کے حصول کی دعا کرنی چاہئے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کمان کے ایک سرے کے برابر جنتی جگہ ان تمام جگہوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۱۸)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنت میں ایک چابک کے برابر جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۰' ۲۷۹۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴۰۳' المسند الجامع رقم الحدیث: ۵۱۲۱)

جنت کو کم تر قرار دینے والے جاہل شعراء اور جعلی صوفی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حصول جنت کی دعا کی ہے:

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (الشعراء: ۸۵) اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنت کے حصول کی دعا کی ہے:

marfat.com
Marfat.com

واسئلک الدرجات العلی من الجنۃ آمین اور میں تجھ سے جنت کے بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۱۶' رقم الحدیث: ۷۱۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۲۱۸' بیروت' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ المعجم الکبیر کی دو سندوں میں سے ایک سند اور المعجم الاوسط کی سند کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۷)

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول جنت کی دعا کی ہے تو پھر جنت کی دعا کرنے کو کم تر قرار دینے کی کیا گنجائش ہے اور ہمارے لئے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا تو جنت کہتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دے' اور جس نے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ طلب کی تو دوزخ کہتی ہے اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۴۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۴۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۵۳۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۶۸۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۱۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر خشک ہو جائے گا۔ خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں O (الکھف: ۱۰۹)

اللہ کے کلمات کا غیر متناہی ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم کے کلمات اور اس کے احکام کو لکھا جائے اور سمندر اس کے لیے سیاہی ہو تو اس کے تمام کلمات کو لکھا نہیں جا سکتا خواہ سمندر کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو' وہ بہرحال متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

یہود نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم یہ کہتے ہو کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکمت دی گئی ہے اور تمہارے قرآن میں ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرہ: ۲۶۹) اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔

پھر تم یہ کیوں کہتے ہو کہ تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل: ۸۵) اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر دی گئی ہے اور آپ کا علم بہت عظیم ہے۔ تمام مخلوق کا علم آپ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے اور آپ کا علم تمام مخلوق کے مقابلہ میں سمندر ہے' لیکن آپ کا علم اللہ کے مقابلہ میں اس طرح بھی نہیں ہے جیسے قطرہ سمندر کے سامنے ہو کیونکہ قطرہ کی نسبت سمندر کی طرف متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی نسبت اللہ کے علم کی طرف متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ O (لقمان: ۲۷)

اگر روئے زمین کے تمام درخت قلم ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے' سو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی توقع رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے O (الکھف: ١١٠)

بشر کا معنی

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ١٧٥ھ لکھتے ہیں:

بشر کا معنی انسان ہے خواہ ایک مرد ہو یا ایک عورت ہو' اور چہرے' سر اور جسم کی اوپری کھال کو بشرۃ کہتے ہیں۔

(کتاب العین ج ١ ص ١٦٤' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ١٤١٤ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ المرسی المتوفی ٤٥٨ھ لکھتے ہیں:

بشر کا مادہ ہے: ب ش ر' اس سے ایک لفظ بنا ہے الشرب جس کا معنی ہے پینا' اس کا مقلوب ہے الشبر اس کا معنی ہے بالشت' اور اس کا ایک مقلوب الاربش ہے اس کا معنی ہے مختلف رنگوں والا' اور اس کا ایک مقلوب ہے البرش اس کا معنی ہے سرخ اور سیاہ مخلوط رنگ۔ اور البشر کا معنی ہے انسان اس میں واحد' جمع اور مذکر اور مونث مساوی ہیں' اور انسان کے چہرے' سر اور جسم کی اوپر والی کھال کو البشرہ کہتے ہیں' جس چیز کی خوشخبری دی جائے اس کو بشارت کہتے ہیں اور جماع کو مباشرت کہتے ہیں' مسکراہٹ اور خوشی کے اظہار کو اَلْبِشر کہتے ہیں۔ بارش برسانے والی ہواؤں کو المبشرات کہتے ہیں۔ ہر چیز کے اول کو تباشیر کہتے ہیں خوبصورت چہرے والے کو البشیر کہتے ہیں۔ (المحکم والمحیط الاعظم ج ٨ ص ٦٠۔ ٥٢' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ حسین محمد بن راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ لکھتے ہیں:

انسان کے جسم کی کھال کے ظاہر کو البشرہ کہتے ہیں اور اس کھال کے باطن کو الادمۃ کہتے ہیں' انسان کو بشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے اس کے برخلاف دیگر حیوانوں کی کھال کے اوپر بال ظاہر ہوتے ہیں اور عموماً کھال بالوں کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لفظ میں واحد' جمع' مذکر اور مونث برابر ہیں۔ قرآن مجید میں ہر جگہ انسان کے جثہ اور اس کے ظاہر کو بشر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا (الفرقان: ٥٤) وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔

کفار انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کو کم اور پست کرنے کے لیے انہیں بشر کہتے تھے:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر: ٢٥)	یہ صرف بشر کا قول ہے۔
اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ (القمر: ٢٤)	کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں۔
مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰسین: ١٥)	تم محض ہماری طرح بشر ہو۔
اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (المؤمنون: ٤٧)	کیا ہم اپنی طرح دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔
قَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (التغابن: ٦)	کافروں نے کہا کیا بشر ہم کو ہدایت دے گا۔

چونکہ لوگ بشریت میں ایک دوسرے کو مساوی سمجھتے تھے اور علوم و معارف اور غیر معمولی صلاحیتوں اور قابل تحسین کاموں کی وجہ سے ایک کی دوسرے پر فضیلت سمجھتے تھے اس لئے پہلے فرمایا: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پھر فرمایا: يُوْحٰٓى اِلَىَّ (الکھف: ١١٠' حم السجدۃ: ٦) یعنی پہلے فرمایا میں بشر ہونے میں تمہارے مساوی ہوں اور میری فضیلت اور تخصیص یہ ہے کہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں وحی الٰہی کی وجہ سے تم سے ممیز اور ممتاز ہوں۔

مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا:

marfat.com

Marfat.com

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف: ٣١)
حاشا اللہ! یہ بشر نہیں ہے' یہ معزز فرشتہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

ان عورتوں نے حضرت یوسف کی عظمت اور جلال کو ظاہر کرتے ہوئے کہا یہ اس سے بلند اور برتر ہیں کہ یہ کوئی انسان ہوں ان کی حقیقت اور جوہر ذات بشر ہونے سے منزہ ہے۔ جب کسی شخص کو کوئی خوشی کی خبر سنائی جائے تو اس کے چہرے پر خون کی سرخی پھیل جاتی ہے اور اس کے چہرے کی کھال سرخ ہو جاتی ہے اس لئے خوشخبری سنانے کو تبشیر اور خوشخبری سن کر خوش ہونے کو استبشار کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (الحجر: ٥٣)
(فرشتوں نے) کہا آپ ڈریں نہیں ہم آپ کو علم والے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ (آل عمران: ١٧١)
وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں۔

(المفردات ج ١ ص ٦١-٦٠' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

کفار انبیاء علیہم السلام کو کیوں بشر کہتے تھے اور ان کا رد

کفار انبیاء علیہم السلام کو بشر اس لئے کہتے تھے کہ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کے لیے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے:

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ (الانبیاء: ٣)
اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ تو تمہاری ہی مثل بشر ہے' کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جا رہے ہو۔

امام فخر الدین رازی متوفی ٦٠٦ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان کافروں نے دو وجہوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعن کیا تھا' ایک یہ کہ آپ ان کی مثل بشر ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ جادو ہے اور یہ دونوں وجہیں باطل ہیں۔ پہلی وجہ اس لئے باطل ہے کہ نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر موقوف ہے صورتوں پر موقوف نہیں۔ بالفرض اگر ان کے پاس فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو محض اس کی صورت دیکھ کر تو اس کے نبی ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اس کی نبوت پر دلائل نہ قائم ہو جاتے' اور جب یہ واضح ہو گیا تو اگر بشر اپنی نبوت پر معجزات اور دلائل قائم کر دے تو اس کا نبی ہونا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے' اور اولیٰ یہ ہے کہ بشر کی طرف بشر کو نبی بنا کر مبعوث کیا جائے کیونکہ انسان کے لیے اپنے ہم جنس اور ہم شکل کو نبی ماننا زیادہ قریب ہے کیونکہ ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے۔

اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو جو جادو کہتے تھے یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا معجزہ قرآن ہے کیونکہ آپ اس میں کوئی تلبیس اور ملمع کاری نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ان سب کو قرآن کریم کی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا اور وہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی اس کی مثل نہیں لا سکے اور اب تک نہیں لا سکے پس اس معجزہ کو جادو کہنا باطل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ٨ ص ١٢٠' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ٦٨٥ ھ لکھتے ہیں:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ کر وہ آپ کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کا قصد کرتے تھے کیونکہ ان کا قصد یہ تھا رسول

Marfat.com

صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے اور قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر معجزات کو وہ جادو کہتے تھے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ٦ ص ٤٢٦، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٧ھ)

کفار بشر کے رسول اور نبی ہونے کو جو مستبعد سمجھتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (الانعام: ٩)

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی (کی صورت میں) بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لئے وجہ احسان ہے

بلکہ انسانوں کے لیے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لیے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ کے لیے زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لیے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے۔ نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتداء کر سکتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا امتنان اور احسان ہے کہ اس نے انسانوں کے لیے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا اس لئے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران: ١٦٤)

بے شک اللہ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعہ: ٢)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ١٢٨)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی تھی کہ اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا جائے:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ: ١٢٩)

اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف: ١٠٩، النحل: ٤٣، الانبیاء: ٢١)

اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات پر بشر کا اطلاق فرمایا ہے:

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی۔

میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میں اس طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٠١، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٧٢، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٠٢٠، سنن النسائی رقم الحدیث: ١٢٤٣، سنن ابن ماجہ رقم

marfat.com

Marfat.com

الحدیث:(۱۲۱۱)

انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه صدق فاقضی له بذالک فمن قضیت له بحق مسلم فانما ھی قطعة من النار فلیاخذھا او فلیترکھا۔

میں محض بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میرے پاس متخالف فریق آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے تم میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہو اور میں (بظاہر) یہ گمان کرلوں کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس (بالفرض) اگر میں کسی مسلمان کا حق اس کو (ظاہری حجت کی بنا پر) دے دوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے لے یا ترک کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۶۷' ۲۶۸۰' ۲۴۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۸۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۳۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۱۷)

نبی اور رسول کا بشر ہونا

متکلمین نے نبی اور رسول کی حسب ذیل تعریفیں کی ہیں:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

النبی انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه وکذا الرسول۔

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس چیز کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے جس کی اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اسی طرح رسول ہے

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۵' مطبوعہ منشورات الرضی ایران' ۱۴۰۹ھ)

میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں۔

الرسول انسان بعثه الله الی الخلق لتبلیغ الاحکام۔

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۸۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

النبی انسان بعثه لتبلیغ ما اوحی الیه وکذا الرسول۔

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ نے اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو رسول کی بھی یہی تعریف ہے۔

(المسایرہ مع المسامرہ ص ۲۰۷' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران)

مولانا عبد العزیز پرہاروی نے علامہ تفتازانی سے یہ تعریف نقل کی ہے:

والرسول انسان بعثه الله تعالی الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیة۔

رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام شرعیہ پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔

(النبراس ص ۹۷' مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور' ۱۳۹۷ھ)

علامہ محمد السفارینی حنبلی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

وھو انسان اوحی الیه بشرع وان لم یؤمر بتبلیغه فان امر بتبلیغه فھو رسول

نبی وہ انسان ہے جس پر شریعت کی وحی کی جائے خواہ اس کو شریعت کی تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے' اور اگر اس کو شریعت کی تبلیغ کا حکم

marfat.com
Marfat.com

ایضا علی المشھور. بھی دیا گیا ہو تو وہ مشہور مذہب کے مطابق رسول بھی ہے۔

(لوامع الانوار البھیہ ج ا ص ۴۸' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۱۱ھ)

صدر الشریعت علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں۔

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو' اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد' نہ کوئی جن' نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج ا ص ۹' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔

(کتاب العقائد ص ۸' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا:

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ کیا کھانا پینا' جماع کرنا' بیٹا ہونا' باپ ہونا' کفو ہونا' سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں! جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے' اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی میرا جھنڈا' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے) اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا قدس سرہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل' لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے قالوا ما انتم الا بشر مثلنا کافر بولے! تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے' وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شئ ان انتم الا تکذبون تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو' واقعی جب ان خبثا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں' زید کو قل انما انا بشر مثلکم سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا' زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا و لہٰذا ارشاد فرماتا ہے ولو جعلناہ ملکا لجعلنہ رجلا وللبسنا علیھم مایلبسون اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں' ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کو رباطنوں کا دھوکہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری با اولیا برداشتند انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں حاشا لست کاحد کم انی ابیت عندر بی یطعمنی و یسقینی ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لیے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان' حدیث میں ہے انی لاانسی ولکن انسی لیستن بی میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو' امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لیے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لیے کہ ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں' کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ علیہ وسلم' معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے' عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت و سد غلو نصرانیت ہے۔ اول' دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کی اندازہ کون کرسکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سدباب کے لیے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں' ہاں یوحی الی رسول ہوں' دفع افراط نصرانیت کے لیے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لیے دوسرا کلمہ' اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ' بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں' شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طپانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے' اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افترا اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہو گا' شیطان ہو گا۔ حضرت سیدنا بایزید

marfat.com
Marfat.com

بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا یموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا' کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا' اسی نے وہاں فرمایا یموسی انی انا اللہ رب العلمین اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانی اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم' بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے یہ بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ کا کلام تھا اور اللہ فرما رہا تھا میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے۔ جیسے شجر موسیٰ سے اللہ کا کلام سنا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ کا کلام سنا گیا) فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۴۵-۱۴۳' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کے متعلق علماء دیو بند کا نظریہ

شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم اور بعد اس کے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب بعد اثبات مماثلت بشریت فرمایا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

لاریب اخوت نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اور اس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے۔ (براہین قاطعہ ص ۳' مطبوعہ بلالی ڈھوک ہند)

علماء دیو بند کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے وہ حامل وحی ہوتے ہیں' فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لئے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں' کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے۔ اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے' اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہے قل انما انا بشر مثلکم (الکھف: ۱۱۰) تو اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام: ۳۸)

ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرندہ جو اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرندے انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ انسان گدھ' چیل اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل ہیں تو یہ بھی آپ کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں؟ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ کے ساتھ مماثلت عدمی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں اور یہ آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف:١١٠) آپ کہیے کہ میں (مستحق عبادت نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس بحث کی مزید وضاحت کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۰۸-۸۷ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے ذکر کے بغیر آپ کو صرف بشر کہنا جائز نہیں

جس کسی معزز اور اہم شخص کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے عام اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ان خصوصی اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممیز اور ممتاز ہوتا ہے مثلاً آپ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا ذکر کریں تو یوں نہیں کہیں گے کہ یہ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں۔ آپ یوں نہیں کہیں گے کہ یہ ایک پاکستانی ہیں بلکہ آپ کہیں گے یہ ملک کے صدر ہیں یا ملک کے وزیر اعظم ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ آپ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں کیونکہ ان الفاظ میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ انسان اور بشر ہونے میں مسلمانوں کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہیں یہ اوصاف تو مومن' کافر' مرتد سب میں مشترک ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں گئے آپ نے فرمایا: السلام علیکم دار قوم مومنین! بے شک ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں! صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں آپ نے فرمایا: انتم اصحابی تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے' اس سے آپ کی مراد دینی بھائی تھے اور دینی بھائی تو صحابہ بھی تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب صحابہ نے کہا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے' اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کا کوئی امتیاز اور ان کی کوئی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ قیامت تک کے تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی ہیں' صحابہ کا امتیاز اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ آپ کے اصحاب ہیں۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا اس وصف کے ساتھ ذکر پسند نہیں کیا جو ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں بھی مشترک تھا جس وصف میں صحابہ کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس لئے ان کا ذکر دینی اخوت

marfat.com
Marfat.com

کے ساتھ کیا۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں اور آپ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ کی صحبت میں رہے ہوں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٢ ص ٤٨، مطبوعہ دارالوفاء بیروت ١٤١٩ھ)

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ اور علامہ السنوسی مالکی متوفی ٨٩٥ھ نے بھی یہی تقریر ذکر کی ہے۔

(شرح مسلم للنووی ج ٢ ص ١١٩٤، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، اکمال اکمال المعلم ج ٢ ص ٤٩، معلم اکمال الاکمال ج ٢ ص ٤٩، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو تو نہایت عمدہ طریقہ سے آپ پر صلوٰۃ پڑھو کیونکہ تم کو پتا نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ یہ صلوٰۃ آپ پر پیش کی جائے تم یوں صلوٰۃ پڑھو **اللهم اجعل صلوتک و رحمتک و برکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک و رسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودا یغبطه الاولون والاخرون** ۔اے اللہ! اپنی صلوٰۃ اپنی رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل فرما جو رسولوں کے سردار ہیں اور متقین کے امام ہیں، تمام نبیوں کے آخر ہیں سیدنا محمد جو تیرے بندے اور رسول ہیں خیر کے امام اور قائد ہیں، رسول رحمت ہیں اے اللہ! ان کو ایسے مقام محمود پر فائز فرما جس پر تمام اولین اور آخرین رشک کریں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٩٠٦)

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا چاہئے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہوں اور جن کی وجہ سے آپ دوسروں سے ممتاز اور ممیز ہوں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے اصحاب کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ بھی نہیں کیا (یعنی دینی بھائی) جن میں دوسرے مسلمان ان کے شریک ہیں تو پھر آپ کو صرف بشر کہنا کس طرح صحیح ہو گا جبکہ لفظ بشر میں تو مسلمانوں کی بھی تخصیص نہیں کیونکہ کافر، مومن اور منافق سب بشر ہیں، اور لفظ بشر میں کوئی تخصیص نہیں اس لفظ میں دینی بھائی سے بھی زیادہ عموم ہے، اس لئے اگر آپ کو خواہ مخواہ بشر کہنا ہی ہے تو آپ کو افضل البشر یا سید البشر کہا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں

قرآن مجید میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشر کہا ہو نہ کسی حدیث میں یہ ہے کہ کسی صحابی نے آپ کو صرف بشر کہا ہو اور سورہ کہف کی اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو بشر نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا ہے آپ کہیے کہ میں محض تمہاری طرح بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو، اور چند مردے زندہ کئے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیئے تو لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ما کان و ما یکون کی خبریں دی تھیں اور آپ کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ کے پاس آ کر آپ کی رسالت کی گواہی دی، اور کھجور کا ستون آپ کے فراق میں رویا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ اور گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا، اونٹ نے آپ سے کلام کیا اس طرح کے بے حد و حساب معجزات ہیں۔ اس لئے یہ خطرہ تھا کہ فرط عقیدت میں آپ کی امت بھی آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا تم اپنی زبان سے خود کہہ دو کہ میں تو صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اور اس کے بعد فرمایا: **یوحی الی** میری طرف وحی کی جاتی ہے یعنی نفس بشریت میں عموم اور اشتراک ہے لیکن آپ پر اللہ کی وحی کی جاتی ہے

marfat.com

Marfat.com

آپ اس وصف کے لحاظ سے عالم بشریت میں ممتاز اور ممیز ہیں' جس طرح چوپائے' درندے اور پرندے حیوان ہونے میں انسان کے شریک ہیں اور انسان نطق' ادراک اور دریابندۂ معقولات ہونے کی وجہ سے ان سے ممتاز اور ممیز ہے اسی طرح دیگر انسان بشر ہونے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہیں اور آپ پر جو وحی الٰہی کی جاتی ہے اس وجہ سے آپ دیگر انسانوں سے ممتاز اور ممیز ہیں۔ انسان اپنی عقل کی وجہ سے دوسرے حیوانوں سے ممیز ہے اور نطق اس کے لیے فصل ممیز ہے' جس طرح انسان اپنی آنکھوں سے حیوانات کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ فلاں حیوان ہے اور یہ فلاں حیوان ہے اور اپنی عقل سے معقولات اور کلیات کا ادراک کرتے ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام خداداد قوت سے عالم غیب کا ادراک کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ یہ جن ہے' یہ فرشتہ ہے' یہ جبریل ہیں یہ میکائیل ہیں اور فرشتہ سے وحی حاصل کرتے ہیں' سو جس طرح نطق ہمارے لئے حیوانوں سے فصل ممیز ہے اسی طرح نبی کے لیے حامل وحی ہونا عام انسانوں اور بشر سے بہ منزلہ فصل ممیز ہے' اور جس طرح عام کے بعد خاص کو ذکر کیا جاتا ہے اور انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے بشر ہونے کا ذکر فرمایا پھر آپ کے حامل وحی ہونے کا ذکر فرمایا' اور جس طرح انسان کو صرف حیوان کہنا درست نہیں ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی توقع رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ (الکہف: ۱۱۰)

دکھانے اور سنانے کے لیے عبادت کرنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب سے ملاقات کے دن سے ڈرتا ہے' اپنے گناہوں سے خوفزدہ رہتا ہے اور اپنی عبادات پر ثواب کی امید رکھتا ہے' اس کو چاہئے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنے رب عزوجل کی عبادت کرے اور اپنی عبادت میں شرک جلی کرے اور نہ شرک خفی کرے' دنیا کی کسی چیز کے عوض اللہ کی عبادت نہ کرے مثلاً اس نیت سے امامت' خطابت اور تعلیم دین نہ کرے کہ اس کے عوض اس کو مال دنیا حاصل ہوگا' نہ اس وجہ سے جہاد کرے کہ اس کے عوض اس کو مال دنیا حاصل ہوگا' صرف اللہ کی رضا کے لیے یہ عبادت کرے پھر اگر اس کو کچھ نذرانہ دیا جائے تو اس کو منع نہ کرے۔ پہلے سے معاوضہ مقرر نہ کرے اور اس کی گزر اوقات کے لیے اس کو جو محنتانہ دیا جائے اس کو مسترد نہ کرے۔ اسی طرح اپنی تعریف اور مدح سرائی کے لیے کوئی عبادت نہ کرے۔

اس آیت کے شان نزول میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا اے اللہ کے نبی! میں جہاد کرنے کی خواہش رکھتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو میرے جہاد کا علم ہو تو یہ آیت نازل ہوئی: جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی توقع رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو (کبھی بھی) شریک نہ بنائے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۶۵۴' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۰۱۴)

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور آپ سے سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ ایک شخص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ نماز پر اس کی تعریف کی جائے' اور ایک شخص اللہ کے لیے روزے رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے' حضرت عبادہ نے کہا اسے کسی چیز کا اجر نہیں ملے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں سب سے اچھا شریک ہوں' جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو وہ کام اس کے لیے ہے مجھے اس کی کوئی

marfat.com
Marfat.com

حاجت نہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۶۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے میں نے عرض کیا: کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: سنو! وہ سورج' چاند' پتھروں اور بتوں کی عبادت نہیں کریں گے لیکن وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور شہوت خفیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص روزے کی حالت میں صبح اٹھے گا پھر اس کو شہوت ہوگی اور وہ روزہ چھوڑ کر جنسی عمل کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۰۲۰ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کیا تو میں اس سے بری ہوں وہ اسی کا عمل ہے جس کو اس نے شریک کیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۰۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جندب بن زہیر عامری کے متعلق نازل ہوئی ہے اس نے کہا میں ایک عمل اللہ کے لیے کرتا ہوں پھر کوئی اس پر مطلع ہوتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے' وہ طیب کے سوا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور جس عمل میں کسی کو شریک کیا گیا ہو وہ اس عمل کو قبول نہیں فرماتا۔

(اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۶۰۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ شخص شہید ہوگا' اس کو لایا جائے گا اور اس کو اللہ کی دی ہوئی نعمتیں بتائی جائیں گی وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا تو نے ان نعمتوں کے مقابلہ میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لئے جہاد کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت دلیر ہے سو یہ کہا گیا' پھر حکم دیا جائے گا اور اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن مجید پڑھا' اللہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ ان کو پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے لیے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور پڑھایا اور میں نے تیرے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور تو نے اس لئے قرآن پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا گیا' پھر حکم دیا جائے گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص کو لایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اس کو تمام اقسام کے مال سے عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں بتائے گا وہ ان کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے لیے کیا عمل کیا وہ کہے گا تجھے جن راستوں میں مال خرچ کرنا پسند ہے میں نے ان راستوں میں سے ہر راستہ میں تیری رضا کے لیے اپنا مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا لیکن تو نے مال اس لئے خرچ کیا تھا کہ یہ کہا جائے یہ بہت سخی ہے سو یہ کہا گیا۔ پھر اس کو گھسیٹ کر منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۷' خلق افعال العباد للبخاری رقم الحدیث: ۴۲' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۸۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۸' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۲۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۶۸' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۶)

marfat.com
Marfat.com

اخلاص کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

جس چیز میں کسی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو اس کو خالص کہتے ہیں' مسلمانوں کا اخلاص یہ ہے کہ وہ اس تشبیہ سے بری ہیں جس کا یہود دعویٰ کرتے تھے اس طرح وہ اس تثلیث سے بری ہیں جس کا عیسائی دعویٰ کرتے ہیں۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کے ماسوا ہر چیز سے بری ہو جائے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ ھ)

میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ لکھتے ہیں:

لغت میں اخلاص کا معنی ہے عبادات میں ریاکاری کو ترک کرنا۔

اصطلاح میں اخلاص کا معنی ہے دل کو اس ملاوٹ کے شائبہ سے خالی کرنا جو دل کی صفاء کو مکدر کرتی ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کی ملاوٹ متصور ہو سکتی ہے جب اس چیز کو اس ملاوٹ سے خالی کر لیا جائے تو اس چیز کو خالص کہتے ہیں اور اس فعل کو اخلاص کہتے ہیں۔

فضیل بن عیاض نے کہا لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کرنا ریاء ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا شرک ہے' اور اخلاص یہ ہے کہ ان دونوں کی نفی کرے اور اپنے عمل پر کسی کو شاہد (دیکھنے والا) نہ بنائے۔

ایک قول یہ ہے کہ اعمال کو تکدرات اور زنگ سے خالی کرنا اخلاص ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پوشیدہ عمل ہے جس کا علم فرشتہ کو نہیں ہوتا کہ وہ اس کو لکھ لے' نہ شیطان کو اس کا علم ہوتا ہے کہ وہ اس کو فاسد کر دے' نہ خواہش کو اس کا پتا چلے کہ وہ اس کی طرف کسی کو مائل کرائے۔

صدق اور اخلاص میں یہ فرق ہے کہ صدق اصل ہے اور اخلاص فرع ہے' صدق متبوع ہے اور اخلاص تابع ہے' صدق مقدم ہے اور اخلاص موخر ہے۔ (التعریفات ص ۱۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

صوفیاء کرام کے نزدیک اخلاص کی تعریفات

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ ھ لکھتے ہیں:

استاذ نے کہا عبادت میں صرف حق سبحانہ کا قصد کرنا اخلاص ہے' یعنی اپنی اطاعت سے صرف اللہ سبحانہ کے تقرب کا قصد کرے نہ کہ کسی اور چیز کا' مثلاً مخلوق کے لیے تصنع کا یا لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کا' یا مخلوق کی مدح اور ان کی محبت کا یا اللہ کے تقرب کے سوا کسی اور معنی کا۔

فعل کو مخلوق کے ملاحظہ سے خالی کرنا اخلاص ہے اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ فعل کو مخلوق کے ملاحظہ سے بچانا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سر (راز) ہے میں اپنے بندوں میں سے جس کو محبوب رکھتا ہوں اس کے دل میں اس کو رکھ دیتا ہوں۔

حضرت حذیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اخلاص کیا ہے؟ آپ نے حضرت جبریل سے سوال کیا' اخلاص کیا ہے؟ حضرت جبریل نے رب العزت سے اخلاص کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سر ہے جسے میں اپنے محبوب بندے کے دل میں رکھ دیتا ہوں۔ ذوالنون نے کہا اخلاص کی تین علامتیں ہیں اس کے نزدیک عام لوگوں کی مدح اور مذمت برابر ہو' وہ اپنے اعمال کو بھول جائے' آخرت میں ثواب کی طلب کو بھول جائے۔

حذیفہ المرعشی نے کہا اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے افعال ظاہر اور باطن میں برابر ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عثمان المغربی نے کہا عوام کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال میں ان کے نفس کا کوئی حصہ نہ ہو اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال پر نہ کبھی ان کی نظر پڑے اور نہ کبھی وہ اپنے اعمال کا شمار کریں۔

رویم نے کہا عمل میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اس کے عوض دارین میں کسی صلہ کا طالب ہو نہ فرشتوں سے کسی حصہ کا ارادہ کرے۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۴۴۔۲۴۲ ملخصا و ملتقطا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اخلاص کے متعلق احادیث و آثار

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم اخلاص کے ساتھ عبادت کرو' تمہیں عمل قلیل بھی کافی ہوگا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۰۶ قدیم۔ المستدرک رقم الحدیث: ۷۸۱۴ جدید' الترغیب والترھیب رقم الحدیث: ۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا اور اس کو محفوظ اور یاد رکھا اور اس کو پہنچا دیا' کیونکہ بسا اوقات کوئی شخص اپنے سے زیادہ فقیہ تک حدیث پہنچاتا ہے۔ تین چیزوں پر مسلمان کے دل میں کھوٹ نہیں ہوتا' عمل میں اللہ کے لیے اخلاص ہو' ائمہ مسلمین کے لیے خیر خواہی کرے اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہے کیونکہ ان کی دعا ان کے علاوہ دوسروں کو بھی شامل ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶' ۶۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یہ بتائیے ایک شخص جہاد کرتا ہے اس میں اجرت بھی طلب کرتا ہے اور اپنی شہرت بھی' اس کو کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے کیا جائے اور اس عمل سے اس کی رضا کا ارادہ کیا جائے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تمہارے جسموں کی طرف نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۰۸۰)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو دوسری امتوں پر اللہ کے نزدیک چند درجوں کی بشارت دے دو' پس جس شخص نے آخرت کا عمل دنیا کے لیے کیا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۸۳۳' المستدرک ج ۴ ص ۳۱۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ رقم الحدیث: ۲۲۰)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سنایا اللہ تعالیٰ اس کو سنائے گا اور جس نے دکھایا اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا۔ یعنی جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی رسوائی لوگوں کو دکھائے گا اور جس نے لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کی فضیحت قیامت کے دن لوگوں کو سنائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۷)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم آپس میں مسیح الدجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ مسیح الدجال سے زیادہ مجھ کو تم پر کس چیز کا خطرہ ہے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: شرک خفی (ریاکاری) ایک شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے پھر وہ دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اس کی نماز کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز کو زیادہ مزین کر کے پڑھتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٠٤ شعب الایمان رقم الحدیث: ٦٨٣٢ مسند الفردوس: ٨١٦٤)

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف گئے تو دیکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں ان سے پوچھا تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے عداوت رکھی اس نے اللہ سے اعلان جنگ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نیک اور متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو چھپ کر رہتے ہیں اگر وہ غائب ہو جائیں تو ان کو تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ حاضر ہوں تو ان کو کوئی پہچانتا نہیں ہے ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر گرد آلود اندھیرے سے نکل جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٩٨٩ المستدرک ج ١ ص ٤ ج ٣ ص ٢٧٠ یہ حدیث صحیح ہے)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر شرک اصغر کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ریا' جب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جاؤ ان سے جا کر اپنے اعمال کی جزا لو جن کو دکھانے کے لیے تم عمل کرتے تھے۔ پس دیکھو کیا تم کو ان سے جزا ملے گی۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٨ شعب الایمان رقم الحدیث: ٤٨٣١ مجمع الزوائد ج ١ ص ١٠٢)

حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ عزوجل اولین اور آخرین کو جمع کرے گا تو ایک منادی ندا کرے گا جس نے اللہ کے لیے عمل میں کسی کو شریک کیا تو وہ اسی سے اپنے ثواب کو طلب کرے کیونکہ اللہ شرکا کے شرک سے مستغنی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١٥٤ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٠٣ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٠١٧ شعب الایمان رقم الحدیث: ٦٨١٧ مسند احمد ج ٣ ص ٤٦٦)

نیک کاموں کے ظہور پر خوش ہونے سے اجر ملنے اور اجر نہ ملنے کے محامل

حافظ سیوطی نے امام ابن مندہ' امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالوں سے یہ حدیث لکھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جندب بن زہیر جب نماز پڑھتے یا روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے تو ان کا نیکی کے ساتھ ذکر کیا جاتا' وہ اس سے خوش ہوتے اور لوگوں کی تعریف کی وجہ سے ان نیک کاموں کو اور زیادہ کرتے تو اللہ عزوجل نے ان کو ملامت کی اور یہ آیت نازل فرمائی: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○ (الکہف: ١١٠) (الدر المنثور ج ٥ ص ٤٦٩ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب کسی شخص کے نیک عمل پر لوگ مطلع ہوں اور وہ اس سے خوش ہو پھر بھی اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص کوئی نیک کام کرتا ہے جس کو وہ مخفی رکھتا ہے اور جب لوگ اس کام پر مطلع ہوتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دو

marfat.com
Marfat.com

اجر ملیں گے ایک اس کام کو مخفی رکھنے کا اجر اور ایک اس کام کے ظاہر ہونے کا اجر۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٣٨٤' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٢٦' المسند الجامع رقم الحدیث: ١٥٠٩٨' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٩٠)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب اس شخص کو یہ علم ہو کہ لوگ اس کی نیکیوں کی وجہ سے اس کو نیک کہہ رہے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو تو وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ لوگ اس کے نیک ہونے کی گواہی دیں گے اور جس کو لوگ نیک کہیں اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر وہ اس وجہ سے خوش ہوتا ہو کہ جب لوگوں کو اس کی نیکیوں کا علم ہو گا تو وہ اس کی زیادہ تعظیم اور توقیر کریں گے اور وہ تعظیم و تکریم کی طلب کے لیے نیکیاں کرے تو پھر یہ ریا ہے' اور بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ جب لوگوں کو اس کی نیکیوں کا علم ہو تو وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ لوگ اب اس کی اقتداء میں اس کی طرح نیک عمل کریں گے تو اس کو اپنے نیک اعمال کا بھی اجر ملے گا اور لوگوں کے نیک اعمال کا بھی اجر ملے گا جو اس کی اقتداء میں نیک عمل کریں گے اور یہ بھی صحیح محمل ہے' علامہ آلوسی نے اضافہ کیا ہے یعنی اس کا خوش ہونا اپنے عمل کے ظہور کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس کا خوش ہونا اس وجہ سے ہو کہ اس کا نیک عمل دوسروں کے لیے نیک عمل کا باعث ہے اور اس کی اقتداء کرنے کا سبب ہے' اسی طرح اگر وہ اس لئے خوش ہو کہ جب لوگوں کو اس کے نیک عمل کا پتا چلے گا تو وہ اس کے متعلق بدگمانی اور غیبت نہیں کریں گے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جس شخص کی اقتداء کی جاتی ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نیک اعمال کو ظاہر کرے۔ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کی نیت کا علم تھا کہ وہ کس وجہ سے خوش ہوتا ہے اور حضرت جندب نے جو اپنے متعلق سوال کیا تھا آپ کو ان کی نیت کا بھی علم تھا اس لئے آپ نے ہر ایک کے حسب حال جواب دیا۔ (سنن ترمذی ج ٤ ص ١٩٣-١٩٢' مطبوعہ دار الجیل بیروت' روح المعانی ج ١٦ ص ٧٩' دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

قربانی کے عمل میں مسلمان بہت زیادہ دکھاوا کرتے ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک صاع (چار کلوگرام) طعام صدقہ فطر ادا کرتے تھے یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٥٠٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٩٨٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رمضان کے آخر میں اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجوریں' یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر آزاد یا مملوک' مرد یا عورت یا چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٦٢٢' سنن النسائی رقم الحدیث: ٢٥٠٧)

اس زمانہ میں نصف صاع گندم تقریباً ٢٦ روپے کے ہیں اور ایک صاع کھجوریں تقریباً دو سو روپے کی اور ایک صاع کشمش تقریباً ٣٠٠ روپے کی ہیں' چونکہ مال و دولت کے حساب سے لوگ تقریباً تین طبقات پر منقسم ہیں' غریب' متوسط اور امیر' اس وجہ سے آپ نے صدقہ فطر کے بھی تین درجات رکھے غریب لوگ گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں۔ متوسط لوگ کھجوروں کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور امیر لوگ کشمش کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جس کی آمدنی پانچ ہزار روپے مہینہ ہے وہ بھی گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتا ہے اور جس کی آمدنی پانچ لاکھ روپے ماہانہ ہے وہ بھی گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتا ہے اور جس کی آمدنی دس کروڑ روپے ماہانہ ہے وہ بھی گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔

اسی طرح قربانی کے بھی تین درجات ہیں گائے کا ساتواں حصہ بھی قربانی ہے۔ سالم بکرے کی بھی قربانی ہے۔ سالم

marfat.com

Marfat.com

گائے اور اونٹ کی بھی قربانی۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا کہ سب لوگ گائے میں حصہ ڈالیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنی حیثیت کے مطابق سالم بکرا بھی خریدتے ہیں بلکہ کئی کئی بکرے اور دنبے خریدتے ہیں اور سالم گائے بھی خریدتے ہیں بلکہ کئی کئی گائے خریدتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر قیمتی سے قیمتی بیل خرید کر اس کی قربانی کرتے ہیں حتیٰ کہ لاکھوں روپے کے بیل خریدے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالیت کے اعتبار سے صدقہ فطر میں درجات رکھے ہیں اور قربانی میں بھی مالیت کے اعتبار سے درجات رکھے ہیں' لیکن صدقہ فطر میں غریب' امیر اور متوسط سب لوگ کم سے کم مالیت کا صدقہ فطر ادا کرتے ہیں اور قربانی میں لوگ حسب حیثیت زیادہ سے زیادہ مالیت کے جانور کی قربانی کرتے ہیں' اگر غور کیا جائے تو اس کی صرف یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی میں لوگوں کو اس قدر نمود و نمائش کے مواقع نہیں ملتے جتنے نمود و نمائش کے مواقع قربانی میں ملتے ہیں لوگ مہنگے سے مہنگا' قیمتی سے قیمتی اور خوب صورت ترین جانور خرید کر اپنے دوستوں اور عزیزوں کو دکھاتے ہیں اور اس جانور کا محلہ میں گشت کراتے ہیں' ہر ایک کو اس جانور کی اہمیت اور قیمت بتاتے ہیں اور اس جانور پر فخر کرتے ہیں لوگ اس جانور کی تعریف کرتے ہیں اور وہ اس کی تعریف و تحسین سن کر پھولے نہیں سماتے۔ اب ان لوگوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ ایسی قربانی میں للّٰہیت کا کتنا جذبہ کارفرما ہے اور دکھانے اور سنانے کا کتنا جذبہ ہے' اسی طرح ہماری دیگر مالی عبادتوں کا بھی یہی حال ہے کم ایسے لوگ ہیں جو صرف اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' زیادہ تعداد ان ہی لوگوں کی ہے جو دکھانے اور سنانے کے لیے راہ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں' اور ایسے کاموں کا اللہ کے ہاں کیا انجام ہوگا یہ آپ ان احادیث میں پڑھ چکے ہیں جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔ میں آٹھ ذوالحجہ کو یہ سطور لکھ رہا ہوں اور آج کل قربانی کے جانوروں کی گہما گہمی ہے اور صدقہ فطر کے ایام بھی ابھی گزرے ہیں اور مسلمانوں کے عمل کا یہ تضاد ابھی ابھی میرے سامنے سے گزرا ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی میں بہت کم خرچ کیا جائے اور قربانی میں بہت زیادہ خرچ کیا جائے اس لئے میں نے ان دونوں کا تجزیہ کیا۔

اختتامی کلمات

الحمد للہ علی احسانہ آج بہ روز پیر مؤرخہ ۹ ذوالحجہ (یوم عرفہ) ۱۴۲۱ھ' ۵ مارچ ۲۰۰۱ء کو سورۃ الکھف کی تفسیر مکمل ہوگی۔ اللہ العالمین! جس طرح آپ نے کرم فرمایا ہے اور یہاں تک قرآن کریم کی تفسیر مکمل کرادی ہے اسی طرح کرم فرماتے رہیں اور باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرادیں۔

اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں اور اپنے محبوب رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول بنادیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کے دلوں میں اس تفسیر کو مرغوب بنادیں۔ اس تفسیر کو عقائد کی صحت اور اعمال کی صالحیت میں اور برے اعمال سے اجتناب کرنے میں مفید اور مؤثر بنادیں۔ موافقین کے لیے اس تفسیر کو موجب استقامت بنادیں اور مخالفین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت بنادیں۔ منکرین اور معاندین کے شر سے اس کتاب کو محفوظ اور مامون رکھیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کے درمیان اس کتاب کو پڑھی جانے والی اور معمول بہ رکھیں۔

اے میرے رب کریم! جس طرح آپ نے مجھے بہت نعمتوں سے نوازا ہے' بیماری اور بے چارگی سے نکال کر تصنیف اور تالیف کی راہ میں پھر سے لاکھڑا کیا ہے اسی طرح مجھے تاحین حیات اپنی نعمتوں کے سائے میں برقرار رکھیں۔ نیکی' عافیت اور تصنیف و تالیف کے ذریعے خدمت دین کے ساتھ اور ایمان پر میرا خاتمہ فرمائیں۔ مرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی شفاعت نصیب فرمائیں۔

marfat.com
Marfat.com

میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے اعزہ اور اقربا کی' احباب اور تلامذہ کی' اس تفسیر کے ناشر' اس کے کمپوزر' اس کے مصحح' اس کے معاونین اس کے قارئین اور جملہ مسلمین کی مغفرت فرمائیں۔ مجھے اور ان سب کو دنیا کی ہر بلا اور مصیبت اور آخرت کی ہر پریشانی اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں' دارین کی سب نعمتیں اور سعادتیں مرحمت فرمائیں' دوزخ کے عذاب سے نجات میں رکھیں اور جنت الفردوس' اپنا دیدار اور اپنی رضا عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين سيد المرسلين' قائد الغر المحجلين شفيع المذنبين و على اله الطيبين واصحابه الراشدين وعلى ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين و على علماء ملته واولياء امته و على سائر المسلمين اجمعين۔

marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ مَرْيَمُ

(١٩)

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ مریم

سورہ مریم کی وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث اور آثار

اس سورت کا نام مریم ہے۔ اس سورت کی درج ذیل آیت میں حضرت مریم کا ذکر ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (مریم:۱۶) اور آپ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کریں۔

یوں تو قرآن مجید کی کئی سورتوں میں سیدہ مریم کا ذکر ہے لیکن اس سورت میں تفصیل سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اور کہاں ان کے پاس حضرت جبریل آئے وہ ان کو دیکھ کر کس طرح گھبرا گئیں' پھر جبریل نے ان کو لڑکے کی بشارت دی' انہوں نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا مجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ پھر ان کے حمل کی صفت بیان کی ہے اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ پھر ان کی قوم کا انہیں مطعون کرنا اور حضرت عیسیٰ کا والدہ کی برأت بیان کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ غرض حضرت مریم کے متعلق اتنی تفصیل کسی اور سورت میں مذکور نہیں ہے اس لئے اس سورت کا نام مریم ہے۔

متعدد احادیث اور آثار میں بھی اس سورت کو مریم سے موسوم فرمایا ہے:

امام طبرانی' ابونعیم اور دیلمی نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی کے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا آج رات میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: آج رات کو مجھ پر سورہ مریم نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مورق العجلی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورہ مریم پڑھی۔

امام ابن سعد نے ہاشم بن عاصم الاسلمی سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ مقام غمیم پر پہنچے' آپ کے پاس بریدہ بن الحصیب آئے اور مسلمان ہوگئے۔ ہاشم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے منذر بن جہضم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات حضرت بریدہ کو سورہ مریم کی ابتدائی آیات سکھائیں۔

marfat.com

Marfat.com

امام ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تھے' میں نے بنو غفار کے ایک شخص کو دیکھا وہ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہا تھا میں نے سنا اس نے صبح کی پہلی رکعت میں سورہ مریم پڑھی اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۴۷۷-۴۷۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

سورہ مریم کا زمانۂ نزول

جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ یہ سورہ طٰہٰ سے پہلے اور سورہ فاطر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ سورہ طٰہٰ حضرت عمر بن الخطاب کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہو چکی تھی لہٰذا اس سورت کا نزول بعثت نبوی کے چوتھے سال میں ہوا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورت کا نزول حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے ہوا ہے اور نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب نے اسی سورت کی تلاوت کی تھی اس لئے ہم حبشہ کی طرف ہجرت کا کچھ حال لکھتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مشرکین کمزور مسلمانوں پر بہت ظلم و ستم کرتے تھے ان کو مارتے پیٹتے تھے اور ان کی اہانت کرتے تھے۔ بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی' سب سے پہلے جنہوں نے ہجرت کی وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان' حضرت رقیہ' حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ' حضرت زبیر بن عوام' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ تھے۔

امام محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمان کس قدر شدید مصائب سے دوچار ہیں تو آپ نے فرمایا: کاش تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاتے کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق کی جگہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان مصائب سے کشادگی کر دے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فتنہ کے خوف سے اپنے دین کو بچانے کے لیے حبشہ کی طرف نکل گئے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

امام ابن اسحاق نے کہا پھر دوسرے گروہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس تھیں پھر پے در پے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے اور وہاں بہت مسلمان جمع ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے کہا جن مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان کے چھوٹے بچوں کے سوا اور جو بچے وہاں پیدا ہوئے ان کے علاوہ مسلمانوں کی تعداد ۸۳ مرد تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۱۹-۴۱۶' مختصراً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نجاشی کے سامنے حضرت جعفر کا تعارف اسلام پیش کرنا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم سرزمین حبشہ میں پہنچے تو انہوں نے ہمارے ساتھ اچھے پڑوسیوں کا سلوک کیا اور نجاشی نے ہمیں ہمارے دین کے اوپر پناہ دی۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی اور ہمیں کوئی ایذا نہیں دی جاتی تھی اور ہم کوئی ناپسندیدہ بات سنتے تھے۔ جب قریش کو ہماری خبر پہنچی تو انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ نجاشی کے پاس دو چالاک اور قوی شخص بھیجے جائیں اور نجاشی کے پاس نایاب قسم کے تحفے بھیجے جائیں اور ان کے نزدیک جانوروں کی کھالیں بہت قیمتی تھیں سو انہوں نے بہت سی کھالیں جمع کیں اور انہوں نے وہ کھالیں حبشہ کے تمام پادریوں میں تقسیم کر دیں اور انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل سہمی کے ہاتھ یہ کھالیں بھیجی تھیں اور ان سے کہا تھا کہ نجاشی سے بات کرنے سے پہلے تمام پادریوں میں یہ تحائف تقسیم کر دینا پھر نجاشی کے پاس جانا اور پہلے اس کو یہ تحائف دینا پھر اس سے یہ سوال کرنا کہ

marfat.com

Marfat.com

ان لوگوں کو تمہارے حوالے کر دے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ دونوں نجاشی کے پاس گئے اور نجاشی سے ملاقات سے پہلے اس کے پادریوں کو تحائف پہنچا دیئے اور ان سب سے کہا ہمارے شہر کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ یہ نوجوان اپنے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے وہ ایک نئے دین میں داخل ہو گئے ہیں جس کو نہ ہم پہچانتے ہیں نہ آپ پہچانتے ہیں۔ ہم ان کو واپس لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ جب ہم اس سلسلہ میں بادشاہ سے بات کریں تو آپ ہماری سفارش کریں کہ وہ ان سے بات نہ کرے اور ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ پادریوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ پھر انہوں نے نجاشی کو بھی تحفے پیش کئے اس نے ان کے تحائف قبول کر لئے۔ پھر انہوں نے نجاشی سے کہا اے بادشاہ! ہمارے شہر کے چند نادان نوجوانوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ انہوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جس کو آپ پہچانتے ہیں نہ ہم' اور ہمیں آپ کے پاس ان کی قوم کے بزرگوں نے بھیجا ہے تاکہ آپ ہمارے ساتھ ان نوجوانوں کو بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو سب سے زیادہ یہ بات ناگوار تھی کہ نجاشی ان صحابہ سے کوئی گفتگو کرے اس کے دربار کے سرداروں نے کہا اے بادشاہ! یہ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم ان کے حالات کو زیادہ اچھی طرح جانتی ہے۔ آپ ان لوگوں کو ان کے حوالے کر دیجئے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہو گیا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں ان کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے آ کر میرے ملک میں پناہ لی ہے اور دوسروں کی بہ نسبت مجھے ترجیح دی ہے' میں پہلے ان لوگوں سے پوچھوں گا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسے ان لوگوں نے بیان کیا ہے تو میں ان کو ان کے حوالے کر دوں گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں ان کو واپس نہیں کروں گا اور جن لوگوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے میں ان کے ساتھ حسن سلوک برقرار رکھوں گا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں پھر بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بلایا جب بادشاہ کا پیغام پہنچا تو اصحاب رسول نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تم اس شخص کے پاس جاؤ گے تو کیا کہو گے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں کچھ معلوم نہیں اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے متعلق کوئی ہدایت دی ہے۔ اس معاملہ میں جو ہونا ہو گا وہ ہو جائے گا' جب یہ لوگ دربار میں گئے تو نجاشی نے اپنے سرداروں کو قریب بلایا اور انہوں نے اپنے صحائف کھول لئے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ دین کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا' اور نہ تم میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ان امتوں میں سے کسی اور کے دین میں داخل ہوئے ہو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں تب حضرت جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ سے کہا:

اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے' ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے' ہم بے حیائی کے کام کرتے تھے اور رشتوں کو منقطع کرتے تھے' ہم پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا' ہم اسی حالت پر تھے کہ اللہ نے ہمارے پاس ایک رسول کو بھیج دیا ہم اس کے خاندان کو اور اس کے صدق کو پہچانتے تھے' اور اس کی امانتداری اور اس کی پاک دامنی کو جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کو واحد ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے رہے تھے اس کو ترک کر دیں' اور اس نے ہمیں سچ بولنے' امانت ادا کرنے' رشتہ جوڑنے' پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنے' حرام کاموں سے بچنے اور خون ریزی کو ترک کرنے کا حکم دیا' اور اس نے ہمیں بے حیائی کے کام کرنے' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت کو بدکاری کی تہمت لگانے سے منع کیا' اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' اور اس نے ہمیں نماز پڑھنے' زکوٰۃ

marfat.com

Marfat.com

دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا' پھر اس نے ہمیں اسلام کے احکام بتائے ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو دین وہ لے کر آئے تھے ہم نے اس کی اتباع کی' پھر ہم نے اللہ وحدہ کی عبادت کی' ہم نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جو چیزیں انہوں نے ہم پر حرام کی تھیں ہم نے ان کو حرام قرار دیا اور جو چیزیں انہوں نے ہم پر حلال کی تھیں ہم نے ان کو حلال قرار دیا' پھر ہماری قوم ہم پر حملہ آور ہوئی' انہوں نے ہم کو اذیتیں دیں اور ہمارے دین کی وجہ سے ہم کو آزمائش میں ڈالا تا کہ وہ ہم کو اللہ کی عبادت سے بت پرستی کی طرف لوٹا دیں اور جن ناپاک چیزوں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے ان کو پھر حلال کر ڈالیں۔ پھر جب انہوں نے ہم پر بہت قہر اور ظلم کیا اور وہ زیادتی کر کے ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کو آپ کے ماسوا پر ترجیح دی' اور ہم آپ کی پناہ میں راغب ہوئے اور اے بادشاہ! ہمیں آپ سے یہ امید ہے کہ آپ کے پاس ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا نجاشی نے کہا' کیا تمہارے پاس اس پیغام میں سے کوئی چیز ہے جس کو وہ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں' حضرت جعفر نے کہا ہاں! نجاشی نے کہا پھر آپ اس میں سے کچھ مجھے سنائیں۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ نجاشی ان آیات کو سن کر رونے لگا۔ حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی اور اس کے درباری بھی رونے لگے حتیٰ کہ ان کے مصاحف بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے کہا یہ دین اور جس دین کو موسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی طاق سے نکلے ہیں' تم دونوں جاؤ پس اللہ کی قسم! ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا جب وہ دونوں نجاشی کے پاس سے چلے گئے تو عمرو بن العاص نے کہا اللہ کی قسم کل میں نجاشی کے سامنے ان کے عیوب بیان کروں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا ایسا نہ کرو ہر چند کہ انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے لیکن بہر حال وہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا اللہ کی قسم! میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ ان لوگوں کا یہ زعم ہے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے بندے ہیں! حضرت ام سلمہ نے کہا پھر صبح کو عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک سنگین بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے اصحاب رسول کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہم کو ہمارے نبی نے بتایا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے مقدس کنواری مریم کے سینہ میں ڈالا تھا۔ پھر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا تم نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں' جب نجاشی نے یہ کہا تو اس کے قریب کھڑے ہوئے درباری غضبناک ہو گئے تو نجاشی نے کہا اگر چہ تم کو ناگوار ہے' اور صحابہ سے کہا تم کو اس زمین میں امان ہے جو شخص تم کو برا کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ اس نے تین بار کہا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ خواہ مجھ کو سونے کے پہاڑ دیئے جائیں اور اس کے بدلہ میں کوئی شخص تم کو ایذا دے۔ ان لوگوں نے جو ہدیے دیئے تھے وہ ان کو واپس کر دو۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں' خدا کی قسم! جب اللہ نے مجھے یہ ملک دیا تھا تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی تو میں کیسے رشوت لے سکتا ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے کہا وہ دونوں نہایت ناکام اور نامراد ہو کر واپس چلے گئے اور ہم اس ملک میں بہت اچھی طرح رہتے رہے۔ پھر جب نجاشی پر اس کے دشمنوں نے حملہ کر دیا تو ہم اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ نجاشی اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا۔ ہم اس کے ملک میں بہت حفظ و امان سے رہے حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اس وقت آپ مکہ میں تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۳۔۲۰۲ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۴۰' عالم الکتب' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۲۶۰)

marfat.com

Marfat.com

الکھف اور مریم میں باہمی مناسبت

یہ دونوں سورتیں عجیب وغریب قصص پر مشتمل ہیں۔ سورۃ الکھف میں اصحاب کہف کا قصہ ہے اور ایک طویل مدت تک ان کے غار میں بغیر کھائے پیئے رہنے کا ذکر ہے' اور ذوالقرنین کا قصہ ہے اور اخیر میں حضرت موسیٰ اور خضر کا قصہ ہے' اور سورہ مریم میں دو عجیب وغریب واقعات ہیں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی ولادت کا قصہ ہے۔ ان کے والد بہت بوڑھے تھے اور ان کی والدہ بانجھ تھیں اور ان سے اولاد کا پیدا ہونا بہت عجیب وغریب تھا' اور اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہے جو بغیر باپ کے حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔

سورہ مریم کے مشمولات

جس طرح دیگر مکی سورتوں کا موضوع اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا اثبات ہے اسی طرح اس سورت کا بھی موضوع ہے اور اس سورت کی مختلف آیتوں کے ضمن میں اسی موضوع کو دہرایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور جزاء اور سزا کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔

(۱) اس سورت کا افتتاح حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی ولادت سے کیا گیا ہے ان کے باپ حضرت زکریا شیخ فانی تھے اور ان کی والدہ بانجھ تھیں ان سے اولاد نہیں ہوتی تھی' لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ عادت کے خلاف بھی چیزوں کو وجود میں لے آتا ہے' اور ان آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زکریا ایک نیک مرد تھے انہوں نے اولاد کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ان آیات میں یہ ذکر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں حضرت یحییٰ کو نبوت عطا فرما دی۔ (مریم: ۱۵-۱)

(۲) اس کے بعد مقدس کنواری سیدہ مریم سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہے تاکہ یہ خلاف عادت کاموں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دوسری دلیل ہو جائے' اور اس کے بعد سیدہ مریم کو جو طعن وتشنیع کا سامنا ہوا اور لوگوں نے ان کو ملامت کی اور حضرت مریم نے جھولے میں حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ نومولود تھے' پھر حضرت عیسیٰ نے جھولے میں کلام کیا اپنی ماں کی پاک دامنی بیان کی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور اس ضمن میں عجیب وغریب واقعات ہیں۔ حضرت مریم کو ندا کی گئی کہ وہ کھجور کے درخت کو ہلائیں تو ان پر تروتازہ کھجوریں گریں گی۔ (مریم: ۳۶-۱۶)

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے یہود اور نصاریٰ میں اختلاف وجود میں آیا۔ (مریم: ۴۰-۳۷)

(۴) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنے عرفی باپ آزر سے مناقشہ کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے تھے اور ان کی بیوی حضرت سارہ بانجھ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے خلاف عادت ان کو اولاد عطا کی اور ان کے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے۔ (مریم: ۵۰-۴۱)

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ انہوں نے طور پر اپنے رب سے مناجات کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست پر حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا۔ (مریم: ۵۳-۵۱)

(۶) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے وہ صادق الوعد تھے۔ نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ ادا کرتے تھے' اور حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت سے ان انبیاء علیہم السلام پر انعام فرمایا انہیں لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں اور شرک کو ترک کرنے کا حکم دیں۔ (مریم ۵۸-۵۴)

(۷) نیک لوگوں کے بعد میں آنے والے لوگوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اپنی باطل خواہشات کی پیروی کی' اور جو شخص اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے توبہ کرے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ نے اس سے دائمی جنات کا وعدہ کیا ہے اور یہ بیان کیا
کہ جبریل اللہ کے اذن کے بغیر وحی نازل نہیں کرتے۔ (مریم: ۶۵-۵۹)

(۸) اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ڈرایا کہ گزشتہ امتوں کی سرکشی اور ایمان لانے سے تکبر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے اور مہلت دیتا ہے اور مسلمانوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیٹے اور شریک سے منزہ ہے۔ (مریم ۸۴-۷۳)

(۹) حشر کے دن اللہ مومنین کو جنت میں داخل فرمائے گا اور مجرمین کو دوزخ کی طرف ہانک دے گا۔ (مریم: ۸۷-۸۵)

(۱۰) جو شخص اللہ کی طرف اولاد کو منسوب کرے اس کو عذاب سے ڈرانا اور مومنین صالحین سے راضی ہونا' اور یہ کہ قرآن مجید میں مومنین کے لیے بشارت ہے اور کفار معاندین کے لیے عذاب کی وعید ہے۔ (مریم ۹۸-۸۸)

اس تمہید کے بعد ہم سورہ مریم کا ترجمہ اور تفسیر اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے شروع کرتے ہیں۔ الٰہ العالمین میری حق اور صواب کی طرف رہنمائی فرمانا اور نسیان اور خطا سے بچانا۔ آمین!

یا رب العلمین بحرمة نبینا سیدنا محمد رحمة للعلمین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ' ۸ مارچ ۲۰۰۱ء

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ مریم مکی ہے اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى

کاف ھا یا عین صاد ○ یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس کے بندہ زکریا پر ہوئی ○ جب اس نے

رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ

اپنے رب کو چپکے سے پکارا ○ اس نے دعا کی اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں اور سر

الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ

بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا ○ اور مجھے اپنے بعد اپنے

marfat.com

Marfat.com

الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ

قرابت داروں سے خطرہ ہے، اور میری اہلیہ بانجھ ہے سو تو مجھے اپنے پاس سے

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

وارث عطا فرما ۝ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب اس کو

رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ يَحْيٰى لا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

پسندیدہ بنا دے ۝ اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا

مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

کوئی ہم نام نہیں بنایا ۝ زکریا نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ

اہلیہ بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہوں ۝ فرمایا اسی طرح ہوگا!

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ

آپ کے رب نے فرمایا یہ میرے لیے آسان ہے اور میں اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم

تَكُ شَيْـًٔا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ط قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

کچھ بھی نہ تھے ۝ زکریا نے کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے فرمایا تمہارے لیے یہ نشانی ہے کہ تم

النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

تندرست ہونے کے باوجود تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے ۝ پھر زکریا اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝١١ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ

اور ان کو اشارے سے کہا کہ تم صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو ۝ اے یحییٰ! پوری قوت سے

بِقُوَّةٍ ط وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝١٢ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ط وَكَانَ

کتاب کو لو، اور ہم نے ان کو بچپن میں ہی نبوت عطا کر دی ۝ اور اپنے پاس سے ان کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ

marfat.com
Marfat.com

تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ

متقی شخص تھے ○ اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش نافرمان نہ تھے ○ اور ان پر سلام ہو

يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ ع

جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ○

ع ١٥-١٤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کاف ھا یا عین صاد ○ یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس کے بندہ زکریا پر تھی ○ (مریم: ٢-١)

کھٰیٰعص کی تفسیر

کھٰیٰعص حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کی مکمل تفسیر سورۃ البقرہ: ا میں گزر چکی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ک سے مراد ہے کافی، ہ سے مراد ہے ہادی، ی سے مراد ہے حکیم، عین سے مراد ہے علیم اور ص سے مراد ہے صادق اس کو ابن عزیز قشیری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یعنی وہ اپنی مخلوق کے لیے کافی ہے، اپنے بندوں کے لیے ہادی ہے، ان کے ہاتھوں پر اس کا ہاتھ ہے، وہ ان کا عالم ہے اور اپنے وعدہ میں صادق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ کھٰیٰعص، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول مروی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے یا کھٰیٰعص! اغفرلی اے کھٰیٰعص! مجھے بخش دے، امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ قتادہ نے کہا یہ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، قشیری نے کہا سورت کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہوتے ہیں وہ اس سورت کا اسم ہوتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١١ ص ٥-۴)

حضرت زکریا پر رحمت کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس کے بندہ زکریا پر تھی۔ اس کے معنی میں تین اقوال ہیں:
(ا) جس چیز کا تم پر بیان کیا جائے گا وہ تمہارے رب کی رحمت ہے۔ (ب) جو تم پر تلاوت کیا جائے گا وہ تمہارے رب کی رحمت ہے۔ (ج) یہ تمہارے رب کی رحمت کا ذکر ہے۔

یہ رحمت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ زکریا پر کی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت زکریا کی امت پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور اعمال صالحہ کی ہدایت دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر رحمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ حضرت زکریا نے کس طرح تواضع، عاجزی اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی سو اللہ تعالیٰ سے جو مراد بھی مانگنی ہو اس سے اسی طرح دعا مانگنا چاہئے اور دعا کا یہ طریقہ بتانا آپ پر اور آپ کی امت پر رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اس نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا ○ (مریم: ٣)

ذکر خفی کی فضیلت

حضرت زکریا نے آہستگی سے اور چپکے چپکے دعا کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند آواز سے اور چپکے چپکے دعا کرنا دونوں برابر ہیں اور چپکے چپکے دعا کرنا اس لیے اولیٰ ہے کہ اس میں زیادہ اخلاص ہے اور یہ ریا سے دور ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ذکر خفی کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر' اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو' تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بہ قدر کفایت ہو۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۳۱' کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۱۸۸۳' شعب الایمان ج ۱ ص ۳۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستگی کے ساتھ دعا کرنا ستر (۷۰) با آواز دعاؤں کے برابر ہے۔ (کتاب الفردوس رقم الحدیث ۲۸۶۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث ۴۲۰۶' کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت دیتے تھے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے' اور آپ فرماتے تھے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوقات کو ان کے حساب کے لیے جمع فرمائے گا اور فرشتے ان اعمال کو لے کر آئیں گے جن کو انہوں نے لکھ کر محفوظ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا دیکھو کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟ فرشتے کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ہمیں علم ہو اور جس کی ہم نے حفاظت کی ہو ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کو لکھ لیا ہے۔ تب اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا بے شک ہمارے پاس ایک چیز چھپی ہوئی ہے جس کو تم نہیں جانتے اور اس کی میں خود جزا دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔

(اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ رقم الحدیث: ۶۸۰۹' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۴۲۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۷۳۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۱' المقصد العلی رقم الحدیث: ۱۶۳۰)

حضرت زکریا کے نداء خفی کرنے کی وجوہ

حضرت زکریا نے آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے بیٹے کے طلب کی اس لیے دعا کی کہ ان کی اس پر مذمت نہ کی جائے کہ وہ بڑھاپے میں اولاد کے حصول کی دعا کر رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس دعا کو اپنے ان رشتہ داروں سے مخفی رکھا جن سے ان کو خطرہ تھا' تیسری وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آواز ہلکی اور پست تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نداء تو بلند آواز سے کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہوں نے نداء خفی کی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا قصد بلند آواز سے دعا کرنے کا تھا لیکن ان کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کے منہ سے پست آواز نکلی لہٰذا نداء کا تعلق ان کے قصد سے ہے' اور پست یا خفی کا تعلق واقع کے اعتبار سے' پس کوئی تضاد نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس نداء کے خفی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نماز میں دعا کی تھی اور نماز میں پست آواز کے ساتھ دعا کی جاتی ہے اور اس پر دلیل کہ انہوں نے نماز میں یہ دعا کی تھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے دوران اس دعا کا جواب دیا تھا' فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى
سو فرشتوں نے ان کو نداء کی جس وقت وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بے شک اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

(آل عمران: ۳۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے دعا کی اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا○ (مریم: ۴)

دعا کے آداب

حضرت زکریا نے فرمایا تھا و اشتعل الراس شیبا 'اشتعال کا معنی ہے آگ کی شعاع کا پھیلنا اور بھڑکنا' انہوں نے سر میں بڑھاپے (سفید بالوں) کے پھیلنے کو آگ کے بھڑکنے سے تشبیہ دی اور یہ نہیں کہا کہ میرے سر میں بڑھاپا بھڑک اٹھا ہے کیونکہ سیاق کلام سے مخاطب کو اس کا علم ہو جائے گا۔ زمخشری نے کہا حضرت زکریا نے بالوں کی سفیدی کو آگ کی سفیدی کے ساتھ تشبیہ دی۔

دعا میں ایسے امور کا ذکر کرنا مستحب ہے جن سے دعا کرنے والے کی عاجزی اور تذلل کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہو۔ حضرت زکریا نے اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے کہا میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں کیونکہ انسان کے جسم کے زیادہ مضبوط اور سخت اعضاء اس کے جسم کی ہڈیاں ہوتی ہیں جن کے مقابلہ میں گوشت اور خون کمزور ہوتا ہے' اور جب ہڈیاں کمزور ہو جائیں تو جسم کے باقی اعضاء نسبتاً زیادہ کمزور ہو جاتے ہیں' اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور پورا جسم نرم اور کمزور ہو جاتا ہے' اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے عاجزی اور تواضع کی اور اسباب ظاہر پر اعتماد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی امداد اور اعانت پر بھروسا کیا۔

اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان کیا اور کہا اے میرے رب! میں تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا' گویا کہ حضرت زکریا نے یہ کہا کہ تو نے پہلے میری دعا کو رد نہیں کیا تھا حالانکہ اس وقت میرا جسم قوی اور توانا تھا اور مجھے اتنی شدید حاجت نہ تھی تو اب جب کہ میرا جسم کمزور اور لاغر ہو چکا ہے اور مجھے دعا کے قبول ہونے کی پہلے سے زیادہ احتیاج ہے تو میں تیرے کرم کا زیادہ محتاج ہوں اور مجھے قوی امید ہے کہ اب تو ضرور میری دعا کو قبول فرمائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک سائل کسی سخی داتا کے پاس جا کر کہتا ہے کہ آپ نے پہلے بھی میرے سوال کو پورا کیا تھا اب میں پھر آپ کے پاس اسی امید اور اسی توقع پر آیا ہوں' تو وہ سخی داتا یہ کہتا ہے کہ اس شخص نے ہمارے کرم کو اپنا وسیلہ بنایا ہے ہم اس کو مایوس نہیں کریں گے' اور اگر کوئی شخص کسی کو ابتداءً کچھ نہ دے تو وہ اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا بہ نسبت اس کے کہ اس سے ملنے کی توقع ہو اور وہ نہ دے' تو سخی داتا اس شخص کا سوال رد نہیں کرتا تو وہ کیسے سوال کو رد کرے گا جو سب کریموں سے بڑا کریم ہے اور سب سے زیادہ فیاض اور سب سے بڑا داتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے اور میری اہلیہ بانجھ ہے سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما○ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو' اور اے میرے رب اس کو پسندیدہ بنا دے○ (مریم: ٦-۵)

انبیاء کے علم کا وارث بنایا جاتا ہے ان کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا

زجاج نے کہا حضرت زکریا کے رشتہ دار دین دار نہیں تھے' ان کو خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد دین ضائع ہو جائے گا اس لیے انہوں نے اللہ سے ایسا وارث طلب کیا جو ان کے بعد دین کی حفاظت کرے اور دین کی اشاعت کرے اور یہی صحیح قول

Marfat.com

ہے۔ حضرت زکریا نے مال کے وارث کی دعا نہیں کی تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان کے علم اور نبوت کا وارث بنایا جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٧٢٧' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٥٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ٢٩٦٣' سنن الترمذی رقم الحدیث ١٦١٠' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٥٠١٣' مسند احمد رقم الحدیث: ٢٥٠٨٣' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے' اور طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے اپنے پر رکھتے ہیں' اور عالم کے لیے وہ سب استغفار کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں' اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے' اور انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصے کو حاصل کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٦٤١' سنن الترمذی رقم الحدیث ٢٦٨٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٢٣)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے حدیث میں ہے ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو ترکہ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٢ ص ٤٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٨ھ)

تاہم **نحن معاشر الانبیاء** کے الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں۔ یہ صرف شراح اور علماء کی زبان پر ہیں حدیث **لا نورث** سے شروع ہوتی ہے' دیکھئے صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٠٩٤' ٤٠٣٣' ٥٣٥٨' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٥٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٩٦٣' سنن النسائی رقم الحدیث: ٤١٥٩' مسند احمد رقم الحدیث: ٣٣٣' البتہ فتح الباری' زاد المسیر' اللئالی المصنوعۃ' اور البدایہ میں یہ الفاظ ہیں **نحن معاشر الانبیاء لا نورث**۔

ائمہ شیعہ میں سے شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ٣٢٩ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ کے وارث ہوئے' ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جب علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی بن ابی طالب اللہ کی عطا ہیں اور وہ وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سابقین انبیاء اور مرسلین کے علم کے وارث تھے۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: سلیمان' داؤد کے وارث تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان کے وارث تھے اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں۔

(الاصول من الکافی ج ١ ص ٢٢٥۔٢٢٣' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران' ١٣٦٥ھ)

انبیاء علیہم السلام کی وراثت کے مسئلہ میں ایک معرکۃ الآراء موضوع مسئلہ فدک ہے اس پر ہم نے سیر حاصل بحث شرح صحیح مسلم ج ٥ ص ٣٤٢-٣٨٨ میں کی ہے' اس بحث کا وہاں مطالعہ فرمائیں۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں' اس کا نام یحییٰ ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم: ۷)

حضرت زکریا کو اللہ نے بشارت دی تھی یا فرشتوں نے

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت زکریا کو یہ بشارت اللہ تعالیٰ نے دی تھی یا فرشتوں نے' اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زکریا کو یہ بشارت اللہ تعالیٰ نے دی تھی کیونکہ اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ حضرت زکریا نے اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا تھا اور اس سے سوال کیا تھا' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دی ہو اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کو یہ بشارت فرشتوں نے دی تھی ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

جب زکریا حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے ان کو ندا کی کہ بے شک اللہ تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

(آل عمران: ۳۹)

امام رازی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے دو مرتبہ بشارت دی گئی ہو' ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہو اور دوسری بار فرشتوں نے بشارت دی ہو۔

سمی کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اس سے پہلے ان کا سمی نہیں بنایا۔ سمی کے دو معنی ہیں ہم نام اور مثل اور نظیر' یعنی ہم نے اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا یا ہم نے اس سے پہلے کوئی اس جیسی صفات کا نبی نہیں بنایا۔

اگر یہ معنی ہو کہ ان جیسی صفات کا پہلے کوئی نبی نہیں بنایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے متعلق فرمایا سیدا و حصورا۔ (آل عمران: ۳۹)

حافظ ابن کثیر نے حصور کے معنی میں لکھا ہے ان میں عورتوں کی طرف رغبت اور شہوت رکھی گئی تھی لیکن وہ اپنی عفت اور پاکدامنی کی بنا پر عورتوں سے اجتناب کرتے تھے' اور یہ ان میں حضرت عیسیٰ کی طرح مجاہدہ تھا' اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی کے کام بالکل نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۰۹' دار الفکر' ۱۴۱۹ھ) امام رازی نے لکھا ہے کہ نہ انہوں نے کبھی معصیت کی اور نہ کبھی معصیت کا ارادہ کیا کیونکہ حضرت زکریا نے دعا میں یہ درخواست کی تھی اے میرے رب اس کو پسندیدہ بنا دے۔ (مریم: ۶) حضرت یحییٰ کے عدیم النظیر ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کا نام اس کے پیدا ہونے کے بعد رکھا جاتا ہے اور حضرت یحییٰ کا نام اللہ تعالیٰ نے ان کے پیدا ہونے سے پہلے رکھ دیا' فرمایا: ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا (مریم: ۷) تاہم زیادہ ظاہر یہی ہے کہ سمی کا معنی ہم نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی شخص کو حضرت یحییٰ کا ہم نام نہیں بنایا اور یہ حضرت یحییٰ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بھی آپ کی ولادت سے بہت پہلے رکھا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے نام احمد کی بشارت دی و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصف: ۶)

حضرت یحییٰ کا نام یحییٰ رکھنے کی وجوہ

یحییٰ کا لفظ حیات سے بنا ہے' اور حضرت یحییٰ کا نام یحییٰ رکھنے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

marfat.com
Marfat.com

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی وجہ سے ان کی ماں کا بانجھ پن دور کر دیا گویا وہ مکمل خاتون ہو گئیں۔

(۲) قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کا دل ایمان اور اطاعت سے زندہ کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ مومن اور اطاعت گزار کو زندہ اور کافر اور عاصی کو مردہ فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان اور اطاعت کو زندگی سے تعبیر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال: ٢٤)

اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہارے حیات آفریں کاموں کے لیے تمہیں بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔

اور کفار کو مردہ فرمایا:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل: ٨٠)

بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔

(۳) حضرت یحییٰ کو اللہ کی راہ میں ظلماً شہید کر دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا! جبکہ میری اہلیہ بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہوں○ (مریم: ٨)

حضرت زکریا کے اس سوال کی توجیہ کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟

غلام کا معنی ہے وہ انسان جو مذکر ہو اور اس میں ابتداءً جماع کی شہوت پیدا ہوئی ہو' اور ''عتیا'' کا معنی ہے وہ شخص جس کا جسم طویل بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ گیا ہو۔

اس مقام پر یہ سوال ہے کہ حضرت زکریا نے خود لڑکے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی تو پھر انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیوں کیا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں بہت بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے تعجب کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ یہ جاننا چاہا تھا کہ ان کے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا آیا وہ میاں بیوی اسی طرح بڑھاپے کے حال میں ہوں گے اور ان کے ہاں بیٹا ہوگا یا اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو توانا اور مضبوط بنا دے گا اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کے مرض کو زائل کر دے گا پھر ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا' اور قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کو دور کر کے ان کو بیٹا عطا فرمائے گا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ

پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو یحییٰ عطا فرمایا اور ہم نے اس کی بیوی کو تندرست کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا نے یہ جاننے کے لیے سوال کیا تھا کہ کس حال میں ان کے لیے بیٹا ہوگا' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑھاپے کے عوارض کو دور فرما کر اور ان کی بیوی کے مرض کو دور کر کے ان کے ہاں بیٹا پیدا کیا اور حضرت زکریا کے سوال کرنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا یا ان کو اس پر تعجب تھا کہ ان کے ہاں بیٹا کیسے ہوگا!

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اچانک حضرت زکریا کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے تو شدت فرح کی وجہ سے وہ غور و فکر نہ کر سکے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے اور جب وہ ان کو عدم سے وجود میں لا چکا ہے تو ان دونوں سے بیٹا پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور کب مستبعد ہے۔ جیسا کہ جب حضرت ابراہیم کی زوجہ کو حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت دی گئی تو انہوں نے بھی شدت فرح سے غور و فکر کیے بغیر کہا:

marfat.com

Marfat.com

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (ھود: ۷۲)
قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ھود: ۷۳)

وہ کہنے لگیں اے ہے! کیا مجھ سے بچہ ہوگا حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے' بے شک یہ تو عجیب بات ہے! فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' بیشک اللہ حمد کیا ہوا بزرگ ہے۔

اور اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک بوڑھے شخص اور اس کی بوڑھی اور بانجھ بیوی کے بیٹا پیدا کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے جواب کی لذت حاصل کرنے کے لیے یہ سوال کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا اسی طرح ہوگا! آپ کے رب نے فرمایا یہ میرے لیے آسان ہے اور میں اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے ۝ (مریم: ۹)

اس کا معنی یہ ہے کہ یہ پیدائش اسی طرح ہوگی' اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ غلط ہے نہ اس کے خلاف کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم فرمائی یہ میرے لیے آسان ہے' میں تم کو عدم سے وجود میں لا چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو اب بوڑھے مرد اور عورت سے بچہ پیدا کرے گا تو اسے اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ ان پر جوانی لوٹا دے بلکہ وہ ان کے بڑھاپے کی حالت میں ہی ان میں جوانوں کی سی قوت اور توانائی پیدا کر دے گا اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کے مرض کو زائل کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے' فرمایا تمہارے لیے یہ نشانی ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے ۝ (مریم: ۱۰)

حضرت زکریا کا تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکنا

اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت زکریا کلام پر قادر ہونے کے باوجود لوگوں سے بات نہیں کر سکتے تھے اس طرح یہ اللہ کی طرف سے نشانی اور آپ کا معجزہ ہو گیا' اگر آپ مطلقاً کلام پر قادر نہ ہوتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ کو کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے جس کی وجہ سے آپ بات نہیں کر سکتے' آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' نماز پڑھتے تھے اور تورات کی تلاوت کرتے تھے لیکن لوگوں سے بالمشافہ بات نہیں کر سکتے تھے' ان سے اشاروں کے ساتھ بات کرتے تھے یا ان کو لکھ کر بھیج دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر زکریا اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اشارے سے کہا تم صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو ۝ (مریم: ۱۱)

حضرت زکریا کی محراب کا مصداق

محراب کا لفظ حرب سے بنا ہے گویا وہ جس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اس جگہ کھڑے ہو کر وہ اپنے نفس امارہ' شہوات اور شیطان سے جنگ کرتے تھے' محراب بلند جگہ کو کہتے ہیں' جو جگہ زمین سے بلند ہو وہ اس جگہ محراب بنایا کرتے تھے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس جگہ کھڑے ہو کر انہوں نے جھانکا اور اشاروں کے ساتھ قوم سے کہا تم صبح اور شام تسبیح کیا کرو۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۱۳)

marfat.com
Marfat.com

امام رازی نے کہا حضرت زکریا نے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کے لیے مخصوص جگہ بنائی ہوئی تھی' وہ اس جگہ سے نکل کر قوم کے پاس گئے اور ان سے اشاروں کے ساتھ بات کی۔ ایک قول یہ ہے کہ محراب کا معنی ہے عبادت گاہ جس میں حضرت زکریا اور ان کی قوم عبادت کرتی تھی اس میں وہ لوگ صرف نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ قوم وہاں پر جمع ہو کر حضرت زکریا کا انتظار کر رہی تھی' حضرت زکریا وہاں گئے اس وقت وہ زبان سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ان سے اشاروں سے کہا صبح اور شام کے وقت تسبیح کرو۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۱۵)

محراب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ گھر کی سب سے بلند جگہ کو محراب کہتے ہیں اور مسجد کی سب سے بلند جگہ کو محراب کہتے ہیں' گھر کے بالا خانہ (گیلری اور بالکونی) کو بھی محراب کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن مسعود ثقفی کو طائف میں اپنی قوم کے پاس بھیجا وہ ان کے پاس گئے اور اپنی محراب (بالکونی) میں داخل ہوئے اور فجر کے وقت اپنی قوم کو جھانک کر دیکھا پھر نماز کے لیے اذان دی۔ زجاج نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محراب وہ بالا خانہ (گیلری یا بالکونی) ہے جس پر سیڑھیوں سے چڑھ کر جاتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا محراب سے معزز جگہ مراد ہے۔ مصباح میں ہے محراب اشرف المجالس ہے۔ ازھری نے کہا عام لوگوں کے نزدیک محراب وہ جگہ ہے جس پر کھڑے ہو کر امام نماز پڑھاتا ہے' ابن الانباری نے کہا مسجد کی محراب کو محراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ امام کی مخصوص جگہ ہے اور قوم سے دور ہے' اور اس جگہ نماز پڑھتے وقت وہ شیطان سے حرب اور جنگ کرتا ہے اور اپنے دل کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر رکھنے کے لیے اپنے نفس سے حرب کرتا ہے اور دوسرے خیالات کو ذہن سے دور کرتا ہے۔ بادشاہ کی مخصوص جگہ کو بھی محراب کہتے ہیں' اور مسجد کی محراب سے مراد ہے مسجد کا صدر مقام اور اشرف موضع' حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ محاریب کو مکروہ جانتے تھے' یعنی مجلس میں صدر مقام پر بیٹھنے کو مکروہ جانتے تھے' قرآن مجید میں محاریب اور تماثیل کا ذکر ہے فراء نے کہا اس سے مراد انبیاء اور ملائکہ کے مجسمے اور تصاویر ہیں جن کو مساجد میں عبرت اور نصیحت کے حصول کے لیے رکھا جاتا تھا۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۲۰۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں محراب سے مراد وہ ہیئت مخصوصہ ہے جس کو اب لوگ قبلہ کہتے ہیں کیونکہ مساجد کی یہ محرابیں ان چیزوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنایا گیا ہے' اور اسی وجہ سے سلف کی ایک جماعت نے محراب بنانے کو مکروہ کہا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کو بھی مکروہ کہا ہے۔ قضاعی نے کہا سب سے پہلے عمر بن عبد العزیز نے محراب بنائی وہ اس وقت ولید بن عبد الملک کی طرف سے مدینہ میں گورنر تھے' جب انہوں نے مسجد نبوی کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کی اور اس میں اضافہ کیا' اور مسجد میں امام کے کھڑا ہونے کی جگہ کو محراب کہتے ہیں کیونکہ وہ مسجد میں اشرف المجالس ہے۔

(مرقات ج ۱ ص ۲۲۴' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی تحقیق

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام کے پیر مسجد میں ہوں اور اس کا سجدہ محراب میں ہو اور اس کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے کہ ان کے ہاں امام کی مخصوص جگہ ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ اس کا سجدہ

marfat.com

Marfat.com

محراب میں ہو۔ (حدایہ اولین ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام الحنفی التوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

محراب میں کھڑے ہونے کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں سے ممتاز ہوتا کہ اس کے دائیں اور بائیں کے لوگوں پر اس کا حال مشتبہ نہ ہو حتیٰ کہ محراب کی دونوں طرف دو ستون ہوں اور اس کے سامنے کشادہ جگہ ہو اور اس کی دونوں طرف والے اس کے حال پر مطلع ہوں تو اس کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، اور مکروہ ہونا عراق میں ہوتا ہے جن کی محرابیں کھلی اور طاق کے اندر ہوتی ہیں۔ اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ جگہ کے اعتبار سے امام کا ممتاز ہونا شرع میں مطلوب ہے حتیٰ کہ امام کا صفوں پر مقدم ہونا واجب ہے، اور یہاں امام کی مخصوص جگہ کو مکروہ کہا ہے اور اس کی تائید میں کوئی اثر (حدیث) نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے مساجد میں محاریب بنائی گئی ہیں اور اگر محاریب نہ بنائی گئی ہوں تب بھی سنت یہ ہے کہ امام اس کی محاذات میں صف کے وسط میں سب سے آگے کھڑا ہو اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محراب کی محاذات (سیدھ) کے بغیر امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اور امام کے محراب میں کھڑے ہونے سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ دو ملتوں کے بعض احکام متفق ہو جائیں اور اس میں کوئی بدعت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اہل کتاب امام کے لیے خصوصیت کے ساتھ بلند چبوترہ بناتے ہیں اور جب امام محراب میں فرش پر کھڑا ہوگا تو اس میں اہل کتاب کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز علامہ ابن ھمام لکھتے ہیں کہ تشبہ اس وقت ہے جب امام بلند جگہ پر کھڑا ہو کیونکہ اھل کتاب امام کو چبوترے پر کھڑا کرتے ہیں، اس صورت میں امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے کیونکہ کراہت کا مدار مشابہت پر ہے اور وہ امام کو نیچے (فرش پر) کھڑا نہیں کرتے۔ چبوترہ کی اتنی اونچائی جس پر کراہت موقوف ہے وہ آدمی کے قد کے برابر ہے اور مختار قول یہ ہے وہ ایک ذراع اونچائی ہے یعنی ڈیڑھ فٹ۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام کا غیر محراب میں کھڑے ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے پہلے علامہ علائی نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو، اور ایک اور جگہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسط صف کے مقابل کھڑا ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محاریب کو مسجد کے وسط میں صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ معین ہو۔ اھ، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس امام کے لیے ہے جو امام راتب ہو یعنی جماعت اولیٰ کثیرہ کا امام ہو نہ کہ جماعت ثانیہ کا امام کیونکہ وہ محراب کے دائیں یا بائیں کھڑا ہوتا ہے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

بعض ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محراب مسجد سے خارج ہوتی ہے اس لیے امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، علامہ ابن ھمام کی تحقیق سے واضح ہو گیا ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا اس وقت مکروہ ہے جب محراب میں امام کے لیے چبوترہ بنا دیا گیا ہو، ورنہ امام کا محراب میں کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے، نیز مسجد سے خارج وہ چیز ہوگی جس کو مسجد بناتے وقت مسجد سے خارج رکھا جائے اور عرف اس پر شاہد ہے کہ مسجد بناتے وقت محراب کو مسجد سے خارج رکھنے کا قصد نہیں کیا جاتا۔

امام ابن ھمام نے جو یہ لکھا ہے کہ امام کا محراب میں کسی بلند جگہ یا چبوترہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ ہے اس کی دلیل ان احادیث میں ہے:

ھمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ نے مدائن میں چبوترہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی، حضرت ابو سعید رضی

marfat.com

Marfat.com

اللہ عنہ نے ان کو قمیص سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو کہا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اس سے منع کیا جاتا تھا! انہوں نے کہا ہاں! جب تم نے مجھے کھینچا تو مجھے یاد آ گیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۹۷)

عدی بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدائن میں تھے حضرت عمار آگے بڑھ گئے اور ایک چبوترے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگے اور لوگ ان سے نیچے تھے۔ حضرت حذیفہ نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا۔ حضرت عمار نے ان کی اتباع کی' حتیٰ کہ حضرت حذیفہ نے ان کو نیچے اتار لیا۔ جب حضرت عمار نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت حذیفہ نے ان سے کہا کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص لوگوں کا امام بنے تو لوگوں سے بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو۔ حضرت عمار نے کہا اسی وجہ سے میں نے آپ کی اتباع کی تھی جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۵۹۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۰۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے یحییٰ! پوری قوت سے کتاب کو لے لو اور ہم نے ان کو بچپن میں ہی نبوت عطا کر دی ○ اور اپنے پاس سے (ان کو) نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ متقی شخص تھے ○ اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش نافرمان نہ تھے ○ اور ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہو گی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ○ (مریم ۱۵-۱۲)

حضرت یحییٰ کو بچپن میں نبوت عطا فرمانا

آیت: ۱۲ سے پہلے یہ عبارت محذوف ہے' پس حضرت زکریا کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بیٹے سے فرمایا: اے یحییٰ پوری قوت سے کتاب کو لے لو' کتاب سے مراد تورات ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ پوری قوت سے تورات کو حفظ کرو' اس میں غور و فکر کرو اور اس کے احکام پر عمل کرو' پھر فرمایا ہم نے ان کو بچپن میں ہی نبوت دے دی تھی' معمر نے بیان کیا ہے کہ ان کے ہم عمر بچے کہتے تھے آؤ کھیلیں! تو حضرت یحییٰ فرماتے میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ قتادہ نے کہا ان کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت دی گئی اور حضرت یحییٰ کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے' ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے یا اس کو بعد میں نبوت دی جاتی ہے اس کی تحقیق ہم نے تبیان القرآن ج ۱ ص ۲۱۸ میں کی ہے۔

حنان اور زکوٰۃ کا معنی

نیز فرمایا ہم نے اپنے پاس سے ان کو حنان اور زکوٰۃ عطا کر دی تھی' حنان کے معنی ہیں شفقت' رحمت اور محبت' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک یہ ہے کہ: اللہ عزوجل کا ان پر شفقت اور رحمت فرمانا اور دوسرا یہ ہے کہ ان کا لوگوں پر شفقت اور رحمت فرمانا اور ان کو کفر اور شرک سے نکالنا۔

زکوٰۃ کا معنی ہے پاک کرنا اور برکت دینا اور ان کی خیر اور نیکی کو بڑھانا یعنی ہم نے ان کو برکت والا بنا دیا وہ لوگوں کو ہدایت دیتے تھے' اور وہ متقی تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے اس لیے کہا گیا ہے کہ انہوں نے کبھی گناہ کیا اور نہ گناہ کا ارادہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت یحییٰ پر تین بار سلام کی خصوصیت

اس کے بعد فرمایا اور ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہو گی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ ان تین دنوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے:

امام ابن جریر طبری نے کہا یہاں سلام کا معنی ہے امان' ہر شخص جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو ضرر پہنچاتا ہے لیکن وہ اس کے ضرر سے سلامت رہیں گے' اور جب وہ فوت ہوں گے تو عذاب قبر سے امان میں رہیں گے' اور جب وہ حشر کے دن اٹھیں گے تو عذاب قیامت سے مامون رہیں گے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا مخلوق کو تین دنوں میں وحشت کا سامنا ہوتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ماں کے پیٹ سے باہر آ کر ایک نئی دنیا کا سامنا کرتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو ان چیزوں کا سامنا کرتا ہے جن کو اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا اور جب وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو اپنے آپ کو عظیم محشر میں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں مقامات پر حضرت یحییٰ پر سلام بھیجا تا کہ وہ ان تینوں مقامات پر سلامتی کے ساتھ رہیں۔

عبداللہ بن نفطویہ نے کہا جب وہ پیدا ہوں اور پہلی بار دنیا کو دیکھیں تو ان پر سلامتی ہو اور جب وہ فوت ہوں اور پہلی بار امر آخرت کو دیکھیں تو ان پر سلامتی ہو اور جب ان کو اٹھایا جائے اور وہ پہلی بار جنت اور دوزخ کو دیکھیں تو ان پر سلامتی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اور انبیاء پر بھی سلام بھیجا ہے مثلاً فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ (الصّٰفّٰت: ۷۹) اور فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (الصّٰفّٰت: ۱۰۹) لیکن ایک بار سلام بھیجا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین بار سلام بھیجا ہے۔ ہر چند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی تین بار سلام کا ذکر ہے "وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا" (مریم: ۳۳) لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر خود سلام بھیجا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے امر سے بھیجا ہے اور حضرت یحییٰ پر اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے۔

یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پر کثرت سے سلام پڑھنا چاہیے خصوصاً ان کے میلاد کے دن۔ اس لیے اہل سنت بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی مناتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس دن درود و سلام پڑھتے ہیں اور مجالس منعقد کرتے ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں پڑھی جاتی ہیں اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کیے جاتے ہیں۔

بعض اہل تنقیص اور مبتدعین یہ اعتراض کرتے ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کے یوم وفات پر بھی سلام بھیجا گیا' پھر جس طرح تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد مناتے ہو اس طرح تم ان کا یوم وفات بھی منایا کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ہمیں نعمت ملنے پر خوشی کے اظہار کا تو حکم دیا گیا ہے اور مصیبت پر غم منانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس سے منع فرمایا ہے' اور نعمت کے بیان کرنے اور اس پر اظہار خوشی کرنے کا ذکر ان آیتوں میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ: ۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا (یونس: ۵۸) آپ کہیے لوگوں کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا چاہیے۔

اور کسی مصیبت پر اللہ تعالیٰ نے غم منانے کا حکم نہیں دیا بلکہ صبر اور ضبط نفس کا حکم دیا ہے' اور رونے پیٹنے ماتم کرنے اور چیخنے چلانے سے منع فرمایا ہے۔ جس طرح شیعہ کرتے ہیں' اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو

marfat.com
Marfat.com

اور آپ کی وفات ۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ علامہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ علامہ محمد بن یوسف الصالحی متوفی ۹۴۲ھ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۳۵ الروض الانف ج ۴ ص ۴۴۰ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۲۸ فتح الباری ج ۸ ص ۴۷ سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۲ ص ۳۰۵ مرقات ج ۱۱ ص ۲۳۸)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الانبیاء ۳۴ میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے دور مشرق میں ایک جگہ چلی گئیں ٥

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

سو انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک آڑ بنالی، پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا اس نے مریم کے سامنے ایک تندرست

سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ

بشر کی شکل اختیار کرلی ٥ مریم نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے ٥ فرشتے نے کہا

إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنّٰى

میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں ٥ مریم نے کہا میرے ہاں

الربع

يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ

لڑکا کیسے ہو سکتا ہے! حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں ٥ فرشتہ نے کہا اسی طرح ہوگا،

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا ۚ

آپ کے رب نے فرمایا ہے یہ مجھ پر آسان ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنا دیں،

وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾

اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے ٥ پس مریم کو اس کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیں ٥

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِي مِتُّ

پھر دردِ زہ ان کو ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا انہوں نے کہا کاش میں اس سے

marfat.com

Marfat.com

قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ

پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی ○ پھر درخت کے نیچے سے فرشتہ نے ان کو آواز دی آپ پریشان

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ

نہ ہوں آپ کے رب نے آپ کے نیچے سے ایک نہر جاری کر دی ہے ○ اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

تو آپ کے اوپر تر و تازہ پکی کھجوریں گریں گی ○ سو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی رکھو، پس تم

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

جب بھی کسی انسان کو دیکھو تو اس سے (اشارہ سے) کہو کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے کہ میں آج ہرگز

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ

کسی انسان سے بات نہیں کروں گی ○ پھر وہ اس بچے کو اٹھائے ہوئے لوگوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا اے مریم!

لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ

تم نے تو بہت سنگین کام کیا ہے ○ اے ھارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکردار تھا

سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۚۖ ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۗ قَالُوْا كَيْفَ

اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی ○ سو مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا، ان لوگوں نے کہا ہم

نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِيَ

گود کے بچے سے کیسے بات کریں! ○ اس بچہ نے کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے

الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۙ ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ

کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے ○ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور میں جب

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ

تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے ○ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور مجھے

marfat.com

Marfat.com

جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾

متکبر اور بدبخت نہیں بنایا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے۔ جب وہ اپنے گھر والوں سے دور مشرق میں ایک جگہ چلی گئیں O (مریم: ۱۶)

حضرت مریم کے مشرقی جگہ جانے کی وجوہ

انتبذت کا لفظ نبذ سے بنا ہے اور نبذ کا معنی ہے پھینکنا' قرآن مجید میں ہے:

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (آل عمران: ۱۸۷) انہوں نے اللہ کے عہد کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔

اسی سے بیع منابذہ بنی ہے یعنی مشتری کا مبیع پر کنکر پھینکنا یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینکے گا اس چیز کی بیع واجب ہو جائے گی' اور اس معنی کو دور ہونا لازم ہے اس وجہ سے انتبذت من اهلها کا معنی ہے وہ اپنے گھر سے دور چلی گئیں اور گھر سے دور جانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جب انہوں نے حیض دیکھا تو وہ گھر سے دور کسی جگہ غسل کرنے گئیں تا کہ پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' وہیں پر ان کے پاس حضرت جبریل آئے تھے۔

(۲) وہ تنہائی میں عبادت کرنے کے لیے کسی جگہ کی تلاش میں بیت المقدس کی مشرقی جانب گئی تھیں۔

(۳) ان کے خالو حضرت زکریا نے اپنے گھر میں ان کے لیے حجرہ بنا دیا تھا' جب وہ گھر سے باہر جاتے تو اس کو بند کر جاتے تھے ان کی یہ خواہش تھی ان کی کوئی الگ جگہ ایسی ہو جہاں وہ آزادی سے آ جا سکیں سو وہ بیت المقدس کی مشرقی جانب ایک جگہ چلی گئیں اور وہیں ان کے پاس حضرت جبریل آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک آڑ بنالی' پس ہم نے ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا اس نے مریم کے سامنے ایک تندرست بشر کی شکل اختیار کر لی O (مریم: ۱۷)

حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کا بشر کی صورت میں آنا

جب حضرت مریم بیت المقدس کی مشرقی جگہ جا کر بیٹھ گئیں تو انہوں نے وہاں لوگوں کے سامنے سے ایک آڑ بنالی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ان کے پاس اپنی روح کو بھیجا' اس روح سے مراد حضرت جبریل ہیں' اور قرآن مجید کی کئی آیتوں میں حضرت جبریل پر روح کا اطلاق کیا گیا ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰى قَلْبِكَ (الشعراء: ۱۹۴-۱۹۳) اس قرآن کو الروح الامین (جبریل) نے آپ کے قلب پر نازل کیا۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا (القدر: ۴) لیلۃ القدر میں فرشتے اور روح (جبریل) نازل ہوتے ہیں۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت جبریل کس صورت میں ظاہر ہوئے تھے۔ بعض نے کہا وہ ایک خوب رو بے ریش جوان کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے' اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں یوسف نام کا ایک خادم تھا اس کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے' اور بشر کی شکل میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریم اس کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہو جائیں اور گھبرا نہ جائیں اور ان سے

marfat.com
Marfat.com

گفتگو کر سکیں۔

بعض علماء اس نظریہ کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ خلقت نور تھا اور بشریت آپ کا محض لباس تھا اور نور ہونا بشریت کے منافی نہیں ہے کیونکہ حضرت جبریل نور تھے اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں آئے تھے' لیکن اس پر یہ کلام ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم ہی میں سے مبعوث کیا گیا ہے اور ہم نوع انسان سے ہیں اور بشر ہیں' عقیدہ کا مدار قطعی دلیل پر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یا کسی حدیث صحیح متواتر میں یہ وارد نہیں ہے کہ آپ کا مادہ خلقت نور ہے' شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۰۴۔ ۹۵' تبیان القرآن المائدہ: ۱۵' الکھف: ۱۱۰ میں ہم نے اس کی مکمل تحقیق کی ہے' البتہ قرآن مجید میں آپ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے مراد نور ہدایت ہے اور نور حسی سے بھی آپ کو وافر حصہ دیا گیا ہے۔ بشری کثافتوں سے آپ منزہ تھے' آپ کے تمام فضلات طیب و طاہر تھے اور آپ کے دانتوں کی جھریوں سے نور کی طرح کوئی چیز نکلتی تھی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نور حسی اور معنوی ہر ایک کی اصل ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ نبی صرف مرد ہوتا ہے اور نور میں مرد اور عورت نہیں ہوتے' اور نور حسی سے نور علم اور نور ھدایت افضل ہے۔ نور حسی جیسے چراغ اور سورج اور چاند کا نور ہے جس سے دنیاوی اندھیرا دور ہوتا ہے اور نور ہدایت جیسے قرآن مجید اور انبیاء علیہم السلام کا نور ہے جس سے کفر کا اندھیرا دور ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق یہی نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مریم نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے ○ فرشتہ نے کہا میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں ○ (مریم: ۱۹۔ ۱۸)

فرشتہ سے ہم کلام ہونا حضرت مریم کی نبوت کو مستلزم نہیں

حضرت مریم کا منشا یہ تھا کہ اللہ کی پناہ میں آنا صرف اسی شخص کے متعلق متصور ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو اس لیے انہوں نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تو متقی شخص نہیں ہے ورنہ ایک اجنبی خاتون کے پاس ہرگز نہ آتا ایسے موقع پر آپ کے لیے یہی ممکن تھا کہ آپ اللہ کی پناہ طلب کریں۔

جب حضرت جبریل کو یہ علم ہوا کہ حضرت مریم انہیں اجنبی مرد سمجھ کر ان سے خوف زدہ ہیں تو انہوں نے کہا میں آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں' امام رازی نے کہا صرف اتنا کہہ دینے سے حضرت مریم کا خوف زائل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے لازم ہے کہ حضرت جبریل نے ان کو کوئی ایسی نشانی دکھائی ہو جس سے ان کو یقین آ گیا ہو کہ یہ فرشتہ ہیں' اور حضرت مریم کو کوئی نشانی دکھانے اور فرشتے کے ساتھ ہم کلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبیہ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى. (یوسف: ۱۰۹)

ہم نے آپ سے پہلے جتنی بستیوں میں بھی رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل کرتے تھے۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی کا نظریہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ تھیں کیونکہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور ان سے ہم کلام ہوا اور اس نے اپنے فرشتہ ہونے پر ان کے سامنے کوئی نشانی بھی پیش کی' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ مذکور الصدر آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی اور رسول صرف مرد ہی ہوتا ہے۔ حضرت مریم کا فرشتہ سے ہم کلام ہونا ان کی کرامت تھی کیونکہ وہ ولیہ تھیں۔

حضرت جبریل نے کہا تا کہ میں تمہیں ایک غلام زکی دوں' زکی کا معنی ہے گناہوں سے پاک اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس لڑکے کو مقام نبوت پر فائز کیا جائے گا کیونکہ گناہوں سے پاک ہونا انبیاء علیہم السلام ہی کی شان ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اولیاء اللہ کے مزارات پر مرادیں مانگنا

بیٹا دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' حضرت جبریل نے جو کہا تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں یہ اسناد مجازی ہے' بعض لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ولی کے وسیلہ سے یا اس کی دعا سے ان کو بیٹا دے دے یا ان کا کوئی اور کام بنا دے' اور جب ان کے ہاں بیٹا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ولی نے بیٹا دیا ہے یہ بھی اسناد مجازی ہے اور حضرت جبریل کے قول کی طرح ہے۔ البتہ مزار پر جا کر یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اے صاحب مزار! آپ ہمیں بیٹا دے دیں اگرچہ اس میں بھی اسناد مجازی کی تاویل ہو سکتی ہے کہ آپ ہمارے لیے بیٹے کی دعا کر دیں' لیکن یہ کلمات موہم شرک ہیں اس لیے صاف اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اپنے اس مقرب بندہ کے وسیلہ سے ہماری دعا قبول کرے اور ہمارا فلاں کام کر دے' یہ دعا اپنے گھر میں بھی کی جا سکتی ہے' لیکن اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر دعا کی جائے تو دعا کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے اور نیک بندوں پر جو برکتیں نازل ہوتی ہیں وہ بھی شامل حال ہوں گی' اور نذر صرف اللہ کی ہوتی ہے اولیاء اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے اور صدقہ وخیرات کر کے اس کا ثواب انہیں پہنچانا ایک الگ چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مریم نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے! حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں ○ فرشتہ نے کہا اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا ہے یہ مجھ پر آسان ہے تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنا دیں اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے ○ (مریم: ٢١۔٢٠)

عادت کے خلاف بیٹے کی پیدائش پر حضرت مریم کا تعجب فرمانا اور اس کا ازالہ

جب حضرت جبریل نے حضرت مریم کو بشارت دی کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تم کو ایک پاکیزہ بیٹا دوں تو حضرت مریم کو تعجب ہوا کہ عادت کے خلاف بغیر نکاح اور بغیر شوہر کے ان کے ہاں بیٹا کیسے ہوگا! اس لیے انہوں نے کہا مجھ سے لڑکا کیسے ہوگا نہ تو کسی بشر نے مجھے مس کیا ہے یعنی نہ تو میرا نکاح ہوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔

حضرت جبریل نے کہا اسی طرح ہوگا آپ کے رب نے فرمایا ہے وہ مجھ پر آسان ہے' سورہ آل عمران میں ہے:

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران: ٤٧)

اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' جب بھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے وہ فرماتا ہے ''ہو جا'' سو وہ کام ہو جاتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے کرنے کے لیے مادہ اور آلات کی احتیاج نہیں ہوتی اور نہ اس کو کسی کام میں وقت لگتا ہے ادھر کسی کام کا ارادہ کیا ادھر وہ وجود میں آ گیا' اور اللہ تعالیٰ اس لڑکے کی ولادت کو اپنے وجود اور اپنی قدرت کی نشانی اور اپنی رحمت بنانا چاہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر دے' اور اس کام کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے اور جس کام کا وہ فیصلہ فرما لے اس کا ٹلنا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس مریم کو اس کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیں ○ (مریم: ٢٢)

حضرت مریم کے حمل کا سبب

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے حمل کی وجہ بیان فرمائی ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم: ١٢)

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی تھی سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنے پاس سے روح پھونک دی۔

marfat.com
Marfat.com

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: و نفخت فیہ من روحی (الحجر:۲۹) "اور میں نے آدم کے پتلے میں اپنے پاس سے روح پھونک دی" یہ روح خود اللہ تعالیٰ نے پھونکی تھی جیسا کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہے یا حضرت جبریل نے کیونکہ انہوں نے کہا تھا تا کہ میں آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں' وھب بن منبہ نے کہا حضرت جبریل نے حضرت مریم کے چاک گریبان میں پھونک ماری تو وہ پھونک ان کے چاک گریبان سے ان کے رحم تک پہنچ گئی۔ بہر حال حضرت آدم بھی نفخ روح سے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ بھی نفخ روح سے پیدا ہوئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔

(آل عمران:۵۹)

حضرت مریم کے حمل کی مدت

حضرت مریم کے حمل اور وضع حمل کی مدت میں کئی اقوال ہیں اور اس کی مدت زیادہ طویل نہیں تھی' لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس وقت وضع حمل ہو گیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیں۔ حسن بصری نے کہا اس میں ۹ گھنٹے لگے۔ سعید بن جبیر نے کہا اس میں ۹ ماہ لگے' زجاج نے کہا اس میں ۸ ماہ لگے' الماوردی نے کہا اس میں ٦ ماہ لگے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۱۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۱۲ھ)

یوسف نجار کا تعاون

علامہ ثعلبی نے العرائس میں وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو ان دنوں ان کے ساتھ ان کا عم زاد یوسف نجار رہتا تھا وہ دونوں اس مسجد میں جاتے تھے جو صھیون پہاڑ کے پاس تھی' اور وہ دونوں اس مسجد کی خدمت کرتے تھے اور لوگوں کے نزدیک ان دونوں سے زیادہ مسجد کی خدمت اور مسجد میں عبادت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا' اور سب سے پہلے یوسف حضرت مریم کے حمل پر مطلع ہوا' وہ بہت حیران ہوا کہ حضرت مریم تو کبھی اس سے اوجھل نہیں ہوئی تھیں یہ حمل کیسے ہو گیا۔ بالآخر اس نے حضرت مریم سے کہا: اے مریم یہ بتاؤ کیا بغیر بیج ڈالے فصل اگ سکتی ہے' کیا بغیر بارش کے درخت پیدا ہو سکتے ہیں اور کیا بغیر مرد کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت مریم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے پہلے درخت کو پیدا فرمایا تو کیا اس کو بغیر بیج کے پیدا نہیں کیا' کیا حضرت آدم کو بغیر مرد کے پیدا نہیں کیا۔ جب حضرت مریم نے یہ جواب دیا تو یوسف کے دل سے شک اور شبہ زائل ہو گیا اور چونکہ حمل کی وجہ سے حضرت مریم کمزور ہو گئی تھیں اور مشقت کے کام نہیں کر سکتی تھیں تو ان کے ذمہ جو کام تھے وہ بھی یوسف نجار کر دیا کرتا تھا۔ (جامع البیان جز ۱٦ ص ۸۱' ۸۲' تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۲۵-۵۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: : پھر درد زہ ان کو ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا۔ انہوں نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی O (مریم:۲۳)

وضع حمل کے لیے حضرت مریم کے دور جانے کی وجوہ

(۱) جب حضرت مریم کے وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا کہ وہ اپنی قوم کے علاقہ سے باہر چلی جائیں تا کہ لوگ ان کے بچہ کو قتل نہ کر دیں' تب یوسف نجار ان کو دراز گوش پر سوار کرا کے ارض مصر لے گئے' جب وہ اس شہر میں پہنچ گئیں تو وضع حمل کا وقت قریب آ گیا' وہ موسم خزاں اور سردیوں کا زمانہ تھا وہ کھجور کے ایک سوکھے ہوئے درخت کی پناہ میں گئیں اور اس کے پاس ان کے ہاں ولادت ہو گئی۔

marfat.com

Marfat.com

(۲) اپنے علاقہ سے دور جانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کو حضرت زکریا سے حیا آتی تھی وہ چاہتی تھیں کہ وضع حمل کا ان کو پتا نہ چلے۔

(۳) حضرت مریم بنی اسرائیل میں اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے مشہور تھیں۔ کیونکہ ان کی والدہ نے ان کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کرنے کی نذر مانی تھی' اور ان کی پرورش کرنے کے لیے کئی انبیاء خواہش مند تھے اور حضرت زکریا نے ان کی کفالت کی تھی' ان کے پاس اللہ کی طرف سے بے موسمی پھل آتے تھے اور جب ان کی اس قدر نیک شہرت تھی تو ان کو حیا آئی کہ اگر ان کو یہاں وضع حمل ہو گیا تو لوگوں کو بہت رنج بھی ہوگا اور وہ بہت باتیں بنائیں گے۔

...یہ کہنے کی توجیہ کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی

حضرت مریم وضع حمل کے لیے کھجور کے ایسے درخت کے پاس گئیں جو اجاڑ تھا اور سوکھا ہوا تھا۔ زمخشری نے کہا وہ سردیوں کا موسم تھا وہ صحرا میں اس درخت کے پاس گئیں اس کا سر تھا نہ اس میں پھل اور نہ وہ سرسبز تھا وہاں انہوں نے یہ کہا کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب حضرت جبریل انہیں اس بچے کی بشارت دے چکے تھے تو پھر انہوں نے یہ کلمات کیوں کہے اور اس قدر حزن و ملال کا اظہار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جو درد زہ لاحق ہوا تھا وہ اتنا شدید تھا کہ وہ حضرت جبریل کی بشارت کو بھول گئی تھیں' اور قیامت کی ہولناکی اور اللہ کے عذاب کا خوف جب حضرات صحابہ کرام پر طاری ہوتا تھا تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بشارات کو بھول جاتے تھے اور خوف خدا کے غلبہ سے کہتے تھے:

مجاہد کہتے تھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔ میری خواہش ہے کہ مجھ کو پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ (کتاب الزھد للوکیع رقم الحدیث: ۱۵۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۷۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(کتاب الزھد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۰' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۰۷' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۵)

یعقوب بن زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ایک پرندہ کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا کاش میں اس پرندہ کی جگہ ہوتا۔ (کتاب الزھد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۵' مسند الحمیدی ج ۱ ص ۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۷)

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ایک پرندہ کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے پرندہ تمہارے لیے خوشی ہو' خدا کی قسم! میری یہ خواہش ہے کہ میں تمہاری مثل ایک پرندہ ہوتا' درخت پر بیٹھتا اس کے پھل کھاتا' تجھ سے حساب لیا جائے گا نہ تجھے عذاب ہوگا۔ (کتاب الزھد للھناد رقم الحدیث: ۴۳۷)

حضرت عمر نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش میں اس طرح تنکا ہوتا' حضرت علی نے جنگ جمل کے دن کہا کاش میں اس دن کے آنے سے بیس سال پہلے فوت ہو چکا ہوتا' حضرت بلال نے کہا کاش بلال کو اس کی ماں نے نہ جنا ہوتا' اس سے معلوم ہوا کہ جب صالحین پر مصائب اور سختیاں آتی ہیں تو ان سے اس طرح کا کلام صادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۲۶)

حضرت مریم کی طرف سے ایک اور جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ کلمات اس لیے کہے کہ ان کے متعلق جو ناگفتنی باتیں کی جائیں گی ان کی وجہ سے وہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر درخت کے نیچے سے (فرشتہ نے) ان کو آواز دی آپ پریشان نہ ہوں آپ کے رب نے آپ کے نیچے سے ایک نہر جاری کر دی ہے○ اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے اوپر تر و تازہ پکی کھجوریں

marfat.com

Marfat.com

کریں گی○ (۲۴-۲۵)

معاش کے حصول کے لیے کسب کرنا ضروری ہے

حسن اور سعید بن جبیر نے کہا یہ نداء کرنے والے حضرت عیسیٰ تھے۔ عمرو بن میمون عودی نے کہا ایک فرشتہ نے ندا کی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا جبریل نے ندا کی اور یہی ظاہر ہے امام ابن جریر کا بھی یہی مختار ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اس وقت تک کلام نہیں کیا تھا جب تک کہ وہ قوم کے پاس نہیں گئی تھیں۔ حسن اور عبدالرحمٰن بن زید کا مختار یہ ہے کہ 'سری' سے مراد نہر ہے کیونکہ اس میں پانی جاری رہتا ہے۔

اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ وہ سردی کا موسم تھا اور وہ درخت سوکھا ہوا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس درخت سے اسی حال میں تر و تازہ پکی کھجوریں گرنے لگی تھیں یا پہلے وہ درخت سرسبز ہوا اور پھر اس سے کھجوریں گرنے لگیں۔ ہر حال میں یہ حضرت مریم کی کرامت ہے جیسے ان کے پاس بچپن میں بے موسمی پھل آتے تھے یہاں بھی ان پر بے موسمی کھجوریں گرنے لگیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے یہ فرمایا ہے کہ آپ اس کھجور کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے اوپر تر و تازہ پکی کھجوریں گریں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوکھے ہوئے درخت میں آناً فاناً کھجوریں پیدا کر دیں تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت مریم کے ہلائے بغیر وہ کھجوریں گر جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ بندہ اپنے لیے رزق کی تلاش میں سعی اور جدوجہد کرے۔ جو کام بندہ کی قدرت میں نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے' لیکن جو کام بندہ کر سکتا ہے وہ اس کو کرنا پڑتا ہے۔ زمین سے پیداوار کے حصول میں ہل چلا کر زمین کو نرم کرنے اور اس میں بیج ڈالنے اور پانی دینے کی ضرورت ہے۔ سورج کی حرارت' بارش اور ہواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے سورج کی حرارت' ہواؤں کو بھیجنا اور بارش برسانا انسان کی قدرت میں نہیں ہیں یہ کام اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے' لیکن زمین کو ہل چلا کر نرم کرنا اور پانی دینا انسان کی قدرت میں ہے تو یہ کام اس کو کرنے ہوں گے۔ اسی طرح اس سوکھے ہوئے درخت میں تازہ پکی ہوئی کھجوریں آناً فاناً پیدا کر دینا حضرت مریم کے اختیار میں نہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیں' لیکن درخت ہلا کر کھجوریں گرانا تو ان کے اختیار میں تھا سو وہ کام ان کو کرنا پڑا۔

اسی طرح رزق کی تلاش میں سعی اور جدوجہد کرنا بندوں کے اختیار میں ہے تو وہ ان پر کرنا لازم ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی نے کہا پہلے ان کے پاس خود بخود بے موسمی پھل آتے تھے اور اب ان کو درخت کے ہلانے کا حکم دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ان کا دل اللہ کی یاد کے لیے فارغ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعضاء کو کام کرنے اور تھکنے سے فارغ رکھا' اور جب ان کا دل اپنے بچہ کی حفاظت' اس کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہو گیا تو ان کو بھی عام لوگوں کی طرح کسب اور اسباب کے حصول کی طرف متوجہ کر دیا۔ بہرحال اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاش کو حاصل کرنے کے لیے کسب کرنا اور اسباب کا حصول ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی رکھو' پس تم جب بھی کسی انسان کو دیکھو تو اس سے (اشارہ سے) کہو کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے کہ میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی○ (مریم: ۲۶)

marfat.com

Marfat.com

...اموشی کا روزہ رکھنا غیر مشروع ہے

سابقہ شریعتوں میں خاموشی کا رکھنا جائز تھا' صوم کا معنی ہے کسی کام سے رکنا اور صمت کا معنی ہے بولنے سے رکنا' اس لیے ...م کو صمت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ آیا ہماری شریعت میں بھی خاموشی کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ ...یوں کے ساتھ کلام سے رکنا اور اللہ کو یاد کرنے کے لیے اپنے ذہن کو فارغ رکھنا یہ بھی ایک نوع کی عبادت ہے' لیکن صحیح یہ ... کہ چپ کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں نفس کو تنگی اور عذاب میں مبتلا کرنا ہے' جیسے کوئی آدمی دھوپ میں کھڑے ...نے کی نذر مان لے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے آپ نے ایک شخص کو کھڑے ...وئے دیکھا' آپ نے اس کے متعلق پوچھا' صحابہ نے کہا وہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا ...یں اور نہ سایہ طلب کرے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ سے رہے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ ...بات کرے' اور سایہ طلب کرے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۰۴)

...اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ اس بچہ کو اٹھائے ہوئے لوگوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا اے مریم! تم نے تو بہت سنگین ...کام کیا ہے ○ اے ہارون کی بہن نہ تمہارا باپ بدکار تھا اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی ○ تو مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا ان ...لوگوں نے کہا ہم گود کے بچے سے کیسے بات کریں ○ (مریم: ۲۹۔۲۷)

حضرت مریم کو لوگوں کا ملامت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ یوسف نجار حضرت مریم کو غار تک پہنچا کر آیا وہ چالیس دن غار میں ...رہیں حتیٰ کہ نفاس سے پاک ہو گئیں پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر قوم کے پاس جانے لگیں راستہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا اے میری ماں آپ خوش ہو جائیں میں اللہ کا بندہ اور اس کا مسیح ہوں۔

"فری" کا معنی ہے کسی کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا' بہتان گھڑ کر کسی کے ذمہ لگانا' کسی سنگین بات کہنے کو بھی "فری" ...کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ ...وَاَرْجُلِهِنَّ (الممتحنۃ: ۱۲)

اور کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھ پیروں کے سامنے گھڑ لیں۔

اور جو بچہ ولد الزنا ہو وہ بھی اس چیز کی طرح ہے جس کو گھڑ لیا گیا ہو۔ جب حضرت مریم بچہ کو لے کر لوگوں کے پاس گئیں تو ...انہوں نے کہا اے مریم تم نے تو بہت سنگین کام کیا ہے' یعنی تم ایک ولد الزنا لے آئی ہو۔ وھب بن منبہ نے کہا جب حضرت مریم ...کو قوم کے پاس لے کر آئیں تو بنو اسرائیل کے تمام مرد اور عورتیں جمع ہو گئیں' ایک عورت نے حضرت مریم کو مارنے کے لیے ...تھ بڑھایا تو اس کا آدھا دھڑ سوکھ گیا' پھر اس کو اسی طرح اٹھا کر لے جایا گیا۔ ایک اور شخص نے کہا مجھ یقین ہے اس نے زنا ہی کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی سلب کر لی اور وہ گونگا ہو گیا' پھر لوگ سہم گئے اور ان کو مارنے اور ان کو کوئی تکلیف دہ بات کہنے ...سے باز رہے اور خوف زدہ ہوئے' اور چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے اے مریم تم نے بہت سنگین کام کیا ہے۔

اخت ہارون کی توجیہات

پھر انہوں نے کہا اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکار تھا اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی۔ اس ہارون کے متعلق چار قول

marfat.com

Marfat.com

ہیں:

(۱) یہ بنو اسرائیل کا ایک مرد صالح تھا جو نیکی کرنے میں بہت مشہور تھا' ان کا مطلب یہ تھا کہ تم تو زہد و تقویٰ میں ہارون کی بہن تھیں پھر کیا ہوا کہ تم نے اس قدر سنگین کام کیا کہ بغیر باپ کے بچہ لے آئیں۔

(۲) یہ ہارون وہی تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے اور حضرت مریم ان ہی کی نسل سے تھیں اور اس طرح کہنا عربوں کا اسلوب ہے۔

(۳) ہارون نام کا ایک شخص فسق و فجور اور برے کاموں میں بہت مشہور تھا تو انہوں نے بطور تشبیہ کے کہا اے ہارون کی بہن!

(۴) حضرت مریم کے ایک صلبی (سگے) بھائی تھے جن کا نام ہارون تھا تو انہوں نے اس کو عار دلانے کے لیے کہا اے ہارون کی بہن!

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجران گیا تو وہاں کے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا اور کہا تم قرآن میں پڑھتے ہو یا اخت ھارون! حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے اتنا عرصہ پہلے تھے' پھر جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ پہلے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۳۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۱۵)

انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنا مستحب ہے' خود ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ کا نام ابراہیم رکھا' لیکن آج کل لوگوں کو یہ شوق ہے کہ ایسا نام رکھیں جو نیا اور انوکھا ہو خواہ اس کا کوئی معنی اور مطلب ہو یا نہ ہو۔ وہ نیلی' پیلی' گیلی اور ٹینا' شینا اور نینا ایسے نام رکھتے ہیں اور کئی ناموں کو غلط املاء اور تلفظ کرتے ہیں مثلاً شرح بیل کو شرجیل پڑھتے ہیں اور ثوبیہ کو ثوبیہ پڑھتے ہیں۔

زمخشری نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک لمبا عرصہ ہے جو ایک ہزار سال سے زیادہ ہے اس لیے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت مریم حضرت ہارون علیہ السلام کی حقیقی بہن تھیں۔

حضرت مریم کا حضرت عیسیٰ کی طرف جواب کا اشارہ کرنا

ان لوگوں نے حضرت مریم کو جب بہت زیادہ ملامت کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ تمہاری تہمت اور تمہارے الزام کا جواب یہ بچہ دے گا۔ انہوں نے کہا ہم گود کے بچے سے کیسے کلام کریں گے۔ مہد کا معنی ہے بستر اور گہوارہ اور یہاں مراد ہے ماں کی گود۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت مریم کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ کلام کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت جبریل' حضرت مریم کو ندا کر چکے تھے کہ آپ غم نہ کریں اور اس معاملہ میں اور بچہ کے معاملہ میں پریشان نہ ہوں یا حضرت زکریا پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی اور انہوں نے حضرت مریم سے کہا تھا کہ تم بچہ کی طرف اشارہ کرو وہ جواب دے گا' یا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی اور یہ الہام ان کی کرامت تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس بچہ نے کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے○ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں' اور میں جب تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے○ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور مجھے متکبر اور بد بخت نہیں بنایا○ (مریم: ۳۲-۳۰)

marfat.com

Marfat.com

حضرت عیسیٰ کا پیدا ہوتے ہی غالی نصاریٰ کا رد فرمانا

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا کہ وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس بچہ سے کیسے بات کریں جو ماں کی گود میں ہے تو انہوں نے ان کی طرف منہ کیا اور سیدھے ہاتھ کی انگشت شہادت سے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

انی عبداللہ میں اللہ کا بندہ ہوں! ان کے منہ سے سب سے پہلی جو بات نکلی وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنے بندہ ہونے کا اعتراف تھی اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے بعد میں ان کی شان میں غلو کیا' اور فرمایا اس نے مجھے کتاب دی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں ان کو کتاب (انجیل) عطا فرمادی تھی اور اس کی فہم اور اس کا علم عطا فرمادیا تھا اور ان کو نبوت عطا فرمادی تھی۔ جس طرح حضرت آدم علیہ اسلام کو دفعتاً تمام اسماء کا علم دے دیا تھا' اور وہ اسی زمانہ میں نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ ادا کرتے تھے' لیکن یہ قول بہت ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ ازل میں ہی میرے متعلق یہ حکم کر دیا گیا تھا کہ مجھے کتاب اور نبوت دی جائے گی اگرچہ اس وقت کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ کے مبارک ہونے کا معنی

نیز فرمایا اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے یعنی مجھے دین کی دعوت دینے والا اور دین کی تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا ہے' اور میرے اندر دین کے منافع رکھے ہیں' مجھے نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا' گمراہوں کو ہدایت دینے والا' مظلوموں کی مدد کرنے والا اور ستم رسیدہ کی فریاد کو پہنچنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

برکت کا لغت میں معنی ہے کسی چیز کا ثابت اور برقرار رہنا' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دین پر ثابت اور برقرار رکھا ہے۔ نیز برکت کا معنی ہے زیادتی اور بلندی' گویا کہ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام احوال میں غالب' کامیاب اور سرخرو بنا کر بھیجا ہے' کیونکہ جب تک میں دنیا میں رہوں گا میں حجت اور دلیل کے اعتبار سے دوسروں پر غالب رہوں گا اور جب وقت معین آئے گا تو اللہ مجھے آسمانوں پر اٹھالے گا' اور اس کا معنی ہے میں لوگوں کے حق میں مبارک ہوں' کیونکہ میری دعا کے سبب سے مردے زندہ ہوں گے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی تندرست ہو جائیں گے۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مردوں کو زندہ کر رہے تھے اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر رہے تھے تو ایک عورت نے آپ کو دیکھ کر کہا اس عورت کے لیے خوشی ہو جس نے آپ کو پیٹ میں رکھا اور آپ کو دودھ پلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا اس شخص کے لیے خوشی ہو جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا اس پر عمل کیا اور اس نے تکبر اور شقاوت سے کام نہیں لیا' اور یہ جو فرمایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ میرے اس حال میں اور میری اس صفت میں کوئی تغیر نہیں ہوگا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔

حضرت عیسیٰ پر زکوٰۃ کی فرضیت کی تحقیق

نیز فرمایا اور میں جب تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔

امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا کیسے حکم دیا گیا جب کہ اس وقت آپ دودھ پیتے بچے تھے اور بچوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ بچے سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے' سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۰۲' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۹' ج ۴ ص ۳۸۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۵۶' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۶۸' مشکوۃ رقم الحدیث: ۳۲۸۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۳۲۲)

اس سوال کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ وہ اسی وقت نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں بلکہ یہ وصیت کی تھی کہ بالغ ہونے کے بعد جب نماز اور زکوٰۃ کا وقت آ جائے تو دائماً پابندی کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جیسے ہی حضرت عیسیٰ اپنی ماں کی گود سے الگ ہوئے ہوں تو اسی وقت وہ بالغ ہو گئے ہوں' ان کی عقل کامل ہو گئی ہو اور ان کی خلقت اور جسامت جوانوں کی طرح مکمل ہو گئی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ — بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے۔

(آل عمران: ۵۹)

پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو دفعتاً تام الخلقت اور کامل پیدا کیا' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماں کی گود سے الگ ہوتے ہی تام الخلقت اور کامل بنا دیا اور یہ دوسرا قول مادمت حیا کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی حیات کے تمام زمانوں میں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے مکلف ہوں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت عیسیٰ کا کلام کرنا ان کے لیے باعث تعجب نہ ہوتا کیونکہ جو شخص بالغ ہو اور اس کی جسمانی ساخت کامل ہو اس کا کلام کرنا کب باعث حیرت ہوگا' مگر اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان کے کلام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی جسمانی حیثیت کو تمام و کمال تک پہنچایا ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۳۶-۵۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب میں مکلف ہو جاؤں گا اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر قادر ہو جاؤں گا تو تمام زندگی نماز پڑھتا رہوں گا اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا' یہی صحیح قول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ میں دو قول ہیں ابن سائب نے کہا اس سے مراد مال کی زکوٰۃ ہے اور زجاج نے کہا اس سے مراد بدن کی زکوٰۃ ہے یعنی پاکیزگی۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۲۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا تاکیداً حکم دیا ہے' اور بظاہر نماز سے مراد بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ سے مراد مالی عبادت ہے' جیسا کہ ان کا معروف معنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے اور زکوٰۃ سے مراد نفس کو رذائل سے پاک کرنا ہے' اور یہ معنی اس لیے متعین ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے منزہ رکھا ہے' ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے لیے ہوتا ہے اسی لیے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا' اور یا اس لیے کہ زکوٰۃ مال کی تطہیر کے لیے ہوتی ہے اور ان کا کسب پہلے ہی طاہر ہوتا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ آپ اپنی امت پر زکوٰۃ کو واجب کریں' لیکن یہ معنی ظاہر کے خلاف ہے' اور اگر

marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ کو ظاہر اور معروف معنی پر محمول کیا جائے تو اس آیت کا یہ معنی ہوگا کہ اگر میں بقدر نصاب مال کا مالک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے جب تک میں زندہ ہوں اس سے ظاہر اور متبادر یہ ہے کہ جب تک آپ اس متعارف دنیا میں زندہ ہیں اور یہ مدت اس زمانہ کو شامل نہیں ہے جب آپ آسمان میں ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۶ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت عیسیٰ کا اپنی والدہ کی برأت بیان کرنا

حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور مجھے متکبر اور بد بخت نہیں بنایا۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی والدہ زنا کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ زانیہ ہوتیں تو رسول معصوم کو ان کی تعظیم کا حکم نہ دیا جاتا۔ بار کا معنی ہے نیکی کرنے والا اور بر کا معنیٰ ہے نیک' اس آیت میں حضرت عیسیٰ کو بار نہیں بلکہ بر فرمایا ہے یعنی وہ صرف نیکی کرنے والے نہیں ہیں بلکہ مجسم نیکی ہیں۔ نیز فرمایا وہ متکبر نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ متکبر ہوتے تو اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والے نہ ہوتے اور اگر وہ متکبر ہوتے تو معصیت کرنے والے اور بد بخت ہوتے۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا جب میں چھوٹا تھا اس وقت بھی میرے دل میں نرمی تھی' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہوگا وہ متکبر اور بد بخت ہوگا پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا۔

ابن زید وغیرہ نے کہا ہے کہ جب ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام سن لیا تو انہوں نے مان لیا کہ حضرت مریم پاک دامن ہیں اور اس تہمت سے بری ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بچپن میں یہ کلمات کہے تھے پھر وہ عام بچوں کی حالت کی طرف لوٹ گئے حتیٰ کہ جس طرح عام انسانوں کے بچے بتدریج نشوونما پاتے ہیں اسی طرح وہ بھی نشوونما پاتے رہے۔ ان کا بچپن میں کلام کرنا اپنی ماں کی برأت کے لیے تھا یہ بات نہیں تھی کہ وہ اس حالت میں عقل و شعور رکھتے تھے' اور ان کا ماں کی گود میں کلام کرنا ایسے تھا جیسے قیامت کے دن انسان کے اعضاء کلام کریں گے' اور یہ منقول نہیں ہے کہ وہ مسلسل کلام کرتے رہے اور نہ یہ منقول ہے کہ وہ ایک دن کی عمر میں یا ایک ماہ کی عمر میں نماز پڑھتے تھے' اور اگر وہ مسلسل باتیں کرتے رہتے اور تسبیح پڑھتے رہتے اور وعظ کرتے رہتے اور ولادت کے وقت سے لے کر نماز پڑھتے رہتے تو اس کی مثل چھپی نہ رہتی' اور اس سے یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ وہ ماں کی گود سے الگ ہوتے ہی جوان ہو گئے تھے اور نمازیں پڑھنے لگے تھے۔

یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز پڑھنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا گزشتہ امتوں پر بھی واجب تھا اور یہ احکام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی ثابت تھے اور کسی نبی کی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت زیادہ تواضع کرنے والے تھے وہ درختوں کے پتے کھاتے تھے اور اون کا لباس پہنتے تھے۔ زمین پر بیٹھ جاتے تھے اور جہاں رات آ جاتی تھی وہیں رہ جاتے تھے اور آپ علیہ السلام کا کوئی مسکن نہیں تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا کیا گیا اور جس دن میری وفات ہوگی۔ اور جس دن میں (دوبارہ) زندہ اٹھایا جاؤں گا ○

marfat.com
Marfat.com

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾

یہ عیسیٰ بن مریم ہیں ، یہی حق بات ہے جس میں یہ شک کرتے ہیں ○

مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهُ ۚ إِذَا قَضٰى أَمْرًا

اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے، وہ جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے

فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

تو اس سے صرف یہی فرماتا ہے کہ "ہوجا" سو وہ ہوجاتا ہے ○ اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے،

فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ

سو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے ○ پھر نصاریٰ کی جماعتیں آپس میں مختلف ہو

بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ

گئیں پس کافروں کے لیے عذاب ہو اس عظیم دن میں پیش ہونے پر ○ جس دن وہ

بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾

ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو کیسے سنتے ہوں گے اور کیسے دیکھتے ہوں گے! لیکن ظالم آج کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں ○

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ

اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیے، جب فیصلہ ہوچکا ہوگا اور وہ غفلت میں ہیں اور

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا

ایمان نہیں لارہے ○ بے شک ہم ہی زمین ، اور ان کے وارث ہیں جو اس پر ہیں اور وہ سب ہماری ہی

يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ ع ٢ ٢٥ ٥

طرف لوٹائے جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (عیسیٰ نے کہا) اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا کیا گیا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن میں (دوبارہ) زندہ اٹھایا جاؤں گا○ (مریم: ٣٣)

marfat.com

Marfat.com

اس شبہ کا جواب کہ یہود اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بچپن میں کلام کرنے کو کیوں نقل نہیں کیا؟

اس سے پہلے حضرت یحییٰ پر سلام کا ذکر تھا وہ بغیر الف لام کے تھا و سلام علیہ اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ پر سلام کا ذکر ہے اور یہ الف لام کے ساتھ ہے اور یہ لام عہد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو سلام حضرت یحییٰ پر کیا گیا تھا وہی سلام حضرت عیسیٰ پر ہو۔

سلام کا معنی ہے نعمتیں سلامت رہیں اور آفات اور بلیات سے امان حاصل ہو گویا حضرت عیسیٰ نے یہ دعا کی کہ جو سلامتی اور امان حضرت یحییٰ پر نازل کی گئی تھیں وہی سلامتی اور امان ان پر نازل کی جائے۔ یوم ولادت' یوم وفات اور یوم بعث ان تین دنوں میں انسان اللہ تعالیٰ کی سلامتی کا بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ان تین دنوں میں سلامتی کے حصول کی دعا کی۔

یہود اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں کلام کرنے کے منکر ہیں' وہ کہتے ہیں کہ یہ بہت عجیب و غریب واقعہ تھا اگر ایسا ہوتا تو نصاریٰ کو اس کا علم ہوتا کیونکہ وہ سب سے زیادہ ان کے حالات سے بحث کرنے والے ہیں اور ان کے فضائل اور کمالات کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ ان سے محبت کرنے والے ہیں' اور جب انہوں نے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ثابت نہیں ہے' اسی طرح یہود اس وقت سے حضرت عیسیٰ سے عداوت رکھتے ہیں جس وقت سے حضرت عیسیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کلام کیا ہوتا تو اس وقت وہ ان کے قتل کرنے کے درپے ہو جاتے اور جب دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کلام نہیں کیا۔ اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں کلام نہ کیا ہوتا تو ان کی ماں کی زنا سے برأت ثابت نہ ہوتی اور پھر یہود ضرور ان کو رجم کر دیتے اور جب یہود نے ان کو سنگسار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس تہمت سے ان کی برأت ثابت ہو گئی تھی اور اس تہمت سے ان کی برأت کا یہی طریقہ ہے' اور رہا یہ کہ نصاریٰ نے باوجود حضرت عیسیٰ سے شدید محبت کے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نصاریٰ کا تو اس وقت وجود ہی نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بڑے ہونے اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کے بعد ان کے متبعین اور نصاریٰ وجود میں آئے تھے' اور یہود نے ان کو اس وقت اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ ماں کی گود میں بچے کے کلام کرنے سے بہت مبہوت اور خوف زدہ تھے اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس وقت حضرت زکریا کے سایہء عاطفت میں تھے اس لیے اس وقت وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں' یہی حق بات ہے جس میں یہ شک کرتے ہیں ○ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے' وہ جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' سو وہ ہو جاتا ہے ○

(مریم: ٣٥-٣٤)

حضرت عیسیٰ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ میں اختلاف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی حق بات ہے اس کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ کا مریم کا بیٹا ہونا ہی حق بات ہے' یعنی وہ ابن اللہ نہیں ہیں' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس کی یہ صفات بیان کی ہیں یہی عیسیٰ بن مریم ہیں اور یہ بات برحق ہے۔

اس کے بعد فرمایا جس میں یہ شک کرتے ہیں' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا تو اس وقت ان کے اکابر میں سے چار شخص موجود تھے' جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کون تھے تو ان چار میں سے ایک نے کہا وہ خود اللہ تھے زمین پر اتر آئے تھے۔ انہوں نے جس کو زندہ رکھا اس کو زندہ رکھا اور جس کو مار دیا اس کو مار دیا' پھر وہ آسمان پر چڑھ گئے۔

marfat.com
Marfat.com

اس عقیدہ کے پیروکاروں کا نام یعقوبیہ ہے' باقی تینوں نے اس کو جھوٹا کہا' پھر ان باقی ماندہ میں سے ایک نے کہا وہ ابن اللہ تھے اور اس عقیدہ کے پیروکار نسطوریہ ہیں' اور باقی دو نے اس کو جھوٹا کہا' پھر باقی دو میں سے ایک نے کہا وہ تین میں کا تیسرا ہے' اللہ معبود ہے' اور وہ یعنی عیسیٰ معبود ہے اور اس کی ماں معبود ہے اور اس کے پیروکاروں کا نام اسرائیلیہ ہے یہ نصاریٰ کے بادشاہ ہیں' پھر چوتھے نے اس کی تکذیب کی اور کہا بلکہ وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول' اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور یہی مسلمان ہیں' ان میں سے ہر ایک مختلف عقائد کے پیروکار تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونے پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اور اولاد سے اپنی برأت پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے' وہ پاک ہے' اللہ کے ولد سے پاک ہونے پر علماء نے جو دلائل قائم فرمائے ہیں ان میں سے بعض دلائل یہ ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بیٹا ازلی اور قدیم ہو گا یا حادث اور ممکن ہو گا' اگر وہ ازلی اور قدیم ہو تو یہ دو وجہ سے باطل ہے ایک وجہ یہ ہے کہ بیٹا باپ سے موخر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ازلی اور قدیم کیسے ہو سکتا ہے۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ بھی قدیم ہو اور اس کا بیٹا بھی قدیم ہو تو اس سے تعدد قدماء اور تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ باطل ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو اور وہ حادث اور ممکن ہو تو یہ بھی دو وجہ سے باطل ہے ایک اس وجہ سے کہ جب وہ حادث اور ممکن ہو گا تو پھر خدا نہیں ہو گا اور فرض یہ کیا ہے کہ وہ خدا ہے' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے تو اس کا جو بیٹا فرض کیا گیا ہے وہ بھی واجب اور قدیم ہونا چاہیے اور جب بیٹے کو حادث اور ممکن فرض کیا تو پھر وہ باپ کی جنس سے نہ رہا۔

(۲) دوسری دلیل لوگوں کے عام عرف اور عادت کے اعتبار سے ہے کہ جس کا بیٹا ہوتا ہے اس کی بیوی ہوتی ہے اور پھر کم و بیش نو ماہ بعد بیوی کے بطن سے بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کا بیٹا وجود میں آتا جب کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے وجود میں آنے میں کوئی دیر نہیں لگتی وہ اس چیز کے متعلق فرماتا ہے "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔

(۳) کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی اللہ کا مملوک ہوتا حالانکہ بیٹا باپ کا مملوک اور غلام نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت عیسیٰ نے کہا) اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے ○ پھر نصاریٰ کی جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں' پس کافروں کے لیے عذاب ہو اس عظیم دن میں پیش ہونے پر ○ جس دن وہ ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو کیسے سنتے ہوں گے اور کیسے دیکھتے ہوں گے! لیکن ظالم آج کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں ○ اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیے' جب فیصلہ ہو چکا ہو گا' اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ○ بے شک ہم ہی زمین اور ان کے وارث ہیں جو اس پر ہیں اور وہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے ○

(مریم: ۴۰۔ ۳۶)

اللہ ہمارا رب ہے' اس کے تقاضے

مریم: ۳۶ میں مذکور ہے اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے' اس پر یہ اشکال ہے کہ اس کلام کا قائل کون ہے' ظاہر ہے یوں تو نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام حضرت عیسیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کے اس کلام کے ساتھ متصل ہے بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے (الی قولہ) اور مجھے متکبر اور بدبخت نہیں بنایا' اس کے بعد فرمایا اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ عبارت مقدر ہے اے محمد! جب آپ نے دلائل سے واضح کر دیا کہ عیسیٰ اللہ کے بندہ ہیں تو آپ کہیے اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس جہان کا مدبر اور اس کا نظام بنانے والا اور چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور نجومیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ کواکب اس جہان کے مدبر ہیں اور جب فلاں ستارہ فلاں برج میں ہوتا ہے تو اس کی یہ تاثیر ہوتی ہے اور جس کے نام کے عدد جس ستارے کے موافق ہوں اس پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو' یہاں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر کیا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی علت اس کا رب ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اس نے ہم پر ہر قسم کی نعمتیں انعام فرمائی ہیں اس نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے زندہ رہنے اور ہماری بقا کے اسباب پیدا کیے وہی ہماری پکار کو سنتا ہے اور ہمارا حاجت روا ہے' سو وہی ہماری عبادت کا مستحق ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے آزر کو بتوں کی عبادت سے منع کیا تھا کہ جنہوں نے تم کو پیدا کیا نہ تم کو کوئی نعمت دی نہ تم سے کوئی مصیبت دور کی تم ان کی کیوں عبادت کرتے ہو!

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا (مریم: ۴۲) آپ اس کی کیوں عبادت کر رہے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ آپ کو کسی چیز سے مستغنی کر سکتا ہے!

پس اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ عبادت کا وہی مستحق ہے جس نے پیدا کیا ہو اور تمام نعمتیں دی ہوں اور جو ایسا نہ ہو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا یہی صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور اس کے لیے اولاد اور بیوی کو نہ ماننا یہی سیدھا راستہ ہے۔

روز قیامت کے مشاہدہ کا عظیم ہونا

آیت: ۳۷ میں فرمایا: پھر نصاریٰ کی جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد نصاریٰ کے فرقے ہیں یعنی یعقوبیہ' نسطوریہ' اسرائیلیہ اور مسلمون۔ (۲) اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے تھے۔ (۳) اس سے مراد کفار ہیں جن میں یہود اور نصاریٰ بھی داخل ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کفار تھے وہ بھی داخل ہیں۔ اس کے بعد فرمایا پس کافروں کے لیے عذاب ہو اس عظیم دن کے مشہد سے۔ مشہد کے معنی ہیں حاضر ہونے کی جگہ یا جس سے شہادت متعلق ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشہد سے مراد ہو خود ان کا حساب کے لیے پیش ہونا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے اس سے مراد ہو روز قیامت کی جزاء یا میدان قیامت مراد ہو یا شہادت کا وقت مراد ہو' اور شہادت سے انبیاء اور ملائکہ کی شہادت مراد ہے یا خود ان کی زبانوں' ان کے ہاتھوں اور ان کے پیروں کی ان کی بداعمالیوں اور کفر پر شہادت مراد ہے' یا انہوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے متعلق جو شہادت دی تھی وہ مراد ہے۔ اس شہادت کو یا اس شہادت کے دن کو عظیم فرمایا ہے کیونکہ اس دن جو حساب و کتاب کا مشاہدہ کیا جائے گا اس سے بڑھ کر کوئی عظیم چیز نہیں ہے' اور اس دن جو مومنوں کو ثواب ہو گا اس سے بڑھ کر نفع دینے والی کوئی چیز نہیں ہے اور اس دن جو کفار کو عذاب ہو گا اس سے بڑھ کر کوئی

marfat.com

Marfat.com

نقصان وہ چیز نہیں ہے۔

فعل تعجب کے صیغہ کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے اظہار تعجب کی توجیہات

آیت: ۳۸ میں فرمایا اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا' یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے ہیں یعنی جب کفار قیامت کے دن ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو کس قدر زیادہ سنتے ہوں گے اور کس قدر زیادہ دیکھتے ہوں گے' کلبی نے کہا جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو۔ (المائدہ: ۱۱٦) تو قیامت کے دن ان سے زیادہ کوئی سننے والا نہیں ہوگا اور نہ کوئی ان سے زیادہ دیکھنے والا ہوگا

اسمع بھم وابصر یہ دونوں صیغے اظہار تعجب کے لیے بولے جاتے ہیں یعنی وہ کس قدر زیادہ سنتے ہیں اور کس قدر زیادہ دیکھتے ہیں' تعجب کا معنی ہے کسی چیز کو بہت عظیم سمجھنا' جب کہ اس کے عظیم ہونے کا سبب معلوم نہ ہو یا اس کا سبب مخفی ہو' اور کبھی اخفاء سبب کے بغیر بھی اظہار تعجب کیا جاتا ہے اور کسی عجیب و غریب چیز کے ادراک پر بھی حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تعجب تو وہ شخص کرتا ہے جس کو کسی چیز کے عظیم یا غریب ہونے کا سبب معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو تو ہر چیز کا علم ہے اور اس کے تعجب کرنے کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اظہار تعجب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فعل صادر کیا ہے کہ اگر مخلوق میں سے کسی سے وہ فعل صادر ہوتا تو ان کے دلوں میں تعجب ہوتا' اور اسی تاویل سے اللہ تعالیٰ کی طرف مکر اور استہزاء کی نسبت ہے۔ اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار دنیا میں ہمارا کلام سننے سے بہرے اور ہماری نشانیوں کو دیکھنے سے اندھے تھے اس کے باوجود جب وہ قیامت کے دن حساب کا عمل سننے اور دیکھنے کے لیے ہمارے پاس آئیں گے تو ان کا سننا اور دیکھنا اس لائق ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر تعجب ہوگا' اور اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس میں وعید اور تہدید ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ عنقریب وہ اپنے متعلق ایسا فیصلہ سنیں گے جس سے ان کے دل دہل جائیں گے اور عنقریب یہ ایسا عذاب دیکھیں گے جس سے ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے' اور اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اسمع بھم و ابصر فعل تعجب کے صیغے نہیں ہیں بلکہ یہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امر اور حکم ہے کہ آپ ان کو اس عذاب کی وعید سنائیں اور دکھائیں جو قیامت کے دن ان کو دیا جائے گا تاکہ یہ ڈریں اور باز آئیں' اور اس کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کا اخروی انجام سنائیں تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

ائمہ نحو نے یہ کہا ہے کہ فعل تعجب کا صیغہ صورۃً امر ہے اور حقیقتاً خبر ہے' اور اکرم بزید کا معنی یہ ہے کہ زید نے اس قدر زیادہ کرم کیا ہے کہ وہ مجسم کرم ہو گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا لیکن ظالم آج کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں اس کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ ظالم آج کے دن یعنی دنیا میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں اور قیامت کے دن ان کو حقیقت کا پتا چل جائے گا' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ظالم جنت کے راستہ سے قیامت کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گے یعنی ان کو جنت کا راستہ نہیں ملے گا اس کے برخلاف مومنین جنت کے راستہ پر جا رہے ہوں گے۔

روز قیامت کا یوم حسرت ہونا

آیت: ۳۹ میں فرمایا اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیے جب فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے کافروں کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی

marfat.com

Marfat.com

عبادت کو ترک کرنے سے ڈریں اور یوم حسرت سے مراد قیامت کا دن ہے' کیونکہ کفار کو قیامت کے دن یہ علم ہوگا کہ ان کے لیے جنتیں بنائی گئی تھیں لیکن ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے وہ جنتیں مومنوں کو دے دی گئیں اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا پھر انہیں جنت کو دیکھ کر حسرت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سب اہل دوزخ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو کہیں گے کاش اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ان کو حسرت ہوگی' اور جب سب اہل جنت دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھیں گے تو کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا...... تو دیکھنا ان کے لیے باعث شکر ہوگا' اور ایک روایت میں ہے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا مگر جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا اگر وہ نیک کام کرتا تا کہ اس کو حسرت ہو' اور کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا اگر وہ برے کام کرتا تا کہ اس کا شکر زیادہ ہو۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٥٤١' ٥١٢' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٨٦٦١' ١٨٦٦٠ حافظ الہیثمی نے کہا پہلی روایت کے تمام رجال صحیح ہیں)

اس دن کا مصداق جب فیصلہ ہو چکا ہوگا

نیز اس آیت میں ہے: جب فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ اس کا ایک محمل یہ ہے کہ دنیا میں پوری تبلیغ ہو چکی ہوگی اور ثواب اور عذاب کے تمام دلائل بیان کیے جا چکے ہوں گے اور وہ غفلت میں پڑے رہے اور ایمان نہیں لائے۔

اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب دنیا کو فنا کرنے اور مکلف کرنے کے سلسلہ کو ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔

اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ ''جب فیصلہ ہو چکا ہوگا'' تو آپ نے فرمایا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو سرمئی مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا پھر ایک منادی یہ ندا کرے گا اے اہل جنت! تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ کہے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے۔ پھر وہ ندا کرے گا اے اہل دوزخ! تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے وہ کہے گا کیا تم اس کو پہچانتے ہو! وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے' پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا پھر وہ منادی کہے گا: اے اہل جنت! اب دوام ہے پس موت نہیں ہے' اور کہے گا اے اہل دوزخ! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: **وانذرهم يوم الحسرة اذ قضى الامر و هم فى غفلة** (مریم: ٣٩)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٧٣٠' صحیح مسلم رقم الحدیث ٢٨٤٩' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١٥٦' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٣١٦)

اللہ تعالیٰ پر وارث کے اطلاق کی توجیہ

آیت: ٤٠ میں فرمایا بے شک ہم ہی زمین اور ان کے وارث ہیں جو اس پر ہیں اور وہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اس دن کوئی مالک ہوگا نہ کوئی حاکم ہوگا' کسی کا کوئی ملک ہوگا نہ کوئی چیز کسی کی ملکیت ہوگی' اور ہر چیز ظاہر اور باطن کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہوگی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم ہی وارث ہیں' وارث اس کو کہتے ہیں جو مرنے والے کے ترکہ کا پہلے مالک نہیں ہوتا اس کے مرنے کے بعد مالک ہوتا ہے' اور مورث کی ملکیت وارث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے' اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ہمیشہ سے مالک ہے تو اس پر وارث کا اطلاق کیسے جائز ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مالک ہے لیکن ظاہر میں دنیا اور زمین کی بہت سی چیزوں کے لوگ مالک ہیں اگرچہ ان کی یہ ملکیت عارضی اور فانی ہے اور بعد والوں

marfat.com
Marfat.com

کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے' لیکن ظاہری اور مجازی طور پر ان کو زمین اور اس کی چیزوں کا مالک کہا جاتا ہے' لیکن قیامت آنے سے ان کی یہ ظاہری اور مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جائے گی سو اللہ تعالیٰ پر وارث کا اطلاق ظاہری ملکیت کے اعتبار سے ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ

اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے، بے شک وہ بہت سچے نبی تھے ○ جب انہوں نے

لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ

اپنے (عرفی) باپ سے کہا: اے میرے ابا! آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے' اور نہ آپ

شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ

کے کسی کام آسکتا ہے ○ اے میرے ابا! بے شک میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا آپ میری پیروی کیجئے

اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا ○ اے میرے ابا! آپ شیطان کی پیروی نہ کریں، بے شک شیطان

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ

رحمٰن کا نافرمان ہے ○ اے میرے ابا! مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے

مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ

عذاب پہنچے گا پس آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گے ○ اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے خداؤں

عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

سے اعراض کرنے والا ہے، اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو ہمیشہ کے لیے

مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ

مجھے چھوڑ دے ○ ابراہیم نے کہا تجھے سلام ہو میں عنقریب اپنے رب سے تیرے لیے استغفار کروں گا' بے شک وہ مجھ پر

حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ

بہت مہربان ہے ○ میں تم سب کو (بھی) چھوڑتا ہوں اور ان کو (بھی) جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا

marfat.com

Marfat.com

عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

ہوں' اور امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرکے محروم نہیں ہوں گا ○ پھر جب ابراہیم ان سب سے الگ ہو گئے اور ان سے (بھی) جن کی وہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیے اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا ○

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت عطا کی اور ہم نے (دنیا میں) ان کا ذکر جمیل بلند کیا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے' بے شک وہ بہت سچے نبی تھے ○ (مریم: ۴۱)

حضرت ابراہیم کا قصہ شروع کرنے کی وجوہ

اس سورت سے مقصود ہے توحید' رسالت' قیامت اور حشر کو بیان کرنا' اور منکرین توحید وہ تھے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو مانتے تھے۔ پھر ان کے دو گروہ تھے' ایک گروہ زندہ انسان کو معبود مانتا تھا اور دوسرا گروہ پتھروں کے تراشیدہ بتوں کو خدا مانتا تھا' ہر چند کہ یہ دونوں گروہ گم راہ تھے لیکن دوسرا فریق زیادہ گم راہ تھا' پہلے اللہ تعالیٰ نے کم گم راہ فریق کا رد کیا اور اب اس کے بعد زیادہ گم راہ فریق کا رد شروع فرمایا۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا' حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا قصہ بیان فرمایا تھا اور اب حضرت ابراہیم کا قصہ شروع فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سب کو معلوم تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کی قوم اور آپ کے صحابہ کتابوں کے مطالعہ' مدرسہ اور پڑھنے لکھنے سے شغف نہیں رکھتے تھے' پھر جب آپ نے حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کے واقعات ٹھیک ٹھیک بیان کر دیئے تو لامحالہ آپ نے غیب کی خبریں بیان کیں اور آپ کا غیب پر مطلع ہونا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اور خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا باپ کہتے تھے اور ان کے دین اور ان کی ملت کو برحق مانتے تھے قرآن مجید میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (الحج: ۷۸) — اپنے باپ ابراہیم کی ملت کو قائم رکھو

نیز عرب کہتے تھے:

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ — بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (الزخرف: ۲۲) — اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر چل کر ہدایت یافتہ ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم حضرت ابراہیم کو اپنا باپ مانتے ہو اور تم اپنے باپ دادا کے دین کو برحق مانتے ہو تو تمہارے سامنے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے باپ ابراہیم کی ملت اور ان کا دین پیش کر رہے ہیں سو اس کو مانو اور قبول کرو۔

(۲) عرب کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا بت پرستی کرتے آئے تھے ہم ان کے طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتے' اس کا رد فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے عرفی باپ دادا بھی بت پرستی کرتے تھے لیکن انہوں نے اپنے عرفی باپ دادا کے طریقہ کو نہیں اپنایا بلکہ توحید کو مانا سو تم بھی حضرت ابراہیم کے نقش قدم پر چلو' اور اگر باپ دادا کی اتباع کرنی ہے تو جو سب سے معظم اور مکرم

marfat.com

Marfat.com

باپ ہیں اور سب کے نزدیک مسلم ہیں ان کی اتباع کرو۔

(۳) اکثر کفار اپنے باپ دادا کی تقلید کا دعویٰ کرتے تھے ان کو بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تقلید نہیں تھا بلکہ دلائل میں غور و فکر کر کے توحید کو اپنانا تھا سو تم بھی دلائل میں غور و فکر کر کے توحید کو اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا: اے میرے ابا! آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کسی کام آ سکتا ہے○ (مریم: ۴۲)

بتوں کی عبادت کے بطلان کی وجوہ

اس آیت میں بتوں کی عبادت کے باطل ہونے کو بیان فرمایا ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) عبادت سب سے زیادہ تعظیم کرنے کو کہتے ہیں اور سب سے زیادہ تعظیم کا وہی مستحق ہو گا جس نے سب سے زیادہ انعام کیے ہوں اور سب سے زیادہ انعام صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں تو وہی عبادت کا مستحق ہے اور بتوں کا انسانوں پر کوئی انعام نہیں ہے تو بت کسی تعظیم کے مستحق نہیں ہیں۔

(۲) جب بت سنتے اور دیکھتے نہیں ہیں تو وہ عبادت گزار کو غیر عبادت گزار سے متمیز نہیں کر سکتے سو ان کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۳) عبادت کا مغز دعا کرنا ہے اور جب بت دعا کو سن ہی نہیں سکتے تو ان کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور جب وہ دیکھ نہیں سکتے تو ان کا تقرب حاصل کرنے میں کوئی منفعت نہیں ہے۔

(۴) سننے والا' دیکھنے والا' نفع اور نقصان پہنچانے والا اس سے افضل ہے جو ان کاموں پر قادر نہ ہو' انسان میں سننے' دیکھنے' نفع اور نقصان پہنچانے کی صفات ہیں اور بتوں میں یہ صفات نہیں ہیں لہٰذا انسان بتوں سے افضل اور اعلیٰ ہے' پھر افضل اور اعلیٰ کا گھٹیا اور ادنیٰ کی عبادت کرنا کیسے صحیح ہو گا؟

(۵) جب بت خود اپنے آپ کو ٹوٹ پھوٹ اور نقصان سے نہیں بچا سکتے تو اپنی عبادت کرنے والوں کو نقصان اور ضرر سے کیسے بچا سکیں گے!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منشا یہ تھا کہ اس کی عبادت کرنی چاہیے جو دعاؤں کو سنتا ہو اور دعا کرنے والے کو دیکھتا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰی (طٰہٰ: ۴۶)

فرمایا تم دونوں (موسیٰ اور ہارون) مت ڈرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

اور اس کی عبادت کرنی چاہیے جو کسی کام آ سکے' کوئی حاجت پوری کر سکے' کوئی ضرر دور کر سکے اور کوئی نفع پہنچا سکے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (النمل: ۶۲)

جب بے بس پکارتا ہے تو اس کی پکار کو کون سنتا ہے اور اس سے مصیبت کو کون دور کرتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا حاکم بناتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم نے کہا) اے میرے ابا! بے شک میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا (مریم: ۴۳)

marfat.com
Marfat.com

نبی کی اتباع کو تقلید نہ کہنے کی وجہ

اس آیت سے مقلدین نے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کو خود غور وفکر کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان کی اتباع اور پیروی کریں' اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں غور وفکر کرنے کی صلاحیت نہ ہو اور جس کے پاس علم کے ذرائع نہ ہوں اس پر علم والے کی تقلید کرنا لازم ہے' لیکن انبیاء علیہم السلام کی اتباع کو تقلید نہیں کہتے کیونکہ تقلید تشکیک مشکک سے زائل ہو جاتی ہے اور تقلید میں اس پر جزم ہوتا ہے کہ جس امام کی وہ تقلید کر رہا ہے اس کے متعلق یہی غالب ظن ہے کہ وہ برحق ہے' لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے غلط ہو اور دوسرے امام کی رائے صحیح ہو' لیکن جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اس کے متعلق سو فیصد جزم ہوتا ہے کہ نبی کا حکم برحق اور صحیح ہے اس میں غلط ہونے کا امکان یا احتمال نہیں ہے اس لیے نبی کی اتباع کو تقلید نہیں کہتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم نے کہا) اے میرے ابا! آپ شیطان کی پیروی نہ کریں بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے ○ (مریم: ۴۴)

آزر کو شیطان سے متنفر کرنے کی وجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان سے متنفر کرنے کے لیے آزر سے یہ کہا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے' کیونکہ کسی شخص سے متنفر ہونے کی یہی سب سے بڑی وجہ ہے' اور جب شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا تو کسی چیز میں بھی اس کی اطاعت جائز نہیں ہے اور آزر کے جو عقائد تھے وہ شیطان کی اطاعت سے ہی مستفاد تھے اس لیے حضرت ابراہیم نے آزر کو شیطان سے متنفر کرنا چاہا' اس کے بعد کہا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ابراہیم نے کہا) اے میرے ابا! مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے عذاب پہنچے گا پس آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گے ○ (مریم: ۴۵)

شیطان کی ولایت کا معنی

فرا نے کہا "مجھے خطرہ ہے" کا معنی ہے مجھے علم ہے کہ آپ کو عذاب پہنچے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ آزر کفر پر مرے گا' اور اکثر مفسرین نے یہ کہا کہ یہاں خوف اپنے معنی میں ہے۔ یعنی یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آزر ایمان لے آتا اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات مل جاتی اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ایمان نہ لاتا اور دوزخ میں چلا جاتا' اور ظاہر قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ یقین ہوتا کہ آزر نے کفر پر ہی مرنا ہے تو ان کی تبلیغ میں اس قدر زور نہ ہوتا کیونکہ اگر انسان کو پہلے ہی یہ علم ہو کہ اس کی کوشش رائیگاں جائے گی تو پھر اس کی کوشش میں اس قدر جذبہ نہیں ہوتا' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: پس آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کسی شخص کا کسی کا ولی ہونا اس کے "مع" ہونے کا سبب ہوتا ہے اور جب آزر بھی عذاب کا مستحق ہوگا تو وہ دوزخ میں شیطان کے "مع" ہوگا اس لیے فرمایا وہ شیطان کا ولی ہوگا۔

(۲) اس آیت میں عذاب سے مراد رسوا ہونا ہے اور جو آدمی شیطان کو اپنا ولی بناتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور رسوا ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (النساء: ۱۱۹)

اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو ولی بنائے گا تو وہ کھلا ہوا نقصان اٹھائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرنے والا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھے چھوڑ دے ○ (مریم: ٤٦)

لارجمنک اور واھجرنی کے معنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے عرفی باپ کو توحید کی دعوت دی اور بتوں کی عبادت کے فساد اور بطلان پر دلائل قائم کیے اور اس کے ساتھ ساتھ نہایت نرمی اور ملائمت کے ساتھ ان کو سمجھایا' تو ان کے عرفی باپ آزر نے ان کی ہر بات کا جواب انتہائی سختی اور ناگواری کے ساتھ دیا اور ان کے دلائل کے مقابلہ میں صرف اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر اعتماد کیا۔

آزر نے حضرت ابراہیم سے کہا اگر تم باز نہ آئے تو میں تم کو رجم کردوں گا اس آیت میں رجم کے حسب ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں:

(١) اس سے رجم باللسان مراد ہے' یعنی گالیاں دینا اور مذمت کرنا۔ مجاہد نے کہا قرآن مجید میں جہاں بھی رجم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ہے گالی دینا' تاہم اس کا عموم اور اطلاق محل نظر ہے۔

(٢) اس سے مراد ہے ہاتھوں سے مارنا' یعنی میں لوگوں سے تمہاری شکایت کروں گا تو وہ تمہیں مار مار کر ادھ موا کردیں گے یا اس سے مراد ہے میں پتھر مار مار کر تمہیں سنگسار کردوں گا۔

(٣) لغت قریش میں اس کا معنی ہے میں تمہیں ہلاک کردوں گا' ابومسلم نے کہا کسی شخص کو بھگانے اور دور کرنے کے لیے بھی اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

واھجرنی ملیا کا معنی ہے تم مجھ سے بات کرنا چھوڑ دو' اور اس کا دوسرا معنی ہے تم مجھے چھوڑ دو یعنی اس شہر اور اس ملک سے نکل جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ابراہیم نے کہا تجھے سلام ہو! میں عنقریب تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے ○ (مریم: ٤٧)

سلام کی دو قسمیں سلام تحیت اور سلام متارکہ

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار کو سلام کرنا جائز نہیں ہے پھر حضرت ابراہیم نے آزر کو کیوں سلام کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعظیم اور تحیت کا سلام نہیں تھا بلکہ یہ متارکہ کا سلام تھا یعنی کسی کو چھوڑنے اور اس سے قطع تعلق کرنے کا سلام تھا' اللہ تعالیٰ نے مومنین اہل کتاب کی صفات میں فرمایا:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○ (القصص: ٥٥)

اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں' بس تمہیں سلام ہو ہم جاہلوں سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفات میں فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ (الفرقان: ٦٣)

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس تمہیں سلام ہو۔

marfat.com
Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ سلام کا حقیقی معنی تو دعا ہے یعنی اللہ تم کو سلامت رکھے' یا اللہ تم کو ہر آفت اور ہر مصیبت سے محفوظ ور مامون رکھے' یا تم جس حال میں ہو اللہ تمہیں اس میں سلامت رکھے' اس معنی کے اعتبار سے کفار اور فساق کو سلام کرنا جائز ہیں ہے کیونکہ اس میں کفر اور فسق پر سلامت رہنے کی دعا ہے اور کفار اور فساق کی تعظیم اور تحیت ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔
حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو جب وہ تم سے راستہ میں ملیں تو تم ان کو تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۰۵)

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے منہدم ہونے پر اعانت کی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۴۶۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۸۹)

ان احادیث کی بنا پر کفار اور فساق کو تعظیماً سلام کرنا جائز نہیں ہے' اور سلام کا التزامی اور مجازی معنی ہے کسی کو رخصت کرنا کیونکہ رخصت ہونے کے مقام پر سلام کیا جاتا ہے تو جب کفار اور فساق سے بحث کو ترک کرنا اور ان سے تعلق کو ترک کرنا مقصود ہو تو ان کو سلام کر دیا جاتا ہے جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیتوں میں ہے۔

کفار اور فساق کو سلام کرنے کی تحقیق

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ جب تمہیں یہود و نصاریٰ سے کوئی کام ہو تو ان کو ابتداءً سلام کرو' اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں جو ہے یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو وہ اس پر محمول ہے جب تمہیں ان سے کوئی کام یا غرض نہ ہو' لیکن جب تمہیں ان سے کوئی کام ہو یا کوئی ذمہ داری پوری کرنی ہو' یا صحبت یا سفر کا حق ادا کرنا ہو یا پڑوس کا حق ادا کرنا ہو تو پھر ان کو سلام کر لو۔ امام طبری نے کہا ہے کہ سلف سے منقول ہے کہ وہ اہل کتاب کو سلام کرتے تھے۔ ایک دہقان حضرت ابن مسعود کے راستہ میں ساتھ ہو گیا انہوں نے اس کو سلام کیا' علقمہ نے کہا اے ابوعبدالرحمان کیا ان کو ابتداءً سلام کرنا مکروہ نہیں ہے! فرمایا: ہاں! لیکن یہ صحبت کا حق ہے' اور ابو اسامہ جب اپنے گھر واپس جاتے تو راستہ میں ان کو جو بھی ملتا خواہ مسلمان ہو یا عیسائی یا چھوٹا یا بڑا وہ اس کو سلام کرتے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ سلام کو پھیلائیں' امام اوزاعی سے یہ پوچھا گیا کہ جب کوئی مسلمان کسی کافر کے پاس سے گزرے تو آیا اس کو سلام کرے؟ انہوں نے کہا اگر تم سلام کرو تو تم سے پہلے صالحین نے ان کو سلام کیا ہے اور اگر تم سلام نہ کرو تو تم سے پہلے صالحین نے ان کو سلام کرنا ترک کیا ہے' حسن بصری نے کہا جب تم ایسی مجلس کے پاس سے گزرو جس میں مسلمان اور کفار ہوں تو ان کو سلام کرو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۸۔ ۳۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان کو اگر ذمی سے کوئی کام ہے تو وہ اس کو سلام کرے ورنہ اس کو سلام کرنا مکروہ ہے' یہی قول صحیح ہے' علامہ شامی لکھتے ہیں کہ تاتار خانیہ میں مذکور ہے کہ کفار کو سلام کرنے کی ممانعت ان کی تعظیم اور توقیر کی بنا پر ہے اور جب کسی کام یا کسی غرض کی بنا پر ان کو سلام کیا جائے گا تو وہ ان کی تعظیم اور توقیر کی بنا پر نہیں ہوگا' اور تاتار خانیہ میں مذکور ہے کہ جب اہل ذمہ سلام کریں تو ان کو جواب دینا چاہیے' ہم اسی قول پر عمل کرتے ہیں۔ علامہ حصکفی نے کہا اگر ذمی کو تعظیماً سلام کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں لیکن اگر کسی غرض صحیح کی بنا پر کافر کو سلام کیا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر بغیر کسی نیت کے سلام کیا ہے تو پھر یہ فعل مکروہ ہے' محیط میں اسی طرح مذکور ہے اور علامہ بیری نے کہا ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

یہ مکروہ بھی نہیں ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج ۹ ص ۵۰۶ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

ہماری تحقیق یہ ہے کہ کسی کافر یا فاسق کو دعا کے معنی میں ابتداءً سلام کیا جائے یعنی اللہ تم کو اسلام کی ہدایت دے یا اس کی تعظیم کی نیت نہ ہو اس کی پرورش کا حق ادا کرنے کی وجہ سے یا اس کے جوار کی وجہ سے یا اس کی مصاحبت کی وجہ سے اس کو سلام کرے دیکھا گیا ہے کہ بعض لڑکے دیندار وضع اختیار کر لیتے ہیں اور ان کا باپ ڈاڑھی منڈواتا ہے تو وہ اپنے باپ کو فاسق معلن قرار دے کر اس کو سلام نہیں کرتے' یہ دین میں بہت تشدد اور افراط ہے کفار اور فساق کو ابتداءً سلام کرنے کی بہت وجوہ صحیحہ موجود ہیں' بس ان کے کفر کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنا کفر اور ممنوع ہے' ان کی پرورش کا حق ادا کرنے کی وجہ سے ان کو سلام کرنا جائز ہے۔ سو اس اعتبار سے ان کو سلام کرے یا اس دعا کی نیت سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی سلامتی میں لے آئے۔

کفار کے لیے مغفرت کی دعا

کفار کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ سے یہ کہا تھا کہ میں عنقریب تیرے لیے استغفار کروں گا یہ اس توقع کی بنا پر تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا' اور جب وہ اسلام نہیں لایا تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور پھر اس کے لیے دعا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے دعا کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا' جب ان پر منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے۔

اس آیت کی پوری تفسیر اور تحقیق التوبہ: ۱۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۷۶-۲۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ابراہیم ان سے الگ ہو گئے اور ان سے (بھی) جن کی وہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا ○ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت عطا کی اور ہم نے (دنیا میں) ان کا ذکر جمیل بلند کیا ○ (مریم: ۵۰-۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کا جاری رہنا

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو چھوڑتا ہے اس کو کوئی خسارہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر اپنے شہر اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑا تو ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دین میں نہ دنیا میں بلکہ اس ہجرت سے ان کو نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی اولاد عطا فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت پر سرفراز فرمایا اور کسی بشر اور انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کیا سعادت اور فضیلت ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقام نبوت عطا فرمائے اور مخلوق پر اس کی اطاعت کو لازم کر دے اور آخرت میں اس کو اجر عظیم عطا فرمائے یہ اس کے لیے دنیا اور آخرت کی عظیم نعمتیں ہیں۔

نیز فرمایا ہم نے دنیا میں ان کا ذکر جمیل بلند کیا' اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما لیا ہے' وہ دعا یہ ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ (الشعراء: ۸۴)

اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ

سو تمام قوموں نے حضرت ابراہیم کو اپنا مقتداء اور پیشوا مان لیا اور وہ ان کی طرف منسوب ہونے میں فخر کرتے تھے اس

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ نے ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔ حج سارا کا سارا' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت هاجره کی پیروی ہے' ہم آج تک ہر نماز میں حضرت ابراہیم پر بھیجی جانے والی صلاۃ کا ذکر کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾

اور آپ اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے جو برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے ○

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ

ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور ہم نے انہیں قریب کرکے رازدار بنایا ○ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو

رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هٰرُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ

ان کے بھائی ہارون نبی عطا فرمائے ○ اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجیے، وہ

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ

سچے وعدہ والے اور رسول نبی تھے ○ اور وہ اپنے گھر والوں کو

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي

نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے ○ اور آپ اس کتاب میں

الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا

ادریس کا ذکر کیجیے بے شک وہ بہت سچے نبی تھے ○ اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر

عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ مِنْ

اٹھالیا ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے نبیوں میں سے انعام کیا جو آدم کی اولاد

ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَ

سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) سے ہیں، جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور جو ابراہیم

إِسْرَآءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ

(اور) یعقوب کی اولاد سے ہیں اور جو ان میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا، جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت

marfat.com
Marfat.com

السجدة ۵

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں ○ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ لا

جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غی (ہلاکت) میں جا گریں گے ○

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو وہی لوگ جنت میں

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ لا جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ

داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ

عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

غیب سے وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے ○ وہ جنت میں سلام کے سوا

لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ

کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، ان کے لیے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہو گا ○ یہ ایسی

الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا

جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو متقی ہو گا ○ اور ہم (فرشتے)

نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا

صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب

بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اسی کی ملکیت ہے، اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے ○ آسمانوں کا اور زمینوں کا اور جو کچھ

وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ٤ ١٥

ان کے درمیان ہے ان سب کا وہی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو، کیا تم اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو؟ ○

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے جو برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے ○ ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور ہم نے انہیں قریب کر کے راز دار بنایا ○ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو ان کے بھائی ہارون نبی عطا فرمائے ○ (مریم: ۵۳-۵۱)

نبی اور رسول کے لغوی اور اصطلاحی معنی

آیت: ۵۱ میں مخلص کا لفظ ہے اور اس کی دو قرأتیں ہیں لام کی زبر کے ساتھ اور لام کی زیر کے ساتھ۔ اگر لام کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے برگزیدہ اور چنا ہوا اور اگر لام کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو یعنی اس میں ریا اور دکھاوا نہ ہو۔ اور جب قرآن مجید میں ایسا لفظ ہو جس کی دو قرأتیں ہوں تو دونوں کا معنی قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام برگزیدہ نبی بھی تھے اور صاحب اخلاص بھی تھے۔ نیز اس آیت میں فرمایا ہے وہ رسول نبی تھے، رسالت کا لغوی معنی ہے پیغام بھیجنا اور رسول کا معنی ہے بھیجا ہوا' اور نبأ کا لغوی معنی ہے خبر دینا اور نبی کا لغوی معنی ہے اللہ کی طرف سے خبر دینے والا۔ (مختار الصحاح) نیز لکھا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا' پیشین گوئی کرنے والا' خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا (المنجد مترجم ص ۹۸۷) اور نبی اور رسول دونوں کا اصطلاحی معنی ہے وہ انسان اور بشر جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہو' اور ان دونوں میں یہ فرق بھی کیا جاتا ہے کہ نبی وہ انسان ہے جس پر وحی نازل کی گئی ہو عام ازیں کہ اس پر کتاب بھی نازل کی گئی ہو یا نہیں اور رسول وہ انسان ہے جس پر وحی بھی نازل کی گئی ہو اور اس پر کتاب بھی نازل کی گئی ہو' اس لیے حدیث میں ہے کہ تین سو تیرہ رسول ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷) مسند احمد کی روایت میں ہے تین سو پندرہ رسول ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶)

حضرت موسیٰ کا مقرب ہونا

آیت: ۵۲ میں ہے ہم نے انہیں قریب کر کے راز دار بنایا' اس سے قرب مکانی بھی مراد ہو سکتا ہے اور قرب شرف اور قرب مرتبہ بھی' قرب مکانی پر یہ دلیل ہے کہ ابو العالیہ نے کہا کہ جب تورات لکھی جا رہی تھی تو حضرت موسیٰ اس پر قلم چلنے کی آواز سنتے تھے اور قرب شرف اور قرب مرتبہ پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے متعارف اور متبادر قرب مرتبہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے ملائکہ کو مقربین کہا جاتا ہے۔

آیت: ۵۳ میں حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون کا ذکر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو نبوت عطا کیے جانے کے متعلق دعا کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے وہ سچے وعدہ والے اور رسول نبی تھے ○ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے ○ (مریم: ۵۵-۵۴)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات

ان آیتوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کئی صفات ذکر کی گئی ہیں جن کا بیان حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام صادق الوعد تھے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں وہ نہایت صادق تھے۔

marfat.com

Marfat.com

(۲) وہ لوگوں سے جس بات کا وعدہ کرتے تھے اس کو پورا کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا وہ وہاں پر نہیں آیا تو آپ نے ایک سال تک اس کا انتظار کیا۔
(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۴۹)

عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے کوئی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے پاس رہ گیا میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آؤں گا' پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا' میں آیا تو آپ اسی جگہ میرا انتظار فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے شخص تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈالا میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۹۶)

(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ رسول نبی ہیں' رسول نبی کی تفسیر ہم کر چکے ہیں۔ حضرت اسماعیل قوم جرہم کی طرف رسول تھے۔

(۴) چوتھی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ اہل سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جن کو تبلیغ کرنا ان پر واجب تھا تو اس میں ان کی امت بھی داخل ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب نماز اور زکوٰۃ سے فرض نماز فرض زکوٰۃ کا ارادہ کیا جائے' اور ایک قول یہ ہے کہ اہل سے مراد ان کے اہل خانہ ہیں اور وہ ان کو نفلی نمازوں اور نفلی صدقات ادا کرنے کا حکم دیتے تھے' اور گھر والوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ انسان پر لازم ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے گھر والوں کی اصلاح کرے پھر اس کے بعد پورے ملک اور قوم کی اصلاح کرے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا (طٰہٰ: ۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر جمے رہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم: ۶) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

(۵) اور پانچویں صفت یہ بیان فرمائی: کہ اللہ ان سے راضی ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ کی صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی سے راضی ہوتا ہے جو تمام عبادات میں اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے' بے شک وہ بہت سچے نبی تھے O اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا O (مریم: ۵۸-۵۷)

حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام اخنوخ ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں یہ پہلے شخص ہیں جن کو حضرت آدم اور شیث علیہما السلام کے بعد نبوت ملی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے خط کھینچا' انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی حیات سے تین سو اٹھارہ سال پائے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ادریس سفید رنگ کے طویل القامت تھے اس کا سینہ چوڑا تھا اور جسم پر بال کم تھے اور سر پر بڑے بڑے بال تھے' جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اہل زمین کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی دیکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھالیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و رفعناہ مکانا علیا ○ (مریم: ۵۷) (المستدرک ج ۲ ص ۵۴۹' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ادریس' حضرت نوح سے پہلے نبی بنائے گئے تھے' المستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا' ان کا نام اخنوخ بن یرد بن مھلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہم السلام ہے۔ وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں اور مشہور یہ ہے کہ یہ ان کے باپ کے دادا ہیں کیونکہ حضرت نوح لمک بن متوشلخ بن اخنوخ کے بیٹے ہیں۔ حضرت ادریس وہ پہلے شخص ہیں جس نے ستاروں اور حساب میں غور وفکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے معجزات میں رکھا' جیسا کہ البحر المحیط میں مذکور ہے اور وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ خط کھینچا۔ کپڑے سیئے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے اور وہ درزی تھے' اور آپ سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالوں سے جسم پوشی کرتے تھے اور حضرت آدم کے بعد ان کو سب سے پہلے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیس صحیفے نازل کیے تھے اور وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ناپنے اور تولنے کے آلات اور ہتھیار بنائے اور بنو قابیل سے قتال کیا' حضرت ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ وہ حضرت الیاس ہیں اور اعتماد پہلے قول پر ہے' اور ادریس کا لفظ سریانی ہے اور یہ درس سے مشتق نہیں ہے کیونکہ غیر عربی کو عربی سے مشتق کرنے کا کسی نے قول نہیں کیا اور اگر یہ عربی سے مشتق ہوتا تو پھر غیر منصرف نہ ہوتا حالانکہ یہ غیر منصرف ہے' البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ سریانی زبان میں اس کا معنی عربی کے قریب ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کا نام ادریس اس لیے ہے کہ یہ درس تدریس بہت کرتے تھے۔ (روح المعانی جز ۱۶ ص ۱۵۴-۱۵۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمل کے خط کھینچنے کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: ایک نبی خط کھینچتے تھے پس جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو جائے سو وہ درست ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۸۲۳' دار الفکر' ۲۴۱۶۴' عالم الکتب' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۹۳۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۸' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۵۰۲)

رمل (زائچہ بنانے) کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

رمل ایک علم ہے جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔ نجوم' جوتش (فیروز اللغات ص ۷۱۸) زائچہ بنانے کو بھی رمل کہتے ہیں: زائچہ اس کاغذ کو کہتے ہیں جس کو نجومی بچے کی پیدائش کے وقت تیار کرتے ہیں' اس میں ولادت کی تاریخ' وقت' ماہ وسال وغیرہ درج ہوتا ہے اور وقت پیدائش کے مطابق اس کی ساری عمر کے نیک و بد کا حال بتلایا جاتا ہے' کنڈلی' جنم پتر' رمل کی شکلیں جو رمال قرعہ ڈال کر بناتے ہیں' لگن کنڈلی کھینچنا' جنم پتری بنانا۔ (قائد اللغات ص ۵۵۱)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ خطوط ہیں جن کو نجومی کھینچتے تھے اور اب لوگوں نے ان کو ترک کر دیا ہے' نجومی نرم زمین پر جلدی جلدی خطوط کھینچتا تاکہ ان کو گنا نہ جاسکے پھر واپس آ کر دو دو خط مٹاتا اگر دو خط باقی رہ جاتے تو یہ کامیابی کی علامت تھی اور اگر ایک خط باقی رہ جاتا تو یہ ناکامی کی علامت تھی۔ مکی نے اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ وہ نبی اپنی انگشت شہادت اور انگشت وسطی سے ریت پر خط

marfat.com

Marfat.com

کھینچتے تھے اب ان کی نبوت منقطع ہو چکی ہے اس لیے اب یہ جائز نہیں ہے حضرت ابن عباس کے ظاہر قول کا معنی بھی یہ ہے کہ ہماری شریعت میں یہ منسوخ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۶۴ مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو سلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

ابن الاعرابی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ ایک شخص نجومی کے پاس جاتا اس کے سامنے ایک لڑکا ہوتا وہ اس کو کہتا کہ ریت میں بہت سے خطوط کھینچو پھر کچھ کلمات پڑھ کر اس سے کہتا کہ ان خطوط میں سے دو دو خط مٹاؤ پھر دیکھتا اگر آخر میں دو خط بچ گئے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتی اور اگر آخر میں ایک خط بچتا تو وہ ناکامی کی علامت ہوتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جس کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہو گیا اس میں اس سے منع کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس نبی کی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور ان کے خط کھینچنے کے طریقہ کو جاننے کا اب کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۲۳۷ مع مختصر سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۳۷ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ رمل حرام ہے کیونکہ موافقت کے یقین کے بغیر یہ جائز نہیں ہے اور ہمارے پاس اس یقین کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۳ ص ۱۸۰۷ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نبی کا ذکر کیا ہے وہ حضرت ادریس یا دانیال علیہما السلام تھے۔

(المرقات ج ۳ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں جس خط کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے وہ مشہور و معروف علم ہے اور لوگوں کی اس میں بہت تصانیف ہیں اور اس علم پر اب بھی عمل کیا جاتا ہے۔ ان کی اس میں بہت سی اصطلاحات اور بہت سے نام ہیں اس علم سے وہ دل کے حالات وغیرہ معلوم کر لیتے ہیں اور بعض اوقات وہ صحیح بات معلوم کر لیتے ہیں۔

(النہایہ ج ۲ ص ۴۶-۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

زائچہ اور رمل کی تعریف اور احکام بیان کرنے کے بعد ہم پھر حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت ادریس کا چوتھے یا چھٹے آسمان پر فوت ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا (مریم: ۵۷) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے آسمان کے پاس سے گزرے تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ھلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میرے سامنے کعب سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت ادریس کے متعلق فرمایا ہے و رفعناہ مکانا علیا ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا اس کا کیا مطلب ہے؟ کعب نے کہا حضرت ادریس کی طرف اللہ نے یہ وحی کی کہ میں ہر روز تمہارے اتنے عمل بلند کروں گا جتنے تمام بنو آدم کے اعمال ہیں تو تم زیادہ عمل کرنے سے محبت رکھو پھر فرشتوں میں سے حضرت ادریس کے ایک دوست ان کے پاس آئے تو حضرت ادریس

marfat.com
Marfat.com

نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اس طرح وحی کی ہے تو تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری روح قبض کرنے کو مؤخر کر دے تاکہ میں اور زیادہ عمل کروں' وہ فرشتہ حضرت ادریس کو اپنے پروں پر بٹھا کر آسمان پر چڑھ گیا' جب وہ چوتھے آسمان پر پہنچا تو ملک الموت نیچے اتر رہے تھے تو اس فرشتہ نے ملک الموت سے وہ بات کہی جو حضرت ادریس نے اس سے کہی تھی ملک الموت نے کہا ادریس کہاں ہیں؟ اس فرشتہ نے کہا وہ میری پیٹھ پر ہیں۔ ملک الموت نے کہا حیرت کی بات ہے مجھے ادریس کی روح قبض کرنے کے لیے چوتھے آسمان پر بھیجا گیا ہے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں ان کی روح چوتھے آسمان پر کیسے قبض کروں گا وہ تو زمین پر ہیں' پھر انہوں نے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس کی روح قبض کر لی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۷۹۱۷' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث اسرائیلیات سے ہے اور اس کی بعض عبارت میں نکارت ہے (یعنی ناقابل یقین باتیں ہیں) مجاہد سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے کہا حضرت ادریس کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور ان کو موت نہیں آئی جیسے حضرت عیسیٰ کو اٹھا لیا گیا۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ان کو ابھی تک موت نہیں آئی تو یہ محل نظر ہے اور اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا اور پھر وہاں ان کی روح قبض کر لی گئی تو پھر یہ کعب کی روایت کے منافی نہیں ہے۔

عوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور وہیں ان کی روح قبض کر لی گئی اور جو حدیث متفق علیہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہیں' حسن بصری نے کہا وہ جنت میں ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الیاس ہی ادریس ہیں اور معراج کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ جب آپ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو' اور جس طرح حضرت آدم اور حضرت ابراہیم نے کہا تھا نیک بیٹے کو مرحبا ہو اس طرح نہیں کہا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس آپ کے اجداد میں سے نہیں ہیں' لیکن یہ کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ہو سکتا ہے انہوں نے تواضعاً آپ کو بھائی کہا ہو اور بیٹا نہ کہا ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۶۰-۱۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابن جریر نے مجاہد اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس چوتھے آسمان میں ہیں۔ حضرت انس اور قتادہ سے بھی یہی روایت ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔

(جامع البیان جز ۱۶ ص ۱۲۲-۱۲۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جیسے اور بنو آدم کے اعمال اوپر چڑھائے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ادریس کے اعمال بھی اوپر چڑھائے جاتے تھے۔ ملک الموت کو ان سے محبت ہو گئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی دوستی کی اجازت لی اور آدمی کی صورت میں زمین پر آ گئے اور ان کے ساتھ رہنے لگے' جب حضرت ادریس کو معلوم ہو گیا کہ یہ عزرائیل ہیں تو ایک دن ان سے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے' پوچھا کیا کام ہے' کہا مجھے موت کا ذائقہ چکھائیں' میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی شدت کا پتا چلے تاکہ میں اس کی تیاری کروں' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کی روح ایک ساعت کے لیے قبض کر لو پھر چھوڑ دینا۔ ملک الموت نے اسی طرح کیا' پھر ملک الموت نے پوچھا آپ نے موت کو کیسا پایا

Marfat.com

تو انہوں نے کہا میں نے موت کے متعلق جتنا سنا تھا اس سے زیادہ سخت پایا۔ پھر ان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے دوزخ دکھائیں' ملک الموت ان کو لے کر گئے اور ان کو دوزخ دکھا دی' پھر کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جنت دکھائیں' انہوں نے جنت دکھا دی' حضرت ادریس جنت میں داخل ہو کر گھومنے لگے' پھر ملک الموت نے کہا اب آپ باہر نکلیں' حضرت ادریس نے کہا اللہ کی قسم! میں باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے باہر نکلنے کا حکم دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا اس نے ملک الموت سے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے پورا قصہ بیان کیا۔ پھر حضرت ادریس سے کہا آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کل نفس ذائقة الموت (آل عمران: ١٨٥) ''ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے'' اور میں نے موت کو چکھ لیا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: و ان منکم الاوار دھا (مریم: ٧١) ''تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہوگا'' اور میں دوزخ پر وارد ہو چکا ہوں' اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت سے فرمایا ہے: و ما ھم منھا بمخرجین (الحجر: ٤٨) ''وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے'' پس اللہ کی قسم میں جنت سے باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت سے باہر نکلنے کا حکم دے۔ پھر اوپر سے ایک ہاتف کی آواز آئی یہ میرے اذن سے داخل ہوا ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے حکم سے کیا ہے اس کا راستہ چھوڑ دو۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ادریس کو ان آیات کا کیسے علم ہوا یہ تو ہماری کتاب میں ہیں' تو ابن الانباری نے بعض علماء سے اس کا یہ جواب ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کو ان باتوں کا علم دے دیا تھا جو قرآن میں ہیں کہ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر شخص کا دوزخ سے گزر ہوگا اور اہل جنت کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔

(زاد المسیر ج ٥ ص ٢٤٢ - ٢٤١' معالم التنزیل ج ٣ ص ١٦٧' الجامع لاحکام القرآن جز ١١ ص ٤٤- ٤٣' الدر المنثور ج ٥ ص ٥٢١- ٥١٩' روح المعانی جز ١٦ ص ١٥٦- ١٥٥' تفسیر ابو السعود ج ٤ ص ٢٤٦)

حضرت ادریس کو اوپر اٹھانے اور ان کی زندگی میں علماء اور مفسرین کا اختلاف

قرآن مجید میں ہے و رفعناہ مکانا علیا (مریم: ٥٧) ''ہم نے ادریس کو بلند جگہ پر اٹھالیا'' بعض علماء نے کہا اس سے کسی جگہ پر اٹھانا مراد نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت ادریس کا آسمان پر ہونا لازم آئے بلکہ اس سے مراتب کی بلندی مراد ہے یعنی ان کے درجات کو بلند کیا۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے یہی معنی کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھالیا اور یہ درجات کی بلندی کے منافی ہے۔

کعب کی روایت میں ہے کہ حضرت ادریس کی روح چھٹے آسمان پر قبض کر لی گئی۔ حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے' مجاہد اور حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور زید بن اسلم نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس جنت میں زندہ ہیں۔

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ٥١٦ ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ادریس آسمان پر زندہ ہیں یا فوت شدہ ہیں' بعض نے کہا وہ فوت شدہ ہیں اور بعض نے کہا وہ زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا چار نبی زندہ ہیں دو زمین پر ہیں خضر اور الیاس اور دو آسمان میں ہیں ادریس اور عیسیٰ علیہم السلام۔ (معالم التنزیل ج ٣ ص ١٦٧' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ)

امام رازی متوفی ٦٠٦ ھ اور علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ٧٥٤ ھ نے لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ان کا دوست تھا وہ ان کو چوتھے

marfat.com
Marfat.com

آسمان پر لے گیا وہاں ان کی روح قبض کر لی گئی۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۵۰ البحر المحیط ج ۷ ص ۲۷۶)

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ مکانا علیا سے مراد ہے ان کو شرف نبوت اور مقام قرب عطا کیا گیا' ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہیں۔

(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۲۸۶-۲۸۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ادریس کے متعلق قول فیصل

ہمارے نزدیک یہ بات تو حتمی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند جگہ پر اٹھانے سے ان کے درجات کی بلندی مراد نہیں ہے۔ انہیں زمین سے اوپر اٹھا کر لے جایا گیا تھا اور صحیح بات یہی ہے کہ وہ اب زندہ نہیں ہیں' رہا یہ کہ ان کو موت کس جگہ آئی زمین پر یا آسمان پر' اور یہ کہ وہ اب جنت میں ہیں یا نہیں' سو اس بارے میں مختلف روایات ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے لیے فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے نبیوں میں سے انعام کیا جو آدم کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور جو ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے ہیں اور جو ان میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا' جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں ○ (مریم: ۵۸)

سجدہ تلاوت کرنے کے آداب

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا تھا ان سب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جمع فرمایا اور ان سب کی تعریف اور تحسین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو آدم کی اولاد سے ہیں اس سے مراد حضرت ادریس اور حضرت نوح ہیں' پھر فرمایا اور ان لوگوں (کی نسل) سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اس سے مراد حضرت ابراہیم ہیں کیونکہ وہ سام بن نوح کی اولاد سے ہیں' پھر فرمایا جو ابراہیم کی اولاد سے ہیں اس سے مراد حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب ہیں' پھر فرمایا جو حضرت اسرائیل (یعقوب) کی اولاد سے ہیں اس سے مراد حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

پس حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے قریب ہونے کا شرف ہے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کے قریب ہونے کی فضیلت ہے' اور حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قرب کی خصوصیت ہے۔

اس کے بعد ان انبیاء علیہم السلام کا خضوع اور خشوع اور خوف خدا بیان فرمایا کہ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ خوف خدا سے روتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ رحمٰن کی آیتوں سے مراد ان نبیوں کے صحائف کی آیتیں ہیں یا اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت اور قدرت کی نشانیاں ہیں' الکیا نے کہا اس سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں۔

یہ آیت سجدہ ہے اور جو شخص آیت سجدہ پر سجدہ کرے اس پر لازم ہے کہ اس آیت کے مناسب جو آیات ہوں ان کے دعا کرے' مثلاً جو شخص الم السجدۃ کی آیت سجدہ پر سجدہ کرے وہ یہ دعا کرے اے اللہ! مجھے اپنی رضا کے لیے سجدہ ریز

marfat.com

Marfat.com

ہونے والوں میں سے بنا دے اور اپنی حمد کرنے والوں میں سے بنا دے اور میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تیرا حکم سن کر تکبر کروں' اور جب اس سورت کی آیت سجدہ کو پڑھے تو یہ دعا کرے اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا دے جن پر تو نے انعام کیا ہے جو تیری آیات کی تلاوت کرتے وقت روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غَی (ہلاکت) میں جا گریں گے ○ (مریم: ٥٩)

تعدیل ارکان میں کمی کی وجہ سے نمازوں کو ضائع کرنا

نیک اولاد کو خلف (لام کی زبر) کہتے ہیں اور بری اولاد کو خلف (لام کی جزم) کہتے ہیں۔
(المحکم والمحیط الاعظم ج ٥ ص ١٩٧' قاموس ج ٣ ص ١٩٩)

نمازوں کو ضائع کرنے کا ایک معنی یہ ہے کہ نماز کے حقوق اور اس کے واجبات کی رعایت نہ کی جائے' مثلاً انسان نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے آپ کے بعد ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی' پھر اس نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو' کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی' پھر آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ نے پھر فرمایا واپس جاؤ اور (دوبارہ) نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی' تین بار اس طرح ہوا' پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا' آپ مجھے تعلیم دیجئے' آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو' پھر رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی تمام نمازیں اس طرح پڑھو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٥٧' صحیح مسلم رقم الحدیث ٣٩٧' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ٨٥٦' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٠٣' سنن النسائی رقم الحدیث: ٨٨٤)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک شخص نماز میں رکوع اور سجدہ کامل طریقہ سے نہیں کر رہا تھا' جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس شخص سے کہا تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہوئے مرو گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٨٩' ٧٩١' ٨٠٨)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ ارکان نماز میں کمی کرتے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا' حضرت حذیفہ نے اس سے پوچھا تم کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو اس نے کہا چالیس سال سے' حضرت حذیفہ نے کہا تم نے چالیس سال سے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف پر عمل کرتے ہوئے مرو گے' پھر فرمایا ایک آدمی نماز تخفیف سے پڑھتا ہے' لیکن رکوع و سجود مکمل کرتا ہے اور اچھی طرح نماز پڑھتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ لمبی نمازیں پڑھنا مقصود نہیں ہے بلکہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھنا مقصود ہے۔)
(سنن النسائی رقم الحدیث: ١٣١١)

marfat.com

Marfat.com

مستحب وقت کے بعد نماز پڑھ کر نمازوں کو ضائع کرنا

نماز کو بہت تاخیر سے پڑھنا یہ بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اس میں وہ اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۲ 'سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۱۳ 'سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۶۰ 'سنن النسائی رقم الحدیث ۵۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لو پھر اگر تم ان کے ساتھ نماز کو پاؤ تو پڑھ لو وہ تمہاری نفلی نماز ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۳۱ 'صحیح مسلم رقم الحدیث ۶۴۸ 'سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۷۶ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۲۵۶)

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اکثر وہ لوگ جو جلدی جلدی چند ٹھونگیں مار کر نماز پڑھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سستی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کو نماز پڑھنے میں کوئی ذوق آتا ہے نہ خوشی ہوتی ہے' یہ لوگ جب کسی دنیادار رئیس یا کسی مقتدر شخصیت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ خواہ کتنی دیر کھڑے رہیں ان کو تھکاوٹ اور اکتاہٹ نہیں ہوتی' لیکن اگر انہیں باجماعت نماز میں امام کے پیچھے تھوڑی دیر کھڑا ہونا پڑے تو ان کو سخت تھکاوٹ' اکتاہٹ اور بدمزگی ہوتی ہے اور یہ امام کو بہت برا کہتے ہیں۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۱۱۶ مع مختصر سنن ابوداؤد 'مطبوعہ دار المعرفت بیروت)

نوافل سے فرائض میں کمی کی تلافی اور تدارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے اعمال سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے' اگر نماز صحیح ہے تو وہ کامیاب اور کامران ہوگیا اور اگر نماز فاسد ہے تو وہ ناکام اور نقصان زدہ ہوگیا۔ اگر اس کے فریضہ میں کوئی کمی ہو تو رب تبارک و تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے' پھر فریضہ میں جو کمی ہوگی اس کو نفل سے پورا کیا جائے گا۔ پھر اس کے باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۶۴ 'سنن الترمذی رقم الحدیث ۴۱۳ 'سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۵ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۵ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۶ 'السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۱۷ 'المستدرک ج ۱ ص ۲۶۲)

علامہ محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے فرائض کی تعداد میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کردی جائے گی' اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خضوع اور خشوع میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کردی جائے گی' اور میرے نزدیک پہلا احتمال راجح ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

شیخ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ١٣٥٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کی سنن' اس کے آداب' خشوع' اذکار اور دعاؤں میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے اور اس کو فریضہ میں اس کا ثواب مل جائے۔ خواہ اس نے یہ امور فرض میں نہ کیے ہوں بلکہ نفل میں کیے ہوں' اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کے فرائض اور اس کی شروط میں جو کمی رہ گئی ہو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے' اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے جو فرض نمازیں بالکل نہ پڑھی ہوں اس کی تلافی نفل نمازوں سے ہو جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرض نمازوں کے عوض نوافل صحیحہ کو قبول فرمالے گا۔

(تحفۃ الاحوذی ج ٢ ص ٤٧٧' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

اس کے فرائض کی مقدار اور اس کی تعداد میں جو کمی ہوگئی اس کو نوافل سے پورا کر لیا جائے گا' اور جس حدیث میں یہ ہے کہ بندہ کے نوافل اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک فرائض ادا نہ کر لیے جائیں وہ حدیث ضعیف ہے۔

(المرقات ج ٣ ص ٢١٨' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ١٣٩٠ھ)

فرض نہ پڑھنے سے نفل نا مقبول ہونے کی حدیث ضعیف ہے

ملا علی قاری نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے' اس کو حافظ ابونعیم متوفی ٤٣٠ھ نے روایت کیا ہے۔ حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٣٦' مطبوعہ دار الکتاب العربی ١٤٠٧ھ' حلیۃ الاولیاء ج ١ رقم الحدیث: ٨٣' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ١٤١٨ھ' جامع الاحادیث الکبیر ج ١٣ ص ٥٣' جمع الجوامع ج ١١ ص ٤٣' مسند ابوبکر رقم: ١٨٩' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٠ھ۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے فطر بن خلیفہ' یہ ١٥٣ھ یا ١٥٥ھ میں فوت ہو گیا تھا ہر چند کہ بعض لوگوں نے اس کی تعدیل کی ہے لیکن اکثر ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' امام دارقطنی نے کہا اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' امام ابن سعد نے کہا لوگ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا میں نے اس کے بدمذہب ہونے کی وجہ سے اس سے حدیث کی روایت ترک کر دی۔ احمد بن یونس نے کہا میں اس کے پاس سے گزرتا تو اس کو کتے کی مثل ترک کر دیتا' ابن معین نے کہا یہ ثقہ شیعی ہے' عبداللہ بن احمد نے کہا یہ متشیع ہے' جوزجانی نے کہا یہ گمراہ غیر ثقہ ہے۔

(میزان الاعتدال ج ٥ ص ٤٤١' رقم: ٦٧٨٤' تہذیب الکمال ج ١٥ ص ١٢٣' طبع جدید ج ٢ ص ١١٠٥ طبع قدیم' تہذیب التہذیب ج ٨ ص ٢٦٢' رقم: ٥٦٥٧' طبع جدید' ج ٨ ص ٣٠١ طبع قدیم' التاریخ الکبیر ج ٧ ص ١٣٩ رقم: ٦٢٥)

نوافل سے تدارک نہ ہونے کا رد قرآن' حدیث اور تصریحات علماء سے

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے فرائض پورے نہ ہوں تو اس کے نوافل باطل نہیں ہوتے' اور جس اثر میں یہ مذکور ہے کہ بندہ کے نوافل قبول نہیں ہوتے حتیٰ کہ فرائض ادا کر لیے جائیں اس کی سند ضعیف ہے' اور درایت کا بھی یہی تقاضا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ٨-٧)

پس جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کی جزا پائے گا ۝ اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کی سزا پائے گا ۝

marfat.com
Marfat.com

سو اس آیت کے موافق جس شخص کے جس قدر فرائض رہ گئے ہیں وہ ان کی سزا کا مستحق ہوگا اور جس شخص نے جتنے نوافل ادا کیے ہیں وہ ان کی جزا کا مستحق ہوگا' اللہ تعالیٰ کسی کی ایک ذرہ کے برابر نیکی کو بھی ضائع نہیں فرماتا وہ فرائض میں کمی کی وجہ سے کسی شخص کے ساری عمر کے پڑھے ہوئے نوافل کو کب ضائع فرمائے گا۔ علاوہ ازیں سنن اربعہ کی اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس شخص کے فرائض میں کمی ہو اس کے نوافل سے وہ کمی پوری ہو جاتی ہے' خواہ فرائض میں کمی خضوع اور خشوع کے اعتبار سے ہو یا اس نے کچھ فرائض بالکل پڑھے ہی نہ ہوں۔ اور علامہ ابن العربی' علامہ عراقی اور ملا علی قاری کا یہی نظریہ ہے کہ اگر اس کے فرائض کی تعداد اور مقدار میں کمی ہو تو وہ کمی نوافل کے پڑھنے سے پوری ہو جاتی ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب فرائض میں کمی ہونے کے باوجود اس کے نوافل مقبول ہوں۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے اس بحث میں تفصیل سے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو نوافل بہت اخلاص سے پڑھنے چاہئیں کیونکہ اگر کسی وجہ سے اس کے فرائض ضائع ہو گئے تو نوافل سے فرائض کی کمی پوری ہو جائے گی' لیکن اگر اس نے نوافل دکھاوے اور ریاکاری سے پڑھے ہیں تو پھر اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہے' اور انہوں نے انہی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام حاکم نے الکنیٰ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی ہے وہ پانچ نمازیں ہیں' اور میری امت کے جو اعمال سب سے پہلے بلند کیے جائیں گے وہ پانچ نمازیں ہیں' اور سب سے پہلے میری امت سے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں' پس جس نے ان میں سے کوئی نماز ضائع کر دی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کی کوئی نفلی نماز ہے جس کے ساتھ تم اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دو اور میرے بندے کے رمضان کے روزے دیکھو اگر اس نے ان میں سے کوئی روزہ ضائع کر دیا تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفلی روزہ ہے جس سے تم اس کے روزے کی کمی کو پورا کر دو' اور میرے بندہ کی زکوٰۃ کو دیکھو اگر اس میں سے کوئی زکوٰۃ ضائع ہو گئی ہے تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفلی صدقہ ہے جس کے ساتھ تم زکوٰۃ کی کمی کو پورا کر دو' سو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عدل سے اس کے فرائض قبول ہوں گے اگر اس کے زائد عمل مل گئے تو ان کو میزان میں رکھ دیا جائے گا اور اس بندہ سے کہا جائے گا تم خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ' اور اگر اس کا کوئی زائد عمل نہیں ملے گا تو دوزخ کے فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو باندھ کر دوزخ میں پھینک دو۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

آیا نوافل سے فرائض کی مقدار میں کمی کا تدارک ہوتا ہے یا اس کی کیفیت میں کمی کا

فرائض میں کمی ہو تو اس کا تدارک نوافل سے ہو جاتا ہے' حدیث میں صرف اتنا ہے' لیکن اس سے کیا مراد ہے آیا فرائض کے خضوع اور خشوع اور اخلاص کی کیفیت میں کمی ہو تو اس کا تدارک نوافل سے ہوتا ہے یا فرائض کی تعداد اور مقدار میں کمی ہو تو اس کا تدارک نوافل سے ہو جاتا ہے' اس بحث میں سب سے عمدہ تقریر حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ نے کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

نفل سے فرض کی تلافی اس صورت میں ہوگی کہ ایک شخص پر فرض میں سجدۂ سہو تھا اور اس نے اس کو ادا نہیں کیا' یا اس نے رکوع اچھی طرح نہیں کیا اور اس کو اس کا پتا نہیں چلا' لیکن جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا' یا جو نماز پڑھنا بھول گیا پھر اس کو یاد آیا اس کے باوجود اس نے عمداً نماز نہیں پڑھی' اور وہ فرض ادا کرنے کے بجائے نوافل میں مشغول رہا حالانکہ اس کو یاد تھا کہ اس

marfat.com

Marfat.com

کے ذمہ فرض پڑھنا ہے تو اب نوافل اس کے فرائض کا تدارک نہیں ہوں گے۔

(التمہید ج ۱۰ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ لکھا ہے کہ موخر الذکر صورت میں نوافل فرائض کا تدارک نہیں ہوں گے یہ نہیں لکھا کہ فرض نہ پڑھنے سے نفل قبول ہی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ فرض نہ پڑھنے سے بندہ سزا کا مستحق ہوگا اور نفل پڑھنے سے بندہ اس کی جزا کا مستحق ہوگا صرف کفر اور ارتداد ایسا جرم ہے جس کی وجہ سے بندہ کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں یا نیک اعمال قبول نہیں ہوتے اس کے علاوہ اور کسی کام سے بندہ کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس نظریہ کا بطلان کہ فرض نہ پڑھنے سے نفل قبول نہیں ہوتے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (آل عمران: ۱۹۵)

پس ان (صالحین) کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ (النساء: ۴۰)

بے شک اللہ ایک ذرہ برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اس کو دگنا کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

مومن کا نفل نماز پڑھنا بہرحال ایک نیک کام ہے سو اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اس پر اجر عظیم عطا فرمائے گا، اور یہ نہیں ہو سکتا کہ بغیر کفر اور ارتداد کے اس کے نوافل کو قبول نہ فرمائے یا ان کو ضائع فرما دے، اور سستی یا غفلت سے بعض فرائض کو ترک کر دینا کفر یا ارتداد نہیں ہے۔ ترک فرض کو کفر یا ارتداد قرار دینا خوارج کا مذہب ہے اہل سنت کا مذہب نہیں ہے۔

فرض اور نذرانے کی مثال کا جواب اور مزید تحقیق

بعض علماء نے لکھا ہے کہ پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہوں اور یہ نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، قرض نہ دیجئے اور بالائی بے کار تحفے بھیجئے وہ قابل قبول ہوں گے! یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں کو ہی آزمائے۔

ہمارے نزدیک یہ عبارت وعظ اور نصیحت کے اعتبار سے تو درست ہے اور جو شخص سرے سے فرائض پڑھتا ہی نہ ہو اور نوافل پڑھنے پر کمربستہ ہو یا جیسے ان پڑھ عوام فرض نمازیں نہیں پڑھتے اور میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی محافل کو قضا نہیں کرتے ان کو زجر و توبیخ کے لیے اس طرح کہنا صحیح ہو سکتا ہے لیکن تحقیق کے اعتبار سے یہ عبارت درست نہیں ہے کیونکہ فرض نہ پڑھنے کا بہرحال گناہ ہوگا اور نوافل پڑھنے اور میلاد شریف اور گیارہویں شریف کے صدقات کا ثواب ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ○ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره (زلزال: ۸-۷) اور یہ کہنا کہ نفل بے فرض کے قبول کی امید مفقود اس آیت کریمہ کے مقابلہ میں درست نہیں ہے۔ اور قرض اور تحفہ کی مثال بھی درست نہیں ہے کیونکہ جو قرض

marfat.com

Marfat.com

خواہ شریف النفس اور کریم ہو وہ مقروض کے نذرانہ کو اصل قرض سے منہا کر لے گا اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون کریم ہے! مثلاً ایک شخص نے کسی سے ایک ہزار روپے لینے ہیں مقروض اس کو سو روپے نذر کرتا ہے تو اگر قرض خواہ بدمزاج اور مغلوب الغضب ہو تو وہ سو روپے اس کے منہ پر مار دے گا اور کہے گا پہلے قرض ادا کرو تحفے بعد میں دینا' اور اگر قرض خواہ شریف اور کریم ہو تو اس کے سو روپے بھی قبول کر لے گا اور کہے گا میاں میں نے یہ سو روپے تمہارے قرض میں کاٹ لیے اب تمہارا قرض نو سو روپے ہے' اور اللہ تعالیٰ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے اس لیے وہ فرائض کی تعداد میں کمی کی تلافی بندہ کے نوافل سے کر لیتا ہے' اور چونکہ وہ نیکی کو دگنا چوگنا کر دیتا ہے اس لیے کچھ عجب نہیں کہ کسی شخص کے ذمہ فرائض بہت زیادہ ہوں اور اس کے نوافل ان کے مقابلہ میں بہت کم ہوں تو وہ ان کم نوافل ہی کو دگنا چوگنا کر کے اس کے فرائض کا تدارک کر دے' آخر اسی نے تو فرمایا ہے:

وَاِنْ تَکُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا (النساء: ۴۰)

اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اس کو دگنا کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

سو اس کریموں کے کریم کا قیاس بدمزاج اور مغلوب الغضب لوگوں پر نہ کیجئے!

غیّ کا معنی

مریم: ۵۹ میں فرمایا ہے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غیّ (ہلاکت) میں جا گریں گے۔

نمازیں ضائع کرنے کی تفسیر ابھی ہم کر چکے ہیں' غیّ کا لغوی معنی ہے گم راہی اور ناکامی (مختار الصحاح ص ۲۸۷) اور یہاں اس سے مراد تین چیزیں ہیں (۱) وہ عنقریب گم راہی کی سزا پائیں گے جیسے قرآن مجید میں ہے یلق اثاما (الفرقان ۶۸) یعنی وہ گناہوں کی سزا پائیں گے (۲) وہ جنت کے راستہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ (۳) جہنم کی ایک وادی ہے جس کا نام غیّ ہے وہ اس وادی میں جا گریں گے۔

لقمان بن عامر خزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا آپ مجھے کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دس اواق وزنی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم کی گہرائی میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال بعد غی اور اثام تک پہنچے گا۔ میں نے پوچھا غیّ اور اثام کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کے نیچے دو کنویں ہیں جن میں دوزخیوں کی پیپ بہہ کر آتی ہے اور ان دونوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے (غیّ کا ذکر اس آیت میں ہے) اضاعوا الصلوة و اتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا' اور اثام کا ذکر اس آیت میں ہے: ومن يفعل ذالك يلق اثاما (الفرقان: ۶۸) جو زنا کریں گے ان کو اثام میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O (مریم: ۶۰)

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی مغفرت

پہلے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صفات بیان کیں تاکہ ہم ان کے طریقہ پر چلیں' اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے بعد کے لوگوں کی صفات بیان کیں تو ان میں پہلے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے برعکس تھے اور ان کے بُرے انجام کو بیان کیا تاکہ ہم ان کے طریقہ سے بچیں' اور اب نیک لوگوں کا ذکر فرمایا جو توبہ کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

اور نیک عمل کرتے ہیں سو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

اس آیت سے خوارج استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جنت میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو مومن اور صالح ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ جو مومن ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی بھی مغفرت فرما دے گا مثلاً یہ آیت ہے:

وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْمَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ (الرعد:٦)

بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہمیشگی کی جنتیں ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ غیب سے وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے O (مریم:٦١)

جنت اور جنتیوں کی صفات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ نیک مسلمان جنت میں داخل ہوں گے اور اس آیت میں جنت کی صفات بیان فرمائی ہیں' ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ جنات عدن ہیں، عدن کے معنی ہیں کسی شے کا دائمی ہونا، یعنی وہ ایسے باغ ہیں جو ہمیشہ قائم رہیں گے اس کے برخلاف دنیا کے باغات دائمی نہیں ہوتے اور خزاں کے موسم میں ان کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور جنت ایسے باغات ہیں جن کے پتوں، پھلوں اور پھولوں میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی دوسری صفت یہ ذکر فرمائی ہے کہ رحمٰن نے اس جنت کا اپنے بندوں کے ساتھ غیب سے وعدہ کیا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جنت ان بندوں سے غائب تھی، ان کے سامنے حاضر نہ تھی' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے وہ بندے اس جنت سے غائب تھے اور اس کا مشاہدہ نہیں کر رہے تھے' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ رحمٰن نے ان بندوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے جو غیب میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، منافقین کی طرح نہیں ہیں جو صرف لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جنت میں سلام کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے' ان کے لیے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہو گا O (مریم:٦٢)

لغو اس کلام کو کہتے ہیں جو فضول، بے مقصد اور بے فائدہ ہو، فحش باتوں کو بھی لغو کلام کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ مومنین اہل کتاب کی صفات میں فرماتا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ O (القصص:٥٥)

اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' تم کو سلام ہے ہم جاہلوں سے بحث کرنا نہیں چاہتے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے صاحب سے کہا چپ رہو تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٩٣٤، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٨٥١) اس آیت میں فرمایا ہے وہ اس میں صرف سلام سنیں گے اس سے مراد ہے جنتیوں کا ایک دوسرے کو سلام کرنا، یا فرشتوں کا ان کو سلام کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ (الرعد: ۲۴-۲۳)

اوران کے پاس ہر دروازہ سے فرشتے آئیں گے ○ وہ کہیں گے تم پر سلام ہو، تم کو صبر کے بدلہ میں کیسا اچھا دار آخرت ملا ہے ○

اور یہ بھی ہوسکتا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ (یٰسین: ۵۸)

پروردگار رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ ایسی جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو متقی ہوگا ○ (مریم: ۶۳)

میت کا ترکہ جو اس کے رشتہ داروں کو منتقل کیا جاتا ہے اس کو وراثت کہتے ہیں اور اس آیت میں جنت کا وارث بنانے سے مراد صرف جنت کو منتقل کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کی جنتیں مسلمانوں کو منتقل کردیں گے، اس آیت کی مکمل تفسیر الاعراف: ۴۳، تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے ○ (مریم: ۶۴)

جبریل کے زیادہ نہ آنے کی وجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا کہ آپ ہم سے ملاقات کے لیے جتنی بار آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۳۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۸، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۱)

امام رازی نے لکھا ہے جب کفار نے آپ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیے اور آپ نے نزول وحی کے اعتماد پر فرمادیا میں کل بتادوں گا اور وحی نازل نہیں ہوئی اس موقع پر آپ نے جبریل سے یہ کہا تھا، جب کفار یہ کہنے لگے تھے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے سب اس کی ملکیت ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابن جریج نے کہا دنیا کے جو معاملات ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو ہمارے بعد واقع ہوں گے اور آخر کے معاملات وہ سب اس کی ملکیت ہیں۔

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے، یعنی جب آپ کا رب چاہتا ہے تو ہمیں آپ کی طرف بھیج دیتا ہے، اور خواہ وحی کا نزول کسی وجہ سے موخر ہو آپ کا رب آپ کو بھولنے والا نہیں ہے' اور اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اگلی اور تمام پچھلی چیزوں کا جاننے والا ہے اور وہ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں کا اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا وہی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو' کیا تم اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو ○ (مریم: ۶۵)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام اللہ نہیں ہے

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کا مالک اور مربی ہے، وہی ان سب چیزوں کا خالق ہے، وہی اس کائنات کو بنانے والا اور اس کو چلانے والا ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے' سو تم سب اسی کی عبادت کرو، اور اس راہ میں اگر کچھ رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آئیں تو ان سے گھبرانا مت اور اگر نزول وحی میں تاخیر ہوجائے تو آپ اس سے آزردہ

marfat.com

Marfat.com

خاطر نہ ہوں اور دل جمعی سے پہلے کی طرح اس کی عبادت پر کمربستہ رہیں اور اگر کفار طعنے دیں تو ان کی پروانہ کریں۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: کیا تم اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کیا تم اس کے کسی بیٹے کو جانتے ہو؟ یا اس کی کسی نظیر یا اس کے کسی مثیل کو جانتے ہو، حضرت ابن عباس کا دوسرا قول یہ ہے کہ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام رحمٰن ہو، بعض مفسرین نے کہا کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام اللہ ہو، مشرکین اپنے بتوں کو الٰہ تو کہتے تھے لیکن انہوں نے اپنے کسی معبود یا کسی بت کا نام کبھی اللہ نہیں رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کسی کو کبھی اللہ نہیں کہا گیا۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا

اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا میں ضرور عنقریب زندہ کرکے (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟ ○ اور کیا

يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ

انسان یہ یاد نہیں کرتا کہ اس سے پہلے بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ○ سو آپ کے رب کی قسم!

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے، پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے ○

ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾

پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہو گا ○

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن مِّنكُمْ

پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں ○ اور بے شک تم میں سے

إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہو گا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو

الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○ اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی

آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

تلاوت کی جاتی ہے، تو کفار مومنوں سے کہتے ہیں کہ دو فریقوں میں سے کس کا

marfat.com
Marfat.com

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

مقام زیادہ اچھا ہے اور کس کی مجلس زیادہ بہتر ہے؟ ○ اور ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں

هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ

جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی ○ آپ کہئے جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہوں، پھر ان کو

لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ

رحمٰن نے خوب ڈھیل بھی دی ہو، حتیٰ کہ وہ اس چیز کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا عذاب

وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ

یا قیامت ا پھر وہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مقام زیادہ برا تھا اور کس کا لشکر

جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ

زیادہ کمزور تھا ○ اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ

نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے (بھی) زیادہ اچھی ہیں ○ کیا آپ نے اس

الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ ؕ اَطَّلَعَ

شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ○ کیا وہ غیب پر

الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ ۙ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ

مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے ○ ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے

وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ ۙ وَّنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا

اور اس کے عذاب کو بڑھاتے رہیں گے ○ اور ہم ہی اس کی باتوں کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس

فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ ۙ

تنہا آئے گا ○ اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں ○

marfat.com

Marfat.com

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع ۵ ۸

ہرگز نہیں! عنقریب وہ ان کی عبادتوں کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے خلاف ہو جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا میں ضرور عنقریب زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا○ اور کیا انسان یہ یاد نہیں کرتا کہ اس سے پہلے بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا○ سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے، پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے○ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکال لیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا○ پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں○ (مریم: ۷۰-۶۶)

قیامت کے دن کفار کے حشر کی کیفیت

انسان سے مراد وہ کافر ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کی تصدیق نہیں کرتا، بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد معین کافر ہے۔ پھر بعض نے کہا وہ ابوجہل ہے اور بعض نے کہا وہ ابی بن خلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اٹھائے جانے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے کیا اس کو یہ یاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عدم سے وجود میں لایا تھا اور کسی چیز کو دوبارہ بنانا پہلی بار بنانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے، تمام لوگوں کا ایک ساتھ حشر کیا جائے گا اور کفار اور ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہی حشر ہوگا، لیکن ان کی یہ حالت نہیں ہوگی اور یہ اس لیے ہوگا کہ مسلمانوں کو کفار کی یہ رسوائی دیکھ کر خوشی ہو اور کافروں کو اور زیادہ غم ہو ایک غم اس لیے ہو کہ ان کا ذلت کے ساتھ حشر ہو رہا ہے اور دوسرا غم اس لیے ہو کہ ان کے دشمن اور مخالف مسلمانوں کا حشر عزت کے ساتھ ہو رہا ہے، جب کہ کفار جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر ہوں گے، مجاہد اور قتادہ نے کہا وہ حشر کی ہولناکیوں اور شدت خوف کی وجہ سے سیدھے کھڑے نہ ہو سکیں گے اور گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکال لیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا، اس آیت میں گروہ کے لیے شیعہ کا لفظ ہے، اور شیعہ سے مراد عموماً وہ فرقہ اور وہ گروہ ہوتا ہے جس کی گمراہی بہت زیادہ مشہور ہو چکی ہو، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا (الانعام: ۱۵۹) بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ بن گئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ سب کافروں کو جہنم کے گرد جمع فرمائے گا پھر ان میں سے جو لوگ اپنے کفر میں زیادہ سرکش تھے ان کو دوسروں سے متمیز کر کے الگ کھڑا کر دے گا تا کہ ان کو ان کے تابعین اور مقلدین سے زیادہ عذاب دیا جائے، کیونکہ جو شخص لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر ان کو باطل پر اکساتا ہے اس کا عذاب ان لوگوں سے زیادہ ہوگا جو غفلت کی وجہ سے اس کی پیروی کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ○ (النحل: ۸۸)

جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسرے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب کو زیادہ کریں گے کیونکہ وہ فساد پھیلاتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اس لیے فرمایا کہ کہ گمراہ لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف زیادہ سرکشی کرتے تھے ہم ان کو دوسروں سے الگ اور ممتاز کرلیں گے تا کہ معلوم ہو کہ ان کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہوگا۔ پھر متبوع اور تابع ہر ایک کے متعلق فرمایا: پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔ یعنی جو دوزخ میں داخل ہونے کے مستحق ہیں، اس آیت میں "صلیا" کا لفظ ہے اور "صلیا" کا معنی ہے گزرنا، جوہری نے کہا جب کسی شخص کو دوزخ میں پھینک کر اس میں داخل کیا جائے تو اس وقت یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○ (مریم ۷۲-۷۱)

آیا دوزخ میں دخول کافروں کے ساتھ خاص ہے یا ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا

اس آیت کی تفسیر میں کئی وجوہ سے اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اس سے پہلی آیات کفار کے متعلق ہیں کہ ان کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے متعلق شک ہے، اور ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے اس کے بعد فرمایا اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا۔ اور ایک شاذ قرأت یہ ہے و ان منهم الا واردها اور ان (کافروں) میں سے ہر شخص دوزخ پر وارد ہوگا، عکرمہ اور سعید بن جبیر کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے دور رہیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے نیک انجام پہلے ہی مقدر ہو چکا ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے ○ وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۲-۱۰۱)

سو اگر مسلمانوں کا بھی جہنم میں ورود اور دخول ہو تو وہ اس آیت کے خلاف ہوگا' اور جو اس آیت کو عام مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ سے مسلمانوں کو دور رکھا جائے گا اور وہ آگ کی آہٹ نہیں سنیں گے اور جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ ٹھنڈی ہو چکی ہوگی۔

اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مومن اور کافر ہر شخص کا جہنم پر ورود ہوگا اور ورود کا معنی دخول ہے یعنی ہر شخص جہنم میں داخل ہوگا۔

ابو سمیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ورود کے معنی میں اختلاف ہوا، ہم میں سے بعض نے کہا دوزخ میں مومن داخل نہیں ہوں گے اور بعض نے کہا سب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ متقین کو دوزخ سے نجات دے دے گا۔ پھر میری حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اس اختلاف کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ورود، دخول ہے اور ہر نیک اور بد دوزخ میں داخل ہوگا، پھر دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' جیسا کہ حضرت ابراہیم پر تھی حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخ چیخ و پکار کرے گی پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے متقین کو نجات دے دے گا اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل دوزخ میں چھوڑ دے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸ طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث ۱۴۵۷۴، عالم الکتب بیروت، حافظ زین نے کہا اس کی سند حسن ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۴۵۷' دار الحدیث قاہرہ، المستدرک ج ۴ ص ۵۸۷' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۰۷، حافظ ہیثمی نے کہا اس کے راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد

marfat.com

Marfat.com

ج ۷ ص ۵۵، حافظ المنذری نے کہا اس کی سند صحیح ہے الترغیب ج ۴ ص ۴۲۷)
خالد بن معدان نے کہا جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آپس میں کہیں گے کیا ہمارے رب نے ہم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم دوزخ میں جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کیوں نہیں! لیکن جب تم دوزخ سے گزرے تھے تو وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین (نابالغ) بچے فوت ہو گئے ہوں (اور اس نے ان پر صبر کیا ہو) وہ دوزخ میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل ہو گا اور قسم سے مراد ہے وان منکم الا واردھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۵۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۷۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳، معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۴۰۹)

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان بھی دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے نجات دے دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر اپنے اعمال کی وجہ سے اس سے نکل جائیں گے بعض پلک جھپکنے کی طرح نکل جائیں گے بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح، بعض شتر سوار کی طرح اور بعض تیز رفتار چلنے والے شخص کی طرح۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۹، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۲۱)

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نافع بن ارزق خارجی سے بحث ہوئی۔ آپ نے فرمایا: میں اور تو دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے، رہا میں تو مجھے اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے دے گا اور رہا تو، تو میں یہ گمان نہیں کرتا کہ تجھے اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے گا کیونکہ تو اس آیت کی تکذیب کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۵۹)

دوزخ میں دخول پل صراط سے گزرنا ہے

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، قتادہ اور کعب الاحبار وغیرہم سے یہ بھی مروی ہے کہ ورود سے مراد دوزخ میں دخول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل بچھایا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیاء کرام کہیں گے اے اللہ سلامت رکھ، اے اللہ سلامت رکھ، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ پل کیا چیز ہے آپ نے فرمایا: وہ ایک پھسلواں جگہ ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے، وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے بعض بجلی کی طرح، بعض آندھی کی طرح۔ بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے (بہ طور ناز) اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسے کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا' اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے،

marfat.com
Marfat.com

ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو، ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا، الحدیث۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۸۱)

اس حدیث سے پل صراط پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مسلم اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جہنم میں ورود سے مراد یہ ہے کہ لوگ جہنم کو جھانک کر دیکھیں گے اور اس پر مطلع ہوں گے کیونکہ لوگ حساب و کتاب کی جگہ پر حاضر ہوں گے اور وہ جہنم کے قریب ہے، پس وہ حالت حساب میں جہنم کو دیکھیں گے پھر اللہ تعالیٰ متقین کو دوزخ سے نجات دے دے گا جس کو انہوں نے دیکھا تھا اور ان کو جنت میں بھیج دے گا' اور کافروں کو دوزخ میں بھیجنے کا حکم دے گا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ورود کا معنی دخول ضروری نہیں ہے بلکہ ورود کسی جگہ کے دیکھنے کو بھی کہتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ (القصص: ۲۳) جب موسیٰ مدین کے پانی پر وارد ہوئے۔

اس کا معنی ہے اس پانی کے نزدیک پہنچے نہ یہ کہ اس پانی میں داخل ہوئے۔

مسلمانوں کے دخول نار سے مراد ان پر بخار آنا ہے

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو بخار آتا ہے وہی ان کے حق میں دوزخ میں داخل ہونا ہے، اور جن مسلمانوں کو دنیا میں بخار آ گیا وہ آخرت میں دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مومن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا، وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہوگا، اور دنیا میں اس کو جو بخار آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر ورود ہوگا۔ عثمان بن اسود نے کہا دوزخ کی آگ سے مومن کا حصہ دنیا میں بخار آنا ہے۔ سو وہ آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بخار والے مریض کی عیادت کی میں بھی آپ کے ساتھ تھا' آپ نے اس سے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے جس کو میں بندۂ مومن کے اوپر مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۸۸، المستدرک ج ۱ ص ۳۴۵، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۳۹۶۷)

ابو ریحانہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار دوزخ کی بھٹی ہے اور یہ مومن کا آگ سے حصہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۷۰، الاستذکار رقم الحدیث: ۱۱۷۵۲)

اس کی تائید میں وہ احادیث بھی ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ مومن پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ اس کے لیے آگ سے حجاب بن جاتے ہیں۔

ابو النظر اسلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں اور وہ ان پر صبر کرے تو وہ اس کے لیے دوزخ سے ڈھال بن جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون تھیں انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے کہا یارسول اللہ! یا دو ہوں! آپ نے فرمایا: یا دو ہوں۔ (مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۳۵، الاستذکار رقم الحدیث: ۵۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں پر ہمیشہ مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۴۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۹)

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان پر اس کی اپنی جان، اس کی اولاد اور اس کے قرابت داروں پر جو مصائب آتے ہیں ان کی وجہ سے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی جان، اس کے مال اور اس کی اولاد پر مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(الاستذکار رقم الحدیث: ۱۱۷۶۱)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ صرف کفار، دوزخ میں داخل ہوں گے مسلمان داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مومن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے، تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل صراط سے گزرنا ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ کے قریب سے دوزخ کو دیکھیں گے اور پانچواں قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو دنیا میں بخار آتا ہے یا دیگر مصائب آتے ہیں وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے عوض ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار مومنوں سے کہتے ہیں کہ دو فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ اچھا ہے اور کس کی مجلس زیادہ بہتر ہے ○ اور ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی ○ (مریم: ۷۴-۷۳)

دنیاوی فراخ دستی اور تنگ دستی حق اور باطل کا معیار نہیں ہے

مشرکین قریش جو مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے منکر تھے جب ان کے سامنے قیامت اور حشر اجسام پر دلائل قائم کیے گئے تو انہوں نے اس پر معارضہ کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو تم دنیا میں بہت خوش حال اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے اور کفار بہت زبوں حال ہوتے' حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے تم بہت غربت اور پس ماندگی کی زندگی گزار رہے ہو اور کفار بہت کشادگی اور شادمانی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا تم جس طرح عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو پچھلی امتوں کے کفار اس سے زیادہ خوشحال اور فراخی کی زندگی گزار رہے تھے لیکن ان کے کفر اور ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اچانک ان پر ہمارا عذاب آ گیا اور ان کا تمام سامان عیش و عشرت ملیامیٹ کر دیا گیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کی پرتعیش زندگی اس کے برحق ہونے کی علامت نہیں ہے اور کسی کی پس ماندگی اور درماندگی اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہوں پھر ان کو رحمٰن نے خوب ڈھیل بھی دی ہو، حتیٰ کہ وہ اس چیز کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا عذاب یا قیامت! پھر وہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مقام زیادہ برا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا ○ اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کو زیادہ ہدایت کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے (بھی) زیادہ اچھی ہیں ○ (مریم: ۷۶-۷۵)

marfat.com

Marfat.com

کفار کے مقام کا زیادہ برا ہونا اور ان کے لشکر کا زیادہ کمزور ہونا

ان آیتوں میں کفار کے شبہ کا دوسرا جواب ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ چلو مان لیا کہ کفار کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زیادہ ڈھیل دی ہوئی ہے' لیکن دنیا کی زندگی فانی اور متناہی ہے آخر یہ زندگی ایک دن ختم ہوگی۔ پھر پہلے ان کو موت کی سختیوں کا سامنا ہوگا' پھر عذاب قبر کا پھر حشر کا عذاب ہوگا' اور بالآخر دوزخ کا عذاب ہوگا تو پھر ان دنیاوی زندگی کی نعمتوں پر فخر اور خوشی کا کیا موقع ہے!

کفار مومنوں سے کہتے تھے کہ کس کا مقام زیادہ اچھا ہے اور کس کی مجلس زیادہ بہتر ہے۔ سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ ان کا مقام دوزخ ہے اور دنیا میں وہ اپنی جس جمعیت اور مددگاروں پر مان رکھتے تھے جب قیامت کے دن ان میں سے کوئی ان کے کام نہیں آسکے گا تو پھر وہ جان لیں گے کہ کس کا مقام زیادہ برا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا۔

اور سب دن ایک سے نہیں رہتے جس قوت اور طاقت اور عیش و عشرت پر یہ فخر کر رہے ہیں' یہ دنیا میں بھی زائل ہو جاتی ہے' اور قوت اور طاقت کے بجائے ضعف اور لاچاری' صحت کے بعد مرض اور عیش و عشرت کے بعد تنگی اور فقر کے ایام آجاتے ہیں' اور جب مسلمان جنگوں میں فتح یاب ہوں اور کفار شکست سے دوچار ہوں تو پھر ان کا فخر و غرور دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور ایسے وقتوں میں ان پر منکشف ہوگا کہ کس کا مقام زیادہ برا ہے اور کس کا لشکر زیادہ کمزور ہے۔

الباقیات الصالحات کا معنی

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے' یعنی جو شخص اللہ پر ایمان لے آتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کے سبب سے اس کی ہدایت میں اور اضافہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے درجات غیر متناہی ہیں۔ پہلے اسے معرفت کے ایک مرتبہ کی طرف ہدایت دیتا ہے پھر اس کے اخلاص کی وجہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور علیٰ ھذا القیاس یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات غیر متناہی ہیں' پہلے اسے ایک درجہ کا قرب عطا فرماتا ہے پھر دوسرے درجہ کا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔

پھر فرمایا اور باقی رہنے والی نیکیاں ثواب کے لحاظ سے آپ کے رب کے نزدیک زیادہ اچھی اور زیادہ بہتر ہیں' کفار نے اپنے عیش و آرام اور قوت اور استحکام کا مقابلہ مسلمانوں کی تنگ دستی اور ان کے ضعف سے کیا تھا۔ سو مسلمانوں کی تنگی اور ان کا ضعف عارضی ہے اور اس کے بعد ان کو جو عظیم ثواب حاصل ہوگا وہ دائمی ہے' اور کفار کو جو دنیا میں نفع حاصل ہے وہ عارضی ہے اس کے بعد ان کو آخرت میں جو ضرر لاحق ہوگا وہ دائمی اور غیر متناہی ہے۔

اور باقیات صالحات سے مراد ایمان اور اعمال صالحہ ہیں کیونکہ ان کا نفع دائمی ہے اور باقی رہنے والا ہے' اور بعض علماء نے کہا باقیات صالحات سے مراد نمازیں ہیں اور بعض نے کہا اس سے مراد وہ نیک اعمال اور صدقہ و خیرات ہیں جس سے دوسرے مسلمانوں کو نفع پہنچے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد: ۱۷)

اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ زمین میں برقرار رہتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا ایک شانہ باقی ہے' آپ نے فرمایا: اس شانہ کے علاوہ سب باقی ہے' یہ حدیث صحیح ہے (یعنی جو اللہ کی راہ میں دے دیا وہ باقی ہے جو اپنے لیے رکھ لیا وہ فانی ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۴۷۰، مسند احمد ج ۶ ص ۵۰، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۷۲۷۹)

marfat.com

Marfat.com

بعض مخصوص تسبیحات کو بھی آپ نے باقیات صالحات فرمایا ہے:
حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ایک لاٹھی سے ایک درخت کے پتے گرائے پھر فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ و سبحان اللہ کہنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں، اے ابوالدرداء اس سے پہلے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان کوئی چیز (موت) حائل ہو ان کلمات کو یاد کرلو یہ الباقیات الصالحات ہیں اور یہ جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ١٨٠١١)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کفار تو اس وقت دنیا میں آرام اور مزے سے ہیں اور یہ عالم لوگ ہمیں آخرت کے وعدہ پر بہلاتے رہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان نام ہی غیب پر یقین رکھنے اور اس کو ماننے کا ہے اور جس شخص کو جنت اور اس کی نعمتوں پر یقین نہیں اور وہ صرف ظاہر اور مادہ پرستی پر یقین رکھتا ہے اس سے ہمارا روئے سخن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ○ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے ○ ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے اور اس کے عذاب کو بڑھاتے رہیں گے ○ اور ہم ہی اس کی باتوں کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ○
(مریم: ٨٠-٧٧)

العاصی بن وائل کی مذمت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں العاصی بن وائل کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا، اس نے کہا میں اس وقت تک تمہارا قرض واپس نہیں کروں گا جب تک کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کرو گے، میں نے کہا (میں آپ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا) حتیٰ کہ تو مر جائے اور پھر تجھ کو اٹھایا جائے (حضرت خباب نے یہ اس لیے کہا کیونکہ کفار کے نزدیک موت کے بعد زندہ کیا جانا محال تھا) العاصی نے کہا میں مر جاؤں گا، پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا میرا وہاں بھی مال ہو گا اور اولاد ہو گی تو میں تمہارا قرض وہاں ادا کر دوں گا۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں:
افرء يت الذى كفر بايتنا......

صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٧٣٢، مسند الطیالسی رقم الحدیث: ١٠٥٤، مسند احمد ج ٥ ص ١١٠، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٧٩٥، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٣٢٢، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٨٨٥، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٣٦٥٠)

ان آیات میں فرمایا ہے کیا وہ غیب پر مطلع ہے؟ حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا کیا اس نے لوح محفوظ میں پڑھ لیا ہے؟ مجاہد نے کہا کیا اس کو غیب کا علم ہو گیا ہے حتیٰ کہ اس نے جان لیا کہ وہ جنت میں ہو گا یا نہیں۔

پھر فرمایا: یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے؟ قتادہ اور ثوری نے اس کی تفسیر میں کہا اس نے کوئی عمل صالح کیا ہے یا وہ توحید پر ایمان لا چکا ہے' یا اس نے اللہ سے وعدہ لے رکھا ہے، کلبی نے کہا کیا اللہ نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا! اس کے بعد فرمایا، کلا! ہرگز نہیں! یعنی ان میں سے کوئی بات نہیں ہے، وہ غیب پر مطلع ہے نہ اللہ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کے مددگار ہوں ○ ہرگز نہیں! عنقریب وہ ان کی عبادتوں کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے خلاف ہو جائیں گے ○ (مریم: ٨٢-٨١)

marfat.com
Marfat.com

بت پرستی کا رد

مشرکین قریش حشر اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حشر کے ثبوت میں دلائل دیئے اور اب بت پرستی کے رد میں آیات نازل فرمائیں۔

مشرکین بتوں کی اس لیے عبادت کرتے تھے تا کہ وہ بت ان کے لیے باعث عزت اور مددگار ہوں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ قیامت کے دن بت ان کی اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کلّا ایسا ہرگز نہیں ہوگا' بلکہ وہ بت خود اپنی عبادت کرنے والوں کا رد کریں گے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان بتوں کو زندہ کر دے گا، حتیٰ کہ وہ ان لوگوں کو زجر و توبیخ کریں گے جو دنیا میں ان کی عبادت کرتے رہے تھے جس سے مشرکین کی حسرت اور ان کی مایوسی اور زیادہ ہوگی۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ مشرکین قیامت کے دن خود ان بتوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے اور بتوں کی عبادت کی مذمت کریں گے۔

ضد کا معنی

نیز فرمایا وہ بت ان کی ضد (ان کے خلاف) ہو جائیں گے، علامہ راغب اصفہانی ضد کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دو ضدیں وہ چیزیں ہیں جو ایک جنس کے تحت ہوتی ہیں، اور ہر ضد اپنے اوصاف خاصہ میں دوسری ضد کے خلاف ہوتی ہے اور دونوں کے درمیان سب سے زیادہ بُعد ہوتا ہے، جیسے سیاہ اور سفید' اور شر اور خیر، اور جب تک وہ ایک جنس کے تحت نہ ہوں تو ان کو ایک دوسرے کی ضد نہیں کہا جاتا۔ مثلاً مٹھاس اور حرکت ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ مٹھاس کی ضد کڑواہٹ ہے اور حرکت کی ضد سکون ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ ضد ان متقابلات میں سے ایک ہے، جو دو چیزیں اپنی ذات میں مختلف ہوں اور ہر ایک دوسرے کے متقابل ہو اور ایک چیز میں بیک وقت وہ دونوں جمع نہ ہوں وہ آپس میں متقابل ہوتی ہیں۔ مثلاً دو ضدیں جیسے سیاہ اور سفید اور دو نقیضیں جیسے وجود اور عدم اور عدم اور ملکہ جیسے عمی اور بصر' اور متضایف جیسے نصف اور ضعف۔ اور بہت سے متکلمین اور اہل لغت ہر متقابل کو ضد کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ دو ضدیں وہ ہیں جن کا ایک محل میں جمع ہونا صحیح نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ''ند'' ہے اور نہ کوئی ''ضد'' ہے کیونکہ ''ند'' اس کو کہتے ہیں جو جوہر اور ذات میں مشترک ہو اور ''ضد'' اس کو کہتے ہیں کہ ایک جنس کے تحت دو منافی چیزیں ہوں' اور اللہ تعالیٰ جوہر ہونے سے منزہ ہے پس اللہ تعالیٰ کی کوئی ''ضد'' ہے اور نہ کوئی ''ند'' ہے۔

اور اس آیت میں جو فرمایا ہے وہ ان کی ضد ہو جائیں گے اس کا معنی ہے وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر (مسلط کر کے) بھیجا جو انہیں (برائیوں پر) برانگیختہ کرتے رہتے ہیں ○

فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ

سو آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں' ہم تو صرف ان کی میعاد پوری کر رہے ہیں ○ جس دن ہم متقین کو

marfat.com
Marfat.com

اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ

رحمن کی طرف سواریوں پر بھیجیں گے ○ اور ہم مجرموں کو پیاسا جہنم کی طرف

وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

ہانکیں گے ○ وہی شفاعت کے مالک ہوں گے جو رحمن سے عہد لے

عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا

چکے ہیں ○ اور کافروں نے کہا رحمن نے (اپنی) اولاد بنالی ہے ○ بے شک تم نے بہت سخت بات

اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ

کہی ہے ○ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں ، اور زمین شق ہو جائے اور

تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں ○ کہ انہوں نے رحمن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ○ رحمن کے

يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے ○ آسمانوں اور زمینوں میں سے

وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ

ہر ایک رحمن کے سامنے بطورِ بندہ حاضر ہوگا ○ اللہ نے ان سب کا احاطہ کر لیا ہے اور ان کو

عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

گن لیا ہے ○ اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ

اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمن ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا ○ ہم نے اس قرآن کو آپ کی

بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا

زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں ○ اور ہم اس سے

marfat.com

Marfat.com

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ

پہلے کتنی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی

رِكْزًا ع ﴿٩٨﴾

آہٹ سنتے ہیں ○

٩ ع ٦ ع ٦
النصف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں پر (مسلط کر کے) بھیجا جو انہیں (برائیوں پر) برانگیختہ کرتے رہتے ہیں ○ سو آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں ہم تو صرف ان کی میعاد پوری کر رہے ہیں ○ جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر بھیجیں گے ○ اور ہم مجرموں کو پیاسا جہنم کی طرف ہانکیں گے ○ وہی شفاعت کے مالک ہوں گے جو رحمٰن سے عہد لے چکے ہیں ○ (مریم: ٨٧-٨٣)

شیاطین کو کافروں پر مسلط کرنا اور ''از'' کا معنی

مریم: ٨٣ میں مذکور ہے ان ارسلنا الشیاطین علی الکافرین اس کا لفظی معنی ہے ہم نے شیاطین کو کافروں پر بھیجا، لیکن امام رازی، علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی نے کہا ہے اس کا معنی ہے ہم نے شیاطین کو کافروں پر مسلط کر دیا، نیز مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ارسلنا تسلیط کے معنی کو متضمن ہے اب اس کا ترجمہ ہوگا ہم نے شیاطین کو کافروں پر مسلط کر کے بھیجا اور ہم نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

زجاج نے کہا اس آیت کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ہم نے شیطانوں کے لیے کافروں کا راستہ خالی چھوڑ دیا اور ان کے لیے شیطانوں کے وسوسوں سے کوئی حفاظت نہیں کی' اور دوسرا معنی یہ ہے کہ شیطانوں کو ان پر مسلط کر دیا اور ان کے کفر کی وجہ سے ان پر شیطانوں کو قادر کر دیا (زاد المسیر) نیز اس آیت میں فرمایا ہے'' تؤزھم ازا '' یعنی جو انہیں برائیوں پر ابھارتے ہیں اور اکساتے ہیں'' از'' کا معنی ہے کسی کو کسی کام پر برانگیختہ کرنا' اس کو بھڑکانا اور جوش میں لانا' جب دیگچی میں پانی ابلتا ہے اور جوش میں آتا ہے تو اس کے ابلنے کی آواز کو ازیز کہتے ہیں۔ حدیث میں ثابت بن مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سینہ سے رونے کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٩٠٤، سنن النسائی رقم الحدیث: ١٢١٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شیطان کافروں کو اطاعت کے بجائے معصیت کی طرف لاتے تھے، نیز انہوں نے فرمایا وہ ان کو مسلسل برے کاموں کی طرف راغب کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ انہیں دوزخ میں پہنچا دیتے ہیں۔

اس آیت سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دینا ہے کہ کافر جو ایمان نہیں لا رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو بھڑکا رہے ہیں نہ یہ کہ آپ کی تبلیغ میں کوئی کمی اور قصور ہے۔

مریم: ٨٤ میں مذکور ہے آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں یعنی ان کے عذاب کے متعلق جلدی نہ کریں ہم تو صرف ان کی میعاد پوری کر رہے ہیں' یعنی ان کی زندگی کے دنوں اور راتوں کو گن رہے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان کی سانسوں کو گن رہے ہیں' ایک قول یہ ہے ہم ان کے اعمال کو گن رہے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ آپ جلدی نہ کریں ہم ان کو اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تا کہ ان کے گناہ زیادہ ہوں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

marfat.com

Marfat.com

محشر میں مومنین کا سواریوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف جانا

مریم: ۸۵ میں مذکور ہے: جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی طرف یعنی رحمٰن کی جنتوں کی طرف سواریوں پر بھیجیں گے، وفد کا معنی ہے امیر کے پاس جانے والے لوگ (مختار الصحاح) جو لوگ بادشاہوں کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جائیں ان کو وفد کہتے ہیں (المفردات) ابن جریج نے کہا متقین رحمٰن کی جنتوں کی طرف سواریوں پر سوار ہو کر جائیں گے کیونکہ عموماً کسی کے پاس وفد سواریوں پر سوار ہو کر جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا سنو! اللہ کی قسم! یہ لوگ پیدل نہیں جائیں گے اور نہ ان کو ہنکایا جائے گا لیکن یہ ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق نے ان جیسی اونٹنیاں نہیں دیکھی ہوں گی ان کے پالان سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زمرد کی ہوں گی وہ ان پر سواری کریں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۰۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۴۰۰۳، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۷۷، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۵۵ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۴۰، اس کی سند میں عبدالرحمٰن ضعیف ہے)

عمرو بن قیس ملائی بیان کرتے ہیں کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو ایک حسین اور خوشبودار صورت اس کا استقبال کرے گی اور مومن سے کہے گی کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا نہیں بے شک اللہ نے تجھے بہت پاکیزہ خوشبو دی اور تیری بہت حسین صورت بنائی، تو وہ صورت کہے گی: تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تک تجھ پر سوار رہا آج تو مجھ پر سوار ہو جا پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی یوم نحشر المتقین الی الرحمن و فدا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۰۳۹، تفسیر السمعانی ج ۳ ص ۳۱۴)

اور کافر کا استقبال اس کا عمل بدصورت اور بدبودار حالت میں کرتا ہے اور کہتا ہے تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہتا ہے نہیں مگر یہ کہ تجھے اللہ نے بہت بدصورت اور بہت بدبودار بنایا ہے، وہ کہے گا تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تیرا برا عمل ہوں، تو بہت عرصہ دنیا میں مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

مریم: ۸۶ میں ہے: اور ہم مجرموں کو پیاسا جہنم کی طرف ہانکیں گے۔ اس آیت میں "وردا" کا لفظ ہے ورد کا اصل معنی ہے پانی کا قصد کرنا، ابن عرفہ نے کہا ورد اس قوم کو کہتے ہیں جو پانی پر جاتی ہے، اس لیے جو لوگ پانی کی طلب میں پانی پر جاتے ہیں ان کو بھی ورد کہتے ہیں اس آیت کا معنی ہے مجرموں کو پیاسا ننگے پیر پیدل فوج در فوج جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

مومنوں کا رحمٰن سے لیا ہوا عہد

مریم: ۸۷ میں ہے: وہی شفاعت کے مالک ہوں گے جو رحمٰن سے عہد لے چکے ہیں۔ امام ابن جریر نے کہا عہد سے مراد اللہ پر ایمان لانا، اس کے رسول کی تصدیق کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کا اقرار کرنا اور جو کچھ آپ نے حکم دیا اس پر عمل کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا عہد سے مراد ہے لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا اور اللہ کے سوا گناہوں سے پھرنے اور نیکیوں کی طاقت سے اظہار برأت کرنا، اور اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھنا، ابن جریج نے کہا عہد سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۶ ص ۱۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر صبح اور شام اللہ تعالیٰ سے عہد لے، پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کیسے

marfat.com
Marfat.com

آپ نے فرمایا: وہ ہر صبح اور شام کو یہ کہے اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے، غیب اور شہادت کو جاننے والے میں تیری طرف اس دنیا کی زندگی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں یہ شہادت دوں گا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو واحد ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے، اور بے شک محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں تو مجھے میرے نفس کی طرف نہ سونپ دینا، کیونکہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کی طرف سونپ دیا تو وہ مجھے خیر سے دور اور شر سے قریب کر دے گا اور میں تیری رحمت کے سوا اور کسی چیز پر اعتماد نہیں کرتا، پس تو میرے لیے اپنے پاس عہد کرلے جس کو تو قیامت کے دن پورا کرے گا بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس جب وہ یہ کلمات پڑھ لے گا تو اللہ ان کلمات پر مہر لگا کر ان کو عرش کے نیچے رکھ دے گا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی یہ ندا کرے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے پھر وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۱۷۶، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۹۱۷، المستدرک رقم الحدیث: ۳۴۱۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا رحمٰن نے (اپنی) اولاد بنالی ہے ○ بے شک تم نے بہت سخت بات کہی ہے ○ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں ○ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ○ رحمٰن کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے ○ آسمانوں اور زمینوں میں سے ہر ایک رحمٰن کے سامنے بطور بندہ حاضر ہوگا ○ اللہ نے ان سب کا احاطہ کرلیا ہے اور ان کو گن لیا ہے ○ اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا ○ (مریم: ۹۵-۸۸)

ان کافروں کی مذمت جنہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا گھڑ لیا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کا رد فرمایا تھا اور ان آیات میں اب ان کافروں کا رد فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے تھے، یہود کہتے تھے عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے تھے کہ المسیح اللہ کے بیٹے ہیں، (التوبۃ: ۳۰) اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا لقد جئتم شیئا ادا، بے شک تم نے بہت سخت بات کہی ہے، علامہ راغب نے کہا ہے کہ ''ادا'' کا معنی ہے ایسا برا کام جس کے کرنے سے شور مچ جائے، اور ابن خالویہ نے کہا تعجب خیز بات، یعنی رحمٰن کا بیٹا کہنا ایسا برا کلمہ ہے جس کے کہنے سے شور مچ جائے یا جس پر لوگ بہت تعجب کریں۔

''ھدا'' کا معنی ہے دیوار گرنے کی آواز، تخر اور ھدا دونوں کا معنی گرنا ہے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے کا قول کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت غضب میں لانے والی بات ہے، اگر اللہ تعالیٰ حلیم نہ ہوتا اور اس نے اپنے عذاب کو مؤخر نہ کیا ہوتا تو اس بات کے سبب وہ ایسا عذاب بھیجتا کہ آسمان پھٹ جاتا، زمین شق ہو جاتی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا الی آخر الآیات۔ حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں لکھا:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے مسجد منیٰ میں مجھ سے بیان کیا کہ یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور زمین میں درختوں کو پیدا کیا تو بنو آدم جس درخت کے پاس بھی آتے تھے تو اس سے کوئی فائدہ اٹھاتے تھے، اور وہ اسی طرح زمین اور درختوں سے فائدے اٹھاتے رہے حتیٰ کہ بنو آدم میں سے بعض فاجروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، اس کلمہ کو سن کر زمین کانپنے لگی اور درختوں میں کانٹے پیدا ہو گئے۔ کعب احبار نے کہا فرشتے غضب میں آگئے اور جہنم بھڑکنے لگا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذیت

marfat.com

Marfat.com

ناک باتوں کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے اور اس کے لیے بیٹا لیا جاتا ہے اس کے باوجود وہ لوگوں کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور ان سے مصائب کو دور کرتا ہے اور ان کو رزق دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ ' قدیم مسند احمد رقم الحدیث ۱۹۴۱۹ طبع دار الحدیث قاہرہ 'صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۷۸ 'صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۴ مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۷۴)

رحمٰن کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے یعنی اللہ کی عظمت اور جلال کے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے کیونکہ مخلوق میں سے کوئی اس کا کفو نہیں ہے، کیونکہ تمام مخلوق اس کی مملوک اور اس کی غلام ہے اسی لیے اس نے فرمایا آسمانوں اور زمینوں میں سے ہر ایک رحمٰن کے سامنے بہ طور بندہ حاضر ہوگا○ اللہ نے ان سب کا احاطہ کر لیا ہے اور ان کو گن لیا ہے○ یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور قیامت تک جن کو پیدا کرتا رہے گا وہ ان سب کی تعداد کو جانتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ ان میں کتنے مذکر اور کتنے مونث ہیں، کتنے بچے ہیں اور کتنے بڑے' وہ ان کی زندگی کے تمام حالات اور واقعات اور مرنے کے بعد ان کی جزاء اور سزا سب کو تفصیل سے جانتا ہے اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا○ یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی پناہ دینے والا نہیں ہوگا' وہ اپنی مخلوق میں جو چاہے گا وہ حکم دے گا وہ عادل ہے کسی پر ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرتا' اور رحیم و کریم اور نہایت فضل کرنے والا ہے سو وہ اپنے رحم اور فضل سے اپنے بے حساب بندوں کو بخش دے گا جن کا دامن شرک سے آلودہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا○ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں○ اور ہم اس سے پہلے کتنی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں، کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی آہٹ سنتے ہیں○ (مریم: ۹۸-۹۶)

اولیاء کرام کی ولایت کی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو ندا کر کے فرماتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت رکھو، پس جبریل اس سے محبت کرتا ہے، پھر جبریل آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت رکھو، تو اس بندہ سے آسمان والے محبت رکھتے ہیں۔ پھر زمین والوں کے لیے اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۱، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۰۰۶، مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۴۳۶، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۴، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۵۸، الاسماء والصفات: ج ۲ ص ۲۶۰، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۱۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صالحین اور ملائکہ مقربین کے دلوں میں مومن کی الفت، ملاحت اور محبت پیدا کر دی ہے۔

(نوادر الاصول ج ۴ ص ۸۰' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۲ھ)

انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کی محبت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے حضرت علی ہجویری، حضرت غوث اعظم، حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ ان سب اور دیگر اولیاء کرام

marfat.com
Marfat.com

کی محبت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے اور ہم ان کی ولایت کو لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت سے پہچانتے ہیں اور ان کی ولایت کو مسلمانوں کی شہادت سے پہچانتے ہیں۔

"لُدّ" کا معنی

مریم: ۹۷ میں فرمایا: ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے یعنی ہم نے اس قرآن کو آپ کی عربی زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس کی فہم کو آسان کر دیا ہے۔

اس آیت میں جھگڑالو کے لیے "لُدّ" کا لفظ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا "الالد" وہ شخص ہے جو حق کو قبول نہیں کرتا اور باطل کا دعویٰ کرتا ہے، حسن نے کہا "لُدّ" وہ شخص ہے جو حق سننے سے بہرا ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو سخت جھگڑا کرتا ہو۔ ڈرانے کے لیے جھگڑالو کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کیونکہ جو شخص معاند اور جھگڑالو نہ ہو اس کو سمجھانا آسان ہے۔

"رِکز" کا معنی

مریم: ۹۸ میں فرمایا: ہم اس سے پہلے کتنی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں یعنی لوگوں کے کتنے گروہوں کو اس آیت سے اہل مکہ کو ڈرانے کا قصد کیا گیا ہے۔

پھر فرمایا: کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا کسی کی آواز سنتے ہیں؟ اس آیت میں "رکز" کا لفظ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی آواز ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا جو آواز یا حرکت سمجھ نہ آئے اس کو "رکز" کہتے ہیں۔ پست اور مخفی آواز کو بھی "رکز" کہتے ہیں اور مدفون مال کو رکاز کہتے ہیں۔

اختتامی کلمات اور دعا

الحمد لله علی احسانه آج ۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ، ۳۱ مارچ ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر سورۂ مریم کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ الٰہ العلمین! اے میرے رب جس طرح آپ نے اس سورت کو مکمل کرا دیا ہے باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں، آپ نے مجھے اس کام کی تکمیل کے لیے بہت کتابیں عطا کیں، الٰہ العلمین! میری ضرورت کی دیگر کتابوں کو بھی عطا فرمائیں، آپ نے مجھے بہت صحت اور توانائی عطا فرمائی ہے اے میرے رب! آپ اس صحت اور توانائی کو برقرار رکھیں اور مجھے مزید صحت اور توانائی عطا فرمائیں، تادم مرگ چلتا پھرتا رکھیں بس اپنا محتاج رکھیں مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کریں۔ ایمان پر قائم رکھیں۔

اے میرے رب! آپ نے مجھے ایمان دیا اور اعمال صالحہ دیئے یہ آپ کا بہت کرم ہے۔ آپ میرے ایمان کو اور مضبوط کر دیں اور مجھے مزید اعمال صالحہ عطا فرمائیں، آپ نے مجھے گناہوں سے بچایا اے میرے رب! مجھے بقیہ آخری عمر میں بھی گناہوں سے بچائے رکھیں، میں بیمار پڑ گیا کسی چیز کے لکھنے کی توقع نہ رہی آپ نے مجھ سے حدیث اور تفسیر کی بہت کتابیں لکھوالیں۔

میں اس کرم کے کہاں تھا لائق یہ سب آپ کی عنایت اور آپ کا احسان ہے۔ اے میرے رب اس احسان اور کرم کو برقرار اور جاری رکھیں اور اس میں یوماً فیوماً ترقی فرمائیں' میری لکھی ہوئی تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں' اپنے محبوب اور میرے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول بنا دیں تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول بنا دیں۔ ان کتابوں کو مفید، مفیض اور مؤثر بنا دیں، الٰہ العلمین اے میرے رب میری تمام کتابوں کو مخالفین کے شر اور فساد سے محفوظ اور مامون بنا دیں!

میں کیا ہوں اور میرا کام کیا ہے! آپ محض اپنے فضل سے میری مغفرت کر دیں میرے گناہوں کو بخش دیں' میرے آقا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائیں۔ دنیا کے مصائب، قبر اور حشر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ اور مامون

marfat.com
Marfat.com

رکھیں۔ میری اس کتاب کے کمپوزر، اس کے مصحح، اس کے ناشر اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کی مغفرت فرمائیں۔ میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے احباب، میرے قرابت دار اور جملہ مسلمین کو بخش دیں۔ اے میرے رب! قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہ کرنا، میری عزت رکھنا مجھے سرخرو اٹھانا اور علماء صالحین، مفسرین، محدثین اور فقہاء مجتہدین کے زمرہ میں میرا حشر کرنا اور جنت الفردوس عطا کرنا اور مجھے اپنی رضا سے نوازنا!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم الانبیاء و المرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین و علی اصحابہ الکاملین و الہ الطاھرین و ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین و علی علماء ملتہ واولیاء امتہ والمسلمین اجمعین.

marfat.com

Marfat.com

سُوْرَةُ طٰهٰ

(۲۰)

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ طٰہٰ

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام طٰہٰ ہے کیونکہ اس سورت کا پہلا کلمہ طٰہٰ ہے۔ جیسا کہ سورۃ ص اور ق ہیں ان سورتوں کا پہلا کلمہ بھی ص اور ق ہے۔ طٰہٰ کے معنی میں کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے اے آدمی! اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ہے اور اس آیت میں آپ کو ندا فرمائی ہے کہ اے طٰہٰ۔

(البحر المحیط' ج ۷ ص ۳۰۹' روح المعانی جز ۱۶ ص ۲۱۷' تفسیر منیر ج ۱۶ ص ۱۷۴)

اس سورت کا نام سورہ طٰہٰ رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کو ظاہر کرنا ہے اور کفار کی طعن اور تشنیع آمیز باتوں سے آپ کو تسلی دینا ہے۔

مقاتل نے کہا جب ابوجہل' ولید بن مغیرہ' نضر بن حارث اور مطعم بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ جب سے آپ نے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑا ہے آپ بہت سختی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اس کی پیشانی پر یہ لکھوا دیا: اے طٰہٰ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ کو سختی اور مشقت میں مبتلا کریں۔ طٰہٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ○ (طٰہٰ: ۲-۱)

سورہ مریم اور سورہ طٰہٰ کی باہمی مناسبت

اس سورت کی اس سے پہلی سورت مریم کے ساتھ حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) سورہ مریم میں دس انبیاء علیہم السلام کا اجمال اور اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس۔ اور اس سورت میں یعنی سورہ طٰہٰ میں ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) سورہ مریم کے آخر میں فرمایا ہے کہ آسانی کے لیے قرآن مجید کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں نازل فرمایا ہے' اور اس سورت کے شروع میں بھی یہ مضمون ہے کہ ہم نے آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے قرآن کو نازل نہیں کیا' یعنی

marfat.com

Marfat.com

آپ کی آسانی کے لیے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے۔

(۴) سورہ مریم کی انتہا بھی قرآن مجید کے ذکر پر ہوتی ہے اور سورہ طٰہٰ کی ابتدا بھی قرآن مجید کے ذکر سے ہوتی ہے۔

سورہ طٰہٰ کا زمانہ نزول

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۴ (چون) ہے یہ سورت سورہ مریم کے بعد اور سورہ واقعہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۰ (بیس) ہے۔

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھا رہے تھے اور بہت کم تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے تھے' اور ابھی تک مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی اور نہ اس وقت تک حضرت عمر اسلام لائے تھے۔ حضرت عمر بعثت نبوی کے پانچ سال بعد اور حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

امام عبدالملک بن ہشام المعافری المتوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا' حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ دونوں اپنے اسلام کو حضرت عمر سے مخفی رکھتے تھے۔ بنو عدی کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے' اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لیے حضرت فاطمہ بنت الخطاب کے گھر جایا کرتے تھے' ایک دن حضرت عمر تلوار حمائل کیے ہوئے (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے' اور حضرت عمر کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے عم محترم سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔ جب حضرت عمر سے نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے کہا میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے' ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے' سو میں ان کو قتل کروں گا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! تم دھوکے میں مبتلا ہو' کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چھوڑ دیں گے اور تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے! تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے! حضرت عمر نے کہا میرے گھر میں کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم نے کہا تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب' خدا کی قسم وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تم پہلے ان سے نمٹو' حضرت عمر اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے' اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا طٰہٰ' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے' جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر نے حضرت خباب کے قرآن پڑھانے کی آواز سن لی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ ان

marfat.com

Marfat.com

دونوں نے کہا ہم نے تو کوئی آواز نہیں سنی' حضرت عمر نے کہا کیوں نہیں! خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی کر رہے ہو' پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کے ایک تھپڑ مارا' ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا' اور ان کا سر پھاڑ دیا' جب انہوں نے بہت مارا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں' اب جو تمہارے جی میں آئے کرو' جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون بہتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا اچھا مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ میں بھی دیکھوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر پڑھے لکھے انسان تھے' جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کی بہن نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو' حضرت نے کہا تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۳۵' سنن کبریٰ ج ا ص ۸۸) جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا اے بھائی تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا' حضرت عمر نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا طٰہٰ جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسلام کی ابوالحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن الخطاب سے (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۱' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۸۱' المستدرک ج ۳ ص ۸۳' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۵) اس وقت حضرت عمر نے کہا اے خباب! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف میری رہنمائی کرو تاکہ میں اسلام لاؤں' حضرت خباب نے کہا وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں' حضرت عمر نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا اور گھبرا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' یہ تو عمر ہے وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے کہا اس کو آنے دو اگر وہ کسی نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا ہے تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو' پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے پھر حضرت عمر کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا اے عمر! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ اللہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر نے کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ میں اللہ پر' اس کے رسول پر اور اللہ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا اللہ اکبر' حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب نے جان لیا کہ عمر اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام لکھتے ہیں امام ابن اسحاق نے حضرت عمر کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا میں اسلام سے بہت دور تھا میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا' ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے اور شراب پیتے تھے' میں ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا' میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے

marfat.com

Marfat.com

والے کے پاس جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ نہیں ملا' پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے سات طواف کرلوں' پھر میں مسجد میں پہنچا تاکہ میں کعبہ کا طواف کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں' جب آپ نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کرتے تھے اور کعبہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے جب میں نے آپ کو دیکھا تو سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہو گیا (علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ شریح بن عبید کی روایت میں ہے اس وقت آپ سورہ الحاقہ پڑھ رہے تھے) مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا میں نے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ضرور شاعر ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی انه لقول رسول کریم ○ و ما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ○ (الحاقہ: ٤١-٤٠) ''بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے ○ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم یقین کرتے ہو ○ پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتا چل گیا ہے' پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ○ تنزیل من رب العلمین ○ (الحاقہ: ٤٣-٤٢) ''اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو ○ یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ ہے ○ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر تک سورہ الحاقہ پڑھی) حضرت عمر نے کہا جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل نرم ہو گیا میں آبدیدہ ہو گیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا' میں اسی جگہ پر کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ دار عباس اور دار ازھر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کا پیچھا کیا ہے' آپ نے پوچھا اے ابن الخطاب اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر! بے شک تمہیں اللہ نے ہدایت دے دی' پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کی' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔ امام ابن اسحاق نے کہا اللہ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ١ ص ٣٨٥-٣٨١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ' انسان العیون ج ٢ ص ١٢٦-١٢٠' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٥' الطبقات الکبریٰ ج ٩ ص ١٤١' الاستیعاب رقم: ١٨٩٩' اسد الغابہ رقم: ٣٨٣٠' الاصابہ رقم: ٥٧٥٢' سبل الھدیٰ والرشاد ج ٢ ص ٣٧٣-٣٧٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ)

سورہ طٰہٰ کے مقاصد اور مسائل

سورہ طٰہٰ کے مضامین حسب ذیل ہیں:

(١) اس سورت کے شروع میں طٰہٰ حروف مقطعہ میں سے ہے' اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت ہے کیونکہ ان حروف سے یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ کلام ان ہی حروف سے مرکب ہے جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو اگر تمہارے نزدیک یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی ان حروف سے کلام بنا کرلے آؤ' اور اگر نہیں لا سکتے تو مان لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے' اور اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں نازل کیا گیا کہ آپ کو کسی مشقت اور دشواری میں مبتلا کیا جائے اور نہ آپ کے ذمہ یہ

marfat.com

Marfat.com

لگایا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کو مسلمان کر دیں' آپ کا کام تو صرف ان کو نصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے' یہ قرآن آسمان وزمین کے خالق اور عرش وکرسی کے مالک کا فرمان ہے اس کو ان تک پہنچا دیجئے اور بس! (طٰہٰ: ۸-۱)

طٰہٰ: ۹۸-۹ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے نازل فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کا سابقہ فرعون کی متکبر اور ضدی قوم سے تھا اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سابقہ کفار قریش سے تھا اور وہ بھی بہت متکبر اور ضدی تھے سو ہدایت کے لیے جس قسم کی آیات فرعون کی قوم کے حق میں ہیں اسی قسم کی آیات کفار قریش پر بھی منطبق ہوں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں جو خاص خاص باتیں بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں: حضرت موسیٰ کا ہجرت کر کے مصر سے مدین کی طرف سفر کرنا اور مدین سے واپس ہوتے ہوئے مقام طویٰ میں نبوت سے سرفراز کیا جانا۔ حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا کیا جانا' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو فرعون کے دربار میں تبلیغ کے لیے جانے کا حکم دینا' حضرت موسیٰ کے معجزات کے مقابلہ میں جادوگروں کا اپنے جادو سے معارضہ کرنا اور اپنی شکست کو تسلیم کر کے حضرت موسیٰ پر ایمان لانا' فرعون کا ان ایمان لانے والوں کو سولی پر چڑھانے کی دھمکی دینا' حضرت موسیٰ کا بنو اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہونا' فرعون کا تعاقب کرنا' بنو اسرائیل کا نجات پانا اور فرعون کا غرق ہونا' حضرت موسیٰ کا طور پر تورات لینے جانا اور بنی اسرائیل کا سامری کے فتنہ میں مبتلا ہونا اور دیگر کئی امور۔

طٰہٰ: ۱۱۴-۹۹ میں قرآن مجید میں قصہ موسیٰ بیان کرنے کا فائدہ ہے' جو قرآن مجید کے مضامین سے اعراض کرے اس کی سزا کا ذکر ہے' قیامت اور حشر کے ہولناک امور کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔

طٰہٰ: ۱۲۳-۱۱۵ میں حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان لعین کے قصہ کا ذکر ہے۔

طٰہٰ ۱۲۹-۱۲۴ میں قرآن سے اعراض کرنے والوں کی دنیا اور آخرت میں سزا کا ذکر ہے۔ پچھلی امتوں پر عذاب بھیجنے کا بیان ہے تاکہ اس زمانہ کے مشرکین نصیحت حاصل کریں۔

طٰہٰ: ۱۳۵-۱۳۰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین ہے اور یہ حکم ہے کہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے' جو مشرکین فرمائشی معجزات کے طالب تھے ان کا رد ہے اور یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نازل نہیں فرماتا اور یہ بتایا ہے کہ عنقریب مشرکوں کو معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست پر کون ہے۔

سورہ طٰہٰ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم اس کا ترجمہ اور تفسیر شروع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ترجمہ اور تفسیر کے دوران مجھے ہدایت اور صراط مستقیم پر قائم رکھے اور وہی بات لکھوائے جو حق اور صواب ہو اور خطا اور ضلال سے بچائے۔

آمین یا رب العلمین بحرمة سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ/۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء

marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورہ طٰہٰ مکی ہے اور اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ

طاھا ○ ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ○ یہ صرف ان کے لیے نصیحت ہے جو اللہ سے

يَّخْشٰى ﴿٣﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ

ڈرتے ہیں ○ اس کو نازل کرنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمینوں کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ○ جو رحمٰن ہے

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ

اور (اپنی شان کے لائق) عرش پر جلوہ فرما ہے ○ اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے

وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

اور ان کے درمیان میں ہے اور زمین کی تہہ میں ہے ○ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں، تو بے شک وہ آہستہ اور

السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾ وَهَلْ

اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے ○ اللہ معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تمام اچھے نام اسی کے ہیں ○ کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ — وقف لازم

آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ ○ جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا ٹھیرو بے شک

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾

میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں ○

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِىَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ

جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ ○ بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں، سو آپ اپنے جوتے اتار دیجیے

marfat.com

Marfat.com

إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا

بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں ○ اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے پس جو وحی کی جائے

يُوحَىٰ ﴿۱۳﴾ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ

اس کو بغور سنیئے ○ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد

لِذِكْرِي ﴿۱۴﴾ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ

کے لیے نماز قائم کیجئے ○ بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی

بِمَا تَسْعَىٰ ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ

سعی کا صلہ دیا جائے ○ پس آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی

هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ

پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے ○ اور اے موسیٰ! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ ○ موسیٰ نے کہا یہ میرا عصا ہے،

أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿۱۸﴾

میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں ○

قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ﴿۱۹﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿۲۰﴾ قَالَ

فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو ○ موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھا ○ فرمایا

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ

اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت، ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے ○ اور اپنا ہاتھ

يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿۲۲﴾

اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے ○

۱ ع ۱۰ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ﴿۲۳﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۲۴﴾

کہ ہم آپ کو اپنی بعض بڑی نشانیاں دکھائیں ○ آپ فرعون کی طرف جائیے اس نے بہت سرکشی کی ہے ○

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: طاھاO ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیںO (طٰہٰ: ۲-۱)

طٰہٰ الخ کا شان نزول

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

"طٰہٰ" کے شان نزول میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھک جاتے تو کبھی ایک پیر پر وزن ڈالتے تو کبھی دوسرے پر' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) ضحاک نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا تو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے نماز پڑھی اور بہت لمبا قیام کیا تو قریش نے کہا اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشقت میں ڈالنے کے لیے ان پر قرآن نازل کیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) مقاتل نے کہا ابوجہل' نضر بن حارث اور المطعم بن عدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ ہمارے دین کو ترک کر کے مشقت اور مصیبت میں پڑ گئے ہیں' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۶۸' اسباب النزول للواحدی ص ۱۷۴)

طٰہٰ کے معانی

طٰہٰ کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس' حسن بصری' سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہم نے کہا اس کا معنی ہے اے آدمی!

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوالعالیہ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' طا سے طیب اور طاہر کی طرف اشارہ ہے اور ھا سے ہادی کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ابوسلیمان دمشقی نے کہا: طا سے مراد ہے طابہ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ ہے اور ھا سے مراد ہے مکہ۔

(۴) ثعلبی نے کہا طا سے مراد ہے اہل جنت کی طرب (خوشی) اور ھا سے مراد ہے اہل دوزخ کی ھوان (ذلت)۔

(۵) ثعلبی کا دوسرا قول ہے حساب جمل کے اعتبار سے طا کے نو عدد ہیں اور ھا کے پانچ عدد ہیں سو یہ چودہ عدد ہوئے یعنی چودھویں کی رات کے چاند اور اس کا معنی ہے: اے بدر کامل! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

(۶) علی بن ابی طلحہ نے کہا طٰہٰ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس نے اپنے نام کی قسم کھائی ہے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۷۰-۲۶۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام طٰہٰ رکھا جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم اس سے پہلے سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں بتا چکے ہیں کہ علامہ ابوالحیان اندلسی' علامہ آلوسی اور ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے بھی اس قول کا ذکر کیا ہے' اور قاضی عیاض مالکی' علامہ خفاجی اور ملا علی قاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ زبیدی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۷۸' بیروت' نسیم الریاض و شرح الشفاء ج ۲ ص ۳۸۹' اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۶۲)

marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسماء ہیں: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں' میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے' اور میں حاشر ہوں' اللہ تعالیٰ میرے قدموں پر حشر کرے گا اور میں عاقب (سب نبیوں کے بعد آنے والا) ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام محمد اور احمد رکھا ہے' آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کی حمد کرنے والے ہیں' اور آپ کی سب سے زیادہ حمد کی گئی ہے پس آپ احمد المحمودین اور احمد الحامدین ہیں۔ آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے پانچ اسماء ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں میرے پانچ اسماء ہیں' اور بعض روایات میں ہے کہ میرے دس اسماء ہیں (دلائل النبوۃ لابی نعیم وتفسیر ابن مردویہ) اور ان میں سے طٰہٰ اور یٰسٓ بھی ہیں' اور بعض تفاسیر میں ہے کہ طٰہٰ کا معنی ہے یا طاہر یا ہادی اور یٰسٓ کا معنی ہے یا سید' اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ میرے دس اسماء ہیں' پانچ اسماء تو وہ ہیں جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور باقی پانچ اسماء یہ ہیں: میں رسول رحمت ہوں اور رسول راحت ہوں اور رسول ملاحم ہوں اور میں مقفی ہوں نبیوں کے بعد آیا ہوں۔ اور میں قیم ہوں۔ قیم کے معنی ہیں الجامع الکامل۔

اور نقاش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میرے قرآن میں سات اسماء ہیں: محمد' احمد' یٰسٓ' طٰہٰ' مدثر' مزمل اور عبداللہ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے یہ اسماء بتائے: میں محمد اور احمد اور المقفی اور نبی التوبۃ اور نبی الملحمۃ اور نبی رحمت ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۵)

نبی الملحمۃ میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال اور سیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت القاب ہیں: نور' سراج منیر' منذر' نذیر' المبشر' البشیر' الشاہد' الشہید' الحق المبین' خاتم النبیین' الرؤف' الرحیم' الامین' قدم صدق' رحمۃ للعالمین' نعمۃ اللہ' العروۃ الوثقیٰ' الصراط المستقیم' النجم الثاقب' الکریم' النبی الامی' داعی الی اللہ۔

کتب سابقہ اور احادیث مبارکہ میں آپ کے اسماء حسب ذیل ہیں:

المصطفیٰ' المجتبیٰ' ابوالقاسم' الحبیب' رسول رب العلمین' الشفیع المشفع' المتقی' المصلح' الطاہر' المہیمن' الصادق' المصدوق' الہادی' سید ولد آدم' سید المرسلین' امام المتقین' قائد الغر المحجلین' حبیب اللہ' خلیل الرحمٰن' صاحب الحوض المورود والشفاعۃ' والمقام المحمود' صاحب الوسیلۃ والفضیلۃ' والدرجۃ الرفیعۃ' صاحب التاج والمعراج' واللواء والقضیب' راکب البراق' والناقۃ' والنجیب' صاحب الحجۃ' السلطان' الخاتم' العلامۃ والبرہان' صاحب الھراوۃ والنعلین۔

کتب مقدسہ میں آپ کے بعض اسماء یہ ہیں: المتوکل' المختار' مقیم السنۃ' المقدس' روح الحق' انجیل میں الفارقلیط کا یہی معنی ہے' ثعلب نے کہا فارقلیط کا معنی ہے جو حق اور باطل میں فرق کرے۔

کتب سابقہ میں آپ کے بعض اسماء یہ ہیں: ماذ ماذ اس کا معنی ہے طیب طیب' حمطایا' الخاتم' الحاتم' اس کو کعب احبار نے بیان کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

صاحب القضیب کا معنی ہے صاحب تلوار اور الہراوۃ کا معنی ہے عصا' اور التاج سے مراد ہے عمامہ۔
(الشفاء ج ا ص ١٨٠-١٧٦ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ بھی ہیں

(١) اللہ تعالیٰ کا اسم رؤف رحیم ہے اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رؤف رحیم فرمایا۔
وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ: ١٢٨)　اور وہ مومنوں کے ساتھ رؤف رحیم ہیں۔
(٢) اللہ تعالیٰ کا نام الحق اور المبین ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الحق اور المبین فرمایا:
حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (الزخرف: ٢٩)　یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول آ گیا۔
اور آپ کا نام النذیر المبین رکھا:
وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (الحجر: ٨٩)　آپ کہیے بے شک میں ہی النذیر المبین (صاف صاف ڈرانے والا) ہوں۔
(٣) اللہ تعالیٰ کا اسم نور ہے یعنی خالق النور یا نور والا یا آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا یا مومنوں کے دلوں کو ہدایت سے منور کرنے والا' اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نور فرمایا ہے:
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدۃ: ١٥)　بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا اور کتاب مبین۔
(٤) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے شہید ہے اس کا معنی عالم ہے یا وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر شاہد ہوگا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شاہد اور شہید فرمایا:
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (الاحزاب: ٤٥)　بے شک ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ١٤٣)　اور رسول تمہارے حق میں شہید (گواہ) ہوں گے۔
(٥) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کریم ہے اس کا معنی ہے بہت خیر والا' بہت معاف کرنے والا' اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کریم فرمایا ہے:
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (الحاقہ: ٦٩)　بے شک یہ رسول کریم کا قول ہے۔
ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔
(٦) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے عظیم ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عظیم فرمایا:
اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ٤)　بے شک آپ بہت عظیم اخلاق پر ہیں۔
(٧) اللہ تعالیٰ کا اسم خبیر ہے اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبیر فرمایا ہے:
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان: ٥٩)　پھر رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہوا' (اے مخاطب!) تو کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لے۔
قاضی ابوبکر بن العلاء نے کہا اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کو سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور خبیر سے مراد

marfat.com
Marfat.com

آپ کی ذات گرامی ہے۔

(۸) اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے القوی اور ذی قوۃ ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ذی قوۃ فرمایا ہے:

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ○ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ○ (التکویر: ۲۰-۱۹) یہ رسول کریم کا قول ہے ○ جو عرش والے کے نزدیک قوت والا بلند مرتبہ کا ہے۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں رسول کریم سے مراد حضرت جبریل ہیں' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۹) اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ولی ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ولی فرمایا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ (المائدہ ۵۵) اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے۔

(۱۰) طٰہٰ کی تفسیر میں کہا گیا ہے اس کا معنی ہے یا طاہر یا ہادی اور اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے طٰہٰ اور یٰسٓ ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اسماء ہیں۔

(الشفاء ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۱ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اسماء ہیں ان میں صرف ظاہری اور صوری طور پر اشتراک ہے اور معنی کے اعتبار سے ان میں زمین اور آسمان سے زیادہ فرق ہے' مثلاً رحیم اللہ تعالیٰ کا بھی اسم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسم ہے' لیکن اللہ تعالیٰ از خود رحیم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کے بنانے سے رحیم ہیں' اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی رحیم ہے اور آپ حادث اور فانی رحیم ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار غیر متناہی ہیں اور آپ کی رحمت کے آثار متناہی ہیں اس کے علاوہ اور بہت وجوہ سے فرق ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیس کمثلہ شئ (الشوریٰ: ۱۱) کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ' ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اسماء رکھے اور جب کوئی چیز بہت عظیم ہوتی ہے تو اس کے اسماء بھی بہت ہوتے ہیں۔ بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار اسم ہیں' رہے اللہ تعالیٰ کے اسماء تو ایک ہزار کا عدد ان کے لیے بہت کم ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھنے کے لیے تمام سمندر بھی سیاہی بن جائیں بلکہ ان جیسے سات اور سمندر بھی سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کل اسماء نہیں لکھے جا سکتے' اور رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء تو یہ وہی ہیں جو احادیث معتبرہ میں صریح اسم کے ساتھ وارد ہو چکے ہیں اور وہ تمام اسماء میں نے محفوظ کر لیے ہیں اور اس وقت ان میں سے سرسٹھ (۶۷) اسم متحضر ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) الرسول (۲) المرسل (۳) النبی (۴) الامی (۵) الشہید (۶) المصدق (۷) النور (۸) المسلم (۹) البشیر (۱۰) المبشر (۱۱) النذیر (۱۲) المنذر (۱۳) المبین (۱۴) الامین (۱۵) العبد (۱۶) الداعی (۱۷) السراج (۱۸) المنیر (۱۹) الامام (۲۰) الذاکر (۲۱) المذکر (۲۲) الہادی (۲۳) الشاہد (۲۴) المہاجر (۲۵) العامل (۲۶) المبارک (۲۷) الرحمت (۲۸) الامر

marfat.com
Marfat.com

(۲۹) الناحی (۳۰) الطیب (۳۱) الکریم (۳۲) المحلل (۳۳) المحرم (۳۴) الواضع (۳۵) الرافع (۳۶) المجیر (۳۷) خاتم النبیین (۳۸) ثانی اثنین (۳۹) منصور (۴۰) اُذن (۴۱) خیر (۴۲) مصطفیٰ (۴۳) امین (۴۴) مامون (۴۵) قاسم (۴۶) نقیب (۴۷) المزمل (۴۸) المدثر (۴۹) العلی (۵۰) الحکیم (۵۱) المومن (۵۲) الرؤف (۵۳) الرحیم (۵۴) الصاحب (۵۵) الشفیع (۵۶) المشفع (۵۷) المتوکل (۵۸) محمد (۵۹) احمد (۶۰) الماحی (۶۱) الحاشر (۶۲) المقفی (۶۳) العاقب (۶۴) نبی التوبۃ (۶۵) نبی الرحمۃ (۶۶) نبی الملحمۃ (۶۷) عبداللہ۔ ان کے علاوہ آپ کے اور بھی اسماء ہیں۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۱۲-۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے معانی

علامہ ابن العربی نے ان تمام اسماء کے معنی بھی بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

رسول وہ ہے جس کی خبر پے در پے اللہ کی طرف سے آئے اور وہی مرسل ہے اور وہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس کی خبر پے در پے آئے' وہ بھیجنے والے کی بات سنتا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم سنتے ہو اور تم سے سنا جائے گا اور جس نے تم سے سنا ہے اس سے بھی سنا جائے گا۔ نبی کے لفظ میں اگر ہمزہ ہو تو یہ نبأ سے بنا ہے اور اس کا معنی خبر دینا ہے' اور اگر اس میں ہمزہ نہ ہو تو نبوۃ سے بنا ہے اس کا معنی زمین کی بلند جگہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی خبر دینے والے ہیں' اور اس کے نزدیک بلند مرتبہ والے ہیں سو آپ میں دو وصف اور دو شرف جمع ہو گئے۔

امی کے معنی میں کئی اقوال ہیں' سب سے صحیح قول یہ ہے کہ امی وہ شخص ہے جو نہ پڑھتا ہو نہ لکھتا ہو اسی کیفیت پر ہو جس طرح اپنی ماں کے بطن سے نکلا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (النحل: ۷۸)

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ علم نہیں رکھتے تھے۔

پھر تم کو جو چاہا علم عطا فرمایا۔

اور آپ شہید ہیں کیونکہ آپ دنیا اور آخرت میں مخلوق کی شہادت دیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

ہم نے تم کو بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

اور آپ اس وجہ سے بھی شہید ہیں کہ معجزہ آپ کے صدق کی شہادت دیتا ہے۔

آپ مصدق ہیں کیونکہ آپ اپنے سے پہلے تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (البقرہ: ۹۷)

بے شک جبریل نے آپ پر اللہ کا کلام نازل کیا ہے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے۔

آپ نور ہیں' کیونکہ لوگ کفر اور جہالت کے اندھیروں میں تھے تو آپ نے لوگوں کے دلوں کو ایمان اور علم سے روشن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

marfat.com
Marfat.com

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ (المائدہ: ۱۵)

آپ مسلم ہیں' کیونکہ آپ سب سے پہلے مسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام: ۱۶۳) آپ کہیے میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

اور آپ سب سے پہلے ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور آپ جہل اور معاصی سے سلامتی میں ہیں۔

آپ بشیر ہیں کیونکہ آپ نے مخلوق کو ان کی اطاعت پر ثواب کی خبر دی اور ان کی نافرمانی پر سزا کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (آل عمران: ۲۱) پس آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔

اسی طرح مبشر کا معنی ہے اور آپ نذیر اور منذر ہیں کیونکہ آپ ان چیزوں کی خبر دیتے ہیں جن سے لوگ ڈریں اور عذاب کو دور کرنے والے کام کریں۔

آپ مبین ہیں' کیونکہ آپ نے اپنے رب کی وحی اور دین کو بیان کیا اور آیات اور معجزات کو ظاہر فرمایا۔

آپ امین ہیں کیونکہ آپ نے ان سب چیزوں کی حفاظت کی جن کی آپ کی طرف وحی کی گئی تھی' اور ان کی حفاظت کی جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔

آپ سید ہیں کیونکہ جو اللہ کے لیے عبادت کرے اور تواضع کرے اللہ اس کو سربلند کرتا ہے' سو آپ نے فرمایا: میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں اور میں مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو حق ہے۔

آپ سراج ہیں یعنی نور ہیں' آپ کے سبب سے مخلوق رشد اور ہدایت کو دیکھتی ہے اور آپ منیر ہیں۔

آپ امام ہیں کیونکہ مخلوق آپ کی اقتداء کرتی ہے اور آپ کے اقوال اور افعال کی پیروی کرتی ہے۔

آپ ذکر ہیں کیونکہ آپ فی نفسہ شریف ہیں اور دوسروں کو شرف دینے والے ہیں' آپ میں ذکر اور سلامتی کی تمام وجوہ جمع ہیں آپ مذکر ہیں کیونکہ آپ کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ ذکر کو پیدا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (الغاشیہ: ۲۲-۲۱) سو آپ نصیحت کیجئے آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں' آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبر کرنے پر قدرت عطا کی آپ کو سلطنت دی اور آپ کے دین کو روئے زمین پر غالب کر دیا۔

آپ ہادی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے خیر اور شر کے دونوں راستے واضح کر دیئے۔

آپ مہاجر ہیں کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کی (ان کو ترک کر دیا) اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت کی وجہ سے مخلوق کو چھوڑ دیا اور اس کی اطاعت کی محبت میں ان سے الگ ہو گئے' یعنی ان سے شدید تعلق نہ رکھا۔

آپ مبارک ہیں کیونکہ آپ کی وجہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے اور آپ کے اصحاب کے اعمال کے فضائل زیادہ ہوتے ہیں اور آپ کی امت کا مرتبہ دوسری امتوں پر زیادہ ہے۔

آپ رحمت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مخلوق پر دنیا میں یہ رحمت کی کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا اور آپ کی وجہ سے آخرت میں یہ رحمت ہوگی کہ ان کا جلد حساب ہوگا اور ان کا ثواب دگنا ہوگا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (الانفال: ۳۳) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب بھیجے۔

آپ آمر اور ناھی ہیں حقیقت میں اللہ تعالیٰ امر کرتا ہے اور نہی (منع) کرتا ہے اور آپ اس کے امر اور نہی کو پہنچاتے ہیں یا اس کی اجازت سے امر اور نہی کرتے ہیں۔ بعض چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور بعض چیزوں سے منع فرماتے ہیں۔

آپ طیب ہیں' آپ سے بڑھ کر کوئی پاکیزہ نہیں ہے آپ کا دل زنگ کی آلودگی سے پاک اور صاف ہے' آپ کے اقوال قول کے خبث سے پاک اور صاف ہیں اور آپ کے تمام افعال فعل کے خبث سے پاک اور صاف ہیں اور آپ کا ہر فعل اطاعت اور عبادت ہے۔

آپ کریم ہیں' کیونکہ مخلوق میں آپ سب سے بڑھ کر معاف کرنے والے اور عطا کرنے والے ہیں۔

آپ محلل اور محرم ہیں کیونکہ آپ پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

آپ واضع ہیں کیونکہ آپ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں' نیکوں کو سربلند کرتے ہیں بروں کو سرنگوں کرتے ہیں۔

آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ تمام نبیوں کے آخر ہیں اور یہ کنایہ ہے کیونکہ خاتم کا معنی مہر ہے اور کسی چیز کے آخر میں مہر لگا دی جاتی ہے (اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کی مہر لگا کر نبی بنائے جاتے ہیں) آپ کی شریعت اور آپ کی فضیلت قیامت تک باقی رہے گی۔

آپ ثانی اثنین ہیں کیونکہ آپ اللہ کی خبر کے ساتھ مقترن ہیں۔ آپ منصور ہیں کیونکہ اللہ کی طرف سے آپ کی مدد کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسول منصور ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۷۲-۱۷۱) اور بے شک اپنے ان بندوں کے لیے جو رسول ہیں ہمارا وعدہ پہلے ہی صادر ہو چکا ہے ○ یقیناً ان ہی کی مدد کی جائے گی ○

آپ اُذنِ خیر (خیر کے کان) ہیں کیونکہ آپ اسی بات کو غور سے سنتے ہیں جو خیر ہو۔

آپ مصطفیٰ ہیں کیونکہ آپ تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے اور پسندیدہ ہیں جیسا کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو چن لیا اور اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۶' ۳۶۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶)

آپ امین ہیں کیونکہ آپ نے معانی کی چابیوں کی قیامت تک کے لیے حفاظت کی ہے' اور آپ مامون ہیں کیونکہ آپ سے شر کا خطرہ نہیں ہے۔ آپ قاسم ہیں کیونکہ آپ زکوٰۃ' خمس اور دیگر اموال سے مسلمانوں کے حقوق کو تقسیم کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷)

آپ نقیب ہیں کیونکہ آپ کے تمام صحابہ پر انصار کا فخر ہے' آپ نے ان کے متعلق فرمایا میں ان کا نقیب ہوں' کیونکہ ہر وہ جماعت جس کا کوئی نقیب ہوتا ہے وہ اس کے معاملات کا ولی اور سرپرست ہوتا ہے اور اس کی خبروں کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی منتشر چیزوں کو جمع کرتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو شرف عطا فرمانے کے لیے ان کو یہ عزت دی۔

marfat.com

Marfat.com

آپ مرسِل (سین پر زیر) ہیں کیونکہ آپ نے اطراف عالم میں اپنے نمائندے بھیجے تا کہ وہ آپ کے دین کی تبلیغ کریں۔
آپ علی ہیں کیونکہ آپ شرف' مقام' مرتبہ اور اپنے دعاوی پر دلائل کے لحاظ سے تمام مخلوق پر بلند ہیں۔
آپ حکیم ہیں کیونکہ آپ نے اپنے رب کی طرف سے قوانین بنائے اور ان کے تقاضوں پر عمل کیا۔
آپ مومن (میم پر زبر) ہیں یعنی مصدق ہیں' آپ کے رب نے آپ کے اقوال اور افعال کی تصدیق کی ہے۔
آپ الرؤف الرحیم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں پر شفقت کرنے والا بنایا ہے' آپ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے۔ ہر نبی نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے چھپا کر رکھا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۸) نیز آپ نے فرمایا اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۱۱ عالم الکتب)
آپ صاحب ہیں کیونکہ آپ اس شخص کے ساتھ ہیں جو حسن معاملہ' نیکی' کرامت' مروت اور وفاداری میں آپ کی اتباع کرے۔
آپ الشفیع المشفع ہیں کیونکہ آپ مخلوق کے حساب میں جلدی کریں گے اور عذاب کو دور کرنے میں ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ کی بہت تعظیم اور تکریم کی جائے گی۔
آپ متوکل ہیں یعنی آپ نے تمام معاملات کی چابیاں اللہ تعالیٰ کو سونپ دی ہیں خواہ علم کا معاملہ ہو یا عمل کا۔ مقفی کا معنی عاقب کی مثل ہے۔
آپ نبی التوبہ ہیں کیونکہ آپ نے اپنی امت کی زبانی توبہ قبول فرمائی اور ان کو قتل کرنے یا قید کرنے کا حکم نہیں دیا۔
آپ نبی الرحمۃ ہیں' اس کا معنی رحمت کی تفسیر میں گزر گیا ہے۔
آپ نبی الملحمۃ ہیں کیونکہ آپ کو اللہ کے دشمنوں کے ساتھ حرب اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
(عارضۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۱۴-۲۱۲' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے متعلق دیگر علماء کی تحقیقات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:
قاضی ابو الفضل نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں' کتب قدیمہ اور اطلاقات ائمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت اسماء اور آپ کی صفات کا تتبع کیا ہے اور یہ ان کی کتاب الشفاء میں مذکور ہیں' اور قاضی ابو بکر بن العربی نے احکام القرآن میں آپ کے سرسٹھ (۶۷) اسماء کا ذکر کیا جو ان کو پڑھنا چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔
(المفہم ج ۶ ص ۱۴۹' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ' شرح النواوی ج ۱۰ ص ۶۱۹۰' مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد ننانوے (۹۹) تک پہنچائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعداد کے موافق ہے جو حدیث میں وارد ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے تینتیس (۳۳) اسماء کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا ہے' ابن دحیہ نے المستوفی میں لکھا ہے کہ جب کتب متقدمہ' قرآن مجید اور سنت میں تتبع اور تلاش کی گئی تو آپ کے اسماء کی تعداد تین سو ہے' اور بعض صوفیاء نے کہا آپ کے اسماء کی تعداد اللہ تعالیٰ کے

marfat.com
Marfat.com

اسماء کی طرح ایک ہزار ہے۔ علامہ بدر البلقینی نے ایک ضخیم جلد میں ان اسماء کو جمع کیا ہے' اسی طرح ابن دحیہ نے المستوفی میں ان اسماء سے مراد آپ کے اوصاف ہیں اور ہر وہ وصف جو آپ کے ساتھ مختص ہے اس سے آپ کا اسم بنا لیا گیا ہے یا آپ کے اوصاف غالبہ سے یا ان اوصاف سے جو آپ میں اور دوسرے انبیاء میں مشترک ہیں' قاضی عیاض' ابن العربی اور ابن سید الناس نے ان اسماء کا عدد چار سو تک پہنچایا ہے۔

نقاش نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن میں میرے سات اسماء ہیں محمد' احمد' یٰسین' طٰہٰ' مزمل' مدثر اور عبد اللہ۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۶۳-۱۶۱ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اسماء قرآن مجید میں بالاتفاق مذکور ہیں وہ یہ ہیں: الشاھد' المبشر' النذیر' المبین' الداعی الی اللہ' السراج المنیر' المذکر' الرحمۃ' النعمۃ' الھادی' الشھید' الامین' المزمل اور المدثر' حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث میں آپ کا اسم المتوکل بھی ہے۔ اور آپ کے مشہور اسماء یہ ہیں: المختار' المصطفیٰ' الشفیع' المشفع' الصادق المصدوق۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں' علامہ ابن دحیہ نے الاسماء النبویہ میں ایک الگ مستقل کتاب لکھی ہے۔ بعض علماء نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء کے موافق ننانوے ہیں اور اگر کوئی شخص تتبع کرے تو ان کا عدد تین سو تک پہنچتا ہے۔ علامہ ابن دحیہ نے اپنی اس تصنیف مذکور میں قرآن مجید اور احادیث سے ان اسماء کا ذکر کیا ہے اور ان آیات اور احادیث کا بھی ذکر کیا ہے اور ان اسماء کو منضبط کیا ہے اور ان کے معانی کی شرح کی ہے اور اپنی عادت کے مطابق بہت زیادہ فوائد کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے زیادہ تر جن اسماء کا ذکر کیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں اور ان میں سے اکثر بہ طور اسم کے وارد نہیں ہوئے مثلاً حدیث میں ہے ''میں وہ لبنۃ (اینٹ) ہوں جس سے قصر نبوت مکمل ہوا ہے'' تو انہوں نے لبنۃ کو بھی آپ کا اسم قرار دیا ہے' اور علامہ ابن العربی نے ترمذی کی شرح میں بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں اور اس کے رسول کے بھی ایک ہزار اسم ہیں' اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسم ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں الماحی ہوں میرے سبب سے اللہ کفر مٹا دیتا ہے اور میں الحاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا (یعنی میرے بعد قیامت آ جائے گی اور درمیان میں کوئی اور نبی نہیں آئے گا) اور میں العاقب ہوں (یعنی میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲) اس حدیث میں صرف پانچ اسماء پر اقتصار کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ کے دوسرے اسماء کی بہ نسبت یہ اسماء زیادہ مشہور ہیں۔ یہ اسماء گزشتہ امتوں کے درمیان گزشتہ کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ صرف ان کے لیے نصیحت ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں O اس کو نازل کرنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمینوں کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا O جو رحمٰن ہے اور (اپنی شان کے لائق) عرش پر جلوہ فرما ہے O اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور ان کے درمیان ہے اور زمین کی تہہ میں ہے O اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے O اللہ معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تمام اچھے نام اسی کے ہیں O (طٰہٰ: ۸-۳)

صرف ڈرنے والوں کے لیے قرآن کے نصیحت ہونے کی توجیہ

طٰہٰ: ۳ کا معنی ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ تبلیغ کے سلسلہ میں مشقت برداشت کریں

marfat.com
Marfat.com

زحمت اٹھائیں بلکہ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ اس قرآن سے ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اس پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ قرآن مجید کی نصیحت صرف ان لوگوں کے لیے کیوں خاص کی گئی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو قرآن مجید سب کے لیے نصیحت ہے لیکن واقع میں اس قرآن سے نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق ایک جگہ فرمایا: ھدی للناس (البقرۃ:۱۸۵) یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور دوسری جگہ فرمایا ھدی للمتقین (البقرہ:۲) یہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے' اس کا بھی یہی معنی ہے کہ ہر چند کہ قرآن کریم فی نفسہٖ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے لیکن واقع میں اس سے ہدایت صرف متقین حاصل کرتے ہیں' اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا (الفرقان:۱) وہ برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اس آیت میں فرمایا ہے آپ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہیں' اور ایک اور آیت میں فرمایا:

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الذاریات:۵۵) اور نصیحت کرتے رہیے بے شک یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا والوں کو نصیحت فرماتے تھے لیکن آپ کی نصیحت سے نفع ایمان والے ہی حاصل کرتے تھے اس لیے اس آیت میں بھی خصوصیت سے فرمایا کہ یہ قرآن صرف ان کے لیے نصیحت ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔

قرآن کریم کی عظمت

طٰہٰ:۴ میں فرمایا اس کو نازل کرنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمینوں کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت بیان فرمائی ہے کہ اس کو نازل کرنے والا وہ عظیم ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے' جو رحمٰن ہے اور عرش پر جلوہ فرما ہے' اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور ان کے درمیان میں ہے اور زمین کی تہہ میں ہے○ کیونکہ مخلوق اور نعمت کی عظمت سے اس کے خالق اور منعم کی عظمت ظاہر ہوگی کہ جو مخلوق اتنی عظیم ہے اس کا خالق کتنا عظیم ہوگا اور جو نعمت اس قدر عظیم ہے اس نعمت کا دینے والا کس قدر عظیم ہوگا' اور جب اس قدر عظیم ذات نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے تو وہ قرآن مجید کس قدر عظیم ہوگا اور قرآن مجید کی عظمت اس لیے بیان فرمائی تاکہ لوگ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور اس کے حقائق میں تدبر کریں' کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے پاس اپنا نمائندہ یا سفیر بھیجتا ہے تو اگر وہ بھیجنے والا بہت عظیم اور صاحب اقتدار ہو تو اس سفیر اور نمائندہ کو بہت اہم اور قابل قدر قرار دیا جاتا ہے اور پوری تندہی سے اس کے احکام کی اطاعت کی جاتی ہے۔

طٰہٰ:۵ میں فرمایا جو رحمٰن ہے اور عرش پر جلوہ فرما ہے' عرش پر جلوہ فرما ہونے کی تفسیر ہم الاعراف:۵۴ میں بیان کر چکے ہیں۔

طٰہٰ:۶ میں ماتحت الثری کا لفظ ہے' ثری کا معنی ہے گیلی مٹی' خاک (مختار الصحاح ص ۶۲) اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے نیچے کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' محمد بن کعب نے کہا اس سے مراد ساتویں زمین ہے۔

اور اخفیٰ کا معنی

طٰہٰ:۷ میں ہے اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے○

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں سر اور اخفیٰ کے الفاظ ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انسان دوسرے شخص سے پوشیدگی میں جو بات کرے وہ سر ہے' اور انسان اپنے دل میں جو بات چھپالے اور کسی دوسرے شخص کو اس پر مطلع نہ کرے وہ اخفیٰ ہے۔ نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا دل میں کسی کام کا منصوبہ بنانا سر ہے اور جس کام کا تم عنقریب اپنے دل میں منصوبہ بناؤ گے وہ اخفیٰ ہے' تم یہ جانتے ہو کہ تم نے آج اپنے دل میں کیا پروگرام بنایا ہے اور تم یہ نہیں جانتے کہ تم کل اپنے دل میں کیا پروگرام بناؤ گے' اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم نے آج اپنے دل میں کیا چھپایا ہے اور تم کل اپنے دل میں کیا چھپاؤ گے اس لیے فرمایا وہ سر کو بھی جانتا ہے اور اخفیٰ کو بھی جانتا ہے۔

اللہ کے واحد ہونے پر ایمان کے مدارج اور مراتب

طٰہٰ: ۸ میں ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے اس پر دوزخ کے عذاب کا دوام حرام ہو جاتا ہے اور وہ دخول جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے پہلے جز میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا بیان فرمایا ہے' امام رازی نے لکھا ہے کہ توحید کے چار مراتب ہیں: (۱) زبان سے توحید کا اقرار کرنا (۲) دل میں توحید کا اعتقاد رکھنا (۳) دلائل سے اس اعتقاد کی تائید کرنا (۴) بندہ بحر توحید میں اس طرح غرق ہو جائے کہ اس کے دل میں ماسوا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اور کوئی خیال نہ آئے۔

اگر کوئی شخص زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے اور اس کا دل اس کے اعتقاد سے خالی ہو تو وہ منافق ہے' اور اگر اس کے دل میں توحید کا اعتقاد ہو اور اس نے زبان سے توحید کا اقرار نہ کیا ہو تو اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

صورت اولیٰ: ایک شخص نے دلائل میں غور وفکر کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت ہو گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ توحید کا اقرار کرتا اس کو موت آ گئی۔ ایک قوم نے یہ کہا اس کا ایمان مکمل نہیں ہوا' اور حق یہ ہے کہ اس کا ایمان مکمل ہو گیا کیونکہ جس چیز کا وہ مکلف تھا اس کو اس نے ادا کر لیا اور وقت کی مہلت نہ ملنے کی وجہ سے وہ کلمہ پڑھنے سے عاجز رہا' اور میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ ملک الموت کی پیشانی پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے تاکہ جب مومن ملک الموت کی طرف دیکھے تو اس کو کلمہ پڑھنا یاد آ جائے۔

صورت ثانیہ: ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اور اس پر اتنا وقت گزر گیا جس میں وہ کلمہ پڑھ سکتا تھا' لیکن اس نے کوتاہی کی اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ امام غزالی نے یہ کہا کہ زبان دل کی ترجمان ہے' جب اس کے دل میں ایمان آ چکا اور پھر اس نے زبان سے اقرار کرنے میں تقصیر کی تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرے' تو وہ کیسے اہل دوزخ میں سے ہو گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو گا اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴) اور اس شخص کا دل تو ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ایمان اور کفر امور شرعیہ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جو شخص کلمہ نہ پڑھے وہ کافر ہے۔

صورت ثالثہ: جس نے دلائل میں غور وفکر کیے بغیر زبان سے اللہ کے واحد ہونے کا اقرار کیا اور دل میں اس کا اعتقاد رکھا تو یہ مقلد کا ایمان ہے اور اس کے صحیح ہونے میں اختلاف مشہور ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۲' مطبوعہ ۱۴۱۵ھ)

مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا

میں کہتا ہوں کہ اس ایمان کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے عہد صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک کے نوے فیصد

marfat.com
Marfat.com

سے زیادہ مسلمان اس لیے مسلمان ہیں کہ ان کے ماں باپ مسلمان تھے' ان کے ماں باپ نے انہیں کلمہ پڑھایا اور اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دی اور اسلام کے احکام پر عمل کرایا' یہ اور بات ہے کہ بعد میں پڑھ لکھ کر ان میں سے بعض کو توحید و رسالت کے دلائل پر اطلاع ہو گئی لیکن ان میں بہ کثرت ایسے مسلمان ہیں کہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے پر کیا دلیل ہے تو وہ کوئی دلیل نہیں بتا سکیں گے' یا آپ ان سے پوچھیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی کیا دلیل ہے تو وہ آپ کو کوئی دلیل نہیں بتا سکیں گے۔ اس لیے یہ کہنا کہ مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے دراصل بے شمار مسلمانوں کے ایمان کی نفی کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو شخص اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا اعتراف کرتا یا آپ کی نبوت کا اقرار کرتا آپ اس سے یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ تم کس دلیل سے اللہ کو واحد مانتے ہو یا کس دلیل سے مجھ کو نبی مانتے ہو۔

حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی تھی جو میری بکریاں چراتی تھی ایک دن میں اس کے پاس گیا اور میری بکریوں میں سے ایک بکری نہیں تھی' میں نے اس سے اس بکری کے متعلق سوال کیا اس نے بتایا کہ اس کو ایک بھیڑیا کھا گیا' اور میں بھی بنو آدم سے ہوں' میں نے اس کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا' اور میرے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا اللہ کہاں ہے اس نے کہا آسمان میں' پھر آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔

(مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۰' ۳۲۸۲' ۳۹۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۶۸۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۲۰' سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۵۷' شرح السنۃ ج ۹ ص ۲۳۶)

حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ فام باندی لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے ذمہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے' اگر آپ کے نزدیک یہ باندی مومنہ ہو تو میں اس کو آزاد کر دوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے پوچھا کیا تم مرنے کے بعد اٹھنے پر یقین رکھتی ہو اس نے کہا ہاں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ (مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۱۵۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۲-۴۵۱)

ان دونوں حدیثوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باندیوں سے صرف کلمہ سن کر ان کو مومنہ قرار دیا' اور آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس دلیل سے اللہ کو واحد اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے مومن ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دلائل سے اللہ اور رسول کو مانے۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

عطا بن ابی رباح نے کہا ہر وہ غلام جو اسلام میں پیدا ہوا ہو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا درست ہے اوزاعی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا آیا دودھ پیتے بچے کو کفارۂ قتل میں آزاد کرنا درست ہے' انہوں نے کہا ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے اور یہی اوزاعی کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا جب کسی غلام کے ماں باپ میں سے ایک مومن ہو تو اس کو کفارہ قتل میں آزاد کرنا جائز ہے' یہی امام شافعی کا بھی قول ہے مگر ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ ایمان کی تصریح کرے' امام مالک نے یہ

marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ اس صورت میں اس کے باپ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔
حافظ ابوعمر کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہوا ہو اور وہ اہل
اور تمیز کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وہ وراثت میں مسلمان اور مومن کے حکم میں ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں
کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (الاستذکار ج ٢٣ ص ١٧٣ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ١٤١٤ھ)
نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی وہ مومن ہے جب کہ وہ اس کی د
سے تصدیق کرتا ہو اور زبان سے اس کا اظہار کرتا ہو خواہ وہ روزہ رکھتا ہو نہ نماز پڑھتا ہو' اور اسی طرح وہ بچہ جو مسلمان ماں باپ
کے درمیان رہتا ہو' کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے اس شہادت کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں
کیا۔ (التمہید ج ٤ ص ١١٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٩ھ فتح المالک ج ٨ ص ٤٤٢' مطبوعہ بیروت' ١٤١٨ھ)
علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کافر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بغیر مومن نہیں ہوتا
اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس شخص نے ان دونوں شہادتوں کا اقرار کیا اور اس پر مضبوط یقین رکھا وہ اس کے ایمان کی صحت
کے لیے کافی ہے' اور اس کے اہل قبلہ اور اہل جنت سے ہونے کے لیے بھی کافی ہے اور اس کو اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا کہ وہ
اس اعتقاد کو دلیل اور برہان سے بھی ثابت کرے اور نہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی دلیل کو جانے' اور یہی صحیح مذہب ہے جس
پر جمہور ہیں۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ٣ ص ١٨١٠' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

طٰہٰ: ٨ میں ہے لا الٰہ الا ھو' اور ھو ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے سو اس کا معنی ہے لا الٰہ الا اللہ اس لیے ہم یہاں
لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے فضائل کے متعلق احادیث کو بیان کر رہے ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی زیادہ
سعادت کون حاصل کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہی گمان تھا اے ابو ہریرہ کہ اس کے متعلق تم سے پہلے
مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا' قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت وہ شخص حاصل کرے گا جس نے اخلاص قلب کے
ساتھ کہا ہو لا الٰہ الا اللہ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٩٩' مسند احمد رقم الحدیث: ٨٨٤٥' عالم الکتب)
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ
الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پوچھا گیا اخلاص کیا ہے؟ فرمایا جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہے۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ١٢٥٧' مکتبہ المعارف ریاض' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٥٠٧٤' الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ٢٢٥٣' مجمع
الزوائد رقم الحدیث: ١٨)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ایمانوں کو تازہ کرو' کہا گیا
رسول اللہ! ہم اپنے ایمانوں کو کیسے تازہ کریں آپ نے فرمایا: بہ کثرت لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔
(مسند احمد ج ٢ ص ٣٥٩' الترغیب للمنذری رقم الحدیث: ٢٢٦٠' حافظ منذری نے کہا یہ حدیث حسن ہے' حافظ الہیثمی
کہا اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام طبرانی کی سند کے راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٨٢)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مجھے ایک ایسے کلمہ کا علم ہے اس کو جو شخص بھی دل سے پڑھے گا اور تادم مرگ اس پر قائم رہے گا اس کو دوزخ پر حرام کر دیا جائے گا وہ کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ۔ (المستدرک ج ۱ ص ۷۲) امام حاکم نے کہا اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چابیاں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۰' اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور افضل الدعاء الحمد للہ ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۴۶' المستدرک ج ۱ ص ۵۰۳' ۴۹۸' الاسماء و الصفات ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک پالان پر آگے پیچھے سوار تھے' آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! میں آپ کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ نے اس طرح تین بار فرمایا تھا' پھر آپ نے فرمایا: جو شخص بھی صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے گا اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی پر اعتماد کر لیں گے۔ حضرت معاذ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس حدیث کو بیان کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۷۷۸)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حشر کے دن میری امت کے ایک شخص کو لوگوں کے درمیان سے بلایا جائے گا' اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر منتہاء نظر تک ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تم پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اے میرے رب! اللہ فرمائے گا کیوں نہیں! ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے بے شک آج تم پر کوئی ظلم نہیں ہو گا پھر ایک پرچی نکالی جائے گی جس میں لکھا ہو گا: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو اپنے میزان میں رکھو' وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے اس پرچی کا کیا وزن ہو گا۔ پس اللہ فرمائے گا بے شک تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس کے گناہوں کے رجسٹروں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اس پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا پھر وہ رجسٹر میزان میں ہلکے ہوں گے اور وہ پرچی بھاری ہو گی اور اللہ کے نام کے سامنے کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

(یہ حدیث صحیح ہے سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۵' المستدرک ج ۱ ص ۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سفید چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے' میں دوبارہ آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے' آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہے پھر اسی کلمہ پر مر جائے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگر وہ زنا کرے' اگر وہ چوری کرے' آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے اور اگر وہ چوری کرے! میں نے کہا اگر وہ زنا کرے اور اگر وہ چوری کرے' فرمایا اگر وہ زنا کرے اور اگر وہ چوری کرے' میں نے

marfat.com

Marfat.com

(تیسری بار) کہا اگر وہ زنا کرے اور اگر وہ چوری کرے آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے اور اگر وہ چوری کرے ابوذر کی ناک کو خاک میں رگڑتے ہوئے۔ حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو یہ کلمات ضرور کہتے تھے' امام بخاری نے فرمایا یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے' یا موت سے پہلے جب بندہ توبہ کرے اور نادم ہو اور کہے لا الٰہ الا اللہ تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۷۴۳)

جو شخص فرائض کا تارک ہو اور محرمات کا مرتکب ہو آیا صرف کلمہ پڑھنے سے اس کی نجات ہو جائے گی

حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

اس قسم کی جو احادیث ہیں جن میں مذکور ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا یا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ ان کے متعلق اساطین اھل علم نے یہ کہا ہے یہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں جب اسلام کی دعوت صرف توحید کے اقرار کے لیے تھی پھر جب فرائض مقرر ہو گئے اور حدود متعین ہو گئیں تو یہ حکم منسوخ ہو گیا' اور اس پر بہت زیادہ دلائل ہیں جن میں نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج ادا کرنے والے اور حرام کام کرنے والوں پر عذاب کی وعید کی گئی ہے۔ ضحاک' سفیان ثوری اور زہری وغیرہ کا یہی قول ہے' اور ایک جماعت نے یہ کہا کہ نسخ کا دعویٰ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ارکان دین اور فرائض اسلام میں سے ہر چیز توحید اور رسالت کی شہادت کے لوازم میں سے ہے' سو جس شخص نے کسی فرض کا انکار کرتے ہوئے اس کو ادا نہیں کیا یا اس کو معمولی یا غیر اہم سمجھتے ہوئے اس کو ادا نہیں کیا ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں گے اور یہ قول بھی صحت کے قریب ہے' اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا دخول جنت اور دوزخ سے نجات کا سبب ہے' بہ شرطیکہ وہ فرائض کو ادا کرے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے اور اگر وہ فرائض ادا نہ کرے اور کبائر سے اجتناب نہ کرے تو کلمہ توحید پڑھنا دوزخ میں دخول سے مانع نہیں ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۹۱۔ ۳۹۰' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

جس شخص نے کلمہ توحید پڑھا' اور فرائض ادا نہیں کیے اور کبائر کا ارتکاب کیا اس کے متعلق میری تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا شخص خواہ ابتداءً جنت میں داخل نہ ہو لیکن وہ جنت میں بہر حال داخل ہو گا اور اس پر دوزخ کا خلود اور دوام نہیں ہو گا' رہا اس کا نیک عمل نہ کرنا اور برے کام کرنا تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے اس کے گناہوں کو بخش کر اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمادیں کیونکہ آپ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۵۹۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۹۶' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۴۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۰۵۵) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیگر انبیاء' صلحاء یا علماء میں سے اسے کسی کی شفاعت نصیب ہو جائے' یا دنیا میں جو اس پر مصائب ڈالے گئے تھے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں' اور اگر بالفرض وہ ان تمام مراحل سے محروم رہے تو بہر حال یہ یقینی امر ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل ہو جائے گا لیکن وہ جنت میں داخل ضرور ہو گا اور دوام اور خلود کے ساتھ دوزخ میں نہیں رہے گا' اور یہی ان احادیث کا منشا اور محمل ہے اور امام بخاری نے جو فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد نادم اور تائب ہو یا جو مرتے وقت کلمہ پڑھ لے وہ بھی ان احادیث کا بہت عمدہ محمل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسماء حسنیٰ

اس کے بعد فرمایا: تمام اچھے نام اسی کے ہیں: (طٰہٰ: ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں جس نے ان کو شمار کرلیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۷)

ان اسماء کا تفصیل سے ذکر جامع ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۱۸ میں ہے۔

ہم نے اس آیت کی مکمل اور جامع تفسیر الاعراف: ۱۸۰ میں کی ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۳۲-۴۲۴، وہاں ہم نے ان عنوانات پر بحث کی ہے: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنیٰ، اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر، اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق، اسم اعظم کی تحقیق، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل، اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ ○ جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں ○ (طٰہٰ: ۱۰-۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنے کی وجہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان فرمائی تھی اب اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما رہا ہے تاکہ انبیاء علیہم السلام کے احوال سن کر اور ان کو تبلیغ کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے جو سختیاں اٹھائیں اور کفار نے ان کو جو دل آزار باتیں کہیں ان سب پر مطلع ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان اور تسلی ہوگی اور کفار کو تبلیغ کرنے کے لیے آپ کا دل مزید مضبوط ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ھود: ۱۲۰) — ہم آپ کے سامنے رسولوں کے تمام احوال بیان فرما رہے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کر رہے ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام کے احوال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے ابتدا کی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت فتنوں اور بہت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا تاکہ اس راہ میں سختیوں کے برداشت کرنے کے لیے آپ کے حق میں تسلی کا سبب فراہم ہو۔

حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کی اجازت سے مدین سے روانہ ہونا

یہ جو فرمایا ہے کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ اس کے دو محمل ہیں، ایک یہ کہ جب پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کی خبر دی تو فرمایا کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ یعنی اب تک آپ کے پاس موسیٰ کی خبر نہیں پہنچی۔ ہم آپ کو اب موسیٰ کی خبر دے رہے ہیں اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ فرما کر کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے ہم آپ کو اس خبر پر متنبہ کر رہے ہیں۔

وھب بن منبہ یمانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت پوری کر دی تو وہ ان سے اجازت لے کر مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے، ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں اور ایک بکری تھی اور عصا تھا جس سے وہ دن میں بکری کے لیے پتے جھاڑتے تھے، اور ایک چقماق تھا جس سے وہ رات کو آگ جلا کر حرارت حاصل کرتے کیونکہ وہ انتہائی سرد موسم تھا اور برفانی راتیں تھیں۔ جب وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ

marfat.com

Marfat.com

السلام کو نبوت سے مشرف کرنا چاہتا تھا اور ان کو اپنے کلام سے سرفراز کرنا چاہتا تھا اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے حتیٰ کہ انہیں پتا نہیں چلا کہ وہ کس طرف متوجہ ہوں۔ انہوں نے چقماق نکالا تا کہ اپنے اھل کے ساتھ رات گزارنے کے لیے آگ روشن کریں' اس رات وہ چقماق نہ جل سکا اور وہ اس کو جلانے کی کوشش میں تھک گئے' حتیٰ کہ انہوں نے ایک جگہ آگ دیکھی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۱۰۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اھل سے کہا تم لوگ ٹھہرو' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اھل سے مراد ان کی زوجہ صفوراء ان کا بچہ اور ان کا خادم ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اھل سے مراد صرف ان کی زوجہ ہو کیونکہ اھل کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔ امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ ان کی بیوی کا نام صفورا تھا (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۸۶۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انی انست نارًا میں نے آگ کو دیکھا ہے' ایناس کا معنی ہے اس واضح چیز کو دیکھنا جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو' اس لفظ سے انسان العین بنا ہے جس کا معنی ہے آنکھ کی پتلی جس سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں' اور اسی سے انس بنا ہے جس کا معنی ہے انسان' کیونکہ وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اس کے برخلاف جن کا معنی ہے چھپی ہوئی چیز اور جنات کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مخفی ہوتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ سو انس کا معنی ظاہر اور جن کا معنی مخفی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

حضرت موسیٰ نے اپنے اھل سے فرمایا شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تمہارے پاس انگارہ لے کر آتا ہوں' کیونکہ ہوسکتا ہے ان کو جو آگ نظر آئی تھی وہ کوئی اور چیز ہوتی اور وہ اس سے اپنے وعدہ کے مطابق انگارہ نہ لا سکتے تو انہوں نے وعدہ کی خلاف ورزی سے بچنے کے لیے فرمایا شاید میں تمہارے پاس اس سے انگارہ لے آؤں!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وھب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کو دیکھا تو وہ تھوڑی دور چلے حتیٰ کہ آگ کے قریب پہنچ کر ٹھہر گئے۔ انہوں نے دیکھا وہ بہت عظیم الشان آگ تھی جو ایک سرسبز درخت کی شاخوں سے بھڑک رہی تھی اور آگ کے بھڑکنے سے درخت جلنے کے بجائے اور زیادہ سرسبز ہو رہا تھا اور اس کا حسن اور زیادہ نکھر رہا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا یہ ایسی آگ ہے کہ اس سے انگارے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ وہ وہاں پر حیران کھڑے ہوئے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ میں یہیں پر کھڑا رہوں یا واپس چلا جاؤں' وہ اسی کیفیت میں تھے کہ اس درخت سے عمودی شکل میں آسمان کی جانب ایک نور بلند ہوا جو سورج کی شعاع کی مثل تھا اور اس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی وہ اسی خوف اور دہشت کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے کہ درخت سے ایک بلند آواز آئی یا موسیٰ!

(کتاب الزھد ص ۸۰-۷۹' ملخصاً' اس روایت کا امام رازی نے بھی ذکر کیا ہے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷-۱۶' بیروت' حافظ سیوطی نے اس روایت کو امام احمد کی کتاب الزھد' امام ابن ابی حاتم' امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر کے حوالوں سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۵۵۵-۵۵۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ ○ بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں' آپ اپنے جوتے اتار دیجئے' بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں ○ اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے پس جو وحی کی جائے اس کو بہ غور سنئے ○ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت

marfat.com
Marfat.com

کیجئے اور میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے ○ (طٰہٰ: ١٤-١١)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ندا کو سننا

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے:
جب درخت سے ندا کی گئی اے موسیٰ! تو حضرت موسیٰ نے فوراً جواب دیا لبیک' حالانکہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ ان کو کس نے پکارا ہے' لیکن ان کو اس آواز سے انس ہو گیا اس لیے انہوں نے بار بار لبیک کہا انہوں نے کہا میں آپ کی آواز سن رہا ہوں اور میں آپ کی جگہ کو نہیں دیکھ رہا' آپ کہاں ہیں؟ فرمایا میں تمہارے اوپر ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے قریب ہوں' جب حضرت موسیٰ نے یہ کلام سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام ان کے رب عزوجل کے سوا اور کسی کا نہیں ہے' سو انہوں نے اپنے رب پر یقین کر لیا پس انہوں نے کہا اے میرے معبود! میں تیرا کلام سن رہا ہوں یا تیرے کسی رسول کا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا بلکہ میں ہی تم سے کلام کر رہا ہوں' تم میرے قریب ہو جاؤ' حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کھڑے ہو گئے ان کے کندھے کپکپا رہے تھے' ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل مضطرب تھا' حتیٰ کہ وہ اس درخت کے قریب کھڑے ہو گئے جس سے ندا آئی تھی۔ (کتاب الزہد ص ٨٠' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ١٤١٤ھ)

حضرت موسیٰ نے جس کلام کو سنا تھا اس کے سننے کی کیفیت

اس جگہ پر یہ بحث کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام سنا تھا اس کی کیا کیفیت تھی' امام اشعری نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام قدیم سنا تھا جس میں نہ کوئی حرف تھا نہ کوئی آواز تھی۔ اگر یہ شبہ ہو کہ بغیر آواز کے کلام کس طرح سنائی دے سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس وقت تک کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی جب تک اس کا کوئی رنگ نہ ہو' اور اللہ تعالیٰ بے رنگ ہے اور جنت میں اور حشر میں مومنوں کو دکھائی دے گا تو جس طرح وہ باوجود بے رنگ ہونے کے دکھائی دے سکتا ہے اسی طرح اس کا کلام بغیر کسی آواز کے سنائی دے سکتا ہے۔ اور ماوراء النہر کے علماء اہل سنت نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے' لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سنا تھا وہ کلام قدیم نہیں تھا وہ ایک آواز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں پیدا کر دیا تھا اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے آگ کے پاس آنے پر ندا کو مرتب کیا ہے اور جو چیز کسی حادث پر مرتب ہو وہ بھی حادث ہوتی ہے سو حضرت موسیٰ نے کلام قدیم نہیں سنا تھا کلام حادث سنا تھا' اور رہے معتزلہ تو وہ سرے سے اللہ تعالیٰ کے کلام کے قائل ہی نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ندا کسی جسم میں پیدا کر دی تھی مثلاً درخت میں یا کسی اور چیز میں۔ ہمارے نزدیک اس بحث میں امام اشعری کا نظریہ حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔

حضرت موسیٰ کو کیسے یقین ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے

دوسری بحث یہ ہے کہ یہ ندا سن کر حضرت موسیٰ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' امام رازی کے نزدیک راجح یہ ہے کہ کسی فرشتہ نے حضرت موسیٰ کے سامنے اس پر کوئی معجزہ پیش کیا تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' لیکن میرے نزدیک امام رازی کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ درخت سے ایک آگ کا ظاہر ہونا اور اس آگ سے ایک ندا کا سنائی دینا بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ امام غزالی کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بداہۃً یہ علم عطا فرما دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ عام انسانوں کو اللہ تعالیٰ ادراک کے لیے صرف حواس اور عقل عطا فرماتا ہے جس کے ذریعہ وہ جان لیتے ہیں کہ یہ مثلاً گائے ہے یہ بیل ہے یہ زید ہے اور ان کی آوازوں سے بھی ان کی شناخت کر لیتے ہیں' اور نبی کو اللہ تعالیٰ ان ذرائع ادراک کے علاوہ ایک اور قوت ادراک عطا فرماتا ہے جس سے وہ امور غیب کا ادراک کر لیتا ہے اور وہ پہچان لیتا ہے یہ انسان ہے یہ

marfat.com

Marfat.com

فرشتہ ہے اور یہ جنت ہے اور ان کی آوازوں سے بھی ان کی شناخت کر لیتا ہے' سو اس قوت ادراک سے حضرت موسیٰ نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے' امام رازی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ نے دلائل میں غور وفکر کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت کو جان لیا اور ان کو یہ علم اپنے وجدان سے بداہۃً حاصل ہو گیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اس کی وحدانیت کو ماننے کے مکلف نہ رہے' اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ کے سامنے اس پر معجزہ پیش کیا گیا اور وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائے' میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مومن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لیے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔

نیز امام رازی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے جب حضرت موسیٰ نے یہ دیکھا کہ اس درخت سے آسمان کی طرف ایک نور جا رہا ہے اور انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی تو انہوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے پھر جب ان کو ندا کی گئی یا موسیٰ! تو انہوں نے کہا لبیک میں آپ کی آواز تو سن رہا ہوں لیکن آپ کو دیکھ نہیں رہا! آپ کہاں ہیں؟ فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے آگے ہوں اور تمہارے پیچھے ہوں اور تم کو محیط ہوں اور تم سے زیادہ تمہارے قریب ہوں' پھر ابلیس نے ان کے دل میں یہ شک ڈالا اور کہا تمہیں یہ یقین ہو گیا کہ تم اللہ کا کلام سن رہے ہو؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا کیونکہ میں اس کلام کو اپنے اوپر سے اور اپنے نیچے سے اور اپنے دائیں سے اور اپنے بائیں سے سن رہا ہوں جیسا کہ میں اپنے سامنے سے سن رہا ہوں پس مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں۔ حضرت موسیٰ کا منشا یہ تھا کہ میں اپنے جسم کے تمام اجزاء اور تمام اعضاء سے یہ کلام سن رہا ہوں گویا کہ میرے جسم کا ہر عضو کان ہو گیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷-۱۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے اس اقتباس سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام انسانوں سے زائد جو ایک قوت ادراک دی گئی تھی انہوں نے اس سے جان لیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

نعلین (جوتیاں) اتارنے کے حکم کی توجیہات

طٰہٰ: ۱۲ میں ہے بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں' سو آپ اپنے جوتے اتار دیجئے۔ الآیۃ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے کلام کیا اس دن انہوں نے اون کی چادر اور اون کا جبہ پہنا ہوا تھا اور اس کی آستینیں بھی اون کی تھیں اور شلوار بھی اون کی تھی اور ان کی نعلین مردہ گدھے کے اون کی تھیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۳۴' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۹۸۳' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۸۸' المستدرک ج ۱ ص ۲۸' ج ۲ ص ۴۳۹' المسند الجامع رقم الحدیث: ۹۳۵۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی میں نعلین اتارنے کا حکم دیا اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ' مقاتل' ضحاک اور قتادہ وغیرہ نے کہا ہے وہ جوتیاں ایک مردار گدھے کی کھال کی بنی ہوئی تھیں اور مردار نجس ہوتا ہے اور وادی طویٰ مقدس سرزمین تھی جیسا کہ اس کے بعد والے جملہ میں تصریح ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ کے پیروں کو اس مقدس سرزمین کی مٹی لگے اور اس کی برکت آپ تک پہنچے۔

(۳) اس میں یہ تنبیہ کی ہے کہ مقدس جگہ پر جوتی اتار کر جاتے ہیں جیسے مسجد حرام' مسجد نبوی میں اور دیگر مساجد میں' اور یہ عمل

marfat.com
Marfat.com

مقدس اور مبارک سرزمین کی عزت اور کرامت کو اور اس کے ادب اور احترام کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے' اور خصوصاً اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہونے والے تھے تو یہاں پر زیادہ ادب اور احترام ملحوظ تھا۔

(۴) جب لوگ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو ادب کے تقاضے سے جوتے اتار دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت یہ زیادہ چاہئے تھا کہ جوتے اتار دیئے جاتے۔

(۵) حضرت امام مالک رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ میں چلتے تھے تو سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور یہ مدینہ منورہ کی سرزمین کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ کو بھی اس مقدس سرزمین میں نعلین اتارنے کا حکم دیا۔

(۶) نعلین سے بیوی اور بچوں کو بھی کنایہ کیا جاتا ہے' اگر کوئی شخص خواب میں نعلین کو دیکھ لے تو یہ اس سے کنایہ ہے کہ اس کی شادی ہو گی اور یہاں نعلین اتارنے کے حکم میں یہ اشارہ ہے کہ آپ اب اپنے رب کے سامنے حاضر ہو رہے ہیں تو اپنے ذہن سے بیوی اور بچوں کا خیال نکال دیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اس راستہ میں حضرت موسیٰ کے لیے نور اور ہدایت کا فرش بچھا دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے بچھائے ہوئے فرش کو جوتیوں سے روندنا نہیں چاہئے۔

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پہلا حکم دیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نعلین اتار دو' جیسا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ابتدائی احکام دیئے گئے تھے وہ یہ تھے:

قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ (المدثر: ۵-۲)

اٹھیے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرائیے ○ اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے ○ اور اپنے لباس کو پاک رکھئے ○ اور بتوں کو چھوڑے رہئے ○

(۹) اب آپ وادی مقدس میں پہنچ گئے ہیں تو اپنے دل کو دنیا اور آخرت سے خالی کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت میں مستغرق ہو جائیں۔

(۱۰) انسان خالق پر اس دلیل سے استدلال کرتا ہے کہ یہ جہان حادث اور ممکن ہے اور ہر حادث اور ممکن کا کوئی پیدا کرنے والا ہوتا ہے سو اس جہان کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے' اور جب آپ خالق تک پہنچ گئے تو اب اس دلیل کو بھی ذہن سے نکال دیں اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوں۔

کلام الٰہی کے قدیم ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

معتزلہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو قدیم نہیں مانتے انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہو تو ازل میں بھی یہ کلام ہو گا اے موسیٰ اپنی نعلین اتار دیجئے حالانکہ حضرت موسیٰ ازل میں تھے نہ وادی مقدس تھی تو پھر ازل میں یہ کلام کس طرح معقول ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا کلام تھا مگر اس کی تعبیر اس وقت امر اور نہی کے ساتھ نہیں تھی بلکہ اس کی تعبیر اس طرح تھی کہ موسیٰ کو یہ حکم دیا جائے گا کہ اپنی نعلین اتارو۔ اس کا نظیر یہ ہے کہ معتزلہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم کو قدیم مانتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و اغرقنا ال فرعون (البقرۃ: ۵۰) ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا' اب ازل میں اللہ تعالیٰ کو کیا علم تھا؟ آل فرعون کو غرق کر دیا! ازل میں تو نہ فرعون تھا نہ سمندر تھا سو یہ علم تو واقع کے خلاف ہے' اور اگر یہ علم تھا کہ ہم فرعون کو غرق کریں گے اور بعد میں یوں علم ہو گیا کہ ہم نے فرعون کو غرق کر دیا تو پھر یہ علم متغیر ہو گیا اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے سو اللہ کا علم حادث ہو گیا۔ اس لیے کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کو فرعون کے غرق ہونے کا علم تھا اور ازل میں اس علم کی تعبیر تھی وہ غرق ہو گا' اور اب اس

marfat.com

Marfat.com

کی تعبیر یوں ہے کہ وہ غرق ہو چکا یا ہم اس کو غرق کر چکے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعبیر وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اگرچہ نفس کلام میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی مقدس سے پہلے جوتیاں اتار دی تھیں' ابو الاحوص نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے ان کے گھر گئے' اسی اثنا میں اذان ہوگئی حضرت ابوموسیٰ نے اقامت کہی اور حضرت عبداللہ سے کہا آپ نماز پڑھائیے' حضرت عبداللہ نے کہا نہیں یہ آپ کا گھر ہے آپ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوموسیٰ آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی جوتیاں اتار دیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کیا یہ وادی مقدس ہے؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا ہاں! (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۹۴)

سعید بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں!

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۰۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۷۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے آپ نے اچانک اپنی نعلین اتار دیں اور اپنی بائیں جانب رکھ دیں۔ جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا تم کو جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ اصحاب نے کہا ہم نے آپ کو نعلین اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ابھی ابھی جبرائیل آئے تھے اور انہوں نے یہ بتایا کہ ان نعلین پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں آئے تو جوتیوں کو دیکھ لے اگر ان میں کوئی گندگی ہو تو ان کو رگڑ لے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۳۶)

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

جب جوتیوں پر نجاست نہ لگی ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ان میں نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرلے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے' ایک جماعت نے کہا ہے اگر جوتیوں پر گیلی نجاست لگی ہو تو اس کو مٹی سے رگڑ کر صاف کرلے اور ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا گیلی نجاست بغیر دھونے کے پاک نہیں ہو گی اور اگر خشک ہو تو اس کو رگڑنا کافی ہے' اور امام شافعی نے کہا اگر جوتیوں پر نجاست لگی ہو تو خواہ وہ خشک ہو یا تر جوتیاں پانی سے دھوئے بغیر پاک نہیں ہوں گی۔

ابن دقیق العید نے کہا جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا رخصت ہے مستحب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں یہ مستحب کیوں نہیں ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنی جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۵۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۵۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۱۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۱۶۴' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۳۲' المستدرک رقم الحدیث: ۹۹۵' یہ حدیث حسن صحیح ہے) سو جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا یہود کی مخالفت کے سبب سے مستحب ہے اور یہ سنت نہیں ہے کیونکہ جوتیوں میں نماز پڑھنا مقصود بالذات نہیں ہے۔ نیز امام ابوداؤد

marfat.com

Marfat.com

نے عمرو بن شعیب کے والد اور ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۵۳) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جبکہ وہ ایسے ہوں کہ ان سے ٹخنے چھپے ہوں' کہ ان پر موزہ کی تعریف صادق آتی ہے' رہا یہ امر کہ ان کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں' اگر ان کے پنجے اتنے نرم ہوں کہ سجدہ میں انگلیاں قبلہ رو ہو سکتی ہوں اور دبتی ہوں تو نماز ہو جائے گی' اور اگر انگلیاں بالکل کھڑی رہتی ہوں تو سجدہ نہ ہوگا اور نماز بھی نہ ہوگی کہ سجدہ میں ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط فرض ہے' اور اگر بعد مسح وہ جوتا اتار لیا تو مسح جاتا رہا پاؤں دھونا فرض ہوگا یہ حکم نفس نماز کا ہے مگر جوتا پہن کر مسجد میں جانا بہر حال مکروہ ہے کذا فی العالمگیریہ۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۹' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی' ۱۴۱۹ھ)

سجدہ کی تعریف ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناک کا بھی رکھنا ضروری نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک ناک کا رکھنا ضروری ہے (ھدایہ اولین ص ۹۸' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان) اور پیشانی کو سہولت کے ساتھ زمین پر رکھنا ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھنے پر موقوف ہے' اور سجدہ کرنا فرض ہے اور فرض کی ادائیگی چونکہ ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھنے پر موقوف ہے اس لیے ان کا زمین پر رکھنا بھی فرض ہے سجدہ کی ادائیگی میں پیروں کی انگلیوں کے قبلہ رو ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھنا ہمارے فقہاء کی تصریح کے مطابق سنت یا مستحب ہے' صرف صاحب الدر المختار نے زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے۔ الدر المختار کے متن تنویر الابصار میں علامہ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ نے بھی سجدہ میں انگلیوں کے قبلہ رو نہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے' اور الدر المختار کے محشی علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے: ہمارے نزدیک انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت ہے اور یہی ایک قول ہے اس کے برخلاف صاحب رد المختار علامہ الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے اس کو فرض لکھا ہے۔ (رد المختار ج ۲ ص ۱۸۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰۱-۱۲۹۹ میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ مسجد میں جوتی پہن کر جانا جائز نہیں ہے عالمگیری میں ہے مسجد میں جوتی پہن کر جانا جائز نہیں ہے' اسی طرح سراجیہ میں مذکور ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۱' مطبوعہ مطبعہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

نقش نعل پاک پر آیات اور اسماء مبارکہ لکھنے کا شرعی حکم

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارکین پر قرآن مجید کی آیات' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ لکھنا جائز ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ خود عین نعلین پر بھی یہ لکھنا جائز اور ثابت ہے تو نعلین کے عکس اور نقش پر یہ لکھنا تو بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا' اور اس کے جواز پر انہوں نے دو دلیلیں قائم کی ہیں' مجوزین کی پہلی دلیل یہ ہے کہ بعض فقہاء نے یہ روایت نقل کی ہے:

وقد روی انه کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی لله عنه حبیس فی سبیل الله.	روایت ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اصطبل میں گھوڑوں کی رانوں پر حبیس (وقف) فی سبیل اللہ لکھا ہوا تھا۔

(البزازیہ علی ہامش الھندیہ ج ۶ ص ۳۸۰' رد المختار ج ۳ ص ۱۴۶' طبع جدید)

مجوزین کہتے ہیں کہ گھوڑوں کی رانیں سخت بے احتیاطی کے محل میں ہوتی ہیں' یعنی ان پر ان کے پیشاب اور لید کا لگ جانا

marfat.com

Marfat.com

وقوع پذیر ہوتا ہے تو جب ایسی گندی جگہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھنا جائز ہے تو پاک اور صاف جوتی پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ نے ذکر کی ہے اور ان کے حوالہ سے علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے ذکر کی ہے اور کسی فقیہ کی کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں ہے' اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں اس کا وجود ہے' احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ حافظ جلال الدین سیوطی کی جمع الجوامع ہے' اس میں کل پینتالیس ہزار پانچ سو پچاسی (۴۵۵۸۵) احادیث ہیں' اور اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تین ہزار ایک سو بیانوے (۳۱۹۲) روایات ہیں' آپ کے اقوال' احوال' افعال' تقریرات اور معمولات' ان سب کے متعلق روایات ہیں' میں نے اس کو تفصیل سے پڑھا' اس میں یہ روایت نہیں ہے' نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں ہے۔ نہ صرف یہ کہ یہ روایت ثابت نہیں بلکہ یہ روایت چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسم جلالت کی اہانت کو مستلزم ہے اس لیے اس روایت کا رد کرنا واجب ہے' کوئی انسان یہ گوارہ نہیں کرے گا کہ اس کا نام گھوڑوں کی رانوں پر بلکہ نجس رانوں پر لکھا جائے اور نہ کوئی انسان یہ گوارا کرے گا کہ اس کے پیر و مرشد یا اس کے کسی اور معظم اور محترم بزرگ کا نام گھوڑوں کی رانوں پر لکھا جائے تو کوئی مسلمان یہ کیسے گوارہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسم معظم کو گھوڑوں کی رانوں پر لکھا جائے' جن لوگوں نے اس عمل کو جائز کہا ہے کیا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اتنی قدر و منزلت بھی نہیں ہے جتنی اپنے پیر و مرشد یا خود اپنی ہوتی ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: ۹۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی اس کی قدر کا حق تھا۔

فقہاء کرام سے بعض اوقات احادیث کو نقل کرنے میں تسامح ہو جاتا ہے: علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی التوفی ۱۰۸۸ھ نے امام اعظم کے فضائل میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: بے شک آدم کو مجھ پر فخر ہے اور میں اپنی اُمت کے اس شخص پر فخر کروں گا' جس کا نام نعمان ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے' اور وہ اس امت کا چراغ ہے' اور فرمایا تمام انبیاء مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا' (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۵' بیروت) علامہ شامی نے حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ ان احادیث کی سند میں کذاب اور وضاع ہیں' (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۷)۔

خود علامہ شامی نے یہ حدیث نقل کی ہے: جس نے متقی عالم کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا اس نے نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸) ملا علی قاری نے لکھا ہے: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ رقم الحدیث: ۹۲۶' ص ۲۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اس لئے جب فقہاء کسی حدیث کو بغیر کسی حوالے کے لکھ دیں اور کتب معروفہ میں اس کی شہادت نہ مل سکے تو صرف ان کا نقل کر دینا حدیث کے معاملہ میں سند اور حجت نہیں ہے۔

عالمگیری میں لکھا ہے:

كتابة القران على ما يفترش ويبسط مكروهة (فتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۳۲۳' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ) جو کپڑا بچھایا جائے یا پھیلایا جائے اس پر قرآن مجید لکھنا مکروہ ہے۔

زمین پر بچھائے جانے والے کپڑے پر قرآن مجید کی آیات لکھنا مکروہ ہے تو گھوڑوں کی غیر محتاط رانوں پر اللہ کا نام لکھنا کیسے جائز ہوگا جب کہ قرآن مجید کی آیات کا احترام بھی اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کی وجہ سے ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی الحنفی التوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

جس شخص نے مصحف کو یعنی قرآن مجید کے الفاظ کی لکھی ہوئی صورتوں کو نجاست یا گندی جگہ میں پھینک دیا تو وہ تمام اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔

(ملخصہ نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۵۵-۵۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت' نسیم الریاض ج ۶ ص ۴۱۸-۴۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سو گھوڑوں کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ لکھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کب متصور ہو سکتا ہے' جب کہ گھوڑوں کی رانوں پر ان کی لید اور پیشاب کا گرنا وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے تو گندگی کے محل میں اللہ کا نام لکھنا حضرت عمر ایسے عظیم صحابی سے متصور نہیں ہے۔ اور اس سے یہ استدلال کرنا کہ پھر جوتیوں پر بھی اللہ کا نام لکھنا جائز ہے' اللہ تعالیٰ کے اسم جلالت کی زیادہ توہین ہے اور ہم ایسے استدلال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

ان مجوزین نے جوتیوں پر اللہ کا نام اور قرآن مجید کی آیات لکھنے کے جواز پر دوسری دلیل یہ پیش کی ہے:

امام دارمی متوفی ۲۴۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جعفر بن ابی المغیرة عن سعید بن جبیر قال کنت اکتب عند ابن عباس فی صحیفة واکتب فی نعلی. (سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۰۴)

جعفر بن ابی المغیرہ روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا' میں حضرت ابن عباس کے پاس ایک کاغذ میں لکھتا تھا اور اپنی جوتیوں میں لکھتا تھا۔

حدثنی جعفر بن ابی المغیرہ' عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفة حتی تمتلئ ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظهورهما. (سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۰۵)

امام دارمی کہتے ہیں مجھے جعفر بن ابی المغیرہ نے سعید بن جبیر سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ (سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھ کے ایک کاغذ پر حدیث لکھتا تھا حتیٰ کہ وہ کاغذ بھر جاتا پھر میں اپنی جوتیوں کو الٹا کر کے ان کی پشت پر لکھتا تھا۔

مجوزین یہ کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لکھوانے سے جوتیوں پر لکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ جوتیوں پر قرآن مجید اور احادیث کا لکھنا جائز ہے۔

مجوزین کا یہ استدلال بھی باطل ہے اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اور حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی المغیرہ' سعید بن جبیر سے روایت میں قوی نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی المغیرہ سچا تھا لیکن وہمی تھا۔

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۱۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لہٰذا اول تو یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے کسی چیز کی حلت یا حرمت کو ثابت کرنا حرام ہے' ثانیاً ہمارا کلام اس میں ہے کہ جوتیوں پر قرآن مجید کی آیات اور اللہ اور اس کے رسول کا نام لکھنا ادب کے خلاف ہے اور جائز نہیں ہے اور اس ضعیف روایت میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ سعید بن جبیر اپنی جوتیوں پر قرآن مجید کی آیات اور اللہ اور اس کے رسول کا نام لکھتے تھے' ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کچھ دنیاوی امور لکھواتے ہوں' یا خریدنے کے لئے ساز و سامان لکھواتے ہوں' اور سعید بن جبیر ایسے جلیل القدر تابعی کے حال سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ جوتیوں پر قرآن مجید کی آیات یا احادیث لکھتے ہوں' اور مجوزین کا مدعا اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ سعید بن جبیر جوتیوں پر آیات اور احادیث لکھتے تھے اور یہ ثابت

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے وبدونہ خرط القتاد۔

نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد میں جوتیاں پہن کر جانا مکروہ ہے' عالمگیری میں ہے:

دخول المسجد متنعلا مکروہ جوتی پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۳۲۱' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

جوتا پہن کر مسجد میں جانا بہر حال مکروہ ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۹' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی' ۱۴۱۹ھ)

اور مسجد کے فرش کی بہ نسبت قرآن مجید کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کہیں زیادہ محترم اور مکرم ہیں اور جب مسجد کے فرش کے ساتھ جوتیوں کا الصاق اور اتصال مکروہ ہے تو جوتیوں کے اوپر ان مقدس اسماء اور آیات کا لکھنا کیوں کر جائز ہوگا اور کیونکر ادب کے خلاف نہیں ہوگا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک کا نقش عین نعل تو نہیں ہے بلکہ اصل نعل کا عکس اور اس کا نقش ہے اس لیے اس پر لکھنا عین نعل پر لکھنے کی طرح نہیں ہوگا' ہم کہتے ہیں کہ تعظیم اور توقیر میں مثال بھی اصل کے حکم میں ہوتی ہے' قرآن مجید کی آیات جو مصحف میں اوراق پر چھپی ہوئی ہوتی ہیں بھی عین کلام اللہ نہیں ہیں بلکہ وہ نقوش ہیں جو کلام اللہ پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے نقوش ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم اور توقیر میں کوئی کمی نہیں آتی' قائد اعظم محمد علی جناح کی تصویر عزت و احترام کے ساتھ دفاتر میں آویزاں کی جاتی ہے اور اس کی بے حرمتی کو پاکستان کے ساتھ بے وفائی اور غداری کے مترادف قرار دیا جاتا ہے' مجوزین جن بزرگوں کا احترام کرتے ہیں ان بزرگوں کی تصاویر کو پاؤں تلے روندا جائے تو یقیناً اس فعل سے ان کی دل آزاری ہوگی اور وہ اس فعل کو ان بزرگوں کی توہین قرار دیں گے۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک یا اس کا نقش ہمارے سروں کا تاج ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

لیکن قرآن مجید کی آیات اگر اس نقش پر لکھی جائیں یا اس نقش پر اللہ اور اس کے رسول کا نام لکھا جائے تو بہر حال یہ نعل پاک کا نقش ہے اور وہ قرآن مجید کی آیات ہیں' اور یہ دونوں نقوش ہیں نہ وہ عین نعل ہے اور نہ یہ عین کلام اللہ ہے' ایک نعل کا نقش ہے اور دوسرا اللہ کے کلام کا نقش ہے اور اللہ کے کلام کے نقش کو نعل کے نقش پر لکھنا یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے نقش کو نعل کے نقش پر لکھنا بہر حال ادب کے خلاف ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم کی ایک گونہ توہین ضرور ہے اور عامۃ المسلمین کی دل آزاری ہے۔

وادی طویٰ کا مصداق

اس کے بعد فرمایا بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں۔ ارض سیناء میں طور کے قریب ایک وادی کا نام طویٰ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو مقدس فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین سے کفار کو نکال کر یہاں مومنوں کو آباد کر دیا تھا' حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا طویٰ ایک وادی کا نام ہے' ضحاک نے کہا یہ پتھریلے کنویں کی طرح گہری اور گول وادی ہے' طویٰ' کا معنی پتھروں سے چنا ہوا کنواں ہے' جوہری نے کہا یہ وادی شام میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کرنا اور آپ کو نماز پڑھنے کا حکم دینا

طٰہٰ: ۱۳ میں فرمایا اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے' یعنی آپ کی قوم میں سے آپ کو نبی اور رسول

marfat.com

Marfat.com

بنانے کے لیے منتخب فرمالیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ذاتی استحقاق کی وجہ سے اس کو نبی نہیں بنایا جاتا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے وہ جس کو چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ کے علم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تو پہلے سے تھے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنانے کا اعلان فرمایا ہے اس کو بعثت کہتے ہیں۔

طٰہٰ ۱۴ میں فرمایا: پس جو وحی کی جائے اس کو بغور سنئے' ابو الفضل جوہری نے کہا جب حضرت موسیٰ سے کہا گیا جو وحی کی جائے اس کو بغور سنئے تو وہ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ایک پتھر سے ٹیک لگائی' اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیا اور ٹھوڑی سینہ پر ٹکالی اور اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے لیے بالکلیہ متوجہ ہو گئے۔ وھب بن منبہ نے کہا غور سے سننے کے آداب یہ ہیں کہ اعضاء پر سکون رہیں۔ نظر نیچی رہے' کان متوجہ ہوں' عقل حاضر ہو اور جو کچھ سنا جائے اس پر عمل کرنے کا عزم ہو۔

طٰہٰ ۱۴ میں فرمایا بے شک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے O اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے' عبادت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی ذلت اور عجز کو اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے کے لیے تیار رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے یہاں نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا کیونکہ تمام عبادات میں نماز سب سے افضل عبادت ہے' کیونکہ اس میں قیام' رکوع اور سجدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی ادب اور تذلل پر دلالت کرتے ہیں اور فرمایا میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے' یعنی آپ مجھے یاد کرنے والے ہوں بھولنے والے نہ ہوں جیسا کہ مخلصین کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا پوری کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور ہر کام میں اسی پر توکل کرتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ آپ دائماً نماز پڑھیں تاکہ آپ دائماً مجھے یاد کرتے رہیں۔ اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ خاص میرے لیے نماز پڑھیں اور نماز میں میرے سوا کسی اور کو یاد نہ کریں اور اخلاص کے ساتھ میری یاد کے لیے اور میری رضا کی طلب کے لیے نماز پڑھیں اور میری یاد کے سوا نماز میں کوئی اور قصد نہ کریں۔

"لذکری" کا ایک معنی یہ ہے کہ تم مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو اور اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم اس لیے نماز پڑھو کہ میں تمہیں یاد کروں اور تمہارا ذکر کروں کیونکہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا یا نماز کے وقت سویا رہا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو نماز یاد آجائے اس وقت نماز پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اقم الصلوة لذکری' میری یاد کے لئے نماز قائم کیجئے۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ: ۳۱۵' رقم بلا تکرار ۶۸۴' رقم مسلسل: ۱۵۴۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سونے کی وجہ سے نماز نہ پڑھے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے نماز نہ پڑھے یا غفلت کی وجہ سے نماز نہ پڑھے اس پر اس نماز کی قضا کرنا واجب ہے۔

عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کا واجب ہونا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا جمہور فقہاء کے نزدیک اس پر بھی نماز کو قضا کرنا واجب ہے' اور وہ عمداً نماز قضا کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا' اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ اس پر نماز قضا کرنا واجب نہیں ہے' عمداً نماز قضا کرنے والے' نماز کو بھولنے والے اور سوتے رہ جانے کی وجہ سے نماز قضا کرنے والوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ جو نماز کو بھول جائے یا سوتا رہ جائے وہ گنہگار نہیں ہوگا اور جو عمداً نماز ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا' جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اقیموا الصلوة

marfat.com
Marfat.com

(الانعام: ۷۲) اور اس میں کوئی فرق نہیں کیا کہ نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے یا وقت گزرنے کے بعد پڑھی جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز حدیث میں سونے والے اور بھولنے والے کو بھی اس نماز کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ وہ گنہگار بھی نہیں ہیں تو عمداً نماز ترک کرنے والے پر بطریق اولیٰ نماز کو قضا کرنا واجب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے ○ پس آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے ○ (طٰہٰ ۱۶-۱۵)

وقوع قیامت پر دلیل اور قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے قیامت کو بھی مخفی رکھا ہے اور موت کے وقت کو بھی مخفی رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' پس اگر بندوں کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہ آخر وقت تک برے اور ناجائز کرتے رہتے اور موت سے پانچ دس منٹ پہلے توبہ کر لیتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا اور وہ سزا پانے سے بچ جاتے' پس بندوں کو موت کے وقت پر مطلع کرنا دراصل ان کو معصیت کرنے پر ابھارنا ہوتا' اور یہ جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا تا کہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے۔ آیت کا یہ حصہ قیامت کے وقوع کی دلیل ہے کیونکہ قیامت کے وقوع کے بعد جزا اور سزا کا نظام قائم ہوگا اگر قیامت واقع نہ ہوتی تو اطاعت گزار نافرمان سے اور نیکوکار بدکار سے ممتاز نہ ہوتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○ (ص: ۲۸)

کیا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی مثل کر دیں گے۔

طٰہٰ: ۱۶ کے دو محمل ہیں آپ کو نماز پڑھنے سے کوئی ایسا شخص نہ روکے جو نماز پر ایمان نہ رکھتا ہو' یہ اس صورت میں ہے جب عنها کی ضمیر نماز کی طرف راجع ہو اور دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو' یہ اس صورت میں ہے جب کہ عنها کی ضمیر قیامت کی طرف راجع ہو اور یہی صورت راجح ہے کیونکہ ضمیر کو اقرب کی طرف لوٹانا چاہیے' پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا ایک محمل یہ ہے کہ اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہو اور یہی راجح ہے کیونکہ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے موسیٰ یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ ○ موسیٰ نے کہا یہ میرا عصا ہے' میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں ○ (طٰہٰ ۱۸-۱۷)

اللہ تعالیٰ کے اس سوال کی حکمتیں کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے' تو پھر اس سوال کی کیا حکمت تھی' مفسرین نے اس سوال کی حسب ذیل حکمتیں بیان کی ہیں:

(۱) جو شخص کسی معمولی چیز کی بہت عظیم افادیت اور اس کے بہت زیادہ منافع بتانا چاہتا ہو وہ پہلے حاضرین سے پوچھتا ہے کہ بتاؤ اس کے کیا فوائد ہیں' اور جب وہ فوائد بتا چکتے ہیں تو وہ اس چیز کے اس سے بڑھ کر بہت عظیم اور کثیر فوائد بیان کرتا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔اس نہج پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے ان کے عصا کے متعلق سوال کیا اور جب وہ اس کے فوائد بتا چکے تو اللہ تعالیٰ نے اس عصا کے غیر معمولی فوائد ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا کہ یہ عصا اژدھا بن جاتا ہے' اس کو سمندر پر مارو تو سمندر دو حصوں میں بٹ جاتا ہے' اور اس کو پتھر پر مارو تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا تم اس لاٹھی کی حقیقت جانتے ہو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے۔ بظاہر یہ ایک لکڑی ہے جس میں کوئی غیر معمولی خواص نہیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس لاٹھی کو ایک عظیم اژدھا بنا دیا اور اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عقلوں کو اپنی قدرت کاملہ اور عظمت بے نہایت پر متنبہ فرمایا' کیونکہ اس نے ایک معمولی چیز سے عظیم الشان کمالات کو ظاہر فرمایا۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان انوار پر مطلع کیا جو درخت سے آسمان کی طرف جا رہے تھے اور ان کو فرشتوں کی تسبیح سنائی پھر ان کو اپنا کلام سنایا' پھر پہلے ان کو اپنی رسالت کے لیے منتخب فرما کر ان پر لطف فرمایا پھر ان کو مشکل احکام کا مکلف فرمایا پھر ان پر یہ لازم کیا کہ وہ جزا اور سزا کے دن کو یاد رکھیں' اور یہ کہ ہر شخص نے بہر حال لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے جہاں اس سے اس زندگی کا حساب لیا جائے گا' پھر وعید سنائی کہ جس نے اس دن کو نہ مانا یا اس کو یاد نہ رکھا وہ ہلاک ہو جائے گا اس وعید اور تہدید کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران اور دہشت زدہ ہو گئے۔ جیسے کوئی انسان بہت خوفناک دھمکی سن کر حواس باختہ ہو جاتا ہے تو حضرت موسیٰ کی حیرت اور ان کی دہشت کو دور کرنے کے لیے اور ان کو معمول پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک آسان سوال کیا کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ گویا کہ وہ اس قدر دہشت زدہ تھے کہ ان کو یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ ان کا دایاں ہاتھ کون سا ہے اور بایاں ہاتھ کون سا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا تاکہ ان کی دہشت زائل ہو کیونکہ جو انسان دہشت زدہ ہو جب اس کی توجہ دوسری طرف پھیر دی جائے تو اس کی دہشت زائل ہو جاتی ہے۔

(۳) جب اللہ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ کی دہشت بہت زیادہ ہو گئی تو اس کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے عصا کے متعلق سوال کیا کیونکہ اس کے جواب میں وہ غلطی نہیں کر سکتے تھے' اسی طرح جب مومن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار جلال کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے تو اس سے دنیا کے اس کلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے جس میں وہ غلطی نہیں کر سکتا تھا اور وہ توحید کے متعلق سوال ہے۔

(۴) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کمال الوہیت کی معرفت کرائی تو یہ ارادہ کیا کہ ان کو بشریت کی کمزوریوں پر مطلع کیا جائے' اس لیے ان سے لاٹھی کے متعلق سوال کیا اور جب حضرت موسیٰ نے اس لاٹھی کے بعض فوائد بتائے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لاٹھی کے اس سے کہیں زیادہ عظیم فوائد پر انہیں مطلع کیا تو اس میں یہ تنبیہ کی کہ انسان کی عقل تو جو چیز اس کے سامنے حاضر ہو اس کے فوائد کو بھی نہیں جان سکتی تو جو اس سے زیادہ اعلیٰ اور اشرف اشیاء ہیں ان کے فوائد کا وہ کیسے ادراک کر سکتی ہے ماسوا اس کے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت حاصل ہو جائے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کی افضلیت

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ خطاب فرمایا اور یہ شرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا' اس سے لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

marfat.com
Marfat.com

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (النجم: ١٠) سو اس نے اپنے عبد مکرم کی طرف (بلاواسطہ) وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

شب معراج اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا۔

فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام فرمایا اس کو مخلوق پر ظاہر فرما دیا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام فرمایا وہ ایک سر اور راز ہے جس پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا حتیٰ کہ کراماً کاتبین کو بھی اس پر مطلع نہیں فرمایا' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے کلام فرمایا لیکن یہ منقول نہیں ہے کہ ان کے کسی امتی نے بھی اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا ہو۔ جب کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو یہ شرف دنیا میں بھی حاصل ہوا ہے آخرت میں بھی حاصل ہو گا۔ دنیا میں اس کی مثال یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی میں باتیں کرتا ہے' الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱' ۲۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۱۱۷' عالم الکتب)

اور آخرت میں اس کی مثال یہ ہے:

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے سوال کیا کہ اے ابن عمر! کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ (سرگوشی کرنے) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو اپنے رب کے نزدیک کیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر اپنی رحمت کا پر رکھ دے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا' آیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو وہ کہے گا: میں پہچانتا ہوں! وہ دوبار کہے گا میں پہچانتا ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تم پر پردہ رکھا تھا اور آج میں تم کو بخش دیتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور دوسروں کو یا کافروں کو لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ (یٰسین: ۵۸) مہربان رب کی طرف سے انہیں سلام کیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کو طول دینے کی حکمتیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صرف یہ سوال کیا تھا کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے اس کے جواب میں ان چیزوں کو بھی ذکر کیا جن کا سوال نہیں کیا گیا تھا اور کافی طویل جواب دیا وہ صرف یہ کہہ سکتے تھے لاٹھی' لیکن انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے' پھر اس کے فوائد بھی ذکر کیے اور کہا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے درخت کے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی فوائد ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی سوال کے جواب میں ان چیزوں کا ذکر کرنا بھی درست ہے جن کے متعلق سوال نہ کیا گیا ہو' احادیث میں اس کی مثال یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے اگر ہم اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہیں گے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں: آپ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۹' مؤطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۱۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۸۵' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۴۴۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۰)

آپ سے صرف سمندر کے پانی کے پاک کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تھا لیکن آپ نے اس کے پاک کرنے کا بھی ذکر فرمایا اور اس کے مردار کے حلال ہونے کا بھی ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ کسی سوال کا طویل جواب دینا جائز ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اپنے شیخ حاجی امداد اللہ متوفی ۱۳۱۷ھ کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں:

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آں حضرت' حضرت موسیٰ سے ملاقی ہوئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے' (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں) حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام بہ اضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو؟ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا: آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا ماتلک بیمینک یا موسی' تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ ھی عصای اتوکؤا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ادب یا غزالی. (امداد المشتاق ص ۹۲' مکتبہ اسلامیہ لاہور)

برتقدیر صحت امام غزالی کا یہ مطلب تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں آپ نے اس لیے طویل کلام کیا تھا کہ جب تک آپ کلام کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ سنتا رہے گا اور آپ کو اس کی توجہ کے حصول کا شرف حاصل ہوگا۔ اسی طرح میں نے آپ کے سامنے طویل کلام اس لیے کیا ہے کہ جب تک میں کلام کرتا رہوں گا آپ سنتے رہیں گے اور مجھے آپ کی توجہ کا شرف حاصل رہے گا۔ آپ کے لیے بارگاہ الوہیت میں حاضر ہونا باعث فضیلت تھا اس لیے آپ نے کلام کو طول دیا اور میرے لیے بارگاہ کلیم اللہ میں حاضر ہونا باعث عزت ہے اس لیے میں نے اپنے کلام کو طول دیا۔

عصا رکھنے کے فوائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے کنویں پر جاؤ جس کی رسی چھوٹی ہو تو تم اس کے ساتھ عصا جوڑ کر پانی نکال سکتے ہو' اور جب تم سفر میں اور سخت دھوپ اور گرمی ہو تو تم زمین میں عصا گاڑ کر اس پر کپڑا پھیلا کر سایہ حاصل کر سکتے ہو' اور جب تم کو حشرات الارض سے خطرہ ہو تو عصا کے ذریعہ تم ان کو مار سکتے ہو' اور تم اس کی مدد سے بکریوں سے درندوں کو دور کر سکتے ہو۔

میمون بن مہران نے بیان کیا کہ عصا رکھنا انبیاء کی سنت ہے اور مومن کی علامت ہے' اور حسن بصری نے کہا کہ عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں' یہ انبیاء کی سنت ہے' صلحاء کی زینت ہے' دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے' کمزوروں کا مددگار ہے' منافقین کے لیے باعث پریشانی ہے' اور عبادات میں زیادتی کا باعث ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب مومن کے پاس عصا ہو تو اس سے شیطان بھاگتا ہے' منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے' اور جب وہ نماز پڑھے تو اس کے لیے سترہ ہے' اور جب وہ تھک جائے تو اس کے لیے قوت ہے۔ حجاج کی ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اے اعرابی تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا جنگل سے' کہا تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ میری لاٹھی ہے اس کو میں نماز کے وقت گاڑ لیتا ہوں' اور اس کو میں اپنے دشمنوں کے لیے تیار رکھتا ہوں' اور اس سے میں اپنے جانوروں کو ہنکاتا ہوں' اور اس کی مدد سے میں اپنے سفر میں قوت حاصل کرتا ہوں' چلتے وقت اس پر اعتماد کرتا ہوں تاکہ لمبے لمبے قدم رکھ سکوں' اس کے ساتھ میں نہر میں داخل ہوں اور یہ مجھے پھسلنے سے محفوظ

marfat.com

Marfat.com

رکھتا ہے اس پر میں اپنی چادر ڈال دیتا ہوں تو یہ مجھے دھوپ سے بچاتا ہے اس سے میں دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں اور کتوں سے محفوظ رہتا ہوں اور یہ میرے لیے تلوار اور نیزے کا قائم مقام ہے اس سے میں درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں اور بھی فوائد ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١١ص ١٠٨-١٠٧ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جاتے اور آپ کے سامنے عصا اٹھایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٤ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٦٨٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک نوجوان (حضرت ابن مسعود) آپ کے ساتھ جاتے تھے ہمارے ساتھ نیزہ یا عصا ہوتا تھا اور ہمارے ساتھ ایک مشکیزہ ہوتا تھا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ مشکیزہ دیتے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٥٠٠ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٣ سنن النسائی رقم الحدیث: ٤٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا اے موسیٰ! اس کو ڈال دو○ موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھا○ فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے○ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے○ تاکہ ہم آپ کو اپنی بعض بڑی نشانیاں دکھائیں○ آپ فرعون کی طرف جائیے اس نے (بہت) سرکشی کی ہے○ (طٰہٰ: ٢٤-١٩)

عصائے موسیٰ کی تاریخی حیثیت

پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا پھر اللہ نے ان کو عصا اور ید بیضا کے دو معجزے عطا فرمائے تاکہ انہیں خود بھی اپنے نبی ہونے پر شرح صدر اور کامل بصیرت ہو اور جن کو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دیں وہ بھی ان دو دلیلوں سے آپ کی نبوت کو پہچان لیں اور آپ کی تصدیق کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سر پر دو شاخیں تھیں اس عصا کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت کے درخت کا تھا ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت جبریل نے لا کر آپ کو دیا تھا ایک قول یہ ہے کہ جب آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہونے لگے تو حضرت شعیب نے آپ کو یہ عصا دیا تھا اور دراصل یہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا جس کو وہ جنت سے لے کر آئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١١ص ١١٠ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

عصا کو زمین پر ڈالنے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ اس عصا کو زمین پر ڈال دیں اس حکم کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(١) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اس عصا میں میرے اور بھی فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا اور دکھایا کہ ہم نے اس میں جو فوائد رکھے ہیں وہ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے کیونکہ زمین پر ڈالنے کے بعد وہ عصا دوڑتا ہوا سانپ بن گیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑا تو وہ پھر اسی طرح لکڑی کا عصا بن گیا۔

(٢) حضرت موسیٰ کے پاؤں میں نعلین تھیں جن کی مدد سے وہ خطرہ کے وقت بھاگتے تھے اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا جس کی مدد سے وہ کسی چیز کو حاصل کرتے تھے گویا نعلین خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور عصا کسی چیز کی طلب کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نعلین اتار دو اور عصا زمین پر ڈال دو دنیا کی کسی چیز سے ڈرو نہ کسی چیز کی طرف رغبت کرو اور ہر چیز سے خالی الذہن ہو کر میری معرفت میں ڈوب جاؤ۔

marfat.com

Marfat.com

(۳) حضرت موسیٰ نعلین اور عصا لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گئے تو ان کو بھی چھوڑنے کا حکم دیا' تو ہم جب اپنی خواہشات اور گناہوں کا بار لے کر اللہ کی بارگاہ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو ہم کیوں کر اس کا قرب حاصل کر سکیں گے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں پہنچے تو ہاتھ میں عصا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور نہ کسی چیز کی طرف آپ کی نظر اور توجہ تھی حتیٰ کہ آپ کے متعلق فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم: ۱۷) نہ (آپ کی) نظر بہکی نہ حد سے بڑھی۔

عصا کے سانپ بن جانے کی حکمتیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اللہ تعالیٰ نے دوڑتا ہوا سانپ بنا دیا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جب غیب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا کی گئی تو یہ بھی معجزہ تھا اور حضرت موسیٰ کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو گیا تھا لیکن اس میں یہ احتمال بھی تھا کہ ہو سکتا ہے یہ کسی جن یا فرشتہ کی آواز ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا تاکہ آپ کا معجزہ ہر قسم کے شک اور شبہ سے پاک ہو اور آپ پوری بصیرت کے ساتھ قوم کو اللہ تعالیٰ پر اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ فرعون کے پاس جانے سے پہلے عصا کے سانپ بن جانے کا مشاہدہ کر لیں تاکہ فرعون کے سامنے بے خوفی سے اپنا معجزہ پیش کر سکیں۔

(۳) حضرت موسیٰ اس سے پہلے تنگ دست تھے اور آپ کے پاس ظاہری عزت و وجاہت کی کوئی چیز نہ تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے عصا میں یہ معجزہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ آپ اللہ کے نزدیک وجیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور نصرت فرمائے گا۔

حیۃ' ثعبان اور جانّ کے معانی اور ان میں تطبیق

اس آیت میں فرمایا ہے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى اور ایک اور جگہ فرمایا ہے: فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (الاعراف: ۱۰۷) اور ایک اور جگہ فرمایا ہے فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ (النمل: ۱۰) حیۃ کا معنی سانپ ہے یہ اسم جنس ہے اور اس کا اطلاق چھوٹے اور بڑے اور مذکر اور مونث سانپ پر ہوتا ہے' اور ثعبان کا اطلاق بہت بڑے سانپ یا اژدھے پر کیا جاتا ہے' اور جانّ کا اطلاق باریک سانپ پر کیا جاتا ہے۔ ثعبان اور جانّ میں منافات ہے اور ان میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ جب ابتداءً وہ لاٹھی سانپ بنی تو وہ چھوٹا اور باریک سانپ تھا پھر بتدریج اس کا جسم پھول کر بڑا ہو گیا اور وہ اژدھا بن گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کے اعتبار سے اژدھا تھا اور اپنی حرکت کے اعتبار سے جان تھا۔

اس سانپ کی گھوڑے کی طرح ایال تھی' اور اس کے دو جبڑوں میں چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا' وہ جس چیز کے پاس سے بھی گزرتا تھا اس کو کھا جاتا تھا حتیٰ کہ درختوں اور چٹانوں کو بھی کھا جاتا تھا' حتیٰ کہ حضرت موسیٰ نے اس کے منہ میں پتھر چبانے کی آواز سنی۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۷)

سانپ سے حضرت موسیٰ کے ڈرنے کی توجیہات

طٰہٰ: ۲۰ میں فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت' ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں:

اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اتنی کرامات سے نوازا تھا اور انہوں نے یہ جان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں تو پھر وہ سانپ سے کیوں ڈر گئے' اس کا جواب یہ ہے کہ انسان فطری طور پر حشرات الارض سے متنفر ہوتا ہے تو ان کا اژدھے سے بھاگنا فطری تقاضے کے اعتبار سے تھا۔ نیز

marfat.com

Marfat.com

حضرت موسیٰ کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور وجاہت تھی اور ان کی جو نبوت اور رسالت تھی یہ سب امور عقلیہ تھے اور بسا اوقات جب انسان پر خوف اور دہشت غالب ہو تو امور عقلیہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور ہمیشہ وہم عقل پر غالب رہتا ہے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپ سے دہشت زدہ ہونا بشری تقاضے سے تھا۔ نیز اس سانپ سے آپ کا خوف زدہ ہونا آپ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ ساحر ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کے کسی عمل کی وجہ سے لاٹھی سانپ بن گئی ہے تو پھر آپ نہ ڈرتے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے جب رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ بنا دیا تو وہ نہیں ڈرے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کے عمل کا نتیجہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سانپ کا اژدھا بن جانا ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا نہ آپ کو اس کے متعلق کوئی پیشگی علم تھا انہوں نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا سو ان کا اس سے خوف زدہ ہونا ایک فطری عمل تھا۔ اس کا بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰ کو علم تھا کہ سانپ نے حضرت آدم کے ساتھ کیا عداوت کی تھی تو ان کو خوف ہوا کہ کہیں یہ سانپ ان کے ساتھ بھی دشمنی نہ کرے' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے ڈرو مت اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ سانپ سے ڈرے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (الاحزاب: ۱) آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے کافروں کی اطاعت کی ہو' باقی رہا یہ سوال کہ جب آپ سانپ سے ڈرے نہیں تو اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا اور ڈرو مت' اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰ ڈرے نہیں تھے لیکن یہ حال ایسا تھا کہ اس حال میں انسان ڈر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مقتضائے حال کے اعتبار سے فرمایا ڈرو مت اور مقتضائے حال کے اعتبار سے آپ کے نہ ڈرنے کو ڈرنے کے مرتبہ میں نازل کر کے کلام فرمایا' جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا:

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ (ھود: ۳۷) اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ظالموں کے متعلق کوئی سفارش نہیں کی تھی لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ظالموں پر طوفان کا عذاب آنے والا ہے' اسی لیے حضرت نوح کو اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا تھا تا کہ وہ ایمان والوں کو اپنے ساتھ لے کر چلے جائیں' تو اس حال کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان ظالموں کی سفارش کرتے کہ ان کو غرق ہونے سے بچا لیا جائے۔ پس ہر چند کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سفارش نہیں کی تھی' لیکن چونکہ یہ موقع سفارش کرنے کا تھا اس لیے فرمایا تم ان ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کرنا۔ اسی طرح ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اژدھے کو دیکھ کر ڈرے نہیں تھے لیکن چونکہ یہ موقع ڈرنے کا تھا اس لیے فرمایا اور ڈرو مت۔ اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ سانپ اور اژدھا زہریلا جانور ہے اور یہ اپنے زہر سے لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے اس لیے سانپ اور اژدھا اللہ تعالیٰ کی صفت قہر اور صفت غضب کے مظہر ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سانپ سے نہیں ڈرے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت قہر اور غضب سے ڈرے تھے۔

ید بیضا اور عصا میں کون سا معجزہ زیادہ عظیم ہے

طٰہٰ: ۲۲: میں فرمایا اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا' یہ دوسری نشانی ہے۔

قرآن مجید میں عیب کے لیے سوء کا لفظ ہے' سوء کا معنی ہے کسی چیز میں ردی چیز ہو جو اس میں قبح پیدا کر دے' لیکن یہاں اس سے مراد برص ہے اور عرب برص کو بہت برا جانتے تھے اس لیے اس کو کنایہ کے ساتھ تعبیر کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت گندم گوں رنگ کے تھے۔ جب انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کو بغل کے نیچے سے نکالا تو وہ بجلی کی طرح چمکتا ہوا تھا یا آفتاب کی

marfat.com

Marfat.com

طرح روشن تھا اور وہ برص کی طرح سفید نہ تھا' اور جب وہ اس ہاتھ کو دوبارہ اپنی بغل کے ساتھ ملاتے تو وہ پھر اسی طرح گندم گوں ہو جاتا۔

اس کے بعد فرمایا: تاکہ ہم آپ کو اپنی بعض بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں یعنی تم ہماری ان دو نشانیوں کو لے جاؤ تاکہ ہم تم کو اپنی اور بڑی نشانیاں دکھائیں۔ امام رازی نے فرمایا ہے کہ ید بیضا کی بہ نسبت عصا کا معجزہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ ید بیضا کے معجزہ میں تو صرف رنگ کا تغیر ہے اور عصا کے معجزہ میں رنگ کا تغیر ہے اور جسم کا بڑا ہونا ہے' اور اس میں حیات' قدرت اور مختلف اعضاء کا پیدا کرنا ہے اور پتھروں اور درختوں کو نگلنا ہے اور پھر اس کا اسی طرح عصا بن جانا ہے لہٰذا عصا ان کا بہت عظیم معجزہ تھا۔

فرعون کی طرف جانے کا حکم دینا

اس کے بعد فرمایا آپ فرعون کی طرف جایئے اس نے (بہت) سرکشی کی ہے۔ فرعون کی طرف بھیجنے کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس نے بہت سرکشی کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کی طرف مبعوث تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجنے کا ذکر فرمایا کیونکہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ بہت متکبر تھا اور سب لوگ اس کی پیروی کرتے تھے اس لیے اس کا ذکر کرنا زیادہ لائق تھا۔

وھب بن منبہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تم میرا کلام سنو اور میری وصیت کو یاد رکھو اور میرا پیغام لے کر جاؤ۔ تم میری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو' میں تمہیں اپنی اس مخلوق کے پاس بھیج رہا ہوں جو میری نعمتوں پر اترا رہی ہے اور میرے عذاب سے بے خوف ہے اس کو دنیا نے مغرور کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ میرے حق کو بھول گیا اور اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر مجھے اپنے عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں اس کو فوراً اپنے عذاب میں جکڑ لیتا' لیکن میں نے نرمی کی تم اس کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ اس کو میری عبادت کی دعوت دو اور اس کو میرے عذاب سے ڈراؤ اور اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا' پھر حضرت موسیٰ سات دن تک خاموش رہے اور کسی سے بات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا آپ کے رب نے جو حکم دیا ہے اس کا جواب دیں تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ

موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے ○ اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے ○ اور

عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا

میری زبان کی گرہ کھول دے ○ کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں ○ اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک

مِّنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ

وزیر بنا دے ○ میرے بھائی ہارون کو ○ اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے ○ اور میرے مشن میں اس

فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ

کو میرا شریک کر دے ○ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں ○ اور تجھے بہت یاد کریں ○ بے شک تو

marfat.com
Marfat.com

كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ

ہیں خوب دیکھنے والا ہے ○ فرمایا اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا ○ بے شک اس

مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾

سے پہلے بھی ہم نے ایک بار اور آپ پر احسان فرمایا تھا ○ جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

کی جا رہی ہے ○ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو، پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے،

يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ لَهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ

اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا، اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تا کہ میری نظر کے

عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَنْ يَكْفُلُهُ ۖ وقف لازم

سامنے آپ کی پرورش کی جائے ○ جب آپ کی بہن جا رہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی کیا میں تمہاری اس کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی

فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا

پرورش کرے، پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں، اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا

فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ

تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی، اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی، سو آپ کئی سال اہل مدین میں

مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾

رہے، پھر اے موسیٰ آپ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آ گئے ○ اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا ○

اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ

آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں ○ آپ دونوں فرعون کے

فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ

پاس جائیں بے شک اس نے سر اٹھا رکھا ہے ○ آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا

marfat.com

Marfat.com

يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾

ڈرے ○ ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا ○

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا

فرمایا تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں ○ سو اس کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو کہ ہم

رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ

تیرے رب کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو ایذاء نہ دے، بے شک ہم تیرے

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِىَ

رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی ○ بے شک ہماری طرف

اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا

وحی کی گئی ہے کہ اسی پر عذاب ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ○ اس نے کہا پھر تم دونوں کا رب کون ہے؟

يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِىْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ

اے موسیٰ! ○ موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی پھر

هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا

ہدایت دی ○ فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا؟ ○ موسیٰ نے کہا اس کا علم

عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِىْ جَعَلَ

میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے ○ جس نے تمہارے لیے

لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لیے زمین میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے

مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا

پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کیے ○ کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو

marfat.com

Marfat.com

ع ٢ ١١

أَنۡعَامَكُمۡؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۞

چراؤ، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے ○ اور میرے لیے میرا کام آسان کردے ○ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ○ کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں ○ اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنادے ○ میرے بھائی ہارون کو ○ اس سے میری کمر کو مضبوط کردے ○ اور میرے مشن میں اس کو میرا شریک کردے ○ تا کہ ہم تیری بہت تسبیح کریں ○ اور تجھے بہت یاد کریں ○ بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے ○ (طٰہٰ: ۳۵-۲۵)

شرح صدر کی دعا کی حکمت

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا اور ایک سخت اور مشکل کام کرنے کا دیا تو حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے آٹھ چیزوں کا سوال کیا اور اخیر میں یہ عرض کیا کہ میں نے ان آٹھ چیزوں کا اس لیے سوال کیا تا کہ میں تیری تسبیح اور تیرا ذکر زیادہ سے زیادہ کرسکوں۔ پہلا سوال یہ کیا کہ میرا سینہ کھول کر وسیع کردے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

وَيَضِيۡقُ صَدۡرِىۡ وَلَا يَنۡطَلِقُ لِسَانِىۡ — میرا سینہ تنگ ہے اور میری زبان نہیں چل رہی۔

(الشعراء: ۱۳)

سوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینہ کی تنگی کو فراخی اور وسعت سے تبدیل کردے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا منشاء یہ تھا ان کو جرأت' ہمت اور حوصلہ عطا فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا سینہ کھول دے بلکہ فرمایا میرے لیے میرا سینہ کھول دے تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس شرح صدر کا فائدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچے گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو۔

دوسرا سوال یہ کیا اور میرے لیے میرا کام (مشن) آسان کردے۔ یعنی اس مشن میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور فرمادے اور اس مشن کی تکمیل کے جو اسباب اور وسائل ہیں وہ مہیا فرمادے۔

حضرت موسیٰ کی زبان میں گرہ کی وجوہ

تیسرا سوال یہ کیا کہ میرے لیے میری زبان کی گرہ کھول دے۔ ان کی زبان میں جو گرہ تھی اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ ان کی زبان میں پیدائشی گرہ تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ اس گرہ کو زائل کردے' دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی نوچ لی تھی تو فرعون نے کہا یہ میرا دشمن بنے گا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا' تب اس کی بیوی آسیہ نے کہا یہ بے عقل بچہ ہے اور ایک تھال میں یاقوت اور انگارہ رکھا اور کہا اگر اس نے یاقوت کو اٹھالیا تو اس کو ذبح کردینا اور اگر اس نے انگارہ اٹھایا تو پھر یہ اس کے بچپن کا تقاضا ہے اس کو چھوڑ دینا' پھر حضرت جبریل آئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کا ہاتھ انگارے پر رکھ دیا حضرت موسیٰ نے اس انگارے کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اس وجہ سے ان کی زبان جل گئی اور ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی اور ان کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۱۷۳) اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ اگر بچہ بالفرض انگارے کو پکڑ بھی لے تو اس کا ہاتھ فوراً جل جائے گا اور وہ انگارے کو چھوڑ دے گا اور اس کا انگارے کو منہ میں رکھ لینا عادۃً بہت بعید ہے' اسی لئے صحیح وجہ پہلی ہی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گرہ کو کھولنے کا سوال ان وجوہ سے کیا تھا (۱) تا کہ فرائض رسالت کی ادائیگی میں خلل نہ ہو۔ (۲) جس شخص کی زبان میں لکنت ہو لوگ اس کی بات کو توجہ سے نہیں سنتے اور اس کو اچھا نہیں جانتے اور رسول کے لیے ضروری ہے کہ لوگ اس کی بات

marfat.com

Marfat.com

توجہ سے سنیں اور اس کو اچھا جانیں۔ (۳) اس لکنت کا دور ہونا ان کا معجزہ ہو جائے کیونکہ مصر والوں کو پتا تھا کہ ان کی زبان میں لکنت ہے اور یہ روانی سے بات نہیں کر سکتے' پھر جب وہ روانی سے بات کریں گے تو حضرت موسیٰ کا معجزہ ہوگا۔ (۴) اس سے حضرت موسیٰ کا مشن آسان ہوگا کیونکہ فرعون جو غرور اور تکبر کی وجہ سے خدا بنا ہوا تھا اگر اس کے سامنے حضرت موسیٰ اٹک اٹک کر اور لکنت سے اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے تو وہ متاثر ہونے کے بجائے الٹا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑاتا۔

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ لوگ میری بات سمجھیں۔ قرآن مجید میں ہے یفقھوا قولی' یعنی لوگ جان لیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میری بات سمجھیں' لغت میں فقہ کا معنی ہے فہم اور عرف میں اس سے علم شریعت مراد ہوتا ہے اور جس کو اس کا علم ہو اس کو فقیہ کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا فقہ کی تعریف یہ ہے کہ نفس کو اپنے نفع اور ضرر کی چیزوں کی معرفت ہو جائے اور اس کی مشہور تعریف یہ ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا جو علم ان احکام کے دلائل سے ہو وہ فقہ ہے۔

وزیر کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چوتھا سوال یہ کیا کہ میرے لیے ایک وزیر بنا دے۔ وزیر کا لفظ وزر سے ماخوذ ہے اور وزر کا معنی ہے بوجھ' وزیر کو وزیر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سلطان کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے' وزیر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی منصب پر فائز ہوا پھر اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کے لیے ایک نیک وزیر دیتا ہے۔ اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اگر کو یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۱۵)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بناتا ہے اس کے دو راز دار ہوتے ہیں ایک راز دار اس کی نیکی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے' اور دوسرا راز دار اس کی برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے اور معصوم وہ ہے جس کو اللہ معصوم رکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۱۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹۲' مسند احمد رقم الحدیث ۱۱۳۶۲' عالم الکتب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان والوں میں سے بھی میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں میں سے بھی میرے دو وزیر ہیں' آسمان والوں میں سے میرے جو دو وزیر ہیں' وہ جبریل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے جو میرے دو وزیر ہیں وہ ابوبکر اور عمر ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۰' المستدرک رقم الحدیث ۳۱۰۱' طبع جدید' المستدرک ج ۲ ص ۲۶۴' طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۰' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۸' کنز العمال رقم الحدیث ۳۲۶۶۱)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وزیر کی ضرورت تو بادشاہوں کو ہوتی ہے' اور رسول جو اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے احکام پہنچانے کا مکلف ہوتا ہے اس کو وزیر کی کیا ضرورت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نیکی اور خیر کے کاموں میں جو شخص اخلاص کے ساتھ تعاون کرے اس کی اللہ سے دعا کرنے میں بھی بڑی تاثیر ہوتی ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے بھائی پر پورا اعتماد تھا کہ وہ نیکی اور خیر کے کاموں میں اور فرائض نبوت کی ادائیگی میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے۔

وزارت کے لیے بھائی کی تخصیص کی وجہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پانچواں سوال یہ تھا کہ وہ وزیر ان کے اھل سے ہو یعنی ان کے اقارب سے ہو۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھٹا سوال یہ تھا کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا جائے اور اس کے دو سبب تھے (۱) دین کے کاموں میں تعاون کرنا بہت قابل تعریف اور لائق تحسین منصب ہے تو حضرت موسیٰ نے چاہا کہ یہ عظیم منصب ان کے بھائی کو حاصل ہو یا اس وجہ سے کہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے۔ (۲) دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت ہارون کی زبان حضرت موسیٰ سے بہت زیادہ فصیح تھی اور وہ اپنا موقف اور مافی الضمیر بہت آسانی کے ساتھ بیان کر سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق فرمایا تھا:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ۫ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ○ (القصص: ۳۴)

اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح زبان والا ہے پس اس کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دے کہ وہ میری تصدیق کریں گے' مجھے خطرہ ہے کہ وہ سب میری تکذیب کریں گے۔

ازر کا معنی

حضرت موسیٰ کا ساتواں سوال یہ تھا کہ میرے بھائی سے میری کمر مضبوط کردے' ازر کے معنی ہیں قوت' فازرہ کے معنی ہیں اس کی اعانت کی' ابوعبیدہ اور خلیل نے کہا ازر کے معنی ہیں پشت' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا وہ ان کے بھائی حضرت ہارون کو ان کا وزیر بنادے تا کہ وہ ان کی مدد کریں اور ان کی کمر کو مضبوط رکھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آٹھواں سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ہارون کو ان کے مشن میں شریک کردے اور مشن سے مراد نبوت ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کو علم تھا کہ حضرت ہارون عمر میں ان سے بڑے ہیں اور ان کی زبان صاف اور زیادہ فصیح ہے۔

حضرت موسیٰ کی ان دعاؤں کا سبب

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ میں نے یہ دعائیں اس لیے کی ہیں کہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ تسبیح کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کے افعال کی ان چیزوں سے برأت بیان کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' خواہ دل میں اس برأت کا اعتقاد رکھا جائے یا زبان سے اس کی برأت کو بیان کیا جائے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کا بھی ذکر ہے' ذکر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور اس کی صفات جمال اور اس کی صفات جلال کو بیان کرنا' پس تسبیح کرنے کا معنی ہے نامناسب صفات کی اس سے نفی کرنا اور ذکر کا معنی ہے اس کی شان کے لائق صفات کا ذکر کرنا۔

اس کے بعد فرمایا بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔ اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) بے شک تو خوب جاننے والا ہے کہ ہم اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے محض تیری رضا جوئی کا ارادہ کرتے ہیں اور تیرے سوا اور کسی سے دعا نہیں کرتے۔

(۲) تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے جو یہ دعائیں کیں یہ صرف کار نبوت کی تکمیل کے لیے کیں ہیں۔

(۳) بے شک تو ہماری مصلحتوں کو خوب جاننے والا ہے تو ہمیں وہ چیزیں عطا فرما جو ہمارے حق میں مفید اور بہتر ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعائیں کرنے کے بعد یہ کلمات اس لیے کہے تا کہ ظاہر ہو کہ انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا اے موسیٰ تمہارا سوال پورا کر دیا گیا ○ بے شک (اس سے پہلے بھی) ہم نے ایک بار اور آپ پر احسان فرمایا تھا ○ جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف کی جارہی ہے ○ کہ اس بچے کو صندوق

marfat.com
Marfat.com

میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا' اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور تاکہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے○ جب آپ کی بہن جارہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی کیا میں تمہاری اس کی طرف رہ نمائی کروں جو اس بچہ کی پرورش کرے' پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' اور وہ غم نہ کریں' اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی' اور ہم نے آپ کی کئی طرح سے آزمائش کی' سو آپ کئی سال اہل مدین میں رہے' پھر اے موسیٰ! آپ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آ گئے○ اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا○ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں○ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سر اٹھا رکھا ہے○ آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے○ (طٰہٰ: ۴۴-۳۶)

حضرت موسیٰ کی دعاؤں کو باریاب کرنے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہے ہوئے آٹھ سوالات کو پورا فرمایا اور ان کی دعاؤں کو باریاب فرمایا تاکہ وہ وسعت قلب اور فرحت کے ساتھ کار نبوت کو پورا کرنے کے لیے روانہ ہوں' اس لیے فرمایا اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا' اس کے بعد فرمایا۔ بے شک (اس سے پہلے بھی) ہم نے ایک بار اور آپ پر احسان فرمایا تھا○ اس میں حسب ذیل وجوہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کے قبول کرنے کی وجوہ پر متنبہ فرمایا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ میں تمہارے ان سوالوں سے پہلے بھی تمہاری مصلحت کے تقاضوں کو پورا کر چکا ہوں تو اب تمہاری دعاؤں کو کیوں قبول نہیں کروں گا۔

(۲) میں اس سے پہلے تمہاری پرورش کر چکا ہوں اگر اب میں تمہاری مراد پوری نہ کروں تو یہ قبول کرنے کے بعد رد کرنا ہوگا اور احسان کرنے کے بعد محروم کرنا ہوگا اور یہ فعل میرے کرم کے کب لائق ہے۔

(۳) جب ہم ماضی میں تمہاری ہر ضرورت کو پورا کر چکے ہیں اور تمہیں نچلے درجہ سے درجہ عالیہ میں پہنچا چکے ہیں تو اب اس مرتبہ پر پہنچا کر تمہاری درخواست کو رد کر دینا ہماری شان کے کب لائق ہوگا!

حضرت موسیٰ کی ماں پر وحی کرنے کا احسان اور عورت کے نبی نہ ہونے پر دلائل

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر اپنے آٹھ احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پہلا احسان' جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی جو وحی آپ کی طرف کی جارہی ہے' کہ اس بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے' اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا۔

علامہ قرطبی مالکی اور بعض دیگر علماء کی یہ رائے ہے کہ عورت بھی نبی بن سکتی ہے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی گئی ہے اور وحی صرف انبیاء اور رسل کی طرف کی جاتی ہے' اور جمہور علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں انبیاء اور رسل میں سے نہ تھیں' اس لیے اس آیت میں وحی سے وہ وحی مراد نہیں ہے جو انبیاء کی طرف کی جاتی ہے' اور یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ عورت قاضی اور امام بننے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اپنا نکاح بھی خود نہیں کر سکتی تو وہ نبی بننے کی کب صلاحیت رکھ سکتی ہے۔ اور اس پر قوی دلیل یہ آیت ہے:

marfat.com

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ (الانبیاء:۷) آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب مرد تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

اور قرآن مجید میں غیر انبیاء کے لیے بھی وحی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (النحل:۶۸) اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ (المائدہ:۱۱۱) اور جب میں نے حواریین کی طرف وحی کی۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف جو وحی کی گئی تھی اس وحی سے کیا مراد ہے؟ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اس وحی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دیکھا ہوا خواب ہے' انہوں نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کو تابوت میں رکھا پھر اس تابوت کو دریا میں ڈال دیا' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو پھر ان کی طرف لوٹا دیا۔

(۲) اس وحی سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل میں ایک بات آ کر جم گئی تھی اور ہر شخص کو ایسا سابقہ پیش آتا ہے۔

(۳) اس وحی سے مراد الہام ہے' اور الہام سے مراد ہے دل میں کسی نیک بات کا آ کر ٹھہر جانا۔

حضرت موسیٰ پر ان کے صندوق کو دریا میں سلامت رکھنے کا احسان (۲)

فرعون ایک سال بچوں کو قتل کرتا پھر دوسرے یا تیسرے سال بچوں کو چھوڑ دیتا تھا حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے تھے جس سال وہ بچوں کو چھوڑ دیتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ایک سال بعد پیدا ہوئے جو بچوں کو قتل کرنے کا سال تھا' تو حضرت موسیٰ کی ماں نے ایک صندوق کے اندر روئی رکھی اور اس میں حضرت موسیٰ کو رکھا پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں ڈال دیا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کی ماں کو یہ خطرہ تھا کہ فرعون ان کو قتل کر دے گا تو صندوق میں حضرت موسیٰ کو رکھ کر اس صندوق کو دریا میں ڈال دینا اس سے کم خطرناک تو نہیں تھا یہ بھی تو ایک طرح سے ان کو موت کے حوالے کر دینا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی والدہ کو اپنے خواب یا الہام پر کامل اعتماد تھا۔

اس آیت میں اقذفیہ کا لفظ ہے یہ واحد مونث مخاطب کا لفظ ہے' اور قذف کا معنی ہے ڈالنا قرآن مجید میں ہے:

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ. (الاحزاب:۲۶) ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

سو اقذفیہ کا معنی ہے اس کو ڈال دو' اور ''الیم'' کا معنی ہے سمندر' اس کا اطلاق سمندر اور دریا دونوں پر ہوتا ہے اور یہاں اس سے مراد دریائے نیل ہے' اور ساحل سحل کا اسم فاعل ہے اور یہ مفعول یعنی مسحول کے معنی میں ہے۔ سحل کا معنی بھی پھینکنا اور ڈالنا ہے اور چونکہ سمندر اور دریا کے کنارے پانی سمندر اور دریا کی چیزیں لا کر پھینک دیتا ہے اس لیے اس کو ساحل کہتے ہیں۔

فرعون کے گھر حضرت موسیٰ کو پہنچانے کا احسان (۳)

فرعون کی بیوی آسیہ دریا سے اپنی باندیوں کے ذریعہ پانی منگوا رہی تھی تو اچانک اس کی نظر اس صندوق پر پڑی' اس نے باندیوں سے کہا اس صندوق کو اٹھا لو۔ جب اس صندوق کو اٹھایا تو اس میں حضرت موسیٰ تھے۔ حضرت موسیٰ کی دل لبھانے والی صورت تھی جو دیکھتا تھا اس کو آپ پر پیار آتا تھا تو فرعون نے بھی آپ کو پالنے اور پرورش کرنے کا ارادہ کر لیا' اس کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے:

دریا نے اس صندوق کو ساحل پر لا پھینکا' ساحل سے پانی کی ایک چھوٹی سی نہر فرعون کے گھر کے باغ میں جاتی تھی اس طرح حضرت موسیٰ فرعون کے گھر میں پہنچ گئے اور فرعون نے جب حضرت موسیٰ کو دیکھا تو اٹھا لیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو میرا اور اس کا دشمن لے لے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ فرعون کا اللہ کا دشمن ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ وہ کفر اور سرکشی میں بہت بڑھ چکا تھا' لیکن اس وقت تک اس کا حضرت موسیٰ کا دشمن ہونا تو ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ اس وقت تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے والا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ مستقبل میں اس نے حضرت موسیٰ سے دشمنی کرنی تھی ان کی مخالفت کرنی تھی اور ان کے قتل کے درپے ہونا تھا تو آئندہ کے اعتبار سے اس کو بھی مجازاً ان کا دشمن فرمایا۔

فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ کی محبت ڈالنے اور ان کی پرورش کا احسان (۴)

پھر فرمایا اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ بہت حسین تھا اور آپ کی آنکھیں بہت خوب صورت تھیں' جو بھی آپ کو دیکھتا تھا اس کو آپ پر محبت آتی تھی اور یہ بھی آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان تھا' اسی وجہ سے فرعون اور اس کی بیوی دونوں آپ سے محبت کرنے لگے اور آپ کی پرورش میں لگ گئے۔

اس کے بعد فرمایا: اور تاکہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے' اس کا معنی یہ ہے تاکہ میرے ارادہ کے موافق آپ کی پرورش کی جائے' اور اس کے دو محمل میں ایک یہ ہے کہ عین سے مراد علم ہے اور جب کوئی شخص کسی چیز کا عالم ہوتا ہے تو اس چیز کی آفات اور بلیات سے اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کو دیکھنے والا اس کی حفاظت کرتا ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے عین سے مراد ہے حفاظت کرنا' کیونکہ جو شخص کسی چیز کو دیکھ رہا ہو وہ اس چیز کی ایذا دینے والی چیزوں سے حفاظت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا معنی

عین کے معنی آنکھ ہیں' اس آیت کا ترجمہ یہ ہے تاکہ میری آنکھ کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی آنکھ کے متعلق امام ابوحنیفہ اور دیگر متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے لیکن وہ ہماری آنکھ کی طرح نہیں ہے' بلکہ اس کی آنکھ کی کوئی مثال نہیں ہے' یہ اس کی صفت بلا کیف ہے۔ اس کی صفت کی نفی کی جائے نہ اس کی کسی مخلوق کے ساتھ کوئی مثال دی جائے اور نہ اس کی کوئی تاویل کی جائے' لہٰذا یہاں آنکھ کی تاویل رویت یا نظر سے کرنا درست نہیں ہے۔ اور متاخرین نے جب دیکھا کہ اسلام کے معاندین اس قسم کی آیات کی وجہ سے اسلام پر طعن کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے خدا کے جسمانی اعضاء ہیں تو انہوں نے اس قسم کی آیات کی تاویل کی اور کہا عین کا معنی رویت' نظر اور علم ہے۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے الاعراف: ۵۴ میں کی ہے۔

حضرت موسیٰ کی ماں پر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا احسان (۵)

جب آپ کی بہن جا رہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی کیا میں اس کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی پرورش کرے۔ الآیۃ (طٰہٰ: ۴۰)

جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو اپنی بیوی کے حوالے کر دیا تو اس نے دودھ پلانے والیوں کو طلب کیا' حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پی رہے تھے' حتیٰ کہ ان کی بہن آگے بڑھی اور حضرت موسیٰ کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا' اور اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیا حضرت موسیٰ نے اس کے پستان کو چوسنا شروع کر دیا اور خوش ہو گئے' فرعون کے گھر والوں نے اس سے کہا تم ہمارے گھر میں رہو' اس نے کہا میرا دودھ نہیں اترا' لیکن میں اس عورت کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گی جو اس کو دودھ پلائے گی' وہ لوگ حضرت موسیٰ کے خیر خواہ تھے' انہوں نے پوچھا وہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا وہ میری ماں ہے' انہوں نے پوچھا اس کا دودھ اتر رہا ہے؟ اس نے کہا میرا بھائی اس کا دودھ پی رہا ہے' حضرت ہارون علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

سے ایک سال بڑے تھے' اور ایک قول یہ ہے کہ تین یا چار سال بڑے تھے کیونکہ فرعون نے اپنی قوم کی آسانی کے لئے بنو اسرائیل پر رحم کیا تھا اور چار سال تک ان کے قتل کو موقوف کر دیا تھا اور اسی اثناء میں حضرت ہارون پیدا ہوئے تھے' پھر جب حضرت موسیٰ کی ماں آ گئیں تو حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پی لیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔

حضرت موسیٰ پر فرعون سے نجات دینے کا احسان (٦)

اس کے بعد فرمایا اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی۔

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ایک دن وہ شہر کی طرف جا رہے تھے' انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک بنو اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آل فرعون سے تھا' اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ سے مدد طلب کی' حضرت موسیٰ نے غضب میں آ کر فرعونی کے ایک گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' اس وقت سوا اس اسرائیلی کے ان کو اور کوئی دیکھنے والا نہیں تھا' جب حضرت موسیٰ نے گھونسا مار کر اس فرعونی کو قتل کر دیا تو انہوں نے کہا:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ (القصص: ١٥)

یہ کام شیطان کے بہکانے سے سرزد ہوا' بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

پھر فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (القصص: ١٦)

موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب بے شک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے معاف فرما دے' تو اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بے شک وہی بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! جس طرح تو نے اب مجھ پر احسان فرمایا ہے سو اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا ○ پس اس شہر میں انہوں نے ڈرتے ہوئے صبح کی اور انتظار کرتے رہے کہ (اب کیا ہوگا) پس اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی (آج پھر) انہیں مدد کے لیے پکار رہا تھا' موسیٰ نے اس سے کہا یقیناً تو کھلا ہوا گمراہ ہے ○ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑ لیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو (فریاد کرنے والے اسرائیلی نے غلط فہمی سے) کہا: اے موسیٰ آپ مجھے (بھی) اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جیسے کل آپ نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا' آپ یہی چاہتے ہیں کہ آپ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جائیں اور آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ اصلاح کرنے والوں میں سے ہوں ○ اور ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا' اس نے کہا اے موسیٰ بے شک (فرعون کے) درباری آپ کو قتل کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں' سو آپ یہاں سے نکل جائیے' بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں ○ سو موسیٰ اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے وہ انتظار کر رہے تھے (کہ اب کیا ہوگا) انہوں نے دعا کی اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دے دے۔ (القصص: ٢١-١٧)

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اس اسرائیلی کو ڈانٹ رہے تھے اور وہ اسرائیلی غلط فہمی سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح انہوں نے کل ایک فرعونی کو قتل کر دیا تھا تو وہ بھاگ کر فرعون کے دربار میں

marfat.com

Marfat.com

پہنچا اور وہاں جا کر فرعون کو بتایا کہ موسیٰ نے ایک فرعونی کو قتل کر دیا ہے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کا ماجرا سنا دیا۔ تب فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے کارندے بھیج دیے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک حمائتی آ کر ان سے ملا اور ان کو بتایا کہ ان کے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے' تب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر مدین کی طرف چلے گئے اور وہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ایک عرصہ گزارا جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

(جامع البیان جز ۱۶ ص ۲۰۹۔ ۲۰۸ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ ۱۴۱۵ھ)

حضرت موسیٰ کو آزمائشوں سے گزارنا

نیز طٰہٰ: ۴۰ میں فرمایا اور ہم نے آپ کی کئی طرح سے آزمائش کی۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فتون کا معنی ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں واقع ہونا' اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو ان سے نجات دینا۔ پہلی آزمائش یہ تھی کہ آپ کی ماں کو آپ کا اس سال حمل ہوا جس سال فرعون نومولود بچوں کو ذبح کرتا تھا۔ پھر دوسری آزمائش وہ تھی جب آپ کو دریائے نیل میں ڈالا گیا' تیسری آزمائش وہ تھی جب آپ نے اپنی ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیا' چوتھی آزمائش وہ تھی جب آپ نے بچپن میں فرعون کی داڑھی نوچ لی اور فرعون نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' پھر آپ نے ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' پھر آپ خوف زدہ ہو کر مدین کی طرف بھاگ گئے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۸۶۔ ۲۸۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔ ۱۴۰۷ھ)

حضرت موسیٰ کو مدین میں پناہ دینے کا احسان (۷)

اس کے بعد فرمایا سو آپ کئی سال اہل مدین میں رہے' پھر آپ اے موسیٰ! اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آ گئے۔ (طٰہٰ: ۴۰)

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت شعیب کے شہر مدین میں گئے حضرت موسیٰ کی وہاں مدت قیام کے متعلق دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباس اور مقاتل نے کہا آپ وہاں دس سال رہے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ وہاں اٹھائیس سال رہے تھے۔ دس سال اپنی بیوی صفورا کے مہر میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے حتیٰ کہ آپ کا وھب نام کا بیٹا پیدا ہوا۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۸۶)

وھب نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس بائیس سال رہے تھے۔ دس سال وہ اپنی بیوی صفورا بنت شعیب کے مہر کے عوض رہے اور بارہ سال اپنی بیوی کے پاس رہے حتیٰ کہ ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔

اس کے بعد فرمایا: پھر آپ اے موسیٰ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آ گئے۔ (طٰہٰ: ۴۰)

انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جانا

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ اور عبد الرحمٰن بن کیسان نے کہا کہ آپ نبوت اور رسالت کی مدت کے موافق وہاں رہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیے جاتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۱۷)

امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) میری لکھی ہوئی قضاء اور قدر میں یہ پہلے مقرر ہو چکا تھا کہ میں تم کو اس معین وقت میں رسول بناؤں گا جس کو میں پہلے تمہارے لیے معین کر چکا ہوں' سو تم اسی معین وقت پر آئے ہو نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (القمر:٤٩) بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے موافق پیدا کیا ہے۔

(٢) تم اس مقرر وقت آئے ہو جس وقت میں انبیاء علیہم السلام پر وحی کی ابتداء کی جاتی ہے۔

(٣) ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یا کسی اور نبی نے حضرت موسیٰ کے آنے کے لیے یہ وقت مقرر کر دیا ہو اور حضرت موسیٰ اس وقت پر آئے ہوں' اور حضرت موسیٰ پر یہ اس لیے احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت پر پہنچنے کی توفیق دی۔ (تفسیر کبیر ج ٨ ص ٥٠' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف گئے تو ان کی عمر بارہ سال تھی۔ پھر دس سال وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے۔ پھر اس کے بعد وہ اٹھارہ سال اپنی بیوی صفورا بنت شعیب کے ساتھ رہے اور ان سے ان کا ایک بیٹا ہوا پھر ان کی عمر مکمل چالیس سال ہو گئی اور یہ وہ مدت ہے جس کے پورے ہونے پر انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے کی اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے۔ (البحر المحیط ج ٧' ص ٣٣٣' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ١٠٦٨ھ لکھتے ہیں:

سن نبوت چالیس سال مکمل ہونے کے بعد ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ٦' ص ٣٤٩' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ٩٨٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مقرر وقت پر آئے جس وقت میں انبیاء علیہم السلام پر وحی کی جاتی ہے اور یہ وہ وقت ہے جب چالیس سال مکمل ہو جائیں۔ (تفسیر ابوالسعود ج ٤ ص ٢٨١' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٩ھ)

شیخ زادہ محمد بن مصلح الدین المصطفیٰ القوجوی المتوفی ٩٥١ھ وھب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے لیے چالیس سال کی مدت مقرر ہے۔

(حاشیہ شیخ زادہ ج ٥ ص ٢٨١' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام پر چالیس سال پورے ہونے کے بعد وحی کی جاتی ہے۔

(روح المعانی جز ١٦ ص ٢٨٢' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ مزج کر کے لکھتے ہیں:

پھر تو ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ! یعنی اپنی عمر کے چالیسویں سال اور یہ وہ سن ہے کہ انبیاء کی طرف اس سن میں وحی کی جاتی ہے۔ (کنز الایمان و خزائن العرفان ص ٥٠٣' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

علامہ قرطبی متوفی ٦٦٨ھ' امام رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ٧٥٤ھ' علامہ خفاجی متوفی ١٠٦٨ھ' علامہ ابوالسعود متوفی ٩٥١ھ' علامہ آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ اور صدر الافاضل مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ سب نے یہ تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تب ان پر وحی کی جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز کرنے کا احسان (٨)

طٰہٰ: ٤١ میں فرمایا اور میں نے آپ کو خاص اپنے لیے چن لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کے لیے چننے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

marfat.com

Marfat.com

(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا قرب عطا کیا' آپ کی عزت افزائی کی اور آپ کو شرف کلام عطا کیا اور یہ اوصاف اس لیے عطا کیے کہ آپ کو منصب رسالت پر فائز کرنا تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے الطاف اور عنایات کیے جن کا تقاضا آپ کو منصب رسالت سے نوازنا تھا۔

(۳) میں نے آپ کو رسالت کے لیے اس وجہ سے چنا ہے کہ آپ میرے احکام کی اطاعت میں مشغول رہیں۔ میری الوہیت اور میری توحید پر دلائل قائم کریں اور آپ کی تمام حرکات اور سکنات صرف میرے لیے ہوں کسی اور کے لیے نہ ہوں۔

عصا اور ید بیضاء دو نشانیوں پر آیات کے اطلاق کی توجیہ

طٰہٰ: ۴۲ میں فرمایا: آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بایاتی میری نشانیاں' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف دو نشانیاں دی تھیں اور عربی میں دو پر جمع کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہر چند کہ ایک نشانی تھا لیکن وہ متعدد نشانیوں کا جامع تھا کیونکہ اس لاٹھی کا دوڑتا ہوا سانپ بن جانا اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر اور حضرت موسیٰ کی نبوت پر دلیل تھا۔ اس عصا کو پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے یہ اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور اس کی حکمت پر دلیل ہے' سمندر پر عصا مارنے سے بارہ راستوں کا بن جانا اور بعد ازاں فرعون کو غرق کر دینا' یہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب پر دلیل تھا' خلاصہ یہ ہے کہ ایک عصا متعدد نشانیوں پر مشتمل تھا۔ اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں مقرر ہے کہ جمع کے کم از کم افراد دو ہوتے ہیں لہٰذا ان دو نشانیوں پر جمع کا اطلاق درست ہے' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ید بیضا اور عصا کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک تیسری نشانی بھی عطا فرمائی تھی اور وہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکنت کو دور کر دینا سو اب بغیر کسی تاویل کے ان نشانیوں پر جمع کا اطلاق درست ہے۔

ذکر میں سستی سے منع کرنے کے محامل

اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ اس کے معنی یہ ہے کہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مجھے یاد کرتے رہنا اور یہ یاد رکھنا کہ اس دنیا کا کوئی اہم اور نیک کام میرے ذکر کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ ذکر کا دوسرا محمل یہ ہے کہ میرے پیغام کو پہنچانے میں کوئی سستی نہ کرنا کیونکہ ذکر کا اطلاق ہر قسم کی عبادت پر ہوتا ہے اور تبلیغ رسالت تو سب سے عظیم عبادت ہے تو یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس پر ذکر کا اطلاق کیا جائے' اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ فرعون کے سامنے تم میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا اور اس ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ تم فرعون اور اس کی قوم سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کفر سے راضی نہیں ہے اور ان کے سامنے ثواب اور عذاب کا ذکر کرنا' اور اس کا چوتھا محمل یہ ہے کہ فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر کرنا اور اس کے احسانات کا ذکر کرنا۔

فرعون کے ساتھ نرمی سے کلام کرنے کی وجوہ اور نرم کلام کے محامل

طٰہٰ: ۴۳ میں فرمایا: آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

یہ خطاب صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا کیونکہ اس وقت اس جگہ حضرت ہارون علیہ السلام حاضر نہ تھے' لیکن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام متبوع تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کے تابع تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خطاب کو ان کے ساتھ خطاب قرار دیا۔

marfat.com
Marfat.com

طٰہٰ: ۴۴ میں فرمایا: آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔
فرعون اپنی الوہیت کا مدعی تھا اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کا منکر اور مخالف تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا کیوں حکم دیا؟ اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون نے پرورش کی تھی' اس حق کی رعایت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ماں باپ کا حق کس قدر عظیم ہے۔ (۲) جابر اور مقتدر لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو سختی کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ مزید اکڑ جاتے ہیں اور ان کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی انانیت ان کو حق قبول کرنے سے باز رکھتی ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ جو نرمی کے ساتھ کلام کیا تھا اس کی ایک مثال تو عنقریب طٰہٰ: ۴۷ میں آ رہی ہے اور دوسری مثال یہ آیت ہے:

هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ○ (النازعات: ۱۹۔۱۸)

کیا تم پاکیزہ ہونا چاہتے ہو؟○ (اور یہ چاہتے ہو کہ) میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہنمائی کروں سو تم (اس سے) ڈرو؟

اس کی تیسری مثال کے متعلق حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کو اس کی کنیت کے ساتھ مخاطب کرنا۔ اس کی کنیت کے متعلق چار قول ہیں: (۱) ابومرہ (۲) ابومصعب (۳) ابوالعباس (۴) ابوالولید۔
اور اس کو چوتھی مثال یہ ہے کہ حسن بصری نے کہا اس سے کہنا اس کا رب ہے اور اس کے لوٹنے کی جگہ ہے اور اس کے آگے جنت اور دوزخ ہے' اور اس کی پانچویں مثال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے پاس جا کر کہا: میں جو پیغام لے کر آیا ہوں تم اس پر ایمان لے آؤ اور رب العالمین کی عبادت کرو' پھر تمہارا شباب قائم رہے گا اور تم بوڑھے نہیں ہو گے' اور تم تا حیات بادشاہ رہو گے یہ ملک تم سے کوئی چھین نہیں سکے گا اور جب تم فوت ہو گے تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ فرعون کو یہ کلام اچھا لگا پھر جب ہامان آیا تو اس نے ہامان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی خبر دی۔ اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تم خود دانش مند ہو تم رب ہو کیا تم مربوب (مخلوق) بننا چاہتے ہو؟ اور اس نے فرعون کی رائے بدل دی۔
یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا: جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نرمی کی یہ شان ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کو خدا مانتا ہو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نرمی کا کیا حال ہوگا!
خالد بن معدان نے معاذ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! فرعون اس وقت تک نہیں مر سکتا تھا حتیٰ کہ وہ یا نصیحت حاصل کر لیتا یا اللہ تعالیٰ سے ڈر جاتا' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔ اور جب وہ سمندر میں غرق ہونے لگا تھا تو اس نے نصیحت بھی حاصل کر لی تھی اور ڈرا بھی تھا۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۸۹۔۲۸۷ ملخصاً' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا○ فرمایا تم دونوں مت ڈرو' بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں○ سو اس کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو ایذاء نہ دے' بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی○ بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اسی پر عذاب ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری○ (طٰہٰ: ۴۸-۴۵)

marfat.com
Marfat.com

فرعون سے حضرت موسیٰ کے خوف کی توجیہ اور فرط کا معنی

طٰہٰ: ۴۵ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے' پھر ان کو یہ خوف کیوں ہوا کہ فرعون ان پر زیادتی یا سرکشی کرے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ شرح صدر اور سینہ کھولنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو منضبط کرنے پر ان کے سینہ کو قوی کر دے' اور کام آسان ہونے کے معنی یہ ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی اس طرح تبلیغ کریں کہ اس میں سہو اور نسیان نہ آسکے اور تبلیغ کرنے میں کوئی خوف اور خطرہ نہ ہو یہ الگ چیز ہے۔

قرآن مجید میں ان یفرط کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم نے زیادتی کرنا کیا ہے۔ فرط کا ایک معنی سبقت ہے جو پانی پلانے والا حوض پر پہلے پہنچ جائے اس کو فارط کہتے ہیں اور جو گھوڑا دوسرے گھوڑوں پر سبقت کرے اس کو فرط کہتے ہیں' اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم کو خطرہ ہے کہ وہ ہم کو سزا دینے میں سبقت کرے گا' دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ افرط غیرہ سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے کسی کو کسی کام پر ابھارنا' اس صورت میں معنی یہ ہے کہ کوئی ابھارنے والا فرعون کو ہمیں سزا دینے پر ابھارے گا اور وہ ابھارنے والا شیطان ہو گا یا اس کا خدائی کا دعویٰ ہو گا یا سلطنت کی خواہش ہو گی یا اس کی قوم کے متکبرین ہوں گے' اور یہ فرط افراط سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے وہ ہم پر زیادتی کرے گا اور وہ ہم پر سرکشی کرے گا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہم کو قتل کر ڈالے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خوف کو زائل کرنے کے لیے فرمایا: بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں' میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے دلوں میں جو یہ خوف ہے کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی یا سرکشی کرے گا سو تم اس سے مت ڈرو میں تمہاری حفاظت کروں گا تم اس سے جو بات کرو گے میں اس کو سن رہا ہوں گا' میں اس کو تمہارا کلام سننے کے لیے مسخر کر دوں گا اور میں اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہوں گا وہ تمہیں ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ میں تمہاری مدد کے لیے فرعون پر گرفت کرنے کے لیے تمہارے ساتھ ہوں۔

طٰہٰ: ۴۷ میں فرمایا اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

سلام کا معنی سلامتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص ہدایت کی پیروی کرے گا وہ سلامت رہے گا' اور عارف باللہ ہدایت کی پیروی کرتا ہے سو وہ سلامتی والا ہے۔ زجاج نے کہا یہ خبر ہے' سلام تحیت نہیں ہے اور اس میں خبر دی گئی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرے گا وہ اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کی سنت ہے

ان آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ فرعون کے دربار میں تبلیغ کے لیے جانے سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دل میں خوف ہوا کہ وہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرے گا یا ان کو قتل کر دے گا۔ اس آیت میں ان جاہل صوفیا کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ والوں کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ ان کا یہ قول اس لیے باطل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر سب سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے اس کے باوجود ان کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے ڈر اور خوف ہوتا ہے۔

کسی شخص نے حسن بصری سے یہ کہا کہ عامر بن عبداللہ شام کی طرف جا رہے تھے وہ پانی پینے کے لیے ایک جگہ جانا چاہتے تھے تو ان کے اور پانی کے درمیان ایک شیر حائل ہو گیا۔ عامر پانی کی طرف گئے اور پانی پی کر اپنی حاجت پوری کی۔ ان سے یہ کہا گیا کہ آپ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ عامر نے کہا اگر میرے پیٹ میں نیزے گھونپ دیئے جائیں تو وہ

marfat.com
Marfat.com

مجھے اس سے زیادہ محبوب ہیں کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈروں۔

حسن بصری نے اس شخص کو جواب دیا کہ جو شخص عامر بن عبداللہ سے بہت افضل تھے وہ اللہ کے غیر سے ڈرے تھے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے متعلق ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا اور وہ ہلاک ہوگیا:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (القصص: ۲۱)

سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے وہ انتظار کر رہے تھے (کہ اب کیا ہوگا) انہوں نے دعا کی اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے دے۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ ہوا اور انہوں نے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو اچانک حضرت موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں:

فَاَوْجَسَ فِىْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ (طٰہٰ: ۶۸-۶۷)

تو موسیٰ نے اپنے دل میں یہ خوف پایا (کہ لوگ اس سے متاثر نہ ہوں) ہم نے فرمایا تم ڈرو نہیں بے شک تم ہی غالب رہو گے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے لیے مدینہ کے گرد جو خندق کھودی تھی وہ بھی اسی قبیل سے تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرنے میں جو آپ کا مقام تھا اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق سب کو علم ہے کہ انہوں نے کفار مکہ کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑا۔ پہلی بار انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دوسری بار مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ مشرکین مکہ سے اپنی جانوں کو بچائیں اور دین اسلام کی وجہ سے کفار ان کو جس قسم کے فتنوں اور عذاب میں مبتلا کرتے تھے اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے متعلق خبر ملی تو اس وقت ہم یمن میں تھے' سو ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل پڑے۔ میں اور میرے دو بھائی ابوبردہ اور ابورہم تھے اور میں ان سے چھوٹا تھا۔ ہمارے ساتھ اور بھی مسلمان تھے جو پچاس سے زائد تھے۔ ہم (مدینہ پہنچنے کے لیے) کشتی میں سوار ہوئے لیکن ہماری کشتی ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ میں لے گئی وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ہم بھی وہیں ٹھہر گئے حتیٰ کہ ہم سب اکٹھے وہاں سے مدینہ پہنچے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ کچھ مسلمان ہم سے یعنی کشتی کے ذریعے آنے والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے' حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ ہی مدینہ آئیں تھیں وہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر کے چلی گئیں تھیں۔ اسی اثناء میں حضرت عمر بھی حضرت حفصہ کے گھر آ گئے حضرت اسماء بنت عمیس وہیں تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں' حضرت حفصہ نے بتایا کہ یہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہی ہیں جو حبشہ سے آئیں ہیں اور سمندری سفر کر کے آئیں ہیں۔ حضرت اسماء نے کہا جی ہاں! حضرت عمر نے فرمایا ہم ہجرت میں تم سے سابق ہیں اور ہم تمہاری بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ سن کر حضرت اسماء غصہ میں آ گئیں انہوں نے کہا ہرگز نہیں! تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہو تم میں سے جو بھوکا ہوتا تھا

marfat.com
Marfat.com

اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے اور جو دین سے ناواقف ہوتا تھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرتے تھے اور ہم بہت دور دراز علاقے میں دشمنوں کے ساتھ رہتے تھے اور ہماری یہ ہجرت اللہ کے راستے میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں تھی' اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ کچھ پیوں گی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں جو کچھ تم نے کہا ہے' اور ہم لوگوں کو اذیت دی جاتی تھی اور ہم کو ڈرایا جاتا تھا اور میں ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کروں گی اور آپ سے اس کے متعلق سوال کروں گی' اور اللہ کی قسم! میں جھوٹ بولوں گی' نہ کج روی اختیار کروں گی اور نہ اس بات میں کوئی اضافہ کروں گی۔ سو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسماء نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک عمر نے اس طرح کہا ہے آپ نے پوچھا پھر تم نے اس سے کیا کہا؟ تو میں نے کہا میں نے اس اس طرح کہا۔ آپ نے فرمایا ان کا مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں ہے۔ ان کے لیے اور ان کے اصحاب کے لیے ایک ہجرت ہے اور تمہارے لیے تم جو کشتی کے ذریعہ آنے والے ہو دو ہجرتیں ہیں۔ اس واقعہ کے بعد میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ اور کشتی والے فوج در فوج میرے پاس آنے لگے وہ مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے تھے' اور ان کے نزدیک دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز اتنی عظیم اور خوشی کا باعث نہیں تھی جتنی خوش کا باعث ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٢٣٠' صحیح مسلم رقم الحدیث ٢٥٠٢_٢٥٠٣)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے گھروں سے ہجرت کی۔ بعض نے ایک بار اور بعض نے دو بار ہجرت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ن کی تعریف اور تحسین فرمائی' اور اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے دلوں میں یہ ڈر اور خوف مرکوز کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اور ان کی طبائع میں یہ چیز رکھی ہے کہ وہ ضرر دینے والی اور تکلیف پہنچانے والی اور تلف اور ضائع کردینے والی چیزوں سے ڈر کر بھاگتے ہیں اور جنگل میں پھاڑنے والے درندوں سے بڑھ کر نقصان پہنچانے والی اور کون سی چیز ہوگی جبکہ انسان کے پاس مدافعت کے لیے کوئی آلہ اور ہتھیار بھی نہ ہو' سو جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور بڑھانکتا ہے۔

دائمی عذاب صرف کفار کو ہوگا

طٰہٰ: ٤٨ میں فرمایا بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اسی پر عذاب ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔

اس آیت میں اس پر قوی دلیل ہے کہ مومن کو دائمی عذاب نہیں ہوگا' کیونکہ العذاب میں الف لام استغراق کا ہے یا جنس کا ہے اور ہر تقدیر پر معنی یہ ہے کہ جنس عذاب اسی پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا مکذب ہو اور اس سے روگردانی کرنے والا ہو' اور جو اس طرح نہیں ہوگا اس پر بالکل عذاب نہیں ہوگا اور آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ جو مومن بعض اوقات عمل ترک کردیتا ہے اس کو بھی عذاب نہ ہو کیونکہ عذاب صرف مکذب اور پیٹھ پھیرنے والے پر ہوتا ہے' لیکن چونکہ دوسری آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ترک عمل پر بھی عذاب ہوتا ہے جیسے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون: ٥-٤)

ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے ۝ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرنے والے ہیں۔

اسی طرح بعض آیتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ برے عمل کرنے والوں کو بھی عذاب ہوگا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (الھمزہ: ١)

ہر عیب تلاش کرنے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس لیے زیر بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ دائمی عذاب صرف ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہوں اور اس سے پیٹھ پھیرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا پھر تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ! ٥ موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی پھر ہدایت دی ٥ فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا؟ ٥ موسیٰ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے' میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے ٥ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لیے زمین میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا' پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کیے ٥ کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ٥ (طٰہٰ: ۵۴-۴۹)

مباحثہ میں فریق مخالف پر سختی کرنے کے بجائے نرمی سے دلائل پیش کرنا

فرعون بہت طاقت ور بادشاہ تھا اور اس کا بہت بڑا لشکر تھا اور وہ اپنے خدا ہونے کا مدعی تھا۔ اس کے باوجود جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی تو اس نے صبر اور ضبط سے کام لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سختی کرنے اور ان کو ایذا پہنچانے کا کوئی اقدام نہیں کیا اور اس کے بجائے حضرت موسیٰ سے دلائل کے ساتھ بحث کرنی شروع کر دی کیونکہ اگر وہ اپنے خلاف بات سن کر بھڑک جاتا اور حضرت موسیٰ کو اذیت دینا شروع کر دیتا تو لوگ اس کی مذمت کرتے اور کہتے کہ جس کے پاس دلائل نہیں ہوتے یا جو لاجواب ہو جاتا ہے وہ اپنے مقابل کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے' سو یہ وہ طریقہ ہے جس کو فرعون نے اپنے کفر اور اپنی جہالت کے باوجود پسند نہیں کیا سو جو شخص علم اور اسلام کا مدعی ہو اس کو یہ لائق نہیں کہ وہ دلائل سے بات کرنے کے بجائے سختی کرنے اور ہاتھا پائی پر اتر آئے۔

پھر جب فرعون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا کہ تم دونوں کا رب کون ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے اس کے سوال کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل قائم کرنے شروع کر دیئے' اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کے باب میں کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پر مقدم ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے اور اپنی نبوت اور رسالت پر پہلے دلائل قائم نہیں کیے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخالف کافر کے قول اور اس کے شبہات کو بھی نقل کرنا جائز ہے کیونکہ ان آیات میں فرعون کے اقوال اور اس کے شبہات کو نقل فرمایا ہے' البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے شبہات کے جوابات بھی پیش کیے جائیں تاکہ کسی عام آدمی کے ذہن میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات پیدا نہ ہوں۔ نیز تبلیغ کرنے میں مخالف کی بات صبر و سکون سے سنی جائے پھر طیش اور غضب میں آئے بغیر اطمینان اور تسلی سے اس کے جوابات دیئے جائیں جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (النحل: ۱۲۵)

اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور بہترین طریقہ سے ان سے گفتگو کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید پر دلیل

جب فرعون نے یہ کہا کہ تم دونوں کا رب کون ہے تو حضرت موسیٰ نے نہ صرف یہ بتایا کہ ہمارا رب اللہ عزوجل ہے بلکہ اس پر ایک سادہ اور پر مغز دلیل بھی قائم کی کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ہدایت دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت پر پیدا کیا اور ہر چیز میں یہ شعور اور ہدایت رکھی کہ وہ کس طریقہ سے اپنا رزق

marfat.com
Marfat.com

تلاش کریں کس طریقہ سے اپنے گھونسلے اور ٹھکانے بنائیں۔ آپ جنگل کے درختوں کو دیکھیں اس میں پرندے کس طرح ایک ایک تنکا اکٹھا کر کے کئی کئی منزلہ گھر بنا لیتے ہیں پھر بعض پرندے دانہ دنکا چگ کر اپنا رزق حاصل کرتے اور بعض پرندے شکار کر کے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اپنی نسل بڑھانے اور بچوں کو پالنے کے لیے کیا کارروائی کرتے ہیں۔ کس طرح ان کو دودھ پلا کر ان کی نشوونما کرتے ہیں' ان کو دانے دنکے کا چوگا دیتے ہیں' مرغی کو دیکھیے وہ کس طرح انڈوں کو سیتی ہے' اس کو یہ عمل کس نے بتایا' یہ صرف اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں ہدایت رکھی ہے جس کے مطابق وہ یہ سب کام انجام دے رہے ہیں۔ شہد کی مکھی اپنا مسدس گھر بناتی ہے' اس کا گھر نہایت باریک باریک خانوں پر حکمت اور تدبیر کے ساتھ بنا ہوا ہوتا ہے جیسے کسی ماہر سول انجینئر نے اس کو بنایا ہے' چیونٹی گرمیوں میں سردیوں کے لیے خوراک کا ذخیرہ کرتی ہے۔ ان ننھے منے جانوروں کو ایسی حکمت اور دانائی کی باتیں کس نے سکھائی ہیں۔ تمام دنیا کے ہر قسم کے جانوروں کو دیکھو زمین پر رینگنے والے کیڑوں کو درندوں اور چرندوں کو فضا میں اڑنے والے پرندوں کو اور پانی کے جانوروں کو ان سب کو اپنی اپنی زندگی گزارنے کے طریقوں کی فطری ہدایت کس نے دی' فرعون ہو یا کوئی اور خدائی کا دعویٰ دار انسان کیا وہ زمین کے چپے چپے پر' فضاء بسیط میں اور دریاؤں اور سمندروں کی تمام تہوں میں پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنی' زمین اور فضا کے تمام جانداروں کو دیکھ بھی لیا ہے؟ ان سب کو فطری ہدایت دینا تو دور کی بات ہے' آخر اللہ کے سوا وہ کون ہے جس نے ہر جان دار کو اپنی زندگی گزارنے کے طریقے بتائے ہیں' وہ سورج ہے' چاند ہے' ستارے ہیں' کوئی انسان ہے' کوئی دیوی یا دیوتا ہے' پتھر کی مورتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز بھی ان تمام جانداروں کے حالات اور کوائف کے علم کو محیط نہیں ہے' تو پھر وہ کون ہے جو ان تمام مخلوقات کو اپنے اپنے نظام حیات بنانے کی ہدایت دے رہا ہے کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے تمام جانداروں کے اندر اپنی زندگی گزارنے اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی ہدایت رکھی ہے۔ ہم اس سے اس کے دلائل پوچھنے کی بات تو بعد میں کریں گے پہلے یہ تو معلوم ہو کہ وہ کون ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام جانداروں کو فطری ہدایت دیتا ہے' اور جب کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے تو مان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد لاشریک ہے جو سب کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو ان کی معیشت کی ہدایت دینے والا ہے۔

نیز اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہر وہ چیز عطا کی ہے جس کی اس کو ضرورت پیش آ سکتی ہے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو اپنے منفعت کے لحاظ سے جس قسم کی شکل وصورت کی ضرورت پیش آ سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قسم کی شکل وصورت عطا فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے فرعون کا پریشان ہونا

طٰہٰ: ۵۱ میں ہے: فرعون نے کہا تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا؟ سابقہ آیات کے ساتھ اس آیت کے ربط کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جب اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر اس قدر واضح دلائل ہیں تو پہلی قوموں نے اس کی توحید اور الوہیت کو کیوں نہیں مانا' گویا فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مضبوط اور قوی عقلی دلائل کا تقلید کے ساتھ معارضہ کیا۔

(۲) اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرے گا اور اس سے پیٹھ پھیرے گا اس کو عذاب ہوگا تو اس پر فرعون نے کہا گزشتہ قوموں نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی ان پر عذاب کیوں نہیں آیا؟ اس کا جواب واضح تھا کہ جو قومیں حجت پوری ہونے کے بعد بھی اپنی تکذیب پر برقرار رہیں ان پر ایسا عذاب آیا جس نے ان

marfat.com
Marfat.com

قوموں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

(۳) جب حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی الوہیت پر واضح دلیل قائم کردی تو فرعون کو خطرہ ہوا کہ یہ اگر اس طرح دلائل قائم کرتے رہے تو لوگوں پر اس کی خدائی کا جھوٹ کھل جائے گا اور لوگ اس سے منحرف ہو جائیں گے' اس لیے اس نے گفتگو کا رخ بدلنے کے لیے کہا اچھا بتاؤ کہ سابقہ قوموں میں سے جو ایمان نہیں لائے ان کا کیا حال ہوا تھا!

نہ وہ غلطی کرتا ہے نہ وہ بھولتا ہے کے محامل

جب فرعون نے یہ پوچھا کہ پچھلی قوموں کا کیا حال ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اس کا علم میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے' میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوا ہے یا ہونے والا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں لکھ دیا ہے اور وہ کتاب یعنی لوح محفوظ فرشتوں پر ظاہر کردی گئی ہے تاکہ وہ اس پر زیادہ استدلال کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ سہو اور غفلت سے منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے ''وہ نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے'' اس کے علماء نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) قفال نے کہا وہ غلطی نہیں کرتا اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ بھولتا نہیں ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس کا علم دائمی ہے۔ ابد الآباد تک باقی رہنے والا ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہے۔

(۲) مقاتل نے کہا اس کتاب میں میرا رب کوئی خطاء نہیں کرتا اور نہ اس میں لکھے ہوئے کو بھولتا ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا وہ حشر کے وقت میں کوئی خطا نہیں کرتا اور نہ اس کو بھولتا ہے۔

(۴) ابو عمرو نے کہا نہ وہ کسی چیز سے غائب ہوتا ہے' نہ اس سے کوئی چیز غائب ہوتی ہے۔

(۵) ابن جریر نے کہا وہ تدبیر میں خطا نہیں کرتا کہ نادرست کو درست اعتقاد کرلے اور وہ تمام اشیاء کو جانتا ہے اور ان کو بھولتا نہیں ہے۔

لکھنے کے جواز کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس آیت میں مذکور ہے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ اس آیت میں لکھنے کا ثبوت ہے اور اس کی تائید میں حسب ذیل آیات ہیں:

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً (الاعراف: ۱۴۵)

اور ہم نے موسیٰ کو تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت لکھ کردی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵)

اور ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ (الاعراف: ۱۵۶)

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○ (القمر: ۵۳-۵۲)

ہر وہ کام جو انہوں نے کیا ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ○ ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اَلَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا○ جس نے انسان کو وہ سب سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا۔

علم کی باتوں اور احادیث کے لکھنے کے جواز کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ الا یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں! آپ کے دائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی' اس کے متعلق آپ نے فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے آباء کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں پھر آخر میں ان کا میزان کر دیا گیا ہے۔ ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ کوئی کمی کی جائے گی۔ پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل دوزخ کے اسماء ہیں اور ان کے آباء کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں پھر آخر میں ان کا میزان کر دیا گیا ہے' اس میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ کوئی کمی کی جائے گی کبھی بھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷' المسند الجامع رقم الحدیث: ۸۷۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش کے اوپر تھی بے شک میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنتا تھا۔ اس کو وہ حدیث اچھی لگتی تھی اور یاد نہیں رہتی تھی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور میں اس کو یاد نہیں رکھ سکتا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو' اور آپ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۶۶' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۲۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۳۰۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دن جو خطبہ دیا تھا آپ نے فرمایا یہ خطبہ ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲' ۲۴۳۴' ۶۸۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۱۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ہر اس بات کو لکھ لیتا تھا جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا' میں اس کو محفوظ کرنے کا ارادہ کرتا تھا' پھر مجھے قریش نے منع کیا اور کہا تم ہر اس بات کو لکھ لیتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں آپ غصہ میں بھی بات کرتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ پھر میں نے لکھنا چھوڑ دیا' پھر میں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم لکھتے رہو' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس (منہ) سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۸۴)

marfat.com
Marfat.com

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تم حدیث بیان کرو اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ سے بہت سی چیزیں سن کر لکھ لیتے ہیں آپ نے فرمایا لکھو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۴۱۰' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۲۲۷' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں ان میں سب سے کم عمر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے اٹھ کر آئے تو میں نے کہا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں منہمک رہتے ہیں' وہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے اے بھتیجے! ہم جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں اسحاق بن یحییٰ متروک ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آیا میں علم کو مقید کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا کیسے قید کروں؟ فرمایا: لکھ کر۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۵۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶)

ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ میں کمی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۸۴۶)

ابوالملیح نے کہا یہ لوگ ہمارے لکھنے کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **علمها عند ربی فی کتاب**۔ (طٰہٰ: ۵۲) اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی احادیث کو یاد کرنے سے محبت رکھتا ہوں لیکن میرے دل میں یاد نہیں رہتیں کیا میں اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ المہرۃ رقم الحدیث: ۴۰۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۱۴)

لکھنے کی ممانعت کی احادیث اور ان کے جوابات

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ہم کو اجازت نہیں دی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۶۵' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ مت لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہے وہ اس کو مٹا دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۲' ۲۱' ۳۹' ۵۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۸۸' المستدرک ج ۱ ص ۲۷-۲۶)

ہم اس سے پہلے لکھنے کے جواز میں احادیث بیان کرچکے ہیں اور یہ حدیثیں لکھنے کے خلاف ہیں علماء نے ان میں تطبیق کی حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۱) یہ ممانعت نزول قرآن کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ اگر نزول قرآن کے وقت کچھ اور بھی لکھا گیا تو قرآن کے ساتھ غیر قرآن کے التباس کا خطرہ ہے' اور اس وقت کے بعد لکھنا جائز ہے۔

(۲) یہ ممانعت قرآن کے ساتھ ملا کر لکھنے کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر الگ الگ لکھا جائے تو جائز ہے۔

(۳) ابتداء میں آپ نے لکھنے سے منع فرمایا تھا بعد میں لکھنے کی اجازت دے دی' سو ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔

(۴) لکھنے کی ممانعت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو صرف لکھنے پر اعتماد کرتے تھے اور احادیث کو یاد نہیں کرتے تھے۔

(۵) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ متقدمین صحابہ اور تابعین کا علم کی باتوں کے لکھنے میں اختلاف تھا' بعض نے لکھنے کو مکروہ کہا اور بعض نے بلا کراہت اجازت دی' پھر مسلمانوں کا لکھنے کے جواز پر اجماع ہو گیا اور یہ اختلاف زائل ہو گیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو لکھنے کی اجازت دی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸' ص ۵۵۳' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(۶) خطیب بغدادی نے کہا صدر الاول میں لکھنے کو مکروہ کہا گیا تھا کیونکہ یہ خدشہ تھا کہ کوئی چیز کتاب اللہ کے مشابہ نہ ہو جائے یا قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیزوں کے ساتھ لکھنے میں لوگ مشغول ہو جائیں یا لوگ کتب قدیمہ کے لکھنے میں مشغول ہو جائیں اور صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکیں' جب کہ ان کے لیے قرآن مجید کو ہی لکھنا کافی تھا' اور یہ خطرہ تھا کہ ناواقف لوگ دوسری کتابوں کی باتیں قرآن مجید میں لکھ دیں گے کیونکہ اس وقت فقہاء اور علماء کی مجلس میں بیٹھنے والے کم تھے۔ (تقیید العلم ص ۶۵-۶۴)

(۷) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کی اجازت دے دی ہے تو احادیث کا لکھنا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید کے مجمل احکام کی احادیث سے وضاحت ہوتی ہے' اگر احادیث نہ ہوں تو ہم نماز' روزے اور دیگر ارکان اور عبادات کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے اور جس چیز پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر ایک اور دلیل

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر ایک اور دلیل قائم فرمائی اور فرمایا: جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لیے مختلف راستے بنائے۔

آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر اس طرح دلیل ہے کہ فرعون کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بنا دیا تھا۔ اسی طرح جن نیک انسانوں کی صورت پر بت بنائے گئے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے ان کے بھی پیدا ہونے سے پہلے یہ زمین بنا دی گئی تھی۔ لہٰذا ان میں سے کوئی بھی اس زمین کا خالق نہیں ہو سکتا۔ سورج' چاند اور ستارے خود ایک لگے بندھے نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں سو وہ بھی اس زمین کے خالق نہیں ہو سکتے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس زمین کے پیدا کرنے کا کوئی دعویٰ دار نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اس زمین کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

نیز فرمایا اور آسمان سے پانی اتارا' پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کیے' کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

آیت کے اس حصہ میں بھی مذکور الصدر نہج پر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر دلیل ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بھی یاد دلایا ہے کہ اس نے تمہارے رہنے کے لیے اس زمین کو ہموار بنایا' تمہارے چلنے کے لیے پہاڑوں' وادیوں اور جنگلوں میں راستے بنائے اور تمہارے پینے اور تمہاری دیگر ضروریات کے لیے آسمان سے پانی اتارا' اور تمہارے مویشیوں کے کھانے کے لیے انواع و اقسام کی سبزیاں اور پھل پیدا کیے۔ اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری بقاء کے لیے زمین و

marfat.com
Marfat.com

آسمان کی یہ تمام چیزیں پیدا کیں کہ جب تم اس کی نعمتوں سے استفادہ کرو تو اس کا شکر بجالاؤ پھر کتنا افسوس ہے کہ بجائے اس کا شکرادا کرنے کے تم یہ بھی نہیں مانتے کہ یہ تمام نعمتیں دینے والا وہ ہے جو اس جہان کا خالق اور واحد لاشریک ہے اور تم ان نعمتوں کو ان کی طرف منسوب کر دیتے ہو جو تمہاری طرح اس کی مخلوق ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾

اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تم کو باہر نکالیں گے ٥

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ

اور بے شک ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھائیں اس نے پھر بھی جھٹلایا اور انکار کیا ٥ اس نے کہا اے موسیٰ کیا تم اس لیے ہمارے

اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ

پاس آئے ہو کہ ہم کو اپنے جادو کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دو ٥ پس ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے، لہٰذا تم

بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾

اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کر لو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا، یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو گا ٥

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى

موسیٰ نے کہا تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں ٥ پھر فرعون چلا گیا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا

اور اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آ گیا ٥ موسیٰ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾

اللہ پر بہتان نہ باندھو وہ تم کو عذاب سے ملیا میٹ کر دے گا، اور بے شک جس نے بہتان باندھا وہ نامراد رہا ٥

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ

پھر وہ لوگ اپنے معاملہ میں مختلف ہو گئے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے ٥ وہ کہنے لگے بے شک یہ دونوں ضرور

لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا

جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین

marfat.com

Marfat.com

بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ

مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں ○ تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کر لو، پھر صف باندھ کر آؤ، بے شک

اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ

آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا ○ انہوں نے کہا اے موسیٰ آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم

اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ

پہلے ڈالنے والے ہو جائیں ○ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو، پس اچانک

عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ

موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں ○ پس موسیٰ نے

فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾

اپنے دل میں خوف پایا ○ ہم نے کہا آپ نہ ڈریں بے شک آپ ہی غالب رہیں گے ○

وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ

اور جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجیے وہ ان کی تمام کاری گری کو نگل جائے گا انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا

جادو کا فریب ہے، اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا ○ پس سب جادوگر سجدے میں گر گئے انہوں نے کہا

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ

ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے ○ فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے اس پر

لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

ایمان لے آئے، بے شک یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے، سو میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں

مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ

مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لوگے کہ ہم میں سے کس کا

marfat.com

Marfat.com

أَشَدُّ عَذَابًا وَّأَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ

عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے ○ انہوں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ان واضح دلیلوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے

الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ أَنْتَ قَاضٍ ۭ إِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ

سامنے آچکی ہیں اور اس ذات پر (ترجیح نہیں دیں گے) جس نے ہم کو پیدا کیا ہے، پس تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر گزر تو صرف اس دنیا کی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ إِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ أَكْرَهْتَنَا

زندگی میں ہی فیصلہ کرسکتا ہے ○ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لاچکے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے

عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ﴿٧٣﴾ إِنَّهٗ مَنْ يَّأْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا

کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ○ اور بے شک جو اپنے رب کے پاس

فَإِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا

جرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے، جس میں وہ نہ مرے گا نہ جیے گا ○ اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہو

قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ

اور اس کے اعمال نیک ہوئے، تو ان ہی لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں ○ دائمی

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی ان لوگوں کی جزا ہے

مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ ع ٣ ٢٢ ١٢

جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تم کو باہر نکالیں گے ○ (طٰہٰ: ٥٥)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ایک ہی مٹی سے مخلوق ہونا

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے' حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہی فرمایا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (النحل: ٤) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔

marfat.com

Marfat.com

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر: ۲) بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ ہماری اصل ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو چونکہ اصل انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو اس وجہ سے فرمایا ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا ہے ایک اور سورت میں اللہ تعالیٰ نے ہماری خلقت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المؤمنون: ۱۴-۱۲)

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا○ پھر ہم نے اس کو مضبوط جائے قرار میں نطفہ بنا کر رکھا○ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا' پھر گوشت کی بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا۔ پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) ایک اور مخلوق بنایا' سو اللہ بڑی برکت والا ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ اور حیض کے خون سے ہوتی ہے' اور نطفہ اور حیض کا خون دونوں غذا سے بنتے ہیں اور غذا گوشت اور سبزیوں سے حاصل ہوتی ہے اور گوشت بھی حیوانوں کے سبزہ کھانے سے بنتا ہے تو غذا کا رجوع اور مآل سبزیوں کی طرف ہے' اور سبزیاں پانی اور مٹی کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہیں تو خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ اور حیض کا خون زمین کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے' ابو عاصم نے کہا تم حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے اس جیسی فضیلت نہیں پا سکو گے' کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۱۸' رقم الحدیث: ۲۳۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۵۳۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت: ۱۴۰۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے' فرشتہ زمین سے مٹی لے کر اس کی ناف کاٹنے کی جگہ پر رکھتا ہے' اس مٹی میں اس کی شفاء ہوتی ہے اور اسی میں اس کی قبر ہوتی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۵۳۳' مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے' اور جب وہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو وہ اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے' حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کیا جاتا ہے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی سے ہم اٹھائے جائیں گے۔ (فردوس الاخبار ج ۴ ص ۲۳۵' اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (فردوس الاخبار ج ۲ ص ۳۰۵' رقم الحدیث: ۲۷۷۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۶۸۳' تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو فرشتہ ارحام کے ساتھ موکل ہے وہ رحم سے نطفہ لے کر اپنی ہتھیلی پر رکھتا ہے'

marfat.com

Marfat.com

اور کہتا ہے اے رب یہ پیدا کیا جائے گا یا پیدا نہیں کیا جائے گا' اے رب اس کا رزق کتنا ہے' اے رب اس کے اعمال کیسے ہیں اے رب اس کی مدت حیات کتنی ہے' پھر جس جگہ اس کو دفن کیا جائے گا وہاں کی مٹی لے کر اس کو نطفہ کے ساتھ گوندھتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ. (طٰہٰ: ۵۵)

(نوادر الاصول ج ۱ ص ۶۷' دار الجیل' المطالب العالیۃ المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۸۵' ۱۸۴)

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے گا اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے' اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاویٰ افریقیہ ص ۱۰۰' ۹۹' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

توحید اور رسالت کے وہ دلائل جن کا فرعون نے انکار کیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھائیں اس نے پھر بھی جھٹلایا اور انکار کیا○ (طٰہٰ: ۵۶)

سب نشانیوں سے مراد توحید اور رسالت پر دلائل ہیں' توحید پر یہ دلیل قائم کی کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں میں سے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت پر پیدا کیا پھر ہر چیز میں اس کی خوراک کے حصول اور افزائش نسل کے طریقوں کی فطری ہدایت رکھی' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس پوری کائنات میں کوئی بھی اس بات کا دعویٰ دار نہیں ہے کہ یہ کارنامہ اس نے انجام دیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر ایک اور دلیل قائم کی کہ اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا' اور اس میں تمہارے چلنے کے لیے راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا' پھر اس پانی سے مختلف قسم کی زمینی پیداوار کے جوڑے پیدا کیے' کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ' بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے ہماری نشانیاں ہیں۔ یہ زمین اور اس کی پیداوار فرعون کے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھی لہٰذا فرعون کا خدائی کا دعویٰ جھوٹا ہو گیا' اسی طرح فرعون کے علاوہ جن انسانوں اور مورتیوں کو خدا کہا گیا ان سب سے پہلے یہ زمین موجود تھی اور اس کی روئیدگی بھی تھی۔ جس کے متعلق بھی خدائی کا دعویٰ کیا گیا وہ دعویٰ جھوٹا تھا اور صرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا سچا ہے کہ اس زمین کو اور اس کی روئیدگی کو اس نے پیدا فرمایا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بھی نشانیاں اور معجزات دکھائے لیکن فرعون نے اس سب کی تکذیب کی اور انکار کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر جو معجزات دکھائے گئے وہ یہ ہیں: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) سمندر کو چیرنا (۴) پتھر سے پانی نکالنا (۵) فرعونیوں پر ٹڈیوں کو بھیجنا (۶) ان پر جوؤں کو بھیجنا (۷) ان پر مینڈکوں کو بھیجنا (۸) ان پر خون کی بارش کرنا (۹) ان پر پہاڑ اٹھا کر معلق کر دینا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم اسی لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم کو اپنے جادو کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دو○ پس ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے لہٰذا تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کر لو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا' یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو گا○ (طٰہٰ: ۵۸-۵۷)

جب فرعون نے وہ معجزات دیکھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے تو اس نے کہا یہ جادو ہے' تم نے یہ جادو اس لیے کیا ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں یہ وہم ڈالو کہ تم نے ایسی نشانی پیش کی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پر ایمان لایا جائے اور تمہاری پیروی کی جائے' تاکہ تم ہم پر اور ہمارے ملک پر غالب آ جاؤ۔ لہٰذا ہم بھی تمہارا مقابلہ کریں گے اور جس طرح تم نے

marfat.com
Marfat.com

جادو کر کے دکھایا ہے ہم بھی ایسا ہی جادو کر کے دکھائیں گے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ تم نے جو کچھ کر کے دکھایا ہے وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے' پس اب تم اپنے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے لیے ایک جگہ مقرر کرلو' اور ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ تم اپنے اور ہمارے درمیان مقابلہ کا ایک دن مقرر کرلو' ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ تم کرنا۔

مکانا سوی کا معنی ہے ہموار جگہ یا کھلا میدان' یا ایک ایسی جگہ ہو جس میں تمام لوگوں کے سامنے ہمارا مقابلہ پیش کیا جاسکے' مجاہد نے کہا اس سے مراد منصف ہے' قتادہ نے کہا اس سے مراد ہمارے درمیان عادل ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوی سے مراد وسط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں ○ پھر فرعون چلا گیا اور اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آ گیا ○ موسیٰ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کر دے گا اور بے شک جس نے بہتان باندھا وہ نامراد رہا ○ (طٰہٰ: ۶۱-۵۹)

یوم الزینت کا مصداق

اس آیت میں یوم الزینت کا لفظ ہے اور اس کی تفسیر میں چار اقوال ہیں:

(۱) ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔

(۲) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس سے مراد عاشورا (دس محرم) کا دن ہے۔

(۳) ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس سے مراد یوم النیروز ہے اور وہ اس سال کے پہلے دن ہفتہ کے روز تھا۔

(۴) سعید بن جبیر کا قول ہے وہ ان کے بازار جانے کا دن تھا۔

ضحیٰ سے مراد ہے جب دن چڑھ جائے اور سورج کی روشنی خوب پھیل جائے' اور دن چڑھنے پر اس مقابلہ کو اس لیے معلق کیا تاکہ سورج کی روشنی کامل ہو اور لوگ آسانی سے جمع ہو جائیں اور حجت خوب واضح ہو جائے اور شک وشبہ سے بالاتر ہو۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۲۹۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

جادوگروں کی تعداد

فرعون نے اپنے ہتھکنڈے جمع کر لیے' اس سے مراد ہے فرعون نے اپنے جادوگر جمع کر لیے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ بہتر (۷۲) جادوگر تھے اور ان میں سے ہر جادوگر کے پاس رسیاں اور لاٹھیاں تھیں' جادوگروں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ چار سو تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بارہ ہزار تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چودہ ہزار تھے۔ ان جادوگروں کے رئیس کا نام شمعون تھا۔ نیز فرمایا تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو' اس کا معنی ہے تم اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں نہ کہو' اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور معجزات کے متعلق یہ نہ کہو کہ یہ جادو ہے' ورنہ وہ تم کو ملیامیٹ کر دے گا۔ قرآن مجید میں فیسحتکم کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کسی کو ہلاک کر کے جڑ سے اکھاڑ دینا۔ اور فرمایا جس نے اللہ پر افتراء باندھا یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے متعلق کوئی بات کہی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے ثواب کے حصول میں ناکام ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ لوگ اپنے معاملہ میں مختلف ہو گئے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے ○ وہ کہنے لگے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں○ تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آؤ' بے شک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا○ (طٰہٰ: ٦٢-٦٤)

سرگوشیاں کرنے والوں اور ان کی سرگوشیوں کا بیان

پھر وہ لوگ مختلف ہو گئے یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا تا کہ ایک رائے پر متفق ہو جائیں' اور یہ مشورہ کرنے والے جادوگر تھے۔ انہوں نے جو سرگوشیاں کی تھیں اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی باتوں کو فرعون سے مخفی رکھنا چاہتے تھے' اور ان کی باتوں کے متعلق درج ذیل اقوال ہیں:

(١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا انہوں نے یہ سرگوشی کی تھی کہ اگر موسیٰ ان پر غالب آ گئے تو وہ ان کی پیروی کریں گے۔

(٢) قتادہ نے کہا ان کی سرگوشی یہ تھی کہ اگر موسیٰ جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آ جائیں گے' اور اگر ان کا تعلق آسمانوں سے ہے تو پھر وہی کامیاب ہوں گے۔

(٣) وہب بن منبہ نے کہا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کر دے گا' یہ سن کر جادوگروں نے کہا یہ کسی جادوگر کا کلام نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جادوگروں نے اپنی باتوں کو حضرت موسیٰ اور فرعون سے مخفی رکھا اور فرعون کی قوم سے بھی مخفی رکھا اور ان کی سرگوشی یہ تھی: سدی نے کہا یہ دونوں جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں' اور ضحاک نے کہا وہ یہ سرگوشی کر رہے تھے رسیوں اور لاٹھیوں کے ساتھ کس طرح کی تدبیر اختیار کی جائے کہ ہم کو غلبہ حاصل ہو اور ہماری شعبدہ بازی کا کسی کو پتا نہ چلے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور اعراب کا بیان

ان ھذان لسحران' اس کی حرکات اور اعراب پر اعتراض کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ نحوی قاعدہ کے اعتبار سے ان ھذین لساحران ہونا چاہیے تھا' امام رازی نے اس پر بہت طویل بحث کی لیکن وہ چونکہ خالص علمی اور دقیق بحث ہے اور اس کا تعلق عربی گرائمر سے ہے اور اردو قارئین کے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس لیے ہم نے اس کو ترک کر دیا' امام رازی نے لکھا ہے کہ اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ یہ بعض عرب کی لغت کے موافق ہے اور یہ بلحارث بن کعب کی لغت ہے' اور الزجاج نے کہا یہ کنانہ کی لغت ہے اور ابن جنی نے ان کو بنی ربیعہ کی طرف منسوب کیا۔ جو حضرات اس بحث سے استفادہ کرنا چاہیں وہ تفسیر کبیر ج ٨' ص ٧٠-٦٥' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ کا مطالعہ فرمائیں۔

جادوگروں نے کہا تھا یہ دونوں جادوگر ہیں۔ اس سے ان کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر طعن کرنا تھا کیونکہ جو چیز جادو کے زور پر بنائی گئی ہو اس کو قرار اور ثبات نہیں ہوتا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اس کو بھی قرار اور ثبات نہیں ہے۔

پھر انہوں نے کہا یہ اپنے جادو سے تم کو تمہارے وطن سے نکالنا چاہتے ہیں۔ جادوگروں نے یہ شبہ فرعون سے حاصل کیا تھا اور اس کا منشا بھی لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے منحرف کرنا تھا۔ جادوگروں نے مزید یہ کہا کہ یہ تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں' انہوں نے یہ جملہ بھی لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شدید متنفر کرنے کے لیے کہا تھا' کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک ان کا مذہب اور ان کا طریقہ بہت عمدہ تھا اور ان کے نزدیک جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ان کو اس عمدہ طریقہ سے برگشتہ کرنا چاہ رہے ہیں تو لوگ ان سے سخت متنفر ہوں گے۔

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں بطریقتکم المثلیٰ کے الفاظ ہیں' فراء نے بیان کیا ہے کہ طریقہ کا معنی ہے وہ عزت دار لوگ جو دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ ہوتے ہیں کہا جاتا ہے وہ لوگ اپنی قوم کے لیے طریقہ ہیں۔ زجاج نے کہا طریقہ سے پہلے مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے باھل طریقتکم المثلیٰ یعنی تمہاری قوم میں جو مشرف' مکرم اور اکابر لوگ ہیں یہ ان کو لے جائیں گے۔ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا تھا ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو' اور مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ الطریقۃ المثلیٰ سے ان کی مراد تھی پسندیدہ اور بہترین دین' کیونکہ ہر شخص اپنے دین کو سب سے اچھا سمجھتا ہے قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم: ۳۲) ہر گروہ اسی پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔

المثلیٰ' الامثل کی تانیث ہے' اس کا معنی ہے جو حق کے زیادہ مشابہ ہو یا جو زیادہ واضح اور زیادہ ظاہر ہو۔ اس کے بعد فرمایا تم سب اپنے داؤ پیچ جمع کر لو پھر صف باندھ کر آؤ آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا۔

اس آیت میں ہے اجمعوا امرکم' فراء نے کہا اجماع کا معنی ہے کسی کام کا پختہ ارادہ کرنا۔ زجاج نے کہا تم سب کا ارادہ ایک ہونا چاہیے اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اکٹھے ہو کر صف باندھ کر آنا۔ اس کا معنی ہے تم سب اس جگہ جمع ہونا جہاں تم سب اپنی عبادت اور اپنی عید کے لیے جمع ہوتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں ○ موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو' پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں ○ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایا ○ ہم نے کہا آپ نہ ڈریں بے شک آپ ہی غالب رہیں گے ○ اور جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجئے وہ ان کی تمام کاری گری کو نگل جائے گا' انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا ○ (طٰہٰ: ۶۹-۶۵)

جادوگروں کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دینا کیا کفر کا حکم دینے کو مستلزم ہے؟

اس سے پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ تم یوم زینت کو آنا' اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ تم سب مجتمع ہو کر آنا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ سب مقابلہ کے دن جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں یہ ان کی طرف سے انتہائی حسن ادب اور تواضع کا اظہار تھا' اور انہوں نے اللہ کے نبی کے سامنے جو تواضع کی تھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔ پھر جب انہوں نے تواضع کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کے مقابلہ میں تواضع کی اور فرمایا بلکہ تم پہلے ڈالو۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جادوگروں کا اپنی لاٹھیاں وغیرہ ڈالنا جادو اور کفر تھا' کیونکہ اس جادو سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا قصد کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کفر ہے تو گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر اور تکذیب کا حکم دیا' اس اعتراض کا جواب چند وجوہ سے ہے:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیاں وغیرہ ڈالنے کا حکم دیا تھا وہ اس جہت سے تھا کہ معجزہ اور جادو کا فرق ظاہر ہو جائے اور سب لوگوں کے سامنے فرعون کا خدائی کا دعویٰ جھوٹا ہو جائے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ان کو لاٹھیاں وغیرہ ڈالنے کا حکم دیا تھا وہ ایک شرط کے ساتھ مشروط تھا یعنی اگر تم حق پر ہو تو لاٹھیوں کو ڈالو اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

marfat.com
Marfat.com

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اگر تم سچے ہو تو اس قرآن کی مثل کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔
(البقرہ: ۲۳)

(۴) ان جادوگروں کا اور دوسرے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ بھی ان کی طرح جادوگر ہیں پس جب تک وہ اپنی لاٹھیاں نہ ڈالتے اور حضرت موسیٰ کا عصا ان پر حاوی اور غالب نہ ہوتا' ان جادوگروں اور لوگوں کا یہ شبہ زائل نہ ہوتا۔ سو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیاں وغیرہ ڈالنے کا جو حکم دیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے معجزہ کا ظہور ہو نہ اس لیے کہ جادو کی بڑائی ظاہر ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی توجیہات

ان لوگوں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا جب ان لاٹھیوں اور رسیوں پر سورج کی دھوپ پڑی تو یوں معلوم ہوا کہ وہ رینگ رہی ہیں اور دیکھنے والے ان کو سانپ گمان کر رہے تھے۔

قرآن مجید میں ہے "فاوجس" الایجاس کا معنی ہے خوف محسوس کرنا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوف دور کرنے کے لیے پہلے ان سے کلام کیا۔ پھر ان کو عصا اور ید بیضاء کے بہت عظیم معجزات عطا کیے۔ پھر ان کی آٹھ دعاؤں کو قبول فرمایا پھر فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارا کلام سن رہا ہوں اور تم کو دیکھ رہا ہوں (طٰہٰ: ۴۶) سو اتنے کثیر مبادی اور مقدمات کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ کر کیوں ڈرے تھے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل اور اس کی طبیعت میں نامانوس چیز کو دیکھ کر توحش اور خوف پیدا ہونے کی کیفیت رکھی ہے۔ بشری تقاضے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی ان لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ کر خوف پیدا ہوا ہر چند ان کو یقین تھا کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں ان تک نہیں پہنچ سکتیں اور اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے۔

(۲) پہلے جادوگروں نے لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تھیں حضرت موسیٰ کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کر ان کے عصا ڈالنے سے پہلے دیکھنے والے عام لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں جادو کی تاثیر بیٹھ جائے اور وہ جادوگروں سے متاثر ہو جائیں۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ عام لوگ جب لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنتا دیکھیں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی طرح اپنی لاٹھی کو سانپ بنایا ہوگا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ بغیر وحی کے از خود کوئی اقدام نہ کریں۔ جب اس موقع پر وحی مؤخر ہو گی تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ اگر وحی نازل نہ ہوئی تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

(۵) علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ بعض اہل حقائق نے یہ کہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے یہ کہا تھا: تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر افتراء نہ باندھو' پس وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کر دے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ان کی دائیں جانب حضرت جبریل کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ! آپ اللہ کے دوستوں کے ساتھ نرمی کریں' حضرت موسیٰ نے کہا: اے جبریل یہ لوگ تو معجزہ کو باطل کرنے کے لیے بہت بڑے جادو کا سامان لے کر آئے ہیں یہ فرعون کے دین کی مدد کر رہے ہیں اور اللہ کے دین کو رد کر رہے ہیں اور آپ ان کے متعلق کہہ رہے ہیں: اللہ کے دوستوں کے ساتھ نرمی کریں! جبریل نے کہا اس وقت سے لے کر عصر کے وقت تک یہ آپ کے ساتھ ہیں اور عصر کے بعد یہ جنت میں ہوں گے۔ جب حضرت جبریل نے یہ بتایا تو حضرت موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

اپنے دل میں ڈرے اور ان کے دل میں خیال آیا کہ مجھے کون بتائے گا کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا علم ہے' ہوسکتا ہے کہ اس ساعت میں' میں جس حال میں ہوں اگلی ساعت میں میرا حال اللہ کے علم میں اس کے برعکس ہو۔ جس طرح یہ جادوگر اس حال میں کفر پر ہیں اور اس کے بعد ایمان سے مشرف ہو کر جنت میں ہوں گے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ حالت دیکھی تو ان کو وحی فرمائی تم ڈرو مت دنیا میں بھی تم ہی غالب رہو گے اور جنت میں بھی تم ہی بلند درجات میں ہو گے کیونکہ میں نے تم کو نبی بنایا ہے اور تم کو فضیلت دے کر چن لیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۳۹)

حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا جادوگروں کی لاٹھیوں پر غالب آنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجئے وہ ان کی تمام کاری گری کو نگل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیجئے ہوسکتا ہے اس کی وجہ اس لاٹھی کی تصغیر ہو۔ یعنی ہر چند کہ ان جادوگروں کی لاٹھیاں بہت بڑی بڑی اور تعداد میں بہت زیادہ ہیں' آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ آپ کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک لاٹھی ہے اس کو زمین پر ڈال دیجیے وہ ان کی اس سب بڑی لاٹھیوں کو نگل جائے گی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اس عصا کی تعظیم کے لیے ہو کہ آپ ان بہت بڑی بڑی لاٹھیوں سے خوف زدہ نہ ہوں آپ کے ہاتھ میں بہت عظیم عصا ہے اور یہ سب لاٹھیاں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جادوگروں کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا تھا' اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس عصا کا بہت بڑا جسم ہو اور اس میں بہت شدید قوت ہو' اور یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب اس وقت جادوگروں نے یہ دیکھا کہ اس عصا نے ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل لیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ پیش کیا ہے وہ کسی بشر کی طاقت میں نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) عصا کا اس قدر تیزی سے دوڑنا کسی حیلہ' یا کسی شعبدہ اور کسی تکنیک کی وجہ سے نہیں تھا۔

(۲) کسی تکنیک اور کسی تدبیر کی وجہ سے ایک چھوٹی سی لاٹھی کو اتنے عظیم جسم کا نہیں بنایا جاسکتا تھا۔

(۳) یہ عصا اژدھے کی صورت اختیار کر گیا تھا اس کی آنکھیں بھی تھیں' اس کے نتھنے بھی تھے اور اس کا دہانہ بھی تھا اور چشم زدن میں اس کا لاٹھی سے اس اژدھے کی صورت بن جانا اور پلک جھپکنے سے پہلے لاٹھی بن جانا کسی تدبیر اور حیلہ کے ذریعہ ممکن نہ تھا۔

(۴) اس اژدھے نے ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل لیا تھا اور اس کے باوجود وہ ایک چھوٹی سی لاٹھی ہو گیا یہ بھی عادۃً ممکن نہ تھا۔

اس کے بعد فرمایا: انہوں نے جو کچھ بنایا وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔ یعنی جادو سے جادوگر کی غرض کہیں پوری نہیں ہوتی دنیا میں نہ آخرت میں' یا دنیاوی امور میں اس کا مطلوب حاصل ہوتا ہے نہ اخروی امور میں۔

ساحر کے کہیں کامیاب نہ ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا (طٰہٰ: ۶۹) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادو پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا دنیا میں نہ آخرت میں' لیکن ایسا نہیں ہے قرآن مجید کی دوسری آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہے کہ جادو کا اثر ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ (الاعراف:۱۱۶)

موسیٰ نے کہا تم ڈالو' سو جب انہوں نے (لاٹھیاں) ڈالیں انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور ان پر ہیبت طاری کر دی اور انہوں نے سحر عظیم پیش کیا۔

اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے' اور ہمارے نزدیک طٰہٰ: ۶۹ کا محمل یہ ہے کہ معجزہ کے مقابلہ میں سحر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا
ہر چند کہ ہم سورہ بقرہ: ۱۰۲' سورہ بنی اسرائیل: ۴۷ اور الاعراف: ۱۰۹ میں سحر پر گفتگو کر چکے ہیں لیکن یہاں پر بھی مختصراً سحر پر گفتگو کر رہے ہیں:

سحر کی تعریف

سحر کی حقیقت مختلف حیلوں اور تدبیروں سے ملمع کاری اور شعبدہ بازی اور نظر بندی ہے یعنی ساحر اپنی قوت تخیلہ کو لوگوں کے ذہنوں پر اثر انداز کر دیتا ہے اور جو کچھ وہ لوگوں کے دماغوں پر اثر ڈالتا ہے ان کو وہی نظر آنے لگتا ہے جیسے سراب' کوئی شخص دور سے چمکتی ہوئی ریت کو دیکھے تو وہ اس کو پانی دکھائی دیتا ہے یا کسی تیز رفتار گاڑی میں بیٹھے ہوئے شخص کو درخت دوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک یہ محض ایک دھوکا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ وسوسہ اور مرض ہے۔ علامہ غزنوی حنفی نے کہا یہ ایک طلسم ہے اور یہ ستاروں کے خواص اور ان کی تاثیرات پر مبنی ہے۔ جیسے فرعون کی لاٹھیوں میں پارے کی تاثیر ہوئی تھی' یا شیطان کی تعظیم کرنے سے ان کے لیے کوئی مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں سحر برحق ہے اور اس کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ جس کے پاس چاہتا ہے اس کو پیدا کر دیتا ہے' سحر کی بعض اقسام شعبدہ اور ملمع کاری پر مبنی ہیں' اور بعض اقسام وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے دم کیا جاتا ہے اور بعض اقسام وہ ہیں جو شیطان کے عہود سے حاصل ہوتی ہیں اور بعض اقسام دواؤں اور دھوئیں وغیرہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

سحر کا شرعی حکم

سحر کی بعض انواع وہ ہیں جن کا فاعل کافر ہو جائے گا۔ مثلاً جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ جادو سے انسان کو جانور بنا دے گا یا ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت کو طے کرے گا یا ہوا میں اڑے گا۔ سو جس شخص نے یہ افعال کیے تاکہ اپنے آپ کو برحق ثابت کرے تو یہ اس کا کفر ہے' ابو عمرو نے کہا جس شخص نے یہ گمان کیا کہ جادوگر ایک صورت کو دوسری صورت میں بدل دیتا ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا دیتا ہے تو وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح کا دعویٰ کرتا ہے سو ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیے' اور جس نے یہ زعم کیا کہ سحر میں دھوکا' شعبدہ بازی اور نظر بندی ہے وہ درست ہے۔

ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جائے گا کہ جادوگر کے ہاتھ سے خلاف عادت کام ظاہر ہو جاتے ہیں جن پر عام لوگ قادر نہیں ہوتے مثلاً وہ کسی کو بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں' لوگوں میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں' کسی کی عقل زائل کر دیتے ہیں کسی کا عضو ٹیڑھا کر دیتے ہیں۔ جادوگر اپنا جسم پتلا کر کے کھڑکیوں اور روشن دانوں سے گزر سکتا ہے۔ ہوا میں اڑ سکتا ہے اور پانی پر چل سکتا ہے لیکن جادوگر ان افعال میں مستقل موثر نہیں ہوتا۔ البتہ ان کے جادو کے وقت اللہ تعالیٰ ان افعال کو پیدا کر دیتا ہے جیسے کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ سیر ہونے کو پیدا کر دیتا ہے۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لیے بطور معجزہ ظاہر فرمائے ہیں ان پر جادوگروں کو قدرت نہیں ہوتی۔ مثلاً ٹڈیوں' جوؤں اور مینڈکوں کو نازل کرنا اور سمندر کو چیرنا اور لاٹھی کو اژدھا بنا دینا اور مردوں

marfat.com
Marfat.com

مدہ کرنا اور اس قسم کے دیگر اور معجزات جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے تھے۔ قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا ہم نے ان افعال کے صدور کو اجماع کی وجہ سے منع کیا ہے اور اگر اجماع نہ ہوتا تو جادوگر سے ان افعال کا صدور بھی جائز تھا۔

سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ جو کام سحر سے ہوا ہے وہ ساحر کے علاوہ کسی شخص سے بھی ہو سکتا ہے اور ساحر کے سحر کا معارضہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نبی جس فعل کو بطور معجزہ کرتا ہے کوئی اور شخص اس پر قادر نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص اس کا معارضہ کر سکتا ہے۔

سحر کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ جب کوئی مسلمان یا ذمی اپنے کلام سے جادو کرے تو یہ کفر ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر فرمایا ہے:

وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ (البقرہ: ۱۰۲)

اور وہ دونوں بھی اس وقت تک کسی کو (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہیں کہتے تھے ہم تو ایک آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو۔

امام احمد بن حنبل' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' حضرت حفصہ اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ساحر کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلوار سے مار دیا جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۶۶۵' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۸۲' سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۱۴' المستدرک ج ۴ ص ۳۶۰' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۳۶)

امام ترمذی اس حدیث کو درج کر کے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا ساحر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب اس کے سحر میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کفر تک پہنچا دے۔

امام ابن المنذر نے کہا یہ حدیث ہم نے روایت کی ہے کہ ایک ساحرہ نے جادو کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بیچ دیا اور اس کی قیمت غلاموں کے آزاد کرنے میں صرف کر دی۔ امام ابن المنذر نے کہا ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر ساحر کا سحر کفر تک پہنچ جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' اور اگر اس کا سحر کفر تک نہ پہنچے تو پھر اس کو قتل نہ کیا جائے گا جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۴۷۔۴۲ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آیا جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل سکتی ہے یا نہیں؟

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی نے کتاب التحفہ کے باب الانجاس میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی شے کی حقیقت مختلف ہو جاتی ہے جیسے پیتل سونا بن جائے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ حضرت موسیٰ کا عصا حقیقت میں اژدہا بن گیا تھا' ورنہ معجزہ باطل ہو جاتا' اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں کیونکہ حقائق کا منقلب ہونا محال ہے' اور حق پہلا قول ہے پھر انہوں نے کہا کہ علم کیمیا کے متعلق اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ آیا اس کا سیکھنا جائز ہے یا نہیں' اور ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہو' اور جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف پر مبنی ہے اور پہلے قول کی بناء پر جس نے ایسے علم کو سیکھا جس سے یقینی طور پر حقائق کے منقلب ہونے کا علم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اس علم کو سیکھنا اور اس کی تعلیم دینا جائز ہے' کیونکہ اس میں کسی وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

کوئی خرابی نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ حقائق کا منقلب ہونا محال ہے یا انسان کو اس کا یقینی علم حاصل نہ ہو اور یہ محض دھوکا دینے کا وسیلہ ہو تو پھر اس علم کا حاصل کرنا حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم کہیں کہ حقائق منقلب ہو جاتے ہیں اور یہی حق ہے تو اس کا عمل کرنا اور اس کا سیکھنا جائز ہے کیونکہ یہ دھوکا نہیں ہے' کیونکہ پیتل حقیقۃً سونا یا چاندی بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ حقائق کا منقلب ہونا ثابت نہیں ہے تو پھر یہ جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ عمل اس کے لیے جائز نہیں ہے جو اس کی حقیقت کو نہ جانتا ہو کیونکہ پھر یہ مال کو ضائع کرنا ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حقائق کا منقلب ہونا ثابت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نجاست منقلب ہو جاتی ہے مثلاً شراب سرکہ بن جاتی ہے اور خون مشک بن جاتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۲۷۔۱۲۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت۔ ۱۴۱۹ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک سحر کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

علامہ شامی سحر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

یہ وہ علم ہے جس سے کسی شخص کو ایسی مہارت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ ایسے عجیب و غریب افعال پر قادر ہو جاتا ہے جس کے اسباب مخفی ہوتے ہیں۔

اور سحر کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک سحر کا وجود' اس کا تصور اور اس کا اثر برحق ہے اور ذخیرۃ الناظر میں مذکور ہے اہل حرب کے ساحر کا رد کرنے کے لیے سحر کا سیکھنا فرض ہے' اور عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے سحر کا سیکھنا حرام ہے اور ان میں موافقت پیدا کرنے کے لیے سحر کا سیکھنا جائز ہے۔ علامہ طحطاوی نے المحیط سے نقل کیا ہے کہ حدیث میں التولۃ سے منع کیا ہے اور یہ وہ عمل ہے جو عورت کو اس کے خاوند کے نزدیک محبوب بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۲۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تعویذات کے بعض احکام

''التولہ'' اس وقت ممنوع ہے جب اس میں شرکیہ کلمات ہوں ورنہ وہ جائز ہے' کیونکہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

التمیمہ اس وقت مکروہ ہے جب اس میں غیر قرآن کے کلمات ہوں اور ایک قول یہ ہے کہ تمیمہ ان سیپیوں کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لٹکائی جاتی تھیں۔ بعض لوگوں کا یہ وہم ہے کہ تعویذات بھی تمائم ہیں اور یہ غلط ہے کیونکہ تمیمہ سیپیوں کو کہتے ہیں اور تعویذات میں کوئی حرج نہیں ہے جب ان میں قرآن کو لکھا جائے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے جائیں' اور تعویذات اس وقت مکروہ ہیں جب وہ عربی زبان میں نہ ہوں' یا پتا نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس میں سحر ہو یا کفر ہو یا اور کوئی چیز ہو' اور جن تعویذات میں قرآن مجید لکھا ہو یا دعائیں لکھی ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے تمیمہ (سیپی) کو لٹکایا اللہ اس کا کام پورا نہ کرے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۱۷-۲۱۶)

کیونکہ ان کے اعتقاد میں تمیمہ مکمل دواء اور شفاء تھی' بلکہ وہ اس میں شرک کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس سے لکھی ہوئی تقدیر ٹل جائے گی اور وہ غیر اللہ سے مصیبت دور کرنے کا اعتقاد رکھتے تھے' اور مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید سے شفا طلب کرنے میں اختلاف ہے' بایں طور کہ مریض پر قرآن پڑھا جائے یا ڈسے ہوئے پر سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا کسی ورق میں قرآن کی آیات کو لکھا جائے اور اس کو گلے میں لٹکایا جائے یا کسی طشتری میں لکھ کر اس کو دھویا جائے اور اس کا دھوون

marfat.com

Marfat.com

پیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم فرماتے تھے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۱۹) اور آج کل اس کے جواز پر لوگوں کا عمل ہے اور اس کے ثبوت میں آثار وارد ہیں۔ جب تعویذ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جنبی یا حائضہ اس کو اپنے بازو پر باندھ لے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۴۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

التولہ التمیمہ اور دم کرنے اور تعویذ لٹکانے کی بحث ہم نے زیادہ تفصیل اور تحقیق سے یونس: ۵۷ میں کی ہے تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۰۸۔۳۸۷ مزید شرح صدر کے لیے اس بحث کو وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس سب جادوگر سجدہ میں گر گئے انہوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے O فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے بے شک یہی وہ تمہارا بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لوگے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے O (طٰہٰ: ۷۱۔۷۲)

فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا اور وہ جادوگروں کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا اور وہ پھر دوبارہ اپنی جسامت میں واپس آ گیا تو جادوگروں نے سمجھ لیا کہ یہ جادو کا کام نہیں ہے کیونکہ وہ بہت ماہر جادوگر تھے اور وہ جانتے تھے کہ کیا چیز جادو ہوتی ہے اور کیا چیز جادو نہیں ہوتی' ان جادوگروں کے رئیس نے کہا ہم لوگوں پر اپنے سحر سے غلبہ پاتے تھے اور ہمارے آلات باقی رہتے تھے۔ اگر موسیٰ نے جو کچھ کیا تھا وہ جادو تھا تو ہماری ڈالی ہوئی لاٹھیاں اور رسیاں کہاں گئیں' اور لاٹھیوں کے متغیر اور فانی ہونے سے انہوں نے یہ استدلال کیا کہ جس طرح یہ لاٹھیاں متغیر اور فنا ہو گئیں اسی طرح یہ سارا جہان متغیر ہوتا ہے اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور ہر حادث کا کوئی صانع اور خالق ہوتا ہے پس اس جہان کا بھی کوئی صانع اور خالق ہے' اور چونکہ اس جہان کا حادث اور فانی ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے ظاہر ہوا تو وہ ضرور اللہ کے برحق رسول ہیں' اس لیے وہ یہ کہتے ہوئے بے ساختہ سجدہ میں گر گئے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔

علامہ زمخشری نے کہا پہلے ان جادوگروں نے اپنی لاٹھیوں کو زمین پر گرایا اور بعد میں خود زمین پر گر گئے۔ جب لاٹھیوں کو زمین پر گرایا تھا اس وقت وہ کفر کے حامی اور توحید کے مخالف تھے اور جب انہوں نے اللہ کو سجدہ کر کے خود کو زمین پر گرایا تو وہ توحید کے حامی اور کفر کے مخالف بن چکے تھے۔ روایت ہے کہ انہوں نے اس وقت تک سجدہ سے سر نہیں اٹھایا جب تک کہ انہوں نے جنت اور دوزخ کو اور جنت کے ثواب کو دیکھ نہیں لیا۔

رب العالمین کے بجائے رب ھارون وموسیٰ کہنے کی وجوہ

جادوگروں نے یہ کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے اور یہ نہیں کہا کہ ہم رب العٰلمین پر ایمان لے آئے' اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کے دکھائے ہوئے معجزات کی وجہ سے ایمان لائے تھے اور ان نبیوں کی تبلیغ کی وجہ سے دولت ایمان سے مالا مال ہوئے تھے تو ان کا شکر ادا کرنے کے لیے ان کا ذکر کیا اور کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے' اور اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر وہ کہتے کہ ہم رب العٰلمین پر ایمان لے آئے تو فرعون کہتا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں کیونکہ وہ بھی رب العٰلمین کا دعویٰ رکھتا تھا:

فَحَشَرَ فَنَادٰى O فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى O (النازعات: ۲۳-۲۴)

فرعون سب کو جمع کر کے پکارا O اس نے کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ہارون کے ذکر کو حضرت موسیٰ کے ذکر پر مقدم کیا۔ کیونکہ اگر وہ پہلے حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے تو وہ کہتا یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں کیونکہ موسیٰ کی پرورش تو میں نے کی ہے جیسا کہ اس نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ○ (الشعراء: ۱۸)

فرعون نے (موسیٰ سے) کہا: کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی! اور کیا تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہم میں نہیں گزارے تھے۔

اس لیے انہوں نے پہلے حضرت ہارون کا نام لیا تاکہ فرعون کو کوئی غلط فہمی ہو نہ وہ لوگوں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا کر سکے۔ اس لیے انہوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے۔

اور اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے اور ان کو بہت عظیم معجزات عطا فرمائے ہیں اس لیے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے ہیں' اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس قول سے انہوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ ہمارے ایمان لانے کا باعث اور محرک العٰلمین نہیں ہیں بلکہ ہمارے ایمان لانے کا باعث اور محرک حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ ہیں' اور ہماری عقیدت اور محبت کا مرکز العٰلمین نہیں حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ ہیں۔ اور اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ اللہ کی جناب میں اس کا ذکر اس وقت مقبول ہوتا ہے جب اس کے ساتھ اس کے نبی کا ذکر بھی کیا جائے اور اللہ پر ایمان لانے کا اسی وقت اعتبار ہوتا ہے جب اس کے ساتھ اس کے نبی پر بھی ایمان لایا جائے جیسا کہ ہمارے کلمہ میں ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

فرعون کی لاف و گزاف کی توجیہ

فرعون نے کہا تم میری اجازت دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے!

فرعون کا اس کلام سے منشاء یہ تھا کہ تم سرسری طور پر بغیر بصیرت کے ایمان لے آئے ہو اور وہ لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے تم کسی دھوکے میں نہ آنا۔ اس کے بعد اس نے کہا بے شک یہی وہ تمہارا بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔

اس سے فرعون کا منشاء یہ تھا یہ جادوگر جو حضرت موسیٰ سے مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے دراصل حضرت موسیٰ کے شاگرد تھے اور یہ صرف دکھاوے کا مقابلہ تھا درحقیقت یہ نورا کشتی تھی اور ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ معاہدہ کے مطابق نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ اس لیے ان کے حضرت موسیٰ پر ایمان لانے سے تم دھوکا نہ کھانا' اور یہ کلام بھی فرعون نے لوگوں سے سنانے کے لیے کیا تھا تاکہ ان جادوگروں کے ایمان لانے سے لوگ فرعون کے ساتھ اپنی وابستگی کو ختم نہ کر دیں۔ حالانکہ فرعون خود بھی جانتا تھا کہ یہ بات جھوٹ ہے وہ جادوگر تو حضرت موسیٰ کی آمد سے پہلے جادو سیکھ چکے تھے۔

پھر فرعون نے کہا سو میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پھر فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کو قتل کر دیا اور اس وقت انہوں نے یہ دعا کی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ. اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض فرما۔ (الاعراف: ۱۲۶)

حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ دن کے اول وقت میں کافر جادوگر تھے اور دن کے آخر وقت میں مسلمان شہداء تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۸۲۶۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فرعون نے بہت قریب سے دیکھا تھا کہ حضرت موسیٰ کا عصا اژدھا بن گیا تھا اور وہ فرعون سمیت اس کے پورے محل کو نگلنے لگا تھا حتیٰ کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اس کو اس اژدھے سے بچائیں اور وہ خود کو اس اژدھے سے بچانے سے عاجز اور قاصر تھا' اور جب فرعون' حضرت موسیٰ اور ان کے اژدھے سے اس قدر مرعوب اور خوف زدہ تھا تو یہ بات کسی طرح معقول ہے کہ اس نے ان جادوگروں کو دھمکیاں دیں جو حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بھی ہتک آمیز کلام کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان بہت زیادہ خوف زدہ ہوتا ہے تو وہ اپنی عزت کو بچانے کے لیے اور اپنے گرتے ہوئے اقتدار کو سہارا دینے کے لیے اس طرح کی بڑک مارتا ہے اور دھمکیاں دیتا ہے' اور فرعون کی اس لاف وگزاف سے اس کا منشاء یہ تھا کہ اس کی ساکھ قائم رہے اور لوگوں کا اس پر اعتماد قائم رہے جیسے کوئی ڈھیٹ شخص کشتی میں ہار کر بھی ڈینگیں مارنے اور شیخی بگھارنے سے باز نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا ہم تجھ کو ہرگز ان واضح دلیلوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور اس ذات پر (ترجیح نہیں دیں گے) جس نے ہم کو پیدا کیا ہے' پس تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر گزر تو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے ۝ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ۝ اور بے شک جو اپنے رب کے پاس جرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جیے گا ۝ اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہو اور اس کے اعمال نیک ہوئے تو ان ہی لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں ۝ دائمی جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی ان لوگوں کو جزا ہے جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں ۝ (طٰہٰ: ۷۶-۷۲)

جادوگروں کے اس قول کی توجیہ کہ فرعون نے ان کو جادو کرنے پر مجبور کیا تھا

جب فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور ان کو دوبارہ فرعون پر ایمان لانے کے لیے کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے فرعون ہم جو دلائل اور معجزات دیکھ چکے ہیں ہم ان پر تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے اور نہ تجھ کو اس ذات پر ترجیح دیں گے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور نہ تیری اطاعت کو اس کی عبادت پر ترجیح دیں گے۔ اب تجھے جو کرنا ہو وہ کر لے تو جو کچھ کر سکتا ہے وہ اسی دنیا میں کر سکتا ہے۔ یعنی تو صرف اسی دنیا میں ہم کو عذاب دینے پر قادر ہے' اس کے بعد تیری کوئی سلطنت اور تیرا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا: ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہمارے سارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا جب وہ بچے تھے تو فرعون نے انہیں جادوگروں کے حوالے کیا اور کہا کہ ان کو جادو سکھاؤ۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۲۶۸۔۱۸۲۶۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے یہ کیسے کہا کہ تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کیا تھا حالانکہ انہوں نے اپنی خوشی سے

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جادو کے مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۱۴-۱۱۳)

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا؟ ○ فرعون نے کہا ہاں! اور بے شک تم یقیناً مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرعون لوگوں کو جادو سیکھنے پر مجبور کرتا تھا' ابن الانباری نے کہا کہ فرعون اپنی سلطنت کے لوگوں کو بلاتا اور ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنی اولاد کو جادو سکھائیں اور وہ اس کو ناپسند کرتے تھے' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا شغف جادو کے ساتھ تھا اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف جاگزین ہو گیا' پس جادو پر مجبور کرنے سے ان کی مراد فرعون کا ان کو ابتداء میں جادو پر مجبور کرنا تھا۔

(۲) ان جادوگروں نے پہلے فرعون سے یہ کہا تھا کہ اگر ہم غالب ہو گئے تو کیا ہم کو اجر ملے گا' لیکن اس کے بعد جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں تو وہ حضرت موسیٰ کے ساتھ جادو کا مقابلہ کرنے سے ڈرے' اور ان کو یہ خوف ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ان پر غالب آ جائیں گے اور ان کی جادو کرنے کی صنعت ماند پڑ جائے گی اور ان کا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ لیکن فرعون اس کے سوا نہیں مانا کہ وہ حضرت موسیٰ سے مقابلہ کریں اور فرعون کے مجبور کرنے سے ان کی یہی مراد تھی۔

(۳) ان کو یہ خوف تھا کہ اس عظیم مجمع میں مغلوب ہو جائیں گے اور اس سے ان کے کاروبار پر اثر پڑے گا لیکن فرعون نے ان کو جادو کرنے پر مجبور کیا۔

(۴) فرعون نے ان جادوگروں کو ان کے وطنوں سے آنے پر مجبور کیا تھا اور یہی ان کے جادو کرنے کا سبب تھا۔

یہ چاروں اقوال ابن الانباری نے نقل کیے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۱۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔ ۱۴۰۷ھ)

فرعون کی بیوی کا ایمان لانا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھ رہی تھی اس معرکہ میں کون غالب رہا۔ اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون غالب رہے تو اس نے کہا میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئی۔ فرعون نے کسی شخص کو اس کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرا دو' جب وہ لوگ اس کے پاس گئے تو اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا' وہ اپنے ایمان پر قائم رہی اور اسی حال میں اس کی روح قبض کر لی گئی اور س وقت اس کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو اس کے جسم میں روح نہیں تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۴۱' بیروت۔ ۱۴۱۵ھ)

ایمان لانے کے بعد جادوگروں کا فرعون اور اس کے حواریوں کو نصیحت کرنا

اس کے بعد جو آیات ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ایمان لانے والے جادوگروں کا قول ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو' وہ آیات یہ ہیں:

اور بے شک جو اپنے رب کے پاس جرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جیئے گا○

marfat.com
Marfat.com

اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہوا اور اس کے اعمال نیک ہوئے تو ان ہی لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں ○ دائمی جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی ان لوگوں کی جزا ہے جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں ○

وہ جادوگر جو ایمان لا چکے تھے وہ فرعون اور اس کے حواریوں کو برابر نصیحت کرتے رہے۔ عذاب آخرت سے ڈراتے رہے اور جنت کی طرف راغب کرتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ مجرم دوزخ میں داخل ہوگا اور مومن جنت میں داخل ہوگا۔ اس آیت میں مجرم سے مراد کافر ہے کیونکہ دوسری آیت میں اس کے مقابلہ میں مومن کا لفظ ہے' اس لیے اس آیت سے معتزلہ کا یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ جو مومن مرتکب کبیرہ ہو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا نہ مرے گا نہ جیئے گا' کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہاں مجرم سے مراد کافر ہے۔

اگر ان آیتوں میں جادوگروں کا کلام ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلمات سن لیے تھے کہ آخرت میں مومن کا کیا حال ہوگا اور کافر کا کیا انجام ہوگا' یا بنو اسرائیل میں جو مومنین تھے ان سے انہوں نے یہ کلام سن لیا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ جادوگر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کلمات کا الہام کر دیا۔

ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو اور وہ ان کاموں کو کرتا رہا ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور ان کاموں سے باز رہا ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تو وہ شخص دائمی جنتوں میں رہے گا اور اس کے درجات بلند ہوں گے' اور جو شخص اپنے آپ کو کفر سے اور کبیرہ گناہوں سے بچائے رکھے اور پاکیزہ زندگی گزارے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی ہی جزا عطا فرماتا ہے۔

یہ مضامین الاعراف: ۱۲۲-۱۰۹ میں بھی گزر چکے ہیں۔ وہاں ہم نے ان عنوانوں پر بحث کی ہے: ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے' جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو' سحر کی تعریف اور سحر اور معجزہ میں فرق' سحر اور ساحر کا شرعی حکم' سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم' حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ' رب موسیٰ و ہارون کہنے کی وجہ' فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا' آیا فرعون اپنی دھمکی پر عمل کر سکا یا نہیں؟ راہ حق میں قربانی دینے کے لیے تیار رہنا۔ (تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۶۴-۲۵۷)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں پھر ان کے لیے سمندر

طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ

میں سے خشک راستہ نکالیں' آپ کو کسی کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ ڈر ہوگا ○ پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ

بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ

ان کا پیچھا کیا' پھر سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیا ○ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا'

وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ

اور سیدھا راستہ نہ دکھایا ○ اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے

marfat.com
Marfat.com

جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ﴿۸۰﴾ کُلُوْا مِنْ

(اکو) طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور تم پر من اور سلوٰی نازل کیا ○ ان پاک چیزوں

طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ ۚ وَمَنْ

کھاؤ جو ہم نے تم کو دیں ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر

یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی ﴿۸۱﴾ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

میرا غضب نازل ہوا وہ یقیناً تباہ ہو گیا ○ اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا

وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی ﴿۸۳﴾

ہوں جو توبہ کرتا ہے، ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے ○ اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ ○

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی ﴿۸۴﴾ قَالَ

موسیٰ نے کہا وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، اور اے رب! میں نے تجھے راضی کرنے کے لیے جلدی کی ○ فرمایا

فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْۢ بَعْدِکَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ

پس ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ○ پس موسیٰ غم

مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ

اور غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے، موسیٰ نے کہا اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے

وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ

اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی! یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ

رب کا غضب نازل ہو، سو اس لیے تم نے مجھ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی ○ انہوں نے کہا ہم نے دانستہ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کی

بِمَلْکِنَا وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَکَذٰلِکَ

خلاف ورزی نہیں کی، لیکن قوم (فرعون) کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو آگ میں ڈال دیا، سو اسی طرح

marfat.com
Marfat.com

أَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا

سامری نے (ان کو آگ میں) ڈالا تھا ○ پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی (طرح) آواز تھی تو لوگوں نے

إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا

کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، موسیٰ تو بھول رہا تھا ○ تو کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے

وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾

سکتا تھا اور نہ ان کے کسی نقصان اور نفع کا مالک تھا ○

۴۲/۱۴

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے جائیں پھر ان کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں آپ کو کسی کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ ڈر ہوگا○ پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا' پھر سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیا○ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا○

(طٰہٰ: ۷۹-۷۷)

حضرت موسیٰ کا رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہونا

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر راتوں رات وہاں سے نکل جائیں اور ان کو فرعون کے قبضہ سے چھڑا لیں۔ سورہ الشعراء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ' بنو اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے' جب صبح ہوئی اور فرعون کو پتا چلا کہ بنو اسرائیل راتوں رات یہاں سے نکل گئے ہیں تو صبح ہوتے ہی فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکلا' جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت موسیٰ کے اصحاب نے کہا ہم تو اب یقیناً پکڑ لیے جائیں گے' اب بنی اسرائیل گھبرا گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے اگر پکڑے گئے تو پھر فرعون کی غلامی اور اس کا ظلم و ستم ہوگا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا پھر ان کے لیے سمندر سے خشک راستہ نکالیں یہ سمندر بحر قلزم تھا' آپ کو فرعون کے پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ سمندر میں ڈوبنے کا خطرہ ہوگا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف یہ وحی کی کہ اپنے عصا کو سمندر پر ماریں' جب حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو سمندر پر مارا تو وہ بارہ حصوں میں منقسم ہو کر پھٹ گیا' پانی کا ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا اور بنو اسرائیل کے بارہ قبیلے ان بارہ راستوں سے گزرنے لگے' پھر بنی اسرائیل نے کہا ہم کو اپنے ساتھیوں کی کچھ خبر نہیں اللہ جانے وہ صحیح و سلامت گزر رہے ہیں یا نہیں' تو پھر ان راستوں کی دیواروں میں کھڑکیاں اور روشن دان بن گئے وہ وہاں سے گزرتے جاتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔

حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کے بارہ گروہوں کے ساتھ اس سمندر سے پار گزر گئے بعد میں جب فرعون اور اس کا لشکر اس راستے سے گزرنے لگا تو سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اور قبطیوں پر مشتمل اس کا لشکر غرق ہو گیا' قتادہ نے کہا ہے کہ بنو اسرائیل چھ لاکھ تھے اور قبطی بارہ لاکھ تھے۔

marfat.com

Marfat.com

بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے جانے کی حکمتیں

بنو اسرائیل کو رات میں لے جانے کی یہ حکمتیں ہیں:

(١) جب بنو اسرائیل روانہ ہونے کے لیے جمع ہوں تو کسی کو ان کا پتا نہ چل سکے اور کسی کو ان کی تیاریوں کا علم نہ ہو۔

(٢) فرعون اور اس کے حواری ان کے منصوبہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکیں اور راستہ میں ان کے مزاحم نہ ہوں۔

(٣) اور اگر بالفرض دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب آ جائیں تو حضرت موسیٰ کے اصحاب فرعون کے لشکر کو نہ دیکھ پائیں ورنہ وہ ڈر جاتے۔

سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ مفسرین کی طرف سے

فرعون جو بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کے لیے سمندر کے ان خشک راستوں پر چل پڑا تھا اس کی وجہ مفسرین نے یہ ذکر کی ہے کہ فرعون کے لشکر نے فرعون سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ موسیٰ نے سمندر پر جادو کر دیا ہے فرعون ایک گھوڑے پر سوار تھا' اس وقت حضرت جبریل ایک گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے سے اس راستہ پر گئے۔ فرعون کے گھوڑے کو جب گھوڑی کی خوشبو آئی تو وہ فرعون کو لے کر اس راستہ پر دوڑا اور دوسرے فرشتوں نے چلا کر لشکریوں سے کہا بادشاہ سے مل جاؤ سو وہ سب ان راستوں میں داخل ہوئے' سمندر آپس میں مل گیا اور وہ سب غرق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا اور بنو اسرائیل کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سمندر سے نکالے تا کہ ہم ان کو اچھی طرح دیکھ لیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو سمندر نے ان سب کو لا کر ساحل پر پھینک دیا اور بنو اسرائیل نے ان کے تمام ہتھیار لے لیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد! کاش آپ وہ منظر دیکھتے جب میں فرعون کو پانی اور مٹی میں چھپا رہا تھا اس خطرہ سے کہ وہ کہیں توبہ نہ کر لے۔

سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ امام رازی کی طرف سے

امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ فرعون بہت عقلمند شخص تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سمندر میں جو خشک راستے حضرت موسیٰ کے معجزے کی وجہ سے بن گئے تھے وہ ان پر چل پڑا ہو' اور یہ جو مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبریل نے اس کے آگے گھوڑی دوڑائی اس کے پیچھے اس کا گھوڑا دوڑ پڑا یہ بھی نا قابل فہم ہے۔ حضرت جبریل کو اس حیلہ کی کیا ضرورت تھی وہ ویسے ہی فرعون کو پورے لشکر سمیت اٹھا کر ان راستوں پر ڈال دیتے یا سمندر میں پھینک دیتے۔ پھر امام رازی لکھتے ہیں دراصل یوں ہوا ہوگا کہ فرعون لشکر کے درمیان ہوگا' کیونکہ بادشاہ خطرات سے بچنے کے لیے لشکر کے درمیان میں چلتے ہیں تا کہ اچانک جو مصیبت پیش آئے وہ آگے چلنے والوں کو پیش آئے۔ پھر جب حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل ان راستوں سے سلامتی کے ساتھ پار گزر گئے تو اس نے آزمائش کے لیے فوج کے چند دستوں کو روانہ کیا جب اس نے دیکھا کہ وہ سلامتی کے ساتھ ان راستوں سے گزر رہے ہیں تو پھر لشکر کے ساتھ وہ بھی اس راستہ سے گزرنے لگا اور جب پورا لشکر ان راستوں میں پہنچ گیا تو پھر وہ راستے پھٹ گئے اور سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

فرعون کو کلمہ پڑھنے سے روکنے پر امام رازی کے اعتراض کا جواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں (یونس: ٩٠) تو جبریل نے کہا اے محمد! کاش آپ اس وقت

marfat.com
Marfat.com

مجھے دیکھتے جب میں سمندر کی کیچڑ اس کے منہ میں ڈال رہا تھا اس خوف سے کہ اس کے اوپر رحمت ہو جائے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۷ مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ جبریل فرعون کے منہ میں اس خوف سے کیچڑ ڈال رہے تھے کہ وہ کہے گا لا الہ الا اللہ تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۸ مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۱۵ المستدرک ج ۲ ص ۳۴۰ شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۳۹۱)

امام رازی نے ان احادیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ جبریل اس کے منہ میں اس خوف سے کیچڑ ڈال رہے تھے کہ وہ ایمان لے آئے گا' یہ بعید ہے کیونکہ ایمان لانے سے منع کرنا فرشتوں اور نبیوں کی شان کے لائق نہیں ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا ان احادیث پر یہ بہت قوی اعتراض ہے لیکن میں نے چونکہ اپنی زندگی احادیث کے پڑھنے' پڑھانے اور احادیث کی خدمت کرنے میں گزار دی ہے اس لیے میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے یہ کہتا ہوں کہ فرعون اللہ تعالیٰ کی متعدد آیتوں کا انکار کر کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلسل تکبر اور سرکشی کر کے' لوگوں پر ناحق بے دریغ ظلم کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں شدید گستاخیاں کر کے اس سزا کا مستحق ہو چکا تھا کہ اب اگر وہ ایمان لاتا پھر بھی اس کا ایمان قبول نہ کیا جاتا' اس کی نظیر وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (البقرہ: ۷) — اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء: ۱۵۵) — بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی پس وہ بہت کم ایمان لائیں گے۔

اسی طرح النحل: ۱۰۸' محمد: ۱۶' الاعراف: ۱۰۰-۱۰۱' یونس: ۷۴' الروم: ۵۹' المومن: ۳۵' التوبۃ: ۸۷ اور المنافقون: ۳ میں کفار' منافقین اور جاہلوں اور معاندوں کے دلوں پر مہر لگانے کا ذکر ہے۔ اسی نہج پر جبریل کو اس وقت فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لیے بھیجا تا کہ اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تو اب راندۂ درگاہ ہو چکا ہے اور اب تیرا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔

امام رازی نے یونس: ۹۲ میں بھی اس اعتراض کا ذکر کیا ہے اور وہاں بھی میں نے اس اعتراض کا جواب لکھا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۶۳) لیکن یہاں پر میں نے زیادہ تحقیق کی ہے۔

حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف کا تابوت نکالنا

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا: اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لیے زادِ راہ ہے' اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا' اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا' لیکن انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا' انہوں نے حضرت یوسف کے متعلق معلوم کیا کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے تو صرف ایک بوڑھی عورت کو اس کا پتا تھا' اس کا نام شارح بنت شیر بن یعقوب تھا اس نے حضرت موسیٰ سے کہا میں دو شرطوں پر تم کو اس کا پتا بتاؤں گی۔ اس نے کہا ایک شرط تو یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں میں جوان ہو جاؤں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: منظور ہے۔ اس نے کہا دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ آپ پر وحی ہوئی کہ اس شرط کو بھی مان لو تو آپ نے مان لیا۔ پھر اس بڑھیا نے اس صندوق کی رہنمائی کی تو حضرت موسیٰ نے اس صندوق کو نکال لیا۔ وہ عورت جب ۵۲ سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کی جسامت ۳۲ سال کی ہو جاتی' اس نے ۱۶۰۰ یا ۱۴۰۰ سال کی عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اس سے شادی کی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷' ص ۲۲۰۵' رقم الحدیث: ۱۲۰۱۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث کو امام ابن اسحٰق اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۴' ص ۵۹۲۔۵۹۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا

امام حافظ احمد بن علی تمیمی متوفی ۳۱۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا' آپ نے اس کی عزت افزائی کی اور فرمایا: ہمارے پاس آؤ' وہ آیا آپ نے اس سے فرمایا: تم اپنی حاجت بیان کرو۔ اس نے کہا: مجھے سواری کے لیے ایک اونٹنی چاہیے اور بکریاں چاہئیں جن کا ہم دودھ دوہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بنو اسرائیل کی بڑھیا کی طرح ہونے سے بھی عاجز ہو؟ آپ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کے علماء نے کہا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے ہم سے (یعنی ہمارے آباء واجداد سے) یہ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس پر قسم لی تھی کہ ہم مصر سے اس وقت تک روانہ نہیں ہوں گے جب تک ان کی نعش کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا: ان کی قبر کی جگہ کس کو معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلوایا پس وہ آئی' حضرت موسیٰ نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف کی قبر بتاؤ۔ اس نے کہا اس وقت تک اس کا پتا نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ آپ میری ایک درخواست منظور نہ کریں۔ آپ نے پوچھا: تمہاری کیا درخواست ہے؟ اس نے کہا: میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں! حضرت موسیٰ کو یہ ماننا ناگوار ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ اس کی درخواست منظور کرلیں! تو وہ آپ کو دریائے نیل کی اس جگہ پر لے گئی جہاں کا پانی متغیر ہو چکا تھا' اس نے کہا: یہاں سے پانی نکالو' انہوں نے وہاں سے پانی نکالا۔ اس نے کہا: یہاں کھدائی کرو' کھدائی کے بعد وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش برآمد کی' جب انہوں نے حضرت یوسف کی نعش اوپر اٹھائی تو ان کو گمشدہ راستہ روز روشن کی طرح مل گیا۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ۱۳' ص ۲۳۷۔۲۳۶' رقم الحدیث: ۷۲۵۴' مطبوعہ دار الثقافت العربیہ' ۱۴۱۳ھ)۔

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے کہ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث کے راوی صحیح ہیں اور اسی وجہ سے میں نے اس حدیث کو درج کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰' ص ۱۷۱۔۱۷۰' مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ' موارد الظمآن ج ۲' رقم الحدیث: ۲۴۳۵' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

marfat.com

Marfat.com

امام ابوعبداللہ حاکم نیشا پوری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔
(المستدرک ج ۲ ص ۵۷۲۔۵۷۱ علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے: المطالب العالیہ ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۶۲)

امام ابوحاتم محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔
(صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۰۱۔۵۰۰ رقم الحدیث: ۷۲۳)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
(الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۰۳۔۲۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

امام ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا اگر آپ کا ارادہ اسے کرنے کا ہوتا تو فرماتے ہاں! اور اگر آپ کا ارادہ نہ کرنے کا ہوتا تو آپ خاموش رہتے اور آپ کسی کام کے متعلق "نہ" نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کچھ سوال کیا' آپ خاموش رہے' اس نے پھر سوال کیا آپ خاموش رہے' پھر اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے گویا اسے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا: اے اعرابی مانگ کیا چاہتا ہے؟ ہمیں اس پر رشک آیا اور ہم نے گمان کیا کہ اب وہ جنت کا سوال کرے گا' اس نے کہا میں آپ سے ایک سواری کا سوال کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گی' پھر فرمایا: سوال کرو' اس نے کہا: میں اس کے پالان کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گا' پھر فرمایا: سوال کرو' اس نے کہا: میں آپ سے سفرخرچ کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہیں مل جائے گا۔ حضرت علی نے کہا: ہمیں اس پر بہت تعجب ہوا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اعرابی نے جن چیزوں کا سوال کیا وہ اس کو دے دو۔ پھر اس کو وہ چیزیں دے دی گئیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اعرابی کے سوال میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پار جانے کا حکم ہوا تو آپ کے پاس سواری کے لیے جانور لائے گئے' وہ جانور سمندر کے کنارے تک پہنچے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پھیر دیئے اور خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے رب! یہ کیا ماجرا ہے؟ حکم ہوا کہ تم یوسف کی قبر کے پاس ہو' اس کی نعش کو اپنے ساتھ لے جاؤ وہ قبر ہموار ہو چکی تھی اور حضرت موسیٰ کو پتا نہیں تھا کہ وہ قبر کہاں ہے؟ پھر حضرت موسیٰ نے لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے کسی کو پتا ہے' وہ قبر کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: اگر کوئی جاننے والا ہے تو وہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے' اس کو معلوم ہے کہ وہ قبر کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس بڑھیا کو بلوایا' جب وہ پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ نے کہا: کیا تم کو حضرت یوسف کی قبر کا علم ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت موسیٰ نے کہا: ہمیں بتاؤ۔ اس نے کہا نہیں! اللہ کی قسم! جب تک تم میرا سوال پورا نہیں کرو گے! حضرت موسیٰ نے کہا: بتاؤ تمہارا کیا سوال ہے؟ اس بڑھیا نے کہا: میں یہ سوال کرتی ہوں کہ جنت کے جس درجہ میں تم رہو گے' اسی درجہ' میں رہوں! حضرت موسیٰ نے کہا: صرف جنت کا سوال کرو۔ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ میں تمہارے ساتھ جنت میں تمہارے درجہ میں نہ رہوں! حضرت موسیٰ اس کو ٹالتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: اس کو وہ درجہ دے دو' اس سے تم کو کوئی کمی نہیں ہوگی! حضرت موسیٰ نے اس کو جنت کا وہ درجہ دے دیا' اس نے قبر بتائی اور وہ حضرت یوسف کی نعش لے کر سمندر کے پار گئے۔
(مکارم الاخلاق ج ۲ ص ۶۲۶ رقم الحدیث: ۶۶۹ مطبوعہ مطبع المدنی مصر ۱۴۱۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المعجم الاوسط ج ٨ ص ٢٧٧۔ ٢٧٦ رقم الحدیث: ٧٧٦٣ مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ١٤١٥ھ)
حافظ الہیثمی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٧١) امام علی متقی ہندی متوفی ٩٧٥ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (کنز العمال ج ١١ ص ٥١٦ رقم الحدیث: ٣٢٤١٢ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

ان حدیثوں کے اہم اور نمایاں فوائد میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ جس شخص کو جو چاہیں عطا کر دیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: مانگ اے اعرابی جو چاہتا ہے' اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا سوال کرنے کی ترغیب دی' کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تم میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا میں کتنا فرق ہے! اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی اس پیرزن کو جنت میں اپنا درجہ عطا فرما دیں' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف جنت عطا کرنے کی نسبت فرمائی اور یہی صحابہ کرام کا اعتقاد تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت تک عطا کرنے کا اختیار تھا' اسی طرح بنی اسرائیل کی اس پیرزن کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اپنا درجہ بھی عطا فرما سکتے ہیں' اور یہ کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں خواہ جنت ہو' ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا شرک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے (کوہ) طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا' اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا○ ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں' اور ان میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ یقیناً تباہ ہو گیا○ اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے' ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے○ (طٰہٰ: ٨٢-٨٠)

بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانا

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان انواع واقسام کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں تاکہ وہ ان نعمتوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادت کریں' یہ نعمتیں دو قسم کی تھیں ایک قسم یہ تھی کہ ان سے آلام اور مصائب کو دور کیا' اور دوسری قسم یہ تھی کہ ان کو خوش حالی اور راحتیں عطا فرمائیں' اور چونکہ ضرر کو زائل کرنا نفع پہنچانے پر مقدم ہوتا ہے' اس لیے پہلے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو ازالہ ضرر کے قبیل سے تھیں' اس لیے فرمایا اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی' کیونکہ فرعون ان پر انواع واقسام کے مظالم ڈھایا کرتا تھا' وہ ان کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دیتا تھا اور ان سے گھٹیا اور خسیس قسم کی مشقت لیتا تھا اور ان سے بے گار لیتا تھا۔ پھر اس کے بعد ان کو جو نفع پہنچایا ان نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان پر کتاب نازل فرمائی جس میں ان کے اصول اور عقائد کا بیان اور فروع اور احکام شرعیہ کا ذکر تھا۔ یہ ان کے حق میں دینی نعمت تھی اور ان کے حق میں دنیاوی نعمت یہ تھی کہ میدان تیہ میں ان پر من اور سلویٰ نازل فرمایا اور کھانے کے لیے ان کو پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں' اور ان احکام کی نافرمانی کرنے سے ان کو ڈرایا اور فرمایا اگر تم نے میری نافرمانی کی تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ بے شک تباہ ہو گیا' اور جو لوگ کسی غلطی اور لغزش سے معصیت کے مرتکب ہوں اور پھر اس غلطی پر نادم اور تائب ہوں ان کو بخشش کی نوید سنائی۔

طور کی دائیں جانب جانے کا بیان

مفسرین نے ذکر کیا ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کے پار گئے تو بنو اسرائیل نے حضرت

marfat.com
Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا آپ نے ہم سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہمارے پاس ہمارے رب کی طرف سے فرائض اور احکام پر مشتمل ایک کتاب آئے گی! حضرت موسیٰ نے فرمایا ہاں' پھر حضرت موسیٰ نے اپنے رب کے پاس جانے کی جلدی کی تاکہ بنی اسرائیل کے پاس کتاب لے کر آئیں اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے جانے کے بعد ان کے پاس کتاب لے کر آجائیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کو بنی اسرائیل کے لیے تورات عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا ہم نے تم سے (کوہ) طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا تھا' ہر چند کہ یہ وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا لیکن چونکہ یہ وعدہ بنو اسرائیل کی وجہ سے کیا تھا اس لیے فرمایا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔

اس آیت میں فرمایا ہے طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا تھا۔ فی نفسہٖ طور کی کوئی دائیں یا بائیں جانب نہیں ہے۔ البتہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص مصر سے شام کی طرف جائے تو پہاڑ طور اس کی دائیں جانب ہوتا ہے۔

کھانے میں حد سے بڑھنے کا معنی

طٰہٰ: ۸۱ میں فرمایا ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو۔

پاک چیزوں کو کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے' اور پاک چیزوں کے متعلق دو قول ہیں ایک قول ہے اس سے مراد لذیذ کھانے ہیں کیونکہ من اور سلویٰ لذیذ کھانے تھے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حلال کھانے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نازل کیا تھا اور اس کھانے کو کسی آدمی کے ہاتھ نے مس نہیں کیا تھا۔

اور فرمایا اور ان میں حد سے نہ بڑھو اس کے تین محمل ہیں: (۱) کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے کہ اس کا حصہ خود چھین کر کھالے۔ (۲) کوئی شخص اپنے اوپر زیادتی نہ کرے کہ اباحت کی حد سے زیادہ کھائے' یعنی کسی شخص کا ضرورت سے زیادہ کھانا اپنے اوپر زیادتی کرنا ہے اور حد سے بڑھنا ہے۔ (۳) اللہ کی نعمت کا کفر نہ کرو' یعنی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے احکام کی مخالفت میں صرف نہ کرو' مثلاً کسی شخص کو زیادہ بدنی طاقت حاصل ہو تو وہ لوگوں پر ظلم کرے' عیاشی اور بدکاری کرے' اور حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ تباہ ہو گیا یہ مرادی معنی ہے۔ آیت میں لفظ ہے ''ھوی'' اس کا ایک معنی ہے وہ شخص ہاویہ یعنی دوزخ میں گر گیا اور اس کا دوسرا معنی ہے وہ شخص اوپر سے نیچے گر گیا۔

بندہ کا بہت زیادہ گناہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا

طٰہٰ: ۸۲ میں فرمایا: اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے' ایمان لاتا ہے' نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صفت غافر' غفور اور غفّار سے کی ہے: غافر الذنب (المومن: ۳) گناہوں کو بخشنے والا اور غفور اور غفار مبالغے کے صیغے ہیں: وربک الغفور ذوالرحمۃ (الکہف: ۵۸) آپ کا رب بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ رحمت والا ہے۔ وانی لغفار لمن تاب (طٰہٰ: ۸۲) اور جو توبہ کرے میں اس کو بہت زیادہ بخشنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال میں غفر اور یغفر ماضی اور مستقبل کے صیغے استعمال فرمائے ہیں اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے۔ مغفرت کا ذکر اس آیت میں ہے: وان ربک لذو مغفرۃ للناس (الرعد: ۶) اور بے شک آپ کا رب ضرور لوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے' اور غفر کا ذکر اس آیت میں ہے: حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا فغفرنا لہ ذالک (ص: ۲۵) سو ہم

marfat.com
Marfat.com

نے ان کا یہ کام معاف فرما دیا' اور یغفر کا ذکر اس آیت میں ہے: ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (الزمر: ٥٣) بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ پہلا ماضی کا اور دوسرا مستقبل کا صیغہ ہے۔

انسان کے گناہ صغیرہ ہوتے ہیں یا کبیرہ' صغیرہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ. (النساء: ٣١)
اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

نیز صغیرہ گناہوں کو نیک اعمال کرنے کی وجہ سے بھی معاف فرما دیتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود: ١١٤)
بے شک نیک اعمال گناہوں کو دور کر دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ اولیٰ اور مستحب کا ترک اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب سرے سے گناہ ہی نہیں ہے' اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے' اور گناہ کبیرہ کو اللہ تعالیٰ توبہ سے بھی معاف فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: بے شک میں اس کو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے' ایمان لاتا ہے نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے۔ نیز فرمایا:

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (الشوریٰ: ٢٥)
وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بغیر توبہ کے عین عالم معصیت میں بھی گناہوں کو بخش دیتا ہے!

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ (الرعد: ٦)
بے شک آپ کا رب لوگوں کے گناہوں کے باوجود ان کو ضرور بخشنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ٤٨)
بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

یعنی وہ شرک کے ماسوا تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے خواہ ان پر توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔

زیر تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے بخشنے کو چار چیزوں پر مرتب فرمایا ہے' توبہ' ایمان' نیک عمل کرنا پھر ہدایت پر جم جانا' گناہ کرنے کے اعتبار سے بندہ کی تین صفات ہیں وہ ظالم ہے' ظلوم اور ظلّام ہے' فمنھم ظالم لنفسہ (فاطر: ٣٢) سو ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں' انہ کان ظلوما جھولا (الاحزاب: ٧٢) بے شک انسان بہت ظلم کرنے والا جاہل ہے۔ اور بندہ کی ہر صفت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے' اگر بندہ ظالم ہے تو اللہ تعالیٰ غافر ہے' اگر بندہ ظلوم ہے تو اللہ تعالیٰ غفور ہے' اور اگر بندہ ظلّام ہے تو اللہ تعالیٰ غفّار ہے' بندہ بہت زیادہ ظلم اور گناہ کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

بار بار گناہ بخشنے کی وضاحت

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

غفّار کا معنی جو بار بار بندہ کے گناہوں کو بخش دے۔ جب بندہ کے گناہ بہت زیادہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بہت زیادہ ہوتی ہے' غفر کا لغوی معنی ہے ستر کرنا چھپانا پس غفّار وہ ہے جو اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپالے اور اپنے کرم سے

marfat.com
Marfat.com

...ان پر ثواب اڈیل دے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۶۴-۳۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا بندہ کوئی گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کا یقین ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے۔ وہ پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو بخش دے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کا یقین ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے' وہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو بخش دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے۔ تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھ کو بخش دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶' عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ۴۱۹)

علامہ ابوالعباس قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ المفہم میں لکھتے ہیں بندہ کا یہ استغفار توبہ سے کنایہ ہے' لیکن اگر اس نے صرف زبان سے استغفار کیا اور وہ اس گناہ پر برابر اصرار کرتا رہا تو یہ وہ استغفار ہے جو خود استغفار کا محتاج ہے' اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ دوبارہ گناہ کرنا ہرچند کہ پہلی بار گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ اب اس گناہ کے ساتھ پہلی توبہ کو توڑنے کا گناہ بھی شامل ہو گیا' لیکن اب دوبارہ توبہ کرنا پہلی توبہ سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اب وہ کریم کے دروازہ پر زیادہ شدت کے ساتھ اور گڑگڑا کر دستک دے گا۔

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے علامہ قرطبی کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بندہ کا گناہ پر استغفار کرنا لازماً توبہ سے کنایہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مغفرت کی دعا ہے جیسے اور مغفرت کی دعائیں ہوتی ہیں لہٰذا اگر اس نے دوبارہ گناہ کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ اس نے پہلے جو استغفار کیا تھا اب اس استغفار پر بھی استغفار کرنا ضروری ہے' اور اس نے جس گناہ پر پہلے توبہ کی تھی اس گناہ کو دوبارہ کرنے سے پہلی توبہ نہیں ٹوٹتی بلکہ اہل حق کے نزدیک پہلی توبہ صحیح ہے۔

کیا توبہ کرنے کے بعد دوبارہ گناہ کرنا توبہ کو کھیل بنانا ہے؟

علامہ ابی مالکی کے شاگرد علامہ السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ اپنے استاذ کا رد کرتے ہوئے علامہ قرطبی کے دفاع میں لکھتے ہیں: جب اس نے دوبارہ گناہ کیا تو وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے پہلے استغفار کو ختم کر دیا' اور یہ بالکل واضح ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے کے باوجود اس گناہ پر استغفار کرنا بجائے خود معصیت ہے' کیونکہ یہ استغفار اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے توبہ کو کھیل اور مشغلہ بنا لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کر رہا ہے اور اس سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ اس گناہ کو اس کے لیے مباح کر دے' اور علامہ قرطبی نے یہ نہیں کہا کہ دوبارہ گناہ کرنے سے اس کی پہلی توبہ ٹوٹ جائے گی بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس نے پہلے یہ توبہ کی تھی کہ وہ آئندہ مستقبل میں وہ گناہ نہیں کرے گا اور جب اس نے وہ گناہ پھر کر لیا تو اس کی پہلی توبہ کا خلاف ثابت ہو گیا۔ (اکمال اکمال المعلم مع مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۱۷۱-۱۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی اور علامہ السنوسی کی عبارت کا محمل یہ ہے کہ جب آدمی کو دوبارہ گناہ کرتے وقت یہ یاد ہو کہ وہ اس گناہ سے پہلے توبہ کر چکا ہے لیکن وہ اس گناہ سے ممانعت کو غیر اہم اور معمولی سمجھ کر پھر دوبارہ وہ گناہ کرے اور یہ سوچے کہ اگر دوبارہ گناہ کر بھی لیا تو کیا ہوا پھر توبہ کر لیں گے' تو یہ ایسی توبہ ہے جو کھیل اور مشغلہ کے مشابہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کرنے کے مترادف ہے اور حدیث میں یہ صورت نہیں ہے' بلکہ حدیث میں یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے کسی گناہ کے

marfat.com

Marfat.com

ارتکاب کے بعد اخلاص کے ساتھ پکی توبہ کی لیکن شامت نفس' اغواء شیطان اور نفسانیت کے غلبہ سے اس نے پھر وہی گناہ کیا پھر اس کے بعد وہ نادم ہوا اور تائب ہوا اور پھر پکی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا خواہ وہ بار بار گناہ میں مبتلا ہو اور بار بار توبہ کرتا رہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اگر وہ سو یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ بار گناہ کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے اور اگر تمام گناہوں سے ایک ہی بار توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔

اور یہ جو فرمایا ہے تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھ کو بخش دیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتا رہے گا میں تجھ کو بخشتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم مع الشرح النووی ج ۱۱ ص ۶۸۸۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ نے لکھا ہے اس قول میں اس شخص کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا اور آئندہ کے لیے اس کو گناہوں سے محفوظ کر دیا ہے' اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے لیے ہر کام کو مباح کر دیا ہے وہ جو چاہے کرے۔ علامہ تورپشتی نے کہا ہے اس قسم کا کلام کبھی بطور غیظ و غضب کیا جاتا ہے اور کبھی بطور لطف و کرم کے کیا جاتا ہے' غیظ و غضب کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (حٰمٓ السجدہ: ۴۰)

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں' (بتاؤ!) جو آگ میں ڈال دیا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو امن و سلامتی کے ساتھ قیامت کے دن پیش ہو' تم جو چاہو کرتے رہو' وہ تمہارے کرتوتوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اور لطف و کرم کے ساتھ فرمانے کی یہ مثال ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق فرمایا شاید کہ اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴)

(مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۲ ۱۷-۱۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

توبہ کرنے' ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے بعد ہدایت کے حصول کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے ایمان لاتا ہے نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے۔ آیت میں یہ الفاظ ہیں ثم اھتدی پھر وہ ہدایت حاصل کرتا ہے یا ہدایت پاتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کا توبہ کرنا' ایمان لانا اور نیک عمل کرنا ہدایت پر ہونے کی وجہ سے تو ہیں' پھر ان کے بعد یہ کیوں فرمایا پھر وہ ہدایت حاصل کرتا ہے' اس کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو ان اعمال پر ثواب ملے گا۔ (۲) ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کو اس میں شک نہیں ہوتا۔ (۳) عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ امور اللہ کی توفیق سے ہیں۔ (۴) سعید بن جبیر نے کہا وہ سنت اور جماعت پر لازم رہتا ہے۔ (۵) ضحاک نے کہا وہ ان امور پر جم جاتا ہے۔ (۶) قتادہ نے کہا وہ تادم مرگ اسلام پر قائم رہتا ہے۔ (۷) زید بن اسلم نے کہا اس کو یہ ہدایت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کو کس طرح عمل کرنا چاہیے۔ (۸) ثابت بنانی نے کہا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۱۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

marfat.com

Marfat.com

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ توبہ ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے سے مراد یہ ہو کہ اس کو ان امور کا علم دلائل سے حاصل ہو اور ان امور کے مجموعہ کو شریعت سے تعبیر کرتے ہیں اور شریعت پر عمل کرنے کے بعد وہ اپنے ذہن کو فاسد خیالات سے اور اپنے قلب کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرے اور صفاء باطن کے اس مرتبہ کو طریقت کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کے بعد اس پر حقائق الاشیاء منکشف ہو جاتے ہیں اور اس کا قلب تجلیات ربانیہ کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے اور اس مرتبہ کو لسان تصوف میں حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ توبہ' ایمان اور اعمال صالحہ سے مراد شریعت ہے اور "ثم اهتدی" سے مراد طریقت اور حقیقت ہے یعنی شریعت پر عمل کرنے کے بعد طریقت اور حقیقت حاصل ہو جاتی ہیں۔

کلمہ پڑھنے سے پہلے کفریہ عقائد سے اظہار براءت ضروری ہے

اس آیت میں پہلے توبہ کا ذکر ہے پھر ایمان لانے کا ذکر ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ ایمان لانے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان کفر سے توبہ کرے' اگر انسان کوئی کلمۂ کفریہ کہہ دے تو صرف کلمہ پڑھنے سے وہ مسلمان نہیں ہو گا جب تک وہ اس کلمۂ کفریہ سے توبہ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی بدمذہب مثلاً شیعہ یا رافضی' اہل سنت ہونا چاہیے یا کوئی عیسائی مسلمان ہونا چاہے تو صرف کلمہ پڑھنے سے وہ اہل سنت میں داخل نہیں ہو گا جب تک عقائد شیعہ سے توبہ اور براءت کا اظہار نہیں کرے گا' اور نہ عیسائی صرف کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گا جب تک عیسائی عقائد سے تائب نہیں ہو گا اور براءت کا اظہار نہیں کرے گا۔ سو یہ لوگ پہلے کفریہ عقائد سے توبہ کریں پھر کلمہ پڑھ کر ایمان لائیں پھر نیک اعمال کریں پھر اسی دین پر تادم مرگ قائم رہیں اور جے رہیں اور ڈٹے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ ○ موسیٰ نے کہا وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور اے رب! میں نے تجھے راضی کرنے کے لیے جلدی کی ○ فرمایا پس ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گم راہ کر دیا ○ (طٰہٰ: ۸۵-۸۳)

حضرت موسیٰ کے عجلت کے ساتھ جانے کی توجیہ

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے پار اترے تو وہاں انہوں نے ایک قوم کو دیکھا جو بتوں کی پرستش کر رہی تھی۔ بنو اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اسی طرح کا ایک معبود بنا دیجئے جس طرح ان لوگوں کے معبود ہیں' حضرت موسیٰ نے فرمایا تم لوگ کیسی جہالت کی باتیں کر رہے ہو' یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے' اور حضرت موسیٰ کے رب نے ان سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا پھر ان میں دس راتوں کا اور اضافہ فرما دیا۔ یعنی ان چالیس دنوں میں دن اور رات روزے رکھیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کا کلام سننے کے شوق میں جلدی جلدی روانہ ہوئے اور بنو اسرائیل کی دیکھ بھال اور ان کو ہدایت پر قائم رکھنے کے لیے اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ مقرر کر دیا اور خود طور کی طرف چل پڑے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب عالم ہے لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کو تسکین دینے کے لیے اور ان کی عزت افزائی کے لیے یہ سوال کیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے

marfat.com
Marfat.com

کلام کے جلال سے متحیر ہو گئے اور بجائے اس کے کہ عجلت کا سبب بیان کرتے یہ کہا وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ کے سوال کی طرف متوجہ ہوئے اور عجلت کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میں نے تیرے پاس آنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔

حضرت موسیٰ نے جو یہ کہا تھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ اس سے ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ لوگ ان کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں یعنی وہ بھی طور کی طرف آ رہے ہیں' بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ وہ بھی یہاں پر قریب ہیں اور میری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو یہ حکم دیا تھا کہ ان کے روانہ ہونے کے بعد وہ بھی بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوں اور ان کے ساتھ آ کر مل جائیں' اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں قوم سے مراد وہ ستر نفوس ہیں جن کو حضرت موسیٰ نے چن لیا تھا وہ بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے شوق میں ان سے آگے نکل گئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے پوچھا آپ نے اپنی قوم سے پہلے پہنچنے میں کیوں عجلت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق طور سینا کی طرف روانہ ہوئے تو اپنے رب کی طرف مشتاق ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کی شدت کی وجہ سے یہ مسافت ان پر طویل ہو گئی' پھر وہ صبر نہ کر سکے اور ان لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے ہی چل پڑے پھر جب اپنے مقام پر ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے اس لیے جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔ قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا یعنی تیری ملاقات کے شوق میں جلدی کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش ہونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار دی حتیٰ کہ بارش آپ کے جسم مبارک پر پڑنے لگی' ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا یہ بارش ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے آئی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شوق رکھتے تھے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور زوجہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے لیکن جب مومن کے پاس موت کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی کرامت کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت اس کو اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی جو اس کے سامنے آنے والی ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محبت کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور کافر کے پاس جب موت کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے پس اس وقت اس کو اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اس کے سامنے آنے والی ہے۔ وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۴ـ۲۶۸۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۸۴۰' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۵۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۳۶)

marfat.com

Marfat.com

بنو اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنا

اس کے بعد فرمایا: پس ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا۔

یعنی ہم نے ان کو آزمائش اور امتحان میں مبتلا کیا تا کہ یہ ظاہر ہو کہ ان میں کون الوہیت اور توحید کے عقیدہ میں راسخ ہے اور کس کا عقیدہ کمزور ہے۔ بنو اسرائیل اس وقت چھ لاکھ تھے ان میں سے بارہ ہزار توحید پر قائم رہے اور باقی گوسالہ پرستی میں مشغول ہو گئے اس کی تفصیل اس کے بعد کی آیتوں میں آ رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے قبطیوں سے عاریۃً سونے کے زیورات لیے تھے وہ ان کے پاس تھے' بنو اسرائیل نے ان زیورات سے براءت حاصل کرنے کے لیے وہ سامری کو دے دیئے اس نے ان زیورات کو جمع کر کے ان کو آگ لگا دی پھر اس پگھلے ہوئے سونے سے بچھڑا ڈھال لیا۔ حضرت جبریل جس گھوڑی پر سوار تھے سامری نے اس کے پیر کے نیچے سے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی تھی اس نے بچھڑے کے منہ کے اندر وہ خاک ڈال دی جس کے اثر سے وہ آواز نکالنے لگا۔ سامری نے بنو اسرائیل سے کہا موسیٰ بھول گئے ہیں اصل میں یہی ان کا خدا ہے۔ سو بارہ ہزار کے سوا باقی چھ لاکھ نے اس گوسالہ کی پرستش شروع کر دی۔ یہ وہ آزمائش ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ آیا وہ یہ سمجھتے ہیں یا نہیں کہ جس بچھڑے کو خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے وہ ان کا خالق اور ان کا رب کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سامری اس قوم سے تھا جو گائے کی عبادت کرتی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ قبطیوں میں سے ایک شخص تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پڑوسی تھا اور آپ پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بنو اسرائیل میں سامرہ نام کا ایک قبیلہ تھا اور سامری کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس موسیٰ غم اور غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے' موسیٰ نے کہا اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی! یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو' سو اس لیے تم نے مجھ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی ○ انہوں نے کہا ہم نے دانستہ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی' لیکن قوم (فرعون) کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو (آگ میں) ڈال دیا سو اسی طرح سامری نے (ان کو آگ میں) ڈالا تھا ○ پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی (طرح) آواز تھی تو لوگوں نے کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھولا رہا تھا ○ تو کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا اور نہ ان کے کسی نقصان اور نفع کا مالک تھا ○ (طٰہٰ: ۸۹-۸۶)

حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو بچھڑے کی عبادت پر زجر و توبیخ کرنا

طٰہٰ: ۸۶ میں ''غضبان'' اور ''اسف'' کے الفاظ ہیں۔ غضب کے معنی غصہ ہیں اور اسف کے معنی غم اور افسوس ہیں۔ غیظ اور غضب میں فرق ہے اللہ تعالیٰ غضب کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور غیظ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ غضب کا معنی ہے جس پر غصہ ہو اس کو ضرر پہنچانا اور غیظ کا معنی ہے غصہ میں شکل متغیر ہو جائے مثلاً چہرہ سرخ ہو اور اس پر کرختگی کے آثار ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے جس وعدہ کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان پر تورات نازل فرمائے گا' تا کہ انہیں احکام شرعیہ کا علم ہو اور وہ ان احکام پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی سرفرازی حاصل کریں اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ووعدنکم جانب الطور الایمن (طٰہٰ: ۸۰) دوسرا قول یہ ہے کہ اس وعدہ سے مراد ہے عبادات پر اجر و ثواب کا وعدہ۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی؟ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی تو تم کو اتنی نعمتیں عطا فرمائیں تھیں تم کو فرعون سے نجات دی ہے جس نے تم کو غلام بنا رکھا تھا' اور تم پر ظلم کرنے والے فرعون کو تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا اور اس کے تمام حواریوں کو بھی غرق کیا۔ تمہارے لیے سمندر میں خشکی کا راستہ بنا دیا۔ بارہ قبیلوں کے لیے بارہ راستے بنائے اور تمہاری فرمائش پر ان میں کھڑکیاں اور روشن دان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو گزرتے ہوئے دیکھ سکو اور باتیں کر سکو۔ ابھی ان نعمتوں کو دیے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا کہ تم اللہ کی ان نعمتوں کو بھول جاتے اور اس کی ناشکری پر اتر آتے اور اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے!

نیز حضرت موسیٰ نے فرمایا تم نے میرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے' اس وعدہ کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ مل جائیں گے مگر انہوں نے حضرت موسیٰ کے پیچھے بچھڑے کی پرستش کرنی شروع کر دی' دوسرا محمل یہ ہے کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کے واپس آنے تک دین کے ان احکام پر عمل کرتے رہیں گے جو حضرت موسیٰ نے انہیں بتائے تھے۔ نیز ان کو معلوم تھا کہ فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ کا یہی اختلاف تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے بجائے اپنی خدائی کا دعویٰ دار تھا۔ پھر انہوں نے قبطیوں سے بھی بدتر عمل کیا کیونکہ وہ فرعون کو خدا مانتے تھے جو بولتا تھا' سنتا تھا' ہاتھ پیروں سے تصرف کر سکتا تھا' صاحب اقتدار تھا لوگوں کو نفع نقصان پہنچانے پر قادر تھا' اور انہوں نے تو سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی جو ان میں سے کسی چیز پر بھی قادر نہ تھا بلکہ خود ان کے ہاتھوں سے بنایا ہوا تھا۔

بنی اسرائیل کا بچھڑے کی عبادت پر عذر پیش کرنا

طٰہٰ: ٨٧ میں بنی اسرائیل کا جواب ذکر فرمایا ہے انہوں نے کہا انہوں نے یہ کام اپنی ملک سے نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے یہ کام ایسی چیز کی وجہ سے کیا ہے جس کے وہ مالک نہیں تھے۔ یہ ان لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے بچھڑے کے مجسمہ کی پرستش نہیں کی تھی گویا کہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ کام ہمارے لوگوں نے کیا ہے اور چونکہ ہم ان کو روک نہیں سکے اس لیے ہم اس کام کو اپنا ہی کام قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا ان لوگوں پر بس نہیں چل سکا اور ان کے کاموں کی باگ دوڑ ہمارے اختیار میں نہ تھی' اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے گوسالہ کے مجسمے کی پرستش کی تھی لیکن انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ گوسالہ کے معاملہ میں ہم پر ایسا شبہ پیش کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے ہم اس کی پرستش کرنے پر مجبور ہو گئے تھے' اور وہ شبہ یہ تھا کہ بغیر کسی خارجی تحریک اور سبب کے وہ بیل کی سی آواز نکالتا تھا ہم کو سامری نے یہ بتایا کہ چونکہ یہ خدا ہے اس لیے آواز نکال رہا ہے۔

پھر انہوں نے کہا ہم پر قبطیوں کے زیورات لاد دیے گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم ان سے عاریۃً زیورات لے لو۔ (یہ قول صحیح نہیں ہے) پھر فرمایا ان زیورات کو ساتھ لے چلو' اور انہوں نے حضرت موسیٰ پر حجت پیش کرنے کے لیے اور الزام قائم کرنے کے لیے یہ کہا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ زیورات بہ منزلہ مال غنیمت تھے اور مال غنیمت کھانا ان کے لیے حلال نہ تھا اس لیے وہ ان کو ٹھکانے لگانا چاہتے تھے۔

زیورات سے بچھڑا بنانے کی تفصیل

مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے کہا تھا یہ زیورات نجس ہیں تم ان سے پاکیزگی حاصل کرو' اور سامری نے کہا حضرت موسیٰ کو جو دیر ہو گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان زیورات کی سزا میں ان کو روک لیا گیا ہے

marfat.com

Marfat.com

قرآن مجید میں اوزار کا لفظ ہے اس کا معنی ہے گناہ' اور چونکہ قبطی ان زیورات کو اپنی کفریہ مجالس میں پہن کر جاتے اس لیے ان کو گناہ فرمایا۔

پھر بنی اسرائیل نے کہا ہم نے ان کو آگ میں ڈال دیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ حضرت موسیٰ کے آنے تک ان زیورات کو ایک گڑھے میں ڈال دو اور سامری کے کہنے سے انہوں نے ان کو آگ میں ڈال دیا۔ سامری نے ان زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ سونے کا بے جان مجسمہ تھا یا وہ گوشت پوست کا چلتا پھرتا جاندار بچھڑا بن گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بے جان مجسمہ تھا کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک گمراہ شخص کے ہاتھ پر کسی خلاف عادت کام کو ظاہر کر دیا جائے۔ سامری نے اس کی بچھڑے جیسی شکل وصورت بنائی تھی اور اس مجسمہ میں سوراخ اور جھریاں رکھیں ان سے ہوا گزرتی تھی' اس مجسمہ میں ایک طرف سے ہوا داخل ہوتی اور دوسری طرف سے نکل جاتی اور ہوا کے گزرنے سے اس میں آواز پیدا ہوتی تھی جو بچھڑے کی سی آواز کے مشابہ تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زندہ بچھڑا بن گیا تھا اور بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سامری نے کہا:

(۱) فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ. (طٰہٰ: ۹۶) میں نے تو اللہ کے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی تھی۔

اگر وہ زندہ بچھڑا نہیں تھا تو پھر سامری کے اس قول کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس کو العجل فرمایا ہے اور العجل حقیقت میں زندہ اور جاندار بچھڑے کو کہتے ہیں۔

(۳) اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خوار یعنی بیل کی سی آواز کو ثابت کیا ہے' اور جو شخص الوہیت کا مدعی ہو اس کے ہاتھ پر خلاف عادت کام کو ظاہر کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا۔ سامری اس مجسمہ کے لیے الوہیت کا مدعی تھا اور عقل کے نزدیک اس کے رد پر بہت شواہد تھے جس کو زیورات سے ڈھالا گیا ہو وہ کیسے بنانے والوں کا خدا ہو سکتا ہے۔ ہاں جو نبوت کا مدعی ہو اس کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ کے موافق خلاف عادت کام کا ظاہر ہونا جائز نہیں ہے ورنہ سچے نبی اور جھوٹے نبی میں امتیاز کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت سامری وہ بچھڑا ڈھال کر بنا رہا تھا تو وہاں سے حضرت ہارون علیہ السلام کا گزر ہوا۔ انہوں نے پوچھا یہ تم کیا بنا رہے ہو اس نے کہا میں ایسی چیز بنا رہا ہوں جو نفع تو پہنچائے گی لیکن کسی کو نقصان نہیں دے گی۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا مقصد پورا کر دے تو حضرت ہارون نے دعا کی: اے اللہ! اس نے جو سوال کیا ہے اس کو پورا کر دے' جب حضرت ہارون چلے گئے تو سامری نے کہا اے اللہ میرا یہ سوال ہے یہ بیل کی طرح آواز نکالے سو ایسا ہی ہوا۔ (جامع البیان ج ۱۶ ص ۲۵۰۔۲۴۹ ملخصاً) اس تقدیر پر یہ حضرت ہارون کا معجزہ تھا۔

بچھڑے کو معبود قرار دینے کا بطلان

اس مقام پر امام رازی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سامری نے کہا یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے' اور بارہ ہزار کے سوا چھ لاکھ بنی اسرائیل نے اس کو مان لیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو انہوں نے خود ڈھال کر بنایا ہو اس کو وہ اپنا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا مان لیں۔ ایسا تو کوئی مجنون اور پاگل ہی کہہ سکتا ہے اور وہ پاگل اور مجنون تو نہ تھے پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق حلول کا عقیدہ رکھتے ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے میں حلول کر لیا ہے" اور وہ بھول گئے" کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ بھول گئے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ سامری یہ بھول گیا کہ وہ اس

marfat.com
Marfat.com

بچھڑے کے حادث ہونے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر استدلال کرتا اور وہ یہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اس کی دوسری تقریر یہ ہے کہ سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے اور موسیٰ اس خدا کو بھول گئے تھے۔ اس لیے وہ خدا کو ڈھونڈنے کے لیے کہیں اور چلے گئے ہیں اکثر مفسرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا اور ان کے کسی ضرر اور نفع کا مالک نہیں تھا۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی الوہیت کے بطلان پر دلیل قائم کی ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا تو پھر اس کو خدا ماننا صحیح تھا' کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے وہ ان کے کسی ضرر اور نفع کا (بالذات) مالک نہیں تھا' اور معبود اور خدا ہونے کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بالذات ضرر اور نفع پہنچانے پر قادر ہو۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ بعض یہودیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم اپنے نبی کو دفن کرنے سے پہلے ہی آپس میں (مسئلہ خلافت میں) اختلاف کرنے لگے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا ہمارا اس میں اختلاف تھا کہ نبی کا خلیفہ کس کو ہونا چاہیے نبی کی ذات میں ہمارا اختلاف نہیں تھا اور تمہارے پاؤں تو ابھی سمندر کے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم نے کہا ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیں جیسا ان کا معبود ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت-۱۴۱۵ھ)

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ

اور ہارون ان سے پہلے ہی یہ کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا ہے' اور بے شک

رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ

تمہارا رب رحمٰن (ہی) ہے' سو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو ○ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کے واپس آنے تک

عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ

ہم اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے ○ موسیٰ نے کہا اے ہارون! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو

اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ

گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا؟ ○ جو آپ نے میری پیروی نہ کی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی ○ ہارون نے کہا: اے میری

لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ

ماں کے بیٹے، آپ میری ڈاڑھی نہ پکڑیں اور نہ میرے سر کو، بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ

تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا ○ موسیٰ نے کہا اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے! ○ سامری نے کہا

marfat.com
Marfat.com

بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ کے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی،

فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ

پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو (بچھڑے کے مجسمہ میں) ڈال دیا میرے دل نے یہی بات بنائی تھی ○ موسیٰ نے کہا اب تو یہاں سے چلا جا، اب

فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ

تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ "مجھے مت چھونا" اور تجھ سے (آخرت میں) سزا کا وعدہ ہے جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا،

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ

اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا، ہم اس کو ضرور جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو

فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ

اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے ○ تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اس کے علم نے ہر چیز کا

شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ

احاطہ کر لیا ہے ○ ہم اسی طرح آپ پر گزشتہ خبروں کا بیان فرماتے ہیں، اور بے شک ہم

اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ ۚۖ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ

اپنے پاس سے آپ کو ذکر (قرآن) عطا فرما چکے ہیں ○ اور جس شخص نے اس سے منہ موڑا وہ یقیناً قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ ۙ

(بہت وزنی) بوجھ اٹھائے گا ○ وہ ہمیشہ اسی بوجھ میں رہے گا، اور قیامت کے دن ان کے لیے وہ کیسا برا بوجھ ہوگا ○

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ ۚۖ

جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اٹھائیں گے اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی ○

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم صرف دس دن ٹھہرے تھے ○ ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ

marfat.com

Marfat.com

يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ۵ ع ۱۵ ۱۴

کیا کہیں گے، جب کہ ان کے نزدیک سب سے اچھے طریقہ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہارون ان سے پہلے ہی یہ کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہی ہے سو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو ○ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کے واپس آنے تک ہم اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے ○ (طٰہٰ: ۹۱-۹۰)

ان آیتوں کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی طور سے واپسی سے پہلے ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو سرزنش کی اور ان کو سمجھایا کہ اس بچھڑے سے جو خلاف عادت آواز آ رہی ہے یہ صرف تمہاری آزمائش ہے کہ تم اپنے ایمان اور عقیدہ توحید پر قائم رہتے ہو یا اس آواز سے دھوکا کھا کر اور سامری کے کہنے میں آ کر اس بچھڑے کو خدا بنا لیتے ہو۔ تمہارا رب یہ بچھڑا نہیں ہے رحمٰن ہے۔ جس کا فضل اور اس کی رحمت' اس بچھڑے کو بنانے سے پہلے بھی ہر نیک اور بد پر عام تھی اور سب کو شامل تھی اور اس کے فنا ہونے کے بعد اس کی رحمت سب کو شامل رہے گی سو تم پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ میری پیروی کرو اور میرے حکم کو مانو اور پوری لگن کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو وہی تم سے نقصان اور ضرر کو دور کرنے والا ہے اور تم کو خیر اور نفع پہنچانے والا ہے' یا تم میرے ساتھ حضرت موسیٰ کے پاس چلو اور اس بچھڑے کی عبادت چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا جب تک حضرت موسیٰ واپس نہیں آتے ہم اس بچھڑے کی پرستش پر ڈٹے رہیں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اس بچھڑے کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں۔ ان کا یہ زعم تھا کہ حضرت موسیٰ بھی ان کے ساتھ بچھڑے کی عبادت کریں گے۔

بارہ ہزار بنی اسرائیل کو چھوڑ کر چھ لاکھ میں سے باقی بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت اختیار کر چکے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا قوت سے ساتھ دینے والا کوئی تھا نہیں۔ اگر انہوں نے اس سے قتال اور جہاد کیا تو دوسرے اپنی رشتہ داری کی وجہ سے ان کا ساتھ دیں گے اور اس طرح بنی اسرائیل میں دو فرقے ہو جائیں گے' جب کہ حضرت موسیٰ' حضرت ہارون کو ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دے کر نہیں گئے تھے۔ اس لیے حضرت ہارون ان سے علیحدہ ہو گئے اور بارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ رہے جو اس فتنہ سے محفوظ تھے اور انہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق احادیث

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کو نیکی کا حکم دیا اور ان کو برائی سے روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نیکی کی تلقین کرو اور برائی سے روکو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان کو یہ کہہ کر گئے تھے کہ:

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۴۲)

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میرے بعد میری قوم میں میری نیابت کرنا اور ان کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستہ کی پیروی نہ کرنا۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلہ میں بہت احادیث ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے اس کو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی

marfat.com

Marfat.com

طاقت نہ رکھے تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور تم ضرور برائی سے روکتے رہنا ورنہ اللہ عنقریب تم پر اپنے پاس سے عذاب نازل فرمائے گا۔ پھر تم ضرور اللہ سے دعائیں کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی برائی کو دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۳۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر اور اس میں رہنے والوں کو الٹ دو۔ حضرت جبریل نے کہا اے رب! اس میں تیرا فلاں بندہ ہے جس نے پلک جھپکنے میں بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اس شہر کو اور شہر والوں پلٹ دو اس شخص کا چہرہ ایک ساعت کے لیے بھی میری نافرمانی سے متغیر نہیں ہوا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۵۹۵)

بے عمل عالم اور واعظ کے متعلق احادیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں بکھر جائیں گی وہ دوزخ میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ دوزخ والے اس کے گرد جمع ہو کر کہیں گے: اے فلاں شخص تجھے کیا ہوا؟ کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور ہم کو برائی سے نہیں روکتا تھا! وہ کہے گا ہاں! میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برے کاموں سے منع کرتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۹)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر ہر اس شخص کا خطرہ ہے جو منافق عالم ہو وہ حکمت کی باتیں کرے گا اور گناہ کے کام کرے گا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۰۴۴، اتحاف السادۃ المتقین رقم الحدیث: ۷۹۶۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے بعد تم پر کسی یقین کرنے والے مومن سے خطرہ نہیں ہے اور نہ کسی ظاہر کافر سے خطرہ ہے۔ رہا یقین کرنے والا مومن تو اس کو اس کا ایمان روکے گا اور رہا ظاہر کافر تو اس کو اس کا کفر روکے گا، مجھے اپنے بعد اس شخص سے خطرہ ہے جس کی زبان عالم ہوگی اور اس کا دل جاہل ہوگا۔ وہ باتیں نیکی کی کرے گا اور عمل جاہلوں کے کرے گا۔ (المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۹۶۸، اتحاف السادۃ المتقین رقم الحدیث: ۷۹۶۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود کو بھول جاتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو وہ کہتے تھے کرتے نہیں تھے اور اللہ کی کتاب پڑھتے تھے اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

(شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۵۹، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۷۳)

marfat.com

Marfat.com

حضرت علی مظہر ہارون تھے اور تقیہ نہیں کرتے تھے

شیعہ اور روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اس حدیث کا ذکر کرتے ہیں:

ابراہیم بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٧٠٦، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٤٠٤، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٧٣١، مسند احمد رقم الحدیث: ١١٣٩٢، عالم الکتب، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٨٤٣٥)

پس معلوم ہوا کہ حضرت علی حضرت ہارون کی صفات کے مظہر تھے، جب کہ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ کیا اور خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر تقیہ سے بیعت کی اور تقیہ سے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے، اور صحیح قرآن مجید انہوں نے لکھا اور تقیہ کی وجہ سے اس کو چھپا لیا اور تقیہ کی وجہ سے اپنی خلافت کا استحقاق ظاہر نہیں کیا۔ جب کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے ان پر لازم تھا کہ وہ تقیہ نہ کرتے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سامنے چھ لاکھ کے قریب بنی اسرائیل تھے جو بچھڑے کے پرستش کر رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مخالفت کر رہے تھے لیکن حضرت ہارون علیہ السلام نے تقیہ نہیں کیا اور بہ بانگ دہل ان کو بچھڑے کی پرستش سے روکا اور فرمایا اے میری قوم اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ بے شک تمہارا رب رحمان ہی ہے سو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ سو اگر خلفاء ثلاثہ اور مسلمانوں کی جماعت خطا پر تھی تو حضرت علی پر لازم تھا کہ وہ منبر پر چڑھ کر حق کا اعلان کرتے اور واشگاف الفاظ میں اپنے خلیفہ بلافصل ہونے کا اعلان کرتے اور خلفاء ثلاثہ کی اطاعت سے روکتے اور منع کرتے، سو اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خطاء پر تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر واجب تھا کہ وہ اس طرح کرتے جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے کیا تھا اور بغیر تقیہ اور خوف کے یہ کہتے کہ میری اطاعت کرو اور میرا حکم مانو، اور جب حضرت علی نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مسلمان خطا پر نہ تھے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق تھی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی، ان کی اطاعت کی، ان کے احکام سنے اور مانے اور مسلسل ان سے تعاون کرتے رہے۔

ہم نے نیکی کا حکم دینے کے سلسلہ میں جو احادیث بیان کیں ہیں ان میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تم میں سے جس شخص نے کوئی برائی دیکھی تو وہ اپنے ہاتھ سے اس کا انکار کرے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ اپنی زبان سے اس کا انکار کرے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ اس کو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢١٧٢، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١١٤٠، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٢٧٥، سنن النسائی رقم الحدیث: ٥٠٢٤، مسند احمد ج ٣ ص ١٠)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو برائی کو اپنے ہاتھ سے بدلے وہ ایمان کے پہلے درجہ میں ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے برائی کو صرف دل سے برا جانے اس کا ایمان سب سے کمزور ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت باطل تھی لیکن حضرت علی نے تقیہ کیا اور اس کو صرف دل سے برا جانا لہٰذا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے کمزور درجہ کا ایمان ثابت کرتے ہیں، اور ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی تقیہ نہیں کرتے تھے وہ برے کام کو اپنے ہاتھ اور اپنی طاقت سے مٹاتے تھے جیسا کہ انہوں نے خوارج سے قتال کیا سو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ایمان کا پہلا درجہ ثابت کرتے ہیں اور شیعہ حضرت علی کے

marfat.com
Marfat.com

لیے ایمان کا تیسرا درجہ ثابت کرتے ہیں جو سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے اب بتائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محب وہ ہیں یا ہم ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی تبلیغ کا بہترین طریقہ

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہترین طریقہ سے وعظ فرمایا تھا' کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے ان کو شرک اور کفر سے منع کیا اور فرمایا تم بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو۔ پھر دوسری بار ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طرف دعوت دی اور فرمایا تمہارا رب تو صرف رحمٰن ہی ہے۔ پھر تیسری بار ان کو نبوت اور رسالت کی معرفت کی دعوت دی پس تم میری اتباع کرو' اور چوتھی مرتبہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی دعوت دی اور فرمایا میرے احکام کی اطاعت کرو' اور یہ بہت عمدہ ترتیب ہے کیونکہ سب سے پہلے راستہ سے گندگی اور تکلیف دہ چیز دور کرنی چاہیے اور آخرت کے راستہ میں گندگی اور تکلیف دہ چیز توحید کے متعلق شکوک وشبہات ہیں سو پہلے حضرت ہارون نے ان کے شکوک زائل کیے اور فرمایا: گوسالہ کے منہ سے جو بیل کی سی آواز آ رہی ہے اس سے تم دھوکا نہیں کھاؤ' یہ تو صرف تمہاری آزمائش کے لیے ہے اور تمہارا امتحان ہے کہ تم عقیدہ توحید پر کتنے راسخ ہو۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کرائی۔ پھر نبوت اور شریعت کی معرفت کرائی' اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے خصوصیت کے ساتھ صفت رحمٰن کا ذکر کیا کیونکہ رحمٰن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مومن اور کافر اور نیک اور بد سب پر رحم فرماتا ہے اور تمہارے بچھڑے کو معبود بنانے سے پہلے بھی اس نے تم پر رحم فرمایا تھا جب اس نے تم کو فرعون سے نجات دی تھی اور اگر تم نے توبہ کر لی تو بعد میں بھی وہی رحم فرمائے گا' اور جب اول آخر تمہاری ضروریات کو پورا کرنے والا اور تم پر رحم فرمانے والا وہی ہے تو پھر یہ بچھڑا تمہاری عبادت کا مستحق کیسے ہو گیا! سو یہ وہ عمدہ اور بہترین طریقہ ہے جس سے حضرت ہارون علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو تبلیغ فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا اے ہارون! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا؟○ جو آپ نے میری پیروی نہ کی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی ○ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ میری داڑھی نہ پکڑیں اور نہ میرے سر کو بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا○ (طٰہٰ: ۹۴-۹۲)

حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون پر ناراض ہونا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت موسیٰ طور سے واپس آئے تو انہوں نے لوگوں کے شور وشغب اور چلانے کی آوازیں سنیں اس وقت بنی اسرائیل بچھڑے کے گرد خوشی سے ناچ رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ستر (۷۰) اسرائیلی تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا یہ فتنہ کی آوازیں ہیں۔ پھر جب انہوں نے حضرت ہارون کو دیکھا تو غضب میں آ کر دائیں ہاتھ سے ان کے سر کے بال پکڑے اور بائیں ہاتھ سے ان کی داڑھی پکڑی اور کہا اے ہارون جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا؟ جو آپ نے میری پیروی نہ کی اور میرے حکم کی نافرمانی کی۔ یعنی آپ نے میری اتباع میں ان پر انکار کیوں نہیں کیا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ اگر میں ان میں ہوتا تو میں ان کے کفر کی بناء پر ان سے قتال کرتا تو پھر آپ نے ان سے قتال کیوں نہیں کیا؟ جب یہ غیر اللہ کی عبادت کر رہے تھے تو پھر آپ کا ان کے درمیان ٹھہرے رہنا میری نافرمانی تھی' آپ ان سے اس وقت الگ کیوں نہیں ہوئے؟

marfat.com
Marfat.com

حمد و ثنا کے بعد ڈھول بجانے‘ رقص کرنے اور اظہار وجد کرنے کا شرعی حکم

یہ تمام آیات نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی اصل ہیں اور جب کوئی شخص کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان کو اس برائی سے روکے اور اگر یہ نہ کر سکے تو ان کے درمیان سے اٹھ کر چلا جائے اور جو شخص ان کے درمیان بیٹھا رہے گا خصوصاً اس وقت جب وہ ان کے کام سے راضی ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہو گا جو ان نافرمانی کرنے والوں کا حکم ہو گا۔

امام ابوبکر الطرطوشی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ مذہب صوفیہ کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس میں ذکر کرتے ہیں پھر وہ ڈھول پر چھڑیاں مارتے ہیں اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر رقص کرتے ہیں اور وجد کا اظہار کرتے ہیں حتیٰ کہ ان میں ایک شخص بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے‘ پھر وہ مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ صوفیہ کا مذہب بطالت‘ جہالت اور ضلالت ہے‘ اور اسلام تو صرف کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رہا رقص کرنا اور وجد کا اظہار کرنا تو سب سے پہلے اس کو سامری اور اس کے اصحاب نے اختراع کیا تھا اور اس کا احداث کیا تھا جب انہوں نے سونا پگھلا کر اس کا بچھڑا بنا لیا اور اس میں سے بیل کی سی آواز نکلنے لگی تو وہ اس کے گرد رقص کرنے لگے اور وجد کا اظہار کرنے لگے‘ سو یہ کفار اور بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کا دین ہے اور رہا ڈھول بجانا تو سب سے پہلے اس کو زندیقوں نے ایجاد کیا تھا تاکہ مسلمانوں کو اللہ کی کتاب سے دور کر دیں‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اس طرح وقار کے ساتھ بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں‘ پس سلطان اور دیگر حکام پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو مساجد وغیرہ میں ایسی مجلس منعقد نہ کرنے دیں اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے ان کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے اور نہ ان کے مشغلہ میں تعاون کرنا جائز ہے۔ امام مالک‘ امام ابوحنیفہ‘ امام شافعی‘ امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ مسلمین کا یہی مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق مطلوب ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۵۲-۱۵۱‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

حضرت ہارون کے سر کے بال اور داڑھی پکڑنے کے اعتراض کے جوابات

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا اے میری ماں جائے! میری داڑھی اور میرے سر کے بالوں کو نہ پکڑیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا حضرت موسیٰ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ لیے تھے اور بائیں ہاتھ سے ان کی داڑھی پکڑ لی تھی۔ حضرت ہارون نے یہ اس لیے کہا تھا کہ لوگ یہ وہم کریں گے کہ حضرت موسیٰ ان کی توہین کر رہے ہیں اور ان کو سزا دے رہے ہیں۔

عصمت انبیاء کے منکرین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے اور ان کے سر کے بالوں اور ان کی داڑھی کو پکڑنا اور جوش غضب کے ساتھ ان سے کلام کرنا ان کی توہین ہے اور اللہ کے نبی کی توہین کرنا کفر ہے ورنہ کم از کم گناہ کبیرہ ضرور ہے‘ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے اور ان سے گناہ صادر ہو جاتے ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی کے سر کو پکڑ کر کھینچنا ان کے زمانہ میں متعارف تھا جیسا کہ اب عرب کسی شخص کے اکرام اور اس کی تعظیم کے لیے اس کی داڑھی پکڑتے ہیں‘ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے سر کو پکڑ کر کھینچنا بطور اہانت نہ تھا۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو قریب کر کے ان سے رازدارانہ بات کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات کی

marfat.com
Marfat.com

الواح نازل کی ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا میرے سر اور میری داڑھی کو نہ پکڑو ورنہ آپ کے اس طرح بات کرنے سے بنی اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہوگی کہ آپ میری اہانت کر رہے ہیں۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب سے حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت ہارون نے بنو اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے روکنے میں قرار واقعی سختی نہیں کی اور چونکہ ان کا غضب اللہ کے لیے تھا اس لیے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے احوال سنانے کے لیے ان کو اپنے قریب کیا تھا۔ حضرت ہارون کو یہ ناگوار ہوا کیونکہ اس سے بنو اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون سے مواخذہ کر رہے ہیں' اس لیے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی معذرت پیش کی۔

(۵) حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا تھا اے میری ماں جائے! میرے سر کے بالوں اور داڑھی کو نہ پکڑیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بالوں اور داڑھی کو پکڑا ہو کیونکہ کسی شخص کو کسی فعل سے منع کرنا اس کو لازم نہیں کرتا کہ اس شخص نے اس فعل کو کیا ہو' دیکھیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی کاموں سے منع فرمایا تھا حالانکہ آپ نے ان کاموں کو پہلے نہیں کیا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (الاحزاب: ۴۸) اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ○ (المدثر: ۶) اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ کیجئے۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ (الضحیٰ: ۱۰-۹) سو آپ یتیم پر سختی نہ کریں ○ اور سوال کرنے والے کو جھڑکا نہ کریں۔

ان آیتوں میں آپ کو کافروں او منافقوں کی اطاعت سے' زیادہ لینے کے لیے احسان کرنے سے' یتیم پر سختی کرنے اور سائل کو جھڑکنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ نے کبھی کافروں اور منافقوں کی اطاعت کی نہ ہی دوسرے منع کیے ہوئے کام کیے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو کسی کام سے منع کرنا اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس شخص نے وہ کام کیے ہوں۔ اسی طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سر کے بال پکڑنے اور داڑھی پکڑنے سے منع کیا تھا اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سر کے بالوں اور داڑھی کو پکڑا ہو' رہا یہ کہ جب حضرت موسیٰ نے ان کے سر اور داڑھی کو پکڑا نہیں تھا تو پھر حضرت ہارون کو اس سے منع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ سخت غیظ و غضب میں تھے اور یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کے سر اور داڑھی کو بطریق اہانت پکڑیں گے اس لیے انہوں نے اس کا سد باب کرنے کے لیے پہلے ہی سر اور داڑھی کو پکڑنے سے منع کیا اور اپنا عذر بیان کر دیا۔

حضرت ہارون کے جواب کی وضاحت

حضرت موسیٰ نے تو یہ کہا تھا کہ اے ہارون! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا جو آپ نے میری پیروی نہ کی۔ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ حضرت ہارون کو چاہیے تھا کہ یہ کہتے کہ میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی' لیکن انہوں نے جواب میں کہا: بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ کہیں گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا۔ بظاہر یہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض سے مربوط اور منطبق نہیں ہے اس کی

marfat.com

Marfat.com

وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ میرے بعد میری نیابت کرنا اور قوم کی اصلاح کرنا اور ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے قوم میں تفرقہ ہو اور پھوٹ پڑ جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ. (الاعراف: ١٤٢)

تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے طریقہ کی پیروی نہ کرنا۔

پس حضرت ہارون کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے مجھے قوم میں پھوٹ ڈالنے سے منع کیا تھا اور جب میں نے یہ دیکھا کہ ان کو شرک سے روکنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ان سے قتال کیا جائے تو پھر میں ان سے الگ ہو گیا۔

ایمان دلائل سے نہیں اللہ کی توفیق اور عنایت سے ملتا ہے

معجزہ کی دلالت بھی ایمان لانے کا سبب ہے اور دین کی تبلیغ بھی لوگوں کے ایمان لانے کا سبب ہے' لیکن اصل اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے نہ تھے وہ آپ کے مخالف تھے اور آپ سے مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے اور انہوں نے صرف ایک معجزہ دیکھا اور ایمان لے آئے۔ انہیں اس ایمان کی خاطر دنیا میں بہت سخت سزا برداشت کرنی پڑی جانب مخالف سے ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ ان کو سولی پر لٹکایا گیا لیکن کوئی چیز ان کو ایمان سے متزلزل نہ کر سکی۔ اس کے برعکس یہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن گیا اور جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا' پھر دوبارہ اسی طرح عصا بن گیا' اور انہوں نے دیکھا کہ جادوگروں نے اعتراف کیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہے۔ پھر ایک بڑے عرصہ میں انہوں نے مزید نشانیاں دیکھیں۔ قبطیوں کے گھروں پر خون کی' مینڈکوں کی' اور ٹڈیوں کی بارش ہوتی اور بنی اسرائیل کے گھر محفوظ رہتے۔ اسی طرح کی انہوں نے نو نشانیاں دیکھیں پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کے لیے سمندر میں بارہ خشک راستے بنا دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق سے محفوظ رکھا اور ان کے دشمن کو غرق کر دیا۔ انہوں نے اتنے کثیر معجزات دیکھے تھے پھر جیسے ہی وہ سمندر سے نکلے تو انہوں نے ساحل پر کچھ لوگوں کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا' ابھی ان کے گیلے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسا ان کا خدا ہے۔ پھر جیسے ہی انہوں نے سونے کے مجسمہ سے بیل کی سی آواز سنی تو اس کی پوجا کے لیے آسن جما کر بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت دلائل اور معجزات سے حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے اور ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ ○ سامری نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ کے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی' پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو (بچھڑے کے مجسمہ میں) ڈال دیا میرے دل نے یہی بات بنائی تھی ○ موسیٰ نے کہا اب تو یہاں سے چلا جا اب تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ "مجھے مت چھونا" اور تجھ سے (آخرت میں) سزا کا وعدہ ہے' جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا' ہم اس کو ضرور جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے ○ تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے ○

(طٰہٰ: ٩٨-٩٥)

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ کا سامری کو ملامت کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہو گئے اور بنو اسرائیل کو سرزنش نہ کرنے کے متعلق ان کا عذر قبول کر لیا تو اب سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ سامری اس وقت وہیں موجود ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں اور ہو اور اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ خود گئے ہوں تا کہ اس سے خطاب کریں۔ بہرحال حضرت موسیٰ نے اس سے پوچھا تیرا کیا معاملہ ہے؟ یعنی تو نے اس بچھڑے کو معبود کیوں بنایا تھا؟ سامری نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ کے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی پھر اس مٹھی بھر خاک کو بچھڑے کے مجسمہ میں ڈال دیا' میرے دل نے یہی بات بنائی تھی۔

اثر رسول کے متعلق مفسرین کی توجیہ

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں رسول سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور اثر سے مراد حضرت جبریل کی سواری کے پاؤں کے نیچے کی مٹی ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سامری نے حضرت جبریل کو کب دیکھا تھا؟ اکثر نے یہ کہا ہے کہ جس دن سمندر کو چیرا گیا تھا اس دن سامری نے حضرت جبریل کو دیکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تا کہ حضرت موسیٰ کو طور پر لے جائیں تو سامری نے حضرت جبریل کو لوگوں کے درمیان دیکھ لیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اس نے حضرت جبریل کو اس لیے پہچان لیا تھا کہ سامری نے حضرت جبریل کو بچپن میں دیکھا تھا کیونکہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی اولاد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اس سال سامری پیدا ہوا اس کی ماں سامری کو ایک غار میں ڈال آئی تھی وہاں حضرت جبریل آتے اور اپنا ہاتھ سامری کے منہ میں ڈالتے وہ اس کو چوستا تو اس کو غذا حاصل ہو جاتی۔ اس وقت سے سامری کے ذہن میں حضرت جبریل کی صورت نقش تھی اب اس نے ان کو دیکھا تو پہچان لیا۔ اس نے ان کی سواری کے پاؤں کے نیچے سے مٹی اٹھالی اور اپنے پاس محفوظ رکھ لی اور اس نے جب بچھڑے کو بنایا تو اس کے اندر وہ مٹی ڈال دی جس کے اثر سے اس میں حیات آ گئی اور وہ بیل کی سی آواز نکالنے لگا۔

اثر رسول کے متعلق ابو مسلم کی توجیہ

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے لکھا ہے کہ ابو مسلم اصفہانی نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طٰہٰ: ۹۶ میں رسول سے مراد جبریل ہیں یہ صرف مفسرین کا قول ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں رسول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں اور ان کے اثر سے مراد ان کی سنت اور ان کا وہ طریقہ ہو جس کا انہوں نے حکم دیا تھا' اور مفہوم یہ ہو کہ جب حضرت موسیٰ نے سامری کو بچھڑے کی عبادت پر ملامت کی تو اس نے یوں کہا مجھے اس چیز کی بصیرت حاصل ہوئی جس کی اور لوگوں کو بصیرت حاصل نہیں ہوئی۔ یعنی میں نے جان لیا آپ لوگ حق پر نہیں ہیں اور اے رسول میں نے آپ کی سنت اور آپ کے دین کا کچھ حصہ حاصل کیا تھا پھر میں نے اس کو پھینک دیا اور ترک کر دیا' اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو خبر دی کہ اس کو دنیا اور آخرت کا عذاب ہوگا۔

ابو مسلم کی یہ تقریر ہر چند کہ عام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے لیکن یہ تقریر حسب ذیل وجوہ سے راجح ہے اور تحقیق کے قریب ہے:

(۱) حضرت جبریل کے لیے رسول کا لفظ مشہور نہیں ہے اور نہ طٰہٰ: ۹۶ سے پہلی آیتوں میں حضرت جبریل کا ذکر ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ الرسول میں لام عہد ہے اور اس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۲) مفسرین کی تفسیر میں قبضة من اثر الرسول میں دو لفظ محذوف ماننے ہوں گے اور عبارت یوں بنے گی قبضة من اثر حافر فرس الرسول 'میں نے رسول یعنی جبریل کی گھوڑی کے پیر کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور حذف خلاف اصل ہے۔

(۳) اس کی وجہ بتانی پڑے گی کہ تمام لوگوں میں سے صرف سامری نے کیسے جبریل کو دیکھا اور پہچان لیا اور یہ کیسے جان لیا کہ ان کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک میں یہ اثر ہے کہ اس سے بے جان چیز زندہ ہو جائے گی۔ اور مفسرین نے جو یہ بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل نے سامری کی اس کے بچپن میں تربیت اور پرورش کی تھی اول تو یہ بہت بعید ہے' ثانیاً سامری نے جوان ہونے اور عقل و شعور کے کامل ہونے کے بعد جبریل کو دیکھ کر یہ کیسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے میری پیدائش کے بعد میری پرورش کی تھی۔

(۴) اگر اس تفسیر کو مان لیا جائے تو پھر کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ سامری کافر تھا اور جب اس کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک خاک کی چٹکی بے جان چیز کو زندہ کر سکتی ہے اور سامری کے ایک عمل سے بے جان مجسمہ بیل کی سی آواز نکال سکتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی اس طرح کی کسی چیز کا علم ہو گیا ہو جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھائے ہوں اور پھر معجزات کے ثبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۹۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سامری کی دنیا میں سزا

طٰہٰ: ۹۷ میں ہے موسیٰ نے کہا اب تو یہاں سے چلا جا اب تو زندگی بھر یہی کہے گا "مجھے مت چھونا" اور تجھ سے آخرت میں سزا کا وعدہ ہے جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا۔ حضرت موسیٰ نے جو فرمایا تھا کہ اب تو زندگی بھر یہی کہے گا "مجھے مت چھونا" اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) جب کوئی شخص اس کو چھوتا تو اس کو اور چھونے والے کو دونوں کو بخار چڑھ جاتا اس لیے جب کوئی شخص اس کو چھونے کا ارادہ کرتا تو وہ خوف سے چلاتا مجھے مت چھونا۔

(۲) حضرت موسیٰ نے اس کو محلہ سے نکال دیا تھا اور اس کو کسی آبادی میں رہنے سے منع کر دیا تھا اور تمام لوگوں کو اس سے ملنے جلنے سے منع کر دیا تھا وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں پڑا رہتا تھا اور افسوس سے یہ کہتا رہتا تھا مجھ سے کوئی ملتا جلتا نہیں ہے اور یہی لامساس کا معنی ہے یعنی مجھے کوئی مس نہیں کرتا کوئی چھوتا نہیں ہے۔

(۳) لامساس کا معنی یہ ہے کہ اس کو عورتوں کے مس سے محروم کر دیا گیا تھا اور اس کی نسل منقطع کر دی گئی اور جسمانی فطرت کے تقاضوں کی لذت اس سے سلب کر لی گئی تھی۔

سامری کے بچھڑے کو جلا کر راکھ کرنا

جس بچھڑے کو اس نے معبود بنایا تھا حضرت موسیٰ نے اس کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا ہم اس کو ضرور جلا دیں گے پھر اس کی راکھ کو اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے (طٰہٰ: ۹۷)

سامری کے اس بچھڑے کے متعلق ہم نے دو قول ذکر کیے تھے ایک یہ کہ وہ سونے کا مجسمہ تھا اور جب اس میں حضرت جبریل کی سواری کے پاؤں کے نیچے کی خاک ڈالی تو وہ اس خاک کی برکت سے بیل کی سی آواز نکالنے لگا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گوشت پوست اور خون کے ساتھ زندہ ہو گیا تھا' اس آیت میں ان مفسرین کی تائید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ سونے کا مجسمہ

marfat.com

Marfat.com

اس خاک کی برکت سے گوشت پوست کے ساتھ زندہ ہو گیا تھا' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے حضرت موسیٰ نے اس کو جلا کر راکھ کر دیا' اور سونا جل کر راکھ نہیں ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مجسمہ گوشت' پوست اور خون کے ساتھ زندہ ہو گیا تھا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کیا اور جلا کر رکھ کر دیا' اور جو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وہ سونے کا مجسمہ ہی تھا اور خاک ڈالنے کی برکت کی وجہ سے صرف بیل کی سی آواز نکالنے لگا تھا وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ بے شک سونا جل کر راکھ نہیں ہوتا' لیکن یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا۔

سامری کو ملامت کرنے اور اس کو سزا دینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دین حق کا بیان فرمایا: تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے (طٰہٰ: ۹۸) یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اس کی عبادت کرے گا اور کون اس کی عبادت نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم اسی طرح آپ پر گزشتہ خبروں کا بیان فرماتے ہیں اور بے شک ہم اپنے پاس سے آپ کو ذکر (قرآن) عطا فرما چکے ہیں ○ اور جس شخص نے اس سے منہ موڑا وہ یقیناً قیامت کے دن (بہت وزنی) بوجھ اٹھائے گا ○ وہ ہمیشہ اسی بوجھ میں رہے گا اور قیامت کے دن اس کے لیے وہ کیسا برا بوجھ ہو گا ○ جس دن میں صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اٹھائیں گے اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی ○ وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے تم صرف دس دن ٹھہرے تھے ○ ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کہیں گے' جب ان کے نزدیک سب سے اچھے طریقہ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے تھے ○ (طٰہٰ: ۱۰۴-۹۹)

قرآن مجید پر ذکر کا اطلاق

اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری کے ساتھ تفصیل سے قصہ بیان فرمایا' پھر اس کے بعد دوسری امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان فرمائے۔ سو ارشاد فرمایا ہم اسی طرح آپ پر گزشتہ خبروں کا بیان فرماتے ہیں تاکہ آپ کا علم اور آپ کی شان زیادہ ہو اور آپ کے معجزات کی کثرت ہو' کیونکہ ہر آیت کئی وجوہ سے معجزہ ہوتی ہے اور آپ کی امت کے لیے عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے کے زیادہ مواقع ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ذکر فرمایا ہے اسی طرح اور بھی کئی آیات میں قرآن مجید کو ذکر فرمایا ہے: وھذا ذکر مبارک انزلنہ (الانبیاء: ۵۰) یہ ذکر مبارک ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ وانہ لذکر لک (الزخرف: ۴۴) اور یہ قرآن آپ کے لیے ذکر ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (الحجر: ۹) بے شک ہم نے الذکر کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف الذکر کو نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

قرآن مجید پر ذکر کے اطلاق کی وجوہ

قرآن مجید کو الذکر فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) لوگوں کو دین اور دنیا کے تمام شعبوں اور تمام چیزوں میں جس ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اس سب کا تفصیل سے قرآن مجید میں ذکر ہے۔

(۲) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے شرف اور فضیلت کا ذکر ہے انہ لذکر لک و لقومک۔ (الزخرف: ۴۴)

marfat.com
Marfat.com

(۳) اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر ہے اور اس میں تذکیر اور مواعظ ہیں۔
(۴) اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ذکر ہے پچھلی اقوام کا' ان کے ایمان لانے والوں کا' ان کے کافروں کا اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے جس سے عبرت اور نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

روز حشر کی سختیاں اور اس دن کفار کے احوال اور اھوال

طٰہٰ: ۱۰۰ میں فرمایا: جس شخص نے اس سے منہ موڑا وہ یقیناً قیامت کے دن (بہت وزنی) بوجھ اٹھائے گا۔
اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس طرح قرآن مجید ان لوگوں کے لیے نعمت ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں' اسی طرح یہ ان لوگوں کے لیے زحمت اور ہلاکت کا باعث ہے جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس سے منہ موڑتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں۔ جو لوگ قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں' ان کے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن ان کی کمر پر لاد دیا جائے گا' جیسے کسی شخص کی پشت پر وزنی بوجھ ہو جس سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو۔
طٰہٰ: ۱۰۱ میں فرمایا: وہ ہمیشہ اسی بوجھ میں رہیں گے اور قیامت کے دن ان کے لیے وہ کیسا برا بوجھ ہوگا۔ یعنی قرآن مجید سے اعراض کرنے کی سزا میں وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔
طٰہٰ: ۱۰۲ میں فرمایا: جس دن میں صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو اکٹھا کیا جائے گا اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گیں۔ صور سے مراد وہ نرسنگا ہے جس میں حضرت اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک ماریں گے تو قیامت واقع ہوگی (مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۱) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے اسرافیل قرن کو منہ لگائے کھڑا ہے۔ پیشانی جھکائی یا موڑی ہوئی ہے اور رب کے حکم کا منتظر ہے کہ کب اسے حکم دیا جائے اور وہ اس میں پھونک مارے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۳) دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ پہلی بار صور پھونکنے سے قیامت آجائے گی اور ساری مخلوق فنا ہو جائے گی اور دوسری بار صور پھونکنے سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور سب لوگوں کو میدان حشر کی طرف لے جایا جائے گا' اور اس آیت میں یہی صور مراد ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے اور مجرموں کو اکٹھا کیا جائے گا اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی۔
مجرموں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کی آنکھیں پتھرا کر نیلگوں ہو جائیں گی' ازہری نے کہا پیاس کی شدت سے ان کی آنکھیں نیلگوں ہو جائیں گی۔ زجاج نے کہا پیاس کی شدت سے ان کی آنکھوں کی پتلیوں کی سیاہی متغیر ہو کر نیلگوں ہو جائے گی۔
اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے وہ اندھے ہو کر اٹھیں گے:

وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا (بنی اسرائیل: ۹۷)
ہم ان لوگوں کو قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے۔

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ (ابراہیم: ۴۲)
اللہ انہیں صرف اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

بہ ظاہر ان آیتوں میں تعارض ہے۔ کسی آیت میں فرمایا ہے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' کسی آیت میں فرمایا ہے وہ اندھے ہوں گے اور کسی آیت میں فرمایا ہے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی' یہ دراصل قیامت کے مختلف احوال ہوں گے۔

marfat.com
Marfat.com

طٰہٰ: ۱۰۳ میں فرمایا: وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے تم صرف دس دن ٹھہرے تھے۔ وہ چپکے چپکے اس لیے باتیں کریں گے کہ رعب اور دہشت سے ان کے دل بہت خوف زدہ ہوں گے یا اس لیے کہ وہ خوف اور دہشت سے بہت کمزور ہو چکے ہوں گے اور ان میں بلند آواز سے بولنے کی طاقت نہیں رہے گی۔

انہوں نے جو کہا تھا کہ تم صرف دس دن ٹھہرے تھے آیا اس سے مراد یہ تھی کہ تم دنیا میں صرف دس دن ٹھہرے تھے۔ یا ان کی مراد یہ تھی کہ تم قبر میں صرف دس دن ٹھہرے تھے۔ حسن' قتادہ اور ضحاک نے یہ کہا ان کی مراد یہ ہوگی کہ تم دنیا میں صرف دس دن ٹھہرے تھے۔ انہوں نے اس مراد پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ ۝ (المومنون: ۱۱۳-۱۱۲)

اللہ دریافت فرمائے گا تم زمین میں کتنے برس شمار کر کے رہے تھے ۝ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا ایک دن سے کم رہے تھے آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔

قیامت کے ہولناک واقعات اور اس دن کی سختیوں سے ان کے حافظہ پر اثر پڑے گا اور ان کو یاد نہیں رہے گا کہ وہ کتنا عرصہ دنیا میں رہے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب انسان تکلیف اور پریشانی میں وقت گزارتا ہے تو خوشی کے گزارے ہوئے دن اس کو بہت کم معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ ان کو علم ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں کتنا وقت گزارا ہے۔ لیکن جب وہ دنیا میں اپنی گزاری ہوئی عمروں کا آخرت کے تکلیف دہ اور عذاب والے ایام سے مقابلہ کریں گے تو ان کو دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی اس لیے وہ کہیں گے دنیا میں تو ہم نے صرف دس دن گزارے تھے۔ اور جو ان میں زیادہ عقل مند ہوگا وہ کہے گا ہم نے تو دنیا میں صرف ایک ہی دن گزارا تھا' تیسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ آخرت کی سختیوں کو دیکھیں گے تو وہ دنیا میں راحت اور خوشی میں گزارے ہوئے ایام یاد کریں گے اور ان گزرے ہوئے دنوں پر افسوس کریں گے اور ان دنوں کو کم شمار کریں گے کیونکہ خوشی کے ایام جلد گزر جاتے ہیں اور کم ہوتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قبر میں ٹھہرنے کی مدت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو قبر میں زندہ کیا اور عذاب دیا پھر ان کو روز قیامت میں فنا کر دیا پھر ان کو روز حشر میں پھر زندہ کر کے اٹھایا تو پھر ان کو یاد نہیں رہے گا کہ وہ قبر میں کتنی مدت رہے تھے۔ پھر بعض کافروں کے دل میں آئے گا کہ وہ دس دن رہے تھے اور بعض کے دل میں آئے گا کہ وہ صرف ایک دن رہے تھے۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝۱۰۵ فَيَذَرُهَا

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا ۝ اور زمین کو کھلے

قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۶ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝۱۰۷ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ

ہموار میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا ۝ آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ اونچ نیچ ۝ اس دن سب لوگ پکارنے والے کے

الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۚ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝۱۰۸

پیچھے جائیں گے' اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی اور رحمٰن کے خوف سے سب کی آوازیں پست ہوں گی۔ سو اے مخاطب! تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ

marfat.com

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ

نہ سن سکے گا ۰ اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کے لیے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور جس کے قول سے

قَوْلًا (١٠٩) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (١١٠)

راضی ہو ۰ اس کو وہ سب معلوم ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور لوگوں کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے ۰

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (١١١)

اس ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کر رہے ہیں اور بے شک وہ شخص ناکام اور نامراد ہوگا جو ظلم کا بوجھ لاد کر

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا

لائے گا ۰ اور جو شخص ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ کسی

هَضْمًا (١١٢) وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ

نقصان کا ۰ اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا ہے اور اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر سنائی

الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (١١٣) فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ

ہے تاکہ لوگ ڈریں یا وہ (سزا کی خبر) ان کے دلوں میں نصیحت پیدا کردے ۰ پس بلند شان والا ہے اللہ جو سچا

الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ

بادشاہ ہے اور اس سے پہلے کہ آپ کی طرف پوری وحی کی جائے آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (١١٤) وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ

اور آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کردے ۰ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا،

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (١١٥) ع ١٥

پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا نافرمانی کرنے کا قصد نہیں پایا ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا ۰ اور زمین کو کھلے ہوئے ہموار میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا ۰ آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ اونچ نیچ ۰ اس دن سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے جائیں گے' اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی اور رحمٰن کے خوف سے سب کی آوازیں

marfat.com
Marfat.com

...ست ہوں گی سو (اے مخاطب!) تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکے گا۔ (طٰہٰ: ۱۰۸-۱۰۵)

...یامت کے وقوع پر کفار کا شبہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ جو لوگ الذکر یعنی قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں قیامت کے دن ...ن کا کیا حال ہوگا' اور قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کا ذہن متاثر ہو جائے گا اور قیامت کی سختیوں کے مقابلہ میں وہ دنیا ...یں اپنے قیام کی مدت کو کم سمجھیں گے۔ اور ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت اور آخرت کے منکروں کے احوال بیان ...رمائے ہیں۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ اتنے بڑے بڑے' بلند و بالا اور ہیبت ناک پہاڑ زمین پر قائم ہیں' ان کے ہوتے ہوئے زمین کیسے تباہ ہوگی؟ نیز وہ کہتے تھے کہ اگر واقعی دنیا فنا ہوگی تو چاہیے کہ دنیا بہ تدریج کم ہوتی چلی جائے پھر آخر میں فنا ہو جائے۔ اللہ ...عالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے کہیے جن پہاڑوں کو تم وقوع قیامت سے مانع اور اس کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے ان کو میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا اور زمین کو کھلے ہوئے ہموار میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا۔

نسف کا معنی

اس آیت میں ہے "ینسفھا ربی نسفا" نسف کا معنی ہے بکھیر کر اڑا دینا' نسفۃ کا معنی ہے جلا ہوا سیاہ پتھر۔ نسیف کا معنی ہے پیشانی اور ہتھیلی کی شکن' نسوف کا معنی ہے گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا اونٹ۔ فرس نسوف کا معنی ہے سم سے زمین کو اکھاڑ کر غبار اڑانے والا گھوڑا۔ عقبۃ نسوف: دشوار گزار گھاٹی' نسف اور نسوف نَصَرَ کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے کاٹنا اور ضَرَبَ کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے بنیاد اکھاڑنا۔ پہاڑ کھودنا' پہاڑ کھود کر برابر کرنا' ریزہ ریزہ کر کے اڑا دینا۔ خاک اڑانا۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۳۴' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ' القاموس المحیط ج ۳ ص ۲۸۸۔ ۲۸۷۔ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

طٰہٰ: ۱۰۶ میں ہے قاعا صفصفا۔ قاعا کا معنی ہے نرم ہموار نشیبی میدان' جو پہاڑوں اور ٹیلوں سے دور واقع ہو' اس کی جمع قیعان ہے قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر پھیل جائیں گے اور سب چٹیل میدان کی طرح ہو جائیں گے۔ (القاموس المحیط ج ۳ ص ۱۰۹' المفردات ج ۲ ص ۵۳۶) صفصفا: چٹیل میدان ایسی ہموار زمین گویا اس کے تمام اجزاء ایک ہی صف میں ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۷۰۔ مطبوعہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

زمینوں اور لوگوں کی قسمیں

حسب ذیل حدیث میں قیعان کا لفظ ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو (مختلف قسم کی) زمینوں پر برسے' ان میں سے بعض زمینیں صاف اور زرخیز ہوتی ہیں جو پانی کو جذب کر لیتی ہیں اور بہت زیادہ سبزہ اور گھاس کو اگاتی ہیں' اور ان میں سے بعض زمینیں بنجر ہوتی ہیں وہ پانی روک لیتی ہیں' اللہ ان زمینوں سے لوگوں کو نفع دیتا ہے' وہ خود بھی پانی لیتے ہیں اپنے مویشیوں کو بھی پانی پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں' اور زمین کی ایک قسم پر بارش ہوتی ہے اور وہ زمین محض قیعان (چٹیل میدان) ہے' پانی کو روکتی ہے نہ سبزہ اگاتی ہے۔ اور (پہلی دو زمینیں) اس شخص کی مثال ہیں جو دین میں فہم حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت دے کر بھیجا ہے وہ اس سے نفع پہنچائے سو وہ علم دین حاصل کرے اور لوگوں کو تعلیم دے اور (تیسری زمین) اس شخص کی مثال ہے جو ...س کے ساتھ بالکل سر نہ اٹھائے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۲' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۸۴۳)

marfat.com

Marfat.com

زمینوں اور لوگوں کی قسموں کی وضاحت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کی بارش کے ساتھ مثال دی ہے۔ اس کا معنی ہے کہ زمین کی قسمیں ہیں اور اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ زمین کی پہلی قسم وہ ہے جو بارش سے سیراب ہوتی ہے اور مردہ ہو کے بعد بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اور سبزہ اور گھاس اگاتی ہے' جس سے انسان اور مویشی اور کھیتیاں نفع حاصل کرتی ہیں طرح لوگوں کی پہلی قسم وہ ہے جن کے پاس ہدایت اور علم پہنچتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اس سے ان کا قلب زندہ ہے وہ خود بھی اس علم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی تعلیم دیتے ہیں وہ خود بھی نفع حاصل کرتے ہیں اور دوسرو بھی نفع پہنچاتے ہیں۔

زمین کی دوسری قسم وہ ہے جو خود تو بارش سے کوئی نفع حاصل نہیں کرتی لیکن اس میں دوسروں کے لیے فائدہ ہے' وہ پانی دوسروں کے لیے روک لیتی ہے پھر اس پانی سے انسان اور مویشی نفع اٹھاتے ہیں' اسی طرح انسانوں کی دوسری قسم وہ ہے جس کی قوت حافظہ تیز ہوتی ہے لیکن ان میں مسائل کے استنباط کا ملکہ اور اجتہاد کی صلاحیت نہیں ہوتی اور ان کی عقل اس قدر را نہیں ہوتی کہ وہ معانی اور احکام کو حاصل کر سکیں' لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو محفوظ رکھتے ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس جو علم کا پیاسا اور متلاشی آتا ہے اس تک وہ اس علم اور ان احادیث کو پہنچا دیتے ہیں' وہ اس علم سے فائدہ اٹھاتا ہے پس یہ لوگوں کی وہ قسم ہے جو اس علم سے نفع پہنچاتے ہیں جو ان تک پہنچایا گیا ہے۔

زمین کی تیسری قسم وہ ہے جو شور والی (نمکین اور کھاری) اور دلدلی زمین ہوتی ہے جو نہ کوئی چیز اگا سکتی ہے اور نہ اپنے اندر پانی کو جمع کر سکتی ہے تاکہ دوسرے اس پانی سے فائدہ حاصل کر لیں اس طرح لوگوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کی قوت حافظہ ہوتی ہے نہ ان میں مسائل نکالنے اور احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے' جب وہ کسی حدیث کو یا کسی علم کی بات کو سنتے ہیں تو وہ خود اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ اس کو یاد رکھتے ہیں تاکہ وہ دوسروں تک اس علم کی بات کو پہنچا سکیں۔

اس حدیث میں علم حاصل کرنے اور علم پڑھانے کی فضیلت ہے اور علم سے اعراض کرنے کی مذمت ہے۔

طٰہٰ: ۱۰۶ میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی کئی صفات بیان کی ہیں' ایک صفت قاعاً بیان کی ہے اس کا معنی ہے نشیب والی جگہ' اور ایک قول ہے جس جگہ پانی جمع ہو' اور دوسری صفت الصفصف بیان کی ہے' اس کا معنی ہے جس زمین میں روئیدگی نہ ہو' اور ابو مسلم نے کہا قاعاً اور صفصفاً دونوں کا معنی ہے ہموار زمین۔

اَلْعِوَج اور اَمْت کے معنی

طٰہٰ: ۱۰۷ میں ہے آپ اس زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے اور نہ کوئی اونچ نیچ' اس آیت میں عِوَج اور اَمْت کے الفاظ ہیں العوج (عین پر زبر) کا معنی ہے کسی نصب شدہ چیز کو موڑنا' عرب کہتے ہیں عجت البعیر بزمامه میں نے مہار کے ساتھ اونٹ کو موڑ دیا' جس کا ٹیڑھا پن آنکھ سے دیکھا جائے اس کو (زبر کے ساتھ) عوج کہتے ہیں۔ جیسے زمین میں کوئی ٹیڑھی لکڑی گاڑی ہوئی ہو' اور جس چیز کی کجی اور ٹیڑھے پن کو فکر اور بصیرت سے معلوم کیا جائے اس کو عوج (عین کی زیر) کہتے ہیں جیسے کسی کے دین اور اس کے ذریعہ معاش میں کجی ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (الزمر: ۲۸) قرآن عربی زبان میں بغیر کجی کے۔

اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (الاعراف: ۴۵) جو اللہ کے راستہ سے اعراض کرتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اور جو شخص بد اخلاق ہو اس کو اعوج کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۵۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اَمتا کا معنی ہے ٹیلہ' بلندی' نشیب و فراز' کسی چیز کا مختلف ہونا۔ (القاموس ج ۱ ص ۳۶۳' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ زمین میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ کوئی اونچ نیچ' اور کجی کے لیے عوج (عین کی زیر) کا لفظ ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ عِوَج اس کجی کو کہتے ہیں جس کا فکر اور بصیرت سے ادراک ہو نہ کہ آنکھ سے' اور زمین میں جو کجی اور ٹیڑھ پن ہوتا ہے' اس کا آنکھ سے ادراک کیا جا سکتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زمین کے ہموار ہونے کو بہت مبالغہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یعنی وہ زمین اس قدر ہموار ہو گی کہ اس میں کوئی باریک سی کجی بھی نہیں ہو گی جس کو بہت غور و فکر کے ساتھ جانا جا سکے۔

قیامت کے دن پکارنے والے کی تفسیر

طٰہٰ: ۱۰۸ میں فرمایا ہے: اس دن سب پکارنے والے کے پیچھے جائیں گے اس میں کوئی کجی نہیں ہو گی' اور رحمٰن کے خوف سے سب کی آوازیں پست ہوں گی۔ سو (اے مخاطب!) تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہیں سن سکے گا۔

اس پکارنے والے کی تفسیر میں دو قول ہیں (۱) اس داعی سے مراد صور میں پھونکنا ہے اور اس میں کجی نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ پکارنے والا کسی کو نہیں چھوڑے گا بلکہ سب کو محشر میں حاضر کرے گا۔ (۲) وہ ایک فرشتہ ہے جو بیت المقدس کی ایک چٹان پر کھڑے ہو کر یہ ندا کرے گا: اے بوسیدہ ہڈیو! اور اے متفرق اعضاء اور اے پارہ پارہ گوشت! اپنے رب کے سامنے حساب اور جزاء کے لیے کھڑے ہو جاؤ' لوگ اس بلانے والے کی آواز سن کر اس کے پیچھے چل پڑیں گے' کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے جو اپنا قدم چٹان پر رکھیں گے' اور حضرت اسرافیل کی یہ پکار مردوں کو زندہ کرنے کے بعد ہو گی۔

اس کے بعد فرمایا: اور رحمٰن کے خوف سے سب کی آوازیں پست ہوں گی' سو (اے مخاطب!) تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہیں سن سکے گا۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے سب کی آوازیں پست ہوں گی' پس تم آہٹ کے سوا اور کچھ نہیں سن سکو گے اور اس سے مراد ذکر خفی ہے' تمام انسانوں اور جنوں کو یہ معلوم ہو چکا ہو گا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مالک نہیں ہے اس لیے کھسر پھسر سے زیادہ ان کی کوئی آواز نہیں سنائی دے گی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ایسا کلام ہو جس کا صرف ہونٹوں کے ہلنے سے اندازہ ہو' اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ حساب لینے والا ہو اس کو خوف میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیے اور اس کی آواز بہت پست ہونی چاہیے اور اس کا غم بہت زیادہ ہونا چاہیے' اس کی دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن' عکرمہ اور ابن زید سے منقول ہے انہوں نے کہا "ھمس" معنی ہے قدموں کی آہٹ' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میدان حشر میں سوا قدموں کی آہٹ کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دے گی۔

ھمس کا معنی ہے پست آواز' اور قدموں کی آہٹ قدموں کے چلنے کی آواز سے بہت پست ہوتی ہے۔

(مختار الصحاح ص ۴۰۲' دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کے لیے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور جس کے قول سے وہ راضی ہو ۞ اس کو وہ سب معلوم ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور لوگوں کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے ۞ اس ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کر رہے ہیں اور بے شک

marfat.com

Marfat.com

وہ شخص ناکام اور نامراد ہوگا جو ظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا○ اور جو شخص ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ کسی نقصان کا○ (طٰہٰ: ۱۱۲: ۱۰۹)

شفاعت کی تحقیق

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے کہا ہے کہ اس آیت میں الشفاعۃ پر رفع علی البدلیت ہے اور مضاف مقدر ہے اور اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ کوئی شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی مگر اس کی شفاعت جس کو رحمٰن نے اذن دیا ہو اور اس کے قول سے راضی ہو، خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص کی شفاعت نفع دے گی جس کو رحمٰن نے شفاعت کی اجازت دی ہو اور وہ اس کے قول سے راضی بھی ہو۔ (الکشاف ج ۳ ص ۸۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی مگر اس شخص کو جس کے لیے اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن دے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا، اور فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکب سے اللہ راضی نہیں ہے اور اللہ اس کے لیے شفاعت کا اذن نہیں دے گا لہٰذا اس کو شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کی شفاعت کے ثبوت میں یہ آیت بہت قوی ہے کیونکہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ شفاعت اسی کو فائدہ دے گی جس کے کسی قول سے اللہ راضی ہو اور جس کے ایک قول سے بھی اللہ راضی ہو اس کو شفاعت فائدہ دے گی اور فاسق کے کم از کم اس قول سے اللہ راضی ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸) وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو۔

اور جس سے اللہ راضی ہوگا اس کے لیے شفاعت کرنے کا اذن بھی دے گا۔ سو اس آیت سے واضح ہو گیا کہ فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لیے اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن بھی دے گا اور وہ اس کے لیے شفاعت کرنے پر راضی بھی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۰۲۔۱۰۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہم نے البقرہ: ۴۸ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۱۵-۴۱۰) کی تفسیر میں شفاعت میں مذاہب، شفاعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی پچاس سے زیادہ آیات اور پندرہ حدیثیں ذکر کیں ہیں۔ اس جگہ ہم تفصیل سے شفاعت پر بحث کرنا چاہتے ہیں، ہم شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے۔ شفاعت میں مذاہب کا ذکر کریں گے۔ شفاعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات پیش کریں گے اور شفاعت کے ثبوت میں تفصیل سے احادیث کا ذکر کریں گے، **فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔**

شفاعت کا لغوی معنی

امام خلیل بن احمد الفراہیدی المتوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے، شفع کا معنی ہے جفت، کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز طاق تھی میں نے اس کے ساتھ دوسری چیز ملا کر اس کو جفت کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے والشفع والوتر (الفجر: ۳) اور قسم ہے جفت اور طاق کی۔ الشفع یوم اضحیٰ کو کہتے ہیں الوتر یوم عرفہ کو کہتے ہیں۔ میں نے فلاں کی شفاعت طلب کی۔ اس نے میری اس کی طرف شفاعت کی۔ اس کا اسم شفاعت ہے اور شفاعت کرنے والے کو شافع اور شفیع کہتے ہیں۔ (کتاب العین ج ۲ ص ۹۲۸۔۹۲۷، مطبوعہ تیز ہوش قم، ایران، ۱۴۱۴ھ)

امام ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ المتوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

کسی فرد عدد کو زوج بنانا شفع ہے' شفع کا معنی ہے طلب کیا یا حاجت پوری کی۔
(المحکم والمحیط الاعظم ج ۱ ص ۲۷۹' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

کسی دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے' شفع الیہ کا معنی ہے اس سے طلب کیا' شافع اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کے لیے کسی چیز کو طلب کرے۔ استشفعته الی فلان کا معنی ہے میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ فلاں شخص سے میری شفاعت کرے' اور حدود کی حدیث میں ہے جب حد سلطان کے پاس پہنچ جائے تو شفاعت کرنے والے اور جس کی شفاعت کی گئی ہو ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (لسان العرب ج ۸ ص ۱۸۴' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران' ۱۴۰۵ھ)

میں کہتا ہوں اصل میں حدیث اس طرح ہے:

عروہ بن الزبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر سے ایک چور ملا' ان سے کہا گیا کہ جب ہم اس کو امام کے پاس پہنچا دیں تو پھر آپ اس کی شفاعت کریں' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب (مجرم) امام کے پاس پہنچ جائے پھر شفاعت کرنے والے پر اور جس کی شفاعت کی گئی ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔
(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۵۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۳۰۵' مطبوعہ ریاض' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۹)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شفع کا معنی ہے ایک چیز کو اس کی مثل کی طرف ملانا' کہا جاتا ہے کہ تمام مخلوقات شفع ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے زوج (جوڑے) پیدا کیے ہیں: ومن کل شیء خلقنا زوجین (الذاریات: ۴۹) اور اللہ تعالیٰ وتر ہے کیونکہ وہ ہر جہت سے واحد ہے' اور تمام اولاد آدم شفع ہیں اور حضرت آدم وتر ہیں' اور شفاعت کا معنی ہے ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ ملنا' بایں طور کہ وہ اس کا ناصر ہو اور اس کے متعلق سائل ہو' اس کا اکثر استعمال اس صورت میں ہوتا ہے کہ کم رتبہ اور کم حیثیت والا شخص زیادہ مرتبہ اور زیادہ حیثیت والے شخص سے سوال کرے اور مدد کرنے کے لیے کہے۔ قیامت میں جو شفاعت ہوگی وہ بھی اسی معنی میں ہے' قرآن مجید میں شفاعت کے متعلق حسب ذیل آیات ہیں:

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم: ۸۷)	ان کے سوا کسی کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے۔
يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (طٰہٰ: ۱۰۹)	اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کی بات سے وہ راضی ہو۔
وَلَا يَشْفَعُونَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸)	اور وہ صرف اسی کی شفاعت کریں گے جس سے وہ راضی ہے۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ (المدثر: ۴۸)	سو ان (مجرموں) کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ پہنچائے گی۔
وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ. (الزخرف: ۸۶)	اور جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

marfat.com
Marfat.com

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (یونس:٣) اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس شفاعت کرنے والا نہیں۔

یعنی اللہ واحد تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے اور کسی چیز کے فیصلہ میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے ہاں اگر وہ تدبیر اور تقسیم کرنے والے فرشتوں کو اجازت دے تو وہ اس کی اجازت کے بعد کرتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اور الشفعة کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی مکان یا زمین کو فروخت کر رہا ہو تو اس کا شریک یا اس کا پڑوسی اس مکان یا زمین کو اپنے مکان یا زمین کے ساتھ ملائے اور اس سے کہے کہ تم کسی اور کو فروخت کرنے بجائے مجھے فروخت کرو۔ ہر وہ مال جو تقسیم نہیں کیا گیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٢١٣ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٥١٤)

(المفردات ج ١ ص ٣٤٧۔٣٤٦ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ ١٤١٨ھ)

شفاعت کا اصطلاحی معنی

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

دنیا اور آخرت سے متعلق امور میں شفاعت کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اور شفاعت کی تعریف یہ ہے کہ گناہوں اور بندوں کے آپس کے جرائم کے بارہ میں تجاوز اور درگزر کرنے کا سوال کرنا۔

(النہایہ ج ٢ ص ٤٣٤ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٨ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ٨١٦ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا جرم کیا ہے اس سے اس جرم کے معاف کرنے کا سوال کرنا شفاعت ہے۔

(التعریفات ص ٩٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٨ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

شفاعت کی تعریف یہ ہے: کسی دوسرے کے لیے گڑگڑا کر اس دوسرے سے ضرر کو ترک کرنے یا اس کے لیے فعل خیر کرنے کا سوال کرنا۔ مبرد اور ثعلب نے کہا ہے کہ شفاعت دعا ہے اور دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے شفیع کا بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے' اور الجامع میں مذکور ہے شفیع کے ذریعے جرم کی معافی طلب کرنا شفاعت ہے' اور جب کوئی شخص تم سے وسیلہ پکڑے اور تم اس کی شفاعت کرو تو تم اس کے لیے شافع اور شفیع ہو' حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' (چوتھی چیز یہ فرمائی) اور مجھے الشفاعة دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٣٥) ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ الشفاعة میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد الشفاعة العظمیٰ ہے جو میدان محشر میں لوگوں کو خوف سے راحت دلانے کے لیے کی جائے گی اور اس کے وقوع میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو آپ کے ساتھ مختص ہے اور یہ وہ ہے جس میں آپ کا سوال مسترد نہیں ہوگا' اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے خارج کرنے کے لیے جو آپ شفاعت کریں گے اس سے وہ شفاعت مراد ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے جنت میں درجات بلند کرنے کے لیے شفاعت مراد ہے' پانچواں قول یہ ہے کہ جو لوگ دوزخ کے مستحق ہو چکے تھے ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت مراد ہے' چھٹا قول یہ ہے بعض مسلمانوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت مراد ہے اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدة القاری جز ٤ ص ١٠ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر ١٣٤٨ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔ علامہ طیبی نے اس کی شرح میں کہا یعنی گنہ گاروں کو جنت میں داخل کرنے کے لیے یا جنت میں بلند درجات کے لیے' علامہ نووی نے کہا آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور یہی مقام محمود ہے یعنی اہل محشر کو خوف اور گھبراہٹ سے راحت پہنچانے کے لیے آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور حساب کو جلد شروع کرنے کے لیے' اس شفاعت کا معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ بلند درجات کے لیے شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر آپ کی امت میں شفاعت شروع ہوگی اور انبیاء اور ملائکہ صراط پر شفاعت کریں گے' پھر دوزخ میں داخل ہونے والے گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے' اور ابوطالب کی حدیث میں ہے اس کو میری شفاعت نفع پہنچائے گی یعنی اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کیونکہ اس نے نیک عمل کیے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا اور آپ کی حفاظت کی تھی اور آپ کی حمایت کی تھی' جیسا کہ پیر کی رات کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کیونکہ جب اس کی باندی ثویبہ نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تھی تو ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اور جو علماء کافر کے عذاب میں تخفیف کا انکار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو آپ کی صحبت سے یہ نفع پہنچا کہ وہ بہت سارے گناہوں سے بچ گیا نیز حدیث میں ہے جو شخص مدینہ کے مصائب کے باوجود مدینہ میں ثابت قدم رہے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ یہ شفاعت درجات کی بلندی کے علاوہ ہے اور یہ بھی فرمایا یا میں ان کی شہادت دوں گا یعنی بعض کی شفاعت فرمائیں گے اور بعض کی شہادت دیں گے یا گنہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور نیکو کاروں کی شہادت دیں گے' یا جو آپ کے بعد فوت ہوئے ان کی شفاعت کریں گے اور جو آپ کی حیات مبارکہ میں فوت ہوئے ان کی شہادت دیں گے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۲۳۷۔۲۳۶۔ مطبوعہ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

شفاعت کے متعلق معتزلہ کا نظریہ

مشہور معتزلی عالم محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی ۵۳۸ھ البقرہ: ۴۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ پوچھو کہ آیا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ گنہ گاروں کے لیے شفاعت کو قبول نہیں کیا جائے گا؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (البقرہ: ۴۸) اور کسی کی طرف سے کوئی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ جس شخص نے بھی کسی فعل یا ترک میں کوئی تقصیر کی ہو تو کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تلافی نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی شفاعت کے قبول کرنے کی نفی کی اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار مسلمانوں کے لیے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ (الکشاف ج ۱ ص ۱۶۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

جس آیت سے علامہ زمخشری نے استدلال کیا ہے وہ بنی اسرائیل کے کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

شفاعت کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے' جب لوگ آپ سے اس کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا اذن حاصل کرنے کے بعد آپ شفاعت کریں گے۔ پھر اہل سنت جماعت اس پر متفق ہیں' جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین متفق تھے اور اسی کے موافق احادیث مشہور ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمانوں کے لیے شفاعت کریں گے اور عام مخلوق کے لیے بھی شفاعت کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی ایسی شفاعتیں ہیں جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اور کئی ایسی شفاعات ہیں جن میں دوسرے انبیاء اور صالحین بھی آپ کے شریک ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اکرم ہیں' ان خصوصی شفاعات میں سے ایک مقام محمود ہے جس پر تمام اولین اور آخرین رشک کریں گے' اور شفاعت کی احادیث بہ کثرت ہیں اور متواتر ہیں' صحیحین' سنن اور مسانید میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے' اور خوارج اور معتزلہ کا یہ زعم ہے کہ شفاعت صرف مومنین کے درجات بلند کرنے کے لیے ہوگی اور ان میں سے بعض نے مطلقاً شفاعت کا انکار کیا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۹' مطبوعہ دار الجیل' ۱۴۱۸ھ)

شفاعت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ طٰہٰ: ۱۰۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے شفاعت صرف اس شخص کو نفع دے گی جس کی شفاعت کرنے کے لیے رحمٰن نے اذن دیا ہو اور اس کے قول سے وہ راضی ہو' اس قسم کی اور آیات بھی ہیں اور ان میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص کسی کے لیے اس وقت تک شفاعت نہیں کر سکتا جب تک اللہ اس کی اجازت نہ دے' اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مومنین کے سوا اور کسی کے لیے شفاعت نہیں ہے' اور یہ آیت فاسقوں کے حق میں شفاعت کے ثبوت پر قوی ترین دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ورضی لہ قولا اللہ اس کے قول سے راضی ہو' اور اس کے صدق کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ اس کے اقوال میں سے کسی ایک قول سے راضی ہو جائے' اور فاسق جب لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے تو اللہ اس کے اس قول سے راضی ہے پس واجب ہے کہ اذن کے بعد اس کے لیے شفاعت نفع دینے والی ہو۔ (فتح البیان ج ۴ ص ۳۷۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شفاعت کے متعلق شیعہ کا نظریہ

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

البقرہ: ۴۸ میں ہے کسی نفس کے لیے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی ہمارے نزدیک یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے ضرر ساقط کیا جائے بجائے اس کے کہ اس کے منافع زیادہ کیے جائیں اور ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لیے شفاعت کریں گے اور جو مسلمان عذاب کے متعلق ہوں گے ان کی شفاعت کر کے ان سے عذاب کو ساقط کریں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ (التبیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۱۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ ابو الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کسی نفس کے لیے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی مفسرین نے کہا ہے کہ یہ حکم یہود کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اگرچہ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی کیفیت عذاب کو ساقط کرنے کے ساتھ مخصوص ہے یعنی ان مومنین سے جو عذاب کے مستحق ہیں' معتزلہ نے کہا شفاعت اطاعت گزاروں اور توبہ کرنے والوں کو زیادہ ثواب پہنچانے کے لیے کی جاتی ہے۔ گنہ گاروں کے لیے شفاعت نہیں کی جاتی اور ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے اصحاب' ائمہ اہل بیت اور نیک مسلمانوں کی گنہگار مسلمانوں کے لیے شفاعت ثابت ہے اور ان کی شفاعت سے بہت خطا کاروں کو اللہ تعالیٰ نجات دے گا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے کہ میں نے اپنی شفاعت کو کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے محفوظ رکھا

marfat.com
Marfat.com

ہے اور ہمارے اصحاب نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شفاعت کروں گا سو میری شفاعت قبول کی جائے گی اور علی شفاعت کریں گے سو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی اور اہل بیت شفاعت کریں گے سو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مومنین میں سے ادنیٰ شخص اپنے ایسے چالیس بھائیوں کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔ (مجمع البیان ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۳' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا شفاعت کے متعلق نظریہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں:

تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان کا توحید ربوبیت کا اقرار کرنا ان کو اسلام میں داخل نہیں کرتا اور وہ جو ملائکہ اور انبیاء کا قصد کرتے ہیں اور ان کی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں اور اس سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں یہی وہ چیز ہے جس نے ان کی جانوں اور مالوں کو حلال کر دیا ہے' اور اب تم نے اس توحید کو جان لیا ہوگا جس کی رسولوں نے دعوت دی ہے' خواہ اس کا انکار کرنے سے مشرکوں نے انکار کیا ہو۔ (کشف الشبہات ص ۹' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۹ھ)

اس جارحانہ عبارت کا باطل ہونا کسی دلیل اور تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔

شفاعت کے متعلق شیخ اسماعیل دہلوی کا نظریہ

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

پھر بات الٹنے کا تو کیا ذکر اور کسی کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے کہ اگر لوگ انبیاء اولیا کی شفاعت پر پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ سو سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جاوے اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالیوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کر پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگذر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی' سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے کہ اس نے خدا کے معنی کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی' اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی حاجت نہیں' اور جو سب تک پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں وہ ہر صورت بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے نہ کچھ سنوار سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ

marfat.com
Marfat.com

زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دے دیوے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہو گا اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ مذکور اول ہو چکا وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ وجیہہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرماوے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ بڑھ نہیں سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کی آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر دار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی وولی کی شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ (تقویت الایمان کلاں ص ۲۲۔۲۱ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور)

شفاعت بالوجاہت کا صحیح معنی

علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء لکھتے ہیں:

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے' ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لیے اسے بات کرنے کی اجازت ہے' اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے' یہ شفاعت وجاہت ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے' اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش ہے اور وجاہت کے معنی لحاظ اور عزت ہے' کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔

بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں۔ سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی' اگر کوئی شخص کسی

marfat.com

Marfat.com

کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سفارش مان لی' یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے' اسے اطاعت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے' سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہم نشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لیے معافی چاہنے کی اجازت ہے' اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے' وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے' بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانہ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے' بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لیے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست وکشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں' ملک کے بست وکشاد اور نظم وضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں۔ ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی جرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی' اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے۔ اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے قبول شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت' خوف اور اندیشہ کے بغیر قبول شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں۔ (آل عمران: ۴۵)

مفسرین اخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الوجاهة في الدنيا النبوة وفي الاخرة الشفاعة یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایت القاضی ج ۳ ص ۵۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۲) شفاعت محبت

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو' محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضاجوئی اور ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے۔ دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محب' محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے۔ اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے' ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کرنے میں یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آ کر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آ کر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں' کیونکہ پیاری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے۔ یہ حال اس شخص سے پوچھا جاسکتا ہے جو محبت رکھتا

marfat.com
Marfat.com

ہو یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔
عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا۔ نقلی ثبوت ملاحظہ ہو' حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کم اشعث اغبر ذی طمرین لایؤبہ لہ لواقسم علی اللہ لابرہ۔

بہت سے گرد آلود بالوں والے' خاکسار جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۸۷' المستدرک ج ۳ ص ۲۹۱)

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار اللہ تعالیٰ کو کونسا رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟
ہاں بارگاہ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدس میں وارد ہوئی ہے:
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں) اور اگر وہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں اور میں جس کام کو کرنے والا ہوں اس میں کبھی اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں تاخیر کرتا ہوں کیونکہ وہ (بشری تقاضے سے) موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنا' ناپسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۶۱)

اس حدیث قدسی کی بنا کر محبوبان الٰہی کے قرب' عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہیے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو مستشفع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لیے اسی بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیے!
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے' نبی ہوں یا امتی' بادشاہ ہوں یا خدام' جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تاب مقابلہ نہیں ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے' کائنات میں تصرف فرماتا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر' نہ مددگار ہے نہ کارساز' اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے' کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا' نہ ہی کسی کی ناراضگی سے اس کے کارخانہ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔
ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے۔ ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ بعض کو برگزیدہ اور بارگاہ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود' ذلیل اور گمراہ کیا' دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی۔ ان میں سے ہر ایک کو بارگاہ الٰہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے' اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لیے سفارش کریں' اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لیے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلب گار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے' ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے' اور قول و فعل سے ان کی ایذاء رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے' چونکہ بارگاہ الٰہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص از راہ عناد یہ بات نہ مانے یا بدعقیدگی کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحاح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے' اور جو لوگ درپے ایذاء اور بے ادبی ہوئے وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہ الٰہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو' یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے' منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (حاشا و کلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

شفاعت اور دعا

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کی دلیل سنیے:

بارگاہ الٰہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے' اور دعا دو حال سے خالی نہیں' یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے۔ کارخانہ قضاء و قدر میں کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی' دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے' یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مقصد پورا کر دیتا ہے۔ مطالب عطا کر دیئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں' پہلی صورت باطل اور کتاب و سنت کی نصوص کے مخالف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ: ۱۰۳) — اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان و سکون کا سبب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لا یرد القضاء الا الدعاء — قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۲۸)

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ علماء دین کی تصانیف' حصن حصین وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں۔ انہیں دعاؤں کے جمع کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ دعا کی فضیلت' اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہ الٰہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے۔ جس سے نصوص قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ ثابت ہوا کہ دعا حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے۔

انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

اب غور فرمائیے! (۱) کہ کیا انبیاء اور عوام الناس اور اشقیاء' نیکوں اور بدکاروں' مقربانِ حضرتِ باری تعالیٰ اور مردودانِ بارگاہ' مومنین صالحین اور بدبخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا (۲) انبیاء و اولیاء' ابرار اور مومنین صالحین کی دعائیں عوام' اشقیاء' اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد کا ذریعہ ہوتی ہیں۔

پہلی شق باطل ہے چند دلیلیں ملاحظہ ہوں:

(۱) دلیل عقلی کہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت نیکوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے۔ انبیاء و اولیاء' ابرار و صالحین کو رحمت الٰہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس' اشقیاء' اشرار اور مفسدہ پردازوں کے برابر جاننا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیل سمعی: احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں' عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصول مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائے گا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہٰذا دوسری شق متعین ہوگئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت' قرب اور نیکی کی علامت ہے۔ ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوٓا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ. (التوبۃ: ۱۱۳)

اور نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبول شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت نہ فرمائی۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہٰذا اگر مقرب دربار الٰہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو اس کی شفاعت مقبول ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا . (طٰہٰ:۱۰۹)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف اس شخص شفاعت فائدہ دے گی جس کے لئے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول اس کو پسند ہوگا۔

(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دے گی)

(۳) شفاعت بالاذن

شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً اگر بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو پکڑ کر پیش کیا جائے کہ اس جیسے جرائم بادشاہ نے معاف کر دیئے ہیں۔ کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سامنے ایسے جرائم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیش نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے سفارش قبول کرلے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا' اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کسی کو ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہٰذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑا لے۔

شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ خود بخود از راہ مہربانی اس مجرم کے گناہ بخشنا چاہتا تھا۔ مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہٰذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو وہ نعمت شفاعت کا ناشکرا ہوگا۔

(تحقیق الفتویٰ ص ۸۳-۷۲' مطبوعہ بندیال' ۱۳۹۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

ہم اس سے پہلے علامہ فضل حق خیر آبادی سے شفاعت بالوجاہت کا معنی نقل کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً بہت عزت اور فضیلت عطا فرمائی ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہوئی عزت اور فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے ہم یہاں چند آیات پیش کر رہے ہیں:

(۱) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)
اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ. (الانفال:۳۳)
اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے در آں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

(۳) فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا. (البقرۃ:۱۴۴)
ہم آپ کا قبلہ وہی بنادیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۴) فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ: ١٣٠)

آپ دن کے اطراف میں نماز پڑھیے تاکہ آپ (اللہ ۔۔۔) راضی ہوں۔

(۵) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ: ۵)

آپ کا رب آپ کو عنقریب اس قدر دے گا کہ آپ را۔۔۔ ہو جائیں گے۔

(۶) عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ٧٩)

اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

(۷) الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ○ (الشعراء: ٢١٩-٢١٨)

وہ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے خواہ آپ قیام میں ہوں یا سجد۔۔۔ کرنے والوں میں پلٹ رہے ہوں۔

(۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سبا: ٢٨)

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا او۔۔۔ عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۹) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران: ٣١)

آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔۔۔ اللہ خود تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور۔۔۔ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(۱۰) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ○ (الفتح: ٣-١)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی ○ تاکہ اللہ۔۔۔ آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما۔۔۔ دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر۔۔۔ برقرار رکھے ○ اور اللہ آپ کی غالب مدد فرمائے ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ۔۔۔ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا اور میں کہتی تھی کیا عورت بھی اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الاحزاب: ٥١)

آپ کو اپنی ازواج کے متعلق اختیار ہے کہ آپ ان میں۔۔۔ سے جس کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔۔۔ اور جس زوجہ کو آپ نے مؤخر کیا تھا اگر آپ اس کو (پھر) طلب کر۔۔۔ لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

(یعنی آپ پر ازواج کے پاس باری باری جانا واجب نہیں ہے۔ آپ جس کے پاس چاہیں پہلے جائیں اور جس کے۔۔۔ پاس چاہیں بعد میں جائیں اور چاہیں تو بعد والی کے پاس پہلے چلے جائیں۔) تو میں نے کہا میں اس کے سوا کچھ نہیں دیکھتی کہ۔۔۔ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٧٨٨، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٤٦٤، سنن النسائی رقم الحدیث: ٣١٩٩، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٠٠٠، صحیح ابن حبان۔۔۔

marfat.com
Marfat.com

یث: ۶۳۶۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۷۶۵، عالم الکتب)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۷۶)

(۳) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو چن لیا اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا، اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۸۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۲، المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۱۶۱، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۶۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۱۳)

(۴) المطلب بن ابی وداعۃ نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن المطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہتر گروہ میں رکھا، پھر ان کے دو گروہ کیے اور مجھے سب سے اچھے گروہ میں رکھا، پھر اس گروہ کے قبائل بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلہ میں رکھا، پھر ان کے گھر بنائے اور مجھے سب سے اچھے گھر میں رکھا اور میں ان میں سے سب سے اچھا شخص ہوں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۱، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۷۱)

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے نکلوں گا، اور جب وہ وفد بنائیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا، اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے مکرم ہوں گا، اور فخر نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۰، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۹، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۴، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۲۴)

(۶) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں، اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں، حضرت آدم ہوں یا ان کے سوا جو نبی بھی ہو وہ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور میں سب سے پہلے (قبر کی) زمین سے نکلوں گا اور فخر نہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۵)

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ باہر نکلے حتیٰ کہ ان کے قریب پہنچ کر ان کی باتیں سننے لگے۔ ان میں سے بعض نے کہا تعجب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا اس سے زیادہ کیا تعجب ہوگا کہ حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا۔ ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، ایک اور نے کہا حضرت آدم کو اللہ نے چن لیا، پھر ان کے پاس آپ آئے اور ان کو سلام کر کے فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارا تعجب سنا کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح ہیں، اور موسیٰ اللہ سے کلام کرنے والے ہیں وہ اسی طرح ہیں، اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں

marfat.com

Marfat.com

وہ اسی طرح ہیں' اور آدم کو اللہ نے چن لیا ہے وہ اسی طرح ہیں۔ سنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور فخر نہیں ہے اور
قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور فخر نہیں ہے' اور قیامت کے دن میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے
اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور فخر نہیں ہے' اور میں ہی سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹانے
ہوں پس جنت کو میرے لیے کھول دیا جائے گا اور مجھ کو اس میں داخل کیا جائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں
گے اور فخر نہیں ہے' اور میں تمام اولین اور آخرین سے زیادہ مکرم ہوں اور فخر نہیں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۶)

(۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں' اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۹' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۷۶۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۸۳' ۳۲۰۵۵)

(۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ کے پاس آ کر اس کو کھلواؤں گا جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں میں کہوں گا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے آپ ہی کے لیے حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے میں کسی کے لیے دروازہ نہیں کھولوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (ابراہیم: ۳۶)

اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے سو جس شخص نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر ہے' اور جس نے میری نافرمانی کی تو' تو بہت بخشنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (المائدہ: ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! میری امت' میری امت' اور آپ رو پڑے' پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ' اور آپ کا رب خوب جاننے والا ہے' سو ان سے سوال کرو کہ ان کو کیا چیز رلاتی ہے؟ پس آپ کے پاس جبریل علیہ السلام گئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا جو انہوں نے دعا کی تھی' تب اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق علامہ نووی' علامہ آلوسی اور شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث میں آپ کی امت کے لیے عظیم بشارت ہے اور آپ کی

marfat.com
Marfat.com

کے لیے اس حدیث میں تمام احادیث سے زیادہ امید افزا کلمات ہیں اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا رتبہ ہے اور اللہ سبحانہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت لطف و کرم ہے اور جبریل السلام کو بھیج کر سوال کرنے کی حکمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کا اظہار ہے اور یہ بتانا ہے کہ آپ بہت بلند مقام پر ہیں کو راضی کیا جاتا ہے اور آپ کی وہ تکریم کی جاتی ہے جس سے آپ راضی ہوں اور یہ حدیث اللہ عزوجل کے اس قول کے ق ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اور ضرور عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (الضحیٰ: ۵)

اور اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے: اور ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض گنہگار مسلمانوں معاف کر دیتا اور باقی مسلمانوں کو دوزخ میں ڈال دیتا تو بعض کو معاف کر دینے سے آپ راضی تو ہو جاتے لیکن باقی لمانوں کو دوزخ میں داخل کرنے سے آپ رنجیدہ ہوتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے بلکہ م مسلمانوں کو نجات دے دیں گے۔ واللہ اعلم۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ "ولسوف یعطیک ربک فترضٰی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے وعدہ کریمہ ہے جو ان چیزوں کو شامل ہے جو اس نے آپ کو دنیا میں عطا فرمائی ہیں کہ آپ کی ت کو کامل بنایا ہے اور آپ کو اولین اور آخرین کے علوم عطا فرمائے ہیں آپ کے زمانہ اور آپ کے خلفاء کے زمانہ کی حات سے آپ کے دین کو ظہور اور غلبہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی دعوت کو زمین کے مشارق اور مغارب میں پھیلا دیا ہے اور خرت میں اللہ عزوجل نے آپ کے لیے ان عزتوں اور کرامتوں کو ذخیرہ کیا ہوا ہے جن کی تفصیل کو وہ خود ہی جانتا ہے۔

امام ابن المنذر امام ابن مردویہ اور امام ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حرب بن شریح نے امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن علیہ لام سے پوچھا کہ یہ بتائیے شفاعت کی جو حدیث اہل عراق بیان کرتے ہیں کیا وہ برحق ہے؟ انہوں نے کہا ہاں خدا کی قسم! محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث بیان کی ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت لیے شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب ندا کرے گا اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے میں کہوں گا ہاں اے میرے رب! میں ی ہو گیا۔

علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے کہا ہے کہ اس آیت میں دنیا اور آخرت کی رضا کا عموم مراد لینا زیادہ بہتر ہے نتد کہ آخرت کی نعمتوں کا مرتبہ دنیا کی نعمتوں سے بہت زیادہ ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۵۳)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کی کل امت جنت داخل ہو۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث: ۱۴۴۵)

خطیب بغدادی نے تلخیص المتشابہ میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے پ کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو۔

وہ احادیث ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر عظیم شفقت رحمت اور ان کی مغفرت کی حرص معلوم ہوتی

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ (روح المعانی جز ٣٠ ص ٢٨٩ ـ ٢٨٧ ملخصاً' البحر المحیط ج ١٠ ص ٣٩٦' الدر المنثور ج ٨ ص ٥٤٣-٥٤٢)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التوفی ٧٢٨ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (الاحزاب: ٦٩) وہ اللہ کے نزدیک وجاہت اور عزت والے تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ (آل عمران: ٤٥) وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت والے اور مقربین میں تھے۔

اور جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجاہت والے تھے تو وہ صاحب وجاہت کیوں نہ ہوں گے جو تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور مقام محمود والے ہیں' جن پر اولین اور آخرین رشک کریں گے' حوض کوثر کے وارث ہیں' وہ قیامت کے دن اس وقت شفاعت کریں گے جب حضرت آدم اور اولوالعزم نبی' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ شفاعت سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور آپ آگے بڑھ کر شفاعت کریں گے' اور آپ ہی صاحب اللواء ہیں۔ حضرت آدم اور ان کے ماسوا سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور آپ ہی تمام انبیاء کے امام ہیں اور ان کے وفد کے خطیب ہیں۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ا ص ٢٢٣' مطبوعہ دار الجیل' ١٤١٨ھ)

شفاعت کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ١٣٩٩ھ لکھتے ہیں:

یہاں وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ شفاعت پر یہ پابندی کیوں ہے فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء' کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے اور نہیں ہوسکتا کہ کس کا ریکارڈ کیسا ہے۔ کون دنیا میں کیا کرتا رہا ہے اور اللہ کی عدالت میں کس سیرت و کردار اور کیسی کیسی ذمہ داریوں کے بار لے کر آیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کو ہر ایک کے پچھلے کارناموں اور کرتوتوں کا بھی علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اب اس کا موقف کیا ہے۔ نیک ہے تو کیسا نیک ہے اور مجرم ہے تو کس درجے کا مجرم ہے۔ معافی کے قابل ہے یا نہیں۔ پوری سزا کا مستحق ہے یا تخفیف اور رعایت بھی اس کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء اور صلحاء کو سفارش کی کھلی چھٹی دے دی جائے اور ہر ایک جس کے حق میں جو سفارش چاہے کر دے۔ ایک معمولی افسر اپنے ذرا سے محکمے میں اگر اپنے ہر دوست یا عزیز کی سفارشیں سننے لگے تو چار دن میں سارے محکمے کا ستیاناس کر کے رکھ دے گا۔ پھر بھلا زمین و آسمان کے فرمانروا سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کے ہاں سفارشوں کا بازار گرم ہوگا' اور ہر بزرگ جا جا کر جس کو چاہیں گے بخشوا لائیں گے' درآنحالیکہ ان میں سے کسی بزرگ کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ جن لوگوں کی سفارش وہ کر رہے ہیں ان کے نامۂ اعمال کیسے ہیں۔ دنیا میں جو افسر کچھ بھی احساس ذمہ داری رکھتا ہے اس کی روش یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کا کوئی دوست اس کے کسی قصور وار ماتحت کی سفارش لے کر جاتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ آپ کو خبر نہیں ہے کہ یہ شخص کتنا کام چور' نافرض شناس' رشوت خوار اور خلق خدا کو تنگ کرنے والا ہے' میں اس کے کرتوتوں سے واقف ہوں۔ اس لیے آپ براہِ کرم مجھ سے اس کی سفارش نہ فرمائیں۔ اسی چھوٹی سی مثال پر قیاس کر کے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں شفاعت کے متعلق جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے وہ کس قدر صحیح' معقول اور مبنی بر انصاف ہے۔ خدا کے ہاں شفاعت کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ نیک بندے جو دنیا میں خلق خدا کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرنے کے عادی تھے انہیں آخرت میں بھی ہمدردی کا حق ادا کرنے کا موقع دیا جائے گا

marfat.com
Marfat.com

دن وہ سفارش کرنے سے پہلے اجازت طلب کریں گے اور جس کے حق میں اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی اجازت دے گا صرف اسی کے حق میں وہ سفارش کر سکیں گے۔ پھر سفارش کے لیے بھی شرط یہ ہوگی کہ وہ مناسب اور مبنی برحق ہو۔ جیسا کہ وقال صوابا (اور بات ٹھیک کہے) کا ارشاد ربانی صاف بتا رہا ہے بونگی سفارشیں کرنے کی وہاں اجازت نہ ہوگی کہ ایک شخص دنیا میں سینکڑوں ہزاروں بندگان خدا کے حقوق مار آیا ہو اور کوئی بزرگ اٹھ کر سفارش کر دیں کہ حضور اسے انعام سے سرفراز فرمائیں یہ میرا خاص آدمی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۲۸۔ ۱۲۶ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۸۳ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریہ شفاعت پر بحث ونظر اور قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا علم

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے شفاعت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس اقتباس میں سید مودودی نے تین باتیں غلط لکھی ہیں ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام جن کی شفاعت کریں گے انہیں ان کے ایمان اور اعمال کا علم نہیں ہوگا۔ دوسری یہ کہ انہوں نے فرض کر لیا ہے کہ ہر شخص کی شفاعت کے لیے اس کے متعلق اذن مخصوص لینا ضروری ہے اور تیسری یہ کہ جو شخص غلط کار بدکار اور گنہگار ہوگا اس کی شفاعت نہیں کی جائے گی۔

سید مودودی نے اللہ تعالیٰ کو سرکاری افسر پر اور انبیاء کرام کو اس کے دوستوں پر قیاس کیا ہے اور یہ فرض کر لیا ہے کہ انبیاء کرام اور خصوصاً سید الانبیاء وسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں ہوگا کہ جن کی وہ شفاعت کر رہے ہیں انہوں نے کیسی زندگی گزاری تھی اور ان کا کیا عقیدہ تھا اور یہ عقیدہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں باطل ہے۔ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے نیک ہونے اور ان کی شہادت کے برحق اور صادق ہونے کی شہادت دیں گے اور ظاہر ہے کہ بغیر علم کے شہادت دینا صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن نوح کو بلایا جائے گا وہ کہیں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے ہاں پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا آیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نوح سے فرمائے گا تمہارے حق میں کون گواہی دے گا وہ کہیں گے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت۔ پھر وہ گواہی دیں گے کہ نوح نے تبلیغ کی تھی اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۷ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۶۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۵۴ مسند احمد ج ۳ ص ۹ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۷۳ کتاب الاسماء والصفات ص ۲۱۶)

مشہور مفسر قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ جب شہادت کے بعد "علیٰ" کا ذکر ہو تو اس کا معنی عربی قواعد کے مطابق کسی کے خلاف گواہی دینا ہوتا ہے اور یہاں مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حق میں ان کے نیک ہونے اور ان کی شہادت کے صادق اور برحق ہونے کی شہادت دیں۔ پس قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

اس آیت میں شہید کا لفظ رقیب اور مہیمن (نگہبان) کے معنی کو متضمن ہے اور "علیٰ" کا لفظ شہادت کا صلہ نہیں ہے بلکہ

marfat.com

Marfat.com

رقیب کا صلہ ہے اور اس کا معنی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نگہبان اور ان کے احوال پر مطلع ہیں۔

علامہ احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ قاضی بیضاوی کی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب شہادت کا صلہ "علی" ہو تو اس کا معنی کسی کے خلاف شہادت دینا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت امت کے حق میں ہوگی کیونکہ آپ ان کی شہادت کا تزکیہ کریں گے یعنی ان کی شہادت کو برحق قرار دیں گے۔ علامہ بیضاوی نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہاں شہید کا لفظ رقیب اور مھیمن کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ جو شخص کسی کا تزکیہ کرتا ہے وہ اس کے احوال کو جاننے والا ہوتا ہے۔ (عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی ج ٢ ص ٢١٢، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٧ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ١٢٣٩ھ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں اس لیے امت کے دنیاوی امور میں آپ کی گواہی بہ حق شرع مقبول اور واجب العمل ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے زمانہ کے حاضرین مثلاً اصحاب و ازواج و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس و مہدی اور مقتول دجال کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ کے حاضر و غائب لوگوں کے عیوب و قبائح بیان فرمائے ہیں، ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ تاکہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی (فارسی) ج ١ ص ٦٣٦، مطبوعہ ہند)

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ اور مستند اور مسلم مفسرین نے جو اس کی تفسیر کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ایمان اور اس کے درجات کا اور ان کے اعمال کا علم ہوگا۔ اس کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں بھی اس پر دلیل ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے نیک اور بد، میں نے نیک اعمال میں یہ (عمل) پایا کہ راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دی جائے اور برے اعمال میں یہ پایا کہ مسجد میں ناک کی رینٹ ڈال دی جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٥٣، سنن ابی ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٨٣، مسند احمد ج ٥ ص ١٨٠-١٧٨، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ١٣٠٨)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس امت سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض فرما لیتا ہے، اور اس کو ان کے لیے صالح پیش رو اور ان کی خیر اور فلاح کا منتظم بنا دیتا ہے اور وہ ان کے حق میں نیکی کی گواہی دیتا ہے، اور جب اللہ کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو نبی کی زندگی میں اس امت کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس کو ہلاک کر کے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے کیونکہ انہوں نے نبی کی تکذیب کی تھی اور اس کی نافرمانی کی تھی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٢٨٨، المسند الجامع رقم الحدیث: ٨٩٢٨، البدایہ والنہایہ ج ٣ ص ٢٥٧-٢٥٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے احادیث بیان کی جاتی ہیں، اور میری وفات (بھی) تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے

marfat.com
Marfat.com

اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں میں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۵ الوفاص ۸۱۰ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۷۱)

ان کے علاوہ بعض دیگر احادیث میں ایسے واقعات مذکور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو امت کے احوال اور اعمال کا علم ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ میں سے گزرے۔ آپ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت دشوار ہو' پھر فرمایا کیوں نہیں! ان میں ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا نصب کر دیا۔ آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷)

ہر شخص کی شفاعت کے لیے مخصوص اذن لینا ضروری نہیں

یہ دونوں قبر والے مسلمان تھے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ان کے کیا گناہ ہیں اور ان کو کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے' اور آپ نے اپنے عمل سے ان کی شفاعت کی اور آپ کی اس شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح عذاب کو بالکلیہ ساقط کرنے کے لیے شفاعت کی جاتی ہے اسی طرح عذاب میں تخفیف کے لیے بھی شفاعت کی جاتی ہے' اور اس حدیث سے نہایت اہم چیز یہ معلوم ہوئی کہ ہر شخص کی شفاعت کے لیے مخصوص اذن لینا ضروری نہیں ہے۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اذن سے یہاں مراد شفاعت کرنے کا حکم دینا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اشفع تشفع آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' یا علم ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرے گا) یا شفاعت پر قدرت دینا ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر شفاعت کریں (یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء' اولیاء اور صلحاء کو گنہگار کی شفاعت پر قادر کر دیا ہے)۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۱۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے اس کی مثال قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (محمد: ۱۹) اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش طلب کریں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لیے استغفار کریں۔

جنگ اُحد میں جو صحابہ آپ کے منع کرنے کے باوجود احد پہاڑ کے درہ سے ہٹ گئے تھے ان کے متعلق عمومی حکم فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ. (آل عمران: ۱۵۹) سو آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ. (النور: ۶۲) اور ان مسلمانوں کے لیے اللہ سے بخشش طلب کیجئے۔

marfat.com

Marfat.com

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ (الممتحنہ: ۱۲) اور ان مسلمان عورتوں کے لیے اللہ سے بخشش طلب کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمان گنہگاروں کی شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہر ایک کے لیے مخصوص اذن کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ پھر نبی اپنی امتوں کے ساتھ گزر رہے تھے ایک نبی کے ساتھ ایک گروہ تھا۔ ایک نبی کے ساتھ دس نفر تھے۔ ایک نبی کے ساتھ پانچ تھے اور ایک نبی کے ساتھ صرف ایک امتی تھا۔ پھر میں نے دیکھا تو بہت لوگ نظر آئے میں نے کہا اے جبریل یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا لیکن آپ آسمان کے کناروں کو دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت تھی۔ جبریل نے کہا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے آگے ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جن پر نہ حساب ہوگا نہ عذاب ہوگا' میں نے پوچھا کیوں تو کہا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگوائیں گے نہ دم کرائیں گے نہ فال نکالیں گے یہ صرف اپنے رب پر ہی توکل کریں گے۔ پھر آپ کی طرف عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے آپ نے کہا اے اللہ اس کو ان میں سے کر دے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۸۱۹' عالم الکتب)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذن مخصوص کے حضرت عکاشہ کی شفاعت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم مؤذن (کی اذان) کو سنو تو اس کی مثل (کلمات اذان) کہو' پھر مجھ پر صلوٰۃ پڑھو۔ کیونکہ جو مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلاتیں پڑھتا ہے۔ پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک بلند مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں' سو جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۷۸)

اس حدیث میں شفاعت کا استحقاق بیان فرمایا ہے اور اس میں بھی اذن مخصوص کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ کامیاب وہ شخص ہوگا جس نے اخلاص قلب کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۸۴۵)

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان کلمہ پڑھتے ہی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی اذن مخصوص حاصل کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے کلمہ پڑھنے والوں اور موحدین کے لیے انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کا اذن بلکہ حکم دیا ہے اور کسی کلمہ پڑھنے والے موحد کے لیے الگ سے اذن شفاعت حاصل کرنا ضروری نہیں ہے تاہم بعض احادیث میں اذن لینے کا بھی ذکر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے' قیامت کے دن سب نبیوں کے پاس جانے کے بعد لوگ میرے پاس آئیں گے سو میں اپنے رب سے اذن طلب کروں گا پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اپنا سر اٹھائیے' سوال کیجئے عطا کیا جائے گا کہیے سنا جائے گا شفاعت کیجئے' شفاعت قبول کی جائے گی۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳)

marfat.com
Marfat.com

گناہ کبیرہ کی شفاعت کے جواز اور وقوع پر قرآن اور حدیث سے دلائل

اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر اور مشرک کی شفاعت نہیں کی جائے گی لیکن گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت میں اختلاف ہے۔ معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ان کی شفاعت نہیں کی جائے گی اور اہل سنت کے نزدیک ان کی شفاعت کی جائے گی۔ سید ابوالاعلیٰ نے لکھا ہے:

دنیا میں جو افسر کچھ بھی احساس ذمہ داری رکھتا ہے اس کی یہ روش ہوتی ہے کہ اگر اس کا کوئی دوست اس کے کسی قصوروار ماتحت کی سفارش لے کر جاتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ آپ کو خبر نہیں ہے کہ یہ شخص کتنا کام چور' نا فرض شناس' رشوت خور اور خلق خدا کو تنگ کرنے والا ہے میں اس کے کرتوتوں سے واقف ہوں اس لیے آپ براہ کرم مجھ سے اس کی سفارش نہ فرمائیں۔ الخ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۲۷)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جتنے گناہ گنوائے ہیں وہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کبیرہ کی شفاعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ گناہ کبیرہ کی شفاعت قبول کرنے کی بشارت دی ہے' فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آ جاتے پھر وہ اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا پاتے۔

واضح رہے کہ اپنی جان پر ظلم کرنا گناہ کبیرہ ہے جیسے نماز نہ پڑھنا' رشوت لینا اور دیگر حرام کام کرنا' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شفاعت قبول کرنے کی بشارت دی ہے۔ اور حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والوں) کے لیے ہوگی۔ امام ترمذی نے کہا اس سند سے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (صغائر نیک کام کرنے اور کبائر سے بچنے کی وجہ سے بغیر شفاعت کے محض اللہ کے فضل سے معاف ہو جاتے ہیں)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۹' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت کی نفی پر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء: ۳۸)

جس دن جبریل کھڑے ہوں گے اور فرشتے صف باندھے ہوئے اس دن صرف وہی بات کر سکے گا جسے رحمٰن نے اذن دیا ہو اور اس نے درست بات کہی ہو۔

سید مودودی لکھتے ہیں:

پھر سفارش کے لیے بھی یہ شرط ہوگی کہ وہ مناسب اور مبنی برحق ہو جیسا کہ وقال صوابا (اور بات ٹھیک کہے) کا ارشاد ربانی صاف بتا رہا ہے بونگی سفارشیں کرنے کی وہاں اجازت نہ ہوگی' کہ ایک شخص دنیا میں ہزاروں بندگان خدا کے حقوق مار آیا ہو اور کوئی بزرگ اٹھ کر سفارش کر دیں کہ حضور اسے انعام سے سرفراز فرمائیں یہ میرا خاص آدمی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۲۷)

سفارش کی صرف ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ کافر اور مشرک کی سفارش نہیں ہوگی اور جو شخص دنیا میں ہزاروں بندگان خدا کے حقوق مار آیا ہو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اس کی سفارش ہو سکتی ہے۔ امام رازی اور علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں

marfat.com
Marfat.com

لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ صرف اس کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت کی رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس نے درست بات کہی ہو۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہ گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے کیونکہ انہوں نے درست بات کہی ہے اور وہ ہے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا اور یہ سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ سچی بات ہے۔ (تفسیر کبیر ج ١١ ص ٢٥) علامہ آلوسی نے بھی تقریر حضرت ابن عباس اور عکرمہ کے حوالہ سے کی ہے' روح المعانی جز ٣٠' ص ٣٥)

جو شخص ہزاروں آدمیوں کے حقوق مار آیا ہو اس کی شفاعت کو سید ابوالاعلیٰ نے بونگی شفاعت کہا ہے' ان کے اس قول کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے' پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں۔ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں' اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیئے' پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا۔ اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! جاؤ' فلاں' فلاں جگہ پر جاؤ' وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے' وہ شخص روانہ ہوا' جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا' اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا' رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا' اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا' پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا' انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنالیا' اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیائش کرو' وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ جب انہوں نے پیائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا' پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا' حسن نے بیان کیا ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٤٧٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٧٦٦' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٦٢٢)

اور جب سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت ہو سکتی ہے تو سو آدمیوں کے قاتل کی شفاعت بھی ہو سکتی ہے اور اس شفاعت کو بونگی شہادت کہنا قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے (جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا) فرمایا "تو دور ہو جا" اور اس زمین سے (جہاں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں کی بستی تھی) فرمایا "تو قریب ہو جا"

(صحیح مسلم' کتاب التوبہ باب: ٨' رقم حدیث الباب: ٤٨' الرقم المسلسل: ٦٨٧٧)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کا خود شفاعت کرنا تو بڑی چیز ہے' اگر سو آدمیوں کا قاتل صرف ان کی بستی کا رخ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اولیاء اللہ کی اس قدر وجاہت ہے کہ وہ اس قاتل کو معاف فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے بستی کی جانب کی زمین کو قریب ہونے اور اس کے مقابل زمین کو دور ہونے کا حکم دیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ زمین کی واقعی پیائش اور فاصلوں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن اولیاء اللہ کی طرف جانے والوں کو محروم نہیں کیا جا سکتا' ابھی تو سو آدمیوں کے

marfat.com
Marfat.com

قاتل نے اللہ کے دوستوں کی شفاعت بالفعل حاصل نہیں کی تھی صرف ان کی شفاعت کے حصول کا قصد کیا تھا تو بخش دیا گیا اگر وہ عبادت گزار نیک بندے اس کی شفاعت کر دیتے تو اس کی بخشش کا کیا ٹھکانا ہوتا' اور جب سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت کی شفاعت ہو سکتی ہے تو ہزار آدمیوں کے قاتل کی مغفرت کی بھی شفاعت ہو سکتی ہے اور یہی وہ شفاعت ہے جس کو سید مودودی نے لکھا ہے کہ یہ بونگی شفاعت ہے' اور اس شفاعت کو بونگی شفاعت کہنا قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کا مذاق اڑانا ہے' بہر حال آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ شفاعت کے متعلق سید ابو الاعلیٰ مودودی کا نظریہ وہی ہے جو خوارج اور معتزلہ کا نظریہ تھا اور یہ نظریہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور باطل اور مردود نظریہ ہے۔

شفاعت کے متعلق علماء اہل سنت کا نظریہ

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت کرنا جائز ہے کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ معاف ہو جاتے ہیں نیز تواتر سے منقول ہے کہ اہل کبائر کی شفاعت ہوگی اور شفاعت کے عموم پر اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (محمد: ۱۹) اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

اور اصل شفاعت نص اور اجماع سے ثابت ہے اور معتزلہ کے نزدیک توبہ کے بعد عذاب نہیں ہوتا' اور کبیرہ سے اجتناب کے بعد کوئی صغیرہ نہیں رہتا پس متعین ہو گیا کہ شفاعت کبائر کو ساقط کرنے کے لیے ہوتی ہے' معتزلہ نے شفاعت کی نفی پر اس قسم کی آیات سے استدلال کیا ہے:

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (البقرۃ: ۴۸) اس دن کسی نفس سے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (المومن: ۱۸) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (آل عمران: ۱۹۲) اور ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں کفار کی شفاعت کی نفی کی گئی ہے' ثانیاً اگر ان کو مرتکب کبیرہ کے لیے بھی فرض کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ان کی شفاعت قبول نہ ہو اور آخرت میں قبول ہو' اور محشر میں کئی احوال ہوں گے ہو سکتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ جلال میں ہو اس وقت ان کی شفاعت قبول نہ ہو اور بعد میں قبول ہو جائے۔

معتزلہ نے کہا خصوصیت کے ساتھ مرتکب کبیرہ کے لیے شفاعت نہ ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸) وہ صرف ان کی شفاعت کریں گے جن سے اللہ راضی ہے۔

اور اللہ گناہ کبیرہ کرنے والے سے راضی نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بھی ایمان اور کلمہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

مرتکب کبیرہ کے لئے شفاعت نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے:

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا (المومن: ۷) ان کے لیے بخشش کی دعا کیجئے جنہوں نے توبہ کی ہے۔

اور جو فاسق بغیر توبہ کے مر گیا' اس آیت میں اس کے لیے شفاعت کی نفی کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ان کے لیے شفاعت کیجئے جنہوں نے شرک اور کفر سے توبہ کی ہے' اور اس آیت میں گناہ کبیرہ سے توبہ مراد نہیں ہے'

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ دوسری آیات سے ان کے لیے شفاعت ثابت ہے۔

معتزلہ کے نزدیک شفاعت کے ثبوت کی جو آیات ہیں وہ اطاعت کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے درجات بلند کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں' اور ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے گناہ ساقط کرنے کے لیے شفاعت کرنا جائز ہے۔ خواہ یہ شفاعت میدان محشر میں ہو یا دوزخ میں دخول کے بعد ہو' کیونکہ مشہور بلکہ متواتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرتکبین کبیرہ کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والوں) کے لیے ہوگی۔ امام ترمذی نے کہا اس سند سے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤٣٥' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٣٩' مسند البزار رقم الحدیث: ٣٤٦٩' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ٣٢٨٤' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٤٦٨' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٨٥١٣' المستدرک ج ١ ص ٦٩' مسند احمد ج ٣ ص ٢١٣)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے (اس حدیث کے راوی) محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت جابر نے کہا اے محمد! جو شخص اہل کبائر سے نہ ہو اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤٣٦' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣١٠' مسند ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ١٦٦٩' الشریعۃ للآجری ص ٣٣٨' حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ٢٠٠)

اور توبہ کے بعد عذاب کو ترک کر دینا معتزلہ کے نزدیک واجب ہے' پھر جن آیات میں شفاعت کا ذکر کیا ہے ان کا کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ درجات کی بلندی کوئی خاص فائدہ نہیں ہے اور صغائر ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں اس لیے شفاعت کی آیات کو کبائر کی معافی پر محمول کرنا ہی لائق ہے۔

ہر چند کہ ہم تبیان القرآن کی اسی جلد میں الکہف: ٤٩ کی تفسیر میں گناہ کبیرہ کے متعلق تفصیل سے لکھ چکے ہیں' لیکن علامہ تفتازانی نے اس بحث میں کبائر کا بھی ذکر کیا ہے اس لیے ہم اس کو بھی نقل کر رہے ہیں۔

گناہ کبیرہ اس معصیت کو کہتے ہیں جو دین کے ساتھ بے پرواہی برتنے کی خبر دیتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس معصیت پر شارع نے خصوصیت کے ساتھ وعید سنائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ شرک' قتل ناحق' پاک دامن کو تہمت لگانا' زنا' میدان جہاد سے بھاگنا' جادو کرنا' یتیم کا مال کھانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' حرم میں کوئی گناہ کرنا' سود کھانا' چوری کرنا اور شراب پینا یہ تمام کام گناہ کبیرہ ہیں۔ (ہمارے نزدیک مختار تعریف یہ ہے کہ فرض کو ترک کرنا اور حرام کا ارتکاب کرنا گناہ کبیرہ ہے اور واجب کو ترک کرنا اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنا گناہ صغیرہ ہے۔)

(شرح المقاصد ج ٥ ص ١٦١-١٥٧' ملخصاً وموضحاً' مطبوعہ منشورات الشریف' قم' ایران' ١٤٠٩ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شفاعت کرنا عقلاً جائز ہے اور دلائل سمعیہ کے اعتبار سے شفاعت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ○ (طٰہٰ: ١٠٩)

اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کو رحمن نے اجازت دی ہو اور اس کے قول سے وہ راضی ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى اور وہ صرف اس کی شفاعت کریں گے جس سے وہ راضی ہوگا۔ (الانبیاء: ۲۸)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کے متعلق اس کثرت سے احادیث فرمائی ہیں جو معنیً متواتر ہیں' اور آثار صحابہ اور ان کے بعد تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ میدان حشر میں مسلمان گنہ گاروں کی شفاعت کی جائے گی۔ خوارج اور معتزلہ نے شفاعت کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مسلمان گنہ گار دائماً دوزخ میں رہیں گے' اور ان کا استدلال ان آیات سے ہے: فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (المدثر: ۴۸) مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (المؤمن: ۱۸) حالانکہ یہ آیات کفار کے متعلق ہیں۔ وہ شفاعت کی احادیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ شفاعت درجات میں بلندی کے لیے ہوگی لیکن ان کی یہ تاویل باطل ہے اور شفاعت کی آیات اور احادیث میں یہ صراحت ہے کہ جو مسلمان دوزخ کا مستحق ہو چکا ہوگا اس کے لیے شفاعت کی جائے گی۔ تاہم شفاعت کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) ایک شفاعت ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور یہ میدان محشر کے خوف اور دہشت سے راحت پہنچانے اور حساب اور کتاب جلد شروع کرانے کے لیے ہوگی۔

(۲) مسلمانوں کے ایک گروہ کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرنے کے لیے آپ شفاعت کریں گے اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) جو مسلمان دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے ان کے لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت کریں گے' اور دیگر انبیاء اور صلحاء بھی۔

(۴) جو گنہگار مسلمان دوزخ میں داخل کر دیئے گئے ہوں گے' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور ملائکہ کی شفاعت سے اور ان کے مسلمان بھائیوں کی شفاعت سے' پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو' حدیث میں ہے کفار کے سوا دوزخ میں کوئی نہیں رہے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴)

(۵) اہل جنت کے درجات کی بلندی کے لیے شفاعت کی جائے گی۔ معتزلہ اس قسم کا اور پہلی قسم کا انکار نہیں کرتے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نقل متواتر سے یہ ثابت ہے کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سوال کرتے تھے اور آپ کی شفاعت کے حصول میں رغبت کرتے تھے' اس لیے ان لوگوں کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے جو شفاعت کا سوال کرنے سے منع کرتے' ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شفاعت تو گناہگاروں کے لیے کی جائے گی سو جو شخص اپنے لیے شفاعت کا سوال کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو گناہگار قرار دیتا ہے' ان لوگوں کا اس دلیل سے شفاعت کے سوال کو منع کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شفاعت گناہگاروں کے لیے کی جائے گی اسی طرح شفاعت تخفیف حساب کے لیے بھی کی جائے گی اور درجات کی بلندی کے لیے بھی کی جائے گی' پھر ہر صاحب عقل اپنی تقصیر کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہوتا ہے اور اپنے اعمال پر مغرور نہیں ہوتا اور ان کو لائق شمار نہیں گردانتا' اور اس سے ڈرتا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جائے' اور جو شخص اس وجہ سے شفاعت کے حصول کی دعا سے منع کرتا ہے کہ جب وہ کہے گا: اے اللہ! مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرما تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہگار قرار دے رہا ہے تو پھر اس شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا بھی نہ کیا کرے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۱۰۲۵-۱۰۲۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com

Marfat.com

شفاعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

انبیاء علیہم السلام کی شفاعت

حضرت نوح علیہ السلام

(١) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا (نوح: ٢٨)

اے میرے رب! میری' میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

(٢) رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: ٤١)

اے ہمارے رب! روز حشر میری' میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

(٣) سَاَسْتَغْفِرُلَکَ رَبِّیْ اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا ○ (مریم: ٤٧)

میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا' وہ مجھ پر مہربان ہے۔

(٤) اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ (الممتحنہ: ٤)

مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کے لیے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

(٥) فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (ابراہیم: ٣٦)

جو میرا پیروکار ہے' وہ میرا ہے' اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(٦) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ (الاعراف: ١٥١)

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

(٧) سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یوسف: ٩٨)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا' لاریب وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

(٨) لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ (یوسف: ٩٢)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(٩) اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (المائدہ: ١١٨)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو' تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت

(١٠) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں' اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور

marfat.com
Marfat.com

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)

آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۱۱) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد: ۱۹)

اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

(۱۲) فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ. (آل عمران: ۱۵۹)

ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے

(۱۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت

(۱۴) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. (المومن: ۷)

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔

(۱۵) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء: ۳۸)

جس دن جبریل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ صحیح بات کرے گا۔

(۱۶) وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء: ۲۸)

اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

(۱۷) فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ (المومن: ۷)

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

(۱۸) رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المومن: ۸)

اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء' ازواج اور اولاد میں سے صالح ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما' لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۱۹) وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (المومن: ۹)

اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا' شفاعت کا ان کے لیے نفع آور نہ ہونا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہونا اور اس محرومی پر ان کی حسرت (اگر مسلمانوں کو بھی کسی کی نصرت اور شفاعت حاصل نہ ہو تو کفار کے لیے محرومی باعث حسرت نہ ہوگی کیوں کہ وہ کہیں گے کہ مسلمان بھی اس محرومی میں ان کے ساتھ ہیں۔)

marfat.com

Marfat.com

(٢٠) فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ○ (المدثر: ٤٨)
کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی۔

(٢١) فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا. (الاعراف: ٥٣)
تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟ جو ہماری شفاعت کریں۔

(٢٢) فَهَلْ لَّنَا مِنْ شَافِعِينَ ○ (الشعراء: ١٠٠)
تو کیا ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں؟

(٢٣) لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُونِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ (الانعام: ٥١)
تو اللہ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

(٢٤) مَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ ○ (الغافر: ١٨)
کفار کے لیے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

شفاعت کے متعلق چالیس احادیث

(١) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے لیے شفاعت کریں' آپ نے فرمایا میں کرنے والا ہوں' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا' میں نے عرض کیا اگر میں صراط پر آپ سے ملاقات نہ کرسکوں! آپ نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا' میں نے عرض کیا اگر میں میزان کے پاس آپ سے ملاقات نہ کرسکوں' فرمایا پھر تم مجھے حوض کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٨)

(٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے۔ پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٣٠٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٩٩' مسند احمد ج ٢ ص ٤٨٦' موطا امام مالک رقم الحدیث: ١٤٩' سنن دارمی رقم الحدیث: ٢٨٠٩' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٦٠٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٠٧)

(٣) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والوں) کے لیے ہوگی (صغائر کی مغفرت' کبائر سے اجتناب اور نیک کام کرنے کی وجہ سے بغیر شفاعت کے محض اللہ کے فضل سے ہو جائے گی)۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٧٣٩' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤٣٥' مسند احمد ج ٣ ص ٢١٣)

(٤) حضرت جابر نے کہا جس شخص کے کبیرہ گناہ نہ ہوں اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے!

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣١٠' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤٣٦)

(٥) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کردی جائے' تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا' اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس

marfat.com
Marfat.com

نے شرک نہ کیا ہو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۶)

(۶) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمیین رکھا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۰۰)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے پیروکار تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۱)

(۸) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں' اور اس دن ہر نبی خواہ آدم ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' اور میں سب سے پہلے (قبر کی) زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں' فرمایا اس دن لوگ تین بار خوف زدہ ہوں گے پھر وہ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ ہمارے باپ آدم ہیں آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' وہ کہیں گے میں نے ایک (ظاہری) گناہ کیا ہے' میں اس کی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا۔ لیکن تم نوح کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے' پس وہ کہیں گے میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے' لیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے بے شک میں نے تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی کسی رخصت کو حلال کیا' لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے بے شک میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا' لیکن تم عیسیٰ کے پاس جاؤ' پھر وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے بے شک میری اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے لیکن تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ آپ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے۔ پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔ حضرت انس نے کہا گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ نے فرمایا میں جنت کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔ پس کہا جائے گا' یہ کون ہے؟ پھر کہا جائے گا یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' وہ مجھے مرحبا مرحبا کہیں گے' پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا' پس اللہ مجھے حمد اور ثنا الہام فرمائے گا' مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے' آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' اور آپ کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

(بنی اسرائیل: ۷۹)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

فائدہ: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عذر پیش کیا کہ ان کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے۔ اگر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی تو آپ بھی یہ عذر پیش کرتے اور شفاعت نہ کرتے'

marfat.com

Marfat.com

لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور شفاعت فرمائی' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ سے مدد طلب کرنا' دور سے آپ کو پکارنا' یا رسول اللہ کہنا' ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کی عبادت نہیں ہے' اسی طرح آپ کو صفاتی نور ماننا' آپ کے لیے علم غیب ماننا' آپ کو شافی الامراض اور دافع البلاء ماننا اور آپ کو مختار ماننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے آپ تمام روئے زمین کو دیکھتے ہیں اور ہر جگہ سے سنتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی شرک نہیں ہے' ورنہ یہ لازم آئے گا کہ آپ کو بھی حضرت عیسیٰ کی طرح اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا گیا ہو اور اللہ کو چھوڑ کر آپ کی عبادت کی گئی ہو' اور اگر ایسا ہوتا تو آپ بھی لوگوں کی شفاعت نہ کرتے اور حضرت عیسیٰ کی طرح عذر فرما دیتے لیکن ایسا نہیں ہوا پس واضح ہو گیا کہ ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں ہے۔

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں' پھر قریش اور انصار میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوں' پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی' پھر باقی عرب' پھر عجم اور جو اولوالفضل ہیں میں ان کی پہلے شفاعت کروں گا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۵۵۰' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۳۸)

(۱۰) عبدالملک بن عباد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت میں پہلے اہل مدینہ' اہل مکہ اور اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۷۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۲۸' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۳۹)

(۱۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے پھر شہداء شفاعت کریں گے' پھر موذنین شفاعت کریں گے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۷۱' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۴۳)

(۱۲) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۲۰' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۸۲۰' الاسماء والصفات جز ۲ ص ۶۲)

(۱۳) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کے لیے شفاعت کریں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۶۳-۴۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۱۳)

(۱۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے دوزخ والے تو یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کے مستحق ہیں' یہ لوگ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا' پس اللہ ان پر موت طاری کر دے گا۔ (یعنی ان کو بے ہوش کر دے گا گویا ان کو صورۃً عذاب ہوگا' حقیقۃً عذاب نہیں ہوگا) حتیٰ کہ جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے' تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی' پھر ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا۔ پھر ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جنت ان پر پانی ڈالو'

marfat.com
Marfat.com

پھر جس طرح کیچڑ میں پڑے ہوئے بیج سے سبزہ اگتا ہے وہ اس طرح اُگنے لگیں گے' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھیتی باڑی کرتے رہے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۵' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۹۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۸۴)

(۱۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' مجھے گوروں اور کالوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' اور مجھ سے پہلے صرف ایک قوم کی طرف نبی مبعوث کیا جاتا تھا' اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ تیمم بنا دیا گیا' اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں' اور مجھے شفاعت دی گئی تو میں نے اس کو اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا سو وہ ہر اس شخص کو حاصل ہو گی جو اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۰' اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۰۰)

(۱۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب مجھے ندا کرے گا اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا اے رب! بے شک میں راضی ہو گیا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۶' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۰۸۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا باقی تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۱۶)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کا چہرہ پھول کی طرح چمک رہا تھا' ہم نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے اس قدر خوش ہو رہے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ صرف بنو ہاشم کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! ہم نے عرض کیا' کیا وہ صرف قریش کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ہم نے عرض کیا' کیا وہ آپ کی (پوری) امت کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میری امت کے گناہگاروں کے لیے ہے جو گناہوں سے بوجھل ہوں۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۲۷۰۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۲۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا باقی تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۱۷)

(۱۸) حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہی خوب ہے وہ شخص! میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لیے ہوں! آپ کی مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! پھر آپ اپنی امت کے نیک لوگوں کے لیے کس طرح ہوں گے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے جو بدکار لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور جو میری امت کے نیک لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۸۳' اس کی سند کا ایک راوی ضعیف ہے باقی راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۱۸)

(۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور (عمل پر) اعتماد نہ کرو' میری

marfat.com

Marfat.com

شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہوں میں ہلاک ہو چکے ہوں گے۔
(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۶۹' اس کی سند کا صرف ایک راوی ضعیف ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۱۳)

(۲۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۲۵)

(۲۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جن کو وہ دنیا میں پہچانتے تھے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جا کر ان کا ذکر کریں گے وہ ان کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی ان کو طلقاء کہا جائے گا۔ ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۰۶۸' اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۲۹)

(۲۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں پر عذاب دیا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ دوزخ میں رہیں گے' پھر مشرکین ان کو عار دلائیں گے اور کہیں گے تم نے جو نبی کی تصدیق کی تھی اور یمان لائے تھے اس نے تم کو نفع نہیں دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں کسی موحد کو نہیں چھوڑے گا' سب کو دوزخ سے نکال دے گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○ (الحجر: ۲) بسا اوقات کافر یہ تمنا کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۰۹' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۳۲)

(۲۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے لیے ایسے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جن پر وہ بیٹھیں گے' میں ان پر نہیں بیٹھوں گا' میں اپنے رب کے سامنے کھڑا رہوں گا' اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور میری امت رہ جائے گی' پس میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت! میری امت! پس اللہ عزوجل فرمائے گا: یا محمد! آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں؟ پس میں کہوں گا: اے میرے رب! ان کا حساب لے لے' پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا' پس ان میں سے بعض اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے' میں ان کی مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ جن لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا ہوگا ان کو بھی رہائی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا' اور دوزخ کا داروغہ مالک یہ کہے گا یا محمد! آپ نے اپنے رب کے غضب کا نشانہ بننے کے لیے اپنی امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۷۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۹۵۸' المعجم الاوسط کا ایک راوی ضعیف ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۳۶)

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے' روزہ کہے گا: اے میرے رب اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے منع کر دیا تھا اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا اس کو رات کی نیند سے میں نے منع کر دیا تھا' اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما' پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔
(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴' اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۴۳)

(۲۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو نبی نہیں ہوگا اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر دو قبیلوں جتنے

marfat.com

Marfat.com

لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۳۸۷' یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۴۴)

(۲۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ والوں کی صفیں بنائی جائیں گی ان کے پاس سے مومنین گزریں گے' پھر دوزخ کی صفوں میں سے ایک شخص کسی کامل مومن کو دیکھے گا جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس سے کہے گا: اے شخص کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں کام میں مجھ سے مدد طلب کی تھی' پھر اس کو مومن کامل یاد کرے گا اور اس کو پہچان لے گا' پھر اس کی اپنے رب کے حضور شفاعت کرے گا اور اللہ اس کی شفاعت قبول فرمالے گا۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۷۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۵۰۷' اس کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۴۷)

(۲۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگل میں دو آدمی سفر کر رہے تھے ایک عبادت گزار تھا اور دوسرا بدکار تھا' عبادت گزار کو پیاس لگی حتیٰ کہ وہ شدت پیاس سے گر گیا' بدکار اس کو دیکھ رہا تھا اس کے پاس پانی تھا اور عابد بے ہوش پڑا تھا اس نے سوچا اگر میرے پاس پانی ہونے کے باوجود یہ نیک بندہ پیاس سے مر گیا تو مجھے اللہ کی طرف سے کبھی خیر نہیں پہنچے گی' اور اگر میں نے اپنا پانی اس کو پلا دیا تو میں پیاس سے مر جاؤں گا وہ اللہ پر توکل کر کے اٹھا اور اس پر پانی کے چھینٹے ڈالے اور اس کو اپنا فاضل پانی پلا دیا' پھر اس نے اپنا سفر طے کر لیا' قیامت کے دن وہ بدکار حساب کے لیے پیش کیا گیا' اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا' فرشتے اس کو دوزخ میں لے جا رہے تھے' اس نے اس عابد کو دیکھ کر کہا: اے فلاں شخص کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو' عابد نے کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جس نے جنگل میں اپنے اوپر تم کو ترجیح دی تھی' عابد نے کہا ٹھیک ہے! میں تم کو پہچانتا ہوں' پھر فرشتوں سے کہا ٹھہرو! فرشتوں کو ٹھہرایا گیا اس عابد نے اپنے رب سے دعا کی' اے میرے رب! تو جانتا ہے اس شخص نے مجھ پر احسان کیا تھا اور کس طرح اس نے اپنے اوپر مجھے ترجیح دی تھی! اے میرے رب اس کو میرے لیے ہبہ کر دے' اللہ فرمائے گا وہ تمہارے لیے ہے پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا! (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۱۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۸۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۶۵۸)

(۲۷) شرحبیل بن شفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ' وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! حتیٰ کہ ہمارے آباء اور امہات داخل ہو جائیں' اللہ عزوجل فرمائے گا کیا سبب ہے کہ میں ان کو انکار کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ چلو جنت میں داخل ہو جاؤ! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے آباء اور امہات! اللہ عزوجل فرمائے گا تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے آباء بھی!

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۵' اس حدیث کے تمام راوی صحیح اور ثقہ ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۵۱)

(۲۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناتمام بچہ اپنے رب سے جھگڑا کرے گا جب اس کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا' اس سے کہا جائے گا: اے ناتمام بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کرلے پھر وہ اپنے ماں باپ کو گھسیٹتا ہوا لائے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۶۸' اس کی سند ضعیف ہے)

(...) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری

marfat.com
Marfat.com

امت میں سے جس کے دو کم سن بچے پیش رو ہوں' اللہ تعالیٰ اس کو ان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اور جس کا آپ کی امت میں سے ایک کم سن بچہ پیش رو ہو؟ آپ نے فرمایا جس کا ایک کم سن بچہ پیش رو ہو! اے خیر کی توفیق یافتہ! حضرت عائشہ نے کہا اور جس کا آپ کی امت میں سے کوئی کم سن بچہ پیش رو نہ ہو؟ آپ نے فرمایا تو میں اپنی امت کا پیش رو ہوں! میرے فراق سے بڑھ کر ان کے لیے کون سی مصیبت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۲' مسند احمد ج ۱ص ۳۳۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۷۵۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۸۸۰' سنن کبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۶۸' تاریخ بغداد ج ۱۲' ص ۲۰۸)

(۳۰) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن مجید پڑھا اور حفظ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' اور اس کو اپنے گھر کے ایسے دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے گا جو سب دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۵)

(۳۱) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دکھایا گیا کہ میری امت کو میرے بعد کیا حالات پیش آئیں گے' اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے' سو اس نے مجھے غم زدہ کر دیا' اور یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں بھی مقدر کر دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کا والی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

(المستدرک ج ۱ص ۶۸' ذہبی نے اس حدیث کی موافقت کی ہے' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۵۳۱۸)

(۳۲) حضرت عبدالرحمان بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے سلیمان کے ملک کی طرح کسی ملک کا سوال کیوں نہیں کیا؟ آپ نے ہنس کر فرمایا: تمہارے پیغمبر کے لیے اللہ کے پاس حضرت سلیمان کے ملک سے افضل چیز ہے' اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا اس کو ایک دعا عطا فرمائی' بعض نبیوں نے اس دعا سے دنیا مانگ لی تو وہ ان کو دے دی گئی' اور بعض نبیوں کی امت نے جب ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اس دعا کو خرچ کر کے ان کے لیے ہلاکت کی دعا کی تو ان کی امت کو ہلاک کر دیا گیا' اور مجھے وہ دعا دی گئی تو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو چھپا کر رکھا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۳۷۱' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۵۹)

(۳۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبلہ کے اہل سے بے شمار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اور جنہوں نے اس کی نافرمانی کی جرأت کی اور اس کی اطاعت کی مخالفت کی' ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' پس مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا' میں جس طرح کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں اسی طرح سجدہ میں اس کی حمد وثنا کروں گا' مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے' سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۳' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۱۱' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۵۳۲۵)

(۳۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۲۶۹' مسند البزار ج ۲ص ۵۷' مجمع الزوائد ج ۴ص ۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳' حضرت عمر رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں گا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۲۳۷۱' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۲۴)

(۳۵) حضرت عبداللہ بن ابی الجدعا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے ضرور بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے علاوہ؟ آپ نے فرمایا: میرے علاوہ!

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۸۶۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۷۶' المستدرک ج ۱ ص ۷۱-۷۰)

(۳۶) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ رب نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے' ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' فرمایا اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت (کے حصول) کا اہل کر دے' آپ نے فرمایا وہ ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۷' مسند ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۹۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۱۱' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۱۳۴)

(۳۷) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! ابو طالب آپ کا دفاع کرتے تھے اور آپ کی مدد کرتے تھے' اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے' آپ نے ان کو کوئی نفع پہنچایا؟ آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳)

(۳۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا ان کے دل میں ایک خیال ڈالا جائے گا پس وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رب کے پاس کسی کی شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ وہ ہمیں اس جگہ سے رہائی دلاتا! پھر وہ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ آدم ہیں اور تمام مخلوق کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ کو سجدہ کریں' آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو اس جگہ سے رہائی دے' پس وہ کہیں گے میں اس کام کا اہل نہیں ہوں' وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے اور اپنے رب سے حیا کریں گے' وہ کہیں گے لیکن تم نوح کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا' پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ (بھی) کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' وہ اپنی اس (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے۔ (امام بخاری نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت نوح نے یہ دعا کی تھی: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ برحق ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اے نوح! وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے اس کے عمل نیک نہیں ہیں سو تم اس چیز کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (ھود: ۴۶-۴۵) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۶' اور امام بخاری نے کتاب التوحید میں روایت کیا ہے کہ حضرت نوح نے کہا کہ میں نے اپنی

marfat.com

Marfat.com

قوم کے خلاف انہیں ہلاک کرنے کی دعا کی تھی' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲) وہ دعا یہ تھی: اے میرے رب زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ' اگر تو نے انہیں چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہوگی۔ (نوح: ۲۷۔۲۶) حضرت نوح نے ان دو باتوں کی وجہ سے ان سے شفاعت نہ کرنے کا عذر کیا اور فرمایا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے لیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا' پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے (وہ خطا یہ تھی کہ انہوں نے تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲) وہ اپنے رب سے حیا کریں گے اور کہیں گے لیکن تم موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک شخص کو (تادیباً) قتل کر دیا تھا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۶) اور وہ اپنے رب سے حیا کریں گے اور کہیں گے لیکن تم عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ' ان کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے (باقی انبیاء علیہم السلام اپنی اجتہادی خطاؤں کی وجہ سے خوف زدہ تھے اور آپ خوف زدہ نہیں تھے ورنہ آپ بھی عذر پیش کرتے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی کسی قسم کی کوئی خطا نہیں تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے' پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں ہوں' پس اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا' پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو مجھے میرا رب اسی وقت سکھائے گا' پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے یعنی میرے لیے ہر بار کی شفاعت کے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی جس سے میں تجاوز نہ کروں مثلاً اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہیں ان کے لیے شفیع بنایا ہے جن کی نمازوں کی جماعت میں کوتاہی ہو' پھر ان کے لیے شفیع بنایا جن کی نمازوں میں کوتاہی ہو' پھر ان کے لیے شفیع بنایا جنہوں نے شراب نوشی کی ہو' پھر ان کے لیے شفیع بنایا جنہوں نے زنا کیا ہو اسی اسلوب پر باقی گناہوں کے لیے شفیع بنایا (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۶۲' دار الفکر' شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۱۹۴' مطبوعہ کراچی' التوشیح ج ۵ ص ۱۴۰' مطبوعہ بیروت' ۱۴۲۰ھ) پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا' پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا' پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا' اور اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھ کو اسی وقت تعلیم فرمائے گا' پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا' پھر آپ تیسری یا چوتھی بار میں فرمائیں گے' پس میں کہوں گا اے میرے رب! اب دوزخ میں صرف وہ رہ گئے جن کو قرآن نے دوزخ میں بند کر دیا ہے یعنی ان پر خلود اور دوام واجب ہو گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۴۳)

(۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا' آپ کو اس

marfat.com
Marfat.com

کی دستی دی گئی جو آپ کو پسند تھی' آپ نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا' پھر آپ نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا' پھر ان کو منادی کی آواز سنائے گا' وہ سب لوگ دکھائی دیں گے' سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو ناقابل برداشت پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا ہوگا' اس وقت لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے' اور کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہو' آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے' پس لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے' چلو حضرت آدم کے پاس چلیں اور ان سے عرض کریں کہ اے آدم! علیک السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ اللہ کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے! حضرت آدم فرمائیں گے: آج میرا رب بہت غضب میں ہے' اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا' اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا میں نے اس کی (بہ ظاہر) نافرمانی کی' مجھے صرف اپنی فکر ہے' تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ' نوح کے پاس جاؤ' لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے' اور کہیں گے اے نوح! آپ زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد شکور (شکر گزار بندہ) فرمایا ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں! کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے! حضرت نوح ان سے فرمائیں گے میرا رب آج سخت غضب میں ہے' اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا' اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی' مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے' تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے' اور کہیں گے آپ اللہ کے نبی ہیں! اور زمین کے لوگوں میں سے اللہ کے خلیل ہیں! آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں! کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے! حضرت ابراہیم ان سے کہیں گے کہ میرا رب آج بہت غصہ میں ہے اور اس سے پہلے اتنے غصہ میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں ہوگا' اور وہ اپنے (ظاہری) جھوٹ یاد کریں گے اور کہیں گے مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ' پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے! پس ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج سخت غضب میں ہے' اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا' اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ' پس وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا' اور آپ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں' کیا

marfat.com
Marfat.com

آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے! پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے کہیں گے: میرا رب آج سخت غضب میں ہے' اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا' اور وہ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے' مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' میرے علاوہ کس اور کے پاس جاؤ' (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: یا محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مغفرت کی نوید سنا دی ہے' آپ اپنے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے! کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں! پھر میں عرش کے نیچے اپنے رب کے لیے سجدہ کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا' اور میرے دل میں حمد وثنا کے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں القاء نہیں فرمائے تھے' پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے' سوال کیجئے' آپ کو عطا کیا جائے گا' شفاعت کیجئے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت' میری امت' کہا جائے گا یا محمد! آپ کی امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ہے ان کو جنت کے دائیں دروازہ سے داخل کر دو' اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقام ہجر میں یا مکہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۸۶)

(۴۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی' پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے والد! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوایئے وہ فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' میرے خلیل ہونے کا مقام' مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے' پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے' حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ کا کلمہ اور اس کی پسندیدہ روح ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' جاؤ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ پھر لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی' اس کے علاوہ امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے' تم میں سے پہلا شخص صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا' (راوی نے کہا) میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں' بجلی کی طرح کون سی چیز گزرتی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے' اس کے بعد وہ لوگ صراط سے گزریں گے جو آندھی کی طرح گزر جائیں گے' اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گزر جائیں گے' پھر آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے' ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی' اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) صراط پر کھڑے ہوئے یہ دعا کر رہے ہوں گے "اے میرے رب ان کو

marfat.com
Marfat.com

سلامتی سے گزار دے" "ان کو سلامتی سے گزار دے" پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ گزرنے والوں کے اعمال ان کو عاجز کر دیں گے اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی' اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے صراط سے گزریں گے' اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس شخص کے متعلق حکم ہوگا وہ اس کو پکڑ لیں گے' بعض ان کی وجہ سے زخمی ہونے کے باوجود نجات پا جائیں گے' اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے' حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۵' المسند الجامع رقم الحدیث: ۳۴۰۱)

شفاعت بالوجاہت کی حدیث پر تعجیل حساب کی شفاعت اور مسلمانوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کا اشکال

علامہ داؤدی نے کہا گویا کہ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیثوں کے راوی نے ان حدیثوں کی اصل کو ملحوظ نہیں رکھا' کیونکہ ان حدیثوں کا ابتدائی حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت میدان محشر میں پریشان لوگوں کو محشر سے رہائی دلانے اور ان کے حساب میں تعجیل کے لیے ہے' اور یہ شفاعت بالوجاہت ہے' اور ان حدیثوں کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے ہے اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جب لوگ میدان محشر سے صراط کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور گناہ گار صراط سے گزرتے ہوئے دوزخ میں گر جائیں گے' شفاعت بالوجاہت موقف (محشر) میں ہوگی اور دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت صراط پر ہوگی اور اس حدیث میں ان دونوں شفاعتوں کا ملا دیا ہے' حافظ ابن حجر نے کہا یہ بہت قوی اشکال ہے۔ (التوشیح ج ۵ ص ۱۴۰۔۱۳۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

تعجیل حساب اور دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کے اشکال کا جواب

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب سے اذن طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس شفاعت کا اذن طلب کروں گا جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور وہی مقام محمود ہے' جس کا آپ کے لیے ذخیرہ کیا ہے اور آپ کو بتایا ہے کہ آپ کو اس پر فائز کیا جائے گا' اور حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سجدہ کرنے اور آپ کے حمد کرنے کے بعد آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا اور آپ فرمائیں گے میری امت' میری امت' اور اس کے بعد حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے پھر لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے پھر آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اذن دیا جائے گا اور امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا اور وہ صراط کی دائیں بائیں جانب کھڑے ہو جائیں' پھر پہلا شخص صراط سے بجلی کی طرح سے گزرے گا پھر آندھی کی طرح گزرے گا' پھر پرندوں کی طرح' پھر دوڑنے والے لوگوں کی طرح' لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے' اور تمہارے نبی صراط پر کھڑے ہوں گے اور وہ کہہ رہے ہوں گے رب سلم رب سلم اے رب! سلامتی سے گزار' حتیٰ کہ بندوں کے اعمال کم ہو جائیں گے' حتیٰ ایک شخص گھسٹتا ہوا گزرے گا' اور صراط کے دونوں کناروں پر لوہے کے کنڈے (ہک) لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم ہوگا اس کو پکڑ لیں گے' پس بعض چھلے ہوئے نجات پائیں گے اور بعض دوزخ میں گر جائیں گے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۵) اس توجیہ سے حدیث متصل ہو جاتی ہے (گویا حضرت انس کی حدیث کے راوی نے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے سے پہلے والا حدیث کا حصہ ساقط کر دیا جس میں تعجیل حساب کی شفاعت اور اس کے قبول ہونے کا ذکر تھا)۔

marfat.com

Marfat.com

کیونکہ یہی وہ شفاعت ہے جس کی خاطر لوگ آپ کے پاس آئے تھے اور یہ محشر سے راحت پہنچانے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے لیے تھی' پھر اس شفاعت کے بعد آپ کی امت اور گنہگاروں کے لیے شفاعت شروع ہوگی' اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم اور فرشتوں کی شفاعت ہوگی' جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے' اور رویت باری اور لوگوں کے حشر کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ ہر امت اس چیز کی اتباع کرے گی جس کی وہ پرستش کرتی تھی' پھر مومنوں کو منافقوں سے ممتاز اور متمیز کیا جائے گا' پھر شفاعت شروع ہوگی' اور صراط کو رکھا جائے گا پس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے مومنوں کو منافقوں سے متمیز کیا جائے اور محشر کے خوف سے رہائی دلائی جائے اور یہی مقام محمود ہے' اور جس شفاعت کا احادیث میں ذکر ہے یہ صراط پر گنہگاروں کی شفاعت ہے' اور یہی احادیث کا ظاہر معنی ہے اور یہ شفاعت ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کے لیے ہوگی' اس کے بعد ان لوگوں کے لیے شفاعت ہوگی جو دوزخ میں داخل ہوگئے اور اس طریقہ سے احادیث کے متون مجتمع ہوگئے اور ان کے معانی مترتب ہوگئے اور مختلف نہیں ہوئے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۷۸' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی اس جواب کو نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۵۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکۃ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

گویا بعض راویوں نے اس چیز کو محفوظ رکھا جس کو دوسروں نے محفوظ نہیں رکھا' اس سے متصل باب میں یہ حدیث آئے گی کہ بعض لوگ صراط سے گھسٹتے ہوئے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے ہوں گے جن سے بعض لوگ چھل جائیں گے اور بعض لوگ آگ میں گر جائیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس لیے شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے اس کے بعد ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت کی جائے گی جو صراط سے دوزخ میں گر جائیں گے' ایک حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ نصف کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا وہ اسی حال میں ہوں گے' پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے' پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے' پس آپ جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑ لیں گے اس دن اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر مدح کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۵' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۴۹)

اور امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مدح کروں گا جس سے اللہ مجھ سے راضی ہوجائے گا' پھر مجھے کلام کرنے کی اجازت دی جائے گی پھر میری امت صراط سے گزرے گی' جو جہنم کی پشتوں پر نصب کیا ہوا ہوگا سو وہ گزریں گے' اور مسند احمد میں ہے اے محمد آپ کیا چاہتے ہیں میں آپ کی اُمت کے معاملے میں کیا کروں؟ میں عرض کروں گا: اے رب ان کا حساب جلد لے لے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اشکال مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو شفاعت کی حدیث مروی ہے اس کی ابتداء میں تعجیل حساب کی شفاعت طلب کرنے کا ذکر ہے لیکن پھر اس کے بعد تعجیل حساب کی شفاعت کے بجائے دوزخ سے نکالنے اور جنت میں داخل کرنے کی شفاعت کا ذکر ہے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی طرح ہے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴) گویا کہ ال

marfat.com
Marfat.com

دونوں حدیثوں کے راویوں نے حدیث کے اس حصہ کو ترک کر دیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجیل حساب کے لیے شفاعت کی ہے اور اس کے بعد والا حصہ ذکر کر دیا' اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف اوپر والے حصہ کا ذکر ہے جب مومنین سب نبیوں کے بعد آپ سے دخول جنت کی شفاعت طلب کریں گے اور آپ ان کے لیے وہ شفاعت فرمائیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٩٥) لیکن میرا گمان ہے کہ اس حدیث میں بھی راوی سے کچھ سہو ہو گیا ہے کیونکہ دخول جنت کی شفاعت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص نہیں ہے یہ شفاعت دوسرے انبیاء علیہم السلام بلکہ ملائکہ اور مومنین صالحین بھی کریں گے جیسا کہ ہم شفاعت کی احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔

درحقیقت اس باب میں مکمل اور جامع حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ میدان محشر میں تمام لوگ تمام نبیوں سے تعجیل حساب کی شفاعت طلب کریں گے اور ان کی معذرت کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شفاعت کو طلب کریں گے' پھر میدان محشر میں اس شفاعت کو کرنے کے بعد آپ صراط پر جائیں گے اور لوگوں کو دوزخ سے نکالنے اور جنت میں داخل کرنے کی شفاعت کریں گے اور اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہر چند کہ شفاعت کی بحث کافی طویل ہو گئی ہے لیکن ہم اس اشکال کو دور کرنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے پاس ایک دعا تھی جس کو اس نے دنیا میں خرچ کر لیا' اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا ہے' اور میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے (قبر کی) زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور فخر نہیں' آدم اور ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور فخر نہیں' قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہو گا۔ پس بعض بعض سے کہیں گے' چلو آدم کے پاس جو ہر بشر کے باپ ہیں' وہ ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ کرے' پس وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' میں اپنی (اجتہادی) خطا کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور آج کے دن مجھے صرف اپنے نفس کی فکر ہے' لیکن تم نوح کے پاس جاؤ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں پھر لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے اے نوح! آپ ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے' وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' میں نے یہ دعا کی تھی کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو غرق کر دیا جائے اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے' لیکن تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے ابراہیم! اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے' سو وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' میں نے اسلام میں تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے' اور اللہ کی قسم میں نے ان سے اللہ کے دین کی مدافعت اور حفاظت کی تھی وہ حضرت ابراہیم کا قول ہے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (الصافات: ٨٩) میں بیمار ہوں' اور ان کا یہ قول ہے: بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (الانبیاء: ٦٣) بلکہ ان میں سب سے بڑا یہ ہے' سو اس سے پوچھ لو اگر یہ بات کر سکتے ہوں۔ اور جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری (دینی) بہن ہے' اور آج کے دن مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے' سو وہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی ہے آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے' پس وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں

marfat.com
Marfat.com

ہوں' میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کر دیا تھا اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے' لیکن تم عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ' تو وہ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ! آپ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے' وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں' مجھے اللہ کے سوا معبود بنا لیا گیا تھا اور مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے' لیکن تم یہ بتاؤ کہ اگر کسی برتن کے اندر کوئی قیمتی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر مہر لگی ہوئی ہو تو کیا کوئی شخص اس برتن کی مہر توڑے بغیر اس قیمتی چیز کو حاصل کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ حضرت عیسیٰ نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں اور آج وہ موجود ہیں' اللہ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے یا محمد! اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ پس میں کہوں گا کہ میں ہی اس شفاعت کے لیے ہوں حتیٰ کہ اللہ عزوجل اجازت دے' جس کے لیے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔ پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق میں اعلان کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا' احمد اور ان کی امت کہاں ہے؟ پس ہم ہی آخر اور اول ہیں' ہم آخری امت ہیں اور ہم ہی پہلے وہ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا۔ پھر ہمارے راستے سے تمام امتوں کو ایک طرف کر دیا جائے گا اور ہم اس کیفیت کے ساتھ گزریں گے کہ ہمارے چہرے اور ہمارے ہاتھ اور پیر وضو کے آثار سے سفید اور چمکدار ہوں گے' اور ہمیں دیکھ کر تمام امتیں یہ کہیں گی لگتا ہے اس ساری امت میں نبی ہیں' (یہاں تک یہ ذکر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجیل حساب کی شفاعت کی اور سب سے پہلے آپ کی امت کا حساب لیا گیا اور اس کے بعد دوسری شفاعت کا ذکر ہے جو آپ گناہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کی کنڈی کو پکڑوں گا' پس دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سو پوچھا جائے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد۔ سو میرے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا وہ کرسی یا عرش پر ہو گا' میں اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور ایسے کلمات حمد کے ساتھ اس کی حمد کروں گا جن کلمات حمد کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی نے اس کی حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا' مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی' اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا' پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت' میری امت' پس مجھ سے کہا جائے گا آپ دوزخ سے ان تمام (مسلمانوں) کو نکال دیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو' پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا' اور سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کلمات حمد سے مجھ سے پہلے کسی نے حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا' پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی' سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا اے میرے رب میری امت' میری امت! پس کہا جائے گا ان تمام کو دوزخ سے نکال لیجئے' جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو' سو میں ان کو نکالوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر تیسری بار بھی اسی طرح ہو گا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵' ۲۸۲' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۹۲' ۲۵۴۶' طبع جدید عالم الکتب بیروت' حافظ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۴۶' دار الحدیث قاہرہ' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۷۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۳۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث' ۲۳۸۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۳-۳۷۲)

شفاعت کی اور بھی بہت احادیث ہیں لیکن میں شفاعت کی صرف چالیس حدیثیں ذکر کرنا چاہتا تھا' تا کہ میرا شمار بھی ان

marfat.com

Marfat.com

محدثین میں ہو جائے جنہوں نے اس امید پر چالیس حدیثیں جمع کیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق قیامت کے دن ان کا حشر فقہاء کے گروہ میں ہو جائے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہو گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (شعب الایمان ج ۲ رقم الحدیث: ۱۷۲۵ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۵۸ المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۷۶)

اس بشارت کی دیگر احادیث ہم نے تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۸۵-۱۸۳ میں ذکر کی ہیں، ہر چند کہ میں گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور فقہاء کی صف میں کھڑے ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم جب عطا فرماتے ہیں تو وہ کسی استحقاق کی بنا پر عطا نہیں فرماتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے سو آپ میری ایسی شفاعت فرما دیں کہ میں قبض روح کے وقت، قبر، حشر اور دوزخ میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مامون کر دیا جاؤں، میں شفاعت کے اس باب کو حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

فکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة　　سواک بمغن عن سواد بن قارب

(الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۴، رقم: ۱۱۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کو وہ سب معلوم ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور لوگوں کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ (طٰہٰ: ۱۱۰)

لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر

لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) کلبی نے کہا لوگوں کے آگے سے مراد آخرت کے احوال اور لوگوں کے پیچھے سے مراد ہے دنیا کے احوال، یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ سب معلوم ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو وہ سب بھی معلوم ہے جو آخرت میں انہیں ان کے اعمال کی جزا ملے گی۔

(۲) مجاہد نے کہا ان کے آگے سے مراد ہے ان کے دنیاوی معاملات اور ان کے اعمال اور ان کے پیچھے سے مراد ہے ان کا ثواب یا عتاب۔

(۳) ضحاک نے کہا اس سے مراد ہے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے اور یہ کہ قیامت کب آئے گی۔

اور لوگ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اس کی بھی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) بندے نہیں جانتے کہ ان کے آگے کیا پیش ہونے والا ہے اور وہ اپنے پیچھے کیا احوال اور کیا اعمال چھوڑ آئے ہیں۔

(۲) بندے اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کر رہے ہیں، اور بے شک وہ شخص ناکام اور نامراد ہو گا جو ظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا۔ (طٰہٰ: ۱۱۱)

عَنَتِ الْوُجُوْهُ اور القیوم کے معانی

اس آیت میں عنت کا لفظ ہے، عنیٰ کا معنی ہے عاجزی کرنا اور ذلیل ہونا، العانی کا معنی ہے الاسیر، یعنی قیدی، الماوردی نے کہا ذلت اور خشوع میں فرق ہے۔ ذلیل اس کو کہتے ہیں جو فی نفسہٖ ذلیل ہو اور جو اطاعت کی وجہ سے ذلیل ہو اس کو خشوع

marfat.com

Marfat.com

کرنے والا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عنت الوجوہ فرمایا ہے اس کا لفظی معنی ہے اس کے لیے سب چہرے ذلیل ہیں' چہروں سے مراد چہروں والے ہیں' اس سے مراد انسان ہیں اور چہروں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ انسان کے احوال اور اعمال کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے سامنے عاجزی کرے اور ذلت اختیار کرے اس کا پتا اس کے چہرے سے چل جاتا ہے اور جو کسی کے سامنے رعونت اور تکبر کرے اس کا اظہار بھی اس کے چہرے سے ہو جاتا ہے اس لیے اس آیت میں انسانوں کو چہروں سے تعبیر فرمایا ہے' اس آیت کا معنی ہے اس کو سجدہ کرتے ہیں اور اس کے لیے اپنے چہروں اور پیشانی کو زمین پر رکھتے ہیں۔

القیوم کے تین معنی ہیں۔ (١) جو مخلوق کی تدبیر کرنے کے ساتھ قائم ہو (٢) جو انسان کے ہر کسب پر قائم ہو (٣) وہ ذات جو ازلی' ابدی' سرمدی ہو' اس کو حدوث ہو نہ اس کو فنا ہو۔

اسم اعظم کے متعلق احادیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم وہ ہے کہ جب اس کو پکارا جائے تو وہ جواب دے۔ وہ قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے: البقرہ' آل عمران اور طٰہٰ۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٧٧٥٨' المستدرک ج ١ ص ٥٠٥' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٥٦' جمع الجوامع رقم الحدیث: ٢٩٧٨)

اور ان تینوں سورتوں میں جو اللہ تعالیٰ کا اسم مشترک ہے وہ ہے الحی القیوم (البقرہ: ٢٥٥' آل عمران: ٢' طٰہٰ: ١١١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا وہ اسم اعظم جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ اس کو قبول فرمائے یہ ہے: قل اللھم مالک الملک الایۃ (اس کی سند ضعیف ہے)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ١٢٧٩٢' جمع الجوامع رقم الحدیث: ٢٩٧٩' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ١٠٣٣)

حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اور اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ۔ (اس کی سند صحیح ہے)

(مسند احمد ج ٦ ص ٤٦١' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٤٩٦' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٤٧٨' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٨٥٥' المشکوٰۃ رقم الحدیث: ٢٢٩١' جمع الجوامع رقم الحدیث: ٢٩٨١' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ١٠٣٢)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا وہ اسم اعظم جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو دعا قبول ہو اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا کیا جائے وہ حضرت یونس بن متیٰ کی دعا ہے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (الانبیاء: ٨٧) اس کی سند ضعیف ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ١ ص ٣٢٤' طبع جدید' جمع الجوامع رقم الحدیث: ٢٩٨٢' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ١٠٣٤)

نیز اس آیت میں فرمایا: وہ شخص ناکام اور نامراد ہوگا اس سے مراد ہے وہ شخص ثواب سے محروم رہے گا' جو ظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا یعنی جو شخص گناہ کبیرہ کرے گا اور اس پر توبہ نہیں کرے گا' لیکن اس آیت میں یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر اللہ اس کو معاف نہ فرمائے' کیونکہ دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ کو بلکہ شرک کے سوا ہر گناہ کو معاف فرمانے کی بشارت بھی دی ہے' اس لیے اس آیت کا معنی اس طرح ہے' اگر کوئی شخص قیامت کے دن گناہ کا بوجھ لاد کر لایا' ا ر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف نہیں کیا اور وہ شفاعت سے بھی محروم رہا' تو وہ ثواب سے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا نہ کسی نقصان کا O (طٰہٰ: ١١٢)

marfat.com
Marfat.com

اس سے پہلی آیتوں میں قیامت کے دن کافروں کا حال بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں قیامت کے دن مومنوں کا حال بیان فرمایا ہے' ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس جگہ رکھنا جو اس کا محل نہ ہو' مثلاً کسی شخص کو بغیر جرم کے سزا دینا' اور ھضم کا معنی ہے نقص اور کمی یعنی قیامت کے دن مومنوں کو نہ بغیر جرم کے سزا دی جائے گی اور نہ ان کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ (الجن: ۱۳) اور جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے کسی نقصان کا خطرہ ہوگا نہ کسی ظلم کا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا ہے اور اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر سنائی ہے تاکہ لوگ ڈریں یا وہ (سزا کی خبر) ان کے دلوں میں نصیحت پیدا کردے ۝ (طٰہٰ: ۱۱۳)

قرآن مجید کی صفات

اس آیت میں قرآن مجید کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ یہ عربی زبان میں ہے اور دوسری یہ کہ اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر ہے۔ قرآن مجید کو عربی زبان میں اس لیے نازل فرمایا کہ عرب اس کو سمجھ سکیں اور وہ قرآن مجید کے معجز ہونے کی وجہ کو جان سکیں' تاکہ ان پر یہ منکشف ہو جائے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر ہے۔ یعنی ہم نے ان خبروں کو بار بار بیان فرمایا ہے اور ان کی تفصیل کی ہے اور ہم نے وہ احکام بیان فرمائے جن کو ہم نے فرض کیا ہے اور ان احکام کی تعمیل نہ کرنے پر ہم نے سزاؤں کو بیان فرمایا ہے' اسی طرح جن کاموں کو ہم نے حرام کیا ہے ان کے کرنے پر ہم نے سزاؤں کو بیان کیا ہے تاکہ لوگ فرائض اور واجبات کو ترک کرنے اور محرمات کا ارتکاب کرنے سے ڈریں یا ان کے دلوں میں نصیحت اور خوف خدا پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بلند شان والا ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے' اور اس سے پہلے کہ آپ کی طرف پوری وحی کی جائے آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کردے ۝ (طٰہٰ: ۱۱۴)

اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر تنبیہ

اس آیت میں یہ تنبیہ کی ہے کہ مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے کیونکہ اس کی بادشاہی ذاتی ہے' کسی سے مستفاد نہیں ہے' اس کی بادشاہی کو زوال ہے نہ اس میں تغیر ہے' اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور اس کی بادشاہی کے لائق ہے۔ وہ بلند اور برتر ہے' وہم اور عقل اس کی بلندی کا تصور نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی ذات کے لیے نفع کے حصول اور اپنی ذات سے ضرر کو دور کرنے سے منزہ ہے' اس نے قرآن مجید کو اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگ وہ کام نہ کریں جو نامناسب ہیں اور وہ کام کریں جو کرنے چاہئیں' کسی کی اطاعت اور عبادت سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور کسی کی معصیت اور حکم عدولی سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ جو اطاعت کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے' اس کی توفیق سے بندہ اطاعت کرتا ہے اور اپنے نفس کی شامت اور شیطان کے بہکانے سے انسان گناہ کرتا ہے۔

قرآن کی تلاوت میں عجلت سے ممانعت کی وجوہ

اور اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سورت یا آیت لے کر نازل ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی تلاوت کرتے' ابھی جبریل وہ پوری سورت یا آیت ختم نہ

marfat.com

Marfat.com

کرتے تھے کہ آپ ابتداء سے پڑھنا شروع کر دیتے اس خوف سے کہ آپ اس کا کچھ حصہ بھول جائیں گے۔
(۲) مجاہد اور قتادہ نے کہا آپ پر جو سورت یا آیت نازل کی گئی آپ اس کی تلاوت اپنے اصحاب پر اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ آپ کو اس کے معانی نہ بتا دیئے جائیں۔
(۳) جب تک اللہ تعالیٰ از خود آپ پر کوئی سورت یا آیت نازل نہ کرے آپ اس کو نازل کرنے کا سوال نہ کریں۔
اور فرمایا آپ دعا کریں اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر' یعنی زیادہ قرآن نازل فرما' یا اس کی فہم زیادہ فرما یا اس کا حفظ زیادہ فرما۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۲۷-۳۲۶' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا' پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

نسیان کے باوجود حضرت آدم پر عتاب کیوں ہوا

عہد لینے سے مراد یہ ہے کہ ہم نے آدم کو اس درخت کے قریب جانے یا اس کے پھل کھانے سے منع کیا تھا' اور فرمایا "اس سے پہلے" اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا قرآن مجید کو نازل کرنے سے پہلے اور فرمایا وہ بھول گئے' یعنی انہوں نے دانستہ اور عمداً اور نافرمانی کرنے کے قصد سے اس درخت سے نہیں کھایا' اس پر سوال ہے کہ جب وہ بھول گئے تھے تو ان پر عتاب کیوں کیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ عتاب اس وجہ سے کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کو ہر وقت ذہن میں متحضر کیوں نہیں رکھا اور ایسے امور میں کیوں مشغول ہوئے جن کی وجہ سے ان پر نسیان طاری ہوا۔

حضرت آدم کا اولوا العزم رسول نہ ہونا

اس سورت میں چھٹی بار حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ پہلی بار یہ قصہ سورۃ البقرہ میں بیان فرمایا۔ دوسری بار سورۃ الاعراف میں تیسری بار سورۃ الحجر میں' چوتھی بار سورۂ بنی اسرائیل میں پانچویں بار سورۃ الکہف میں اور چھٹی بار سورۂ طٰہٰ میں یہاں پر۔

اس قصہ کی اس سورت سے مناسبت یہ ہے کہ اس سورت میں فرمایا تھا:

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ. (طٰہٰ: ۹۹) اور اسی طرح ہم آپ کے اوپر گذرے ہوئے واقعات کے قصے بیان کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ شیطان کے بہکانے میں آ جاتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ اس کے باوجود وہ احتیاط نہیں کرتے اور اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ رکھنے کے اسباب کو اختیار نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ یہ امر قدیم ہے حضرت آدم کو بھی بتا دیا گیا تھا کہ شیطان ان کا کھلا دشمن ہے اس کے باوجود انہوں نے احتیاط نہیں کی اور ان اسباب کو اختیار نہیں کیا جن سے وہ شیطان کے بہکانے میں نہ آتے' وہ بھول گئے اس طرح ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے اور شیطان کے بہکانے میں آ جاتی ہے۔
علامہ ابن عطیہ اندلسی نے اس مناسبت کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخفیف ہے اور ان کے معاملہ کو کفار اور نافرمانوں کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔
قرآن مجید میں جو فرمایا ہے "ولم نجد له عزما" ہم نے (حضرت) آدم کا کوئی عزم نہیں پایا' اس کی ایک تقریر تو وہ ہے جو ہم

marfat.com
Marfat.com

بیان کر چکے ہیں کہ وہ بھول گئے تھے اور ہم نے معصیت اور نافرمانی کرنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں پایا۔ اور اس آیت کی دوسری تقریر یہ ہے:

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت آدم کو بتا دیا تھا کہ آپ اس درخت سے نہ کھائیں لیکن جب شیطان نے ان کو بہکایا تو اس نصیحت پر کاربند رہنے کے لیے ہم نے ان کا عزم نہیں پایا جب کہ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ شیطان ان کا دشمن ہے' حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے اس درخت کو کھانے سے رکنے پر ہم نے ان کا صبر نہیں پایا اور ہماری ممانعت پر قائم رہنے کا عزم نہیں پایا' النحاس نے کہا عزم کا لغت میں بھی یہی معنی ہے کہا جاتا ہے فلاں نے عزم کیا یعنی خود کو معصیت سے بچانے پر ثابت قدم رہا اور صبر کیا' اسی اعتبار سے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ پس آپ صبر کیجئے جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا۔

(الاحقاف: ۳۵)

حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: میں نے جس چیز سے منع کیا تھا انہوں نے اس ممانعت کی حفاظت نہیں کی' جب ابلیس نے ان سے کہا اگر آپ نے اس معین درخت سے کھا لیا تو آپ کو جنت میں خلود اور دوام حاصل ہو جائے گا تو انہوں نے اس کی بات نہیں مانی اور جب ابلیس نے اسی نوع کے دوسرے درخت سے کھانے کے لیے کہا تو انہوں نے تاویل کر کے اس درخت سے کھا لیا اور یہ بھول گئے کہ یہ درخت بھی ممانعت کے عموم میں داخل ہے' ابن زید نے کہا حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ کے امر کی حفاظت نہیں اسی لیے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اولوالعزم رسولوں میں سے نہ تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۶۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابراہیم بھی اولوالعزم رسول نہ تھے کیونکہ انہوں نے تین مواقع پر ظاہری جھوٹ بول کر رخصت پر عمل کیا اور عزیمت پر عمل نہ کیا' جب کہ حضرت غوث اعظم نے ڈاکوؤں کے سامنے سچ بول کر عزیمت پر عمل کیا اور مال بچانے کے لیے جھوٹ بول کر رخصت پر عمل نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مواقع پر رخصت پر عمل مطلوب ہوتا ہے اور عزیمت پر عمل مطلوب نہیں ہوتا اگر روزہ دار کی جان کو خطرہ ہو اور وہ جان بچانے کے لیے رخصت پر عمل نہ کرے اور عزیمت پر عمل کرتے ہوئے روزہ برقرار رکھے تو وہ گناہگار ہوگا اور مر گیا تو حرام موت مرے گا۔ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ جا رہے تھے آپ نے کراع الغمیم پہنچ کر روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا' پھر بعد میں سب کے سامنے پانی پی کر روزہ افطار کر لیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ روزے پر برقرار ہے آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں' وہ نافرمان ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۶۳) حضرت ابراہیم نے جن تین مواقع پر رخصت پر عمل کیا تھا وہاں وہی عمل اولیٰ تھا۔ رہا یہ کہ آپ نے اپنے اس عمل کی وجہ سے شفاعت نہیں کی تو وہ آپ کی تواضع اور آپ کا انکسار ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ ﴿١١٦﴾

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کر دیا ○

فَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ ٱلْجَنَّةِ

پس ہم نے آدم سے فرمایا: اے آدم! یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے،

marfat.com

Marfat.com

فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ لَا

تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گے ○ بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور نہ برہنہ ○ اور نہ آپ جنت میں

تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ

پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کی تپش محسوس کریں گے ○ شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا اور کہا : اے آدم!

هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا

کیا میں دائمی حیات کے درخت کی طرف آپ کی رہنمائی کروں اور اس بادشاہت کی طرف جس کو کبھی زوال نہ ہو ○ پس ان دونوں نے اس

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز

درخت میں سے کھا لیا سو ان دونوں کے ستر کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ

اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلا ہو گئے ○ پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ فرمایا، اور ان کی توبہ قبول

هَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج فَاِمَّا

فرمائی اور ان کو (بلند درجات کی) ہدایت دی ○ فرمایا تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض، دوسرے بعض کے دشمن ہوں گے، پھر اگر

يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ مشقت میں مبتلا ہو گا ○

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ

اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ

ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (دنیا میں)

بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

دیکھنے والا تھا! ○ اللہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس میری نشانیاں آئیں تھیں تو تو نے ان کو فراموش کر دیا تھا اور اسی طرح آج

marfat.com
Marfat.com

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ

اور جو شخص اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور حد سے تجاوز کرے ہم اسی طرح اس کو سزا دیتے ہیں، اور بے شک

الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ

آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ کیا انہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی کہ ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں

يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع ۷ ۱۳/۱۶

جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ چل پھر رہے ہیں، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے انکار کر دیا○ پس ہم نے آدم سے فرمایا: یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے' ایسا نہ ہو کہ یہ آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے' تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گے○ بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور نہ برہنہ○ اور نہ آپ جنت میں پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کی تپش محسوس کریں گے○ (طٰہٰ: ۱۱۹-۱۱۶)

ابلیس کی حضرت آدم سے عداوت کی وجوہ

ان آیات میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں: (۱) سجدہ کرنے کا حکم سب فرشتوں کو دیا گیا تھا یا بعض کو (۲) سجدہ کی کیا تعریف ہے (۳) آیا ابلیس فرشتوں میں سے تھا یا جنات میں سے تھا (۴) آیا ابلیس حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہوا یا پہلے سے کافر تھا۔ ان امور پر ہم البقرہ ۳۹-۳۴ میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ ابلیس جو حضرت آدم علیہ السلام سے عداوت رکھتا تھا اس کی عداوت کا کیا سبب ہے' مفسرین نے اس کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

(۱) ابلیس بہت زیادہ حسد کرنے والا تھا' جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ نعمتیں دیکھیں تو وہ ان سے حسد کرنے لگا اور یہی اس کی عداوت کا سبب تھا۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام نوجوان عالم تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آدم کو کل اسماء سکھا دیئے' اور ابلیس بوڑھا ہونے کے باوجود جاہل تھا کیونکہ اس نے صرف مادۂ خلقت دیکھ کر خود کو حضرت آدم سے افضل قرار دیا اور جو بوڑھا جاہل ہو وہ ہمیشہ نوجوان عالم سے دشمنی رکھتا ہے۔

(۳) ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم کو پانی اور مٹی سے پیدا کیا گیا اور پانی اور مٹی اور آگ میں اپنی اصل کے اعتبار سے عداوت ہے۔

جنت کی نعمتوں کی قدر دلانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ یہ آپ کو جنت سے نکلوا دے تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گے۔

مشقت سے مراد ہے تلاش معاش اور روزی کی طلب میں جدوجہد اور محنت اور مشقت کرنا جس کے نتیجہ میں انسان تھکاوٹ میں مبتلا ہوتا ہے' اور یہ محنت اور مشقت صرف مرد کرتا ہے عورتیں نہیں کرتیں اس لیے اس آیت میں صرف حضرت آدم

marfat.com

Marfat.com

کے متعلق فرمایا ہے ورنہ آپ مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ کھیتی باڑی کرنے ہل چلانے اور دیگر اسباب معیشت سے جو مشقت اور تھکاوٹ حاصل ہوتی ہے اس سے وہ مراد ہے' سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم ایک سرخ بیل کے ساتھ ہل چلاتے تھے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے اور یہ ان کی مشقت تھی۔

نیز فرمایا آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور نہ برہنہ ○ اور نہ آپ جنت میں پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کی تپش محسوس کریں گے۔

انسان کو پیٹ بھر کر کھانا مل جائے' پھر سیر ہو کر پینے کیلئے پانی مل جائے' تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا مل جائے اور درختوں کا سایہ میسر ہو جائے تو یہ اس کے لیے بہت اہم اور بڑی نعمتیں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں یہ نعمتیں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل تھیں اور ان نعمتوں کی انسان کو اس وقت قدر ہوتی ہے جب یہ نعمتیں اس کو میسر نہ ہوں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان نعمتوں کی اضداد کا ذکر فرمایا کہ جنت میں آپ نہ بھوکے رہتے ہیں نہ پیاسے نہ برہنہ ہوتے ہیں اور نہ آپ کو دھوپ کی تپش محسوس ہوتی ہے اور جب آپ جنت سے چلے جائیں گے تو آپ کو ان تمام نعمتوں کے حصول کے لیے محنت اور مشقت کرنا ہوگی اس لیے آپ شیطان کے بہکانے میں نہ آئیں تاکہ آپ کو جنت سے جانا نہ پڑے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا اور کہا: اے آدم! کیا میں دائمی حیات کے درخت کی طرف آپ کی رہنمائی کروں! اور اس بادشاہت کی طرف جس کو کبھی زوال نہ ہو ○ پس ان دونوں نے اس درخت سے کھا لیا سو ان دونوں کے ستر کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلا ہو گئے ○ پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو (بلند درجات کی) ہدایت دی ○ (طٰہٰ: ۱۲۲-۱۲۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہت عظیم مقام عطا فرمایا ان کو مسجود ملائکہ بنایا اور ان کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا اور ان کو یہ بتا دیا کہ ان سے اور ان کی بیوی سے ابلیس سخت عداوت رکھتا ہے اور وہ ان کو بہکائے گا اور ان سے معصیت صادر کرا کر ان کو جنت سے نکلوانے کی کوشش کرے گا' اور ابلیس نے حضرت آدم کو اور ان کی بیوی کو لغزش میں مبتلا کرا دیا' اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم بہت کامل تھا اور ان کی عقل بہت روشن تھی اور ان کو معلوم تھا کہ ابلیس ان کا دشمن ہے اور اس نے ان کو سجدہ نہیں کیا اور وہ اسی وجہ سے دائمی لعنت کا مصداق اور مستحق بن گیا اس کے باوجود انہوں نے اس کے فریب میں آ کر اس درخت سے کھا لیا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قضا اور اس کی تقدیر کو روک نہیں سکتی۔

رہا یہ کہ ابلیس نے کیا وسوسہ کیا اور کس طرح کیا اس کی تفصیل ہم البقرہ میں بیان کر چکے ہیں اور الاعراف میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور حضرت آدم اور ان کی بیوی کا ستر کھل جانا اور پتوں سے ان کا اپنے جسموں کو ڈھانپنا اس کی تفسیر بھی ہم سورۃ الاعراف میں بیان کر چکے ہیں۔

"عصی ادم ربه فغوی" سے حضرت آدم کی عصمت پر اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب

اس آیت: ۱۲۱ میں ہے **فعصی ادم ربه** اس کا لفظی معنی ہے پس آدم نے اپنے رب کی معصیت (نافرمانی) کی۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں عصا کا معنی ہے لاٹھی' عصیان کی اصل ہے اپنی لاٹھی کے سبب سے کسی کام سے منع کرنا' اور اس کا معنی ہے اطاعت سے باہر نکلنا۔ (المفردات: ج ۲ ص ۴۳۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

امام رازی لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منکرین کہتے ہیں کہ عاصی اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا

marfat.com

Marfat.com

ارتکاب کرے اور جو اپنے فعل کی وجہ سے سزا کا مستحق ہو اور عصیان کی مذمت کی جاتی ہے اور اس پر وعید ہے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا (النساء: ۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور غویٰ کا مصدر ہے غوایت' اور غوایت اور ضلالت دونوں مترادف ہیں اور غی' رشد اور ہدایت کی ضد ہے اور اس قسم کے لفظ کا اطلاق اسی شخص پر کیا جاتا ہے جو فاسق ہو اور اپنے فسق میں مستغرق ہو۔

پھر علماء نے اس استدلال کے جواب میں کہا معصیت کا معنی ہے امر کی مخالفت کرنا اور امر کبھی وجوب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی استحباب کے لیے ہوتا ہے' اور حضرت آدم پر جو معصیت کا اطلاق ہے اس کا معنی ہے انہوں نے ایک مستحب کام کو ترک کر دیا نہ یہ کہ انہوں نے کسی واجب کو ترک کیا' لیکن اس آیت سے استدلال کرنے والوں نے اس جواب کو رد کر دیا اور کہا ہے کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معصیت کا مرتکب عتاب اور سزا کا مستحق ہوتا ہے اور عرف میں بھی عاصی کا لفظ بہ طور مذمت کے استعمال ہوتا ہے' اور بعض علماء نے اس کے جواب میں یہ کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم نے معصیت صغیرہ کا ارتکاب کیا نہ یہ کہ معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا' اور ابو مسلم اصفہانی نے یہ جواب دیا کہ حضرت آدم نے مصالح دنیا میں حکم کی مخالفت کی نہ کہ تکلیف شرعی میں' اور دنیاوی مصلحتوں میں حکم کی مخالفت کرنا مباح ہے' اور غویٰ کے لفظ کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے کیونکہ جب انہوں نے اپنے ملک کو دائماً برقرار رکھنے کے لیے اس درخت سے کھایا تو ان کا ملک زائل ہو گیا اور ان کی کوشش ناکام ہو گئی اور وہ کامیاب نہ ہو سکے تو کہا گیا غویٰ' غویٰ' رشد کی ضد ہے اور رشد کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کے وسیلہ سے مقصود تک پہنچا جائے اور جب مقصود کے بجائے اس کی ضد حاصل ہو تو کہا جاتا ہے غویٰ یعنی وہ ناکام اور نامراد ہو گیا' اور بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ غویٰ کا معنی ہے بدہضمی یعنی بہ کثرت گندم کھانے سے انہیں بدہضمی ہو گئی' ان تمام جوابات کو ذکر کرنے اور ان پر بحث تمحیص کرنے کے بعد امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ میرے نزدیک سب سے اولیٰ اور مادۂ اعتراض کو جڑ سے اکھاڑنے والا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم سے یہ فعل اس وقت سرزد ہوا جب وہ نبی نہیں تھے اس کی تفصیل ہم نے البقرہ میں کی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۰۹-۱۰۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورہ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے پہلے عصمت انبیاء میں حسب ذیل مذاہب بیان فرمائے ہیں:

عصمت انبیاء میں مذاہب

(۱) حشویہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا عمداً گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔

(۲) اکثر معتزلہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کبائر کا صدور جائز نہیں ہے لیکن عمداً صغائر کا صدور جائز ہے' سوا ان صغائر کے جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳) جبائی معتزلی کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغائر اور کبائر کا عمداً صدور ناجائز ہے' ہاں ان سے تاویل کے ساتھ صدور ہو سکتا ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا' سہو اور خطا کے ساتھ ان سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے' لیکن ان سے ان پر مواخذہ ہوتا ہے' اس کے برخلاف ان کی امتوں سے اگر سہو اور خطاء سے گناہ ہو تو ان سے مواخذہ

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہوتا' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے پاس معرفت کے دلائل بہت قوی اور بہت زیادہ ہیں اور دوسروں کی بہ نسبت وہ گناہوں سے اجتناب پر زیادہ قادر ہیں۔

(۵) روافض کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا نہ قصداً نہ سہواً نہ تاویلاً نہ خطاءً۔

عصمت کے وقت میں علماء کے تین قول ہیں:

(۱) معتزلہ کے نزدیک ان کی عصمت کا وقت بالغ ہونے کے بعد ہے اور نبوت سے پہلے ان سے کفر اور کبیرہ کا ارتکاب جائز نہیں ہے۔

(۲) روافض کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی ولادت کے وقت سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) ہمارے اکثر اصحاب کا مذہب اور ابوالھذیل اور ابوعلی معتزلی کا مذہب اور ہمارا مختار یہ ہے کہ حال نبوت میں انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۵۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس تمہید کے بعد امام رازی "عصی ادم ربہ فغوی" کے جواب میں منکرین عصمت کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہارا کلام اس وقت مکمل ہوگا جب تم دلیل سے یہ ثابت کر دو کہ حضرت آدم نے حال نبوت میں اس درخت سے کھایا تھا اور یہ ثابت نہیں ہے' یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ حضرت آدم سے اس زلت (لغزش) کا صدور اس وقت ہوا ہو جب وہ نبی نہیں تھے اور اس زلت کے بعد ان کو نبی بنایا گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۵۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عصیٰ ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ قرطبی مالکی کی تفسیر

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس میں علماء کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے' اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا وہ گناہ صغیرہ کرتے ہیں جن سے ان کا مواخذہ ہوتا ہے اور ان پر عتاب ہوتا ہے یا نہیں' اسی طرح اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے وہ ایسا ذلیل کام نہیں کرتے جس سے ان کی ذات پر نقص یا عیب لگے یا جس کی وجہ سے ان کی مذمت کی جائے اور لوگ ان سے متنفر ہوں' ہمارے نزدیک اس کی دلیل معجزہ ہے' اور معتزلہ کے نزدیک اس کی دلیل عقل ہے۔ امام طبری اور دیگر فقہاء' متکلمین اور محدثین نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر واقع ہوتے ہیں اس میں رافضیوں کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ان کے اصحاب اور جمہور فقہاء اور محدثین کا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اسی طرح صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں' کیونکہ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے افعال' ان کے آثار اور ان کی سیرتوں کی اتباع کریں اور یہ حکم مطلق دیا گیا ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے اور نہ کسی قرینہ کے التزام کا ذکر ہے' اگر ہم انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے وقوع کو جائز قرار دیں تو ان کی اقتداء کرنا ممکن نہیں ہوگی' کیونکہ ان کے افعال میں سے ہر فعل اس سے متمیز نہیں ہے کہ وہ عبادت ہے یا اباحت ہے یا ممنوع ہے یا معصیت ہے' اور نہ کسی شخص کو یہ حکم دینا صحیح ہوگا کہ وہ ان کے کسی حکم پر عمل کرے کیونکہ ہوسکتا ہے ان کا وہ حکم معصیت ہو۔

قاضی ابواسحاق اسفرائنی نے کہا کہ صغائر کے ارتکاب میں اختلاف ہے اور اکثر کا مختار یہ ہے کہ ان سے صغائر کا صدور جائز نہیں ہے اور بعض نے جائز کہا ہے اور اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

بعض متاخرین نے پہلے قول کو اختیار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں کے وقوع کی خبر دی ہے اور ان کو انبیاء علیہم

marfat.com
Marfat.com

السلام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام پر عتاب کیا ہے' اور خود انبیاء علیہم السلام نے بھی ان گناہوں کے وقوع کی خبر دی اور ان سے ڈرے اور ان پر توبہ کی اور یہ تمام امور بہت جگہ وارد ہیں اور یہ مجموعی طور پر تاویل کو قبول نہیں کرتے اگرچہ فرداً فرداً تاویل کو قبول کرتے ہیں' اور ان تمام امور سے ان کے مناصب میں کمی نہیں ہوتی اور یہ کام ان سے شاذ اور نادر طور پر خطا اور نسیان سے واقع ہوئے ہیں یا انہوں نے یہ کام کسی تاویل سے کیے ہیں کیونکہ کبھی وزیر سے اس کام پر گرفت کی جاتی ہے جس کام پر سائیس کو انعام دیا جاتا ہے' اس وجہ سے وہ میدان حشر میں امن امان اور سلامتی ملنے کے باوجود ان کاموں کے ارتکاب سے ڈرتے رہیں گے اور یہ قول حق ہے اور جنید نے کیا خوب کہا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں' اور ہر چند کہ بعض نصوص ان سے گناہوں کے وقوع پر شاہد ہیں لیکن اس سے ان کے مناصب پر طعن نہیں ہوگا اور نہ ان کے مراتب میں کوئی کمی ہوگی بلکہ انہوں نے ان گناہوں کی تلافی کر لی' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بزرگی دی اور ان کو ہدایت دی اور ان کی مدح کی اور ان کا تزکیہ کیا اور ان کو پسند کیا اور ان کو فضیلت دی۔ صلوٰت اللہ علیہم و سلامہ۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١١ص ٢٩٢-٢٩١' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

اور علامہ قرطبی وعصی ادم ربہ فغوی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فغویٰ کا معنی ہے ان کی زندگی کا عیش و آرام جاتا رہا اور ان کی زندگی خراب ہوگئی' غی کا ایک معنی ضلالت اور گمراہی ہوتا ہے اور دوسرا معنی فساد ہے اور یہاں پر یہی معنی مراد ہے' نقاش' قشیری اور استاذ ابوجعفر نے بھی یہی مراد لیا۔ یعنی جب وہ جنت سے باہر آ گئے تو جنت کے عیش و آرام کے بجائے ان کو محنت اور مشقت کی زندگی گزارنی پڑی اور وہ مشقت میں پڑ گئے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١١ص ١٦٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ آلوسی کی تفسیر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم نے اس درخت سے کھانے کی ممانعت میں اپنے رب کی معصیت کی اور ان کا جو مطلوب تھا کہ ان کو دائمی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہو اس سے بھٹک گئے یعنی اس کو نہ پا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے جب غوی کا معنی ضلالت کیا جائے اور غوی کا معنی فساد بھی ہے یعنی ان کی زندگی میں جنت سے آنے کے بعد محنت' مشقت اور تھکاوٹ ہوگئی عیش و آرام جاتا رہا اور وہ مشقت میں پڑ گئے۔

علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد میں ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم سے جو یہ کام صادر ہوا یہ نبوت سے پہلے تھا اور اس کا صدور سہو یا تاویل سے ہوا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان پر گرفت فرمائی کیونکہ ان کا مقام بہت بلند تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت فضل اور احسان تھا اور ان جیسے شخص کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہر وقت یاد رکھنا چاہیے تھا تاکہ سہو اور نسیان کی نوبت نہ آتی اور مشہور ہے کہ نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔ (روح المعانی جز ١٦ص ٤٠٢-٤٠١' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق سید مودودی کی تفسیر

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ١٣٩٩ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی (الی ان قال) بس ایک فوری جذبہ نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر ابھر آیا تھا' ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے' یہی وہ "بھول" اور "فقدان عزم" ہے جس کا ذکر قصہ کے آغاز میں کیا گیا تھا

marfat.com
Marfat.com

اور اسی چیز کا نتیجہ وہ نافرمانی اور بھٹک ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ٣ ص ١٣٣ مطبوعہ لاہور ١٩٨٣ء)

سید مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

سید مودودی نے اپنی اس عبارت میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف معصیت کی پستی میں جا گرنے نافرمانی اور بھٹکنے کی نسبت کی ہے جب کہ علماء اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی آیت یا کسی حدیث کے ترجمہ کے بغیر از خود حضرت آدم کی طرف معصیت اور بھٹکنے کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی التوفی ۵۴۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مولیٰ اور مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بندہ اور غلام کے متعلق کہے ''عصٰی'' اس نے میری نافرمانی کی اور پھر اس پر اپنے فضل سے رجوع کرے اور کہے وہ تنزیہ کو بھول گئے اور ہم میں سے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کی خبر بیان کرتے ہوئے کہے انہوں نے معصیت اور نافرمانی کی ماسوا اس صورت کے کہ وہ اس آیت یا حدیث کا ترجمہ بیان کرے اور رہا یہ کہ ہم اپنی طرف سے اس واقعہ کا بیان کریں تو جب ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم اپنے آباء کو گناہ گار کہیں حالانکہ وہ حضرت آدم کی بہ نسبت بہت ادنیٰ درجہ کے ہیں تو ہمارے لیے یہ کس طرح جائز ہوگا کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ایسا کہیں جو ہمارے سب سے مقدم باپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی ہیں۔ جن کی اللہ توبہ قبول فرما چکا ہے اور ان کی مغفرت کر چکا ہے۔ (احکام القرآن ج ٣ ص ٢٥٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٠٨ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١١ ص ١٦٧۔١٦٨ مطبوعہ بیروت البحر المحیط ج ۷ ص ٣٩٢ بیروت روح المعانی جز ١٦ ص ٤٠٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٧ھ)

علامہ ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر یا کسی حدیث کے بغیر انبیاء میں سے کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ اس نے معصیت کی (اللہ کی نافرمانی کی) یا اللہ کی مخالفت کی تو وہ کافر ہو گیا نعوذ باللہ من ذالک۔ اس کے بعد انہوں نے علامہ ابن العربی کی مذکور الصدر عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔

(المدخل ج ٢ ص ١٤ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ باقی مفسرین نے وعصی ادم ربہ فغوی کی تفسیر میں اس آیت کی توجیہ کی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کو ثابت کیا اور ان کی گناہ سے برأت کو بیان کیا ہے اور سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس آیت سے حضرت آدم علیہ السلام پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ ''وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے'' انا للہ وانا الیہ راجعون!

وعصی ادم ربہ فغوی کے متعلق مصنف کی تفسیر

ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد عمداً گناہ کبیرہ صادر نہیں ہوتا' ہاں نسیان اور اجتہادی خطاء سے صغائر کا ارتکاب ہو سکتا ہے خواہ نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد۔ اور سورہ طٰہٰ کی زیر تفسیر آیت میں جو وارد ہے وعصی ادم ربہ: آدم نے اپنے رب کی معصیت (نافرمانی) کی' سو یہ اطلاق ظاہری اور صوری اعتبار سے

marfat.com
Marfat.com

ہے اور یہ حقیقتاً گناہ نہیں ہے نہ صغیرہ اور نہ کبیرہ' کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اپنے قصد اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کے خلاف کوئی کام کیا جائے اور اگر بھولے سے کوئی کام اللہ کے حکم کے خلاف کیا جائے تو وہ گناہ نہیں ہے' جیسے انسان رمضان کے روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو یہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹتا' اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت آدم نے بھول کر اس درخت سے کھایا تھا یا قصداً اور عمداً کھایا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا۔

اور اس کو ظاہری اور صوری اعتبار سے معصیت اس لیے فرمایا کہ انہوں نے بہرحال اس درخت سے کھایا تھا خواہ ان کا قصد معصیت کا نہیں تھا' اور انہوں نے چونکہ بھولے سے یہ فعل کیا تھا اس لیے یہ گناہ نہیں ہے اور نہ عصمت کے خلاف ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (طٰہٰ: ۱۲۱۔۱۲۰)

پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ کیا کہا اے آدم کیا تمہیں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا درخت بتادوں اور ایسی بادشاہت جو کبھی کمزور نہ ہو' تو (آدم وحوا) دونوں نے اس درخت سے کھالیا سو ان کی ستر گاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (الاعراف: ۲۱۔۲۰)

اور شیطان نے کہا تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

حضرت آدم نے اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی جھوٹی نہیں کھا سکتا اور انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع کیا ہے اور یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا تھا' یا انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے میں اس نوع کے کسی اور درخت سے کھا لیتا ہوں' دونوں صورتوں میں ان کے اجتہاد کو خطاء لاحق ہوئی اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع شجر سے منع کیا تھا' اور یہ واضح رہے کہ اجتہادی خطاء اور نسیان عصمت کے منافی نہیں ہے اور باقی رہا ان کا عرصہ دراز تک توبہ اور استغفار کرنا تو یہ ان کا کمال تواضع اور انکسار ہے۔ اور رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیوں فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نیک انسانوں کی بعض نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔ اور اس لیے کہ اگرچہ یہ فعل حقیقت میں گناہ نہیں تھا لیکن حضرت آدم علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ بہت بلند تھا اس لیے ان کو اپنے مرتبہ کے لحاظ سے چاہیے تھا کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد رکھتے تاکہ بھولنے کی نوبت نہ آتی' اور رہا یہ کہ وہ بے لباس کیوں ہو گئے تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس درخت سے کھانا بے لباس ہونے کا سبب ہو جیسے آگ جلانے کا سبب ہے اور زہر ہلاکت کا سبب ہے' اور "غوی" کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کا معنی گمراہ ہونا بھی ہے اور خراب اور فاسد ہونا بھی ہے اور یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے کہ جنت سے آنے کے بعد ان کی زندگی کا عیش و آرام خراب ہو گیا اور ان کو کھانے پینے اور لباس پہننے کے لیے

marfat.com
Marfat.com

محنت اور مشقت کرنی پڑی۔
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا اپنے رب کے سامنے مباحثہ ہوا۔ پس حضرت آدم' حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے' حضرت موسیٰ نے کہا آپ وہ آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا' پھر آپ نے اپنی خطا سے لوگوں کو زمین پر اتار دیا' حضرت آدم نے کہا آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی اور آپ کو الواح عطا کیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا' اور آپ کو قریب کر کے سرگوشی کی' آپ یہ بتایئے کہ میری تخلیق سے کتنا عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات کو لکھا تھا؟ حضرت موسیٰ نے کہا چالیس سال پہلے! حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے تورات میں یہ لکھا ہوا دیکھا تھا **عصی ادم ربہ فغوی** (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ مشقت میں پڑ گئے' حضرت موسیٰ نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا تو کیا آپ مجھے اس کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا' پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۲' الرقم المسلسل: ۶۶۲۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۰۹)

حضرت آدم علیہ السلام کے کلام کی تشریح یہ ہے کہ اے موسیٰ! آپ جانتے ہیں کہ میرے پیدا کئے جانے سے پہلے یہ لکھ دیا گیا تھا اور مقدر کر دیا گیا تھا۔ اس لیے اس کا واقع ہونا واجب تھا اور اگر میں' بلکہ ساری مخلوق مل کر بھی اللہ کے لکھے ہوئے سے ایک نقطہ کو بھی مٹانا چاہیں تو اس پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ مجھے اس پر کیوں ملامت کر رہے ہیں اور اس لیے کہ گناہ پر ملامت کرنا شرعی امر ہے عقلی امر نہیں ہے' اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمالی اور ان کی مغفرت فرمادی تو ان سے ملامت زائل ہو گئی' اور اب ان کو جو ملامت کرے گا وہ شرعاً مغلوب ہو گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر اب کوئی شخص گناہ کر کے یہ عذر پیش کرے کہ یہ گناہ تو میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا تو کیا اس کا عذر مقبول ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عذر مقبول نہیں ہو گا کیونکہ وہ دار التکلیف میں ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ پر توبہ کرے اور اس کی تلافی کرے ورنہ وہ اس گناہ کی سزا کا مستحق ہو گا' اور حضرت آدم بھی جب تک دار التکلیف میں رہے اپنی اس ظاہری معصیت پر توبہ کرتے رہے اور اشک ندامت بہاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اور یہ گناہ کرنے والا دار التکلیف میں باقی ہے اور اس پر مکلفین کے احکام جاری ہوں گے اس کو زجر و توبیخ اور ملامت کی جائے گی اور اس پر حد یا تعزیر ہو گی اور اس پر توبہ کرنا لازم ہے' اور حضرت آدم نے تقدیر کا عذر اس وقت پیش کیا تھا جب وہ اس دار التکلیف سے جا چکے تھے' اس لیے اب ان کو ملامت کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور سوا ان کو ایذاء پہنچانے اور شرمندہ کرنے کے ان کو ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا' اور جب انسان کسی گناہ سے توبہ کر لے تو اس کا گناہ باقی نہیں رہتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا تو حقیقت میں کوئی گناہ بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور ان کو عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔ اس لیے اب ان کو ملامت کرنے کی کیا وجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ' تم میں سے بعض دوسرے بعض کے دشمن ہوں گے' پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ مشقت میں مبتلا ہو گا۝ (طٰہٰ: ۱۲۳)

اس کی تفسیر البقرہ: ۳۸ میں گزر چکی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی' اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (تو دنیا میں) دیکھنے والا تھا! ○ اللہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس دنیا میں میری نشانیاں آئیں تھیں تو تو نے ان کو فراموش کر دیا تھا اور اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا ○ اور جو شخص اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور حد سے تجاوز کرے ہم اسی طرح اس کو سزا دیتے ہیں اور بے شک آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ (طٰہٰ: ۱۲۷-۱۲۴)

ذکر سے مراد اور "ضنک" کا معنی

میرے ذکر سے مراد ہے میرا دین اور میری کتاب کی تلاوت' اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے اسلام کے دین برحق ہونے پر جو دلائل نازل کیے گئے ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہو' کیونکہ ذکر آپ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

"ضنکا": ضنک کا معنی ہے تنگی اور اس کا معنی زکام بھی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۹۰) ابوعبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے تنگی میں بسر ہونے والی زندگی۔ ہر زندگی جو تنگی میں بسر ہو' یا تنگ جگہ ہو یا تنگ منزل ہو اس کو ضنک کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا ضنک کی لغت میں اصل ہے: تنگی اور سختی۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۳۱-۳۳۰)

مفسرین نے کہا تنگی میں زندگی گزرنے کے تین محمل ہیں دنیا میں' قبر میں' آخرت میں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سب جگہوں پر اس کی زندگی تنگی سے گزرے یا اکثر جگہوں پر اس کی زندگی تنگی سے گزرے۔

کافر کی تنگ زندگی کا محمل دنیا میں

اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کافر کی زندگی دنیا میں تنگی کے ساتھ گزرے گی اس لیے کہ مسلمان کو اللہ پر توکل اور اعتماد ہوتا ہے اور وہ جس حال میں بھی ہو وہ پرسکون اور خوش رہتا ہے قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل: ۹۷)

جو شخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو' تو ہم اس کو ضرور اچھی اور پرسکون زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اور جو شخص کافر ہوتا ہے وہ دنیا کے جمع کرنے پر حریص ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کے مال میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے اور چونکہ اس کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے آخرت پر نہیں ہوتی تو اس کو ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں اس کا یہ مال اور دولت اور اس کی سلطنت اس سے زائل نہ ہو جائے' آپ امریکا' روس اور چین کو دیکھ لیں ان کے پاس نئے نئے اور مہلک ہتھیاروں کی کمی نہیں ہے اس کے باوجود وہ اپنے ملک کے وسائل ہتھیار بنانے پر خرچ کر رہے ہیں' روس معاشی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے اس کے خزانے میں سرکاری ملازموں کو تنخواہیں دینے کے لیے رقم نہیں ہے کھانے کے لیے گندم نہیں ہے وہ عالمی بینک سے قرض لے کر ملازموں کی تنخواہوں اور عوام کے لیے روٹی کا بندوبست کر رہا ہے اس کے باوجود اس کو مخالف طاقتوں سے خطرہ ہے اور وہ اسلحہ بنانے کی دوڑ میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا' امریکہ کو بھی اپنی بقا کا خطرہ لگا رہتا ہے اور وہ اپنے دفاع کے لیے مہلک سے مہلک ہتھیار بنا رہا ہے روس معاشی طور پر تباہ ہو چکا ہے اور کوئی دن جاتا ہے کہ امریکا میں بھی روٹیوں کے لالے پڑ جائیں گے اس وقت امریکا کی جس قدر ساکھ بنی ہوئی ہے وہ سب عالمی بینک سے قرضوں کی بنیاد پر ہے۔ غرض کافر ملک بہ ظاہر کتنے طاقتور اور خوش حال ہوں ان کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں آج ہم روس کے ہاتھوں میں کشکول دیکھ رہے ہیں لیکن بیس پچیس

marfat.com
Marfat.com

سال پہلے کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا سو ان شاء اللہ چند سال بعد امریکہ کا بھی یہی حال ہوگا حقیقی پرسکون اور خوشحال زندگی صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاۤءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (البقرہ:٦١)

اور ان پر ذلت اور مسکینی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے' کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ:٦٦)

اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (اس) پر پورا پورا عمل کرتے تو یہ اپنے اوپر سے اور اپنے نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:٩٦)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

اس سوال کا جواب کہ کفار دنیا میں عیش و آرام سے ہیں اور مسلمان تنگ دستی میں مبتلا ہیں

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار دنیا میں تنگی اور تنگ دستی کی زندگی گزاریں گے اور مسلمان کشادگی اور خوشحالی کی زندگی گزاریں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں معاملہ اس کے برعکس ہے' کفار دنیا میں کشادگی اور خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں اور مسلمان معاشی تنگی اور تنگ دستی کا شکار ہیں اور حدیث میں بھی یہی ہے کہ نیک لوگ دنیا میں مصائب کا شکار ہوں گے۔

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے لوگ زیادہ مصائب میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا انبیاء پھر جو ان کے زیادہ قریب ہو اور پھر جو ان کے زیادہ قریب ہو' انسان اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں صلابت (سختی اور جماؤ) ہو تو اس کی مصیبت زیادہ سخت ہوگی اور اگر اس کی دین میں نرمی ہو تو وہ اس کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوگا' بندہ پر اس طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٣٩٨' مصنف ابن شیبہ ج ٣ ص ٢٣٣' مسند احمد ج ١ ص ١٧٢' سنن الدارمی رقم الحدیث: ٢٧٨٦' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٠٢٣' مسند البزار رقم الحدیث: ١١٥٠' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٢٩٠١' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٣٦٨)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر علماء پھر وہ جو ان کے زیادہ قریب ہوں' پھر وہ جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔

(المستدرک رقم الحدیث: ٥٥١٤' کنز العمال رقم الحدیث: ٦٧٨٢' المستدرک ج ٣ ص ٣٤٣ قدیم)

اس کا جواب یہ ہے کہ ''ضنکا'' کا مطلب تنگ دستی نہیں ہے بلکہ زندگی کی تنگ گزران ہے' یہ درست ہے کہ کفار اور مشرکین نے مال و دولت کے انبار جمع کر لیے مگر ان کو طمانیت قلب اور ذہنی سکون حاصل نہیں ہے وہ بہ ظاہر عیش و عشرت میں ہیں لیکن ان کا دل غمگین اور پریشان رہتا ہے' وہ شب و روز مال و دولت اور منصب اور اقتدار کے حصول میں سرگرداں رہتے ہیں پھر ان کو اس کی حفاظت کی فکر رہتی ہے' وہ جو دنیاوی مال و متاع حاصل کرتے ہیں اس کے لیے ہزاروں قسم کے ناجائز

marfat.com
Marfat.com

ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا ضمیر مجرم ہوتا ہے اور وہ اطمینان اور سکون سے محروم رہتے ہیں۔

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "معیشۃ ضنکا" کی تفسیر میں روایت کیا ہے ہر وہ مال جو میں اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو دیتا ہوں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ وہ اس میں میری اطاعت نہ کرے تو اس میں کوئی خیر نہیں اور وہی معیشت میں ضنک (تنگی) ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے "معیشۃ ضنکا" کی تفسیر میں روایت کیا ہے جب اللہ کسی بندہ کو رزق میں وسعت دے اور وہ اپنی معیشت کو حرام کر لیتا ہے تو اللہ اس کے لیے دوزخ کی آگ میں تنگی کر دیتا ہے۔ امام ابن جریر نے روایت کیا ہے یہ وہ معیشت ہے جس میں حرام کی وسعت ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے مالک بن دینار سے "معیشۃ ضنکا" کی تفسیر میں روایت کیا' اللہ اس کا رزق حرام میں کر دیتا ہے اور اس کو تادم مرگ حرام کھلاتا ہے حتیٰ کہ وہ مر جاتا ہے پھر اس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور امام ابن ابی حاتم نے "معیشۃ ضنکا" کی تفسیر میں روایت کیا ہے اس سے مراد برے عمل اور رزق خبیث ہے۔ الدر المنثور ج ۵ ص ۶۰۹' (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۴۴۰)

امام ابن جریر نے ابو حازم سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے یہ وہ معیشت ہے جس میں معصیت کا رزق ہو۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۴۱۶)

امام ابن جریر نے ضحاک سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے اس سے مراد کسب خبیث ہے' ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس سے مراد عمل خبیث اور برا رزق ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۴۱۷)

کافر کی تنگ زندگی کا محمل قبر میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: فان لہ معیشۃ ضنکا اور کیا تم جانتے ہو کہ معیشت ضنک کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ قبر میں کافر کا عذاب ہے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے کافر پر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے' کیا تم جانتے ہو کہ تنین کیا ہیں؟ وہ ننانوے سانپ ہیں' ہر سانپ کے ننانوے پھن ہیں' وہ اس کے جسم میں پھونکیں ماریں گے اور قیامت تک اس کو ڈستے اور نوچتے رہیں گے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۴۲۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۳۳۴' مطبوعہ دار الفکر' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۵۶۴)

(حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو متعدد سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۸' دار الفکر' ۱۴۱۹ھ)

حافظ سیوطی نے امام عبد الرزاق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کافر کی قبر اس پر تنگ ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۶۰۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

کافر کی تنگ زندگی کا محمل آخرت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ کافر کی زندگی دوزخ میں بڑی سختی سے گزرے گی ان کو کھانے کے لیے کانٹے والے بدبودار درخت اور تھوہر کے درخت ملیں گے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۳۳)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ معیشت ضنک یہ ہے کہ کافر پر خیر کے دروازے تنگ کر دیئے جائیں

marfat.com

Marfat.com

گے وہ کسی خیر کے دروازہ کی راہ نہیں پائے گا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ شبلی سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ جب تم اہل بلاء کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو تو شبلی نے کہا اہل بلا سے مراد اہل غفلت ہیں' ان کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نفسوں کی طرف لوٹا دے گا اور اس سے زیادہ اور کون سی معیشت تنگ اور سخت ہوگی کہ انسان کو اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے' عطا نے کہا معیشت ضنک کافر کی معیشت ہے کیونکہ اس کا ثواب پر یقین ہوتا ہے نہ عذاب پر۔

اور اگر یہ مراد ہو کہ کافر دنیا' قبر اور آخرت میں تنگی کی زندگی گزارتا ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی سزا کی تین قسمیں ہیں' معیشت کا تنگ ہونا' بہت زیادہ مشکلات کا شکار ہونا اور بغیر اللہ کی معصیت کے روزی کا حاصل نہ ہونا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۱۱' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ ابو صالح نے اس کی تفسیر میں کہا وہ اعمی الحجت ہوگا' یعنی قیامت کے دن اس کے پاس اپنے کفر اور فسق پر کوئی عذر اور کوئی حجت نہیں ہوگی۔

وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں دنیا میں دیکھنے والا تھا! اللہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس دنیا میں میری نشانیاں آئیں تھیں تو تو نے ان کو فراموش کر دیا تھا اور اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا۔ (طٰہٰ: ۱۲۶-۱۲۵)

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ وہ یہ کیسے کہے گا کہ تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم سلطنت کو دیکھ رہا ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ جاننے کے لیے سوال کرے گا کہ اس کو کس جرم میں اندھا اٹھایا گیا ہے حالانکہ وہ دنیا میں دیکھنے والا تھا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بغیر جرم کے سزا نہیں دیتا۔

بعض آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر میدان حشر میں دیکھنے والا ہوگا وہ اپنے اعمال نامہ کو پڑھے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کو دیکھے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اعمی سے مراد اعمی البصر نہیں ہے بلکہ اعمی الحجت ہے' یعنی دنیا میں تو اس نے اپنے کفر اور فسق پر حجتیں بنا رکھیں تھیں لیکن آخرت میں اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور وہ بالکل خالی ہاتھ ہوگا' اور اگر اس سے مراد اعمی البصر ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے بعض احوال میں اس کی بینائی نہیں ہوگی اور وہ اندھا ہوگا اور بعض دوسرے احوال میں وہ بینا ہوگا اور قیامت کے ہولناک مناظر کو دیکھنے کے لیے اس کو بینائی عطا کر دی جائے گی۔ پھر فرمایا:

اور جو شخص اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور حد سے تجاوز کرے ہم اسی طرح اس کو سزا دیتے ہیں اور بے شک آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۲۷)

یعنی جو اپنے رب کی نافرمانی کرے اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان نہ لائے تو ہم دنیا' یا برزخ میں اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب دنیا اور قبر کے عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے' کیونکہ دنیا اور قبر کے عذاب کی ایک انتہا ہے اور آخرت کا عذاب غیر متناہی مدت تک جاری رہے گا' آخرت کا عذاب کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے دنیا اور برزخ کے عذاب سے زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی کہ ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں' جن کی رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ چل پھر رہے ہیں' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ (طٰہٰ: ۱۲۸)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا جو شخص اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کے دین سے اعراض کرتا ہے اس کا

marfat.com
Marfat.com

قیامت کے دن کس طرح حشر کیا جائے گا۔ اب اس کے بعد یہ بتایا کہ دنیا میں ہونے والے واقعات سے انسانوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اہل مکہ کو ان کی خبر معلوم نہیں ہوئی جو ان سے صدیوں پہلے اپنے گھروں میں رہتے تھے یعنی جب اہل مکہ تجارت کرنے اور اپنی روزی طلب کرنے کے لیے سفر پر نکلتے ہیں اور پچھلی امتوں کے شہروں کے کھنڈرات دیکھتے ہیں اور ان بستیوں کو دیکھتے ہیں جو اپنی بنیادوں پر گری پڑی ہیں تو کیا ان کو یہ خوف لاحق نہیں ہوتا کہ اگر وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے رہے تو ان پر بھی وہ عذاب آسکتا ہے جو پچھلی امتوں پر آچکا ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی مقدر نہ ہو چکی ہوتی اور ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کو اسی وقت عذاب آ پہنچتا ○

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے رہیے، طلوع آفتاب سے پہلے

وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں، اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے تاکہ آپ

تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ

راضی ہو جائیں ○ اور ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی جو چیزیں دے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ

رکھی ہیں آپ ان کی طرف ہرگز آنکھیں نہ پھیلائیں، آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ اور آپ

أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ

اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی نماز پر جمے رہیں، ہم آپ سے (آپ کے) رزق کا سوال نہیں کرتے، ہم خود آپ کو رزق

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ

دیتے ہیں اور نیک انجام صرف تقویٰ کا ہے ○ اور انہوں نے کہا یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے، کیا ان کے

تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ

پاس وہ واضح دلیل نہیں آچکی جو پہلی کتابوں میں ہے؟ ○ اور اگر ہم رسول کو بھیجنے سے پہلے انہیں عذاب سے

marfat.com
Marfat.com

مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم (عذاب میں) ذلیل اور رسوا

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا

ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کر لیتے ۰ آپ کہیے سب انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرو،

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

عنقریب تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے اور ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں ۰ ۸ ع ۷ ۱۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی مقدر نہ ہو چکی ہوتی اور ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کو اسی وقت عذاب آ چمٹتا۰ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے رہیے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے' اور رات کے بعض اوقات میں اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے تا کہ آپ راضی ہو جائیں۰ (طٰہٰ: ۱۲۹)

آپ کی تکذیب کرنے کے باوجود کفار کو عذاب نہ دینے کی وجوہ

اس بات سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو خبر دینا اور لوح محفوظ میں یہ لکھ دینا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خواہ اپنے رسول کی تکذیب کریں ان کے اوپر پچھلی امتوں کی مثل عذاب نہیں بھیجا جائے گا جو ان سب کو ہلاک کر دے اور ان کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے' اس کی متعدد وجوہ ہیں: (۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان مکذبین میں سے بعض ایمان لے آئیں گے۔ (۲) ان مکذبین کی نسل میں سے بعض ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمان ہو جائیں گے اگر ان سب پر عذاب نازل کر دیا جاتا تو وہ لوگ بھی ہلاک ہو جاتے۔ (۳) اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر کوئی عذاب دے (الانفال: ۳۳)۔ (۴) اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے: ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷) اور عذاب بھیجنا رحمت کے منافی ہے' پہلے انبیاء اپنی امتوں کے لیے عذاب کا مقدمہ بن کر آتے تھے اگر ان کی امت ان کی تکذیب کرتی تو ان کی امتوں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ اپنی امت کے لیے رحمت کا مقدمہ بن کر آئے آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب آ نہیں سکتا تھا۔ (۵) اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے اپنے فضل کی بنا پر عذاب سے مستثنیٰ کر دے۔

نزول عذاب کی میعاد

اس آیت میں جس میعاد کا ذکر کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنگِ بدر کا دن ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ قرآن مجید میں ان دونوں میعادوں کا ذکر ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۰ (القمر: ۴۵)

عنقریب (جنگِ بدر میں) اس جماعت کو شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۰ (القمر: ۴۶)

بلکہ ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت بہت سخت اور بہت تلخ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اگر یہ میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان پر اسی وقت عذاب لازم ہو جاتا' کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ خبر دی کہ وہ کسی قوم کو یا کسی فرد کو اس کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دینے کا محمل

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ صبر کیجئے یعنی ان کی دل آزار باتوں پر صبر کیجئے' بعض آپ کو ساحر کہتے تھے' بعض آپ کو شاعر یا مجنون کہتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ یہ آپ کے دعویٰ نبوت کی جو تکذیب کرتے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے مراد یہ ہو کہ یہ لوگ جو آپ پر ایمان نہیں لاتے اور بسیار دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اس سے آپ کو بہت رنج اور غم ہوتا ہے آپ اس پر صبر کیجئے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیے اور فرائض رسالت کو ادا کرتے رہیے۔

کلبی اور مقاتل نے یہ کہا کہ یہ آیت جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ جہاد کا حکم تو دو ہجری میں نازل ہو گیا تھا لیکن اس وقت بھی فی الفور تمام کافروں کو ملیامیٹ نہیں کر دیا گیا تھا۔ ۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا تھا اور ۸ ہجری میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا غرض کفار کی باتوں اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنے کے مواقع کافی عرصہ تک باقی رہے تھے اور اب بھی ہیں اس لیے اس آیت کو منسوخ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

نماز کے اوقات اور رات کو نماز پڑھنے کی فضیلت

صبر کا حکم دینے کے بعد فرمایا آپ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے' اس میں یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح پڑھنے سے رنج اور غم زائل ہو جاتا ہے اور صبر کرنے میں تقویت حاصل ہوتی ہے ان اوقات میں حمد اور تسبیح پڑھنے سے مراد پانچ وقتوں کی نماز پڑھنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان اوقات میں پانچ نمازیں داخل ہیں۔ طلوع شمس سے پہلے حمد اور تسبیح پڑھنے سے مراد فجر کی نماز ہے اور غروب شمس سے پہلے تسبیح اور حمد پڑھنے سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں' کیونکہ یہ دونوں نمازیں غروب آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور رات کے اوقات میں تسبیح پڑھنے سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور دن کے حصوں میں جو تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازوں کی تاکید ہے۔ حمد اور تسبیح کرنے اور نماز پڑھنے کا سب سے افضل وقت رات کا وقت ہے' کیونکہ اس وقت لوگوں پر سکون ہوتے ہیں اور ان کے ظاہری اعضا کام کاج سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ رات کا وقت انسان کے سکون اور آرام کا وقت ہے اور اس وقت عبادت کے لیے اٹھنا نفس پر بہت شاق اور بہت دشوار ہوتا ہے اور بدن کے لیے بہت تھکاوٹ کا باعث ہوتا ہے تو جو شخص اس وقت اٹھ کر عبادت کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے' سو اس وقت عبادت کرنے کی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں رات کے وقت عبادت کرنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ○ (المزمل: ۶)

بے شک رات کو اٹھنے میں (نفس کو) سخت دبانا ہے اور بات کو زیادہ صحیح کہنا ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ (الزمر: ۹)

کیا وہ جو رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ○ (الفرقان: ۶۴)

اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے محامل

اس آیت کے آخر میں فرمایا آپ دن کے حصوں میں بھی نماز پڑھیے تاکہ آپ راضی ہو جائیں' اس سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور بلند مرتبہ کی خبر دینا ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کو راضی کرتی ہے اور اللہ عزوجل آپ کو راضی کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ: ۵)
اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹)
عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ: ۱۴۴)
ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما اری ربک الا یسارع فی ھواک
میں صرف یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۹۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۱۴)

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ آپ کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے' اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ آپ کا رب آپ کی شفاعت اس قدر زیادہ قبول فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے' اس کا چوتھا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کو اس قدر فتوحات عطا فرمائے گا اور آپ کے دین کو اس قدر غلبہ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے' اور پانچواں محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے افراد کو باقی تمام امتوں سے اس قدر زیادہ کر دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے' اور چھٹا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے اس قدر زیادہ گناہ گاروں کی مغفرت فرمائے گا اور آپ کی امت کے اس قدر زیادہ افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اور اس کا ساتواں محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ تمام چیزیں عطا فرمائے گا جو آپ کو پسند ہیں اور جن سے آپ راضی ہوتے ہیں۔ اور اس کا آٹھواں محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے کیونکہ آپ نماز اس کیفیت سے پڑھتے تھے کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا الگ الگ نہیں ہیں۔ آپ ان ہی چیزوں سے راضی ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ آپ کی رضا اللہ کی رضا اور اللہ کی رضا آپ کی رضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی جو چیزیں دے رکھی ہیں' آپ ان کی طرف ہرگز آنکھیں نہ پھیلائیں' آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ اور آپ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی نماز پر جمے رہیں' ہم آپ سے (آپ کے) رزق کا سوال نہیں کرتے' ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں' اور نیک انجام صرف تقویٰ کا ہے ○ اور انہوں نے کہا یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آ چکی جو پہلی کتابوں میں ہے ○ (طٰہٰ: ۱۳۳-۱۳۱)

marfat.com
Marfat.com

...ل الفاظ کے معانی

ولا تمدن عینیک: اصل میں مد کا معنی ہے کھینچنا' جو وقت دراز ہو اس کو مدت کہتے ہیں' مددت عینی الی کذا میں نے فلاں چیز کی طرف آنکھیں پھاڑ کر آنکھیں پھیلا کر دیکھا' امداد کا لفظ پسندیدہ چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے اور مد کا لفظ ناپسندیدہ چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ. (الطور:۲۲) ہم ان کو ان کے پسندیدہ میوے اور گوشت بہت زیادہ دیں گے۔

اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ○ (المومنون:۵۵) کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کے مال اور اولاد کو بڑھا رہے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۰۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

یعنی دوسروں کے پاس جو مال و متاع ہے اور دنیا کی زیب و زینت کی چیزیں ہیں آپ ان کو اچھا سمجھتے ہوئے رغبت سے اس کی طرف لمبی نظر نہ کریں اور یہ تمنا نہ کریں کہ آپ کو بھی ان جیسی چیزیں مل جائیں۔

ازواجا: اس کا معنی ہے اصنافا و اشکالا یعنی مختلف اقسام اور مختلف شکل و صورت کی چیزیں۔

زھرۃ الحیوۃ الدنیا: دنیاوی زندگی کی آرائش اور زیبائش کی پر رونق اور چمکتی دمکتی چیزیں۔

ورزق ربک: یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو اجر و ثواب کا ذخیرہ کر رکھا ہے' یا دنیا میں آپ کو جو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہدایت پر آپ کو برقرار اور ثابت قدم رکھا ہے۔

نماز پڑھنے کی تاکید

طٰہٰ: ۱۳۲ میں فرمایا آپ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں' اس سے مراد ہے آپ اپنے اقارب کو نماز پڑھنے کا حکم دیں' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر جاتے تھے اور ان کو نماز کے لیے اٹھاتے تھے۔ حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ جب بادشاہوں کے محلات میں آرائش اور زیبائش کی چیزیں دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے ولا تمدن عینیک .. الایۃ پھر ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور کہتے نماز پڑھو اللہ تم پر رحم فرمائے' اور خود نماز پڑھتے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھاتے اور خود بھی نماز پڑھتے اور اس آیت پر عمل کرتے۔

اس کے بعد فرمایا ہم آپ سے آپ کے رزق کا سوال کرتے ہیں اور نہ ان کے رزق کا سوال کرتے ہیں کہ آپ رزق کی فراہمی میں مشغولیت کی وجہ سے نماز نہ پڑھیں بلکہ آپ کے اور ان کے رزق کے کفیل اور ذمہ دار ہم ہیں۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کو تنگی کا سامنا ہوتا تو آپ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ○ مَاۤ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِيۡنُ ○ (الذاریات:۵۸-۵۶)

میں نے جن اور انسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ○ میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں ○ بے شک اللہ خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا' طاقت والا' زبردست ہے۔

ان آیتوں کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمانوں کو دن رات نمازیں پڑھنی چاہئیں اور روزی حاصل کرنے کے لیے کسب نہیں کرنا

marfat.com
Marfat.com

چاہئے کیونکہ جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے روزی حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (الجمعہ: ۱۰)　جب نماز پڑھ لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب سے نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستے میں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۷۲-۲۷۱ مطبوعہ بیروت ۱۳۹۰ھ)

طٰہٰ: ۱۳۳ میں فرمایا اور انہوں نے کہا یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے' کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آ چکی جو پہلی کتابوں میں ہے؟

کفار نے اپنے اس کلام سے یہ وہم پیدا کیا کہ ان کو بغیر کسی دلیل اور معجزہ کے ایمان لانے کا مکلف کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کیا پہلے صحائف میں ان کے پاس واضح دلائل نہیں آ چکے تھے اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کئی وجوہ سے دلیل ہے:

(۱) قرآن مجید کی متعدد آیات سابقہ آسمانی کتابوں کے موافق ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی درس میں جا کر پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا اور نہ کسی استاذ سے استفادہ کیا تھا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ تمام امور آپ کو غیب سے حاصل ہوئے تھے یہ آپ کا معجزہ ہے۔

(۲) سابقہ آسمانی کتابوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور بعثت کی بشارت ہے۔

(۳) کیا ان کو سابقہ آسمانی کتابوں سے یہ نہیں معلوم ہو چکا کہ ہم ان قوموں کو عذاب بھیج کر ہلاک کر چکے ہیں جنہوں نے نشانیوں اور معجزات کا مطالبہ کیا اور جب ان کو ان کے فرمائشی معجزات دے دیئے گئے اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو ہم نے ان قوموں پر عذاب بھیج کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم رسول کو بھیجنے سے پہلے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم (عذاب میں) ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کر لیتے ○ آپ کہیئے کہ سب انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرو عنقریب تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے اور ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں ○ (طٰہٰ: ۱۳۵-۱۳۴)

اشیاء میں اصل اباحت ہے

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اگر بالفرض ہم رسول کے بھیجنے سے پہلے ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو پھر ان کے لیے یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا' لیکن اب جب کہ ہم نے آپ کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیج دیا ہے اور ان کی زبان میں ان کو بتا دیا ہے کہ ان کے اوپر کیا فرائض اور واجبات ہیں تو اب ان کے لیے کوئی عذر نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف حجت قائم ہو چکی ہے۔

ہمارے علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی چیز کا وجوب حکم شرعی سے ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اگر حکم شرعی کے بغیر وجوب ثابت ہو جاتا تو رسول کو بھیجنے سے پہلے بھی کفار پر عذاب آ سکتا تھا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے' یعنی احکام شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے ہر کام کا کرنا یا نہ کرنا مباح اور جائز تھا اور جب احکام شرعیہ آ گئے اور اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے کرنے کا حکم دے دیا تو وہ واجب ہو گیا اور جس کام کے کرنے سے منع فرما دیا وہ حرام ہو گیا۔

پھر اللہ سبحانہ نے اس سورت کو وعید پر ختم فرمایا آپ کہیے ہم بھی انتظار کر رہے ہیں اور تم بھی انتظار کرو جب موت آئے گی تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم حق پر تھے یا تم حق پر تھے' یا مراد یہ ہے کہ قیامت کا انتظار کرو جب قیامت آئے گی تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون حق پر نہیں ہے۔

سورت کا اختتام

الحمدللہ علیٰ احسانہ آج بہ روز جمعہ ۲۳ صفر ۱۴۲۲ھ/ ۱۷ مئی ۲۰۰۱ء بعد نماز عصر سورہ طٰہٰ کی تفسیر ختم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی قرآن مجید کے سولہ پاروں کی تفسیر بھی مکمل ہو گئی۔ الٰہ العلمین جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے اتنی تفسیر مکمل کرادی ہے باقی پاروں اور سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ اس تفسیر کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا دیں' اس کتاب کو اعتقاد اور عمل میں موثر بنا دیں اور اس کو تا قیام قیامت باقی اور مفیض رکھیں' اور میری اس کتاب کو اور اسی طرح باقی کتابوں کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھیں' اور محض اپنے لطف و کرم اور اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور شفاعت سے میری اور میرے تمام متعلقین کی مغفرت فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلاۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین و علیٰ آلہ الطیبین و اصحابہ المعظمین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین۔

marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ الْاَنْبِیَاءِ

(۲۱)

marfat.com
Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الانبیاء

سورۃ کا نام:

اس سورت کا نام الانبیاء ہے' اس کے علاوہ اس سورت کا اور کوئی نام معروف نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سورت کو الانبیاء کہا ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی اسرائیل' الکہف' مریم' طٰہٰ اور الانبیاء قدیم سورتوں میں سے ہیں' اور ان کو ابتداء اسلام سے حفظ کیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۳۹' مطبوعہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پانچ مسلسل اور ایک دوسرے کے بعد آنے والی سورتوں کے نام ذکر کیے ہیں اور یہ سب سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں جمہور علماء کا یہی موقف ہے' اس کے خلاف جو قول ہے وہ شاذ ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس سورت کا نام الانبیاء رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے اسماء کی تصریح ہے اور بعض کی صفات اور القاب کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حضرت موسیٰ' (۲) حضرت ہارون' (۳) حضرت ابراہیم' (۴) حضرت لوط' (۵) حضرت اسحٰق' (۶) حضرت یعقوب' (۷) حضرت نوح' (۸) حضرت داؤد' (۹) حضرت سلیمان' (۱۰) حضرت ایوب' (۱۱) حضرت اسماعیل' (۱۲) حضرت ادریس' (۱۳) حضرت ذی الکفل' (۱۴) حضرت ذوالنون' (۱۵) حضرت زکریا' (۱۶) حضرت یحییٰ' (۱۷) حضرت عیسیٰ کا بھی ذکر ہے مگر ان کا نام ذکر نہیں' انہیں مریم کا بیٹا فرمایا ہے' (۱۸) اور ہمارے نبی کو رحمۃ للعلمین فرمایا' خلاصہ یہ ہے کہ ذکر تو اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ہے مگر نام پندرہ کے مذکور ہیں۔

سورۃ الانعام میں اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں کا ذکر ہے (الانعام: ۸۶-۸۳) اور وہ سورۃ الانبیاء سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے نزول کا نمبر ہے ۵۵' اور الانبیاء کے نزول کا نمبر ہے ۷۱' اس لیے الانعام کا نام الانبیاء ہونا چاہیے تھا' لیکن چونکہ اس میں مویشیوں کا ذکر ہے اور اس سورت میں الانعام (مویشیوں) کا لفظ چھ بار آیا ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام الانعام رکھا۔ اور اس سورت کا نام الانبیاء رکھا۔ اس کے علاوہ ہم یہ کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔

marfat.com

Marfat.com

سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی مناسبت

سورۃ طٰہٰ کے آخر میں قیامت کے آنے سے خبردار کیا گیا تھا:

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ○ (طٰہٰ:١٣٥)

آپ کہیے سب انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرو، عنقریب تم جان لو گے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔

اور سورۃ الانبیاء کی ابتدا میں قیامت کے آنے سے خبردار فرمایا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانبیاء:١)

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ چکا ہے اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کرنے والے ہیں۔

نیز سورۃ طٰہٰ کے آخر میں یہ تنبیہ فرمائی تھی کہ دنیا کی آرائش اور زیبائش سے فریب نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ سب چیزیں زائل ہونے والی ہیں:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ (طٰہٰ:١٣١)

اور ہم نے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی چیزیں جو ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دے رکھی ہیں آپ ہرگز ان کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں اور آپ کے رب کا دیا ہوا بہت اچھا ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

اور الانبیاء کی پہلی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قیامت کا وقوع قریب آ چکا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے دل نہ لگایا جائے اور عبادت اور ریاضت میں دل لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جن چیزوں کا حساب پیش کرنا ہے ان میں دل لگایا جائے اور ان کی تیاری کی جائے' اور اس طرح سورۃ طٰہٰ کا آخر اور سورۃ انبیاء کا اوّل دونوں قیامت کے قرب کی خبر دے رہے ہیں اور اس کی تیاری کرنے پر برانگیختہ کر رہے ہیں۔

سورۃ الانبیاء کے مقاصد اور مسائل

☆ اس سورت کا موضوع عقائد اسلام ہیں' اور خصوصیت کے ساتھ توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا اور جزاء اور سزا کا بیان ہے' اس کی ابتداء ہی قیامت کے ذکر سے کی گئی ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کیے گئے ہیں۔

☆ اس سورت کی ابتدا قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرانے والی ہے تاکہ لوگ لہو و لعب اور یاد الٰہی سے غافل کرنے والی جن چیزوں میں مشغول ہیں ان کو ترک کر کے آخرت کی تیاری کرنے میں منہمک ہو جائیں۔

☆ کفار مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ آپ نوع بشر سے مبعوث کیے گئے تھے وہ کہتے تھے یہ تو ہماری جنس سے ہیں۔ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں۔ یہ اللہ کے نبی کیسے ہو سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول بھیجے گئے تھے وہ بھی بشر تھے کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور بشر ہونا نبی ہونے کے منافی نہیں ہے' کفار کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی طرح معجزات پیش نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا کہ ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل کیا ہے' وہ ہمارا کلام ہے تم اس کی کسی ایک سورت یا کسی آیت کی بھی مثل لانے سے عاجز رہے اور یہ ہمارے نبی کا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے معجزات تو وقتی اور عارضی

marfat.com
Marfat.com

تھے جو ان کے ساتھ چلے گئے اور ہمارے نبی علیہ السلام کا معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو پھر بھی ان کی نبوت کی دلیل قائم رہے گی تو تم ایسے کامل اور پائیدار معجزہ کے ہوتے ہوئے دوسرے معجزات کی طلب کیوں کرتے ہو! تم سے پہلے پچھلی قوموں کو ان کے فرمائشی معجزات دیئے گئے اور جب وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا گیا۔

☆ کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ان کے اس قول کا رد فرمایا اور یہ بتایا کہ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر دلائل قائم کیے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا' زمین کو قائم رکھنے کے لیے اس کے اوپر پہاڑوں کو نصب کیا' اور اپنی توحید پر یہ دلیل قائم کی کہ اگر متعدد خدا ہوتے تو زمین اور آسمان اور پوری کائنات وجود میں نہیں آ سکتی تھی۔ اور جب قیامت آئے گی تو ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔

☆ ان آیات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے اور وہ یہ انبیاء ہیں: حضرت موسیٰ' حضرت ھارون' حضرت ابراہیم' حضرت لوط' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت نوح' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت اسماعیل' حضرت ادریس' حضرت ذی الکفل' حضرت یونس' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

☆ انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ذکر کرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مقصد وحید یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی جائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کو آخرت میں ثواب اور اچھی جزا کی بشارت دی جائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں ان کو آخرت کے عذاب کی وعید سنائی جائے۔

☆ یہ بتایا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے باہر نکلنے میں جو سد اور رکاوٹ ہے اس کو دور کر دیا جائے گا۔

☆ قیامت کے دن شدید عذاب ہوگا اور بہت ہولناک مناظر ہوں گے اس زمین کو کسی اور زمین سے تبدیل کر دیا جائے گا اور آسمان کو وثیقہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔

☆ اس سورت کو اس بیان پر ختم کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں' آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ عبادت کا مستحق واحد لاشریک ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے۔ آپ لوگوں کو جلد آنے والے عذاب سے ڈراتے ہیں اور قیامت کا آنا حتمی اور یقینی ہے اور اس میں جو مہلت دی گئی ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے سورۃ الانبیاء کا ترجمہ اور اس کی تفسیر اس دعا کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ اے بار الٰہ! مجھ کو ہر آیت کی تفسیر میں حق بات بتانا اور اس کو لکھنے کی توفیق دینا اور جو بات باطل ہو اس کا بطلان مجھ پر آشکار کرنا اور اس کے رد کی توفیق دینا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۲۸- صفر ۱۴۲۲ھ / ۲۳ مئی ۲۰۰۱ء

marfat.com

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الانبیاء مکی ہے اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے

مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا

اعراض کر رہے ہیں ○ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو

اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ

کھیل کود کے مشغلہ میں ہی سنتے ہیں ○ ان کے دل کھیل کود میں ہیں، اور ظالموں نے آپس میں یہ سرگوشی کی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ

کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ

پاس جا رہے ہو! ○ رسول اللہ نے کہا میرا رب آسمان اور زمین میں ہر بات کو خوب جانتا ہے

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ

اور وہ بہت سننے والا بے حد علم والا ہے ○ (کافروں نے) کہا یہ (قرآن) پریشان خوابوں کا بیان ہے بلکہ اس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے

بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ

بلکہ یہ شاعر ہیں، ان کو کوئی نشانی لانی چاہیے، جیسے پہلے رسول لائے تھے ○ ان سے پہلے جس

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا

بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں کیا وہ ایمان لے آئے تھے؟ جو یہ ایمان لے آئیں گے! ○ اور ہم نے آپ سے

marfat.com
Marfat.com

قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا
پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے، سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے
تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا
پوچھ لو ۝ ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ
خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا
رہنے والے تھے ۝ پھر ہم نے ان کے سامنے (اپنا) وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی اور حد سے
ع ۱۰
الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰
تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا ۝ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے سو کیا تم نہیں سمجھتے؟ ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کر رہے ہیں ۝ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو کھیل کود کے مشغلہ ہی میں سنتے ہیں ۝ ان کے دل کھیل کود میں ہیں' اور ظالموں نے آپس میں یہ سرگوشی کی کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے پاس جا رہے ہو ۝ (الانبیاء: ۳-۱)

موت یا قیامت آنے سے پہلے نیکیاں کرنے کے متعلق احادیث

لوگوں نے دنیا میں جو کچھ بھی عمل کیے ہیں' ان کے حساب کا وقت آ پہنچا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں' ان کے بدنوں' ان کے کھانے پینے کی چیزوں' ان کے لباس اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیے جو نعمتیں ان کو عطا فرمائی ہیں' ان نعمتوں کے مقابلہ میں عبادات پیش کرنے کا وقت آ پہنچا ہے' ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ ان نعمتوں کے بدلہ میں انہوں نے کیا عبادتیں کی ہیں' آیا جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا وہ ان کو بجا لائے اور جن کاموں سے ان کو منع کیا تھا ان سے باز رہے؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے جو معاملہ کرنے والا تھا اس کی انہوں نے کوئی تیاری کی تھی یا وہ دنیا کے عیش و آرام میں منہمک رہے اور اس دن کے متعلق انہوں نے بالکل غور و فکر نہیں کیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص ایک دیوار بنا رہا تھا' جس دن یہ سورت نازل ہوئی اس دن اس کے پاس سے ایک شخص گزرا' دیوار بنانے والے شخص نے پوچھا آج قرآن میں کیا نازل ہوا ہے' اس نے بتایا یہ آیت نازل ہوئی ہے: لوگوں کے حساب کا وقت آ گیا اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کر رہے ہیں' اس شخص نے اس دیوار سے اسی وقت ہاتھ جھاڑ لیے اور کہا اللہ کی قسم! جب حساب کا وقت قریب آ گیا ہے تو پھر یہ دیوار نہیں بنے گی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۷۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اس وقت ہم اپنی جھونپڑی کو درست کر رہے تھے' آپ نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا یہ جھونپڑی ٹوٹ پھوٹ رہی تھی تو ہم اس

marfat.com
Marfat.com

کو بنا رہے ہیں' (اس خدشہ سے کہ اس کی چھت گر نہ جائے) آپ نے فرمایا اجل اس سے بھی پہلے آنے والی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۹۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ گھر کی مرمت اور اصلاح سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کر لو' تم گھر کی اصلاح کرتے رہو اور کیا پتا گھر تیار ہونے سے پہلے موت آ جائے۔

اس معنی میں یہ حدیث ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے ایک اونچا گنبد دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ آپ کے اصحاب نے کہا یہ انصار میں سے فلاں شخص کا ہے! آپ خاموش ہو گئے اور اس کو دل میں رکھ لیا' حتیٰ کہ جب وہ گنبد بنانے والا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے لوگوں کے درمیان آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس سے منہ موڑ لیا' ایسا کئی بار ہوا حتیٰ کہ اس شخص نے آپ پر غضب اور اعراض کرنے کے آثار دیکھے' اس نے اپنے اصحاب سے اس کی شکایت کی اور کہا اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلا ہوا پا رہا ہوں' اس کے اصحاب نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے تمہارا بنایا ہوا گنبد دیکھا تھا' وہ شخص واپس اپنے گنبد کی طرف گیا اور اس کو گرا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین کے برابر کر دیا۔ پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو اس گنبد کو نہیں دیکھا پوچھا وہ گنبد کہاں گیا؟ صحابہ نے کہا اس شخص نے ہم سے آپ کے منہ موڑنے کی شکایت کی تھی' ہم نے اس کو اس کی خبر دی تو اس نے اس گنبد کو گرا دیا تو آپ نے فرمایا ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے سوا اتنی مقدار کے جس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۷' اتحاف ج ۹ ص ۳۶۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۷۲۴' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۸۷' ج ۹ ص ۴۵)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جب لوگ بڑی بڑی اور بلند عمارتیں بنانا شروع کر دیں گے تو ان کا دل دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کی چمک دمک میں لگا رہے گا اور وہ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کی یاد سے غافل ہو جائیں گے' انسان دنیا کی جتنی زیادہ نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا قیامت کے دن ان نعمتوں کے مقابلہ میں اتنی زیادہ عبادتیں پیش کرنی ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور دنیا کی مثال اس طرح ہے جس طرح کوئی سوار ہو وہ کسی گرم دن میں ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر قیلولہ کر کے آرام کرے اور پھر اس کو چھوڑ دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۹۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۹) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص کوئی راستہ عبور کر رہا ہو' اور حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتا کس وقت موت آ جائے) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لیے نیک عمل کر لو' اور اپنی زندگی میں موت کے لیے نیک عمل کر لو (تاکہ جب تم مرض کی وجہ سے عمل نہ کر سکو تو صحت میں کیے ہوئے عمل تم کو نفع دیں)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ

marfat.com
Marfat.com

ج ۱۳ص ۲۱۷ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۹۸ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶۹)

اس حدیث کا منشایہ ہے کہ دنیا کی طرف میلان اور رغبت نہ کرو اور اس کو اپنے رہنے کے لیے وطن نہ بناؤ' اور اپنے دل میں یہ منصوبہ نہ بناؤ کہ تم نے یہاں پر ہمیشہ رہنا ہے اور دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھو جتنا مسافر دوران سفر کسی جگہ سے اپنا تعلق رکھتا ہے' یہ حدیث دنیا سے فراغت حاصل کرنے اور دنیا میں زھد اور بے رغبتی اور دنیا کو حقیر جاننے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اسی پر قناعت کرنے کی اصل ہے' جس طرح مسافر راستے میں کسی جگہ دل نہیں لگاتا اور اس کو وطن پہنچنے کی لگن ہوتی ہے تم بھی دنیا میں کسی جگہ دل نہ لگاؤ اور آخرت کی لگن رکھو۔

ابن جعدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کی اور کہا آپ کو خوش خبری ہو' اے ابوعبداللہ! آپ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض پر حاضر ہوں گے۔ حضرت خباب نے کہا یہ کیسے ہوگا؟ حالانکہ یہ اس گھر کی نچلی منزل ہے اور اس کے اوپر بھی ایک منزل ہے! حالانکہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تمہارے لیے دنیا کی صرف اتنی چیز کافی ہے' جتنی مسافر کے پاس سفر میں خرچ کرنے کے لیے کوئی چیز ہوتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۹' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۴۵' مسند الحمیدی ج ۱ ص ۸۳)

حضرت معاویہ اپنے ماموں ابوہاشم بن عتبہ کی عیادت کرنے گئے تو وہ رو رہے تھے' حضرت معاویہ نے ان سے کہا: اے میرے ماموں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو درد کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے یا دنیا پر حرص کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اس میں سے کوئی بات نہیں ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ نصیحت کی تھی اے ابوہاشم! شاید تمہارے پاس وہ مال آئے گا جو دوسری قوموں کو دیا گیا ہے' تمہارے پاس اس مال میں سے اتنا کافی ہے کہ ایک خادم ہو اور اللہ کی راہ میں سفر کرنے کے لیے ایک سواری ہو' اور اب میں اپنا حال دیکھتا ہوں کہ میں نے مال جمع کر لیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان کی عیادت کرنے کے لیے گئے تو وہ رونے لگے' حضرت سعد نے کہا اے عبداللہ! آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ حالانکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو وہ آپ سے راضی تھے! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں گے اور ان کے پاس حوض پر حاضر ہوں گے' انہوں نے کہا میں موت سے گھبرا کر نہیں رو رہا اور نہ دنیا کی حرص پر رو رہا ہوں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ نصیحت کی تھی: کہ تمہارے پاس فقط اتنا مال ہونا چاہیے جتنا ایک مسافر کے پاس سفر خرچ ہوتا ہے اور اب میرے اردگرد یہ تکیے لگے ہوئے ہیں' ان کے اردگرد تکیہ تھا' ٹب تھا اور وضو کا سامان تھا' حضرت سعد نے کہا اے ابوعبداللہ! آپ ہم کو نصیحت کیجیے' جس پر ہم آپ کے بعد عمل کریں حضرت سلمان نے کہا جب تم کو کوئی پریشانی ہو' اور جب تم کوئی فیصلہ کرو اور جب تم مال تقسیم کرو تو اللہ کو یاد کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۲۰' المستدرک ج ۴ ص ۳۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر علماء اپنے علم کی حفاظت کرتے اور جو علم کا اہل ہو اسی کو تعلیم دیتے تو وہ اپنے زمانہ والوں کے سردار ہوتے' لیکن انہوں نے اپنے علم کو دنیا کے حصول کے لیے دنیاداروں پر خرچ کیا تو وہ دنیاداروں کی نظر میں بے وقعت ہو گئے اور میں نے تمہارے نبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے تمام تفکرات کو صرف ایک فکر بنا دیا اللہ اس کی آخرت کی فکر کے لیے کافی ہو گا' اور جس شخص نے بہت سے تفکرات میں اور دنیا کے احوال میں اپنے آپ کو مبتلا کر لیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کون سی وادی میں جا گرتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷)

marfat.com

Marfat.com

ام الولید بنت عمر بیان کرتی ہیں کہ ایک شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم حیا نہیں کرتے! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس چیز سے؟ آپ نے فرمایا تم اس چیز کو جمع کرتے ہو جس کو تم کھاتے نہیں ہو اور ان مکانوں کو بناتے ہو جن میں تم رہتے نہیں ہو اور تم ان چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کو تم حاصل نہیں کر سکتے۔

(المعجم الکبیر ج ٢٥ ص ١٧٢، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں الوازع بن نافع متروک ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٨٠٤٣)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے ان کے پاس (افطار کے وقت) کھانا لایا گیا انہوں نے کہا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو صرف ایک چادر میں کفن دیا گیا اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے وہ مجھ سے افضل تھے، پھر ہم پر دنیا بہت کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا کا وہ مال و متاع ملا جو ملا اور ہم ڈر رہے ہیں کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہم کو دنیا میں ہی دے دیا گیا ہے، پھر انہوں نے رونا شروع کر دیا اور کھانا چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٢٧٥، المسند الجامع رقم الحدیث: ٩٥٧٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے، خوشحالی کو فقر آنے سے پہلے، فرصت کو مشغول ہونے سے پہلے اور زندگی کو موت آنے سے پہلے۔

حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک رقم الحدیث: ٧٩١٦)

ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور مال و دولت کو بالکل حاصل نہیں کرنا چاہیے اگر انسان کے پاس مال و دولت نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ اور عشر کیسے فرض ہوگا۔ قربانی کس طرح واجب ہوگی اور حج کیونکر فرض ہوگا۔ ان احادیث کا منشا یہ ہے کہ انسان مال و دولت کے حصول میں اس طرح مستغرق نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھول جائے، انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مال کو خرچ کرتا رہے اور حقوق العباد کو ادا کرتا رہے تو دنیاوی مال و متاع بھی اس کے لیے باعث اجر و ثواب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت عظیم تاجر تھے ان کے پاس بہت مال تھا ایک دن وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا اے میری ماں! مجھے ڈر ہے کہ مال کی کثرت کہیں مجھے ہلاک نہ کر دے، حضرت ام سلمہ نے فرمایا اے میرے بیٹے مال کو خرچ کرو۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنے مال میں سے چار ہزار دینار صدقہ کیے، پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے، پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے، پھر پانچ سو گھوڑے سامان لاد کر اللہ کی راہ میں دیئے، پھر دوبارہ پانچ سو اونٹنیاں اللہ کی راہ میں دیں اور ان کا عام مال تجارت کے ذریعہ سے تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے وصیت کی تھی کہ شہداء بدر میں سے جو صحابہ باقی ہیں ان میں سے ہر ایک کو چار سو دینار دیئے جائیں وہ تعداد میں سو صحابہ تھے ان میں سے ہر ایک کو چار سو دینار دیئے گئے، حضرت عثمان بھی ان میں تھے اور انہوں نے ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں دینے کی وصیت کی تھی۔

(اسد الغابہ ج ٣ ص ٤٧٩-٤٧٨، رقم: ٣٣٧٠، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

یوم حساب اگر قریب ہے تو اب تک آ چکا ہوتا

اس آیت پر ایک یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے یوم حساب قریب ہے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بھی چودہ صدیاں گزر چکی ہیں ابھی تک تو قیامت آئی نہیں' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے اعتبار سے یوم حساب کو قریب فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ایک دن بھی ایک ہزار سال کا ہوتا ہے:

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ○ (الحج: ۴۷)

اور یہ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جس کا آنا یقینی اور حتمی ہو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قریب ہے۔

(۳) جب کسی چیز کی میعاد کا اکثر حصہ گزر جائے تو پھر کہا جاتا ہے کہ وہ قریب ہے' تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے گزر جانے کے بعد قیامت آنی تھی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اب تک گزر چکے ہیں اور اب صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت رہ گئی ہے اس لیے آپ اور آپ کی امت کے لحاظ سے اب یوم حساب قریب آ چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۵۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۰' ۴۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۳۴۸' تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۹۹' مشکوۃ رقم الحدیث: ۱۴۰۷)

اللہ تعالیٰ نے موت کا وقت معین فرمایا ہے اور نہ قیامت کا وقت معین فرمایا ہے' تاکہ انسان ہر وقت گناہ سے بچتا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہو اور اسی وقت موت آ جائے' اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے تاکہ اگر اس کو موت آئے تو اس وقت آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو۔ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ نے یوم حساب سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے تاکہ انسان روز قیامت سے ڈرتا رہے کہ اس دن اس کا حساب لیا جائے گا۔

قرآن مجید کے حادث ہونے کے اشکال کا جواب

الانبیاء: ۲ میں فرمایا: ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو کھیل کود کے مشغلہ میں ہی سنتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نصیحت کے لیے وقتاً فوقتاً آیات نازل فرماتا رہتا ہے' قرآن مجید میں اس کے لیے ذکر محدث کا لفظ ہے۔ معتزلہ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں یہ واضح تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حادث ہے' ہم کہتے ہیں اس کا تعلق کلام لفظی کے ساتھ ہے اور کلام لفظی کو ہم بھی حادث کہتے ہیں' ہم قدیم کلام نفسی کو کہتے ہیں۔

نیز فرمایا وہ نصیحت کو کھیل کود کے مشغلہ میں سنتے ہیں' اس کے دو معنی ہیں ایک یہ ہے کہ وہ اس نصیحت کو غفلت اور بے پرواہی سے سنتے ہیں اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ اس نصیحت کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کو سنتے ہیں۔

آپ کا بشر ہونا آپ کی نبوت کے خلاف نہیں

الانبیاء: ۳ میں فرمایا: اور ظالموں نے آپس میں یہ سرگوشی کی کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کفار مکہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کیا کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے' ان کا یہ اعتراض باطل تھا' کیونکہ نبوت کسی شخص کی صورت اور شکل پر موقوف نہیں ہے' نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر ہے' اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت پر دلائل اور معجزات پیش کر دیئے اور خصوصاً قرآن مجید کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کیا کہ تم اس کی نظیر نہیں لا سکتے اور وہ نہیں لا سکے تو آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہو گئی' اور ان کا اعتراض ساقط ہو گیا' ان کا کہنا یہ تھا کہ نبی کو فرشتہ ہونا چاہئے لیکن ان کا یہ قول بداہۃً باطل تھا کیونکہ اگر فرشتہ اپنی اصل شکل وصورت میں آتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے اور نہ اس کا کلام سن سکتے کیونکہ فرشتے تو دنیا میں ہر جگہ ہیں لیکن وہ کسی کو نظر نہیں آتے نہ کوئی ان کا کلام سنتا ہے۔ ہمارے دائیں بائیں کراماً کاتبین ہیں لیکن ہم ان کو نہیں دیکھتے تو اگر فرشتے اپنی شکل وصورت میں آتے تب بھی کفار ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے اور اگر وہ انسان اور بشر کی صورت میں آتے تو وہ کہتے یہ تو ہماری ہی طرح انسان اور بشر ہے ہم اس کو نبی کیوں مانیں؟ دراصل ان کا یہ اعتراض ان کی نہایت کم عقل پر مبنی ہے کیونکہ یہ ضروری تھا کہ انسانوں کے پاس انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تاکہ وہ اس کو دیکھ سکتے' اس کی باتیں سن سکتے اس کے افعال ان کے لیے نمونہ اور حجت ہوتے' اگر کسی اور جنس کا رسول ان کی طرف بھیج دیا جاتا تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اس کی عبادت ہم پر حجت نہیں ہے اور اس کے افعال ہمارے لیے نمونہ نہیں ہیں کیونکہ یہ اور جنس سے ہے اور ہم اور جنس سے ہیں' ہو سکتا ہے کہ اس کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو جس کی وجہ سے یہ اس قدر کٹھن عبادات کر سکتا ہو اور ہماری حقیقت میں یہ عنصر نہیں ہے اس لیے ہم ایسی عبادات نہیں کر سکتے اور ایسے کام نہیں کر سکتے' اس لیے ضروری تھا کہ انسانوں کے لیے کسی انسان اور بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجا جاتا ہاں اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ان کے لیے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیا جاتا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۵)

آپ کہئے اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔

اگر کسی اور جنس کا رسول ان کے پاس بھیج دیا جاتا تو اس کی اتباع کرنا اور اس کے نقش قدم پر چلنا ان کے لیے بہت مشکل اور بے حد دشوار ہوتا' یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بے حد کرم اور بہت بڑا احسان ہے کہ وہ انسان اور بشر تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ کا مومنین پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دیا جو ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے' ان کے باطن کو پاک اور صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے بے شک اس (کو بھیجنے) سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

قرآن مجید کو جادو قرار دینے کا جواب

نیز کفار کہتے تھے: کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے پاس جا رہے ہو' یہ کفار کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دوسرا اعتراض تھا' وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو ہے' اور یہ اعتراض بھی ان کی جہالت پر مبنی تھا' کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے ثبوت پر قرآن مجید کو پیش کیا تھا اور اس میں کوئی ملمع کاری' شعبدہ بازی اور

marfat.com
Marfat.com

بندی نہیں تھی۔ عرب میں لوگ فصیح اور بلیغ تھے آپ نے ان کے سامنے یہ کلام پڑھا اور فرمایا یہ اللہ کا کلام ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ انسان کا کلام ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ' آپ متواتر اور مسلسل ان کو اس جیسا کلام لانے کے لیے للکارتے رہے وہ آپ کی نبوت کو باطل کرنے پر بہت حریص تھے اور فصاحت اور بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اگر وہ اس کلام کی نظیر لانے پر قادر ہوتے تو ضرور اس کی نظیر لے آتے لیکن جب وہ پیہم مطالبوں کے باوجود ایسا کلام نہیں لا سکے تو واضح ہو گیا کہ یہ قرآن عظیم آپ کا معجزہ ہے اور آپ کے دعویٰ نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور ان کا قرآن مجید کو جادو کہنا باطل ہے وہ صرف جان چھڑانے اور اپنے چیلوں چانٹوں کو مطمئن کرنے کے لیے قرآن مجید کو جادو کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (رسول اللہ نے) کہا: میرا رب آسمان اور زمین میں ہر بات کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت سننے والا بے حد علم والا ہے ○ (کافروں نے) کہا یہ (قرآن) پریشان خوابوں کا بیان ہے' بلکہ اس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے' بلکہ یہ شاعر ہیں' ان کو کوئی نشانی لانی چاہئے جیسے پہلے رسول لائے تھے ○ ان سے پہلے جس بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں کیا وہ ایمان لے آئے تھے؟ جو یہ ایمان لے آئیں گے ○ (الانبیاء: ۶-۴)

شعر کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شعر کی تحقیق

کافروں نے آپس میں جو چپکے چپکے سرگوشی کی تھی' اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سرگوشی سے مطلع فرما دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ تم نے یہ سرگوشی کی ہے اور آپ نے ان کو یہ غیب کی خبر دی اور یہ آپ کا معجزہ ہے' پھر فرمایا کہ تم چھپ کر جو سرگوشیاں کرتے ہو ان کی میرے رب کو خبر ہے کیونکہ وہ آسمان اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے اور وہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا ہے' کفار نے کہا آپ جو قرآن پیش کرتے ہیں یہ آپ کے دیکھے ہوئے پریشان خواب ہیں' پھر کہا یہ قرآن آپ کا من گھڑت کلام ہے' پھر کہا بلکہ آپ شاعر ہیں۔

شعر کے دو معنی ہیں ایک شعر کا معنی ہے جس کلام میں قافیہ اور ردیف کی موافقت کا قصد کیا گیا ہو۔ جیسا کہ نظم اور غزل میں ہوتا ہے اور شعر کا دوسرا معنی ہے جس کلام میں خیالی باتوں کو پیش کیا جائے جیسے غالب کا یہ شعر ہے:

تصویر یار بہر نکیرین ساتھ ہے
رکھنا میری قبر پہ شیشہ گلاب کا

اس کا معنی ہے میں اپنے کفن میں اپنے محبوب کی تصویر رکھ کر لے جاؤں گا جب منکر نکیر مجھ سے میرے اعمال کے متعلق سوال کریں گے تو میں ان کو یہ تصویر دکھاؤں گا کہ بتاؤ اتنے حسین شخص کو دیکھ کر انسان کوئی عمل کرنے کے قابل رہ سکتا ہے اور جب وہ اس تصویر کو دیکھیں گے تو بے ہوش ہو جائیں گے سو تم میری قبر پر عرق گلاب کی بوتل رکھنا تا کہ میں ان بے ہوش فرشتوں پر عرق گلاب چھڑک کر ان کو ہوش میں لا سکوں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب غالب کی خیال آرائی ہے واقع میں اس طرح نہیں ہوگا پس شعر کا معنی اپنے تصورات اور خیال آرائیوں کو پیش کرنا بھی ہے اور کفار عرب اسی معنی میں آپ کو شاعر کہتے تھے' کہ آپ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور لوگوں کے حساب و کتاب اور میزان پر وزن کرنے اور مومنوں کے لیے جنت کی بشارت اور جنت میں دودھ' شہد اور شراب کے دریاؤں کا' حوروں کا غلمان اور محلات کا ذکر کرتے ہیں اور کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب کی خبر دیتے ہیں اور دوزخ کی ہولناکیوں کا بیان کرتے ہیں یہ سب آپ کے تصورات ہیں اور آپ کی خیال آرائیاں ہیں۔ حقیقت اور واقعہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ شعر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

شعر کا معنی بال ہے اور بال بہت باریک اور دقیق ہوتا ہے' شعر کو بھی شعر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا معنی بہت باریک اور دقیق ہوتا ہے اور عرف میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو ایک ردیف اور قافیہ پر ہو' بعض محققین نے کہا ہے کہ کفار عرب آپ کو اس معنی کے لحاظ سے شاعر نہیں کہتے تھے' بلکہ بعض اوقات جھوٹ کو شعر سے اور جھوٹے شخص کو شاعر سے تعبیر کرتے ہیں' اسی وجہ سے قرآن مجید میں عام شعراء کے متعلق فرمایا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (الشعراء: ۲۲۴) اور شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

اور چونکہ شعر جھوٹ کی قرارگاہ ہوتا ہے اس لیے عرب کہتے ہیں کہ سب سے اچھا شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو' اور کفار قریش اس معنی کے لحاظ سے آپ کو شاعر اور قرآن مجید کو شعر کہتے تھے۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

کفار قریش نے کہا بلکہ یہ شاعر ہیں اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ جو کلام پیش کر رہے ہیں یہ اشعار ہیں یعنی محض خیالی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے' کیونکہ اکثر اشعار میں خیالی باتیں ہوتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس لیے عموماً جھوٹے شخص کو شاعر کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں شعر کے اسی معنی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (یٰسین: ۶۹) اور ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھائے اور نہ وہ آپ کی شان کے لائق ہیں وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۴۱۹۔۴۱۸' ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قرآن مجید نے آپ کے شاعر ہونے اور قرآن کریم کے شعری مجموعہ ہونے کی نفی کی ہے' قرآن مجید تو صرف ہدایت اور نصیحت ہے' شاعری میں بالعموم مبالغہ' افراط اور تفریط اور محض تخیلات کی تصویر کشی ہوتی ہے اور اس طرح اس کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ آپ پر اشعار کی وحی کی ہے اور نہ شعر گوئی آپ کی شان کے لائق ہے۔ بعض اوقات آپ سے بلاقصد کلام موزون صادر ہوا مثلاً جنگ حنین کے دن آپ نے فرمایا:

انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب — میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۹۱۳' عالم الکتب)

بعض غزوات میں آپ کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ نے فرمایا:

ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت — تم صرف ایک انگلی ہو جو زخمی ہوگئی ہے اور تم کو جو کچھ ملا ہے' اللہ کی راہ میں ملا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۷۹۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۵)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم لا خیر الا خیر الاخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرہ — اے اللہ اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے' انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۰۲' سنن ابن ماجہ رقم

marfat.com
Marfat.com

(الحدیث: ۲۷۴۴)

آپ سے یہ کلام موزون بلاقصد صادر ہوا ہے یہ کلام اس معنی میں شعر نہیں ہے جس معنی میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے شعر کے علم کی اور قرآن مجید کے شعر ہونے کی نفی کی ہے' اور اس طرح کلام موزون تو قرآن مجید میں بہ کثرت ہے۔ مثلاً سورہ بروج' سورہ اعلیٰ' سورہ غاشیہ اور سورہ کوثر وغیرہ۔ نیز اس کلام کو منظم اور مقفیٰ لانے کا قصد نہیں کیا گیا اور شعر وہ ہوتا ہے جس میں وزن کی موافقت کا قصد کیا جائے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۴۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۵۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۰۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جس شعر اور رجز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور اس کی تعظیم ہو اور اس کی وحدانیت کا بیان ہو اور اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب ہو وہ اچھے شعر ہیں اور مرغوب ہیں اور حدیث میں جن اشعار کو حکمت فرمایا ہے اس سے مراد ایسے ہی اشعار ہیں اور جن اشعار میں جھوٹ اور بے حیائی کی باتیں ہوں وہ مذموم ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شاعر کے اشعار پڑھے ہیں یا نہیں' صحیح یہ ہے کہ آپ نے ایسے اشعار پڑھے ہیں آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھے ہیں آپ نے خود بھی کلام منظوم پڑھا ہے۔ جیسے غزوہ حنین میں آپ نے پڑھا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب' لیکن آپ نے اس کلام کو ایک نظم اور ایک وزن پر لانے کا قصد نہیں کیا تھا لہٰذا یہ شعر نہیں ہے اور اس طرح کا کلام تو قرآن مجید میں بھی بہ کثرت ہے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۷۶۔ ۱۷۴ ملخصاً مقتطعاً' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

کفار مکہ کے آپ کی نبوت پر چھ اعتراضات اور ان کے جوابات

کفار مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چھ اعتراضات کئے' پہلے یہ کہا کہ آپ بشر ہیں اور بشر ہونا رسول ہونے کے منافی ہے' دوسرا اعتراض یہ کیا کہ اگر بشر ہونا رسالت کے منافی نہ بھی ہو تب بھی یہ قرآن معجز کلام نہیں ہے' تیسرا اعتراض یہ کیا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس قرآن کی مثال بنا کر لانا طاقت بشر سے خارج ہے تو پھر یہ کلام سحر اور جادو ہے' چوتھا اعتراض یہ کیا کہ یہ قرآن اگر جادو نہیں ہے تو پھر یہ آپ کے پریشان خواب ہیں جن کو آپ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں' پھر پانچواں اعتراض یہ کیا کہ یہ کلام آپ نے خود گھڑ لیا ہے اور اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے' اور چھٹا اعتراض یہ کیا کہ بلکہ یہ آپ کی شاعری ہے۔

ان کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بشر ہونا رسالت کے منافی نہیں ہے بلکہ جب انسانوں اور بشر کے پاس رسول بھیجا جائے تو اس کا بشر ہونا ضروری ہے ورنہ اس سے استفادہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن آپ کی نبوت پر دلیل اور معجزہ ہے اور کفار قریش بلکہ کوئی بھی اس کی مثال نہیں لا سکتا ورنہ جو لوگ آپ کی تکذیب کے درپے تھے وہ اب تک اس قرآن کی مثال لا چکے ہوتے' تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن سحر اور جادو نہیں ہے کیونکہ سحر اور جادو شعبدہ اور نظر بندی پر مبنی ہوتا ہے اور قرآن مجید کے معجز کلام ہونے میں کسی شعبدہ' تلبیس اور نظر بندی کا دخل نہیں ہے' چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن خواب پریشان نہیں ہے' پریشان خواب ان خوابوں کو کہتے ہیں جو بے ربط' خلط ملط اور غیر منضبط باتوں پر مشتمل ہوں اور قرآن مجید ایک مربوط اور منضبط کلام ہے' اس میں انسانی معیشت کا ایک جامع ضابطۂ حیات بیان کیا گیا ہے

marfat.com
Marfat.com

اور دنیا اور آخرت کی فلاح اور کامیابی کے حصول کا ایک مکمل طریقہ بیان کیا گیا ہے یہ بے ربط خلط ملط اور غیر منضبط کلام نہیں ہے اور نہ بے تکی باتوں کا مجموعہ ہے' پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام جھوٹ اور من گھڑت نہیں ہے کیونکہ کفار مکہ اس بات کو مانتے تھے کہ آپ صادق اور امین ہیں اور جس نے کبھی بندوں پر جھوٹ نہ باندھا ہو وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتا ہے' اور چھٹے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ شاعر ہیں نہ یہ قرآن شاعری ہے کیونکہ شعر میں خیال آرائی ہوتی ہے' افراط اور مبالغہ ہوتا ہے اور واقع اور حقائق کے خلاف باتیں ہوتی ہیں اور قرآن مجید تو صرف ذکر اور نصیحت ہے اور آپ صادق اور امین ہیں آپ کا کلام جھوٹ نہیں ہے' اور نہ آپ نے قافیہ اور ردیف کی موافقت کے قصد سے یہ کلام بنایا ہے اس لیے شعر کی کسی تعریف کے اعتبار سے آپ شاعر ہیں نہ قرآن مجید شعری مجموعہ ہے۔

کفار عرب کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجوہ

کفار مکہ نے کہا ان کو کوئی نشانی لانی چاہیے جیسے پہلے رسول لائے تھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکالی تھی اس طرح اونٹنی نکال کر دکھائیں یا جس طرح حضرت موسیٰ نے لاٹھی کو اژدھا بنا دیا تھا اس طرح لاٹھی کو اژدھا بنا کر دکھائیں' یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کر کے دکھائیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے معجزے بہت عظیم تھے لیکن وہ محدود وقت کے لیے تھے' جب تک وہ نبی اس دنیا میں رہے ان کے معجزے بھی رہے اور جب وہ نبی دنیا سے چلے گئے تو ان کے معجزے بھی ان کے ساتھ جاتے رہے' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لیے آپ کو ایسا معجزہ دیا ہے جو قیامت تک قائم اور باقی رہے گا' قرآن کا معجزہ یہ ہے کہ اس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں لا سکے گا اور قیامت تک کوئی ایسا نہیں کر سکے گا' اور قرآن مجید کا معجزہ یہ ہے کہ اس کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکے گی اور قیامت تک کوئی قرآن مجید میں کمی یا زیادتی نہیں کر سکے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے جب کوئی قوم کسی معجزہ کی فرمائش کرے اور اس کی فرمائش پوری کر دی جائے اور وہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ ایک ہمہ گیر عذاب بھیج کر اس قوم کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے' اور کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ صفحہ ہستی سے مٹانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس کو علم تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں گے یا ان سے ایسی اولاد پیدا ہوگی جو مسلمان ہو جائے گی اور تیسری وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اور آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ تھا۔

فرمایا ان سے پہلے جس بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے تھے کیا وہ ایمان لے آئے تھے؟ جو یہ ایمان لے آئیں گے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پہلے کئی قوموں نے فرمائشی معجزات طلب کیے اور جب وہ ان معجزات کو دیکھنے کے باوجود ان پر ایمان نہیں لائے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' تو اگر اب ہم نے ان کی فرمائش پوری کر دی تو ہم کو علم ہے یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کا ایمان نہ لانا ان پر عذاب نازل کرنے کا مقتضی ہوگا اور آپ کے ہوتے ہوئے ہم ان پر عذاب نازل کرنا نہیں چاہتے اس لیے ان کے فرمائشی معجزات بھی نہیں بھیجے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔ سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے پوچھ لو ○ ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے ان کے سامنے (اپنا) وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی' اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا ○ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں

marfat.com
Marfat.com

تمہاری نصیحت ہے‘ سو کیا تم نہیں سمجھتے؟ ○ (الانبیاء: ۱۰-۷)

رسول صرف انسانوں اور اور مردوں کو بنایا جاتا ہے

الانبیاء: ۷ میں کفار کے پہلے اعتراض کا جواب ہے کہ یہ شخص تو تمہاری مثل بشر ہے یہ نبی کس طرح ہو سکتا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے عادت جاریہ رہی ہے کہ وہ مردوں انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجتا رہا ہے‘ اس سے پہلے جس قدر رسول آئے وہ سب مرد ہی تھے اسی عادت کے مطابق (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سو آپ کا مرد ہونا آپ کے رسول ہونے کے منافی نہیں ہے‘ رسول کے لیے دلیل اور معجزہ کا ہونا ضروری ہے سو ہم نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا ہے‘ لہٰذا آپ کا بشر ہونا آپ کے نبی اور رسول ہونے کے خلاف نہیں ہے اگر تم کو اس پر یقین نہیں ہے تو تم اہل ذکر یعنی علماء سے پوچھ لو۔ اس زمانہ میں علماء اہل کتاب تھے‘ یہودی اور عیسائی علماء‘ اور یہودیوں کو بھی یہ اعتراف تھا کہ حضرت موسیٰ بشر تھے اور جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بشر اور انسان ہونے کے باوجود نبی ہو سکتے تھے تو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہونے کے باوجود نبی کیوں نہیں ہو سکتے!

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول صرف مرد ہی کو بنایا جاتا ہے‘ عورت کو رسول نہیں بنایا جاتا‘ اس آیت میں علامہ قرطبی وغیرہ کے اس نظریہ کا رد ہے کہ عورت بھی نبی ہو سکتی ہے۔

مسئلہ تقلید

اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ عام شخص پر علماء کی تقلید کرنا واجب ہے اور اس آیت میں اہل ذکر سے مراد علماء ہیں‘ اور اس پر اجماع ہے کہ جب نابینا شخص کو قبلہ کا علم نہ ہو تو اس پر اس شخص کی تقلید کرنا واجب ہے جس کو قبلہ کا علم ہو‘ اسی طرح جس شخص کو دینی مسائل میں علم اور بصیرت نہ ہو‘ اس پر اس شخص کی تقلید کرنا واجب ہے جس کو ان مسائل کا علم ہو اور جس کو ان مسائل پر بصیرت حاصل ہو‘ اسی طرح اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عام آدمی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو ان دلائل کا علم نہیں ہے جن کے ساتھ تحلیل اور تحریم کا تعلق ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۸۲‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے تقلید کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ استدلال خطا ہے‘ اور اگر اس استدلال کو مان لیا جائے تو اس کا معنی ہے کہ علماء سے کتاب اور سنت کی نصوص کا سوال کیا جائے نہ کہ علماء کی رائے کے متعلق سوال کیا جائے‘ اور تقلید کا معنی ہے کہ کسی شخص کے قول کو بغیر دلیل کے قبول کیا جائے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۵۴۶‘ مطبوعہ دار الوفاء‘ ۱۴۱۸ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تقلید جائز ہے اور یہ استدلال خطاء ہے اور اگر یہ استدلال مان لیا جائے تو اس کا معنی ہے کتاب اور سنت کی نصوص اور تصریحات کے متعلق سوال کرنا نہ کہ محض رائے کے متعلق سوال کرنا‘ اور تقلید کا معنی ہے بغیر دلیل کے غیر کے قول کو قبول کرنا‘ اور مقلد جب اہل الذکر سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے متعلق سوال کرے گا تو وہ مقلد نہیں رہے گا۔ اکثر فقہاء نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عام آدمی کے لیے علماء کے فتویٰ کی طرف رجوع کرنا جائز ہے‘ اور ایک مجتہد کے لیے دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا جائز ہے لیکن یہ قول بعید ہے کیونکہ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ سے یہ معلوم کر لو کہ بشر کو رسول بنا کر بھیجنا جائز ہے یا نہیں‘ آیات کے سیاق اور سباق سے یہی متعین ہے۔ (فتح البیان ج ۸ ص ۳۰۹‘ مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

Marfat.com

ہر چند کے اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصیت مورد کا' اس کی وضاحت ہم النحل: ۴۳ میں کر چکے ہیں۔

علامہ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی المتوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ مکلف جس میں اجتہاد مطلق کی صلاحیت نہ ہو اس کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنا جائز ہے' ان ائمہ کے مذاہب اور ان کے اقوال ہر زمانہ میں محفوظ اور منضبط ہیں اور ان کی شرائط اور ان کے ارکان تواتر سے معلوم ہیں۔

تقلید کا لغت میں معنی ہے کسی چیز کو گلے میں اس طرح ڈالنا کہ وہ گلے کا احاطہ کر لے' اسی لیے ہار اور پٹے کو قلادہ کہتے ہیں۔ اور عرف میں اس کا معنی ہے کسی دوسرے کے مذہب کو صحیح اعتقاد کر کے قبول کرنا اور اس کی اتباع کرنا بغیر اس کی دلیل کی معرفت کے' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کرنا' یا مفتی' یا اجماع یا قاضی کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے ہر چند کے لغوی اعتبار سے اس کو تقلید کہنا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور اجماع دلیل ہے' اس طرح صحابی کا قول بھی دلیل ہے لہٰذا ان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے' تقلید کے جواز پر قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۷)

پس اگر تم کو معلوم نہیں ہے تو اہل ذکر (علماء) سے معلوم کر لو۔

یہ آیت عام ہے اور سوال کرنے کی علت جہل ہے' اور اس پر اجماع ہے کہ ہمیشہ سے عام لوگ علماء کی تقلید کرتے رہے ہیں' نیز اگر یہ کہا جائے کہ ہر آدمی کے لیے اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ وہ کتاب' سنت' آثار صحابہ اور اجماع سے براہ راست مسائل نکال سکے تو اس سے لازم آئے گا کہ لوگ ذریعۂ معاش اور صنعت اور حرفت سے معطل ہو جائیں' اور توحید و رسالت اور آخرت کے عقائد میں یہ لازم نہیں آتا' اس لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ عوام پر واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ میں مجتہدین کے اقوال پر عمل کریں۔ (لوامع الانوار البہیۃ ج ۲ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس مسئلہ کی مکمل بحث اور تفصیل ہم النحل: ۴۳ میں کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

بشری تقاضوں کی وجہ سے آپ کی رسالت پر اعتراض کا جواب

الانبیاء: ۸ میں ہے: ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے' کفار مکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ طعن کرتے تھے:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ (الفرقان: ۷)

اور کافروں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے' اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب سے) ڈراتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں تو اگر ہمارے رسول (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے ہوں تو ان کی نبوت پر اعتراض کی کیا وجہ ہے! اس طرح رسول دنیا میں ہمیشہ نہیں رہتے اور اپنا وقت پورا ہونے پر دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں اور ان کے رسول ہونے کی بناء اور نبی ہونے کا سبب کھانے پینے سے بری ہونا اور ہمیشہ زندہ رہنا نہیں ہے بلکہ ان کے رسول ہونے کا سبب ان کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہے' اور ان کا گناہوں سے اور برے کاموں سے بری ہونا اور ان کی معصوم اور پاکیزہ سیرت ہے اور امور تبلیغیہ میں ان سے جھوٹ کے صدور کا محال ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد والی آیت میں فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

پھر ہم نے ان کے سامنے (اپنا) وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دی اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ (الانبیاء: ۹)

یعنی جن کافروں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تھی ان پر آسمان سے عذاب بھیجا جس نے ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور ملیامیٹ کر دیا اور انبیاء علیہم السلام اور مومنوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا' اس کے بعد فرمایا:

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے' سو کیا تم نہیں سمجھتے ؟O (الانبیاء: ۱۰)

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔ اس میں ذکر کے تین محامل ہیں:

(۱) اس کتاب میں تمہارے شرف اور تمہارے مرتبہ کا ذکر ہے اور دوسری امتوں پر تمہاری افضلیت کا بیان ہے۔

(۲) اس کتاب میں تمہیں نصیحت کی گئی ہے تاکہ جو کام تمہارے لیے ناجائز ہیں تم ان سے بچو اور جو کام تمہارے لیے ضروری ہیں تم ان کو انجام دو اور ذکر سے مراد نیک کاموں پر تمہارے لیے بشارت ہے اور برے کاموں پر تمہاری سزا کی وعید ہے۔

(۳) ذکر سے مراد تمہارے دین اور تمہارے احکام شرعیہ کا بیان ہے' جن پر عمل کر کے تم دین اور دنیا کی فلاح حاصل کر سکتے ہو۔

پھر فرمایا کیا تم نہیں سمجھتے ؟ یعنی کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے' یعنی تم قرآن مجید میں غور و فکر کر کے اپنی دین اور دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا

اور کتنی ہی (ایسی) بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرتی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسرے لوگوں کو

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا

پیدا کر دیا O سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً اس سے بھاگنے لگے O (ان سے کہا گیا) اب بھاگو

وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا

مت اور اسی جگہ لوٹ جاؤ جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی اور اپنی رہائش گاہوں میں تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے O انہوں نے کہا

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ

ہائے افسوس بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے O ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا

حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

(آگ کی) حرارت سے بجھا ہوا O اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کود کے مشغلہ میں

marfat.com

Marfat.com

لٰعِبِیْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ

نہیں بنایا ○ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے اگر ہم

كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ

(اس کو واقعی) بنانے والے ہوتے ○ بلکہ ہم حق سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں تو وہ (حق) اس (باطل) کا سر کچل دیتا ہے

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی

اور وہ (باطل) اسی وقت ملیامیٹ ہو جاتا ہے، اور تمہارے لیے ان باتوں کی وجہ سے تباہی ہو جو تم بناتے ہو ○ اور جو آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

اور زمینوں میں ہیں وہ سب اسی کی ملکیت میں ہیں، اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر

وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ

کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○ وہ رات اور دن اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے ○ کیا

اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ

ان لوگوں نے جن کو زمین میں معبود قرار دیا ہوا ہے وہ (مردہ کو) زندہ کر سکتے ہیں ○ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا

اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

معبود ہوتے تو وہ ضرور درہم برہم ہو جاتے، سو اللہ جو رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں ○

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے، اور ان سب سے بازپرس کی جائے گی ○ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود

اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ

قرار دے رکھے ہیں؟ آپ کہیے تم اپنی دلیل لاؤ، یہ میرے عہد کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور مجھ سے پہلوں کی نصیحت بھی ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے، اس لیے وہ منہ موڑ رہے ہیں ○ اور ہم نے آپ سے پہلے

marfat.com
Marfat.com

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی طرف ہم یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ

میری عبادت کرو ○ اور انہوں نے کہا رحمٰن نے اولاد بنالی ہے، وہ اس سے پاک ہے، وہ سب اس کے

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

باعزت بندے ہیں ○ وہ کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں ○

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے

ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ

وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں ○ اور ان میں سے جس نے یہ کہا کہ

اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي

میں اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ہوں تو اس کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

دیتے ہیں ○

ع ۱۹ ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتنی ہی (ایسی) بستیاں ہم نے تباہ کردیں جو ظلم کرتی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسرے لوگوں کو پیدا کردیا ○ سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً اس سے بھاگنے لگے ○ (ان سے کہا گیا) اب بھاگو مت! اور اسی جگہ لوٹو جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی' اور اپنی رہائش گاہوں میں' تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے ○ انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے ○ ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کردیا' زندگی کی حرارت سے بجھا ہوا ○ (الانبیاء: ۱۵-۱۱)

مشکل الفاظ کے معانی:

کم قصمنا: کم کے بعد جو لفظ ذکر ہوتا ہے اس سے اس کی کثرت مراد ہوتی ہے۔ **کم قصمنا** کے معنی ہیں ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کردیا۔ **قصم** کے معنی ہیں کسی مرکب کو توڑ کر اس کے اجزاء الگ الگ کردینا' اس کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا۔ **قاصمة الظهر** کمر توڑنے والی مصیبت کو کہتے ہیں' اور **فصم** کے معنی ہیں کسی چیز کے اجزاء الگ الگ کیے بغیر اس کو کاٹنا

marfat.com
Marfat.com

یا اس کے ٹکڑے کر دینا۔

وانشانا بعدھا قوما اخرین: اس بستی والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کر دیا۔

فلما احسوا باسنا: جب انہوں نے ہمارے عذاب کی شدت اور سختی کا اس طرح ادراک کر لیا جس طرح کسی محسوس چیز کا ادراک کیا جاتا ہے' یعنی انہوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب کو دیکھ لیا' یا اس کی آواز کو سن لیا۔

یرکضون: وہ تیزی سے بھاگنے لگے' رکض کے معنی ہیں سواری کا اچھلنا اور کودنا' قرآن مجید میں ہے: ارکض برجلک ص: ۴۲' اپنے پیر کو زمین پر مارو۔

اترفتم: تم عیش و عشرت میں لذت اندوز تھے' اتراف کا معنی ہے کسی نعمت اور عیش و عشرت سے لذت حاصل کرنا۔

حصیدا: جڑ سے کاٹی ہوئی کوئی چیز' کٹی ہوئی کھیتی' کھلیان' یعنی اس قوم کو عذاب سے ہلاک کر کے اس طرح نیست و نابود کر دیا تھا جس طرح درانتی سے کسی فصل کو کاٹ دیا جائے۔

خامدین: خمود کا معنی ہے بجھنا' یعنی ان لوگوں میں زندگی کی کوئی چنگاری باقی نہیں رہی تھی اور وہ مردہ ہو چکے تھے۔

کفار مکہ کو پچھلی قوموں کا عذاب سنانا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات کا ذکر فرمایا تھا' اور ان آیتوں میں ان کو ان سے پہلی امتوں کے احوال سے ڈرایا ہے' جس طرح یہ کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام توحید کو قبول نہیں کر رہے اور اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں بت پرستی اور کفر اور شرک پر اصرار کر رہے ہیں' اس طرح ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے لوگوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو پیغام توحید دے کر بھیجتا وہ اس پیغام کو قبول نہ کرتے اور پیہم اس کا انکار کرتے اور جب اللہ کا نبی ان کو ڈراتا اور یہ کہتا کہ اگر تم نے میرا پیغام قبول نہ کیا تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا جو تم سب کو ملیا میٹ کر دے گا اور تمہاری پوری آبادی تباہ اور برباد کر دی جائے گی تو پھر وہ اس نبی کا مذاق اڑاتے اور اس سے عذاب کا مطالبہ کرتے' اور جب وہ اس عذاب کے آثار کو دیکھتے تو خوف زدہ ہو کر بھاگتے' پھر ان سے کہا جاتا اب بھاگو مت! اپنی ان ہی آرام گاہوں اور عشرت کدوں کی طرف واپس جاؤ' تاکہ تم سے یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کے مقابلہ میں تم نے کیا عبادتیں کی ہیں اور اس کے دیئے ہوئے ان انعامات کا کس طرح شکر یہ ادا کیا ہے! اس وقت انہوں نے اعتراف کیا کہ ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے' پھر ان قوموں پر ایسا عذاب آیا جس نے ان سب کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ ان آیات میں کفار مکہ کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو وہ اس طرح کے عذاب کے مستحق ہیں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے ان پر ایسا عذاب نازل نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کود کے مشغلہ میں نہیں بنایا ○ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے' اگر ہم (اس کو واقعی) بنانے والے ہوتے ○ بلکہ ہم حق سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں تو وہ (حق) اس (باطل) کا سر کچل دیتا ہے اور وہ (باطل) اسی وقت ملیا میٹ ہو جاتا ہے' اور تمہارے لیے ان باتوں کی وجہ سے تباہی ہو جو تم بناتے ہو ○ (الانبیاء: ۱۸-۱۶)

مشکل الفاظ کے معانی

لٰعبین: جو کام بے مقصد اور عبث ہو اس کو لعب کہتے ہیں' اور ہر وہ کام جو انسان کو اس کے مقصد سے غافل کر دے اس کو لھو کہتے ہیں' مقصد یہ ہے کہ ہم نے زمین اور انسان کو عبث اور بے مقصد نہیں بنایا بلکہ ہم نے ان کو اس لیے بنایا ہے کہ وہ ہماری

marfat.com
Marfat.com

قدرت پر دلالت کریں اور ہماری الوہیت اور توحید پر دلالت کریں' لعب اور لھو میں یہ فرق بھی کیا جاتا ہے کہ لعب سے کسی غرض صحیح کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور لھو سے نفس کو راحت پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

نقذف : قذف کا معنی ہے کسی چیز کو دور پھینکنا۔

فیدمغہ : دمغ کا معنی ہے کسی نرم چیز کو توڑ دینا' دماغ پر ضرب لگانے اور اس کا بھیجا نکال دینے کو بھی دمغ کہتے ہیں۔

زاھق: جانے والا' ھلاک ہونے والا' زائل ہونے والا۔

آسمان اور زمین بنانے کی حکمتیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آسمان کی یہ بلند چھت اور زمین کا یہ فرش اور ان کے درمیان یہ عجیب و غریب چیزیں بطور لھو و لعب اور فضول نہیں بنائیں۔ ان کو ہم نے دینی اور دنیاوی فوائد کے لیے بنایا ہے' دینی فائدہ یہ ہے کہ غور و فکر کرنے والے آسمان اور زمین کی خلقت اور بناوٹ میں غور و فکر کریں اور ان کے اسرار کو معلوم کر کے صاحب اسرار تک اور صنعت سے صانع اور خلقت سے خالق تک پہنچیں' اور دنیاوی فوائد بے شمار ہیں' زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے معدنیات کی دولت رکھی ہے' سونا' چاندی' تانبا اور پیتل ہے' کوئلہ' تیل اور قدرتی گیس ہے' جن سے انسان اپنی انواع و اقسام کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ اور زمین میں زرعی پیداوار کی صلاحیت رکھی ہے جس سے انسان اپنی غذا فراہم کرتے ہیں اور زمین کے اوپر انسانوں' مویشیوں اور پرندوں درندوں کی آبادی ہے' اور آسمان میں ثوابت اور سیارے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب حکمتیں اور فوائد رکھے ہیں۔ نیز ان آیات میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ہم نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر معجزات کو ظاہر کیا ہے اور ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر بالفرض آپ کا پیغام جھوٹا ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کے ہاتھ پر جو معجزات ظاہر کئے ہیں وہ عبث اور بے فائدہ ہیں اور محض کھیل کود کے مشغلہ کے طور پر آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے' حالانکہ ہمارا کوئی کام لغو اور عبث نہیں ہوتا' اور اگر ہم کو کھیل کود کا مشغلہ کرنا ہی ہوتا تو ہم انسانوں کو کیوں پیدا کرتے ہم فرشتوں سے اپنا شوق پورا کر لیتے' بلکہ ہمارا طریقہ تو باطل پر ضرب لگانا ہے' ہم کھیل کود پر سنجیدگی کو مسلط کرتے ہیں' تم جو ہمارے نبی اور رسول کی تکذیب کرتے ہو اور قرآن مجید کو پراگندہ خواب اور جادو سے تعبیر کرتے ہو اور اسی طرح ان پر اور اعتراضات کرتے ہو اور حق سے روگردانی کرتے ہو تو اس طرح تم اپنے آپ کو عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ سب اسی کی ملکیت میں ہیں اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○ وہ رات اور دن اسی کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور سستی نہیں کرتے ○ کیا ان لوگوں نے جن کو زمین میں معبود قرار دیا ہوا ہے وہ (مردہ کو) زندہ کر سکتے ہیں ○ (الانبیاء: ۲۱-۱۹)

اگر فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے ہیں تو باقی کام وہ کس وقت کرتے ہیں؟

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کو زمین پر اپنا پیغام دے کر بھیجا تو کافروں اور مشرکوں نے سرکشی کی اور ان کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے انکار کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادت کی کیا ضرورت ہے' یہ زمین اور آسمان بلکہ یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک اور غلام ہے' انسانوں کی بہ نسبت فرشتے بہت طاقت ور ہیں اور بہت عظیم مخلوق ہیں وہ ہر وقت اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور اس کی عبادت سے نہیں تھکتے۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ (البقرہ:۱۶۱)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

پس اگر فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے رہتے ہیں تو وہ لعنت کس وقت کرتے ہیں' کعب احبار نے اس کے جواب میں کہا فرشتوں کا تسبیح کرنا ایسا ہے جیسے ہم سانس لیتے ہیں پس جس طرح ہمیں سانس لینا دوسرے کاموں سے مانع نہیں ہے اسی طرح فرشتوں کا تسبیح کرنا ان کو لعنت کرنے سے مانع نہیں ہے۔ امام رازی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے ان کی کئی زبانیں ہوں' ایک زبان سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوں اور دوسری زبانوں سے وہ کافروں پر لعنت کرتے ہوں۔ اسی طرح یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا' کہ فرشتوں کے ذمہ اور بھی کئی کام ہیں مثلاً وہ عورت کے رحم میں انسان کی صورت بناتے ہیں' اس کا مذکر ہونا یا مونث ہونا لکھتے ہیں' اس کا رزق' اس کی موت حیات اور اس کا سعید یا شقی ہونا لکھتے ہیں' اسی طرح فرشتے روح قبض کرنے پر بھی مامور ہیں' کئی فرشتے بادلوں اور بارش نازل کرنے پر مامور ہیں' کئی فرشتے زمین میں گھوم پھر کر ذکر کی مجالس تلاش کرنے پر مامور ہیں' کئی فرشتے انسان کے نیک اور بداعمال لکھنے پر مامور ہیں' کئی فرشتے قبر میں سوالات کرنے پر مامور ہیں' اسی طرح اور بہت قسم کے فرشتے ہیں جن کی الگ الگ ڈیوٹیاں لگی ہوئی ہیں تو وہ فرشتے ہر وقت تسبیح پڑھتے رہتے ہیں یا اپنے ان فرائض کو ادا کرتے رہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ فرشتوں کی بناوٹ اور ساخت کس قسم کی ہے ہوسکتا ہے کہ فرشتوں کی ساخت اس قسم کی ہو کہ وہ اپنے اپنے فرائض بھی ادا کرتے رہتے ہوں اور ہر وقت تسبیح بھی پڑھتے رہتے ہوں اور اس میں ان کے لیے کوئی مشکل نہ ہو۔

کافر تو حیات بعد الموت کے قائل نہیں پھر ان پر بتوں کے زندہ نہ کرسکنے کا اعتراض کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے جن کو زمین میں معبود قرار دیا ہوا ہے وہ (مردہ کو) زندہ کرسکتے ہیں؟ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار اور مشرکین نے تو اپنے معبودوں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو مردوں کو زندہ کرنا بہت بعید تھا' کیونکہ وہ یہ مانتے تھے کہ آسمان اور زمینوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کے باوجود وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے وہ یہ کہتے تھے:

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ (یٰسین:۷۸) ان ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟

تو جب وہ اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود یہ نہیں مانتے کہ وہ مردوں کو زندہ کرسکتا ہے تو اپنے بتوں کے لیے مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت کیا مانیں گے۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ جب وہ بتوں کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور عبادت کا فائدہ ثواب کی صورت میں مترتب ہونا ضروری ہے پس ان کا بتوں کی عبادت کرنا اس بات کو واجب کرتا ہے کہ وہ بتوں کو عبادت کا اجر و ثواب عطا کرنے والا مانیں' اور بہت سے لوگوں کو اس زندگی میں اپنے کاموں پر اجر و ثواب نہیں ملتا اس لیے لازم آئے گا کہ وہ اپنے بتوں کے لیے یہ مانتے ہوں کہ وہ اس زندگی کے بعد انہیں دوسری زندگی دینے پر قادر ہوں اور ان بتوں کو معبود ماننا اس بات کو واجب کرتا ہے کہ وہ بتوں کو حیات آفرینی اور زندگی دینے پر قادر مانیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ینشرون کا معنی موت کے بعد زندگی دینا ہے لیکن مجازاً اس سے ابتداءً زندگی دینا بھی مراد ہوسکتا ہے یعنی کسی کو پیدا کرنا' مطلب یہ ہے کہ یہ کافر جن بتوں کو معبود مانتے ہیں کیا وہ کسی چیز کو پیدا کرسکتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں؟ اور جب وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے تو پھر ان کو معبود ماننا صحیح اور درست نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو وہ ضرور درہم برہم ہو جاتے' سو اللہ جو رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں ○ اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی ○ (الانبیاء: ۲۳۔۲۲)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر عقلی دلائل

الانبیاء: ۲۲ میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل قائم کی گئی ہے اس کو برھان تمانع کہتے ہیں یہ بہت مشہور دلیل ہے اس کی بہت تقریریں ہیں ہم سطور ذیل میں اس کی چند تقریریں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اگر دو خدا فرض کیے جائیں اور ان میں سے ہر خدا ایک معین وقت میں زید کے حرکت کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا خدا اسی وقت میں زید کے سکون کا ارادہ کرے تو یا تو دونوں خداؤں کا ارادہ پورا ہوگا اور اس سے لازم آئے گا کہ زید اسی وقت میں حرکت بھی کرے اور ساکن بھی ہو اور یہ اجتماع ضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے' اور یا وہ صرف حرکت کرے گا تو جس خدا نے اس کے ساکن ہونے کا ارادہ کیا تھا اس کا ارادہ پورا نہیں ہوگا سو وہ خدا نہیں ہوگا' اور یا وہ صرف ساکن ہو گا تو جس خدا نے اس کے حرکت کرنے کا ارادہ کیا تھا اس کا ارادہ پورا نہیں ہوگا سو وہ خدا نہیں ہوگا' غرض یہ کہ جب دو خدا فرض کیے جائیں تو ان میں سے ایک خدا ہوگا اور دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

(۲) اگر یہ کہا جائے کہ دونوں خدا اتفاق سے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو ہم کہیں گے کہ ان کا ایک دوسرے سے اختلاف کرنا ممکن تو ہے اور اس تقدیر پر کس کا ارادہ پورا ہوگا؟ جس کا ارادہ پورا ہوگا وہی خدا ہوگا دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

(۳) اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو ضرور ان میں سے ایک دوسرے کی موافقت کرے گا تو جو موافقت کرے گا وہ تابع ہوگا اور دوسرا متبوع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہو سکتا۔

(۴) اگر دو خدا ہوں تو ضروری ہوگا ان میں سے ہر ایک تمام مقدورات کو وجود میں لانے پر قادر ہو اور ایک معلول کے لیے دو مستقل علتوں کا ہونا محال ہے' اول تو اس لیے کہ علت تامہ کا اپنے معلول سے تخلف محال ہے اور جب معلول ایک علت سے حاصل ہو گیا تو دوسری علت کا ہونا عبث ہوا' اور ثانیاً اس لیے کہ جب ایک علت کے لیے دو مساوی مستقل علتیں ہوں تو اس معلول کو ایک علت سے صادر ماننا نہ کہ دوسری علت سے یہ ترجیح بلا مرجح ہے' اور اگر وہ دونوں علتیں مل کر معلول کو صادر کرتی ہیں تو ان میں سے کوئی علت بھی مستقل نہیں ہوگی ان میں سے ہر ایک علت ناتمام اور دوسرے کی محتاج ہوگی۔

(۵) جب ہم دو خدا فرض کرتے ہیں تو اس عالم کو خلق کرنے اور اس کی تدبیر کے لیے ان میں سے ایک اکیلا خدا کافی ہے یا نہیں اگر وہ اکیلا اس عالم کی خلق اور تدبیر کے لیے کافی ہے تو دوسرے کو ماننا عبث ہے اور اگر ان میں سے ایک اکیلا اس عالم کی خلق اور تدبیر کے لیے کافی نہیں ہے تو پھر وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

(۶) اگر فرض کیا جائے ایک خدا اس عالم کے خلق اور اس کی تدبیر کے لیے کافی نہیں ہے اور اس کو دوسرے کی بھی ضرورت پڑتی ہے تو کیا ضروری ہے کہ دو مل کر کافی ہو جائیں ان کو تیسرے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے' چوتھے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور یہ ضرورت کسی ایک عدد پر موقوف نہیں ہوگی اور اس طرح غیر متناہی خداؤں کی ضرورت ہوگی۔

marfat.com
Marfat.com

(۷) اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ان میں سے ایک خدا اس پر قادر ہوگا کہ اس کی مخلوق صرف اس کی خدائی پر دلالت کرے نہ کہ دوسرے خدا کی خدائی پر' اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو یہ اس کا عجز ہوگا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اس پر قادر ہو تو یہ محال ہے کیونکہ مخلوق اور مصنوع تو صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا کوئی خالق اور صانع ہے نہ کہ اس پر کہ اس کا فلاں صانع اور خالق ہے فلاں اس کا صانع اور خالق نہیں ہے۔

(۸) اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو دونوں میں سے کوئی ایک اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہوگا یا نہیں' اگر ایک خدا اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر نہیں ہے تو اس کا عاجز ہونا لازم آئے گا ورنہ دوسرے خدا کا جاہل ہونا لازم آئے گا کیونکہ اس سے ایک خدا کی مخلوق مخفی ہوگی اور اسے اس کا علم نہیں ہوگا۔

(۹) اگر دو خدا ہوں تو دونوں خداؤں کی قوت کا مجموعہ ہر ایک کی قوت سے دگنا ہوگا' پس ہر ایک کی قوت متناہی ہوگی کیونکہ وہ مجموعہ سے کم ہوگی اور جس کی قوت متناہی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) اگر دو خدا فرض کیے جائیں اور ایک ممکن کو موجود کرنا ہو تو یا تو دونوں مل کر اس کو موجود کریں گے تو دونوں میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہوگا کیونکہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوگا' اور یا ان میں سے ہر ایک اس کو مستقل طور پر دوسرے سے مستغنی ہو کر اس کو موجود کر سکے گا اس صورت میں جب ایک نے اس کو موجود کر دیا تو دوسرے کی قدرت باقی رہے گی یا نہیں اگر اس کی قدرت باقی ہے تو موجود کو ایجاد کرنا لازم آئے گا اور یہ محال ہے کیونکہ ایجاد تو معدوم کو کیا جاتا ہے نہ کہ موجود کو' اور اگر اس کی قدرت باقی نہیں رہی تو وہ عاجز ہوگا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ایک خدا کسی جسم کو دائماً متحرک کر سکتا ہے یا نہیں' وہ اگر اس کو دائماً متحرک نہیں کر سکتا تو یہ اس کا عجز ہوگا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا' اور اگر اس نے ایک جسم کو دائماً متحرک کر دیا تو دوسرا خدا اس متحرک جسم کو ساکن کر سکتا ہے یا نہیں اگر اس نے متحرک جسم کو ساکن کر دیا تو پہلے خدا کی قدرت زائل ہو گئی اور وہ خدا نہیں رہا اور اگر وہ اس متحرک جسم کو ساکن نہیں کر سکتا تو یہ اس کا عجز ہے اور وہ خدا نہیں رہا۔

(۱۲) شرکت عیب ہے' ہر شخص یہ چاہتا ہے وہ جس چیز کا مالک ہو وہ بلا شرکت غیر مالک ہو' وہ اس چیز میں آزادانہ' دوسرے کے عمل دخل کے بغیر مالک ہو' اگر دو آدمی مل کر مکان خریدیں تو ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے وہ اس مکان کا اکیلا مالک ہو جائے اور دوسرے کو اس کے حصہ کی قیمت دے کر اس کو الگ کر دے اور اگر وہ اس کا تنہا مالک نہیں ہوگا تو ان میں سے ہر ایک منقبض اور تنگ ہوگا اور ہر ایک دوسرے کا پابند اور تابع ہوگا اور پابند ہونا' تابع ہونا اور منقبض ہونا الوہیت کے منافی ہے پس ضروری ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی شرکت کو ختم کرے' اگر ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی شرکت کو ختم نہ کر سکے تو دونوں عاجز ہوں گے اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر غالب آ گیا اور دوسرا مغلوب ہو گیا تو وہ خدا نہیں رہے گا کیونکہ مغلوب خدا نہیں ہو سکتا۔

اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۹۱)

اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں ہے' ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا' اللہ کے لیے یہ لوگ جو شریک بیان کرتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۳) خدا کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود ہو یعنی اس کے لیے ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو پس اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک واجب الوجود ہوگا اور وجوب وجود ان میں امر مشترک ہوگا پھر ان میں کوئی امر ایسا بھی ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں' پس ان میں سے ہر ایک دو چیزوں سے مرکب ہوگا ایک امر مشترک ہوگا یعنی وجوب وجود اور ایک امر ممیز ہوگا اور جو مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور حادث اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل سب سے قوی ہے۔

(۱۴) اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو الوہیت میں وہ دونوں مشترک ہوں گے' پھر ان میں کوئی امر ممیز بھی ضرور ہوگا پس ہر دو مرکب ہوں گے اور جو دو چیزوں سے مرکب ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۵) ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے اور جو کثرت کسی وحدت کے تابع نہ ہو اس کا نظام فاسد ہو جاتا ہے چند کانسٹیبل ہوں تو ان کے اوپر ایک ہیڈ کانسٹیبل ہوگا' چند ہیڈ کانسٹیبل ہوں تو ان کے اوپر ایک سب انسپکٹر ہوگا چند سب انسپکٹر ہوں تو ان کے اوپر ایک انسپکٹر ہوگا' چند انسپکٹر ہوں تو ان کے اوپر ایک ڈی ایس پی ہوگا' چند ڈی ایس پی ہوں تو ان کے اوپر ایک ایس پی ہوگا' چند ایس پی ہوں تو ان کے اوپر ایک ڈی آئی جی ہوگا اور چند ڈی آئی جی ہوں تو ان کے اوپر ایک آئی جی ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس چند وزراء پر ایک وزیر اعلیٰ ہوتا ہے' چند وزراء اعلیٰ ہوں تو پھر صدر مملکت ایک ہوتا ہے' کسی ملک کے دو صدر نہیں ہوتے دو وزیر اعظم نہیں ہوتے تو پھر اس دنیا کے دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۱۶) ہم دیکھتے ہیں کہ نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا ناظم واحد ہے' کسی نظام کے دو ناظم نہیں ہوتے' اس دنیا میں تکوینی اور طبعی نظام واحد ہے' سورج' چاند اور ستاروں کے طلوع اور غروب کا نظام واحد ہے' انسانوں' حیوانوں' چرندوں اور پرندوں کے پیدا ہونے اور مرنے کا نظام واحد ہے' کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی کا نظام واحد ہے' بارش اور بادلوں کا نظام واحد ہے' غرض اس وسیع و عریض کائنات کے ہر شعبہ کا نظام واحد ہے اور ان نظاموں کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان نظاموں کا ناظم بھی واحد ہے۔

عرش عظیم کا رب کہنے کی وجہ

اس کے بعد فرمایا: سو اللہ جو رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔

عرش کا ذکر اس لیے فرمایا کہ مشرکین بتوں کو خدا کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے' آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے' نور' ظلمت' لوح' قلم' اجسام' عناصر' موالید' جمادات' نباتات' حیوانات' انسانوں اور فرشتوں کا خالق ہے اس کو چھوڑ کر بے جان جامد چیزوں کی پرستش کرنا اور ان کو معبود کہنا جن کو ان کے ہاتھوں نے بنایا ہے کیسی بے عقلی کی بات ہے!

اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہونا اور اغراض نہ ہونا

مجوسی یہ کہتے ہیں کہ اس جہان میں خیر ہے اور شر ہے' لذت ہے اور تکلیف ہے' حیات ہے اور موت ہے' صحت ہے اور بیماری ہے' خوشحالی ہے اور تنگ دستی ہے' اچھائی ہے اور برائی ہے' خیر اور اچھائی کا فاعل اچھا ہوتا ہے اور شر اور برائی کا فاعل برا ہوتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ فاعل واحد خیر بھی ہو اور شر بھی ہو' پس اس جہان کے دو خالق ہیں' خیر اور اچھائی کا فاعل یزدان ہے اور شر اور برائی کا فاعل اہرمن ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور شر کے خلق کرنے میں کوئی برائی

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے شر کے ساتھ متصف ہونا برا ہے۔

بعض اوقات شر کا حصول بھی ناگزیر ہوتا ہے' جسم کو کاٹنا اور چیرنا برا ہے لیکن جسم سے کسی فاسد مواد یا فاسد جز کو نکالنے کے لیے اس کو کاٹنا اور چیرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور سب کا مولیٰ ہے۔ سب اس کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں' اسے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ فلاں بندے نے فلاں کام کیوں کیا اور کسی بندہ کو اپنے مالک سے اور کسی مخلوق کو اپنے خالق سے یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہوتی ہیں' بعض افعال کی حکمتوں سے اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو مطلع فرما دیتا ہے اور بعض حکمتوں سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطلع فرما دیتے ہیں' لیکن اس کے افعال کی تمام حکمتوں کا احصاء اور احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی یہ انسان کے محدود علم اور اس کی قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بعض کاموں کی حکمتوں پر مطلع فرمایا ان کی بعض مثالیں یہ ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات: ۵۶)

اور میں نے جن اور انسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری (ہی) عبادت کریں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ. (النساء: ۱۶۵)

ہم نے بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے (پیش کرنے کے لیے) کوئی عذر باقی نہ رہے اور اتمام حجت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تو فرشتوں نے اس کی حکمت کو جاننا چاہا' اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت بتائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ اور نائب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علم زیادہ ہو اور (حضرت) آدم کا علم تم سب سے زیادہ ہے' (فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے جن چیزوں کے نام حضرت آدم نے بتا دیئے تھے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض احکام شرعیہ کی بھی حکمتیں اور مصلحتیں بیان فرمائی ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ نے قصاص کی مصلحت بیان فرمائی:

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ أَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدہ: ۳۲)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس نے نہ کسی کو قتل کیا ہو نہ زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی شخص کی جان بچائی تو اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن حارثہ کی مطلقہ سے آپ کا نکاح کر دیا تھا تاکہ آپ کی زندگی میں یہ نمونہ قائم ہو کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے' سو ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ

پس جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح) کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے'

marfat.com
Marfat.com

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ٥ (الاحزاب: ۳۷) جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم پورا ہونے والا تھا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام اور افعال کی حکمتیں ہوتی ہیں مثلاً مومنوں کو ان کی عبادتوں پر اجر عطا فرمانے کی حکمت اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار ہے اور کفار کو دائمی عذاب دینے کی حکمت اللہ تعالیٰ کے عدل کا اظہار ہے اور گناہ گار مسلمانوں کے حق میں انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقربین کی شفاعت قبول کرنے میں اپنے نیک بندوں کا اعزاز' اکرام اور ان کی وجاہت کو ظاہر کرنا ہے' دنیا میں کفار کو عیش و آرام اور نعمتوں کے ساتھ رکھنے میں ان کا استدراج ہے اور ان کو ڈھیل دینا ہے' اور چونکہ آخرت میں ان کے لیے کوئی نفع اور عیش نہیں ہے تو ان کو دنیا میں ہی نواز دیتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ محروم نہ ہوں' اور مسلمانوں پر دنیا میں مصائب نازل کرنے میں دنیا میں ہی ان کو ان کے گناہوں کی سزا دیتا ہے اور ان کے اخروی درجات کو بلند کرنا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور ہمارا ان تمام یا بعض حکمتوں کو جاننا ضروری نہیں ہے' وہ مالک علی الاطلاق ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے کسی کو سوال کرنے یا اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض سے نہیں کرتا' کیونکہ جو شخص کوئی کام کسی غرض سے کرتا ہے اس غرض کے پوری ہونے سے اس کی تکمیل ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے بے غرض کرتا ہے اس کی کوئی غرض نہیں ہے' اور وہ کسی بات پر جواب دہ نہیں ہے اور لوگوں سے ہر چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

میمون بن عمران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان پر تورات کو نازل کیا تو حضرت موسیٰ نے کہا: اے اللہ! بے شک تو رب عظیم ہے' اگر تو چاہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت کی جائے گی اور تو چاہے کہ تیری نافرمانی کی جائے تو تیری نافرمانی کی جائے گی اور تو یہ پسند کرتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے اس کے باوجود تیری نافرمانی کی جاتی ہے! اے میرے رب یہ کیونکر ہوتا ہے؟ تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی میں جو کچھ کرتا ہوں اس کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا! اس کے بعد حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی یہی جواب دیا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۶۰۶' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۰)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو قضاء اور فیصلہ کرتا ہے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور مخلوق سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا' کیونکہ وہ اس کے غلام ہیں' کل حضرت مسیح اور ملائکہ سے سوال کیا جائے گا کیونکہ وہ معبود ہونے کے لائق اور قابل نہ تھے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی قول اور فعل پر گرفت نہیں ہوگی اور مخلوق کے اقوال اور افعال پر گرفت ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! کیا ہمارا رب یہ پسند کرتا ہے کہ ہم اس کی نافرمانی کریں؟ حضرت علی نے فرمایا کیا ہمارے رب کی زبردستی نافرمانی کی جاتی ہے! اس شخص نے کہا یہ بتائیں اگر اللہ مجھے ہدایت پر عمل کرنے سے روک دے اور مجھے برے کاموں پر لگا دے تو کیا اس نے اچھا کیا یا برا کیا؟ حضرت علی نے فرمایا اگر اللہ تم کو (بالفرض) تمہارا حق نہ دے تو اس نے (معاذ اللہ) برا کیا (ہم نے بالفرض اس لیے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے) اور اگر وہ تم پر فضل اور احسان نہ کرے تو وہ مالک ہے جس پر چاہے اپنا فضل فرمائے۔ پھر حضرت علی نے یہ آیت پڑھی:

marfat.com

Marfat.com

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ (الانبیاء: ۲۳) اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۸۹۔ ۱۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو کچھ تصرف فرماتا ہے کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت دیتا ہے' کسی کو درجنوں بچے دیتا ہے کسی کو لاولد رکھتا ہے' کسی کو مال و دولت عطا کرتا ہے کسی کو فقر و فاقہ میں مبتلا کرتا ہے' کسی کو صحت اور قوت عطا فرماتا ہے اور کسی کو بیمار اور کمزور رکھتا ہے' کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت میں مبتلا رکھتا ہے' اس سے کسی بات کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ سب اسی کی مخلوق' مملوک اور غلام ہیں' سب اس کے زیر سلطنت اور زیر حکم ہیں' سب پر اس کی قضا نافذ ہے' اس کے اوپر کوئی ہستی نہیں ہے جو اس سے سوال کر سکے' اور آسمان اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اس کے بندے ہیں اور ان سب سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا کیونکہ وہ سب کا مالک اور معبود ہے۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں؟ آپ کہیے کہ تم اپنی دلیل لاؤ' یہ میرے عہد کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور مجھ سے پہلوں کی نصیحت بھی موجود ہے' بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے اس لیے وہ منہ موڑ رہے ہیں○ اور ہم نے آپ سے پہلے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم میری عبادت کرو○ (الانبیاء: ۲۵۔ ۲۴)

اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان مشرکوں کا' اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود قرار دینا بہت سنگین جرم ہے' ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود نہیں ہے' پچھلے زمانوں میں جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا انہوں نے بھی اپنی خدائی پر یا اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کی تھی' اور جن کو مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا اب معبود مانتے ہیں انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے نہ اس دعویٰ کی ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ کیا کہ وہ واحد لاشریک ہے اس نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے' کتابیں اور صحائف نازل کیے' اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی اس جہان کا پیدا کرنے والا تھا اور اللہ عزوجل کا کوئی شریک تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے رد میں کوئی اپنا نمائندہ بھیجا؟ کوئی کتاب نازل کی؟ کوئی دلیل پیش کی؟ تو ہم بغیر ثبوت کے کیسے مان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی اس جہان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ اس کا شریک ہے؟

قرآن مجید اور کتب سابقہ کے تین محامل

نیز اس آیت میں فرمایا: یہ میرے عہد کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور مجھ سے پہلوں کی بھی نصیحت موجود ہے۔ آیت کے اس حصہ کے متعدد محامل ہیں:

(۱) یہ وہ کتاب ہے جو مجھ پر نازل کی گئی ہے' اور جو کتابیں مجھ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئی ہیں' یعنی تورات' انجیل اور زبور وہ بھی موجود ہیں' اور ان میں سے کسی کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میرے سوا کسی اور کو خدا قرار دے لو' بلکہ سب کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم صرف میری عبادت کرو۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) میرے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں جس طرح اس امت کے احوال ہیں اسی طرح اس میں مجھ سے پہلی امتوں کے بھی احوال ہیں۔

(۳) آپ ان سے کہئے کہ میں تمہارے پاس جو کتاب لے کر آیا ہوں اس میں میرے دور کے موافقین اور مخالفین کے بھی احوال ہیں اور مجھ سے پہلے موافقین اور مخالفین کے بھی احوال ہیں' تم ان میں سے جس کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہتے ہو کرلو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی دلیل کو ذکر کیا پھر ان سے یہ مطالبہ کیا کہ تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے تم اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کرو' پھر فرمایا ان کے پاس اپنے شرک پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے بلکہ ان کا دعویٰ بے بنیاد ہے' اور ان کے عقائد محض جہالت اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید پر مبنی ہیں اسی وجہ سے یہ لوگ آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں' اور آپ نے ان کے سامنے جو دعوت پیش کی ہے وہ کوئی نئی دعوت نہیں ہے آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ صرف میں عبادت کا مستحق ہوں سو تم صرف میری عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا رحمٰن نے اولاد بنالی ہے' وہ اس سے پاک ہے' وہ سب اس کے باعزت بندے ہیںO وہ کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیںO (الانبیاء: ۲۷-۲۶)

مشرکین کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل قائم فرمائے تھے اور یہ بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ شریک سے پاک ہے اور ان آیتوں میں یہ بیان فرمارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا بیٹا یا بیٹیاں ہوں۔ ان کافروں نے یہ کہا تھا کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں کو اولاد بنالیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو بہت سنگین قرار دیتے ہوئے اور ان کے اس الزام سے اظہار برأت کرتے ہوئے فرمایا وہ اس سے پاک ہے وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں۔

قتادہ نے کہا کہ یہود کہتے تھے جنات اللہ تعالیٰ کی سسرال ہیں کیونکہ فرشتے بھی ان ہی میں سے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ O سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ O (الصّٰفّٰت: ۱۵۹-۱۵۸)

اور ان مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسب کا رشتہ قرار دیا حالانکہ ان جنات کو خوب علم ہے کہ وہ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گےO اللہ ان کے بیان کردہ اوصاف سے پاک اور منزہ ہے۔

مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے رشتۂ ازدواج قائم کیا جس سے بیٹیاں پیدا ہوئیں اور وہ بیٹیاں یہی فرشتے ہیں' اگر ان کا یہ قول صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ جنات کو عذاب میں کیوں دیتا' کیا وہ اپنی قرابت داری کا لحاظ نہ کرتا! حالانکہ خود جنات کو بھی علم ہے کہ ان کو اللہ کا عذاب بھگتنے کے لیے دوزخ میں جانا ہوگا' اللہ تعالیٰ ان کے اس افتراء سے پاک ہے۔ اور زیر تفسیر آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد فرمایا ہے۔

اولاد والد کے مشابہ ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے اگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوتے تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتے جب کہ وہ ممکن اور حادث ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں' نیز اولاد غلام نہیں ہوتی' فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کے سامنے چون

marfat.com

Marfat.com

وچرا نہیں کرتے' اس کے حکم کو ماننے میں پس و پیش نہیں کرتے وہ اس کی کامل اتباع کرتے ہیں وہ اس کی اولاد کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی شخص اپنی اولاد کو اپنا غلام نہیں بناتا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں ○ اور ان میں سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ہوں تو اس کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ (الانبیاء: ۲۹-۲۸)

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہیں' حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا وہ ان کے پہلے کیے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے اور ان کے بعد کے کیے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کی دنیا کے احوال کو بھی جانتا ہے اور ان کی آخرت کے احوال کو بھی جانتا ہے' مقاتل نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ ان کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اور ان کی تخلیق کے بعد کیا ہوگا اور حقیقت میں اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو محیط ہے اور وہ اس کے ملک اور اس کی سلطنت میں اس کے محکوم ہیں' اور جب ان کی یہ کیفیت ہے تو وہ لوگوں کی عبادت کے کس طرح مستحق ہوں گے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے ہاتھ باندھے غلام ہیں' اور جب وہ اس کے سامنے لب کشائی نہیں کر سکتے تو وہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی شفاعت کیونکر کر سکتے ہیں! اس معنی کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء: ۳۸)

جس دن جبریل اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اور جس دن وہی شفاعت کریں گے جن کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہیں گے۔

پھر فرمایا: اور ان میں سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ہوں تو اس کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے اس کی تفسیر میں کہا کہ فرشتوں میں سے جس نے یہ کہا' اور ابلیس کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا تھا اس نے لوگوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کی دعوت دی تھی سو یہ آیت ابلیس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

قتادہ نے کہا خصوصیت کے ساتھ یہ آیت اللہ کے دشمن ابلیس کے متعلق نازل ہوئی ہے جب اس لعین نے وہ کہا جو اس نے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مردود قرار دے دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۱ص ۲۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

فرشتوں کا مکلف ہونا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے ابلیس مراد ہے' کیونکہ اس نے اللہ کا شریک ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی دعوت دی' اور وہ فرشتوں میں سے تھا (حقیقت میں وہ جنات میں سے تھا لیکن چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لیے حکماً ان ہی میں سے تھا) اور فرشتوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اللہ کے سوا معبود ہے' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' اور فرشتے مجبوراً اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے جیسا کہ بعض جاہلوں کا گمان ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ص ۱۹۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت تین چیزوں پر دلالت کرتی ہے: (۱) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے مکلف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں (الانبیاء: ۲۷) اور فرمایا وہ اس کے خوف سے لرزہ براندام ہیں (الانبیاء: ۲۸) اس میں ان کو وعید سنائی ہے' (۲) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے معصوم ہیں' کیونکہ فرمایا وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں (۳) اس آیت میں وعید کا عموم ہے کیونکہ فرمایا ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ گناہ گار مسلمانوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دے گا' اس لیے اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فرشتوں اور نبیوں پر فضیلت

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں پر بھی فضیلت دی ہے اور تمام انبیاء پر بھی فضیلت دی ہے' لوگوں نے کہا اے ابن عباس! ہمارے نبی کی آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے! حضرت ابن عباس نے کہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا:

مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰـهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء: ۲۹)

ان میں سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ہوں' تو اس کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۲-۱)

(اے نبی مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تا کہ اللہ آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دے۔

لوگوں نے کہا اے ابن عباس! ہمارے نبی کی دیگر انبیاء پر کیا فضیلت ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا اللہ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم: ۴)

ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا: ۲۸)

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے ہی رسول بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جن اور انس کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۷-۴۸۶ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

مرتکب کبیرہ کے لیے شفاعت کا جواز

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اور وہ (فرشتے) اس کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہوگا۔

(الانبیاء: ۲۸)

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے شفاعت نہیں ہوگی کیونکہ اہل کبائر کے

marfat.com

Marfat.com

متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے' امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ ان کے رد میں فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے لمن ارتضی (جس سے اللہ راضی ہو) کی تفسیر میں کہا ہے یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۔

یہ آیت اہل کبائر کے لیے شفاعت کو ثابت کرنے کے لیے ہماری انتہائی قوی دلیل ہے' اور اس کی تقریر اس طرح ہے کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہو گیا اور اس کے لیے فرشتوں کی شفاعت جائز ہو گئی' اسی طرح اس کے لیے نبیوں اور دیگر مقربین کی شفاعت بھی جائز ہو گئی۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۶۔۱۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ وہ مسلمان ہیں جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی ہو' مجاہد نے کہا اس سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جس سے اللہ راضی ہو اور فرشتے کل آخرت میں بھی شفاعت کریں گے اور دنیا میں بھی' کیونکہ وہ مومنین کے لیے استغفار کرتے ہیں' اور زمین والوں کے لیے بھی' جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۹۱۔۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی نے بھی اس آیت سے اہل کبائر کے لیے شفاعت کے جواز پر استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے' علامہ ابو الحیان اندلسی نے بھی حضرت ابن عباس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۴۹' دار الفکر' ۱۴۱۷ھ' البحر المحیط ج ۷ ص ۴۲۳' دار الفکر' ۱۴۱۲ھ)

مسئلہ شفاعت میں سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

خواہ فرشتے ہوں یا انبیاء وصالحین ہر ایک کا اختیار شفاعت لازماً اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی کے حق میں شفاعت کی اجازت دے بطور خود ہر کس و ناکس کی شفاعت کر دینے کا کوئی بھی مجاز نہیں ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۵۶' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید ابو الاعلیٰ نے یہ صحیح نہیں لکھا' ہر فرد کی شفاعت کرنے کے لیے خصوصی اجازت لینی ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کے جواز کا عام قاعدہ بیان فرما دیا ہے' کہ کفار اور مشرکین کے لیے شفاعت نہیں کی جائے گی اور گناہ گار مسلمانوں کے لیے شفاعت کرنے کی عام اجازت دی ہے بلکہ ان کی شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے' شفاعت تو مغفرت کے حصول کی دعا ہے اور استغفار ہے اور کسی کے لیے استغفار کرنے کے لیے اس کے لیے خصوصی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ گناہ گار مسلمانوں کے لیے استغفار کرنا' اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اظہار بندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ جو اس پر زور دیا ہے کہ اللہ کی اجازت اور اس کے اذن کے بغیر کوئی کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت نہیں کر سکتا اس میں کفار اور مشرکین کا رد ہے جو اپنے بتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا' اور اللہ تعالیٰ نے بتوں کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی اس کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا کہ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے کیا ہے نہ صرف غلط ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سخت بے ادبی ہے' خوارج کفار کے متعلق نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر

marfat.com

Marfat.com

چسپاں کرتے تھے۔ حضرت ابن عمران کو بدترین مخلوق کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں انہوں نے ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیا۔ (صحیح البخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج والملحدین: ۶)

سید مودودی نے کفار کی آیات کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر دیا۔

کفار اور مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کا عدم جواز اور مسلمانوں کے لیے شفاعت کا جواز

ہم نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کرنے سے منع فرمایا ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کریں۔

اور مسلمانوں کے لیے استغفار کرنے کے حکم کی دلیل یہ آیت ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد: ۱۹)

اور آپ اپنے بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کے لیے استغفار کریں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بغیر شفاعت کا اذن طلب کیے ہوئے اپنے والدین اور عام مومنوں کے لیے استغفار کیا اور شفاعت کی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: ۴۱)

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور مومنوں کی جس دن حساب قائم ہو۔

نیز بغیر طلب اذن کے اہل کبائر کے لیے شفاعت کی:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (ابراہیم: ۳۶)

سو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گناہ گار مسلمانوں کے لیے بغیر طلب اذن کے شفاعت کی:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (المائدہ: ۱۱۸)

اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست ہے بہت حکمت والا ہے۔

فرشتے بغیر طلب اذن کے اللہ سے مومنین کے لیے شفاعت کرتے ہیں:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ○ (المومن: ۷)

حاملین عرش اور جو اس کے نزدیک (فرشتے) ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو شامل اور محیط ہے جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے ان کو معاف فرما اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

marfat.com
Marfat.com

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (الشوریٰ: ۵)
اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اپنی نماز کی جگہ بیٹھے رہو جب تک تم بے وضو نہ ہو فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو معاف فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۹' ۶۴۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۳۶۳)

اسی طرح قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کے لیے استغفار کرنے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اس سے پہلے گناہ گار مسلمانوں کے لیے شفاعت کرنے کی خصوصیت سے اجازت طلب کی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)
اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا پاتے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے' مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے ان میں شیخ ابومنصور الصباغ بھی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ' میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انھم اذظلموا انفسھم جاء وک - الایہ اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں' پھر اس نے دو شعر پڑھے:

جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں — جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں — اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۹-۳۲۸' الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵' البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴' مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:
یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے' لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعائے مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکور الصدر حکایت بیان

marfat.com
Marfat.com

ہے)۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۴۶۰-۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

اس آیت کی تفسیر میں کسی مفسر نے بھی یہ نہیں لکھا کہ جب گناہ گار مسلمان آپ سے شفاعت کی درخواست کریں تو آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنے اور ان کی شفاعت کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اس کی اجازت طلب کریں۔

قرآن مجید میں یہ بھی ذکر ہے کہ مسلمانوں نے اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے مغفرت کی دعا اور ان کی شفاعت کی' اور یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے اللہ سے اس شفاعت کی خصوصی اجازت طلب کی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر: ۱۰)

اور جو مسلمان ان کے بعد (ہجرت کر کے) آئے وہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ: ۲۵۵)

کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب اللہ اپنے مملوکوں کو سزا دینے کا ارادہ کرے تو کون ہے جو ان کو اللہ کی اجازت کے بغیر اس سے چھڑا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا ہے کہ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ ہم بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام آسمان اور زمین میری ملکیت ہیں اس لیے میرے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہئے۔ اس لیے تم بتوں کی عبادت نہ کرو' جن کے متعلق تمہارا یہ زعم ہے کہ وہ تم کو میرے قریب کر دیں گے' کیونکہ وہ تم سے کسی عذاب کو دور نہیں کر سکتے' شفاعت تو رسولوں' میرے اولیاء اور میرے اطاعت گزاروں کے لیے ہے۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے بھی لکھا ہے اس آیت سے مشرکین کو مایوس کرنا ہے جو بتوں کے متعلق شفاعت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۱۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اذن سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی یا علم ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے) یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر شفاعت کرے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۱۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

قرآن مجید کی آیات' احادیث اور مفسرین کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ گناہ گار مسلمانوں کے لیے انبیاء اور مقربین کی شفاعت کے لیے اذن لینا لازمی شرط نہیں ہے اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کا اذن کو شفاعت کے لیے لازمی شرط قرار دینا صحیح نہیں۔

البتہ بعض احادیث میں شفاعت کے لیے اذن حاصل کرنے کا بھی ذکر ہے لیکن اذن کے بغیر بھی شفاعت کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ شفاعت کرنے کی لازمی شرط نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا

کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ (بارش نازل ہونے سے) آسمان اور (سبزہ اگانے سے) زمین بند تھے تو ہم

فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۰)

نے دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے ○

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيْهَا

اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے تاکہ لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے اور ہم

فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (۳۱) وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ

نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں ○ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا،

وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ (۳۲) وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۳۳) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا

قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (۳۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ

میں) دوام کو مقدر نہیں کیا، سو اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ○ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے،

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۳۵) وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ

اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں، اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اور یہ کفار جب بھی

كَفَرُوْٓا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ

آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے! حالانکہ وہ خود

بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (۳۶) خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۖ سَاُورِيْكُمْ

رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں ○ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، عنقریب میں تم لوگوں کو

marfat.com
Marfat.com

ءَايٰتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو ○ وہ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ

سچے ہو؟ ○ کاش ان کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب یہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے

النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَأْتِيْهِمْ

آگ کو دور نہ کر سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

ہی آجائے گی اور وہ اس کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ○

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا تھا سو مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے

مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۳ ع ۲ ۴

گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ (بارش نازل ہونے سے) آسمان اور (سبزہ اگانے سے) زمین بند تھے تو ہم نے دونوں کو کھول دیا' اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے! ○ اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے تاکہ لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے' اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں ○ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○

(الانبیاء: ۳۳۔۳۰)

زمین اور آسمان کے فتق اور رتق کا معنی

اولم یر الذین کفروا: اس سے مراد حاسۂ بصر سے دیکھنا نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد علم اور جاننا ہے' یعنی کیا کافروں نے یہ نہیں جانا۔

رتقا: دو چیزوں کا ملا ہوا ہونا' خواہ وہ قدرتی اور پیدائشی طور پر ملی ہوئی ہوں' یا صنعت اور کاری گری سے دو چیزوں کو ملا دیا ہو یا دو چیزیں چپک کر ایک ہو گئی ہوں' اور اس کا معنی بند ہونا بھی ہے۔

ففتقنهما: الفتق کا معنی ہے دو متصل چیزوں کو الگ الگ کرنا' یہ رتق کی ضد ہے' دو جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر کے

marfat.com
Marfat.com

ایک دوسرے سے متمیز کر دینا۔

آسمان اور زمین کے رتق اور فتق کی مفسرین نے حسب ذیل تفسیریں کی ہیں:

(۱) عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آسمان بند تھے۔ ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بند تھی اس سے سبزہ نہیں اگتا تھا' پھر آسمان کو بارش سے کھول دیا گیا اور زمین کو سبزہ اگانے کے ذریعہ کھول دیا گیا' عطا' عکرمہ اور مجاہد اور ضحاک سے بھی یہی مروی ہے۔

(۲) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے ملے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو کھول کر الگ الگ اور متمیز کر دیا' حسن' سعید بن جبیر اور قتادہ سے بھی یہی روایت ہے۔

(۳) ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے زمین سے چھ زمینیں اور نکالیں تو وہ سات زمینیں ہو گئیں اور آسمان سے چھ آسمان اور نکالے تو وہ سات آسمان ہو گئے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۴۸' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اس اشکال کا جواب کہ بعض چیزوں کو پانی سے نہیں بنایا گیا

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کو مختلف چیزوں سے پیدا کرنے کے متعلق فرمایا ہے مثلاً ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (النور: ۴۵)
تمام چلنے پھرنے والوں کو اللہ نے پانی سے پیدا کیا ہے۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (الحجر: ۲۷)
اور اس سے پہلے ہم نے جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران: ۵۹)
ہم نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

اور حضرت حواء کے متعلق فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (الاعراف: ۱۸۹)
وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے ان کو پھونک سے پیدا کیا:

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۹۱)
اور جس (مریم) نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو تمام جہانوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی اللہ عزوجل کے اذن سے پھونک مار کر پرندے پیدا کر دیتے تھے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ (المائدۃ: ۱۱۰)
اور جب تم میرے اذن سے مٹی سے پرندے کی طرح صورت بناتے تھے' پھر تم اس میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی۔

اور احادیث میں ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے:

marfat.com

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تم کو بتائی گئی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۹۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا' حضرت حواء کو خود حضرت آدم سے پیدا کیا' حضرت عیسیٰ کو پھونک سے پیدا کیا' اور حضرت عیسیٰ نے بھی بعض پرندوں کو اپنی پھونک سے پیدا کیا' فرشتوں کو نور سے پیدا کیا اور جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا' تو پھر علی العموم یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال میں جو صورتیں ذکر کی گئی ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہیں اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے' ہر قاعدہ سے کچھ افراد مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

ہر حیوان کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے پیدا کیا ہے اور وہ پانی ہے اور درختوں' سبزہ زاروں اور نباتات میں بھی ایک نوع کی حیات ہوتی ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا ہے فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الروم: ۵۰) بس آپ اللہ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ وہ کس طرح زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کر دیتا ہے۔

غرض حیوانات اور نباتات اور ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

پانی سے ہر چیز کی حیات کے متعلق سائنس کا نظریہ

زندگی اور قوت میں ایک باریک فرق ہوتا ہے زندگی ایک طرح سے عضویاتی ڈھانچہ ہوتا ہے جبکہ قوت حیات کو اس ڈھانچے کا مقرر کردہ کام سرانجام دینا ہوتا ہے۔ یہ نظریہ جو کسی حد تک مشکل سے سمجھ میں آتا ہے ایک مثال کے ذریعے با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

زمین میں کچھ وائرس اور کچھ بیکٹیریا اپنے اردگرد کے حالات کی وجہ سے اپنی کارگزاری ظاہر نہیں کر سکتے یعنی وہ نہ ہی حرکت کر سکتے ہیں اور نہ ہی مزید تخلیق کر سکتے ہیں۔ جیسے ایک طرح سے جامد زندگی۔ مخصوص حالات میں یہ اپنی حرکت کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں اور تخلیقی عمل بھی شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زندگی عبارت ہے وائرس اور بیکٹیریا کی ساکت اور متحرک حالت سے جبکہ قوت حیات (VITALITY) کا مطلب صرف ان کی محرک حالت ہی ہے۔

آیت کریمہ میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ زندہ ہونا جو قوت حیات (VITALITY) کے مترادف ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ قرآنی آیات میں لفظ انتہائی اہم رازوں کے حامل ہوتے ہیں۔

آیئے اب دوبارہ آیت کریمہ کی طرف لوٹیں۔ اس کے اصل معنی اس طرح ہیں "ہم نے تمام زندہ چیزوں کو پانی سے پیدا کیا ہے" آیئے اب اس آیت میں اہم نکات کی نشاندہی کریں۔

(الف) پندرہ صدیاں قبل زندگی کا تصور جانوروں تک محدود تھا۔ بعض حلقوں میں نباتات پودوں کو بھی اس زمرے میں شامل سمجھا جاتا تھا جبکہ دوسری طرف یہ آیت انتہائی صراحت سے جانوروں اور نباتات سے ماورا نظریہ پیش کرتی ہے۔ "تمام چیزوں" کی تعریف میں "چیز" کے نظریہ سے قوت حیات (VITALITY) بہت سی نوع کی چیزوں کا احاطہ کرتی ہے۔

قرآن کے اس ایک بیان سے قوت حیات کے نظریہ کو اتنی وسعت مل جاتی ہے کہ یہ وائرس اور (DNA) مالیکول وغیرہ کا مکمل احاطہ کر لیتی ہے اس طرح ایک سائنسی حقیقت کو چودہ صدیاں قبل ہی انسانیت کو بطور پیشگی بتا دیا گیا۔

(ب) قوت حیات پانی ہی سے نکلتی ہے اور پانی ہی سے توانائی حاصل کرتی ہے آیت مبارکہ تخلیق "(خلقنا)" نہیں کہتی بلکہ

marfat.com
Marfat.com

کہتی ہے قوت دی" (وجعلنا)"۔
(ج) اس کے بعد آیت اس اعلان پر ختم ہوتی ہے کہ "پھر وہ کیوں نہیں مانتے؟" اس کا اشارہ کفار کی طرف ہے یہ بات بطور خاص ہمارے موجودہ دور کے کفار کے لیے ہے اس لیے کہ ابھی صرف تیس سال قبل ہی تو قوت حیات کے لیے پانی کے ناگزیر ہونے کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔
آیئے اب غور کریں کہ ابھی حال ہی میں علم حیاتیات کے قوانین کی دریافت کے مطابق قوت حیات کے لیے پانی ہی کیوں ناگزیر سمجھا گیا ہے؟
ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ حیات کی بنیادی اکائی یعنی اس کا نمائندہ ایک سالیہ ہے جسے (DNA) کہتے ہیں قوت حیات صرف اسی سالیے میں ہوتی ہے اگر یہ سالمہ صرف پانی ہی کے سالیے سے پیدا ہوتا تو یہ آیت اس طرح سے ہوتی "ہم نے تمام زندہ چیزوں کو پانی سے پیدا کیا"۔ جبکہ قوت حیات ایک نئے اور ایک ہی جیسے سالیے کی بناوٹ ہے جس نے نامیاتی کیمیا (CHEMICALS) اصلی یا ابتدائی سالیے سے حاصل کئے ہوتے ہیں۔
جدید علم حیاتیات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پانی کے سالیوں کے +H اور آئن -OH (ION) (رواں برقی پارہ کے جوہر یا جواہر) کے ذریعے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر (ATP) جو فاسفورس' امینوایسڈ اور شکر کا مرکب ہوتا ہے کے آمیزش کے عمل میں پانی +H آئن ہی استعمال ہوتا ہے' تابکار ہائیڈروجن (TRITIUM) کے ساتھ تجربات نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ڈی این اے سالیے ہائیڈروجن آئن (ION) صرف پانی ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی تجربے نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ہائیڈروجن آئن جسے "حرکت پذیر ہائیڈروجن" کہتے ہیں رائبوز شکر اور امینوایسڈ نکلائیڈ کے درمیان ایک مسلسل برقی میدان پیدا کرتا ہے اس طرح وہ بنیاد تیار ہوتی ہے جس پر قوت حیات برقرار رہتی ہے جیسا کہ میں نے بارش کے موضوع پر پہلے ہی بیان کیا ہے' کہ قوت حیات اس وقت حرکت پذیر ہو جاتی ہے جبکہ یہ برقی میدان بیکٹیریا ایک زندہ مگر خوابیدہ حالت میں ہوتا ہے یعنی بیکٹیریا حرکت پذیر ہو کر مزید پیدائش کے عمل میں لگ جاتا ہے۔
یہ اصول تمام قسم کے جسمیوں (ORGANISMS) کے متعلق بھی اسی طرح ہے۔ یعنی خلیے (CELLS) صرف ہائیڈروجن کی مدد سے ہی اپنی مصروفیات یا حرکت جاری رکھ سکتے ہیں۔ خلیوں کی کیمسٹری پر تحقیق نے یہ ظاہر کیا ہے کہ تمام برقی سلسلے خلیے میں لائسوسوم (LYSOSOME) اور پانی کے برقی چارج (IONS) کی مدد سے قائم رہتے ہیں۔ مزید یہ کہ تمام کیمیائی سلسلے' خلیاتی لیبارٹری جسے ہم مٹوکونڈریا (MITOCHONDRIA) کہتے ہیں پانی کے آئن کی وساطت سے ہی کارگر ہوتے ہیں۔
"بھاری پانی" کے ساتھ تجربات میں جہاں ہائیڈروجن کو آئسوٹوپس سے تبدیل کر دیا جائے یہ ثابت ہوا ہے کہ پانی کا سالمہ جسم میں سات سے چودہ دن تک رہتا ہے پھر خارج ہوتا ہے' اور پانی کے نئے آئن اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح پانی نئی اور تازہ قوت حیات مہیا کرنے کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ جسمیے پانی کے ختم ہونے (شدید پیاس) کو برداشت نہیں کر سکتے۔
پانی اور قوت حیات کا تعلق اسی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ عام معنی میں قوت حیات کے لیے توانائی کی ضرورت مسلسل طور پر رہتی ہے یہ توانائی آئن کے تبادلہ سے حاصل ہوتی ہے خوراک کے کھانے کا عمل کیمیائی ربط اور بعض سالموں کے تحلیل ہونے سے پیدا ہونے والی برق سے متشابہ عمل پیدا کرتا ہے' ان تمام پھرتیلے اعمال میں خلیہ +H اور OH آئن تبادلے کی بنیاد مہیا کرتے ہیں' جیسے بین الاقوامی تجارت میں زر یا تبادلہ زر کی اصطلاح ہوتی ہے۔ ایک خلیہ اس وقت صحت مند ہوتا ہے جب پانی کے وہ

Marfat.com

ئن جو اسے گھیرے میں لیے ہوتے ہیں خود توازن میں ہوں ورنہ یا تو بیماری آ جاتی ہے یا موت واقع ہو جاتی ہے۔
چنانچہ پانی' زندگی کی جین (GENESIS) اور قوت حیات کی بنیاد ہے اور یہ آیت کریمہ اس لطیف موشگافی کو اس خوب صورتی سے بیان کرتی ہے کہ اس سلسلے میں قرآنی معجزہ کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ اس حقیقت کو دوبارہ پرزور طریقہ سے بیان کرتی ہے کہ "کس طرح وہ ایمان نہیں لاتے"۔
خلیے کا تنفس یعنی طاقت بخش چیزوں کا خرچ' آئن کے تبادلے کا ایک خاص عجوبہ ہے جو پانی کے آئن سے تعلق رکھتا ہے' پانی اور قوت حیات کے درمیان عظیم تعلق کو ابھی تک تسلی بخش طریقہ سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً الیکٹرو کیمسٹری (ELECTROCHEMISTRY) اور بائیو کیمسٹری (BIOCHEMISTRY) یہ پوری طرح نہیں بتا سکتے کہ ایک خاص وقت کے بعد پانی کے سالمے کیوں ضائع ہو جاتے ہیں۔ مزید یہ امر کہ ایک خلیہ کس طرح پانی کا ذخیرہ کرتا ہے ابھی تک صحیح طور پر دریافت نہیں ہو سکا۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ خلیہ میں کھانے والے نمک یا سوڈیم کلورائیڈ کے استعمال کا مقصد سالموں میں پانی کے خرچ اور اس کے جمع ہونے سے متعلق ہے۔
درحقیقت ہر جسمیہ اپنی مختصر لیبارٹری میں پانی کو نقدی کی طرح خرچ کرتا ہے اسی وجہ سے ہمارے جسم میں گلینڈز (غدودوں) میں خاص قسم کے ہارمون پیدا ہوتے رہتے ہیں جو خلیوں کے اپنے اندر اور ایک دوسرے کے درمیان پانی کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔ جسم میں موجود بہت سے مراکز بدن کی رطوبت کو جدا کرنے والے گلینڈز سے ایک کمپیوٹر جیسے نظام کے ذریعے منسلک ہیں۔ مثلاً بخار سے پہلے فالتو پانی نکل جاتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم اس قسم کی مدافعتی جنگ میں مصروف ہے جس میں بیکٹیریا کی موجودگی یا حملہ مشکل ہو جائے۔ ہمارے جسم نقصان دہ جراثیم کو زندہ رہنے کی مہلت نہیں دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل اس آیت کریمہ کے راز کے احساس کے تحت ہی وقوع پذیر ہے۔
چنانچہ یہ عظیم معنی اللہ کے اس کلام میں پوشیدہ ہیں کہ "ہم نے تمام چیزوں کو پانی کے توسط سے پیدا کیا"۔
(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ص ۸۵۔۸۲' مطبوعہ کراچی' ۲۰۰۰ء)

زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا

رواسی: اس کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لیے ہوتا ہے' اس کا مادہ رسو ہے اس کا معنی ہے کسی جگہ پر قائم رہنے والی چیز۔
ان تمید بھم: ان پہاڑوں کی وجہ سے زمین اپنے مرکز پر قائم ہے اپنے مدار پر گردش کر رہی ہے اور اس سے ادھر ادھر نہیں ہٹتی۔
فجاجا: دو پہاڑوں کے درمیان جو گھاٹی یا راستہ ہوتا ہے اس کو فج کہتے ہیں' اس کا استعمال کشادہ راستہ کے لیے ہوتا ہے۔
لعلھم یھتدون: تا کہ وہ اپنی مصلحت کی چیزوں' سفر میں اپنے مقاصد اور کھیتی باڑی میں کام آنے والی چیزوں کی طرف راہ پا سکیں۔
اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زمین کے اوپر بڑے بڑے اور اونچے اونچے پہاڑ پیدا کیے تا کہ ان کے بوجھ کی وجہ سے زمین اپنی جگہ پر قائم اور برقرار رہے اور لوگوں کے چلنے کی وجہ سے اس میں جنبش اور اضطراب نہ ہو اور وہ اپنے مرکز سے ہٹ نہ سکے۔
زمین اپنی جگہ پر بھی گردش کرتی ہے اور سورج کے گرد بھی گردش کرتی ہے' سائنس دان کہتے ہیں پہلے زمین آگ کا ایک

marfat.com
Marfat.com

گولہ تھی پھر یہ ٹھنڈی ہوگئی پھر یہ سخت جامد ہوگئی اور یہ سہا برس تک اسی طرح رہی۔

اس کائنات کی پیدائش کے متعلق سائنس کی تحقیق

(1) تمام آسمان اور کائناتیں زمین کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی خوش اسلوب طریقے سے آسمانوں اور زمین کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔

(2) کائناتیں (HEAVENS) جنہیں جنتیں بھی کہا جاتا ہے اور جو آسمان کے مخصوص حصے ہیں ایک کے بعد ایک تہہ در تہہ موجود ہیں۔ یہ ایک بے پناہ کھچاؤ (تناؤ) یا ممکنہ اختلاف (POTENTIAL DIFFERENCE) سے وجود میں لائی گئی ہیں۔ مگر یہی مضبوط نظام یا تناؤ ہی ہے جس کی وجہ سے یہ کائناتیں اپنی جگہ موجود اور قائم ہیں۔ اس تناؤ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ہی خلائی وقت کے تسلسل میں برقرار رکھ کر قائم کیا ہوا ہے۔

ان آیات کریمہ سے متعلق دیگر حقائق اب ذیل میں بیان کئے جائیں گے۔ ہم مزید مطالعہ کے ذریعے یہ بھی دیکھیں گے کہ ایک دھماکے سے الگ کرنے کا عمل' کہ جس کے ذریعے یہ کائنات تشکیل پذیر ہوئی یا موجودہ صورت میں وجود میں آئی' دراصل اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلے میں صرف ایک ہی تناؤ (TENSION) یا نظم نہیں' بلکہ مزید کئی تناؤ یا نظام بھی ہیں۔

(الف) کئی عشروں کے غور وخوض اور تحقیقات کے بعد ماہرین علم طبیعیات اور کائناتی فزکس کے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کائنات کی تشکیل کو سب سے بہتر طور پر صرف ''عظیم دھماکہ'' (BIG-BANG THEORY) کے نظریے نے ہی بیان کیا ہے یہ نظریہ دو سائنس دانوں مارٹن رائیل اور ایلن سینڈیج نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نظریے کی رو سے کائنات ایک ناقابل یقین کثیف دھوئیں دار نکتے یا مقام سے پھٹ کر وجود میں آ گئی۔ اس مقام یا نکتہ کو اکائی (SINGULARITY) کا نام دیا گیا۔ کائنات کی تشکیل کے پہلے مرحلہ میں یہ اکائی یا ''سنگولیرٹی'' اتنی شدید گرم حالت میں تھی کہ اس کی حدت کے متعلق قیاس آرائی کرنا بھی عبث ہے۔ ایک سیکنڈ کے سویں حصہ میں یہ اکائی ایک ابتدائی آگ کے گولے کی صورت میں پھیل گئی اور اس کا درجہ حرارت تقریباً ایک سو ارب ڈگری کیلون (KELVIN) تک تھا۔ اس کے گاڑھے شوربے جیسے وجود سے اس وقت تک پروٹون (PROTON) اور نیوٹرون (NEUTRON) نکل کر پھیل نہیں گئے تھے۔ اور نہ ہی مشہور چاروں اندرونی مادی باہمی عمل (PHYSICAL INTERACTIONS) برآمد ہوئے تھے۔ تب اس گاڑھے شوربہ جیسی چیزیں یعنی مادہ اور توانائی متواتر ایک دوسرے میں تحلیل ہو رہے تھے اور چاروں اندرونی باہمی عمل (INTERACTIONS) ایک مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔

جیسے جیسے یہ انتہائی گرم اور دھوئیں سے اٹی ہوئی آتشی گیند پھیلنا شروع ہوئی' یہ بتدریج ٹھنڈی بھی ہونے لگی۔ چنانچہ ایک مکمل ترتیب کی صورت پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ پہلے پہلے کشش ثقل کی قوت یا مخالف باہمی عمل (INTERACTION) سے علیحدہ شکل میں الگ ہوئی۔ اور اس کے بعد طاقت ور اور کمزور برقی کشش کے مخالف باہمی عمل (ELECTROMAGNETIC INTERACTION) خود اسی میں ترتیب سے پیدا ہوئے۔ آسمانوں اور زمین کا دھماکے سے علیحدہ ہونا (فتق) وقوع پذیر ہوا۔ اور ترتیب کے ٹوٹ جانے اور ابتدائی ترتیب دیئے گئے مخالف باہمی عمل (SYMMETRICAL INTERACTIONS) کے علیحدہ (چاک) ہونے کی وجہ سے فزکس کے علم کے چار جانے

marfat.com
Marfat.com

بجائے "مخالف باہمی عمل" پیدا ہوئے دوسرے لفظوں میں نہ صرف ابتدائی اکائی کائنات سے ٹوٹ کر علیحدہ ہوئی بلکہ اس کے قوانین کی علیحدہ پہچان بھی اسی قسم کے عمل کی وجہ سے ظاہر ہوئی۔

پھر اللہ نے اپنی بے پناہ اور لامحدود شان کے طفیل کائنات کو ایک نکتے یا مقام سے پوری طرح پھیلا دیا۔ جس کھچاؤ یا تناؤ کے ذریعے یہ عمل وقوع پذیر ہوا وہ سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر پانچ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ نے آسمانوں کو ترتیب دیا پھر اس تناؤ کے ذریعے زمین کو قائم کیا اس طرح موجودہ نظر آنے والی کائنات اور اس کے قوانین کو پیدا اور جاری کیا۔

اس سلسلے میں ایک اور اہم نکتہ آسمانوں اور زمین کے ابتدائی ملاپ یا یکجان ہونے سے متعلق ہے جو سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر تیس میں بیان کیا گیا ہے۔ مشہور سائنسدان آئن سٹائن کا شہرہ آفاق نظریہ یعنی نظریہ اضافیت (THEORY OF RELATIVITY) اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ مادہ اور توانائی ایک موقع پر ایک ہی چیز تھیں۔ مادہ بجائے خود توانائی کی تکثیفی (CONDENSED) صورت ہے۔ اور توانائی اپنی جگہ ایک آزاد شدہ مادہ ہے۔ وہ یہ ثابت کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ آسمانی کرہ اور وقت ایک دوسرے سے الگ نہیں کیے جا سکتے۔ یہ دونوں ایک خلا (کرہ آسمان) اور وقت کے تسلسل میں بندھے ہوئے ہیں۔ مزید برآں اس کی دریافتوں نے بھی بتایا کہ کشش ثقل اور اسی لیے حجم بھی اس تسلسل میں محض ایک خم (CURVATURE) ہے۔ دوسرے لفظوں میں مادہ کی تشکیل خلائی وقت کے تسلسل کو موڑنے یا جھکانے سے ہوئی۔ اس عمل کے ہونے میں ایک ایسے تناؤ کا کھچاؤ کو دخل ہے' جس نے درحقیقت آسمانوں اور زمین کو دھاکے سے الگ "فتق" کر دیا۔

(ب) اب جبکہ کائنات وجود میں آ گئی تو یہ اسی تناؤ کی مدد سے قائم رہی ہے جو اس کے وجود میں آنے کے سلسلہ میں مددگار رہا تھا۔ ایک طریقے سے یہ تناؤ بطور خود بھی اپنی طرف کھچاؤ یا میلانیت (ATTRACTION) اور دور کرنے یا پھینکنے (REPULSION) کے باہمی عمل سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہے۔ بجلی کے معاملے میں یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ مخالف چارج ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ایک ہی قسم کے چارج ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کے توسط سے جوہر (ایٹم) اور دیگر مادہ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ مزید برآں کشش ثقل کی تمام قوت اس مرکز گریز قوت کی مدد سے توازن پذیر ہے جسے لوکس (LOCUS) کہتے ہیں۔ جو سیاروں اور ستاروں کے نظام کو قائم رکھتی ہے۔ چنانچہ ہر چیز کی بقاء' یعنی چھوٹے سے چھوٹے جوہر (ایٹم) سے لے کر ستاروں کے نظام تک کی بقا کی ضمانت بھی اسی تناؤ یا کھچاؤ کے ذریعے مہیا کر دی گئی ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کے شروع میں اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے کائنات کی مادی اور ریاضیاتی تشکیل کا اعلان کیا ہے اس کے فوراً بعد کے بیان میں ہی اللہ کے رحیم اور مہربان ہونے کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کا رحم سے دیکھنا' اس کی تمام مخلوق اور پوری کائنات پر کمال مہربانی کا اظہار ہے۔ اس رحم اور مہربانی کی خصوصیات میں' ان تمام کے لیے اللہ کی شفقت' حفاظت اور پناہ کا تصور موجود ہے۔

ثقل کی قوت جس سے تمام چیزیں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں' اللہ کی پاک شفقت کی نشانی کا اظہار ہے۔ دوسری طرف تمام چیزوں کا چکر کی صورت میں گھومنا یعنی موشن (ROTATIONAL MOTION) ہے' جو چاہے وہ سورج کے گرد گھومنے والے ستارے ہوں یا ایک نوات یعنی مرکزہ (NUCLEUS) کے گرد گھومنے والے الیکٹرون ہوں' کائنات میں پورے مادے کو کائنات میں کشش ثقل کی قوت کے ذریعے مرتکز یا یکجان ہو کر فنا ہو جانے کے عمل سے روکے ہوئے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور یہ گھومنے والی حرکت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ تمام موجودات اپنے رب کی شان اور عظمت بیان کرتی ہیں۔ اس کا شکریہ ادا کرتی ہیں اور اس کی تعریف کی تسبیح کرتی ہیں۔ چنانچہ مادی کائنات میں اللہ کی شفقت اور محبت کا ایک اظہار کشش ثقل کی قوت کی موجودگی ہے جبکہ اس کا رحم اور ترس کا عمل اس کی پیدا کردہ چھوٹی سے چھوٹی کائنات (MICROCOSMOS) اور بڑی سے بڑی کائنات (MACROCOSMOS) میں موجود گھومتی ہوئی رفتار (روٹیشنل موشن) میں نظر آتا ہے۔

(ج) جیسا کہ نظریہ اضافیت کے متعلق اوپر اشارہ کیا گیا تھا' خالی جگہ یا کرہ بالکل خلا (یا ویکوم) نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے جدید فزکس میں پلینم (PLENUM) کہا جاتا ہے۔ سائنس دان ہائزن برگ کے ''اصول غیر یقینی کے نظریئے'' کے مطابق خالی جگہ یا خلا وقت کے اندر گھٹتا بڑھتا یا ڈگمگاتا رہتا ہے۔ ہائزن برگ کے بیان کردہ اس اصول کے تناظر میں جو حدود مقرر کی جاسکتی ہیں' اس میں مادہ اور توانائی (انرجی) کا تحفظ اس حد سے گزر جاتا ہے' جو عقل و بیان سے ماورا ہوتا ہے اور توانائی کی واضح اکائیوں کو اَنا کو غیر وجود سے وجود میں لایا جاسکتا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ محفوظ ہو جائیں یا وجود حاصل کریں وہ فوراً دوسرے ہی لمحے میں فنا ہو جاتی ہیں۔ ایسا ذرہ جو حقیقت میں نمودار ہوتا ہے پھر اسی لمحے غیر وجود میں غائب ہو جاتا ہے۔ وہ مجازی ذرہ (VIRTUAL PARTICLE) کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اگر ان بھوتوں کی خصلت والے ذرّوں تک مناسب مقدار میں توانائی پہنچادی جائے تو ان کو فعل میں لایا جاسکتا ہے یعنی ان میں جان ڈالی جاسکتی ہے محض کو اَنا سے وجود میں لانے کے عمل کا تو اب سائنسی لیبارٹریوں میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

مشہور سائنسدان ڈیراک کے ابتدائی نظریہ خالی سمندر ویکیوم سی (VACUUM SEA) کا خیال' جس میں ایک غائب ذرّے (ANTIPARTICLE) کو ایک ذرّے کا چھوڑا ہوا شگاف سمجھا جاتا ہے قرآن میں بتائے گئے ''فتق'' کی صاف طور پر نشاندہی کرتا ہے یا اس کی مخصوص جگہ سے اس کا ایسا عمل یعنی موجودہ مثال میں' خلا (یا ویکوم) میں اس کی وہ ہیئت جو دور سے ایک ہی جیسی اور بغیر کسی کونے کے نظر آئے جبکہ اگر مائیکروسکوپ سے دیکھا جائے تو وہ ذرّوں کے اور غیر ذرّوں (ANTIPARTICLES) کے ابلتے ہوئے تیز چکر کھاتے ہوئے ایک سمندر کی طرح اسی ہی لمحے جوڑوں میں بننے والے غیر ذرّوں کی صورت اختیار کر کے ایک دم سے فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ ناقابل یقین خیال اس وقت مادی طور پر ثابت کیا گیا جب سائنسدان ولس لیمب نے اس حقیقت کو دریافت کیا جسے آج کل فزکس میں لیمب شفٹ (LAMB SHIFT) کہا جاتا ہے۔

لیمب' ہائیڈروجن جواہر (ایٹوں) کی بھوت یا روح کی طرح سے مختصر تبدیلی مکان (SHIFT) کی پیمائش حاصل کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس تبدیلی مکان (شفٹ) کا عمل مجازی ذرّوں کے جوڑوں کی مرکزہ اور منفی برقی پارہ (الیکٹرون) کے درمیانی خالی مقام یا خلا میں مسلسل پیدائش اور مسلسل فنا ہو جانے کے عمل کی وجہ سے تھا۔ وہ برقی میدان جو منفی برقی پارہ (الیکٹرون) کو مدار میں باندھے رکھتا ہے کبھی کبھی خالی جگہ (ویکوم) کے سمندر سے منفی برقی پارہ اور مثبت برقی پارہ (یعنی الیکٹرون اور پوزی ٹران) کا جوڑا بناتا ہے اور پھر فوراً ہی یہ جوڑا فنا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل جسے ویکوم پولارائزیشن (VACUUM POLA-RISATION) کہتے ہیں اتنے عرصے کے لیے باقی رہتا ہے جس میں وہ منفی برقی پارہ (الیکٹرون) کی مدار میں چکر کھاتی ہوئی توانائی میں تبدیلی مکان (شفٹ) پیدا کردے۔ اس طرح یہ برقی میدان کے تناؤ (ٹینشن) کا وجود ہی ہے کہ جو اس صورت میں مجازی ذرّوں کے جوڑوں کو اپنی طرف کھینچ کر قائم رکھتا ہے۔

آسمانی طبیعیات کے عجیب وغریب سیاہ شگافوں (BLACK HOLES) کے ضمن میں انگریز ماہر طبیعیات اسٹیفن

marfat.com

Marfat.com

ہاکنگ نے دریافت کیا کہ سیاہ شگاف غیر مستحکم ہوتا ہے اور اشعاع (RADIATION) کے بالواسطہ اخراج کا ذریعہ بنتا ہے۔ سیاہ شگاف کے واقعاتی دائرہ افق کے نزدیک شدید ثقلی میدان' مجازی ذرّوں کے جوڑوں کی پیدائش کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان کا فنا ہو جانا برقی مقناطیسی اشعاع (ELECTROMAGNETIC RADIATION) کے نکلنے کی وجہ سے ہے۔ ان کا نظر آ جانا ممکن ہے اور ان کا بالواسطہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ زیر مطالعہ مسئلہ میں یہ ثقلی میدان کا شدید کھچاؤ یا تناؤ ہی ہے جس کی وجہ سے خالی جگہ یعنی ویکوم کے تقسیم ہو جانے کے عمل سے مادہ اور توانائی کی تشکیل ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف نیو کاسل کے ماہر طبیعیات پال ڈیویز نے اپنی تازہ کتاب جس کا نام ''خدا اور نئی طبیعیات'' (COD AND NEW PHYSICS) ہے' میں کہا ہے کہ آزاد خلا (ویکوم) یا بالکل نہ ہونے سے ہو جانے کی صورت' اللہ کی دخل اندازی (مرضی) کے بغیر ناممکن ہے۔

اوپر بیان کئے گئے حقائق کی روشنی میں' میں یہ بھی تجویز کرنا چاہوں گا کہ برقی اور ثقلی میدانوں کے علاوہ ایک شدید مقناطیسی میدان کا تناؤ بھی ذرّوں کے اچانک وجود میں آ جانے کا باعث ہو سکتا ہے۔ یہی وہ میدان ہے جو کائنات کے ہر مقام پر موجود ہے۔ جو آخر الذکر کے لیے حکم کرتا ہے اس کی شکل وصورت کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کی پرت پر پرت جماتا ہے اور اس کو قائم رکھتا ہے' جیسا کہ ہم آئندہ موضوع میں دیکھیں گے۔ میرے ذہن میں جو بات ہے وہ تو بطور خاص آسمان کے طبقوں سے متعلق ہے۔ دوسرے لفظوں میں سات آسمان اسی میدانی تناؤ کا سہارا لئے ہوئے قائم ہیں۔

(د) سیاہ شگاف وہ نکتے یا مقام ہیں جن کے متعلق سورۃ الشوریٰ آیت نمبر پانچ اور سورۃ الانبیاء آیت نمبر تیس میں اس تناؤ کی نشاندہی اور اصلیت کو ثابت کرتی ہے۔ کشش ثقل کا میدان اس طرح مرکوز ہے اور ہر مقام پر اس کثرت سے موجود ہے کہ اس سے بچ کر نکل جانا ناممکن ہو جاتا ہے ایک کم خطرناک مگر زیادہ خوش کن سطح پر پروٹونز اور الیکٹرونز اس مقناطیسی آندھی میں بہہ جاتے ہیں جو سورج پر برپا (شمسی آندھی) ہے۔ زمین پر پہنچنے پر یہ ایک حیران کن خوب صورت انداز میں قطبین پر چکر کھاتے ہوئے اترتے ہیں۔ اس عجوبے کو ''ارورا بوریلیس'' (AURORA-BOREALIS) کہتے ہیں چنانچہ اس عجوبے کی ابتدا اور اس کا اختتام مقناطیسی میدانوں کے تناؤ میں ہی مضمر ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر تیس میں حقیقتاً صحیح طور پر پوچھا گیا ہے کہ ان بے پناہ نشانیوں کی موجودگی میں کس طرح ایک شخص کافر اور منکر رہ سکتا ہے۔

ایک لمبے عرصے سے بے دین ملحد لوگ' افراتفری اور درہم برہم چیزوں کو ہی کائنات کی تشکیل کا ذریعہ بتاتے رہے ہیں مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ ان سب کو ترتیب دینے والی ایک عظیم ہستی کے بغیر افراتفری کو ایک کائنات کی شکل نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے افراتفری ہی کی صورت میں ہوتی۔

مزید برآں اگر عظیم منتظم (اللہ) کا وجود کائناتوں کو ہر وقت اور ہر مقام پر سنبھالے نہ ہوتا تو یہ پراگندہ ہو کر افراتفری کا شکار ہو جاتیں۔ اور یہ افراتفری ایک سیکنڈ کے ایک ارب ویں حصے کے وقت ہو جاتی۔ مگر اللہ کے قائم کردہ تناؤ چستی (ٹینشن) ہی کی وجہ سے کائنات کے ہر مقام پر ایک ناقابل یقین ترتیب اور ڈسپلن موجود ہے اور سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر پانچ اللہ جل شانہ کی اس قوت کو ظاہر کرتی ہے جو فضاؤں کے ہر مقام کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس عظیم الشان ڈسپلن اور قوت کو جو ساری کائنات میں جاری وساری ہے کو سورۃ الملک میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر چار میں پھر اس طرح فرمایا گیا ''پھر پلٹ کر دیکھو' کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ' تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی''۔

marfat.com

Marfat.com

سورۃ الانبیاء میں پھر کس طرح یہ سوال کر کے "پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے؟" اللہ تعالیٰ یہ واضح اعلان کر رہا ہے کہ کفر ایک معمولی سے معمولی علم سے بھی مطابقت نہیں رکھتا اور یہ نامطابقت ملحدوں کی مکمل لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فزکس اور کائناتی فزکس نے قرآن کی نفی کے تمام ممکنات کو ختم کر دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے وجود سے انکار کو بھی ناممکن بنا دیا ہے چنانچہ ایک ملحد شخص کا تو "سائنس کے شہر" میں داخلہ ہی ممنوع ہے۔

(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ص ۱۴۸۔ ۱۴۳ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۰ء)

آسمان کی حفاظت کے دو محمل

الانبیاء: ۳۲ میں فرمایا: اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا۔

آسمان کو محفوظ چھت بنانے کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ جس طرح دوسری چھتیں گر جاتی ہیں اس طرح آسمان کو گرنے سے محفوظ بنا دیا۔ جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (الحج: ٦٥) وہی آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر گر نہ پڑے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (الروم: ٢٥) اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (فاطر: ٤١) بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو برقرار رکھے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں' اور اگر وہ (اپنی جگہ سے) ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو روک نہیں سکتا۔

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا: (البقرہ: ٢٥٥) اور آسمان اور زمین کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں ہے۔

زیر تفسیر آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ آسمان کو فرشتوں یا ستاروں کے ذریعہ شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں ○ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کی حرکات میں اور اس کی حرکات اور کیفیات اور جہات میں اور اس کے ستاروں اور خود آسمانوں کے اتصال اور انفصال میں اور اس کے ستاروں کی گردش میں جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کی نشانیاں ہیں یہ مشرکین ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔

ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا

الانبیاء: ۳۳ میں فرمایا: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور نعمت کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے رات بنائی جس میں وہ آرام کریں اور دن بنایا جس میں وہ حصول معاش کے لیے جدوجہد کریں اور سورج اور چاند کو بنایا' سورج کو دن کی علامت بنایا اور چاند کو رات کی علامت بنایا تاکہ لوگ مہینوں اور سالوں کا حساب کر سکیں۔

پھر فرمایا: ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ اصل میں فلک ہر دائرہ اور گول چیز کو کہتے ہیں' اسی وجہ سے چرخے میں جو گول چرا لگا ہوتا ہے اس کو فلکۃ المغزل کہتے ہیں اور اسی وجہ سے آسمان کو بھی فلک کہہ دیا جاتا ہے' یہاں فلک سے مراد سورج اور چاند کے وہ مدار ہیں جس پر وہ گردش کرتے ہیں' قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ مدار آسمان کے اندر ہیں یا خلا میں ہیں۔ قدیم فلاسفہ یہ کہتے تھے کہ یہ مدار آسمانوں میں ہیں وہ کہتے تھے کہ پہلے آسمان میں قمر کی مدار ہے اور دوسرے

marfat.com

Marfat.com

آسمان میں عطارد کی مدار ہے تیسرے آسمان میں زہرہ کی مدار ہے اور چوتھے آسمان میں سورج کی مدار ہے پانچوں آسمان میں مریخ کی مدار ہے اور چھٹے آسمان میں مشتری کی مدار ہے اور ساتویں آسمان میں زحل کی مدار ہے یہ سات کواکب سیارہ (گردش کرنے والے ستارے) ہیں۔ ان کے بعد آٹھواں آسمان ہے جس کو فلک اطلس اور فلک البروج کہتے ہیں۔ فلک اطلس میں وہ ستارے ہیں جو ثوابت ہیں اور گردش نہیں کرتے۔ یہ وہ ستارے ہیں جو ہم کو یہاں پر زمین سے نظر آتے ہیں۔ ان ستاروں کی ہیئتِ اجتماعیہ سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں جس کے نام پر بارہ برج فرض کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: حمل' ثور' جوزا' سرطان' سنبلہ' میزان' عقرب' قوس' جدی' دلو اور حوت۔ اس وجہ سے اس آسمان کو فلک البروج بھی کہتے ہیں اور نواں آسمان فلک اعظم ہے۔ علماء شرع کے نزدیک سات آسمان ہیں۔ وہ فلاسفہ کے اقوال میں تطبیق کے لیے آٹھویں آسمان کو کرسی اور نویں آسمان کو عرش کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

یہ تفصیل قدیم فلسفہ کے مطابق ہے۔ اب حالیہ جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ چاند اور سورج افلاک میں مرکوز نہیں ہیں۔ چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور کوئی سیارہ کسی آسمان میں مرکوز نہیں ہے اور زمین سمیت تمام سیارے خلا کے اندر اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں اور جب خلا نورد چاند پر پہنچے تو ان کو زمین بھی چاند کی طرح ایک روشن گولے کی طرح نظر آئی۔

ہر سیارے کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق

ہماری زمین کے گرد چاند گردش کر رہا ہے اور زمین سورج کے گرد گردش کر رہی ہے۔ یہ دراصل بڑے سیارے یا ستارے کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں چاند کی گردش کا مرکز زمین ہے اور زمین کی گردش کا مرکز سورج ہے اسی طرح سورج کسی اور بڑے مرکز کے گرد معروف گردش ہے۔ جب ہم زمین پر کوئی چیز پھینکتے ہیں تو وہ تھوڑی دور جا کر گر جاتی ہے اور اگر زور سے پھینکی جائے تو وہ اور دور جا کر گرے گی۔ اس کی مثال پانی کے فوارہ کی ہے اگر ٹیوب کے ذریعے اسے زمین کے متوازی چھوڑا جائے تو وہ ایک گولائی کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے اگر پانی کو اور زیادہ دباؤ سے چھوڑا جائے تو گولائی لمبائی میں زیادہ نظر آنے لگے گی۔

پانی کی یہ خود بخود گولائی کا بن جانا دراصل زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ ہے کیونکہ زمین اپنی کشش ثقل کی وجہ سے ہر چیز کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے۔ زمین چونکہ گول ہے اس لیے اگر کسی پتھر یا چیز کو زمین کے متوازی (Horizontly) اس رفتار سے پھینکا جائے کہ اس پتھر کے گرنے کا عمل زمین کی گولائی کے مطابق بن جائے تو وہ پتھر زمین پر نہیں گرے گا بلکہ زمین کے اردگرد گردش کرنے لگے گا۔ دراصل پتھر ہر لحہ زمین پر گرے گا مگر زمین گول ہونے کی وجہ سے اور پتھر بھی خاص رفتار کی وجہ سے زمین کی گولائی کے متوازی ہر لحے جھکے گا' آج کل کے سائنس دانوں نے زمین کے گرد جو سیارے (Satellites) بلندی پر چھوڑے ہیں وہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر چھوڑے ہیں تاکہ زمین کے اوپر بلندی پر ہوا ان کی رفتار پر اثر انداز نہ ہو بلکہ ایک ہی رفتار (Orbital Velocity) برقرار رہے جس رفتار سے ان کو راکٹ کے ذریعے چھوڑا گیا۔

چاند بھی زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہر لحہ اس کے مرکز کی طرف گر رہا ہے مگر چاند کی خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے زمین کی بلندی پر اس کی خاص کشش ثقل کی وجہ سے زمین کے گرد اس کا مدار (Orbit) بن جاتا ہے۔ جو کہ تقریباً گول ہے اس گولائی پر ہر دوسرا نقطہ پہلے نقطہ سے نیچا ہوتا ہے۔ دائرے پر ایک نقطہ سے

Marfat.com

دوسرے نقطہ کا فرق یا جھکاؤ (Fall Of Curve) زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہے۔ کشش ثقل بلندی پر کم ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے رفتار (Orbital Velocity) بھی سطح زمین سے قریب کی نسبت کم درکار ہوتی ہے۔

کسی چیز کو سورج کے کسی سیارے (Planet) کے گرد چلانے (Orbiting) کے لیے خاص بلندی (Particular Height) پر خاص رفتار (Particular Orbital Velocity) اور خاص سمت (Particular Direction) اس بلندی پر بڑے سیارہ کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کے پیش نظر درکار ہوتی ہے۔ اسی اصول سے سورج کے گرد سیارے گردش کر رہے ہیں' دوسرے لفظوں میں یہ سیارے سورج کے مرکز کی طرف ہر لحہ گرتے ہیں یا جھکتے ہیں مگر خاص بلندی پر خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے اور اس بلندی پر اثر انداز سورج کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کی وجہ سے اپنے دائرے (Orbit) میں جھکتے چلے جاتے ہیں اور دائرہ برقرار رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان سیاروں کو جو سورج کے گرد متحرک ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں خلا میں خاص حساب سے بنایا ہے یہ بغیر حساب کے نہیں بن گئے یا خود بخود نہیں بن گئے۔ اگر ان کی رفتار مقررہ حساب سے بہت زیادہ ہوتی تو یہ سورج کی کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے یعنی (Escspe Velocity) اختیار کر لیتے اور کسی دیگر ستارے سے منسلک ہو جاتے۔ لہٰذا یہ سیارے خلا میں مختلف بلندیوں پر بڑے حساب سے بنائے گئے ہیں اور یہ آج سے چودہ سو سال پہلے اس کے نازل کردہ قرآن مجید کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ○ (الزمر: ۵)

اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے' سب ایک مقرر وقت تک چلتے رہیں گے' سنو وہی بہت غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن: ۵)

سورج اور چاند ایک مقرر حساب سے چل رہے ہیں۔

فلکیاتی سائنس کی اصطلاح میں ان کو گرتے ہوئے اجسام یعنی (Falling Bodies) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات میں جو اور سیارے یا ستارے متحرک ہیں وہ بھی ایک مرکز کے گرد مصروف گردش ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اپنے مرکز کی طرف جھکتے ہیں' یہ ستارے یا تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش (مرکز) کے گرد متحرک ہیں جس کا قطر یا وسعت تقریباً ۴۲ ارب میل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ○ (فاطر: ۴۱)

بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو تھامے رکھتا ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں (اپنے محور سے ہٹ نہ جائیں) اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ان کو تھام سکے۔ بے شک وہ بہت بردبار بہت بخشنے والا ہے۔

زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) نے چاند کو پکڑے رکھا ہے کہ چاند زمین کی طرف گرتا ہے مگر اس

marfat.com
Marfat.com

کی خاص رفتار کی وجہ سے اس کا ہر لمحہ جھکاؤ زمین کے چاند کی اونچائی پر دائرے کے مطابق ہے۔ لہٰذا وہ زمین پر نہیں گرتا بلکہ اس کے گرد گردش میں مصروف ہے۔ اسی طرح زمین یا دیگر سیارے سورج کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے اس کے گرد مصروف گردش ہیں۔ سورج ایک اور مرکز کے گرد اس مرکز کی کشش ثقل کی وجہ سے چکر لگا رہا ہے اور ایک ستارہ کسی اور دوسرے طاقتور ستارے کے گرد حتیٰ کہ آخری ستارہ یا ستارے اللہ تعالیٰ کے زبردست طاقت والے عرش یا مرکز نور کے گرد مصروف گردش ہیں۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ مرکز نور یا اللہ تعالیٰ کا عرش کس قدر طاقت سے بھرپور ہے کہ وہ تمام کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا آیت کی وضاحت پوری طرح ہو جاتی ہے کہ ''اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝ (یٰسین: ۳۸)

اور سورج اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو بہت غالب اور بہت علم والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ۝ (الانبیاء: ۳۳)

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

ان آیات سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ سورج کی طرح دوسرے ستارے بھی ایک مرکز کے گرد متحرک ہیں۔ جو ستارے مرکز سے دور ہیں ان کی رفتار مشاہدہ میں بہت زیادہ ہوگی اور جوں جوں ستارے مرکز (عرش) کے نزدیک آتے جائیں گے ان کی رفتار کم نظر آئے گی۔ یہ زاویہ نما رفتار Angular Velocity کی وجہ سے ہوگی۔ اس کی مثال سائیکل کے پہیے کی سی ہے کہ اس کے ایکسل کی رفتار کم ہوگی جبکہ ایکسل (مرکز) سے باہر کی طرف رم کی رفتار بہت زیادہ ہوگی۔ ماہرین فلکیات کے مشاہدہ کے مطابق جو کہکشائیں بہت دور ہیں وہ بہت تیزی سے حرکت کر رہی ہیں اور جو نزدیک ہیں ان کی رفتار کم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش یعنی مرکز نور کے گرد متحرک ہے۔ (قرآن اور کائنات ص ۱۲۳۔۱۱۶ ملخصاً)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا میں) دوام کو مقدر نہیں کیا' سو اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ۝ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے' اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ۝ (الانبیاء: ۳۵۔۳۴)

ربط آیات اور شان نزول

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی چیزوں سے اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا' اب ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ زمین اور آسمان کی یہ عظیم الشان چیزیں' اس لیے نہیں بنائی گئیں کہ ان کو بقا اور دوام ہو' اور نہ ان چیزوں کے لیے بقا اور دوام ہے جن کے لیے یہ چیزیں بنائی گئیں ہیں یہ دنیا بھی فنا ہو جائے گی اور اس میں رہنے والے بھی سب فنا ہو جائیں گے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا رد کرنے کے لیے کہا یہ عنقریب فوت ہو جائیں گے۔ جیسے فلاں' فلاں شاعر فوت ہو گیا تھا پھر ان کا دین اور ان کی تحریک بھی ختم ہو جائے گی اور ان کے پیروکاروں کا جوش و خروش بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر آپ فوت ہو گئے تو یہ کوئی نئی بات تو نہیں اس سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام فوت ہوتے رہے ہیں آپ سے پہلے کوئی بشر ہمیشہ نہیں رہا' اور تم خوشی سے کیوں بغلیں بجا رہے ہو؟

marfat.com
Marfat.com

آپ کے فوت ہو جانے سے کیا ہوگا؟ تم بھی تو اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہو۔

امام رازی نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں تو شاید آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اس لیے فرمایا کہ آپ کا حال بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مثل ہے جس طرح وہ دائماً نہیں رہے آپ بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور وقت مقرر پر آپ کی وفات ہو جائے گی۔

ہر نفس کے موت کو چکھنے پر اعتراضات کے جوابات

نیز اس آیت میں فرمایا ہے ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اوپر نفس کا اطلاق فرمایا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے بھی موت کو چکھنا ہے' قرآن مجید میں ہے:

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۱۲) اللہ نے اپنے نفس پر رحم کرنے کو لازم کر لیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نفس سے مراد ہر نفس ممکن یا ہر نفس مخلوق ہے' اس لیے نفس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کی ذات داخل نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ موت آنے کے بعد تو کسی چیز کو چکھنا متصور نہیں ہے' اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ موت تو اس قسم کی چیز نہیں ہے جس کو کھایا یا چکھا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ چکھنے سے مراد ہے ادراک کرنا' اور موت سے مراد ہے موت کے مقدمات اور وہ کیفیات جو موت سے پہلے وارد ہوتی ہیں یعنی ہر نفس کو موت سے پہلے آنے والے امراض اور ان کے آلام کا سامنا کرنا ہے اور جن تکلیفوں میں مبتلا ہو کر جان نکلتی ہے ان کا ہر شخص کو سامنا کرنا ہے اور ان کا ادراک کرنا ہے۔

اچھی اور بری حالت اور اس میں آزمانے کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں۔ اس آیت میں بری حالت سے مراد دنیا کی وہ تکالیف اور مصائب ہیں جو مسلمانوں پر وارد ہوتی ہیں جیسے فقر' تنگ دستی' بیماریاں اور ناگہانی افتاد اور اچھی حالت سے مراد صحت' خوشحالی اور دیگر دنیاوی نعمتیں ہیں' اور آزمانے سے مراد یہ ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ مسلمان خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور تنگ دستی میں صبر کرتے ہیں اور اپنی بیماریوں اور بدحالیوں پر اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتے۔

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے کے اہم امور' آپ کی وفات کی کیفیت اور آپ کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات کا تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی وفات کی خبر دینا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اس کے پاس اجر ہے اس کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے' اور ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے (تو اس میں رونے کی کیا بات ہے!) دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا گیا تھا' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی صحبت میں اور اپنے مال میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے وہ ابوبکر ہیں' اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان کے ساتھ اسلام کی اخوت اور دوستی ہے مسجد کے ہر دروازہ کو بند کر دیا

marfat.com
Marfat.com

جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۴' ۳۶۶۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۹۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۱۵۱' عالم الکتب' بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا پہلے سے علم تھا' اور آپ کی موت اختیاری تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کا اختیار دے دیا تھا۔

حافظ احمد بن محمد القسطلانی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

جب آخر عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل قریب آ گئی تو آپ اس کا مسلسل بیان فرماتے رہے جب آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا مجھ سے حج کے احکام حاصل کر لو' شاید کہ اس سال کے بعد میں تم سے ملاقات نہیں کروں گا اور آپ لوگوں سے الوداع ہونے لگے تو لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے بعد مدینہ لوٹے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان لوگوں کو مقام خم پر جمع کیا اور آپ نے ان سے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! میں تمہاری مثل بشر ہوں' عنقریب میرے پاس میرے رب کا پیغام آئے گا تو میں لبیک کہوں گا' پھر آپ نے لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھیں اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کریں۔

حافظ ابن رجب نے کہا آپ کے مرض کی ابتداء ماہ صفر کے اواخر میں ہوئی اور مشہور قول کے مطابق آپ تیرہ دن بیمار رہے' اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس خطبہ کا ذکر ہے وہ آپ نے اس مرض کی ابتدا میں دیا تھا پھر آپ فوت ہو گئے۔ جیسا کہ امام دارمی نے روایت کیا ہے آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی پھر آپ منبر پر جا کر بیٹھ گئے پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں اپنے اس مقام سے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا ایک بندہ کو دنیا' اس کی زینت اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو اس نے آخرت کو اختیار کر لیا' اس بات کو حضرت ابوبکر کے سوا اور کوئی نہیں سمجھا' ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ رونے لگے پھر انہوں نے کہا بلکہ یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماں باپ' اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کرتے ہیں پھر آپ اس منبر سے اتر آئے پھر زندگی میں اس پر نہیں بیٹھے۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۷۷) (المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ بکثرت پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے پہلے آپ سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ و اتوب الیہ اتنی کثرت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے ایک علامت بتائی تھی جب میں اپنی امت میں وہ علامت دیکھوں تو اپنے رب کی حمد اس کی تسبیح کے ساتھ کروں اور اس سے استغفار کروں میں نے اپنی امت میں وہ علامت دیکھ لی وہ یہ ہے:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۳-۱)	جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ۝ اور آپ دیکھیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں ۝ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ۝

marfat.com

Marfat.com

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے اپنی اجل (موت) کی خبر دے دی گئی ہے حضرت فاطمہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا روؤ مت' میرے اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی' پھر حضرت فاطمہ ہنسنے لگیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۹' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت (سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست برخواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے' ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ آئیں اور جھک کر آپ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں' پھر دوبارہ آپ پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا جب آپ پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی تھیں تو رونے لگیں تھیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگیں تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا میں آپ کا راز بتا رہی ہوں پہلی بار آپ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی' پھر دوسری بار آپ نے یہ بتایا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۱۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۵۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۸' المستدرک ج ۴ ص ۲۷۲' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۰۱)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' جیسے کوئی شخص زندوں اور مردوں سے الوداع ہو رہا ہو' پھر آپ منبر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تم پر گواہ ہوں اور میرا تم سے حوض پر ملاقات کا وعدہ ہے اور میں اپنی اس جگہ سے اب بھی اس کی طرف دیکھ رہا ہوں' اور مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم سب مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ حضرت عقبہ نے کہا یہ میرا آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محمد بن عمر بن علی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء بدھ کے روز سے ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح قبض ہونے تک تیرہ روز بیمار رہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۹' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

یہ صفر کا آخری بدھ ہے جس دن جاہل مسلمان خوشی مناتے ہیں مٹھائیاں بانٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت کیا تھا' غالباً یہ دشمنان اسلام کی پھیلائی ہوئی خبر ہے کیونکہ اس دن سے آپ کی اس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جس میں آپ کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

آخری ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں اور آپ کی بیماری کی کیفیت

عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے متعلق نہیں بیان کریں گی۔ حضرت عائشہ نے کہا کیوں نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ

marfat.com
Marfat.com

کیا تو آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں' وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا میرے لیے مخضب (لگن' ناند یا ٹب) میں پانی رکھو ہم نے اس میں پانی رکھ دیا' آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھ کر جانے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی' پھر جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا میرے لیے مخضب میں پانی رکھ دو' حضرت عائشہ نے فرمایا آپ نے بیٹھ کر غسل کیا پھر آپ اٹھ کر جانے لگے تو پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے لیے مخضب میں پانی رکھ دو' آپ بیٹھ گئے آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھ کر جانے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یارسول اللہ! اور لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بلایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت ابوبکر کے پاس پیغام دینے والا گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نرم دل شخص تھے انہوں نے حضرت عمر سے کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھا دو' حضرت عمر نے ان سے کہا آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں' سو ان ایام میں حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے ظہر کی نماز کے لیے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے' حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابوبکر نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے آپ کو حضرت ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا۔ حضرت ابوبکر اپنی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' عبید اللہ نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے متعلق بیان کی ہے! انہوں نے کہا سناؤ! میں نے ان کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے اس میں سے اور کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا کیا حضرت عائشہ نے اس شخص کا نام لیا تھا جو حضرت عباس کے ساتھ تھے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا: وہ حضرت علی تھے! (حضرت عائشہ نے حضرت علی کا نام اس لیے نہیں لیا تھا کہ ایک جانب تو مستقل حضرت عباس تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علی ہوتے کبھی حضرت فضل بن عباس اور کبھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم' یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ رنج تھا)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۰۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع' آپ کے خادم اور صحابی تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس درد اور مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز (فجر) پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان صف باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا' آپ کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھ رہے تھے آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح لگ رہا تھا' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہم کو اس قدر خوشی ہوئی کہ لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے' حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا کہ آپ حجرہ سے باہر آ کر نماز میں شامل ہوں گے وہ الٹے پاؤں پھرے تاکہ آپ صف میں آ جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں گئے اور پردہ گرا دیا اور آپ اسی دن فوت ہو گئے' امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے آپ اس دن کے آخر میں فوت ہوئے اور اس روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ یہ صبح کی نماز کا واقعہ تھا۔ (رقم الحدیث: ۷۵۴)

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۴۸، ۱۲۰۵، ۷۵۴، ۶۸۱، ۶۸۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۹۵۷)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہشام نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے آپ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ آئے اور حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر حضرت ابوبکر کو نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے (وہ نماز) لوگوں کو کھڑے ہوکر پڑھائی۔ (یعنی حضرت ابوبکر مکبر تھے)

زیادہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر اور باقی مسلمانوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور یہ بھی روایت ہے کہ اس نماز میں حضرت ابوبکر امام تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

مسروق نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے' اس مرض میں آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

امام شافعی نے کہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے تو یہ اس سے مانع نہیں ہے کہ آپ نے دوسری بار بھی حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہو۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ پیر کے دن حضرت ابوبکر ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے یہ وہی دن ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ تخفیف محسوس کی تھی آپ باہر آئے اور آپ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی اور جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیر دیا تو آپ نے کھڑے ہوکر دوسری رکعت پڑھی' پس ہوسکتا ہے جنہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اس سے مراد یہی نماز ہو' اور رہی وہ نماز جو ہفتہ یا اتوار کے دن حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کی اقتداء میں پڑھی تھی تو وہ ظہر کی نماز تھی جیسا کہ ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۸۳-۸۲' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

خلاصہ یہ ہے حضرت عائشہ یا حضرت ابن عباس کی روایت میں جو مذکور ہے کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز ہے' اور جس حدیث میں ہے کہ آپ نے مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اس سے مراد پیر کے دن نماز فجر کی دوسری رکعت ہے جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے' اور بخاری میں جو حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ پیر کے دن مسلمانوں کو نماز فجر پڑھتا دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر حجرہ میں چلے گئے اور اسی دن آپ فوت ہوگئے تھے اس سے مراد پیر کے دن کی نماز فجر کی پہلی رکعت ہے۔

ایام مرض میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی تھی یا آپ خود امام تھے

صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۸۷ اور صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۸ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس اور ایک صحابی کے ساتھ ظہر کی نماز کے لیے گئے اس وقت حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے آپ ان کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھ

marfat.com
Marfat.com

نماز پڑھی اب اس میں ائمہ حدیث اور شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور دوسرے صحابہ کو پڑھائی تھی اور حضرت ابوبکر صرف مبلغ اور مکبر تھے یا یہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی۔

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو ایام مرض میں نمازوں کا امام بنایا تھا' اور حضرت ابوبکر نے مسلمانوں کو بہ کثرت نمازیں پڑھائیں' صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر پیر کے دن تک مسلمانوں کو نمازیں پڑھاتے رہے' اور حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے ان ایام میں نمازیں پڑھائیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صرف ایک نماز کا واقعہ نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بارہ دن تک نماز پڑھاتے رہے تھے الا یہ کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کرتے اور آپ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوتی تو آپ مسجد میں آ کر مسلمانوں کو نماز پڑھاتے جیسا کہ حضرت عائشہ کی بعض روایات میں ہے' اور حضرت انس سے ایک روایت میں ہے آپ آئے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور حجرہ کا پردہ گرا دیا' یہ اور حدیث ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں دوسرا واقعہ ہے پس کوئی بعید نہیں ہے کہ ایک نماز میں آپ امام ہوں اور دوسری نماز میں آپ مقتدی ہوں اور زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام تھے۔

حضرت ابوبکر نے مسلمانوں کو جو پہلی نماز پڑھائی تھی وہ عشاء کی نماز تھی' اور امام مالک نے مؤطا کے علاوہ ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر امام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے فرمایا کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے کسی امتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۲۳' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے آیا اس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۸)

اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو آخری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے اس میں آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ نے وہ نماز حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹' سنن النسائی ج ۲ ص ۷۹' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۹۲' امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ رقم الحدیث: ۳۶۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۱۱۸' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳ علامہ قرطبی نے جو لکھا ہے کہ آخری نماز (حضرت ابوبکر کے پیچھے پڑھی) تو یہ الفاظ سنن ترمذی میں نہیں ہیں البتہ مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹ اور سنن النسائی ج ۲ ص ۷۹ میں ہیں۔)

علماء نے ان احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ جس نماز میں آپ امام تھے وہ اور نماز تھی اور جس نماز میں آپ مقتدی تھے وہ اور نماز تھی' لیکن اس کی تائید میں کوئی صحیح نقل وارد نہیں ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۱' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بعض لوگ یہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے
اور بعض یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے' امام ابن المنذر نے شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی' اور امام ابن حبان نے شقیق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے یعنی ابوبکر مبلغ اور مکبر تھے۔

اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے' بعض علماء نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام
جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے' بعض علماء نے تطبیق کا طریقہ اختیار کیا اور کہا کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ حضرت ابن عباس
حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر مقتدی تھے اور حضرت انس کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر امام تھے اور یہ آخری نماز
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی تھی' اس حدیث کو امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا
ہے۔ (فتح الباری' ج ۲ ص ۷۷-۳۷۶-۳۷۶ ملخصا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں روایات مختلف ہیں کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے یا حضرت ابوبکر صدیق امام تھے' ایک جماعت نے یہ کہا کہ
بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے' اور ایک جماعت نے
یہ کہا کہ حضرت ابوبکر امام تھے کیونکہ شعبہ نے از ابراہیم از اسود از عائشہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر
کے پیچھے نماز پڑھی تھی' امام بیہقی نے کہا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جن احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام ہونے کا ذکر ہے ان میں ہفتہ یا اتوار کے دن کی ظہر کی نماز مراد ہے اور جن احادیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ان میں پیر کے دن فجر کی نماز کی دوسری رکعت مراد ہے اور یہ آپ کی آخری نماز تھی
جیسا کہ سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے' امام نعیم بن ابی ہند نے بھی یہی کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے ایک نماز
میں آپ امام تھے اور ایک نماز میں آپ مقتدی تھے' اور امام ضیاء المقدسی اور ابن ناصر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
ایام مرض میں تین مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل ہو اور اس کو روایات
کا علم نہ ہو' امام ابن حبان نے کہا ایسا دو مرتبہ ہوا ہے اور امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام تھے۔

(عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۶۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ابن القاسم نے کہا مجھے امام مالک نے ربیعہ بن عبد الرحمن سے یہ حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری
کی حالت میں باہر نکلے' اس وقت حضرت ابوبکر مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے' آپ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' امام
حضرت ابوبکر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے فرمایا کوئی نبی اس
وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک کہ اس کی امت کے کسی شخص نے اس کو نماز نہ پڑھائی ہو۔

امام مالک نے کہا ہمارے نزدیک اس حدیث پر عمل ہے اور ربیعہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔

(الاستذکار ج ۵ ص ۳۹۳-۳۹۲' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ علامہ عینی نے جو امام ابن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے
نقل صحیح نہیں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

...ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الموت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: اے عائشہ مجھے ہمیشہ ...س کھانے سے درد ہوتا رہا ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وقت آ گیا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میری ابہر (وہ رگ جو ...ت سے لے کر دل تک متصل ہے موت کے وقت یہ رگ منقطع ہو جاتی ہے) منقطع ہو جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں یہ سنتی تھی کہ کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اسے دنیا ...ور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں سنا آپ کی آواز بھاری ہو چکی تھی ...س وقت آپ فرما رہے تھے: مع الذین انعم اللہ علیہم تو میں نے جان لیا کہ اب آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۳۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۰۵)

...ی الرفیق الاعلیٰ کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ...ہو گئی تو آپ یہ کہہ رہے تھے فی الرفیق الاعلیٰ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۳۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تندرستی کی حالت میں فرمایا اس وقت تک کوئی نبی ...وت نہیں ہوا جب تک کہ اس کو جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا گیا پھر اس کو زندہ رکھا جاتا یا اس کو اختیار دیا جاتا' پھر جب ...آپ بیمار ہو گئے اور قبض روح کا وقت آیا اور اس وقت آپ کا سر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر تھا آپ پر غشی طاری تھی' ...جب آپ کو ہوش آتا تو آپ کی نظر گھر کی چھت کی طرف اٹھی ہوئی ہوتی اور آپ یہ کہتے تھے ''اے اللہ رفیق اعلیٰ میں'' اس ...وقت میں نے دل میں کہا اب آپ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے اور اس وقت وہ حدیث یاد آ گئی جو آپ نے حالت صحت میں ...ارشاد فرمائی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۳۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قبض روح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ میرے ساتھ لگائی ...ہوئی تھی میں نے آپ کی طرف کان لگا کر سنا تو آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! مجھے معاف کر دے' مجھ پر رحم فرما اور مجھے ...رفیق (اعلیٰ) سے ملا دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۴۰)

...الرفیق الاعلیٰ کا معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رفیق اعلیٰ سے مراد وہ حضرات قدس ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے:

مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ ... انبیاء' صدیقین' شہداء' صالحین اور یہ بہترین رفیق ہیں۔

...وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹)

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ان سب لوگوں کو رفیق اعلیٰ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام نفوس قدسیہ کا قلب ایک جیسا ہو ...اور بعض مغاربہ کا یہ زعم ہے کہ الرفیق الاعلیٰ سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے کیونکہ الرفیق اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے ...مسلم اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ اللہ رفیق ہے اور رفق (نرمی اور ملائمت) کو پسند فرماتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ حکیم کی طرح

marfat.com

Marfat.com

رفیق اللہ تعالیٰ کی صفت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رفیق اللہ تعالیٰ کی صفت فعل ہو یعنی اللہ تعالیٰ نرمی سے کام کرتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حضرت القدس مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے وہ نفوس قدسیہ مراد ہوں جن کا النساء: ٦٩ میں ذکر ہے اور ان کے رفیق ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لطف اور ملائمت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور یہی تیسرا معنی معتمد ہے اور اکثر شارحین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنے کلام کو ختم کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور ذکر بالقلب کو متضمن ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ضروری نہیں کہ انسان مرتے وقت اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرے بلکہ اس کو دل سے بھی یاد کر لینا کافی ہے۔

(فتح الباری ج ٨ ص ٣٤٨، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٠ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں یہ دعا ہے اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٥) رفیق سے مراد ہے انبیاء علیہم السلام کی جماعت جو اعلیٰ علیین میں سکونت پذیر ہیں، رفیق کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ سے ملا دے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر رفیق ہے یعنی ان پر نرمی فرماتا ہے۔

(النہایہ ج ٢ ص ٢٢٤، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٨ھ)

علامہ احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

سنن نسائی میں اور صحیح ابن حبان میں ہے اے اللہ میں الرفیق الاعلی الاسعد کا جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ کا سوال کرتا ہوں، اور ظاہر یہ ہے کہ رفیق اعلیٰ سے مراد وہ مقام ہے جہاں ان کی رفاقت حاصل ہو، ابن الاثیر نے کہا اس سے مراد جماعت انبیاء ہے جو اعلیٰ علیین میں ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حظیرۃ القدس ہے۔ (المواہب اللدنیہ ج ٣ ص ٨٨٤، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٦ھ)

نزع روح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید تکلیف ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے، اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ اس وقت میرے پاس عبدالرحمن (بن ابی بکر) آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرما رہے ہیں، میں نے پوچھا کیا میں اس کو لے لوں! آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! میں نے آپ کو مسواک دی آپ نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں نے پوچھا کیا میں اس کو آپ کے لیے نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! پھر میں نے اس کو آپ کے لیے نرم کیا، آپ کے سامنے پانی کا برتن تھا آپ اس برتن میں ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ بے شک موت کے لیے سکرات ہے (سختیاں اور شدتیں ہیں) پھر آپ اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے "الرفیق الاعلی" میں، حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ ڈھلک گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٤٤٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں روح قبض کی گئی کہ آپ میری

marfat.com
Marfat.com

...اور ٹھوڑی کے درمیان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی پر موت کی شدت اور سختی کو برا نہیں جانتی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۴۶)

...نزع روح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید تکلیف کی توجیہات

ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت اور سختی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک عام لوگوں سے بہت لطیف تھا اس لیے آپ کو معمولی سی تکلیف بھی سخت معلوم ہوتی تھی۔

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ مصائب انبیاء پر نازل ہوتے ہیں پھر جوان کے مماثل ہوں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۰۲۳، المستدرک: ۵۵۱۴، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۱۴۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۷۸۰) اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختی نازل کی گئی۔

(۳) عام آدمیوں کو کسی چیز سے جتنی تکلیف ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے دگنی تکلیف ہوتی ہے۔

جن کا رتبہ ہے سوا ان کو سوا مشکل ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کو بخار ہو رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہو رہا ہے! آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ کو اس کا دگنا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی طرح ہوگا۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچے خواہ کانٹا چبھنے کی ہو یا اس سے زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے جیسے درخت کے پتے گرا دیے جاتے ہیں۔ (اور جب گناہ نہ ہوں تو ان کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ مصیبت بقدر نعمت نازل ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں ان پر مصائب بھی زیادہ سخت نازل ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قوی انسان پر سخت بلائیں نازل کی جاتی ہیں اور ضعیف انسان کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے کیونکہ مصیبت زدہ کی جب معرفت قوی ہوتی ہے تو اس پر مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔ ان میں سے بعض افراد مصیبت کے اجر پر نظر رکھتے ہیں تو ان کو وہ مصیبت معمولی معلوم ہوتی ہے، اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مصیبت زدہ خیال کرتا ہے کہ یہ مالک کا اپنی ملکیت میں تصرف ہے تو وہ اس بلا اور مصیبت کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر اعتراض نہیں کرتا، اور اس سے بھی بلند درجہ یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی محبت میں مشغول اور مستغرق ہوتا ہے اس کو مصیبت کا احساس نہیں ہوتا جیسے حسن یوسف کے جلووں میں کھو کر مصر کی عورتوں کو انگلیاں کاٹنے کا درد اور احساس نہیں ہوا، اور اس سے بھی بڑا درجہ یہ ہے کہ جس طرح عام لوگ نعمت سے لذت حاصل کرتے ہیں خواص اس طرح مصائب سے لذت حاصل کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر مصائب کی طرف نہیں مصائب نازل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو درد میں مبتلا نہیں دیکھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۲۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ رکھ کر کہا: اللہ کی قسم میں

marfat.com
Marfat.com

آپ کے بخار کی شدت وجہ سے آپ کے اوپر اپنا ہاتھ نہیں رکھ سکتا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم انبیاء کے گروہ پر اسی طرح مصائب کو دگنا کیا جاتا ہے جس طرح ہمارے اجر کو دگنا کیا جاتا ہے' بیشک انبیاء سابقین کو جوؤں کے ساتھ مبتلا کیا جاتا حتیٰ کہ وہ جوؤں کو مار دیتے اور ان کو فقر کے ساتھ مبتلا کیا جاتا حتیٰ کہ وہ ستر پوشی کے لیے اپنے گرد چادر لپیٹ لیتے اور بے شک وہ مصائب میں اسی طرح فرحت محسوس کرتے تھے جس طرح تم خوش حالی میں فرحت محسوس کرتے ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۹۴ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۹۱۵' عالم الکتب' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۲۶' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۹۶۱' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۰۴)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع روح کے وقت جو زیادہ سختی اور شدت کی گئی اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اگر امت کے کسی فرد پر نزع روح کے وقت سختی اور شدت ہو تو وہ گھبرائے نہیں اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے بلکہ یہ سمجھ کر اپنے آپ کو تسلی دے کہ وہ کیا چیز ہے تمام انبیاء کے قائد اور سردار پر بھی سکرات موت کی شدت کی گئی تھی' اسی طرح اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر سکرات کی سختی دیکھ کر اس کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سکرات موت کی شدت کی گئی تھی۔

(۵) روح معصیت کی آلودگی سے منزہ ہوتی ہے' اور جب جسم معصیت میں ڈوبا ہوا ہو تو روح اور جسم میں اتصال اور چسپیدگی نہیں ہوتی سو جو لوگ بدکار اور گناہ گار ہوتے ہیں تو نزع روح کے وقت حضرت عزرائیل کے ایک جھٹکے سے روح جسم سے اکھڑ کر الگ ہو جاتی ہے اور اگر جسم عبادت اور اطاعت میں ڈوبا ہوا ہو تو روح سختی کے ساتھ جسم سے چمٹ جاتی ہے پس حضرت عزرائیل جب نیک لوگوں کی روحوں کو قبض کرتے ہیں تو روح جسم سے الگ ہونے میں سخت مزاحمت کرتی ہے اس لیے نیک لوگوں کو نزع روح کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔

(۶) روح کو جسم سے الگ کرتے وقت تکلیف کا ایک یہ سبب ہوتا ہے کہ اس شخص کا چند لوگوں سے تعلق ہوتا ہے اور وہ ان سے جدا ہونا نہیں چاہتا' عام انسانوں کا چند لوگوں سے تعلق ہوتا ہے اور ان کو چند لوگوں سے جدا ہونے کی تکلیف ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پوری امت سے تعلق ہوتا ہے اور ان کی روح پوری امت سے جدا ہوتی ہے سو ان کو پوری امت سے جدا ہونے کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے عام انسانوں کی بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کو نزع روح کے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

(۷) آپ کے درجات کو بلند کرنے کے لیے آپ کو شدت سکرات میں مبتلا کیا گیا۔

(۸) سکرات کی سختی شدت کرب کی وجہ سے ہوتی ہے اور شدت فرح کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت بلال پر جب نزع روح کی کیفیت طاری تھی تو ان کے گھر والوں نے کہا ہائے ان کی تکلیف' حضرت بلال نے آنکھیں کھول کر کہا ہائے اس کی خوشی! کل میں اپنے دوستوں سے ملوں گا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے اصحاب سے' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملاقات میں خوشی کی یہ کیفیت ہے تو اللہ عزوجل سے ملاقات کی خوشی کا کیا عالم ہوگا اور جب وہ نعمتیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ (السجدہ: ۱۷)

کوئی نفس ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ہم نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہیں۔

تو ان کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ (المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۸۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

marfat.com

Marfat.com

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع روح اور شدت سکرات کو اس لیے طاری کیا گیا تا کہ اس حال میں بھی آپ کی امت کے لیے نمونہ ہو۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت سکرات کو امت کی تعلیم کے لیے طاری کیا گیا تا کہ آپ نے اس موقع پر جو دعائیں پڑھی تھیں وہ بھی ان دعاؤں کو پڑھیں۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کے وقت دیکھا' آپ کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے ہاتھ سے چہرے پر پانی لگاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ سکرات الموت پر میری مدد فرما۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۵۸' مسند احمد ج ۶ ص ۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۳' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۵۱۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۶۸' المستدرک رقم الحدیث ۴۴۴۲' ۴۷۸۳' طبع جدید)

امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ: تو روح کو پٹھوں' ہڈیوں اور انگلیوں کی پوروں کے درمیان سے قبض کرتا ہے سو تو موت پر میری مدد فرما اور اس کو مجھ پر آسان کر دے۔

(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(۱۱) عام لوگوں کا جسم عناصر اربعہ سے مرکب ہوتا ہے تو روح کو صرف ان چار عناصر سے منفصل ہونے کی تکلیف ہوتی ہے' صوفیا کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تمام حقائق کونیہ سے مرکب تھا اس لیے نزع روح کے وقت آپ کی روح کو تمام حقائق کونیہ سے منفصل ہونے کی تکلیف ہوئی اور صرف عناصر اربعہ کی بہ نسبت تمام حقائق کونیہ سے انفصال کی تکلیف بہت زیادہ ہے۔

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ پر بار بار بے ہوشی طاری ہو رہی تھی' حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: واکرب اباہ "آہ! میرے والد کا کرب اور بے چینی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن کے بعد تمہارے والد پر کرب اور بے چینی نہیں ہوگی' جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ نے کہا: ہائے میرے والد نے رب کی دعوت پر لبیک کہا! ہائے میرے والد نے جنت الفردوس کو اپنا ٹھکانا بنا لیا' ہائے ہم جبریل کو اپنے والد کی خبر سناتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ نے کہا اے انس! اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال کر خوش ہو گئے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۸۸' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۳۶۴' المسند الجامع رقم الحدیث: ۶۰۳)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی تکلیف کی شدت کو دیکھ کر سیدہ فاطمہ زہرا نے رنج اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آہ میرے والد کا کرب اور بے چینی! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا آج کے بعد تمہارے والد کو بے چینی نہیں ہوگی۔ اس میں یہ تعلیم دی ہے کہ کسی شخص کو نزع روح کی تکلیف میں دیکھ کر اس کے اقرباء گھبرائیں تو وہ ان کو تسلی دے۔

(۱۳) نزع روح کے وقت آپ نے پانی کے پیالہ میں ہاتھ ڈال کر اس پانی کو اپنے ہاتھ سے چہرے پر لگایا اس میں یہ تعلیم دی کہ جو شخص نزع روح کی کیفیت میں مبتلا ہو اس کو اپنے چہرے پر پانی مل کر اپنے جسم کو تسکین پہنچانی چاہیے۔

marfat.com
Marfat.com

(١٤) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزع روح کی اس شدید تکلیف کے باوجود کوئی جزع فزع اور آہ وزاری نہیں کی اور صبر واطمینان کے ساتھ اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کردی' سو اسی طرح امت کو بھی صبر واطمینان کے ساتھ جان دینی چاہیے۔

(١٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا اور آپ کا سانس اکھڑ رہا تھا' اس وقت آپ فرما رہے تھے **الصلاة و ما ملکت ایمانکم**: نماز اور زکوٰۃ کو لازم رکھنا یا نماز اور اپنے خادموں کا خیال رکھنا۔

(مسند احمد ج ٣ ص ١١٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٦٩٧' الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٩٥' المسند الجامع رقم الحدیث: ٢٩٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت وصیت کی جب آپ کی زبان بڑی مشکل سے چل رہی تھی آپ نے فرمایا **الصلاة و ماملکت ایمانکم** (یہ حدیث صحیح ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٦٩٧' صحیح ابن حبان رقم الحدیث ٦٦٠٥' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ١٢١٤' الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٩٥' مسند احمد ج ٣ ص ١١٧)

اس سے معلوم ہوا کہ نزع روح کی شدت کے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال تھا کہ آپ کی امت نماز میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ کرے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی نہ کرے' نزع روح کی شدت میں بھی آپ کو اپنی امت کی فکر دامن گیر تھی تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر یاد رکھنا چاہیے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی کتنی فکر کرنی چاہیے۔

(١٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آخری کلمہ کے ساتھ کلام کیا وہ یہ تھا **اللھم الرفیق الاعلی** ''اے اللہ سب سے اعلیٰ رفیق''۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٤٦٣' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٤٩٩' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ٧١٠٥)

جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کے دل و دماغ میں سوا اپنی تکلیف اور اس سے نجات کے اور کوئی فکر نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ نے یہ دکھایا کہ نزع روح کی اس شدید تکلیف میں بھی آپ نہ اپنی امت کو بھولے تھے اور نہ اپنے مولیٰ کو اور آپ کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ اپنے مولیٰ کا نام تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت اور تعزیت

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل میں تین روز رہ گئے تو آپ پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا احمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خصوصی تعظیم اور تکریم کے لیے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا حال پوچھا ہے حالانکہ اس کو آپ سے زیادہ آپ کے حال کا علم ہے' آپ نے فرمایا: اے جبریل! مجھے سخت بے چینی اور تکلیف ہے' دوسرے دن پھر جبریل آئے اور کہا یا احمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خصوصی تعظیم اور تکریم کے لیے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا حال پوچھا ہے حالانکہ اس کو آپ سے زیادہ آپ کے حال کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اے جبریل! مجھے سخت بے چینی اور تکلیف ہے' تیسرے دن حضرت جبریل آئے اور ان کے ساتھ ملک الموت اور ایک اور فرشتہ بھی آیا جس کا نام اسماعیل تھا وہ خلا میں رہتا تھا وہ کبھی آسمان پر چڑھا اور نہ کبھی زمین پر اترا تھا' پھر جبریل نے آپ سے کہا یا احمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خصوصی تعظیم اور تکریم کے لیے بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا حال پوچھا ہے حالانکہ اس کو آپ سے زیادہ آپ کا حال معلوم ہے آپ نے فرمایا: اے جبریل مجھے سخت بے چینی اور تکلیف ہے' پھر ملک الموت نے اجازت طلب کی اور جبریل نے کہا یا احمد! یہ ملک الموت ہے جو آپ سے آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے' اس نے

marfat.com

Marfat.com

آپ سے پہلے کسی آدمی سے اجازت طلب کی تھی اور نہ آپ کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کرے گا' آپ نے فرمایا اس کو اجازت دو' پھر ملک الموت آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے پس کہا یا رسول اللہ! یا احمد! بے شک اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کروں۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں آپ کی روح قبض کروں گا اور اگر آپ اس کو ترک کرنے کا حکم دیں گے تو میں اس کو ترک کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا: اے ملک الموت! تم ایسا کرو گے! انہوں نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں۔ پھر جبریل نے کہا اے احمد! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے پھر آپ نے فرمایا اے ملک الموت! تم کو جو حکم دیا گیا ہے تم اس کو بجا لاؤ' جبریل نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا دنیا میں آخری بار آنا ہے میں تو صرف آپ کی وجہ سے دنیا میں آیا کرتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ پھر تعزیتی کلمات کی آواز آئی' کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر یہ آواز آ رہی تھی: السلام علیکم یا اهل البیت ورحمة اللہ وبرکاته۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: ۱۸۵) ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور تمہارے اجور قیامت کے دن ہی پورے کیے جائیں گے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تعزیت ہے اور ہر ہلاک ہونے والے کی خلافت ہے اور ہر جانے والی چیز کی تلافی ہے' سو تم اللہ پر ہی اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو اصل میں مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹۔۱۹۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المنتظم ج ۱ ص ۴۷۶۔۴۷۵' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۶۸۔۲۶۷' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۹۷۲' المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۸۷' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۹۔۲۵۸' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ ص ۲۶۴۔۲۶۳' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۲۹۶' الوفا رقم الحدیث: ۱۵۶۱' ص ۸۶۵' بیروت' ۱۴۰۸ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۸۸۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور وفات کے بعد کے مفصل احوال

وھب بن منبہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اذا جاء نصر الله و الفتح -الایة (النصر) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے جبریل مجھے اس آیت میں اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے' اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ نماز کی جماعت کے لیے اذان دیں پھر تمام مہاجرین اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمع ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد ایسا خطبہ دیا جس سے دل خوف زدہ ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم میں کیسا بطور نبی رہا؟ لوگوں نے کہا جزاک اللہ آپ رحیم باپ اور خیر خواہ بھائی کی طرح تھے آپ نے اللہ عزوجل کے پیغامات ادا کیے اور ہم تک وحی پہنچائی اور اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دی' اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے نبیوں کو دینے والی سب سے اچھی جزا دے! آپ نے فرمایا: اے مسلمانو! میں تم کو قسم دیتا ہوں میں نے جس شخص کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو وہ اس کا بدلہ لے لے کوئی کھڑا نہیں ہوا جب آپ نے تیسری بار اس کو دہرایا تو عکاشہ نام کا ایک بوڑھا شخص کھڑا ہوا اس نے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر آپ بار بار قسم نہ دیتے تو میں آتا' میں اور آپ ایک غزوہ میں تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح دی اور ہم واپس جا رہے تھے تو میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے

marfat.com
Marfat.com

برابر آ گئی میں اونٹنی سے اتر کر آپ کے قریب آیا تا کہ آپ کی ران کو بوسہ دوں آپ نے ایک چمڑی ہوئی لاٹھی اٹھا کر میری کوکھ میں ماری مجھے پتا نہیں کہ آپ نے دانستہ مجھے مارا تھا یا آپ نے اونٹنی کو مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو دانستہ مارنے سے اللہ کے جلال کی پناہ میں دیتا ہوں' اے بلال تم فاطمہ کے گھر جاؤ اور میری لاٹھی لے کر آؤ' حضرت بلال مسجد سے گئے اور وہ چلا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بدلہ دے رہے ہیں' اور جا کر کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! مجھے چمڑی ہوئی لاٹھی دو حضرت فاطمہ نے کہا یہ حج کا موقع ہے نہ جہاد کا لاٹھی کی کیا ضرورت پڑ گئی' حضرت بلال نے کہا آپ کو پتا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا قرض ادا کر رہے ہیں۔ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور اپنا بدلہ دے رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے کہا اے بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لے کر کس کا دل خوش ہو رہا ہے؟ اے بلال! تم حسن اور حسین سے کہو وہ اس شخص کو بدلہ دیں گے۔ حضرت بلال مسجد میں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاٹھی دے دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لاٹھی عکاشہ کو دے دی' جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے یہ منظر دیکھا تو کہا اے عکاشہ تم ہم سے بدلہ لے لو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اور اے عمر! تمہارا مرتبہ اللہ کو معلوم ہے تم یہ کام ہونے دو' پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! میرا دل یہ گوارہ نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاٹھی ماری جائے یہ میری پیٹھ اور میرا پیٹ حاضر ہے تم اس پر سو بار مارو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! بیٹھ جاؤ' اللہ تعالیٰ کو تمہارا مقام اور تمہاری نیت معلوم ہے' پھر حضرت حسن اور حضرت حسین کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! تم کو معلوم ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ہم سے قصاص لینا گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص لینا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹھ جاؤ' اللہ تعالیٰ تمہارا مقام نہیں بھولا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکاشہ! اگر تم مارنے والے ہو تو مارو' اس نے کہا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھے مارا تھا تو میرا پیٹ کھلا ہوا تھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا' مسلمان بلند آواز سے رونے لگے اور کہنے لگے کیا عکاشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے والا ہے' جب عکاشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کی سفیدی کی طرف دیکھا تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اس نے جھک کر آپ کے پیٹ کو بوسہ دیا اور کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ سے بدلہ لینے کی کون طاقت رکھ سکتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو تم لاٹھی مارو یا مجھے معاف کر دو' عکاشہ نے کہا میں نے اس امید پر آپ کو معاف کیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں میرے رفیق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عکاشہ کو دیکھ لے' پھر مسلمان کھڑے ہو کر عکاشہ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے لگے اور اس کو جنت میں آپ کی رفاقت کی نوید پر مبارک باد دینے لگے۔

اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے آپ اٹھارہ دن بیمار رہے اور مسلمان آپ کی عیادت کرنے کے لیے آتے رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے' پیر کے دن آپ نے اعلان نبوت کیا اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی' اتوار کے دن آپ کا مرض زیادہ ہو گیا' حضرت بلال نے اذان دی' پھر دروازہ پر ٹھہر گئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ! ورحمۃ اللہ! نماز کا وقت ہو گیا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی آواز سنی حضرت فاطمہ نے کہا یا بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہیں (یعنی آپ کی حالت مسجد میں جانے کی نہیں ہے) پھر حضرت بلال مسجد میں گئے' جب صبح کی سفیدی ہو گئی تو حضرت بلال نے کہا اللہ کی قسم! میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لوں اقامت نہ کہوں گا۔ پھر وہ لوٹ گئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

marfat.com
Marfat.com

اللہ آپ پر رحم فرمائے نماز کا وقت ہو گیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی آواز سنی پھر فرمایا: اے بلال آ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہیں' تم ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں' حضرت بلال افسوس کرتے ہوئے واپس گئے اور کہا اے ابوبکر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے' حضرت ابوبکر رقیق القلب تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ خالی دیکھی تو اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور مسلمان زور زور سے رونے لگے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دل خراش آوازیں سنیں تو آپ نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں تو حاضرین نے کہا آپ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ مسلمانوں کے رونے کی آوازیں ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا آپ ان کا سہارا لے کر نکلے اور مسجد میں گئے اور مسلمانوں کو دو خفیف رکعتیں پڑھائی پھر مسلمانوں سے فرمایا میں تم کو اللہ کی امان اور اس کی حفاظت میں دیتا ہوں' اے مسلمانو! تم پر اللہ نگہبان ہے' اے مسلمانو! تم اللہ سے ڈرنا اور میرے بعد اللہ کی اطاعت کی حفاظت کرنا' کیونکہ میں دنیا سے جا رہا ہوں یہ میرا آخرت کی طرف پہلا اور دنیا میں آخری دن ہے۔

جب پیر کا دن آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد بڑھ گیا اور اللہ عزوجل نے ملک الموت کی طرف وحی کی کہ وہ میرے حبیب اور صفی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حسین اور ملائم صورت میں روح قبض کرنے کے لیے جائیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام ایک اعرابی کی شبیہ میں نازل ہوئے اور آپ کے دروازہ کی طرف کھڑے ہو گئے' اور السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ و مورد الملائکۃ' کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اس شخص کو جواب دیں' اے اللہ کے بندے' اللہ تجھ کو چل کر آنے کا اجر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہیں' اس نے دوسری بار صدا دی' پھر حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اس شخص کو جواب دو' حضرت فاطمہ نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ تجھ کو چل کر آنے کا اجر دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہیں' اس نے پھر تیسری بار کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومورد الملائکۃ کیا میں داخل ہو جاؤں؟ میرا داخل ہونا ضروری ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: اے فاطمہ! دروازہ پر کون ہے؟ حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ! ایک آدمی دروازہ پر کھڑا ہوا ہے اور بار بار اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے' ہم نے اس کو ہر بار جواب دیا اس نے تیسری بار اس طرح سوال کیا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا:

اے فاطمہ تم جانتی ہو دروازہ پر کون ہے! یہ وہ شخص ہے جو لذات کو منقطع کر دیتا ہے' جماعتوں کو متفرق کر دیتا ہے' جو عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیتا ہے جو گھروں کو برباد اور قبرستانوں کو آباد کر دیتا ہے' یہ ملک الموت علیہ السلام ہے' اے ملک الموت! اللہ تم پر رحمت کرے تم داخل ہو جاؤ پھر ملک الموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ملک الموت! تم ملاقات کرنے آئے ہو یا روح قبض کرنے آئے ہو۔ انہوں نے کہا میں آپ کی زیارت کرنے اور آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں اور مجھے اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں اور آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی روح قبض نہ کروں' اب اگر آپ اجازت دیں گے تو میں آپ کی روح قبض کروں گا ورنہ میں اپنے رب عزوجل کی طرف واپس چلا جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت تم نے میرے دوست جبریل کو کہاں چھوڑا' عزرائیل نے کہا میں نے ان کو آسمان دنیا میں چھوڑا ہے اور فرشتے ان سے آپ کی تعزیت کر

marfat.com

Marfat.com

رہے ہیں۔ پھر بہت سرعت سے جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آ گئے اور آ کر آپ کے سر کی جانب بیٹھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل اب دنیا سے روانہ ہونے کا وقت ہے مجھے بشارت دو کہ میرے لیے اللہ کے پاس کیا اجر ہے؟ جبریل نے کہا یا حبیب اللہ! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ میں (آپ کے استقبال کے لیے) تمام آسمانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر آیا ہوں اور وہاں تمام فرشتے آپ کو سلامی دینے کے لیے اور آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے لیے صف باندھے ہوئے کھڑے ہیں' اور میں آپ کو بشارت دیتا ہوں یا محمد کہ تمام جنتوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور تمام دریا جاری کر دیئے ہیں اور تمام درخت جھوم رہے ہیں اور یا محمد آپ کے لیے تمام حوریں مزین ہو چکی ہیں' آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کی رضاجوئی کے لیے اس کی حمد کرتا ہوں' اے جبریل مجھے اور بشارت دو' جبریل نے کہا قیامت کے دن آپ سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' آپ نے فرمایا میں اپنے رب کی رضاجوئی کے لیے حمد کرتا ہوں' جبریل نے کہا اے میرے حبیب! آپ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں' آپ نے فرمایا میں تم سے اپنی فکر اور پریشانی کے متعلق سوال کرتا ہوں' میرے بعد قرآن پڑھنے والوں کو کیا اجر ملے گا' میرے بعد رمضان کے روزے رکھنے والوں کو کیا اجر ملے گا اور میرے بعد بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو کیا ملے گا اور میرے بعد صاف باطن والوں کو کیا ملے گا (اللہ اللہ' امت کا کتنا خیال ہے عالم نزع ہے اور اتنی شدید تکلیف ہے پھر بھی امت کی اخروی فلاح کی فکر ہے!) جبریل نے کہا اے حبیب آپ کو بشارت ہو اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے تمام نبیوں اور ان کی امتوں پر جنت میں داخل ہونے کو اس وقت تک کے لیے حرام کر دیا ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے' آپ نے فرمایا اب میرا دل مطمئن ہو گیا' اے ملک الموت اب تمہیں اجازت ہے اب تم کو جو حکم دیا گیا ہے تم اس کی تعمیل کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ جب آپ کی روح قبض کر لی جائے گی تو آپ کو غسل کون دے گا اور آپ کو کس چیز میں کفن دیا جائے گا اور آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا اور آپ کی قبر میں کون داخل ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہا غسل تو اے علی مجھے غسل تم دو گے اور فضل بن عباس تمہارے لیے پانی ڈالیں گے' اور تمہارے تیسرے معاون جبریل علیہ السلام ہوں گے اور جب تم مجھے غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو تم مجھے تین نئے کپڑوں میں کفن دینا اور جبریل علیہ السلام میرے لیے جنت سے خوشبو لے کر آئیں گے اور جب تم مجھے تخت پر رکھ چکو تو مجھے مسجد میں رکھ دینا اور میرے پاس سے تم سب چلے جانا' کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب عزوجل عرش کے اوپر سے صلوٰۃ پڑھے گا (یعنی رحمت نازل فرمائے گا) پھر جبریل علیہ السلام' پھر میکائیل پھر اسرافیل علیہما السلام پھر تمام فرشتے گروہ در گروہ صلوٰۃ پڑھیں گے' پھر تم سب صف بہ صف کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا اور نماز جنازہ میں میرا کوئی امام نہیں ہوگا' حضرت فاطمہ نے کہا آج کا دن فراق کا دن ہے کب ملاقات ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! تم قیامت کے دن مجھ سے حوض پر ملاقات کرو گی' اور میری امت میں سے جو شخص حوض پر آئے گا میں اس کو پانی پلاؤں گا' حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں آپ سے وہاں ملاقات نہ کروں؟ آپ نے فرمایا پھر تم مجھ سے میزان پر ملاقات کرو گی' میں وہاں اپنی امت کی شفاعت کر رہا ہوں گا' حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں آپ سے وہاں بھی ملاقات نہ کروں؟ آپ نے فرمایا پھر تم مجھ سے صراط پر ملاقات کرو گی۔ میں اپنے رب سے دعا کر رہا ہوں گا کہ میری امت کو دوزخ سے سلامت رکھنا' پھر ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آپ کے قریب ہوئے' جب روح گھٹنوں تک پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوہ' پھر جب روح ناف تک پہنچی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واکرباہ (ہائے تکلیف) تو فاطمہ علیہا السلام نے کہا ہائے میرے والد کی تکلیف' پھر جب روح آپ کے

marfat.com
Marfat.com

پستانوں تک پہنچی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے پکار کر کہا اے جبریل! موت کی تلخی کتنی سخت ہے! پھر جبریل علیہ السلام نے اپنا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھیر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! تم میری طرف دیکھنے کو ناپسند کرتے ہو؟ جبریل نے کہا اے میرے حبیب! جب آپ سکرات الموت کی اذیت میں مبتلا ہوں تو آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے کی کون ہمت کر سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی' آپ کو حضرت علی ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غسل دیا' حضرت فضل ابن عباس نے آپ پر پانی ڈالا' حضرت جبریل ان دونوں کے ساتھ تھے' آپ کو تین نئے کپڑوں میں کفن دیا گیا' آپ کو ایک تخت پر رکھا گیا پھر اس تخت کو مسجد میں لایا گیا اور لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے' سب سے پہلے آپ کے رب تبارک و تعالیٰ نے عرش کے اوپر آپ پر صلوٰۃ پڑھی (آپ کے حسب مرتبہ رحمت نازل فرمائی) پھر جبریل نے' پھر میکائیل نے' پھر اسرافیل نے پھر فرشتوں نے گروہ در گروہ آپ پر صلوٰۃ پڑھی (آپ پر رحمت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے مسجد میں آوازیں سنی ہیں اور ہم نے کسی شخص کو مسجد میں نہیں دیکھا' پھر ہم نے غیب سے ایک آواز سنی کوئی شخص کہہ رہا تھا اللہ تم پر رحم فرمائے مسجد میں داخل ہو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھو' پھر ہم مسجد میں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مسجد میں صف بہ صف کھڑے ہو گئے' پھر ہم نے جبریل علیہ السلام کی تکبیر پر تکبیر پڑھی۔ ہم میں سے کوئی شخص مقدم ہو کر امام نہیں ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبر میں داخل ہوئے اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا جب لوگ لوٹ گئے تو حضرت فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوالحسن تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے کو تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کر لیا کیا تمہارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نرمی نہیں تھی! کیا آپ خیر کے معلم نہیں تھے حضرت علی نے کہا کیوں نہیں! اے فاطمہ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے' پھر حضرت فاطمہ رونے لگیں اور وہ کہہ رہی تھیں ہائے میرے والد! اب جبریل علیہ السلام کا آنا منقطع ہو گیا اور جبریل ہمارے پاس آسمان سے وحی لایا کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۷۶' ج ۳ ص ۶۴-۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۷۹-۷۲' طبع قدیم دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۴۸۰۶' ج ۴ ص ۸۱-۷۶' طبع جدید دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے اس پوری حدیث کو درج کرنے کے بعد کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عبدالمنعم بن ادریس کذاب اور وضاع ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۱-۲۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۶ھ)

علامہ علی بن محمد عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ نے اس پوری حدیث کو درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالمنعم بن ادریس متہم ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ج ۱ ص ۳۳۱-۳۲۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ نے اس پوری حدیث کو درج کر کے لکھا ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی آفت عبدالکریم ہے۔ (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۲۵۷-۲۵۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس مکمل حدیث کو طبرانی اور ابونعیم کے حوالے سے بلا جرح نقل کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۲۹۶-۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

marfat.com

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اس حدیث کے اکثر اجزاء کو بلا جرح نقل کیا ہے۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۳۰-۴۲۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۹۷ھ)
ہر چند کہ اس حدیث کو عبدالمنعم بن ادریس کی وجہ سے موضوع کہا گیا ہے لیکن یہ موضوع السند ہے موضوع المتن نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا کوئی جز کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کے تمام اجزاء کی تائید میں احادیث صحیحہ ثابت ہیں اور اس حدیث میں کوئی بات اصول شرع کے خلاف نہیں ہے امام غزالی امام ابن الجوزی اور اکثر مصنفین سیرت نے اس حدیث کے بعض اجزاء سے استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ کی تحقیق

اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اگر چہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجۃ الوداع تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰٬۳۰ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل بدھ کو ہوگی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ۲۹٬۲۹ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل منگل کے دن ہوگی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس کا دن ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاوّل ہوگی غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہو سکتی لہٰذا درایتاً اور عقلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے پیر کے دن ربیع الاوّل کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاوّل اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاوّل اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا تو سات ربیع الاوّل اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا ہو تو یکم ربیع الاوّل۔ چھ اور سات ربیع الاوّل کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل حسب ذیل علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء انیس صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو ہوئی آپ تیرہ دن بیمار رہے اور آپ دو ربیع الاوّل ۱۱ھ پیر کے دن فوت ہو گئے اس کے بعد امام ابن سعد نے بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہونے کے متعلق اقوال نقل کئے ہیں۔
(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹-۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو سخت بیمار ہوئے اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہو گئیں آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکم ربیع الاول کو پیر کے دن گیارہ ہجری کو فوت ہوئے۔
(مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:
آپ ۶۳ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن دوپہر کے وقت فوت ہوئے' ایک قول یکم ربیع الاول کا ہے اور ایک قول دو ربیع الاول کا ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

حافظ مغلطائی بن قلیج متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:
الکلبی اور ابومخنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ربیع الاول کو فوت ہوئے۔
(الاشارة الی سیرة المصطفیٰ ص ۳۵۱ مطبوعہ الدار الشامیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:
مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے حجۃ الوداع میں یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ جمعہ کے دن تھا' لہٰذا یکم ذوالحجہ جمعرات کو تھی پھر یکم محرم جمعہ کو ہوگی (اگر چاند انتیس کا ہو) یا ہفتہ کو ہوگی (اگر چاند تیس کا ہو) اگر جمعہ کو یکم محرم ہو' تو یکم صفر ہفتہ کو ہوگی یا اتوار کو' اگر یکم صفر ہفتہ کو ہو تو یکم ربیع الاول اتوار کو ہوگی یا پیر کو' لہٰذا آپ کی وفات کی تاریخ پیر کے دن یا یکم ربیع الاول ہوگی یا دو ربیع الاول (اور اگر یکم صفر اتوار کی ہو تو یکم ربیع الاول پیر کی ہوگی یا منگل کی) اور کسی طرح بارہ ربیع الاول پیر کا نہیں پڑتا۔ (بارہ ربیع الاول کے تاریخ وفات نہ ہونے کا یہ نکتہ سب سے پہلے علامہ سہیلی نے اٹھایا)
(الروض الانف مع السیرة النبویہ ج ۴ ص ۴۴۰-۴۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:
علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲ ربیع الاول پیر کے دن فوت ہوئے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
ابومخنف اور کلبی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات ۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے' اور موسیٰ بن عقبہ' اللیث' الخوارزمی اور ابن الزبیر نے کہا ہے کہ آپ کی وفات یکم ربیع الاول کو ہوئی ہے' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کرلیا گیا پھر بعض نے بعض کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۷۴-۴۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
ابوبکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے' اور سعد بن ابراہیم الزھری نے کہا آپ پیر کے دن دو ربیع الاول کو فوت ہوئے' اور ابونعیم الفضل بن دکین نے کہا آپ پیر کے دن یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (عمدة القاری جز ۱۸ ص ۶۰ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
علامہ سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ یکم ربیع الاول یا دو ربیع الاول کو فوت ہوئے۔
(التوشیح ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

ابومخنف اور کلبی نے کہا آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اسی کو ترجیح دی ہے' امام محمد بن سعد' امام ابن عساکر اور امام ابوالفضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور سہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔
(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ ص ۳۰۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ پیر کے دن ۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (المرقات ج ۱۱ ص ۲۲۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:

الخوارزمی نے کہا آپ یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (انسان العیون ج ۳ ص ۴۷۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر' ۱۳۸۴ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۰۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو)

علامہ نور بخش صاحب توکلی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی جمہور کے نزدیک ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی' ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں' بنا بر قول حضرت سلیمان التیمی ابتداء مرض یوم شنبہ ۲۲ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابومخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۲۶' مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کو کسی حساب سے نہیں ہو سکتی۔
(نشر الطیب ص ۲۴۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

کسی حالت اور کسی شکل سے بارہ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا' (حاشیہ میں لکھتے ہیں) اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ہے۔ (سیرت النبی ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۶' مطبوعہ دارالاشاعت کراچی' ۱۹۸۵ء)

ہم نے روایت اور درایت کے اعتبار سے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل ہے۔ کیونکہ مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے جب کہ بارہ ربیع الاوّل آپ کی ولادت کا دن ہے اور اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ آپ کی وفات کے دن خوشی کیوں منائی جاتی ہے' یہاں پر ہم نے جتنی تفصیل اور تحقیق کی ہے شاید کسی اور جگہ نہ مل سکے' والحمد لله رب العلمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی تحقیق

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی اس وقت حضرت ابوبکر مدینہ کے بالائی حصہ میں اپنی بیوی بنت خارجہ کے پاس تھے' مسلمان کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ آپ پر

marfat.com
Marfat.com

کیفیت طاری ہے جو نزول وحی کے وقت ہوتی ہے' حضرت ابوبکر آئے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا' اور کہا آپ اللہ کے نزدیک اس سے مکرم ہیں کہ آپ پر وہ دو موتیں طاری کرے' بے شک' خدا کی قسم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں' ادھر حضرت عمر مسجد کی ایک جانب یہ کہہ رہے تھے' خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے' جب تک آپ تمام منافقوں کے ہاتھ اور پیر نہیں کاٹ دیں گے اس وقت تک آپ فوت نہیں ہوں گے' حضرت ابوبکر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی' اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فوت ہو گئے ہیں' وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم و من ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا و سيجزى الله الشاكرين: حضرت عمر نے کہا مجھے ایسا لگا جیسے میں نے اس دن سے پہلے یہ آیت نہیں پڑھی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ کی طرف ایک آدمی بھیجا جو اہل مکہ کی طرح (شق) قبر بناتے تھے' اور ایک آدمی حضرت ابوطلحہ کی طرف بھیجا جو اہل مدینہ کی طرح لحد (بغلی قبر) بناتے تھے' اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے رسول کے لیے ان میں سے کسی ایک کو منتخب کرلے' تو مسلمانوں کو حضرت ابوطلحہ مل گئے' ان کو بلایا گیا اور حضرت ابوعبیدہ (وقت پر) نہیں ملے تو انہوں نے لحد بنائی' منگل کے دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تیار کرلیا (غسل دے کر کفن پہنا دیا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آپ کو ایک تخت پر رکھا گیا' پھر باری باری مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور نماز جنازہ پڑھتے' حتیٰ کہ جب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتیں آئیں اور کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کی امامت نہیں کی۔ مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کس جگہ بنائی جائے' بعض مسلمانوں نے کہا آپ کو آپ کے اصحاب کے ساتھ دفن کیا جائے' حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس جگہ نبی کی روح قبض کی جاتی ہے اس کو وہیں دفن کیا جاتا ہے' پھر جس بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تھے انہوں نے اس بستر کو اٹھایا اور وہیں آپ کی قبر کھودی پھر بدھ کی رات جب آدھی ہو گئی تو آپ کو دفن کر دیا گیا' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت فضل بن عباس اور ان کے بھائی قثم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقران آپ کی قبر میں اترے' حضرت اوس بن خولی نے حضرت علی سے کہا میں تم کو اللہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی قسم دیتا ہوں' حضرت علی نے ان سے کہا تم بھی اترو' حضرت شقران نے اس چادر کو لیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے تھے' اور اس کو قبر میں رکھ دیا اور کہا خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس چادر کو کوئی نہیں پہنے گا۔

(سنن ابن ماجہ' باب: ۶۵' ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابن عباس کی اس روایت میں ایک راوی حسین بن عبید اللہ ہاشمی ہے۔ امام احمد' علی بن مدینی اور امام نسائی نے اس کو متروک قرار دیا' امام بخاری نے کہا اس پر زندقہ کی تہمت ہے' اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے مرض میں بے ہوشی طاری ہو گئی' آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا نماز کا وقت ہو گیا؟ صحابہ نے عرض کی ہاں' آپ نے فرمایا بلال سے کہو اذان کہیں اور ابوبکر سے کہو مسلمانوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا میرے والد رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں

marfat.com

Marfat.com

گے تو رونا شروع کر دیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے' اگر آپ کسی اور کو حکم دے دیں! آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہوگئی جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا بلال سے اذان کے لیے کہو اور ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا' انہوں نے اذان دی' اور حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام محسوس کیا' آپ نے فرمایا دیکھو میں کس کے سہارے چلوں' پھر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص آئے' آپ ان کے سہارے سے چلے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے' آپ نے اشارہ کیا وہ اسی جگہ کھڑے رہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے نماز پوری کر لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی' حضرت عمر نے کہا بخدا میں نے جس شخص کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی ہے اس تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا' اور وہ لوگ ان پڑھ تھے ان میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا' لوگ رک گئے' لوگوں نے کہا اے سالم جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کو بلا کر لاؤ' میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں روتا ہوا گیا جب حضرت ابوبکر نے میری یہ کیفیت دیکھی تو پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی ہے میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے جس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی ہے تو میں اس کو اپنی اس تلوار سے مار دوں گا' حضرت ابوبکر نے کہا چلو' میں ان کے ساتھ گیا' حضرت ابوبکر آئے اس وقت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا میرے لیے جگہ چھوڑو' ان کے لیے کشادگی کی گئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے' آپ کو چھوا' اور پڑھا **انک میت وانھم میتون** "بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک انہوں نے بھی مرنا ہے"۔ (الزمر: ۳۰) صحابہ نے پوچھا اے رسول اللہ کے صاحب! کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں صحابہ نے پوچھا کس طرح؟ حضرت ابوبکر نے کہا ایک قوم جائے تکبیر پڑھے دعا کرے اور درود پڑھے۔ پھر دوسری قوم جائے' تکبیر پڑھے درود پڑھے اور دعا کرے پھر باہر آ جائے' حتیٰ کہ تمام لوگ اسی طرح داخل ہوں' صحابہ نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا فرمایا: ہاں! پوچھا کہاں؟ فرمایا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تھی کیونکہ اللہ نے آپ کی روح صرف پاک جگہ پر ہی قبض کی ہے' تب صحابہ نے جان لیا کہ آپ نے سچ کہا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ کے عم زاد آپ کو غسل دیں گے اور مہاجرین باہم مشورہ کرنے لگے' صحابہ نے کہا انصار کو بلاؤ تاکہ اس معاملہ (خلافت) میں ہم ان سے مشورہ کریں' انصار نے کہا ایک امیر ہم سے ہو جائے' ایک امیر تم میں سے ہو جائے' حضرت عمر نے کہا اس شخص کی مثل کون ہو گا جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: **ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا**' پھر حضرت ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت عمر نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔

(الشمائل المحمدیہ ص ۳۳۸-۳۳۷' رقم الحدیث: ۳۹۷' یہ حدیث صحیح ہے' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۳۴' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو لوگ حجرہ میں داخل ہوئے اور باری باری آپ پر نماز جنازہ پڑھی' جب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی' پھر بچوں نے نماز پڑھی' پھر غلاموں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کسی نے امامت نہیں کی۔

(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۵۰' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ ھ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی صرف صلوٰۃ و سلام عرض کیا گیا تھا' بعض روایات اس کی موید بھی ہیں لیکن جمہور کے نزدیک آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی جیسا کہ شمائل ترمذی میں تصریح ہے کہ آپ پر نماز جنازہ میں تکبیرات پڑھی جائیں اور صلوٰۃ پڑھی جائے اور دعا کی جائے۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرتے' بعض احادیث بھی اس کی موید ہیں اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی' جیسا کہ زرقانی شرح المؤطا میں ہے' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تسکین فتن و انتظام امت میں مشغول' جب تک اون کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی' لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے' جب بیعت ہوئی ولی شرعی صدیق ہوئے انہوں نے جنازہ اقدس پر نماز پڑھی' پھر کسی نے نہ پڑھی' کہ بعد صلوٰۃ ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں' مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معاملات کو درست کرنے اور فتنہ کو سرد کرنے میں مشغول تھے' مسلمان آپ کے آنے سے پہلے نماز جنازہ پڑھتے رہے اور حق آپ کا تھا' کیونکہ آپ ہی خلیفہ مقرر ہوئے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ کے بعد کسی نے آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (مبسوط ج ۲ ص ۶۷ مطبوعہ بیروت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

بعض علماء جو اس کے قائل ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی صرف آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کیا گیا تھا وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں:

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ پر نماز کون پڑھے گا؟ حضور روئے' ہم بھی روئے' آپ نے فرمایا' ٹھہرو' اللہ تمہاری مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی طرف سے تم کو اچھی جزا دے' جب تم مجھے غسل دے چکو' اور مجھ پر خوشبو لگا چکو' اور مجھے کفن پہنا چکو تو مجھے میری قبر کے کنارے رکھ دینا' پھر ایک ساعت کے لیے میرے پاس سے چلے جانا' کیونکہ پہلے مجھ پر میرے دوست اور میرے ہم نشیں جبریل اور میکائیل نماز پڑھیں گے' پھر اسرافیل' پھر ملک الموت اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھیں گے' پھر تمام فرشتے آ کر نماز پڑھیں گے' پھر تم لوگ فوج در فوج آ کر داخل ہونا اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا الحدیث' اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے لیکن اس کی اسانید منقطع ہیں' عبدالرحمٰن نے مرہ سے سماع نہیں کیا' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں کئی ضعیف راوی ہیں ان میں سے ایک اشعث بن طابق ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کو حاکم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالملک بن عبدالرحمٰن مجہول ہے ہم کو اس کی عدالت یا جرح کا علم نہیں ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

(المستدرک ج ۳ ص ۶۰ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی امام حاکم پر تعقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں عبدالملک مجہول نہیں ہے بلکہ اس کو فلاس نے کذاب قرار دیا ہے اور

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے جو کہا ہے کہ اس کے باقی راوی ثقہ ہیں تو ہر موضوع حدیث اسی طرح ہوتی ہے جس میں ایک کے سوا باقی راوی ثقہ ہوتے ہیں۔

اگر حاکم احتیاط کرتے تو اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ)

واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اس میں معروف دعا کی بجائے آپ کی تعریف و توصیف میں کلمات طیبات عرض کیے گئے تھے۔

علامہ شہاب الدین قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے یہ کلمات نقل کیے ہیں:

لبیک اللھم ربنا وسعدیک صلوۃ اللہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین' وما سبح لک من شئی یا رب العلمین علی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین وسید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العلمین الشاھد المبشر الداعی الیک باذنک السراج المنیر و علیہ السلام۔ (المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۹۹' شرح الزرقانی للمواہب ج ۸ ص ۲۹۲-۲۹۱' دار المعرفۃ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ سے روایت کیا ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخت پر رکھ دیا گیا تو حضرت علی نے کہا آپ کا امام کوئی نہیں ہوگا آپ اپنی حیات اور موت میں خود ہمارے امام ہیں پھر لوگ باری باری داخل ہوتے اور صف بہ صف آپ کی نماز جنازہ پڑھتے۔ ان کا کوئی امام نہیں تھا' وہ تکبیرات پڑھتے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب پہنچا دیا جو آپ پر نازل کیا گیا تھا اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا' حتیٰ کہ اللہ کے دین کو غالب کر دیا اور اس کے کلمہ کو پورا کر دیا' اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس کی اتباع کرتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ہمیں آپ کے بعد ثابت قدم رکھ' اور ہمیں اور آپ کو جمع فرما' اور لوگ کہتے تھے آمین' آمین' حتیٰ کہ آپ پر تمام مردوں' عورتوں اور بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۲' طبع جدید' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ ص ۳۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے اعمال پر مطلع ہونا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر امت کے اعمال پیش کیے گئے اچھے اور برے' میں نے اچھے اعمال میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا پایا اور برے اعمال میں یہ پایا کہ بلغم کو مسجد میں ڈال کر دفن نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸۳)

اس حدیث میں حیات یا ممات کی قید نہیں ہے اس لیے اس حدیث کے عموم الفاظ سے استدلال ہے۔

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے جب میں نیک اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور جب میں برے اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا۔ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹' طبع جدید' الوفا رقم الحدیث: ۱۵۶۴' طبع جدید' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' طبع جدید' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۸۵۳' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۱۳۳۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۷۱' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۰۳)

marfat.com
Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارے لیے کیا چیز حلال ہے اور تم پر کیا چیز حرام ہے' اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے' ہر جمعہ کی رات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں جو اچھے اعمال ہوتے ہیں میں ان پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو گناہ ہوتے ہیں تو میں اللہ سے تمہارے گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(الوفا رقم الحدیث: ۱۵۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمین میں اللہ کے فرشتے ہیں جو سیر کرتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۴۲۰۹ عالم الکتب' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۷۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۱۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۸۱' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۴۷۴)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایام میں افضل دن جمعہ کا ہے' اسی میں آدم پیدا کیے گئے' اسی دن ان کی روح قبض کی گئی' اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں لوگ بے ہوش کیے جائیں گے تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلاۃ (درود) مجھ پر پیش کی جاتی ہے صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلاۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی' آپ نے فرمایا اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۶-۱۰۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶' مسند احمد ج ۴ ص ۸ رقم الحدیث: ۱۶۲۶۲ عالم الکتب' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۵۸۰' سنن النسائی رقم الحدیث ۱۳۷۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۷۳۳-۱۷۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۳۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸' شعب الایمان ج ۳ ص ۱۱۰)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' اور میری قبر کو عید نہ بناؤ' اور مجھ پر صلاۃ (درود) پڑھو کیونکہ تمہاری صلاۃ (درود) مجھ تک پہنچتی ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۷' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۷۹۰' عالم الکتب' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۹۲۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۵۰۳۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۱۲' جلاء الافہام ص ۴۶)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۷۲۹' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۷' حافظ منذری نے کہا اس کی سند حسن ہے الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۴۷۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' جلاء الافہام ص ۴۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جس کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے قیامت تک تم میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کے اور اس کے والد کے نام سے مجھ تک پہنچائے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۱۶۲' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۴۷۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' جلاء الافہام ص ۵۵)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کا درود مجھ تک پہنچاتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۶۱۱' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۲۴۷۳' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' جلاء الافہام ص ۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا وہ میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۸۳' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۹۳۴' جلاء الافہام ص ۲۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۶۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو کیونکہ ہر جمعہ کے دن میری امت کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے وہ میرے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (جلاء الافہام رقم الحدیث: ۶۳' ص ۴۵' ۲۷۳ص ۲۳۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۰۳۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (جلاء الافہام رقم الحدیث: ۶۵ ص ۴۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو مجھ سے وہ فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ پر درود پڑھا ہے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۸۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند رات کو مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' یہ حدیث ایک سند کے ساتھ حسن اور دوسری سند کے ساتھ صحیح ہے' یہ حدیث حضرت انس سے بھی مروی ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۰۳۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۰۲' جلاء الافہام رقم الحدیث: ۲۷۵ص ۲۳۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کے فارغ ہونے سے پہلے اس کا درود میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۰۳)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث ۳۸۵۳' جلاء الافہام رقم الحدیث: ۲۷۴' ص ۲۳۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو' ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام رقم الحدیث: ۱۱۰ص ۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۷ھ)

ان تمام احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیگر اعمال اور درود شریف کو پہنچایا جاتا ہے اور بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ خود درود شریف کو سنتے ہیں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ قبر میں زندہ ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد پھر آپ کو حیات عطا کر دی گئی تھی اس پر مفصل دلائل ہم ان شاء اللہ الزمر ۳۰ میں پیش کریں گے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کفار جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (کہتے ہیں:) کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں O (الانبیاء: ۳۶)

بتوں کا انتقام لینے کے لیے رحمٰن کی مذمت کرنا

مقاتل وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اس وقت اس کے پاس ابوسفیان بیٹھا ہوا تھا' ابوجہل نے ابوسفیان سے کہا یہ شخص بنو عبد مناف کا نبی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کیا تم بنی عبد مناف کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سنیں تو ابوجہل سے فرمایا: میرا خیال ہے تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ تم پر وہ وبال نازل نہ ہو جو تمہارے چچا ولید بن مغیرہ پر نازل ہوا ہے' اور اے ابوسفیان تم نے جو کچھ کہا ہے وہ عار کی بنا پر کہا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان کے معبود کسی کو نقصان سے بچا سکتے ہیں نہ اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں' اور جبکہ یہ رحمٰن کی برائی کرتے ہیں حالانکہ رحمٰن منعم حقیقی ہے وہ ان کو زندگی دینے والا ہے اور وہی ان پر موت کو طاری کرے گا اور اس سے بری بات اور کیا ہو گی کہ بے جان بتوں کی مذمت کا برا منایا جائے اور اس کے انتقام میں خالق حقیقی اور قادر و مختار کی مذمت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے' عنقریب میں تم لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو O وہ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ O کاش ان کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب یہ اپنے چہروں اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو دور نہ کر سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک ہی آ جائے گی اور وہ اس کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی O اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا تھا' سو مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے O

(الانبیاء: ۴۱-۳۷)

عجلت کا انسان کی فطرت میں داخل ہونا

اس آیت میں فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے' اس میں انسان سے کیا مراد ہے اس میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے جنس انسان مراد ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں' اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے نضر بن حارث مراد ہے۔

اگر یہ مراد لیا جائے کہ اس آیت میں انسان سے جنس انسان مراد ہے تو پھر اس کی تقریر اس طرح ہے کفار عذاب الٰہی کے نزول میں جلدی کرتے تھے وہ کہتے تھے اگر یہ نبی برحق ہیں اور ہم ان کی تکذیب کرنے میں جھوٹے ہیں تو چاہیے کہ فوراً ہم پر عذاب آئے' یا وہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ نبی سچے ہیں تو ان کو چاہیے کہ یہ بہت جلد ایسے معجزات لے کر آئیں جن کی وجہ سے ہم فوراً ایمان لے آئیں' یا جن نشانیوں کا ہم نے مطالبہ کیا ہے ان نشانیوں کو وہ جلد از جلد لے آئیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں'

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت آدم میں روح پھونکی گئی تو جب وہ روح ان کے سر میں پہنچی تو ان کو چھینک آئی' فرشتوں نے کہا آپ کہیے الحمد للہ' حضرت آدم نے کہا الحمد للہ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یرحمک ربک 'آپ کا رب آپ پر رحم کرے' پھر جب روح آپ کی

marfat.com

Marfat.com

آنکھوں میں پہنچی اور آپ نے جنت کے پھلوں کی طرف دیکھا تو آپ کے پیٹ میں طعام کی خواہش پیدا ہوئی تو اس سے پہلے کہ روح آپ کی ٹانگوں میں پہنچتی آپ جنت کے پھلوں کی طرف لپکے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے کہ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔

مجاہد نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ حضرت آدم کو تمام چیزوں کے پیدا کرنے کے بعد دن کے آخری حصہ میں پیدا کیا گیا جب روح ان کی آنکھوں' زبان اور سر تک پہنچی اور ابھی سر کے نچلے حصہ میں نہیں پہنچی تھی تو انہوں نے کہا اے میرے رب میری خلقت کو غروب شمس سے پہلے مکمل کر دے۔

امام ابن جریر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے یعنی انسان کی فطرت اور خلقت میں عجلت رکھی گئی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۷ص ۳۷ - ۳۵ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اور عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نضر بن الحارث ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار جو عذاب کی طلب میں عجلت کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عذاب کی وعید کی تکذیب کرتے تھے در حقیقت وہ عجلت نہیں کرتے تھے بلکہ عذاب کی وعید کو جھوٹا کہتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اعتبار سے وہ زیادہ لائق مذمت ہیں' کیونکہ جو چیز معلوم ہو اور پتا ہو کہ وہ کب حاصل ہو گی تو اس کی طلب میں عجلت کرنا لائق مذمت ہے' تو جس چیز کے وقوع کا وقت معلوم نہ ہو اس کی طلب میں عجلت کرنا تو زیادہ لائق مذمت ہے' نیز وہ عذاب کی طلب میں جلدی کرتے تھے یا قیامت کی طلب میں جلدی کرتے تھے' حالانکہ عذاب کا آنا یا قیامت کا آنا تو ان کی ہلاکت کا موجب ہے پس اس سے زیادہ لائق مذمت اور کیا چیز ہو گی کہ وہ اپنی ہلاکت کی طلب میں جلدی کرتے تھے۔

عجلت کی بناء پر کفار کی مذمت کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب میں تم لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو۔ اس آیت میں نشانیوں کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) عنقریب تم کو دنیا میں جلد ہلاک کر دیا جائے گا خواہ آسمانی عذاب کے ذریعہ خواہ کسی جہاد میں' جیسے جنگ بدر میں کفار مارے گئے پھر اس کے فوراً بعد تم کو اخروی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اس لیے فرمایا یہ امر عنقریب ہونے والا ہے تم اس کے مطالبہ میں جلدی نہ کرو۔

(۲) ان نشانیوں سے مراد توحید اور رسالت کے دلائل ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں یہ دلائل تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔

(۳) تم شام اور یمن کی طرف سفر کرتے رہتے ہو' وہاں دوران سفر تم نے گزشتہ قوموں کی بستیوں کی ہلاکت اور تباہی کے آثار دیکھے ہیں۔

کفار کی عجلت کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی توجیہ

کفار کہتے تھے: یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ (الانبیاء: ۳۸) کفار یہ اس لیے نہیں کہتے تھے کہ واقعی ان کو عذاب کا یا قیامت کا شدت سے انتظار تھا' بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے اس طرح کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (العنکبوت: ۵۳)

یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اگر نزول عذاب کا ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا اور ان پر ان کی بے خبری میں ضرور عذاب آئے گا۔

یعنی ان کے اعمال اور اقوال تو یقیناً اس لائق ہیں کہ ان کو فوراً صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے' لیکن ہماری سنت یہ ہے کہ ہم ہر قوم کو ایک خاص وقت تک مہلت دیتے ہیں اور جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ اور ہم نے عذاب کو نازل کرنے کا ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور جب اس کا مقرر شدہ وقت آ جائے گا تو ان پر اس طرح عذاب آئے گا کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا' اگر اس سے مراد دنیا کا عذاب ہے تو اس کی مثال جنگ بدر میں کفار کا مارا جانا ہے' اور اگر اس سے مراد قیامت کا عذاب ہے تو قیامت ان پر اچانک آ جائے گی۔

کفار کے استہزاء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے استہزاء اور ان کے مذاق اڑانے سے رنج ہوتا تھا اور تکلیف پہنچتی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس رنج اور تکلیف کو زائل کرنے کے لیے فرمایا: کاش ان کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب یہ اپنے چہروں اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو دور نہ کر سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ (الانبیا: ۳۹) یعنی وہ وقت ان کے لیے سخت مشکل اور عذاب کا ہوگا جب دوزخ کی آگ ان کو آگے اور پیچھے سے گھیر لے گی اور یہ اس آگ کو اپنے نفسوں سے دور کرنے پر قادر نہیں ہوں گے اور ان کو اس وقت کوئی مددگار میسر نہیں ہوگا جو اس آڑے وقت میں ان کے کام آ سکے۔ اس آیت میں ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان اعضاء پر عذاب بہت شدت کے ساتھ محسوس ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی شدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عذاب کی آمد کا وقت معلوم نہیں ہے بلکہ ان پر وہ عذاب اچانک ہی آ جائے گا' وہ اس عذاب کے منتظر ہوں گے اور نہ وہ عذاب ان کے وہم و گمان میں ہوگا۔ وہ اس عذاب کے نزول کے وقت حیرت زدہ ہوں گے' اس عذاب کو دور کرنے کا کوئی حیلہ ان کی دسترس میں ہوگا اور نہ کوئی ان کی مدد کے لیے پہنچے گا نہ ان کو توبہ کرنے یا معذرت کرنے کی مہلت دی جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے فرمایا: اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا تھا' سو مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے (الانبیاء: ۴۱) یعنی اگر آپ کا یہ کفار مکہ مذاق اڑا رہے ہیں تو آپ رنج اور غم نہ کریں' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے اور حق بات کہنے والوں کو ہمیشہ ایسی دل آزار باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ

آپ کہیے کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کر سکتا ہے؟ بلکہ یہ تو

عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ

اپنے رب کے ذکر سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں ○ کیا ان کے پاس کوئی اور معبود ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے چھڑا لیں گے'

marfat.com
Marfat.com

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا

وہ تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے گی ○ بلکہ ہم نے ان کو اور

هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي

ان کے باپ دادا کو دنیا کی زندگی میں بہت نفع پہنچایا حتیٰ کہ ان کی زندگی بہت لمبی ہو گئی، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم

الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۗ أَفَهُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿٤٤﴾ قُلْ إِنَّمَا

ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آرہے ہیں، تو کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں ؟ ○ آپ کہیے میں تم کو

أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُونَ ﴿٤٥﴾

صرف وحی سے ڈرا رہا ہوں اور بہروں کو جب ڈرایا جائے تو وہ کسی پکار کو نہیں سنتے ○

وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا

اور اگر ان کو آپ کے رب کا عذاب ذرا سا بھی چھو جائے تو یہ ضرور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم ضرور

كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ

ظلم کرنے والے تھے ○ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے ، سو کسی شخص پر بالکل

نَفْسٌ شَيْـًٔا ۗ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا

ظلم نہیں کیا جائے گا ، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ برابر بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں

بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِينَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُونَ الْفُرْقَانَ

گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں ○ اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو کتاب فیصل اور

وَضِيَآءً وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِنَ

روشنی اور متقین کے لیے نصیحت دی ○ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ

السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُبٰرَكٌ أَنْزَلْنٰهُ ۗ أَفَأَنْتُمْ لَهُ

قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ○ اور یہ برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے سو کیا تم اس کا

marfat.com

Marfat.com

مُنْكِرُوْنَ ۝

انکار کرنے والے ہو ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری کون حفاظت کر سکتا ہے؟ بلکہ یہ تو اپنے رب کے ذکر سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں ۝ کیا ان کے پاس کوئی اور معبود ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے چھڑا لیں گے وہ تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے گی ۝ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کی زندگی میں بہت نفع پہنچایا حتیٰ کہ ان کی زندگی بہت لمبی ہو گئی۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آ رہے ہیں تو کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں؟ ۝ (الانبیاء: ۴۴-۴۲)

دنیا میں کافروں کی حفاظت کرنا

یکلئو کم: اس کا مادہ کلاء ہے۔ اس کا معنی ہے حراست اور حفاظت کرنا۔ کلاہ اللہ کا معنی ہے اللہ اس کو حفاظت میں رکھے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کفار آخرت میں اپنے چہروں اور پیٹھوں کو دوزخ کی آگ سے نہیں بچا سکتے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی اگر اللہ ان کی حفاظت نہ کرتا تو وہ عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔ یعنی وہ اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے جس عذاب کے مستحق ہیں' اس سے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی بچایا ہوا ہے' یا دنیا کی آفات اور مصائب سے یا مختلف جنگوں میں مارے جانے اور قید کیے جانے سے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی حفاظت میں رکھا ہوا ہے ورنہ ان کے کرتوت تو ایسے تھے کہ ان کو اب تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کی اطاعت کرتے' شکر اور اطاعت تو بجائے خود رہی' وہ تو اللہ تعالیٰ کو یاد بھی نہیں کرتے۔

لا یصحبون کا معنی

الانبیاء: ۴۳ میں فرمایا ہے: ولا ھم منا یصحبون۔ عام طور پر مترجمین نے اس کا معنی صحبت اور رفاقت کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

اور نہ وہ ہماری طرف سے رفاقت کیے جاتے ہیں۔

شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ نے لکھا ہے: اور نہ ان کی ہماری طرف سے رفاقت ہو۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے اس کے ترجمہ میں کہا ہے:

اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔

ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے گی۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں: المازنی نے کہا ہے جب تم کسی کی حفاظت کرو تو کہا جاتا ہے اصحبت الرجل یعنی صحب کا معنی حفاظت کرنا ہے' اور اس آیت میں یصحبون کا معنی صحبت سے نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صحبت یہاں پر نصرت اور مدد کے معنی میں ہے۔ مسافر کے لیے کہا جاتا ہے صحبک اللہ و نصرک اللہ' اللہ تمہارا صاحب ہو اور اللہ تمہاری مدد کرے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو ہماری طرف سے کوئی مدد اور اعانت حاصل نہیں ہو گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار اپنے معبودوں کے متعلق یہ کہتے تھے کہ وہ آخرت میں ہماری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ وہ نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اللہ کی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

پہلے زمین کے کنارے کافروں پر کم ہو رہے تھے اور اب مسلمانوں پر

الانبیاء: ۴۴ میں فرمایا: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آ رہے ہیں۔
اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سرزمینِ عرب کے جن علاقوں پر پہلے کفار قابض تھے اب ہم کافروں کو پیہم شکست دے کر ان علاقوں پر مسلمانوں کو قابض اور فتح یاب کرتے چلے آ رہے ہیں اور جن علاقوں پر کافروں کی حکومت اور ان کا تسلط تھا' ان کو ہم کم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا اب بھی کافروں کو یہ امید ہے کہ وہ مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے جبکہ سرزمینِ عرب میں اب اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔

تقریباً ایک ہزار صدی ہجری تک ایسا ہی تھا جب تک مسلمان فنونِ حرب میں ترقی کرتے رہے اور علم و دانش کی تحقیقات میں مصروف رہے اور عیش کوشی اور رقص و سرود کی محفلیں سجانے اور طوائف الملوکی سے دُور رہے' مسلمانوں کو غلبہ رہا لیکن جب وہ ایک دوسرے سے اقتدار کی چھینا جھپٹی میں مشغول ہو گئے اور وحدت ملی کو پارہ پارہ کر دیا' ان کی دانش نگاہیں ویران اور عشرت کدے آباد ہو گئے اور وہ اپنی سلطنت کے ٹکڑوں کو دوسرے مسلمان حاکموں سے بچانے کے لیے اسلام دشمنوں سے مدد حاصل کرنے لگے تو پھر وہ دنیا میں مغلوب اور محکوم ہوتے گئے۔ اسپین آپس کی اسی رقیبانہ چھینا جھپٹی سے مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا' متحدہ ہندوستان کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا' مشرقی پاکستان بھارت کی شہ پر بنگلہ دیش بن گیا' ماوراء النہر کی مسلم ریاستیں روس میں ضم ہو گئیں تھیں اور اب باقی ماندہ پاکستان بھی بے راہ روی' غیر ملکی قرضوں کے اللوں تللوں اور آپس کی لوٹ مار اور تعصب کے طوفان میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ چیچنیا' بوسنیا' یوگوسلاویہ اور فلسطین کے مسلمان اپنی آزادی اور بقاء کے لیے غیر مسلم طاقتوں کی طرف دیکھ رہے ہیں اور انڈونیشیا اور ملائیشیا بھی اب غیر یقینی حالات سے دوچار ہیں۔ چین اور بھارت میں کروڑوں مسلمان غلامانہ طریقہ سے رہنے پر مجبور ہیں۔ سو اب زمین کے کنارے مسلمانوں کے لیے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس انقلاب کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قرآن کی آیات اب جھوٹی ہو گئیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب ہم اجتماعی طور پر قرآن کی ہدایت اور اس کے معیار کے مطابق مسلمان نہیں رہے' جب ہم قرآن کے معیار کے مطابق مسلمان تھے تو زمین کے کنارے ہم پر کشادہ اور وسیع ہو رہے تھے اور کفار پر تنگ اور کم ہو رہے تھے اور جب ہم قرآن کے معیار کے مطابق مسلمان نہیں رہے تو دنیا میں حکومت اور اقتدار کا نقشہ بھی بدلنے لگا۔

کافروں پر زمین کے کنارے کم ہونے کی سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کفار پر زمین کے کناروں کو کم کرنے کی تفسیر میں لکھا ہے:
اچانک کبھی قحط کی شکل میں' کبھی وباء کی شکل میں' کبھی سیلاب کی شکل میں' کبھی زلزلے کی شکل میں' کبھی سردی یا گرمی کی شکل میں اور کبھی کسی اور شکل میں کوئی بلا ایسی آ جاتی ہے جو انسان کے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیتی ہے۔ ہزاروں' لاکھوں آدمی مر جاتے ہیں' بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں' لہلہاتی کھیتیاں غارت ہو جاتی ہیں' پیداوار گھٹ جاتی ہے' تجارتوں میں کساد بازاری آنے لگتی ہے' غرض انسان کے وسائل زندگی میں کبھی کسی طرف سے کمی ہو جاتی ہے اور کبھی کسی طرف سے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۶۱' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی آفات اور موسمی تغیرات سے دن بہ دن انسانوں کی آبادی کم ہو رہی ہے اور اس طرح زمین کے کنارے انسانوں کے وجود سے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ تفسیر دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ اول وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں مطلقاً انسانوں کے وجود سے زمین کے کناروں کا کم ہونا نہیں فرمایا بلکہ کافروں کے متعلق فرمایا ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آ رہے ہیں' جبکہ سید مودودی کی تقریر مطلقاً انسانوں کے بارے میں ہے اور ثانی وجہ یہ ہے کہ مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ دن بہ دن انسانوں کی آبادی فزوں تر ہو رہی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں موجودہ مغربی پاکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ تھی اور اب ۲۰۰۱ء میں ساڑھے بارہ کروڑ ہے۔ بھارت کی آبادی ۱۹۴۷ء میں چالیس کروڑ سے کم تھی اور اب ایک ارب سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔

اس لیے اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں مکہ میں جو کفر و اسلام کے درمیان آویزش تھی' اس میں مکہ کے مسلمانوں پر اگرچہ کفار ظلم و ستم کر رہے تھے اور بہ ظاہر غالب تھے لیکن مکہ کے اطراف میں اور مدینہ میں اسلام کی دعوت جڑ پکڑ رہی تھی اور کفار کا حیطہ اقتدار دن بہ دن کم ہو رہا تھا اور بہ تدریج اسلام کا غلبہ ہو رہا تھا' ان حالات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آ رہے ہیں تو کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں تم کو صرف وحی سے ڈرا رہا ہوں اور بہروں کو جب ڈرایا جائے تو وہ کسی پکار کو نہیں سنتے ○ اور اگر ان کو آپ کے رب کا عذاب ذرا سا بھی چھو جائے تو یہ ضرور کہیں گے ○ ہائے ہماری کم بختی ہم ضرور ظلم کرنے والے تھے ○ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے' سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں ○ (الانبیاء: ۴۷-۴۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں اس کلام کو سنا کر ڈرا رہا ہوں جو تمہارے رب کا کلام ہے' تم یہ گمان نہ کرو کہ میں اپنی طرف سے کچھ کہہ رہا ہوں اور اب جب کہ میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے تو تم پر اس کا قبول کرنا لازم ہے' اور اگر تم نے اس پیغام کو قبول نہ کیا اور اس کے تقاضوں پر عمل نہ کیا تو اس کا وبال صرف تم پر ہوگا۔ اس آیت میں ان کافروں کو بہرا فرمایا ہے کیونکہ سننے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حق کو سن کر اس کو قبول کیا جائے لیکن جب انہوں نے پیغام حق کو قبول نہیں کیا تو گویا انہوں نے اس کو نہیں سنا اور وہ بہرے ہیں۔

الانبیاء: ۴۶ میں نفحۃ کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے ہوا کا جھونکا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اب تو یہ اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اگر ان کو معمولی سا عذاب بھی چھو گیا تو ان کی ساری اکڑ فوں جاتی رہے گی اور اس وقت یہ ضرور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی! اللہ کے رسول تو ہمیں اس عذاب سے بچانے کے لیے آئے تھے' ہم نے خود ہی ان کے پیغام کو مسترد کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

میزان میں اعمال کا وزن کرنے کی تحقیق

الانبیاء: ۴۷ میں موازین کا ذکر ہے۔ یہ میزان واحد ہے اور اس کو جمع اس لیے لائے ہیں کہ اس میں تمام مخلوق کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ گویا یہ میزان اگرچہ واحد ہے لیکن یہ موازین کا کام دے گی اور اس کو قسط (انصاف) کے ساتھ مقید فرمایا کیونکہ دنیا میں بعض میزان عدل کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور بعض ظلم کے ساتھ' اور یہ آخرت کی میزان صرف عدل اور قسط کے ساتھ قائم ہوگی۔

موازین کے متعلق دو قول ہیں مجاہد' قتادہ اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ وزن کرنے کا معنی یہ ہے کہ ان کے اعمال میں انصاف کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیوں نے اس کی برائیوں کا احاطہ کر لیا ہوگا' اس کے میزان کا پلڑہ بھاری ہوگا اور جس کی برائیوں نے اس کی نیکیوں کا احاطہ کر لیا ہوگا' اس کے میزان کا پلڑہ ہلکا ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال کا حقیقتاً وزن کیا جائے گا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ نیکیوں اور برائیوں کے الگ الگ رجسٹر ہوں گے ایک پلڑہ میں نیکیوں کے رجسٹر ہوں گے اور دوسرے پلڑہ میں برائیوں کے رجسٹر ہوں گے۔ جو پلڑہ بھاری ہوگا اسی کے مطابق اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نیک اعمال کو سفید اور حسین صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور برے اعمال کو سیاہ اور قبیح صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور ان صورتوں کا وزن کیا جائے گا۔

میزان میں وزن کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو میری تکذیب کرتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں ان کو برا کہتا ہوں اور مارتا ہوں' میرا اور ان کا آخرت میں کس طرح معاملہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: انہوں نے جو تمہاری خیانت اور تکذیب کی ہے اور تمہاری نافرمانی کی ہے اور تم نے اس پر جو ان کو سزا دی ہے' ان کا وزن کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے مطابق ہے تو معاملہ برابر ہو جائے گا۔ نہ تمہیں ثواب ہوگا اور نہ عذاب ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت ہے اور اگر تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوئی تو اس زیادتی کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص ایک طرف ہو کر رونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ (الانبیاء: ۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے۔

اس شخص نے کہا اب مجھے اپنے اور ان غلاموں کے درمیان نجات کی صورت یہی نظر آتی ہے کہ میں ان غلاموں کو خود سے جدا کر دوں۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ وہ غلام آزاد ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۰)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری اُمت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن تمام مخلوق سے ممتاز اور متمیز کر کے الگ کھڑا کرے گا پھر اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے جو منتہاء بصر تک ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ وہ کہے گا' نہیں! اے میرے رب! اللہ فرمائے گا! کیا تمہارا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا' نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں؟ ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے' آج تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا پھر ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر لکھا ہوگا: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله اللہ فرمائے گا اس کو اپنے میزان پر رکھو۔ وہ شخص کہے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے مقابلے میں اس ایک پرچی کا کیا وزن ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا پھر ان گناہوں کے رجسٹروں کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اس پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ رجسٹروں کا پلڑہ ہلکا ہوگا اور اس پرچی کا پلڑہ بھاری ہوگا اور اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۵' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۷۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۲۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحائف اعمال کو وزن کیا جائے گا اور اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الانفطار: ۱۲-۱۰) بے شک تم پر نگہبان ہیں ○ معزز لکھنے والے مقرر ہیں ○ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتے ہیں۔

حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ صحائفِ اعمال کو وزن کیا جائے گا اور صحائف اجسام ہیں' ان کا وزن کیا جا سکتا ہے۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم کو لایا جائے گا اور اس کو میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ کو مقرر کیا جائے گا اگر اس کے میزان کا پلڑہ بھاری ہوگا تو فرشتہ بلند آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی فلاں شخص ایسی کامیابی کے ساتھ کامیاب ہو گیا کہ اب نامراد نہیں ہوگا' اور اگر اس کے میزان کا پلڑہ ہلکا ہو گیا تو یہ فرشتہ بلند آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسی ناکامی کے ساتھ ناکام ہو گیا کہ اب کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶۶' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۴۷۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میزان کے دو پلڑے ہیں اور ایک زبان ہے' اس میں نیکیوں اور برائیوں کو وزن کیا جائے گا' نیکیوں کو حسین صورتوں میں متمثل کر کے میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑہ بھاری ہو جائے گا پھر اس کو جنت میں اس کے مرتبہ میں رکھ دیا جائے گا پھر مومن سے کہا جائے گا' اپنے عمل کے ساتھ جا کر مل جاؤ پھر وہ جنت میں جائے گا اور اپنے عمل کی وجہ سے اپنے ٹھکانے کو پہچان لے گا' اور ایک شخص کے گناہوں کو بری شکل میں متشکل کر کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑہ ہلکا ہو جائے گا اور باطل ہلکا ہوتا ہے پھر اس شخص کو دوزخ میں اس کے ٹھکانے میں پھینک دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جا کر دوزخ میں اپنے عمل سے مل جاؤ۔ وہ دوزخ میں جا کر اپنے عمل کی وجہ سے اپنے ٹھکانے کو پہچان لے گا اور عذاب کی ان اقسام کو جو اللہ نے اس کے لیے تیار کی ہیں۔

(شعب الایمان ج ۱ ص ۶۸۳' رقم الحدیث: ۲۸۲' البدور السافرہ رقم الحدیث: ۹۲۶)

میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نیک اعمال کو حسین صورتوں میں متمثل کر کے اور برے اعمال کو قبیح صورتوں میں متشکل کر کے ان کا وزن کیا جائے گا' اور اس سے پہلے سنن ترمذی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ صحائفِ اعمال کا میزان میں وزن کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں طرح سے اعمال کا میزان میں وزن کیا جائے اور یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے نیک اور بد عمل کا علم ہے۔ وزن اس لیے کیا جائے گا کہ اس شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جا رہا' اس کے اعمال کے مطابق اس کو جزا دی جا رہی ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے' اس کو یہ معلوم ہو کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے۔ اس کے گناہ کس قدر زیادہ اور نیکیاں کس قدر کم تھیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا' اور میزان سے نتیجہ معلوم ہونے کے بعد شفاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کریں اور جن مقربین کو اللہ تعالیٰ بلند درجات عطا فرمائے تو اہل محشر پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان عظیم عبادات کی وجہ سے ان کو نواز رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبین کی شان اور ان کی عبادات کا کمال ظاہر ہو۔ اسی طرح کوئی شخص لوگوں کے نزدیک بہت نیک اور بزرگ ہوتا ہے اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا بہت مقرب ولی جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بہت بدکار اور مبغوض ہوتا ہے اگر اعمال کا وزن کیے بغیر اس کو سزا دی جاتی' لوگ سمجھتے اس پر

marfat.com
Marfat.com

ظلم ہورہا ہے سو اللہ تعالیٰ اپنے عدل کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے اعمال کا وزن کرائے گا۔

میزان کے خطرہ سے بچنے کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی ضروری ہے

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

یاد رکھو! میزان کے خطرہ سے قیامت کے دن وہی شخص نجات پا سکتا ہے جو دنیا میں میزان شرع سے اپنے اعمال' اقوال اور خواہشوں کا محاسبہ کرے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخرت کے محاسبہ سے پہلے اپنا محاسبہ کر لو اور آخرت میں وزن سے پہلے اپنے اعمال کا وزن کر لو۔ انسان اپنا محاسبہ کر کے موت سے پہلے ہر گناہ سے پکی توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی میں جو تقصیر ہوگئی ہے' اس کا تدارک کرے اور لوگوں کے جو حقوق اس پر واجب ہیں' ان کو ادا کر دے اور اس نے لوگوں پر جو زیادتیاں کی ہیں' ان کی تلافی کرے۔ اس نے جس کو زبان سے جو تکلیف دی ہے یا جس کی غیبت کی ہے یا جس کے متعلق بدگمانی کی ہے' مرنے سے پہلے ان کو راضی کر لے تو وہ بغیر محاسبہ کے جنت میں داخل ہو جائے گا' اور جو لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور زیادتیاں معاف کرانے سے پہلے مر گیا تو قیامت کے دن اس کو حق دار گھیر لیں گے۔ کوئی شخص کہے گا اس نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ کوئی شخص کہے گا اس نے مجھے گالی دی تھی۔ کوئی شخص کہے گا اس نے میرا مذاق اُڑایا تھا۔ کوئی شخص کہے گا اس نے میری غیبت کی تھی۔ کوئی کہے گا یہ میرا پڑوسی تھا اور اس نے ہمسائیگی کا حق ادا نہیں کیا۔ کوئی شخص کہے گا اس نے مجھے فلاں چیز فروخت کی اور عیب دار چیز دی یا بیچ میں دھوکا کیا یا قیمت بتانے میں جھوٹ بولا۔ یہ غنی اور میں محتاج تھا' اس نے میری مدد نہیں کی' میں بھوکا تھا اس نے مجھے کھلایا نہیں' مجھ پر ظلم ہو رہا تھا اور اس نے قادر ہونے کے باوجود مجھ سے ظلم دُور نہیں کیا۔ اس نے میرے ساتھ خیانت کی اور اس نے مجھے حقارت سے دیکھا پھر اس وقت ان حق داروں کا حق تم سے دلایا جائے گا۔ ان حقوق کے بدلے میں تمہاری نیکیاں ان کو دی جائیں گی اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ تمہارے اوپر ڈال دیے جائیں گے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۵۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہمارے نزدیک مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو' نہ کوئی متاع ہو۔ آپ نے فرمایا: میری اُمت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہوگی اور اس شخص کو تہمت لگائی ہوگی اور اس کا مال کھایا ہوگا اور اس کا خون بہایا ہوگا اور اس کا مارا ہوگا۔ پس ان کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور جب ان کے حقوق ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۱۶' عالم الکتب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حقوق والوں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگوں والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۴۴' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۶۷)

اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو حقوق العباد بھی معاف کرا دے گا

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد المعروف بابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ' دوزخ میں چلے جائیں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن کے ذمہ

marfat.com
Marfat.com

(ایک دوسرے کا) حساب ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا اے اہل محشر! تم اپنے اوپر ایک دوسرے کا کیا ہوا ظلم معاف کر دو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔

(رسائل ابن ابی الدنیا' حسن الظن باللہ تعالیٰ رقم الحدیث: ۱۱۵' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۳۵۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۵)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک مومن آئے گا اور وہ اپنے مقروض کو پکڑ لے گا اور کہے گا میں نے اس شخص سے قرض لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بندوں کا حق معاف کرنے کا میں زیادہ حق دار ہوں پھر اللہ اس قرض خواہ کو راضی کرے گا اور اس وجہ سے اس کی مغفرت کر دے گا۔

(حسن الظن باللہ رقم الحدیث: ۱۱۶' (رسائل ابن ابی الدنیا) مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا: میری اُمت کے دو آدمی اپنے رب کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے' ان میں سے ایک کہے گا اے میرے رب! میرے اس بھائی سے مجھ پر ظلم کرنے کا بدلہ لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم اپنے اس بھائی پر ظلم کرنے کا بدلہ دو' وہ شخص کہے گا میری نیکیوں میں سے تو اب کچھ باقی نہیں ہے (سب نیکیاں حق دار لے گئے) وہ شخص (مظلوم اور صاحب حق) کہے گا پھر میرے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں۔ پس گریہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے' پھر آپ نے فرمایا: یہ بہت عظیم دن ہوگا اور لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہ ان سے ہٹا لیے جائیں پھر اللہ تعالیٰ حق طلب کرنے والے سے فرمائے گا اپنا سر اُٹھا کر جنتوں کی طرف دیکھ۔ وہ شخص سر اُٹھا کر دیکھے گا اور کہے گا اے میرے رب! میں چاندی اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں' یہ کسی نبی کے لیے ہیں یا کسی صدیق کے لیے ہیں یا کسی شہید کے لیے ہیں؟ اللہ عزوجل فرمائے گا یہ اس شخص کے لیے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرے۔ وہ شخص کہے گا اے میرے رب! ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم ان کی قیمت ادا کر سکتے ہو۔ وہ شخص پوچھے گا اے میرے رب! ان کی کیا قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم اپنے بھائی کی زیادتی معاف کر دو۔ وہ شخص کہے گا۔ اے میرے رب! میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اپنے بھائی کو ساتھ لو اور اس کو جنت میں داخل کر دو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین کے درمیان صلح کرائے گا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (رسائل ابن ابی الدنیا' حسن الظن باللہ رقم الحدیث: ۱۱۷' المستدرک رقم الحدیث: ۸۷۵۸)

وزن کیے جانے والوں کی تین قسمیں

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

آخرت میں لوگوں کے تین طبقات ہوں گے۔ بعض ایسے مسلمان ہوں گے جن کا کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہوگا' یہ متقین ہیں' اور بعض ایسے مسلمان ہوں گے جن کے فواحش اور کبیرہ گناہ بھی ہوں گے اور ان کی نیکیاں بھی ہوں گی' یہ مخلطین ہیں اور تیسری قسم میں کفار اور مشرکین ہیں۔

رہے متقین تو ان کی نیکیاں ایک روشن پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کے صغیرہ گناہ دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے صغیرہ گناہوں کا کوئی وزن نہیں ہونے دے گا اور ان کی نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہو جائے گا اور دوسرا تاریک پلڑہ وزن سے خالی رہے گا۔

marfat.com

Marfat.com

اور رہے مخلطین تو ان کی نیکیاں روشن پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کی برائیاں تاریک پلڑے میں رکھی جائیں گی۔ پس ان کی برائیوں کا وزن ہوگا تو اگر ان کی نیکیاں زیادہ وزنی ہوں تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے خواہ ان کی نیکیوں کا وزن معمولی سا زیادہ ہو اور اگر ان کی برائیاں زیادہ وزنی ہوں تو وہ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے خواہ برائیاں معمولی سی زیادہ ہوں ماسوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے معاف فرما دے۔ اور اگر ان کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن برابر ہو تو وہ اصحاب اعراف میں سے ہوں گے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب ان کے گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور اگر ان کے گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہو اور ان کی نیکیاں زیادہ ہوں تو ان کی نیکیوں کے ثواب کو بہ قدر حقوق کم کر دیا جائے گا' اور اگر ان کی نیکیاں دے کر بھی ان کے حقوق پورے نہ ہوئے تو حق داروں کے گناہ ان پر بہ قدر حقوق ڈال دیئے جائیں گے۔ (جیسا کہ احادیث سے گزر چکا ہے) احمد بن حرب نے کہا قیامت کے دن تین قسم کے لوگ اُٹھائے جائیں گے ایک وہ جو اعمالِ صالحہ کے اعتبار سے غنی اور خوشحال ہوں گے' دوسرے وہ جو فقراء ہوں گے یعنی ان کے اعمالِ صالحہ نہیں ہوں گے اور تیسرے وہ جو پہلے اعمالِ صالحہ کے اعتبار سے غنی ہوں گے اور پھر لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد مفلس ہو جائیں گے۔ سفیان ثوری نے فرمایا اگر تم اپنے رب سے ستر گناہوں کے ساتھ ملاقات کرو' جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو وہ اس سے آسان ہے کہ تم ایک گناہ کے ساتھ ملاقات کرو جس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہو۔ یہ قول صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی کریم ہے اور ابن آدم فقیر مسکین ہے' وہ اس دن ایک نیکی کا بھی محتاج ہوگا جس سے اپنے گناہ کو دُور کر سکے۔

رہا کافر تو اس کے کفر کا تاریک پلڑہ میں وزن کیا جائے گا' اس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کو روشن پلڑہ میں رکھا جائے۔ اس کا روشن پلڑہ فارغ ہوگا اور نیکی اور خیر سے خالی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں جانے کا حکم دے گا اور ہر کافر کو اس کے باقی گناہوں کے اعتبار سے عذاب دیا جائے گا۔

متقین کے صغائر ان کے کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے مٹا دیئے جائیں گے' ان کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا اور ہر شخص کو اس کی اطاعت اور نیکیوں کے اعتبار سے اَجر و ثواب دیا جائے گا۔ قرآن مجید کی میزان کی آیات میں صرف کافر اور متقی دو قسموں کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان کا ذکر فرمایا ہے جن کا میزان میں نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہو اور جن کی نیکیوں کا پلڑہ خالی ہو۔ اوّل الذکر ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ثانی الذکر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور رہے مخلطین تو ان کا ذکر احادیث میں ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام' ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ (التذکرہ ج ۲ ص ۱۹۔۱۸' مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ)

نیک لوگوں کے اعمال کا وزن ان کی فضیلت کے اظہار کے لیے کیا جائے گا اور لوگوں کے سامنے ان کی شان بڑھانے اور ان کی عزت افزائی کے لیے کیا جائے گا اور کفار کے اعمال کا وزن ان کی ذلت اور رسوائی کے اظہار کے لیے کیا جائے گا۔

حشر کے دن نیک لوگوں کی عزت افزائی کی مثال اس حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو میری ذات سے محبت کرنے والے ہیں' ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے' ان کی انبیاء اور اولیاء تحسین کریں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۷' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۶۷' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو نبی

marfat.com

Marfat.com

ہوں گے نہ شہید اور قیامت کے دن ان کا اللہ کے ساتھ قرب دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان کی تحسین کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا یارسول اللہ! ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ کی وجہ سے لوگوں سے محبت کریں گے' ان کے درمیان کوئی رشتہ داری ہوگی اور نہ انہوں نے ان کو کوئی مال دیا ہوگا' ان کے چہرے نورانی ہوں گے' وہ نور پر فائز ہوں گے اور جب (قیامت کے دن) لوگ خوفزدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہیں ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (یونس: ۶۲) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۵۲۷' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۰۱۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو کتاب فیصل اور روشنی اور متقین کے لیے نصیحت دی O جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں O اور یہ برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے سو کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو O (الانبیاء: ۵۰-۴۸)

فرقان کی تفسیر میں مختلف اقوال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید' رسالت اور قیامت کے دلائل کو مکمل فرمایا تو اب اس نے انبیاء علیہم السلام کے قصص کا ذکر شروع فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے جس سختی اور ہٹ دھرمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے میں آپ کو جو مشکلات اور مصائب پیش آ رہے ہیں' اس میں آپ کو تسلی دی جا سکے اور آپ کے صبر کے لیے مثالیں اور مواقع فراہم ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے دس قصص بیان فرمائے ہیں۔ پہلا قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرقان کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی تفسیر میں مفسرین کے تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ فرقان سے مراد تورات ہے کیونکہ تورات حق اور باطل میں فرق کرتی تھی اور ضیاء اور روشنی بھی تھی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور احکام شرعیہ کی ہدایت کے راستوں کو بہت وضاحت اور تفصیل سے بیان کرتی تھی' اور ان کے پیش آمدہ مسائل اور دین اور دنیا کی ضرورتوں میں مکمل نصیحت کرتی تھی اور اس میں ان کے شرف اور فضیلت کا پورا بیان تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فرقان سے مراد تورات نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرقان سے مراد وہ مدد ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی' جیسا کہ جنگِ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدد کی گئی تھی اس کو بھی یوم الفرقان فرمایا:

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ. (الانفال: ۴۱) — اور ہم نے اپنے بندہ پر فرقان کے دن (حق اور باطل میں فرق کے دن) جو نازل کیا جس دن دو فوجوں میں مقابلہ ہوا تھا۔

یعنی جنگ بدر کے دن جب اسلام اور کفر وشرک کے درمیان پہلا معرکہ برپا ہوا تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ فرقان سے مراد وہ برہان ہے جس سے دینِ حق اور ادیان باطلہ میں فرق ہوا تھا۔ یہ ابن زید کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے اس سے مراد سمندر کا چیرنا ہے جب سمندر کو چیر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بارہ راستے بنائے گئے تھے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیل کے شبہات کو زائل کرنا ہے۔ یہ محمد بن کعب کا قول ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ متقین کے لیے نصیحت ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ تورات تمام بنی اسرائیل

marfat.com
Marfat.com

کے لیے نصیحت ہوتی اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ متقین کے لیے نصیحت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات فی نفسہٖ تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ صرف متقین نے حاصل کرنا تھا' اس لیے فرمایا یہ متقین کے لیے نصیحت ہے۔ اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ متقین تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں' ان کے لیے نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ متقین سے مراد ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کا ارادہ کرنے والے ہوں یا ان کو مستقبل کے اعتبار سے مجازاً متقین فرمایا ہے' جیسے قرآن مجید حفظ کرنے والے کو حافظ اور میڈیکل کالج میں پڑھنے والے کو ڈاکٹر صاحب کہہ دیتے ہیں۔

غیب میں ڈرنے کا معنی

الانبیاء: ۴۹ میں فرمایا: جو غیب میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اس آیت میں غیب سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو غیب ہے یعنی جو لوگ آخرت کے عذاب سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں' یا غیب سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی غیب ہے اور وہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' اور تیسرا معنی یہ ہے کہ جس طرح وہ لوگوں کے سامنے اللہ سے ڈرتے ہیں اور بے حیائی اور برائی کے کام نہیں کرتے' اسی طرح جب لوگ ان کے سامنے نہیں ہوتے اور وہ خلوت میں ہوتے ہیں' اس وقت بھی وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور بے حیائی کے کام اور دوسرے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے' ان کو نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ (الملک: ۱۲)

بے شک جو لوگ غیب (تنہائی) میں اللہ سے ڈرتے ہیں' ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

الانبیاء: ۵۰ میں فرمایا یہ مبارک ذکر ہے یعنی اس کے بہت منافع ہیں اور اس میں بہت وسیع علوم ہیں۔ نیز فرمایا: سو کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو؟ یعنی تم قرآن مجید کو نازل کرنے کا کیوں انکار کر رہے ہو حالانکہ ہم اس سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر تورات نازل کر چکے ہیں جبکہ اس قرآن میں معجز کلام ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس میں دلائل عقلیہ ہیں اور احکام شرعیہ کا مفصل بیان ہے اور ایسی کتاب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝۵۱

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے ۝

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا

جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر

عٰكِفُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ

تم جمے ہوئے ہو ۝ انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا تھا ۝ (ابراہیم نے) کہا بے شک

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۴ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ

تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ۝ انہوں نے کہا کیا آپ واقعی حق بات کہہ رہے ہیں

marfat.com
Marfat.com

اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

یا یونہی مذاق کر رہے ہیں ۝ (ابراہیم نے) کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾

زمینوں کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں ۝

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ

اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا ۝ سو ابراہیم نے

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ

ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ۝ انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ

ساتھ جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہے ۝ انہوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے

يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ

ہوئے سنا تھا جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ۝ انہوں نے کہا اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾

تاکہ سب دیکھ لیں ۝ انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟ ۝

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

(ابراہیم نے) کہا بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں کا بڑا یہ ہے سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں ۝

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

پس انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور (آپس میں) کہا بے شک تم ہی ظالم ہو ۝ پھر انہوں نے اپنے

عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ

سر جھکا لیے (اور شرمندگی سے کہا) تم کو معلوم ہے یہ بول نہیں سکتے ۝ (ابراہیم نے) کہا کیا تم اللہ کے سوا

marfat.com
Marfat.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ

ان کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ○ تف ہے تم پر

وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ

اور ان پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ○ انہوں نے کہا اس کو جلا دو

وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ

اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو ○ ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈک

سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾

اور سلامتی ہو جا ○ انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلی سو ہم نے ان کو ناکام کر دیا ○

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾

اور ہم ابراہیم کو اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت فرمائی تھی ○

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور اس پر زائد یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے (ان) سب کو نیکوکار بنایا ○

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ

اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی وحی کی

وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَلُوْطًا

اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے ○ اور ہم نے

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ

لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے

الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ

تھے، بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے ○ اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا

marfat.com
Marfat.com

ع ۵
۴۵
۵

إِنَّهُۥ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾

بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جاننے والے تھے○ جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے ہوئے ہو؟○ انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا تھا○ (ابراہیم نے) کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھے○ انہوں نے کہا کیا آپ واقعی حق بات کہہ رہے ہیں یا یونہی مذاق کر رہے ہیں؟○ (الانبیاء: ۵۵-۵۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصص بیان فرمائے ہیں' ان میں یہ دوسرا قصہ ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس میں فرمایا اور بے شک اس سے پہلے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے پہلے ہم نے حضرت ابراہیم کو رشد عطا فرمائی۔ رشد کے معنی کے متعلق علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

الرشد الغی کی ضد ہے۔ ''الغی'' کا معنی گمراہی ہے اور الرشد کا معنی ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (البقرۃ: ۲۵۶) بے شک ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔

رُشد (ر پر پیش) دنیا اور آخرت میں راہ راست کے ساتھ خاص ہے اور رَشد (ر اور ش پر زبر) کا اطلاق صرف امور اخرویہ میں ہوتا ہے اور راشد اور رشید کا اطلاق دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتا ہے: اولئک هم الراشدون۔ (الحجرات: ۷) یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے: وما امر فرعون برشید۔ (ھود: ۹۷) اور فرعون کا کوئی حکم درست نہیں تھا' اس کا تعلق دنیا سے تھا۔ (المفردات ج ا ص ۲۶۰-۲۵۹' مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

رشد کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ان کو خوب جاننے والے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہے جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص نبوت کا حق ادا کرے گا اور جو کام منصب نبوت کے نامناسب ہوں اور جن کاموں سے اس کی قوم متنفر ہو وہ کام نہیں کرے گا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ رشد سے مراد ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (النساء: ۶) پھر اگر تم یتیموں میں ہدایت (ہوشیاری اور حسن تدبیر) پاؤ تو ان کے اموال انہیں سونپ دو۔

اس میں ایک تیسرا قول بھی ہے کہ نبوت اور ہدایت دونوں رشد کے تحت داخل ہیں کیونکہ اسی شخص کو منصب نبوت پر فائز کرنا جائز ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات پر رہنمائی کر چکا ہو اور اس کو وہ امور بتا چکا ہو جو اس کے اور اس کی قوم کے رذائل سے منزہ ہونے اور فضائل سے متصف ہونے کے لیے ضروری ہوں۔ یعنی اس کو وہ کام معلوم ہوں جن کے کرنے سے دنیا اور آخرت میں مذمت ہوتی ہے اور جن کے کرنے سے دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۵۲-۱۵۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا یعنی حضرت موسیٰ اور ہارون سے پہلے ان کو نبوت اور ہدایت عطا فرمائی تھی' اور مقاتل نے کہا ان کے بالغ ہونے سے پہلے بچپن میں ان کو نبوت عطا فرمائی تھی جب انہوں نے ستاروں کو دیکھ کر ان سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر استدلال کیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر بھی مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اور پشت میں ان کو نبوت عطا فرمائی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے نبیوں کو نکال کر ان سے میثاق لیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۴۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا

تماثیل تمثال کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے تراشا ہوا مجسمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم مختلف چیزوں کی بنائی ہوئی مجسم تصویروں کی پرستش کرتی تھی۔ مثلاً انسان یا کسی حیوان کی صورت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھے' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اور تمہارے باپ دادا تو کھلی ہوئی گمراہی میں تھے' ان کی قوم نے کہا آیا آپ سنجیدگی سے بات کہہ رہے ہیں یا مذاق کر رہے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ بہت بعید تھا کہ جو کام برسوں سے نسل در نسل ہوتا چلا آ رہا ہو اس کو گمراہی کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ابراہیم نے) کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں ○ اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا ○ سو ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ○ انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے' وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہے ○ انہوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ○ (الانبیاء: ۶۰-۵۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے بتوں کو توڑنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم یہ سمجھ رہی ہے کہ وہ ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں تو انہوں نے توحید کا اعلان کیا تاکہ قوم کو یقین ہو جائے کہ وہ اظہارِ حق میں سنجیدہ ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی زبان اور عمل سے اپنے عقیدۂ توحید کا اظہار کیا اور کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خالق وہ ہے جس نے ان چیزوں کو بندوں کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں بندوں کو ضرر اور عذاب سے بچانے اور نفع اور ثواب پہنچانے پر قادر ہے۔ سو اسی کی عبادت کرنی چاہیے' اس کے علاوہ انہوں نے ایک عملی تدبیر اختیار کی۔ اس کی تفصیل امام ابن جریر نے اس طرح بیان کی ہے:

حضرت ابراہیم سے ان کے (عرفی) والد نے کہا اے ابراہیم! ہماری ایک عید ہے اگر تم ہمارے ساتھ اس دن جاؤ تو تم کو ہمارا دین اچھا لگے گا۔ جب عید کا دن آیا تو وہ سب روانہ ہوئے جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام گر گئے اور فرمایا میں بیمار ہوں اور میرے پیر میں تکلیف ہے۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ جب وہ چلے گئے تو انہوں نے زور سے کہا اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا۔ ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس بات کو سن لیا تھا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت کدہ کی طرف گئے' اس بت کدہ میں

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی۔ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا یعنی حضرت موسیٰ اور ہارون سے پہلے ان کو نبوت اور ہدایت عطا فرمائی تھی' اور مقاتل نے کہا ان کے بالغ ہونے سے پہلے بچپن میں ان کو نبوت عطا فرمائی تھی جب انہوں نے ستاروں کو دیکھ کر ان سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر استدلال کیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر بھی مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اور پشت میں ان کو نبوت عطا فرمائی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے نبیوں کو نکال کر ان سے میثاق لیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۴۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا

تماثیل تمثال کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے تراشا ہوا مجسمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم مختلف چیزوں کی بنائی ہوئی مجسم تصویروں کی پرستش کرتی تھی۔ مثلاً انسان یا کسی حیوان کی صورت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھے' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اور تمہارے باپ دادا تو کھلی ہوئی گمراہی میں تھے' ان کی قوم نے کہا آیا آپ سنجیدگی سے بات کہہ رہے ہیں یا مذاق کر رہے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ بہت بعید تھا کہ جو کام برسوں سے نسل در نسل ہوتا چلا آرہا ہو اس کو گمراہی کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ابراہیم نے) کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں ○ اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا ○ سو ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ○ انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے' وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہے ○ انہوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے ○ (الانبیاء: ۶۰-۵۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے بتوں کو توڑنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم یہ سمجھ رہی ہے کہ وہ ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں تو انہوں نے توحید کا اعلان کیا تا کہ قوم کو یقین ہو جائے کہ وہ اظہارِ حق میں سنجیدہ ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی زبان اور عمل سے اپنے عقیدۂ توحید کا اظہار کیا اور کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خالق وہ ہے جس نے ان چیزوں کو بندوں کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں بندوں کو ضرر اور عذاب سے بچانے اور نفع اور ثواب پہنچانے پر قادر ہے۔ سو اسی کی عبادت کرنی چاہیے' اس کے علاوہ انہوں نے ایک عملی تدبیر اختیار کی۔ اس کی تفصیل امام ابن جریر نے اس طرح بیان کی ہے:

حضرت ابراہیم سے ان کے (عرفی) والد نے کہا اے ابراہیم! ہماری ایک عید ہے اگر تم ہمارے ساتھ اس دن جاؤ تو تم کو ہمارا دین اچھا لگے گا۔ جب عید کا دن آیا تو وہ سب روانہ ہوئے جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام گر گئے اور فرمایا میں بیمار ہوں اور میرے پیر میں تکلیف ہے۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ جب وہ چلے گئے تو انہوں نے زور سے کہا اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا۔ ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس بات کو سن لیا تھا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت کدہ کی طرف گئے' اس بت کدہ میں

marfat.com
Marfat.com

ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے سامنے ایک بہت بڑا بت نصب تھا اور اس کے ساتھ بہت چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے تھے اور ان بتوں کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا۔ ان کا پروگرام تھا کہ وہ اپنی عید یا میلے سے واپس آ کر اس طعام کو کھائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کے سامنے کھانا رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا:

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ○ (الصّٰفّٰت: ۹۳-۹۱)

آپ نے ان بتوں کے پاس جا کر فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم کو کیا ہوا تم بات کیوں نہیں کرتے؟ پھر ان کی طرف مڑ کر ان کو دائیں ہاتھ سے مارنا شروع کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے سے تمام بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور تمام بت ٹوٹ کر ان کے قدموں میں گر گئے پھر انہوں نے کلہاڑا اٹھا کر سب سے بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا پھر جب ان کی قوم میلے سے واپس آئی تو کھانا کھانے کے لیے اپنے بت کدہ میں گئی۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ بڑے بت کے سوا ان کے سارے خدا ٹوٹے پھوٹے پڑے تھے' اس وقت انہوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے' وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا' اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۵۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھ لیں ○ انہوں نے کہا اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟ ○ انہوں نے کہا بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں کا بڑا یہ ہے سو ان سے پوچھ لو؟ اگر یہ بول سکتے ہوں ○ پس انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور (آپس میں) کہا بے شک تم ہی ظالم ہو ○ پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لیے (اور شرمندگی سے) کہا تم کو معلوم ہے یہ بول نہیں سکتے ○ (ابراہیم نے) کہا کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ○ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو' سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ○ (الانبیاء: ۶۷-۶۱)

بتوں کو توڑنے کی بڑے بت کی طرف نسبت کرنے کے جوابات

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ بتوں کو توڑنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں تو انہوں نے آپس میں کہا ان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ اس کے بعد کہا لعلھم یشھدون' اس کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ شاید وہ اس کے خلاف شہادت دیں۔ دوسرا یہ کہ تا کہ وہ دیکھ لیں کہ ان کے بتوں کو توڑنے والے کو کیا سزا دی جاتی ہے تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی شخص اس کی جرأت نہ کرے اور ہو سکتا ہے یہ دونوں معنی مراد ہوں۔

ان کی قوم نے ان سے سوال کیا کہ اے ابراہیم! کیا آپ نے ان بتوں کو توڑا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ان کا بڑا یہ ہے' سو تم اس سے پوچھ لو۔ بہ ظاہر یہ جھوٹ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو خود توڑا تھا اور نسبت اس بڑے بت کی طرف کر دی اور یہ جھوٹ ہے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ (مریم: ۴۱)

اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بہت سچے نبی تھے۔

اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اس کے فعل کی نسبت حقیقتاً ان کی طرف کی جائے اور انہوں نے اس بڑے

marfat.com
Marfat.com

بت کے عجز کو ثابت کرنے اور اس کی توہین کرنے کے لیے اس کی طرف نسبت کر دی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے ایک شخص بہت مشہور خوش نویس ہو اور ایک دوسرا شخص ہو جس کے متعلق سب جانتے ہوں کہ یہ اچھا نہیں لکھتا۔ وہ خوش نویس کوئی بہت عمدہ اور نفیس عبارت لکھے اور جب لوگ پوچھیں کہ یہ اتنی عمدہ عبارت کس نے لکھی ہے تو وہ اس دوسرے شخص کی طرف اشارہ کر دے کہ اس نے لکھی ہے' یعنی اس جیسا بدخط ایسی عبارت کب لکھ سکتا ہے۔ سو وہ اس کی مذمت کرنے کے لیے اس کی طرف نسبت کرے۔ سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کے عجز اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور تعریضاً اس کی طرف نسبت کی۔ تعریض کا معنی یہ ہے کہ بہ ظاہر فعل کی نسبت ایک شخص کی طرف کی جائے اور حقیقت میں مراد دوسرا شخص ہو۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑے بت کی طرف توڑنے کی نسبت بہ طور سبب کی ہے کیونکہ آپ کے غیظ وغضب اور بت توڑنے کا سبب وہ بڑا بت تھا کیونکہ اس کی بہت زیادہ تعظیم اور پرستش کی جاتی تھی تو اس کی پرستش کو باطل کرنے کے لیے آپ نے ان چھوٹے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے مذہب کے اعتبار سے فرمایا یہ کام اسی نے کیا ہے' تم اس بڑے بت سے اس فعل کے صادر ہونے کو کیوں عجیب سمجھ رہے ہو اور اس کا کیوں انکار کر رہے ہو' جو الوہیت کا مدعی ہو اور جس کی پرستش کی جاتی ہو' کیا وہ اتنے سے کام پر بھی قادر نہیں ہے' کیا وہ ان چھوٹے بتوں کو نہیں توڑ سکتا؟

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا فاعل ذکر نہیں کیا اور اصل عبارت یوں ہے بل فعله من فعله' بلکہ یہ کام اسی نے کیا جس نے کیا۔ ان میں کا بڑا یہ ہے سو تم اس سے پوچھ لو۔

(۵) جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: اے ابراہیم! کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بل فعله اور اس پر وقف کیا' کیونکہ اس پر وقف جائز کی علامت ''ق'' ہے بلکہ اسی نے کیا ہے (یعنی جس کے متعلق تمہارا گمان ہے اسی نے توڑا ہے) اور ان کا بڑا یہ ہے' اس سے تصدیق کر لو۔

(۶) جب انہوں نے سوال کیا اے ابراہیم! کیا تم نے یہ کارروائی کی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بل فعله کبیرھم بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے۔

لوگ یہ سمجھے کہ آپ بتوں میں سے بڑے بت کو کہہ رہے ہیں حالانکہ آپ فرما رہے تھے جو ان میں سے بڑا ہے اس نے کیا ہے اور ان کی قوم میں بڑے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ نبی اپنی اُمت میں سب سے بڑا ہوتا ہے' اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے کبیرھم فرمایا کبیرھا نہیں فرمایا اگر بتوں کا بڑا مراد ہوتا تو کبیرھا فرماتے کیونکہ بت غیر ذوی العقول ہیں' اور چونکہ آپ کی مراد قوم کا بڑا تھی اس لیے کبیرھم فرمایا اور ھم ضمیر ذوی العقول کے لیے لائی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ضمیر آپ ہی کی طرف لوٹ رہی ہے۔

جھوٹ سے بچنے کے لیے کلام میں تعریض کے استعمال کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کے لیے معاریض کافی ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کے لیے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے۔

(الادب المفرد رقم الحدیث: ۹۰۸-۹۰۹' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

marfat.com
Marfat.com

معاریض کا معنی ہے' تعریض کے ساتھ کلام کرنا۔ کلام میں صراحت کے ساتھ ایک شخص کی طرف نسبت ہو اور مراد دوسرا شخص ہو' یا ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید' متکلم قریب کے معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں بعید معنی کا وہم ڈالے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے متعلق فرمایا یہ میری بہن ہے خود ایمانی بہن کا ارادہ کیا اور سننے والے نسبی بہن سمجھے' یا جیسے آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں۔ آپ نے روحانی بیماری کا ارادہ کیا اور سننے والے جسمانی بیماری سمجھے۔ اس کو صفتِ ایہام کہتے ہیں' اور تعریض کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑنے کی صراحت کے ساتھ بڑے بت کی طرف نسبت کی اور ارادہ اپنی ذات کا کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸' ۳۳۵۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶)

امام رازی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

اس حدیث کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا قرار دینے سے بہتر یہ ہے کہ ان راویوں کو جھوٹا کہا جائے جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے' کیونکہ اس پر دلیل قطعی یہ ہے کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا جھوٹ بولنا جائز ہو تو یہ احتمال ان کی ہر حدیث میں جاری ہوگا اور وہ اللہ کی طرف سے جو بھی خبر دیں گے' اس میں یہ احتمال ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت سے جھوٹ بولا ہو' اور اس سے شریعت پر اعتماد ختم ہو جائے گا اور ہر بات پر جھوٹ کی تہمت ہوگی' اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو یہ معاریض پر محمول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کو ابتداً ہی یہ کہنا چاہیے تھا کہ اس حدیث میں جھوٹ سے مراد ظاہری جھوٹ ہے اور حقیقت میں معاریض مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے تاکہ عوام المسلمین صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ترمذی اور دیگر کتب صحاح کی حدیث کے متعلق شکوک اور شبہات کا شکار نہ ہوتے' کیونکہ میں نے خود دیکھا کہ ایک عالمِ دین نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور دلیل میں امام رازی کا مذکور الصدر حوالہ پیش کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام رازی نے معاریض کی حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دیا ہے حالانکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے' اثر ہے اور قول صحابی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان فی معاریض الکلام مندوحة عن الکذب اس اثر کو امام بخاری نے الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (جیسا کہ ہم نے باحوالہ ذکر کیا ہے) اور امام طبری نے التہذیب میں اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ امام ابن عدی نے اس کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت کیا ہے یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۵۶۷' طبع جدید) اسی طرح امام بیہقی نے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۹۹) جوہری نے کہا تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جو تصریح کے خلاف ہو' اور کلام میں معاریض کا معنی یہ ہے ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ توریہ کیا جائے۔ (الصحاح ج ۳ ص ۱۰۸۷' دار العلم بیروت' ۱۴۰۴ھ) اور الراغب نے کہا ہے کہ تعریض اس کلام کو کہتے ہیں جس کے صدق اور کذب کے دو محمل ہوں یا ظاہر اور باطن کے دو محمل ہوں۔ قرآن مجید میں ہے: **وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ** (البقرہ: ۲۳۵) یعنی اگر تم عدت میں بیٹھی ہوئی عورت کو تعریض کے ساتھ نکاح کا پیغام دو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً کہو

marfat.com

Marfat.com

تم بہت خوبصورت ہو یا تم میں تو بہت مرد رغبت کرتے ہوں گے۔ (المفردات ج ٢ ص ٣٤٠ 'مکہ مکرمہ ١٤١٨ھ) لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایک کلام کے دو محمل ہوں۔ ایک کو مطلق کہا جائے اور دوسرا اس کو لازم ہو اور وہی مراد ہو' اور تعریض اور کنایہ میں فرق کا بہت سوال کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ١٢ ص ٢٣٩ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٠ھ)

کنایہ اور تعریض کا فرق

کنایہ اور تعریض میں فرق یہ ہے کہ کنایہ کی تعریف یہ ہے کہ دل میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ ذکر مشبہ کا ہو' مراد بھی مشبہ ہو لیکن مشبہ بہ کے لوازم اور مناسبات کے ذکر کی وجہ سے ذہن مشبہ بہ کی طرف منتقل ہو۔ جیسا کہ اس مصرع میں ہے:

انشبت المنیة اظفارھا. موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔

موت کو درندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ موت مشبہ اور درندہ مشبہ بہ ہے۔ ناخن درندہ کو لازم ہیں اور گاڑنا ان کے مناسبات میں سے ہے' ذکر موت کا ہے اور مراد بھی موت ہے لیکن ناخنوں اور گاڑنے کی وجہ سے ذہن درندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے' اور ناخنوں کا ذکر استعارہ تخییلیہ ہے اور گاڑنے کا ذکر استعارہ ترشیحیہ ہے۔

اور تعریض یہ ہے کہ کلام میں متکلم نے جس چیز کی طرف صراحتاً نسبت کی ہے' وہ اس کا ارادہ نہ کرے بلکہ جس کی طرف اس نے اشارۃً نسبت کی ہے اس کا ارادہ کرے۔ جیسا کہ جب عورت عدت میں بیٹھی ہو تو اس کو صراحتاً نکاح کا پیغام دینا منع ہے لیکن تعریضاً نکاح کا پیغام دینا جائز ہے۔ مثلاً اس سے کہے' تم بہت حسین ہو یا کہے تم جیسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے تو بہت لوگ رغبت کرتے ہیں۔ اب صراحتاً تو یہ کہا ہے کہ لوگ اس سے نکاح کی رغبت کرتے ہیں اور اس میں تعریضاً یہ کہا ہے کہ وہ خود اس سے نکاح میں رغبت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ. (البقرۃ: ٢٣٥)

اور اگر تم نے (عدت والی) عورت کو بغیر صراحت کے نکاح کا پیغام دیا تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

قرآن مجید اور احادیث میں تعریض کا استعمال

قرآن مجید میں تعریض کی مثال یہ ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ. (الزمر: ٦٥)

اور اگر آپ نے (بالفرض) شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت میں صراحت سے آپ کی طرف شرک کرنے کی نسبت ہے لیکن مراد آپ کی اُمت ہے۔

اور حدیث میں اس کی مثال یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عرض عرضنا لہ. (سنن کبریٰ: ج ٨ ص ٤٣)

جس نے کسی پر تعریضاً تہمت لگائی تو ہم بھی اس کو تعریضاً حد لگائیں گے۔

یعنی ہم اس پر حد جاری نہیں کریں گے بلکہ اس پر تعزیر جاری کریں گے۔ اس سلسلہ میں دیگر احادیث یہ ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو اس کا توریہ کسی اور غزوہ سے کرتے (یعنی جہاں آپ کا قصد ہوتا' اس کے بجائے کسی اور جگہ کا کنایۃً ذکر کرتے) حتیٰ کہ غزوہ تبوک آ

marfat.com
Marfat.com

گیا۔(الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۱۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۰۲ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۸۸۲ عالم الکتب بیروت)

اس حدیث میں تعریض کے ساتھ کلام کرنے کی تصریح ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ اس نے کہا یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہی ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ہر اونٹ' اونٹ کا بیٹا ہی ہوتا ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس شخص نے سمجھا کہ آپ اونٹ کا بچہ فرما رہے ہیں اور آپ کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۱ مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۹۸ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۷۷۶)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! بے شک جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی' وہ عورت واپس جا کر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ۙ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا ۙ عُرُبًا اَتۡرَابًا ۙ (الواقعہ: ۳۷-۳۵)

ہم نے جنتیوں کی بیویوں کو بنایا ہے ○ ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے ○ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ○

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱ الوفاء رقم الحدیث: ۷۷۶ اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۴۹۹ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۰۶)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ اس کے متعلق فرما رہے ہیں حالانکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جس کا نام زاہر بن حرام تھا' وہ دیہات میں رہتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گاؤں سے ہدیے اور تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور وہ بدشکل تھا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس اس وقت گئے جب وہ سودا بیچ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہیں سکا۔ اس نے کہا کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو' پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے چپکائے رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: یہ عبد (غلام) کون خریدے گا؟ اس نے کہا یارسول اللہ! تب مجھے آپ کھوٹا پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۸۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۵۶ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۷۶ مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۳۵ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۰۴)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ بہ ظاہر عبد سے مراد غلام تھی لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ کی اس سے مراد تھی اللہ کا بندہ۔

الزبیر بن بکار نے کتاب الفاکہہ میں زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ ایک عورت جس کا نام اُم ایمن تھا' وہ نبی

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا میرا خاوند آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ کیا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم اس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا نہیں' اللہ کی قسم۔ آپ نے فرمایا: ہر شخص کی آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد ج ٧ ص ١١٤' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ' زاد المسیر ج ٥ ص ٣٦٢)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس عورت نے آنکھوں میں سفیدی سے یہ سمجھا کہ اس کے شوہر کی آنکھوں میں کوئی بیماری ہے جبکہ آپ کی اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو ہر شخص کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔

ان احادیث سے امام غزالی متوفی ٥٠٥ھ اور علامہ شامی متوفی ١٢٥٢ھ نے بھی کلام میں تعریض کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ٣ ص ١٢٦' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٩ھ' ردالمحتار ج ٩ ص ٥٢٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

حضرت ابراہیم کی قوم نے جو خود کو ظالم کہا' اس کی وجوہ

الانبیاء: ٦٤ میں فرمایا: پس انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور (آپس میں) کہا بے شک تم ہی ظالم ہو۔

انہوں نے جو اپنے آپ کو ظالم کہا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(١) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ واضح کر دیا کہ بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے کیونکہ جو اپنے آپ کو کسی کی مار سے نہیں بچا سکتے' وہ سارے جہان کے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ تب ان کو یہ اندازہ ہوا کہ بتوں کی عبادت کر کے وہ اب تک اپنے اوپر ظلم کرتے رہے تھے۔

(٢) مقاتل نے کہا انہوں نے آپس میں یہ کہا کہ کلہاڑا تو بڑے بت کے اوپر رکھا ہوا ہے تو پھر تم ابراہیم پر بتوں کے توڑنے کا الزام لگا کر ان پر ظلم کر رہے ہو۔

(٣) تم اپنے بتوں کو اکیلا چھوڑ کر عید کے میلہ میں کیوں گئے تھے حتیٰ کہ ابراہیم تمہارے بتوں کو توڑنے پر قادر ہوئے۔

(٤) تم نے ابراہیم سے یہ سوال کیا کہ آیا تم نے ہمارے خداؤں کو توڑا ہے' اس کا جواب دینے کی وجہ سے ابراہیم نے ہمارے طریقہ عبادت کے باطل ہونے کو ظاہر کیا۔

الانبیاء: ٦٥ میں فرمایا: پھر انہوں نے سر جھکا لیے اور کہا تم کو معلوم ہے یہ بول نہیں سکتے۔ بتوں کو توڑے جانے سے جو ان کو حیرت اور دہشت ہوئی تھی اس وجہ سے انہوں نے یہ اعتراف کر لیا۔

پھر الانبیاء: ٦٧-٦٦ میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس پر مذمت کی کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کے نفع اور ضرر پر قادر نہیں ہیں' اف لکم کا معنی ہے تم سے گھن آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو○ ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا○ انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلی سو ہم نے ان کو ناکام کر دیا○ اور ہم ابراہیم کو اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت فرمائی تھی○ (الانبیاء: ٧١-٦٨)

حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنے والے کا مصداق

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے لاجواب ہو گئے تو انہوں نے کہا' اس کو آگ میں جلا دو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم کس نے دیا۔ مشہور یہ ہے کہ یہ حکم دینے والا نمروذ بن کنعان بن سنجاریب بن نمروذ بن کوش بن حام بن نوح تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا یہ شخص اعراب فارس کے قبیلہ کرد سے تھا' وہب بن منبہ نے شعیب الجبائی سے نقل کیا ہے اس کا نام ہیرین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا سو وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۵۷' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۱۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تفصیل

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ نمروذ اور اس کے کارندوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گھر میں قید کر دیا پھر ایک بلند پہاڑ کے دامن میں ان کے لیے ایک قلعہ بنایا' جس کی دیواریں ۶۰ ذراع (نوے فٹ) اونچی تھیں اور بادشاہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ابراہیم کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرو اور اس کام کو کرنے میں کوئی بچہ یا بوڑھا کوتاہی نہ کرے' جو اس کام میں شریک نہیں ہوگا' اس کو بھی آگ میں جلا دیا جائے گا۔ تمام لکڑیاں اس دیوار کے برابر ہو گئیں' وہ چالیس دن تک اس مہم میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک عورت نذر مانتی تھی کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو گئی تو میں ابراہیم کی آگ کے لیے لکڑیاں جمع کرلاؤں گی پھر جب اس مکان میں تمام لکڑیاں جمع ہو گئیں تو انہوں نے اس مکان سے نکلنے کے راستے بند کر دیئے اور اس میں آگ لگا دی۔ اس میں شعلے بھڑکنے لگے' اس کی تپش اس قدر زیادہ تھی کہ اس کے اوپر سے فضا میں بھی کوئی پرندہ گزرتا تو جل جاتا تھا پھر انہوں نے اس قلعہ کے لیے ایک بہت بلند جگہ منتخب کی اور اس پر منجنیق نصب کی اور اس منجنیق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کیا: اے اللہ! تو آسمان پر واحد ہے اور میں زمین پر واحد ہوں اور اس زمین پر میرے سوا اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے' اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے پھر آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب! ابراہیم علیہ السلام کو تیرے نام کی سربلندی کی وجہ سے جلایا جارہا ہے تو ہمیں اس کی مدد کرنے کی اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اس کا خوب علم ہے اگر وہ تم کو مدد کے لیے پکارے تو تم اس کی مدد کرو' پھر ان کافروں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا حسبی اللہ و نعم الوکیل' حضرت جبریل' حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور کہا اے ابراہیم! آپ کی کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے تم سے کوئی کام نہیں ہے' پھر اس نے کہا آپ اپنے رب سے سوال کیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کو جو میرے حال کا علم ہے' وہی کافی ہے۔ (یعنی الگ سے دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے) (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۶۷۔۳۶۶' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہ کی؟

امام بغوی متوفی ۵۱۶ ھ' امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ' قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ اور مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ ھ سب نے اس حدیث کا مفصل ذکر کیا ہے جس میں مذکور ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب جبریل علیہ السلام نے دعا کے لیے کہا تو انہوں نے کہا اللہ کو جو میرے حال کا علم ہے وہی کافی ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ ھ' حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے اس قصہ میں اس جملہ کا ذکر نہیں کیا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۱۱' زاد المسیر ج ۵ ص ۳۶۷' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۵۸' الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۱۱' انوار التنزیل و اسرار التاویل

marfat.com

Marfat.com

مع الشہاب ج ۶ ص ۴۵۶-۴۵۵، روح المعانی جز ۱۷ ص ۱۰۱، معارف القرآن ج ۶ ص ۲۰۲)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ اس کو جو میرے حال کا علم ہے وہ کافی ہے اور وہ علم مجھے سوال کرنے سے غنی کر دیتا ہے اور یہ مقام انبیاء علیہم السلام کے دعا کرنے کے منافی نہیں ہے۔ ان کا دعا کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور گڑگڑا کر اپنی پیشانی کو ذلت کی مٹی پر رکھنے کے لیے ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ گڑگڑا کر دعا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ہر مقام کی ایک توجیہ ہوتی ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۴۵۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصیبتوں اور شدائد میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب انہوں نے ایسی شدید مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے نہ صرف یہ کہ دعا نہیں کی بلکہ دعا کرنے سے بھی منع کر دیا تو کیا ہم بھی مصیبتوں میں دعا نہ کیا کریں؟ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کا انکار کرنا ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس قصہ میں یہ جملہ الحاقی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے اس قصہ میں اس جملہ کا ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت زیادہ دعا کرنے والا فرمایا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ○ (ھود: ۷۵) بے شک ابراہیم متحمل مزاج، بہت گڑگڑا کر دعا کرنے والے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ متصور نہیں ہے کہ جب ان سے یہ کہا جائے گا کہ آپ اللہ سے دعا کریں تو وہ کہیں کہ جب اللہ کو میرے حال کا علم ہے تو وہ کافی ہے، دعا کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی توجیہ میں کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کا موقع تھا اس لیے اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا نہیں کی کیونکہ اس موقع پر دعا کرنا اس امتحان سے بچنے کے مترادف ہوتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے وقت جو کچھ انہوں نے کہا، اس کا ذکر حدیث صحیح میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو ان کا آخری قول یہ تھا: **حسبی اللہ و نعم الوکیل** (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۶۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱۱)

چھپکلی کو مارنے کا حکم

سائبہ بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو دیکھا کہ گھر میں ایک جگہ نیزہ رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا اے اُم المومنین آپ اس نیزہ سے کیا کرتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہم اس نیزہ سے چھپکلیوں کو مارتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو روئے زمین کا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا، ماسوا چھپکلی کے، وہ آگ میں پھونک مار رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۰۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۵۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو

marfat.com

Marfat.com

مار دیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیوں کا اجر ملے گا اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اس کو اتنی اور اتنی نیکیوں کا اجر ملے گا اور یہ اجر پہلی ضرب سے کم ہوگا اور جس نے اس کو تیسری ضرب میں مارا اس کو اتنا اور اتنا اجر ملے گا اور یہ دوسری بار کے اجر سے کم ہوگا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم کی تفسیر میں فرمایا: وہ آگ اس طرح حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہوئی کہ ان کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۲۲)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ سلاما کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ٹھنڈک نقصان نہیں دے گی اور اگر اللہ تعالیٰ وسلاما نہ فرماتا تو اس کی ٹھنڈک آگ کی گرمی سے زیادہ نقصان دہ ہوتی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۲۹)

منہال بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا مجھ پر اللہ کی سب سے زیادہ نعمتیں ان دنوں تھیں جب مجھے آگ میں ڈالا گیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۲۳)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر وہ آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی نہ ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ٹھنڈک سے فوت ہو جاتے اور دنیا میں جس جگہ بھی آگ تھی وہ بجھ جاتی۔ سدی نے کہا فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا' وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور انواع و اقسام کے پھول تھے۔ اس آگ نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیڑیوں اور زنجیروں کو جلایا تھا۔ منہال بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں چالیس یا پچاس دن رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری زندگی کے سب سے اچھے ایام وہ تھے جو اس آگ میں گزرے تھے۔ امام ابن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ نے سائے کے فرشتے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور آپ کا دل بہلاتا رہا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس جنت سے ریشم کی قمیص لے کر آئے اور کہا اے ابراہیم! آپ کا رب فرماتا ہے کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ آگ میرے محبوب بندوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی' پھر نمرود نے اپنے قلعہ سے جھانک کر دیکھا تو حضرت ابراہیم باغ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اردگرد لکڑیاں جل رہی تھیں' پھر نمرود نے چلا کر کہا اے ابراہیم! کیا تم اس آگ سے نکل سکتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا پھر نکل آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چل پڑے حتیٰ کہ اس آگ سے نکل آئے۔ نمرود نے پوچھا: میں نے آپ کی صورت میں جو ایک شخص کو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تھا' وہ کون تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ سائے کا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل بہلانے کے لیے بھیجا تھا۔ نمرود نے کہا میں نے آپ کے رب کے نزدیک آپ کی عزت اور وجاہت دیکھی ہے تو میں اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے چار ہزار گایوں کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم اپنے دین پر قائم ہو' اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی قبول نہیں فرمائے گا۔ نمرود نے کہا میں اپنے دین کو چھوڑ نا نہیں چاہتا لیکن میں عنقریب گایوں کو ذبح کروں گا پھر اس نے گایوں کو ذبح کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بہت بڑا گڑھا کھودا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا پھر ان پر سات دن تک آگ جلتی رہی پھر اس گڑھے کو پاٹ دیا پھر اگلے دن اس

marfat.com
Marfat.com

گڑھے کو کھولا تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور آپ پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا' پھر ان سے حضرت لوط کے باپ ہاران نے کہا ان پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے آگ پر جادو کر دیا ہے لیکن ان کو کسی چیز پر بٹھا کر اس کے نیچے آگ جلاؤ تو یہ اس کے دھوئیں سے مر جائیں گے' تو انہوں نے ایک کنویں کے اندر آگ لگا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے اوپر بٹھا دیا اس آگ کی ایک چنگاری حضرت لوط کے باپ ہاران کی ڈاڑھی میں جا کر گری اور وہ خود جل کر مر گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جلائی ہوئی آگ کے ٹھنڈی ہونے کی کیفیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وہ آگ کس کیفیت سے ٹھنڈی ہوئی' اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ نے اس آگ سے جلانے اور تپش کے فعل کو زائل کر دیا تھا اور اس کی روشنی اور چمک کو باقی رکھا تھا۔

(٢) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم میں ایسی کیفیت پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے آگ کی اذیت آپ کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جس طرح جہنم کے فرشتوں کو آگ ضرر نہیں پہنچاتی اور جس طرح سمندل ایک کیڑا ہے جو صرف آگ میں زندہ رہتا ہے۔

(٣) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آگ کے درمیان ایک حائل چیز پیدا کر دی جس کی وجہ سے آگ کا اثر آپ تک نہیں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ سے فرمایا تو ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی ہو جا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ خود وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اس کا اثر نہیں پہنچا' اور وہ آگ اپنی حالت پر باقی نہیں رہی پھر فرمایا: سلاماً اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی چیز بہت زیادہ ٹھنڈی ہو تو وہ بھی آگ کی طرح ہلاک کر دیتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ وہ اعتدال کے ساتھ ٹھنڈی ہو۔

پھر فرمایا: انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلی سو ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ اور مناظرہ کیا اور اس میں وہ مبہوت اور لاجواب ہوگئے پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا لیکن وہ اس میں بھی ناکام ہوگئے۔ (تفسیر کبیر ج ٨ ص ١٦٠۔ ١٥٨ ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

نمرود اور اس کی قوم کا عذاب سے ہلاک ہونا

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ اور امام ابن جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس ظالم بادشاہ (نمرود) کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو اس کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا تھا۔ نمرود نے اس کی دعوت کا انکار کیا پھر دوسری بار بھیجا پھر انکار کیا پھر تیسری بار بھیجا پھر انکار کیا' پھر اس فرشتہ نے کہا تم اپنا لشکر جمع کرو میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں۔ سو نمرود نے اپنے حواریوں اور سپاہیوں کا لشکر جمع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مچھر بھیجے جن کو دھوپ کی وجہ سے انہوں نے نہیں دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے وہ مچھر ان پر مسلط کر دیئے۔ مچھروں نے ان کا خون پی لیا اور ان کا گوشت کھا گئے اور جنگل میں صرف ان کی ہڈیاں پڑی رہ گئیں۔ ایک مچھر نمرود کے نتھنے کے راستہ سے اس کے دماغ میں داخل ہوگیا اور چار سو سال تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہا۔ اس عرصہ میں اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جاتے رہے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اس کو ہلاک کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ١ ص ٢٢٤' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٨ھ' طبع جدید' المنتظم لابن الجوزی ج ١ ص ١٦٩' دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے امتحان میں سرخ رو ہوئے اور نمرود اور اس کی قوم اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو کر

marfat.com
Marfat.com

ہلاک ہوگئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت فرمانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ابراہیم کو اور لوط کو نجات دے کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت فرمائی تھی۔ (الانبیاء: ۷۱)

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو ان کے دشمنوں کے علاقہ سے نکال لیا اور ان کو برکتوں والے علاقہ میں بھیج دیا۔ یعنی عراق سے شام کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم اور اس کے دین کو ترک کر کے شام کی طرف روانہ ہوگئے۔

اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ کی خبر دی ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش کو بتایا ہے کہ تمہاری طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی بت پرستی کرتی تھی اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تھی' اسی طرح قریش بھی آپ کو اذیت پہنچاتے تھے۔ آپ ان کو پیغام حق سناتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے' وہ اس دعوت کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا کر یہ بتایا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا تھا' آپ بھی اپنی قوم کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں اور جس طرح انہوں نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی' آپ کو بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی ہوگی۔

شام کا برکت والی سرزمین ہونا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں سرزمینِ شام میں تھے' اسی سرزمین کو ارضِ محشر بھی کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن تمام لوگ یہیں پر جمع ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم بھی یہیں پر آسمان سے اُتریں گے اور دجال کذاب بھی یہیں پر ہلاک ہوگا۔ ہمیں ابو قلابہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے کتابوں کا ڈھیر اُٹھا کر لائے اور اس کو شام میں لا کر رکھ دیا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ جب فتنے پھیل جائیں گے تو ایمان شام میں ہوگا' اور ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ایک جماعت شام میں ہوگی اور ایک جماعت عراق میں ہوگی اور ایک جماعت یمن میں ہوگی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے ان میں سے کسی جگہ کو منتخب کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم شام میں رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے لیے شام کا اور وہاں کے رہنے والوں کا ضامن ہوگیا ہے' اور ہم کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا اے کعب! تم مدینہ سے کیوں منتقل ہو رہے ہو؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی جگہ ہے' یہیں آپ کی قبر (مبارک) ہے۔ کعب نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اللہ کی نازل کردہ کتاب (تورات) میں پڑھا ہے کہ اللہ کی سرزمین میں شام اللہ کا خزانہ ہے اور اس کے پسندیدہ بندے بھی وہیں ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۳۵)

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی گئے اور آپ نے اپنی عم زاد حضرت سارہ سے نکاح کر لیا۔ وہ اپنے دین' اپنے رب کی عبادت اور اپنی جان اور عزت کی حفاظت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ حران (ایک جگہ کا نام) میں ٹھہرے اور جب تک اللہ نے چاہا' وہاں رہے پھر

marfat.com
Marfat.com

آپ ہجرت کر کے مصر چلے گئے پھر مصر سے شام واپس چلے گئے اور فلسطین میں ٹھہرے اور حضرت لوط علیہ السلام المؤتفکہ میں ٹھہرے جو وہاں سے ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور اس پر زائد یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے (ان) سب کو نیکوکار بنایاO اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی وحی کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھےO (الانبیاء: ۷۳-۷۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتیں

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام پر اس نعمت کا ذکر فرمایا تھا کہ اس نے ان کو ظالموں کے علاقہ سے برکت والی زمین کی طرف نجات دی۔ اس آیت میں ان کے اوپر کی جانے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ ان کو اولاد سے نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (الصّٰفّٰت: ۱۰۰) اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اسحاق عطا فرمائے اور ان کی دعا کے بغیر حضرت اسحاق کو حضرت یعقوب عطا فرمائے۔ حضرت یعقوب کو نفل فرمایا ہے کیونکہ نفل فرض پر زیادتی کو کہتے ہیں اور حضرت اسحاق کو جو یعقوب عطا فرمائے تھے' وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر زائد تھے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دوسری نعمت یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف اور اپنی توفیق سے سب کو صالح اور نیک بنایا۔

اور تیسری نعمت یہ ہے کہ ان کو امام اور نبی بنایا۔ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم سے اس کے دین کی دعوت دیتے تھے۔

اور چوتھی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی وحی سے مشرف فرمایا اور ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جو بدنی عبادات میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ کا حکم دیا جو مالی عبادات میں سب سے افضل ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور زکوٰۃ مخلوق کی شفقت پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کو میل سے پاک کرنے کے لیے نکالی جاتی ہے اور انبیاء کا مال میل سے متلوث نہیں۔ اس لیے اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے' کہ ان کو زکوٰۃ کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا نہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ سے مراد تزکیہ نفس ہو یعنی ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے باطن کو پاک اور صاف رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی پہلی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ صالح اور نیک ہیں پھر ان کی صفت میں ترقی فرما کر بیان فرمایا کہ وہ امام ہیں پھر مزید ترقی فرمائی کہ ان پر وحی کی جاتی ہے اور وہ شرف نبوت سے مشرف ہیں اور فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمتیں فرمائی ہیں' وہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھےO اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ بے شک وہ نیکوکاروں میں سے تھےO (الانبیاء: ۷۵-۷۴)

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے یہ تیسرا قصہ ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس آیت میں حضرت لوط

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کو حکم عطا فرمانے کا ذکر ہے حکم کی ایک تفسیر ہے حکمت' جس کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہو اور دوسری تفسیر ہے نبوت۔
اسی بستی سے مراد سدوم ہے۔ یہ لوگ ہم جنس پرست تھے اور مرد لڑکوں سے اپنی خواہش پوری کرتے تھے' اور حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا وہ بے شک نیک لوگوں میں سے تھے' رحمت کی تفسیر نبوت کے ساتھ کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نبوت عطا فرمانے کے لیے چن لیا کیونکہ وہ نیک شخص تھے اور نبوت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رحمت سے مراد ثواب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ان کو برے لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھا اور ان پر کشف کے دروازے کھول دیئے اور ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے انوار اور تجلیات کی بارش ہونے لگی' اور یہ ایسا بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں اور حقیقت میں رحمت سے یہی مراد ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہم نے الاعراف: ۸۰-۸۳ اور ھود: ۷۷-۸۳ میں کیا ہے۔ ان کا تفصیلی تعارف ان آیتوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ

اور اے رسول مکرم! نوح کو یاد کیجیے' اس سے پہلے' جب انہوں نے (ہم کو) پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو

الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا

اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی تکلیف سے نجات دی ○ اور ہم نے ان کی ان لوگوں کے مقابلہ میں مدد کی جنہوں نے

بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوُودَ

ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا' بے شک وہ بہت برے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ○ اور داؤد

وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ

اور سلیمان کو یاد کیجیے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے' جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت

الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا

کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے ○ سو ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو

حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ

قوت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا' اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا جو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی

وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن

اور ہم ہی یہ کام کرنے والے ہیں ○ اور ہم نے داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا تاکہ وہ تم کو جنگوں میں

marfat.com
Marfat.com

بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيحَ عَاصِفَةً

محفوظ رکھے، پس کیا تم شکر ادا کرو گے ؟ ○ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا

تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے

عٰلِمِينَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِينِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا

والے ہیں ○ اور کچھ جنات بھی ان کے تابع کر دیے تھے جو ان کے حکم سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے

دُونَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِينَ ﴿٨٢﴾ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّي

سوا بھی کام کرتے تھے، اور ہم (ہی) ان کی نگرانی کرنے والے تھے ○ اور ایوب کو یاد کیجیے جب انہوں نے اپنے رب کو

مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا

پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی پس ان کو جو

مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنٰهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا

تکلیف تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے (پہلے سے) دگنے اہل و عیال عطا فرمائے اور (یہ) عبادت

وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِينَ ﴿٨٤﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ

کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ○ اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کیجیے یہ سب

مِنَ الصّٰبِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنٰهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُمْ مِنَ

صبر کرنے والے تھے ○ ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا، بے شک یہ سب

الصّٰلِحِينَ ﴿٨٦﴾ وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ

نیکو کار تھے ○ اور مچھلی والے (یونس) کو یاد کیجیے جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر نکلے تو انہوں

نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے

marfat.com
Marfat.com

سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ

تو پاک ہے، بے شک میں (ہی) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ○ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو غم سے

مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ

نجات دے دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں ○ اور زکریا کو یاد کیجیے جب

نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾

انہوں نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ

تو ہم نے ان کی دعا سن لی اور ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیے اور ہم نے ان کی (بانجھ) بیوی کو تندرست کر دیا، بے شک وہ

كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا

(سب) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور شوق اور خوف سے ہم سے دعائیں کرتے تھے اور وہ

لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ

ہم سے عاجزی کرنے والے تھے ○ اور اس عورت (مریم) کو یاد کیجیے جس نے اپنی پاک بازی قائم رکھی تو ہم نے اس

رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً

میں اپنی روح سے پھونک دیا، اور اس کو اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا ○ بے شک یہ تمہاری

وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ

ملت ہے جو در حقیقت ایک ہی ملت ہے اور میں (ہی) تمہارا رب ہوں سو تم میری (ہی) عبادت کرو ○ اور انہوں نے اپنے دین میں (مختلف)

اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

فرقے بنا لیے، وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) نوح کو یاد کیجئے اس سے پہلے جب انہوں نے (ہم کو) پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی تکلیف سے نجات دی ○ اور ہم نے ان کی ان لوگوں کے مقابلہ

marfat.com

Marfat.com

میں مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا' بے شک وہ بہت برے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیاO
(الانبیاء: ۷۷-۷۶)

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصص بیان کیے گئے ہیں' ان میں یہ چوتھا قصہ ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ ختم کیا جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ یہ مناسبت تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر برسائے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کو انگاروں پر ڈال دیا تھا تو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا جس میں نوح علیہ السلام کی دعا سے پانی مسخر کر دیا اور تمام روئے زمین والوں کو پانی میں غرق کر دیا۔

اس آیت میں جو حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور پکار کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد ان کی وہ دعا ہے جو انہوں نے کفار کے خلاف کی تھی' جس کا اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے:

اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ O (القمر: ۱۰) میں مغلوب ہوں سو تو میرا (ان سے) انتقام لے۔

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا O (نوح: ۲۶) اور نوح نے دعا کی اے میرے رب! روئے زمین پر کوئی کافر رہنے کے قابل نہ چھوڑ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے جواب میں فرمایا:

ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا صرف کافروں اور مخالفوں کو غرق کرنے کے لیے نہیں تھی بلکہ آپ نے یہ دعا بھی کی تھی کہ جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کے طریقہ کو اپنا چکے ہیں' ان کو ان ظالموں اور مخالفوں سے نجات دے دے' اسی لیے اس آیت کے بعد فرمایا:

اور ہم نے ان کی ان لوگوں کے مقابلہ میں مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس دعا کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور ابوامامہ نے کہا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں کوئی اس قدر پشیمان نہیں ہوا جس قدر حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام پشیمان ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام ابلیس کے وسوسہ کو قبول کرنے پر پشیمان ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے خلاف دعائے ضرر کرنے کی وجہ سے پشیمان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ آپ اس قدر پشیمان نہ ہوں۔ آپ کی دعا قضاء وقدر کے موافق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۴)

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کے اذن کے تابع تھی اگر یہ دعا اللہ تعالیٰ کے اذن کے مطابق نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو کیوں قبول فرماتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان کو اور ان کے اہل کو کربِ عظیم سے نجات دی۔ اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے دین کی پیروی کی' اور کربِ عظیم سے مراد یہ ہے کہ ان کی قوم ان کی تکذیب کرتی تھی اس وجہ سے ان کو غم لاحق ہوتا تھا اور ان کی قوم ان کو اذیت پہنچاتی تھی۔ اس غم اور اس اذیت کو کربِ عظیم فرمایا جس سے ان کو نجات عطا فرمائی۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کافی عرصہ سے ان کے خلاف دعا کر رہے تھے اور اس دعا کے قبول ہونے کے انتظار میں تھے اس وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی جب ان کی دعا قبول ہوئی اور کفار غرق کر دیئے گئے تو ان کو اس غم

marfat.com
Marfat.com

سے نجات ملی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی زیادہ تفصیل ہم نے الاعراف: ۶۴-۵۹ اور ھود: ۴۸-۳۶ میں بیان کی ہے۔ اس کی تفصیل جاننے کے لیے ان آیات کی تفسیر کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے' جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے ○ سو ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا جو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی' اور ہم (ہی ہر) کام کرنے والے ہیں ○ اور ہم نے داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا تاکہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے' پس کیا تم شکر ادا کرو گے ○ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں ○ اور کچھ جنات بھی ان کے تابع کر دیئے تھے جو ان کے حکم سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی کام کرتے تھے اور ہم (ہی) ان کی نگرانی کرنے والے تھے ○

(الانبیاء: ۸۲-۷۸)

حضرت داؤد علیہ السلام کا نام و نسب

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا نام اور نسب اس طرح بیان کیا ہے:

داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عوینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارس بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل النبی علیہ السلام

وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قد چھوٹا تھا' آنکھیں نیلی تھیں' بال کم تھے اور وہ بہت پاکیزہ شخص تھے۔ جب انہوں نے جالوت کو قتل کر دیا تو بنو اسرائیل ان سے محبت کرنے لگے اور ان کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت کو جمع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ. (البقرہ: ۲۵۱) یعنی اگر بادشاہوں کو لوگوں پر حاکم مقرر نہ کیا جاتا تو طاقت ور لوگ کمزور لوگوں کو کھا جاتے۔

اور بعض آثار میں ہے کہ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کو قیام کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ا ص ۳۵۵)

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے' اور اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ نصف شب نیند کرتے تھے اور ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کے چھٹے حصے میں پھر نیند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۹)

حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت دلکش آواز عطا کی گئی تھی جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے

marfat.com

Marfat.com

تھے اور ان کے سُر کے ساتھ سُر ملاتے تھے اور ان کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کو ایسا حسن عطا کیا گیا تھا جو کسی کو عطا نہیں کیا گیا حتیٰ کہ ان کا ترنم سن کر پرندے ان کے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور یونہی بیٹھے بیٹھے بھوکے پیاسے مر جاتے حتیٰ کہ دریا چلتے چلتے رُک جاتا تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا ابوموسیٰ کو آلِ داؤد کے مزامیر (بانسریاں) عطا کیے گئے ہیں۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۳۹۸ دار الفکر بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوموسیٰ کو مزامیر داؤد عطا کیے گئے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۸۶۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر قرأت آسان کر دی گئی تھی۔ وہ گھوڑے پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالے جانے سے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۸۱۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش تم مجھے گزشتہ رات اس وقت دیکھتے جب میں تمہاری قرأت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں آلِ داؤد کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور مزین پڑھتا۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۷ معارف القرآن ج ۶ ص ۲۱۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے اور سنانے کے لیے اعمال کو مزین کرنا ریا اور گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ کی خوشی اللہ کی خوشی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت شدید غیرت تھی' وہ جب گھر سے باہر جاتے تھے تو دروازے بند کر دیتے تھے اور جب تک وہ واپس نہ آتے' ان کے گھر میں کوئی نہیں آتا تھا۔ ایک دن وہ دروازہ بند کر کے گئے' ان کی بیوی گھر کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا ایک شخص گھر کے وسط میں کھڑا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا حویلی تو بند تھی یہ شخص کہاں سے داخل ہو گیا۔ اللہ کی قسم! ہم تو حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے شرمندہ ہو جائیں گے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام آئے تب بھی وہ شخص گھر کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں وہ ہوں جو نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں اور نہ کوئی چیز اس کے لیے راستہ کی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا پھر تم بے شک ملک الموت ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو خوش آمدید کہتا ہوں پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی پھر جب ان کو غسل دیا گیا اور ان کو کفن پہنایا گیا اور ان کے امور سے فراغت حاصل کی گئی تو سورج طلوع ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے کہا حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کرو پھر پرندوں نے آپ پر سایہ کیا حتیٰ کہ تمام زمین پر اندھیرا چھا گیا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے فرمایا تم اپنے پر سمیٹ لو۔

(مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۹۴۳۲ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۶۴ دار الفکر ۱۴۱۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

قتادہ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام سو سال کی عمر گزار کر فوت ہوئے وہ بدھ کا دن تھا اور آپ کو صورۃ اچانک موت آئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کو بھی صورۃ اچانک موت آئی تھی اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو بھی صورۃ اچانک موت آئی تھی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ. (ص: ۲۵-۲۱) میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک قصہ کا ذکر ہے۔ اس کو ان شاء اللہ ہم اس آیت کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام و نسب

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

سلیمان بن داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عوینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل النبی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وورث سلیمان داؤد - الایۃ. (النمل: ۱۶) اس کی تفسیر ان شاء اللہ ہم سورۃ النمل میں کریں گے۔ نیز فرمایا وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس۔ (النمل: ۱۹) اس کی تفسیر بھی ان شاء اللہ ہم وہیں کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال اور فضائل

زہری بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور ان کے اصحاب بارش کے لیے دعا کرنے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک چیونٹی بھی ایک ٹانگ پر کھڑی ہوئی دعا کر رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا واپس چلو تم پر بارش ہو گی اس چیونٹی نے بارش کی دعا کی ہے سو اس کی دعا قبول کر لی گئی۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۴۹۲۱ البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے انبیاء سابقین میں سے ایک نبی لوگوں کو لے کر بارش کی دعا کرنے گئے اس وقت ایک چیونٹی بھی اپنی ٹانگوں کو آسمان کی طرف کیے ہوئے کھڑی تھی۔ اس نبی نے کہا واپس چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کی وجہ سے قبول ہو گئی ہے۔

(دار قطنی ج ۱ ص ۶۶ المستدرک رقم الحدیث: ۱۲۱۵ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۱۴۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیادہ احوال سورہ سبا سورہ نمل اور سورہ ص میں ہیں۔ وہاں ہم ان شاء اللہ ان کا ذکر کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مزید فضائل ہم ان شاء اللہ اس سورت (الانبیاء: ۸۲-۸۱) میں بیان کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ○ (سبا: ۱۴)

پھر جب ہم نے ان کی موت کا حکم بھیج دیا تو جنات کو کسی نے اس کی خبر نہ دی سوائے دیمک کے جو ان کے عصا کو کھا رہی تھی سو جب سلیمان گر پڑے تو جنات پر یہ منکشف ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (تعمیر کی) مشقت کی ذلت میں مبتلا نہ رہتے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو اپنے آگے ایک درخت اُگا ہوا دیکھتے۔ حضرت سلیمان درخت سے پوچھتے تیرا نام کیا ہے؟ وہ بتاتا میرا فلاں نام ہے۔ پوچھتے تم کس لیے ہو؟ اگر تم بہ طور درخت ہو تو تم کو اُگا دوں اور اگر تم دوا کے لیے ہو تو بھی میں اُگاؤں سو اسی طرح ہوتا رہتا۔ ایک دن انہوں نے نماز پڑھی تو اپنے سامنے ایک درخت دیکھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ویرانی۔ آپ نے پوچھا تم کس لیے ہو؟ اس نے کہا اس گھر کو ویران کرنے کے لیے' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! جنات کو میری موت سے اندھا (غافل) کر دے حتیٰ کہ تمام انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جنات غیب نہیں جانتے۔ انہوں نے ایک عصا تراشا اور اس پر ٹیک لگا کر ایک سال تک کھڑے رہے اور جنات ان کے سامنے تعمیر کا کام کرتے رہے (وہ پہاڑوں سے پتھر توڑ کر لاتے تھے اور محل بناتے تھے) پھر اس لاٹھی کو دیمک نے کھانا شروع کر دیا (وہ لاٹھی ٹوٹ گئی اور حضرت سلیمان گر گئے) تب انسانوں کو پتا چلا کہ اگر جنات کو غیب کا علم ہوتا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کو جان چکے ہوتے تو اس مشقت والے کام کو کب کا چھوڑ چکے ہوتے (وہ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں' وہ ان کے خوف سے بہ دستور کام کرتے رہے) پھر جنات نے اس دیمک کا شکر ادا کیا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۲۸۱' مسند البزار ۲۳۵۵' مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۱۵۵' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸۱)

امام ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باون سال زندہ رہے اور ان کی حکومت چالیس سال رہی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۱۵۵' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸۳)

مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اجتہادی اختلاف

نفش کا معنی ہے بغیر چرواہے کے رات کو بکریوں کا کھیت کو چر لینا۔ (مختار الصحاح ص ۳۸۷' المفردات ج ۲ ص ۶۴۹)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے' ان میں سے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا۔ کھیت کے مالک نے کہا اس آدمی نے اپنی بکریاں میرے کھیت میں ہانک دیں اور میرے کھیت میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا جاؤ یہ ساری بکریاں تمہاری ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا' پھر بکریوں والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا ہوا فیصلہ بتایا پھر حضرت سلیمان' حضرت داؤد علیہما السلام کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے نبی! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے' اس کے سوا ایک اور فیصلہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کھیت والے کو معلوم ہے کہ ہر سال اس کی کتنی فصل ہوتی ہے' وہ اس فصل کی قیمت بکریوں والے سے لے لے اور بکریوں والا بکریوں کے بال' ان کا اُون اور ان کے بچوں کو بیچ کر وہ قیمت ادا کر دے اور بکریوں کی نسل تو ہر سال چلتی رہتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے اور فیصلہ یہی ہے' یہ محمد بن سعد کی روایت ہے۔ اور خلیفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بکریاں کھیت والے کو دے دیں' وہ ان کے دودھ' ان کے بچوں اور ان کے دیگر منافع سے استفادہ کرے اور اس عرصہ میں بکریوں والا کھیت میں دوبارہ فصل اُگائے حتیٰ کہ جب پہلے جتنی فصل ہو جائے تو کھیت کھیت والے کے حوالے کر کے اپنی بکریاں لے لے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۶۵۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ رقم الحدیث: ۲۷۹۶۹' ج ۷ رقم الحدیث: ۳۶۲۹۱' زاد المسیر ج ۵ ص ۳۷۲-۳۷۱)

marfat.com
Marfat.com

مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ اور ان کے دلائل

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوسلیمان الدمشقی نے کہا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں نے یہ فیصلہ اپنے اپنے اجتہاد سے کیا تھا اگر اس مسئلہ میں کوئی نص ہوتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ قاضی ابویعلیٰ نے کہا اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر کسی کی بکریاں کسی دوسرے کے کھیت میں داخل ہو کر اس کو چر لیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ ہمارے اصحاب (حنبلیہ) کا مذہب یہ ہے کہ بکریوں والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۳۷۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

باغات اور کھیتوں کے مالکوں پر لازم ہے کہ وہ دن کے وقت اپنے کھیتوں اور باغات کی حفاظت کریں اور رات کے وقت بکریوں نے کھیت کا جو نقصان کر دیا تو بکریوں والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے امام مالک نے حرام بن سعد بن محیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت البراء بن عازب کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوگئی اور اس باغ کو خراب کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ والوں پر رات کو باغ کی حفاظت کرنا لازم ہے اور مویشی (پھر بھی) اگر باغات کو خراب کر دیں تو مویشی والوں پر اس نقصان کا تاوان بھرنا لازم ہے۔

(مؤطا امام مالک کتاب القضاء باب: ۲۸ رقم الحدیث: ۱۵۰۰)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ حدیث ہر چند کہ مرسل ہے لیکن اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ فقہاء حجاز نے اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کو قبول کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری ایک اونٹنی تھی وہ ایک باغ میں داخل ہوئی اور اس کو خراب کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر واجب ہے کہ وہ دن میں اپنے باغات کی حفاظت کریں اور مویشی رکھنے والوں پر واجب ہے کہ وہ رات کو اپنے مویشیوں کی حفاظت کریں اور رات کو مویشی اگر کسی کے باغ کا نقصان کر دیں تو مویشی رکھنے والوں پر اس نقصان کا پورا کرنا لازم ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۳۲ مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۵)

علامہ ماوردی شافعی فرماتے ہیں کہ دن کے وقت مویشیوں نے کھیتوں یا باغات کو جو نقصان پہنچایا ہے اس نقصان کو پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ مویشیوں والوں کے لیے دن کے وقت مویشیوں کی حفاظت کرنا دشوار ہے اور رات کے وقت ان کی حفاظت کرنا دشوار نہیں ہے (کیونکہ دن کے وقت وہ ان کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور رات کے وقت ان کو باندھ کر رکھتے ہیں) پس مویشی رکھنے والوں پر رات کے وقت ان کی حفاظت کرنا واجب ہے اس لئے اگر رات کو کسی کے مویشی نے کسی کے کھیت یا باغ کا نقصان کر دیا تو اس کا پورا کرنا مویشی والوں پر واجب ہے اور دن کے وقت کھیتوں اور باغات والوں پر اپنے اموال کی حفاظت کرنا واجب ہے اس لیے دن کے وقت آپ نے ان کے نقصان کی تلافی کا حکم نہیں دیا کیونکہ یہ نقصان ان کی کوتاہی کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ بہت بہترین قضاء ہے اور اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (النکت والعیون ج ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ اور ان کے دلائل

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بکریوں کے کیے ہوئے نقصان کی تلافی کے متعلق حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا کیا ہوا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ حکم دیا تھا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا تھا کہ بکریوں کے بچے اور ان کا اُون کھیت والے کو دیا جائے' اور اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت کو خراب کر دیں' اس پر اپنی بکریوں یا ان کے بچے کھیت والے کو تاوان میں دینا واجب نہیں ہے اور نہ ان کا اُون اور دودھ سپرد کرنا واجب ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ دونوں حکم منسوخ ہو چکے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ قصہ دو حکموں کو شامل ہے ایک یہ کہ بکریوں والے پر تاوان واجب ہے اور دوسرا اس تاوان کی کیفیت ہے' جو حکم منسوخ ہوا ہے وہ تاوان کی کیفیت ہے نفس تاوان تو منسوخ نہیں ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نفس تاوان بھی منسوخ ہو چکا ہے اور یہ وہ حدیث ہے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول اور مسلم ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مویشی کسی کو زخمی کر دیں تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے' کنویں میں گرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے' کان میں دب جانے کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۱۲' ۱۴۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۹۹' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۸۳۷۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۶۷۵' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۰۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹)

امام بخاری نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ مویشیوں کے زخمی کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ امام ابن سیرین نے کہا کہ جانور کے لات مارنے پر علماء تاوان نہیں دلاتے لیکن اگر لگام موڑتے وقت جانور کسی کو زخمی کر دیتا تو علماء سوار سے تاوان دلاتے تھے' اور حماد نے کہا کہ لات مارنے پر تاوان نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی شخص جانور کو اُکسائے تو اُکسانے والے پر تاوان ہوگا۔ شریح نے کہا اس صورت میں تاوان نہیں ہوگا جبکہ پہلے اس نے جانور کو مارا پھر جانور نے اس کو لات ماری۔ حکم نے کہا کہ اگر کوئی مزدور گدھے کو ہانک رہا ہو جس پر عورت سوار ہو پھر وہ عورت گر جائے تو مزدور پر کوئی تاوان نہیں۔ شعبی نے کہا اگر جانور اس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے تو وہ جانور کے کسی نقصان کا ضامن نہیں۔

علامہ جصاص حنفی فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مویشی اگر کسی انسان کا یا اس کے مال کا کوئی نقصان کر دیں تو اس مویشی کے مالک پر کوئی تاوان نہیں ہے' جبکہ اس نے خود اس جانور کو نہ چھوڑا ہو اور جب کہ صحیح بخاری کی اس حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے تو اس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ مویشی اگر کسی کے کھیت یا باغ کو نقصان پہنچائیں تو مویشی کے مالک پر کوئی تاوان نہیں ہے خواہ رات کا وقت ہو یا دن کا وقت ہو۔ (جب کہ اس نے مویشیوں کو نہ بھیجا ہو) اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قصہ سے جو حکم ثابت ہوا ہے' وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے قصہ سے جو حکم ثابت ہوا ہے وہ بھی منسوخ ہو چکا ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ دن کے وقت مویشیوں نے جو نقصان کیا ہے اس پر تاوان نہیں ہے' اور رات کے وقت جو انہوں نے نقصان کیا ہے اس پر تاوان ہے' جب کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں یہ ہے کہ رات ہو یا دن مویشیوں کے از خود کیے ہوئے نقصان پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ خواہ رات ہو یا دن اور حضرت البراء کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت کیے ہوئے نقصان پر جو تاوان

marfat.com
Marfat.com

واجب کیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ مویشی کے مالک نے مویشی کو خود کسی کے باغ یا کھیت میں چھوڑا ہو اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب مویشی کا مالک کسی کے باغ یا کھیت میں از خود مویشی چھوڑے گا اور وہ باغ یا کھیت کا نقصان کر دیں تو اس کو اس نقصان کا تاوان دینا ہوگا خواہ رات ہو یا دن' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قصہ کا بھی یہی محمل ہو کہ بکریوں کے مالک نے اپنی بکریوں کو رات کے وقت چھوڑ دیا اور وہ بکریاں کسی کا کھیت چر گئیں اور اس کو اس کا علم ہو۔ اس وجہ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے بکریوں والے پر تاوان واجب کیا اور اب ان کا کیا ہوا فیصلہ ہماری شریعت کے بھی خلاف نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوبکر رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی مسئلہ میں مجتہدین کا اختلاف ہو تو اس میں جانب حق' واحد ہے یا متعدد' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حق واحد ہوتا ہے۔ ففھمنٰھا سلیمان پس ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسئلہ کی فہم کے ساتھ خاص کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں جانب حق تک صرف وہی پہنچے تھے نہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام' کیونکہ اگر دونوں جانب حق تک پہنچے ہوتے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو فہم کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کی رائے صحیح ہوتی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کو غلط نہیں فرمایا اور ان کو اس فیصلہ پر ملامت نہیں کی اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کی رائے صحیح تھی' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی فہم کے ساتھ اس لیے تخصیص کی کہ حضرت سلیمان حقیقت مطلوب تک پہنچ گئے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام نہیں پہنچے تھے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کا حکم وحی سے تھا' ان کے اجتہاد سے نہیں تھا لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے حکم کو پختہ نہیں کیا تھا اور نہ اپنے فیصلہ کو جاری کیا تھا' یا ان کا یہ فیصلہ بہ طریق فتویٰ تھا یا ان کا یہ فیصلہ کسی شرط پر موقوف تھا جس کو بیان نہیں کیا گیا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فیصلہ کو جاری کر دیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مجتہدین کے مختلف اقوال میں حق صرف واحد ہوتا ہے۔ امام مالک سے اختلاف صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ بعض صحابہ خطا پر ہوتے ہیں اور بعض صحابہ صواب پر ہوتے ہیں' اور ان کے تمام اقوال صحیح نہیں ہوتے۔ اور یہ کہنا کہ کسی ایک مسئلہ میں ہر مجتہد کا قول صحیح ہوتا ہے' یہ قول اس کو واجب کرتا ہے کہ ایک چیز حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو اور واجب بھی ہو اور مستحب بھی' اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کا قول صحیح ہوتا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احزاب کے دن فرمایا تم میں سے کوئی شخص بنی قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے پھر بعض صحابہ کو راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ میں نہیں پہنچ جائیں گے عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ بعض صحابہ نے کہا بلکہ ہم نماز پڑھیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی فریق کو اس پر ملامت نہیں کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۴۶' ۴۱۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۰)

marfat.com

Marfat.com

جو فریق یہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کی رائے صحیح ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ میں کسی فریق کی رائے غلط ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معین کر دیتے' اور دوسرا فریق اس کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ آپ نے کسی ایک کی رائے کو اس لیے غلط نہیں فرمایا کیونکہ وہ گناہ گار نہیں تھا بلکہ ماجور تھا اس لیے وہ تعیین سے مستغنی تھا۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۲۱۹-۲۱۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! ان کے درمیان فاصلہ کرو۔ حضرت عمرو نے کہا یارسول اللہ! میری بہ نسبت فیصلہ کرنے کے آپ زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا ہرچند کہ میں ہوں۔ انہوں نے کہا اگر میں نے فیصلہ کر دیا تو مجھے کیا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے ان کے درمیان درست فیصلہ کیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور خطا کی تو تم کو ایک نیکی ملے گی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۹۷۸' عالم الکتب)

اس حدیث میں اہل سنت رحمہم اللہ کی دلیل ہے کہ مجتہد صواب کو بھی پہنچتا ہے اور خطا کو بھی' اور اس آیت میں بھی اس پر دلیل ہے۔ ففھمنھا سلیمن ۔ (الانبیاء: ۷۹) اور فہم کا معنی ہے' حق کو پہنچنا' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کے ساتھ خاص فرمایا' اور مجتہد نے اگر خطا کی تو وہ معذور ہے یہ اس وقت ہے جب حق واضح نہ ہو تو اس کو اپنے اجتہاد کا ثواب ملے گا سو جو شخص اپنے اجتہاد سے مطلوب تک پہنچ گیا تو اس کو اجتہاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور اپنی کوشش سے حق تک پہنچنے کا بھی ثواب ملے گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے دس نیکیاں ہوں گی اور اگر اس نے خطا کی تو اجتہاد کرنے کی وجہ سے اس کو پھر بھی ایک نیکی ملے گی۔ (المبسوط ج ۱۶ ص ۸۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک اور مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اختلاف

احادیث میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے ایک اور فیصلہ کا بھی ذکر ہے جس میں ان دونوں کا اختلاف تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عورتیں تھیں اور ان کے ساتھ دو بچے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو کھا گیا۔ ایک نے دوسری سے کہا بھیڑیے نے تمہارے بچے کو کھایا ہے اور دوسری نے کہا بھیڑیے نے تمہارے بچے کو کھایا ہے پھر ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: مجھے چھری لا کر دو۔ میں اس بچہ کو کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں پھر اس کو تم دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ تب چھوٹی عورت نے کہا نہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ اسی کا بچہ ہے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی چھوٹی عورت کے حق میں بچے کا فیصلہ کر دیا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کیسے فیصلہ کر دیا تھا۔ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ کسی دلیل کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے نزدیک بڑی عورت کا قول راجح ہو اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ بچہ بڑی عورت کے ہاتھ میں ہو جو اس پر قرینہ تھا کہ بچہ اس کا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ وہ بچہ شکل وصورت میں بڑی عورت کے مشابہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں بڑے کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہو اور یہ کہ چھوٹی عورت اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکی ہو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ کر دیا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کے خلاف کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان عورتوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے فیصلہ کو قطعی اور حتمی قرار نہیں دیا تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ جب مقدمہ کا کوئی فریق دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ لے جائے تو وہ کسی دلیل کی بناء پر پہلے فیصلہ کے خلاف فیصلہ دے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک لطیف حیلہ سے اس چھوٹی عورت کے صدق کو جان لیا۔ انہوں نے کہا میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں اگر بڑی عورت اس کی واقعی ماں ہوتی تو وہ حضرت سلیمان کو اس سے منع کرتی کیونکہ اس طرح وہ بچہ مرجاتا جبکہ منع چھوٹی عورت نے کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچہ اسی کا ہے بڑی عورت کا نہیں ہے کیونکہ وہ خاموش رہی تھی۔ (المفہم ج ۵ ص ۱۷۷۔۱۷۶ شرح مسلم للنووی ج ۷ ص ۴۷۳۶۔۴۷۳۵)

انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بھی بحث کی ہے کہ آیا انبیاء علیہم السلام کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ہم نے اجتہاد کے متعلق شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن دونوں میں یہ بحث کی ہے۔ شرح صحیح مسلم کے عنوان یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی آراء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر قرآن مجید سے دلائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر احادیث سے دلائل، اجتہادی خطاء منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد اتباع وحی کے خلاف نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر اعتراضات کے جوابات۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۷۷۔۲۶۸)

تبیان القرآن میں اس بحث کے عنوان یہ ہیں:

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے منافی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلائل، صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل، آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے۔ اجتہاد کی تعریف، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق علمائے اسلام کے مذاہب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے عدم جواز کے قائلین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز کے قائلین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۸۳۔۴۷۶)

عصرِ حاضر میں اجتہاد کرنے کی تحقیق

انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کے اجتہاد پر تو شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور تبیان القرآن جلد ثالث میں بحث آگئی ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں بھی نئے پیش آمدہ حالات اور نئے اور تازہ مسائل میں اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں پہلے ہم ضرورتِ اجتہاد پر نظر ڈالیں گے پھر مجتہد کی تعریف ذکر کریں گے، اس کے بعد طبقات فقہاء کا بیان کریں گے اور اخیر میں بعض عصری مسائل میں متاخرین علماء کے اجتہاد کی مثالیں بیان کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ جن عصری مسائل کا فقہ کی سابقہ کتب میں ذکر نہیں ہے، ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے اب بھی اجتہاد کرنا جائز ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ اب اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ضرورتِ اجتہاد

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اب اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ تتبع اور استقراء سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ علم وفضل میں اب اس پائے کے لوگ نہیں ہیں جو اجتہاد کے اصولِ کلیہ وضع کر کے مجتہد فی الشرع کا مقام پا سکیں یا فروع میں وہ مقام پا سکیں جو اصحاب ابی حنیفہ کا ہے' لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس زمانہ میں ایسے پختہ اور ثقہ اصحاب فتویٰ علماء موجود ہیں جو دورِ حاضر میں پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل کا اصول وفروع میں اپنے امام کی اتباع کرتے ہوئے حل تلاش کر سکیں اور یہی لوگ مجتہد فی المسائل کہلانے کے مستحق ہیں' جس طرح امام ابوجعفر طحاوی اور امام قاضی خان نے اپنے اپنے دور میں پیش آنے والے مسائل کا اصول وفروع کی پابندی کرتے ہوئے استخراج اور استنباط کیا۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ آج کے ارباب حل وکشاد انفرادی طور پر یا علماء کا ایک بورڈ بنا کر موجودہ دور کے مسائل کے لیے فقہ اسلامی سے رہنمائی نہ مہیا کر سکیں۔ مثلاً لاؤڈ اسپیکر پر نماز' ریل گاڑی اور طیارہ میں نماز' ریڈیو پر رویت ہلال کا اعلان' اعضاء کی پیوند کاری' انگریزی دواؤں سے علاج' مردے کا پوسٹمارٹم' قطبین میں نماز اور روزے کا مسئلہ نئے اوزان کی اوزان شرعیہ سے تطبیق' غیر سودی بینکاری' چور کے کٹے ہوئے ہاتھ سے انتفاع' بیمہ کا جواز یا عدم جواز' پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ' انعامی بانڈ لینے کا جواز یا عدم جواز۔ ایک شخص کسی شہر میں عید کر کے آیا اور دوسرے شہر میں رمضان پایا تو روزہ رکھے یا نہیں۔ کسی شخص نے تیس سال پہلے ایک ہزار روپیہ قرض لیا اب تیس سال بعد وہ قرض خواہ کو ایک ہزار ہی ادا کرے گا جبکہ اس کی مالیت اب سو روپیہ رہ گئی ہے یا سونے کے حساب سے زیادہ رقم' نوٹوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے سونا معیار ہو گا یا چاندی' اس قسم کے سینکڑوں مسائل بیسویں صدی میں ایجاداتِ زمانہ کی تیز رفتار ترقی اور بدلتے ہوئے حالات نے پیدا کر دیئے ہیں اور ان کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے اور مجتہد فی المسائل قسم کے علماء ہی اس ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔

مجتہد کی تعریف

علامہ محب اللہ بہاری نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد وہ مسلمان فقیہ ہے جو حکمِ شرعی کا استخراج کرنے کے لیے اپنی تمام علمی صلاحیت کو بروئے کار لائے اور انہوں نے مجتہد کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے دلائل پر کم سے کم اجمالی نظر رکھتا ہو اور احکام سے متعلق قرآنِ کریم کی آیات کے معانی' فصاحت وبلاغت اور صرف ونحو اور قرأت کی باریکیوں اور اصولِ استخراج کے علم کا ماہر ہو۔

اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو۔ اس طرح جو احادیث احکام سے متعلق ہیں ان تمام احادیث پر اس کی نظر ہو' ان احادیث کی سند پر راویوں کے احوال سے باعتبارِ قوت اور ضعف کے واقف ہو' تعدد اسانید کے اعتبار سے متواتر' مشہور' مستفیض اور غریب کے فرق سے واقف ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معمولات اور اقوال میں منشاء رسالت تلاش کر کے ان میں تطبیق دینے یا نسخ کا فہم رکھتا ہو' آثار صحابہ سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کون سے عمل کو آخری عمل قرار دیا' کس عمل کو خصوصیت قرار دیا اور متعارض احادیث کی کس طرح توجیہ کی' جس مسئلہ پر اہل علم کا اجماع ہو چکا ہو' اس پر مطلع ہو اور جس پیش آمدہ مسئلہ کا حل صراحتاً کتاب' سنت' آثار اور اجماع سے نہ حاصل ہو سکے' اس کو اس مسئلہ کے اشباہ ونظائر پر قیاس کر کے حاصل کر سکے۔ ایک مجتہد جب قرآن یا حدیث کے متن سے استدلال کرتا ہے تو عموماً اس کے استدلال کے چار طریقے ہوتے ہیں۔ کتاب' سنت' اجماع اور قیاس۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج ۲ ص ۳۶۲' مطبوعہ مصر ۱۹۷۰ء)

marfat.com
Marfat.com

طبقات فقہاء

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے حسب ذیل چھ طبقات ہیں:

۱۔ مجتہد مطلق

اس کو مجتہد فی الشرع بھی کہتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو قواعد واصول مقرر فرماتے ہیں اور احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں اور اصول و فروع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ جیسے ائمہ اربعہ۔

۲۔ مجتہد فی المذہب

یہ صرف اصول میں اپنے امام کے تابع ہوتے ہیں اور ادلہء اربعہ سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ اپنے امام سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔ جیسے اصحاب ابی حنیفہ وغیرہ۔

۳۔ مجتہد فی المسائل

یہ اصول و فروع میں اپنے امام کے تابع ہوتے ہیں اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی' ان میں امام کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔ جیسے ابوجعفر طحاوی۔

۴۔ اصحاب تخریج

انہیں اجتہاد پر قدرت نہیں ہوتی لیکن اصول اور اس کے مآخذ پر انہیں مکمل عبور ہوتا ہے' اس لیے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوبکر رازی' ابوبکر جصاص اور کرخی۔

۵۔ اصحاب ترجیح

یہ بعض روایتوں کو بعض دوسری روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری اور صاحب ہدایہ۔

۶۔ ممیزین

یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح' اصح' قوی' ضعیف اور ظواہر و نوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور انہیں روایات کو باہم ممیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحب کنز اور صاحب شرح وقایہ وغیرہا۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۶۶-۱۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اب ہم بعض عصری مسائل میں بعض متاخرین علماء اور فقہاء کے اجتہاد کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق متاخرین علماء کا اجتہادی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں:

فرض و واجب جیسے وتر اور نذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے' پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے (الی قولہ) لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جہت العباد ہوا اور ایسے منع کے متعلق حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۷' مطبوعہ سنی دار الاشاعت' لائل پور)

فقیہ العصر مولانا محمد نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ اس مسئلے کے متعلق لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

چلتی ریل گاڑی' چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا و بھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودیکہ پانی پر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلاواسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز فرض بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۲۰۸' مطبوعہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور)

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۷۔۳۹۷ میں کر دی ہے۔

لاؤڈ اسپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنے کے متعلق اجتہادی حکم

لاؤڈ اسپیکر کے مائیک پر نماز پڑھانے یا پڑھنے کے متعلق مولانا نور اللہ نعیمی لکھتے ہیں:

بلاشک وشبہ و گنجائش ریب قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ اور اجماع عملی و نقول مذہبیہ فقہیہ سے اس کا جواز آفتاب بے حجاب سے بھی زیادہ واضح و بے نقاب ہے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۳۶۹' مطبوعہ بصیر پور)

روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کے متعلق اجتہادی حکم

روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کے متعلق مولانا نور اللہ نعیمی لکھتے ہیں:

ایسے عام ٹیکے جن میں دوائی جوف (پیٹ) و دماغ تک بذریعہ سوئی نہیں جاتی بلکہ سوئی رہتی ہی جوف سے بالائی یا زیریں حصوں میں ہے' روزہ فاسد نہیں کرتے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۱۱۲' مطبوعہ بصیر پور)

مولانا محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا مختلف فیہ ہے یعنی اس میں اختلاف ہے۔ ہماری رائے کے مطابق اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا روزہ دار کو انجکشن لگوانے سے بچنا چاہیے۔ انجکشن دن میں لگوانا ضروری نہیں' رات میں بھی لگوایا جا سکتا ہے۔ اس لیے رات میں لگوائیں۔ (وقار الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۲۹' مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی' ۱۴۱۹ھ)

مفتی وقار الدین صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک بار بریلی میں طاعون پھیل گیا' اسکول میں انجکشن لگائے جا رہے تھے۔ لڑکوں نے کہا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فتویٰ لیا جائے' وہ لڑکے بریلی شہر کے تھے۔ وہ فتویٰ لینے گئے اور فتویٰ لائے تو ہم نے پوچھا کہ کہاں سے فتویٰ لیا ہے تو کہا کہ بڑے مولوی صاحب سے لائے ہیں۔ اتنی بات طالب علمی کے زمانہ میں سنی تھی چونکہ اس وقت اعلیٰ حضرت کو بڑے مولانا صاحب کہا جاتا تھا' اس فتویٰ کو ہیڈ ماسٹر نے دیکھ کر کہا جب بڑے مولوی صاحب نے لکھ دیا پھر تو نہیں لگ سکتا۔ یہ تذکرہ اعلیٰ حضرت کا میرے سامنے ہوا تھا۔

(حیات وقار الملت ص ۲۳' ملخصاً محصلاً' مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی' ۱۹۹۳ء)

اس مسئلہ کی مفصل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۸ میں کی ہے اور تبیان القرآن ج ۱ ص ۷۰۸۔۷۰۷ میں بھی اس کا ذکر ہے۔

ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اُجرت لینے کا اجتہادی حکم

ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اُجرت کے متعلق مفتی وقار الدین مرحوم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے لکھا:

ریڈیو اور ٹی وی مشینی آلات ہیں' ان سے جائز کام بھی لیے جاتے ہیں اور ناجائز کام بھی۔ یہ صرف حرام کام کے لیے استعمال نہیں ہوتے اور نہ محض غلط کاموں کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح چھری اور بندوق وغیرہ جیسے آلات سے جہاد بھی کیا جاتا ہے اور اپنے ذاتی کاموں اور شکار میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور ان ہی سے انسان کو قتل کرنے والا فعل قبیح بھی

marfat.com
Marfat.com

کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو آلات صرف معصیت کے لیے متعین نہ ہوں ان کا بنانا اور مرمت کرنا جائز ہے تو ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کرنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اس کی مرمت کی اُجرت بھی حلال ہے۔ (وقار الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ کراچی)

حالت اضطرار میں مریض کو خون دینے کے متعلق اجتہادی حکم

جان بچانے کے لیے مریض کو خون دینے کے مسئلہ میں مفتی وقار الدین لکھتے ہیں:

خون کی حرمت و نجاست قطعی ہے۔ قرآن پاک نے اسے ناپاک قرار دیا ہے۔ (المائدہ: ۳) اس لیے اس کی خرید و فروخت اور اس کا استعمال سب ناجائز ہے۔ لہٰذا مریض زندہ رہے یا ہلاک ہو جائے دونوں صورتوں میں ایسا کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔ (وقار الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ کراچی)

مفتی نور اللہ نعیمی اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ایسی ضرورت شدیدہ کے وقت کہ زخمی مجاہد کی زندگی خطرہ میں ہو اور کوئی نافع دوائی خون کے بغیر نہ ملے تو استعمال خون بقدر ضرورت شرعاً جائز ہوگا۔ (الی قولہ) بہرحال روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایسے مریض کے لیے ایسی ضرورت کے وقت انسانی خون کا استعمال جائز ہے اور جب استعمال خون جائز ہے تو خون کے عطیات پیش کرنے بھی جائز ہوں گے۔

(فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۵۵۔ ۴۵۲ ملخصاً مطبوعہ بصیر پور ۱۹۸۳ء)

ہم نے اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳۲۔ ۸۳۰ اور تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۶۷ میں کی ہے۔

ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں کے استعمال کے متعلق اجتہادی حکم

امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ نجس ہے ان کا کھانا حرام بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شے لگی ہوئی ہو نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۹۶۶ء لکھتے ہیں:

لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی زبانی سنا یہ معلوم ہوا کہ یہ (اسپرٹ) بھی اس شراب سے نہیں بنائی جاتی جس کو شرعاً خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ (اسپرٹ) ایسی شراب کا جوہر ہے جو گنے وغیرہ سے بنائی گئی ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بغرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ مظہریہ ص ۲۹۸ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مفتی وقار الدین اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ہومیو پیتھک کی کوئی دوا بغیر الکحل کے نہیں بنتی۔ الکحل شراب ہے لہٰذا ہومیو پیتھک کی دوا کھانا ناجائز ہے۔ (الی قولہ) ایلو پیتھک کی ہر دوا میں الکحل نہیں ہوتا۔ ٹیبلیٹ اور کیپسول میں الکحل نہیں ہوتا' پتلی دوائیوں میں سے کچھ میں شامل ہے' کچھ میں نہیں۔ لہٰذا جس دوا میں الکحل ہوگا' اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت ناجائز ہوگی اور جس میں الکحل شامل نہیں' وہ جائز ہے۔ (وقار الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴ ملخصاً مطبوعہ کراچی)

مفتی نور اللہ نعیمی اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ہاں اس میں شک نہیں کہ انگریزی ادویہ کا استعمال شرقاً غرباً عرباً عجماً عام ہو چکا ہے اور یہ بھی متیقن و متعین کہ تمام ذواؤں

marfat.com
Marfat.com

میں عموماً شراب کی ملاوٹ نہیں ہوتی بلکہ صرف تر اور سیال دواؤں میں سے بعض میں ہوتی ہے اور وہ بھی یقینی نہیں کہ انگوری ہوتی ہے' تو اندریں حالات غیر مسکر دواؤں کا استعمال جائز و حلال ہونا چاہیے کہ ایک ایک دوائی کے متعلق شراب کی آمیزش یقینی نہیں ہے حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے وذالک ثابت کالشمس والامس من الایات المتکاثرة والاحادیث المتوافرة و نصوص الائمة الکرام والمشائخ العظام علیٰ کثرتھا بلکہ فتاویٰ امام قاضی خاں فقیہ النفس ص ۷۷۹ میں ہے:

لیس زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین.

بلکہ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۰۵ میں ہے:

قال محمد وبه ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه وھوقول ابی حنیفة واصحابه کذافی الظھیریة

تو واضح ہوا کہ حرمت و نجاست عارضی ہیں لیکن ان کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ خصوصی دلیل ہو اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ممکن نہیں اور یہ بھی واضح کہ احتیاط یہ نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ وثبوتِ کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر افتراء کیا جائے اور بازاری افواہ بھی قابلِ اعتبار نہیں کہ احکامِ شرع کی مناط و مدار بن سکے۔ نیز کسی شے کا محلِ احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یا اس قوم کی استعمالی یا بنائی ہوئی اشیاء مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں۔ چنانچہ مسائل کثیرہ فقہیہ سے یہ چیز روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ مثلاً وہ کنویں جن سے کفار' فجار' جہال' گنوار' نادان بچے' بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں' شرع مطہران کی طہارت کا حکم دیتی ہے' ان سے شرب و وضورو افرماتی ہے اور یونہی گلی کوچوں میں پھرنے والے جوتوں سے کوئی جوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو تو کنواں طاہر ہے اور اس قسم کے بکثرت اور مسائل ہیں جن کی فتاویٰ عالمگیری' البحر الرائق' شامی' قاضی خان وغیرہا کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے اور فتاویٰ رضویہ شریفہ جلد ۲ میں نہایت تشریح ہے۔ سائل فاضل نے یہ درست فرمایا کہ انگریزی ادویہ میں عمومِ بلویٰ اور ابتلاء کا اعتبار ہونا چاہیے اور ایسی صورت میں ضرورت کے لیے روایتِ ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے۔ چہ جائیکہ حضرت امامِ عالی مقامِ اوّل اور حضرتِ امام ثانی رضی اللہ عنہما کا مذہب شریف معاذ و ملاذ بن جائے حالانکہ ہمارے پیارے ارحم الراحمین رب تبارک وتعالیٰ اور سراپائے رحم وکرم محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تیسیر پسند اور حرج وتعسیر مرفوع ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: یرید اللہ بکم الیسر و لایرید بکم العسر ۔(پ۲ ع۷) نیز فرمایا: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔(پ۱۷ ع۱۷) الی غیر ذلک من الایات والاحادیث الصحیحة الصریحة ۔

البتہ ایلوپیتھک ادویہ کی طرح ہومیو پیتھک ادویہ کا استعمال فقیر کی نظر میں حد ابتلاء تک نہیں پہنچ سکا تو ان میں اباحت اصلیہ اور عدم تیقنِ نجاست سے ہی جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۶۰-۴۵۸' مطبوعہ بصیر پور)

ہم نے اس مسئلہ کی مکمل تحقیق اور تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴۳-۸۳۰ میں کی اور تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۷۶-۶۶۷ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

بعض دیگر مسائل اجتہادیہ

جن اجتہادی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ بھی کچھ تازہ اور نئے مسائل ہیں جن پر ہم نے گفتگو کی ہے۔ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر رمضان' عید اور قربانی کرنا۔ اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۷-۵۷ میں بحث کی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید بھی ایک نیا مسئلہ ہے۔ اس پر ہم نے مفصل بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸۷-۸۷۸

marfat.com
Marfat.com

کی ہے۔ استقاط حمل پر شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۹۸-۸۹۱ میں تفصیل ہے۔ تازہ ترین مسئلہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۴۷-۹۳۵ میں اس کی بحث ہے۔ ٹیلی فون پر نکاح بھی ایک نیا مسئلہ ہے' اس کا ذکر شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۲۹-۸۲۸ میں ہے۔ اعضاء کی پیوند کاری بھی اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۶۲-۸۴۳ میں گفتگو کی ہے۔ انعامی بانڈز کے جواز کی بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۲۴-۱۱۱ میں کی ہے اور بیمہ کے متعلق شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۸۶۷-۸۴۶ میں لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نئے تازہ مسائل ہیں' یہ سب جدید مسائل ہیں اور سائنس کی تیز رفتار ترقی اور نئی نئی ایجادات کے نتیجے میں ظہور میں آئے ہیں۔ اس لیے ان پر از سر نو غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا معنی

یہ جو کہا جاتا ہے ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے اصول کلیہ وضع کیے' جن کے تحت مسائل کا استنباط اور استخراج کیا جاتا ہے اور بعد کے لوگ اصول کلیہ وضع کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے لیکن ان اصول کے تحت متقدمین فقہاء نے اجتہاد کیا اور اب بھی ان ہی قواعد کی روشنی میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً امام اعظم کا اصول ہے کہ وہ قرآن مجید کو احادیث پر مقدم کرتے ہیں اور متعارض احادیث میں حتی الامکان تطبیق دیتے ہیں' اور اگر احادیث قرآن مجید سے متصادم ہوں تو قرآن مجید کے مقابلہ میں احادیث کو ترک کر دیتے ہیں اور احادیث کو اقوال صحابہ پر مقدم رکھتے ہیں اور اقوال صحابہ کو اقوال تابعین پر مقدم رکھتے ہیں۔ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرتے' فرض قطعی اور فرض ظنی اور اسی طرح حرام قطعی اور حرام ظنی میں فرق کرتے ہیں' اسی طرح باقی ائمہ کے بھی اصول ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ سو اگر کوئی ایسا نیا مسئلہ ہو جس کا حل سابقہ فقہ کی کتابوں میں نہ ہو تو اس کی دوسری نظائر پر قیاس کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے اور اگر اس کی نظائر بھی نہ مل سکیں تو اپنے اپنے امام کے اصول اور قواعد کے مطابق کتاب' سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے۔

مویشیوں میں اللہ کے حقوق

اس آیت میں مویشیوں کا ذکر ہے جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ مویشیوں کے احکام سے متعلق بھی چند احادیث ذکر کر دیں۔ مویشیوں کے کچھ احکام حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور کچھ حقوق العباد سے۔ اللہ کے حقوق میں سے اہم حق مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے' یاد رہے کہ ان مویشیوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو قدرتی چراگاہوں میں گھاس چرتی ہیں اور جن مویشیوں کو خرید کر چارہ کھلایا جاتا ہے' ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونا چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے' قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے پرت بنائے جائیں گے اور دوزخ کی آگ سے اس کو تپایا جائے گا اور اس کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد دوبارہ پھر کیا جائے گا جب ایک دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اس دن یہ عمل مسلسل کیا جائے گا۔ بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے کر دیئے جائیں گے تو اس کو جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اونٹ والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا؟ فرمایا جو اونٹ والا اونٹوں کا حق (ان کی زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا اور اونٹوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کے دن اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر غریبوں کو پلایا جائے۔ (ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو) قیامت کے دن چٹیل زمین پر اوندھا لٹا دیا جائے گا اس وقت اونٹ آئیں گے در آں حالیکہ وہ بہت فربہ ہوں گے اور ان کا کوئی بچہ تک گم نہیں ہو گا' وہ اس شخص کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹیں گے' ان کا ایک ریوڑ گزر جائے گا تو پھر دوسرا آ جائے گا' پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ

marfat.com
Marfat.com

سلسلہ یونہی جاری رہے گا حتیٰ کہ جب لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اس کو جنت یا دوزخ کا راستہ دکھایا جائے گا۔ عرض کیا
یارسول اللہ! گائے اور بکریوں والوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا جو گائے اور بکریوں والا ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے
قیامت کے دن چٹیل زمین میں اسے منہ کے بل گرایا جائے گا' تمام گائیں اور بکریاں اس کو کھروں سے روندیں گی اور اس
سینگوں سے ماریں گی۔ اس روز ان میں کوئی اُلٹے سینگوں والی ہوگی نہ بغیر سینگوں والی' نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں والی' ایک ر
گزرنے کے فوراً بعد دوسرا ریوڑ آ جائے گا اور پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یونہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیا
فیصلہ کر دیا جائے گا پھر اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۸۷)

مویشیوں میں بندوں کے حقوق

کسی اونٹنی' گائے' یا بکری کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دوہنا جائز نہیں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص
مویشیوں کے پاس سے گزر ہو اگر مویشیوں کے پاس ان کا مالک موجود ہے تو اس سے اجازت طلب کر لے' اگر وہ اجازت
دے دے تو ان کا دودھ دوہ کر پی لے اور اگر وہاں کوئی نہ ہو تو تین بار آواز دے اگر کوئی شخص اس کی آواز کا جواب دے تو اس
سے اجازت حاصل کرے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ دوہ کر پی لے لیکن دودھ ساتھ لے کر نہ جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۸۷۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۵۹' المسند الجامع رقم
الحدیث: ۵۰۱۰)

تین بار آواز کا جواب نہ آنے پر دودھ پینے کی اجازت حالتِ اضطرار پر محمول ہے۔ یعنی جب اس کو شدید بھوک لگی ہو اور
اگر اس نے دودھ نہ پیا تو وہ مر جائے گا۔

مویشیوں کو گیابھن کرنے کی اُجرت کی تحقیق

لوگوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ مادہ کو گیابھن کرنے کی اُجرت نہ لی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کو مادہ کے گیابھن کرنے کے لیے
دینے کی اُجرت سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۸۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو نر کی جفتی کی بیع یا اس کے کرایہ کو حرام کہتے ہیں۔ صحابہ کی ایک جماعت
کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نر کے مادہ منویہ کی عرف میں کوئی قیمت
اور نہ اس کی مقدار معلوم ہے اور نہ اس کو سپرد کرنا قدرت میں ہے' اور اس کو کرائے پر دینے کے متعلق دو قول ہیں زیادہ صحیح قول
یہ ہے کہ وہ بھی ممنوع ہے۔ امام مالک کے نزدیک اگر نر کو جفتی کے لیے کرائے پر لیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ پہلے یہ طے کر
جائے کہ نر مادہ کو اتنی بار ضرب لگائے گا اور اتنی مدت کے لیے یہ عمل کیا جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت تک نر کو کرا
پر لیا جائے حتیٰ کہ مادہ گیابھن ہو جائے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ حسن بصری' ابن سیرین اور عطا نے اس کو بھی جائز کہا ہے جب کہ ما
کو گیابھن کرنے کی اور کوئی صورت نہ ہو۔ علامہ ابن بطال نے کہا بعض علماء نے حسبِ ذیل حدیث سے اس کے کرائے
جواز پر استدلال کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بنو کلاب کے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نر کی جفتی

marfat.com
Marfat.com

ئے کے متعلق سوال کیا آپ نے منع فرمایا۔ اس شخص نے کہا ہم نر کو جفتی کے لیے دیتے ہیں پھر ہماری تکریم کی جاتی ہے۔
م کو ہدیہ دیا جاتا ہے) آپ نے تکریم (ہدیہ قبول کرنے) کی اجازت دی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۸۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۷۷۷)

اس حدیث میں جفتی پر دینے کے بعد ہدیہ قبول کرنے کی اجازت ہے' ہر چند کہ اس کی بیع اور اس کو کرائے پر دینا حرام
ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۶' مصر' ۱۳۴۸ھ' فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۵' دار الفکر' ۱۴۲۰ھ)

کرائے پر دینے اور بعد میں ہدیہ قبول کرنے میں یہ فرق ہے کہ کرائے میں پہلے یہ مقرر کیا جائے گا کہ نر کو اتنے وقت اور
تنی بار ضرب لگانے کے لیے اتنے پیسوں کے عوض دیا جائے گا جب کہ تکریماً اور ہدیۃً کا معنی یہ ہے کہ بغیر کچھ طے کیے نر کو جفتی
کے لیے دے دیا جائے اور بعد میں نر یا نر کو دینے والے کی تکریم کے لیے کچھ ہدیہ دے دیا جائے۔

اس زمانے میں نر جانور کا نطفہ بیرونِ ملک سے درآمد کیا جاتا ہے اور اس کی مقدار متعین اور معلوم ہوتی ہے' اور اس کو
انجکشن کے ذریعہ مادہ کے رحم میں پہنچا دیا جاتا ہے' لہٰذا عرف میں جو اس کی قیمت ہو وہ لینی جائز ہے۔

رہن رکھے ہوئے مویشیوں سے استفادہ کی تحقیق

جن مویشیوں کو رہن رکھا جائے ان کے متعلق یہ حکم شرعی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سواری کو رہن رکھا جائے' اس پر
اس کے چارہ اور دیگر اخراجات کے عوض سواری کی جائے گی' جب کہ اس کو رہن رکھا ہو اور جس مویشی کو رہن رکھا ہو' اس کے
اخراجات کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا جب کہ اس کو رہن رکھا ہو' اور اس مویشی پر خرچ کرنا اس کے ذمہ ہے جو اس پر
سواری کرتا ہو اور اس کا دودھ پیتا ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۱۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی اور ظاہریہ کی ایک جماعت (غیر مقلدین) نے استدلال کیا ہے کہ رہن شدہ سواری سے
استفادہ کرنا یعنی اس پر سواری کرنا اور اس کا دودھ پینا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق
یہ ناجائز ہے کیونکہ مرتہن (جس نے قرض دے کر مقروض کی چیز کو رہن رکھا ہے) اگر رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھائے گا تو یہ
قرض سے فائدہ حاصل کرنا ہے اور قرض سے فائدہ حاصل کرنا سود ہے' اور سود حرام ہے اور یہ ائمہ کرام اس حدیث کا یہ جواب
دیتے ہیں کہ یہ سود کو حرام قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب سود حرام ہو گیا تو رہن شدہ چیز سے فائدہ حاصل کرنا بھی حرام
ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۳' ملخصاً' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بیع الوفا کا حیلہ

لوگوں نے رہن سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ایک حیلہ نکالا ہے' اس کو بیع الوفا کہتے ہیں۔

صدر الشریعت مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

مسئلہ: بیع الوفاء اس کو بیع الامانہ اور بیع الاطاعۃ اور بیع المعاملہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس طور پر بیع کی
جائے کہ بائع جب ثمن مشتری کو واپس دے گا تو مشتری مبیع کو واپس کر دے گا یا یوں کہ مدیون نے دائن کے ہاتھ دین کے عوض
میں کوئی چیز بیع کر دی اور یہ طے ہو گیا کہ جب میں دین ادا کر دوں گا تو اپنی چیز لے لوں گا' یا یوں کہ میں نے یہ چیز تمہارے
ہاتھ اتنے میں بیع کر دی ہے اس طور پر کہ جب ثمن لاؤں گا تو تم میرے ہاتھ بیع کر دینا۔ آج کل جو بیع الوفاء لوگوں میں جاری

marfat.com
Marfat.com

ہے'اس میں مدت بھی ہوتی ہے کہ اگر اس مدت کے اندر یہ رقم میں نے ادا کر دی تو چیز میری ورنہ تمہاری۔

مسئلہ: بیع الوفاء حقیقت میں رہن ہے۔ لوگوں نے رہن کے منافع کھانے کے لیے یہ ترکیب نکالی ہے کہ بیع کی صورت میں رہن رکھتے ہیں تا کہ مرتہن اس کے منافع سے مستفید ہو۔ لہٰذا رہن کے تمام احکام اس میں جاری ہوں گے اور جو کچھ منافع حاصل ہوں گے' سب واپس کرنے ہوں گے اور جو کچھ منافع اپنے صرف میں لا چکا ہے یا ہلاک کر چکا ہے' سب کا تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی تو دین کا روپیہ بھی ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ وہ دین کی رقم کے برابر ہو اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی مکان یا زمین فروخت ہو تو شفعہ بائع کا ہوگا کہ وہی مالک ہے' مشتری کا نہیں کہ وہ مرتہن ہے۔ (ردالمحتار)

(بہار شریعت حصہ ۱۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں خریدار' خریدی ہوئی چیز سے فائدہ تو اُٹھا سکتا ہے لیکن اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔ علامہ الزیلعی نے کہا اسی قول پر فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار ج ۷ ص ۴۲۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کی آسان عبارت یہ ہے کہ جب مثلاً زید نے اپنی گائے یا اپنا گھوڑا عمرو کے پاس رکھ کر اس سے دس ہزار روپے قرض لیے تو یہ رہن ہے اور عمرو اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا' تو اس کا حل یہ ہے کہ زید رہن رکھنے کے بجائے اپنی گائے یا گھوڑے کو عمرو کے ہاتھ فروخت کر دے' اب وہ گھوڑے پر سواری کر سکتا ہے اور گائے کا دودھ پی سکتا ہے لیکن وہ اس گائے یا گھوڑے کو کسی اور کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا اور جب زید اس کو رقم ادا کر دے گا تو عمرو سے اپنے گھوڑے یا اپنی گائے کو واپس لے لے گا۔ اس بیع کو بیع الوفاء کہتے ہیں۔

علامہ شامی نے اس کو بیع الوفاء کہنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

اس بیع کا نام بیع الوفاء رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ خریدار وفاء کرنے کا عہد کرتا ہے کہ جب فروخت کرنے والا خریدار کو قیمت واپس دے گا تو وہ اس چیز کو واپس کر دے گا' اور بعض فقہاء اس کو ''البیع الجائز'' کہتے ہیں اور یہ اس پر مبنی ہے کہ سود سے بچنے کے لیے یہ بیع صحیح ہے حتیٰ کہ خریدار کے لیے اس سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے' اور بعض اس کو بیع المعاملہ کہتے ہیں کیونکہ یہ قرض سے نفع حاصل کرنے کا معاملہ ہے اور قرض دینے والا اس چیز کو خریدتا ہے تا کہ اس سے نفع حاصل کرے اور یہ نفع اس کے قرض کے مقابلہ میں ہے' اور اس کی صورت یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار سے یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ چیز اس کے عوض میں فروخت کی ہے جو میرے ذمہ تمہارا قرض ہے اس شرط کے ساتھ کہ جب میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا تو پھر یہ چیز میری ہو جائے گی۔ (علامہ شامی نے کہا ہے کہ علامہ زیلعی نے اس بیع کو جائز کہا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے)

(ردالمحتار ج ۷ ص ۴۲۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مویشیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھے سلوک کو فرض کر دیا ہے جب تم کسی (دشمن دین) کو قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو (جس میں اس کو زیادہ ایذاء نہ پہنچے) اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو اور تم اپنی چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۱۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۰۵' سنن ابن ماجہ رقم

marfat.com

Marfat.com

(حدیث: ۳۱۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۵۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۱۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۸۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۱۸۵، عالم الکتب بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے اور لڑانے سے منع فرمایا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۶۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۰۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۲۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر (جلا کر) داغ لگایا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس کے چہرے کو جلا کر داغ لگایا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۸، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۵۵۱، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۲۳۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۵۵)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف پڑھانے کے بعد فرمایا اور دوزخ کی آگ میرے قریب کی گئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب! جس وقت میں دوزخیوں کے پاس تھا، اچانک ایک عورت تھی جس کو بلی نوچ رہی تھی۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی نہ اس نے بلی کو کچھ کھلایا اور نہ اس کو آزاد کیا حتیٰ کہ وہ کچھ گھاس پھوس کھا لیتی۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۶۵، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۹۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۵۰۳، عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی راستہ میں جا رہا تھا، اس کو بہت شدید پیاس لگی۔ وہ کنویں میں اُترا اور اس نے پانی پیا پھر اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے کہا اس کتے کو بھی ایسی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جیسی پیاس مجھے لگی تھی۔ وہ پھر کنویں میں اُترا اور اس نے اپنے (چمڑے کے) موزہ میں پانی بھرا پھر اس موزہ کے منہ کو بند کیا اور کنویں سے باہر آیا اور کتے کو سیر کر کے پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس عمل کی جزا دی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ان جانوروں کی وجہ سے بھی ہمیں اَجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وجہ سے اَجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۵۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح کرنے کے محامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا جو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے اور ہم (ہی ہر) کام کرنے والے ہیں۔ (الانبیاء: ۷۹)

پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اس کے مفسرین نے متعدد محامل بیان فرمائے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۱) جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنے رب کا ذکر کرتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی اپنے رب کا ذکر کرتے تھے۔
(۲) حضرت داؤد علیہ السلام جب تسبیح پڑھتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کی اتباع میں تسبیح پڑھتے تھے۔
(۳) حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتے کرتے تھک جاتے تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو تسبیح کرنے کا حکم دیتا۔ ان کی تسبیح سن کر حضرت داؤد علیہ السلام کی تھکن دُور ہو جاتی اور وہ پھر تازگی اور ذوق و شوق کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے۔
(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ (الاسراء: ۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت سے پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا ذوق شوق تازہ کرنے کے لیے آپ کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح سنا دیتا تھا۔

اس آیت میں اس پر غور کرنا چاہیے کہ پتھر اور جانور بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح نہ کرے تو وہ پتھروں اور جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا مختلف پیشوں کو اپنانا

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا تا کہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے پس کیا تم شکر ادا کرو گے! ○ (الانبیاء: ۸۰)

قتادہ نے کہا سب سے پہلے جس نے زرہ کی صنعت ایجاد کی وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ اس سے پہلے فولاد کے پتروں کو لوگ بہ طور ڈھال استعمال کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہے کے حلقے (چھلے) بنائے اور ان کو جوڑ کر قمیص تیار کر لی۔ حسن نے ذکر کیا ہے کہ لقمان حکیم حضرت داؤد علیہ السلام سے ملنے گئے اس وقت وہ زرہ بنا رہے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ پوچھیں آپ کیا بنا رہے ہیں لیکن وہ خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت داؤد علیہ السلام قمیص بنا کر فارغ ہو گئے۔ تب انہوں نے کہا خاموش رہنا بھی حکمت ہے اور کم لوگ اس حکمت کو اختیار کرتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا اور وہ اس کو آگ سے پگھلائے بغیر دھاگے کی طرح اس سے زرہ بن لیتے تھے۔
(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۸)

یہ آیت حصولِ معاش کے لیے صنعت، کاری گری اور پیشے کی اصل ہے۔ بعض جاہل غبی اور متکبر لوگ بعض پیشوں کو خسیس اور گھٹیا کام سمجھتے ہیں حالانکہ اسباب، صنعتوں اور پیشوں کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا طریقہ ہے سو جو شخص پیشوں پر طعن کرتا ہے وہ درحقیقت کتاب اور سنت پر طعن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ بناتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کاشت کاری کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے لکڑی سے چیزیں بناتے تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام درزی تھے کپڑے سیتے تھے۔ حضرت طالوت علیہ السلام رنگ ریز تھے، کپڑے رنگتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۲۲۷) اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ کوئی پیشہ نہیں اپنایا لیکن آپ نے بکریاں چرائی ہیں، بکریوں کا دودھ دوہا ہے، پھٹے ہوئے کپڑے سی لیے ہیں، کپڑے دھوئے ہیں، جوتیوں کی مرمت کی ہے، زمین کھودی ہے، اس لیے کسی کام اور پیشہ کو برا اور حقیر سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارے آقا اور مولیٰ نے بہت سے ان کاموں کو کیا ہے، جن کو آج کل گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ رزقِ حلال حا

marfat.com

Marfat.com

[کر]نے کے لیے جو بھی جائز کام اور حلال پیشہ اپنایا جائے' وہ قابلِ تعریف اور لائقِ تحسین ہے۔

[ر]زقِ حلال کی طلب کے لیے کسی بھی کام اور پیشے کی فضیلت میں احادیث

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتا ہو اس سے بہتر طعام کوئی نہیں کھاتا اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں کاٹ کر [اپ]نی پشت پر لاد کر لائے' وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے کوئی اس کو دے اور کوئی اس کو منع کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۸۰' مسند احمد رقم [ا]لحدیث: ۷۳۱۵)

حضرت سعید بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا پیشہ سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز بیع (خرید و فروخت' تجارت) ایک روایت میں ہے کسبِ حلال۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۶۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۲۵' ۱۲۲۶' المستدرک ج ۲ ص ۱۰' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

سکن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کو طلب کرنا ایسا ہے جیسے بہادر اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور ہتھیار مارتے ہیں اور جس نے رزق حلال کی طلب میں تھکے ہوئے رات گزاری' اس نے اس حال میں رات گزاری کہ اللہ اس سے راضی تھا۔ کسی نے پوچھا بہادروں کے مارنے سے کیا مراد ہے؟ کہا رزقِ حلال کو طلب کرنا اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرنا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رزقِ حلال کو طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۶۰۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کے گوشے گوشے سے رزق کو طلب کرو۔ امام بیہقی نے کہا اس سے مراد زمین میں کھیتی باڑی کرنا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۳۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۰۹۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کسب وہ ہے جس میں کوئی [شخ]ص اپنے ہاتھ سے عمل کرتا ہے بہ شرطیکہ وہ کسب حلال ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۳۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس مومن سے محبت کرتا ہے جو کوئی (جائز) پیشہ کرتا ہو۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۳۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۸۷۳' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۳۶۹' المعجم الاوسط رقم [الح]دیث: ۹۰۹۷' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۶۲۳۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ میں شام کی طرف اور مصر کی طرف سامانِ تجارت لے کر جاتا تھا' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بہت

marfat.com

Marfat.com

اچھا اور بہت زیادہ رزق عطا فرماتا تھا' پھر ایک بار عراق کی طرف سامانِ تجارت لے گیا تو میں اصل پونجی بھی کھو بیٹھا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! اپنی تجارت کو لازم رکھو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تمہارے لیے رزق کا کوئی دروازہ کھول دیا جائے تو اسی پر لازم رہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۲۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص شام تک اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھک گیا' اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۵۲۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نماز' روزے' حج اور عمرہ سے نہیں ہوتا۔ مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ان گناہوں کا کفارہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: طلب معاش کی فکر اور پریشانی سے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۰۲)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں محمد بن سلام مصری ہے جو یحییٰ بن بکیر سے موضوع حدیث روایت کرتا ہے اور اس حدیث میں اسی سے روایت ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۴' حافظ سیوطی نے اس حدیث پر ضعف کی علامت لگائی ہے' یعنی یہ حدیث ضعیف ہے' موضوع نہیں ہے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۴۶۱)

صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' عرفطہ بن نہیک تمیمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اور میرے اہل بیت کو شکار کرنے سے رزق ملتا ہے اور اس میں ہمارے لیے رزق کا حصہ اور برکت ہے لیکن اس کی مشغولیت کی وجہ سے اللہ کا ذکر اور نماز کی جماعت رہ جاتی ہے اور ہمیں اس شکار کی احتیاج ہے۔ آیا یہ ہمارے لیے حلال ہے یا حرام ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (احل لکم صید البحر و طعامه. المائدہ: ۹۶' تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے) اور یہ بہت خوب عمل ہے اور اللہ تعالیٰ بہت عذر قبول کرنے والا ہے اور مجھ سے پہلے اللہ کے رسول تھے جو سب شکار کرتے تھے اور شکار کو طلب کرتے تھے اور جب تم رزق کی طلب کی وجہ سے باجماعت نماز نہ پڑھ سکو (تو اس کی تلافی کے لیے) باجماعت نماز پڑھنے والوں سے تمہاری محبت اور اللہ کا ذکر کرنے والوں سے تمہاری محبت کافی ہے' تم اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے رزقِ حلال کو طلب کرو کیونکہ یہ (بھی) اللہ کی راہ میں جہاد ہے اور یاد رکھو کہ نیک تجارت میں اللہ کی مدد ہوتی ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۳۴۲' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۳۶۲۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں بشر بن نمیر ہے اور وہ متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۳)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ یہ حدیث روایتاً ضعیف ہے لیکن درایتاً صحیح ہے۔ تاہم جس قدر مقدار میں رزق کا حصول ناگزیر ہو اس کے لیے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے' اور اگر مال کی کثرت کے لیے اور دنیا جمع کرنے کی وجہ سے نمازوں کی جماعت کو ترک کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ میدانِ جہاد میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے۔

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ٹیلے کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا۔ صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے' کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا: جو شخص اپنے اہل کو سوال سے

marfat.com
Marfat.com

کنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے۔ البتہ جو شخص مال کی طلب میں اللہ کے راستہ میں نکلے وہ شخص شیطان کے راستہ میں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۷۱-۲۷۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۳۷۷)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کی قوت اور اطمینان کو دیکھ کر کہا یا رسول اللہ! کاش یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لیے کسب معاش کر رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے' اور اگر یہ دکھاوے اور فخر کے لیے نکلا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۲۹ رقم الحدیث: ۲۸۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۲۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۷۱۱'۸۷۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محنت مزدوری کرتے تھے' ان کے جسم سے بو آنے لگی تھی۔ ان سے کہا گیا کاش تم غسل کر لیا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے لیکن اب میں مسلمانوں کے ملکی انتظام سنبھالنے میں مشغول ہو گیا ہوں' تو اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے دینی اور ملکی امور انجام دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۰)

عطا بن السائب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت ابوبکر اپنے کندھے پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر کپڑے بیچنے کے لیے بازار نکل گئے' ان کی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے کہا بازار' ان دونوں نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں۔ آپ نے کہا پھر میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ ان دونوں نے کہا چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں پھر انہوں نے آپ کے لیے ہر روز آدھی بکری اور سر اور پیٹ ڈھانپنے کا لباس مقرر کیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴' دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ قدیم' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۱۸' جدید)

بعض پیشوں کو گھٹیا اور باعثِ عار سمجھنا صرف اس دور کی لعنت ہے

آج کل جو شخص پھیری لگا کر کندھے پر گٹھڑی رکھ کر کپڑا بیچتا ہو' اس کو گھٹیا خیال کرتے ہیں مگر حضرت ابوبکر یہی کام کرتے تھے۔ امام احمد بن عمر الخصاف المتوفی ۲۶۱ھ بہت بڑے فقیہ اور عابد و زاہد تھے' ان کی فقہ میں بہت تصانیف ہیں' عربی میں خصاف موچی کو کہتے ہیں یہ جوتیوں کی مرمت کرتے تھے۔ علامہ احمد بن محمد بن احمد القدوری المتوفی ۴۲۸ھ بہت بڑے فقیہ تھے۔ ان کی کتاب مختصر القدوری بہت عظیم کتاب ہے اور درس نظامی میں شامل ہے' القدوری عربی میں مٹی کی ہنڈیا بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ علامہ محمود بن احمد الحصیری المتوفی ۵۴۶ھ ایک فقیہ ہیں عربی میں الحصیری اس شخص کو کہتے ہیں جو چٹائی بنا تا ہو۔ امام ابوبکر ابن علی الحدادی المتوفی ۸۰۰ھ بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے مختصر القدوری کی شرح لکھی ہے۔ عربی میں حداد لوہار کو

marfat.com
Marfat.com

کہتے ہیں اس لیے ان کو حدادی کہتے ہیں۔
آج کل کندھے پر گٹھڑی رکھ کر بیچنے والے جوتیوں کی مرمت کرنے والے مٹی کے برتن بنانے والے چٹائی بنانے والے اور لوہار کو حقیر اور کمتر آدمی سمجھا جاتا ہے اور پوش علاقوں میں رہنے والے ایسے لوگوں کو رشتہ دینے پر تیار نہیں ہوتے حالانکہ مسلمانوں کے زرین دور میں یہ لوگ مسلمانوں کے امام تھے۔ اس زمانہ میں کسی بھی پیشہ کو صرف حصولِ رزق کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور کسی پیشہ کو خسیس اور باعثِ عار نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اب عزت اور ذلت کا معیار اور اس کے پیمانے بدل گئے ہیں۔ اب سودی کاروبار کرنے والے اسمگلنگ کرنے والے نقلی دوائیں بنا کر بیچنے والے اور ناجائز اور حرام ذرائع سے مال بنا کر کوٹھیوں میں رہنے والے بینک بیلنس والے عزت دار ہیں اور رزقِ حلال کے حصول کے لیے پھیری لگانے والا لوہے کا کام کرنے والا چٹائی بنانے والا مٹی کے برتن بنانے والا اور جوتی کی مرمت کرنے والا حقیر اور ذلیل ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عزت والے ہیں وہ اس دور کے لوگوں کے نزدیک ذلت والے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تیز ہواؤں اور نرم ہواؤں کو مسخر کرنا

الانبیاء: ٨١ میں فرمایا: اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مطیع اور تابع کر دیا اگر وہ چاہتے کہ وہ ہوا تیز چلے تو وہ تیز چلتی اور اگر وہ چاہتے کہ وہ ہوا آہستہ چلے تو وہ آہستہ چلتی اور وہ ہوا ہر دو حال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں تیز ہوا کے مسخر کرنے کا ذکر ہے اور ایک اور آیت میں نرم ہوا کو مسخر کرنے کا ذکر ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (ص: ٣٦)
پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیتی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ ہوا نرم اور خوشگوار تھی جیسے صبح کے وقت ہوا آہستہ آہستہ چلتی ہے اور جب ہوا ان کے تخت کو لے کر چلتی تو ان کو تیزی کے ساتھ ان کی منزلِ مقصود پر پہنچا دیتی تھی۔ جیسا کہ فرمایا:

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ (سبا: ١٢)
اور ہم نے ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا صبح کی سیر ایک ماہ کی مسافت ہوتی تھی اور شام کی سیر (بھی) ایک ماہ کی مسافت ہوتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ارکانِ سلطنت اور لشکر کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور آپ جہاں حکم دیتے ہوائیں وہاں اس تخت کو لے جاتیں۔ ایک ماہ کی مسافت کو صبح کی سیر میں طے کر لیتیں اور ایک ماہ کی مسافت کو شام کی سیر میں طے کر لیتیں۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم ہوتا ہوا آہستہ چلتی اور جب آپ کا حکم ہوتا ہوا تیز چلتی۔ ایک آیت میں ہوا کے تیز چلنے کا بیان فرمایا اور دوسری آیت میں ہوا کے آہستہ چلنے کا بیان فرمایا۔
اور فرمایا اس زمین کی طرف ہوا چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی اس سے مراد شام کی زمین ہے۔
نیز فرمایا اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں کیونکہ ہم کو علم ہے کہ رسولوں کو کب کون سا معجزہ عطا فرماتا ہے۔

جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا

الانبیاء: ٨٢ میں فرمایا: اور کچھ جنات بھی ان کے تابع کر دیئے تھے جو ان کے حکم سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے اور ہم (ہی) ان کی نگرانی کرنے والے تھے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بعض جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سمندروں میں غوطے لگاتے تھے اور اس میں سے جواہر اور قیمتی چیزیں نکال کر لاتے تھے اور اس کے علاوہ اور بھی اعمال شاقہ کرتے تھے شہر اور محلات بناتے تھے' مجسمے اور دیگیں اور چکیاں' بوتلیں اور شیشے کی مصنوعات بناتے تھے۔

جنات میں مومن بھی تھے اور کافر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے احکام کے تابع کر دیا جو کافر تھے' اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے لیے شیاطین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے تاکہ وہ کام سے بھاگ نہ جائیں یا حضرت سلیمان علیہ السلام کے احکام کو ماننے سے انکار نہ کر دیں اور یہ حفاظت کفار کے مناسب ہے نہ کہ مومنین کے۔

ان کی حفاظت کرنے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ان کے اوپر فرشتوں کو مقرر کر دیا تھا یا جنات میں سے مومنین کو ان کی حفاظت پر مقرر کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح مقرر کر دیا تھا کہ ان کی طبیعت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو پسندیدہ بنا دیا تھا اور ان کی مخالفت کرنے کا ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا تھا۔ رہا یہ کہ کس چیز سے ان کی حفاظت کی گئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی حفاظت اس سے کی گئی تھی کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں اور کام چھوڑ نہ دیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی اس سے حفاظت کی جاتی تھی کہ وہ اس زمانہ کے کسی شخص کو نقصان نہ پہنچائیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو کام انہوں نے دن میں بنایا تھا' کہیں اس کو وہ رات میں خراب نہ کر دیں۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے معجزات کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ کے معجزات

ان آیتوں میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پتھر تسبیح کرتے تھے اور وہ لوہے سے تاگے کی طرح زرہ بن لیتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں اور جنات کو مسخر کر دیا تھا۔ اس جہان میں اجسام کی دو قسمیں ہیں' کثیف اجسام ہیں اور لطیف اجسام ہیں۔ سب سے زیادہ کثیف اجسام پتھر اور لوہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ بنا دیا' پتھر بولنے لگے اور وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور لوہے کو نرم کر دیا اور یہ معجزات جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح حشر اجساد کی صحت اور امکان پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ جو پتھروں کو زندہ کرنے پر قادر ہے' اس سے کب بعید ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دے' اور جو حضرت داؤد علیہ السلام کی انگلیوں میں آگ کی قوت پیدا کر سکتا ہے اس سے کب بعید ہے کہ خشک مٹی کو زندہ جسم بنا دے' اسی طرح اس جہان میں سب سے لطیف چیز ہوا اور آگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ بنا دیا۔ ہوا ان کے تخت کو لے جاتی تھی اور شیاطین آگ سے بنے ہیں' وہ ان کے احکام کے مطابق عمل کرتے تھے۔ آگ پانی کی ضد ہے اور شیاطین ان کے حکم سے سمندر میں غوطے لگاتے تھے۔

بے شک یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا بہت عظیم معجزہ ہے کہ لوہا ان کے لیے اس طرح نرم کر دیا گیا تھا کہ وہ اس سے اس طرح زرہ بُن لیتے تھے جس طرح تاگے سے کوئی چیز بُنی جاتی ہے لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ لوہا بہرحال نرم ہو جاتا ہے' لوہا آگ سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے۔ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر نرم ہو گیا اور آپ سے محبت کرنے لگا جب کہ پتھر کی حقیقت میں نرمی نہیں ہے۔ جس شخص کا دل سخت ہو اور اس کو کسی سے محبت نہ ہو' اس کو سنگ دل کہتے ہیں لیکن ہمارے نبی نے پتھر کے دل میں اپنی محبت پیدا کر دی۔ آپ نے فرمایا اُحد ایک پہاڑ

marfat.com

Marfat.com

ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹ ...

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی بہت عظیم معجزہ ہے۔ ہوا ان کو صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت پر منزل مقصود تک لے جاتی تھی لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس سے زیادہ عظیم ہے آپ کو منزل مقصود تک جانا نہیں تھا' منزل مقصود خود چل کر آپ کے پاس آ جاتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے (معراج میں) میری تکذیب کی تو میں مقام الحجر (میزاب رحمت یعنی کعبہ کے پرنالے کے نیچے) میں کھڑا ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا۔ پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو نشانیاں بتاتا رہا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵' مصنف عبدالرزاق: ۹۷۱۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۰۹۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۸۲' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۵۹)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے: قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی نشانیاں پوچھنی شروع کر دیں جن کو میں نے یاد نہیں رکھا تھا۔ اس سے میں اس قدر پریشان ہوا کہ میں اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو بلند کر دیا پھر میں اس کو دیکھ کر اس کی نشانیاں بتاتا رہا وہ جس نشانی کا بھی سوال کرتے' میں ان کو اس کی خبر دیتا رہا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰)

اس میں یہ احتمال ہے کہ بیت المقدس کو اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا آپ اس کو دیکھ دیکھ کر بتا رہے تھے پھر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا' اور حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ بیت المقدس کو لایا گیا' میں اس کو دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ اس کو دارِ عقیل کے پاس رکھ دیا گیا پھر میں اس کو دیکھ کر بتاتا رہا' اور اس میں بہت بڑا معجزہ ہے اور اس میں کوئی استبعاد اور استحالہ نہیں ہے کیونکہ پلک جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حاضر کیا گیا تھا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ بیت المقدس کو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۹۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

باقی رہا یہ شبہ کہ جب بیت المقدس کو وہاں سے اُکھاڑ لیا گیا تو وہاں کے لوگوں میں بیت المقدس کا اُکھاڑا جانا اور ان کی نظروں سے غائب ہو جانا مشہور ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیت المقدس کو وہاں سے اُکھاڑ کر اس کی مثل کو وہاں قائم کر دیا گیا' اس لیے وہ وہاں کے لوگوں کے سامنے سے غائب نہیں ہوئی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بیت المقدس کو وہاں سے اُکھاڑ کر آپ کے سامنے رکھا اور اس کی مثل بنا کر وہاں رکھی' اتنا کچھ کرنے سے کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ پہلے سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نشانیوں کو یاد رکھنے کی طرف متوجہ کر دیتا حتیٰ کہ اس قدر تکلف اور تردد کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھانا چاہتا تھا کہ اگر عام لوگوں کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے اور اس کو آپ کے سامنے لا کھڑا کر دیا جاتا ہے' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کے مقابلہ میں آپ کے معجزہ کی برتری دکھانی تھی کہ حضرت سلیمان کو ایک ماہ کی مسافت پر ہوا صرف صبح کی سیر میں پہنچا دیتی تھی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی منزل مقصود تک جانا

marfat.com
Marfat.com

تھا اور آپ کو کہیں جانا نہیں پڑتا تھا منزلِ مقصود خود چل کر آپ کے پاس آ جاتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس لایا گیا بے شک یہ بہت بڑا معجزہ ہے لیکن اس قدر حیران کن نہیں ہے کیونکہ تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے حیران کن معجزہ تو آپ کا ہے کیونکہ عمارت ایک جگہ سے دوسری جگہ پلک جھپکنے میں منتقل نہیں ہوتی آپ کے لیے پلک جھپکنے سے پہلے بیت المقدس اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا اور پھر اسی لمحہ دوبارہ وہیں رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات پر تصرف کی قدرت

ان آیات میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر قدرت عطا کی تھی تاہم آپ نے جنات پر اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تاکہ عملاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت برقرار رہے۔ یہ آپ کے اعلیٰ ظرف اور بلند اخلاق کا بہترین نمونہ ہے ورنہ آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ جنات پر تصرف اور اقتدار حاصل تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک جن نے دھوکے سے مجھ پر حملہ کیا تاکہ میری نماز خراب کرے اور بے شک اللہ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' میں نے اس کو زور سے دھکا دیا اور میں نے یہ ارادہ کیا میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم سب لوگ اس کو صبح دیکھتے پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (ص۔ ۳۵)

اے رب! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔ (کسی اور کو نہ ملے)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل اور رسوا کر کے لوٹا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۴۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۹۵۶' عالم الکتب)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنات کے جسموں پر حکومت تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات کے دلوں پر حکومت تھی۔ متعدد جن آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی اطاعت کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا ایک ہم زاد جن مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی' وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۲۴۲' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۵۸)

جنات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مکلف ہونا

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

متعدد اسانید کے ساتھ درجہ حسن کو پہنچنے والی حدیث میں ہے کہ ہامہ بن ہیم بن لاقس بن ابلیس' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ کے پاس آپ کے اصحاب بھی تھے اور آپ اور وہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہامہ نے بتایا وہ اس وقت لڑکا تھا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی تو اس نے حضرت نوح علیہ السلام پر عتاب کیا تھا اور ہابیل کے معاملہ میں وہ بھی شریک تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا کیا اب اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو

marfat.com
Marfat.com

آپ نے اس کو چند کام کرنے کا حکم دیا۔ ان کاموں میں سے یہ بھی تھا کہ وہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔ اس اسی وقت وہ کام کر لیے۔ آپ نے اس کو بتایا کہ آسمان سے اس کی توبہ نازل ہوگئی تو وہ ایک سال تک سجدہ میں پڑا رہا اور حضرت ھود علیہ السلام پر ایمان لایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اس نے حضرت ھود پر بھی عتاب کیا تھا اور اس حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیارت کی تھی۔ حضرت یونس کے نزدیک وہ امین تھا اور وہ لوگوں کو دوائیں دیتا تھا۔ اس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تورات کی تعلیم دی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر اس کی حضرت عیسیٰ بن مریم سے ملاقات ہو تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچائے۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہاری سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو تو ان کو میرا اسلام پہنچانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا جب تک دنیا قائم ہے' عیسیٰ پر سلام ہو اور ھامہ تم پر بھی سلام کیونکہ تم نے امانت پہنچا دی' پھر ھامہ نے سوال کیا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تورات کی تعلیم دی تھی اسی طرح آپ اس کو قرآن کی تعلیم دیں تو آپ نے اس کو الواقعۃ' المرسلات' عمّ' الکوثر' قل ھو اللہ احد اور المعوذتین کی تعلیم دی اور فرمایا: اے ھامہ! تم اپنی حاجت پیش کرو اور ہماری زیارت کو ترک نہ کرنا۔

ابن مفلح حنبلی نے کہا ہے کہ جنات مکلف ہیں' ان میں جو کافر ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے اور جو مومن ہیں' وہ جنت میں ہوں گے' اور علامہ السبکی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل شریعت کے مکلف ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ وہ امر' نہی' حلال اور حرام میں ہماری طرح مکلف ہیں اور ان کے نکاح اور دوسرے معاملات میں بہت طویل کلام کیا ہے۔ قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ ان میں قدریہ' مرجۂ' رافضہ اور شیعہ بھی ہیں۔

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کو نماز پڑھے' وہ بہ آواز بلند قرأت کرے کیونکہ فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور اسی طرح جو مومنین جن ہوا میں ہوتے ہیں اور ان کے پڑوسی بھی ان کے ساتھ اپنے مسکن میں ہوتے ہیں' وہ اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور اس کی قرأت کو سن کر فساق جن اور سرکش شیاطین اپنے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔

اور دوسری احادیث اور آثار میں ہے کہ مومنین جن نماز پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' حج کرتے ہیں' طواف کرتے ہیں' قرآن مجید پڑھتے ہیں اور انسانوں سے علوم اور معارف سیکھتے ہیں۔ اگرچہ انسانوں کو اس کا پتا نہیں چلتا۔ شیرازی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو سمندر میں مقید کر دیا تھا۔ ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال گزرنے کے بعد وہ نکل آئے اور اس کے بعد انسانوں کی صورتوں میں مساجد اور مجالس میں انسانوں کے ساتھ بیٹھنے لگے اور ان سے قرآن اور حدیث میں بحث کرنے لگے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۹۹-۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جنات کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ نکاح کا شرعی حکم

نیز علامہ ابن حجر مکی ہیتمی لکھتے ہیں:

جنات کے آپس میں نکاح کرنے پر ان آیتوں سے استدلال کیا جاتا ہے:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ. (الکہف: ۵۰)

کیا تم مجھے چھوڑ کر ابلیس اور اس کی اولاد کو دوست بنا رہے ہو۔

marfat.com

Marfat.com

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا جنات کی اس طرح اولاد ہوتی ہے جس طرح بنو آدم کی اولاد ہوتی ہے اور ان کی اولاد بہت زیادہ ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۳۶۷ رقم الحدیث: ۱۲۸۵۱)

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ اور اس سے پہلے ان (حوروں) کو کسی انسان نے چھوا ہے نہ کسی جن نے۔ (الرحمٰن: ۵۶)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات جماع کرتے ہیں اور عورت کا کنوارہ پن توڑ دیتے ہیں۔

اور امام بیہقی نے ثابت سے روایت کیا ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ابلیس نے کہا اے میرے رب تو نے آدم کو پیدا کیا اور میرے اور اس کے درمیان عداوت رکھ دی تو مجھے تو اس کی اولاد پر مسلط کر دے۔ فرمایا ان کے سینے تیرے مسکن ہیں۔ کہا اے میرے رب اور زیادہ کر فرمایا آدم کا ایک بیٹا ہوگا تو تیرے دس بیٹے ہوں گے۔ کہا اے میرے رب اور زیادہ کر۔ فرمایا:

وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر اور وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ. (بنی اسرائیل: ۶۴) ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔

اور انسان اور جنات کا بھی ایک دوسرے سے نکاح ہوتا ہے اور بعض علماء نے اس کو محال قرار دیا ہے۔

اور بعض احناف اور حنابلہ نے یہ کہا ہے کہ جن کے وطی کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا اور صحیح یہ ہے کہ حشفہ غائب ہو جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور جنات اور انسانوں کے درمیان نکاح کے شرعی جواز میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کو کراہت کے ساتھ جائز قرار دیا ہے ورنہ جو عورتیں زنا سے حاملہ ہوتی ہیں ان کو بہانا مل جائے گا وہ کہیں گی کہ ان کو جن سے حمل ہو گیا ہے۔ اسی طرح حکم بن عیینہ، قتادہ، حسن، عقبۃ الاصم اور حجاج بن ارطاۃ نے بھی اس نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر نے امام احمد اور اسحاق سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے امام اسحاق نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء احناف کے فتاویٰ سراجیہ میں مذکور ہے کہ انسان اور جن کے درمیان نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی جنس مختلف ہے، اور ہمارے ائمہ شافعیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا یہ احسان قرار دیا ہے کہ اس نے ہمارے لیے ہمارے نفسوں میں سے ہماری بیویاں پیدا کیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا اور اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں۔ (النحل: ۷۲)

یعنی تمہاری جنس اور تمہاری نوع سے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں تو اگر جنات سے نکاح جائز ہوتا تو انسانوں سے بیویاں پیدا کرنے کا احسان نہ رہتا۔ (خلاصہ یہ ہے کہ صرف امام مالک نے انسان اور جنات کے درمیان نکاح کو کراہت کے ساتھ جائز کہا ہے، باقی ائمہ نے اس کو ناجائز کہا ہے)

بہر حال حق اور صحیح یہ ہے کہ جن مکلف ہیں اور فرشتے تو ابتداء ہی سے مکلف ہیں۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۹۸-۹۶ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی پس ان کو جو تکلیف تھی اس کو ہم نے دور کر دیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے (پہلے سے) دُگنے اہل و عیال عطا فرمائے اور (یہ) عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ○ (الانبیاء: ۸۴-۸۳)

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام و نسب اور ان کی بعثت کی ترتیب

انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے یہ چھٹا قصہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں جو دلائل ہیں اور نصیحت آموز باتیں ہیں' وہ کسی اور قصہ میں نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عظیم فضل کرنے کے باوجود ان کو بیماری میں مبتلا کیا اور ان پر بہت سخت بیماری نازل کی۔ انہوں نے اس بیماری پر صبر کیا اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائے اور اس میں انسانوں کے لیے یہ نصیحت ہے کہ غم ہو یا خوشی وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے' مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر کرے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل النبی۔ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ. (الانعام: ۸۴)

داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف اور موسیٰ اور ہارون سب ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔

قرآنِ مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ان آیتوں میں ہے: (الانبیاء: ۸۴-۸۳ ص ۴۴-۴۱)

حافظ ابن عساکر نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' پھر حضرت نوح علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر حضرت اسحاق علیہ السلام پھر حضرت یعقوب علیہ السلام پھر حضرت یوسف علیہ السلام پھر حضرت لوط علیہ السلام پھر حضرت ہود علیہ السلام پھر حضرت صالح علیہ السلام پھر حضرت شعیب علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت ہارون علیہ السلام پھر حضرت الیاس علیہ السلام پھر حضرت الیسع علیہ السلام پھر حضرت عرفی بن سویلخ بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام پھر حضرت یونس بن متی علیہ السلام پھر حضرت ایوب بن زراح علیہ السلام۔ حافظ ابن عساکر کی اس ترتیب میں یہ اعتراض ہے کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا

علماء التفسیر اور علماء التاریخ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب بہت مالدار شخص تھے' ان کے پاس ہر قسم کا مال تھا' مویشی اور غلام تھے اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی بہت تھی پھر ان کے پاس سے یہ تمام نعمتیں جاتی رہیں اور ان کے دل اور زبان کے سوا ان کے جسم کا کوئی عضو سلامت نہ رہا جن سے وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے تھے اور وہ ان تمام مصائب میں صابر تھے اور ثواب کی نیت سے صبح اور شام اور دن اور رات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ان کے مرض نے بہت طول کھینچا حتیٰ کہ ان کے دوست اور احباب ان سے اُکتا گئے' ان کو اس شہر سے نکال دیا گیا اور کچرے اور کوڑے کی جگہ ڈال دیا گیا' ان کی بیوی کے سوا ان کی دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ تھا' ان کی

marfat.com
Marfat.com

بیوی لوگوں کے گھروں میں کام کرتی اور اس سے جو اُجرت ملتی اس سے اپنی اور حضرت ایوب کی ضروریات کو پورا کرتی۔

وہب بن منبہ اور دیگر علماء بنی اسرائیل نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور ان کے مال اور اولاد کی ہلاکت کے متعلق بہت طویل قصہ بیان کیا ہے۔ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو چیچک ہوئی تھی' ان کی بیماری کی مدت میں کئی اقوال ہیں' وہب بن منبہ نے کہا وہ مکمل تین سال تک بیماری میں مبتلا رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا وہ سات سال اور کچھ ماہ بیماری میں مبتلا رہے' ان کو بنی اسرائیل کے گھورے (کچرا ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا گیا تھا اور ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بیماری کو دور کر دیا اور ان کو صحت اور عافیت عطا فرمائی۔ حمید نے کہا وہ اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا رہے ان کے سارے جسم سے گوشت گل کر گر گیا تھا اور جسم پر صرف ہڈیاں اور گوشت باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن ان کی بیوی نے کہا اے ایوب! آپ کی بیماری بہت طول پکڑ گئی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو صحت اور عافیت عطا فرمائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ستر سال صحت اور عافیت کے ساتھ رہا ہوں' حق تو یہ ہے کہ میں اب ستر سال صبر کروں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۰۹-۳۰۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے حضرت ایوب کی بیماری کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

زبان اور دل کے علاوہ حضرت ایوب کے تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ان کا دل اللہ کی مدد سے غنی تھا اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھا لیا تھا حتیٰ کہ ان کی صرف پسلیاں اور رگیں باقی رہ گئی تھیں پھر کیڑوں کے کھانے کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہا پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھانے لگے دو کیڑے باقی رہ گئے تھے' انہوں نے بھوک کی شدت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور ایک کیڑا دوسرے کو کھا گیا پھر ایک کیڑا ان کے دل کی طرف بڑھا تا کہ اس میں سوراخ کرے تب حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا کی بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کا واقعہ حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن کثیر دونوں نے بنی اسرائیل کے علماء سے نقل کیا ہے اور ان کی اتباع میں مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ واقعہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ایسے حال میں مبتلا نہیں کرتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو اور وہ ان سے گھن کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۔ یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں۔

(ص: ۴۷)

حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں۔ حدیث صحیح مرفوع میں بھی اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مرجانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے۔ علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے۔ اب ہم اس سلسلہ میں حدیث صحیح مرفوع کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' ان کے بھائیوں میں سے دو شخصوں کے سوا سب لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا خواہ وہ

marfat.com

Marfat.com

رشتہ دار ہوں یا اور لوگ ہوں۔ وہ دونوں روز صبح وشام ان کے پاس آتے تھے۔ ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ ایوب نے کوئی ایسا بہت بڑا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کیونکہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں فرمایا حتیٰ کہ اس سے اس کی بیماری کو دُور فرما دیتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ میں دو آدمیوں کے پاس گزرا جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے' میں اپنے گھر گیا تا کہ ان کی طرف سے کفارہ ادا کروں کیونکہ مجھے یہ ناپسند تھا کہ حق بات کے سوا اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی ضروریات کے لیے جاتے تھے اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آتی۔ ایک دن ان کو واپس آنے میں کافی دیر ہوگئی' اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝ (ص: ۴۲) (زمین پر) اپنی ایڑی ماریے یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری بیماری کو اس پانی میں نہانے سے دُور کر دیا (اور پانی پینے سے ان میں طاقت آ گئی) اور وہ پہلے سے بہت صحت مند اور حسین ہوگئے۔ ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا اے شخص! اللہ تمہیں برکت دے' کیا تم نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو بیمار تھے' اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے' ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جو کا کھلیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے' ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا کھلیان سے باہر گرنے لگا اور دوسرا بادل جو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے بھر دیا حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۹۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳۵۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷۵۔۳۷۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۶۱۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۸۲۔۵۸۱' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام بزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۸)

حضرت ایوب کے نقصانات کی تلافی کرنا

قرآن مجید میں ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ (ص: ۴۳) اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اپنی رحمت سے اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ اور یہ عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلا کنبہ جو بہ طور آزمائش ہلاک کر دیا گیا تھا' اسے زندہ کر دیا گیا اور اس کی مثل اور مزید کنبہ عطا کر دیا گیا اور اللہ نے پہلے سے زیادہ مال اور اولاد سے انہیں نواز دیا جو پہلے سے دُگنا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا بھی علاج کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں' اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفا دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفا دی ہے' اس کے سوا میں

marfat.com
Marfat.com

تم سے کوئی اور اُجر نہیں طلب کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا تم پر افسوس ہے یہ تو شیطان تھا اور اللہ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (ص: ۴۴)

اور اپنے ہاتھ سے (سو) تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) پکڑ لیں اور اس سے ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں' بے شک ہم نے ان کو صابر پایا' وہ کیا ہی خوب بندے تھے بہت زیادہ رجوع کرنے والے۔

سو حضرت ایوب نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ رعایت صرف ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص تھی یا کوئی دوسرا شخص بھی سو کوڑوں کی جگہ سو تنکوں کی جھاڑو مار کر قسم توڑنے سے بچ سکتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا' جس کی خلقت ناقص تھی۔ وہ اپنے گھر کی ایک باندی (نوکرانی) سے زنا کرتا تھا۔ یہ قصہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو سو کوڑے مارو۔ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے اگر ہم نے اس کو سو کوڑے مارے تو یہ مر جائے گا۔ آپ نے فرمایا پھر اس کے لیے سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور وہ جھاڑو اس کو ایک مرتبہ مار دو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۵۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۲۸۱' عالم الکتب بیروت' المسند الجامع رقم الحدیث: ۴۸۲۴' علامہ بوصیری نے کہا' اس کی سند ضعیف ہے)

قرآن اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمزور اور بیمار شخص پر قسم پوری کرنے کے لیے یا حد جاری کرنے کے لیے سو کوڑے مارنے کے بجائے سو تنکوں کی جھاڑو ماری جا سکتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت بنت منشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق تھا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کرنے کے بعد ان کا حسن و شباب بھی لوٹا دیا تھا اور ان کے ہاں اس کے بعد چھبیس بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے بعد ستر سال تک مزید زندہ رہے۔ تاہم اس کے خلاف مؤرخین کا یہ قول ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ۹۳ سال تھی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۱۲۔۳۱۱ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس میں بھی مختلف روایات ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اس بھاری ابتلاء میں مبتلا کرنے کی کیا وجہ تھی۔ بہر حال صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقبول بندوں کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء علیہم السلام مبتلا ہوتے ہیں پھر صالحین' پھر جو ان کے قریب ہو اور جو ان کے قریب ہو۔ انسان اپنی دین داری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶' سنن ابن ماجہ رقم

Marfat.com

الحدیث: ۴۰۲۳، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات

حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں یہ نہیں فرمایا میری بیماری کو زائل فرما اور مجھ پر رحم فرما بلکہ رحمت کی ضرورت اور اس کا سبب بیان کیا اور کہا: اے رب! مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور اپنے مطلوب کو کنایتاً بیان فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بہر حال اللہ تعالیٰ سے شکویٰ کیا اور یہ صبر کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شکویٰ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے مصائب کی لوگوں سے شکایت کرنا صبر کے خلاف ہے۔ مثلاً لوگوں سے کہا جائے کہ دیکھو اللہ نے مجھ پر کتنی مصیبتیں نازل کی ہیں اور مجھے کیسی سخت بیماریوں میں مبتلا کیا ہے اور اس پر بے چینی اور بے قراری اور آہ و فغاں کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے دل کا حال کہنا اور اپنے مصائب کا ذکر کرنا اور اسی سے شکایت اور فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ　　میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

(یوسف: ۸۶)

حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ رحم فرمانے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی وجوہ

(۱) ہر وہ شخص جو دوسرے پر رحم کرتا ہے، وہ دنیا میں اپنی تعریف و تحسین کرانے کے لیے کسی پر رحم کرتا ہے یا آخرت میں اس کا اَجر طلب کرنے کے لیے رحم کرتا ہے یا کسی مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر اس کے دل میں جو رقت ہوتی ہے اس رقت کو زائل کرنے کے لیے رحم کرتا ہے، یا اس غرض سے رحم کرتا ہے کہ آج میں اس پر رحم کر رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ کل مجھ پر رحم کی ضرورت ہو تو کوئی مجھ پر رحم کر دے، یا ماضی میں اس شخص نے اس کے ساتھ کوئی نیکی کی تھی تو اس کا احسان اُتارنے کے لیے وہ اس پر رحم کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رحم کرنے والا کسی نہ کسی غرض اور کسی نہ کسی فائدہ کے حصول کے لیے کسی پر رحم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بغیر کسی غرض کے رحم فرماتا ہے، اس کا مطلوب نہ کسی ضرر سے بچنا ہوتا ہے نہ کسی فائدہ کا حصول ہوتا ہے۔

(۲) جو شخص کسی پر رحم کرتا ہے اس کا یہ رحم اللہ کی مدد کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو کھانا، کپڑا یا دوائیں دیتا ہے تو یہ کھانا، کپڑے اور دوائیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں، وہ ان چیزوں کو پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے رحم کرتا اور پیدا کرنے کے علاوہ یہ چیزیں اگر رحم کرنے والے کی ملکیت میں نہ ہوتیں تو وہ کیسے رحم کرتا اگر اس کی ملکیت اور قدرت میں یہ چیزیں ہوتیں لیکن جس پر رحم کرتا ہے اس میں ان سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو وہ کیسے رحم کرتا۔ مثلاً وہ کسی پیاسے کو پانی پلانا چاہتا مگر پیاسے شخص کا اوپر کا جبڑا نچلے جبڑے پر بیٹھ گیا، اس کا منہ بند ہو گیا اور وہ پانی پی نہیں سکتا تو وہ اس پر کیسے رحم کرے گا، پیاسے کو پانی پلانے کے لیے بھی پانی اللہ نے پیدا کیا پھر رحم کرنے والے کو پانی پلانے پر قدرت بھی اللہ نے دی، پانی پینے والے میں پانی پینے کی صلاحیت بھی اللہ نے رکھی تو پھر بندوں کا کیا رحم ہے بندوں کے رحم کی اللہ تعالیٰ کے رحم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو معمولی قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے بلکہ وہ بھی نہیں ہے۔

(۳) بندہ کسی پر اس وقت رحم کرتا ہے جب اس کے دل میں رحم کرنے کا محرک، باعث اور داعی پیدا ہوتا ہے اور یہ محرک اور داعی

marfat.com

Marfat.com

بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو پھر بندہ نے کیا رحم کیا؟ سب کچھ تو اللہ نے کیا ہے' اس لیے حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

کیا دنیا میں مصائب کا آنا اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کے منافی ہے؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ دنیا آفتوں' مصیبتوں' بیماریوں اور دردوں سے بھری ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں' ڈاکے ڈالتے ہیں' بھتے لیتے ہیں اور قتل کر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کیسے ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ وہ لوگوں کو ان آلام اور مصائب سے محفوظ کر دیتا۔ امام فخر الدین رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضارّ (ضرر پہنچانے والا) بھی ہے اور نافع بھی ہے اور اس کا ضارّ ہونا' نافع ہونے کے منافی نہیں ہے' اور اس کا ضرر پہنچانا اپنی ذات سے کسی مشقت کو دور کرنے کے لیے نہیں ہے اور اس کا نفع پہنچانا کسی منفعت کو حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ مالک ہے جو چاہے کرے' وہ کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا جواب بھی درست ہے لیکن میرے نزدیک بات یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ بھی اس کے لیے رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر بیماریاں اور مصائب نازل کر کے اس کو آخرت کے عذاب سے بالکل بچا لیتا ہے یا اس کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔ یہ تو مسلمانوں کے حق میں ہے اور رہے کفار تو ان پر اللہ تعالیٰ کی یہی رحمت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں سامانِ زیست مہیا کیا ہوا ہے' خواہ وہ کسی حال میں ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کانٹا چبھے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف ہو' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۵' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جب بھی تھکاوٹ' بیماری' پریشانی اور غم ہوتا ہے اور جب بھی کوئی رنج اور فکر ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کو کانٹا بھی چبھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۲۵۶)

نیز فرمایا: اور یہ عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے' یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں مسلمانوں کو مصائب میں صبر پر برانگیختہ کیا ہے تاکہ وہ تقدیر پر صابر و شاکر رہیں اور انہیں صبر کرنے پر حوصلہ ملے' اور عبادت کرنے والوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت سے مسلمان اور عبادت گزار ہی نفع حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کیجئے یہ سب صبر کرنے والے تھے O ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا' بے شک یہ سب نیکوکار تھے O (الانبیاء: ۸۶-۸۵)

حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہما السلام کا تذکرہ

یہ انبیاء علیہم السلام کا ساتواں قصہ ہے۔

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ذکر فرمایا تھا اور ان آیتوں میں حضرت اسماعیل' حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہ حضرات بھی سختیوں' مصائب اور عبادت کی مشکلات پر صبر کرنے والے تھے۔ رہے حضرت اسماعیل علیہ السلام تو انہوں نے اپنے والد کے حکم پر ذبح کیے جانے کو صبر کے ساتھ تسلیم کر لیا' اور ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو غیر آباد بیابان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اس پر انہوں نے صبر کیا' جہاں پر نہ ایسے

marfat.com
Marfat.com

مویشی تھے جن کا دودھ دوہا جا سکے اور نہ کھیت اور باغات تھے جن سے زمین کی پیداوار حاصل ہو سکے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام صبر و سکون کے ساتھ اس جگہ رہتے رہے اور صبر کے ساتھ ہی اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس صبر کا یہ پھل عطا فرمایا کہ قائد المرسلین اور خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صلب سے پیدا فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مکمل سوانح ہم ابراہیم: ۳۹ میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی مفصل سوانح ہم مریم: ۵۶ میں ذکر کر چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو توحید کا پیغام سنائیں' ان کی قوم نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔

حضرت ذوالکفل کو نبی بنانے کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے الانبیاء: ۸۵ میں حضرت ذوالکفل کا حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ص: ۴۸ میں حضرت اسماعیل اور الیسع علیہما السلام کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تعریف اور تحسین کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے ساتھ ملا کر رکھا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور یہی قول مشہور ہے اور بعض نے یہ کہا ہے وہ نبی نہ تھے لیکن نیک اور عادل حکمران تھے۔ امام ابن جریر نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت الیسع علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے کہا کاش میں کسی شخص کو اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھوں کہ وہ کس طرح عمل کرتا ہے پھر انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا جو شخص میری تین شرطیں پوری کرے گا' میں اس کو خلیفہ بنا دوں گا۔ فرمایا وہ دن کو روزہ رکھے' رات کو نماز میں قیام کرے اور کسی پر غصہ نہ کرے۔ ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کو لوگ غیر اہم سمجھتے تھے' اس نے کہا میں ایسا کروں گا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اس دن اس کو لوٹا دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح فرمایا' لوگ خاموش رہے اور وہ شخص پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا میں اس طرح کروں گا تو حضرت الیسع علیہ السلام نے اس کو خلیفہ بنا دیا۔ پھر شیطان ان کو لغزش دینے کے لیے پہنچا اور وہ ان کے پاس اس وقت گیا جب وہ قیلولہ (دوپہر کے وقت آرام کرنے) کے لیے لیٹ گئے تھے' وہ رات کو بالکل نہیں سوتے تھے اور دن کو اسی وقت سوتے تھے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا' انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا۔ میں بوڑھا مظلوم شخص ہوں۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو اس نے کہا میرا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہے۔ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور اب تک مارتے پیٹتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور دوپہر آ گئی۔ انہوں نے کہا تم شام کو میرے پاس آنا میں تمہارا حق ان سے لے کر دوں گا۔ حضرت الیسع مجلس میں گئے اور وہ دیکھنے لگے کہ وہ بوڑھا شخص نظر آ رہا ہے یا نہیں' انہوں نے اس بوڑھے شخص کو نہیں دیکھا۔ دوسرے روز وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے' وہ اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے' وہ نہیں آیا پھر وہ دوپہر کو اپنے گھر گئے اور سونے کے لیے بستر پر لیٹ گئے تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا' پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا ایک بوڑھا مظلوم آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ جب میں فیصلہ کے لیے بیٹھوں تم اس وقت میرے پاس آنا؟ اس نے کہا وہ بہت خبیث لوگ ہیں' جب انہوں نے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا ہم تمہیں تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں اور جب آپ اُٹھ کر چلے گئے تو پھر انہوں نے مجھے حق دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اب تم جاؤ' جب میں فیصلہ کے لیے جاؤں تو تم میرے پاس آ جانا۔ ان کا قیلولہ (دوپہر کا سونا) اس دن بھی رہ گیا۔ دوسرے دن وہ پھر اس کا انتظار کرتے رہے' وہ نہیں آیا۔ ان کو اونگھ بہت ستا رہی تھی' انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا تم اس دروازہ کے قریب کسی کو مت آنے دینا حتیٰ کہ میں سو جاؤں کیونکہ مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے' وہ اسی وقت آ گیا

marfat.com

Marfat.com

گھر والوں نے کہا پیچھے جاؤ' پیچھے جاؤ۔ اس نے کہا میں ان کے پاس کل آیا تھا اور میں نے ان سے اپنے معاملہ کا ذکر کیا تھا۔ گھر والوں نے کہا۔ نہیں' خدا کی قسم! انہوں نے ہمیں منع کیا ہے کہ کسی کو میرے قریب نہ آنے دینا کیونکہ میں کئی دن سے سو نہیں سکا۔ جب وہ تھک گیا تو اسے گھر میں ایک روشن دان نظر آیا' وہ اس میں سے گھر میں داخل ہو گیا اور کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ وہ بیدار ہو گئے اور کہا اے فلاں شخص! میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا' میں دیکھتا ہوں کہ تم آئے کہاں سے ہو۔ انہوں نے دیکھا گھر کا دروازہ اسی طرح بند تھا جس طرح انہوں نے بند کیا تھا اور وہ شخص ان کے ساتھ تھا پھر وہ اس کو پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا وہ اللہ کا دشمن ہے؟ اس نے کہا ہاں! تم نے مجھے ہر داؤ میں ناکام کر دیا۔ میں نے جو کچھ کیا' وہ تم کو غضب میں لانے کے لیے کیا تھا' تب اللہ تعالیٰ نے ان کا نام کفل (ضامن) رکھا کیونکہ انہوں نے جس چیز کا ذمہ لیا تھا' اس کو پورا کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۷۰۲' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۷' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت ذوالکفل کی نبوت میں علماء کا اختلاف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور مجاہد نے یہ کہا کہ حضرت ذوالکفل نبی نہیں تھے اور جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے اور یہ قول حسب ذیل وجوہ سے راجح ہے:

(۱) ذوالکفل آپ کا نام ہے یا لقب' ظاہر ہے یہ آپ کا نام ہے اور آپ کا یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور کفل کا معنی ہے حصہ یعنی آپ کے اعمال کے ثواب کا حصہ دوسروں سے دُگنا تھا۔ آپ کے زمانہ میں اور انبیاء علیہم السلام بھی تھے اور غیر نبی کے ثواب کا حصہ نبی سے زیادہ نہیں ہو سکتا' اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ آپ نبی تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہما السلام کے ساتھ کیا ہے اور مقصد اپنے فضیلت والے بندوں کا ذکر کرنا تھا تاکہ ان کی اقتداء کی جائے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نبی تھے۔

(۳) اس سورت کا نام سورۃ الانبیاء ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں جن کا تعظیماً ذکر کیا جائے' وہ نبی ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سب صابر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کی مشقت پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں جو اذیت پہنچتی ہے' اس پر صبر کرتے ہیں' اور فرمایا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا۔ مقاتل نے کہا اس رحمت سے مراد نبوت ہے اور دوسروں نے کہا اس سے تمام نیک اعمال مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مچھلی والے (یونس) کو یاد کیجئے جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر نکلے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے تو پاک ہے' بے شک میں (ہی) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا○ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح مومنوں کو غم سے نجات دیتے ہیں○ (الانبیاء: ۸۸-۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

یہ انبیاء علیہم السلام کا آٹھواں قصہ ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے پورے قصہ کی تفصیل ہم نے یونس: ۹۸ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۶۹-۴۷۸) میں ذکر کر دی اور حسب ذیل عنوانات پر بحث کی ہے:

marfat.com

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام کا نام ونسب' حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات' حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث' حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح' آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا' حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ' حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور نگاہِ رسالت میں ان کا بلند مقام' حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید' سید مودودی کی تنقید پر مصنف کا تبصرہ۔

فظن ان لن نقدر علیه کے ترجمہ کی تحقیق

اس آیت میں نقدر کا لفظ تقدیر سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کا معنی ہوگا حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان کے لیے کسی سزا یا گرفت کو مقدر نہیں کریں گے' اور اگر یہ قدرت سے ماخوذ ہو تو اس کا معنی ہوگا انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قادر نہیں ہوں گے۔ اہل لغت اور مفسرین نے اس معنی کو کفر قرار دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ قدر کا معنی ہے تنگی کرنا' یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے۔ ہم نے ترجمہ میں اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔ پہلے ہم اس آیت کے مختلف تراجم پیش کریں گے پھر ہم اپنے موقف پر اہل لغت اور مفسرین کی تصریحات پیش کریں گے۔فنقول و بالله التوفیق.

فظن ان لن نقدر علیه کے مختلف تراجم

شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

پس گمان برد آنکہ تنگ نہ خواہم کرد براو۔

شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

پس گمان کیرد کہ تنگ نہ گیرم بروے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

پس جانا یہ کہ ہرگز نہ تنگ پکڑیں گے ہم اوپر اوس کے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔

مؤخر الذکر ترجمہ میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مانا ہے' اس کی اتباع میں شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ نے قدر کا ترجمہ قدرت سے کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس ترجمہ کی تاویل میں لکھتے ہیں:

یا اسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب اس کو پکڑ کر واپس نہیں لاسکیں گے۔ گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کرسکتا' بلکہ غرض یہ ہے کہ صورتحال ایسی تھی جس سے یوں مترشح ہوسکتا تھا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ کاملین کی ادنیٰ ترین لغزش کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ (حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر تفسیر محمود الحسن ص ۴۳۹' مطبوعہ مملکت سعودی عربیہ)

اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے سخت پیرایہ میں ادا نہیں کیا کیونکہ ارباب لغت اور مفسرین کی تصریحات کے مطابق ان لن نقدر

marfat.com
Marfat.com

کا معنی ہے ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے سخت پیرایہ بلکہ گستاخانہ پیرایہ تو شیخ محمود الحسن کا ترجمہ ہے "پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔" اور اس آیت میں نقدر کو بہ معنی قدرت لینے کو ارباب لغت اور مفسرین نے کفر قرار دیا ہے۔

نقدر بہ معنی قدرت کو ائمہ لغت کا کفر قرار دینا

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اور علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے اس آیت کا معنی ہے حضرت یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۱۲ مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ، مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ اور علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

الفرا اور ابوالہیثم نے کہا فظن ان لن نقدر علیه کا معنی ہے انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور زجاج نے کہا ہم ان کے لیے مچھلی کے پیٹ میں رہنا مقدر نہیں کریں گے اور نقدر تقدیر سے ماخوذ ہے ازہری نے کہا یہ معنی بھی صحیح ہے اور یہ اطلاقات از روئے لغت کے جائز ہیں اور جس نے نقدر کو قدرت سے ماخوذ مانا سو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہوگی اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن اور شک کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو کفر سے معصوم رکھا ہے اور اس معنی کی وہی تاویل کرے گا جو کلام عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہو۔

(لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ ملخصاً مطبوعہ ایران، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نقدر بہ معنی قدرت کو مفسرین کا کفر قرار دینا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عاجز ہے وہ کافر ہے، کسی ایک مومن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور اب نقدر کا معنی تنگی کرنا ہوگا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور حسب ذیل آیات میں قدر بہ معنی تنگی کرنا ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (العنکبوت: ۶۲)	اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔
وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ (الطلاق: ۷)	اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔
وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○ (الفجر: ۱۶)	اور رہا وہ جس کو وہ آزماتا ہے سو اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ شیطان نے ان کے ذہن میں یہ گمان ڈالا کہ اللہ ان کو سزا دینے پر قادر نہیں ہے یہ قول مردود ہے اور کفر ہے۔ عطا، سعید بن جبیر اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا جس طرح الرعد: ۲۶ میں یقدر اور الطلاق: ۷ میں قدر تنگی کرنے کے معنی میں ہے۔

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے بھی اس آیت میں ان لن نقدر کا معنی تنگی نہ کرنا کیا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ احمد

marfat.com
Marfat.com

بن محمد حنفی خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:
یہ لفظ قدرت سے ماخوذ نہیں ہے کیونکہ اس کا گمان کوئی بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ (حضرت یونس) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۴۶۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
لفظ نـقـدر میں بہ اعتبار لغت کے ایک احتمال یہ ہے کہ یہ مصدر قدرت سے مشتق ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ہم ان پر قدرت اور قابو نہ پاسکیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی پیغمبر سے تو کیا کسی مسلمان سے بھی اس کا گمان نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسا سمجھنا کفر صریح ہے اس لیے یہاں یہ معنی قطعاً نہیں ہو سکتے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مصدر قدر سے مشتق ہو جس کے معنی تنگی کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ہے:

اَللّٰـهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ — اللہ تعالیٰ وسعت کر دیتا ہے رزق میں جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس پر چاہے۔

ائمہ تفسیر میں سے عطاء' سعید بن جبیر' حسن بصری اور بہت سے علماء نے یہی معنی اس آیت میں لیے ہیں اور مراد آیت کی یہ قرار دی کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے قیاس و اجتہاد سے یہ گمان تھا کہ ان حالات میں اپنی قوم کو چھوڑ کر کہیں چلے جانے کے بارے میں مجھ پر کوئی تنگی نہیں کی جائے گی۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۲۳' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریا کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے O تو ہم نے ان کی دعا سن لی اور ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیے اور ہم نے ان کی (بانجھ) بیوی کو تندرست کر دیا' بے شک وہ (سب) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور شوق اور خوف سے ہم سے دعائیں کرتے تھے اور وہ ہم سے عاجزی کرنے والے تھے O (الانبیاء: ۹۰-۸۹)

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا قصہ

یہ انبیاء علیہم السلام کا نواں قصہ ہے۔

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا قصہ ہم نے آل عمران: ۴۱-۳۷' تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۵۱-۱۴۱' میں بیان کیا ہے اور ان عنوانات پر بحث کی ہے: حضرت زکریا علیہ السلام کی سوانح' حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم کی کفالت کرنا' حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا کرنے کا سبب' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سوانح' حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کو حضرت زکریا کے مستبعد سمجھنے کی توجیہ' تین دن کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں۔

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا ذکر ہم نے تبیان القرآن کی اس جلد سادس میں بھی کیا ہے' مریم: ۱۵-۱' میں' اور اس میں ان عنوانات پر بحث کی ہے: حضرت زکریا علیہ السلام پر رحمت کی توجیہ' حضرت زکریا علیہ السلام کے نداء خفی کرنے کی توجیہ' دعا کے آداب' انبیاء کے علم کا وارث بنایا جاتا ہے ان کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا' حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ نے بشارت دی تھی یا فرشتوں نے' حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام یحییٰ رکھنے کی وجوہ' حضرت زکریا علیہ السلام کے اس سوال کی توجیہ کہ میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک بات نہ کر سکنا' حضرت زکریا علیہ السلام کی محراب کا مصداق' محراب کا لغوی اور اصطلاحی معنی' امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی تحقیق' حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین بار سلام کی

marfat.com
Marfat.com

خصوصیت' یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب۔

علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کی تحقیق

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو۔ (مریم: ۶-۵)

امام بخاری نے تعلیقاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

ان العلماء هم ورثة الانبياء ورثوا العلم. بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں' انبیاء علم کا وارث کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم' باب: ۱۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۲۳' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۲۹)

اسی مضمون کی ایک اور حدیث زبان زد خلائق ہے' وہ ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔

علامہ شمس الدین محمد بن ابراہیم السخاوی التوفی ۹۰۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کے بارے میں ہمارے شیخ اور ان سے پہلے علامہ دمیری اور زرکشی نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ کسی معتبر کتاب میں معروف نہیں ہے۔ البتہ ابونعیم نے پاک دامن عالم کی فضیلت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبوت کے سب سے قریب وہ لوگ ہیں جو اہل علم اور اہل جہاد ہوں۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

(مقاصد الحسنہ ص ۲۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی التوفی ۱۱۶۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

علامہ سیوطی نے الدرر المنتثرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے' اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۶۴' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس عورت (مریم) کو یاد کیجئے جس نے اپنی پاک بازی قائم رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک دیا' اور اس کو اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا O (الانبیاء: ۹۱)

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا قصہ

یہ اس سورت میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متعلقین کا دسواں قصہ ہے۔

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر ہم نے آل عمران: ۵۸-۴۲' میں بہت تفصیل سے کیا ہے۔ تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۸۵-۱۴۲ میں اس کے اہم عنوانات یہ ہیں: حضرت مریم کے فضائل' حضرت عیسیٰ کو اللہ کا کلمہ قرار دینے کی توجیہ' مسیح کا معنی' حضرت عیسیٰ کی وجاہت' حضرت عیسیٰ کے ساتھ وفات کا تعلق بہ معنی موت نہ ہونے کی تحقیق' حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد۔ اور تبیان القرآن کی اس جلد (سادس) میں مریم: ۳۶-۱۶ میں بہت تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے چند اہم عنوانات یہ ہیں: حضرت مریم کے مشرقی جگہ جانے کی وجوہ' حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کا بشر کی صورت میں آنا' فرشتہ سے ہم کلام ہونا حضرت مریم کی نبوت کو مستلزم نہیں' اولیاء اللہ کے مزارات پر مرادیں مانگنا' حضرت عیسیٰ کا پیدا ہوتے ہی عالمی نصاریٰ کا رد فرمانا' اللہ تعالیٰ کے بیٹا نہ ہونے پر دلائل' معاش کے حصول کے لیے کسب کرنا ضروری ہے' خاموشی کا روزہ رکھنا

marfat.com
Marfat.com

غیر مشروع ہے' ان کے علاوہ اور بہت سے عنوانات ہیں۔

حضرت مریم میں روح پھونکنے پر اشکال کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک دیا۔ اس پر بہ ظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت مریم میں روح پھونکنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو زندہ کر دیا حالانکہ وہ تو پہلے ہی زندہ تھیں۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے مریم میں عیسیٰ کے اندر روح کو پھونک دیا اور ان کو مریم کے پیٹ میں زندہ کر دیا' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے اپنی روح یعنی جبریل علیہ السلام کی طرف سے مریم کے چاک گریبان میں روح پھونک دی اور وہ پھونک ان کے پیٹ تک پہنچ گئی۔

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

نیز اس آیت میں فرمایا اور اس (مریم) کو اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔

حضرت مریم میں یہ نشانیاں ہیں:

(۱) بغیر مرد کے حضرت مریم کا حاملہ ہونا خلاف عادت کام ہے' یہ حضرت مریم کی کرامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص ہے۔

(۲) حضرت مریم کا رزق جنت سے آتا تھا۔ حضرت مریم سے جب پوچھا جاتا یہ رزق کہاں سے آیا؟ تو وہ کہتی تھیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔

(۳) حسن نے کہا انہوں نے ایک دن بھی دودھ نہیں پیا اور انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچپن میں کلام کیا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت نشانیاں ہیں وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے' انہوں نے گہوارے میں کلام کیا' وہ مردے زندہ کرتے تھے' وہ مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا دیتے تھے' ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور بہت نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ تمہاری ملت ہے جو درحقیقت ایک ہی ملت ہے اور میں (ہی) تمہارا رب ہوں سو تم میری (ہی) عبادت کرو○ اور انہوں نے اپنے دین میں (مختلف) فرقے بنا لیے وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں○ (الانبیاء: ۹۳-۹۲)

امت کا معنی اور دین اور شریعت کا فرق

الانبیاء: ۹۲ میں ہے یہ تمہاری امت' امت واحدہ ہے۔ اس آیت میں روئے زمین کے تمام لوگوں سے خطاب ہے۔ امت اس قوم یا لوگوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دین واحد پر مجتمع ہو پھر اس کے مفہوم میں وسعت دے کر نفس دین پر بھی امت کا اطلاق کیا جاتا ہے' اور یہاں مراد یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ملت اور ایک دین کی دعوت دی گئی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی ہے اور سب کا دین اسلام ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ - ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ کرو۔

Marfat.com

جو اصول اور عقائد تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں ان کو دین کہتے ہیں' اور تمام انبیاء علیہم السلام نے یہ دعوت دی تھی کہ اللہ کو ایک مانو وہی سب کا خالق اور رازق ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ کے رسول' اللہ کا پیغام پہنچانے والے اور اس کے سچے اور برگزیدہ بندے ہیں' تمام فرشتے' تمام آسمانی صحائف اور کتابیں برحق ہیں۔ ہر اچھی چیز اور بری چیز اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔ قتل' زنا اور جھوٹ بولنا حرام ہے اور اللہ کے احکام کو ماننا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا فرض ہے۔ قیامت قائم ہوگی اور مرنے کے بعد بندوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا' نیک لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور بدکاروں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے ان ہی چیزوں کی دعوت دی ہے اور یہی سب کا واحد دین ہے' اس میں اختلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ہر نبی کی شریعت میں عبادت کے طریقے الگ الگ ہیں جو انہوں نے اپنے اپنے زمانے کے حالات اور رسم و رواج کے اعتبار سے مقرر فرمائے۔ قرآن مجید میں ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدہ: ۴۸)

تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک (خاص) شریعت اور (مخصوص) راستہ معین کر دیا ہے۔

مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مال غنیمت حرام تھا' قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ اس کو آگ لے جاتی تھی۔ ہماری شریعت میں یہ چیزیں حلال ہیں۔ پچھلی شریعتوں میں تیمم کی سہولت نہ تھی' مسجد کے سوا نماز پڑھنا جائز نہ تھا' ہماری شریعت میں تیمم کی سہولت اور ہر پاک زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ پہلی شریعتوں میں غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیم جائز تھا' ہماری شریعت میں اس کو حرام کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبياء اخوة لعلات امهاتهم شتى و دينهم واحد. (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۳)

تمام نبی باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔

یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کی شریعت مختلف ہیں۔ سو اُمتوں کا دین میں اختلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

دین میں فرقے بنانے کی ممانعت

اور فرمایا اور انہوں نے یعنی بے دینوں نے اپنے اپنے دین میں اختلاف کیا اور مختلف فرقے بنا لیے۔ اس آیت میں دین میں فرقے بنانے کی مذمت کی گئی ہے اور احادیث میں بھی دین میں فرقہ بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کے اکہتر یا بہتر فرقے تھے اور نصاریٰ کے بھی اتنے ہی فرقے تھے اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۹۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۹۱۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت پر بھی برابر برابر وہی امور وارد ہوں گے جو بنی اسرائیل پر وارد ہوتے رہے تھے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی تھی تو میری اُمت کے لوگ بھی ایسا کریں گے' اور بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے

marfat.com
Marfat.com

اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ فرمایا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ میں ہے جس ملت پر جماعت (صحابہ) ہو)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٦٤١ المستدرک ج ١ ص ١٢٩ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٩٩٣)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ٥٤٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے ان فرقوں کی یہ تفصیل ذکر کی ہے روافض کے بیس فرقے ہیں' خوارج کے بیس فرقے ہیں' القدریہ المعتزلہ کے بیس فرقے ہیں' سات فرقے الارجاء کے ہیں۔ ان کے علاوہ الفراریہ' الجہمیہ' الکرامیہ' النجاریہ ہیں اور ایک فرقہ جہمیہ اور مرجیۂ کا جامع ہے' یہ بہتر فرقے ہو گئے۔ (یہ فرقے علامہ ابن العربی کے دور کے اعتبار سے ہیں' ان میں سے کچھ فرقے اپنی موت مر گئے اور کچھ نئے فرقے وجود میں آ گئے۔ سعیدی غفرلہ) ایک اور فرقہ ہے جو صرف ظاہر قرآن اور حدیث کو مانتا ہے اور قیاس اور استدلال کا انکار کرتا ہے۔ یہ بھی قدریہ کی ایک قسم ہے' ان کو ہمارے ملک اندلس میں ایک شخص نے گمراہ کیا اس کا نام ابن حزم ہے۔ اس نے اپنے آپ کو ظاہر کی طرف منسوب کیا اور داؤد کی پیروی کی۔ (ہمارے دور میں غیر مقلدین اس کے پیروکار ہیں) (عارضۃ الاحوذی ج ١٠ ص ٨٠-٧٨' ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ)

اس حدیث کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے تبیان القرآن ج ١ ص ٥٢٥-٥٢١ میں کی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ

سو جو شخص بھی حالت ایمان میں نیک اعمال کرے گا اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہو گی،

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾

اور بے شک ہم اس کے اعمال لکھنے والے ہیں ○ اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ان کا دنیا میں لوٹ کر آنا محال ہے ○

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی رکاوٹ) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ○

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ

اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی،

يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا

(وہ کہیں گے)، ہائے ہماری بدنصیبی! بے شک ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظلم کرنے والے تھے ○ بے شک تم خود اور

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾

جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں، تم (سب) اس میں داخل ہونے والے ہو ○

marfat.com
Marfat.com

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۹۹ لَهُمْ فِيْهَا

اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ داخل ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ ان کی اس میں

زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۱۰۰ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ

چیخ و پکار ہو گی اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے ○ بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۱۰۱ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ

وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے ○ وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور انہوں نے جن

مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۱۰۲ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

لذتوں کو چاہا تھا ان میں ہمیشہ رہیں گے ○ بڑی گھبراہٹ بھی ان کو غمگین نہ کر سکے گی

وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۱۰۳

فرشتے (یہ کہتے ہوئے) ان کا استقبال کریں گے یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ○

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ

جس دن ہم آسمانوں کو وثیقہ کے کاغذوں کی طرح لپیٹ لیں گے، جس طرح ہم نے ابتداءً

خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۱۰۴ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي

پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں ○ اور ہم نصیحت کرنے کے بعد

الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۱۰۵

زبور میں یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے ○

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۱۰۶ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً

بے شک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے لیے عظیم پیغام ہے ○ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت

لِّلْعٰلَمِيْنَ ۱۰۷ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

ہی بنا کر بھیجا ہے ○ آپ کہیے میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے

marfat.com

Marfat.com

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ

سو کیا تم اسلام لانے والے ہو؟ ○ پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہیے میں واضح طور پر تم کو خبردار کر چکا ہوں،

وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ

اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا دور ○ بے شک وہ بلند آواز سے

مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ

کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو ○ اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ اس (ڈھیل) میں ہو

لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قُلْ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا

سکتا ہے تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک معین وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا ہو ○ (نبی نے) کہا اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے ہمارا

الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾ ع ۱۹ ۷

رب رحمٰن ہے، اسی سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص بھی حالتِ ایمان میں نیک اعمال کرے گا' اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور بے شک ہم اس کے اعمال لکھنے والے ہیں ○ اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں' ان کا (دنیا میں) لوٹ کر آنا محال ہے ○ حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی رکاوٹ) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ○ اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا' اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ کہیں گے) ہائے ہماری بدنصیبی! بے شک ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظلم کرنے والے تھے ○ (الانبیاء: ۹۷-۹۴)

نیک اعمال کے لیے ایمان کی شرط ہونا

الانبیاء: ۹۴ کا معنی ہے جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو جانا اور ان کو مانا یعنی ان کی تصدیق کی اور نیک اعمال کیے یعنی فرائض اور واجبات کو دائماً کیا اور سنن اور مستحبات کو اکثر اوقات میں بجالایا اور حرام اور مکروہ تحریمی کاموں سے دائماً بچا رہا اور مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ سے اکثر اوقات بچا رہا تو اس کے ان اعمال کی ناقدری نہیں ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ان اعمال کی بہترین جزا عطا فرمائے گا۔ اس کی مثل یہ آیتیں ہیں:

وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ○ (بنی اسرائیل: ۱۹)

اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور حالتِ ایمان میں اس کی قرار واقعی کوشش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ (یعنی اچھی جزا دی جائے گی۔)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ

اور جس شخص نے بھی حالتِ ایمان میں نیک عمل کیے خواہ وہ

marfat.com
Marfat.com

مَنْ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)

مرد ہو یا عورت تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم اس کو ضرور ان نیک کاموں کا اجر دیں گے جن کو وہ کیا کرتے تھے۔

ان آیات میں ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی قید لگائی ہے کیونکہ جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرتا ہے' اس کے اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ (المائدہ: ۵)

اور جو ایمان کا انکار کرتے ہیں' ان کے اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحم کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا' کیا یہ عمل اس کو نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ عمل اس کو نفع نہیں دے گا! اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا اے میرے رب! قیامت کے دن میرے گناہوں کو بخش دینا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۹۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۱۲۸)

امام احمد کی ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ نے کہا وہ مہمان نوازی کرتا تھا' قیدیوں کو قید سے چھڑاتا تھا' صلہ رحم کرتا تھا' پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کرتا تھا اور میں نے اس کی تعریف کی کیا یہ اعمال اس کو نفع دیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اعمال اس کو نفع نہیں دیں گے' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا اے اللہ! مجھے قیامت کے دن بخش دینا۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۴۰۴' عالم الکتب' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۰)

علامہ قرطبی پر مواخذہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں من تبعیضیہ ہے جنس کے لیے نہیں ہے' کیونکہ کسی مکلف میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ فرض اور نفل تمام عبادات کرے سو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس نے فرائض اور نوافل میں سے ایمان کی حالت میں کچھ بھی ادا کر لیے تو اس کی سعی مشکور ہوگی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۲۴۵' مطبوعہ بیروت)

اگر سعی مشکور ہونے کا یہ معنی ہو کہ وہ جتنا عمل کرے گا' اس کو ان کا ثواب مل جائے گا تو یہ تفسیر صحیح ہے اور اگر سعی مشکور ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مغفرت ہو جائے گی تو یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ مغفرت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام فرائض اور واجبات کو بجالائے اور تمام محرمات اور مکروہات تحریمہ سے بچے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔ نیز علامہ قرطبی کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ تمام فرائض اور نوافل کو ادا کرنا مکلف کی قدرت میں نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس کا مکلف کیا ہے کہ وہ تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرے اور تمام محرمات اور مکروہات تحریمہ سے اجتناب کرے اور یہ اس کی قدرت میں ہے۔ البتہ نوافل کا اللہ تعالیٰ نے بندہ کو مکلف نہیں کیا' وہ ان کو اپنی طرف سے بجالاتا ہے۔

حرام کا بہ معنی واجب ہونا اور ''لا'' کا زائدہ ہونا

الانبیاء: ۹۵ کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا نہ لوٹنا حرام ہے' حالانکہ ان کا دنیا میں لوٹ کر آنا حرام ہے اور نہ لوٹ کر آنا واجب ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حرام واجب کے معنی میں ہوتا ہے یعنی کسی کام کا نہ کرنا واجب ہے' اس آیت میں اسی طرح ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے: درج ذیل آیت کا بھی لفظی ترجمہ اس طرح ہے:

marfat.com
Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (الانعام - ۱۵۱) آپ کہیے آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ (اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں ہیں)

حالانکہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا حرام ہے' شرک نہ کرنا حرام نہیں ہے۔ اس لیے اس آیت میں بھی حرام بہ معنی واجب ہے کیونکہ شرک نہ کرنا واجب ہے' اور آیت کا معنی یہ ہے: آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کا کرنا واجب ہے' وہ یہ ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو' الآیۃ۔ اس اسلوب پر زیر تفسیر آیت کا معنی ہے: جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں' ان کا (دنیا میں) نہ لوٹنا واجب ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ''لا'' زائد ہے اور اس کی نظیر یہ ہے:

مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ (الاعراف: ۱۲) تجھ کو سجدہ نہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا۔

حالانکہ ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم تھا سجدہ نہ کرنے کا حکم نہیں تھا اس لیے یہاں بھی ''لا'' زائد ماننا پڑے گا' اور اب معنی ہوگا تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا؟ اسی اسلوب پر اس آیت کا معنی ہے: جن بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا (دنیا میں) لوٹنا حرام ہے۔

ہم نے مشکل اصطلاحات سے دامن بچاتے ہوئے بہت آسان پیرائے میں اس آیت کی توجیہ کر دی ہے' فتفکر و تشکر۔

اس آیت کا ظاہر معنی تو یہی ہے کہ جس قوم کو ہم اس کے کفر پر اصرار کی وجہ سے عذاب سے ہلاک کر چکے ہیں' اس کا پھر دنیا میں امتحان کے لیے آنا شرعاً ممکن نہیں ہے' یہ معنی عکرمہ' قتادہ اور مقاتل سے منقول ہے' اور مجاہد اور حسن نے یہ کہا ہے کہ جن لوگوں کو کفر پر اصرار کی وجہ سے ہلاک کیا جا چکا ہے' ان کا توبہ کرنا اور شرک اور کفر سے رجوع کرنا محال تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے بھی اوّل الذکر معنی کو ترجیح دی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۱۱۴-۱۱۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یاجوج ماجوج کا تذکرہ

الانبیاء: ۹۶' میں فرمایا حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی رکاوٹ) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قریب وہ سد (دیوار) ٹوٹ جائے گی جس کو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا' اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج ماجوج اس طرح امڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے تو سیلاب امڈ آتا ہے۔ یاجوج ماجوج کا یہ حملہ' ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔ درج ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' اس وقت ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قیامت اس دن تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس سے پہلے دس علامتیں نمودار نہ ہو جائیں پھر آپ نے (۱) دھوئیں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کے مغرب سے طلوع ہونے (۵) حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے (۶) یاجوج اور ماجوج کے نکلنے اور تین بار زمین کے دھنسنے (۷) ایک بار مشرق میں دھنسنے (۸) ایک بار مغرب میں دھنسنے (۹) اور ایک بار جزیرۃ العرب میں دھنسنے کا ذکر فرمایا (۱۰) اور فرمایا ان کے آخر میں یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی

marfat.com
Marfat.com

لوگوں کو ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۸۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۵)

امام رازی نے لکھا ہے کہ یاجوج اور ماجوج انسانوں کی جنس سے دو قبیلے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم مفصل بحث الکہف: ۹۴ میں کر چکے ہیں اسی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

قیامت کا خوف اور دہشت

الانبیاء: ۹۷ میں فرمایا: اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا۔ اس وعدہ سے مراد قیامت کا دن ہے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اس کے شدید ہولناک واقعات سے ہر شخص پر گھبراہٹ طاری ہوگی اور اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور خوف اور دہشت سے کوئی شخص پلک تک نہیں جھپکا سکے گا۔ اس وقت جو بت پرست سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے وہ افسوس سے ہاتھ مل کر کہیں گے افسوس! ہم اس سے غافل رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تم (سب) اس میں داخل ہونے والے ہو ○ اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ داخل ہوتے' اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ ان کی اس میں چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے ○ (الانبیاء: ۱۰۰-۹۸)

مشرکین کے اس اعتراض کا جواب کہ پھر عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے

جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش پر بہت دشوار گزاری اور انہوں نے کہا انہوں نے ہمارے خداؤں کو برا کہا ہے' وہ ابن الزبعری کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کا رد کرتا' کفار نے کہا تم کیا کہتے' اس نے کہا میں یہ کہتا کہ مسیح کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں تو اس آیت کے عموم کے اعتبار سے وہ بھی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ قریش اس کے اعتراض سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دلیل سے مغلوب ہو جائیں گے۔ (ان کا یہ اعتراض لغو تھا کیونکہ عربی زبان میں ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام ذوی العقول ہیں۔ سو یہ آیت ان پر نہیں بلکہ بتوں پر چسپاں ہوتی ہے کیونکہ وہ غیر ذوی العقول ہیں) جب قریش نے یہ لغو اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۱)

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے' وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

اور یہ آیات بھی اسی سلسلہ میں نازل ہوئیں:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ○ وَقَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَاۗءِيْلَ ○ (الزخرف: ۵۹-۵۷)

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم چیخنے لگی اور انہوں نے کہا آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ وہ آپ سے محض جھگڑا کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ عیسیٰ بھی صرف ایک بندے ہیں جن پر ہم نے انعام کیا اور انہیں بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نشان بنا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

شرک کے رد اور بتوں کی بے وقعتی اور بے بسی ظاہر کرنے کے لیے جب مشرکین مکہ سے یہ کہا گیا کہ تم خود اور جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو' دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (الانبیاء: ۹۸) تو ان چیزوں سے مراد پتھر کے وہ بت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے نہ کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین جو اپنی تمام زندگی لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے' مگر ان کی وفات کے بعد ان کے معتقدین نے ان کو معبود سمجھنا شروع کر دیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ وہ دوزخ سے دور رہیں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۱) کیونکہ ان کی جو پرستش کی گئی تھی اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا' اسی لیے قرآن نے اس کے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ لفظ ''ما'' ہے جو غیر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے اس آیت کے عموم (لفظ ما) سے انبیاء علیہم السلام اور وہ صالحین نکل گئے جن کو لوگوں نے از خود معبود بنا لیا تھا' لیکن مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر سن کر یہ مجادلہ اور کٹ حجتی کرتے تھے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائق مدح ہیں حالانکہ عیسائی ان کی عبادت کرتے ہیں تو پھر ہمارے بت کیوں قابل مذمت ہیں آیا وہ بھی بہتر نہیں ہیں' اگر ہمارے معبود دوزخ میں جائیں گے تو پھر حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے' اللہ تعالیٰ نے سورۂ زخرف کی ان آیتوں میں فرمایا ان کا خوشی سے چلانا محض ان کا جدل' کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی ہے۔

مشرکین کا آخرت میں بہرا ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔ اس میں مشرکین سے خطاب ہے یعنی تم اور بت سب اس میں داخل ہوں گے پھر بتوں کی الوہیت کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (الانبیاء: ۹۹) پھر فرمایا ان کی اسی میں چیخ و پکار ہوگی وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۰) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس میں اس لیے نہیں سن سکیں گے کہ ہم ان کو بہرا اٹھائیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا (بنی اسرائیل: ۹۷) — ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے درآں حالیکہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ آہستہ سے کہی ہوئی بات نہیں سنیں گے۔ فرشتے ان سے چلا کر جو بات کہیں گے' وہ سن لیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ (المومنون: ۱۰۸) — اللہ فرمائے گا اسی دوزخ میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے غضب میں فرمائے اور یا فرشتے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پہنچائیں۔ سورہ ہود میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے ○ وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور انہوں نے جن لذتوں کو چاہا تھا' ان میں ہمیشہ رہیں گے ○ بڑی گھبراہٹ بھی ان کو غمگین نہ کر سکے گی' فرشتے (یہ کہتے ہوئے) ان کا استقبال کریں گے یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ○ (الانبیاء: ۱۰۳-۱۰۱)

ابن الزبعریٰ کا رد

بعض روایات میں ہے کہ جب ابن الزبعریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا کہ اگر سب معبود دوزخ میں ڈالے

marfat.com
Marfat.com

ں گے تو پھر عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے اوّلاً اس لیے کہ قرآن مجید میں ہے: انکم وما تعبدون بے شک تم اور جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو یہاں پر بالعموم یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے سوا جن کی بھی عبادت کی گئی ہے وہ دوزخ کا ایندھن ہیں' بلکہ بالخصوص اہل مکہ کو خطاب ہے اور وہ صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے اور عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا وہ اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔ ثانیاً اس آیت میں "ما" کا لفظ ہے جو غیر عقلاء کے لیے وضع کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام ذوالعقول ہیں۔ لہٰذا وہ اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہیں اور عربی زبان جاننے والے کے لیے یہ امور بالکل واضح اور بدیہی ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امور مخفی ہوں جو افصح العرب ہیں۔

دوزخ سے دُور رکھے جانے اور دوزخ میں داخل ہونے کے تعارض کا جواب

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا. (مریم: ۷۱) تم میں سے ہر شخص دوزخ میں وارد ہونے والا ہے۔

اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ دوزخ میں وارد ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے بلکہ وہ دوزخ کے نزدیک کھڑے ہوں یا پل صراط پر کھڑے ہوں اس پر بھی صادق آئے گا کہ وہ دوزخ میں وارد ہوئے۔ ثانیاً نیک لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا لیکن دوزخ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود کی آگ تھی اور اس میں کفار کو زیادہ عذاب ہوگا کہ جو آگ انہیں جلا رہی ہے وہ نیک لوگوں کو نہیں جلا رہی' اور پھر نیک لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا تو جب نیک لوگوں کو دوزخ کی آگ مس نہیں کرے گی تو گویا وہ دوزخ میں داخل ہی نہیں ہوئے۔

الفزع الاکبر کی تفسیر میں اقوال

(۱) العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الفزع الاکبر سے مراد وہ صور ہے جو آخرت میں پھونکا جائے گا۔

(۲) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اہل دوزخ کا دوزخ میں بند ہو جانا ہے۔

(۳) ابن جریج نے کہا اس سے مراد جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو ذبح کرنا ہے۔

(۴) حسن بصری نے کہا الفزع الاکبر سے مراد وہ وقت ہے جب کسی شخص کو دوزخ میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۳۹۴' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

الفزع الاکبر سے نہ گھبرانے والوں کے مصداق

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بزار اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: مہاجرین کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ قیامت کے دن بیٹھیں گے اور وہ الفزع (گھبراہٹ) سے ما[illegible]
ہوں گے۔
امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اندھیروں م[illegible]
مسجدوں میں داخل ہوتے ہیں انہیں قیامت کے دن نور کے منبروں کی بشارت دو' لوگ گھبرائیں گے اور وہ نہیں گھبرائیں گے۔
امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی ذات کے لیے محبت کرنے والے قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن ا[illegible]
کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا' وہ نور کے منبروں پر ہوں گے' لوگ گھبرائیں گے اور وہ نہیں گھبرائیں گے۔
امام احمد اور امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے' وہ الفزع الاکبر سے خوف زدہ اور دہشت زدہ نہیں ہوں گ[illegible]
ایک وہ شخص جو لوگوں کا امام ہو اور لوگ اس سے راضی ہوں' دوسرا وہ شخص جو ہر دن اور رات اذان دے اور تیسرا وہ شخص جو اللہ
بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ (الدرالمنثور ج ۵ ص ۶۸۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)
فرشتے ان کا استقبال کس جگہ کریں گے اس کے متعلق دو قول ہیں مقاتل نے کہا جس وقت وہ اپنی قبروں سے کھڑ[illegible]
ہوں گے۔ ابن السائب نے کہا جنت کے دروازہ پر۔ (زادالمسیر ج ۵ ص ۳۹۴)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ہم آسمانوں کو وثیقہ کے کاغذوں کی طرح لپیٹ لیں گے جس طرح ہم نے ابتداءً پیدا کیا تھ[illegible]
ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے' یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں ○ اور ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور
میں یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے ○ بے شک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے
لیے عظیم پیغام ہے ○ (الانبیاء: ۱۰۶-۱۰۴)

السجل کے معنی کی تحقیق

اس آیت میں السجل کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے معاہدات کا رجسٹر' احکام اور دعووں کے ضبط کرنے کا رجسٹر جس کو قاضی
اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے' اس کو جوڈیشنل ریکارڈ بھی کہتے ہیں۔ (المنجد: ص ۴۵۹)
سجل: کاغذ کا طومار' صحیفہ' محضر' وثیقہ' لکھنے والا مرد' ایک شخص کا نام' سجلات' جمع۔ یہ ان اسماء میں سے ہے کہ باوجود مذک[illegible]
ہونے کے ان کی جمع الف تا کے ساتھ آتی ہے۔ (تاج العروس) علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ لف[illegible]
عربی ہے یا معرب؟ اہل بصرہ نے کہا یہ عربی لفظ ہے اور ابوالفضل رازی نے کہا زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ فارسی سے معرب ہے۔
ابن جنی جو نحو اور عربی لغت کے امام ہیں' انہوں نے المحتسب میں لکھا ہے کہ ایک قوم نے اس کو فارسی سے معرب کہا ہے۔
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں فارسی ہے اس کو عربی بنا لیا گیا ہے اور سجل اس پتھر کو کہتے ہیں جس پر لکھا جاتا تھ[illegible]
بعد میں ہر وہ چیز جس پر لکھا جاتا تھا اس کو سجل کہا جانے لگا' اس لحاظ سے سجل سنگ سے بنایا گیا ہے۔ علامہ نظام الدین نیشاپور[illegible]
نے لکھا ہے کہ ابوالجوزاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حبشی زبان میں سجل کا معنی شخص ہے' زجاج
بھی یہی مختار ہے۔ امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ جس سجل کا اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے اس کے معنی میں اختلاف
ہے۔ بعض کے نزدیک وہ ایک فرشتہ کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک وہ ایک کاتب تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کتابت کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ سجل وہ صحیفہ ہے جس میں لکھا جاتا ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں ہمارے نزدیک ا[illegible]

marfat.com
Marfat.com

س کا قول راجح ہے جس نے سجل کا معنی صحیفہ کہا ہے کیونکہ سجل اس معنی میں کلام عرب میں معروف ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے کاتب کا پتا نہیں چلتا جس کا نام سجل ہو اور نہ کسی فرشتے کا نام سجل ہے۔ (لغات القرآن ج ۲ ص ۱۸۲)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

سجل کے متعلق چار قول ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سدی نے کہا یہ ایک فرشتہ ہے۔

(۲) ابوالجوزاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کا نام ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ حبشی زبان میں سجل مرد کو کہتے ہیں۔

(۴) ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سجل صحیفہ کو کہتے ہیں۔ مجاہد الفراء اور ابن قتیبہ کا یہی مختار ہے اور اس آیت میں کتاب بہ معنی مکتوب ہے یعنی جس طرح کسی چیز کو صحیفہ میں لکھ کر صحیفہ کو لپیٹ لیا جاتا ہے اسی طرح آسمانوں کو لپیٹ لیا جائے گا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۹۶۔۳۹۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

طی السجل للکتب کا معنی ہے کہ سجل اس لکھے ہوئے کے لیے ساتر ہے کیونکہ طی کا معنی لپیٹنا اور تہہ کرنا ہے اور یہ کھولنے کی ضد ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح طومار (صحیفہ) کو لکھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے اور یہی اکثرین کا قول ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سجل کا معنی صحیفہ یا وثیقہ ہے جس میں حاکم فیصلہ لکھ کر اپنی مہر لگا دیتا ہے یا جس میں کسی معاہدہ کو لکھا جاتا ہے یا جس میں کسی ملکیت کے انتقال کو لکھ کر اس پر گواہوں کے دستخط کرائے جاتے ہیں یا طلاق لکھ کر اس پر دستخط کرائے جاتے ہیں۔ پرانے زمانے میں اس کو لپیٹ کر ٹین کے گول اور لمبے ڈبے میں حفاظت سے رکھ دیتے تھے پھر اس کو لکھ کر فائلوں اور رجسٹروں میں محفوظ کیا جانے لگا اور اب اس کو کمپیوٹر میں فیڈ کر کے اسٹور کر لیتے ہیں۔

عام لوگ حشر میں بغیر لباس کے اور شہداء لباس کے ساتھ اُٹھیں گے

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح ہم نے ابتدا میں پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن ننگے پیر ننگے بدن اور غیر مختون اُٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کما بدانا اول خلق نعیدہ (الانبیاء: ۱۰۴) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو قمیص پہنائی جائے گی۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۳، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۰۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۱۳)

قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ حشر کے دن انسان کو بغیر کپڑوں اور لباس کے اُٹھایا جائے گا۔ اس کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہن لیے اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں اس کی وفات ہوئی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو بے لباس اُٹھایا جائے گا اور بعض لوگوں کو کپڑوں

marfat.com

Marfat.com

کے ساتھ اُٹھایا جائے گا' یا سب کو بے لباس اُٹھایا جائے گا پھر انبیاء علیہم السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور سب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' یا سنن ابوداؤد کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان کو قبروں سے اس لباس میں لایا جائے گا جس لباس میں وہ فوت ہوئے تھے پھر ان کا لباس اُتار کر ان کو میدانِ حشر میں لایا جائے گا اور بغیر لباس کے ان کا حشر کیا جائے گا پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ بعض علماء نے حضرت ابوسعید کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے کیونکہ شہداء کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے' پس یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے یہ حدیث شہداء کے متعلق سنی ہو پھر اس کو بہ طور عموم روایت کر دیا ہو' اور جن لوگوں نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا ہے ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ہیں کیونکہ امام ابن ابی الدنیا نے سند حسن کے ساتھ عمرو بن الاسود سے روایت کیا ہے ہم نے حضرت معاذ بن جبل کی والدہ کو دفن کیا (کفن دیا) انہوں نے کہا ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا جائے اور کہا اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں کا کفن پہناؤ کیونکہ ان کو انہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا۔

حضرت ابوسعید کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کو اپنے کپڑوں سمیت دفن کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسروں سے ممتاز ہوں تو حشر میں بھی ان کو کپڑوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا تاکہ وہاں بھی وہ دوسروں سے ممتاز ہوں۔ علامہ ابن عبدالبر نے آخرت میں بے لباس اُٹھائے جانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ لباس انسان کا مال ہے اور آخرت میں انسان کے پاس دنیا کا کوئی مال نہیں ہوگا۔ لباس دنیا میں انسان کی مکروہ چیزوں کو چھپاتا ہے اور آخرت میں جو چیز انسان کی مکروہ چیزوں کو چھپائے گی وہ اس کے نیک اعمال کا ثواب ہیں یا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے' دنیا کے لباس کی وہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ میری اُمت کا حشر ان کے کفنوں میں کیا جائے گا اور باقی اُمت بے لباس ہوگی۔

علامہ قرطبی نے کہا کہ اگر یہاں اُمت کو شہداء پر محمول کر دیا جائے تو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو' اس بحث میں علامہ ابوالعباس قرطبی کی تقریر

صحیح البخاری' صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی حدیث میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قمیص پہنائی جائے گی۔ اس کی شرح میں علامہ ابوالعباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء وغیرہم اور تمام لوگ بے لباس اُٹھائے جائیں گے اور اہل سعادت کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کو جنت کا لباس پہنا دیا جائے گا وہ اس کو حشر کی تکلیفوں اور پسینے وغیرہ سے محفوظ رکھے گا اور سورج کی اور دوزخ کی حرارت سے بھی محفوظ رکھے گا' اور اس حدیث کا ظاہر عموم یہ تقاضا کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے قمیص پہنائی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خصائص میں سے ہو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر آئیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے قبر سے باہر آئیں گے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً افضل ہوں' بلکہ تمام اہل محشر سے آپ ہی مطلقاً افضل ہیں' آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے

marfat.com
Marfat.com

لباس پہنائی جائے گی اور یہ اولیت اضافی ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کے عموم میں داخل نہ ہوں۔
(المفہم من تلخیص مسلم ج ۷ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ ابو عبداللہ قرطبی کی تقریر

علامہ ابوالعباس قرطبی متوفی ۶۵۶ھ کے تلمیذ علامہ ابو عبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اپنے استاذ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے شیخ کے اس کلام کے خلاف حدیث صریح نہ ہوتی تو یہ ان کا بہت عمدہ کلام تھا۔ (یعنی اولیت کا اضافی ہونا) کیونکہ امام ابن المبارک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ ابراہیم کو دو قبطی کپڑے پہنائے جائیں گے پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی دائیں جانب سے یمن کی ایک منقش چادر پہنائی جائے گی' اس کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (کتاب الرقائق مع الزھد رقم الحدیث: ۳۶۵' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اذان دینے والے اور تلبیہ پڑھنے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے باہر آئیں گے پھر موذن اذان دے گا اور تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھے گا اور سب سے پہلے جنت کے حلوں میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو حلہ پہنایا جائے گا پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر باقی انبیاء اور رسل علیہم السلام کو پھر موذنوں کو لباس پہنایا جائے گا۔ اس حدیث کا الحلیمی نے منہاج الدین میں ذکر کیا ہے۔ (الحلیمی کی منہاج الدین ہم کو نہیں مل سکی کہ اس حدیث کی تحقیق اور تخریج کی جاتی)

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو ننگے پیر' ننگے بدن اٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو جنت کے حلوں سے لباس پہنایا جائے گا پھر عرش کی دائیں جانب ایک کرسی لا کر بچھائی جائے گی پھر مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔
(کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۵' کنز العمال رقم الحدیث ۳۸۹۴۳)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنایا جائے۔ سو اس آدمی کے لیے خوشی ہو جس کو اس وقت جنت کا لباس پہنایا جائے گا کیونکہ جو اس لباس کو پہن لے گا اس کو حشر کی گرمی' سورج کی تپش' پسینہ اور دیگر دہشت ناک چیزوں سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔
(التذکرہ ج ۱ ص ۳۲۱۔ ۳۲۰' مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے نار نمرود میں ڈالا گیا تھا' اس کی تلافی کے لیے ان کو دو حلے پہنائے جائیں گے۔ (التوشیح ج ۳ ص ۳۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق حافظ عسقلانی شافعی کی تقریر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابوالعباس قرطبی کی تقریر ذکر کی ہے پھر اس پر علامہ ابو عبداللہ قرطبی کا تبصرہ اور ان کی بیان کردہ احادیث مزید اسانید کے ساتھ ذکر کی ہیں پھر انہوں نے اس سلسلہ میں مزید احادیث پیش کی ہیں:

مرسل عبید بن عمیر میں جعفر بن فریابی سے لکھتے ہیں لوگوں کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا وجہ ہے کہ میں اپنے خلیل کو برہنہ دیکھ رہا ہوں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سفید کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہ سب سے پہلے شخص ہوں گے جن کو لباس پہنایا جائے گا' اور ان کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی حکمت یہ ہے کہ جب ان کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں پھینکا گیا تھا تو ان کا لباس اتار لیا گیا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے شلوار پہننے کی سنت قائم کی

marfat.com
Marfat.com

تھی۔ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے تو ان کو بے خوف رکھنے کے لیے جلدی لباس پہنایا گیا تاکہ وہ مطمئن رہیں۔امام ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو لباس پہناؤ تاکہ آج لوگوں پر ان کی فضیلت ظاہر ہو جائے۔میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خصوصیت سے کہ انہیں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا' یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً افضل ہوں' اور اب مجھ پر یہ وجہ ظاہر ہوئی ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے اسی لباس میں باہر آئے ہوں جس لباس میں آپ کی وفات ہوئی تھی اور آپ کو جنت کے حلوں میں سے جو حلہ پہنایا جائے گا' وہ محض آپ کی عزت اور کرامت کے اظہار کے لیے ہو اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ کو عرش کے پائے کے پاس کرسی پر بٹھایا جائے گا۔(الاسماء والصفات ص ۳۹۵) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی فضیلت باقی مخلوق کے اعتبار سے ہے (کیونکہ آپ تو پہلے ہی لباس میں تھے) اور حلیمی نے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلہ بہت افضل اور اکمل ہوگا اور اس کی نفاست سے اس کمی کی تلافی ہو جائے گی جو اولیت کے فوت ہونے سے ہوئی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ عینی حنفی کی تقریر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے قیامت کے دن جس شخص کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا' وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ظاہر منقبت' عظیم فضیلت اور خصوصیت ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس فضیلت کے ساتھ خاص کیا گیا کہ جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ عرش کے پائے کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں' حالانکہ آپ سید المرسلین ہیں اور سب سے پہلے قبر سے باہر آئیں گے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ یا حضرت ابراہیم علیہما السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی قیامت کے دن سب سے افضل ہوں گے' اور اگر کوئی شخص کسی ایک فضیلت کے ساتھ خاص ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو۔(یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جزوی فضیلت ہے اور فضیلت کلی آپ ہی کو حاصل ہے) دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' اس میں آپ کی مراد آپ کے علاوہ ہے کیونکہ اہل اصول نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ متکلم اپنے خطاب کے عموم میں داخل نہیں ہوتا یعنی آپ کے علاوہ باقی لوگوں کی بہ نسبت سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا' اور امام ابن المبارک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو قبطی کپڑے پہنائے جائیں گے پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی دائیں جانب ایک منقش چادر پہنائی جائے گی' اور حلیمی نے منہاج میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ سب سے پہلے جنت کے حلوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائے گا پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر باقی نبیوں کو' اور آپ کے حلہ کا کپڑا سب سے نفیس ہوگا گویا کہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی حلہ پہنایا جائے گا' اور امام ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل کو پہناؤ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو سفید کپڑے پہنائے جائیں گے وہ

marfat.com

Marfat.com

عرش کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں گے' پھر ایک کرسی لائی جائے گی اور اس کو عرش کی دائیں جانب رکھا جائے گا اور اس پر مجھے بٹھایا جائے گا پھر مجھے ایسا حلہ پہنایا جائے گا جس کے مرتبہ کا حلہ کسی کے پاس نہیں ہوگا۔ (حلہ کا معنی ہے ایک قسم کی دو چادریں)(عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۲۴۳۔ ۲۴۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی تقریر

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل نہیں ہیں پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو فضائل اور خصوصیات عطا فرما کر سب سے افضل قرار دے پھر کسی اور شخص کو کسی ایک فضیلت میں خصوصیت عطا فرمائے تو اس ایک فضیلت میں خصوصیت سے اس بندہ کے افضل ہونے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور یہ سب کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب سے پہلے کلام کرنے اور شفاعت کرنے کا اذن عطا کیا جائے گا اس کے مقابلہ میں کسی کی فضیلت نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بہت فضائل عطا کیے گئے ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۱۰ص ۱۶۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق ملا علی قاری حنفی کی تقریر

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس اس لیے پہنایا جائے گا کہ وہ فقراء کو لباس پہناتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ کی ذات کی وجہ سے سب سے پہلے دنیا میں ان کا لباس اُتارا گیا تھا' نہ اس وجہ سے کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور باپ ہیں تو باپ کے شرف کی وجہ سے ان کو ہمارے نبی سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔ علاوہ ازیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس لباس میں دفن کیا گیا تھا' آپ کو اسی لباس میں ملبوس اُٹھایا جائے گا' اور میرا یہ نظریہ ہے کہ تمام انبیاء بلکہ اولیاء بھی اپنی قبروں سے ننگے پیر اور ننگے بدن اُٹھیں گے لیکن وہ اپنے کفنوں کو اس طرح اوڑھے ہوئے ہوں گے کہ ان کی شرم گاہیں خود ان سے اور دوسرے لوگوں سے مستور اور محجوب ہوں گی' اور یہی معنی اس حدیث کے مناسب ہے کہ میں اس حال میں قبر سے باہر آؤں گا کہ میری دائیں طرف ابوبکر اور بائیں طرف عمر ہوں گے پھر میں البقیع کی طرف جاؤں گا۔ الحدیث

پھر یہ نفوس قدسیہ اونٹنیوں اور دیگر سواریوں پر سوار ہو کر میدانِ محشر کی طرف جائیں گے اور محشر میں جو جنت کے حلے پہنائے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی الطاف' اکرامات اور انعامات کے قبیل سے ہوں گے جو وہ اپنے پسندیدہ اور مقبول بندوں پر فرمائے گا۔

پھر میں نے الجامع الصغیر میں یہ حدیث دیکھی: جس سے زمین سب سے پہلے شق ہوگی وہ میں ہوں اور اس پر فخر نہیں' پھر مجھے جنت کے حلوں میں سے حلے پہنائے جائیں گے پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور تمام مخلوق میں سے کوئی شخص بھی اس مقام پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۸۴۳ اور الجامع الکبیر رقم الحدیث: ۸۷۷۵ میں صرف اتنا ہے جس سے زمین سب سے پہلے شق ہوگی وہ میں ہوں اور فخر نہیں اور اس میں حلے پہننے وغیرہ کا ذکر نہیں۔ البتہ کنز العمال اور الاسماء والصفات میں اس کا ذکر

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ غالباً ملا علی قاری کو حوالہ میں اشتباہ ہو گیا) اور امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی پھر ابوبکر اور عمر سے پھر میں اہل البقیع پر آؤں گا' ان کا میرے ساتھ حشر کیا جائے گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ (ملا علی قاری کو یہاں بھی تسامح ہوا ہے۔ ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸ اور ۳۶۱۵ میں صرف اتنی حدیث ہے سب سے پہلے میں قبر سے شق ہوں گا اور فخر نہیں' اور حاکم کی المستدرک رقم الحدیث: ۴۴۸۶ میں اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور اہل بقیع کی طرف جانے اور اہل مکہ کے انتظار کا ذکر نہیں ہے) اس کے بعد ملا علی قاری نے تورپشتی کے حوالے سے علامہ طیبی کی تقریر ذکر کی ہے۔ (المرقات ج ۱۰ ص ۲۵۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۱۰ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تقریر

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اعزاز اور اکرام آپ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے کیا گیا تھا جب کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا' ان ہی میں اُٹھایا جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶۷' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ حدیث صحیح میں ہے:

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں اس کو موت آئی تھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۱۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۵۹۵)

اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ شہداء کو اسی لباس میں اُٹھایا جائے گا جس لباس میں شہید ہوئے تھے اور باقی لوگوں کو بے لباس اُٹھایا جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی اُمت کے شہداء کو تو لباس کے ساتھ اُٹھایا جائے اور آپ کو بے لباس اُٹھایا جائے اور میدانِ محشر میں آپ کی اُمت کے شہداء آپ سے افضل حال میں ہوں۔ اس لیے لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کو بھی لباس کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ ثانیاً آپ بھی معناً شہید ہیں کیونکہ آپ کو جو خیبر میں زہر دیا گیا تھا' اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: اے عائشہ! میں نے خیبر میں جو طعام کھایا' میں ہمیشہ اس (زہر آلود) طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں اور اب وقت آ گیا ہے کہ اسی زہر کے اثر سے میری شہ رگ منقطع ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۲۸' جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۵۲۸)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں اور سنن ابوداؤد کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ شہداء کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں ان کی وفات ہوئی' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی۔ وللہ الحمد۔

نیز میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام۔ ۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت (سب) اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شہید کی تو صرف موت اللہ کے لیے ہوتی ہے آپ کی تو موت اور حیات سب اللہ کے لیے اور اس کے راستہ میں ہے۔ اس لیے آپ شہید سے کہیں زیادہ عزت اور کرامت کے مستحق ہیں۔ اس لیے آپ کو آپ کے ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں آپ کی وفات ہوئی تھی پھر آپ کی عزت و کرامت کو ظاہر کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپ کو ان سے اچھے جنت کے حلے پہنائے جائیں گے اور آپ کو عرش کے پائے کے پاس کرسی پر بٹھایا جائے گا جو اللہ کے حبیب ہیں تمام اولین اور آخرین سے مکرم ہیں' تمام رسولوں کے قائد ہیں' آدم اور ان کے ماسوا تمام لوگ قیامت کے دن ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جو سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں' جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہیں' ان کی عزت اور کرامت سے یہ مناصب کب بعید ہیں۔

کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہاں اس سے زیادہ سخت معاملہ ہوگا کہ لوگوں کو اس کا خیال آئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہمیں حیا نہیں آئے گی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! وہاں معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! پھر شرم گاہوں کا کیا ہوگا؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ۝ (عبس: ۳۷)

ان میں سے اس دن ہر ایک کو ایسی فکر ہوگی جو دوسروں سے مستغنی کردے گی۔

ترمذی اور حاکم کی روایت میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام: ۹۴)

تم ہمارے پاس تنہا تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے ان کی شرم گاہیں! مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرم گاہوں کی طرف دیکھ رہے ہوں گے تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ اور فرمایا مرد عورتوں کی طرف نہیں دیکھیں گے اور عورتیں مردوں کی طرف نہیں دیکھیں گی ہر ایک دوسرے سے بے نیاز ہوگا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

زبور کے معانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور میں یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۵)

زبور کے متعلق مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) سعید بن جبیر' مجاہد' مقاتل اور ابن زید نے کہا آسمانی کتابوں کو زبور کہتے ہیں اور من' بعد الذکر میں ذکر سے مراد لوح

marfat.com
Marfat.com

محفوظ ہے کیونکہ اس میں مستقبل میں ہونے والی تمام باتیں لکھی ہوئی ہیں اور انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں بھی وہیں سے لکھی گئی ہیں' اور اب آیت کا معنی ہوگا ہم نے لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد آسمانی کتابوں کو لکھ دیا۔

(۲) قتادہ اور شعبی نے کہا زبور سے مراد قرآن مجید ہے اور ذکر سے مراد تورات ہے اور اب معنی یہ ہے کہ ہم نے تورات میں قرآنِ مجید کو نازل کرنے کے متعلق لکھ دیا تھا۔

(۳) زبور سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور ہے اور ذکر سے مراد نصیحت ہے۔

(۴) ذکر سے مراد علم ہے۔ یعنی ہم نے علم کے باوجود زبور میں لکھ دیا تھا اور لکھنے سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے لکھا تھا کہ اس کو سہو ہو جائے گا یا وہ بھول جائے گا۔

قرآن مجید کے صدق پر زبور کی شہادت

ہم نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے اور ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور میں یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اب ہم زبور کے حوالے سے اس نصیحت اور نیک بندوں کے لیے زمین کی وراثت کو بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ قرآنِ مجید کی صداقت اور حقانیت واضح ہو جائے۔

باب: ۳۷' داؤد کا مزمور (یعنی ان کا گیت)

تو بدکرداروں کے سبب سے بیزار نہ ہو اور بدی کرنے والوں پر رشک نہ کر کیونکہ وہ گھاس کی طرح جلد کاٹ ڈالے جائیں گے اور سبزہ کی طرح مرجھا جائیں گے۔ خداوند پر توکل کر اور نیکی کر۔ ملک میں آباد رہ اور اس کی وفاداری سے پرورش پا۔ خداوند سے مسرور رہ اور وہ تیرے دل کی مرادیں پوری کرے گا۔ اپنی راہ خداوند پر چھوڑ دے اور اس پر توکل کر وہی سب کچھ کرے گا۔ اور وہ تیری راستبازی کو نور کی طرح اور تیرے حق کو دوپہر کی طرح روشن کرے گا۔ خداوند میں مطمئن رہ اور صبر سے اس کی آس رکھ۔ اس آدمی کے سبب سے جو اپنی راہ میں کامیاب ہوتا اور برے منصوبوں کو انجام دیتا ہے بیزار نہ ہو۔ قہر سے باز آ اور غضب کو چھوڑ دے۔ بیزار نہ ہو۔ اس سے برائی ہی نکلتی ہے کیونکہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے لیکن جن کو خداوند کی آس ہے' ملک کے وارث ہوں گے۔ (زبور باب: ۳۷' آیت: ۹-۱' پرانا عہد نامہ ص: ۵۴۸' مطبوعہ لاہور' ۱۹۹۲)

یہ گیت ۴۰ آیتوں پر مشتمل ہے اور اس میں مسلسل نصیحت کی آیتیں ہیں اور کئی جگہ نیکوں کو زمین کا وارث کرنے کا ذکر ہے۔ آیت: ۹ کے بعد آیت: ۱۱ میں ہے لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے اور سلامتی کی فراوانی سے شادمان رہیں گے۔ اس کے بعد آیت: ۲۲ میں ہے کیونکہ جن کو وہ برکت دیتا ہے وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ اور جن پر وہ لعنت کرتا ہے وہ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ پھر آیت: ۳۴ میں ہے خداوند کی آس رکھ اور اس کی راہ پر چلتا رہ اور وہ تجھے سرفراز کرکے زمین کا وارث بنائے گا۔ (پرانا عہد نامہ ص ۵۴۹-۵۴۸' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

اور اس طرح قرآنِ مجید نے جو کہا تھا کہ ہم زبور میں نصیحت کرنے کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے' اس آیت کا صدق زبور کی شہادت سے ظاہر ہو گیا۔

ہزاروں سال گزر گئے' بائبل میں بہت تبدیلی اور تحریف بھی کی گئی ہے لیکن قرآنِ مجید نے جو کہا تھا کہ زبور میں نصیحت کے بعد ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے' وہ نصیحت اور وراثت کا قاعدہ زبور میں آج بھی اسی طرح موجود ہے اور یہ قرآن مجید کی صداقت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

زمین کی وراثت سے جنت کی زمین مراد ہونا

زمین کی وراثت کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد جنت کی زمین ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اس سے مراد دنیا کی زمین ہے۔ اکثر مفسرین کا یہ رجحان ہے کہ اس زمین سے مراد جنت کی زمین ہے کیونکہ دنیا کی زمین کے وارث تو نیک اور بد مومن اور کافر سب قسم کے لوگ ہوتے رہتے ہیں' اور آیت کا معنی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اور انبیاء علیہم السلام کی کتابوں اور صحیفوں میں یہ لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جنت کے وارث نیک بندے ہی ہوں گے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' سعید بن جبیر' عکرمہ اور ابوالعالیہ وغیرہ کا یہی قول ہے' اور اس معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اہل جنت' جنت میں داخل ہونے کے بعد کہیں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○ (الزمر: ۷۴)

اور (جنتی) کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں قیام کرتے ہیں اور نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جنت ہی وہ زمین ہے جو نیک لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی ہے اور ان کے لیے بنائی گئی ہے اور ہم جیسے گناہ گار اگر جنت میں گئے تو بالتبع جائیں گے۔ (اللہ ہم کو بھی جنت میں داخل کردے گو ہم اس کے لائق نہیں) اور رہی دنیا کی زمین تو وہ خصوصیت کے ساتھ نیک لوگوں کے لیے نہیں بنائی گئی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زبور کا حوالہ دیا ہے کہ ہم زبور میں نصیحت کرنے کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے' اور زبور کی آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی اور زمین میں ابدی وراثت تو صرف جنت میں ہوسکتی ہے کیونکہ دنیا تو فانی ہے۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام کے اس گیت میں وہ آیتیں پڑھیں جن میں دائمی وراثت کا ذکر ہے:

کامل لوگوں کے ایام کو خداوند جانتا ہے' ان کی میراث ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ زبور: باب: ۳۷' آیت: ۱۸' بدی کو چھوڑ دے اور نیکی کر اور ہمیشہ تک آباد رہ۔ زبور: باب: ۳۷' آیت: ۲۷' صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے۔ زبور: باب: ۳۷' آیت: ۲۹

زمین کی وراثت سے دنیا کی زمین مراد ہونا

اور بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد دنیا کی زمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے نیک مسلمانوں سے حکومت اور اقتدار عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اور وہ اعمال صالحہ کر چکے ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط کردے گا جس کو وہ ان کے لیے پسند کرچکا ہے اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا' جو لوگ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ بالکل

marfat.com
Marfat.com

شرک نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد کفر اور ناشکری کی سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (الاعراف: ۱۲۸)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد طلب کرو اور (جنگ کی مشکلات پر) صبر کرو۔ بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس زمین کا وارث کرتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب زمین کی وراثت صرف نیک بندوں کو دی جاتی ہے تو پھر کافروں کو حکومتیں اور اقتدار کیوں دیا گیا

ان آیات کا محمل یہ ہے کہ جب نیک مسلمان اللہ کے دین کے نظام کو قائم کرنے کی کوشش اور جدوجہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور اپنے فضل سے ان کو زمین پر اقتدار عطا فرمائے گا' اور جب تک وہ نیک کام کرتے رہیں گے ان کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل رہے گی' اور جب وہ گناہ اور سرکشی کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ان سے منہ موڑ لے گی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر کفار اور فساق کو زمین پر اقتدار کیسے حاصل ہوا اور اب زمین پر زبردست اور مستحکم اقتدار ان ہی کو حاصل ہے' اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک مسلمانوں کو جو زمین پر اقتدار عطا فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت اور اس کو خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہے' اور جب تک مسلمان نیک طریقہ پر قائم رہیں ان کے پاس وہ اقتدار رہتا ہے اور جب وہ معصیت اور سرکشی کو اختیار کریں اور اسی میں ڈوب جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے وہ نعمت چھین لیتا ہے۔ خلفاء راشدین اور بعد کے نیک مسلمانوں کی حکومتیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے قائم رہیں اور جب مسلمانوں نے اللہ کے نظام کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نے انہیں چھوڑ دیا۔

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار اور بدترین فساق جیسے امریکہ' روس' اسرائیل' برطانیہ اور فرانس وغیرہ کو بھی زمین پر اقتدار عطا فرمایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خوشنودی اور رضا سے زمین پر اقتدار نہیں عطا فرمایا بلکہ اپنی مشیت کے تحت ان کو زمین پر اقتدار عطا فرمایا اور ان کو ان کے کفر اور ان کی سرکشی میں ڈھیل دی ہوئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت کفر کی حکومتیں قائم ہیں جیسے زمین پر قدرتی آفات آتی ہیں' زلزلے آتے ہیں' طوفان آتے ہیں' قحط آجاتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی نظام اور مشیت کے تحت کافروں' ظالموں اور فاسقوں کو اقتدار عطا فرمایا اور اس میں مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے اور ان کی سزا ہے کیونکہ انہوں نے زمین پر اقتدار ملنے کے باوجود اللہ کے نظام کو قائم نہیں کیا اور عیش وعشرت اور رنگ رلیاں منانے میں ڈوب گئے تو اللہ نے ان کے دشمنوں کو زمین پر اقتدار دے دیا' اور اس میں کافروں کو ڈھیل دی گئی ہے وہ اپنے کفر اور سرکشی میں بڑھتے رہیں گے اور زیادہ سے زیادہ اُخروی سزا کے مستحق ہوتے جائیں گے لیکن ایک وقت آئے گا جب کفار سے یہ اقتدار واپس لے لیا جائے گا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو پھر تمام روئے زمین پر نیک مسلمانوں کا ہی اقتدار ہوگا۔

سید مودودی کے جواب پر تبصرہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ لکھا ہے:

marfat.com
Marfat.com

مشیت الٰہی کے تحت یہ وراثت مومن اور کافر' صالح اور فاسق' فرماں بردار اور نافرمان سب کو ملتی ہے مگر جزاء اعمال کے طور پر نہیں بلکہ امتحان کے طور پر۔ اسی آیت کے بعد دوسری آیت میں فرمایا ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔ (آیت: ۱۲۹) اور وہ تم کو خلیفہ بنائے گا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔

(تفہیم القرآن جلد ۳ ص ۱۹۲۔۱۹۰ مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید مودودی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نعمت عطا فرما کر ان سے امتحان لیتا ہے کہ وہ نیک روش پر قائم رہتے ہیں یا نہیں' کفار مثلاً روس' امریکہ' برطانیہ اور فرانس کو جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اقتدار دیا' وہ ان سے امتحان نہیں لیا بلکہ ان کو ان کے کفر میں ڈھیل دی ہے اور مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت اور سزا ہے' اور سید مودودی نے جو آیت پیش کی ہے اس سے بھی غلط نتیجہ نکالا ہے۔ الاعراف: ۱۲۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ سے مدد طلب کرو اور (جنگ کی مشکلات میں صبر کرو) بے شک زمین اللہ کی ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس زمین کا وارث کرتا ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں ہے:

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۲۹)

(بنی اسرائیل نے) کہا آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم مصائب میں مبتلا تھے اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت موسیٰ کا یہ ارشاد مسلمانوں سے تھا کہ جب تم کو زمین پر اقتدار دیا جائے گا تو یہ تمہارا امتحان ہوگا کیونکہ نیک اور بدعمل کا امتحان مسلمانوں سے ہی متصور ہے۔ کافر حکمران سے یہ امتحان مطلوب نہیں ہے کیا کافر حکمران کفر سے توبہ کیے بغیر زمین میں عدل و انصاف کرنے لگیں تو ان کی نجات ہو جائے گی۔ امریکہ' برطانیہ اور فرانس وغیرہ نے اپنے اپنے ملکوں میں تو عدل و انصاف قائم کیا ہوا ہے' وہاں خوشحالی ہے' عوام کو روزگار مہیا ہے' بے روزگاروں کو وظیفہ دیتے ہیں اگر کوئی کسی پر ظلم اور تعدی کرے تو اس کو سزا دی جاتی ہے' ہر شہری کی جان اور مال کی حفاظت کی حکومت ضامن ہے اور ہر شہری کو شخصی آزادی حاصل ہے' یہ سب فلاحی حکومتیں ہیں اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد حکومت چلانے میں وہ کامیاب ہیں۔ ان کے لیے عدل و انصاف میں امتحان کی کوئی گنجائش نہیں ہے' ان کا اقتدار ان کا امتحان نہیں ہے بلکہ قدرت کی طرف سے ان کی سرکشی اور کفر میں ڈھیل دینا ہے اور الاعراف: ۱۲۹ میں یہ قاعدہ بیان نہیں فرمایا کہ کفار اور فساق کو بھی بہ طور امتحان اقتدار دیا جاتا ہے۔ وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صرف مسلمانوں سے خطاب ہے ان اسرائیلیوں سے جو ان پر ایمان لا چکے تھے' جو مومن تھے' ان کے اعمال کا امتحان لیا گیا۔ رہے کفار تو ان کے امتحان لینے کا کیا موقع اور کیا گنجائش ہے؟ وہ نیک عمل اور عدل و انصاف کریں بھی تو ان کے نیک اعمال مقبول نہیں ہیں' اور اگر یہ کہا جائے کہ کافروں کو اقتدار دے کر یہ امتحان لینا مقصود ہے کہ وہ ایمان لاتے ہیں یا نہیں تو اول تو اقتدار ملنے اور اس کے بعد ایمان لانے کے امتحان میں کوئی ربط اور مناسبت نہیں ہے اور ثانیاً یہ کہ امتحان اس کا لیا جاتا ہے جس کے ذرہ برابر بھی کامیاب ہونے کا امکان ہو اور امریکہ' روس' چین' بھارت اور دیگر دہریے اور بے دین ممالک جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں' ان کے ایمان کے امتحان لینے کی کون سی وجہ ہے۔

عابدین کا معنی

الانبیاء: ۱۰۶ میں فرمایا: بے شک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے لیے عظیم پیغام ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اس سورت میں جو انبیاء علیہم السلام کے قصص اور ان کے واقعات بیان کیے گئے ہیں وعد اور وعید کا ذکر کیا گیا ہے' اس میں ان لوگوں کے لیے پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ پیغام سب کے لیے ہے اور ہر شخص اس پیغام پر عمل کر کے اُخروی فلاح حاصل کر سکتا ہے لیکن انجام کار اس پیغام کو قبول عبادت گزار ہی کریں گے اور وہی اس پیغام پر عمل کریں گے' اس لیے خصوصیت کے ساتھ عبادت گزاروں کا ذکر فرمایا۔ عبادت گزار سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو شریعت کا پورا علم ہو اور وہ اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں کیونکہ جو شخص بغیر علم کے عبادت کرے گا وہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا' اور جو علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کرے وہ درخت بے ثمر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ○ (الانبیاء: ۱۰۷)

وما ارسلنک الا رحمة للعٰلمین کے مختلف تراجم

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لیے۔ پھر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔ (بیان القرآن ج ۲ ص ۶۵۱' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۸۹)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

رحمة للعٰلمین کی تفسیر صدر الافاضل سے

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

کوئی ہو جن ہو یا انس' مومن ہو یا کافر' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے' ایمان والے کے لیے بھی اور اس کے لیے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لیے تو آپ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف (زمین میں دھنسانے کا عذاب) و مسخ (شکل بدل دینے کا عذاب) اور استیصال (کسی قوم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اُٹھا دیئے گئے۔ تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ' تامہ کاملہ' عامہ' شاملہ' جامعہ' محیطہ' بہ جمیع مقیدات' رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ' وعینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ وغیر ذالک' تمام جہانوں کے لیے' عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام' ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لیے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو۔ (حاشیہ بر کنز الایمان ص ۵۳۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

رحمة للعٰلمین کی تفسیر امام رازی سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین میں بھی رحمت ہیں اور دنیا میں بھی رحمت ہیں۔ دین میں اس لیے رحمت ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت بھیجا گیا لوگ جہالت اور گمراہی میں تھے' اور اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ اپنے دین کے معاملہ میں زحمت میں تھے' ان کا اپنی کتابوں میں بہت اختلاف تھا' اللہ تعالیٰ نے اس وقت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا جب طالب حق کے سامنے نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا' اس وقت آپ نے لوگوں کو حق کی دعوت دی اور نجات کا راستہ دکھایا اور ان کے لیے احکام شرعیہ بیان کیے اور حلال اور حرام میں تمیز دی۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دیا جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے ان کا باطن صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے' اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

اور آپ دنیا میں اس لیے رحمت ہیں کہ آپ کی وجہ سے ان کو ذلت' قتال اور مختلف جنگوں سے نجات ملی اور آپ کے دین کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوئی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ رحمت کیسے ہوں گے جب کہ آپ تلوار اور مال غنیمت کے احکام لے کر آئے؟ اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) آپ ان منکرین اور متکبرین کے لیے تلوار لے کر آئے جنہوں نے تفکر اور تدبر نہیں کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان اور رحیم ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے۔ پانی اور بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (الشوریٰ: ۲۸)

اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کھول دیتا ہے۔

حالانکہ بارش سے بعض اوقات فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں' مکان گر جاتے ہیں' مال اور مویشی بہہ کر ڈوب جاتے ہیں' سمندری طوفان اور سائیکلون آتے ہیں تو شہر کے شہر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور ہزاروں اور لاکھوں لوگ مر جاتے ہیں۔

(۲) ہمارے نبی کے آنے سے پہلے جب بھی کوئی قوم اپنے نبی کی تکذیب کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ مکذبین کو غرق کر کے یا زمین میں دھنسا کر یا ان کی شکلیں مسخ کر کے ان کو ہلاک کر دیتا تھا اور ہمارے رسول کی جس نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب کو اس کی موت یا قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ (الانفال: ۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آپ ان میں ہوں اور وہ ان پر عذاب بھیج دے۔

رحمة للعالمین کی تفسیر علامہ آلوسی سے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں' اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ کو جو دین دے کر بھیجا ہے اس میں دنیا اور آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا' جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی

marfat.com

Marfat.com

کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کے روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور ان کا ہے جنہوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ تمام ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے فیض الٰہی کے لیے واسطہ ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے اور حدیث میں ہے اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا' اور حدیث میں ہے اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں' اور ابن القیم مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے اگر نبی نہ ہوتے تو جہان میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی' نہ کوئی نیک عمل ہوتا' نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے' ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور برائی ہے وہ آثار نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی روح ہے اور جب زمین میں نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا' ستارے بکھر جائیں گے' سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند تاریک ہو جائے گا' پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا' زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پس اس جہان کا قیام آثار نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہان بھی نہیں رہے گا۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ العالمین سے مراد صرف مومنین ہیں (جیسے شیخ محمود الحسن اور شیخ تھانوی وغیرہم) میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم العلمین کے ہر فرد کے لیے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو' اور انسانوں میں بھی آپ مومنوں اور کافروں سب کے لیے رحمت ہیں اسی طرح جنات میں بھی سب کے لیے رحمت ہیں' البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(روح المعانی جز ۱۷ ص ۱۵۵ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رحمۃ للعالمین کی تفسیر مصنف سے

ہمارے نزدیک اس آیت کریمہ کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا اور مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے' اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے: اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ اس آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور تواتر اور اجماع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رحمۃ للعالمین کا مصداق قرار دیا گیا ہے اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح مفسرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر عالم کے لیے رحمت ہیں خواہ فرشتوں کا عالم ہو' جنات کا عالم ہو' انسانوں کا عالم ہو اور خواہ انسانوں میں سے کافر ہوں' مسلمان ہوں' اولیاء ہوں یا انبیاء علیہم السلام ہوں' آپ سب کے لیے رحمت ہیں' اور خواہ حیوانوں کا عالم ہو' یا نباتات کا عالم ہو یا جمادات کا عالم ہو' آپ ہر ہر عالم کے لیے رحمت ہیں' اس لیے شیخ محمود الحسن کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ صرف لوگوں کے لیے رحمت ہیں اور نہ شیخ تھانوی کا یہ ترجمہ اور تفسیر صحیح ہے کہ آپ صرف مکلفین کے لیے رحمت ہیں۔ مکلف ہو یا غیر مکلف انسان ہو' جن ہو یا فرشتہ ہو' حیوان ہو یا شجر و حجر ہو آپ سب کے لیے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العلمین ہے اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں جس جس چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے اس اس چیز کے لیے آپ رحمت ہیں' وجود عین جود ہے اور ہر چیز کو وجود آپ کے واسطہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو عطا کرنے والا ہے اور آپ ہر چیز کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم صرف

marfat.com
Marfat.com

لیے نہیں تھی کہ آپ کے فرزند ارجمند کا نام قاسم تھا' بلکہ ابوالقاسم کا معنی ہے سب سے زیادہ تقسیم کرنے والے اور ابتداء
رینش عالم سے لے کر قیامت تک جس کو بھی جو نعمت ملتی ہے وہ آپ کی تقسیم سے ملتی ہے۔ تمام دینی اور دنیاوی امور میں
پ ابتداء آفرینش عالم سے تقسیم کرنے والے ہیں۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

ہم رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں پہلے آپ کی رحمت کے متعلق قرآنِ مجید کی دیگر آیات اور ان کی تفسیر پیش کریں گے پھر
پ کی رحمت کے عموم پر احادیث اور آثار کا ذکر کریں گے' پھر خصوصیت کے ساتھ مومنین پر رحمت کی احادیث کو بیان کریں
کے پھر حیوانوں' درختوں اور جمادات پر آپ کی رحمت کی احادیث کو بیان کریں گے جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ آپ عالم کے
رہ ذرہ کے لیے رحمت ہیں۔ غالب نے کہا ہے:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود — رحمت للعٰلمینے ہم بود

اور آخر میں آپ کی رحمت پر اعتراضات کے جوابات بیان کریں گے فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

سول اللہ کی رحمت کے متعلق دیگر آیات اور ان کی تفسیر میں احادیث

اس آیت کے علاوہ قرآنِ مجید کی اور آیات میں بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ذکر فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ ‌ـظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران: ۱۵۹)

سو اللہ کی عظیم رحمت سے آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایک شخص نے اپنے قرض کا سختی سے
ضا کیا آپ کے اصحاب نے اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا قصد کیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو
ت کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۰۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم
تے ہوئے کچھ لوگوں کو زیادہ دیا' آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور عرب سرداروں
لوگوں کو بھی کچھ عطا فرمایا اور اس دن آپ نے تقسیم میں (بعض لوگوں کو) ترجیح دی۔ ایک شخص نے کہا اس تقسیم میں عدل
ں کیا گیا اور نہ اس میں اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر
۔ میں نے جا کر آپ کو خبر دی' آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر اور کون عدل کرے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا تھا۔ (نبی صلی اللہ علیہ
تالیفِ قلب کے لیے بعض نومسلموں کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیتے تھے)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۵۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۰۸، مسند حمیدی رقم الحدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فطرتاً بدگو تھے، نہ تکلفاً بدگوئی کرتے تھے اور بازاروں میں بلند آواز سے بات کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ (شمائلِ ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا نہ کبھی کسی عورت پر ہاتھ اُٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۸، شمائلِ ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۱، مصنف ابن شیبہ ج ۸ ص ۳۶۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا سوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے جب اللہ کی حد توڑی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے، اور آپ کو جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو اختیار کرتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰، ۶۱۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵، شمائلِ ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰، مسند احمد ج ۶ ص ۸۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں ''نہ'' نہیں فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۱، شمائلِ ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اس کو کچھ عطا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت میرے پاس نہیں ہے، تم اس کو میری طرف سے اُدھار خرید لو جب میرے پاس رقم آئے گی تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کو عطا کر چکے ہیں اور جس چیز پر آپ قادر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی بات کو ناپسند فرمایا پھر انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے سے تنگی کا خوف نہ کیجئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرے پر انصاری کی بات سے خوشی کے آثار دکھائی دیئے پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائلِ ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۶، مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۶۲، البحر الزخار رقم الحدیث: ۲۷۳، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۴۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات اور انجیل میں بعض یہ صفات مذکور ہیں:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷) جو ان سے ان کے (مشکل احکام کے) بوجھ اُتارے گا اور ان کے گلے میں پڑے ہوئے (سختیوں کے) طوق اُتار کر پھینک دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔ فرمایا میں اپنا عذاب تو جسے چاہے اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر محیط

marfat.com
Marfat.com

تو عنقریب میں اس (دنیا اور آخرت کی بھلائی) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے۔ (الاعراف: ۱۵۶)

اس آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں احکام شرعیہ آسان ہوں کیونکہ بنو اسرائیل پر بہت مشکل احکام تھے۔ ان کی توبہ یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں' ان کو تیمم کی سہولت حاصل نہ تھی' مال غنیمت حلال نہیں تھا' قربانی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی' قصاص لازم تھا' دیت کی رخصت نہیں تھی' ہفتہ کے دن شکار کی اجازت نہیں تھی' روزے کا دورانیہ رات اور دن کو محیط تھا' غرض بہت سخت احکام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے یہ سخت احکام آسان ہو جائیں اور آخرت کی بھلائی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کم عمل پر زیادہ اجر عطا فرمائے' ان کو ایک نیکی پر ایک ہی اجر ملتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ایک نیکی پر دس گنا یا سات سو گنا اجر عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی یہ خیر اور رحمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بجائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے لکھ دی فرمایا میں ان لوگوں کے لیے یہ خیر اور رحمت لکھ دوں گا جو:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الاعراف: ۱۵۷)

جو لوگ اس عظیم رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں' جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا اور جو ان سے (مشکل احکام کے) بوجھ اتارے گا اور ان کے گلے میں پڑے ہوئے سختیوں کے طوق اتار کر پھینک دے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ذکر اس آیت میں بھی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں' تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے' تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق' نہایت مہربان ہیں۔

امت کے سخت اور مشقت والے احکام کون سے تھے اور آپ نے ان کو کیسے دور فرمایا اور دنیا اور آخرت کی فلاح آپ نے کیسے عطا فرمائی' اس کی تفصیل ہم نے تبیان القرآن ج ۵ ص ۳۰۷-۳۰۵ میں بیان کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی رحمت کے عموم کے متعلق احادیث

امام ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اس کے لیے دنیا اور آخرت میں رحمت لکھ دی جاتی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا اس کو دنیا میں زمین میں دھنسانے اور اس پر پتھر برسانے کے اس عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے جس عذاب میں پہلی امتیں مبتلا ہوتی رہی ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۸۲۰' الدر المنثور ج ۵ ص ۶۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مشرکین کے خلاف دعا کیجئے' آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا' مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۹' الوفاء رقم الحدیث: ۷۵۴)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور تمام متقین کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۷ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۰۳ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۷۱)

حضرت سلمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی اُمت کے جس شخص کو بھی غصہ میں برا کہا یا اس پر لعنت کی تو میں بنو آدم کا ایک فرد ہوں' مجھے بھی اس طرح غصہ آتا ہے جس طرح انہیں غصہ آتا ہے اور اللہ نے تو مجھے صرف تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے اللہ! قیامت کے دن اس برا کہنے کو اس کے لیے دعائے خیر بنا دے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۷ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف رحمت ہوں' اللہ کی طرف سے ہدایت۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۵۸ المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۶۴ المستدرک ج ۱ ص ۳۵ کامل ابن عدی ج ۴ ص ۲۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! کیا غزوۂ احد کے دن سے بھی کوئی سخت دن آپ پر آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم کی طرف سے جن سختیوں کا سامنا ہوا سو ہوا اور ان کی طرف سے سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جو یوم العقبہ (جب آپ طائف کی گھاٹیوں میں تبلیغ کے لیے جاتے تھے) کو پیش آیا جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی' اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ میں اپنے غمزدہ چہرے کے ساتھ واپس آیا' ابھی میں قرن الثعالب میں پہنچا تھا کہ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا میں نے دیکھا اس بادل میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا بے شک اللہ نے سن لیا کہ آپ کی قوم نے کیا کہا اور آپ کو کیا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے' آپ ان کافروں کے متعلق اس کو جو چاہیں حکم دیں' پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو سلام کر کے کہا اے محمد! آپ جو چاہیں میں وہ کر دوں! اگر آپ چاہیں تو میں ان کے اوپر مکہ کے دو پہاڑوں کو گرا کر انہیں زمین میں پیس دوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پیٹھوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۵ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۷۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا' ہاں اگر اللہ کی حدود کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۵۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۶۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' اس وقت آپ ایک نجرانی (یمنی) چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک اعرابی (دیہاتی) ملا' اس نے بہت زور سے آپ کی چادر کھینچی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان نشان پڑ گیا تھا پھر اس نے کہا اے محمد! آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے' اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے پھر اس کو مال دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۵۳)

سراقہ بن مالک آپ کا سر اُتارنے کے لیے آپ کا پیچھا کر رہا تھا' آپ نے اس پر قابو پا کر اسے معاف کر دیا۔ صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کو زہر میں بجھی ہوئی تلوار دے کر آپ کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا جب وہ آپ کی دسترس میں آیا تو آپ نے اس کو معاف کر دیا' بعد میں صفوان کو بھی معاف کر دیا۔ ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کیے۔ وحشی نے آپ کے

marfat.com
Marfat.com

عزیز چچا کو قتل کیا' ہند نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا۔ ہبار بن اسود نے آپ کی صاحبزادی کو سواری سے گرا دیا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور جب ان سب کی گردنیں آپ کی تلوار کے نیچے تھیں' آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے بہت ایذائیں پہنچائی تھیں لیکن جب اس نے مرتے وقت درخواست کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ ان تمام احادیث کی تفصیل اور حوالہ جات تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۲۷-۴۱۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمانوں پر آپ کی رحمت کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے سو تم حج کرو۔ ایک شخص نے کہا کیا ہر سال؟ یارسول اللہ! آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار سوال کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے' پھر فرمایا جس چیز میں میں تم کو (بیان کرنا) چھوڑ دوں اس چیز میں تم مجھ کو چھوڑ دیا کرو' تم سے پہلی اُمتیں زیادہ سوال کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو تم اس کو بہ قدر استطاعت کرلو اور میں جب تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۳۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۱۹)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مجھے اپنی اُمت پر دشوار نہ ہوتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنے کا حکم دیتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۹۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۳۹۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو باہر آئے اور مسجد میں نماز پڑھی' لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر لوگوں نے ایک دوسرے سے اس کا ذکر کیا' پھر (دوسری رات) اس سے بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر صبح انہوں نے (دوسرے لوگوں کو) بتایا' پھر تیسری رات کو مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی' چوتھی رات کو اتنے زیادہ لوگ آ گئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی حتیٰ کہ آپ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آئے جب آپ نے صبح کی نماز پڑھا دی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا: حمد و صلاۃ کے بعد' مجھ پر تمہارا اشتیاق مخفی نہیں تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور لوگوں کا عمل اسی طرح رہا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۵۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۵۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۶۹ عالم الکتب)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا:

marfat.com
Marfat.com

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ (ابراہیم: ۳۶)

اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے سو جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ پر ہے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ (المائدہ: ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو بہت غلبہ والا بہت حکمت والا ہے۔

پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دعا کی اے اللہ! میری اُمت' میری اُمت اور آپ روئے' تب اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے' ان سے سوال کرو' انہیں کیا چیز رُلاتی ہے؟ پھر آپ کے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ کیا کہہ رہے تھے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۶۹)

حیوانات اور جمادات پر رحمت کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر مجھے اپنے ساتھ بٹھایا پھر مجھے چپکے سے ایک بات بتائی جو میں کبھی کسی کو نہیں بتاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے کسی ٹیلہ یا گنجان اور گھنے کھجور کے درختوں کی اوٹ میں جانا پسند کرتے تھے۔ آپ انصار کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں ایک اونٹ آیا اور اس نے بڑبڑ کر کے آپ سے کچھ کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان کی ہڈی کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ پُرسکون ہو گیا پھر آپ نے فرمایا یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم ان جانوروں کے معاملہ میں خدا سے نہیں ڈرتے؟ جن کا اللہ نے تمہیں مالک بنا دیا ہے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس کو تم بھوکا رکھتے ہو اور کام لے لے کر اس کو تھکا دیتے ہو۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۴ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۴۵' دارالفکر' جدید' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۱' دارالفکر جدید)

حضرت یعلیٰ بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں ایک دن ہم آپ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے' ہمارا ایک اونٹ کے پاس سے گزر ہوا جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بڑبڑ کرنے لگا اور اپنی گردن آگے بڑھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا اس کا مالک کون ہے؟ وہ شخص آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس اونٹ کو مجھے بیچ دو۔ اس نے کہا نہیں میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو فروخت کر دو۔ اس نے کہا نہیں' میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں' ہمارے گھر والوں کی گزر اوقات کے لیے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم نے یہ کہا ہے تو سنو' اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اس کو چارہ کم ڈالتے ہو' اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۵۷۰' دارالفکر' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی' اس ہرنی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کھول دیجئے تا کہ میں اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلا آؤں پھر میں واپس آ جاؤں گی تو آپ مجھے باندھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک قوم کا شکار ہے اور اس کی باندھی ہوئی ہے پھر آپ نے

marfat.com
Marfat.com

سے عہد لیا کہ وہ ضرور واپس آئے گی پھر اس کو کھول دیا۔ وہ تھوڑی دیر میں واپس آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا پھر خیمہ والے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان سے مانگ لیا۔ انہوں نے وہ ہرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی' آپ نے اس کو کھول دیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۴' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

امام بیہقی کی ایک اور روایت میں ہے:

حضرت زید بن ارقم نے کہا اللہ کی قسم! میں نے دیکھا' وہ ہرنی جنگل میں چلاتی ہوئی جارہی تھی اور کہہ رہی تھی: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۵' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے' ہمارا درختوں کے پاس سے گزر ہوا ایک شخص ان میں گیا اور سرخ پرندہ کے انڈے نکال لایا' وہ سرخ پرندے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اوپر اپنے بازو پھیلانے لگے۔ آپ نے فرمایا ان کے انڈے کس نے جمع کیے ہیں؟ ایک شخص نے کہا میں نے ان کے انڈے لیے ہیں۔ آپ نے ان پرندوں پر رحمت فرماتے ہوئے فرمایا ان کے انڈے واپس کرو۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۲)

ایک اور سند سے امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ عیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہمارا ایک درخت کے پاس سے گزر ہوا' اس میں سرخ پرندہ کے دو چوزے تھے' ہم نے وہ اٹھا لیے' وہ سرخ پرندہ آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا' آپ نے فرمایا: ان کو واپس رکھ دو۔ سو ہم نے ان کو واپس رکھ دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۷۵-۵۲۶۸' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۳-۳۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۷-۵۴۶' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۶۳)

ان احادیث میں حیوانوں اور پرندوں پر آپ کی رحمت کا ذکر ہے اور درختوں اور جمادات پر رحمت کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ایک درخت یا کھجور (کے تنے) کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' انصار کی کسی عورت یا مرد نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے منبر نہ بنا دیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو! انہوں نے منبر بنا دیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر کی طرف گئے تو وہ کھجور کا تنا بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اُتر کر اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ سسکیاں لینے لگا پھر پُرسکون ہو گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۴)

امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے وہ کھجور کا تنا اس طرح چلا رہا تھا جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں چلاتی ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ پُرسکون ہو گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۱۲۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۲۹۵' عالم الکتب بیروت)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے:

امام ابویعلیٰ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کا تنا بیل کی طرح آواز نکال کر چلا رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے فراق) کے غم کی وجہ سے اس کی

marfat.com

Marfat.com

آواز میں لرزش تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اُترے اور اس کو لپٹالیا پھر وہ پُرسکون ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے اگر میں اس کو نہ لپٹاتا تو وہ قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (فراق کے) غم میں روتا رہتا پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زمین میں دفن کر دیا گیا۔

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ پُرسکون ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس کو نہ چمٹاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

امام بغوی نے اس حدیث کو حسن سے روایت کر کے کہا حسن جب اس حدیث کو بیان کرتے تو روتے اور کہتے اے اللہ کے بندو! درخت کا تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں روتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ہے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق رکھنے کے زیادہ حق دار ہو۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۱۹-518، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع جدید ۱۴۱۸ھ)

امام ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میں اس کو اپنے ساتھ نہ لپٹاتا تو یہ قیامت تک روتا اور چلاتا رہتا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۰۵-۳۰۲، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۹، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۲)

نیز حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے ستون سے فرمایا: تو پُرسکون ہو جا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ میری محبت میں رو رہا ہے پھر آپ نے اس سے فرمایا تو پُرسکون ہو جا اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں اُگا دوں، تیرا پھل نیک لوگ کھائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دنیا میں پہلے کی طرح تروتازہ درخت اُگا دوں تو اس درخت نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۰۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۶، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۷۰، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۰)

ان احادیث میں درختوں اور جمادات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ذکر ہے۔

آپ کی رسالت کا ہر چیز کو علم ہے

ہم نے حیوانات پر رحمت کے سلسلہ میں جو احادیث ذکر کی ہیں اس میں اونٹ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے کا ذکر ہے، اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لیس شیٔ بین السماء والارض الا یعلم انی رسول اللہ الا عاصی الجن والانس۔

کفار جن اور انس کے سوا آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰، قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۳۸۵، عالم الکتب، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۲۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۸، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۳، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! گویا یہ اونٹ جانتا تھا کہ آپ نبی ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بین لابتیھا احد الا یعلم انی نبی الا کفرۃ الجن والانس۔

مدینہ کے دو سروں کے درمیان ہر چیز کو علم ہے کہ میں نبی ہوں، سوا کافر جن اور کافر انس کے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۰۰۳، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۵۴، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰)

marfat.com

Marfat.com

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا ... فرۃ اوفسقۃ الجن والانس. — ہر شے کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' سوا کافر یا فاسق جن اور انس کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۴ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے پر اعتراضات

بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کفار اور مشرکین کے لیے ہلاکت اور ضرر کی دعا فرمائی۔ اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو آپ نے ان کافروں کے لیے ہلاکت اور ضرر کی کیوں دعا فرمائی؟ وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر عظیم البحرین کی طرف بھیجا' عظیم البحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا جب کسریٰ نے آپ کے مکتوب کو پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میرا گمان ہے کہ ابن مسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴' ۴۴۲۴)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پھاڑا تھا' اس کا نام پرویز بن ہرمز تھا جب اس نے آپ کے مکتوب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے' اور آپ نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کسریٰ (نام کا کوئی) بادشاہ نہیں ہوگا۔ علامہ واقدی نے کہا کسریٰ کے اوپر اس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اس نے سات ہجری میں کسریٰ کو قتل کر دیا اور اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کے خلاف دعا کی تھی' وہ پوری ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ان میں سے کسی نے کہا بنوفلاں کے ہاں اونٹنی ذبح ہوئی ہے' تم میں سے کون جا کر اس کی اوجھڑی لے کر آئے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کی پشت پر رکھ دے تو ان میں جو سب سے بدبخت شخص تھا (عقبہ بن ابی معیط) وہ اُٹھا اور اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو اس نے وہ اوجھڑی آپ کے کندھوں کے درمیان آپ کی پشت پر رکھ دی۔ (حضرت ابن مسعود کہتے ہیں) میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا تھا کاش کہ میرے پاس مددگار ہوتے۔ وہ کافر ہنس رہے تھے اور بعض بعض کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ تم نے یہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقاضائے بشری سے) سجدہ سے سر نہیں اُٹھا سکے حتیٰ کہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے اس اوجھڑی کو اُٹھا کر آپ کی پشت سے پھینکا۔ آپ نے سجدہ سے سر اُٹھا کر تین بار فرمایا اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' ان کو یہ دعا بہت سخت معلوم ہوئی کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے پھر آپ نے نام لے لے کر فرمایا اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے' عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے' شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے اور ولید بن عتبہ کو پکڑ لے اور اُمیہ بن خلف کو پکڑ لے اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور ساتویں کا نام بھی لیا' وہ راوی کو یاد نہیں رہا۔ (امام بخاری نے ایک

marfat.com
Marfat.com

اور جگہ ذکر کیا ہے کہ وہ ساتواں شخص عمارہ بن الولید بن مغیرہ تھا۔ عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٧٤) حضرت ابن مسعود
اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' جن جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیے
ساتوں بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٤٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٩٤' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٢٦٩

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (قبیلہ) رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان نے اپنے دشمنوں
خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی (ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا) آپ نے
انصاریوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ ہم ان کو اپنے زمانہ میں قراء کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں چنتے تھے اور رات کو نماز پڑ
تھے جب وہ قراء بیر معونہ پہنچے تو ان کو بلانے والوں نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آ
ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں عرب کے ان قبیلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔ رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٠٨٨' ٤٠٩٠

(٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ الاحزاب کے دن فرمایا اللہ تعالیٰ کفار کے
گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' ہم ان کی وجہ سے غروب آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٩٣٩' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٦٢٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٠٩' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٩٨٤' سنن النسائی رقم
الحدیث: ٤٧٣' ٤٧٢)

اعتراضات مذکورہ کے جوابات

ان احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خلاف دعائے ضرر کی' ان پر اعتراض ہے کہ آپ
تو رحمۃ للعلمین ہیں۔ کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنا آپ کی شان اور منصب کے خلاف ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دے گا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمٰن اور رحیم ہونا' اس کے عذاب دینے کے
خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا' عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا۔
باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دے گا۔ اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔
امام شعرانی نے ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا بتا
میری بخشش ہوگی یا نہیں؟ سہل نے کہا نہیں۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "ورحمتی وسعت کل شیء" (الاعراف:
١٥٦) "میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے" اور ہر شے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری مغفرت بھی ہونی چاہیے۔ سہل نے
کہا یہ مومنین کے ساتھ خاص ہے' تم اس کے عموم سے خارج ہو۔ شیطان نے کہا پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا' آج تمہارا جہل
مجھ پر آشکار ہو گیا تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقیید کر رہے ہو حالانکہ تقیید اور تحدید مخلوق کی صفات میں
ہوتی ہے اس کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔ شیطان کا یہ جواب سن کر سہل بالکل لاجواب اور مبہوت ہو گئے۔
(الکبریت الاحمر علی ہامش الیواقیت ج ١ ص ٢٠٢)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ
تعالیٰ نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر
دینا بھی رحمت ہے۔ مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اسی کھانے کے پیسے دے دیں تو

marfat.com
Marfat.com

بھی اس کے لیے رحمت ہے۔ اس طرح جنت کا معاملہ ہے بنفسہٖ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت' مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے۔ یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیئے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا' بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا آدم (علیہ السلام) کی قبر کو سجدہ کر لے' تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا جب میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا۔ (روح البیان ج ۱ ص ۱۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے کل بھی شامل تھی' آج بھی شامل ہے۔ اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دُور رکھا ہوا ہے۔ دریا کے ساحل پر کھڑا ہو کر کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے' خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں بایں معنی کہ آپ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے' ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغامِ حق سنایا جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے' ان کے دروازوں پر دستک دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آپ کی رحمت سے دُور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر نور افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں' قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ پیغامِ توحید سنانے گئے جواب میں انہوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا دل آزار باتیں کیں' آوازے کسے' آپ نے اُف نہ کی۔ ان کا ظلم دیکھ کر جبریل علیہ السلام سے بھی یارائے ضبط نہ رہا' پہاڑوں کے فرشتہ نے حاضر ہو کر کہا آپ حکم دیں تو مکہ کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں لیکن آپ نے کہا تو یہی کہا: بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پیٹھوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱)

جبل اُحد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے' کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا' دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ اسی غزوہ میں آپ کے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ کو وحشی نے قتل کر دیا' ان کے جسم کو گھائل کیا گیا' جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشقیاء مغلوب ہو کر پیشِ خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے' آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا۔ بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہند سے درگزر کر لیا۔ وحشی نے قبولِ اسلام کے لیے شرائط پیش کیں اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ قاتلِ حمزہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے مشرف

marfat.com

Marfat.com

بہ اسلام کیا۔ ایسے بے عدیل، رحیم و کریم اور بے مثیل مہربان آقا کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نمازِ عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ جس صابر و شاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعا نہیں کی' ابوسفیان' وحشی اور ہند کو کچھ نہ کہا' بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہوا' وہ نماز میں خلل ڈالنے' تبلیغ دین کو سبوتاژ کرنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کفار کے خلاف دعائے ضرر کرتا ہے۔ اس سے یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان' اپنی عزت' آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت دین کی تبلیغ' نماز اور مسلمانوں کا خون مجھے پیارا ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں' اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے تبلیغ نہ کرنے دو' اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ سوچئے ہم اسی نبی کے نام لیوا ہیں جو اپنی ذات پر زیادتیوں سے درگزر کر لیتا ہے مگر دین کی کسی بات سے صرف نظر نہیں کرتا۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف جو شخص جو چاہے کہتا رہے' ہمیں غیرت نہیں آتی اور ہماری ذات کے معاملے میں ذرا سی زیادتی ہو تو ہم سلگ اٹھتے ہیں۔

طائف میں جب آپ گئے تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا اور دل آزار باتیں کیں لیکن آپ نے ان کے لیے دعائے ضرر نہیں فرمائی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اہل طائف اسلام قبول کر لیں گے اور پھر نو ہجری وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں میں نے کوشش کی ہے کہ ہر اعتبار سے آپ کا رحمت ہونا واضح ہو جائے' اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے' میرے گناہوں پر پردہ رکھے' مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' مرنے سے پہلے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد قائد المرسلین رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین صلوٰت اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے سو کیا تم اسلام لانے والے ہو؟ ○ پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہیے میں واضح طور پر تم کو خبردار کر چکا ہوں اور میں (ازخود) نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا دور ○ بے شک وہ بلند آواز سے کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو ○ اور میں (ازخود) نہیں جانتا کہ اس (ڈھیل) میں ہو سکتا ہے کہ تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک معین وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا ہو ○ (نبی نے) کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے' ہمارا رب رحمٰن ہے اسی سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو ○ (الانبیاء: ۱۱۲-۱۰۸)

صرف توحید کی وحی کی جانے پر اعتراض کا جواب

الانبیاء: ۱۰۸ میں فرمایا آپ کہیے کہ میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہو گا کہ اس آیت کا معنی تو یہ ہوا کہ آپ پر صرف توحید کی وحی کی جاتی ہے۔ حالانکہ آپ پر توحید کے علاوہ رسالت' قیامت' تقدیر' عذاب و ثواب' انبیاء سابقین کے قصص وغیرہ کی بھی وحی کی جاتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ لفظ انما سے جو حصر مستفاد ہو رہا ہے' وہ حصر مبالغہ ہے۔ یعنی بہ طور مبالغہ یہ فرمایا ہے کہ آپ پر صرف توحید کی وحی کی جاتی ہے جب کہ آپ پر دیگر امور کی بھی وحی کی جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

Marfat.com

امام رازی کا جواب بھی درست ہے لیکن میرے نزدیک اس کے اور بھی جواب ہیں' اولاً یہ کہ یہاں پر مشرکین سے خطاب ہے اور ان کے ساتھ سب سے بڑا نزاع توحید اور شرک میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو توحید ہی کی دعوت دیتے تھے۔ اس لیے یہ حصر ان کے اعتبار سے ہے اور اصطلاح میں یہ حصر اضافی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبوت اور دیگر عقائد اور احکام سب توحید ہی کی فرع ہیں جب انسان توحید کو مان لے گا اور اللہ تعالیٰ کے واحد خالق اور مالک ہونے کا اعتراف کرے گا تو پھر وہ باقی عقائد اور احکام بھی مان لے گا اور یہ تمام امور توحید کے تابع ہیں اس لیے فرمایا کہ آپ کہیے کہ میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے۔

مشرکین سے کس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا؟

الانبیاء: ۱۰۹ میں فرمایا: پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہیے کہ میں واضح طور پر تم کو خبردار کر چکا ہوں۔

ایذان کا معنی ہے کسی کو جنگ کے لیے بلانا' للکارنا اور مبارزت کرنا یعنی اگر تم نے میری دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کیا تو میری طرف سے اعلانِ جنگ قبول کرلو' میں معلم کی حیثیت سے تم کو پوری پوری تعلیم دے چکا ہوں۔ اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے میں نے تم سے جو اعلانِ جنگ کیا ہے' اس سے خبردار کر رہا ہوں' فوراً تم سے جنگ نہیں کر رہا بلکہ تم کو مہلت دے رہا ہوں تاکہ تم اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اسلام قبول کرلو۔

پھر فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دُور۔ مفسرین نے کہا اس سے مراد قیامت ہے اور بعض نے کہا اس سے ان پر دنیا میں عذاب کا نزول مراد ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بتائیں قیامت کب آئے گی؟ یا آپ کا انکار کرنے کی وجہ سے ہم پر آسمانی عذاب کب نازل ہوگا؟ یا اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو اعلانِ جنگ سنایا تھا' وہ جنگ کب ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے کہ میں از خود بغیر وحی کے نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' وہ قریب ہے یا دُور۔

الانبیاء: ۱۱۰ میں فرمایا: بے شک وہ بلند آواز سے کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ تم اخلاص سے عمل کرو اور ریا اور نفاق کو چھوڑ دو کیونکہ جب وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے تو پھر نفاق اور ریاکاری کا کیا فائدہ ہے۔

الانبیاء: ۱۱۱ میں فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ اس (ڈھیل) میں ہو سکتا ہے تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک معین وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا ہو۔ اس فائدہ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) ایک معین وقت تک فائدہ پہنچانے سے مراد ان سے عذاب کو مؤخر کرنا ہے۔

(۲) ان سے عذاب کو نازل کرنے کے وقت کو مخفی رکھا اس میں ان کے اعمال کی آزمائش ہے' آیا وہ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی سے رجوع اور توبہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(۳) ان سے جہاد کو مؤخر کرنے میں ان کی آزمائش ہے تاکہ اس سے پہلے کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے' وہ توبہ کرلیں۔

الانبیاء: ۱۱۲ میں فرمایا: (نبی نے) کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔ ہمارا رب رحمٰن ہے' اسی سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! جو میرے لائے ہوئے پیغام کے منکر ہیں' ان کے اور میرے درمیان عذاب نازل کر کے فیصلہ فرما دے۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان

marfat.com
Marfat.com

حق کے ساتھ اس طرح فیصلہ فرمادے کہ سب پر حق ظاہر ہو جائے۔

اختتامی کلمات اور دعا

الحمدللہ علیٰ احسانہٖ ۲۸ صفر ۱۴۲۲ھ' ۲۳ مئی ۲۰۰۱ء کو سورۃ الانبیاء شروع کی تھی اور آج بہ روز جمعرات ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ' ۲۶ اگست ۲۰۰۱ء کو بعد از نمازِ ظہر یہ سورت اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ ان تین ماہ کے عرصہ میں مجھے کمر کے درد' شوگر' اسہال اور ضعف اعصاب کے عوارض درپیش رہے۔ بہرحال جب بھی کوئی صحت اور توانائی کے لمحات نصیب ہوتے میں باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ تفسیر لکھنے کے کام میں لگا رہتا' ایک مسئلہ یہ ہے کہ لوگ ملنے کے لیے چلے آتے ہیں' کچھ ٹیلی فون کرتے ہیں جس کی وجہ سے کام کے تسلسل میں بہت فرق پڑتا ہے۔ کاش ہمارے لوگ وقت کی اہمیت کو سمجھیں اور جو شخص اپنی صحت اور جان کو داؤ پر لگا کر دین کا کام کر رہا ہے' اس کو سکون کے ساتھ کام کرنے دیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے اندازہ اور بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے یہاں تک اس تفسیر کو مکمل کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح آپ نے یہاں تک محض اپنے کرم سے یہ تفسیر لکھوا دی ہے' بقیہ قرآنِ مجید کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ اس کو قبول عام عطا فرمائیں اور اس کے مضامین میں اثر آفرینی پیدا فرمائیں اور محض اپنے کرم سے میرے گناہوں کو بخش دیں اور دارین میں اپنی رحمتوں اور عطاؤں سے نوازیں۔ میں اس لائق تو نہیں ہوں مگر صرف اپنے لطف و کرم سے سرکارِ دوعالم سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ یاب فرمائیں اور آپ کی زیارت سے شادکام فرمائیں۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین وعلی آلہ الطیبین و اصحاب الراشدین و ازواجہ امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ و علماء ملتہ وسائر المسلمین اجمعین۔

marfat.com

Marfat.com

سُورَةُ الحَجّ

(٢٢)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الحج

سورۃ الحج کی وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام الحج اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح لوگوں کو البیت الحرام کا حج کرنے کی دعوت دی اور لوگوں کو حج کی عبادات کی تعلیم دی اور حج کے فضائل اور منافع بتائے' اور ان مشرکین کی زجر و توبیخ اور مذمت کی جو مسلمانوں کو المسجد الحرام میں جانے سے منع کرتے تھے ہر چند کہ اس سورت کا نزول بالاتفاق مسلمانوں پر حج کی فرضیت سے پہلے ہوا ہے کیونکہ حج ان آیات سے فرض ہوا ہے جو سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں ہیں۔

اس سورت کا نام الحج رکھنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سورت میں الحج کا ذکر ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ○ (الحج: ۲۷)

اور آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کر دیجئے لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر قسم کے دُبلے پتلے اونٹوں پر (بھی) دُور دراز کے ہر راستہ سے آئیں گے۔

ہر چند کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں بھی حج کا ذکر ہے لیکن ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ کا جامع اور مانع ہونا ضروری نہیں ہے۔

عہدِ رسالت میں ہی اس سورت کو سورۃ الحج کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سورۃ الحج کو اس وجہ سے فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جس نے ان سجدوں کو ادا نہیں کیا' اس نے ان آیتوں کی (کامل) قرأت نہیں کی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۰۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵'۱۵۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کیے' ان سجدوں میں سے مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ (جن سورتوں میں آیات سجدہ ہیں وہ یہ ہیں) الاعراف' الرعد' النحل' بنی اسرائیل' مریم' الحج' سورۃ الفرقان' سورۃ النمل' السجدۃ' ص' الحوامیم۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۵۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۹۹۸)

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین سجدے مفصل میں ہیں اور الحج میں دو سجدے ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:١٤٠١ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:١٠٥٧ المسند الجامع رقم الحدیث:١٠٧٤٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الحج میں ایک سجدہ ہے۔

(الدر المنثور بہ حوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص٤ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابو الدرداء کی حدیث میں ہے مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے اور حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے مفصل میں تین سجدے ہیں۔ مفصل سے مراد ہے النجم' اذا السماء انشقت اور اقرأ اور حضرت ابو الدرداء کی حدیث سنداً ضعیف ہے۔

ہماری غرض ان احادیث کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ اس سورت کا نام سورۃ الحج عہد رسالت میں ہی معروف ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر یہی نام جاری تھا' الحج کے سوا اس سورت کا اور کوئی نام نہیں ہے۔

سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف

اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی ہے یا اس کی زیادہ آیتیں مکی ہیں یا مدنی ہیں۔ حضرت ابن عباس' مجاہد اور عطاء سے مروی ہے کہ الحج:٢٢-١٩ کے علاوہ باقی آیات مکی ہیں۔ حضرت ابن عباس کا دوسرا قول اور ضحاک' قتادہ اور حسن کا قول یہ ہے کہ الحج:٥٥-٥٢ کے علاوہ باقی آیات مدنی ہیں۔ مجاہد نے ابن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مکی ہیں اور بعض مدنی ہیں' اور یہ آیات ایک دوسرے سے مختلط ہیں' یعنی یہ معین نہیں ہے کہ کون سی آیت مکی ہے اور کون سی آیت مدنی ہے۔ ابن عطیہ نے کہا یہی قول صحیح ہے۔

(التحریر والتنویر جز ١٧ ص ١٨٠' الاتقان ج١ ص ٦٥-٦٤' مطبوعہ بیروت)

اس سورت کی جو مکی آیات ہیں وہ مکہ کے آخری دور کی آیات ہیں اور جو مدنی آیات ہیں وہ ہجرت کے ابتدائی دور کی آیات ہیں۔

سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت

سورۃ الانبیاء کی متعدد آیات میں قیامت اور حشر کا ذکر کیا گیا ہے:

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَاهُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ (الانبیاء:٤٠-٣٩)

کاش کفار اس وقت کو جان لیتے جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دور کر سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک آئے گی اور ان کو مبہوت کر دے گی پھر یہ اس کو ٹال نہ سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء:٤٧)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا' اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور سورۃ الحج کو بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت اور حشر کی ہولناکیوں کے بیان سے شروع فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (الحج: ۲-۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہے۔ جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) کو فراموش کر دے گی جس کو دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

سورۃ الانبیاء میں گیارہ انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور شرک کو ترک کرنے کا پیغام دیا اور قیامت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کی دعوت دی' اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر آسمانوں اور زمینوں اور انسانوں کی تخلیق سے استدلال فرمایا ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت پر دلائل دیئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ پچھلی ایمان نہ لانے والی بستیوں کے کھنڈرات کو دیکھو اور ان کی تباہی اور بربادی سے سبق حاصل کرو۔

سورۃ الحج کے مشمولات

☆ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور یوم جزا اور یوم حساب کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا ہے اور مشرکین سے فرمایا ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں اور کٹ حجتی سے باز آجائیں' اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں اور شیطان کے وساوس کی اتباع نہ کریں' شیطان دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آسکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ بنجر اور مردہ زمین پر پانی برسا کر اس کو زندہ کرتا ہے اور اس میں فصل اُگاتا ہے اور جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے' اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

☆ مشرکین اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے' ان سے فرمایا جب تم ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو تو ان کی سنت اور ان کے شعائر پر کیوں عمل نہیں کرتے۔

☆ ان پچھلی اُمتوں کے احوال سے ڈرایا جنہوں نے ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ان کو عذاب نے پکڑ لیا۔

☆ جن لوگوں نے اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کیا وہ نظریاتی انتشار کا شکار ہو کر متعدد فرقوں میں بٹ گئے۔

☆ قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہے' اس دن ہدایت یافتہ اور گمراہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے نہ گھبرائیں' ہر نبی اور رسول کی تبلیغ اور دین کی اشاعت میں شیطان رخنہ اندازیاں کرتا ہے پھر بالآخر اللہ تعالیٰ شیطان کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے۔

☆ قرآن مجید کی عظمت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کفار قرآن کو ناپسند کرتے ہیں اور رسولوں سے بغض رکھتے ہیں' اور مسلمانوں کی تحسین کی ہے کہ اللہ نے ان پر ملت حنفیہ کی اتباع کو آسان کر دیا ہے اور ان کا نام مسلمان رکھا ہے۔

☆ مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کی نصرت اور مدد کا وعدہ فرمایا اور ان کو زمین پر اقتدار کی بشارت دی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو بندوں کے اوپر اپنی نعمتوں کا بیان کر کے ختم کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے کچھ فرشتوں کو برگزیدگی دی ہے اور انسانوں میں سے کچھ انسانوں کو فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کو ان چیزوں کی ہدایت دی ہے جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا مولیٰ اور مددگار ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں سورۃ الحج کا ترجمہ اور تفسیر اس دعا کے ساتھ شروع کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق بات کو دلائل کے ساتھ لکھنے اور باطل کو رد کرنے کی توفیق' ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے اور میری اس تحریر کو پر اثر بنائے اور مجھے ایمان اور اعمال صالحہ پر صحت اور سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔

کیا تفسیر کبیر امام رازی نے مکمل نہیں کی؟

اس تفسیر میں ہمارا سب سے اہم' قوی اور محبوب ماخذ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ کی تفسیر کبیر ہے' امام رازی نے اس تفسیر میں زیادہ تر معتزلہ کے عقائد کا رد کیا ہے' دہریت کا رد کیا ہے اور فقہی مسائل میں فقہ شافعی کو ترجیح دی ہے' اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے فقہاء احناف کے جو دلائل ذکر کئے ہیں ان کا خصوصیت سے رد اور ابطال کیا ہے' وہ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں بہت زیادہ علمی نکات بیان کرتے ہیں' روافض اور خوارج کا بھی بہت رد کرتے ہیں۔ نیز قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' عظمت اور افضلیت کے نکات بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی عظمت کا استنباط اور استخراج کرتے ہیں۔ شان نزول کے بیان میں ابن جریر اور واحدی پر اعتماد کرتے ہیں' فصاحت و بلاغت اور صرف و نحو کی موشگافیوں میں زمخشری کی تفسیر کشاف سے استفادہ کرتے ہیں ان پر چونکہ عقلی دلائل کا غلبہ ہے اس لئے جو احادیث ان کی درایت کے خلاف ہوں ان کو مسترد کر دیتے ہیں' بعض مقامات پر ضعیف احادیث بھی لے آتے ہیں لیکن اکثر احادیث صحیحہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی آیات سے بھی بہت استشہاد کرتے ہیں' الغرض ان کی تفسیر بیش بہا خوبیوں اور محاسن کا مجموعہ ہے۔

علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ ھ نے لکھا ہے کہ امام رازی اس تفسیر کو مکمل نہ کر سکے تھے (وفیات الاعیان ج ۴ ص ۲۴۹' ایران) اور حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ باقی تفسیر کو علامہ نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی ۷۲۷ ھ نے مکمل کیا ہے۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۵۶' ایران) اور علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ ھ نے لکھا ہے کہ امام رازی سورۃ الانبیاء کی تفسیر تک پہنچ سکے تھے۔ (کلمۃ دار احیاء التراث العربی ج ۱ ص ۶)

شروع میں' میں بھی ان عبارات سے متاثر ہو گیا تھا لیکن بعد میں مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ عبارات صحیح نہیں ہیں۔ اور تفسیر کبیر کو امام رازی نے ہی مکمل فرمایا ہے اس کی مکمل تحقیق میں نے تبیان القرآن ج ۱۰ کے شروع میں سورۃ ص کے مقدمہ میں لکھ دی ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ' ۲۷ جولائی ۲۰۰۱ء

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحج مدنی ہے اور اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾

اے لوگو! تم سب اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہے ○

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ

جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) کو فراموش کر دے گی جس کو دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ کا

ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى

حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ

لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ○ بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے

فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ

جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں ○ جس کے متعلق (لوح محفوظ میں) یہ لکھا جا

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

چکا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر دے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا ○

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ

لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد زندگی میں شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ

پیدا کیا پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو مکمل شکل کا ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى

اور ادھوری شکل کا بھی، تاکہ ہم تمہارے لیے (اپنی قدرت کو) ظاہر کر دیں، اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ

رحم مادر میں رکھتے ہیں، پھر ہم بچے کی صورت میں تمہیں نکالتے ہیں تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاؤ، اور تم میں سے

مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

بعض لوگ (اس سے پہلے) وفات پا جاتے ہیں اور تم میں سے بعض ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں تاکہ وہ علم کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

کسی چیز کو نہ جان سکیں، اور تم زمین کو خشک حالت میں دیکھتے ہو پس جب ہم اس پر پانی برساتے

الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑤ ذٰلِكَ

ہیں تو وہ تر و تازہ اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوش نما سبزہ اگاتی ہے ○ یہ اس لیے ہے

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ⑥ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ

قادر ہے ○ اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ ان سب کو اٹھائے گا جو

فِي الْقُبُوْرِ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ

قبروں میں ہیں ○ اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ

لَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑧ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں ○ وہ (ازراہ تکبر) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے

لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ⑨

گمراہ کرے، اسی کے لیے دنیا میں ذلت ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○

marfat.com

Marfat.com

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ۱۰ ع ۱ ۱۰ ۸

(اور اس سے کہا جائے گا) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے جن کو تیرے ہاتھ پہلے بھیج چکے ہیں' اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تم سب اپنے رب سے ڈرو' بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہے ۝ جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) کو فراموش کر دے گی جس کو دودھ پلایا تھا' اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ۝ بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں ۝ جس کے متعلق (لوح محفوظ) میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا' وہ اس کو گمراہ کر دے گا' اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا ۝ (الحج: ۴-۱)

مشکل الفاظ کے معانی

زلزلہ: زمین کی حرکت شدیدہ' تزلزل کا معنی ہے اضطراب۔ اس کی اصل ہے ''زل'' یعنی کوئی چیز پھسل گئی اور اپنی جگہ سے حرکت کر گئی۔ زلزلہ کا لفظ کسی کو دھمکانے اور دہلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' قیامت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ قیامت سے پہلے زمین میں زلزلہ آئے گا اور قیامت کے ہولناک امور میں سے ایک امر زلزلہ ہے' سخت خوف اور دہشت کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا (البقرہ: ۲۱۴) — تم سے پہلے لوگوں پر مصیبتیں اور بیماریاں آئیں اور ان کو جھنجھوڑ ڈالا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خلاف دعا فرمائی:

اللھم اھزمھم وزلزلھم. — اے اللہ! ان کو ناکام کر دے اور ان کو جھنجھوڑ ڈال۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۹۲)

ذھول: تکلیف کی شدت یا خوف اور دہشت کی وجہ سے کسی چیز کا ذہن سے نکل جانا۔ مقصود یہ ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر لوگ اپنے عزیزوں اور متعلقین کے تعلق کو بھول جائیں گے۔

تقویٰ کی تعریف اور اس کی ضرورت

الحج: ۱ میں فرمایا ہے اے لوگو! تم سب اپنے رب سے ڈرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے اور تقویٰ کا معنی ہے بچنا' اجتناب کرنا' ترک کرنا۔ یعنی ہر حرام اور مکروہ کام سے اجتناب کیا جائے اور ہر فرض اور واجب کے ترک سے اجتناب کیا جائے اور متقی اللہ کے عذاب سے ڈر کر حرام کاموں کو اور فرائض کے ترک کرنے کو چھوڑ دے۔

اللہ سبحانہ نے لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیا پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذاب شدید کو بیان فرمایا تاکہ لوگ جان لیں کہ جب وہ تقویٰ اختیار کریں گے تو اپنے آپ کو قیامت کے اس دہشت ناک عذاب سے بچا لیں گے اور اپنے نفس کو ضرر سے بچانا واجب ہے' اس لیے تقویٰ کا اختیار کرنا واجب ہے۔

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عددی نسبت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے آگے بڑھ گئے پھر آپ نے بلند آواز سے سورۃ الحج کی پہلی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جب آپ کے اصحاب نے ان کو سنا تو وہ اپنی

marfat.com
Marfat.com

سواریوں کو نکال کر حضور تک پہنچے جب وہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں حضرت آدم کو ندا کی جائے گی اور ان کا رب فرمائے گا: اے آدم! دوزخ والوں کو بھیج دو۔ حضرت آدم عرض کریں گے: اے میرے رب! دوزخ والے کون ہیں؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے۔ یہ سن کر صحابہ ناامید ہو گئے اور انہوں نے ہنسنا چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ حال دیکھا تو فرمایا: (نیک) عمل کرو اور خوش رہو اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے تمہارے ساتھ دو قسم کی مخلوق ہے وہ جس چیز کے ساتھ بھی ہوں بڑھتی رہتی ہیں یاجوج اور ماجوج' اور جو بنو آدم سے ہلاک ہوئے اور جو بنو ابلیس سے ہلاک ہوئے پھر اصحاب خوش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا (نیک) عمل کرو اور خوش رہو' اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے' تم لوگوں کے مقابلہ میں اس طرح ہو جس طرح کسی چوپائے کے ہاتھ میں تل ہو یا اونٹ کے پہلو میں تل ہو۔

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (یہ حاکم کا تسامح ہے' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے اور زیادہ واضح ہے)

(المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۰۲' طبع جدید' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم! وہ کہیں گے لبیک وسعدیک' پھر بلند آواز سے ندا فرمائے گا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے دوزخ والوں کو نکال لو۔ وہ کہیں گے اے میرے رب! دوزخ والے کتنے ہیں؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس وقت حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ یہ بات اصحاب پر بہت سخت گراں گزری حتیٰ کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوسو ننانوے یاجوج اور ماجوج میں سے ہوں گے اور ایک تم میں سے ہوگا' اور تم لوگوں کے مقابلہ میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل کے پہلو میں سفید بال ہو' اور مجھے توقع ہے کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے پھر ہم نے نعرہ لگایا اللہ اکبر' پھر فرمایا تم تہائی اہل جنت ہو گے ہم نے پھر کہا اللہ اکبر' پھر فرمایا تم نصف اہل جنت ہو گے پس ہم نے کہا اللہ اکبر۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۳۰۴' عالم الکتب بیروت' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابوالعباس قرطبی سے نقل کیا ہے کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے یاجوج ماجوج ہوں گے اور وہ کفار جو یاجوج اور ماجوج کی مثل ہوں گے اور ہزار میں سے ایک تم ہو گے یعنی تم اور وہ مسلمان جو تمہاری مثل ہوں۔ حافظ عسقلانی نے کہا اور ایک تم ہو گے' اس سے مراد ہے تمام اُمتوں کے مسلمان کیونکہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں اس طرح یاجوج اور ماجوج سے مراد ہے تمام اُمتوں کے کفار جو کفر میں یاجوج اور ماجوج کی مثل ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے کافر ہوں گے اور اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان ہوگا اور وہی جنتی ہوگا اور باقی دوزخی ہوں گے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ حاملہ کا وضع حمل کس وقت ہوگا؟ بعض علماء نے کہا یہ دنیا میں ہوگا جب قیامت سے پہلے زلزلہ آئے گا اور بعض نے کہا قیامت کے دن ہوگا۔ اوّل الذکر صورت میں وضع حمل حقیقۃً ہوگا اور ثانی

marfat.com
Marfat.com

[ا]ور صورت میں وضع حمل مجازاً ہوگا کیونکہ قیامت کے دن نہ کوئی حمل ہوگا اور نہ کوئی ولادت ہوگی' اور معنی یہ ہے کہ وہ ایسا [ہ]ولناک اور وحشت ناک دن ہوگا کہ اگر اس دن کوئی حاملہ عورت فرض کی جاتی تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: المخلقة سے مراد ہے زندہ بچہ جو پورا ہو اور غیر المخلقه سے مراد ہے ناقص اور کچا بچہ۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۰۴' طبع جدید دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم

الحج: ۳ میں فرمایا بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

اس آیت میں جھگڑے کے لیے جدل کا لفظ ہے۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے کہ جدال کا معنی ہے: بحث میں ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنا۔ اصل میں یہ لفظ جدلت الحبل سے بنا ہے اس کا معنی ہے رسی کو بٹ کر مضبوط کرنا' اور جب دو آدمی بحث کرتے ہیں تو ہر ایک دوسرے آدمی کو اس کی رائے سے پھیر کر اپنے موقف کو مضبوط کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جدل کا معنی ہے کشتی میں اپنے حریف کو پچھاڑنا۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱۷) علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے جدل کا اصطلاحی معنی یہ لکھا ہے: جو دلیل مشہورات اور فریق مخالف کے مسلّمات پر مشتمل ہو' اس سے غرض ہوتی ہے فریق مخالف کو ساکت کرنا اور اس پر الزام قائم کرنا' اس کا معنی یہ بھی ہے فریق مخالف کے فاسد قول کو دلیل سے رد کرنا یا اس پر اعتراض کرنا۔ (التعریفات ص ۵۵)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے جدال کرنے کی مذمت کی ہے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ علم کے ساتھ مجادلہ کرنا جائز ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۲) جدال باطل کے متعلق فرمایا: ماضربوہ لک الا جدلا (الزخرف: ۵۸) وہ آپ سے صرف جھگڑا کرتے ہیں' اور جدال حق کے متعلق فرمایا: وجادلهم بالتی هی احسن. (النحل: ۱۲۵) اور ان سے اچھی طرح بحث کیجئے۔ باقی رہا یہ کہ وہ اللہ کے متعلق کس چیز میں جدال کرتے تھے سو وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے' اس کو خالق اور مالک جانتے تھے' البتہ یہ نہیں مانتے تھے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور قیامت اور حشر کا انکار کرتے تھے' یہ جدال کرنے والا النضر بن الحارث تھا۔

مَرید اور مارد کا معنی

نیز فرمایا اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ اس سے شیاطین انس مراد ہیں یعنی کافر سردار جو لوگوں کو کفر کی دعوت دیتے تھے' اسلام کے خلاف شبہات پھیلاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلجھتے تھے اور اس سے ابلیس اور اس کا لشکر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطٰن مرید فرمایا ہے۔ مَرید اور مارد کا معنی ہے سرکش جو ہر خیر سے خالی ہے اصل میں مَرَدَ کا معنی ہے خالی ہونا۔

جس درخت پر پتے نہ ہوں' اس کو شجرۃ امرد کہتے ہیں' امرد اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی ڈاڑھی اور مونچھیں نہ آئی ہوں۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۰۲)

بدمذہبوں سے دوستی رکھنے کی ممانعت

الحج: ۴ میں فرمایا: جس کے متعلق لوح محفوظ میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر دے گا' اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف لے جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ جو شخص حشر اور قیامت کا انکار کرتا ہے اور اس میں جدال اور جھگڑا کرتا ہے اس کے متعلق لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو جنت سے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جو شخص سرکش شیطان کی پیروی کرتا ہے اور اس سے دوستی رکھتا ہے تو وہ شیطان اس کو جنت سے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کی طرف لے جائے گا' اس سے مقصود یہ ہے کہ سرکش شیطانوں اور بدمذہب لوگوں سے دوستی نہ رکھی جائے اور ان سے محبت کا تعلق نہ رکھا جائے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری اُمت کے آخر میں ایسے لوگ (ظاہر) ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دُور رہنا وہ تم سے دُور رہیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم باب: ۶ رقم الحدیث: ۱' ص ۲۵۴' مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۱' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۲۵۰' جدید' المستدرک ج اص ۱۰۳' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۷' جدید' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۹۹۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۰۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجالوں اور کذابوں کا ظہور ہوگا وہ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دُور رہنا وہ تم سے دُور رہیں' کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں' کہیں تم کو گمراہ نہ کر دیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم ج اص ۲۵۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۵۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۰۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد زندگی میں شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر جمے ہوئے خون سے' پھر گوشت کے لوتھڑے سے' جو مکمل شکل کا ہوتا ہے اور ادھوری شکل کا بھی' تاکہ ہم تمہارے لیے (اپنی قدرت کو) ظاہر کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں' پھر ہم بچے کی صورت میں تمہیں نکالتے ہیں تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض لوگ (اس سے پہلے) وفات پا جاتے ہیں' اور تم میں سے بعض ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ علم کے بعد کسی چیز کو نہ جان سکیں' اور تم زمین کو خشک حالت میں دیکھتے ہو پس جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوش نما سبزہ اُگاتی ہے ○ (الحج: ۵)

انسان کی تخلیق کے مراحل اور زمین کی پیداوار سے حشر ونشر پر استدلال

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ بغیر علم کے حشر اور نشر کے وقوع میں جدال اور جھگڑا کرتے ہیں اور ان کی اس پر مذمت کی تھی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر اور نشر کی صحت اور امکان پر دلائل قائم کیے ہیں۔ گویا کہ یوں فرمایا اگر تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر شک ہے تو تم اپنی تخلیق پر غور کرو جب وہ تم کو پہلی بار عدم سے وجود میں لاسکتا ہے تو تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ تم کو کیوں پیدا نہیں کر سکتا' پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی خلقت کے سات مراتب بیان فرمائے ہیں:

(۱) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' مٹی سے پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمہاری اصل اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا: کمثل ادم خلقه من تراب۔ (آل عمران: ۵۹) (عیسیٰ) آدم کی مثل ہیں جن کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا' اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا اور یہ دونوں

marfat.com
Marfat.com

چیزیں غذا سے بنتی ہیں اور غذا گوشت اور زمین کی پیداوار (غلہ اور سبزیوں) سے حاصل ہوتی ہے اور گوشت کا مآل بھی زمین کی پیداوار پر ہے' اور زمین کی پیداوار زمین کی مٹی اور پانی سے حاصل ہوتی ہے پس منی اور خون مٹی سے حاصل ہوئے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

(۲) ہم نے تم کو نطفہ سے پیدا کیا' مرد کی صلب سے جو پانی نکلتا ہے وہ نطفہ ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ہی اس مٹی کو لطیف پانی بنا دیا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب نطفہ کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں پھر چالیس دن وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر جب وہ تخلیق کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کی انگلیوں میں مٹی ہوتی ہے' وہ اس کو گوشت کے لوتھڑے میں ملا کر گوندھتا ہے اور پھر اس کی تصویر بناتا ہے' پھر پوچھتا ہے یہ مرد ہے یا عورت؟ نیک ہے یا بد ہے' اس کا رزق کتنا ہے' اس کی عمر کتنی ہے' اس کے مصائب کیا کیا ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے لکھنے کا حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے اور جب وہ شخص مر جاتا ہے تو اس کو اس جگہ دفن کر دیا جاتا ہے جہاں سے اس کی مٹی لی گئی تھی۔ (الدر المنثور ج ۳ ص ۱۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۳) تخلیق کا تیسرا مرتبہ ہے العلقۃ یعنی جمے ہوئے خون کا ٹکڑا اور اس میں بھی اللہ کی قدرت کا اظہار ہے کیونکہ جما ہوا خون بھی نطفہ کے پانی سے بنتا ہے اور رقیق پانی اور جمے ہوئے خون میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

(۴) گوشت کا لوتھڑا خواہ وہ مکمل ہو یا ناقص' مخلقہ سے مراد ہے جو نقصان اور عیب سے سالم ہو' اس کے اعضاء اور حواس سالم ہوں' اور غیر المخلقہ سے مراد ہے جس کی خلقت میں کوئی نقص اور عیب ہو۔ نیز فرمایا اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں یعنی اس کو ولادت کے وقت تک رحم میں رکھتے ہیں' وہ وقت کم از کم چھ ماہ ہے اور اس کی عام معروف مدت نو ماہ ہے اور بعض اوقات بچہ دو سال تک ماں کے رحم میں رہتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ مدت چار سال تک ہے۔

(۵) پھر ہم بچہ کی صورت میں تمہیں نکالتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی نوع سے ہر فرد کو اسی طرح پیدا کرتے ہیں۔

(۶) تا کہ تم اشد عمر کو پہنچ جاؤ' اس سے مراد ہے قوت' عقل اور تمیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ یعنی تمہارے پیدا ہونے کے بعد ہم بہ تدریج تمہاری پرورش کرتے رہے اور تمہاری غذا میں یہ اضافہ اور تبدیلی کرتے رہے حتیٰ کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے۔

(۷) پھر تم میں سے بعض لوگ (اس سے پہلے) وفات پا جاتے ہیں اور تم میں سے بعض ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ علم کے بعد کسی چیز کو نہ جان سکیں۔ یعنی بعض تو نوجوانی میں فوت ہو جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے تک پہنچ جاتے ہیں اور اسی طرح نحیف اور کمزور ہو جاتے ہیں جیسے اپنی طفولیت کی ابتدا میں تھے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو آدمی بوڑھا ہو وہ کچھ نہ کچھ چیزوں کو تو جانتا ہے پھر یہ کیسے فرمایا کہ وہ کسی چیز کو نہ جان سکے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی مبالغہ ہے۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے حشر و نشر اور بعث بعد الموت پر استدلال فرمایا ہے۔

اور دوسرا استدلال زمین کی روئیدگی سے کیا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین بنجر اور خشک ہوتی ہے اور اس میں فصل اور سبزہ کے

marfat.com

Marfat.com

کوئی آثار نہیں ہوتے پھر اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین پر پانی برسا کر اس کو زندہ کر دیتا ہے' تو جس طرح اللہ تعالیٰ بے جان نطفہ' گوشت کے لوتھڑے سے جیتا جاگتا' چلتا پھرتا اور ہنستا بولتا انسان کھڑا کر دیتا ہے اور مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ تمہیں زندہ کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے O اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ ان سب کو اُٹھائے گا جو قبروں میں ہیں O (الحج: ۷-۶)

کائنات کے امکان سے حشر ونشر کے امکان پر استدلال

اللہ ہی حق ہے اس کا معنی ہے وہی واجب الوجود ہے یعنی اس کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے' اور اس کے سوا ہر چیز ممکن اور حادث ہے اور ممکن کی شان یہ ہے کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہوں' پھر اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے ایسی چیز ہونی چاہیے جو اس کی طرح ممکن نہ ہو ورنہ وہ بھی اسی کی طرح ہوگی اور کسی چیز کو وجود میں لانے کی علت نہیں ہو سکے گی' اور یہ سارا جہان ممکن ہے تو اس کو پیدا کرنے والا ایسا ہونا چاہیے جو واجب الوجود ہو' اور جو واجب الوجود ہوگا اور ہر چیز پر قادر ہوگا' وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا' اور جب یہ ساری کائنات ممکن ہے تو پھر اس ساری کائنات کو معدوم کرنا بھی ممکن ہوگا اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنا بھی ممکن ہوگا اور جب یہ سب امور ممکن ہیں تو پھر تم قیامت کا کیوں انکار کرتے ہو اور حشر اور نشر کا کیوں انکار کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں O وہ (از راہِ تکبر) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے گمراہ کرے' اسی کے لیے دنیا میں ذلت ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے O (اس سے کہا جائے گا) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے جن کو تیرے ہاتھ پہلے بھیج چکے ہیں اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے O (الحج: ۱۰-۸)

الحج: ۳ اور الحج: ۸ میں تکرار کے اعتراض کا جواب

اس سے پہلے الحج: ۳ میں بھی فرمایا تھا بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں O اور یہاں بھی یہی فرمایا ہے اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں O اور بہ ظاہر یہ تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کافر سرداروں کے اتباع اور مقلدین کے متعلق ہے اور دوسری آیت ان کافر سرداروں کے بارے میں ہے جن کی وہ تقلید کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت نضر بن الحارث کے متعلق ہے اور دوسری آیت ابوجہل کے متعلق ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں نضر بن الحارث ہی کے متعلق ہیں اور یہ تکرار نہیں ہے بلکہ تاکید ہے اور مبالغہ ہے' اور چوتھا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان کے پیروکار بغیر دلیل کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا ہے وہ دین میں جدال کرتے ہیں اور بغیر دلیل کے دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ علم' ہدایت اور روشن کتاب۔ علم سے مراد ہے علم بدیہی جو بغیر غور اور فکر کے حاصل ہو جیسے سردی اور گرمی کا علم یا دو اور دو چار کا علم' اور ہدایت سے مراد ہے علم نظری اور اکتسابی جو غور وفکر سے حاصل ہوتا ہے جیسے مثلث کے تین زاویوں کا مجموعہ دو زاویہ قائمہ کے برابر ہوتا ہے یا جیسے اس جہان میں ممکنات اور حوادث کو دیکھ کر اس کے

marfat.com
Marfat.com

بنانے والے اور صانع کا علم حاصل کرنا' اور روشن کتاب سے مراد ہے وہ علم جو کتابوں کو پڑھ کر حاصل ہوتا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کافروں کو اللہ کے بارے میں بدیہی علم ہے نہ نظری علم ہے نہ کتابی علم ہے اور یہ اس کے متعلق جھگڑا کر رہے ہیں اور یہ سخت مذموم اور جہالت کی بات ہے۔

الحج: ۹ میں ہے: ثانی عطفہ' اس کا معنی ہے تکبر سے گردن اکڑانا یا تکبر سے اپنی گردن پھیر لینا۔ یعنی نضر بن الحارث تکبر سے اپنی گردن اکڑائے ہوئے ہے یا تکبر کی بناء پر ذکر اور نصیحت سے اعراض کر رہا ہے' یہ معنی مبرد نے کیا ہے اور مفضل نے کہا اس کا معنی ہے پہلو تہی کر رہا ہے اور تکبر سے دوسری جانب پھر رہا ہے۔ یعنی وہ اپنے جدال میں حق کو قبول کرنے سے پہلو بچا رہا ہے اور فرمایا تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کرے یعنی انجام کار لوگوں کو گمراہ کرے۔ اس کے لیے دنیا میں ذلت ہے یعنی قیامت تک مومن اس آیت کی تلاوت کرتے رہیں گے اور اس کی ذلت اور رسوائی ہوتی رہے گی۔ جیسے ولید بن مغیرہ کے قرآن مجید نے دس عیوب بیان فرمائے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ○ (القلم: ۱۳۔۱۰)

آپ ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہے' ذلیل ہے' کمینہ ہے' عیب گو ہے' چغل خور ہے' نیکی سے بہت زیادہ منع کرنے والا ہے' حد سے بڑھنے والا ہے' گناہ گار ہے' مغرور اور اس کے علاوہ ولد الحرام ہے۔

سو جب تک مسلمان یہ آیتیں پڑھتے رہیں گے ولید بن مغیرہ کی دنیا میں رسوائی ہوتی رہے گی۔ اور العاص بن وائل نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا تو یہ آیت نازل ہوگئی:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (الکوثر: ۳)

بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر اور مقطوع النسل اور بے نام و نشان ہے۔

اور مسلمان جب تک اس آیت کو پڑھتے رہیں گے العاص بن وائل کو ابتر کہا جاتا رہے گا' اسی طرح الحج کی یہ آیتیں جب تک پڑھی جاتی رہیں گی' نضر بن الحارث کی مذمت ہوتی رہے گی یہ دنیا میں رسوائی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں رسوائی یہ ہے کہ نضر بن الحارث جنگِ بدر میں مارا گیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۸۶۱) اور قیامت کے دن اس کو دوزخ کی آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

الحج: ۱۰ میں فرمایا (اس سے کہا جائے گا) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے جن کو تیرے ہاتھ پہلے بھیج چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو جو عذاب دیتا ہے وہ ان ہی کے اعمال کی سزا ہے' اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرُ

اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے ، پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے

اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ

تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش آ جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے ، اس نے

marfat.com
Marfat.com

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ

دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا، یہی کھلا ہوا نقصان ہے o وہ اللہ کے سوا اس کی

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ ج

عبادت کرتا ہے جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، یہی دور کی گمراہی ہے o

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ

وہ اس کو پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، وہ کیسا برا مددگار ہے اور کیسا

الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

برا ساتھی ہے o بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ

اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، بے شک اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر کے رہتا ہے o جو

كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ

یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ اونچی جگہ پر

بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا

رسّا باندھ کر اپنے گلے میں ڈال لے پھر اس رسے کو کاٹ دے پھر یہ دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس کے غضب اور غصہ کو

يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

دور کرتی ہے (یا نہیں) o اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے، اور بے شک اللہ جس کو چاہے

يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ

ہدایت دے دیتا ہے o بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئی (ستارہ پرست)

وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ ق اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ

اور عیسائی اور آتش پرست اور شرک کرنے والے، یقیناً اللہ ان سب کے درمیان

marfat.com
Marfat.com

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾ اَلَمْ تَرَ

قیامت کے دن فیصلہ فرمادے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ۰ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ

اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور

مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا

بہت انسان ، اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے، اور جس کو اللہ ذلیل کردے اس کو کوئی

السجدة ۱۱ لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ

عزت دینے والا نہیں ہے، بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ۰ یہ دو فریق ہیں

اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ

جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا، سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے یونت (کاٹ) کر کے بنائے جائیں گے

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ

اور ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا ۰ جس سے وہ سب گل جائے گا جو

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا

ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں (بھی گل جائیں گی) ۰ اور ان کو مارنے کے لیے لوہے کے گرز ہیں ۰ جب بھی وہ شدت تکلیف

اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ

سے اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) اور جلانے والے

ع ۲ ۲۰ ۹ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع

عذاب کو چکھو ۰

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے' پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اس پر کوئی آزمائش آ جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے' اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا یہی کھلا ہوا نقصان ہے ○ وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتا ہے جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' یہی دور کی گمراہی ہے ○ وہ اس کو پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے' وہ کیسا برا مددگار ہے اور کیسا برا ساتھی ہے ○ (الحج: ۱۳-۱۱)

ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے مطالب

الحج: ۱۱ میں فرمایا کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) یعنی وہ شخص دین کے ایک کنارے پر کھڑا ہے اس کا دین میں کوئی ثبات نہیں ہے۔ اس میں منافقین کے حال کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جو پہاڑ کے ایک کنارے پر کھڑا ہو اور پہاڑ پر اس کے قدم جمے ہوئے نہ ہوں' اسی طرح منافقین کے دلوں میں بھی اسلام جما ہوا نہیں ہے' یا جو لشکر کے ایک کنارے پر کھڑا ہو اگر لشکر فتح یاب ہو تو وہ لشکر میں شامل رہے ورنہ بھاگ جائے' سو اسی طرح منافقین ہیں ان کو اسلام کی صداقت اور حقانیت پر یقین نہیں ہے اگر ان کو زکوٰۃ' صدقات اور مالِ غنیمت سے حصہ ملے تو وہ اسلام پر قائم رہتے ہیں اور اگر ان کو آفات اور مصائب پیش آئیں تو وہ اسلام سے روگردانی کرتے ہیں۔

(۲) ابوعبیدہ نے کہا ہر وہ شخص جس کو کسی چیز میں شک ہو وہ اس چیز کے کنارے پر ہوتا ہے' وہ اس میں ثابت قدمی اور دوام پر نہیں ہوتا اور جو شخص کسی چیز کے کنارے پر کھڑا ہو اس پر اس کے قدم جمے ہوئے نہیں ہوتے' تو جس شخص کو دین میں شک ہو اس کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ اس کو اپنے دین میں قلق اور اضطراب ہے اور وہ اس میں ثابت قدم نہیں ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۱۱)

(۳) حسن بصری نے کہا جس شخص کے دل میں اسلام کا اعتقاد ہو اور وہ زبان سے اس کا اظہار کرے' وہ دین کے دونوں کناروں پر جما ہوا ہے اور اس کا دین کامل ہے' اور جس شخص کے دل میں اسلام پر اعتقاد نہ ہو صرف زبان سے اظہار کرے' وہ دین کے ایک کنارے پر کھڑا ہوا ہے اور ڈگمگا رہا ہے اور منافق کا یہی حال ہے۔ اس لیے فرمایا کہ وہ ایک کنارے پر کھڑا ہو کر عبادت کر رہا ہے۔

(۴) وہ دین کے ایک کنارے پر ہے۔ یعنی دین کے وسط اور قلب میں نہیں ہے' کیونکہ اس کو دین میں قلق اور اضطراب ہے تاکہ اس کو جب بھی دین سے اپنے لیے خطرہ محسوس ہو تو فوراً بھاگ جائے۔

زیر تفسیر آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال

یہ آیت کس شخص کے متعلق نازل ہوئی' اس میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) ضحاک نے کہا یہ آیت ان دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنے دیہاتوں سے ہجرت کر کے مدینہ آتے تھے' ان میں سے جب کوئی شخص مدینہ آتا اور اس کو مدینہ کی آب و ہوا موافق آ جاتی' اس کی گھوڑی اچھے بچے جنتی اور اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے مال اور مویشی بڑھ جاتے تو وہ خوش اور مطمئن ہوتا اور کہتا جب سے میں اس دین میں داخل ہوا ہوں مجھے بھلائی اور اچھائی ہی ملی ہے' اور اگر وہ مدینہ آ کر بیمار پڑ جاتا' اس کی بیوی لڑکی جنتی اور اس کے مال میں نقصان ہو جاتا اور صدقات دیر سے ملتے تو شیطان اسے آ کر بہکاتا اور وہ کہتا اللہ کی قسم! جب سے میں اس دین میں

Marfat.com

داخل ہوا ہوں مجھے شر اور مصائب ہی ملے ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۸۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا یہودیوں میں سے ایک شخص مسلمان ہو گیا' اس کی بینائی چلی گئی' اس کا مال اور مویشی خسارے میں ڈوب گئے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا میری بیعت توڑ دیجئے' آپ نے فرمایا اسلام کو فسخ نہیں کیا جاتا۔ اس نے کہا اس دین میں آنے کے بعد مجھے کوئی خیر نہیں ملی میری بینائی چلی گئی' میرا مال اور میری اولاد چلی گئی۔ آپ نے فرمایا: اے یہودی! اسلام لوگوں کو اس طرح پگھلاتا ہے (تاکہ ان کا کھوٹ نکل جائے) جس طرح آگ لوہے' سونے اور چاندی کو پگھلا کر ان کا زنگ اور میل کچیل نکال دیتی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف۔

(اسباب النزول رقم الحدیث: ۶۱۸۔۶۱۷ ص ۳۱۷۔۳۱۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس سبب نازل ہوئی کہ ایک شخص مدینہ آتا اگر اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل میں افزائش ہوتی تو وہ کہتا یہ اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا اور اس کے گھوڑوں میں افزائش نہ ہوتی تو وہ کہتا یہ برا دین ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۲)

(۴) ابن زید نے کہا یہ آیت منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے اگر اس کی دنیا اچھی رہتی تو وہ عبادت پر قائم رہتا اور اگر اس پر آزمائش آتی اور اس کی عبادت خراب ہو جاتی تو وہ عبادت کو ترک کر دیتا اور کفر کی طرف لوٹ جاتا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۸۶۸' مطبوعہ بیروت)

(۵) ضحاک کا (دوسرا) قول یہ ہے کہ یہ آیت مؤلفۃ القلوب کے متعلق نازل ہوئی ہے جن میں عیینہ بن بدر' الاقرع بن حابس' اور العباس بن مرداس تھے' ان میں سے بعض نے بعض سے کہا ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں داخل ہوتے ہیں اگر ہم کو اچھائی مل گئی تو ہم جان لیں گے یہ دین برحق ہے اور اگر ہم کو برائی ملی تو ہم جان لیں گے یہ دین باطل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

چند اعتراضات کے جوابات

اس کے بعد فرمایا پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش آ جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں آزمائش کو بھلائی اور خیر کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے حالانکہ خیر اور بھلائی بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے؟ اس کا جواب ہے کہ یہاں منافق کے اعتبار سے کلام فرمایا ہے اور منافق کے نزدیک خیر صرف وہی ہے جو دنیوی خیر ہو اور شر صرف وہی ہے جو دنیوی شر ہو' اس لیے اس کے اوپر بہ طور آزمائش جو مصائب اور بلائیں آتی ہیں وہ اس کے نزدیک صرف شر ہیں اس لیے آزمائش کو خیر کے مقابلہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہاں فرمایا ہے اس پر آزمائش آئے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔ یہ کلام اس وقت درست ہوتا جب وہ پہلے مومن ہوتا اور آزمائش آنے کے بعد کافر یا مرتد ہو جاتا لیکن منافق تو پہلے بھی کافر تھا تو پھر اس کے منہ کے بل پلٹنے کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منافق پہلے زبان سے اسلام کا اقرار کرتا تھا اور آزمائش آنے کے بعد وہ زبانی اقرار سے بھی منحرف ہو جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پھر فرمایا: اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اس کی عزت اور کرامت نہیں رہتی' مال غنیمت سے اس کو حصہ نہیں ملتا اور وہ شہادت دینے اور امامت اور قضا کا اہل نہیں رہتا اور اظہار اسلام کی وجہ سے اس کی جان اور مال جو محفوظ تھے وہ اب محفوظ نہیں رہتے' اور اُخروی نقصان یہ ہے کہ وہ ثواب سے محروم رہے گا اور دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

الانبیاء: ۱۲ میں فرمایا: وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتا ہے جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' یہی دور کی گمراہی ہے۔

بہت دُور کی گمراہی کا بیان

یہ منافق جو دنیا سے منافع اور فوائد نہ ملنے کی وجہ سے کفر ظاہر کی طرف لوٹ گیا اور اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے لگا جو اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں یہ بہت دُور کی گمراہی میں ہے' وہ یہ سمجھ کر کفر کی طرف لوٹا تھا کہ ظاہراً اسلام قبول کر کے تو اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا اب اس کے خود ساختہ معبود اس کو کوئی فائدہ پہنچائیں گے حالانکہ اس کے باطل معبود اسے کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے وہ تو بالکل بے بس اور لاچار ہیں ان سے کسی فائدہ کی توقع رکھنا تو بہت دُور کی گمراہی ہے۔ ایسا شخص یہ کیوں نہیں سوچتا کہ کفر کی طرف لوٹنے کے بعد بھی اس کو جو دنیاوی فائدہ حاصل ہوگا وہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کی وجہ سے کوئی خیر روک لیتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو کر بتوں کی طرف مائل ہونا اور شرک کی طرف جھک جانا سخت جہالت اور بہت دُور کی گمراہی ہے۔

الانبیاء: ۱۳ میں فرمایا: وہ اس کو پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے' وہ کیسا برا مددگار اور کیسا برا ساتھی ہے۔

کفار کے ضرر پہنچانے اور نہ پہنچانے میں تعارض کا جواب

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا: بت کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اس آیت میں فرمایا: ان کا ضرر ان کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ضرر پہنچاتے ہیں اور یہ تعارض ہے' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) بت فی نفسھا ضرر نہیں پہنچاتے لیکن ان کی عبادت کرنا اُخروی عذاب اور ضرر کا سبب ہے اور سبب کے اعتبار سے ان کی طرف ضرر کی اضافت کی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے متعلق فرمایا:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ. (ابراہیم: ۳۶) اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

حالانکہ بت خود گمراہ نہیں کرتے' گمراہی کا سبب ہیں۔ پس سبب کے اعتبار سے ان کی طرف اضافت کی۔

(۲) واقع میں بت نفع اور ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں لیکن بہ فرض محال یہ مان بھی لیا جائے تو ان کا ضرر پہنچانا نفع دینے سے زیادہ ہے۔

(۳) کفار جب اپنے دل میں انصاف کریں گے تو جان لیں گے کہ دنیا میں ان بتوں سے ان کو نفع یا ضرر حاصل نہیں ہوا پھر جب وہ آخرت میں ان بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے عذاب عظیم کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ تمہارا ضرر تمہارے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' بے شک اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر کے رہتا ہے ○ جو یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اپنے رسول

marfat.com
Marfat.com

دنیا اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ اونچی جگہ پر رسا باندھ کر (اپنے گلے میں ڈال لے) پھر اس رسے کو کاٹ لے پھر یہ دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس کے غضب اور غصہ کو دُور کرتی ہے (یا نہیں) ○ اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے اور بے شک اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دیتا ہے ○ (الحج: ۱۶-۱۴)

کافروں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزا کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی عبادات اور ان کے معبودوں کا حال بیان کیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی عبادات کی صفت اور ان کے معبود کی صفت بیان فرمائی ہے' منافقین کی عبادت کسی طرح درست نہیں تھی اور ان کے معبود کسی کو نفع یا ضرر پہنچانے پر قادر نہیں تھے' اور رہے مومنین تو ان کی عبادت ایک حقیقت ثابتہ ہے اور ان کا معبود ان کو سب سے عظیم نفع عطا فرمائے گا اور وہ جنت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے محاسن بیان فرمائے کہ اس میں سبزہ زار ہیں' دریا ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے ارادہ فرمائے گا اس کو اپنے فضل اور احسان سے اور بہت نعمتیں عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:

فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ. تو وہ ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ (النساء: ۱۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والے کو چاہیے کہ خود اپنے بغض میں جل کر مر جائے

الحج: ۱۵ میں فرمایا: جو یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں مدد نہیں کرے گا۔ ''اس کی'' یہ ضمیر کس کی طرف راجع ہے حضرت ابن عباس' مقاتل' ضحاک اور ابن زید وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ضمیر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے' ہر چند کہ آپ کا اس سے پہلے صراحتاً ذکر نہیں ہے لیکن اشارتاً آپ کا ذکر پہلے مذکور ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ایمان لانے کا ذکر ہے اور ایمان لانے کا یہی معنی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانا جائے' اور اب جب ضمیر کا مرجع متعین ہو گیا تو اس آیت کا معنی یہ ہے: جو یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ اونچی جگہ پر رسہ باندھ کر (اپنے گلے میں لٹکا لے) پھر اس رسے کو کاٹ لے پھر یہ دیکھے کہ اس کی یہ تدبیر اس کے غضب اور غصہ کو دُور کرتی ہے (یا نہیں؟)

رہا یہ سوال کہ کون یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہیں کرے گا؟ تو مقاتل نے کہا یہ آیت بنو اسد اور بنو غطفان کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اللہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہیں کرے گا پھر ہمارے اور ہمارے حلیف یہودیوں کے درمیان رابطہ منقطع ہو جائے گا پھر وہ ہم کو غلہ فراہم نہیں کریں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاسدین اور آپ کے اعداء کو یہ توقع تھی کہ اللہ آپ کی مدد نہیں کرے گا اور آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ نہیں دے گا' اور جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بہت بھاری مدد کی ہے تو وہ غیظ و غضب سے جل بھن گئے' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔

اس آیت میں فرمایا ہے وہ السماء پر رسہ باندھ لے' السماء کا معنی آسمان بھی ہے اور اونچی اور بلند جگہ بھی ہے اگر اس کا معنی آسمان ہو تو پھر یہ معنی ہے کہ جس کا یہ گمان تھا کہ اللہ آپ کی مدد نہیں کرے گا پھر اس کا مطلوب پورا نہ ہونے سے وہ غصہ میں جل بھن گیا تو اگر وہ اپنے غیظ و غضب کو دُور کرنے کے لیے آسمان تک پہنچ سکتا ہے اور آسمان میں رسہ باندھ کر اپنے آپ کو لٹکا سکتا ہے تو اپنے گلے میں پھندہ باندھ کر لٹکا لے اور پھندہ کاٹ کر اپنا گلا گھونٹ لے۔ اور اگر السماء کا معنی بلند جگہ ہو تو معنی یہ ہے کہ وہ کسی بلند جگہ رسہ باندھ کر اپنے گلے میں پھندہ ڈال لے پھر رسہ کاٹ دے تا کہ گلا گھٹنے سے وہ مر جائے۔

marfat.com
Marfat.com

عطا کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یہ ضمیر "من" کی طرف لوٹتی ہے۔ مجاہد اور ابوعبیدہ کا بھی یہی قول ہے اور اب معنی اس طرح ہے اور جس شخص کا یہ گمان ہے کہ (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کرنے سے) اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں مدد نہیں کرے گا یعنی اس کو رزق نہیں دے گا تو وہ آسمان میں رسی باندھ کر اپنا گلا گھونٹ لے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۱۳)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ یہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائی جائے۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہدایت دینے کے محامل

الحج: ۱۶ میں فرمایا: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے اور بے شک اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دیتا ہے۔

ہدایت کے دو معنی ہیں ایک یہ ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے جائیں لیکن اس معنی میں ہدایت تو سب کے لیے حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: وہ جس کو چاہے ہدایت دے دیتا ہے' یعنی یہ ہدایت ہر ایک کو حاصل نہیں ہے اس لیے یہاں پر ہدایت کا دوسرا معنی مراد ہے اور وہ ہے انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا کرنا' اور اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے یہ ہدایت پیدا کر دیتا ہے۔ اس آیت کے اور بھی محمل بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مکلف کر دیتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا مکلف کرے گا اس کے لیے اس چیز کو بیان فرمائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے جنت کا راستہ دکھاتا ہے اور مومنین صالحین کو اللہ ثواب کی راہیں دکھاتا ہے۔

(۳) جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں گے ان کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے' اور ان میں سے جن کو چاہتا ہے ان پر لطف و کرم فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئ (ستارہ پرست) اور عیسائی اور آتش پرست اور شرک کرنے والے' یقیناً اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لیے ہی سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت انسان' اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے' اور جس کو اللہ ذلیل کر دے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے' بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ○ (الحج: ۱۸-۱۷)

ادیانِ مختلفہ اور ان کا شرعی حکم

جو لوگ ایمان لائے' ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہودیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ صابئین' یہ قوم ستارہ پرست ہے' اس کی مکمل تشریح ہم نے البقرہ: ۶۲' تبیان القرآن ج ۱ ص ۳۴۷ میں کر دی ہے۔ عیسائی وہ ہیں جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں' اور مجوس آگ کی پرستش کرنے والے ہیں وہ کہتے ہیں' عالم کی دو اصلیں ہیں نور اور ظلمت۔ قتادہ نے کہا ادیان پانچ ہیں' چار شیطان کے ادیان ہیں اور ایک رحمان کا دین ہے' اور شرک کرنے والے: اس سے مراد بت پرست ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا' پس کافروں کو دوزخ میں بھیج دے گا اور

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کو جنت میں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس دنیا میں تو حق اور باطل کا پتا غور وفکر سے چلتا ہے اور قیامت کے دن ہر شخص کو بداہتاً علم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان میں یہ علم پیدا کر دے گا جس سے سب کو معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے اعمال کو ان کے اقوال کو اور ان کی حرکات کو دیکھ رہا ہے اور اللہ سبحانہ کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

سورج کے سجدہ کر کے ٹھہرنے کی توجیہ

الحج: ۱۸ میں فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔ الخ

کیا آپ نے نہیں دیکھا اس کا معنی ہے کیا آپ نے اپنی عقل سے نہیں جانا' اور سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی ہم البقرہ: ۳۴ میں اور النحل: ۵۰ میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح ہم وہاں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے سجدوں کا معنی اور فرق بھی بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن انباری نے کہا کہ امام ابو العالیہ نے بیان کیا ہے کہ ہر ستارہ' چاند اور سورج جب غروب ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گرا ہوا ہوتا ہے پھر جب تک اس کو واپس ہونے کی اجازت نہ ہو وہ سجدہ میں گرا رہتا ہے اور جب اس کو اجازت ملتی ہے تو وہ اپنی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ علامہ قشیری نے کہا اس مسئلہ میں سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حدیث مروی ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ اللہ اور رسول کو ہی خوب علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب یہ اپنے مستقر پر پہنچ جاتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاتا ہے پھر اسی طرح سجدہ میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ بلند ہو اور جہاں سے آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا' پھر یہ واپس لوٹ جاتا ہے اور پھر صبح کو اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے' پھر اسی طرح چلتا رہتا ہے لوگ اس کی کسی حرکت کو غیر معمولی نہیں پائیں گے حتیٰ کہ یہ اپنے مستقر پر عرش کے نیچے جا کر ٹھہر جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے غروب کی جگہ سے طلوع ہو' پھر صبح کو یہ اپنے غروب کی جگہ (یعنی مغرب سے) طلوع ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کب ہوگا؟ یہ اس وقت ہوگا جب کسی شخص کے لیے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہو یا جس نے اس سے پہلے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۶)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورج کا ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع اور دوسری جگہ غروب ہوتا رہتا ہے پھر اس کے ٹھہرنے کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ طیبی نے کہا کہ سورج عرش کے نیچے اس طرح ٹھہرتا ہے کہ ہم اس کا ادراک نہیں کرتے اور نہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے سو نہ ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں اور نہ اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں کیونکہ ہمارا علم اس کو محیط نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۴۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے' اس حدیث

marfat.com
Marfat.com

سے جو ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے' کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حسب حال ہوتی ہے لہٰذا جب سورج نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام کے قائم مقام ہے اور زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے عبارت ہے اور جب سورج اُفق میں غروب ہوتا ہے تو اس کا یہ غروب سجدہ کے مشابہ ہے' اور جس اُفق میں سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سورج اسی طرح سجدہ میں پڑا رہتا ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی حالت غروب) میں ہی اس سے کہا جاتا ہے کہ "جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا" اور لوٹنے کا مطلب اُلٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام تکوینی کے تحت لوٹنا ہے یعنی معروف طریقہ اور معمول کے مطابق جس اُفق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے اُفق سے طلوع ہو' پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس اُفق پر غروب ہو کر پہلے اُفق پر طلوع ہو اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد اس اُفق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا۔ قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس اُفق سے غروب ہوا تھا' اس اُفق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا۔ اس حدیث کی کوئی قابل ذکر توجیہ کسی نے نہیں لکھی اور اب تک میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ اکیس سال پہلے میرے دل میں یہ توجیہ آئی تھی' میں نے اس کو شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴۹۔۶۴۸ میں بھی لکھا اور یہاں بھی لکھ دیا ہے' اگر یہ حق ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے ورنہ میرے علم کا نقص اور فکر کی غلطی ہے۔

سورج' چاند' ستاروں' پہاڑوں' درختوں' مومنوں اور کافروں کے سجدہ کی کیفیت

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے لکھا ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں اور پہاڑوں اور درختوں اور چوپایوں کا سجدہ کرنا دراصل ان چیزوں کا سایہ ہے جب ان چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے اور جب ان سے زائل ہوتا ہے اس وقت ہر چیز کا سایہ مڑ جاتا ہے اور یہی اس کا سجدہ کرنا ہے' اور سورج' چاند اور ستاروں کا سجدہ کرنا ان کا غروب ہونا ہے۔

اور فرمایا: اور بہت لوگ یعنی بہت سے بنو آدم سجدہ کرتے ہیں اور وہ مومنین ہیں۔

نیز فرمایا: اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے۔ یعنی بہت سے بنو آدم ایسے ہیں جن کے لیے عذاب ثابت ہے اور ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب واجب ہے' اس کے باوجود ان کے سائے بھی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۱۷۱۔۱۷۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز فرمایا: اور جس کو اللہ ذلیل کر دے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے' یعنی جس کو اللہ اس کی شقاوت اور اس کے کفر کی وجہ سے رسوا کر دے تو کوئی شخص اس کو اس ذلت اور رسوائی سے بچا نہیں سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت میں سستی کرتا ہے وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

اور فرمایا: اور بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' یعنی اللہ جن کافروں کو دوزخ میں ڈالے گا اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا' سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے بیونت (کاٹ) کر کے بنائے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا○ جس سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں (بھی گل جائیں گی)○ اور ان (کو مارنے) کے لیے لوہے کے گرز

marfat.com
Marfat.com

[ہ]یں○ جب بھی وہ شدت تکلیف سے اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا (اور ان [سے] کہا جائے گا) اور جلانے والے عذاب کو چکھو○ (الحج: ۲۲-۱۹)

[ر]ب کے متعلق جھگڑا کرنے والے دو فریقوں کے مصداق

اس میں اختلاف ہے کہ یہ جھگڑنے والے دو فریق کون تھے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ دو فریق وہ تھے جنہوں نے جنگ بدر میں ایک دوسرے سے مبارزت کی تھی اور جنگ کے لیے للکارا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت حضرت حمزہ اور ان کے دو ساتھیوں اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے کو للکارا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو رحمان کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جاؤں گا۔ قیس نے کہا ان ہی کے متعلق یہ آیت (هذان خصمان الایة) نازل ہوئی ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے کو للکارا تھا۔ حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۳۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۳۵، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۴۱)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مومنین اور اہل کتاب کے دو فریق ہیں جنہوں نے آپس میں مباحثہ کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ اہل کتاب ہیں، جنہوں نے مومنین سے کہا تھا ہم تم سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں، ہماری کتاب تم سے پہلے نازل ہوئی اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے تھے، اور مومنین نے کہا ہم اللہ کے زیادہ حق دار ہیں ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر بھی ایمان لائے اور اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے اس پر بھی ایمان لائے۔ تم ہماری کتاب کو اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے حسد کی وجہ سے ان کا کفر کیا، ان کی یہ خصومت ان کے رب کے سامنے ہوگی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۸۸۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۸۱۹)

امام ابن جریر نے جھگڑا کرنے والے دو فریقوں کے متعلق اور بھی اقوال ذکر کیے ہیں:

عکرمہ نے کہا اس سے مراد جنت اور دوزخ ہیں۔ دوزخ نے کہا اللہ نے مجھے سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے اور جنت نے کہا اللہ نے مجھے رحمت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عاصم نے کہا اس سے مراد اہل الشرک اور اہل اسلام ہیں۔

مجاہد نے کہا اس سے مراد مومن اور کافر ہیں جن کی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں بحث ہوئی۔

(جامع البیان جز ۱۷ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

آخرت میں کفار کی تین قسم کی سزائیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کی آخرت میں سزا کے تین حال بیان فرمائے:

(۱) سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے بیونت (کاٹ) کر کے بنائے جائیں گے۔ آگ کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ آگ ان کے پورے جسم کا احاطہ کر لے گی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ. ان کے لیے دوزخ کی آگ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔ (الاعراف: ٤١)

(٢) دوسرا حال یہ ہے کہ اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا○ جس سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں (بھی گل جائیں گی)○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ گل جائیں گے۔ اس گرم پانی کو جب ان کے سروں کے اوپر سے ڈالا جائے گا تو جس طرح وہ ان کے ظاہر جسم پر اثر کرے گا' اسی طرح ان کے جسم کے باطن پر بھی اثر کرے گا اور ان کے پیٹ' انتڑیاں اور دیگر اجزا جل جائیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھولتا ہوا پانی ان کے سروں کے اوپر سے انڈیلا جائے گا اور وہ کھولتا ہوا پانی ان کے جسم کے اندر داخل ہو کر ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے' اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ پانی ان کے قدموں سے نکل جائے گا پھر دوبارہ ان کے سروں پر ڈالا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٥٨٢' مسند احمد ج ٢ ص ٣٧٤' المستدرک ج ٢ ص ٣٨٧' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ١٨٢)

(٣) تیسرا حال یہ ہے کہ اور ان (کو مارنے) کے لیے لوہے کے گرز ہیں○ جب وہ (شدتِ تکلیف سے) اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے' ان کو پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) اور جلانے والے عذاب کو چکھو○

ابو ظبیان نے بیان کیا کہ جب دوزخ کی آگ جوش سے اُبل رہی ہوگی اور ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک رہی ہوگی تو دوزخ ان کو دوزخ کے بڑے دروازوں کی طرف پھینک دے گی' اس وقت وہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوزخ کے محافظ انہیں لوہے کے گرز مار کر پھر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب ان کی تکلیف بہت بڑھ جائے گی تو وہ دوزخ سے نکل کر اس کے کناروں تک پہنچیں گے تو فرشتے گرز مار کر انہیں پھر دوزخ میں دھکیل دیں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٢ ص ٢٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو اللہ ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

نیچے سے دریا بہتے ہیں، ان جنتوں میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں

وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ

گے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا ○ اور ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت

الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

کی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائے گی ○ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا

marfat.com
Marfat.com

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنٰهُ

اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے

لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ

مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا باہر سے آئیں، اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا

ع ۳ ۱۰ ۳ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۵﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيمَ مَكَانَ

ارادہ کرے گا، ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے ○ اور یاد کیجیے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ

الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ

مقرر کردی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں

وَالْقَآئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۲۶﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ

اور قیام کرنے والوں، اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا ○ اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجیے

يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ

وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر

عَمِيقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ

سوار ہو کر آئیں گے ○ تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان

مَّعْلُومٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوا مِنْهَا

مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیے ہیں، پس تم ان میں سے خود کھاؤ

وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا

اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ ○ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو

نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ

پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں ○ یہی حکم ہے، اور جو اللہ کی حرمت والی

marfat.com
Marfat.com

حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

چیزوں کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیے گئے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو

وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ

اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو ○ ہر باطل سے الگ، صرف اللہ کے ہو کر رہو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتے ہوئے

وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا، پھر اسے مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ

یا آندھی اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے ○ یہی حق ہے، اور جس نے

يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ

اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بیشک یہ دلوں کے تقویٰ (کے آثار) سے ہے ○ تمہارے لیے

فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ

ان مویشیوں میں مدت معین تک فوائد ہیں، پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام

الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع

قدیم گھر کی طرف ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو اللہ ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، ان جنتوں میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا ○ اور ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائے گی ○

(الحج: ۲۴-۲۳)

آخرت میں مومنوں کے چار قسم کے انعامات

اس سے پہلی آیتوں میں آخرت میں کفار کی تین قسم کی سزاؤں کا بیان فرمایا تھا اور ان آیتوں میں آخرت میں مومنوں

marfat.com

Marfat.com

کے چار قسم کے انعامات کا بیان فرمایا ہے:

(۱) پہلا انعام ان کے مسکن کا ذکر ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان جنتوں میں رکھے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔

(۲) دوسرا انعام یہ ہے کہ ان کا لباس ریشم کا ہوگا' دنیا میں ریشم مردوں پر حرام کر دیا تھا اور آخرت میں ان پر ریشم حلال فرما دیا۔

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے' انہوں نے پانی مانگا ایک دہقان ان کے لیے چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ حضرت حذیفہ نے اس برتن کو پھینک دیا پھر کہا میں نے یہ چاندی کا برتن اس لیے پھینکا ہے کہ میں نے اس کو چاندی کے برتن میں پانی دینے سے منع کیا تھا مگر یہ باز نہیں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی اور ریشم اور دیباج (ریشم کی ایک قسم) کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور یہ تمہارے لیے آخرت میں ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۰۱)

(۳) تیسرا انعام یہ ہے کہ مومنوں کو جنت میں زیورات پہنائے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز کا وضو کر رہے تھے' وہ اپنا ہاتھ بغل تک دھو رہے تھے' میں نے کہا اے ابو ہریرہ! یہ کیسا وضو ہے؟ انہوں نے کہا اے چوزے کے بچے! تو یہاں کھڑا ہوا ہے!! اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ تو یہاں کھڑا ہے تو میں اس طرح وضو نہ کرتا۔ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچے گا' وہاں تک اس کا زیور پہنچے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۹)

اس حدیث میں مومن کو جنت میں زیورات پہنانے کا بھی ثبوت ہے اور ناسمجھ لوگوں کو ڈانٹنے کا بھی ثبوت ہے اور یہ بھی ثبوت ہے کہ خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بیان کرو جو ان کے درمیان معروف ہیں (یعنی ان کے سامنے کوئی نئی بات نہ بیان کرو) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔ (صحیح البخاری کتاب العلم باب: ۴۹)

اس آیت میں فرمایا ہے: ان جنتوں میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے' اور ایک اور آیت میں ہے:

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ؗ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ (الدھر: ۲۱)

ان کے جسموں پر سبز باریک اور دبیز ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انہیں جنت میں سونے' چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

مردوں کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات کی جنت میں تخصیص کی وجہ

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ مفسرین نے کہا ہے کہ جب کہ دنیا کے بادشاہ کنگن اور تاج پہنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے جنت میں ان کا پہننا حلال کر دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۸)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

ابن عیینہ نے از اسرائیل از ابو موسیٰ از حسن روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸)

انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن اور اس کا منطقہ (پٹکا) اور تاج لایا گیا تو حضرت عمر نے وہ کنگن حضرت سراقہ کو پہنا دیئے۔ حضرت سراقہ پست قد تھے اور ان کی کلائیوں پر بال بہت زیادہ تھے' حضرت عمر نے

marfat.com

Marfat.com

کہا اپنے ہاتھ اوپر اُٹھائیں اور کہیں اللہ کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے اُتار کر سراقہ اعرابی کو پہنا دیئے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۶-۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

دنیا میں ریشم اور سونا چاندی پہننے اور شراب پینے والے کا شرعی حکم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۷۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۴۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۱۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۸۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۶۲۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۶۹، عالم الکتب بیروت)

ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ٹھیک ہے مسلمان آخرت میں تو ریشم نہیں پہنے گا لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کو جنت میں ریشم پہنا دیا جائے۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اگر اس نے ریشم پہننے سے توبہ نہیں کی تو وہ جنت میں بھی ریشم پہننے سے محروم رہے گا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس پر ریشم اس وقت حرام ہوگا جب اس کو آگ میں عذاب دیا جائے گا یا اس کو محشر میں طول قیام کی سزا دی جائے گی لیکن جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو پھر محروم نہیں ہوگا، کیونکہ جنت میں جنت کی لذات میں سے کسی لذت سے محروم ہونا بھی ایک قسم کی سزا ہے اور جنت سزا کی جگہ نہیں ہے بلکہ جزا اور انعام کی جگہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بہت مستحکم تھا اگر اس کے خلاف احادیث نہ ہوتیں اور وہ یہ ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا خواہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۲۹۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں ریشم پہننے سے محروم رہے گا خواہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

اسی طرح جس نے دنیا میں سونے اور چاندی کے زیورات پہنے وہ جنت میں ان کو پہننے سے محروم رہے گا۔ اسی طرح دنیا میں شراب پینے والے کا حکم ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں خمر (انگور کے کچے شیرہ کی شراب) کو پیا اور اس سے توبہ نہیں کی، وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۳)

باقی رہا یہ کہ ان نعمتوں سے محروم ہونا تو ایک طرح کی سزا ہے اور جنت سزا کی جگہ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ان چیزوں کی خواہش ہی پیدا نہیں کرے گا حتیٰ کہ اس کو محرومی کا احساس ہو۔

(۴) جنت میں چوتھا انعام یہ ہوگا کہ ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائے گی۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو لا الہ الا اللہ پڑھنے اور الحمدللہ پڑھنے کی ہدایت دی جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ صبح اُٹھ کر یہ کہیں گے: الحمد للہ الذی ھدانا لھذا اللہ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی، اور کہیں گے:

marfat.com
Marfat.com

الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزن اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم کو دُور کر دیا۔ پس جنت میں کوئی لغو بات ہوگی نہ جھوٹ ہوگا' اور وہ جو کچھ بھی کہیں گے وہ حق اور سچ بات ہوگی اور انہیں جنت میں اللہ کے راستہ کی طرف ہدایت دی جائے گی کیونکہ جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر مبنی ہو۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ انہیں دنیا میں پاکیزہ باتوں اور حمد کے راستہ کی ہدایت دی گئی ہے لیکن یہ تفسیر سیاق اور سباق کے مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے وہ اس مسجد میں معتکف (مقیم) ہوں یا باہر سے آئیں' اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے ○ (الحج: ۲۵)

مسجد حرام سے روکنے والوں کی مذمت کا شانِ نزول

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ "بے شک جن لوگوں نے کفر کیا" یہ ماضی کا صیغہ ہے اور وہ اللہ کے راستے سے روکنے لگے یہ حال کا صیغہ ہے اور حال کا ماضی پر عطف کرنا مستحسن نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دوام اور استمرار مقصود ہو تو حال کا ماضی پر عطف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ (الرعد: ۲۸) جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب انہوں نے حدیبیہ کے سال (چھ ہجری میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان سے جنگ کرنے کو ناپسند کیا تھا آپ اس وقت عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے' پھر آپ نے ان سے اس شرط پر صلح کی کہ آپ اگلے سال آکر عمرہ کریں گے۔

(تکملہ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں' منیٰ' مزدلفہ' عرفات اور موضع جمرات مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے' تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسکِ حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اور یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے اور ٹھہرنے سے منع نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸' روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۰۷-۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۷' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷' فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے' اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲-۳۱)

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسکِ حج کے لیے وقف ہیں' ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے

marfat.com

Marfat.com

کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۰-۴۷۹)
امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے اس میں فرمایا ہے والمسجد الحرام الذی جعلنہ للناس سواء ن العاکف فیہ والباد۔ (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں المسجد الحرام سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ اور العاکف کا معنی کرتے ہیں مکہ میں رہنے والا' الباد کا معنی کرتے ہیں مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے' ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:
مساوات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے' اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے' وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے' وہ چاہے یا نہ چاہے۔ اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) حتیٰ کہ جب چوریاں بہت ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا تم بیت اللہ کا حج کرنے والے پر دروازہ بند کرتے ہو؟ اس نے کہا میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا' پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں' آکر ٹھہر جائیں۔ اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر مسجد کی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔
اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فوت ہوگئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا' جس کو ضرورت ہو وہ اس میں خود رہے اور جو مستغنی ہے' وہ کسی اور کو ٹھہرائے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۰۰۳' یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ارسال اور انقطاع ہے) اور علقمہ بن نضلہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کیے جاتے تھے' ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی' وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۰۰۲' یہ حدیث بھی حسب سابق ہے) اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ حرم ہے' اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۲۹۹۵' یہ حدیث بھی ضعیف ہے) (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲-۳۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)
امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے المسجد الحرام کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

عاکف کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ العاکف کا شرعی معنی المعتکف ہے' اور جن احادیث سے علامہ قرطبی نے استدلال کیا ہے' ہم نے ان کا ضعف قوسین میں ذکر کر دیا ہے۔

جو احادیث علامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں' ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے موقف پر استدلال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے' اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیئے جائیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳' طبع قدیم' دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں اس کی سند میں ایک راوی ''اسماعیل'' ضعیف ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے' وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۹۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں ابن معین نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں۔ آجری نے کہا اس کی احادیث منکر ہیں۔ امام نسائی نے کہا یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے۔ حاکم ابو احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۴' مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن' ۱۳۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زمین کو فروخت کرنے اور اس کے مکانوں کو کرائے پر دینے کو حرام کہتے ہیں' ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے' اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ. (الحج: ۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

امام ابن جریر نے کہا۔ کفار قریش نے مومنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۲۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۹۶۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے' ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا تھا۔ الحدیث (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۹۶۷)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقف عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس موقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں؟ عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور

marfat.com

Marfat.com

حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ابوطالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور طالب کافر تھے سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۸۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۱۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت زبیر، حضرت حکیم بن حزام، حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دارالندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا اے بھتیجے! عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے، اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے، اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں کو برقرار رکھا اور کسی شخص کو اس کے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے، اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس کو نہیں لیا، اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح ہوازن کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمینوں کا یہ اختلاف افعال حج کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعالِ حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں، ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلاکراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتارخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایامِ حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سواء ن العاکف فیہ والباد۔

marfat.com

Marfat.com

(۲۵) مسجدِ حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں' اور ایامِ حج کے علاوہ کرایا لینے کی رخصت دی ہے' اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایامِ حج میں فرماتے تھے اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں' ٹھہر سکیں پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایامِ حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایامِ حج میں اس کی اجازت دیتے تھے' امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایامِ حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ایامِ حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے اس کا یہی معنی ہے' اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں' وہ ایامِ حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امامِ اعظم کا بھی یہ فتویٰ ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجدِ حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارضِ حرم میں یہ حق برابر نہیں فرمایا' اور اگر بالفرض ارضِ حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارضِ حرم میں مسافر جہاں چاہیں خیمہ ڈال کر رہیں' کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا انہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایامِ حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں' مہمانوں اور زائرینِ حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔

الحاد کا معنی اور اس کے مصداق کے تعین میں مختلف اقوال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: من یرد فیہ بالحاد بظلم ۔ یہ لفظ ورود سے بھی مشتق ہو سکتا ہے یعنی جو شخص مکہ میں ظلم اور زیادتی کے ساتھ وارد (داخل) ہوگا' ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے' اور یہ لفظ ارادہ سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے یعنی جو شخص مکہ میں ظلم اور زیادتی کا ارادہ کرے گا' ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔

الحاد کا معنی ہے درمیانہ روی سے انحراف یا تجاوز کرنا' اور مفسرین نے الحاد کی حسب ذیل تفسیریں کی ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس' عطاء بن ابی رباح' سعید بن جبیر' قتادہ اور مقاتل نے کہا الحاد سے مراد شرک ہے یعنی جو شخص اللہ کے حرم میں شرک کرنے کے لیے آیا' اس کو اللہ عذاب دے گا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۱۴)

(۲) حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سعد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام لانے کے بعد مشرک ہو گیا تھا' اور قیس بن ضبابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور مقاتل نے کہا یہ آیت عبداللہ

marfat.com

Marfat.com

بن خطل کے متعلق نازل ہوئی ہے جوایک انصاری کوقتل کر کے مکہ بھاگ گیا تھااور کافر ہو گیا تھااور فتح مکہ کے دن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوقتل کرنے کا حکم دیااور اس کو حالتِ کفر میں قتل کیا گیا۔(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷)

(۳) مکہ میں شکار کوقتل کرنا۔

(۴) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور مکہ میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان کاموں کو کرنا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۱۸)

(۵) مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے ذخیرہ اندوزی کرنا۔(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۲۳)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے دو خیمے تھے'ایک حرم میں تھااور ایک حل میں تھا۔انہوں نے جب کسی کو ڈانٹنا ہوتا تھا تو حل میں ڈانٹتے تھے۔(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۲۵)

(۷) محققین نے کہا ظلم کے ساتھ الحاد کرنا تمام قسموں کے گناہوں کو شامل ہے کیونکہ کوئی گناہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو' حرم میں اس کا عذاب بہت سخت ہے۔مجاہد نے کہا جس طرح حرم میں نیکیوں کا ثواب زیادہ ہوتا ہے' اسی طرح حرم میں برائیوں کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔(زاد المسیر ج ۵ ص ۴۲۱)

آیا مکہ میں گناہ کا عذاب بھی دُگنا ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کوئی شخص مکہ میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے پھر ظلم نہ کرے تو آیا اس پر گرفت ہوگی؟ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ حرم میں برائی کا "ھم" کرنے پر بھی گرفت ہوتی ہے۔(غالب جانب کام کے کرنے کی ہو اور مغلوب جانب کام کے نہ کرنے کی ہو تو اس کو "ھم" کہتے ہیں) یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔انہوں نے کہا اگر کوئی شخص برے کام کا "ھم" کرے اور وہ برا کام نہ کرے تو اس کو لکھا نہیں جاتا جب تک اس کام کو کر نہ لے' اور اگر کوئی شخص بیت اللہ کے پاس کسی شخص کو قتل کرنے کا "ھم" کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں عذابِ الیم چکھائے گا۔ضحاک نے کہا اگر کوئی شخص غیر حرم میں ہو اور یہ "ھم" کرے کہ وہ حرم میں کوئی گناہ کرے گا پھر بھی اس کا گناہ لکھا جائے گا خواہ وہ حرم میں وہ گناہ نہ کرے۔مجاہد نے کہا مکہ میں برائیوں کو اسی طرح دُگنا کیا جاتا ہے جس طرح مکہ میں نیکیوں کو دُگنا کیا جاتا ہے۔امام احمد سے یہ سوال کیا گیا کیا ایک برائی کو ایک سے زیادہ بار لکھا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! ماسوا مکہ مکرمہ کے اس شہر کی تعظیم کی وجہ سے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ جو ارادہ کرے اس کا معنی ہے جو عمل کرے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۴۲۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس کی تحقیق یہ ہے کہ حرم میں ایک گناہ درحقیقت دو گناہ ہیں ایک تو اللہ اور اس کے رسول کی نفس مخالفت اور دوسرا مکہ کی حرمت اور تعظیم کے خلاف کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں' اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا ○ اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دُور دراز راستوں سے پیدل اور دُبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے ○ تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ ○ پھر وہ اپنا میل کچیل

marfat.com
Marfat.com

کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں O (الحج: ۲۹-۲۶)

تعمیر کعبہ کی تفصیل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کافروں' دو فریقوں کا ذکر فرمایا اور ہر ایک کی اُخروی جزا کا بھی ذکر فرمایا اور ان آیات کو بیت اللہ کے ذکر پر ختم فرمایا۔ اب ان کے بعد بیت اللہ یعنی کعبہ کا ذکر فرمایا' اس کی تعمیر کا اور اللہ کے گھر میں حاضر ہونے کی ہدایت دی اور اسی کا نام حج ہے کہ لوگ ادب اور احترام اور خضوع اور خشوع کے ساتھ اللہ کے گھر حاضر ہونے کا قصد کریں' اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں وہاں سب جمع ہوں اور حج میں چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں اور ان کے طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے اس لیے فرمایا اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کردی۔ قرآن مجید میں اس جگہ بوانا کا لفظ ہے' اس کا مصدر تبویہ ہے اس کا معنی ہے ٹھکانا دینا' کسی مناسب جگہ کو قیام کے لیے مہیا کرنا۔ بوانا کا معنی ہے ہم نے جگہ دی' کسی مناسب مقام کو قیام کے لیے تیار کیا۔ یعنی ہم نے کعبہ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے منزل اور جائے رجوع بنا دیا' جو شخص کعبہ سے جدا ہو کر جاتا ہے وہ پھر دوبارہ وہاں آنے کا مشتاق ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کعبہ کو پہلے بنانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے کہا یارسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا المسجد الحرام۔ میں نے کہا پھر کون سی؟ فرمایا: بیت المقدس' میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ فرمایا چالیس سال۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کعبہ کو بنانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس کو بنانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان کے درمیان تو چالیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کعبہ اور بیت المقدس کی تجدید کی ہے یہ پہلے سے بنے ہوئے تھے۔ جیسا کہ ہم اس کے متعلق روایات بیان کریں گے۔

اور جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور منصب نبوت کا تقاضا ہے لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا' اس لیے فرمایا اس جگہ اپنے اہل وعیال کو ٹھہراؤ اور اس جگہ عبادت کرنے کے لیے بار بار آؤ۔ اور فرمایا میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا' اس کا معنی ہے اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرنا اور عبادت میں کوئی اور غرض شامل نہ کرنا' اور فرمایا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا' یعنی میرے گھر کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک رکھنا یعنی بتوں سے اور اس میں برہنہ طواف کرنے سے۔ اب ہم وہ روایات ذکر کر رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بنایا گیا تھا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو ان کے ساتھ اپنے بیت کو بھی زمین پر رکھ دیا۔ ابتداءً یہ بہت بڑا تھا پھر اس کو چھوٹا کر کے ساٹھ ہاتھ کا کر دیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آ کر فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں نہیں سنیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! میں نے تمہارے لیے اپنا بیت زمین پر رکھ دیا ہے' اس کے گرد بھی اسی طرح طواف کیا جاتا ہے جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا تھا' اور اس کے پاس بھی اسی طرح نماز پڑھی جاتی ہے جس طرح میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی تھی پھر

marfat.com
Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام سفر کر کے بیت اللہ تک گئے اور اس کا طواف کیا اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام نے اس کا طواف کیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۲۷، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۸۷۲)

سدی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ طواف کرنے والوں کے لیے میرے بیت کو پاک کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو کر مکہ گئے پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کدال اور پھاوڑے لے کر کھڑے ہوئے اور ان کو یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کعبہ کس جگہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ایک سانپ کی صورت میں بھیجا اس نے کعبہ کے اردگرد اور اس کی پہلی بنیادوں سے کوڑا کرکٹ صاف کر دیا پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے ان بنیادوں سے کعبہ کی تعمیر شروع کی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۲۸، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۸۷۴، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۵)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا ہے' پہلی بار کعبہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے بنایا اور اس وقت یہ سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں اس کی بنیادیں اُکھڑ گئیں اور اس کو دوسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ کو بنانے کا حکم دیا تو ان کو یہ پتا نہیں چلا کہ وہ کس جگہ بیت اللہ کو بنائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس کا نام ریح الخجوج تھا' اس نے کعبہ کی بنیادوں سے کوڑا کرکٹ صاف کر دیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو اس کی قدیم بنیادوں پر تعمیر کیا' اور تیسری بار اس کو زمانہ جاہلیت میں قریش نے بنایا اس کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے' اس وقت آپ جوان تھے جب انہوں نے حجر اسود کو نصب کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کو نصب کرے پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہوگا' وہی اس کو نصب کرے گا۔ دوسرے دن سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر پر رکھ دیں اور تمام قبیلوں کے سردار اس چادر کو مل کر اٹھائیں پھر آپ نے اس کو اُٹھا کر اس کی جگہ نصب کر دیا۔ وہ آپ کو امین کہتے تھے یہ واقعہ آپ کے اعلانِ نبوت سے پندرہ سال پہلے کا ہے۔ چوتھی مرتبہ کعبہ کو حضرت عبداللہ ابن الزبیر نے بنایا اور پانچویں بار اس کو حجاج نے بنایا اور وہی بنا آج تک قائم ہے۔ اس کی بلندی ستائیس ہاتھ ہے (تقریباً چالیس فٹ) اور اس کی لمبائی رُکن یمانی سے حجر اسود تک پچیس ہاتھ (تقریباً پینتیس فٹ) ہے اور اس کا عرض رُکن یمانی سے حجر اسود تک بیس ہاتھ ہے۔ (تقریباً تیس فٹ) اس کی مشرقی جانب میں ساگوان کی لکڑی کا دروازہ ہے جس پر چاندی سے کام کیا گیا ہے رکن یمانی اور حجر اسود کی درمیانی دیوار میں میزابِ رحمت ہے۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۱۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تعمیر کعبہ کی زیادہ تفصیل ہم نے البقرہ: ۱۲۷' تبیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۴-۵۷۳ میں بیان کر دی ہے۔

الحج: ۲۷ میں فرمایا اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دُور دراز راستوں سے پیدل اور دُبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے۔

حج کا لغوی اور شرعی معنی ہم نے البقرہ: ۱۵۸' تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۳۹ میں بیان کر دیا ہے' اور آل عمران: ۹۷-۹۶ میں ہم نے یہ امور بیان کیے ہیں: حج کی تعریف' شرائط' فرائض' واجبات' سنن اور آداب' ممنوعات اور مکروہات' حج کے فضائل' حج کی استطاعت کی تفصیل' قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید' حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج کرنے کی مذمت۔ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۲۸۰-۲۷۴)

marfat.com

Marfat.com

قیامت تک وہی حج کرسکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا

حج کا اعلان کرنے کے متعلق امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے یہ روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا پس تم حج کرو' آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سنا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے لوگ تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کرنے کے لیے آتے ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۳۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۸۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر ندا کی: اے لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ندا ان سب کو سنا دی جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس ندا کا جواب دیا جو اللہ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے' انہوں نے کہا لبیک اللھم لبیک۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۳۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے اونچے پہاڑ پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سات سمندروں کی گہرائی تک یہ اعلان سنوا دیا لبیک اطعنا' لبیک اجبنا ہم حاضر ہیں ہم نے اطاعت کی' ہم حاضر ہیں ہم نے قبول کیا' اور قیامت تک وہی حج کر سکے گا جس نے اس ندا پر لبیک کہا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۸۸۲' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۹۳۹)

مویشیوں کی قربانی کرنے کا طریقہ

الحج: ۲۸ میں فرمایا: تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں دیئے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت کے مارے فقیر کو بھی کھلاؤ۔

ان منافع سے مراد دنیاوی منفعت بھی ہے اور اُخروی منفعت بھی۔ دنیوی منفعت یہ ہے کہ سفر حج میں تجارت کر کے دنیا کا مال کمائیں اور اُخروی منفعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے۔ پھر فرمایا: ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں۔

اس آیت میں ذبح اور نحر کو اللہ کا نام لینے سے تعبیر فرمایا اور اس میں مشرکین کے طریقہ کی مخالفت ہے کیونکہ وہ ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔ مقاتل نے کہا جب تم ذبح کرو تو قبلہ کی طرف منہ کر کے کہو بسم اللہ واللہ اکبر' اللھم منک والیک اے اللہ اس قربانی کی ابتداء اور انتہا تیری ہی طرف سے ہے' اور بعض نے کہا یہ بھی کہے:

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے۔

گویا اس جانور کا خون بہا کر اس کی قربانی دینے والا خود اپنے آپ کو فدا کر رہا ہے اور اپنی جان کے بدلہ میں اس بکری یا اونٹنی کی قربانی دے رہا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

مسافروں اور حجاج پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے

حج کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے وہ حج تمتع یا حج قران کی قربانی ہوتی ہے اور یہ واجب ہے کیونکہ بندہ قربانی کر کے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے ایک سفر میں اس کو حج اور عمرہ کی دو عبادتیں عطا فرمائی ہیں' ورنہ مسافر اور حجاج پر دس ذی الحج کی قربانی واجب نہیں ہے۔ عالم گیری میں لکھا ہے:

مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے اور نہ حجاج پر جب کہ وہ محرم ہوں' خواہ وہ اہل مکہ میں سے ہوں۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۳' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے والے مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے اور اہل مکہ اگر حج کریں تو ان پر قربانی لازم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہیں ہے۔ (سراج)

علامہ شامی نے کہا جوہرہ نیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۹ ص ۳۸۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ حج کرنے والے پر قربانی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور متقدمین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے' کیونکہ حج کرنے والے کو اصل میں ھدی پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب وہ قربانی کرتا ہے تو اس کو ھدی بنا دیتا ہے' اور جو لوگ حج نہیں کرتے' انہیں اہل منیٰ کی مشابہت کی وجہ سے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۴۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قربانی کرنے کا وقت

اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ قربانی کے ایام کتنے ہیں؟ امام مالک کے نزدیک تین دن ہیں یوم الاضحیٰ (۱۰ ذوالحج) اور اس کے بعد دو دن۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قربانی چار دن ہے' یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **فی ایام معلومات** اور یہ جمع کا صیغہ ہے لیکن اس میں تین دن متعین اور متفق علیہ ہیں اور چوتھا دن مشکوک اور مختلف فیہ ہے تو عبادت اس دن کرنی چاہیے جس دن اس کا قبول ہونا یقینی ہو۔

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۳۱-۱۳۰ میں کی ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ نماز عید سے پہلے کچھ قربانیاں کر لی گئی تھیں۔ آپ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے' اور جس نے پہلے ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۵۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹوں کو نحر کیا (نحر کا معنی ہے' اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ پر نیزہ مارنا) تو آپ نے اپنے ہاتھ سے تیس اونٹوں کو نحر کیا اور مجھے حکم دیا تو باقی اونٹوں کو میں نے نحر کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۴)

marfat.com

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (۱۰ ذوالحج) ہے پھر یوم القر ہے' ثور نے کہا یہ قربانی کا دوسرا دن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ یا چھ اونٹنیوں کی قربانی کی وہ سب اونٹنیاں آپ کے قریب ہو رہی تھیں کہ آپ کس اونٹنی سے ابتدا کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۵ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۸۶۶ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰ قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۲۸۵ عالم الکتب بیروت)

ہم اونٹنیوں کو نحر کرنے کے لیے باندھتے ہیں دو تین آدمی اس کو قابو میں رکھتے ہیں اور وہ اونٹنیاں از خود آپ کے سامنے گردنیں پیش کر رہی تھیں کہ آپ کس اونٹنی کو پہلے ذبح کرتے ہیں۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرخود نہادہ برکف
بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

قربانی کا گوشت خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا حکم

نیز فرمایا: پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔ قرآن مجید میں البائس الفقیر ہے البائس' الفقیر کی صفت ہے اور البائس کا معنی ہے شدید یعنی بہت محتاج اس لیے ہم نے اس کا معنی مصیبت زدہ فقیر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قربانی کا گوشت کھانے کی اس لیے اجازت دی ہے کہ عرب اپنی قربانی کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا اور اس کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔ عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں میں نے اس حدیث کا عمرۃ سے ذکر کیا انہوں نے کہا اس نے سچ کہا' میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیہات کے کچھ فقراء غم گساری حاصل کرنے کے لیے عید الاضحیٰ کے موقع پر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تین دن تک قربانی کا گوشت رکھو پھر جو بچ جائے اس کو صدقہ کر دو' پھر اس کے بعد مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! لوگ اپنی قربانی کی کھالوں سے مشکیں بناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم کیوں کہہ رہے ہو؟ مسلمانوں نے کہا آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو اس لیے منع کیا تھا کہ فقراء آتے ہیں پس تم قربانی کا گوشت کھاؤ' اس کو ذخیرہ کرو اور اس کو صدقہ کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۱۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۳۱)

اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ خود کھائے اور اہل و عیال کو کھلائے' ایک حصہ احباب اور رشتہ داروں کو دے اور ایک حصہ فقراء کو صدقہ کر دے۔

تفث کا معنی

الحج: ۲۹ میں فرمایا: پھر وہ اپنا میل کچیل دُور کر دیں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

ہم نے تفث کا معنی میل کچیل کیا ہے اس کی کئی تفسیریں ہیں۔ اس کا ایک معنی ہے تمام مناسکِ حج ادا کرنا۔ اس کا دوسرا معنی ہے میل کچیل اپنے بدن سے زائل کر کے اس کو صاف کرنا۔ ازہری نے کہا اس کا معنی ہے مونچھیں تراشنا' ناخن کاٹنا' بغلوں اور زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب حج کرنے والا احرام کھول دے۔ النضر بن شمیل نے کہا تفث کا معنی ہے

marfat.com
Marfat.com

بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کو درست کرنا۔

نذر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم

قرآن مجید میں ہے:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ○ (الدھر: ۷) جو لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جب اس دن کی گرفت یا عذاب چاروں طرف پھیل جائے گا۔

اور سورۃ الحج کی اس آیت میں نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نذر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ کہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۳۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نذر کی سب سے عمدہ قسم یہ ہے کہ جب انسان کسی مرض سے شفا پا جائے تو کہے کہ مجھ پر نذر ہے کہ میں اللہ کے لیے اتنے روزے رکھوں گا یا مجھ پر نذر ہے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اتنی چیزوں کو صدقہ کروں گا' اور اس نذر کو کسی چیز پر معلق نہ کرے' اور اسی کے قریب وہ نذر ہے جس میں کسی عبادت کو کسی کام پر معلق کیا جائے مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دے دی تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی نمازیں پڑھوں گا۔ (یہ نذر ناپسندیدہ ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا' ان شاء اللہ) اس کے علاوہ اور بھی اقسام ہیں مثلاً کسی شخص کا غلام اس پر بوجھ بنا ہوا ہے تو وہ اس کو آزاد کرنے کی نذر مانتا ہے تاکہ اس سے اس کو چھٹکارہ مل جائے اور اس نذر سے عبادت کا قصد نہیں کرتا' یا جیسے کوئی شخص اپنے اوپر بہت سخت اور دشوار عبادتوں کی نذر مان لیتا ہے مثلاً وہ ایک ہزار نفل پڑھے گا یا مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھے گا یا پیدل حج کرے گا اور یہ ایسے کام ہیں جن کے کرنے سے اس کو جسمانی ضرر ہوگا۔ اس قسم کی نذر ماننا مکروہ ہے اور بعض اوقات یہ کراہت تحریم تک پہنچ جاتی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نذر مطلق مانی (یعنی اس کو کسی کام پر معلق نہیں کیا مثلاً وہ کہے کہ میں اللہ کے لیے ایک سال کے روزے رکھنے کی نذر مانتا ہوں) یا اس نے نذر کو کسی شرط پر معلق کیا اور اس عبادت کی نذر مانی جو فرض یا واجب ہو اور وہ عبادتِ مقصودہ ہو' اس لیے مثلاً وضو اور میت کو کفن دینے کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عباداتِ مقصودہ نہیں ہے اور جب وہ شرط پائی جائے تو نذر ماننے والے پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے جس شخص نے کسی عبادت کی نذر مانی تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے' جیسے روزے' نماز' صدقہ اور اعتکاف اور جس عبادت کی جنس سے کوئی عبادت فرض نہ ہو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے جیسے مریض کی عیادت کرنا' جنازہ کے ساتھ جانا اور مسجد میں داخل ہونا خواہ مسجد نبوی ہو۔ اور البحر الرائق میں نذر کی پانچ شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) جس کام کی نذر مانی ہے وہ کام لذاتہ معصیت اور گناہ نہ ہو اس لیے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننی صحیح ہے کیونکہ وہ معصیت لغیرہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۲) اور جس عبادت کی نذر مانی ہے وہ اس پر نذر سے پہلے واجب نہ ہو مثلاً اگر کسی شخص نے حجۃ الاسلام کی نذر مانی تو اس نذر سے اس پر حج واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کی نذر ماننے سے پہلے ہی واجب ہے۔

(۳) جس چیز کو عبادت میں خرچ کرنے کی نذر مانی ہے وہ اس کی ملکیت سے زائد نہ ہو یا وہ چیز کسی اور کی ملکیت میں نہ ہو۔ مثلاً اس نے ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانی اور اس کے پاس صرف سو روپے ہیں تو اس پر صرف سو روپے صدقہ کرنے واجب ہوں گے۔

(۴) جس عبادت کی نذر مانی ہے اس کا کرنا محال نہ ہو۔ مثلاً اگر اس نے گزشتہ کل کے روزے یا اعتکاف کی نذر مانی تو اس کی یہ نذر صحیح نہیں ہے۔

(۵) اگر اس نے صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہے الا یہ کہ وہ مسافر صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نیت کرے اور اگر اس نے ہر نماز کے بعد تسبیحات پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر لازم ہوگی اور اگر اس نے یہ نذر مانی کہ وہ ہر روز اتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے گا تو اس پر یہ نذر لازم ہو جائے گی۔ (اس کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اسی طرح تسبیحات کی جنس سے بھی ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کو پڑھنا واجب ہے۔)

(ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۵-۴۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

نذر کے احکام سے متعلق احادیث

نذر پورا کرنے کے وجوب کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۵۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۲۵ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۳۹ سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۲۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قرن (زمانہ) میں ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر ان کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے وہ خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے وہ شہادت دیں گے اور ان سے شہادت طلب نہیں کی جائے گی اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۵ سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۷ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۲)

معصیت کی نذر کو پورا نہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۹ سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۷۳ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۶ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳۸۷ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۹۴ سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۳۴۳ مسند احمد رقم

marfat.com

Marfat.com

الحدیث:٦٢٤٥٧ عالم الکتب بیروت)

اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے والے کاموں کی نذر کی ممانعت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' اس کے گلے میں رسی باندھی ہوئی تھی اور وہ طواف کر رہا تھا' آپ نے اس کی وہ رسی کاٹ دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٧٠٢' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٣٠٢' سنن النسائی رقم الحدیث:٢٩٢٠' مسند احمد رقم الحدیث:٣٤٤٣' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:١٥٨٦١' ١٥٨٦٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' آپ نے دیکھا ایک آدمی (دھوپ میں) کھڑا ہوا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا صحابہ نے بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور یہ بات نہیں کرے گا اور روزے رکھے گا۔ آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٧٠٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے اور وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا' اس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی تھی اور دوسرا شخص اس کو پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس نکیل کو کاٹ دیا اور اس شخص سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٧٠٣' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٣٠٢' سنن النسائی رقم الحدیث:٢٩٢٠' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:١٥٨٦١' مسند احمد رقم الحدیث:٣٤٤٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی اس نذر سے مستغنی ہے' اس سے کہو کہ سوار ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٢٩٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارے سے چل رہا تھا۔ آپ نے اس کا سبب دریافت کیا لوگوں نے بتایا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے اپنے آپ کو جس عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے' اس سے کہو کہ سوار ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:١٨٦٥' صحیح مسلم رقم الحدیث:١٦٤٢' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٣٠١' سنن الترمذی رقم الحدیث:١٥٣٧' سنن النسائی رقم الحدیث:٣٨٦١' ٣٨٦٢)

جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر ماننے سے ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:١٦٤١' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٣٣١٦' سنن الترمذی رقم الحدیث:١٥٦٨' سنن النسائی رقم الحدیث:٣٨٥٨' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٢١٢٤)

اپنے کل مال کو صدقہ کرنے کی نذر کی ممانعت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا کل مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا بعض مال روک لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے گا میں نے کہا خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو رکھ لیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۳۳)

حضرت ابولبابہ نے کہا میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کے اس گھر کو چھوڑ دوں جس میں میں نے گناہ کیا تھا اور میں اپنے تمام مال کو اللہ کے لیے صدقہ کردوں، آپ نے فرمایا تمہارے لیے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱۹)

جس کام کو کرنا انسان کی طاقت میں نہ ہو اس کی نذر ماننے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی نذر مانی اور اس کو معین نہیں کیا، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے گناہ کرنے کی نذر مانی، اس کا کفارہ (بھی) قسم کا کفارہ ہے، اور جس نے ایسے کام کی نذر مانی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اس کا کفارہ (بھی) قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی عبادت کی نذر مانی ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے وہ اس نذر کو پورا کرے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۲۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۸)

ورثاء میت کی نذر پوری کریں، اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو ان کی ماں پر تھی اور وہ اس نذر کو پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں آپ نے فرمایا وہ اپنی ماں کی طرف سے یہ نذر پوری کریں، پھر ان کے بعد یہ طریقہ مقرر ہوگیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۰۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۱۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہو چکی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتے؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا تو پھر اللہ کا قرض ادا کرو، وہ ادا کیے جانے کے زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۸۴۰، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۰۷، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۳۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۶۶)

نذر کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی اور نذر بخیل سے عبادت نکالتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۵۸۴۶، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۳۴۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۲۷۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر ماننے سے ابن آدم کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں آسکتی جو اس سے پہلے مقدر نہ ہو چکی ہو لیکن تقدیر اس کے لیے وہ چیز لے آتی ہے جو اس کے لیے پہلے مقدر ہو چکی

marfat.com
Marfat.com

ہو نذر بخیل سے اس کی عبادت کو نکالتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۹ ۶۶۰۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۲۹۵)

نذر ماننے کی ممانعت کے متعدد محامل اور توجیہات

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ نذر کی حفاظت کی جائے اور اس کو لازماً پورا کیا جائے اور میرے نزدیک یہ توجیہ ظاہر حدیث سے بعید ہے' اور میرے نزدیک ممانعت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عبادت کی نذر ماننے والا اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اس عبادت کو جرمانہ' تاوان اور سزا کے طور پر ادا کرتا ہے' کیونکہ اب اس کو اس عبادت کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں رہا وہ اس پر لازم اور واجب ہو گئی' اور ہر وہ کام جس میں انسان پر جبر ہو وہ اس کو خوشی سے نہیں کرتا' اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ انسان کسی معین دن کا روزہ مان لے اور ہمارے مشائخ نے اس کراہت کی یہی وجہ بیان کی ہے۔

اور حدیث میں نذر ماننے کی ممانعت کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نذر ماننے والے نے جب تک نذر نہیں مانی تھی اس وقت تک اس نے وہ عبادت نہیں کی تھی' اور وہ اس شرط پر اس عبادت کو کرتا ہے کہ اس کا وہ کام ہو جائے جس کے لیے اس نے اس عبادت کی نذر مانی تھی' اور اس کی یہ عبادت گویا کہ اس کے کام کا معاوضہ ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی زینت خراب ہو جاتی ہے اور وہ اجر نہیں ملتا جو خالص عبادت پر ملتا ہے' اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں اور جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے غیر کو شریک کیا' میں اس عمل کو اور اس کے شرک کو ترک کر دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱)

اس تاویل کی طرف آپ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ''نذر کسی خیر کو نہیں لاتی'' اور اس حدیث میں اشارہ ہے: نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی' اور اس حدیث میں اشارہ ہے کہ نذر کبھی تقدیر کے موافق ہو جاتی ہے پھر بخیل سے وہ عبادت نکالتی ہے جس کو بخیل نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۳۸۷' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں نذر سے ممانعت کا ذکر بہت آیا ہے اور یہ نذر کی تاکید اور اس میں نذر کے واجب ہونے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی سے ڈرانا ہے' اور اگر اس سے مقصود نذر سے جھڑکنا ہوتا حتیٰ کہ نذر نہ مانی جائے تو اس میں نذر کے حکم کو باطل کرنا ہوتا اور اس کو پورا کرنے کے لزوم کو ساقط کرنا ہوتا' کیونکہ ممانعت کے بعد نذر ماننا گناہ ہوتا اور اس کو پورا کرنا لازم نہ ہوتا' اور ممانعت کی احادیث کی توجیہ یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ نذر ان کے مقصود کو جلد کھینچ کر نہیں لاتی اور نہ ان سے جلد کسی ضرر کو دور کرتی ہے اور نہ ان سے قضا اور تقدیر کو ٹالتی ہے' تو گویا آپ نے فرمایا تم اس طرح نذر نہ مانو گویا تم نذر مان کر اس چیز کو حاصل کر لو گے جو تمہارے لیے مقدر نہیں کی گئی یا تم نذر سے کسی ایسی مصیبت کو دور کر دو گے جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ پس جب تم اس قسم کے اعتقاد سے نذر نہیں مانو گے تو پھر تم اس نذر کو پورا کرو کیونکہ تم نے جس عبادت کی نذر مان لی ہے وہ تم پر لازم ہے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۳۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' معالم السنن للخطابی مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۳۷۰)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ آدمی کو لوٹا دیا تو میں ایک غلام آزاد کروں گا یا اتنی چیز صدقہ کروں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔ اس نذر سے ممانعت کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس نے اس عبادت کو اپنی کسی غرض کے جلد پورا ہونے پر موقوف کر دیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی نیت اس عبادت سے محض اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی غرض پوری کرنے کے عوض میں اس عبادت کی نیت کی تھی۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اس کی وہ غرض پوری نہیں ہوئی تو پھر وہ اس عبادت کو نہیں کرے گا' اور یہی بخیل کا حال ہوتا ہے اس کے مال سے کوئی چیز اس وقت تک نہیں نکالی جا سکتی جب تک اسے اس چیز کا جلد معاوضہ نہ حاصل ہو جائے' اور اس معنی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے: نذر کے سبب سے بخیل سے اس عبادت کو نکالا جاتا ہے جس کو بخیل نہیں نکالتا' پھر اس کے ساتھ جاہل کا یہ اعتقاد مل جاتا ہے کہ نذر اس کی غرض کے حصول کو واجب کر دیتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس نذر کی وجہ سے اس کی غرض کو پورا کر دیتا ہے اور ان ہی دو علتوں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے: بے شک نذر اللہ کی تقدیر سے کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی' اور یہ دونوں جہالتیں ہیں البتہ پہلی جہالت کہ نذر اللہ تعالیٰ پر غرض پورا کرنا واجب کر دیتی ہے کفر کے قریب ہے' اور دوسری جہالت یعنی اللہ تعالیٰ نذر کی وجہ سے اس کی غرض پوری کرتا ہے' اس کے اعتقاد میں خطاء صریح ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ تو علماء کا معروف مذہب یہ ہے کہ نذر ماننا مکروہ ہے' اور میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ جس کے حق میں اس فاسد اعتقاد کا خطرہ ہو' اس کا نذر ماننا حرام ہے اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو اس کا نذر ماننا مکروہ ہے۔ بہر حال جب بھی نذر مانی جائے خواہ وہ کسی طرح ہو' اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر کی وہ اس کی اطاعت کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۶)

(المفہم ج ۴ ص ۶۰۷-۶۰۶' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نذر ماننے کے متعلق مصنف کی تحقیق

ہمارے نزدیک اگر نذر اس فاسد اعتقاد کے ساتھ مانی ہے جس کی علامہ قرطبی نے تفصیل کی ہے تو پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے' اور اگر اس نے عبادت کو اپنی کسی شرط پر معلق کیا ہے مثلاً اس کی بیماری دور ہو جائے لیکن اس کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ اس نذر کی وجہ سے اس کا کام ضرور ہو جائے گا یا اس کی تقدیر بدل جائے گی تو پھر اس نذر کا ماننا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' کیونکہ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر اس نے بغیر کسی شرط کے محض اللہ کی محبت میں اور اس کی عبادت کے شوق میں نذر مانی ہے مثلاً میں فلاں دن کا روزہ رکھوں گا یا فلاں دن اتنے نفل پڑھوں گا یا اس سال حج کروں گا تو ایسی نذر ماننا مستحب ہے اور اس نذر کو بھی پورا کرنا واجب ہے' اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی نذر کی تعریف اور تحسین فرمائی ہے:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ○ (الدھر: ۷)

جو لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جب اس دن کی گرفت یا عذاب چاروں طرف پھیل جائے گا۔

امام ابن جریر نے مجاہد سے اس کی تفسیر میں روایت کیا جب وہ اللہ کے حق میں نذر مانیں۔

قتادہ نے کہا جو لوگ نماز' روزہ' حج' عمرہ اور دیگر فرائض کی اللہ کی اطاعت میں نذر مانتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۲۵۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

طواف کی اقسام

الحج: ۲۹ کے اخیر میں فرمایا اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

طواف کی تین قسمیں ہیں طواف قدوم' طواف زیارت اور اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف وداع اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں' جو حج کرنے والا مسافر ہو اس کے لیے طواف قدوم سنت ہے اور طواف زیارت ہر حج کرنے والے پر فرض ہے اور طواف وداع' حج کرنے والے مسافر پر واجب ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ طواف قدوم کے متعلق لکھتے ہیں:

اور بیت اللہ کا طواف قدوم کرے اور یہ باہر سے آ کر حج کرنے والے کے لیے سنت ہے کیونکہ وہ بیت اللہ میں قدم رکھنے والا ہے' اس طواف کی ابتداء طواف کرنے سے پہلے کعبہ کے دروازہ کے قریب اپنی دائیں جانب سے کرے اس طرح بیت اللہ اس کی بائیں جانب ہو جائے گا۔ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنے احرام کی چادر اپنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے اور حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور سات بار کعبہ کے گرد چکر لگائے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی تیز تیز چلے' اور ہر چکر میں طواف حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود پر ختم کرے' اور جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو تعظیم کرے اگر ممکن ہو تو اس کو بوسہ دے یا چھوئے یا اس کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس طرح اشارہ کرے گویا اس کو پکڑ رہا ہے' اور رُکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن بوسہ دینے کے بغیر۔ امام محمد نے کہا یہ سنت ہے اور رُکن یمانی کو بھی بوسہ دے اور دلائل اس کے سنت ہونے اور اس کو بوسہ دینے کی تائید کرتے ہیں۔ (علامہ شامی نے کہا ہے کہ رُکن یمانی کو صرف دائیں ہاتھ سے چھوئے اور بوسہ نہ دے۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے' الکافی' الھدایہ' البدائع وغیرہ معتبر کتب میں مذکور ہے کہ رُکن یمانی کو بوسہ نہ دے اور امام محمد کی طرف جو قول منسوب ہے' وہ ضعیف ہے) اور حجر اسود اور رُکن یمانی کے علاوہ باقی ارکان (کعبہ کے باقی دو کونے) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے اور حجر اسود کی تعظیم کرتے ہوئے طواف کو ختم کرے پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۴۔ ۴۴۸' مختصراً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

طواف زیارت یہ ہے کہ ایامِ نحر (دس' گیارہ' بارہ ذوالحج) میں سے کسی دن کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور اس میں رمل نہ کرے اور نہ اس کے بعد سعی کرے اگر اس سے پہلے سعی کر چکا ہے ورنہ رمل بھی کرے اور سعی بھی کرے۔ اس کا افضل وقت دس ذوالحج کو نماز فجر کے بعد ہے اور اس کا وقت آخر عمر تک رہتا ہے۔ (علامہ شامی نے کہا ہے اگر اس نے بغیر عذر کے ۱۲ ذوالحج کے بعد طواف زیارت کیا تو وہ گناہ گار ہو گا) طواف زیارت سے قبل جب اس نے حلق کرا لیا (سر منڈا لیا یا بال کٹوا لیے) تو اس کی بیوی اس پر حلال ہو جائے گی اور ایام نحر کے بعد اگر طواف زیارت کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم واجب ہو گا (ایک بکری ذبح کرنا ہو گی) اور یہ بہ قدر امکان ہے' اگر عورت کو حیض آیا ہوا ہو یا کوئی اور عذر ہو تو طواف زیارت کو بغیر کراہت اور وجوب دم کے مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۷۸۔ ۴۷۶' ملخصاً' بیروت)

جب حج کرنے والا مکہ مکرمہ سے سفر کرنے کا ارادہ کرے تو پھر کعبہ کا الوداعی طواف کرے' اس کو طواف وداع اور طواف صدر کہتے ہیں۔ اس میں کعبہ کے گرد سات بار چکر لگائے نہ رمل کرے اور نہ سعی کرے۔ یہ اہل مکہ کے علاوہ ہر حج کرنے والے پر واجب ہے اور اہل مکہ کے لیے مستحب ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' مختصراً' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی حکم ہے' اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے' اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیئے گئے سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں' سو تم بتوں کی نجاست سے

Marfat.com

[اجت]ناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو O ہر باطل سے الگ صرف اللہ کے ہو کر رہو' کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتے [ہو]ئے' اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا پھر اسے مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا آندھی اس [کو] کسی دُور جگہ پھینک دیتی ہے O یہی حق ہے' اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ (کے آثار) [میں] سے ہے O تمہارے لیے ان مویشیوں میں مدت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر کی طرف ہے O

(الحج: ۳۳-۳۰)

کافر کی روح نکلنے کی کیفیت

حرمات سے مراد مناسکِ حج ہیں۔ یعنی حج کی مخصوص عبادات' اس کا معنی ہے ان عبادات کی تعظیم کی جائے اور جن جگہوں پر وہ عبادات کی جاتی ہیں ان جگہوں کی تعظیم کی جائے۔ ابن زید نے کہا حرمات سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے فرائض' واجبات اور مستحبات پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر سرعت کے ساتھ عمل کرنا' ان احکام کے بجالانے میں سستی کرنے سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں یعنی اونٹ' گائے اور بکری وغیرہ کا کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں۔ یعنی قرآن مجید میں جن کا کھانا حرام کر دیا ہے' اور یہ مردار اور چوٹ لگنے سے مرا ہوا وغیرہ ہیں جن کا المائدہ: ۳ میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر غیر محرم نے خصوصیت کے ساتھ محرم کے لئے جانور کو شکار کیا تو اس محرم کے لیے اس جانور کا کھانا حرام ہے۔

اس کے بعد فرمایا سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو' رجس ناپاک چیز کو کہتے ہیں اور عرب پتھر کی مورتیوں اور لکڑی' لوہے' سونے اور چاندی کے بنائے ہوئے مجسموں کی پوجا کرتے تھے اور نصاریٰ صلیب کو نصب کر کے اس کی تعظیم اور اس کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنے گلے سے اُتار کر پھینک دو۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۵' المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۲۱۹' ۲۱۸)

بتوں کو نجس اس سے فرمایا کہ جس طرح نجاست صرف پانی سے زائل ہوتی ہے' اسی طرح بتوں کی پرستش کا کفر اور عذاب صرف توبہ اور ایمان سے زائل ہوتا ہے۔

اور فرمایا قول الزور سے اجتناب کرو۔ زور کا معنی باطل اور کذب ہے اور اللہ کا شریک بنانا بھی باطل اور زور ہے۔

حضرت فاتک اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین بار فرمایا: جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شریک بنانے کے برابر قرار دیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ. اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو اور ہر باطل سے الگ صرف اللہ کے ہو کر رہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۷۲)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا (کبیرہ) گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ آپ پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا سنو اور قول الزور (جھوٹی بات) آپ بار بار یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے سوچا

marfat.com
Marfat.com

کاش آپ سکوت فرمائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۵۴ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۱)

حنفاء للہ کا معنی ہے اللہ کے دین پر مستقیم رہتے ہوئے اور ادیان باطلہ سے اعراض کرتے ہوئے اور دین حق کی طرف مائل ہوتے ہوئے۔

اور فرمایا: اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا' یعنی وہ شخص قیامت کے دن اس شخص کی طرح ہوگا جو اپنے نفس کے لیے کسی نفع کا مالک ہو اور نہ اپنے نفس سے کسی ضرر اور عذاب کو دُور کر سکے' اور فرمایا پھر اس کو مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں یعنی اس پر اپنے پنجے مارتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کیفیت اس وقت ہوگی جب اس کی روح نکلے گی اور فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمانِ دنیا کی طرف جائیں گے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور فرشتے کہیں گے اس کو دُور لے جاؤ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ (الملک: ۱۱)

اس آیت کا مصداق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص پر موت آئے تو فرشتے اس کے پاس آ کر کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح جو پاک جسم میں تھی تو تحسین کیے ہوئے حال میں باہر نکل آ' اور خوشیوں کی بشارت لے اور رب کے راضی ہونے اور ناراض نہ ہونے کی۔ اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ روح باہر نکل آئے گی پھر فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف جائیں گے اور اس کے لیے آسمان کو کھول دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا یہ کون ہے؟ تو فرشتے بتائیں گے یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس سے کہا جائے گا اس پاکیزہ روح کو مرحبا ہو جو پاکیزہ جسم میں تھی پھر یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ (اس کو لے کر) اس آسمان میں پہنچیں گے جس میں اللہ تعالیٰ ہے (یعنی اس کی خاص رحمت ہے) اور اگر بدکار شخص پر موت آئے تو فرشتے کہیں گے اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی' مذمت کیے ہوئے حال میں اس جسم سے باہر نکل' تجھے دوزخ کی' گرم کھولتے ہوئے پانی اور اس طرح اور عذاب کی بشارت ہو۔ اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کی روح اس جسم سے باہر نکل آئے گی' پھر فرشتے اس کو لے کر آسمان کی طرف جائیں گے کہا جائے گا: یہ کون ہے؟ فرشتے کہیں گے یہ فلاں ہے پھر کہا جائے گا یہ خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی اس کو مرحبا نہ ہو۔ تو مذمت کیے ہوئے حال میں واپس جا' تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر اس کو آسمان سے نیچے بھیج دیا جائے گا اور وہ قبر میں چلی جائے گی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۳۸۷)

شعائر اللہ کے معنی اور مصداق کی تحقیق

الحج: ۳۲ میں ہے: اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ کے آثار سے ہے۔

مشعرہ کے معنی نشانی اور اشعار کا معنی علم میں لانا ہے۔ شعائر شعیرہ کی جمع ہے' شعیرہ اس نشانی کو کہتے ہیں جو اس چیز کو بتاتی ہے جس چیز کے لیے اس کو نشانی بنایا گیا ہے۔ اشعار بدنہ کے معنی یہ ہیں اونٹ پر ایسا نشان بنا دو جس سے پتا چلے کہ وہ ھدی (قربانی کا جانور) ہے۔ اس بناء پر کہا گیا ہے کہ مناسکِ حج کی تمام علامات کو شعائر حج کہتے ہیں جن میں کعبہ کا طواف' صفا اور مروہ کی سعی' رمی جمار اور زمزم کے پانی کو قبلہ رو کھڑے ہو کر ادب سے پینا بھی شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شعائر اللہ کا معنی ہے اللہ کی نشانیاں' اللہ کے نام کی چیزیں' اور ایک قول یہ ہے کہ جو چیزیں عبادت کی جگہ ہوں یا عبادت کا زمانہ ہوں یا عبادت کے کام ہوں' وہ سب شعائر اللہ ہیں۔ جگہ کے اعتبار سے کعبہ' میدانِ عرفات' مزدلفہ' جمار ثلاثہ' صفا اور مروہ' منیٰ اور تمام مساجد شعائر اللہ ہیں' اور زمانہ کے اعتبار سے' رمضان' حرمت والے مہینے (ذوالقعدہ' ذوالحج' محرم اور رجب)

marfat.com
Marfat.com

عید الفطر‘ عید الاضحیٰ‘ جمعہ اور ایام تشریق یہ سب شعائر اللہ ہیں‘ اور عبادت کے افعال مثلاً اذان‘ اقامت‘ نماز کی جماعت‘ نماز جمعہ‘ نماز عیدین یہ سب شعائر اللہ ہیں۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنا شعائر اللہ میں سے ہے‘ اور شیطانوں کو کنکریاں مارنا شعائر اللہ میں سے ہے‘ اور قربانی کے اونٹ (ھدی) شعائر اللہ میں سے ہیں‘ اور جو شخص ان کی تعظیم کرے گا وہ اس کے دل میں تقویٰ کا اظہار ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۰۱۷)

ابن زید نے کہا شیطانوں کو کنکریاں مارنا اور صفا و مروہ اور المشعر الحرام اور المزدلفہ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۰۱۸)

امام ابن جریر نے کہا جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی عبادت اور ان کے مناسکِ حج کی علامات بنا دیا ہے اور وہ مقامات جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب شعائر اللہ ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کا تقویٰ ہے۔

(جامع البیان ج ۱۷ ص ۲۰۶‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

شعائر سے مراد ہے ھدایا یعنی قربانی کے اونٹ جیسا کہ حضرت ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ یہ شعیرہ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے علامت‘ اور الھدایا پر شعائر کا اطلاق اس لیے کیا ہے کہ وہ حج کی علامتیں ہیں یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی ہدایت کی علامتیں ہیں‘ اور ان کی تعظیم کا یہ معنی ہے کہ قربانی کے لیے بہت خوبصورت‘ بہت فربہ اور بہت مہنگے اونٹ خریدے جائیں۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے لیے سو اونٹ لے گئے‘ ان میں ایک اونٹ ابوجہل کا تھا اس کی ناک میں سونے کا چھلا تھا‘ اور حضرت عمر ایک عمدہ اونٹ ھدی کے لیے اپنے ساتھ لے گئے‘ ان کو اس اونٹ کو خریدنے کے لیے تین سو دینار کی پیش کش کی گئی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس اونٹ کو بیچ دیں اور اس رقم سے اور کئی اونٹ خرید لیں۔ تو آپ نے منع فرمایا بلکہ یہ حکم دیا کہ اس کو قربانی کے لیے اپنے ساتھ لے جاؤ‘ اور زید بن اسلم نے کہا الشعائر چھ ہیں: الصفا‘ المروۃ‘ قربانی کے اونٹ‘ جمار (شیطانوں کو مارنے کی کنکریاں) المسجد الحرام‘ میدانِ عرفات اور حجر اسود‘ اور ان کی تعظیم کا معنی یہ ہے کہ ان کے متعلق تمام افعال اور مناسکِ حج کو تمام و کمال کے ساتھ کیا جائے‘ اور حضرت ابن عمر‘ حسن بصری‘ امام مالک اور ابن زید نے کہا ہے کہ منیٰ‘ عرفہ‘ المزدلفہ‘ الصفا‘ المروۃ اور بیت اللہ وغیرہ تمام مواضع حج شعائر اللہ ہیں۔

(روح المعانی ج ۱۷ ص ۲۲۳‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۷ھ)

اولیاء اللہ کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا

نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے:

شیعہ اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ائمہ کی قبروں اور باقی صالحین کی قبروں کی تعظیم کرنا جائز ہے۔ بایں طور کہ ان پر شمعیں جلائی جائیں اور سونے اور چاندی کی مصنوعات لٹکائی جائیں اور وہ کام کیے جائیں جو بت پرست کرتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱۷ ص ۲۲۵)

میں کہتا ہوں کہ ائمہ سلف‘ صالحین اور اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی کسی صفت کی علامت ہو وہ شعائر اللہ میں داخل ہے‘ اور اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی مجلس میں بیٹھ کر دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو اور اس کی عبادت کی طرف دل جھک جائے‘ تو اللہ تعالیٰ کے ولی کے شعائر اللہ ہونے میں کیا شک ہے اور جب

marfat.com

Marfat.com

قربانی کا جانور شعائر اللہ کا مصداق ہو سکتا ہے تو انسان کامل اللہ کے نیک بندے اور اولیاء اللہ شعائر اللہ کا مصداق کیوں نہیں ہو سکتے اور جب ریت' مٹی اور پتھروں سے بنی ہوئی مسجدیں شعائر اللہ کا مصداق ہو سکتی ہیں تو اللہ کا بنایا ہوا انسان کامل اور اس کا سنوارا ہوا ولی کامل شعائر اللہ میں کیوں داخل نہیں ہو سکتا' اور ان کی قبروں کے اردگرد روشنی کرنا تا کہ مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں اور ان کے مزارات پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر چادریں چڑھانا یقیناً شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ البتہ اس میں اسراف کرنا اور حد سے تجاوز کرنا مثلاً بے تحاشہ چادریں چڑھانا اور سونے چاندی کے چڑھاوے چڑھانا اور ان کے عرس پر کھیل تماشے کرنا اور میلہ لگانا اور ان سے منتیں اور مرادیں مانگنا یہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں۔ اسی طرح ان کے مزارات کو بوسہ دینا' حد رکوع تک جھکنا اور سجدے کرنا اور طواف کرنا' یہ سب امور مکروہ اور حرام ہیں اور اگر عبادت کی نیت سے سجدہ کیا جائے تو اس کے شرک ہونے میں کیا شک ہے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی' علامہ اسماعیل حقی' علامہ شامی' علامہ رافعی اور علامہ شعرانی نے اولیاء اللہ کی قبروں پر چادر چڑھانے' ان کے مزارات پر گنبد بنانے اور ان کی قبروں کی تعظیم کرنے کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ ان عبارات کو مع حوالہ جات کے ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۲-۸۱۴ میں لکھ دیا ہے' وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔

اولیاء اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا' طواف کرنا' حد رکوع تک جھکنا اور سجدہ کرنے کی ممانعت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۶۳' مطبوعہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

قبروں کے بوسہ دینے کو جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہیے۔ (الی قولہ) راجح یہ ہے کہ قبر کا طواف کرنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ طواف کرنا کعبہ کی خصوصیات میں سے ہے پس انبیاء اور اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا حرام ہے۔ (منسک متوسط) (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۱ ملخصاً' مطبوعہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانہ کعبہ ہے' مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۸' مطبوعہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۷۲۲' مطبوعہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

(۳۸) روضۂ انور کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۷۳۴' مطبوعہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

ھدی کا معنی اور ھدی پر سوار ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

الحج: ۳۳ میں فرمایا: تمہارے لیے ان مویشیوں میں مدت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر کی طرف ہے۔

ان مویشیوں کے فوائد سے مراد ہے اونٹوں پر سوار ہونا' اونٹنیوں کا دودھ پینا' ان کی نسل بڑھانا اور ان کے اُون اور بالوں کو کام میں لانا بہ شرطیکہ ان مویشیوں کے مالک نے ان کو ھدی (قربانی کا جانور) نہ قرار دیا ہو۔ حج یا عمرہ کرنے والا جس جانور کو اپنے ساتھ اس نیت سے لے جائے کہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے گا تو اس کو ھدی کہتے ہیں۔ جب کسی جانور کو ھدی کے لیے نامزد کر دیا جائے تو پھر بغیر کسی مجبوری کے اس جانور سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً اونٹ کو ھدی بنا کر ساتھ

marfat.com

Marfat.com

اور خود پیدل چل رہا ہے' سواری کے لیے کوئی اور جانور نہیں اور پیدل چلنا اس پر دشوار ہو تو مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے اس ھدی پر اس کا سوار ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا اونٹ یا اونٹنی کو بدنہ اور ھدی قرار دینے کے بعد اس کا دودھ پینے' اس پر سوار ہونے اور دیگر فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۰۲۲' ۱۹۰۲۱' ۱۹۰۲۰' ۱۹۰۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص بدنہ کو کھینچ کر لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا یہ بدنہ (قربانی کا اونٹ) ہے آپ نے دو یا تین بار فرمایا تم پر افسوس ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۲۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۹۹)

امام مالک' امام احمد اور غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے بھی بدنہ اور ھدی پر سوار ہو سکتا ہے بہ شرطیکہ اس کو ضرر نہ ہو' اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ بغیر ضرورت کے ھدی پر سوار نہ ہو ان کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ھدی پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم مجبوری کی حالت میں اس پر سوار ہو سکتے ہو حتیٰ کہ تمہیں کوئی اور سواری مل جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۰۲)

حرم سے باہر ھدی کو ذبح کرنا جائز نہیں

اس کے بعد فرمایا پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام البیت العتیق کی طرف ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام شعائر حج' وقوف عرفہ' شیطانوں کو کنکریاں مارنا اور صفا اور مروہ کی سعی بیت اللہ میں طواف افاضہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے کے بعد مناسکِ حج پورے ہو جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ اس سے مراد موضع ذبح ہے یعنی ھدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا مقام بیت العتیق کے پاس ہے اور اس سے مراد پورا حرم مکہ ہے کیونکہ وہ بیت العتیق ہی کے حکم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ھدی کا ذبح کرنا حرم کے اندر ضروری ہے' حرم سے باہر ھدی کو ذبح کرنا جائز نہیں اور حرم سے مراد عام ہے خواہ منیٰ کا منحر اور مذبح ہو یا مکہ مکرمہ کی کوئی اور جگہ ہو۔ حدیث میں ہے مکہ کے تمام راستے منحر (مذبح) ہیں اور منیٰ کے تمام راستے منحر (مذبح) ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۲۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے، تاکہ وہ اللہ کے دئیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر

رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۗ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ

(ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں، پس تمہاری عبادت کا مستحق، واحد مستحق عبادت ہے اسی کی

اَسْلِمُوْا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

اطاعت کرو، اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے o جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل

marfat.com

Marfat.com

قلوبهم والصبرين على ما اصابهم والمقيمي

تھرتھرا جاتے ہیں اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں، اور نماز قائم

الصلوة ومما رزقنهم ينفقون ﴿۳۵﴾ والبدن جعلنها

رکھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ○ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے

لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم

تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے، پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے

الله عليها صواف فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها

(ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو، پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود (بھی) ان سے کھاؤ

واطعموا القانع والمعتر كذلك سخرنها لكم

اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے

لعلكم تشكرون ﴿۳۶﴾ لن ينال الله لحومها ولا دماؤها

تاکہ تم شکر ادا کرو ○ ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے

ولكن يناله التقوى منكم كذلك سخرها لكم

لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے

لتكبروا الله على ما هدىكم وبشر المحسنين ﴿۳۷﴾

تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجیے ○

ان الله يدفع عن الذين امنوا ان الله لا يحب

بے شک اللہ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے، بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے

كل خوان كفور ﴿۳۸﴾ اذن للذين يقتلون بانهم ع ۵ ۱۲

ناشکرے کو پسند نہیں کرتا ○ جن لوگوں سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دی

marfat.com
Marfat.com

ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ

(ہوتی) ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ○ جن لوگوں کو

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ

رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور کرتا نہ رہتا تو

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ

راہبوں کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور جن مسجدوں میں اللہ کا بہت

فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ

ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا، اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي

بے شک اللہ ضرور قوت والا بہت غلبہ والا ہے ○ ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا

الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا

فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا

بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ○

وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور

نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾

عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی ○ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے ○

marfat.com

Marfat.com

وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ

اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی، پس میں نے کافروں کو

لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾

کچھ مہلت دی پھر میں نے ان کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب ! ○

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ

پس ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو ظالم تھیں سو اب وہ اپنی

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ

چھتوں پر گری ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے غیر آباد کنویں اور بہت سے

مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ

مضبوط محل ○ سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل

قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ

ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جن سے یہ غور سے سنتے!

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ

پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں

الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

وہ اندھے ہو جاتے ہیں ○ اور یہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن

كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

تمہاری گنتی کے ہزار برسوں کی مثل ہے ○ اور میں نے ایسی بہت سی بستیوں کو

marfat.com

Marfat.com

اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع

مہلت دی تھی جو ظالم تھیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے تا کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں' پس تمہاری عبادت کا مستحق واحد مستحق عبادت ہے' اسی کی اطاعت کرو اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے ○ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرتھرا جاتے ہیں اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ○ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود (بھی) ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو ○ (الحج: ۳۶-۳۴)

نسک اور مخبتین کے معنی

اس آیت میں نسک کا لفظ ہے' نسک کا معنی ہے عبادت اور الناسک کا معنی ہے عابد' اور یہ لفظ حج کے اعمال کے ساتھ مخصوص ہے۔ نسک کی جمع مناسک ہے اور اس کا معنی ہے حج کے اعمال اور اس کے طریقے اور نسیکہ ذبیحہ کے ساتھ مختص ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۳۴)

اس آیت میں نسک کا معنی ہے قربانی کا طریقہ۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر سابقہ تمام اُمتوں میں سے ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی قربانیوں پر اللہ عزوجل کا نام لیں' پھر فرمایا پس تمہاری عبادت کا مستحق' واحد مستحق عبادت ہے۔ یعنی زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے قربانی کرنے کے طریقے مختلف ہوتے رہے ہیں لیکن ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں صرف اسی خدائے واحد کی عبادت مشروع کی گئی تھی' شریعتیں مختلف رہی ہیں اور دین سب کا ایک ہے' پھر فرمایا اسی کی اطاعت کے ساتھ گردن جھکاؤ یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کرو اور مانو اور ان کے تقاضوں پر عمل کرو۔

اس کے بعد فرمایا اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ نظم قرآن میں مخبتین کا لفظ ہے خبت کا معنی پست زمین اور گڑھا ہے' اور جو جگہ پست ہو وہ جھکی ہوئی ہوتی ہے' اس لیے حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا ہے مخبتین کا معنی ہے' متواضعین یعنی عاجزی کرنے والے۔ کلبی نے کہا اس کا معنی ہے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والے۔ مقاتل نے کہا اس کا معنی ہے مخلصین۔ مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد وہ صالحین ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن رہتے ہیں۔ عمرو بن اوس نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی پر ظلم نہیں کرتے اور جب ان پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔

صبر کہاں کرنا چاہیے اور کہاں نہیں

الحج: ۳۵ میں فرمایا: جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرتھرا جاتے ہیں' یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' اور اس خوف کے دو اثر ہیں ایک یہ کہ وہ مشکلات اور مصائب پر صبر کرتے ہیں جیسا کہ اس کے بعد فرمایا اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور یہ سوچ کر پُرسکون رہتے ہیں کہ یہ بیماریاں اور تکلیفیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں اور جو چیز

marfat.com

Marfat.com

محبوب کی طرف سے آئے وہ بھی محبوب ہوتی ہے' اور جو مظالم ظالموں اور کافروں کی طرف سے آئیں' ان پر صبر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ انسان پر واجب ہے کہ حتی الامکان ان مظالم کو دفع کرے خواہ اس کے لیے اس سے جنگ کرنی پڑے' اور اس کا دوسرا اثر یہ ہے کہ انسان اپنی جان اور مال سے اللہ کی تعظیم میں مشغول رہے' جان سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نماز پڑھنے میں ہے اور مال سے اس کی تعظیم' اس کی دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرنے میں ہے اس لئے اس کے بعد فرمایا اور وہ نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

البدن کا معنی

الحج: ۳۶ میں فرمایا: اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔

قربانی کے اونٹ کے لیے اس آیت میں البدن کا لفظ ہے۔ بدن کا معنی ہے جسم لیکن جثہ کے اعتبار سے جسم کو بدن کہا جاتا ہے اور رنگ کے اعتبار سے جسم کو جسد کہا جاتا ہے۔ جس عورت کا بدن بھاری ہو اس کو بادن اور بدین کہتے ہیں اور جو اونٹ بہت فربہ اور بہت موٹے تازے ہوں ان کو بدنہ کہتے ہیں۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود میں مجھ پر سبقت نہ کرو کیونکہ میں اگر تم سے پہلے رکوع کروں تو تم مجھے پالو گے اور اسی طرح جب میں سر اٹھاؤں' فانی قد بدنت کیونکہ اب میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۶۳) اور قرآن مجید میں ہے: والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ۔ (الحج: ۳۶) اس آیت میں البدن بدنۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے وہ اونٹ جن کو قربانی کے لیے روانہ کیا جائے۔

(المفردات ج ۱ ص ۵۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

آیا البدن میں گائے شامل ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ البدن کا اطلاق اونٹوں کے علاوہ گایوں پر بھی کیا جاتا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود' عطا اور امام شافعی کے نزدیک اس کا اطلاق گایوں پر نہیں کیا جاتا اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا اطلاق گایوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ کسی شخص نے بدنہ کی نذر مانی اور اس کو اونٹ نہیں ملے تو اب وہ اونٹوں کی جگہ گایوں کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک وہ گایوں کی قربانی نہیں کر سکتا' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ اونٹوں کی جگہ گایوں کی قربانی کر سکتا ہے اور اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ حدیث سے امام شافعی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پہلی ساعت میں جمعہ کی نماز کے لیے گیا اس نے گویا بدنہ کو صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا بقرۃ (گائے) کو صدقہ کیا۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنہ اور بقرۃ کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق گائے پر نہیں ہوتا۔

نیز اس آیت میں ہے فاذا وجبت جنوبھا یعنی جب نحر کرتے وقت اونٹوں کو کھڑا کر کے ان کے سینہ کے بالائی حصہ پر نیزہ مارا جائے اور وہ اس کی ضرب سے پہلو کے بل گر کر ٹھنڈے ہو جائیں اور یہ وصف اونٹوں کا ہے' ان ہی کو کھڑا کر کے نحر کیا جاتا ہے' گایوں کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ ان کو زمین پر گرا کر ذبح کیا جاتا ہے نحر نہیں کیا جاتا' اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اونٹوں کو بدنہ ان کی ضخامت کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور ضخامت اونٹوں اور گایوں دونوں میں پائی جاتی ہے۔ نیز

marfat.com

Marfat.com

ن بہا کر اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں گائیں اونٹوں کی مثل ہیں حتیٰ کہ گایوں اور اونٹوں دونوں میں قربانی کے سات حصے کیے جاسکتے ہیں اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گائے کی قربانی سات کی طرف سے ہوسکتی ہے اور اونٹ کی قربانی سات کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کی قربانی دی اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۹)

بدن اور ھدی میں یہ فرق ہے کہ بدن صرف اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو قربانی کے لیے کعبہ کی طرف روانہ کیا جاتا ہے اور ھدی عام ہے اونٹ، گائے اور بکری میں سے جس کو بھی قربانی کے لیے کعبہ کی طرف روانہ کیا جائے، وہ ھدی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ

اس آیت میں فرمایا: پس تم ان کو قطار میں کھڑا کرکے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو۔

ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے الصواف (صف میں کھڑے ہوئے) کا معنی دریافت کیا۔ انہوں نے کہا پہلے تم اونٹوں کو باندھو پھر ان کو صف بہ صف کھڑا کرو، اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا اور باقی فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے سوا امام ابوحنیفہ کے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اونٹوں کو بٹھا کر اور کھڑا کرکے ہر طرح نحر کرنا جائز ہے (لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اونٹ کو کھڑا کرکے نحر کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا) جمہور کی دلیل یہ آیت ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے جب اونٹ پہلو کے بل گر جائیں اور گرنا اسی وقت ہوگا جب پہلے اونٹ کھڑے ہوئے ہوں۔

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ایک شخص کے پاس گئے، وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا۔ حضرت ابن عمر نے کہا اس اونٹ کو کھڑا کرو اور یہ بندھا ہوا ہو پھر نحر کرو یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۶۸)

ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اونٹ کو اس حال میں نحر کرتے تھے کہ اس کا الٹا پیر بندھا ہوا ہوتا تھا اور وہ اپنے باقی پیروں پر کھڑا ہوا ہوتا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۷)

امام مالک نے کہا اگر انسان کمزور ہو یا اس کو خطرہ ہو کہ اونٹ بھاگ جائے گا تو اس کو باندھ کر نحر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مختار یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کرکے بغیر باندھے نحر کیا جائے اگر خطرہ ہو تو اونٹ کو باندھ دیا جائے اور کھڑا کرنے کے لیے اس کی کونچیں نہ اٹھائی جائیں۔ الایہ کہ اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اس پر قوت نہیں پائے گا، اور اس کی کونچیں اٹھا کر کھڑا کرنے سے افضل یہ ہے کہ اس کو بٹھا کر نحر کیا جائے۔ حضرت ابن عمر جب جوان تھے تو اس کے سینہ میں نیزہ مار کر اس کے کوہان سے نکال دیتے تھے اور جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔ ایک آدمی ان کے ساتھ نیزہ پکڑے ہوئے ہوتا تھا اور دوسرا آدمی اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہوتا تھا۔ اور گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اونٹوں کی گردن کے نچلے حصے میں نحر کرنا مستحب ہے اور ان کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

شتر مرغ' زرافہ' اونٹ اور ہر لمبی گردن والے جانور کو ذبح کیا جائے گا۔ المضمرات میں مذکور ہے کہ سنت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے اور گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کیا جائے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۳۶۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

القانع اور المعتر کے معنی

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا: تم خود بھی اس میں سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کا اپنی ھدی (قربانی) سے کھانا مستحب ہے۔ اس میں اَجر بھی ہے اور اللہ کی اطاعت بھی ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنی ھدی سے نہیں کھاتے تھے۔ ابو العباس نے کہا کھانا اور کھلانا دونوں مستحب ہیں اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کرلے۔

اور فرمایا: القانع اور المعتر کو کھلاؤ' القانع کا معنی ہے قناعت کرنے والا' جو شخص سوال کرنے سے رُکتا ہو اور اس کے پاس جتنا مال ہو اسی کو کافی سمجھے' سوال نہ کرے اور لوگوں سے مستغنی رہے۔ ابن السکیت نے کہا قناعت کا معنی ہے راضی رہنا اور سوال نہ کرنا' اور معتر کا معنی ہے جو گھوم پھر کر مانگتا ہے۔ حسن بصری نے کہا القانع کا معنی محتاج ہے اور المعتر کا معنی ہے زیارت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئے ○ بے شک اللہ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے' بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا ○ (الحج: ۳۸۔۳۷)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین جب کسی جانور کو ذبح کرتے تھے تو اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر چھڑکتے تھے' ان کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی اس طرح کرنے کا ارادہ کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کو ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچایا جاتا' اس کے پاس صرف تقویٰ پہنچایا جاتا ہے اور جس عمل سے صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کیا جائے' اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اللہ کا تقویٰ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کسی جانور کے خون اور گوشت کو قبول نہیں فرماتا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جب کسی عمل کی نیت صحیح نہ ہو تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۴۳۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قربانی کی دعا ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد مانگی جائے نہ کہ ذبح کرنے کی حالت میں

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا چاہیے اور اس کی تکبیر پڑھنا چاہیے۔

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عید الاضحیٰ کے موقع پر حاضر

marfat.com

Marfat.com

آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے' اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ کو دو سینگوں والے سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کیے جب آپ نے ان کا منہ قبلہ کی طرف کر کے ان کو لٹا دیا تو یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لاشریک لک وبذالک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولک عن محمد وامته بسم الله والله اکبر.

میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ میں ابراہیم کی ملت پر ہوں درآں حالیکہ میں باطل مذاہب سے اعراض کرنے والا ہوں اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے۔ (اے اللہ!) تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری توفیق سے اور تیرے لیے ہے محمد اور اس کی اُمت کی طرف سے' اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد آپ نے ان کو ذبح کر دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۲۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ذبح کرنے سے پہلے اپنی اور اُمت کی طرف سے قربانی کے مقبول ہونے کی دعا کی۔

عروۃ بن الزبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں سیاہ ہوں اور اس کا پچھلا حصہ سیاہ ہو اور اس کی آنکھیں سیاہ ہوں' آپ کے پاس وہ مینڈھا قربانی کے لیے لایا گیا پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا چھری لاؤ پھر فرمایا اس کو پتھر سے تیز کرو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس میں نے ایسا کیا پھر آپ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر یہ دعا کی:

باسم الله اللهم تقبل من محمد وال محمد ومن امة محمد.

اللہ کے نام سے' اے اللہ اس قربانی کو محمد اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے قبول فرما۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ذبح کرنے کے بعد اپنے اور اہل بیت اور اُمت کی طرف سے قربانی کے قبول ہونے کی دعا کی۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی نے لکھا ہے کہ ذبح کرنے والے کا یہ کہنا اللھم تقبل منی جائز ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' اور ان کے خلاف وہ حدیث حجت ہے جو صحیح مسلم میں ہے' آپ نے فرمایا بسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۶۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اسی طرح علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ نے صحیح مسلم کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرنے کے حال میں بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ کہے: اللھم تقبل

marfat.com

Marfat.com

منی اے اللہ میری طرف سے قبول فرما' اور یہ ہمارے اور حسن کے نزدیک مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۹ ص ۵۳۹۴ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے صحیح نہیں لکھا۔ کوئی مسلمان بھی اللہ سے دعا کرنے کو مکروہ نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ امام اعظم ابوحنیفہ اللہ سے دعا کرنے کو مکروہ کہیں' اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے حال میں بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ اللھم تقبل منی فرمایا بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مینڈھے کو ذبح کیا اور اس کے بعد اپنے اور اہل بیت اور اُمت کے لیے دعا کی' اور امام ابوحنیفہ نے ذبح کرتے وقت دعا سے اس لیے منع کیا ہے کہ جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو جائے جب وہ ذبح کرتے وقت یہ دعا کرے گا اے اللہ! اس کو میری طرف سے میرے گھر والوں کی طرف سے اور تمام اُمت کی طرف سے قبول فرما تو ذبیحہ پر اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی بولا جائے گا۔ البتہ اگر چھری پھیرنے سے پہلے دعا کرے یا چھری پھیرنے کے بعد دعا کرے تو پھر یہ جائز ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ ذکر خالص ہو اور اس میں دعا کی آمیزش نہ ہو (الی قولہ) اور اگر اس نے اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کو ملا کر ذکر کیا مثلاً بسم اللہ اللھم تقبل من فلان تو یہ مکروہ ہے۔ (الی قولہ) اور اگر اس نے فصل کر لیا۔ مثلاً ذبح کرنے سے پہلے دعا کر لی یا ذبح کرنے کے بعد دعا کر لی تو اب صحیح ہے کیونکہ اب ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کے نام کا اتصال نہیں ہوا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۹ ص ۳۶۴ '۳۶۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے اور اپنا یا کسی اور کا نام لینے میں صورۃً یا معنیً فصل کر لیا تو یہ جائز ہے۔ مثلاً اس نے جانور کو لٹایا پھر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر جانور ذبح کیا پھر دعا کی یا پہلے دعا کی پھر بسم اللہ پڑھ کر جانور کو ذبح کیا تو یہ جائز ہے اور حدیث میں ہے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر مینڈھا ذبح کیا پھر دعا کی۔

(رد المحتار ج ۹ ص ۳۶۴-۳۶۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف مسنّہ کی قربانی کرو' ہاں اگر دنبوں میں مسنّہ دشوار ہو تو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی کر سکتے ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۴۱)

بکرے' گائے اور اونٹ میں مسنّہ اس جانور کو کہتے ہیں' جس کے دودھ پینے کے دانتوں کی جگہ چرنے اور کھانے کے دانت نکل آئے ہوں۔ بکروں میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب اس کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور گائے اور اونٹ میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب گائے کی عمر دو سال کی ہو چکی ہو اور اونٹ کی عمر پانچ سال کی ہو چکی ہو۔

جس طرح قربانی کے جانوروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنوع کو مشروع اور مسنون فرمایا۔ یعنی بکرے' گائے اور اونٹ ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے اور آپ نے کی ہے اور اب تک مسلمان حسب استطاعت بکروں' گایوں اور اونٹوں کی قربانی کرتے ہیں' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں بھی تنوع کو مشروع فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ایک صاع (چار کلوگرام)

marfat.com
Marfat.com

طعام (صدقۂ فطر) ادا کرتے تھے یا ایک صاع (چار کلو) کھجوریں یا ایک صاع (چار کلو) جو یا ایک صاع (چار کلو) پنیر یا ایک صاع (چار کلو) کشمش' جب حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو گندم آ گیا اور انہوں نے کہا میری رائے میں نصف صاع (دو کلو) گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۰۶ '۱۵۰۷ 'سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۰ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۷۶ 'سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۱۱ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۲۹)

آج کل (۲۰۰۱ء میں) نصف صاع یعنی دو کلو گندم تقریباً چھبیس روپے کے ہیں اور چار کلو کھجور تقریباً دو سو روپے کی ہیں اور چار کلو کشمش تقریباً چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو پنیر تقریباً ایک ہزار روپے کا ہے سو جس طرح قربانی کے جانوروں میں تنوع ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں' اسی طرح صدقۂ فطر میں بھی تنوع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں' اور جو لوگ جس حیثیت کے ہوں وہ اس حیثیت سے صدقۂ فطر ادا کریں۔ مثلاً جو کروڑ پتی لوگ ہیں' وہ چار کلو پنیر کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں جو لکھ پتی ہیں' وہ چار کلو کشمش کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں اور جو ہزاروں روپوں کی آمدنی والے ہیں' وہ چار کلو گرام کھجور کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں اور جو سینکڑوں کی آمدنی والے ہیں' وہ دو کلو گندم کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کروڑ پتی ہوں یا سینکڑوں کی آمدنی والے ہوں' سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں اور تنوع پر عمل نہیں کرتے' جب کہ قربانی کے جانوروں میں لوگ تنوع پر عمل کرتے ہیں اور کروڑ پتی لوگ کئی کئی لاکھ کے بیل خرید کر اور متعدد قیمتی اور مہنگے دنبے اور بکرے خرید کر ان کی قربانی کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم اپنا جائزہ لیں کہیں اس کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ قربانی کے مہنگے اور قیمتی جانور خرید کر ہمیں اپنی شان و شوکت اور امارت دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہم بڑے فخر سے وہ قیمتی جانور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دکھاتے ہیں اور نمود اور نمائش کرتے ہیں اور صدقۂ فطر کسی غریب آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے' اس میں دکھانے اور سنانے اور اپنی امارت جتانے کے مواقع نہیں ہیں' اس لیے کروڑ پتی سے لے کر عام آدمی تک سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں۔ سوچیے ہم کیا کر رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ ساری قربانیاں ریا کاری قرار دے کر ہمارے منہ پر مار دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کی متعدد قسمیں اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کا تعین کریں۔ اسی طرح آپ نے صدقۂ فطر کی متعدد اقسام بھی اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقۂ فطر ادا کریں سو جس طرح ہم اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کے جانوروں کا تعین کرتے ہیں' اس طرح ہمیں اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقۂ فطر کی قسم کا تعین بھی کرنا چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقۂ فطر کو نہیں ٹرخانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے' ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے' بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ○ جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دُور کرتا نہ رہتا تو راہبوں کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور جن مسجدوں میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے' ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا' اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ ضرور قوت والا' بہت غلبہ والا ہے ○ (الحج: ۴۰-۳۹)

کافروں کو قتل کرنے کی ممانعت کی توجیہات

الحج: ۳۸ اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار کی ایذاء رسانیوں اور زیادتیوں پر مسلمانوں کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور

marfat.com
Marfat.com

ان کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا اور یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ خفیہ طریقہ سے کافروں کو قتل کر دیں تو آپ نے ان کو منع فرما دیا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمان فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مشرکین سے خود دفاع کرے گا اور ان کا بدلہ لے گا' بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا یعنی مسلمانوں کو اس سے منع کیا کہ وہ خفیہ طریقہ سے کافروں کو قتل کریں کیونکہ یہ غدر' دھوکا اور خیانت ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دھوکا دینے والے اور عہد شکنی کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۴۵۷۰' عالم الکتب' السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۷۳۷)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ایمان کو جاگزیں رکھے گا اور مشرکین ان کو ان کے دین سے پھیرنے پر قدرت نہیں پائیں گے خواہ وہ ان پر جبر کیوں نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین سے مرتد ہونے سے محفوظ رکھے گا۔

اور اس آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حجت اور دلیل کے ساتھ مسلمانوں کی مدافعت اور حفاظت کرے گا' اور کوئی مشرک کسی مسلمان کو قتل نہیں کر سکے گا اور اگر کسی مشرک نے کسی مسلمان کو قتل کر بھی دیا تو مسلمان اللہ کی رحمت میں ہوگا۔

اس آیت کی چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفار پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ان کے مظالم اور ایذاؤں کو مسلمانوں سے دُور کر دے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۱۱)

وہ تمہیں ایذاء پہنچانے کے سوا اور زیادہ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر انہوں نے تم سے جنگ کی تو یہ پیٹھ موڑ کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

کفار سے درگزر کی آیات کا منسوخ ہونا اور ان سے قتال کی اجازت دینا

الحج: ۳۹ میں فرمایا: جن لوگوں سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جن کو مکہ میں مشرکین بہت سخت ایذائیں پہنچاتے تھے۔ مسلمان آپ کے پاس آتے' کسی کا سر پھٹا ہوا ہوتا' کسی کو کوڑوں سے مارا ہوا ہوتا' کسی کو تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا ہوا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: صبر کرو' ابھی مجھے ان سے قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا حتیٰ کہ آپ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کر لی۔ ستر سے زیادہ آیتیں کفار کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرنے کے متعلق نازل ہوئیں تھیں اور یہ پہلی آیت ہے جس میں کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے' اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ تمام آیتیں منسوخ ہو گئیں جن میں کفار کی زیادتیوں پر عفو اور درگزر کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ ستر سے زیادہ آیات درحقیقت ایک آیت کے حکم میں ہیں جن میں کفار کی زیادتیوں پر صبر کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے اپنے نبی کو نکال دیا انا للہ و انا الیہ راجعون' اور جب یہ آیت نازل ہوئی: اذن للذین یقاتلون الآیۃ تو میں نے جان لیا کہ اب جنگ ہوگی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۰۹۸)

اس آیت کی تفسیر میں ابن زید نے کہا مشرکین کو معاف کرنے کا حکم دینے کے دس سال بعد یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو ان سے قتال کی اجازت دی گئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۱۰۰)

قتادہ نے کہا یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار سے قتال کی اجازت دی گئی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۱۰۵)

بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں سے دُور کرنے کے محامل

الحج: ۴۰ میں فرمایا: جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے!

آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے دو وجہوں سے ان کا ظلم بیان فرمایا ہے' ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو صرف اس کہنے پر نکالا گیا کہ انہوں نے کہا تھا ہمارا رب اللہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دُور کرتا نہ رہتا تو راہبوں کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور جن مسجدوں میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے' ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دُور فرماتا رہتا ہے۔ اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دینا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ مسلمانوں کو مشرکین کے خلاف جہاد کی اجازت دے کر ان سے کفار اور مشرکین کو دُور فرماتا ہے' اور اگر اللہ یہ اجازت نہ دیتا تو مشرکین مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر قبضہ کر لیتے اور اسی وجہ سے راہبوں کی خانقاہوں' کلیساؤں اور یہودیوں کے معبد کا بھی ذکر فرمایا۔ ہر چند کہ یہ غیر اہل اسلام کی عبادت گاہیں ہیں۔

(۲) جو مسلمان عذر کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے' ان سے جہاد کی مشقت کو جہاد کرنے والے مسلمانوں کے سبب سے دُور فرما دیتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی وجہ سے برے لوگوں سے عذاب کو دُور فرما دیتا ہے۔ سو نمازیوں کی برکت سے بے نمازوں کے عذاب کو دُور فرما دیتا ہے' اور صدقہ کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دُور کر دیتا ہے جو صدقہ نہیں کرتے' اور حج کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دُور کر دیتا ہے جو حج نہیں کرتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نیک مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۲۷۴' جدید العقیلی ج ۴ ص ۲۰۴' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶۷' اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی میں سبقت کرو' نیکی میں سبقت کرو' اگر نوجوان اللہ سے ڈرنے والے اور بوڑھے نمازیں پڑھنے والے اور چرنے والے چوپائے نہ ہوتے تو تم سب پر آندھیوں کا عذاب آ جاتا۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴۰۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۱۹۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۵' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۶۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۷' ۲۳۰' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۱۸۵)

marfat.com
Marfat.com

یہود ونصاریٰ کی عبادت کے مقامات اور مسلمانوں کی عبادت کے مقام کو جمع کرنے کی توجیہات

(۱) حسن نے کہا' ان مقامات سے مراد مومنوں کی عبادات کے مقامات ہیں خواہ وہ کسی مذہب کے مومنین ہوں۔
(۲) زجاج نے کہا اگر اللہ ہر نبی کی شریعت میں بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دُور نہ کرتا تو کسی نبی کے زمانہ میں نماز پڑھنے کی جگہ سلامت نہ رہتی' اور اگر اللہ بعض شریروں اور مفسدوں کو نیک لوگوں سے دُور نہ کرتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی عبادت گاہیں قائم نہ رہتیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے معبد سلامت نہ رہتے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی مسجدیں باقی نہ رہتیں۔ اس بناء پر یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں سے اس وقت تک مفسدوں کو دُور رکھا گیا جب تک وہ دینِ حق پر قائم تھے اور انہوں نے اپنے دین میں تحریف نہیں کی تھی اور ان کی شریعت منسوخ نہیں کی گئی تھی۔
(۳) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ان کے معابد کی حفاظت کی گئی کیونکہ ان عبادت گاہوں میں بہر حال اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور وہ بت پرستوں اور مشرکوں کے بت کدوں اور مندروں کی طرح نہیں ہیں۔
(۴) اگر قتال اور جہاد کو مشروع نہ کیا جاتا تو کسی زمانہ میں اور کسی نبی کی اُمت میں بھی اہل حق کی عبادت گاہیں محفوظ نہ رہتیں۔

الصوامع' البیع اور صلوات کے معانی

صوامع' صومعۃ کی جمع ہے' صومعۃ اس بلند عمارت کو کہتے ہیں جس کا بالائی حصہ محدب (گاؤ دم) ہو' عیسائی چونکہ اپنے عبادت خانوں کا سرا بلند' باریک اور گاؤ دم بناتے ہیں' اس لیے اس کو صومعہ کہتے ہیں۔
علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے صوامع نصاریٰ کے راہبوں کے ساتھ مخصوص تھے اور صابئین (آتش پرست) گرجوں کے ساتھ مختص تھے پھر بعد میں مسلمانوں کی اذان کی جگہ کو صومعہ کہا جانے لگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۶۷)
بِیَع: یہ بیعہ کی جمع ہے عبادت خانہ' اس کا معنی ہے یہود ونصاریٰ کا عبادت خانہ اور گرجا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ عیسائیوں کا معبد ہے اور امام طبری نے لکھا ہے یہ یہودیوں کی عبادت گاہ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۶۷)
صلوات: یہ صلوٰۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے رحمتیں' دعائیں' نمازیں' عبادت خانے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا الصلوٰت سے مراد ہے یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہیں۔ ابو العالیہ نے کہا اس سے مراد ہے صابئین کی مساجد۔ ابن زید نے کہا اس سے مراد ہے جب دشمنانِ اسلام کے حملوں کی وجہ سے مسلمانوں کی مساجد ویران ہو جائیں اور ان میں نمازیں معطل ہو جائیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۶۷)
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں۔
الصوامع' البیع' الصلوات اور المساجد کے حسب ذیل محامل ہیں:
(۱) ابو العالیہ نے کہا الصوامع نصاریٰ کی وہ عبادت گاہیں ہیں اور البیع یہودیوں کی عبادت گاہیں اور صلوات' صابئین کی عبادت گاہیں ہیں اور مساجد مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔
(۲) زجاج نے کہا الصوامع نصاریٰ کی وہ عبادت گاہیں ہیں جن کو انہوں نے صحرا میں بنایا تھا' اور البیع ان کی وہ عبادت گاہیں ہیں جن کو انہوں نے شہروں میں بنایا تھا' اور صلوات یہودیوں کی عبادت گاہیں ہیں عبرانی میں اس کو صلوتا کہتے ہیں۔
(۳) قتادہ نے کہا الصوامع صابئین کے لیے ہیں' البیع نصاریٰ کے لیے اور صلوات یہود کے لیے۔
(۴) حسن نے کہا یہ تمام مساجد کے اسماء ہیں۔ رہا الصوامع تو وہ اس لیے ہے کہ کبھی مسلمان اس طرز کی مساجد بناتے ہیں اور

marfat.com
Marfat.com

رہا الجمع تو یہ اس لیے کہ مسلمانوں کی مساجد پر اس کا تشبیہاً اطلاق ہے اور رہا الصلوات تو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مفسدوں کو دُور نہ کرتا تو نمازیں معطل ہو جاتیں اور مساجد منہدم اور ویران ہو جاتیں۔

(تفسیر کبیرج ۸ ص ۲۳۰ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ○ اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے (تکذیب کی تھی) ○ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے ○ اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی پس میں نے کافروں کو کچھ مہلت دی پھر میں نے ان کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب ○ (الحج: ۴۴-۴۱)

خلفاء راشدین کی فضیلت

الحج: ۴۱ میں اقتدار دینے سے مراد ہے ان کو سلطنت اور حکومت عطا فرمانا اور ان کو یہ قوت دینا کہ وہ اپنے احکام کو لوگوں پر نافذ کر سکیں' اور اس سے مراد مطلق قدرت نہیں ہے کیونکہ مطلق قدرت تو ہر شخص کو حاصل ہے لیکن ہر شخص کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ زمین میں نماز کا نظام قائم کرے' مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مصارف پر خرچ کرے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے یعنی لوگوں سے نیک کاموں پر عمل کرائے اور برے کاموں پر ان پر حد اور تعزیر جاری کرے۔

اب رہا یہ کہ ان لوگوں سے مراد کون ہیں اور یہ کن لوگوں کی صفت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی آیت میں فرمایا ہے: جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا' محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ (الحج: ۴۰) خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مراد مہاجرین ہیں اور اس آیت کا مصداق خلفاء راشدین ہیں' کیونکہ ان ہی کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں سلطنت عطا فرمائی تھی اور اقتدار دیا تھا اور انہوں نے ہی نمازوں اور زکوٰۃ کا نظام قائم کیا' نیک کاموں کو پھیلایا اور برے کاموں پر حدود و تعزیرات جاری کیں۔ خلفاء راشدین کے بعد بھی ہر چند کہ نیک اور عادل حکمران آئے لیکن خیر اور فلاح کا جو نظام خلفاء راشدین کے عہد میں جاری ہوا تھا' اس کی نظیر بعد کے کسی دور میں نہیں مل سکی۔

جن کو اقتدار عطا کیا جائے گا ان کے مصادیق

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی نے اس آیت کے مصداق میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) یہ چار خلفاء راشدین ہیں' زمین میں ان کے علاوہ اور کسی کو ایسا اقتدار نہیں ملا۔

(۲) حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں اور جو ان کی نیکی کے ساتھ اتباع کریں۔

(۳) قتادہ نے کہا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

(۴) الحسن اور ابو العالیہ نے کہا یہ اُمت اس آیت کا مصداق ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو فتح عطا فرماتا ہے تو یہ نمازوں کو قائم کرتی ہے یعنی حکمران۔

(۵) ضحاک نے کہا اللہ تعالیٰ نے ملک اور اقتدار عطا فرمانے کی شرط عائد کی ہے کہ وہ ان چار امور پر عمل کرائیں۔

(۶) سہل بن عبد اللہ نے کہا سلطان پر اور جو علماء اس کے پاس آتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں' عام لوگوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ سلطان اور علماء کو حکم دیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۶۹-۶۸ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

مشرکین کی مخالفت اور ایذاؤں پر آپ کو تسلی دینا

الحج: ۴۲ میں فرمایا: اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا اور ان سے قتال کرنے کی اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی نصرت اور مدد کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے' اور کفار اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور مخالفت کرتے تھے اور آپ کا مذاق اُڑاتے تھے اور آپ ان کے اس ظالمانہ سلوک پر صبر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ سے پہلے تمام اُمتوں کے کافروں نے اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ حضرت نوح کی قوم نے ان کی تکذیب کی اسی طرح عاد اور ثمود نے اپنے اپنے نبیوں کی تکذیب کی' اور الحج: ۴۳ میں فرمایا اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے ان کی تکذیب کی' اور الحج: ۴۴ میں فرمایا اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی' یہاں پر اس طرح نہیں فرمایا کہ موسیٰ کی تکذیب ان کی قوم نے کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں کی تھی بلکہ ان کی تکذیب قبطیوں نے کی تھی جو کہ فرعون کی قوم تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کے ذیل میں فرمایا ہے کہ ہر قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی تھی حالانکہ ان کی نبوت کی نشانیاں بہت واضح تھیں اور ان کے معجزات بہت عظیم تھے تو اگر آپ کی بھی مشرکین اور مخالفین نے تکذیب کی ہے تو آپ غم نہ کریں۔

پھر فرمایا: میں نے ان مکذبین کو اس وقت تک مہلت دی جو وقت ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے میرے علم میں مقرر تھا' پھر یہ مکذبین جو میرے عذاب کے نازل ہونے کا انکار کرتے تھے تو عذاب آنے کے بعد ان کا کیا حال ہوا؟ کیا میں نے ان کی نعمتوں کو مصیبتوں سے نہیں بدلا۔ کیا ان کے افراد کی کثرت کو قلت سے نہیں بدلا۔ کیا ان کی زندگی کو موت سے نہیں بدلا۔ کیا ان کے آباد شہروں کو کھنڈرات سے نہیں بدلا۔ کیا میں نے انبیاء علیہم السلام سے جو کافروں پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا' اور ان نبیوں کو زمین میں کامیابی عطا نہیں فرمائی۔ سوا ے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو بھی ان کی تکذیب پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مصلحت کی وجہ سے مہلت دے رہا ہے' اس لیے خواہ آپ پر دشوار ہو آپ تسلیم و رضا کے طریقہ کو اپنائیں' ہر چند کہ اس بیان سے تسلی ہو جاتی ہے لیکن چونکہ کفار مسلسل آپ کو ایذاء پہنچاتے رہتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کے لیے وقتاً فوقتاً ایسی آیات نازل فرماتا رہتا تھا۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ پچھلی اُمتوں میں تو بہر حال مکذبین پر عذاب آ گیا تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذبین اور مخالفین پر عذاب نہیں آیا۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نزول عذاب کی ایک حد مقرر ہے جو اس حد پر پہنچ جاتا ہے اس پر عذاب نازل ہوتا ہے' اور جو اس حد تک نہیں پہنچتے' ان پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی بھی ایمان نہ لائے یا اکثر لوگ ایمان نہ لائیں۔ یہ دو وجہیں امام رازی نے بیان کی ہیں اور میری رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے ہوتے ہوئے ان مکذبین پر عذاب نازل کرنا آپ کو رحمۃ للعالمین بنانے کے منافی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان میں عذاب بھیج دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو ظالم تھیں سو اب وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے غیر آباد کنویں اور بہت سے مضبوط محل O سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جن سے یہ غور سے سنتے! پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ (الحج: ۴۶-۴۵)

پچھلی اُمتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا

الحج: ۴۵ میں یہ بیان فرمایا: ہم نے کتنی ایسی بستیوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا جن میں ظالم لوگ رسولوں کی تکذیب کرتے تھے، جن بستیوں کے محلات کھنڈر بن چکے ہیں اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں، ان کی منزلیں ویران ہو گئیں، ان کے کنویں خالی پڑے ہوئے ہیں، چونے اور پتھروں سے بنائے ہوئے ان کے مضبوط اور بلند و بالا محلات زمین بوس ہو گئے، ان کی خوبصورتی اور مضبوطی عبث اور بے کار ثابت ہوئی۔ اللہ کے عذاب نے ان کو تہس نہس کر دیا۔

الحج: ۴۶ میں فرمایا: سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے۔

حافظ اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب التفکر والاعتبار میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ اے موسیٰ! آپ لوہے کی دو جوتیاں بنائیں اور لاٹھی لیں اور زمین میں سفر کریں پھر آثارِ قدرت اور عبرت کی نشانیاں دیکھیں۔ آپ کی جوتی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور لاٹھی ٹوٹ جائے گی مگر وہ نشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔

نیز امام ابن ابی الدنیا نے بعض حکماء کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ نصیحت کے ساتھ اپنے دل کو زندہ رکھو اور غور و فکر کے ساتھ دل کو منور کرو، اور زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نفس کو مارو اور یقین کے ساتھ اس کو قوی کرو، موت کی یاد سے دل کو ذلیل کرو اور فنا کے یقین سے اس کو صابر بناؤ اور زمانے کی مصیبتوں کو دکھا کر اس کو خوفزدہ کرو، دن اور رات کے تعاقب اور تواتر سے اس کو بیدار رکھو، گزشتہ لوگوں کے واقعات سے اسے عبرت دلاؤ اور پہلے لوگوں کے قصے سنا کر اس کو بیدار رکھو، ان کے شہروں اور ان کے حالات میں اس کو غور و فکر کرنے کا عادی بناؤ اور دیکھو کہ بدکاروں اور گناہ گاروں کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا، وہ کس طرح اُلٹ پلٹ کر دیئے گئے۔ سو اس آیت میں بھی یہی ارشاد ہے کہ پہلی اُمتوں کے واقعات کو سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ، اور ان کی تباہی اور بربادی کے واقعات سن کر عبرت حاصل کرو اور یاد رکھو کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں، دل بھی اندھے ہوتے ہیں اور سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے، دل اگر اندھا ہو تو انسان نصیحت پکڑتا ہے نہ عبرت حاصل کرتا ہے اور نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن حیان اندلسی شترینی متوفی ۵۱۷ھ نے اپنے بعض اشعار میں اس مضمون کو خوب نبھایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

اے وہ شخص جو گناہوں سے لذت حاصل کر رہا ہے
کیا تو اپنے بڑھاپے اور برے انجام سے بے خبر ہے!
اگر تجھے وعظ سن کر نصیحت حاصل نہیں ہوتی
تو کیا تجھے آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی!
سنو آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو
یہ اس قدر برا نہیں جتنا واقعات سے عبرت حاصل نہ کرنا برا ہے!

marfat.com
Marfat.com

یاد رکھو یہ دنیا باقی رہے گی نہ آسمان
ضرور ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے

نہ یہ بلند اور روشن آفتاب اور نہ خوبصورت ماہتاب!
خواہ دل کو ناگوار ہو خواہ وہ امیر ہو یا غریب شہری ہو یا دیہاتی

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۴۔۲۵۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

غور وفکر کرنے کا محل آیا دل ہے یا دماغ؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

کیا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عقل علم ہے اور علم کا محل دل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا۔ (الحج: ۴۶) کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے‘ اس لیے قلب کو تعقل اور غور وفکر کا محل قرار دینا واجب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ. (ق: ۳۷) اس قرآن میں ہر اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کا دل ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں قلب کی اضافت دل کی طرف کی ہے کیونکہ دل عقل کا محل ہے جیسا کہ سننے کا محل کان ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ عقل کا محل دماغ ہے اور یہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے اور میری رائے میں یہ قول صحیح نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۷۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم کے نزدیک غور وفکر کا محل دماغ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس کا محل سینہ (دل) ہے۔

(البحر المحیط ج ۷ ص ۵۲۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ عقل دماغ میں ہے‘ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب دماغ فاسد ہو تو عقل فاسد ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے۔ علامہ نووی اس دلیل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ عقل دماغ میں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہو کہ وہ دماغ کے فساد کے وقت عقل کو فاسد کر دیتا ہو اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ کراچی ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آنکھ سے بصارت کا ادراک نہیں ہوتا اور آنکھ ضائع ہو جانے سے بصارت اس لیے چلی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ آنکھوں کے فساد کے وقت بصارت کو فاسد کر دیتا ہے اور یہ بداہت کے خلاف ہے۔

دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل

عقل کا محل دماغ ہے‘ اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام کی استعداد اور صلاحیت جس عضو میں رکھی ہے اس کا محل اسی عضو کو بنایا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے‘ اور ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ غور وفکر اور سوچ و بچار کا کام دماغ سے لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ مطالعہ کرنے‘ زیادہ غور وفکر کرنے اور زیادہ سوچ و بچار سے دماغ تھک جاتا ہے‘ دل کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ زیادہ پڑھنے سے بھی سر میں درد ہو جاتا ہے دل میں کوئی درد نہیں ہوتا‘ اگر چربی بڑھ جانے اور مٹاپے سے

marfat.com
Marfat.com

قلب کی بیماری لاحق ہو جائے اور دل کے دورے پڑنے لگیں تو اس سے انسان کی عقل متاثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح بلڈ پریشر بڑھ جانے کی وجہ سے دل کو زیادہ مشقت اور محنت کرنا پڑے تو اس سے بھی عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے برخلاف اگر دماغ کو کوئی بیماری لاحق ہو جیسے عدم ارتکاز ذہنی انتشار انجانا خوف نسیان مالیخولیا اور جنون وغیرہ تو ان بیماریوں سے عقل کی کارکردگی کم یا فاسد ہو جاتی ہے۔ نیز اگر دماغ پر کوئی چوٹ لگ جائے تو اس سے بھی عقل متاثر ہوتی ہے بعض اوقات دماغ کی چوٹ کی وجہ سے انسان کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے بعض دفعہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں بکثرت مشاہدات اور بداہت سے ثابت ہیں اور ان کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے اور سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ مغربی ممالک میں بعض لوگوں کا آپریشن سے دل بدل دیا گیا اگر عقل اور ادراک کا محل دل ہوتا تو دل بدل جانے سے پوری شخصیت بدل جانی چاہیے تھی جبکہ ان لوگوں نے بتایا کہ ان کے علوم اور معلومات احساسات اور جذبات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عقل کا محل دماغ ہے دل نہیں ہے۔

قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید میں عقل اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے دماغ کی طرف نہیں کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ عرف اور ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے اور روزمرہ کی گفتگو عرف محاورات اور ادبی زبان میں علم و ادراک سوچ و بچار احساسات جذبات خیالات بلکہ تقریباً دماغ کے تمام افعال کو سینے اور دل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کسی چیز کے یاد ہونے کو کہتے ہیں کہ وہ تو میرے سینے میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا میرا دل اس کو نہیں مانتا حالانکہ دل تو صرف خون پمپ کا کرنے کا ایک آلہ ہے۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں بھی پڑھے لکھے ادیب اور سائنس دان اپنی گفتگو میں اُلفت اور محبت اور علم اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کرتے ہیں دماغ کی طرف نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں عام لوگوں کے عرف اور محاورے کے مطابق خطاب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (البقرہ: ۲۲) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔

حالانکہ یہ پانی بخارات کی صورت میں زمین سے اوپر جاتا ہے اور بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے لیکن چونکہ عرف اور محاورے میں کہا جاتا ہے کہ آسمان سے بارش ہوئی اس لیے اس کے مطابق خطاب فرمایا۔ نیز ارشاد ہے:

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (الکہف: ۸۶) یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اس (سورج) کو سیاہ دلدل کے چشمہ میں غروب ہوتا ہوا دیکھا۔

حالانکہ عقل اور سائنس کے نزدیک سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ اپنے مدار میں گھومتا رہتا ہے اور یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ سورج چشمہ میں غروب نہیں ہو سکتا لیکن عرف میں ایسا ہی کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں ”سورج پہاڑ کے پیچھے چھپ گیا“ اسی طرح عرف کے مطابق یہاں ارشاد فرمایا ہے۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے فرمایا قرآن مجید میں عام سطح کے لوگوں اور عرف کے مطابق خطاب کیا ہے اور عقلاء اور سائنس دانوں کی اصطلاح کے مطابق خطاب نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ عقل اور سائنس اور اعلیٰ درجہ کے دماغوں کے مطابق خطاب کرتا تو یہ عام لوگوں کے لیے غیر مانوس ہوتا اور وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکتے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے

marfat.com
Marfat.com

بھی خلاف تھی اور اس کی رحمت کے بھی خلاف تھی۔

ایک حدیث میں صراحتاً عقل اور ادراک کی دل کی نسبت نہیں کی گئی بلکہ انسانی دل کو اخلاق اور عادات کا مرکز قرار دیا ہے اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسان کے تمام اعضاء سے اچھے افعال کا ظہور ہوگا لیکن چونکہ اخلاق کا اچھا برا ہونا بھی انسانی فکر پر موقوف ہے' اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں فکر کا مرکز دل کو قرار دیا ہے' اور ہمارے نزدیک یہ بھی عرف اور محاورے کے مطابق اطلاق مجازی ہے۔ اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ہم اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام کے نظریات پیش کریں گے۔ علامہ نووی کے حوالے سے ہم امام شافعی کا نظریہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ دل کو عقل کا محل قرار دیتے ہیں۔ اب ہم باقی ائمہ اور فقہاء کے نظریات پیش کریں گے۔ تاہم اس سے پہلے ہم عقل کی تعریف بیان کریں گے۔

عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال

علامہ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

عقل انسان میں ادراک کرنے کی قوت ہے اور یہ روح کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور اس کا محل مخ (مغز) ہے جیسا کہ ابصار روح کے خصائص میں سے ایک خاصہ ہے اور اس کا آلہ آنکھ ہے۔ (دائرۃ المعارف العشرین ج ۶ ص ۵۳۲)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

عقل وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل سر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل قلب ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۶۵' ایران)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

عقل وہ قوت ہے جس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عقل ایک جوہر ہے جس سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشاہدہ ادراک ہوتا ہے۔ (شرح العقائد ص ۱۶)

علامہ زبیدی نے الشیطی سے نقل کیا ہے کہ عقل اگر عرض ہے تو وہ نفس میں ایک ملکہ ہے' جس کی وجہ سے نفس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے اور اگر عقل جوہر ہے تو ایک جوہر لطیف ہے جس کی وجہ سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشاہدہ ادراک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دماغ میں پیدا کیا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۲۶)

علامہ زبیدی نے علامہ مجد الدین کی اس تعریف کا ذکر کیا ہے:

عقل وہ قوت ہے جس سے اچھی اور بری چیزوں میں تمیز حاصل ہوتی ہے' اور علامہ راغب اصفہانی کی یہ تعریف ذکر کی ہے: عقل وہ قوت ہے جس سے قبول علم کی صلاحیت ہے اور لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ عقل قلب یا دماغ میں ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۲۵)

علامہ شرتونی نے لکھا ہے عقل ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک طبعی صفت ہے' جس کی وجہ سے انسان میں فہم خطاب کی صلاحیت ہوتی ہے۔ (اقرب الموارد ج ۲ ص ۱۲)

محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے عقل دماغ میں ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ضرب لگائے جس سے اس کی عقل چلی جائے تو عقل کے جانے کے اعتبار سے اس پر دیت

marfat.com

Marfat.com

لازم ہوگی اور اس میں موضحہ (ایسی ضرب جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے' درمختار) کی ارش (جرمانہ) بھی داخل ہوگی اور حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس میں موضحہ کی ارش داخل نہیں ہوگی' کیونکہ جنایت (ضرب لگانے) کا محل مختلف ہے کیونکہ موضحہ کا محل اور ہے برخلاف اس صورت کے جب موضحہ بالوں کے ساتھ ہو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل کا جانا نفس کے تبدیل ہو جانے اور اس کے بہائم (حیوانوں) کے ساتھ لاحق ہو جانے کے مترادف ہے اور یہ بمنزلہ موت ہے' اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائے جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے اور وہ اس سے مر جائے تو اس سے پوری دیت لازم آتی ہے اور اس میں سر پر ضرب لگانے کا جرمانہ بھی داخل ہے۔ (المبسوط ج ۲۶ ص ۹۹)

شمس الائمہ سرخسی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر سر پر ضرب لگانے سے مکمل عقل زائل ہو جائے تو پوری دیت لازم آئے گی ورنہ اس کے حساب سے لازم آئے گی اور اس مسئلہ پر یہ دلیل ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے۔

امام مالک کے نزدیک بھی عقل کا محل دماغ ہے۔ علامہ سحنون بن سعید تنوخی مالکی لکھتے ہیں:

میں نے امام عبدالرحمن بن قاسم سے سوال کیا کہ کسی شخص کے سر پر عمداً ایسی ضرب لگائی گئی جس سے اس کی ہڈی ظاہر ہوگئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس مسئلہ میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اگر اس نے ایسی ضرب لگائی جس سے ہڈی ظاہر ہوگئی اور وہ دماغ تک پہنچ گئی تو موضحہ کا قصاص لیا جائے گا اور مامومہ (ضرب دماغ تک پہنچے میں) اس کی عاقلہ دیت ادا کریں گے' اور اگر اس نے کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائی جس سے اس کی ہڈی ظاہر ہوگئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس کے علاج کے بعد دیکھا جائے گا اگر وہ ٹھیک ہو گیا تو موضحہ میں ضارب سے قصاص لیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا آیا اس ضرب سے مضروب کی سماعت اور عقل زائل ہوگئی ہے یا نہیں اگر اس کی عقل اور سماعت زائل ہوگئی ہے تو اس کے مال سے سماعت اور عقل کی دیت وصول کی جائے گی اور اگر اس کی سماعت اور عقل زائل نہیں ہوئی ہے تو اس سے علاج کا خرچ وصول کیا جائے گا۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۸۷)

اس مسئلہ سے واضح ہو گیا کہ امام مالک کے نزدیک بھی عقل دماغ میں ہے۔ امام شافعی کے بارے میں ہم پہلے علامہ نووی سے نقل کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک عقل قلب میں ہے۔ امام رازی شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔ امام احمد بن حنبل کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حنبلی علماء نے عقل کا مستقر قلب قرار دیا ہے۔

علامہ عبدالرحمن محمد بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

قلب سیاہ جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا ہے' یہ دل کی کوٹھڑی ہے' نفس کا گھر ہے اور عقل کا مسکن ہے۔

(زاد المسیر ج ا ص ۲۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا' اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کی مثل ہے O اور میں نے ایسی بہت سی بستیوں کو مہلت دی تھی جو ظالم تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے O (الحج: ۴۸-۴۷)

آخرت میں عذاب کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوگا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلد عذاب بھیجنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہمیشہ ڈراتے رہتے تھے کہ اگر تم نے کفر شرک اور بت پرستی کو ترک نہیں کیا تو تم پر عذاب

marfat.com
Marfat.com

آئے گا اور اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے' کیونکہ اگر اس سے مراد دنیا کا عذاب نہ ہوتا اور آخرت کا عذاب ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا: اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا' اور اگر یہ آخرت کا عذاب ہوتا تو پھر وہ اس عذاب کو جلد بھیجنے کا مطالبہ نہیں کرتے' اور یہ عذاب جنگِ بدر کے دن شکست کی صورت میں ان پر آ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وعید پوری ہوگئی۔ اس کے بعد فرمایا اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کی مثل ہے۔ یعنی ان کو آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا اس کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر ہوگا۔ یعنی اس عذاب کا درد اور اس کی شدت اس قدر زیادہ ہوگی کہ اس عذاب کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر معلوم ہوگا۔

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس دن حساب لیا جائے گا وہ اس قدر طویل دن ہوگا جو اپنے طول میں ہزار دنوں کے برابر ہوگا اور جب کہ دنیاوی دن جو کم مقدار میں ہوتے ہیں' ان میں بھی درد اور شدت کا وقت بہت طویل معلوم ہوتا ہے تو جو دن فی نفسہٖ طویل ہو اور اس میں درد اور شدت بھی بہت زیادہ ہو' اس دن کی تکلیف اور اذیت کا کون اندازہ کرسکتا ہے پھر وہ کیسے بے عقل لوگ تھے جو اللہ کے عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے۔

اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اللہ کے اعتبار سے دنیاوی ایک دن ہو یا ہزار سال کا ایک دن دونوں برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب وہ ایک دن کی مہلت کو دُور نہیں سمجھ رہے تو ہزار دن کی مہلت کو کیسے دُور سمجھ رہے ہیں۔

اس کا چوتھا محمل یہ ہے کہ وہ دنیاوی کم مقدار کے دنوں میں جلد عذاب بھیجنے کا مطالبہ کررہے ہیں حالانکہ آخرت میں جو ان پر عذاب آئے گا وہ بہت لمبے دنوں میں آئے گا' اس کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر ہوگا۔

الحج: ۴۸ میں فرمایا: اور میں نے ایسی بہت سی بستیوں کو مہلت دی تھی جو ظالم تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جو کفر اور ظلم کرتی تھیں اور اس کے باوجود میں نے ان کو مہلت دی اور ان سے عذاب کو مؤخر رکھا' اور اس مہلت سے انہوں نے دھوکا کھایا اور اپنے کفر اور ظلم پر ڈٹے رہے پھر میں نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان پر اپنا عذاب نازل کردیا۔ پس ان کا عذاب رکا ہوا ہے اور بالآخر انہوں نے میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ

آپ کہیے اے لوگو! میں تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں ○ سو جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے ○

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب میں سر توڑ کوشش کرتے ہیں وہی

الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ

دوزخ والے ہیں ○ اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور

marfat.com
Marfat.com

وَلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج

نبی بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر) اس کی تمنا

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ط

(پوری ہونے) میں رخنہ ڈال دیا، سو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو زائل کر دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ

اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○ تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ

ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت

قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّ

ہو چکے ہیں، بے شک ظالم لوگ بہت دور کی مخالفت میں ہیں ○ اور

لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

جو اہل علم ہیں ان کو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ

پس وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں، اور بے شک اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ

ایمان والوں کو ضرور صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے ○ اور جو لوگ کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ

ہیں وہ اس کے متعلق ہمیشہ شک میں ہی رہیں گے، حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت

بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ

ٹوٹ پڑے یا ان کے پاس بے رحم دن کا عذاب آ جائے ○ اس دن صرف

marfat.com

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اللہ کی حکومت ہو گی وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اعمال کیے وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع ۷ ۹ ۱۴

اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، ان ہی لوگوں کے لیے ذلت والا عذاب ہے ○

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا

اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیئے گئے یا وہ (طبعی موت) مر گئے،

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ

اللہ ان کو ضرور عمدہ رزق عطا فرمائے گا، اور بے شک اللہ سب دینے والوں سے

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

بہترین دینے والا ہے ○ اللہ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے وہ راضی ہوں گے اور بے شک اللہ

لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ

خوب جاننے والا بردبار ہے ○ اور یہ اس لیے ہے کہ جس نے اتنی ہی اذیت پہنچائی جتنی اسے اذیت پہنچائی گئی تھی،

بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے ○

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

یہ اس لیے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں

فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

داخل فرماتا ہے اور بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے ○ اور یہ اس لیے ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ

اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے،

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

بے شک اللہ بہت بلند نہایت بڑا ہے ٥ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز ہو گئی، بے شک اللہ بہت

لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

لطف کرنے والا نہایت خبر رکھنے والا ہے ٥ اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے،

۸ ع ۷ ۱۵ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾

اور بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے تمام تعریفیں کیا ہوا ٥

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اے لوگو! میں تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں ٥ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے ٥ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب میں سرتوڑ کوشش کرتے ہیں وہی دوزخ والے ہیں ٥ (الحج: ۵۱-۴۹)

آپ کو پیغام حق سنانے میں ثابت قدم رکھنا

الحج: ۴۹ میں فرمایا: آپ کہیے اے لوگو! میں تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ دائمی طور پر مستقلاً ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہیں اور مشرکین مکہ جو آپ کا انکار اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کا مذاق اُڑاتے ہوئے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہیں وہ آخر کب آئے گا؟ تو آپ اس سے دل برداشتہ اور رنجیدہ نہ ہوں اور ان سے کہیں کہ میں تو تم کو صرف عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں اور تمہاری یہ تند و تیز اور طنز آمیز باتیں اور تمہاری یہ تضحیک مجھے اپنا مشن پورا کرنے اور عذاب سے ڈرانے سے نہیں روک سکیں گی۔

الحج: ۵۰ اور ۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے وعد اور وعید کا ذکر فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے پیغام کو قبول کریں گے اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر ایمان لے آئیں گے اور کفر اور گناہوں کو ترک کر دیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔ اور جو لوگ کفر اور سرکشی میں ڈٹے رہیں گے اور ہماری آیتوں کی تکذیب میں سرتوڑ کوشش کریں گے اور وہ اپنے زعم میں ایسی زبردست مہم چلائیں گے اور ایسے اعتراضات کریں گے جن کی بناء پر وہ ہمارے رسول کو اور رسول کے متبعین کو عاجز کر دیں گے تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

الحج:۵۱ میں فرمایا ہے: والذین سعوا فی ایتنا معجزین اس کا لفظی ترجمہ ہے جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب میں عاجز کر دینے کی حد تک کوشش کرتے ہیں' یعنی ان کا زعم یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب میں ایسے شبہات وارد کریں گے جس کے جواب سے وہ اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو عاجز کر دیں گے' پھر الحج:۵۲ میں ایسے ہی شبہات اور ان شبہات کی وجہ سے نبی کی اس آرزو میں رخنے ڈالنے کا بیان فرمایا ہے کہ نبی کے دین کی اشاعت اور تبلیغ ہو اور اس کی اُمت میں کثرت اور وسعت ہو' پھر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے شبہات کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو راسخ اور محکم کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی اُمت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر) اس کی تمنا (پوری ہونے) میں رخنہ ڈال دیا' سو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو زائل کر دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا' بہت حکمت والا ہے ○ (الحج:۵۲)

الحج:۵۲ کے چند مشہور تراجم

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

ونفرستادیم پیش از تو' ہیچ رسولے و نہ خبر دہندہ از خدا مگر چوں تلاوت کرد بیفگند شیطان در تلاوت او آنچہ خواست پس اجل گرداند خدائے آنچہ در افگندہ باشد شیطان پس ثابت کند خدائے آیت ہائے خود را۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

و نہ فرستادیم پیش از تو' ہیچ فرستادہ و نہ ہیچ صاحب وحی الاچوں آرزوئے بخاطر بست بافگند شیطان چیزے در آرزوئے وے پس دور ے کند خدا آنچہ شیطان انداختہ است باز محکم ے کند خدا آیات خود را۔

شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اس کے کے' پس موقوف کر دیتا ہے اللہ' جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیوں اپنی کو۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب خیال باندھنے (لگا) شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں' پھر اللہ مٹاتا ہے شیطان کا ملایا پھر پکی کرتا ہے اپنی باتیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی متوفی ۱۹۶۱ھ لکھتے ہیں:

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ نبی مگر یہ کہ جب پڑھا تو شیطان نے اپنی طرف سے اپنوں کے لیے بڑھا دیا ان کے پڑھنے میں تو میٹ دیتا ہے اللہ جو شیطان کا القاء ہے پھر مضبوط فرما دیتا ہے اللہ اپنی آیتوں کو۔

حضرت سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

اور ہم نے (غیب کی خبریں دینے والا اپنا مبعوث) کوئی رسول اور نبی آپ سے پہلے نہیں بھیجا مگر اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت کے دوران (لوگوں پر اپنی طرف سے) ڈال دیا تو اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کے ڈالے ہوئے کو اور پھر اپنی آیتیں خوب پکی کر دیتا ہے۔

شاہ ولی اللہ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے اس آیت میں تمنّٰی کا معنی آرزو کیا ہے۔ شیخ تھانوی اور سید مودودی نے بھی یہی معنی کیا ہے اور باقی مترجمین نے تمنّٰی کا معنی 'پڑھا یا تلاوت کیا' کیا ہے' اور مؤخر الذکر معنی ایک روایت پر مبنی ہے جو شدید ترین ضعیف ہے اور بعض نے اس کو موضوع کہا ہے اور تمام محققین علماء' مفسرین اور محدثین نے تمنّٰی کا معنی 'آرزو' کیا ہے۔ پہلے ہم اس شدید ضعیف روایت کا ذکر کریں گے جس کو اس آیت کے شانِ نزول میں بیان کیا جاتا ہے پھر اس روایت کا شدید ضعف بیان کریں گے پھر اس سلسلہ میں مفسرین اور محدثین کی نقول اور تصریحات پیش کریں گے فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

الحج: ۵۲ کا شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۷۱) مشرکوں نے جو سجدہ کیا اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ (النجم: ۲۰-۱۹)

کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ کو اور اس تیسری مناۃ کو۔

تو مشرکین اس بات سے خوش ہوئے کہ قرآنِ کریم میں ان کے بتوں کا ذکر آ گیا اور انہوں نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں مسند بزار اور تفسیر ابن مردویہ میں ایک شدید ضعیف روایت ذکر کی گئی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ومنوۃ الثالثۃ الاخری کی تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں خود یہ الفاظ ملا دیئے یا آپ کی زبان سے جاری کرا دیئے:

تلک الغرانیق العلی فان شفاعتھن ترتجی.

یہ مرغان بلند بانگ ان کی شفاعت کی مقبولیت متوقع ہے۔

یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کر لیا۔ بعد میں جبرئیل نے آ کر عرض کیا آپ نے وہ چیز تلاوت کی جس کو میں لے کر آیا نہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا اور آپ کے استفسار پر بتلایا کہ آپ نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ. (الحج: ۵۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا ہے) جب اس نے آیات کی تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ملائے کو منسوخ کر دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا۔

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے' کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام

marfat.com
Marfat.com

کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے اور سننے والے اس کی آواز آپ کی آواز قرار دیں' اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اُٹھ جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں' وہ آپ کا فرمان نہ ہوں بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو۔ نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا تو جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ اس حال میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے۔ امام ابو منصور ماتریدی' امام بیہقی' امام رازی' قاضی بیضاوی' علامہ نووی' علامہ کرمانی' علامہ بدر الدین عینی' علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین نے ان روایات کو رد کر دیا ہے۔ اہل علم میں سوا علامہ عسقلانی اور علامہ کورانی کے کسی نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا۔ سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی تبلیغ کے پیش نظر اُمت میں وسعت کی تمنا کرتے تو شیطان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک ڈال دیتا۔ مثلاً شجرۃ الزقوم کے بارے میں کہتا جہنم میں درخت کا کیا معنی؟ درخت تو لکڑی کا ہوتا ہے اور آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے پھر جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن میں مکھی کا ذکر آیا تو کہا اتنا بڑا خدا ہے اور اتنی حقیر چیز کی مثال دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ (الانبیاء: ۹۸) — تم اور اللہ کے سوا تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

تو کہا عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کی بھی عبادت کی گئی ہے اگر وہ بھی جہنم میں گئے تو ہمارے بت بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۲۱) — جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے' اسے مت کھاؤ۔

تو کہا کمال ہے خدا کا مارا ہوا حرام ہو اور تمہارا مارا ہوا حلال ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ان تمام شبہات کو زائل کر کے اپنے دین اور اپنی آیات کو محکم فرما دیا۔ اس تفسیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمنّی کا معنی "پڑھا" نہیں بلکہ "آرزو کی" ہے۔ اور اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب بھی اس نے (اپنی اُمت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔" (روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۵۷)

روایت تلک الغرانیق کا متن

امام بزار بیان کرتے ہیں:

امام بزار اپنی سند میں یوسف بن حماد' اُمیہ بن خالد' شعبہ' ابوبشر' سعید بن جبیر کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے' آپ نے سورۃ النجم پڑھی جب اس آیت پر پہنچے "افرایتم اللات والعزی ومنوۃ الثالثۃ الاخری۔" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے "تلک الغرانیق العلی الشفاعۃ منھم ترتجی" "یہ مرغان بلند بانگ' ان کی شفاعت متوقع ہے۔" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ القاء کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو۔ اُمیہ بن خالد مشہور ثقہ ہے یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔ (کشف الاستار ج ۳ ص ۷۲)

علامہ الہیثمی اسی روایت کو امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے فرمایا: میں اس حدیث کو صرف حضرت ابن عباس کی روایت سے جانتا ہوں۔ سورۂ حج کی تفسیر میں اس سے طویل حدیث گزر چکی ہے لیکن وہ ضعیف الاسناد ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۵ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ الہیثمی نے امام طبرانی کی اس دوسری روایت کو عروہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عروہ بن الزبیر تابعی ہیں' انہوں نے زمانہ رسالت کو نہیں پایا تھا۔ اس کا ذکر مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۲۔ ۷۱ میں ہے اور ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۸۔ ۱۵۷ میں بیان کیا ہے۔

روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر بحث ونظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان روایات کی تمام اسانید ہر چند کہ ضعف' انقطاع اور ارسال سے خالی نہیں لیکن چونکہ یہ روایت متعدد اسانید سے منقول ہے' اس لیے اس کی کثرتِ اسانید سے پتا چلتا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹' طبع لاہور)

علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقام بہت بلند ہے اور ہم ان کی عظمتوں کی گردِ راہ کو بھی نہیں پا سکتے لیکن اس کے باوجود معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انقطاع کی صراحت کے ساتھ یہ حدیث بزار اور ابن مردویہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے پھر کلبی' سدی' نحاس' ابن اسحاق' طبری' ابن ابی حاتم اور ابن منذر کی اسانید کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس سے اس روایت کا ذکر کیا ہے اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ اسانید ضعف اور انقطاع سے خالی نہیں ہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے' ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو یہ واقعہ ان عجیب وغریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا۔ جبکہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے پھر صرف حضرت ابن عباس ہی اس کو کیوں روایت کرتے ہیں؟ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی۔ تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا؟ اس روایت کو وضع کر کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کرنے والوں نے اس وقت ابن عباس کی عمر پر بھی غور نہیں کیا۔ تیسری گزارش یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان نے یہ کلمات (تلک الغرانیق العلی) کہلوا لیے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اس پر آپ رنجیدہ ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن وملال کو زائل کرنے کے لیے سورۂ حج کی یہ آیت نازل فرمائی (وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی) اور سورۂ حج مدنی ہے اور سورۂ نجم سن کر مشرکوں کے

marfat.com
Marfat.com

سجدے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا آپ کو جو اس واقعہ سے رنج و ملال ہوا اس کو زائل کرنے کے لیے کئی سال بعد سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بات منطق کے بھی خلاف ہے اور اس من گھڑت روایت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے۔ چوتھی گزارش یہ ہے کہ اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآنِ مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمداً' خطأً' نسیاناً' سہواً کسی طرح غلطی نہیں ہوسکتی پھر یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ بقول اس روایت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے العیاذ باللہ! کفریہ کلمات صادر ہوگئے۔ پانچویں گزارش یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیطان نے یہ کلمات آپ سے کہلوا لیے ہوں۔ ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء

حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض اور ابن عربی نے اس روایت کو رد کیا ہے اور یہی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے لائق ہے۔ کیونکہ ان کلمات کفریہ کے جاری ہونے سے آپ کی زبان کی عصمت' نزاہت اور براءت دلائل کثیرہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ آپ اس چیز سے بری ہیں کہ آپ کے قلب یا زبان پر اس قسم کی کوئی چیز جاری ہو یا شیطان کا آپ پر تسلط ہو یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی عمداً یا سہواً نسبت کریں۔ یہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے محال ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے یہ امر مخفی نہ رہتا۔ (عمدۃ القاری جز ۱۹ ص ۶۶)

قاضی عیاض اس بحث میں لکھتے ہیں اس روایت کو مصنفین کتب صحاح میں سے کسی نے نقل نہیں کیا نہ یہ کسی سند صحیح اور متصل سے مروی ہے۔ اس روایت کو بعض ان مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے جو عجیب و غریب باتوں کو جمع کرنے کے شوق میں ہر قسم کی رطب و یابس اور غلط سلط باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی عیاض نے اس روایت کے راویوں کی فنی کمزوریاں ذکر کی ہیں پھر بکثرت دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کا تسلط محال ہے اور یہ ممکن نہیں کہ قرآنِ مجید کو پہنچاتے ہوئے آپ کی زبان سے وہ بات نکلے جو اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو۔ پھر قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر ایسا ہوا ہوتا تو مشرکین مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے۔ منافقین' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعنہ زنی کرتے اور العیاذ باللہ کئی ضعیف القلب مسلمان مرتد ہو جاتے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ شیطان نے القاء ضرور کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ ان بعض غافل محدثین پر القاء کیا ہے جنہوں نے ضعیف مسلمانوں کے دین میں خلل ڈالنے کے لیے شیطان سے یہ روایت سنی اور (حضرت عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے) مختلف اسانید سے پھیلا دی۔

(الشفا فصلہ ج ۲ ص ۱۰۱-۱۰۶' طبع ملتان)

علامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ تلک الغرانیق العلی والی روایت باطل ہے۔ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً' کیونکہ مشرکین کے خداؤں کی تعریف کرنا کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح نہیں نہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے یہ کہا' العیاذ باللہ آپ اس سے بری ہیں۔ سورۂ نجم کی تفسیر میں بھی علامہ کرمانی نے اس کا رد کیا ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۵۳' ج ۸ ص ۱۱۶)

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت میں ہے کہ مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باطل خداؤں کی تعریف کی تھی' یہ باطل قول ہے اور زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ (مرقات ج ۳ ص ۴۲' طبع ملتان)

marfat.com

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ یہ عقلاً اور نقلاً وجوہ کثیرہ سے باطل ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۲ لکھنؤ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمنّٰی کا معنی "پڑھا" کرنا صحیح بخاری کی اس حدیث پر مبنی ہے:

وقال ابن عباس فی امنیتہ اذا حدث القی الشیطن فی حدیثہ فیبطل اللہ مایلقی الشیطان ویحکم آیاتہ و یقال امنیتہ قراتہ.

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۹۳، کراچی)

حضرت ابن عباس نے امنیۃ کی تفسیر میں کہا جب آپ بات کرتے تو شیطان آپ کی بات میں کچھ ڈال دیتا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر دیتا اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا۔ امنیۃ کا معنی ہے اس کا پڑھنا۔

یہ امام بخاری کی (سند کے ساتھ) روایت نہیں ہے۔ انہوں نے بغیر سند کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق امام بخاری کی تعلیقات میں شدید ترین ضعیف احادیث بھی ہیں۔

حافظ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس قسم کے واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور نزاہت پر دلیل قائم ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے دل یا زبان پر ایسی کوئی چیز بھی جاری ہو عمداً نہ سہواً یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی سبیل نکال سکے یا آپ اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں عمداً نہ سہواً۔ عقل کے نزدیک بھی یہ واقعہ محال ہے اگر یہ واقعہ ہوتا تو بکثرت مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے اور آپ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی نہ رہتا۔

(عمدۃ القاری جز ۱۹ ص ۶۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء

قاضی ابوبکر بن العربی نے دس وجوہ سے اس روایت کو باطل کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب نبی کے پاس فرشتہ کو وحی دے کر بھیجتا ہے تو اس میں ایک علم پیدا کرتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے ورنہ نبی کو کیسے یقین ہو گا کہ یہ اللہ کی وحی ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان آ کر کچھ کلمات پڑھے اور آپ کو پتا نہ چلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفر و شرک سے معصوم رکھا ہے اور جو شخص ایک آن کے لیے بھی آپ پر کفر کو جائز رکھے وہ خود اسلام سے خارج ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ بتوں کی تعریف کرنا اور ان کو شفاعت کرنے والا کہنا کفر ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلچھٹ ہیں ہم بھی ان کلمات کا کفریہ ہونا جانتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی معرفت کرائی ہے کب ان کلمات کے کفر سے غافل ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے اسی طرح باقی وجوہات بیان کیں اور آخر میں فرمایا کہ یہ تمام روایات باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۰۳-۱۳۰۰، بیروت)

علامہ نسفی اس روایت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس روایت کے مطابق اگر آپ نے یہ کلمات عمداً کہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ کفر ہے اور اگر شیطان نے بزور آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرائے تو یہ بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ (الاسراء: ۶۵)

(اے شیطان) تجھے میرے خاص بندوں پر تسلط نہیں ہو سکتا۔

تو حضور پر بطریق اولیٰ تسلط نہیں ہو گا یا سہو اور غفلت کی وجہ سے یہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے۔ یہ

marfat.com

Marfat.com

بھی باطل ہے کیونکہ وحی پہنچاتے ہوئے اس قسم کی غفلت آپ پر جائز نہیں ہے ورنہ شریعت سے بالکلیہ اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ. (حٰمٓ السجدہ: ۴۲) (قرآن میں) باطل نہ سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

یعنی غیر قرآن' قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر: ۹) ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۱۲ 'پشاور)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں کہ یہ روایت قرآن' سنت اور عقلی دلائل سے باطل ہے پھر انہوں نے اس کے بطلان پر قرآن مجید کی سات آیات پیش کی ہیں' اور سنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ روایت زندیقوں نے گھڑی ہے اور اس پر انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی' اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا یہ قصہ از روئے روایت ثابت نہیں ہے اور انہوں نے اس روایت کے تمام راویوں پر کلام کیا اور یہ واضح کیا کہ اس کے تمام راوی مطعون ہیں۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی جس کو سن کر تمام مسلمانوں' مشرکوں اور جن وانس نے سجدہ کیا اور اس میں غرانیق کا قصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے اس روایت کے بطلان پر پانچ عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پہنچانے میں شیطان آپ کی زبان سے وہ کلمات کہلوا دے جو قرآن نہیں ہیں تو شریعت سے بھروسہ اور اعتماد اُٹھ جائے گا اور ہر آیت میں یہ احتمال ہوگا کہ شاید یہ غیر قرآن ہو اور یہ بداہتہً باطل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۸-۲۳۷ 'مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا ○ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْہِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ○ (الاسراء: ۷۴-۷۳) وہ آپ کو ہماری وحی سے لغزش دینے کے قریب تھے تاکہ آپ ہم پر کوئی بات گھڑ دیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔

ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ پر افتراء باندھنے سے محفوظ اور معصوم رکھا اور اس روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ پر افتراء باندھا اور وہ بات کہی جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی۔ نیز یہ ہے کہ آپ نے کہا "میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کا کلام کہا" لہٰذا یہ روایت صراحتاً ان آیتوں کے خلاف ہے اور ان کی ضد ہے۔ پس یہ روایت اگر سند صحیح سے بھی وارد ہوتی تو مردود قرار دی جاتی اور جب فی الواقع اس کی سند صحیح نہیں ہے تو یہ کیونکر نہ مردود ہوگی۔ نیز علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہم اس روایت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں' اس کی کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۷۶-۷۵ 'دار الفکر بیروت)

علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں کہ ابن عطیہ' زمخشری اور بعض دوسرے مفسرین نے اس جگہ ایسی چیزیں لکھی ہیں جن کا وقوع

marfat.com

Marfat.com

عام مسلمانوں سے بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کی نسبت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے' جامع السیرۃ النبویہ امام محمد بن اسحاق سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اس پر انہوں نے ایک مستقل کتاب لکھی' اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا کہ از روئے روایت یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور اس کے تمام راوی مطعون ہیں اور صحاح اور حدیث کی دیگر معتبر کتب میں یہ قصہ نہیں ہے اور اس قصہ کو پھینک دینا واجب ہے' اس لیے میں نے اپنی کتاب کو اس قصہ کے ذکر سے پاک رکھا ہے۔ جن لوگوں نے اس قصہ کو نقل کیا ہے ان پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ قرآن مجید میں یہ آیات تلاوت کرتے ہیں:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ۴-۱)

قسم ہے روشن ستارے کی جب وہ زمین پر اُترا۔ تمہارے آقا نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ ان کا فرمانا صرف وحی سے ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور یہ آیت پڑھتے ہیں:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (یونس: ۱۵)

مجھے حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں' میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

اور ان آیات کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بھی منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن مجید پہنچاتے ہوئے اس میں کچھ اور کلمات ملا دیئے۔ (البحر المحیط ج ۷ ص ۵۲۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ آلوسی نے ص ۲۶۴ سے لے کر ص ۲۷۶ تک اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابراہیم کورانی نے اس روایت کی جس قدر تاویلات بیان کی ہیں سب کا چن چن کر رد کیا ہے۔ اس بحث میں انہوں نے حصص الاتقیاء سے شیخ ابومنصور ماتریدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ شیطان نے اپنے زندیق اور بے دین چیلوں کے دلوں میں تلک الغرانیق کا وسوسہ ڈالا ہے تا کہ وہ ضعیف مسلمانوں کو دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کریں حالانکہ بارگاہِ رسالت پناہ اس قسم کی خرافات سے بری ہے۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۷۶-۲۶۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ ابومنصور ماتریدی کی طرح قاضی عیاض نے بھی یہی لکھا ہے اور اس کی تائید میں حضرت ملا علی قاری نے یہ آیت پیش کی:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ (الانعام: ۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا شیاطین انس اور جن کو دشمن بنا دیا' یہ ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) بہکانے کے لیے پہنچاتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے پس آپ انہیں اور ان کے بہتان کو چھوڑ دیں۔

اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دُور رہو وہ تم سے دُور رہیں تا کہ وہ تمہیں گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ نیز آپ نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے وہ تم کو ایسی حدیثیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دُور رہو وہ تم سے دُور رہیں تا کہ وہ تم کو گمراہ کر سکیں نہ فتنہ

marfat.com

Marfat.com

میں ڈال سکیں۔ (شرح الشفاء ج ۴ ص ۹۲ بیروت)

ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے الحج: ۵۲ کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

تنویر المقباس' جامع البیان' کشاف' مدارک' روح البیان' جلالین' درمنثور' جمل' تفسیر مظہری اور تفاسیر شیعہ میں سے تبیان' مجمع البیان اور قمی میں ان روایات پر اعتماد کیا گیا ہے' جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ والنجم کی آیات تلاوت کر رہے تھے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیئے تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن ترتجی اور سورۂ الحج: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا تو جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ اس کے برخلاف الجامع لاحکام القرآن القرطبی' احکام القرآن لابن العربی' تفسیر ابن کثیر' تفسیر ثعالبی' احکام القرآن للجصاص' غرائب القرآن ورغائب الفرقان' زاد المسیر' فتح البیان اور تفسیر منیر میں ان روایات کو مسترد کر دیا ہے اور برسبیل تنزل ان کی یہ توجیہ کی ہے کہ جب آپ نے تلاوت کے دوران وقفہ کیا تو شیطان نے آپ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر اس وقفہ میں یہ کہا تلک الغرانیق العلی' ان شفاعتھن ترتجی اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں' اور تفسیر مراغی' نظم الدرر اور تفسیر صاوی نے سورۂ حج: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول یا نبی کو بھیجا تو اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کے سننے والوں کے دلوں میں اس تلاوت کے خلاف شبہات ڈال دیئے' اور البحر المحیط' تفسیر بیضاوی' خفاجی' تفسیر مدارک' خازن' روح المعانی' تفسیر کبیر' الاساس فی التفسیر' المحرر الوجیز' اضواء البیان' تفسیر قاسمی' الجواہر للطنطاوی' فی ظلال القرآن' فتح القدیر اور تفاسیر شیعہ میں سے منہج الصادقین اور تفسیر نمونہ میں ان روایات کو بہ کثرت دلائل سے مسترد کر دیا ہے اور سورۂ حج: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا اور اس نے (اپنی اُمت کے بڑھنے کی) تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر) اس تمنا میں خلل ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں کو مٹا دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا۔ اور ہمارے نزدیک یہی تفسیر صحیح ہے اور جن اہل سنت مفسرین اور مترجمین نے اس کے خلاف ترجمہ اور تفسیر کی ہے وہ صحیح العقیدہ علماء ہیں اگر وہ بھی زیادہ غور و خوض سے کام لیتے اور زیادہ تحقیق اور جستجو کرتے تو امید ہے کہ وہ بھی اسی ترجمہ اور تفسیر کو اختیار کرتے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہم نے اس روایت کی فنی نوعیت واضح کی ہے اور جلیل القدر محدثین اور مفسرین کی آراء بھی بیان کی ہیں جن سے اس روایت کا من گھڑت اور جھوٹ ہونا واضح ہو گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں۔ اس جواب کو بعض علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا' اسی طرح آپ کی آواز کی مثل بھی نہیں بنا سکتا' کیونکہ مماثلت کی نفی یا اس وجہ سے ہے کہ ہدایت اور گمراہی میں اشتباہ نہ ہو یا تعظیم کی وجہ سے ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی مثل پر قادر ہو تو یہ تعظیم کے خلاف ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی نقل اُتار سکے اور لوگ شیطان کی آواز کو آپ کی آواز سمجھ لیں تو ہدایت گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔ بعض علماء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ شیطان کی آواز سنتے تھے کیونکہ جنگِ بدر میں شیطان نے کفار سے کہا تھا کہ "لاغالب لکم الیوم" اور جنگِ احد میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے" لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں شیطان کی آواز' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی نہ کسی نے اس کی آواز کو آپ کے مشابہ سمجھا تھا پھر اس سے اس پر کیسے

marfat.com

Marfat.com

استدلال ہوسکتا ہے کہ شیطان آپ کی آواز کی مشابہت کرسکتا ہے۔
میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی اس لیے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ میں اس پر بہت عرصہ سے غور وفکر کرتا رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے یہ بحث ابریز میں پڑھی جس میں سیدی غوث عبدالعزیز دباغ قدس سرہ نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا اور سورۂ حج کی زیر بحث آیت: ۵۲ کا صحیح محمل بیان کیا۔ اس کے بعد میں اس پر مسلسل مطالعہ کرتا رہا۔ میں نے اپنے معاصر علماء سے اس روایت کے بارے میں مذاکرہ بھی کیا' میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جید علماء نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کرلیا ہے جس کو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ تاہم یہ علماء صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انہوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کر دے۔ اے اللہ! تو گواہ ہے کہ میں شخصیت پرست نہیں ہوں' اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے۔ میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقامِ رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے۔ اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لیے توشہ آخرت اور مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنا دے' مصنف کو بیش از بیش خدمتِ دین کی توفیق دے اور اس کا ایمان پر خاتمہ فرما اور دارین کی نعمتیں اور سعادتیں اس کا مقدر کر دے۔

آمین یارب العالمین! والحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ وعلی آلہ واصحابہ و ازواجہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہو چکے ہیں' بے شک ظالم لوگ بہت دُور کی مخالفت میں ہیں ○ (الحج: ۵۳)

جن کے دلوں میں بیماری ہے' ان سے مراد منافقین ہیں جن کے دلوں میں شکوک اور شبہات کی بیماری ہے۔ اور جن کے دل سخت ہو چکے ہیں ان سے مراد کفار ہیں۔ شیطان نے یہ شبہات ڈالے تھے کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ دوزخ میں شجرۃ الزقوم ہے تو آگ میں درخت کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اللہ تو سب سے بڑا ہے اس نے مچھر کی مثال کیوں دی ہے' اسی طرح کے دوسرے شبہات ڈالے جن کا بیان گزر چکا ہے۔ سو منافقین تو ان شبہات کی بنیاد پر اسلام کے خلاف مہم چلائیں گے اور کفار کو ان شبہات کی وجہ سے اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہنے کا اور موقع ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اہل علم ہیں ان کو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے پس وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اسی کی طرف جھک جائیں اور بے شک اللہ ایمان والوں کو ضرور صراطِ مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے ○ (الحج: ۵۴)

ایک قول یہ ہے کہ اہل علم سے مراد مومنین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں۔
نیز اس آیت میں فرمایا یہ حق ہے' مقاتل نے کہا اس سے مراد ہے کہ یہ قرآن حق ہے۔ کلبی نے کہا شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کا منسوخ ہونا حق ہے' اور فرمایا: اور اللہ ایمان والوں کو ضرور صراطِ مستقیم دکھانے والا ہے جس سے وہ جان لیں گے کہ شیطان کے یہ ڈالے ہوئے شبہات باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس کے متعلق ہمیشہ شک میں ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت ٹوٹ

marfat.com
Marfat.com

پڑے یا ان کے پاس بے رحم دن کا عذاب آ جائے O (الحج: ۵۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کفار کو قیامت تک کی طویل زندگی بھی مل جائے تو وہ پھر بھی اسلام اور قرآن مجید کے حق ہونے کے متعلق شکوک اور شبہات ہی میں مبتلا رہیں گے۔

یوم عقیم کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے یا ان کے پاس یوم عقیم کا عذاب آ جائے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

عقم اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ محاورہ ہے' عقمت مفاصلہ اس کے جوڑ خشک ہو گئے اور لاعلاج مرض کو داء عقام کہتے ہیں' اور عقیم اس عورت کو کہتے ہیں جو مرد کا نطفہ قبول نہیں کرتی۔ حضرت سارہ نے کہا: قالت عجوز عقیم (الذاریات: ۲۹) میں بوڑھی بانجھ ہوں۔ ریح عقیم اس ہوا کو کہتے ہیں جو بادل لے کر آئے نہ کسی درخت میں پھل لائے:

اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ O جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی ہوا بھیجی۔

(الذاریات: ۴۱)

جو چیز کسی خیر کا اثر قبول نہ کرے اس کو بھی عقیم کہتے ہیں اس بناء پر یوم عقیم کا معنی ہے وہ دن جس میں کوئی خیر نہ ہو۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس دن کو یومِ عقیم اس لیے فرمایا کہ کفار اس دن میں کوئی راحت اور کسی قسم کا آرام نہیں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں گے O اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان ہی لوگوں کے لیے ذلت والا عذاب ہے O (الحج: ۵۷-۵۶)

اس ملک سے مراد قیامت کا دن ہے اور وہی جزا اور سزا کا دن ہے' اس دن مومنوں اور صالحین کو ان کی نیکیوں پر اجر دیا جائے گا اور کافروں اور مکذبوں کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیئے گئے یا وہ (طبعی موت) مر گئے اللہ ان کو ضرور عمدہ رزق عطا فرمائے گا اور اللہ سب دینے والوں سے بہتر دینے والا ہے O اللہ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے وہ راضی ہوں گے اور بے شک اللہ خوب جاننے والا بردبار ہے O (الحج: ۵۹-۵۸)

آیا اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے اور طبعی موت مرنے والے دونوں کا اجر برابر ہے

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد جب مدینہ میں فوت ہو گئے تو بعض لوگوں نے کہا جو اللہ کی راہ میں فوت ہو جائے وہ اس سے افضل ہے جو طبعی موت مرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ مہاجرین میں سے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے یا جو طبعی موت مرے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو رزق حسن عطا فرمائے گا' یعنی دونوں کا مرتبہ برابر ہے اور ظاہر شریعت کی اس پر دلالت ہے کہ شہید افضل ہے۔ اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانے والا اور اللہ کی راہ میں مرنے والا دونوں شہید ہیں لیکن اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے کا مرتبہ اور اس کی فضیلت زیادہ ہے' اور بعض نے کہا کہ دونوں کا مرتبہ زیادہ ہے اور انہوں نے اس آیت سے اور حسب ذیل آیت اور احادیث

marfat.com

Marfat.com

سے استدلال کیا ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (النساء: ١٠٠)

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلا پھر اس کو موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ثابت ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم حرام بنت ملحان کے گھر گئے' آپ نے وہاں پر تکیہ لگا لیا پھر آپ ہنسے' انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں سمندر میں جہازوں پر سواری کریں گے' وہ جہاز بادشاہوں کے تخت کی طرح ہوں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو ان میں سے کر دے' پھر آپ دوبارہ ہنسے' انہوں نے پھر اس کی وجہ پوچھی یا اس کی مثل کہا۔ آپ نے پھر پہلے کی طرح کہا حضرت اُم حرام نے کہا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلوں میں سے ہو اور دوسروں میں سے نہیں ہو۔ حضرت انس نے کہا پھر حضرت اُم حرام نے حضرت عبادہ بن الصامت سے شادی کی' وہ بنت قرظہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں' جب وہ واپس لوٹیں تو ایک سواری پر سوار ہوئیں اس سواری نے ان کو گرا دیا اور اس سے وہ فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۸۷-۲۷۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۱)

وجہ دلالت یہ ہے کہ حضرت اُم حرام اللہ کی راہ میں قتل نہیں کی گئی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شمار اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں میں کیا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا پھر مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے' یا اس کو اس کے گھوڑے نے گرا دیا یا اس کو کسی سانپ یا بچھو نے ڈس لیا یا وہ بستر پر مر گیا یا جس طرح اللہ نے چاہا وہ طبعی موت مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۹' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۲۶۰۹)

عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ایک جہاد میں منجنیق کے پتھر لگنے سے فوت ہوا اور دوسرا شخص طبعی موت سے فوت ہوا۔ فضالہ بن عبید اس شخص کے پاس بیٹھ گئے جو طبعی موت سے فوت ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا آپ شہید کو چھوڑ کر اس کے پاس بیٹھ گئے ہیں' انہوں نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں ان دونوں میں سے کسی کی قبر سے بھی اُٹھایا جاؤں پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ (الحج: ۵۸)

اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیئے گئے یا وہ (طبعی موت) مر گئے' اللہ ضرور ان کو عمدہ رزق عطا فرمائے گا۔

اور سلیمان بن عامر نے کہا کہ فضالہ بردوس ایک علاقہ کے امیر تھے' وہ دو آدمیوں کے جنازہ پر گئے ایک قتل کیا گیا تھا اور دوسرا طبعی موت مرا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کا میلان اس شخص کی طرف تھا جو قتل کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا یہ کیا وجہ ہے کہ تم مقتول کی طرف میلان کر رہے ہو' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے

marfat.com

Marfat.com

کہ مجھے دونوں میں سے کس کی قبر سے اُٹھایا جاتا ہے پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

(تفسیر الثعالبی' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۸۲)

میری رائے یہ ہے کہ افضل تو وہی ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اور ان احادیث اور آثار میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے مجاہدین کے ساتھ نکلا پھر اس کو طبعی موت نے آلیا تو اس کی نیت اور جہاد کے لیے اس کے نکلنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی وہی ثواب عطا فرمائے گا جو شہید کو عطا فرماتا ہے۔ ان احادیث اور آثار کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر طبعی موت مرنے والا اجر و ثواب میں شہید کے برابر ہے۔

اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے کا اجر و ثواب

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی کیا جائے۔ (اس کی سند ضعیف ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۳۰۰)

حضرت عبداللہ بن حبشی الخثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا (نماز میں) لمبا قیام۔ پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا مفلس کی کمائی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے ان چیزوں سے ہجرت کر لی جن کو اللہ نے اس پر حرام کر دیا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے اپنے مال اور اپنی جان سے مشرکین کے خلاف جہاد کیا پھر پوچھا گیا کون سا قتل ہونا سب سے مکرم ہے؟ آپ نے فرمایا جس کا خون بہایا گیا اور اس کا گھوڑا زخمی کر دیا گیا۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۴۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۲۵' ۵۰۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور اس میں مشک کی خوشبو آ رہی ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۵۳)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک شہید کی چھ خصوصیات ہیں: پہلی بار جب اس کے جسم سے خون نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور وہ جنت میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لیتا ہے' اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے' اور وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے مامون رکھا جاتا ہے' بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے' اور اس کے ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۱' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۱۸۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام جنگِ اُحد کے دن شہید کر دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تمہارے رب عزوجل نے تمہارے والد سے کیا ارشاد فرمایا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے حجاب کی اوٹ سے کلام فرمایا اور تمہارے والد سے بالمشافہ کلام فرمایا۔ پس فرمایا اے میرے بندے مجھ سے تمنا کر میں تجھے عطا کروں گا۔ انہوں نے کہا اے

marfat.com
Marfat.com

میرے رب تو مجھے (دوبارہ) زندہ کر دے میں دوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ فرمایا: میرے علم میں پہلے سے یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔ انہوں نے کہا اے میرے رب! تو ان کو میری خبر دے دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا -الایۃ: (آل عمران:۱۶۹)
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ گمان مت کرو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۰، ۱۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۱، اس کی سند حسن ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے سوا اہل جنت میں سے کوئی شخص یہ خواہش نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹا دیا جائے۔ شہید یہ چاہے گا کہ اس کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ وہ چاہے گا کہ اس کو دس بار اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے کیونکہ وہ دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنی عزت عطا فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۱۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴۱۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۶۲، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۷۹، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۳، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۶۲۷، مسند ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۹۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کو قتل ہونے کے وقت اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی تم میں سے کسی ایک کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۶۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۲، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۵۵، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۴، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اس لیے ہے کہ جس نے اتنی ہی اذیت پہنچائی جتنی اسے اذیت پہنچائی گئی تھی، پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے ○ (الحج: ۶۰)

سزا بہ قدر جرم دینا عدل ہے

یعنی ہم نے تم سے جو بیان کیا ہے، وہ اسی طرح ہے، مقاتل نے کہا یہ آیت مکہ کے ان مشرکین کے متعلق نازل ہوئی جب رجب شروع ہونے سے دو دن پہلے مسلمانوں کے ساتھ مشرکوں کا ٹکراؤ ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب حرمت والے مہینوں میں قتال مکروہ جانتے ہیں سو انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا، پس مسلمانوں ثابت قدم رہے اور اللہ نے مشرکین کے خلاف ان کی مدد فرمائی پھر حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں خطرہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۵۶، زاد المسیر ج ۵ ص ۴۴۶)

جس شخص نے کسی شخص کو اس کے جرم کی اتنی ہی سزا دی جتنا اس کا جرم ہے تو یہ جرم نہیں بلکہ عدل اور انصاف ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی کا دانت توڑا تو اس کا دانت توڑنا جرم ہے اور اس کے بدلے میں اس کا دانت توڑنا عدل اور انصاف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰)
برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ. (البقرہ: ۱۹۴)
جس نے تم پر زیادتی کی تو تم بھی اس کے اوپر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قصاص کے تمام احکام اسی اصول پر مبنی ہیں۔

تلوار سے قصاص لینے میں اختلاف فقہاء

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے کسی کو آگ سے جلایا ہم اس کو آگ سے جلانے کی سزا دیں گے اور جس شخص نے کسی کو دریا میں غرق کیا ہم اس کو دریا میں غرق کرنے کی سزا دیں گے' اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا بلکہ قاتل کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ ظالم سے ویسا ہی بدلہ لے جیسا اس نے مظلوم پر ظلم کیا ہے اور اس کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوحنیفہ پر امام رازی کے اعتراض کا جواب

ہم کہتے ہیں کہ قصاص (بدلہ) لینے میں مماثلت واجب نہیں ہے مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہے اے زانی! اور وہ بھی بدلہ لینے کے لیے اس کو کہے تم زانی ہو یا اے زانی کہے تو دونوں پر حد قذف لگے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں مماثلت شرعی حدود کے اندر ہوگی اور جو شخص کسی کو آگ میں جلا دے اس کے بدلہ میں اس کو آگ میں جلانا صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا اگر تم کو فلاں فلاں شخص مل جائیں تو ان کو آگ میں جلا دینا' پھر جب ہم نکلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ حکم دیا تھا کہ ان دونوں کو آگ میں جلا دینا لیکن آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دیتا' اگر تم کو وہ دونوں مل جائیں تو تم ان دونوں کو قتل کر دینا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۷۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۵۴' عالم الکتب)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو آگ میں جلا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب سے عذاب مت دو اور میں ان کو ضرور قتل کر دیتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۵۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۱' عالم الکتب' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۳۳)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلوار کے سوا کسی چیز سے قصاص لینا جائز نہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلوار کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوبکرہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۶۸' ۲۶۶۷' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۰۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳' ج ۸ ص ۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۵۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۴۴' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۸۰۷)

بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دینا بہتر ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ	اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس شخص نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے'

marfat.com
Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الشوریٰ: ۴۰) بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ: ۴۳) اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو وہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (البقرہ: ۲۳۷) اور اگر تم معاف کر دو تو یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

زیر تفسیر آیت میں بدلہ لینے کی اجازت دینے کے بعد فرمایا ہے: بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا' بہت بخشنے والا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا ہے افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ انسان اپنا بدلہ نہ لے اور صبر کرے اور معاف کر دے' لیکن اگر اس نے تقاضائے بشریت سے بدلہ لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کی اس تقصیر کو معاف کر دوں گا کیونکہ میں نے ہی اس کو بدلہ لینے کی اجازت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں معاف کرنے اور بخشنے کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ اپنے بندہ کو معاف کر دیتا ہے اور سزا نہیں دیتا' تو بندہ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی بدلہ نہ لے اور معاف کر دے اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی صفت کا مظہر بنے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سیرت ہے کہ آپ بدلہ نہیں لیتے تھے' معاف فرما دیتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بے ہودہ باتیں کرتے تھے نہ تکلفاً' اور نہ بازار میں چلاتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی زیادتی کی گئی میں نے آپ کو کبھی اس کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا ماسوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو توڑا جائے اور جب اللہ کی حدود کو توڑا جاتا تو آپ سب سے زیادہ غضب فرمانے والے تھے' اور آپ کو جب بھی دو چیزوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان جانب کو اختیار فرماتے تھے بہ شرطیکہ وہ جانب گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۶' ۳۵۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اس لیے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے ۝ (الحج: ۶۱)

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا محمل

اللہ نے اس سے پہلی آیت میں جو فرمایا ہے کہ وہ مظلوم کی مدد پر قادر ہے یہ ارشاد اسی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت قادر ہے اور یہ اس کی قدرت کے آثار میں سے ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے۔ سو جو رات اور دن میں تصرف فرماتا ہے وہ مصیبت زدہ کی مدد پر ضرور قادر ہے۔

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب اندھیرا چلا جاتا ہے تو روشنی آ جاتی ہے اور جب روشنی چلی جاتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ کبھی راتوں کی مقدار کم کر کے دن کو زیادہ کر دیتا ہے اور کبھی دن کی مقدار کم کر کے رات کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل

marfat.com
Marfat.com

ہے' بے شک اللہ بہت بلند نہایت بڑا ہے O (الحج: ۶۲)

اس سے پہلے جو اللہ نے اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے وہ اسی طرح ہے کیونکہ اللہ ہی حق ہے یعنی وہی ایسا موجود ہے جس کا وجود واجب لذاتہٖ ہے' اس پر تغیر اور زوال ممتنع اور محال ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وعد اور وعید کے کرنے پر قادر ہے اور اس کی عبادت کرنا حق ہے اور اس کے غیر کی عبادت کرنا باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز ہو گئی' بے شک اللہ بہت لطف کرنے والا' نہایت خبر رکھنے والا ہے O (الحج: ۶۳)

اللہ اپنی مخلوق پر بہت رحیم ہے اور ان کی ضروریات کی خبر رکھنے والا ہے' اس لیے اس نے آسمان سے پانی نازل فرما کر زمین میں سبزہ' غلہ اور پھل وغیرہ پیدا فرمائے تاکہ انسانوں اور حیوانوں کی غذا کا سامان فراہم ہو' اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو اس تمام کائنات کو بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے' تمام تعریفیں کیا ہوا O (الحج: ۶۴)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کائنات اپنے اختیار سے یا بغیر اختیار کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کائنات میں ہر قسم کا تصرف فرما رہا ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے اور وہ کسی کی تعریف کرنے سے بھی مستغنی ہے۔ اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی حکمت سے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اناج پیدا فرمایا۔ یہ اس کی انسانوں اور حیوانوں پر رحمت ہے اور اس کا انعام اور احسان ہے' اسے اس کی ضرورت اور غرض نہ تھی سو وہی حمد کا مستحق ہے' اس لیے اس کا حمد کیا ہوا ہونا واجب ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے نفع کے لیے مسخر کر دی ہیں اور اسی کے حکم سے

تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ

سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اور وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے

تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

روکے ہوئے ہے مگر اس کی اجازت سے، بے شک اللہ لوگوں پر بہت

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَحْيَاكُمْ ز

شفقت کرنے والا، بہت مہربانی کرنے والا ہے O وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ

پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا، بے شک انسان

marfat.com

Marfat.com

لَكَفُورٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ

بہت ناشکرا ہے ○ ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کردیا ہے جس کے موافق

نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ

وہ عبادت کرنے والے ہیں تو انہیں اس (طریقہ) میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور آپ انہیں اپنے

إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿۶۷﴾ وَ

رب کی طرف دعوت دیں، بے شک آپ ضرور سیدھے راستہ پر ہیں ○ اور

إِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ

اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیں کہ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے ○ اور اللہ قیامت کے دن

بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾

تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ○

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے،

إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾

بے شک یہ سب ایک کتاب میں (مرقوم) ہے، بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے ○

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ

اور یہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت پر اللہ نے

سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُم بِهِ عِلْمٌ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جن کے معبود ہونے کا انہیں خود بھی کوئی علم نہیں ہے اور ظالموں کا کوئی

مِن نَّصِيرٍ ﴿۷۱﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

حامی نہیں ہے ○ اور جب ان پر ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو

marfat.com

Marfat.com

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ

آپ کافروں کے چہروں پر ناگواری کو پہچان لیتے ہیں

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ

لگتا ہے کہ وہ ہماری آیتیں تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر

اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ

بیٹھیں گے، آپ کہیے کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ بری خبر دوں،

اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ

وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کفار سے وعدہ کیا ہے اور وہ

الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا ع ۹ / ۸ / ۱۶

برا ٹھکانا ہے ○ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے

لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ

سنو، بے شک تم جن چیزوں کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ سب

يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ

مل کر بھی ہرگز ایک مکھی کو (بھی) پیدا نہیں کر سکتے، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین

الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ

کر لے جائے تو یہ اس سے واپس نہیں لے سکتے، طالب

الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

اور مطلوب دونوں کمزور ہیں ○ انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی

قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ

قدر کرنے کا حق تھا، بے شک اللہ نہایت قوی بے حد غالب ہے ○ اللہ فرشتوں میں سے

marfat.com

Marfat.com

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے ، بے شک اللہ بہت

سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ

سننے والا بہت دیکھنے والا ہے ○ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے ○ اے ایمان والو

ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا

رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے

الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ ۩ وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ

کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو

حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی

جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے ، اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس نے تم پر

الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ

دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ، (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے ، اس نے

الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ

اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں

الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں

عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

پر گواہ ہو جاؤ ، پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

marfat.com

Marfat.com

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى

اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے تو کیا اچھا مالک ہے

وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ۱۰ ۶ ۱۷

اور کیا اچھا مددگار ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے نفع کے لئے مسخر کر دی ہیں اور اسی کے حکم سے سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اور وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے' مگر اس کی اجازت سے' بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا' بہت مہربانی کرنے والا ہے ۝ (الحج: ۶۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے مطیع اور تمہارے تابع بنا دی ہیں' پتھر سے زیادہ کوئی سخت چیز نہیں اور لوہے سے زیادہ کوئی وزنی چیز نہیں اور آگ سے زیادہ گرم کوئی چیز نہیں اور ان سب چیزوں کو تمہاری قدرت اور دسترس میں کر دیا' اسی طرح حیوانات پر تم کو متمکن کر دیا' تم ان کو کھاتے ہو' ان پر سواری کرتے ہو اور ان پر بوجھ لادتے ہو اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہو' اونٹ' بیل اور گھوڑے کتنے قوی ہیکل جانور ہیں اس کے باوجود ان کو کمزور سے کمزور انسان کے تابع کر دیا وہ جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے۔

اور دریاؤں اور سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو تمہارے تابع کر دیا اور کشتیوں کو تابع کرنا اس کو متضمن ہے کہ ہوا اور پانی کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کیونکہ ان ہی کی وجہ سے کشتیاں رواں دواں رہتی ہیں۔

انسان کا ظاہر وہم یہ سمجھتا ہے کہ آسمان بہت ثقیل اور وزنی ہے اور اس کو زمین پر گرنے سے صرف اللہ روکے ہوئے ہے اور جب اللہ اجازت دے گا تو آسمان زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا' پھر تم کو زندہ کرے گا' بے شک انسان بہت ناشکرا ہے ۝ (الحج: ۶۶)

یعنی جس نے تمہارے نفع کے لئے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے اور تم پر انعام کیا ہے اسی کا تم پر یہ انعام ہے کہ اس نے پانی کی ایک بوند سے تم کو پہلی بار زندگی دی' پھر تم کو موت دی اور دوسری بار زندگی دے کر آخرت کی نعمتوں کا دروازہ تم پر کھول دیا' اللہ تعالیٰ نے تم پر اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں سوچو کہ تم اس کا کتنا شکر ادا کرتے ہو اور فرمایا کہ بے شک انسان بہت ناشکرا ہے کیونکہ انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتی فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا: ۱۳) اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ہر امت کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے موافق وہ عبادت کرنے والے ہیں تو انہیں اس (طریقہ) میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اور آپ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دیں' بے شک آپ ضرور سیدھے راستہ پر ہیں ۝ (الحج: ۶۷)

منسک کے معنی کی تحقیق

منسلک کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد عید کا دن ہے جس میں وہ جانور ذبح

marfat.com

Marfat.com

[ک]رتے ہیں' (۲) مجاہد نے کہا منسک کا لفظ قربانی کے جانوروں کے لئے مخصوص ہے۔ (۳) کسی عبادت کی ادائیگی کے لئے [ع]رف میں جو جگہ یا جو وقت معین ہو اس کو منسک کہتے ہیں۔ (۴) قفال کا مختار یہ ہے کہ منسک کا معنی ہے شریعت اور عبادت [ک]رنے کا مخصوص طریقہ اور یہ معنی اس آیت کے قریب ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدۃ: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے عبادت کا ایک مخصوص منشور اور دستور مقرر کر دیا ہے۔

اور منسک کا لفظ نسک سے بنا ہے جس کا معنی عبادت ہے اور جب منسک کا لفظ ہر عبادت پر بولا جاتا ہے تو اس کو کسی ایک طریقہ عبادت کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے منسک کے لفظ کو ذبح پر محمول کیوں نہیں کیا کیونکہ عرف میں نسک کے لفظ سے قربانی کا ہی معنی سمجھا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ عرف میں نسک کے لفظ سے قربانی کا ہی معنی سمجھا جاتا ہے کیونکہ عرف میں تمام افعال حج کو مناسک کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خذوا عنی مناسککم (سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۵) مجھ سے اپنے حج کے ارکان اور افعال کا علم حاصل کرو۔

پھر آپ اپنی امت کی عبادت کرنے کے لئے جو طریقہ بھی مقرر کریں اس پر کسی کو اعتراض اور بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ہر نبی نے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات' رسم و رواج اور تہذیب و ثقافت کے اعتبار سے مخصوص عبادت کے طریقے مقرر کئے ہیں اور ہر زمانہ کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کافروں نے یہ اعتراض کیا کہ جو جانور طبعی موت مر جائے تم اس کو نہیں کھاتے اور جس کو تم ذبح کرتے ہو اس کو کھا لیتے ہو' گویا اللہ کا مارا ہوا نہیں کھاتے اور اپنا مارا ہوا کھا لیتے ہو' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ اللہ کی عبادت کرنے کا جو طریقہ چاہیں مقرر کریں کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور آپ اپنے طریقہ پر قائم رہیں اور لوگوں کو اللہ کی توحید' اس کے دین اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہیں آپ سیدھی راہ پر ہیں اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیں کہ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے○ اور اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے○ (الحج: ۶۹-۶۸)

حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت سے مشرکین مکہ مراد ہیں جو آپ کی نبوت کے دعویٰ میں آپ سے جھگڑا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے کرتوتوں کو یعنی ان کے شرک اور بت پرستی کو اور حق کے خلاف شور و غوغا کرنے کو اور بے حیائی کے کاموں کو اور کمزوروں اور ناتوانوں پر ظلم و ستم کرنے کو خوب جانتا ہے اور قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا کہ کس کا طریقہ حق تھا اور کس کا طریقہ باطل تھا اور کون جنت میں جائے گا اور کس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حسن ادب کی تعلیم دی ہے کہ جو شخص بحث اور تمحیص میں کٹ حجتی' ہٹ دھرمی اور تکبر سے کام لے اس سے بحث نہیں کرنی چاہیے اور یہ کہہ دینا چاہیے کہ بحث مت کرو' قیامت کے دن تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے اور اب اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے' بے شک یہ سب ایک کتاب میں (مرقوم) ہے' بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہے○ (الحج: ۷۰)

marfat.com
Marfat.com

لوح محفوظ میں سب کچھ لکھے ہوئے ہونے کے متعلق احادیث

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اور اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے' اور قیامت کے دن فیصلہ کرنا اس چیز پر موقوف ہے کہ اللہ کو علم ہو کہ کون سزا کا مستحق ہے اور کون انعام کا مستحق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ہر چیز کا علم ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس لئے اللہ پر فیصلہ کرنا بہت آسان ہے' سب کچھ ایک کتاب میں لکھے ہوئے ہونے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

عبدالواحد بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ میری مکہ میں عطاء بن ابی رباح سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا اے ابو محمد بے شک اہل بصرہ تقدیر میں بحث کرتے ہیں' انہوں نے کہا اے میرے بیٹے کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا سورہ زخرف پڑھو' میں نے پڑھا:

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الزخرف: ۴-۱)

حامیم ۝ اس روشن کتاب کی قسم ۝ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم اس کو سمجھ سکو ۝ بے شک یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور (وہ) ہمارے نزدیک بلند درجہ حکمت والی ہے ۝

عطاء بن ابی رباح نے کہا تم جانتے ہو ام الکتاب کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے' انہوں نے کہا یہ وہ کتاب ہے جس کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا' اس میں لکھا ہوا ہے کہ فرعون اہل دوزخ سے ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے تبت یدا ابی لهب و تب. ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا پھر میری ولید بن عبادۃ بن الصامت سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے پوچھا تمہارے والد نے مرتے وقت تمہیں کیا نصیحت کی تھی' انہوں نے کہا میرے والد نے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے اللہ سے ڈرنا اور یاد رکھو تم اس وقت تک ہرگز اللہ سے نہیں ڈرو گے جب تک تم اللہ پر ایمان نہ لے آؤ اور ہر اچھی اور بری چیز اللہ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ہونے پر ایمان نہ لے آؤ' اگر تم اس کے خلاف عقیدہ پر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا' اور فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں فرمایا تقدیر کو لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' جو کتاب آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں جنت والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اور اس میں نہ کبھی اضافہ کیا جائے گا اور نہ کبھی کمی کی جائے گی' پھر آپ کے بائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی اس کے متعلق فرمایا یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں دوزخ والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے نہ ان میں کبھی کوئی اضافہ ہوگا نہ ان میں کبھی کوئی کمی ہوگی' آپ کے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! جب سب کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم ٹھیک ٹھیک اور صحت کے قریب کام کرتے رہو کیونکہ جو شخص جنتی ہے اس کا خاتمہ جنت والوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل

marfat.com

Marfat.com

کرتا رہے اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کتابوں کو گرا دیا پھر فرمایا تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو چکا ہے ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱ مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لکھ دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۳ مشکوۃ رقم الحدیث: ۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جوان شخص ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہے اور عورتوں سے شادی کرنے کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے گویا کہ وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کرتے تھے آپ میری بات پر خاموش رہے میں نے پھر اسی طرح کہا آپ پھر خاموش رہے جب میں نے تیسری بار دہرایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے اب تم خصی ہو یا نہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدث: ۵۰۷۶ مشکوۃ رقم الحدیث: ۸۸)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے بکری کا جو زہر آلود گوشت کھایا تھا اس کی وجہ سے ہر سال آپ کے جسم میں درد ہوتا ہے آپ نے فرمایا مجھے صرف وہی مصیبت پہنچتی ہے جو میرے لئے اس وقت لکھ دی گئی تھی جب حضرت آدم ہنوز مٹی اور گارے میں تھے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۴۶ مشکوۃ رقم الحدیث: ۱۳۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جن (کے معبود ہونے) کا انہیں خود بھی کوئی علم نہیں ہے اور ظالموں کا کوئی حامی نہیں ہے ○ (الحج: ۷۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کی یہ عبادت کسی سمعی دلیل پر مبنی نہیں ہے اس کے بعد فرمایا اور انہیں خود بھی اس کا کوئی علم نہیں ہے یعنی ان کی یہ عبادت کسی عقلی دلیل پر مبنی نہیں ہے پس ان کا بتوں کی عبادت کرنا اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر مبنی ہے یا جہالت پر مبنی ہے یا کسی کمزور شبہ پر سو ہر صورت میں ان کا بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کافر کو خود بھی اپنے کافر ہونے کا علم نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھی تقلید کرنا باطل ہے۔

اور فرمایا ظالموں کا کوئی حامی نہیں ہے اور یہاں ظالم سے مراد مشرک اور کافر ہیں خلاصہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کی کوئی شفاعت نہیں کرے گا کیونکہ حمایت اور نصرت حق کی ہوتی ہے باطل کی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو آپ کافروں کے چہروں پر ناگواری کو پہچان لیتے ہیں لگتا ہے کہ وہ ہماری آیتیں تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر بیٹھیں گے آپ کہیے کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ بری خبر دوں وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کفار سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ○ (الحج: ۷۲)

المنکر اور یسطون کا معنی

ان آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جن پر ہماری آیات بینات کی تلاوت کی جاتی ہے کیونکہ یہ آیات دلائل عقلیہ اور احکام کو متضمن ہیں اس لئے یہ آیات بین اور واضح ہیں اور یہ بتایا کہ ان کی جہالت اس درجہ پہنچ چکی ہے کہ جب ان کو ان دلائل پر متنبہ کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے سے ناگواری اور غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے۔

اس آیت میں ناگواری اور غیظ و غضب کے لئے منکر کا لفظ ہے علامہ زمخشری نے کہا اس کا معنی ہے قباحت میں حد سے

marfat.com

Marfat.com

گزرنا' اچانک ٹوٹ پڑنا' گالی گلوچ کرنا' نافرمانی کرنا' اور اس کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں' کلبی نے کہا قرآن مجید کی آیات سن کر ان کے چہروں پر کراہیت اور ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کے چہروں پر تکبر کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' مقاتل نے کہا ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان آیات کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔

حملہ کرنے کے لئے اس آیت میں یسطون کا لفظ ہے علامہ راغب نے کہا سطو کا معنی ہے کسی چیز کو شدت سے پکڑنا' اچھلنا' کسی پر حملہ کرنا اس کی اصل یہ ہے کہ جب گھوڑا خوشی کی وجہ سے دو پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر دو اگلی ٹانگوں کو اٹھا لے تو کہتے ہیں سطا الفرس اور جب پانی جوش میں آ کر ابلنے لگے تو کہتے سطا الماء۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۰۶)

امام رازی نے لکھا ہے کہ خلیل' فرا اور زجاج نے کہا ہے السطو کا معنی ہے کسی چیز کو سختی سے پکڑنا اور غصہ سے اچھلنا' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو وہ قرآن پڑھنے والے کو غصہ میں آ کر سختی سے پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں' کفار جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سرکشی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا نقشہ کھینچا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں یہ وعید سنائی فرمایا: آپ کہیے کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ بری خبر دوں! یعنی میں تم کو ایسی خبر دوں جو تمہاری ناگواری کو اور تمہارے غیظ وغضب کو اور زیادہ بڑھا دے جس سے تم اور زیادہ بھڑ جاؤ اور پھٹ پڑو اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے برے عقیدہ اور برے اعمال کی وجہ سے اور قرآن مجید کی آیات کو سن کر غیظ وغضب میں آنے کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم غصہ میں آ کر زیادہ سے زیادہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہلاک کر دو گے اور پھر قرآن پڑھنے والا جنت میں جائے گا اور جنت میں رہے گا اور تم دوزخ میں داخل ہو گے اور ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو' بے شک تم جن چیزوں کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ سب مل کر بھی ہرگز ایک مکھی کو (بھی) پیدا نہیں کر سکتے' اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ اس سے واپس نہیں لے سکتے' طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں O (الحج: ۷۳)

بتوں کا عجز اور ان کی پرستش کا باطل ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت کے اوپر ان کے پاس کوئی سمعی دلیل ہے نہ عقلی دلیل ہے اور اس آیت میں ان کی بدعقیدگی کا رد فرمایا ہے۔

اس جگہ ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے' اس کے بعد مثال میں بیان فرمایا ہے کہ یہ بت ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ اس سے اس چیز کو واپس نہیں لے سکتے' حالانکہ یہ جو ذکر فرمایا ہے یہ کوئی ضرب المثل نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کہ ایک مثال بیان کی جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مثال کسی عجیب وغریب نکتہ پر مبنی ہوتی ہے اور اس آیت میں جو مثال بیان کی گئی ہے یہ بھی ایک عجیب وغریب امر پر مبنی ہے اس لئے اس کو مثال قرار دینا صحیح ہے۔

فرمایا ہے کہ یہ سب مل کر ایک مکھی کو پیدا نہیں کر سکتے اور جب سب بت مل کر مکھی کو پیدا نہیں کر سکتے تو ایک بت تو بہ طریق اولیٰ مکھی کو پیدا نہیں کر سکتا جب کہ یہ ایک بت کی بھی عبادت کرتے ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت زندہ اور متصرف نہیں ہیں اور مشرکین ان بتوں کی اس اعتقاد سے عبادت نہیں کرتے تھے کہ یہ زندہ ہیں اور اس کائنات میں تصرف کرنے پر قادر ہیں' بلکہ وہ اس اعتقاد سے ان کی تعظیم

marfat.com
Marfat.com

اور عبادت کرتے تھے کہ دراصل یہ بت ان کے معبودوں کی تصویر ہیں۔ ان میں سے بعض ستاروں اور سیاروں کو خدا مانتے تھے اور ان کا اعتقاد یہ تھا کہ ستارے نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہیں' اور ان میں سے بعض فرشتوں کو خدا مانتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ فرشتے نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہیں اور بعض کا اعتقاد تھا کہ انبیا علیہم السلام خدا ہیں سو وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی صورتیں بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے' اور بعض کا عقیدہ یہ تھا کہ پچھلی امتوں میں کچھ نیک بندے گزرے ہیں جیسے لات' منات' عزیٰ اور ہبل وغیرہ تو انہوں نے اپنے خیال میں ان کی صورتوں کے موافق بت بنا لئے تھے اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جن کی صورتوں کی یہ تعظیم اور عبادت کرتے ہیں وہ اس تعظیم اور عبادت سے خوش ہوں گے اور ان کو اپنا مقرب بنا لیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن کی صورتوں کی یہ تعظیم اور پرستش کرتے تھے یعنی ستارے' سیارے' فرشتے' انبیاء اور صالحین' ان میں سے ستارے اور سیارے تو مطلقاً کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے ہیں اور اگر ان سے کوئی چیز چھین لی جائے تو اس کو واپس نہیں لے سکتے' رہے فرشتے' انبیاء اور صالحین تو وہ بھی اپنی ذاتی قدرت سے کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں کوئی تصرف کر سکتے ہیں' ہر چند کہ حضرت عیسیٰ نے بعض پرندے تخلیق کئے اور بعض مردے زندہ کئے لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے اور اس کی اجازت سے' اسی طرح سے فرشتے' انبیاء اور صالحین کائنات میں تصرف کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کی اجازت سے' اور اس کی عطا اور اس کی اجازت کے بغیر نہ یہ بت کچھ بنا سکتے ہیں نہ کچھ تصرف کر سکتے ہیں اور جن ہستیوں کی صورتوں میں یہ بت تراشے گئے ہیں وہ بھی اس کی عطا اور اس کی اذن کے بغیر کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی چیز میں کوئی تصرف کر سکتے ہیں۔

پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ جن ہستیوں کی یہ تصویریں اور مجسمے ہیں وہ ان تصویروں اور مجسموں کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں ان ہستیوں نے تو کبھی اپنی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اس پر انکار کیا چہ جائیکہ وہ اپنی تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے سے خوش ہوں اور عبادت کرنے والوں کو اپنا مقرب بنائیں وہ ہستیاں تو تمام عمر صرف اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیتی رہیں اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنے سے منع کرتی رہیں۔

اس کے بعد فرمایا طالب اور مطلوب دونوں ضعیف ہیں' طالب اور مطلوب کے تعین میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ بت طالب ہیں اور مکھی مطلوب ہے کیونکہ بت مکھی کو پیدا کرنا چاہتے ہیں یا اس سے چھنی ہوئی چیز واپس لینا چاہتے ہیں' اور دوسرا قول یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والا طالب ہے اور خود بت مطلوب ہیں۔

بعض لوگ شرک کی نفی کرنے اور توحید کے اثبات میں حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احترام کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ آیت جو بتوں کی اور ان کی پرستش کرنے والوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے اس کو انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرتے ہیں یہ بہت خطرناک اور توہین آمیز طریقہ ہے اور خوارج سے بھی بدتر طریقہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں یہ ان کو مومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج والملحدین)

کفار کی آیات کو مومنوں پر چسپاں کرنے والے جب مخلوق میں سب سے بدتر ہیں تو ان کی برائی اور بدعقیدگی کا کیا عالم ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا' بے شک اللہ نہایت

marfat.com

Marfat.com

قوی بے حد غالب ہےo (الحج: ۷۴)

بت پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنا

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی جس طرح تعظیم کرنے کا حق تھا کیونکہ بت جو انتہائی کمزور اور گھٹیا ہیں انہوں نے ان کو استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا' اور اللہ تعالیٰ قوی ہے اس کے لئے کوئی کام کرنا مشکل نہیں ہے اور وہ غالب ہے کیونکہ کوئی شخص اور کوئی چیز اس سے مقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔

یہ آیت یہودیوں میں سے مالک بن الصیف' کعب بن اشرف اور کعب بن اسد وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ سات آسمان اور سات زمینیں بنانے کے بعد تھک گیا' پھر وہ لیٹ گیا اور ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر آرام کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اسی طرح حسب ذیل آیت بھی ان کے رد میں نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ o (ق: ۳۸)

بے شک ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہم کو تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔

یہ تمام شبہات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے مشابہ مانا جائے اور جب یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور کوئی چیز اس کی مثال نہیں ہے' تو پھر کوئی اشتباہ نہیں ہوتا پس اللہ سبحانہ عزیز اور غالب ہے وہم اس کا تصور نہیں کر سکتا اور فکر اس کا اندازہ نہیں کر سکتا اور عقل اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتی زمانہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' جہات اس کی تحدید نہیں کر سکتیں وہ صمدی الذات ہے اور سرمدی الصفات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے' بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہےo وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گےo (الحج: ۷۶-۷۵)

فرشتوں کو رسول بنانے کی آیتوں میں تعارض کا جواب

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے الٰہیات کا ذکر فرمایا تھا اور الحج: ۷۵ میں نبوات کا ذکر فرمایا' مقاتل نے یہ کہا کہ ولید بن مغیرہ نے یہ کہا تھا کہ ہمارے ہوتے ہوئے ان پر ذکر نازل کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۵۳)

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سورت میں فرمایا اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ بعض فرشتوں کو رسول بناتا ہے' سب فرشتوں کو رسول نہیں بناتا' اور ایک اور سورت میں فرمایا ہے جاعل الملئكة رسلا (فاطر: ۱) فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سب فرشتوں کو رسول بنایا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ان فرشتوں کو رسول بنانے کا ذکر ہے جن کو بنو آدم کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور وہ اکابر ملائکہ ہیں جیسے حضرت جبریل' حضرت میکائل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام' اور یہ بعض رسول ہیں اور باقی تمام فرشتے ایک دوسرے کی طرف رسول ہیں۔ لہٰذا سورہ الحج: ۷۵ میں ان فرشتوں کے رسول بنانے کا ذکر ہے جو بنو آدم کی طرف رسول ہیں اور فاطر: ۱ میں ان فرشتوں کو رسول بنانے کا ذکر ہے جو ایک دوسرے کی طرف رسول ہیں' پس ان آیتوں میں تعارض نہ رہا۔

marfat.com
Marfat.com

بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو بیٹا بنانے کا اعتراض اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا ہے:

لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (الزمر: ۴) اور اگر اللہ بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔

اور سورہ حج: ۷۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فرشتے اور بعض انسان چنے ہوئے ہیں اور جب اللہ چنے ہوئے کو بیٹا بناتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ نے بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو بیٹا بنایا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ زمر میں جو فرمایا ہے اور اگر اللہ بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا بیٹا چنا ہوا ہونا چاہیے لیکن اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ہر چنا ہوا اس کا بیٹا ہو حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ پھر بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو اس کا بیٹا ہونا چاہیے۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ زمر میں فرمایا ہے اگر اللہ بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا بیٹا بنا لیتا اس سے مقصود ان لوگوں کی مذمت کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے یعنی وہ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں' اگر اللہ بیٹا بنانا چاہتا تو حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی کیا خصوصیت تھی وہ جس کو چاہتا اپنا بیٹا بنا لیتا' اور سورۃ الحج: ۷۵ میں ان مشرکین کی مذمت کی ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے' یعنی فرشتوں کا بلند درجہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں یا وہ معبود ہیں بلکہ ان کا بلند درجہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کرنے اور اپنی پیغام رسانی کے لئے چن لیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے' یعنی وہ جو کچھ باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ کام کرتے ہیں وہ سب اس کے علم میں ہیں' اور الحج: ۷۶ میں فرمایا وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ دنیا میں بعد میں ہوگا' یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے اور جو کچھ آخرت میں ہوگا' پھر فرمایا اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے اس میں بتایا کہ وہ اپنی حاکمیت میں منفرد ہے اور لوگوں کو اپنی نافرمانی سے ڈرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ (الحج: ۷۷)

یایھا الذین کا خطاب صرف مومنوں کو شامل ہے

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے الٰہیات پر کلام فرمایا' پھر نبوات پر کلام فرمایا' اس کے بعد احکام شرعیہ پر کلام کو شروع فرمایا' اور اس میں چار وجھوں سے کلام فرمایا: (۱) جن کو احکام کا مکلف کیا ہے ان کا تعین فرمایا (۲) جو احکام دیئے ہیں ان کی تفصیل (۳) ان احکام پر عمل کرنے کے بعد جو ثمرہ مرتب ہوگا (۴) ان احکام کا مکلف کرنے کی تاکید۔

جن کو ان احکام کا مکلف کیا ہے ان کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! اور اس خطاب سے مراد تمام مکلفین ہیں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر' کیونکہ ان احکام کا مکلف ہر شخص ہے اس لئے ان احکام کے ساتھ صرف مومنوں کو مکلف کرنے کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے' یہ امام شافعی اور ان کے متبعین کا موقف ہے اور بعض احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ کفار بھی احکام کے مکلف ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: جب اہل جنت نے اہل دوزخ سے سوال کیا:

marfat.com
Marfat.com

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا ○ وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے ○ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ○ (المدثر: ۴۴-۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار بھی اس حکم کے مکلف ہیں کہ وہ نماز پڑھیں اور مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔

اور جمہور احناف کا موقف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے صرف مومن مکلف ہیں' کفار احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں وہ صرف ایمان لانے کے مکلف ہیں کیونکہ کفر کے ساتھ نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' زکوۃ دینا اور حج کرنا مقبول نہیں ہے اس لئے ان احکام کے صرف مومن مکلف ہیں کفار ان احکام کے مکلف نہیں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یایھا الذین امنوا کا مصداق صرف مومنین ہیں کفار اس خطاب میں داخل نہیں ہیں' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اجتبکم اس نے تم کو برگزیدہ بنایا ہے' یہ خطاب صرف مومنوں کے لائق ہے اور پھر فرمایا وسمکم المسلمین اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے' اور یہ خطاب بھی صرف مومنین کے لائق ہے اور فرمایا و تکونوا شھداء علی الناس اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ' یہ تمام خطابات صرف مومنین کے لائق ہیں۔

چار قسم کے احکام شرعیہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احکام کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار احکام بیان فرمائے ہیں:

(۱) نماز' اس پر واسجدوا دلالت کرتا ہے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک نماز کا سب سے افضل رکن سجدہ ہے' اور رکوع اور سجود نماز کے ساتھ مختص ہیں حتیٰ کہ رکوع اور سجود نماز کے قائم مقام ہیں۔

(۲) دوسرے حکم کا ذکر ہے اور تم اپنے رب کی عبادت کرو' اور اس کے کئی محمل ہیں: (ا) تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی عبادت نہ کرو (ب) جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سب کاموں میں اپنے رب کی عبادت کرو (ج) رکوع اور سجود اور باقی اطاعت کو بطور عبادت کرو کیونکہ فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں ہے جب تک کہ ان میں عبادت کا قصد نہ کیا جائے کیونکہ عبادت سے ہی ثواب کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) اور نیکی کے کام کرو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد ہے صلہ رحم اور دوسرے اچھے اخلاق۔

امام رازی نے فرمایا ہے میرے نزدیک یہ ترتیب اس نکتہ پر مبنی ہے کہ نماز انواع عبادت کی ایک قسم ہے اور عبادت نیکی کے کاموں کی انواع کی ایک قسم ہے' کیونکہ نیکی کے کاموں کی دو قسمیں ہیں خالق کی تعظیم کرنا اور وہ عبادت ہے' اور مخلوق پر شفقت کرنا اور اس میں تمام مکارم اخلاق' فقراء پر صدقہ کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا داخل ہیں گویا کہ اللہ سبحانہ نے یوں فرمایا میں نے تم کو نماز کا مکلف کیا ہے بلکہ اس سے بھی عام چیز کا مکلف کیا ہے وہ ہے عبادت کرنا' بلکہ اس سے بھی عام چیز کا مکلف کیا ہے اور وہ ہے نیکی کے کام کرنا۔ اس کے بعد فرمایا: تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ یعنی آخرت کی نعمتوں کو حاصل کر لو' عربی میں لعل کا لفظ امید کے لئے آتا ہے' کیونکہ کبھی کبھی انسان سے عبادت میں کوتاہی ہو جاتی ہے اور اس دور کے مسلمانوں سے تو زیادہ تر عبادت میں کوتاہی ہی ہوتی ہے اس لئے اس کا یقین نہیں ہوتا کہ یہ عبادت آیا مقبول ہو گی یا نہیں؟ اور انجام اور عواقب بھی مستور اور مخفی ہیں اس لئے انسان اخروی فوز و فلاح کی صرف امید ہی کر سکتا ہے' اور ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے یعنی بندہ اللہ کے عذاب سے خوف زدہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور ثواب کا امیدوار رہے۔

چوتھے حکم کا ذکر اس کے بعد والی آیت میں ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے' اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی' (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں' تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ' پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو وہی تمہارا مالک ہے تو کیسا اچھا مالک ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے O (الحج: ۷۸)

جہاد کا حق ادا کرنے کی متعدد تفاسیر

اس سے پہلی آیت میں تین احکام شرعیہ بیان فرمائے تھے نماز پڑھنا' عبادت کرنا (یعنی اطاعت کو بہ طور عبادت کرنا)' اور نیکی کے کام کرنا' اور اس آیت میں چوتھا حکم بیان فرمایا اور وہ اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرنا ہے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔

اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرنا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے' اس کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ جہاد کرنا ہے' یعنی یہ جہاد دنیا کے لئے کیا جائے نہ ناموری کے لئے نہ مال غنیمت کے حصول کے لئے' صرف اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی رضا کے حصول کے لئے جہاد کیا جائے۔

(۲) جس طرح ابتداءً جہاد کیا گیا ہے اسی طرح انتہاءً بھی جہاد کیا جائے' کیونکہ ابتداءً جو جہاد کیا جاتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس میں مسلمان نسبتاً زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اس طرح جہاد کرو جس طرح تم نے پہلی بار جہاد کیا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۰۱)

(۳) ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا تم اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ (جامع البیان: ۱۹۲۰۲)

(۴) ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے اللہ کے احکام پر عمل کرنے کا حق ادا کرو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۰۳)

(۵) اللہ کے دین کے احیاء اور اس کی اشاعت کے لئے اور زبان اور قوت سے اس کی حدود کو قائم کرنے کے لئے اپنی مقدور کے مطابق جدوجہد کرو جہاں تک تم سے ممکن ہو سکے' اور اپنے دلوں سے ناجائز خواہشوں اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں کی محبت کو نکال دو۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۵)

(۶) عبداللہ بن مبارک نے کہا جہاد کرنے کا حق یہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی خواہشوں سے جہاد کرو' خطیب بغدادی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے آئے تو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تم آگئے خوش آمدید ہو' تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہو۔ مسلمانوں نے کہا جہاد اکبر کی کیا تعریف ہے آپ نے فرمایا بندہ کا اپنی خواہشوں سے جہاد کرنا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۹۳)

اس حدیث کا امام سیوطی اور امام علی متقی ہندی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۵۲۳۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۲۶۰' ۱۱۷۷۹)

اس حدیث کو امام غزالی نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے' اور عراقی نے کہا اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب الزھد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے (احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۲۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ) علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ جہاد بالنفس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا

marfat.com
Marfat.com

کے لئے نفس پر قہر کر کے عبادات کو انجام دینا اور معاصی کو ترک کرنا' اس کو جہاد اکبر اس لئے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس سے جہاد نہ کر سکے اور اپنے داخل سے مقابلہ نہ کر سکے وہ اپنے خارج اور اللہ کے دشمن سے کیسے مقابلہ کر سکے گا' اس کا نفس جو اس کا دشمن ہے وہ اس کے دو پہلوؤں کے درمیان ہے وہ اس پر قاہر اور مسلط ہے اور جب تک وہ دشمن کے مقابلہ پر جانے کے لئے اپنے نفس سے جہاد نہیں کرے گا اس کے لئے خارجی دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلنا ممکن نہیں ہو گا' اس لئے اپنے نفس سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے اور خارجی دشمن سے جہاد کرنا جہاد اصغر ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۲۷۹)

(۷) علامہ قرطبی نے کہا جہاد کرنے کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے نفس سے جہاد کیا جائے اور نفس کی خواہشات کو رد کر دیا جائے' اور شیطان کے وسوسوں کی مخالفت کی جائے' ظالموں کے ظلم کو رد کرنے میں اور کافروں کے کفر کو رد کرنے میں جہاد کیا جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۹۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے عظیم جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۱' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۳۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۴۶۱۶)

دین میں تنگی نہ ہونے کی متعدد تفاسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ماجعل علیکم فی الدین من حرج کی تفسیر میں فرمایا حرج کا معنی تنگی ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس دین کی تم عبادت کرتے ہو اس میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے' تم کو جن احکام کا مکلف کیا گیا ہے ان میں کوئی مشکل حکم نہیں ہے اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا کوئی حل نہ ہو' کوئی ایسی دشواری نہیں ہے جس کا کوئی مخرج نہ ہو' بعض چیزوں کا مخرج توبہ ہے' بعض چیزوں کا مخرج کفارہ ہے اور بعض چیزوں کا مخرج قصاص ہے۔

بعض چیزوں میں عزیمت کے مقابلہ میں رخصت ہے' جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے' سفر میں چار رکعت کی نماز کی جگہ دو رکعت نماز پڑھ لے' روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کر لے اس طرح بیمار کے لئے بھی روزہ قضا کرنے کی رخصت ہے' اور جو شخص دائمی مریض ہو وہ روزے رکھنے کے بجائے فدیہ دے دے' اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرے' قتل خطا میں' قسم توڑنے میں' روزہ توڑنے میں' اور بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تیری پشت میری ماں کی پشت کی مثل ہے ان سب میں کفارہ کو مشروع کر دیا' قسم توڑنے کے سوا باقی سب میں دو ماہ کے روزے ہیں اور قسم توڑنے کا کفارہ دس آدمیوں کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا تین روزے ہیں غرض دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی المعروف بابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے ہم سے کون سی تنگی اور حرج کو دور کیا ہے انہوں نے کہا بنو اسرائیل پر جو مشکل احکام تھے ان کا بوجھ تم سے اتار دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۳)

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسلام میں تم پر وسعت رکھی ہے تمہارے لئے توبہ اور کفارہ کو مشروع کر دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۴)

مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی' اور جو شخص

marfat.com
Marfat.com

بھی دین میں داخل ہو اس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہر وہ حکم جو بندہ پر فرض کیا گیا ہے جب اس کی ادائیگی میں مشکل یا اضطرار ہو تو ضرورت کے وقت اس میں رخصت کو مشروع کیا گیا ہے' مسلمانوں پر چار رکعت نماز فرض کی گئی ہے لیکن سفر میں چار رکعات کے بجائے دو رکعت مشروع کر دی گئی ہیں' جب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اشارہ سے نماز کو مشروع کر دیا ہے۔ اگر دشمن کے خوف سے قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے تو چلتی سواری کا جس طرف منہ ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کر لے' مقیم پر روزہ فرض ہے اور مسافر کے لئے قضا کی رخصت ہے اور اگر بالکل روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے دے۔ اگر سفر کا خرچ نہ ہو یا ظالم حکمران حج کے لئے نہ جانے دیں تو حج نہ کرنے کی بھی رخصت ہے' اسی طرح بیماروں' کمزوروں اور معذوروں کے لئے جہاد نہ کرنے کی بھی رخصت ہے' اگر سخت بھوک کی وجہ سے مرنے کا خطرہ ہو اور کوئی حلال چیز دستیاب نہ ہو تو بہ قدر ضرورت حرام چیز کھانے کی بھی رخصت ہے اور اس حالت میں مردار' خون' حتیٰ کہ خنزیر کا گوشت کھانے کی بھی رخصت ہے اور ان تمام امور کا ذکر قرآن مجید میں ہے' اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ آسانی فرمائی ہے کہ اس کو اتنی کثیر رخصتیں عطا فرمائی ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۰۳۶' ج ۸ ص ۲۵۰۷-۲۵۰۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

جب عزیمت (فرض) پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے عزیمت (اصل حکم) کو بھی مشروع فرمایا ہے اور عذر کے وقت رخصت کو بھی مشروع فرمایا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے اللہ کی دی ہوئی ان رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۵' رقم الحدیث المسلسل: ۲۵۷۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ روانہ ہوئے' آپ نے روزہ رکھ لیا' جب آپ کراع الغمیم میں پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا' پھر آپ نے وہ پانی پی لیا' آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں!!۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۶۳)

ابو طعمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ایک شخص نے آ کر کہا اے ابو عبد الرحمن! میں سفر میں روزے رکھنے کی قوت رکھتا ہوں' حضرت ابن عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو (میدان) عرفہ کے پہاڑوں جتنا گناہ ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ طبع قدیم' احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۵۱ رقم الحدیث: ۵۳۹۲' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۵۳۲' اس کی روایت حضرت عقبہ بن عامر سے ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنے کو اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸' قدیم' احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۷۳' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

marfat.com

Marfat.com

مسند البزار رقم الحدیث: ۹۸۸ ' ۹۸۹ ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصت پر عمل کیا جائے جس طرح اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے عزائم (فرائض) پر عمل کیا جائے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۸۸۰ ' مسند البزار رقم الحدیث: ۹۹۰ ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۵۴ ' حافظ الہیثمی نے کہا مسند البزار کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲ ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۸۹) کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول کیا جائے جس طرح اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے عزائم (فرائض) پر عمل کیا جائے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۳۰ ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۶۰۲ ' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں معمر بن عبداللہ انصاری ہے اس کی مرفوع حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۲ ' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۴۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے یہ ہم نے سخت گرمی میں سفر کیا تھا' ہم راستہ میں ایک جگہ ٹھہر گئے' ہم میں سے ایک شخص درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا' وہ بیمار لگتا تھا اور اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کر رہے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو پوچھا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ روزہ دار ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رخصتیں دی ہیں ان کو لازم کر لو اور ان کو قبول کرو۔

(حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۱)

دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ: ۱۸۵)

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے (روزے قضا کرے) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اور اس باب میں حسب ذیل احادیث ہیں:

دین آسان ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا اس پر دین غالب آ جائے گا' پس تم ٹھیک ٹھیک کام کرو' صحت اور درستگی کے قریب اور خوشی سے عبادت کرو' صبح اور شام اور کچھ رات کے وقت۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹ ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۰۴۹ ' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۹۴۵ ' عالم الکتب بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص (حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن مظعون: مصنف عبدالرزاق) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت (کی مقدار) کے متعلق پوچھ گچھ کی' جب ان کو آپ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اتنی عبادت کو کم سمجھا اور

marfat.com
Marfat.com

کہا' کہاں ہم! اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے تو اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی گئی ہے' ان میں سے ایک شخص نے کہا رہا میں' تو میں ہمیشہ پوری رات نماز پڑھوں گا' اور دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی دن میں کھانا نہیں کھاؤں گا اور تیسرے نے کہا اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور عورتوں سے الگ رہوں گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس اس طرح کہا ہے سنو! اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور دن میں کھاتا بھی ہوں' اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں' پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۱' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! لگتا ہے کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکوں گا' کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرتے ہوئے کبھی اس قدر زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم (جماعت سے) متنفر کرتے ہو' سو جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف سے نماز پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں' کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۹۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۹۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں آسان احکام نافذ کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو خوش رکھنا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے سے موافقت کرنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۴' ۱۷۳۳ / ۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۳' ۲۰۰۱' الرقم المسلسل: ۵۱۱۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو اور پرسکون رکھو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا تو آپ نے اس چیز کو اختیار فرمایا جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ گناہ ہو تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۶۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۲۶ عالم الکتب)

ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ ہم (مقام) اھواز میں دریا کے کنارے نماز پڑھ رہے تھے' اس کا پانی خشک ہو چکا تھا' حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ گھوڑی پر آئے اور گھوڑی کو چھوڑ کر نماز پڑھنے لگے' وہ گھوڑی چل پڑی' تو انہوں نے نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کا پیچھا کیا اور گھوڑی کو واپس لا کر باندھ دیا پھر آ کر نماز پڑھی' ایک شخص نے ان کو دیکھ کر کہا اس بڈھے کو دیکھو نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کو پکڑنے کے لئے چل دیا تھا' حضرت ابو برزہ نے مڑ کر اس کو جواب دیا اور فرمایا جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں مجھے کسی نے ملامت نہیں کی اور میرا گھر متراخ (ایک جگہ کا نام) میں ہے اور اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑی کو چھوڑ دیتا تو میں اپنے اہل کے پاس رات تک نہیں پہنچ سکتا تھا' اور انہوں نے بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (عبادات اور احکام کو) آسان کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۶'۳۵۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آکر مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو' اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول یا دو ڈول پانی بہادو' کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۷۸۶' عالم الکتب بیروت)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل میں ایک سردی کی رات میں ان کو احتلام ہو گیا' انہوں نے کہا مجھ کو خطرہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا' میں نے تیمم کیا اور اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھادی' لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عمرو کیا تم نے جنبی ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی' تب میں نے بتایا کہ میں نے کس وجہ سے غسل نہیں کیا تھا' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے:

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (النساء: ۲۹) — اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو' اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے ہم میں سے ایک شخص کے سر پر پتھر آکر لگا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر اس کو احتلام ہو گیا' اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو' اس کے اصحاب نے کہا ہم تمہارے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے تم پانی کے استعمال پر قادر ہو' اس نے غسل کیا جس سے وہ مر گیا' جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو اللہ مار ڈالے انہوں نے تو اس کو قتل کر دیا' جب ان کو اس صورت حال کے حکم کا علم نہیں تھا انہوں نے کسی (اہل علم سے) سے پوچھا کیوں نہیں! جہالت کی شفاء سوال کرنے میں ہے' اس کے لئے تیمم کرنا کافی تھا یا وہ اپنے زخم پر کپڑا باندھ کر اس پر مسح کر لیتا پھر باقی جسم کو دھولیتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۷۲)

ابوعروہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ایک پیر کو باہر نکالا اور وضو یا غسل کی وجہ سے آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے یا رسول اللہ! ہم پر کوئی حرج ہے اگر ہم فلاں کام کرلیں! آپ نے فرمایا نہیں اے لوگو' پھر آپ نے تین بار فرمایا بے شک اللہ کا دین آسان ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۶۹' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۹۴۵' عالم الکتب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ دین متین (مضبوط) ہے' اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۰۸۳' عالم الکتب)

حضرت انس بن مالک' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام نرم دین ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہونا چاہیے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۶۱۷' عالم الکتب بیروت' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۸۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اوپر سختی نہ کرو (سخت اور مشکل کاموں کی نذر نہ مانو) تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ انہوں نے اپنے اوپر سخت اور مشکل کاموں کو لازم کر لیا تھا

marfat.com
Marfat.com

مثلاً رہبانیت) ان کے باقی ماندہ لوگوں کو تم کلیساؤں اور گرجوں میں دیکھو گے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۵۵۱ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۴ شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض کو ادا کرو اور رخصتوں کو قبول کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو تم ان سے کفایت کر چکے ہو۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۷۸۶ کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے سب سے افضل لوگ وہ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۶۵ الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۱۵۰۵ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۳۰۰)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ایک اعرابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو' تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو۔ (دوبار فرمایا) (مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۰۳۲' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابراہیم کو مسلمانوں کا باپ فرمانے کی توجیہ

اس کے بعد الحج: ۷۸ میں فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے' اور اس (قرآن) میں تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو جن احکام شرعیہ کا مکلف فرمایا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ ان کی اولاد سے تھے اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ عرب کے مشرکین کو اسلام قبول کرنے پر راغب کیا جائے کہ آخر یہ تمہارے جد کریم کا دین ہے تم اس دین پر ایمان لانے سے کیوں گریز کر رہے ہو۔

اس آیت میں فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اور حضرت ابراہیم کو تمام مسلمانوں کا باپ فرمایا ہے' حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مسلمانوں کے باپ نہیں ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہیں اور آپ اپنی تمام امت کے لئے بہ منزلہ باپ ہیں' کیونکہ باپ اولاد کی حیات کا سبب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی حیاتِ ابدیہ کا سبب ہیں اور اخروی حیات کا سبب ہیں اور وہی حیات قابل شمار اور قابل ذکر ہے' اور یا اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں سو عرب کے لوگوں کو باقی امت پر غلبہ دے کر فرمایا وہ تمہارے باپ ہیں۔

ملت کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

ملت کی اصل ہے املت الکتاب میں نے کتاب لکھوائی' قرآن مجید میں ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (البقرہ: ۲۸۲) — اور جس کے ذمہ حق ہے وہ لکھوائے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ (البقرہ: ۲۸۲) — پس جس کے ذمہ حق ہے اگر وہ کم عقل ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے۔

ملت کے معنی دین کی مثل ہے اور دین کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اپنے بندوں پر جو

marfat.com
Marfat.com

احکام مشروع اور مقرر فرمائے ہیں تاکہ اس کے بندے ان احکام پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں' اور ملت اور دین میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف نبی کی طرف ہوتی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے اتبعوا ملة ابراهيم (آل عمران: ۹۵) ملت ابراہیم کی پیروی کرو' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واتبعت ملة آباءى (یوسف: ۳۸) میں نے اپنے آباء اجداد کی ملت کی پیروی کی ہے' اور ملت کی اضافت اللہ کی طرف نہیں کی جاتی اور نہ نبی کی امت کے افراد کی طرف کی جاتی ہے اس کا استعمال صرف حاملین شریعت کے لئے ہوتا ہے ان کے افراد کی طرف نہیں ہوتا' اس لئے اللہ کی ملت اور میری ملت اور زید کی ملت نہیں کہا جاتا جس طرح اللہ کا دین اور زید کا دین اور میرا دین کہا جاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی کی اس تقریر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باطل مذاہب پر بھی ملت کا اطلاق کیا گیا ہے' حضرت یوسف نے فرمایا:

اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (یوسف: ۳۷)

میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ آخرت کا بھی کفر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کا قول نقل فرمایا:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (ص: ۷)

ہم نے یہ بات پچھلی ملت میں (بھی) نہیں سنی یہ صرف من گھڑت بات ہے۔

کفار کا مطلب یہ تھا کہ یہ نبی جو توحید کی دعوت دے رہے ہیں یہ ان کی خود ساختہ دعوت ہے ورنہ عیسائیت میں بھی دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک بنایا گیا ہے۔

ان آیات میں باطل مذاہب پر بھی ملت کا اطلاق کیا گیا ہے اور یہ اطلاق علامہ راغب کے بیان کئے ہوئے معنی کے خلاف ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاقات مجاز ہیں ورنہ ملت حقیقت میں اس دستور الٰہی کا نام ہے جو انبیاء کے واسطہ سے انسانوں کی طرف بھیجا جاتا ہے' لیکن اگر کبھی انسان اس دستور میں تحریف کر لیں تب بھی اس پر ملت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

علامہ راغب نے دین اور ملت میں یہ فرق بھی کیا ہے کہ دین کا معنی اصل میں اطاعت ہے پس اللہ کے بھیجے ہوئے دستور میں یہ لحاظ کیا جائے کہ انبیاء اس دین کو قائم کریں گے اور لوگ اس دستور کی اطاعت کریں گے تو اس دستور کو دین کہتے ہیں اور اگر اس دستور میں صرف یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ اللہ کا مشروع اور مقرر کیا ہوا دستور ہے تو اس کو ملت کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۱۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

ملت سے یہاں پر دین کے اصول اور فروع مراد ہیں یعنی عقائد اور احکام شرعیہ یا صرف احکام شرعیہ مراد ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۷ ص ۳۶۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا:

يا رسول الله ماهذه الاضاحى قال سنة ابيكم ابراهيم.

یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔

انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس میں ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر اون ہو تو فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے' لیکن فضائل اعمال

marfat.com

Marfat.com

میں سند ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۷ مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۰۷۵ المسند الجامع رقم الحدیث: ۳۸۰۶)

امام رازی نے یہ اعتراض قائم کیا ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت وہی ہو جو ملت ابراہیم ہے اور اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ان اتبع ملة ابراهيم (النحل: ۱۲۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی الگ اور مخصوص شریعت نہیں ہے' پھر امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیت بت پرستوں کے لئے اتری ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرنا اور بت پرستی کو ترک کرنا یہ ملت ابراہیم ہے یعنی ملت کا تعلق صرف عقائد سے ہے اور باقی تمام احکام شرعیہ مفصلہ کا اس اتباع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۶)

ممکن ہے کہ امام رازی کا جواب صحیح ہو لیکن ہمارے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمام احکام شرعیہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع نہیں کی جاتی حتیٰ کہ یہ اعتراض ہو کہ پھر ہمارے نبی کی الگ مخصوص شریعت نہیں رہی بلکہ صرف مناسک حج' قربانی اور طہارت کی دس سنتوں (ختنہ' زیر ناف بالوں کو کاٹنا' ناخن تراشنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ڈاڑھی بڑھانا' مونچھیں کم کرانا وغیرہ) میں ان کی اتباع کی جاتی ہے اور باقی تمام احکام شرعیہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جاتی ہے' اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مناسک حج اور قربانی میں آپ کی مطلقاً اتباع نہیں ہے بلکہ اس میں بھی آپ کی مخصوص شریعت ہے ایک دفعہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا بعض آزاد خیال لوگ یہ کہتے ہیں کہ حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی اتباع نہیں ہے صفا اور مروہ کی سعی میں حضرت ہاجرہ کی اتباع ہے' شیطان کو کنکریاں مارنے میں اور طواف کرنے میں حضرت ابراہیم کی اتباع ہے اور قربانی دینے میں حضرت اسماعیل کی اتباع ہے' میں نے کہا یہ غلط ہے' طواف کے ابتدائی تین چکروں میں جو رمل کیا جاتا ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور رکن یمانی کی تعظیم کرنے میں صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (عمرہ حدیبیہ کی قضاء کرنے) مکہ میں آئے تو مشرکین نے ان کو دیکھ کر کہا تمہارے پاس ایک وفد آ رہا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلاتے ہوئے بھاگ بھاگ کر طواف کریں) اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان آہستہ آہستہ چلیں اور طواف کے باقی چکروں میں رمل کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی اصل پر باقی رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۰۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۶۴ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۸۵)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا مجھے خوب علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا پھر حضرت عمر نے اس کو بوسہ دیا' پھر کہا ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے! ہم مشرکین کو (اپنی طاقت) دکھانے کے لئے رمل کرتے تھے اور اب اللہ مشرکین کو ہلاک کر چکا ہے' پھر کہا جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ہم اس کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۱۰' ۱۶۰۵ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۱۸)

عبید بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ (کعبہ کے

marfat.com
Marfat.com

ارکان میں سے) صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے اور باقی ارکان کی تعظیم نہیں کرتے؟ حضرت ابن عمر نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ان ہی دو رکنوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے (کعبہ کے ارکان سے مراد خانہ کعبہ کے چار کونے ہیں پہلے دو کونوں کو حجر اسود اور رکن یمانی کہتے ہیں اور حطیم کی جانب پچھلے دو کونوں کو رکن عراقی اور رکن شامی کہتے ہیں)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٦٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١١٨٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٧٧٢' سنن النسائی رقم الحدیث: ١١٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٢٦)

حج میں احرام باندھنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے لیکن احرام میں جو کام منع ہیں اور جو جائز ہیں یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے ہیں اور یہ آپ کی شریعت ہے' احرام باندھنے کے لئے جو مختلف میقات ہیں یہ آپ نے بیان فرمائے ہیں اور یہ آپ کی شریعت ہے' نفس طواف حضرت ابراہیم کی سنت ہے اور طواف قدوم' طواف زیارت اور طواف وداع کا تعین یہ آپ کی شریعت ہے' جس طواف کے بعد سعی ہو اس میں رمل کرنا یہ آپ کی شریعت ہے' مقام ابراہیم پر نماز پڑھنا یہ آپ کی شریعت ہے' رمی' ذبح اور حلق کی ترتیب یہ آپ کی سنت ہے' حج افراد' حج تمتع اور حج قران کا تعین یہ آپ کی شریعت ہے اور جنایات میں دم دینے کا تعین بھی آپ نے کیا ہے۔

نفس قربانی حضرت ابراہیم یا حضرت اسماعیل کی سنت ہے قربانی کے جانوروں کی اصناف اونٹ' گائے اور بکری کا تعین یہ آپ کی شریعت ہے' اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شرکت یہ آپ کی شریعت ہے' ان جانوروں کی کیا عمریں ہونی چاہئیں اور کن عیوب سے ان کو خالی ہونا چاہئے یہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آپ کی شریعت ہے' قربانی کرنا نماز عید کے بعد معتبر ہے نماز عید سے پہلے قربانی کرنا معتبر نہیں ہے یہ آپ کا ارشاد ہے اور یہ آپ کی شریعت ہے۔

غرض مناسک حج اور قربانی میں نفس حج اور نفس قربانی تو ملت ابراہیم ہے لیکن اس کی تمام تفصیلات اور تمام جزئیات آپ نے بیان فرمائی ہیں حج کے فرائض' واجبات' آداب اور ممنوعات کے ارتکاب پر دم اور تاوان کا تعین یہ سب آپ نے کیا ہے اور یہ تمام امور آپ کی شریعت ہیں اور ہم تو کہتے ہیں کہ حج اور قربانی کو اور طہارت کی سنتوں کو بھی ہم اس نیت سے کرتے ہیں کہ یہ کام آپ نے کئے ہیں خواہ آپ نے حضرت ابراہیم کی سنت اور ملت کی وجہ سے حج کیا ہو اور قربانی کی ہو لیکن ہم اس لئے حج کرتے ہیں کہ آپ نے حج کیا ہے اور اس لئے قربانی کرتے ہیں کہ آپ نے قربانی کی ہے' یہ درست ہے کہ ہم کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم ہے لیکن ہم ملت ابراہیم کی پیروی شریعت محمد میں کرتے ہیں۔

اس امت کا نام امت مسلمہ اللہ نے رکھا ہے یا حضرت ابراہیم نے!

نیز اس آیت میں فرمایا اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس میں۔

اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے تمہارا نام مسلمان رکھا کیونکہ ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (البقرہ: ١٢٨)	اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لئے مسلمان (اطاعت گزار) رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت کو مسلمان رکھ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امت مسلمہ بنا دیا۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام امت مسلمہ رکھا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ' مجاہد اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ اللہ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔
(جامع البیان جز ۱۷ص ۲۷۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابن زید نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے' امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ابن زید کا قول بلا دلیل ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نام قرآن میں مسلمین نہیں رکھا' کیونکہ قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت عرصہ بعد نازل ہوا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ص ۲۷۲-۲۷۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر علامہ آلوسی کے اعتراضات

اس کے بعد الحج: ۷۸ میں فرمایا تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن نبیوں کو اور ان کی امتوں کو لایا جائے گا پھر انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا جائے گا کیا آپ لوگوں نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی وہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی' ان کی امتیں اس کا انکار کریں گی پھر اس امت کو لایا جائے گا اور وہ گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی ان سے کہا جائے گا تم کو اس کا کیسے پتا چلا وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ہم کو اس کی اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔

یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شہادت دیں گے کہ فلاں شخص نے اطاعت کی ہے اور فلاں شخص نے معصیت کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی اطاعت اور معصیت کا ان علامات سے پتا چلے گا جو اللہ تعالیٰ اس دن نیکوں اور گناہ گاروں میں نیکی اور گناہ کی علامت رکھے گا اور آپ اس علامت سے پہچان لیں گے اور اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کی اطاعت اور معصیت کی گواہی دینا صحیح ہو گا۔

اور یہ جو بعض احادیث میں ہے کہ برزخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ہر ہفتہ یا اس سے کم دن میں امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں یہ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو یہ علم قطعی اور یقین کا فائدہ نہیں دیتیں اور شہادت کے لئے علم قطعی اور یقین کی ضرورت ہے' اور ان احادیث پر یہ اشکال بھی ہے کہ مسند احمد اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے پاس حوض پر میرے اصحاب آئیں گے حتیٰ کہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور پہچان لوں گا تو میں کہوں گا میرے اصحاب! میرے اصحاب! تو مجھ سے کہا جائے گا آپ اپنی عقل اور قیاس سے نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالیں اور نئے کام کئے۔ امت کے اعمال پیش کئے جانے والی احادیث اگر صحیح ہوں تو خواہ وہ یقین اور علم قطعی کا فائدہ دیں یا نہ دیں اس حدیث سے ان پر اشکال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو دیکھا اس وقت آپ کے ذہن میں یہ متحضر نہیں تھا کہ یہ لوگ دین میں کیا بدعات نکال چکے ہیں یعنی اس طرف آپ متوجہ نہیں تھے اس سے آپ کے علم کی نفی نہیں ہوتی اور یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں ہے کہ آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں' اور چونکہ آپ کی توجہ ان کی بدعات کی طرف نہیں تھی اس لئے آپ نے وہ فرمایا جو فرمایا۔

اور یہ جو فرشتوں نے کہا آپ اپنی عقل سے نہیں جانتے اس سے آپ کی وفات کے بعد بدعات کے ارتکاب کے جرم کی سنگینی مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کو علم نہیں ہے' جو شخص آپ کی وفات کے بعد نیکی کرتے ہوئے مرا یا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں گناہ کرتا ہوا مرا اس کے اعمال آپ کے سامنے پیش کئے جانے کا کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے اور یہ کہنا

marfat.com

Marfat.com

کہ ایسے شخص کا وجود نہیں ہے بہت بعید ہے اور جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے اعمال کا علم ہے اور آپ ہر شخص کو جانتے ہیں خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اطاعت یا معصیت کے متعلق قیامت کے دن گواہی دیں گے اس کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اس آیت سے استدلال کرنے میں یہی بحث ہوگی۔ علاوہ ازیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی' وہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم اور شمول کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ (روح المعانی جز ١٧ص ٣١٢۔ ٣١١' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ آلوسی کے اعتراضات کے جوابات اور آپ کے علم کے عموم کا دفاع

علامہ آلوسی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہ آیت اس باب میں قطعاً نص صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے اوپر شاہد اور گواہ ہیں' اور شہادت میں اصل یہ ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کرکے گواہی دی جائے اور بغیر علم کے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے اعمال پر شاہد اور گواہ ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ کو تمام مسلمانوں کے اعمال کا علم ہو' اور اگر کچھ روایات اس کے خلاف ہیں تو اگر ان کی توجیہہ ممکن ہو تو ان کی توجیہ کی جائے گی ورنہ اس نص قطعی کے مقابلہ میں ان روایات کو ترک کر دیا جائے گا' اس بحث میں پہلے ہم مستند تفاسیر کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کے اعمال پر شاہد ہیں پھر اس کی تائید میں احادیث کا ذکر کریں گے اور خود علامہ آلوسی کی عبارت سے آپ کے علم کا عموم بیان کریں گے اور آخر میں ان روایات کا محمل بیان کریں گے جن کو علامہ آلوسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم کے خلاف سمجھا ہے۔ فنقول وباللہ التوفیق:

مشہور مفسر قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ٦٨٢ھ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ جب شہادت کے بعد علیٰ کا ذکر ہو تو اس کا معنی عربی قواعد کے مطابق کسی کے خلاف گواہی دینا ہوتا ہے اور یہاں مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حق میں ان کے نیک ہونے اور ان کی شہادت کے صادق اور برحق ہونے کی شہادت دیں' پس قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

اس آیت میں شہید کا لفظ رقیب اور مھیمن (نگہبان) کے معنی کو متضمن ہے اور علیٰ کا لفظ شہادت کا صلہ نہیں ہے بلکہ رقیب کا صلہ ہے اور اس کا معنی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نگہبان' اور ان کے احوال پر مطلع ہیں۔

علامہ احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ قاضی بیضاوی کی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب شہادت کا صلہ علیٰ ہو تو اس کا معنی کسی کے خلاف شہادت دینا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت امت کے حق میں ہوگی' کیونکہ آپ ان کی شہادت کا تزکیہ کریں گے یعنی ان کی شہادت کو برحق قرار دیں گے' علامہ بیضاوی نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہاں شہید کا لفظ رقیب اور مھیمن کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ جو شخص کسی کا تزکیہ کرتا ہے وہ اس کے احوال کو جاننے والا ہوتا ہے۔ (عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی ج ٦ص ٣١٢' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ١٢٣٩ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دین دار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے' اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں' اس لئے امت کے دنیاوی امور میں آپ کی گواہی بہ حق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے زمانہ کے حاضرین

marfat.com

Marfat.com

مثلاً اصحاب و ازواج و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس و مہدی اور مقتون دجال کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ کے حاضر و غائب لوگوں کے عیوب و قبائح بیان فرمائے ہیں ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ' تا کہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی (فارسی) ج ا ص ۶۳۶' مطبوعہ ہند)

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ اور مستند اور مسلم مفسرین نے جو اس کی تفسیر کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ایمان اور اس کے درجات کا اور ان کے اعمال کا علم ہو گا' اس کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں بھی اس پر دلیل ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن نوح کو بلایا جائے گا وہ کہیں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے ہاں' پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا آیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا' پھر اللہ تعالیٰ نوح سے فرمائے گا تمہارے حق میں کون گواہی دے گا وہ کہیں گے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت' پھر وہ گواہی دیں گے کہ نوح نے تبلیغ کی تھی' اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۶۱' صحیح ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۷۳' کتاب الاسماء والصفات ص ۲۱۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے' نیک اور بد' میں نے نیک اعمال میں یہ (عمل) پایا کہ راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دی جائے اور برے اعمال میں یہ پایا کہ مسجد میں ناک کی رینٹ ڈال دی جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰' ۱۷۸' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۳۰۸)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس امت سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کے لئے صالح پیش رو اور ان کی خیر اور فلاح کا منتظم بنا دیتا ہے اور وہ ان کے حق میں نیکی کی گواہی دیتا ہے' اور جب اللہ کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو نبی کی زندگی میں اس امت کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے' اور اس کو ہلاک کر کے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے' کیونکہ انہوں نے نبی کی تکذیب کی تھی اور اس کی نافرمانی کی تھی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۸۹۲۸' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷-۲۵۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لئے احادیث بیان کی جاتی ہیں اور میری وفات (بھی) تمہارے لئے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۵' الوفاء ص ۸۱۰' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

marfat.com

Marfat.com

البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۷۱)

ان کے علاوہ بعض دیگر احادیث میں ایسے واقعات مذکور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو امت کے احوال اور اعمال کا علم ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ میں گزرے' آپ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت دشوار ہو' پھر فرمایا کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا' پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا نصب کر دیا' آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷)

ان احادیث کے علاوہ اور صحاح ستہ میں بہت احادیث ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم اور شمول پر دلالت کرتی ہیں' ان میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان کر دیئے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا' اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے' ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں' جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴' صحیح مسلم الجنۃ ۲۳ (۲۸۹۱) ۷۱۳۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰' جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۸۲)

(۲) حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی' آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں ما کان و ما یکون (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں' پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔

(صحیح مسلم الجنۃ: ۲۶ (۲۸۹۲) ۷۱۳۴' مسند احمد ج ۳' ص ۳۱۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۲۹' البدایہ والنہایہ ج ۶' ص ۱۹۲' جامع الاصول ج ۱۱' رقم الحدیث: ۸۸۸۵' الاحاد والمثانی ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۸۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶' ص ۳۱۳)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ہمیں مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں' حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲' امام احمد نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰' طبع دار الحدیث' قاہرہ)

marfat.com
Marfat.com

امام ترمذی نے کہا اس باب میں حضرت حذیفہ' حضرت ابومریم' حضرت زید بن اخطب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ سے احادیث مروی ہیں' انہوں نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیامت تک تمام ہونے والے امور بیان کر دیئے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۸)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۵۸' مطبوعہ قاہرہ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۶۴۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۶۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۴' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث: ۵۱۰۹)

ہم نے یہ کہا تھا کہ علامہ آلوسی نے خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم کی تصریح کی ہے ان کی وہ عبارت یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انزله بعلمه (النساء: ۱۶۶) اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے علم کے ساتھ نازل کیا یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے اس علم محیط کے ساتھ مقارن ہے جس سے آسمانوں اور زمینوں کا ایک ذرہ بھی غائب نہیں ہے اور اس جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماکان اور مایکون (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کو جان لیا۔ (روح المعانی جز ۶ ص ۳۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رہا علامہ آلوسی کا یہ اعتراض کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امت کے احوال کا علم ہے تو قیامت کے دن جب وہ لوگ حوض پر آئیں گے جنہوں نے آپ کے بعد دین میں بدعات نکالی تھیں تو پھر آپ نے ان کو کیوں فرمایا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ میرے اصحاب ہیں' حتیٰ کہ آپ سے کہا جائے گا کہ آپ محض اپنی عقل سے نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں پھر آپ فرمائیں گے یہ دور ہوں' یہ دور ہوں' اس کا جواب خود علامہ آلوسی نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث آپ کے علم کی نفی پر دلالت نہیں کرتی' اس کا محمل یہ ہے کہ آپ کا علم اس وقت مستحضر نہیں تھا۔

اور یہی جواب صحیح ہے کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص کو علم ہوگا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے' کیونکہ مومنوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے' مومنوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور کافروں کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' کافروں کے چہرے سیاہ تاریک اور مرجھائے ہوئے ہوں گے اور مومنوں کے چہرے خوش' تروتازہ اور ہنستے ہوئے ہوں گے' اور جو لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان نشانیوں سے تو ہر شخص ان کو جان لے گا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے یہ علم نہیں ہوگا کہ یہ لوگ آپ کے امتی نہیں ہیں' نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں آئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مومنوں کے گھر والو! ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے' اور میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے! صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے' آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر کسی آدمی کے گھوڑے غرمحجل (جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سفید ہوں) اور وہ سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان لے گا؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا میرے امتی بھی قیامت کے دن غرمحجل ہوں گے وضو کی وجہ سے ان کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں گے' اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا اور سنو! کچھ لوگوں کو حوض سے اس طرح

marfat.com
Marfat.com

دور کیا جائے گا جس طرح آوارہ اونٹوں کو دور کیا جاتا ہے' میں انہیں آواز دے کر بلاؤں گا ادھر آؤ' تو کہا جائے گا انہوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا تھا پس میں کہوں گا یہ دور ہوں' دور ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۶)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غر محجل کی علامت سے اپنے امتیوں کو دوسروں سے ممتاز کر لیں گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قیامت دن جو مرتدین آپ کے پاس حوض پر آئیں اور ان میں کافروں کی نشانیوں ہوں گی آپ کو ان کا پتا نہ چلے اور آپ ان کو اپنا امتی سمجھیں جب کہ میدان محشر میں ہر شخص کو ان نشانیوں سے پتا چل جائے گا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں' اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کا علم نہ ہو جب کہ آپ کو دنیا میں بھی علم ہے کہ کچھ مرتدین آپ کے پاس حوض پر آئیں گے اور ان کو حوض سے دور کیا جائے گا' یہ اور بات ہے کہ اللہ اپنی کسی حکمت کو پورا فرمانے کے لئے وقتی طور پر آپ کی توجہ ہٹا دے اور آپ انہیں میرے صحابی' میرے صحابی فرمائیں اور توجہ دلانے پر پھر فرمائیں یہ دور ہوں' یہ دور ہوں۔

رہا علامہ آلوسی کا دوسرا اعتراض کہ حضرت عائشہ پر جب منافقین نے بری بات کی تہمت لگائی اور آپ نے اس کا رد نہیں کیا تو یہ بھی آپ کے علم کے عموم کے خلاف ہے اکثر منکرین علوم نبوت یہی اعتراض کرتے ہیں اور ہمارے علماء نے اس کا بارہا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور پاکیزگی کا علم تھا لیکن آپ نے ان کی برأت کا اس لئے اعلان نہیں فرمایا کہ آپ کو علم تھا کہ خود خالق کائنات حضرت عائشہ کی برأت کے سلسلہ میں قرآن مجید میں سورہ نور کی دس آیتیں نازل فرمانے والا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک بہت طویل حدیث ہے اس کی بعض سطریں یہ ہیں:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فواللہ ماعلمت علی اھلی الاخیرا ولقد ذکروا رجلا ماعلمت علیہ الاخیرا وماکان یدخل علی اھلی الامعی- الحدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا اے مسلمانو! تم میں سے کون شخص میرا اس شخص سے دفاع کرے گا جس نے میری اہلیہ کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے' پس اللہ کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق سوا نیکی کے اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں نے جس شخص کے متعلق تہمت لگائی ہے اس کے متعلق بھی مجھے نیکی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور وہ شخص جب بھی میری اہلیہ کے پاس گیا میں اس کے ساتھ تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۵۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۴۷' ۱۹۷۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۲۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی سے پہلے حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا علم نہیں تھا اور آپ کے علم کے عموم پر اعتراض کرے تو ہم سوا افسوس کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

احکام شرعیہ کی تعداد' ان کی تعریفات اور ان کی مثالیں

(الحج: ۷۸ کے آخر میں فرمایا: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور اس آیت کے شروع میں فرمایا تھا اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے' اور ہم نے شروع میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا تھا کہ اس سے مراد جہاد بالنفس ہے اور جہاد بالنفس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفس پر قہر کر کے عبادات کو انجام دینا اور معاصی کو ترک کرنا' سو تمام احکام شرعیہ جہاد بالنفس میں آ گئے نماز اور زکوٰۃ کا حکم بھی جہاد بالنفس میں آ گیا تھا لیکن ان کی اہمیت کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا' اس مناسبت سے ہم یہاں پر احکام شرعیہ کی تعداد' ان کی تعریفات اور ان کی مثالیں لکھ دینا چاہتے ہیں فنقول

marfat.com
Marfat.com

وباللہ التوفیق۔

کل احکام شرعیہ گیارہ ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت مؤکدہ (۴) سنت غیر مؤکدہ (۵) مستحب (۶) حرام (۷) مکروہ تحریمی (۸) اساءت (۹) مکروہ تنزیہی (۱۰) خلاف اولیٰ (۱۱) مباح۔

فرض کی تحقیق

فرض: وہ کام جس کا کرنا ضروری ہو اور اس کا ترک کرنا لازماً منع ہو' اس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کے فعل کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو' اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ دائماً ترک کیا جائے یا احیاناً (کبھی کبھی) (ملخصاً ردالمحتار ج ا ص ۱۸۶) اس کی مثال ہے نماز' زکوٰۃ' رمضان کے روزے اور بہ شرط استطاعت حج کرنا۔

نماز اور زکوٰۃ کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور قرآن مجید قطعی الثبوت ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ نماز اور زکوٰۃ کا تارک عذاب کا مستحق ہے۔

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ (المدثر: ۴۴-۳۹)

جن کی دائیں ہاتھوں میں نوشتہ اعمال ہوگا۔ وہ جنتوں میں بیٹھے سوال کر رہے ہوں گے۔ مجرمین سے تم کو کس عمل نے دوزخ میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

واجب کی تحقیق

واجب: جس کا کرنا ضروری ہو اور اس کا ترک کرنا لازماً منع ہو اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو یعنی اس کا ثبوت قطعی ہو اور لزوم پر دلالت ظنی ہو یا ثبوت ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو' اور اس کا انکار کفر نہ ہو اور اس کا ترک کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ دائماً ترک کرے یا احیاناً۔ (ملخصاً ردالمحتار ج ا ص ۱۸۷)

جس واجب کا ثبوت قطعی اور لزوم پر دلالت ظنی ہو جیسے جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ: ۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو' اس کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید کی یہ آیت قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت ظنی ہے کیونکہ رکوع کا معنی نماز پڑھنا بھی ہے اور رکوع کا معنی اللہ سے ڈرنا اور خشوع بھی ہے۔

اور جس واجب کا ثبوت ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو جیسے نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے لیکن اس کا ثبوت ظنی ہے کیونکہ اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۲۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۷) تاہم یہ حدیث خبر واحد ہے اور اس کا ثبوت ظنی ہے لیکن اس کا لزوم قطعی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ فاتحہ کو پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

واجب کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت دائماً کیا ہو اور اس کے تارک پر آپ نے انکار کیا ہو یا اس کے ترک پر وعید فرمائی ہو' (البحر الرائق ج ا ص ۱۷' فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹ بیروت) اس کی مثال بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے کیونکہ آپ نے بطور عبادت ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس کے ترک پر انکار اور وعید فرمائی

marfat.com

Marfat.com

ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر نماز کا حکم دوں اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر یہ دیکھوں جو نماز پڑھنے نہیں آئے تو میں ان کے اوپر ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۴ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۱)

اس کی دوسری مثال ہے کہ نفس ڈاڑھی رکھنا واجب ہے آپ نے ہمیشہ ڈاڑھی رکھی اور ڈاڑھی منڈوانے پر انکار فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجوسی آیا اس نے اپنی ڈاڑھی مونڈی ہوئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے آپ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کریں اور ڈاڑھی بڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ کراچی ۱۴۰۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈوانے پر انکار فرمایا ہے قبضہ سے کم مقدار ڈاڑھی رکھنے پر انکار نہیں فرمایا اس لئے قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے لیکن اتنی ڈاڑھی رکھنا ضروری ہے جس پر بغیر کسی قید کے ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خشخشی ڈاڑھی رکھنے یا فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھنے سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دراز گردن تھے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک سینہ کے ابتدائی حصہ کو بھر لیتی تھی اس لئے آپ کی سنت صرف قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا نہیں ہے بلکہ قبضہ سے زائد ہے یا ڈیڑھ یا دو قبضہ کے برابر پس آپ کی محبت اور سنت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھی جائے اور فقہاء کی عبارات میں جو مذکور ہے کہ قبضہ بھر ڈاڑھی سنت ہے اس سے مراد آپ کی سنت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے ڈاڑھی کا معروف طریقہ اور مسلمانوں کا چلن۔

سنت مؤکدہ کی تحقیق

جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت دائماً کیا ہو اور اس کو ترک کرنے پر انکار نہ فرمایا ہو یا آپ نے اس فعل کو اکثر اوقات بطور عبادت کیا ہو اس کا ترک اساءت ہے یعنی برا کام جو شخص سنت مؤکدہ کو دائماً ترک کرے وہ مستحق عذاب ہے اور جو اس کو احیاناً ترک کرے وہ مستحق ملامت ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمنی نے سنت کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور وہ کام واجب یا مستحب نہ ہو لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے اور سنت مؤکدہ کی یہ شرط ہے کہ آپ نے اس پر دوام کیا ہو اور کبھی ترک بھی کیا ہو خواہ ترک حکماً ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس فعل پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے بعد خلفاء راشدین نے دائماً عمل کیا ہو اور اس کو ترک کرنے سے منع نہ فرمایا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے ورنہ وہ مستحب اور نفل ہے اور سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت الہدیٰ ہے اس کا ترک کراہیت اور اساءت کو واجب کرتا ہے جیسے جماعت اذان اور اقامت اور دوسری سنۃ الزوائد ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لباس پہننے کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں سیرت اس کا ترک مکروہ نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

سنت مؤکدہ کی مثال صبح و شام کے فرائض کے ساتھ بارہ رکعات نمازیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن اور رات میں بارہ رکعات نمازیں پڑھیں اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا' چار رکعات ظہر سے پہلے' دو رکعت ظہر کے بعد' دو رکعت مغرب کے بعد' دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت صلاۃ فجر سے پہلے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۴۳۵' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۱۴۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۸۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۱۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۳)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ ھ لکھتے ہیں: جمعہ سے پہلے چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعت بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ (غنیۃ المستملی ص ۳۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۳۲)

اور جمعہ سے پہلے چار رکعت پر دلیل یہ حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے' ابو اسحاق نے کہا کہ حضرت علی جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷' طبع بیروت' ۱۳۹۰ھ)

چار رکعت سنت مؤکدہ میں پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھے اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہ پڑھے اور آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود اور دعا بھی پڑھے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۹۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص ان سنتوں کا استخفاف کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں پڑھتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی' نوازل میں مذکور ہے جو شخص پانچ نمازوں کی سنتیں نہ پڑھے اور ان کو حق نہ جانے اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کوئی شخص ان سنتوں کو برحق جانے اور نہ پڑھے تو ایک قول ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ اس کے ترک پر وعید ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۵۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

البحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک پر ملامت ہے عذاب نہیں ہے۔ لیکن تلویح میں ہے کہ سنت مؤکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے' اس سے وہ شفاعت سے محرومی کا مستحق ہوگا کیونکہ حدیث میں ہے جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا' اور ابن ہمام کی تحریر میں مذکور ہے ان سنتوں کا تارک گمراہ قرار دیئے جانے اور ملامت کا مستحق ہے' اور ترک سے مراد یہ ہے کہ جو بلا عذر ترک کرے اور اس ترک پر اصرار کرے جیسا کہ تحریر کی شرح میں ابن امیر الحاج نے لکھا ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق

سنت غیر مؤکدہ جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کیا ہو' اس کو دائماً ترک کرنے پر ملامت کا استحقاق ہے اور احیاناً ترک کرنے پر ملامت نہیں ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سنت وہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائمی عمل کیا ہو' لیکن اگر اس کو کبھی ترک نہ کیا ہو تو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر

marfat.com

Marfat.com

اس کو کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو تو وہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور اگر آپ نے اس پر دائمی عمل کیا ہو اور ترک کرنے والے پر انکار بھی کیا ہو تو وہ وجوب کی دلیل ہے۔ (ردالمحتار ج ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

سنت غیر مؤکدہ کی مثال عصر سے پہلے چار رکعت ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۷۱ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۰ مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۷ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۳)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ ھ نے لکھا ہے کہ عشاء سے پہلے چار رکعت میں کوئی خصوصی حدیث نہیں ہے اس لئے ان کو مستحب لکھا ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے لکھا ہے کہ چار رکعت سنت غیر مؤکدہ کے ہر دوگانہ کی ابتداء میں ثناء بسم اللہ اعوذ باللہ اور تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے گی۔

(مراقی الفلاح علی نور الایضاح ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

مستحب کی تحقیق

مستحب: یہ وہ فعل ہے جس کا ثبوت بھی ظنی ہو اور اس کی دلالت بھی ظنی ہو جیسے وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھونا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسجد میں جاتے وقت پہلے دایاں پیر داخل کرنا اور آتے وقت بایاں پیر پہلے باہر نکالنا چاشت اور اشراق کے نوافل ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا اور تحیۃ المسجد پڑھنا وغیرہ اس کا فعل موجب ثواب ہے اور اس کے ترک پر عذاب ہے نہ ملامت خواہ دائماً ترک ہو یا احیاناً (ملخصہ ردالمحتار ج ا ص ۱۸۶) حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو دائیں اعضاء سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے اور جب کنگھی کرتے تو دائیں جانب سے کنگھی کی ابتداء پسند فرماتے اور جب جوتی پہنتے تو دائیں پیر سے ابتداء کو پسند فرماتے دوسری روایت میں ہے کہ آپ تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۴۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۰۸ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۲ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مستحب کام کو لازم نہیں کر لینا چاہئے اور جو مستحب کام کو نہ کرے اس کو ملامت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ مستحب کام کو لازم کر لینا اور اس کے ترک پر ملامت کرنا اس مستحب کو واجب بنا دینا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو بدلنا ہے اور احداث فی الدین ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ نماز پوری کرنے کے بعد دائیں طرف ہی مڑ کر بیٹھے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی بار بائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۵۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۰۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۲ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۵۹ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۳۰)

نماز سے فارغ ہو کر دائیں طرف مڑ کر بیٹھنا مستحب ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کو لازم سمجھ لیتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اسی طرح عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے لیکن اس کو لازم سمجھنا بدعت سیئہ ہے اور

marfat.com
Marfat.com

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سیاہ رنگ کا عمامہ ہے۔

حرام کی تحقیق

حرام: وہ کام جس کا ترک کرنا ضروری ہو اور اس کو کرنا لازماً ممنوع ہو اس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو' اس کا انکار کفر ہو اور اس کام کو کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ وہ دائماً اس کام کو کرے یا احیاناً' اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

اس کی مثال ہے یتیم کا مال ظلماً کھانا' اس کی ممانعت بھی قطعی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اس کی ممانعت کا ثبوت ہے اور ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ اس کے مرتکب پر عذاب کی وعید ہے' قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النساء: ١٠)

بے شک جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

اس کی دوسری مثال ہے زنا کرنا' اس کی ممانعت کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ١٧)

اور زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اس کی ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ٢)

زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

اور اگر شادی شدہ زنا کریں تو ان کو رجم (سنگسار) کر دیا جائے گا یہ تواتر معنوی سے ثابت ہے اور تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔

مکروہِ تحریمی کی تحقیق

مکروہ تحریمی: جس کام کو ترک کرنا ضروری ہو اور اس کام کو کرنا لازماً ممنوع ہو اور اس کے کرنے پر عذاب کی وعید ہو اور اس کی ممانعت کے ثبوت یا لزوم پر دلالت دونوں میں سے ایک ظنی ہو اور اس کا انکار کفر نہ ہو اور اس کام کو کرنے والا عذاب اور ملامت کا مستحق ہو خواہ دائماً ترک کرے یا احیاناً تاہم اس کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔

(ردالمحتار ج ٢ ص ١٣٠' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ قویہ ہو (قریب بہ وجوب جیسے نماز فجر کی سنتیں) تو اس کا ترک مکروہِ تحریمی ہے اور اگر سنت غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار ج ٢ ص ٣٦٧' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

فقہاء جب مکروہ کا ذکر کریں تو اس کی دلیل میں غور کرنا ضروری ہے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو اور ممانعت کے خلاف پر کوئی قرینہ نہ ہو (مثلاً حضور کا اس کام کو کرنا) تو وہ مکروہِ تحریمی ہے اور اگر کراہت کی دلیل میں کوئی ممانعت نہ ہو بلکہ وہ دلیل اس فعل کو ترک کرنے کی مفید ہو تو وہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ (البحرالرائق ج ٢ ص ١٩' مطبوعہ کوئٹہ)

اس کی مثال ہے جیسے بغیر عذر کے باجماعت نماز کو ترک کرنا' یا سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا یا چاندی کے

marfat.com
Marfat.com

زیورات پہنا' کیونکہ ان چیزوں کی ممانعت احادیث میں آئی ہے اور وہ اخبار احاد ہیں اور ظنی ہیں:

حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتنوں میں پانی پیتا ہے' اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ گڑگڑاتی رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۱۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا اور ہم کو ریشم کے کپڑوں کو پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۳۱)

اساءت کی تحقیق

اساءت: یہ سنت مؤکدہ کو دائماً ترک کرنا اور اس پر اصرار کرنا ہے اور یا دائماً سنت مؤکدہ کے خلاف کام کرنا ہے' اس پر دوام کرنا موجب استحقاق عذاب ہے اور احیاناً کرنا موجب استحقاق ملامت ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

نماز میں سنت کو ترک کرنا نماز کے فساد یا سجدہ سہو کو واجب نہیں کرتا بلکہ اساءت کو واجب کرتا ہے (اس کے برخلاف فرض کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور واجب کو ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ شامی) بہ شرطیکہ عمداً سنت کو ترک کیا جائے (اور اگر بغیر عمد کے بھولے سے سنت کو ترک کیا تو پھر یہ اساءت نہیں ہے بلکہ اس صورت میں نماز کو دہرا لینا مستحب ہے۔ (شامی) اور سنت کو ترک کرنے والا سنت کے استخفاف (سنت کو کم یا معمولی چیز سمجھے) کی نیت سے اس کو ترک نہ کرے (اور اگر اس نے سنت کے استخفاف کی نیت سے سنت کو ترک کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی' جیسا کہ النہر الفائق میں مذکور ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ سنت کو حق نہیں سمجھتا تب بھی اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ سنت کو حق نہ سمجھنا بھی سنت کا استخفاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت ان احکام شرعیہ میں سے ایک حکم ہے جن کے مشروع ہونے پر علماء دین کا اتفاق ہے اور جو شخص سنت کو' کوئی ثابت چیز نہ سمجھے اور دین میں معتبر نہ سمجھے تو وہ سنت کا استخفاف کرتا ہے اور سنت کا استخفاف اور اس کی توہین کفر ہے۔ شامی) اور فقہاء نے کہا اساءت' کراہت سے کم درجہ کا حکم ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۱۵۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہی ہے کہ اساءت کراہت سے کم ہے یہی التقریر الاکملی میں مذکور ہے' لیکن ابن نجیم نے شرح المنار میں یہ تصریح کی ہے کہ اساءت کراہت سے زیادہ سنگین اور بری چیز ہے' اور تحریر میں مذکور ہے کہ سنت کا تارک اساءت کا مستحق ہے یعنی گم راہ قرار دیئے جانے اور ملامت کا' اور ان عبارات میں اس طرح موافقت ہے کہ تحریر میں' جو مذکور ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے اور شرح المنار میں جو مذکور ہے کہ اساءت کراہت سے زیادہ سنگین اور بری چیز ہے اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے' بس اساءت مکروہ تحریمی سے کم درجہ کی چیز ہے اور مکروہِ تنزیہی سے بڑے درجہ کی چیز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اصول ابی الیسر میں مذکور ہے کہ سنت پر عمل کرنا مستحب ہے اور اس کے ترک کرنے پر ملامت کی جائے گی اور تھوڑا سا گناہ ہوگا' اسی وجہ سے البحر الرائق میں مذکور ہے کہ فقہاء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گناہ واجب یا سنت مؤکدہ کے ترک کرنے سے ہوتا ہے' کیونکہ فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کی سنتوں کو ترک کرنا گناہ ہے اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے حالانکہ صحیح قول کے مطابق جماعت بھی سنت مؤکدہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض گناہ بعض گناہوں سے زیادہ ہوتے ہیں پس سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ واجب کو ترک کرنے کے گناہ سے کم ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ بھی سنت مؤکدہ کے ترک کرنے سے گناہ ہوگا اور شرح التحریر میں یہ لکھا ہے کہ اساءت سنت مؤکدہ کو بلا عذر دوام اور اصرار کے ساتھ ترک کرنا ہے اسی طرح الخلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک بار اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھویا تو حرج نہیں اور اگر اس کو عادت بنالیا تو گناہ گار ہوگا اسی طرح الکشف میں مذکور ہے کہ امام محمد نے کہا جو سنت مؤکدہ کے ترک پر اصرار کرے اس سے قتال کیا جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا اس کو تعزیر دی جائے گی اس سے متعین ہو گیا کہ اساءت کی تعریف میں جو سنت کو ترک کرنا لکھا ہے اس سے مراد سنت مؤکدہ کو دوام اور اصرار کے ساتھ ترک کرنا ہے تاکہ فقہاء کی عبارات میں تطبیق ہو۔ (ردالمحتار ج ا ص ۱۵۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

مکروہِ تنزیہی کی تحقیق

مکروہ تنزیہی: یہ وہ کام ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھر خود اس کام کو کیا ہو پس منع فرمانا کراہت تنزیہہ پر دلالت کرتا ہے اور عمل فرمانا اس کے بیان جواز پر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی پیئے قتادہ نے پوچھا اور کھڑے ہو کر کھانا' انہوں نے کہا وہ تو اس سے زیادہ برا اور خبیث ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ڈول سے زمزم کا پانی پلایا اور آپ نے کھڑے ہو کر وہ پانی پیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۲۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا کیسے مکروہ ہوگا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز کے لئے ہے اور آپ کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کرنا واجب ہے' تو یہ کیسے مکروہ ہوگا' اور یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا اور آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا' حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ تین تین بار اعضاء وضو کو دھونا اور پیدل چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرنا زیادہ کامل اور زیادہ افضل ہے اور اس کی نظائر بے شمار ہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی ممنوع کام کو کر کے اس کے بیان جواز پر متنبہ کرتے اور دائمی طور پر افضل عمل کو کرتے تھے' اسی طرح آپ اکثر اوقات تین تین بار اعضاء وضو کو دھوتے تھے اور اکثر اوقات بیٹھ کر پانی پیتے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ ہے اور آپ کے اعتبار سے مکروہ نہیں ہے بلکہ اس پر آپ کو فرض کا ثواب ملے گا کیونکہ احکام شرعیہ کو بیان کرنا اور امت کے عمل کے لئے نمونہ فراہم کرنا آپ پر فرض ہے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۹ ص ۵۵۳۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہم نے بیان کیا ہے کہ حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور مکروہِ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے' اور مکروہِ تنزیہی کا ارتکاب مطلقاً گناہ نہیں ہے نہ ہی کبیرہ نہ صغیرہ' اور جس طرح مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی اسی طرح مکروہِ تنزیہی کے ارتکاب پر بھی ملامت نہیں کی جاتی علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مستحب کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے (ردالمحتار ج ا ص ۲۲۳) نیز لکھا

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ مستحب کے فعل پر ثواب ہوتا ہے اور اس کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۴۱) خلاصہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی کا گناہ ہونا تو درکنار اس کے ارتکاب پر ملامت بھی نہیں کی جاتی۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

مکروہِ تنزیہی کے ارتکاب پر عتاب نہیں ہوتا اور اس کے ترک پر ثواب ہوتا ہے۔

(تلویح مع التوضیح ج ۱ ص ۴۴ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مکروہِ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اولیٰ ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہے تو بیان جواز کے کیا معنی؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسا کہ اشر بہ ردالمحتار میں ابوسعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰-۴۴۹ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور اپریل ۱۹۹۶ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں: مکروہِ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۱۰ ص ۴۲ طبع ۱۴۱۷ھ)

خلافِ اولیٰ کی تحقیق

خلافِ اولیٰ: یہ وہ کام ہے جس کی ممانعت میں حدیث نہ ہو اور یہ کام مستحب کے خلاف ہو اس کے ترک پر ثواب ہے اور اس کے فعل پر نہ عذاب ہے نہ ملامت، خواہ یہ فعل دائماً کیا جائے یا احیاناً اس میں اور مکروہِ تنزیہی میں خفیف سا فرق ہے، مکروہِ تنزیہی وہ کام ہے جس کی ممانعت حدیث سے ثابت ہو اور خلافِ اولیٰ وہ کام ہے جو مستحب کے خلاف ہو، یا مستحب کام کو ترک کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

البحر الرائق میں یہ تصریح ہے کہ مستحب کے ترک سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ کراہت تنزیہہ کے ثبوت کے لئے خصوصی دلیل ضروری ہے اور اس کی طرف تحریر ابن ہمام میں اشارہ ہے کہ خلافِ اولیٰ وہ کام ہے جس میں ممانعت کا صیغہ نہ ہو بہ خلاف مکروہِ تنزیہی، اور ظاہر یہ ہے کہ خلافِ اولیٰ عام ہے پس ہر مکروہِ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے لیکن ہر خلافِ اولیٰ مکروہِ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات خلافِ اولیٰ مکروہِ تنزیہی نہیں ہوتا کیونکہ اس پر خصوصی دلیل نہیں ہوتی جیسے چاشت کی نماز ترک کرنا، اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مستحب کو ترک کرنا خلافِ اولیٰ کی طرف راجع ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہِ تنزیہی ہو کیونکہ مکروہِ تنزیہی وہ کام ہے جس کی خصوصیت سے ممانعت ہو کیونکہ کراہت ایک حکم شرعی ہے اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ دلیل ضروری ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی وہ کام ہے جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہو اور اس کا بیان جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو، جیسے کھڑے ہو کر پانی پینا اور خلافِ اولیٰ وہ کام ہے جو مستحب کے خلاف ہو جیسے مسجد میں پہلے بایاں پیر رکھنا یا جس کام میں مستحب کا ترک ہو جیسے وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنا۔

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ جب سنت مؤکدہ تو یہ ہو (جیسے دو رکعت سنت فجر) تو یہ بعید نہیں ہے کہ اس کا ترک کرنا مکروہِ تحریمی ہو جیسے ترک واجب مکروہِ تحریمی ہے اس کا ترک کرنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، اور اگر سنت غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک کرنا مکروہِ تنزیہی

marfat.com
Marfat.com

ہے اور اگر کوئی کام مستحب ہو یا مندوب (مطلوب) ہو یا سنت نہ ہو تو پھر چاہیے کہ اس کا ترک بالکل مکروہ نہ ہو جیسا کہ فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اور قربانی کر کے اس کے گوشت سے کھائے اور اگر اس نے قربانی کے گوشت کے علاوہ کسی اور چیز کو کھا لیا تو یہ مکروہ نہیں ہے لہٰذا مستحب کے ترک سے مکروہ کا ثبوت لازم نہیں آتا البتہ اس پر یہ اشکال ہے کہ فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ترک مستحب خلاف اولیٰ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

میرے نزدیک اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی کا خلاف اولیٰ کی طرف رجوع کرنا اور چیز ہے اور مکروہ تنزیہی کا خلاف اولیٰ ہونا ایک الگ چیز ہے اور مجازاً اور توسعاً ایک مقابل کا دوسرے مقابل پر اطلاق ہو جاتا ہے جیسے فرض پر واجب کا اطلاق کر دیتے ہیں اور مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کر دیتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرض اور واجب میں اور حرام اور مکروہ تحریمی میں کوئی فرق نہ ہو اس لئے اگر فقہاء مکروہ تنزیہی پر خلاف اولیٰ کا اطلاق کر دیتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں کوئی فرق نہ ہو۔

مباح کی تحقیق

ہم نے بیان کیا ہے کہ پانچ ایسے احکام ہیں جن کا تعلق فعل کی طلب کے ساتھ ہے جیسے فرض' واجب' سنت مؤکدہ' سنت غیر مؤکدہ اور مستحب اور پانچ ایسے افعال ہیں جن کا تعلق فعل کی ممانعت کے ساتھ ہے جیسے حرام' مکروہ تحریمی' اساءت' مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ اور جس حکم کا تعلق فعل کی طلب کے ساتھ ہو اور نہ فعل کی ممانعت کے ساتھ ہو وہ مباح ہے۔

مباح وہ کام ہے جس میں فعل اور ترک فعل دونوں مساوی ہوں اور کسی ایک کی دوسرے پر ترجیح نہ ہو' کبھی کسی کام کا مباح ہونا منصوص ہوتا ہے اور کبھی اس کی اباحت پر صاف تصریح نہیں ہوتی بلکہ جس فعل کی شریعت میں طلب یا ممانعت نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے' جن کی اباحت مخصوص ہے ان کی بعض مثالیں یہ ہیں:

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا۔ (النور: ۶۱)

نابینا پر' لنگڑے پر' بیمار پر اور خود تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے آباء کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے کھاؤ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو' یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ' اور اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ سب مل کر ایک ساتھ کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ صحابہ کرام جہاد کے لئے جاتے وقت اپنے گھروں کی چابیاں ان معذور لوگوں کو دے جاتے تھے جن کا اس آیت میں ذکر ہے اور انہیں اپنے گھروں کی چیزیں کھانے کی اجازت بھی دے دیتے تھے لیکن یہ معذور صحابہ ان کی اجازت کے باوجود مالکوں کی غیر موجودگی میں ان کی چیزوں کو کھانا گناہ سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان مذکورہ لوگوں کے لئے اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے یا جن گھروں کی چابیاں ان کے پاس ہیں ان گھروں سے کھانے پینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تندرست صحابہ بیمار اور معذور صحابہ کے ساتھ کھانا اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ وہ خود زیادہ کھا لیں گے اور یہ بیمار اور معذور کم کھائیں گے' اس طرح ان کے ساتھ کھانے میں کہیں ان پر ظلم نہ ہو جائے اس طرح خود معذور صحابہ بھی صحت مند صحابہ کے ساتھ کھانا اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ تندرست صحابہ ان کے ساتھ کھانے میں کراہت محسوس کریں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھا سکتے ہیں۔

فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اس آیت میں جو رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت دی ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ عام کھانا ہو اور ان کے کھانے سے اصل مالکوں کو ناگواری نہ ہو اور ان کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو' البتہ ایسی لذیذ اور قیمتی چیزیں جو مالکوں نے خصوصیت سے الگ چھپا کر رکھی ہوں تاکہ کسی کی ان پر نظر نہ پڑے ان کو نکال کر کھانا جائز نہیں ہے' اسی طرح دیگر ذخیرہ شدہ چیزیں ان کو بھی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے کسی کے فرج سے کچھ نکال کر کھانا اسی حکم میں ہے۔ اور بیٹوں کے گھر باپوں کے اپنے گھر ہیں سو باپوں کا اپنے بیٹوں کے گھر سے کھانا مطلقاً جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے حلال اور پاکیزہ کھانا وہ ہے جس کو تم اپنی کمائی سے کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۶۴' ۴۴۶۳' ۴۴۶۲' ۴۴۶۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۰' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۵۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۵۹' المستدرک ج ۲ ص ۴۶' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۸۰-۴۷۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا مال کھانا چاہتا ہے' آپ نے فرمایا تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۴' ۲۰۴' ۱۷۹)

اباحت کی تصریح کی دوسری مثال یہ آیت ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرہ: ۱۹۸)

(اگر تم سفر حج میں) تجارت کے ذریعہ اللہ کا فضل تلاش کرو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ: ۲۲۹)

اگر تم دونوں (میاں بیوی) کو یہ خطرہ ہو کہ تم اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکو گے تو تم دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ بیوی شوہر سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس کو کچھ دے ڈالے (یعنی خلع کر لے)

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۳۴)

پھر جب بیوہ عورتوں کی عدت ختم ہو جائے تو وہ رواج کے مطابق جو اپنی زیب و زینت کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس آیت میں عدت ختم ہونے کے بعد سوگ ختم کرنے اور بیوہ کے عقد ثانی کی اباحت ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (البقرہ: ۲۳۵)

اگر تم دوران عدت عورتوں سے اشارہ کنایہ سے منگنی کا پیغام دو یا اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں جن میں مباح کی تصریح کی گئی ہے ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث میں اور بہت مثالیں ہیں۔ اور

marfat.com

Marfat.com

جن کاموں کی اباحت کی تصریح نہیں ہے وہ اس حدیث سے مستنبط قاعدہ میں داخل ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی' پنیر اور جنگلی گدھے کو کھانے کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا اور جس کے متعلق اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے (یعنی مباح ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۲۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۶۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۲۴' المستدرک ج ۴ ص ۱۱۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۲' المسند الجامع رقم الحدیث: ۴۸۵۵)

اس حدیث سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے' یعنی جب کسی چیز کی ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو تو وہ اپنی اصل کے مطابق مباح ہے' علماء اہل سنت نے میلاد شریف' سوئم' چہلم اور عرس وغیرہ کے جواز پر اسی حدیث اور اسی قاعدہ سے استدلال کیا ہے۔

ہر مباح مستحب کے ضمن میں متحقق ہو گا یا مکروہ کے ضمن میں

مباح کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے کہ اس پر کوئی ثواب اور عقاب نہیں لیکن اس کا تعلق بھی نیت کے ساتھ ہے مثلاً رات کو سونا مباح ہے لیکن اگر آدمی اس نیت سے سوئے کہ وہ رات کے دو تہائی حصہ میں سو کر بقیہ ایک تہائی میں تہجد پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے گا' یا اس نیت سے سوئے کہ دن کو عبادت کی مشقت یا تبلیغ دین اور کتب دینیہ کی تدریس' دینی تصنیف و تالیف سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے رات کو آرام کر کے اس تھکاوٹ کو زائل کرے گا تاکہ صبح کو تر و تازہ ہو کر پھر دینی خدمات کرے' یا اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے اور رزق حلال کے لئے کمائی کرنے سے جو تھکاوٹ ہوئی ہے رات کو سو کر اس تھکاوٹ کو دور کرے گا تاکہ صبح پھر تازہ دم ہو کر رزق حلال کی طلب کی جدوجہد میں مصروف ہو' تو اس کا یہ سونا بھی عبادت ہے اور کار ثواب ہے' اور اگر اس نیت سے رات کو آرام کرتا ہے کہ دن بھر گانے بجانے یا ناچنے اور اداکاری اور صداکاری کرنے یا فوٹو گرافری کرنے یا ڈاڑھیاں مونڈنے یا اسمگلنگ کرنے' جعلی ادویات اور نقلی اشیاء فروخت کرنے' ناجائز بھتے جمع کرنے' ڈاکے ڈالنے' لوٹ مار کرنے' قتل و غارت گری کرنے اور تخریب کاری کرنے سے جو تھکاوٹ ہوئی ہے اس کو زائل کر کے صبح پھر نئی توانائی سے ان ناجائز دھندوں پر لگ جائے گا تو اس کا سونا بھی گناہ ہے اور باعث عذاب ہے۔

اسی طرح عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا بھی مباح ہے لیکن یہ کھانا اگر اس نیت سے ہو کہ اس کھانے سے جو طاقت حاصل ہو گی اس کو نیک کاموں میں صرف کرے گا تو اس کا کھانا بھی عبادت ہے اور کار ثواب ہے' اور اگر یہ کھانا اس نیت سے ہو کہ اس سے جو طاقت حاصل ہو گی اس کو برائی کے راستہ میں خرچ کرے گا تو اس کا کھانا بھی گناہ ہے اور باعث عذاب ہے' اسی طرح قیمتی اور خوب صورت لباس پہننا مباح ہے لیکن اگر اس نیت سے قیمتی کپڑے پہنے کہ اللہ کی نعمت کا اظہار ہو' لوگ اس کو برے حال میں دیکھتے تو اس کی غیبت اور بدگوئی کرتے تو وہ اچھے کپڑے پہن کر ان کو غیبت اور بدگوئی سے بچاتا ہے تو اس کا قیمتی اور خوب صورت کپڑے پہننا بھی عبادت ہے' اور اگر وہ قیمتی کپڑے اپنی برتری کے اظہار اور تکبر کرنے اور اترانے کے لئے یا پرائی عورتوں کو لبھانے کے لئے پہنے تو اس کا قیمتی کپڑے پہننا بھی گناہ ہے اور باعث عذاب ہے۔

غرض ہر مباح کام کے دو پہلو ہیں اگر وہ کام نیک نیت سے ہو تو وہ مستحب اور سنت ہے اور اگر وہ مباح کام برائی کی نیت سے ہو تو مکروہ یا حرام ہے' اس لئے محققین نے کہا ہے کہ مباح الگ سے کوئی حکم شرعی نہیں ہے وہ ان ہی دس قسموں میں سے کوئی ایک قسم بن جاتا ہے' اور مومن کامل کا کوئی فعل مباح نہیں ہوتا ہر فعل مستحب یا سنت ہوتا ہے اور فاسق اور بدچلن کا بھی کوئی فعل

marfat.com

Marfat.com

مباح نہیں ہوتا اس کا ہر فعل مکروہ یا حرام ہوتا ہے۔

احکام شرعیہ کی تعداد' ان کی تعریفات' ان کے احکام' ان کی مثالیں اور ان کے دلائل پر ہم نے بہت مفصل گفتگو کی ہے اور شاید کہ قارئین کرام کو احکام شرعیہ کی اس قدر تفصیل اور تحقیق کسی اور جگہ نہیں مل سکے گی اور یہ بحث ہماری اس تفسیر کے خصائص میں سے ہے' اور میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ صرف اور صرف اللہ عزوجل کی توفیق' اس کی ہدایت اور اس کا فضل ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ' عنایت اور آپ کا فیضان ہے۔

سورۃ الحج کا اختتام

۵ جمادی الاولیٰ' ۱۴۲۲ھ/ ۲۷ جولائی' ۲۰۰۱ کو سورۃ الحج کی تفسیر شروع کی تھی اور آج ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ/ ۲۱ اگست' ۲۰۰۱ء بروز منگل بعد نماز فجر تقریباً ۲۵ دنوں میں اس سورت کی تفسیر ختم ہو گئی۔ فالحمدلله حمد اكثيرا و شكرا جزيلا.

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہے اور بے حساب شکر ہے کہ عموماً جب میں کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے کوئی کتاب کھولتا ہوں تو کتاب کھولتے ہی میرے سامنے مطلوبہ مسئلہ آ جاتا ہے اور جب کسی حدیث کی تلاش میں کسی حدیث کی کتاب کو اٹھاتا ہوں تو کتاب کھولتے ہی وہ حدیث میرے سامنے آ جاتی ہے' بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ مجھے کسی حدیث کی تلاش میں بہت محنت کرنی پڑی ہو اور زیادہ وقت لگا ہو' ایک مرتبہ میں ایک حدیث تلاش کر رہا تھا میرے پاس جس قدر کتابیں ہیں سب میں ڈھونڈتا رہا میں بہت دیر کھڑا ہو کر تلاش کرتا رہا اور میری کمر میں سخت درد ہو گیا قریب تھا کہ تکلیف کی شدت سے میرے آنسو نکل آتے اچانک اللہ نے کرم فرمایا اور وہ حدیث میرے سامنے آ گئی ایسے مواقع پر بے اختیار یہ آیت میری زبان پر آتی ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا — اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۹)

یہ لکھنے سے میرا مقصد اپنے کمال کا اظہار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا بیان ہے اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ہے' جو شخص بیماری اور مصائب کے سبب لکھنے پڑھنے سے مایوس ہو چکا تھا کیا اس کے متعلق کوئی سوچ سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل' احسان اور اس کی اعانت اور توفیق کے بغیر شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کی ضخیم مجلدات لکھ سکتا ہے!

آج بھی جب میں اللہ کی نعمتوں اور اپنے گناہوں کے متعلق سوچتا ہوں تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے اور پلکوں سے آنسو اُمڈ آتے ہیں' مولیٰ کریم! آپ نے بہت کرم فرمایا ہے کہ یہاں تک تفسیر تبیان القرآن کو مکمل کرا دیا ہے باقی تفسیر کو بھی مکمل فرما دیں! اور اس کو تا قیامت مقبول بنا دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين شفيع المذنبين قائد الغر المحجلين وعلى اصحابه الكاملين وآله الطيبين وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر اولياء امته و علماء ملته وعامة المسلمين اجمعين۔

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ

(٢٣)

marfat.com

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ المؤمنون

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس سورۃ کی فضیلت

اس سورت کا نام المؤمنون ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت المؤمنون کی صفات کے ذکر سے شروع ہوتی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ : (المؤمنون:۱)　　بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔

اور حسب ذیل احادیث میں اس سورت کو المؤمنون فرمایا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی آپ نے سورۃ المؤمنین کو شروع فرمایا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا ذکر آیا یا حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی اٹھی پھر آپ نے رکوع کر لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۶۴۹' سنن النسائی رقم الحدیث:۱۰۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۸۲۰)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے منہ سے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی' ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے' پھر آپ سے وہ کیفیت دور ہو گئی' آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ اللہ! ہمیں زیادہ دے' ہم سے کمی نہ کر' ہمیں عزت دے' ہمیں رسوائی نہ دے' اور ہم کو عطا فرما اور ہم کو محروم نہ کر' ہمیں ترجیح دے' ہم پر ترجیح نہ دے' اور ہم سے راضی ہو اور ہم کو راضی کر دے' پھر آپ نے فرمایا مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جس نے ان دس آیتوں کے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا پھر آپ نے المؤمنون کی ابتدائی دس آیتیں پڑھیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۷۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۶۰۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴' مسند البزار رقم الحدیث:۳۰۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۴۴۸' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۴۶۰' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۶۳۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۲' شرح السنۃ رقم الحدیث:۱۳۷۶' مسند احمد رقم الحدیث ۲۲۳' المستدرک رقم الحدیث:۳۵۳۱' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۵۵' الدر المنثور ج ۵ ص ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں اپنے دست قدرت سے درخت اگائے' پھر جنت کے درخت سے فرمایا تم کلام کرو تو اس نے کہا قد افلح

marfat.com

Marfat.com

المؤمنون۔اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک رقم الحدیث:۳۵۳۲' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۳' طبع جدید' علامہ ذہبی نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے' حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)

یزید بن بابنوس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ام المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیسا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ المومنین کی اس آیت کو پڑھا قد افلح المؤمنون اور اس سمیت دس آیتیں پڑھیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اس طرح تھے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۳۵' الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث:۳۰۸' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۷۳' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۳' طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث:۳۵۳۳)

سورۃ المؤمنون کا زمانہ نزول

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' اعلان نبوت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلانِ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تھے' اور ہم نے سنن الترمذی اور متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت عمر نے نزول وحی کی کیفیت بیان کی ہے اور اس میں سورۃ المؤمنون کے نازل ہونے کا بیان کیا ہے اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سورت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (المؤمنون:۴) اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والے ہیں۔

زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکی نہیں مدنی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زکوٰۃ سے مراد معروف زکوٰۃ نہیں ہے یعنی بہ قدر نصاب مال پر ایک سال گزر جانے کے بعد اس سے چالیسواں حصہ نکال کر فقراء کو اللہ کی راہ میں دینا' اصل میں زکوٰۃ کا معنی نفس کو گناہ کی آلودگیوں اور میل اور کچیل سے پاک اور صاف کرنا ہے' پھر معروف زکوٰۃ پر بھی زکوٰۃ کا اطلاق کیا جانے لگا کیونکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے نفس پاک اور صاف ہو جاتا ہے' اس کا دوسرا معنی ہے بڑھنا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بندہ کا مال بڑھتا ہے سو یہاں سبب کا اطلاق مسبب پر کیا گیا ہے' زکوٰۃ ادا کرنے سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کا باطن پاک اور صاف ہوتا ہے اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے جو ان کو پاکیزہ اور ان کے باطن کو پاک اور صاف کرے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں زکوٰۃ سے فرض زکوٰۃ مراد نہیں ہے' بلکہ نفلی صدقات مراد ہیں اور قرآن مجید میں صدقہ پر زکوٰۃ کا اطلاق مشہور ہے' مشرکین پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے ان کے متعلق فرمایا:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (حٰم السجدۃ:۷-۶) اور ان مشرکین کے لئے بڑا عذاب ہے ۝ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ○ (مریم: ۵۵)

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ سے مراد اس کا معروف معنی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کا اطلاق صدقات پر بھی ہوتا ہے' اور المؤمنون: ۴ میں بھی زکوٰۃ کا اطلاق صدقات پر ہے اس لئے اس آیت میں زکوٰۃ کا لفظ آنے سے اس سورہ کے مکی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۳ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۶ ہے یہ سورت' سورۃ الطور کے بعد اور سورہ تبارک الذی سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ المؤمنون اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت

(۱) سورۃ الحج کے اخیر میں ایسی آیت ہے جس میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے پر اخروی فلاح کی نوید سنائی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الحج: ۷۷)

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور (دیگر) نیکی کے کام کرو تاکہ تم اخروی فلاح حاصل کرو۔

اور سورۃ المؤمنون کی ابتداء میں فرمایا قد افلح المؤمنون یعنی جو مومن خضوع' خشوع سے نماز پڑھیں گے' فضول کاموں سے اعراض کریں گے صدقہ دیں گے' پاک دامنی کی حفاظت کریں گے سوا اپنی بیویوں کے' اور جو اپنے عہد اور امانت کا پاس رکھیں گے اور جو اپنی نمازوں کو دوام کے ساتھ پڑھیں گے' وہ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے' غرض الحج کا اختتام اخروی فلاح کی بشارت سے ہوا اور المؤمنون کی ابتداء بھی اخروی فلاح کی نوید سے ہوئی۔

سورۃ الحج کی ابتداء میں انسان کی تخلیق کے مراحل کا ذکر فرمایا:

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ (الحج: ۵)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی مکمل شکل بنائی گئی اور (کبھی) ناتمام تاکہ ہم تم سے بیان کریں' اور ہم جتنی مدت تک چاہتے ہیں اس کو ماؤں کے ارحام میں رکھتے ہیں' پھر ہم تم کو طفولیت کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں تاکہ تم اپنی کڑیل جوانی تک پہنچ جاؤ۔

(۲) اور سورۃ المؤمنون میں پھر انسان کی تخلیق کے مراحل کا نقشہ کھینچا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المؤمنون: ۱۴-۱۲)

اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا۔ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا' پھر ہم نے اس گوشت کے لوتھڑے کو ہڈیاں بنا دیا' پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا' پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان کو پیدا کر دیا' پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس طرح دونوں سورتوں کے شروع میں انسان کی تخلیق کے مراحل کا نقشہ کھینچا ہے۔

(۳) سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ نے مختلف نشانیوں سے اپنی قدرت اور اپنی ذات پر استدلال فرمایا ہے' کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے' اور اس نے آسمان سے پانی برسا کر زمین کو سرسبز بنایا اور اس نے تمہارے نفع کے لئے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر فرمایا اور ان کشتیوں کو مسخر فرمایا جو اس کے حکم سے سمندروں میں چلتی ہیں۔ (الحج: ۶۵-۶۱) اور سورۃ المؤمنون میں اس طرح اپنی قدرت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا: کہ ہم نے تمہارے اوپر سات اوپر تلے آسمان بنائے اور آسمان سے ایک اندازہ کے مطابق پانی نازل فرمایا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا حالانکہ ہم اس کو بہا کر لے جانے پر بھی قادر تھے' پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیئے اور دوسری قسم کے میوہ جات کے اور طور سیناء کے درخت (زیتون) سے تیل نکالا جو کھانے والوں کا سالن ہے اور ہم نے مویشی پیدا کئے جن کے پیٹوں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور تمہیں کشتیوں پر سوار کیا۔

(المؤمنون: ۲۲-۱۷)

(۴) اور دونوں سورتوں میں بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص اور واقعات بیان فرمائے تاکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا سامان فراہم ہو کہ جس طرح مکہ کے مشرکین آپ کو ستاتے ہیں اور آپ سے دل آزار باتیں کرتے ہیں اور پیہم نشانیاں اور معجزات دیکھنے کے باوجود آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کو جھٹلاتے ہیں سو یہی سب انبیاء سابقین کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے' انہوں نے بھی ان کی ایذاؤں پر صبر کیا تھا آپ بھی صبر کریں' اور اس میں مشرکین مکہ کے لئے نصیحت اور عبرت کا سامان ہے کہ جب گزشتہ امتیں اپنے کفر اور ہٹ دھرمی پر ڈٹی رہیں اور اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا جس عذاب کے آثار عرب کے لوگ اپنے سفر میں جگہ جگہ دیکھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں کہ ان پر بھی کہیں ایسا ہی عذاب نہ آجائے۔

سورۃ الحج میں حضرت نوح کی قوم اور عاد اور ثمود کا ذکر فرمایا اور حضرت ابراہیم کی قوم اور قوم لوط کا ذکر فرمایا اور اصحاب مدین کا ذکر فرمایا اور حضرت موسیٰ کے جھٹلائے جانے کا ذکر فرمایا۔ (الحج: ۴۴-۴۱)

اور سورۃ المؤمنون میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجنے کا ذکر فرمایا اور فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے ان کی تکذیب کو بیان فرمایا پھر ان پر عذاب بھیجنے کا ذکر فرمایا' ان کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ذکر فرمایا۔ (المؤمنون: ۵۰-۴۵)

سورۃ المؤمنون کے اہداف اور مقاصد

☆ اس سورت میں توحید پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اس کی تحقیق کی ہے اور شرک کا رد اور ابطال فرمایا ہے' شرکیہ عقائد کو منہدم فرمایا ہے اور ایمان اور احکام شرعیہ کا بیان فرمایا ہے۔

☆ سورت کے آغاز میں ان احکام کا بیان فرمایا ہے جن پر عمل کر کے انسان اپنے ظاہر اور باطن کے خدوخال درست کرتا ہے اور نفس کے میل کچیل اور کدورتوں اور ظلمتوں کو دور کر کے آئینہ دل کو صیقل اور شفاف بنا سکتا ہے تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات منعکس ہو سکیں۔

☆ اس کے بعد انسان کی تخلیق کے مراحل کو بیان فرمایا ہے تاکہ انسان یہ غور کرے کہ اس کی خلقت میں کتنی نعمتیں اور حکمتیں

marfat.com
Marfat.com

پنہاں ہیں اور وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اپنی تخلیق میں مضمر اسرار پر غور کر کے اپنے خالق کی معرفت کو حاصل کرے۔

☆ انسان عالم صغیر ہے اور یہ پوری کائنات عالم کبیر ہے' عالم صغیر کی تخلیق کے نکات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالم کبیر اور اس کی تخلیق کے نکات بیان فرمائے تاکہ انسان یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کی جو نشانیاں اس کے اندر رکھی ہیں وہی نشانیاں اس کائنات میں اس کے باہر بھی رکھی ہیں' اس کا اندر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلیل ہے اور اس کا باہر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلیل ہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نفع کے لئے آسمان سے پانی نازل کیا' زمین میں روئیدگی رکھی اور اس سے فصلوں اور باغات کو پیدا کیا' دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کو رواں دواں رکھا تاکہ انسان زمین کی پیداوار سے اپنی غذا حاصل کرے اور کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف منتقل ہو سکے۔

☆ جسم کے لئے اس کے فوائد اور نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی روح کی غذا اور روح کو سنوارنے اور نکھارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ذکر شروع فرمایا تاکہ روح اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور اپنے مولیٰ کی عبادت کرے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں سے راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے اس کو راضی کرنے کے لئے کس طرح اس کی عبادت کی جائے تاکہ اخروی فلاح حاصل ہو اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے کن کاموں سے اجتناب کیا جائے تاکہ انسان آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے۔

☆ اس کے بعد مشرکین کو اس پر متنبہ فرمایا کہ ان کا انکار اور ان کا کفر پر اصرار اور ان کے ہمارے نبی پر اعتراضات اور ان کے مطالبات ایسے ہیں جیسے پچھلی امتوں کے مطالبات تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان مکذبین کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور مشرکین ان اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات دوران سفر دیکھ چکے ہیں' اگر انہوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو وہ اس خطرہ میں ہیں کہ ان پر بھی وہ عذاب آ جائے۔

☆ یہ بتایا کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ ان کا خالق اور رب کون ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں کہ وہ صرف اللہ ہے تو پھر وہ اللہ کی عبادت میں بتوں کو کیوں شریک کرتے ہیں! اور جب ان پر موت آئے گی تو وہ اپنے اس طریقہ پر اور بت پرستی اور شرک پر نادم ہوں گے اور پچھتائیں گے مگر اس وقت کی ندامت اور پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

☆ یہ فرمایا کہ مشرکین کو اس بات کا اعتراف تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور راست گو ہیں وہ ان کو الصادق الامین کہتے تھے اور یہ بھی مانتے تھے کہ آپ اپنی کسی ذاتی منفعت کے لئے ان کو توحید کی دعوت نہیں دے رہے اور آپ محض ان کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے ان کو دین اسلام کی دعوت دے رہے ہیں' اس لئے اب ان کے پاس اس دعوت کو قبول نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے اور ان کے پاس اپنے شرک اور تکذیب رسول کی کوئی دلیل نہیں وہ محض اپنی خواہشات اور اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کی بناء پر حق سے اعراض کر رہے ہیں۔

☆ اور اس سورت کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی بدسلوکیوں سے صرف نظر کریں اور ان کی ایذاء رسانیوں کو نظر انداز کر دیں اور صبر کریں' اور ان کی بدمعاملگی کا نیک سلوک سے جواب دیں اور حسن وخوبی کے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ ان کو نصیحت کرتے رہیں' اور مومنین اور اپنے متبعین کے لئے مغفرت کا سوال کرتے رہیں اور یہی وہ اخروی فلاح ہے جس کے ساتھ سورت کی ابتداء کی تھی۔

اس تمہید اور تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے سورۃ المؤمنون کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب! مجھے صدق اور حق کی ہدایت دینا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو' اور باطل اور کذب سے میری اس تفسیر کو محفوظ رکھنا میری اس تحریر میں اثر آفرینی عطا فرمانا' تا قیام قیامت اس کو باقی اور نفع آور رکھنا اور محض اپنے فضل و کرم سے اور اپنے محبوب مکرم کی شفاعت سے میری مغفرت فرما دینا' میرے لئے دنیا میں لسان صدق مقدر کر دینا اور آخرت میں جنت النعیم کا وارث بنا دینا۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين و الصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين شفيع المذنبين وعلى آله الطاهرين واصحابه الراشدين وازواجه الطاهرات امهات المؤمنين و على اولياء امته وعلماء ملته وامته اجمعين.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

۳ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ/۲۴ اگست ۲۰۰۱ء

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ المومنون مکی ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی ○ جو اپنی نمازوں میں

خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ

خشوع کرتے ہیں ○ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں ○ اور جو

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا

اپنا باطن صاف کرنے والے ہیں ○ اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ سوا

عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ

اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے سو بے شک ان میں وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں ○ اور جس نے

marfat.com
Marfat.com

ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝٧ وَالَّذِيْنَ هُمْ

ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا سو وہی لوگ (اللہ کی حدود سے) تجاوز کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩

جو اپنی امانتوں اور عہد کی پاس داری کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں ○

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا

وہی لوگ وارث ہیں ○ جو (جنت) الفردوس کی وراثت پائیں گے، وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ۝١١ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢

ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ○

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝١٣ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً

پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا ○ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر

لَحْمًا ۤ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝١٤

گوشت پہنا دیا، پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان پیدا کر دیا، پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے ○

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦

پھر اس کے بعد تم سب ضرور مرنے والے ہو ○ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ○

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝١٧

اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں ○

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى

اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کو زمین میں ٹھیرایا اور بے شک ہم

وقف لازم

marfat.com

Marfat.com

ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ

اس کو (بہا کر) لے جانے پر بھی قادر ہیں ○ پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لیے کھجور اور

اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً

انگور کے باغات اُگائے جن میں تمہارے لیے بکثرت پھل ہیں اور جن سے تم کھاتے ہو ○ اور وہ درخت (زیتون)

وقف لازم

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ

پیدا کیا جو طور سیناء سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کا سالن ہے ○ اور

اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا

تمہارے لیے چوپایوں میں ضرور مقام غور ہے، ہم تمہیں ان میں سے وہ (دودھ) پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے

مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۲۲

لیے ان میں بہت زیادہ فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○ اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی ○ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں ○ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں ○ اور جو اپنا باطن صاف کرنے والے ہیں ○ اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ سوا اپنی بیویوں یا باندیوں کے سو بے شک ان میں وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں ○ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا سو وہی لوگ (اللہ کی حدود سے) تجاوز کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں ○ وہی لوگ وارث ہیں ○ جو (جنت) الفردوس کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ (المؤمنون: ۱۱-۱)

الخشوع کا لغوی معنی

ابن فارس نے کہا خشوع کا صرف ایک معنی ہے جھکنا اور پست ہونا' جب کوئی شخص جھک جائے اور سر کو جھکا لے تو کہا جاتا ہے: خشع فلان' اور یہ لفظ خضوع کے قریب المعنی ہے مگر بدن کے ساتھ عاجزی اور ذلت کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کو خضوع کہتے ہیں اور خشوع' بدن' آواز اور بصر سب میں عام ہے' بدن کو جھکانا' پست آواز سے بات کرنا' نظریں جھکانا یہ سب خشوع ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خاشعة ابصارهم (القلم: ۴۳) درآں حالیکہ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے وخشعت الاصوات للرحمن (طٰہٰ: ۱۰۸) رحمن کے لئے آوازیں پست ہو گئیں۔ ابن درید نے کہا رکوع کرنے والے کو الخاشع کہتے ہیں' علامہ راغب نے کہا الخشوع کا معنی ہے عاجزی اور انکسار کرنا اس کا اطلاق زیادہ تر ظاہری اعضاء سے عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے' اور ضراعت کا اطلاق دل کی عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب

marfat.com

Marfat.com

دل میں عاجزی ہو تو ظاہری اعضاء میں خشوع ہوتا ہے' زجاج نے کہا جو بستی اجڑی ہوئی ہو اور اس میں کوئی ٹھہرتا نہ ہو اس کو الخاشعہ کہتے ہیں اور جو زمین خشک ہو اور اس پر بارش نہ ہو اس کو بھی الخاشعہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (حٰم السجدہ: ۳۹)

اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے تم زمین کو سوکھا ہوا اور خشک دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر بڑھنے لگتی ہے (یعنی سرسبز ہو جاتی ہے)

(مقائیس اللغہ لابن فارس ج ۲ ص ۱۸۲ المفردات ج ۱ ص ۱۹۷ الصحاح للجوہری ج ۳ ص ۱۲۰۴ النہایہ لابن الاثیر ج ۲ ص ۳۳ لسان العرب لابن منظور ج ۸ ص ۷۱)

الخشوع کا اصطلاحی معنی

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری التوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

الخشوع کا معنی ہے حق کی اطاعت کرنا اور التواضع کا معنی ہے حق کو ماننا اور اس کو تسلیم کرنا اور کسی حکم پر اعتراض نہ کرنا۔

حضرت حذیفہ نے کہا تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے گم ہوگی وہ خشوع ہے۔

محمد بن علی الترمذی نے کہا الخاشع وہ شخص ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اور اس کی سینہ میں غضب کا دھواں ٹھنڈا ہو چکا ہو' اس کے دل میں اللہ کی تعظیم کا نور روشن ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو۔

حسن بصری نے کہا الخشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں ہمیشہ لازم رہے۔

جنید بغدادی سے الخشوع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا علام الغیوب کے لئے دلوں کا نرم اور ذلیل ہونا۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

ایک قول یہ ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس کو نماز میں یہ پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں جانب کون ہے اور بائیں جانب کون ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۱۸۲-۱۸۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ الخشوع ایسا معنی ہے جو اللہ کی تعظیم' اس کی محبت اور اس کی جناب میں ذلت اور انکسار کے مجموعہ سے مرکب ہے۔ (مدارج السالکین ج ۱ ص ۵۵۹-۵۵۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

الخشوع کے درجات

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

الخشوع کے حسب ذیل تین درجات ہیں:

(۱) حکم کے سامنے سرنگوں ہونا' حکم کو تسلیم کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنا' حکم کے سامنے سرنگوں ہونے کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ حکم کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اور اپنے ضعف اور ہدایت کی احتیاج کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم کی موافقت کرنا' اور حکم کو تسلیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ حکم شرعی کے بالمقابل اپنی رائے اور خواہش کا اظہار نہ کرنا اور اس پر غضب اور کراہت کا اظہار نہ کرنا اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا' اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل کو اور اعضاء کو نظر حق کے لئے جھکا دینا۔

marfat.com

Marfat.com

(۲) نفس اور عمل کی آفات کا انتظار کرنا' اور ہر صاحب فضل کی فضیلت کو دیکھنا' اور یہ اس وقت ہوگا جب تم اپنے نفس اور عمل کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو' اور جب تم اپنے نفس کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو گے اور اپنے فخر اور تکبر' اور صدق کے ضعف اور یقین کی کمی اور نیت کے پختہ نہ ہونے کا مطالعہ کرو گے تو لامحالہ اس سے تمہارا دل خشوع کرنے والا ہو جائے گا' اور رہا ہر صاحب فضل کی فضیلت میں غور وفکر کرنا تو اس کی وجہ سے تم لوگوں کے حقوق کی رعایت کرو گے اور ان کو ادا کرو گے' اور اگر کوئی شخص تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے تو تم اس سے بدلہ نہ لینا کیونکہ یہ نفس کی رعونت اور اس کی حماقت ہے۔

(۳) جب کسی چیز کا کشف ہو جائے تو اس کی حفاظت کرنا اور دل کو مخلوق کے دکھاوے سے صاف رکھنا' اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ دل کو منضبط رکھنا۔ (مدارج السالکین ج ۱ ص ۵۶۰-۵۵۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

قرآن مجید میں الخشوع کے اطلاقات

قرآن مجید میں الخشوع کا اطلاق حسب ذیل معانی پر ہے:

(۱) خشوع بہ معنی ذلت' عاجزی اور انکسار' اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ: ۱۰۸) اور رحمان کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی۔

(۲) اعضاء کا پرسکون اور مؤدب رہنا' اس کی مثال یہ آیت ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المؤمنون: ۲) اور جو لوگ سکون اور ادب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں' (یعنی نماز میں اعضاء کو ادھر ادھر فضول حرکت نہیں دیتے' اپنے اعضاء سے صرف افعال نماز انجام دیتے ہیں)۔

(۳) خشوع بہ معنی خوف' جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ۝ (الانبیاء: ۹۰) وہ رغبت اور خوف کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

(۴) خشوع کا اطلاق قرآن مجید میں تواضع پر بھی ہے' اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ۝ (البقرہ: ۴۵) بے شک یہ نماز ضرور بھاری ہے سوا ان پر جو تواضع اور عاجزی کرنے والے ہیں۔

(۵) خشوع کا اطلاق سوکھی ہوئی اور خشک چیز پر بھی کیا گیا ہے' اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَتَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً (حٰم السجدہ: ۳۹) تم زمین کو سوکھی ہوئی اور خشک دیکھتے ہو۔

الخشوع کے متعلق لفظاً اور معنیً احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے' جب تک کہ وہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۹۰۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی راہ

marfat.com
Marfat.com

میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے' جس طرح روزہ رکھنے والا نماز میں قیام کرنے والا خشوع کرنے والا رکوع کرنے والا اور سجدے کرنے والا ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف سامنے ہوتی ہے اللہ کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو ضرور اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۲۵' ۴۲۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۱۱' ۸۵۷۵۶' ۸۸۶۴' عالم الکتب)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب آدمی رات کو ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ کا ذکر کر سکتے ہو تو کرو۔ (یہ حدیث حسن صحیح' غریب ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے پھر اس طرح کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے کہ وہ ان دو رکعتوں کی طرف اپنے دل اور چہرہ سے متوجہ ہوتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹' ۹۰۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر زینت کے عام لباس میں باہر آئے' عاجزی کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے حتیٰ کہ عیدگاہ پہنچے پھر تمہارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا' لیکن آپ دعا کرنے' آہ وزاری کرنے اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۴۰۵' سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۶۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۲۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۷)

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۰۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۴' شمائل الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے قرآن پڑھو' میں نے عرض کیا میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں! حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے! آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں' میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا **فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا** ' تو آپ نے فرمایا رک جاؤ اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۸' سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۰۲۵)

marfat.com

Marfat.com

الخشوع کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لئے خشوع کرتے ہوئے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سربلند کرے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کیا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سرنگوں کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۶۲' المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۳' ج ۹ ص ۹۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۳' ۲۲۵' کتاب الزھد للوکیع بن الجراح رقم الحدیث: ۲۱۶' کتاب الزھد لاحمد بن حنبل رقم الحدیث: ۱۴۲' مختصر تاریخ دمشق ج ۱۳ ص ۳۷۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا تھا' حضرت عمر نے فرمایا اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھاؤ' خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا خشوع دل میں ہوتا ہے۔

(مدارج السالکین ج ۱ ص ۵۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے الذین ھم فی صلوتھم خاشعون کی تفسیر میں فرمایا جب صحابہ نماز پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے' اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یہ یقین ہوتا تھا کہ اللہ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۸۴' بہ حوالہ تفسیر ابن مردویہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ویل للمطففین کی چھ ابتدائی آیتیں پڑھیں جب وہ یوم یقوم الناس لرب العالمین پر پہنچے تو ان پر گریا طاری ہوا اور وہ زمین پر گر گئے اور آگے نہ پڑھ سکے۔

(کتاب الزھد للوکیع بن الجراح رقم الحدیث: ۲۷' کتاب الزھد لاحمد بن حنبل رقم الحدیث: ۱۹۲' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۰۵' المستدرک ج ۵ ص ۲۱۷)

حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما جب وضو کرتے تو ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا اور متغیر ہو جاتا' ان سے پوچھا جاتا آپ کو کیا ہوا وہ کہتے کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ ص ۲۷۳' دار التراث العربی بیروت' ۱۹۸۲ء)

قتادہ نے کہا دل میں جب خشوع ہو تو خدا کا خوف ہوتا ہے اور نماز میں نظریں نیچے ہوتی ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۳۹' الدر المنثور ج ۶ ص ۸۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل میں خشوع یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے لیے نرم ہو اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۳۶' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳' حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

حافظ جلال الدین سیوطی نے الخشوع کی تفسیر میں حسب ذیل احادیث اور آثار نقل کئے ہیں:

حکیم ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ نفاق کا خشوع کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (نوادر الاصول ج ۲ ص ۱۷۲)

امام ابن المبارک' امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزھد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ طلب کرو' ان سے پوچھا نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے' انہوں نے کہا جسم خوف خدا سے کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خدا نہ ہو۔ (کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل ص ۱۸۲' مکتبہ دار الباز' ۱۴۱۴ھ)

امام عبدالرزاق' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نماز کو سکون سے پڑھنا

Marfat.com

خشوع ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۳۲۶۲ بیروت)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ام رومان والدہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے نماز میں آگے پیچھے جھولتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے مجھے اس قدر سختی کے ساتھ ڈانٹا کہ قریب تھا میری نماز ٹوٹ جاتی' پھر حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے تمام اعضاء کو ساکن رکھے اور نماز میں یہودیوں کی طرح آگے پیچھے ہلے نہیں کیونکہ تمام اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کی تکمیل سے ہے۔

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۱۷۱)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا تھا آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۱۷۲)

امام ابن ابی شیبہ' امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر التفات (مڑنے) کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے' بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۱۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ میں تم تک پہنچا رہا ہوں' آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۴۴)

امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے عطا کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو' پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ اور عطا نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رب فرماتا ہے اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۸)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تم نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے خود کو بچاؤ کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز (کامل) نہیں ہوتی اور اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہو تو نوافل میں کرو فرائض میں نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۵)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' بے شک اللہ بندہ کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضو نہ توڑے یا جب تک ادھر ادھر التفات نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۳۴)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن معقد سے روایت کیا ہے کہ جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۵۴۰)

امام ابن ابی شیبہ' امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ٦٣١٨)

امام ابن ابی شیبہ' امام بخاری' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں' پھر آپ نے اس میں بہت سختی کی اور فرمایا وہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٥٠' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٠٤٤' سنن النسائی رقم الحدیث: ١١٩٢' مسند احمد رقم الحدیث: ١٢٠٨٨ عالم الکتب بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ٦٣١٦' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ٦٣١٥)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی نظر واپس نہ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ٦٣٢١' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ)

امام ابن سعد' امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن الزبیر نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے' مجاہد نے کہا یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (الدر المنثور ج ٦ ص ٨٧-٨٤ ملتقطاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

خشوع کی تعریف میں اختلاف ہے' بعض علماء نے خشوع کو افعال قلوب سے قرار دیا ہے' جیسے خوف اور ڈر' بعض نے خشوع کو اعضاء ظاہرہ سے قرار دیا ہے مثلاً جسم کو ساکن رکھنا اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا' اور بعض نے کہا کہ خشوع ان دونوں چیزوں کو شامل ہے اور یہی تعریف راجح اور اولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٨ ص ٢٥٩' مطبوعہ بیروت' ١٤١٥ھ)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نماز میں خشوع کرنا آیا واجب ہے یا نہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز میں خشوع کرنا واجب ہے اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(١) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد: ٢٤) کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

قرآن میں تدبر اسی وقت متصور ہوگا جب نماز میں قرآن کے معانی پر غور کرے گا اور نماز میں قرآن کے معانی پر غور کرنا ہی خشوع ہے۔

(٢) وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ: ١٤) اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم رکھو۔

نماز غفلت سے پڑھنا اللہ کو یاد کرنے کے منافی ہے اور یاد رکھنے کا امر ہے اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے آتا ہے پس نماز میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا واجب ہے اور یہی خشوع ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۳) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (الاعراف: ۲۰۵) اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ نماز میں اللہ کی یاد سے غافل رہنا حرام ہے اور یہی خشوع کا معنی ہے۔

(۴) حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳) (تم اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ) حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم نماز میں کیا پڑھ رہے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو آدمی دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا ہو اور نماز میں قرآن کے معانی کی طرف متوجہ نہ ہو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک دنیا کی مہمات اور افکار سے فارغ نہ ہو اور نماز کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں خشوع کرنا واجب ہے۔

نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر احادیث سے دلائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم تنه صلاته عن الفحشاء و المنكر لم يزدد من الله الابعدا۔ جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ منع کرے وہ اللہ سے صرف دور ہی ہوتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۰۲۵، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۸)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من لم تامره صلاته با لمعروف وتنهاه عن المنكر لم يزد من الله الابعدا. جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی ہوتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۵۴۳)

اور جو شخص بغیر خشوع کے غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کو نماز نیکی کا حکم نہیں دیتی اور برائی سے نہیں روکتی اس سے معلوم ہوا کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے یہ احادیث ذکر کی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم من قائم حظه من صلوته التعب و النصب' (کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو نماز پڑھنے سے سوائے تھکاوٹ اور درد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا) اس سے آپ کی مراد غافل کی نماز ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس للعبد من صلوته الا ما عقل منها (نماز میں سے بندہ کا اتنا ہی حصہ ہے جو اس نے سمجھ کر پڑھا ہے) (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۹ھ)

امام غزالی نے یہ احادیث معنًی روایت کی ہیں' ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جس کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا' اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۹۰' (اس حدیث کی سند حسن ہے) مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۸۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۷۰' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۷۴۷)

علامہ زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے احیاء العلوم کی تخریج میں لکھا ہے:

marfat.com

Marfat.com

لیس للعبد من صلاتہ الا ما عقل اس حدیث مرفوع کو میں نے نہیں پایا اور محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث مرسل لکھی ہے کہ اللہ بندہ کا وہ عمل قبول نہیں کرتا جس میں بدن کے ساتھ اس کا قلب حاضر نہ ہو اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابی بن کعب سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں لکھی جاتی۔ (المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار مع احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس آدمی کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۷۹۳۵ زہر الفردوس ج ۴ ص ۲۳۹ اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۱۱۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے منع کرے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۷۹۲۸ زہر الفردوس ج ۴ ص ۲۴۰ اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۱۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم پڑا ہوا دیکھا یہ آپ پر بہت ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دکھائی دیئے' آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا پھر آپ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات (چپکے چپکے کلام) کرتا ہے اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف نہ تھوکے لیکن بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکے (جب مسجد کا فرش کچا ہو) ورنہ اپنی چادر میں اس تھوک کو مل دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۱۱۷' عالم الکتب)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نمازی نماز میں اپنے رب سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے' یعنی اس کی حمد اور ثناء کرتا ہے اس سے صراط مستقیم کا سوال کرتا ہے اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اس کی بارگاہ میں اپنی عبادات کے تحائف پیش کرتا ہے اس کے نبی پر سلام عرض کرتا ہے صلاۃ پڑھتا ہے اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور آخر میں دائیں اور بائیں فرشتوں کو سلام کرتا ہے' یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور جو کچھ زبان سے کہے دل اس کی طرف متوجہ ہو اور دل و دماغ حاضر ہو' اگر وہ غفلت' بے توجہی اور غائب دماغی کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ مناجات اور رب کے ساتھ کلام حاصل نہیں ہو سکے گا' اس لئے ہم کہتے ہیں کہ غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھنا منع ہے اور حضور قلب اور خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

نماز میں خشوع کے وجوب کا محمل

ہم نے جو کہا ہے کہ نماز خشوع کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یہ نماز کے ظاہری اجزاء کے اعتبار سے واجب نہیں ہے لہٰذا اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا' یہ نماز کی صورت اور ظاہر کا متمم نہیں ہے بلکہ یہ نماز کے باطن کا متمم ہے' خشوع کو ترک کرنے سے نماز کے ظاہر میں نقص نہیں ہوگا بلکہ نماز کے باطن اور اس کی حقیقت میں نقص ہوگا' اور جس طرح نماز کی قبولیت میں کمال ظاہر ضروری ہے اسی طرح اس کا کمال باطن بھی ضروری ہے' خشوع نہ کرنے سے نماز کی فرضیت ساقط ہو جائے گی' سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا' لیکن اس نماز پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا۔ اور نماز پڑھنے سے جو نورانیت' للہیت' تقویٰ اور طہارت اور صالحیت پیدا ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی' امام غزالی اور امام رازی دونوں نے نماز میں خشوع کو واجب کہا ہے (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۳' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۹) لیکن دونوں نے وجوب فقہی اور ظاہری اور وجوب سری اور باطنی میں فرق نہیں کیا۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بے شک نماز بے حیائی کے کاموں سے اور برائیوں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت: ۴۵)

اگر آپ نے نماز پڑھی اور اس کے باوجود آپ برے کام کر رہے ہیں اور نماز نے آپ کو بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکا تو پھر اس کے دو ہی مطلب ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کا یہ کلام غلط ہے اور یا پھر آپ نے نماز کی صورت میں جو کچھ پڑھا ہے وہ حقیقت میں نماز نہیں ہے اگر آپ نے حقیقت میں نماز پڑھی ہوتی تو پھر نماز آپ کو ضرور برے کاموں سے روکتی' اللہ تعالیٰ کا فرمان غلط نہیں ہے وہ سچا کلام ہے۔

نماز آپ کو بے حیائی اور برے کاموں سے ضرور روکے گی آپ خشوع اور خضوع سے نماز پڑھیں اس یقین کے ساتھ کہ آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہے' پھر اس نماز پر تقویٰ اور صالحیت کا ثمرہ مرتب ہوگا۔ میں نے بہت محنت اور مشقت سے خشوع کی یہ بحث لکھی ہے اگر اس کو پڑھ کر ایک مسلمان بھی خشوع سے نماز پڑھنے لگا تو میری یہ محنت ٹھکانے لگ جائے گی!

خشوع کے فوائد

(۱) خشوع سے اللہ عزوجل کا ڈر اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ (۲) خشوع ایمان اور حسن اسلام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ (۳) خشوع بندے کی نیکی اور استقامت کی دلیل ہے۔ (۴) اللہ کی عبودیت کا اعلان اور اس کے ماسوا کو ترک کرنا ہے۔ (۵) خشوع سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور ثواب زیادہ ملتا ہے۔ (۶) عذاب اور سزا سے نجات ملتی ہے۔ (۷) جنت کی کامیابی ملتی ہے۔ (۸) قیامت کے دن خشوع کرنے والوں کا مرتبہ بلند ہوگا۔ (۹) خشوع انسان کی نظروں اور اس کے کندھوں کو جھکا کر رکھتا ہے۔ (۱۰) خشوع دل کی سختی کو دور کرتا ہے۔ (۱۱) نماز میں خشوع اخروی فلاح تک پہنچاتا ہے' (۱۲) جس شخص کے دل میں خشوع ہو شیطان اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔

نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے' مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا' اس مشرک نے قسم کھائی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہائے گا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر قیام کیا' آپ نے پوچھا رات کو کون شخص ہمارا پہرہ دے گا' ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے اٹھا اور انہوں نے رات کو پہرہ دینے کی ذمہ داری قبول کی' آپ نے فرمایا تم دونوں گھاٹی کے منہ پر پہرہ دینا جب وہ دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' جو شخص صحابہ کا پیچھا کر رہا تھا وہ بھی پہنچ گیا۔ جب اس نے انصاری کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ قوم کا پہرہ دار ہے اس نے اس انصاری کو تاک کر تیر مارا اور لگاتار تین تیر مارے وہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے' پھر ان کا مہاجر ساتھی بیدار ہو گیا' جب اس مشرک نے دیکھا کہ یہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں! اس نے کہا میں نماز میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کو منقطع کرنا نہیں چاہتا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۸' دار الفکر بیروت: ۱۴۱۴ھ)

marfat.com

Marfat.com

سبحان اللہ! یہ ہے نماز میں خشوع کا عالم جسم پر پیہم تیر لگ رہے ہیں خون بہہ رہا ہے اور صحابی رسول اسی طرح نماز پڑھ رہے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں مشغول ہونا جہان غرور سے جہان سرور کی طرف منتقل ہونا ہے اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ایک سانپ چھت سے گر گیا لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور امام ابوحنیفہ نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا۔ اور حضرت عروہ بن الزبیر کے کسی عضو میں زخم ہو گیا اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اس عضو کو کاٹنا ضروری تھا' جب حضرت عروہ نے نماز پڑھنی شروع کی تو لوگوں نے اس عضو کو کاٹ دیا اور عروہ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتا نہیں چلا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے۔ اور جو شخص ان مثالوں کو مستبعد سمجھتا ہو اسے اس آیت کی تلاوت کرنی چاہیے:

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ۔ جب مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور (پھل کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ (یوسف: ۳۱)

جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتا نہ چلا' تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کی عظمتوں کا غلبہ ہو اس کا اس طرح بے خود' سرشار اور مستغرق ہونا تو بہ درجہ اولیٰ ممکن ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۴-۲۱۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امام محمد بن اسماعیل بخاری نے نماز پڑھی' زنبور (تتیہ یا بھڑ) نے ان کی پیٹھ پر سترہ جگہ ڈنک لگائے اور انہوں نے اپنی نماز منقطع نہیں کی' نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے شاگردوں سے کہا ذرا دیکھو تو یہ کیا چیز ہے جو نماز میں مجھے اذیت پہنچا رہی تھی انہوں نے دیکھا تو ان کی پیٹھ سترہ جگہ سے سوجی ہوئی تھی' اور انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔ محمد بن ابی حاتم وراق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے انہوں نے اس واقعہ کے آخر میں کہا امام بخاری نے نماز نہ توڑنے کے متعلق بتایا میں جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا' میں چاہتا تھا کہ میں اس آیت کو پورا کرلوں۔

(ھدی الساری ص ۶۶۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہم لوگ جو نماز میں چہرے سے مکھیوں کو اڑاتے رہتے ہیں جو جسم پر مکھی کو برداشت نہیں کرتے وہ امام بخاری کے اس خشوع کا کب اندازہ کر سکتے جن کی پیٹھ پر زنبور نے سترہ جگہ ڈنک لگائے اور وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے!

علامہ محمد بن یحییٰ حلبی التوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

احمد بن صالح الجیلی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا الشیخ عبد القادر کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں تھا' آپ کے پاس فقراء اور فقہاء بیٹھے ہوئے تھے آپ ان کے سامنے قضاء اور قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا تو آپ کی مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب بھاگ گئے اور سوائے حضرت شیخ کے اور کوئی بیٹھا نہ رہا وہ سانپ آپ کے کپڑوں کے نیچے داخل ہو گیا اور آپ کے جسم میں پھرتا رہا' پھر وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا اس کے باوجود آپ نے

marfat.com
Marfat.com

اپنا خطاب منقطع نہیں کیا اور نہ اپنی نشست میں کوئی تغیر تبدل کیا' وہ سانپ پھر زمین پر اترا اور آپ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کچھ کلام کیا جس کو ہم سمجھ نہیں سکے پھر وہ سانپ چلا گیا اور پھر لوگ آپ کے پاس حجرہ میں آ گئے اور آپ سے پوچھا کہ سانپ نے آپ سے کیا کہا تھا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا سانپ نے مجھ سے کہا میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا لیکن آپ ایسا استقامت والا اور عالی ہمت کسی کو نہیں پایا' میں نے اس سانپ سے کہا جس وقت تم چھت سے مجھ پر گرے تھے میں اس وقت قضاء قدر کے مسئلہ پر خطاب کر رہا تھا اور تم تو صرف ایک سانپ ہو اور تم کو حرکت دینے والی اور ٹھہرانے والی چیز تو تقدیر ہے اور تقدیر سے کوئی شخص بھاگ نہیں سکتا تو میں نے یہ چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہ ہو۔

اور سیدی عبدالرزاق ابن سیدنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا میں ایک رات جامع المنصوری میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی پس اچانک ایک بہت زہریلا سانپ آیا وہ میرے سجدہ کی جگہ پر اپنا پھن کھول کر بیٹھ گیا جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور سجدہ کر لیا' جب میں تشہد میں بیٹھا تو وہ میرے زانو پر سے چلتا ہوا میری گردن تک پہنچا پھر گردن میں لپٹ گیا' جب میں نے سلام پھیرا تو وہ نظر نہیں آیا دوسرے روز میں ظاہر الجامع کے کھنڈر میں گیا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں طول میں پھٹی ہوئی تھیں (یعنی اس کی آنکھیں عرض میں نہیں طول میں تھیں) میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے اس نے مجھ سے کہا میں ہی وہ زہریلا سانپ ہوں جس کو تم نے گزشتہ کل دیکھا تھا اور میں نے جس طرح آپ کو آزمایا ہے اس طرح میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا سو ان میں سے کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا' بعض وہ تھے جن کا ظاہر اور باطن دونوں مضطرب ہو گئے اور بعض وہ تھے جن کا ظاہر ثابت قدم رہا اور ان کا باطن مضطرب رہا اور میں نے آپ کو دیکھا کہ میری وجہ سے نماز میں آپ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے کی درخواست کی اور میں نے اس کو توبہ کرائی۔

(قلائد الجواہر ص ۳۴' مطبوعہ شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر' ۱۳۷۵ھ)

یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو نماز میں اس طرح خشوع کرتے تھے کہ نماز میں ان کے جسم پر تیر لگے' خون بہے' ان کا عضو کاٹ دیا جائے' مسجد میں چھت سے سانپ گر جائے' زنبور جگہ جگہ ڈنک مارے اور نماز میں سانپ ان کی گردن سے لپٹ جائے تب بھی ان کی نماز کے خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا تھا' اللہ تعالیٰ ان خاشعین کے تصدق اور توسل سے ہماری نمازوں میں بھی خشوع عطا فرمائے آمین۔

میں نے خشوع کی تحقیق میں بہت طویل گفتگو کی ہے اور یہ تحقیق ہماری اس کتاب کے خصائص میں سے ہے اور شاید کہ خشوع کی ایسی تحقیق قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی فالحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین.

المؤمنون: ۳ میں فرمایا اور جو لوگ لغو کاموں یا لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔

لغو کا لغوی معنی

ابن فارس نے کہا لغو کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے ایسی بات یا ایسا کام جو قابل شمار نہ ہو' دوسرا معنی ہے کسی چیز سے دل لگی کرنا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اونٹ کے جن بچوں کو دیت میں ادا نہیں کیا جاتا ان کو لغو کہتے ہیں۔ (مقاییس اللغۃ ج ۵ ص ۲۵۵)

ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ نے کہا جب کوئی چیز ساقط کی جائے تو کہتے ہیں الغی' وہ کام یا وہ بات جو ساقط کرنے کے

marfat.com

Marfat.com

لائق ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۴ ص ۲۲۲-۲۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حدیث میں ہے:

من قال لصاحبه والامام یخطب صه فقد لغا۔ امام کے خطبہ جمعہ کے دوران جس نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو اس نے لغوبات کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۱۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

من مس الحصی فقد لغا۔ جس نے (نماز جمعہ میں) کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۰۵۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۹۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۹۰)

لغو کا اصطلاحی معنی

علامہ مناوی متوفی ۱۰۰۲ھ نے کہا جو کام زبان پر بغیر قصد اور عزم کے جاری ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔

(التوقیف علی مہمات التعریف، القاہرہ، ۱۴۱۰ھ)

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے کہا جو کلام ساقط الاعتبار ہو یا جس کلام سے کوئی حکم ثابت نہ ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔ (التعریفات ص ۱۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے کہا جو کلام قابل شمار نہ ہو اس کو لغو کہتے ہیں، جو بات آدمی بے سوچے سمجھے کہہ دے اس کو لغوبات کہتے ہیں اور ہر بری بات کو بھی لغو کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۸۲، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام شافعی کے نزدیک بغیر عزم کے جو قسم کھائی جائے وہ یمین لغو ہے جیسے کوئی شخص بات بات پر لا واللہ، بلی واللہ کہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک انسان کسی ایسی بات پر قسم کھائے جو اس کے اعتقاد کے موافق ہو اور واقع کے موافق نہ ہو وہ یمین لغو ہے کیونکہ اس میں نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ ہے، اس کی مفصل بحث ہم البقرہ: ۲۲۵ تبیان القرآن ج ۱ ص ۸۳۵-۸۲۹ میں کر چکے ہیں۔

المؤمنون: ۴ میں فرمایا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

زکوٰۃ کے معانی

ابو مسلم نے کہا ہر پسندیدہ اور مستحسن فعل کو زکوٰۃ کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ: ۱۴) جس نے اپنا باطن صاف کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النجم: ۳۲) تم اپنی تعریف اور تحسین نہ کرو۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبۃ: ۱۰۳) ان کے مالوں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں۔

اس آیت میں زکوٰۃ کا یہی معنی مراد ہے، زکوٰۃ کا دوسرا معنی ہے: بہ قدر نصاب مال پر جب ایک سال گزر جائے تو اس میں سے ڈھائی فیصد مال نکال کر فقراء اور مساکین کو دینا، اس آیت سے زکوٰۃ کا یہ معنی مراد نہیں ہے کیونکہ اس معنی میں زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اور یہ سورت مکی ہے، اس کا معنی یہی ہے کہ وہ اچھے اور نیک کام کرتے ہیں، المؤمنون کے مقدمہ میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل کی ہے۔

المؤمنون: ۷-۵ میں فرمایا: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، سوا اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے، سو بے شک ان میں وہ ملامت کئے ہوئے نہیں ہیں۔ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا سو وہی لوگ اللہ کی حدود سے

marfat.com
Marfat.com

تجاوز کرنے والے ہیں۔

بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنے کے جواز کی توجیہ

اس آیت میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ انسان اپنی باندیوں سے بھی جنسی خواہش پوری کر سکتا ہے اور اس میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی ہے اور بغیر نکاح کے جنسی عمل کرنا بہت معیوب اور مذموم فعل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح سے جنسی عمل کرنے کے جواز کی کیا علت ہے! نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب اور قبول ہوتا ہے' لیکن اگر کوئی شخص پانچ عورتوں سے بیک وقت نکاح کر لے تو پانچویں عورت سے جنسی عمل جائز نہیں ہوگا حالانکہ اس کے ساتھ بھی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے' اسی طرح اگر دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کر لے پھر بھی نکاح کے باوجود ان سے جنسی عمل جائز نہیں ہوگا' اگر کسی مشرکہ سے نکاح کر لے تو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے باوجود اس سے جنسی عمل جائز نہیں ہوگا' اور اگر کسی ایک مسلمان عورت سے ہی نکاح کرے تو اس سے بھی حیض اور نفاس کے ایام میں جنسی عمل جائز نہیں ہوگا' حالانکہ ان تمام صورتوں میں نکاح تو ہے تو پھر اس منکوحہ سے جنسی عمل کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ کسی عورت سے جنسی عمل کے جواز کی علت صرف نکاح نہیں ہے بلکہ اس کی علت اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے وہ اگر اجازت نہ دے تو نکاح کے باوجود عورت سے جنسی عمل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ اجازت دے دے تو نکاح کے بغیر بھی باندیوں سے جنسی عمل کرنا جائز ہے۔

اس دور میں غلام اور باندی بنانے کا عدم جواز

واضح رہے کہ اب دنیا میں غلاموں اور لونڈیوں کا چلن ختم ہو چکا ہے اسلام میں جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا اس وقت مشروع تھا جب دشمن ہمارے جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بناتے تھے' اور اب جبکہ تمام دنیا میں جنگی قیدیوں کو تبادلہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور انسانوں کو غلام بنانا مذموم سمجھا جاتا ہے تو اسلام جو مکارم اخلاق کا سب سے بڑا داعی اور مبلغ ہے' اس میں بھی اب جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا جائز نہیں ہے' جنگی قیدیوں کے متعلق اسلام کی ہدایت یہ ہے:

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ (محمد: ۴)	سو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنوں پر وار کرو' حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے باندھ کر گرفتار کر لو پھر خواہ تم ان پر احسان کر کے انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دو یا ان سے مالی یا جانی فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو۔

مالی فدیہ سے مراد یہ ہے کہ ان سے رقم یا ہتھیار اور ساز و سامان لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے' اور جانی فدیہ سے مراد یہ ہے کہ ان کا اپنے جنگی قیدیوں سے تبادلہ کر لیا جائے۔ اس کی زیادہ تفصیل تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۸۲-۶۷۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں کا غلاموں سے جنسی عمل کرانا' ہم جنس پرستی' استمناء بالید اور متعہ

اس جگہ ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح مردوں کے لئے جائز ہے کہ وہ بغیر نکاح کے اپنی باندیوں سے جنسی عمل کریں کیا اس طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ بغیر نکاح کے اپنے غلاموں سے جنسی عمل کرائیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صریح فحشاء اور بے حیائی ہے' اور قرآن مجید میں زنا اور بے حیائی کو سخت حرام فرمایا ہے۔ اور مردوں کا اپنی باندیوں سے جنسی عمل کرنا قرآن مجید کی متعدد نصوص اور بہ کثرت احادیث سے جائز ہے اور اس آیت میں بھی ماملکت ایمانھم کی ضمیر

marfat.com
Marfat.com

مذکر ہے جو مردوں کی طرف راجع ہے یعنی مرد جن باندیوں کے مالک ہیں ان سے بغیر نکاح کے جنسی عمل کر سکتے ہیں نہ یہ کہ عورتیں جن مردوں کی مالک ہیں ان سے جنسی عمل کر سکتی ہیں' اس آیت میں بیویوں اور باندیوں کے ماسوا سے جنسی لذت حاصل کرنے کو حرام فرمایا ہے' اس سے لواطت یعنی مردوں کا مردوں سے جنسی عمل کرنا یا عورتوں کا عورتوں سے جنسی لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے' اسی طرح کوئی شخص اپنے ہاتھ سے یا اپنی ران سے رگڑ کر منی نکالے یہ بھی اس آیت سے حرام ہے' اس سلسلہ میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے ناکح الیدملعون' ہاتھ سے نکاح کرنے والا ملعون ہے۔ ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے:

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی احادیث الموضوعۃ ص ۲۵۷' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۰۵ ھ)

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک سے استمناء بالید کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس آیت کو پڑھا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کو حرام کہا ہے الا یہ کہ کسی شخص کو غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہو' امام احمد بن حنبل نے باوجود بہت زیادہ پرہیز گار ہونے کے اس عمل کو جائز کہا ہے انہوں نے کہا یہ ضرورت کے وقت اپنے بدن سے فضلہ کو خارج کرنا ہے جیسے فصد لگواتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۹۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اس آیت میں چونکہ بیویوں اور باندیوں کے سوا ہر طریقہ سے جنسی عمل کو حرام فرما دیا ہے اس لئے بعض مفسرین مثلاً امام رازی' علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی وغیرہم نے اس آیت سے متعہ کو بھی حرام قرار دیا ہے کیونکہ ممتوعہ عورت کو بیوی نہیں کہا جاتا۔ بیوی شوہر کی وارث ہوتی ہے اور ممتوعہ وارث نہیں ہوتی' بیوی کے لئے نکاح' طلاق' ایلاء' ظہار اور عدت وغیرہ کے احکام ہیں جب کہ ممتوعہ کے لئے ان میں سے کوئی حکم نہیں ہوتا اس لئے ممتوعہ بیوی نہیں ہے نہ باندی ہے اس لئے اس کے ساتھ بھی جنسی عمل ناجائز ہوا' لیکن یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور مدینہ منورہ میں متعہ ہوتا رہا تھا پھر سات ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر متعہ کو پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو تین دن کے لئے حلال قرار دیا اور پھر اس کو آخری بار قطعی طور پر آپ نے حرام قرار دے دیا' متعہ کی حرمت پر ہم اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور: ۳۳)

اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرما دیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو' اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ ہو۔ نے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی اور جب متعہ کی اجازت کے بجائے ضبط نفس کا حکم دیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں' اور سورہ نور مدنی ہے اس لئے سورہ نور کی اس آیت سے حرمت متعہ پر استدلال کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم نے حرمت متعہ کی تفصیلی بحث النساء: ۲۴ تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۳۲ - ۶۲۹ - میں کی ہے دیکھئے۔

المؤمنون: ۸ میں فرمایا اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

امانت اور عہد کی حفاظت کرنے کا حکم

کسی شخص پر اعتماد کر کے لوگ اس کے پاس اپنی کوئی چیز حفاظت کے لئے رکھ دیں اس کو امانت کہتے ہیں' اس کا حکم یہ ہے کہ اگر امین نے اس چیز کی پوری پوری حفاظت کی اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی تو اس سے کوئی تاوان وصول نہیں کیا جائے گا' اور اگر اس نے اس چیز کی حفاظت میں کوئی کوتاہی کی تھی جس وجہ سے وہ چیز ضائع ہو گئی تو اس کو اس چیز کا تاوان دینا ہو گا یا اس کی مثل واپس کرنی ہو گی۔

marfat.com

Marfat.com

عہد کا معنی ہے قول' اقرار' پیمان اور معاہدہ وغیرہ' علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ کسی چیز کی حفاظت اور اس کی بتدریج رعایت کرنے کو عہد کہتے ہیں اور جس چیز کا عہد کیا جائے اس کو پورا کرنا لازم ہے' قرآن میں ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○ اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بنی اسرائیل: ۳۴)

عہد کی کئی قسمیں ہیں: (۱) اللہ کا عہد کبھی ہماری عقلوں میں مرکوز اور ہماری فطرت میں پیوست ہوتا ہے جیسے اللہ پر ایمان لانے کا عہد ہماری عقلوں میں مرکوز ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی وساطت سے کتاب اور سنت کے ذریعہ ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس کے تمام احکام پر عمل کریں گے۔ (۳) کبھی کوئی عبادت ابتداء ہم پر لازم نہیں ہوتی ہم نذر مان کر اس عبادت کو اپنے اوپر فرض کر لیتے ہیں یہ نذر بھی ہمارا عہد ہے۔ (۴) دو عقد کرنے والے آپس میں کوئی بات طے کر لیتے ہیں اور اس کو وثیقہ یا اسٹامپ پیپر پر لکھ لیتے ہیں۔ (۵) مسلمان حکومتیں کافر حکومتوں سے باہمی دلچسپی کا کوئی معاملہ طے کر لیتی ہیں مثلاً تجارت' یا صنعت و حرفت اور ثقافت سے متعلق امور۔ (۶) مسلمان حکومت اہل کتاب سے جزیہ لے کر ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتی ہے اس کو بھی عہد کہتے ہیں' عہد کی ان تمام اقسام کا پورا کرنا لازم ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۵۵' ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں امانت اور عہد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے پاس اپنے احکام شرعیہ کی امانت رکھی ہے اور ان سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس کے احکام پر عمل کریں گے اور کلمہ اسلام پڑھتے ہی انسان اس کا امین اور اس عہد کا ذمہ اٹھانے والا ہو جاتا ہے' اور اس سے مراد تمام احکام شرعیہ کا پورا کرنا ہے خواہ وہ فرائض اور واجبات ہوں یا محرمات اور مکروہات ہوں۔ ہم نے النساء: ۵۸ میں امانت پر بہت مفصل گفتگو کی ہے دیکھیے تبیان القرآن ج ۲ ص ۷۰۳-۶۹۸

المؤمنون: ۹ میں فرمایا اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔

نماز کو سستی اور غفلت سے پڑھنے اور وقت نکلنے کے بعد پڑھنے کی ممانعت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ نماز کو اپنے وقت پر پڑھ لیتے ہیں اور نماز کو ضائع نہیں کرتے اور نماز کے وقت میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے' اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ جو لوگ نماز کو دائماً پڑھتے ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے' میں نے پوچھا کہ اس صورت میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت میں پڑھ لو' پھر اگر تم نماز میں ان سے مل جاؤ تو پڑھ لو یہ تمہاری نفل نماز ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جو عبادت کے معمولات تھے میں اب ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتا' ان سے کہا گیا کہ نماز؟ انہوں نے کہا کیا تم نماز میں بھی ان چیزوں کو ضائع نہیں کر چکے جن کو ضائع کر چکے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۹' مطبوعہ دار ارقم بیروت)

زہری بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے' میں نے پوچھا آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے' انہوں نے کہا میں جن چیزوں کو جانتا تھا اب ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوا اس نماز کے اور یہ

marfat.com
Marfat.com

نماز بھی ضائع کی جا چکی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰' دارارقم بیروت)

العلاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ہم بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا' جب ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا کیا تم لوگوں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آ رہے ہیں' انہوں نے کہا عصر کی نماز پڑھو' ہم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز کا وقت ہے' وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور وہ نماز میں بہت کم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۱)

اللہ تعالیٰ نے سستی اور غفلت سے نماز پڑھنے اور نماز ضائع کرنے کی بہت مذمت فرمائی ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء: ۱۴۲)

اور منافق جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت سستی سے کھڑے ہوتے ہیں' لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ (الماعون: ۶-۴)

ان نمازیوں پر افسوس اور عذاب ہے' جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں' اور جو ریاکاری کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نماز کو ضائع کرنے کا مطلب ہے نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز کو پڑھنا' امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث بیان کی ہے: ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے حجاج نے نماز میں تاخیر کر دی' حضرت انس نے ارادہ کیا کہ اس سے بات کریں تو ان کے دوستوں نے حضرت انس پر شفقت کرتے ہوئے ان کو اس سے منع کیا' پھر حضرت انس اپنی سواری پر بیٹھ کر گئے اور راستے میں کہہ رہے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبادت کے جو معمولات دیکھتا تھا اب ان میں سے کسی کو نہیں پاتا ماسوا لاالہ الااللہ کی شہادت کے' ایک شخص نے کہا اے ابوحمزہ! اور نماز! حضرت انس نے کہا تم ظہر کو مغرب کے وقت پڑھتے ہو کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی؟

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۹۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسین علی بن خلف بن عبدالملک المعروف بابن بطال التوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس نے جو فرمایا تھا کہ تم نے نماز کو ضائع نہیں کر دیا اس سے ان کی مراد تھی تم نماز کو اس کا مستحب وقت نکلنے کے بعد تاخیر سے پڑھتے ہو' ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ تم نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھتے ہو' قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ (مریم: ۵۹)

پھر ان کے بعد ایسے برے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے وہ عنقریب دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اس کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس طرح نماز کو ضائع نہیں کیا تھا کہ نماز کو ترک کر دیا تھا اگر وہ نماز کو ترک کر دیتے تو وہ کافر ہو جاتے' لیکن انہوں نے نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر دیا تھا۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۲ ص ۱۵۷' مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۰ھ)

marfat.com

Marfat.com

نماز کے اوقات ضائع کرنے سے مراد ہے وقت پر نماز نہ پڑھنا' جب جی چاہا نماز پڑھ لی' یا بلا عذر نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا' کبھی دو نمازیں' کبھی چار نمازیں اور کبھی پانچوں نمازیں اکٹھی کر کے پڑھنا' یہ تمام صورتیں نماز کو ضائع کر کے پڑھنے کی ہیں۔اس کا مرتکب سخت گناہ گار ہے اور وہ اس آیت میں مذکور وعید کا مستحق ہے' غی دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔

علامہ ابن بطال نے نماز کو ضائع کرنے کی تفسیر اس کے مستحب وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے کی ہے یہ صحیح نہیں ہے' نماز کو ضائع کرنا یہی ہے کہ نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس کو پڑھا جائے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے طبقات کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

المؤمنون: ۱۱-۱۰ میں فرمایا وہی لوگ وارث ہیں O جو الفردوس کی وراثت پائیں گے' وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

کیا جنت میں دخول صرف ان ہی صفات سے ہوگا جن کا المؤمنون کی ابتداء میں ذکر ہے؟

اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صرف وہی مومن جنت میں جائیں گے جو اپنی نمازوں میں خشوع کریں گے' لغو باتوں سے اعراض کریں گے اپنا باطن صاف کریں گے' جو اپنی پاک دامنی کی حفاظت کریں گے' جو اپنے عہد اور امانت کا پاس کریں گے اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے' حالانکہ اس آیت میں مومنوں کے نیک کاموں کے کرنے کا ذکر ہے اور ممنوعات سے بچنے کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عہد اور امانت تمام قسم کے احکام شرعیہ کو شامل ہیں خواہ وہ فرائض اور واجبات ہوں یا محرمات اور مکروہات ہوں۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت سے بہ ظاہر حصر معلوم ہوتا ہے کہ صرف وہی مومن جنت میں جائیں گے جو تمام احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہوں حالانکہ بچے اور مجنون بھی جنت میں جائیں گے اور عفو کے بعد فساق بھی جنت میں جائیں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ عفو کے بعد فساق ان مومنین کے ساتھ لاحق ہو جائیں گے اور رہے بچے اور مجنون تو وہ غیر مکلف ہیں اور اس آیت میں مکلفین کے اعتبار سے حصر ہے' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مومنین اصالتاً جنت میں جائیں گے اور بچے اور مجنون ان کے تابع ہو کر جنت میں جائیں گے۔

الفردوس کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

فردوس حبشی یا رومی زبان کا لفظ ہے' یہ فارسی زبان سے لیا گیا ہے' فارسی میں فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت پھیلتے جائیں' اور قبطی زبان میں فردوس انگور کی بیلوں کو کہتے ہیں' قاموس اور منتہی الارب میں مذکور ہے کہ فردوس پانی کی اس چھوٹی سی نہر کو کہتے ہیں جس میں ہر طرف سبزہ اگا ہوا ہو اور جس باغ کے اندر ہر طرح کے پھل اور پھول ہوں۔

(تاج العروس ج ۴ ص ۲۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے' ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا اوسط ہے اور سب سے بلند درجہ ہے' اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۰۰' عالم الکتب بیروت)

یہ حدیث حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

marfat.com
Marfat.com

جنت کے وارث ہونے کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مومنین جنت الفردوس کے وارث ہوں گے' اس وراثت کی دو طرح توجیہ ہے' ایک یہ کہ انسان دنیا میں کچھ مال ومتاع کو تو اپنے قوت بازو سے حاصل کرتا ہے اور اس میں اس کی محنت اور کسب کا دخل ہوتا ہے' اور کچھ مال اس کو وراثت سے ملتا ہے مثلاً کوئی عزیز کچھ مال اور ترکہ چھوڑ کر مر گیا اور وہ اس کو وراثت سے مل گیا تو اس مال میں اس کی محنت اور کسب اور اس کے کسی استحقاق کا دخل نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مُومنوں کو جنت بہ طور وراثت ملے گی یعنی اس میں ان کی محنت اور ان کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت ان کے کسی حق کے بغیر محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے' اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ وراثت میں انسان کو کسی کا ترکہ ملتا ہے اور آخرت میں مومنوں کو ایک جنت تو اپنی ملے گی اور ننانوے جنتیں کفار کے ترکہ سے ملیں گی جو ان کے لئے بنائی گئی تھیں وہ اپنے کفر کی وجہ سے دوزخ میں چلے گئے اور اپنی جنتوں کو ترکہ میں چھوڑ گئے جو مومنوں کو وراثت میں دے دی جائیں گی' جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے دو ٹھکانے ہیں ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے' پس جو انسان مر جاتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے تو اہل جنت اس کے ٹھکانے کے وارث ہو جاتے ہیں' اور اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے اولئک هم الوارثون اس کا یہی معنی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۴۱-اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مومنین جنت میں اپنے ٹھکانوں کے وارث ہوں گے اور اپنے ان بھائیوں کے ٹھکانوں کے وارث ہوں گے جو اگر اللہ کی اطاعت کرتے تو ان ٹھکانوں میں رہتے جو ان کے لئے تیار کئے گئے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳' حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ○ پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا ○ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا' پھر ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا' پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا' پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان کو پیدا کر دیا' پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے ○ پھر اس کے بعد تم (سب) ضرور مرنے والے ہو ○ پھر یقیناً تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ○ (المؤمنون: ۱۶-۱۲)

تخلیق انسان کے مراحل کی حدیث

روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے المؤمنون: ۱۵ کو یہاں تک سنا پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان کو پیدا کر دیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا فتبارک اللہ احسن الخالقین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے' حافظ ابن کثیر نے اس تفسیر کو امام ابن ابی حاتم سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے اس طرح کہا تھا اس نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ آیت اسی طرح نازل ہو گئی وہ مرتد ہو گیا اس نے کہا مجھ پر بھی قرآن اسی طرح نازل ہوتا ہے جس طرح (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی:

marfat.com
Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ (الانعام: ۹۳)

اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتا ہے اور جو کہتا ہے کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے حالانکہ اس پر کچھ وحی نہیں کی گئی اور جو کہتا ہے میں عنقریب اس طرح نازل کروں گا جس طرح اللہ نے نازل کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ان آیتوں میں انسان کی تخلیق کے جو مراحل بیان کئے گئے ہیں حدیث میں بھی اسی طرح انسان کی تخلیق کے مراحل کا بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں' بے شک تم میں سے کسی ایک کی خلقت کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے پھر چالیس دن تک وہ جما ہوا خون ہوتا ہے پھر چالیس دن میں وہ گوشت بن جاتا ہے' پھر اللہ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کا رزق لکھتا ہے اس کی موت حیات لکھتا ہے اس کا عمل لکھتا ہے اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر کتاب (تقدیر) سبقت کرتی ہے وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے کوئی شخص اہل دوزخ کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر کتاب (تقدیر) سبقت کرتی ہے اور وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶' سنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۴۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں ○ اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کو (بہا کر) لے جانے پر بھی قادر ہیں ○ پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجور اور انگور کے باغات اگائے جن میں تمہارے لئے بہ کثرت پھل ہیں اور جن سے تم کھاتے ہو ○ اور وہ درخت (زیتون) پیدا کیا جو طور سیناء سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کا سالن ہے ○ اور تمہارے لئے چوپایوں میں ضرور مقام غور ہے ہم تمہیں ان میں سے وہ (دودھ) پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت زیادہ فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○ اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو ○ (المؤمنون: ۲۲-۱۷)

مخلوق کی ضروریات اور مصلحتوں کی رعایت

اس آیت میں راستوں کے لئے طرائق کا لفظ ہے یہ طریقۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے راستہ' یہاں اس سے مراد آسمان ہیں عربی میں اوپر تلے کی چیزوں کو بھی طریقہ کہتے ہیں' آسمان بھی اوپر تلے ہیں اس لئے انہیں طرائق فرمایا' یا طریقہ راستہ کے معنی میں ہے کیونکہ ملائکہ کے آنے جانے کے لئے آسمان گزرگاہ اور راستہ ہے' فرشتے آگ کے گولے بھی آسمانوں سے پھینکتے ہیں اس لئے آسمانوں کو طرائق فرمایا۔

marfat.com
Marfat.com

پھر فرمایا ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں' یعنی ہم آسمانوں کو پیدا کر کے اپنی زمین کی مخلوق سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم نے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ بنا دیا ہے تا کہ زمین کی مخلوق ہلاک نہ ہو' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہم آسمانوں کو پیدا کر کے زمین کی مخلوق کی مصلحتوں اور ان کی زندگی کی ضروریات سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم ان کی تدبیر اور ان کا انتظام کرتے رہتے ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ زمین سے جو کچھ نکلتا ہے یا جو کچھ زمین کے اوپر آتا ہے' اسی طرح آسمان سے جو کچھ نازل ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے ہم اس سے غافل نہیں ہیں وہ سب ہمارے علم میں ہے اور ہر چیز پر ہماری نظر ہے اور ہم اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ تمہارے ساتھ ہیں۔

المؤمنون: ۱۸ میں فرمایا اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی نازل کیا یعنی نہ اتنا زیادہ کہ تمام زمین والے سیلاب اور طوفانوں کی زد میں آ جائیں اور نہ اتنا کم کہ وہ زمین کی پیداوار اور دیگر ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ اور فرمایا پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا یعنی یہ تدبیر کی کہ تمام پانی نازل ہو کر فوراً بہہ کر ختم نہ ہو جائے بلکہ ہم نے چشموں' نہروں' دریاؤں اور کنوؤں کی صورت میں اس پانی کو محفوظ کر دیا' تا کہ جن دنوں میں بارشیں نہ ہوں یا جن علاقوں میں بارشیں کم ہوتی ہیں اور وہاں پانی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے ان دنوں میں اس ذخیرہ کئے ہوئے پانی کو حاصل کر لیا جائے' پھر فرمایا: اور بے شک ہم اس (پانی) کو بہا کر لے جانے پر بھی قادر ہیں' یعنی جس طرح ہم نے محض اپنے فضل سے پانی کے حصول کی ایسی وسیع تدبیر کی ہے وہیں ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ ہم پانی کی سطح اتنی نیچی کر دیں کہ تمہارے لئے پانی کا حصول ناممکن ہو جائے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (الملک: ۳۰)	آپ کہیے اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین میں دھنس جائے اور بہت نیچے اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے صاف پانی مہیا کرے!

غور کے معنی ہیں خشک ہو جانا یا پانی کا اتنی گہرائی میں اتر جانا کہ وہاں سے پانی کا نکالنا ممکن نہ ہو' یعنی اگر اللہ پانی کو خشک فرما دے کہ اس کا وجود ہی نہ رہے یا پانی کو اتنی گہرائی میں کر دے کہ تمام قسم کی مشینیں پانی نکالنے میں ناکام ہو جائیں تو پھر کون ہے جو تم کو صاف ستھرا نتھرا ہوا پانی مہیا کرے' کہو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

المؤمنون: ۱۹ میں فرمایا: پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجور اور انگور کے باغات اگائے اور جن سے تم کھاتے ہو یعنی ان باغوں میں کھجور اور انگور کے علاوہ اور بہت سے پھل ہیں جن سے تم لذت اندوز ہوتے ہو اور کچھ کھاتے ہو۔

المؤمنون: ۲۰ میں فرمایا: اور وہ درخت زیتون پیدا کیا جو طور سیناء سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کا سالن ہے۔

زیتون کا روغن بطور تیل استعمال ہوتا ہے اور اس کا پھل کھایا جاتا ہے۔ سالن کو صبغ فرمایا ہے کیونکہ صبغ کے معنی رنگنا ہیں اور روٹی سالن میں ڈوبنے اور بھیگنے کے بعد گویا رنگی جاتی ہے' طور سیناء کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اس کا قرب و جوار زیتون کی پیداوار کے لئے بہت زرخیز علاقہ ہے۔

انگور' کھجور' زیتون اور دودھ کے غذائی اور طبی فوائد

انگور شیریں اور لذیذ پھل ہے زود ہضم ہے اس کا مزاج گرم تر ہے اس میں غذائیت بہت ہوتی ہے' خون صالح پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے' زیادہ مقدار میں کھانے سے اسہال ہوتے ہیں' خون کی کمی کے لئے یہ بہت عمدہ غذا ہے روزانہ آدھ پاؤ میٹھا انگور کھانے سے خون بڑھتا ہے جب انگور دستیاب نہ ہوں تو کشمش کھانی چاہئے۔ سو گرام انگور میں ۶۹ حرارے

marfat.com
Marfat.com

ایک گرام پروٹین' ۱۶ گرام نشاستہ اور ایک گرام چکنائی ہوتی ہے۔
کھجور ایک مکمل غذا ہے' اس کا مزاج گرم خشک ہے اس کا بدرقہ (دف' توڑ) انار اور سکنجبین ہے' کھجور دل' اعصاب اور دماغ کو قوت دیتی ہے' بلغم کو خارج کرتی ہے کاسر ریاح اور ہاضم ہے' اس کے کھانے سے پیٹ کے سرخ خلیات میں اضافہ ہوتا ہے یہ کلسٹرول کو توازن میں رکھتی ہے' عرب کی کھجور خاص طور پر دل کے لئے مفید ہے' اس کے کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں اور پیشاب کھل کر آتا ہے' سو گرام کھجور میں ۲۱۴ حرارے' ۲ گرام پروٹین' ۳۷ گرام نشاستہ' ایک گرام چکنائی اور سات گرام ریشہ (پھوک) ہوتا ہے۔
زیتون زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے مثلاً یونان' فلسطین اور اسپین وغیرہ' اس کا پھل قدرے کسیلا ہوتا ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے' اس کا مزاج گرم تر ہے' زیتون کا تیل نسیان اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے' اعصاب کو مضبوط کرتا ہے' قوت باہ پیدا کرتا ہے' کلسٹرول کو حل کر لیتا ہے' فالج زدہ عضو پر زیتون کے تیل کی مالش کی جاتی ہے۔

دودھ کے غذائی اور طبی فوائد

المؤمنون: ۲۱ میں فرمایا اور تمہارے لئے چوپایوں میں ضرور مقام غور ہے' ہم تمہیں ان میں سے وہ (دودھ) پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں بہت زیادہ فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔
گائے کے خالص سو گرام دودھ میں ۶۵ حرارے' ۳ء۳ گرام پروٹین' ۳ء۸ گرام چکنائی ۷ء۴ گرام لیکٹوز ۱۲۰ ملی گرام کیلشیم ۰ء۵ ملی گرام فولاد' ۰ء۰۴ ملی گرام وٹامن بی ۰ء۱۵ ملی گرام وٹامن سی' ۳۵ مائیکرو گرام وٹامن اے۔ ۵ مائیکرو گرام فولک ایسڈ ہوتے ہیں۔
انسان کے لئے دودھ بہترین غذا ہے اس میں گوشت' ہڈی اور خون پیدا کرنے کے تمام ضروری اجزاء موجود ہیں' بکری' گائے اور بھینس کے دودھ زیادہ تر استعمال ہوتے ہیں۔ بکری کے دودھ میں چکنائی کم ہوتی ہے' بھینس کے دودھ میں زیادہ چکنائی ہوتی ہے اور گائے کے دودھ میں متوازن چکنائی ہوتی ہے اس لئے ہم نے صرف گائے کے دودھ کے غذائی اجزاء بیان کئے ہیں۔
المؤمنون: ۲۲ میں فرمایا: اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔
یعنی ہم نے تم کو مویشیوں کا مالک اور ان پر متصرف بنا رکھا ہے' تم ان کا گوشت کھاتے ہو اور ان پر سواری کرتے ہو اور ان سے اور طرح طرح کے فوائد حاصل کرتے ہو' یہ تمہاری خشکی کی سواریاں ہیں پھر تمہارے لئے دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرنے کے لئے الگ سواریاں بنائی ہیں' کیا ان تمام نعمتوں سے فائدے حاصل کرنے کے باوجود اب بھی تمہارے دل میں اس مالک' رازق اور منعم پر ایمان لانے اور اس کا شکر ادا کرنے کی تحریک پیدا نہیں ہوتی!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے! ○ پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا

marfat.com
Marfat.com

قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ

یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہیں جو تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ کسی کو

اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾

(پیغام دے کر) بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا، ہم نے تو اس بات کو اپنے پہلے باپ دادا میں سے کسی سے نہیں سنا ○

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ

یہ تو صرف ایک مجنون آدمی ہے سو تم اس کو ایک معین میعاد تک ڈھیل دو ○ نوح نے دعا کی اے میرے رب!

انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا

میری مدد فرما کیونکہ یہ میری تکذیب کر رہے ہیں ○ پس ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے

وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ

موافق کشتی بنائیں پھر جب ہمارا عذاب آنے لگے اور تنور جوش میں آجائے تو آپ ہر جنس کے جانوروں میں سے

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

ایک ایک جوڑا اس (کشتی) میں بٹھالیں اور اپنے اہل کو بھی اس میں سوار کر لیں، سوا ان کے جن کے متعلق پہلے فیصلہ ہو

مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

چکا ہے، اور ان ظالموں کے متعلق آپ مجھ سے سفارش نہ کیجئے گا، بے شک وہ ضرور غرق کیے جائیں گے ○

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ

پھر جب آپ اور آپ کے اصحاب اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں تو آپ کہیں کہ تمام تعریفیں

لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا

اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی ○ اور آپ کہیں: اے میرے رب مجھے برکت والی

مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا

زمین پر اتارنا بے شک تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ○ بے شک اس قصہ میں ہماری (معرفت کی) ضرور نشانیاں ہیں اور ہم

marfat.com
Marfat.com

لَمُبۡتَلِيۡنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرۡسَلۡنَا

ضرور (بندوں کو) آزمانے والے ہیں ○ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور زمانہ کے لوگ پیدا کیے ○ پس ہم نے ان میں

فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا

ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس نے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں، تو کیا

تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۲﴾

تم نہیں ڈرتے ○

ربع ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں ہے' تو کیا تم نہیں ڈرتے ○ پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہیں جو تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ کسی کو (پیغام دے کر) بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا' ہم نے تو اس بات کو اپنے پہلے باپ دادا میں سے کسی سے نہیں سنا ○ یہ تو صرف ایک مجنون آدمی ہے سو تم اس کو ایک معین مدت تک ڈھیل دو ○ (المؤمنون: ۲۵-۲۳)

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق آیات کی مفصل تفسیر ہم الاعراف: ۶۴-۵۹' تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۹۸-۱۹۱ میں بیان کر چکے ہیں' وہاں ہم نے ان عنوانات پر بحث کی ہے' ۱- حضرت نوح علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کی ولادت۔ ۲- بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی ہے۔ ۳- حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اول رسل ہونا۔ ۴- حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا بیان۔ ۵- حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب۔ ۶- طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل۔ ۷- حضرت نوح علیہ السلام کی عمر۔ ۸- قصہ نوح نازل کرنے کے فوائد۔ ۹- اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل۔ ۱۰- اہم اور مشکل الفاظ کے معانی۔ ۱۱- حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کی وجوہات۔ ۱۲- قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کا ازالہ۔ تاہم یہاں پر ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس رکوع کی آیات کی تفسیر کریں گے' فنقول وباللہ التوفیق۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام پہنچانا اور ان کا پیغام کو مسترد کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بشیر ونذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا' آپ نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام سنایا' کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہیں یہ نبی اور رسول کیسے ہو سکتے ہیں' اگر یہ نبوت اور رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ان کا مقصد صرف تم پر فضیلت اور برتری حاصل کرنا ہے' بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آ سکتی ہے' اگر اللہ کا ارادہ کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو وہ کسی فرشتہ کو نبی اور رسول بنا کر بھیج دیتا جو ہم کو توحید کا مسئلہ سمجھاتا' ان کی یہ دعوت تو ایک نرالی اور انوکھی دعوت ہے جس کو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانہ میں بھی کبھی نہیں سنا' یہ ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے کم عقل اور بے وقوف کہتے ہیں' در اصل یہ خود ہی مجنون اور دیوانے ہیں' ان کو ایک معین مدت تک ڈھیل دے دو' جب یہ وفات پا جائیں

marfat.com

Marfat.com

گے تو ان کی موت کے ساتھ ہی ان کی دعوت بھی ختم ہو جائے گی یا شاید ان کا جنون جاتا رہے اور یہ خود ہی اپنی اس دعوت کو ترک کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نوح نے دعا کی اے میرے رب میری مدد فرما کیونکہ یہ میری تکذیب کر رہے ہیں○ پس ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیں پھر جب ہمارا عذاب آنے لگے اور تنور جوش میں آجائے تو آپ ہر جنس کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا اس (کشتی) میں بٹھالیں' اور اپنے اہل کو بھی اس میں سوار کرلیں سوا ان کے جن کے متعلق پہلے فیصلہ ہو چکا ہے' اور ان ظالموں کے متعلق آپ مجھ سے سفارش نہ کیجئے گا بے شک وہ ضرور غرق کئے جائیں گے○ پھر جب آپ اور آپ کے اصحاب اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں تو آپ کہیں کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی○ اور آپ کہیں: اے میرے رب مجھے برکت والی زمین پر اتارنا بے شک تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے○ بے شک اس قصہ میں ہماری (معرفت کی) ضرور نشانیاں ہیں اور ہم ضرور (بندوں کو) آزمانے والے ہیں○ (المؤمنون: ۳۰-۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے اہم نکات

ان آیات کی مفصل تفسیر ھود: ۴۸-۳۶ میں بیان کی جا چکی ہے' تبیان القرآن ج ۵ ص ۵۶۰-۵۳۵ میں ملاحظہ فرمائیں ہم نے حسب ذیل عنوانات کے تحت ان آیات کی تفسیر کی ہے:

(۱) امتناع کذب اور مسئلہ تقدیر۔ (۲) جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تفریع۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متاخرین کا مسلک۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔ (۶) اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث۔ (۷) متاخرین کے اختلاف کا منشاء۔ (۸) کشتی بنانے کی کیفیت۔ اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت کی تفصیل۔ (۹) کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ۔ (۱۰) حضرت نوح علیہ السلام کے جواباً مذاق اڑانے کا محمل۔ (۱۱) تنور کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق۔ (۱۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل۔ (۱۳) ہر کام کے شروع سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ (۱۴) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر کیوں بلایا جب کہ وہ کافر تھا۔ (۱۵) اللہ اور اس کے رسول کا جمادات کو خطاب کرنا۔ (۱۶) جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کی تفصیل۔ (۱۷) تکبر کی مذمت اور تواضع کی تعریف۔ (۱۸) ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جن کو طوفان میں غرق کیا گیا؟ (۱۹) اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا۔ (۲۰) حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل۔ (۲۱) منکرین عصمت کا حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب۔ (۲۲) حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر امام رازی کی تقریر۔ (۲۳) حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تبصرہ۔ (۲۴) حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ۔ (۲۵) حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز۔ (۲۶) ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں۔ (۲۷) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے بعد ان کی قوم کو طوفان میں غرق کرنے کا خلاصہ

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے کے بعد بالآخر قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر دعا کی:

marfat.com

Marfat.com

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (القمر: ۱۰)
سوانہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مظلوم ہوں تو ان سے میرا انتقام لے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ (نوح: ۲۷-۲۶)
اور نوح نے دعا کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو نے اگر انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گم راہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بدکار شدید کافر ہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور فرمایا میری آنکھوں کے سامنے یعنی میری نگرانی اور ہدایت کے مطابق کشتی تیار کریں اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ حیوانات' نباتات اور ثمرات میں سے ہر ایک کا' ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) کشتی میں رکھ لیں تاکہ سب کی نسل باقی رہے اور جن لوگوں کے کفر اور ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے جیسے حضرت نوح کی بیوی اور ان کا بیٹا تو ان میں سے کسی کی سفارش نہ کریں' اور کشتی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ظالموں کو غرق کر کے ان سے نجات عطا فرمائی' اور یہ دعا کریں کہ کشتی خیر و عافیت کے ساتھ کنارے لگ جائے' حضرت نوح علیہ السلام کی جو سرگزشت بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان کو نجات دی گئی اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا اس میں یہ نشانیاں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے جو پیغام لے کر آتے ہیں اس میں وہ سچے ہوتے ہیں' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب حق اور باطل میں کشمکش ہو تو وہ ایک مدت تک ڈھیل دیتا ہے پھر وقت مقرر پر کفار کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما کر ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور وہ انبیاء اور رسل کے ذریعہ اس طرح کی آزمائش کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور زمانہ کے لوگ پیدا کیے ○ پس ہم نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا (جس نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں' تو کیا تم نہیں ڈرتے ○ (المؤمنون: ۳۲-۳۱)

حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ

ان آیتوں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے بعد حضرت ھود کو مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً (ھود: ۶۹)
اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ نے تم کو ان کا جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ الاعراف: ۷۲-۶۵' میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے' تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۰۷-۱۹۸ ہم نے اس کی تفصیل حسب ذیل عنوانات کے تحت کی ہے:

(۱) حضرت ھود علیہ السلام کا شجرہ نسب۔ (۲) حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت۔ (۳) عاد کی قوت اور سطوت اور ان پر عذاب نازل ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔ (۴) قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت۔ (۵) صالحین کے عرس کی تحقیق۔ (۶) حضرت ھود علیہ السلام کے قصہ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق۔ (۷) حضرت نوح اور حضرت ھود علیہما السلام کے مقابلہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت۔ (۸) اللہ تعالیٰ کی توحید اور استحقاق عبادت پر دلیل۔

marfat.com
Marfat.com

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ

اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار جنہوں نے آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی

وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا

اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی (وہ) کہنے لگے: یہ رسول صرف تمہاری مثل بشر ہے یہ ان ہی

تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا

چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو ○ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی

مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ﴿٣٤﴾ أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا

اطاعت کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ○ کیا یہ رسول تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور

وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ

ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے! ○ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (اس کا پورا ہونا) بہت دور ہے! بہت دور ہے! ○ ہماری

هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنْ

تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم (قبروں سے) اٹھائے نہیں جائیں گے ○ یہ رسول

هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ

تو صرف اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ رسول نے دعا کی

رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾

اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے ○ اللہ نے فرمایا تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے ○

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ

بالآخر تقاضائے عدل کے مطابق ان کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا پس ہم نے ان کو ہلاک کر کے خس و خاشاک بنا دیا سو ظالم لوگوں

الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿٤٢﴾ مَا

کے لیے دوری ہو ○ پھر ان کے بعد ہم نے اور کئی امتیں پیدا کیں ○ کوئی امت

marfat.com

Marfat.com

تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا

اپنی مقررہ میعاد سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے ○ پھر ہم نے لگاتار

رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ

اپنے رسول بھیجے، جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی سو ہم بعض کو

بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ

بعض کے بعد لائے اور ہم نے ان سب کو نیست و نابود کر کے افسانہ کہانی بنا دیا پس ان لوگوں کے لیے دوری ہو جو ایمان نہیں لاتے ○ پھر

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾

ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا ○

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ بہت سرکش لوگ تھے ○ تو وہ کہنے لگے

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا

کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو ہماری عبادت کرتی ہے ○ سو انہوں نے ان دونوں کی

فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ

تکذیب کی تو وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ہو گئے ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى

راہِ راست پر آجائیں ○ اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا اور ہم نے ان کو بلند ہموار

ع ۳/۴ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

زمین کی طرف پناہ دی جو لائق سکونت تھی اور اس میں چشمے جاری تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار جنہوں نے آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی (وہ) کہنے لگے: یہ رسول صرف تمہاری مثل بشر ہے یہ ان ہی چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو ○ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم ضرور

marfat.com
Marfat.com

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ○ کیا یہ رسول تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے ○ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (اس کا پورا ہونا) بہت دور ہے بہت دور ہے ○ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے' ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم (قبروں سے) اٹھائے نہیں جائیں گے ○ یہ رسول تو صرف اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ○ (المؤمنون: ۳۸-۳۳)

رسول کا اپنی قوم کی طرف پیغام پہنچانا اور قوم کا سرکشی سے اس پیغام کو رد کرنا

اکثر مفسرین کے نزدیک قوم نوح کے بعد جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ان میں رسول کو مبعوث فرمایا وہ قوم عاد ہے' کیونکہ قرآن مجید کی اکثر سورتوں میں قوم نوح کے بعد عاد ہی کا ذکر کیا گیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ قوم ثمود ہے کیونکہ ان آیات میں آگے چل کر المؤمنون: ۴۱ میں فرمایا ہے کہ ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا اور یہ عذاب قوم ثمود پر آیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس قوم کا مصداق حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مدین ہے کیونکہ ان کی ہلاکت بھی ایک زبردست چنگھاڑ کی وجہ سے ہوئی تھی۔

اس قوم کی طرف جس رسول کے بھیجنے کا ذکر ہے وہ رسول بھی اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں سے ہی بھیجا تھا جن کی نشوونما ان ہی کے درمیان ہوئی تھی' جن کو وہ اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے' ان کے خاندان' مکان' مولد اور ان کی سیرت اور کردار سے اچھی طرح واقف تھے' اکثریت کے قول کے مطابق یہ رسول حضرت ہود علیہ السلام تھے' ان کا تفصیلی تعارف ہم الاعراف: ۶۵ میں بیان کر چکے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بعثت کے بعد سب سے پہلے وہ پیغام پہنچایا اور اسی دین کی دعوت دی جو ہر نبی کا اولین نصب العین اور ان کے مشن کا سرنامہ رہا ہے۔

ان کی قوم کے سرداروں نے اس طرح ان کے پیغام کو مسترد کر دیا جس طرح ہر نبی کی قوم کے کافر سردار اپنے اپنے نبیوں کے لائے ہوئے پیغام کو رد کرتے رہے ہیں اور ان کی اکثریت ایمان لانے سے محروم رہتی ہے' کیونکہ یہ لوگ بہت مالدار' مضبوط جتھے والے اور اثر رسوخ والے ہوتے تھے اور پوری قوم ان کے پیچھے چلتی تھی۔ ان کے کفر اور گمراہی کے دو بنیادی سبب تھے ایک تو ان کا آخرت کے عقیدے پر ایمان نہیں تھا' اور دوسرا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس دنیاوی مال و دولت اور سامان عیش و عشرت کی فراوانی تھی چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے رسول کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ شخص تو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے' یہ اللہ کا رسول کس طرح ہو سکتا ہے' انہوں نے صرف اپنے رسول کی بشریت اور ظاہر حال کو سامنے رکھا اور اس کے دیگر فضائل اور مناقب اور اس کے باطن کی روشنی کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں جس طرح آج بھی ان کے طریقہ پر چلتے ہوئے بہت سے گمراہ فرقے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو سامنے رکھتے ہیں اور آپ کے بشری تقاضوں کا ذکر کرتے ہیں اور توحید کے پرچار کے نام پر کمالات نبوت اور آپ کے تمام فضائل و مناقب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں' اور آپ کی خصوصیات اور شرف و مرتبہ اور آپ کی عزت و وجاہت کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے وہ نبی کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سوا شرعی مسائل کے آپ کو اور کسی چیز کا علم تھا اور نہ کسی کمال کے اظہار کی قدرت تھی' اور وہ آپ کے کمالات کے باب میں ذاتی اور عطائی کے فرق کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

ان کافر سرداروں نے اپنے متبعین سے کہا اگر تم نے اپنے جیسے انسان کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر لیا اور اس کی فضیلت اور برتری کو مان لیا تو تم زبردست نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ ایک بشر دوسرے بشر سے کیوں کر افضل ہو سکتا ہے یہی وہ مغالطہ ہے جس کی وجہ سے ان کافر سرداروں نے اپنے رسول کی رسالت کو نہیں مانا حالانکہ اللہ تعالیٰ جس بشر کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے چن لیتا

marfat.com
Marfat.com

ہے تو وہ اس وحی اور رسالت کی وجہ سے تمام غیر نبی اور غیر رسول انسانوں سے شرف اور مرتبہ میں بہت بلند اور افضل اور اعلیٰ ہو جاتا ہے۔

ھیھات' اس کا معنی ہے دوری ہو اور اس کو تاکید کی وجہ سے دوبار ذکر کیا گیا ہے' انہوں نے دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا اور کہا صرف اسی دنیا کی زندگی ہے جس میں ہم جیتے اور مرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ محض ایک افتراء اور بہتان ہے جو یہ شخص اللہ تعالیٰ پر باندھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول نے دعا کی اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے ○ اللہ نے فرمایا تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے ○ بالآخر تقاضائے عدل کے مطابق ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا پس ہم نے ان کو (ہلاک کرکے) خس وخاشاک بنا دیا سو ظالم لوگوں کے لئے دوری ہو ○ (المؤمنون: ۴۱-۳۹)

رسول کا قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر ان کی ہلاکت کی دعا کرنا

جب وہ رسول اپنی قوم کے اکابر اور اصاغر کے ایمان لانے اور پیغام حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے رب میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کی قوم کے سامنے عذاب کی علامات نمودار ہو گئیں جس کی وجہ سے وہ اپنے نبی کی دعوت قبول نہ کرنے پر پچھتائے اور عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لانا قبول نہیں ہوتا اس لئے ان کو اپنی ندامت اور حسرت سے کوئی فائدہ نہ ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے برحق عذاب کا ذکر فرمایا کہ ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا' اس چنگھاڑ کے متعلق کئی اقوال ہیں: ۱-حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے اوپر ایک زبردست چنگھاڑ ماری اور اس کی وجہ سے وہ مر گئے۔ ۲-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس چنگھاڑ سے مراد زلزلہ ہے۔ ۳-حسن نے کہا چنگھاڑ سے مراد نفس عذاب اور موت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالم لوگوں کے لئے دوری ہو' یہ ارشاد لعنت کے منزلہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی خیر سے ان کے لئے دوری ہو' یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے استخفاف اور ان کی توہین کے لئے فرمایا اور ان کے اوپر ایسا عذاب نازل فرمایا جو ان کے عذاب اخروی پر دلالت کرتا ہے جس میں یہ نعمتوں' راحتوں اور اجر وثواب سے بہت دور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان کے بعد ہم نے اور کئی امتیں پیدا کیں ○ کوئی امت اپنی مقررہ میعاد سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے ○ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے' جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو اس نے اس کی تکذیب کی سو ہم بعض کو بعض کے بعد لائے اور ہم نے ان سب کو (نیست و نابود کرکے) قصہ کہانی بنا دیا پس ان لوگوں کے لئے دوری ہو جو ایمان نہیں لائے ○ (المؤمنون: ۴۴-۴۲)

حضرت ہود علیہ السلام کے بعد آنے والے دیگر انبیاء کا قصہ

اللہ سبحانہ قرآن مجید میں کبھی انبیاء علیہم السلام کا تفصیل سے قصہ ذکر فرماتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے' اور کبھی ان کا اجمال سے قصہ ذکر فرماتا ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ذکر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان آیتوں میں جن رسولوں کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ایوب اور حضرت یوسف علیہم السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر ان کے بعد ہم نے اور کئی امتیں پیدا کیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے زمین کو مکلفین سے خالی نہیں رکھا' ہم نے زمین میں لوگوں کو پیدا کیا اور ان کو مکلف ہونے کی عمر تک پہنچایا حتیٰ کہ وہ متمدن دنیا میں پچھلے لوگوں کے

marfat.com
Marfat.com

قائم مقام ہو گئے۔

المؤمنون: ۴۳ میں فرمایا: کوئی امت اپنی مقررہ میعاد سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔

اس آیت میں اجل کا لفظ ذکر فرمایا ہے اور جب اجل کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد موت کا وقت ہوتا ہے' اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر امت کی زندگی اور موت کی ایک میعاد مقرر ہے' جو نہ مقدم ہوتی ہے نہ مؤخر اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (نوح: ۴)

بے شک جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجائے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا کاش کہ تم جانتے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جس امت کے ایمان نہ لانے کی بناء پر اس کے عذاب کا وقت مقرر کر دیا ہے اس امت پر اس وقت سے پہلے عذاب نہیں آسکتا اور نہ وقت آنے کے بعد اس امت سے عذاب مؤخر ہو سکتا ہے' اور وہ عذاب اس امت کو اس وقت تک جڑ سے نہیں اکھاڑتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہ ہو کہ یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور دن بہ دن ان کے عناد میں اضافہ ہوتا رہے گا' اور ان سے کوئی مومن نہیں پیدا ہوگا اور ان کو زمین پر زندہ رکھنے میں کسی کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کے ہلاک ہونے سے کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا' تو پھر ان کو عذاب بھیج کر ملیا میٹ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ (نوح: ۲۷)

بے شک اگر تو نے ان کافروں کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے (دوسرے) بندوں کو گمراہ کریں گے اور یہ صرف بدقماش کافروں کو پیدا کریں گے۔

المؤمنون: ۴۴ میں فرمایا: پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے' جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو اس نے اس کی تکذیب کی سو ہم بعض کو بعض کے بعد لائے اور ہم نے ان (سب) کو (نیست و نابود کر کے) قصہ کہانی بنا دیا پس ان لوگوں کے لئے دوری ہو جو ایمان نہیں لائے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے بعض قوموں کے فنا ہونے کے بعد دوسری بعض قوموں کو پیدا فرمایا اور ہر قوم کی طرف ایک رسول کو مبعوث فرمایا' اور ہر بعد والی قوم اپنے سے پہلی قوموں کی تکذیب کے راستہ پر چل پڑی جن کو اللہ تعالیٰ انواع و اقسام کے عذاب نازل فرما کر غرق کر چکا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ان کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا حتیٰ کہ وہ محض ایک قصہ کہانی بن کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا○ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف' سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ بہت سرکش لوگ تھے○ تو وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو خود ہماری عبادت کرتی ہے○ سو انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی تو وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ہو گئے○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں○ (المؤمنون: ۴۹-۴۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل واقعہ طٰہٰ: ۹۹-۹ میں گزر چکا ہے۔

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جن نشانیوں کے دینے کا ذکر ہے ان کی تعیین اور ان کے مصداق میں اختلاف

marfat.com
Marfat.com

ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ یہ نو نشانیاں ہیں: (۱) عصا۔ (۲) ید بیضا۔ (۳) ٹڈیوں کو نازل کرنا۔ (۴) جوؤں کو نازل کرنا۔ (۵) مینڈکوں کو نازل کرنا۔ (۶) خون کو نازل کرنا۔ (۷) سمندر کو چیر کر بارہ راستے بنانا۔ (۸) قبطیوں پر قحط نازل کرنا۔ (۹) ان کے پھلوں کی پیداوار کو کم کرنا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیات اور نشانیاں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھیں تو جب آیات سے مراد معجزات ہیں تو پھر سلطان مبین (روشن دلیل) سے کیا مراد ہے اگر اس سے بھی مراد معجزہ ہو تو لازم آئے گا کہ کسی چیز پر خود اسی چیز کا عطف ہو حالانکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) آیات سے معجزات مراد ہیں اور سلطان مبین سے سب سے اشرف معجزہ مراد ہے اور وہ حضرت موسیٰ کا عصاء ہے کیونکہ وہ بہت سے معجزات کو مستلزم ہے کیونکہ وہ عصا اژدھا بن گیا تھا' اور فرعون کے جادوگروں کے اژدھوں کو نگل گیا تھا اور جب اس کو سمندر پر مارا تو بارہ راستے بن گئے اور جب اس کو پتھر پر مارا تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور وہ حضرت موسیٰ کی حفاظت کرتا تھا' ان تمام فضائل کی وجہ سے عصا کا الگ ذکر فرمایا۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الآیات سے مراد حضرت موسیٰ کے عصا سمیت نو معجزات ہوں اور سلطان مبین سے مراد ان معجزات کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلالت ہو۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سلطان مبین سے یہ مراد ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل پیش کرنے اور اپنی نبوت پر براہین پیش کرنے میں فرعون اور اس کے حواریوں پر غالب آ گئے کیونکہ سلطنت کے معنی غلبہ ہیں۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون میں نبوت مشترک تھی اسی طرح ان کے معجزات بھی مشترک تھے۔

المؤمنون: ۴۶ میں فرمایا فرعون اور اس کے حواری متکبر لوگ تھے' یعنی ان کو دنیا میں حکومت اور اقتدار دیا گیا تھا اور ان کے پاس مال و دولت کی بہتات تھی اور ان کو بہت قوت اور سطوت حاصل تھی۔

المؤمنون: ۴۷ میں فرمایا ان دونوں کی قوم تو خود ہماری عبادت کرتی ہے' انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ کی قوم ان کی خدمت اور ان کی غلامی کرتی تھی اور جو شخص کسی کی خدمت کرے عرب اس کو عبادت سے تعبیر کرتے تھے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا اس لئے اس نے یہ کہا کہ لوگ اس کے بندے ہیں اور لوگوں کا اس کی اطاعت کرنا درحقیقت اس کی عبادت کرنا ہے۔

المؤمنون: ۴۸ میں یہ بیان فرمایا کہ ان کو پچھلی امتوں کی طرح اس وجہ سے ہلاک کیا گیا تھا کہ انہوں نے بھی پچھلی امتوں کی طرح اپنے نبی کی تکذیب کی تھی۔

المؤمنون: ۴۹ میں فرمایا اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تا کہ وہ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔

اس کتاب سے مراد تورات ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کتاب اس لئے دی تھی کہ وہ ہدایت حاصل کریں لیکن جب وہ اس کے باوجود اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے تو پھر وہ بھی سابقہ امتوں کی طرح عذاب کے مستحق ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا اور ہم نے ان کو بلند ہموار زمین کی طرف پناہ دی جو لائق سکونت تھی اور اس میں چشمے جاری تھے○ (المؤمنون: ۵۰)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عیسیٰ بن مریم کا قصہ

حضرت عیسیٰ بن مریم کا قصہ پوری تفصیل کے ساتھ مریم: ۴۰-۱۶ میں گزر چکا ہے۔
حضرت عیسیٰ بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا کیونکہ ان کو بغیر کسی مرد کے پیدا کیا اور پیدا ہوتے ہی پنگھوڑے میں ان کو متکلم بنا دیا' اور ان کے ہاتھ سے مادر زاد اندھوں کو' برص کے مریضوں کو شفا دی اور مردوں کو زندہ کیا' اور حضرت مریم کو بھی اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا کیونکہ وہ بغیر مرد کے حاملہ ہوئیں ان کے پاس بے موسمی پھل آتے تھے اور جب حضرت زکریا نے پوچھا تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آئے تو انہوں نے کہا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۳۷) یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں' بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

انہوں نے کسی عورت کے پستان کو منہ نہیں لگایا تھا' اگر یہ روایت ثابت ہو تو یہ حضرت عیسیٰ کا معجزہ ہے اور حضرت مریم کی کرامت ہے' اور یہ دونوں ہی اللہ کی قدرت کی نشانی ہیں کیونکہ حضرت مریم بغیر مرد کے حاملہ ہوئیں اور ان سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ بغیر مرد کے اور بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

فرمایا ہم نے ان کو بلند ہموار زمین کی طرف پناہ دی جو لائق سکونت تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔
قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا یہ بیت المقدس کی سرزمین ہے جس کو ایلیا کہتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رملہ (فلسطین) ہے' کلبی اور ابن زید نے کہا یہ مصر ہے' اور زیادہ مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ دمشق ہے' قتادہ نے کہا اس جگہ پانی کے چشمے تھے اور پھل تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے یہ آخری قصہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ' اور نیک عمل کرتے رہو' بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب

عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

جاننے والا ہوں ○ بے شک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو ○

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

پھر لوگوں نے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر لیا' ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو ○

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ

پس (اے رسول مکرم!) آپ ان کو ان کے کفر کی غفلت میں چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان کا وقت آ جائے ○ کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور

مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں ○ تو ہم ان کی بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے ○

marfat.com
Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝۵۷ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ

بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں ۝ اور جو لوگ اپنے رب کی

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝۵۸ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝۵۹ وَالَّذِينَ

آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ۝ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ۝ اور جو لوگ

يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝۶۰

(اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں اس یقین کے ساتھ کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں ۝

أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝۶۱ وَلَا نُكَلِّفُ

وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں ۝ اور ہم ہر نفس کو

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۶۲

اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ۝

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّن دُونِ ذَٰلِكَ

(نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں

هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ۝۶۳ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ

جن کو وہ کرنے والے ہیں ۝ حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ

يَجْأَرُونَ ۝۶۴ لَا تَجْأَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُم مِّنَّا لَا تُنصَرُونَ ۝۶۵ قَدْ كَانَتْ

بلبلانے لگیں گے ۝ آج مت بلبلاؤ، بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی ۝ بے شک اس سے

آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنكِصُونَ ۝۶۶ مُسْتَكْبِرِينَ

پہلے میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے ۝ اس پر تکبر کرتے ہوئے اس

بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ ۝۶۷ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُم مَّا لَمْ يَأْتِ

قرآن کو افسانہ کہہ کر بکواس کرتے ہوئے ۝ کیا انہوں نے اللہ کے کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی تھی جو ان کے

marfat.com

Marfat.com

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾

پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی ○ یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے! (نہیں نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو

كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ

ناپسند کرتے ہیں ○ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو تمام آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان

الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

میں ہیں وہ سب ہلاک ہو جاتے (نہیں نہیں!) بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں سو وہ اپنی نصیحت سے ہی

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ ۭ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ

منہ پھیرنے والے ہیں ○ کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں! سو آپ کے رب کا اجر ہی سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ ربع

روزی دینے والا ہے ○ اور بے شک آپ ضرور ان کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے ہیں ○ اور بے شک

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ ضرور صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں ○

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ

اور اگر ہم ان پر (مزید) رحم کرتے اور جو تکلیف انہیں پہنچی ہے اس کو دور کر دیتے تو یہ ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکنے

يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ

پر اصرار کرتے ○ اور بے شک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا مگر پھر بھی یہ لوگ نہ اپنے رب کے سامنے جھکے

وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ

اور نہ گڑگڑائے ○ حتیٰ کہ جب ہم ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیں گے تو

marfat.com
Marfat.com

اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ

اس وقت وہ ناامید ہو کر رہ جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو' بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں ○ (المؤمنون: ۵۱)

تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنے کی توجیہ

اس آیت میں بہ ظاہر تمام رسولوں سے خطاب ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام رسولوں کو الگ الگ قوموں کی طرف الگ الگ زمانوں میں مبعوث کیا گیا ہے پھر تمام رسولوں کی طرف یہ خطاب کس طرح متوجہ ہوگا' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

(۱) اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہر رسول کے ساتھ اس کے زمانہ میں یہ خطاب کیا گیا اور اس کو یہ ندا اور وصیت کی گئی اور یہاں پر اس کو جمع کے صیغے سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ سننے والا یہ جان لے کہ یہ وہ حکم ہے جو تمام رسولوں کو دیا گیا اور سب کو اس حکم کی وصیت کی گئی ہے' اس لئے یہ حکم اس لائق ہے کہ اس پر مضبوطی کے ساتھ دائماً عمل کیا جائے۔

(۲) اس آیت میں الرسل سے مراد ہمارے رسول ہیں کیونکہ تمام رسولوں کے ذکر کے بعد آپ کا ذکر کیا گیا اور آپ کو جمع کے صیغہ الرسل سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ ہر چند کہ آپ واحد رسول ہیں لیکن آپ تمام رسولوں کی صفات محمودہ کے جامع اور تمام رسولوں کے کمالات کو محیط ہیں۔

(۳) یہ حکم ہمارے رسول کو دیا گیا ہے اور تمام رسولوں کے ساتھ اس لئے تعبیر فرمایا کہ اگر تمام رسول اس وقت حاضر اور مجتمع ہوتے تو ان سے بھی یہی خطاب کیا جاتا تا کہ ہمارے رسول یہ جان لیں کہ اس حکم کا بوجھ صرف آپ پر نہیں ہے بلکہ یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کو لازم رہا ہے۔

(۴) ایک قول ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اپنی حلال کمائی سے کھانے کی ترغیب اور ناپاک اور حرام چیزیں کھانے کی ترہیب (ممانعت)

اس آیت میں پاک چیزوں سے کھانے کا حکم دیا گیا ہے اور پاک چیزوں سے مراد حلال چیزیں ہیں اور سب سے زیادہ حلال چیز وہ ہے جس کو انسان نے اپنے کسب اور محنت سے حاصل کیا ہو۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں' آپ کے اصحاب نے پوچھا اور آپ نے؟ فرمایا: ہاں میں چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۶۲' دار ارقم بیروت)

قیراط سے مراد درہم یا دینار کا ایک جز ہے آپ ہر بکری کو چرانے کا ایک قیراط لیتے تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص نے بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر طعام نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۲۲)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں کاٹ کر اس کا گٹھا اپنی پشت پر لاد کر لائے وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۲، سنن النسائی: رقم الحدیث: ۲۵۸۴، مسند احمد رقم الحدیث ۷۳۱۵، عالم الکتب بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم اس حکم کو متضمن ہے کہ ناپاک اور حرام چیزیں نہ کھائی جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ سوا طیب اور طاہر چیز کے کسی چیز کو قبول نہیں کرتا (طاہر کا معنی ہے وہ چیز فی نفسہٖ حلال ہو اور طیب کا معنی ہے وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً چوری کا دودھ فی نفسہٖ حلال ہے لیکن حلال ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا اس لئے وہ طاہر ہے طیب نہیں ہے اور انسان دودھ خرید کر لائے اور اس میں کوئی ناپاک چیز گر جائے تو وہ دودھ طیب تو ہے لیکن طاہر نہیں ہے) اور بے شک اللہ نے مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے اس نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ (المؤمنون: ۵۱)	اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں۔

اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرۃ: ۱۷۲)	اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔

پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر طے کر کے آتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی؟

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸)

عبدالوہاب بن ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام شام کو روزے سے تھے افطار کے وقت ان کے پینے کے لئے دودھ لایا گیا' انہوں نے پوچھا تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ کہا یہ ہماری بکریوں کا دودھ ہے' آپ نے پوچھا اس کی قیمت کہاں سے آئی' انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم رسولوں کی جماعت کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم پاک چیزوں سے کھائیں اور نیک عمل کریں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

ام عبداللہ بنت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے تھے میں نے آپ کے افطار کے لئے ایک پیالہ میں دودھ بھیجا' اس وقت ابتدائی دن کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ واپس کر دیا اور پوچھا جس بکری کا یہ دودھ ہے وہ بکری کہاں سے آئی ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنے مال سے خریدی تھی' تب آپ نے اس دودھ کو پیا' دوسرے دن صبح کو ام عبداللہ بنت شداد آپ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے پاس بہت اچھا دودھ بھیجا تھا وہ دن بہت طویل اور سخت گرم تھا' پھر آپ نے وہ دودھ میری طرف واپس بھیج دیا تھا' آپ نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا رسولوں کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ سوا طیب چیزوں کے اور کچھ نہ کھائیں اور سوا نیکی کے اور کوئی عمل نہ کریں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۴ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ 'حافظ ابن کثیر نے یہ حدیث امام ابن ابی حاتم کی سند سے ذکر کی ہے لیکن مطبوعہ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں یہ حدیث نہیں ہے اور امام رازی نے اس حدیث کو بلا حوالہ نقل فرمایا ہے' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۸۱ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ اور حدیث کی کسی کتاب میں ہم کو یہ حدیث نہیں ملی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طیب چیز کو کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگوں کو اپنے مظالم سے محفوظ رکھا وہ جنت میں ہوگا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۲ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا زیادہ سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق! اور آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو دوزخ میں داخل کرنے کا زیادہ سبب ہے؟ آپ نے فرمایا شرم گاہ اور منہ۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جو اس مال سے حاصل کیا گیا ہو جو لوگوں کا حق مار کر اور انہیں نقصان پہنچا کر حاصل کیا گیا ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی ڈال لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں اس چیز کو ڈالے جس کو اللہ عزوجل نے حرام کر دیا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لئے کچھ مال کما کر لاتا تھا اور حضرت ابو بکر اس مال سے کھاتے تھے' ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا جس سے حضرت ابو بکر نے کھا لیا' پھر اس غلام نے آپ سے کہا کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا بتا کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کاہنوں (نجومیوں) کا کام کرتا تھا اور مجھے یہ کام اچھی طرح نہیں آتا تھا' مگر میں لوگوں کو فریب دیتا تھا' آج مجھے ایک شخص ملا جس نے مجھے اس کام کا معاوضہ دیا اور یہ وہی معاوضہ ہے جس سے آپ نے کھایا' حضرت ابو بکر نے اپنا ہاتھ حلق میں ڈالا اور ہر اس چیز کی قے کر دی جو ان کے پیٹ میں گئی تھی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۷۰)

حسب ذیل حدیث میں اس کی زیادہ وضاحت ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان کے پاس ان کا ایک غلام طعام لے کر آیا انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ کھا لیا' پھر پوچھا تم نے یہ طعام کیسے حاصل کیا تھا اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا پادری تھا انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا' آج انہوں نے مجھے یہ طعام دیا تھا' آپ نے فرمایا میں یہی گمان کرتا ہوں کہ تم نے مجھے اس طعام سے کھلایا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے' پھر آپ نے حلق میں انگلیاں ڈال کر قے کر دی پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو گوشت لقمہ حرام سے بنا وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۷۶۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو○ (المؤمنون: ۵۲)

marfat.com

Marfat.com

اُمت کا معنی

اس آیت میں دین کے لئے امت کا لفظ ہے اور امت کا معنی ہے جماعت' اور حیوان کی جنس میں سے ہر جماعت ایک امت ہے حدیث میں ہے اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا' اور امت کا معنی طریقہ اور دین ہے کہا جاتا ہے فلان لا امة له یعنی اس کا کوئی دین نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے کنتم خیر امة یعنی تم اہل دین میں سب سے بہتر ہو اور امت کا معنی ہے وقت اور مدت' قرآن مجید میں ہے وادکر بعد امة اس کو ایک مدت کے بعد یاد آیا۔

(مختار الصحاح ص ۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس آیت کا معنی ہے کہ جس طرح تمام انبیاء کا اس پر اتفاق واجب ہے کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ کریں اسی طرح ان کا اس پر اتفاق واجب ہے کہ وہ توحید پر قائم رہیں اور گناہوں سے اجتناب کریں۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب تمام رسولوں کی شریعتیں مختلف ہیں تو ان کا دین واحد کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین سے مراد وہ امور ہیں جن میں ان کا اختلاف نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت' اور رہیں ان کی شریعتیں تو ان میں جو ان کا اختلاف ہے اس کو دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا۔ اور فرمایا میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں سب کا ایک ہی دین ہے اور اس کی معصیت سے اجتناب میں سب کا ایک ہی دین ہے اور اس میں شریعتوں کے اختلاف کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر لوگوں نے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر لیا' ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو۔ (المؤمنون: ۵۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں نے اپنے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس آیت میں فرمایا ہے انہوں نے زبر کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا زبر' زبور کی جمع ہے' اس کا معنی ہے کتابیں' یعنی انہوں نے اپنے دین کو مختلف کتابیں اور مختلف ادیان بنا دیا' مقاتل اور ضحاک نے کہا یعنی مشرکین مکہ' مجوس' یہود اور نصاریٰ نے' اور ہر فریق نے جو اپنا نظریہ گھڑ لیا اور اپنی خواہشات کو دین کا جامہ پہنا دیا وہ یہ سمجھتا ہے اس نے جو نظریہ اپنایا ہے وہ حق ہے اور اس کا مخالف باطل پر ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا سنو تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ بہتر فرقوں میں متفرق ہو گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں متفرق ہو گی' اس میں سے بہتر دوزخ میں ہوں گے اور ایک جنت میں ہو گا' اور یہ وہ فرقہ ہے جو سب سے بڑی جماعت ہو' ابن یحییٰ اور عمرو بن عثمان نے اپنی اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ گمراہی ان میں اس طرح سرایت کر جائے گی جس طرح باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے' عمرو بن عثمان نے کہا جیسے سگ گزیدہ کے جسم میں زہر داخل ہو جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس زہر کے اثر سے نہیں بچتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۹۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہم کو بہت مؤثر نصیحت فرمائی جس سے ہر آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور ہر دل خوف سے لرز گیا' ایک شخص نے کہا یہ تو اس شخص کی نصیحت ہے جو الوداع ہو رہا ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرو کہ آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اگر تمہارا حاکم حبشی غلام بھی مقرر کر دیا جائے تو اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا اور بے شک جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا' اور تم بدعات سے دور رہنا کیونکہ بدعات (سیئہ) گمراہی ہیں پس تم میں سے جو شخص ان بدعات کو پائے تو وہ میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم کرلے اور اس کو داڑھوں سے پکڑ لے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۹۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵' المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۶۱۷' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۱۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۹۵' الآجری فی الشریعہ رقم الحدیث: ۴۷)

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ حضرت معاویہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ تمام فرقے اسلام سے خارج نہیں ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی امت قرار دیا ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تاویل کرنے سے کوئی شخص ملت سے خارج نہیں ہوتا خواہ اس کی تاویل خطاء پر مبنی ہو۔ (معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۷ ص ۴' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے فرقہ ناجیہ کا مصداق اہل سنت و جماعت کو قرار دیا ہے پھر اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

اگر کہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ ناجی گروہ اہلسنت و جماعت کا ہے' یہی راہ راست اور خدا کی طرف جانے کا راستہ ہے اور دوسرے تمام راستے جہنم کے راستے ہیں حالانکہ ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر ہے اور اس کا مذہب برحق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ خالی دعویٰ کافی نہیں ہوتا' دلیل چاہئے جبکہ اہلسنت و جماعت کے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کا دین اسلام نقل ہوتا آیا ہے جبکہ یہاں صرف عقل کافی نہیں ہوتی' اور متواتر خبروں سے معلوم ہوا نیز احادیث و آثار کی چھان بین سے یقین آیا کہ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والے تمام بزرگ اسی عقیدے اور طریقے پر تھے۔ مذہب اور ارشادات اکابر میں بدعت اور من مانی کارروائی کی ملاوٹ صدر اول کے بعد واقع ہوئی۔ صحابہ اور پہلے بزرگوں میں سے کوئی بھی ان کے طریقوں پر نہ تھا اور وہ ان راستوں سے بری تھے بدعات جاری ہونے کے بعد ان فرقوں نے ان بزرگوں سے صحبت و محبت کا رشتہ توڑ لیا اور رد کیا۔ صحاح ستہ والے محدثین اور دوسری مشہور قابل اعتماد کتابوں والے کہ جن پر اسلامی احکام کا دارومدار ہے اور مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین اسی جماعت سے ہیں اور جتنے فقہاء ان کے طبقے میں ہیں' سب اسی مذہب پر تھے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کہ اصول وکلام کے امام ہیں' انہوں نے بھی سلف کے مذہب کی تائید کی اور عقلی دلائل سے اسے ثابت کیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سلف کے اجماع سے ثابت ہے اسے مؤکد کیا۔ اسی لئے تو اس جماعت کا نام اہل سنت و جماعت ہوا۔ اگرچہ یہ نام بعد میں رکھا گیا لیکن ان کا مذہب اور عقیدہ وہی قدیم ہے اور ان حضرات کا طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اسلاف کے ارشادات کی پیروی کرتے ہیں اور نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۴۱-۱۴۰' مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ لکھتے ہیں:

نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی پیروی میں ہے اللہ تعالیٰ ان کے اقوال و افعال اور اصول و فروغ میں برکت مرحمت فرمائے کیونکہ نجات پانے والی جماعت یہی ہے' اور اس کے سوا باقی سب فرقے خرابی اور ہلاکت میں پڑے ہوئے

marfat.com

Marfat.com

ہیں۔ آج خواہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو لیکن کل ہر ایک جان لے گا جبکہ وہ جاننا فائدہ نہ دے گا۔ (مکتوبات دفتر اول' مکتوب: ۴۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس (اے رسول مکرم) آپ ان کو ان کے کفر کی غفلت میں چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان کا وقت آ جائے۔ (المؤمنون: ۵۴)

غمرۃ کا معنی اور مصداق

اس آیت میں فرمایا ہے ان کو ان کی غمرۃ میں چھوڑ دیں' یعنی آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اپنے پیش رو کفار کے حکم میں ہیں اور ان کے کفر اور سرکشی کے باوجود جو ان سے عذاب مؤخر ہو رہا ہے اس کی آپ پرواہ نہ کیجئے۔ غمرۃ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو تم کو ڈھانپ لے اور تم سے بلند ہو جائے' اس کی اصل ہے ستر یعنی کسی چیز کو چھپا لینا۔ اسی وجہ سے کینہ کو غمر کہتے ہیں کیونکہ کینہ دل کو چھپا لیتا ہے۔ اور جو پانی بہت زیادہ ہو اس کو بھی غمرۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے اور غمر الرداء اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی عطا اور بخشش سے لوگوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

یہاں اس سے مراد حیرت' غفلت اور ضلالت (گمراہی) ہے' یعنی ان کو ان کی گمراہی میں چھوڑ دیجئے حتیٰ کہ ان کو موت آ جائے۔ اس کا یہ معنی بھی ہے ان کافروں کو دوزخ میں جانے دیجئے حتیٰ کہ یہ منکر خود اپنی آنکھوں سے عذاب کو دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں○ تو ہم ان کی بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں!) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے○ (المؤمنون: ۵۶-۵۵)

کافروں کے کفر کے باوجود ان کو نعمتیں دینے کی وجوہ

یہ امداد تو ان کو صرف گناہوں میں ڈھیل دینے کے لئے ہے اور ان کو معاصی کی دلدل میں زیادہ کھینچنے کے لئے ہے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی زیادہ نیکیوں کا ان کو صلہ مل رہا ہے نہیں نہیں یہ تو حیوانات اور بہائم کے مشابہ ہیں ان میں کوئی سمجھ اور شعور نہیں ہے کہ یہ اس پر غور کرتے کہ یہ استدراج اور ڈھیل ہے یا ان کی نیکیوں کا انعام ہے۔

امام رازی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ یزید بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں سے کسی نبی کی طرف یہ وحی کی کیا میرا بندہ اس پر خوش ہوتا ہے کہ اس پر دنیا کشادہ کر دی گئی حالانکہ وہ مجھ سے بہت دور ہوتا ہے اور وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ میں اس سے دنیا اٹھا لیتا ہوں حالانکہ وہ میرے قریب ہوتا ہے۔ اور حسن نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن آئے تو انہوں نے وہ کنگن اٹھا کر حضرت سراقہ بن مالک کے ہاتھ میں پہنا دیئے وہ کنگن اتنے کھلے تھے کہ حضرت سراقہ کے کندھوں تک پہنچ گئے' پھر حضرت عمر نے کہا اے اللہ! تجھ کو علم ہے کہ تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو پسند کرتے تھے کہ ان کے پاس مال آئے تو وہ اس کو تیری راہ میں خرچ کریں اور حضرت ابوبکر بھی اسی کو پسند کرتے تھے' اے اللہ! اس مال کو لوگوں کے لئے آزمائش نہ بنانا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: **ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین** 'کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں تو وہ ان کی بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ (نہیں نہیں!) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے ان کو یہ نعمتیں اس لیے عطا کیں کہ وہ فارغ البال ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کریں اور روزی کا حصول اور اس کے لئے مشقت کرنا ان کی اطاعت اور عبادت میں مانع نہ ہو' لیکن انہوں نے ان نعمتوں کے حصول کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے اعراض کیا تو ان پر اللہ کے عذاب کے نزول کی وجہ اور زیادہ مستحکم ہو گئی۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے O اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں O وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں O (المؤمنون: ۶۱-۵۷)

مومنوں کی تحسین کی پانچ وجوہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی تھی اور ان آیتوں میں حسب ذیل پانچ وجوہ سے مومنین کی تحسین فرمائی ہے:

(۱) مومنین اپنے رب سے ڈرتے ہیں' مقاتل اور کلبی وغیرہ نے کہا وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور بعض مفسرین نے کہا وہ اپنے رب کے ڈر سے دائماً اس کی اطاعت کرتے ہیں' اور تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں اپنے رب کا خوف کامل درجہ کا ہوگا' وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے حد خوف زدہ ہوگا اور جس شخص کا یہ حال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت دور رہے گا۔

(۲) اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ذات اور صفات پر نشانیاں بکھری ہوئی ہیں جو لوگ ان نشانیوں میں غور اور فکر کر کے صاحب نشان تک پہنچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لاتے ہیں۔

(۳) اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے' اس سے مراد شرک جلی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کو مستلزم ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے' بلکہ اس سے مراد شرک خفی ہے یعنی وہ ریاکاری نہیں کرتے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت صرف اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں کسی کو دکھانے اور سنانے کے لئے اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

(۴) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں' اس سے مراد وہ تمام کام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کر دیئے ہیں' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو' جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ یا ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو جیسے لوگوں کی امانتیں ادا کرنا اور ان کے قرض ادا کرنا اور ان کے معاملات میں عدل و انصاف کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المؤمنون: ۶۰) کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں اے صدیق کی بیٹی اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۸' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳' شرح السنۃ ج ۶ ص ۳۵)

(۵) وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت رغبت اور اہتمام سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں یہ عبادت اپنے وقت سے مؤخر نہ ہو جائے اور کہیں اس عبادت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ اور فرمایا وہی نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں' یعنی وہ دوسرے لوگوں سے پہلے نیکی کرنا چاہتے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عبادت کے اجر میں سبقت کرنے والے ہیں ان کو ان کی نیکیوں کا اجر آخرت سے

marfat.com
Marfat.com

پہلے دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا○ (نہیں نہیں!) بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے ہیں○ حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ بلبلانے لگیں گے○ آج مت بلبلاؤ! بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی○ (المؤمنون: ۶۵-۶۲)

اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلص مومنوں کی صفات کا اور ان کے اعمال کی کیفیت کا ذکر فرمایا تھا' اور اب بندوں کے اعمال کے احکام میں سے دو حکم بیان فرمائے ایک حکم یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف نہیں کرتا' اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ کے پاس ایک کتاب میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور وہ کتاب حق کے ساتھ کلام کرتی ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا' اور اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الجاثیہ: ۲۹)

یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے خلاف سچ سچ بتا رہی ہے' بے شک تم جو بھی عمل کرتے رہے تھے ہم اس کو لکھوا رہے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا۔ (الکہف: ۴۹)

اور وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی! اس کتاب کو کیا ہوا اس نے کسی چھوٹے اور بڑے گناہ کو محفوظ کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا' ظلم اس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ ان کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی جائے یا ان کو ان کی نیکی سے کم ثواب دیا جائے یا ان کو اس جرم کی سزا دی جائے جو انہوں نے کیا نہیں' یا ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف کیا جائے' اور اس قسم کا ظلم وہی کر سکتا ہے جو بندوں کی طاقت سے بے خبر ہو یا بندوں کے کیے ہوئے کاموں اور اس پر مرتب ہونے والی سزا یا جزاء سے لاعلم ہو' اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا علم مخفی نہیں ہے اور اس کا بے خبر ہونا محال ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ظلم کرنا بھی محال ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی بندہ کا کوئی حق نہیں ہے اجر و ثواب دینا اس کا فضل ہے اور گناہوں پر گرفت کرنا اور سزا دینا اس کا عدل ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی طرح بھی ظلم کا تصور نہیں ہو سکتا۔

کفار کے کرتوت اور ان پر نزول عذاب کی کیفیت

المؤمنون: ۶۳ میں فرمایا: بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں' اس آیت میں غفلت کے لیے غمرۃ کا لفظ فرمایا ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غمرۃ کا معنی غفلت' حجاب اور قرآن کے معانی سے اندھا ہونا ہے' جب کسی شخص کو پانی ڈھانپ لے تو کہتے ہیں غمرۃ الماء ان کے دل غمرۃ میں ہیں' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کے دل حیرت میں ہیں اور قرآن کے معانی سے اندھے پن اور حجاب میں ہیں' نیز فرمایا اور اس کے سوا ان کے اور بھی برے اعمال ہیں جن کو وہ کرنے والے ہیں' قتادہ اور مجاہد نے کہا حق کے انکار کے علاوہ ان کے اور بھی گناہ ہیں جن کو وہ ضرور کرنے والے ہیں' حسن اور ابن زید نے کہا اور بھی برے اعمال ہیں جو انہوں نے ابھی تک نہیں کیے لیکن وہ ان کو ضرور کریں گے اور ان کی وجہ سے وہ دوزخ میں داخل ہوں گے' اور اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ خالق کا کفر کرنے کے علاوہ انہوں نے مخلوق پر بھی ظلم کیا ہے۔
المؤمنون: ۶۴ میں فرمایا: حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ بلبلانے لگیں گے'

marfat.com
Marfat.com

اور المومنون: ٦٥ میں فرمایا آج مت بلبلاؤ بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

اس گرفت سے مراد وہ عذاب ہے جو جنگ بدر کے دن شکست کی صورت میں ان پر نازل ہوا ان کے ستر افراد قتل کئے گئے اور ستر افراد قید کئے گئے اور باقی افراد پسپا ہو کر ذلت کے ساتھ الٹے پاؤں بھاگے۔

ضحاک نے کہا اس سے مراد وہ عذاب ہے جو قحط کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد' پھر چند مشرکوں کا نام لے کر ان کے خلاف دعا فرماتے: اے اللہ ولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ھشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور کمزور مومنوں کو' اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی سخت گرفت کر' اے اللہ ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط مسلط کیا تھا' اور ان دنوں مضر کے اہل مشرق آپ کے مخالف تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٨٠٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٦٧٥' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٤٤٢' سنن النسائی رقم الحدیث: ١٠٧٥)

یجئرون کا معنی ہے وہ زور سے چیخیں گے اور فریاد کریں گے جوار کا اصل معنی ہے بیل کی طرح گڑگڑا کر آواز نکالنا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تم مت بلبلاؤ' تم سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا اور تمہارا چیخنا اور چلانا تم کو کوئی نفع نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اس سے پہلے میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے ○ اس پر تکبر کرتے ہوئے اس قرآن کو افسانہ کہہ کر بکواس کرتے ہوئے ○ (المؤمنون: ٦٧-٦٦)

نکوص' سمر اور ہجر کے معانی

تنکصون' نکوص سے بنا ہے' نکوص کا معنی ہے کسی چیز سے پھرنا' باز رہنا اور بھاگ جانا۔

سامرا: سمر سے بنا ہے' اس کا معنی ہے رات کو باتیں کرنا قصے کہانیاں سنانا' اور سامر کا معنی ہے کہانی سنانے والا' افسانہ گو' داستان سرا' علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ سمر اصل میں ظل قمر (چاند کا سایا) کو کہتے ہیں' "مطلع" میں مذکور ہے کہ چاند کا سایا اپنے دھندلے پن کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے' اور البحر المحیط میں مذکور ہے کہ جو چاندنی درختوں پر چڑھتی ہے اس کو سمر کہتے ہیں' اور علامہ راغب نے لکھا ہے کہ رات کے اندھیرے کو سمر کہتے ہیں' بعد میں اس لفظ کا استعمال رات میں باتیں کرنے کے لئے ہونے لگا اور بعض نے کہا سامر کا معنی ہے اندھیری رات۔

تہجرون: یہ لفظ ھجر سے بنا ہے' ھجر کا معنی ہے گپ چھوڑنا' شیخی بگھارنا' ڈینگ مارنا' بے ہودہ باتیں کرنا' ہذیان بکنا اور کسی چیز کے ترک کرنے کو بھی ہجر کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں کاغذ اور قلم مانگا تا کہ آپ ایسی چیز لکھ دیں جس کے بعد مسلمان گمراہ نہ ہوں تو بعض مسلمانوں نے کہا اھجر استفھموہ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٤٣١' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦٣٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٠٢٩' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٥٨٥٤) یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر اللہ کے پاس جا رہے ہیں' آپ سے دریافت کر لو' اس حدیث میں ہجر بیماری میں ہذیان بکنے اور بے ہودہ باتیں کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔ ترک کرنے اور چھوڑنے کے معنی میں ہے' اور قرآن مجید کی اس آیت میں تہجرون بیہودہ باتیں کرنے اور ہذیان بکنے کے معنی میں ہے۔

مشرکین کے تکبر کے محامل

اس آیت میں ہے اس پر تکبر کرتے ہوئے' جمہور نے کہا یہ ضمیر حرم کی طرف یا مسجد حرام کی طرف یا شہر مکہ کی طرف لوٹ رہی ہے' ہر چند کہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے' کیونکہ وہ مشہور ہے' مشرکین کہا کرتے تھے ہم اہل حرم ہیں' ہم کسی سے نہیں ڈرتے'

marfat.com
Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ ان کا اپنے دلوں میں یہ اعتقاد تھا کہ حرم پر اور کعبہ پر ان کا تمام لوگوں سے زیادہ حق ہے سو وہ اس پر تکبر کرتے تھے اور بعض مفسرین نے کہا یہ ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ ذکر ہے: بے شک اس سے پہلے میری آیتیں تم پر تلاوت کی جاتی تھیں' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم میری آیات کو سنتے ہو تو تم تکبر اور سرکشی کرتے ہو اور تم ان پر ایمان نہیں لاتے' ابن عطیہ نے کہا یہ بہت عمدہ تفسیر ہے اور النحاس نے کہا پہلی تفسیر راجح ہے مشرکین حرم پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں۔

عشاء کی نماز کے بعد جاگ کر باتیں کرنے کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث

سَامِرًا کے معنی ہم نے ذکر کئے کہ اس کا معنی ہے رات کو باتیں کرنے والا اور تھجرون کا معنی ہے بری باتیں کرنا یعنی وہ رات کو قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بری اور بے ہودہ باتیں کرتے تھے' حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ اپنی راتیں اطاعت اور عبادت کے بجائے' معصیت اور بے ہودہ گوئی میں گزارتے تھے' سمر (رات کو باتیں کرنے) کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۴۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۱۸)

جو شخص عشاء کی نماز کے بعد رات گئے تک باتیں کرتا رہے گا وہ تہجد کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکے گا اور بعض اوقات صبح کی نماز کے وقت بھی اس کی آنکھ نہیں کھلے گی' رات کو باتیں کرنے کی ممانعت میں یہ حدیث بھی ہے:

بنو سلمہ کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عشاء کے بعد باتیں کرنے سے اجتناب کرو اور جب رات کو گدھے بولیں تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو۔

حضرت عمران لوگوں کو مارا کرتے تھے جو رات کو باتیں کرتے تھے' رات کو عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج اور روزی کمانے کے لئے بنایا ہے اور رات آرام کرنے اور سونے کے لئے بنائی ہے' اور رات کو دیر تک جاگ کر باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت اور صنعت کے خلاف ہے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ○ (الفرقان: ۴۷)

اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے لباس بنا دیا اور نیند کو راحت بنا دیا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنا دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے باسمک اموت واحیا ''تیرے نام سے ہی میں سوتا ہوں اور تیرے نام سے ہی بیدار ہوں گا'' اور جب بستر سے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے''۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۸۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۶۶۰' عالم الکتب بیروت' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۳۲)

رات کو جاگ کر دیر تک باتیں کرنا اس صورت میں ممنوع اور مکروہ ہے' جب قصہ کہانی اور کھیل تماشے کی یا دنیاوی باتیں کی جائیں لیکن اگر فقہ اور دین کی باتیں کی جائیں یا ذکر اذکار' تسبیح پڑھنے یا نوافل پڑھنے' صلاۃ التسبیح اور شبینہ پڑھنے یا وعظ اور

marfat.com
Marfat.com

دینی تقاریر سننے اور سنانے میں رات کو دیر تک جاگا جائے تو وہ مذموم نہیں ہے محمود ہے' حدیث میں ہے:

قرۃ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حسن بصری کا انتظار کیا انہوں نے آنے میں دیر کر دی تھی حتیٰ کہ ہم اٹھنے کے وقت کے قریب پہنچ گئے پھر وہ آ گئے اور کہا ہم کو ہمارے ان پڑوسیوں نے بلا لیا تھا' پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم عشاء کی نماز کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ آدھی رات کے قریب وقت آ گیا' پھر آپ آئے اور آپ نے ہم کو نماز پڑھائی پھر ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا سنو! لوگوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے اور بے شک تمہارا شمار نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے' حسن بصری نے کہا لوگوں کا اس وقت تک نیکی میں شمار ہوتا رہتا ہے جب تک وہ نیکی کے انتظار میں رہتے ہیں' قرۃ نے کہا یہ بھی حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۰۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۴۰)

نیکی اور خیر کی وجہ سے رات کو جاگنے اور باتیں کرنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ (مسجد نبوی کے طالب علم) فقراء تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا (طالب علم) لے جائے' اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچواں لے جائے' اور اگر پانچ کا کھانا ہو تو چھٹا لے جائے' اور حضرت ابو بکر صدیق تین کو لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے' پس میں اور میرے والد حضرت ابو بکر اور میری والدہ اور میری بیوی اور میرا خادم' ہم لوگ حضرت ابو بکر کے گھر میں تھے اور حضرت ابو بکر رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تھے پھر وہیں ٹھہرے رہتے تھے اور جب عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی تھی تو پھر واپس آتے تھے' پس اس رات وہ ٹھہرے رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا لیا پھر کافی رات گزرنے کے بعد آئے' ان کی بیوی نے کہا آپ کو کسی چیز نے مہمانوں کی خاطر جلد آنے سے روک لیا' حضرت ابو بکر نے پوچھا کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا ان کی بیوی نے کہا انہوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا' انہیں کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر نے کہا میں ایک جگہ جا کر چھپ گیا' حضرت ابو بکر نے (میرے متعلق) کہا اے ملامت زدہ' اللہ اس کی ناک کاٹ ڈالے اور مزید برا کہا' اور مہمانوں سے کہا تم کھاؤ خدا کرے تمہیں یہ کھانا اچھا نہ لگے' اور کہا اللہ کی قسم میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا' اور اللہ کی قسم ہم اس کھانے سے جو بھی لقمہ کھاتے وہ نیچے سے اور زیادہ نکل آتا اور پہلے سے زیادہ ہو جاتا' حضرت عبدالرحمن نے کہا حتیٰ کہ مہمان سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے زیادہ تھا' حضرت ابو بکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا وہ اتنا ہی تھا یا اس سے زیادہ تھا' تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے پھر حضرت ابو بکر نے بھی اس کھانے سے کھایا اور کہا میں نے جو اس کھانے کو نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی کام تھا' انہوں نے اس کھانے سے ایک لقمہ اور لیا پھر وہ کھانا اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور وہ کھانا آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا' اس کی مدت گزر چکی تھی' ہم نے بارہ نقیبوں (مختار کار' قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والوں) کو بلایا اور ہر نقیب کے ساتھ لوگ تھے اللہ ہی جانتا ہے ان لوگوں کی تعداد کتنی تھی' سو ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھا لیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۵۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۲۷۱)

حضرت ابو بکر کے مہمانوں کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے بہت سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں' ہم نے جس وجہ سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے وہ ہے عشاء کے

marfat.com

Marfat.com

بعد نیکی کی باتیں کرنا' کیونکہ حضرت ابوبکر عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر آئے تھے پھر گھر آ کر مہمانوں کے متعلق دریافت کیا' ان کو کھانا کھلایا اور بقیہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور نقیبوں اور ان کے ساتھیوں کو وہ برکت والا کھانا کھلایا۔

اس حدیث کے بقیہ مسائل اور احکام یہ ہیں کہ فقراء کی غم خواری کرنی چاہئے اور ان کے لئے ایثار کرنا چاہئے اور جب فقراء زیادہ ہوں تو قوم کے امیر کو انہیں لوگوں میں تقسیم کر دینا چاہئے اور جو شخص جتنے مہمان لے جا سکے اتنے مہمان لے جائے اور قوم کے امیر کو چاہیے کہ وہ بھی جتنے مہمان یا فقراء لے جا سکتا ہو وہ لے جائے' حضرت ابوبکر تین کو لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جود وسخا میں سب سے بڑھ کر تھے اور آپ دوسروں کو جو حکم دیتے تھے خود اس سے زیادہ پر عمل کرتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عیال کی تعداد ان مہمانوں کے قریب تھی آپ نے اور آپ کے عیال نے نصف طعام کھایا اور باقی مہمانوں کو کھلا دیا اور حضرت ابوبکر نے دو تہائی کھانا اپنے عیال کو کھلایا اور باقی مہمانوں کو کھلا دیا' حضرت ابوبکر رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھاتے تھے اور رات گئے عشاء کی نماز پڑھ کر آتے تھے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کو آپ سے کتنی محبت تھی اور وہ اپنے اہل' اپنی اولاد اور اپنی بیوی اور مہمانوں کے لئے جو وقت ہوتا تھا وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزار دیتے تھے۔ مہمانوں نے جو حضرت ابوبکر کے بغیر کھانا نہیں کھایا وہ ان کا حسن ادب تھا اور حضرت ابوبکر کے اہل خانہ کے ساتھ نرمی اور ملائمت تھی ان کو یہ گمان تھا کہ ان کے کھانے کے بعد شاید حضرت ابوبکر کے لئے کھانا نہ بچے' علماء نے یہ کہا ہے کہ مہمان کو یہ چاہئے کہ وہ میزبان کے کہنے کے مطابق کریں اگر وہ ان کو جلد کھانا کھلانا چاہئے یا جس طرح کا اور جتنی مقدار میں کھلانا چاہئے اس کی موافقت کریں' ہاں اگر اس کو معلوم ہو کہ میزبان اس کی وجہ سے تکلف کر رہا ہے اور دشواری میں پڑ رہا ہے تو وہ نرمی سے منع کر دے ہو سکتا ہے کہ میزبان کا اس میں کوئی عذر ہو یا کوئی غرض ہو اور وہ اس کا اظہار نہ کرنا چاہتا ہو اور مہمانوں کے اختلاف کرنے کی وجہ سے اس کو دشواری کا سامنا ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر' حضرت ابوبکر کے آنے کے بعد ان کے ڈر کی وجہ سے چھپ گئے۔ حضرت ابوبکر نے ان کو ڈانٹا اور تادیباً برا کہا اس سے معلوم ہوا کہ اولاد بڑی بھی ہو جائے پھر بھی ماں باپ کو اسے جھڑکنے اور ڈانٹنے کا اختیار ہوتا ہے' حضرت ابوبکر نے مہمانوں سے کہا تم کھاؤ تم کو یہ کھانا خوش گوار نہ لگے' انہوں نے مہمانوں کو بددعا نہیں دی تھی بلکہ یہ بتایا تھا کہ اتنی تاخیر سے کھانا خوش گواری کا باعث نہیں ہوتا' حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ وہ یہ کھانا نہیں کھائیں گے پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ کھانا برکت والا ہے اور پہلے سے تین گنا زیادہ ہے تو انہوں نے قسم توڑ دی اور اس کھانے سے کھایا اور اس حدیث پر عمل کیا کہ جو شخص کسی کام کو نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ وہ کام اچھا ہے تو وہ قسم توڑ کر اس کام کو کرلے اور اس قسم کا کفارہ دے دے۔

حضرت ابوبکر ایثار کر کے تین آدمیوں کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی جزاء میں اس کھانے کو تین گنا زیادہ کر دیا' اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق کی ظاہر کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اولیاء کی کرامت ثابت ہے' اور معتزلہ اس کے منکر ہیں' حضرت ابوبکر کی بیوی نے قسم کھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور جلد خشک ہو جاتے ہیں' اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں اور جلد خشک نہیں ہوتے اس لئے کہا جاتا ہے اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے' غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے اور حضرت ابوبکر کی بیوی نے قسم کھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یعنی حضرت ابوبکر کی قسم اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا اس وقت منع ہے جب مقصود یہ ہو کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ کفارہ دے گا یعنی شرعی قسم' اور یہ لغوی قسم ہے جس سے مقصود صرف اظہار تعظیم ہے۔ حضرت ابوبکر اس کھانے کو

marfat.com

Marfat.com

اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اس سے حضرت ابوبکر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت کا پتا چلتا ہے کہ جو اچھی چیز ہو وہ اس کو آپ کے پاس لے جاتے تھے اور وہ کھانا آپ کی برکت سے اتنا زیادہ ہو گیا کہ بارہ نقیبوں اور ان کے ساتھ جتنے آدمی تھے ان سب نے کھالیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیا انہوں نے اللہ کے کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی تھی جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی ○ یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے ○ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے (نہیں نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں ○ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو تمام آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں وہ سب ہلاک ہو جاتے' (نہیں نہیں) بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں سو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں ○ کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں! سو آپ کے رب کا اجر ہی سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○ (المؤمنون: ۷۲-۶۸)

مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجوہ اور ان کا رد اور ابطال

المؤمنون: ۶۸ میں یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید ان کے نزدیک مشہور اور معروف تھا اور وہ اس میں غور وفکر کرنے پر قادر تھے کیونکہ ان کے کلام اور قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت میں نمایاں اور غیر معمولی فرق تھا اور قرآن مجید میں کسی قسم کا تضاد اور تعارض نہیں تھا اور قرآن مجید نے ان کو صانع کے وجود کی معرفت اور اس کی وحدانیت کی معرفت پر متنبہ کیا تھا تو وہ اس قرآن میں کیوں تدبر نہیں کرتے تا کہ باطل کو ترک کر کے حق کو اختیار کر لیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مشرکین اس لئے آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ اللہ کا کسی رسول کو اپنا پیغام دے کر بھیجنا خلاف عادت اور غیر معمولی کام ہے تو یہ بات غلط ہے' اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی تھی جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔ کیونکہ وہ تواتر سے جانتے تھے کہ رسول اپنی امتوں کے پاس آتے رہے تھے اور اپنی امتوں کے سامنے معجزات پیش کرتے رہے تھے اور ان امتوں میں سے بعض لوگ رسول کی تصدیق کر کے نجات پانے والے تھے اور بعض لوگ ان کی تکذیب کر کے ہلاک ہو گئے اور ان مکذبین پر ایسا عذاب آیا تھا جس نے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔

(المؤمنون: ۶۹ میں فرمایا یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے' یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور آپ کی دیانت اور آپ کے مکارم اخلاق سے ناواقف تھے اس لئے آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے سو یہ بات بھی غلط ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے پہلے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین ہیں اور جھوٹ اور برے اخلاق سے بہت دور ہیں تو جب وہ آپ کے صادق اور امین ہونے پر متفق تھے تو پھر کیوں آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں۔

المؤمنون: ۷۰ میں فرمایا یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے۔ یعنی اس دعویٰ رسالت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی عقل میں خرابی ہے سو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ وہ بداہتاً جانتے تھے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند ہیں' اور کوئی مجنون شخص ایسے قوی دلائل کیسے پیش کر سکتا ہے اور ایسی جامع شریعت اور ماضی اور مستقبل کی صحیح صحیح خبریں کیسے بیان کر سکتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا رد فرمایا نہیں نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں' ان کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کر لیتے تو تمام لوگ آپ کی اتباع کرتے اور عوام پر ان کی ریاست اور ان کا اقتدار جاتا رہتا' اور اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض لوگ آپ کے برحق ہونے کو پہچانتے تھے اور وہ آپ

marfat.com

Marfat.com

پر اس لئے ایمان نہیں لائے تھے کہ ان کی قوم ان کو ملامت کرے گی اور کہے گی کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر دیا۔

المؤمنون: ۷۱ میں فرمایا اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو تمام آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں وہ سب ہلاک ہو جاتے۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ حق یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے اور شرکاء بھی عبادت کے مستحق ہیں' حالانکہ اللہ کے ساتھ اور شریک بھی ہوتے تو آسمان اور زمین کا نظام فاسد ہو جاتا کیونکہ ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا مثلاً ایک سورج کو مشرق سے نکالنا چاہتا اور دوسرا مغرب سے' دونوں کا ارادہ بیک وقت پورا ہونا محال تھا پھر کسی ایک کا ارادہ پورا ہوتا اور وہی خدا ہوتا۔ الانبیاء: ۲۲ میں ہم اس معنی کو وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

(۲) ان کی خواہش یہ تھی کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی جائے' اور ان کی اس خواہش کا پورا ہونا محال تھا کیونکہ متعدد خداؤں کی عبادت اس وقت صحیح ہوتی جب واقع میں متعدد خدا ہوتے اور اگر واقع میں متعدد خدا ہوتے تو عالم کا نظام فاسد ہو جاتا۔

(۳) ان کی خواہشات متعارض اور متضاد تھیں اور اگر ان متضاد خواہشوں کو پورا کیا جاتا تو عالم کا نظام فاسد ہو جاتا۔

(المؤمنون ۷۲ میں فرمایا: کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں۔ یعنی کیا یہ مشرکین اس لئے آپ کے دعویٰ نبوت کو نہیں مان رہے کہ آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں یہ شبہ تو بہت بعید ہے آپ کو تو آپ کا رب روزی دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک آپ ضرور ان کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے ہیں ○ اور بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ ضرور صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں ○ اور اگر ہم ان پر (مزید) رحم کرتے اور جو تکلیف انہیں پہنچی ہے اس کو دور کر دیتے تو یہ ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکنے پر اصرار کرتے ○ اور بے شک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا مگر پھر بھی یہ لوگ نہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ گڑگڑائے ○ حتیٰ کہ جب ہم ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت وہ ناامید ہو کر رہ جائیں گے ○ (المؤمنون: ۷۷-۷۳)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہات کو زائل فرمایا تھا اور اب یہ بیان فرما رہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت برحق ہے اور جو آپ کی نبوت کو نہیں مانتے اور آپ کا کفر کرتے ہیں وہ آخرت میں اس کا خمیازہ اٹھائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر ہم ان پر (مزید) رحم کرتے اور جو تکلیف انہیں پہنچی ہے اس کو دور کر دیتے تو یہ ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکنے پر اصرار کرتے۔ اس آیت میں جس تکلیف کا ذکر فرمایا ہے اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

۱- اس سے مراد قحط اور بھوک ہے اور دنیا کے باقی مصائب اور تکلیفیں مراد ہیں۔

۲- اس سے مراد ہے مختلف جنگوں اور جہادوں میں ان کا قتل کیا جاتا اور ان کا قید کیا جانا۔

۳- اس سے مراد آخرت کا ضرر اور عذاب ہے اور یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنے عناد اور سرکشی میں اس قدر پہنچ چکے ہیں کہ آخرت کا عذاب ان سے دور نہیں ہو سکتا پھر یہ کہیں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے لیکن ان کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا اور اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ پھر اسی ڈگر پر چلیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيٓ أَنشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْـِٔدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے (مگر) تم بہت کم شکر

تَشْكُرُونَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۷۹﴾

ادا کرتے ہو ۔ اور وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے ۔

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۸۰﴾

اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، اور رات اور دن کا اختلاف (بھی) اسی کے اختیار میں ہے، کیا پس تم نہیں سمجھتے! ۔

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۸۱﴾ قَالُوٓا أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ

بلکہ انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے لوگ کہتے آئے تھے ۔ انہوں نے کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں

عِظَامًا أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا

ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے ۔ بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے بھی اسی طرح کا وعدہ کیا گیا تھا،

مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۳﴾ قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ

یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ۔ آپ پوچھیے کہ یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں وہ کس کی

وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾

ملکیت ہیں؟ ذرا بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ ۔ عنقریب وہ کہیں گے کہ سب اللہ کی ملکیت ہیں، آپ پوچھیے کہ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں

قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَٰوَٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ

کرتے! ۔ آپ پوچھیے کہ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ۔ عنقریب وہ کہیں گے

لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ

اللہ ہی سب کا رب ہے! آپ پوچھیے کہ کیا پھر (بھی) تم نہیں ڈرتے ۔ آپ پوچھیے کہ کس کے ہاتھ میں سب کی سلطنت ہے؟

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ

اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا، بتاؤ اگر تم جانتے ہو ۔ عنقریب وہ کہیں گے کہ سب اللہ ہی

marfat.com

Marfat.com

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

مالک ہے آپ کہیے پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے ؟ ○ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ

اللہ نے (اپنی) کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی عبادت کا مستحق ہے ورنہ ہر معبود اپنی

كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا

مخلوق کو الگ کر لیتا اور ان میں سے بعض دوسرے بعض پر غالب آجاتے، اللہ ان اوصاف سے پاک ہے جو

يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۵ ۱۵ ۵

یہ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں ○ وہ ہر باطن اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ اس شرک سے بلند ہے جو وہ اس کے متعلق کہتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے (مگر) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو○ اور وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے○ اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور رات اور دن کا اختلاف (بھی) اسی کے اختیار میں ہے کیا پس تم نہیں سمجھتے○ (المؤمنون: ۸۰-۷۸)

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں اور بندوں کی ناشکری

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کفار اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سننے سے انکار کرتے ہیں اور حقائق میں غور و فکر نہیں کرتے اور ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے' اب اللہ تعالیٰ مومنوں کے سامنے اپنی آیات بیان فرما رہا ہے کہ وہی ہے جس نے تم کو کان' آنکھیں اور دل عطا کئے ہیں اور تم کو ان اعضاء کو استعمال کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا کی ہے' اور اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ جو ان اعضاء کا صحیح استعمال نہیں کرتا وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس یہ اعضاء نہ ہوں جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (الاحقاف: ۲۶)

اور بے شک ہم نے ان (قوم عاد) کو ان چیزوں پر اقتدار دیا تھا جن پر تمہیں اقتدار نہیں دیا اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل بھی دیئے ہوئے تھے لیکن ان کے کان اور آنکھوں اور دلوں نے ان کو نفع نہیں پہنچایا جب کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اللہ سبحانہ نے ان آیتوں میں اپنی عظیم نعمتوں کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے کان' آنکھیں اور دل عطا کئے ہیں' اور ان نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال کرنا ان ہی اعضاء پر موقوف ہے' پھر یہ فرمایا کہ لوگ ان نعمتوں کا بہت کم شکر ادا کرتے ہیں' اور دوسری نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا اور وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا دیا یعنی نسل در نسل تم کو زمین میں آباد کر دیا اور قیامت کے دن تم کو دار آخرت میں جمع فرمائے گا جہاں اس کے سوا

marfat.com
Marfat.com

اور کوئی حاکم نہیں ہوگا اور تیسری نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ وہی ہے جس نے تم کو حیات عطا کی تا کہ تم اس حیات میں نیک عمل کر کے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے امیدوار ہو جاؤ' اور موت عطا کی اور موت اس وجہ سے نعمت ہے کہ موت کے بعد ہی تم آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں کو حاصل کر سکتے ہو اور چوتھی نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ وہی دن اور رات کو بار بار لاتا رہتا ہے دن میں تم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کام کاج اور کسب کرتے ہو اور دن کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے تم رات میں آرام کرتے ہو' اگر دن اور رات کا یہ اختلاف نہ ہوتا مثلاً اگر مسلسل دن ہوتا اور رات نہ ہوتی تو تمہاری تھکاوٹ دور نہ ہوتی اور نیند اور سکون میسر نہ ہوتا اور اگر مسلسل رات ہوتی تو تم کام کاج اور کاروبار نہ کر سکتے اس لئے دن اور رات کا اختلاف بنایا سو دن اور رات کا یہ اختلاف بھی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے' وہ فرماتا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (القصص: ۷۲-۷۱)	آپ کہیے بھلا بتاؤ تو سہی اگر اللہ تمہارے لئے قیامت تک مسلسل رات ہی رات بنا دیتا تو کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لے آتا کیا پس تم سنتے نہیں ہو؟○ آپ کہیے ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے لئے قیامت تک مسلسل دن ہی دن بنا دیتا تو کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آتا جس میں تم آرام کرتے کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو ○

پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں غور اور فکر نہیں کرتے ان کے متعلق فرمایا کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے لوگ کہتے آئے تھے ○ انہوں نے کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟○ بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے بھی اسی طرح کا وعدہ کیا گیا تھا یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ○ (المؤمنون: ۸۳-۸۱)

حشر کے وقوع میں مشرکین کے شبہات اور ان کے جوابات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی توحید پر دلائل ذکر فرمائے تھے اس کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے حشر نشر اور آخرت کا ذکر فرمایا' جس طرح پہلی امتوں کے لوگوں نے روشن اور واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا تھا اسی طرح اس دور کے مشرکین بھی اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کر رہے ہیں' ان کا ایک شبہ یہ تھا کہ جب ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر اور گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور خاک بن کر خاک میں مل جائیں گی اور ہواؤں کے تھپیڑوں سے ان کی خاک دوسروں کی خاک میں مل جائے گی تو ان بکھرے ہوئے منتشر ذرّوں کو کس طرح جمع کیا جائے گا' اور جو ذرّات ایک دوسرے سے مختلط ہو چکے ہیں ان کو کیسے الگ الگ اور متمیز کیا جائے گا؟ اور ان کا یہ شبہ اس لئے باطل ہے کہ ان مختلط ذرّات کو وہ متمیز نہیں کر سکتا جس کا علم ناقص ہو اور ان منتشر ذرّات کو وہ جمع نہیں کر سکتا جس کی قدرت ناقص ہو' اور جس کا علم بھی کامل ہے اور جس کی قدرت بھی کامل ہے اس کے لئے ان منتشر ذرّات کو جمع کرنا اور ان مختلط ذرّات کو متمیز کرنا کیا مشکل ہے اور کیسے بعید ہے' اور ان کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ اس سے پہلے دوسرے انبیاء بھی قیامت آنے اور حشر ونشر کا وعدہ کر چکے تھے اور اتنا طویل عرصہ گزر گیا اور ابھی تک قیامت آئی نہ حشر ہوا' سو یہ محض قصے اور کہانیاں ہیں ان کا یہ شبہ بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت کا ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آ جائے گا تو قیامت کے آنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں ہوگی۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں وہ کس کی ملکیت ہیں؟ (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو○ عنقریب وہ کہیں گے کہ سب اللہ کی ملکیت ہیں' آپ کہیے کہ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے○ آپ کہیے کہ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟○ عنقریب وہ کہیں گے کہ اللہ ہی سب کا رب ہے! آپ کہیے کہ کیا پھر (بھی) تم نہیں ڈرتے○ آپ کہیے کہ کس کے ہاتھ میں سب کی سلطنت ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو○ عنقریب وہ کہیں گے کہ سب کا اللہ ہی مالک ہے' آپ کہیے پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے؟○ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں○ (المؤمنون: ۹۰-۸۴)

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور بت پرستی کے بطلان پر دلائل

ان آیتوں سے ان کا رد کرنا مقصود ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے' اور ان مشرکین کا رد کرنا مقصود ہے جو بتوں کی پرستش کرتے تھے' کیونکہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر تین دلیلیں قائم کیں:

(۱) فرمایا: یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں وہ کس کی ملکیت ہیں! اور حشر پر اس سے اس طرح استدلال ہے کہ جب تم یہ جانتے ہو کہ اس زمین کو اور اس میں بسنے والے لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہم نے ان کو زندگی اور قدرت عطا کی تو پھر واجب ہے کہ ان کو فنا کرنے کے بعد بھی ہم ان کو زندگی دینے پر قادر ہوں' اور بتوں کی عبادت کی نفی پر اس طرح استدلال ہے کہ جس نے تم کو زندگی عطا کی اور زندگی گزارنے کے لئے بے شمار نعمتیں عطا کیں وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے نہ کہ وہ جو کسی قسم کا نفع یا ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ اور فرمایا: کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے! اس میں ان کو غور و فکر اور تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ ان کا بت پرستی کرنا انصاف سے دور اور باطل ہے۔

(۲) فرمایا: سات آسمانوں کا رب کون ہے اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ یعنی جب تم یہ مانتے ہو کہ اللہ ہی سات آسمانوں اور عرش عظیم کا بنانے والا ہے تو وہ تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیوں نہیں کرسکتا' اور سات آسمان اور عرش عظیم کو بنانے والا عبادت کے لائق ہے یا پتھر کی وہ بے جان مورتیاں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتیں' فرمایا کیا پھر تم ڈرتے نہیں ہو؟ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لائے اور بتوں کی پرستش کو باطل قرار دے کر ترک کردے۔

(۳) فرمایا: کس کے ہاتھ میں سب کی سلطنت ہے؟ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے کا ذکر کیا پھر سات آسمانوں اور عرش عظیم کے بنانے کا ذکر کیا پھر اپنی قدرت کا عموم اور شمول بتایا کہ تمام چیزوں کو اسی نے بنایا ہے' تو جو ایسا زبردست قادر ہے وہ تمہیں موت دے کر پھر زندہ کیوں نہیں کرسکتا؟ اور جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے وہ عبادت کا مستحق ہے یا پتھر کی بے جان مورتیاں؟ فرمایا: پھر تم کہاں سے جادو کئے گئے ہو' یعنی تم نے کس سے دھوکا کھایا ہے' ان کو دھوکا دینے والا شیطان ہے اور ان کی باطل خواہشیں ہیں۔ اور فرمایا: ہم حق لے کر آئے ہیں اور یہ حق کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے (اپنی) کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی عبادت کا مستحق ہے' ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کرلیتا اور ان میں سے بعض دوسرے بعض پر غالب آجاتے' اللہ ان اوصاف سے پاک ہے جو یہ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں○ وہ ہر باطن اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ اس شرک سے بلند ہے جو وہ اس کے متعلق کہتے ہیں○ (المؤمنون: ۹۲-۹۱)

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے اور اس کا شریک نہ ہونے پر دلائل

المؤمنون: ۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے دو دعویٰ کئے ایک یہ دعویٰ فرمایا کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اس میں ان مشرکین کا رد فرمایا جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اور دوسرا دعویٰ یہ فرمایا کہ اس کے ساتھ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس میں ان مشرکین کا رد فرمایا جو بتوں کو بھی عبادت کا مستحق کہتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے عیسائیوں اور مجوسیوں کا رد مقصود ہو کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور مجوسی یہ کہتے تھے کہ عبادت کے دو مستحق ہیں یزداں خالق خیر ہے اور اہرمن خالق شر ہے۔ پھر فرمایا ورنہ ان میں سے بعض دوسرے بعض پر غالب آجاتے جیسے جب متعدد بادشاہ ہوں تو ان میں اقتدار کی کشمکش رہتی ہے اور ہر قوی اپنے سے ضعیف پر غالب آنا چاہتا ہے اور جو ضعیف اور مغلوب ہو وہ الوہیت کا مستحق نہیں' اور اس دلیل سے اللہ کی اولاد کی بھی نفی ہوتی ہے کیونکہ بیٹا بھی ملک اور سلطنت کے حصول کے لئے باپ پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے جیسے اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہ جہاں کو اقتدار سے محروم کر کے قید خانہ میں ڈال دیا تھا۔

المؤمنون: ۹۲ میں فرمایا: وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے یعنی وہ ہر باطن اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔ ہم نے الانعام: ۵۰ میں اس کی مکمل وضاحت کی ہے دیکھیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۷۵' اور الاعراف: ۱۸۸ میں بھی اس پر مفصل بحث کی ہے دیکھیے تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۸۷-۴۸۵)

قُلْ رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي

آپ کہیے کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھا دے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے ○ اے میرے رب! تو مجھے ظلم کرنے والے

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٩٤﴾ وَإِنَّا عَلَىٰ أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ ﴿٩٥﴾

لوگوں میں شامل نہ کرنا ○ بے شک ہم آپ کو وہ عذاب دکھانے پر ضرور قادر ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے ○

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾

برائی کو اس طریقہ سے دور کیجیے جو بہت اچھا ہو' (آپ کے متعلق) یہ جو باتیں بناتے ہیں ہم ان کو خوب جانتے ہیں ○

وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ

آپ کہیے اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں ○ اور اے میرے رب! میں اس سے تیری

رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ

پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں ○ حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب!

ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ

مجھے واپس بھیج دے ○ تاکہ میں اس دنیا میں وہ نیک کام کروں جن کو میں چھوڑ آیا ہوں' ہرگز نہیں! یہ صرف ایک بات ہے

Marfat.com

هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا

جس کو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پس پشت ایک حجاب ہے جس دن تک ان کو اٹھایا جائے گا ○ پھر جب

نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کرسکیں گے ○

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

سو جن (کی نیکیوں) کے میزان میں پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے ○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ

ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا (وہ) ہمیشہ دوزخ میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

رہیں گے ○ آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی اور وہ اس میں بری حالت میں ہوں گے ○

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا

کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے ○ وہ کہیں گے

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ

اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم (واقعی) گمراہ لوگ تھے ○ اے ہمارے رب

اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا

ہمیں اس دوزخ سے نکال اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے ○ (اللہ) فرمائے گا تم اسی میں دھتکارے ہوئے

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِىْ يَقُوْلُوْنَ

پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ○ بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۚ ﴿۱۰۹﴾

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے ○

marfat.com
Marfat.com

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ

تو اے کافرو! تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ (اس مشغلے نے) تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان

تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ

پر ہنسا کرتے تھے ○ بے شک میں نے آج انکے صبر کی انہیں جزا دی اور بے شک وہی

الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

کامیاب ہیں ○ اللہ فرمائے گا تم زمین میں کتنے سال رہے تھے؟ ○

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾

وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے آپ گننے والوں سے پوچھ لیجیے ○

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

اللہ فرمائے گا تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش تم نے پہلے جان لیا ہوتا ○

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

کیا پس تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے ○

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ

پس اللہ بلند شان والا ہے اور سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ عرش کریم

الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

کا رب ہے ○ اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے، جس کی اس کے پاس کوئی دلیل

بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

نہیں ہے، سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہوگا، بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے ○

ع ۶ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اور آپ کہیے اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے ○

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اے میرے رب اگر تو مجھے وہ عذاب دکھا دے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے O اے میرے رب تو مجھے ظلم کرنے والے لوگوں میں شامل نہ کرنا O بے شک ہم آپ کو وہ عذاب دکھانے پر ضرور قادر ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے O برائی کو اس طریقہ سے دور کیجئے جو بہت اچھا ہو' (آپ کے متعلق) یہ جو باتیں بناتے ہیں ہم ان کو خوب جانتے ہیں O آپ کہیے اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں O اور اے میرے رب! میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں O (المؤمنون: ۹۸-۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کرانے کی توجیہ کہ اللہ آپ کو ظالموں کے عذاب میں شامل نہ کرے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دی ہے کہ آپ تواضع اور انکسار کے طور پر یہ دعا کریں کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے ضرور وہ عذاب دکھائے جو ان کافروں کو دنیا میں دیا جائے گا یا آخرت میں دیا جائے گا تو مجھے ان معذب لوگوں میں شامل نہ کرنا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں آپ کو دنیا یا آخرت کے عذاب میں شامل کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے تو پھر آپ کو عذاب سے محفوظ رکھنے کی دعا کیوں تعلیم فرمائی ہے؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کرنے اور انکسار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہر چند کہ آپ معصوم ہیں اور آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ عذاب کے مستحق ہوں تاہم اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے آپ اس کے جلال سے ڈرتے رہیے اور یہ دعا کرتے رہیے کہ جب اللہ ظالموں کو عذاب دے تو آپ کو وہ اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

(۳) اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے آئیڈیل اور نمونہ ہیں آپ یہ دعا کریں تا کہ آپ کی امت بھی آپ کی اتباع میں یہ دعا کرے' اور اس دعا کرنے میں آپ کی امت کے لئے دو فائدے ہیں ایک اس دعا کرنے کا صلہ ملے گا یعنی ان کی دعا قبول کی جائے گی اور دوسرا آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی اتباع کرنے کا ان کو ثواب ملے گا۔

(۴) اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس دعا کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ اپنے رسول اور معصوم ہونے سے صرف نظر کر کے صرف اس حیثیت سے یہ دعا کریں کہ آپ اللہ کے بندے ہیں' اور بندگی کا یہ تقاضا ہے کہ بندہ اپنے رب سے یہ دعا کرتا رہے کہ وہ اس کو عذاب سے محفوظ رکھے۔

(۵) اور اس کا پانچواں جواب یہ ہے کہ بعض احکام عقل سے ماوراء اور محض تعبدی ہوتے ہیں جیسے پانی نہ ہونے یا پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت طہارت کے لئے تیمم کا حکم دیا' جب کہ ہاتھوں اور چہرے پر مٹی ملنے سے صفائی حاصل نہیں ہوتی یہ حکم عقل سے ماوراء ہے لیکن چونکہ ایسی صورت میں طہارت حاصل کرنے کے لئے ہم کو تیمم کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم تیمم کرتے ہیں' اسی طرح موزوں کے اوپر والے حصہ پر مسح کیا جاتا ہے اور یہ حکم بھی عقل سے ماوراء ہے کیونکہ موزوں کے نچلے حصہ پر گندگی یا میل کچیل لگنے کا احتمال ہے اوپر والے حصہ پر نہیں ہے لیکن ہم کو اوپر والے حصہ پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے تو ہم اس حصہ پر مسح کریں گے خواہ ہماری عقل میں نہ آئے' اسی طرح ریح خارج ہونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی عقل سے ماوراء حکم ہے کیونکہ ریح خارج ہونے سے جسم پر کوئی نجاست نہیں لگتی اور یہ طہارت کے منافی نہیں ہے' اسی طرح نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم بھی عقل سے ماوراء ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں'

marfat.com
Marfat.com

اس کے باوجود آپ کو کعبہ کا طواف کرنے کا حکم دیا یہ حکم بھی عقل سے ماوراء ہے اور تعبدی حکم ہے' اس طرح باوجود اس کے کہ آپ رسول معصوم ہیں آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اے میرے رب! جب تو ظالموں کو عذاب دے تو مجھے ان میں شامل نہ کرنا سو یہ حکم بھی ماوراء عقل ہے اور محض تعبدی ہے۔

(٦) اور اس کا چھٹا جواب یہ ہے کہ آپ رسول معصوم ہیں آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کے باوجود آپ کو توبہ کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○ (النصر: ۳)

آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت کی دعا کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۵ مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۷۴)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کا بھی گناہ نہیں کیا اور توبہ اور استغفار گناہوں پر کیا جاتا ہے' اس لئے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ آپ کا توبہ اور استغفار کرنا آپ کے درجات اور مراتب میں ترقی اور بلندی کے لئے ہے' اسی طرح اس آیت میں آپ کو جو یہ حکم دیا ہے کہ آپ یہ دعا کریں کہ جب اللہ ظالموں کو عذاب دے تو وہ آپ کو اس عذاب میں شامل نہ کرے آپ کی یہ دعا بھی آپ کے درجات اور مراتب میں ترقی کے لئے ہے۔

اس آیت کے موافق وہ طویل حدیث ہے جس کو حضرت معاذ بن جبل نے روایت کیا ہے اس کے آخر میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنہ سے بچا کر میری روح قبض فرمانا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۴۶۰' عالم الکتب بیروت)

۷- اور اس کا ساتواں جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ کا ظالموں کے عذاب میں مبتلا ہونا متصور نہیں ہے اس کے باوجود آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو ظالموں کے عذاب میں شامل نہ کرے کیونکہ کبھی ظالموں کے ظلم کی نحوست ان کو بھی پہنچ جاتی ہے جو ظالم نہیں ہوتے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ (الانفال: ۲۵)

اور تم اس وبال سے بچو جو خصوصیت سے صرف ان ہی لوگوں پر نہیں آئے گا جو تم میں سے ظلم اور گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔

اور کبھی جب عام عذاب آتا ہے تو اس سے بروں کے ساتھ نیک بھی متاثر ہو جاتے ہیں' دنیا میں اس کی مثال یہ ہے کہ جب کثرت سے بارشیں ہوں' سیلاب آجائیں' یا زلزلے آجائیں' یا قحط پڑ جائے یا کوئی اور ارضی و سماوی آفات ہوں تو اس سے نیک اور بد سب ہی متاثر ہوتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جب ظالموں کو عام عذاب دیا جائے تو آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو ظالموں کے عذاب کی نحوست سے اور اس عذاب کے عموم سے سلامت اور محفوظ رکھے۔

ہم نے اس آیت پر اشکال کے یہ سات جواب لکھے ہیں اور اپنے کلام کی حکمتوں اور اس کی باریکیوں کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کا عذاب دکھانا

مشرکین عذاب کا انکار کرتے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے ڈراتے کہ اگر وہ اس طرح کفر اور شرک پر قائم رہے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے المؤمنون: ۹۵ میں فرمایا: بے شک ہم آپ کو وہ عذاب دکھانے پر ضرور قادر ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے رسول کو ان کا عذاب دکھائے لیکن اس نے ان سے اس عذاب کو مؤخر کر دیا ہے' کیونکہ اس کو علم ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئیں گے یا ان کی اولاد ایمان لے آئے گی یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ جب آپ ان کے درمیان ہوں تو وہ ان پر عذاب بھیج دے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا عذاب دکھا دیا جب ان پر قحط کی صورت میں بھوک کا عذاب نازل کیا حتیٰ کہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قریش نے اسلام قبول کرنے کو مؤخر کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی تو ان کو قحط نے پکڑ لیا حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہونے لگے اور انہوں نے مردار جانور اور ہڈیاں کھائیں' پھر ابوسفیان آپ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! آپ رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپ اللہ سے دعا کیجئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الدخان: ۱۰) آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔

(کفار قحط کے ایام میں بھوک سے مجبور ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک اور کمزوری کی شدت کی وجہ سے انہیں آسمان دھوئیں کی طرح نظر آتا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قرب قیامت کی دس بڑی علامات میں سے ایک علامت دھواں بھی ہے جس سے کافر بہت زیادہ متاثر ہوں گے اور مومن کم' اس آیت میں اسی دھوئیں کا ذکر ہے اس تفسیر کے اعتبار سے یہ علامت قیامت کے قریب ظاہر ہوگی جب کہ پہلی تفسیر کے اعتبار سے یہ علامت ظاہر ہو چکی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور یہ دونوں تفسیریں صحیح ہیں)۔

پھر وہ لوگ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (الدخان: ۱۶) جس دن ہم بڑی سخت گرفت کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۲۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۸۱)

اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کا عذاب جنگ بدر کے دن دکھا دیا جب ستر کافر قتل کئے گئے اور ستر کافر گرفتار اور باقی ذلت کے ساتھ پسپا ہو کر بھاگ گئے' اور فتح مکہ کے دن کفار کا عذاب دکھایا جب کفار مکہ کو شکست فاش ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی نصیحت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اس کی مثالیں

المؤمنون: ۹۶ میں فرمایا: برائی کو اس طریق سے دور کیجئے جو بہت اچھا ہو آپ کے متعلق یہ جو باتیں بناتے ہیں ہم ان کو

marfat.com

Marfat.com

خوب جانتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں بھی فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ (حٰم السجدۃ: ٣٤)

نیکی اور بدی برابر نہیں' آپ برائی کو بھلائی سے دور کیجئے پھر وہی شخص جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا محب اور دوست ہو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ظلم کا جواب احسان سے دیجئے' زیادتی کا جواب عفو کے ساتھ اور غضب کا جواب عفو اور درگزر کے ساتھ اور بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور ناپسندیدہ باتوں کا جواب برداشت اور حلم سے دیجئے' اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا دشمن آپ کا دوست بن جائے گا اور دور رہنے والا قریب ہو جائے گا اور آپ کے خون کا پیاسا آپ کا گرویدہ اور جاں نثار ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اس کی بہت مثالیں ہیں' ہم چند مثالیں ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے (سواونٹوں کے لالچ میں) آپ کا پیچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا' اس نے کہا آپ میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے میں آپ کو ضرر نہیں پہنچاؤں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی' ایک اور حدیث میں ہے اس نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھے امان لکھ کر دے دیں' آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر اس کو امان لکھ دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٩٠٨' ٣٩٠٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٠٠٩' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١٨٦٦٣)

غور کیجئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو سواونٹوں کے لالچ میں آپ کا سر اتارنے کے لئے نکلا تھا آپ نے اس کی بدی کا جواب نیکی سے دیا اور بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔

جنگ بدر کے بعد صفوان بن امیہ کی ترغیب پر عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا اور مسجد نبوی میں زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر آپ کے قریب آ کر بیٹھ گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ اے عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ اس نے کہا آپ کے پاس جو ہمارے قیدی ہیں میں ان کی سفارش کر کے آپ سے چھڑانے کے لئے آیا ہوں' آپ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں یہ تلوار کیسی ہے؟ اس نے کہا ان تلواروں کے لئے خرابی ہو انہوں نے ہم سے کون سی مصیبت دور کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو تم اسی لئے آئے ہو' اس نے کہا خدا کی قسم میں اسی لئے آیا ہوں' آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے تم نے مقتولین بدر کا ذکر کیا پھر تم نے کہا اگر مجھ پر قرض اور بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ابھی روانہ ہو جاتا اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آتا' پھر صفوان اس شرط پر تمہارے قرض اور تمہارے بچوں کی کفالت کا ضامن ہو گیا کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور تمہارے اور تمہارے اس ارادہ کے پورے ہونے کے درمیان اللہ حائل ہو گیا' یہ سن کر عمیر نے بے ساختہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ! پہلے ہم آسمانی خبروں اور وحی کے متعلق آپ کی تکذیب کرتے تھے اور یہ ایسی خبر ہے جس کے موقع پر میرے اور صفوان کے سوا کوئی موجود نہیں تھا خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ بات صرف اللہ نے بتائی ہے' اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت کی' اس نے کلمہ شہادت پڑھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارا دینی بھائی ہے اس کو قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی آزاد کر دو' پھر حضرت عمیر بن وہب مکہ چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور جس طرح پہلے مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے' اب مشرکین کے خلاف تیغ بے

marfat.com

Marfat.com

نیام رہتے تھے ان کی تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔
(سیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف ج ۴ ص ۸۴ مطبوعہ بیروت فتح الباری ج ۴ ص ۳۷-۳۶ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)
فتح مکہ کے بعد آپ نے عمیر بن وہب کی سفارش سے صفوان بن امیہ کو بھی معاف کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔
(کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۳ الکامل لابن اثیر ج ۲ ص ۱۶۸ بیروت)
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس پہنچ گیا' میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اس وقت تک ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی جس سے آپ کو سخت رنج پہنچا تھا اور آپ سے کہا تھا کہ اپنی سواری دور کرو مجھے اس سے بدبو آتی ہے' جنگ اُحد میں عین لڑائی کے دن اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا تھا) میں آپ کو یہ تمام باتیں گنواتا رہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا "اپنی رائے کو رہنے دو" جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کرو یا نہ کرو) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا' اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا' حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵' عالم الکتب بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:
قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور اس پر میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۴۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

آپ کی اس نرمی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔

ابو سفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کئے تھے اس کو معاف کر دیا' وحشی نے آپ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کو معاف کر دیا' ھند نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا اس کو معاف کر دیا' اور مکہ کے جن ظالموں نے آپ پر ظلم و ستم ڈھائے تھے جنہوں نے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے' جنہوں نے سجدہ کی حالت میں آپ پر اوجھڑی ڈالی تھی' جنہوں نے آپ کا سماجی بائیکاٹ کیا تھا اور شعب ابی طالب میں غلہ کا ایک دانہ تک نہیں پہنچنے دیا تھا ان سب کو معاف کر دیا۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد کے احکام نازل ہونے کے بعد کافروں کی زیادتی کے جواب کو نرمی سے دینے کا وجوب اب منسوخ ہو گیا ہے اور مسلمانوں کے آپس کے معاملات میں زیادتی کا جواب نرمی کے ساتھ دینا اب بھی معمول ہے اور مستحسن ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الشوریٰ: ۴۰)	برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

marfat.com
Marfat.com

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳)

اور جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا بے شک یہ بلند ہمت والوں کے کاموں میں سے ہے۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (حٰم السجدۃ: ۳۵)

اور یہ بات (برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا) صرف ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کریں اور ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو بڑی سعادت والے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بے شرمی کی باتیں کرتے تھے اور نہ تکلفاً' آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی زیادتی کی گئی ہو اور آپ نے اس کا بدلہ لیا ہو' جب تک اللہ کی حدود کو پامال نہ کیا گیا ہو اور جب اللہ کی حدود کی ذرا سی بھی خلاف ورزی کی گئی ہو تو آپ سے زیادہ غضب ناک کوئی نہیں ہوتا تھا اور آپ کو جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ زیادہ آسان چیز کو اختیار کرتے تھے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰' ۶۷۸۶' ۶۸۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی یہی تلقین کی ہے کہ وہ برائی کا جواب اچھائی سے اور بدی کا جواب نیکی سے دیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے آپ کا ہاتھ پکڑنے میں پہل کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ سب سے اچھے اعمال کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۶۷' عالم الکتب بیروت' حافظ زین نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور انہوں نے ترمذی کا حوالہ دیا مگر مجھے ترمذی میں یہ حدیث نہیں ملی' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۲۶۷' دارالحدیث القاہرہ' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۷' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۶۸۹' حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی دو سندوں میں سے ایک سند حسن ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو' جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔

(ابن النجار رقم الحدیث: ۶۹۲۹' تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۶۱' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۳۹۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۰۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۰۲۹' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی' رقم الحدیث: ۱۹۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے (تقویٰ) کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے ہر کام کا سردار ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور زیادہ نصیحت کیجئے' آپ نے فرمایا تم تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کو لازم کر لو کیونکہ یہ تمہارے لئے آسمانوں میں نور ہے اور زمین میں نور ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور زیادہ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا تم زیادہ ہنسا نہ کرو کیونکہ یہ دل کو مار دیتا ہے اور

Marfat.com

چہرے کا نور ختم کر دیتا ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا تم جہاد کو لازم کر لو کیونکہ یہ میری امت کی رہبانیت ہے' میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا سوائے کلمہ خیر کہنے کے خاموش رہو کیونکہ یہ (خاموش رہنا) شیطان کو بھگائے گا اور دین کے کاموں میں تمہارا مددگار ہوگا' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا اپنے سے کم تر کو دیکھو اور اپنے سے برتر کو نہ دیکھو' یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں کو حقیر نہ جانو گے جو اس نے تم کو عطا کی ہیں' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو خواہ وہ تم سے تعلق توڑیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور زیادہ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا اللہ کا پیغام سنانے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا لوگوں کے لئے ان چیزوں کو پسند کرو جن چیزوں کو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو' پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر عقل سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہیں اور گناہ سے رکنے سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں اور اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۶۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۱' حافظ الہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ الغسانی ہے اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی اور امام ابوزرعہ نے اس کو ضعیف قرار دیا' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۱۶)

میں اس بحث کو شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۲ ھ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

برائی کا بدلہ برائی سے دینا بہت آسان ہے' مردانگی یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔

شیطان کے وسوسوں اور اس کے حاضر ہونے سے پناہ طلب کرنے کے متعلق احادیث

المؤمنون: ۹۸-۹۷ میں فرمایا: آپ کہیے: اے میرے رب میں شیطان کے ھمزات (وسوسوں) سے تیری پناہ میں آتا ہوں ○ اور اے میرے رب میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ (شیاطین) میرے پاس آئیں۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عفو اور درگزر کی نصیحت کی تھی اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی تلقین کی تھی' اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس سے عفو و درگزر اور بدی کا جواب نیکی سے دینے کی طاقت حاصل ہو گی اور وہ ہے شیطان کے ہمزات (وسوسوں) سے اللہ کی پناہ طلب کرنا۔

الھمزۃ کا لغت میں معنی ہے کچوکے لگانا اور دھکا دے کر کسی کو دور کرنا' لیث نے کہا پس پشت بات کرنا الھمز ہے اور منہ کے سامنے بات کرنا لمز ہے اور شیطان چپکے چپکے ابن آدم کے سینہ میں وسوسے ڈالتا ہے' اور اعوذبک من ھمزات الشیاطین کا معنی ہے اللہ کے ذکر سے غافل کرنے کے لئے شیطان جن باتوں کو دل میں ڈالتا ہے ان سے اللہ کی پناہ طلب کرنا' حدیث میں ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے راوی نے کہا پتا نہیں وہ کون سی نماز تھی آپ نے پڑھا اللہ اکبر کبیرا' اللہ اکبر کبیرا' اللہ اکبر کبیرا' الحمدللہ کثیرا' الحمدللہ کثیرا اور تین مرتبہ پڑھا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا پھر دعا کی: میں شیطان کے نفخ' اس کی نفث اور اس کے ھمز سے اللہ کی پناہ

marfat.com

Marfat.com

میں آتا ہوں حضرت جبیر نے کہا نفث کا معنی شعر ہے اور نفخ کا معنی تکبر ہے اور ہمز کا معنی ہے الموتہ یعنی جنون۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۶۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۰۷ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۷۸۴ دارالفکر)

نیز اس آیت میں شیطان کے حاضر ہونے سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان تمہاری ہر چیز کے پاس حاضر ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے پاس بھی حاضر ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو اس لقمہ پر جو خراب چیز لگ گئی ہے اس کو صاف کر کے اس لقمہ کو کھالے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے طعام کے کون سے جز میں برکت ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار ۲۰۳۳ الرقم المسلسل: ۵۲۰۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۷۹)

اگر کسی شخص کو شیطان خواب میں آکر ڈرائے تو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈرتا ہو تو وہ یہ کہے اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ و شر عبادہ و من ھمزات الشیاطین و ان یحضرون (میں اللہ کے غضب اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور ان کے حاضر ہونے سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات یاد کراتے تھے اور نابالغ بچوں کے لئے ان کلمات کو ایک کاغذ میں لکھ کر اس کاغذ کو ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۹۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۳ ۳۶ ج ۱۰ ص ۳۶۴ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۸۶ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۷۵۳ المستدرک ج ۱ ص ۵۴۸ الاسماء والصفات للبیہقی ج ۱ ص ۳۰۴ کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث: ۹۹۳)

حافظ ابن کثیر اور علامہ شوکانی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے○ تاکہ میں اس دنیا میں وہ نیک کام کرلوں جن کو میں چھوڑ آیا ہوں ہرگز نہیں یہ صرف ایک بات ہے جس کو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پس پشت ایک حجاب ہے جس دن تک ان کو اٹھایا جائے گا○ (المؤمنون: ۱۰۰-۹۹)

موت کے وقت دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا کرنے والے کافر ہوں گے اور بدکار مسلمان

جب کافر کی موت کا وقت آجاتا ہے اور موت کی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں اس وقت وہ ان فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے جو اس کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں اس وقت اس کو اپنے گمراہ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ○ (الانفال: ۵۰)

کاش آپ اس وقت دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے اور ان کے چہروں پر اور ان کے کولہوں پر ضرب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جلنے کا عذاب چکھو۔

اور موت کے وقت کافر اپنے دل میں کہتا ہے کہ اے رب! مجھے واپس بھیج دے ارجعون جمع کا صیغہ ہے اللہ واحد ہے لیکن کافر اس وقت اس کے لئے تعظیم کے قصد سے جمع کا صیغہ بولتا ہے۔

Marfat.com

موت کے وقت ایمان لانے اور نیک عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرنا صرف کافروں کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ جو مسلمان ساری عمر اللہ کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور گناہوں میں ڈوبے رہتے ہیں وہ بھی جب موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ بھی اس وقت یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ نیک عمل کریں اور گناہ نہ کریں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ○

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ یہ کہے کہ اے میرے رب تو مجھے تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا تا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔

(المنافقون: ۱۰-۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے' اور حج کی استطاعت ہو تو حج کرنے میں بھی دیر نہیں کرنی چاہیے' کیونکہ کسی کو موت کا وقت معلوم نہیں کیا پتا کس وقت موت آ جائے اور یہ فرائض اس کے ذمہ رہ جائیں اور موت کے وقت یہ آرزو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ کاش مجھے کچھ اور زندگی دے دی جائے تا کہ میں زکوٰۃ ادا کرلوں اور جو نیک کام مجھ سے رہ گئے ہیں ان کی قضا کرلوں۔

موت کے وقت ہر شخص کو لازماً علم ہو گا کہ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے یا اس کے اعداء میں سے

یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کو بھی موت آئے گی اس کو مرنے سے پہلے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے یا اللہ کے اعداء میں سے ہے' وہ کہے گا تا کہ میں دنیا میں وہ نیک کام کرلوں جن کو میں نے ترک کر دیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نیک عمل سے مراد کلمہ شہادت ہے یعنی اس نے کلمہ شہادت کے تقاضے کے مطابق جو اطاعات ترک کر دیں اور ان کو ضائع کر دیا۔ اور وہی شخص دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کا سوال کرے گا جس کو اپنے عذاب کا یقین ہو جائے گا۔

لعلّ اور کلّا کا معنی

لعلّ کا معنی ہوتا ہے شاید' جس کام کے ہونے یا نہ ہونے کا تردد ہو' مرنے والے کو اس میں تردد ہو گا کہ اس کو لوٹایا جائے گا یا نہیں اور اس میں تردد ہو گا کہ اس کو عبادت کی توفیق ہو گی یا نہیں ورنہ اس کا اپنی طرف سے نیک عمل کرنے کا پختہ ارادہ ہو گا' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہو گا کہ میں نے جو اطاعات ترک کیں ہیں شاید میں لوٹائے جانے کے بعد نیک عمل کروں' لعلّ کا معنی تا کہ بھی ہوتا ہے اور ہم نے ترجمہ میں یہی معنی کیا ہے تا کہ میں اس دنیا میں وہ کام کروں جن کو میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلّا یعنی ہرگز نہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ تمہاری دعا ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور تم کو دنیا میں دوبارہ ہرگز نہیں بھیجا جائے گا' اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ اگر تم کو دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیا تو تم نیک عمل ہرگز نہیں کرو گے' بلکہ جس طرح پہلے عمل کرتے تھے اسی طرح عمل کرو گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (الانعام: ٢٨) اور اگر ان لوٹا بھی دیا جائے تو یہ پھر وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

اس لئے فرمایا: یہ صرف ایک بات ہے جس کو یہ کہہ رہا ہے' یعنی یہ صرف زبانی دعویٰ ہے اور محض دفع وقتی کے طور پر ایک بات کہی ہے۔

برزخ کا معنی

ان کے پس پشت تک برزخ ہے جس دن تک انہیں اٹھایا جائے گا۔

برزخ کا معنی ہے دو چیزوں کے درمیان کی حد' روک' حائل' موت سے حشر تک کے عالم کو برزخ کہتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ نے لکھا ہے جو وقت موت اور حشر کے درمیان حائل ہے وہ برزخ ہے یہ ضحاک' مجاہد اور ابن زید کا قول ہے' ضحاک نے کہا جو وقت دنیا اور آخرت ے درمیان ہے وہ برزخ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا برزخ حجاب ہے۔ ابن عیسیٰ نے کہا قیامت تک کی مہلت برزخ ہے' کلبی نے کہا دو صوروں کے درمیان جو مدت ہے وہ برزخ ہے اور یہ مدت چالیس سال ہے' یہ تمام اقوال ٣٠رب ہیں اور ہر وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو وہ برزخ ہے' جوہری نے کہا جو چیز دو چیزوں کے درمیان حائل ہو وہ برزخ ہے' اور برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان موت کے وقت سے لے کر حشر تک کا وقت ہے۔ سو جو شخص مر گیا وہ عالم برزخ میں داخل ہو گیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٢ص ١٣٩' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے ○ سو جن (کی نیکیوں) کے پلے میزان میں بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے ○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلے ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ○ آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی اور وہ اس میں بری حالت میں ہوں گے ○ کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے ○ (المؤمنون: ١٠٥-١٠١)

قیامت کے دن رشتوں کا قائم نہ رہنا اور اپنے اپنے حقوق وصول کرنا

المؤمنون: ١٠١ میں جو صور پھونکنے کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری بار صور کا پھونکنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس طرح لوگ دنیا میں اپنے اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں آخرت میں کوئی اس طرح اپنے نسب پر فخر نہیں کرے گا' اور جس طرح دنیا میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ تم کس قبیلہ سے ہو اور تمہارا کیا نسب ہے آخرت میں کوئی کسی سے اس طرح سوال نہیں کرے گا اور اس دن کے شدید خوف اور دہشت کی وجہ سے کوئی شخص دوسرے سے متعارف نہیں ہو گا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا' اس دن ان کے درمیان کوئی نسب ہو گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے' پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو وہ سب کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے' ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق سوال کیا:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ○ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال کریں گے۔

(الصّٰفّٰت: ٥٠)

marfat.com

Marfat.com

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پہلے صور کے وقت کوئی کسی سے سوال نہیں کرے گا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر کوئی زندہ شخص نہیں ہوگا اور نہ ان کے درمیان کوئی رشتہ ہوگا اور نہ وہ کسی سے سوال کریں گے' اور یہ آیت "پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال کریں گے" اہل جنت کے متعلق ہے کیونکہ جب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۴۲۵-۱۹۴۲۳)

اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا اس آیت سے مراد دوسرا صور ہے' نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا قیامت کے دن کسی بندہ یا بندی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو تمام اولین اور آخرین کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا پھر ایک منادی منع کرے گا یہ فلاں بن فلاں ہے' جس شخص نے اس سے اپنا کوئی حق لینا ہو وہ اس سے اپنا حق وصول کر لے' پھر کوئی عورت اپنے باپ سے کوئی حق لینے آئے گی یا اپنے شوہر سے اپنا حق لینے آئے گی یا اپنے بھائی سے یا اپنے بیٹے سے پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی:

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے۔ (المؤمنون: ۱۰۱)

پھر اس سے رب سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا' ان لوگوں کے حقوق ادا کرو' وہ شخص کہے گا اے میرے رب! دنیا فنا ہو چکی ہے اب میں ان کو حق کہاں سے دوں' پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اس شخص کی نیکیوں میں سے ہر شخص کو اس کے حق کے مطابق نیکیاں دے دو' اگر وہ شخص اللہ کا ولی ہوگا اور اس کی نیکیوں میں سے رائی کے دانہ کے برابر ایک نیکی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی اس نیکی کو بہت زیادہ بڑھا دے گا حتیٰ کہ اس نیکی کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ بے شک اللہ ایک ذرہ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی ایک نیکی ہو تو اللہ اس کو دگنا چوگنا کر دے گا اور خاص اپنے پاس سے اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (النساء: ۴۰)

اور اگر وہ شخص شقی ہو تو فرشتے کہیں گے اے رب! اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق کے طلب کرنے والے باقی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا حق داروں کے گناہ لے کر اس کے گناہوں میں ڈال دو اور اس کو جہنم کی طرف دھکا دے دو۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۴۲۷-۱۹۴۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قیامت کے دن نبی ﷺ کے نسب نکاح اور سسرال کے رشتوں کے سوا تمام رشتوں کا منقطع ہو جانا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے غصہ میں لائے وہ مجھے غصہ میں لاتی ہے اور جس چیز سے وہ خوش ہو اس سے میں خوش ہوتا ہوں اور قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب کے اور میرے نکاح کے اور میری سسرال کے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۱۱۴' عالم الکتب' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۸' یہ حدیث صحیح ہے' ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۴)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۹۸' السنن

marfat.com
Marfat.com

الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۲۷۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ان کی قوم کو نفع نہیں پہنچائے گا نہیں نہیں بلکہ میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں ملا ہوا ہے اور اے لوگو! جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا' ایک شخص کہے گا میں فلاں ہوں اور دوسرا شخص کہے گا میں فلاں بن فلاں ہوں اور اس کا بھائی کہے گا میں فلاں بن فلاں ہوں' آپ ان سے فرمائیں گے تمہارا نسب میں پہچانتا ہوں لیکن تم نے میرے بعد دین میں نئی باتیں نکالیں اور تم میرے بعد مرتد ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۳ص ۱۸ حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۸۱' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' المستدرک ج ۳ص ۱۴۲' المعجم الکبیر ج ۳ص ۳۶' ج ۱ص ۱۴۳' اس حدیث کے رجال صحیح ہیں)۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے چپکے چپکے کوئی بات کی پھر حضرت علی آ کر الصفہ (چبوترے) پر کھڑے ہو گئے وہاں حضرت عباس' عقیل اور حضرت حسین ملے' حضرت علی نے ان سے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کرنے کے متعلق مشورہ کیا' عقیل غضب ناک ہوئے اور کہا اے علی جوں جوں تمہاری عمر بڑھ رہی ہے تمہاری غیر دانش مندی میں اضافہ ہو رہا ہے' اللہ کی قسم اگر تم نے یہ نکاح کیا تو ایسی ایسی خرابیاں ہوں گی' پھر حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا اللہ کی قسم! اس کا یہ مشورہ خیر خواہی کی وجہ سے نہیں ہے' حضرت عمر کے درہ سے گھبرا کر اس نے ایسی باتیں کی ہیں اور مجھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر سبب (نکاح کا رشتہ) اور نسب کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور میرے نسب کے' پھر حضرت عمر ہنسے اور فرمایا عقیل پر افسوس ہے وہ احمق اور جاہل ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۳' المستدرک ج ۳ص ۱۴۲' طبع قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر سبب اور نسب (نکاح کا رشتہ اور نسب کا رشتہ) منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور نسب کے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ہر نکاح کا رشتہ اور ہر نسب کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح اور میرے نسب کے رشتے کے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۵ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط اور الکبیر میں روایت کیا ہے اس کے تمام راوی صحیح ہیں سوا الحسن بن سہل کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ص ۱۷۳' المستدرک ج ۳ص ۱۴۲' سنن بیہقی ج ۸ص ۶۳)

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بن حسن نے حضرت مسور بن مخرمہ کی بیٹی کا اپنے لئے رشتہ مانگا۔ حضرت مسور نے کہا حسن بن حسن سے کہنا کہ میں کسی وقت اس کا جواب دوں گا' پھر ان کی حضرت حسن سے ملاقات ہوئی' حضرت مسور نے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے بعد کہا مجھے تمہارے نسب کے رشتہ اور تمہارے سسرالی رشتے سے کوئی نکاح کا رشتہ یا کوئی نسب کا رشتہ یا کوئی سسرالی رشتہ زیادہ عزیز نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میری فرع (شاخ) ہے جو چیز اس کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور جو چیز اس کو رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتی ہے اور بے شک قیامت کے دن تمام نسب

marfat.com

Marfat.com

کے رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب اور میرے نکاح کے رشتہ کے' اور بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کی بیٹی تمہارے نکاح میں ہے اگر تم اس کے اوپر میری بیٹی کو بہ طور سوکن لاؤ گے تو اس سے ان کو رنج ہوگا' پھر حضرت مسور معذرت کر کے چلے گئے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۲۶-۲۵' رقم الحدیث: ۳۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں ام بکر بنت المسور ہیں ان پر نہ کسی نے جرح کی ہے نہ توثیق کی ہے' اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۳)

ان تمام احادیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے المؤمنون: ۱۰۱ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث میں چونکہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا ذکر آ گیا ہے' اس لئے اب ہم حضرت سیدہ فاطمہ کے باقی فضائل اور مناقب کی احادیث درج کر رہے ہیں۔

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت سیدہ فاطمہ کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی پھر ان سے چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں پھر ان کو دوبارہ بلا کر کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں' میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا وہ کیا بات تھی؟ انہوں نے فرمایا پہلی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ اس درد اور مرض میں میری روح قبض کر لی جائے گی تو میں رونے لگی اور دوسری بار یہ بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۱۶' ۳۷۱۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۶۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۹۴۵)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں' میں اس کی اجازت نہیں دیتا' میں پھر اس کی اجازت نہیں دیتا' میں پھر اس کی اجازت نہیں دیتا' سوا اس صورت کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ وہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور جو چیز اس کو غمگین کرتی ہے وہ مجھ کو غمگین کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذاء پہنچاتی ہے وہ مجھ کو ایذاء پہنچاتی ہے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۳۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۹۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۵۵' المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۱۰۱۲' ۱۰۱۱' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۲۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۹۵۸' ۳۹۵۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی تھے' یعنی آپ کے اہل بیت میں سے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۲۵۸' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو جہل

marfat.com

Marfat.com

کی بیٹی کا ذکر کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز ان کو ایذاء پہنچاتی ہے وہ مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور جو چیز انہیں پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۹ مسند احمد ج ۴ ص ۵ المستدرک ج ۳ ص ۱۵۹ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا میں ان سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے اور میں ان سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۱۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۷۷، المستدرک ج ۳ ص ۱۴۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم پر چادر ڈالی پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خواص ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور ان کو اچھی طرح پاک کر دے، حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ فرمایا بے شک تم خیر پر ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۸، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۱۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۶۴)

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے اور بیٹھنے میں آپ کی سیرت اور آپ کی عادات اور طور طریقوں میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ آپ کے مشابہہ تھیں، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کی طرف کھڑے ہو جاتے، ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ آئیں اور آپ پر جھک گئیں اور آپ کو بوسہ دیا پھر رونے لگیں پھر آپ پر جھک گئیں پھر سر اٹھایا اور ہنسنے لگیں، میں نے دل میں کہا میں تو ان کو عقل مند عورت سمجھتی تھی مگر یہ تو (عام) عورتوں کی طرح ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا یہ بتائیں کہ جب آپ پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی تھیں پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ رو رہی تھیں اور جب آپ دوسری بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنس رہی تھیں اس چیز پر آپ کو کس نے برانگیختہ کیا تھا، انہوں نے میں اب اپنا راز افشاء کرنے والی ہوں، آپ نے مجھے یہ خبر دی تھی آپ اپنے اس درد میں فوت ہونے والے ہیں تو میں رونے لگی پھر آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی تو پھر میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۲۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۵۳، المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۱۰۳۸، المستدرک ج ۴ ص ۲۷۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۰۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۷۴۵، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۹، دلائل النبوۃ بیہقی ج ۶ ص ۳۶۴، الادب المفرد رقم الحدیث: ۹۴۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا پھر ان سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں پھر ان سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں، وہ کہنے لگیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ وہ فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ میں مریم بنت عمران کے سوا تمام جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۷۴۳، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۴۸، المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۱۰۳۹)

marfat.com

Marfat.com

جمیع بن عمر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سب سے زیادہ محبوب تھا انہوں نے کہا حضرت فاطمہ ان سے پوچھا گیا مردوں میں انہوں نے کہا ان کے خاوند بیشک میں جانتی ہوں کہ وہ بہت روزے رکھنے والے بہت قیام کرنے والے تھے۔

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۴ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۸۵۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میری ماں نے کہا کہ تم کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے؟ میں نے کہا میں تو اتنے دنوں سے آپ سے نہیں ملا' وہ مجھ پر ناراض ہونے لگیں میں نے کہا مجھے چھوڑ دیں میں آپ کے پاس جاتا ہوں اور اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا حتیٰ کہ حضور آپ کے لئے اور میرے لئے استغفار کریں' میں نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی' آپ کھڑے ہو کر پھر نماز پڑھنے لگے حتیٰ کہ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آپ باہر نکلے میں بھی آپ کے ساتھ باہر نکلا' پھر کوئی شخص آپ سے آ کر ملا پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے مجھے دیکھا اور فرمایا حذیفہ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: کیا تم نے ابھی اس آنے والے کو دیکھا تھا' میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ تھا وہ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ بنت محمد جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ رقم الحدیث: ۸۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

(المستدرک ج ۵ رقم الحدیث: ۴۷۷۹ طبع جدید' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۵۱' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۱۸۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۲۵' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۵۹ طبع جدید' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۸' مسند فاطمہ رقم الحدیث: ۱۰۲' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۹۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انبیاء کو سواریوں پر اٹھایا جائے گا تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کے مومنوں کے پاس پہنچیں' حضرت صالح کو اپنی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا اور مجھے براق پر اٹھایا جائے گا اس کا قدم منتہاء نظر پر ہوگا اور فاطمہ کو میرے آگے اٹھایا جائیگا۔ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۵ رقم الحدیث: ۴۷۸۰' مسند فاطمہ رقم الحدیث ۷۴'۷۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۲۹' المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۲۶' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۴۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۳)

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے ندا کرے گا اے اہل محشر اپنی نظریں جھکالو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں' یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۵ رقم الحدیث: ۴۷۸۱' المعجم الکبیر ج ۱ رقم الحدیث: ۱۸۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۴۰۷' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۵' مسند فاطمہ ص ۱۳۰' المستدرک ج ۳ ص ۱۶۱' طبع قدیم' کنز العمال ج ۱۲ رقم الحدیث: ۳۴۲۲۹' حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۲' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے حافظ جلال الدین نے کہا اس کی یہ سند صحیح ہے الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۲۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۵۸' الصواعق المحرقہ ص ۱۹۰' معرفۃ الصحابۃ رقم الحدیث: ۳۵۵' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷۴)

علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث کو حاکم نے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے اور ذہبی نے کہا نہیں خدا کی قسم یہ حدیث موضوع ہے اس کی سند میں عباس ہے امام دار قطنی نے کہا وہ کذاب ہے ابن الجوزی نے بھی اس کو موضوع کہا ہے السیوطی نے ابن جوزی کا تعاقب کیا اور اس کے شواہد بیان کئے اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۴۰ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

حافظ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور کہا یہ صرف حضرت علی سے مروی ہے اور اس کی روایت میں عبدالحمید اور العباس بن بکار الضبی منفرد ہیں اور مجھے حضرت ابوہریرہ حضرت ابوایوب حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید کی حدیث سے اس کے شواہد ملے امام ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے باطن سے ایک منادی ندا کرے گا اے لوگو! اپنی نظریں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ جنت کی طرف چلی جائیں اور انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے باطن سے ایک منادی ندا کرے گا اے اہل محشر! اپنی نظروں کو جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد پل صراط سے گزر جائیں پھر حضرت فاطمہ ستر جوان حوروں کے ساتھ بجلی کی طرح پل سے گزر جائیں گی۔

(علامہ سیوطی نے حضرت ابوہریرہ تک سند کو الجامع الصغیر: ۸۲۲ میں صحیح کہا ہے) اور حضرت ابوایوب کی سند کے متعلق لکھا ہے اس میں محمد بن یونس الکدیمی اور اس کے اوپر کے تین راوی متروک ہیں اور امام ابوالحسن بن بشران نے اپنے فوائد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا اے معشر الخلائق اپنے سروں کو جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ گزر جائیں اس حدیث کو اس سند کے ساتھ خطیب بغدادی نے بھی روایت کیا ہے اور عبداللہ خراسانی کی سند سے بھی روایت کیا ہے اس سند میں حسین بن معاذ راوی ہے حافظ عسقلانی نے اس کے متعلق میزان میں کہا اس کی سند میں اضطراب ہے اور خطیب نے حسین کا ذکر بغیر جرح اور تعدیل کے کیا ہے اور خطیب بغدادی نے الحسن بن ابی بکر کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا اپنی نظروں کو جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں اور امام ابوالفتح الازدی نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن حجاب کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا اپنی نظریں نیچی کر لو اور اپنے سروں کو جھکا لو کیونکہ فاطمہ بنت محمد پل صراط سے گزر رہی ہیں اس سند میں العزری اور عمیر متروک ہیں اور امام الازدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا اے لوگو! اپنی نظریں نیچی کر لو حتیٰ کہ فاطمہ پل صراط سے گزر جائیں اس سند میں ایک راوی داؤد مجہول ہے۔

(اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۳۶۹-۳۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی جس سند کو ذہبی اور ابن جوزی نے موضوع کیا ہے وہ حضرت علی کی روایت ہے اور حافظ سیوطی نے تصریح کی ہے کہ الغیلانیات میں حضرت ابوہریرہ کی روایت صحیح ہے اور خطیب نے الحسن بن ابی بکر کی سند سے جو حضرت عائشہ سے حدیث روایت کی ہے اس کا کوئی سقم بیان نہیں کیا اور باقی روایات میں متروک مضطرب یا مجہول راوی ہیں جو زیادہ سے زیادہ ضعیف روایات ہیں اللہ تعالیٰ حافظ سیوطی کے درجات بلند فرمائے انہوں نے اس حدیث کی سندوں کو

marfat.com
Marfat.com

بے غبار کر دیا میں نے اس حدیث کی سند کی تصحیح میں بہت محنت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا کی وجہ سے اللہ راضی ہوتا ہے۔
(المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۸۳' المعجم الکبیر ج ۱ص ۱۰۸' رقم الحدیث ۱۸۲' علل الدار قطنی ج ۳ص ۱۰۳' مسند فاطمہ رقم الحدیث: ۱۱۹'۱۴۰)
زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا اے فاطمہ! اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں دیکھا اور اللہ کی قسم آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں مجھے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔
(المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۸۹' مسند فاطمہ رقم الحدیث: ۱۸۵' الکامل لابن عدی ج ۵ص ۳۳۶)
حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے' پھر اس کے بعد اپنی ازواج کے پاس جاتے۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۹۰' طبع جدید' المستدرک ج ۱ص ۴۸۸' طبع قدیم)
حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس جنت سے بہی دانے لے کر آئے میں نے شب معراج ان دانوں کو کھایا اور خدیجہ فاطمہ سے لپٹی ہوئی تھیں' اور مجھے جب بھی جنت کی خوشبو کی خواہش ہوتی تو میں فاطمہ کی گردن کو سونگھتا تھا۔ اس حدیث کا متن اور سند غریب ہے۔
(المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۹۱' مسند فاطمہ رقم الحدیث: ۱۱۰)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ سے ملاقات کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ سے ملاقات کرتے۔
(المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۹۲' طبع جدید' المستدرک ج ۱ص ۴۸۹' طبع قدیم)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اس میں آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو' اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور مومنین کی عورتوں کی سردار ہو۔
(المستدرک رقم الحدیث: ۴۷۹۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۲۰)
المؤمنون: ۱۰۲ میں فرمایا سو جن (کی نیکیوں) کے پلے میزان میں بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ دوسرا صور پھونکنے کے بعد حساب شروع ہو جائے گا۔

موازین کے محامل

آخرت میں لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا سو جن کی نیکیوں کے پلے بھاری ہوں گے وہ اہل جنت میں سے ہوں گے اور جن کی نیکیوں کے پلے ہلکے ہوں گے وہ اہل دوزخ میں سے ہوں گے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مکلف یا اہل جنت میں سے ہو گا یا اہل دوزخ میں سے ہوگا' لیکن دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ اعراف میں ہوں گے اور بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے کرم سے جنت میں داخل فرما دے گا۔ اس آیت میں موازین کا ذکر ہے'

marfat.com
Marfat.com

موازین میزان کی جمع ہے اور اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) موازین سے مراد اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

(۲) موازین سے مراد اعمال حسنہ ہیں سو جس کا ایسا عمل ہوگا جو قابل ذکر اور قابل شمار اور قابل قدر ہو وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس کا ایسا عمل ہوگا جو قابل شمار اور قابل قدر نہ ہو اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ط وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ (النور: ۳۹)

اور کافروں کے اعمال اس چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہیں جو ریگستان میں ہو جس کو پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے قریب پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا' ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا پورا پورا حساب لیتا ہے' اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا موازین موزون کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جس کا اللہ کے نزدیک وزن ہو اور وہ قابل قدر ہوں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ○ (الکہف: ۱۰۵)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا کفر (انکار) کیا' قیامت کے دن ان کے اعمال ضائع ہو گئے ہم ان کا کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

(۳) موازین میزان کی جمع ہے اس میزان کی ایک ڈنڈی ہے اور اس کے دو پلے ہیں اس میں نیکیوں کا اچھی صورت میں وزن کیا جائے گا اور برائیوں کا بری صورت میں وزن کیا جائے گا' سو جس کی نیکیاں بھاری ہوں گی اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جس کی برائیاں بھاری ہوں گی اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ الانبیاء: ۴۷ میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

المؤمنون: ۱۰۵-۱۰۳ میں فرمایا: اور جن کی نیکیوں کے پلے ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ○ آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی اور وہ اس میں بری حالت میں ہوں گے ○ کیا تمہارے سامنے میری آیات کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔

آخرت میں کفار کے چار اوصاف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اشقیاء کے حساب کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے چار اوصاف بیان فرمائے ہیں:

(۱) انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا' حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کا نقصان یہ ہے کہ جنت میں کافروں کے لئے جو ٹھکانے بنائے گئے تھے وہ مومنوں کو مل جائیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دائمی عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۳) آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یعنی آگ ان پر تھپیڑے لگائے گی اور ان کے گوشت اور کھالوں کو کھا جائے گی' زجاج نے کہا لفح اور نفح کا ایک معنی ہے لیکن لفح کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے' اور اس آیت میں کالحون کا لفظ ہے اور کلوح کا معنی یہ ہے کہ دونوں ہونٹ پھیل کر دانتوں سے دور ہو جائیں جیسے بھنی ہوئی

marfat.com
Marfat.com

سری ہوتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **وھم فیھا کالحون** کی تفسیر میں فرمایا آگ اس کو جلا دے گی حتیٰ کہ اس کا اوپر والا ہونٹ پھیل کر سر کے وسط تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف کو ضرب لگائے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۷۲۷۳)

المومنون: ۱۰۵ میں فرمایا: کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔

یعنی ان واضح آیات کے نزول کے باوجود تم ہٹ دھرمی سے ان کا انکار کرتے تھے اس لئے لامحالہ تم اس دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے ہو' اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اختیار دیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اختیار کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعضاء میں نافرمانی کے افعال پیدا کر دیئے اور ان کے اختیار کی وجہ سے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ ان آیات میں چونکہ مومنوں اور کافروں کے عمل کے وزن اور ان کے حساب کے متعلق آیات ہیں' اس لئے اب ہم حساب کے متعلق احادیث پیش کر رہے ہیں۔

آخرت میں حساب کے متعلق احادیث

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی سوال کی سنگینی بیان کی آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت اپنی پیٹھوں پر اپنے بتوں کو اٹھائے ہوئے آئیں گے' ان سے ان کا رب تبارک وتعالیٰ سوال کرے گا تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا! ہمارے پاس تیرا کوئی حکم نہیں پہنچا اگر تو ہمارے پاس کوئی رسول بھیجتا تو ہم تیری سب سے زیادہ عبادت کرنے والے ہوتے' تب ان سے ان کا رب فرمائے گا یہ تو بتاؤ اگر میں اب تمہیں کوئی حکم دوں تو کیا تم میری اطاعت کرو گے؟ اور ان سے پکی قسمیں لے گا' پھر فرمائے گا چلو دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ وہ دوزخ کی طرف جائیں گے اور جب دوزخ کی آگ دیکھیں گے تو خوف زدہ ہو کر لوٹ آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم اس آگ سے ڈرتے ہیں اور اس میں داخل نہیں ہو سکتے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پہلی بار آگ میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ رقم الحدیث: ۳۴۴۳' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بنو آدم کے اعمال پیش کئے جائیں گے' اور ان کے صحائف اعمال پر مہر لگی ہوگی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس صحیفہ کو پھینک دو اور اس صحیفہ کو قبول کر لو' فرشتے کہیں گے اے رب ہم نے اس شخص کے صرف نیک عمل ہی دیکھے ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے یہ عمل میری ذات کے لئے نہیں تھے' اور آج کے دن میں صرف اس عمل کو قبول کروں گا جو صرف میری ذات کے لئے کیا گیا ہو۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۳۵)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک اللہ کے سامنے کھڑا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال کرے گا' اس نے اپنی عمر کو کن چیزوں میں فنا کیا' اس نے اپنے جسم کو کن کاموں میں بوسیدہ کیا' اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا' اور اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا اور اس کو کس چیز میں خرچ کیا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم کی تین قسمیں ہیں' ایک وہ ظلم ہے

marfat.com
Marfat.com

جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ دوسرا وہ ظلم ہے جس کو وہ معاف کر دے گا' اور تیسرا وہ ظلم ہے جس کو ترک نہیں کرے گا' رہا وہ ظلم جس کو وہ معاف نہیں فرمائے گا وہ شرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الشرک لظلم عظیم (لقمان: ۱۳) اور جس ظلم کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا یہ وہ ظلم ہے جو بندے اپنی جانوں پر اللہ کی معصیت کر کے کرتے ہیں' اور جس ظلم کو ترک نہیں فرمائے گا یہ وہ ظلم ہے جو بندے ایک دوسرے پر کرتے ہیں' ان کا قصاص لیا جائے گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۳۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس کے رجال صحیح اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ابن آدم کے تین رجسٹر نکالے جائیں گے۔ ایک رجسٹر میں اس کے نیک اعمال ہوں گے دوسرے رجسٹر میں اس کے گناہ ہوں گے اور تیسرے رجسٹر میں اس کو اللہ کی طرف سے دی گئی نعمتیں ہوں گی' اللہ تعالیٰ اپنی چھوٹی نعمت سے فرمائے گا اس کے نیک اعمال سے اپنی قیمت وصول کر لو اس کے تمام نیک اعمال ختم ہو جائیں گے اور وہ نعمت ابھی ایک طرف کھڑی ہو گی اور کہے گی تیری عزت کی قسم ابھی میری قیمت پوری نہیں وصول ہوئی' اس کے گناہ اور نعمتیں باقی ہوں گی اور اس کے نیک اعمال ختم ہو جائیں گے تب اللہ اس بندے پر رحم فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں کو دگنا اور چوگنا کر دیا اور تیرے گناہوں سے درگزر کر لیا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۴۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابن آدم کو لا کر میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا اگر اس کا میزان بھاری ہو گا تو فرشتہ اتنی بلند آواز سے کہے گا جس کو ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص کامیاب ہو گیا اب وہ کبھی ناکام نہیں ہو گا' اور اگر اس کا میزان ہلکا ہو گا تو فرشتہ اتنی بلند آواز سے کہے گا جس کو ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ناکام ہو گیا اب وہ کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۴۵' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۶۴۳' اتحاف السادۃ المہرۃ رقم الحدیث: ۸۶۸۰' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میدان محشر میں لوگوں کو ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون جمع کیا جائے گا' حضرت عائشہ نے کہا عورتیں بھی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عائشہ نے کہا اور ان کی شرم گاہیں آپ نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی تم کو کس چیز پر تعجب ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا مجھے اس چیز پر تعجب ہے کہ بعض' بعض کی طرف دیکھ رہے ہوں گے آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے ابوقحافہ کی بیٹی! لوگ اس دن جس حال میں مشغول ہوں گے اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے باز رہیں گے وہ چالیس سال تک نظر اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے' کھائیں گے نہ پئیں گے ان میں سے بعض کا پسینہ قدموں تک ہو گا اور بعض کا پسینہ پنڈلیوں تک ہو گا اور بعض کا پسینہ پیٹ تک ہو گا اور بعض کا پسینہ ان کے منہ تک ہو گا پھر اس کے بعد اللہ بندوں پر رحم فرمائے گا' پھر ملائکہ مقربین کو حکم دے گا وہ اس کا عرش آسمانوں سے اٹھا کر زمین پر رکھ دیں گے' ایسی زمین پر جس میں کسی کا خون بہایا گیا ہو گا نہ اس میں کوئی گناہ کیا گیا ہو گا وہ زمین سفید چاندی کی طرح ہو گی' پھر ملائکہ عرش کے گرد صف باندھے کھڑے ہوں گے اور وہ پہلا دن ہو گا جب کوئی آنکھ اللہ کی طرف دیکھے گی پھر ایک منادی کو حکم دیا جائے گا وہ اتنی بلند آواز سے ندا کرے گا جس کو تمام جن اور انس سنیں گے فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ وہ شخص گردن اٹھا کر دیکھے گا اور اہل محشر سے نکل کر آئے گا اللہ تعالیٰ اس کا تمام لوگوں سے تعارف کرائے گا پھر کہا جائے گا اس کی نیکیاں نکالی جائیں پھر تمام اہل محشر کو اس کی نیکیاں بتائی جائیں گی پھر

marfat.com
Marfat.com

جب وہ شخص رب العالمین کے سامنے کھڑا ہو گا تو کہا جائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جن پر اس نے ظلم کیا تھا' پھر ایک ایک کرکے لوگ آئیں گے پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے اس پر یہ ظلم کیا تھا وہ کہے گا ہاں اے میرے رب! اور یہ وہ دن ہو گا جب اس کے خلاف اس کی زبان اور اس کے ہاتھ اور اس کے پیر گواہی دیں گے اس کی نیکیاں نکال کر اس شخص کو دی جائیں گی جس پر اس نے ظلم کیا تھا جس دن کوئی دینار ہو گا نہ درہم ہو گا مگر نیکیاں لی جائیں گی اور گناہ ڈالے جائیں گے۔ اسی طرح ہوتا رہے گا اور جن پر ظلم کیا گیا تھا وہ اس کی نیکیاں لیتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کی ایک نیکی بھی نہیں بچے گی۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے جن کو ان کے حقوق سے کچھ بھی نہیں ملا وہ کہیں گے دوسروں نے تو اپنے حقوق پورے لے لئے اور ہم رہ گئے' ان سے کہا جائے گا جلدی نہ کرو پھر ان کے گناہ اس شخص پر ڈال دیئے جائیں گے حتیٰ کہ کوئی مظلوم باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کو اسے دکھائے گا' پھر جب اس کی نیکیوں سے فراغت ہو جائے گی تو اس سے کہا جائے گا اب تم دوزخ کی طرف جاؤ' آج کسی پر ظلم نہیں ہو گا بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اس دن ہر فرشتہ' ہر نبی مرسل' ہر صدیق' ہر شہید اور ہر بشر حساب کی شدت دیکھ کر یہی گمان کرے گا جس کو اللہ بچا لے اس کے سوا کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔

(المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۶۲۶' علامہ بوصیری نے کہا اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے: اتحاف السادۃ المہرۃ رقم الحدیث: ۸۶۹۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم (واقعی) گم راہ لوگ تھے ○ اے ہمارے رب! ہمیں اس دوزخ سے نکال' اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے ○ (اللہ) فرمائے گا تم اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ○ بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے ○ تو (اے کافرو!) تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ (اس مشغلہ نے) تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے ○ بے شک میں نے ان کے صبر کی اچھی جزا دی اور بے شک وہی کامیاب ہیں ○ (المؤمنون: ۱۱۱-۱۰۶)

دوزخ میں کافروں کی چھ دعائیں جو وہ چھ ہزار سال تک کریں گے

اس سے پہلے فرمایا تھا کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا جو قول نقل فرمایا ہے وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم (واقعی) گم راہ لوگ تھے۔ یہ ان کی طرف سے جواب کے قائم مقام ہے۔

ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے حرام لذات کو طلب کیا اور ہم نے برے کاموں کی حرص کی جس کی وجہ سے بدبختی ہم پر غالب آ گئی یہ ان کی طرف سے کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے' لیکن یہ ان کی طرف سے اعتراف ہے کہ ان کے غلط کاموں کی وجہ سے ان کے خلاف اللہ کی حجت قائم ہو چکی ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہم واقعی گم راہ لوگ تھے ان کا اپنے آپ کو گمراہ کہنا اس لئے ہو گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی جو تکذیب کی تھی اس کی علت یہی تھی کہ وہ گم راہ تھے' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے ہمارے رب ہم کو اس دوزخ سے نکال لے اور ہمیں اس دار آخرت سے دار دنیا کی طرف بھیج دے اور اگر ہم نے دوبارہ کفر اور سرکشی کی تو پھر بے شک ہم ظالم ہوں گے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے یہ درخواست کیوں کی جب کہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا عذاب دائمی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دوزخ کے عذاب کی شدت کی وجہ سے ان کے دماغوں سے اس عذاب کا دائمی ہونا نکل گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو اس کا علم ہو لیکن انہوں نے چلانے اور آہ وزاری کرنے کے طور پر ایسا کہا ہو۔

marfat.com

Marfat.com

المؤمنون: ١٠٨ میں فرمایا تم اسی دوزخ میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو' اخسـاء کا لفظ تحقیر کے ساتھ کسی کو دھتکارنے کے لئے ہے جیسے کتے کو دھتکارتے ہیں' اور یہ جو فرمایا ہے مجھ سے بات مت کرو اس میں انہیں بات نہ کرنے کا مکلف نہیں کیا کیونکہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب ساقط کرنے یا عذاب میں تخفیف کرنے کے لئے مجھ سے دعا نہ کرو اور یہ کافروں کا آخری کلام ہے اس کے بعد وہ سوا چلانے' چنگھاڑنے اور کتوں کی طرح بھونکنے کے کوئی آواز نہیں نکال سکیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ دوزخ سے نجات کی دعا کریں گے' پھر ہر ہزار سال گزرنے کے بعد دعا کریں گیا اور چھ ہزار سال میں چھ دعائیں کریں گے' پہلے ایک ہزار سال تک یہ دعا کریں گے:

(۱) وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۲)

کاش آپ اس وقت دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے ہم نیک اعمال کریں گے بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ (السجدۃ: ۱۳)

اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت عطا کر دیتے' لیکن میرا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ میں ضرور بہ ضرور دوزخ کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

(۲) پھر ایک ہزار سال تک یہ دعا کریں گے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ (المومن: ۱۱)

وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا کیا اب ہمارے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا:

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ○ (المومن: ۱۲)

یہ عذاب تمہیں اس لئے دیا گیا ہے کہ جب صرف اللہ وحدہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے' پس اب اللہ بلند و بزرگ کا فیصلہ ہی نافذ ہو گا۔

۳- پھر ایک ہزار سال تک یہ دعا کرتے رہیں گے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (الزخرف: ۷۷)

اور وہ پکار کر کہیں گے کہ اے مالک چاہیے کہ آپ کا رب ہمارا کام تمام کر دے' وہ کہے گا تم (اس میں) ہمیشہ رہنے والے ہو۔

پھر چوتھی بار ایک ہزار سال تک یہ دعا کرتے رہیں گے:

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ

آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا اور ظالم کہیں گے اے ہمارے رب قریب کی مدت

marfat.com
Marfat.com

دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ (ابراہیم: ۴۴)

کے لئے ہمارے عذاب کو مؤخر کر دے' ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے (ان کو جواب دیا جائے گا) کیا اس سے پہلے تم نے قسمیں نہیں کھائیں تھیں کہ تمہیں اس دنیا سے جانا ہی نہیں ہے۔

پھر پانچویں بار ایک ہزار سال تک یہ دعا کریں گے:

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ (فاطر: ۳۷)

اور کافر دوزخ میں چلائیں گے: اے ہمارے رب ہم کو نکال دے! ہم پہلے کاموں کے برخلاف اچھے کام کریں گے (اللہ جواب دے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی سمجھنے والا سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا' سو اب (عذاب کا) مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۷- پھر پانچ ہزار سال گزرنے کے بعد ان کی آخری دعا وہ ہو گی جس کا المؤمنون: ۱۰۸-۱۰۷ میں ذکر ہے: اے ہمارے رب ہمیں اس دوزخ سے نکال اگر ہم پھر کفر کی طرف لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے ۝ (اللہ) فرمائے گا تم اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

اور اس طرح چھ ہزار سال گزرنے کے بعد وہ کوئی دعا نہیں کریں گے بس درد اور اذیت سے چیختے چلاتے رہیں گے۔

المؤمنون: ۱۱۱-۱۰۹ میں فرمایا: بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے ۝ تو (اے کافرو) تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ اس (مشغلہ) نے تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے ۝ بے شک میں نے ان کے صبر کی اچھی جزا دی اور بے شک وہی کامیاب ہیں۔

نیک مسلمانوں کو اچھی جزا عطا فرمانے کی وجہ

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کیوں عذاب میں مبتلا کیا تھا' اور اب ان آیتوں میں بتا رہا ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں اچھی جزا دی ہے۔

مقاتل نے کہا کہ قریش کے سردار مثلاً ابوجہل' عتبہ اور ابی بن خلف وغیرہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا مذاق اڑاتے تھے اور حضرت بلال' حضرت خباب اور حضرت عمار اور حضرت صہیب ایسے فقراء صحابہ پر ہنستے تھے اور ان کا مذاق اڑانے کو انہوں نے اپنا مشغلہ بنا لیا تھا' اور ان صحابہ نے ان کی ان باتوں پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت کی کامیابی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ فرمائے گا تم زمین میں کتنے سال رہے تھے؟ ۝ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے' آپ گننے والوں سے پوچھ لیجئے ۝ اللہ فرمائے گا تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش تم نے پہلے جان لیا ہوتا! ۝ کیا پس تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے ۝ پس اللہ بلند شان والا ہے اور سچا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ عرش کریم کا رب ہے ۝ (المؤمنون: ۱۱۶-۱۱۲)

marfat.com
Marfat.com

کفار کو آخرت میں دنیا کی ناپائیداری پر متنبہ کرنا

اس سوال سے ان کو جھڑکنے اور ڈانٹنے کا قصد فرمایا ہے کیونکہ وہ آخرت میں ٹھہرنے کا مطلقاً انکار کرتے تھے اور صرف دنیا میں ٹھہرنے کو مانتے تھے' اور ان کا یہ یقین تھا کہ مرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائیں گے اور ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ دوزخ میں جائیں گے' اس لئے ان سے یہ سوال کیا تاکہ ان کو اس پر متنبہ کریں کہ دنیا میں جس قیام کو انہوں نے دائمی سمجھا ہوا تھا ان کی زبانوں سے اعتراف کرائیں کہ وہ کتنا کم اور مختصر تھا' اس وقت ان کو حسرت ہوگی کہ دنیا میں ان کا اعتقاد کس قدر غلط اور واقع کے خلاف تھا۔ اور انہوں نے جواب میں جو یہ کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے تو یہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا ہوگا بلکہ دوزخ کے عذاب کے درد اور دہشت کی وجہ سے وہ دنیا میں اپنے قیام کی اصل اور صحیح مدت کو بھول گئے ہوں گے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوزخ میں انہوں نے عذاب میں جو وقت گزارا اور غیر متناہی مدت تک انہوں نے اس عذاب کو برداشت کرنا تھا اس کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا میں جو وقت عیش و آرام میں گزارا تھا وہ ان کو بہت کم اور تھوڑا محسوس ہوگا۔

انہوں نے کہا آپ گننے والوں سے پوچھ لیجئے' اس سے مراد کراماً کاتبین فرشتے ہیں جو ان کی گزری ہوئی زندگی کا ایک ایک عمل لکھتے رہے تھے یا مراد یہ ہے کہ ان فرشتوں سے پوچھ لیجئے جو دنیا کے ایام اور اس کی ساعات کو لکھتے رہتے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پوچھ لیجئے جو ان ایام کو گنتے رہتے ہیں ہم تو بھول چکے ہیں۔

اللہ فرمائے گا تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش تم نے پہلے جان لیا ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے سچ کہا تم دنیا میں بہت کم وقت ٹھہرے تھے اور اس سوال سے یہی غرض تھی کہ آخرت کے ایام کے مقابلہ میں دنیا کے ایام بہت کم ہیں' اور اگر تم نے دنیا میں حشر اور نشر کو جان لیا ہوتا تو تم دنیا میں قیام کی مدت کم ہونا جان لیتے اور حشر و نشر کا انکار نہ کرتے!

پھر ان کو اور زیادہ جھڑکا اور ڈانٹا اور ملامت کی کہ کیا پس تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے' اللہ تعالیٰ نے پہلے قیامت کی صفات بیان کیں پھر قیامت کے دلائل کی طرف متوجہ کیا کہ اگر قیامت نہ ہوتی تو مطیع اور عاصی اور صدیق اور زندیق اور نیک اور بد کے درمیان امتیاز نہ ہوتا' اور اس وقت اس جہان کو پیدا کرنا عبث اور فضول ہوتا اور جب تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور کوئی مالک اور حاکم نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فضول اور بے فائدہ چیزیں پیدا کرنے سے اپنی تنزیہہ بیان فرمائی پس اللہ بلند شان والا سچا بادشاہ ہے' الملک سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء کا مالک ہے اس کے ملک' اس کی سلطنت اور اس کی قدرت کو کبھی زوال نہیں ہے' اور الحق سے مراد یہ ہے کہ ملک اور سلطنت اسی کو سزاوار اور لائق اور زیبا ہے کیونکہ ہر چیز کی اسی سے ابتداء ہے اور اسی کی طرف انتہا ہے' اور وہ عرش کریم کا رب ہے عرش کو کریم اس لئے فرمایا کیونکہ رحمت' خیر اور برکت اسی سے نازل ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ عرش کی نسبت اکرم الاکرمین کی طرف ہے جیسے کسی کریم شخص کے گھر کے متعلق کہا جاتا ہے یہ گھر کریم ہے یعنی اس کے رہنے والے کریم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے' جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے' سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہوگا' بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے ○ اور آپ کہئے: اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے ○ (المؤمنون: ۱۱۸-۱۱۷)

المؤمنون کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہی الملک الحق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق

marfat.com

Marfat.com

نہیں ہے تو اب یہ بتایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور معبود کی پرستش کا دعویٰ کیا تو اس کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ اس دعویٰ کی صحت اور ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے' پھر یہ بتایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور معبود کی پرستش کا دعویٰ کیا تو اس کی سزا یہ ہے کہ آخرت میں اس کو سخت عذاب دیا جائے اس لئے فرمایا سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہوگا اور بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے۔

اس سورت کو قد افلح المؤمنون سے شروع فرمایا تھا اور ختم لا یفلح الکافرون پر کیا' مومنوں کی کامیابی کی نوید سے اس سورت کو شروع فرمایا اور کافروں کی ناکامی کی وعید پر اس سورت کو ختم فرمایا اور یہ اس سورت کی فاتحہ اور خاتمہ اور ابتداء اور انتہاء میں بہت قوی مناسبت ہے' اور آخری آیت میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرنے کی تلقین کی کہ اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے' اس سے پہلے کفار کی صفات بیان کی تھیں اور دنیا میں ان کی جہالت اور آخرت میں ان کے عذاب کا بیان فرمایا تھا تو اب اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کی مغفرت اور اس کی رحمت کی پناہ میں آنے کا حکم دیا' کیونکہ اللہ کی مغفرت اور رحمت سے ہی ہر آفت' مصیبت اور عذاب سے نجات مل سکتی ہے۔

جس شخص نے سورۃ المومنین کی پہلی تین آیات پر عمل کیا اور آخری چار آیتوں سے نصیحت حاصل کی وہ نجات پالے گا اور کامیابی حاصل کرلے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ واھل بیتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسائر المسلمین اجمعین.

اختتامی کلمات

یکم شوال' ۱۴۲۱ھ / ۲۸ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بہ وقت سحر تبیان القرآن کی ساتویں جلد کا آغاز کیا تھا اور الحمد للہ رب العالمین ۲۳ جمادی الثانیہ' ۱۴۲۲ھ / ۱۲ ستمبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ بہ وقت سحر یہ ساتویں جلد ختم ہوگئی' اس طرح ۸ ماہ پندرہ دن میں یہ جلد مکمل ہوگئی' اور اب تک تبیان القرآن کی جتنی جلدیں لکھی گئی ہیں ان میں سے یہ جلد سب سے کم وقت میں مکمل ہوئی ہے' کمر کے درد کی شدید تکلیف اور شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض اور ان امراض کی وجہ سے کسی توانائی بخش چیز کا نہ کھا سکنا اور ضعف اور لاغری کی شدت ان کے ساتھ پڑھانے اور افتاء کی مشغولیت ایسے امور ہیں جس کی وجہ سے اتنے کم عرصہ میں اتنا زیادہ کام کر لینا بہ ظاہر کسی انسان کی قوت سے بہت بعید اور بہت مشکل معلوم ہوتا ہے الآیہ کہ انسان کو اپنی قوت پر بالکل اعتماد نہ ہو اور اس کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق' تائید اور اس کی اعانت پر ہو' تو یہ سب اسی کا کیا ہوا ہے اس میں میرا کچھ نہیں ہے ہاں اگر اس میں کوئی تقصیر اور نقص ہے تو وہ میرا کیا دھرا ہے' اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات میں سے ایک اہم احسان یہ ہے کہ جب میں ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو کراچی آیا تھا تو میری نظر کا نمبر ساڑھے تین اور ساڑھے چار تھا' مسلسل دماغی کام کرنے اور لکھنے پڑھنے کی مشغولیت اور شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض کی وجہ سے چاہئے تو یہ تھا کہ میری نظر اور گر جاتی اور چشمہ کا نمبر اور بڑھ جاتا لیکن اللہ نے یہ کرم کیا کہ میری نظر بڑھ گئی اور چشمے کا نمبر گر گیا اب میرے چشمے کا نمبر ڈیڑھ اور دو ہے میں لکھنے پڑھنے کا کام بغیر چشمہ کے کرتا ہوں اور صرف دور دیکھنے کے لئے چشمہ لگاتا ہوں۔ فالحمد للہ رب العالمین.

قارئین کرام مجھے خطوط لکھتے رہتے ہیں میرے لئے ان کے جواب دینا بہت مشکل ہوتا ہے' میں جب تک تازہ دم ہوتا

marfat.com
Marfat.com

ہوں کلاس میں بیٹھ کر تبیان القرآن کا کام کرتا رہتا ہوں اور جب تھک کر بے دم ہو جاتا ہوں تو کمرے میں جا کر لیٹ جاتا ہوں سو میرے لئے خطوط کا جواب لکھنا ممکن نہیں ہے' البتہ جن خطوط میں دینی سوالات ہوتے ہیں ان کے جوابات اپنے کسی شاگرد کو بتا دیتا ہوں اور ان سے جواب لکھوا دیتا ہوں' بہت سے محبین مجھ سے ملنے کے لئے بھی ذوق وشوق اور بہت محبت سے آتے ہیں اور بعض اوقات میں لکھ رہا ہوتا ہوں تو وہ آ جاتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ میں ان سے باتیں کروں یہ میرے لئے بہت مشکل اور سخت امتحانی پرچہ ہے۔ قارئین کرام! مجھے اس مشکل میں نہ ڈالیں تو ان کا بہت کرم ہوگا' اسی طرح بہت سے لوگ ٹیلی فون کرتے ہیں' میں کچھ اپنی بیماری اور تکلیف اور کچھ تبیان القرآن کی معروفیت کی وجہ ٹیلی فون اٹینڈ نہیں کرتا۔ ممکن ہے کچھ لوگ مجھے بددماغ اور متکبر سمجھتے ہوں لیکن یہ میری مجبوری ہے' میں کہیں آتا جاتا نہیں ہوں اور بہت کم آمیز ہوں' میں نے دو سال سے جمعہ کا خطاب بھی چھوڑ دیا ہے' تقاریر اور تقاریب کے سلسلہ میں بھی کہیں نہیں جاتا میں نے اپنا سارا وقت اس کام کے لئے وقف کر دیا ہے' سو محبین سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اپنے خطوط کے جوابات' ٹیلی فون پر بات کرنے اور تقاریر اور تقاریب میں جانے کا مکلف نہ کریں اور یہ ان کا بہت احسان اور کرم ہوگا مجھے ان کی دعاؤں کی ضرورت ہے سو وہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور میں بھی اپنی دعاؤں میں اپنے قارئین کو یاد رکھتا ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے یہاں تک تبیان القرآن کا کام کرا دیا ہے باقی تفسیر کو بھی مکمل فرما دیں' اس تفسیر کو تا روز قیامت مقبول' مؤثر اور فیض آفرین بنا دیں' میرا اس کتاب کے ناشر کا' اس کے کمپوزر' اس کے مصحح اور اس کے قارئین کا ایمان پر خاتمہ فرمائیں' مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عطا فرمائیں اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں' اپنی رحمت اور مغفرت سے ہمارے گناہوں کو ڈھانپ لیں اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں اور دارین میں سرخروئی عطا فرمائیں۔ (آمین)

فالحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وازواجه واولياء امته و علماء ملته وامته اجمعين۔

marfat.com
Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۴ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۴- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۵- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ

marfat.com
Marfat.com

۲۰- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۱- امام ابو عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

۲۲- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم بیروت۔

۲۳- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، خلق افعال العباد، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۱ھ

۲۴- مام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۵- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۶- امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۷- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۸- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۹- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دار الجیل بیروت، ۱۹۹۸ء

۳۰- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۳۱- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۲- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دار الرایہ ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۴- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۵- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۶- امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۷- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون التراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

۴۱- امام ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، متوفی ۳۱۲ھ، مسند عمر بن عبدالعزیز

۴۲- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ

۴۳- امام ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول، مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ

۴۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۴۵- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

۴۶- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۴۷- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ، مکارم الاخلاق، مطبوعہ مطبعۃ المدنی مصر، ۱۴۱۱ھ

۴۸- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

marfat.com
Marfat.com

۴۹- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ۳۶۰ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام' ریاض' ۱۴۱۳ھ

۵۰- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ

۵۱- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۳- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' مسند الشامیین' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۹ھ

۵۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' کتاب الدعاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ

۵۵- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی' متوفی ۳۶۴ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ

۵۶- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۷- امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۸- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۵۹- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۶۰- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۶۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت

۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۶۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ

۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۰- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۱- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

marfat.com
Marfat.com

۷۲- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۷۳- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

۷۴- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ

۷۵- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۶- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ' الاحادیث المختارہ' مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۷۷- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۸- امام ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۹- حافظ شرف الدین عبد المومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ' المتجر الرابح' مطبوعہ دار خضر بیروت' ۱۴۱۹ھ

۸۰- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم بیروت

۸۱- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۸۲- امام محمد بن عبد اللہ زرکشی' متوفی ۷۹۴ھ' اللآلی المنثورہ' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۸۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ

۸۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۴ھ

۸۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' موارد الظمآن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۸۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۸۷- امام محمد بن محمد جزری' متوفی ۸۳۳ھ' حصن حصین' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ

۸۸- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' زوائد ابن ماجہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۸۹- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۹۰- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ

۹۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ

۹۲- امام عبد الرؤف بن علی المناوی' المتوفی ۱۰۳۱ھ' کنوز الحقائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۹۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۹۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' مسند فاطمۃ الزہراء

۹۵- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۹۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com

Marfat.com

۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۹۸- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الدرر المنتثرہ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۰۰- علامہ عبدالوہاب شعرانی' متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ 'مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر' ۱۳۰۳ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
۱۰۱- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' متوفی ۶۸ھ' تنویر المقباس 'مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران
۱۰۳- امام حسن بن عبداللہ البصری' المتوفی ۱۱۰ھ' تفسیر الحسن البصری 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
۱۰۴- امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' احکام القرآن 'مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت' ۱۴۱۰ھ
۱۰۵- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء' متوفی ۲۰۷ھ' معانی القرآن 'مطبوعہ بیروت
۱۰۶- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' تفسیر القرآن العزیز 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۰۷- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی' متوفی ۳۰۷ھ' تفسیر قمی 'مطبوعہ دار الکتاب ایران' ۱۴۰۶ھ
۱۰۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر بیروت
۱۰۹- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج' متوفی ۳۱۱ھ' اعراب القرآن 'مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران' ۱۴۰۶ھ
۱۱۰- امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۱۱۱- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی' متوفی ۳۷۰ھ' احکام القرآن 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ
۱۱۲- علامہ ابوالیث نصر بن محمد سمرقندی' متوفی ۳۷۵ھ' تفسیر سمرقندی 'مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
۱۱۳- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی' متوفی ۳۸۵ھ' التبیان فی تفسیر القرآن 'مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۱۴- علامہ مکی بن ابی طالب' متوفی ۴۳۷ھ' مشکل اعراب القرآن 'مطبوعہ انتشارات نور ایران' ۱۴۱۲ھ
۱۱۵- علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۶- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۷- امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی' المتوفی ۴۶۸ھ' اسباب نزول القرآن 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۸- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی' المتوفی ۴۸۹ھ' تفسیر القرآن 'مطبوعہ دار الوطن ریاض' ۱۴۱۸ھ
۱۱۹- امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی' المتوفی ۵۱۶ھ' معالم التنزیل 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۲۰- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۳۸ھ' الکشاف 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۲۱- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی' مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

marfat.com
Marfat.com

۱۲۲- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی، متوفی ۵۴۶ھ، المحرر الوجیز، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ

۱۲۳- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶ھ

۱۲۴- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

۱۲۵- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس، کشف الاسرار و عدۃ الابرار، مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران

۱۲۶- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۲۷- شیخ ابومحمد روز بہان بن ابوالنصر البقلی شیرازی متوفی ۶۰۶ھ، عرائس البیان فی حقائق القرآن، مطبع منشی نولکشور لکھنو

۱۲۸- علامہ محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ، تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۹۷۸ء

۱۲۹- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۳۰- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر

۱۳۱- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۱۳۲- علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ، لباب التاویل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۱۳۳- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی، متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۳۴- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، التفسیر الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ

۱۳۵- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ، بدائع التفسیر، مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ

۱۳۶- علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ

۱۳۷- علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی، متوفی ۷۵۶ھ، الدر المصون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۳۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۱۳۹- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی، متوفی ۸۶۰ھ، حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۴۰- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، متوفی ۸۷۵ھ، تفسیر الثعالبی، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

۱۴۱- علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ، نظم الدرر، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ ۱۴۱۳ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، جلالین، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴۴- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، لباب النقول فی اسباب النزول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴۵- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی، متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۴۶- شیخ فتح اللہ کاشانی، متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

marfat.com

Marfat.com

١٤٧- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ٩٨٢ھ تفسیر ابوالسعود مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٣٩٨ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ

١٤٨- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ١٠٦٩ھ عنایۃ القاضی مطبوعہ دار صادر بیروت ١٢٨٣ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤١٧ھ

١٤٩- علامہ احمد جیون جونپوری متوفی ١١٣٠ھ التفسیرات الاحمدیہ مطبع کریمی بمبئی

١٥٠- علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ١١٣٧ھ روح البیان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ھ

١٥١- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ١٢٠٤ھ الفتوحات الالہیہ مطبوعہ المطبع البہیہ مصر ١٣٠٣ھ

١٥٢- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ١٢٢٣ھ تفسیر صاوی مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر دارالفکر بیروت ١٤٢١ھ

١٥٣- قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ١٢٢٥ھ تفسیر مظہری مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

١٥٤- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ١٢٣٩ھ تفسیر عزیزی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

١٥٥- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ فتح القدیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت دارالوفا بیروت ١٤١٨ھ

١٥٦- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ روح المعانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دارالفکر بیروت ١٤١٧ھ

١٥٧- نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ فتح البیان مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ١٣٠١ھ المکتبۃ العصریہ بیروت ١٤١٢ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ

١٥٨- علامہ محمد جمال الدین قاسمی متوفی ١٣٣٢ھ تفسیر القاسمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٣٩٨ھ

١٥٩- علامہ محمد رشید رضا متوفی ١٣٥٤ھ تفسیر المنار مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت

١٦٠- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری متوفی ١٣٥٩ھ الجواہر فی تفسیر القرآن المکتبہ الاسلامیہ ریاض

١٦١- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٤ھ بیان القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

١٦٢- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ خزائن العرفان مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

١٦٣- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ حاشیۃ القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

١٦٤- علامہ محمد طاہر بن عاشور متوفی ١٣٨٠ھ التحریر والتنویر مطبوعہ تونس

١٦٥- سید محمد قطب شہید متوفی ١٣٨٥ھ فی ظلال القرآن مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٣٨٦ھ

١٦٦- مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ١٣٩١ھ نور العرفان مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات

١٦٧- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ١٣٩٦ھ معارف القرآن مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ١٣٩٧ھ

١٦٨- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ١٣٩٩ھ تفہیم القرآن مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

١٦٩- علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ١٤٠٦ھ التبیان مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان

١٧٠- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی اضواء البیان مطبوعہ عالم الکتب بیروت

١٧١- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی تفسیر المراغی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

١٧٢- آیت اللہ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران ١٣٦٩ھ

marfat.com
Marfat.com

۱۷۳- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' ۱۴۱۹ھ ضیاء القرآن 'مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۷۴- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن 'مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۷۵- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ 'مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۷۶- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن وبیانہ 'مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۷۷- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۷۸- سعیدی حوی' الاساس فی التفسیر 'مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۷۹- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرہان فی علوم القرآن 'مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۸۰- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۸۱- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان 'مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۸۲- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری 'مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۱۸۳- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۸۴- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید 'مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۸۵- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی' متوفی ۴۶۴ھ' المنتقی 'مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر' ۱۳۳۲ھ
۱۸۶- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' عارضۃ الاحوذی 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۷- قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ' القبس فی شرح موطا ابن انس' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۸۸- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم 'مطبوعہ دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۸۹- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابو داؤد 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۹۰- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' التوفی ۶۵۶ھ' المفہم 'مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۹۱- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۹۲- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۱۹۳- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری 'مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱۹۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر

marfat.com
Marfat.com

بیروت

۱۹۶- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ

۱۹۷- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ

۱۹۸- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۹۹- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ

۲۰۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۲۰۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ

۲۰۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۲۰۴- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۰۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۰۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ

۲۰۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ

۲۰۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ

۲۰۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۲۱۰- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ

۲۱۱- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۱۲- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۵۷ھ

۲۱۳- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۲۱۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی' متوفی ۱۳۹۴ھ' التعلیق الصبیح' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور

کتب اسماء الرجال

۲۱۵- علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ' العلل المتناھیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ

۲۱۶- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۱۷- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۲۱۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۱۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۲۰- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی' متوفی ۹۰۲ھ' المقاصد الحسنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

marfat.com

Marfat.com

۲۲۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۲۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۲۳- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۲۲۴- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' التوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۲۶- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء و مزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۲۷- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' الفوائد المجموعہ' مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
۲۲۸- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ' اسنی المطالب' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۲۹- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ۱۴۱۴ھ
۲۳۰- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم بیروت' ۱۴۰۴ھ
۲۳۱- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۲۳۲- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۳۳- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۳۴- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۳۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۳۶- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۲۳۷- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۲۳۸- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۲۳۹- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۴۰- لوئیس معلوف الیسوعی' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۲۴۱- شیخ غلام احمد پرویز' متوفی ۱۴۰۵ھ' لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۲۴۲- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۲۴۳- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۲۴۴- امام محمد بن اسحاق' متوفی ۱۵۱ھ' کتاب السیر والمغازی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ
۲۴۵- امام عبدالملک بن ہشام' متوفی ۲۱۳ھ' السیرۃ النبویہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

marfat.com

Marfat.com

۲۴۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ 'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۴۷- علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی' المتوفی ۴۵۰ھ 'اعلام النبوت' دار احیاء العلوم بیروت' ۱۴۰۸ھ
۲۴۸- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ 'تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت
۲۴۹- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۵۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ 'الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۵۱- علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی' متوفی ۵۸۱ھ 'الروض الانف' مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۵۲- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ 'الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۵۳- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ 'اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۵۴- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ 'الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۵۵- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ 'وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۵۶- علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی' متوفی ۷۵۶ھ 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام' مطبوعہ کراچی
۲۵۷- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ' المتوفی ۷۵۱ھ 'زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۵۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ 'البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵۹- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ 'تاریخ ابن خلدون' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۶۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ 'الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۶۱- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ 'وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ
۲۶۲- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ 'المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۶۳- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ 'سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶۴- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی' متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۲۶۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۶۶- شیخ عبد الحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ 'مدارج النبوت' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۶۷- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ 'نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۶۸- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ 'شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۶۹- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ 'نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۷۰- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ 'المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

marfat.com
Marfat.com

٢٧١- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ٤٨٣ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ١٤٠٥ھ

٢٧٢- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری' متوفی ٥٤٢ھ' خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ١٣٩٧ھ

٢٧٣- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ٥٨٧ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی' ١٤٠٠ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ

٢٧٤- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ٥٩٢ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر' ١٣١٠ھ

٢٧٥- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ٥٩٣ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

٢٧٦- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ٧٨٦ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ

٢٧٧- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ٧٨٦ھ' فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ١٤١١ھ

٢٧٨- علامہ ابوبکر بن علی حداد' متوفی ٨٠٠ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

٢٧٩- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ٨٢٧ھ' فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ١٣١٠ھ

٢٨٠- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ٨٥٥ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١١ھ

٢٨١- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ٨٦١ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ

٢٨٢- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

٢٨٣- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ٩٥٤ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر

٢٨٤- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ٩٥٦ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ١٤١٢ھ

٢٨٥- علامہ محمد خراسانی' متوفی ٩٦٢ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ١٢٩١ھ

٢٨٦- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ٩٧٠ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ١٣١١ھ

٢٨٧- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ٩٨٢ھ' حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ١٢٨٧ھ

٢٨٨- علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ٩٨٥ھ' فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ١٣١٠ھ

٢٨٩- علامہ خیرالدین رملی' متوفی ١٠٨١ھ' فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ١٣١٠ھ

٢٩٠- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ١٠٨٨ھ' الدرالمختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

٢٩١- علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ١٠٩٨ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت' ١٤٠٧ھ

٢٩٢- ملا نظام الدین متوفی ١١٦١ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ١٣١٠ھ

٢٩٣- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ١٢٥٢ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ١٣١١ھ

٢٩٤- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ١٢٥٢ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ

٢٩٥- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ١٢٥٢ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ١٣٩٦ھ

٢٩٦- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ١٢٥٢ھ' ردالمحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠٧ھ' ١٤١٩ھ

٢٩٧- امام احمد رضا قادری' متوفی ١٣٤٠ھ' جدالممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی

٢٩٨- امام احمد رضا قادری' متوفی ١٣٤٠ھ' فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

٢٩٩- امام احمد رضا قادری' متوفی ١٣٤٠ھ' فتاویٰ افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

marfat.com

Marfat.com

۳۰۰- علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ بہار شریعت مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

۳۰۱- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ اعلاء السنن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۳۰۲- علامہ نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ فتاوی نوریہ مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۳۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ

۳۰۴- علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ الحاوی الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

۳۰۵- علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۳ھ

۳۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۰۷- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ روضۃ الطالبین مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۰۸- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الحاوی للفتاوی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۳۰۹- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ نہایۃ المحتاج مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

۳۱۰- علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی متوفی ۱۰۸۷ھ حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۳۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۱۲- قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۱۳- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ۷۶۷ھ مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت

۳۱۴- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی المتوفی ۹۵۴ھ مواہب الجلیل مطبوعہ مکتبۃ النجاح لیبیا

۳۱۵- علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت

۳۱۶- علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۱۷- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۱۸- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۱۹- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

۳۲۰- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاوی مطبوعہ ریاض مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۸ھ

۳۲۱- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۳۲۲- علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

marfat.com
Marfat.com

۳۲۳- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۲۴- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۲۵- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الاصول من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۲۶- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۲۷- شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس الاحتجاج مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۴۰۳ھ
۳۲۸- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ھ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۲۹- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حق الیقین مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران ۱۳۴۷ھ
۳۳۰- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حیات القلوب مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۳۱- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ جلاء العیون مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

۳۳۲- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ
۳۳۳- علامہ ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن محمد الانباری المتوفی ۵۷۷ھ الداعی الی الاسلام مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۹ھ
۳۳۴- شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ العقیدۃ الواسطیہ مطبوعہ دار السلام ریاض ۱۴۱۴ھ
۳۳۵- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۳۳۶- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح المقاصد مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۳۷- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شرح المواقف مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۳۸- علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ مسائرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۳۹- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی المتوفی ۹۰۶ھ مسامرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۴۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۵ھ
۳۴۱- علامہ محمد بن احمد السفارینی المتوفی ۱۱۸۸ھ لوامع الانوار البھیہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ
۳۴۲- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ کتاب العقائد مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۴۳- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ المحصول مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
۳۴۴- علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ھ کشف الاسرار مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۱ھ

marfat.com
Marfat.com

۳۴۵- علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی' متوفی ۷۹۱ھ' توضیح وتلویح' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳۴۶- علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' التحریک مع التیسیر' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض
۳۴۷- علامہ محب اللہ بہاری' متوفی ۱۱۱۹ھ' مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۳۴۸- علامہ احمد جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' نورالانوار' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۴۹- علامہ عبدالحق خیرآبادی' متوفی ۱۳۱۸ھ' شرح مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۵۰- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ' قوت القلوب' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۵۱- امام محمد بن محمد غزالی' متوفی ۵۰۵ھ' احیاء علوم الدین' مطبوعہ دارالخیر بیروت' ۱۴۱۳ھ
۳۵۲- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ' مطبوعہ دارالبخاریہ مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ
۳۵۳- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی' متوفی ۷۲۸ھ' قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ
۳۵۴- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دارالغد العربی قاہرہ' مصر
۳۵۵- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۵۶- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللہفان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۵۷- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زادالمعاد' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۵۸- علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ
۳۵۹- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۳۶۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۶۱- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۶۲- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۶۳- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۶۴- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۶۵- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۶۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۶۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۶۸- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۶۹- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ

marfat.com
Marfat.com

۳۷۰- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی، متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ 'مطبوعہ مکتبہ القاہرہ '۱۳۸۵ھ
۳۷۱- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ 'الزواجر 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۴ھ
۳۷۲- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ 'مکتوبات امام ربانی 'مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی '۱۳۷۰ھ
۳۷۳- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ 'اتحاف سادۃ المتقین 'مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر '۱۳۱۱ھ
۳۷۴- شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ 'فتاویٰ رشیدیہ کامل 'مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۳۷۵- علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ الشہیر بحاجی خلیفہ 'کشف الظنون 'مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران '۱۳۷۸ھ
۳۷۶- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ 'الملفوظ 'مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور 'مطبوعہ فرید بک سٹال 'لاہور
۳۷۷- شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ 'ہدیۃ المہدی 'مطبوعہ میور پریس دہلی '۱۳۲۵ھ
۳۷۸- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ 'جواہر البحار 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۷ھ
۳۷۹- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ 'بہشتی زیور 'مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۳۸۰- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ 'حفظ الایمان 'مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۳۸۱- علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی 'نداء یارسول اللہ 'مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور '۱۴۰۵ھ

marfat.com
Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم
احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم
محمود صلی اللہ علیہ وسلم
قاسم صلی اللہ علیہ وسلم
عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم
شاہد صلی اللہ علیہ وسلم
حاشر صلی اللہ علیہ وسلم
رشید صلی اللہ علیہ وسلم
مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
نذیر صلی اللہ علیہ وسلم
داع صلی اللہ علیہ وسلم
شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ہاد صلی اللہ علیہ وسلم
ماح صلی اللہ علیہ وسلم
منج صلی اللہ علیہ وسلم
تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم
امی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم
حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم
رؤف صلی اللہ علیہ وسلم
رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم
طس صلی اللہ علیہ وسلم
مرتضی صلی اللہ علیہ وسلم

حم صلی اللہ علیہ وسلم
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
یس صلی اللہ علیہ وسلم
اولی صلی اللہ علیہ وسلم
مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم
مدثر صلی اللہ علیہ وسلم
متین صلی اللہ علیہ وسلم
مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم
ناصر صلی اللہ علیہ وسلم
منصور صلی اللہ علیہ وسلم
مصباح صلی اللہ علیہ وسلم
آمر صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
سحیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحة صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبة صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم

هو الله جل جلاله | الذی لا إله جل جلاله

الاله جل جلاله | الرحمن جل جلاله | الرحیم جل جلاله | الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله | السلام جل جلاله | المؤمن جل جلاله | المهیمن جل جلاله | العزیز جل جلاله

الجبار جل جلاله | المتكبر جل جلاله | الخالق جل جلاله | البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله | الغفار جل جلاله | القهار جل جلاله | الوهاب جل جلاله | الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله | العلیم جل جلاله | القابض جل جلاله | الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله | الرافع جل جلاله | المعز جل جلاله | الحكم جل جلاله | البصیر جل جلاله

السمیع جل جلاله | المذل جل جلاله | العدل جل جلاله | اللطیف جل جلاله

الخبیر جل جلاله | الحلیم جل جلاله | العظیم جل جلاله | الغفور جل جلاله | الشكور جل جلاله

العلی جل جلاله | الكبیر جل جلاله | الحفیظ جل جلاله | المقیت جل جلاله

الحسیب جل جلاله | الجلیل جل جلاله | الكریم جل جلاله | الرقیب جل جلاله | المجیب جل جلاله

الواسع جل جلاله | الحكیم جل جلاله | الودود جل جلاله | المجید جل جلاله

الباعث جل جلاله | الشهید جل جلاله | الحق جل جلاله | الوكیل جل جلاله | القوی جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

Marfat.com

المتین جل جلالہ
الولی جل جلالہ
الحمید جل جلالہ
المحیی جل جلالہ
الممیت جل جلالہ

الحی جل جلالہ
القیوم جل جلالہ
الواجد جل جلالہ
الماجد جل جلالہ

الواحد جل جلالہ
الاحد جل جلالہ
الصمد جل جلالہ
القادر جل جلالہ
المقتدر جل جلالہ

المقدم جل جلالہ
المؤخر جل جلالہ
الاول جل جلالہ
الآخر جل جلالہ

الظاهر جل جلالہ
الباطن جل جلالہ
الوالی جل جلالہ
المتعال جل جلالہ

البر جل جلالہ
التواب جل جلالہ

الله
جل جلالہ

المنتقم جل جلالہ
العفو جل جلالہ

الرؤف جل جلالہ
مالک الملک جل جلالہ

ذوالجلال والاکرام جل جلالہ
المقسط جل جلالہ
الجامع جل جلالہ
الغنی جل جلالہ

المغنی جل جلالہ
المانع جل جلالہ
الضار جل جلالہ
النافع جل جلالہ

النور جل جلالہ
الهادی جل جلالہ
البدیع جل جلالہ
الباقی جل جلالہ
الوارث جل جلالہ

الرشید جل جلالہ
الصبور جل جلالہ
رب العالمین جل جلالہ
مالک یوم الدین جل جلالہ

القدیر جل جلالہ
الوحید جل جلالہ

لا الہ الا الله محمد رسول الله

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اُردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد ہشتم

النور تا القصص

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی فاضل علوم شرقیہ
مطبع : رومی پبلیکشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل: ذوالعقدہ 1425ھ/جنوری 2004ء
الطبع الثانی : ذوالحجہ 1426ھ/جنوری 2005ء

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ النور	۲۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۱
۲	سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۳۱
۳	سورۃ النور اور سورۃ المومنون کی باہمی مناسبت	۳۲
۴	سورۃ النور کا زمانہ نزول	۳۳
۵	النور کے مسائل اور مقاصد	۳۷
۶	سورۃ انزلنها وفرضنها وانزلنا فيها ايت بينت (۱-۱۰)	۴۰
۷	نحوی اشکال کا جواب' انزال پر اعتراض کا جواب' اور سورت اور فرض کا معنی	۴۱
۸	زنا کا لغوی معنی	۴۳
۹	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۳
۱۰	فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۱	فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۲	فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۳	حد زنا کی شرائط	۴۸
۱۴	احصان کی تحقیق	۴۹
۱۵	زنا کی ممانعت' اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۹
۱۶	زنا کی ممانعت' مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار	۵۰
۱۷	زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ	۵۷
۱۸	کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام	۵۸
۱۹	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء	۵۹
۲۰	زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل	۶۰
۲۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل	۶۱
۲۲	غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث	۶۱
۲۳	رجم کی تحقیق	۶۲
۲۴	قرآن مجید سے رجم کا ثبوت	۶۲
۲۵	رجم کی منسوخ التلاوت آیت	۶۴
۲۶	آیت رجم کی بحث	۶۵
۲۷	رجم کی احادیث متواترہ	۶۶
۲۸	زانیہ کے لئے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث	۶۷
۲۹	زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات	۶۸
۳۰	زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا	۶۹
۳۱	قذف کا لغوی معنی	۶۹
۳۲	قذف کا شرعی معنی	۷۰
۳۳	قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم	۷۰

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم	۷۰
۳۵	احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء	۷۱
۳۶	احصان کی شرائط میں مذہب احناف	۷۱
۳۷	کوڑے مارنے کے احکام	۷۲
۳۸	جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء	۷۲
۳۹	لعان کے متعلق احادیث	۷۳
۴۰	لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۵
۴۱	لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء	۷۵
۴۲	لعان کی وجہ تسمیہ	۷۶
۴۳	زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم	۷۶
۴۴	لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء	۷۶
۴۵	فقہاء احناف کے نظریے پر دلائل	۷۷
۴۶	علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات	۷۷
۴۷	لعان کی وجہ سے بچے کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء	۷۹
۴۸	ان الذین جاء و بالافک عصبة منکم ط (۱۱-۲۰)	۸۰
۴۹	مشکل الفاظ کے معانی	۸۰
۵۰	النور ۱۰-۱۱ کی مختصر تفسیر	۸۱
۵۱	حضرت عائشہ پر تہمت کی مفصل حدیث	۸۲
۵۲	سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی میں مذاہب	۸۷
۵۳	نزول وحی سے پہلے رسول اللہ کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم اور شبہات کے جوابات	۸۷
۵۴	کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی	۸۹
۵۵	حضرت عائشہ کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل	۸۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۶	حضر[illegible] شہ کی [illegible]	[illegible]
۵۷	حضرت عائشہ کے [illegible]	[illegible]
۵۸	حدیث افک سے استنباط [illegible] سائل	[illegible]
۵۹	حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ "میں حضور کے لئے [illegible] نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی"	[illegible]
۶۰	حدیث افک پر بعض معاصرین کے اعتراضات	۹۷
۶۱	اعتراضات مذکورہ کے جوابات	۹۷
۶۲	شہاب الزہری کون [illegible]؟ کیسے تھے؟	۱۰۲
۶۳	حضرت عائشہ کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۱۰۳
۶۴	یایھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوات الشیطن ط (۲۱-۲۶)	۱۱۱
۶۵	الفحشاء والمنکر اور التزکیہ کے معانی	۱۱۳
۶۶	حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل اور نکات	۱۱۴
۶۷	حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے منافقوں کی اخروی سزا	۱۱۸
۶۸	حضرت عائشہ کے لئے جنت کی بشارت	۱۱۹
۶۹	یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا (۲۷-۳۴)	[illegible]
۷۰	بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی اور دیگر آداب کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۳
۷۱	بیوت غیر مسکونہ (غیر رہائشی) عمارات کی [illegible]	[illegible]
۷۲	مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	[illegible]
۷۳	عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے کے متعلق احادیث	[illegible]
۷۴	ایامٰی کا معنی	[illegible]
۷۵	عبدالنبی نام رکھنے کی تحقیق	[illegible]
۷۶	نکاح کا لغوی اور اصطلاحی معنی	[illegible]
۷۷	نکاح کی فضیلت میں احادیث	[illegible]

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۸	نکاح کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	۱۳۴
۷۹	جو شخص مجرد ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے	۱۳۶
۸۰	غلاموں اور باندیوں کے بعض احکام	۱۳۶
۸۱	اللہ نور السموات والارض (۴۰-۳۵)	۱۳۸
۸۲	نور کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۴۰
۸۳	اللہ پر نور کے اطلاق کی توجیہات	۱۴۰
۸۴	احادیث میں اللہ پر نور کا اطلاق	۱۴۱
۸۵	مشکل الفاظ کے معانی	۱۴۱
۸۶	آپ پر قرآن نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ کی نبوت عالم میں آشکارا ہو جاتی	۱۴۲
۸۷	مساجد کی تعمیر، مساجد میں ذکر اور تسبیح اور مساجد کے آداب کے متعلق احادیث	۱۴۳
۸۸	ان لوگوں کا مصداق اور اجر جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتی	۱۴۴
۸۹	قیامت کے دن دلوں اور آنکھوں کے الٹ پلٹ جانے کا معنی	۱۴۵
۹۰	عبادت میں غفلت نہ کرنے والوں کا اجر	۱۴۵
۹۱	سراب اور البقیعہ کا معنی اور شانِ نزول	۱۴۶
۹۲	کفار کے اعمال سراب کی طرح دھوکا ہیں یا سمندر کی تاریکی کی طرح بے فیض ہیں	۱۴۷
۹۳	الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموٰت والارض والطیر صفٰت (۵۰-۴۱)	۱۴۸
۹۴	"کیا آپ نے نہیں دیکھا" اس سے مراد استفہام تقریری ہے	۱۵۰
۹۵	جانداروں اور بے جانوں کی تسبیح	۱۵۰
۹۶	حیوانات کے ادراک پر علم کے اطلاق کی توجیہ	۱۵۰
۹۷	علم کی تعریف	۱۵۰
۹۸	تخیل، تکذیب، شک، وہم اور ظن کی تعریفات	۱۵۱

نمبر شمار	عنوان	ص
۹۹	تقلید مخطی، جہل مرکب، تقلید مصیب، عین الیقین اور حق الیقین کی تعریف	۱۵۱
۱۰۰	علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا اور حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہ کیا جانا	۱۵۲
۱۰۱	پرندوں اور حیوانوں کی معرفت اور علم کے شواہد	۱۵۳
۱۰۲	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم پر قرآن مجید سے دلائل	۱۵۴
۱۰۳	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت میں احادیث	۱۵۵
۱۰۴	کنکریوں، طعام اور پرندوں کی تسبیح کے متعلق احادیث اور آثار	۱۵۶
۱۰۵	علم کی تعریف میں خلاصہ بحث	۱۵۹
۱۰۶	مشکل الفاظ کے معانی	۱۶۰
۱۰۷	مخلوقات کے تنوع سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال	۱۶۱
۱۰۸	فیصلہ کے لئے قاضی کے بلانے پر جانے کا وجوب	۱۶۲
۱۰۹	انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسوله (۵۷-۵۱)	۱۶۳
۱۱۰	کتاب، سنت اور حکام مسلمین کی اطاعت کی تاکید	۱۶۴
۱۱۱	جوامع الکلم کی مثال	۱۶۵
۱۱۲	منافقین کی قسموں کا غیر معتبر ہونا	۱۶۶
۱۱۳	کتب سابقہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات	۱۶۶
۱۱۴	النور: ۵۵ کا شانِ نزول	۱۶۷
۱۱۵	تنگ دستی کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی	۱۶۸
۱۱۶	نواب قنوجی کا آیت استخلاف کو خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص نہ قرار دینا	۱۶۹
۱۱۷	بعض آیات میں عموم الفاظ کی بجائے خصوصیت	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے	۱۶۹
۱۱۸	آیتِ استخلاف کے خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل	۱۷۱
۱۱۹	دلائل مذکورہ پر اعتراضات کے جوابات	۱۷۱
۱۲۰	آیتِ استخلاف سے حضرت علی، بارہ امام یا امام مہدی کے مراد نہ ہونے پر دلائل	۱۷۴
۱۲۱	حضرت علی کی خلافت کا برحق ہونا، خلفاء ثلاثہ کے برحق ہونے پر موقوف ہے	۱۷۵
۱۲۲	آیتِ استخلاف سے شیعہ مفسرین کا حضرت علی، بارہ اماموں اور امام مہدی کی خلافت پر استدلال	۱۷۶
۱۲۳	علماء شیعہ کی تفسیروں پر مصنف کا تبصرہ	۱۷۸
۱۲۴	اس امت کی پہلی اجتماعی ناشکری قتل عثمان ہے	۱۷۹
۱۲۵	حکمران دنیاوی امور کے منتظم ہیں اور علماء دینی امور کے	۱۸۰
۱۲۶	یاایها الذین امنوا لیستأذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم (۶۱-۵۸)	۱۸۱
۱۲۷	تین اوقات میں گھر میں دخول کے لئے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو اجازت لینے کا حکم	۱۸۳
۱۲۸	اجازت مذکورہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا باقی ہے	۱۸۴
۱۲۹	بالغ لڑکوں کو گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر وقت اجازت طلب کرنا ضروری ہے	۱۸۴
۱۳۰	بوڑھی عورتوں کے حجاب کی وضاحت	۱۸۵
۱۳۱	بیماروں اور معذوروں کے ساتھ مل کر کھانے کی اجازت کے اسباب	۱۸۶
۱۳۲	اولاد کے گھروں کو اپنا گھر فرمانا	۱۸۶
۱۳۳	وکیلوں کے لیے اپنے موکلوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت	۱۸۷
۱۳۴	اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت خواہ مل کر یا الگ الگ	۱۸۸
۱۳۵	گھر میں دخول کے وقت گھر والوں کو سلام کرنا	۱۸۸
۱۳۶	انما المومنون الذین امنوا بالله ورسوله واذا کانو معه (۶۴-۶۲)	۱۸۹
۱۳۷	امر جامع (مجتمع ہونے والی مہم) کا بیان	۱۹۰
۱۳۸	پیری اور مریدی کے آداب	۱۹۱
۱۳۹	مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۱
۱۴۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاکید	۱۹۱
۱۴۱	لاتجعلوا دعاء الرسول کے تین محامل	۱۹۲
۱۴۲	ندا یا محمد پر اعتراض کے جوابات	۱۹۳
۱۴۳	احادیث، آثار، علماء متقدمین اور علماء دیوبند سے ندا یا محمد کا ثبوت	۱۹۴
۱۴۴	اللہ تعالیٰ کا یا محمد فرمانا	۱۹۵
۱۴۵	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات سے ندا یا محمد کا جواز	۱۹۶
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کے خالق اور مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۱۹۹
۱۴۷	سورۃ النور کے اختتامی کلمات	۱۹۹
	سورۃ الفرقان	۲۰۱
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۰۳
۲	قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کی تحقیق	۲۰۴
۳	سورۃ الفرقان کا زمانۂ نزول	۲۰۶
۴	سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی باہمی مناسبت	۲۰۷
۵	سورۃ الفرقان کے مشمولات	۲۰۸
۶	تبرک الذی نزل الفرقان علی عبده (۹-۱)	۲۱۰
۷	بسم اللہ کے معانی	۲۱۱

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	تبارک، الفرقان، النذیر اور العٰلمین کے معانی	۲۱۲
۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم	۲۱۲
۱۰	اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کی تمہید	۲۱۳
۱۱	شرک کی پستی	۲۱۴
۱۲	مشرکین کا یہ اعتراض کہ یہ قرآن اہل کتاب کے تعاون سے بنایا گیا ہے	۲۱۴
۱۳	مشرکین کے اعتراض مذکور کا جواب	۲۱۴
۱۴	پیغامِ حق نہ سنانے پر کفار کا آپ کو مال اور حکومت کی پیش کش کرنا	۲۱۵
۱۵	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ بازاروں میں چلتے ہیں	۲۱۶
۱۶	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے پاس سونے چاندی کے محلات کیوں نہیں اور آپ کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں؟	۲۱۶
۱۷	تبرک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذالک (۲۰-۱۰)	۲۱۷
۱۸	باغات اور محلات کے طعنہ کا جواب	۲۱۹
۱۹	دوزخ کی آنکھوں، کانوں اور زبان کے متعلق احادیث	۲۲۰
۲۰	تغیظ اور زفیر کے معنی	۲۲۰
۲۱	کفار کا جہنم میں جھونکا جانا اور ان کا موت کی دعا کرنا	۲۲۱
۲۲	آیا دوزخ میں کوئی اچھائی ہے؟	۲۲۱
۲۳	جنت میں ہر چاہی ہوئی چیز کے ملنے کا محمل	۲۲۲
۲۴	اللہ کے وعدہ کی بناء پر اس سے سوال کرنا	۲۲۲
۲۵	نعمتوں کی بہتات کی وجہ سے لوگوں کا کفر اور شرک کرنا	۲۲۳
۲۶	"بوراً" کے معنی اور شرک کی مذمت	۲۲۴
۲۷	رزق اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اسباب اور وسائل کو تلاش کر کے اختیار کرنا	۲۲۴
۲۸	ترک اسباب پر صوفیاء کے دلائل اور ان کے جوابات اور توکل کا صحیح مفہوم	۲۲۶
۲۹	اہل نعمت کی اہل مصیبت سے شکر میں اور اہل مصیبت کی اہل نعمت سے صبر میں آزمائش	۲۲۸
۳۰	وقال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا (۳۴-۲۱)	۲۲۹
۳۱	ایمان لانے کو فرشتوں کے نزول اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر معلق کرنے کا جواب	۲۳۱
۳۲	حجرا محجورا کے دو محمل	۲۳۱
۳۳	ھباء منثورا کا معنی	۲۳۲
۳۴	قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہو گا وہ مومنوں پر کتنا طویل ہوگا؟	۲۳۳
۳۵	قیامت کے احوال	۲۳۴
۳۶	عقبہ بن ابی معیط کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور اس کی دنیا اور آخرت میں سزا	۲۳۴
۳۷	کیسے شخص کو دوست بنایا جائے؟	۲۳۶
۳۸	مھجور کا معنی	۲۳۶
۳۹	قرآن مجید کو تدریجاً نازل کرنے کی وجوہ	۲۳۷
۴۰	ولقد اتینا موسی الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھرون وزیرا (۴۴-۳۵)	۲۳۹
۴۱	فرعون کی طرف صرف حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم دیا تھا یا ان کے بھائی حضرت ہارون کو بھی؟	۲۴۰
۴۲	حضرت نوح کی قوم نے صرف حضرت نوح کی تکذیب کی تھی پھر یہ کیوں فرمایا کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی؟	۲۴۱
۴۳	"الرّس" کا معنی	۲۴۱

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴	اصحاب الرّس کی تفسیر اوران کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال	۲۴۲
۴۵	قریش کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانا اور آپ کو اذیت پہنچانا	۲۴۳
۴۶	اپنی خواہش کے پرستاروں کے مصادیق	۲۴۴
۴۷	کفار سے سننے اور عقل کی نفی کی توجیہ	۲۴۴
۴۸	کفار کا چوپایوں سے زیادہ گمراہ ہونا	۲۴۵
۴۹	الم تر الی ربک کیف مد الظل ج ولو شاء لجعله ساکنا ج (۴۵-۶۰)	۲۴۵
۵۰	ظل اور فیئ کا معنی	۲۴۸
۵۱	کفر کے اندھیروں کا ختم ہونا اور ایمان کے سورج کا طلوع ہونا	۲۴۸
۵۲	طہور کا معنی اور اس کا مصداق	۲۴۹
۵۳	کسی نجس چیز کے گرنے سے اگر پانی میں نجاست کی بو اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ آجائے تو پانی طہور نہیں رہے گا	۲۴۹
۵۴	دہ دردہ (۱۰×۱۰) کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا	۲۵۰
۵۵	قُلتین کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا	۲۵۰
۵۶	جاری پانی کا طہور ہونا	۲۵۱
۵۷	مختلف علاقوں میں بارش نازل فرمانے کے متعلق احادیث	۲۵۲
۵۸	بارش کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلیل	۲۵۲
۵۹	جہاد کبیر کا معنی	۲۵۲
۶۰	مرج اور حجرا محجورا کا معنی	۲۵۳
۶۱	پانی اور بشر کی تفسیر	۲۵۳
۶۲	نسب کا معنی اور اس کی تحقیق	۲۵۴
۶۳	صِہر کا معنی اور اس کی تحقیق	۲۵۴
۶۴	اصہار (سسرالی رشتہ داروں) کے مصادیق	۲۵۵
۶۵	نکاح سے حرمت مصاہرت کا متفق علیہ ہونا اور زنا سے حرمت مصاہرت کا متفق علیہ نہ ہونا	۲۵۵
۶۶	زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونے پر فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۵۵
۶۷	امام شافعی کا یہ اعتراض کہ زنا گناہ ہے اور وہ صہر کی نعمت کے حصول کا سبب نہیں بن سکتا!	۲۵۶
۶۸	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل	۲۵۸
۶۹	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۲۵۸
۷۰	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۲۶۰
۷۱	تبرک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا (۶۱-۷۷)	۲۶۱
۷۲	بروج کے لغوی اور عرفی معنی	۲۶۴
۷۳	رات کی کوئی عبادت قضاء ہو جائے تو اس کو دن میں ادا کر لیا جائے اسی طرح بالعکس	۲۶۴
۷۴	قرآن اور حدیث سے رات کو اُٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت	۲۶۵
۷۵	زمین پر وقار کے ساتھ چلنے اور جاہلوں سے بحث نہ کرنے کا حکم	۲۶۶
۷۶	فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا تمام رات قیام کرنے کی مثل ہے	۲۶۷
۷۷	غراماً کا معنی	۲۶۸
۷۸	اسراف کا معنی	۲۶۸
۷۹	اقتار کا معنی	۲۶۹

marfat.com

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۰	ان لوگوں کا مصداق جو فضول خرچ اور بخل نہیں کرتے	۲۷۰
۸۱	اسلام میں اچھے کھانوں اور اچھے لباس پر پابندی نہیں ہے	۲۷۰
۸۲	میانہ روی کی اسلام میں تاکید	۲۷۱
۸۳	حضرت وحشی کا قبول اسلام	۲۷۲
۸۴	اللہ تعالیٰ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا	۲۷۴
۸۵	دوبارہ توبہ کرنے والوں کے ذکر کا فائدہ	۲۷۴
۸۶	زور اور لغو کا معنی	۲۷۵
۸۷	قرآن مجید کو غفلت اور بے پرواہی سے سننے کی مذمت	۲۷۵
۸۸	مال اور اولاد میں کثرت کی دعا کا جواز	۲۷۵
۸۹	اپنی اولاد کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دنیا میں مطلوب ہے یا آخرت میں؟	۲۷۷
۹۰	متقین کا امام بننے کی دعا کریں یا ان کا مقتدی بننے کی؟	۲۷۸
۹۱	رحمان کے مقبول بندوں کی جزاء	۲۷۸
۹۲	رحمان کے مردود بندوں کی سزا	۲۷۹
۹۳	سورۃ الفرقان کے اختتامی کلمات	۲۷۹
	سورۃ الشعراء	۲۸۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۸۳
۲	سورۃ الفرقان سے سورۃ الشعراء کی مناسبت	۲۸۳
۳	سورۃ الشعراء کے مقاصد اور مسائل	۲۸۴
۴	سورۃ الشعراء کی فضیلت	۲۸۵
۵	طسٓمٓ ○ تلک ایت الکتب المبین ○ (۱-۹)	۲۸۶
۶	طسٓمٓ کے محامل	۲۸۷
۷	الکتاب المبین کا معنی	۲۸۷
۸	کفار کے ایمان نہ لانے سے شدت غم میں گھلنے سے آپ کو منع فرمانا	۲۸۸

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۹	اختیاری ایمان اور اختیاری اطاعت کا مطلوب ہونا اور جبری ایمان اور جبری اطاعت کا نامطلوب ہونا	۲۸۸
۱۰	کفار کا بتدریج سرکشی میں بڑھنا	۲۸۹
۱۱	زوج کریم کا معنی	۲۹۰
۱۲	واذ نادی ربک موسی ان ائت القوم الظلمین (۱۰-۳۳)	۲۹۰
۱۳	گزشتہ رسولوں کے واقعات سنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۲۹۳
۱۴	سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنانے کی حکمت	۲۹۳
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا زیادہ قوی ہونا	۲۹۳
۱۶	حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے رسالت کا سوال کرنے کی توجیہ	۲۹۴
۱۷	حضرت موسیٰ نے اپنے بجائے حضرت ہارون کی رسالت کا سوال کیا تھا یا اپنی مدد کے لئے؟	۲۹۴
۱۸	حضرت موسیٰ کی طرف ذنب کی نسبت کی توجیہ	۲۹۶
۱۹	فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناشکری کا الزام لگانا	۲۹۶
۲۰	حضرت موسیٰ کا ناشکری کے الزام کا جواب دینا	۲۹۷
۲۱	علم کے کمال کے بعد منصب نبوت عطا فرمانا	۲۹۷
۲۲	فرعون کے اس احسان کا جواب کہ اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی	۲۹۸
۲۳	کافر اگر کسی کے ساتھ نیکی کرے تو آیا وہ شکر کا مستحق ہے یا نہیں؟	۲۹۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے متعلق موسیٰ اور فرعون کا مباحثہ	۳۰۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	آیا فرعون موحد تھا' مشرک تھا یا دہریہ تھا؟	۳۰۱
۲۶	اللہ تعالیٰ کے واجب' قدیم اور واحد ہونے کے دلائل کی مزید وضاحت	۳۰۳
۲۷	مباحثہ میں اشتعال میں نہ آنا اور مخاطب کے فہم کے لحاظ سے دلائل کے اسالیب کو تبدیل کرنا	۳۰۴
۲۸	ثعبان' حیہ اور جآن کے معنی	۳۰۵
۲۹	قال للملا حوله ان هذا لسحر عليم ○ (۵۱-۳۴)	۳۰۵
۳۰	فرعون کا حضرت موسیٰ سے مرعوبیت اور ان کے برحق ہونے کے تاثر کو زائل کرنا	۳۰۷
۳۱	فرعون اور اس کے حواریوں کی اپنی کامیابی کے متعلق خوش فہمی	۳۰۸
۳۲	اس کی توجیہات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو پہلے لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے کا حکم دیا	۳۰۹
۳۳	غیر اللہ کی قسم کھانے کا ممنوع ہونا	۳۰۹
۳۴	سانپوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوفزدہ ہونے کی توجیہات	۳۰۹
۳۵	بعض علماء کا سحر کو صرف تخییل اور مسمریزم قرار دینا اور واقع میں اس کی حقیقت کا انکار کرنا	۳۱۰
۳۶	سحر کا لغوی اور شرعی معنی	۳۱۱
۳۷	سحر اور کرامت میں فرق	۳۱۳
۳۸	سحر کے واقع ہونے کے دلائل	۳۱۳
۳۹	سحر کی اقسام اور اس کے وقوع میں مذاہب	۳۱۵
۴۰	فرعون کے ساحروں کا ایمان لانا	۳۱۶
۴۱	فرعون کا اپنے عوام کو حضرت موسیٰ سے متنفر کرنے کے لیے جادوگروں پر الزام تراشی کرنا	۳۱۷
۴۲	صلیب کا معنی	[illegible]
۴۳	اہل معرفت پر مصائب کا آسان ہونا' اور مصائب برداشت کرنے پر انہیں مراتب سے نوازنا	۳۱۸
۴۴	جادوگروں کا اول المؤمنین ہونا	۳۱۹
۴۵	واوحينا الى موسى ان اسر بعبادى انكم متبعون (۶۸-۵۲)	۳۲۰
۴۶	بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور فرعون کا تعاقب	۳۲۰
۴۷	شرذمه اور حذرون کے معنی	۳۲۰
۴۸	بنی اسرائیل کو کس سرزمین کا وارث بنایا گیا تھا؟	۳۲۲
۴۹	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۳۲۴
۵۰	سمندر پر عصا مارنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۳۲۴
۵۱	فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کا بیان	۳۲۵
۵۲	واتل عليهم نبا ابراهيم ○ اذ قال لابيه وقومه ما تعبدون ○ (۱۰۴-۶۹)	۳۲۷
۵۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۳۲۹
۵۴	قوم کا معنی اور مصداق	۳۲۹
۵۵	صنم کا معنی	۳۳۲
۵۶	بتوں کی عبادت کا رد فرمانا	۳۳۳
۵۷	بتوں کو دشمن فرمانے کی توجیہ	۳۳۴
۵۸	بتوں کو کفار کا دشمن کہنے کے بجائے اپنا دشمن کہنے کی توجیہ	۳۳۴
۵۹	پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کرنا پھر اس کی پرورش کی نعمت کا ذکر کرنا	۳۳۵
۶۰	کھلانے پلانے کی نعمت میں لپٹی ہوئی بے شمار نعمتیں	۳۳۵
۶۱	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے اسرار	۳۳۶

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۲	عام لوگوں کی بیماری کے اسباب	۳۳۷
۶۳	نبی علیہ السلام اور نیک لوگوں کی بیماری کے اسباب	۳۳۸
۶۴	عیب کی نسبت اپنی طرف اور حسن کی نسبت اللہ کی طرف کرنا	۳۳۹
۶۵	مرض اور شفاء کے متعلق عارفین کے اقوال	۳۳۹
۶۶	دوا اور علاج کے متعلق احادیث	۳۴۰
۶۷	پرہیز کے متعلق احادیث	۳۴۲
۶۸	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حق میں موت کا نعمت ہونا	۳۴۲
۶۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خطا کا ذکر کر کے مغفرت طلب کی' اس کی توجیہات	۳۴۳
۷۰	حضرت ابراہیم نے کہا "میرے لئے میری خطا معاف فرما" اس کی توجیہات	۳۴۶
۷۱	دوسرے نبیوں کو مانگنے سے عطا کرنا اور ہمارے نبی کو بے مانگے عطا فرمانا	۳۴۷
۷۲	ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کے متعلق مصنف کا موقف	۳۴۸
۷۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا پہلا مطلوب اور حکم کا معنی	۳۴۹
۷۴	بعد والوں کی ثنا کے حصول کی دعا کی توجیہات	۳۵۰
۷۵	جنت کی دعا کا مطلوب ہونا اور شہر مدینہ سے جنت کا زیادہ محبوب ہونا	۳۵۱
۷۶	حضرت ابراہیم کی آزر کے لیے دعا کی توجیہات	۳۵۱
۷۷	قیامت کے دن حضرت ابراہیم کی آزر سے ملاقات کے متعلق احادیث	۳۵۲
۷۸	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کرنے پر اشکال اور اس کے جوابات	۳۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹	آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر خلف وعد اور خلف وعید کے اعتراض کا جواب	۳۵۴
۸۰	وضو کے بعد حضرت ابراہیم کی اس دعا کو پڑھنے کا ثواب	۳۵۴
۸۱	قیامت کے دن پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین	۳۵۵
۸۲	آخرت میں مسلمانوں کے مال کی نفع رسانی	۳۵۶
۸۳	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	۳۵۷
۸۴	قلب سلیم کی تعریف' اس کی علامات اور اس کا مصداق	۳۵۸
۸۵	جنت اور دوزخ کی صفات	۳۶۰
۸۶	جنت اور دوزخ کس جگہ پر واقع ہے؟	۳۶۱
۸۷	مشرکین' ان کے باطل معبودوں اور ان کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کی دوزخ میں حالت زار	۳۶۲
۸۸	دوزخ میں مشرکین اور بتوں کا ایک دوسرے کو مطعون کرنا	۳۶۳
۸۹	صدیق اور حمیم کا معنی	۳۶۴
۹۰	مومنوں کی مغفرت اور اس پر کفار کی حسرت کے متعلق احادیث	۳۶۴
۹۱	مومنوں کے دوستوں کا قیامت کے دن کام آنا اور کفار کا اس نعمت سے محروم ہونا	۳۶۵
۹۲	مصائب میں گھر کر انسان کا اللہ کی طرف رجوع کرنا اور مصائب دور ہونے کے بعد پھر غافل ہو جانا	۳۶۶
۹۳	اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا	۳۶۷
۹۴	کذبت قوم نوح ن المرسلین ○ اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون. (۱۰۵-۱۲۲)	۳۶۸
۹۵	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	۳۷۰
۹۶	حضرت نوح کو بھائی کہنے کی توجیہ اور ان کی نبوت	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پر دلیل	۳۷۰
۹۷	مواعظ اور خطابات پر اجرت لینے کا جواز	۳۷۱
۹۸	جن نیک لوگوں کو معاشرے میں پست اور بے وقعت سمجھا جاتا ہے اللہ کے نزدیک وہی عزت والے ہیں	۳۷۳
۹۹	احکام شرعیہ ظاہر پر مبنی ہیں اور باطن اللہ کے سپرد ہے	۳۷۴
۱۰۰	امیر کافروں کی خوشنودی کے لیے غریب مسلمانوں کو نہ اٹھایا جائے	۳۷۵
۱۰۱	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف دعا کی توجیہ	۳۶۷
۱۰۲	قصہ نوح کے بعض اسرار	۳۷۷
۱۰۳	جاہل پیروں کی بیعت کا حرام ہونا	۳۷۷
۱۰۴	کذبت عاد ن المرسلین ○ اذ قال لهم اخوهم هود الا تتقون (۱۴۰-۱۲۳)	۳۷۹
۱۰۵	قوم عاد کا مختصر تعارف	۳۸۰
۱۰۶	قوم عاد کے عبث لھو ولعب کے متعلق اقوال	۳۸۱
۱۰۷	لہو ولعب اور کبوتر بازی کے متعلق احادیث	۳۸۲
۱۰۸	محدثین کے نزدیک لھو کی تعریف	۳۸۳
۱۰۹	جسمانی صحت کے حصول کے لیے جائز کھیلوں اور ورزشوں کا جواز	۳۸۴
۱۱۰	لہو باطل (غیر شرعی شغل) کے نقصانات	۳۸۵
۱۱۱	لہو باطل اور کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کی تصریحات	۳۸۵
۱۱۲	جن کاموں سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اس کی شہادت قابل قبول نہیں ہوتی	۳۸۶
۱۱۳	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا سماع، رقص اور دھمال کرنا	۳۸۷
۱۱۴	پرندوں اور جانوروں کو پالنے کے متعلق احادیث	۳۸۹
۱۱۵	موذی جانورات اور حشرات الارض کو قتل کرنے کے متعلق احادیث	۳۸۹
۱۱۶	پرندوں اور جانوروں کو پالنے اور موذی جانوروں کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کی عبارات	۳۹۰
۱۱۷	متعدد منزلہ بلڈنگیں اور خوبصورت عمارات، پلازہ اور شاپنگ سنٹر بنانے کا شرعی حکم	۳۹۰
۱۱۸	کسی کو تادیب اور سرزنش کے لئے زیادہ سزا نہ دی جائے اور دس ڈنڈیوں سے زیادہ نہ مارا جائے	۳۹۲
۱۱۹	قید کرنے اور مالی جرمانے کی سزائیں	۳۹۴
۱۲۰	اگر بروقت حکام سے رابطہ نہ ہو سکے تو مسلمان از خود ظلم اور برائی کو مٹائے	۳۹۵
۱۲۱	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی فرضیت	۳۹۶
۱۲۲	ناگزیر حالات کے سوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک نہ کیا جائے	۳۹۷
۱۲۳	اگر برائی اور ظلم کو روکنا ناگزیر ہو تو مسلمان از خود کارروائی کریں	۳۹۷
۱۲۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے	۳۹۸
۱۲۵	ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان	۳۹۹
۱۲۶	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے	۳۹۹
۱۲۷	امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	۳۹۹
۱۲۸	قوم ہود کا تکبر اور اس کا ہلاک ہونا	۴۰۰
۱۲۹	کذبت ثمود المرسلين ○ اذ قال لهم اخوهم صلح الا تتقون (۱۵۹-۱۴۱)	۴۰۱
۱۳۰	قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجنا	۴۰۲
۱۳۱	مشکل الفاظ کے معانی	۴۰۳
۱۳۲	جسمانی اور روحانی لذتیں	۴۰۳

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۳۳	فساد اور شر کی دو قسمیں	۴۰۳
۱۳۴	حضرت صالح علیہ السلام سے دلیل کا مطالبہ	۴۰۴
۱۳۵	حضرت صالح کا چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھانا	۴۰۴
۱۳۶	قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنا اور ان کا عذاب سے ہلاک ہونا	۴۰۵
۱۳۷	قوم ثمود کے نادم ہونے کے باوجود عذاب آنے کی توجیہ	۴۰۶
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور اس کے قہر و غلبہ کے آثار اور تقاضے	۴۰۷
۱۳۹	کذبت قوم لوط ن المرسلین ○ (۱۶۰-۱۷۵)	۴۰۸
۱۴۰	حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت	۴۰۹
۱۴۱	جنسی اعضاء اور جنسی عمل کا ذکر اشارہ اور کنایہ سے کرنے کی تلقین	۴۱۰
۱۴۲	عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی ممانعت	۴۱۱
۱۴۳	عمل قوم لوط کی سزا	۴۱۲
۱۴۴	قوم لوط کی بُری خصلتیں	۴۱۳
۱۴۵	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی زبان درازی اور عذاب کا مستحق ہونا	۴۱۳
۱۴۶	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت اور اس کا عذاب	۴۱۳
۱۴۷	حدود کے نفاذ کا رحمت ہونا	۴۱۵
۱۴۸	کذب اصحب لئیکۃ المرسلین ○ (۱۷۶-۱۹۱)	۴۱۶
۱۴۹	حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	۴۱۸
۱۵۰	حضرت شعیب علیہ السلام کا مقام بعثت	۴۲۰
۱۵۱	اہل مدین اور اصحاب الایکہ	۴۲۱
۱۵۲	قسطاس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۲۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۵۳	قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق احادیث	۴۲۲
۱۵۴	قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق آثار	۴۲۳
۱۵۵	عدل کے متعلق اقوال علماء	۴۲۴
۱۵۶	عدل عقلی اور عدل شرعی	۴۲۵
۱۵۷	عدل اور احسان	۴۲۵
۱۵۸	عدل اور انصاف کے فوائد	۴۲۶
۱۵۹	فساد کی دو قسمیں	۴۲۷
۱۶۰	جبلّت کا معنی	۴۲۷
۱۶۱	طبیعت، خصلت، خلق اور عادت کا فرق	۴۲۷
۱۶۲	جبلّت کے متعلق احادیث	۴۲۸
۱۶۳	حسنِ اخلاق کے متعلق احادیث	۴۲۹
۱۶۴	وہ افعال جو حسنِ اخلاق کا مصداق ہیں اور نبی علیہ السلام کے اخلاقِ حسنہ	۴۳۰
۱۶۵	خصلت اور عادت کا معنی اور آیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟	۴۳۴
۱۶۶	اصحاب لئیکۃ کا اپنے انکار پر اصرار اور ان پر عذاب کا نازل ہونا	۴۳۶
۱۶۷	سورۃ الشعراء میں انبیاء علیہم السلام کے قصص کی تنقیح	۴۳۷
۱۶۸	مستقبل میں عذاب سے نجات کا مدار	۴۳۷
۱۶۹	وانہ لتنزیل رب العالمین ○ نزل بہ الروح الامین (۱۹۲-۲۲۷)	۴۳۸
۱۷۰	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل	۴۴۰
۱۷۱	حضرت جبرئیل علیہ السلام کو روح الامین کہنے کی وجہ	۴۴۱
۱۷۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر قرآن مجید کو نازل کرنے کی کیفیت	۴۴۱
۱۷۳	حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید کے علاوہ دیگر احکام کے متعلق بھی آپ پر وحی نازل کی ہے	۴۴۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۴	قرآن مجید کے عربی زبان میں ہونے کی تحقیق اور غیر عربی الفاظ کا جواب	۴۴۶
۱۷۵	عربی زبان کی فضیلت	۴۴۷
۱۷۶	عربی زبان کی تاریخ	۴۴۷
۱۷۷	سابقہ آسمانی کتابوں میں قرآن مجید کے مذکور ہونے کے محامل	۴۴۸
۱۷۸	آیا قرآن مجید کو غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	۴۴۹
۱۷۹	غیر عربی میں قرآن مجید پڑھنے کی مزید تحقیق	۴۴۹
۱۸۰	آیا ترجمۂ قرآن پر قرآن مجید کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟	۴۵۰
۱۸۱	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۴۵۱
۱۸۲	کفارِ مکہ کا عناد اور ہٹ دھرمی	۴۵۲
۱۸۳	کفار کی ہٹ دھرمیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۴۵۳
۱۸۴	اللہ کے عذاب کو جلد طلب کرنے کی مذمت	۴۵۴
۱۸۵	اس فانی زندگی پر مغرور نہ ہونے کی تلقین	۴۵۴
۱۸۶	جرم کے بغیر بھی عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے	۴۵۵
۱۸۷	انسان کو خیر اور شر کا اختیار عطا فرمانا	۴۵۶
۱۸۸	اس پر دلائل کہ شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	۴۵۷
۱۸۹	شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے اس کی توجیہ اور بحث ونظر	۴۵۸
۱۹۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت کی توجیہ	۴۵۹
۱۹۱	عشیرۃ کا معنی اور صلہ رحم میں الاقرب فالاقرب کی ترجیح	۴۶۰
۱۹۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۱
۱۹۳	رحم کی تراوٹ سے فائدہ پہنچانا	۴۶۲
۱۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۲
۱۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربین کی دعوت کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۳
۱۹۶	اہل بیت اور اپنے دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں نفع پہنچانا	۴۶۴
۱۹۷	نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ	۴۶۵
۱۹۸	اس پر دلیل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے	۴۶۶
۱۹۹	نسب پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل کی کوشش کی جائے	۴۶۷
۲۰۰	خطا کاروں کے لیے استغفار اور منکروں سے برأت	۴۶۷
۲۰۱	اللہ تعالیٰ کے غالب اور رحیم ہونے کا معنی	۴۶۸
۲۰۲	توکل کی تحقیق	۴۶۸
۲۰۳	حق توکل کا معنی	۴۶۹
۲۰۴	آیا اسباب کو ترک کرنا توکل میں داخل ہے یا نہیں؟	۴۶۹
۲۰۵	توکل کی تعریف میں صوفیاء کے اقوال	۴۷۰
۲۰۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کی عبادات کی تفتیش کرنا	۴۷۱
۲۰۷	تہجد کی نماز کی فضیلت اور اہمیت	۴۷۲
۲۰۸	انبیاء علیہم السلام کے ذنوب کی توجیہ اور بندہ کے شکر اور اللہ کے شکر کا معنی	۴۷۳
۲۰۹	قرآن مجید میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کی تحقیق	۴۷۴
۲۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ قیام اور ساجدین میں دیکھنے کے دیگر محامل	۴۷۶
۲۱۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اَبوین کریمین (والدین	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کریمین) کے ایمان کے ثبوت میں احادیث	۴۷۷
۲۱۲	والدین کریمین کے ایمان پر امام فخر الدین رازی کے دلائل	۴۸۰
۲۱۳	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ قرطبی کے دلائل	۴۸۱
۲۱۴	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ سہیلی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۵	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ اُبی مالکی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۶	والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں حافظ سیوطی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۷	المقامة السندسية فی النسبة المصطفويه کا خلاصہ (آپ کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا)	۴۸۵
۲۱۸	آپ کے والدین کریمین کا اہل فترت سے ہونا اور غیر معذب ہونا	۴۸۵
۲۱۹	آپ کے والدین کا مومن ہونا اور آپ کے نسب کی طہارت پر حضرت عباس کے اشعار	۴۸۶
۲۲۰	تنزيه الانبياء عن تشبيه الاغبياء کا خلاصہ (آپ کی تعظیم آپ کے والدین کے ایمان کو مستلزم ہے)	۴۸۷
۲۲۱	السبيل الجليله فی الاباء العليه کا خلاصہ	۴۸۸
۲۲۲	آپ کے والدین کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی سو وہ غیر معذب ہیں	۴۸۸
۲۲۳	آپ کے والدین اصحاب فترت سے ہیں اس لئے نجات یافتہ ہیں	۴۸۸
۲۲۴	آپ کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا اور اس کے مخالف احادیث کی تاویل	۴۸۹
۲۲۵	آپ کے والدین ملتِ ابراہیم پر تھے	۴۸۹
۲۲۶	مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ (مسلک اوّل آپ کے والدین کا اصحاب فترت سے ہونا)	۴۹۰
۲۲۷	مسلک ثانی آپ کے والدین کا دین ابراہیم پر ہونا	۴۹۰
۲۲۸	آپ کے تمام آباء کے مومن ہونے کے متعلق احادیث	۴۹۰
۲۲۹	زمین کبھی مومنوں سے خالی نہیں رہی اس کے متعلق احادیث	۴۹۲
۲۳۰	اولاد ابراہیم کے ایمان پر قائم رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۹۳
۲۳۱	حضرت عبدالمطلب کے ایمان کی بحث	۴۹۴
۲۳۲	نشر العلمين المنيفين فی احياء الابوين الشريفين کا خلاصہ (والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی تقویت اور ترجیح کی وجوہ)	۴۹۶
۲۳۳	والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی سند کی تحقیق	۴۹۷
۲۳۴	الدرج المنيفه فی الاباء الشريفه کا خلاصہ	۴۹۸
۲۳۵	التعظيم والمنه فی ان ابوی رسول الله فی الجنة کا خلاصہ (والدین کریمین کو قبر میں زندہ کرنے کے متعلق پہلی حدیث)	۴۹۹
۲۳۶	اس حدیث کے متن پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۵۰۰
۲۳۷	اس حدیث کی سند پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۵۰۱
۲۳۸	محمد بن حسن بن زیاد نقاش پر ابن جوزی کی جرح کا جواب حافظ ذہبی سے	۵۰۱
۲۳۹	محمد بن یحییٰ اور احمد بن یحییٰ پر جرح کا جواب حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی سے	۵۰۱
۲۴۰	والدین کریمین کو زندہ کر کے ایمان لانے کی	

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	حدیث میں حفاظ حدیث کا اختلاف	۵۰۲
۲۴۱	اصحاب کہف کو زندہ کیے جانے سے والدین کریمین کو زندہ کیے جانے پر استدلال	۵۰۳
۲۴۲	والدین کریمین کو زندہ کیے جانے اور اس کے خلاف احادیث میں تطبیق	۵۰۳
۲۴۳	حضرت آمنہ کے موحدہ ہونے پر دلیل	۵۰۴
۲۴۴	جب حضرت آمنہ مومنہ تھیں تو آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں ملی اور آپ نے ان کو دوزخی کیوں فرمایا؟	۵۰۴
۲۴۵	تمام انبیاء کی امہات کے ایمان سے حضرت آمنہ کے ایمان پر استدلال	۵۰۵
۲۴۶	ابولہب کے عذاب میں تخفیف سے حضرت آمنہ کے غیر معذب ہونے پر استدلال	۵۰۶
۲۴۷	ابوین کریمین کے معذب ہونے کی احادیث کے منسوخ ہونے کی نظائر اور اطفال مشرکین کے ایمان سے استدلال	۵۰۶
۲۴۸	زمانہ جاہلیت میں دین ابراہیم پر قائم رہنے والے دوسرے لوگ	۵۰۷
۲۴۹	والدین کریمین کے ایمان کی نفی پر ملاعلی قاری کے دلائل	۵۰۸
۲۵۰	ملاعلی قاری کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	۵۰۹
۲۵۱	ملاعلی قاری کے افکار پر ان کے استاد ابن حجر مکی کا تبصرہ	۵۱۰
۲۵۲	ملاعلی قاری پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۵۱۰
۲۵۳	دلائل اور وجوہات جن کی بناء پر قرآن مجید شیطان کا نازل کیا ہوا نہیں ہے	۵۱۱
۲۵۴	افاک اور اثیم کے معنی	۵۱۲
۲۵۵	کاہن کا معنی، کاہن کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۱۳
۲۵۶	کاہنوں کی اقسام	۵۱۳
۲۵۷	نجومیوں سے سوال کی ممانعت	۵۱۴
۲۵۸	شہاب ثاقب کے متعلق حدیث اور اس کی تشریح	۵۱۵
۲۵۹	ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۱۶
۲۶۰	علم نجوم کا لغوی معنی	۵۱۷
۲۶۱	علم نجوم کے اصول اور مبادی	۵۱۷
۲۶۲	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۱۸
۲۶۳	علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آرا (امام غزالی، امام بخاری، علامہ سیوطی، ملاعلی قاری، علامہ شامی، امام احمد رضا، علامہ امجد علی، مفتی احمد یار خاں، مفتی وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ وغیرہم کے آراء)	۵۱۹
۲۶۴	اخباروں میں شائع ہونے والی نجومیوں کی پیش گوئیوں اور غیب کی خبروں پر مصنف کا تبصرہ	۵۲۶
۲۶۵	جفر کا لغوی معنی	۵۲۷
۲۶۶	جفر کا اصطلاحی معنی	۵۲۷
۲۶۷	علم جفر کا تفصیلی تعارف	۵۲۸
۲۶۸	علم جفر کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء (اعلیٰ حضرت، مولانا وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ کی آراء)	۵۳۰
۲۶۹	علم جفر کی بنیاد پر اخبارات و رسائل مین غیب کی خبروں اور پیش گوئیوں پر مصنف کا تبصرہ	۵۳۲
۲۷۰	حساب وکتاب اور سائنسی آلات کے ذریعہ پیش گوئیوں کا شرعی حکم	۵۳۲
۲۷۱	چاند نظر آنے کی سائنسی اور تکنیکی وجوہ	۵۳۴
۲۷۲	شعر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور شعر کی تاریخ	۵۳۶
۲۷۳	نیک لوگوں کی پیروی کرنے سے آپ کی نبوت	

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے برحق ہونے پر استدلال	۵۳۷
۲۷۴	شعراء کا ہر وادی میں بھٹکتے پھرنا	۵۳۷
۲۷۵	اشعار کی مذمت میں احادیث اور ان کا محمل	۵۳۸
۲۷۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لینے کے لئے کفار کی ہجو کرنا	۵۳۹
۲۷۷	اشعار کی فضیلت میں احادیث	۵۴۱
۲۷۸	حکیمانہ اشعار کا معدن ومنبع	۵۴۳
۲۷۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشعار نہ کہنے کا سبب	۵۴۳
۲۸۰	اختتام سورت	۵۴۳
	سورۃ النمل	۵۴۵
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۴۷
۲	سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کی باہمی مناسبت	۵۴۷
۳	سورۃ النمل کے مضامین اور مقاصد	۵۴۷
۴	طٰس قف تلک ایت القران وکتاب مبین ۝ (۱-۱۴)	۵۴۹
۵	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معانی	۵۵۰
۶	طاسین کے اسرار	۵۵۱
۷	اس سورت کو قرآن اور کتاب مبین فرمانے کی وجہ	۵۵۱
۸	ہدایت اور بشارت کو مومنین کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہات	۵۵۱
۹	اس سوال کا جواب کہ ایمان والوں کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ذکر کیوں فرمایا	۵۵۲
۱۰	زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی پھر مکی سورت میں اس کے ذکر کی توجیہ	۵۵۳
۱۱	جب کفریہ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے تو پھر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟	۵۵۴
۱۲	دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کے حصول کی دعا کے متعلق آیات اور احادیث	۵۵۵

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۳	جنت کی تعریف اور تحسین اور جنت کے مطلوب ہونے پر قرآن اور حدیث میں تصریحات	۵۵۷
۱۴	اللہ کی رضا کا بہت بڑا درجہ ہے	۵۶۱
۱۵	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	۵۶۳
۱۶	اس سورت کے قصص انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ	۵۶۴
۱۷	اھل کا معنی	۵۶۴
۱۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	۵۶۴
۱۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں جو آگ دیکھی وہ اصل میں کیا چیز تھی؟	۵۶۵
۲۰	اللہ کا کلام سننے کی کیفیت	۵۶۷
۲۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے آواز سن کر کیسے یقین کرلیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس باب میں امام قمولی کی تحقیق	۵۶۸
۲۲	نبی کیسے جان لیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اس باب میں مصنف کی تحقیق	۵۶۹
۲۳	نبی کو ابتدائے نبوت میں اپنے نبی ہونے کا علم ہوتا ہے یا نہیں' اس باب میں سید مودودی کا نظریہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۵۷۰
۲۴	حیّہ' جآن اور ثعبان کے معنی اور ان میں تطبیق	۵۷۵
۲۵	رسولوں کے اللہ سے ڈرنے یا نہ ڈرنے کی تحقیق	۵۷۵
۲۶	انبیاء علیہم السلام کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۵
۲۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۶
۲۸	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۷
۲۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۸
۳۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۹
۳۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۹
۳۲	عصمت کی تحقیق	۵۸۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	رسولوں کے اللہ سے نہ ڈرنے کا محمل	۵۸۱
۳۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کر دینا آیا گناہ تھا یا نہیں؟	۵۸۲
۳۵	قبطی کے قتل کو ظلم فرمانے کی تحقیق	۵۸۲
۳۶	عوام اور خواص کے معاصی کا فرق	۵۸۳
۳۷	عصا کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات	۵۸۳
۳۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور قمیص میں بٹن لگانے کی تحقیق	۵۸۴
۳۹	دو آیتوں میں تعارض کا جواب	۵۸۶
۴۰	کفار اور مشرکین کو تنبیہ	۵۸۶
۴۱	ولقد اتینا داؤد وسلیمان علما (۱۵-۳۱)	۵۸۷
۴۲	اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا دوسرا قصہ	۵۸۹
۴۳	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کا جالوت کو قتل کرنا	۵۹۰
۴۴	حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت اور ان کی سیرت کے متعلق احادیث اور آثار	۵۹۱
۴۵	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار	۵۹۲
۴۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے شکر کی ادائیگی کا طریقہ	۵۹۳
۴۷	حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی	۵۹۴
۴۸	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعائیں	۵۹۴
۴۹	حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر	۵۹۵
۵۰	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	۵۹۷
۵۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب اور انبیاء مبعوثین کی ترتیب	۵۹۸
۵۲	قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۵۹۸
۵۳	جہاد کے گھوڑوں کے معائنہ کی مشغولیت کی وجہ سے حضرت سلیمان کی عصر کی نماز کا قضا ہونا	۵۹۹
۵۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد	۶۰۰
۵۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق	۶۰۰
۵۶	حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات	۶۰۱
۵۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجتہاد میں اصابت رائے	۶۰۲
۵۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعاتی شہادت سے استدلال	۶۰۳
۵۹	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے	۶۰۳
۶۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا کرنا جو کسی اور کو نہ دیا گیا ہو	۶۰۴
۶۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کرنا	۶۰۴
۶۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات کو مسخر کرنا	۶۰۵
۶۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات اور ان کے احوال وکوائف کے متعلق احادیث	۶۰۷
۶۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	۶۰۹
۶۵	حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عظیم علم کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۱۱
۶۶	علم کی فضیلت	۶۱۱
۶۷	جہل کی مذمت	۶۱۲
۶۸	اپنے آپ کو عالم کہنے یا جنتی بننے کی تحقیق	۶۱۵
۶۹	من عرف نفسه فقد عرف ربه کے حدیث ہونے کی تحقیق	۶۱۶
۷۰	من عرف نفسه فقد عرف ربه کے معانی اور محامل	۶۱۷
۷۱	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ادا کرنا	۶۱۹
۷۲	اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں نعمت علم کی خصوصیت	۶۱۹
۷۳	وراثت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲۰
۷۴	سنی مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کی نبوت اور علم کے وارث تھے نہ کہ مال کے	۶۲۲
۷۵	شیعہ مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کے مال کے وارث تھے نہ کہ نبوت وعلم کے	۶۲۳
۷۶	شیعہ مفسرین کے دلائل کے جوابات	۶۲۴
۷۷	علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایات ائمۂ اہل سنت	۶۲۶
۷۸	علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایات ائمۂ شیعہ	۶۲۶
۷۹	تحدیث نعمت (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا)	۶۲۷
۸۰	نطق اور منطق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲۸
۸۱	طیر کے معانی	۶۲۹
۸۲	چیونٹیوں اور بعض پرندوں سے متعلق احادیث	۶۲۹
۸۳	انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا پرندوں کی باتیں سمجھنا	۶۳۱
۸۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیوانوں کا باتیں کرنا اور آپ کی تعظیم کرنا	۶۳۲
۸۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز دی جانے کا محمل	۶۳۴
۸۶	سلطان کے متعلق احادیث	۶۳۴
۸۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور ان کا لشکر	۶۳۵
۸۸	وادی کا معنی	۶۳۶
۸۹	نملة کا معنی	۶۳۷
۹۰	جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرایا تھا وہ مذکر تھی یا مونث؟	۶۳۷
۹۱	انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اور ان کے اصحاب کا محفوظ ہونا	۶۴۰
۹۲	مسافت بعیدہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا چیونٹی کو کیسے شعور ہوا اور آپ نے اس کا کلام کیسے سن لیا؟	۶۴۲
۹۳	تبسم' ضحک اور قہقہہ کے معانی اور وجوہ استعمال	۶۴۳
۹۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکرانے اور ہنسنے کے متعلق احادیث	۶۴۴
۹۵	انسان کے والدین کی نعمتوں کا بھی اس کے حق میں نعمت ہونا	۶۴۵
۹۶	ادائیگی شکر کا طریقہ	۶۴۶
۹۷	حضرت سلیمان کا اپنے جد کریم کی اتباع میں جنت اور بعد از وفات ثناء جمیل کی دعا کرنا	۶۴۷
۹۸	انبیاء علیہم السلام اپنے صالح ہونے کی دعا کیوں کرتے تھے؟	۶۴۸
۹۹	شیخ اور امام یا امیر کی معرفت اور اس کی بیعت اور اطاعت کا ضروری ہونا	۶۴۹
۱۰۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہمارے لئے تنبیہ اور نصیحت	۶۵۰
۱۰۱	حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی گمشدگی کے متعلق جو سوال کیا تھا اس کی وجہ	۶۵۱
۱۰۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینا	۶۵۲
۱۰۳	تقدیر کا تدبیر پر غالب آنا	۶۵۲
۱۰۴	تربیت دینے اور ادب سکھانے کے لئے جانوروں کو مارنے اور سزا دینے کا جواز	۶۵۲
۱۰۵	ہدہد کی سزا کے متعلق متعدد اقوال	۶۵۳
۱۰۶	عربی قواعد کے خلاف قرآن مجید کی کتابت کی تحقیق	۶۵۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۷	قواعد رسم الخط کے خلاف مصحف میں مذکور الفاظ کی فہرس	۶۵۵
۱۰۸	قواعد رسم الخط کی مخالفت کے جوابات کی تنقیح	۶۵۶
۱۰۹	ہد ہد کا ملک سبا کی سیر کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنا	۶۵۷
۱۱۰	ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جو اپنے علم کا اظہار کیا اس کی علامہ زمخشری کی طرف سے توجیہ	۶۵۸
۱۱۱	علامہ زمخشری کی توجیہ کا رد اور اس کی صحیح توجیہ	۶۵۹
۱۱۲	انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کے متعلق علامہ قرطبی کا نظریہ	۶۶۰
۱۱۳	ملکہ سبا کی تحقیق	۶۶۰
۱۱۴	ملکہ سبا کا تعارف	۶۶۱
۱۱۵	آیا جن اور انسان کا نکاح عقلاً ممکن ہے یا نہیں؟	۶۶۱
۱۱۶	آیا جن اور انسان کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟	۶۶۲
۱۱۷	بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی پر استدلال کا جواب	۶۶۴
۱۱۸	عورت کے وزیر اعظم ہونے کے جواز کے دلائل اور اس کے جوابات	۶۶۴
۱۱۹	امامت اور خلافت کی تین تعریفیں اور ان پر بحث ونظر	۶۶۵
۱۲۰	آیا اس دور میں مسلمانوں پر خلیفہ کو مقرر کرنا واجب ہے یا نہیں؟	۶۶۶
۱۲۱	عورت کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کی سربراہ بنانے کی ممانعت	۶۶۷
۱۲۲	عورت کے گھر سے بے پردہ نکلنے کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات	۶۶۷
۱۲۳	پردہ کے لزوم کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات	۶۶۸
۱۲۴	اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۶۸
۱۲۵	مردوں سے عورتوں کے کلام کی ممانعت	۶۶۹
۱۲۶	عورت کو سربراہ مملکت بنانے کی ممانعت پر قرآن اور سنت کا استدلال	۶۶۹
۱۲۷	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تصریحات	۶۷۱
۱۲۸	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تصریحات	۶۷۱
۱۲۹	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تصریحات	۶۷۲
۱۳۰	حدود اور قصاص کے سوا عورتوں کی قضاء کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	۶۷۳
۱۳۱	حدود اور قصاص کے ما سوا میں عورت کی قضاء کا جواز اس کو مستلزم نہیں کہ اس کو دیوانی عدالت کا قاضی بنا دیا جائے	۶۷۴
۱۳۲	عورت کو سربراہ مملکت بنانے کے عدم جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۶۷۵
۱۳۳	تخت بلقیس کی صفت	۶۷۵
۱۳۴	ان لا یسجدوا کی متعدد نحوی ترکیبیں اور تراجم	۶۷۶
۱۳۵	تخت بلقیس اور عرش الٰہی دونوں کے عظیم ہونے کا فرق	۶۷۷
۱۳۶	خبر واحد اور خبر متواتر وغیرہ کی تعریفیں اور ان کے احکام	۶۷۷
۱۳۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب میں پہلے اللہ کا نام لکھنا	۶۷۸
۱۳۸	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر بادشاہوں کی	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	طرف مکاتیب	۶۷۸
۱۳۹	ہد ہد کا بلقیس کو مکتوب پہنچانا	۶۷۹
۱۴۰	نبی کے ادب سے ایمان پانا اور نبی کی بے ادبی سے ایمان سے محروم ہونا اور دنیا و آخرت کی ذلت	۶۸۰
۱۴۱	حضرت سلیمان علیہ السلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟	۶۸۰
۱۴۲	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتیب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا کب شروع کیا؟	۶۸۱
۱۴۳	آیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا یا اپنی بادشاہت تسلیم کرنے کا؟	۶۸۲
۱۴۴	قالت یایها الملؤ افتونی فی امری ما کنت قاطعة امرا حتی تشهدون (۴۴-۳۲)	۶۸۲
۱۴۵	مشورہ کی اہمیت	۶۸۵
۱۴۶	ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کے جواز اور استحسان کے متعلق احادیث	۶۸۵
۱۴۷	بلقیس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کی تفصیل	۶۸۷
۱۴۸	بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہونا	۶۸۸
۱۴۹	تخت بلقیس منگوانے کی وجوہات	۶۸۸
۱۵۰	عفریت کا معنی	۶۸۹
۱۵۱	عفریت من الجن کی پیش کش کہ وہ دربار برخواست ہونے سے پہلے تخت کو حاضر کر دے گا	۶۸۹
۱۵۲	حضرت سلیمان کے ولی کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو حاضر کر دینا	۶۹۰
۱۵۳	جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا مصداق کون تھا؟	۶۹۰
۱۵۴	تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کرنے کی کیفیت	۶۹۱
۱۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "کن" کے مظاہر	۶۹۲
۱۵۶	ولی اور اس کی کرامت کی تعریفیں اور کرامت کے وقوع پر دلائل	۶۹۳
۱۵۷	بلقیس کے ایمان لانے کی تفصیل	۶۹۴
۱۵۸	بلقیس کے نکاح کا بیان	۶۹۵
۱۵۹	ولقد ارسلنا الی ثمود اخاهم صلحا ان اعبدوا الله (۵۹-۴۵)	۶۹۵
۱۶۰	اس سورت میں حضرت صالح علیہ السلام کا تیسرا قصہ	۶۹۸
۱۶۱	حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف	۶۹۸
۱۶۲	نحوست اور بدشگونی کی تحقیق	۶۹۹
۱۶۳	اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمیوں کے نام	۶۹۹
۱۶۴	حضرت صالح کے مخالفین کی سازش کو اللہ تعالیٰ کا ناکام بنانا	۷۰۰
۱۶۵	قوم ثمود کے ہلاک ہونے کی کیفیت	۷۰۰
۱۶۶	حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کا الجر سے نکل جانا	۷۰۱
۱۶۷	اس سورت میں حضرت لوط علیہ السلام کا چوتھا قصہ	۷۰۱
۱۶۸	قوم لوط کو بے حیائی کے کاموں پر بصیرت رکھنے والا بھی فرمایا اور جاہل بھی اس کی توجیہ	۷۰۱
۱۶۹	قوم لوط پر زمین کا پلٹ دینا	۷۰۲
۱۷۰	فعل قوم لوط کی سزا اور اس کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۷۰۳
۱۷۱	ہر اہم کام کی ابتداء بسم اللہ، الحمد للہ اور صلوٰۃ وسلام سے کرنے میں قرآن، حدیث اور سلف صالحین کی اتباع ہے	۷۰۳
۱۷۲	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خود ساختہ معبودوں میں بھی کوئی اچھائی ہے	۷۰۵

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۳	امن خلق السمٰوٰت والارض وانزل لکم من السماء ماء (۶۰-۶۶)	۷۰۵
۱۷۴	اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید پر دلائل بیان فرمانا	۷۰۷
۱۷۵	آسمانوں اور زمینوں کی نعمتیں عطا کرنے سے توحید پر استدلال	۷۰۷
۱۷۶	تصویر بنانے کے شرعی حکم کی تحقیق	۷۰۸
۱۷۷	جاندار کی تصویر بنانے کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث	۷۰۸
۱۷۸	بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کے جواز کی حدیث	۷۰۹
۱۷۹	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ	۷۰۹
۱۸۰	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ	۷۱۰
۱۸۱	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ	۷۱۱
۱۸۲	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف	۷۱۱
۱۸۳	ویڈیو اور ٹی وی کی تصاویر کا شرعی حکم	۷۱۲
۱۸۴	جو علماء دلائل کی بناء پر فوٹو اور ٹی وی کی تصاویر کے جواز کے قائل ہیں ان پر لعن طعن نہیں کرنی چاہیے	۷۱۳
۱۸۵	ضرورت کی بناء پر پاسپورٹ کے فوٹو گراف کی رخصت	۷۱۳
۱۸۶	زمین کی خصوصیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۷۱۵
۱۸۷	مضطر کے مصداق کے متعلق اقوال	۷۱۶
۱۸۸	مضطر (بے قرار) کی دعا	۷۱۷
۱۸۹	قرآن اور حدیث سے اس پر استدلال کہ مضطر اور مصیبت زدہ کی دعا قبول ہوتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر	۷۱۷
۱۹۰	مظلوم مسافر اور والد کی دعا جلد قبول فرمانے کی حکمت	۷۱۸
۱۹۱	مضطر اور مکروب کی فریاد رسی سے توحید پر استدلال	۷۱۹
۱۹۲	حشر ونشر کا ثبوت اور شرک کا ابطال	۷۲۰
۱۹۳	بل ادارک علمهم فی الاخرة کے معنی	۷۲۰
۱۹۴	علم غیب کی تحقیق	۷۲۱
۱۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مفتی محمد شفیع کا نظریہ	۷۲۱
۱۹۶	سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۷۲۲
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی تصریح	۷۲۴
۱۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے دلائل	۷۲۴
۱۹۹	غیب کا لغوی معنی	۷۲۵
۲۰۰	غیب کا اصطلاحی معنی	۷۲۵
۲۰۱	رسول اللہ کو علم غیب دیئے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۲۶
۲۰۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق احادیث	۷۲۶
۲۰۳	النمل: ۶۵ میں اللہ کے غیر سے علم غیب کی نفی کا محمل	۷۲۸
۲۰۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی ایک دلیل	۷۲۹
۲۰۵	وقال الذین کفروا ءاذا کنا ترابا واباؤنا ائنا لمخرجون (۶۷-۸۲)	۷۳۲
۲۰۶	کفار کی باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۷۳۴
۲۰۷	موت کا قیامت صغریٰ ہونا	۷۳۵
۲۰۸	مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں	۷۳۵
۲۰۹	یہودیوں کا اختلاف کن امور میں تھا؟	۷۳۶
۲۱۰	سماع موتیٰ کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۷۳۷
۲۱۱	جن کے ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وہی دولت ایمان سے مشرف ہوگا	۷۴۰
۲۱۲	اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کی تفسیر میں اقوال	۷۴۱
۲۱۳	دآبۃ الارض کی صورت اور اس کے محل خروج کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال	۷۴۲
۲۱۴	ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایتنا فھم یوزعون (۹۳-۸۳)	۷۴۵
۲۱۵	حشر کے دن کفار کے کفر و شرک پر زجر و توبیخ	۷۴۷
۲۱۶	دن اور رات کے تعاقب میں' توحید' رسالت اور حشر کی دلیل	۷۴۸
۲۱۷	صور کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۸
۲۱۸	صور اور صور پھونکنے کے متعلق احادیث	۷۴۹
۲۱۹	کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟	۷۴۹
۲۲۰	تین بار صور پھونکنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۷۵۰
۲۲۱	دو بار صور پھونکنے کے دلائل	۷۵۲
۲۲۲	نفخۃ الصعق سے کون کون سے افراد مستثنیٰ ہیں؟	۷۵۳
۲۲۳	کیا حضرت موسیٰ کا ہمارے نبی سے پہلے ہوش میں آنا ان کی افضلیت کو مستلزم ہے؟	۷۵۵
۲۲۴	نفخۃ الصعق سے استثناء میں علامہ قرطبی کا آخری قول	۷۵۷
۲۲۵	قیامت کے دن پہاڑوں کی ٹوٹ پھوٹ اور ریزہ ریزہ ہونے کی مختلف حالتیں	۷۵۷
۲۲۶	لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سب سے بڑی نیکی ہونا	۷۵۸
۲۲۷	نیکی کا اجر نیک کام سے کیوں افضل ہے؟	۷۵۹
۲۲۸	قیامت کے دن عام مسلمان کیسے بے خوف ہوں گے جب کہ انبیاء کرام بھی خوف زدہ ہوں گے	۷۶۰
۲۲۹	شہر مکہ کی اہمیت اور خصوصیت	۷۶۱
۲۳۰	سورۃ النمل کا خاتمہ	۷۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ القصص	۷۶۳
۱	سورت کا نام	۷۶۵
۲	القصص کی النمل سے مناسبت	۷۶۵
۳	سورۃ القصص کے مشمولات	۷۶۶
۴	سورۃ القصص کے اغراض	۷۶۷
۵	طٰسٓمٓ ○ تلک ایت الکتب المبین (۱۳-۱)	۷۶۸
۶	طٰسٓمٓ کا معنی	۷۷۰
۷	سورۃ القصص کا خلاصہ	۷۷۰
۸	مومنوں پر تلاوت کرنے کی تخصیص کی توجیہ	۷۷۱
۹	شیعًا کا معنی	۷۷۱
۱۰	بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کی وجوہ	۷۷۱
۱۱	بنی اسرائیل کو امامت اور بادشاہت سے نوازنا	۷۷۲
۱۲	فرعون کا اپنے خدشات کا شکار ہونا	۷۷۳
۱۳	حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کا معنی اور اس وحی کا بیان	۷۷۴
۱۴	حضرت موسیٰ کی ولادت کے سلسلہ میں ارھاصات (اعلانِ نبوت سے پہلے کے خلافِ عادت واقعات)	۷۷۴
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام	۷۷۶
۱۶	حضرت موسیٰ کے فرعون کے گھر پہنچنے میں مزید ارھاصات	۷۷۷
۱۷	حضرت موسیٰ کی ماں کے دل خالی ہونے کے محامل	۷۷۸
۱۸	دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینے کی وجوہ	۷۷۹
۱۹	اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے محامل	۷۷۹
۲۰	فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ کی بہن کے فضائل اور جنت میں ان کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونا	۷۸۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱	ولما بلغ اشده واستوى اتينه حكما وعلما (۲۱-۱۴)	۷۸۰
۲۲	اشد اور استوی کے معنی کی تحقیق	۷۸۲
۲۳	اس کی تحقیق کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے یا اس کو چالیس سال کی عمر میں نبوت دی جاتی ہے؟	۷۸۳
۲۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیق کائنات سے پہلے نبوت سے متصف ہونا	۷۸۵
۲۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم اور علم دینے کا معنی	۷۸۶
۲۶	حضرت موسیٰ کے شہر میں دخول کے وقت لوگوں کے غافل ہونے کا معنی	۷۸۷
۲۷	عصمت انبیاء پر اعتراض کا جواب	۷۸۷
۲۸	حضرت موسیٰ کے اس قول کی توجیہ کہ ''میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا''	۷۸۸
۲۹	قرآن مجید اور احادیث سے ظالم کی مدد کرنے کی ممانعت	۷۸۸
۳۰	اپنی جماعت کے اسرائیلی کو کھلا ہوا گمراہ کہنے کی توجیہ	۷۹۰
۳۱	اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو جبار (دادا گیر) کیوں کہا تھا؟	۷۹۰
۳۲	ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل (۲۸-۲۲)	۷۹۱
۳۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین پہنچنا اور شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلانا	۷۹۲
۳۴	حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کے گھر جانا	۷۹۳
۳۵	لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیشکش کرنے کا جواز اور استحسان	۷۹۴
۳۶	قرآن مجید اور احادیث میں اجارہ (اجرت لے کر کام کرانے) کا ثبوت	۷۹۵
۳۷	اس بات کا جواب کہ منکوحہ کے تعین کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا اور شعیب علیہ السلام نے کسی ایک بیٹی کا تعین نہیں کیا تھا	۷۹۶
۳۸	بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے	۷۹۶
۳۹	خدمت اور کسی کام کو مہر قرار دینے پر امام مالک اور امام شافعی کا استدلال	۷۹۷
۴۰	امام مالک اور امام شافعی کے استدلال کے مفسرین احناف کی طرف سے جوابات	۷۹۷
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا جانا	۷۹۹
۴۲	فلما قضى موسى الاجل وسار باهله انس من جانب الطور (۴۲-۲۹)	۸۰۰
۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	۸۰۳
۴۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہنے کی خصوصیت	۸۰۴
۴۵	شب معراج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا	۸۰۵
۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ سے ہم کلام ہونے کی بنا پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے ہم کلام ہونے کا انکار	۸۰۶
۴۷	انکار مذکور کے رد پر دلائل	۸۰۷
۴۸	ہمارے نبی کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے پر دلائل	۸۰۹
۴۹	درخت سے آنے والی آواز کی مختلف عبارات اور مقصود کا واحد ہونا	۸۱۰
۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے	۸۱۰
۵۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے تسلی دے کر فرعون کی طرف روانہ کرنا	۸۱۱
۵۲	حضرت موسیٰ کا فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچانا اور فرعون کا تکبر سے اس کو رد کرنا	۸۱۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۳	فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور اس کا عبرتناک انجام	۸۱۳
۵۴	فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لئے بلند عمارت بنوائی تھی یا نہیں؟	۸۱۴
۵۵	ولقد اتینا موسی الکتب من بعد ما اهلکنا القرون الاولی (۴۳-۵۰)	۸۱۵
۵۶	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۸۱۷
۵۷	قرن کا معنی اور نبیوں اور رسولوں کی تعداد	۸۱۸
۵۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت	۸۱۸
۵۹	مشرکین کے شبہات کے جوابات	۸۱۹
۶۰	ولقد وصلنا لهم القول لعلهم یتذکرون (۵۱-۶۰)	۸۲۱
۶۱	ایک بار پورا قرآن نازل کرنے کی بجائے لگاتار آیتیں نازل کرنے کی حکمت	۸۲۳
۶۲	جن مومنین اہل کتاب کو دگنا اجر دیا جائے گا ان کے مصادیق	۸۲۳
۶۳	جن لوگوں کو ان کے نیک اعمال دگنا اجر دیا جائے گا اس کی وجہ استحقاق	۸۲۴
۶۴	مومنین اہل کتاب کے لئے دگنے اجر کی بشارت زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے یا قیامت تک کے لئے عام ہے؟	۸۲۵
۶۵	اس کی تحقیق کہ اسلام اور مسلمین کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے	۸۲۶
۶۶	لفظ اسلام کا ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات	۸۲۶
۶۷	لفظ مسلمین کے ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات	۸۲۷
۶۸	لفظ اسلام کے ہمارے نبی کے شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث	۸۲۸
۶۹	مسلمین کے لقب سے صرف ہمارے نبی کے متبعین کے مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث	۸۲۹
۷۰	ان علماء کے دلائل جو اسلام اور مسلمین کے وصف کو تمام شرائع اور تمام امتوں کے لئے عام قرار دیتے ہیں اور ان کے جوابات	۸۲۹
۷۱	لفظ اسلام کو ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہات	۸۳۰
۷۲	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں بعض اہل کتاب کو بھی مسلمین کہا گیا ہے	۸۳۲
۷۳	سید مودودی کا علامہ سیوطی کے موقف کو رد کرنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۸۳۳
۷۴	کفار کی لغو اور بے ہودہ باتیں	۸۳۶
۷۵	سلام کی دو قسمیں سلام متارکہ اور سلام تحیت اور علامہ آلوسی کی غلط نقل اور اس کا رد	۸۳۷
۷۶	ابوطالب کے ایمان کے متعلق آیات اور احادیث	۸۳۹
۷۷	ابوطالب کے متعلق مفسرین اہل سنت کی تصریحات	۸۳۹
۷۸	ابوطالب کے اسلام لانے کی روایت پر امام بیہقی اور علامہ ابی کا تبصرہ	۸۴۱
۷۹	ابوطالب کے اسلام لانے کی روایت پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۸۴۲
۸۰	ابوطالب کے ایمان کے متعلق مفسرین شیعہ کی تصریحات	۸۴۳
۸۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے اور نہ دینے کے محامل	۸۴۴
۸۲	کفار کے اس شبہ کے تین جوابات کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو ہماری دنیاوی نعمتیں زائل ہو جائیں گی	۸۴۵
۸۳	افمن وعدنه وعدا حسنا فهو لاقیه کمن	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعنه (۷۵-۶۱)	۸۴۶
۸۴	مومن اور کافر کی دنیا اور آخرت میں تقابل	۸۴۸
۸۵	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا مشرکین سے بطور زجر وتوبیخ کلام فرمانا	۸۴۹
۸۶	جن چیزوں کو اللہ نے پسند فرمایا	۸۴۹
۸۷	استخارہ کے متعلق احادیث	۸۵۰
۸۸	استخارہ کا طریقہ	۸۵۱
۸۹	اولیاء اللہ کو مشکل کشا کہنے کو سید مودودی کا شرک قرار دینا اور اس کا جواب	۸۵۱
۹۰	اسباب معیشت کی نعمتیں	۸۵۳
۹۱	ایک آیت کو دوبارہ ذکر فرمانے کی توجیہ	۸۵۳
۹۲	ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیهم واتینه من الکنوز (۸۲-۷۶)	۸۵۴
۹۳	قارون کا نام ونسب اور اس کے مال دولت کی فراوانی	۸۵۶
۹۴	قارون کا اپنے مال کو عطیہ الٰہی قرار دینے کی بجائے اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھنا	۸۵۶
۹۵	قارون کا اپنے مال ودولت پر اترانا اور اکڑنا	۸۵۷
۹۶	قارون کو زمین میں دھنسا دینا	۸۵۸
۹۷	قارون کی حضرت موسیٰ سے دشمنی اور حضرت موسیٰ کی اس کے خلاف دعا کرنے کی وجہ	۸۵۸
۹۸	ویکان کا معنی اور اس کی ترکیب	۸۵۹
۹۹	تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض (۸۸-۸۳)	۸۵۹
۱۰۰	علو اور فساد کے معنی	۸۶۰
۱۰۱	معاد کے متعلق مختلف اقوال	۸۶۱
۱۰۲	بعثت سے پہلے آپ کو نبی بنائے جانے کا علم تھا یا نہیں؟	۸۶۲
۱۰۳	مشرکین کے مددگار بننے کی ممانعت کے محمل	۸۶۴
۱۰۴	اس آیت کی توجیہ کہ آپ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں	۸۶۴
۱۰۵	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلائل	۸۶۵
۱۰۶	اختتامی کلمات اور دعا	۸۶۵
۱۰۷	مآخذ ومراجع	۸۶۷

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوۃ اللہ عن صلوۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القراٰن وبین لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القراٰن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والاٰخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللّٰھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ اللّٰھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ اللّٰھم اجعلنی فی تبیان القراٰن علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہٖ اللّٰھم الق فی قلبی اسرار القراٰن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القراٰن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القراٰن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللّٰھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاٰخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ اللّٰھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اٰمین یارب العالمین۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے O

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد ﷺ پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کردے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول کردے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنادے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کردے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یارب العالمین!

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ النُّورِ

(۲۴)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النور

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۃ النور ہے' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (النور: ۳۵) اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

اور اسی کے نور سے آسمان اور زمین منور اور روشن ہیں اور اسی کے نور سے جن اور انس ہدایت پاتے ہیں۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں تمام انسانوں کی تمدنی اور اجتماعی حیات کے اصول اور احکام منور اور روشن کر دیئے ہیں' اور اس کے آداب اور فضائل بیان فرما دیئے ہیں اور اس کے فقہی احکام اور قواعد مقرر فرما دیئے ہیں۔

سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث اور آثار

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورۃ البقرہ' سورۃ النساء' سورۃ المائدہ' سورۃ الحج اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو کیونکہ ان میں فرائض ہیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۳۹۵' طبع قدیم' المستدرک طبع جدید رقم الحدیث: ۳۵۴۵)

امام ابو عبید نے فضائل قرآن میں حارثہ بن مضرب سے روایت کیا ہے کہ ہماری طرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ سورۃ النساء' سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو۔

امام حاکم نے ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کیا اور میرے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے' حضرت ابن عباس سورۃ النور کو پڑھتے تھے اور اس کی تفسیر کرتے تھے' میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس شخص کے منہ سے کیسے جواہر پارے نکل رہے ہیں' اگر ترک ان کو سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۱۲۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں (اور گیلریوں) میں نہ بٹھاؤ' اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ اور ان کو سوت کاتنا اور سورۃ النور سکھاؤ۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور امام

marfat.com
Marfat.com

مسلم نے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۴۶' طبع جدید' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۴۲۷)
امام حاکم کا اس حدیث کی سند کو صحیح کہنا ان کا تسامح ہے' علامہ ذہبی نے لکھا ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی آفت ایک راوی عبدالوہاب ہے امام ابوحاتم نے کہا وہ کذاب ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۹۵' طبع قدیم)
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:
یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی سند میں ایک راوی محمد بن ابراہیم شامی ہے جو حدیث وضع کرتا تھا' حاکم نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور تعجب ہے کہ ان پر اس کا معاملہ کیسے مخفی رہا۔ (حافظ سیوطی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حاکم نے اس راوی کی سند سے اس کو روایت نہیں کیا بلکہ عبدالوہاب بن الضحاک کی سند سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا یہ حدیث محمد بن ابراہیم کی سند سے منکر ہے کسی اور سند سے یہ حدیث منکر نہیں ہے۔ ہاں حافظ ابن حجر عسقلانی نے حاکم کی اس حدیث کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے پھر حاکم کا رد کر کے کہا بلکہ عبدالوہاب متروک راوی ہے۔ محمد بن ابراہیم شامی کی روایت سے اس کا ایک متابع ہے امام ابن حبان نے کہا اس پر بھی وضع کی تہمت ہے۔
(اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۴۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)
اس حدیث کی سند کے موضوع ہونے کے علاوہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے:
حضرت الشفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم ان کو پھوڑے پھنسی کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۲' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۱۶۳' دارالفکر' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۰۷۴' دارالحدیث قاہرہ' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۶۳۵' عالم الکتب بیروت' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۲۱۷' ج ۲۴ ص ۳۱۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۲' الآحاد والمثانی رقم الحدیث: ۳۱۷۷)
سورۃ النور کی فضیلت میں یہ حدیث بھی ہے:
مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ کی تعلیم دو' اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۴۵۴' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۴۱۸۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۴۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۹۴۹' فوائد رقم الحدیث: ۱۲۷)

سورۃ النور اور سورۃ المومنون کی باہمی مناسبت

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون کے شروع میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ (المومنون: ۷-۵)

اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ○ سوا اپنی بیویوں یا باندیوں کے کیونکہ ان کے معاملہ میں ان پر ملامت نہیں کی جائے گی ○ اور جن لوگوں نے ان کے ماسوا کو طلب کیا پس وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

سورۃ المومنون میں اجمالی طور پر فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے اپنی بیویوں اور باندیوں کے حلال محل کے علاوہ حرام محل میں

marfat.com
Marfat.com

شہوانی تقاضوں کو پورا کیا سو، یہی لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں اور سورۃ النور میں تفصیل کے ساتھ حرام محل میں شہوت پوری کرنے والوں کے متعلق فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ O (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر اللہ کی حد جاری کرنے میں تم ہرگز نرمی نہ کرو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو' اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو ان کی سزا کا ضرور مشاہدہ کرنا چاہیے۔

زنا کی حد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تتمہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں زنا کی تہمت (قذف) کی حد کا بیان فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر وہ چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو' اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

اسی ضمن میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو بدکاری کی ناپاک تہمت لگائی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت میں سورۃ النور کی دس آیتیں (النور: ۲۰-۱۱) نازل فرمائیں۔

اور چونکہ زنا کا باعث اور محرک عورتوں اور مردوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور آزادانہ میل جول ہوتا ہے اور باوجود قدرت کے شادی نہ کرنا ہوتا ہے' اس لیے یہ احکام دیئے کہ عورتیں اور مرد ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور نظریں نیچی رکھیں اور عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور جو مرد نکاح کی قدرت رکھتے ہوں وہ نکاح کر کے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کریں۔

سورۃ النور کا زمانۂ نزول

منافقین نے حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو بدکاری کی تہمت لگائی تھی' اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اُم المؤمنین کی برأت بیان فرمائی ہے اور تہمت لگانے والوں پر اسی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم نازل فرمایا' تہمت لگانے کا یہ واقعہ غزوۂ بنو مصطلق یا غزوۂ مریسیع میں پیش آیا تھا۔

خزاعہ قریش کا حلیف اور ان کا ہم عہد ایک قبیلہ تھا' خزاعہ کا ایک خاندان بنو المصطلق کہلاتا تھا' اس خاندان کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا' یہ خاندان مقام مریسیع میں تھا' مریسیع مدینہ منورہ سے نو منزل کے فاصلہ پر ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا اور النعمان بن راشد نے زہری سے روایت کیا کہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ غزوۃ المریسیع میں ہوا تھا۔ المریسیع مکہ کے شمال میں قدید کی طرف پانی کا ایک چشمہ ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی غزوۂ بنو المصطلق اور یہی غزوۃ المریسیع ہے)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

المصطلق لقب ہے اور اس کا نام جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ ہے اور یہ بنو خزاعہ کے بطن سے ہے۔

المریسیع بنو خزاعہ کے پانی کے چشمہ کا نام ہے یہ الفرع سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ امام طبرانی نے سفیان بن وبرہ سے روایت کیا ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۃ المریسیع میں تھے اور یہی غزوۂ بنو المصطلق ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابن اسحاق نے کہا یہ غزوہ ٦ ہجری میں ہوا تھا (مغازی ابن اسحاق) امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا ہے' لیکن یہ سبقت قلم کی لغزش ہے: امام بخاری نے پانچ ہجری لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے قلم سے چار ہجری لکھا گیا' کیونکہ مغازی موسیٰ بن عقبہ میں پانچ ہجری ہی لکھا ہوا ہے اور حاکم' ابو سعید نیشاپوری اور امام بیہقی وغیرہ نے بھی پانچ ہجری ہی نقل کیا ہے۔ ابن شہاب زہری نے موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے نقل کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوالمصطلق اور بنولحیان سے شعبان پانچ ہجری میں جہاد کیا' اور حاکم نے اکلیل میں کہا ہے کہ یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' عروہ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے' اور یہ ابن اسحاق کے قول سے زیادہ حق کے قریب ہے جنہوں نے کہا تھا کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ پر تہمت کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان تنازع ہو گیا تھا' اگر غزوہ المریسیع چھ ہجری میں ہوتا جب کہ تہمت لگانے کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا تھا' تو اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر غلط ہوتا کیونکہ حضرت سعد بن معاذ ایام بنوقریظہ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' پس اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ غزوہ المریسیع شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا' اور یہ غزوۂ خندق سے پہلے ہوا تھا اور غزوۂ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا' اور غزوۂ خندق' غزوۂ بنوالمصطلق کے بعد ہوا تھا' اور حضرت سعد بن معاذ غزوہ المریسیع میں زندہ موجود تھے اور غزوۂ خندق میں ان کو ایک تیر آ کر لگا تھا اور اس کے زخم میں حضرت سعد بن معاذ فوت ہو گئے تھے۔

غزوہ المریسیع کے پانچ ہجری میں ہونے کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ تہمت کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ واقعہ پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا تھا اور حجاب کے احکام ایک جماعت کے نزدیک چار ہجری میں نازل ہوئے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ غزوہ المریسیع چار ہجری کے بعد وقوع پذیر ہوا لہٰذا یہ راجح قرار پایا کہ غزوہ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا ہے' اور علامہ واقدی نے جو یہ کہا ہے کہ پردہ کے احکام پانچ ہجری میں نازل ہوئے تو ان کا یہ قول مردود ہے' اور خلیفہ اور ابوعبید اور متعدد علماء نے کہا ہے کہ پردہ کے احکام تین ہجری میں نازل ہوئے' خلاصہ یہ ہے کہ پردہ کے احکام کے نزول کے متعلق تین قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ وہ چار ہجری میں نازل ہوئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۹۶-۱۹۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' رمضان ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد دلائل اور شواہد سے یہ واضح کر دیا ہے کہ غزوۂ بنوالمصطلق پانچ ہجری کو وقوع پذیر ہوا تھا' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ سورۃ النور پانچ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ غزوۂ بنوالمصطلق کی تاریخ کے سلسلہ میں حسب ذیل احادیث بھی لائق مطالعہ ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بنوالمصطلق اور لحیان شعبان پانچ ہجری میں ہوئے۔

ابن شہاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق اور بنولحیان شعبان پانچ ہجری میں ہوئے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا۔

واقدی نے کہا کہ غزوۃ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا۔ دو شعبان کو پیر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور یکم رمضان کو واپس مدینہ میں آئے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۴۶-۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

امام محمد بن عمر بن واقد التوفی ۲۰۷ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
۲ شعبان ۵ ہجری کو پیر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ المریسیع کے لیے روانہ ہوئے اور یکم رمضان کو مدینہ واپس آئے آپ دو دن کم ایک ماہ مدینہ سے غائب رہے۔

عمر بن عثمان المخزومی عبداللہ بن یزید بن قسیط عبداللہ بن یزید الھذلی وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ بنوالمصطلق خزاعہ کی شاخ ہیں اور وہ الفرع کی جانب رہتے تھے۔ یہ لوگ بنومدلج کے حلیف تھے ان کا سردار الحارث بن ابی ضرار تھا۔ وہ اپنی قوم اور دوسرے عرب قبائل کے پاس گیا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی سو انہوں نے گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے ان کی طرف سے کچھ سوار آئے اور انہوں نے ان کی روانگی کی خبر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی کو اس کی تحقیق کے لیے روانہ کیا حضرت بریدہ نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ ان کو دھوکا دینے کے لیے آپ کے خلاف باتیں کریں تاکہ ان کے راز معلوم ہوں آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

حضرت بریدہ بنوالمصطلق کے چشمہ (المریسیع) پر پہنچ گئے وہاں انہوں نے ایک مغرور قوم کو دیکھا جو ایک جمعیت کے ساتھ وہاں پر موجود تھی۔ ان لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں تم ہی میں سے ایک شخص ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم یہاں پر اس مدعی نبوت کے لیے اکٹھے ہوئے ہو سو میں اپنی قوم میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں تاکہ ہم سب مل کر حملہ کریں اور اس شخص کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں۔ الحارث بن ابی ضرار نے کہا ہمارا بھی یہی مقصد ہے تم جلدی سے واپس آؤ۔ حضرت بریدہ نے کہا میں ابھی روانہ ہوتا ہوں اور تمہارے پاس اپنی قوم اور اپنے موافقین کے متبعین کے ایک عظیم لشکر کو لے کر آتا ہوں۔ وہ سب یہ سن کر بہت خوش ہو گئے۔ حضرت بریدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے اور آپ کو ان لوگوں کے جمع ہونے کی خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا اور انہیں دشمن کی تیاریوں کی خبر دی پھر مسلمان جلدی روانہ ہوئے ان کے ساتھ تیس گھوڑے تھے ان میں دس مہاجر گھوڑوں پر سوار تھے اور بیس انصار گھوڑوں پر سوار تھے۔ (امام واقدی نے سب کے نام ذکر کیے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت منافقین بھی روانہ ہوئے اس سے پہلے کسی غزوہ میں اتنے منافقین روانہ نہیں ہوئے تھے۔ ان کو جہاد کرنے میں کوئی رغبت نہیں تھی وہ صرف مالِ غنیمت حاصل کرنے کی طمع میں اور یہ سوچ کر نکلے تھے کہ یہ مقام زیادہ دُور نہیں ہے آپ نے مدینہ کے قریب الحلائق نام کی ایک بستی میں قیام کیا وہاں عبدالقیس کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا میں آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ کے ساتھ دشمن کے خلاف جہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی حمد ہے جس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی پھر آپ بقعاء (مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے وہاں مشرکین کا ایک جاسوس ملا۔ مسلمانوں نے اس سے پوچھا تمہارے پیچھے کون لوگ ہیں؟ اور کہاں ہیں اس نے کہا مجھے معلوم نہیں! حضرت عمر بن الخطاب نے کہا تم سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا تب اس نے بتایا میں بنوالمصطلق سے ہوں اور میرے پیچھے الحارث بن ابی ضرار ہے اور اس نے تمہارے خلاف بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور بہ کثرت لوگ اس کے ساتھ ہیں اور مجھے اس نے اس لیے بھیجا ہے کہ میں مدینہ جا کر تمہاری خبر لاؤں آیا تم مدینہ سے روانہ ہو چکے ہو یا نہیں! اس پر

marfat.com
Marfat.com

اسلام پیش کیا گیا اس نے اسلام قبول نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر بنوالمصطلق میں پہنچ گئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اُم المؤمنین بھی بنوالمصطلق سے تھیں اور بنوالمصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں' انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بیان کیا کہ ہمارے پاس اس جاسوس کے قتل کیے جانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کرنے سے قبل ہی یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ میرے والد اور ان کے اصحاب اس خبر سے بہت خوفزدہ ہوئے اور عرب کے وہ قبائل جو ان کے ساتھ آ کر مل گئے تھے' وہ سب بھاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المریسیع (پانی کے چشمہ) پر پہنچ گئے۔ آپ وہاں ٹھہر گئے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ لگا دیا گیا' آپ کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی صفیں بنائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہاجرین کا جھنڈا دیا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو انصار کا جھنڈا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنوالمصطلق میں یہ اعلان کریں کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا' اس کی جان اور مال محفوظ ہو جائیں گے۔ انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا' سب سے پہلے ان کی طرف سے ایک شخص نے تیر مارا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حملہ کرنے کا حکم دے دیا' پھر مسلمانوں نے یکبارگی حملہ کیا جس سے کوئی شخص بچ نہیں سکا' بنوالمصطلق کے دس آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں' عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے اونٹوں اور بکریوں پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۴۰۷-۴۰۴' عالم الکتب بیروت' الطبع الثالث' ۱۴۰۴ھ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۃ المریسیع ہے جو شعبان پانچ ہجری میں واقع ہوا' بنوالمصطلق خزاعہ کی ایک شاخ ہے' یہ بنوالمدلج کے حلیف تھے' یہ ایک کنویں کے پاس رہتے تھے جس کو المریسیع کہا جاتا تھا' یہ کنواں الفرع سے ایک دن کی مسافت پر تھا' اور الفرع اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے (ایک برید بارہ میل کی مسافت ہے) ان کا سردار الحارث بن ابی ضرار تھا اس نے اپنی قوم اور اپنے متبعین کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تیاری کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا' اس کے بعد وہی تفصیل ہے جو امام واقدی نے بیان کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۰-۴۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت اُم المؤمنین جویریہ بنت الحارث' بنوالمصطلق کے سردار الحارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی تھیں جب بنوالمصطلق کو شکست ہو گئی اور وہ گرفتار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث سے نکاح کر لیا' ان کے نکاح کی تفصیل امام ابوداؤد نے اس طرح بیان کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بنوالمصطلق کے قیدی تقسیم کیے گئے تو حضرت جویریہ' حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آئیں' انہوں نے اپنے آپ کو مکاتب کرا لیا' وہ بہت حسین عورت تھیں جس پر خواہ مخواہ نظر پڑتی تھی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدل کتابت کے متعلق سوال کرنے آئیں' جب وہ دروازہ پر کھڑی تھیں تو میں نے ان کو دیکھ لیا' اور میں نے ان کے وہاں پر آنے کو ناپسند کیا اور میں نے یہ جان لیا کہ جس طرح میں نے ان کے حسن کو دیکھا تھا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی خوبصورتی کو دیکھ لیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث ہوں' اور میرے گرفتار ہونے کا معاملہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے' اور میں (بہ طور باندی) حضرت ثابت بن قیس بن

marfat.com
Marfat.com

شماس کے حصہ میں آئی ہوں' اور میں نے اپنے آپ کو مکاتب کرالیا ہے اور میں آپ سے بدل کتابت کا سوال کرنے آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ اچھی بات نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا میں تمہاری کتابت کی رقم ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں! انہوں نے کہا میں نے یہ کرلیا۔ حضرت عائشہ نے کہا جب مسلمانوں نے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا ہے تو ان کے پاس بنوالمصطلق کے جتنے قیدی تھے' انہوں نے ان سب کو آزاد کردیا اور کہا یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہوگئے (اب ہم ان کو کیسے غلام رکھ سکتے ہیں) حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے حضرت جویریہ کے علاوہ اور کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے لیے اتنی بابرکت ثابت ہوئی ہو ان کے سبب سے بنوالمصطلق کے سو گھرانے آزاد کردیئے گئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۳۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۲۴۳' دارالحدیث قاہرہ' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۷۴)

علامہ ابن حجر عسقلانی کے دلائل' اور امام بیہقی' امام واقدی اور امام محمد بن سعد کی روایت کردہ صریح احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ غزوۂ بنوالمصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور امام ابن اسحاق کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ غزوۂ بنوالمصطلق چھ ہجری میں ہوا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے امام ابن اسحاق کے قول کو اختیار کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۳۰۷)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ قول صحیح نہیں ہے اور اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ سورۃ النور کا زمانہ نزول پانچ ہجری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے غزوۂ بنوالمصطلق سے واپسی میں تہمت لگائی تھی اس کا تفصیل سے ذکر ہم ان شاء اللہ النور: ۲۰-۱۱ میں کریں گے۔

النور کے مسائل اور مقاصد

النور: ۳-۱ میں زنا کی حد کا بیان فرمایا اور مسلمان مردوں پر کسی زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کو حرام فرمادیا اور مسلمان عورتوں پر کسی زانی یا مشرک مرد سے نکاح کو حرام فرمادیا' مگر بعد میں مسلمان مرد کے لیے زانیہ سے نکاح کی حرمت منسوخ فرمادی۔ منسوخ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ. (النساء: ۳) اور جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔

لیکن مشرک عورتوں اور مشرک مردوں کا مسلمان مردوں اور عورتوں سے نکاح ابداً حرام ہے' صرف اہل کتاب کی عورتیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ پس مسلمان مرد اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں سے نکاح بہرحال جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلمان مردوں کا اہل کتاب عورتوں سے دارالاسلام میں نکاح کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور دارالکفر میں یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

النور: ۵-۴ میں مسلمان پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے (قذف) کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرمائی اور یہ فرمایا کہ جو شخص اپنی تہمت پر چار گواہ نہ پیش کرسکے وہ حد قذف کا مستحق ہوگا۔

النور: ۱۰-۶ میں یہ ضابطہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرسکے اور اس کی بیوی اس تہمت کا انکار کرے تو فریقین ایک دوسرے پر لعان کریں گے۔ شوہر چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو' اور عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند یقیناً جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر

marfat.com
Marfat.com

اللہ کا غضب نازل ہو۔

النور: ۲۶-۱۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو منافقین نے تہمت لگائی تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا اور ان چیزوں کا سد باب کیا جو معاشرہ کے بگاڑ کا باعث ہو سکتے ہیں' اور جن منافقین نے یہ تہمت لگائی تھی ان کا پردہ فاش کیا اور جو مسلمان اس لپیٹ میں آ گئے تھے ان پر بھی عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنی تقصیر سے منافقین کو تقویت پہنچائی اور ان کو تنبیہ فرمائی کہ وہ آئندہ ہوشیار رہیں اور منافقین کے کہنے میں نہ آئیں' منافقین مسلمانوں کی عزت اور ناموس کو برباد کرنے کے درپے ہیں اس لیے مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ منافق مسلمانوں کی ساکھ مجروح کرنے کے لیے جو تہمت لگائیں تو وہ اس ناپاک اور بے حیائی کی بات کو آگے پھیلانا شروع کر دیں' مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور بغیر ثبوت کے کسی الزام اور تہمت کو درخور اعتناء اور قابلِ توجہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

النور: ۳۱-۲۷ میں فرمایا مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے اور داخل ہونے کے بعد گھر والوں کو سلام کریں' اور جب ان کو واپس جانے کے لیے کہا جائے تو واپس چلے جائیں۔ ہاں اگر کسی گھر میں لوگوں کی رہائش نہ ہو اور وہاں مسلمانوں کی کوئی چیز ہو تو پھر اس گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے' مسلمان مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' اور مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں' اور جسم کے جس حصہ کا پردہ ممکن نہ ہو جیسے ہاتھ اور پیر ان کے سوا باقی جسم کو ڈھانپ کر رکھیں' اور اپنے گریبانوں کو دوپٹوں سے چھپائے رکھیں اور اپنے خاوند اور محارم' اپنے نوکروں اور کم عمر ناسمجھ بچوں کے سوا اپنے بناؤ سنگھار کو کسی پر ظاہر نہ کریں اور زمین پر بھی زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں تاکہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر نہ ہو۔

النور: ۴۰-۳۲ میں حکم دیا کہ جن مردوں اور عورتوں کا نکاح نہیں ہوا ہے ان کا نکاح کر دیا جائے' اور جن کے پاس نکاح کرنے کے وسائل نہ ہوں' وہ اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے ان کے لیے نکاح کے وسائل کو مہیا کر دے' جن گھروں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام بلند کرنے اور اس کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اس کا ذکر کیا جائے' ان مسلمانوں کی تعریف اور تحسین فرمائی جو اپنے کاروبار اور تجارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور کافروں کے برے اعمال کی مذمت فرمائی۔

النور: ۴۶-۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر دلائل بیان فرمائے۔

النور: ۵۴-۴۷ میں منافقین کو متنبہ فرمایا کہ ان کی یہ دوغلی پالیسی کسی کام نہیں آ سکے گی' وہ اپنے مفاد کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور ظاہری اطاعت بھی کرتے ہیں اور جس حکم کی تعمیل میں ان کو اپنا نقصان نظر آئے تو اس پر عمل نہیں کرتے اگر ان کو دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں کامیابی مطلوب ہے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں ورنہ وہ نفاق اور گم راہی کی وادی میں بھٹکنا چاہتے ہیں اس میں بھٹکتے رہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے' یہ لوگ بہت پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم آپ کا حکم ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں گے۔ آپ کہیے کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ' ہم کو تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے' آپ کہیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' رسول کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچانا ہے اور اس کی جواب دہی تم سے ہوگی۔

النور: ۵۷-۵۵ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ بشارت دی کہ زمین کی خلافت تمہارے لیے ہے' تمہارے مخالفین تمہارے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تم نماز قائم کرتے رہو' زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اخلاص کے ساتھ رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ڈٹے رہو' عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے خوف اور پریشانی کی حالت کو امن اور سکون سے بدل دے گا۔

النور: ۶۱-۵۸ میں پردے کے احکام کی وضاحت فرمائی کہ تمہارے نوکروں اور نابالغ بچوں کے لیے بھی گھروں میں داخل ہونے کے لیے تین اوقات میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے' نمازِ فجر سے پہلے' اور ظہر کے وقت جب تم نے اپنے فالتو کپڑے اُتارے ہوئے ہوتے ہیں' اور عشاء کی نماز کے بعد۔ اور بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی بڑے لوگوں کی طرح اجازت لے کر گھروں میں داخل ہوں' اور وہ بوڑھی عورتیں جنہیں اب نکاح کی خواہش نہ رہی ہو وہ بھی اگر فالتو کپڑے اُتار کر گھروں میں رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم ان کے لیے بھی احتیاط سے رہنا زیادہ افضل ہے۔ نیز یہ اجازت دی کہ معذور لوگ اور دیگر مسلمان اپنے ماں باپ' رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے کچھ کھالیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

النور: ۶۴-۶۲ میں اطاعت رسول کی ایک بار پھر تاکید فرمائی اور بتایا کہ مخلص مسلمان ضرورت کے مواقع پر ہمیشہ اپنے رسول کے ساتھ رہتے ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے سوایسے مسلمان جب آپ سے کہیں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ انہیں اجازت دے دیں' اور آخری آیت میں مسلمانوں سے فرمایا کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو' اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی ناگہانی مصیبت نہ ٹوٹ پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب آ جائے۔

یہاں تک ہم نے سورۃ النور کی آیات کا خلاصہ بیان کیا ہے اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید اور نصرت کی امید رکھتے ہوئے سورۃ النور کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔

الٰہ العٰلمین! اس سورت کی تفسیر میں مجھ سے وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور حق اور صواب کو دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی توفیق دینا اور جو نظریات غلط اور باطل ہو' ان کی غلطی اور بطلان کو مجھ پر منکشف فرمانا اور ان کا رد کرنے کی سعادت عطا فرمانا۔ قرآن مجید کے اسرار اور نکات کے لیے میرے سینہ کو کھول دینا' مجھے نیکی اور نیک چلنی پر مستقیم رکھنا اور صحت اور سلامتی کے ساتھ اس تفسیر کو لکھواتے رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمانا' دنیا اور آخرت کی بلاؤں اور عذاب سے محفوظ رکھنا اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دینا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین' سید المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ الطیبین واصحابہ الراشدین و ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۱ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

marfat.com
Marfat.com

۲۴ سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶۴ رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۃ النور مدنی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس کی چونسٹھ آیات نو رکوع ہیں

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائیں تا کہ

تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

تم نصیحت حاصل کرو ○ زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم

مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ

سو کوڑے مارو اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے اگر تم

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ

حاضر ہونی چاہیے ○ زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا، اور

الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى

زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا

حرام کر دیا گیا ہے ○ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں)

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ

چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو

شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ لا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

کبھی بھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جو

marfat.com
Marfat.com

مِنۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا‌ ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِيۡنَ

اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○ اور جو لوگ

يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ

اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں'

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمۡ اَرۡبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ‌ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۶﴾

تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ○

وَالۡخَامِسَةُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۷﴾

اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ○

وَيَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ اَنۡ تَشۡهَدَ اَرۡبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ‌ ۙ اِنَّهٗ

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک

لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۙ ﴿۸﴾ وَالۡخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيۡهَاۤ اِنۡ كَانَ

اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے ○ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند)

مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۹﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ

سچوں میں سے ہو ○ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا) اور بے شک اللہ

ع۷ ۱۰

تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ ﴿۱۰﴾ ع

بہت توبہ قبول کرنے والا بہت حکمت والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل فرمائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ○ (النور:۱)

نحوی اشکال کا جواب' انزال پر اعتراض کا جواب اور سورت اور فرض کا معنی

اس آیت پر عربی گرامر کے اعتبار سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورۃ مبتدا ہے اور یہ لفظ نکرہ ہے اور نکرہ کا مبتدا ہونا صحیح نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس کا مبتداء محذوف ہے اور سورہ خبر ہے' اصل عبارت یوں ہے ھذہ سورۃ انزلنا ھا دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ موصوف ہے اور انزلناھا اس کی صفت ہے اور صفت کی وجہ سے اس میں تخصیص ہوگئی اور اب اس کا

marfat.com

Marfat.com

مبتداء ہونا صحیح ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی فیما اوحینا الیک' اور اس کا معنی یوں ہے وہ سورت جس کو ہم نے نازل کیا ہے ان امور میں سے ہے جن کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔

سورت کا معنی ہے المنزلة الرفیعة یعنی بلند مقام سور المدینة اس چار دیواری کو کہتے ہیں جو کسی شہر کے گرد بنی ہوئی ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی سورت کو بھی اسی مشابہت کی وجہ سے سورت کہا جاتا ہے' کیونکہ ایک سورت بھی اپنی آیتوں کو اسی طرح محیط ہوتی ہے جس طرح شہر کی چار دیواری شہر کو محیط ہوتی ہے یا جس طرح چاند کی منازل ہوتی ہیں اسی طرح سورت بھی قرآن کی منازل میں سے ایک منزل ہے اور سور کا معنی ہے کسی چیز کا بقیہ اور سورت بھی قرآن مجید کا بقیہ ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۶)

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انزال کا معنی ہے کسی چیز کو اوپر سے نیچے کی طرف بھیجنا' اور اس سے بہ ظاہر اللہ تعالیٰ کا کسی ایک جہت اور جانب میں ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جہات سے پاک ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حضرت جبریل علیہ السلام نے اس سورت کو لوحِ محفوظ سے حفظ کر لیا پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور چونکہ انہوں نے یہ سورت اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل کی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے اس سورت کو یکبارگی نازل فرمایا پھر اس کو قسط وار حضرت جبریل کی زبان سے نازل کرایا۔

(۳) انزلناها کا معنی ہے' ہم نے یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی۔

پھر فرمایا: اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا۔

فرض کا معنی ہے کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور فرض کا معنی ہے کسی چیز کو حساب سے مقدر اور معین کرنا۔

فرمایا: فنصف مافرضتم. (البقرۃ: ۲۳۷) یعنی تم نے میت کا جو ترکہ معین کیا ہے اس کا نصف' اور فرمایا اَلَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ. (القصص: ۸۵) یعنی جس ذات نے آپ پر قرآن مجید کو معین کیا ہے۔ اور اس کا معنی کسی چیز کو واجب کرنا ہے اور اس آیت کا معنی ہے ہم نے اس سورت کے احکام کو آپ پر واجب کیا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۸۷-۴۸۶)

نیز فرمایا اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں مختلف احکام اور حدود کو بیان فرمایا اور سورت کے آخر میں توحید کے دلائل بیان فرمائے' احکام اور حدود کا تو پہلے بندوں کو علم نہ تھا لیکن توحید کے دلائل تو زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان نشانیوں کو دیکھ کر ہر شخص صاحب نشان تک پہنچ سکتا ہے اس لیے اس آیت کے آخر میں فرمایا: تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واضح آیتوں سے مراد حدود اور احکامِ شرعیہ ہوں اور آیت پر شرعی حکم کا اطلاق اس آیت میں ہے:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ۝ (مریم: ۱۰)

(زکریا نے) کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی آیت (علامت) مقرر فرما دے فرمایا تمہاری آیت (علامت) یہ ہے کہ تم باوجود تندرست ہونے کے تین دن تک کسی سے بات نہیں کر سکو گے۔

(۳) اس سورت میں جس طرح فرائض اور واجبات بیان کیے گئے ہیں اسی طرح اس سورت میں بہت سے مستحبات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے ○ (النور: ۳)

اس آیت کی تفسیر میں ہم زنا کا معنی بیان کریں گے، زنا کی حد میں کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کا فقہی اختلاف بیان کریں گے، زنا کی حد میں رجم کے دلائل کا ذکر کریں گے۔ زنا کی حد میں عورتوں کے ذکر کو مقدم کرنے کی وجہ بیان کریں گے، زنا کی حد میں کوڑوں کی کیفیت اور کوڑے مارنے کی تفصیل بیان کریں گے اور زنا کی ممانعت اور مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبه الاستعانة یلیق۔

زنا کا لغوی معنی

زنا کا لغوی معنی ہے پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روک لینا، حدیث میں ہے:

لایصلی احدکم وھو زناء. تم میں سے کوئی شخص پیشاب روکنے کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

(مسند الربیع بن حبیب، ج ۱ ص ۶۰، مکتبۃ الثقافۃ العربیہ بیروت)

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۷۲، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۹۵، تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۵۶۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۶۶، ۱۷۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا آ جائے تو نماز (کامل) نہیں ہوتی اور نہ اس وقت جب نمازی پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۹، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۰۲، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۴۴ ص ۳۴، ۱۶۴، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ زنا کا معنی ہے کسی عورت کے ساتھ بغیر عقد شرعی کے وطی (مباشرت) کرنا۔

(مختار الصحاح ص ۱۷۰، النہایہ ج ۲ ص ۲۸۴، المفردات ج ۱ ص ۲۸۴)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

الزنا: اس اندام نہانی میں وطی (مباشرت، جماع) کرنا جو وطی کرنے والے کی ملکیت یا ملکیت کے شبہ سے خالی ہو۔

(دستور العلماء ج ۲ ص ۱۱۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سید مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پر چڑھنا ہے اور اس کا شرعی معنی ہے کسی ایسی شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ (آلہ تناسل کے سر) کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی ایسی عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو

marfat.com
Marfat.com

حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دُبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ بھی اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے۔ لہٰذا یہ قُبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ. تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں

(النساء:۱۵)

اور دُبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کے متعلق فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ. (الاعراف:۸۰) کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟

یعنی مرد مردوں کی دُبر میں وطی کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے قومِ لوط کے لوگ عورتوں کی دُبر میں وطی کرتے تھے پھر مردوں کی دُبر میں وطی کرنے لگے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے' کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے' نیز اس لیے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے۔ ابوبکر نے کہا میرا بھی یہی قول ہے مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے' کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لیے مشروع کیا گیا ہے...... اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے' اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق پر اس پر حد واجب ہے۔ حسن' جابر بن زید' امام مالک' امام شافعی' امام ابویوسف' امام محمد' اسحاق' ابوایوب' ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے' کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے اس وطی سے حد واجب نہیں ہوگی' جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کر لے۔ اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے (اور حضرت آدم کی شریعت میں محارم مثلاً بہن سے نکاح جائز تھا) اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا' کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی) نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔ (جامع ترمذی ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی' اور یہی امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہے' کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ جامع ترمذی' سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی در آں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہیں' انہوں نے کہا ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے

marfat.com
Marfat.com

اور اس کا مال ضبط کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو“

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کا یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث کے مطابق ہے۔ نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وطی کرنے میں اختلاف ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۹ ص ۵۵-۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: مرد اپنے حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہی ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پر حد واجب ہوتی ہے اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے اور اگر غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

محصن ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط مکلف ہونا ہے اس لیے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی دوسری شرط ہے حریت پس غلام مکاتب ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو محصن نہیں ہیں اور تیسری شرط ہے نکاح صحیح ہونا۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۸۶ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے ”کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو“ فرج کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو غیر فرج میں ہو اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت طبع قدیم)

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو شخص دار العدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے درآں حالیکہ وہ قبل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳) علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص ۳۳ سکھر)

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی: عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا پس جس وطی سے حد واجب ہوگی اس میں بقدر سپاری داخل ہونا ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہوگی۔

حرام: کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا اگر چہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھالیا گیا بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی (رقم: ۱۴۲۳) اور امام ابوداؤد (رقم: ۴۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قُبل: عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبر (سرین) میں وطی امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی' اس کے برخلاف امام ابو یوسف' امام محمد اور فقہاء شافعیہ' فقہاء مالکیہ' اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا اختلاف تھا اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا' نیز زنا اس لیے حرام ہے کہ اس سے نسب مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت: اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی' زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی' کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ: اس قید کی وجہ سے مردہ کے ساتھ وطی' زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی' کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ: یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے۔ (ہر چند کہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہوگی)

حالتِ اختیار: یعنی وطی کرنے والے کو اختیار ہو' اسی طرح حد کے وجوب کے لیے وطی کرانے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے' اس لیے مکرَہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے' کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عقبہ بن عامر' حضرت عمران بن حصین' حضرت ثوبان' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت سے خطاء' نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اُٹھا لیا گیا۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۰' دار الکتاب العربی)

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے' لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے۔ اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے' اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف' اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دار العدل: دار العدل سے مراد دار الاسلام ہے' کیونکہ دار الحرب اور دار الکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا دار الکفر میں زنا کرے گا تو بھی وہ اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے' لیکن چونکہ قاضی اسلام' دار الکفر یا دار الحرب میں اسلامی سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی' دار الکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود' چوری' ڈاکہ' قتل اور دیگر جرائم دار الکفر اور دار الحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں' اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام: اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے' کیونکہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا' مسلمان اور ذمی اگر زنا کریں گے تو ان پر حد جاری کی جائے گی۔

حقیقت ملک سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کر لی جو مشترکہ ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے' یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقتاً اس کی ملکیت میں تھی اس لیے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن

marfat.com

Marfat.com

زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقت نکاح سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض یا نفاس میں وطی کر لی یا روزہ دار یا مُحرمہ بیوی سے وطی کر لی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کر لی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے کیونکہ عورت حقیقتاً اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا: جب ملک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادروا الحدود بالشبہات. شبہات کی بناء پر حدود ساقط کردو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۴)

مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا میں مالک ہوں۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا:

انت ومالک لابیک. (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۱) تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا

یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کر لی یا نکاح متعہ کر کے وطی کر لی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آ گیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی رضاعی یا سسرال کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کر لیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر لیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہو گی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے البتہ اس پر تعزیر ہے۔

فقہاء مالکیہ فقہاء شافعیہ فقہاء حنبلیہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔

(بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۵ مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۵ المہذب ج ۲ ص ۲۶۸ المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۵۱ المغنی ج ۸ ص ۱۸۲ الفروق ج ۴ ص ۱۷۴ رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۱۳۶)

marfat.com
Marfat.com

حدزنا کی شرائط

حدزنا جاری کرنے کے لیے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) زنا کرنے والا بالغ ہو نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۲) زنا کرنے والا عاقل ہو پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۳) جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی' البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور اس نے حقوق الٰہیہ کا التزام نہیں کیا' فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی' اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

(۴) زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

(۵) عورت سے زنا کرے' اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے' البتہ تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

(۶) ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادتاً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

(۷) زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ وہ اس کی بیوی یا باندی ہے' اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے' جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے' مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو' اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

(۸) اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۹) عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۱۰) عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

(۱۱) مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا سر) عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دُبر میں وطی کرلے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے' اسی طرح لواطت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے' اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

(۱۲) زنا دارالاسلام میں کیا جائے' دارالکفر یا دارالحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے' کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (الفقہ الاسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

احصان کی تحقیق

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس لیے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

احصان کا اصل میں معنی ہے منع کرنا' عورت اسلام' پاکدامنی' حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے' جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کو بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کر دیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے "فاذا احصن فان اتین بفاحشة" کی تفسیر میں کہا باندی کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر میں کہا مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان' زنا سے رُکنا ہے' اور احصنت فرجھا کا معنی پاکدامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور والمحصنت من النساء کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹' ۱۳۰۶ھ)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو احصان رجم میں معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں:

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (۴) اسلام (۵) نکاح صحیح (۶) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی سے وطی کرنا لہٰذا بچہ' مجنون' غلام' کافر نکاح فاسد' عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۸-۳۷- مطبوعہ کراچی ۱۴۰۰ھ)

زنا کی ممانعت' اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ' بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو' اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے' اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو' اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۶۹-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے' اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت عذاب کا سامنا کرے گا ○ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ذلت والے عذاب میں رہے گا ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں ان چیزوں پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

marfat.com
Marfat.com

اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (الممتحنہ: ۱۲)

کریں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑلیں اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

زنا کی ممانعت' مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا' جہل برقرار رہے گا' شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۴۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۵۰۴۵' مسند عبدبن حمید رقم الحدیث:۱۹۹۰)

(۲) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے۔ (یعنی وہ عورت لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۱۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۷۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴' مسند عبدبن حمید رقم الحدیث:۵۵۷' مسند البزار رقم الحدیث:۱۵۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۴۲۴' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۶)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا' بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ (سردار یا حاکم) اور متکبر فقیر۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۱۳۸' شعب الایمان رقم الحدیث:۵۴۰۵)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ جن تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک شخص لوگوں کے پاس جاکر سوال کرے' اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو' اور وہ لوگ اس کو منع کردیں' پھر ایک شخص ان کے پیچھے سے جائے اور چپکے سے اس کو دے دے' اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو' یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے پھر وہ ٹھہر جائیں اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے اور میری حمد وثنا کرے اور میری آیات کی تلاوت کرے' اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے یا فتح یاب ہو' اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی' متکبر فقیر اور مالدار ظالم۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۵۶۸' سنن النسائی رقم الحدیث:۱۶۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۲۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۴۵۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۳۴۹' المستدرک ج ۲ ص ۱۱۳)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا...... اس موقع پر

marfat.com
Marfat.com

آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! کسی شخص کو اللہ سے زیادہ اس پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔ اے امت محمد! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو اور تم ضرور زیادہ روؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۱۷۷، سنن النسائی رقم الحدیث ۱۴۷۱، ۱۴۷۰)

(۶) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے؟ پھر کوئی شخص جو اللہ چاہتا وہ خواب بیان کرتا۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا بے شک آج رات (خواب میں) دو فرشتے آئے اور وہ مجھے اٹھا کر لے گئے انہوں نے مجھ سے کہا آپ چلیے میں ان کے ساتھ چلتا رہا... میں نے دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ایک تنور کی شکل میں تھے اس کا بالائی حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے سے آگ جل رہی تھی جب آگ کے شعلے بھڑکتے تو وہ لوگ اوپر اٹھ جاتے اور جب آگ کم ہوتی تو وہ نیچے گر جاتے فرشتوں نے بتایا وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔ الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۷، ۱۳۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۲۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۲۹۴، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۸)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص کو اتارتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۲۲، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۶، الکبائر للذہبی ص ۸۳-۹۲، الترغیب والترہیب للمنذری ج ۳ ص ۲۵۲، دار الحدیث قاہرہ)

(۸) حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۷۰۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۰)

(۹) امام طبرانی نے حضرت شریک ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۲۳۳، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۱، الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث ۳۵۲۹، حافظ منذری نے کہا اس کی سند جید ہے ج ۳ ص ۲۸، کلا ہما ج ۳ ص ۲۳۹ قدیم)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا کسی شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۵۷۸، صحیح مسلم رقم الحدیث ۵۷، سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۶۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۳۶، شعب الایمان رقم الحدیث ۵۳۶۳، تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۷ ص ۸۵۶، رقم الحدیث ۷۷۷۷، ۷۷۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا ظہور ہوتا ہے اس قوم کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا بہ کثرت ہوتا ہے ان میں موت بہ کثرت ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان سے رزق منقطع ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر اللہ دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۶ المؤطا رقم الحدیث: ۱۰۲۰ الاستذکار ج ۱۴ ص ۲۱۱-۲۱۰ رقم الحدیث: ۲۰۰۹۰)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے اس نے پوچھا پھر کون سا ہے؟ فرمایا تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دو اس نے پوچھا پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ (الفرقان: ۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۶۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۰ سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۱۳ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۸۷)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زنا سے بچتے رہو کیونکہ اس میں چار خصلتیں ہیں:

(۱) اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔
(۲) رزق منقطع ہو جاتا ہے۔
(۳) رحمان ناراض ہوتا ہے۔
(۴) اور دوزخ میں خلود ہوتا ہے۔ (یعنی بہت دیر تک رہنا)

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۰۹۲ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۴ اس کی سند میں عمرو بن جمیع متروک ہے)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عرب کی ہلاک ہونے والی عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر زنا کا اور شہوت خفیہ (ریاکاری) کا خوف ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)

(۱۵) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے بوڑھا زانی امام کذاب اور متکبر فقیر۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۳۰۸ الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۴ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا کیا جائے گا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت کیا جائے گا تو اللہ مخلوق کے اوپر سے اپنا ہاتھ اُٹھائے گا پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۷۵۲، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۳۹۶، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۵، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی ہے موسیٰ بن سہل اس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقات ہیں)

(۱۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ معمر زانی اور متکبر فقیر کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۹۵، حافظ الہیثمی نے کہا اس کا ایک راوی ابن لہیعہ ہے اس کی حدیث حسن بھی ہوتی ہے اور ضعیف بھی، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۱۹) حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۶، حافظ الہیثمی نے کہا اس کے ایک راوی الصباح بن خالد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۲۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی فروج کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی ایذا ہوگی۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۴۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۷، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵)

(۲۱) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی نداء کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی سائل ہو تو اس کو عطا کیا جائے، کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دُور کر دی جائے پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کر لی جائے گی سوا اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۷۹۰، حافظ منذری نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، الترغیب والترہیب ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۶۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۸)

(۲۲) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ رقم الحدیث: ۳۵۲۴، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۵، اس کی سند پر اعتراض ہے)

(۲۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۱۸، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۲۵)

(۲۴) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو شخص آئے ان دونوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اُٹھایا اور مجھے ایک سخت چڑھائی والے پہاڑ پر لے گئے، اور مجھ سے کہا اس پر چڑھیے میں نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، انہوں نے کہا ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے، پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچ گیا، ناگاہ میں نے بہت زور کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ دوزخ کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہیں (الی قولہ) ہم

marfat.com
Marfat.com

چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آ رہی تھی میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ مقتولین کفار ہیں' وہ پھر مجھے آگے لے گئے وہاں ایسے لوگ تھے جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آ رہی تھی گویا کہ وہ پاخانے کی بدبو تھی میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں: الحدیث

(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۸۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۳۰' الترغیب والترہیب ج ۲ رقم الحدیث: ۱۴۸۵)

(۲۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳۶۶)

(۲۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم اکٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو' رشتہ داروں سے میل جول سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی ثواب نہیں ہے اور بغاوت سے (یا زنا سے) بچو کیونکہ اس سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی عذاب نہیں ہے' اور تم ماں باپ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور ماں باپ کا نافرمان' رشتہ منقطع کرنے والا' بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔ کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ رقم الحدیث: ۳۰۱۹' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۵)

(۲۷) راشد بن سعد المقرائی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کی کھال آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھی۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لیے مزین ہوتے تھے' پھر میں ایک کنویں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آ رہی تھی میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لیے خود کو مزین کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لیے جائز نہ تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۷۵۰' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۰)

(۲۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عادتاً زنا کرنے والا بت پرست کی مثل ہے۔

(مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۴۷۷' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۱' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۲۳ ص ۱۷۳ رقم الحدیث: ۴۹۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ منذری نے کہا صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عادی شرابی بت پرست کی طرح اللہ سے ملاقات کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ زنا شراب نوشی سے بڑا گناہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۳۸' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۲۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی میں زنا اور سود کا ظہور ہو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیا۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(المستدرک ج ۲ ص ۳۷' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۱۷)

(۳۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب

marfat.com
Marfat.com

کو حلال کر لیا۔ (مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۹۸۱' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۴' ۲۷۰۷' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۸)

(۳۱) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ حرام ہے اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ یہ قیامت تک کے لیے حرام ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے (یعنی ان کی اس کی سزا اس سے کم ہے) کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۸' اس کے راوی ثقات ہیں' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۷)

(۳۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا' اس کی طرف اللہ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا دوزخ میں دوزخیوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

(مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۴۸۵' مسند الفردوس الدیلمی رقم الحدیث: ۳۳۷۱' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۴۸)

(۳۳) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو' قیامت کے دن اللہ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کر دے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۲۷۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۳۷' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۳۹' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۸)

(۳۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھتا ہے جس کا شوہر غائب ہو' اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو قیامت کے اژدھوں میں سے کوئی سیاہ اژدھا بھنبھوڑ رہا ہو۔

(الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۵۰' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۸)

(۳۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجاہدین کی بیویوں کی حرمت' جہاد پر نہ جانے والوں کے لیے ان کی ماؤں کی مثل ہے اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا' لے لے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑ دے گا؟

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۸۹)

(۳۶) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی' پھر بارش ہوئی اور زمین سر سبز ہو گئی۔ راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا کہ میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی حاصل کروں۔ وہ گرجے سے اُترا' اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں بھی تھیں' جس وقت وہ باہر کھڑا تھا تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس عابد نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی' پھر اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا' اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا' پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا تو گناہ کا پلڑہ بھاری نکلا' پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑہ بھاری نکلا سو اس کو بخش دیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے ساٹھ سال کی عبادت ایک زنا کے گناہ سے ضائع کر دی اور دو روٹیوں کو صدقہ کرنے کی نیکی سے اس کے گناہ کو بخش دیا' وہ جس گناہ پر چاہے پکڑ لیتا ہے اور جس نیکی کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۷۹'الترغیب والترہیب رقم الحدیث:۲۵۳۶'۳۸۷'۱۳۹۹)

(۳۷) شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا تو کہا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۸۱۲)

(۳۸) شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم (سنگسار) کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' میں نے پوچھا سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۸۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۰۲)

اس سوال کا منشاء یہ ہے کہ اگر رجم سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے ہوا ہے تو ہو سکتا ہے کہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد وہ منسوخ ہو گیا ہو کیونکہ سورۂ نور میں زانیوں کو کوڑے مارنے کا حکم ہے اور اگر سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سو کوڑے مارنے کا حکم رجم کرنے کے منافی نہیں ہے یعنی کنوارے اگر زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور اگر شادی شدہ زنا کریں تو ان کو رجم (سنگ سار) کیا جائے۔اور تحقیق یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے کیونکہ سورۂ نور کے نزول کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ تین قول ہیں' ۴ ہجری' ۵ ہجری اور ۶ ہجری اور صحیح یہ ہے کہ سورۂ نور شعبان ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور رجم اس کے بعد کیا گیا ہے کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے اور وہ ۷ ہجری میں اسلام لائے تھے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ ۹ ہجری میں مدینہ آئے تھے۔

(فتح الباری ج ۱۴ ص ۷۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(۳۹) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے متعلق زنا کرنے کا اقرار کیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۸۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۴۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۴۳۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۱۵۸' مسند احمد رقم الحدیث:۱۵۱۵۵' عالم الکتب بیروت)

(۴۰) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حکم لو' مجھ سے حکم لو' اللہ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرما دی اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو' اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو' اور اگر شادی شدہ' شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو رجم (سنگسار) کر دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۹۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۴۱۶'۴۴۱۵' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۴۳۴' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۰۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۵۵۰)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے متعلق فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کی سبیل بیان فرمائے گا اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کی راہ بیان کر دی ہے اور اپنا وعدہ پورا فرما دیا ہے' سورۃ النساء کی وہ آیت یہ ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (النساء:۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان کے خلاف تم اپنوں میں سے چار گواہ طلب کرو پس اگر وہ شہادت دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو حتیٰ کہ موت ان کی زندگیاں پوری کر دے یا اللہ ان کی کوئی اور سزا مقرر فرمادے۔

سو جس سزا کے مقرر کرنے کا سورہ نساء میں ذکر کیا گیا تھا وہ کنواری عورت کو کوڑے مارنے اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم ہے۔ کوڑے مارنے کا حکم سورہ نور میں ہے اور رجم کرنے کا ذکر ان احادیث میں ہے' ہم نے رجم کے ثبوت میں ۵۳ احادیث مرفوعہ' ۴۰ آثار صحابہ اور ۵ فتاویٰ تابعین ذکر کیے ہیں' ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۱۶-۸۰۴ میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ اس قدر کثیر احادیث اور آثار ہیں کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ رجم کا حکم تواتر سے ثابت ہے۔

میں نے یہاں پر زنا کی ممانعت اور اس کی دنیاوی اور اُخروی سزا کے متعلق چالیس احادیث ذکر کی ہیں' احادیث تو ان کے علاوہ اور بھی ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے پر جو نوید سنائی ہے میں نے اس کے حصول کی امید میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری اُمت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں' اللہ اس کو اس حال میں اُٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۲۶' ۱۷۲۵' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جز ۵۴ ص ۱۱۱' ۹۹' رقم الحدیث: ۱۱۸۲۸' ۱۱۸۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۷۶' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۶۳۷' حافظ سیوطی نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی رمز کی ہے' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۱۸۵۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۵۸)

یہ چالیس احادیث میں نے زنا سے ترہیب اور تخویف کی ذکر کی ہیں آخر میں' میں زنا سے بچنے کی ترغیب کے سلسلہ میں بھی ایک حدیث درج کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن کی طرف (بلاقصد) پڑ جائے پھر وہ اپنی نظر پھیر لے اللہ اس کے دل میں اس کی عبادت میں حلاوت اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۳۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ

قرآن مجید میں احکام بیان کرنے کا عام اسلوب یہ ہے کہ صرف مردوں پر کسی حکم کو فرض کیا جاتا ہے اور عورتیں اس حکم میں بالتبع داخل ہو جاتی ہیں لیکن اس آیت میں زنا کرنے والی عورتوں اور مردوں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ عورتوں کے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں زنا کا سبب اور اس کا محرک عورت ہوتی ہے' عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کے لیے مرد فعل زنا کا مرتکب ہوتا ہے اور

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا (المائدہ:۳۸) چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

اس آیت میں چور مرد کا ذکر چور عورت سے پہلے فرمایا کیونکہ اکثر و بیشتر اس فعل کا صدور مرد سے ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں گے وہ چابک ہو یا درخت کی شاخ اور وہ چابک یا شاخ متوسط ہو نہ بہت سخت ہو نہ بہت نرم ہو۔ حدیث میں ہے:

امام مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے اپنے اوپر زنا کا اعتراف کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارنے کے لیے ایک چابک منگوایا تو ایک ٹوٹا ہوا چابک لایا گیا' آپ نے فرمایا اس سے سخت لاؤ تو درخت کی ایک نئی شاخ لائی گئی جس کے پھل بھی نہیں اُتارے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس سے ذرا کم لاؤ' پھر ایک استعمال شدہ اور نرم شاخ لائی گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ کی حدود کے ارتکاب سے باز آ جاؤ اور جس شخص نے ان ناپاک کاموں میں سے کوئی کام کرلیا اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ستر کے ساتھ اپنا پردہ رکھے' کیونکہ جس کا جرم ہم پر ظاہر ہو گیا' ہم اس کے اوپر اللہ کی کتاب کو جاری کر دیں گے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۸۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اُتارے جائیں یا نہیں' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے کپڑے اور عورت کے کپڑے نہ اُتارے جائیں البتہ وہ کپڑے اُتار دیئے جائیں جو ضرب سے بچاتے ہوں۔ امام اوزاعی نے کہا مرد کے کپڑے اُتروانے میں امام کو اختیار ہے چاہے اس کے کپڑے اُتروائے چاہے نہیں۔ شعبی اور نخعی نے کپڑے اُتارنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اس اُمت میں کسی کے کپڑے اُتارنا جائز نہیں ہے۔ ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے جو کہا ہے کہ اس کے کپڑے اُتارے جائیں غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ مرد کے ستر کے علاوہ اس کے کپڑے اُتار دیئے جائیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ حد جاری کرتے وقت انسان کے کن اعضاء پر کوڑے مارے جائیں؟ امام مالک نے کہا کہ حدود اور تعزیرات میں صرف پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا کہ چہرے اور نازک اعضاء کے سوا تمام جسم پر کوڑے مارے جائیں' سر پر مارنے میں اختلاف ہے۔ جمہور نے کہا کہ سر کو بچایا جائے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ سر پر ضرب لگائی جائے' حضرت عمر اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ سر پر ضرب لگائی جائے' امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ھلال بن اُمیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے' اس نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہوں کو تلاش کرنے جائے گا؟ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ تم گواہوں کو پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی' پھر لعان کے احکام نازل ہوئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۳۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۲۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۵۱)

کوڑوں کے ساتھ ایسی ضرب لگائی جائے' جس سے چوٹ لگے' درد ہو لیکن زخم نہ آئے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ تمام قسم کی حدود میں ضرب مساوی ہو اس سے کوئی زخم نہ پڑے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور امام

marfat.com
Marfat.com

اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ تعزیر میں سخت ضرب لگانی چاہیے' زنا کی ضرب شراب نوشی کی ضرب سے زیادہ شدید ہے اور شراب نوشی کی ضرب قذف (تہمت) کی ضرب سے زیادہ شدید ہے۔

پہلے شراب نوشی کی حد میں اختلاف تھا۔ عبدالرحمٰن بن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا جو آپ کے پاس تھے' تمہارے ہاتھ میں جو چیز آئے اس سے اس کو مارو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اُٹھا کر اس پر ماری' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا' انہوں نے اس کو چالیس کوڑے مارے۔

ابن وبرہ کلبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عثمان بن عفان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا حضرت خالد بن ولید نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ لوگ اب شراب بہت پینے لگے ہیں اور اس کی سزا کو معمولی سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یہ کبار اصحاب تمہارے سامنے بیٹھے ہیں ان سے پوچھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری رائے یہ ہے کہ جب آدمی نشہ میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا حضرت علی نے جو کہا ہے وہ حضرت خالد کو پہنچا دو پھر انہوں نے اسی (۸۰) کوڑے مارے اور حضرت عمر نے بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۵۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت محصن نہ ہو تو قرآن مجید میں اس کی سزا سو کوڑے مارنا بیان فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ (النور: ۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو۔

بعض احادیث میں سو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۰۱ میں ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا غیر شادی شدہ کے زنا کی حد میں سو کوڑوں کے علاوہ شہر بدر کرنا بھی داخل ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے زنا کرنے کی حد میں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے۔ خلفاء راشدین سے بھی یہی مروی ہے' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے' فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' ثوری' ابن ابی لیلیٰ اور ابوثور کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن یہ کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں کو شہر بدر کرنا انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لیے کافی ہے' اور ابن مسیب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی بناء پر خیبر میں جلاوطن کر دیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا تب حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کسی کو شہر بدر نہیں کروں گا۔ نیز اس لیے کہ اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ نے صرف کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے اگر شہر بدر کرنے کو واجب قرار دیا جائے تو نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی۔
(المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۳۰ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: غیر شادی شدہ کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا امام شافعی حد میں ان دونوں سزاؤں کو جمع کرتے ہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البکر بالبکر جلد مأة وتغریب عام. کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو۔
(صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' جامع ترمذی)

نیز اس سے زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا' کیونکہ دوسرے شہر میں ان کے جان پہچان والے کم ہوں گے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاجلدوا پس کوڑے مارو' اللہ تعالیٰ نے کل سزا سو کوڑے بیان کی ہے اور اس کے علاوہ کنوارے شخص کی اور کوئی سزا بیان نہیں کی (پس اگر ایک سال شہر بدر کرنے کو زنا کی حد کا جز قرار دیا جائے تو اخبار آحاد سے نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے' اس کے برخلاف شادی شدہ کو رجم کرنا اخبار آحاد سے نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں الزانی سے مراد کنوارہ زانی ہے اور کوڑے مارنے کا حکم کنواروں کے بارے میں ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا یعنی اس کو رجم کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔
(سعیدی غفرلہ)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: زانی کو شہر بدر کرنا زنا کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے کیونکہ اپنے شہر میں تو خاندان والوں سے حیاء آئے گی اور دوسرے شہر میں اس کو زنا کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے شہر میں اس کے کھانے' پینے' رہائش' کپڑوں اور علاج معالجہ کی ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوگا اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ شہر بدر کی ہوئی عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زنا کو کسب معاش بنالیں اور یہ زنا کی بدترین قسم ہے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے۔ اور جس حدیث میں کنوارے کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع کیا ہے وہ اسی طرح منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا وہ حصہ منسوخ ہے جس میں شادی شدہ کی حد میں رجم اور کوڑوں کو جمع کیا گیا ہے' کیونکہ پوری حدیث اس طرح ہے کنوارہ' کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کردو۔ اور شادی شدہ' شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور پتھروں سے رجم کردو۔
(صحیح مسلم' جامع ترمذی' سنن ابوداؤد)

علامہ ابوالحسن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا حکم ہے اسی حدیث میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا بھی ذکر ہے اور جب جمہور فقہاء باوجود اس حدیث کے رجم کی سزا کے ساتھ کوڑے مارنے کا اضافہ نہیں کرتے تو کنوارے کی سزا میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا اضافہ کیوں کرتے ہیں۔ یہ صراحتاً ترجیح بلامرجح ہے بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی ذکر کردہ حد پر زیادتی لازم آتی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شادی شدہ کی حد میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ان کو جمع کرنا واجب ہے پہلے کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے۔ حضرت علی' حسن بصری

marfat.com
Marfat.com

اسحاق بن راہویہ داؤد اہل ظاہر اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف رجم کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جب شادی شدہ زانی بوڑھا ہو تو کوڑے لگا کر رجم کیا جائے اور اگر جوان ہو تو صرف رجم کیا جائے۔ یہ مذہب باطل اور بے اصل ہے۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ احادیث کثیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کو صرف رجم کرنے پر اقتصار کیا جیسا کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے قصہ سے ظاہر ہے (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد) نیز احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ کو صرف کوڑے مارے اور شہر بدر نہیں کیا اور کثیر آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب واضح کریں گے...... (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: ہاں! اگر امام کے نزدیک شہر بدر کرنے میں مصلحت ہو تو وہ جس قدر عرصہ مناسب سمجھے شہر بدر کر سکتا ہے' یہ تعزیر اور سیاست ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے یہ امر امام کی رائے پر موقوف ہے اور بعض صحابہ سے جو شہر بدر کرنے کی روایت ہے وہ بھی تعزیر اور سیاست پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۴۹۳-۴۹۲' مکتبہ امدادیہ ملتان)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے شہر بدر کرنے کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف تین صحابہ کی روایات ہیں حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم' اور جو روایت صرف تین صحابہ سے مروی ہو وہ خبر متواتر یا خبر مشہور نہیں ہے صرف خبر واحد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ احادیث خبر مشہور ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کیا یا شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بطور حد کیا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ فعل بطور تعزیر کیا ہو لہٰذا ان احادیث سے شہر بدر کرنے کا حد ہونا ثابت نہیں ہوا۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا اس عورت نے زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۶' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے' آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ' عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے' پھر آپ نے اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۷)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو' اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو' پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۸۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۴۶۹' سنن الترمذی رقم الحدیث:[illegible])

ان دونوں حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محصن کو حد میں سوکوڑے مارے یا سوکوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا نہ شہر بدر کرنے کا حکم دیا اس لیے جن احادیث میں شہر بدر کرنے کا حکم ہے وہ سیاست پر محمول ہیں۔

رجم کی تحقیق

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے اور فقہاء اسلام میں سے کسی مستند شخص نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔ بعض خارجیوں نے اس اجماع کی اگر مخالفت کی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' البتہ ہمارے زمانہ میں منکرینِ حدیث کی ایک جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا اور مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو کچھ زہر اُگلا اس کو انہوں نے قبول کرلیا۔ ان لوگوں نے جہاں اسلام کے اور بہت سے اجماعی اور مسلمہ عقائد کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے اور جن احادیث میں رجم کا ذکر ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔

منکرین سنت کا یہ قول قطعاً باطل اور مردود ہے اوّل تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا اصلاً ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اشارتاً رجم کا ذکر موجود ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم واضح کریں گے اور ثانیاً یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ رجم کا حکم اخبار آحاد سے ثابت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رجم کا حکم پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور یہ احادیث معناً اخبار متواترہ ہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ اس پر تفصیلاً گفتگو کریں گے اور اخیر میں ہم منکرین سنت کے مشہور اور اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (المائدہ:۴۳)

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے!

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۲۵ میں ہے) یہود زنا کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دُور رہنا۔ علامہ ابن کثیر نے ان آیات کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے فرمایا تم اپنے مذہب کے دو سب سے بڑے عالموں کو لاؤ وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے آپ نے ان کو قسم دے کر پوچھا ان زنا کرنے والوں کا حکم تورات میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا تورات میں ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ان کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے تو ان کو رجم کر دیا جائے' آپ نے فرمایا تم ان کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا ہماری حکومت چلی گئی اور ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو بلایا اور چار آدمیوں نے آ کر یہ گواہی دی کہ انہوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۹-۶۸' دار الفکر بیروت '۱۴۱۹ھ)

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد هذا الامر الخاص وهو الرجم لانهم طلبوا الرخصة بالتحكيم. (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۶۲)

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد بالخصوص رجم ہے کیونکہ یہودیوں نے رخصت حاصل کرنے کے لیے آپ کو حکم بنایا تھا۔

قرآن مجید اور احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ تورات میں حکم اللہ یعنی رجم موجود ہے' اس کی تفصیل تورات میں حسب ذیل ہے:

پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے ۝ تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا ۝ (استثناء: ۲۲-۲۱)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں ۝ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا ۝

(استثناء: ۲۴-۲۳)

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ تورات میں آج تک یہ آیت موجود ہے حالانکہ ہر دور میں تورات میں تحریف ہوتی رہی' بلکہ قدرت خداوندی دیکھئے کہ یہ آیت انجیل میں بھی موجود ہے' یوحنا کی انجیل میں ہے:

اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا ۝ اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ ۝ انہوں نے اسے آزمانے کے لیے یہ کہا تا کہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا ۝ جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے ۝ (یوحنا: باب ۸ آیت: ۸-۳)

تورات اور انجیل کے ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس وقت (نزول قرآن کے وقت) کی موجودہ کتابوں کا جو مصدق قرار دیا ہے وہ اسی حکم کے اعتبار سے ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ ہزار ہا تحریفات کے باوجود رجم کا یہ حکم تورات اور انجیل میں آج بھی موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زانی یہودیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو آیات نازل ہوئی تھیں' اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (المائدہ: ۴۸)

ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے دراں حالیکہ یہ ان آسمانی کتابوں کی مصدق اور نگہبان ہے جو اس کے سامنے ہیں سو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے' اس سے دُور ہو کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیے۔

marfat.com
Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آسمانی کتابیں تورات اور انجیل موجود تھیں اور خود قرآن مجید ناطق اور شاہد ہے کہ ان کتابوں میں تحریف کی جا چکی ہے' ان کے باوجود قرآن مجید فرماتا ہے کہ قرآن ان کا مصدق اور نگہبان ہے اور جس چیز کا قرآن مجید مصدق ہے وہ رجم کا حکم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم اللہ قرار دیا ہے اور اسی کا قرآن مجید نگہبان ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن کی تحریفات کے باوجود تورات اور انجیل میں رجم کا حکم آج بھی موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا معجزہ اور اس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

رجم کی منسوخ التلاوت آیت

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عن زربن حبیش قال قال لی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاین تعد او کاین تقرء سورۃ الاحزاب قلت ثلث وسبعین آیۃ قال اقط لقد رایتھا وانما لتعدل سورۃ البقرۃ وان فیھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱)

زربن حبیش کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سورہ احزاب میں کتنی آیات شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر (۷۳) آیتیں! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس یہی؟ حالانکہ ہم دیکھتے تھے کہ یہ سورہ' سورۃ البقرہ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت تھی (ترجمہ) جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کرے تو ان کو ضرور رجم کردو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب' حکمت والا ہے۔

''سورۂ احزاب ابتداء سورۃ البقرہ کے برابر تھی' اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں اس کی بعض آیات کی تلاوت کو منسوخ کر دیا گیا' قرآن مجید میں ہے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ (البقرہ: ۱۰۶)

جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ان سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

جیسا کہ آیت رجم کو منسوخ کر دیا گیا' بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت میں قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام تفسیر بھی لکھ لیتے تھے جس کو بعد میں حذف کر دیا۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

کثیر بن صلت کہتے ہیں کہ ہم مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے' حضرت زید نے کہا' یہ آیت ہم پڑھتے تھے جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو' مروان نے کہا ہم اس آیت کو قرآن مجید میں کیوں نہ داخل کر دیں؟ حضرت زید نے فرمایا نہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ شادی شدہ جوان آدمیوں کو بھی رجم کیا جاتا ہے۔ حضرت زید نے کہا کہ صحابہ اس پر بحث کر رہے تھے اور اس وقت ہم میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ انہوں نے کہا اس مسئلہ میں میں تمہاری تسلی کروں گا اور کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں گا اور جب آپ رجم کا ذکر کریں گے تو میں کہوں گا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا' جب آپ نے آیت رجم کا ذکر کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے' آپ نے فرمایا مجھے اس کا اختیار نہیں ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آیت رجم کا حکم ثابت ہے اور اس کی تلاوت منسوخ ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں

marfat.com
Marfat.com

ہے۔(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱' ملتان)

امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے رجم کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کیا' حالانکہ اس کو گمان بھی نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول آ چکے ہیں اور وہ ان بہت سی باتوں کو بیان کرتے ہیں جن کو تم چھپاتے تھے'' اور رجم کو بھی یہود چھپاتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔(المستدرک ج ۴ ص ۳۵۹' مکہ مکرمہ)

کثیر بن صلت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے نسخے لکھ رہے تھے' جب اس آیت پر پہنچے تو حضرت زید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو۔ حضرت عمرو نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا: اس آیت کو لکھ دیجئے تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا' حضرت عمرو نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور رجم بھی کیا جاتا ہے' اور جب غیر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں اور جب شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو رجم کیا جاتا ہے' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔(المستدرک ج ۴ ص ۳۶۰' مکہ مکرمہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد طرق اور اسانید سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

بما قضیا من اللذۃ. انہوں نے جو لذت حاصل کی ہے (اس وجہ سے رجم کرو)

نیز اس آیت کے الفاظ کے عموم پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ مطلقاً بوڑھے شخص کو رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اس بوڑھے شخص کو رجم کیا جاتا ہے جو شادی شدہ ہو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں' جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔(فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴۳' لاہور)

اس آیت کے منسوخ التلاوت ہونے پر ایک دفعہ ایک فاضل شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حدیث میں ہے:

کلامی لا ینسخ کلام اللہ. (مشکوٰۃ ص ۳۲) میرا کلام' کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا

پھر حدیث سے یہ آیت کیسے منسوخ ہوگئی؟ میں نے اس کے جواب میں کہا کلام اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے الفاظ منضبط ہیں اور وہ الفاظ تواتر سے ثابت ہیں اور اس آیت کے الفاظ غیر منضبط ہیں اور ان الفاظ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے اس لیے یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے منسوخ التلاوت ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آیت رجم کی بحث

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے' میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو' جو شخص میری بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی' ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا' بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۰۹' صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵' مؤطا امام مالک ص ۶۸۵)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانية والزانی میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لیے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا قرآن پاک کے الفاظ میں صراحتاً مذکور ہے اور شادی شدہ کی سزا صراحتاً حدیث اور سنت نبوی میں وارد ہے اور ہم بار ہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں' جو چیز قرآن سے ثابت ہو' اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے' اسے خلاف قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

دیکھیے قبلہ اولیٰ کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے' اسی طرح پانچ نمازیں' ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترتیب مثلاً نماز میں رکوع' سجود' قیام اور قعود اور ان سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے' اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اقیموا الصلوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامت صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ایتاء زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے اس لیے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ قرآن کے معنی سمجھ میں آ جائیں اور مرادِ الٰہی کے مطابق احکام قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوت ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم نزول الفاظ اور نسخ تلاوت کے قطعی اور متواتر ہونے کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (المائدہ: ۴۳)

اور اے رسول وہ یہودی کس طرح آپ کو اپنا حَکَم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے۔

(مقالات کاظمی ج ۳ ص ۴۰۰-۳۹۹' مکتبہ فریدیہ ساہیوال' ۱۴۰۷ھ)

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلّم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں چودہ (۱۴) آثار صحابہ اور پانچ (۵) فتاویٰ تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں۔ ہم نے جن اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے' یہ ان کتب احادیث سے حاصل کیے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود

marfat.com
Marfat.com

اور دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہیں اس لیے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ' مرسلہ' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین موجود ہیں۔ بہرحال ہم نے جو اعداد و شمار تتبع اور تلاش سے حاصل کیے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے وہ معناً متواتر ہیں اور اس عدد سے اس بات پر شرح صدر ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث اس قوت میں ہیں کہ ان سے قرآن مجید کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور ان احادیث متواترہ کی بناء پر یہ قول صحیح اور برحق ہے کہ قرآن مجید میں جس زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے مارنا بیان کی ہے اس سے آزاد اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی اور زانیہ مراد ہیں رہے آزاد اور محصن (شادی شدہ) زانیہ اور زانی تو ان کی حد رجم کرنا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

منکرین رجم یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ سنت سے قرآن مجید کے عموم قطعی کی تخصیص کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ الزانیة والزانی میں عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں باندیوں کے زنا کی سزا کے متعلق ہے:

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ   یعنی باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے۔

(النساء: ۲۵)

یعنی باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آیت نور میں جو زانیوں کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے اس سے ہر زانی اور زانیہ مراد نہیں ہے بلکہ آزاد زانیہ اور زانی مراد ہے کیونکہ باندیوں کی سزا سورۂ نساء میں اس کی نصف بیان کی گئی ہے اور جب اس آیت میں خود قرآن مجید سے تخصیص ہو گئی تو اس کا عموم قطعی نہ رہا اور یہ ہر زانیہ اور زانی کو شامل نہیں ہے' اس لیے اگر سنت متواترہ سے اس میں تخصیص کی جائے اور اس بناء پر اس کو غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مختص قرار دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

رہے آزاد اور شادی شدہ زانی تو ان کی سزا رجم ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

ہم نے شرح صحیح مسلم میں رجم کی ۵۳ احادیث مرفوع بیان کی ہیں' ۱۴ مرسل روایات بیان کی ہیں' ۱۴ آثار صحابہ اور ۵ فتاویٰ تابعین کا ذکر کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۱۶-۸۰۴)

حد زنا کے دیگر مباحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۴۰-۸۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے ○ (النور: ۳)

زانیہ کے لیے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اُم مہزول نامی ایک عورت سے نکاح کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی وہ عورت زنا کرتی تھی اور اس پر اُجرت لیتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سامنے یہ آیت پڑھی: **الزانية لاينكحها الازان او مشرک.** (النور: ۳)

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۸۰' ۷۰۹۹' ۱۰۰۷' شیخ احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راویوں کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۳۵-۳۴' دار الحدیث قاہرہ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۱۹' حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۳' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد ایک ایسا شخص تھا

marfat.com
Marfat.com

جو مکہ سے قیدیوں کو لا کر انہیں مدینہ پہنچاتا تھا' مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا وہ مرثد کی دوست تھی' اس نے مکہ کے کسی قیدی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو مدینہ پہنچائے گا' اس نے کہا میں مکہ گیا حتیٰ کہ ایک چاندنی رات میں' میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سائے میں پہنچا پس عناق آ گئی۔ میں نے دیوار کے ساتھ کسی شخص کا سایا دیکھا تھا میں جب وہاں پہنچا تو میں نے اس کو پہچان لیا' اس نے کہا مرثد ہے؟ میں نے کہا مرثد ہوں' اس نے کہا خوش آمدید میرے پاس آؤ' میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ میں نے اس سے کہا اے عناق! اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے' اس عورت نے (مکہ کے لوگوں سے) کہا اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو چھڑا کر لے جاتا ہے' سو آٹھ آدمیوں نے میرا پیچھا کیا میں الخندمہ (مکہ کا ایک پہاڑ) کی طرف گیا اور کسی غار میں گھس گیا وہ غار کے سر پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہاں پیشاب کیا اور ان کا پیشاب میرے سر پر پڑا' اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ سے اندھا کر دیا' میں اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس پلٹا وہ بہت بھاری جسم کا تھا حتیٰ کہ میں اذخر گھاس کے پاس پہنچا اور میں نے اس کی بیڑیاں کھولیں' پھر میں اس کو اٹھا کر لے گیا اور وہ بھی میری مدد کرتا رہا' حتیٰ کہ میں اسے لے کر مدینہ پہنچ گیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر لوں؟ میں نے یہ سوال دو مرتبہ کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا' اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے۔ (النور: ۳)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۵۳)

زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات

سورۃ النور: ۳' اور مذکور الصدر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان مرد زانیہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان عورت زانی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی' اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ ممانعت عام نہیں ہے بلکہ ام مھزول اور عناق کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابھی احادیث کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ابو صالح نے کہا یہ ممانعت اہل الصفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا یہ ممانعت ہر زانی اور ہر زانیہ کے لیے عام نہیں ہے بلکہ اس زانی اور زانیہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کو حد میں کوڑے لگ چکے ہوں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زانی کو کوڑے مارے جا چکے ہوں' وہ صرف اپنی مثل کے ساتھ نکاح کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۲۶۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۶۹۷)

(۴) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر اور غالب زنا کرنے والے اپنی مثل زانیہ سے ہی نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ کرخی نے کہا ہے کہ فاسق خبیث جو زنا کرتا ہے وہ کسی نیک خاتون سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتا' وہ اپنی مثل فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے' اسی طرح فاسقہ خبیثہ عورت کسی نیک باشرع اور متقی مرد سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے متنفر ہوتی ہے (جیسا کہ اس دور میں آزاد اور فیشن ایبل الٹرا ماڈرن لڑکیاں کسی نمازی ڈاڑھی رکھنے والے

marfat.com
Marfat.com

شخص سے نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہیں) بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق (آزاد فیشن زدہ) مرد سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہیں اور یہ حکم عام اکثر اور غالب افراد کے اعتبار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نیک کام تو صرف پرہیز گار لوگ کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات فاسق لوگ بھی نیک کام کر لیتے ہیں' اسی طرح اس آیت کا محمل یہ ہے کہ زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت صرف اپنے جیسے شخص سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں۔

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا

(۵) علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النور:۳' سورۃ النور:۳۲ سے منسوخ ہے اور منسوخ کرنے والی آیت یہ ہے:

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ ؕ (النور:۳۲) تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہوں' ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا بھی۔

اس آیت میں مطلقاً بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں اور جن سے ان کا نکاح کیا جائے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں۔

ابوجعفر النحاس نے کہا یہ اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ دوسرے شخص کے لیے بھی اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمر' سالم' جابر بن زید' عطا' طاؤس' امام مالک بن انس اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا سعید بن مسیب کا قول صحیح ہے کہ یہ آیت ان شاء اللہ منسوخ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں کو سو سو کوڑے مارے پھر ان کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیا اور ان کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا۔ حضرت عمر' ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا اوّل زنا ہے اور اس کا آخر نکاح ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے باغ سے پھل چوری کرے پھر اس کے مالک سے اس باغ کے پھل خرید لے' اس نے جو چوری کی تھی وہ حرام ہے اور جو مال خریدا ہے وہ حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اسی اثر سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۱۵۷-۱۵۶' ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد مہربان ہے ○ (النور:۵-۴)

قذف کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **قذف بالحجارۃ** کا معنی ہے پتھر پھینکنا اور **قذف المحصنۃ** کا معنی ہے پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنی ہے گالی دینا' اور حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک کے ساتھ تہمت لگائی' اصل میں قذف کا معنی ہے پھینکنا پھر یہ لفظ گالی دینے اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔ (تاج العروس ج ۶ ص ۲۱۷' مصر)

marfat.com
Marfat.com

قذف کا شرعی معنی

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ قذف کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف کا شرعی معنی ہے کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور فتح القدیر میں ہے: اس پر اجماع ہے کہ حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''جو لوگ محصنات (مسلمان اور پاک دامن) عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو'' اسی آیت میں لفظ رمی سے زنا کی تہمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دیگر گناہوں کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ تعزیر واجب ہوگی' اور اس آیت میں جو چار گواہ نہ لانے کی شرط لگائی ہے اس سے زنا کی تہمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صرف زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ اس آیت میں محصنات کا لفظ ہے جو مؤنث کا صیغہ ہے لیکن یہ حکم مردوں کو بھی شامل ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صرف عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے بلکہ مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد جس کو بھی زنا کی تہمت لگائی گئی اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائے جا سکیں تو تہمت لگانے والے پر حد قذف واجب ہوگی۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰-۲۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۱ھ)

قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور: ۴)

اور جو لوگ مسلمان پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ نہ لائیں ان کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر' مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس شخص کے قتل کو حق کے سوا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاک دامن مسلمان بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۶۱)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری برأت نازل ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اُترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا سو ان کو حد لگائی گئی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۷۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶۷)

marfat.com
Marfat.com

عن محمد بن اسحاق بهذا الحديث قال فامر برجلين و امرأة ممن تكلم بالفاحشة حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثه قال النفيلی و يقولون والمرأة حمنة بنت جحش.

محمد بن اسحاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان کو حد قذف لگانے کا حکم دیا' حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۴۷۵)

احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مکلف شخص محصن کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف واجب ہوتی ہے اور احصان کی پانچ شرائط ہیں:

(۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام (۴) زنا سے پاک دامن ہونا (۵) وہ شخص اتنا بڑا ہو کہ جماع کر سکتا ہو یا اس سے جماع کیا جا سکتا ہو۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے احصان میں ان شرائط کا اعتبار کیا ہے۔ البتہ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ غلام کو تہمت لگانے سے بھی حد واجب ہوگی۔ امام احمد سے بلوغ کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ شرط ہے' امام شافعی' ابوثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ بلوغ مکلف ہونے کی ایک شرط ہے اس لیے عقل کے مشابہ ہے اور اس لیے کہ بچہ کے زنا سے حد واجب نہیں ہوتی اس لیے اگر بچہ کسی کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد بھی نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بلوغ کی شرط نہیں ہے کیونکہ وہ آزاد' صاحب عقل اور پاک دامن ہے اور اس تہمت سے اس کو عار لاحق ہوتا ہے اور اس قول کا صدق ممکن ہے اس لیے وہ بڑے شخص کے مشابہ ہے یہ امام مالک اور اسحاق کا قول ہے' اس روایت کی بناء پر اس کو کم از کم اتنا بڑا ہونا چاہیے جو جماع کر سکتا ہو اور لڑکا کم از کم دس سال کا اور لڑکی نو سال کی ہو۔

(المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ)

احصان کی شرائط میں مذہب احناف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

احصان یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے وہ (۱) آزاد' (۲) عاقل' (۳) بالغ' (۴) مسلمان اور (۵) زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔ آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر احصان کا اطلاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۔ ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے۔

(النساء:۲۵)

اور عقل و بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا اور اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اشرک باللہ فلیس بمحصن. جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

(سنن دارقطنی)

اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

کوڑے مارنے کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: امام کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارنے کا حکم دینا چاہیے جس میں گرہ یا پھل نہ ہوں (یعنی درخت کی ایسی شاخ سے مارا جائے جس میں گرہ نہ ہو اور نہ پھل ہوں) اور متوسط ضرب کے ساتھ مارنا چاہیے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوڑے مارنے لگے تو انہوں نے درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیئے' اور متوسط ضرب وہ ہوتی ہے کہ نہ تو اس سے چوٹ کا نشان پڑے اور نہ ایسی ضرب ہو جس سے بالکل تکلیف نہ ہو' کیونکہ پہلی صورت میں ہلاکت کا خدشہ ہے اور دوسری صورت میں کوڑے لگانے کا مقصد فوت ہو جائے گا' مجرم جس کے کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اُتار لیے جائیں اور صرف چادر (تہبند) باقی رہے اور اس کے جسم کے متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ایک جگہ کوڑے مارنے سے اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور اس کے سر' چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد لگانے والے سے فرمایا اس کے چہرے اور شرمگاہ سے اجتناب کرو' تمام حدود میں مجرم کو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں کیونکہ حضرت علی نے فرمایا: مردوں کو کھڑا کر کے کوڑے ماریں' کوڑے مارتے وقت کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اوپر نہ اُٹھائے۔ کوڑے مارے جانے میں مرد اور عورت کے مساوی احکام ہیں۔ البتہ عورت کے صرف فالتو کپڑے اُتارے جائیں گے سارے کپڑے اُتار کر یا صرف تہبند میں حد نہیں لگائی جائے گی اور اس کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ (ہدایہ اولین ص۴۹۰-۴۸۹' ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ کوڑے مارنے کے لیے درخت کی ایسی شاخ لی جائے جس میں کوئی گرہ ہو نہ کوئی پھل ہو' نہ وہ سوکھی ہوئی خشک شاخ ہو' اگر وہ خشک شاخ ہو تو اس کو چھیل کر نرم کر لیا جائے' کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم کیا جاتا تھا کہ درخت کی شاخ سے پھل کاٹ لیے جائیں پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کے کوٹ کر نرم کیا جائے پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے۔ علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شاخ سے ضرب نہ لگائی جائے جس کی کوئی جانب خشک اور سوکھی ہوئی ہو کیونکہ اس سے زخم لگے گا یا نشان پڑ جائے گا اور نہ اس شاخ میں کوئی گرہ یا پھل ہو' کیونکہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑا منگوایا تو ایک سخت ٹہنی لائی گئی جس میں پھل تھے آپ نے فرمایا اس سے کم لاؤ پھر ایک نرم شاخ لائی گئی آپ نے فرمایا اس سے کچھ زیادہ لاؤ' پھر ایک درمیانی شاخ لائی گئی۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے پھر آپ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ متوسط شاخ سے کوڑے لگائے جائیں۔ (فتح القدیر ج۵ ص۱۶-۱۵' سکھر)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک آزاد' عاقل' بالغ' مسلمان اور پاک دامن مرد یا عورت پر کسی مکلف نے زنا کی تہمت لگائی اور اس پر چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر اسی (۸۰) کوڑے حد لازم ہوگی۔

جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء

جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر اس پر چار گواہ نہ پیش کر سکے اس کے متعلق تین حکم بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارو' دوسرا یہ کہ ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور تیسرا یہ کہ وہی فاسق ہیں۔ اس کے بعد فرمایا سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔
اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا تعلق کوڑے مارنے کی سزا کے ساتھ نہیں ہے یعنی اگر کسی شخص نے تہمت لگانے کے بعد

marfat.com
Marfat.com

اس تہمت سے رجوع کرلیا اور یہ کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو اس کو پھر بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں۔ قاضی شریح' ابراہیم نخعی' حسن بصری' سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے اس کی توبہ اب بھی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور اس سے استثناء کا تعلق فسق سے ہے' یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں ہیں۔

اور ائمہ ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ اس استثناء کا تعلق توبہ قبول نہ کرنے کے ساتھ ہے یعنی تہمت لگانے کے بعد اس نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی تو پھر اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۱۶۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ائمہ ثلاثہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت ابوبکرہ' شبل بن معبد اور نافع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اسی' اسی (۸۰'۸۰) کوڑے مارے کیونکہ یہ چار گواہ نہیں پیش کر سکے تھے۔ پھر فرمایا کہ جو ان میں سے توبہ کرلے گا اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔ شبل اور نافع نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے قول پر قائم رہے۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ' نافع اور شبل نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیاد ابن ابوسفیان نے ان کی شہادت کے خلاف شہادت دی' حضرت عمر نے ان تینوں کو کوڑے مارے اور فرمایا تم میں سے جس نے اپنی شہادت سے رجوع کرلیا اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔ حضرت ابوبکرہ نے اپنی شہادت سے رجوع کرنے سے انکار کردیا۔

ان چاروں نے حضرت مغیرہ کو الرقطاء اُم جمیل بنت عمرو الھلالیہ کے پیٹ کے اوپر دیکھا' انہوں نے جا کر حضرت عمر سے شکایت کی حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ کو بصرہ کا گورنر بنا دیا' اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا' اوّل الذکر تینوں نے ان کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیاد بن ابوسفیان نے قطعی شہادت نہیں دی اور کہا میں نے بہت قبیح منظر دیکھا تھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ فعل کیا تھا یا نہیں' تب حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کی۔ حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے کہ زیاد نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا میں نے ان کا زور زور سے سانس سنا اور اس کے بعد کیا ہوا اس کا مجھے پتہ نہیں۔ (فتح الباری ج ۵ص ۵۸۴-۵۸۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں' تو وہ ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے ٥ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ٥ اور عورت سے حد زنا اس طرح دُور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے ٥ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا عذاب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو ٥ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا) اور بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت حکمت والا ہے ٥ (النور: ۱۰-۶)

لعان کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور

marfat.com

Marfat.com

مقرون ہوں' اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ دو قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں' امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لیے مسلمان اور اس کی کافر بیوی اور کافر اور کافرہ اور غلام اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے' امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لیے لعان ایسے مسلمان' آزاد' عاقل' بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰)

لعان کی وجہ تسمیہ

مرد لعنت کے لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے جبکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے' نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی پر ہوتا ہے' اور عورت کو غضب کے لفظ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کی جانے کی مستحق ہے۔

(عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰)

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ محقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کر دے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کر دے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کر لیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو' یہ دنیاوی ضابطہ ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۸' کراچی)

امام ابو حنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے' اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹' لاہور)

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے' پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آ کر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی' البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لیے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا' لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مؤاخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک' امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے' لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے' امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جاتی ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے' اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک

marfat.com
Marfat.com

میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۵ مصر)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا یہی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابوالخطاب اور ابن النباء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔ (الانصاف ج ۹ ص ۲۵۲-۲۵۱، بیروت)

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کارروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا **ثم فرق بینھما**۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴) ''پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی''۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۱) اور نافع سے بھی۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبره ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین رجل و امراته قذفها و احلفها۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۳)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: **کذبت علیها یا رسول اللہ ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** ''یا رسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں''۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۲)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذهب فلا سبیل لک علیها۔** ''جاؤ اب اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا' یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۸۹، کراچی)

marfat.com
Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا "لا سبیل لک علیھا." اور یہ کہ یہ جملہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ہے: اللہ یعلم ان احد کما کاذب.

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲-۴۵۱' لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فلا سبیل لک علیھا" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے' اس معاملہ میں علامہ نووی نے ایک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا ارشاد "لا سبیل لک علیھا" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا "تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے' تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔" (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۲)

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا سبیل لک علیھا" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے' امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سهل بن سعد فی هذا الخبر فطلقها ثلث تطليقات عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقها "حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے"۔ لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اس لیے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لیے مفید نہیں ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان رقم حدیث الباب: ۳' رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۴۹۲' رقم الحدیث المسلسل: ۳۶۷۵)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں۔ (رقم حدیث الباب: ۹'۸'۷) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی' اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کردی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کردیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کردیا جائیگا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر شعبی' محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو اس لیے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا' لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسب اس وقت منتفی ہوگا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گزرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کردے' امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں سات دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہیں فوراً انکار کردیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲' مصر)

اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ‌ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ‌ؕ بَلۡ

بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے' تم اس (تہمت) کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ

هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ؕ لِكُلِّ امۡرِىٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ‌ۚ وَالَّذِىۡ

وہ (مآل کے اعتبار سے) تمہارے لیے بہتر ہے' اس گروہ میں سے ہر فرد کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے

تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۱۱﴾ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ

ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○ جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں

الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ‏ ﴿۱۲﴾

اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے ○

لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ‌ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰۤـئِكَ

(تہمت لگانے والے) اس (تہمت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے! پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ

عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡـكٰذِبُوۡنَ‏ ﴿۱۳﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِى

کے نزدیک جھوٹے ہیں ○ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس

marfat.com
Marfat.com

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا O

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ

جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں

عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی O تم نے اس (تہمت) کو سنتے ہی

قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

یہ کیوں نہ کہا ایسی بات کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے' اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت سنگین بہتان ہے O

عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو O

وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور اللہ تمہارے لیے آیتیں بیان فرما رہا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے O بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ

يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ

ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O اور اگر تم پر اللہ کا فضل

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع النصف ۸ ع ۱۰/۲

اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت شفیق اور بے حد مہربان ہے (تو تم پر عذاب آ جاتا) O

مشکل الفاظ کے معانی

الافک: ہر وہ چیز جس کو اس کی اصل وضع سے پھیر دیا گیا ہو وہ ہوائیں جو اپنے معمول کے خلاف الٹی چلتی ہیں، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (التوبہ: ۳۰) اللہ ان کو غارت کرے وہ اعتقاد برحق سے اعراض کر کے باطل کی طرف جا رہے

marfat.com
Marfat.com

ہیں جب کسی پر تہمت لگائی جائے یا اس پر بہتان تراشا جائے تو اس میں بھی حق کے خلاف باطل بات کہی جاتی ہے اور صدق کو چھوڑ کر کذب کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور سب سے بدترین تہمت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے لگائی تھی۔ (المفردات: ج ا ص ۲۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

العصبة: ایک دوسرے کی حمایت کرنے والی جماعت' (المفردات ج ۲ ص ۴۳۷) اس کا اکثر اطلاق دس سے لے کر چالیس لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے' جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی وہ عبداللہ بن ابی' زید بن رفاعہ' حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ' حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن حمنہ بنت جحش' طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی اور ان کے موافقین تھے۔

(تفسیر بیضاوی مع خفاجی ج ۷ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

النور: ۲۰-۱۱ کی مختصر تفسیر

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ (النور: ۱۱) جس شخص نے کسی بری اور بے حیائی کی بات کو پھیلانے میں جتنا حصہ لیا ہے اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا۔ والذی تولی کبرہ منهم: تہمت کو پھیلانے میں جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا' اور وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں غزوہ بنو المصطلق سے واپسی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی اور اس تہمت کو مسلمانوں اور منافقین میں پھیلا دیا۔

له عذاب عظیم: عبداللہ بن ابی کو آخرت کے عذاب کے ساتھ خاص کر لیا گیا' اور جو مسلمان اس تہمت لگانے میں ملوث ہو گئے تھے مثلاً حضرت حسان' حضرت مسطح اور حضرت حمنہ ان کی تطہیر کے لیے ان پر دنیا میں حد قذف لگائی گئی۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس کی پاداش میں عبداللہ بن ابی نفاق میں مشہور ہو گیا اور حضرت حسان نابینا ہو گئے اور ان کے دونوں ہاتھ سوکھ گئے اور حضرت مسطح بھی نابینا ہو گئے' لیکن علامہ خفاجی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ (عنایت القاضی ج ۷ ص ۲۳)

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا (النور: ۱۲) پہلے صیغہ غائب کے ساتھ مسلمانوں سے کلام فرمایا تھا' اور اب زیادہ زجر و توبیخ کرنے کے لیے صیغہ خطاب کے ساتھ کلام فرمایا' اور اس میں یہ خبر دی کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان' مسلمانوں کے ساتھ نیک گمان کریں اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے باز رہیں' اور جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان پر تہمت لگا رہے تھے ان کی تہمت کو دُور فرمایا۔

وقالوا هذا افک مبین: یعنی مسلمانوں کو یہ چاہیے تھا کہ جب انہوں نے تہمت کی یہ خبر سنی تھی تو وہ فوراً کہتے کہ یہ کھلی ہوئی تہمت اور نرا بہتان ہے۔ عام مسلمان کے لیے بھی ایسا ہی کہنا چاہیے خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور تمام مسلمانوں کی ماں کے متعلق تو ضرور اور لازماً ایسا کہنا چاہیے تھا۔

لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ (النور: ۱۳) اس آیت میں یہ اصول بیان فرما دیا کہ جب کوئی شخص کسی پر چار گواہ پیش کیے بغیر تہمت لگائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے' اور چونکہ اس واقعہ میں عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے بغیر کسی گواہ کے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی اس لیے تہمت لگانے والے جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہ کا دامن عفت بے غبار ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور: ۱۴) اللہ تعالیٰ نے تم کو انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں' اور ان میں سے یہ نعمتیں بھی ہیں کہ تم کو دنیا میں توبہ کرنے کی مہلت عطا فرمائی ہے اور آخرت میں نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے کرم

marfat.com
Marfat.com

سے تم کو معاف فرمادے گا' اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور وہ تم کو توبہ کی توفیق نہ دیتا تو تمہارے اس سنگین جرم کی بنا پر تم کو آخرت میں سخت عذاب ہوتا۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ (النور: ۱۵) تم محض ایک سنی سنائی بات کو نقل کر رہے تھے اور اس پر یقین اور وثوق حاصل کیے بغیر اس کو آگے پھیلا رہے تھے' ہر چند کہ تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی' کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا معاملہ تھا' یہ صرف اتنا جرم نہیں تھا کہ اسی کوڑے مارنے سے اس کی تلافی ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دنیا والوں کی نگاہوں میں معزز' محترم اور باوقار بنایا ہے اور اس کے حرم اور اس کی اہانت کرنا خود اس رسول کو لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت بنانا ہے' کیونکہ جس شخص کی اہلیہ پر ایسی تہمت ہو اس کی قدر و منزلت نہیں ہوتی' یہ صرف رسول کے مشن کو نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اللہ نے جس حکمت سے رسول کو مبعوث فرمایا ہے اس حکمت کو نقصان پہنچانا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا (النور: ۱۸-۱۶) اس آیت میں پہلی آیت کی مزید تاکید فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا معاملہ عام مسلمانوں کی بیویوں کی طرح نہیں ہے تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ تم منافقوں سے اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے سبحان اللہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے' ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ اب جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر فحاشی کی تہمت لگائے وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ (النور: ۱۹) الفاحشہ کا معنی بے حیائی اور بدکاری ہے اور بے حیائی کی جھوٹی خبر کی اشاعت بھی بے حیائی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو عذاب الیم کا باعث فرمایا ہے' نیز اس آیت میں فرمایا مسلمانوں میں فحاشی کو پھیلانے سے محبت کرنا بھی موجب عذاب ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی عذاب ہوتا ہے' کفر اور نفاق بھی دل کا فعل ہے' اور حسد' کینہ اور بخل بھی دل کے افعال ہیں' اور گناہ کا عزم صمیم کرنا بھی دل کا فعل ہے اور ان تمام افعال پر مواخذہ ہوتا ہے اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ گناہ کے عزم اور اس کی نیت پر مواخذہ نہیں ہوتا صرف گناہ کے عمل پر مواخذہ ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (النور: ۲۰) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ بہت شفقت کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے تو اللہ کا عذاب تم کو اپنی گرفت میں لے لیتا کیونکہ تم نے بہت سنگین جرم کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی مفصل حدیث

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی فرماتے' پس جس کا قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے' حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (غزوہ بنو مصطلق) میں ازواج کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کی تو میرا قرعہ نکل آیا' سو میں حجاب (پردہ) کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی (ابوعبیدہ اور ایک جماعت نے کہا کہ پردہ کا حکم ذوالقعدہ' تین ہجری میں نازل ہوا' اور الدمیاطی نے کہا صحیح یہ ہے کہ پردہ کا حکم چار ہجری میں نازل ہوا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنو المصطلق کے لیے شعبان پانچ ہجری میں نکلے تھے اور اسی میں یہ تہمت والا واقعہ پیش آیا تھا۔ فتح الباری

marfat.com

Marfat.com

ج۹ ص ۳۹۹-۳۹۸ بیروت' ۱۴۲۰ھ) مجھے ھودج (کجاوہ' پالان) میں بٹھایا جاتا اور ھودج سے اتارا جاتا' ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا' جب آپ نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوگئی تو میں اپنے کجاوہ کی طرف بڑھی' اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا' میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک لیا' اور وہ لوگ جو میرے ھودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے ھودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا' ان کا یہ گمان تھا کہ میں ھودج میں بیٹھی ہوئی ہوں' اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں' اس لیے جب لوگوں نے میرے ھودج کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا' اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی' انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے' ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر کوئی بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا' میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے ٹھہری ہوئی تھی' میرا یہ گمان تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے تو وہ واپس میری طرف آئیں گے' میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سوگئی' اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تاکہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی' انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پہچان لیا' پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا' جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سن کر میں بیدار ہوگئی' میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا' اور اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا' اور میں اس پر سوار ہوگئی' وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے' حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے' پس جو ہلاک ہوا وہ ہلاک ہوگیا' اور جس نے اس تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' ہم مدینہ میں پہنچے مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی' اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا' مجھے اس میں سے کسی بات کا پتا نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ نہیں دیکھتی تھی جیسی آپ بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ کیا کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے اور پوچھتے تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے' اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتا نہیں تھا' حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی' میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں' اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی' اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے' اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے' اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لیے میدان میں جاتے تھے' اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی' حضرت مسطح کی ماں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں' میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں' انہوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے' میں نے ان سے کہا آپ نے بری بات کہی ہے کیا آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہے' انہوں نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا وہ کیا کہتا ہے! میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے' تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی' پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی' حضرت عائشہ نے فرمایا جب میں اپنے گھر لوٹی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے' آپ نے سلام کیا اور پوچھا تمہارا کیا حال

marfat.com
Marfat.com

ہے؟ میں نے کہا کیا آپ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عائشہ نے کہا میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی' حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی' میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی' میں نے ماں سے پوچھا' اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اے بیٹی! حوصلہ رکھو' کم ہی کوئی حسین عورت ہو گی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں' میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں! میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی' حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی' ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما کو بلایا جب کہ وحی میں تاخیر ہو گئی تھی اور آپ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے' رہے حضرت اسامہ بن زید تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں' اور جس کا انہیں علم تھا کہ آپ کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے' رہے حضرت علی بن ابی طالب تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی' اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں' اور آپ ان کی باندی (نوکرانی) سے پوچھیں وہ آپ کو سچ سچ بتائیں گی' حضرت عائشہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا آپ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے؟ حضرت بریرہ نے کہا نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں' وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں' اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شکایت کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے' سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ ہی گیا ہے' تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اس معاملہ میں' میں آپ کی مدد کروں گا' اگر (قبیلہ) اوس میں سے کسی نے آپ کو ضرر پہنچایا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں میں سے (قبیلہ) خزرج میں سے کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو آپ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے' پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے! تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو' پھر حضرت سعد بن معاذ کے عم زاد حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے' ہم اس کو ضرور قتل کریں گے' تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو' پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے' حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے' حضرت عائشہ نے کہا اس پورے دن میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا' صبح کو میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے' میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے' میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے' میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر

marfat.com
Marfat.com

دے گا' جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی میں نے اس کو اجازت دی' وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی' حضرت عائشہ نے کہا جس وقت ہم اسی کیفیت میں تھے' ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' آپ سلام کر کے بیٹھ گئے' اور جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ کی طرف سے میرے متعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! حمد وصلوٰۃ کے بعد' مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تمہاری برأت نازل کر دے گا' اور اگر (بالفرض) تم گناہ کی مرتکب ہوگئی ہو' تو تم اللہ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو' کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر اللہ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے' حضرت عائشہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا' میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں' انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں! پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں! انہوں نے بھی کہا میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے کہا میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی بے شک اللہ کی قسم میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہوگئی ہے' اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے' پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس (تہمت) سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی (ناکردہ) کام کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے' اور اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال دیکھتی ہوں' انہوں نے فرمایا تھا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو (یوسف:۱۸) اس پر اللہ سے ہی مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا پھر میں اس مجلس سے اُٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی' اس وقت مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں' اور اللہ میری برأت کو ظاہر کر دے گا' لیکن اللہ کی قسم میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا' اور میرے نزدیک میری حیثیت اس سے بہت کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو' لیکن میرا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھا دے گا جس سے اللہ میری برأت ظاہر فرما دے گا' پس اللہ کی قسم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا' اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوگئی' پھر جس طرح (نزول وحی کے وقت) آپ پر پسینہ آتا تھا اس طرح آپ پر پسینہ آ گیا' وہ بہت سخت سردی کا دن تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے' ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ پر نازل ہو رہی تھیں' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے' پھر جو پہلی بات آپ نے کہی وہ یہ تھی اے عائشہ! بے شک اللہ عزوجل نے تم کو بری کر دیا ہے' میری ماں نے کہا تم حضور کی طرف کھڑی ہو' میں نے کہا اللہ کی قسم میں حضور کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی' اور میں اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی' پھر اللہ عزوجل نے یہ دس

marfat.com
Marfat.com

آیتیں نازل فرمائیں ؎ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النور: ۲۰-۱۱) جب اللہ عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمادیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا مسطح نے عائشہ کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' حضرت ابوبکر حضرت مسطح کو خرچ دیا کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے جو صاحب فضل اور کشادہ دست ہیں وہ قرابت داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہ کرنے کی قسم نہ کھائیں ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں' کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے' اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر نے بے ساختہ کہا کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے' پھر حضرت ابوبکر' حضرت مسطح پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے اور حضرت ابوبکر نے کہا اللہ کی قسم میں مسطح پر اس خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا' حضرت عائشہ نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش سے میرے متعلق پوچھتے تھے' اے زینب کیا تم کو اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ میں اپنے کانوں کی اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں' میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی' حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش ان کی حمایت میں لڑتی تھیں' پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۵۰' ۲۶۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰' رقم الحدیث المسلسل: ۶۸۸۷' صفات المنافقین: ۵۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۴۷' ۱۹۷۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۲۱' عالم الکتب' مسند احمد ج ۶ ص ۶۰-۵۹' قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۸۱۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۳۱' ۴۹۲۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۰۰' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۱۵۱-۱۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۰۱' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۷ ص ۲۳۱-۲۲۸' رقم الحدیث: ۶۳۸۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۂ نور کی ان دس آیات کی تفسیر اور اس حدیث کی تشریح میں ہم پہلے یہ بیان کریں گے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی نازل ہونے سے پہلے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے برأت کا علم تھا' اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کریں گے' اس کے بعد اس حدیث سے مستنبط شدہ مسائل بیان کریں گے' پھر اس حدیث پر بعض علماء کے عقلی شبہات کا ازالہ کریں گے اور آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں احادیث و آثار بیان کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

؎ امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ یہ اٹھارہ مسلسل آیات ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔ حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے' یہ آیات ان الذین جاءوا سے شروع ہوتی ہیں اور رزق کریم پر ختم ہوتی ہیں۔ الزمخشری نے کہا کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جتنی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے۔ عتاب بلیغ ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں سے ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۴۱۹' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کسی زوجہ کو ساتھ لے جانے کے لیے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے' علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیویوں کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مشہورہ موجود ہیں' علامہ ابوعبید نے کہا کہ حضرت یونس' حضرت زکریا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' تین انبیاء علیہم السلام نے اس پر عمل کیا ہے' علامہ ابن منذر نے کہا اس کے عمل پر بہ منزلہ اجماع ہے' امام ابوحنیفہ کے مشہور مذہب میں یہ باطل ہے' اور امام ابوحنیفہ سے اس کی اجازت بھی منقول ہے' امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ شوہر بغیر قرعہ اندازی کے اپنی جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اس کے لیے سفر میں زیادہ مفید ہو اور دوسری بیوی گھر کے کام کاج اور گھر کی حفاظت میں زیادہ ماہر ہو' امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے' علامہ ابن منذر نے کہا کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے' لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۴' مطبوعہ کراچی)

مذہب احناف کی وضاحت علامہ عینی کے حوالہ سے آ رہی ہے۔

نزولِ وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم' اور شبہات کے جوابات

اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزولِ وحی سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور برأت کا علم تھا یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا' کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔	بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے' اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰)

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت ام المؤمنین کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا حضرت ام المؤمنین کی طرف توجہ کم کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی برأت کا اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر آپ کو حضرت ام المؤمنین کی برأت کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لیے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی' آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا' حضرت عائشہ کی سوکن (حضرت زینب بنت جحش) حضرت عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے حضرت ام المؤمنین کی برأت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بہ یک زبان کہا کہ ہم حضرت عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

marfat.com
Marfat.com

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لیے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو' قرآن مجید میں اس قسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ (یونس:۹۴)

تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجیے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے:

فَمَنۡ تَوَلّٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ (آل عمران:۸۲)

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ‌ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ۝ (زخرف:۸۱)

آپ فرمائیے! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو! اور یہ تحقیق اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فرمایا تھا' اور اس ارشاد میں امت کے لیے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواب میں یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اس خطاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روئے سخن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں تھا' اس قول میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا لیکن یہ خطاب ان لوگوں کے لیے تھا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقین کے بہکانے سے تہمت لگانے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی برأت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے' نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے' ایسے میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کر کے کافر ہو جاتے۔

marfat.com
Marfat.com

کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا!

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الضحاک مابغت امراۃ نبی قط. ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۷۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ ھ بیان کرتے ہیں:

قال ابن عباس مابغت امرأۃ نبی قط. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(الوسیط ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی التوفی ۵۱۶ ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی التوفی ۵۳۸ ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(الکشاف ج ۴ ص ۵۷۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر التوفی ۵۷۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اشرس خراسانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بھی زنا نہیں کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۴۴، رقم الحدیث: ۱۱۷۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابن جریر اور حافظ ابن عساکر کے حوالوں سے امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ھ امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ، علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸، علامہ خازن متوفی ۷۲۵ ھ، علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ، حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اپنی تفاسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۳۱۵، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۷۵، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۸۶، لباب التاویل ج ۴ ص ۲۸۸، البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۱۵، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۳۳، الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۴۱، روح المعانی جز ۲۸ ص ۲۴۱، فتح البیان ۱۴ ص ۲۲۱، طبع جدید)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن منذر اور امام ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی“ تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور اس تہمت سے برأت کے متعلق کیسے علم نہیں ہوگا!

حضرت عائشہ کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا اس فاحشہ کے ارتکاب سے مانع ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کفار کو

marfat.com
Marfat.com

دین حق کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اس لیے واجب ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے' اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت نفرت کرتے ہیں' اگر یہ سوال ہو کہ نبی کی بیوی کا کافرہ ہونا کیوں جائز ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں اور جب ان کا کافرہ ہونا جائز ہے تو فاجرہ ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نزدیک کفر موجب نفرت نہیں ہے اور بیوی کا فاجرہ ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ کا یہ حال معروف تھا کہ وہ فحش کاموں کے اسباب اور محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور جس شخصیت کا یہ حال معروف ہو اس کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فاحشہ کی تہمت لگانے والے منافقین اور ان کے متبعین تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ دروغ گو دشمن کی اڑائی ہوئی بات بے بنیاد ہوتی ہے' ان قرائن سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس تہمت کا جھوٹا ہونا آپ کو نزول وحی سے پہلے ہی معلوم تھا۔

تہمت لگانے والوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول' زید بن رفاعہ' حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ' حمنہ بنت جحش اور ان کے موافقین تھے۔

علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے' کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے' تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا' حضرت عثمان نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لیے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لیے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پیر سے وہ جوتی اتار دیں تا کہ آپ کے پیر میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہو گئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا' اور حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں! انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ (مدارک التنزیل ج ۳ ص ۳۴۳)

حضرت عائشہ کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل

شیعہ مفسرین میں سے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

فالاية دالة على كذب من قذف عائشة وافك عليها. یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی وہ جھوٹا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(التبیان ج ۷ص ۴۴۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۳ھ)

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ایشا نند دروغ گویان در ظاهرو باطن چه اگر گواه آور دندے در ظاهر در حکم کاذب نبودندے امادر باطن کاذب بودندے زیرا که ایں صورت در ازواج انبیاء ممتنع است وچوں گواه نیا وردند در ظاهر نیز کاذبند.

(منہج الصادقین ج ۶ص ۲۸۳-۲۸۲' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

یہ تہمت لگانے والے ظاہر اور باطن میں جھوٹے تھے' کیونکہ اگر وہ گواہ پیش کر دیتے تو ظاہر میں تو جھوٹے نہ ہوتے لیکن باطن میں جھوٹے ہوتے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے یہ صورت ممتنع ہے اور جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکے تو باطن کی طرح ظاہر میں بھی جھوٹے ہوئے۔

نیز شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

چه فجور زوجات پیغمبر صلی الله علیه وسلم موجب تنفیر مرد مانست از آنحضرت و انبیاء مبعوث شده اندبکفار بجهت آنکه ایشانرا دعوت کنند بدین خدا پس واجب است که منتفی باشد از ایشان چیزے که موجب تنفیر کفار باشدو کشخیمت از اعظم متنفر انست به خلاف کفر که نزد ایشان منفر نبو داز ایں جهت واجب است که ازواج انبیاء از فجور مصون باشند ولازم نیست که از کفر بری باشندے. (منہج الصادقین ج ۶ص ۲۸۴)

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے فاحشہ کا صدور لوگوں کی حضور سے نفرت کا موجب ہے' اور انبیاء علیہم السلام کفار کی طرف اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کو اللہ کے دین کی دعوت دیں' اس لیے واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ رہیں جو کفار کے تنفر کا موجب ہو' اور بدکاری سب سے زیادہ تنفر کا موجب ہے' اس کے برخلاف کفران کے نزدیک تنفر کا موجب نہیں ہے' اس لیے واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج اس فاحشہ سے محفوظ ہوں' اور یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کفر سے بری ہوں۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

لان الله تعالی یبری عائشه ویا جرها بصبرها واحتسابها ویلزم اصحاب الافک مااستحقوه بالاثم الذی ارتکبو ها فی امرها.

(مجمع البیان ج ۷ص ۲۰۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کو بری کر دے گا اور ان کو ان کے صبر کرنے پر اجر عطا فرمائے گا اور تہمت لگانے والوں کو وہ سزا ملے گی جس کے وہ مستحق ہوئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ان آیات میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے' اگر تم تمام قرآن کو کھنگال کر دیکھو تو تمہیں علم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی معصیت پر اتنی سخت وعید نازل نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ کی تہمت پر وعید نازل فرمائی ہے اور جتنی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے کچھ ایسے خصوصی فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں ہیں' البتہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کو عطا فرمائیں وہ مستثنیٰ ہیں اور میں یہ نہیں کہتی کہ میں ان

marfat.com
Marfat.com

اوصاف کی وجہ سے دیگر ازواجِ مطہرات پر فخر کرتی ہوں' پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فرشتہ میری صورت لے کر نازل ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر میں مجھ سے نکاح کیا نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی' میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت کا حضور سے نکاح نہیں ہوا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر پر تھی تو آپ پر وحی نازل ہوئی' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھی' میرے متعلق قرآن مجید میں (دس) آیات نازل ہوئیں' میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے بھی حضرت جبریل کو نہیں دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے حجرے میں وصال ہوا' میرے اور فرشتے کے سوا اور کوئی آپ کے قریب نہیں تھا۔

(روح المعانی جز ۱۸ص ۱۹۵-۱۹۴' دارالفکر' ۱۴۱۷ھ)

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی برأت بیان کی' حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی' حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی' روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے فرمایا اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا' حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن عباس کو یہ بتایا' حضرت ابن عباس نے کہا جب تک ام المؤمنین مجھ کو اجازت نہیں دیں گی' میں نہیں آؤں گا' حضرت عائشہ نے اجازت دے دی' حضرت ابن عباس آئے تو حضرت عائشہ نے کہا میں دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں' حضرت ابن عباس نے کہا اے ام المؤمنین آپ کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے' اور آپ کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل کی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طیبات' طیبین کے لیے ہیں اور طیبون' طیبات کے لیے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے تیمم کا حکم نازل کیا اور فرمایا صعید ''پاک مٹی'' سے وضو کرو' (نیز آپ کی وجہ سے حد قذف مقرر ہوئی) روایت ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی' حضرت زینب نے فرمایا میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا اور حضرت عائشہ نے فرمایا میں وہ ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے برأت بیان کی' جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا' حضرت زینب نے پوچھا آپ نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے کہا تھا: حسبی اللہ و نعم الوکیل حضرت زینب نے کہا یہی مؤمنوں کی نشانی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ص ۳۵۳' داراحیاء التراث العربی' ۱۴۱۵ھ)

حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس طویل حدیث کے متعدد قطعات کو راویوں نے بیان کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی تقطیع کرنا جائز ہے' اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔

(۲) ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنے کا جواز۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) خواتین کے غزوات میں شریک ہونے کا جواز۔
(۴) خواتین کے اونٹ پر سوار ہونے اور کجاوہ میں بیٹھنے کا جواز۔
(۵) سفر میں مردوں کا خواتین کی خدمت کرنے کا جواز۔
(۶) لشکر کی روانگی کا امیر کے حکم پر موقوف ہونا۔
(۷) بیوی کا قضاء حاجت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں جانے کا جواز۔
(۸) خواتین کے لیے سفر میں ہار پہننے کا جواز۔
(۹) غیر محرم کا عورت کو کجاوہ میں بٹھانے کا جواز اور یہ کہ غیر محرم سفر میں عورت کے ساتھ بلاضرورت بات نہ کرے۔
(۱۰) عورتوں کے کم کھانے کا استحسان تاکہ جسم پر گوشت کی تہیں نہ چڑھیں۔
(۱۱) بعض آدمیوں کو لشکر کے پیچھے رکھنا تاکہ اگر کوئی شخص لشکر سے بچھڑ جائے تو وہ اس کو لشکر کے ساتھ لاحق کر دے۔
(۱۲) غمگین کی مدد کرنا' جو قافلہ سے بچھڑ گیا ہو اس کو قافلہ سے لاحق کرنا اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا جیسا کہ حضرت صفوان نے کیا۔
(۱۳) خواتین کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ پیش آنا خصوصاً جنگل کی تنہائی میں' جیسا کہ حضرت صفوان نے از خود بغیر کہے سنے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پیچھے پیچھے چلے۔
(۱۴) ایثار کا بیان کیونکہ حضرت صفوان خود پیدل چلے اور حضرت عائشہ کو سوار کرایا۔
(۱۵) دین اور دنیا کی کسی بھی مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کا استحباب۔
(۱۶) اجنبی شخص خواہ صالح ہو یا نہ ہو اس سے چہرہ کے پردہ کا بیان' کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنی چادر میں چہرہ چھپا لیا۔
(۱۷) بغیر طلب کے قسم کھانے کا بیان۔
(۱۸) کسی شخص نے کسی پر تہمت لگائی ہو تو اس کا اس شخص سے ذکر نہ کرنے کا استحباب' کیونکہ ایک ماہ تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا۔
(۱۹) خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور لطف کے ساتھ پیش آنا
(۲۰) جب بیوی کے متعلق کوئی تہمت سنی جائے تو اس سے لطف میں کمی کرنا' تاکہ بیوی اس کی وجہ دریافت کرے اور سبب پر مطلع ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرے۔
(۲۱) مریض سے اس کا حال پوچھنے کا استحباب۔
(۲۲) عورت جب جنگل میں قضاء حاجت کے لیے جائے تو رفاقت کے لیے اپنے ساتھ کسی خاتون کو لے جائے۔
(۲۳) اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا رشتہ دار کسی معزز شخص کو اذیت دے تو اس کو برا جاننا جس طرح حضرت مسطح کی ماں نے مسطح کی تہمت لگانے کو برا جانا۔
(۲۴) اہل بدر کی فضیلت اور ان کی طرف سے دفاع کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت مسطح کی طرف سے دفاع کیا۔
(۲۵) اہل بدر کی مغفرت کا اعلان اس بات کو مستلزم نہیں کہ بعد میں وہ گناہ کریں گے اور ان کو دنیاوی سزا نہیں ملے گی' کیونکہ حضرت مسطح نے تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری ہوئی' البتہ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دی جائے گی اور خاتمہ

marfat.com
Marfat.com

ایمان پر ہوگا۔
(۲۶) کسی قانون کا مؤثر بہ ماضی ہونا' کیونکہ حد قذف کا حکم نازل ہونے سے پہلے جنہوں نے تہمت لگائی تھی ان پر بھی حد جاری کی گئی۔
(۲۷) بیوی کا اپنے میکے جانے کے لیے خاوند سے اجازت طلب کرنا۔
(۲۸) تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا۔
(۲۹) کسی شخص کا اپنے خانگی امور میں اپنے احباب اور عزیزوں سے مشورہ کرنا۔
(۳۰) کسی تہمت کے متعلق تحقیق اور تفتیش کرنا اور کسی کے احوال معلوم کرنا' البتہ بلاضرورت تجسس کرنا منع ہے۔
(۳۱) کسی پیش آمدہ حادثہ کے متعلق امام کا لوگوں سے خطاب کرنا۔
(۳۲) اگر کسی شخص کی طرف سے مسلمانوں کے امیر کو اذیت پہنچی ہو تو اس کی مسلمانوں سے شکایت کرنا۔
(۳۳) حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے فضائل جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور حضرت عائشہ کے بیان سے ظاہر ہوئے۔
(۳۴) حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت۔
(۳۵) فتنہ کو بند کرنا' لوگوں کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنا اور لڑائی جھگڑے کو بند کرانا۔
(۳۶) توبہ پر برانگیختہ کرنا اور توبہ کی قبولیت۔
(۳۷) بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کا بڑوں کی طرف کلام کو مفوض کرنا' چنانچہ حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ حضور سے بات کریں۔
(۳۸) قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کرنا۔
(۳۹) جس شخص کو کوئی تازہ نعمت ملی ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوئی ہو اس کو مبارک باد دینا۔
(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے برأت' قطعی برأت ہے جو قرآن مجید میں منصوص ہے' سو جو انسان اس میں شک کرے گا وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا' حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی' اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔
(۴۱) جب کوئی تازہ نعمت ملے تو اس پر فوراً شکر ادا کرنا' جس طرح حضرت عائشہ نے برأت کی آیات نازل ہونے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔
(۴۲) ولا یاتل اولوا الفضل. میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب فضل فرمایا۔
(۴۳) رشتہ دار اگرچہ بدسلوکی کریں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا' جیسا کہ حضرت ابوبکر کو حضرت مسطح کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔
(۴۴) لوگوں کی بدسلوکی کو معاف کرنا اور درگزر کرنے کا بیان۔
(۴۵) نیکی کے راستہ میں صدقہ اور خیرات کرنے سے استحباب۔
(۴۶) اگر کوئی شخص نیکی نہ کرنے کی قسم کھالے تو مستحب یہ ہے کہ وہ نیکی کرے اور قسم کا کفارہ دے' جس طرح حضرت ابوبکر نے کیا۔

marfat.com
Marfat.com

(۴۷) حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت۔
(۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلق کی عظمت کیونکہ حضرت حسان کے تہمت لگانے کے باوجود حضرت عائشہ ان کی طرف سے مدافعت کرتی تھیں۔
(۴۹) مسلمانوں کا اپنے امیر کے اہل کی عزت و حرمت کے لیے غضب ناک ہونا' جس طرح حضرت سعد بن معاذ اور دیگر صحابہ غضب میں آئے۔
(۵۰) متعصب کو سب کرنے کا جواز جیسا کہ حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو اور اس سے ان کی مراد نفاق حقیقی نہیں تھا۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸-۳۶۷' کراچی)
علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
(۱) علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی کرنا باطل ہے اور ان سے اجازت کی بھی حکایت ہے اور علامہ ابن منذر وغیرہ نے کہا کہ قیاس کا تقاضا قرعہ اندازی کو ترک کرنا ہے لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کا مشہور مذہب قرعہ اندازی کو باطل کرنا نہیں ہے' اور امام ابو حنیفہ نے یہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ قیاس قرعہ اندازی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں بیوی کے ساتھ لے جانے کو قرعہ پر معلق کرنا ہے اور یہ قمار ہے اس سے بیوی کے ساتھ جانے کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا لیکن ہم نے احادیث کی بنا پر اس قیاس کو ترک کر دیا' اور اس تعامل کی وجہ سے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک بغیر کسی اختلاف کے عمل ہوتا آیا ہے' اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی خوشنودی کے لیے ایسا کیا' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضر میں بھی ازواجِ مطہرات کی باری میں مساوات واجب نہیں تھی' اور قدوری میں یہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ سفر میں ازواج کا کوئی حق نہیں اور خاوند کی مرضی ہے وہ جس زوجہ کو چاہے سفر میں لے جائے اور علامہ اقطع نے اس کی شرح میں یہ لکھا کیونکہ خاوند پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے ایک معین کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے اور اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔
(۲) عورتوں کا کسی ایک کو نیک قرار دینا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت اور دین داری میں ان کے کمال کو بیان کیا' امام ابو حنیفہ نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض عورتوں کا بعض دوسری عورتوں کو نیک قرار دینا اور ان کو تعدیل کرنا جائز ہے۔
(۳) جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اہلیہ یا آپ کی عزت کے متعلق ایذاء دے اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہا کہ اگر یہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں کیا' اور علامہ ابن بطال نے یہ کہا کہ اسی طرح جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس چیز کے ساتھ سب کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے' علامہ مہلب نے کہا میرا نظریہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جس زوجہ پر بھی زنا کی تہمت لگائی جائے گی اس تہمت لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۴) صبر جمیل کی دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہے۔
(۵) جس شخص پر حد لگانے سے اُمت میں تفرقہ اور انتشار کا خدشہ ہو اس پر حد نہ لگائی جائے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن سلول پر حد نہیں لگائی۔
(۶) کسی باطل چیز کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا اگر میں اس گناہ کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے۔
(۷) وحی کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہیں تھا' کیونکہ اس موقع پر ایک ماہ تک آپ پر وحی نہیں کی گئی' اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔
(۸) عورتوں کا سونے' چاندی' موتی اور سیپوں کے زیورات پہننا جائز ہے۔
(۹) کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا' جس طرح حضرت عائشہ نے اپنے ہار کو تلاش کیا' اور مال کو ضائع ہونے سے بچانا جائز ہے۔
(۱۰) کسی شخص کے متعلق جو خبر گشت کر رہی ہو اس کے متعلق تحقیق کرنا کہ آیا اس سے پہلے بھی اس نے ایسا کام کیا تھا یا نہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ' حضرت اسامہ اور حضرت زینب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنہائی کے معمولات اور دیگر افعال کے متعلق سوالات کیے اور یہ کہ حکم ظاہری افعال پر لگایا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری جز ۱۳ ص ۲۳۶-۲۳۴' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ''میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی''

جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو' اللہ نے تمہاری برأت کر دی ہے اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو تو حضرت عائشہ نے کہا بہ خدا میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی۔

علامہ بدر الدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ کا یہ کلام بہ منزلہ عتاب تھا' کیونکہ مسلمانوں نے آپ کے معاملہ میں شک کیا حالانکہ ان کو حضرت عائشہ کی نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کا بہ خوبی علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ظالموں نے آپ پر جو بغیر کسی حجت اور دلیل کے جھوٹی تہمت لگائی ہے آپ کا دامن اس سے بری ہے۔ (علامہ عینی نے یہ عبارت علامہ نووی سے نقل کی ہے) (عمدۃ القاری جز ۱۳ ص ۱۳۴)

اس عبات کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے کہا میں صرف اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی حمد کروں گی جس نے میری برأت کو نازل کیا اور مجھ پر غیر متوقع انعام کیا' جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا تھا میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل کرے جس کی تلاوت کی جائے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۶' کراچی)

حضرت عائشہ نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی' اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا' معاذ اللہ! یا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض تھیں جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ عینی نے حضرت عائشہ کے اس کلام کو عتاب پر معمول کیا ہے' بلکہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عظیم احسان کیا ہے اور ان کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہیے ورنہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور

marfat.com
Marfat.com

آپ کے شکر کا کیسے انکار کر سکتی ہیں جبکہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہی ملی تھی' اس لیے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔!

حدیث افک پر بعض معاصرین کے اعتراضات

بعض معاصرین (قاضی عبدالدائم) نے حدیث مذکور پر آٹھ عقلی اعتراضات کیے ہیں اختصار کی وجہ سے ہم نے ان اعتراضات کا خلاصہ ان ہی کی کتاب سے نقل کیا ہے' اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے ان اعتراضات کے نمبروار جواب عرض کریں گے۔

خدارا' بتائیے کہ میں اس روایت کو کیسے صحیح تسلیم کرلوں!!!؟

(۱) وہ روایت' جس میں رسول اللہ کی زبانی صدیقہء کائنات کو اِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ اور قارفتِ سے مخاطب کیا گیا ہو۔

(۲) وہ روایت جس کے مطابق رسول اللہ اپنی اس انتہائی چہیتی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ کرنے لگے ہوں۔

(۳) وہ روایت جس میں حضرت علی کی طرف ایسا مشورہ منسوب کیا گیا ہو' جس کا باب مدینۃ العلم سے تصور بھی نہ کیا جا سکتا ہو۔

(۴) وہ روایت جس کی رو سے رسول اللہ' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ کے گناہگار ہونے کا یقین ہو۔

(۵) وہ روایت جس میں منافقین کی الزام تراشی کو ام رومان رضی اللہ عنہا نے خواہ مخواہ دیگر ازواجِ مطہرات کے سر منڈھ دیا ہو۔

(۶) وہ روایت جس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیسے عندلیب باغ رسالت کو قذف صدیقہ جیسے مکروہ عمل میں ملوث کیا گیا ہو۔

(۷) وہ روایت جس میں اکابرین صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے کو جھوٹا اور منافق کہتے دکھایا گیا ہو۔

(۸) وہ روایت جس میں سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور ان کے پورے قبیلے خزرج کو رئیس المنافقین کا حامی ظاہر کیا گیا ہو۔

کیا ایسی روایت بھی صحیح اور قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟

اس روایت کے کرتا دھرتا ابن شہاب زہری ہیں' جنہوں نے مختلف راویوں کے بیانات کو جوڑ جاڑ کر یہ ملغوبہ تیار کیا ہے' بعد میں اور لوگ بھی اس کو بیان کرنے لگ گئے۔ زہری صاحب کی اس روایت پر ہم کم از کم الفاظ میں جو تبصرہ کر سکتے ہیں' وہ قرآنی الفاظ میں یہی ہے کہ:

ھٰذا افک مبین۔ یہ ایک کھلا ہوا جھوٹ اور افتراء ہے۔

(سید الوریٰ ج ۲ ص ۸۷-۸۶' مطبوعہ برائٹ بکس لاہور' ۱۹۹۷ء)

اعتراضات مذکورہ کے جوابات

(۱) پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا اگر تم سے

marfat.com
Marfat.com

گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو' حالانکہ اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ دوران تفتیش نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ کی قسم میں اپنی اہلیہ پر سوائے خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں جانتا اور یہ تعارض بھی ہے اور معاذ اللہ حضرت عائشہ کے متعلق سوءظن بھی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد اتمام حجت کے لیے تھا اور دشمنان اسلام کا منہ بند کرنے کے لیے تھا کہ دیکھو جب ان کی اپنی بیوی پر تہمت لگی تو اس کی انہوں نے کتنی رعایت کی' اور اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال تم سے یہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو اور اس کی قرآن مجید میں بھی کئی مثالیں ہیں۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (یونس: ۹۴) سواگر آپ کو (بہ فرض محال) اس کتاب میں شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کریں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے اور منزل من اللہ ہونے میں شک تھا اور اس شک کے ازالہ کے لیے آپ کو یہ تلقین کی گئی کہ آپ اپنے اطمینان کے لیے اہل کتاب سے معلومات کریں' اور چونکہ اس آیت سے آپ کا قرآن میں شک کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اپنے اطمینان کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف رجوع کرنے کا پتا چلتا ہے تو کیا اس بناء پر اس آیت کو بھی ترک کر دیا جائے گا اور اس آیت کو بھی افک مبین اور کھلا ہوا جھوٹ قرار دیا جائے گا! واضح رہے کہ قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرنا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی میں شک کرنے کی بہ نسبت زیادہ سنگین اور زیادہ خطرناک ہے' اور اگر اس آیت میں یہ توجیہ کی جائے کہ اس کا معنی ہے اگر بہ فرض محال اس کتاب میں شک ہو تو ایسی توجیہ اس حدیث میں کیوں نہیں ہو سکتی کہ اے عائشہ اگر بہ فرض محال تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کر لو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے' اور اس میں اُمت کو یہ تعلیم دینی مقصود تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو اس قبیح فعل سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور اس فعل کے ارتکاب پر انہیں دہرے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اس کے باوجود جب حضرت عائشہ سے یہ فرمایا کہ اگر تم سے بالفرض اس کام کا صدور ہو گیا ہے تو تم توبہ کر لو' اللہ توبہ قبول فرمائے گا' تو اگر اُمت کے کسی فرد سے یہ گناہ ہو جائے تو اس کو زیادہ پریشان اور مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کا گناہ ازواجِ مطہرات کے گناہ کی بہ نسبت آدھا ہے تو جب ان کا گناہ توبہ سے معاف ہو جائے گا تو اس کا گناہ بہ طریق اولیٰ معاف ہو جائے گا۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اپنی چہیتی بیوی کو طلاق دینے کے لیے مشورہ کرنے لگے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ مشورہ کرنا بھی دشمنان اسلام کا منہ بند کرنے کے لیے تھا کہ جب نبی کی اپنی بیوی پر الزام لگا تو اس کی کوئی تفتیش اور تحقیق نہیں کی اور جانب داری سے کام لیا اور آپ کا یہ مشورہ اس لیے تھا کہ آپ کی حرم محترم کے متعلق آپ کے اصحاب کی آراء ظاہر ہو جائیں اور ان کے اذہان صاف ہو جائیں۔

(۳) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا مشورہ منسوب کیا ہے جس کا آپ سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ مشورہ اسی لیے کیا جاتا ہے کہ مختلف آراء ظاہر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسی مخلوق بنانے والا ہے جو زمین میں فساد کرے گی اور خون ریزی کرے گی' فرشتوں نے بعض فساق یا سرکش جنوں پر تمام اولاد آدم کو قیاس کر لیا ان کا یہ قیاس اور اجتہاد درست نہ تھا لیکن اس سے فرشتوں کے علم اور ان کے مقام پر کوئی اثر نہیں پڑا' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیاس اور اجتہاد یہ تھا کہ

marfat.com
Marfat.com

ہر چند کہ حضرت عائشہ اس تہمت سے بری ہیں اور آپ سے یہ ناپاک کام متصور بھی نہیں ہے لیکن آپ پر یہ لازم اور ضروری تو نہیں ہے کہ آپ ایسی عورت کو نکاح میں رکھیں جس پر زنا کا الزام لگ چکا ہو' خواہ وہ الزام جھوٹا ہو' ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں' جیسے فرشتوں نے کہا تھا ایسی مخلوق کو خلیفہ بنانے کی کیا ضرورت ہے تیری تسبیح اور تقدیس کرنے کے لیے بہت فرشتے ہیں فرشتوں کا جواب صحیح تھا نہ حضرت علی کا جواب صحیح تھا لیکن اس جواب سے نہ فرشتوں کے علم اور ان کے مقام پر کوئی زد پڑی نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم اور مرتبہ پر کوئی زد پڑی' اور فرشتوں کے اس جواب کی وجہ سے اس آیت کا انکار ہوگا نہ حضرت علی کے اس جواب کی وجہ سے اس حدیث کا انکار ہوگا نہ یہ آیت واجب الرد ہوگی نہ یہ حدیث واجب الرد ہوگی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیادہ سے زیادہ اجتہادی غلطی ہے' اور وہ باعث ملامت نہیں جیسے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کلمہ پڑھنے کے باوجود ایک شخص کو اس گمان سے قتل کر دیا تھا کہ اس نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۲' صحیح مسلم: ۹۶)

(۴) چوتھا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس حدیث کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صدیق اکبر' اور ام رومان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گنہ گار ہونے کا یقین تھا' معاصر مذکور نے یہ بالکل غلط لکھا ہے اور حدیث پر صریح افتراء اور بہتان ہے اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا معنی یہ ہو کہ ان نفوس قدسیہ کو حضرت عائشہ کے گنہ گار ہونے کا یقین تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا: مجھے اپنے اہل پر سوا نیکی کے اور کسی چیز کا علم نہیں' اور یہ جو آپ نے فرمایا تھا اگر تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ سے توبہ کرو اس کا مطلب ہم پہلے اعتراض کے جواب میں ذکر کر چکے ہیں اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت ام رومان سے جب حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں تو انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں علم نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہیں اس کا یہ معنی کیسے ہو گیا کہ ہمیں تمہارے گناہ گار ہونے کا علم اور یقین ہے۔

(۵) پانچواں اعتراض یہ ہے کہ وہ روایت جس میں منافقین کی الزام تراشی کو ام رومان نے خواہ مخواہ دیگر ازواجِ مطہرات کے سر منڈھ دیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تو آپ نے یہ کہا تھا کہ حضرت ام رومان کو حضرت عائشہ کے گناہ گار ہونے کا یقین تھا اور ایک سطر بعد آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ حضرت ام رومان نے منافقین کے اس الزام کو حضرت عائشہ کی حمایت میں دیگر ازواج کے سر منڈھ دیا' جب حضرت ام رومان کو حضرت عائشہ کے گناہ گار ہونے کا یقین تھا تو انہوں نے آپ کے قول کے مطابق اس الزام کو دیگر ازواجِ مطہرات کی طرف کیوں منسوب کیا یہ آپ کے کلام میں کھلا ہوا تعارض ہے' اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت ام رومان نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا حدیث میں اس طرح ہے کہ میں نے اپنی ماں سے پوچھا اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اے بیٹی! حوصلہ رکھو کم ہی کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں' حضرت ام رومان نے عام رواج کے مطابق یہ بات کہی تھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ تہمت دیگر ازواجِ مطہرات نے لگائی تھی یا ان کے ایما پر لگائی گئی تھی' یہ بھی اس حدیث پر صریح افتراء اور بہتان ہے۔

(۶) وہ روایت جس میں حضرت حسان جیسے عندلیب باغ رسالت کو قذف صدیقہ جیسے مکروہ عمل میں ملوث کیا گیا ہو' اس اعتراض کے جواب میں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا چوری کرنا مکروہ عمل نہیں؟ کیا شراب پینا مکروہ عمل نہیں ہے! کیا زنا کرنا مکروہ عمل نہیں!! بنو مخزوم کی ایک معزز عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۹۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۰۲) نعیمان یا ابن النعیمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا وہ نشہ میں تھے ان کو درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۷۵) عبداللہ نام کا ایک شخص تھا

marfat.com
Marfat.com

جس کا لقب حمار تھا انہوں نے شراب پی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوڑے (درخت کی شاخیں) مارے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۸۰) بنو اسلم کے ایک شادی شدہ شخص نے آپ کے سامنے زنا کا اعتراف کیا تو آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۱۵۵) حضرت ماعز نے آپ کے سامنے آ کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۲۴) ایک کنوارے شخص نے ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کیا تو آپ کے حکم سے اس کنوارے کو سو کوڑے لگائے گئے اور اس عورت کو رجم کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۴۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۴۹)

یہ نفوس قدسیہ جن پر چوری' شراب نوشی اور زنا کی حد جاری کی گئی' یہ سب صحابہ کرام تھے ان پر تطہیر کے لیے حد جاری کی گئی اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام نیک اعمال کے لیے اُسوۂ حسنہ اور نمونہ ہے اگر یہ حضرات ان جرائم کے مرتکب نہ ہوتے تو آپ کی زندگی میں حد جاری کرنے کا نمونہ نہ ہوتا اور آپ کی زندگی میں تمام احکام شرعیہ کے نفاذ کا نمونہ نہ ہوتا' سو جس طرح ان حضرات صحابہ پر یہ حدود جاری کی گئیں اسی طرح حضرت حسان' حضرت مسطح اور حضرت حمنہ پر حد قذف جاری کی گئی اور اس حد کے جاری ہونے سے ان کی تطہیر ہوگئی اور اس سے ان کے مرتبہ اور مقام میں کوئی کمی نہیں آئی' یہ تمام صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں ان کے لیے جنت اور اللہ کی رضا کی بشارت ہے۔ ان کا ایک کلو جو صدقہ کرنا بھی بعد والوں کے احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے اور بعد کے تمام اخیار اُمت ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے۔

(۷) ساتواں اعتراض یہ ہے کہ وہ روایت جس میں اکابرین صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے کو جھوٹا اور منافق کہتے ہوئے دکھایا گیا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام عظیم مکارم اخلاق کے باوجود انسان تھے اور کبھی کبھی وہ بشری تقاضے سے مغلوب ہو کر جذبات کے دھارے میں بہہ جاتے تھے لیکن جب ان کو سمجھایا جاتا تو وہ پھر باہم شیر و شکر ہو جاتے تھے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (الحجرات: ۹)

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو' پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم سب اس زیادتی کرنے والی جماعت سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے پس اگر وہ رجوع کرلے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بے شک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام بخاری' امام مسلم' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی گئے وہ شور والی زمین تھی' جب آپ اس کی طرف پہنچے تو اس نے کہا ایک طرف ہٹو اللہ کی قسم تمہارے دراز گوش کی بدبو مجھے اذیت پہنچا رہی ہے' پس انصار میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دراز گوش کی بو تیری بدبو سے اچھی ہے' اس سے عبداللہ بن ابی اور اس کی قوم کے لوگ غضبناک ہو گئے پھر دونوں طرف سے اصحاب غصہ میں آ گئے اور انہوں نے ایک

marfat.com
Marfat.com

دوسرے کو درخت کی ٹہنیوں' ہاتھوں اور جوتوں سے مارنا شروع کر دیا تب یہ آیت نازل ہوئی' اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرو۔

کیا اب معاصر موصوف اس آیت کا بھی انکار کر دیں گے کیونکہ اس میں صحابہ کرام کے آپس میں لڑنے کا ذکر ہے' ایک فریق عبداللہ بن ابی کا حامی تھا اور دوسرا مخالف تھا۔

حافظ سیوطی نے اس آیت کا دوسرا شان نزول اس طرح ذکر کیا ہے:

امام سعید بن منصور' امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے ابی مالک سے روایت کیا ہے کہ دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے ایک قوم ایک فریق کی حمایت میں تھی اور دوسری قوم دوسرے فریق کی حمایت میں تھی وہ ہاتھوں اور جوتیوں کے ساتھ لڑ رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔

نیز امام سیوطی نے امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر کی سند سے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ آپس میں لاٹھیوں کے ساتھ لڑ پڑے تو یہ آیت نازل ہوئی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ آپس میں لاٹھیوں اور جوتیوں کے ساتھ لڑ پڑے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۶۱-۵۶۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس آیت کے متعدد شان نزول ہیں لیکن ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ صحابہ کرام کے دو فریق عصبیت کی بناء پر ایک دوسرے سے لڑے اور ہاتھا پائی اور جوتم پیزار کی نوبت آ گئی تو یہ آیت نازل ہوئی' اور اس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ عصبیت کی بناء پر صحابہ کرام کا لڑنا ایسی نرالی اور انوکھی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر حدیث صحیح کا انکار کیا جائے نیز ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام آپس میں نہ لڑتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح نہ کراتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے حکم پر عمل کیسے کرتے' اور آپ کی زندگی میں دو لڑنے والے فریقوں کے درمیان صلح کرانے کا اسوہ کیسے متحقق ہوتا' مانا کہ دو فریقوں کا عصبیت کی بناء پر ایک دوسرے سے لڑنا خطاء ہے لیکن صحابہ کرام کی خطائیں ابرار کی نیکیوں سے بھی افضل ہیں' ان کی ان خطاؤں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صلح کرانے کا اسوہ پایا گیا' سو کسی شخص کو ان کی خطاؤں پر طعن نہیں کرنا چاہیے اور نہ اس بناء پر کسی صحیح حدیث کا انکار کرنا چاہیے کیونکہ ان کی خطائیں بھی تکمیل دین کا ذریعہ ہیں۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت بھی نہیں کی تھی۔

(۸) آٹھواں اور آخری اعتراض یہ ہے کہ وہ روایت جس میں سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی اور ان کے پورے قبیلہ خزرج کو رئیس المنافقین (عبداللہ بن ابی) کا حامی ظاہر کیا گیا ہو۔ اس اعتراض کا جواب وہی ہے جو اعتراض نمبر ۷ کے جواب میں آ گیا ہے اسی کو پھر پڑھ لیں۔

ہمارے مخلص اور محب دوست مولانا محمد ابراہیم فیضی نے مجھے ان اعتراضات کی طرف متوجہ کیا تھا' میں چونکہ چھتیس سال سے حدیث کی خدمت کر رہا ہوں اس لیے منکرین حدیث کی طرف سے کسی حدیث کا انکار اور اس پر اعتراض میرے علم میں آتا ہے تو میں اپنی پوری علمی توانائی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حمایت اور اس کا دفاع کرتا ہوں کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے شدید محبت اور جذباتی وابستگی ہے اور میں نے اپنی زندگی احادیث رسول کی خدمت کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔

معاصر موصوف نے امام ابن شہاب زہری کو مفتری' کذاب اور بہتان تراش قرار دیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے عام طور پر منکرین حدیث ان کے خلاف زہر اُگلتے رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے حدیث کی بہت خدمت کی ہے' وہ علم اصول حدیث

marfat.com
Marfat.com

کے واضح ہیں اور تابعین میں سب سے زیادہ احادیث ان ہی کے پاس تھیں اس لیے ہم اس جلیل القدر حدیث کے امام کا سطور ذیل میں مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں:

ابن شہاب الزہری کون تھے! کیا تھے! کیسے تھے!

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ ابن شہاب زہری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

الزہری کا نام ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن زہرہ' ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (وصال کے) بعد جتنی احادیث ابن شہاب زہری نے جمع کی ہیں کسی نے جمع نہیں کیں۔ امام مالک بن انس نے کہا میں نے مدینہ میں صرف ایک فقیہ محدث پایا ہے' پوچھا وہ کون ہے؟ فرمایا ابن شہاب الزہری' ایوب نے کہا میں نے الزہری سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا' پوچھا حسن بصری کو بھی نہیں؟ کہا میں نے ابن شہاب الزہری سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

محمد بن عمر نے کہا الزہری اٹھاون ہجری میں حضرت معاویہ کی خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے' اور ایک سو چوبیس ہجری میں بیمار ہو کر فوت ہو گئے' انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو عام شاہراہ پر دفن کر دیا جائے' علماء نے کہا زہری ثقہ تھے ان کے پاس بہت احادیث تھیں اور بہت علم تھا وہ جامع فقیہ تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۳۵۷-۳۴۸' ملخصاً' رقم: ۱۰۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے حضرت سہل بن سعد' حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے صالح بن کیسان' یحییٰ بن سعید' عکرمہ بن خالد' منصور اور قتادہ وغیرہم نے احادیث روایت کی ہیں' ایوب نے کہا میں نے الزہری سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا' ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (وصال کے) بعد میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے اس قدر احادیث جمع کی ہوں۔

(التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲' ملخصاً رقم: ۶۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی التوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن منجویہ نے کہا زہری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس اصحاب کی زیارت کی تھی' وہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ تھے' اور احادیث کے متون کو سب سے عمدہ بیان کرتے تھے اور وہ فاضل فقیہ تھے' سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کیا میں نے الزہری سے بڑھ کر صریح حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں دیکھا' وہ درھم اور دینار کو اونٹ کی مینگنیوں سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے' معمر نے کہا الزہری اپنے میدان میں سب سے فائق تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۷ ص ۲۳۰-۲۲۰' ملخصاً رقم: ۶۱۹۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الزہری ائمہ اعلام میں سے ایک تھے وہ حجاز اور شام کے عالم تھے' لیث نے کہا ابن شہاب کہتے تھے میں نے اپنے دل میں جس حدیث کو بھی امانت رکھا میں اس کو کبھی نہیں بھولا' امام نسائی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے والی احادیث چار ہیں: (۱) الزہری از علی بن حسین از علی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) الزہری از عبید اللہ از ابن عباس (۳) ایوب از محمد از عبیدہ از علی (۴) منصور از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود اور سب سے صریح حدیث الزہری روایت کرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

(تہذیب التہذیب ج۹ص ۳۸۷٬۳۸۵ رقم: ۶۵۸۵ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

اب ہم اس بحث کے آخر میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں احادیث کو بیان کرنا چاہتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں احادیث اور آثار

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں٬ میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ٬ آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۶۸٬ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۷٬ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۲٬ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۴۹۳٬ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۹۶)

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۶۹٬ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۷۱٬ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۳۴٬ سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۸۱۷٬ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۵۶)

گوشت کے بنے ہوئے سالن میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر بھگو لیے جائیں تو اس کو ثرید کہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۵) خلاصہ یہ ہے کہ گوشت کا سالن یعنی ثرید تمام کھانوں کا سردار ہے اسی طرح حضرت عائشہ دنیا اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں کیونکہ ایمان والیوں کی دونوں سردار ہیں۔

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۰٬ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۶٬ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۸۷٬ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۸۱٬ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۶۹۲)

(۴) قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا آپ تو ان کے پاس جا رہی ہیں جو بہت سچے ہیں٬ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۱٬ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۶۴۸٬ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۹۶)

(۵) حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لیے تیار کریں تو حضرت عمار نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا٬ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۲٬ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۲۱٬ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۶۴۶)

marfat.com
Marfat.com

(٦) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتہً ہار لیا' وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کے لیے اپنے اصحاب کو روانہ کیا' پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی' تب حضرت اُسید بن حضیر نے کہا اللہ آپ کو (حضرت عائشہ کو) جزاء خیر دے آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۹۹)

(٧) عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج کے پاس جاتے' اور فرماتے: میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا؟ آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں جانے پر حریص تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب میری باری آئی تو آپ پر سکون ہو گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۴)

(٨) عروہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنے کے لیے اس دن کے انتظار میں رہتے تھے جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوں' حضرت عائشہ نے کہا پس میری سہیلیاں (سوکنیں) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا اے ام سلمہ! اللہ کی قسم! مسلمان اپنے ہدیے بھیجنے کے لیے حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح اچھائی چاہتے ہیں جس طرح حضرت عائشہ اچھائی چاہتی ہیں پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہو کہ آپ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں یا جس زوجہ کی باری میں ہوں وہ آپ کو ہدیے پیش کریں' حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا وہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا' جب آپ میری طرف مڑے تو میں نے دوبارہ یہی عرض کیا' آپ نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا' جب میں نے تیسری بار یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ' بے شک تم میں سے کسی زوجہ کے بستر پر میری طرف وحی نازل نہیں ہوئی سوائے عائشہ کے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۱' ۲۴۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۵۱' ۳۹۴۴)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایذاء پہنچانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں' میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا' وہ یہ کہتا تھا یہ تمہاری زوجہ ہے' میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں' پھر میں یہ کہتا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۳۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۹۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۶۴۳)

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو' حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے پوچھا آپ کو اس کا کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو رب ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی

marfat.com
Marfat.com

ہوں۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۲۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۳۹)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں وہ کہتی ہیں کہ میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آ کر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۳۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۰ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۰۲)

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ میرے ساتھ میرے بستر پر لیٹے ہوئے تھے' آپ نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ سے ابوقحافہ کی بیٹی (حضرت عائشہ) کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں' میں خاموش رہی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں! حضرت فاطمہ نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر اس سے محبت کرو' حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس جا کر ان کو خبر دی' کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا' پھر ازواج نے ان سے کہا آپ نے تو ہمارا کوئی کام نہیں کیا' آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ آپ کی ازواج آپ کو ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں' حضرت فاطمہ نے کہا اللہ کی قسم میں اس معاملہ میں اب آپ سے بالکل بات نہیں کروں گی' حضرت عائشہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں' اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی' اور نہ ان سے بڑھ کر سچی' صلہ رحم کرنے والی' صدقہ وخیرات کرنے والی اور تواضع اور انکسار کرنے والی اور اللہ کی عبادت کرنے والی' ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی' وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمہ نے ان کو دیکھا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ سے ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کا سوال کرتی ہیں' پھر انہوں نے میری طرف رُخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی' اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی' آیا آپ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں' پھر ابھی حضرت زینب وہیں تھی کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے' پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: آخر ابوبکر کی بیٹی ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۲ سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۴)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا؟ اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دیر میں گمان کر رہے تھے' جس دن اللہ نے آپ کی روح قبض کی

marfat.com
Marfat.com

اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۳)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے' میں نے کان لگا کر سنا تو آپ فرما رہے تھے: اے اللہ مجھے بخش دے' اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۴۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۱۰۵)

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ہمیشہ یہ سنا کرتی تھی کہ نبی اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے' سو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرض الموت میں یہ سنا اس وقت آپ بھاری آواز سے یہ فرما رہے تھے:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۗ ○ (النساء: ۶۹)

ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔

اس وقت میں نے یہ گمان کیا کہ اب آپ کو اختیار دے دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۳۶، صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۶۱۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۰۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۲۰)

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو یہ فرما رہے تھے' کسی نبی کی اس وقت تک روح نہیں قبض کی گئی جب تک کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا نہیں دیا گیا' پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے' حضرت عائشہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تو آپ کا سر میرے زانو پر تھا' آپ پر ایک ساعت غشی طاری ہوئی پھر آپ کو ہوش آ گیا پھر آپ کی نظر چھت کی طرف جا لگی' پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ. حضرت عائشہ نے کہا پھر میں نے دل میں سوچا اب آپ ہمیں اختیار نہیں کریں گے' حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری بات کی وہ یہی تھی اللھم! الرفیق الاعلیٰ! (یعنی اے اللہ! مجھے اعلیٰ علیین میں انبیاء کی رفاقت عطا فرمانا)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۶۳، صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۶۱۸۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۰۵)

(۱۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۸۳، المستدرک ج ۴ ص ۱۱ قدیم)

(۱۸) حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح اللسان کسی کو نہیں پایا۔

(۱۹) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا' جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ' میں نے پوچھا اور مردوں میں! آپ نے فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا پھر کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا عمر' پھر آپ نے کئی آدمیوں کے نام لیے پھر میں اس خوف سے خاموش رہا کہ میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۱۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۸۴' عالم الکتب' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۸۵' سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۳۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۸۶۹' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۳ص ۱۰۹' رقم الحدیث: ۶۰۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' الطبقات الکبریٰ ج ۸ص ۵۳)

(۲۰) عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا تو انہوں نے اس سے کہا تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۸' الطبقات الکبریٰ ج ۸ص ۵۲' طبع جدید' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴۶ ص ۳۱۴' ۳۱۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ علیہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ! پوچھا مردوں میں؟ آپ نے فرمایا: ان کے باپ!

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۰۷)

(۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے' اور آپ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا' عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں' میں نے جان لیا کہ آپ مسواک کو پسند کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آیا میں آپ کے لیے یہ مسواک لوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا' میں نے ان سے مسواک لے کر (اور اس کے سر کو کاٹ کر) آپ کو دی آپ کو وہ سخت لگی' میں نے پوچھا آیا میں اس کو آپ کے لیے نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں! پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا' آپ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ' بے شک موت کی سختیاں ہیں پھر آپ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں' حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ جھک گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۴۴۳' مختصر تاریخ دمشق ج ۲ص ۳۷۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنزالعمال رقم الحدیث: ۳۷۷۸۴)

(۲۳) مسروق بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے جبریل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے' جب آپ حجرہ میں داخل ہوئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کون تھے؟ آپ نے پوچھا تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا؟ میں نے کہا دحیہ کلبی کے' آپ نے فرمایا تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے' یہ جبریل علیہ السلام تھے' وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرے تھے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام' داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۶ص ۹۵ مسند احمد ج ۶ص ۱۴۶' ۷۴' المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۸۲)

(۲۴) ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

marfat.com
Marfat.com

حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے اجازت نہیں دی' پھر آپ کے بھتیجوں نے کہا آپ ان کو اجازت دے دیں وہ آپ کے نیک بیٹوں میں سے ہیں' حضرت عائشہ نے کہا ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑ و' وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لیے اصرار کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے اجازت دے دی' جب وہ آ گئے تو حضرت ابن عباس نے کہا آپ کا نام ام المؤمنین ہے تو آپ مجھ پر شفقت کریں' آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ کا یہ نام تھا' اور آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو' اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ کی حیات حجاب اور مانع ہے' لیلۃ الابواء میں آپ کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ کے اور مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی' سو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمادی اور آپ کی برأت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں' اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' آپ نے فرمایا: اے ابن عباس! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑ و میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۲۰' حلیۃ الاولیا' ج ۲ ص ۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۰۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۸۳' المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۸۶' الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۶۰-۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

(۲۵) عبدالرحمان بن ضحاک بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن صفوان اور ایک اور شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' حضرت عائشہ نے ان میں سے کسی ایک سے کہا: اے فلاں! کیا حفصہ کی حدیث تم کو معلوم ہے؟ اس نے کہا ہاں اے ام المؤمنین! عبداللہ بن صفوان نے کہا اے اُم المؤمنین! حفصہ کی حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مریم بنت عمران کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف نہیں دیئے گئے' اور اللہ کی قسم میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لیے یہ بات نہیں کہہ رہی' عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے اُم المؤمنین! وہ نو اوصاف کیا ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا:

(۱) فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی۔ (۳) نو سال کی عمر میں میری آپ کی طرف رخصتی کی گئی۔ (۴) آپ کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی (۵) میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے' پھر بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (۶) میرے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو اُمت ہلاک ہو جاتی (مثلاً تیمم اور حد قذف کی مشروعیت) (۷) میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ کی ازواج میں سے اور کسی نے حضرت جبریل کو نہیں دیکھا۔ (۸) میرے حجرے میں آپ کی روح قبض کی گئی۔ (۹) جس وقت آپ کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۹۱ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۰' جدید' الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۱)

(۲۶) عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین سے زیادہ کسی کو حلال' حرام' علم شعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۳' سیر النبلاء ج ۲ ص ۱۸۲)

(۲۷) زہری بیان کرتے ہیں اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۳' المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۴)

(۲۸) مسلم بیان کرتے ہیں کہ مسروق سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہ کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟ انہوں نے کہا اس ذات کی

marfat.com
Marfat.com

قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کو حضرت عائشہ سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۵۹'الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۳-۵۲'المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۶)

(۲۹) احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۲)

(۳۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی ازواج میں سے کون کون جنت میں ہوں گی؟ فرمایا تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۹۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۹۶'المستدرک رقم الحدیث: ۶۸۰۳)

(۳۱) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے حضرت عائشہ نے وہ تمام درہم تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔ حضرت بریرہ نے کہا آپ روزے سے ہیں آپ نے ایک درہم کیوں نہ بچا لیا' میں اس کا آپ کے لیے گوشت خرید لیتی! فرمایا: اگر تم پہلے یاد دلاتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۷)

(۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے والدین حضرت ابوبکر اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہماری خواہش ہے کہ آپ عائشہ کے لیے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! عائشہ بنت ابی بکر صدیق کی مغفرت فرما ایسی مغفرت جو ظاہر اور باطن امور میں واجب ہو' حضرت عائشہ کے والدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے' آپ نے فرمایا تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو' میری یہ دعا ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۱۱'المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۹۸)

(۳۳) عروہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جس حجرے میں حضرت عمر اپنے دو صاحبوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر سے حیاء کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۸۱)

(۳۴) قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے دیگر ازواج کے ساتھ دفن کر دینا (دوسری روایات میں ہے تاکہ مجھے دوسری ازواج سے برتر نہ سمجھا جائے) پھر آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۶۷۷۷)

(۳۵) عمرۃ بنت عبدالرحمن بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دسویں سال میں ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول پیر کے دن ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور ہجرت کے آٹھ مہینے بعد میری رخصتی ہو گئی اور جس دن مجھے آپ کے پاس پیش کیا گیا اس دن میری عمر نو سال تھی۔

marfat.com
Marfat.com

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۲۱، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۲۶۶، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۳۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۹۷)

حافظ ابن عساکر نے حضرت عائشہ کے نکاح کی پوری تفصیل بیان کی ہے کہ حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ چاہیں تو بیوہ سے نکاح کر لیں اور چاہیں تو کنواری سے نکاح کر لیں، آپ نے پوچھا بیوہ کون ہے اور کنواری کون ہے، انہوں نے کہا بیوہ حضرت سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری حضرت عائشہ بنت ابوبکر ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو، جب حضرت خولہ نے حضرت ابوبکر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا وہ تو آپ کی بھتیجی ہے' آپ نے فرمایا وہ میرے نسبی بھائی نہیں ہیں میرے دینی بھائی ہیں، پھر آپ کا حضرت عائشہ سے نکاح ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور حضرت سودہ بنت زمعہ سے بھی نکاح ہو گیا اور جب حضرت عائشہ کی عمر نو سال کی ہوئی تو ان کی رخصتی ہو گئی۔

(تاریخ دمشق الکبیر ملخصاً، ج ۳ ص ۱۰۸-۱۰۷، رقم الحدیث: ۶۰۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۳۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ھبہ کر دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ کے پاس رہتے تھے اور حضرت سودہ کی باری کے دن بھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۱۰۸، ۱۴۲۱ھ)

(۳۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی، آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

(۳۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کہا میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔ میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے تو آپ نے یہ آیات پڑھیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۲۹-۲۸)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں ۝ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا آپ کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں! بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں، پھر باقی ازواج مطہرات نے بھی میری طرح جواب دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۶، ۴۷۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۱۳۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۶۳۷، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۴)

(۳۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سات ایسی صفات عطا کی ہیں جو حضرت مریم بنت عمران کے سوا دنیا کی کسی عورت کو عطا نہیں کیں اور میں یہ بات دیگر ازواج پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی، عبداللہ بن صفوان نے کہا اے ام المومنین وہ کیا صفات ہیں آپ نے فرمایا: (۱) فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا۔ (۲) سات

marfat.com
Marfat.com

سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور میرے سوا آپ کی کوئی کنواری بیوی نہیں تھی۔ (۳) میں آپ کے ساتھ بستر میں ہوتی تھی اس وقت بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (۴) میں سب لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب تھی اور میں اس شخص کی بیٹی تھی جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (۵) اور میرے متعلق قرآن مجید میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں اُمت ہلاک ہو رہی تھی۔ (۶) میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ اور کسی زوجہ نے جبریل کو نہیں دیکھا۔ (۷) میرے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی آپ کے قریب نہیں تھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۱) (جن روایات میں چھ سال کی عمر میں نکاح کا ذکر ہے وہ راجح ہیں)

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سترہ رمضان اٹھاون ہجری کو منگل کے دن وتر پڑھنے کے بعد وصال فرما گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' سالم نے کہا جتنے مسلمان آپ کی نماز جنازہ میں تھے اس سے پہلے اتنے مسلمان کسی کی نماز جنازہ میں نہ تھے' آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا' آپ کی عمر چھیاسٹھ سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۶۲' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' الاصابہ ج ۸ ص ۲۳۵' رقم: ۱۱۴۶۱' مطبوعہ ۱۴۱۵ھ' اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۸۹' رقم: ۷۰۹۳' بیروت' ۱۴۱۵ھ' الاستیعاب ج ۴ ص ۴۳۹-۴۳۸' رقم: ۳۴۶۳' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کی متعدد ابحاث میں مختلف دینی عنوانات پر چالیس احادیث جمع کی ہیں اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بھی چالیس احادیث جمع کی ہیں' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مجھے حضرت ام المؤمنین سے بہت زیادہ عقیدت اور محبت ہے' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص دین سے متعلق چالیس احادیث اُمت تک پہنچائے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن زمرہ فقہاء میں اٹھائے جانے اور اپنی شفاعت عطا کرنے کی نوید سنائی ہے میں ہرگز اس اعزاز کا مستحق نہیں ہوں' بس اللہ کے کرم' سرکار کی شفاعت اور ام المؤمنین کی عنایت سے صرف میرے گناہوں کی مغفرت ہو جائے اور مجھے اخروی عذاب سے نجات مل جائے تو یہی میرے لیے بہت بڑا انعام' اکرام اور اعزاز ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ

اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو' اور جو شخص شیطان کے

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ

قدم بہ قدم چلے گا' تو وہ بے شک بے حیائی اور برائی (کے کاموں) کا حکم دے گا' اور اگر تم پر اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا بھی باطن کبھی بھی پاک اور صاف نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

چاہتا ہے اس کا باطن پاک اور صاف کر دیتا ہے' اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے O اور تم میں سے اصحابِ فضل

marfat.com
Marfat.com

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

والوں کو کچھ نہیں دیں گے' ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

(بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے' اور ان کے لیے بہت

عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ

بڑا عذاب ہے O جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ

کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے تھے O اس دن اللہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا' اور

يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ

وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے حقائق کو منکشف کرنے والا O بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں

وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ

اور برے لوگ بری باتوں کے لیے ہیں اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھی باتوں کے

لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

لیے ہیں' وہ (اچھے لوگ) ان تہمتوں سے بری ہیں جو لوگ ان پر لگاتے ہیں' ان کے لیے بخشش ہے اور

رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۹

عزت کی روزی ہے O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا تو وہ بے شک بے حیائی اور برائی (کے کاموں) کا حکم دے گا' اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا بھی باطن کبھی بھی پاک اور صاف نہ ہوتا' لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اس کا باطن پاک اور صاف کر دیتا ہے' اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے O (النور:۲۱)

الفحشاء' المنکر اور التزکیہ کے معانی

خطوات: خطوۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے چلتے وقت دو قدموں کا درمیانی فاصلہ' اور اس سے مراد ہے سیرت اور طریقہ' اور اس آیت کا معنی ہے شیطان کے طریقہ کی اتباع نہ کرو اور جو لوگ کسی پاک دامن مسلمان خاتون پر بدکاری کی تہمت لگا رہے ہوں اس کو کان لگا کر نہ سنو' اور مسلمانوں میں کسی بے حیائی کی بات کو نہ پھیلاؤ' الفحشاء کا معنی ہے بے حیائی کی بات جو بہت قبیح ہو' اور منکر اس برے کام کو کہتے ہیں جس سے لوگ متنفر ہوتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہوں۔

علامہ ابن الاثیر الجزری نے لکھا ہے کہ الفحش اور الفحشاء ہر اس معصیت اور گناہ کو کہتے ہیں جس کا قبح بہت زیادہ ہو' اس کا اکثر اطلاق زنا پر کیا جاتا ہے اور ہر قبیح قول یا فعل کو فاحشہ کہا جاتا ہے' حدیث میں ہے اللہ ہر فاحش اور متفحش سے بغض رکھتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹)

فاحش کا معنی ہے جو شخص برے کام کرے اور بری باتیں کرے اور متفحش کا معنی ہے جو شخص تکلفاً اور قصداً برے کام اور بری باتیں کرے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

المنکر' المعروف کی ضد ہے' قرآن مجید اور احادیث میں منکر کا بہ کثرت ذکر ہے اور یہ ہر وہ کام اور ہر وہ فعل ہے جو شرعاً معیوب اور قبیح ہو' یا جس کام کو شریعت نے مکروہ یا حرام قرار دیا ہو۔ (النہایہ ج ۵ ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقہ اور اس کے راستے سے دور رہنے کا حکم دیا اور جن مسلمانوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں حصہ لینے کے بعد اس سے رجوع کر لیا' توبہ کر لی اور ان پر حد قذف جاری ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تھی کہ حضرت عائشہ پر تہمت لگانے سے ان کے دلوں میں جو گناہ کا میل اور کچیل آ گیا تھا اور ان کے قلوب پر جو معصیت کی ظلمت اور تاریکی چھا گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق دے کر ان کے دلوں سے معصیت کی اس کدورت اور زنگ کو دور کر دیا اور ان کے باطن کو پاک اور صاف کر دیا۔

تزکیہ کا لفظ زکوٰۃ سے بنا ہے' زکوٰۃ کا معنی ہے طہارت' کسی چیز کا بڑھنا اور برکت' قرآن مجید اور احادیث میں تزکیہ کا لفظ بہت آیا ہے' تزکیہ کا معنی کسی چیز کو پاک اور صاف کرنا ہے کوئی شخص اپنی تعریف' توصیف اور حمد و ثناء کرے یا خودستائی کرے اس کو بھی تزکیہ کہتے ہیں۔ (النہایہ: ج ۲ ص ۲۷۸' بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ . (النساء:۴۹)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی تعریف و توصیف کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے قابل تعریف بنا دیتا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى O (النجم:۳۲)

تم خودستائی نہ کرو' اللہ اس کو خوب جانتا ہے جو متقی ہے۔

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تزکیہ کے معنی ہیں اللہ نے اس کی اصلاح کر دی

marfat.com
Marfat.com

اور اس کو پاک اور صاف کر دیا' اور نفس کی زکوٰۃ اور طہارت کا معنی یہ ہے کہ انسان دنیا میں تعریف و تحسین کا اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ہو گیا' تزکیہ کے لفظ کی نسبت کبھی بندہ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ (الشمس:۹) جس نے اپنا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

اور کبھی تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ تزکیہ کا فاعل حقیقی ہے جیسے:

لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ . (النور:۲۱) اللہ جس کو چاہتا ہے اس کا تزکیہ فرماتا ہے۔

اور کبھی تزکیہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ آپ بندوں کے لیے صفاء باطن میں واسطہ اور وسیلہ ہیں جیسے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیجیے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں۔

انسان اگر خود اپنا تزکیہ کرے تو اس کی دو قسمیں ہیں اگر وہ ایسے کام کرے جس سے دوسرے اس کی تعریف کریں تو یہ تزکیہ محمود ہے اور اگر وہ خود زبان سے اپنی تعریف کرے تو یہ تزکیہ مذموم ہے۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۶۵-۱۶۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہو اور خوف خدا سے روئے تو اس کے دل سے گناہوں کی تاریکی چھٹ جاتی ہے سو اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کو یہ تزکیہ حاصل ہوتا تھا اور اب مشائخ کرام کے فیضان اور علماء کے مواعظ سے اور خلوت گزینی سے اس نوع کا تزکیہ حاصل ہوتا ہے اور انسان کا باطن صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے برأت اور فضیلت میں یہ گیارھویں آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (النور:۲۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل اُمت ہونے پر دلائل اور نکات

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے خالہ زاد بھائی مسطح نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا اور جب حضرت عائشہ کی برأت نازل ہوگئی اور مسطح کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو حضرت ابوبکر کو بہت رنج ہوا' کیونکہ مسطح یتیم تھے اور ان کی حضرت ابوبکر نے پرورش کی تھی' سو انہوں نے کہا میں اب مسطح پر بالکل خرچ نہیں کروں گا' مسطح نے معافی مانگی اور معذرت کی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت غم و غصہ میں تھے وہ دوبارہ مسطح کے اخراجات بحال کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا اور فرمایا کیوں نہیں! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے اور میں اب مسطح پر پہلے سے زیادہ خرچ کروں گا۔

(جامع البیان جز ۱۸ ص ۱۳۷-۱۳۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ آیت حسب ذیل وجوہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے:

(۱) تواتر سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(۲) اس آیت میں حضرت ابوبکر کو اولوا الفضل والسعة (اصحاب فضل اور ارباب وسعت) فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) اولوا الفضل والسعة جمع کا صیغہ ہے اور جب واحد شخص پر جمع کا اطلاق کیا جائے تو اس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فضل کو مطلق فرمایا اور اس کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر فاضل علی الاطلاق تھے اور آپ میں ہر اعتبار اور ہر جہت سے فضیلت تھی۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولوا الفضل منکم یعنی جو تم سب میں سے صاحب فضیلت ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کی صفت مخصوصہ ہے۔

(۶) فضل کا معنی ہے زیادہ یعنی حضرت ابوبکر تمام مؤمنوں سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والے تھے۔

(۷) اور فرمایا جو تم سب سے زیادہ صاحب وسعت ہیں یعنی حضرت ابوبکر سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والے تھے' وہ عبادت بھی سب سے زیادہ کرتے تھے اور مسلمانوں پر شفقت بھی سب سے زیادہ کرتے تھے اور خالق کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کرنے کے سب سے زیادہ جامع تھے' اور وہ صدیقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور اس آیت کے مصداق تھے:

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ بے شک اللہ متقین اور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(النحل: ۱۲۸)

(۸) صاحب وسعت اسی وقت لائق تعریف ہوتا ہے جب وہ فیاض اور جواد ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۱۵۵) اس کی صراحت کے ساتھ تائید اور تقویت ان آثار میں ہے۔

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو الھلال العتکی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اس اُمت میں اس کے نبی کے بعد کون سب سے افضل ہے؟ حضرت علی نے کہا حضرت ابوبکر' اس نے کہا ابوبکر' فرمایا ہاں! پوچھا پھر کون ہے فرمایا عمر' پھر اس نے جلدی سے کہا پھر امیر المؤمنین آپ ہیں فرمایا نہیں!

عبد الرحمان بن الاصبہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے کا نام بھی لوں۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۲۰' امام ابن عساکر نے اس حدیث کو قابل اطمینان قرار دیا' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ابو مخلد مازنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور جب حضرت ابوبکر فوت ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ حضرت ابوبکر کے بعد سب سے افضل حضرت عمر ہیں اور جب حضرت عمر فوت ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ حضرت عمر کے بعد سب سے افضل ایک شخص ہیں اور ان کا نام نہیں لیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری اُمت میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں۔ (اس کی سند مرسل ہے' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۱۷۷۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۱۱۵)

(تاریخ دمشق الکبیر جز ۳۲ ص ۲۴۸-۲۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مشہور شیعہ محقق عالم ابو عمرو محمد بن عبد العزیز الکشی بیان کرتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا مجھ کو سفیان ثوری نے محمد بن المنکدر سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں منبر پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا: اگر میرے پاس ایسا شخص لایا گیا جو مجھے ابوبکر اور عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ضرور وہ سزا دوں گا جو مفتری (کذاب) کو سزا دی جاتی ہے‘ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا ہمیں مزید حدیث بیان کریں تو سفیان نے جعفر سے روایت کیا کہ ابوبکر اور عمر سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

(رجال الکشی ص ۳۳۸‘ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات‘ کربلا)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی وہی قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا وہی صدیق اکبر ہے اور وہی فاروق ہے جو میرے بعد حق اور باطل میں فرق کرے گا۔

(رجال الکشی ص ۲۹‘ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات‘ کربلا)

امام بخاری نے حضرت الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث کیا‘ تو تم سب نے (مجھ سے) کہا تم نے جھوٹ بولا‘ اور ابوبکر نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور اپنی جان اور مال سے میری غم گساری کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۶۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر ایمان لائے اور الکشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا وہی صدیق اکبر ہے تو حضرت ابوبکر ہی صدیق اکبر ہیں۔

(۹) حضرت ابوبکر کے فیاض اور جواد ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اسلام لانے کے بعد حضرت عثمان بن عفان‘ حضرت طلحہ‘ حضرت زبیر‘ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم کو اسلام کی تبلیغ کی اور یہ سب ان کی کوشش سے مسلمان ہوئے‘ اور ان کی یہ فیاضی اسلام کی تعلیم دینے میں‘ دین کی ہدایت دینے میں اور اسلام کی راہ میں اپنا مال و دولت خرچ کرنے کے لیے تھی اور ان سب نے اسلام کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور یہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کی وجہ سے ہوا‘ اور حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اس کو اس نیکی کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس نیکی پر عمل کرنے والوں کی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

سو ان تمام صحابہ کی جود و سخا بھی اس حدیث کے اعتبار سے حضرت ابوبکر کی جود و سخا میں داخل ہیں اور یہ بھی حضرت ابوبکر کے اولوا الفضل و السعۃ ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۱۰) اس آیت میں حضرت ابوبکر سے فرمایا ہے: انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں اور عفو کرنا تقویٰ کا قرینہ ہے اور جس شخص کا عفو جتنا قوی ہوگا اس کا تقویٰ اتنا قوی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر بہت متقی تھے بلکہ سب سے زیادہ متقی تھے کیونکہ جب حضرت ابوبکر نے بہت گراں اور غیر معمولی قیمت سے حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کیا اور مشرکین نے یہ طعنہ دیا کہ ضرور بلال نے ابوبکر کے ساتھ کوئی نیکی کی ہوگی جس کے صلہ میں انہوں نے اس بھاری قیمت سے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ اور عنقریب اس شخص کو جہنم سے دور رکھا جائے گا جو سب

marfat.com
Marfat.com

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝ (اللیل: ۲۱-۱۷) سے زیادہ متقی ہے ۝ جو پاکیزگی کے حصول کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے ۝ اس پر کسی شخص کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں ہے جس کا صلہ دیا جائے ۝ اس کا یہ مال خرچ کرنا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضاجوئی کے لیے ہے ۝ اور وہ عنقریب (اس کا رب) راضی ہوگا ۝

اس آیت میں حضرت ابوبکر کو سب سے زیادہ متقی فرمایا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ۚ (الحجرات: ۱۳) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

لہٰذا سورۂ نور کی اس آیت میں جو حضرت ابوبکر کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے زیادہ متقی اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت اور بزرگی والے ہیں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: فاعف عنھم واصفح. (المائدہ: ۱۳) ان کو معاف کردیں اور درگزر کریں اور حضرت ابوبکر کے متعلق اس آیت میں فرمایا و لیعفوا و لیصفحوا. یعنی وہ معاف کردیں اور درگزر کریں اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر معاملہ میں ثانی اثنین ہیں حتیٰ کہ معاف کرنے اور درگزر کرنے میں بھی اور تمام اخلاق اور اوصاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر ہیں۔

(۱۲) نیز اس آیت میں فرمایا: ان کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کردے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مغفرت کو اس پر معلق فرمایا ہے کہ وہ حضرت مسطح کو معاف کردیں اور جب حضرت ابوبکر نے حضرت مسطح کو معاف کردیا تو حضرت ابوبکر کی مغفرت حاصل ہوگئی اور یہ آیت حضرت ابوبکر کی مغفرت کی قطعی دلیل ہے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ حضرت ابوبکر کی امامت اور خلافت برحق تھی کیونکہ اگر ان کی امامت اور خلافت برحق نہ ہوتی تو وہ مغفور نہ ہوتے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کردے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کو ماضی یا مستقبل کے کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلق مغفور ہیں اور مطلقاً مغفور ہونے کے اس وصف میں حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع' عکس اور پرتو ہیں کیونکہ آپ بھی مطلق مغفور ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. (الفتح: ۲-۱) بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرمادے۔

اس آیت میں حضرت ابوبکر کی افضلیت کے جو دلائل ہیں وہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی موجب فضیلت ہیں کیونکہ باپ کی فضیلت اولاد کے لیے باعث افتخار ہوتی ہے' اور ان فضائل کا سبب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس تہمت سے بری ہونا ہے سو یہ آیت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے سلسلہ میں منسلک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ۝ جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں' اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے تھے ۝ اس دن اللہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ

marfat.com
Marfat.com

دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے حقائق کو منکشف کرنے والا O (النور: ۲۵-۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں منافقوں کی اخروی سزا

مذکور الصدر تین آیات بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے برأت اور آپ کی فضیلت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور ہمارے نزدیک یہی تفسیر راجح ہے اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عام مسلمان عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانے کے سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں' ہمارے نزدیک یہ تفسیر اس لیے مرجوح ہے کہ عام مسلمان عورتوں پر تہمت لگانے کے متعلق حکم النور: ۵-۴ میں نازل ہو چکا ہے ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں' تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں' تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O

اس لیے زیر تفسیر آیات کا تعلق حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی سزا کے سلسلے میں اور اسی کے سیاق میں ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ عام مسلمان عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا کم ہے' اسی کوڑوں کی سزا ہے' پھر جب وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان کی مغفرت ہو جائے گی' اور ام المؤمنین زوجہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بدکاری کی تہمت لگانا کوئی معمولی اور سرسری جرم نہیں ہے کہ اسی شاخیں مارنے سے اس کی اصلاح ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں تین آیتیں نازل فرمائیں ایک یہ کہ اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جائے گی' دوسری سزا یہ کہ قیامت کے دن اس کی زبان اور اس کے ہاتھ اور پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا تھا اور اس کو اس طرح رسوا کیا جائے گا' تیسری سزا یہ کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا عذاب دیا جائے گا' اور یہ بہت سخت سزا ہے اور یہ سزا اس کو دی جائے گی جس کا جرم بہت سنگین ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا عام عورتوں پر تہمت لگانے کی طرح ہرگز نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ O (النور: ۱۶)

جب تم یہ تہمت اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے رہے' جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی۔

تم حضرت ام المؤمنین کی شان میں یہ بات کہتے رہے اور اس کو معمولی بات سمجھتے رہے اور کسی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی حرمت عام عورتوں کی طرح نہیں ہوتی چہ جائیکہ نبی امی' خاتم الانبیاء اور سید المرسلین کی زوجہ کی حرمت' اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین جرم ہے کہ اس کے نبی اور رسول کی زوجہ کے متعلق ایسی بات کی جائے' اللہ سبحانہ اس پر سخت غضب فرماتا ہے حاشا وکلا وہ انبیاء میں سے کسی نبی کی زوجہ کے متعلق ایسی بات مقدر نہیں فرماتا' اور جب کسی بھی نبی کی زوجہ کے متعلق یہ ممکن نہیں تو سید ولد آدم علی الاطلاق کی زوجہ اور سیدہ نساء الانبیاء کے متعلق یہ کیسے ممکن ہے! اس لیے فرمایا تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ سنگین بات تھی' سو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا عام عورتوں پر تہمت لگانے کی مثل نہیں ہے تو اس جرم کی سزا عام جرائم کی سزا کی مثل کس طرح ہو سکتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اس سزا کی شدت کو بیان فرمایا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک بندہ کوئی بات بے پرواہی سے کہہ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا

marfat.com
Marfat.com

کا باعث ہوتی ہے اور اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور ایک بندہ بے پرواہی سے کوئی بات کہہ دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی موجب ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرتا چلا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۷۸‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۸‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۴‘ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۸۳۴)

اس آیت میں جس وعید کا ذکر کیا گیا ہے وہ عبد اللہ بن ابی اور دیگر ان منافقین کے لیے ہے جنہوں نے اس تہمت کو پھیلایا تھا‘ اور جو مسلمان اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس تہمت لگانے میں شامل ہو گئے تھے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان کا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی توہین کرنا اور آپ کو اذیت پہنچانا نہیں تھا‘ ان پر حد قذف جاری کی گئی وہ صدق دل سے تائب ہو گئے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی‘ ہاں جو مسلمان اب حضرت ام المؤمنین پر تہمت لگائے گا وہ مرتد ہو جائے گا‘ کیونکہ اب آپ پر تہمت لگانا قرآن مجید کا انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگ بری باتوں کے لیے ہیں‘ اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھی باتوں کے لیے ہیں‘ وہ (اچھے لوگ) ان تہمتوں سے بری ہیں جو لوگ ان پر لگاتے ہیں‘ ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے ○ (النور: ۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت کی بشارت

النور: ۱۱ سے لے کر النور: ۲۶ تک سولہ آیتیں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں کی لگائی ہوئی تہمت کی برأت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہ اس سلسلہ کی آخری آیت ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما‘ مجاہد‘ ضحاک‘ سعید بن جبیر‘ قتادہ‘ عطاء وغیرہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منافقین کی تہمت سے برأت کے متعلق نازل ہوئی ہے‘ اور اس کا معنی ہے بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگوں کے لیے بری باتیں ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۰۶‘ ۱۹۶۰۵‘ ۱۹۶۰۴‘ ۱۹۶۰۱‘ ۱۹۵۹۷‘ ۱۹۵۹۵)

مجاہد نے کہا اس میں فرمایا وہ لوگ اس تہمت سے بری ہیں اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما ہیں ہر چند کہ یہ دو افراد ہیں اور ان کے لیے تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے‘ جیسے فان کان له اخوة. (النساء: ۱۱) میں اخوة سے مراد اخوان ہیں‘ یعنی جمع کے صیغہ سے دو فرد مراد ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۰۸)

اور ابن زید نے کہا اس آیت کا معنی ہے خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے جب ان پر منافقوں نے تہمت لگائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بری کر دیا اور عبد اللہ بن ابی خبیث مرد تھا اس کے لائق خبیث عورت تھی‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب اور پاک تھے اور آپ کے لائق طیبہ اور پاک عورت تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا طیبہ تھیں اور وہی آپ کی شان کے لائق تھیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۰۷‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

یہ دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر میں الخبیثات سے مراد بری باتیں ہیں اور دوسری تفسیر میں الخبیثات سے مراد بری عورتیں ہیں‘ امام ابن جریر طبری نے پہلی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۱۴۴‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم طبرانی نے ان دونوں تفسیروں کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما‘ سعید بن جبیر‘ زید بن اسلم‘ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما‘ ضحاک‘ مجاہد وغیرہم سے روایت کیا ہے:

marfat.com
Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۲۳ رقم الحدیث: ۲۵۷' ۲۵۶' ۲۵۵' ۲۵۴' ۲۵۳' ۲۵۲' ۲۵۱' ۲۵۰' ۲۴۹' ۲۴۸' ۲۴۷' ۲۴۶' ۲۴۵' ۲۴۴' ۲۴۳' ۲۴۲' ۲۴۱' ۲۴۰' ۲۳۹' ۲۳۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ' امام علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ' امام الحسین بن محمد بغوی متوفی ۵۱۶ھ' امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے' یعنی الخبیثات سے مراد بری باتیں اور الطیبات سے مراد اچھی باتیں ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۵۶۴' الوسیط ج ۳ ص ۳۱۴' معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۸۴' زاد المسیر ج ۶ ص ۲۶' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۱۹۵' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۷)

ہم نے اس ترجمہ کو اختیار کیا ہے جو راجح تفسیر کے مطابق ہے۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے اس کی تفسیر میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مغفرت سے مراد دنیا میں گناہوں سے محفوظ رہنا اور آخرت میں بخشش ہے اور رزق کریم سے مراد جنت کا رزق اور ثواب عظیم ہے' سعید بن جبیر اور قتادہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۳ رقم الحدیث: ۲۵۹' ۲۵۴' ۲۵۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے قتادہ سے اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۰۹)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سینہ سے لگایا اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۳۴۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکۃ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اگر یہ کہا جائے کہ اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری برأت کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل فرمائے گا لیکن اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا خواب دکھا دے گا جس سے میری برأت ظاہر ہو جائے گی' ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا کہ میری برأت میں سورہ نور کی دس آیتیں نازل فرما دیں۔ (النور: ۲۰-۱۱) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۶۱)

اور یہاں آپ نے یہ لکھا ہے کہ سورہ نور کی سولہ آیتیں (النور: ۲۶-۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ دس آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے گھر اس معاملہ میں گفتگو کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے' جن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر فرمایا ہے اور بقیہ چھ آیتیں بعد میں نازل ہوئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں یہ کل سولہ آیات ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو

marfat.com
Marfat.com

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷ فَاِنْ

اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ

اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے' اور اگر تم

قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے' اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا

عَلِيْمٌ ۝۲۸ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ

خوب جاننے والا ہے ○ اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان

فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۲۹ قُلْ

ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو ○ آپ

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ

مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے

اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

بہت پاکیزہ ہے' بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو ○ اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ

کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں'

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ

اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر' یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر'

marfat.com

Marfat.com

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ

یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا

بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ

اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر ' یا اپنی خواتین پر یا اپنی مملوکہ

اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

باندیوں(نوکرانیوں) پر یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں

الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ

پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان

بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَی

کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں اور اے مسلمانو!تم سب

اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اَنْكِحُوا

اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ○ اور تم اپنے بے نکاح

الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا

مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو' اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا ' اگر وہ فقیر ہیں تو

فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَ

اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا' اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے ○ اور

لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ

جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے

فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ

انہیں غنی کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب

marfat.com
Marfat.com

فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ

کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی بہتری ہو' اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں

اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ

سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے' اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو

تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ

تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے

اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ

جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور بے شک ہم نے

آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

تم لوگوں کی طرف واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' اور ہم نے

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾

متقین کے لیے نصیحت نازل کی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو' جب تک اجازت نہ لے لو' اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو O اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے' اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے O (النور: ۲۸-۲۷)

بغیر اجازت گھروں میں داخلہ کی اور دیگر آداب کے متعلق احادیث اور آثار

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ کرم فرمایا کہ ان کے دلوں میں رہنے کے لیے گھر بنانے کا خیال القا کیا' اور یہ کہ وہ اپنے گھروں کو لوگوں سے مستور رکھیں اور ان کو اپنے گھروں میں رہائش کا سامان فراہم کرنے کی توفیق دی اور ایسے احکام شرعیہ نافذ کیے کہ کوئی شخص دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو تاکہ اس کی مستور خواتین اور اس کا قیمتی ساز وسامان اور اس کی پوشیدہ چیزیں اور مخفی خزانے دوسروں سے محفوظ رہ سکیں۔

اس آیت میں تستانسوا کا لفظ ہے اس کا لغوی معنی ہے حتیٰ کہ تم مانوس ہو جاؤ' اور اس آیت میں یہ لفظ تستاذنوا کے معنی میں ہے کیوں کہ جب کوئی شخص اجازت لینے کے بعد کسی کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ گھر والوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے کہا یارسول اللہ! میں اپنے گھر میں اس حال میں ہوتی ہوں کہ اس حال میں میں یہ نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے دیکھے خواہ میرا والد ہو یا میرا بیٹا ہو اور ہمارے گھر میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور میں ایسے حال میں ہوتی ہوں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۲۰)

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں تو وہ اجازت طلب کریں' ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا کسی شخص پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی ماں اور محارم کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت طلب کرے' انہوں نے کہا ہاں! عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا کوئی شخص اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا میرے علاوہ اس کا اور کوئی خدمت گار نہیں ہے' کیا میں پھر بھی داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کروں؟ آپ نے اس سے پوچھا کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے' اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس سے اجازت لے کر داخل ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۲۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خوف زدہ حالت میں آئے انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی' مجھے اجازت نہیں دی گئی تو میں واپس آ گیا' حضرت عمر نے کہا تم کیوں چلے گئے تھے! میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تھی مجھے اجازت نہیں دی گئی تو میں واپس چلا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے' حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم تم ضرور اس حدیث پر کوئی گواہی پیش کرو گے' پس کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے سب سے کم عمر شخص اس حدیث کی شہادت دے گا' حضرت ابوسعید خدری نے کہا میں سب سے کم عمر تھا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور میں نے حضرت عمر کو خبر دی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا۔

صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۴۲۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۸۴۰' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۳۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۱۰)

تین دفعہ سلام کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ جب تین مرتبہ سلام کرنے کے بعد گھر والا اندر آنے کے لیے نہ کہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر والا اس کو بلانا نہیں چاہتا یا ممکن ہے اس کو کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے وہ سلام کا جواب نہ دے سکے اور اس کو نہ بلا سکے۔ ربعی بیان کرتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی اور یہ کہا کہ کیا میں اندر آ جاؤں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا جاؤ' اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ' اور اس سے کہو کہ یوں کہے: السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس شخص نے یہ سن کر کہا: السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی اور وہ داخل ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۷۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملاقات کے لیے آئے' اور آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بہت آہستہ سے جواب دیا' قیس کہتے ہیں میں نے حضرت سعد سے پوچھا کیا آ

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہیں دیتے! انہوں نے کہا رہنے دو وہ ہم کو زیادہ دفعہ سلام کریں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت سعد نے پھر بہت آہستہ جواب دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے اور سعد آپ کے پیچھے گئے' اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کا سلام سن لیا تھا اور آپ کو قصداً آہستہ جواب دیا تھا تا کہ آپ زیادہ بار سلام کریں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ چلے گئے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۵' بیروت ۱۴۱۴ھ)

جب کوئی شخص کسی کا دروازہ کھٹکھٹائے اور پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو یہ نہ کہے کہ میں ہوں بلکہ اپنا نام بتائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا پس میں نے دروازہ کھٹکھٹایا' آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں' آپ نے فرمایا میں' میں! گویا آپ نے اس جواب کو مکروہ قرار دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۴۱۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گئے اور کہا السلام علیکم یہ عبداللہ بن قیس ہیں! حضرت عمر نے اجازت نہیں دی' انہوں نے دوبارہ کہا السلام علیکم یہ ابوموسیٰ ہے' پھر کہا السلام علیکم یہ الاشعری ہے! پھر واپس چلے گئے' حضرت عمر نے کہا ان کو میرے پاس واپس لاؤ' ان کو واپس لایا گیا' وہ آ گئے' پوچھا اے ابو موسیٰ! تم کیوں واپس چلے گئے؟ ہم کام میں مشغول تھے' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تم تین مرتبہ اجازت طلب کرو' اگر اجازت مل جائے تو فبہا ورنہ واپس چلے جاؤ' حضرت عمر نے کہا تم اس حدیث پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلاتکرار: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۱)

اگر کسی کے گھر کا دروازہ بند ہو تو اس کی جھریوں سے جھانکنا ممنوع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے تمہارے گھر میں جھانکے اور تم لاٹھی سے اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۶۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۱۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر گھر کا دروازہ بند ہو تو اس کی جھریوں سے اندر جھانکنا ممنوع ہے اور اگر گھر والے نے جھانکنے والے کی آنکھ تیر یا کسی لکڑی سے پھوڑ دی تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے' فقہاء مالکیہ نے اس صورت میں قصاص لازم کیا ہے اور کہا ہے کہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں ہے' اور اس حدیث کو انہوں نے تغلیظ اور ترہیب پر محمول کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ معصیت کو معصیت سے دفع کرنا جائز نہیں ہے' جمہور نے اس کے جواب میں کہا کسی کے گھر میں جھانکنا معصیت ہے اور جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا معصیت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے' جیسے کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لیے اس پر حملہ کرے تو مدافعت میں اس کو قتل کرنا جائز ہے اور معصیت نہیں ہے' اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں جھانک کر کسی کی بیوی یا بیٹی کا چہرہ دیکھے تو وہ اس پر سخت مشتعل ہوتا ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر رہا ہو یا وہ یا اس کی بیوی برہنہ ہو اس لیے جھانکنے والا اس سزا کا مستحق ہے' اور اگر گھر والے کی اپنی تقصیر ہو کہ اس نے دروازہ بند نہیں کیا' کھلا چھوڑ دیا پھر کسی نے ان کی طرف دیکھا تو پھر اس کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں اور اگر اس نے کھلے ہوئے دروازے سے قصداً دیکھا تو اس میں دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ اب بھی دیکھنے والے کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں ہے

marfat.com
Marfat.com

اور اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت سے دوسروں کے گھروں میں جھانکے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔(فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۳۹-۲۳۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنے کی اجازت اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب وہ قصداً جھانکے اور اگر اس کی اتفاقاً نظر پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو اس صورت میں آنکھ پھوڑنے پر قصاص لازم نہیں کرتے اور اس کے خون کو ضائع قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں اس کا جواز ہے اور کسی ہلکی چیز سے اس کو مارنا چاہیے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث تہدید (دھمکانے) اور تغلیظ پر محمول ہے' اس میں اختلاف ہے کہ آیا خبردار کرنے سے پہلے آنکھ پھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ پھر بھی جائز ہے۔(عمدۃ القاری جز ۲۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو یا جس کو تم چھپاتے ہو○ (النور: ۲۹)

بیوت غیر مسکونہ (غیر رہائشی) عمارات کی تعیین

جب بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی تو مسلمانوں کو یہ مشکل پیش آئی کہ مدینہ سے مکہ کے راستے میں اور دوسرے راستوں میں رفاہ عام کے لیے مکان بنے ہوئے تھے جن میں لوگ عارضی قیام کرتے تھے' اس طرح وہاں دکانیں' سرائے' ہوٹل' سبیل اور بیت الخلاء وغیرہ بنے ہوتے تھے جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا تھا نہ وہ شخصی ملکیت ہوتے تھے اور ان میں بغیر اجازت داخلہ کی ممانعت میں عام مسافروں اور مسلمانوں کے لیے بڑی دشواری تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آسانی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبدالرحمان جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے بیوت غیر مسکونہ (غیر رہائشی مکانات) کے مصداق میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا اس سے مراد سرائے' بیت الخلاء اور گودام وغیرہ ہیں جن میں ساز و سامان رکھا جاتا ہے۔

(۲) عطاء نے کہا اس سے مراد ویران مکان' کھنڈرات اور بیت الخلاء ہیں۔

(۳) محمد بن حنفیہ نے کہا اس سے مراد مکہ کے مکان ہیں کیونکہ وہ وقف عام ہیں ان کا کوئی مالک نہیں' (یہ صرف امام مالک کا مذہب ہے' جمہور کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ الحج: ۲۵ میں ہم اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں)

(۴) ابن نوید نے کہا اس سے مراد تاجروں کی دکانیں ہیں جو راستوں میں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

(۵) ابن جریج نے کہا اس سے مراد تمام غیر رہائشی مکانات ہیں کیونکہ داخل ہونے کے لیے اجازت کی شرط مکان میں رہنے والوں کے اعتبار سے ہے اور جب وہاں کوئی رہنے والا نہ ہو تو پھر یہ شرط بھی نہیں ہے۔

(زادالمسیر ج ۶ ص ۲۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا جو عمارتیں کسی خاص شخص یا قوم کی ذاتی ملکیت نہ ہوں اور وہاں عام افراد کو آنے جانے کی ممانعت نہ ہو' اور وہاں ٹھہرنے اور ان کو استعمال کرنے کی عام اجازت ہو جیسے ہوٹل' مسافر خانے' سرائے' اسٹیشن اور ہوائی اڈے کی عمارت' مسجدیں' خانقاہیں' دینی مدارس' ہسپتال' ڈاک خانے اور اس طرح کی دوسری عمارتیں' اور جس جگہ داخلہ کی پابندی ہو وہاں داخل ہونے کی جو شرائط مقرر کی گئی ہوں' ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے' بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو O (النور: ۳۰)

مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث

اس سورت کے شروع میں زنا سے ممانعت فرمائی ہے اور زنا کا پہلا محرک اور سبب اجنبی عورتوں کو دیکھنا ہے اس لیے اس آیت میں مردوں کو اجنبی عورتوں کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی الحسن نے حسن بصری سے پوچھا کہ عجمی عورتیں اپنے سینوں اور سروں کو کھلا رکھتی ہیں؟ انہوں نے کہا تم اپنی آنکھوں کو ان سے دور رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں۔ (النور: ۳۰)

زہری نے کہا جن نابالغ لڑکیوں پر شہوت آئے ان کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ کم عمر ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الاستیذان' باب: ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو بٹھا لیا' اور حضرت فضل بن عباس بہت خوب صورت تھے' یہ دس ذوالحجہ کا دن تھا لوگ آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے' اور آپ ان کو جواب دے رہے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک حسین عورت آئی وہ بھی آپ سے سوال کر رہی تھی' حضرت فضل کو اس عورت کی خوب صورتی اچھی لگی وہ اس کی طرف دیکھنے لگے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر حضرت فضل کو اس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا' آپ نے حضرت فضل کی ٹھوڑی اپنے ہاتھ سے پکڑی اور ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا' اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور اس کا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' آیا وہ اس کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۶۲۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! راستوں میں بیٹھنے کے سوا تو ہمارا گزارا نہیں ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: اگر تمہارا راستوں میں بیٹھنا ضروری ہے تو پھر تم راستوں کا حق ادا کرو' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! راستوں کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۲۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھ دیا ہے' جس کو وہ لامحالہ پائے گا پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' اور زبان کا زنا بات کرنا ہے' نفس تمنا کرتا اور خواہش کرتا ہے اور اس کی شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۵۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا' آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں فوراً نظر ہٹا لوں۔

marfat.com
Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۲۴، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۶۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۵۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۷۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۴۰۳، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۰-۸۹)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو' کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے' دوسری نہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۲۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی کسی عورت کی طرف پہلی نظر ڈال کر نظر نیچی کر لیتا ہے اللہ اس کے لیے ایسی عبادت پیدا کر دیتا ہے جس میں حلاوت ہوتی ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۴۲، شعب الایمان' رقم الحدیث: ۵۴۳۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں' جب تم میں سے کوئی شخص بات کرے تو جھوٹ نہ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے' اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے اور اپنی نظریں نیچی رکھو' اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۰۱۸، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۱، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس شخص نے اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا اللہ عزوجل اس کے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا کر دے گا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کا اخراج نہیں کیا۔

(المستدرک رقم الحدیث: ۷۹۴۵، اس کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوا اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر جھک گئی اور سوا اس آنکھ کے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور سوا اس آنکھ کے جس سے اللہ کے خوف سے آنسو کا ایک ننھا سا قطرہ بھی نکلا۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۴۷۵۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۳۵۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں' اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی خواتین پر یا اپنی مملوکہ باندیوں (نوکرانیوں) پر یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں' اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ○ (النور: ۳۱)

عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے کے متعلق احادیث

اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے زنا کی حرمت اور ممانعت سے شروع فرمایا ہے اور زنا کا مقدمہ یہ ہے مرد اجنبی عورت کی طرف

marfat.com
Marfat.com

دیکھے اور عورت اجنبی مرد کی طرف دیکھے' اس سے پہلی آیت میں مردوں کو اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس آیت میں عورتوں کو اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے' اس ممانعت کے سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور آپ کی دوسری زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمیں حجاب میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس سے حجاب میں چلی جاؤ' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے' یہ تو ہم کو نہیں دیکھ سکے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶' مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۹۲۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۷۵' المعجم الکبیر ج ۲۳' رقم الحدیث: ۹۵۶' ۶۷۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۱)

اس حدیث کے بظاہر معارض اور خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوعمرو بن حفص نے ان کو طلاق بائن دے دی اور وہ غائب تھے' پھر انہوں نے اپنے وکیل کے ہاتھ کچھ جو بھیجے وہ اس وکیل پر ناراض ہوئیں' اس وکیل نے کہا اللہ کی قسم! ہم پر تمہاری کوئی چیز واجب نہیں ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو حضرت فاطمہ بنت قیس نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا اس پر تمہارا نفقہ واجب نہیں ہے' پھر آپ نے ان کو حضرت ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا وہ ایسی عورت ہے کہ اس کے پاس میرے اصحاب کا جمگھٹا لگا رہتا ہے تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزارو' وہ نابینا شخص ہے' تم اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا' حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہے ابوجہم تو وہ تو کندھے سے اپنی لاٹھی اتارتے ہی نہیں اور رہے معاویہ تو وہ مفلس ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو' تو میں نے ان کو ناپسند کیا (کیونکہ یہ آزاد تھیں اور وہ غلام زادے تھے) آپ نے فرمایا تم اسامہ سے نکاح کرلو' میں نے ان سے نکاح کرلیا تو اللہ نے اس نکاح میں خیر رکھ دی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی زیارت کرتے تھے اور ان کی نیکی کی وجہ سے بہ کثرت ان کے پاس آتے جاتے تھے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے تھی کہ اگر حضرت فاطمہ بنت قیس نے ان کے گھر عدت گزاری تو ان کو حرج ہوگا کیونکہ ان کو آنے جانے والوں سے پردہ کرنے میں مشکل ہوگی اس لیے ان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں کیونکہ ایک تو وہ ان کو دیکھ نہیں سکیں گے دوسرے ان کے گھر آنے جانے والے نہیں ہیں' اس سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ جس طرح قرآن مجید نے مردوں کو اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے' اور حضرت ام سلمہ کی حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کے آنے پر فرمایا تھا تم دونوں تو اندھی نہیں ہو' اور

marfat.com
Marfat.com

حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو ابن ام مکتوم کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کے گھر میں اپنی طرف دیگر مردوں کے دیکھنے سے مامون رہیں گی اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق ان کو وہاں بھی حضرت ابن ام مکتوم کے سامنے نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہوگا البتہ حضرت ام شریک کی بہ نسبت ان کے گھر میں ان کے لیے عدت گزارنا آسان ہوگا۔

(شرح مسلم مع مسلم ج ۶ ص ۴۰۴۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے: اور وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، زینت دو قسم کی ہے، ایک ظاہری زینت ہے وہ عورتوں کا لباس ہے اور ایک مخفی زینت ہے وہ عورتوں کے زیورات ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۴۴)

سوا اس کے جو خود ظاہر ہو، سعید بن جبیر اور عطاء نے کہا اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زینت ظاہرہ چہرہ اور آنکھ کا سرمہ ہے اور ہاتھوں کی مہندی ہے اور انگوٹھی ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو گھر میں آنے جانے والوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۵۵، ۱۹۶۵۳، ۱۹۶۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والی خواتین پر رحم فرمائے جب یہ آیت نازل ہوئی: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے اور ان سے اپنے سینوں کو ڈھانپ لیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اپنی زیبائش صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں عورتوں کے ان محارم وغیرہ کا ذکر کیا ہے جن پر زیبائش کو ظاہر کیا جا سکتا ہے، اس زیبائش سے مراد زیورات وغیرہ ہیں اور رہے عورتوں کے بال تو ان کو ان کے شوہروں کے سوا اور کسی کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۶۹)

جن محارم وغیرہ کے سامنے عورت اپنی زیبائش کو ظاہر کر سکتی ہے اس میں اپنی خواتین اور اپنی مملوکہ باندیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ غیر مسلم عورتوں کے سامنے عورت کے لیے اپنی زیبائش کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

ابن جریج نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اس سے مراد مسلم خواتین ہیں اور کسی مسلم خاتون کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی باطنی زینت کسی مشرکہ کو دکھائے سوائے اس صورت کے کہ وہ اس کی باندی ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۶۷۱)

اور فرمایا: اور اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو: اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کا مقصد صرف کھانا پینا ہو اور ان کو عورتوں کی بالکل خواہش نہ ہو اور جس نوکر یا خادم کو عورتوں کی طرف رغبت ہو اس کو گھروں میں عورتوں کے پاس نہ جانے دیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس ایک مخنث آتا جاتا تھا اور گھر والوں کو یہ گمان تھا کہ اس کو عورتوں کی خواہش نہیں ہے، ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور وہ آپ کی ازواج کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ اتنی موٹی ہے کہ اس کے جسم پر سلوٹیں پڑتی ہیں جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹیں پڑتی ہیں اور جب وہ جاتی ہے تو اس کے جسم پر آٹھ سلوٹیں پڑتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ یہ ان تمام چیزوں کو سمجھتا ہے، یہ تمہارے پاس نہ آیا کرے، پھر ازواج مطہرات اس سے پردہ کرنے لگیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۲۴۷)

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں فرمایا اس سے مراد مخنث ہے، ابن المنذر نے کلبی سے روایت کیا کہ اس سے مراد خصی اور عنین (نامرد) ہے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۱۸۵، ۱۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں۔

یعنی کوئی عورت فرش پر زور زور سے پیر مار کر اس طرح نہ چلے کہ اس سے اس کی پازیب کی آواز گھر سے باہر سنائی دے۔ جس عورت نے خوشی سے یا اتراتے ہوئے ایسا کیا تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور اگر اس نے مردوں کو دکھانے' سنانے اور ان کو لبھانے کے لیے ایسا کیا تو اس کا عمل مذموم اور حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو' اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا' اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے O (النور: ۳۲)

ایامیٰ کا معنی

اس سورت کے زیادہ تر احکام زنا اور اس کے دواعی اور محرکات کے سدباب اور عفت اور پاکیزگی اور پاک دامنی سے متعلق ہیں اور نکاح کرنا زنا کے سدباب کا ایک بہت قوی ذریعہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں جو بے نکاح مرد اور عورتیں ہوں ان کا نکاح بھی کرو اور تمہارے خادموں اور خادماؤں میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح بھی کر دو۔

ایامیٰ ایم کی جمع ہے' ایم اصل میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ' ابوعبید نے کہا ہے کہ ہر چند کہ ایم کا لفظ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے لیکن اس کا غالب استعمال عورتوں کے لیے ہوتا ہے' بہر حال اس آیت میں ایامیٰ کا معنی ہے بے نکاح مرد اور بے نکاح عورتیں۔

عبدالنبی نام رکھنے کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے: والصلحین من عبادکم وامائکم یعنی تم اپنے نیک بے نکاح غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو' اس آیت میں عبد کی اضافت مخلوق کی طرف کی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے' اور یہاں عبد کا معنی غلام ہے اور جب عبداللہ کہا جاتا ہے تو وہاں عبد کا معنی بندہ ہوتا ہے' عربی میں غلام کو عبد کہا جاتا ہے اور اردو میں عبد بہ معنی بندہ لیا جاتا ہے لہٰذا عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے شرک نہیں ہے' شیخ اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کے تحت لکھا ہے: علی بخش' حسین بخش' عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا (بہشتی زیور ج اص ۳۵' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور) ظاہر ہے قرآن مجید کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں تھانوی صاحب کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ تاہم چونکہ ہمارے عرف میں عبد کا اطلاق صرف بندے پر کیا جاتا ہے غلام پر نہیں کیا جاتا' اس لیے عبدالنبی کے بجائے غلام نبی نام رکھنا چاہیے' علامہ شامی نے عبدالنبی نام رکھنے کو ممنوع لکھا ہے' (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۹' استنبول)' اس کی مفصل تحقیق ہم اس سے پہلے تبیان القرآن ج اص ۱۸۷ میں کر چکے ہیں۔

نکاح کا لغوی اور اصطلاحی معنی

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

لغت میں نکاح کا معنی جمع کرنا اور ملانا ہے اور شریعت میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی عورت کے جسم سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا جاتا ہے۔ اگر کسی انسان کی شہوت معتدل ہو تو نکاح کرنا سنت ہے اور اگر کسی انسان پر شہوت بہت غالب ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور جب اس کو اپنے نفس پر ظلم کا خدشہ ہو (یعنی وہ سخت گیر آدمی ہے اور بیوی پر ظلم کرے گا) تو پھر اس کا نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر وہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا نکاح کرنا حرام ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جو نکاح بغیر تشہیر کے خفیہ کیا جائے اس کو نکاح السّر کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے یہ دس روپے لو میں اس کے عوض دس دن تم سے جماع کروں گا تو اس کو نکاح المتعۃ یا النکاح الموقت کہتے ہیں یہ نکاح باطل اور حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی بہن سے نکاح کرے اور مہر کے بجائے یہ مقرر کرے کہ وہ دوسرا شخص اس کی بہن سے نکاح کرلے تو اس کو نکاح الشغار کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور فریقین کو مہر مثل دینا لازم ہوگا' اور اگر کوئی شخص فریقین میں سے کسی ایک سے یا دونوں سے اجازت لیے بغیر کسی مرد اور عورت کا معروف طریقہ سے نکاح کردے تو یہ نکاح الفضولی کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب فریقین اس نکاح کو برقرار رکھیں تو یہ نکاح صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے۔

(دستور العلماء ج ۳ ص ۲۹۰-۲۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایمان اور نکاح کے سوا کوئی اور ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لے کر اب تک مشروع رہی ہو' اور فقہاء کے نزدیک نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس سے مرد کا عورت کے جسم سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہو جائے جب کہ کوئی شرعی مانع نہ ہو' عورت کی قید سے مرد' خنثیٰ مشکل' اور جنیہ خارج ہو گئے اور مانع شرعی کی قید سے محارم خارج ہو گئے۔ البتہ حسن نے جنیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے' نکاح کا لفظ جماع کرنے میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے' نکاح فریقین میں سے کسی ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول کرنے سے منعقد ہو جاتا ہے' اور اس میں دو آزاد مسلمان مکلف گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے جو ایجاب اور قبول کرنے والوں کا کلام معاً سن رہے ہوں خواہ وہ فاسق ہوں' یا مردود الشہادۃ ہوں یا نابینا ہوں۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۴ ص ۷۶' ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مجلس نکاح میں دو گواہوں کے معاً سننے کی قید سے واضح ہو گیا کہ ٹیلی فون پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے' نیز اگر دو ٹیلی فون سیٹ رکھ لیے جائیں اور دو آدمی معاً ایجاب و قبول کو ان دو ٹیلی فون سے معاً سن رہے ہوں تب بھی یہ جائز نہیں ہے کیونکہ عرف اور قانون میں ٹیلی فون پر بات سننے والے کو گواہ نہیں قرار دیا جاتا سو شرعاً بھی ان کو گواہ نہیں قرار دیا جائے گا' لہٰذا ٹیلی فون پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نکاح کی فضیلت میں احادیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے' کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے' اور جو نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے' کیونکہ روزے شہوت کو کم کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۰۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے اسے چاہیے کہ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۶۲)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے تقویٰ کے بعد مومن کی سب سے بڑی خیر یہ ہے کہ اس کی نیک بیوی ہو' اگر وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے' اگر وہ اس کی طرف دیکھے

marfat.com
Marfat.com

تو وہ اس کو خوش کرے اور اگر وہ اس کے اوپر کوئی قسم کھائے تو وہ اس کو پورا کرے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی سعادت (نیک بختی) سے تین چیزیں ہیں نیک بیوی' آرام دہ مکان اور آرام دہ سواری' اور ابن آدم کی شقاوت (بدبختی) سے تین چیزیں ہیں' بری بیوی' بے آرام مکان اور بری سواری۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ نے نکاح کر لیا تو اس کا نصف ایمان کامل ہو گیا اب اس کو چاہیے کہ باقی نصف میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم تین شخصوں کی مدد اپنے ذمہ لے لی ہے' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا' وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو (جس غلام کو اس کا مالک یہ کہہ دے تم اتنی رقم ادا کر دو تو آزاد ہو اس کو مکاتب کہتے ہیں اور اس رقم کو بدل کتابت کہتے ہیں) اور وہ شخص جو پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۰)

ابونجیح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خوش حال ہو اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۶۶' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۹۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۸۲' ۵۴۸۱' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں چند مسلمان آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق دریافت کیا' جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور انہوں نے کہا کہاں ہم کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام بخش دیئے ہیں ان میں سے ایک نے کہا رہا میں' تو میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا' اور دوسرے نے کہا میں ساری عمر مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ ترک نہیں کروں گا' اور تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح' اس طرح کہا تھا' اور میں بے شک اللہ کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں (نفلی) روزہ رکھتا ہوں' اور (نفلی) روزہ چھوڑتا بھی ہوں' اور (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں' اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں' سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۰۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے اس کے جمال' اس کے مال' اس کے اخلاق اور اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے' تم اس کی دین داری اور اس کے اخلاق کے سبب کو لازم کر لو۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۸۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۱۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۴۰۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۲۶' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

نکاح کرے گا اللہ اس شخص کی ذلت میں اضافہ کرے گا' اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ عزوجل اس کے فقر میں اضافہ کرے گا' اور جو شخص کسی عورت سے اس کے منصب کی وجہ سے نکاح کرے گا' اللہ عزوجل اس کی پستی میں اضافہ کرے گا' اور جو شخص کسی عورت سے اس وجہ سے نکاح کرے گا کہ اس کی نظر نیچی رہے' یا اس کی شرم گاہ گناہ سے بچی رہے' یا رشتہ جوڑنے کے لیے نکاح کرے گا' اللہ اس شخص کو اس نکاح میں برکت دے گا اور اس عورت کو بھی اس نکاح میں برکت دے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۵۲۷' الترغیب والترھیب للمنذری رقم الحدیث: ۲۸۷۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۴)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایک عزت والی مال دار اور منصب والی عورت مل رہی ہے لیکن اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ نے اس کو منع کیا وہ پھر آیا تو آپ نے اس کو پھر منع کیا' پھر وہ تیسری بار آیا تو آپ نے فرمایا محبت کرنے والی اور بچے دینے والی عورت سے نکاح کرو' کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۷' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۲)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں' ختنہ کرنا' عطر لگانا' مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۹۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۰۸۵' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۳۵۴۹)

نکاح کے شرعی حکم میں مذاہبِ فقہاء

امام شافعی نے کہا نکاح کرنا کھانے پینے کی طرح مباح ہے' امام مالک نے کہا نکاح کرنا مستحب ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے' عام حالات میں سنت ہے اور اگر ظلم اور جور کا خدشہ ہو تو پھر نکاح کرنا مکروہ ہے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں: نکاح کرنے کے شرعی حکم میں تین مذاہب ہیں:

(۱) جس شخص کو یہ خطرہ ہے کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو وہ گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو عام فقہاء کے نزدیک اس پر نکاح کرنا واجب ہے کیونکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کو گناہوں سے دور رکھے۔

(۲) جس شخص میں شہوت ہو اس کے باوجود اس کو اطمینان ہو کہ وہ گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے اور نفلی عبادات میں مشغول رہنے سے اس کا نکاح کرنا افضل ہے' اور یہ اصحاب رائے (فقہاء احناف) اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ظاہر قول اور ان کا فعل ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی رہ جائیں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میں آخری دن فوت ہو جاؤں گا اور مجھے ان ایام میں نکاح کرنے کی طاقت ہو تو میں فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے نکاح کروں گا' حضرت عمر نے ابوالزوائد سے کہا نکاح نہ کرنے کی صرف دو وجہیں ہیں تم میں طاقت نہیں یا تم گناہ کرتے ہو' المروزی کی روایت ہے امام احمد نے کہا مجرد رہنا اسلام سے نہیں ہے اور جس نے تم کو نکاح نہ کرنے کی دعوت دی اس نے تم کو غیر اسلام کی دعوت دی' اور امام شافعی نے کہا نکاح کرنے سے عبادت کے لیے فارغ رہنا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کی اور فرمایا:

سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران: ۳۹) وہ سردار اور نفس پر ضبط (کنٹرول) کرنے والے تھے۔

الحصور اس شخص کو کہتے ہیں جو عورتوں کی طرف میلان نہ کرے' اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو نکاح نہ کرنے کی وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نہ فرماتا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ (آل عمران:۱۴)

عورتوں کی طرف شہوت اور بیٹوں کی محبت لوگوں کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہے۔

اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو اس آیت میں عورتوں کی طرف شہوت اور بیٹوں کی محبت کو بطور مذمت نہ ذکر کیا جاتا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (الانفال:۲۸)

اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض فتنہ ہیں اور یہ بھی یقین رکھو کہ اللہ کے پاس بہت عظیم اجر ہے۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْہُمْ ۚ (التغابن:۱۴)

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں' سو ان سے خبردار رہو۔

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب بعض مسلمانوں نے بیوی اور بچوں کی محبت میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی حالانکہ اس وقت ہجرت کرنے کا بہت مؤکد حکم تھا پھر انہوں نے کافی عرصہ کے بعد ہجرت کی۔ اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ لوگ بیوی اور بچوں کی محبت میں عبادات سے غافل ہو جاتے ہیں اور فرائض کو ترک کر دیتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المنافقون:۹)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جنہوں نے ایسا کیا سو وہ بہت ہی نقصان اٹھانے والے لوگ ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَہْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (الحدید:۲۰)

اور یقین رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور خوش نمائی ہے اور ایک دوسرے پر فخر اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر سبقت ہے اس کی مثل اس بارش کی طرح ہے جس کا زمین میں فصل کو اگانا کسانوں کو اچھا لگتا ہے' پھر جب وہ کھیتی خشک ہو تو تم اس کو زرد رنگ کی دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور (اگر کوئی آزمائش میں پورا اترا تو) اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

اگر کوئی شخص آزمائش میں پورا نہ اترا تو مال اور اولاد میں سبقت سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں عذاب کا سامنا ہوگا' اس لیے سلامتی اور امن اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر ضبط کر سکتا ہو تو وہ نکاح کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہے' نیز نکاح' خرید و فروخت کی طرح ایک عقد معاوضہ ہے اس لیے نکاح کرنے سے عبادت میں مشغول رہنا افضل ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور اس پر برانگیختہ کیا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں' پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے' اور صحیح

marfat.com
Marfat.com

بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کی خصی ہونے کی درخواست کو مسترد کر دیا اور اگر آپ اجازت دے دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

(۳) جس شخص میں شہوت نہ ہو خواہ اس میں شہوت پیدا نہ کی گئی ہو جیسے نامرد ہوتا ہے یا اس میں شہوت تو ہو لیکن بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے وہ شہوت ختم ہو گئی ہو اس میں دو قول ہیں' ایک یہ کہ اس کے لیے بھی نکاح کرنا مستحب ہے جیسا کہ عمومی دلائل کا تقاضا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عبادت میں مشغول رہے کیونکہ وہ نکاح کے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔

(المغنی ج ۷ ص ۵۔ ۴ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی بہتری ہو' اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے' اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تا کہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو' اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور بے شک ہم نے تم لوگوں کی طرف واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' اور ہم نے متقین کے لیے نصیحت نازل کی ہے ○ (النور: ۳۴-۳۳)

جو شخص مجرد ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے

اس آیت میں ان مسلمانوں سے خطاب ہے جو اپنے معاملات کے خود مالک ہوں اور ان کے کاموں کی لگام کسی اور کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ جس کے معاملات کسی اور کے اختیار میں ہوں وہ اپنے معاملات میں خود تصرف نہیں کر سکتا جیسے نابالغ یا کم عقل کے تصرفات پر ان کا سرپرست پابندی لگا دیتا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو اپنی پاکیزگی برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے' جب کہ ان کے لیے نکاح کرنا مشکل ہو زیادہ تر نکاح کرنا مشکل اس وقت ہوتا ہے جب انسان کے پاس نکاح کرنے کی گنجائش نہ ہو' اس لیے فرمایا: کہ ایسے لوگ اپنی پاکیزگی قائم رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے' اور ان کے لیے ایسے اسباب اور وسائل مہیا کر دے جن سے وہ آسانی کے ساتھ نکاح کر سکیں۔

جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ نکاح کرے اور اگر وہ نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بدکاری نہ کرے اور اپنی عفت کو برقرار رکھے' اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنے سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے' اس آیت میں نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر کنٹرول رکھے اور ضبط نفس کرے اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں بتائی' اگر کوئی اور جواز کی صورت ہوتی تو وہ بتا دیتا اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ استمناء کرنا جائز ہے' البتہ امام احمد نے استمناء کو جائز کہا ہے اور فقہاء احناف نے بھی کہا ہے کہ جب کسی شخص کو زنا کا خطرہ ہو وہ کم تر برائی کے درجہ میں استمناء کر لے۔

نیز اس آیت میں فرمایا تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی بہتری ہو' اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔

غلاموں اور باندیوں کے بعض احکام

اسلام نے غلامی کو بتدریج ختم کیا ہے' غلام کو آزاد کرنے پر دوزخ سے نجات کی بشارت دی' قتل خطاء' ظہار' قسم توڑنے

marfat.com
Marfat.com

اور روزہ توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا' غلام کو مکاتب کرنا بھی غلامی کو ختم کرنے کی ایک صورت ہے ایک شخص اپنے غلام سے یہ کہتا ہے کہ تم مثلاً پانچ ہزار روپے مجھے لاکر دو تو تم آزاد ہو اس فعل کو مکاتبت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں' اب اس غلام کے ذمہ یہ ہے کہ وہ محنت مزدوری کرے اور اپنے آقا کو وہ رقم لادے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی مد میں ایک یہ شق بھی رکھی ہے کہ غلاموں کو آزاد کرانے کی مد میں زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور مسلم معاشرہ میں مسلمان اپنے ایک غلام بھائی کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے رقم خرچ کریں' اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اس مال کو غلام آزاد کرانے میں خرچ کرو۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جوان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض انصار کی ایک باندی تھی مسیکہ اس نے کہا میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۷۴۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۵۲۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہو گیا یہ قیدی عبداللہ بن ابی ابن سلول کے گھر میں تھا اور عبداللہ بن ابی کی ایک معاذہ نام کی باندی تھی' وہ قیدی اس سے زنا کرنا چاہتا تھا' وہ باندی مسلمان تھی وہ اسلام کے احکام کی وجہ سے منع کرتی تھی اور ابن ابی اس کو مارتا تھا اور اس کام پر مجبور کرتا تھا' کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور ابن ابی اس قیدی سے اس بچہ کا فدیہ طلب کریگا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر امام عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۴۱' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی باندی زمانہ جاہلیت میں زنا کراتی تھی' جب اسلام نے زنا کو حرام کر دیا تو ابن ابی نے اس سے کہا کیا تم اب زنا نہیں کراؤ گی اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اب کبھی بھی زنا نہیں کروں گی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۷۴۷' مسند البزار ج ۷ ص ۸۳)

اس آیت میں فرمایا ہے اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو پھر تم ان کو بدکاری پر مجبور کر سکتے ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشکال ان پر ہوگا جو مفہوم مخالف کے قائل ہوں' رہے ہم احناف تو ہم مفہوم مخالف کے قائل نہیں ہیں' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جو فرمایا ہے اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ یہ قید بیان واقع کے لیے ہے' کیونکہ صورت واقعیہ یہی تھی کہ بعض مسلمان باندیاں زنا سے بچنا چاہتی تھی اور ان کے منافق مالکان اجرت کے لالچ میں ان کو بدکاری پر مجبور کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ جب تمہاری باندیاں زنا سے بچنا چاہتی ہیں تو تم ان کو زنا پر مجبور نہ کرو' تیسرا جواب یہ ہے کہ جبر کی صورت اسی وقت متحقق ہوگی جب باندیاں بدکاری سے بچنا چاہتی ہوں اور جب وہ خود بدکاری کی طرف مائل ہوں اور شوق سے بدکاری کرتی ہوں تو پھر انہیں بدکاری پر مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے' اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جب وہ پاک دامنی کا ارادہ نہ کریں تو پھر ان کو بدکاری پر مجبور کرنا جائز ہے' کیونکہ جب وہ پاک دامنی کا ارادہ نہیں کرتیں تو پھر ان کو بدکاری پر مجبور کرنے کی کب ضرورت ہوگی' النور: ۳۴ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے تم لوگوں کی

marfat.com
Marfat.com

طرف واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے متقین کے لیے نصیحت نازل کی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) قرآن مجید کی آیات واضح' روشن اور مفصل ہیں۔ (۲) اس میں تم سے پہلے لوگوں کی مثالیں ہیں یعنی جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام تھے اسی طرح قرآن میں بھی ہیں۔ (۳) اس میں متقین کے لئے نصیحت ہے ہر چند کہ قرآن مجید کی نصیحت تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن چونکہ قرآن کی نصیحت سے صرف متقین ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا

اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے' اس کے نور کی مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں

مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ

چراغ ہو' وہ چراغ یک فانوس میں ہو' وہ فانوس ایک روشن ستارے کی مانند ہو

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے' وہ (درخت) نہ مشرقی ہے نہ مغربی'

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ

عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اٹھے گا خواہ اسے آگ نہ چھوئے' وہ نور بالائے نور ہے'

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ

اللہ جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ جن گھروں کے بلند کیے جانے اور

يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ

ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے ہیں ○ وہ مرد

لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ

جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر' اور نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے سے

marfat.com
Marfat.com

الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں ○

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

تاکہ اللہ ان کو ان کے بہترین کاموں کی جزا دے' اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ عطا فرمائے' اور اللہ جس کو

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ

چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے ○ اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی

بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا

مثل ہیں جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اس کو اس کا پورا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ

یا (ان کے اعمال) گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں جن کو موج بالائے موج ڈھانپے ہوئے ہے'

فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ

اس کی بعض تاریکیاں بعض سے زیادہ ہیں' جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

تو اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے تو اس کے لیے

ع ۵ / ۱۱

مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

کوئی نور نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے' اس کے نور کی مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو' وہ چراغ ایک فانوس میں ہو' وہ فانوس ایک روشن ستارے کی مانند ہو' وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو' وہ (درخت) نہ مشرقی ہے نہ مغربی' عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اُٹھے گا' خواہ اسے آگ نہ چھوئے' وہ نور بالائے نور ہے' اللہ

marfat.com
Marfat.com

جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (النور: ۳۵)

نور کا لغوی اور اصطلاحی معنی

امام محمد بن ابوبکر رازی حنفی متوفی ۶۶۰ھ نے لکھا ہے نور کا معنی ہے ضیاء (روشنی)۔

(مختار الصحاح ص ۳۹۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

نور اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کا آنکھیں سب سے پہلے ادراک کرتی ہیں پھر اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرتی ہیں۔ (یعنی جو کیفیت خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کے لیے مظہر ہو)

(التعریفات ص ۱۰۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نور اس کیفیت کو کہتے ہیں جو سورج' چاند اور چراغ وغیرہ سے زمین اور دیواروں پر فائض ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۷۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ پر نور کے اطلاق کی توجیہات

امام رازی فرماتے ہیں نور چونکہ ایک کیفیت حادثہ کو کہتے ہیں اس لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۔ (الانعام: ۱) اللہ نے ظلمات (اندھیروں) اور نور (روشنی) کو پیدا کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نور مجعول اور مخلوق ہے اور اللہ خالق نور ہے خود نور نہیں ہے کیونکہ نور مخلوق ہے' اور چونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر نور کا اطلاق فرمایا ہے اس لیے علماء نے اس میں حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) نور ظہور اور ہدایت کا سبب ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۔ (البقرہ: ۲۵۷) اللہ مومنوں کا کارساز ہے وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکال لاتا ہے۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۔ (الشوریٰ: ۵۲) لیکن ہم نے اس (کتاب) کو نور بنایا ہم اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں نور کا اطلاق ہدایت پر کیا گیا ہے تو اللہ نور السموت والارض کا معنی ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کے نور والا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ آسمانوں والوں اور زمینوں والوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی ہدایت حاصل ہوتی ہے' یعنی وہی ان کا ھادی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثرین کا یہی قول ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے آسمانوں اور زمینوں کا مدبر ہے' جیسے بہت بڑے عالم کے لیے کہا جاتا ہے وہ شہر کا نور ہے کیونکہ وہ شہر والوں کی عمدہ تدبیر کرتا ہے تو وہ ان کے لیے بہ منزلہ نور ہوتا ہے' جس سے ان کو شہر کے معاملات میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا ناظم ہے کیونکہ اس نے انتہائی حسین ترتیب سے ان کا نظام قائم کیا ہوا ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے اس کا ایک محمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو ملائکہ سے منور کرتا ہے اور زمین کو انبیاء سے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو سورج' چاند اور ستاروں سے منور کرتا ہے' اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اس نے آسمان کو سورج' چاند اور ستاروں سے مزین کیا ہے اور زمین کو انبیاء اور علماء سے مزین کیا ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابی بن کعب' حسن بصری اور ابو العالیہ سے منقول ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

احادیث میں اللہ پر نور کا اطلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر نور کا اطلاق فرمایا ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں پڑھتے تھے:

اللھم لک الحمد انت نور السموت والارض. — اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۵۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

(صحیح مسلم الایمان: ۲۹۱' رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۷۸' الرقم المسلسل: ۴۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نور کو دیکھا۔

(صحیح مسلم الایمان: ۲۹۲' رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۷۸' الرقم المسلسل: ۴۳۷)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پر بھی نور کا اطلاق فرمایا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○ (النساء: ۱۷۴) — ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا ہے۔

اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نور کا اطلاق فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدہ: ۱۵) — بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آ گیا نور اور روشن کتاب۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں فرمایا کمشکوۃ فیھا مصباح وہ ایک طاق کی مثل ہے جس میں چراغ ہو۔ مشکاۃ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی طاق ہے' اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک مکانوں میں کمرے کی دیوار کے عمق اور گہرائی میں محراب نما ایک خانہ یا شیلف بنایا جاتا تھا جس میں استعمال کی اشیاء رکھی جاتی تھیں اس کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے شہروں کی نئی نسل اس سے ناواقف ہے گاؤں اور دیہاتوں میں اب بھی اس طرز کے مکان ہوں گے۔ مصباح کا معنی ہے روشنی کا آلہ صبح اسی سے ماخوذ ہے' اس کا معنی چراغ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

المصباح فی زجاجة: زجاجہ کا معنی ہے شیشے کا فانوس' وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔
کانها کوکب دری: گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے' یعنی وہ چراغ روشن ہونے میں ایک روشن ستارہ کی طرح ہے۔
یوقد من شجرة مبارکة زیتونة: وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ زیتون وہ درخت ہے جو دنیا میں سب سے پہلے اُگایا گیا اور یہی درخت طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلے اُگا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقامات پر اُگایا گیا ہے اور ارض مقدسہ میں' اس کے لیے ستر انبیاء علیہم السلام نے برکت کی دعا کی۔
حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو جسم پر لگاؤ کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۹۱۳' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم الحدیث ۹۹۶' المستدرک رقم الحدیث ۳۵۵۶' سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۰۵۸' شرح السنۃ رقم الحدیث ۲۸۷۰)
لاشرقیة ولا غربیة: وہ (درخت) نہ مشرقی ہے نہ مغربی' یعنی وہ درخت نہ مشرق کے ساتھ مختص ہے کہ اس کو شرقیہ کہا جائے اور نہ مغرب کے ساتھ مختص ہے کہ اس کو غربیہ کہا جائے' حسن بصری نے کہا یہ درخت دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا جو بھی درخت ہوگا وہ یا مشرقی ہوگا یا مغربی ہوگا بلکہ یہ جنت کا درخت ہے' اور ثعلبی نے کہا قرآن مجید نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ دنیا کا درخت ہے کیونکہ قرآن مجید نے فرمایا وہ زیتون کا درخت ہے۔ ابن زید نے کہا وہ ملک شام کا درخت ہے کیونکہ شام کے درخت نہ شرقی ہوتے ہیں نہ غربی اور شام کے درخت سب سے افضل درخت ہیں کیونکہ وہ برکت والی زمین ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ درخت دوسرے گھنے درختوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس کو دھوپ نہیں پہنچتی اس لیے فرمایا کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ درخت بلند پہاڑوں اور صحراؤں میں ہوتا ہے۔

آپ پر قرآن نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ کی نبوت عالم میں آشکارا ہو جاتی

نیز اس آیت میں فرمایا: عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اُٹھے گا خواہ اسے آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے' اللہ جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے۔
امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:
اس آیت میں مشکاة سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ ہے اور الزجاجة سے مراد آپ کا قلب ہے اور مصباح سے مراد دین کے اصول اور فروع کی وہ معرفت ہے جو آپ کے دل میں ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ ان کی اولاد سے ہیں اور ان کی ملت کی اتباع کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں فرمایا نہ وہ شرقی ہیں اور نہ غربی ہیں کیونکہ آپ عیسائیوں کی طرح مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نہ یہود کی طرح مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے اس چراغ کے تیل کی صفت میں فرمایا وہ عنقریب بھڑک اُٹھے گا اور روشن ہو جائے گا خواہ اس کو آگ نے نہ چھوا ہو' کعب احبار نے کہا اس تیل سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور آپ اپنے صفاء جوہر اور اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے کہ اگر آپ پر وحی نازل نہ بھی ہوتی تب بھی آپ میں یہی کمالات ہوتے آپ اسی طرح نیکی کی ہدایت دیتے اور آپ کی یہی پاکیزہ صفات ہوتیں اور آپ پر قرآن نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ کی نبوت لوگوں پر آشکارا ہو جاتی اور

marfat.com
Marfat.com

آپ پر قرآن مجید کا نازل ہونا نور" علی نور ہے اور نور بالائے نور ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۵۹۷ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس طرح تفسیر کی ہے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۴۴ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۴۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۲۲ روح المعانی جز ۱۸ ص ۲۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے○ (النور: ۳۶)

مساجد کی تعمیر' مساجد میں ذکر اور تسبیح اور مساجد کے آداب کے متعلق احادیث

یہ آیت اس سے پہلی آیت کے ساتھ مربوط ہے اور پہلی آیت میں جس طاق کا ذکر فرمایا ہے کہ اس میں ایک فانوس ہے جس میں ایک روشن چراغ ہے اب یہ فرمایا ہے کہ وہ طاق کہاں ہے' وہ طاق ان گھروں میں ہے جن کو بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے جہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے' ان گھروں سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جمہور کے نزدیک ان گھروں سے مراد مساجد ہیں' اور مجاہد نے کہا ان گھروں سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرے ہیں اور حسن بصری نے کہا اس سے مراد بیت المقدس ہے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۴۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اب ہم مساجد کے بلند کیے جانے اور اس میں اللہ کا ذکر کیے جانے کے متعلق چند احادیث پیش کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی' اور اس کی چھت شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی عمارت میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر نے اس میں اضافہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بنیادوں پر اینٹوں اور درخت کی شاخوں سے اس کو بنایا اور لکڑی کے ستون لگائے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں بہت تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا اس کی دیواریں نقشین پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۱ مسند احمد رقم الحدیث: ۶۱۳۹)

عبید اللہ الخولانی بیان کرتے ہیں جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بہ کثرت اعتراض کیے کہ آپ نے اتنی بڑی اور حسین وجمیل مسجد کیوں بنائی ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد کو بنایا اللہ جنت میں اس کی مثل اس کا گھر بنا دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۳ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں اکیلے نماز پڑھنے اور بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر پچیس درجہ زیادہ ہوتا ہے' کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں آتا ہے اور اس کا ارادہ صرف نماز پڑھنے کا ہوتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے' اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جتنے وقت وہ نماز کے لیے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے اس کا وہ وقت نماز میں ہی شمار کیا جاتا ہے اور جب تک وہ نماز کی جگہ میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس پر رحم فرما جب تک وہ اپنا وضو نہیں توڑتا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۴۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۴۳۰' ۹۴۳' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو ان میں چرلیا کرو' میں نے پوچھا یا رسول اللہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مساجد' میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ان میں چرنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰۹' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۳۳۵)

مساجد میں پانچ وقت نماز پڑھی جاتی ہے اور ان نمازوں میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور وہ کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب منقطع نہ کرو' اس کو چھوڑ دو۔ صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر اس سے فرمایا ان مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی ڈالنا جائز نہیں ہے' یہ مساجد تو اللہ عزوجل کے ذکر' نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا تو وہ پانی کا ڈول لے کر آیا اور اس پیشاب پر بہا دیا۔ (صحیح مسلم الطہارۃ: ۱۰۰' رقم الحدیث بلا تکرار ۲۸۵' الرقم المسلسل ۶۴۸)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو' پاگلوں کو' شریروں کو' اپنی خرید وفروخت کو اور اپنے جھگڑوں کو اور اپنی بلند آوازوں کو اور اپنی حدود کے نفاذ کو اور اپنی تلواروں کے سونتنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو' اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر وضو کرنے کی ٹونٹیاں بناؤ اور ان میں گرم پانی ڈالو۔ (یعنی سردیوں میں)
(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۵۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۲۶' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۷۳' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں ○ تا کہ اللہ ان کو ان کے بہترین کاموں کی جزا دے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ عطا فرمائے اور اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے ○
(النور: ۳۸-۳۷)

ان لوگوں کا مصداق اور اجر جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتی

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (النور: ۳۷) کی تفسیر میں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں سفر کرتے ہیں۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۶۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بازار میں تھے' نماز کی اقامت کہی گئی تو مسلمانوں نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں چلے گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا ان ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: رجال لاتلهيهم تجارة...... (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۶۴۷)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس راستہ پر کھڑے ہو کر چیزیں فروخت کرتا تھا اور ہر روز تین سو

marfat.com
Marfat.com

دینار نفع کماتا تھا' اور ہر روز مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا' لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ (نفع) حلال نہیں ہے لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ میں اس آیت میں داخل ہوں رجال لاتلھیھم...... (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۶۴۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ تھا' اور ہم مسجد میں جانے کا ارادہ رکھتے تھے' ہم مدینہ کے بازار سے گزرے' مسلمانوں نے اپنا سامان ڈھانپ دیا اور مسجد میں چلے گئے سالم نے ان کے سامان کی طرف دیکھا جس کے پاس کوئی شخص نہیں تھا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ..... پھر کہا یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۶۵۱)

عطا بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق وہ مسلمان ہیں جن کو اللہ کے حقوق اور اس کے فرائض کی ان کے اوقات میں ادائیگی کو ان کی خرید و فروخت منع نہیں کرتی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۶۵۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا عنقریب اہل محشر جان لیں گے کہ کون اللہ کے کرم کے زیادہ لائق ہے پھر وہ کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے پہلوؤں کو اپنے بستروں سے دُور رکھتے تھے اور خوف اور طمع سے اپنے رب کو پکارتے تھے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے تھے۔ (السجدۃ: ۱۶) پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئیں گے' منادی پھر کہے گا عنقریب اہل محشر جان لیں گے کہ کون کرم کا زیادہ اہل ہے وہ لوگ کہاں ہیں جن کو ان کی تجارت اور ان کی خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔ (النور: ۳۷) پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئیں گے' منادی پھر ندا کرے گا عنقریب اہل محشر جان لیں گے کہ کرم کے کون زیادہ لائق ہے' وہ لوگ کہاں ہیں جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے' پھر وہ کھڑے ہوں گے' اور پھر باقی لوگوں سے حساب لینا شروع کر دیا جائے گا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۹۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

قیامت کے دن دلوں اور آنکھوں کے اُلٹ پلٹ جانے کا معنی

فرمایا وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اُلٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں۔

قیامت کے دن کے ہول اور اس کی دہشت سے دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ جائیں گی اس سے مراد کفار کے دل اور ان کی آنکھیں ہیں' ان کے دل اپنی جگہ سے نکل کر حلق میں آ جائیں گے' وہ واپس اپنی جگہ جاسکیں گے نہ حلق سے باہر نکل سکیں گے' اور آنکھوں کے پلٹنے کا معنی یہ ہے کہ پہلے ان کی سرگیں آنکھیں تھیں اور قیامت کے دن ان کی آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ ایک قول یہ ہے کہ دلوں کے اُلٹ پلٹ جانے کا معنی یہ ہے کہ نجات کی طمع اور ہلاکت کے خوف سے ان کے دل مضطرب ہوں گے' اور آنکھیں مضطرب ہوں گی کہ کس جانب سے ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے اور کس طرف سے ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ دلوں کے اُلٹ پلٹ جانے کا معنی یہ ہے کہ ایک بار آگ ان کو جھلسا دے گی' پھر جلا دے گی پھر ان کو دوسرے دلوں سے بدل دیا جائے گا اور یہ عمل یونہی ہوتا رہے گا۔

عبادت میں غفلت نہ کرنے والوں کا اجر

اس کے بعد فرمایا تاکہ اللہ ان کو ان کے بہترین کاموں کی جزا دے۔ اس آیت میں نیک کاموں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے اور برے کاموں کی سزا کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ قیامت کے دن جزا اور سزا دونوں ہوں گی' اس کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے تاکہ مسلمانوں کو نیک کاموں کی ترغیب دی جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو گناہِ کبیرہ سے اجتناب کریں گے اور ان کے صغیرہ گناہ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جائیں گے۔ نیز فرمایا اللہ اپنے فضل سے

marfat.com

Marfat.com

ان کے اجر کو زیادہ کر دے گا اس کا ایک محمل یہ ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا پھر سات سو گنا اجر عطا فرمائے گا اور جس کے لیے چاہے گا اس کو بھی دُگنا کر دے گا' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کے استحقاق کے بغیر ان کو اجر عطا فرمائے گا' اس کے بعد فرمایا اور اللہ جس کو چاہے بے حساب اجر عطا فرمائے گا یعنی جو شخص گن گن کر نیکیاں کرے گا اس کو گن گن کر اجر دے گا اور جو بغیر گنے اور شمار کیے نیکیاں کرے گا اس کو بے حساب اور بے شمار اجر عطا فرمائے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قباء کو بنانے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آ کر کہا یا رسول اللہ! قد افلح من بنی المساجد (جس نے مسجدیں بنائیں وہ کامیاب ہو گیا؟) آپ نے فرمایا: ہاں اے ابن رواحہ! انہوں نے کہا وصلی فیھا قائما وقاعدا (اور اس نے ان میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھی؟) آپ نے فرمایا: ہاں اے ابن رواحہ! انہوں نے کہا ولم یبت للہ الا ساجدا (اور اس نے سجدوں کے بغیر کوئی رات نہیں گزاری) آپ نے فرمایا: ہاں اے ابن رواحہ! اور اپنے مسجع اور موزون کلام پیش کرنے سے رُک جاؤ کیونکہ بندے کو طلاقت لسان (روانی سے بولنے اور چرب زبانی) سے بری اور کوئی چیز نہیں دی گئی۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں جس کو پیاسا دُور سے پانی گمان کرتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اس کو اس کا پورا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ (النور: ۳۹)

سراب اور القیعۃ کا معنی اور شانِ نزول

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اعمال کی مثال بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں کافروں کے اعمال کی مثال بیان فرمائی ہے' مقاتل نے کہا یہ آیت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے متعلق نازل ہوئی ہے اس نے دین کی طلب میں رہبانیت اختیار کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ کافر ہو گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۶۲)

ابن قتیبہ نے کہا دوپہر کے وقت ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت پانی کی طرح نظر آتی ہے اس کو سراب کہتے ہیں' الزجاج نے کہا القیعۃ قاع کی جمع ہے جیسے جیرۃ جار کی جمع ہے اور القیعۃ اور القاع ایسی ہموار زمین کو کہتے ہیں جس میں کوئی روئیدگی اور سبزہ نہ ہو۔ پس جو شخص ایسے کسی ریگستان میں سفر کرتا ہے تو اس کو دُور سے چمکتی ہوئی ریت پانی معلوم ہوتی ہے اور جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہاں کوئی پانی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کافر یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے ہاں ان کو نفع پہنچائیں گے لیکن جب وہ آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال ان کو کوئی نفع نہیں دے سکیں گے بلکہ اس کے برعکس ان کے اعمال ان کے لیے باعث عذاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا (ان کے اعمال) گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں جن کو موج بالائے موج ڈھانپے ہوئے ہے' اس کی بعض تاریکیاں بعض سے زیادہ ہیں' جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے ○ (النور: ۴۰)

marfat.com

Marfat.com

کفار کے اعمال سراب کی طرح دھوکا ہیں یا سمندر کی تاریکی کی طرح بے فیض ہیں

یہ کفار کے اعمال کی دوسری مثال ہے یعنی کفار کے اعمال یا سراب کی طرح ایک دھوکا ہیں یا سمندر کی گہرائی کی تاریکیوں کی مثل ہیں جن میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ الجرجانی نے کہا پہلی آیت میں کفار کے اعمال کی مثال ہے اور دوسری آیت میں کفار کے عقائد کی مثال ہے۔

اللجۃ: بہت گہرے پانی کو کہتے ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہ کیا جا سکے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اس کی بعض تاریکیاں بعض سے زیادہ ہیں اس سے مراد بادلوں کی تاریکی رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی ہے سو جو شخص ان تاریکیوں کے اندر ہو اس کا پتہ نہیں چل سکتا کہ وہ کون ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بہت زیادہ تاریکی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تاریکیوں سے مراد کفار کے اعمال ہیں اور سمندر کی گہرائی سے مراد کفار کے قلوب ہیں اور موج بالائے موج سے مراد وہ جہالت' شکوک اور اندھیرے ہیں جو کفار کے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں اور بادلوں سے مراد ان کے دلوں کا زنگ ہے اور وہ مہر ہے جو ان کے دلوں پر لگا دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر نے بیان کیا کہ جس طرح جو شخص سمندر کے گہرے پانی کے اندھیروں میں ہو اس کو ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا اسی طرح کافر اپنے دل سے نور ایمان کا ادراک نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد فرمایا اور جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ دین نہ بنائے اس کے لیے کوئی دین نہیں' اور جس شخص کے پاس ایسا نور نہ ہو جس سے وہ قیامت کے دن چل سکے تو وہ جنت کی ہدایت نہیں پائے گا۔ الزجاج نے کہا یہ آیت دنیا پر محمول ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہدایت نہ دے وہ ہدایت نہیں پائے گا۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا یہ آیت عتبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ زمانۂ جاہلیت میں دین کی تلاش میں تھا' اور ٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا' اس کے باوجود اس نے اسلام کا کفر کیا۔ الماوردی نے کہا یہ آیت شیبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ زمانۂ جاہلیت میں رہبانیت کرتا تھا' موٹے کپڑے پہنتا تھا اور دین کو تلاش کرتا تھا اس کے باوجود اس نے اسلام کا کفر کیا' علامہ قرطبی نے کہا یہ دونوں کفر پر مرے' ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے یہ دونوں مراد ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن جحش کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ اسلام لائے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہ اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔

ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے مجھے نور سے پیدا کیا اور ابوبکر کو میرے نور سے پیدا کیا اور عمر اور عائشہ کو ابوبکر کے نور سے پیدا کیا اور میری اُمت کے مومن مردوں کو عمر کے نور سے پیدا کیا اور میری اُمت کی عورتوں کو عائشہ کے نور سے پیدا کیا۔ پس جو شخص مجھ سے محبت نہ کرے اور ابوبکر' عمر اور عائشہ سے محبت نہ کرے اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۶۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس سند سے مروی ہے: مقبری از ابو معشر از الہیثم بن جمیل از ابو شعیب سوسی از احمد بن یوسف المسیحی از ابو ہریرہ۔

ابونعیم نے کہا یہ سند باطل ہے اور ابو معشر اور الہیثم متروک ہیں' علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا یہ جھوٹ ہے' ان

marfat.com
Marfat.com

تینوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ حدیث بیان نہیں کی اور میرے نزدیک یہ آفت المسیحی کی طرف سے ہے۔
(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند موضوع ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اڑنے والے (پرندے) بے شک

صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا

اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے، اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو

يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ

کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے اور اللہ ہی کی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ

لوٹنا ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر ان کو (باہم) جوڑ دیتا ہے، پھر

يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ

ان کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے، اور اللہ آسمان

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ

کی طرف سے پہاڑوں سے اولے نازل فرماتا ہے سو وہ جس پر چاہے ان اولوں کو برسا دیتا ہے اور

يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾

جس سے چاہے ان کو پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی لے جائے ○

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

اور اللہ دن اور رات کو ادل بدل کرتا رہتا ہے، بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ○

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ

اور اللہ نے زمین پر چلنے والے تمام جان داروں کو پانی سے پیدا کیا ہے، سو ان میں سے بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں،

marfat.com
Marfat.com

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ

اور ان میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں' اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں'

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ

اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ بے شک

اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں' اور اللہ جس کو چاہے سیدھے

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ

راستے پر لگا دیتا ہے ○ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی' پھر

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اس کے باوجود ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر لیتا ہے اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں ○

وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو اس وقت ان میں سے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ

ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے ○ اور اگر ان کے حق میں فیصلہ ہو تو وہ آپ کی طرف فرماں برداری کرتے ہوئے چلے آتے ہیں ○

اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ

آیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول

ع ۶ ۱۰ ۱۲ الثلثۃ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

(معاذ اللہ) ان پر ظلم کریں گے' بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اُڑنے والے (پرندے) بے شک اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○ (النور: ۴۲-۴۱)

marfat.com
Marfat.com

''کیا آپ نے نہیں دیکھا!'' اس سے مراد استفہام تقریری ہے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے قلوب کے انوار اور کفار اور جاہلوں کے قلوب کی ظلمات کا بیان فرمایا تھا اور اب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت اور توحید کے دلائل بیان فرما رہا ہے۔ اس آیت کے شروع میں فرمایا کیا آپ نے نہیں دیکھا! اس سے مراد ہے کیا آپ کو نہیں معلوم؟ کیونکہ اس کے بعد تمام آسمانوں والوں اور زمینوں والوں اور پرندوں کی تسبیح کا ذکر فرمایا ہے اور اس تسبیح کو جاننے کا تعلق دیکھنے اور حواس سے نہیں ہے بلکہ عقل اور علم سے ہے' اور ہر چند کہ اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس سے مراد تمام انسان ہیں' اور یہ استفہام تقریری ہے اور کیا آپ کو معلوم نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اُڑنے والے (پرندے) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں' ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔

جانداروں اور بے جانوں کی تسبیح

تسبیح سے مراد یہ ہے کہ ہر مخلوق اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا خالق ہر قسم کے نقص اور عیب سے منزہ اور پاک ہے اور ہر قسم کے حسن اور کمال سے متصف ہے اور یہ دلالت زبانِ حال سے بھی ہے اور زبانِ قال سے بھی ہے' زبانِ حال سے دلالت اس طرح ہے کہ ہر مخلوق تغیر پذیر ہے اور کسی چیز کا متغیر ہونا اس کے حادث اور ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس کا حادث اور ممکن ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان کا موجد اور خالق حدوث اور امکان کے نقص و عیب سے پاک ہے کیونکہ اگر وہ بھی حادث اور ممکن ہوتا تو وہ بھی ان کی مثل ہوتا ان کا خالق نہ ہوتا' اس طرح ہر مخلوق زبانِ حال سے اپنے خالق کی تسبیح اور حمد کرتی ہے اور فرشتے اور مومنین زبانِ حال کے علاوہ زبانِ قال سے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتے ہیں۔

حیوانات کے ادراک پر علم کے اطلاق کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے' اس آیت میں علم کا لفظ ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں حیوانات کے ادراک پر بھی علم کا اطلاق ہے حالانکہ عرف اور لغت میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور قرآن مجید لغت عربی میں نازل ہوا ہے اس لیے بہ ظاہر حیوانات کے ادراکات پر علم کا اطلاق موجب اشکال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں مجازات بھی ہیں اور یہاں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق مجازاً ہے' اس کے علاوہ دیگر جواب یہ ہیں کہ ہر چیز کے صلاۃ اور تسبیح کا علم تو صرف ذوی العقول کو ہے لیکن ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دے کر سب کے متعلق فرمادیا کہ ان کو اپنی صلاۃ و تسبیح کا علم ہے۔ لہٰذا یہ اطلاق باب تغلیب سے ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ کل قد علم کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے' یعنی کل قد علم اللہ صلاته وتسبیحه اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی صلاۃ و تسبیح کا علم ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا کہ یہ جائز ہے کہ اس کا معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی صلاۃ و تسبیح کا علم ہے' یعنی اس کو ہر نمازی کی نماز اور تسبیح کرنے والے کی تسبیح کا علم ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۶۶)

اب ہم علم کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ متکلمین کی اصطلاح میں علم ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے اور عرف اور لغت میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

علم کی تعریف

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

العلم صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هي به۔ علم ایک ایسی صفت ہے جس کے سبب سے وہ چیز منکشف اور واضح ہو جاتی ہے جس انسان (یا فرشتہ) کے ساتھ وہ صفت قائم ہو۔

یعنی وہ چیز ایسی ہو جس کا ذکر کیا جا سکے اور اس کو تعبیر کیا جا سکے خواہ وہ چیز موجود ہو یا معدوم ہو' یہ تعریف حواس کے ادراک اور عقل کے ادراکات کو شامل ہے۔ خواہ عقل کے ادراکات' تصورات ہوں یا تصدیقات ہوں اور تصدیقات خواہ یقینیہ ہوں یا غیر یقینیہ ہوں' لیکن اس تعریف میں انکشاف کو مکمل انکشاف پر محمول کرنا چاہیے جو ظن کو شامل نہیں ہے' کیونکہ علم ان کے نزدیک ظن کا مقابل ہے' اور جب اس تعریف میں انکشاف کو انکشاف تام پر محمول کریں گے تو پھر علم کی تعریف سے تصورات اور ظن خارج ہو جائیں گے اور صرف جزم باقی رہے گا۔ (شرح عقائد ص ۱۰' مطبوعہ کراچی)

تخییل' تکذیب' شک' وہم اور ظن کی تعریفات

اگر امر واحد یا امور متعددہ کا تصور بغیر نسبت خبریہ کے کیا جائے تو ان کو تصور محض کہتے ہیں اور اگر امور متعددہ کا تصور نسبت خبریہ کے ساتھ کیا جائے اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو اس کو تخییل کہتے ہیں جیسے ہم چلتے پھرتے لوگوں کی باتیں سنیں کہ فلاں آدمی مر گیا' جس کو ہم جانتے نہ ہوں' اور اگر اس خبر کی طرف ہمارا ذہن متوجہ ہو اور حالت انکاری پیدا ہو تو اس کو تکذیب کہتے ہیں جیسے ہم کسی عیسائی سے سنیں کہ حضرت عیسیٰ (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں' اور اگر ہم کوئی خبر سنیں اور اس خبر کے اثبات یا نفی میں ہمارا ذہن متردد ہو اور نفی اور اثبات کی دونوں جانبیں مساوی ہوں تو اس کو شک کہتے ہیں جیسے ہمارے کسی عزیز کے متعلق دو آدمی خبر دیں' ایک بتائے کہ وہ مر گیا اور دوسرا بتائے وہ نہیں مرا اور دونوں ہمارے نزدیک صادق القول ہوں' اور اگر ایک شخص کہے کہ وہ نہیں مرا اور وہ ہمارے نزدیک بہت سچا ہو اور دوسرا شخص کہے کہ وہ مر گیا ہے اور وہ ہمارے نزدیک جھوٹا ہو تو ہمارے نزدیک اس خبر کی راجح جانب یہ ہے کہ وہ نہیں مرا اور مرجوح جانب یہ ہے کہ وہ مر گیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس جھوٹے شخص نے اس بار سچ بولا ہو تو اس خبر کی راجح جانب کو ظن کو کہتے ہیں اور مرجوح جانب کو وہم کہتے ہیں اور تخییل' تکذیب' شک اور وہم یہ سب تصورات ہیں اور ظن تصدیق کی پہلی قسم ہے اور علامہ تفتازانی کے نزدیک یہ سب علم کی تعریف سے خارج ہیں۔

پھر اگر خبر کی مرجوح جانب بھی زائل ہو جائے مثلاً بہت سچے آدمی کہیں کہ وہ شخص نہیں مرا تو پھر اس خبر کو جزم کہتے ہیں۔

تقلید مخطی' جہل مرکب' تقلید مصیب' علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین کی تعریفات

اگر تصدیق اور جزم واقع کے مطابق نہ ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اس کو تقلید مخطی کہتے ہیں جیسے امام شافعی کے مقلدین کو یہ جزم ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن جب ان پر ایسی احادیث پیش کی جائیں جن سے واضح ہو جائے کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ان کا جزم زائل ہو جائے گا' اگر جزم واقع کے غیر مطابق ہو اور تشکیک مشکک یا دلائل سے زائل نہ ہو تو اس کو جہل مرکب کہتے ہیں جیسے ابو جہل کو جزم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں ہیں اور قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے اور سینکڑوں معجزات دیکھنے کے باوجود اس کا یہ جہل زائل نہیں ہوا' اس کو جہل مرکب اس لیے کہتے ہیں کہ اس شخص میں دو جہالتیں ہیں وہ شخص واقع سے بھی جاہل ہوتا ہے اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہوتا ہے اور جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے جہل مرکب کی تعریف اس شعر میں ہے:

ہر آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند	ہر وہ شخص جو کسی چیز کو جانتا نہ ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ اس چیز کو
در جہل مرکب ابدالآباد بماند	جانتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہل مرکب میں رہے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اگر کسی شخص کا جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اس کو تقلید مصیب کہتے ہیں جیسے امام اعظم کے مقلدین کو یہ جزم ہے کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اب اگر شافعی عالم اس کے سامنے ایسی احادیث صحیحہ پیش کرے جن سے واضح ہو جائے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اس کا جزم زائل ہو جائے گا' اور اگر جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو پھر اس کو یقین کہتے ہیں جیسے مسلمان کو جزم ہے کہ اللہ ایک ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی ہیں اب اگر کوئی شخص اس کے خلاف لاکھ دلائل پیش کرے لیکن مسلمان کا اس پر جو جزم ہے اور اس کی جو تصدیق ہے وہ زائل نہیں ہوگی۔ پھر اگر یہ یقین کسی خبر متواتر سے سن کر حاصل ہوا ہے تو اس کو علم الیقین کہتے ہیں جیسے ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین ہے' اور اگر مشاہدہ سے وہ یقین حاصل ہو تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں جیسے صحابہ کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین تھا' اور اگر تجربہ سے یہ یقین حاصل ہو تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی نبوت پر یقین تھا۔

اس تعریف کے اعتبار سے تقلید مخطی' جہل مرکب' تقلید مصیب' علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین یہ سب تصدیق کی اقسام ہیں اور علم کے افراد ہیں' بعض علماء ظن کو بھی علم کی تعریف میں شامل کرتے ہیں اس اعتبار سے علم کی سات قسمیں ہیں ورنہ ظن کے بغیر علم کی چھ قسمیں ہیں۔

علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا اور حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہ کیا جانا

علامہ تفتازانی نے علم کی تعریف میں ''من'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور من ذوی العقول کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات کا ادراک علم نہیں ہے نیز حیوانات صرف حواس سے ادراک کرتے ہیں اور علم عقل سے ادراک کرنے کو کہتے ہیں' حواس سے ادراک کرنے کو شعور کہتے ہیں اور عقل سے ادراک کرنے کو علم کہتے ہیں' انسان حواس سے جو ادراک کرتا ہے وہ بھی دراصل عقل سے ادراک کرتا ہے اور حواس اس کے آلات ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث میں جو حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق آیا ہے وہ دراصل اطلاق مجازی ہے مگر اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا یہ تو آپ کی اصطلاح کے اعتبار سے ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی اصطلاح کے تابع تو نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید عرب کی لغت اور عرف پر نازل ہوا ہے اور عرب کی لغت اور عرف میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ شرح عقائد کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیشمل ادراک الحواس لکن عده علما یخالف العرف واللغة فان البهائم لیست من اولی العلم فیهما.

حواس کے ادراک کو علم میں شامل کرنا عرف اور لغت کے خلاف ہے کیونکہ عرف اور لغت میں حیوانات ذوی العلوم میں سے نہیں ہیں۔

(حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد ص ۳۲' مطبع یوسفی لکھنؤ)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ خیالی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حیوانات کے ادراک حسی اور غیر حیوانوں (ذوی العقول) کے ادراک حسی میں یہ فرق کرنا ممکن نہیں ہے کہ عقل والوں کے ادراک حسی کو علم کہا جائے اور حیوانات کے ادراک حسی کو علم نہ کہا جائے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے علم کی تعریف میں ''من''

marfat.com
Marfat.com

کے لفظ کو لا کر اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ محض اصطلاح ہے اور خانہ زاد قید ہے' یہ اعتراض علامہ خیالی نے اپنے منہیہ میں کیا ہے' لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حیوانات سے علم غیر احساسی (یعنی عقل کے ادراک) کی نفی کی گئی ہے اور رہا علم احساسی تو وہ حیوانات کے لیے ثابت ہے (کیونکہ وہ اپنے حواس خمسہ سے ادراک کرتے ہیں) لہٰذا اگر حیوانات کے لیے علم احساسی کو ثابت کیا جائے تو وہ عرف اور لغت کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ علم کی تعریف جو حواس کے ادراک کو شامل ہے اس سے مراد ہے عقل کا حواس کے ذریعہ ادراک کرنا نہ کہ نفس احساس' کیونکہ متکلمین نے تصریح کی ہے کہ مدرک صرف عقل ہے اور عنقریب کتاب میں آئے گا کہ حواس تو صرف ادراک کے آلات ہیں اس لیے حیوانات جو حواس کے ذریعہ ادراک کرتے ہیں اس کو علم نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ اپنی عقل سے حواس کے ذریعہ ادراک نہیں کرتے' اور عرف اور لغت میں علم ذوی العقول کے ادراک ہی کے ساتھ مختص ہے۔ (حاشیۃ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۱۵۲' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' ۱۳۹۷ھ)

پرندوں اور حیوانوں کی معرفت اور علم کے شواہد

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حشرات الارض کو ایسے لطیف اعمال کا الہام کیا ہے جن کو وجود میں لانے اور بہ روئے کار لانے سے اکثر عقلاء عاجز ہیں' اور جب ایسا ہوسکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حیوانوں کو اپنی معرفت کا الہام کر دیا ہو' اور ان کو دعا کرنے' تسبیح پڑھنے اور نماز پڑھنے کا الہام کر دیا ہو یا ان کو ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہو' ہم دیکھتے ہیں کہ مکڑی مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے مکھیوں اور مچھروں کو اپنے جالے میں پھنسا لیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی مسدس شکل میں شہد کا چھتا بنا لیتی ہے اور اس کو ایسی کاری گری سے بناتی ہے کہ ماہر انجینئر بھی اس کی صنعت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں' پھر شہد کی مکھیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے جو اپنی ریاست کا نظام چلاتی ہے اور تمام مکھیاں اس کے احکام کے تابع ہوتی ہیں' اور ہم دیکھتے ہیں کہ سارس اپنی موافق ہوا اور موسم کو طلب کرنے کے لیے عالم کی ایک طرف سے دوسری طرف پرواز کر جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ یورپ کے سرد موسم میں افریقہ کے گرم علاقوں کی طرف پرواز کر جاتا ہے' اور یوں وہ اپنے موافق موسم کی تلاش میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی طرف سفر کرتا ہے' اسی طرح جو درندے دوسرے حیوانوں کا شکار کرتے ہیں' وہ بھی بہت عیاری سے اپنا شکار حاصل کرتے ہیں۔ ہم جنگلوں میں دیکھتے ہیں کہ بعض پرندے تنکوں سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں وہ گھونسلے کئی کئی منزلوں کے ہوتے ہیں ان میں اوپر نیچے خانے بنے ہوتے ہیں جو کمروں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ تنکے چن چن کر ان کو موڑ توڑ کر انتہائی باریکی اور فنکاری سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں' ان کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں اور حیوانوں کو ضرور ان کاموں کی معرفت اور عقل عطا فرمائی ہے کیونکہ اگر ان میں ان کاموں کے لیے عقل اور معرفت نہ ہو تو صرف حواس خمسہ سے ان کاموں کو انجام نہیں دیا جاسکتا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۰۳۔۴۰۲' ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد نے کہا انسان نماز پڑھتا ہے اور باقی مخلوق تسبیح پڑھتی ہے۔ امام ابن جریر نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر نمازی کو اپنی نماز کا علم ہے اور ہر تسبیح پڑھنے والے کو اپنی تسبیح کا علم ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۲۰۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ . (النمل:۱۶) (سلیمان نے کہا) اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

اور ہد ہد نے سلیمان سے کہا:

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ . (النمل:۲۳) میں نے دیکھا ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کی چیزوں سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے۔

اور جب پرندے باتیں کر سکتے ہیں اور دُور دراز کی خبریں پہنچا سکتے ہیں تو وہ اللہ کی تسبیح بھی کر سکتے ہیں اور نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری التوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

تسبیح دو قسم کی ہے ایک تسبیح قول اور نطق کے ساتھ ہے اور دوسری دلالت اور خلق کے ساتھ ہے' سو جو تسبیح دلالت اور خلق کے ساتھ ہے وہ ہر مخلوق کرتی ہے' پھر ایک تسبیح حیوانات کے ساتھ خاص ہے اور ایک تسبیح عقلاء کے ساتھ خاص ہے' پھر اس تسبیح کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تسبیح بصیرت کے ساتھ ہے اور دوسری تسبیح بغیر عرفان اور بصیرت کے ہوتی ہے اوّل الذکر مقبول ہے اور ثانی الذکر مردود ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۱۷۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

جمادات' نباتات اور حیوانات کے علم پر قرآن مجید سے دلائل

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:۷۴) اور بے شک بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں امام الحسین بن مسعود الفراالبغوی الشافعی التوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پتھر تو جمادات کے قبیل سے ہیں جو کسی بات کو سمجھتے نہیں ہیں وہ کیسے ڈریں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ان میں فہم اور ادراک پیدا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے الہام کرنے سے وہ ڈریں گے' اور اہل السنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلاء کے علاوہ جمادات اور تمام حیوانات کو بھی علم عطا فرمایا ہے جس علم پر ان کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہے' لہٰذا جمادات' نباتات اور حیوانات (اپنے حال کے موافق) نماز بھی پڑھتے ہیں' تسبیح بھی پڑھتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے بھی ہیں۔ جیسے اس آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ . (بنی اسرائیل:۴۴) ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ . (النور:۴۱) اور صف بہ صف اُڑنے والے (پرندے) ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ . (الحج:۱۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی کے لیے وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور سورج اور چاند۔

marfat.com
Marfat.com

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان آیات پر ایمان رکھیں اور ان کی حقیقت کا علم اللہ سبحانہ کے سپرد کر دیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات' نباتات اور حیوانات کو بغیر عقل کے علم عطا فرمایا ہے۔

(معالم التنزیل ج۱ص۱۳۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

جمادات' نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت میں احادیث

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۲۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۲۴' مسند الطیالسی رقم الحدیث:۱۹۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ص۴۶۴' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۸۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۰۲۸' ۱۹۶۱' ۱۹۰۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۲۰۳۳' المعجم الصغیر رقم الحدیث:۱۶۷' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۷۰۹' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج۴ص۲۴۴' رقم الحدیث:۱۱۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲ص۱۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۸۲-۱۴۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۰۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۴ص۵۳۹' مسند احمد ج۵ص۴۲۵-۴۲۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۳۱۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۵۰۳-۶۵۰۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۱۲۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۵ص۲۳۹-۲۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: ایک شخص ایک گائے لے کر جا رہا تھا' جب وہ تھک گیا تو وہ گائے پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا۔ گائے نے کہا میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی' میں صرف زمین میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ! کیا گائے باتیں کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وہاں موجود نہیں تھے' اور آپ نے فرمایا: ایک آدمی اپنی بکریوں کو لے کر جا رہا تھا' اچانک بھیڑیے نے ان میں سے ایک بکری پر حملہ کیا' اس کے مالک نے بھیڑیے سے اس بکری کو چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا درندوں کے دن اس بھیڑیے کا کون رکھوالا ہو گا؟ یعنی قیامت کے دن ان بکریوں کا میرے سوا کوئی رکھوالا نہیں ہو گا' لوگوں نے کہا سبحان اللہ کیا بھیڑیا باتیں کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر میں ایمان لاتا ہوں' اور ابوبکر اور عمر اور وہ دونوں اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۳۲۴' ۳۴۷۱' ۳۶۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۷۷' ۳۶۹۵' سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث:۲۳۵۴' مسند الحمیدی رقم الحدیث:۱۰۵۴' مسند احمد ج۲ص۲۴۶-۲۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۸۶' ۶۴۸۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حرا (پہاڑ) پر تھے' اس کی چٹان ہلنے لگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پُرسکون ہو جا' تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق یا شہید ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۹۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۲۰۷)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے اطراف میں جا

marfat.com
Marfat.com

رہے تھے' مکہ کے پہاڑوں اور درختوں کے درمیان' آپ کسی درخت اور پہاڑ سے نہیں گزرتے تھے مگر وہ کہتا تھا السلام علیک یارسول اللہ!

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۶۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۶۲۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث ۲۸۹' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴ ص ۲۴۴' رقم الحدیث:۱۱۳۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے وہ ستون کھجور کا تنا تھا' جب آپ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو وہ ستون پریشان ہو گیا اور جس طرح اونٹنی روتی ہے اس طرح رویا حتیٰ کہ اہل مسجد نے اس کی آواز سنی' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور اس ستون کو گلے لگایا پھر وہ پُرسکون ہو گیا۔

(شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۶۱۸' صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۵۸۵' ۳۵۸۴' ۹۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث:۱۳۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۴۱۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۵۲۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۸۶-۴۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵' ۲۹۳' ۲۰۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۵۰۸' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث:۳۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۶۰' ۵۵۶)

ان تمام احادیث میں پتھروں' درختوں اور حیوانوں کے بولنے' کلام کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کا ثبوت ہے اور جب یہ بول سکتے ہیں اور سلام عرض کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ احادیث صحیحہ میں صراحۃً طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کا بیان ہے۔

کنکریوں' طعام اور پرندوں کی تسبیح کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو ڈرانے والی اشیاء خیال کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' (ناگاہ) پانی کم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا (جس قدر پانی بھی ہے) وہ لے آؤ' ہم ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے' آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اللہ کی برکت والے مبارک اور پاک کرنے والے پانی کی طرف آؤ' اور بے شک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی جاری ہو رہا تھا اور جس وقت کھانا کھایا جاتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۵۷۹' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۳۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۰' رقم الحدیث:۴۳۹۳' عالم الکتب' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث:۳۱۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۶۳)

سوید بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلا بیٹھے ہوئے دیکھا' میں نے اس کو غنیمت جانا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا میں حضرت عثمان کے متعلق کلمہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ تنہائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کچھ حاصل کروں' ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا' میں آپ کے پیچھے گیا' آپ ایک جگہ بیٹھ گئے میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا اے ابوذر! تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے لیے! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ نے پوچھا: اے ابوبکر تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے لیے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر کی دائیں جانب بیٹھ گئے' آپ نے پوچھا اے عمر! تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے بھی کہا اللہ اور اس

marfat.com
Marfat.com

کے رسول کے لیے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت عمر کی دائیں جانب بیٹھ گئے آپ نے پوچھا: اے عثمان! تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے لیے!

حضرت ابوذر نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی' پھر آپ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں' پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں' حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی' پھر حضرت ابوبکر نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں' پھر آپ نے حضرت عمر کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی' پھر حضرت عمر نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں' پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں' حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی' انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۱۴' ۲۴۱۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۶۵' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام بزار نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے' ایک سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور دوسری سند کے بعض راویوں میں ضعف ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۶۵-۶۴)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور طعام کی تسبیح سنتے تھے۔ (رقم الحدیث: ۳۵۷۹) اس حدیث کا ایک شاہد امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۶۳' الشفاء ج ۱ ص ۲۳۰-۲۲۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ) اور قاضی عیاض نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے تو حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک طباق میں انار اور انگور لے کر آئے اور وہ طعام تسبیح کر رہا تھا۔ (الشفاء ج ۱ ص ۲۳۰) اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی' پھر حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۱۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۶۵)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ہر چند کہ یہ احادیث اخبار احاد ہیں لیکن ان کا مجموعہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ البتہ کنکریوں کی تسبیح والی حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ہم نے حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ کے حوالے سے لکھا ہے کہ کنکریوں کی تسبیح والی حدیث کی ایک سند ضعیف ہے اور دوسری سند کے راوی ثقہ ہیں' غالباً حافظ ابن حجر نے امام بزار کی ضعیف سند کے اعتبار کی وجہ سے لکھا ہے اور دوسری سند ان کے پیش نظر نہیں تھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے کنکریوں اور طعام کی تسبیح کی مذکور الصدر احادیث بھی ذکر کی اور ان کے علاوہ مزید احادیث بھی بیان کی ہیں' وہ یہ ہیں:

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضر موت کے سرداروں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ان میں اشعث بن قیس بھی تھے' انہوں نے کہا ہم نے آپ کے لیے دل میں ایک چیز چھپائی ہے بتایئے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ معاملہ تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے' انہوں نے کہا پھر ہم کیسے

marfat.com
Marfat.com

یقین کریں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں کنکریاں لیں اور فرمایا یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں' تب ان کنکریوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

امام ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا طعام (گوشت کے سالن میں بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) لایا گیا' آپ نے فرمایا یہ طعام تسبیح کر رہا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اس پیالہ کو قریب رکھو' اس نے اس کو قریب رکھا' اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! یہ طعام تسبیح کر رہا ہے' پھر آپ نے وہ پیالہ دوسرے شخص کے قریب رکھا اس نے بھی اسی طرح کہا ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ یہ سب کو سنا دیں! آپ نے فرمایا اگر اس نے کسی شخص کے پاس تسبیح نہیں پڑھی تو تم سمجھو گے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

امام ابوالشیخ نے خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دیگچی میں کھانا پکا رہے تھے' کچھ طعام ان کے چہرے پر گرا تو وہ تسبیح کرنے لگا۔

امام بیہقی اور امام ابونعیم نے قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان ایک پیالے سے کھانا کھا رہے تھے تو اس پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۶۳)

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶-۱۲۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنواسرائیل: ۴۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے' حضرت جبریل آپ کی دائیں طرف تھے اور حضرت میکائیل بائیں طرف تھے۔ وہاں سے وہ آپ کو ساتوں آسمانوں تک لے گئے' پھر آپ واپس آئے آپ نے فرمایا میں نے بلند آسمانوں میں یہ تسبیح سنی: بلند آسمان اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں' وہ بلند اور برتر سبحان ہے۔

امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنیوں اور سواریوں پر سواروں کو دیکھ کر فرمایا سلامتی کے ساتھ سواریوں پر سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو' اور راستوں اور بازاروں میں اپنی سواریوں کو باتیں کرنے کی کرسیاں نہ بناؤ۔ سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتی ہیں' اور ان سے عمدہ اور افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۹ طبع قدیم' اس کی روایت میں امام احمد منفرد ہیں اور اس کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۵۶۶' دارالحدیث قاہرہ)

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح ہے۔

(سنن نسائی اور سنن کبریٰ میں یہ حدیث نہیں' اس حدیث کو امام سیوطی نے امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ درمنثور ج ۵ ص ۲۵۶' البتہ امام نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا' تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو

marfat.com
Marfat.com

...لانے کا حکم دیا تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ آپ کو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے اللہ کی تسبیح کرنے والی پوری مخلوق کو ہلاک کر ڈالا (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۸۷۰)

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے تھا جس کے ریشمی کف اور ریشمی بٹن تھے' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا تمہارے پیغمبر کا یہ ارادہ ہے کہ وہ چرواہوں کو سرفراز کرے اور سرداروں کو سرنگوں کرے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور اس کا جبہ کھینچتے ہوئے فرمایا: کیا میں تجھ کو جانوروں (کی کھال) کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھ رہا! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا میں تمہیں بہ طور وصیت کے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں' میں تم کو اللہ کا شریک قرار دینے اور تکبر سے منع کرتا ہوں' اور تم کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں' کیونکہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے' ان کو اگر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ پلڑہ جھک جائے گا' اور اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ایک حلقہ بنا دیا جائے اور ان پر لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو وہ ان کو پاش پاش کر دے گا اور میرا دوسرا حکم یہ ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرو' کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کے سبب سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۵ طبع قدیم' احمد شاکر نے کہا اس کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۸۳' دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۵ھ' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۲۰)

حسن بصری یہ کہتے تھے کہ جب درخت سرسبز ہوتا ہے تو وہ تسبیح کرتا ہے اور جب وہ کاٹ دیا جاتا ہے اور سوکھ کر لکڑی ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح منقطع ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے کسی باغ سے گزرے' آپ نے وہاں دو ایسے انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو' پھر فرمایا کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا' پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا' آپ سے عرض کیا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب تک شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲) (تفسیر ابن کثیر ج ۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علم کی تعریف میں خلاصہ مبحث

النور: ۴۱ میں ہے ہر ایک کو اپنی صلاۃ اور تسبیح کا علم ہے' ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ متکلمین اور حکماء کی اصطلاح کے مطابق علم ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے اور عرف اور لغت میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور قرآن مجید چونکہ لغت عرب کے موافق نازل ہوا ہے اس لیے اس میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق مجازاً ہے اور قرآن مجید کی آیات اور بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے کہ جمادات' نباتات اور حیوانات تسبیح کرتے ہیں اور ان پر علم کا اطلاق بھی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اس لیے تحقیق یہ ہے کہ جس علم کا عقل سے ادراک ہوتا ہے وہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمادات' نباتات اور حیوانات میں بغیر عقل کے علم پیدا فرمایا۔ النور: ۴۱ کے علاوہ جمادات' نباتات اور حیوانات کے لیے علم کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت یعلی بن مرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شئ الا یعلم انی رسول الله الا کفرة او فسقة الجن و الانس۔ ہر چیز کو یہ علم ہے کہ میں رسول اللہ ہوں صرف سوائے کافر جن اور انس کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴ طبع جدید' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۸۸۰۴' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۴۱۵۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۲۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انہ لیس شئ بین السماء و الارض الا یعلم انی رسول الله الا عاصی الجن و الانس۔ آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز کو یہ علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے نافرمان جن اور انس کے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۵۲' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۶۴)

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین لابتیھا احد الا یعلم انی نبی الا کفرة الجن و الانس۔ مدینہ کے دو پتھریلے کناروں کے درمیان ہر چیز کو علم ہے کہ میں نبی ہوں سوائے کافر جنات اور انسانوں کے۔

(اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے بعض راوی ضعیف ہیں مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۵۴)

خلاصہ یہ ہے کہ ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول قرآن اور سنت میں ہر ایک کے ادراک پر علم کا اطلاق ہے البتہ اصطلاحاً علم ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے' میرے زمانہ تعلیم میں غالباً ۱۹۶۰ء میں ہمارے دو بزرگوں شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب لائل پوری قدس سرہ اور محدث اعظم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی نور اللہ مرقدہ کے درمیان اس میں مباحثہ ہوا تھا اول الذکر حضرت کا یہ رجحان تھا کہ قرآن مجید اور احادیث میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق ہے اور ثانی الذکر کی تحقیق یہ تھی کہ یہ اطلاق مجازی ہے اور حقیقتاً اور اصطلاحاً علم ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے۔ میں اس وقت ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا' مجھے معلوم نہیں ان حضرات کے کیا دلائل تھے' لیکن یہ معلوم تھا کہ اول الذکر حضرت صاحب اسی آیت یعنی النور: ۴۱ سے استدلال کرتے تھے اور ثانی الذکر بزرگ شرح عقائد میں مذکور علم کی تعریف سے استدلال کرتے تھے اور اس آیت میں علم کے اطلاق کو اطلاق مجازی قرار دیتے تھے' اب چونکہ زیر تفسیر یہ آیت آ گئی ہے تو میں نے اپنی بساط کے مطابق علم کی تحقیق کی ہے' اگر یہ برحق ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے ورنہ میری فکر کی خطا اور مطالعہ کی کمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے' پھر ان کو (باہم) جوڑ دیتا ہے' پھر ان کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے' پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے اور اللہ آسمان کی طرف سے اولے نازل فرماتا ہے سو وہ جس پر چاہے ان اولوں کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہے ان اولوں کو پھیر دیتا ہے' قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو لے جائے ○ اور اللہ دن اور رات کو ادل بدل کرتا رہتا ہے' بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ○ (النور: ۴۴-۴۳)

مشکل الفاظ کے معانی

یزجی: کسی چیز کو نرمی اور سہولت سے چلانا' اسی سے ماخوذ ہے مزجاۃ اس کا معنی ہے قلیل' حقیر اور بے قدر چیز' اسی

marfat.com
Marfat.com

ہے جل مزجیٰ ہنکایا ہوا' یعنی حقیر اور بے قدر آدمی۔

ثم یؤلف بینه ثم یجعله رکاما: پھر بعض بادلوں کو بعض بادلوں کے ساتھ ملاتا ہے اور ان کے ٹکڑے جوڑ کر ایک بادل بنا دیتا ہے' پھر ان بادلوں کو اوپر تلے رکھ کر تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔

الودق: بارش

من خلاله: خلال' خلل کی جمع ہے جیسے جبال' جبل کی جمع ہے۔اس کا معنی ہے بادلوں کے اوپر تلے جمع ہونے سے بادل درمیان سے پھٹ جاتے ہیں پھر ان کے شگافوں اور مخارج سے بارش نازل ہوتی ہے۔

ینزل من السماء: السماء سے مراد بادل ہیں' یعنی بادلوں سے اولے نازل ہوتے ہیں السماء کا معنی ہے بلند چیز' ہر وہ چیز جو تم سے بلند ہے وہ السماء ہے۔

البرد: برد کا معنی ہے ٹھنڈک اور اس سے مراد اولے ہیں' مشہور یہ ہے کہ جب بخارات اوپر چلے جاتے ہیں اور حرارت سے تحلیل نہیں ہوتے تو وہ سخت ٹھنڈک والی ہوا کے طبقہ میں پہنچ جاتے ہیں جہاں پر درجہ حرارت منفی پچاس درجہ سینٹی گریڈ سے بھی زیادہ ہوتا ہے' وہاں پر وہ بخارات منجمد ہو کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں' پھر اگر وہاں زیادہ ٹھنڈک نہ ہو تو وہ بادل قطرہ قطرہ ہو کر گرنے لگتے ہیں اور یوں بارش ہوتی ہے' اور اگر ٹھنڈک اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہونے سے پہلے پہنچ جائے تو پھر برف باری ہو جاتی ہے اور اگر اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہونے کے بعد ٹھنڈک پہنچے تو پھر ژالہ باری ہوتی ہے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تابع ہیں۔

سنا برقه: بادلوں میں جو بجلی ہوتی ہے اس کی چمک' برق' برقۃ کی جمع ہے۔

یذهب بالابصار: بجلی کی چمک کی تیزی سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور بعض اوقات بینائی زائل ہو جاتی ہے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر دلیل ہے کہ وہ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا کر دیتا ہے اور سخت ٹھنڈے طبقہ میں آگ پیدا کر دیتا ہے۔

یقلب الله اللیل والنهار: اللہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کو لاتا ہے' کبھی دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر لیتا ہے اور کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے' اور کبھی ان کے موسم کو سرد کر دیتا ہے اور کبھی ان کے موسم کو گرم کر دیتا ہے۔

ان فی ذلک لعبرة لاولی الابصار: یعنی دن اور رات کے اس توارد میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانیاں ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کامل ہونے اور ہر چیز کو اس کے علم کے محیط ہونے اور اس کے احکام کے نافذ ہونے اور تمام نظام کائنات کے اس کی قدرت اور مشیت کے تابع ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ہے' سو ان میں سے بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں' اور ان میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں' اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں' اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے' اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے ○ (النور: ۴٦-۴۵)

مخلوقات کے تنوع سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال

زمین پر چلنے والے جاندار کو دابہ کہتے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال چار ٹانگوں والے جاندار پر ہوتا ہے' اس آیت میں

marfat.com
Marfat.com

فرمایا ہے: زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ہے' اس سے مراد مخصوص پانی ہے یعنی نطفہ اس میں تغلیباً کل جانوروں پر تمام جانوروں کا حکم لگا دیا ہے' کیونکہ بعض حیوانات نطفہ سے نہیں پیدا ہوتے' جنات اور ملائکہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں' اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی سے پیدا کیے گئے' حضرت حوا' حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخ جبریل سے پیدا کیے گئے۔

سو ان میں سے بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں' جیسے سانپ اور حشرات الارض۔

اور ان میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں: جیسے انسان اور پرندے۔

اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں: جیسے چرندے درندے اور چوپائے' اور جن کی ٹانگیں چار سے زیادہ ہوتی ہیں جیسے مکڑیاں وہ بھی ان ہی میں مندرج ہیں۔

اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے: یعنی اللہ تعالیٰ مختلف صورت اور شکل اور مختلف اعضاء اور حرکات اور افعال اور مختلف خواص کی مخلوقات پیدا فرماتا ہے حالانکہ ان سب کو ایک ہی عنصر سے پیدا فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور اس کی صفت کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔

اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے: آسمان اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کرنے والی نہیں ہے' جو چیز وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے' اور جو چیز وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔

اور فرمایا: بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیتیں نازل فرمائی ہیں جو واحد خالق پر تفصیل اور وضاحت سے دلالت کرتی ہیں جو اس تمام نظام کائنات کو صرف اپنی تدبیر سے چلا رہا ہے' ان آیتوں میں دنیا اور دین کی رشد اور فلاح کا وضاحت سے بیان ہے اور برے کاموں سے نفس کی آلودگی کی تطہیر کی اور نیک کاموں سے نفس کو مزین کرنے کی مکمل ہدایت ہے' پھر جو شخص نیکی اور صلاحیت کو اپنانے اور ایمان اور تقویٰ کے حصول کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں یہ اوصاف پیدا فرما دیتا ہے اور جو برائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برائی پیدا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی' پھر اس کے باوجود ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر لیتا ہے اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں ○ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو اس وقت ان میں سے ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے ○ اور اگر ان کے حق میں فیصلہ ہو تو وہ آپ کی طرف فرمانبرداری کرتے ہوئے چلے آتے ہیں ○ آیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول (معاذ اللہ) ان پر ظلم کریں گے' بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں ○ (النور: ۵۰-۴۷)

فیصلہ کے لیے قاضی کے بلانے پر جانے کا وجوب

بشر نام کا ایک منافق تھا جس کا ایک یہودی سے زمین کے متعلق جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں' منافق کا موقف باطل تھا' اس نے انکار کیا اور کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر ظلم کرتے ہیں ہم کعب بن اشرف سے فیصلہ کراتے ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' ایک قول یہ ہے کہ مغیرہ بن وائل اور حضرت علی بن ابی طالب

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان زمین اور پانی میں تنازع تھا' مغیرہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ نہیں کراؤں گا وہ مجھ سے بغض رکھتے ہیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جب ان کا موقف درست اور حق ہوتو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آجاتے ہیں کیونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ آپ حق کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں اور فرمایا یہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ یہ حق سے اعراض کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب حاکم کسی شخص کو فیصلہ کرنے کے لیے بلائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ حاکم کے پاس جائے۔

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اس کے فریق مخالف نے کسی مسلمان حاکم کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے بلایا اور وہ نہیں گیا تو وہ ظالم ہے اور اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۷ ص ۲۷۳' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۸)

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۴' مطبوعہ ۱۴۲۰ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۷۲' الدر المنثور ج ۶ ص ۱۹۶)

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ

اور جب مومنوں کو بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾

فیصلہ کریں تو ان کو یہی کہنا چاہیے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ

وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○ اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم

لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا

دیں تو وہ ضرور نکلیں گے آپ کہیے تم قسمیں نہ کھاؤ۔ (تمہاری) اطاعت معلوم ہے' بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر

تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا

رکھنے والا ہے ○ آپ کہیے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو' پس اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمہ وہی ہے

فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ

جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے' اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے'

marfat.com
Marfat.com

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور رسول کے ذمہ تو صرف احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان

مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

کو خلافت عطا کی تھی، اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کردے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرمالیا ہے،

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ

اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا، وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو

شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا

شریک نہیں کرتے، اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں ○ اور نماز قائم کرو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ

کافروں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ زمین میں ہمیں عاجز کرنے والے ہیں، ان کا ٹھکانا

النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷/۱۳

دوزخ ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب مومنوں کو بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کو یہی کہنا چاہیے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ○ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○ (النور: ۵۲-۵۱)

کتاب، سنت اور حکام مسلمین کی اطاعت کی تاکید

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے مہاجرین

marfat.com
Marfat.com

...ساری کی اطاعت کی خبر دی ہے کہ خواہ اللہ کی کتاب میں یا رسول اللہ کی سنت میں ایسا حکم ہو جو طبیعت پر دشوار اور ناگوار ہو تب بھی مومنوں کا یہی کہنا ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اگر یہ منافقین بھی مخلص مومن ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۲۷۳)

امام بغوی نے فرمایا یہ آیت بہ طریق خبر نہیں ہے کہ مومن اس طرح کہتے ہیں' بلکہ اس آیت میں شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے کہ مومنوں کو اس طرح کہنا چاہیے۔ (معالم التنزیل ج ۳ص ۴۲۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اور وہ انصار کے نقباء میں سے ایک تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھانجے جنادہ بن ابی امیہ کو بلایا اور فرمایا کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں کہ تمہارے کیا فرائض ہیں اور تمہارے کیا حقوق ہیں! انہوں نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبادہ نے فرمایا تم پر امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے خواہ تم تنگی میں ہو یا فراخی میں اور خواہ تم خوش ہو یا ناخوش۔ اور خواہ تم پر کسی کو ترجیح دی جائے۔ اور تم پر لازم ہے کہ تم اپنی زبان کو عدل کے ساتھ قائم رکھو اور تم امیر کی مخالفت نہ کرو' سوا اس صورت کے کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی نافرمانی کا حکم دے۔ اگر وہ تم کو کتاب اللہ کے خلاف کرنے کا حکم دے تو تم کتاب اللہ کی پیروی کرنا' اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور خیر صرف جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے اور خیر خواہی صرف اللہ' اس کے رسول' خلیفہ اور عام مسلمانوں کے لیے ہے' اور ہم سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام کا دستہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے' اور نماز کو قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور جس شخص کو اللہ نے مسلمانوں کا حاکم بنایا ہے اس کی اطاعت کرنا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۷۴۵' ج ۸ص ۲۶۲۴-۲۶۲۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

جوامع الکلم کی مثال

اسلم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے تھے کہ روم کا ایک دھقانی ان کے پاس آ کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا' حضرت عمر نے اس سے پوچھا تم یہ کلمہ کیوں پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا میں اللہ کے لیے اسلام لایا ہوں' حضرت عمر نے پوچھا آیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے تورات' انجیل اور دیگر انبیاء کے صحائف پڑھے ہیں' میں نے ایک قیدی سے قرآن مجید کی ایک آیت سنی جو تمام کتب متقدمہ کی تعلیمات اور احکام کی جامع ہے تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے' حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے یہ آیت پڑھی من یطع اللہ (جس نے فرائض میں اللہ کی اطاعت کی) ورسولہ (اور سنتوں میں اس کے رسول کی اطاعت کی) ویخش اللہ (اور وہ گزری ہوئی عمر کے گناہوں کو یاد کر کے اللہ سے ڈرا) ویتقہ (اور بقیہ عمر میں اللہ کی نافرمانی سے بچا) فاولئک ھم الفائزون (تو یہی لوگ کامیاب ہیں' دوزخ سے نجات پائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے) حضرت عمر نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جوامع الکلم (ایسا کلام جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی زیادہ ہوں) عطا کیے گئے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ص ۲۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم

marfat.com

Marfat.com

دیں گے تو وہ ضرور نکلیں گے' آپ کہیے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ' (تمہاری) اطاعت معلوم ہے' بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے ○ آپ کہیے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو' پس اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے' اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ (النور: ۵۴-۵۳)

منافقین کی قسموں کا غیر معتبر ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ دوبارہ منافقین کے ذکر کی طرف متوجہ ہوا' کیونکہ جب انہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ناپسند کرتے ہیں اور ناگوار سمجھتے ہیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا اللہ کی قسم اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنی بیویوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور اپنے گھروں سے نکل جائیں گے' اور اگر آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو ہم جہاد کریں گے۔

آپ کہیے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ' اس کے بعد فرمایا طاعۃ معروفۃ اس کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ تمہاری اطاعت تو ہمیں معلوم ہے اور وہ مشہور ہے کہ تم کیسی اطاعت کرتے ہو' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تمہیں قسمیں کھانے کے بجائے اخلاص کے ساتھ اطاعت کرنی چاہیے۔ مجاہد نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تمہاری اطاعت تو معروف ہے اور وہ محض جھوٹ ہے۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے کہ تم زبان سے اطاعت کرنے کی قسمیں کھاتے ہو اور عمل سے اپنی قسموں کی مخالفت کرتے ہو۔

آپ کہیے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم پھر گئے یعنی اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت سے پھر گئے تو رسول کے ذمہ وہ کام ہیں جن کا ان کو مکلف کیا گیا ہے' یعنی انہیں احکامِ شرعیہ کی تبلیغ عام کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ کام ہیں جن کا تم کو مکلف کیا گیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو سننا اور ان پر عمل کرنا اور اگر تم نے ان احکام پر عمل کر لیا تو تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور رسول پر تو تبلیغ کر کے دین کے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

کتب سابقہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وھب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف وحی کی آپ بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑے ہو کر وعظ کریں میں جو چاہوں گا آپ کی زبان سے نکلواؤں گا' پھر آپ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہلوایا: اے آسمان سن! اے زمین خاموش رہ! اللہ تعالیٰ ایک امر کی تدبیر کرنے والا ہے جس کو وہ پورا کرنے والا ہے وہ جنگلوں کو آباد کرنا' ویرانوں کو بسانا اور صحراؤں کو سرسبز کرنا چاہتا ہے۔ وہ فقیروں کو غنی کر دے گا' چرواہوں کو سلطان بنا دے گا' اَن پڑھ لوگوں میں سے ایک امی کو نبی بنا کر بھیجے گا جو بدگو ہو گا' نہ بد اخلاق ہو گا' نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہو گا' وہ مسکین صفت اور متواضع ہو گا' اس کے دامن کی ہوا سے وہ چراغ بھی نہیں بجھ سکے گا جس کے پاس سے وہ گزرے گا' اگر وہ سوکھے بانس پر پیر رکھ کر چلے تو اس کی چرچراہٹ بھی کسی کے کان میں نہیں پہنچے گی' میں اس کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا' اس کی زبان صادق ہو گی' اس کے سبب سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں گی' اس کے باعث بہرے کان سننے لگیں گے' اس کی برکت سے بند دل کھل جائیں گے' میں ہر نیک کام سے اس کو سنواروں گا' اور ہر خلق کریم سے اس کو سرفراز کروں گا' اس کا لباس سکینہ ہو گی' نیکی اس کا وطیرہ ہو گی' تقویٰ اس کا ضمیر ہو گا' حکمت اس کی گفتگو ہو گی' صدق و وفا اس کی طبیعت ہو گی' عفو و در گزر کرنا اور لوگوں کی بھلائی چاہنا

marfat.com
Marfat.com

اس کی خصلت ہو گی' حق اس کی شریعت ہو گی' عدل اس کی سیرت ہو گی' ہدایت اس کی امام ہو گی' اسلام اس کی علت ہو گی' اس کا نام احمد ہو گا' میں اس کے ذریعہ سے گم راہی کے بعد ہدایت پھیلا دوں گا' جہالت کے اندھیروں کے بعد علم کا نور پھیل جائے گا' اس کی وجہ سے پستی کے بعد بلندی ہو گی' نقص کمال سے بدل جائے گا' فقر تونگری سے بدل جائے گا' اس کی وجہ سے ایک دوسرے سے کٹے ہوئے لوگ مل جائیں گے' فرقت کے بعد اُلفت ہو گی' انفصال کے بعد اتصال ہو گا' اختلاف کے بعد اتفاق ہو گا' متفرق دل اور مختلف خواہشیں متحد ہو جائیں گی' میں اس کی اُمت کو تمام اُمتوں سے افضل قرار دوں گا جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہو گی' نیک کام کرنے کا حکم دے گی اور برے کاموں سے روکے گی اس کی اُمت کے لوگ موحد' مومن اور مخلص ہوں گے' اللہ کے جتنے رسول اللہ کے پاس سے جو کچھ لائے ہیں وہ ان سب پر ایمان لائیں گے اور کسی کا انکار نہیں کریں گے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۲۶' رقم الحدیث: ۱۴۷۵۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۳۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی' اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرما لیا ہے' اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا' وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں ○ (النور: ۵۵)

النور: ۵۵ کا شانِ نزول

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ میں مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے منع کر دیا تو اللہ عزوجل نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۷۵۹)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۷۶۰)

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں کب فتح عطا فرمائے گا' اور ہمیں کب زمین میں امن نصیب ہو گا' اور ہم سے کب مصائب دُور ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور اس آیت کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۷۶۱)

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ اس آیت کے شانِ نزول میں روایت کرتے ہیں:

الربیع بن انس ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے بعد دس سال تک' آپ خود اور آپ کے اصحاب بھی خوف کی حالت میں رہے' کبھی چھپ کر اور کبھی ظاہراً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' پھر آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا' اور وہاں بھی مسلمان خوف زدہ تھے وہ ہتھیاروں کے پہرے میں صبح اور شام گزارتے تھے' پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ہم پر امن اور سلامتی کا دن کب آئے گا؟ جب ہم اپنے ہتھیار رکھ سکیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوڑے عرصہ کے بعد ہی تم میں سے کوئی شخص اپنی جماعت میں بغیر ہتھیاروں کے پیر

marfat.com

Marfat.com

پھیلا کر بیٹھ سکے گا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی...... پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیرہ عرب پر غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اُتار دیئے اور امن اور چین سے رہنے لگے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح قبض کر لی' پھر مسلمان حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور تک امن سے رہے حتیٰ کہ پھر وہ فتنوں میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دشمنوں کا خوف داخل کر دیا۔ انہوں نے اپنے نیک اعمال کو برے اعمال سے بدلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نعمتوں کو مصائب سے بدل دیا۔

(اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۶۴۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن حمید اور امام ابن ابی حاتم کے حوالوں سے ذکر کیا ہے' الدرالمنثور ج ۶ ص ۱۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ میں آئے' اور انصار نے ان کو جگہ دی' اور عرب ان پر تیر مارتے تھے' اور وہ کوئی رات ہتھیاروں کے بغیر نہیں گزارتے تھے اور ہر صبح ہتھیاروں کے ساتھ کرتے تھے' تو انہوں نے کہا کیا ہم کوئی رات امن اور اطمینان سے گزاریں گے جس میں ہمیں اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۰۱' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۱۲' جدید' اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۶۴۷' الدرالمنثور ج ۶ ص ۱۹۸' کنزالعمال رقم الحدیث: ۴۵۴۱)

تنگ دستی کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص نے آ کر فاقہ کی شکایت کی' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے راستے میں ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ (حیرہ کوفہ سے تین میل دُور ایک شہر ہے' جس کو آج کل نجف کہتے ہیں یہ ریاست حیرہ کا پایہ تخت رہا ہے' نیز فارس کے ایک گاؤں اور نیشاپور کے ایک محلہ کو بھی حیرہ کہتے ہیں) میں نے کہا میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر سنی ہے' آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ایک سفر کرنے والی خاتون کو دیکھو گے وہ حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا' میں نے دل میں کہا: پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنہوں نے ہر جگہ فساد برپا کر رکھا ہے! اور فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے' میں نے پوچھا کسریٰ بن ہرمز! فرمایا! کسریٰ بن ہرمز' اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس تلاش میں نکلو گے کہ کوئی اس کو قبول کرلے اور تم کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' اور تم میں سے کوئی شخص ضرور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تمہاری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! پھر فرمائے گا کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا اور تم کو فضیلت نہیں دی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو صرف جہنم نظر آئے گا' پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اس کو صرف جہنم نظر آئے گا۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو! خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کرکے' اور جس کو کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملے تو وہ کسی سے کوئی اچھی بات کہہ دے' اور اس کے ذریعہ دوزخ سے بچے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے ایک خاتون کو دیکھا جو حیرہ سے سفر کر کے آئی اور اس نے کعبہ کا طواف کیا اور وہ راستہ میں صرف اللہ سے ڈرتی تھی' اور میں ان مسلمانوں میں سے تھا

marfat.com
Marfat.com

جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ تم مٹھی بھر سونا لے کر نکلو گے اور اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۸-۳۷۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۷۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۳۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴۳)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین پر کوئی پتھروں کا یا مٹی کا مکان باقی نہیں بچے گا اور نہ کوئی خیمہ رہے گا مگر اللہ اس میں کلمہ اسلام کو داخل کر دے گا' کسی غالب کو غلبہ دے کر یا کسی ذلیل کو پست کر کے' جو غالب ہوں گے ان کو اہل اسلام سے کر دے گا اور جو کمزور ہوں گے ان کو مسلمان کے تابع کر دے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴' المستدرک ج ۴ ص ۴۳۰)

نواب قنوجی کا آیت استخلاف کو خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص نہ قرار دینا

نواب صدیق بن حسن بن علی قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام اُمت کو زمین میں خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت صحابہ کے ساتھ خاص ہے' اور اس اختصاص پر کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی صفات صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس اُمت کے ہر اس فرد کے لیے اس خلافت کا حصول ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مومنین اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خلفاء بنا دے گا اور وہ زمین میں اس طرح تصرف کریں گے جس طرح بادشاہ اپنی سلطنتوں میں تصرف کرتے ہیں اور ان علماء کا قول بہت بعید ہے جنہوں نے کہا یہ آیت خلفاء اربعہ (حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یا مہاجرین کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور خصوصیت سبب یا خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (فتح البیان ج ۴ ص ۶۱۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

بعض آیات میں عموم الفاظ کے بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جانا

نواب قنوجی کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے' ہر چند کہ قاعدہ یہی ہے کہ اگر آیت کے الفاظ میں عموم ہو اور اس کا مورد اور سبب خاص ہو تو الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے اور خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا' لیکن اگر دلائل سے یہ ثابت ہو کہ کسی آیت میں الفاظ کا عموم مراد نہیں ہو سکتا تو پھر وہاں خصوصیت مورد اور سبب ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور سورۃ النور: ۵۵ کی یہ آیت بھی اسی طرح ہے' ہم پہلے اس قاعدہ سے استثناء کی چند نظائر پیش کریں گے اور پھر اس پر دلائل پیش کریں کہ سورۃ النور: ۵۵ میں عموم الفاظ کا اعتبار نہیں ہو سکتا بلکہ یہاں خصوصیت مورد ہی کا اعتبار ہے اور یہ آیت خلفاء راشدین ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آل عمران: ۱۸۸)

ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں' اور جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے' ان کے متعلق یہ گمان مت کرو کہ ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی' ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے الفاظ کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس شخص کو عذاب ہوگا جو اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے' اور یہ

marfat.com
Marfat.com

چیز تو ہر شخص میں پائی جاتی ہے' پھر تو کوئی شخص بھی عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لیے یہ آیت یہود کے ساتھ خاص ہے۔
حدیث میں ہے:
علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا اے ابورافع! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہر اس شخص کو عذاب ہو جو اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ان کاموں پر اس کی تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیے تو پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو صرف یہود کے متعلق ہے' جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ان سے آپ نے کسی چیز کے متعلق پوچھا جس کو انہوں نے چھپالیا' اور آپ کو اس چیز کے علاوہ کسی اور چیز کی خبر دی' اس کے باوجود وہ اس بات کے خواہش مند رہے کہ آپ کے سوال کے جواب میں جو کچھ انہوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف بھی کی جائے' اور اصل حقیقت کو چھپا کر وہ بہت خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ آیتیں پڑھیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کی جو دو آیتیں پڑھی تھیں' وہ یہ ہیں:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (آل عمران: ۱۸۸۔۱۸۷)

اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا سو کیسا برا ہے ان کا یہ فروخت کرنا ○ ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں' اور جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے' ان کے متعلق یہ گمان مت کرو کہ ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

خود نواب قنوجی نے بھی اس آیت کی مورد کے ساتھ تخصیص پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ نیز انہوں نے اس حدیث سے بھی اس آیت کی مورد کے ساتھ تخصیص پر استدلال کیا ہے:
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھنے پر خوش ہوتے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو اپنے نہ جانے پر عذر پیش کرتے اور یہ چاہتے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر ان کی تعریف کی جائے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ ...... (آل عمران: ۱۸۸)
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۷)
نیز نواب قنوجی لکھتے ہیں یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت فنحاص' الیسع اور ان کے امثال کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (فتح البیان ج ۱ ص ۴۷ '۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)
عموم الفاظ کے باوجود مورد کے ساتھ تخصیص کی دیگر مثالیں درج ذیل ہیں:

marfat.com
Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ○ (الحجرات:۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں نواب قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھ لیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اس آیت کا معنی اس طرح ہے جس طرح خازن نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے پہلے کوئی بات کہو نہ کوئی کام کرو' اور علامہ بیضاوی نے کہا اللہ اور رسول کے حکم کرنے سے پہلے کوئی بات یقینی طور پر نہ کہو۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۳۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کا حکم عہد رسالت کے ساتھ خاص ہے اور الفاظ کا عموم معتبر نہیں ہے۔

دوسری مثال یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ○ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو' اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے ○

اس آیت میں بھی الفاظ عام ہیں اور مورد خاص ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے وقت' آپ کی آواز سے آواز اونچی ہونا آپ کی حیات مبارکہ میں ہی متصور ہے۔

نواب قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو اس حد تک بلند نہ کرو کہ وہ آپ کی آواز سے اونچی ہو جائیں۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۳۷۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

الحجرات: ۵-۱ کی آیات اسی نوع کی ہیں ان میں الفاظ کا عموم ہے اور مورد عہد رسالت کے ساتھ خاص ہے۔

آیت استخلاف کے خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل

علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا اور ان کی امانت پر راضی رہا' اور وہ اس دین پر تھے جس سے اللہ تعالیٰ راضی تھا' کیونکہ آج تک کوئی شخص فضیلت میں ان سے بڑھ کر نہیں ہے' اور نہ کوئی شخص آج تک فضائل میں ان کے ہم پلہ ہے۔ ان کے خلیفہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شام' عراق' خراسان اور افریقہ کے شہروں پر اقتدار عطا فرمایا' ان کے دور میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہوئی اور اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر دنیا کے بہت سے علاقوں میں پھیل گیا۔ انہوں نے اللہ کی حدود کو جاری کیا' احکام شرعیہ کو نافذ کیا قرآن مجید کو جمع کیا احادیث کو محفوظ اور مدوّن کیا' قرآن اور سنت پر عمل کرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد ملوکیت آجائے

marfat.com
Marfat.com

گی اور یہ تیس سال خلفاء راشدین کے دور تک پورے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال تک رہی‘ حضرت عمر کی خلافت دس سال تک رہی‘ حضرت عثمان کی خلافت بارہ سال تک رہی اور حضرت علی کی خلافت چھ سال تک رہی اور یوں مدت خلافت کے تیس سال پورے ہو گئے‘ ہم نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے‘ وہ یہ ہے:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت (بادشاہت) آ جائے گی۔ سعید بن جمہان نے کہا مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی خلافت اور حضرت عثمان کی خلافت اور حضرت علی کی خلافت کو گنو‘ ہم نے ان کا میزان کیا تو وہ تیس سال تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۲۶‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۴۶‘ ۴۶۴۷‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۶۵۷‘ المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۳‘ ۱۳۶‘ ۶۴۴۲‘ الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۳۷‘ المستدرک ج ۳ ص ۷۱‘ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۴۱‘ ۳۴۲‘ شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۸۶۵‘ تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۸۳‘ رقم الحدیث:۱۰۴۷‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے‘ کیونکہ جو مومنین صالحین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرما لیا ہے اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پورا ہونا تھا‘ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ آپ کی وفات کے بعد ہی مقرر کیا جانا تھا‘ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا تھا کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں‘ اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ خلیفہ حضرت ابوبکر‘ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ایام حکومت میں ہی مقرر کیا گیا ہے‘ کیونکہ ان ہی ایام میں فتوح عظیمہ ہوئی ہیں اور زمین پر اقتدار حاصل ہوا ہے اور دین کا غلبہ ہوا ہے اور امن برپا ہوا ہے‘ اور یہ چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاصل نہیں ہوئیں کیونکہ آپ اپنے پورے دورِ حکومت میں مسلمانوں میں سے اپنے مخالفین کے ساتھ جنگ میں مشغول رہے اور آپ کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان خلفاء کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

دلائل مذکورہ پر اعتراضات کے جوابات

اس تقریر پر چند اعتراضات ہیں ہم ان اعتراضات کو مع ان کے جوابات کے پیش کر رہے ہیں:

(۱) اس آیت کے ظاہر معنی پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن صالح کو خلیفہ بنا دیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں "منکم" میں من تبعیضیہ موجود ہے یعنی تم میں سے بعض کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

(۲) لیستخلفنھم کا یہ معنی نہیں کہ وہ تم کو خلیفہ بنائے گا اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو زمین میں ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ دے گا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو زمین میں بسایا تھا اور آباد کیا تھا‘ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلے لوگوں کو بھی زمین میں بسایا تھا ان کو زمین کی خلافت نہیں دی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خلیفہ بنانے کا معنی لوگوں کو زمین میں بسانا اور

marfat.com
Marfat.com

آباد کرنا ہو تو یہ معنی تو تمام مخلوق کے لیے حاصل ہے پھر اس میں مومنین صالحین کی کیا خصوصیت ہے اور ان کو بشارت دینے کی کیا وجہ ہے۔

(۳) اگر یہ مان لیا جائے کہ اس سے مراد زمین میں خلیفہ بنانا ہے تو اس سے یہ کب لازم ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنانا ہے کیونکہ تمہارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور حضرت علی نے فرمایا تھا میں تم کو اس طرح چھوڑ دیتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں چھوڑ دیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معین کر کے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تاہم آپ نے خلافت کے ایسے اوصاف بیان کر دیئے تھے جو ان پر صادق آتے ہیں اور آپ نے ایسے اشارات کیے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کی تعیین کرتے ہیں۔ مثلاً آپ نے بہ اصرار اور بہ تاکید ایام علالت میں حضرت ابوبکر کو نمازوں کا امام بنانے کا حکم دیا' اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں' اور آپ نے دوبار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۸۵' سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام مرض میں مجھ سے فرمایا: میرے لیے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک مکتوب لکھ دوں' کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا ''میں ہی ہوں اور کوئی نہیں ہے'' اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۷) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون آئیں اور آپ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا پھر آنا' اس نے کہا یارسول اللہ! یہ بتلائیں کہ اگر میں آپ کو پھر نہ پاؤں تو؟ اس کا مطلب تھا اگر آپ فوت ہو جائیں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تم ابوبکر کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۶) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' میں جب واپس پہنچا تو میں نے پوچھا آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ! پوچھا مردوں میں؟ فرمایا اس کا باپ! پوچھا پھر کون ہے؟ فرمایا عمر! پھر آپ نے کئی لوگوں کے نام گنوائے تو میں اس خیال سے خاموش رہا کہ شاید میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۴) محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا ابوبکر' میں نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا عمر' مجھے خوف ہوا کہ اب آپ حضرت عثمان کا نام لیں گے میں نے کہا پھر آپ ہیں؟ فرمایا میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان (بھی چڑھے) وہ پہاڑ ان کی وجہ سے ہلنے لگا آپ نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا ''اے احد ساکن ہو جا'' تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۸۶)

(۴) یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں حضرت علی کو خلیفہ بنانے کی بشارت ہو کیونکہ کبھی واحد کو بھی تعظیماً جمع کے ساتھ تعبیر کر لیا جاتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں مومنین صالحین سے حضرت علی مراد ہوں! اس کا جواب یہ ہے کہ جمع کو واحد پر محمول کرنا مجاز اور خلاف اصل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) اگر جمع سے واحد سے زیادہ ہی مراد ہوں تو اس سے بارہ امام کیوں نہیں مراد ہو سکتے! اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو عہد رسالت میں موجود تھے' اور بارہ امام اس وقت موجود نہ تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے خلافت کا وعدہ کیا ہے ان کو قوت اور شوکت اور فرمانروائی عطا فرمانے کا بھی وعدہ کیا ہے اور ان بارہ اماموں میں سے آخری دس کو تو بہرحال اپنے اپنے زمانوں میں قوت' شوکت اور فرمانروائی حاصل نہ تھی۔

آیتِ استخلاف سے صرف حضرت علی' بارہ امام' یا امام مہدی کے مراد نہ ہونے پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے بہ کثرت علماء نے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے اور ان کے دین کو اقتدار عطا کرنے کا اور دشمنوں سے ان کو امن عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا نہ ہونا محال ہے' اور یہ مجموعہ (خلافت' دین کا اقتدار اور دشمنوں سے امن) صرف خلفاء اربعہ کے عہد میں حاصل ہوا ہے۔ سو ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے سے برحق خلیفہ تھا' اور اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے زمانہ کے تمام حاضرین کو خلیفہ بنا دیا جاتا بلکہ خلافت ان حاضرین میں منعقد ہوئی تھی (جیسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اندلس کو فتح کیا تھا' اور مسلمانوں نے تین براعظموں پر حکومت کی تھی' اور مسلمانوں نے انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی) اس لیے اس آیت میں خطاب کا عام ہونا اور من کا بیانیہ ہونا صرف ان چار کے خلیفہ ہونے کے منافی نہیں ہے' اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں فتنوں اور شورشوں کا برپا ہونا بھی امن کی بشارت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں جس امن کی بشارت دی گئی ہے اس سے مراد دشمنانِ دین اور کفار سے امن ہے اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانوں میں جو فتنے اُٹھے تھے' وہ مسلمانوں کی بغاوت کی وجہ سے تھے وہ محض اندرونی خلفشار تھا' بیرونی خطرہ نہیں تھا۔

امام رازی اور بعض دیگر علماء اہل سنت نے اس آیت سے شیعہ کے خلاف صرف خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر دلیل قائم کی ہے کیونکہ شیعہ ان تینوں کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور انہوں نے اس آیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت شیعہ کے نزدیک مسلم ہے اور دونوں فریقوں کے نزدیک حضرت علی کی خلافت کے دلائل بہت زیادہ ہیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ عہد رسالت میں مومنین صالحین کی جو جماعت حاضر تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے خلافت' اقتدار اور امن عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف ان تین خلفاء کے زمانہ میں پورا ہوا۔ امام مہدی اس آیت کے نزول کے زمانہ میں قطعاً اور بالاجماع موجود نہ تھے' اس لیے اس آیت کو ان کے ساتھ وعدہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر چند کہ اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے لیکن ان کے زمانہ میں دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کما حقہ نہیں ہو سکی اور اسلامی فتوحات اور دین کو مزید اقتدار حاصل نہیں ہوا' بلکہ کتب شیعہ میں یہ تصریح ہے حضرت علی اور ان کے حامی شیعہ اپنے دین کو چھپا کر رکھتے تھے اور بہ طور تقیہ مخالفین کے دین کو ظاہر کرتے تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کامل امن حاصل نہیں ہوا تھا۔

شام' مصر اور مغرب کے مسلمان حضرت علی کی خلافت کا مطلقاً انکار کرتے تھے اور ان کے احکام کو قبول نہیں کرتے تھے اور شیعہ کے زعم کے مطابق وہ کافر تھے' اور حضرت علی کے لشکر کی اکثریت ان مسلمانوں سے ڈرتی تھی اور ان سے بہت زیادہ محتاط رہتی تھی' اس وجہ سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے' کیونکہ شیعہ کے اصول کے

marfat.com
Marfat.com

مطابق جمع کے افراد کم از کم تین ہیں اور جمع کا واحد پر اطلاق ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے اور بارہ اماموں میں سے بقیہ امام بعد میں پیدا ہوئے لہٰذا وہ اس آیت کی مراد نہیں ہو سکتے' کیونکہ ان کو زمین میں اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا' نہ ان کے پسندیدہ دین کا رواج ہوا تھا اور نہ ان کو دشمنوں کے خوف اور خطرہ سے امن اور اطمینان حاصل ہوا تھا' بلکہ وہ علماء شیعہ کی تصریح کے مطابق دین کے دشمنوں سے خوف زدہ رہتے تھے اور تقیہ کرتے تھے' اور اس پر شیعہ علماء کا اجماع ہے' سو اس سے لازم آیا کہ خلفاء ثلاثہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ لہٰذا ان کی خلافت برحق ہے اور یہی مطلوب ہے۔ (روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۰۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت علی کی خلافت کا برحق ہونا خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے برحق ہونے پر موقوف ہے

امام رازی اور علامہ آلوسی نے جو آیت استخلاف کی تقریر کی ہے اس میں لکھا ہے کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا برحق ہونا ثابت ہے اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اس آیت سے ثابت نہیں ہے۔ انہوں نے روافض اور شیعہ کا رد کرنے کے لیے ایسا کہا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت ثابت نہیں ہے صرف حضرت علی' بارہ اماموں یا حضرت مہدی کی خلافت ثابت ہے جیسا کہ عنقریب کتب شیعہ کے حوالوں سے آئے گا' اور اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت' خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی فرع ہے اور جب خلفاء ثلاثہ کی خلافت صحیح اور ثابت ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت بھی ثابت ہو گی اس کے لیے الگ دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث اور آثار سے ظاہر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے پھر انہوں نے یہ نام لیے: حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۰۰' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۵' جدید' تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴۱ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابن عساکر متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں کہ دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوا' آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں تک محدود کر دینا چاہیے اور جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اس کا نام لے۔ حضرت زبیر نے حضرت علی کا نام لیا' حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا' حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا میں اپنے حق کو چھوڑتا ہوں' اب خلافت صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی' اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے الگ الگ حضرت عثمان اور حضرت علی سے کہا کہ آپ دونوں اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں' ان کی رضامندی کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ مسجد میں جمع ہوئے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک مؤثر تقریر کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی' پھر حضرت علی نے بیعت کی پھر تمام مسلمانوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴۱ ص ۱۲۸۔ ۱۲۴' ملخصاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۶۔ ۴۴' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

اس حوالے سے واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ حضرت عثمان یا حضرت علی میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا جائے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے معین ہو گئے اور آپ کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی فرع ہے۔

آیت استخلاف سے شیعہ مفسرین کا حضرت علی' بارہ اماموں اور امام مہدی کی خلافت پر استدلال

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں خلیفہ بنانے سے مراد امارت اور خلافت عطا کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گزرے ہوئے لوگوں کی طرح ان کو زمین میں باقی رکھنا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ . وہی ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا۔

(فاطر: ۳۹)

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ . (الاعراف: ۱۲۹) (موسیٰ نے) کہا اللہ بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے تم کو اس زمین میں آباد کر دے گا۔

پس اس آیت میں جس استخلاف اور اقتدار عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حاصل تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا آپ کے پیغام اور آپ کے دین کو غلبہ عطا فرمایا' اور اسلام کو پھیلا دیا تو یہ وعدہ پورا ہو گیا' اور ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں آپ کے دین کو سربلند نہیں کیا' حتیٰ کہ بعد میں آنے والوں نے اس کام کی تلافی کی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس اقتدار عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد ملکوں اور شہروں کو فتح کرنا نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ کے دین کو ابھی تک غلبہ اور اقتدار حاصل نہیں ہوا' کیونکہ بہت سارے ممالک ابھی تک فتح نہیں ہوئے اور کفار کے قبضہ میں ہیں' اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ (حضرت) معاویہ اور بنو امیہ کی امامت بھی برحق ہو اور ان کا اقتدار (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر سے زیادہ وسیع ہو' کیونکہ انہوں نے ان سے زیادہ ملکوں کو فتح کیا ہے۔

اور اگر ہم یہ مان لیں کہ اس آیت میں استخلاف سے مراد خلیفہ اور امام بنانا ہے تو لازم آئے گا کہ ان کی (حضرت ابوبکر وغیرہ کی) خلافت منصوص ہو حالانکہ ہمارے مخالفین کا مذہب یہ ہے کہ کسی کی خلافت منصوص نہیں ہے اور اگر وہ اس آیت سے ان کی امامت کی صحت پر استدلال کریں تو لازم آئے گا کہ وہ بغیر آیت کے ان کی امامت پر استدلال کریں اور ان کو خلفاء رسول قرار دیں حتیٰ کہ یہ آیت ان کو شامل ہو۔

اگر وہ یہ کہیں کہ مفسرین نے ان کی خلافت کا ذکر کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ تمام مفسرین نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ مجاہد نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد اُمتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے' اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے بھی تقریباً یہی کہا ہے۔

اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد مہدی علیہ السلام ہیں' کیونکہ وہ ڈر اور خوف کے بعد ظاہر ہوں گے اور مغلوب ہونے کے بعد غالب ہوں گے۔ لہٰذا اہل سنت کی تفسیر کے مطابق اس پر اجماع نہ ہوا' ہم کسی ایک تفسیر پر طعن نہیں کر رہے' ہماری مراد یہ ہے کہ اس آیت میں خلافت اور امامت پر دلالت نہیں ہے' اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے اختیار کرنے پر دلائل کی ضرورت نہ پڑتی' اور پھر خلفاء ثلاثہ کی خلافت منصوص ہوتی اور یہ اکثر علماء کا مذہب نہیں ہے۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ج ۷ ص ۴۵۷-۴۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

الشیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی المتوفی فی القرن السادس (۶۰۰ ھ) لکھتے ہیں:

العیاشی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا اللہ کی قسم اس سے مراد ہمارے شیعہ اہل بیت ہیں' ہم میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ یہ خلافت دے گا' اور وہ اس اُمت کے مہدی ہیں' جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر دنیا کی بقاء میں سے صرف ایک دن رہ جائے تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا حتیٰ کہ میری اولاد سے ایک شخص والی ہوگا اور وہ اس دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ پہلے یہ دنیا ظلم اور ناانصافی سے بھری ہوئی تھی' اور ابوجعفر عبداللہ علیہ السلام سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' لہٰذا اس آیت میں مومنین صالحین سے مراد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اہل بیت صلوات الرحمان ہیں' اور یہ آیت ان کے لیے خلافت' شہروں پر اقتدار اور مہدی کی آمد کے وقت ان سے خوف کے زائل ہونے کی بشارت کو متضمن ہے اور اس خلافت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت آدم' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو خلیفہ بنایا گیا تھا اسی طرح ان کو خلیفہ بنایا جائے گا' اس پر عترت طاہرہ کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم میں ثقلین (دو وزنی چیزیں) چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت میری اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی۔ نیز زمین پر اقتدار عطا کرنے کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ ماضی میں اہل بیت کو یہ اقتدار حاصل نہیں ہوا' سو اس اقتدار کا انتظار ہے' کیونکہ اللہ عزاسمہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (مجمع البیان ج ۷ ص ۲۴۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ ھ)

سید محمد حسین الطباطبائی لکھتے ہیں:

اس آیت میں جس خلافت' زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن کی بشارت دی گئی ہے وہ ابھی تک حاصل نہیں ہوئی' وہ اس وقت حاصل ہوگی جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ مستقبل میں ضرور پورا ہوگا ہر چند کہ ابھی تک پورا نہیں اور اس کی نظیر یہ آیات ہیں:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو ہم نے دوسرے لوگوں کو بھیج دیا) تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں۔ (بنواسرائیل: ۷)

کیونکہ جن یہودیوں سے وعدہ کیا گیا تھا وہ اس وعدہ کے پورے ہونے کے وقت تک زندہ نہیں رہے تھے' اسی طرح اس آیت میں جن مومنین صالحین سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اس وقت تک زندہ نہیں رہیں گے جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور ان کو خلافت' زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن عطا کر کے اس وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔

اسی طرح ذوالقرنین نے دیوار بنانے کے بعد کہا:

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ○ (ذوالقرنین نے کہا) یہ صرف میرے رب کی رحمت ہے' پس جب میرے رب کا وعدہ پورا ہوگا تو وہ اس کو زمیں بوس کر دے گا' اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ (الکہف: ۹۸)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کے متعلق وعدہ فرمایا:

ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً وہ آسمانوں اور زمینوں میں بڑا بھاری حادثہ ہے وہ تمہارے پاس صرف اچانک ہی آئے گی۔ (الاعراف: ۱۸۷)

marfat.com

Marfat.com

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین صالحین سے ایک وعدہ فرمایا جس کو اس آیت کے زمانہ نزول نے نہیں پایا اور نہ اب تک مومنین صالحین کی کسی جماعت نے اس وعدہ کو پایا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حق یہ ہے کہ وعدہ اسی زمانہ کے مومنین کی جماعت میں پورا ہوگا جب امام مہدی کا ظہور ہوگا (الی ان قال) اور رہا یہ کہ اس آیت کو خلفاء راشدین' یا خلفاء ثلاثہ یا خصوصاً حضرت علی علیہ السلام پر منطبق کیا جائے تو اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

(المیزان فی تفسیر القرآن ج ۱۵ص ۱۶۷-۱۶۸' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران' ۱۳۹۷ھ)

شیعہ علماء کی مبسوط اور مؤخر تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت کے مصداق میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے:

(۱) بعض نے کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن صحابہ نے زمین میں اقتدار حاصل کیا تھا' یہ آیت ان کے متعلق ہے۔

(۲) بعض نے کہا اس میں پہلے چار خلفاء کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ایک جماعت نے کہا اس میں مہدی علیہ السلام کی حکومت کی طرف اشارہ ہے' جن کی حکومت میں تمام مشرق و مغرب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(۴) اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے تمام مسلمان اس آیت میں شامل ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مہدی علیہ السلام جن کے متعلق شیعہ اور سنی متفق ہیں کہ وہ تمام دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جبکہ وہ پہلے ظلم اور ناانصافی سے بھری ہوگی وہ اس آیت کے مصداق کامل ہیں۔ (تفسیر نمونہ ج ۱۴ص ۵۳۰' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۹ھ)

علماء شیعہ کی تفسیروں پر مصنف کا تبصرہ

شیخ الطائفہ الطوسی نے اس پر زور دیا ہے کہ اس آیت میں خلیفہ بنانے سے مراد ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو آباد کرنا ہے' لیکن اگر یہی معنی مراد ہو تو پھر اس میں مومنین صالحین کی کیا خصوصیت رہ جاتی ہے' کیونکہ کافروں کی بھی ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو زمین میں آباد کیا گیا۔ نیز اس آیت کو مومنین صالحین کے لیے انعام اور بشارت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور محض زمین پر آباد کرنے میں ان کے لیے کیا انعام اور کیا بشارت ہے' ان کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کو مراد لینے پر تمام صحابہ کا اجماع نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا اس آیت سے مراد تمام اُمت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر صحابہ اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے کہ اس آیت کا مصداق خلفاء ثلاثہ ہیں اور حضرت ابن عباس اور مجاہد کا اختلاف' ہمیں مضر نہیں ہے' کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ اور تمام مفسرین کسی ایک تفسیر پر متفق ہوں۔

شیخ طبرسی اور شیخ طباطبائی نے اس پر زور دیا ہے کہ اس آیت کا مصداق امام مہدی ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ دو وجہ سے غلط ہے ایک اس وجہ سے کہ اس آیت میں خلافت' زمین پر اقتدار اور امن عطا کرنے کا وعدہ ان مومنین صالحین سے کیا گیا ہے جو عہد رسالت میں حاضر اور موجود تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ (النور: ۵۵)

اور امام مہدی تو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ مومنوں کی جماعت سے کیا ہے اور خلفاء ثلاثہ پر جمع کا اطلاق صحیح ہے اور امام مہدی ایک فرد ہیں ان پر جمع کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر نمونہ میں امام مہدی کو قطعی طور پر اس آیت کا مصداق قرار نہیں دیا بہر حال اس آیت سے امام مہدی کو مراد لینے کا وہی جواب ہے جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ نیز تفسیر نمونہ میں اس قول کو بھی برقرار رکھا ہے کہ اس آیت سے چار خلفاء کی طرف اشارہ ہے۔

اس اُمت کی پہلی اجتماعی ناشکری قتل عثمان ہے

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

امام الحسین بن مسعود الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

ومن کفر بعد ذلک میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے اور اس سے کفر باللہ مراد نہیں ہے' اور فاسقوں سے مراد اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت کا کفر کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا' جب انہوں نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو امن کی نعمت عطا کی تھی' وہ واپس لے لی اور ان پر خوف مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے اور خوں ریزی میں مشغول ہو گئے' حالانکہ ان سے پہلے وہ بھائی بھائی تھے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۲۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

حمید بن بلال کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تھے اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے مدینہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں' پس اللہ کی قسم اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ پس اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص بھی ان کو قتل کرے گا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ سوکھا ہوا (شل' مفلوج) ہوگا۔ بے شک اللہ کی تلوار تم سے اب تک میان میں رکھی ہوئی ہے اور اللہ کی قسم اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ اپنی تلوار کو میان سے نکال لے گا پھر کبھی اس تلوار کو میان میں نہیں رکھے گا یا کہا قیامت تک میان میں نہیں رکھے گا' اور جب بھی کسی نبی کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں ستر ہزار افراد قتل کیے گئے' اور جب بھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ ۳۵ ہزار نفوس قتل کیے گئے۔ (اس کی سند ضعیف ہے)

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۹۶۳' مکتب اسلامی' رقم الحدیث: ۲۱۱۲۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' معالم التنزیل رقم الحدیث: ۱۵۴۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا' ماسوا قاتل عثمان کے۔ تم اس کو قتل کر دو گے اگر تم نے اس کو ذبح نہیں کیا تو تم کو بکریوں کی طرح ذبح کیے جانے کی بشارت ہو۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۱ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کی تلوار اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک کہ عثمان زندہ رہیں گے اور جب عثمان کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں داخل نہیں ہوگی۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۱ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۸۶۶)

marfat.com
Marfat.com

حافظ السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند موضوع ہے' اس کی آفت عمرو بن فائد ہے اور اس کا شیخ ابن عدی بھی کذاب ہے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی نکارت ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال رقم: ۶۴۲۱)

(اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۹۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حکمران دنیاوی امور کے منتظم ہیں اور علماء دینی امور کے

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری نیشاپوری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اس کا کلام صادق ہے' اور یہ آیت خلفاء اربعہ کی خلافت کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ان کے دور سے لے کر آج تک کوئی شخص ان سے زیادہ افضل نہیں ہے۔ ان کی امامت قطعی ہے' ان کا دین اللہ کی طرف سے پسندیدہ ہے ان کو خوف کے بعد امن حاصل ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کے داخلی اور خارجی معاملات کو عمدگی کے ساتھ طے کیا اور اسلام کا دفاع کیا۔

اس آیت میں ان ائمہ دین کی طرف اشارہ ہے جو ارکان ملت ہیں' اسلام کے ستون ہیں اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں' کیونکہ مسلمانوں کے معاملات میں ظالم حاکموں کی وجہ سے فساد آیا تھا جن کا نصب العین صرف دنیاوی اقتدار تھا' رہے دین کی حفاظت کرنے والے تو وہ ائمہ دین اور علماء ہیں اور ان کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) علماء کا ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس کی اشاعت کی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار کو محفوظ اور مدون کیا یہ علماء بہ منزلہ خزانہ ہیں۔

(۲) علماء کا دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے اصولِ دین اور عقائد کی حفاظت کی اور بدعقیدہ معاندین اور اہل بدعت کا قرآن و سنت کے واضح دلائل سے رد کیا' یہ علماء اسلام کے بہادر مجاہد ہیں۔

(۳) علماء کا تیسرا گروہ وہ فقہاء اور مجتہدین ہیں جو پیش آمدہ دینی مسائل اور معاملات میں عوام کی رہ نمائی کرتے ہیں اور کتاب وسنت اور اقوال مجتہدین سے فتاویٰ جاری کرتے ہیں۔ یہ علماء ملک کی قوت نافذہ کے قائم مقام ہیں اور اس دور کی اصطلاح کے مطابق حسب مراتب ججوں کے عہدوں پر فائز ہیں۔

(۴) علماء کا چوتھا گروہ وہ ہے جو لوگوں کو بیعت کرتے ہیں ان کو گناہوں سے توبہ کراتے ہیں ان کو نیک اعمال کی تلقین کرتے ہیں ان کو اوراد و وظائف کی تعلیم دیتے ہیں' ان کے دلوں سے معصیت کا زنگ اور میل کچیل اُتار کر ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور محبت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یہ بادشاہ کے خواص اور مجلس سلطان کے مقربین کے منزلہ میں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سلاطین اور حکمران مسلمانوں کے دنیاوی امور کے منتظم ہوتے ہیں اور علماء مسلمانوں کے دینی امور کے منتظم ہوتے ہیں۔ یہ تقسیم بعد کے سلاطین اور حکمرانوں کے اعتبار سے ہے' رہے خلفاء راشدین تو وہ مسلمانوں کے دنیاوی امور کے بھی وکیل تھے اور ان کے دینی امور کے بھی کفیل تھے۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۴۷۴-۴۷۳' ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے O (النور: ۵۶)

نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تفسیر البقرۃ: ۴۳ میں گزر چکی ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ

marfat.com

Marfat.com

تم پر رحم کیا جائے اس کی تفسیر آل عمران: ۱۳۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافروں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ زمین میں ہمیں عاجز کرنے والے ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے ○ (النور: ۵۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم! آپ کافروں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ہماری گرفت سے باہر نکل سکتے ہیں اور جب ہم ان کو عذاب دینا چاہیں تو ہم سے بھاگ سکتے ہیں۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الدمیاطی متوفی ۱۱۱۷ھ لکھتے ہیں:

ابن عامر' حمزہ اور ادریس نے لاتحسبن کو غائب کے صیغہ کے ساتھ لایحسبن پڑھا ہے' یعنی کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ وہ کفار زمین میں ہمیں عاجز کرنے والے ہیں اور ہم ان کو اپنے عذاب میں نہیں پکڑ سکیں گے یا وہ کفار یہ گمان نہ کریں کہ وہ ہم کو عاجز کرنے والے ہیں۔ (اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر ص ۴۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ

اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین

لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے' نماز فجر سے پہلے

وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ

اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تین اوقات

الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ

تمہارے پردے کے ہیں' ان تین اوقات کے بعد (بلا اجازت آنے میں) نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر

بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

کوئی گناہ ہے' وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں' اللہ اسی طرح

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ

اپنی آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے' اور اللہ خوب علم والا' بے حد حکمت والا ہے ○ اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو

الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے مرد اجازت طلب کرتے ہیں' اللہ اسی طرح

marfat.com
Marfat.com

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ

اپنی آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا' بے حد حکمت والا ہے O اور وہ بوڑھی عورتیں

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ

جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ

يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ

اپنے حجاب کے کپڑے اتار رکھیں جب کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار دکھانے والی نہ ہوں' اور اگر وہ اس سے بھی احتیاط کریں

خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا

تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے O نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ

عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

تم اپنے گھروں سے کھاؤ' یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا

یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے

مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے' اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ' پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو'

marfat.com

Marfat.com

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

اللہ سے اچھی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو' اللہ اسی طرح تمہارے لیے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے' نماز فجر سے پہلے' اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں' ان تین اوقات کے بعد (بلا اجازت آنے میں) نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے' وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں' اللہ اسی طرح اپنی آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا' بے حد حکمت والا ہے ○ (النور: ۵۸)

تین اوقات میں گھر میں دخول کے لیے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو اجازت لینے کا حکم

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو آدمیوں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے پردے کے ان تین اوقات میں اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند کرتا ہے' لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے' اور نہ ان کے گھروں پر حجاب ہوتا تھا' بسا اوقات اچانک اس کے گھر میں اس کا خادم یا اس کا بیٹا یا اس کی لے پالک بیٹی آ جاتی اور وہ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوں' پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت اور کشادگی کر دی اور انہوں نے اپنے گھروں میں پردے ڈال لیے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا پردے ڈال دینا کافی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۴۷۸۷)

موسیٰ بن ابی عائشہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۴۷۹۰)

حسن بصری نے کہا جب کوئی شخص اپنے خادم کو رات میں اپنے پاس ٹھہرائے تو وہ اس کی طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ اس کو رات میں اپنے پاس نہیں ٹھہراتا تو وہ ان تین اوقات میں اجازت طلب کر کے اندر آئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۴۷۹۱)

مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری اور اس کی بیوی اسماء بنت مرشد دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا' اور لوگ ان سے اجازت لیے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو گئے تو حضرت اسماء نے کہا یا رسول اللہ! یہ کتنی بری بات ہے! کہ ایک عورت اور اس کا خاوند ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا خادم بغیر اجازت لیے ہوئے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۴۷۹۵)

سدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان اوقات میں اپنی ازواج سے جماع کرنے کو پسند

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے' پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ
ان اوقات میں بغیر اجازت کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۷۹۶)

اجازت مذکورہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا باقی ہے

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے کے متعلق حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) ابن المسیب اور ابن جبیر نے کہا یہ آیت منسوخ ہے۔
(۲) ابو قلابہ نے کہا یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے' ان کی مصلحت کے اعتبار سے یہ حکم دیا گیا تھا۔
(۳) ابو عبدالرحمٰن اسلمی نے کہا اس حکم کی مخاطب خواتین ہیں۔
(۴) حضرت ابن عمر نے کہا اس حکم کے مخاطب مرد ہیں۔
(۵) یہ حکم پہلے واجب تھا کیونکہ پہلے گھروں کے نہ کواڑ تھے نہ دروازے' اور اگر پھر ایسے گھر ہوں تو یہ حکم پھر واجب ہوگا۔
(۶) قاسم' جابر بن زید' شعبی اور اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم واجب اور ثابت ہے' مردوں اور عورتوں دونوں پر۔

اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے گھروں میں دروازے اور پردے نہیں تھے اس وقت اس آیت کے حکم پر عمل کرنا واجب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت عطا کر دی تو اب اس حکم پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۷۸۷ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۱۹۲)

اس آیت میں جو ثلاث مرات فرمایا ہے اس کا معنی تین اوقات ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت میں تین مرتبہ اجازت لینا ضروری ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۸۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے مرد اجازت طلب کرتے ہیں اللہ اسی طرح اپنی آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا بے حد حکمت والا ہے O (النور:۵۹)

بالغ لڑکوں کو گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر وقت اجازت طلب کرنا ضروری ہے

جب آزاد لڑکے بالغ ہو جائیں تو وہ گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر وقت اجازت طلب کریں۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب آزاد لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے ہاں کسی بھی وقت بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور جس طرح اور مرد گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرتے ہیں وہ بھی اجازت طلب کرے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۱۹)

سعید بن جبیر نے کہا جب وہ اپنے باپ دادا کے گھر جائیں تو اجازت طلب کریں' خواہ وہ مذکورہ تین اوقات ہوں یا دن اور رات کا کوئی بھی وقت ہو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۲۲)

سعید بن جبیر نے کہا جس طرح کسی شخص کے بڑے بیٹے اور دیگر رشتہ دار اجازت طلب کرتے ہیں اسی طرح بالغ لڑکے بھی اجازت طلب کریں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۲۴)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حجاب کے کپڑے اُتار کر رکھیں جب کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار دکھانے والی نہ ہوں اور اگر وہ اس سے بھی احتیاط کریں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے O (النور: ۶۰)

بوڑھی عورتوں کے حجاب کی وضاحت

القواعد سے مراد ایسی بوڑھی عورتیں ہیں جو آنے جانے اور معمول کے مطابق کام کاج کرنے سے عاجز ہو کر بیٹھ جائیں' ان کا حیض آنا بند ہو جائے اور ان سے بچے پیدا نہ ہو سکیں' یہ اکثر علماء کا قول ہے۔ ربیعہ نے کہا القواعد سے مراد ایسی بوڑھی عورتیں ہیں کہ جب تم ان کو دیکھو تو ان کے بڑھاپے کی وجہ سے تم کو گھن آئے۔

فرمایا: ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حجاب کے کپڑے اُتار کر رکھیں۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح سے مایوس ہو چکی ہیں اگر ان کے سر کے بال کھلے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے' اس بناء پر ان کا دوپٹہ اُتار کر رکھنا جائز ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ستر اور حجاب میں فرق ہے' عورت کا پورا جسم سوا چہرے' ہاتھوں اور پیروں کے واجب الستر ہے اور اس کے سر کے بالوں کا بھی ستر واجب ہے اور چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو چادر سے ڈھانپنا حجاب ہے' اس لیے بوڑھی عورت کے لیے چادر کو اُتارنا اور چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو کھولنا جائز ہے لیکن سر کے بالوں کو ڈھانپنا واجب ہے۔ بوڑھی عورت ستر میں جوان عورت کی مثل ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ گھر میں قمیص پہنے اور دوپٹہ اوڑھے اور اوپر اوڑھنے والی چادر اُتار سکتی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۴۴)

فرمایا: غیر متبرجات بزینة :تبرج کا معنی ہے کسی چیز کو ظاہر کرنا اور دکھانا یعنی ان کی زینت اور بناؤ سنگھار کے دکھائی دینے میں کوئی حجاب نہ ہو' اس طرح وہ خود کو نہ دکھائیں۔

ام الضیاء بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' میں نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ بالوں کو رنگنے' کپڑوں کو رنگنے' کانوں میں بالیاں پہننے' پازیب پہننے' سونے کی انگوٹھی پہننے اور باریک کپڑوں کے پہننے کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت یہ سب چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں لیکن تمہارے اس بناؤ سنگھار کو غیر محرم نہ دیکھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۴۹)

سعید بن جبیر نے کہا وہ اپنی چادر اُتار کر گھر سے نہ نکلے جس سے اس کی زینت دکھائی دے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۵۱)

مقاتل بن حیان نے کہا اس کے لیے اوپر اوڑھنے والی چادر اُتار کر گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے جس سے اس کے گلے کا ہار' کانوں کی بالیاں اور دیگر زیورات دکھائی دیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے' اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ' پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو' اللہ سے ملی ہوئی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو۔ اللہ اسی طرح تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم سمجھ

marfat.com
Marfat.com

لوO (النور:۶۱)

بیماروں اور معذوروں کے ساتھ مل کر کھانے کی اجازت کے اسباب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ۔

(البقرۃ:۱۸۸)

تو مسلمانوں نے بیماروں' اپاہجوں' اندھوں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھا اور انہوں نے کہا ہمارا سب سے افضل مال تو کھانا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ناحق مال کھانے سے منع فرمایا ہے' اور اندھا کھاتے وقت یہ نہیں دیکھ سکتا کہ پلیٹ میں اچھا طعام کس جگہ ہے' (مثلاً بوٹیاں یا انڈے کس جگہ رکھے ہیں) اور لنگڑا پوری طرح بیٹھنے پر قادر نہیں ہے' اور وہ صحیح طرح نہیں کھا سکتا' اور بیمار آدمی کمزوری کی وجہ سے اچھی طرح نہیں کھا سکتا' اس لیے وہ ان معذوروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھنے لگے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اگر تم اندھوں' بیماروں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانا کھاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۹۸۷۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۵۸' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۰' الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۰۵)

سعید بن جبیر اور ضحاک وغیرہما نے کہا کہ لنگڑے' اندھے اور بیمار' تندرستوں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے' کیونکہ لوگوں کو ان سے گھن آتی تھی اور وہ ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کراہت محسوس کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ اندھا بعض اوقات زیادہ کھا جاتا ہے اور لنگڑا زیادہ جگہ گھیر کر بیٹھتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۹۸۷۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۲۴۵۲۹' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۰' الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۰۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ کھانے کے پیالہ میں شریک کیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر اللہ پر توکل اور اعتماد کر کے کھاؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۲۴۵۲۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ رنگ کا چیچک کا مریض آیا جس کی کھال چھلی ہوئی تھی' وہ جس شخص کے پاس بھی بیٹھتا وہ اس کو اٹھا دیتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۲۴۵۲۷)

سعید بن مسیب نے کہا مسلمان جب کسی غزوہ میں جاتے تو بیماروں اور اپاہجوں کو اپنے گھروں میں چھوڑ جاتے تھے اور اپنے گھروں کی چابیاں انہیں دے دیتے تھے اور وہ لوگ کہتے تھے کہ ہمارے لیے ان کے گھروں سے کھانا پینا حلال نہیں ہے' اور اس میں حرج سمجھتے تھے وہ کہتے تھے جب کہ وہ لوگ غائب ہیں تو ہمیں ان کے گھروں سے کھانا پینا جائز نہیں ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۱۹۸۷۶' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۴۸۶۴' مسند البزار رقم الحدیث:۲۲۴۱' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۰' الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۰۶-۲۰۵)

اولاد کے گھروں کو اپنا گھر فرمانا

اس آیت میں فرمایا ہے اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ۔ اس کی تفسیر میں ایک یہ قول ہے کہ تم اپنی

marfat.com
Marfat.com

...کے گھروں سے یا اپنی بیویوں کے گھروں سے کھاؤ تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:
عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے! آپ نے فرمایا تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے سو تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹' شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵۸' تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار رقم الحدیث: ۵۰۴۳)

امام طحاوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ بیٹے کا مال باپ کا مال ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بیٹا باپ کے قول سے خارج نہ ہو۔ ابوجعفر محمد بن العباس کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی عمران سے پوچھا اس حدیث کا کیا معنی ہے: ''تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے'' انہوں نے کہا یہ حضرت ابوبکر کے اس جواب کی مثل ہے یا رسول اللہ! میں خود اور میرا مال آپ کی ملکیت ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۷ ص ۱۳۹' دار بلنسیہ ریاض: ۱۴۲۰ھ)

وکیلوں کے لیے اپنے مؤکلوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت

نیز فرمایا: یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد کسی شخص کا وکیل اور اس کا قیم (کارمختار' منتظم' منیجر) ہے' جو اس کی زمین اور اس کے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کا انتظام کرتا ہو اور اس کی طرف سے اس کے امور اور معاملات کا ذمہ دار اور جواب دہ ہو' اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اس کی زمین کے پھلوں سے کھائے اور اس کے مویشیوں کا دودھ پیے۔
عکرمہ نے کہا جب کوئی شخص کسی کی چابیوں کا مالک ہو تو وہ اس کا خازن ہے تو وہ اس کی چیزوں سے تھوڑی سی چیز کھا سکتا ہے۔
سدی نے کہا ایک شخص دوسرے شخص کو اپنے طعام وغیرہ میں متصرف بنا دیتا ہے وہ اس میں سے کچھ کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۸۸۲-۱۹۸۷۹' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۱)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرنے میں رغبت رکھتے تھے' وہ اپنے گھروں کی چابیاں اپنے وکیلوں اور کفیلوں کو دے دیتے تھے' اور یہ کہہ دیتے تھے کہ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو وہ تم کھا لینا ہم نے تمہارے لیے اپنی چیزیں حلال کر دی ہیں' اور وکیل یہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے خوشی سے ہمیں اجازت نہیں دی' ہم ان کے مال کے امین ہیں' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۷۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام عبد بن حمید اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ اہل علم نے کہا کہ یہ آیت مسلمان امینوں کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جانے میں رغبت کرتے تھے' اور اپنی چابیاں اپنے امینوں کو دے دیتے تھے اور ان سے یہ کہتے تھے کہ ہم نے تمہارے لیے اپنے گھروں کی کھانے پینے کی چیزیں حلال کر دی ہیں' اور جن امینوں کو چابیاں دی تھیں وہ یہ کہتے تھے کہ ہرچند کہ انہوں نے اپنے گھروں کی چیزیں حلال کر دی ہیں لیکن ہم پر ان کی چیزیں

marfat.com
Marfat.com

حلال نہیں ہیں۔ ہم تو صرف ان کی چیزوں کے محافظ اور امین ہیں' وہ اس موقف پر قائم رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی' پھر وہ خوشی سے ان چیزوں کو کھانے لگے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت خواہ مل کر یا الگ الگ

اور فرمایا: یا اپنے دوست کے گھر سے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

حسن اور قتادہ کی یہ رائے تھی کہ ایک شخص اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور اس کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو کھا سکتا ہے' خواہ اس کا دوست گھر میں موجود نہ ہو لیکن اس کو وہاں سے چیزیں اُٹھا کر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ' ضحاک اور ابن جریج نے کہا یہ آیت بنولیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بنو کنانہ کے قبیلہ کا تھا' ان کا ایک شخص تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا حتیٰ کہ کوئی مہمان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے۔ بسا اوقات وہ شخص اپنے سامنے کھانا رکھ کر صبح سے شام تک بیٹھا رہتا تھا اور بعض اوقات اس کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں ہوتی تھیں اور وہ اس وقت تک ان کا دودھ نہیں پیتا تھا حتیٰ کہ کوئی شخص اس کے ساتھ دودھ پینے والا آجاتا۔ پس جب شام تک کوئی نہیں آتا تھا تو وہ انتظار کر کے کھا لیتا تھا۔

عکرمہ اور ابوصالح نے کہا یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے' تو ان کو اجازت دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں کھالیں تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۸۸' ۱۴۸۸۳' جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۸۸۹' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۲-۴۳۱' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۰۷-۲۰۶)

گھر میں دخول کے وقت گھر والوں کو سلام کرنا

اس آیت کے آخر میں فرمایا: پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو' اللہ سے اچھی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا گھروں سے مراد مسجد ہے' جب تم مسجد میں داخل ہو تو کہا کرو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصلحین۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۸۹۰' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۰۸)

زہری اور قتادہ نے کہا جب تم اپنے گھر داخل ہو تو کہو سلام علیکم۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۸۹۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۱۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۸۷' کتب اسلامی)

ابن جریج نے کہا عطا بن ابی رباح سے سوال کیا گیا کیا کسی شخص پر یہ حق ہے کہ جب وہ اپنے گھر جائے تو گھر والوں کو سلام کرے؟ انہوں نے کہا ہاں! (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۸۹۲)

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا سے پوچھا آیا کسی شخص پر واجب ہے کہ جب وہ گھر سے نکلے تو گھر والوں کو سلام کرے؟ عطا نے کہا میں اس کو واجب نہیں جانتا نہ کسی نے مجھ سے کہا یہ واجب ہے لیکن میرے نزدیک یہ مستحب ہے' اور میں سوائے بھول کے اس کو ترک نہیں کرتا۔ ابن جریج نے کہا میں نے عطا سے پوچھا اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو؟ انہوں نے کہا سلام کرو

marfat.com
Marfat.com

السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصلحین' السلام علی اھل بیت ورحمة الله. (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۸۹۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو' اور جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو' اور جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرتا ہے اور اپنے طعام پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کا ٹھکانہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے' اور جب تم میں سے کوئی شخص سلام نہیں کرتا اور نہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے تمہیں رات کا ٹھکانا اور کھانا مل گیا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۰' قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۱۵' کنز العمال ج ۱۵ ص ۳۹۹)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن قشیری متوفی ۴۶۵ ھ لکھتے ہیں:

مسلمان کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو تو اللہ کی طرف سے اپنے اوپر سلام بھیجے' یعنی اللہ کی طرف سے اپنے لیے امان اور سلامتی کو طلب کرے تاکہ وہ اللہ کی رضا کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے باز رہے' کیونکہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی پناہ میں آنے سے سستی کرے تاکہ اس کے اوپر ہمیشہ اللہ سبحانہ کی عصمت اور حفاظت سایہ افگن رہے اور وہ کسی شرعی مکروہ کام کو کرنے سے بچا رہے۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ

مومنین صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں' اور جب وہ کسی مجتمع ہونے والی

عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے' بے شک جو لوگ

يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا

آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں' پس جب وہ اپنے کسی

اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں' اور ان کے لیے اللہ سے

لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ

مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ

marfat.com
Marfat.com

بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ

قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو' بے شک اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تمہارے درمیان سے کسی کی

مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

آڑ میں چپکے سے نکل جاتے ہیں' سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جائے یا انہیں کوئی درد ناک عذاب پہنچ جائے ○ سنو بے شک اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ

اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اللہ کو خوب علم ہے تم جس حال میں ہو' اور جس دن وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹ ۱۵

تو وہ ان کے کیے ہوئے سب کاموں کی خبر دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مومنین صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقتاً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی مجتمع ہونے والی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے' بے شک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں' وہی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کے لیے چاہیں اجازت دے دیں' اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (النور: ۶۲)

امر جامع (مجتمع ہونے والی مہم) کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے جب وہ کسی امر جامع میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں:

امر جامع سے مراد جہاد کا لشکر ہے' یا پانچ وقت کی نماز ہے یا نمازِ جمعہ ہے یا نمازِ عید ہے یا کسی اہم کام کے لیے مشورہ کرنے کی مجلس ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر خطبہ دے رہے ہوتے اور اس وقت کوئی شخص اپنے کسی کام یا کسی ضرورت کی بناء پر مسجد سے جانا چاہتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو جاتا' آپ اس کو دیکھ کر جان لیتے کہ یہ اجازت لینے کے لیے کھڑا ہوا ہے' پھر آپ ان میں سے جس کو چاہتے اجازت دے دیتے۔

مجاہد نے کہا جمعہ کے خطبہ میں امام ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے دے' اہل علم نے کہا اسی طرح ہر وہ مہم جس میں مسلمان امام کے ساتھ جمع ہوں اس میں مسلمان امام کی اجازت کے بغیر اس مجلس سے نہ نکلیں' اور جب کوئی شخص اجازت طلب کرے تو امام کو اختیار ہے وہ چاہے تو اجازت دے اور چاہے تو اجازت نہ دے اور اجازت لینا اس وقت ضروری ہے جب کہ

marfat.com

Marfat.com

...ئی مانع پیش نہ آئے' مثلاً اگر مسجد کے اجتماع میں عورت کو حیض آ جائے یا کسی شخص کو احتلام ہو جائے تو وہ اجازت طلب کیے بغیر بھی جاسکتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ص ۲۳۴-۲۳۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ص ۲۶۵۴-۲۶۵۲' معالم التنزیل ج ۳ص ۳۳۳-۳۳۲)

...یری اور مریدی کے آداب

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صحیح العقیدہ عالم باعمل متبع شریعت کے ہاتھ پر بیعت ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۲۳' صحیح البخاری کتاب العلم باب:۱۰' کنز العمال رقم الحدیث:۲۸۶۷۹' التاریخ الکبیر للبخاری ج ۸ص ۲۱۸' الکاف الشاف للعسقلانی رقم الحدیث:۱۲۴) اور مریدین ایسے عالم کے سامنے ایسے ہیں جیسے اُمت نبی کے سامنے ہوتی ہے (کیونکہ حدیث میں ہے جس نے متقی عالم کی اقتداء میں نماز پڑھی اس نے گویا نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ علامہ شامی نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی تخریج نہیں مل سکی۔ ردالمحتار ج ۲ص ۲۱۸) پس مرید کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کی اجازت کے بغیر سانس بھی نہ لے' اور جس نے ایسے شیخ کی مخالفت کی وہ صدق کی بو بھی نہیں پا سکے گا' اور اگر اس سے کوئی مخالفت سرزد ہو جائے تو وہ اس سے معذرت کرے اور جب مرید شیخ سے معذرت کرے تو شیخ پر واجب ہے کہ وہ اس کی تقصیر معاف کر دے' کیونکہ مریدین شیخ کی اولاد کے قائم مقام ہیں شیخ پر واجب ہے کہ وہ اپنے احوال اور واردات سے اپنے مریدین پر توجہ کرے۔ (واضح رہے کہ جو بے علم ہو یا متبحر عالم نہ ہو اس کا مرید ہونا جائز نہیں ہے)

(لطائف الاشارات ج ۲ص ۳۷۶-۳۷۵ ملخصاً وموضحاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تمہارے درمیان سے کسی کی آڑ میں چپکے سے نکل جاتے ہیں' سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے O (النور:۶۳)

مشکل الفاظ کے معانی

یتسللون: اس کا مصدر تسلل ہے اور اس کا مادہ سل ہے اس کا معنی ہے تلوار سونتنا' اور تسلل کا معنی ہے چپکے سے سرک جانا یا کھسک جانا۔ (المفردات ج ۱ص ۳۱۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

لواذا: یہ لفظ لاوذ کا مصدر ہے' اس کا معنی ہے باہم ایک دوسرے کی آڑ لینا اور پناہ لینا۔ اس آیت کا معنی ہے کہ منافقین باہم ایک دوسرے کی آڑ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے یکے بعد دیگرے چپکے سے سرک جاتے ہیں یا کھسک جاتے ہیں۔ اسی مصدر سے ملاذ بنا ہے جس کا معنی ہے جائے پناہ۔ (المفردات ج ۲ص ۵۸۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاکید

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعظیم سے خطاب کرو' اور آپ کی خدمت میں ادب کو ملحوظ رکھو اور آپ کی خدمت میں تعظیم اور توقیر کو لازم رکھو' دارین کی سعادت آپ کی سنت کی اتباع کرنے میں ہے' اور دونوں جہانوں کی بدبختی آپ کی سنت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہے' اور آپ کی سنت کی مخالفت کرنے کی سب سے کم اور ہلکی سزا یہ ہے کہ انسان اللہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر اس کے لیے آپ کی سنت کی اتباع کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور اس کے دل سے فلاح دارین کے حصول کی خواہش ساقط ہو جاتی ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۲ص ۳۷۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

امام ابوالحسین بن مسعود الفرا البغوی التوفی ۵۱۶ھ دعاء الرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اس سے بچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر تمہارے خلاف دعا کریں کیونکہ آپ کی ناراضگی کی دعا تمہارے لیے مصائب کے نزول کا موجب ہے اور آپ کی دعائے ضرر کسی دوسرے کی بددعا کی طرح نہیں ہے' اور مجاہد اور قتادہ نے کہا آپ کو آپ کا نام لے کر نہ بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہو' یا محمد یا ابن عبداللہ نہ کہو لیکن آپ کو تعظیم اور تکریم سے بلاؤ اور نرمی اور تواضع کے ساتھ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہو۔

اور آپ کی مجلس سے کسی کی آڑ لے کر چپکے سے نہ کھسک جاؤ۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ خندق کے موقع پر نازل ہوئی کیونکہ منافقین خندق کھودتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بچا کر چپکے سے کھسک لیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لواذا کی تفسیر میں فرمایا: منافقین کسی کی اوٹ یا آڑ میں نکل جاتے تھے' کیونکہ منافقین پر جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سننا بہت دشوار تھا تو وہ کسی صحابی کی اوٹ میں چھپ کر مسجد سے نکل جاتے تھے' اس کا معنی اجازت کے بغیر چلے جانا بھی ہے' مجاہد نے کہا اگر تم بغیر اجازت کے چلے گئے تو تم کو دردناک عذاب ہوگا' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

لاتجعلوا دعاء الرسول کے تین محامل

لاتجعلوا دعاء الرسول کے مفسرین نے تین محامل بیان کیے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ضرر کو اپنی دعا پر قیاس نہ کرو' اس صورت میں دعا کی رسول کی طرف اضافت الی الفاعل ہے' دوسرا محمل یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عامیانہ انداز میں نام لے کر نہ بلاؤ اس صورت میں دعا کی رسول کی طرف اضافت الی المفعول ہے اور تیسرا محمل یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم کو بلائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنے بلانے کی مثل نہ قرار دو' کیونکہ تمہارے بلانے پر کسی کا جانا فرض نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے۔ اس صورت میں بھی دعا کی رسول کی طرف اضافت الی الفاعل ہے۔

اوّل الذکر دو تفسیریں ان مفسرین نے کی ہیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہارے خلاف دعا واجب القبول ہے تم اس سے بچو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۹۱۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۹۲۴' النکت والعیون ج ۴ ص ۱۲۸)

مجاہد نے کہا آپ کو یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۹۱۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۹۲۶' النکت والعیون للماوردی ج ۴ ص ۱۲۸)

یہ دو تفسیریں حسب ذیل کتب تفاسیر میں بھی ہیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۵' تفسیر الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۹۸' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۹۳' الوسیط ج ۳ ص ۳۳۱' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۳۹' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۱۱' روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۲۹' البحر المحیط ج ۸ ص ۷۵' الکشاف ج ۳ ص ۲۶۵' فتح القدیر ج ۴ ص ۷۸' فتح البیان ج ۶ ص ۶۲۵' تفسیر الخازن ج ۳ ص ۳۶۵' تفسیر المدارک علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۶۵)

ثانی الذکر تفسیر حسب ذیل مفسرین نے کی ہے:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر تاخیر سے جانے سے منع فرمایا ہے' جیسے ایک دوسرے کے بلانے پر تاخیر سے چلے جاتے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۱۲۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنے بلانے پر قیاس نہ کرو۔

(الکشاف ج ۳ ص ۲۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
مبرد اور قفال کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کے حکم کو ایسا نہ قرار دو' جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو کیونکہ آپ کے بلانے پر جانا فرض لازم ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا: سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

درج ذیل کتابوں میں بھی یہ تفسیر ہے:
(البحر المحیط ج ۸ ص ۵۷' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۹۳' شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۶ ص ۲۵۹' الکازرونی علی البیضاوی ج ۴ ص ۲۰۳' تفسیر ابو سعود ج ۴ ص ۴۸۸' فتح القدیر ج ۴ ص ۸۷' روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۲۹' تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۶۵)

نداء یا محمد پر اعتراض کے جوابات

مجاہد اور قتادہ کی تفسیر سے یہ گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کو یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کر بلاؤ۔ اس بناء پر بعض علماء نے لکھا ہے کہ یا محمد کہہ کر آپ کو نداء نہیں کرنی چاہیے' یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کر ندا کرنی چاہیے بلکہ جن احادیث میں آپ نے یا محمد کہنے کی تلقین کی ہے وہاں بھی یا رسول اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جب آپ کا رب آپ کو یا محمد کہہ کر نہیں پکارتا تو ہم غلاموں کی کیا مجال کہ ہم آپ کو آپ کا نام لے کر پکاریں اور ترک ادب کا ارتکاب کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہد اور قتادہ کی تفسیر میں یا محمد کہہ کر بلانے سے منع کیا ہے یا محمد کہہ کر آپ کو نداء کرنے سے منع نہیں کیا' اور ہم یا محمد کہہ کر نداء کے قائل ہیں کیونکہ نداء میں اس کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے جس کو نداء کی جارہی ہے اس کو بلانا مقصود نہیں ہوتا جیسے ہم یا اللہ کہتے ہیں تو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کو بلانا نہیں ہوتا بلکہ اس کی ذات کو اپنی اور اپنے حال کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے' اسی طرح جب ہم یا محمد کہتے ہیں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور آپ کو بلانا مقصود نہیں ہوتا' اور مجاہد اور قتادہ کی تفسیر میں یا محمد کہہ کر آپ کو بلانے سے منع فرمایا ہے اور آپ کو متوجہ کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ لفظ محمد کے دو لحاظ ہیں ایک اعتبار سے یہ آپ کا عَلَم اور نام ہے اور اس اعتبار سے آپ کو نداء کرنی منع ہے یعنی آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا منع ہے اور دوسرے اعتبار سے یہ آپ کی صفت ہے کیونکہ محمد کا معنی ہے جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور اس اعتبار سے آپ کو نداء کرنا اور آپ کو بلانا جائز ہے' اور مستند علماء نے ان دو لحاظوں کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

ويقال احمد فهو محمد كما يقال: علم فهو معلم وهذا علم وصفة اجتمع فيه الامران فی حقه صلى الله عليه وسلم.

کہا جاتا ہے اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے جس طرح کہا جاتا ہے اس نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے لہٰذا یہ (لفظ محمد) علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے حق میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔

(جلاء الافہام ص ۹۲' فیصل آباد)

نیز علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

والوصفية فيهما لاتنافی العلمية وان معناهما مقصود. (جلاء الافہام ص ۱۱۳' فیصل آباد)

محمد اور احمد میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان دونوں معنوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اوقصد به المعنى الوصفى دون المعنى العلمي. (مرقات ج ۱ ص ۵۱' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

جب حضرت جرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) مراد کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی ملا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔

لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو' لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہارِ محبت اور ذوق وشوق سے محض آپ کے نام کا نعرہ لگانا مقصود ہو' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

احادیث' آثار' علماء متقدمین اور علماء دیوبند سے نداء یا محمد کا ثبوت

امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطريق ينادون يامحمد يارسول الله يامحمد يا رسول الله.

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹' کراچی)

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد یا رسول اللہ۔

حافظ ابن کثیر' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يامحمداه.

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴' قدیم)

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶' بیروت)

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دُور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز مقصود نہ اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' کراچی)

اور آپ نے دعائے حاجت میں جو یہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے: يامحمد انى توجهت بك الى ربى "اے محمد (صلی

marfat.com
Marfat.com

وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' اس میں بھی یا محمد کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرانا مقصود ہے' امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' کہ حضرت جبرائیل نے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہو کر آپ سے کہا:

یامحمد اخبرنی عن الاسلام.
(صحیح مسلم ج ا ص ۲۷' کراچی)

اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتایئے۔

اس میں بھی یا محمد کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں تھا آپ کو متوجہ کرنا مقصود تھا اور قرآن مجید میں نام کے ساتھ بلانے کی ممانعت ہے' مطلقاً نداء کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کے نام کے ساتھ نداء بلانے کے لیے کی جاتی ہے نہ متوجہ کرنے کے لیے بلکہ محض اس کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کے لیے' اس کے نام کے ساتھ نداء کرتے ہیں جیسے کوئی شخص یا اللہ یا اللہ کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے جواز پر واضح دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبدالرحمن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذکر احب الناس الیک فقال یامحمد.

عبدالرحمٰن بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا' ان سے ایک شخص نے کہا: جو تم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو انہوں نے کہا یا محمد۔

(الادب المفرد ص ۲۵۰' مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)

اللہ تعالیٰ کا یا محمد فرمانا

امام بخاری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فقال الجبار یامحمد قال لبیک وسعدیک قال انه لایبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنة بعشرا مثالها فهی خمسون فی ام الکتاب وهی خمس علیک. (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱' کراچی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد! آپ نے کہا میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی' میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں' تو ہر نیکی دس گنی ہے' لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

امام مسلم' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

فلم ارجع بین ربی وبین موسی علیه السلام حتی قال یامحمد انهن خمس صلوات کل یوم ولیلة. (صحیح مسلم ج ا ص ۹۱' کراچی)

میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مسلسل آتا جاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

امام ترمذی' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

فاذا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورة فقال یامحمد قلت ربی لبیک قال فیم یختصم الملاء الاعلی. الحدیث قال ابو عیسی

اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر

marfat.com
Marfat.com

هذا حديث صحيح سالت محمد بن اسماعيل عن هذا الحديث فقال هذا صحيح.

رہے ہیں؟ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے' میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۶' کراچی)

نیز امام ترمذی حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

قال اتانی ربی فی احسن صورة فقال یامحمد قلت لبیک ربی وسعدیک. الحدیث.

میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا میرے رب نے کہا یا محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۶' کراچی)

یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی کے قدیم نسخوں کے متن میں درج ہیں' نور محمد نے اپنے ایڈیشن میں ان حدیثوں کو حاشیہ میں نسخہ کے عنوان سے درج کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں بھی یہ حدیثیں ترمذی کے متن میں درج ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے' اس میں ہے:

اتانی ربی عزوجل اللیلة فی احسن صورة احسبه یعنی فی النور فقال یامحمد تدری فیما یختصم الملاء الاعلی. الحدیث

ایک رات کو یعنی خواب میں میرے پاس میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں آیا اور فرمایا یا محمد! کیا آپ (از خود) جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸' بیروت)

امام احمد' عبدالرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

اتانی ربی عزوجل اللیلة فی احسن صورة قال یا محمد. (مسند احمد ج ۴ ص ۶۶' بیروت)

آج رات میرے پاس میرا رب عزوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا: یا محمد۔

امام بخاری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فیقال یامحمد ارفع راسک وقل یسمع لک وسل تعطه واشفع تشفع. (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸' کراچی)

پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے' کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹' سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات سے نداء یا محمد کا جواز

ہم نے پہلے وہ احادیث ذکر کیں جن میں حضرت جبریل' حضرت عبداللہ بن عمر اور عام صحابہ کرام نے یا محمد کہا اس کے بعد ہم نے صحاح ستہ کے حوالوں سے وہ احادیث ذکر کیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو یا محمد فرمایا ہے۔ اس لیے اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کا مالک اور مولیٰ ہونے کے باوجود آپ کو یا محمد کے ساتھ نداء نہیں کرتا تو ہم غلاموں کی کیا مجال کہ آپ کو یا محمد کے ساتھ نداء کریں۔ اعلیٰ حضرت نے بہ کثرت احادیث پیش کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے' دیگر انبیاء نے اور فرشتوں نے آپ کو یا محمد کے ساتھ نداء کی ہے اب ہم وہ نقول پیش کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

احمد وبیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سئل عنہا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعنی قوله عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا فقال ھی الشفاعة اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ومشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی ومسطور جن کی بعض انشاء اللہ تعالیٰ ہیکلِ دوم میں مذکور ہوں گی' اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انا لھا انا لھا ''میں ہوں شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے'' انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم سب سربہ گریباں وہ ساجد وقائم سب محلِ خوف میں وہ آمن وناعم سب اپنی فکر میں' انہیں فکر عوالم' سب زیر حکومت وہ مالک وحاکم بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے' ان کا رب انہیں فرمائے گا یامحمد ارفع راسک وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع ''اے محمد اپنا سر اُٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے'' اس وقت اوّلین وآخرین میں حضور کی حمد وثنا کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست دشمن موافق مخالف ہر شخص حضور کی افضلیت کبریٰ وسیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا والحمدلله رب العلمین. (تجلی الیقین ص ۳۵-۳۴' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۱ھ)

ابنِ عساکر وخطیبِ بغدادی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی' حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینه کقاب قوسین او ادنی وقال لی یامحمد ھل غمک ان جعلتک اخر النبیین قلت لا ربا(ب). قال فھل غم امتک ان جعلتھم اخر الامم قلت لا(یارب) قال اخبر امتک انی جعلتھم اخر الامم لافضح الامم عندھم ولا افضحھم عندالامم ''شب اسرا مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا' رب نے مجھ سے فرمایا' اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا تجھے کچھ برا معلوم ہوا کہ میں نے تجھے سب انبیاء سے متاخر کیا' عرض کی نہیں اے رب میرے! فرمایا کیا تیری اُمت کو غم ہوا کہ میں نے انہیں سب اُمتوں سے پیچھے کیا' میں نے عرض کی نہیں اے میرے رب! فرمایا اپنی امت کو خبر دے کہ میں نے انہیں سب امتوں سے اس لیے پیچھے کیا کہ اور اُمتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انہیں کسی کے سامنے رسوا نہ کروں۔''

(تجلی الیقین ص ۴۵' حامد اینڈ کمپنی لاہور)

ان دونوں حدیثوں میں اللہ عزوجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نداء فرمائے گا لہٰذا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور کا مالک ومولیٰ ہو کر آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا نہیں فرمائی تو ہم غلاموں کے لیے کب جائز ہوگا کہ آپ کو یا محمد کہہ کر پکاریں اور ترک ادب کے مرتکب ہوں!

حدیث موقوف مفصل مطول احمد وبخاری ومسلم وترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بخاری ومسلم وابن ماجہ نے انس اور ترمذی وابن خزیمہ نے ابوسعید خدری اور احمد وبزار وابن حیان وابویعلیٰ نے صدیق اکبر اور احمد وابویعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً الٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عبداللہ بن مبارک وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم وطبرانی نے بہ سند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت کی' ان سب کے الفاظ جدا جدا نقل کرنے میں طول کثیر ہے لہٰذا میں ان کے منتظم لفظوں کو ایک منتظم سلسلہ میں یکجا کر کے اس جان فزا قصہ کی تلخیص کرتا ہوں' وبالله التوفیق (الی قوله)

مطلوب بلند عزت ملجاء عاجزاں ماوائے بے کساں مولائے دو جہاں حضور پُر نور محمد رسول اللہ شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ واکمل تسلیمات اللہ وازکی تحیات اللہ وانمی برکات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعیالہ میں حاضر آئے اور بہ ہزاراں ہزار نالہائے زار ودل بے قرار وچشم اشکبار یوں عرض کرتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

یا محمد ویانبی اللہ انت الذی فتح اللہ بک وجئت فی ھذا الیوم امنا انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء اشفع لنا الیٰ ربک فلیقض بیننا الاتریٰ الیٰ مانحن فیہ الاتریٰ ماقد بلغنا ''اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتحیاب کیا اور آج آپ آمن و مطمئن تشریف لائے' حضور اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرمادے' حضور نگاہ تو کریں ہم کس درد میں ہیں' حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس حال کو پہنچے ہیں۔ (تجلی الیقین ص ۶۷-۶۷ ملخصا' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اس حدیث میں جو متعدد کتب حدیث سے نقل ہے یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اُمتی آپ کو یامحمد کے الفاظ سے نداء کریں گے سو اگر آپ کو یامحمد سے نداء کرنا موجب ترک ادب ہوتا تو آپ کے تمام اُمتی قیامت کے دن طلب شفاعت کے وقت آپ کو یامحمد کہہ کر نداء نہ کرتے' بلکہ یارسول اللہ کہہ کر ندا کرتے!

امام ابوزکریا یحییٰ بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قصہ ولادتِ اقدس میں فرماتی ہیں مجھے تین شخص نظر آئے' گویا آفتاب ان کے چہروں سے طلوع کرتا ہے ان میں ایک نے حضور کو اُٹھا کر ایک ساعت تک حضور کو اپنے پروں میں چھپایا اور گوشِ اقدس میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا' اتنی بات میں نے بھی سنی کہ عرض کرتا ہے ابشر یامحمد فما بقی لنبی علم الاوقد اعطیتہ فانت اکثرھم علما واشجعھم قلبا معک مفاتیح النصر قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرک الاوجل فوادہ وخاف قلبہ وان لم یرک یاخلیفۃ اللہ ''اے محمد! مژدہ ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو تو حضور ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں جو نصرت کی کنجیاں حضور کے ساتھ ہیں' حضور کو رعب دبدبہ کا جامہ پہنایا ہے' جو حضور کا نام پاک سنے گا اس کا جی ڈر جائے گا اور دل سہم جائے گا اگرچہ حضور کو دیکھا نہ ہو' اے اللہ کے نائب!'' ابن عباس فرماتے ہیں کان ذلک رضوان خازن الجنان ''یہ رضوان داروغہ جنت تھے'' علیہ الصلوۃ والسلام۔ (تجلی الیقین ص ۸۲-۸۱' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ معزز فرشتے جنت کے داروغہ رضوان نے آپ کو یامحمد کے ساتھ نداء فرمائی۔

شب اسراء حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا حدیث ابوہریرہ وحدیث انس وحدیث ابن عباس وحدیث ابن مسعود وحدیث ابی لیلیٰ وحدیث ابوسعید وحدیث ام ہانی وحدیث ام المومنین صدیقہ وحدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واثر کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم میں ہے' حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے کو جماعتِ انبیاء میں دیکھا' موسیٰ وعیسیٰ وابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو نماز پڑھتے پایا فحانت الصلوٰۃ فاممتھم ''پھر نماز کا وقت آیا میں نے ان سب کی امامت کی۔'' انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسائی کی روایت میں ہے جمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حین اممتھم ''میرے لیے انبیاء جمع کیے گئے' جبریل نے مجھے آگے کیا' میں نے امامت فرمائی۔'' ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے فلم البث الایسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن واقیمت الصلوۃ فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ بیدی جبریل فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال جبریل یامحمد اتدری من صلی خلفک قلت لاقال صلی خلفک کل نبی بعثہ اللہ ''مجھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بہت لوگ جمع ہو گئے مؤذن نے اذان کہی اور نماز برپا ہوئی' ہم سب صف باندھے منتظر تھے کہ کون امام ہوتا ہے' جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا' میں نے نماز پڑھائی' سلام پھیرا تو جبریل نے عرض کی' حضور نے جانا یہ کس کس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی؟ فرمایا نہ' عرض کی ہر نبی کہ خدا نے بھیجا حضور کے پیچھے نماز میں

marfat.com

Marfat.com

تھا طبرانی و بیہقی و ابن جریر و ابن مردویہ کی روایت موقوفہ میں ہے ثم بعث له ادم فمن دونه من الانبیاء فامهم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "حضور کے لیے آدم اور ان کے بعد جتنے نبی ہوئے سب اُٹھائے گئے' حضور نے ان کی امامت فرمائی' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (تجلی الیقین ص ۸۴-۸۳' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نداء فرمائی اگر یہ کلمہ موجب توہین اور موجب ترک ادب ہوتا تو حضرت جبریل آپ کو یا محمد کہہ کر ندا نہ کرتے بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر نداء کرتے!

اعلیٰ حضرت نے حدیث کی جتنی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں سے کسی کی صفحہ وار تخریج نہیں فرمائی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قدیم علماء میں اس طرح تخریج کا رواج نہ تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کتب اس وقت تک چھپی نہ تھیں خصوصاً امام ابن عساکر' امام ابن ابی عاصم' امام ابن ابی حاتم اور امام ابو یعلیٰ' وغیرہ کی کتابیں' غالباً یہ تمام حوالے اعلیٰ حضرت نے حافظ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ سے چن چن کر نقل فرمائے ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا عام اسلوب یہی ہے۔ رہا یہ کہنا کہ جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا محمد کہنے کی تلقین فرمائی ہو اس میں بھی یا محمد کے بجائے یا رسول اللہ کہنا چاہیے سو یہ ہماری سمجھ سے ماورا ہے۔ ہمارا مقصد صرف اتنا تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تصریحات سے نداء یا محمد کا جواز ثابت کیا جائے' الحمد للہ ہم نے احادیث' آثار' علماء اسلاف' علماء دیوبند اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات سے ندائے یا محمد کا جواز ثابت کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو بے شک اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اللہ کو خوب علم ہے تم جس حال میں ہو' اور جس دن وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ ان کے کیے ہوئے سب کاموں کی خبر دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے○ (النور: ۶۴)

اللہ تعالیٰ کے خالق اور مستحق عبادت ہونے پر دلیل

الوہیت کا مدار دو چیزوں پر ہے' علم پر اور قدرت پر۔ ضروری ہے کہ خدا کو اپنی تمام مخلوق کا علم ہو' اگر اس کو علم نہ ہو تو اس کو پتا نہیں چلے گا کہ اس کی مخلوق اس کے احکام پر عمل کر رہی ہے یا نہیں کر رہی' اور اگر اس کو اپنی پوری مخلوق کا علم ہو اور ان پر قدرت نہ ہو تو اس کی مخلوق میں سے جو اس کی نافرمانی کرے تو وہ ان سے مواخذہ اور ان پر گرفت نہیں کر سکتا' اس لیے مخلوق کی فرماں برداری کرنے پر ان کو جزا اور انعام دینے کے لیے اور ان کی نافرمانی کرنے پر ان کو سزا اور عذاب دینے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مخلوق کا علم بھی ہو اور ان پر قدرت بھی ہو۔ اس آیت کے پہلے جز میں فرمایا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت میں ہے' اس میں تمام مخلوق پر قدرت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے جز میں فرمایا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' اس میں تمام مخلوق کے علم کی تصریح ہے' اور جس کو تمام کائنات پر قدرت ہو اور جس کو تمام کائنات کا علم ہو وہی اس لائق ہے کہ اس کو تمام کائنات کا خدا' خالق' مدبر اور سب کی عبادتوں کا مستحق قرار دیا جائے اور تسلیم کیا جائے اور اسی کی خدائی پر ایمان لایا جائے۔

سورۃ النور کے اختتامی کلمات

سورۃ النور کی تفسیر ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۱ء کو بہ روز اتوار شروع کی تھی اور آج ۱۸ شعبان ۱۴۲۲ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۱ء بہ روز پیر' ایک ماہ اٹھارہ دن بعد ختم ہوگئی فالحمد للہ رب العلمین علی ذالک۔

marfat.com
Marfat.com

الٰہ العالمین جس طرح آپ نے اس کام کو یہاں تک پہنچا دیا ہے محض اپنے کرم اور فضل سے اس کو مکمل بھی کرا دینا اور
جس طرح اپنی عنایت سے اس کام کو شروع کرنے کی توفیق دی ہے اس کام کو تمام و کمال تک بھی پہنچا دینا۔
شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو حاسدین اور معاندین کے شر سے محفوظ رکھنا اور ان کو تا قیام قیامت مؤثر' مفید اور فیض آفریں رکھنا' میری' میرے والدین' میرے اعزہ' اقارب' احباب اور معاونین' ان کے ناشر' مصحح' کاتب' کمپوزر اور جلد ساز کی مغفرت فرمانا' دنیا اور آخرت میں عزت اور سرفرازی عطا فرمانا اور لوگوں کی نگاہوں میں شرمسار نہ کرنا' صرف اپنا محتاج رکھنا اور دنیا میں کسی کا محتاج نہ کرنا' صحت' عافیت' ایمان اور اعمال صالحہ سے تا دم مرگ قائم رکھنا' گناہوں سے بچائے رکھنا' مرنے سے پہلے اپنے محبوب ومکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عطا فرمانا اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت عطا فرمانا' میں ان دعاؤں کی استجابت کے لائق تو نہیں لیکن آپ کا عفو اور کرم بہت وسیع ہے سو مجھے مایوس اور شرمندہ نہ فرمانا۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين' امام المرسلين اوّل الشافعين والمشفعين وعلٰى آله الطيبين الطاهرين واصحابه الكاملين الراشدين وازواجه امهات المومنين' واولياء امته وعلماء ملته من المحدثين والمفسرين والفقهاء والمجتهدين وسائر المسلمين اجمعين.

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الفُرْقَانِ

(۲۵)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الفرقان

سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الفرقان ہے اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدا میں الفرقان کا ذکر ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًاۙ (الفرقان:۱) وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں والوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں۔

عہد رسالت میں بھی اس سورت کو سورۃ الفرقان کہا جاتا تھا:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا' میں نے غور سے ان کی تلاوت سنی' وہ اس میں بہت سے ایسے حروف پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے' قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے تک صبر کیا' پھر میں نے ان کو ان کی چادر سے پکڑ کر کھینچا اور کہا میں نے تم کو نماز میں جس طرح سورت پڑھتے ہوئے سنا تھا اس طرح تم کو کس نے سورت سکھائی تھی؟ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سورت سکھائی ہے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو' کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت تمہاری قرأت کے علاوہ دوسری طرح سکھائی ہے' پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' اور میں نے کہا میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف پر آپ نے مجھے یہ سورت نہیں سکھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو' پھر فرمایا: اے ہشام! تم پڑھو! انہوں نے اس سورت کو اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان سے اس سورت کو پڑھتے ہوئے سنا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر فرمایا: اے عمر تم پڑھو۔ پس میں نے وہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح آپ نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے' تم کو جو حروف آسان لگیں تم ان پر پڑھو۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۹۲-۲۴۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۳۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ وارد ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سات حروف کی تشریح کر دیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سات حروف میں قرآن مجید کو نازل کرنے کی حکمت یہ تھی کہ پڑھنے والے کے لیے آسانی ہو اور پڑھنے والا ایک لفظ کی جگہ اس کے مترادف کو پڑھ سکے خواہ یہ سات حروف ایک ہی لغت سے ہوں کیونکہ حضرت ھشام اور حضرت عمر دونوں کی ایک لغت تھی اور وہ لغت قریش تھی' اس پر حافظ ابن عبدالبر نے متنبہ کیا ہے انہوں نے کہا سات حروف سے مراد یہ ہے کہ لغت قریش کے سات مترادفات تک قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے اور اکثر اہل علم کا یہی مختار ہے۔

ابو عبید اور دوسروں نے یہ کہا کہ سات حروف سے مراد سات لغات ہیں' ابن عطیہ کا بھی یہی مختار ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عرب کی لغات تو سات سے زیادہ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سات فصیح لغات مراد ہیں' اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید سات لغات پر نازل ہوا ہے۔ ان میں سے پانچ لغات یہ ہیں: عجز ھوازن' سعد بن بکر' جشیم بن بکر' نصر بن معاویہ اور ثقیف اور بقیہ دو کعب قریش اور کعب خزاعہ ہیں۔ ابو حاتم سجستانی نے کہا سات لغات یہ ہیں: قریش' ھذیل' تیم الرباب' الازد' ربیعہ' ھوازن اور سعد بن بکر' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا ہے۔

(ابراہیم: ۴)

اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تمام لغات قریش کے قبائل کی ہوں' ابو علی ھوازی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

ابو عبید نے کہا سات لغات پر قرآن مجید نازل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ سات لغات پر پڑھا جائے گا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ سات لغات متفرق طور پر پائی جاتی ہیں۔ پس بعض الفاظ لغت قریش پر ہیں اور بعض الفاظ لغت ھذیل پر ہیں اور بعض الفاظ لغت ھوازن پر ہیں اور بعض الفاظ لغت یمن پر ہیں اور بعض الفاظ دوسری لغات پر ہیں۔

امام ابن قتیبہ وغیرہ نے یہ کہا کہ قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کو سات مختلف قراءتوں اور سات مختلف طریقوں سے پڑھا گیا اور یہ قرءات ایک دوسرے سے متغایر ہیں' ان کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

(۱) لفظ کی حرکت متغیر ہو جائے اور اس کا معنی اور اس کی صورت متغیر نہ ہو جیسے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۚ (البقرہ: ۲۸۲) اس کو "ر" کی پیش کے ساتھ ولا یضارُ کاتب ولا شھید بھی پڑھا گیا ہے لیکن اس لفظ کے معنی اور اس کی صورت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔

(۲) لفظ کا صیغہ متغیر ہو جائے جیسے رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (سبا: ۱۹) میں باعد امر کا صیغہ ہے اس کو بٰعد ماضی کے صیغہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

(۳) نقطہ کو ترک کرنے سے تغیر ہو جیسے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا (البقرہ: ۲۵۹) اس کو ننشرھا بھی پڑھا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۴) ایک لفظ کو اس کے قریب المخرج لفظ کے ساتھ بدلنے سے تغیر ہو جیسے وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ (الواقعہ:۲۹) کو طلع منضود بھی پڑھا گیا ہے۔

(۵) مقدم لفظ کو مؤخر کر دینے سے تغیر ہو جیسے وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ (ق:۱۹) کو جاءت سکرۃ الحق بالموت بھی پڑھا گیا ہے۔

(۶) آیت میں کسی لفظ کو زیادہ کرنے یا کم کر دینے سے تغیر ہو کم کرنے کی مثال یہ آیت ہے: وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۙ (الیل:۳-۱) اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا ہے: والیل اذا یغشی ο والنہار اذاتجلی ο والذکر و الانثی ο اور زیادتی کی مثال یہ آیت ہے: وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۙ (الشعراء:۲۱۴) اس کے ساتھ ان الفاظ کو زیادہ کر کے پڑھا گیا ہے: ورھطک منھم المخلصین ο

(۷) کسی لفظ کے دوسرے مترادف لفظ کے ساتھ تبدیل کر دینے سے تغیر ہو جیسے كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ (القارعۃ:۵) کو الصوف المنفوش بھی پڑھا گیا ہے۔

یہ مستحسن وجہ ہے لیکن قاسم بن ثابت نے اس کو مستبعد قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا اس طرح قرآن مجید کو پڑھنے کی رخصت اس وقت تھی جب قرآن مجید کو لکھا نہیں جاتا تھا اور اس کا رسم الخط متعین نہیں ہوا تھا اور اس وقت پڑھنے والے حروف کو صرف ان کے مخارج سے پہچانتے تھے اور ننشزھا اور ننشرھا کو لکھنے کی صورت بھی ملتی جلتی ہے اور ان کے معنی بھی متقارب ہیں اس لیے ننشزھا کی جگہ ننشرھا پڑھ لیا جاتا تھا لیکن اب چونکہ قرآن مجید کا رسم الخط متعین ہو گیا ہے اس لیے اب اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے۔ تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان سے اختلاف کیا ہے' انہوں نے کہا اس سے ابن قتیبہ کا موقف کمزور نہیں ہوتا' اور یہ چیزیں صرف استقرار سے معلوم ہیں' یعنی ان پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے کہ وہ مصحف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں معین ہو چکا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق تمام مصاحف کو لکھنے کا حکم دیا اور تمام لوگوں کو اس پر مجتمع کیا اور اس کے ماسوا تمام مصاحف کو ختم کرا دیا تا کہ اختلاف کا مادہ بالکل باقی نہ رہے۔ لہٰذا اب جس مصحف کا خط اس مصحف عثمانی کے خلاف ہو وہ منسوخ اور مرفوع کے حکم میں ہے اور اب اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا اب کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مصحف عثمانی کے خلاف لکھے یا پڑھے (اور اب تمام دنیا میں اسی مصحف کا رواج ہے اور یہی تواتر سے ثابت ہے اور یہی قرآن ہے اور اس کے ماسوا قرآن نہیں ہے) حافظ عسقلانی نے اس کے بعد بہت طویل بحث لکھی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ امام بغوی نے جو کچھ لکھا ہے' وہی راجح اور معتمد ہے کیونکہ امام بغوی فقیہ' محدث اور مقری ہیں۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹-۳۲' ملخصاً' ملتقطاً و موضحاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر الباقلانی نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سات حروف وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر اور مشہور ہوئے اور اُمت نے ان کو منضبط کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جماعت صحابہ نے ان کو مصحف میں ثابت رکھا' اور ان کے صحیح ہونے کی خبر دی اور ان میں سے ان حروف کو حذف کر دیا جو متواتر نہیں تھے اور کبھی ان حروف کے معانی مختلف ہوتے ہیں اور کبھی الفاظ' اور یہ حروف آپس میں متعارض اور متنافی نہیں ہیں۔

امام طحاوی نے ذکر کیا کہ ان سات حروف پر پڑھنا صرف ابتداء اسلام میں تھا کیونکہ عرب کے تمام قبائل کو ایک لغت پر

marfat.com
Marfat.com

مجتمع کرنے میں مشقت تھی اس ضرورت کی بناء پر ان کو اپنی اپنی لغت پر پڑھنے کی اجازت دی گئی اور جب اسلام بہت پھیل گیا اور کتاب کی اشاعت ہوگئی اور ضرورت نہ رہی تو پھر صرف ایک قرأت رہ گئی۔

ابوعبید اللہ بن ابی صفرہ نے کہا یہ سات قرءات وہ ہیں جو ان سات حروف میں سے ایک حرف (لغت) پر ہیں جن کا حدیث میں ذکر ہے اور یہ وہی حرف ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف میں جمع کیا ہے۔

امام مازری نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ ان سات حروف سے مراد سات مختلف معانی ہیں جیسے احکام امثال اور قصص وغیرہ تو اس کا یہ قول غلط ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر پڑھنا جائز ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ایک آیت کو اس جیسی دوسری آیت سے بدل کر پڑھنا حرام ہے اور جس نے کہا کہ غفور رحیم کو سمیع بصیر سے بدل کر پڑھنا جائز ہے اس کا قول بھی فاسد ہے کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو متغیر کر کے پڑھنا حرام ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۳۶۰ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ عہد رسالت میں اس سورت کو سورۃ الفرقان کہا جاتا تھا اس سلسلہ میں ایک اور حدیث یہ ہے:

حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ نے سورہ فرقان پڑھی' اور ایک آیت آپ سے رہ گئی' سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا کیا قوم میں اُبی ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا میں نے ایک آیت چھوڑ نہیں دی؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا پھر تم نے مجھے لقمہ کیوں نہیں دیا؟ حضرت اُبی نے عرض کیا: میں سمجھا یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ مجھ سے رہ گئی تھی۔

(المعجم الاوسط ج ۷ ص ۲۱۲' رقم الحدیث: ۶۴۰۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۱۶' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰-۶۹)

سورۃ الفرقان کا زمانۂ نزول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابن الفرس نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک سورۃ الفرقان مکی ہے اور الضحاک نے کہا کہ یہ مدنی ہے۔

(الاتقان ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے تین آیات مستثنیٰ ہیں وہ یہ ہیں: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ (الفرقان: ۷۰-۶۸' روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۳۷)

لیکن یہ روایت صحیح نہیں جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

قاسم بن ابی بزہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا' کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے پھر میں نے ان کے سامنے سورۃ الفرقان کی یہ آیت پڑھی: ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق' سعید بن جبیر نے کہا میں نے حضرت ابن عباس کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی جس طرح تم نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا یہ آیت مکی ہے اس کو مدنی آیت نے منسوخ کر دیا جو سورۃ النساء میں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۶۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۶۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم

marfat.com
Marfat.com

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۲ (بیالیس) ہے' یہ سورۃ یٰسٓ کے بعد اور سورۃ فاطر سے پہلے نازل ہوئی اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۵ (پچیس) ہے۔

امام ابن جریر اور امام رازی نے ضحاک بن مزاحم اور مقاتل بن سلیمان کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ سورت' سورۃ النساء سے آٹھ سال پہلے اُتری تھی' اس حساب سے بھی اس کا زمانہ نزول دور متوسط قرار پاتا ہے۔

(ابن جریر جلد ۱۹ ص ۲۸-۳۰' تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۴۵۸' طبع قدیم)

سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی باہمی مناسبت

سورۃ النور اس مضمون پر ختم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور سورۃ الفرقان کی ابتدا بھی اسی مضمون سے ہوئی ہے۔

سورۃ النور کی آخری آیت ہے:

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (النور: ۶۴)

سنو بے شک آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

سورہ نور کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو واجب کیا تھا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥ (النور: ۶۳)

سو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی آفت پہنچ جائے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

اور سورہ نور کی ابتداء میں اس آسمانی دستور کا ذکر فرمایا جس کی اطاعت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے ہیں:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ٥ (الفرقان: ۱)

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں ٥

اور سورۃ الفرقان کی ابتدا میں ہے:

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الفرقان: ۲)

وہ ذات جس کی سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں۔

سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر تین قسم کے دلائل قائم فرمائے' آسمان اور زمین کی تخلیق اور ان کے احوال اور آثار سے استدلال فرمایا۔ (النور: ۴۲) اور بارش' برف باری اور ژالہ باری سے استدلال فرمایا۔ (النور: ۴۳) اور حیوانات کے احوال اور آثار سے استدلال فرمایا۔ (النور: ۴۵) اور سورۃ الفرقان میں سایوں کو پھیلانے' دن اور رات کے تواتر اور تعاقب' برسانے والی ہواؤں' بارشوں کے نازل فرمانے اور حیوانات کے پیدا کرنے سے اپنی توحید اور تخلیق پر استدلال فرمایا۔ نیز انسانوں کے پیدا کرنے' کھاری اور میٹھے پانیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ مخلط نہ ہونے' آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے' عرش پر مستوی ہونے' آسمانوں میں بروج بنانے' سورج اور چاند کو پیدا کرنے اور اس نوع کے دیگر امور کی تخلیق سے اپنی توحید' اپنے مدبر اور حاکم ہونے پر استدلال فرمایا۔ (الفرقان: ۴۵-۶۱) اور ان دونوں سورتوں میں کافروں کے اعمال کا بے حقیقت ہونا

marfat.com
Marfat.com

بیان فرمایا ہے۔

سورۃ النور میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ (النور:۳۹) اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں اس چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں جس کو پیاسا شخص پانی گمان کرتا ہے۔

اور سورۃ الفرقان میں فرمایا:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان:۲۳) اور کافروں نے (اپنے زعم میں) جو بھی (نیک) عمل کیے تھے ہم نے ان کو فضاء میں بکھرے ہوئے غبار کے باریک ذرات بنا دیا۔

سورۃ النور کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے کرنے اور اپنی حاکمیت کی شان کا ذکر فرمایا:

وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ (النور:۶۴) اور جس دن لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے سو اس دن وہ ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا۔

اور سورۃ الفرقان کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حاکمیت اور اپنی سلطنت کی شان اور اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی ہے:

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (الفرقان:۲) وہ ذات جس کی سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی' جس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ایک مقرر کردہ اندازے پر رکھا۔

اور یوں سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی ابتدا اور انتہا میں معنوی اتصال ہے اور ان دونوں کے درمیان مضامین میں گہری مناسبت ہے' دونوں کے درمیانی مضامین میں توحید کے دلائل ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تاکید ہے اور کافروں کے اعمال کی بے مائیگی اور ان کا رائیگاں ہونا بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الفرقان کے مشمولات

☆ اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی تمجید بیان کی گئی ہے اور اس کی اوّلیت اور وحدانیت کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

☆ قرآن مجید کی جلالت شان کو بیان فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو تمام لوگوں کے لیے وجہ احسان قرار دیا ہے۔

☆ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں' آپ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے' اور آپ کی نبوت کے صدق کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ آپ گزشتہ رسولوں کے طریقہ پر ہیں اور آپ کا دین کی تبلیغ کرنا دنیا کمانے کی وجہ سے نہیں ہے۔

☆ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کو بیان کیا گیا ہے' نیکو کاروں کو آخرت میں ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور بدکاروں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور مشرکین کو یہ بتایا ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے زعم میں جو نیک کام کیے تھے وہ آخرت میں رائیگاں چلے گئے۔ انہوں نے چونکہ شرک کیا تھا اور رسولوں کی تکذیب کی تھی اس لیے آخرت میں ندامت کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

marfat.com
Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور صرف اسی کے خالق اور مدبر ہونے پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو یا اس کا کوئی شریک ہو اور بتوں کی الوہیت کو باطل کیا گیا ہے' ان کے زعم میں فرشتے اللہ کی بیٹیاں تھیں اس کو بھی باطل کیا گیا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعوت اور ارشاد میں اور کافروں کا مقابلہ کرنے میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے۔

☆ آپ کو صبر وضبط پر قائم رکھنے کے لیے یہ بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم' حضرت نوح کی قوم' عاد اور ثمود' اصحاب الرس اور حضرت لوط کی قوم نے بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تھا اور دل آزار باتیں کی تھیں' سو آپ اپنی قوم کی تکذیب اور ان کی دل آزار باتوں سے نہ گھبرائیں۔

☆ جو مومنین اللہ پر توکل کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں سختیوں کو برداشت کرتے ہیں' ان کی تعریف اور ستائش کی ہے' ان کے محاسن اخلاق ان کی خوبیوں اور نیک عادتوں کی مدح کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ مکذبین پر عنقریب عذاب نازل ہونے والا ہے۔

سورۃ الفرقان کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم اب اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر کو شروع کرتے ہیں الٰہ العلمین! اس تفسیر میں مجھ سے وہی کچھ لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو چیز غلط اور باطل ہو اس کا کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے خوف کے بغیر رد اور ابطال کرا دینا' اسرار قرآن اور اس کے نکات مجھ پر کھول دینا' اس تفسیر کے دوران مجھے ایمان اور اعمال صالحہ پر برقرار رکھنا معاندین اور حاسدین کے شر سے محفوظ رکھنا' اس تفسیر کو تا قیام قیامت مقبول عام مفید اور فیض آفرین رکھنا' اور اس خدمت کو محض اپنی رضا کے لیے برقرار رکھنا۔ آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین سید الشافعین والمشفعین صلوات اللہ علیہ وتسلیماتہ علیہ وعلی آلہ الطاھرین واصحابہ الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المومنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵
فیڈرل بی ایریا' کراچی ۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com
Marfat.com

سورة الفرقان مكية ۲۵ آياتها ۷۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — ركوعاتها ۶

سورۃ الفرقان مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس کی ستتر آیات چھ رکوع ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ ①

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے)

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ

ڈرانے والے ہوں ○ وہ ذات جس کی سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں' اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کی

لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ②

سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ایک مقرر کردہ اندازے پر رکھا ○

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا

اور لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً

وہ اپنے لیے کسی ضرر اور نفع کے مالک ہیں اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے

وَّلَا نُشُوْرًا ③ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَ

اور نہ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے ○ اور کافروں نے کہا یہ قرآن تو صرف من گھڑت بات ہے جس کو اس

اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۛ ④ وَقَالُوْۤا معانقة ۱۰ عند المتاخرين ۱۲

(رسول) نے گھڑ لیا ہے' اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے' سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا ○ اور

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤

انہوں نے کہا یہ گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوا لیا جو اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں ○

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ

آپ کہیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے' بے شک وہ

marfat.com
Marfat.com

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ

بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور کافروں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے

وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ

اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب سے)

نَذِيْرًا ⑦ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ

ڈرانے والا ہوتا! O یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ

مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧

کھاتا اور ظالموں نے کہا تم صرف ایک جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو O

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

بھلا آپ دیکھیے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں گھڑ رکھی ہیں پس وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے اب وہ کسی طرح ہدایت

ع ۱ ۹ ۱۶ سَبِيْلًا ⑨ ع

پر نہیں آ سکتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ کے معانی

مفسرین نے اس سورت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حسب ذیل معانی بیان کیے ہیں:

(۱) اس ذات کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کی عظمت ہر چیز کو محیط ہے اور جس کا علم ہر چیز کو شامل ہے وہ رحمٰن ہے جس کے فرقان کی نعمت تمام مومنوں اور کافروں کو عام ہے' وہ رحیم ہے جس نے اپنی رضا کا لباس اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا پہنا دیا۔

(۲) اللہ کے نام سے جس کے نام کی جلالت پر اس کے افعال کی جلالت شاہد ہے اور اس کے جمال کا افضال ناطق ہے' اس کی ذات اور صفات پر اس کی آیات دلالت کرتی ہیں۔

(۳) اللہ کے نام سے جس کے نام کی عزت اس کے افعال کی قدرت سے پہچانی گئی اس کے فضل اور اس کی نصرت سے اس کے نام کا کریم ہونا معلوم ہوا۔

(۴) اللہ کے نام سے جس کے نام کی عزت کو عقلاء نے اس کے افعال کی دلالت سے پہچانا' اس کے جمال کے لطف اور اس کے جلال کے کشف سے اس کی سخاوت کو پہچانا۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) اللہ کے نام سے جو عزیز ہے جو اس سے دعا کرتا ہے وہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے جو اس پر توکل کرے وہ اس کو کافی ہوتا ہے' جو اس سے شکایت کرے وہ اس کی شکایت کو زائل کرتا ہے' جو اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرتا ہے اور عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والے ہوں ○ (الفرقان: ۱)

تبارک' الفرقان' النذیر اور العلمین کے معانی

تبارک: فراء نے کہا تبارک وتقدس دونوں کا معنی واحد ہے۔ یعنی عظمت والا' زجاج نے کہا اس کا معنی ہے برکت والا اور برکت کا معنی ہے ہر قسم کی خیر کی کثرت۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی عطا زیادہ اور بہت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا انعام دائم اور ثابت ہے' اللہ تعالیٰ کے اسماء میں لفظ مبارک کو شامل کرنے میں اختلاف ہے۔

الفرقان: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر آسمانی کتاب ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ. بالتحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو الفرقان عطا کیا۔

(الانبیاء: ۴۸)

قرآن مجید کو الفرقان فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق اور باطل اور مومن اور کافر میں فرق کرنے والا ہے' اور اس میں حلال اور حرام کاموں کا فرق کیا گیا ہے۔

النذیر: جو دنیا کی ہلاکت اور آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہو۔

للعلمین: اس سے مراد انسانوں اور جنات کا عالم ہے' کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور ان کو عذاب سے ڈرانے والے تھے' اور آپ خاتم الانبیاء ہیں حضرت نوح طوفان کے بعد سب انسانوں کے رسول تھے اور آپ سب انسانوں اور جنات کی طرف رسول ہیں۔ آپ کے علاوہ اور کسی نبی کی رسالت میں عموم اور شمول نہیں ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں۔ حدیث میں ہے:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا' سو میری اُمت میں سے جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے' اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا' اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۲' تحفۃ الاخیار شرح مشکل الآثار رقم الحدیث: ۳۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے' اور رعب سے میری مدد کی گئی اور غنیمتوں کو میرے لیے حلال کر دیا گیا' اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلۂ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۲۳۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۳۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲' شرح السنۃ رقم الحدیث:۳۶۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا' اور (پہلے) انبیاء اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ محراب میں نہ پہنچ جائیں' اور ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے' میرے سامنے مشرکین ہوتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیتا ہے' اور پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام جنات اور انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا' اور پہلے نبی خمس کو الگ نکال کر رکھ دیتے تھے پھر آگ اس کو آ کر کھا جاتی تھی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خمس کو اپنی اُمت کے فقراء میں تقسیم کر دوں' اور کسی نبی نے اپنی دی گئی شفاعت کو باقی نہیں رکھا اور میں نے اپنی شفاعت کو اپنی اُمت کے لیے مؤخر کر رکھا ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث:۲۷۴۲' دار الفکر' مسند البزار رقم الحدیث:۳۴۶۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۱۰۸۵' ۱۱۰۴۷' مجمع الزوائد رقم الحدیث:۱۳۹۴۷)

حضرت یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ اوفسقۃ فی الجن والانس. (۱)

ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے جنات اور انسانوں میں سے کافروں اور فاسقوں کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ذات جس کی سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں' اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو مقرر کردہ اندازہ پر رکھا○ (الفرقان:۲)

اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کی تمہید

ان آیتوں سے مقصود عامۃ المسلمین کو اللہ سبحانہ کی اس قدرت شاملہ سے ڈرانا ہے جو اس کے علم محیط کو مستلزم ہے جس علم کی وسعت پر قرآن کریم سے دلالت کرائی گئی ہے جو اس کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجد اور خالق نہیں ہے سو وہی حق ہے اور اس کا ماسوا باطل ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ عزوجل نے یہ بتایا وہ برکت والا ہے جس نے اپنے عبد مکرم پر فرقان کو نازل فرمایا جو حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے اور منافقین جو کچھ چھپاتے ہیں اور اپنے مکر اور کفر کو باطن میں رکھتے ہیں اس پر مطلع کرنے والا ہے تاکہ وہ عبد مکرم تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہو جائیں اور وہ مسلمانوں کو منافقین کی سازشوں سے خبردار کریں۔

فرقان کا اجمالی طور پر ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل شروع فرمائی اور اس تفصیل کو ترتیب سے شروع فرمایا پہلے اللہ سبحانہ کے اوصاف شروع کیے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی سلطنت ہے وہ جس کو چاہتا ہے رسول بنا کر بھیج دیتا ہے' اس لیے آسمانوں اور زمینوں میں اس نے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا کسی کو اس کا انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی جو اس کے رسول پر اپنی برتری جتائے اور نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے جو اس کے رسول پر کوئی اعتراض کرے' اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے اور جب سب اس کی مخلوق ہیں تو مخلوق میں

(۱) عوام میں یہ حدیث ان الفاظ سے مشہور ہے کل شیء یعرفنی انی رسول اللہ لیکن یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

سے کون اس کی اولاد یا اس کا شریک ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے' پھر اس نے ہر چیز کو ٹھیک ٹھیک انداز سے بنایا اور جو چیز جس مرتبہ کے لائق تھی اور جس چیز میں جیسی استعداد تھی اس چیز کو اسی مرتبہ اور اسی وصف پر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ وہ اپنے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک ہیں اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے O (الفرقان ۳)

شرک کی پستی

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ علم رکھا تھا کہ ان کا کوئی خالق ہے اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان تمام مخلوقات سے ماورا ہے کیونکہ وہ اگر ان ہی کی جنس سے ہوتا تو ان کی طرح مخلوق ہوتا ان کا خالق نہ ہوتا اور تمام مخلوق کا ایک نمط اور ایک نہج پر ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی ایک ہے' اور اس تمام کائنات کا نظم واحد پر قائم رہنا یہ بتاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق اور ناظم بھی واحد ہے' لیکن بیشتر لوگوں نے اس مشاہدہ سے صحیح رہ نمائی حاصل نہیں کی اور بھٹک گئے اور بہت کم تر اور اسفل چیزوں کو اپنا خالق اور معبود مان لیا اللہ تعالیٰ نے دون کا لفظ فرمایا جس کا معنی بہت پست اور بہت اسفل ہے یعنی اللہ کی شان جس قدر بلند اور برتر ہے یہ بت اتنے ہی پست اور اسفل ہیں جن کو ان لوگوں نے اپنا خالق اور اپنا خدا مان لیا' جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے جو خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ اپنے لیے بھی کسی ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں تو وہ اپنی پرستش کرنے والوں کو کب کسی ضرر سے بچا سکتے ہیں یا کب کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں' اور نہ موت' نہ حیات اور نہ مرکر دوبارہ اٹھنے پر قادر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا یہ قرآن تو صرف من گھڑت بات ہے جس کو اس رسول نے گھڑ لیا ہے' اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے' سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا O اور انہوں نے کہا یہ گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوا لیا جو اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں O (الفرقان: ۵-۴)

مشرکین کا یہ اعتراض کہ یہ قرآن اہل کتاب کے تعاون سے بنا لیا گیا ہے

یہ مشرکین کا قول ہے' مقاتل نے کہا یہ نضر بن حارث کا قول ہے' کہ اس قرآن کو اس رسول نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور دوسروں نے اس گھڑنے پر اس کی مدد کی ہے۔ مجاہد نے کہا دوسروں سے مراد یہود ہیں۔ مقاتل نے کہا انہوں نے حویطب کے آزاد کردہ غلام عداس کی طرف اشارہ کیا تھا' اور عامر بن حضرمی کے غلام یسار کی طرف اور عامر کے ایک اور آزاد کردہ غلام جبر کی طرف یہ تینوں اہل کتاب میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا۔

اور انہوں نے کہا یہ گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں' ہم اس کی تفسیر الانعام: ۲۵ میں بیان کر چکے ہیں۔ مفسرین نے کہا اس قول کا قائل نضر بن حارث تھا۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۷۳-۷۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے' بے شک وہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الفرقان: ۶)

مشرکین کے اعتراض مذکور کا جواب

یعنی اے رسولِ مکرم! آپ یہ کہیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو عالم الغیب ہے۔ سو مجھے کسی معلم

marfat.com
Marfat.com

ضرورت نہیں ہے اور اگر یہ قرآن اہل کتاب کی کتابوں سے ماخوذ ہوتا تو اس میں ان کی کتابوں سے زیادہ تفصیل نہ ہوتی' اور یہ ان کی کتابوں کے احکام کا ناسخ نہ ہوتا' اور اس میں یہ بیان نہ کیا جاتا کہ گزشتہ کتابوں میں تحریف کر دی گئی ہے' اور اگر یہ قرآن ان کتابوں سے ماخوذ ہوتا تو پھر مشرکین اور منکرین کے لیے اس قرآن کی نظیر بنانا بہت آسان ہوتا وہ بھی اہل کتاب کی معاونت سے اس جیسی کتاب بنا لیتے جب کہ وہ بار بار تقاضوں کے باوجود اس کی کسی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بھی بنا کر نہ لا سکے اور چودہ صدیاں گزرنے کے بعد اب تک بھی کوئی کسی ایک سورت تو کجا ایک آیت کی مثل بھی بنا کر نہ لا سکا۔ سو واضح ہو گیا کہ مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہمارے رسول نے اس قرآن کو اہل کتاب کے تعاون سے بنا لیا ہے۔

اور فرمایا وہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے یعنی مسلمانوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب سے) ڈرانے والا ہوتا! ○ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا! اور ظالموں نے کہا تم صرف ایک جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو ○ بھلا آپ دیکھیے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں گھڑ رکھی ہیں' پس وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے اب وہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آ سکتے ○ (الفرقان: ۹-۷)

پیغام حق نہ سنانے پر کفار کا آپ کو مال اور حکومت کی پیش کش کرنا

امام ابن اسحاق' امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عتبہ' شیبہ (ربیعہ کے دو بیٹے) ابوسفیان بن حرب' النضر بن الحارث' ابوالبختری' الاسود بن المطلب' زمعۃ بن الاسود' الولید بن المغیرۃ' ابوجہل بن ھشام' عبداللہ بن امیہ' امیہ بن خلف' العاص بن وائل اور نبیہ بن الحجاج' سب جمع ہوئے اور بعض نے بعض سے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کسی کو بھیجو اور ان سے بات کرو' پھر انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم کے معزز لوگ جمع ہو کر آپ سے بات کرنے کے لیے آئے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ سے کہا ہم آپ کے پاس حجت قائم کرنے کے لیے آئے ہیں اگر آپ نے نبوت اور نزول وحی کا دعویٰ مال جمع کرنے کے لیے کیا ہے تو ہم آپ کو مال اکٹھا کر کے دے دیتے ہیں اور اگر آپ نے سرداری کی طلب میں یہ دعویٰ کیا ہے تو ہم آپ کو سردار مان لیتے ہیں' اور اگر آپ نے سلطنت کی طلب میں یہ دعویٰ کیا ہے تو ہم آپ کو اس ملک کا حاکم مان لیتے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جتنی پیش کشیں کی ہیں' مجھے ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس مال طلب کرنے آیا ہوں نہ سرداری کی طلب میں' اور نہ تم پر حکومت کی طلب میں' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر کتاب نازل کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں (ایمان لانے پر ثواب کی) بشارت دوں اور (کفر کرنے پر تمہیں عذاب سے) ڈراؤں۔ پس میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کر دی' سو اگر تم نے میرے پیغام کو قبول کر لیا تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے اجر کا حصہ ہے اور اگر تم نے میرے پیغام کو رد کر دیا تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔

انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم نے ہماری پیش کش کو قبول نہیں کیا تو تم اپنے رب سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ کو نازل کرے جو تمہارے پیغام کی تصدیق کرے اور پھر ہمیں بتائے' اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے لیے باغات بنا دے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کے محلات بنا دے جو تمہیں فکر معاش سے مستغنی کر دیں' کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

تم تلاشِ معاش میں ہماری طرح بازاروں میں چلتے ہو' تا کہ ہم تمہاری فضیلت اور تمہارے رب کے نزدیک تمہاری قدر ومنزلت کو جان لیں اور یہ کہ تم واقعی اللہ کے رسول ہو۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری فرمائش پوری نہیں کروں گا اور نہ اللہ سے ان چیزوں کا سوال کروں گا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ بازاروں میں چلتے ہیں!

مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں چلتے ہیں' ان کا یہ اعتراض بالکل لغو تھا' کیونکہ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانا مباح ہے۔ نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسبِ معاش کے لیے بازاروں میں گئے تو اُمت کے لیے کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانے کا نمونہ فراہم ہو گیا اور تجارت کرنا سنت اور باعث ثواب ہو گیا۔ قابلِ اعتراض چیز بازاروں میں شور کرنا اور بدکلامی کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے پاک اور منزہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا: اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد' مبشر اور اَن پڑھ قوم کی پناہ بنا کر بھیجا ہے آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ نہ درشت کلام ہیں نہ بدزبان ہیں' نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں لیکن معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں' اور اللہ آپ کی روح اس وقت تک ہرگز قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کی وجہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے' بایں طور کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ' وہ آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں کو بینا کر دے گا' اور بہرے کانوں کو کھول دے گا اور دلوں کے غلاف اُتار دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۳۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۰۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۲۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۰۰)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں تجارت کے لیے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جانا شروع کیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازاروں کی خرید وفروخت مشغول رکھتی تھی اور ہمارے انصاری بھائیوں کو کھیتی باڑی مشغول رکھتی تھی اور ابوہریرہ بھوکے پیٹ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازماً رہتا تھا اور ان احادیث کے سماع میں حاضر رہتا تھا جن سے وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ان چیزوں کو یاد رکھتا تھا جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۶۶)

کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے پاس سونے چاندی کے محلات کیوں نہیں اور آپ کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں؟

مشرکین مکہ نے آپ کی نبوت پر دوسرا اعتراض یہ کیا تھا کہ آپ فقر وفاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سونے اور چاندی کے محلات بنا دے جن میں آپ رہیں اور آپ کے پاس انگوروں اور پھلوں کے باغات ہوں جن سے آپ کھائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سونے اور چاندی کے محلات اور عیش وعشرت کی زندگی کی پیش کش کی تھی لیکن آپ نے اس کے مقابلہ میں فقر وفاقہ کی زندگی کو اختیار فرمایا۔ نیز آپ کو فرشتہ بننے کا اختیار دیا گیا لیکن آپ نے عبد رہنے کو ترجیح دی۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی سرزمین کو سونے کا بنا دے سو میں نے کہا نہیں اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ پس جب میں بھوکا ہوں گا تو تیری طرف فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میرا پیٹ بھرا ہوگا تو تیری حمد کروں گا اور تیرا شکر ادا کروں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷ شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۹۳۹ تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴ ص ۹۳ رقم الحدیث: ۹۶۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا نیفہ کعبہ کے برابر تھا اس نے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اگر آپ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں اور اگر آپ چاہیں تو نبی اور فرشتہ ہو جائیں۔ میں نے جبریل کی طرف دیکھا انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ تواضع اختیار کریں تو میں نے کہا نبی اور عبد اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح عبد کھاتا ہے۔ اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح عبد بیٹھتا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۲۰ حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس انصار کی ایک عورت آئی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر ایک چادر دیکھی تو اس نے میرے پاس ایک بستر بھیج دیا جس میں اُون بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور پوچھا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا یا رسول اللہ! میرے پاس فلانہ انصاریہ آئی تھی اس نے آپ کے بستر پر صرف ایک چادر دیکھی تو اس نے یہ بستر بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! اس کو واپس کر دو اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۴۵ تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۴ ص ۴۷ رقم الحدیث: ۹۴۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۳۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

اور ظالموں نے کہا تم صرف ایک جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔ بھلا آپ دیکھیے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں گھڑ رکھی ہیں پس وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے اب وہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آ سکتے۔

یہ قول مشرکین کا ہے جو انہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا اس کی مکمل تفسیر اور آپ پر جادو کیے جانے کی تحقیق ہم بنی اسرائیل: ۴۷ میں کر چکے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ

وہ برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے (ان کے کہے ہوئے) باغات سے بہتر بنا دے

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

ایسے باغات جن کے نیچے سے دریا جاری ہوں اور آپ کے لیے محل بنا دے O

marfat.com
Marfat.com

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ

بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ

سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا

تیار کر رکھی ہے ○ جب وہ (آگ) ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غصہ سے بھرنے اور دھاڑنے

وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا

کی آوازیں سنیں گے ○ اور جب ان کو زنجیروں سے جکڑ کر (دوزخ کی) تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا تو وہاں وہ موت

هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا

کو پکاریں گے ○ آج تم ایک موت کو نہ پکارو، بہت سی موتوں

ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ

کو پکارو ○ آپ کہیے آیا یہ (دوزخ) اچھی ہے یا دائمی جنت جس کا متقین

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا

سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ان کی جزا اور ٹھکانا ہے ○ اس (جنت) میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے

مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْــُٔـوْلًا ﴿۱۶﴾

جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا (اس کے کرم کی بناء پر) سوال کیا جائے گا ○

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ

اور جس دن ان (کافروں) کو جمع کیا جائے گا اور ان کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے پھر وہ ان (معبودوں) سے

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ ۭ

فرمائے گا آیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے؟ ○

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ

وہ کہیں گے تو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، ہمیں یہ لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کو

marfat.com
Marfat.com

مِنۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى نَسُوا الذِّكۡرَ ۚ

مددگار بناتے لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوش حالی عطا فرمائی حتی کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا' اور یہ لوگ

وَكَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدۡ كَذَّبُوۡكُمۡ بِمَا تَقُوۡلُوۡنَ ۙ فَمَا

تھے ہی ہلاک ہونے والے O سو (اے مشرکو!) تمہارے معبودوں نے تمہاری کہی ہوئی باتوں کی تکذیب کر دی' پس

تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا وَّلَا نَصۡرًا ۚ وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ

اب تم نہ عذاب کو دور کر سکتے ہو نہ اپنی مدد کر سکتے ہو' اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا ہے ہم اس کو بہت بڑا عذاب

عَذَابًا كَبِيۡرًا ﴿۱۹﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ

چکھائیں گے O اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ

اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ وَجَعَلۡنَا

سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو

بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا ﴿۲۰﴾ ع

ع ۱۱ ۲ ۱۷

دوسرے بعض کے لیے آزمائش کا سبب بنایا ہے' کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے (ان کے کہے ہوئے) باغات سے بہتر بنا دے' ایسے باغات جن کے نیچے سے دریا جاری ہوں اور آپ کے لیے محل بنا دے O (الفرقان: ۱۰)

باغات اور محلات کے طعنہ کا جواب

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان مشرکین نے آپ کے لیے جن باغات اور محلات کا ذکر کیا ہے' اللہ اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر باغات بنا دے جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

خیثمہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ہم آپ کو روئے زمین کے تمام خزانے اور اس کی چابیاں عطا فرمائیں گے جو ہم نے آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیں' اس سے اللہ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی' آپ نے عرض کیا اے اللہ میرے لیے ان چیزوں کو آخرت میں جمع کر دے۔

قتادہ نے کہا مشرکین نے آپ سے جن چیزوں کا ذکر کیا ہے اگر ہم چاہیں تو آپ کو اس سے بہتر خزانے اور باغات عطا کر دیں' ایسے باغات جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں۔

محمد بن اسحاق نے کہا کفار نے جو کہا تھا کہ آپ بازاروں میں چلتے ہیں اور کسب معاش کرتے ہیں جس طرح عام لوگ

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں' اللہ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کو اس سے بہتر چیزیں عطا کر دیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۶' مکہ مکرمہ مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۹۱' دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے o جب وہ (آگ) ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ اس کی غصہ سے بپھرنے اور دھاڑنے کے آوازیں سنیں گے o اور جب ان کو زنجیروں سے جکڑ کر (دوزخ کی) تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا' تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے o آج تم ایک موت کو نہ پکارو' بہت سی موتوں کو پکارو o (الفرقان: ۱۴-۱۱)

دوزخ کی آنکھوں' کانوں اور زبان کے متعلق احادیث

سعیر کے معنی بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور سعید بن جبیر نے کہا یہ جہنم کی ایک وادی ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۹۹۸)

الفرقان: ۱۲ میں فرمایا جب وہ آگ ان کو دُور سے دیکھے گی' اس آیت میں دوزخ کے دیکھنے کا ذکر ہے۔ حدیث میں بھی اس کی تائید ہے:

خالد بن دریک ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی اور جس نے اپنے آپ کو اپنے والدین کے غیر کی طرف منسوب کیا اور جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنالے۔ آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا جہنم کی دو آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب وہ آگ ان کو دُور سے دیکھے گی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۴۹۹۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ اپنی گردن باہر نکالے گی' اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی' دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی' اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ کلام کرے گی اور وہ کہے گی میرے سپرد تین (قسم کے) شخص کیے گئے ہیں' ہر متکبر معاند' ہر وہ شخص جو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرے اور تصویریں بنانے والے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۳۶۵)

تغیّظ اور زفیر کے معنی

تغیظ کے معنی ہیں' غصہ میں آنا' جھنجھلانا' اظہار غیظ وغضب کرنا۔

زفیر کے معنی ہیں چلانا' زفیر کا اصل معنی ہے اس قدر تیز سانس لینا جس سے پسلیاں پھولنے لگیں' اور شہیق کا معنی ہے سانس کو سینہ کی طرف لوٹانا' یا زفیر کا معنی ہے سانس کو کھینچ کر سینے سے نکالنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' زفیر بلند آواز ہے اور شہیق پست آواز ہے' ضحاک اور مقاتل نے کہا زفیر گدھے کی پہلی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ زفیر حلق میں ہوتی ہے اور شہیق پیٹ میں۔ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۷۱' دارالکتب العربیہ پشاور)

اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن دوزخ میں کافروں کے رونے اور چلانے کی آوازیں سنیں گے اور صحیح یہ ہے کہ وہ دوزخ ہی کی غصہ میں دھاڑنے اور چنگھاڑنے کی آوازیں سنیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا تو دوزخ اس طرح چلائے گی جس طرح خچر گھاس اور جو کو دیکھ کر چلاتا ہے۔ یہ آواز سن کر ہر شخص ڈر جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

عبید بن عمیر لیثی نے اس کی تفسیر میں کہا جہنم اس طرح دھاڑ رہی ہوگی کہ ہر فرشتہ اور ہر نبی اس کی آواز سن کر خوف سے گر جائے گا اور اس کے کندھے خوف سے کپکپا رہے ہوں گے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے کہیں گے: اے میرے رب آج کے دن میں تجھ سے صرف اپنے لیے سوال کرتا ہوں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کفار کا جہنم میں جھونکا جانا اور ان کا موت کی دعا کرنا

الفرقان: ۱۳ میں فرمایا: اور جب ان کو زنجیروں سے جکڑ کر (دوزخ کی) تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے۔

یحییٰ بن اسید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو اس طرح زبردستی دوزخ میں جھونکا جائے گا جس طرح کیل کو دیوار میں ٹھونک دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا کفار اس طرح دوزخ میں پیوست ہوں گے جس طرح نیزے کا پھل نیزے میں پیوست ہوتا ہے۔

ضحاک نے کہا وہ اپنی ہلاکت کی دعا کریں گے اور کہیں گے ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت۔

الفرقان: ۱۴ میں فرمایا: آج تم ایک موت کو نہ پکارو' بہت سی موتوں کو پکارو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے آگ کا حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) ابلیس کو پہنایا جائے گا' وہ اس کو اپنی بھوؤں پر رکھے گا' اور اس کو اپنے پیچھے سے گھسیٹے گا اور چلائے گا ہائے میری ہلاکت! اور اس کی ذریت اس کے پیچھے ہوگی' اور کہے گی ہائے ہماری ہلاکت! اس وقت کہا جائے گا آج تم ایک موت کی دعا نہ کرو' بہت سی موتوں کی دعا کرو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۹-۲۶۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے' آیا یہ دوزخ اچھی ہے یا دائمی جنت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ان کی جزا اور ٹھکانا ہے ○ اس (جنت) میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے' جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا (اس کے کرم کی بناء پر) سوال کیا جائے گا ○ (الفرقان: ۱۶-۱۵)

آیا دوزخ میں کوئی اچھائی ہے؟

آیت: ۱۵ میں فرمایا: آیا یہ دوزخ خیر ہے یا دائمی جنت؟ خیر کا معنی ہے زیادہ اچھی' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں بھی فی نفسہٖ اچھائی ہے لیکن جنت زیادہ اچھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خیر یہاں پر اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے بلکہ صفت مشبہ کے معنی میں ہے یعنی دوزخ اچھی ہے یا دائمی جنت! اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کے علم اور ان کے اعتقاد کے موافق کلام فرمایا ہے کیونکہ کفار دوزخ میں جھونک دیئے جانے والے کام کرتے تھے گویا وہ سمجھتے تھے کہ دوزخ میں بھی اچھائی ہے اس لیے فرمایا کہ بتاؤ دوزخ زیادہ اچھی ہے یا دائمی جنت۔

اس آیت میں فرمایا ہے دائمی جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے' متقین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ کفر اور شرک کو ترک کر دیں اور متوسط درجہ یہ ہے کہ وہ گناہِ کبیرہ اور گناہِ صغیرہ کو ترک کر دیں اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ہر خلافِ سنت' مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کام کو ترک کر دیں۔

marfat.com
Marfat.com

جنت میں ہر چاہی ہوئی چیز کے ملنے کا محمل

آیت: ۱۶ میں فرمایا: اس (جنت) میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے۔
کعب احبار نے کہا جو شخص ساری زندگی شراب پیتا رہا وہ آخرت میں شراب نہیں پیے گا خواہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ عطاء نے اعتراض کیا اے ابو اسحاق اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے اس میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے؟ کعب نے کہا وہ شراب کو بھول جائے گا اور وہ اس کو یاد نہیں آئے گی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۰۱۷)
اس سے معلوم ہوا کہ ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ اگر وہ کسی باطل یا محال چیز کو چاہیں تو وہ ان کو نہیں ملے گی مثلاً وہ لواطت کو چاہیں یا وہ چاہیں کہ ان کا نبی سے بلند درجہ ہو تو وہ ان کو نہیں ملے گا بلکہ حق یہ ہے کہ ایسی باطل خواہشیں جنت میں ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوں گی کیونکہ ان باطل خواہشوں کا منبع اور مصدر شیطان ہے اور وہ جنت میں نہیں ہوگا تو ایسی باطل خواہشیں بھی دلوں میں پیدا نہیں ہوں گی۔
منصور بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا آیا جنت میں اولاد ہوگی؟ فرمایا: ہاں اگر وہ چاہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۰۱۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی بناء پر اس سے سوال کرنا

نیز اس آیت میں فرمایا: یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا (اس کے کرم کی بناء پر) سوال کیا جائے گا۔
حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا یعنی تم اس چیز کا سوال کرو، جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔
القرظی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: فرشتے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں گے:

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (المومن: ۸)

اے ہمارے رب تو ان کو ہمیشگی کی جنتوں میں داخل کر دے جس کا تو نے ان سے (از راہ کرم) وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جس نے نیک کام کیے ہیں۔ بے شک تو بہت غالب، بے حد حکمت والا ہے۔

اور ابو حازم یہ کہتے تھے کہ قیامت کے دن مومنین یہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو جن کاموں کا حکم دیا تھا وہ ہم نے کر لیے اب تو اس کو پورا فرما جس کا تو نے ہم سے (از راہ کرم) وعدہ فرمایا تھا۔
عبد الرحمن بن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: مانگنے والوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ سے اس کے وعدہ کو طلب کیا تو جب انہوں نے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ ان کو عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے زمین میں بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے ان کے رزق کو مقرر کر دیا تھا پھر اس رزق کو مانگنے والوں کی روزی بنا دیا، پھر ان کے سوال کرنے کے وقت کو اس کی عطا کے لیے مقرر فرما دیا، پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ (حم السجدۃ: ۱۰)

اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں برکت رکھ دی، اور اس میں رہنے والوں کی روزی بھی صرف چار دن میں مقرر کر کے رکھ دی، مانگنے والوں کے لیے برابر برابر۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۷۱، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)
بندوں نے اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی ہے اس عبادت کی بناء پر ان کے سوال کا کوئی جواز نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

عمل کرنے والے مومنوں سے جو از راہ فضل و کرم اجر و ثواب اور جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کی بناء پر جنتوں نے اللہ تعالیٰ سے مومنوں کے لیے سوال کیا' اور رسولوں نے اور مومنوں نے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الفتح: ۲۹)

ایمان والوں اور ان میں سے نیک عمل کرنے والوں سے اللہ نے مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران: ۱۹۴)

اے ہمارے رب! ہمیں وہ اجر عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں روز قیامت شرمندہ نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ان (کافروں) کو جمع کیا جائے گا اور ان کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے' پھر وہ ان (معبودوں) سے فرمائے گا آیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے؟ ○ وہ کہیں گے تو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے' ہمیں یہ لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کو مددگار بناتے لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوش حالی عطا فرمائی حتیٰ کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ○ سو (اے مشرکو!) تمہارے معبودوں نے تمہاری کہی ہوئی باتوں کی تکذیب کر دی پس اب تم نہ عذاب کو دور کر سکتے ہو نہ اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا ہے ہم اس کو بہت بڑا عذاب چکھائیں گے ○ (الفرقان: ۱۹-۱۷)

نعمتوں کی بہتات کی وجہ سے لوگوں کا کفر اور شرک کرنا

قتادہ نے کہا اس دن سے مراد یوم قیامت ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہر چیز کا حشر کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھی کا بھی حشر کیا جائے گا۔

مجاہد نے کہا جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے اس سے مراد حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتے ہیں۔

یا یہ خود گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ مقاتل بن حیان نے کہا انہوں نے سیدھے راستہ کی تلاش میں خطا کی۔

کفار کے معبودوں نے کفار کا رد کرتے ہوئے کہا: ہمیں یہ لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کو اولیاء بناتے۔

اولیاء کی تفسیر میں سدی نے کہا ولی وہ ہے جس کو اللہ اپنا دوست بنا لے اور وہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرے۔

فرمایا: لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوش حالی عطا فرمائی تھی۔ یعنی دنیا میں ان کو صحت' لمبی زندگی اور کشادگی اور فراخی عطا فرمائی حتیٰ کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا یعنی انہوں نے تجھے یاد کرنا چھوڑ دیا' اور تکبر میں آ کر تیرے ساتھ شرک کیا' اور ہمارے حکم کے بغیر ہماری عبادت کی۔ ذکر کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد وہ کتابیں اور صحائف ہیں جو رسل علیہم السلام پر نازل کیے گئے جن پر انہوں نے عمل کرنے کو ترک کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شکر ادا نہیں کیا۔

فرمایا: اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حمص والوں کے پاس گئے اور فرمایا اے اہل حمص! آؤ اپنے بھائی کے پاس تاکہ وہ تمہیں نصیحت کرے جب وہ ان کے گرد جمع ہو گئے تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم حیا نہیں کرتے! تم وہ مکان بناتے ہو جن میں تم رہتے نہیں ہو اور تم اس طعام کو جمع کرتے ہو جس کو تم کھاتے نہیں ہو اور تم ان چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کو تم پا نہیں سکتے! بے شک تم سے پہلے لوگوں نے مضبوط گھر بنائے' اور غلام جمع کیے اور لمبی امیدیں رکھیں' پھر وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے ان کی امیدیں دھوکا بن گئیں اور ان کے گھر قبرستان بن گئے۔

marfat.com
Marfat.com

بوراً کے معنی اور شرک کی مذمت

بوراً کے معنی ہیں ہلاک ہونے والے۔ خالی جس میں کوئی چیز نہ ہو۔ بوار الارض کا معنی ہے بے کار زمین جس میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ شہر بن خوشب نے کہا بوار کا معنی ہے فاسد اور کھوٹی چیز' جب کوئی سودا بک نہ سکے تو کہتے ہیں بارت السلعۃ۔

فرمایا: تمہارے معبودوں نے تمہاری تکذیب کر دی' یہ اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائے گا جب مشرکین کے معبود ان سے برأت کا اظہار کر دیں گے۔

ابو عبید نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے معبود تم کو اس حق سے ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے جس کی طرف اللہ نے تمہیں ہدایت دی تھی' اور نہ تم پر نازل ہونے والے عذاب کو تم سے دُور کر کے تمہاری مدد کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے تمہاری تکذیب کر دی تھی۔

حضرت ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا ہے ہم اس کو بہت بڑا عذاب چکھائیں گے' اس کا معنی ہے تم میں سے جس شخص نے شرک کیا پھر وہ اسی شرک پر مر گیا ہم اس کو آخرت میں بہت سخت عذاب دیں گے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۷۳-۲۶۷۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۳-۱۲)

الفریابی' ابن ابی شیبہ' عبد بن حمید اور ابن المنذر اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جو لوگ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتوں کی عبادت کرتے تھے جب قیامت کے دن یہ انبیاء اور فرشتے ان لوگوں کی تکذیب کر دیں گے اور کہیں گے اے اللہ! تو شرک کیے جانے سے پاک ہے تو ہمارا مالک اور معبود ہے تو اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائے گا جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ نہ تم سے عذاب دُور کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے بہتر آسمانی کتابیں پڑھی ہیں اور کسی کتاب نے قرآن مجید سے زیادہ ظلم پر مذمت نہیں کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس اُمت کا فتنہ ظلم میں ہوگا' اور دوسری امتوں کی زیادہ مذمت شرک اور بت پرستی کی وجہ سے کی گئی ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر نے حسن بصری اور ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۲۲۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو دوسرے بعض کے لیے آزمائش کا سبب بنایا ہے' کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے O (الفرقان: ۲۰)

رزق اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اسباب اور وسائل کو تلاش کر کے اختیار کرنا

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عار دلائی اور کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں سب سے ان کے زمانہ کے مشرکوں نے یہی کہا تھا کہ تم کیسے رسول ہو جو کھانا کھاتے ہو اور بازاروں میں چلتے ہو۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

انبیاء سابقین علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بازاروں میں چلنا تجارت اور صنعت کے ذریعہ طلب

marfat.com
Marfat.com

کے لیے ہوتا تھا۔

قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ (الانبیاء: ۸۰) اور ہم نے اس کو زرہ بنانے کا طریقہ سکھایا تا کہ وہ زرہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے بنا دیا گیا ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے بنا دیا گیا ہے' اور جس نے میرے حکم کی مخالفت کی اس کے لیے ذلت اور حقارت بنا دی گئی ہے' اور جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد' باب: ۸۸ ماقیل فی الرماح' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۳۹۴' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۹' احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۱۱۴' دار الحدیث قاہرہ)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہتھیاروں کے ساتھ دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کرنے سے میدانِ جنگ میں ان کا چھوڑا ہوا مال' اسباب' اور ہتھیار وغیرہ مسلمانوں کو بہ طور مالِ غنیمت حاصل ہوتے ہیں اور وہ بھی مسلمانوں کے حصولِ رزق کا ایک ذریعہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (الانفال: ۶۹) پس تم نے جو کچھ حلال اور پاکیزہ مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس سے کھاؤ۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالِ غنیمت کے حصول کے علاوہ تجارت اور صنعت وحرفت کے ذریعہ بھی رزق حاصل کرتے تھے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے کہا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میری صنعت اور حرفت میرے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے اور اب میں مسلمانوں کی خلافت اور حکومت کے ساتھ مشغول ہو گیا ہوں۔ پس اب ابوبکر کے اہل وعیال اس مال سے کھائیں گے (یعنی بیت المال کے وظیفے سے) اور میں مسلمانوں کے لیے کام کروں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کام کاج اور محنت مزدوری کرتے تھے اور ان کے جسم سے بو آتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو (تو بہتر ہے)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۲)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے افضل اور بہتر کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۲۲۲' عالم الکتب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے وہ اس کو دے یا اس کو منع کر دے۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۴، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۵۸۴، مسند احمد رقم الحدیث: ...)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو کسی چیز کو خریدتا ہے یا فروخت کرتا ہے یا کسی سے تقاضا کرتا ہے تو نرمی سے کام لیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۰۳)

ترک اسباب پر صوفیاء کے دلائل اور ان کے جوابات اور توکل کا صحیح مفہوم

بعض صوفیاء کسبِ معاش اور حصولِ رزق کے اسباب اختیار کرنے کے مخالف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ پر توکل کرنے کے خلاف ہے‘ اگر انسان اللہ پر کامل توکل کرے تو ان اسباب کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرمائے گا‘ قرآن مجید میں ہے:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ (الذاریات: ۲۲)
اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس رزق سے مراد بالاجماع بارش کا نازل فرمانا ہے کیونکہ آسمان سے عادتاً روٹیاں نہیں برستیں اور اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے تاکہ تم اس سے اپنے کھیتوں اور باغات کو سیراب کرسکو اور ظاہر ہے کہ کھیت اور باغات انسان کی محنت اور کسب سے وجود میں آتے ہیں‘ اس کی تائید میں حسب ذیل آیات ہیں:

وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ط (المومن: ۱۳)
وہی تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ط كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ (ق: ۱۱-۹)
اور ہم نے آسمانوں سے برکت والا پانی نازل فرمایا اور اس سے باغات اور کھیتوں میں کٹائی کیے جانے والے غلے پیدا کیے ۝ اور کھجوروں کے بلند درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں ۝ بندوں کے رزق کے لیے اور ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کردیا‘ اسی طرح (مردوں کا قبروں سے) نکلنا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کے لئے سامانِ حرب اور سواریوں کو تیار رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ تم توکل کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ ارشاد فرمایا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج (الانفال: ۶۰)
تم دشمنوں سے مقابلہ کے لیے مقدور بھر اسلحہ اور گھوڑے (سواریاں) تیار رکھو تاکہ تم ان سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی۔

اسی طرح حضرت مریم سے فرمایا:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ (مریم: ۲۵)
اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ‘ یہ تمہارے اوپر تروتازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ حضرت مریم کے ہلائے بغیر ان کے اوپر تروتازہ کھجوریں گرا دیتا لیکن ان کو یہ حکم دیا کہ وہ کھجور کے تنے کو ہلائیں کیونکہ حصولِ رزق کی جدوجہد کے لیے جو کام حضرت مریم کرسکتی تھیں‘ وہ ان کو کرنا ہوگا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ. (الشعراء: ۶۳) اپنی لاٹھی سمندر پر ماریئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تو سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا اور درمیان میں خشکی کے بارہ حصے بن گئے' جب اللہ تعالیٰ نے سمندر میں خشکی کے بارہ راستے بنا دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر میں لاٹھی مارنے کا حکم کیوں دیا؟ یہ اس لیے کہ سمندر میں خشکی کے بارہ راستے بنانے پر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام قادر نہ تھے لیکن سمندر میں لاٹھی تو مار سکتے تھے اس لیے جو کام وہ کر سکتے تھے اس کے کرنے کا انہیں حکم دیا اور جو کام وہ نہیں کر سکتے تھے' وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ اپنے مقصود کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور احادیث کی یہ تعلیم اور تلقین ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اسباب اور وسائل کو حاصل کیا جائے اور پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور اسباب اور وسائل کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔ کچھ لوگ سفر خرچ کے بغیر حج کے لیے جاتے تھے اور راستہ میں مانگ تانگ کر کام چلاتے تھے تو ان کو سفر خرچ لے کر سفر کرنے کی ہدایت کی گئی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫. (البقرہ: ۱۹۷) اور سفر خرچ ساتھ لے کر سفر کرو' بہترین سفر خرچ سوال سے بچنا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۹۲)

جو صوفی لوگ محنت اور کسب کرنے کے خلاف ہیں وہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے' وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۰' المستدرک ج ۴ ص ۳۱۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۶۹' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۰۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ پرندوں کو بھی کسب اور محنت کے بغیر رزق نہیں ملتا' ایسے نہیں ہوتا کہ وہ کسی درخت پر یا گھاس پر بیٹھ جائیں اور آسمان سے ان کے اوپر دانے گرنے لگیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کے گوشوں میں رزق طلب کرو۔

(المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۲۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۹۳۰۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے کئی دن غارِ حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرتے تھے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے پھر جب وہ چیزیں ختم ہو جاتیں تو دوبارہ گھر جا کر کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۵)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۹۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵)

اور حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال' مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے

marfat.com
Marfat.com

سر پر خود تھا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۹۳ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۴۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۵ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۶۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۵)

دیکھئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانا لے کر غارِ حرا جاتے تھے اور زرہ اور خود پہن کر جہاد کے لیے جاتے تھے اور آپ سید المتوکلین ہیں اس کے باوجود اسباب اور وسائل کو ترک نہیں کرتے تھے۔ سو کسی مقصد کے حصول کے لیے اس کے اسباب اور وسائل کو ترک کرنا آپ کی تعلیم آپ کی سیرت اور آپ کی ہدایت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے تم میں سے بعض کو دوسرے بعض کے لیے آزمائش کا سبب بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے ○

اہل نعمت کی اہل مصیبت سے شکر میں اور اہل مصیبت کی اہل نعمت سے صبر میں آزمائش

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابورافع الزرقی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمارے غلاموں کے متعلق کیا فرماتے ہیں اور وہ لوگ مسلمان ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہم ان کو مارتے پیٹتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے گناہوں اور تمہارے ان کو مارنے کا وزن کیا جائے گا اگر تمہاری مار ان کے گناہوں سے زیادہ ہوگی تو تمہاری گرفت کی جائے گی۔ مسلمانوں نے کہا آپ یہ بتائیں کہ ہم نے جوان کو سب وشتم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے گناہوں اور تم نے جوان کو ایذا پہنچائی ہے اس کا وزن کیا جائے گا اگر تمہاری ان کو پہنچائی ہوئی ایذا زیادہ ہوئی تو تمہاری نیکیاں ان کو دی جائیں گی۔ اس شخص نے کہا میں نے ان سے بڑا دشمن تو کوئی نہیں سنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور ہم نے تم میں سے بعض کو دوسرے بعض کے لیے آزمائش کا سبب بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ (الفرقان: ۲۰) پھر اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتائیں اگر میں اپنی اولاد کو ماروں تو پھر؟ آپ نے فرمایا اگر تم اپنی اولاد کو مارو تو اس میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ کوئی تہمت ہے اور تم یہ گوارا نہیں کرو گے کہ تم پیٹ بھر کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھوکی رہے اور تم کپڑے پہنو اور تمہاری اولاد ننگی رہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۰۴۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: فقیر کہے گا اگر اللہ مجھے فلاں شخص کی مثل غنی بنا دیتا اور بیمار کہے گا کہ اگر اللہ مجھے فلاں شخص کی مثل صحت مند بنا دیتا۔ (یہی بعض کی بعض سے آزمائش ہے) (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۰۴۷)

امام محمد بن اسحاق نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یعنی اللہ فرماتا ہے میں نے تم سے بعض کو مصائب میں مبتلا کر دیا تا کہ تم دوسروں کی باتیں سن کر صبر کرو اور ان کی مخالفت کو برداشت کرو اور تم ہدایت پر عمل کرو بغیر اس کے کہ میں تم کو دنیا عطا کروں اور اگر میں چاہتا تو میں اپنے رسولوں کے ساتھ دنیا رکھ دیتا اور وہ مخالفت نہ کرتے لیکن میں نے یہ ارادہ کیا کہ تمہاری وجہ سے بندوں کو آزمائش میں ڈالوں اور تمہیں ان کی وجہ سے آزمائش میں ڈالوں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۰۵۰ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور جس پر فضیلت دی ہے اس کو صبر کرنے کا اور تقدیر پر راضی رہنے کا حکم

marfat.com
Marfat.com

ہے اور جس کو فضیلت دی ہے اس کو اس فضل اور نعمت پر شکر کرنے کا حکم دیا ہے' اور ایک قوم کو مصائب کے ساتھ خاص کر لیا اور ان کو اہل مصائب کے لیے آزمائش بنا دیا اور دوسری قوم کو عافیت اور آسائش کے ساتھ خاص کر لیا' اور ایک قوم کو بیماریوں اور دردوں کے ساتھ خاص کر لیا۔ پس جس کو نعمتیں دی ہیں اس کا کوئی کمال نہیں اور جس کو آزمائش میں ڈالا ہے اس کا کوئی نقص اور عیب نہیں۔ کسی پر اس کے جرم کی وجہ سے مصائب نہیں آتے بلکہ اللہ کے حکم کی وجہ سے آتے ہیں اور کسی پر نعمتیں اس کے استحقاق اور اس کی کارکردگی کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہوتی ہیں اور اس کے ارادہ کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کی عبادتوں کی وجہ سے نہیں ہیں' اور مصائب اس کے اختیار کی وجہ سے ہیں ان کے برے اخلاق کی وجہ سے نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: کیا تم صبر کرو گے؟ یہ استفہام حکم کے معنی میں ہے یعنی صبر کرو۔ پس جس کو توفیق ہوگی وہ صبر اور شکر کرے گا' اور جس کو توفیق نہیں ہوگی وہ انکار کرے گا اور کفر کرے گا۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جو لوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے' انہوں نے کہا ہم پر فرشتے کیوں نہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا

نازل کیے گئے یا ہم نے اپنے رب کو دیکھ لیا ہوتا' انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی

كَبِيْرًا ۝۲۱ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

سرکشی کی ○ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن ان مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی وہ کہیں گے

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝۲۲ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ

(کاش ہمارے درمیان) کوئی رکاوٹ والا حجاب ہوتا ○ انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ

کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنا دیں گے ○ اس دن جنت والوں

مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝۲۴ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

کا بہترین ٹھکانا ہوگا اور نہایت عمدہ خواب گاہ ہوگی ○ اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتوں

وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝۲۵ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ

کی جماعتیں نازل کی جائیں گی ○ اس دن برحق سلطنت صرف رحمن کی ہوگی' اور وہ

marfat.com
Marfat.com

كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝٢٦ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى

دن کافروں پر سخت دشوار ہو گا ○ اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے

يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝٢٧ يٰوَيْلَتٰى

کاٹے گا (اور) کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہوتا! ○ ہائے افسوس!

لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝٢٨ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ

کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا! ○اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد

اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝٢٩ وَقَالَ

مجھ کو گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے ○ اور رسول کہیں گے

الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝٣٠ وَ

اے میرے رب بے شک میری قوم (میں سے کافروں) نے اس قرآن کو متروک بنا لیا تھا ○ اور

كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى

ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے دشمن بنا دیے ہیں، اور آپ کا رب

بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝٣١ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ

آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے ○ اور کافروں نے کہا یہ پورا قرآن ایک ہی دفعہ

عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ

کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (ہم نے) اسی طرح (تدریجاً نازل کیا ہے) تاکہ اس سے آپ کے دل کو مضبوط

فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝٣٢ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ

کریں اور ہم نے اس کو وقفہ وقفہ سے تلاوت فرمایا ہے○ اور یہ آپ کے پاس جو بھی مثال (یا اعتراض) لائیں

بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝٣٣ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى

گے ہم اس کی برحق اور عمدہ توجیہ بیان کریں گے ○ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں

مع عند المتقدمین ۱۲

marfat.com
Marfat.com

جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہو گا اور وہ سب سے زیادہ سیدھے راستے سے بھٹکنے والے ہوں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے' انہوں نے کہا ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے' یا ہم نے اپنے رب کو دیکھ لیا ہوتا' انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی O جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے' اس دن ان مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہو گی وہ کہیں گے (کاش ہمارے درمیان) کوئی رکاوٹ والا حجاب ہوتا O (الفرقان: ۲۲-۲۱)

ایمان لانے کو فرشتوں کے نزول اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر معلق کرنے کا جواب

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مشرکین ہماری ملاقات سے خوف زدہ نہیں ہیں اور ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے جو ہمیں یہ خبر دیتے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) برحق نبی ہیں اور وہ جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے' یا ہم اپنے رب کو خود دیکھ لیں تو وہ ہمیں خود اس بات کی خبر دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور تکبر کیا ہے اور اپنے اس قول میں وہ تکبر کی حد سے پھر بڑھ گئے ہیں۔ اس آیت میں عتو کا لفظ ہے۔ عتو کا معنی ہے زمین میں اپنے آپ کو بلند اور برتر سمجھنا' شدید کفر اور سخت ظلم۔

ان کا تکبر اور ان کی سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے فرشتوں کو دنیا میں دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ فرشتے صرف موت کے وقت دکھائی دیں گے یا نزولِ عذاب کے وقت' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا حالانکہ کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے نہ اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیے ہوئے معجزات کو اور اس قرآن کو کافی نہیں سمجھا جس کی نظیر لانے سے تمام انسان اور جن عاجز رہے' تو پھر فرشتوں کو دیکھ لینا ان کے لیے کیسے کافی ہو سکتا تھا' جب کہ وہ فرشتوں اور شیاطین کے درمیان تمیز اور فرق نہیں کر سکتے' اور یہ جاننے کے لیے کہ دکھائی دینے والی چیز فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے پھر ایک معجزہ کی ضرورت ہو گی اور معجزات کو ثبوت کے لیے انہوں نے کافی نہیں سمجھا تھا۔ علاوہ ازیں انسان بہ حیثیت انسان' فرشتہ کو بہ حیثیت فرشتہ نہیں دیکھ سکتا۔ سوا اس صورت کے کہ فرشتہ انسانی پیکر اور انسانی شکل میں آئے اور جب فرشتہ انسانی شکل میں آ کر ان سے بات کرے گا تو وہ پھر اس کو فرشتہ نہیں مانیں گے۔

حجرا محجورا کے دو محمل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو ان مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہو گی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں کو کوئی شخص موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا' موت کے وقت فرشتے مومنوں کو جنت کی بشارت دیں گے اور کافروں پر لوہے کے گرز مار کر ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکالیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کہیں گے حجرا محجورا' اس کی دو تفسیریں ہیں یا تو فرشتے کافروں کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکالتے وقت ان سے کہیں گے حجرا محجورا یا اس وقت کافر حسرت اور یاس سے کہیں گے حجرا محجورا۔

حجر کے اصل معنی ہیں منع کرنا اور روک دینا۔ جس طرح قاضی کسی پر اس کی بے وقوفی اور کم عمری کی وجہ سے پابندی لگا دیتا

marfat.com
Marfat.com

ہے اور اس کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیتا ہے تو کہا جاتا ہے حجر القاضی علی فلان' قاضی نے فلاں شخص کو تصرف کرنے سے روک دیا ہے۔ اسی مفہوم میں خانہ کعبہ کے اس حصے (حطیم) کو حجر کہا جاتا ہے جس کو قریش مکہ نے وسائل کی کمی کی وجہ سے خانہ کعبہ میں شامل نہیں کیا تھا' اسی وجہ سے حطیم کے اندر سے طواف کرنا منع ہے یعنی اس پر حجر اور پابندی ہے اور حطیم کے باہر سے خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے' اور عقل کو بھی اسی وجہ سے حجر کہا جاتا ہے کیونکہ عقل بھی انسانوں کو ان کاموں سے روکتی ہے جو اس کے حق میں نقصان دہ ہیں۔ پس اگر یہ قول فرشتوں کا ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا تمہارے لیے وہ چیزیں ممنوع ہیں اور حرام ہیں اور تم ان چیزوں سے محروم ہو جن کی بشارت مومنوں کو دی جاتی ہے' اور اگر یہ قول کافروں کا ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ جب کافر موت کے وقت فرشتوں کو گرز مارتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے کاش ہمارے اور فرشتوں کے درمیان کوئی رکاوٹ اور حجاب ہوتا' اور ہم فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے۔

امام بغوی نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا' یہ قول فرشتوں کا ہے اور ابن جریج اور مجاہد نے کہا یہ قول کافروں کا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ص ۴۴۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے' اور ان کو فضا میں بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرّے بنا دیں گے ۞ اس دن جنت والوں کا بہترین ٹھکانا ہوگا اور نہایت عمدہ خواب گاہ ہوگی ۞ (الفرقان: ۲۴-۲۳)

ھباءً منثوراً کا معنی

الازہری نے کہا سورج کی شعاعیں جو کھڑکی یا روشن دان سے کمرے میں داخل ہوتی ہیں وہ شعاعیں غبار کے منتشر ذرات کے مشابہ ہوتی ہیں' ان کو الھباء کہتے ہیں اور منثوراً کے معنی ہیں بکھری ہوئی اور منتشر چیز' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار نے اپنے زعم میں جو نیک اعمال کیے تھے وہ آخرت میں ریزہ ریزہ کر کے ضائع کر دیئے جائیں گے اور وہ فضا میں بکھرے ہوئے سورج کی شعاعوں کے باریک ذرات کی طرح ہو جائیں گے کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی صالح عمل مقبول نہیں ہوتا۔

ھباء منثورا کی تفسیر میں ایک وہ قول ہے جس کو ہم نے الازہری کے حوالے سے نقل کیا ہے یعنی روشن دان سے داخل ہونے والی شعاعوں میں غبار کی مانند باریک ذرات' اس کے علاوہ دیگر اقوال حسب ذیل ہیں:

ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے گرد و غبار۔ قتادہ نے کہا آندھیاں جو درخت کے پتے اور کوڑا کرکٹ اُڑاتی ہیں۔ معلّی بن عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے راکھ۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس تہامہ کے پہاڑوں جتنی نیکیاں ہوں گی حتیٰ کہ جب ان کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ھباء منثورا کر دے گا' پھر ان کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ سالم نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! یہ بتائیں کہ وہ کیسے لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے' روزے رکھتے ہوں گے' نیند سے بیدار ہو کر رات کو قیام کرتے ہوں گے' لیکن جب ان کے اوپر کوئی حرام چیز پیش کی جائے گی تو وہ اس پر اُچھل پڑیں گے (گرم جوشی سے اس کو قبول کریں گے) اللہ تعالیٰ ان کے ان نیک اعمال کو ضائع فرما دے گا۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۲۲۵-۲۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

[بہ]یاں صرف کفر اور ارتداد سے ضائع کی جاتی ہیں اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ وہ حرام چیزوں اور حرام کاموں کو [جا]ئز اور حلال سمجھیں گے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

[قی]امت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا وہ مومنوں پر کتنا طویل ہوگا!

اس آیت میں فرمایا ہے اہل جنت کا بہت اچھا مقیل ہوگا۔ مقیل کا معنی ہے قیلولہ کی جگہ اور دوپہر کے بعد آرام کرنے کو قیلولہ کہتے ہیں۔ الازہری نے کہا دوپہر کو آرام کرنا قیلولہ ہے خواہ نیند نہ ہو کیونکہ جنت میں نیند نہیں ہوگی۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل جنت پر قیامت کا دن صرف اتنی دیر گزرے گا جتنی دیر صبح سے دوپہر تک اور قیلولہ کے وقت تک ہوتی ہے' پھر وہ جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا قیامت کا آدھا دن اس وقت تک گزرے گا حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔

روایت ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار کم کر کے مومنوں پر صرف اتنی کر دی جائے گی جتنی مقدار عصر کے وقت سے غروبِ آفتاب تک ہوتی ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ سعید الصواف سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کا فیصلہ اتنی دیر میں کر دیا جائے گا جتنی دیر عصر سے غروبِ آفتاب تک ہوتی ہے' پھر وہ جنت کے باغات میں جا کر قیلولہ کریں گے حتیٰ کہ تمام لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے: اصحاب الجنة یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلاo (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۹۸۰' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۴۸)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

قاسم بن اصبغ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ o اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔ (السجدۃ: ۵)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن سے اس دن میں تخفیف کی جائے گی حتیٰ کہ اس کو فرض نماز پڑھنے میں دنیا میں جتنا وقت لگتا تھا اس پر وہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قیامت کا دن کافر پر پچاس ہزار سال کی مقدار میں گزرے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۳۲۴' دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد' امام ابویعلیٰ' امام ابن حبان اور امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر ہوگا سو یہ کس قدر طویل دن ہوگا! آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن پر یہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۹۳' ص ۷۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۹۰' شعب الایمان ج ۱ ص ۳۲۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۷' البدور السافرۃ رقم الحدیث: ۲۸۴' ص ۱۵۳)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن مومنین پر اتنے وقت میں گزرے گا جتنا وقت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۸۴ 'شعب الایمان ج ۱ ص ۳۲۴ 'البدور السافرۃ رقم الحدیث: ۲۸۵ 'ص ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب العلمین کے سامنے لوگ اس دن کے نصف تک کھڑے ہوں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ مومنوں کے لیے وہ دن اتنا آسان گزرے گا جتنا وقت آفتاب کے غروب کی طرف مائل ہونے سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے تک لگتا ہے۔

(مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۰۲۵ 'صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۷۸ 'مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۷ 'البدور السافرۃ رقم الحدیث: ۲۸۶ 'ص ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا' اور فرشتوں کی جماعتیں نازل کی جائیں گی ○ اس دن برحق سلطنت صرف رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر سخت دشوار ہوگا ○ اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا (اور) کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کرلیا ہوتا! ○ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا! ○ اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کردیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے ○

(الفرقان: ۲۹-۲۵)

قیامت کے احوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پہلے آسمانِ دنیا پھٹے گا' اور آسمان والے فرشتے زمین پر نازل ہوں گے' ان کی تعداد زمین کے جن اور انس سے زیادہ ہوگی' پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے نازل ہوں گے ان کی تعداد آسمانِ دنیا کے فرشتوں سے زیادہ ہوگی اور جن وانس سے' پھر اسی طرح آسمان پھٹتے رہیں گے حتیٰ کہ ساتواں آسمان پھٹے گا' ہر بعد میں پھٹنے والے آسمان کے فرشتے اس سے پہلے پھٹنے والے آسمان کے فرشتوں سے زیادہ ہوں گے' پھر کروبین (فرشتوں کے سردار جو مقربین ہیں) نازل ہوں گے' پھر حاملین عرش نازل ہوں گے۔

فرمایا: اس دن برحق سلطنت صرف رحمٰن کی ہوگی' حضرت ابن عباس نے فرمایا اس دن رحمٰن کے سوا اور کسی کی سلطنت نہیں ہوگی۔

فرمایا وہ دن کافروں پر سخت دشوار ہوگا: یہ خطاب اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دن مومنوں پر دشوار نہیں ہوگا' جیسا کہ ابھی متعدد احادیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ قیامت کا دن مسلمانوں پر اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتے تھے۔

عقبہ بن ابی معیط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور اس کی دنیا اور آخرت میں سزا

فرمایا اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا: اس ظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔

مقسم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں' کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کی آپس میں ملاقات ہوئی' وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے' ایک نے دوسرے سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے ہو اور تم نے ان کا پیغام سنا ہے' اور اللہ کی قسم میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ تم ان کے چہرے پر تھوکو اور ان کی تکذیب کرو۔ پس اللہ نے اس کو اس پر قادر نہیں کیا اور عقبہ بن ابی معیط جنگِ بدر میں قتل کردیا گیا اور رہا ابی بن خلف اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کردیا تھا۔ امام عبدالرزاق نے زہری سے روایت کیا

marfat.com
Marfat.com

جنگ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط کو قید کر لیا گیا وہ قیدیوں میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں۔ عقبہ نے کہا یا محمد! کیا مجھے ان قیدیوں کے درمیان قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا تمہارے کفر اور فجور کی وجہ سے اور اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سرکشی کرنے کی وجہ سے' پھر حضرت علی نے اس کی گردن اُڑا دی اور رہا امیہ بن خلف تو اس نے کہا تھا کہ میں محمد کو قتل کروں گا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ ان شاء اللہ میں اس کو قتل کروں گا پھر جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا۔ ملخصاً۔

اور ان ہی دونوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا (اور) کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہوتا!

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۹۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' ج ۵ ص ۳۵۵' مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

بعض روایات میں ہے کہ اللہ کے دشمن عقبہ بن ابی معیط لعنہ اللہ نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا تھا اور آپ سے برأت کا اظہار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت رنج ہوا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل کیں کہ عنقریب وہ قیامت کے دن اپنی اس حرکت پر نادم ہوگا اور غم و غصہ سے اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کر لیا ہوتا!

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۱۰۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۴۰۱' اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۶۵۷' الوسیط ج ۳ ص ۳۳۹)

ضحاک نے بیان کیا جب اس دشمنِ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھوکا تو وہ تھوک پلٹ کر اس کے چہرے پر گرا جس سے اس کے دونوں رخسار جل گئے اور ان پر اس کے نشان پڑ گئے اور مرتے دَم تک وہ نشان اس کے چہرے پر رہے۔

عطاء نے کہا وہ قیامت کے دن اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کر کھائے گا حتیٰ کہ کہنیوں تک کو کھا جائے گا' پھر دوبارہ اس کے ہاتھ پیدا ہو جائیں گے اور وہ ان کو پھر کاٹ کر کھا جائے گا اور اسی طرح ہوتا رہے گا' اور اس نے دنیا میں جو کفر کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی اس پر افسوس اور حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹتا رہے گا' اور یہ کہتا رہے گا' ہائے افسوس کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہوتا یعنی کاش میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کر لی ہوتی اور ان کے ساتھ ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔

پھر فرمایا: (وہ قیامت کے دن کہے گا) ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو (یعنی امیہ بن خلف کو) دوست نہ بنایا ہوتا! اس کے بعد فرمایا: (وہ کہے گا) اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کر دیا' یعنی میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید لے کر آ چکے تھے۔ اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے' شیطان سے مراد انسانوں اور جنات میں سے ہر وہ شخص مراد ہے جو متکبر' معاند اور سرکش ہو' اور ہر وہ شخص جو اللہ کے راستہ سے روکے وہ شیطان ہے۔ ان دو آیتوں کا حکم ہر ایسے دو دوستوں کے حق میں عام ہے جو اللہ عزوجل کی معصیت پر مجتمع اور متفق ہو جائیں۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۳-۴۴۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

کیسے شخص کو دوست بنایا جائے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ہم نشیں (دوست) اور برے ہم نشیں کی مثال اس طرح ہے جیسے مشک والا ہو اور لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والا ہو۔ مشک والا یا تو تم کو مشک کا عطیہ دے گا یا تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ تم کو اس سے پاکیزہ خوشبو تو بہر حال آئے گی اور لوہار کی بھٹی والا تو تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم کو اس سے بہر حال ناگوار بو تو آئے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۳۴ 'صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۸ 'صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۱ 'مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵-۴۰۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کے سوا اور کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ' اور متقی (اللہ سے ڈرنے والے) کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۳۲ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۵ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۸ 'صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۵ '۵۵۴ 'المستدرک ج ۴ ص ۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنے دوستوں کے دین پر ہوتا ہے سو تم میں سے ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس شخص کو اپنا دوست بنا رہا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۳۳ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۸ 'مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴ 'مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۱۰۷ 'المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱ 'شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۳۸۰)

امام ابوبکر بزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے کون سا ہم نشین زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جس کو دیکھنے سے تمہیں اللہ یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔

مالک بن دینار نے کہا اگر تم نیک مسلمانوں کے ساتھ پتھر اٹھاؤ تو وہ بدکار لوگوں کے ساتھ کھانے پینے سے بہتر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۵ھ)

قیامت کے دن کافر' کافروں کو دوست بنانے پر نادم ہوگا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان' نیک مسلمانوں کو دوست بنانے پر خوش ہوں گے۔ کافر کو اس کا دوست گمراہ کر کے ہلاکت میں ڈال دے گا اس لیے وہ قیامت کے دن غمگین اور حسرت زدہ ہوگا اور مسلمان کو اس کا نیک مسلمان دوست نیک کاموں کی طرف رہ نمائی کرے گا اور اس پر وہ آخرت میں خوش ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رسول کہیں گے اے میرے رب! بے شک میری قوم (میں سے کافروں) نے اس قرآن کو متروک بنا لیا تھا O اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے دشمن بنا دیئے ہیں' اور آپ کا رب آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے O (الفرقان: ۳۱-۳۰)

مهجور کا معنی

مهجور کا لفظ هجر سے بنا ہے اور هجر کا ایک معنی ترک کرنا ہے اور مهجور کا معنی متروک ہے اور هجر کا دوسرا معنی هذیان اور فضول بکواس ہے' پہلے معنی کے لحاظ سے قیامت کے دن رسول یہ کہیں گے کہ کافروں نے قرآن مجید کو متروک بنا لیا تھا' وہ اس سے اعراض کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے۔

اور مهجور کا دوسرا معنی هذیان اور فضول باتیں ہیں یعنی کافر قرآن مجید کو فضول باتیں اور هذیان قرار دیتے تھے' وہ یہ زعم کرتے تھے کہ قرآن مجید شعر و شاعری اور سحر کا نتیجہ ہے' یہ مجاہد کا قول ہے۔ اور اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن سیدنا

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم اپنی قوم کے مشرکین کی اپنے رب سے شکایت کریں گے کہ انہوں نے قرآن مجید کو فضول اور مہمل کلام قرار دیا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دینے کے لیے فرمائے گا: اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے دشمن بنا دیئے ہیں۔ مقاتل نے اس کی تفسیر میں کہا: آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے نبیوں کو بھی اپنی قوموں کی طرف سے اسی قسم کی باتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا' سو جس طرح انہوں نے اپنے مخالفوں کی دل آزار باتوں پر صبر کیا تھا آپ بھی ان کی باتوں پر صبر کریں' آپ کا رب آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا یہ پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (ہم نے) اسی طرح (تدریجاً نازل کیا ہے) تاکہ اس سے آپ کے دل کو مضبوط کریں' اور ہم نے اس کو وقفہ وقفہ سے تلاوت فرمایا ہے ○ اور یہ آپ کے پاس جو بھی مثال (یا اعتراض) لائیں گے ہم اس کی برحق اور عمدہ توجیہ بیان کریں گے ○ (الفرقان: ۳۳-۳۲)

قرآن مجید کو تدریجاً نازل کرنے کی وجوہ

مشرکین کا اعتراض یہ تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مکمل تورات یکبارگی نازل ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام پر مکمل زبور یکبارگی نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مکمل انجیل یکبارگی نازل ہوئی اسی طرح آپ پر مکمل قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل ہوا اور تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ (تئیس) سال میں قرآن مجید کا نزول کیوں مکمل کیا گیا' اگر آپ بھی ان کی طرح نبی اور رسول ہیں تو آپ کے ساتھ ان نبیوں اور رسولوں کا سا معاملہ کیوں نہیں کیا گیا؟ ان آیتوں میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) انبیاء سابقین لکھنے اور لکھے ہوئے کو پڑھنے والے تھے اس لیے ان پر مکمل کتابیں نازل کر دی گئیں کہ وہ اس میں سے حسب ضرورت آیات نکال کر پڑھتے رہیں گے اس کے برخلاف آپ اُمی تھے آپ نے کسی سے لکھنا اور لکھے ہوئے کو پڑھنا نہیں سیکھا تھا' آپ کے لیے اس قرآن کو محفوظ رکھنے کی صرف یہ صورت تھی کہ آپ اس کو زبانی یاد کرلیں اس لیے قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تاکہ آپ کے لیے اس کو یاد کرنا آسان ہو۔ واضح رہے کہ ابتدا میں آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیا اور متعدد احادیث صحیحہ میں ہے کہ آپ نے بعد میں لکھا بھی اور پڑھا بھی۔ اس کی تفصیل الاعراف: ۱۵۷ میں گزر چکی ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ آیتیں ہیں مثلاً پہلے بیوہ کی عدت ایک سال مقرر فرمائی' پھر یہ عدت چار ماہ دس دن قرار دی' پہلے کفار کی زیادتیوں کو درگزر کرنے کا حکم دیا' پھر ان سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم دیا' پہلے ایک مسلمان کو دس کافروں سے لڑنے کا حکم دیا پھر تخفیف کر دی اور ایک مسلمان کو دو کافروں سے لڑنے کا مکلف فرمایا۔ بعض احکام پہلے مشکل تھے' پھر آسان کر دیئے جیسے یہ مثالیں ہیں' اور بعض احکام پہلے آسان تھے پھر ان کو بہ تدریج سخت کیا گیا جیسے شراب نوشی کو بہ تدریج حرام فرمایا اور یہ تمام امور اسی وقت ہو سکتے تھے جب قرآن مجید کو بہ تدریج نازل کیا جاتا۔

(۳) بعض آیتیں مسلمانوں کے سوالات کے جواب میں نازل کی گئیں مثلاً مسلمانوں نے عورت کے حیض کے ایام میں اس سے جماع کرنے کے متعلق سوال کیا تو فرمایا حیض ایک نجس چیز ہے' ان ایام میں عورتوں سے دُور رہو۔ اسی طرح مسلمانوں نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اس میں لوگوں کے لیے اوقات اور حج کے وقت کی علامات اور تعینات ہیں اور اس کی مثل اور بہت آیات ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۴) اسی طرح مشرکین کے سوالات اوران کے اعتراضات کے جوابات ہیں مثلاً وہ قیامت کے وقت کے متعلق سوال کرتے تھے' مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں سوالات کرتے تھے' دوزخ میں درخت زقوم پر اعتراض کرتے تھے' مکھی اور مکڑی کے ذکر پر اعتراض کرتے تھے۔

(۵) اسی طرح یہودیوں کے سوالات کے جوابات میں آیات نازل ہوئیں۔ انہوں نے اصحاب کہف کی تعداد' روح کی ماہیت اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں آیات نازل ہوئیں۔

(۶) بعض اوقات خبیث اور ملعون کفار آپ کی شان میں اہانت آمیز باتیں کرتے تو ان کے رد میں آیات نازل ہوتیں مثلاً ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا' عاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا' کسی نے آپ کو شاعر کہا' کسی نے آپ کو ساحر کہا' کسی نے آپ کو سحر زدہ کہا تو ان کے رد اور ان کی مذمت میں آیات نازل ہوئیں۔

(۷) آپ کے اصحاب کی شان میں منافقین نے بدگوئی کی اور ان کو سفیہ اور بے وقوف کہا تو ان کے رد میں آیات نازل ہوئیں۔

(۸) کسی نے آپ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں پوری سورۂ یوسف نازل ہوگئی۔

(۹) بعض اوقات صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تو اس کی وضاحت کے لیے آیات نازل ہو جاتیں۔ مثلاً صحابہ نے پوچھا ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ بعض دفعہ پوچھا کس پر خرچ کریں تو اس کے بیان کے لیے آیات نازل ہوئیں۔

(۱۰) بعض اوقات جزوی واقعات کے سلسلہ میں آیات نازل ہوئیں۔ مثلاً یہود نے کہا آپ پر جبریل وحی لاتا ہے وہ تو ہمارا دشمن ہے اور جب حضرت ابوبکر نے ان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا پھر تو اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' اور کہا اللہ کے ہاتھ تو بندھے ہوئے ہیں تو ان کے رد اور ان کی مذمت میں آیات نازل ہوئیں۔ اسی طرح جب ایک منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانا اور حضرت عمر نے اس کو قتل کر دیا تو حضرت عمر کی تائید میں آیات نازل ہوئیں۔ اسی طرح اور بہت جزوی واقعات ہیں جن کی وجہ سے آیات نازل ہوئیں۔ یہ جزوی واقعات اور کفار' یہود اور منافقین کے سوالات اور ان کے اعتراضات اسی طرح مسلمانوں کے سوالات بہ تدریج پیش آتے رہتے تھے اسی لیے ضروری تھا کہ ان کے حل اور ان کے جوابات کے سلسلہ میں آیات بھی بہ تدریج نازل ہوتی رہیں اور بہ یک وقت کئی کئی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ مثلاً حضرت یوسف کے قصہ کے متعلق یا یاجوج ماجوج کے متعلق ایک سورت یا کسی سورت کی آیات نازل ہو رہی ہیں پھر کسی نے کسی اور چیز کے متعلق سوال یا اعتراض کر دیا تو کسی اور سورت میں اس کے متعلق آیات نازل ہوگئیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب نزول کے اعتبار سے نہیں ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر قرآن مجید یکبارگی مکمل نازل ہوتا تو یہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔

(۱۱) گیارھویں وجہ یہ ہے کہ جب قرآن مجید ۲۳ (تیئیس) سال تک لگاتار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔

(۱۲) بارھویں وجہ یہ ہے کہ جس نبی پر جس جگہ اللہ کی کتاب نازل ہوئی اس جگہ کو مہبط وحی الٰہی بننے کا شرف حاصل ہوا دوسرے نبیوں کی وجہ سے کسی ایک جگہ کو یہ شرف حاصل ہوا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سرزمین عرب

marfat.com
Marfat.com

بہ کثرت مقامات کو یہ شرف حاصل ہوا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے جو مرتبہ کوہِ طور کو حاصل ہوا تھا وہ مکہ اور مدینہ کے ریگ زاروں' پہاڑوں' میدانوں' سواریوں حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کو بھی وہ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا کیونکہ کئی مرتبہ حضرت عائشہ کے بستر پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا' اور وہ سب سے زیادہ سیدھے راستے سے بھٹکنے والے ہوں گے O (الفرقان:۳۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر کا منہ کے بل کس طرح حشر کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس ذات نے ان کو پیروں کے بل چلایا ہے وہ ذات ان کو منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۵۱۴۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو

وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ

وزیر بنا دیا O پس ہم نے فرمایا تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے پھر ہم نے ان

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ ۭ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ

کو مکمل طور پر ہلاک کر دیا O اور نوح کی قوم کے کافروں نے جب رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور

جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾

ہم نے ان کو لوگوں کے لیے (عبرت کی) نشانی بنا دیا' اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ

اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں اور ان کے درمیان بہت سی قوموں

كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

کے لیے O اور ہم نے ہر ایک کے لیے مثالیں بیان فرمائی ہیں' پھر ہم نے ہر ایک کو تباہ و برباد کر دیا O

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ

اور یہ (کفار) اس بستی پر آ چکے ہیں جس پر پتھروں کی بارش ہو چکی ہے' کیا انہوں

marfat.com
Marfat.com

يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝٤٠ وَإِذَا

نے اس بستی کو نہیں دیکھا' بلکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے O اور یہ

رَاَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۭ أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ

لوگ جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے

رَسُولًا ۝٤١ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا

رسول بنا کر بھیجا ہے O بے شک یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکانے لگے تھے اگر ہم ان کی پرستش پر ثابت

عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ

قدم نہ رہتے' اور وہ جب عذاب کو دیکھیں گے تو عنقریب جان لیں گے کہ کون سیدھے راستہ سے زیادہ

سَبِيلًا ۝٤٢ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ۭ أَفَأَنْتَ تَكُونُ

بھٹکا ہوا ہے O کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے کیا آپ اس کی

عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝٤٣ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ

حمایت کر سکتے ہیں O یا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں'

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝٤٤ ع ۴

یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا دیا O پس ہم نے فرمایا تم ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے' پھر ہم نے ان کو مکمل طور پر ہلاک کر دیا O (الفرقان: ۳۶-۳۵)

فرعون کی طرف صرف حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم دیا تھا یا ان کے بھائی ہارون کو بھی؟

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اس کتاب سے مراد تورات ہے' اور ان کے ہم راہ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا دیا' وزیر سے مراد معین اور مددگار ہے۔ پس ہم نے فرمایا تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے ان لوگوں سے مراد فرعون' ہامان اور قبط ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون دونوں کو قبطیوں کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور النّٰزعٰت: ۱۷ اور طٰہٰ: ۲۴ میں صرف حضرت موسیٰ کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ جب

marfat.com
Marfat.com

اور ایک کو قوم فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تھا تو جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی طرف جانے کی نسبت کر دی جائے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے صرف حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم دیا ہو لیکن جب حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا وزیر بنا دے (طٰہٰ: ۲۹) تو پھر دونوں کو قوم فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نوح کی قوم کے کافروں نے جب رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے ان کو لوگوں کے لیے (عبرت کی) نشانی بنا دیا' اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O (الفرقان: ۳۷)

حضرت نوح کی قوم نے صرف حضرت نوح کی تکذیب کی تھی پھر یہ کیوں فرمایا کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی؟

اس آیت میں فرمایا ہے اور نوح کی قوم کے کافروں نے رسولوں کی تکذیب کی حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے صرف حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی کیونکہ اس وقت میں حضرت نوح علیہ السلام کے سوا اور کوئی رسول نہیں تھا' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے' جزاء اور سزا اور باقی ان تمام احکام شرعیہ کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے بھیجا تھا جن کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے ان کے بعد تمام رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب دراصل ان کے بعد آنے والے تمام رسولوں کی تکذیب تھی' اس لیے فرمایا اور نوح کی قوم کے کافروں نے جب رسولوں کی تکذیب کی۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے ایک رسول کی تکذیب کی اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی' کیونکہ رسولوں پر ایمان لانے میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس لیے کہ ہر نبی باقی تمام نبیوں کی تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا جس نے کسی ایک نبی کی تکذیب کی تو اس نے ان تمام نبیوں کی تکذیب کر دی جن کی اس نبی نے تصدیق کی تھی۔

ہم نے ان کو غرق کر دیا' ان کو غرق کرنے کی پوری تفصیل سورۂ ھود میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کے لیے O (الفرقان: ۳۸)

الرّس کا معنی

اس آیت میں عاد' ثمود' اصحاب الرس اور ان کے درمیان کی قوموں کا عطف قوم نوح پر ہے یعنی آپ قوم نوح کو یاد کیجئے اور عاد' ثمود' اصحاب الرس اور ان کی درمیانی قوموں کو یاد کیجئے' یا اس کا معنی ہے ہم نے قوم نوح کو غرق کر دیا اور ان کے لیے آخرت میں عذاب تیار کر رکھا ہے' اسی طرح ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کی درمیانی قوموں پر عذاب نازل کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

الرس کلام عرب میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے گرد منڈیر نہ ہو' یعنی معادن کے کنویں۔ صحاح جوہری میں مرقوم ہے کہ الرس اس کنویں کا نام تھا جو قوم ثمود کے بقیہ لوگوں کا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ الرس بنو اسد کے پانی اور ان کے باغات کا نام ہے۔ امام قشیری نے ذکر کیا ہے کہ پہاڑوں پر جو تہ بہ تہ برف جم جاتی ہے اس کو الرس کہتے ہیں اور الرس کا معروف معنی وہ ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ الرس وہ کنواں ہے جس کے گرد منڈیر نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کنواں آذربائیجان میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کنواں یمامہ میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ انطاکیہ میں ہے۔ اس کا معنی ہے دھنسا دینا' لوگوں نے اپنے نبی کو اس میں دھنسا دیا تھا اس لیے اس کنویں کو الرس کہتے ہیں۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۹۰)

marfat.com
Marfat.com

اصحاب الرّس کی تفسیر اور ان کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال

اصحاب الرّس کے مصداق میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی علیہ السلام نے کہا اصحاب الرس ایک قوم ہے جو درخت کی عبادت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہوذا ابن یعقوب کی اولاد سے ان کی طرف ایک نبی بھیجا' انہوں نے ایک کنواں کھود کر اس نبی کو اس کنویں میں گرا دیا' اس کی پاداش میں ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔

(۲) سعید بن جبیر نے کہا یہ وہ قوم ہے جس کے نبی کا نام حنظلہ بن صفوان تھا' انہوں نے اپنے نبی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا۔

(۳) وھب بن منبہ نے کہا یہ قوم ایک کنویں کے پاس رہتی تھی' یہ لوگ اس کنویں سے پانی لیتے تھے' اور ان کے مویشی بھی تھے۔ یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب کو بھیجا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے' تو یہ کنواں منہدم ہو گیا (ڈھے گیا) اور ان لوگوں کو اور ان کے گھروں کو اس کنویں میں دھنسا دیا گیا۔

(۴) سدی نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حبیب النجار کو قتل کر کے اپنے کنویں میں ڈال دیا تھا' ان ہی کے متعلق یہ آیت ہے: یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ○ (یٰس: ۲۰)

(۵) ابن السائب نے کہا یہ وہ قوم ہے جو اپنے نبی کو قتل کر کے کھا گئی تھی اور یہ وہ قوم ہے جس کی عورتوں نے سب سے پہلے جادو کیا تھا۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۹۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی نے اصحاب الرس کی تفسیر میں بہت زیادہ اقوال نقل کیے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۳۲) مگر ہم نے جتنے اقوال ذکر کر دیئے ہیں' وہ کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر ایک کے لیے مثالیں بیان فرمائی ہیں پھر ہم نے ہر ایک کو تباہ و برباد کر دیا ○ (الفرقان: ۳۹)

زجاج نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ہر قوم کو توحید و رسالت کے دلائل سنائے' اور ایمان نہ لانے پر ان کو عذاب کی وعید سنائی اور ان پر اپنی حجت تمام کر دی اس کے باوجود جب وہ ایمان نہیں لائے تو ہم نے ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ملیامیٹ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (کفار) اس بستی پر آ چکے ہیں جس پر پتھروں کی بارش ہو چکی ہے' کیا انہوں اس بستی کو نہیں دیکھا بلکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے ○ (الفرقان: ۴۰)

ان کافروں سے مراد مشرکین مکہ ہیں' اور بستی سے مراد قوم لوط کی بستی ہے جن کی بدفعلیوں کی وجہ سے ان کے اوپر آسمان سے پتھر برسائے گئے تھے' کفار جب مختلف علاقوں کے سفر پر جاتے تو اس بستی میں عذاب نازل ہونے کے آثار دیکھتے تھے' حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کفار قریش شام کی طرف تجارتی سفر میں جاتے تھے تو قوم لوط کے شہروں سے گزرتے تھے' اس کے باوجود وہ عذاب کے آثار دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ لوگ جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے ○ بے شک یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکانے لگے تھے اگر ہم ان (بتوں) کی پر ثابت قدم نہ رہتے اور وہ جب عذاب کو دیکھیں گے تو عنقریب جان لیں گے کہ کون سیدھے راستہ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہے (الفرقان

marfat.com
Marfat.com

...ن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانا اور آپ کو اذیت پہنچانا

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
امام محمد بن ادریس بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: اے قریش کی جماعت! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ گمان ہے کہ دوزخ کے صرف ۱۹ فرشتے تم سب کو دوزخ میں قید کر کے تم کو عذاب دیں گے حالانکہ تم اتنی بڑی تعداد اور اتنی زیادہ کثرت میں ہو۔ کیا ان میں سے ایک شخص تم میں سے سو آدمیوں کو عاجز کر دے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ (المدثر: ۳۱)

اور ہم نے دوزخ کے پہرے دار صرف فرشتے مقرر کیے ہیں، اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان قوی ہو جائے، اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کریں، اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفار یہ کہیں گے کہ اس تعداد (انیس فرشتے) کو بیان کرنے سے اللہ کیا ارادہ فرماتا ہے، اسی طرح اللہ جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا کر دیتا ہے اور جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا کر دیتا ہے، اور آپ کے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ قرآن تو انسانوں کے لیے صرف نصیحت ہے۝

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۱۹۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی کتنی زیادہ عداوت دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا ایک دن قریش کے سردار حطیم کعبہ میں جمع تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے کہنے لگے، ہم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس شخص سے زیادہ کسی اور پر صبر کیا ہو، یہ ہمارے جوانوں اور بوڑھوں کو گمراہ قرار دیتا ہے، ہمارے دین کی مذمت کرتا ہے، ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالتا ہے، ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ہم اتنی بڑی زیادتی پر صبر کرتے ہیں، وہ اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، آپ نے آ کر حجر اسود کی تعظیم کی، پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے، جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے، آپ جب دوسرا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے اور انہوں نے حسب سابق اشارے کیے تو آپ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے قریش کی جماعت! کیا تم سن رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس قربانی کے احکام لے کر آیا ہوں، وہ لوگ اس طرح غور سے آپ کی بات سن رہے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں، حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے ابوالقاسم! آپ کامیابی کے ساتھ واپس جائیں۔ اللہ کی قسم میں جاہل نہیں ہوں! دوسرے روز وہ پھر حطیم میں جمع ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا تم نے اس شخص کا ذکر کیا اور ان باتوں کا جو اس نے تم سے کیں اور ان باتوں کا جو تم نے اس سے کیں، حتیٰ کہ جب انہوں نے وہ باتیں شروع کیں جو تم کو ناگوار ہیں تو تم نے ان کو چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے

marfat.com
Marfat.com

آئے‘ وہ سب چھلانگیں لگا کر آپ کے پاس گئے اور آپ کو گھیر لیا اور آپ سے کہنے لگے آپ ہی وہ شخص ہیں جو اس طرح اس طرح کہتے ہیں‘ اور وہ سب باتیں کہیں جو آپ نے ان کے باطل خداؤں اور باطل دین کی مذمت میں کہیں تھیں‘ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! میں نے ہی یہ باتیں کہی ہیں‘ پھر میں نے دیکھا ایک شخص نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کو گھسیٹا اور حضرت ابوبکر صدیق اس شخص کے پاس کھڑے تھے اور اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے انہوں نے کہا تم پر افسوس ہو! تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے‘ پھر وہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ گئے۔ یہ قریش کا سب سے سخت سلوک تھا جو میں نے آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ‘ ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے! کیا آپ اس کی حمایت کر سکتے ہیں○ (الفرقان: ۴۳)

اپنی خواہش کے پرستاروں کے مصادیق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص بڑے عرصہ تک ایک سفید پتھر کی عبادت کرتا رہا پھر اس کو ایک اور پتھر اس سے زیادہ خوب صورت مل گیا تو وہ پہلے پتھر کو چھوڑ کر اس پتھر کی عبادت کرنے لگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری تفسیر اس طرح منقول ہے کہ اس سے مراد کافر ہے جو بغیر کسی دلیل کے اور بغیر اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے کسی چیز کو اپنا معبود قرار دے کر اس کی پرستش کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ علم کے باوجود اس کو گمراہ کر دیتا ہے۔

حسن بصری نے کہا اس سے مراد منافق ہے وہ اپنی خواہش کو نصب کر دیتا ہے اور اپنی ہر خواہش کی پیروی کرتا ہے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر اس چیز پر سوار ہو جاتا ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے‘ وہ کام کر لیتا ہے اور اللہ کا ڈر اور تقویٰ اس کو کسی ناجائز کام کے ارتکاب سے نہیں روکتا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۷۰۰-۲۶۹۹‘ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ‘ ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں پر متعجب کرایا ہے جو زبان سے یہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رازق ہے‘ اس کے باوجود وہ بغیر کسی دلیل کے پتھروں سے تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ پھر فرمایا کیا آپ ایسے شخص کی حفاظت اور کفالت کر سکتے ہیں اور اس کو کفر سے ایمان کی طرف اور برائی سے نیکی کی طرف لا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں! یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں○ (الفرقان: ۴۴)

کفار سے سننے اور عقل کی نفی کی توجیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ کفار ہدایت کو قبول کرنے کی غرض سے سنتے ہیں اور نہ اس کو بصیرت سے دیکھتے ہیں اور نہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۲۰۵)

یعنی یہ کفار ان لوگوں کے قائم مقام ہیں جن کے پاس نہ عقل ہے نہ کان ہیں‘ جب انہوں نے سننے سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا اور دیکھنے سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا اور غور و فکر سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا تو گویا وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سوچ و بچار کرتے ہیں۔ ان کو کان اس لیے دیئے تھے کہ وہ قبول کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنتے

marfat.com
Marfat.com

محبت سے آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے آپ کی نبوت کے دلائل میں غور وفکر کرتے اور جب انہوں نے اس غرض کو پورا نہیں کیا تو وہ اللہ کے نزدیک سننے والے ہیں نہ دیکھنے والے ہیں نہ غور وفکر کرنے والے ہیں۔

کفار کا چوپایوں سے زیادہ گم راہ ہونا

پھر فرمایا یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کافروں کی مثال تو اونٹ' گدھے اور بکری کی طرح ہے' کیونکہ اگر تم ان چوپایوں سے کوئی بات کہو تو وہ صرف تمہاری آوازیں سنیں گے اور وہ یہ بالکل نہیں سمجھ سکیں گے کہ تم ان سے کیا کہہ رہے ہو' اسی طرح جب تم کفار سے کوئی نیکی کی بات کہو یا جب تم ان کو کسی برائی سے روکو اور ان کو نصیحت کرو تو وہ نہیں سمجھیں گے کہ تم کیا کہہ رہے ہو وہ صرف تمہاری آوازیں سنیں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۲۰۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کافروں کو چوپایوں سے زیادہ گم راہ قرار دیا ہے' کیونکہ چوپایوں سے حساب لیا جائے گا نہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

مقاتل نے کہا چوپائے اپنے مالکوں کو پہچانتے ہیں اور اپنے مالکوں کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے اشاروں پر چلتے ہیں اور یہ کفار اپنے رب کو نہیں پہچانتے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو رزق دیا ہے اور اس کی اطاعت نہیں کرتے' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ چوپایوں کو ہر چند کہ توحید اور رسالت کا صحیح ادراک نہیں ہے لیکن وہ توحید اور رسالت کے باطل ہونے کا اعتقاد بھی نہیں رکھتے اس لیے یہ کفار چوپایوں سے زیادہ گم راہ ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چوپائے اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں اس کے برخلاف یہ کفار اس میں سے کچھ بھی نہیں کرتے بلکہ اللہ کو سجدہ کرنے پر اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھر کے بتوں کو سجدہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے یہ چوپایوں سے زیادہ گم راہ ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری نیشاپوری الشافعی المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

یہ کفار ان چوپایوں کی طرح ہیں جن کی کوشش کھانے' پینے اور قضاء شہوت کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہیں ہوتی' سو جس شخص نے صرف اپنی نفسانی خواہشوں کے لیے جدوجہد کی وہ ان چوپایوں کی مثل ہے' اور اللہ سبحانہ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں صرف ان کے حیوانی تقاضے رکھے' اور بنو آدم کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں یہ دونوں چیزیں رکھیں یعنی عقل اور حیوانی تقاضے۔ پس جس نے اپنی خواہشات کو اپنی عقل پر ترجیح دی وہ چوپایوں سے بدتر ہے اور جس نے اپنی عقل کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی وہ فرشتوں سے افضل ہے اور یہی مشائخ کا قول ہے۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۸۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ

کیا آپ نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھیرا

جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَيۡنَا قَبۡضًا يَّسِيۡرًا ﴿۴۶﴾

ہوا کر دیتا' پھر ہم نے سورج کو اس کے اوپر علامت بنا دیاO پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیاO

marfat.com
Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ

اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے ساتر اور حجاب بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو

النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

اٹھنے اور کام کرنے کے لیے بنایاO اور وہی ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے،

رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاO تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو

مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ

زندہ کریں اور وہ پانی اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلائیںO اور بے شک ہم نے اس پانی کو

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

ان کے درمیان گردش دی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا اور ہر رویہ کا انکار کر دیاO

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک عذاب سے ڈرانے والا بھیج دیتےO سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں، اور

جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا

اس قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریںO اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا کر جاری کر دیے یہ

عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

نہایت شیریں ہے اور یہ کھاری (اور) کڑوا ہے اور ان کے درمیان ایک (قدرتی) حجاب

وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

اور روکی ہوئی آڑ ہےO اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اس

فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

کے لیے نسب اور سسرال کا رشتہ بنایا اور آپ کا رب قدرت والا ہےO اور وہ اللہ کو چھوڑ کر

marfat.com

Marfat.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ

ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور کافر اپنے رب کی مخالفت کرنے پر

عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

کمربستہ رہتا ہے ○ اور ہم نے آپ کو صرف ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ

آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف

اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ

راستہ کو اختیار کر لے ○ اور آپ اس پر توکل کیجئے جو زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور

۸ مع عند المتقدمین ۱۲

سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ

اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لیے کافی ہے ○ جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا

وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا' وہی رحمٰن ہے آپ اس کے متعلق کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں ○ اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ۚ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ

ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو (تو) وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے ؟

۵ ع ۲

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدة ع

کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں' اس (حکم) نے ان کو اور متنفر کر دیا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا' وہ اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا کر دیتا' پھر ہم نے سورج کو اس کے اوپر علامت بنا دیا ○ پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا ○ (الفرقان: ۴۶-۴۵)

marfat.com
Marfat.com

ظل اور فی کا معنی

ظل سورج کی روشنی اور دھوپ کی ضد ہے اور یہ فی سے عام ہے ظل اللیل اور ظل الجنۃ (رات کا سایا اور باغ کا سایا) کہا جاتا ہے اور ہر وہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے اس کو ظل (سایا) کہا جاتا ہے اور فی صرف اسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سے دھوپ اور سورج کی روشنی آ کر زائل ہو جائے اور کسی عزت دار چیز کو بھی ظل کہا جاتا ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۰۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

امام ابومحمد الحسین بن مسعود بغوی التوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک کا وقت ہے اس وقت ایسا سایا ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پھیلایا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اس وقت دھوپ نہیں ہوتی، ایک وہ وقت ہے جب مکمل تاریکی ہوتی ہے یہ رات کا وقت ہے اور ایک وہ وقت ہے جب مکمل روشنی اور دھوپ ہوتی ہے یہ دن کا وقت ہے، اور ایک سائے کا وقت ہے جس میں سورج کی دھوپ اور رات کے اندھیرے کی درمیانی کیفیت ہوتی ہے اور یہ سائے کا وقت ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو دائمی کر دیتا اور سورج کبھی طلوع نہ ہوتا اور دن کی روشنی حاصل نہ ہوتی اور لوگ تلاش روزگار کے لیے کوئی کام نہ کر سکتے۔

پھر اللہ آہستہ آہستہ سائے کو بہ تدریج اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، یعنی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے تمام روئے زمین پر سایا پھیلا ہوا ہوتا ہے، پھر جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو سایہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگتا ہے اور جب سورج بالکل سروں پر پہنچ جاتا ہے اور مکمل دھوپ پھیل جاتی ہے تو سایہ نہ ہونے کے برابر ہو جاتا ہے، پھر جب سورج مغرب کی طرف جھکنے لگتا ہے تو پھر سائے نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور سائے کی نمود اور اس کے گھٹنے، بڑھنے اور ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ نے سورج کو علامت اور دلیل بنا دیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے ساتر اور حجاب بنا دیا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو اٹھنے اور کام کرنے کے لیے بنایا۔ (الفرقان: ۴۷)

کفر کے اندھیروں کا ختم ہونا اور ایمان کے سورج کا طلوع ہونا

رات کو لباس فرمایا کیونکہ جس طرح لباس بدن کو چھپاتا ہے اسی طرح رات کے اندھیرے چیزوں کو چھپا لیتے ہیں، اور نیند کو سُبات فرمایا، سُبات کے معنی راحت ہیں، کیونکہ رات کو لوگ کام کاج اور محنت مزدوری کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں اور رات کو صرف آرام کرتے ہیں جس سے ان کو آرام اور راحت ملتی ہے، نیند سے پہلے انسان کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں، سب سے پہلے اس کے کان کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو نیند آ جاتی ہے، اس کے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام ملتا ہے اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو بالکل تر و تازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دن کی روشنی کام کاج کرنے کے لیے بنائی اور رات کا اندھیرا سونے اور آرام کرنے کے لیے بنایا، اگر مسلسل دن ہوتا تو انسان آرام نہ کر سکتا اور اگر مسلسل رات ہوتی تو انسانوں کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ نہ ملتا۔ پس سبحان ہے وہ ذات جس نے دن بھی بنایا اور رات بھی بنائی۔

اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ روئے زمین پر اس وقت جو کفر اور شرک کا سایا پھیلا ہوا ہے وہ کوئی دائمی اور مستقل چیز نہیں ہے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا ہے، بہ ظاہر جہالت کا یہ سایا دُور دُور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا ہے مگر جیسے جیسے آفتاب نبوت اوپر چڑھے گا جہالت کا یہ سایا سمٹتا چلا جائے گا جس طرح اس ساری کائنات میں سایا فوراً ہی معدوم نہیں ہوتا بہ تدریج کم ہو کر ختم ہوتا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں بھی آفتاب نبوت کا عروج بتدریج ہوگا اور گمراہی کے سائے کا زوال

marfat.com
Marfat.com

بتدریج کم ہوکر ختم ہوگا' اسی طرح رات اور دن کے ذکر فرمانے میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کی رات اب ختم ہو چکی ہے اور علم اور ہدایت کا سورج اب طلوع ہو چکا ہے اور عنقریب کفر کی یلغار ختم ہوگی اور ایمان والوں کا غلبہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے' اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاo (الفرقان: ۴۸)

طہور کا معنی اور اس کا مصداق

طہور اس پانی کو کہتے' ہیں جو فی نفسہ پاک ہو اور نجس اشیاء کو پاک کرنے والا ہو' اس آیت سے معلوم ہوا کہ بارش کا پانی طاہر اور مطہر ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ. وہی ہے جس نے آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تا کہ تم کو پاک کرے۔ (الانفال: ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے' اگر ہم اس پانی سے وضو کرلیں تو پھر ہم پیاسے رہ جائیں گے! تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی طہور (پاک کرنے والا) ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۷۳۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۲۴۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۴۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۸۱)

بعض علماء نے یہ کہا کہ طہور اس پانی کو کہتے ہیں جس سے طہارت کا عمل بار بار حاصل ہو' جس طرح صبور اس شخص کو کہتے ہیں جو بار بار صبر کرے اور شکور اس شخص کو کہتے ہیں جو بار بار شکر کرے' اور یہ امام مالک کا قول ہے حتیٰ کہ ان کے نزدیک جس پانی سے ایک بار وضو کرلیا گیا ہو اس پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے اور جمہور کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہے وہ اگرچہ فی نفسہ پاک ہے لیکن اس سے پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔

کسی نجس چیز کے گرنے سے اگر پانی میں نجاست کی بو' اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ آجائے تو وہ پانی طہور نہیں رہے گا

اگر پانی میں ایسی کوئی چیز گر جائے جس سے پانی کا ذائقہ' یا اس کا رنگ یا اس کی بو متغیر ہو جائے' اگر وہ ایسی چیز ہے جس سے پانی کو محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے جیسے کیچڑ' مٹی اور درختوں کے پتے تو اس پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے' جیسے اگر کسی جگہ پانی کافی عرصہ تک ٹھہرا رہے تو اس کے اوصاف متغیر ہو جاتے ہیں اس طرح اگر پانی میں کوئی ایسی چیز گر جائے جو پانی میں سرایت اور حلول نہ کرے مثلاً تیل وغیرہ تو خواہ اس کی بو اور مزہ تبدیل ہو جائے پھر بھی اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

اور اگر پانی میں کوئی پاک چیز گر جائے اور اس سے پانی کے اوصاف (رنگ' بو اور مزہ) تبدیل نہ ہوں تو پانی کا طہور ہونا باقی رہے گا' خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر' اور اگر پانی کی مقدار دہ در دہ سے کم ہو اور اس میں کوئی نجس چیز گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا' اور اگر پانی کی مقدار دہ در دہ سے زیادہ ہو یا وہ پانی جاری ہو تو اس پانی میں نجاست کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا اور طہور ہی رہے گا' جب تک کہ پانی کا رنگ یا بو یا مزہ تبدیل نہ ہو جائے۔

marfat.com
Marfat.com

دہ دردہ کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا

کثیر پانی کی مقدار فقہاء احناف کے نزدیک دہ دردہ ہے یعنی وہ تالاب جس کی لمبائی اور چوڑائی دس دس ہاتھ ہو۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اگر پانی جاری ہو یا دہ دردہ ہو۔ (یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا' ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا ہو اور اس کی کم از کم اتنی گہرائی ہو کہ چلو بھر پانی لیا جائے تو زمین خالی نہ ہو) تو اس پانی میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور طہور ہی رہے گا۔

عامۃ المشائخ کا یہی قول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ ابواللیث نے کہا ہے' اور شرح الوقایہ میں مذکور ہے کہ ہم نے دہ دردہ کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کنواں کھودا اس کی حریم چالیس ہاتھ ہے پس ہر جانب سے اس کی حریم دس ہاتھ ہوگی' اور کوئی دوسرا شخص کنواں کھودے تو وہ اس کے چاروں طرف سے دس ہاتھ چھوڑ کر دوسرا کنواں کھودے گا' اور اسی حدیث سے دہ دردہ کی مقدار کا تعین کیا گیا ہے۔ (شرح النقایہ ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

قلتین کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا

اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک کثیر پانی کی مقدار قلتین ہے یعنی دو گھڑوں کی مقدار یا اس سے زیادہ پانی ہو۔

ابومحمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اور اگر پانی کی مقدار قلتان (دو گھڑے) یا اس سے زیادہ ہو تو وہ نجاست کے گرنے کے باوجود طہور ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے' اور قلتان کی مقدار پانچ مشک ہے اور اس کا وزن پانچ سو رطل ہے (یعنی ڈھائی سو لیٹر) اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے متعلق سوال کیا گیا جو جنگل کی زمین میں ہوتا ہے' اور جس پانی سے چوپائے اور درندے آ کر پیتے رہتے ہیں' آپ نے فرمایا جب پانی قلتین (دو گھڑوں) کی مقدار ہو تو وہ حامل نجاست نہیں ہوتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴' سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۶۱)

امام بغوی فرماتے ہیں: یہ امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور محدثین کی ایک جماعت کا قول ہے جب پانی اس مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں نجاست کے گرنے سے وہ نجس نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے تین اوصاف میں سے کوئی ایک وصف متغیر نہ ہو جائے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری قلتین کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حفاظ کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے' ان میں حافظ ابن عبدالبر ہیں' قاضی اسماعیل بن اسحاق اور ابوبکر بن العربی ہیں اور مالکی علماء ہیں' امام بیہقی نے کہا یہ حدیث قوی نہیں ہے' امام غزالی اور الرویانی نے اس کو ترک کیا حالانکہ وہ امام شافعی کی بہت زیادہ اتباع کرتے ہیں' اور امام بخاری کے استاذ علی بن المدینی نے کہا قلتین کی حدیث ثابت نہیں ہے اس لیے کہ جب زمزم کے کنویں میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن الزبیر نے حکم دیا کہ زمزم کا تمام پانی نکالا جائے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو وہ اس سے استدلال کرتے (کیونکہ زمزم کے کنویں کا

marfat.com

Marfat.com

...دو گھڑوں کی مقدار سے تو بہر حال بہت زیادہ تھا) اور بقیہ صحابہ اور تابعین اس سے استدلال کرتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث شاذ ہے اور کسی مخصوص حادثہ کے متعلق ہے' اور اس حدیث کو اس حدیث کی طرح رد کر دیا جائے گا جس طرح آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے پینے سے وضوٹوٹنے کی حدیث کو رد کر دیا گیا ہے۔

پھر امام ابوداؤد نے بھی قلتین کی حدیث کو رد کر دیا ہے' کیونکہ اس حدیث کی سند اور متن مضطرب ہے۔ ایک روایت میں ہے اس پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ ایک روایت میں ہے وہ پانی حامل نجاست نہیں ہے' امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے' ایک روایت میں ہے جب پانی دو قلہ یا تین قلہ (دو یا تین گھڑے) کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی' ایک روایت میں ہے کہ جب پانی چالیس قلہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ حامل خبث نہیں ہوتا' اور اس حدیث کو امام الدارقطنی نے ضعیف کہا ہے اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ جب پانی چالیس قلہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا' اور ایک روایت میں ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی اور ایک روایت میں ہے وہ پانی حامل خبث نہیں ہے' اور امام الدارقطنی نے کہا متعدد لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے چالیس ڈول کو روایت کیا ہے اور بعض نے چالیس غربال (چھلنی' دف) کو روایت کیا ہے اور یہ اضطراب ضعف کو واجب کرتا ہے' اس لفظی اضطراب کے علاوہ اس کے معنی میں بھی اضطراب ہے' کیونکہ وہ پانی حامل خبث نہیں ہے اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ پانی نجاست کو اٹھانے یا برداشت کرنے سے ضعیف ہے اس لیے پانی نجس ہو جائے گا' نیز قلّہ کا لفظ ان معنوں میں مشترک ہے' گھڑا' مشک اور پہاڑ کی چوٹی' نیز ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ حدیث جب پانی دو قلہ کی مقدار ہو تو وہ حامل خبث نہیں ہے' منقطع ہے' کیونکہ اس کی سند مجہول ہے' اور امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے ایک حدیث روایت کی جب پانی کی مقدار قلال ہجر سے دو قلہ ہو تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی' اور اس کی مقدار دو فرق بیان کی گئی ہے اور ایک فرق آٹھ کلوگرام کا ہے۔ (مجمل اللغۃ) اور ابن جریج نے کہا قلال ہجر نو مشک کے برابر ہیں یا ڈھائی مشک کے برابر ہیں' یہ اس کا خلاصہ ہے جس کو امام ابن ہمام نے ذکر کیا ہے۔ (شرح النقایہ ج ۱ ص ۴۶' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید کمپنی' کراچی)

جاری پانی کا طہور ہونا

ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو پانی جاری ہو وہ بھی طہور ہے سوا اس کے کہ اس کے رنگ' بو اور مزے میں سے کوئی ایک وصف تبدیل ہو جائے' اس کی ایک دلیل یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے پانی کے متعلق فرمایا وہ طہور ہے اور دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! آیا ہم بیر بضاعہ سے وضو کر لیا کریں اور بیر بضاعہ وہ کنواں تھا جس میں حیض کے کپڑے' کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں ڈال دی جاتی تھیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی طہور ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۷-۶۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۵' سنن للبیہقی ج ۱ ص ۴۰۵' سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بیر بضاعہ میں پانی جاری تھا اور وقوع نجاست سے جب تک اس میں نجاست کی بو' اس کا رنگ یا اس کا مزہ نہ آ جائے وہ پانی طہور ہے۔

...تعالیٰ کا ارشاد ہے: تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور

marfat.com
Marfat.com

انسانوں کو پلائیں ○ اور بے شک ہم نے اس پانی کو ان کے درمیان گردش دی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا اور ہر رویہ کا انکار کر دیا ○ (الفرقان: ۵۰-۴۹)

مختلف علاقوں میں بارش نازل فرمانے کے متعلق احادیث

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل آسمان سے پانی کا جو بھی قطرہ نازل کرتا ہے اس سے زمین میں کوئی سبزہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں کوئی موتی پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۲۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر آنے والے سال میں گزشتہ سال سے زیادہ بارش ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بارش کو اپنے بندوں پر مختلف علاقوں میں گردش دیتا رہتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۲۴۷)

قتادہ الفرقان: ۵۰ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں بے شک اللہ عزوجل نے اس رزق کو اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور وہ اس رزق کو بندوں کے درمیان گردش میں لاتا رہتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۲۵۰)

بارش کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلیل

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے اس عمل کو بار بار دہرایا ہے اور مختلف علاقوں میں اس عمل کو جاری کیا ہے' اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہم نے مختلف علاقوں میں بارش کو نازل کیا ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے بارش نازل کرنے کے ذکر کو قرآن مجید میں مختلف سورتوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے تا کہ اگر لوگ غور کریں تو ان پر منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف علاقوں میں پانی کی بہم رسانی کے لئے جو بارش کا انتظام کیا ہوا ہے یہ انتظام ہی اللہ تعالیٰ کے واحد رب العالمین ہونے کی دلیل ہے' چونکہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے اور اس نے تمام جہان والوں کو رزق پہنچانا ہے اس لیے وہ صرف ایک علاقے میں بارش نازل نہیں کرتا بلکہ وقفہ وقفہ سے تمام علاقوں میں بارش نازل فرماتا ہے' پھر اس میں بھی یہ حکمت کارفرما ہے جن علاقوں کی زمین میں جس جنس کی پیداوار کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کو جتنی بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں پر اتنی بارش نازل فرماتا ہے' پھر بارش کے ذکر میں حشر ونشر پر بھی دلیل ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال جب بارشیں ہوتی ہیں تو اسی زمین سے برساتی مینڈک اور دوسرے برساتی حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں پھر بارشیں ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ اسی زمین میں مرکھپ جاتے ہیں اور دوسرے سال بارشوں کے موسم میں پھر پیدا ہو جاتے ہیں' اور موت کے بعد حیات' اور حیات کے بعد موت کا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ ان برساتی جانوروں کو ہر موسم میں موت کے بعد زندہ کرتا رہتا ہے اسی طرح وہ انسانوں کو بھی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک عذاب سے ڈرانے والا بھیج دیتے ○ سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور اس قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریں ○ (الفرقان: ۵۲-۵۱)

جہاد کبیر کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے جو ان کو کفر اور نافرمانی کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈراتا' جیسا کہ ہم نے مختلف علاقوں میں بارشیں نازل کی ہیں اور مادی رزق کی فراہمی کے متعدد ذرائع بنا دیے ہیں' اسی طرح ہم چاہتے تو روحانی رزق کے بھی متعدد وسائل بنا دیتے اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کو تمام جہانوں کے لئے نذیر بنایا اور جس طرح ایک آفتاب تمام کائنات کو روشن کرنے کے

marfat.com
Marfat.com

...ی ہے اسی طرح صرف آپ کی تنہا ذات تمام جہانوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔
اور یہ جو فرمایا کہ آپ اس قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریں اس کا ایک محمل یہ ہے کہ آپ قرآن سے ان کے سامنے دلائل پیش کریں یا اسلام کی حقانیت پر ان کے سامنے دلائل پیش کریں' بعض علماء نے کہا تلوار سے ان کے خلاف جہاد کریں' لیکن یہ معنی بعید ہے' کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور جہاد مدینہ میں شروع ہوا تھا۔
جہاد کبیر کا معنی یہ ہے کہ تبلیغ دین کے لیے مسلمان اپنی تمام توانائیوں اور تمام مساعی کو بروئے کار لے آئیں اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے تمام ذرائع اور وسائل کو داؤ پر لگا دیں اور جس جس محاذ اور مورچے پر دشمن کی طاقتیں کام کر رہی ہوں اپنی تمام قوتوں کو وہاں صرف کر دیں اور جان و مال' زبان و قلم اور اسلحہ اور مادی آلات کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد کریں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا کر جاری کر دیئے یہ نہایت شیریں اور یہ کھاری (اور) کڑوا ہے' اور ان کے درمیان ایک (قدرتی) حجاب اور ایک روکی ہوئی آڑ ہے O (الفرقان: ۵۳)

مَرَجَ اور حجرا محجوراً کا معنی

مرج کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا اور اس کا معنی ہے دو چیزوں کے درمیان تخلیہ کرنا' مرج البحرین کا معنی ہے دو سمندروں کے درمیان تخلیہ کرنا' ثعلب نے کہا مرج کا معنی ہے جاری کر دیا اور مرج البحرین کا معنی ہے دو سمندروں کو جاری کر دیا' اور **حجرا محجوراً** کا معنی ہے ان دو سمندروں کے درمیان ایک ستر اور حجاب رکھ دیا' جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے اور مختلط ہونے سے مانع ہے' البرزخ کا معنی ہے حاجز اور الحجر کا معنی ہے مانع۔
حسن بصری نے کہا اس سے مراد بحر فارس اور بحر روم ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)
سمندر میں کھارے اور میٹھے پانی کا اجتماع عموماً ایسے مقامات پر ہوتا ہے جہاں سمندر میں دریا کا پانی آ کر گرتا ہے۔ ایک جگہ دریا کا میٹھا پانی ہوتا ہے اور اس سے متصل سمندر کا کھاری پانی ہوتا ہے اور یہ دونوں پانی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے' اسی طرح سمندر کے بعض مقامات پر میٹھے پانی کے چشمے ہیں وہاں بھی یہ صورت ہے کہ سمندر میں ایک مقام پر کھاری پانی ہے اور دوسرے مقام پر میٹھا پانی ہے یہ دونوں پانی متصل ہیں اور ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا' پھر اس کے لیے نسب اور سسرال کا رشتہ بنایا اور آپ کا رب قدرت والا ہے O (الفرقان: ۵۴)

پانی اور بشر کی تفسیر

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھ کر ان کا خمیر تیار کیا گیا تھا تاکہ وہ پانی بشر کی اصل اور اس کا مادہ ہو اور وہ پاکی مٹی سے مل کر مختلف شکلوں کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت رکھ سکے' اس بنا پر اس پانی سے مراد معروف پانی ہے اور بشر سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں' اور بشر پر تنوین تعظیم کی ہے اور ''من'' ابتدائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے پانی سے ایک عظیم بشر کی خلقت کی ابتداء کی۔
اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ پانی سے مراد نطفہ ہے اور بشر سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔
اس کے بعد فرمایا: پھر اس کے لیے نسب اور صہر (سسرال) کا رشتہ بنایا۔ یعنی انسان کی دو قسمیں کر دیں' ایک قسم وہ مرد ہیں جن کی طرف ان کو منسوب کیا جاتا ہے مثلاً انسان کے آباء اور دوسری قسم اس کے اصہار ہیں جن سے عورتوں کی وجہ سے رشتے قائم ہوتے ہیں جیسے اس کی بیوی کا باپ یا اس کی بیوی کی ماں وغیرہ۔

marfat.com
Marfat.com

نسب کا معنی اور اس کی تحقیق

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

نسب کا رشتہ انسان کے باپ کی طرف سے قائم ہوتا ہے۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۷۵۵ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

بچہ کا اپنی ماں سے نسب ہر حال میں ثابت ہوتا ہے خواہ ولادت شرعی ہو یا غیر شرعی ہو اور اس کا اپنے باپ سے نسب اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب اس کا بچہ کی ماں سے نکاح ثابت ہو خواہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو یا اس عورت کے ساتھ وطی بالشبہ ہو یا وہ اس بچہ کے ساتھ نسب کا اقرار کرے زمانہ جاہلیت میں زنا کے سبب سے جو نسب ثابت ہو جاتا تھا اس کو اسلام نے باطل کر دیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لیے کنکر پتھر ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷) اور زنا اثبات نسب کی صلاحیت نہیں رکھتا اور زانی صرف رجم کیے جانے کا مستحق ہے۔

ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بچہ باپ کے ساتھ اس وقت لاحق کیا جائے گا جب اس کا اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنا ممکن ہو خواہ وہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو یہ جمہور کی رائے ہے اور امام ابوحنیفہ کی یہ رائے ہے کہ محض عقد نکاح سے بھی نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ صرف وطی کا ظن بھی ثبوت نسب کے لیے کافی ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۶۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

نکاح فاسد میں دخول کرنا عدت اور ثبوت نسب کا موجب ہے نیز لکھتے ہیں:

امام محمد کے نزدیک ثبوت نسب کے لیے ضروری ہے کہ بچہ کی ولادت وقت دخول کے چھ ماہ بعد سے شمار کی جائے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقت عقد سے چھ ماہ بعد کا اعتبار ہے کیونکہ عقد کو دخول کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے اور مشائخ نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ علاء الدین الحصکفی نے الموطوءۃ بالشبھۃ کا عطف المنکوحۃ نکاحا فاسدا پر کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے۔

صہر کا معنی اور اس کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

خلیل نے کہا ہے کہ بیوی کے اہل بیت کو صہر کہتے ہیں مثلاً بیوی کا باپ اس طرح بیوی کی ماں وغیرہ یہ سب اصہار ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

لقد نلت صھر رسول اللہ علیہ وسلم فمانفسناہ علیک. آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سسر ہیں سو ہم خود کو آپ پر ترجیح نہیں دیتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۷۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۰۹)

علامہ المبارک بن محمد ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

صہر اور نسب میں فرق یہ ہے کہ نسب کا رجوع آباء کی جہت سے ولادت قریبہ کی طرف ہوتا ہے' (یعنی باپ کی طرف) اور صہر وہ رشتہ ہے جو تزویج اور نکاح کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ (یعنی سسرالی رشتے)۔

(النہایہ ج ۳ ص ۵۸ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اصہار (سسرالی رشتہ داروں) کے مصادیق

سسرالی رشتہ داروں کی چار قسمیں ہیں:

(۱) بیویوں کی سگی مائیں اور دادیاں۔

(۲) بیوی کی سابق شوہر سے بیٹیاں اور ان بیٹیوں کی اولاد' خواہ وہ بیٹی موجودہ شوہر کے زیر پرورش ہو یا نہ ہو۔

(۳) بیٹے اور پوتے کی بیوی اور نواسے کی بیوی' خواہ بیٹے نے بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو' البتہ منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہے۔

(۴) سگے باپ دادا کی بیویاں' یہ وہ محرمات صہریہ ہیں جو کسی شخص پر دائماً حرام ہوتی ہیں۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۴ 'مطبوعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۴ھ)

نکاح سے حرمت مصاہرت کا متفق علیہ ہونا اور زنا سے حرمت مصاہرت کا مختلف فیہ ہونا

نکاح کے ذریعہ جو صہر اور سسرالی رشتہ کی عورتیں ہوتی ہیں ان کے حرام ہونے پر تمام فقہاء اور ائمہ کا اتفاق ہے خواہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو مثلاً بیوی کی ماں' بیوی کے سابق شوہر کی بیٹی' یا بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) اور زنا کے ذریعہ جو یہ رشتہ وجود میں آتے ہیں ان کے حرام ہونے میں اختلاف ہے' مثلاً مزنیہ (جس عورت سے زنا کیا گیا ہو) کی ماں اور مزنیہ کی بیٹی امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک زانی پر مزنیہ کی ماں اور بیٹی دونوں سے نکاح کرنا حرام ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی لہٰذا زانی پر مزنیہ کی ماں اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔

زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونے پر فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

امام مالک اور امام شافعی زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونے پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ (النساء: ۲۳) اور تمہاری ان عورتوں کی بیٹیاں (تم پر حرام ہیں) جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

اس آیت میں ان بیویوں کی بیٹیوں کو حرام فرمایا ہے جن بیویوں سے صحبت کی جا چکی ہو اور بیوی نکاح سے وجود میں آتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس عورت سے نکاح کر کے اس کے ساتھ صحبت کی گئی ہو اور جس عورت سے زنا کیا گیا ہو اس کی بیٹی سے نکاح کرنا اس آیت کی رو سے حرام نہیں ہے لہٰذا زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوئی۔

فقہاء احناف اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ آیت ان کے موید نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف ہے' کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جن عورتوں سے تم دخول (صحبت) کر چکے ہو ان کی بیٹیاں تم پر حرام ہیں اور اس دخول کو مطلقاً ذکر فرمایا ہے دخول بالنکاح نہیں فرمایا' اور یہ دخول اس سے عام ہے کہ نکاح کے بعد ان عورتوں کے ساتھ دخول کیا ہو یا نکاح سے پہلے زنا کے ذریعہ ان عورتوں کے ساتھ دخول کیا ہو' اور دخول کا لفظ حلال اور حرام دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ سو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نکاح کے بعد ان عورتوں کے ساتھ دخول کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نکاح سے پہلے ان عورتوں کے ساتھ دخول کیا ہو' لہٰذا احتیاط کا

marfat.com
Marfat.com

تقاضا یہی ہے کہ جس عورت سے زنا کیا گیا ہو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کو بھی حرام قرار دیا جائے کیونکہ اس آیت عموم میں وہ بھی داخل ہے' نیز جب حلال اور حرام ہونے کے دلائل مساوی ہوں تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے۔

فقہاء شافعیہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص حرام طریقہ سے کسی عورت کا پیچھا کرتا ہے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرتا ہے یا کسی کی بیٹی کا حرام طریقہ سے پیچھا کرتا ہے پھر اس کی ماں سے نکاح کرتا ہے' آپ نے فرمایا کوئی حرام کام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا۔

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۶۷' رقم الحدیث: ۳۶۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا پھر اس سے یا اس کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا کوئی حرام کام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا' صرف اس چیز کو حرام کرتا ہے جو پہلے نکاح سے ہو۔ (اس حدیث کا صحیح محمل عنقریب مصنف عبد الرزاق: ۱۲۸۱۳' دار الکتب العلمیہ میں بیان ہوگا) (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۶۳۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء مالکیہ اور شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حرمت مصاہرت صرف نکاح سے ہوتی ہے زنا سے نہیں ہوتی' فقہاء احناف نے اس حدیث کے حسب ذیل جواب دیے ہیں:

(۱) یہ دونوں حدیثیں سخت ضعیف ہیں' ان دونوں حدیثوں کی سند میں عثمان بن عبد الرحمٰن وقاصی ہے اور وہ متروک راوی ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس حدیث کا راوی متروک ہو اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اس کے متعلق لکھا کہ یہ متروک ہے۔

(تاریخ کبیر ج ۶ ص ۷۷' رقم: ۸۳۴۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ اس حدیث کی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے اس کی سند میں عثمان بن عبد الرحمان وقاصی ہے' یحییٰ بن معین نے اس کے متعلق کہا وہ کذاب ہے' امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے کہا وہ کچھ بھی نہیں' یہ حدیث حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے اس کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے' امام احمد نے اس کے متعلق کہا کہ یہ عراق کے بعض قصہ گو لوگوں کا کلام ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۲) شدید ضعیف ہونے کے علاوہ یہ حدیث قرآن مجید سے متصادم ہے جس سے ثابت ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے۔

امام شافعی کا یہ اعتراض کہ زنا گناہ ہے اور صہر کی نعمت کے حصول کا سبب نہیں بن سکتا!

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اس پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہو جائے گی اور امام شافعی نے کہا زنا حرمت مصاہرت کو واجب نہیں کرتا کیونکہ حرمت مصاہرت ایک نعمت ہے اور وہ ممنوع کام کے ارتکاب سے حاصل نہیں ہوگی' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ وطی اولاد کے واسطہ سے جزئیت کا سبب ہے حتیٰ کہ اولاد کی نسبت ماں باپ میں سے ہر ایک کی طرف ہوتی ہے' پس عورت کے اصول اور فروع مرد کے اصول اور فروع کی طرح ہوتے ہیں اور مرد کے اصول اور فروع عورت کے

marfat.com
Marfat.com

اصول وفروع کی طرح ہوتے ہیں اور بغیر ضرورت کے جز سے نفع حاصل کرنا حرام ہے' لہٰذا جب مرد اور عورت ایک دوسرے کا جز ہو گئے تو مرد کا عورت سے وطی کرنا حرام ہو گیا مگر اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے اور زنا سے اولاد کے حصول کی غرض نہیں ہوتی۔ (ہدایہ اولین ص ۳۰۹' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ مرغینانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ زنا کرنے سے جو اولاد ہوئی تو اس کے سبب سے زانی اور مزنیہ دونوں ایک شخص کی طرح ہو گئے اور مزنیہ کے ماں باپ گویا زانی کے ماں باپ ہو گئے اور مزنیہ کی بیٹی زانی کی بیٹی ہو گئی اور جس طرح کسی شخص کے لیے اپنی ماں یا اپنی بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح زانی کے لیے مزنیہ کی ماں یا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ جب وطی سے واطی اور موطوءہ ایک شخص کی طرح ہو جاتے ہیں تو پھر کسی شخص کے لیے اپنی بیوی سے وطی کرنا بھی ناجائز ہونا چاہیے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے اور وہ ضرورت ہے اولاد کی طلب' جیسا کہ حضرت آدم کے اپنے نفس سے حضرت حوا پیدا ہوئیں پھر اولاد کی طلب کی ضرورت سے ان کے ساتھ جماع کرنا جائز قرار دیا گیا اور یہ ضرورت نکاح سے پوری ہو جاتی ہے' اس لیے زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ مرغینانی کے جواب سے زنا سے حرمت مصاہرت پر ایک عقلی دلیل حاصل ہوتی ہے لیکن یہ امام شافعی کے اصل اعتراض کا جواب نہیں ہے۔ امام شافعی کا اصل اعتراض یہ ہے کہ مصاہرت ایک نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہ طور امتنان اور احسان کے فرمایا ہے: اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اس کے لیے نسب اور صہر (سسرال کے رشتے) کو بنایا۔ اور صہر اس لیے بھی نعمت ہے کہ اس سے اجنبی لوگ رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ انسان جس لڑکی سے نکاح کرتا ہے اس کا باپ پہلے اجنبی تھا اب وہ اس کا سسر بن جاتا ہے اور اس کی ماں اس کی ساس بن جاتی ہے اور صہر کے یہ رشتے نکاح سے حاصل ہوتے ہیں زنا سے حاصل نہیں ہوتے۔ نکاح سے صہر کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ زنا سے یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے نکاح کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے اور زنا کی مذمت کی جاتی ہے۔ نکاح کو سنت اور کار ثواب قرار دیا جاتا ہے جب کہ زنا پر سو کوڑے مارے جاتے ہیں یا رجم کیا جاتا ہے' اور اگر زنا بھی نکاح کی طرح صہر کی نعمت کے حصول کا سبب ہوتا تو جس طرح نکاح کی کثرت مطلوب ہوتی ہے زنا کی کثرت بھی مطلوب ہوتی' جب کہ زنا کی ممانعت مطلوب ہے' نیز جب کوئی شخص اپنی بیٹی کا کسی انسان سے نکاح کرتا ہے تو وہ انسان اس شخص کا داماد بن جاتا ہے اور اس انسان کا باپ اس کا سمدھی بن جاتا ہے اور وہ شخص اپنے داماد پر شفقت کرتا اور سمدھی کی تعظیم اور تکریم کرتا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ صہر ایک نعمت ہے' اور اگر ایک انسان کسی شخص کی بیٹی سے زنا کرے تو وہ شخص اس انسان پر شفقت نہیں کرتا بلکہ اس کو دشمن اور مبغوض جانتا ہے اور اس کو قتل کرنے کے درپے رہتا ہے اور آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ صہر کی نعمت نکاح سے حاصل ہوتی ہے زنا سے یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی' نکاح سے دو خاندانوں میں ملاپ اور اتصال ہوتا ہے اور زنا سے دو خاندانوں میں بغض' عناد اور انفصال ہوتا ہے' لہٰذا زنا حرمت مصاہرت کا سبب نہیں ہوگا کیونکہ زنا سے مصاہرت (سسرالی رشتہ) ہی حاصل نہیں ہوتی تو حرمت مصاہرت کیسے حاصل ہوگی۔

امام شافعی کا یہ اعتراض بہت قوی ہے اور اس کا عقلی دلائل سے جواب نہیں دیا جا سکتا' ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے اس لیے قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں ہم اس عقلی اعتراض کو ترک کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔ (النساء:۲۲) ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں۔

نکاح کا اصل معنی جماع کرنا ہے امام لغت خلیل بن احمد فراھیدی لکھتے ہیں:

نکح: وھو البضع ویجری نکح ایضا مجری التزویج. نکاح کا معنی جماع کرنا ہے اور یہ عقد کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(کتاب العین ج ۳ ص ۱۸۳۷ مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران ۱۴۱۴ھ)

لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا دخول اور جماع کر چکے ہیں تم ان کے ساتھ دخول اور جماع نہ کرو خواہ تمہارے باپ دادا نے ان کے ساتھ زنا کی صورت میں دخول کیا ہو یا عقد نکاح کی صورت میں نیز اس آیت میں نکاح سے مراد مطلقاً دخول ہے۔ خواہ عقد نکاح سے ہو یا زنا سے اس پر دلیل یہ آیت ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ○ (النساء:۲۲) اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں یہ بے حیائی کا کام ہے اور بغض کا سبب ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

اس آیت میں بھی نکاح سے مراد عقد نکاح نہیں ہے بلکہ دخول اور جماع ہے کیونکہ بے حیائی بغض کا سبب اور بہت برا طریقہ عقد نکاح کرنا نہیں ہے بلکہ زنا کرنا ہے یعنی تمہارے باپ دادا جن عورتوں سے دخول اور جماع کر چکے ہیں خواہ بہ صورت نکاح خواہ بہ صورت زنا تم ان سے نکاح نہ کرو اور یہ آیت بھی اس باب میں نص صریح ہے کہ باپ کی مزنیہ سے نکاح کرنا ممنوع اور حرام ہے اور اس سے واضح ہوگیا کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

نیز اگر کوئی شخص اپنے باپ کی مدخولہ اور مزنیہ سے نکاح کرے گا تو یہ فعل قطع رحم کا موجب ہوگا کیونکہ اس کا باپ جب اس مزنیہ سے الگ ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اس فعل پر نادم ہو اور اس عورت سے نکاح کرنا چاہے اور جب اس کا بیٹا اس عورت سے نکاح کر چکا ہوگا تو اس سے اس کے باپ کے دل میں بیٹے کے خلاف بغض اور حسد پیدا ہوگا اور یہ قطع رحم کا موجب ہے اور قطع رحم حرام ہے اور یہ حرام اس وجہ سے لازم آیا کہ اس نے باپ کی مزنیہ سے نکاح کر لیا لہٰذا باپ کی مزنیہ سے نکاح کرنا حرام ہوگا پس اس سے واضح ہوگیا کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں احادیث اور آثار

امام شافعی سے دوسرا اختلاف اس امر میں ہے کہ جس شخص نے کسی عورت کو شہوت سے مس کر لیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی بھی اس شخص پر حرام ہو جاتی ہیں (شہوت کا معنی یہ ہے کہ اس کے دل میں اس سے وطی کرنے کی خواہش ہو اور یہ ایک مخفی امر ہے جو اس کے بتانے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے) امام شافعی کے نزدیک مس کرنے اور فرج کی طرف دیکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ وطی اور دخول نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس سے احرام فاسد ہوتا ہے اور نہ اس سے غسل واجب ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عورت کو مس کرنا اور اس کی فرج

marfat.com
Marfat.com

کی طرف دیکھنا اس سے وطی کرنے کا قوی داعی' سبب اور محرک ہے اس لیے موضع احتیاط میں اس کو وطی کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ ہم جو زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں ان سے جس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے اس طرح ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو مس کرنے یا اس کی فرج کی طرف دیکھنے سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوھانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت کی فرج کی طرف دیکھا اس شخص کے لیے اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی حلال نہیں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۲۹' ج ۳ ص ۴۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص اپنی بیوی کی ماں سے زنا کرے اس پر اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کی فرج کی طرف دیکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۲۸)

عطاء نے بیان کیا کہ جو شخص کسی عورت سے زنا کرے اس پر اس کی بیٹی حرام ہو جاتی ہے اور اگر بیٹی سے زنا کرے تو اس پر اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۳۱)

ابراہیم نخعی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ایک عورت سے زنا کیا اور اب وہ شخص اس کی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا وہ اس کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۳۲)

ابراہیم نخعی نے کہا جب کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کی ماں کے ساتھ نکاح کرے نہ اس کی بیٹی کے ساتھ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۳۴)

مجاہد اور عطاء نے کہا جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس عورت سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال ہے اور اس کی کسی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۶۲۳۵)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کسی عورت سے زنا کرتا ہے' آیا وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! وہ اس کی ماں کی فرج پر مطلع ہو چکا ہے' ان سے کہا گیا کیا نہیں کہا جاتا کہ حرام کام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا! انہوں نے کہا یہ باندی کے متعلق ہے ایک شخص کسی باندی کے ساتھ زنا کرتا ہے پھر اس کو خرید لیتا ہے' یا کسی آزاد عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے پس اس کے پہلے زنا کرنے کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا حرام نہیں ہوتا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۱۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: ۱۲۷۶۱' ج ۷ ص ۱۹۷' مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے سنا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کیا تو اس پر وہ دونوں حرام ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۱۴' دار الکتب العلمیہ' مصنف ج ۷ ص ۱۹۸' مکتب اسلامی)

شعبی' حسن' قتادہ اور طاؤس نے کہا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی ماں سے زنا کرے یا اس کی بیٹی سے زنا کرے تو وہ دونوں

marfat.com
Marfat.com

اس پر حرام ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۱۷'۱۲۸۱۶'۱۲۸۱۵' دار الکتب العلمیہ' مصنف ج ۷ ص ۱۹۸' کتب اسلامی)

عروہ بن الزبیر سے پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا ہے آیا وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے' انہوں نے کہا نہیں! (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۱۸' دار الکتب العلمیہ' مصنف ج ۷ ص ۱۹۸ کتب اسلامی)

یحییٰ بن یعمر نے شعبی سے کہا کوئی حرام کام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا' شعبی نے کہا کیوں نہیں کرتا' اگر تم خمر (انگور کی شراب) کو پانی میں ڈالو تو اس پانی کا پینا حرام ہوگا' حسن بصری نے بھی شعبی کی طرح جواب دیا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۲۲' دار الکتب العلمیہ مصنف ج ۷ ص ۱۹۹' کتب اسلامی)

شعبی نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے کہا جب بھی حلال اور حرام جمع ہوتے ہیں تو حرام کو حلال پر غلبہ ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۸۲۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۲۷۷۲' ج ۷ ص ۱۹۹' کتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو وہ عورت اس شخص کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اور اس شخص کے اوپر اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہو جاتی ہے جس طرح نکاح حلال اور نکاح بالشبہ میں اسی طرح حرمت ہوتی ہے' امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور حضرت عمران بن حصین سے بھی اسی طرح مروی ہے' اور حسن بصری' عطا' مجاہد' شعبی' ابراہیم نخعی' ثوری' اسحاق اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا بھی یہی قول ہے۔ ہماری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء: ۲۲) اور اس آیت میں نکاح سے مراد وطی ہے' نیز فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (النساء: ۲۲) اور یہ تغلیظ عقد نکاح میں نہیں ہو سکتی سو یہ تغلیظ وطی اور زنا میں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتا جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کی فرج کی طرف دیکھے' اور آپ نے فرمایا جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کی فرج کی طرف دیکھے وہ ملعون ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۷ ص ۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں' اور کافر اپنے رب کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا ہے ۝ (الفرقان: ۵۵)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور اپنی قدرت کے کمال کا بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ اس کی نعمتوں کے باوجود کافروں کا اپنے کفر پر اصرار کرنا کس قدر تعجب خیز ہے وہ ان پتھروں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں' اور فرمایا کافر اپنے رب کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں کافر سے مراد ابوجہل لعنہ اللہ ہے' جو بتوں کی عبادت پر اپنے چیلوں کو ابھارتا ہے۔ عکرمہ نے کہا اس سے مراد ابلیس ہے جو اللہ تعالیٰ کی عداوت پر کمر بستہ رہتا ہے۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد شیطان ہے جو لوگوں کی گناہوں پر اعانت کرتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر اپنے رب کے سامنے ذلیل اور عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ کو صرف ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ (الفرقان: ۵۶)

یعنی ہم نے آپ کو کافروں کا حمایتی بنا کر بھیجا ہے اور نہ ان کو جبراً مسلمان کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راستہ کو اختیار کر لے ○ (الفرقان: ۵۷)

یعنی میں نے تم کو جو قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے میں اس پر کسی دنیاوی اجر کا طالب نہیں ہوں' ہاں اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا چاہے تو وہ خرچ کر سکتا ہے' یا اگر کوئی شخص میرے طریقہ کی اتباع کر کے دین اور دنیا کی بھلائی حاصل کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اس پر توکل کیجیے جو زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لیے کافی ہے ○ (الفرقان: ۵۸)

توکل کے متعلق مفصل بحث ہم آل عمران: ۱۵۹' تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۳۹۔ ۴۳۱ میں بیان کر چکے ہیں اور حمد کا معنی الفاتحہ: ۱ میں اور تسبیح کا معنی بنی اسرائیل: ۱ میں بیان کر چکے ہیں ان کی تفسیر وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا وہی رحمان ہے' آپ اس کے متعلق کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں ○ (الفرقان: ۵۹)

اس آیت میں بہ ظاہر آپ سے خطاب ہے اور اس سے آپ کا غیر مراد ہے کیونکہ آپ تو اس کے مصدق تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اور وہ عرش پر جلوہ فرما ہے' اور اس آیت کا معنی ہے اے انسان! علم کی طلب میں میرے علاوہ اور کسی کی طرف رجوع نہ کرنا۔ اور یہ جو فرمایا ہے وہ عرش پر جلوہ فرما ہے' اس کی تفسیر کے لیے الاعراف: ۵۴' التوبۃ: ۱۲۹' یونس: ۳' الرعد: ۲ اور طٰہٰ: ۵ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو (تو) وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں! اس (حکم) نے ان کو اور متنفر کر دیا ○ (الفرقان: ۶۰)

کفار یہ کہتے تھے کہ ہم رحمٰن یمامہ کے سوا اور کسی کو نہیں پہچانتے' اور اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھی۔

یہ آیت سجدہ ہے' رحمٰن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے' زمانہ جاہلیت میں کفار اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہیں پہچانتے تھے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوایا تو مشرکین مکہ نے کہا ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے۔ آپ باسمک اللھم لکھیں۔ اس آیت میں بھی کفار کا رحمٰن کے نام سے بھڑکنے اور سجدہ کرنے سے گریز کا ذکر ہے۔

الاعراف: ۲۱۶ میں ہم نے آیات سجدہ کی تعداد اور اس میں ائمہ کا اختلاف ذکر کیا ہے اور الرعد: ۱۵ میں ہم نے سجدہ کے فضائل بیان کیے ہیں' ان کی تفسیر وہاں ملاحظہ فرمائیں اور الفرقان: ۶۰ کی یہ آیت سجدہ' ساتویں آیت سجدہ ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا

وہ برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں (سورج کو) چراغ

وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ

اور روشن چاند بنایا ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا یہ

marfat.com
Marfat.com

أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ

اس کے لیے ہے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرے O اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر

يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا

آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں

سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ

بس سلام ہو O اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں O اور وہ لوگ جو کہتے

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا

ہیں اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر دے، بے شک دوزخ کا عذاب

كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ

چمٹنے والا ہے O بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے O اور وہ لوگ

إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

جب خرچ کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی پر

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا

ہوتا ہے O اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی

يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ

ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ

اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا

الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

جائے گا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا O سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا

marfat.com
Marfat.com

عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى

بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو بے شک وہ اللہ کی طرف

اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا

بچی توبہ کرتا ہے ○ اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ کسی بے ہودہ کام کے

بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ

پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں○ اور جب ان لوگوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی

يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

جائے تو وہ ان آیتوں پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے○ اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب!

هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ

متقین کا امام بنا دے○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی اور وہاں ان

فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾

کو دعا اور سلام پیش کیا جائے گا○ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے وہ ٹھہرنے اور رہنے کی عمدہ جگہ ہے○

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ

آپ کہیے کہ اگر تم میرے رب کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے پھر بے شک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا

ع ٦/١٤/٣

يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا○

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں (سورج کو) چراغ اور روشن چاند بنایاO (الفرقان: ٦١)

بروج کے لغوی اور عرفی معنی

حسن' مجاہد اور قتادہ نے کہا بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں ان کو بروج اس لیے فرمایا کہ یہ بہت ظاہر ہیں اور برج کا معنی ظہور ہے۔

عطیہ العوفی نے کہا برج کا معنی قلعہ اور محل ہے جس میں پہرے دار ہوں جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ (النساء: ٧٨) اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اس سے مراد وہ بارہ برج ہیں جو سات کواکب سیارہ کی منازل ہیں وہ بارہ برج یہ ہیں: الحمل (بھیڑ کا بچہ)' الثور (بیل)' الجوزا (وہ سیاہ بکری جس کے وسط میں سفیدی ہو) السرطان (کیکڑا) الاسد (شیر) السنبلہ (گندم کا خوشہ) المیزان (ترازو) العقرب (بچھو) القوس (کمان) الجدی (بکری کا بچہ) الدلو (ڈول) الحوت (مچھلی)۔

الحمل اور العقرب مریخ کی منزل ہے' الثور اور المیزان زہرہ کی منزل ہے' الجوزا اور السنبلہ عطارد کی منزل ہے' السرطان قمر کی منزل ہے' الاسد شمس کی منزل ہے' القوس اور الحوت مشتری کی منزل ہے' الجدی اور الدلو زحل کی منزل ہے۔

(معالم التنزیل ج ٣ ص ٤٥٤' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٠ھ)

اگر ثوابت ستاروں کے اجتماع سے مینڈھے کی شکل بن جائے تو اس کو برج حمل کہتے ہیں اور اگر ثوابت ستاروں کے اجتماع سے شیر کی شکل بن جائے تو اس کو برج اسد کہتے ہیں اور اگر ان ستاروں کے اجتماع سے ترازو کی شکل بن جائے تو اس کو برج المیزان کہتے ہیں علیٰ ھذا القیاس۔ (قائد اللغات ص ١٧٩' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

الحجر: ١٦ میں ہم نے بروج کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا' یہ اس کے لیے ہے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرےO (الفرقان: ٦٢)

رات کی کوئی عبادت قضا ہو جائے تو اس کو دن میں ادا کر لیا جائے اسی طرح بالعکس

خلفۃ کا ایک معنی ہے ایک دوسرے کے خلاف' یعنی دن کو روشن اور سفید بنایا اور رات کو تاریک اور سیاہ بنایا' اور خلفۃ کا دوسرا معنی ہے کسی کے بعد آنے والی چیز' سو رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد آنے والا ہے۔

فرمایا یہ اس کے لیے ہے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرے۔ یعنی جو شخص رات اور دن کے تعاقب اور توارد میں غور و فکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کا آنے کا یہ سلسلہ فضول اور عبث نہیں بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کرے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرے بایں طور کہ دن کے وقت میں جائز اور حلال طریقوں سے کسب معاش کرے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کا انتظام کرے' اور دن اور رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ نے اس پر جو نمازیں فرض کی ہیں اور ان کے علاوہ جن عبادتوں کا مکلف کیا ہے ان کو ادا کرے۔

خلفۃ کا ایک معنی بدل بھی ہے یعنی رات اور دن میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بدل بنایا ہے' یعنی رات کو وہ جو عبادت کرتا ہے اگر وہ کسی وجہ سے رہ گئی اس کو دن میں ادا کرے اور دن میں جو عبادت کرتا ہے وہ کسی وجہ سے رہ گئی تو اس کو رات میں

marfat.com
Marfat.com

ادا کرے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رات کے معمول کے وظیفہ کو پڑھے بغیر سو گیا یا کسی اور معمول کی عبادت کو ادا کیے بغیر سو گیا وہ اس کو فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے یا ادا کرے تو اس کے لیے لکھا جائے گا کہ اس نے رات میں ہی اس کو پڑھا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴۷ 'سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۳ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۸۱ 'سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۸۹ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۴۳ 'السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۶۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیات اور علم کی نعمت عطا فرمائی ہے اور اس میں نیند اور بھوک و پیاس کی آفت رکھی' سو اس شخص پر بڑا افسوس ہے جس نے اپنی ساری زندگی یا زندگی کا بیشتر حصہ سونے' کھانے پینے اور جماع کی فانی لذتوں میں بسر کر دیا اور ان فانی لذتوں کو کم کر کے رات اور دن کے کچھ اوقات کو عبادت کی باقی رہنے والی لذتوں میں صرف نہیں کیا' رات کی نیند کو ترک کر کے اس وقت کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور اس وقت نماز میں قیام کرنے پر صرف کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قرآن اور حدیث سے رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الذاریات: ۱۸۔۱۵)

بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ۝ وہ ان نعمتوں کو لے رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انہیں عطا فرمائی ہیں۔ وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکی کرنے والے تھے ۝ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے ۝ اور رات کے آخری حصہ میں بہ وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے ۝

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نیک مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (السجدہ: ۱۶)

ان کی کروٹیں ان کے بستروں سے الگ رہتی ہیں' وہ اپنے رب کی خوف اور امید کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں سفر کرتے ہوئے آپ کے بہت قریب ہو گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور مجھ کو دوزخ سے دور کر دے' آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے بہت عظیم چیز کے متعلق سوال کیا ہے اور یہ چیز اسی پر آسان ہو گی جس کے لیے اللہ اس کو آسان کر دے گا' تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو' پھر فرمایا: کیا میں تم کو خیر کے دروازوں کی رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ اس طرح گناہوں کو مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کو اٹھ کر آدمی کا نماز پڑھنا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدۃ: ۱۶) پھر فرمایا کیا میں تم کو تمام کاموں کے سردار اور ستون اور ان کے بلند کوہان کی خبر نہ دوں! میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تمام کاموں کا سردار اسلام ہے' اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے' پھر فرمایا کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان تمام چیزوں کا

marfat.com
Marfat.com

دارومدار ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا نبی اللہ! آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اس کو قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم جو کچھ باتیں کرتے ہیں کیا ان پر ہماری گرفت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تم پر تمہاری ماں روئے! جو چیز لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل یا نتھنوں کے بل گرائے گی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل ہی تو ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۰۳، مکتب اسلامی، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۳، المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۲۶۶)

ہم نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آدمی رات کو اٹھ کر عبادت کرنا دوزخ کی آگ کے ٹھنڈی ہونے کا سبب ہے اور رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو ہر رات اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں، کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں! کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں، پھر اللہ تعالیٰ یونہی صدا لگاتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۴۶، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲)

امام ابوالقاسم قشیری المتوفی ۴۶۵ ھ نے لکھا ہے کہ تمام اوقات ایک جنس کے باب ہیں اور بعض اوقات کو دوسرے بعض پر اس اعتبار سے فضیلت ہے کہ بعض اوقات میں عبادت کرنا زیادہ افضل ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس سلام ہو ○ (الفرقان: ۶۳)

زمین پر وقار کے ساتھ چلنے اور جاہلوں سے بحث نہ کرنے کا حکم

دنیا کے تمام انسان رحمٰن کے بندے ہیں، اور اس آیت میں بندوں کی رحمان کی طرف اضافت تخصیص اور تشریف کے لیے ہے، یعنی وہ رحمان کے بہت خاص اور بہت شرف والے بندے ہیں جو زمین پر آہستگی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، اتراتے ہوئے، اکڑتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے نہیں چلتے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۭ (لقمان: ۱۸) — اور لوگوں سے اپنا چہرہ نہ پھیر اور زمین میں اکڑتا ہوا نہ چل۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو تم وقار کے ساتھ چلو، کیونکہ بھاگنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۷۱)

حسن بصری نے کہا وہ علماء اور حکما ہیں، اور محمد بن الحنفیہ نے کہا وہ اصحاب وقار اور عزت دار لوگ ہیں وہ جاہلانہ بات نہیں کرتے اور اگر کوئی ان سے جاہلانہ بات کرے تو وہ بردباری اور تحمل سے سن لیتے ہیں اور پلٹ کر جاہلانہ جواب نہیں دیتے اور ھَون کا لغوی معنی نرمی اور ملائمت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت میں فرمایا ہے اگر ان سے کوئی جاہلانہ بات کرے تو وہ کہتے ہیں سلاماً' سلاماً کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ وہ درست کہتے ہیں پلٹ کر جاہلانہ جواب نہیں دیتے۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ ان کو حقیقۃً سلام کر کے ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ مجاہد نے کہا وہ صحیح بات کہتے ہیں اور مقاتل بن حیان نے کہا وہ ایسا جواب دیتے ہیں جس میں وہ گناہ سے سلامت اور محفوظ رہتے ہیں۔

حسن بصری نے کہا اگر کوئی شخص ان سے جاہلانہ بات کرے تو وہ اس کو تحمل سے سنتے ہیں اور جاہلانہ جواب نہیں دیتے اور اس سے معروف سلام مراد نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ آیت مشرکین سے قتال کرنے کے حکم سے پہلے کی ہے' کفار کے ساتھ جو احکام مخصوص تھے وہ سب منسوخ ہو گئے۔ پہلے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' بعد میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا' علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ پہلے بھی مسلمانوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ کفار کو سلام کریں بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان کی زیادتیوں سے صرف نظر کریں اور درگزر کریں اور اچھے طریقہ سے ان کو چھوڑ دیں اور کنارہ کشی اختیار کریں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی مجلسوں میں جاتے تھے اور ان کو سلام کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے اور معارضت نہیں کرتے تھے اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسلمان جاہلانہ باتیں کرے تو اس کو سلام علیک کہنا جائز ہے۔

اور ہم سورہ مریم کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ کفار کو سلام کرنے میں مسلمانوں کا اختلاف ہے پس اس آیت کو منسوخ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور حسن بصری سے ایک اور قول یہ منقول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم سے کوئی جاہلانہ بات کرے تو اس کو سلام کرو' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات میں بیان فرماتا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ (القصص: ۵۵)	اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں' تم پر سلام ہو ہم جاہلوں سے (بحث کرنا) نہیں چاہتے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۶۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں ۝ (الفرقان: ۶۴)

فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا تمام رات قیام کرنے کی مثل ہے

اس آیت کا معنی ہے اور جو لوگ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے رات کو نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنے رب کی رضا کے لیے عشاء کی نماز کے بعد دو یا دو سے زیادہ رکعات نماز پڑھی وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۵)

قتادہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اس رات سے اپنا حصہ لو خواہ دو رکعت' خواہ چار رکعت۔

حسن بصری نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو رات کو نماز میں قیام کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اللہ کے خوف سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۷۲۳)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو یہ آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو وہ پوری

marfat.com
Marfat.com

رات کے قیام کی مثل ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۵۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۸' مسند احمد ص ۵۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۵۸' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۶۱-۶۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر دے بے شک دوزخ عذاب چمٹنے والا ہے O بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے O (الفرقان ۶۶-۶۵)

غراماً کا معنی

یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے باوجود اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرتے ہوں گے اور اپنے سجدوں میں اور اپنے قیام میں یہ دعا کریں گے کہ ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے' بے شک دوزخ کا عذاب چمٹنے والا ہے۔

اس آیت میں دوزخ کے عذاب کو غرام فرمایا ہے۔ غرام کے معنی ہیں شدت اور سختی سے مطالبہ کرنا' قرض خواہ اور قرض دار دونوں کو غریم کہتے ہیں' دوزخ کے عذاب کو غرام فرمایا کیونکہ وہ عذاب مجرموں کے ساتھ لازم اور دائم رہے گا اور ان سے بالکل جدا نہیں ہوگا۔ قرض خواہ کو بھی اس لیے غریم کہتے ہیں کہ وہ مقروض سے چمٹا رہتا ہے اور ہر وقت اپنے قرض کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ حسن نے کہا ہر قرض خواہ اپنے مقروض سے جدا ہو جاتا ہے سوا جہنم کے غریم کے' زجاج نے کہا غرام کا معنی ہے بہت شدید عذاب' ابن زید نے کہا الغرام کا معنی ہے شر۔ ابوعبیدہ نے کہا الغرام کا معنی ہے ہلاکت' محمد بن کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں جو نعمتیں دی تھیں قیامت کے دن ان سے ان نعمتوں کی قیمت طلب کرے گا جس کو وہ ادا نہیں کر سکیں گے پھر ان نعمتوں کے عوض ان کو دوزخ میں داخل فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو وہ نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی پر ہوتا ہے O (الفرقان: ۶۷)

اسراف کا معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ کام جس میں انسان حد سے تجاوز کرے اسراف ہے' اگرچہ اس کا مشہور اطلاق حد سے زیادہ خرچ کرنے پر ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا (النساء: ۶) اور یتیموں کے مال کو جلد جلد اور فضول خرچ کرکے ہڑپ نہ کرو۔

کبھی مقدار کے لحاظ سے زیادہ خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں اور کبھی کیفیت کے لحاظ سے خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں اسی لیے سفیان نے کہا اگر تم اللہ کی معصیت میں بہت کم بھی خرچ کرو تو وہ اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ O (الانعام: ۱۴۱)

(جب درخت پھل دیں) تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور ان پھلوں میں فقراء کا جو حق واجب ہے (عشر) وہ ان کی کٹائی کے دن دیا کرو' اور حد سے تجاوز نہ کرو' بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

اس آیت کا معنی ہے صدقہ وخیرات کرنے اور عشر ادا کرنے میں بھی حد سے تجاوز مت کرو' ایسا نہ ہو کہ آج تم حد

marfat.com
Marfat.com

ہ مال صدقہ کردو اور کل تم خود ضرورت مند ہو جاؤ' اس کا تعلق حکام سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی صدقات کی وصول یابی میں
سے تجاوز نہ کریں' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھانے پینے میں حد سے تجاوز نہ کرو' کیونکہ بسیار خوری انسان کی صحت کے
بہت مضر ہے اور بہت سی بیماریوں کی موجب ہے جن میں بہت نمایاں بدہضمی ہے اور شوگر' بلڈ پریشر' السر اور یرقان' پیلیا
بیار خوری کے دیرپا اثرات ہیں۔ غرض اسراف کسی چیز میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اپنے اوپر خرچ کرنے میں' دوسروں پر خرچ
کرنے میں اور نہ کھانے پینے میں۔ قوم لوط کو بھی مسرفین فرمایا کیونکہ وہ عورت کی اندام نہانی سے تجاوز کر کے مردوں کی پشت
میں دخول کرتے تھے اور بے ریش لڑکوں سے ہم جنس پرستی کرتے تھے اور یہ عمل خواہ ایک بار بھی کیا جائے تو یہ اسراف ہے'
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے انہوں نے کہا ہم گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں
یعنی قوم لوط کی طرف:

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الذاریات: ۳۴-۳۳)

تاکہ ہم ان پر مٹی کے کنکر برسائیں جو آپ کے رب کی طرف سے مسرفین کے لیے نشان زدہ ہیں۔

اسی طرح قصاص لینے میں بھی اسراف سے منع فرمایا:

فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ (بنی اسرائیل: ۳۳) بہ طور قصاص قتل کرنے میں اسراف نہ کیا جائے یعنی قصاص میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور قاتل کے بجائے کسی اور کو قتل نہ کیا جائے جیسے زمانہ جاہلیت میں قاتل کے بجائے اس کے قبیلہ کے زیادہ معزز آدمی کو قتل کر دیا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۰۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اقتار کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

القتر کا معنی ہے خرچ میں کمی کرنا اور یہ اسراف کا مقابل ہے' اور یہ دونوں مذموم ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان: ۶۷)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں' اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی پر ہوتا ہے۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۰)

اور انسان فطرۃً تنگ دل ہے۔

یعنی انسان کی جبلت میں بخل ہے۔ طلاق دینے کے بعد مطلقہ کو متاع میں جو کپڑے دیے جاتے ہیں ان کے متعلق فرمایا:

مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ (البقرہ: ۲۳۶)

مطلقہ عورتوں کو متاع دو خوشحال شخص اپنے اندازے سے اور تنگ دست شخص اپنی حیثیت کے مطابق۔

قتر کے اصل معنی ہیں کسی جلی ہوئی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں۔ کنجوس شخص بھی کسی شخص کو اصل چیز دینے کے بجائے اس کا دھواں دے کر اس کو ٹالنا چاہتا ہے۔ قترۃ کا معنی ہے دھوئیں کی طرح غبار نما بدرونقی جو چہرے پر چھا جاتی ہے' قرآن مجید میں ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ (عبس: ۴۱-۴۰)

اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے ۝ جن پر دھوئیں کے مشابہ سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۰۸ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

ان لوگوں کا مصداق جو فضول خرچ اور بخل نہیں کرتے تھے

خلاصہ یہ ہے کہ جس جگہ خرچ کرنا ممنوع ہو وہاں خرچ کرنا اسراف ہے اور جس جگہ خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں خرچ نہ کرنا قتر اور بخل ہے' اور جس جگہ جتنا خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں اتنا خرچ کرنا میانہ روی ہے۔

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں' اسراف اور اقتار کے دو معنی ہیں:

(۱) خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے' اور جتنا خرچ کرنا ضروری ہو اتنا بھی خرچ نہ کرنا اقتار ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کسی آدمی کے اسراف کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر وہ چیز کھالے جس کو کھانے کے لیے اس کا دل چاہے۔

(۲) اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا خواہ قلیل ہو وہ اسراف ہے اور اللہ کے حق کو ادا کرنے سے منع کرنا اقتار ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' قتادہ اور ابن جریج وغیرہم کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۱۰۳' ۱۰۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

یزید بن ابی حبیب نے کہا اس آیت کے مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو حصول لذت کے لیے کھانا نہیں کھاتے تھے اور نہ حصول جمال کے لیے لباس پہنتے تھے بلکہ وہ صرف اتنی مقدار میں کھانا کھاتے تھے جس سے ان کی بھوک دور ہو جائے اور جس کھانے سے ان کو اتنی توانائی حاصل ہو جائے جس سے وہ اپنے رب کی عبادت کر سکیں' اور وہ اتنے کپڑے پہنتے تھے جس سے ان کی شرم گاہ چھپ جائے اور وہ لباس ان کو سردی اور گرمی سے بچا سکے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اسلام میں اچھے کھانوں اور اچھے لباس پر پابندی نہیں ہے

صحابہ کرام کا یہ عمل ان کے زہد اور تقویٰ کی وجہ سے تھا' یا یہ اس دور کی بات ہے جب مسلمانوں پر تنگ دستی کا دور تھا لیکن جب فتوحات کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں پر خوش حالی کا دور آیا تو وہ کھانے پینے کی چیزوں میں اور لباس میں عمدہ اور اچھی چیزوں کو اختیار کرتے تھے' اور اسلام میں اس کی ممانعت نہیں ہے اور ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی آمدنی کے لحاظ سے میانہ روی برقرار رکھتے ہوئے کشادگی اور فراخی کے ساتھ زندگی گزارے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا وہ روزے سے تھے' انہوں نے کہا حضرت مصعب بن عمیر شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل تھے' ان کو صرف ایک چادر میں کفنا دیا گیا جس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا' اور حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل تھے' پھر ہمارے لیے دنیا اتنی کشادہ کر دی گئی جتنی کشادہ کر دی گئی اور دنیا سے ہمیں اتنا کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ ہمیں ہماری نیکیاں دنیا میں ہی مل گئی ہیں پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا ترک کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۵' مطبوعہ دار ارقم' بیروت)

اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام پر ابتداء اسلام میں تنگ دستی کا دور تھا بعد میں فتوحات کی کثرت اور مال غنیمت کی بہتات سے اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کر دیا تھا اور وہ کشادگی سے زندگی گزارتے تھے اور اسلام میں کشادگی سے زندگی گزارنا ممنوع نہیں ہے۔ جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس

marfat.com
Marfat.com

مِّمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ. (الطلاق:۷)

پر اس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے وہ اسی میں سے حسب حیثیت خرچ کرے۔

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ. (البقرہ:۲۳۶)

اور مطلقہ عورتوں کو متاع میں کپڑے دو' فراخ دست اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی گنجائش کے مطابق' دستور اور رواج کے اعتبار سے۔

ان آیتوں میں امیر لوگوں کو فراخی کے ساتھ کھانے اور کپڑوں میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے' اور اچھے کپڑے پہننے اور اچھے جوتے پہننے کی اسلام میں اجازت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اس کے جوتے عمدہ ہوں آپ نے فرمایا اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۹۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۹)

ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میرے پاس ہر قسم کا مال ہے' آپ نے پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ دیے ہیں اور بکریاں اور گھوڑے اور غلام' آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر نظر آنا چاہیے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث:۵۲۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۶۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۵' مسند احمد رقم الحدیث:۷۲۵۰' عالم الکتب بیروت)

میانہ روی کی اسلام میں تاکید

قرآن مجید کی ان آیات اور ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت عطا کی ہے اس کے کھانے پینے' لباس اور رہن سہن میں وہ نعمت نظر آنی چاہیے اور تونگری کے باوجود فقیروں اور تنگ دستوں کی طرح رہنا اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے' البتہ اپنی چادر سے زیادہ پیر پھیلانا اور قرض لے کر امارت جتانا' اور شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں بے جا خرچ کرنا اور نمود و نمائش کرنا یہ اسلام میں ممنوع ہے۔ اس لیے نہ قرض لے کر اللے تللے کیے جائیں اور نہ مال و دولت کے باوجود تنگ دستی سے زندگی گزاری جائے اور بلاوجہ تقشف کیا جائے بلکہ اقتصاد اور میانہ روی سے زندگی گزاری جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میانہ روی سے کام لیا وہ تنگ دست نہیں ہو گا۔

(مسند احمد رقم الحدیث:۴۲۶۹' دارالفکر' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۱۱۸' الفتح الربانی ج ۱۹ ص ۱۸' داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے' اور تنگ دستی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے اور عبادت میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۰۴، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۸۵۰)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مکہ میں گئے آپ روزہ سے تھے اور آپ کو روزہ سخت لگ رہا تھا ہم نے آپ کے لیے اونٹنی سے دودھ دوہا اور اس میں شہد ملایا اور افطار کے وقت آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا: اللہ تم کو عزت دے جس طرح تم نے میری عزت کی ہے یا کوئی اور دعا دی' پھر فرمایا: جس نے میانہ روی رکھی اللہ اس کو غنی کر دے گا' اور جس نے فضول خرچ کیا اللہ اس کو تنگ دست کر دے گا' اور جس نے تواضع کی اللہ اس کو سربلند کر دے گا اور جس نے تکبر کیا اللہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۰۵، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۸۵۱)

خوش حال لوگوں کے لیے اچھا کھانا اور اچھا پہننا جائز ہے لیکن ان پر لازم ہے کہ وہ اس میں غرباء کا بھی خیال رکھیں اور اپنے طعام اور لباس میں سے اتنی مقدار غرباء کے لیے ضرور نکالیں جتنی نسبت سے زکوٰۃ نکالی جاتی ہے اور جب وہ اپنے کپڑوں اور دیگر اشیاء میں سے غریبوں کو دیتے رہیں گے تو امید ہے کہ کھانے اور پہننے کی کشادگی اور فراخ دستی میں ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

اسراف یہ ہے کہ تم اپنی خواہش پوری کرنے میں اور نفس کا حصہ ادا کرنے میں خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جتنا بھی خرچ کرو اس میں اسراف نہیں ہے' اور اقتار یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے خرچ کرنے کے بجائے جمع کر کے رکھو' اور نفس کی خواہشات کا گلا گھونٹنے کے لیے اور اتباع شہوات کو کچلنے کے لیے خرچ کرنے پر جو اپنے نفس پر پابندی لگائی جائے وہ اقتار نہیں ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ ایسے کسی شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے' اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا O قیامت کے دن ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا O سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا' اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الفرقان: ۷۰-۶۸)

حضرت وحشی کا قبولِ اسلام

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شان نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے پھر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا آپ ہمیں جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت عمدہ ہے' کاش آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم نے اس سے پہلے جو برے اعمال کیے ہیں ان کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۱۲۲، معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۶)

حافظ سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اور حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۰ھ اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں' اور امام عبدالرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اور حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے اور امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی پوری تفصیل امام طبرانی' امام ابن عساکر اور امام ابن جوزی کی روایات میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی‘ اس نے کہا یا محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جس نے شرک کیا یا ناحق قتل کیا یا زنا کیا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا (الفرقان: ۶۹-۶۸) اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی: سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (الفرقان: ۷۰) وحشی نے کہا یا محمد! یہ بہت سخت شرط ہے شاید میں اس توبہ پر قائم نہ رہ سکوں اور مجھ سے پھر کوئی گناہ ہو جائے تب آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے وہ چاہے گا بخش دے گا۔

پھر وحشی نے کہا یا محمد! اس میں فرمایا ہے جس کے لیے اللہ چاہے گا سو میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہو سکے گی یا نہیں کیا اس کے سوا اور کوئی صورت ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو‘ بے شک اللہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ لاریب وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

تب وحشی نے کہا یہ وہی ہے جو میں چاہتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گئے‘ اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم سے وہ گناہ سرزد ہو جائیں جو وحشی سے سرزد ہوئے ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۵۸‘ رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰‘ تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ ص ۳۱۶‘ رقم الحدیث: ۱۴۱۴۸‘ زاد المسیر ج ۶ ص ۱۰۴‘ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۰۱‘ جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۱۳۹‘ تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۴۱۷)

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا اندازہ کیجیے جو آپ کے محبوب چچا کا قاتل تھا اس کو کس کوشش سے مسلمان کیا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک کرنا ہے اس کے بعد کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ہے اور اس کے بعد بڑا گناہ زنا کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک قرار دے کر اس کی عبادت کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے‘ اس نے پوچھا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا! اس نے پوچھا پھر کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ فرمایا تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پھر اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے الفرقان: ۶۸ کو نازل فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۷‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۳‘ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۴۷۶‘ صحیح

marfat.com
Marfat.com

ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۱۵' مسند احمد ج ۱ص ۴۳۴)

اللہ تعالیٰ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا' اس سے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن یہ کام کیے تھے' وہ ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور وہ دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا' پھر کہا جائے گا اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی دے دو' تب وہ کہے گا اے میرے رب! میرے تو اور بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں پر نہیں دیکھ رہا' حضرت ابوذر نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۷۵' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو! اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو بے شک وہ اللہ کی طرف سچی توبہ کرتا ہے O (الفرقان: ۷۱)

دوبار توبہ کرنے والوں کے ذکر کا فائدہ

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے جس نے توبہ کی وہ اللہ کی طرف توبہ کرتا ہے بہ ظاہر یہ غیر محصل معنی ہے' اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا یہ معنی ہے: اہل مکہ میں سے جو شخص ایمان لے آیا اور اس نے ہجرت کر لی اور اس نے قتل کیا نہ زنا کیا بلکہ نیک کام کیے اور فرائض کو ادا کیا تو ان کی اللہ کی طرف سچی توبہ ہے' یعنی میں نے ان کو' ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا اور حرام کاموں کو حلال قرار دیا' قفال نے کہا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی آیت ان لوگوں کے متعلق ہو جنہوں نے مشرکین میں سے توبہ کی ہو اور دوسری آیت ان لوگوں کے متعلق ہو جنہوں نے مسلمانوں میں سے توبہ کی ہو اور توبہ کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں کیونکہ وہ بھی توبہ کرنے والوں کے حکم میں ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جس نے زبان سے توبہ کی اور توبہ کو پختہ کرنے کے لیے نیک عمل نہیں کیے تو اس کی توبہ نفع آور نہیں ہوگی' بلکہ جو توبہ کرے اور اس کے بعد نیک عمل کرے تو وہ اپنی توبہ کو اعمال صالحہ سے پختہ کر دیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۷۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں O (الفرقان: ۷۲)

marfat.com
Marfat.com

زور اور لغو کا معنی

الضحاک اور اکثر مفسرین نے کہا الزور سے مراد شرک ہے اور علی بن ابی طلحہ نے کہا اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے مارتے تھے' اور اس کا منہ کالا کر دیتے تھے اور اس کو بازار میں گشت کراتے تھے' ابن جریج نے کہا الزور سے مراد جھوٹ ہے۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد مشرکین کی عیدیں ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ماتم کی مجلس ہے' قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے وہ اہل باطل کی باطل پر موافقت نہیں کرتے' اور محمد بن حنفیہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لھو (کھیل کود) اور غنا (موسیقی) کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا غنا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے' زور کا اصل معنی ہے کسی چیز کی صفت کے خلاف اس کی تعریف و تحسین کرنا پس زور باطل کو ملمع کاری کر کے اس کے حق ہونے کا وہم پیدا کرنا ہے اور فرمایا جب وہ کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

مقاتل نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ کفار کا سب و شتم سنتے ہیں اور ان کی اذیت رسانی کا سامنا کرتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں' حسن بصری نے کہا ہر قسم کا گناہ لغو ہے' یعنی جب وہ بے ہودہ اور باطل کاموں کی مجلس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان لوگوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ ان آیتوں پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے ٥ (الفرقان: ۷۳)

قرآن مجید کو غفلت اور بے پرواہی سے سننے کی مذمت

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) ان کے سامنے جب قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ آخرت اور حشر کے دن کو یاد کرتے ہیں اور قرآن کریم کو غفلت سے نہیں سنتے۔

(۲) وہ کفار کی طرح قرآن سے اعراض کرتے ہوئے بہرے اور اندھے ہو کر قرآن کریم کو نہیں سنتے۔

(۳) جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور ان آیات پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

(۴) ایسا نہیں ہوتا کہ قرآن مجید سننے کے باوجود وہ پہلی حالت اور اسی کیفیت میں بیٹھے رہیں اور ان پر قرآن کریم کی تلاوت کا کوئی اثر نہیں ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا دے ٥ (الفرقان: ۷۴)

مال اور اولاد میں کثرت کی دعا کا جواز

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اولاد کے حصول کی دعا کرنی جائز ہے' جیسا کہ ان آیات میں بھی ہے:

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

(آل عمران: ۳۸)

marfat.com
Marfat.com

فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ (مریم:۵) پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔

اس آیت میں اولاد کے لیے ذریات کا لفظ لایا گیا ہے' ذریت اصل میں چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں' لیکن عرف میں چھوٹے اور بڑے سب بچوں کے لیے ذریت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے' ذریت کا لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے' ذریت کا لفظ ذَرَءَ سے مشتق ہے جس کا معنی پیدا کرنا اور پھیلانا ہے' یا یہ لفظ ذرّ" سے بنا ہے جس کا معنی بکھیرنا ہے۔

قرۃ اعین میں قرۃ کا لفظ قرار سے بنا ہے قرت عینک کا معنی ہے تمہاری آنکھ برقرار رہے۔ یاقر سے بنا ہے جس کا معنی ٹھنڈک ہے قرت عینک کا معنی ہے تمہاری آنکھ ٹھنڈی رہے۔ غم کے وقت گرم آنسو نکلتے ہیں اور خوشی کے وقت ٹھنڈے آنسو نکلتے ہیں' عرب کہتے ہیں اللہ دشمن کی آنکھیں گرم کردے اور دوست کی آنکھیں ٹھنڈی کردے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (حضرت انس کی والدہ) کے گھر گئے' وہ آپ کے لیے کھجوریں اور گھی لے کر آئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھی کو اپنے مشکیزہ میں اور کھجوروں کو اپنے برتن میں لوٹا دو' کیونکہ میں روزے سے ہوں' پھر آپ نے گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک خاص اولاد ہے! آپ نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کا خادم انس' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی حضرت انس کے لیے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور ان میں اس کو برکت دے! حضرت انس نے کہا میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور جب حجاج بصرہ میں آیا تو میری پشت سے ایک سو بیس بیٹے دفن ہو چکے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۸۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۷۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت کی دعا فرمائی اس سے حضرت انس کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ اس حدیث میں ہے کہ حضرت انس نے اپنے ایک سو بیس بیٹے دفن کیے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد کا عدد ایک سو سے زائد ہے' اس حدیث کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے شناساؤں کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جانا اور گھر والوں کا اس کو ہدیے میں ماحضر پیش کرنا مستحب ہے' اور اگر آنے والا کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس کے ہدیے کو قبول نہ کر سکے تو اس کو اپنا عذر بتا دے تاکہ وہ رنجیدہ نہ ہو' اور جب ہدیہ پیش کرنے والا اس کو واپس اپنے پاس رکھ لے تو یہ ہبہ کر کے واپس لینے کے حکم میں اور مکروہ نہیں ہے' اور کھانے پینے کی چیزوں کو حفاظت سے رکھنا چاہیے' جس طرح آپ نے گھی اور کھجوروں کو دوبارہ اپنے اپنے برتنوں میں رکھنے کا حکم دیا' اور جب کوئی شخص اپنے عذر کی وجہ سے کسی کی دعوت قبول نہ کرے تو اس کے حق میں دعا کر کے اس کی تلافی کردے' اور نماز پڑھنے کے بعد دعا کرنا مشروع ہے' اور کسی حاجت کو پوری کرنے سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے' اور نماز میں دنیا اور آخرت کی خیر طلب کرنی چاہیے اور مال اور اولاد میں کثرت کی دعا اخروی خیر کے منافی نہیں ہے' اور یہ کہ دنیا کے مال میں کمی' قناعت اور زہد کی فضیلت علی العموم نہیں ہے۔ اگر تمام لوگ زاہد اور قانع ہو جائیں تو اسلام کے بہت سے احکام پر عمل نہیں ہو سکیں گے' پھر زکوٰۃ نہیں دی جا سکے گی نہ فطرانہ ادا ہوگا نہ حج اور قربانی ہوگی نہ صدقات اور خیرات ادا کیے جائیں گے' اور مالی عبادات ادا کرنے کا کوئی محل نہیں رہے گا اس لیے بعض لوگوں کے اعتبار سے زہد اور قناعت افضل ہے اور بعض لوگوں کے اعتبار سے مال میں کثرت افضل ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور امیر کو عوام کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر میں جانا چاہیے' خواہ گھر والا گھر میں موجود نہ ہو کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر گئے

marfat.com
Marfat.com

ہے تو ان کے شوہر حضرت ابوطلحہ ان کے گھر میں موجود نہیں تھے' اور یہ کہ اپنے نفس کے اوپر اپنی اولاد کو ترجیح دینی چاہیے' کیونکہ حضرت ام سلیم نے یہ چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیٹے حضرت انس کے لیے دعا کریں' اور یہ کہ حضرت انس کے زیادہ بیٹوں کا فوت ہو جانا ان کی اولاد میں برکت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جب وہ اولاد کی موت پر صبر کریں گے تو اس سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا اور یہ اخروی خیر ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے مال اور اولاد کی کثرت کو بیان فرمایا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں' کیونکہ ایک نادر امر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وہ مال اور اولاد کی کثرت ہے' اور ان کے جس باغ کے لیے دعا کی وہ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اور کسی باغ کی یہ صفت نہیں تھی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا' اور اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ مدینہ میں رہے اور متعدد جہادوں میں شرکت کی پھر بصرہ میں رہائش اختیار کر لی پھر ۹۰ یا ۹۱ھ میں ننانوے سال کی عمر گزار کر بصرہ میں ہی فوت ہو گئے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ غزوات میں شرکت کی تھی' ثابت بنانی نے کہا حضرت انس بن مالک نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال ہے اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دو' پس میں نے اس موئے مبارک کو ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا پس ان کو دفن کر دیا گیا اور وہ بال ان کی زبان کے نیچے تھا۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۷۶' رقم: ۲۷۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اپنی اولاد کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک دنیا میں مطلوب ہے یا آخرت میں

رحمان کے بندوں کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے اپنی ایسی اولاد کے حصول کی دعا کرتے ہیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو یعنی ان کی اولاد ایسی ہو جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہوئے دیکھیں جس سے ان کی دنیا اور آخرت میں آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں' ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ ان کی اولاد بہت حسین و جمیل ہو اور بہت مالدار اور دنیاوی فنون میں طاق ہو' بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی بہت فرماں بردار اور بہت عبادت گزار ہو۔

امام احمد اور امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ فترت اور زمانہ جاہلیت میں جس قدر نبی مبعوث فرمائے ہیں ان سب سے بری حالت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔ اس زمانہ میں لوگوں کے نزدیک بتوں کی پرستش سے افضل کوئی دین نہیں تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرقان (قرآن مجید) کو لے کر آئے جس نے حق اور باطل میں اور والد اور اولاد میں تفریق کر دی' حتیٰ کہ ایک شخص اپنی اولاد' اپنے والد اور اپنے بھائی کو کافر سمجھنے لگا' اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں لگے ہوئے قفل کو اسلام سے کھول دیا' اور ان کو یقین ہو گیا کہ اگر ان کی اولاد کفر کے حال میں مر گئی تو وہ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور جب ان کو یہ یقین ہو کہ ان کی اولاد اور ان کے دوست دوزخ میں داخل ہوں گے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۲۹۸' دار احیاء التراث العربی' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۱۶۶' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۵۷)

marfat.com
Marfat.com

کثیر بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ اے ابوسعید! اس آنکھوں کی ٹھنڈک کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے یا آخرت کے ساتھ؟ انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! مسلمان شخص کی آنکھوں کی ٹھنڈک صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خود کو اور اپنے دوست کو اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہوئے دیکھے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۴۸۵ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

متقین کا امام بننے کی دعا کریں یا ان کا مقتدی بننے کی

رحمٰن کے مقرب بندوں نے اس دعا کے آخر میں کہا: اور ہمیں متقین کا امام بنا دے۔

حضرت ابن عباس نے کہا یعنی ہمیں ائمۃ التقویٰ بنا دے اور متقی لوگ ہماری اقتداء کریں۔

مجاہد نے کہا اس کا معنی یہ ہے ہمیں ایسا امام بنا دے کہ ہم اپنے سے پہلے متقی مسلمانوں کی اتباع کریں اور ہم اپنے بعد والوں کے امام ہو جائیں۔ امام ابن جریر نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو متقی مسلمان تیری نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں ہمیں ان کا امام بنا دے' وہ نیک کاموں میں ہماری اقتداء کریں' کیونکہ انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ ان کو متقی لوگوں کا امام بنا دے یہ سوال نہیں کیا کہ متقی لوگوں کو ان کا امام بنا دے۔

(جامع البیان جز ۱۹ ص ۶۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام قشیری نے کہا امامت دعا سے حاصل ہوتی ہے دعویٰ سے حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی امامت اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی تائید اور اس کے احسان سے حاصل ہوتی ہے اور کوئی شخص اپنے امام ہونے کا دعویٰ کرے اس سے امامت حاصل نہیں ہوتی' حضرت عمر دعا کرتے تھے: اے اللہ ہمیں ائمہ متقین سے بنا دے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دعا کرتے تھے اے اللہ! ہمیں ائمہ ھدیٰ بنا دے' مکحول دعا کرتے تھے اے اللہ ہمیں متقین کا امام بنا دے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے اس آیت اور ان آثار میں یہ دلیل ہے کہ دین میں ریاست اور امامت کو طلب کرنے کی دعا کرنا مستحب ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۸۰-۷۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ رحمٰن کے مقبول بندوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مکحول ایسے متقی اور پاک بازوں کے لیے متقین کا امام بننے کی دعا کرنا مستحب ہے' اور مجھ ایسے ناکارہ خلائق اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے کم ہمت اور کم عمل لوگوں کو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں متقین کا محبّ' متبع اور مقتدی بنائے رکھے اور متقین کی اقتداء پر ہی خاتمہ کر دے۔

احب الصالحین ولست منهم	میں خود نیک تو نہیں ہوں لیکن نیکوں سے محبت کرتا ہوں'
لعل الله یرزقنی صلاحا	تاکہ اللہ مجھے بھی نیکی عطا فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی اور وہاں ان کو دعا اور سلام پیش کیا جائے گا ○ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے وہ ٹھہرنے اور رہنے کی عمدہ جگہ ہے ○ (الفرقان: ۷۶-۷۵)

رحمان کے مقبول بندوں کی جزاء

یعنی رحمٰن کے یہ مقبول بندے جنت میں بلند درجے کو حاصل کریں گے' غرفہ بلند و بالا عمارت کو کہتے ہیں' دنیا کی کسی بلند ترین عمارت کو دیکھ کر بھی جنت کے پرشکوہ محلات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو یہ بلند درجات ان کے صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے اور اس کی عبادت میں مشقت

marfat.com
Marfat.com

برداشت کرنے میں جو صبر کیا تھا' اور یا مشرکین کی پہنچائی ہوئی اذیتوں کو برداشت کرنے میں جو صبر کیا تھا' یا اپنی نفسانی خواہشوں اور شہوات کے تقاضوں کو روکنے میں جو صبر کیا تھا' اس صبر کی جزاء میں ان کو جنت کے بالا خانے دیے جائیں گے اور جنت میں فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ یا وہ خود ایک دوسرے کو سلام کریں گے یا ان کا رب ان کو سلام بھیجے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ سلام سے مراد یہ ہے کہ وہ آفات اور مصائب سے سلامت رہیں گے اور وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' وہ ٹھہرنے اور رہنے کی عمدہ جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے اگر تم میرے رب کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پروا نہیں ہے پھر بے شک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا O (الفرقان: ۷۷)

رحمٰن کے مردود بندوں کی سزا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ خبر دی ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے اور تم نے اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا' اور تم مسلسل اس کی تکذیب کرتے رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پروا نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں تو پھر ان میں اور جانوروں' درختوں اور پتھروں میں کیا فرق ہے۔

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اھل مکہ کی طرف رسول بھیج کر انہیں اپنی توحید اور اپنی عبادت کی دعوت دی اور انہوں نے اس رسول کی تکذیب کی اور اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہا' اب یہ تکذیب ان کو لازم رہے گی اور ان کو توبہ کی توفیق نہیں دی جائے گی حتیٰ کہ ان کو ان کے اعمال کی سزا دی جائے۔ ابن جریج نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو ہمیشہ عذاب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے مراد وہ عذاب ہے جو اہل مکہ کو جنگ بدر کے دن دیا گیا ان کے ستر افراد کو قتل کیا گیا اور ستر افراد کو قید کیا گیا اور اس عذاب کے ساتھ آخرت کا عذاب بھی اس کے ساتھ متصل اور لازم ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہی بندوں کی طرف توجہ اور التفات فرماتا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں' اس سے دعا کرتے ہیں اور اس کو پکارتے ہیں' اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں اس کے آگے سر اطاعت خم کرتے ہیں اور اسی کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے ہیں' اور اس کے نام کی مالا جپتے ہیں اور جو اس کو یاد نہیں کرتے' نہ اس کو پکارتے ہیں نہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں' بھلا اس بے نیاز ذات کو ایسے لاتعلق رہنے والوں' منحرف اور سرکش لوگوں کی طرف التفات اور توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے!

سورۃ الفرقان کے اختتامی کلمات

سورۃ الفرقان ۲۰ شعبان ۱۴۲۲ھ / ۷ نومبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ کو شروع کی تھی اور آج آٹھ رمضان ۱۴۲۲ھ / ۲۵ نومبر ۲۰۰۱ء بروز اتوار کو بعد نماز ظہر اس کی تفسیر ختم ہوگئی اس طرح صرف اٹھارہ روز میں سورۃ الفرقان کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ فالحمدللہ رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا اور بے انداز شکر ہے اور اس کا بے حد کرم ہے کہ اس نے اس ناکارہ' کم علم' کم فہم اور کم سواد شخص کو یہ حوصلہ اور یہ ہمت عطا فرمائی کہ اس نے گوناگوں عوارض اور مسائل کے باوجود قرآن مجید کی تفسیر کے اس سفر کو جاری رکھا اور اس کام کے تسلسل کو ٹوٹنے نہیں دیا۔ بعض مخالفین اور معاندین کی تحریریں میرے علم میں آتی رہتی ہیں لیکن میں ان کے جواب اور جواب الجواب اور پھر اس کے جواب کے چکر میں پڑ کر اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتا' ان میں جو کوئی معقول شبہ ہوتا ہے اس کا

marfat.com
Marfat.com

جواب میری بعد کی کسی تحریر میں مناسب مقام پر آ جاتا ہے' افسوس اور رنج کا مقام یہ ہے کہ ہمارے ہاں کسی سنجیدہ انداز سے تنقید نہیں کی جاتی بلکہ تنقید کرنے والوں کی تحریر میں جارحیت اور سب و شتم اور بدگمانی اور اتہام اور الزام تراشی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے' ایک اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسلک کے اجارہ دار وہی لوگ ہیں جنہوں نے کوئی علمی اور تحقیقی کام نہیں کیا جو اپنے عوام کا سرمایہ صرف نمود و نمائش اور غیر تعمیری کاموں میں صرف کرتے ہیں' لیکن حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا دائرہ اب سمٹتا جارہا ہے اور جیسے جیسے علم اور آگہی کی روشنی پھیلتی جارہی ہے ایسے لوگ گمنامی کے غار میں گرتے جارہے ہیں' اور آنے والا دوران ہی کا ہے جن کے پاس اسلام کی تعلیمات کے متعلق ٹھوس مواد اور قابل ذکر اور لائق شمار علمی لٹریچر ہوگا۔

اس تفسیر کی تحریر کے دوران کچھ حقائق سامنے آتے رہتے ہیں جس کی وضاحت کے لیے اور ان امور میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کے لیے میں سورت کے اختتامی کلمات میں کچھ لکھ دیتا ہوں۔ اب میری عمر چونسٹھ سال کی ہو چکی ہے' کچھ عمر کے تقاضے سے کمزوری ہے' کچھ مختلف بیماریوں کی وجہ سے ناتوانی ہے' کون جانے کب رشتۂ حیات منقطع ہو جائے' یہ کام مکمل ہو سکے یا نہ ہو سکے' بہرحال جب تک رمق حیات باقی ہے میں ان شاء اللہ العزیز تفسیر لکھنے کے اس سفر کو جاری رکھوں گا' اللہ تعالیٰ نے ہی اس تفسیر کو شروع کرانے کی توفیق دی تھی اور وہی اس کو مکمل کرانے والا ہے!

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے' اور تا قیامت اس کو مقبول اور اثر آفرین رکھے اور محض اپنے فضل سے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت سے میری لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمادے اور میری اس کتاب کے ناشر' اس کے مصحح اور اس کے کمپوزر اور دیگر معاونین کی مغفرت فرمائے' اور ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا' عذاب اور پریشانی سے محفوظ رکھے اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور سعادت عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الراشدین وازواجہ امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسائر امتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الشُّعَرَآءِ

(۲۶)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الشعرآء

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الشعراء ہے' اور اس لفظ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ (الشعراء:۲۲۴) اور شعراء کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو گم راہ ہوں۔

اس سورت میں مکہ کے ان کفار کا رد فرمایا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے' الشعراء کا لفظ قرآن مجید میں صرف ایک بار آیا ہے اور اس کا اسی سورت میں ذکر ہے۔

اس سورت کا نام طسم بھی ہے' لیکن زیادہ مشہور الشعراء ہے۔ احادیث اور آثار میں ان دونوں ناموں کا ذکر ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورہ (طسم) الشعراء مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

النحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ الشعراء مکہ میں نازل ہوئی ہے سوئے آخری پانچ آیتوں کے ان ہی میں سے والشعراء یتبعھم الغاون بھی ہے یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدرالمنثور ج٦ ص ۲٦۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کے نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۷ ہے' یہ سورت' سورہ نمل سے پہلے اور سورہ واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الفرقان سے سورۃ الشعرآء کی مناسبت

سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء دونوں سورتوں کی ابتداء قرآن مجید کی تعظیم سے ہوئی ہے' سورۃ الفرقان کی ابتداء میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (الفرقان:۱) وہ بہت برکت والا ہے جس نے الفرقان (قرآن مجید) کو اپنے عبد (مکرم) پر نازل کیا۔

اور سورۃ الشعراء کی ابتداء میں ہے:

طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ (الشعراء:۲-۱) طا سین میم ○ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور سورۃ الفرقان کی انتہاء کافروں کی مذمت اور مومنوں کی مدح پر ہوئی ہے اور اسی طرح سورۃ الشعراء میں بھی ہے' سورۃ الفرقان کی آخری آیات میں مومنوں کے متعلق فرمایا:

اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا. (الفرقان: ۷۵)

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزاء میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی۔

اور کافروں کے متعلق فرمایا:

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ ۚ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ۝ (الفرقان: ۷۷)

آپ کہیے اگر تم میرے رب کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے' پھر بے شک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا۔

اور سورۃ الشعراء میں کافروں کی مذمت اور مومنوں کی مدح کے متعلق فرمایا:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۗ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۲۷-۲۲۴)

اور شعراء کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو گم راہ ہیں ۝ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شعراء ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ۝ اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے ۝ سوا ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کیا' اور ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیا' اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں ۝

سورۃ الفرقان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا اجمالی طور پر ذکر کیا گیا تھا' اور اس سورت میں ان کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے' اس کے علاوہ سورۃ الفرقان میں حضرت نوح' عاد' ثمود اور اصحاب الرس کا بھی اجمالی طور پر ذکر کیا گیا تھا اور اس سورت میں ان کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' ان کے علاوہ بعض دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا بھی اس سورت میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ الشعرآء کے مقاصد اور مسائل

(۱) اس سورت میں قرآن مجید کی تعظیم اور تکریم بیان کی گئی ہے' اس کی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ چیلنج کیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے اس کی نظیر کوئی نہیں لا سکتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو جو قرآن مجید کی دعوت دیتے تھے اور وہ اس سے اعراض کرتے تھے اور جواب میں دل آزار باتیں کہتے تھے۔ ان پر آپ کو تسلی دی گئی ہے۔

(۲) کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ ان کی ہٹ دھرمی اور فضول اعتراضات سے ملول اور پریشان نہ ہوں' آپ سے پہلے جو رسول بھیجے گئے ان کے زمانہ میں بھی مشرکین ان پر ایسے ہی اعتراضات کرتے تھے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت آیت: ۶۸-۱۰ میں بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۴-۶۹ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پیش کرنے کا ذکر ہے' اس کے ضمن میں مشرکین کے انجام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲۲-۱۰۵ میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس کا اور ان کے انجام کا ذکر ہے' ۱۴۰-۱۲۳ میں حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو جو دعوت دی تھی اور ان کی قوم نے جو متکبرانہ جواب دیا تھا اور اس کے نتیجہ میں

marfat.com
Marfat.com

جو ان پر عذاب نازل ہوا اس کا ذکر فرمایا ہے' ۱۵۹-۱۴۱ میں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم ثمود کا جواب اور ان کے انجام کا ذکر ہے' ۱۷۵-۱۶۰ میں حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم کے جواب اور اس کے انجام کا ذکر ہے۔ ۱۹۱-۱۷۶ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم مدین کے جواب اور ان کے انجام کا ذکر ہے اور ۲۲۷-۱۹۲ تک ان مقاصد کا ذکر فرمایا جن کے لیے بہ طور تمہید انبیاء سابقین کا ذکر فرمایا ہے۔

(۴) یہ فرمایا ہے کہ تم پچھلی قوموں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی اور معجزہ کو طلب کر رہے ہو کیا تمہارے لیے اس قرآن کی صورت میں جو نشانی اور معجزہ ہے وہ کافی نہیں ہے۔

(۵) یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی ہے اور کفار کا اس کو جنات اور کاہنوں کا کلام قرار دینا یا اس کو محض شعر و شاعری قرار دینا باطل ہے۔

سورۃ الشعرآء کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پر عمل کرو' اس کے حلال کو حلال قرار دو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو' اس کی اقتداء کرو اور اس کی کسی چیز کا انکار نہ کرو' اور اس کی آیات متشابہات کو اللہ کی طرف لوٹا دو اور میرے بعد جو علماء راسخین ہیں ان کی طرف' اور تورات اور انجیل اور زبور پر ایمان لاؤ' اور ان مصاحف پر جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیے گئے' اور قرآن اور اس کی سورتیں تم پر وسعت کریں گی کیونکہ یہ شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ سنو! اس کی ہر آیت قیامت کے دن نور ہوگی' اور مجھے ذکر اول سے سورۃ البقرہ دی گئی ہے اور مجھے طٰہٰ اور طواسین (وہ سورتیں جن کے شروع میں طٰسٓمٓ ہے) اور الحوامیم (وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰمٓ ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الواح سے دی گئیں اور فاتحۃ الکتاب مجھے عرش کے نیچے سے دی گئی۔

(المستدرک ج ا ص ۵۶۸ قدیم' المستدرک جدید رقم: ۲۰۸۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۴۷۸)

علامہ ذہبی نے اس حدیث کی سند پر تعقب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں عبید اللہ ہے امام احمد نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے بدلہ میں السبع الطوال (شروع کی سات لمبی سورتیں) عطا فرمائیں۔ اور انجیل کی جگہ مئین (جن سورتوں میں سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں) عطا فرمائیں اور الزبور کی جگہ الطواسین عطا فرمائیں اور الحوامیم اور الطواسین کی وجہ سے مجھ کو فضیلت دی مجھ سے پہلے ان کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۵۲۶۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۵۸۱)

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ الشعراء کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتا ہوں' الٰہ العالمین مجھے اس سورت کے ترجمہ میں غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھنا حق بات کو مجھ پر آشکار کرنا اور اس کی اتباع عطا فرمانا اور باطل سے بھی مجھے آگاہ کرنا اور اس سے اجتناب عطا فرمانا۔ آمین!

بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۲۷ نومبر ۲۰۰۱ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

marfat.com

Marfat.com

(۲۶) سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیَاتُهَا ۲۲۷ رُکُوْعَاتُهَا ۱۱

المنزل ۵

سورۃ الشعراء مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس کی دو سو ستائیس آیات گیارہ رکوع ہیں

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

طاسین میم O یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں O (اے رسول مکرم!) شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O اگر ہم چاہتے تو ان کے اوپر آسمان سے ایسی نشانی نازل

اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ

کر دیتے جس سے ان کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہتیں O اور جب بھی ان کے پاس رحمٰن کی طرف

مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ

سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے یہ اس سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں O سو انہوں نے

كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ

تکذیب کی پس ان کے پاس عنقریب اس چیز کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے O کیا انہوں

يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦

نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کیے ہیں O

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں O بے شک

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨ ع ۹ ۵

آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو اپنے کلام کی بلندی اور اپنی شان کی عظمت پر خود دلالت کرتا ہے' وہ رحمٰن ہے جو
معصیت کرنے والوں پر گرفت کرنے اور ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا' اور رحیم ہے جو اس سے محبت کرنے والوں

marfat.com
Marfat.com

لوگوں کو ان کاموں کی توفیق سے زندہ رکھتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: طاسین میم O یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں O (الشعراء: ۲-۱)

طٰسٓمّٓ کے محامل

علی بن طلحہ الوالبی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ طٰسٓمّٓ قسم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' قتادہ نے کہا یہ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' مجاہد نے کہا یہ اس سورت کا اسم ہے' محمد بن کعب قرظی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی بلندی' اپنی قوت اور اپنی سلطنت کی قسم کھائی ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۶۲-۲۶۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الکتاب المبین کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں' اس کا معنی یہ ہے: یہ سورت' اس روشن کتاب کی آیتوں کا مجموعہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سورت کے مخاطب کفار مکہ ہیں تو اس سورت کی آیات ان کے لیے ان احکام کو کیسے بیان کرنے والی ہوں گی جن پر عمل کرنا ان کے لیے لازم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قرآن کی کسی ایک سورت کی نظیر لانے کا ان کو چیلنج دیا گیا اور جب وہ ایک بڑے عرصہ تک اس کی کسی ایک سورت کی بھی نظیر لانے سے عاجز رہے تو یہ واضح ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت ثابت ہوگئی اور چونکہ یہ کلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس لیے آپ کی رسالت بھی ثابت ہوگئی' اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کے بیان کیے ہوئے تمام احکام پر ایمان لائے اور ان پر عمل کرے۔

الکتاب المبین کا معنی ہے واضح اور روشن بیان کرنے والی کتاب' قرآن مجید نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور ان کو ماننے کا حکم دیا ہے اور شیطان اور بتوں کو ماننے اور ان کی عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے' اور اس حکم کو قرآن مجید نے وضاحت سے آسان اور سادہ دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے' اسی طرح نماز پڑھنے' روزہ رکھنے' زکوٰۃ ادا کرنے حسب استطاعت حج کرنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا ہے' والدین' رشتہ داروں' پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ نیکی اور خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے' عفت اور پاک دامنی کا حکم دیا ہے' شراب پینے' جوا کھیلنے' سود کھانے' چوری' ڈاکا' زنا' لوگوں کی حق تلفی کرنے اور ناجائز مال کھانے سے منع فرمایا ہے' یہ احکام اس کتاب میں بہت آسان اور سادہ طریقے سے بیان کر دیے ہیں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کتاب میں کیا احکام ہیں کس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کس کام کے کرنے سے منع کیا ہے' اور اس کتاب نے جو احکام دیے ہیں ان کے معقول' درست اور قابل عمل ہونے کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور یہ احکام ایسے نہیں ہیں کہ ان کو شعر و شاعری' جنات کی بتائی ہوئی جھوٹی سچی باتیں یا جادو کہا جا سکے' یہ انسان کے عمل کرنے کے لیے کھلے کھلے احکام ہیں' ان میں کوئی پہیلی یا بجھارت نہیں ہے' اور ہر انصاف پسند شخص یہ تسلیم کرے گا اور مانے گا کہ دنیا اور آخرت کی فلاح اور کامیابی ان ہی احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے تو اب اس بات کی صداقت میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں O (الشعراء: ۳)

marfat.com
Marfat.com

کفار کے ایمان نہ لانے سے شدت غم میں گھلنے سے آپ کو منع فرمانا

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: باخع کا معنی ہے شدت غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا۔ اگر کوئی شخص انتہائی ناگواری کے ساتھ کسی چیز کو مان لے یا اس کا اقرار کرلے تو اس کو بھی باخع کہتے ہیں۔ اس آیت میں آپ کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ آپ کفار کے ایمان نہ لانے پر غم اور افسوس کرنا چھوڑ دیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

اس مضمون کی مزید آیات حسب ذیل ہیں:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف: ۶)

پس اگر یہ لوگ (کفار مکہ) اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ (فاطر: ۸)

پس ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

کفار مکہ کے ایمان نہ لانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج اور قلق ہوتا تھا' ان آیتوں میں اس کا اظہار کیا گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان لانے کے لیے بہت کوشش کرتے تھے' ان کے گھروں پر جا جا کر دستک دیتے اور ان کو ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے' وہ آپ کے پیچھے خاک اڑاتے تھے' آوازے کستے تھے' آپ کو مجنون اور دیوانہ کہتے تھے' طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے تھے لیکن ان میں سے کوئی چیز آپ کو ایمان کی دعوت دینے سے نہیں روکتی تھی۔ آپ مسلسل کوشش کرتے اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے تھے تو آپ کو بہت سخت رنج اور قلق ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کی حالت دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ آپ شدت غم سے ان کے پیچھے جان ہار جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفقت اور محبت سے فرمایا کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ اس قدر غم نہ کریں' ان کو مومن بنانا آپ کے ذمہ نہیں لگایا گیا۔ آپ کے ذمہ صرف ان تک پیغام پہنچانا ہے سو آپ نے اللہ کا نام ان تک بہت خوش اسلوبی اور جاں فشانی سے پہنچا دیا ہے' اب اگر وہ ایمان نہیں لائے تو یہ ان کا نصیب اور مقدر ہے' آپ نے اپنا مشن پورا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر ہم چاہتے تو ان کے اوپر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیتے جس سے ان کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہتیں ○ (الشعراء: ۴)

اختیاری ایمان اور اختیاری اطاعت کا مطلوب ہونا اور جبری ایمان اور جبری اطاعت کا نامطلوب ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر متعدد معجزات اور نشانیاں دکھائیں اور سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید پیش کیا مگر انہوں نے ان نشانیوں کو قبول نہیں کیا اور فرمائشی معجزات طلب کرتے رہے مثلاً وہ کہتے تھے کہ آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کریں' یا آپ کا سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں! اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اس قسم کی نشانیاں نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے' وہ چاہتا تو آسمان کے اوپر سے کوئی ایسی نشانی نازل کر دیتا جس سے اضطراری طور پر ان کی گردنیں جھک جاتیں اور یہ جبراً مسلمان ہو جاتے لیکن ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔ وہ فرماتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○

اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب ایمان لے آتے' کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے حتیٰ کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

(یونس: ۹۹) مؤمن ہو جائیں!

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ اس قسم کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مصلحت کے خلاف ہے' پھر اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ لوگوں کو جبراً مومن بنائے' وہ انہیں ابتداءً مومن پیدا کر سکتا ہے وہ چاہتا تو لوگوں کو فرشتوں کی طرح بنا دیتا ان میں اختیار اور ارادہ نہ رکھتا وہ اضطراری طور پر اس کی عبادت کرتے رہتے لیکن وہ چاہتا تھا ایک ایسی مخلوق بنائے جس میں خیر اور شر کی دونوں قوتیں ہوں' اس لیے اس نے ہدایت دینے کے لیے نبی پیدا کیے اور گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو پیدا کیا' اور انسان کے اندر بھی دو قوتیں رکھ دیں ایک وہ قوت ہے جو اس کو نیکی کی طرف ابھارتی ہے اور ایک وہ طاقت ہے جو اس کو برائی کی طرف ابھارتی ہے۔ پھر دنیا میں ایسی چیزیں پیدا کیں جن میں سے بعض نیکی کی اور بعض برائی کی ترغیب دیتی ہیں اور انسان کو عقل اور شعور دے دیا' اور اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلالت کرنے والی نشانیاں رکھ دیں اور خود انسان کے اندر بھی اس کی ذات کی معرفت کی نشانیاں پیدا کر دیں' اور ان نشانیوں کی طرف متوجہ کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور علماء ربانیین کو پیدا کیا اور انسان کو اختیار اور ارادہ دیا تا کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے نبی کی ہدایت کو قبول کرے اور علماء ربانیین کی رہنمائی سے اسلام کو قبول کرے یا اس کائنات کی نشانیوں سے یا خود اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس کا عرفان حاصل کرے' اور قبول حق کے راستہ سے منحرف کرنے کے لیے جو شیطانی قوتیں اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں اور عبادت و ریاضت سے روکنے کے لیے دنیاوی لذتوں اور شہوتوں کی ترغیبات سامنے آئیں ان سب کو آہنی ارادہ سے رد کر دے اور اپنے اختیار اور پختہ عزم سے ایمان پر قائم رہے اور اعمال صالحہ پر جما رہے' سو ایسا ایمان اور ایسے اعمال صالحہ اس کو مطلوب ہیں ان ہی پر انعام و اکرام عطا کرنے کے لیے اس نے جنت بنائی ہے اور ان سے اعراض اور ان کا انکار کرنے والوں کے لیے اس نے دوزخ بنائی ہے یعنی اختیاری اطاعت یا اختیاری معصیت کے لیے اس نے جزاء اور سزاء کا سلسلہ قائم کیا ہے' ورنہ جبری اطاعت پر کسی انعام کی ضرورت تھی نہ کسی سزا کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب بھی ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آئی ہے یہ اس سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں ○ سو انہوں نے تکذیب کی پس ان کے پاس اس چیز کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

(الشعراء: ۶-۵)

کفار کا بہ تدریج سرکشی میں بڑھنا

یعنی اے رسول مکرم! آپ ان مشرکین کے پاس جو بھی ایسی نشانی لے کر آتے ہیں جو آپ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت کرتی ہے اور اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل قدرت پھیلائے ہوئے ہیں ان کو یاد دلانے اور ان کی طرف متوجہ کرنے کے لیے آپ جو بھی اقدام کرتے ہیں یہ اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں اور اس سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور آپ کے ارشادات میں غور و فکر نہیں کرتے۔

اور اے نبی مکرم چونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے اور آپ کے لائے ہوئے پیغام سے اعراض اور اس کا انکار کیا ہے تو ان کے پاس عنقریب اس چیز کی خبریں آ جائیں گی جن کا یہ انکار کرتے تھے اور ان سے اعراض کرتے تھے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے کفر اور ان کی سرکشی کی وجہ سے عنقریب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔

ان آیتوں میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہ صفت بیان کی کہ وہ اعراض کرتے ہیں' پھر یہ صفت بیان کی کہ وہ تکذیب کرتے ہیں پھر یہ صفت بیان کی کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں' اور ان میں ہر بعد والی صفت پہلی صفت سے زیادہ قبیح اور اللہ تعالیٰ کی

marfat.com
Marfat.com

ناراضگی کا موجب ہے' اور جو شخص گم راہی اور بدبختی میں آگے بڑھتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے پہلے وہ حق اور صدق سے اعراض کرتا ہے' پھر صراحت کے ساتھ اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے پھر اس کی تکذیب بڑھتی رہتی ہے اور حق کے ساتھ اس کی مخالفت زیادہ ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ حق کا مذاق اڑانے پر تل جاتا ہے' اور کفار مکہ نے اپنے کفر میں یہی روش اختیار کی پہلے انہوں نے آپ کی دعوت سے اعراض کیا اور پیٹھ موڑی' پھر آپ کی دعوت کو جھٹلایا اور کھل کر مخالفت کی' پھر سر عام آپ کا مذاق اڑایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کیے ہیں O بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں O بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے O (الشعراء: ۹-۷)

زوج کریم کا معنی

اس آیت میں فرمایا: کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کیے ہیں۔ زوج سے مراد زمین کی پیداوار کے جوڑے ہیں اور کریم ہر اس چیز کی صفت ہے جو اپنی جنس اور اپنے باب میں پسندیدہ ہو اور قابل تعریف ہو' اور زمین میں جو زوج کریم ہے اس سے مراد زمین کی وہ پیداوار ہے جس کے منافع بہت زیادہ ہوں' کیونکہ زمین کی پیداوار دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جو نفع آور ہوں اور دوسری قسم وہ ہیں جو نقصان دہ ہوں' کھجور کا جو درخت اچھا اور زیادہ پھل دے اس کو عرب نخلة کریمة کہتے ہیں اس طرح جو اونٹنی زیادہ دودھ دے اس کو وہ ناقة کریمة کہتے ہیں۔ شعبی نے کہا لوگ بھی زمین کی پیداوار سے ہیں جو جنت میں داخل ہوگا وہ کریم ہے اور جو دوزخ میں داخل ہوگا وہ لئیم ہے یعنی ملامت کیا ہوا۔

زوج کریم کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے مراد زمین کی ہر قسم کی پیداوار ہے' خواہ وہ فائدہ مند ہو یا نقصان دہ اور اس کی صفت کریم اس لیے بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔ زمین کی بعض پیداوار ہمیں بہ ظاہر نقصان دہ معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں ان میں بھی فوائد ہوتے ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہوتی۔

پھر بتایا کہ زمین کی اس پیداوار میں ضرور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانی ہے یعنی جو اس میں غور و فکر کرے اور ان میں سے اکثر اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنی عقل سلیم سے کام نہیں لیتے اور ان میں صحیح غور و فکر نہیں کرتے۔

اس کے بعد فرمایا: آپ کا رب ہی بہت غالب اور بہت رحم فرمانے والا ہے' اس میں عزیز یعنی غالب کے لفظ کو رحیم پر مقدم فرمایا کیونکہ اگر پہلے رحیم کے لفظ کو ذکر فرماتا تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ وہ لوگوں پر اس لیے رحم فرماتا ہے کہ وہ کافروں اور فاسقوں کو سزا دینے سے قاصر اور عاجز ہے' اس لیے پہلے غالب کا ذکر فرمایا کہ وہ غالب اور قاہر ہے اس کے باوجود وہ اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار مکہ کا کفر اور سرکشی اس کی مقتضی ہے کہ ان پر فوراً عذاب نازل کردیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس عذاب کو موخر کردیا ہے تاکہ ان میں سے جو ایمان لانا چاہیں وہ ایمان لاسکیں۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو ندا کی کہ آپ ظالم قوم کے پاس جایئے O جو کہ فرعون

marfat.com
Marfat.com

فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ۭ

کی قوم ہے، کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں ○ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے ○

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾

اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چل رہی سو تو ہارون کی طرف (بھی) وحی بھیج دے ○

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ۚ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا

اور ان کا مجھ پر ایک قصور کا الزام ہے سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ○ فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوگا! سو تم دونوں ہماری

بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ

نشانیاں لے کر جاؤ، بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہر بات) سننے والے ○ لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ۙ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾ۭ قَالَ

دونوں رب العلمین کے رسول (بھیجے ہوئے) ہیں ○ کہ تو بنو اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر دے ○ فرعون نے کہا

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ۙ

کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی، اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس نہیں بسر کیے تھے ○

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ

اور تم نے وہ کام کیے جو تم نے کیے اور تم ناشکروں میں سے تھے ○ موسیٰ نے کہا

فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ۭ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا

میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں بے خبروں میں سے تھا ○ سو جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا تو

خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾

میں تمہارے پاس سے چلا گیا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا ○

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ۭ قَالَ

اور کیا تو مجھ پر یہی احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے! ○ فرعون نے کہا

marfat.com
Marfat.com

فِرۡعَوۡنُ وَمَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

رب العٰلمین کی کیا تعریف ہے ؟ ○ موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمینوں

وَمَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنۡ حَوۡلَہٗۤ اَلَا

اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو تو! ○ فرعون نے اپنے گرد بیٹھنے والوں سے کہا

تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّکُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ

کیا تم غور سے سن رہے ہو! ○ (موسیٰ نے) کہا وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے ○ فرعون نے کہا

اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ

(اے لوگو!) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے ○ موسیٰ نے (پھر) کہا

الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَمَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ

وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ○ فرعون نے کہا:

لَئِنِ اتَّخَذۡتَ اِلٰـہًا غَیۡرِیۡ لَاَجۡعَلَنَّکَ مِنَ الۡمَسۡجُوۡنِیۡنَ ﴿۲۹﴾

اے موسیٰ! اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کر دوں گا ○

قَالَ اَوَ لَوۡ جِئۡتُکَ بِشَیۡءٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۰﴾ۚ قَالَ فَاۡتِ بِہٖۤ اِنۡ کُنۡتَ

موسیٰ نے کہا خواہ میں تمہارے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں! ○ فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ

مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلۡقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ہِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۳۲﴾ۚۖ

چیز لے آؤ! ○ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ یکایک کھلم کھلا اژدہا بن گیا ○

وَّ نَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۳۳﴾ع

اور انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا بن گیا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو ندا کی کہ آپ ظالم قوم کے پاس جائیے ○ جو کہ فرعون کی قوم ہے کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں! ○ موسیٰ نے کہا اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے ○ اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چل رہی' سو تو ہارون کی طرف (بھی) وحی بھیج دے ○ اور ان کا مجھ پر ایک

marfat.com
Marfat.com

...ور کا الزام ہے سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے○ (الشعراء: ۱۴-۱۰)

گزشتہ رسولوں کے واقعات سنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں بیان کیا گیا ہے وہ سورتیں یہ ہیں: البقرۃ' الاعراف' یونس' ہود' طٰہٰ' الشعراء' النمل' القصص' المومن' السجدۃ اور النازعات وغیرہ اور ان سورتوں میں مختلف اسالیب کے ساتھ اس قصہ کو مختلف حکمتوں سے بیان فرمایا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے معرکہ کو یہاں اس طور سے بیان فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت رنج اور تکلیف ہوتی تھی کہ آپ نے بار بار کفار قریش کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر قرآن کریم میں جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ان کو سنائے اور اپنے رسول ہونے پر علمی' عقلی اور حسی نشانیاں اور معجزات پیش کیے اور اس پیغام کو قبول نہ کرنے کی صورت میں عذاب الٰہی سے متعدد بار ڈرایا لیکن کفار قریش پر اس پیہم تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوا' وہ بدستور اپنے انکار پر جمے رہے اور آپ کی مخالفت پر ڈٹے رہے' اس صورت حال سے آپ کو اس قدر رنج ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں گھل گھل کر اپنی جان دے دیں گے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ کو پیغام حق سنانے کی راہ میں کفار کی مخالفت کا جو سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے' پھر حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم' حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کے واقعات سنائے اور یہ بتایا کہ ان رسولوں نے جب پیغام حق سنایا تو ان کو کتنی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود ان رسولوں کی امتوں سے بہت کم افراد ایمان لائے اور اکثر لوگ اپنے انکار اور تکذیب پر ڈٹے رہے' سو اگر آپ کی قوم کے اکثر افراد بھی آپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لا رہے تو اس پر رنج اور افسوس نہ کریں۔

سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنانے کی حکمت

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے انبیاء سابقین میں سے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی وجوہ سے مناسبت ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نہایت موزوں ہے کیونکہ متعدد وجوہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالف' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین سے زیادہ قوی تھے' زیادہ اثر و رسوخ والے تھے' اور حضرت موسیٰ کو نقصان پہنچانے پر قادر تھے' حتیٰ کہ ان کے خوف کی وجہ سے حضرت موسیٰ نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی جس طرح آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' اور جیسے آپ کے متعدد معجزات دیکھنے کے باوجود کفار مکہ ایمان نہیں لائے ایسے ہی حضرت موسیٰ کے متعدد معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود فرعون اور اس کی قوم کے قبطی ایمان نہیں لائے اور جس طرح فرعون کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا' اور حضرت موسیٰ کو کامیاب اور سرخ رو فرمایا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے متعدد غزوات میں کفار مکہ کو ذلیل و خوار کیا اور آپ کو فتح اور نصرت عطا فرمائی اور بالآخر پورا مکہ بلکہ پورا جزیرہ عرب آپ کے تابع اور آپ کا مطیع ہو گیا' اس لیے آپ ان وقتی مخالفتوں سے نہ گھبرائیں بالآخر کامیابی اور غلبہ آپ ہی کو حاصل ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا زیادہ قوی ہونا

ہم نے یہ لکھا ہے کہ کئی وجوہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالف' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین سے زیادہ قوی تھے کیونکہ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور اس کی قوم اس کو بادشاہ سے بڑھ کر خدا مانتی تھی۔ اس کے برخلاف آپ کے مخالف کفار مکہ

marfat.com
Marfat.com

تھے جو مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے مکہ کا کوئی بادشاہ اور فرماں روا نہ تھا' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنو ہاشم تھا اور بہت معزز قبیلہ تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق بنو اسرائیل سے تھا اور بنو اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم نے غلام بنایا تھا' اور بنو اسرائیل مصر میں محکومی اور پس ماندگی کی زندگی گزار رہے تھے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے برسر اقتدار قوم کے ایک فرد کو قتل کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے انتقام اور ظلم سے بچنے کے لیے مدین ہجرت کر گئے تھے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام نبوت پر فائز کیا اور فرعون کے دربار میں جانے کا حکم دیا۔ یہ بہت کٹھن اور جاں گداز حالات تھے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وقت کے ایک بادشاہ کے خلاف پیغام حق سنانے اور فرعون کے دعویٰ ربوبیت کے خلاف اللہ تعالیٰ کی توحید کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت موسیٰ کی زبردست مخالفت کی گئی لیکن آپ توحید کا پیغام سنانے سے دست کش نہ ہوئے اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام تر بے سروسامانی کے باوجود کامیاب ہوئے اور فرعون اپنے جاہ وحشم کے باوجود ناکام رہا۔ سو آپ بھی کفار مکہ کی مخالفت سے نہ گھبرائیں اور ان کی دل آزار باتوں سے ملول خاطر نہ ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا فرمایا تھا اس طرح آپ کو بھی کفار مکہ کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ہارون کے لیے رسالت کا سوال کرنے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر پیغام حق سنانے کا حکم دیا اور ان کے متعلق فرمایا کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں! یعنی فرعون اور اس کی قوم کے حال پر تعجب کرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور آخرت میں اس کے عذاب سے کس قدر بے خوف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ندا اور اس کے کلام کو سنا' امام ابوالحسن اشعری کے مذہب کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو سنا جو آواز اور الفاظ کی مشابہت سے منزہ ہے اور ابومنصور ماتریدی کے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کا وہ کلام سنا جو آواز اور الفاظ کی جنس سے تھا۔

حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چل رہی سو تو ہارون کی طرف (بھی) وحی بھیج دے' اور ان کا مجھ پر ایک قصور کا الزام ہے سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے' یعنی حضرت موسیٰ نے یہ کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے جھوٹا قرار دیں گے اس سے مجھے رنج اور افسوس ہوگا اور آپ کا پیغام پہنچانے کے لیے جس روانی سے بات کرنی چاہیے وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ میرے بھائی ہارون میری بہ نسبت زیادہ فصیح اللسان ہیں سو آپ ان کو بھی منصب نبوت عطا فرمائیں۔ سورۂ طٰہٰ میں اس مضمون کو اس طرح فرمایا تھا:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ
اور میرے اہل میں سے میرا ایک وزیر (مددگار) بنا دے ○

اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ○
میرے بھائی ہارون کو○ اور ان سے تو میری کمر کو مضبوط کر دے○

اور ان کو میرا شریک کار بنا دے۔ (طٰہٰ: ۳۲-۲۹)

حضرت موسیٰ نے اپنے بجائے حضرت ہارون کی رسالت کا سوال کیا تھا یا اپنی مدد کے لیے؟

سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الشعراء میں بہ ظاہر تعارض ہے' کیونکہ سورۃ الشعراء: ۱۳ کا یہ معنی ہے کہ تو رسالت کو حضرت ہارون کے ذمہ لگا دے یعنی ان کو رسول بنا دے اور سورۂ طٰہٰ: ۳۰ کا یہ معنی ہے: کہ حضرت ہارون کو میرا مددگار بنا دے' اسی طرح سورۂ قصص میں فرمایا:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ
اور میرا بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان والا ہے تو

marfat.com
Marfat.com

رِدْاً يُّصَدِّقُنِیۡۤ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ○ اس کو بھی مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ (القصص:۳۴)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

سورۃ الشعراء:۱۳ کا یہ معنی ہے کہ تو جبریل کو میرے بھائی کے پاس وحی دے کر بھیج دے تا کہ وہ میری مدد اور معاونت کریں' اور اس آیت میں صراحۃً یہ نہیں فرمایا تا کہ وہ میری مدد کریں' جیسا کہ سورۃ طٰہٰ: ۳۰ اور سورۃ القصص: ۳۴ میں فرمایا ہے کیونکہ ان سورتوں میں صراحۃً رسالت کا ذکر کر دینے سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی مدد کے لیے حضرت ہارون کو رسول بنا دیا جائے اس لیے سورۃ الشعراء: ۱۳ کا یہ معنی نہیں ہے کہ تو میرے بجائے حضرت ہارون کو رسول بنا دے' اور جب ایک جگہ کسی سبب اور علت کا ذکر کر دیا جائے تو دوسری جگہ اس کو حذف کرنا جائز ہے اور اس حذف پر قرینہ دوسری جگہ اس سبب کا ذکر ہوتا ہے کلام عرب میں اس کی بہت نظائر ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ص ۸۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس تعارض کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ ابتداءً حضرت موسیٰ کی درخواست یہی رہی ہو کہ آپ کے بجائے حضرت ہارون کو اس منصب پر مامور کیا جائے اور بعد میں آپ نے محسوس کیا ہو کہ مرضی الٰہی آپ ہی کو مامور کرنے کی ہے تو پھر یہ درخواست کی ہو کہ انہیں آپ کا وزیر اور مددگار بنایا جائے' یہ شبہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہاں حضرت موسیٰ ان کو وزیر بنانے کی درخواست نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ عرض کر رہے ہیں کہ فارسل الی هارون آپ ہارون کی طرف رسالت بھیجیں' اور سورہ طٰہٰ میں یہ گزارش کرتے ہیں کہ میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک وزیر مقرر فرما دیجیے' میرے بھائی ہارون کو' نیز سورہ قصص میں وہ یہ عرض کرتے ہیں کہ میرے بھائی مجھ سے زیادہ زبان آور ہیں لہٰذا آپ انہیں مددگار کے طور پر میرے ساتھ بھیجئے تا کہ وہ میری تصدیق کریں' اس سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً یہ موخر الذکر دونوں درخواستیں بعد کی تھیں اور پہلی بات وہی تھی جو حضرت موسیٰ سے اس سورے میں نقل ہوئی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ص ۴۸۲' مطبوعہ لاہور' مارچ ۱۹۸۳)

ہمارے نزدیک سید ابوالاعلیٰ مودودی کا جواب صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ اس جواب سے یہ لازم آتا ہے کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وہ دعا کی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے خلاف تھی اللہ تعالیٰ انہیں نبی بنانا چاہتا تھا اور وہ نبی بننا نہیں چاہتے تھے اور انہوں نے یہ کہا کہ تو میرے بجائے میرے بھائی ہارون کو نبی بنا دے' ثانیاً اس لیے کہ اس جواب کی بنا محض امکان' مفروضے اور انکل پچو پر ہے کسی تاریخی واقعہ کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ پہلے فلاں واقعہ ہوا اور پھر فلاں واقعہ ہوا بغیر تاریخی شہادت کے صحیح نہیں ہے' اور ثالثاً اس لیے کہ سورۃ طٰہٰ کا نزول کے اعتبار سے نمبر ۴۵ ہے اور سورۃ الشعراء کا نزول کے اعتبار سے نمبر ۴۷ ہے (التحریر والتنویر لابن عاشور) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پہلے سورہ طٰہٰ نازل ہوئی پھر الواقعہ اور اس کے بعد سورۃ الشعراء نازل ہوئی (روح المعانی جز ۱۹ص ۱۰۶) پہلے اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ نازل کی اور اس میں بتا دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو اس لیے رسول بنانے کی دعا کی تا کہ وہ ان کے وزیر اور مددگار ہوں اور اس کے بعد سورۃ الشعراء نازل کی جس میں اس دعا کے سبب کو حذف کر دیا کیونکہ پہلے اس کا ذکر فرما چکا تھا۔ اس لیے وہی جواب صحیح ہے جس کا علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ کی طرف ذنب کی نسبت کی توجیہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اسرائیلی اور ایک قبطی میں لڑائی ہو رہی تھی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کو بچانے کے لیے قبطی کو تادیباً ایک گھونسا مار دیا تھا وہ شخص اتفاقاً گھونسا لگنے سے مر گیا' حضرت موسیٰ نے اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے اس کو گھونسا نہیں مارا تھا نہ عادۃً کوئی شخص ایک گھونسے سے مرتا ہے۔ بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ قوم فرعون کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی ہے اور وہ اس قبطی کے انتقام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تو وہ مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف چلے گئے' آٹھ دس سال بعد اچانک اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیں اور انہیں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطرہ ہوا کہ ان لوگوں نے تو ان کے خلاف ایک قبطی کو قتل کرنے کے سلسلہ میں پہلے ہی ایک الزام قائم کیا ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں توحید کا پیغام سنانے سے پہلے وہ ان سے اس قتل کے سلسلہ میں باز پرس کرنا شروع کر دیں اور ان سے بدلہ لینے کے لیے ان کو قتل کرنے کی کارروائی شروع کر دیں۔

منکرین عصمت نبوت اس مقام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود گناہ کرنے کا اعتراف کیا ہے **ولھم علی ذنب** ان کا مجھ پر ایک گناہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد ہوتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کا محمل یہ ہے کہ ان کے زعم میں میرا ایک گناہ ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ فی الواقع میں نے گناہ کیا ہے' رہا یہ کہ کیا قتل کرنا گناہ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قصداً قتل نہیں کیا تھا' آپ نے اس کو تادیباً ایک گھونسا مارا تھا اور وہ قضاء الٰہی سے مر گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا! سو تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ' بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہر بات) سننے والےO لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم دونوں رب العالمین کے رسول (بھیجے ہوئے) ہیںO کہ تو بنو اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر دےO فرعون نے کہا کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کیے تھےO اور تم نے وہ کام کیے جو تم نے کیے اور تم ناشکروں میں سے تھےO موسیٰ نے کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں بے خبروں میں سے تھاO سو جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے پاس سے چلا گیا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیاO اور کیا تو مجھ پر یہی احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہےO (الشعراء: ۲۲-۱۵)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناشکری کا الزام لگانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کا سوال کیا تھا' ایک یہ کہ ان سے فرعون کے شر کو دور کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ حضرت ہارون کو بھی رسول بنا دیا جائے' اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے سوال کو یہ فرما کر پورا کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا' یعنی فرعون تمہارے خلاف کوئی شرارت نہیں کر سکے گا' اور دوسرے سوال کو یہ فرما کر پورا کیا لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں رب العالمین کے رسول ہیں۔

جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون فرعون کے دربار میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے کے لیے گئے' امام رازی نے کہا وہ ایک سال تک دروازے پر منتظر رہے اور ان کو دربار میں جانے کی اجازت نہیں ملی' حتیٰ کہ دربان نے کہا کہ دربار کے باہر ایک شخص کھڑا ہوا ہے جس کا زعم یہ ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول ہے۔ فرعون نے کہا اس کو بلاؤ' ہو سکتا ہے کہ ہم اس سے دل لگی

marfat.com

Marfat.com

کریں' جب ان دونوں نے پیغام حق سنایا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا' اس نے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گنوائیں' پھر اپنے زعم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناشکری اور احسان ناسپاسی کا ذکر کیا۔ اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے یہ کہا کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کیے تھے' اور اس نے اپنے خیال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو ناشکری بیان کی وہ یہ تھی اور تم نے وہ کام کیے جو تم نے کیے' اور تم ناشکروں میں سے تھے۔ فرعون نے کہا تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کیے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تیس سال رہے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں قبطی کو گھونسا مارا تھا' اس کے بعد وہاں سے ہجرت کر گئے تھے اور صحیح مدت کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

فرعون نے کہا اور تم ناشکروں میں سے تھے' اس قول کے کئی محمل ہیں' ایک محمل یہ ہے کہ جس وقت تم نے اس قبطی کو قتل کیا اس وقت تم میرے احسانات کو فراموش کرنے والے تھے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم ان لوگوں میں سے تھے جن کی عادت کفران نعمت ہے' اور جس شخص کی یہ عادت ہو اس سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی نعمت کے خواص کو قتل کر ڈالے' اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ تم فرعون اور اس کی ربوبیت کا کفر کرنے والے تھے یا ان لوگوں میں سے تھے جو فرعون اور اس کی ربوبیت کا کفر کرنے والے تھے۔

حضرت موسیٰ کا ناشکری کے الزام کا جواب دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اعتراض یا اس کے الزام کے جواب میں فرمایا: میں نے یہ کام اس وقت کیا تھا جب میں بے خبروں میں سے تھا' یعنی اس وقت مجھ پر وحی نہیں آتی تھی اور اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میرے اس فعل کا کیا انجام ہوگا' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہ طور تادیب اس کو ایک گھونسا مارا تھا اور آپ کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ ایک گھونسے سے مر جائے گا' اور جو شخص کسی پر ظلم اور زیادتی کر رہا ہو اس کو تادیباً مار کر دوسرے شخص کو ظلم سے بچانا مستحسن کام ہے' بلکہ بعض اوقات یہ واجب ہو جاتا ہے' وہ قبطی اس اسرائیلی پر ظلم اور زیادتی کر رہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو گھونسا مار کر اسرائیلی کو اس کے ظلم سے بچایا' مگر وہ قبطی اس ضرب سے مر گیا' ان کا قصد اس کو قتل کرنا نہیں تھا نہ ان کے پاس کوئی آلۂ قتل تھا۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ انہوں نے عمداً فرعون کے احسانات کا کفر کرنے کے لیے اس قبطی کو قتل نہیں کیا تھا' اس لیے فرعون کا حضرت موسیٰ کو ناشکروں میں سے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے فرمایا: سو جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے پاس سے چلا گیا' اس قول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی جب میں نے اس قبطی کو گھونسا مارا تھا اس وقت میں اس سے بے خبر تھا کہ میرا یہ گھونسا جان لیوا ثابت ہوگا' میرا یہ فعل زیادہ سے زیادہ سہو کے حکم میں تھا اور میں اس فعل کی وجہ سے مصر سے نکل جانے کا مستحق نہ تھا۔ اس کے باوجود جب میں نے سنا کہ تمہارے درباری مجھے قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں تو پھر میں مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چلا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وضاحت سے یہ بتایا کہ نہ میں نے کوئی ناشکری کی اور نہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان ہے بلکہ درحقیقت تم نے میرے ساتھ بدسلوکی کی کیونکہ جو فعل مجھ سے سہواً سرزد ہوا تم نے اس کی وجہ سے میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔

علم کے کمال کے بعد منصب نبوت عطا فرمانا

اس کے بعد فرمایا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطلب

marfat.com

Marfat.com

یہ تھا کہ تم نے تو میرے ساتھ بدسلوکی کی لیکن میرے رب نے مجھ پر احسان فرمایا بایں طور کہ مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنادیا۔

اس آیت میں حکم سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں' ابن سائب نے کہا اس سے مراد نبوت ہے' اور مقاتل نے کہا اس سے مراد فہم اور علم ہے۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۱۳۰) امام رازی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد فہم اور علم ہے' کیونکہ نبوت کا ذکر تو اس کے بعد اس قول میں مذکور ہے اور مجھے رسولوں میں سے بنادیا اور معطوف' معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے' پس حکم سے مراد علم اور فہم ہے' اور علم میں عقل اور رائے بھی داخل ہے اور اگر علم سے مراد توحید کا علم لیا جائے تو وہ زیادہ قریب ہے' کیونکہ اس وقت تک کسی کو منصبِ نبوت پر فائز کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی عقل' رائے اور توحید کا علم کامل نہ ہو جائے۔

فرعون کے اس احسان کا جواب کہ اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی

فرعون نے حضرت موسیٰ پر یہ احسان جتایا تھا: کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی' اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کیے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا اور کیا تو مجھ پر یہی احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کی حسب ذیل تقریریں ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس کے ہاتھوں میں تربیت اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے بنو اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا' گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اگر تو ہم پر اور ہمارے آباء واجداد پر یہ ظلم نہ کرتا کہ بنو اسرائیل کو غلام بناتا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا' تو میں تیری پرورش کرنے سے مستغنی ہوتا' سو تیری پرورش مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔

(۲) تو نے میری پرورش ضرور کی تھی لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا تھا' تو تیری پرورش کا احسان اس ظلم کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

(۳) حسن بصری نے کہا اس کی تقریر یہ ہے کہ تو نے بنو اسرائیل کو غلام بنایا اور ان کے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا اور میری پرورش کے لیے تو نے اسی مال کو خرچ کیا تو اس میں تیرا مجھ پر کیا احسان ہے۔

(۴) میری جن لوگوں نے پرورش کی ہے' وہ وہی لوگ ہیں جن کو تو نے غلام بنا رکھا تھا' تو تیرا مجھ پر کیا احسان ہے! کیونکہ میری پرورش میری ماں نے کی تھی اور ان لوگوں نے جن کو تو نے غلام بنا رکھا تھا' تو نے میرے ساتھ یہی کیا تھا کہ مجھ کو قتل نہیں کیا تھا اور کسی شخص کا کسی کو قتل نہ کرنا اس پر احسان نہیں ہے۔

(۵) تیرا یہ دعویٰ ہے کہ بنو اسرائیل تیرے غلام ہیں اور مولیٰ اپنے غلاموں کے کھانے پینے اور ان کی ضروریات پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اس کی ذمہ داری اور اس کا فرض ہے تو اس میں تیرا مجھ پر کیا احسان ہے۔

کافر اگر کسی کے ساتھ نیکی کرے تو آیا وہ شکر کا مستحق ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کافر کسی شخص کے ساتھ کوئی نیکی یا حسن سلوک کرے تو اس کے کفر کے باوجود اس کی وہ نیکی باقی رہے گی یا اس کے کفر کی وجہ سے وہ نیکی زائل ہو جائے گی۔ بعض علماء نے کہا کہ کافر لوگوں کے ساتھ جو نیکی کرتا ہے وہ لوگوں سے اس نیکی پر شکر کا مستحق نہیں ہوتا' بلکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کی توہین کی جائے اور وہ اپنی نیکی کی وجہ سے اس کا مستحق ہو کہ اس کا شکر ادا کیا جائے' اور شکر کا معنی یہ ہے کہ انعام کرنے والے کی تعظیم کی جائے

marfat.com
Marfat.com

اور وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہوگا کہ اس کی توہین کی جائے تو لازم آئے گا کہ وہ تعظیم کا بھی مستحق ہو اور توہین کا بھی مستحق ہو اور استحقاق میں دو ضدوں کا جمع کرنا محال ہے اور بعض دوسرے علماء نے یہ کہا کہ کفر کی وجہ سے کسی نعمت پر کافر کے شکر کا استحقاق باطل نہیں ہوتا' بلکہ کفر کی وجہ سے اس نعمت پر دنیا میں تعریف اور تحسین اور آخرت میں اس نعمت پر اجر وثواب باطل ہو جاتا ہے' اور قرآن مجید کی اس آیت سے اس دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے' نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ماں باپ مشرک بھی ہوں تو اسلام میں ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ (العنکبوت: ۸)

اور ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی ہے ہاں! اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ اس کو شریک کرلو جس کا تم کو علم نہیں ہے تو تم ان کا کہنا نہ مانو۔

اور اس مسئلہ میں حسب ذیل احادیث بھی ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قتیلہ بنت عبدالعزی نے اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس کوئی ہدیہ بھیجا۔ حضرت ابوبکر نے قتیلہ کو زمانہ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ انہوں نے اپنے ہدیہ میں پنیر اور گھی بھیجا۔ حضرت اسماء نے ان کے ہدیہ کو قبول کرنے اور ان کے گھر میں آنے سے انکار کر دیا' پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان کو گھر میں آنے دے اور ان کے ہدیہ کو قبول کرے' اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۚ (الممتحنۃ: ۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ ان کے ساتھ تمہیں نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف پر مبنی سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۵' ۳۴۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۷۴)

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ مدینہ میں ہم سے ملنے کے لئے ہماری والدہ آئیں وہ مشرکہ تھیں یہ وہ زمانہ تھا جب قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح تھی' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری والدہ رغبت سے ہمارے پاس آتی ہے' کیا ہم اس کے ساتھ صلہ رحم کریں' آپ نے فرمایا: ہاں! اس کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۷۳' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون نے کہا رب العالمین کی کیا تعریف ہے؟ ○ موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین کرنے والے ہو تو! ○ فرعون نے اپنے گرد بیٹھنے والوں سے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو! ○ (موسیٰ نے) کہا وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے ○ فرعون نے کہا: (اے لوگو!) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے ○ موسیٰ نے (پھر) کہا وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ○ فرعون نے کہا: اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کر دوں گا ○ موسیٰ نے کہا خواہ میں تمہارے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں! ○ فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ ○ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ یکایک کھلم کھلا اژدہا بن گیا ○ اور انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا بن گیا ○ (الشعراء: ۳۳-۲۳)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے متعلق حضرت موسیٰ اور فرعون کا مباحثہ

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی پرورش کا احسان رکھنا چاہتا تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ ان کی پرورش میں اس کا کوئی احسان نہیں ہے تو اس نے بات کا رخ موڑنے کے لیے کہا بتاؤ رب العالمین کی کیا تعریف ہے' کیونکہ وہ خود اپنے لیے رب ہونے کا مدعی تھا' جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو تعریف میں اس چیز کے اجزاء اور اس کی جنس اور فصل بیان کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اجزاء اور جنس اور فصل سے پاک ہے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کے ساتھ تعریف کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر صادق نہیں آتیں' کیونکہ تعریف سے بھی مقصد ہوتا ہے کہ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ دوسروں سے مکمل طور پر ممتاز ہو جائے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں فرمایا وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اور یہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز حادث اور فانی ہے۔ کوئی چیز بھی پہلے موجود نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی' خود فرعون بھی پہلے موجود نہ تھا سو وہ بھی حادث ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہو' اس کائنات میں نظم اور ضبط کا تسلسل اور ہر چیز کا ان گنت حکمتوں پر مبنی ہونا زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے اور وہ ممکن اور حادث نہیں ہے ورنہ وہ ان ہی کی طرح ہوتا لہٰذا وہ واجب اور قدیم ہے۔

چونکہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ بتاؤ رب العالمین کیا ہے؟ یعنی اس کی ماہیت کیا ہے؟ اور حضرت موسیٰ نے اس کے جواب میں رب العالمین کی وہ صفات بیان کیں جن میں وہ یکتا اور منفرد ہے جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے تو فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف رخ کر کے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے رب العالمین کی ماہیت اور حقیقت پوچھی تھی اور یہ اس کی صفات بیان کر رہے ہیں! اس جاہل کو یہ پتا نہیں تھا کہ ماہیت اس چیز کی ہوتی ہے جس کے اجزاء ہوں اور جنس اور فصل ہو اور اللہ تعالیٰ جنس اور فصل سے اور اجزاءِ حقیقیہ سے پاک اور منزہ ہے' اجزاء کسی مرکب چیز کے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ واحد ہے' جو اجزاء سے بنا ہو وہ حادث ہوتا ہے اور اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے سب اس کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف صرف ان صفات سے کی جاسکتی ہے جن صفات میں وہ منفرد ہے اور سب سے ممتاز ہے' سو وہ تعریف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' پھر مزید وضاحت کے لیے حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے' اس قول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بتایا کہ تو بھی حادث اور مخلوق ہے اور تیرے باپ دادا بھی حادث اور مخلوق تھے' کیونکہ تیرے وجود سے پہلے تیرا عدم تھا اور تیرے باپ دادا کے وجود سے پہلے ان کا عدم تھا اور جس کے وجود سے پہلے اس کا عدم ہو وہ حادث ہوتا ہے سو تو بھی حادث اور مخلوق ہے اور تیرے باپ دادا بھی حادث اور مخلوق تھے اور جو حادث اور مخلوق ہو وہ خدا ہو سکتا ہے نہ خالق ہو سکتا ہے۔ خدا اور خالق وہ ہے جس نے تجھ کو اور تیرے باپ دادا کو پیدا کیا۔ حضرت موسیٰ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی عام صفات سے استدلال کیا تھا اب اس کی خاص صفات سے استدلال کیا' کیونکہ انسان آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کے احوال کی بہ نسبت اپنے اور اپنے باپ دادا کے احوال بہتر طریقہ سے پہچانتا ہے' فرعون حضرت موسیٰ کی اس دلیل کا بھی حسب سابق کوئی جواب نہ دے سکا تو جھنجھلا کر یہ کہنے لگا (اے لوگو!) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے ○ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک اور اسلوب سے رب العالمین کی تعریف کی اور کہا وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' اگر تم عقل

marfat.com
Marfat.com

رکھتے ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ رب العالمین وہ ہے جو سورج اور چاند ستاروں کو ایک مقرر وقت اور ایک مقرر جہت سے طلوع کرتا ہے اور ایک مقرر وقت اور مقرر جہت میں غروب کرتا ہے جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے' جب تو نہ تھا تب بھی سورج اسی طرح طلوع اور غروب ہوتا تھا اور جب تیرے باپ دادا نہ تھے تب بھی یہ نظام کائنات اسی طرح چل رہا تھا' سو اس کائنات کا رب تو ہے نہ تیرے باپ دادا۔ اس کائنات کا رب وہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ فرعون جب حضرت موسیٰ کے دلائل سے عاجز آ گیا تو دھمکیاں دینے پر اتر آیا اور اس نے کہا:

آیا فرعون موحد تھا' مشرک تھا یا دہریہ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرعون نے کہا: اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کردوں گا۔

دنیا میں یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ جب کوئی ظالم اور جابر شخص دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو پھر وہ ظلم اور جبر کرنے اور دھمکیاں دینے پر اتر آتا ہے' فرعون نے بھی جب یہ دیکھا کہ وہ حضرت موسیٰ کے دلائل کا جواب نہیں دے سکتا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو قید خانے میں ڈال دوں گا۔

قرآن مجید کی بعض آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا تھا اور اپنے رب ہونے کا دعویٰ دار تھا اور بعض آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ مانتا تھا کہ اس کائنات کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے' پہلے ہم وہ آیات پیش کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی الوہیت اور ربوبیت کا مدعی تھا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ (القصص: ۳۸)
فرعون نے کہا اے قوم کے سردارو! میں اپنے سوا تمہارا کوئی اور معبود نہیں جانتا!

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ (النّٰزعٰت: ۲۴)
پھر (فرعون نے) کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۹)
(فرعون نے) کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود قرار دیا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کردوں گا۔

اور درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو مانتا تھا۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۲)
(موسیٰ نے) کہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ معجزات آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی نازل کیے ہیں اور اے فرعون میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک کیا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول برحق تھا اور اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کو یقین تھا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ رسالت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

فَلَوْلَاۤ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ (الزخرف: ۵۳)
(اگر یہ نبی ہیں تو) ان کے اوپر سونے کے کنگن کیوں نہیں گرائے گئے یا ان کے ساتھ صف بہ صف فرشتے ہی آجاتے۔

یعنی فرعون کے نزدیک حضرت موسیٰ کے اللہ کے رسول ہونے کے دعویٰ کے صادق ہونے کا معیار یہ تھا کہ فرشتے ان کے

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ ہونے کی تصدیق کرتے' اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ط

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔ (الاعراف: ١٢٧)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قبطیوں کے نزدیک فرعون کئی خداؤں کی پرستش کرتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ستاروں کی پرستش کرتا ہو یا بتوں کی پرستش کرتا ہو اور وہ یہ بھی مانتا ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا کوئی رب ہے' اور چونکہ وہ مصر کا مطلق العنان بادشاہ تھا تو اس بادشاہی کے غرور میں وہ اپنی رعایا سے سجدہ کراتا ہو اور اپنے آپ کو خدا کہلواتا ہو۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

شاید کہ فرعون دھریہ تھا یا اس کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص کسی علاقہ کا بادشاہ ہو جائے' یا اپنی طاقت اور اپنے زور سے کسی علاقہ پر قبضہ کرلے وہ اس علاقے کے لوگوں کی عبادت کا مستحق ہوتا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ٧ ص ١٧٧' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے لکھا ہے:

فرعون کسی صانع اور پیدا کرنے والے کو نہیں مانتا تھا بلکہ وہ پیدا کرنے والے کا بالکلیہ منکر تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ٣ ص ٣٦٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٩ھ)

سورۃ الاعراف: ١٢٧ میں فرعون کے خداؤں کا ذکر ہے اور سورۃ الزخرف: ١٥٣ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں پر یقین رکھتا تھا' اور بنی اسرائیل: ١٠٢ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اس کو مانتا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کا کوئی رب ہے' ان آیات کی روشنی میں حافظ ابن کثیر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فرعون صانع اور پیدا کرنے والے کا منکر تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ نے لکھا ہے:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا فرعون کو یہ علم تھا کہ اس جہان کا کوئی رب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے یا اس کو یہ علم نہیں تھا' بعض نے کہا اس کو یہ علم تھا کیونکہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا تھا' تو خوب جانتا ہے کہ یہ معجزات آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی نازل کیے ہیں (بنی اسرائیل: ١٠٢) اور بعض نے یہ کہا کہ چونکہ اس نے حضرت موسیٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ رب العالمین کی کیا تعریف ہے؟ (الشعراء: ٢٣) اس سے معلوم ہوا کہ وہ رب العالمین کے وجود کا معترف تھا' اور اس نے جو اپنی قوم سے یہ کہا تھا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں (النّٰزعٰت: ٢٤) یہ اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کیونکہ وہ اپنی قوم کو بہت حقیر سمجھتا تھا' اور یہ اس کا اعتقاد نہیں تھا اور وہ یہ کیسے اعتقاد کرسکتا تھا کہ وہ اس جہان کا رب ہے' حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ پہلے موجود نہیں تھا پھر موجود ہوا' اور اس جہان پر ہزاروں برس گزر چکے تھے جب اس کا وجود نہیں تھا اور بعد میں بھی اس کے قبضہ میں صرف مصر کا ملک تھا' اور بعض علماء نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاہل تھا اس کے باوجود وہ اپنے دل میں یہ اعتقاد نہیں رکھتا تھا کہ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا خالق ہے بلکہ وہ دہریہ تھا اور پیدا کرنے والے کا منکر تھا' اور اس کا یہ اعتقاد تھا کہ افلاک واجب الوجود ہیں' اور تمام حوادث افلاک کی حرکات سے وجود میں آتے ہیں' اور اس کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص زمین کے کسی علاقے کا مالک ہو جائے یا کسی علاقے پر اپنی طاقت سے قبضہ کرلے وہ اس علاقے کے لوگوں کی عبادت کا مستحق ہو جاتا ہے اور وہ ان کا رب ہوتا ہے' اس لیے اس نے الوہیت اور ربوبیت کو اپنے ساتھ خاص کرلیا

marfat.com
Marfat.com

اور کہا کہ "مجھے اپنے سوا تمہارے کسی اور معبود کا علم نہیں ہے۔ (القصص: ۳۸) اور بعض علماء نے یہ کہا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کا یہ اعتقاد ہے کہ رب سبحانہ کا بعض ذوات میں حلول ہے اور اس کا یہ اعتقاد تھا کہ خود اس میں بھی رب سبحانہ کا حلول ہے اسی لیے وہ اپنے آپ کو اِلٰہ کہتا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی الوہیت کا بھی مدعی تھا اور دوسروں کی الوہیت کا بھی مدعی تھا جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا تاکہ وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں (الاعراف: ۱۲۷) اور یہ تمام اقوال بعید ہیں۔

اور جس چیز پر میرا ظن غالب ہے اور جو اکثر آیتوں کا تقاضا ہے وہ یہ ہے کہ فرعون اللہ عزوجل کو پہچانتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہی اس جہان کا خالق ہے مگر اس کی حکومت کا غرور اس پر غالب آ گیا اس لیے اس نے اپنے علم اور اپنے اعتقاد کے خلاف اپنی قوم کے سامنے اظہار کیا اور اس کے ملک میں جن لوگوں پر جہالت کا غلبہ تھا اور جن کی عقل ناقص تھی انہوں نے اس قول پر یقین کر لیا اور یہ بعید نہیں ہے کہ کچھ لوگ ایسی خرافات پر یقین کر لیں اور یہ نہ جان سکیں کہ یہ باتیں بدیہیات کے خلاف ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے واجب' قدیم اور واحد ہونے کے دلائل کی مزید وضاحت

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ رب العالمین کی کیا تعریف ہے' اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم بالذات ہے اور جو واجب اور قدیم ہو اس کی حقیقت کا ادراک کرنا کسی انسان کے لیے محال ہے' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کی صفات مختصہ سے کی کہ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' فرعون نے یہ سن کر حضرت موسیٰ کا مذاق اڑایا اور اپنے اہل دربار سے کہا کیا تم غور سے سن رہے ہو! اس کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو میں رب العالمین کی تعریف اور ماہیت پوچھ رہا ہوں اور یہ اس کی صفات کو بیان کر رہے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کی جہالت کو دیکھا تو اسلوب تبدیل کیا پہلے اللہ تعالیٰ کی عام صفات سے استدلال کیا تھا اب اس کی خاص صفت سے استدلال کیا کہ وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے' کیونکہ انسان تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کی بہ نسبت اپنے آپ کو اور اپنے باپ دادا کو اور ان کے احوال کو بہتر طور پر جانتا ہے' اس کو معلوم تھا کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے نہ تھا اور تمام دنیا اسی طرح تھی' انسان پیدا ہو رہے تھے' پروان چڑھ رہے تھے' اور مر رہے تھے' تمام حیوانوں اور تمام درختوں کا یہی حال تھا' سارا نظام اسی طرح چل رہا تھا' جب کہ وہ اپنی پیدائش کے ابتدائی مراحل میں ایک مکھی بھی نہیں اڑا سکتا تھا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو پرورش کرتا رہا' سن بلوغ اور پھر ادھیڑ عمر تک پہنچایا' اس کے باپ دادا مر گئے وہ ان کے بعد تخت نشین ہو گیا اور وہ بھی ایک دن مر جائے گا اور یہ نظام یونہی چلتا رہے گا تو وہ اس کائنات اور اس کے نظام کا خالق کیسے ہو سکتا ہے! وہ جب بیدار ہوتا ہے تب بھی اس دنیا کا نظام چلتا رہتا ہے اور جب وہ سو جاتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے پھر بھی یہ نظام اس طرح چلتا رہتا ہے تو وہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا اور اس کے نظام کا خالق نہیں ہو سکتا اس کا خالق ضرور ایسا ہے جو پیدا ہونے' مرنے' سونے' جاگنے اور دیگر تغیرات سے منزہ ہو جو واجب اور قدیم ہو اور ہر چیز سے مستغنی ہو اور واحد ہو' کیونکہ واجب اور قدیم میں تعدد نہیں ہو سکتا' نیز آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں اور خود فرعون اور اس کے باپ دادا کے احوال کو دیکھو۔ ان کے نظام میں وحدت ہے سورج ہمیشہ ایک سمت سے نکلتا ہے اور ایک سمت میں غروب ہوتا ہے' یہی حال چاند اور ستاروں کا ہے' درختوں' حیوانوں' انسانوں اور خود اپنے اور اپنے باپ دادا میں غور کر و ان کے پیدا

marfat.com
Marfat.com

ہونے' پرورش پانے اور مرنے میں غور کرو کیا سب کچھ نہج واحد اور طریقہ واحدہ پر نہیں ہے' اگر اس نظام کے متعدد ناظم ہوتے گیا تب بھی ان میں اسی طرح یکسانیت ہو سکتی تھی! تو ضرور ان کا خالق واحد ہے' وہ واجب بھی ہے' قدیم بھی ہے اور واحد بھی ہے' فرعون اس معقول دلیل کا جواب نہ دے سکا تو اس نے کہا (اے لوگو!) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون (دیوانہ) ہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بھی آسان دلیل پیش کی کہ وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' اگر تم عقل رکھتے ہو یعنی اگر تم عقل رکھتے ہو تو بتاؤ کہ اگر فرعون اپنے رب ہونے کے دعویٰ میں سچا ہے تو وہ سورج' چاند اور ستاروں کے طلوع اور غروب میں کوئی تغیر کر سکتا ہے کیا وہ سورج کو چاند کی جگہ سے اور چاند کو سورج کی جگہ سے طلوع کر سکتا ہے؟ کیا وہ دن اور رات کے توارد میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے' مثلاً دن ایک گھنٹہ کا یا ایک ہفتہ کا ہو جائے یا رات میں ایسی کمی بیشی ہو جائے' کیا وہ زرعی پیداوار کے نظام کو بدل سکتا ہے مثلاً زمین سے غلہ پیدا ہونے کے بجائے آسمان سے غلہ برسنے لگے' آسمان سے بارش نازل ہونے کے بجائے ہر جگہ زمین سے پانی ابلنے لگے کیا وہ انسانوں اور حیوانوں کے طبعی تقاضوں کو بدل سکتا ہے کہ ان سے بھوک' پیاس اور جنسی خواہشات کو ختم کر دے' اور جب وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تو کیوں نہیں مان لیتا کہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب وہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور ذات ہے جس نے مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا نظام بنایا ہے' جس کے بنائے ہوئے نظام میں ابتداء آفرینش سے لے کر آج تک ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی اور فرق نہیں ہوا وہ واجب' قدیم اور واحد ہے' وہی آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' وہی تیرے اور تجھ سے پہلے تیرے باپ دادا کا رب ہے اور وہی مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے۔ فرعون جب حضرت موسیٰ کے ان دلائل کا جواب نہ دے سکا تو دھمکیوں پر اتر آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود قرار دیا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔

مباحثہ میں اشتعال میں نہ آنا اور مخاطب کی فہم کے لحاظ سے دلائل کے اسالیب کو تبدیل کرنا

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مباحثہ میں بہت بدتمیزی اور بدزبانی کی' پہلے ان کا مذاق اڑایا اور اہل دربار سے کہا ان کی باتیں سن رہے ہو' پھر کہا یہ شخص ضرور مجنون ہے' پھر کہا میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر لوں گا' لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی کسی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہیں دیا' بلکہ تحمل' وقار' سنجیدگی اور شائستگی کے ساتھ اپنے موقف پر دلائل پیش فرماتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ مباحثہ میں فریق مخالف کی بدزبانی سے طیش میں نہیں آنا چاہیے بلکہ تحمل اور وقار کے ساتھ بحث جاری رکھنی چاہیے اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مباحثہ میں جب فریق مخالف ایک طریقہ سے بات نہ سمجھ سکے تو اسلوب بدل کر دلائل پیش کرنا چاہییں' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مباحثہ میں مختلف انداز اور اطوار سے دلائل پیش فرماتے رہے۔

فرعون نے یہ دھمکی دی کہ میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر لوں گا اور یہ نہیں کہا کہ میں تم کو ضرور قید کر لوں گا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ قیدیوں سے کس طرح کا سلوک کرتا ہے کیونکہ وہ جس کو قید کرتا تھا اس کو نہایت گہرے اور اندھے کنویں میں ڈال دیتا تھا' جس کو وہاں کچھ دکھائی دیتا تھا نہ سنائی دیتا تھا' اور یہ قتل کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید سزا تھی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موسیٰ نے کہا: خواہ میں تمہارے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں! ○ فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ ○ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ یکا یک کھلم کھلا اژدہا بن گیا ○ اور انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا بن گیا ○

marfat.com
Marfat.com

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل پیش کرنا تھا اور اسی پر مباحثہ ہو رہا تھا پھر انہوں نے اس بحث کے اخیر میں اپنی نبوت اور رسالت پر معجزات کیوں پیش کرنے شروع کر دیئے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طریقہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ثابت کر رہے تھے کیونکہ جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صادق اور برحق رسول ہیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا رب ہے اور وہ واجب' قدیم اور واحد ہے۔

اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت پر جو دلائل پیش کیے تھے وہ علمی اور عقلی تھے جن کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ وہ فرعون کے درباریوں اور عوام کی سمجھ میں نہ آئیں اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اب اسلوب بدل کر حسی دلائل پیش کیے جن کا سب لوگ مشاہدہ کر رہے تھے' کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لاٹھی کو زمین پر ڈالا اور وہ لاٹھی کھلم کھلا اژدہا بن گئی' دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ اژدہا ایک میل لمبا تھا' وہ فرعون کی طرف لپکا اور اس کے جبڑوں میں فرعون کا سر آیا چاہتا تھا اور وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں پھر فرعون نے گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر کہا: اے موسیٰ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں تم اس اژدہے کو پکڑ لو حضرت موسیٰ نے اس اژدہے پر ہاتھ ڈالا تو وہ پھر اسی طرح لاٹھی بن گیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ٢٠٢١٥)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ دکھایا اور اپنی بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی شعاؤں کی طرح روشن تھا اور لوگوں کی نگاہیں اس سے خیرہ ہو رہی تھیں اور جب دوبارہ بغل میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو گیا اور لوگوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کا مشاہدہ کیا اور اس کے مقابلہ میں فرعون کا عاجز ہونا دیکھا تو ان کے سامنے یہ بات آ گئی کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور ان کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ تمام جہانوں کا رب صرف اللہ ہے جو واجب' قدیم اور واحد ہے' ماننا نہ ماننا الگ بات ہے۔

ثعبان' حیۃ اور جآن کے معانی

ایک اور بحث اس باب میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا جو عصا اژدہا بن گیا تھا اس کو اس آیت: (الشعراء: ٣٢) میں ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ فرمایا ہے اور ایک جگہ فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (طٰہٰ: ٢٠) فرمایا ہے کہ اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا اور تیسری جگہ فرمایا: تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ (القصص: ٣١) گویا کہ وہ لہراتا ہوا سانپ ہے۔ جآن اس سانپ کو کہتے ہیں جو صغر کی طرف مائل ہو' اور ثعبان اس سانپ کو کہتے ہیں جو کبر کی طرف مائل ہو' اور الحیۃ سانپ کا اسم جنس ہے' وہ سانپ جب بہت بڑی شکل اختیار کرتا تو اس کو ثعبان (اژدہے) سے تعبیر فرمایا' اور جب اس سے چھوٹی شکل اختیار کرتا تو اس کو جآن سے تعبیر فرمایا۔ ثعبان کے لغوی معنی ہیں اژدہا' حیۃ کے معنی ہیں سانپ' اور سانپ کے لہراتے ہوئے پھن کو جآن کہتے ہیں۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ

فرعون نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا بے شک یہ ضرور کوئی ماہر جادوگر ہے O یہ اپنے جادو کے ذریعہ تم کو

مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ

تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے' سو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ O انہوں نے کہا اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہراؤ

marfat.com
Marfat.com

أَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حٰشِرِينَ ﴿۳۶﴾ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿۳۷﴾

اور (مختلف) شہروں میں جادوگروں کو اکٹھا کرنے والوں کو بھیج دو O جو تمہارے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے کر آئیں O

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ

سو ایک مقرر دن کے وعدہ پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے O اور عوام سے کہا گیا

أَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغٰلِبِينَ ﴿۴۰﴾

آیا تم بھی اکٹھے ہو گے ؟ O اگر وہ غالب آ گئے تو شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں O

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا

سو جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو

نَحْنُ الْغٰلِبِينَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۲﴾

انعام ملے گا؟ O فرعون نے کہا ہاں اس صورت میں تم میرے خواص اور مقربین سے ہو جاؤ گے O

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُّلْقُونَ ﴿۴۳﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ

موسیٰ نے ان سے کہا تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہو O تو انہوں نے اپنی رسیاں

وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُونَ ﴿۴۴﴾ فَأَلْقٰى

اور اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم !یقیناً ہم ہی غالب ہیں O پس

مُوسٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۵﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ

موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ ان کی شعبدہ بازیوں کو نگلنے لگا O سو اسی وقت تمام جادوگر

سٰجِدِينَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۴۸﴾

سجدے میں گر گئے O انہوں نے کہا ہم رب العٰلمین پر ایمان لے آئے O جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے O

قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ

فرعون نے کہا تم مجھ سے اجازت لینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے ! یقیناً وہی تمہارا وہ بڑا ماہر جادوگر ہے جس نے تمہیں

marfat.com

Marfat.com

السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ

جادو سکھایا ہے ' سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا ' میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو (ہر ایک کی)

خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

مخالف جانب سے کاٹ ڈالوں گا' اور میں ضرور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا ۞ انہوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں' ہم اپنے رب

مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ

کی طرف لوٹنے والے ہیں ۞ بے شک ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو بخش دے کیونکہ ہم سب سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ط

پہلے ایمان لانے والے ہیں ۞

ع ۳ ۱۸ ۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا بے شک یہ ضرور کوئی ماہر جادوگر ہے ۞ یہ اپنے جادو کے ذریعہ تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے سو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو! ۞ انہوں نے کہا اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہراؤ اور (مختلف) شہروں میں جادوگروں کو اکٹھا کرنے والوں کو بھیج دو! ۞ جو تمہارے پاس ہر بڑے جادوگر کو لے کر آئیں ۞ (الشعراء: ۳۷-۳۴)

فرعون کا حضرت موسیٰ سے مرعوبیت اور ان کے برحق ہونے کے تاثر کو زائل کرنا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھرے دربار میں لاٹھی کو اژدہا بنا دیا جس کے خوف سے فرعون کا پیشاب خطا ہو گیا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا واسطہ دے کر فریاد کی کہ مجھ کو اس سے بچاؤ تو تمام دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت چھا گئی اور یہ واضح ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں' اور فرعون کو بھی یہ اندازہ ہو گیا کہ اہل دربار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اہل دربار کے اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے تین باتیں کہیں ایک یہ کہ یہ شخص حق پر نہیں ہے بلکہ یہ کوئی بہت بڑا اور ماہر جادوگر ہے اور اس نے جو کچھ دکھایا ہے وہ جادو کا کرشمہ ہے' دوسری بات یہ کہی کہ یہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکالنا چاہتا ہے یہ اس لیے کہا کہ اہل دربار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا دشمن خیال کریں اور ان سے متنفر ہوں اور تیسری بات ان کی دل جوئی کے لیے کہی کہ اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان باتوں سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل دربار کے دلوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برحق ہونے کا جو تاثر پیدا ہو گیا ہے وہ زائل ہو جائے' اور ان سے مشورہ طلب کیا تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ فرعون ان کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ رہا ہے اور ان کے دلوں میں اگر فرعون سے دوری پیدا ہوئی ہے تو وہ اپنائیت کے جذبہ میں ڈھل جائے۔ اہل دربار فرعون کی ان باتوں سے رام ہو گئے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ملک کے تمام شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کیا جائے' ان کا خیال یہ تھا کہ جب بہت سارے جادوگر مل کر اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کریں گے تو حضرت موسیٰ مغلوب ہو جائیں گے اور ان کے عیش و آرام کے دن اسی طرح گزرتے رہیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ایک مقرر دن کے وعدہ پر تمام جادوگر اکٹھے کئے گئے ○ اور عوام سے کہا گیا کہ آیا تم بھی اکٹھے ہو گے؟ ○ اگر وہ غالب آ گئے تو شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں! ○ سو جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو انعام ملے گا ○ فرعون نے کہا ہاں! اس صورت میں تم میرے خواص اور مقربین میں سے ہو جاؤ گے ○ (الشعراء: ۴۲-۳۸)

فرعون اور اس کے حواریوں کی اپنی کامیابی کے متعلق خوش فہمی

مقرر دن سے مراد ہے ان کی زینت (جشن) کا دن، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ سال کی پہلی تاریخ تھی اور وہ ان کی عید کا دن تھا اور وہی یوم نیروز ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۶۶، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور مقابلہ کا وقت دن روشن ہونے کے بعد طے ہوا تھا۔

مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ○ (طٰہٰ: ۵۹)　　تمہارے ساتھ زینت (جشن) کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ جب دن روشن ہو جائے تو سب لوگ جمع ہو جائیں۔

فرعون کے اہل دربار نے اس مقابلہ کو موخر کرنے کا مشورہ دیا تھا تا کہ تمام جادوگر جمع ہو جائیں، اور سب لوگوں کے سامنے یہ مقابلہ ہو۔ فرعون نے ان کے اس مشورہ کو مان لیا اس کا خیال تھا کہ سب جادوگر مل کر اکیلے حضرت موسیٰ پر غالب آ جائیں گے اور سب کے سامنے حضرت موسیٰ کو شکست ہو جائے گی اور اس کی خدائی برقرار رہے گی، اور وہ یہ بھول گیا کہ حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر اس پر کیسی ہیبت طاری ہوئی تھی اور اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے کیونکہ اپنی خدائی کو ثابت کرنے کی محبت نے اس کو ہر خطرہ سے غافل کر دیا تھا:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کی محبت تم کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۹۰۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۱۷)

پھر اس نے یہ ارادہ کیا کہ ان کی عید کے دن یہ مقابلہ منعقد کیا جائے تا کہ تمام لوگ حضرت موسیٰ کی اس کے زعم میں شکست کا مشاہدہ کر لیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل کا غلبہ تمام لوگوں کے سامنے ظاہر ہو، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خاص کرم تھا کہ خود فرعون نے ایسی بات کہی جو حضرت موسیٰ کے موافق اور ان کی منشاء کے مطابق تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ غالب آ گئے تو شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں۔ بہ ظاہر سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی اعلان کرنے والوں نے کہی تھی۔ کیونکہ بھرے دربار میں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور اس کے مقابلہ میں فرعون کی پسپائی دیکھی تھی وہ فرعون کی خدائی کے عقیدہ سے متزلزل ہو گئے تھے یہی حال ان عوام کا تھا جن تک اس واقعہ کی خبر پہنچی تھی اس لیے اعلان کرنے والوں نے کہا اگر جادوگر موسیٰ پر غالب آئے تو شاید ہم جادوگروں کی اتباع میں فرعون کی خدائی کے عقیدہ پر برقرار رہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرعون اور اس کے حواریوں نے حضرت موسیٰ پر طنز کرتے ہوئے کہا ہو اگر یہ اور ہارون غالب آ گئے تو شاید ہم ان کی اتباع کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے ان سے کہا تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہو ○ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم! یقیناً ہم ہی غالب ہیں ○ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ ان کی شعبدہ بازیوں کو نگلنے لگا ○ تو اسی وقت تمام جادوگر سجدہ میں گر گئے ○ انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ○ (الشعراء: ۴۸-۴۳)

marfat.com
Marfat.com

اس کی توجیہات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو پہلے لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے کا حکم دیا

جب حضرت موسیٰ اور جادوگر مقابلہ کے لیے جمع ہوئے تو ضروری تھا کہ مقابلہ کی ابتدا دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک کرتا' جادوگروں نے تواضع کی اور کہا اے موسیٰ یا آپ پہلے ڈالیں یا ہم پہلے ڈالنے والے بن جائیں۔ (طٰہٰ: ۶۵) جب انہوں نے تواضع کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی تواضع سے کام لیا اور فرمایا: تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جادوگروں کا لاٹھیوں اور رسیوں کو ڈالنا' جادو تھا اور کفر تھا' تو حضرت موسیٰ کے لیے کس طرح جائز ہوگیا کہ وہ ان کو جادو کرنے اور کفر کرنے کا حکم دیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا ایمان لانا اس پر موقوف تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں اور مقابلہ میں شکست کھا کر حق کا اعتراف کرلیں' اس لیے امام رازی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم کی تاویل یہ کی ہے کہ اگر تم برحق ہو تو ڈالو جو ڈالنا چاہتے ہو' اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس قرآن کی کسی سورت کو مثل بنا کر لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (البقرہ: ۲۳) اس کا ایک اور جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک ان کے جادو کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور حضرت موسیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے' سو وہ جو کرنا چاہتے ہیں وہ کریں' ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی اپنا عصا ڈال دیتے تو تمام جادوگر اور عوام اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتے اور یہ مقابلہ منعقد نہ ہوتا اور نہ حضرت موسیٰ کا جادوگروں پر غلبہ ظاہر ہوتا اور نہ جادوگروں کے ایمان لانے کا واقعہ ہوتا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ پہلے جادوگر اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہو۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کا ممنوع ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا' تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی غالب ہیں۔ جادوگروں نے یہ قسم اس لیے کھائی تھی کہ ان کو اپنے اوپر مکمل بھروسا تھا اور ان کو پختہ یقین تھا کہ اس مقابلہ میں وہی کامیاب ہوں گے' کیونکہ وہ اپنی طرف سے جادو کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے' انہوں نے فرعون کی قسم کھائی' یہ قسم افعال جاہلیت میں سے ہے اسلام میں غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤں کی قسمیں نہ کھاؤ اور نہ ان کی قسم کھاؤ جن کو اللہ کا شریک قرار دیا گیا ہے اور اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ اور تم صرف سچی قسمیں کھاؤ۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۴۸)

غیر اللہ کی قسم کھانے کی مکمل تحقیق تبیان القرآن ج ا ص ۸۳۰-۸۲۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض مفسرین نے کہا جادوگروں نے یہ دیکھا کہ ان کے پاس لاٹھیاں اور رسیاں بہت زیادہ ہیں اس کے برخلاف حضرت موسیٰ کے پاس صرف ایک لاٹھی ہے اس لیے ان کو یقین تھا کہ ان ہی کو غلبہ ہوگا اور انہوں نے یہ نہیں جانا کہ بعض اوقات کم تعداد میں حق پرست زیادہ تعداد میں مخالفین پر غالب آجاتے ہیں جیسے ایک ماچس کی تیلی جلاؤ یا ایک بلب روشن کرو تو وہ پورے کمرے کے اندھیرے کو ختم کر دیتا ہے۔

سانپوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی توجیہات

سورہ طٰہٰ میں ہے کہ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کے جادو کے اثر

marfat.com
Marfat.com

سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں بھاگ رہی ہیں تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا' ہم نے فرمایا تم خوف نہ کرو بے شک ہی غالب اور برتر رہو گے۔ (طٰہٰ: ۶۸-۶۶)

انسان کی طبیعت میں جو سانپوں سے توحش اور تنفر رکھا گیا ہے اس کے اثر سے حضرت موسیٰ خوف زدہ ہو گئے تھے' اور اس خوف کا تعلق وہم سے تھا' دل سے نہیں تھا' اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سحر کے ضرر کو اپنے قہر کا لباس پہنا دیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے قہر سے خوف زدہ ہوئے تھے نہ ان مصنوعی' جعلی اور وہمی سانپوں سے۔

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو منصور ماتریدی نے التاویلات النجمیہ میں لکھا ہے انسان کی جبلت میں خوف بشریت ہے خواہ وہ نبی ہو' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے اس خوف کو نکال لے' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا آپ نہ ڈریں آپ ہی اعلیٰ ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا اس سے اعلیٰ درجہ ہے کہ آپ خالق کے بجائے مخلوق سے ڈریں' اور اس کی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ مخلوق سے نہیں خالق سے خوف زدہ ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ان کا عصا اژدہا بن کر جادوگروں کے جادو کو نگل گیا ہے لہٰذا ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کا عصا اللہ تعالیٰ کی صفت قہر کا مظہر ہو گیا ہے سو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفت قہر سے ڈرے تھے نہ کہ لاٹھی اور اژدہے سے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نہ ڈریں آپ ہی اعلیٰ ہیں' یعنی آپ کا درجہ ہمارے نزدیک اس لاٹھی سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس لاٹھی کو آپ نے اپنے لیے بنایا ہے اور آپ میرے رسول اور میرے کلیم ہیں اور آپ کو میں نے اپنے لیے بنایا ہے' اور اگر یہ لاٹھی میری صفت قہر کی مظہر ہے تو آپ میری صفت لطف کے بھی مظہر ہیں اور میری صفت قہر کے بھی مظہر ہیں۔

(روح البیان ج ۵ ص ۴۸۰-۴۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض علماء کا سحر کو صرف تخیل اور مسمریزم قرار دینا اور واقع میں اس کی حقیقت کا انکار کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس وقت تمام جادوگر سجدہ میں گر گئے۔

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

ہر فن میں تبحر اور مہارت حاصل کرنا مفید اور سود مند ہوتا ہے' کیونکہ ان جادوگروں نے جادو میں تبحر اور مہارت کی وجہ سے یہ پہچان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو لاٹھی کو اژدہا بنا دیا ہے یہ جادو نہیں ہے' بلکہ معجزہ ہے کیونکہ جادو صرف شعبدہ بازی' ملمع کاری' ہاتھ کی صفائی اور نظر بندی ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَسَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (الاعراف: ۱۱۶) انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا یعنی نظر بندی کر دی۔ اگر واقع میں جادو کے ذریعہ ایک چیز کی حقیقت کا دوسری چیز کی حقیقت سے بدل جانا ممکن ہوتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا بھی جادو کے قبیل سے قرار دیتے اور اس کو معجزہ نہ قرار دیتے جو جادو کے دائرہ سے خارج ہے' اور اس کا مشاہدہ کر کے سجدہ میں نہ جا گرتے اور ایمان کی دولت سے سرفراز نہ ہوتے۔ علامہ شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے ابن العربی سے نقل کیا کہ سَحَر کا لفظ وقت سَحَر سے ماخوذ ہے اور سحر کے وقت میں ضوء اور ظلمت اور روشنی اور اندھیرا خلط ہوتے ہیں اس وقت نہ مکمل رات ہوتی ہے کیونکہ صبح کی روشنی ہوتی ہے اور نہ مکمل دن ہوتا ہے کیونکہ سورج طلوع نہیں ہوتا' اسی طرح جادوگر جو کارروائی کرتے ہیں وہ واقع میں باطل محض ہوتی ہے اور جو کچھ آنکھوں کو دکھاتے ہیں وہ واقع میں موجود نہیں ہوتا اس کا وجود صرف دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے' علامہ شعرانی نے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا یہ بہت نفیس کلام ہے ہم نے اس کی مثل کبھی نہیں سنی۔ (الکبریت الاحمر ص ۱۸-۱۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ) (روح البیان ج ۶ ص ۳۵۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے لکھا ہے:

الاعراف: ۱۱۶ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ سحر اور جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ محض شعبدہ بازی اور نظر بندی ہے' قاضی نے کہا اگر سحر برحق ہوتا تو وہ ان کے دلوں پر سحر کرتے نہ کہ ان کی آنکھوں پر' اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے ان کو عجیب و غریب امر دکھائے جب کہ واقع میں ایسا نہ تھا' علامہ واحدی نے کہا بلکہ انہوں نے ان کی آنکھوں پر سحر کر دیا یعنی ان کی آنکھوں کو صحیح ادراک کرنے سے پلٹ دیا' اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے لاٹھیوں اور رسیوں کو کھوکھلا کر کے ان کے اندر پارہ رکھ دیا تھا اور سورج کی گرمی سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں حرکت کرنے لگیں جس سے دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ سانپ رینگ رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۴۵' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

جادوگروں نے اس چیز کا خیال ڈالا جو حقیقت کے خلاف تھا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ ھ نے لکھا ہے اس سے سحر کا باطل کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ وہ نصوص سے ثابت ہے اس لیے اس عبارت کو ترک کرنا اولیٰ تھا۔ (عنایت القاضی ج ۴ ص ۳۴۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

خدائی نشان سے حقیقی تغیر واقع ہوتا ہے اور جادو محض نظر اور نفس کو متاثر کر کے اشیاء میں ایک خاص طرح کا تغیر محسوس کراتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۸' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' فروری ۱۹۸۲ ھ)

اسی طرح شیخ امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:

جادو خواہ کتنا ہی بڑا ہو لیکن اس سے کسی شے کی حقیت و ماہیت نہیں بدلتی۔ بس دیکھنے والوں کی آنکھوں اور ان کی قوت متخیلہ پر اس کا اثر پڑتا ہے جس سے آدمی ایک شے کو اس شکل میں دیکھنے لگتا ہے جس شکل میں ساحر اس کو دکھانا چاہتا ہے۔

(تدبر قرآن ج ۳ ص ۳۴۶' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن' ۱۴۰۹ ھ)

یہ تمام اقوال صحیح نہیں ہیں' جادو کی کئی اقسام ہیں اور ایک قسم وہ ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم جادو کی تعریف اور اس کی اقسام ذکر کریں گے اور جادو کا واقع میں موثر ہونا دلائل سے واضح کرینگے۔ رہا یہ اعتراض کہ الاعراف: ۱۱۶ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون کے جادوگروں نے تخییل اور نظر بندی کی تھی اور واقع میں لاٹھیوں کو سانپ نہیں بنایا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون کے جادوگروں کا عمل یہی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کے ذریعے سے اشیاء کی حقیقت نہیں بدلتی' اب ہم سحر کی تعریف سحر اور کرامت میں فرق' سحر کے وقوع پر دلائل اور سحر پر اعتراضات کے جوابات اور سحر کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

سحر کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ ھ سحر کا لغوی معنی لکھتے ہیں:

ہر وہ فعل جس کا ماخذ غامض اور دقیق ہو اور اس کا سبب مخفی ہو اس کو سحر کہتے ہیں۔

(القاموس المحیط ج ۲ ص ۶۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ ھ لکھتے ہیں:

انسان اس وقت تک سحر میں مہارت حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کی شر (فسق و فجور) کے ساتھ مناسبت نہ ہو۔ اہل

marfat.com
Marfat.com

سنت کا مذہب یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب انسان جادو کے مخصوص کلمات بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہے وہ اس وقت غیر معمولی امور پیدا کر دیتا ہے' یا وہ ایسے بعض اجسام یا قوی امتزاج سے چیزیں بناتا ہے جن کو ساحر ہی جانتا ہے کیونکہ بعض زہر قاتل ہوتے ہیں اور بعض زہریلی اشیاء بیمار کر دیتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں۔
(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۴۷' مکتبۃ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

سحر کا اطلاق چند معانی پر کیا جاتا ہے۔

(۱) دھوکا دہی' نظر بندی (مسمریزم یا ہپناٹائز کرنا) قرآن مجید میں ہے:

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ. (الاعراف:۱۱۶) فرعون کے جادوگروں نے لوگوں کی نظر بندی کر دی (ان کو ہپناٹائز کر دیا)۔

(۲) شیطان کے تقرب اور اس کی مدد سے اپنا مقصد پورا کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ. (البقرۃ:۱۰۲) لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے تھے۔

(۳) سحر اس فعل کا نام ہے جس کی قوت اور تاثیر سے اشیاء کی صورتیں اور حقیقتیں بدل جاتی ہیں سو ساحر انسان کو گدھا بنا دیتا ہے۔ محصلین کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (یہ علامہ راغب کی اپنی رائے ہے جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے)

(۴) جس کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہو قرآن مجید میں ہے:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ. (سبا:۴۳) یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے۔

یعنی اس کلام کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہے۔

سَحر اور سحرۃ اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کی ظلمت دن کی ضوء اور روشنی سے مختلط ہوتی ہے۔ (اسی طرح سحر کی حقیقت بھی مبہم اور مشتبہ ہوتی ہے۔) (المفردات ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

سحر سے مراد وہ کام ہے جس کو حاصل کرنے میں شیطان سے مدد حاصل کی جاتی ہے' اور وہی انسان اس مقصد کو حاصل کر سکتا ہے جو شر اور نفس کے خبث میں شیطان کے مناسب ہو کیونکہ کسی سے تعاون حاصل کرنے میں یہ شرط ہے کہ دونوں میں مناسبت ہو' اور اسی قید سے ساحر نبی اور ولی سے ممتاز ہو جاتا ہے' اور بعض حیرت ناک اور تعجب خیز کام جو شعبدہ بازی سے آلات' دوائیوں اور ہاتھ کی صفائی اور کرتبوں سے کیے جاتے ہیں وہ مذموم نہیں ہیں ان کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے' یا اس وجہ سے کہ ان کا ماخذ غامض اور دقیق ہوتا ہے اور ان کا سبب مخفی ہوتا ہے۔ (انوار التنزیل مع عنایت القاضی ج ۲ ص ۳۴۷' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

سحر وہ غیر معمولی اور خلاف عادت کام ہے' جس کو حاصل کرنے میں برے کام کر کے شیطان کے تقرب سے مدد حاصل کی جاتی ہے خواہ وہ برے کام زبان سے کیے جائیں جیسے وہ منتر جن میں شرکیہ الفاظ ہوں اور شیطان کی تعریف کی جائے یا وہ برے کام دیگر اعضاء سے کیے جائیں جیسے ستاروں کی عبادت کرنا' اور کسی کا نقصان کرنا اور دیگر فسق و فجور کے کام' یا وہ برے کام

marfat.com
Marfat.com

اعتقاد سے کیے جائیں مثلاً ان کاموں کو اچھا اعتقاد کرنا جن سے شیطان کا تقرب اور اس کی محبت حاصل ہوتی ہے' اور وہی شخص سحر کر سکتا ہے جو شر اور نفس کی خباثت میں شیطان کے مناسب ہو' کیونکہ تعاون اور مدد کے لیے مناسبت شرط ہے' پس جس طرح سے فرشتے صرف نیک انسانوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ان ہی پر فیضان کرتے ہیں جو دائمی عبادت کرنے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں فرشتوں کے مشابہ ہوں' اسی طرح شیاطین بھی ان ہی فساق اور فجار کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو قول' فعل اور اعتقاد کی خباثت اور نجاست میں شیاطین کے مشابہ ہوں اور ہماری اس تعریف سے ساحر نبی اور ولی سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ (روح المعانی جز ۱ ص ۵۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سحر اور کرامت میں فرق

علامہ عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری نے سحر اور کرامت میں حسب ذیل وجوہ سے فرق بیان کیا ہے:

(۱) سحر خبیث اور فاسق شخص سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت اس نیک مسلمان سے ظاہر ہوتی ہے جو دائماً عبادت کرتا ہو اور برے کاموں سے بچتا ہو۔

(۲) سحر چند مخصوص برے کاموں کا نام ہے' اور کرامت کے مخصوص اعمال نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور دائماً شریعت کی اتباع سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۳) سحر صرف تعلیم اور تعلم سے حاصل ہوتا ہے اور کرامت اس طرح نہیں ہے بلکہ کرامت وہبی ہوتی ہے اور محض اللہ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

(۴) سحر طلب کرنے والوں کے مطالب کے موافق نہیں ہوتا بلکہ معین اور محدود مطالب کے ساتھ مخصوص ہے اور کرامت طلب کرنے والوں کے مطالب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس کے مخصوص مطالب نہیں ہیں۔

(۵) سحر مخصوص وقتوں' مخصوص جگہوں اور مخصوص شرائط سے ہوتا ہے' اور کرامت کے لیے کسی وقت' کسی جگہ اور کوئی شرط ضروری نہیں ہے۔

(۶) ساحر کو کبھی دوسرا ساحر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے چیلنج کرتا ہے اور کرامت میں ایک ولی دوسرے ولی کو چیلنج نہیں کرتا۔

(۷) سحر بغیر کوشش اور سخت جدوجہد کے حاصل نہیں ہوتا' اور کرامت خواہ ہزار بار حاصل ہو اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔

(۸) ساحر فاسقوں کے کام کرتا ہے اور ناپاک رہتا ہے' بعض اوقات غسل جنابت بھی نہیں کرتا' استنجاء نہیں کرتا' ناپاک کپڑے نہیں دھوتا' کیونکہ ناپاکی اور نجاست کی جادو کے ظہور میں بہت تاثیر ہوتی ہے یہ اس کی ظاہری نجاست ہے اور اس کی باطنی نجاست کفر ہے اس کے برخلاف ولی کا ظاہر اور باطن پاک اور صاف ہوتا ہے۔

(۹) ساحر خلاف شرع کاموں کا حکم دیتا ہے اور ولی شریعت کے موافق کاموں کا حکم دیتا ہے۔

ہم نے سحر اور کرامت میں جو فرق بیان کیے ہیں ان ہی سے سحر اور معجزہ میں بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

(دستور العلماء ج ۲ ص ۱۲۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سحر کے واقع ہونے کے دلائل

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

سحر ایک خلاف عادت کام ہے جو کسی شریر اور فاسق شخص سے اعمال مخصوصہ کے ذریعہ صادر ہوتا ہے' اور یہ اہل حق کے نزدیک عقلاً جائز ہے اور قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۗ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۗ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ (البقرہ: ۱۰۲)

لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ علم جو ھاروت اور ماروت دو فرشتوں پر بابل میں نازل کیا گیا اور وہ (فرشتے) کسی کو اس وقت تک وہ علم نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں' سو تم کفر نہ کرو' پس لوگ ان سے وہ علم سیکھتے جس کے ذریعہ وہ خاوند اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیتے' اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ جادو حقیقۃً ثابت ہے اور وہ محض نظر بندی اور ملمع کاری نہیں ہے اور موثر اور خالق حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ (الفلق: ۴)

(اور میں) گرہ (باندھ کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی پناہ مانگتا ہوں)

اس آیت میں جادوگروں کی شرارت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جادوگر منتر پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے ہیں اور گرہ باندھتے جاتے ہیں عموماً جس پر جادو کرنا ہوتا ہے اس کے بال یا کوئی چیز حاصل کر کے یہ عمل کیا جاتا ہے۔ اگر جادو ایک ثابت شدہ حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے کا کیوں حکم دیتا۔

اور جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الفلق اس وقت نازل ہوئی جب لبید بن اعصم یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا حتیٰ کہ آپ تین دن بیمار رہے۔

اس طرح روایت ہے کہ ایک باندی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جادو کیا' اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر جادو کیا گیا پھر لوہا گرم کر کے ان کے ہاتھ پر داغ لگایا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر جادو کرنا ممکن ہوتا تو کفار تمام انبیاء اور صالحین پر جادو کر دیتے تاکہ ان کو ملک عظیم حاصل ہوتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنا کس طرح صحیح ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ (المائدہ: ۶۷)

اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ (طٰہٰ: ۶۹)

اور ساحر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا۔

اور کافر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ عیب لگاتے تھے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے' حالانکہ یہ قطعی بات ہے کہ وہ جھوٹے تھے۔

ہم پہلے اعتراض کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جادو ہر دور اور زمانے میں نہیں پایا گیا اور نہ ہر خطہ اور ہر جگہ میں پایا گیا ہے۔

ہم دوسرے اعتراض کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ ہیں کہ لوگ ان کو ہلاک کر دیں یا آپ کی نبوت میں خلل ڈالیں' اور اس بات سے محفوظ نہیں ہیں کہ لوگ آپ کو ضرر پہنچائیں یا آپ کے جسم میں کوئی تکلیف پہنچائیں' اور کفار نے جو کہا تھا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو سے آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے کیونکہ آپ نے ان کے دین کو ترک کر دیا تھا۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰہٰ:۶۶) موسیٰ کو یہ خیال آنے لگا کہ ان کے جادو کے زور سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' وہ محض تخییل اور ملمع کاری ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا سحر ہی تخییل (مسمریزم) ہو اور ان کے سحر کا مسمریزم ہونا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ فی نفسہٖ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۸۱-۷۹' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

یہ علامہ تفتازانی کی عبارت ہے ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کی روایت صحیح نہیں ہے' اس کی تحقیق بنی اسرائیل: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

سحر کی اقسام اور اس کے وقوع میں مذاہب

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں' سحر کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) ستارہ پرستوں' افلاک پرستوں اور ان کو فاعل مختار ماننے والوں کا سحر۔

(۲) اصحاب الاوہام اور اصحاب نفوس قویہ کا سحر۔

(۳) ارواح ارضیہ مثلاً جنات سے استعانت کرنے والوں کا سحر۔

(۴) تخییلات' آنکھوں پر اثر ڈالنا کیونکہ آنکھ مشاہدہ میں خطا کرتی ہے' کشتی میں سوار شخص کو کنارے پر کھڑے ہوئے درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بارش میں برسنے والے قطرات خطوط دکھائی دیتے ہیں (اس کو مسمریزم بھی کہا جاسکتا ہے)

(۵) عجیب و غریب کام جو مختلف شعبدوں سے ظاہر ہوتے ہیں' ان کے اسباب مخفی ہوتے ہیں جن کا عام لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔

(۶) ایسی دواؤں سے جادو کرنا جو حواس کو معطل اور عقل کو زائل کر دیتی ہیں۔

(۷) کسی کے دل کو تابع کر لینا وہ یہ ہے کہ انسان یہ دعویٰ کرے کہ اس کو اسم اعظم معلوم ہے اور جن اس کا تابع ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے' پس جو شخص ناسمجھ ہوگا وہ اس کے دعویٰ کو سچا گمان کرے گا اور وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو جائے گا' پھر جادوگر اس پر قادر ہوگا کہ اس میں جو فعل چاہے وہ کرے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس بات کا انکار نہیں کیا جاتا کہ ساحر کے ہاتھ سے ایسے خلاف عادت کاموں کا ظہور ہوتا ہے جو عام انسانوں کی طاقت میں نہیں ہوتے وہ لوگوں کو بیمار کر دیتے ہیں۔ شوہر اور اس کی بیوی میں تفریق کر دیتے ہیں' عقل کو زائل کر دیتے ہیں۔ اعضا کو ٹیڑھا کر دیتے ہیں' علماء نے کہا ہے کہ ساحر سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو اس قدر پتلا کر لے کہ وہ سرکنڈے پر کھڑا ہو جائے' باریک دھاگے پر چلنے لگے' ہوا میں اڑنے لگے' پانی پر چلنے لگے اور کتے پر سواری کرے اور سحر ان کاموں کی علت ہے نہ موجب ہے' ان کاموں کو سحر کے وقت اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جیسا کہ وہ کھانے اور پینے کے بعد انسان کے اندر سیری پیدا کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۴۶-۴۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اور معتزلہ نے سحر کی پہلی تین قسموں کا انکار کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ان قسموں کے معتقد کو کافر قرار دیا ہے' اور رہے اہل سنت تو انہوں نے سحر کی تمام اقسام کو جائز قرار دیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ساحر کو اس پر قدرت ہوتی ہے کہ وہ ہوا میں

marfat.com
Marfat.com

اڑے اور انسان کو گدھا بنا دے اور گدھے کو انسان بنا دے اور اس کے علاوہ دیگر شعبدوں پر بھی اس کو قدرت ہوتی ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' جب ساحر کلمات معینہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پیدا کر دیتا ہے اور اس پر یہ آیت دلیل ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (البقرہ:۱۰۲) اور جادوگر اللہ کے اذن کے بغیر اپنے جادو سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں۔

(الزواجر ج ۲ ص ۱۴۷۔۱۱۲ ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس عبارت کو نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۰۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ)

علماء دیوبند بھی جمہور اہل سنت کی طرح اللہ تعالیٰ کے اذن سے جادو کے مؤثر ہونے کے قائل ہیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ الاعراف: ۱۱۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ساحرین فرعون نے اس وقت جو شعبدہ دکھلایا تھا اس میں فی الواقع قلب ماہیت نہیں ہوا بلکہ وہ محض تخییل اور نظر بندی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اقسام سحر اسی میں منحصر ہوں' شاید انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ ہم اتنی ہی کارروائی سے موسیٰ علیہ السلام کو دبا لیں گے اور کچھ گنجائش ملتی تو ممکن تھا کہ اس سحر عظیم سے بھی بڑا کوئی سحر اعظم دکھاتے مگر اعجاز موسوی نے سحر کو پہلے ہی مورچہ پر مایوس کن شکست دے دی' آگے موقع ہی نہ رہا کہ مزید مقابلہ جاری رکھا جاتا۔

(حاشیہ عثمانی برترجمہ شیخ محمود حسن دیوبندی ص ۲۱۸' مطبوعہ سعودی عربیہ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ الاعراف: ۱۱۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو ایک قسم کی نظر بندی تھی اور تخییل تھی جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں حالانکہ وہ واقع میں اسی طرح لاٹھیاں اور رسیاں ہی تھیں۔ سانپ نہیں بنے تھے یہ ایک قسم کا مسمریزم تھا جس کا اثر انسانی خیال اور نظر کو مغلوب کر دیتا ہے۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر صرف اسی قسم میں منحصر ہے سحر کے ذریعہ انقلاب ماہیت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شرعی یا عقلی دلیل اس کی نفی پر قائم نہیں ہے بلکہ سحر کی مختلف اقسام واقعات سے ثابت ہیں۔ کہیں تو صرف ہاتھ کی چالاکی ہوتی ہے جس کے ذریعہ دیکھنے والوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے' کہیں صرف تخییل اور نظر بندی ہوتی ہے جیسے مسمریزم ہے اور اگر کہیں قلب ماہیت بھی ہو جاتا ہو کہ انسان کا پتھر بن جائے تو یہ بھی کسی شرعی یا عقلی دلیل کے خلاف نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۱' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۴ھ)

سحر اور ساحر کا شرعی حکم ہم نے الاعراف: ۱۱۶ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے' اسی طرح سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا شرعی حکم بھی ہم نے وہاں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۶۰-۲۵۹)

فرعون کے ساحروں کا ایمان لانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ○ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ○ رب العالمین کے بعد انہوں نے کہا جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے' اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ صرف یہ کہتے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے تو یہ خدشہ تھا کہ فرعون یہ کہتا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں اس لیے انہوں نے وضاحت سے کہا ہم

marfat.com
Marfat.com

رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ غور کا مقام ہے کہ صبح کو وہ کافر جادوگر تھے اور شام کو وہ مومن اور شہید تھے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کسی عمل سے دھوکا نہ کھائے' ہوسکتا ہے اس وقت وہ جو نیک عمل کررہا ہے بعد میں اس کو میسر نہ ہو' اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون نے کہا تم مجھ سے اجازت لینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے! یقیناً وہی تمہارا وہ بڑا ماہر جادوگر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے' عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا' میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو (ہر ایک کی) مقابل جانب سے کاٹ ڈالوں گا' اور ضرور میں تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گاO انہوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں' ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیںO بے شک ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو بخش دے' کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیںO (الشعراء: ۵۱-۴۹)

فرعون کا اپنے عوام کو حضرت موسیٰ سے متنفر کرنے کے لیے جادوگروں پر الزام تراشی کرنا

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ تمام جادوگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر ایمان لے آئے تو اس نے سوچا کہ اب لوگ یہی کہیں گے کہ جادوگروں کی اتنی بڑی اکثریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی ہے تو ضرور اس کی وجہ یہ ہے کہ جادوگروں پر یہ منکشف ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت برحق ہے' اور انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ اس تمام کائنات کا صرف ایک خدا ہے اور اس کے علاوہ فرعون' افلاک' سیارے اور اس کائنات کی ہر چیز اللہ بلند و برتر کی مخلوق ہے سو ان کا یہ کہنا بھی برحق ہے' اس لیے فرعون نے سوچا کہ اب کسی طریقہ سے عوام کو حضرت موسیٰ اور ان جادوگروں سے متنفر اور برگشتہ کرنا چاہیے ورنہ مصر میں اس کی خدائی کا بھرم قائم نہیں رہے گا اور اس کی الوہیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا سو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں سے عوام کو متنفر کرنے کے لیے حسب ذیل نکات اٹھائے۔

(۱) اس نے جادوگروں سے کہا تم میری اجازت سے پہلے (حضرت) موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ اس قول سے اس نے یہ وہم ڈالا کہ اس قدر سرعت کے ساتھ تمہارا (حضرت) موسیٰ پر ایمان لانا یہ بتاتا ہے کہ تم پہلے سے ان کی طرف مائل تھے' اور اس بات میں جادوگروں پر یہ تہمت لگائی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے جادو کے مقابلہ میں اپنے مکمل فن اور مہارت کا اظہار نہیں کیا اور عمداً جلدی شکست کھا گئے۔

(۲) پھر کہا یقیناً وہی تمہارا بڑا ماہر جادوگر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اس قول میں اس نے جادوگروں پر یہ الزام لگایا کہ درحقیقت تم موسیٰ ہی کے شاگرد ہو اور تمہاری آپس میں یہ سازش اور ملی بھگت تھی کہ معمولی مقابلہ کر کے تم ہار جاؤ' اس لیے تمہارا یہ مقابلہ دراصل نورا کشتی تھی ورنہ ان جادوگروں کے پاس بھی ایسی قوت تھی جیسی موسیٰ کے پاس ہے' اس طرح اس نے عوام کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کے تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی۔

(۳) پھر اس نے کہا عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اپنے اس قول سے اس نے ساحروں کو شدید وعید سنائی اور بہت بڑی دھمکی دی۔

(۴) نیز فرعون نے کہا میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو (ہر ایک کی) مقابل جانب سے کاٹ ڈالوں گا یعنی سیدھا ہاتھ اور الٹا پیر اور میں ضرور تم سب کو صلیب (سولی) پر لٹکا دوں گا۔

صلیب کا معنی

صلیب کا معنی ہے چوبی (لسان العرب ج ا ص ۵۲۸) اور تصلیب کا معنی ہے کسی شخص کے دونوں ہاتھوں کو T کی شکل میں

marfat.com
Marfat.com

پھیلا کر اس کو لٹکا دینا' روایت ہے کہ فرعون نے ان کو درختوں کے تنوں پر لٹکا دیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے (روح البیان ج ۵ ص دار احیاء التراث العربی بیروت) نیز لکھا ہے کہ قتل کے لیے انسان کو لٹکا دینا' ایک قول ہے اس کی پشت کو لکڑی پر باندھ دینا' اس ایک لمبے عرصہ تک ان کو اس لکڑی کے ساتھ باندھے رکھا تھا اور فرعون وہ پہلا شخص تھا جس نے کسی کو سولی پر چڑھایا تھا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۴۸۴-۴۸۳) نیز اُردو کی لغات میں مرقوم ہے: سولی کا معنی ہے ایک چوبی (لکڑی کا) آلہ جس میں مجرموں کو ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک کر لٹکا دیتے تھے' (فیروز اللغات اُردو ص ۸۲۱) صلیب اس شکل + کی لکڑی جس پر عیسائیوں کو لٹکا کر ہلاک کرتے تھے (فیروز اللغات ص ۸۶۵) امام رازی نے لکھا ہے کہ کسی شخص کو ہلاک کرنے کے لیے اس سے قوی اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اہل معرفت پر مصائب کا آسان ہونا' اور مصائب برداشت کرنے پر انہیں مراتب سے نوازنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جادوگروں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں! ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

جادوگروں نے جو فرعون سے کہا ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنے مستغرق ہو چکے تھے کہ وہ ہر حادثہ اور ہر مصیبت میں اللہ سے واصل ہونے اور اس کی ذات کا ارادہ کرتے تھے' وہ ثواب کی رغبت میں ایمان لائے تھے اور نہ عذاب کے خوف سے' ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا اور اس کی معرفت کے انوار میں ڈوب جانا تھا۔

(۲) انہوں نے کہا ہماری خواہش یہ ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو بخش دے' اس کا محمل یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے جو انہوں نے کفر کیا تھا اور جادو کیا تھا ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

(۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب کے کتنے بڑے مرتبہ پر کیوں نہ پہنچ جائے' وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنے سے مستغنی نہیں ہوتا' اور انسان کو کبھی اپنی نیکیوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور چاہے وہ کتنا پہنچا ہوا بزرگ اور عبادت گزار کیوں نہ ہو اس کو اپنے آپ کو قصوروار قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرنی چاہیے' کوئی بھی شخص قرب الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر تو نہیں انہوں نے بھی یہ دعا کی تھی:

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ اور جس چیز کی میں امید کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میری (اجتہادی یا بہ ظاہر) خطاؤں کو بخش دے گا۔ (الشعراء: ۸۲)

فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو حق کا اظہار کرنا چاہیے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کر کے کلمہ حق سنا دینا چاہیے۔ جیسا کہ ان ایمان لانے والے جادوگروں نے کیا۔ ابن عطا نے کہا جو شخص حق کا مشاہدہ کر لیتا ہے اس پر حق کی راہ میں ہر مصیبت اور ہر بلا آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اور حضرت اسماء بنت عمیس ان کے قریب تھیں۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا' پھر آپ نے فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر بن ابی طالب تھے جو حضرت جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ تھے' وہ یہاں سے گزرے تو انہوں نے مجھ کو سلام کیا۔ میں نے ان کے سلام کا جواب دیا' اور جعفر نے بتایا کہ ان کا فلاں' فلاں دن مشرکین سے مقابلہ ہوا تو میرے جسم کے سامنے کے

marfat.com
Marfat.com

حصہ میں تہتر زخم اور گھاؤ لگے۔ پھر میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا میرا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا تو میں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا پھر میرا وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ان دو ہاتھوں کے بدلے میں یہ دو پر عطا فرمائے جن کے ساتھ میں حضرت جبریل اور میکائیل کے ساتھ جنت میں اڑتا ہوں' اور جہاں چاہتا ہوں اتر جاتا ہوں' اور جنت کے پھلوں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں' حضرت اسماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر کو جو خیر عطا کی ہے وہ ان کو مبارک ہو' لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ اس خبر میں میری تصدیق نہیں کریں گے' تو یا رسول اللہ! آپ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ خبر سنا دیجیے سو آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! جعفر بن ابی طالب جبریل اور میکائیل کے ساتھ گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دو ہاتھوں کے بدلے میں ان کو دو پر عطا فرمائے' جن کے ساتھ وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں' انہوں نے مجھے سلام کیا اور یہ بتایا کہ ان کا معاملہ کس طرح ہوا جب ان کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تھا' اس دن کے بعد سے مسلمانوں میں یہ مشہور ہو گیا اور ان کا نام جعفر طیار پڑ گیا کہ وہ جنت میں اڑنے والے ہیں۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۹۳۲' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۹۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۶-۲۷۵)

شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا کہ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور رسالت عطا فرمائی اور آپ نے اسلام کی تبلیغ فرمائی اس طرح جب ولی کامل شریعت محمدیہ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے اور اس کے دل میں قرآن کے معانی اور اس کے اسرار کو القاء کرتا ہے اور اس کی زبان سے وہی بات جاری فرماتا ہے جو حق اور صواب ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سے مخلوق کی ہدایت کا کام لیتا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت عطا کیا گیا تھا۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۵۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ اکبر قدس سرہ کے اس کلام کا محمل یہ ہے کہ مسلمان کو جن احکام شرعیہ کا علم ہے جب وہ ان پر عمل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سینہ میں انوار معرفت ڈال دیتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ان احکام شرعیہ پر عمل کیا جن کا اس کو علم تھا تو اللہ اس کو ان علوم کا وارث کر دیتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۴۳۲۰' ج ۱۰ ص ۱۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۴۰۳' کشف الخفاء ج ۲ ص ۳۶۵' رقم الحدیث: ۲۵۴۲)

جادوگروں کا اول المومنین ہونا

اس کے بعد فرمایا: کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

ان کے اول المومنین ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ اس میدان میں جو لوگ حاضر ہوئے تھے ان میں وہ سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جادوگروں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے' یا فرعون کی رعایا میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے' یا اس زمانے کے لوگوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ اور فی الواقع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والے وہی تھے۔

marfat.com
Marfat.com

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝٥٢ فَاَرْسَلَ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ میرے بندوں کو راتوں رات نکال کر لے جائیں کیونکہ آپ سب کا پیچھا کیا

فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝٥٣ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ

جائے گا ○ پھر فرعون نے جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دیا ○ کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل) بہت

قَلِیْلُوْنَ ۝٥٤ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝٥٥ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝٥٦

کم تعداد میں ہے ○ اور بے شک وہ ضرور ہم کو غضب میں لانے والے ہیں ○ اور بے شک ہم لوگ ان سے محتاط ہیں ○

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٥٧ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۝٥٨

سو ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغات اور چشموں سے نکال باہر کیا ○ اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ مسکنوں سے ○

كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝٥٩ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ۝٦٠

یہ واقعہ اسی طرح ہوا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنایا ○ سو دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے ان کا پیچھا کیا ○

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝٦١ قَالَ

پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ نے کہا ہم یقیناً پکڑ لیے گئے ○ موسیٰ نے کہا

كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝٦٢ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ

ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو یقیناً میری رہ نمائی فرمائے گا ○ تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ

بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ۝٦٣ وَ

اپنا عصا سمندر پر ماریں، تو یکایک سمندر پھٹ گیا پس (اس کا) ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا ○ اور

اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ۝٦٤ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ۝٦٥

دوسروں کو اس جگہ ہم قریب لے آئے ○ اور موسیٰ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہم نے نجات دے دی ○

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝٦٦ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر

marfat.com
Marfat.com

ع ۴ ۱۴ ۸

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع

ایمان لانے والے نہ تھے O اور بے شک آپ کا رب ہی بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ میرے بندوں کو راتوں رات نکال کر لے جائیں کیونکہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا O پھر فرعون نے جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دیا O کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل) بہت کم تعداد میں ہے O اور بے شک وہ ضرور ہم کو غضب میں لانے والے ہیں O اور بے شک ہم لوگ ان سے محتاط ہیں O سو ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغات اور چشموں سے نکال باہر کیا O اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ مسکنوں سے O (الشعراء: ۵۸-۵۲)

بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور فرعون کا تعاقب

اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے نبیوں کی تصدیق اور تعظیم کرتے ہیں' ان کو نجات عطا فرماتا ہے اور جو کافر اس کے رسولوں کی تکذیب اور توہین کرتے ہیں ان کو ہلاک کر دیتا ہے تو اس سنت الٰہیہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کو نجات عطا فرمائی' اور اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کا بیان فرمایا ہے' اور الشعراء: ۵۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ راتوں رات میرے بندوں کو مصر سے نکال کر لے جائیں' اور بنی اسرائیل چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو ماننے والے تھے اس لیے ان کو فرمایا "میرے بندوں" اور یہ بتایا کہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو بحر قلزم (عرب اور افریقہ کا درمیانی سمندر) کی طرف نکال کر لے جائیں' وہاں آپ کے اوپر جو میرے احکام پہنچیں آپ ان پر عمل کریں' یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب آپ متعدد سال مصر میں فرعونیوں کے درمیان ٹھہر چکے تھے' اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی مسلسل دعوت دیتے رہے تھے' اور ان کے سامنے معجزات پیش کرتے رہے تھے' لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ تکبر اور سرکشی سے آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرتے رہے' بنی اسرائیل نے اپنی کسی تقریب میں شرکت کے لیے قبطیوں سے زیورات عاریۃً لیے ہوئے تھے' نیز فرعونیوں نے اپنے کام کاج اور خدمت کے لیے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا' اس لیے حضرت موسیٰ نے بتایا کہ جب ان کو پتا چلے گا کہ تم مصر سے جا رہے ہو تو وہ تمہارا تعاقب کریں گے۔

شرذمہ اور حذرون کے معنی

صبح کو جب فرعون اٹھا اور اس کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل راتوں رات مصر سے نکل رہے ہیں تو اس نے ان کے تعاقب کا ارادہ کیا اور اس نے مختلف شہروں میں اپنے ہرکارے بھیجے کہ بنی اسرائیل ہاتھ سے جا رہے ہیں لہٰذا ان کو پکڑنے کی فوراً کوشش کی جائے' مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو اسرائیل کی کل تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی اور فرعون کا لشکر دگنا تگنا یا اس سے بھی زائد تھا' کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے متعلق کہا یہ شرذمہ قلیلہ ہے' یعنی بہت کم تعداد کی جماعت ہے' اس نے کہا ان کا بھاگنا ہمارے لیے سخت غیظ و غضب کا باعث ہے اس لیے ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں بہت محتاط اور مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔ الشعراء: ۵۶ میں حذرون ہے' بعض قرءات میں حاذرون ہے' حذر کا معنی دشمن کے شر سے خائف اور خبردار رہنا' زجاج نے کہا اس کا معنی ہے مستعد اور بیدار دماغ' فراء نے کہا اس کا معنی ہے خوف کے سبب سے کسی چیز سے اجتناب

marfat.com
Marfat.com

کرنا' پرہیز کرنا اور احتیاط کرنا' جیسے ذیابیطس کا مریض میٹھی اور نشاستہ دار چیزوں سے پرہیز کرتا ہے تاکہ شوگر نہ بڑھے اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض فالج اور دماغ کی شریان پھٹنے کے خطرے سے نمک سے پرہیز کرتا ہے اور جس کا کلسٹرول بڑھا ہوا ہو وہ چکنائی سے پرہیز کرتا ہے' واضح رہے کہ چکنائی کی زیادتی سے کمر کا درد بھی زیادہ ہوتا ہے۔ غرض فرعون نے کہا ہم حذرون ہیں یعنی ہمیں احتیاط کرنی چاہیے اور مستعد رہنا چاہیے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان کا پیچھا کرنا چاہیے۔ باغات سے مراد وہ درخت ہیں جو دریائے نیل کے دونوں کناروں پر اگے ہوئے تھے اور چشموں سے مراد دریائے نیل سے نکلنے والی نہریں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ واقعہ اسی طرح ہوا' اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنایا○ سو دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے ان کا پیچھا کیا○ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ نے کہا ہم یقیناً پکڑ لیے گئے○ موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو یقیناً میری رہنمائی فرمائے گا○ (الشعراء: ٦٢-٥٩)

بنی اسرائیل کو کس سرزمین کا وارث بنایا گیا تھا؟

اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو فرعونیوں کی کس چیز کا وارث بنایا تھا؟ بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا اس سے پہلے آیتوں میں ذکر ہے' یعنی باغات' چشمے' خزانے اور عمدہ رہائشی مکان' حسن بصری وغیرہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کرنے کے بعد بنو اسرائیل کو مصر میں آباد کر دیا' ایک قول یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے قبطیوں سے عاریتاً زیورات لیے تھے جن کو وہ مصر سے جاتے وقت اپنے ساتھ لے گئے تھے اس وراثت سے وہ زیورات مراد ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' قوم فرعون کو دی ہوئی نعمتوں کے وارث بنانے کا ذکر اس آیت میں بھی ہے۔

وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ. (الدخان: ٢٨)　　ہم نے ان کا وارث کسی دوسری قوم کو بنایا۔

سورۃ الدخان کی اس آیت میں ہر چند کہ قوم کا لفظ عام ہے لیکن جب سورۃ الشعراء میں بنی اسرائیل کو وارث بنانے کی تصریح آ گئی ہے تو سورۃ الدخان میں قوم سے مراد بنی اسرائیل ہی ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

پہلی دو آیتوں کا معنی یہ ہے کہ دن چڑھنے کے بعد فرعون اور اس کی قوم نے بنو اسرائیل کا تعاقب کیا لیکن ہم نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور بنو اسرائیل کو ان کے شہروں کا وارث کر دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٣ ص ٩٩' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

واضح رہے کہ فرعون کے شہروں سے مراد سرزمین مصر کے شہر ہیں سو علامہ قرطبی کی تفسیر کا معنی یہ ہوا کہ بنو اسرائیل کو مصر کے شہروں کا وارث بنا دیا لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے' کیونکہ خود قرآن مجید میں تصریح ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا' اور ان کے انکار کرنے کے بعد ان کو چالیس سال تک میدان تیہ میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا' اس کے بعد وہ ارض مقدسہ میں داخل ہوئے' جہاں پر بیت المقدس ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی ارض مقدسہ میں ہی ہے' چنانچہ صحیح حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو موت کے وقت ارض مقدسہ کے اتنا قریب کر دے جتنا ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو راستے کی ایک جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ کی قبر دکھاتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٣٣٩' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٣٧٢' سنن النسائی رقم الحدیث: ٢٠٨٩)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ اور حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح

marfat.com
Marfat.com

میں لکھتے ہیں:
ابن التین نے کہا ارض مقدسہ شام ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب دفن ہونے کا سوال کیا تھا کیونکہ بیت المقدس ارض مقدسہ میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدسہ کے قریب دفن ہونے کی اس لیے دعا کی تھی کہ ان کا مطلوب ان انبیاء علیہم السلام کا قرب تھا جو بیت المقدس میں مدفون تھے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے روک دیا تھا' اور ان کو چالیس سال تک میدان تیہ میں چھوڑ دیا' حتیٰ کہ ان کو موت نے فنا کر دیا۔ پس ارض مقدسہ میں حضرت یوشع کے ساتھ صرف ان کی اولاد داخل ہو سکی تھی اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکا تھا جنہوں نے پہلے ارض مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا تھا' اور ارض مقدسہ کے فتح ہونے سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے' اور چونکہ جبارین کا ارض مقدسہ پر غلبہ تھا اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا موقع نہیں مل سکا' اس لیے انہوں نے چاہا کہ وہ ارض مقدسہ کے قرب میں مدفون ہو جائیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۹ھ) اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بنو اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد مصر میں نہیں گئے بلکہ چالیس سال تک میدان تیہ میں بھٹکتے رہے۔ اس کے بعد ارض مقدسہ میں گئے جہاں بیت المقدس ہے اور وہ فلسطین میں ہے نہ کہ مصر میں' سو علامہ قرطبی اور بعض دیگر مفسرین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون کے شہروں کا وارث کر دیا تھا' بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد فلسطین کا وارث کر دیا تھا۔

امام عبدالرزاق' امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر' امام ابن عساکر اور امام ابن ابی حاتم نے کہا:
اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو جس سرزمین کا وارث کیا تھا اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ط (الاعراف: ۱۳۷)

اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں۔

اور جس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں وہ شام ہے' حدیث میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے! مسلمانوں نے کہا اور ہمارے نجد میں' آپ نے دعا کی اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' مسلمانوں نے کہا اور ہمارے نجد میں' آپ نے فرمایا وہاں زلزلے آئیں گے اور فتنے نمودار ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۵۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۶۴۲)

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سندوں کے ساتھ حسن بصری اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ الاعراف: ۱۳۷ میں جس سرزمین کا ذکر ہے اس سے مراد شام ہے۔
(تفسیر امام عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۲۱' جامع البیان جز ۹ ص ۵۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۵۵۱)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
ابو سلام الاسود نے کہا شام میں برکت دگنی چوگنی ہوتی ہے۔
مکحول نے ایک شخص سے کہا تم شام میں کیوں نہیں رہتے وہاں برکت دگنی چوگنی ہوتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یحییٰ بن یحییٰ نے کہا مجھ سے عبید بن یعلیٰ نے کہا وہ بیت المقدس کے رہنے والے تھے وہ اس وقت عسقلان میں تھے اور فلسطین سے دمشق میں آ گئے تھے۔انہوں نے کہا شام کی تمام برکتیں دمشق میں ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیرج ۱ص ۱۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حافظ جلال الدین السیوطی نے امام ابوالشیخ سے روایت کیا ہے کہ اس سرزمین سے مراد فلسطین ہے۔

(درمنثور ج ۳ص ۴۷۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

بہرحال ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس سرزمین کا بنو اسرائیل کو وارث بنایا گیا وہ مصر نہیں ہے بلکہ وہ فلسطین ہے کیونکہ الاعراف: ۱۳۷ میں فرمایا ہم نے بنی اسرائیل کو اس زمین کا وارث بنایا ہے جس کے اردگرد برکتیں ہیں' اور بنی اسرائیل: ۱ میں فرمایا ہے: مسجد اقصیٰ کے اردگرد برکتیں ہیں' اور مسجد اقصیٰ ارض مقدسہ میں ہے اور وہ فلسطین میں ہے۔ہم نے الاعراف: ۱۳۷ میں بھی اس سرزمین کے متعلق متعدد اقوال نقل کیے ہیں جس کا بنو اسرائیل کو وارث بنایا گیا تھا لیکن ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ اس سرزمین سے مراد فلسطین ہے۔فلسطین کبھی شام کا ایک صوبہ تھا لیکن آج کل یہ ایک الگ ملک ہے' جس کا بیشتر حصہ اسرائیل کے تحت ہے اور کچھ اردن کا حصہ ہے' اور مسجد اقصیٰ اسی حصہ میں بیت المقدس کے شہر میں ہے' احادیث میں جو شام کو برکت والا شہر قرار دیا ہے وہ بنو اسرائیل کو فلسطین کا وارث بنانے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ پہلے فلسطین شام ہی کا ایک صوبہ تھا۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

اس کے بعد فرمایا: موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے۔

حضرت موسیٰ نے از خود کہا میرے ساتھ میرا رب ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللہ مع الذین اتقوا (الاعراف: ۱۲۹) بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید المتقین ہیں' سو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پہلے اپنا ذکر کیا اِنَّ مَعِيَ رَبِّي (الشعراء: ۶۲) اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ کا ذکر کیا پھر اپنا اور کہا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ: ۴۰) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے' اور ان دونوں مقاموں میں کتنا فرق ہے حضرت موسیٰ کی نظر پہلے اپنی طرف ہے اور پھر اللہ کی طرف ہے اور آپ کی نظر پہلے اللہ کی طرف ہے پھر اپنی طرف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا سمندر پر ماریں تو یکایک سمندر پھٹ گیا پس (اس کا) ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا○ اور دوسرے کو اس جگہ ہم قریب لے آئے○ اور موسیٰ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہم نے نجات دے دی○ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے○ اور بے شک آپ کا رب ہی بہت غالب اور بہت رحم فرمانے والا ہے○ (الشعراء: ۶۸-۶۳)

سمندر پر عصا مارنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا تو اس سے سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور بلاشبہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ ہے' امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ سمندر پر پہنچے تو آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ سمندر میں اتر جائیں تو حضرت یوشع بن نون کے سوا

marfat.com
Marfat.com

سب نے انکار کر دیا' انہوں نے اپنی سواری پر ضرب لگائی اور سمندر میں اتر گئے اور دوسرے پار پہنچ کر واپس آ گئے' بنو اسرائیل نے سمندر میں اترنے سے انکار کر دیا' پھر حضرت موسیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ پھٹ جائے اس نے کہا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا' تب آپ سے کہا گیا کہ آپ سمندر پر اپنا عصا ماریۓ' تب سمندر پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے' اور بنی اسرائیل کا ہر قبیلہ ایک راستے سے گزرنے لگا' ان بارہ راستوں کو ممتاز کرنے کے لیے ان کے درمیان دیواریں تھیں اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند الگ تھا' تو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا ہمیں اپنے قبیلہ والوں کا حال معلوم نہیں کہ آیا وہ زندہ ہیں یا مر گئے' تو اللہ تعالیٰ نے ان دیواروں کے درمیان کھڑکیاں اور روشن دان بنا دیۓ' وہ سمندر پار کرتے ہوئے ان کھڑکیوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے' اور عطا ابن السائب سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل اور آل فرعون کے درمیان حضرت جبریل کھڑے ہوئے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ تمہاری پیچھے والی جماعت اگلی جماعت سے مل جائے' اور قبطیوں سے کہتے تھے کہ تم آ کر ان سے مل جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا اور اس کے نتیجے میں جو اثرات ظاہر ہوئے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حسب ذیل وجوہ سے معجزات ہیں:

(۱) لاٹھی مارنے سے سمندر کے پانی کا پھٹ جانا فی نفسہٖ معجزہ ہے۔

(۲) اس پانی کا متعدد اطراف سے خشک ہو کر پہاڑ کی طرح بلند ہو جانا اور بارہ دیواریں بن جانا بھی معجزہ ہے۔

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جب فرعون حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ ان کے قریب پہنچنے والا تھا تو اس زور کی آندھی آئی کہ مکمل اندھیرا چھا گیا اور راستہ کا پتا نہ چلنے کی وجہ سے اس کو رکنا پڑا اور اس وقفہ میں بنو اسرائیل بحر قلزم کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

(۴) پانی کی خشک شدہ بارہ دیواروں میں اس طرح کھڑکیاں اور روشن دان بن جانا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں یہ بھی معجزہ ہے۔

(۵) پانی میں بنے ہوئے ان خشک راستوں کا اس وقت تک باقی رہنا کہ بنو اسرائیل سمندر کو عبور کر لیں اور جب فرعون اور اس کا لشکر ان راستوں پر پہنچا تو ان خشک راستوں کا مٹ کر پھر پانی بن جانا اور عین سمندر کے وسط میں فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہو جانا یہ الگ معجزہ ہے۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور دوسروں کو ہم قریب لے آئے یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کے قریب لے آئے' فرعون کا حضرت موسیٰ کو ہلاک کرنے کے لیے ان کا تعاقب کرنا کفر ہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو ہم نے قریب کیا' سو آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف کفر کی نسبت ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچنا اس کی ہلاکت اور سزا کا سبب تھا سو آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف کفر کی نسبت نہیں ہے بلکہ کفر کی سزا دینے کی نسبت ہے۔

فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔ یعنی فرعون کی قوم میں سے کیونکہ فرعون کی قوم میں سے صرف چند افراد ایمان لائے تھے' ایک آل فرعون سے مومن تھا جس کا نام حزقیل تھا' دوسری اس کی بیٹی آسیہ تھی جو فرعون کی بیوی تھی اور تیسری مریم نام کی ایک بوڑھی عورت تھی جس نے حضرت یوسف

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کی تھی۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۱۲۷ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۷ھ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۰۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہمان نوازی کی اور اس سے فرمایا کہ اپنی کوئی حاجت بیان کرو' اس نے کہا مجھے سواری کے لیے اونٹنی چاہیے اور دودھ پینے کے لیے بکریاں چاہییں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بنو اسرائیل کی بڑھیا سے بھی کم ہمت نکلا! آپ کے اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ بنی اسرائیل کی بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھ بنو اسرائیل کو لے جانے کا ارادہ کیا تو ان کو راستہ نہیں ملا۔ حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل سے پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ تو بنی اسرائیل کے علماء نے کہا جب یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم مصر سے اس وقت تک نہ نکلیں جب تک یوسف علیہ السلام کی نعش کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں' حضرت موسیٰ نے پوچھا تم میں سے حضرت یوسف کی قبر کا پتا کس کو معلوم ہے' بنی اسرائیل کے علماء نے کہا ان کی قبر کا پتا صرف بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کو معلوم ہے' حضرت موسیٰ نے اس کو بلایا اور فرمایا تم حضرت یوسف کی قبر کی رہنمائی کرو۔ اس نے کہا میں اس وقت تک ان کی قبر کا پتا آپ کو نہیں بتاؤں گی جب تک کہ آپ میری فرمائش نہ پوری کریں' حضرت موسیٰ نے پوچھا تمہاری فرمائش کیا ہے؟ اس نے کہا میری فرمائش یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ آپ کے درجہ میں رہوں۔ حضرت موسیٰ نے اس کی فرمائش کو ناپسند کیا۔ حتیٰ کہ آپ کو وحی سے بتایا گیا کہ اس کی فرمائش پوری کر دیں' آپ نے اس کی فرمائش پوری کرنے کا وعدہ کر لیا' وہ ان کو سمندر کی ایک کھاڑی کی طرف لے گئی اور کہا اس جگہ سے پانی ہٹاؤ' وہاں سے پانی ہٹایا تو اس نے کہا اس جگہ کھدائی کرو۔ جب وہاں سے کھدائی کی تو حضرت یوسف کی نعش مل گئی اور جب انہوں نے حضرت یوسف کی نعش کو نکال لیا تو پھر گمشدہ راستہ ان پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۰۵-۴۰۴' طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۲۳' طبع جدید' صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۰۱)

تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۷۲-۸۷۰ میں اس مضمون کی دیگر احادیث متعدد حوالوں کے ساتھ ذکر کی ہیں' اور اس حدیث کے فوائد اور اس سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے' کیونکہ آپ نے کفار مکہ کو بہت معجزات دکھائے اور ان کے ایمان کی بہت کوشش کی اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے' اس وجہ سے آپ کو بہت رنج اور قلق ہوتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا کہ یہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو بہت معجزات دکھائے وہ ایسے معجزات تھے جن سے عقل بہت حیران اور مبہوت ہو جاتی ہے اس کے باوجود فرعون کی قوم سے صرف تین نفر ایمان لائے اور اکثر ایمان نہیں لائے سو اگر آپ پر بھی کفار مکہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اس پر زیادہ ملول خاطر نہ ہوں۔

حضرت موسیٰ فرعون اور بنی اسرائیل کا مفصل قصہ الاعراف: ۱۴۵-۱۰۳ میں بیان کیا گیا ہے اور وہاں ہم نے اس کی سیر حاصل تفسیر کی ہے۔ سو ان آیات کی تفسیر میں سورۃ الاعراف کی ان آیتوں کی تفسیر کو بھی پڑھ لیا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا

اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر (بھی) پڑھیے ○ جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اس کی قوم سے کہا تم کس

تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾

کی عبادت کرتے ہو؟ ○ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں سو ہم ان ہی کے لیے جم کر بیٹھے رہتے ہیں ○

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ

ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ ○ یا وہ تمہیں نفع اور نقصان بھی

يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ

پہنچاتے ہیں ○ انہوں نے کہا (نہیں!) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ○ ابراہیم نے کہا

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾

اچھا یہ بتاؤ کہ تم کن کی عبادت کرتے رہے تھے؟ ○ تم اور تمہارے باپ دادا؟ ○

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ

بے شک وہ (سب) میرے دشمن ہیں' (کوئی برحق معبود نہیں) سوا رب العلمین کے ○ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی

يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ

مجھے ہدایت دیتا ہے ○ اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں

فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ

تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے ○ وہی میری روح قبض کرے گا پھر مجھے زندہ فرمائے گا ○ اور جس سے مجھے امید ہے کہ

اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا

وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرما دے گا ○ اے میرے رب! مجھے حکم (صحیح فیصلہ) عطا فرما

وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور مجھے نیکو کاروں کے ساتھ ملا دے ○ اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ ○

marfat.com
Marfat.com

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے ○ اور میرے (عرفی) باپ کو بخش دے بے شک وہ

الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ

گمراہوں میں سے تھا ○ اور جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے شرمندہ نہ کرنا ○ جس دن نہ مال نفع دے گا

وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

اور نہ اولاد ○ سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا ○ اور متقین کے لیے جنت

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا

قریب کر دی جائے گی ○ اور گمراہوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کیا جائے گا ○ اور ان سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ

جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ ○ اللہ کو چھوڑ کر ' کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں

يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ

یا وہ تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گے ○ اور ابلیس کا سارا

اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ

لشکر بھی ○ وہ دوزخ میں (ایک دوسرے سے) لڑتے ہوئے کہیں گے ○ اللہ کی قسم! بے شک ہم ضرور کھلی ہوئی گمراہی

مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾

میں تھے ○ جب کہ (اے بتو) ہم تم کو رب العلمین کے مساوی قرار دیتے تھے ○ اور ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا ○

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً

سو ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے ○ اور نہ کوئی سچا دوست ○ اگر کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ

فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

لوٹنا ہوتا تو ہم پکے مومن بن جاتے ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر

marfat.com

Marfat.com

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر بھی پڑھیے O جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اس کی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ O انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں سو ہم ان ہی کے لیے جم کر بیٹھے رہتے ہیں O ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ O یا وہ تمہیں نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں O انہوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا O ابراہیم نے کہا اچھا یہ بتاؤ! تم کن کی عبادت کرتے ہو؟ O تم اور تمہارے باپ دادا O بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں' (کوئی برحق معبود نہیں) سوا رب العالمین کے O

(الشعراء: ۷۷-۶۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

اس سورت میں جو انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کیے گئے ہیں ان میں سے یہ دوسرا قصہ ہے جس میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان واقعات کا جو انہیں اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کے سلسلے میں پیش آئے۔

اس سورت کی ابتداء میں یہ ذکر فرمایا تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ میں بے انتہا کوشش کرنے کے باوجود کفار مکہ کے ایمان نہ لانے سے بے حد رنج اور صدمہ ہوتا تھا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ O (الشعراء: ۳) لگتا ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ اپنی جان دے دیں گے۔

تو اس سورت میں آپ کی تسلی دینے کے لیے پہلے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ ذکر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سالوں تک فرعون کو تبلیغ کی اور بڑے بڑے معجزات دکھائے' اس کے باوجود فرعون کی قوم سے صرف تین نفر مسلمان ہوئے' تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو کہ آپ کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا ہے وہ کوئی نیا نہیں ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس صدمہ سے دوچار ہو چکے ہیں' پھر آپ کی مزید تسلی کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا کہ تبلیغ دین کے خاطر خواہ اثرات مرتب نہ ہونے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ انہوں نے اپنے عرفی باپ آزر کو اور اپنی قوم کو بتوں کی عبادت کرنے پر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا لیکن ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے' ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان ہی تبلیغی کاوشوں کا بیان فرمایا ہے۔ الشعراء: ۶۹ میں فرمایا: اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر بھی تلاوت کیجیے: تلاوت کا معنی ہے ایک کے بعد دوسرے جملے کو پے بہ پے پڑھنا' اور قرأت کا معنی ہے مطلقاً پڑھنا۔

قوم کا معنی اور مصداق

الشعراء: ۷۰ میں فرمایا: جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اس کی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ عرفی باپ سے مراد آزر ہیں' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے اور عرب کے عرف میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا جیسا کہ ہم الانعام: ۷۴ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں' دیکھیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۴)

قوم کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں: قوم اصل میں صرف مردوں کی جماعت کو

marfat.com
Marfat.com

کہتے ہیں جس میں عورتیں نہ ہوں' قرآن مجید میں جب عموماً قوم کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس سے مردوں اور عورتوں دونوں کا ارادہ کیا جاتا ہے اور قوم کی حقیقت صرف مردوں کے لیے ہے قرآن مجید میں ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ . (النساء: ۳۴) مرد عورتوں پر قوام (حاکم یا منتظم) ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۴۱ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

قوم کا لفظ صرف مردوں کے لیے ہے اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ . (الحجرات: ۱۱)

اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے' ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

اس آیت میں قوم کے مقابلہ میں عورتوں کا ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہے کہ اس آیت میں قوم سے مراد مرد ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں بالعموم قوم کا لفظ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے آیا ہے جیسے ہر نبی نے کہا یا قوم اس سے مردوں اور عورتوں کی جماعت مراد ہے' قوم کا لفظ اسم جمع ہے اس کے لیے مذکر اور مونث دونوں قسم کے صیغے لائے جاتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ (الانعام: ۶۶) اور كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِ الْمُرْسَلِیْنَ (الشعراء: ۱۰۵) اس کی جمع اقوام آتی ہے۔

امام ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری التوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لفظ قوم' قام کا مصدر ہے' پھر اس کا غالب اطلاق مردوں پر ہے نہ کہ عورتوں پر' حدیث میں ہے:

ان نسانی الشیطان شیئا من صلوتی فلیسبح القوم ولیصفق النساء .

اگر شیطان مجھے نماز میں سے کچھ بھلا دے تو قوم کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور عورتوں کو تالی بجانا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۱)

اس حدیث میں قوم سے مراد مرد ہیں کیونکہ قوم کے مقابلہ میں عورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ مرد عورتوں کے قوام ہیں' کیونکہ عورتوں کے معاملات کا مرد انتظام کرتے ہیں' عورتیں انتظام نہیں کرتیں۔

علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

قوم کا معنی ہے مردوں اور عورتوں دونوں کی جماعت' کیونکہ ہر آدمی کی قوم اس کا گروہ اور اس کا خاندان ہے یا یہ لفظ مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے کیونکہ الحجرات: ۱۱ میں قوم کے مقابلہ میں عورتوں کا ذکر ہے' اسی طرح سنن ابوداؤد: ۲۱۷۴ میں بھی قوم کے مقابلہ میں عورتوں کا ذکر ہے' اگر قوم کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوتا تو پھر قوم کو ذکر کرکے عورتوں کو الگ سے ذکر نہ کیا جاتا' ابو العباس سے مروی ہے النفر' القوم اور الرھط' یہ سب اسم جمع ہیں اور اسی لفظ سے ان کا واحد نہیں آتا' اور بسا اوقات اس کے معنی میں تبعاً عورتیں بھی داخل ہو جاتی ہیں' (جوہری) کیونکہ ہر نبی کی قوم مرد اور عورتیں دونوں ہیں۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۳۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اُردو کی لغت میں قوم کا معنی اس طرح لکھا ہے: آدمیوں کا گروہ' فرقہ' خاندان' نسل' ذات

(فیروز اللغات ص ۹۶۵ فیروز سنز لاہور)

ہماری تحقیق یہ ہے کہ قوم کا معنی ہر نبی کی امت دعوت ہے' یعنی جن لوگوں کی طرف سے کسی نبی کو مبعوث کیا گیا کیونکہ ہر نبی نے اپنی امت کو یا قوم کہہ کر خطاب کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (البقرہ:۵۴) — اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (الاعراف:۵۹) — بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم! تم صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (الاعراف:۶۵) — اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ھود کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو' تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (الاعراف:۷۳) — اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم! تم صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الاعراف:۸۰) — اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (الاعراف:۸۵) — اور ہم نے قوم مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ قرآن مجید نے ہر نبی کی امت کو اس کی قوم فرمایا ہے' سو تمام یہودی ایک قوم ہیں' تمام عیسائی ایک قوم ہیں اور تمام مسلمان ایک قوم ہیں' ان میں سید' مغل اور پٹھان الگ الگ قومیں نہیں ہیں بلکہ تمام مسلمان ایک قوم ہیں' اسی طرح تمام کلمہ گو اور تمام اہل اسلام ایک قوم ہیں' ان میں تفریق کرنا' لغت اور اطلاقات قرآن کے اعتبار سے درست نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت ایک قوم ہے۔

شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۹۵۷ء اور علامہ محمد اقبال متوفی ۱۹۳۸ء کے درمیان یہ بحث تھی کہ قوم وطن سے بنتی ہے یا قوم دین سے بنتی ہے' شیخ حسین احمد مدنی یہ کہتے تھے کہ قوم وطن سے بنتی ہے اور ایک ملک میں رہنے والے ایک قوم ہیں لہٰذا ہندو اور مسلمان چونکہ ایک ملک میں رہتے ہیں اس لیے وہ سب ایک قوم ہیں لہٰذا انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ملک کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے۔ تمام کانگریسی اور نیشنلسٹ علماء کا یہی موقف تھا یہ لوگ پاکستان کا مطالبہ کرنے کے خلاف تھے اور علامہ محمد اقبال کا نظریہ یہ تھا کہ قوم دین سے بنتی ہے اگر قوم وطن سے بنتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت نہ کرتے۔ آپ نے دین اسلام کی خاطر اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اور جب قوم دین سے بنتی ہے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کا دین الگ الگ ہے لہٰذا یہ ایک قوم نہیں بلکہ الگ الگ قومیں ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ شعر بہت مشہور ہے:

marfat.com
Marfat.com

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

(بانگ درا ص ۱۲۹' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور' ۱۹۹۸ء)

ان کی یہ رباعی بھی بہت مشہور ہے:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
بہ مصطفیٰ بہ خویش رساں کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ارمغان حجاز حصہ اُردو ص ۴۹' کلیات اقبال ص ۳۳۶)

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

عجم کو ابھی تک دین کے اسرار کا پتا نہیں چل سکا
ورنہ دیوبند سے حسین احمد کا ظاہر ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے
وہ بر سر منبر یہ کہتے ہیں کہ قوم وطن سے بنتی ہے
وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے کس قدر بے خبر ہیں
اپنے آپ کو مصطفیٰ تک پہنچاؤ کہ وہی سراپا دین ہیں
اور اگر تم ان تک نہ پہنچ سکو تو یہ سراسر بولہبی ہے

صنم کا معنی

الشعراء: ۷۱ میں ہے: انہوں نے کہا ہم اصنام کی عبادت کرتے ہیں سو ہم ان ہی کے لیے دن بھر معتکف رہتے ہیں۔

اصنام' صنم کی جمع ہے' صنم کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

صنم اس مجسمہ کو کہتے ہیں جو چاندی یا پیتل یا لکڑی سے بنایا گیا ہو۔ کفار اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ (الانعام: ۷۴) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟

بعض حکماء نے کہا ہر وہ چیز جس کی اللہ کو چھوڑ کر پرستش کی جائے وہ صنم ہے' بلکہ ہر وہ چیز جس کی مشغولیت اللہ سے غافل کردے وہ صنم ہے' اس معنی پر یہ آیت محمول ہے:

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ (ابراہیم: ۳۵) مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے دور رکھ۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جس قدر قوی معرفت تھی اور آپ اللہ کی حکمتوں پر جتنا مطلع تھے اس کے پیش نظر یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ کو یہ خطرہ ہوتا کہ آپ ان بتوں کی عبادت کریں گے جن کی آپ کی قوم

marfat.com
Marfat.com

عبادت کرتی تھی‘ پس گویا کہ آپ نے یہ دعا کی کہ مجھے ان چیزوں میں مشغول ہونے سے باز رکھ جو مجھے تجھ سے غافل کر دیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۷۶‘ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ‘ ۱۴۱۸ھ)

انہوں نے کہا ہم دن بھر ان کے لیے معتکف رہتے ہیں۔

العکوف کا معنی ہے کسی چیز کی تعظیم کی نیت سے اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے پاس لازم رہنا‘ اور شریعت میں اعتکاف کا معنی ہے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں ٹھہرا لینا‘ کفار بتوں کی تعظیم کے لیے بتوں کے پاس جم کر بیٹھ جاتے تھے۔

نظل‘ ظل سے بنا ہے‘ اس کا معنی ہے دن بھر کسی کام میں مصروف رہنا‘ وہ جو بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ دن کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ وہ دن رات ان کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لیے اس کا معنی ہے ہم ہمیشہ ان کے پاس ٹھہرے اور جمے رہتے ہیں‘ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو تو انہوں نے بڑے فخر سے بتایا کہ ہم بتوں کی عبادت پر جمے رہتے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ کے بطن سے غار میں پیدا ہوئے تھے‘ جب وہ بڑے ہوئے تو غار سے نکلے اور شہر میں داخل ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ وہ یہ جان سکیں کہ شہر والے کس دین پر ہیں۔ اسی طرح عقل مند لوگوں کو چاہیے کہ جب وہ کسی نئے شہر میں داخل ہوں تو وہاں کے لوگوں کا مذہب معلوم کریں‘ اگر ان کا مذہب صحیح ہو تو ان کی موافقت کریں اور اگر ان کا مذہب باطل ہو تو ان کا رد کریں‘ جب حضرت ابراہیم نے شہر والوں سے پوچھا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں سو ہم ان ہی کے لیے دن بھر معتکف رہتے ہیں۔ تب حضرت ابراہیم نے ان کا رد کرنے کا ارادہ کیا اور فرمایا: (روح البیان ج ۶ ص ۳۶۱‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

بتوں کی عبادت کا رد فرمانا

الشعراء: ۷۳-۷۲ میں فرمایا: ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ یا وہ تمہیں نفع اور نقصان بھی پہنچاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جو شخص اپنے غیر کی عبادت کرتا ہے اس کا غالب حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور حاجات کا اپنے معبود سے سوال کرتا ہے تا کہ اس کا معبود جب اس کے سوال کو سنے تو جان لے کہ اس کی کیا ضروریات ہیں پھر اس کو نفع پہنچائے یا اس سے ضرر کو دور کرے‘ اور جب حال یہ ہے کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور نہ ان کو تمہاری ضروریات اور حاجات کا علم ہوتا ہے پھر وہ کیسے تمہاری حاجت روائی کریں گے یا تم کو نفع پہنچائیں گے یا کس طرح تم سے ضرر کو دور کر سکیں گے‘ اور جب وہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں تو تم سے ضرر اور نقصان کو دور کر سکتے ہیں تو پھر ایسے گونگے‘ بہرے اور کسی کام نہ آسکنے والے پتھر کے بے جان مجسموں کی عبادت کو تم کس وجہ سے جائز قرار دیتے ہو۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قوی دلیل قائم کی تو ان کے عرفی باپ اور ان کی قوم سے کوئی بات نہ بن سکی جس سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت کا توڑ کر سکتے اور بتوں کی عبادت پر ان کے اعتراض کو دور کر سکتے تب انہوں نے یہ کہا:

فرمایا: انہوں نے کہا (نہیں!) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے ○ ابراہیم نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم کن کی عبادت کرتے رہے تھے؟ ○ تم اور تمہارے باپ دادا؟ ○ بے شک وہ (سب) میرے دشمن ہیں۔ کوئی برحق معبود

marfat.com
Marfat.com

نہیں سوا رب العالمین کے!O (الشعراء: ۷۷-۷۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے پاس بتوں کی عبادت کرنے پر سوائے اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کے اور کوئی سند نہیں تھی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلائل کے مقابلہ میں محض تقلید سودمند نہیں ہے اور تقلید کرنا باطل ہے مگر عقائد میں تقلید کرنا ممنوع ہے اور مسائل شرعیہ فرعیہ میں تقلید کرنا جائز ہے' اور عوام جو خود براہ راست کتاب وسنت سے مسائل اخذ نہیں کر سکتے ان پر علماء اور اہل فتویٰ کی تقلید کرنا واجب ہے۔

بتوں کو دشمن فرمانے کی توجیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو دشمن فرمایا حالانکہ دشمن ہونا تو کسی جاندار اور صاحب عقل کی صفت ہے جو کسی کا کچھ بگاڑ سکے کسی کو ضرر اور نقصان پہنچا سکے۔ بے جان پتھر کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور کسی کو کیا ضرر پہنچا سکتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا O (مریم: ۸۲)

ہرگز نہیں! (بت کافروں کے لیے ہرگز باعث عزت نہیں ہوں گے) وہ عنقریب کفار کی عبادت کرنے کا انکار کردیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ کفار دنیا میں جن بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو زندہ کردے گا حتیٰ کہ وہ کفار کو اس کی عبادت کرنے پر ڈانٹیں گے اور ان کی عبادت سے اپنی برأت اور بیزاری کا اظہار کریں گے اس اعتبار سے یہ بت آخرت میں کفار کے دشمن بن جائیں گے۔ اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پر دشمن کا اطلاق فرمایا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جب کفار نے ان بتوں کی تعظیم اور ان کی عبادت کی اور ان سے نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے کی امید رکھی تو کفار نے اپنے اعتقاد میں ان کو زندہ اور عقل والا قرار دے دیا اور جب واقع میں ان بتوں نے کفار کو دنیا میں نفع پہنچایا نہ آخرت میں' اور دنیا میں ان سے ضرر دور کیا نہ آخرت میں تو انجام کار وہ بت کفار کے دشمن ثابت ہوئے کہ کفار کی اتنی تعظیم اور عبادت کے باوجود دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکے۔

بتوں کو کفار کا دشمن کہنے کے بجائے اپنا دشمن کہنے کی توجیہ

ایک اور اعتراض اس مقام پر یہ ہوتا ہے کہ کلام کے سیاق وسباق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہ ظاہر یہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ بت ان کفار کے یا اپنی عبادت کرنے والوں کے دشمن ہیں حالانکہ انہوں نے یہ کہا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تعریضاً کہا ہے یعنی حقیقت میں وہ کفار کے دشمن تھے لیکن فرمایا کہ وہ میرے دشمن ہیں تعریض اس کو کہتے ہیں کہ صراحۃً ایک شخص کی طرف اسناد کیا جائے اور اشارہ دوسرے کی طرف ہو۔

اس کا مفصل جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو کفار کی جگہ پر رکھ کر غور کیا کہ اگر میں بہ فرض محال ان بتوں کی عبادت کرتا اور وہ دنیا اور آخرت میں مجھے نقصان پہنچاتے تو میں ان کو اپنا دشمن قرار دیتا اور ان کی عبادت کرنے سے اجتناب کر لیتا اور اس کی عبادت کرتا جو مجھے دنیا اور آخرت میں نفع پہنچاتا اور ضرر سے بچاتا اور وہ صرف رب العالمین ہے' تو میں ان کو وہ نصیحت کرتا جو نصیحت میں اپنے نفس کے ساتھ کرتا سو اگر وہ غور کریں گے تو انہیں یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم ان کو وہ نصیحت کر رہے ہیں جو نصیحت وہ اپنے آپ کو کرتے۔

marfat.com
Marfat.com

[ال]لہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے O اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے O اور جب میں [بی]مار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے O وہی میری روح قبض کرے گا پھر مجھے زندہ فرمائے گا O اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ [م]یری (ظاہری) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرمادے گا O اے میرے رب! مجھے حکم (صحیح فیصلہ) عطا فرما اور مجھے [ن]یکوکاروں کے ساتھ ملادے O اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ O اور مجھے نعمت والی جنتوں کے وارثوں [م]یں سے بنادے O اور میرے (عرفی) باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا O اور جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے شرمندہ نہ کریں O جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد O سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا O (الشعراء: ۸۹-۷۸)

پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کرنا پھر اس کی پرورش کی نعمت کا ذکر کرنا

اس سے پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معبودان باطلہ سے اپنے نفس کو مستثنیٰ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان فرمائی تھیں جن کی وجہ سے وہ عبادت کا مستحق ہے' اور یہ بتایا تھا کہ بت نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ نفع اور ضرر پہنچانے کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے' سو ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان مطالب اور ان مقاصد کا ذکر فرمایا جن کا حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے سوال فرمایا تھا' ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے ہدایت دیتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کیا پھر اس کے بعد ہدایت دینے کی نعمت کا ذکر کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ (الاعلیٰ: ۳-۱)

اپنے رب کے نام کی تسبیح کیجیے جو سب سے بلند ہے O جس نے پیدا کیا پھر درست کیا O اور جس نے اندازہ مقرر فرمایا پھر ہدایت دی۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پھر ہدایت دی' اس اسلوب پر حضرت ابراہیم نے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا پھر اس کے ہدایت دینے کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام تمام دنیاوی اور دینی نعمتوں اور منافع کو شامل ہے۔ خلق کرنے میں دنیا کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا اور ہدایت دینے میں دین کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیدا کرنے کی صفت کا صیغہ ماضی سے ذکر کیا اور ہدایت دینے کی صفت کا مضارع کے صیغہ سے ذکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماضی میں دفعۃً واحدۃً پیدا کر دیا اور اس کو دنیا اور دین کی بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف ہر لحظہ اور ہر لمحہ ہدایت دے رہا ہے اور مستقبل میں دیتا رہے گا۔

کھلانے پلانے کی نعمت میں لپٹی ہوئی بے شمار نعمتیں

اس کے بعد فرمایا: اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (الشعراء: ۷۹) اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بعد حضرت ابراہیم نے اس کی پرورش کی نعمت کا ذکر کیا' کھلانے اور پلانے کی نعمت کے دامن میں وہ تمام نعمتیں لپٹی اور سمٹی ہوئی ہیں جن پر کھانا اور پینا موقوف ہے مثلاً وہ طعام اور مشروب کا مالک ہوگا تو کھائے اور پیے گا' اگر وہ طعام اور مشروب کا مالک ہو لیکن کوئی دشمن اس کو

marfat.com
Marfat.com

کھانے پینے نہ دے تو وہ کھا پی نہیں سکتا' طعام کا مالک بھی ہو' کوئی منع کرنے والا بھی نہ ہو لیکن کسی مرض کی وجہ سے کھا نہ سکے مثلاً اس کے منہ میں زخم ہوں' یا اس کے منہ میں کینسر ہوں تو وہ کھا پی نہیں سکتا' سو اس کی کتنی بڑی نعمت ہے اس نے کھانے کے لیے زمین میں اناج اور پھل پیدا کیے' آسمان سے پانی نازل کیا' زمین میں روئیدگی کی صلاحیت رکھی' سورج کی حرارت سے اناج اور پھلوں کو پکایا' ہواؤں سے دانے اور بھوسے کو الگ کیا' پھر رزق کے حصول کے لیے انسان کو صحت اور قوت کے اسباب فراہم کیے' کھانے پینے کے وقت کسی مانع سے محفوظ رکھا' کھانے پینے کے لیے منہ کو مرض سے محفوظ رکھا اس غذا کو ہضم کرنے کے لیے اور اس کو جسم کا جزو بنانے کے لیے' معدہ' جگر' آنتوں اور دیگر اندرونی اعضاء کو امراض سے سلامت رکھا' صحیح وسالم ہاتھ بنائے کہ نوالہ ہاتھوں سے منہ تک لے جا سکے' اگر وہ ٹنڈا ہوتا' اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوتے تو وہ کیسے کھاتا اور پیتا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے' پھر اس نے کھانے اور پینے کے لیے اناج اور پھلوں کی متعدد اجناس پیدا کیں گندم' جو اور مکئی ہے' چنا ہے' چاول ہے اور مختلف اقسام کے پھل ہیں اگر کسی کے مزاج اور صحت کے گندم موافق نہیں تو وہ جو اور مکئی کھالے وہ بھی موافق نہیں تو وہ بیسن کی روٹی کھالے' وہ بھی راس نہیں آتا تو چاول کھالے اور جس کو اناج کی کوئی قسم موافق نہیں آتی وہ پھل کھالے' گوشت کھانے کے لیے طرح طرح کے حیوانات پیدا کیے' غریب آدمی مرغ اور بکری کا گوشت نہیں کھا سکتا وہ گائے کا گوشت کھالے جس کو گائے کا گوشت نقصان دیتا ہو وہ بکری کا گوشت کھالے' مرغ کھالے' مچھلی کھالے' سبزیاں کھالے' دالیں کھالے' اس نے امیر اور غریب ہر طبقہ کے لیے' صحت اور مرض کے اعتبار سے ہر قسم کے انسانوں کے لیے غذا کی اجناس فراہم کیں اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بعد اس کی پرورش کرنے کی اس عظیم اور ہمہ گیر نعمت کا ذکر فرمایا: اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور پینے کے اسرار

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کھلانے اور پلانے کا ذکر کیا ہے فرمایا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وصال کے روزے (سحر وافطار کے بغیر مسلسل روزے) نہ رکھو' صحابہ نے کہا آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' بے شک میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں' یا فرمایا میں اپنے رب کے پاس رات کو ہوتا ہوں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۷۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۷۷۰' عالم الکتب' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۷۱۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۵۷۴)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں بے شک مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۲۶۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کھانے اور پینے کا ذکر ہے اس کی تشریح میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حسی کھانا ہے جو منہ سے کھایا جاتا ہے' دنیاوی کھانے کے اعتبار سے آپ نے وصال کے روزے رکھے تھے اور یہ کھانا آپ کو جنت سے لا کر کھلایا اور پلایا جاتا تھا' اور اس کی تشریح میں دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معرفت کی غذا کھلاتا تھا اور آپ کے قلب پر دعا اور مناجات' خضوع' خشوع اور سوز و گداز کی لذت کا فیضان کرتا تھا اور آپ کی آنکھوں کو اپنے قرب کی ٹھنڈک عطا کرتا تھا اور اپنی محبت کی راحت عطا کرتا تھا اور اپنے روح پرور جمال سے آپ کی روح کو شاد کام اور نفس کو تازگی عطا فرماتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنے اور مسلسل کھانے پینے کو ترک کرنے کی وجہ سے آپ کی جسمانی حالت میں کوئی ضعف اور تغیر رونما نہیں ہوا۔ آپ بہ ظاہر صرف اس لیے کھاتے پیتے تھے کہ آپ کی ضعیف امت کے لیے کھانا پینا سنت ہو جائے اور ان کو کھانے پینے کے آداب اور طریقہ کا علم ہو جائے اور جن چیزوں کو آپ کھانے پینے کے لیے اختیار کریں ان چیزوں کا کھانا پینا کار ثواب ہو جائے اور ان چیزوں کا دوسری چیزوں پر مرتبہ بڑھ جائے۔

بعض روایات میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے تو یہ بھوک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ اس لیے تھا کہ آپ کمال لطافت کی وجہ سے عالم ملکوت سے واصل نہ ہو جائیں' بلکہ آپ مخلوق کی رشد و ہدایت اور لوگوں کی رہنمائی کے لیے اسی عالم ناسوت میں برقرار رہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی امت کی تعلیم مقصود ہو کہ اگر ان کو کچھ کھانے پینے کے لیے نہ ملے اور بھوک کی شدت ہو تو وہ پیٹ پر پتھر باندھ لیں' اور جس طرح کھانا پینا ان کے لیے سنت ہے اور آپ نے انہیں کھانے پینے کے آداب بتائے اسی طرح بھوکا رہنا بھی ان کے لیے سنت ہو جائے اور اس کے آداب بھی انہیں معلوم ہو جائیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے کپڑا اٹھا کر اپنے پیٹوں پر باندھے ہوئے پتھر دکھائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر دکھائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۱' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۱' تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۱۷۱)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

شیخ آفندی قدس سرہ نے کہا ہے کہ آپ کی امت کے بعض افراد سے منقول ہے کہ وہ کئی کئی سال بغیر کھائے پیے گزار دیتے تھے کیونکہ ان کو عالم قدس سے واصل ہونے کی شدید قوت تھی اور وہ بشری حجابات سے مجرد ہو چکے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے بہت اولیٰ اور اقویٰ ہیں۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۶۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عام لوگوں کی بیماری کے اسباب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (ابراہیم نے کہا) اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔ (الشعراء: ۸۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور جب میں بیمار ہوتا ہوں' یہ نہیں کہا جب وہ مجھے بیمار کرتا ہے' کیونکہ صحت اس وقت قائم رہتی ہے جب جسم کی تمام اخلاط اعتدال پر رہیں اور جب بعض اخلاط بعض پر غالب ہو جائیں یا کھانے پینے میں بے اعتدالی کی وجہ سے ان میں تنافر اور تعفن پیدا ہو جائے تو انسان میں مرض پیدا ہو جاتا ہے' مثلاً زیادہ میٹھی اور نشاستہ دار چیزوں کے کھانے' آرام طلبی اور جفاکشی نہ کرنے کی وجہ سے شوگر ہو جاتی ہے۔ بسیار خوری کی وجہ سے بدہضمی اور معدہ کا ضعف ہو جاتا ہے اور معدہ کے منہ پر ورم آ جاتا ہے' زیادہ تیزابی' ترش اور مرچیں اور مصالحہ دار چٹ پٹی اشیاء کھانے کی وجہ سے معدہ کا السر ہو جاتا ہے۔ تمبا کو کھانے اور سگریٹ نوشی کی وجہ سے عموماً گلا خراب ہو جاتا ہے' کھانسی ہو جاتی ہے' خون کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں اور ہائی بلڈ پریشر ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں فالج ہو جاتا ہے اور بعض اوقات دماغ کی رگ پھٹ جاتی ہے' زیادہ سگریٹ نوشی (چین سموکنگ) سے جگر کا سائز کم ہو جاتا ہے اور سروس ہو جاتا ہے' اور مرغن اشیاء زیادہ کھانے' تن آسانی اور محنت کے کام نہ کرنے کی وجہ سے انسان عارضہ قلب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کولیسٹرول بڑھنے کی وجہ سے کمر کا درد ہو جاتا ہے' اور زیادہ گوشت کھانے کی وجہ سے آخر عمر میں پروسٹیٹ گلینڈ کا حجم زیادہ ہو جاتا ہے اور پیشاب کرنے میں تکلیف ہوتی ہے' اور زیادہ گرم اشیاء اور انڈے اور چاول زیادہ مقدار میں کھانے کی وجہ سے گردوں کا درد ہو جاتا ہے اور پتھری ہو جاتی ہے۔ ٹماٹر

marfat.com

Marfat.com

کے بیج اور پالک زیادہ کھانے کی وجہ سے پتے میں پتھری ہو جاتی ہے' جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی کے نتیجہ میں آتشک' سوزاک ایسے امراض ہو جاتے ہیں۔ہم جنس پرستی سے ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔شراب نوشی کی کثرت سے کینسر ہو جاتا ہے'اوران اخلاق سوز حرکات کی وجہ سے آدمی کا سکون غارت ہو جاتا ہے' راتوں کو نیند نہیں آتی' جس کے نتیجے میں پہلے انسومنیا پھر مالیخولیا ہو جاتا ہے پھر لوگوں کو سکون بخش اور خواب آور گولیاں لینی پڑتی ہیں۔بعض لوگ پیتھوڈین کے انجکشن لگواتے ہیں اور بعض چرس اور ہیروئن کی پناہ لیتے ہیں اور پھر انسان دن بہ دن تباہی کے غار میں گرتا چلا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر بیماری' مرض اور مصیبت انسان کی اپنی آوردہ اور پیدا کردہ ہے جب انسان اسلام کے احکام اور فطرت کے اصولوں سے روگردانی کرتا ہے تو وہ امراض اور مصائب کا شکار ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ○ (الشوریٰ: ۳۰)

تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا بدلہ ہے اور بہت سی باتوں کو تو اللہ درگزر فرمالیتا ہے۔

جو انسان فطرت سے بغاوت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے وہ ان مہلک بیماریوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور امن اور سکون کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الانعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ان ہی کے لیے امن اور سلامتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

غرض یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ بیمار میں ہوتا ہوں اور یہ نہیں کہا کہ اللہ مجھے بیمار کرتا ہے کیونکہ اللہ نے تو انسان کو صحیح سالم بدن دیا تھا۔حضرت ابراہیم نے اپنے اس قول سے یہ تنبیہ فرمائی کہ انسان بے اعتدالی اور بے راہ روی سے خود اپنے آپ کو بیمار کر لیتا ہے۔

نبی علیہ السلام اور نیک لوگوں کی بیماری کے اسباب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے نیک لوگ بھی بعض اوقات بیمار ہو جاتے ہیں۔حضرت ایوب علیہ السلام سخت بیمار ہوئے' حضرت ابراہیم نے اپنی بیماری کا ذکر کیا' حضرت موسیٰ نے اپنی تھکاوٹ کا ذکر کیا خود ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے' سر میں درد ہوا اور آپ کو عام لوگوں کی بہ نسبت دگنا بخار آتا تھا' کیا ان حضرات کی بیماری بھی خود پیدا کردہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی بیماری کے متعلق کوئی بدباطن شخص ہی ایسا فاسد گمان کر سکتا ہے ان پر جو بیماریاں آتی ہیں وہ اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہیں اور ان کے اجروثواب میں اضافہ کا سبب ہیں' اور امت کے لیے تعلیم ہے تاکہ دوا اور علاج کرنا ان کی سنت ہو جائے' بیمار کی خدمت کرنے اور بیمار کی عیادت کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مکمل ہو جائے اور امت کو معلوم ہو جائے کہ بیماری کی حالت میں نماز اور دوسری عبادات کس طرح ادا کی جائیں' اور یہ معلوم ہو کہ اگر مرض بہت بڑھ جائے اور تکلیف زیادہ ہو تو صبر اور سکون سے کام لیا جائے۔بے قراری' آہ وزاری اور شکوہ وشکایت اور واویلا نہ کیا جائے۔ہم نے عام لوگوں کی بیماری کے اسباب بیان کیے ہیں کہ ان کے امراض بے اعتدالی سے پیدا ہوتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام کی بیماری ان کے حق میں امتحان بلکہ انعام ہوتی ہے۔

اب بجا طور پر یہ سوال ہوگا کہ جب انبیاء علیہم السلام خود اپنی بیماری کا سبب نہیں ہوتے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیوں فرمایا میں بیمار ہوتا ہوں اور وہ شفاء دیتا ہے اس کا جواب آئندہ سطور میں آرہا ہے۔(ان شاءاللہ)

marfat.com

Marfat.com

عیب کی نسبت اپنی طرف اور حُسن کی نسبت اللہ کی طرف کرنا

ادب اور تواضع کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حُسن اور کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور عیب اور نقص کی نسبت اپنے نفس کی طرف کی جائے جیسا کہ قرآن مجید کی تعلیم ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ (النساء: ۷۹)

(اے انسان!) تجھے جو اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب کشتی کو توڑا اور اس میں نقص اور عیب ڈالا تو اس کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا . (الکہف: ۷۹)

رہی کشتی تو وہ ان مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے سو میں نے اس میں عیب ڈالنے کا ارادہ کیا۔

اور جب یتیم بچوں کا خزانہ محفوظ کرنے کے لیے اس ٹوٹی ہوئی دیوار کو جوڑا جس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا تو کہا:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ (الکہف: ۸۲)

رہی دیوار تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ اس دیوار کے نیچے دفن ہے۔ ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ یہ دونوں یتیم بچے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔

ظاہر میں کشتی توڑنا اور دیوار جوڑنا دونوں حضرت خضر علیہ السلام کے کام تھے اور حقیقت میں یہ دونوں کام اللہ کے فعل تھے لیکن حضرت خضر نے ادب کو ملحوظ رکھ کر توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی اور جوڑنے کی نسبت اللہ کی طرف کی۔

اور اسی نہج پر یہ آیت ہے: جنات نے کہا:

اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ (الجن: ۱۰)

ہم نہیں جانتے کہ (آسمانوں کو محفوظ کر کے) زمین والوں کے ساتھ کسی شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی (ہدایت) کا ارادہ کیا ہے۔

جنات نے جب شر کا ذکر کیا تو اس کے فاعل کو مجہول رکھا اور جب بھلائی اور ہدایت کا ذکر کیا تو اس کو ان کے رب کا ارادہ کہا۔

میں بیمار ہوتا ہوں اور شفاء وہ دیتا ہے۔ بیماری نقص اور عیب ہے اس کی اپنی طرف نسبت کی اور شفاء دینا حُسن اور کمال ہے تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور یہی حُسن ادب کا مقتضیٰ ہے۔

مرض اور شفاء کے متعلق عارفین کے اقوال

علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب میں گناہ کر کے بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے توبہ سے شفاء دے دیتا ہے' اور شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ بیماری غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے ہوتی ہے اور شفاء اللہ عزوجل کی تجلیات کے مشاہدہ سے ہوتی ہے' اور بحر میں لکھا ہے کہ بیماری دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے سے ہوتی ہے اور شفاء دنیا سے قطع تعلق سے ہوتی ہے اور یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک پر جذب کی کیفیت مستحکم ہوتی ہے تو وہ تمام مخلوق سے تعلق منقطع کر کے صرف ایک اللہ کا ہو جاتا

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

بعض صوفیا علاج سے منع کرتے ہیں اور اس کو توکل اور تسلیم و رضا کے خلاف قرار دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ بندہ کو جس حال میں رکھے اس حال میں راضی رہنا چاہیے اور دوا اور علاج نہیں کرنا چاہیے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے ورنہ بندہ کو دعا بھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دعا میں بندہ اپنے حال میں تغیر کو طلب کرتا ہے' اور یہ قرآن مجید کی بہت کی آیتوں کے خلاف ہے' اور بیماری میں علاج نہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی خلاف ہے اور آپ کے احکام کے بھی خلاف ہے۔

اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ میں نے سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔ ادھر' ادھر سے دیہاتی آ رہے تھے انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ کیا ہم دواؤں سے علاج کیا کریں؟ آپ نے فرمایا دوا استعمال کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے علاج کے لیے دوا بھی پیدا کی ہے' سوا ایک بیماری کے' وہ بڑھاپا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی علاج کیا ہے اور اس زمانہ میں علاج کے جو طریقے معروف تھے ان پر عمل فرمایا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حجرے میں داخل ہوئے اور آپ کا درد بہت شدید ہو گیا۔ آپ نے فرمایا مجھ پر ایسی سات مشکوں کا پانی انڈیلو جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کروں آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں بٹھا دیا گیا' پھر ہم نے آپ کے اوپر مشکوں سے پانی انڈیلنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا بس کرو' پھر آپ لوگوں کی طرف چلے گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۰۸۴)

جدید طبی تحقیق بھی یہی ہے کہ جب بہت تیز بخار ہو تو مریض کو برف سے ٹھنڈک پہنچائی جائے۔

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تھے تو کس دوا سے آپ کا علاج کیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا اب اس چیز کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں بچا۔ حضرت علی ڈھال میں پانی لے کر آتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھو کر صاف کرتی تھیں' پھر ایک چٹائی جلائی گئی اور اس کی راکھ سے آپ کے زخم کو بھر دیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی (رگ کٹوا کر خون نکلوانا) اور رگ کاٹنے والے کو اس کی اجرت دی' اور ناک میں دوا ڈلوائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۰۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیماریوں کا علاج بھی بتایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۵)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کی گرمی کی شدت سے ہے' اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی بہت سی بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں جن کی تفصیل کتب صحاح ستہ میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پرہیز کے متعلق احادیث

بعض لوگ پرہیز کے بھی بہت مخالف ہیں اور پرہیز خود کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں' میں نے بہت سے شوگر کے مریضوں کو مٹھائی کھاتے ہوئے دیکھا وہ کہتے ہیں صاحب! میٹھی اور نشاستہ والی چیزوں کو نہ کھانا کفرانِ نعمت ہے' ہم اللہ کی نعمتوں کو ترک نہیں کر سکتے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پرہیز کرایا ہے۔

ام المنذر بنت قیس الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے' اور حضرت علی پر نقاہت اور کمزوری تھی۔ ہمارے ہاں کچی کھجوروں کا خوشہ لٹکا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس میں سے کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت علی بھی کھڑے ہو کر کھانے لگے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے' یہ کھجوریں نہ کھاؤ کیونکہ تم کمزور ہو' حتیٰ کہ حضرت علی رک گئے' میں نے جو اور چقندر کا سالن بنایا ہوا تھا' میں آپ کے پاس وہ لے کر آئی' آپ نے فرمایا اے علی! اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لیے فائدہ مند ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۲)

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۳' المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم الحدیث: ۷' المستدرک ج ۴ ص ۲۰۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۴۴۸)

حضرت محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل اپنے بندہ کو دنیا سے اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم اپنے مریض کو (نقصان دہ) کھانے اور پینے کی چیزوں سے پرہیز کراتے ہو۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۴۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حق میں موت کا نعمت ہونا

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: وہی میری روح قبض کرے گا پھر مجھے زندہ فرمائے گا O (الشعراء: ۸۱)

یعنی دنیا میں جب میری اجل (مدت حیات) پوری ہو جائے گی تو وہ میری روح قبض فرمائے گا' پھر دوبارہ مجھے زندہ فرمائے گا' تاکہ مجھے میرے اعمال کی جزاء عطا فرمائے' موت دینے اور روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی کہ ارباب کمال کے لیے موت بھی نعمت ہے کیونکہ دنیا کے رنج والم سے خلاصی اور حیات ابدیہ کے حصول کے لیے موت وسیلہ ہے۔

امام ثعلبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے موت دے گا اور اپنے فضل سے زندہ فرمائے گا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موت سے مراد جہل اور معصیت ہے' اور زندہ کرنے سے مراد علم اور اطاعت ہے۔ یا مارنے سے مراد گناہ میں مبتلا کرنا ہے اور زندہ کرنے سے مراد گناہوں سے بچانا ہے یا مارنے سے مراد اللہ تعالیٰ سے دوری ہے اور زندہ کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ سے وصال ہے۔

حقائق سلمی میں لکھا ہوا ہے کہ مارنے سے مراد ہے کسی شخص کو انانیت میں مبتلا کرنا' اور زندہ کرنے سے مراد ہے اس کو ہدایت عطا کرنا۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۶۶-۳۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جو مجھے اپنے خوف سے مارتا ہے اور اپنی امید سے زندہ کرتا ہے۔

(۲) جو مجھے طمع سے مارتا ہے اور قناعت سے زندہ کرتا ہے۔

ان کے علاوہ اور وہ اقوال ذکر کیے ہیں جن کو ہم روح البیان کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۰۴ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خطا کا ذکر کر کے مغفرت طلب کی' اس کی توجیہات

اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرما دے گاo (الشعراء: ۸۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یوں کہا مجھے امید ہے کہ وہ معاف فرمائے گا' یوں نہیں کہا میری خطاؤں کو معاف فرمادے۔ اس کی وجہ ادب ہے اور یہ بتانا ہے کہ بندہ کو خوف اور امید کے درمیان رہنا چاہیے' اور اللہ تعالیٰ کے کرم پر متنبہ فرمانا ہے' کیونکہ کریم سے جب کوئی امید رکھی جائے تو وہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مغفور اور معصوم ہیں پھر انہوں نے اپنی خطا کا کیوں ذکر کیا اور ان کی مغفرت کیوں طلب کی اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ظاہری خطاؤں پر معافی طلب کی' مفسرین نے کہا ہے کہ ظاہری خطاؤں سے مراد وہ تین باتیں ہیں جو بہ ظاہر جھوٹ تھیں لیکن حقیقت میں جھوٹ نہ تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کے بتوں کو خود توڑ دیا اور جب قوم نے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت ابراہیم نے کہا:

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا. (الانبیاء: ۶۳) — بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔

یہ بہ ظاہر جھوٹ تھا حقیقت میں جھوٹ نہ تھا کیونکہ حضرت ابراہیم کا منشا یہ تھا کہ اس بڑے بت کی پرستش کو باطل کرنے اور اس کو ذلیل و خوار کرنے اور اس کے عجز کو ظاہر کرنے کے سبب سے میں نے اس کو توڑ ڈالا' کیونکہ اگر یہ واقعی خدا ہوتا تو مجھے ان بتوں کے توڑنے سے روک دیتا اور جب یہ ان بتوں کو ضرر پہنچنے سے نہیں بچا سکا تو معلوم ہوا کہ یہ خدا نہیں ہے اور اس کی پرستش کرنا جائز نہیں ہے۔ پس ان کا یہ کلام بہ ظاہر جھوٹ تھا حقیقت میں جھوٹ نہ تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب قوم ان کو میلے میں لے جانے کے لیے آئی تو انہوں نے کہا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ. (الصّٰفّٰت: ۸۹) — میں بیمار ہوں۔

حالانکہ حضرت ابراہیم بیمار نہ تھے' حضرت ابراہیم نے بہ ظاہر یہ کہا تھا کہ میں بیمار ہوں لیکن ان کی مراد یہ تھی کہ میری قوم روحانی بیمار ہے کہ وہ گمراہی اور بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ہے آپ نے بیماری کا صراحۃً اسناد اپنی طرف کیا لیکن اشارۃً آپ کا اسناد اپنی قوم کی طرف تھا سو یہ کلام بہ طور تعریض ہے بہ ظاہر یہ جھوٹ ہے لیکن حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔

اور تیسری بات یہ تھی کہ حضرت سارہ آپ کی بیوی تھیں لیکن جب ظالم بادشاہ کے کارندوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے کہا یہ میری بہن ہے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۸۴' ۳۳۵۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱)

آپ کا یہ کلام بھی بہ ظاہر جھوٹ تھا حقیقت میں جھوٹ نہیں تھا۔

آپ کی یہ تینوں باتیں تبلیغی مقاصد سے تھیں اور برحق تھیں لیکن چونکہ ان کا ظاہر جھوٹ تھا اس لیے آپ نے اپنے بلند

marfat.com
Marfat.com

مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے ان کو بھی خطا قرار دیا اور یہ طمع کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کی اس ظاہری خطا کو بھی معاف فرمادے' اور ہر چند کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم اور مغفور تھے لیکن آپ نے اپنی عبودیت اور بندگی کا اظہار کرنے کے لیے اس پر معافی طلب کی۔

(۲) حضرت ابراہیم نے اپنی باتوں کو خطا قرار دے کر ان پر معافی چاہی اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے اپنی خطا کا اعتراف اور اقرار کر کے اس سے مغفرت طلب کرے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن جدعان رشتہ داروں سے میل جول رکھتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ عمل اس کو نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ عمل اس کو نفع نہیں دے گا! اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے رب میری خطا کو قیامت کے دن بخش دینا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۰۵' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۵۲۴' صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۹)

ابن جدعان کافر تھا' اور اس نے قیامت کا اقرار نہیں کیا تھا' کیونکہ جو قیامت کا اقرار کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی خطا کی مغفرت کا طالب ہوتا ہے اور منکر قیامت کو اس کا عمل نفع نہیں دیتا۔ اس کا پورا نام عبداللہ بن جدعان تھا۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عم زاد تھا' یہ ابتداء میں فقیر تھا' پھر اس کو خزانہ مل گیا تو یہ غنی ہو گیا یہ اس خزانے سے نیکی کے کاموں میں خرچ کرتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندہ اپنی خطا کا ذکر کرے اور اللہ سے اس کی مغفرت طلب کرے' تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے اس کا پسندیدہ عمل کیا اور اپنی (ظاہری) خطا کا ذکر کر کے اس سے مغفرت طلب کی۔

(۳) اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں اور ڈریں اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت کو طلب کریں اور طلب مغفرت میں ان کی اقتداء کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے امام ہو جائیں' جس طرح عباد الرحمٰن نے یہ دعا کی تھی:

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (الفرقان: ۷۴) اور ہم کو متقین (اللہ سے ڈرنے والوں) کا امام بنا دے۔

(۴) مغفرت کی دعا کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقبولانِ بارگاہِ الوہیت کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں' اور وہ اپنے انتہائی بلند مرتبہ کے پیش نظر عام نیکیوں کو بھی گناہ قرار دیتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خطا سے ہماری طرح کے گناہ مراد نہیں ہیں' بلکہ نیک لوگوں کی نیکیاں مراد ہیں جو ان کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں۔

(۵) اس کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم جس مرتبہ کے نبی تھے اور اللہ کے پسندیدہ بندے تھے اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی ہر ساعت اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر میں گزرے لیکن بشری تقاضوں سے وہ سوتے بھی تھے' کھاتے پیتے بھی تھے' قضاء حاجت اور طہارت بھی کرتے تھے۔ لوگوں سے تبلیغی امور میں باتیں بھی کرتے تھے' اپنی زوجہ کے حقوق بھی ادا کرتے تھے۔ حصول رزق کے لیے کسب معاش بھی کرتے تھے' ہر چند کہ یہ امور بھی فی نفسہا عبادت ہیں اور نیکی میں شمار ہوتے ہیں' لیکن ان امور میں مشغولیت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر سکتے تھے تو آپ اپنی بلند نظر کے اعتبار سے اس کو بھی خطا قرار

marfat.com
Marfat.com

دیتے اور اس پر بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے کہ میری اس تقصیر طاعت پر قیامت کے دن مجھے معاف کر دینا۔

(۶) طلب مغفرت کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (ابراہیم: ۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اور ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے' اور جس زبان سے وہ اللہ کا شکر ادا کرے گا وہ بھی نعمت ہے پھر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہوگا اور یوں عمر تمام ہو جائے گی اور اس کی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہ ہو سکے گا' تو غیر متناہی نعمتوں کا شکر کیسے ادا ہوگا پس انسان کی قدرت اور استطاعت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا کر سکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس فطری تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن مغفرت طلب کی۔

مؤخر الذکر دونوں وجہوں کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ذنب کے اطلاق کی بحث میں ذکر کیا ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لیے استغفار فرمایئے' کہاں کمی اور کہاں غفلت نعمہائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقتاً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققہ المفتی ابن السعود فی ارشاد العقل السلیم 'اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو نہ گن سکو گے۔ جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا کون شکر ادا کر سکتا ہے تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست و زباں کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید

شکر میں ایسی کمی ہرگز بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر لحہ میں متزاید ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب فرمایا گیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۵' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ' کراچی)

(۷) اس کا ساتواں جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعلیم دین اور تکمیل دین کے لیے جو بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام کیے ان کو خطا سے تعبیر فرمایا اور خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کا ارتکاب گناہ نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تصریح کی ہے کہ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہوتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلاف اولیٰ ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے' اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیان جواز کے کیا معنی! پھر یہ (مکروہ تنزیہی) اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے جیسا کہ اشربہ ردالمحتار میں ابو السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے۔ پھر علماء اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا اور اس لیے کہ گناہ گار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا' اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا' جیسا کہ تلویح میں ہے اس

marfat.com
Marfat.com

کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ یہ سات دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض ابناء زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاء عظیم کی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۵۰ (طبع جدید) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور اپریل ۱۹۹۶)

اعلیٰ حضرت نے تلویح کا جو حوالہ دیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ مکروہ تنزیہی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

انہ لا یعاقب فاعلہ لکن یثاب تارکہ ادنی ثواب. مکروہ تنزیہی کے مرتکب کو عذاب نہیں ہوگا لیکن اس کے ترک کرنے والے کو ادنیٰ درجہ کا ثواب ہوگا۔

(توضیح تلویح ص ۲۳ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع، کراچی)

ہم نے جو ساتواں جواب دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس خطا کا ذکر کیا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہے اس جواب علامہ القونوی نے بھی ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خطا کو ترک اولیٰ پر محمول کیا جائے اور انبیاء کے حق میں ترک اولیٰ جائز ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ذنب کے اطلاق کی بحث میں یہ جواب دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہے جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا، جو برتاؤ گوارہ کرے گا۔ ہرگز شہریوں سے پسند نہیں کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا حسنات الابرار سیئات المقربین نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷، (طبع قدیم) مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے لیے میری خطا معاف فرما اس کی توجیہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں فرمایا میرے لیے میری خطا کو بخش دے گا۔ اس مقام پر میرے لیے کیوں فرمایا اس کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) جب باپ اپنے بیٹے کو معاف کرتا ہے یا مالک اپنے نوکر کو یا خاوند اپنی بیوی کو معاف کرتا ہے تو عموماً وہ حصول ثواب کے لیے معاف کر دیتا ہے یا عذاب سے بچنے کے لیے یا دنیا میں اپنے حلم اور صبر کی تعریف اور تحسین کے لیے یا پھر اس لیے کہ اس قصور وار کے معافی مانگنے سے اس کا دل پگھل جاتا ہے تو اپنے دل سے اس رقت کو زائل کرنے کے لیے معاف کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جو قصور وار بندہ کو معاف فرماتا ہے تو اس کا مقصود کسی چیز کو حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کسی چیز کو زائل کرنا، اللہ سبحانہ جب کسی قصور وار بندے کو معاف فرماتا ہے تو صرف اور صرف اس بندے کی وجہ سے معاف فرماتا ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور جس چیز کی میں امید رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن میرے لیے میری خطاؤں کو معاف فرما دے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی کہ اس نے مجھے پیدا کیا پھر یہ کہا کہ مجھے امید ہے کہ وہ میرے لیے میری خطا کو معاف فرمادے گا' اس میں یہ بتایا کہ جب اس نے مجھے پیدا کیا تو پیدا ہونے سے پہلے مجھے پیدا ہونے کی خواہش تھی نہ پیدا ہونے کی احتیاج تھی تو اس نے مجھے پیدا کر دیا اور پیدا ہونے کے بعد جب کہ مجھے مغفرت کی خواہش بھی ہے اور مغفرت کی احتیاج بھی ہے تو اب میں اس بات کے زیادہ لائق ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے۔

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جارہا تھا تو ان کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا آپ کو کوئی حاجت ہو تو مجھ سے بیان کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحر توحید میں اس قدر زیادہ مستغرق تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی واسطے اور وسیلہ کی طرف نظر نہیں کرتے تھے گویا کہ انہوں نے کہا میں صرف تیرا بندہ ہوں اور محض تیرا بندہ ہونے کی وجہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور صرف تیرا محتاج ہوں اور صرف تجھ سے رابطہ رکھتا ہوں تو صرف میرے لیے میری خطا کو معاف کر دے' نہ یہ کہ تو کسی شفاعت کرنے والے کی وجہ سے مجھے معاف فرما۔

دوسرے نبیوں کو مانگنے سے عطا فرمانا اور ہمارے نبی کو بے مانگے عطا فرمانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ○ (طٰہٰ: ۲۵) — اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ (الانشراح: ۱) — کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ ۔ (الاعراف: ۱۴۳) — اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا میں تیری طرف دیکھوں گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ ۔ (الفرقان: ۴۵) — کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ (الشعراء: ۸۷) — جس دن لوگوں کو (محشر میں) جمع کیا جائے گا مجھے شرمندہ نہ کرنا۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم: ۸) — جس دن اللہ نہ اس عظیم نبی کو شرمندہ کرے گا اور نہ اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو۔

اور زیر تفسیر آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؕ ○ (الشعراء: ۸۲) — اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرمادے گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ (الفتح: ۲-۱)

بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی O تا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت مکمل کردے اور آپ کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کے متعلق مصنف کا موقف

بعض اکابر علماء نے اس آیت میں ذنب کا ترجمہ گناہ کر دیا ہے:

شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

هر آئینه ماحکم کردیم برائے تو بفتح ظاهر عاقبت فتح آنست که بیا مرزد ترا خدا آنچه که سابق گزشت از گناه تو وآنچه پس مانده.

شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ لکھتے ہیں:

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

شاہ عبدالقادر متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے والد ماجد شاہ نقی علی خاں متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان۔

(انوار جمال مصطفیٰ ص ۷۱ مطبوعہ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کے نسبت کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

پس مے آیند عیسی را پس مے گوید عیسی من نیستم اهل ایں کار ولیکن بیائید محمدرا صلی الله علیه وسلم که بنده ایست که آمر زیده است مر اورا هر چه پیش گزشته از گنا هان وے وهرچه پس آمده. (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۸۶ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو)

علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس بیایند برعیسی علیه السلام پس بگوید برائے شفاعت نیستم لیکن برشما لازم است که بروید بر محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم او بنده ایست که آمر زیده است خدائے تعالیٰ مراورا ازگناهان پیشین وپسیں او. (تحقیق الفتویٰ ص ۳۲۱-۳۲۰ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ)

اور مولانا غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۱۰ ص ۴۸ الجدہ پرنٹرز)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی ایک کتاب میں محمد: ۱۹ کے ترجمہ میں اسی طرح ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

قال الرضا یہ بھی ابوالشیخ نے روایت کی اور خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات' مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لیے۔

(ذیل المدعا لاحسن الوعاء (فضائل دعا) ص ۲۶' مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز' کراچی)

امام بغوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا ذکر عار دلانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے انعامات کے اظہار کے لیے فرمایا' نیز یہ بتانے کے لیے کہ کوئی شخص اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (معالم التنزیل)

امام احمد رضا بریلوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ذنوب انبیاء علیہم السلام سے مراد صورت گناہ ہے ورنہ حقیقت گناہ سے انبیاء کرام علیہم السلام نہایت دور اور منزہ و مبرا ہیں۔ (تعلیقات رضا ص ۲۵' مطبوعہ رضا اکیڈمی' بمبئی' ۱۴۱۸ھ)

اس عبارت میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے انبیاء علیہم السلام کی زلات پر صورت گناہ کا اطلاق فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی زلات پر خصوصاً سید الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ ظاہر خلاف اولیٰ افعال پر حقیقۃً یا صورۃً گناہ کا اطلاق کرنا غیر مستحسن ہے' اس لیے کہ علماء تو جانتے ہیں کہ یہ اطلاق سہو' خلاف اولیٰ یا حسنات الابرار سیئات المقربین کے اعتبار سے ہے' لیکن جب اُردو خواں عوام ذنب کا ترجمہ گناہ پڑھیں گے تو وہ ان باریکیوں تک نہیں پہنچ سکیں گے وہ تو صاف اور سیدھے سادے طور پر یہی سمجھیں گے کہ نبی سے بھی گناہ صادر ہوتے رہتے ہیں اور جب عام لوگوں کے ذہنوں میں نبی کے لیے بھی گناہ ثابت ہو جائیں تو انہیں نیکی پر کیسے آمادہ کیا جا سکے گا' اسی طرح جب مستشرقین اور غیر مسلم معترضین کے ہاتھوں میں یہ تراجم پہنچیں گے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے ان مسلم علماء کے تراجم اور ان کی عبارات کافی نہیں ہوں گی!

ہماری رائے یہ ہے کہ ان اکابر علماء کی توجہ اس پہلو کی طرف مبذول نہیں ہوئی ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گناہ یا صورۃً گناہ کا لفظ نہ لکھتے اور یقیناً ان اکابر علماء کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت اور محبت اور تعظیم و تکریم بہت زیادہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا پہلا مطلوب اور حکم کا معنی

سابقہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد اپنے مطالب کے حصول کے لیے دعا کی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے مطلوب کی دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہیے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اپنے مطالب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے رب مجھے حکم (صحیح فیصلہ) عطا فرما اور مجھے نیکوکاروں کے ساتھ ملا دے۔

حکم سے مراد علم شریعت ہے یا ایسا علم جس کے ذریعہ وہ زمین میں اللہ کی خلافت قائم کر سکیں اور مخلوق کی رہنمائی کر سکیں' اور یہ کہ وہ علم کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں کیونکہ جس شخص کو کسی چیز کا علم نہ ہو یا وہ علم کے تقاضوں پر عامل نہ ہو اس کو حکیم نہیں کہا جاتا اور نہ اس کے علم کو حکم اور حکمت کہا جاتا ہے۔ نیز فرمایا اور مجھے نیکوکاروں کے ساتھ ملا دے' یعنی مجھے ایسے علوم اور ایسے اعمال اور اخلاق کی توفیق دے جو مجھے عبادت و ریاضت میں ایسے کاملین اور راسخین کے گروہ میں شامل کر دیں جو تمام صغائر اور کبائر گناہوں سے منزہ ہوں یا جنت میں مجھے ان کے ساتھ مجتمع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ ان کے متعلق فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۳۰)
اور بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں (بھی) برگزیدہ کیا اور بے شک وہ آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہیں۔

اور یہ اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مطالب میں سے پہلا مطلوب ہے۔

بعد والوں کی ثناء کے حصول کی دعا کی توجیہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اپنے دوسرے مطلوب کے لیے فرمایا: اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ' ان کی اس دعا کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی آیت میں اخروی کمال کے حصول کی دعا کی تھی اور اس آیت میں کمال دنیا کے حصول کے لیے دعا کی اس دعا میں یہ طلب کیا کہ تمام دنیا کے لوگ ان کی مدح اور ثنا کریں اور ان کی تعظیم وتکریم کریں۔

(۲) اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کو ایسی عزت اور فضیلت عطا فرمائے جس کا اثر قیامت تک باقی رہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی کیونکہ یہود' عیسائی اور مسلمان سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبول عام عطا فرمائے اور تمام لوگوں کی زبانوں پر ان کے لیے ذکر خیر جاری ہو' اور زبانوں پر ذکر خیر کو اس لیے طلب کیا کہ لوگوں کا اپنی زبانوں سے آپ کا ذکر خیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں اور لوگوں کا آپ سے محبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں (بندے) سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو' پھر جبریل اس سے محبت کرتے ہیں پھر جبریل آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو' تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں' پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۶۸۵' عالم الکتب' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷' ج ۳ ص ۱۴۳ طبع قدیم)

(۴) جب لوگ اپنی زبانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کا ذکر کریں گے تو ان فضائل اور کمالات کو سن کر دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی ان اوصاف سے متصف ہونے اور ان اخلاق سے متخلق ہونے کی رغبت ہوگی۔

(۵) اس دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہ تھی کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ان کی اولاد سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمائے جس کا اس آیت میں بھی ذکر ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ: ۱۲۹)
اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے باطن کو پاک اور صاف کرے بے شک تو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے' اور میں عنقریب تمہیں اپنی ابتداء کی خبر دوں گا میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو اس نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا ان سے ایک نور نکلا جس نے ان کے لیے شام کے محلات روشن کر دیئے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸-۱۲۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۹۳' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳۵' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۷۵۹)

جنت کی دعا کا مطلوب ہونا اور شہر مدینہ سے جنت کا زیادہ محبوب ہونا

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی: اور مجھے نعمت والی جنتوں کے وارثوں میں سے بنا دے ○

(الشعراء: ۸۵)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تیسرا مطلوب ہے' اس سے پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سعادت کے حصول کی دعا کی تھی اور اس آیت میں آخرت کی سعادت کے حصول کی دعا کی ہے۔

جس شخص کو اپنے کسی مورث (رشتہ دار) کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ مل جائے اس کو وارث کہتے ہیں۔ اس آیت میں جنتیوں کو جنت کا وارث فرمایا ہے کیونکہ جو مومن نیک عمل کرتا ہے اس کو اس کے کسی استحقاق کے بغیر محض اللہ کے فضل سے جنت مل جاتی ہے جس طرح کسی وارث کو بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے رشتہ دار کی موت سے اس کا ترکہ مل جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت کے حصول کی دعا کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے اور اس دعا کو ترک کرنا تکبر ہے' بعض غالی اور ان پڑھ صوفی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے' ہمیں تو مولیٰ کی رضا چاہیے' بعض کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں مدینہ نہیں چاہیے' یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ قرآن مجید کی بہ کثرت آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی طرف رغبت دلائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت الفردوس کے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ سو جنت کے حصول کی دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول راضی ہوں گے اور اس کا سوال نہ کرنے یا جنت کی تنقیص کرنے سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوں گے۔ سو اللہ کی رضا جنت کی دعا کرنے میں ہے نہ کہ جنت کی دعا کو ترک کرنے میں' باقی رہا مدینہ کا مطلوب ہونا سو اس کی طلب برحق ہے اور اللہ کی رضا کا مطلوب ہونا بھی برحق ہے لیکن یہ اس کو کب مستلزم ہے کہ پھر جنت کو طلب نہ کیا جائے اور اس کے حصول کی دعا نہ کی جائے۔ نیز جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے' اور مدینہ صرف اس لیے محبوب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن کا شہر ہے اور آپ کا اصل مسکن تو دنیا اور آخرت میں جنت ہی ہے' سو شہر مدینہ کی نسبت وہ جگہ زیادہ محبوب ہونی چاہیے جو آپ کا اصل مسکن ہے اور وہ جنت ہے لہٰذا شہر مدینہ کی بہ نسبت جنت زیادہ محبوب ہونی چاہیے کیونکہ آپ اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے اور یہ واضح ہے کہ پورا شہر مدینہ جنت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم کی آزر کے لیے دعا کی توجیہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چوتھی دعا یہ کی: اور میرے (عرفی) باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا ○

(الشعراء: ۸۶)

اس دعا پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عرفی باپ آزر کافر تھا' اور کافر کے لیے مغفرت کی دعا کرنی جائز

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے' بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مغفرت ایمان لانے پر موقوف ہے۔ اس لیے زندہ کافروں اور مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا دراصل ان کے ایمان لانے کی دعا کرنا ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ آزر کے لیے مغفرت کی دعا کر کے حقیقت میں یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس تاویل سے تو ہر زندہ مشرک اور کافر کے لیے مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر نے حضرت ابراہیم سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا' حضرت ابراہیم نے اس کے وعدہ پر اعتماد کر کے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اور جب وہ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس نے ان سے کر لیا' اور جب ابراہیم پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے۔

امام رازی نے اس کا ایک یہ جواب دیا ہے کہ آزر باطنی طور پر حضرت ابراہیم کے دین پر تھا اور ظاہراً نمرود کے دین پر تھا کیونکہ وہ اس سے ڈرتا تھا' تو حضرت ابراہیم نے اس اعتبار سے اس کے لیے دعا کی ہے اور جب حضرت ابراہیم پر یہ ظاہر ہوا کہ واقعہ اس کے خلاف ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۱۷' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ حقیقتاً حضرت ابراہیم پر ایمان لا چکا تھا اور نمرود کے ڈر اور خوف سے اس پر ایمان کا اظہار کرتا تھا اور حضرت ابراہیم پر اس کا خلاف کیسے ظاہر ہوا' اس مفروضہ پر کوئی دلیل نہیں ہے' اس لیے صحیح جواب وہی ہے جو التوبہ: ۱۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔

قیامت کے دن حضرت ابراہیم کی آزر سے ملاقات کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ کو قیامت کے دن اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کا چہرہ غبار سے آلودہ ہوگا اور اس پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۶۸' مطبوعہ دارارقم' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے (عرفی) باپ سے ملاقات ہوگی تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ اے میرے رب تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن شرمندہ نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۶۹' مطبوعہ دارارقم' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ آزر سے ملیں گے آزر کے چہرے پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو' اس کے (عرفی) باپ کہیں گے آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا' حضرت ابراہیم (اللہ تعالیٰ سے) عرض کریں گے: اے میرے رب تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہیں کرے گا' اور اس سے بڑی میری اور کیا شرمندگی ہوگی کہ میرا باپ (تیری رحمت سے) بہت دور ہو۔

marfat.com
Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے' پھر کہا جائے گا اے ابراہیم دیکھو! تمہارے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم دیکھیں گے تو وہ گندگی میں لتھڑا ہوا زیادہ بالوں والا نر بجو ہوگا (یعنی آزر کو مسخ کر کے بجو بنا دیا جائے گا) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۰' مطبوعہ دارارقم' بیروت)

قیامت کے دن آزر کی شفاعت کرنے پر اشکال اور اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پھر اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کو بجو کی شکل میں مسخ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اس سے متنفر ہوں' اور چونکہ اس کی صورت حضرت ابراہیم کے مشابہ تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ اس صورت کے حامل کو دوزخ میں ڈالا جائے اس لیے اس کی صورت کو مسخ کر کے زیادہ بالوں والے نر بجو کی شکل بنا دی اور اس لیے کہ حضرت ابراہیم نے نہایت نرمی اور عاجزی سے اس کو ایمان لانے کی طرف ترغیب دی' مگر اس نے تکبر کیا اور کفر پر اصرار کیا' اس لیے قیامت کے دن اس کو ذلت میں مبتلا کیا گیا اور اس کو مسخ کر کے بجو بنا دیا گیا۔

محدث اسماعیلی نے اس حدیث کی صحت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کا کیوں سوال کیا' علاوہ ازیں قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس کی مغفرت کے لیے سوال کرنا اس آیت کے بھی خلاف ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ (التوبۃ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کیا تھا' جب ان پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم نے کس وقت اس سے بیزازی کا اظہار کیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں ہی اس سے بے زاری کا اظہار کیا تھا جب وہ حالت شرک میں مر گیا تھا' یہ قول امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' ایک روایت میں ہے جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کے لیے استغفار نہیں کیا۔ ایک اور روایت میں ہے جب تک وہ زندہ رہا' حضرت ابراہیم اس کے لیے استغفار کرتے رہے اور جب وہ مر گیا تو پھر انہوں نے اس کے لیے استغفار کو ترک کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے قیامت کے دن بیزار ہوئے جب اس کی شکل مسخ کر دی گئی اور وہ اس سے مایوس ہو گئے' یہ قول بھی امام ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے' سعید بن جبیر نے کہا قیامت کے دن حضرت ابراہیم اس کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے اے میرے رب! میرا والد' میرا والد' جب تیسری بار اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہیں گے تو اس کی طرف ان کی نظر پڑے گی تو وہ بجو ہوگا' پھر وہ اس سے بے زار ہو جائیں گے' اور ان دونوں قولوں میں اس طرح سے تطبیق ہو سکتی ہے کہ جب وہ دنیا میں شرک پر مر گیا تو حضرت ابراہیم اس سے بیزار ہو گئے' پھر جب قیامت کے دن اس کو دیکھا تو ان پر پھر نرمی اور شفقت غالب آ گئی اور انہوں نے اس کی مغفرت کا سوال کیا' پھر جب اس کو مسخ شدہ بجو کی شکل میں دیکھا تو پھر اس سے دائمی طور پر بیزار ہو گئے' دوسری تطبیق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ یقین نہیں تھا کہ وہ کفر پر مرا ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ دل میں ایمان لایا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے ایمان پر مطلع نہ ہوئے ہوں' اس لیے قیامت کے دن اس کی

marfat.com
Marfat.com

سفارش کی حتیٰ کہ قیامت کے دن جب ان کو یقین ہوگیا کہ یہ کفر پر مرا تھا تو اس سے بے زار ہوگئے۔

آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر خلف وعد اور خلف وعید کے اعتراض کا جواب

علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے عرفی باپ کو دوزخ میں ڈال دیا تو ان کو رسوا کردیا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ (آل عمران: ۱۹۲) ''اے ہمارے رب! بے شک تو نے جس کو دوزخ میں ڈالا اس کو رسوا کردیا'' اور باپ کی رسوائی بیٹے کی رسوائی ہے۔ پس خلف وعد لازم آگیا اور یہ محال ہے اور اگر اس کو دوزخ میں نہیں ڈالا تو خلف وعید لازم آگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان اللہ حرمھما علی الکافرین (الاعراف: ۵۰) ''اللہ نے جنت کے پانی اور جنت کے رزق کو کافروں پر حرام کردیا ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آزر کو اس کی اصل صورت میں دوزخ میں ڈالا گیا ہوتا تو حضرت ابراہیم کے لیے باعث رسوائی تھا' اور جب وہ بڑے بالوں والے نر بجو کی شکل میں دوزخ میں ڈالا گیا تو آزر رسوا ہوا نہ حضرت ابراہیم' لہٰذا خلف وعد لازم آیا نہ خلف وعید' دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر کے دوزخ میں ڈالے جانے سے حضرت ابراہیم اس وقت رسوا ہوتے جب انہوں نے اس کے لیے دعا کی ہوتی اور اس کے باوجود اس کو دوزخ میں ڈال دیا جاتا اور جب انہوں نے اس کے لیے دعا نہیں کی اور وہ اس سے بیزار ہوگئے تو پھر وہ رسوا یا شرمندہ نہیں ہوئے اور کوئی خرابی یعنی خلف وعد یا خلف وعید لازم نہیں آیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹ - ۴۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے آزر کی جو سفارش کی اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو نہیں بخشے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس عہد کے خلاف نہیں کرے گا پھر انہوں نے کیوں آزر کی سفارش کی؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جب انہوں نے آزر کو دیکھا تو ان پر شفقت اور رحمت غالب آگئی اور وہ اس کے لیے سوال کیے بغیر نہ رہ سکے۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۴ ص ۲۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وضو کے بعد حضرت ابراہیم کی اس دعا کو پڑھنے کا ثواب

امام ابن ابی الدنیا اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ فرض نماز کے لیے وضو کرے اور پورا پورا وضو کرے پھر اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے ارادہ کے لیے نکلے اور نکلتے وقت یہ پڑھے بسم اللہ الذی خلقنی فھو یھدین (اللہ کے نام سے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی ہدایت دیتا ہے) تو اللہ اس کو صحیح بات کی ہدایت دے گا' اور امام ابن مردویہ کی روایت میں ہے اس کو صحیح کاموں کی ہدایت دے گا' پھر پڑھے والذی ھو یطعمنی ویسقین (جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے طعام سے کھلائے گا اور جنت کے مشروب سے پلائے گا' پھر پڑھے: واذا مرضت فھو یشفین (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیتا ہے اور اس کی بیماری کو اس کے لیے کفارہ بنا دیتا ہے' پھر پڑھے والذی یمیتنی ثم یحیین (اور جو میری روح قبض کرے گا' پھر مجھ کو زندہ کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کو نیک بختوں کی حیات کے ساتھ زندہ کرے گا اور اس کو شہداء کی موت کے ساتھ موت دے گا' پھر پڑھے والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین (اور جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام خطاؤں کو بخش دے گا خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں' پھر پڑھے رب ھب لی حکما والحقنی بالصلحین (اے میرے رب مجھے حکم (صحیح فیصلہ) عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے) تو اللہ اس کو صحیح فیصلہ کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کو گزرے

marfat.com
Marfat.com

ہوئے یا موجودہ نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیتا ہے' پھر پڑھے واجعل لی لسان صدق فی الاخرین (اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ) تو ایک سفید ورق میں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں صادقین میں سے ہے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو سچ بولنے کی توفیق دیتا ہے' اس کے بعد پڑھے واجعلنی من ورثة جنة النعیم (اور مجھے نعمت والی جنتوں کے وارثوں میں سے بنا دے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محلات بنا دیتا ہے' اور حسن بصری اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے واغفر لوالدی کما ربیانی صغیرا (میرے ماں باپ کو بخش دے جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی) (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس دعا کو نقل کیا ہے۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ' روح المعانی جز ۱۹' ص ۱۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قیامت کے دن پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین

حضرت ابراہیم نے پانچویں دعا یہ کی کہ: اور جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے' مجھے شرمندہ نہ کرنا (الشعراء: ۸۷) یعنی مجھ سے ایسے جو کام سرزد ہو گئے جو خلاف اولیٰ تھے ان پر مجھے عتاب نہ فرمانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر عتاب نہیں فرمائے گا اور ان کو شرمندہ نہیں کرے گا اس کے باوجود انہوں نے اظہار عبودیت کے لیے یہ دعا کی اور دوسروں کو اس دعا کی ترغیب دینے کے لیے۔

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ (یٰسین: ۵۹) — اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔

اس دن کافر مومن سے اور گنہگار اطاعت گزار سے الگ کر کے کھڑے کر دیے جائیں گے۔ اس دن بدکاروں کو نیکوں سے الگ کر دیا جائے گا اس دنیا میں تو سب لوگ مل جل کر رہتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن پیر بدکاروں کی صف میں ہو اور مرید نیکوکاروں کی صف میں ہو' اور استاذ بدکاروں کی صف میں ہو اور شاگرد نیکوں کی صف میں کھڑا ہو' جن لوگوں کو دنیا میں عقیدت اور احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا جب قیامت کے دن وہ بدکاروں کی صف میں کھڑے ہوں گے تو ان کی شرمندگی کا کیا عالم ہوگا وہ ان سے آنکھ نہیں ملا سکیں گے۔ الٰہ العلمین ہمیں اس دن کی شرمندگی اور رسوائی سے بچانا جس طرح دنیا میں ہم پر پردہ رکھا ہے آخرت میں بھی پردہ رکھنا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں اسی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسروں کو تلقین کرنے کے لیے یہ دعا کی کہ جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں مجھے شرمندہ نہ کرنا یعنی میرا پردہ رکھنا اور میرے عیوب اور خطائیں لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرنا' اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کی تعلیم کے لیے یہ دعا کی ہے کہ میرے عیوب اور خطاؤں پر پردہ رکھنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ان دعاؤں کو ترک نہیں کرتے تھے:

اللھم انی اسئلک العافية فی الدنیا والاخرة' اللھم انی اسئلک العفو والعافية فی دینی ودنیای واھلی ومالی' اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی' اللھم احفظنی من بین یدی ومن	اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے اہل اور مال میں عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں سے مجھے خوف ہے' ان سے مجھے محفوظ رکھ' اے

marfat.com

Marfat.com

خلفي وعن يميني وعن شمالي ومن فوقي واعوذبک بعظمتک ان اغتال من تحتي قال يعني الخسف.

اللہ! میرے آگے اور میرے پیچھے اور میرے دائیں اور میرے بائیں اور میرے اوپر (کے شر) سے مجھ کو محفوظ رکھ اور اس سے میں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے کسی شر میں مبتلا کیا جاؤں' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا آپ کی مراد تھی زمین میں دھنسنے سے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۷۱' عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۵۶۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۴۰' ۲۳۹' ج ۱۵ ص ۱۸۰' الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۲۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۳۵۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۹۹۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً بھی مسلمانوں کو پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آنے لگیں تو کوئی ایسی چیز ہے؟ کہ ہم پڑھ لیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں! تم یہ دعا کیا کرو:

اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا.

اے اللہ ہمارے عیوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں کا ہمیں خوف ہے ان سے ہم کو محفوظ رکھ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے مونہوں پر سخت آندھی بھیجی' پھر اللہ عزوجل نے اس آندھی کے ذریعہ ان کو شکست دے دی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۰۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۱۴)

آخرت میں مسلمانوں کے مال کی نفع رسانی

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد ○ سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا○ (الشعراء: ۸۹-۸۸)

یعنی مسلمانوں کے علاوہ اس دن کسی کا مال اس کو نفع نہیں دے گا خواہ وہ اس مال کو نیکی اور اچھائی کے راستوں میں خرچ کرتا رہا ہو اور نہ اس کی اولاد اس کو نفع دے گی خواہ اس کی اولاد نیک' پرہیزگار اور عبادت گزار ہو۔

اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان نہ لایا تو اس کا مال اس کی اولاد اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکیں گے یا وہ اپنے مال اور اپنی اولاد کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا' ورنہ مومن جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے وہ مال اس کو آخرت کے عذاب سے بچاتا ہے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (البقرہ: ۲۷۱)

اگر تم علی الاعلان صدقہ اور خیرات کرو تو وہ بھی اچھا ہے' اور اگر تم چھپا کر فقراء کو صدقہ دو تو وہ بھی اچھا ہے' اللہ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ

اور تم جو بھی اچھی چیز اللہ کی راہ میں دو گے تو اس کا فائدہ تمہارے لیے ہے' اور تم صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے خرچ کرو

marfat.com
Marfat.com

اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ٥ (البقرۃ: ۲۷۲) گے' اور تم جو بھی اچھی چیز اللہ کی راہ میں دو گے تم کو اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تمہارے اجر میں کمی نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح مال کی نفع رسانی کے متعلق احادیث ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کرنے سے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کرنے کا سب سے زیادہ اجر ہوتا ہے' آپ نے فرمایا تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تم کفایت سے خرچ کرنا چاہتے ہو اور تم کو فقر کا ڈر ہو اور تم کو خوش حالی کی امید ہو' اور صدقہ کرنے میں ڈھیل نہ دیتے رہو حتیٰ کہ تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے اور تم کہو یہ چیز فلاں کے لیے ہے اور یہ چیز فلاں کے لیے ہے اور اب تو وہ فلاں کی ہو ہی گئی ہے (تمہارے مرنے کے بعد بہ طور وراثت)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۶۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۱۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام کو خرچ کرے جب کہ اس کو ضائع کرنے والی نہ ہو تو اس کو اس کا اجر ملتا ہے جو کچھ وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتی ہے' اور اس کے خاوند کو بھی اس مال کے کمانے کا اجر ملتا ہے' اور اس مال کے رکھنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا ہے اور بعض کو اجر عطا کرنے سے دوسرے بعض کا اجر کم نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اس کے پاس بہ قدر ضرورت مال باقی رہے (یعنی سارا مال صدقہ میں نہ دے دے) اور پہلے ان پر خرچ کرے جس کی کفالت اس کے ذمہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۷۲۷)

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ فتن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کس کو سب سے زیادہ یاد ہے؟ میں نے کہا مجھے یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا بے شک تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو' تو بتاؤ آپ نے کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کوئی شخص اپنی بیوی' اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جس فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے' تو اس کی نماز' اس کا صدقہ اور خیرات کرنا' اس کا نیک باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا' ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۴)

آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی

آخرت میں اولاد کی نفع رسانی کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے باقی اعمال منقطع ہو جاتے ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے (۳) اس کی نیک اولاد جو

marfat.com
Marfat.com

اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے جس کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت کرنے کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۴۷' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خواتین نے یہ عرض کیا کہ ہمیں وعظ کرنے کے لیے آپ ایک دن مقرر فرما دیجیے' تو آپ نے ان کو وعظ فرمایا' اور یہ فرمایا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں وہ اس کے لیے دوزخ سے حجاب ہو جائیں گے ایک عورت نے کہا اور اگر دو ہوں تو! آپ نے فرمایا دو بھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا مسلمان نہیں ہوگا جس کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ دوزخ میں داخل ہو مگر قسم کو پورا کرنے کے لیے۔ امام بخاری نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ (مریم: ۷۱) اور تم میں سے ہر شخص دوزخ پر وارد ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ناتمام (کچے) بچے کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا تو وہ اپنے رب سے جھگڑا کرے گا' تب اس سے کہا جائے گا اے ناتمام بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے' تو وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے باندھ کر گھسیٹے گا حتیٰ کہ ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۶۸)

ابن ماجہ کی سند میں مندل بن علی العنزی نام کا راوی ضعیف ہے۔

قلب سلیم کی تعریف' اس کی علامات اور اس کا مصداق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا○ (الشعراء: ۸۹)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انما اموالکم و اولادکم فتنة (التغابن: ۱۵) تمہارے اموال اور اولاد محض فتنہ ہیں۔ سو جو شخص اموال اور اولاد کے فتنہ سے سلامت رہا وہ قیامت کے دن شرمندگی سے سلامت رہے گا۔ اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

کفار یہ کہتے تھے کہ ہمارے اموال اور ہماری اولاد بہت زیادہ ہیں اور وہ اپنے اموال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ ان کے اموال اور ان کی اولاد قیامت کے دن ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے' کیونکہ دنیا میں ان کے دل کفر اور شرک اور فسق و فجور سے سلامت نہیں رہے اور رہے مسلمان تو ان کو ان کے اموال کا صدقہ اور خیرات کرنا نفع دے گا' اور مسلمانوں کو ان کی اولاد بھی نفع دے گی کیونکہ مسلمان شخص کا بیٹا اگر اس سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اس کے لیے ذخیرہ اور اجر بن جاتا ہے' اور اگر مسلمان کے بعد اس کا بیٹا فوت ہو تو وہ اس کے لیے دعاء خیر کرتا ہے اور اس کے نیک اعمال کا ثواب اس کو پہنچتا ہے اور اس کی شفاعت متوقع ہوتی ہے۔

قلب سلیم کا مصداق یہ ہے کہ اس کا قلب جہل اور اخلاق رذیلہ سے سلامت رہے کیونکہ جس طرح بدن کی صحت کا

marfat.com

Marfat.com

سلامت رہنا اس کے مزاج کے معتدل ہونے پر موقوف ہے اور بدن کا مریض ہونا اس کے مزاج کے غیر معتدل ہونے سے عبارت ہے اسی طرح قلب کا سلامت رہنا علم اور اخلاق فاضلہ کے حصول اور جہل اور اخلاق رذیلہ سے خالی ہونے پر موقوف ہے۔

اس آیت میں یوں نہیں فرمایا سوا اس شخص کے جو اللہ کے پاس ایمان اور اسلام کے ساتھ حاضر ہوا' بلکہ فرمایا جو اس کے پاس قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوا کیونکہ ایمان وہی لاتا ہے جس کا قلب سلامت ہو اور جس کا قلب بیمار ہو وہ ایمان سے محروم رہتا ہے' اسی طرح اعمال صالحہ بھی قلب کی سلامتی پر موقوف ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں' جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے' پس جو شخص مشتبہات سے اجتناب کرتا ہے وہ اپنے دین اور اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہے' اور جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہیں کرتا' وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے نزدیک بکریاں چراتا ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ اس کی بکریاں اس شاہی چراگاہ سے چرلیں' سنو! ہر بادشاہ کی خاص چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی خاص چراگاہ اس کی حدود ہیں' سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے' وہ درست ہو تو پورا جسم درست رہتا ہے اور وہ فاسد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے' سنو وہ دل ہے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۵۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۴)

قلب سلیم کی علامات یہ ہیں (۱) اس قلب میں خوف خدا ہو (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' آپ کے قرابت دار' اولیاء اللہ اور علماء دین کی محبت ہو۔ (۴) دنیا سے دلچسپی کم اور آخرت کی طرف رغبت زیادہ ہو (۵) بے حیائی کے کاموں اور دیگر گناہوں سے نفرت ہو (۶) کینہ' حسد اور بغض سے خالی ہو (۷) عبادات سے محبت ہو (۸) ہر مسلمان کی خیر خواہی کا جذبہ ہو (۹) ایثار اور اخلاص ہو (۱۰) جب کسی شخص کے ساتھ نیکی کرے تو اس سے بدلہ کی توقع نہ کرے۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ قلب سلیم کی تعریف میں لکھتے ہیں:

سلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو سانپ یا بچھو سے ڈسا ہوا ہو' سو قلب سلیم والا وہ شخص ہے جو خوف خدا سے ڈسا ہوا ہو' یعنی جس طرح سانپ یا بچھو سے ڈسا ہوا شخص بے چین' مضطرب اور بے کل رہتا ہے وہ بھی خوف خدا سے بے کل اور بے چین رہے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ پہلے گم راہی سے سلامت ہو' پھر بدعت سے' پھر غفلت سے پھر غیبت سے' پھر دنیاوی عیش و آرام اور دنیاوی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے یہ تمام چیزیں آفتیں ہیں اکابر ان سے سلامت رہتے ہیں اور اصاغر ان کی آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قلب سلیم وہ ہے جو اپنے نفس کی محبت اور اس کی طرف توجہ اور ارادہ سے بھی سلامت ہو۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۴۰۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور متقین کے لیے جنت قریب کر دی جائے گی O اور گمراہوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کیا جائے گا O اور ان سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے O اللہ کو چھوڑ کر کیا وہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں یا تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟ O پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ' دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گے O اور ابلیس کا (سارا) لشکر بھی O وہ دوزخ

marfat.com
Marfat.com

میں لڑتے ہوئے کہیں گے ○ اللہ کی قسم! بے شک ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ○ جب کہ (اے بتو!) ہم تم کو رب العالمین کے مساوی قرار دیتے تھے ○ اور ہمیں صرف مجرموں نے گم راہ کر دیا ○ سو ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے ○ اور نہ کوئی سچا دوست ○ اگر کاش دنیا میں ہمیں دوبارہ لوٹنا ہوتا تو ہم پکے مومن بن جاتے ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ○ بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

(الشعراء: ۱۰۴-۹۰)

جنت اور دوزخ کی صفات

ازلفت کا معنی ہے قریب کر دی گئی حالانکہ جنت ابھی قریب نہیں کی گئی قیامت کے دن قریب کی جائے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا تحقق اور وقوع مستقبل میں یقینی ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے' کیونکہ ماضی میں جو کام ہو چکا اس کا متحقق ہونا بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت ہوتا ہے۔

اور متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر اور شرک سے مجتنب ہوں اور وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہوں' اور متقین کا اعلیٰ درجہ وہ مسلمان ہیں جو گناہ صغیرہ' خلاف سنت اور خلاف اولیٰ سے بھی مجتنب ہوں۔ الشعراء: ۹۰ میں جنت کا ذکر ہے اور الشعراء: ۹۱ میں دوزخ کا ذکر ہے اور جنت اور دوزخ کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا مجھے متکبر اور جابر لوگ دیے گئے ہیں جنت نے کہا میرے لیے کیا ہے مجھ میں تو کمزور' ردی اور پس ماندہ لوگ داخل ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو' میں اپنے بندوں میں سے جس پر رحم کرنا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس پر رحم کروں گا' اور دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو' میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس کو عذاب دوں گا' اور تم میں سے ہر ایک کے لیے بھرنا اور پُر کرنا ہے' رہی دوزخ تو وہ اس وقت تک پُر نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ اس میں اپنا پیر نہیں رکھ دے گا' پھر وہ کہے گی: بس! بس! بس! اس وقت بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ' دوسرے بعض حصہ سے مل جائے گا' پس اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا' رہی جنت تو اللہ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۶' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۶۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو جبریل سے فرمایا: جاؤ جنت کی طرف دیکھو' وہ گئے اور انہوں نے جنت کی طرف دیکھا اور جنتیوں کے لیے اس میں جو نعمتیں رکھی ہیں ان کو دیکھا پھر وہ آئے اور انہوں نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت اور جلال کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا' پھر جنت کے اوپر مصائب اور مشقتیں ڈال دی گئیں' پھر جبریل سے فرمایا: اے جبریل اب جاؤ اور جنت کی طرف دیکھو' انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا' پھر آئے اور کہا اے میرے رب تیری عزت اور جلال کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب تو اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا اور فرمایا: اے جبریل! جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو' جبریل گئے اور انہوں نے دوزخ کو دیکھا پھر کہا: اے میرے رب تیری عزت کی قسم! دوزخ کو سن کر تو کوئی شخص بھی اس میں داخل نہیں ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شہوتیں ڈال دیں' پھر فرمایا: اے جبریل جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو' وہ گئے اور انہوں نے دوزخ کو دیکھ کر کہا: اے میرے رب تیری عزت کی قسم! اب تو کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۷۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۶۹۸)

marfat.com

Marfat.com

جنت اور دوزخ کس جگہ پر واقع ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جہنم غاوین کے لیے ظاہر کی گئی ہے' غاوین سے مراد کافر اور مشرک ہیں۔ کفار کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ان پر دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا' تاکہ دوزخ کا خوف اور غم ان پر طاری ہو جائے' اسی طرح جنتیوں کو بھی پہلے جنت دکھا دی جائے گی تاکہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ان پر فرح اور سرور کی کیفیت طاری ہو جائے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جنت کے متعلق فرمایا اس کو قریب کر دیا گیا ہے اور دوزخ کے متعلق فرمایا اس کو ظاہر کیا گیا ہے یعنی اس کو دکھایا گیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جنت اہل محشر کے قریب ہوگی اور دوزخ کو دور سے دکھایا جائے گا' ابن کمال نے یہ کہا ہے کہ جنت کی جگہ ارض محشر سے بہت دور ہے اس لیے فرمایا اس کو متقین کے قریب کر دیا گیا اور دوزخ کی جگہ ارض محشر کے قریب ہے اس لیے فرمایا اس کو ظاہر کیا گیا' ایک قول یہ ہے کہ یہ مشہور قول پر مبنی ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ زمین میں ہے' اور قیامت کے دن جب زمین کو پھیلایا جائے گا تو اس کی گولائی کو ختم کر کے اس کو پھیلا دیا جائے گا' کیونکہ قرب اور بعد کا معاملہ اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔

اور یہ امر واضح رہے کہ جنت کا آسمان میں ہونا ان امور میں سے ہے جن پر اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس میں ان کا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے' لیکن دوزخ کے زمین کے نیچے ہونے میں توقف ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتمام الدرایہ میں کہا ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ کے متعلق ہم توقف کرتے ہیں۔ دوزخ کس جگہ پر ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اس باب میں مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس پر مجھے اعتماد ہو اور ایک قول یہ ہے کہ دوزخ زمین کے نیچے ہے۔ علامہ سیوطی کا کلام ختم ہوا۔

زمین کو پھیلا کر اس کی گولائی کو ختم کر دینا یہ بعض کا قول ہے۔ امام قرطبی نے التذکرہ میں بہ کثرت احادیث کو نقل کرنے کے بعد یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک اور زمین کو پیدا کرے گا جو چاندی کی ہوگی اور سفید ہوگی جس پر کوئی ناحق خون بہایا گیا ہوگا نہ کوئی ظلم کیا گیا ہوگا' اور ارض محشر سے دوزخ کے قریب ہونے اور جنت کے بعید ہونے کے متعلق اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ پل صراط کو عبور کرنے کے بعد جنت تک رسائی ہوگی اور وہ پل صراط دوزخ کی پشت پر رکھا ہوا ہے جیسا کہ اس کی احادیث میں تصریح ہے' پس پہلے دوزخ تک پہنچنا ہوگا پھر پل صراط کو عبور کرنے کے بعد جنت تک رسائی ہوگی اور یہ دوزخ کے قریب ہونے اور جنت کے بعید ہونے میں واضح ہے' پھر اس آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کو اس کی اصل جگہ سے ارض محشر کے قریب منتقل کیا جائے گا کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے اور جنت متقین کے قریب کر دی گئی اور احادیث میں جنت کو منتقل کرنے کا ذکر نہیں ہے' ہاں احادیث میں دوزخ کو نقل کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ التذکرہ میں ہے' امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس دن دوزخ کو لایا جائے گا اس کے ساتھ ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دوزخ کو اس کی اصل جگہ سے لایا جائے گا۔

بہر حال اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کے دن جنت کو متقین کے لیے ارض محشر کے قریب لایا جائے گا اور دوزخ کو دکھایا جائے گا۔ اور علامہ قرطبی نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ دوزخ کی پشت پر پل صراط کو بچھا دیا جائے گا سو پہلے دوزخ سے گزر ہوگا اور پھر جنت تک رسائی ہوگی۔ (روح المعانی جز ۱۹ص ۱۵۲-۱۵۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جنت آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے
اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے' اور اس
جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں' اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

اور دوزخ کے متعلق کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ کہاں پر ہے۔

مشرکین' ان کے باطل معبودوں اور ان کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کی دوزخ میں حالت زار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان سے کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ ○ اللہ کو چھوڑ کر' کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ (الشعراء: ۹۳-۹۲)

یعنی جب تم دنیا میں تھے تو کس کی دائماً عبادت کرتے تھے؟ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا یہ زعم تھا کہ اس میدان حشر میں تمہاری شفاعت کریں گے' تم جس دوزخ کو اور اس میں عذاب کو دیکھ رہے ہو کیا وہ تم سے اس عذاب کو دور کر سکتے ہیں' یہ سوال ان سے جواب طلب کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کی زجر و توبیخ اور ان کی ڈانٹ ڈپٹ کے لیے تھا۔ اس لیے فرمایا:

پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے ○ اور ابلیس کا سارا لشکر بھی ○ (الشعراء: ۹۵-۹۴)

اس آیت میں کبکبوا کا لفظ ہے' کب کا معنی ہے کسی چیز کو منہ کے بل گرا دینا' اور اکب کا معنی ہے کسی چیز کو اوندھے منہ اس کے کام پر گرا دینا' کبکبۃ کا معنی ہے کسی چیز کو لڑھکا کر کسی گڑھے یا غار میں گرا دینا' اور کبکبوا فیھا کا معنی ہے ان کو اوندھے منہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۴۳' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

زجاج نے کہا ہے کہ کبکبۃ کا معنی ہے کسی کو بار بار اوندھے منہ گرانا' یعنی ان کو بار بار دوزخ میں اوندھے منہ گرایا جائے گا حتیٰ کہ وہ دوزخ کی گہرائی میں پہنچ جائیں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ان کو اور غاوون کو دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا۔ اس آیت کے کئی محمل ہیں:

(۱) ان سے مراد ہے مشرکین عرب اور غاوون سے مراد ہے عام مشرکین۔
(۲) ان سے مراد ہے پیروی کرنے والے مشرکین اور غاوون سے مراد ہے' وہ سردار جن کی عام مشرکین پیروی کرتے تھے۔
(۳) ان سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے اور غاوون سے مراد وہ مشرکین ہیں جنہوں نے ان بتوں کی عبادت کی تھی' سو پہلے بتوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' اس کے بعد ان کی پرستش کرنے والوں کو تاکہ بتوں کی پرستش کرنے والے اول میں ہی ان سے مایوس ہو جائیں کہ جن کی شفاعت کی ہمیں توقع تھی کہ وہ ہماری شفاعت کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لیں گے وہ تو خود اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے گئے ہیں' ہم کو کیا چھڑائیں گے!

نیز فرمایا اور ابلیس کا سارا لشکر بھی۔ ابلیس کے سارے لشکر سے مراد جن اور انس میں سے اس کے پیروکار ہیں' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد شیاطین ہیں' کیونکہ شیاطین نے ہی مشرکین کو بتوں کی عبادت کرنے پر اکسایا تھا' اور اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکین جن کے بہکانے اور ورغلانے میں آ کر بتوں کی عبادت کرتے تھے آج وہ بہکانے والے' وہ بت اور ان کی پرستش کرنے والے سب دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

دوزخ میں مشرکین اور بتوں کا ایک دوسرے کو مطعون کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دوزخ میں (ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے) کہیں گے ○ اللہ کی قسم! بے شک ہم ضرور کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ○ جب کہ (اے بتو!) ہم تم کو رب العالمین کے مساوی قرار دیتے تھے ○ اور ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا ○ (الشعراء: ۹۹-۹۶)

سابقہ آیتوں سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین' ان کے معبود بت اور اس عبادت کی ترغیب دینے والے شیاطین سب جہنم میں اوندھے منہ گرا دیے گئے' پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اس کے جواب میں فرمایا پھر وہ سب آپس میں لڑنے لگے:

اور بتوں کی پرستش کرنے والوں نے بتوں سے کہا بے شک ہم ضرور کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جب ہم تمہاری عبادت کرتے تھے' اس طرح وہ بت پرستی پر اپنی ندامت کا اظہار اور بتوں کی عبادت کرنے میں اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف کریں گے اور ہدایت کو اختیار نہ کرنے پر اپنی حسرت کا اظہار کریں گے اور اس دن بتوں سے اظہار برأت کرنا اور ان کی مذمت کرنا ان کے لیے سودمند نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ (الزخرف: ۳۹)

اور جب کہ تم ظلم کر چکے ہو تو یہ بات تم کو ہرگز نفع نہیں دے گی کہ تم سب عذاب میں مشترک ہو۔

اس وقت مشرک کہیں گے کہ ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا تھا۔ اس آیت میں مجرموں سے مراد کون ہیں اس میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) کیونکہ اس سے پہلے مشرکین کا بتوں اور شیاطین سے جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں سے مراد وہی بت اور شیاطین ہیں۔

(۲) اس سے مراد ان کے بڑے بڑے سردار ہیں جن کی وہ عقائد میں پیروی کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ (الاحزاب: ۶۷)

اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے بڑوں اور اپنے سرداروں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔

(۳) اس سے مراد ان کے اگلے باپ دادا ہیں۔

(۴) اس سے مراد وہ جن اور انس ہیں جنہوں نے ان کو بتوں کی عبادت کرنے پر اکسایا۔

(۵) ابن جریج نے کہا اس سے مراد ابلیس ہے اور قابیل ہے جس نے سب سے پہلے قتل کیا تھا اور معصیت کی بنیاد رکھی تھی۔

اس دن مشرکین حیران ہوں گے کہ اپنے کفر اور شرک کا سبب کس کو قرار دیں' کبھی وہ اس کا سبب ابلیس کو قرار دیں گے' کبھی اگلے باپ دادا کو اور کبھی اپنے بڑوں اور سرداروں کو اور کبھی اپنے دوسرے دوستوں کو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشرکین آپس میں لڑ رہے ہوں' اور کہہ رہے ہوں کہ تم میری گمراہی کا سبب ہو اور اگر تم نہ ہوتے تو میں مومن ہوتا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بتوں کو گویائی عطا فرمائے اور وہ بت ان سے کہیں کہ ہم تو جمادات تھے اور ہر قسم کے گناہوں سے بری تھے تم نے ہم کو اپنا معبود بنا لیا اور ہم کو اس ہلاکت میں مبتلا کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

صدیق اور حمیم کا معنی

اس کے بعد مشرکین کہیں گے: سو ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے O اور نہ کوئی سچا دوست O (الشعراء: ۱۰۱-۱۰۰)

جب مشرکین اور کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مومنوں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کو دوزخ اور عذاب سے نجات دلا رہے ہیں تو اس وقت وہ حسرت اور افسوس سے کہیں گے کہ ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

صدیق کا معنی ہے دوست' اس کی جمع اصدقاء ہے' علامہ راغب نے کہا ہے کہ صداقة کا معنی ہے دوستی میں صدق اعتقاد' اور یہ صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۶۵' مکہ مکرمہ) حمیم کا معنی ہے نہایت گرم پانی اور گہرا دوست' اصل میں حمیم سخت گرم پانی کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے اس قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے جو اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے' اگر حمیم گرم پانی کے معنی میں ہو تو اس کی جمع حمائم ہے اور اگر گہرے دوست کے معنی میں ہو تو اس کی جمع احماء ہے۔ حمیم بہ معنی گرم پانی اس آیت میں ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا. (محمد: ۱۵) اور (کافروں کو دوزخ میں) گرم پانی پلایا جائے گا۔

اور دوست کے معنی میں اس آیت میں ہے:

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا O (المعارج: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۷۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

مومنوں کی مغفرت اور اس پر کفار کی حسرت کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن پل صراط سے گزریں گے' اور صراط ایک پھسلواں جگہ ہے۔ لوگ اس سے پھسل کر دوزخ کی آگ میں گریں گے اور دوزخ کی آگ ان کو پکڑ لے گی' اور جس طرح برف باری کے ایام میں برف گرتی ہے اسی طرح دوزخ کی آگ ان پر گرے گی' اور وہ بہت زور سے چنگھاڑ رہی ہوگی' وہ اسی حال میں ہوں گے کہ ان کے پاس رحمان کی جانب سے ایک ندا آئے گی: اے میرے بندو! تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو خوب جانتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے تھے' پھر وہ ان کو ایسی آواز کے ساتھ جواب دے گا کہ تمام مخلوق میں سے کسی نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی' اے میرے بندو! مجھ پر حق ہے کہ میں آج تم کو اپنے سوا کسی کے سپرد نہ کروں۔ میں نے تم کو معاف کر دیا اور تم سے راضی ہو گیا' پھر اس وقت ملائکہ شفاعت کے لیے کھڑے ہوں گے' پس لوگ اس جگہ سے نجات حاصل کریں گے اور جو لوگ ان کے نیچے دوزخ میں ہوں گے وہ کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی سچا دوست' اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر ان کو اور غاوون (بتوں) کو اوندھے منہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ان سے کہا جائے گا اب تم آخر دن تک دوزخ میں رہو۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

marfat.com
Marfat.com

شک میری امت کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا۔ جب وہ ارض محشر میں کھڑے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے ایک منادی آئے گا' اور ندا کرے گا جن لوگوں نے ناحق خون بہایا ہے وہ الگ کھڑے ہو جائیں' وہ دوسروں سے الگ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے' ان کے پاس خون بہ رہا ہو گا' ان کو بلانے والا ان سے کہے گا اس خون کو ان کے جسموں میں لوٹاؤ' پھر ان سے کہے گا دوزخ کی طرف اکٹھے ہو جاؤ' پھر جس وقت ان کو دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا' ایک منادی ندا کرے گا یہ لوگ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے' پھر ان کو ایک جگہ کھڑا کیا جائے گا جہاں وہ دوزخ کی تپش محسوس کریں گے' حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حساب سے فراغت ہو جائے گی' پھر ان کو اوندھے منہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ ان کو' ان کے متبوعین کو اور ابلیس کو اور اس کے لشکر کو۔

امام ابوالشیخ' امام ابن مردویہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آیا کوئی ایسا دن ہو گا جس میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے کوئی مستغنی نہیں کر سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تین مقامات پر' میزان کے پاس' نور اور ظلمت کے پاس۔ اور پل صراط کے پاس' جس کو اللہ سلامت رکھنا چاہے گا اس کو پل صراط سے گزار دے گا' اور جس کو چاہے گا اس کو اوندھے منہ دوزخ میں گرا دے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! پل صراط کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک راستہ ہے' جو استرے کی مثل ہے' لوگ اس سے گزریں گے اور ملائکہ دائیں بائیں صف باندھے کھڑے ہوں گے' اس پر درخت سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے اور وہ فرشتے دعا کر رہے ہوں گے' اے رب! سلامت رکھ' سلامت رکھ اور ان کے دل خالی اور اڑے ہوئے ہوں گے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو سلامت رکھے گا اور جس کو چاہے گا اوندھے منہ دوزخ میں گرا دے گا۔

(الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۷۹-۲۷۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مومنوں کے دوستوں کا قیامت کے دن کام آنا اور کفار کا اس نعمت سے محروم ہونا

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی جنت میں یہ کہے گا کہ میرا فلاں دوست کہاں ہے؟ اور اس کا وہ دوست دوزخ میں ہو گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے دوست کو جنت میں بھیج دو' پھر جو لوگ دوزخ میں باقی ہوں گے وہ کہیں گے' ہمیں کیا ہوا کہ ہمارے لیے شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۷۲' الوسیط ج ۳ ص ۳۵۷)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں یہ روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے کا حساب لیا جائے گا اس کی نیکیاں اور برائیاں بالکل برابر ہوں گی' اور اس کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہو گی' جس سے وہ اپنے قرض خواہوں کو راضی کر دے' اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے میرے بندے تیری صرف ایک نیکی رہ گئی ہے اگر وہ ہوتی تو میں تجھے جنت میں داخل کر دیتا' تم دیکھو اور لوگوں میں تلاش کرو شاید کوئی شخص تم کو ایک نیکی دے دے' وہ آکر میدان حشر کی صفوں میں تلاش کرے گا' اپنے باپ' اپنی ماں اور اپنے دوستوں میں سے ہر ایک سے کہے گا' ان میں سے کوئی بھی اس کو ایک نیکی نہیں دے گا' اور ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا آج ہم خود نیکیوں میں سے کسی ایک نیکی تک کے محتاج ہیں' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے میرے بندے! کیا تیرا کوئی وفادار دوست نہیں ہے؟ پھر اس بندے کو اپنا ایک وفادار دوست یاد آئے گا' وہ اس کے پاس جا کر اس سے ایک نیکی کا سوال کرے گا'

marfat.com

Marfat.com

وہ اس کو ایک نیکی دے دے گا' وہ پھر اسی جگہ اپنے رب کو اس نیکی کے ملنے کی خبر دے گا' اللہ فرمائے گا میں نے اس نیکی کو اس سے قبول کر لیا' اور اس کے حق سے کسی چیز کی کمی نہیں کی' میں نے اس کو بھی بخش دیا اور تمہیں بھی بخش دیا۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے نزدیک دوستی کا بہت بڑا اعتبار ہے۔

حسن نے کہا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں سے دوستی رکھو کیونکہ قیامت کے دن ان کی شفاعت ہوگی۔

حسن بصری نے کہا جب بھی کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو ان میں کوئی جنتی بندہ ہوتا ہے جو ان کی شفاعت کرتا ہے' اور مومنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کی شفاعت قبول کی جانے والی ہے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۷۳-۳۷۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ اسماعیل حقی نے جو روایت ذکر کی ہے مجھے اس کی تائید حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

کعب احبار نے بیان کیا دو آدمی دنیا میں دوست تھے' قیامت کے دن ان میں سے ایک دوسرے کے پاس سے گذرا' جس کو دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لایا جارہا تھا' پس اس کا بھائی اس سے کہے گا' اللہ کی قسم! تمہاری نجات کے لیے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے! اے میرے بھائی تم وہ نیکی لے لو تم کو اس عذاب سے نجات مل جائے گی اور میں اور تم دونوں اصحاب الاعراف سے ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں داخل کرنے کا حکم دے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۱۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے۔

ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ مومنوں کے دوست آخرت میں ان کے کام آئیں گے اور کفار اس نعمت سے محروم ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ؕ۝ اس دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے۔ (الزخرف: ۶۷)

اس دن جب کفار دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی شفاعت انبیاء' ملائکہ اور ان کے دنیا کے دوست کر رہے ہیں تو اس وقت وہ حسرت سے کہیں گے' ہماری شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہے اور نہ ہمارا کوئی وفادار دوست ہے' اور جن کو ہم دنیا میں اپنا دوست اور نجات دہندہ سمجھتے تھے آج وہ خود عذاب میں گرفتار ہیں اور نجات کے طالب ہیں اور جن بتوں کو ہم خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے وہ سب ہم سے پہلے جہنم میں جاگرے ہیں۔

مصائب میں گھر کر انسان کا اللہ کی طرف رجوع کرنا اور مصائب دور ہونے کے بعد پھر غافل ہو جانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (پھر مشرکین کہیں گے) اگر کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ لوٹنا ہوتا تو ہم پکے مومن بن جاتے ۝ (الشعراء: ۱۰۲)

ان کا یہ کلام افسوس اور حسرت کے اظہار کے لیے ہے' اور اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جاتا تو وہ ضرور دوبارہ ان کاموں کو کرتے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا' کیونکہ جو بندہ ایمان پر کفر کو اختیار کرے اور اللہ اس میں گمراہی کو پیدا کر دے اس کو پھر کوئی ہدایت نہیں دے سکتا' خواہ ان کو دنیا میں بار بار لوٹایا جائے کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص کے گناہوں کی شامت اعمال سے اس پر کوئی مصیبت آجاتی ہے وہ گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اس بار اس کو معاف کر دے وہ دوبارہ ایسے برے کام نہیں

marfat.com

Marfat.com

کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور جب وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے تو وہ اس گرفت کو بھول جاتا ہے پھر حسب سابق برائیوں میں مشغول ہو جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ (الزمر: ٨)

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتا ہے' پھر جب وہ اپنے پاس سے اس کو نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کر رہا تھا۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ أَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ○ (الانعام: ٦٤-٦٣)

آپ کہیے وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے نجات دیتا ہے' (جب) تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو اگر تو ہم کو ان تاریکیوں سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو ان تاریکیوں سے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے' پھر تم شرک کرنے لگتے ہو ○

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ○ فَلَمَّا أَنْجٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (یونس: ٢٣-٢٢)

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محو سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں' اور لوگ ان سے خوش ہو رہے ہوں' تو (اچانک) ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر کی) موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ یقین کر لیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں' اس وقت وہ دین میں مخلص ہو کر اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر بجا لانے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو پھر وہ یکایک زمین میں ناحق بغاوت (فساد) کرنے لگتے ہیں' اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے۔ دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ (اٹھا لو) پھر تم نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے' پھر ہم تمہیں ان کاموں کی خبر دیں گے جو تم کرتے تھے۔

سو جس طرح ناشکرے انسان اور کفار مصائب میں گھر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور مصائب دور ہو جانے کے بعد پھر اس سے منحرف ہو جاتے ہیں اور اپنی روش پر لوٹ جاتے ہیں' اسی طرح کفار قیامت کے دن دوزخ کا عذاب دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اگر ہمیں پھر ایک بار دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم شرک نہیں کریں گے لیکن اللہ کو خوب علم ہے کہ اگر ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا گیا تو یہ پھر اسی طرح شرک کریں گے اور قیامت کے اس عذاب کو بھول جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ○

marfat.com
Marfat.com

(الشعراء)

یعنی حضرت ابراہیم اور ان کی قوم کا جو قصہ ذکر کیا گیا ہے اس میں ان لوگوں کو غور وفکر کرنا چاہیے اور عبرت حاصل کرنا چاہیے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تا کہ وہ جان لیں کہ جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ آخرت میں ان کے کسی کام نہ آ سکیں گے' ان کو کسی ضرر سے نہیں بچا سکیں گے اور نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے اور وہ بالآخر ان سے بیزار ہو جائیں گے تو کیوں نہ دنیا میں ہی ان کی عبادت کرنے سے بری ہو جائیں اور شرک کو ترک کر دیں اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں' خصوصاً اہل مکہ کو اس میں غور کرنا چاہیے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ملت ابراہیم پر ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی قوم کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے' جس طرح ابتداءً اہل مکہ میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تھے۔ روایت ہے کہ اہل بابل میں سے حضرت ابراہیم پر صرف حضرت لوط اور نمرود کی بیٹی ایمان لائی تھی۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۷۳)

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الشعراء: ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے جب چاہے منکرین اور مشرکین پر عذاب بھیج کر ان کو نیست ونابود کر سکتا ہے' اور بہت رحیم ہے کہ وہ عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور مشرکین کو رجوع کرنے اور توبہ کرنے کی مہلت دیتا ہے اور جو اس کی بارگاہ میں توبہ کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے قریش کو ایمان لانے کی مہلت دی یا یہ کہ ان کی اولاد میں سے کوئی ایمان لے آئے۔

انسان کا نفس اس کو برائی کا حکم کرتا ہے اس لیے وہ اس کو کفر کا حکم دیتا ہے اور کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے نفس امارہ کی مخالفت کر کے ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں اس لیے فرمایا ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنی رحمت سے ان لوگوں کو اپنی راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف پہنچنے کے لیے کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں' ہر چند کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے کرم سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ہدایت کے اسباب کو حاصل کرنا ضروری ہے اور انسان اس دنیا میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے پر اپنے نفس کو ملامت کرے اور گناہوں پر توبہ کرے اور ان کا تدارک اور تلافی کرے بجائے اس کے کہ قیامت کے دن کفار کی طرح اپنے برے اعمال پر کف افسوس ملے اور پچھتائے اور یہ تمنا کرے کہ کاش اس کو ایک اور نیکی کرنے کا موقع دیا جائے اور پھر دنیا میں بھیج دیا جائے' سو وہ اس دنیا میں ہی اپنے برے کاموں پر خود کو ملامت کرے اور توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بہت رحیم ہے' اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے قارئین کو غور سے سننے والا اور عبرت حاصل کرنے والا بنائے' اپنی خامیوں کی اصلاح کرنے والا' توبہ کرنے والا اور نیک عمل کرنے والا بنائے۔ ہدایت پر مستقیم رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے اور دنیا' قبر' حشر اور آخرت کے تمام مراحل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت' آپ کی شفاعت اور آپ کے قرب سے متمتع فرمائے۔ (آمین)

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ

نوح کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان کے ہم قبیلہ

نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ

نوح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے O بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو

marfat.com
Marfat.com

وَاَطِيْعُوْنِ ۚ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا

اور میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف

عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۭ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا

رب العلمین پر ہے ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ ان کی قوم نے کہا

اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۭ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا

کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ آپ کی پیروی پسماندہ لوگوں نے کی ہے ○ نوح نے کہا ان کے کاموں

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾

کو جاننے سے مجھے کیا سروکار ہے ○ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں کچھ شعور ہو ○

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا

اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں ○ اور میں تو صاف طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ○ (ان کی

لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۭ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ

قوم نے کہا) اے نوح! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو سنگسار کر دیا گیا ○ (نوح نے) عرض

اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۚ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ

کیا: اے میرے رب! میری قوم نے میری تکذیب کر دی ○ پس تو میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے اور مجھے اور

وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي

ان لوگوں کو نجات دے دے جو میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں ○ پس ہم نے ان کو نجات دے دی اور ان لوگوں کو جو

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۚ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۭ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

بھری ہوئی کشتی میں ان کے ساتھ تھے ○ بعد ازاں باقی تمام لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا ○ بے شک اس میں

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ○ بے شک آپ کا رب ضرور بہت غالب

النصف

marfat.com
Marfat.com

ع ۶ ۱۸ ۱۰

الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۲﴾ ع

بہت رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نوح کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان کے ہم قبیلہ نوح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ O بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O (الشعراء: ۱۱۰-۱۰۵)

ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے

یہ اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے اور یہ تیسرا قصہ ہے۔ اس سے پہلے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے قصے بتائے تھے اور یہ بتایا تھا کہ ان کی قوم ان کا پیغام سن کر کیسی بدتمیزی اور گستاخی کے ساتھ پیش آئی اور ان کے معجزات دیکھنے اور ان کے دلائل سننے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر جمی رہی اور ایمان نہ لائی۔ سو اگر آپ کی قوم بھی آپ کے پیغام کی تکذیب کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی اور ضد اور عناد سے کام لیتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر جمی رہتی ہے تو آپ غم اور افسوس نہ کریں تمام نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے۔

فرمایا: نوح کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی۔ (الشعراء: ۱۰۵) اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے صرف حضرت نوح کی تکذیب کی تھی تو یہ ایک رسول کی تکذیب ہوئی تمام رسولوں کی تکذیب تو نہ ہوئی' پھر یہ کیوں فرمایا انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی' اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے ایک رسول کی تکذیب کی اس نے تمام رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ تمام رسولوں کا پیغام ایک ہوتا ہے وہ سب اللہ کو واحد ماننے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ کا شریک بنانے سے منع کرتے ہیں' اور اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہیں' برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ کے نہ ماننے پر عذاب سے ڈراتے ہیں اور اس کے ماننے پر آخرت میں ثواب کی بشارت دیتے ہیں۔ تمام رسولوں کا یہی مشن ہوتا ہے اس لیے جس نے ایک رسول کا انکار کیا اس نے گویا سب رسولوں کا انکار کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام رسولوں کی رسالت کے اثبات کا طریقہ ایک ہے۔ سب رسول دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت اور رسالت کو ثابت کرتے ہیں اور اپنی سابقہ پاکیزہ حیات اور اپنے صدق اور امانت کو اپنی رسالت کی دلیل قرار دیتے ہیں' سو جس نے کسی ایک رسول کا انکار کیا تو اس نے سب رسولوں کا انکار کر دیا کیونکہ سب رسولوں کی رسالت کے اثبات کا طریقہ واحد ہے' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر رسول تمام رسولوں کی تصدیق کرنے کا حکم دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول کی تکذیب کی تو اس نے تمام رسولوں کی تکذیب کر دی' اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ المرسلین میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کا الف لام جمعیت کے معنی کو باطل کر دیتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے انہوں نے جنس رسالت کی تکذیب کر دی' پانچواں جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عقائد دھریوں اور برہمنوں کی طرح ہوں اور وہ نبوت کو بالکل نہ مانتے ہوں۔

حضرت نوح کو بھائی کہنے کی توجیہ اور ان کی نبوت پر دلیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان کے ہم قبیلہ نوح نے ان سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ (الشعراء: ۱۰۶) اس آیت

marfat.com

Marfat.com

اذقال لهم اخوهم نوح ...... جب ان کے بھائی نوح نے کہا' ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کے نسباً بھائی تھے نہ دینی بھائی تھے تو یہاں بھائی سے مراد یہ ہے کہ ان کے قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کا بھائی اس لیے کہا کہ ان کی قوم ان سے متنفر نہ ہو' کہ وہ کوئی اجنبی شخص ہیں بلکہ وہ ان ہی کی قوم کے ایک فرد ہیں' ان ہی کی جنس سے ہیں اور ان ہی کی زبان بولنے والے ہیں اور جن احکام پر عمل کرنے کی وہ دعوت دے رہے ہیں ان پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں ہے' کیونکہ وہ خود بھی ان احکام پر عمل کر رہے ہیں۔ بعض علماء نے اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کو بھائی کہنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ہم نے اس پر مفصل بحث ھود: ۵۰ میں کردی ہے' دیکھیے تبیان القرآن ج ۵ ص ۵۶۷-۵۶۳)

حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے دلائل کے مقابلہ میں اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کو ترجیح دے رہے تھے۔

اس کے بعد حضرت نوح نے کہا: بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ (الشعراء: ۱۰۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے وہ میرے پاس امانت ہے' میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا اور جوں کی توں وحی اور اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیتا ہوں' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں امانت دار مشہور تھے جس طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے اپنی قوم میں الصادق الامین کے لقب سے مشہور تھے' اس قول سے حضرت نوح علیہ السلام یہ دلیل قائم کرنا چاہتے تھے کہ جب میں لوگوں کی امانت میں کوئی خیانت نہیں کرتا تو اللہ کے معاملہ میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں کہ اس نے مجھے نبی نہ بنایا ہو اور مجھ پر وحی نازل نہ کی ہو اور میں کہوں اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اور مجھ پر وحی نازل کی ہے' سو جس طرح اس آیت سے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس آیت سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح نے فرمایا: سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۱۰۸)

یعنی جب میرا رسول ہونا دلیل سے ثابت ہو گیا تو پھر تم میری اطاعت کرو' اور اللہ کے عذاب سے ڈرو' کیونکہ اگر تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو تم پر اللہ عذاب نازل فرمائے گا' لہٰذا تم میرے کہنے سے اللہ کو واحد مانو' اور شرک اور بت پرستی کو ترک کردو۔

مواعظ اور خطابات پر اجرت لینے کا جواز

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حضرت نوح نے کہا): اور میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے۔ (الشعراء: ۱۰۹)

یعنی میں نے اپنی کسی ضرورت یا لالچ کی بنا پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور تم تک دین کے احکام پہنچانے میں جو میں مشقت اٹھا رہا ہوں اس پر میں تم سے کسی اجرت کا طالب نہیں ہوں بلکہ اس محنت اور مشقت پر میں صرف اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا طالب ہوں۔

بعض علماء نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تبلیغ دین میں جو مشقت ہوتی ہے اس پر لوگوں سے معاوضہ لینا اور نذرانے وصول کرنا جائز نہیں ہے' چنانچہ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اللہ کے لئے عمل کرتا ہے وہ اس کا اجر غیر اللہ سے طلب نہ کرے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ علماء جو انبیاء کے وارث ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کے آداب کے ساتھ متصف ہوں' اور وہ علوم کی اشاعت اور تبلیغ میں لوگوں سے کچھ طلب نہ کریں اور

marfat.com
Marfat.com

اپنی تعلیم، تدریس، وعظ اور خطابات سے کوئی نفع حاصل نہ کریں کیونکہ جو علماء اپنے مواعظ اور خطابات کا سننے والے مسلمانوں سے کوئی نذرانہ لیتے ہیں تو ان کے مواعظ سننے والوں کو کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی اور نہ علماء کو وعظ سنا کر نذرانے لینے اور معمولی دنیاوی معاوضہ کے بدلہ میں دین فروخت کرنے سے کوئی برکت حاصل ہوگی۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۷۵-۳۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہر چند کہ علامہ اسماعیل حقی نے قرآن اور حدیث کی اجرت لینے میں صرف برکت کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی، تاہم ہمارے نزدیک برکت کی نفی بھی صحیح نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی اجرت لینے کی اجازت دی ہے اور اکابر صحابہ کرام دینی خدمات کا معاوضہ لیتے رہے ہیں تو اس معاوضہ کو بے برکت اور بے فیض کہنا کس طرح صحیح ہوگا!

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله.

جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۳۷، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ عطاء بن السائب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح کو کپڑوں کی ایک گٹھڑی لے کر فروخت کرنے کے لیے بازار گئے۔ ان کی حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا بازار! ان دونوں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا پھر میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ ان دونوں نے کہا آپ چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں، پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کے لیے ہر روز آدھی بکری اور سر اور پیٹ ڈھانپنے کا لباس مقرر کیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو ضرورت مند ہو وہ کھالے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور جن روایات میں قرآن اور حدیث کی تعلیم پر اجرت لینے سے منع کیا گیا ہے وہ سب ضعیف ہیں، اس کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۷۱-۱۰۳۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے دوبارہ کہا: سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۱۱۰)

اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دوبار یہ کلام فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے کہا تھا بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں اس کے بعد فرمایا: سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو یعنی جب میری رسالت ثابت ہوگئی تو تم میری اطاعت کرو ورنہ تم اللہ کے عذاب کے مستحق ہو گے، اور دوسری بار جب فرمایا میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، تو دوبارہ فرمایا سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو یعنی جب یہ واضح ہوگیا کہ میرا تمہیں دین پہنچانا محض اخلاص سے ہے اور میں تم سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا تو تم پر میری اطاعت کرنا واجب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے دو مرتبہ اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ دونوں حکموں کے دو مختلف سبب ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

[اللہ] تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کی قوم نے کہا کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ آپ کی پیروی پس ماندہ لوگوں نے کی ہے ○ نوح نے کہا ان کے کاموں کو جاننے سے مجھے کیا سروکار ہے ○ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں کچھ شعور ہو ○ اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں ○ اور میں تو صاف طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ○

(الشعراء: ۱۱۵-۱۱۱)

جن نیک لوگوں کو معاشرہ میں پست اور بے وقعت سمجھا جاتا ہے اللہ کے نزدیک وہی عزت والے ہیں

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا ہم کیسے آپ پر ایمان لائیں حالانکہ جو لوگ آپ کی پیروی کر رہے ہیں وہ بہت پس ماندہ ہیں' ان کے پاس مال و دولت ہے نہ معاشرہ میں کوئی نمایاں حیثیت ہے' جب آپ کے ساتھ نچلے درجہ کے لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے' قرآن مجید میں ان کے لیے ارذلون کا لفظ ہے اور یہ ارذل کی جمع ہے' اور رذالت کا معنی ہے خست اور گھٹیا پن' جن سے نفرت کی جائے۔ ان کی قوم کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی پیروی نہایت بے وقعت لوگوں نے کی ہے جن کا کوئی وزن اور شمار نہیں ہے کیونکہ یہ کم عقل لوگ ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ جوتیاں گانٹھنے والے اور حجامت کرنے والے لوگ ہیں ان کو کیا خبر کہ کس کی عبادت کرنی چاہیے اور کس کی نہیں' ان کے نزدیک عزت اور وجاہت والے لوگ وہ تھے جن کے پاس مال و دولت ہو معاشرہ میں ان کا اونچا مقام ہو' اور وہ لوگ اس بات سے جاہل تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں ہے' کیونکہ اصل نعمت تو آخرت کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے خوف' اس کی اطاعت اور اس کے نبی کی محبت اور اس کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے سو عزت اور وجاہت والا وہی ہے جو اس نعمت سے سرفراز ہو اور ارذل اور پس ماندہ وہ ہے جو اس نعمت سے محروم ہو' اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفار قریش آپ کے اصحاب کو ارذل اور گھٹیا کہتے تھے' اور ہر زمانے میں انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں کو متکبر لوگ ارذل اور گھٹیا کہتے رہے ہیں' اور انبیاء علیہم السلام کے زیادہ تر پیروکار وہی ہوتے ہیں جن کو معاشرے میں کم حیثیت' بے وقعت اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے' اسی طرح اولیاء اللہ جو انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہوتے ہیں ان کا تعلق بھی معاشرہ کے اسی طبقہ سے ہوتا ہے جس کو پس ماندہ کہا جاتا ہے' اور بہت کم مالدار لوگوں اور دنیاوی سرداروں کو ولایت کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۳) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہے۔

آج ہمارے معاشرہ میں زیادہ عزت والا اس کو سمجھا جاتا ہے جو سرمایہ دار ہو' وزیر ہو' بینک یا کسی اور ادارہ میں بہت بڑا افسر ہو خواہ اس کی دولت' اسمگلنگ' جعلی اشیاء بنانے' سودی کاروبار' نشہ آور اشیاء کی فروخت اور رشوت سے حاصل ہوئی ہو' جو شخص جتنا زیادہ حرام ذرائع سے روزی حاصل کرنے والا ہو وہ اتنا بڑا اعزت دار ہے' اور جو زمین کھودنے والا' سڑکیں اور مکان بنانے والا مزدور ہو' محنت مشقت سے دیواروں پر رنگ کرنے والا رنگریز ہو' جوتی کی مرمت کرنے والا موچی ہو جو اپنی محنت مشقت سے رزق حلال کھاتا ہو اس کو نچلے درجہ کا اور گھٹیا ذات کا سمجھا جاتا ہے اور اس کو اشراف میں شمار نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ بڑے بڑے نامور علماء اور فقہاء اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کو ان کے ان ہی پیشوں سے پکارا جاتا تھا۔ امام بزاز کپڑا بیچتے تھے' بزاز کپڑا بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ امام خصاف جوتیوں کی مرمت کرتے تھے' خصاف جوتی مرمت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ امام حداد لوہار تھے' حداد لوہار کو کہتے ہیں۔ امام غزالی کپڑا بنتے تھے اس کو غزالی کہتے ہیں۔ علامہ قدوری مٹی کی ہنڈیا بناتے

marfat.com
Marfat.com

تھے اس کو قدوری کہتے ہیں جس کو لوگ کمہار کہتے ہیں۔ آج ان پیشوں کو گھٹیا اور باعث عار سمجھا جاتا ہے اور یہ فقہاء ان پیشوں سے مشہور ہیں اور ان پر فخر کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک یہی لوگ عزت والے ہیں۔

احکام شرعیہ ظاہر پر مبنی ہیں اور باطن اللہ کے سپرد ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نوح نے کہا ان کے کاموں کو جاننے سے مجھے کیا سروکار؟ (الشعراء: ۱۱۲) ان کی قوم نے کہا تھا کہ یہ لوگ غور وفکر اور بصیرت سے ایمان نہیں لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا مجھے ان کے پیشوں سے کوئی سروکار نہیں ہے انہوں نے میرے سامنے اللہ کا شریک قرار دینے سے توبہ کی اور اللہ کی وحدانیت کا اعتراف اور اقرار کیا میرے لیے یہ کافی ہے اور کہا: ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں کچھ شعور ہو۔ (الشعراء: ۱۱۳)

یعنی ان کے دل میں اخلاص ہے یا نفاق ہے یہ جاننا اور یہ فیصلہ کرنا میرا منصب نہیں ان کے باطن اور ان کے دل کی تفتیش کرنا میرا کام نہیں ہے' میرا کام صرف ظاہر پر حکم لگانا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے ماسوا حق اسلام کے' (اور اگر انہوں نے کوئی جرم مخفی رکھا) تو اس کا حساب کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۰۸۷' عالم الکتب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اللہ سے ڈریئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے اگر میں اللہ سے نہیں ڈروں گا تو پھر کون اللہ سے ڈرے گا' پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چل دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ اڑا دوں! آپ نے فرمایا: نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہو! حضرت خالد نے کہا کتنے نماز پڑھنے والے ہیں وہ زبان سے جو کچھ پڑھتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو چیر کر دیکھوں اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے باطن کی تفتیش کروں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے اسی (۸۰) سے زیادہ منافقوں نے آپ کے سامنے جھوٹے بہانے کر کے عذر پیش کیے تو:

فقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم علانيتهم وبايعهم واستغفر لهم ووكل سرائرهم الى الله . (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۹)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر کیے ہوئے بہانوں کو قبول کرلیا اور ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کردیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے دروازہ کے باہر لوگوں کے لڑنے کی آواز سنی' آپ حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس گئے اور فرمایا میں صرف بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اور بے شک میرے پاس دو لڑنے والے فریق آتے ہیں' پس ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی فریق اپنے موقف کو زیادہ چرب زبانی کے ساتھ پیش کرے اور میں (ظاہر کے اعتبار سے) یہ گمان کروں کہ وہ سچا ہے۔ پس (بالفرض) میں اس کے متعلق کسی مسلمان کے حق کا

marfat.com
Marfat.com

فیصلہ کروں تو دراصل وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے یا اس کو ترک کر دے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۵۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۸۳ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۳۹ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۰۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۱۷)

عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی کی وجہ سے لوگوں پر گرفت ہوتی تھی اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور اب ہم تمہاری صرف اس چیز پر گرفت کریں گے جو تمہارے عمل سے ظاہر ہوگی' سو جو شخص ہمارے سامنے کسی خیر اور نیکی کو ظاہر کرے گا ہم اس کو مامون رکھیں گے اور اس کو مقرب بنائیں گے' اور اس کے باطن کی کوئی چیز ہمارے سپرد نہیں ہے اس کے باطن کا اللہ حساب لے گا' اور جس نے ہمارے سامنے کسی برے کام کو ظاہر کیا تو ہم اس کو امن نہیں دیں گے اور اس کی تصدیق نہیں کریں گے خواہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن نیک ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۴۱ مطبوعہ دارارقم بیروت)

امام عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دنیا کے احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔ (المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث المشتہرۃ ج ا ص ۱۲۲-۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

امیر کافروں کی خوشنودی کے لیے غریب مسلمانوں کو نہ اٹھایا جائے

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے متکبرین سے کہا: اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں ○ اور میں تو صاف طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ○ (الشعراء: ۱۱۵-۱۱۴)

اس آیت سے التزامی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متکبرین نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں تو ان بے وقعت اور گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں کیونکہ ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ ان کے ساتھ بیٹھنے میں ہماری توہین ہے' تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں ان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ میں تو صرف اللہ کا رسول ہوں جسے مکلفین کو ڈرانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے' اور کفر اور شرک اور گناہوں سے منع کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے' خواہ وہ امیروں سے ہو یا غریبوں سے' سو امیروں کو قریب کرنے کے لیے غریب مسلمانوں کو دھتکارنا میرے لیے کب مناسب ہے بلکہ جس نے میرے پیغام کو قبول کر لیا وہی میرے قریب ہے اور جس نے میرے پیغام کو رد کر دیا وہ مجھ سے بعید ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کفار قریش کے متکبرین نے اسی طرح کہا تھا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند نفوس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان لوگوں کو اپنے پاس سے دھتکار دیں' یہ ہم پر (برابری کی) جرأت نہ کریں' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھا اور ایک مسلمان ھذیل سے تھا' اور بلال تھے اور دو مسلمان اور تھے جن کا میں نام نہیں لے رہا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہ آیا جو اللہ نے چاہا اور آپ نے اپنے دل سے کوئی بات کی تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام: ۵۲)

اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں' درآں حالیکہ وہ اس کی رضا طلب کرتے رہتے ہیں' ان کا حساب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرِمو ان کے ذمہ نہیں ہے۔ پس اگر (بالفرض) آپ

marfat.com
Marfat.com

نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کی مکمل تفصیل اور تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۸۹-۴۸۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ان کی قوم نے کہا) اے نوح! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو سنگسار کر دیا گیا O (نوح نے) عرض کیا: اے میرے رب! میری قوم نے میری تکذیب کر دی O پس تو میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے اور مجھے اور ان لوگوں کو نجات دے دے جو میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں O پس ہم نے ان کو نجات دے دی اور ان لوگوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں ان کے ساتھ تھے O بعد ازاں باقی تمام لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا O بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ضرور بہت غالب اور بہت رحم فرمانے والا ہے O (الشعراء: ۱۲۲-۱۱۶)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف دعا کی توجیہ

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متکبرین حضرت نوح علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے حضرت نوح کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں جیسا کہ ہر وہ شخص کرتا ہے جو دلائل سے عاجز ہو اور لاجواب ہو جائے' انہوں نے یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے تو وہ حضرت نوح کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے' تب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم کے متکبرین کے خلاف دعا کی: اے میرے رب میری قوم نے میری تکذیب کر دی' پس تو میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے۔ اس سے حضرت نوح کا یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کر دی ہے کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ لیکن ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ قوم کے خلاف دعا کرنے کا اپنی طرف سے عذر پیش کریں کہ وہ اپنی قوم کے خلاف اس لیے دعا نہیں کر رہے کہ قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور ان کو ایذاء پہنچائی ہے بلکہ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ اے اللہ! میں صرف تیری اور تیرے دین کی وجہ سے ان کے خلاف دعا کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے تیری وحی اور تیری رسالت کی تکذیب کی ہے۔

حضرت نوح نے دعا کی: تو میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے' اس سے حضرت نوح کی مراد یہ تھی کہ تو ان کے اوپر عذاب نازل فرما' کیونکہ اس کے بعد حضرت نوح نے یہ دعا کی: اور مجھے اور ان لوگوں کو نجات دے دے جو میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس ہم نے ان کو نجات دے دی اور ان لوگوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں ان کے ساتھ تھے' بعد ازاں باقی لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا۔

اس آیت میں الفلک المشحون کا لفظ ہے' الفلک کا معنی ہے کشتی اور المشحون کا معنی ہے بھری ہوئی۔ وہ کشتی انسانوں اور جانوروں سے بھری ہوئی تھی' اس کشتی میں ہر قسم کے حیوان تھے اور کھانے پینے اور برتنے کی وہ تمام چیزیں تھیں جن کا تعلق ضروریات زندگی سے ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے رسول بنایا تھا اور یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا اور حضرت نوح کے متبعین کے سوا روئے زمین کے تمام لوگوں کو غرق کر دیا تھا اسی لیے فرمایا ہے ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تھا: ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا یعنی فرعونیوں کو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر جو طوفان آیا تھا اس کی تفصیل ہم ھود: ۴۸-۳۷

marfat.com

Marfat.com

ان کر چکے ہیں اس کو جاننے کے لیے سورہ ھود کی ان آیات کا مطالعہ فرمائیں۔

الشعراء: ۱۲۲ میں فرمایا بے شک آپ کا رب ضرور غالب ہے یعنی وہ جن کافروں کو عذاب دینے کا ارادہ کرے ان پر ضرور غالب ہے اور بہت رحم فرمانے والا ہے یعنی جو توبہ کرے اس پر رحم فرماتا ہے یا عذاب کو موخر کر کے کافروں پر بھی اس دنیا میں رحم فرماتا ہے۔

قصہ نوح کے بعض اسرار

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں اس آیت کا مکرر ذکر فرمایا: بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے (الشعراء: ۱۲۱) اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ایمان والے کم لوگ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے اکثر لوگ اللہ کے نزدیک اسفل اور ارذل ہیں اور جو لوگ اللہ کے نزدیک معظم اور مکرم ہوں وہ بہت کم ہیں اور اللہ کے نزدیک معظم اور مکرم وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

اور بے شک آپ کا رب عزیز اور غالب ہے تو جو اللہ کے نزدیک ارذل' اسفل اور نیچ لوگ ہیں وہ اس کی طرف ہدایت نہیں پاتے' اور وہ بہت رحم فرمانے والا ہے تو جو اس کے نزدیک معزز اور مکرم ہیں وہ اپنی رحمت سے ان کو اپنی طرف ہدایت دینے کے لیے چن لیتا ہے۔

ان آیات میں حضرت نوح سے انسان کے قلب کی طرف اشارہ ہے اور ان کی قوم سے نفس اور اس کی صفات کی طرف اشارہ ہے اور مومنین سے انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ انسان کا جسم اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہیں' اور بھری ہوئی کشتی سے شریعت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام' اوامر اور نواہی' اور مواعظ' اسرار اور حقائق اور معانی سے بھری ہوئی ہے' جو شریعت کی اس کشتی میں سوار ہو جاتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے۔

اور جو شریعت کی اس کشتی میں سوار نہیں ہوتا وہ مذموم اور برے اخلاق' دنیا کے مال و دولت' دنیاوی عزت' زینت اور نفس کی شہوات کے طوفان کے غلبہ میں غرق ہو جاتا ہے' اور ہر کشتی کو چلانے کے لیے کسی ملاح کی ضرورت ہوتی ہے اور شریعت کی اس کشتی کو چلانے والے علماء راسخین ہیں جو علم شریعت میں ماہر ہوں اور علم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں۔

ہمارے اس دور میں لوگ مروجہ پیروں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان ہی کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس دور کے اکثر پیر اور گدی نشین شریعت سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں ان کو خود احکام شرعیہ کا علم نہیں ہوتا تو وہ اپنے مریدوں کی کس طرح رہنمائی کریں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ اور ایسے لوگوں کے متعلق یہ پیش گوئی فرمائی ہے:

جاہل پیروں کی بیعت کا حرام ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے بے شک اللہ بندوں (کے سینوں) سے علم نہیں نکالے گا لیکن علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے' ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۳ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۲ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۲ سنن للنسائی رقم الحدیث: ۵۶۰۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں صوفی بے علم مسخرہ شیطان است وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا: المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی) عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم انہوں نے ایک صاحب ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ سنا ان کے بڑے بڑے دعاوی سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے' عرض کی مجھے دیدار الٰہی روز ہوتا ہے۔ ان آنکھوں سے سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضور کو بھی فوق السموات والعرش دیدار ہوا۔ دنیا نام ہے سماوات وارض کا۔ خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی بے شک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان ابلیس یضع عرشه علی البحر. شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا اسی کی عبادت کرتا رہا' اسی کو سجدے کرتا رہا' کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ سیدی ابوالحسن جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن بن ہیتی رضی اللہ عنہ' کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلے بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا کیوں روتے ہو۔ عرض کیا حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے۔ شجر وحجر اور دیوار ودر سجدہ میں ہیں نور پھیلا ہوا ہے۔ میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا اے فرزند وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے' شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی حضور میری تشفی کے لیے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو' سمیٹنا شروع کیا' جتنا سمٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سے شور وغل ہونے لگا۔ حضرت مجھے چھوڑیئے میں جاتا ہوں۔ تب ان مرید کی تشفی ہوئی (پھر فرمایا) بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں ابلیس کا تخت بچھتا ہے۔ شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے' کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں' کوئی کہتا ہے اس نے اتنے زنا کرائے' سب کی سنیں۔ کسی نے کہا اس نے آج فلاں طالب کو پڑھنے سے باز رکھا۔ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگا لیا اور کہا انت انت تو نے کام کیا اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی۔ ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم کہ جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے۔ اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں

marfat.com
Marfat.com

اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لیے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بن کر رستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا' السلام علیکم' وعلیکم السلام حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے عابد صاحب نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات وارض کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کردے۔ عابد صاحب نے سوچا اور کہا' کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی۔ بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جائیے اور شیاطین سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی' اس کو اللہ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم' وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔ اس نے وہی سوال کیا۔ عالم نے کہا: ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کردے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ابلیس شیاطین سے بولا' دیکھو یہ علم ہی کی برکت ہے۔ (ملفوظات ص ۲۷۱-۲۶۹' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

اسی کتاب میں اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد بھی مذکور ہے:

عرض: جاہل پیر فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے۔ ارشاد: بلاشبہ (ملفوظات ص ۲۲۴' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

كَذَّبَتْ عَادُ ٍالْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾

قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے O

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور میں تم سے اس

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ

(تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العلمین پر ہے O کیا تم ہر

بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾

اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو؟ O اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے O

وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَ

اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور

marfat.com
Marfat.com

اتَّقُوا الَّذِيٓ اَمَدَّكُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾

اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو O اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی O

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۳۵﴾

اور باغوں سے اور چشموں سے O بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے O

قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَكُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنۡ

انہوں نے کہا ہمارے لیے برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں O یہ

هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ

صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے O اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O سو انہوں نے ہود کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو

اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

ہلاک کر دیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب

لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷ ۱۸ ۱۱

ہی ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان سے ان کے ہم قوم ھود نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ O بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے O (الشعراء: ۱۲۷-۱۲۳)

قوم عاد کا مختصر تعارف

حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم' اور حضرت نوح علیہم السلام کے بعد یہ چوتھا قصہ حضرت ھود علیہ السلام کا ہے۔ عادؔ قوم عاد کے جد اعلیٰ کا نام ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ عاد اور ثمود ایک دوسرے عم زاد بھائی تھے' عاد حضرت ھود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی' عاد اور ثمود دونوں کی ہلاکتوں کے درمیان پانچ سو سال کا عرصہ تھا' بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ عاد اور ثمود دونوں بھائی تھے اور ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے' عاد اور اس کے فرزندوں کا مسکن یمن میں تھا اور ثمود اور اس کے فرزندوں کا مسکن حجاز اور شام کے درمیان میں تھا۔ ان سب کی زبان اور لغت عربی تھی' یہ سب ختم ہو گئے اب ان کی نسل باقی نہیں ہے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۷۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام کے قبیلہ کا نام عاد بن عوص بن سام بن نوح تھا' یہ عرب تھے اور احقاف میں رہتے تھے' یہ پہاڑوں

marfat.com
Marfat.com

کے درمیان ریگستان ہے' یہ جگہ یمن میں عمان اور حضر موت کے درمیان ہے' یہ لوگ مضبوط ستونوں والے خیموں میں رہتے تھے'
صحیح ابن حبان میں انبیاء اور مرسلین کے ذکر میں ایک طویل حدیث مروی ہے اس میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے ابوذر! چار نبی عرب ہیں: ہود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۱) ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان میں کلام کیا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم ہیں اور یہ قول حق کے زیادہ قریب ہے' مقصود یہ ہے کہ اس عاد سے مراد عاد اولیٰ ہے یہ وہ پہلی قوم ہے جس نے طوفان نوح کے بعد بت پرستی کی' ان کے تین بت تھے' صد' صمود اور ھرا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۹-۱۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس رکوع میں ۱۲۷-۱۲۳ تک کی آیات وہی ہیں جو اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں گزر چکی ہیں۔ ان کی دوبارہ تفسیر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے' ان کو وہیں دیکھ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت ہود نے کہا) کیا تم ہر اونچی جگہ پر لھو و لعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو؟○ اور اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے!○ اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ (الشعراء: ۱۳۱-۱۲۸)

قوم عاد کے عبث لھو و لعب کے متعلق اقوال

اس آیت میں ریع کا لفظ ہے' ریع کا معنی ہے ٹیلا' ہر وہ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے' (المفردات ج ۲ ص ۲۷۴)

اور اس میں تعبثون کا لفظ ہے۔ یہ عبث سے بنا ہے اس کا معنی ہے کھیل کود اور بے کار کام میں مشغول ہونا۔ جس کام کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اس کو عبث کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶) اور اس میں آیۃ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے علامت' نشانی اور یادگار۔ قوم عاد ہر اونچی جگہ پر جو ایک یادگار تعمیر کرتے تھے اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ اونچی جگہ پر مکان بناتے تھے جس میں وہ رہائش کا ارادہ نہیں رکھتے تھے' اس لیے اس کو عبث فرمایا۔

(۲) سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا وہ عمارت بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے' اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے۔

(۳) ضحاک نے وہ بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے اور اس میں کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۱۳۶-۱۳۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ان اقوال کے علاوہ امام رازی نے دو قول اور ذکر کیے ہیں:

(۴) وہ اونچی جگہوں پر عمارتیں بناتے تاکہ اس سے ان کا غنی اور خوشحال ہونا ظاہر ہو اور وہ ان عمارتوں پر فخر کرتے تھے۔ اس لیے ان کے اس کام کو عبث فرمایا۔

(۵) وہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو اپنا راستہ تلاش کرنے میں ستاروں سے رہ نمائی حاصل کرتے تھے' اور انہوں نے اس کے لیے راستوں میں بلند علامتیں اور نشانیاں بنا دی تھیں' حالانکہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی وہ ستاروں سے رہ نمائی حاصل کرتے تھے۔

ہم نے امام راغب سے نقل کیا ہے کہ عبث کا معنی ہے جس کام کی کوئی صحیح غرض نہ ہو' اسی طرح لہو کا معنی ہے وہ چیز یا وہ کام جو انسان کو اس کے مقصود' مشن' اور اہم کام سے غافل کر دے وہ لہو ہے۔ (المفردات: ج ۲ ص ۵۸۶)

مفسرین نے قوم عاد کے عبث کاموں اور لہو و لعب میں چھتوں پر کبوتروں کے کابک بنانے اور کبوتر بازی کا بھی ذکر کیا

marfat.com
Marfat.com

ہے' ہم پہلے لہو ولعب اور کبوتر بازی کے متعلق احادیث ذکر کریں گے۔ پھر لہو ولعب کی تعریف' جائز کھیلوں کی شرح
کھیلوں کے نقصانات' فقہی جزئیات اور دیگر مناسب امور بیان کریں گے۔

لہو ولعب اور کبوتر بازی کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے تیر کا بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر اور ثواب کی نیت رکھتا ہو' تیر پھینکنے والا' اور اس کی امداد کرنے والا' تم تیر اندازی کرو اور سواری کرو' اور تیر اندازی کرنا سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہر وہ چیز جس سے مسلمان لہو کرتا ہے (کھیلتا ہے) وہ باطل ہے (بے فائدہ اور لغو کام ہے) ماسوا اس کا کمان سے تیر پھینکنا' اور اپنے گھوڑے کو تربیت دینا۔ اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنا کیونکہ یہ برحق کام ہیں۔

سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۱۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۸۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۱۱' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۵۲۲' ۲۱۰۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۴۹' ج ۹ ص ۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸-۱۴۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۱۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۴۲' المستدرک ج ۲ ص ۹۵' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۸' ۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج غروب ہونے کے بعد تم اپنے مویشیوں اور بچوں کو باہر نہ نکالو' حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی غائب ہو جائے' کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد شیاطین کھیلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی غائب ہو جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۱۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۰۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۶)

حضرت یزید بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز مذاق سے لے نہ سنجیدگی سے یا دل لگی اور کھیل کے طور پر لے نہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اپنے بھائی کی لاٹھی لی ہے وہ اس کو واپس کر دے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۰۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۶۰' المعجم الکبیر ج ۲ رقم الحدیث: ۶۳۰' المستدرک ج ۳ ص ۶۳۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۵۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو سے ہوں نہ دو مجھ سے ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۰۲' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۵)

علامہ ابن اثیر الجزری نے کہا دو کا معنی ہے لھو ولعب یعنی میں کھیلنے کودنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ کھیل کود میرا شغل ہے (النہایۃ ج ۲ ص ۱۰۳-۱۰۲)' ابو محمد یحییٰ بن محمد نے کہا دو کا معنی ہے باطل (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۵)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی چڑیا کو بے فائدہ (بغیر کھانے کی غرض کے) قتل کیا وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی کہ فلاں شخص نے مجھے عبث قتل کیا اور مجھے کسی فائدہ کے لیے قتل نہیں کیا۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۷' ۴۳۶۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ نے کہا جو شخص کسی کھیل کے مہروں (مثلاً لوڈو کی گوٹوں) کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۲' المستدرک ج ۱ ص ۵۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۳۸)

حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نردشیر (چوسر یا شطرنج کے مہروں) کے ساتھ کھیلا پس گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ لیا۔ (کیرم' اسنوکر' اور لوڈو وغیرہ

marfat.com
Marfat.com

میں داخل ہیں) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا (جیسے کتوں، ریچھ، مینڈھوں اور مرغوں کو لڑایا جاتا ہے۔)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۶۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۹، ۱۷۰۸، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۰۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۲۳، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۹۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۲)

حضرت معاویہ بن بہز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہو، پھر اس کے لیے ہلاکت ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۵، مسند احمد ج ۵ ص ۷، ۲، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا جس سے وہ کھیل رہا تھا تو آپ نے فرمایا شیطان، شیطان کا پیچھا کر رہا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۵، الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۳۰۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۷۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۳، ۱۹)

محدثین کے نزدیک لہو کی تعریف

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

جس کام میں انسان اس قدر مشغول ہو جائے کہ اس کام کے علاوہ دوسرے کاموں سے غافل ہو جائے تو اس کام کو لھو و لعب کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۴ ص ۲۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ لہو باطل ہے جس کی مشغولیت انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مطلقاً کسی فعل میں مشغول ہونا خواہ اس فعل کی اجازت ہو یا وہ فعل ممنوع ہو، لہو ہے، مثلاً کوئی شخص نفل نماز میں مشغول ہو یا تلاوت میں مشغول ہو یا ذکر میں یا قرآن کے معانی کے اندر غور و فکر کرنے میں حتیٰ کہ فرض نماز کا وقت عمداً نکل جائے تو وہ بھی لہو ہے اور جب مرغوب اشیاء میں اشتغال کا یہ حکم ہے تو اس سے کم درجہ کی چیزوں میں اشتغال کا کیا حال ہوگا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷، ۳۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کام میں اشتغال اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل نہ کرے تو وہ لہو نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

جس طرح تیر اندازی اور گھوڑے کو تربیت دینے میں اشتغال لہو باطل نہیں ہے بلکہ برحق امور میں سے ہے اسی طرح ہر وہ کام جو حق میں معاونت کرتا ہو خواہ علم ہو یا عمل جبکہ وہ امور مباحہ میں سے ہو تو اس میں اشتغال لہو باطل نہیں ہے اور برحق امور میں سے ہے، جیسا کہ کسی شخص کا گھوڑوں اور اونٹوں میں بغیر شرط باندھے مقابلہ کرانا، یا کسی شخص کا بدن کی قوت بحال رکھنے یا

marfat.com
Marfat.com

قوت حاصل کرنے کے لیے دوڑنا' بھاگنا (اور دوسری ورزشیں کرنا) یا دماغ کی تازگی کے لیے آلات موسیقی کے بغیر حمد
اور حکیمانہ اشعار سننا۔ (مرقات ج ۷ ص ۳۱۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

جسمانی صحت کے حصول کے لیے جائز کھیلوں اور ورزشوں کا جواز

جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی عبادت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے' مثلاً بعض کھیل ایسے ہیں جن میں کھلاڑی گھٹنوں سے اونچا نکر پہنتے ہیں بعض کھیل ایسے ہیں جو صبح سے شام تک جاری رہتے ہیں اور ظہر کی نماز کا وقت کھیل کے دوران آ کر نکل جاتا ہے اور کھلاڑی اور کھیل دیکھنے والے نماز کا کوئی خیال نہیں کرتے کھانے اور چائے کا وقفہ کیا جاتا ہے لیکن نماز کا کوئی وقفہ نہیں ہوتا! بعض دفعہ کسی کھیل میں ہار جیت پر کوئی شرط رکھی جاتی ہے' یہ سب امور ناجائز ہیں۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں' بعض لوگ میز کرسی پر بیٹھ کر دن رات پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا اس کی وجہ سے ان لوگوں کی توند نکل آتی ہے اور خون میں کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس (خون میں شکر کا ہونا) ہائی بلڈ پریشر' دل کی بیماریوں' معدہ کا ضعف اور گیس کا شکار ہو جاتے ہیں' ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظان صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسلام میں مختلف کھیلوں اور ورزشوں کی بھی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواری کا مقابلہ کرایا' پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا' آپ نے خود بہ نفس نفیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا۔ اسی طرح آپ نے کشتی بھی کی۔

جسم کو چاق و چوبند اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے جو کھیل کھیلے جائیں اور جسمانی ورزشیں کی جائیں ان میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ ایک صحت مند اور طاقت ور جسم' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر زیادہ اچھی طرح عمل کر سکتا ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خلق خدا کی خدمت تندرست اور توانا جسم سے بہتر طور پر کی جا سکتی ہے' اس لیے اچھی صحت اور طاقت کے حصول کے لیے مناسب کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

بغیر کسی عوض کی شرط کے مقابلہ میں حصہ لینا مطلقاً جائز ہے اور نہ اس میں کسی معین جنس کے مقابلہ کی قید ہے خواہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ ہو' کشتیوں کا ہو یا پرندوں' خچروں' گدھوں اور ہاتھیوں یا نیزوں کا مقابلہ ہو' اسی طرح کشتی لڑنا بھی جائز ہے اور طاقت آزمائی کے لیے پتھر اٹھانا بھی جائز ہے' کیونکہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا ہے' حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑ میں مقابلہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے کشتی لڑی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جو پتھر اٹھا کر طاقت آزمائی کر رہے تھے' آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۶۸)

ان تمام احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے کہ صحت اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کو اختیار کرنا چاہیے اور ان کھیلوں میں دل چسپی پیدا کرنے کے لیے مقابلہ منعقد کرانا بھی جائز ہے البتہ کسی بھی مقابلہ پر ہار جیت کی شرط رکھنا ناجائز ہے۔ ان احادیث کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۴۲ - ۶۳۸ اور تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۰۹ - ۳۰۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

marfat.com
Marfat.com

لہو باطل (غیر شرعی شغل) کے نقصانات

(۱) لہو باطل سے بندہ اور اللہ کے درمیان بہ تدریج ربط کم ہوتا جاتا ہے اور بندہ کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔

(۲) لہو باطل سے بندہ شیطان کے پھندوں میں پھنستا چلا جاتا ہے اور رحمٰن سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۳) لہو باطل کی تمام انواع اور اقسام' مکروہ تنزیہی ہیں یا مکروہ تحریمی ہیں یا حرام ہیں' مثلاً فلم' آرٹ اور شوبز۔

(۴) اس میں ناجائز طریقہ سے مال خرچ ہوتا ہے' اور انسان دیکھتے دیکھتے امارت سے افلاس کے گڑھے میں جا گرتا ہے جیسے ریس' جوئے اور سٹے میں عموماً ایسا ہوتا ہے اور لکھ پتی اور کروڑ پتی انسانوں کا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔

(۵) مسلمان کا بلا فائدہ وقت ضائع ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے غافل ہو جاتا ہے اور تارک فرائض ہو جاتا ہے۔

(۶) بعض اوقات کھیلوں میں ہار جیت میں اختلاف اور نزاع پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کینہ' حسد' اور بغض پیدا ہوتا ہے اور کئی مرتبہ لڑائی اور جدال اور قتال کی نوبت آ جاتی ہے۔

(۷) انسان کی شہرت اور عزت داغ دار ہو جاتی ہے' کتنے کھلاڑی جو لوگوں کے آئیڈیل اور ہیرو تھے سٹہ کھیلنے کی وجہ سے ذلیل و خوار اور قابل نفرت ہو گئے ہیں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

(۸) اس سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور شیطان کھیلنے والے کے دل میں نفاق' سازشوں اور دھوکا دہی کو مزین کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو پکا فریبی' چالباز' اور منافق بنا دیتا ہے۔

(۹) دنیا میں اس کی شخصیت گمراہ اور حقیر ہو جاتی ہے' اور آخرت میں وہ دردناک عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

(۱۰) کھیلوں میں جیت کے لیے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے کی وجہ سے اور ناجائز پیسہ حاصل کرنے کے سبب سے انسان اپنے سینکڑوں دشمن بنالیتا ہے۔

لہو باطل اور کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص کبوتروں سے کھیلتا ہو اور کبوتر اڑاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں شدت غفلت ہے' ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص عام طور پر کبوتر بازی میں مشغول رہتا ہو اور دوسرے امور کی طرف کم توجہ دیتا ہو' پھر وہ شخص لھو ولعب پر اصرار کرنے والا ہو' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں کھیلنے کودنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ کھیل کود میرا شغل ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۰۲)

اور کبوتر باز کا غالب حال یہ ہے کہ وہ چھتوں پر گھومتا پھرتا ہے اور لوگوں کی خواتین کو تاڑتا ہے اور یہ فسق ہے اور جو شخص اپنے گھر میں کابک میں کبوتروں کو رکھے تاکہ ان سے انس اور محبت کرے اور ان کو عادۃً اڑاتا نہ ہو تو وہ شخص نیک ہے اور اس کی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ گھروں میں کبوتروں کو بند رکھنا مباح ہے' لوگ کبوتروں کے لیے برج بناتے ہیں اور اس کو کسی نے منع نہیں کیا۔ اور جو شخص گانے گاتا ہو اور اس پر مجمع لگاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے' اسی طرح نوحہ کرنے والی عورت کی بھی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کے فسق پر اصرار کرتے ہیں' اور نیک لوگوں کے نزدیک ان کی عزت اور وقار نہیں ہے' اور ان سے ساز بجانا اور جھوٹ بولنا بعید نہیں ہے۔ اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

(المبسوط ج ۱۶ ص ۱۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

marfat.com
Marfat.com

جن کاموں سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اور اس کی شہادت قابل قبول نہیں ہوتی

علامہ حسن بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:
جو شخص کبوتروں کے ساتھ کھیلتا ہو اور ان کو اڑاتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ ان کے ساتھ اس کی مشغولیت زیادہ ہوگی اور اس کی غفلت شدید ہوگی' اور اس سے یہ خطرہ ہے کہ اس کی نظر مسلمانوں کی خواتین پر پڑے گی' لیکن اگر وہ کبوتر کو انس کے لیے اپنے گھر میں بند رکھے اور اس کو اڑائے نہیں تو پھر اس کی گواہی کو قبول کرنا جائز ہے' کیونکہ جس کے پاس کبوتروں کا برج (چھت پر گنبد) ہو تو وہ فاسق نہیں ہوتا' اور جو شخص شرط لگا کر شطرنج کھیلے (یعنی اگر وہ ہار گیا تو وہ اتنی رقم دے گا) یا کسی اور چیز کے ساتھ جوا کھیلے تو اس کی گواہی قبول کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ جوا کھیلنا گناہ کبیرہ ہے' اور اگر بغیر شرط اور جوئے کے شطرنج کھیلے تو اگر وہ دائما شطرنج کھیلتا ہو حتیٰ کہ وہ کھیل اس کو نمازوں سے غافل کر دے یا وہ کھیل کے دوران جھوٹی قسمیں کھائے تو اس کی گواہی کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص تھوڑی مقدار میں کوئی کھیل کھیلے جو اس کو فرائض سے غافل نہ کرے تو اس کی عدالت (گواہی دینے کی اہلیت) ساقط نہیں ہوگی۔ اور بیوی اور تیر کمان اور گھوڑے کے ساتھ کھیلنے سے اس وقت تک عدالت ساقط نہیں ہوگی جب تک کہ یہ مشغولیت اس کو فرائض سے غافل نہ کر دے' اور اگر آلات لھو سے کھیلنا اس کے فرائض سے مانع نہ ہو لیکن لوگوں کے نزدیک وہ کھیل مذموم ہو جیسے مزامیر اور طنابیر (بانسریاں اور ستار) اور اگر وہ لوگوں کے نزدیک مذموم نہ ہوں' جیسے گا گا کر اونٹوں کو ہانکنے والے' جیسے سرکنڈے کی بانسری بجانا' اس سے اس کی عدالت باطل نہیں ہوگی ماسوا اس کے کہ وہ بہت زیادہ گائے بجائے اور لوگ اس کی دھن پر رقص کریں اور اصل (امام محمد کی مبسوط) میں مذکور ہے کہ جو شخص گا گا کر مجمع لگاتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ وہ معصیت کا اظہار کر رہا ہے' اس طرح جو شخص شرابیوں کی مجلس میں بیٹھے خواہ وہ شراب نہ پیے اور اس کو نشہ نہ آئے' اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی' اور نوحہ کرنے والوں مردوں اور عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' اور نہ ان لوگوں کی جو سود خوری میں مشہور اور معروف ہوں' اور جو نیک شخص فحش اشعار پڑھے اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی کیونکہ وہ دوسروں کے اشعار نقل کرتا ہے' اور جو شخص ترنم سے اشعار پڑھے اس کی عدالت بھی ساقط نہیں ہوگی' اور جو شخص فرائض واجب ہونے کے بعد ان کو تاخیر سے ادا کرے تو اگر ان فرائض کا وقت معین ہے جیسے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج تو امام محمد کی روایت کے مطابق اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی' اور امام محمد بن مقاتل نے اسی پر فتویٰ دیا ہے' اور بعض علماء نے کہا اگر اس نے زکوٰۃ اور حج کو بغیر عذر کے مؤخر کر دیا تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی' اور فقیہ ابو اللیث نے اسی پر فتویٰ دیا ہے' امام ابو یوسف نے امالی میں لکھا ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے اس کی عدالت باطل نہیں ہوگی۔ اور جس شخص نے جمعہ سے اعراض کرتے ہوئے بغیر عذر کے تین مسلسل جمعہ نہیں پڑھے تو وہ فاسق ہے اور اس کی عدالت ساقط ہوگئی۔ یہ شمس الائمہ سرخسی کا قول ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جس شخص نے ایک جمعہ بھی بلا عذر ترک کر دیا اس کا یہی حکم ہے اور شمس الائمہ حلوانی کا اسی پر فتویٰ ہے' اور اگر اس نے کسی عذر یا مرض یا بعد مسافت کی وجہ سے یا کسی تاویل سے جمعہ کو ترک کیا' مثلاً اس کے نزدیک امام فاسق ہے یا گمراہ ہے تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے' اور اگر کسی نماز کی جماعت کو ترک کیا اور اس کو گناہ نہیں جانا' جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی' اور اگر اس نے کسی تاویل سے باجماعت نماز نہیں پڑھی مثلاً اس کے نزدیک امام فاسق ہے یا گمراہ ہے تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی' اور جو شخص اپنی اولاد کو اپنی بیوی کو اور پڑوسیوں کو گالیاں دیتا ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی ایک قول یہ ہے کہ اگر عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کی عدالت ساقط ہوگی اور اگر کبھی کبھی ایسا کرتا ہو تو عدالت ساقط نہیں ہوگی' اور جو شخص

marfat.com
Marfat.com

ریشمی شلوار پہن کر بازار میں چلتا ہو یا راستہ میں کھاتا ہو تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ افعال حیا اور آداب کے خلاف ہیں اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالیاں دیتا ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی' فاسق جب توبہ کرلے تو اس کی شہادت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک کہ اتنا عرصہ نہ گذر جائے جس میں اس کی توبہ کا اثر ظاہر ہو جائے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الھندیہ ج ۲ ص ۴۶۰' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مخنث کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ نوحہ کرنے والی کی اور نہ گانے والی کی کیونکہ یہ دونوں حرام کی مرتکب ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی آوازوں (کو سننے) سے منع فرمایا ہے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۸ مسند احمد ج ۳ ص ۶۵) اور نہ اس شخص کی شہادت قبول ہوگی جو دائماً سرور حاصل کرنے کے لیے شراب پیتا ہو' اور نہ اس شخص کی جو پرندے اڑاتا ہو' کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور نہ اس شخص کی جو مجمع لگا کر گاتا ہو کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے (بہ شرطیکہ ان اشعار میں کسی زندہ اور معین مرد یا عورت کے محاسن بیان کیے ہوں یا شراب نوشی کی ترغیب کا مضمون ہو یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو ہو یا اس میں نوحہ ہو' فتح القدیر ج ۷ ص ۳۸۴-۳۸۳ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ) اور نہ اس شخص کی گواہی قبول ہوگی جو کسی ایسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے جس پر حد واجب ہو اور نہ اس شخص کی جو شطرنج میں اشتغال کی وجہ سے نماز ترک کردے' اور نہ اس کی جو سود کھانے میں مشہور ہو' اور نہ اس شخص کی جو راستہ میں پیشاب کرتا ہو یا کھاتا پیتا ہو اور نہ اس شخص کی جو اصحاب رسول کو سب وشتم کرے اور نہ رافضیوں کی۔ (ھدایہ اخیرین ص ۱۶۳-۱۶۲ ملخصاً' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے قاضی خاں اور فتح القدیر کی ذکر کردہ تمام صورتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے' طوالت کی وجہ سے ہم ان کی عبارت کو ترک کر رہے ہیں جو دیکھنا چاہتا ہو اصل کتاب میں دیکھ لے۔

(رد المحتار ج ۱۱ ص ۱۸۴-۱۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا سماع' رقص اور دھمال کرنا

الیتیمہ میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ الحلوانی سے پوچھا گیا کہ جو لوگ اپنے آپ کو صوفیہ کہتے ہیں وہ مخصوص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور لھو اور رقص میں مشغول رہتے ہیں' اور اپنے لیے معرفت کے ایک مرتبہ کے مدعی ہوتے ہیں تو علامہ الحلوانی نے کہا ان لوگوں نے اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھا' ان سے پوچھا اگر وہ غیر شرعی کام کریں تو کیا ان کو شہر بدر کیا جائے گا؟ تاکہ عام لوگوں پر ان کے فتنہ کا اثر نہ ہو تو انہوں نے کہا تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا اور خبیث کو طیب سے الگ کرنا ضروری ہے' اسی طرح تاتارخانیہ میں مذکور ہے' سماع اور اشعار کا تکرار اور رقص جس کو ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی کرتے ہیں حرام ہے اس کا قصد کرنا اور اس کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے' وہ اور غنا (گانا) اور مزامیر (ساز) برابر ہیں۔ ان کو بناوٹی صوفیوں نے جائز کہا ہے۔ اور متقدم مشائخ کے افعال سے استدلال کرتے ہیں۔ الحلوانی نے کہا میرے نزدیک متقدمین مشائخ کے افعال ایسے نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں ایسا شعر پڑھا جاتا تھا جو ان کے حال کے موافق ہوتا تھا' تو جس کا دل نرم ہوتا تھا اس کے دل پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ وہ غیر اختیاری طور پر کھڑا ہو جاتا تھا اور اس سے اس کے ارادہ اور اختیار کے بغیر کچھ حرکات صادر ہوتی تھیں' ان کے جواز کے متعلق کچھ استبعاد نہیں ہے اور ان افعال پر گرفت نہیں ہوگی' اور ان مشائخ کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس قسم کے افعال کرتے تھے جس قسم کے افعال ہمارے زمانے کے فاسقین کرتے ہیں' اور جن لوگوں کو احکام شرع کا کوئی علم نہیں ہے' استدلال صرف دین دار لوگوں کے افعال سے کیا جاتا ہے' اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں مذکور ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ شادی کے علاوہ دیگر مواقع پر فسق کے بغیر عورتیں ڈھول بجائیں تو کیا آپ اسے مکروہ کہتے ہیں' انہوں نے کہا میں اس کو مکروہ نہیں کہتا لیکن جس گانے میں لعب فاحش (بہت زیادہ ساز) ہوں میں اس کو مکروہ کہتا ہوں' عید کے دن دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر لہو یعنی عبث اور لعب (لغو اور فضول کام) مکروہ ہے اس عبارت کا اطلاق نفس فعل کو بھی شامل ہے اور اس کے سننے کو بھی' مثلاً رقص کرنا' مذاق اڑانا' تالی بجانا' ستار' سارنگی اور وائلن کے تار بجانا' ہارمونیم اور بانسری بجانا' جھانجھن بجانا اور بگل اور نرسنگھا بجانا (پیانو' گیٹار اور آرکسٹرا بھی اسی حکم میں ہے) یہ تمام افعال مکروہ ہیں کیونکہ یہ افعال کفار کے مشابہ ہیں' اور ڈھول اور بانسری وغیرہ کی آواز سننا حرام ہے اور اگر کسی نے اچانک سن لیا تو وہ معذور ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ وہ نہ سننے کی کوشش کرے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۲-۴۸۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامی شامی لکھتے ہیں:

آلاتِ لھو بذاتھا حرام نہیں ہیں (کیونکہ قیامت کے صور پر متنبہ کرنے کے لیے بگل بجانا جائز ہے' اسی طرح عید اور شادی کے مواقع پر دف بجانا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) بلکہ لھو ولعب کے قصد سے ناجائز ہیں' خواہ ان کو سننے والا ہو یا ان کو بجانے والا ہو' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اختلاف نیت اور اختلاف مقاصد سے یہ آلات موسیقی کبھی حلال ہوتے ہیں اور کبھی حرام' اور اس قول میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل ہے جو سماع سے ان ہی امور کا قصد کرتے تھے جن کا ان ہی کو علم تھا' لہٰذا معترض ان پر انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ ان کی برکتوں سے محروم نہ ہو کیونکہ وہ ہمارے بہترین سردار ہیں اللہ تعالیٰ ان کی امداد سے ہماری مدد فرمائے' اور ان کی نیک دعاؤں اور برکتوں کو ہم تک پہنچائے۔ اس تمام بحث کو میں نے ملتقی کے حواشی میں لکھا ہے۔ حسن بصری سے مروی ہے کہ شادی کے مواقع پر دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ رمضان میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگانے کے لیے طبل بجانا بھی حمام کے بگل بجانے کی طرح جائز ہے۔

(ردالمحتار ج ۹ ص ۴۲۷-۴۲۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے قرآن مجید پڑھتے وقت' جنازہ میں' وعظ میں اور جہاد میں آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے تو تمہارا اس غنا (گانے) کے متعلق کیا گمان ہے جس کو یہ لوگ وجد کہتے ہیں۔

(ملتقی الابحر ج ۴ ص ۲۱۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کی شرح میں علامہ محمد بن محمد الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس غنا کو یہ لوگ وجد اور محبت کہتے ہیں یہ مکروہ ہے اس کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے۔ الجواہر میں مذکور ہے ہمارے زمانہ میں بناوٹی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے' اس کا قصد کرنا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے' اور ان سے پہلے لوگوں نے یہ کام نہیں کیے' اسی طرح جو منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے ہیں وہ غنا کی اباحت پر دلالت نہیں کرتا' وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مبنی تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تواجد کی حدیث صحیح نہیں ہے' اور نصر ابادی سماع کرتے تھے ان کو ملامت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ سماع غیبت کرنے سے بہتر ہے ان سے کہا گیا ھیہات! بلکہ سماع کی لغزش غیبت سے بدتر

marfat.com
Marfat.com

سری سقطی نے کہا وجد کرنے کی شرط یہ ہے کہ وجد کرنے والا حالت وجد میں اس حد پر ہو کہ اگر اس کے چہرے پر تلوار ماری جائے تو اس کو درد کا احساس نہ ہو۔ البتہ تنہائی میں بیٹھ کر گنگنانا اور شادی اور دعوت کے موقع پر اشعار پڑھنا جائز ہے۔

(الدر المنتقی فی شرح الملتقی ج ۴ ص ۲۰۰-۲۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

پرندوں اور جانوروں کو پالنے کے متعلق احادیث

ہم نے اس بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ کبوتروں اور دوسرے پرندوں کو اڑانا مکروہ تحریمی ہے' اور اس مقصد کے بغیر ان کو پالنا اور گھروں میں کابکوں میں بند کر کے رکھنا جائز ہے اسی سیاق میں ہم دوسرے جانوروں کو گھروں میں پالنے اور موذی جانوروں' پرندوں اور حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم بھی بیان کرنا چاہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مل جل کر رہتے تھے' حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے تھے' یا ابا عمیر مافعل النغیر (اے ابوعمیر نغیر نے کیا کیا) نغیر کے ساتھ ابوعمیر کھیلتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۰۳-۶۱۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۰' سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۰۳' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵۰)

قاضی عیاض نے کہا نغیر سرخ رنگ کا چڑیا کے برابر ایک پرندہ ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کھیتوں کی حفاظت' مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت کے سوا کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ (صحیح مسلم' کتاب المساقاۃ: ۵۶' الرقم المسلسل: ۳۹۵۳)

موذی جانوروں اور حشرات الارض کو قتل کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ کل کے کل فاسق ہیں۔ ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے: کوا' چیل' بچھو' چوہا' کاٹنے والا کتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۹۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے۔ اس وقت آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی۔ آپ اس کو تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر اس کو یاد کر رہا تھا اور آپ کا منہ اس کی تلاوت سے مرطوب تھا' اچانک ہمارے اوپر ایک سانپ گر پڑا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کر دو' ہم اس کی طرف جھپٹے تو وہ بھاگ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۳۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۰۶۸' دار ارقم بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وزغ (گرگٹ یا چھپکلی) کے لیے فرمایا: یہ فویسق (چھوٹا فاسق) ہے اور میں نے نہیں سنا کہ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وزغ (گرگٹ یا چھپکلی) کو پہلی ضرب میں قتل کر دیا اس کے لیے اتنی اور اتنی نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو دوسری ضرب میں قتل کیا اس کے لیے اتنی اور اتنی نیکیاں ہیں' پہلی سے کم' اور جس نے اس کو تیسری ضرب میں قتل کیا اس کے لیے اتنی اور اتنی نیکیاں ہیں دوسری سے کم۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۰ الرقم المسلسل: ۵۷۲۸)

پرندوں اور جانوروں کو پالنے اور موذی جانوروں کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کی عبارات

علامہ محمد بن محمد ابن البزاز الکردری متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ چیونٹی جب اذیت پہنچانے کی ابتداء کرے تو اس کو ہلاک کرنا جائز ہے' ورنہ اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے' اور اس کو پانی میں ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے' جوں کو ہلاک کرنا مکروہ نہیں ہے اس کو اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ ہے' ٹڈیوں کو ہلاک کرنا جائز ہے' بلی جب ایذاء پہنچائے تو اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے اس کو چھری سے ذبح کر دیا جائے' جس بستی میں کتے ہوں اور بستی والوں کو ان کتوں سے ضرر پہنچے تو بستی والے کتوں کے مالکوں سے کہیں کہ ان کتوں کو قتل کر دیں' اور اگر وہ انکار کریں تو حاکم شہر ان کو قتل کرنے کا حکم دے' گھروں میں کتوں کو چوروں اور دشمنوں سے حفاظت یا شکار کے سوا نہ رکھا جائے' اسی طرح شیر اور چیتے اور باقی درندوں کو' اگر کوئی کتا راستہ سے گذرنے والوں کو کاٹتا ہو اور اگر کوئی شخص کاٹنے کے بعد اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر کاٹنے سے پہلے اس کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان ہے اور ریشم کے کیڑوں کو پالنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی هامش الهندیہ ج ۶ ص ۳۷۰' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان مسائل کو فتاویٰ عالمگیری میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

متعدد منزلہ بلڈنگیں اور خوبصورت عمارات' پلازہ اور شاپنگ سنٹر بنانے کا شرعی حکم

پھر فرمایا: اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے! ○ (الشعراء: ۱۲۹)

یعنی ان کے ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مکانوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' اس کی مذمت اس لیے فرمائی ہے کہ ان کا یہ فعل اسراف تھا' یا اس میں اظہار تکبر تھا' اس کی مذمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی دلچسپیوں میں منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ سے اور مرنے سے غافل ہو گئے تھے' یہ بھول گئے تھے کہ یہ دنیا تو سرائے فانی ہے یہاں سے آگے گذر جانا ہے یہ دائمی قیام گاہ نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے ایک بلند گنبد بنا ہوا دیکھا' آپ نے فرمایا یہ کس کا ہے؟ آپ کے اصحاب نے بتایا یہ انصار کے فلاں شخص کا ہے' آپ سن کر خاموش رہے اور اس کو دل میں رکھ لیا' حتیٰ کہ وہ گنبد بنانے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجلس میں آیا' آپ نے اس سے اعراض فرمایا' اس نے کئی بار سلام کیا اور آپ کے اعراض فرمانے کو دیکھا' اس نے آپ کے اصحاب سے (آپ کے توجہ نہ کرنے کی) شکایت کی۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں' صحابہ نے اس کو بتایا کہ آپ باہر گئے تھے اور آپ نے تمہارا بنایا ہوا گنبد دیکھا تھا' وہ شخص اسی وقت لوٹ گیا اور اس نے اس گنبد کو منہدم کر دیا' حتیٰ کہ اس عمارت کو پیوند زمین کر دیا' پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ کو وہ گنبد نظر نہیں آیا' آپ نے پوچھا اس گنبد کا کیا ہوا؟ صحابہ نے کہا اس نے ہم سے آپ کے عدم التفات کی شکایت کی تھی' ہم نے اس کو آپ کی ناپسندیدگی کی خبر دی تو اس نے اس گنبد کو گرا دیا آپ نے فرمایا سنو ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے' سوا اس عمارت کے جس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس حدیث کا یہ منشاء نہیں ہے کہ مضبوط' خوبصورت' کثیر المنزلہ اور بلند عمارات کے بنانے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت موجود ہے کہ جس قدر اور جتنی عمارت کی ضرورت ہو اس کو

marfat.com
Marfat.com

بنانا جائز ہے اور بلاضرورت بنانا جائز نہیں ہے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ چھوٹا سا شہر تھا اس کی بہت قلیل اور مختصر آبادی تھی اس لیے اس دور کے مسلمانوں کے لیے چھوٹے چھوٹے مکان ان کی ضروریات کے لیے کافی تھے۔ اب آبادی بہت بڑھ گئی ہے' بڑے بڑے شہروں میں بڑی بڑی رہائشی اسکیمیں بنائی گئی ہیں' کئی کئی منزلہ پلازے ہیں' پھر بھی وہ رہائشی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ کتنی جگہوں پر ایک ایک فلیٹ میں کئی کئی خاندان رہتے ہیں' ہمارا شہر کراچی تقریباً دو سو مربع کلومیٹر کے رقبہ پر مشتمل ہے اور اس میں ایک کروڑ سے زیادہ افراد رہتے ہیں۔ کچے مکان اور جھونپڑیاں' اس دور کے موسمی حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا پختہ مکان بنانا اس دور کی ضرورت ہے' اور کم جگہ کو زیادہ افراد کی رہائش کے قابل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کثیر المنزلہ عمارات بنائی جائیں جو بہ کثرت فلیٹس پر مشتمل ہوں تب اس دور کی بڑھتی ہوئی آبادی کی کھپت ہو سکتی ہے' اس لیے مضبوط' مستحکم اور بلند و بالا عمارات کو بنانا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے وہیں شاپنگ سنٹر بنانا' اسی طرح بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کے لیے ان ہی علاقوں میں وسیع و عریض اسکول اور کالج بنانا' بیماروں کے لیے اسی مناسبت سے ایسے ہی وسیع و عریض اور بلند و بالا ہسپتال بنانا' تجارتی مارکیٹیں بنانا اور اس نوع کی دیگر تعمیرات کرنا اس دور کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ تعمیرات میں حسن کو شامل کرنا' اور خوبصورت بنگلے اور کوٹھیاں بنانا بھی اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ اسلام کے ساتھ ہم آہنگ ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اس کے جوتے اچھے ہوں! آپ نے فرمایا اللہ جمیل اور حسین ہے وہ جمال اور حسن سے محبت کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم ایمان: ۱۴۷' رقم بلاتکرار ۹۱' الرقم المسلسل ۲۵۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۹)

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ انسان کا اپنی وسعت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا' اچھے جوتے پہننا اور خوبصورت مکان بنانا اسلام میں پسندیدہ ہے' لہٰذا مضبوط' مستحکم' بلند و بالا اور حسین و جمیل عمارات بنانا' اسلام کے عین مطابق ہیں' اسلام کے خلاف نہیں ہیں۔

اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد (نبوی) کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی' اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی ہوئی تھی' اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی اور اضافہ کیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بنیادوں پر اینٹوں اور شاخوں سے مسجد کو وسیع بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑیوں کے بنائے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر میں تبدیلی اور توسیع کی' اس کی دیواریں نقشین پتھروں اور چونے سے بنائیں اس کے ستون بھی نقشین پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۱۳۹' عالم الکتب بیروت)

اس حدیث سے اس امر پر وافر روشنی پڑتی ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کے اعتبار سے عمارات کی تعمیر کے طور اور طریقے

marfat.com
Marfat.com

بدلتے رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کی آبادی کم تھی تو اس وقت کی ضرورت کے لیے ایک چھوٹی سی کچی مسجد کافی تھی' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آبادی بڑھ گئی اور دوسرے صوبوں سے بھی نومسلم لوگوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا تو حضرت عمر نے مسجد نبوی کی توسیع بھی کی اور اس کی دیواروں اور ستونوں کو پختہ بھی کیا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آبادی مزید بڑھی اور فن تعمیر میں جدید تقاضے در آنے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی عمارت کو بھی تعمیر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا اور مسجد نبوی کی عمارت کے حسن میں بھی اضافہ کیا' نقشین پتھروں سے اس کی دیواریں بنائیں اور ساگوان کی قیمتی لکڑی سے اس کی چھت بنائی' اور یوں جیسے جیسے اسلام کا رقبہ وسیع ہوتا گیا اور مسلمانوں کی دنیا میں تعداد بڑھتی گئی اور دوسری قوموں کی آمیزش سے علوم وفنون میں اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی ہوتی گئی۔ تو جدید تقاضوں کے مطابق فن تعمیر میں بھی توسیع اور ترقی ہوتی گئی' پہلے تیروں' تلواروں اور نیزوں سے جنگ ہوتی تھی پھر بندوقوں' توپوں اور ٹینکوں کا دور آیا' اس کے بعد جنگی طیاروں' آب دوزوں اور بموں کا دور آیا اور اب دور مار میزائلوں اور ایٹمی ہتھیاروں کا دور ہے جس طرح اب میزائلوں اور ایٹمی ہتھیاروں کا تیروں اور تلواروں سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اب تمدنی زندگی میں کچے مکانوں اور جھونپڑیوں سے گذارہ نہیں ہوسکتا' ہمیں اسلامی قواعد وضوابط اور اسلامی ہدایات کی روشنی میں بدلتے ہوئے عالمی حالات اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے اور زمانہ کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنا چاہیے جب ہم خچروں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرنے کے بجائے ٹرینوں اور طیاروں میں سفر کرتے ہیں اور چراغ اور موم بتی کو جلانے کے بجائے بجلی کے قمقموں کو روشن کرتے ہیں تو ہمیں دیگر ثقافتی اور تمدنی معاملات میں بھی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونا چاہیے۔

کسی کو تادیب اور سرزنش کے لیے زیادہ سزا نہ دی جائے اور دس ڈنڈیوں سے زیادہ نہ مارا جائے

اس کے بعد فرمایا: اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○
(الشعراء: ۱۳۰-۱۳۱)

یعنی جب تم کسی کو گرفتار کرتے ہو تو اس کو سزا دینے کے لیے کوڑے مارتے ہو یا تلوار سے قتل کرتے ہو اور جس طرح کسی ظالم اور جابر شخص کے دل میں کوئی نرمی ہوتی ہے نہ ترس ہوتا ہے اسی طرح تمہارا معاملہ ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو ادب سکھانے کے لیے اس کو معمولی سرزنش کرے تو یہ درست ہے' یا کسی ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے کے لیے بہ قدر ظلم اس کو سزا دے تو یہ جائز ہے اور قصاص اور بدلہ لینا بھی جائز ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ ماں باپ اور استاد بچوں کو سزا دینے کے لیے ان کو بڑے بڑے پایوں اور ڈنڈوں سے بہت سخت مارتے ہیں اور ان کے منہ پر طمانچہ یا تھپڑ مارتے ہیں اسلام میں منہ پر طمانچہ یا تھپڑ مارنا جائز نہیں ہے' اور کسی بچے یا بڑے کو سزا دینے کے لیے دس ڈنڈیوں سے زیادہ مارنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص چہرے پر نہ مارے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۶۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۴۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بیوی کا خاوند پر کیا حق

marfat.com
Marfat.com

آپ نے فرمایا جو وہ خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے‘ جو وہ خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے چہرے پر مارے نہ اس کو بدنما کرے اور اس کو صرف گھر میں چھوڑے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۰‘ مسند احمد ج ۴ ص ۴۴۷)

اسی طرح حدود کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی سزائیں دی ہیں اس سے زیادہ کسی کو تادیب یا سرزنش کرنے کے لیے سزا نہ دی جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی کے اوپر لاٹھی نہ اٹھاؤ اور ان کے معاملات میں اللہ سے ڈرو۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۱۴‘ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۰۶)

اسد بن وداعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جزی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیوی میری نافرمانی کرتی ہے میں اس کو کس چیز سے سزا دوں؟ آپ نے فرمایا تم اس کو معاف کر دو‘ جب اس نے دوسری یا تیسری بار پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس کو سزا دو تو اس کو بہ قدر قصور سزا دو اور اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرو۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۱۳۰‘ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۰۶)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو دس کوڑوں (درخت کی ٹہنیوں یا ڈنڈیوں) سے زیادہ نہ مارا جائے۔ ماسوا اللہ تعالیٰ کی حدود کے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۴۸‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰۸‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۹۲‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶۳‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۰۱‘ سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۷۶۲‘ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۶۷۷‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۵۲‘ المستدرک ج ۴ ص ۳۵۱‘ مسند احمد ج ۴ ص ۴۵‘ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۲۷‘ شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۶۰۹‘ المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۵۱۶‘ ۵۱۵)

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سات سال کی عمر میں بچے کو نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس کو مار کر نماز پڑھاؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۰۷‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۷‘ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴‘ المستدرک ج ۱ ص ۲۰۱‘ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۴)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (زندہ) آگ میں جلا دیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر میں اس موقع پر ہوتا تو ان لوگوں کو آگ میں نہ جلاتا‘ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو‘ اور میں ان کو قتل کر دیتا‘ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۱۷‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۵۸‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۱‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۵)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام (نوکر) کو مار رہا تھا‘ تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی! اے ابو مسعود! یہ جان لو! کہ جتنا تم اس پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ کو تم پر قدرت ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے‘ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے‘ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۵۹‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۴۸‘ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۵۹‘ مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹‘ المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۶۸۳‘ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۸‘ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۰‘ شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۴۱۰)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ نے فرمایا: ہر روز ستر بار!۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۶۴ مسند احمد ج ۲ ص ۹۰ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۷۶۰ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ...)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے پس وہ اللہ کو یاد کرے تو تم اس سے اپنے ہاتھ اٹھالو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۰ شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۴۱۳ الکامل لابن عدی ج ۵ ص ...)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی کے جرم سے درگذر کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ سخی کی لغزش سے اپنا ہاتھ اٹھالیتا ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۳۲۱ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۰۶۹۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معزز اور باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کردو۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۰۹۶۵)

علامہ محمد بن عبدالواحد' ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:

تعزیر دینے پر صحابہ کا اجماع ہے' تعزیر کا معنی ہے برے کاموں پر ملامت اور سرزنش کرنا تاکہ کوئی شخص اس برائی کا عادی اور خوگر نہ ہوجائے اور پہلی بار سے بڑھ کر برائی اور بے حیائی کے کام نہ کرنے لگے' اس لیے برے کام پر سرزنش کرنا واجب ہے۔ علامہ تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ تعزیر میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے' بلکہ یہ سزا قاضی کی صواب دید پر موقوف ہے' کیونکہ اس سے مقصد زجر و توبیخ اور سرزنش کرنا ہے' اور لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ صرف ڈانٹ ڈپٹ سن کر اصلاح کرلیتے ہیں' اور بعض لوگ ایک آدھ تھپڑ یا ایک آدھ ڈنڈی سے سدھر جاتے ہیں اور بعض لوگوں کو قید خانے میں ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

الشافی میں مذکور ہے کہ تعزیر کے کئی مراتب ہیں' امراء اور اشراف کو صرف قاضی کے پاس لے جانے اور مقدمہ کرنے کی دھمکی کافی ہوتی ہے' اوسط درجہ کے لوگوں کو قید میں ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نچلے درجے کے لوگوں کو قید اور مار دونوں کی ضرورت پڑتی ہے' امام ابویوسف سے منقول ہے کہ سلطان مالی جرمانہ بھی کرسکتا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے' اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ اگر قاضی یا والی مناسب سمجھے تو مالی جرمانہ کرسکتا ہے' جو آدمی جماعت میں حاضر نہیں ہوتا اس پر مشائخ نے مالی جرمانہ کرنے کا امام ابویوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۰-۳۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

قید کرنے اور مالی جرمانے کی سزائیں

علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی لکھتے ہیں:

امام ابویوسف کے مذہب میں مالی جرمانے کی سزا دینا جائز ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور جن علماء نے یہ کہا کہ مالی سزا منسوخ ہوگئی ہے ان کا قول غلط ہے۔

تعزیر کی کم از کم سزا تین ڈنڈیاں ہیں اور زیادہ سے زیادہ انتالیس ڈنڈیاں یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے' اور امام شافعی کے نزدیک تعزیر بہرحال چالیس ڈنڈیوں سے کم ہو' اور امام احمد بن حنبل نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے اور کہا کہ تعزیر میں دس ڈنڈیوں سے زیادہ نہ ماری جائیں۔

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے کسی کو قید کیا ہے یا نہیں اس میں آثار مختلف ہیں۔بعض نے ذکر کیا ہے ان کا کوئی قید خانہ نہیں تھا اور نہ انہوں نے کسی کو قید کیا ہے۔اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قتل کے الزام میں قید کر لیا تھا۔اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک الزام میں دن کے کچھ وقت قید میں رکھا پھر رہا کر دیا۔اس سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قید کیا ہے' ہر چند کہ اس کے لیے کوئی قید خانہ بنا ہوا نہیں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئة نام کے ایک آدمی کو ہجو کرنے کی بنا پر قید خانے میں ڈال دیا تھا' اور صابی بن الحارث نام کا ایک شخص بنو تمیم کے چوروں میں سے ایک تھا اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قید خانہ میں ڈال دیا تھا جو وہیں مر گیا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں قید خانہ بنایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قید خانہ بنایا تھا۔(معین الحکام ص ۱۹۵' ملخصاً مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۹۳ھ)

اگر بروقت حکام سے رابطہ نہ ہو سکے تو مسلمان از خود ظلم اور برائی کو مٹائے

نیز علامہ کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

علامہ تمرتاشی نے لکھا ہے کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہو کر کسی جرم پر تعزیر لگائے' امام ابو جعفر ھندوانی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کسی مرد کو عورت کے ساتھ دیکھے تو کیا اس کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے؟ انہوں نے کہا اگر اس کو یہ یقین ہو کہ یہ شخص صرف ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے زنا سے باز آ جائے گا تو وہ اس کو کسی ہتھیار سے مارے' اور اس کو قتل نہ کرے' اور اگر اس کو یہ یقین ہو کہ وہ اس کو قتل کرنے کے سوا باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے' اور اگر عورت خوشی سے اس سے زنا کرا رہی ہو تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ہر انسان کو تعزیر جاری کرنے کا اختیار ہے خواہ وہ محتسب (عامل یا حاکم) نہ ہو۔منتقی میں اس کی تصریح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانے کے باب سے ہے' اور شارع علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کا اختیار دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص نے کسی برائی کو دیکھا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو پھر زبان سے اس کا رد کرے اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے اس کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

(صحیح مسلم' ایمان: ۷۸' الرقم بلا تکرار: ۴۹' الرقم المسلسل: ۱۷۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۴۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۰۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ص ۹۰)

البتہ حدود کو حکام کے سوا اور کوئی جاری نہیں کر سکتا۔اسی طرح وہ تعزیر جو کسی بندے کے حق کی وجہ سے واجب ہو' مثلاً قذف (زنا کی تہمت) وغیرہ کیونکہ اس کا پہلے حاکم کے سامنے دعویٰ کیا جائے گا پھر وہ فیصلہ کرے گا' ہاں اگر دونوں فریق کسی شخص کو حاکم بنا لیں تو پھر اس کو تعزیر لگانے کا اختیار ہوگا۔(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۰' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن ہمام نے برائی کو مٹانے کے وجوب کے سلسلہ میں زنا کی مثال دی ہے میری رائے میں یہ مثال صحیح نہیں ہے کیونکہ زنا چھپ کر کیا جاتا ہے' اور اس حدیث کا تعلق اس برائی سے ہے جو علی الاعلان کی جا رہی ہو' نیز اگر کوئی چھاپا مار کر زانیوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لے تو عادۃً ایسا نہیں ہوتا کہ وہ چھاپا مارنے والوں سے یہ کہیں کہ نہیں ہم ضرور زنا جاری رکھیں گے اور منع کرنے بلکہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں بلکہ جب ان کو عین موقع پر پکڑ لیا جائے تو وہ خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور ان پر مجرمانہ

marfat.com
Marfat.com

خاموشی چھا جاتی ہے' اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کو رسوائی سے بچایا جائے اور ان کی اس برائی اور جرم پر پردہ ڈالا جائے۔البتہ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ کھلے عام شراب پی رہے ہوں یا جوا کھیل رہے ہوں یا بر سر عام سودی کاروبار کر رہے ہوں' ایسا سود جو بالکل کھلا ہوا ہو اور اس میں کوئی اشتباہ نہ ہو' آج کل بینکوں میں جو سودی کاروبار ہوتا ہے وہ P.L.S کی تاویل سے ہوتا ہے جو باطن میں تو سود ہے لیکن اس کا ظاہر سود نہیں ہے مضاربت ہے' یا کوئی شخص کھلم کھلا کسی پر ظلم کر رہا ہو یا کسی کو قتل کر رہا ہو تو جو مسلمان ان برائیوں میں سے کسی برائی کو دیکھے اس پر اس برائی کو حسب مقدور زائل کرنا اور مٹانا واجب ہے۔

ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے اس لیے جب کہیں کھلے عام برائی یا ظلم ہو رہا ہو تو دیکھنے والے کو چاہیے کہ فوراً ایمر جنسی نمبروں پر ٹیلی فون کر کے متعلقہ محکمہ کو مطلع کرے' پھر اگر وہ دیکھے کہ پولیس بروقت نہیں پہنچی اور وہ اس ظلم اور برائی کو اپنی طاقت سے مٹا سکتا ہے تو پھر وہ اس برائی اور ظلم کو مٹائے اور اگر وہ اس مہم کے دوران مارا گیا تو وہ شہید ہوگا۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی فرضیت

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ ھ نے بھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر مفصل لکھا ہے: قرآن مجید میں ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ (المائدہ: ۷۹-۷۸)

بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ○ وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جن کو وہ کرتے تھے' وہ یقیناً بہت برے کام کرتے تھے ○

ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض ہے اور اس کے حسب ذیل مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے' اور اگر برائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو زبان سے برائی کا انکار کرے' اور اگر زبان سے برائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس برائی کا انکار کرے' حضرت عبداللہ بن جریر بجلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس قوم میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈرو اور اس کام کو چھوڑ دو' کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے' پھر اگلے دن جب اس سے ملتا تو اس کو منع نہ کرتا' اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا' جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیئے' اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی' پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور تم اس کو حق کی طرف موڑ دینا' اور اس کو حق پر مجبور کرنا' امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو برائی سے روکے تو پھر برے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھ نہ کھائے اور نہ پیے۔

marfat.com
Marfat.com

ناگزیر حالات کے سوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک نہ کیا جائے

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ. (المائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو' ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں' تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے' ابوامیہ شعبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے' دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے' اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو' کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں' ان ایام میں صبر کرنا انگارے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

اگر برائی اور ظلم کو روکنا ناگزیر ہو تو مسلمان از خود کارروائی کریں

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہو' اس حال میں جس شخص کے لیے برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس برائی کو مٹانا فرض ہے' اور اس کی کئی صورتیں ہیں' ایک صورت یہ ہے کہ وہ برائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے' یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے' یا اس کی بیوی سے زنا کرنے کا قصد کرے' اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً تھپڑ یا مکا مارا) تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے" اور جو شخص برائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کیے بغیر اس برائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے' اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس برائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور مکے مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آ جائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ برائی نہیں مٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔

(کسی بھی شخص کے لیے قانونی طور پر از خود کارروائی کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ یہ دیکھے کہ جتنی دیر میں وہ سرکاری حکام سے رابطہ کرے گا اتنی دیر میں کسی بے قصور کو ظلماً قتل کر دیا جائے گا' یا کسی گھر میں ڈاکا پڑ جائے گا' یا کسی شریف آدمی کی عزت لٹ جائے گی اور وہ مسلمان شخص اپنی قوت سے اس برائی یا ظلم کو روک سکتا ہو تو اس پر اس برائی کو مٹانا اور اس ظلم کو روکنا شرعاً فرض ہے اور اگر اس مہم کے دوران اس کی جان چلی گئی تو وہ شہید ہو گا۔ سعیدی غفرلہ)

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑا لو' اور اس آدمی کو واپس کر دو' اسی طرح امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے' اور جو آدمی تمہارا دانت توڑنا چاہتا ہو (مدافعت میں) تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ تم ایسی جگہ

marfat.com
Marfat.com

پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں' اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ
جو جماعت زیادتی کرے' اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ (الحجرات: ۹)

اسی طرح حدیث میں ہے: "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے۔" اس لیے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ برائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے' یہ حکم ہر اس برائی کے لیے ہے جو علی الاعلان کی جا رہی ہو اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہو' مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے' اور جب ہاتھ سے برائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس برائی سے اور ان برائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:
عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ
تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (المائدہ: ۱۰۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو' اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو' اسی طرح حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے' خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے' دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو' اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر ٹوکنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر یہ باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے' اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی' اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ رکے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نیکیوں کا حکم دو' خواہ تم نے تمام نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم برائی سے نہ رکتے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے' جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔

ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا ہے کہ باقی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور ہتھیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے' انہوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی المنکر میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ (الحجرات:۹)

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے' البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے تو اس کو قول سے منع کیا جائے اور بغیر ہتھیار کے ہاتھ سے منع کیا جائے یہ لوگ بدترین امت ہیں' امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے

کسی شخص سے دوستی اور محبت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے' نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ طلب کرنے کے لیے مداہنت (بے جا نرمی اور دنیاوی مفاد کے لیے نہی عن المنکر کو ترک کرنا) کرنی چاہیے۔ کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے' اور اگر وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر کر رہا ہو تو اسے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کو برائی سے روکے۔

امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی اور ملائمت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو' امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی' اور جس نے کسی شخص کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی اور ملامت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے سے ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹایا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے' اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں' مثلاً قاتل کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں' زانی کو کوڑے لگائیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الٰہیہ جاری کریں۔ اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں' اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے

marfat.com
Marfat.com

برا جانیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو وہ اس کو حسب مقدور مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔(احکام القرآن ج ۲ ص ۳۴-۳۰ ملخصاً 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو O اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی O اور باغوں سے اور چشموں سے O بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے O انہوں نے کہا ہمارے لیے برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں O یہ صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے O اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O سو انہوں نے ھود کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے O (الشعراء: ۱۴۰-۱۳۲)

قوم ھود کا تکبر اور اس کا ہلاک ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ہر اونچی جگہ پر لھو و لعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو؟ O اور اس توقع پر مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے O اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو۔(الشعراء: ۱۳۰-۱۲۸)

اور ان تین باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اونچی جگہ پر مکان بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بلندی اور بڑائی کو پسند کرتے تھے' اور مضبوط مکان بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دنیا کے دلدادہ تھے اور اس میں زیادہ سے زیادہ عرصہ رہنا چاہتے تھے' بلکہ دوام چاہتے تھے اور ان کا شدت سے پکڑنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جابر اور شدید بنا چاہتے تھے اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی تکبر' دوام اور جبر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بندگی کی حدود سے نکل کر ربوبیت کے مدعی تھے' اس لیے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو پھر ان کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات گنوانے کے لیے فرمایا: اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو O اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی O اور باغوں سے اور چشموں سے O پہلے ان کے سامنے ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات گنوائے تا کہ ان کو اپنی ناسپاسی اور ناشکری پر ندامت ہو' پھر ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے لیے فرمایا: بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے O کیونکہ انسان یا تو کسی کے انعام اور اکرام کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتا ہے یا اس کے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتا ہے' حضرت ھود علیہ السلام کے اس حکیمانہ خطاب کے جواب میں انہوں نے کہا: ہمارے لیے برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں' یہ صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے O ان کی مراد یہ تھی کہ آپ خواہ ہمیں وعظ اور نصیحت کریں یا نہ کریں ہم آپ کی بات ماننے والے نہیں ہیں' پھر انہوں نے اپنے موقف پر یہ دلیل قائم کی کہ ہم جس دین اور جس طریقہ پر قائم ہیں یہ ہم سے پہلے لوگوں کا دین اور ان کا طریقہ ہے۔ ہم ان ہی کی تقلید کر رہے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی لوگ اسی طرح زندہ تھے اور مر جاتے تھے ہم بھی اسی طرح جیتے اور مرتے رہیں گے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح پہلے لوگ اپنی طرف سے من گھڑت باتیں کرتے تھے آپ بھی اسی طرح من گھڑت باتیں کر رہے ہیں' پھر انہوں نے اپنے آپ کو اطمینان اور تسلی دلاتے ہوئے خود فریبی سے کہا اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اور انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حشر اور حساب و کتاب کا انکار کر دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو انہوں نے ھود کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ایک تند و تیز ہوا بھیجی جس نے حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا' ہوا بہت لطیف چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس لطیف اور ضعیف چیز کو

marfat.com
Marfat.com

ذریعہ اتنی زبردست قوم کو ہلاک کر دیا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا' جس طرح نمرود جیسے ظالم اور جابر بادشاہ کو ایک حقیر مچھر سے ہلاک کر دیا۔ سو انسان کو چاہیے کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کرے اور اس عزیز اور غالب سے ڈرتا رہے' جو قادر و قیوم ہے' جس کو کسی کی بڑائی اور تکبر پسند نہیں ہے وہی حقیقت میں جبار اور متکبر ہے اور اس کے سوا کوئی جبار نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا

ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی ○ جب ان سے ان کے ہم قبیلہ صالح نے کہا کیا

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

تم نہیں ڈرتے؟ ○ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور

اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی

میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر صرف

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ

رب العالمین پر ہے ○ کیا تم یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ رہتے رہو گے ؟ ○ باغوں میں اور

عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

چشموں میں ○ کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں ○ اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں

بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

کو تراش کر گھر بناتے ہو ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو ○

الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ

جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ○ انہوں نے کہا تم

اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰیَةٍ

صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہے ○ تم صرف ہماری مثل بشر ہو' اگر تم سچوں میں سے ہو

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ

(اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ ○ صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے' ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے

marfat.com

Marfat.com

شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ

اور ایک مقررہ دن تمہارے (پانی) پینے کا ہے O تم اس کے ساتھ کوئی برائی نہ کرنا' ورنہ بڑے دن کا عذاب

عَظِيمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿۱۵۷﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي

تم کو پکڑ لے گا O پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پس وہ پچھتائے O سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا' بے شک اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ہی ضرور

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۱۹ / ۱۲

غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان سے ان کے ہم قبیلہ صالح نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے O بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے O (الشعراء: ۱۴۵-۱۴۱)

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجنا

انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے قبیلہ کا نام ثمود تھا' ان کا جداعلیٰ ثمود بن عبید بن عوص بن عاد بن ارم بن سام بن نوح تھا۔ ان کی قوم نے حضرت صالح کی تکذیب کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ کسی ایک رسول کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہے۔ تمام رسولوں کا ایک ہی مشن ہوتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں' جب ان سے ان کے ہم قبیلہ صالح نے کہا' قرآن مجید میں ہے جب ان کے بھائی صالح نے کہا' حضرت صالح ان کے دینی بھائی نہ تھے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کفر' گناہ کبیرہ' صغیرہ اور ہر قسم کے قابل ملامت کاموں سے مبرا اور منزہ ہوتے ہیں' حضرت صالح علیہ السلام نے کہا میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں تاکہ ان کی امانت اور دیانت کی وجہ سے ان کی قوم ان کی رسالت کی تصدیق کرے' حضرت صالح علیہ السلام کا نسب یہ ہے: صالح بن عبید بن آصف بن کاشح بن حاذر بن ثمود (روح البیان ج ۶ ص ۳۸۲)

انہوں نے کہا تم کو معلوم ہے کہ میں امانت دار ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی اطاعت کرتا ہوں' سو میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو' میں جو تم کو نصیحت کر رہا ہوں سو وہ کسی دنیاوی منفعت کی وجہ سے نہیں کر رہا' میں اپنے اجر کو صرف اللہ عزوجل سے طلب کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت صالح نے کہا) کیا تم یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ رہتے رہو گے! O باغوں میں اور چشموں میں O کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں O اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش

marfat.com
Marfat.com

کر گھر بناتے ہوo سوتم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کروo (الشعراء: ۱۵۰-۱۴۶)

مشکل الفاظ کے معانی

طلع: خوشہ گچھا' گابھا' کھجور کے درخت کا پہلا شگوفہ جو باہر نکلتا ہے اس کو طلع کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌo (ق:۱۰) اور کھجور کے بلند درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔

مٹھی بھر کھجوروں کو کہتے ہیں قوس طلاع الکف۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۹۸)

هضیم: کمزور' پتلی اور نرم چیز کو ھضیم کہتے ہیں' اس کے معنی توڑنے اور کچلنے کے بھی ہیں' معدہ جو طعام کو کچلتا اور پیستا ہے اس کو بھی اسی اعتبار سے ہضم کرنا کہتے ہیں اور جو چیز نرم ہو وہ جلدی ہضم ہو جاتی ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۷۰۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

تنحتون: نحت کا معنی ہے تراشنا' تنحتون: تم تراشتے ہو۔

فارهین: فرہ اگر یہ کَرُمَ کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے عقل والا ہونا کسی کام کا ماہر ہونا' اور اگر یہ سمع کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے اترانا' مٹک کر چلنا' تکبر اور غرور کرنا' یہاں معنی ہے خوشی سے اتراتے ہوئے' تکبر کرتے ہوئے' یا اس کا معنی ہے تم بڑی مہارت سے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۰' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

جسمانی اور روحانی لذتیں

ان آیات کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم ھود کے اوپر عقلی اور معنوی لذات غالب تھیں کیونکہ وہ سربلندی کو' ہمیشہ باقی رہنے کو' انفرادیت کو اور تکبر کو پسند کرتی تھی' اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر حسی اور ظاہری لذات غالب تھیں کیونکہ وہ کھانے پینے کی چیزوں کو اور اچھی رہائش کو پسند کرتی تھی اور یہ اھل دنیا کی لذتوں میں سے لذتیں ہیں' اور آخرت کی لذتیں ان تمام لذتوں سے بالاتر ہیں' یہ علوم اور معارف کی قلبی اور روحانی لذتیں ہیں' اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر وفکر کی لذتیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وارفتگی اور آپ کی اطاعت اور اتباع کی لذتیں ہیں' جن میں ہر وقت یہ جی چاہتا ہے کہ انسان آپ کی سنتوں میں جذب ہو جائے اور آپ کے پیکر میں ڈھل جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کروo جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتےo انہوں نے کہا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہےo تم صرف ہماری مثل بشر ہو' اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤo (الشعراء: ۱۵۴-۱۵۱)

فساد اور شر کی دو قسمیں

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تم حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو یعنی جو لوگ دنیاوی لذتوں سے بہرہ اندوز ہونے میں اور ان کی طلب میں حد سے بڑھ چکے ہیں جن کو صرف کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے کی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی میں مصروف رہتے ہیں' اور ان کو اس کا کوئی خیال نہیں آتا کہ اگر زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور جنسی عمل کرنا ہی ہو تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے۔ یہ لوگ اپنی ان خواہشوں کو ہر جائز اور ناجائز طریقے سے پورا کرتے ہیں اور حلال اور حرام کا کوئی فرق نہیں کرتے' اگر اپنی سفلی اور حیوانی خواہش کی تکمیل کے لیے چھیننا اور جھپٹنا پڑے اور اس سے بڑھ کر لڑنا' جھگڑنا' قتل اور خوں ریزی کرنا پڑے تو یہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس طرح وہ زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے؟ اگر یہ کہا جائے کہ جب یہ فرما دیا تھا کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ اصلاح

marfat.com
Marfat.com

نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات فساد میں کسی نیکی اور خیر کا بھی پہلو ہوتا ہے' جیسے کوئی آدمی رشوت لیتا ہے' لیکن وہ رشوت لے کر حق دار کو اس کا حق دے دیتا ہے' رشوت لینا اگرچہ ناجائز کام ہے لیکن حق دار کو اس کا حق دلوادینا بہر حال نیکی ہے ہمارے دفاتر میں ایسا عموماً ہوتا ہے' کسی شخص کے بقایاجات محکمہ میں پھنسے ہوئے ہیں اس کی فائل متعلقہ افسر کے پاس دستخط کے لیے نہیں بھیجی جارہی یا کسی ٹھیکیدار کے بل پھنسے ہوئے ہیں اور کلرک اس کے بل پیش نہیں کرتا' پھر رشوت لے کر یہ کام کردیتا ہے' بہر حال یہ ناجائز کام ہے لیکن اس میں نیکی اور خیر کا پہلو بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی افسر رشوت لے کر کسی بے قصور کو سزا دلوادے یا کوئی کلرک رشوت لے کر کسی حقدار کا حق اپنے کسی عزیز کو دلوادے اور حقدار کو محروم کردے تو یہ ایسا ناجائز کام ہے جس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے' سو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے افراد ایسا فساد کرتے تھے جس میں اصلاح نیکی اور خیر کا کوئی پہلو نہیں ہوتا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام سے دلیل کا مطالبہ

حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو' جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے تو ان کی قوم نے جواب دیا: تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہے ٥ مسحر اس شخص کو کہتے ہیں جس پر بہت زیادہ جادو کیا گیا ہو حتیٰ کہ اس کی عقل بالکل مغلوب ہو جائے' اور مسحر اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے پیٹ کے اوپر کا حصہ بھرا ہوا ہو۔ یعنی تم ان لوگوں میں سے ہو جن کا کام صرف کھانا پینا ہوتا ہے۔

پھر انہوں نے کہا تم صرف ہماری مثل بشر ہو' ان کا مطلب یہ تھا کہ تم تو ہماری طرح ہو تم نبی کس طرح ہو سکتے ہو؟ ان کا یہ قول اسی طرح تھا جس طرح کفار ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اگر یہ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہوتے تو فرشتوں کی جنس سے ہوتے' اور اس قول کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم تو ہماری مثل بشر ہو پھر تمہیں اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل پیش کرنی چاہیے تھی حضرت صالح علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے' ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے اور ایک (مقررہ) دن تمہارے پانی پینے کا ہے ٥ تم اس کے ساتھ کوئی برائی نہ کرنا' ورنہ بڑے دن کا عذاب تم کو پکڑ لے گا ٥ پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پس وہ پچھتائے ٥ سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ٥ بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا ہے ٥ (الشعراء: ١٥٩-١٥٥)

حضرت صالح کا چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھانا

روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے' تب ان سے حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ٨ ص ٥٢٥' جز ١٩ ص ١٧١-١٧٠)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے ہوئے تھے' تو آپ نے مقام حجر میں پہنچ کر فرمایا اے لوگو! اپنے نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو یہ قوم صالح ہے جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی نشانی بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی بھیج دی۔

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: ۱۵۸۶۶)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ' تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی' حضرت صالح نے ان سے فرمایا یہ اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے' اس کو اللہ کی زمین میں چرنے چگنے کے لیے چھوڑ دو۔ (رقم الحدیث: ۱۵۸۶۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے راستے سے اپنا پانی پیتی تھی۔ اور جتنا وہ لوگ اس کے ناغہ کے دن پانی پیتے تھے اس سے اس دن اتنا دودھ دوہ لیتے تھے۔ پھر وہ لوٹ جاتی تھی۔ (رقم الحدیث: ۱۵۸۶۸)

امام محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو اونٹنی بہ طور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی' حضرت صالح نے ان سے کہا یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے' اس کو اللہ کی زمین میں چرنے دو' اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (رقم الحدیث: ۱۵۸۷۳)

حضرت عبداللہ بن زمعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قوم ثمود کے قبیلہ میں ابوزمعہ کی شکل کی طرح کا ایک شخص تھا' وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے اٹھا۔ (رقم الحدیث: ۱۵۸۷۵)

قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنا اور ان کا عذاب سے ہلاک ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پس وہ پچھتائے۔ (الشعراء: ۱۵۷)

اس آیت میں ہے **فعقروھا**. عقر کا معنی ہے کونچیں کاٹنا' پاؤں کے جو پٹھے پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں ان کو کونچیں کہتے ہیں' عرب میں یہ دستور تھا کہ جب اونٹ کو ذبح کرنا مقصود ہوتا تھا تو پہلے اس کی کونچیں کاٹتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ جائے' پھر اس کو نحر کرتے تھے یعنی اس کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ پر نیزہ مارتے تھے یا ذبح کر دیتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ وہ اس اونٹنی کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے' اور قدار اس کے راستے میں ایک چٹان کی جڑ میں چھپا بیٹھا تھا' اور مصدع دوسری جڑ میں چھپا ہوا تھا' وہ اونٹنی مصدع کے پاس سے گزری' اس نے تاک کر اس کو تیر مارا' وہ تیر اس کی پنڈلی کے گوشت میں جا کر پیوست ہو گیا' پھر قدار نے اس پر تلوار سے وار کیا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں' وہ اونٹنی گر پڑی وہ چیخ چیخ کر اپنے بچے کو خبردار کر رہی تھی۔ پھر انہوں نے اس کے سینہ کے بالائی حصے پر وار کر کے اس کو نحر کر دیا' اور اس کا بچہ چیختا ہوا پہاڑوں میں گم ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس آئے تو دیکھا اونٹنی قتل کی جا چکی تھی' وہ رونے لگے اور کہنے لگے تم نے اللہ کی حرمت کو پامال کر دیا' اب تم کو اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو!

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۸۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنے رب کی نافرمانی کی' اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وعید سنائی کہ وہ اپنے گھر میں تین دن تک عیش کر لیں' یہ اللہ تعالیٰ کی وعید تھی جو جھوٹی نہیں تھی' پھر ایک زبردست چنگھاڑ آئی اور زمین کے مشارق اور مغارب میں جس قدر لوگ تھے وہ سب ہلاک کر دیے گئے' سوا ایک شخص کے جو اللہ کے حرم میں تھا اس کو اللہ کے حرم نے عذاب سے بچا لیا۔ آپ

marfat.com
Marfat.com

سے پوچھا گیا: یارسول اللہ وہ کون شخص تھا آپ نے فرمایا وہ ابورغال تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۸۷۹)

ابن عطا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا تو حضرت صالح نے ان سے فرمایا تم پر عذاب آنے والا ہے' انہوں نے پوچھا اس عذاب کی کیا علامت ہے؟ حضرت صالح نے فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے' پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے' اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟ اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟۔ اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے' پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟ حتیٰ کہ ان کو عذاب کا یقین ہو گیا پھر انہوں نے خوشبو لگائی' کفن پہنے اور اپنے گھروں میں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت جبریل نے ایک چیخ ماری جس سے ان کے جسموں سے ان کی روحیں نکل گئیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۸۸۰)

حضرت صالح علیہ السلام پر بالغ ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی اور ان کو حضرت ھود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد مبعوث کیا گیا تھا' اور وہ دو سو بیس سال زندہ رہے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۸۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قوم ثمود کے نادم ہونے کے باوجود ان پر عذاب آنے کی توجیہ

الشعراء: ۱۵۷ میں فرمایا ہے: انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' پھر وہ پچھتائے اور نادم ہوئے' اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب وہ نادم ہو گئے تھے تو پھر ان پر عذاب کیوں نازل کیا گیا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ ان کی ندامت توبہ کرنے والوں کی ندامت نہ تھی بلکہ وہ ڈرنے والوں اور خوف زدہ لوگوں کی ندامت تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ان کی ندامت توبہ کرنے والوں کی ندامت بھی ہو تو وہ اس وقت نادم ہوئے جب ان کا نادم ہونا سود مند نہ تھا' کیونکہ عذاب کا مشاہدہ اور معائنہ کرنے سے پہلے توبہ مفید ہوتی ہے اور انہوں نے عذاب کا مشاہدہ اور معائنہ کرنے کے بعد توبہ کی تھی' قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (النساء: ۱۸)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی' اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قوم عاد کے سواروں اور پیادوں نے عدن سے لے کر عمان تک کے علاقے کو بھرا ہوا تھا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا' تو ان کی وراثت کو میری ان دو جوتیوں کے بدلہ میں بھی کون خریدے گا۔ پھر وہ خود کہتے کہ کوئی نہیں خریدے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۸۸۲)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ان کی ندامت سے ان کو اس لیے فائدہ نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے ندامت کے باوجود توبہ نہیں کی' بلکہ جب ان کو عذاب

marfat.com
Marfat.com

یقین ہو گیا تو پھر حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے انہیں ڈھونڈتے پھر رہے تھے' ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے پر نادم نہیں تھے بلکہ اس پر نادم تھے کہ انہوں نے اونٹنی کے ساتھ ہی اس کے بچہ کو بھی کیوں قتل نہیں کر دیا اور اس کو نکل کر بھاگنے کا موقع کیوں دیا' لیکن یہ جواب بعید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O(الشعراء:۱۵۸)

قوم عاد میں سے مردوں اور عورتوں کو ملا کر دو ہزار آٹھ سو افراد ایمان لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے' کعب احبار نے کہا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے بارہ ہزار قبیلے تھے' اور ہر قبیلہ میں عورتوں اور بچوں کے سوا بارہ ہزار مرد تھے' اور قوم عاد ان سے چھ گنا زیادہ تھی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۱۳ص۱۲۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور اس کے قہر و غلبہ کے آثار اور تقاضے

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا O(الشعراء:۱۵۹)

آپ کا رب ہی غالب ہے' یعنی قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی جو تکذیب کی تھی' ان کا انتقام لینے کے لیے وہ بہت غالب ہے' پس اس نے ان کو عذاب میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دیا' اس لیے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ بھی اسی عذاب میں نہ گرفتار ہو جائیں جس عذاب میں پچھلی تکذیب کرنے والی اقوام ہلاک ہو گئی تھیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ بہت رحم فرمانے والا ہے' کہ وہ بغیر استحقاق کے عذاب نازل نہیں کرتا' اور استحقاق ثابت ہونے کے بعد بھی توبہ کا موقع فراہم کرنے کے لیے ڈھیل دیتا رہتا ہے۔

یہ قرآن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس میں انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے قصص بیان کیے گئے تاکہ ہم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں' سو جس نے اس قرآن کو چھوڑ دیا اور اس کے احکام پر عمل نہیں کیا اس کو کل آخرت کے دن افسوس اور ندامت ہوگی جب اس کو عذاب کا سامنا ہوگا' سو انسان کو چاہیے کہ وہ ان مثالوں سے عبرت حاصل کرے اور ایمان لانے اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے کو اپنے لیے باعث عار نہ بنائے اور نار کو اختیار نہ کرے۔

جو شخص بہ غور سننے والا ہو اور اس کا دل گداز ہو وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی طرف متوجہ اور راغب ہوگا' اور اللہ عزوجل کے جلال اور قہر سے خوف زدہ ہوگا' اور دن اور رات کے اکثر اوقات میں اللہ جل شانہ کو یاد کرے گا اور خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرے گا۔

حکایت ہے کہ دوران سفر شبلی قدس سرہ نے ایک نوجوان کو دیکھا جو اللہ کا بہت ذکر کر رہا تھا' اور وہ اللہ اللہ کہہ رہا تھا' شبلی نے کہا بغیر علم کے تمہیں اللہ اللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین بھی اللہ کو مانتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ . اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ (الزخرف:۸۷)

اس نوجوان نے پھر دس مرتبہ اللہ اللہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر گیا اور اس حالت میں اس کی جان نکل گئی' شبلی نے آ کر دیکھا تو اس کا سینہ پھٹ چکا تھا اور اس کے جگر پر اللہ کا لفظ نقش تھا' پھر ایک منادی نے ندا کی اے شبلی! یہ محبین میں سے تھا' اور محبین بہت کم ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے عارفین کے دلوں کو پیدا کیا اور ان کو معرفت اور یقین سے بھر دیا اور ان کی روح میں ذکر حق داخل کر دیا' جس طرح غافلوں کے دلوں میں نسیان کو پیدا کر دیا اور ان کو ایسے کاموں پر اصرار کرنے میں رہنے دیا جس کی

marfat.com
Marfat.com

وجہ سے وہ جسمانی اور روحانی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں' اول الذکر قلوب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں اور ثانی الذکر قلوب
اللہ تعالیٰ کے قہر اور غلبہ کے آثار ہیں' پس اللہ کی طرف وہی ہدایت پاتے ہیں جو اس کے قرب اور وصال کے اہل ہوتے ہیں
اور وہی لوگ اس کی راہ سے بھٹکتے ہیں جو اس کے قہر اور غضب کے مستحق ہوتے ہیں تو اس کریم اور رحیم سے ہم یہ سوال کرتے
ہیں کہ وہ ہم کو اس بڑے دن کے عذاب سے محفوظ رکھے جس دن کوئی مال نفع دے گا نہ اولاد کسی کام آئے گی مگر وہ شخص جو اللہ
کے پاس قلب سلیم لے کر گیا ہو۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۸۶-۳۸۵ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ

لوط کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی ○ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے کہا

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

کیا تم نہیں ڈرتے؟ ○ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ○ سو تم اللہ سے ڈرو

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

اور میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ

رب العٰلمین پر ہے ○ کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو! ○ اور تمہارے رب نے

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا

تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو ○ انہوں

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ

نے کہا اے لوط! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو بستی سے نکال دیا گیا ہے ○ لوط نے کہا میں تمہارے

مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ

کام کی وجہ سے تم سے سخت ناراض ہوں ○ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے دے ○ سو ہم نے ان

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ

کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی ○ سوا ایک بوڑھی عورت کے جو باقی رہنے والوں میں سے تھی ○ پھر ہم نے دوسروں کو

marfat.com
Marfat.com

اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۤءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

ہلاک کر دیا ○ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی' سو جن لوگوں کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا ان پر کیسی بری بارش تھی ○ بے شک

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ○ بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے

ع ۱۰ / ۹ / ۱۲

الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع

بہت رحم فرمانے والا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوط کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی ○ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے کہا: کیا تم نہیں ڈرتے؟ ○ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے ○ کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو! ○ اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے' اس کو چھوڑ دیتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو ○ (الشعراء: ۱۶۶-۱۶۰)

حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت

انبیاء علیہم السلام کے بیان کیے ہوئے قصص میں سے یہ چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے مراد اہل سدوم اور ان کے متبعین ہیں۔ انہوں نے حضرت لوط' حضرت ابراہیم اور ان سے پہلے تمام نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی تھی' الشعراء: ۱۶۱ میں حضرت لوط کو اس قوم کا بھائی فرمایا ہے یہاں بھائی کا معنی ہم قبیلہ نہیں ہے' جیسا کہ بعض مترجمین نے لکھا ہے کیونکہ حضرت لوط باہر سے اس علاقہ میں آئے تھے' ان کا تعلق ان کے نسب سے تھا نہ ان کے وطن سے تھا' یہاں پر بھائی کا اطلاق صرف مشفق کے معنی میں کیا گیا ہے کیونکہ بھائی' بھائی پر شفیق اور مہربان ہوتا اور حضرت لوط علیہ السلام بھی اس قوم پر مشفق اور مہربان تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن' ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کا نام ہے لوط بن هاران بن تارخ' هاران حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھائی تھے' اور حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے۔

حسان بن عطیہ نے بیان کیا ہے کہ نبط (عراقیوں کی ایک قوم) کے بادشاہ نے حضرت لوط اور ان کے اہل پر حملہ کرکے ان کو قید کر لیا۔ پھر حضرت ابراہیم نے حضرت لوط کو چھڑانے کے لیے اس سے جنگ کی' اور حضرت لوط اور ان کے اہل کو چھڑا لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دس نبیوں کے سوا تمام انبیاء حضرت یعقوب کی نسل سے ہیں۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت ابراہیم' حضرت یعقوب' حضرت لوط' حضرت ہود' حضرت شعیب' حضرت صالح اور حضرت نوح علیہم السلام۔ (اس پر یہ اشکال ہوگا کہ ان میں کئی انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جس نے اپنے

marfat.com
Marfat.com

اہل وعیال کے ساتھ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی وہ عثمان (بن عفان) ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۳۷ مطبوعہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو رسول بنانے کے بعد حضرت سارہ کا جو واقعہ حضرت ھاجر کے ساتھ ہوا اس کے بعد حضرت سارہ کے دل میں اولاد کی خواہش ہوئی' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ارض مقدسہ کی طرف بھیجا اور حضرت لوط علیہ السلام کو المؤتفکات (الٹی ہوئی بستیوں) کی طرف بھیجا' اور حضرت لوط علیہ السلام کی چار بستیاں تھیں۔ سدوم' اموراز' عاموراء اور صبویراء اور ہر بستی میں ایک لاکھ جنگجو تھے' اور ان کی کل تعداد چار لاکھ تھی' اور ان کا سب سے بڑا شہر سدوم تھا' حضرت لوط علیہ السلام اس بستی میں مبعوث کیے گئے تھے اور یہ شہر بھی المؤتفکات میں سے تھا' یہ شام اور فلسطین کے شہروں سے ایک دن کی مسافت پر تھا' حضرت ابراہیم خلیل الرحمان حضرت لوط بن حاران کے چچا تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط کی قوم کو نصیحت کرتے تھے۔ ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دی ہوئی تھی۔ انہوں نے شرم وحیاء کے حجاب پھاڑ دیے تھے اور حرام کاری شروع کر دی تھی۔ اور بہت بڑی بے حیائی کا ارتکاب کرتے تھے' حضرت ابراہیم دراز گوش پر سوار ہو کر قوم لوط کے پاس گئے اور ان کو نصیحت کی' انہوں نے اس نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' اس کے بعد وہ سدوم کی طرف جاتے اور اس کو دیکھ کر کہتے: اے سدوم اب اللہ کی طرف سے تیرا کون سا دن ہے؟ میں تمہیں ان کاموں سے منع کرتا ہوں تاکہ تم اللہ کے عذاب کے مستحق نہ بنو۔ الحدیث

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۳۸-۲۳۶' (ملخصاً) مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام اپنے عم محترم حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے' اور انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی' پھر وہ مصر چلے گئے' اس کے بعد پھر لوٹ کر شام کی طرف آئے پھر حضرت ابراہیم فلسطین میں ٹھہر گئے' اور حضرت لوط اردن چلے گئے' اس وقت حضرت ابراہیم کی نصف عمر گزر چکی تھی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اھل سدوم کی طرف رسول بنا کر بھیج دیا' اھل سدوم کافر تھے اور مردم پرستی میں مبتلا تھے' اور حضرت لوط علیہ السلام ان کو کفر اور بے حیائی کے کاموں سے روکتے تھے اور منع کرتے تھے۔ (المنتظم ج ۱ ص ۱۷۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جنسی اعضاء اور جنسی عمل کا ذکر اشارہ اور کنایہ سے کرنے کی تلقین

اس کے بعد ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اھل سدوم سے کہا: کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو! (الشعراء: ۱۶۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ تم مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے ہو' جنسی خواہش پوری کرنے کو کنایۃً آنے سے تعبیر فرمایا ہے جس طرح اس آیت میں ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں' تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح سے چاہو آؤ۔ (البقرہ: ۲۲۳)

یہاں بھی کھیتیوں سے مراد اپنی بیویوں سے جماع کرنا ہے جس کو کنایۃً کھیتیوں میں آنے سے تعبیر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جنسی خواہش پوری کرنے کو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو کھلے کھلے لفظوں میں ذکر کرنے کے بجائے' اشارے اور کنائے میں اس کا ذکر کرنا چاہیے اور شرم وحیاء اور حجاب کو قائم رکھنا چاہیے۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ تم اولاد آدم میں سے مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو حالانکہ ان کے شہر میں عورتیں بہت زیادہ تھیں' ہم سورۃ الاعراف میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ابلیس نے ان کو اس خبیث عمل کی تعلیم دی تھی' اور وہ اس شہر میں آنے والے مسافروں کو پکڑ کر ان کے ساتھ یہ خبیث عمل کیا کرتے تھے۔

عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی ممانعت

اس کے بعد فرمایا: اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو!

(الشعراء:۱۶۶)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اشارہ اور کنایہ سے کلام فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے جس عضو کو اس مقصد کے لیے بنایا ہے وہ اس عضو کی بجائے اس کے پچھلے عضو میں دخول کرتے تھے اور عمل معکوس کرتے تھے۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا تم عورتوں کی قبل (اندام نہانی) کو چھوڑ کر مردوں اور عورتوں کی پشت میں دخول کرتے ہو (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۳۲۳' دارالفکر بیروت' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۸۸۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ) علامہ قمولی' علامہ قرطبی' علامہ اسماعیل حقی اور علامہ آلوسی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح لکھا ہے۔

احادیث میں بھی عورتوں کے ساتھ عمل معکوس کرنے کی مذمت کی گئی ہے:

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوصخرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم لوط مردوں کے ساتھ یہ عمل کرنے سے چالیس سال پہلے عورتوں کے ساتھ یہ عمل کرتی تھی۔

طاؤس سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص عورت کی سرین (پچھلی جانب) میں یہ عمل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا یہ اس کا کفر ہے۔ قوم لوط نے اس عمل کی ابتداء کی تھی پہلے وہ عورتوں کے ساتھ یہ عمل کرتے تھے' پھر مرد مردوں کے ساتھ یہ عمل کرنے لگے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرتا جو اپنی بیوی کی پچھلی جانب میں جماع کرتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۲۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۱۴۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۲۹۶)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا بے شک اللہ حق بات سے حیا نہیں فرماتا تم عورتوں کی پچھلی جانب میں دخول نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۱۴۸' ۲۲۱۹' المنتقیٰ لابن جارود رقم الحدیث: ۷۲۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۱۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس مرد کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو کسی مرد یا عورت کی دبر (مقعد' سرین) میں دخول کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۷۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۰۳' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی ریح (ہوا)

marfat.com
Marfat.com

خارج ہو تو وہ وضو کرے اور تم عورتوں کی پچھلی جانب میں نہ آؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۶ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۷۸ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۰۳ الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۳۰)

عملِ قوم لوط کی سزا

اس کے بعد حضرت لوط نے فرمایا بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرتے ہو یعنی یوں تو تمام معاملات میں حد سے تجاوز کرتے ہو اور خصوصیت کے ساتھ جنسی عمل میں حد سے تجاوز کرتے ہو۔

عمل قوم لوط کی سزا میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس پر حد نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا فاعل اور مفعول دونوں کو رجم (سنگسار' پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا) کرنا واجب ہے' خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ' اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس کی وہی سزا ہے جو زنا کی ہے' ان کے نزدیک یہ فعل عین زنا تو نہیں مگر زنا کے مشابہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے الاعراف: ۸۰ میں بیان کر دی ہے' دیکھیے تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۱۹-۲۱۷' اور اس فعل کی قدرتی سزا یہ ہے کہ قوم لوط کا عمل کرنے والا ایڈز کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسان کے خون میں جو سفید خلیے ہوتے ہیں' وہ کسی بھی بیماری کے خلاف مزاحمت اور مدافعت کرتے ہیں ایڈز کی بیماری میں یہ سفید خلیے ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کے جسم میں بیماریوں کے خلاف جو مدافعت کا طبعی نظام ہے وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کو جو بھی بیماری ہو وہ ختم نہیں ہوتی اور اس کا ہر مرض لا علاج ہوتا ہے ابھی تک ایڈز کا صحیح علاج دریافت نہیں ہو سکا۔

قوم لوط کی بری خصلتیں

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین خصلتوں کے سوا قوم لوط کی تمام خصلتیں مٹ چکی ہیں' تلواروں کے غلاف کو گھسیٹنا' ناخنوں کو رنگنا اور شرمگاہ ننگی کرنا۔ (تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۷۲۳)

حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی' کبوتروں سے کھیلنا' غلیل بازی کرنا' سیٹیاں بجانا' مجلس میں کنکر پھینکنا' سر کے بال سیدھے سنوارنا' دنداسہ لگانا' چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا' اچکنوں کو بند کرنا' مردوں سے خواہش پوری کرنا اور دائماً شراب پینا' اور یہ امت ایک اور برائی کا اضافہ کرے گی۔ عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غلیل بازی' سیٹی بجانا' کنکر پھینکنا اور دنداسہ چبانا قوم لوط کے برے اخلاق میں سے ہیں۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی' مرد مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے۔ غلیل سے نشانہ لگاتے تھے' مجلس میں کنکر پھینکتے تھے' کبوتر بازی کرتے تھے' دف بجاتے تھے' خمر (انگور کی شراب) پیتے تھے' داڑھی کاٹتے تھے' مونچھیں لمبی رکھتے تھے' سیٹی بجاتے تھے' تالی پیٹتے تھے' ریشم پہنتے تھے اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔ عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۷۲۴)

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ (العنکبوت: ۲۹) تم اپنی عام مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔

میں نے پوچھا یہ بتائیے وہ کیا برا کام کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا وہ راستہ میں جانے والوں کو کنکر مارتے تھے اور ان کا مذاق

marfat.com

Marfat.com

اڑاتے تھے (تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۷۲۵) (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۴۸-۲۴۷ ملتقطاً مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے لوط! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو بستی سے نکال دیا گیا ہے ○ لوط نے کہا میں تمہارے کام کی وجہ سے سخت ناراض ہوں ○ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے دے ○ سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی ○ سوا ایک بوڑھی عورت کے جو باقی رہنے والوں میں سے تھی ○ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ○ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی' سو جن لوگوں کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا ان پر وہ کیسی بری بارش تھی ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے ○ اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا ○ (الشعراء: ۱۷۵-۱۶۷)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی زبان درازی اور عذاب کا مستحق ہونا

حضرت لوط علیہ السلام نے اھل سدوم کو ان کے برے اور سخت بے حیائی کے کاموں سے منع کیا تھا اور ان کو اس پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا تھا' انہوں نے اس کے جواب میں حضرت لوط سے کہا کہ اگر آپ ہم کو منع کرنے سے باز نہ آئے تو ہم آپ کا بہت برا حال کر کے ان شہروں سے آپ کو نکال دیں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا میں تمہارے ان برے کاموں کی وجہ سے تم سے سخت ناراض ہوں' اس آیت میں ناراض کے لیے القالین کا لفظ ہے' یہ قالی کی جمع ہے' اس کا معنی ہے بیزار ہونے والا' سخت نفرت کرنے والا' چھوڑنے والا' قلت الناقة براکبھا اونٹنی نے اپنے سوار کو گرا دیا یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص نفرت اور بے زاری سے کسی چیز کو پھینک دے' قلی کا معنی پکانا اور بھوننا بھی ہے۔ شوربے والے سالن کو القلیہ کہتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے ساتھ رہنے کو ناپسند کیا اور ان کے قرب سے نجات حاصل کرنے میں رغبت کی اس لئے انہوں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی ○ یعنی ان کو اور ان کے گھر والوں کو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے گھروں سے نکال لیا ماسوا ایک بوڑھی عورت کے جس کا نام والھہ تھا یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی اور ان پر ایمان نہیں لائی تھی' حضرت لوط علیہ السلام کی منکوحہ ہونے کے اعتبار سے اس کو آپ کے اھل میں شامل رکھا گیا۔ اس آیت میں اس کے لیے عجوز کا لفظ ہے۔ عجوز عاجز کا اسم مبالغہ ہے' اس کا معنی ہے بہت زیادہ عاجز' چونکہ بوڑھی عورت کام کاج سے بہت زیادہ عاجز ہوتی ہے' اس لیے اس کو عجوز کہا جاتا ہے' غابرین کے معنی ہے باقی رہنے والے اس کو ان لوگوں میں باقی رکھا گیا جن کو عذاب دیا گیا تھا' کیونکہ یہ بھی قوم کی طرف مائل تھی اور ان کے افعال پر راضی تھی' آسمان سے برسنے والے پتھر اس پر بھی لگے۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ نہیں گئی تھی اور ان لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئی تھی جن پر عذاب آیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق قرآن مجید میں ایک اور جگہ ذکر ہے:

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت اور اس کا عذاب

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ

اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے' یہ دونوں ہمارے نیک بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں' پھر ان دونوں نے ان دونوں سے خیانت

marfat.com
Marfat.com

الدَّاخِلِیۡنَ ٥(التحریم:۱۰)		کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے عذاب کو بالکل نہ دور کر سکے اور ان (عورتوں) سے کہا جائے گا اے عورتو! تم دونوں بھی دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اس آیت میں حضرت لوط اور حضرت نوح کی بیویوں کی خیانت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

امام ابو القاسم علی بن حسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان عورتوں نے زنا نہیں کیا تھا لیکن حضرت نوح کی بیوی لوگوں کو جا کر یہ بتاتی تھی کہ حضرت نوح مجنوں اور دیوانے ہیں اور حضرت لوط کی بیوی لوگوں کو جا کر بتا دیتی تھی کہ آج حضرت لوط کے پاس مہمان آئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے گھر کی چھت پر چڑھی اس نے اپنے کپڑے سے اشارہ کیا تو فاسق لوگ اس کے پاس بھاگتے ہوئے آئے اور اس سے پوچھا تمہارے پاس کوئی خبر ہے؟ اس نے کہا ہاں! بے شک اللہ کی قسم ہمارے پاس ایسے حسین و جمیل مہمان آئے ہیں اور ان سے ایسی اچھی خوشبو آ رہی ہے' میں نے ایسے لوگ ساری زندگی نہیں دیکھے۔

اشرف خراسانی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث:۱۱۷۲۲' ج ۵۳ ص ۲۴۵-۲۴۴ ملتقطاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ اس وقت کوئی کام کر رہے تھے' انہوں نے کہا ہم آج رات آپ کے پاس مہمان رہیں گے۔ حضرت لوط ان کو ساتھ لے کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ حضرت لوط نے راستہ میں ان کی طرف مڑ کر فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اس بستی کے لوگ کس طرح کے کام کرتے ہیں! تمام روئے زمین میں ان سے زیادہ برے کام کرنے والا اور کوئی نہیں ہے' حضرت لوط نے یہ بات ان سے تین بار کہی' اور ان فرشتوں سے یہ کہا گیا تھا کہ ان کو اس وقت تک عذاب نہ دیں جب تک کہ تین بار ان کے خلاف شہادت نہ حاصل کر لیں۔ جب وہ فرشتے حضرت لوط کے گھر داخل ہوئے تو وہ کافرہ بوڑھی اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو حضرت لوط کے گھر کے دروازے پر لے آئی' ایک فرشتہ اٹھا اور اس نے پوری قوت کے ساتھ دروازہ کو بند کر دیا۔ حضرت جبریل نے ان کو عذاب دینے کے لیے اپنے رب سے اجازت طلب کی' اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی' پھر حضرت جبریل نے ان کے اوپر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے اور انہوں نے بہت بری حالت میں رات گذاری' پھر فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا:

قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡكَ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیۡبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمۡ ؕ (ھود:۸۱)		فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں' یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے' آپ رات کے ایک حصے میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں' اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے' البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں' بے شک اس کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اس بوڑھی عورت نے ایک آواز سنی تو اس نے اس آواز کی طرف مڑ کر دیکھا

marfat.com
Marfat.com

اس کو ایک پتھر آ کر لگا وہ اس وقت اپنی قوم سے الگ جگہ پر تھی۔قتادہ نے کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جبریل نے اس بستی کو درمیان سے پکڑ کر اٹھایا' اور اس کو آسمان کی طرف لے کر چڑھے' حتیٰ کہ آسمان والوں نے اس بستی کے کتوں کی آوازیں سنیں پھر حضرت جبریل نے اس بستی کو پلٹ دیا اس کے اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا' پھر ان پر لگاتار پتھر برسائے' قتادہ نے کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۳ ص ۲۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدود کے نفاذ کا رحمت ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اس میں ضرور نشانی ہے (الشعراء: ۱۷۴) یعنی قوم لوط کو جو عذاب دیا گیا اس میں بعد والی نسلوں کے لیے عبرت کا سامان ہے تا کہ وہ اس قسم کی بدکاری اور ایسے قبیح فعل کے ارتکاب سے باز رہیں تا کہ ان پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو قوم لوط پر آیا تھا' پھر فرمایا اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا' حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے اور ان کی دو بیٹیاں اور ان کے داماد مومن تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۲۴' روح البیان ج ۶ ص ۳۸۹)

پھر فرمایا بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے کہ وہ اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے' اور بہت رحم فرمانے والا ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اولیاء کی مدد فرماتا ہے' اور کفار پر بھی بغیر تنبیہ کے عذاب نازل نہیں فرماتا اور ان کو ایمان لانے اور اصلاح کرنے کی مہلت دیتا ہے۔اور عذاب کے مستحقین کو عذاب دینا بھی صالحین کے اوپر اس کی رحمت کا کمال ہے' کیونکہ جس کے کسی عضو میں ناسور ہو جائے تو اس عضو کو کاٹ دینا ہی پورے جسم کی صلاح کا ضامن ہے اور یہ جہان بھی ایک جسم کی طرح ہے اور کفار اس جہان میں اس عضو کی طرح ہیں جس میں ناسور ہو تو ان کفار کو عذاب سے ہلاک کر دینے میں پورے جہان کی سلامتی ہے' اور اگر قہر اور غلبہ میں کوئی فائدہ نہ ہوتا تو حدود کو مشروع نہ کیا جاتا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فصلوں کی زرخیزی اور زرعی پیداوار کی بہتات سے زیادہ نفع حدود کے قائم کرنے میں ہے' کیونکہ اگر نفاذ حدود کے ذریعہ معاصی' فواحش اور جرائم کی روک تھام نہ کی جائے اور منکرات اور فواحش بڑھ جائیں تو پھر زمین میں پانی کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔فصلیں ویران ہو جاتی ہیں اور رزق میں کمی ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو تو ان کو پانے سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔جب کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہو اور وہ اس کو کھلم کھلا کرنے لگیں تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے نیک لوگوں میں نہیں تھے' اور جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی' شدید محنت اور مشقت اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے' اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے سے منع کرتے ہیں' ان سے آسمان کی بارش روک دی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی' اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول سے کیے ہوئے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر اغیار کو مسلط کر دیتا ہے سو ان کی ساری پونجی کو وہ اغیار لوٹ کر لے جاتے ہیں' اور جب تک مسلمانوں کے ائمہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کو اختیار نہیں کریں گے' تو اللہ ان کو آپس کی جنگوں میں مبتلا کر دے گا۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں خالد بن یزید ضعیف راوی ہے لیکن اس کا مضمون صحیح ہے اور دیگر احادیث اس کی موید ہیں۔) (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۹' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۳۴-۳۳۲)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ضرور خمر (انگور

marfat.com
Marfat.com

کی شراب) کا نام بدل کر اس کو پیتی رہے گی اور اس کے سروں پر آلات موسیقی بجتے رہیں گے اور گانے والیاں گاتی رہیں گی حتیٰ کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۹۵ ج ۱۰ ص ۲۲۱)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ (قسم کے) کام کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب نازل ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے گا' اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے گا' اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا' اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا' اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا' اور اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ بدی کرے گا' اور مساجد میں شور کیا جائے گا' اور رذیل آدمی کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا' اور کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے گی' اور خمر (انگور کی شراب) پی جائے گی' اور ریشم پہنا جائے گا' اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہیں گے تو ان کاموں کے وقت سرخ آندھیوں اور زمین میں دھنسائے جانے اور مسخ کیے جانے کا انتظار کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۳۸۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے لیے زمین میں دھنسنا اور مسخ کیے جانا اور آسمان سے پتھروں کا برسنا بھی ہوگا' ایک مسلمان نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا آپ نے فرمایا جب گانے والیوں اور موسیقی کا ظہور ہوگا اور خمر (انگور کی شراب) پی جائے گی۔ (اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہوتا ہے۔ اور تقدیر (معلق) کو صرف دعا ٹالتی ہے اور انسان گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۲)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ فواحش' منکرات اور جرائم کے ارتکاب سے بلائیں' اور مصائب آتے ہیں' زمین میں دھنسنے' مسخ کیے جانے اور رزق سے محرومی کے عذاب نازل ہوتے ہیں' اس لیے حدود اور تعزیرات کو مشروع کیا گیا تا کہ ان کے ڈر اور خوف سے لوگ جرائم سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچے رہیں' اس لیے جرائم پر سزا دینا اور حدود کا نافذ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص ایسی جگہ میں رہے جہاں کوئی قاہر سلطان نہ ہو اور عادل قاضی نہ ہو اور طبیب عالم نہ ہو اور دکانیں اور بازار نہ ہوں اور جاری دریا نہ ہو اس نے اپنے نفس کو اپنے اھل کو' اپنے مال کو اور اپنی اولاد کو ضائع کر دیا۔ پس عقل والے پر لازم ہے کہ وہ اپنی سفلی خواہش سے احتراز کرے' اور اپنی بری عادات کو ترک کرے اور تمام حالات میں نرمی کے ساتھ اپنے نفس امارہ سے جہاد کرے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۸۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا

اصحاب الایکہ (سرسبز جنگل والوں) نے رسولوں کی تکذیب کی ○ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم

marfat.com

Marfat.com

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ

نہیں ڈرتے! ○ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور میں

اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا

تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العلمین پر ہے ○ پیمانہ پورا

الْكَیْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾

بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤ ○ اور صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو ○

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو ○

وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ

اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت (سرشت) کو پیدا کیا ہے ○ انہوں نے کہا

الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾

تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے ○ اور تم صرف ہماری مثل بشر ہو اور بے شک ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ

سے گمان کرتے ہیں ○ اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو ○ شعیب نے کہا

رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ

میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ سو انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ

نے پکڑ لیا‘ بے شک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے‘ اور ان میں سے

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ○ اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے‘ بہت رحم فرمانے والا ○

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اصحاب الایکہ (سرسبز جنگل والوں) نے رسولوں کی تکذیب کی ٥ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے! ٥ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ٥ سو تم ڈرو اور میری اطاعت کرو ٥ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العالمین پر ہے ٥ (الشعراء: ۱۸۰-۱۷۶)

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔

حافظ علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے حضرت شعیب کا نام اس طرح لکھا ہے:

شعیب بن یوبب بن عنقاء بن مدین۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۵ ص ۴۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام شعیب بن عینا بن ندیب بن مدین بن ابراہیم ہے' اکثر مؤرخین نے اسی طرح لکھا ہے' اور بعض نے یہ کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں ہیں' بلکہ یہ ان بعض لوگوں میں سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے لیکن یہ حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں ان کو دو امتوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اھل مدین اور اصحاب الایکہ' مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کا گھر تھا اور ایکہ کا علاقہ مدین کے پیچھے تھا۔

علماء نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بیس سال کی عمر میں مدین کی طرف مبعوث کیا' یہ قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی تھی۔ حضرت شعیب نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ اور ان کو ناپ اور تول میں کمی کرنے سے منع کیا' حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے اس لیے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا' جب اھل مدین کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی کا عذاب بھیجا' وہ گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ایک بادل بھیجا جس نے سورج سے ان کے اوپر سایہ کرلیا۔ اس سے ان کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوئی' پھر ان میں سے بعض نے بعض کو بلایا حتیٰ کہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اوپر ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا ڈالا اور یہی یوم الظلہ (سائبان کے دن) کا عذاب ہے۔

پھر حضرت شعیب نے باقی عمر اصحاب الایکہ کے ساتھ گذاری اور ان کو اللہ سبحانہ کا پیغام سناتے رہے' اور ان کو اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے۔ لیکن ان کی دعوت کا اثر ان پر برعکس ہوا۔ ان کی سرکشی اور گمراہی بڑھتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی گرمی مسلط کردی' اور یہ ہوسکتا ہے کہ دو امتوں پر ایک جیسا عذاب آیا ہو۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ اھل مدین کو ایک چنگھاڑ نے ہلاک کردیا تھا' اور اصحاب الایکہ پر سات دن تک مسلسل سخت گرمی مسلط کی گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جو ان کو کھا گئی اور یہی یوم الظلۃ کا عذاب ہے۔

(المنتظم ج ۱ ص ۲۱۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت شعیب کا نام شعیب یثرون بن ضیعون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام شعیب بن میکیل ہے اور وہ مدین کی اولاد سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے نہیں ہیں وہ ان بعض لوگوں کی اولاد سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ شام

marfat.com
Marfat.com

کی طرف ہجرت کی تھی' لیکن وہ حضرت لوط کے نواسے ہیں' اور حضرت لوط کی بیٹی حضرت شعیب کی نانی تھیں' حضرت شعیب نابینا تھے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے' حضرت شعیب کی قوم نے ان سے کہا:

قالوا یشعیب ما نفقه کثیرا مما تقول وانا لنرک فینا ضعیفا (ھود:۹۱) انہوں نے کہا اے شعیب! ہم آپ کی اکثر باتوں کو نہیں سمجھتے' اور بے شک ہم آپ کو اپنے درمیان بہت کمزور پاتے ہیں۔

(میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ ان کی قوم کا منشاء یہ تھا کہ آپ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے اس سے ان کے نابینا ہونے پر روشنی نہیں پڑتی۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم کو کفر سے اور ناپ اور تول میں کمی کرنے سے ڈراتے تھے' اور جب اس قوم پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یوم الظلة کا عذاب نازل کر دیا۔ (اس کی تفصیل امام ابن جوزی کی عبارت میں گزر چکی ہے) اور قتادہ نے کہا ہے کہ حضرت شعیب کو دو امتوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ اھل مدین کی طرف اور اصحاب الایکہ کی طرف' اصحاب الایکہ گھنے جنگلوں میں رہنے والے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب دینے کا ارادہ کیا تو ان کو سخت گرمی میں مبتلا کر دیا۔ پھر ان پر ایک بادل چھا گیا وہ سب اس کے سائے میں جمع ہو گئے کیونکہ اس میں ان کو ٹھنڈک اور راحت ملی پھر اچانک اس بادل سے ان پر آگ برسنی شروع ہو گئی اور وہ سب جل کر خاکستر ہو گئے' اور یہی عذاب یوم الظلة ہے۔ اور رہے اھل مدین تو وہ مدین بن ابراہیم الخلیل کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک زلزلہ اور اس کی چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا تھا۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت شعیب کی قوم نے اللہ کی حد کو معطل کر دیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کر دی' انہوں نے پھر حد کو معطل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کے رزق میں توسیع کر دی۔ پھر یونہی بار بار ہوتا رہا' حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر ایسی گرمی مسلط کر دی جو ان کی برداشت سے باہر تھی' ان کو کہیں سایہ میسر تھا نہ ٹھنڈا پانی مہیا تھا' پھر ان میں سے کسی نے آ کر کہا کہ اس نے ایک جگہ بادل کا سایہ دیکھا ہے وہ سب اس کے ساتھ جا کر وہاں جمع ہو گئے' اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بھر دیا اور ان پر آگ برسنے لگی اور یہی یوم الظلة (سائبان والے دن) کا عذاب ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۸۹-۸۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اھل مدین' مدین نام کے اس شہر میں رہتے تھے جو حجاز کی اس جانب آباد تھا جہاں اس کی سرحد شام سے ملتی ہے اس کے قریب بحیرہ قوم لوط تھا' (یہ شہر خلیج عقبہ کے شرقی اور غربی ساحلوں پر آباد تھا' اور یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا اور اس علاقے کے مرکزی شہر کا نام بھی مدین تھا' اس شہر میں جو قبیلہ آباد تھا اس کا نام بھی مدین تھا)

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث درج کی ہے:

اے ابوذر! چار نبی عرب سے ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۱)

اھل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے' اور گزرنے والوں کو خوف زدہ کرتے تھے۔ اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے' اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے' اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بد معاملہ تھے۔ ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تھا تو کم دیتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب کو اپنا رسول بنا کر بھیجا حضرت شعیب نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ کو معبود مانو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور ان کو ان کے برے کاموں سے منع کیا اور ان سے فرمایا کہ لوگوں کے مالوں میں کمی کرنا چھوڑ دو' راستے سے گزرنے والوں کو

marfat.com
Marfat.com

پریشان نہ کرو ڈاکے نہ ڈالو ان میں سے بعض حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور اکثر نے کفر کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خوف ناک عذاب بھیجا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو جو معجزات دکھائے تھے اور اپنی نبوت اور رسالت پر جو معجزات پیش کیے تھے وہ ہم تک نہیں پہنچے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۲۶۷-۲۶۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کی محبت میں اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے' پھر اللہ نے ان کی بینائی لوٹادی اور ان کی طرف یہ وحی کی کہ اے شعیب! تم کس وجہ سے روتے ہو؟ آیا جنت کے اشتیاق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے! حضرت شعیب نے کہا: اے میرے معبود اور اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ میں جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے! لیکن میں نے اپنے دل میں تیری محبت کو باندھ لیا ہے۔ پس جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو کیا کر رہا ہے' پس اللہ نے وحی کی کہ اے شعیب! اگر یہ برحق ہے تو اے شعیب تم کو میری ملاقات مبارک ہو' اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۵۲۶۲' ج ۲۵ص ۵۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں صرف دو قبریں ہیں ان کے سوا اور کوئی قبر نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل اور حضرت شعیب علیہما السلام کی قبریں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر حجر اسود کے بالمقابل ہے۔ وھب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مکہ میں فوت ہوئے اور ان کی قبریں دارالندوہ اور باب بنی سہم کے درمیان کعبہ کی غربی جانب میں ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۵ص ۵۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت شعیب کا مقام بعثت

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ط ○ (الحجر: ۷۹) اور لوط کی قوم اور مدین دونوں بڑی شاہراہ پر آباد تھیں۔

جو شاہراہ حجاز کے قافلوں کو شام' فلسطین' یمن' بلکہ مصر تک لے جاتی تھی اور بحر قلزم کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی قرآن مجید اسی کو امام مبین فرماتا ہے۔ یہ شاہراہ قریشی قافلوں کے لیے بہت متعارف اور تجارتی سڑک تھی۔ مدین کا قبیلہ بحر قلزم کے مشرقی کنارہ اور عرب کے شمال مغرب میں شمال کے متصل حجاز کا آخری حصہ تھا۔

بعض متاخرین لکھتے ہیں:

مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا۔ مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا' یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانہ میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کے کنارے یمن سے مکہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی' اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقع تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی' کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے مصر اور شام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان سے گذرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اہل مدین اور اصحاب الایکہ

عکرمہ نے کہا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔ ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پھر اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ (سرسبز جھاڑیوں والے علاقے کے رہنے والوں) کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا (ہرچند کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن اس حدیث کی بنا پر یہی قول راجح ہے کہ یہ دو الگ الگ امتیں ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب الرس (اندھے کنوئیں والے الفرقان: ۳۸) فرمایا ہے اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ ان دونوں سے مراد ایک قوم ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۳۰۹-۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کی تحقیق یہ ہے کہ اصحاب الایکہ اور مدین دونوں سے مراد ایک ہی قوم ہے۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی نسل سے تھے اور قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی' وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا اس لیے اس کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس علاقہ میں ایکہ نام کا ایک درخت تھا اور مدین اس درخت کی پرستش کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا۔ بہرحال مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ الگ الگ قومیں ہیں یا یہ دونوں ایک قوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب نے فرمایا) پیمانہ پورا بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤ ○ اور صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو ○ اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو ○ اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے' اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت (سرشت) کو پیدا کیا ○ انہوں نے کہا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے ○ اور تم صرف ہماری مثل بشر ہو اور بے شک ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں ○ اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو ○ شعیب نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ سو انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' بے شک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ○ اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا ○ (الشعراء: ۱۹۱-۱۸۱)

قسطاس کا لغوی اور اصطلاحی معنی

الشعراء: ۱۸۱ میں قسطاس کا لفظ ہے۔ اس لیے ہم قسطاس کا لغوی اور اصطلاحی معنی' اس کے متعلق احادیث اس کے فوائد اور دیگر امور بیان کر رہے ہیں۔ قسطاس کا معنی میزان اور ترازو ہے اور اس کو عدالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۲۲) یہ لفظ رومی ہے جس کو عربی میں ڈھالا گیا ہے' اور قسط کا معنی ہے عدل اور انصاف کے ساتھ کسی چیز کا حصہ' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط (یونس:۴) تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ اجر دے۔

جب انسان کسی کا حصہ دوسرے کو دے دے تو اس کو بھی قسط کہتے ہیں' اور یہ ظلم کے معنی میں ہے' اور قاسطون کا معنی ہے ظلم کرنے والے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ (الجن:۱۵) رہے ظلم کرنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۲۲-۵۲۱' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے المقسط' یعنی عادل' قسط یقسط ضرب یضرب کے باب سے ہو تو اس کا معنی ہے ظلم کرنا' اور جب یہ باب افعال سے ہو تو اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اور اس کا معنی ظلم کو دور کرنا' اور عدل کرنا ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے' وہ قسط یعنی میزان کو جھکاتا ہے اور اس کو اوپر اٹھاتا ہے' یعنی بندوں کے جو اعمال اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں' ان میں سے نیک اعمال کے پلڑے کو وہ جھکاتا ہے اور برے اعمال کے پلڑے کو وہ اوپر اٹھا دیتا ہے' اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ وہ میزان میں بندوں کے رزق کو زیادہ کر کے اس کے پلڑے کو جھکا دیتا ہے اور ان کے رزق کے پلڑے کو رزق میں کمی کر کے اوپر اٹھا دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ناکثین اور قاسطین اور مارقین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ناکثین کا معنی ہے عہد شکنی کرنے والے اس سے مراد اھل جمل ہیں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر والے' کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خلاف ورزی کی' اور قاسطون کا معنی ہے ظلم کرنے والے اس سے مراد اھل صفین ہیں یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان کے خلاف بغاوت کی' اور مارقون کا معنی ہے خارج ہونے والے اور اس سے مراد خوارج ہیں کیونکہ وہ دین سے اس طرح نکل گئے تھے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اقسط فی حکمه کا معنی ہے فلاں شخص نے عدل سے فیصلہ کیا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الحجرات:۹) اور عدل کرو بے شک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اور قسط کا معنی ہے ظلم کرنا اور قاسطون کا معنی ہے ظلم کرنے والے اور حق سے تجاوز کرنے والے۔

(لسان العرب ج ۷ ص ۳۷۸' مطبوعہ نشر ادب الحوزہ' ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے کہا ہے کہ قسط کا معنی ہے عدل سے کسی چیز کا حصہ کرنا (التوقیف علی مهمات التعریف ص ۲۷۱) اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قسط کا معنی ہے معاملات میں عدل کرنا۔

قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقسطین (عدل کرنے والے) اللہ کے پاس نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب بیٹھے ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' جو لوگ اپنے گھر والوں اور جن پر ان کو حاکم بنایا گیا ان میں عدل سے فیصلے کریں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۷)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے مسلمان' اور جو شخص حامل قرآن ہو اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس کے ساتھ جفا نہ کرتا ہو' اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالانے کے حکم میں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے' جس میں قریش کی ایک جماعت تھی آپ نے اس گھر کے دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا کیا اس گھر میں صرف قرشی ہیں؟ آپ سے کہا گیا اس میں فلاں شخص ہمارا بھانجا بھی ہے' آپ نے فرمایا کسی قوم کا بھانجا بھی اسی کی قوم میں شمار ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ خلافت اس وقت تک قریش میں رہے گی جب تک ان سے رحم طلب کیا جائے تو یہ رحم کرتے رہیں۔ اور جب تک یہ انصاف سے فیصلے کرتے رہیں اور یہ عدل سے تقسیم کرتے رہیں اور ان میں سے جو شخص اس طرح نہیں کرے گا' اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا کوئی فرض قبول ہو گا نہ نفل۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۶' اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی بقا میں صرف ایک دن رہ جائے گا' تو اللہ اس دن کو ضرور طویل کر دے گا' حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اس دن بھیجے گا' جس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہو گا' وہ زمین کو عدل اور انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح زمین پہلے ظلم اور بے انصافی سے بھری ہوئی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸-۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے وہ عدل و انصاف سے فیصلے کریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال و دولت کو اتنا تقسیم کریں گے کہ پھر اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنی اتنی چیزیں ہبہ کر دی ہیں۔ آپ نے پوچھا تم نے جتنی چیزیں نعمان کو دی ہیں کیا اپنے باقی بیٹوں کو بھی اتنی چیزیں دی ہیں' انہوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ' پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ تمہارے تمام بیٹے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم بھی ان کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔ ایک اور روایت میں ہے آپ نے فرمایا مجھ کو گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۱۱)

قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق آثار

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ عراق والوں میں سے کوئی شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں آپ کے پاس ایک ایسے کام کے لیے آیا ہوں جس کا کوئی سر ہے نہ کوئی دم ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کیا ہے' اس نے کہا ہمارے علاقے میں جھوٹی گواہیاں دینے کا بہت رواج ہو گیا ہے' حضرت عمر نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ اس نے کہا

marfat.com
Marfat.com

ہاں! حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم! عدل کے بغیر اسلام میں کوئی شخص خوشحال نہیں ہو سکتا۔

(مؤطا امام مالک الشہادات: ۴، رقم الحدیث: ۱۳۶۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور تمہارے لیے ایک قول کو بار بار دہرایا ہے تاکہ دل زندہ ہوں کیونکہ دل سینوں میں مردہ ہیں جب تک اللہ ان کو زندہ نہ کرے جس نے کسی چیز کا علم حاصل کیا اس کو اس سے نفع پہنچانا چاہیے بے شک عدل کی کچھ علامتیں ہیں اور عدل کی کچھ خوشخبریاں ہیں۔ عدل کی علامتیں یہ ہیں: حیاء سخاوت آسانی اور نرمی اور عدل کے لیے خوشخبری رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک دروازہ بنایا ہے اور ہر دروازے کی ایک چابی بنائی ہے پس عدل کا دروازہ اعتبار ہے اور اس کی چابی زہد ہے اور اس کا اعتبار مال بھیج کر موت کو یاد کرنا اور اس کی تیاری کرنا ہے اور زہد ہر اس شخص سے حق وصول کرتا ہے جس پر کسی کا حق ہو اور جس شخص کو بہ قدر ضرورت چیزیں مل جائیں ان پر قناعت کرتا ہے اور اگر اس کو بہ قدر ضرورت چیزیں کافی نہ ہوں تو اس کو کوئی چیز مستغنی نہیں کر سکتی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۴۰، مطبوعہ دار الریان القاہرہ ۱۴۰۸ھ)

خرشہ بن الحر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس شہادت دی حضرت عمر نے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا اور اگر میں تم کو نہیں پہچانتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے تم اس شخص کو لے کر آؤ جو تم کو پہچانتا ہو قوم میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کو پہچانتا ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا تم کس وجہ سے اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا عدل اور فضل سے حضرت عمر نے پوچھا کیا وہ تمہارا قریب ترین پڑوسی ہے تم جس کو دن رات دیکھتے ہو اور اس کے گھر سے نکلنے اور گھر میں داخل ہونے سے واقف ہو؟ اس نے کہا نہیں! حضرت عمر نے پوچھا کیا تمہارا اس سے کبھی روپے پیسے کا لین دین ہوا ہے جس سے معاملات میں اس کی خدا خوفی پر استدلال کیا جائے؟ اس نے کہا نہیں! حضرت عمر نے پوچھا کیا یہ شخص کبھی سفر میں تمہارا رفیق رہا ہے جس سے اس کے مکارم اخلاق پر استدلال کیا جا سکے؟ اس نے کہا نہیں! حضرت عمر نے کہا پھر تم اس شخص کو نہیں پہچانتے۔ پھر گواہی دینے والے شخص سے فرمایا تم اس شخص کو لے کر آؤ جو تم کو پہچانتا ہو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

عدل کے متعلق اقوال علماء

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے فرمایا:

بندہ کا عدل میں حصہ بالکل ظاہر ہوتا ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے عدل کے لیے اس کے نفس کی صفات میں سے اس کے لیے جو پہلی چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ اس کی شہوت اور اس کا غضب اس کی عقل اور اس کے دین کے تابع ہوں کیونکہ اگر اس نے اپنی عقل کو اپنی شہوت اور اپنے غضب کے تابع کر دیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اور عدل کے لیے دوسری چیز یہ واجب ہے کہ وہ تمام معاملات میں حدود شرع کی رعایت کرے اور ہر عضو میں اس کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے ہر عضو کو شریعت کے اذن کے مطابق استعمال کرے اور اپنے اھل وعیال میں اس کا عدل یہ ہے کہ ان کے جائز حقوق کو ادا کرے اور اگر وہ حکومت کے کسی منصب پر فائز ہے تو اس کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام فرائض کو دیانت داری سے ادا کرے۔

(المقصد الاسنیٰ فی شرح معانی اسماء اللہ الحسنیٰ ص ۱۰۱-۹۸ ملخصاً مطبوعہ قبرص ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن ہمام نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرنا عدل ہے نہ کہ محض اپنی رائے سے۔
عبد الرحمان بن ناصر الدین سعدی نے کہا حقوق واجبہ کو خرچ کرنا اور مستحقین میں برابر برابر حقوق تقسیم کرنا عدل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ابن حزم نے کہا نفس کے حقوق ادا کرنا اور اس سے دوسروں کے حقوق حاصل کرنا عدل ہے۔

علامہ شریف جرجانی نے کہا افراط اور تفریط کے درمیان امر متوسط عدل ہے' اور جو کام دین میں منع ہوں ان سے بچتے ہوئے صراط مستقیم پر قائم رہنا عدل ہے۔

عدل عقلی اور عدل شرعی

عقلاً عدل یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ نیکی کرو اور جو شخص تم سے برائی اور تکلیف کو دور کرے تم بھی اس سے برائی اور تکلیف کو دور کرو' اور شرعاً عدل یہ ہے کہ کسی شخص سے برابر برابر سلوک کرنا' اگر وہ نیکی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کی جائے اور اگر وہ برائی کرے تو اس کے ساتھ اتنی ہی برائی کی جائے۔ قرآن مجید میں عدل کا ذکر ہے' حضرت نوح علیہ السلام نے کافروں سے کہا:

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ○ (ھود: ۳۸)

اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو ایک دن ہم بھی تم پر ہنسیں گے جس طرح تم ہم پر ہنس رہے ہو۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ (الرحمٰن: ۶۰)

نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ. (البقرہ: ۱۹۴)

جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی اس نے زیادتی کی ہے۔

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰)

برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔

عدل اور احسان

عدل اور احسان میں فرق یہ ہے کہ عدل مساوات کا نام ہے کسی نے جس قدر نیکی کی ہو اس کے ساتھ اسی قدر نیکی کی جائے یا جس نے جس قدر زیادتی کی ہو اس کے ساتھ اسی قدر زیادتی کی جائے تو یہ عدل ہے' اور احسان یہ ہے کہ کسی کی نیکی کا اس سے زیادہ نیکی کے ساتھ بدلہ دیا جائے یا کسی کی زیادتی کے بدلہ میں اس سے کم زیادتی کی جائے' یا اس کی زیادتی کو معاف کر دیا جائے' یا اس کی زیادتی کے جواب میں اس کے ساتھ نیکی کی جائے' قرض کی رقم اتنی ہی ادا کی جائے تو عدل ہے اس سے زیادہ ادا کی جائے تو احسان ہے' بہ شرطیکہ قرض خواہ کا مطالبہ نہ ہو' کسی کے جرم پر اس کو سزا دینا عدل ہے اور اس کو معاف کر دینا احسان ہے' اسی طرح مجرم کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی احسان ہے' قصاص لینا عدل ہے اور خون بہا یا دیت لینا احسان ہے اور دیت کو ساقط کر دینا یہ اس سے بھی بڑا احسان ہے۔

عدل اور احسان کے متعلق یہ آیتیں ہیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ (الشوریٰ: ۳۹)

اور جب ان پر زیادتی کی جائے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الشوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ پر ہے' بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے

marfat.com
Marfat.com

(الشوریٰ:۴۳) کاموں سے ہے O

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ O (آل عمران:۱۳۴) اور غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

احسان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطرتاً بدگو تھے نہ تکلفاً' اور نہ بازاروں میں شور کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگذر کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۰۱۶' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۰۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۵)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے آگے بڑھ کر آپ سے مصافحہ کیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے افضل عمل بتایئے آپ نے فرمایا: اے عقبہ جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو' اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸' طبع قدیم' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۱۳ ص ۳۴۳' دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۶۱' کنزالعمال رقم الحدیث:۶۹۲۹)

عدل اور انصاف کے فوائد

(۱) عدل کرنے والا دنیا اور آخرت میں امن سے رہتا ہے اس کی دنیا میں تعریف و تحسین ہوتی ہے اور آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔

(۲) عدل و انصاف کرنے کی وجہ سے اس کی حکومت اور سلطنت کو استحکام حاصل ہوتا ہے' اور دشمن کے حملہ کے وقت عوام اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔

(۳) عادل حکمران سے مخلوق راضی رہتی ہے اور ان کی رضا کی وجہ سے اس سے اللہ بھی راضی رہتا ہے۔

(۴) عدل و انصاف کرنے والا پہلے اپنے اعضاء کے ساتھ عدل کرتا ہے اور ان کو گناہوں سے بچاتا ہے' اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ عدل کرتا ہے اور ان کو برائی سے اجتناب کرنے اور نیکی کی تلقین کرتا ہے' اور پھر عام مسلمانوں اور معاشرہ میں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔

(۵) عدل اور انصاف سوشلزم' کمیونزم اور کیپٹلزم کا راستہ روکتے ہیں اور اسلامی نظام معیشت کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

(۶) عدل اور انصاف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی سیرت کی اتباع حاصل ہوتی ہے' اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(۷) عدل اور انصاف لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کا ضامن ہے اور اس سے معاشرہ میں بے چینی نہیں پھیلتی۔

(۸) عدل و انصاف قائم کرنا لا الٰہ الا اللہ کی شہادت میں اخلاص کی علامت ہے۔

(۹) عدل و انصاف کرنے والے کو قیامت کے دن نور کا لباس پہنایا جائے گا۔

(۱۰) عدل و انصاف کرنے والا قیامت کے دن اللہ کی لعنت سے' فرشتوں کی لعنت سے اور لوگوں کی لعنت سے محفوظ رہے گا۔

marfat.com
Marfat.com

فساد کی دو قسمیں

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو۔ (الشعراء: ۱۸۳)
اس آیت میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔ پہلے ان کو خصوصیت کے ساتھ ناپ اور تول میں کمی کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں ان کو مطلقاً لوگوں کے مالوں میں کمی کرنے سے منع فرمایا۔ خواہ وہ کمی چوری کے ذریعہ کی جائے یا ڈاکے کے ذریعہ یا ناپ اور تول میں کمی کے ذریعہ' اور ان کو زمین میں قتل و غارت گری کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس آیت میں عثی کے بعد فساد کا ذکر فرمایا اور ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں فساد کرنا اور حد سے تجاوز کرنا' اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی کام صورۃً فساد ہوتا ہے لیکن حقیقتاً فساد نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے مسکینوں کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ یا جیسے انہوں نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا یہ کام بہ ظاہر فساد تھے حقیقت میں اصلاح تھے۔ یا جیسے جراح یا سرجن سرجری کرتا ہے اور کسی عضو کو کاٹ ڈالتا ہے' بہ ظاہر یہ اعضاء کو کاٹنا ہے لیکن اس میں جسم کی فلاح اور اصلاح ہوتی ہے۔ اس طرح بعض کام صورۃً اور ظاہراً فساد ہوتے ہیں اور درحقیقت وہ اصلاح اور فلاح ہوتے ہیں۔ اس لیے یہاں عثی کے بعد فساد کا ذکر فرمایا کہ تم اس طرح کا فساد نہ کرو جس میں حد سے تجاوز ہو اور اس میں اصلاح اور فلاح کا کوئی پہلو نہ ہو۔

جبلت کا معنی

الشعراء: ۱۸۴ میں فرمایا: اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت (سرشت) کو پیدا کیا۔

الجبلۃ: جبلت کا معنی ہے کسی انسان کا فطری اور پیدائشی وصف' جبلہ اللہ علی کذا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں ایسا وصف رکھ دیا ہے جس کو وہ ترک نہیں کر سکتا۔ جیسے کوئی انسان فطرۃً سخی ہو یا فطرۃً حیادار ہو۔ اور انسان کی فطرت بدل نہیں سکتی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے جبلہ اللہ علی الکرم' اللہ تعالیٰ نے کرم اور شرافت اس کی فطرت میں رکھی ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ○ (الشعراء: ۱۸۴) اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو پیدا کیا۔

یعنی کافروں کے جو اوصاف ہیں وہ فطری اور جبلی ہیں' تکبر' عناد اور ہٹ دھرمی ان کی سرشت میں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ. (الاسراء: ۸۴) ہر شخص اپنی فطرت اور سرشت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۱۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں: طبیعت' خصلت اور عادت میں فرق ہے:

طبیعت' خصلت' خلق اور عادت کا فرق

الطبع: اس لفظ کی اصل یہ ہے طبع السیف تلوار کو ڈھالا گیا' یعنی لوہے سے اس کی مخصوص صورت بنائی گئی' اسی طرح دراہم اور دینار کو مخصوص صورتوں میں جو ڈھالا جاتا ہے اس کو بھی طبع کہتے ہیں' اسی طرح انسان کو جس سرشت پر بنایا جائے اس کو طبیعت اور غریزہ کہتے ہیں غرز کا معنی ہے گاڑنا اور ٹھونکنا' گویا اس وصف کو اس میں گاڑ دیا گیا ہے' اور طبیعت اور غریزہ انسان کی

marfat.com
Marfat.com

اس قوت کو کہتے ہیں جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوسکتا۔ اس کو جبلت' فطرت اور شیمہ بھی کہتے ہیں الشامہ کے معنی تل ہیں اور شیمہ اس خصلت کو کہتے ہیں جو انسان کے اندر تل کی طرح پیوست ہو۔ جیسے کوئی انسان جبلی طور پر سخی ہو یا بخیل ہو۔

السجیة: سجیہ انسان کی پختہ عادت کو کہتے ہیں۔

خـلـق: خَلق (خ پر زبر) انسان کی جسمانی ساخت کو کہتے ہیں' اس کی شکل وصورت وغیرہ جس کا آنکھوں سے ادراک کیا جاتا ہے' اور خُلق (خ پر پیش) انسان کی ان قوتوں کو کہا جاتا ہے جن کا بصیرت سے ادراک کیا جاتا ہے اور ان کو غور وفکر سے معلوم کیا جاتا ہے' مثلاً کسی شخص کے حسن و جمال کا ادراک بصر سے ہوتا ہے اس کو خَلق کہتے ہیں اور اس کی شرافت اور نجابت کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے اس کو خُلق کہتے ہیں' اور بعض اوقات قوت غریزہ پر بھی خُلق کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ان احادیث میں ہے:

جبلّت کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چار چیزوں سے فراغت ہو چکی ہے' خَلق سے' خُلق سے' رزق سے اور مدت حیات سے اور کوئی شخص کسی سے زیادہ کسب کرنے والا نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۹۵۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن المسیب ہے' اس کی حاکم اور دار قطنی نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے' اور اس کے باقی راوی ایک سند کے ساتھ ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن آدم کی چار چیزوں سے فراغت ہو چکی ہے' خَلق اور خُلق اور رزق اور اجل (مدت حیات) سے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۵۸۳۰' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن میتب البجلی ہے اور یہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور حاکم اور دار قطنی نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل کی باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کرنا' اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کا خُلق (جبلّت) بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۳' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۳۷۲' دار الحدیث قاہرہ' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن زہری کا حضرت ابو الدرداء سے سماع نہیں ہے' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۶)

عبداللہ بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے ایک شخص کے خُلق (جبلّت) کا ذکر کیا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تم کسی شخص کا سر کاٹ دو تو پھر کیا اس کو جوڑ سکتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں! حضرت ابن مسعود نے پھر فرمایا اگر تم اس کا ہاتھ کاٹ دو تو؟ لوگوں نے کہا نہیں! حضرت ابن مسعود نے فرمایا اور اگر تم اس کا پیر کاٹ دو تو؟ لوگوں نے کہا نہیں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا بے شک تم کسی شخص کے خُلق (جبلّت) کو اس وقت تک نہیں بدل سکتے جب تک کہ تم اس کے خَلق (اعضاء اور شکل وصورت) کو نہ بدل دو' پھر حضرت ابن مسعود نے اس حدیث کو سنایا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۸۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)

marfat.com
Marfat.com

خُلق کا زیادہ تر اطلاق جبلت پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان ایک کام کرتا ہے اور دوسرا کام نہیں کرتا جیسے ایک شخص غضب کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ اس کے مزاج میں تندی اور تیزی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر شخص اس خُلق کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے جو اس کی اصل خلقت اور فطرت میں ہوتا ہے جیسے شیر شجاعت کے ساتھ مخصوص ہے' اور خرگوش یا بکری بزدلی کے ساتھ اور لومڑی مکاری کے ساتھ' اور کبھی خلق کا اطلاق اوصاف مکتسبہ پر بھی کیا جاتا ہے' انسان بعض کاموں کو کرنے کا عادی اور خوگر ہو جاتا ہے اور گویا کہ وہ کام اس کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں' جیسا کہ حسن اخلاق کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حسنِ اخلاق کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو' اور جب تم کسی گناہ کے بعد کوئی نیک کام کرلو گے تو وہ اس گناہ کو مٹا دے گا' اور لوگوں کے ساتھ حسن خُلق کے ساتھ پیش آؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ا ص ۵۴)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے سامنے اس کے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کو پیش کیا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اس نے کہا اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال عطا کیا تھا' اور میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا' اور میرا خُلق (طریقہ) یہ تھا کہ میں لوگوں سے درگزر کرتا تھا' میں امیر آدمی کے لیے آسانی کرتا تھا اور غریب آدمی کو مہلت دیتا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری بہ نسبت درگذر نے کا زیادہ مستحق ہوں' (پھر فرشتوں سے فرمایا) میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین میں سے سب سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے' اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کا اپنی بیویوں کے ساتھ خلق سب سے بہتر ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۲' ۲۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۳۱۱' المستدرک ج ا ص ۳)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے وسط میں اس شخص کے گھر کا ضامن ہوں جو اپنا موقف برحق ہونے کے باوجود جھگڑے کو ترک کردے اور اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں گھر کا ضامن ہوں کہ وہ خواہ مذاق کر رہا ہو' جھوٹ نہ بولے اور اس شخص کے لیے جنت کے سب سے بلند درجہ میں گھر کا ضامن ہوں جس کا خُلق سب سے اچھا ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۰۰' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ دار شب زندہ دار کا اجر وثواب پالیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۸' المستدرک ج ا ص ۶۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح (نیک) اخلاق کو پورا کردوں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے' اور میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ میری مجلس سے دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے

marfat.com
Marfat.com

زیادہ باتیں کرتے ہوں گے اور فصاحت و بلاغت بگھارتے ہوں گے اور اپنے فضائل کا اظہار کر کے تکبر کرتے ہوں گے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۸ ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ڈر اور حسن خُلق کی وجہ سے اور آپ سے پوچھا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے زیادہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا' منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۴ ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۶ ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱ ' الادب المفرد رقم الحدیث: ۲۸۹ ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۶ ' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۴ ' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۹۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (مجھ کو رخصت کرتے وقت) جب میرا پاؤں رکاب میں تھا تو سب سے آخر میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی' اس میں فرمایا: اے معاذ بن جبل لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۰۳ ' رقم الحدیث: ۱۶۷۱ ' مطبوعہ دار المعرفت بیروت ' ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بری باتوں کے کرنے والے سے بغض رکھتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۲ ' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق سب سے اچھا تھا' ایک دن آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا' میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ حضرت انس نے کہا میں چلا گیا حتیٰ کہ میں بچوں کے پاس سے گذرا جو بازار میں کھیل رہے تھے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر مجھے گدی سے پکڑا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے انیس وہاں جاؤ جہاں جانے کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے' میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! میں جا رہا ہوں۔ حضرت انس نے کہا: اللہ کی قسم! میں سات سال یا نو سال آپ کی خدمت میں رہا' مجھے علم نہیں کہ آپ نے کسی کام کے متعلق یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا یا کسی کام کے متعلق یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۳)

وہ افعال جو حسن اخلاق کا مصداق ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کو مارنے کے لیے جھپٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک یا دو ڈول پانی بہا دو کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۸ ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا السام علیکم (تم پر موت آئے) حضرت عائشہ نے کہا تم پر موت آئے' اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ہو۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ رک جاؤ' تم نرمی کو لازم رکھو اور تم موجب عار باتوں اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا' آپ نے فرمایا میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی تھی اور ان کے متعلق میری دعا قبول ہوگی اور میرے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۰ ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵)

marfat.com
Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی وہاں لے جاتی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس آ گئے' ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں سب کو نیند آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے' اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے' اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی' اور ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے' اور اس وقت وہ اعرابی آپ کے پاس کھڑا ہوا تھا' آپ نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس اعرابی نے مجھ پر تلوار سونت لی' میں بیدار ہوا تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے کھڑا تھا اس نے کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا! میں نے تین بار کہا: اللہ! آپ نے اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۴۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی' سہل نے کہا تم کو معلوم ہے کہ وہ کیسی چادر تھی اس کے دونوں کناروں پر بیل بوٹے کڑھے ہوئے تھے' اس عورت نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کو یہ چادر پہناؤں گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے اس چادر کو پہن لیا' صحابہ میں سے ایک شخص نے اس چادر کو دیکھا اس نے کہا یا رسول اللہ یہ چادر کتنی خوبصورت ہے! آپ یہ چادر مجھے دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اچھا! جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے تو آپ کے اصحاب نے اس شخص کو ملامت کی اور کہا تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ جب تم کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے یہ چادر لی ہے' پھر تم نے آپ سے اس چادر کا سوال کر لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا جائے تو آپ منع نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو پہن لیا تو میں اس چادر میں برکت کی توقع رکھتا تھا' تاکہ میں اس چادر میں کفن دیا جاؤں' پھر وہ اس کا کفن ہو گئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کے پاس الاقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے تم (اس کی) سفارش کرو' تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ نبیوں میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے' ان کی قوم نے ان کو زدوکوب کیا اور ان کا چہرہ خون آلود کر دیا' اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے دعا کر رہے تھے کہ اے میرے رب! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث' ۱۷۹۲)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۴۶۱)

عمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے۔ انہوں نے کہا آپ بشر میں سے ایک بشر تھے۔ کپڑے صاف کر لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۴۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۳۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی مرمت کر لیتے تھے' اور اپنے کپڑے سی لیتے تھے۔ اور گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی شخص کام کرتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۴۹۲' مصنف ابو یعلیٰ رقم الحدیث' ۴۶۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے' پھر اس اعرابی نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' آپ ہنسے پھر آپ نے اس کو کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی' اگر آپ کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو سوا اس کے کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے' اور جب بھی کسی شخص نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو آپ نے اس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ کی حرمات اور اس کی حدود کو کسی نے پامال کیا تو آپ اللہ عزوجل کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو کاموں کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اس کام کو اختیار کرتے جو آسان ہوتا۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر کوئی کام گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز میں بھی کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا ماسوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو توڑا جائے تو پھر آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث' ۲۴۹۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ پر جنگ اُحد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا تھا' آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں' وہ اٹھائی ہیں' اور سب سے زیادہ تکلیف یوم عقبہ (جس دن آپ نے طائف کی گھاٹیوں میں جا کر تبلیغ کی تھی) کو اٹھائی تھی' اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا میں جو کچھ چاہتا تھا اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا' پھر میں انتہائی افسردگی کے ساتھ چل پڑا' میں اس وقت قرن الثعالب میں تھا اور میرا غم ابھی دور نہیں ہوا تھا' میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہاں پر حضرت جبریل تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا

marfat.com
Marfat.com

بے شک اللہ نے سن لیا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو کیا پیغام سنایا اور انہوں نے آپ کو کیا جواب دیا' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے' تاکہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں' پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا' پھر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ جو چاہیں! اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۰۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مشرکین کے خلاف دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۹' الادب المفرد رقم الحدیث: ۳۲۷' شرح السنۃ ج ۱۳ ص ۲۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہو اور آپ نے اس کے پاس سے اپنا سر ہٹا لیا ہو' حتیٰ کہ وہ خود اپنا سر ہٹا تا تھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہو اور آپ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو حتیٰ کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا تا تھا' اور امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے حتیٰ کہ وہ خود آپ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیتا تھا' اور آپ کسی شخص سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص خود اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حاجت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! تم مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں بھی بیٹھ جاؤ میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس کی حاجت پوری کر دی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۹۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے۔ جنازہ کے ساتھ جاتے تھے' خادم کی دعوت کو قبول کر لیتے تھے' اور دراز گوش پر سوار ہو جاتے تھے' میں نے خود جنگ خیبر کے دن دیکھا آپ دراز گوش پر سوار تھے اس کی لگام خشک گھاس کی تھی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش کی ننگی پشت پر سوار ہوتے تھے' اور مملوک (خادم) کی دعوت کو قبول فرما لیتے تھے' اور زمین پر سوتے تھے اور زمین پر بیٹھ جاتے تھے' اور زمین پر (بیٹھ کر) کھاتے تھے' اور فرماتے تھے اگر مجھے بکری کے ایک پائے کو کھانے کی بھی دعوت دی گئی تو میں چلا جاؤں گا' اور اگر مجھے بکری کی ایک دستی کی بھی دعوت دی گئی تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۳۸' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۷۴' اس حدیث کی سند میں رواد بن الجراح اور حسن بن عمارہ ضعیف راوی ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مزاح بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

marfat.com
Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ وعظ فرماتے تو میں دل میں کہتے کہ اب آپ لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے اور جب آپ سے یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں دیکھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ کشادہ رو، سب سے زیادہ خوش طبع اور سب سے زیادہ حسین لگتے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۷۷، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۲)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں کنواری لڑکی کے چہرے سے زیادہ شرم وحیاء ہوتی تھی اور جب آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو ہم آپ کے چہرے سے جان لیتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۰۶، حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے ان میں سے ایک سند صحیح ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میرے اوپر آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا، اور وہ اسرافیل ہیں، اور ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے، انہوں نے کہا السلام علیک یا محمد! میں آپ کے پاس آپ کے رب کا پیغام لانے والا ہوں، مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو یہ اختیار دوں کہ آپ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں، اور اگر آپ چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں، میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے تواضع کرنے کا اشارہ کیا، پس اس وقت نبی علیہ السلام نے کہا اگر میں نبی بادشاہ کہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۳۰۹، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ البابلتی ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۱۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا کپکپا رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم آرام اور اطمینان سے کھڑے رہو، کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھاتی تھی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۸۲، المستدرک ج ۲ ص ۴۶۶، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت بھی جو کی روٹی کھانے کے لیے بلاتا تھا تو آپ چلے جاتے تھے۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۴۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۵۷۱، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۲۱)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ چار زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۴۹۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں محمد بن عثمان القرشی ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۴۲۳۰)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف گیا آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، میں آپ کی جوتی کو ٹھیک کرنے لگا آپ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے لی اور فرمایا یہ خود پسندی اور خود کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے اور میں خود پسندی کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۶۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۳۲)

خصلت اور عادت کا معنی اور آیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

عادت کا لفظ عـاد یعود سے بنا ہے' آدمی جب کسی فعل کو بار بار کرتا ہے یا کسی فعل کو بار بار قبول کرتا ہے تو اس کو عادت کہتے ہیں' عادت مخلوق کا فعل ہے اور سجیت اور جبلّت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' یہ انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اپنی سجیت اور جبلّت کے خلاف کوئی کام کرے کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کو تبدیل نہیں کرسکتا' لیکن بعض اوقات عادت اس قدر قوی اور پختہ ہو جاتی ہے کہ وہ سجیت اور جبلّت کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور پھر اس کو طبیعت ثانیہ کہتے ہیں۔

ہم نے پہلے بتا دیا ہے کو کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی خلقت کو تبدیل نہیں کرسکتا' اس لیے انسان کی سرشت اور جبلّت اگر نیک ہے تو وہ نیک رہے گی اور اگر بد ہے تو وہ بد رہے گی' حدیث میں ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حسین شکل دی اور نیک فطرت دی اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۷۷) اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خَلق (شکل وصورت) اور خُلق (سجیت اور جبلّت) سے فارغ ہو چکا ہے اور خالق کے فعل کو تبدیل کرنا مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے۔

(الذریعہ ص ۱۱۵-۱۱۴' مطبوعہ منشورات الرضی ایران' ۱۴۱۴ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کا یہ زعم ہے کہ اخلاق میں تغیر اور تبدل نہیں ہوسکتا' اور اس پر دو دلیلیں ہیں ایک یہ ہے کہ: خُلق باطن کی صورت ہے جیسا کہ خَلق ظاہر کی صورت ہے' اور انسان ظاہر کی صورت کو نہیں بدل سکتا' مثلاً جس کا قد چھوٹا ہو وہ اپنا قد بڑا نہیں کرسکتا' اور جس کا قد بڑا ہو وہ اپنا قد چھوٹا نہیں کرسکتا اور جس کی شکل وصورت قبیح ہو وہ اپنی شکل وصورت حسین نہیں بنا سکتا' پس جس طرح وہ اپنی ظاہری صورت کو تبدیل نہیں کرسکتا اسی طرح وہ اپنی باطنی صورت کو بھی تبدیل نہیں کرسکتا' اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حسن اخلاق تب حاصل ہوتا ہے جب انسان اپنی شہوت اور غضب کو منقطع کرے اور شہوت اور غضب تب منقطع ہوگا جب انسان کی طبیعت اور اس کا مزاج بدل جائے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ طویل مجاہدہ اور کڑی ریاضت کرنے کے باوجود بھی شہوت اور غضب کو منقطع نہیں کر پاتے لہٰذا اپنے اخلاق کو تبدیل کرنے کی کوشش محض عبث اور تضیع اوقات ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اخلاق تغیر اور تبدل کو قبول نہ کرسکیں تو وعظ اور نصیحت اور تادیب اور وصیت سب باطل ہو جائیں گی اور قرآن اور حدیث میں جو نیک کام کرنے کی تلقین اور ترغیب کی گئی ہے وہ سب عبث ہو جائیں گی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حسنوا اخلاقکم اپنے اخلاق حسین بناؤ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈرتے رہو' اور لوگوں کے ساتھ اچھے اور نیک اخلاق کے ساتھ پیش آؤ' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

اگر خلق کو تبدیل کرنا ممکن نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم کیوں دیتے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جانوروں کی طبیعت اور خلق میں تغیر ہو جاتا ہے جنگلی جانوروں کی طبیعت میں انسانوں سے وحشت ہے وہ ان سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں لیکن انسان ان کو مانوس کرلیتا ہے' شیر' ہاتھی' ریچھ اور بندروں کو سدھا لیتا ہے۔ کتے کی طبیعت میں گوشت کھانے کی حرص ہے لیکن انسان تعلیم اور تادیب سے شکاری کتے کی فطرت اور طبیعت بدل دیتا ہے وہ مالک کے لیے شکار کرتا ہے اور خود نہیں کھاتا تو جب جانوروں کی طبیعت بدل جاتی ہے تو انسان کی طبیعت کیوں نہیں بدل سکتی۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۵۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ وعظ فرماتے تو ہم دل میں کہتے کہ اب آپ لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے اور جب آپ سے یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں دیکھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ کشادہ رو سب سے زیادہ خوش طبع اور سب سے زیادہ حسین لگتے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۷۷' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۲)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں کنواری لڑکی کے چہرے سے زیادہ شرم وحیاء ہوتی تھی اور جب آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو ہم آپ کے چہرے سے جان لیتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۰۶' حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے ان میں سے ایک سند صحیح ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میرے اوپر آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا' اور وہ اسرافیل ہیں' اور ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے' انہوں نے کہا السلام علیک یا محمد! میں آپ کے پاس آپ کے رب کا پیغام لانے والا ہوں' مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو یہ اختیار دوں کہ آپ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں' اور اگر آپ چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں' میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا' انہوں نے تواضع کرنے کا اشارہ کیا' پس اس وقت نبی علیہ السلام نے کہا اگر میں نبی بادشاہ کہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۳۰۹ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے' اور اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ البابلتی' ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۱۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا کپکپا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم آرام اور اطمینان سے کھڑے رہو' کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھاتی تھی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۸۲' المستدرک ج ۲ ص ۴۶۶' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت بھی جو کی روٹی کھانے کے لیے بلاتا تھا تو آپ چلے جاتے تھے۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۴۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۵۷' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۲۱)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ چار زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۴۹۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں محمد بن عثمان القرشی ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۴۲۳۰)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف گیا آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا' میں آپ کی جوتی کو ٹھیک کرنے لگا آپ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے لی اور فرمایا یہ خود پسندی اور خود کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے اور میں خود پسندی کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۶۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۳۲)

خصلت اور عادت کا معنی اور آیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

عادت کا لفظ عاد یعود سے بنا ہے' آدمی جب کسی فعل کو بار بار کرتا ہے یا کسی فعل کو بار بار قبول کرتا ہے تو اس کو عادت کہتے ہیں' عادت مخلوق کا فعل ہے اور سجیت اور جبلّت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' یہ انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اپنی سجیت اور جبلّت کے خلاف کوئی کام کرے کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کو تبدیل نہیں کرسکتا' لیکن بعض اوقات عادت اس قدر قوی اور راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ سجیت اور جبلّت کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور پھر اس کو طبیعت ثانیہ کہتے ہیں۔

ہم نے پہلے بتا دیا ہے کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی خلقت کو تبدیل نہیں کرسکتا' اس لیے انسان کی سرشت اور جبلّت اگر نیک ہے تو وہ نیک رہے گی اور اگر بد ہے تو وہ بد رہے گی' حدیث میں ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حسین شکل دی اور نیک فطرت دی اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۷۷) اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خَلق (شکل وصورت) اور خُلق (سجیت اور جبلّت) سے فارغ ہو چکا ہے اور خالق کے فعل کو تبدیل کرنا مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے۔

(الذریعہ ص ۱۱۵-۱۱۴' مطبوعہ منشورات الرضی ایران' ۱۴۱۴ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کا یہ زعم ہے کہ اخلاق میں تغیر اور تبدل نہیں ہوسکتا' اور اس پر دو دلیلیں ہیں ایک یہ ہے کہ: خُلق باطن کی صورت ہے جیسا کہ خَلق ظاہر کی صورت ہے' اور انسان ظاہر کی صورت کو نہیں بدل سکتا' مثلاً جس کا قد چھوٹا ہو وہ اپنا قد بڑا نہیں کرسکتا' اور جس کا قد بڑا ہو وہ اپنا قد چھوٹا نہیں کرسکتا اور جس کی شکل وصورت قبیح ہو وہ اپنی شکل وصورت حسین نہیں بنا سکتا' پس جس طرح وہ اپنی ظاہری صورت کو تبدیل نہیں کرسکتا اسی طرح وہ اپنی باطنی صورت کو بھی تبدیل نہیں کرسکتا' اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حسن اخلاق تب حاصل ہوتا ہے جب انسان اپنی شہوت اور غضب کو منقطع کرے اور شہوت اور غضب تب منقطع ہوگا جب انسان کی طبیعت اور اس کا مزاج بدل جائے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ طویل مجاہدہ اور کڑی ریاضت کرنے کے باوجود بھی شہوت اور غضب کو منقطع نہیں کر پاتے لہٰذا اپنے اخلاق کو تبدیل کرنے کی کوشش محض عبث اور تضیع اوقات ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اخلاق تغیر اور تبدل کو قبول نہ کرسکیں تو وعظ اور نصیحت اور تادیب اور وصیت سب باطل ہو جائیں گی اور قرآن اور حدیث میں جو نیک کام کرنے کی تلقین اور ترغیب کی گئی ہے وہ سب عبث ہو جائیں گی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حسنوا اخلاقکم اپنے اخلاق حسین بناؤ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈرتے رہو' اور لوگوں کے ساتھ اچھے اور نیک اخلاق کے ساتھ پیش آؤ' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

اگر خلق کو تبدیل کرنا ممکن نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم کیوں دیتے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جانوروں کی طبیعت اور خلق میں تغیر ہو جاتا ہے جنگلی جانوروں کی طبیعت میں انسانوں سے وحشت ہے وہ ان سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں لیکن انسان ان کو مانوس کر لیتا ہے' شیر' ہاتھی' ریچھ اور بندروں کو سدھا لیتا ہے۔ کتے کی طبیعت میں گوشت کھانے کی حرص ہے لیکن انسان تعلیم اور تادیب سے شکاری کتے کی فطرت اور طبیعت بدل دیتا ہے وہ مالک کے لیے شکار کرتا ہے اور خود نہیں کھاتا تو جب جانوروں کی طبیعت بدل جاتی ہے تو انسان کی طبیعت کیوں نہیں بدل سکتی۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۵۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

لوگوں کی جبلتیں مختلف ہوتی ہیں' بعض لوگوں کی جبلت کسی چیز کو جلدی قبول کرتی ہے' اور بعض لوگوں کی جبلت کسی چیز کو دیر سے قبول کرتی ہے' اور بعض لوگوں کی جبلت متوسط ہوتی ہے' اور ہر ایک میں کسی اثر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے خواہ وہ صلاحیت بہت کم ہو' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ خلق اور جبلت میں بالکل تغیر نہیں ہوسکتا' ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ قوت ختم نہیں ہوسکتی مثلاً کسی شخص کی جبلت میں برے کاموں کی قوت ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ سرے سے وہ قوت ختم ہو جائے اور اس کے بجائے اس میں نیکی کی قوت ہو جائے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وعظ اور نصیحت سے اس کی برائی کی قوت میں کمی ہو جائے اور یہ صحیح ہے کیونکہ کھجور کی گٹھلی میں کھجور کو پیدا کرنے کی طاقت ہے اس کی پیداوار میں کمی تو ہوسکتی ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کھجور کی گٹھلی سے سیب پیدا ہو جائے' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ خلق اور جبلت میں تغیر اور تبدل ہوسکتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان میں نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت ہے' فرض کیجیے کہ اس کی جبلت میں بدی ہے' تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بدی کو بروئے کار لائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس بدی کو بروئے کار نہ لائے' اسی طرح فرض کریں کہ اس کی جبلت میں نیکی ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس نیکی کو بروئے کار لائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی قوت سے اس نیکی کو بروئے کار نہ لائے' کسی شخص کے پاس کھجور کی گٹھلی ہو تو وہ چاہے تو اس سے کھجور کا درخت اگائے اور چاہے تو اس کو یونہی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ گل سڑ جائے' اور یہ قول بھی صحیح ہے۔

(الذریعہ ص ۱۱٦' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران' ۱۴۱۴ھ)

اصحاب الایکہ کا اپنے انکار پر اصرار اور ان پر عذاب کا نزول

اس کے بعد فرمایا: انہوں نے کہا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے ○ (الشعراء: ۱۸۵)

یعنی جن لوگوں پر پہلے جادو کیا گیا تھا' تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ پھر کہا اور تم صرف ہماری طرح بشر ہو اور ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں ○ (الشعراء: ۱۸٦) ان کا گمان یہ تھا کہ رسول کے لیے ضروری ہے کہ وہ فرشتہ ہو اور جب کہ تم فرشتہ نہیں ہو تو تمہارا رسالت کا دعویٰ جھوٹا ہے' اس کے بعد انہوں نے کہا: اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو ○ (الشعراء: ۱۸۷) انہوں نے یہ بات حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہوئے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی۔

شعیب نے کہا! میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ (الشعراء: ۱۸۸) یعنی تم جو کفر کرتے ہو اور انواع و اقسام کے گناہ کرتے ہو ان کو میرا رب خوب جانتا ہے اور اس کفر کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق ہو اور وہ عذاب اپنے مقرر وقت پر ضرور آئے گا۔

روایت ہے کہ جب اصحاب الایکہ اپنے انکار اور تکبر میں حد سے گذر گئے تو اللہ سبحانہ نے ان پر سات مسلسل سخت گرمی کے دن بھیج دیئے حتیٰ کہ ان کے کنویں میں پانی جوش سے ابلنے لگا' اور ان کے لیے سخت گرمی کے باعث سانس لینا دشوار ہو گیا' اور ان سب نے جنگلوں کا رخ کیا اور درختوں کے نیچے لیٹ گئے' یکا یک ایک سیاہ رنگ کا ابر ظاہر ہوا اور اس کے نیچے ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ وہ سب ایک دوسرے کو آوازیں دے کر اس ابر کے نیچے جمع ہو گئے اور جب تمام لوگ اس بادل کے نیچے اکٹھے ہو گئے تو اچانک اس ابر سے آگ برسنے لگی' اور اس نے ان سب لوگوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سو انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' بے شک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا ○ (الشعراء: ۱۸۹) یعنی انہوں نے اپنے شبہات کے زائل ہونے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل واضح ہونے کے باوجود اپنی تکذیب پر اصرار کیا تو ان کو یوم الظلہ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا' الظلۃ سایا کرنے والے بادل کو

marfat.com
Marfat.com

تے ہیں اور سائبان کو بھی کہتے ہیں' انہوں نے یہی کہا تھا کہ ان کے اوپر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیا جائے گویا وہ آسمان کی جانب سے کسی عذاب کے نازل ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے' تو ان پر آسمان کی طرف سے ہی عذاب نازل کر دیا گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو امتوں کی طرف بھیجا گیا تھا اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ' اصحاب مدین کو چنگھاڑ اور زلزلہ کے عذاب سے ہلاک کیا گیا اور اصحاب الایکہ کو یوم الظلۃ کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ اس کے بعد فرمایا:

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے O (الشعراء: ۱۹۰)

یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کا جو قصہ ذکر کیا گیا ہے اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانی ہے اور اکثر اصحاب الایکہ ایمان لانے والے نہ تھے' بلکہ کل اصحاب الایکہ ایمان لانے والے نہ تھے کیونکہ ان میں سے کسی شخص کا بھی ایمان لانا منقول نہیں ہے (علامہ اسماعیل حقی کا یہ لکھنا قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت کے خلاف ہے) اس کے برخلاف اصحاب مدین میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی تھی۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۹۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ دونوں امتوں میں سے نو سو نفر حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۲۷)

اس کے بعد فرمایا:

اور بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا O (الشعراء: ۱۹۱)

آپ کا رب غالب ہے یعنی ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے غلبہ کے آثار سے یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد فرماتا ہے۔

سورۃ الشعراء میں انبیاء علیہم السلام کے قصص کی تنقیح

سورۃ الشعراء میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے سات قصے بیان کیے گئے ہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ ان میں آخری قصہ ہے۔ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش تکذیب کرتے تھے ان کو بتایا کہ جس قوم نے بھی اپنے نبی کی تکذیب کی اس پر آسمانی عذاب نازل ہوا سو قریش کو بھی اس عذاب سے ڈرنا چاہیے اور آپ کی تکذیب کو ترک کر دینا چاہیے اور ان واقعات میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر قریش آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ غم اور افسوس نہ کریں ہر زمانہ میں ہر نبی کے ساتھ اس طرح ہوتا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان سات نبیوں کے قصص بیان فرمائے۔ سات سے کم یا سات سے زیادہ نبیوں کے واقعات کیوں بیان نہیں فرمائے اور ان سات مخصوص نبیوں کی کیا وجہ تخصیص ہے اور کیا وجہ ترجیح ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہم پر یہ وجہ تخصیص اور ترجیح منکشف نہیں ہو سکی۔ نیز ان انبیاء میں سے پہلے حضرت موسیٰ کا پھر حضرت ابراہیم کا' پھر حضرت نوح کا' پھر حضرت ہود کا' پھر حضرت صالح کا' پھر حضرت لوط کا' اور پھر آخر میں حضرت شعیب علیہم السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی ترتیب اس طرح نہیں ہے پہلے حضرت نوح علیہ السلام ہیں پھر حضرت ہود ہیں' پھر حضرت صالح ہیں' پھر حضرت ابراہیم ہیں پھر حضرت لوط ہیں' پھر حضرت شعیب ہیں اور پھر حضرت موسیٰ علیہم السلام ہیں۔ سو ان کے واقعات کو اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم پر اس کی حکمت اور اس کی وجہ منکشف نہیں ہو سکی۔

مستقبل میں عذاب سے نجات کا مدار

سورۃ الشعراء میں گذرے ہوئے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ذکر سے مستقبل کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ کفر اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر عذاب ہوتا ہے' اس لیے دل کو کفر اور گناہوں کے ارادہ اور گناہوں کی لذت اور محبت سے خالی کرنا

marfat.com
Marfat.com

ضروری ہے اور دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق اور ان پر ایمان کا حصول ضروری ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا جذبہ لازمی ہے اور انسان پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں اور ان تعلقات
سے کنارہ کش رہے جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور ان کی اطاعت کی راہ میں مزاحم ہوتی ہیں۔ اس پر اخلاص اور نجات
موقوف ہے اور یہ چیز اس وقت حاصل ہوگی جب وہ تمام احکام شریعت پر عمل کرے گا اور ہر قسم کے گناہوں سے بچے گا اور وعظ
ونصیحت اور خیر خواہی کی باتوں کو قبول کرے گا اور کسی صاحب دل اور صاحب نظر کی مجلس میں بیٹھے گا اور اس کے سلوک اور
وظائف پر عمل کرے گا پس جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر آپ کے اصحاب کے طریقہ پر اور ائمہ مجتہدین کے
ارشادات ان کے اخلاق اور ان کے زہد وتقویٰ پر عمل کرے گا اور ہمیشہ شب بیداری اور تہجد گذاری کرے گا اور تمام مامورات
شرعیہ پر دائماً عمل کرے گا اور تمام ممنوعات شرعیہ سے لازماً مجتنب رہے گا اور اپنے آپ کو تسلیم ورضا کے قالب میں اس طرح
ڈھال لے گا کہ اس پر جب بھی مصیبت بلاء اور مرض کا نزول ہو تو وہ اس سے گھبرائے گا نہیں اور جب بھی اس پر تنگی رزق اور
حوادث روزگار کا ورود ہو تو وہ اس سے تنگ نہ ہو اور دنیا کے مناصب اور دنیا کی لذتوں اور رنگینیوں کے چھن جانے سے اس کو
احساس محرومی نہ ہو بلکہ فرحت اور خوشی ہو تو اس وقت اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی
محبت اور اس کی رحمت کے یہ آثار ہیں کہ اس کے دل میں اللہ کے حکم کی تعظیم ہو اور اس کے تمام اعضا ساری زندگی اس کے حکم
پر عمل پیرا رہیں اور اگر اس کا حال اس کے برعکس ہو تو اس کو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہے اور اس پر غضبناک
ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو تو اللہ تعالیٰ قاہر اور غالب ہے اور اپنا انتقام لینے پر ہر طرح سے قادر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو
اپنی رحمت کے سائے میں رکھے اور اپنے قہر وغضب اور اپنے انتقام سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى

اور بے شک یہ (قرآن) رب العلمین کی نازل فرمائی ہوئی کتاب ہے ○ جس کو الروح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں ○ آپ

قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ

کے قلب کے اوپر تا کہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں ○ صاف صاف عربی زبان میں ○ اور بے شک

لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾

اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں (بھی) ہے ○ کیا ان (کفار مکہ) کے لیے یہ کافی نشانی نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں ○

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے ○ پھر وہ اس (قرآن) کو ان کے سامنے پڑھتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے ○

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى

اسی طرح ہم نے منکروں کے دلوں میں ان کے انکار کو داخل کر دیا ہے ○ وہ اس وقت تک اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ

marfat.com
Marfat.com

يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُولُوا

کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں O ان پر اچانک وہ عذاب آئے گا اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا O اس وقت وہ یہ کہیں

هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ﴿۲۰۳﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۲۰۴﴾ أَفَرَأَيْتَ إِنْ

گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ O کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟ O اچھا یہ بتایئے کہ اگر ہم ان کو

مَتَّعْنٰهُمْ سِنِينَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۲۰۶﴾ مَا أَغْنٰى عَنْهُمْ

کئی سالوں کی مہلت دے بھی دیں O پھر اس کے بعد ان پر وہی عذاب آجائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا O تو وہ سامان ان کے کس

مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ﴿۲۰۸﴾

کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی ان کو مہلت دی گئی تھی! O ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا اس کے لیے عذاب سے ڈرانے والے

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِينُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا

(بھیجے گئے) تھے O ان کو یاد کرانے کے لیے اور ہم (ان پر) ظلم کرنے والے نہ تھے O اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں نازل ہوئے O اور

يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۲۱۱﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا

نہ وہ اس کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں O بے شک وہ (فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں O سو

تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿۲۱۳﴾ وَأَنْذِرْ

(اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کر ورنہ تو بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا O اور آپ

عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرایئے O اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱۵﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۱۶﴾

کے بازو جھکا کر رکھیے O پھر بھی اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہیے میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں O

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِي يَرٰىكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۲۱۸﴾ وَ

اور بہت غالب اور بے حد رحم کرنے والے پر توکل کیجیے O جو آپ کو آپ کے قیام کے وقت دیکھتا ہے O اور

مع ۵ عند المتقدمین ۲

marfat.com
Marfat.com

تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ

سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو O بے شک وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O کیا میں تمہیں ان کی

عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ

خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں O وہ ہر تہمت باندھنے والے گنہ گار پر نازل ہوتے ہیں O وہ سنی سنائی

السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ

باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں O اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں O کیا آپ نے نہیں دیکھا

اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا

کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں O اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے O سوا ان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ

لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' اور انہوں نے اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا اور انہوں نے اپنے مظلوم

بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۵

ہونے کے بعد بدلہ لیا' اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کی نازل فرمائی ہوئی کتاب ہے O جس کو الروح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں O آپ کے قلب کے اوپر تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں O صاف صاف عربی زبان میں O اور بے شک اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں (بھی) ہے O (الشعراء: ۱۹۶-۱۹۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے احوال اور ان کی نبوت کے دلائل ذکر فرمائے تھے اور ان کی قوموں نے جو ان کی نبوت کا انکار کیا تھا اور اس انکار کے نتیجہ میں ان پر جو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا اس کا ذکر فرمایا تھا' اور اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل ذکر فرمائے ہیں' کیونکہ ان آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے قصص اور ان کے واقعات بیان فرمائے' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قصص اور واقعات کو کسی سے نہیں سنا تھا کیونکہ قریش مکہ جانتے تھے کہ آپ اہل علم اور اہل تاریخ کی مجلس میں نہیں بیٹھے تھے اس کے باوجود آپ نے ان کے واقعات بالکل درست بیان فرما دیے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام واقعات سے آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا۔ اور آپ پر وحی کا نزول آپ کی نبوت کی دلیل ہے' دوسری دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے یہ واقعات سابقہ کتابوں میں مذکور ہیں اور آپ نے سابقہ کتابیں نہیں پڑھی تھیں کیونکہ آپ اُمی تھے اس کے باوجود آپ نے یہ واقعات اسی تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیے اور

marfat.com
Marfat.com

بھی ہو سکتا تھا جب آپ پر وحی نازل ہو اور نزول وحی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

حضرت جبریل کو الروح الامین فرمانے کی وجہ

اس آیت میں قرآن مجید کو اتارنے کے لیے تنزیل کا لفظ استعمال فرمایا ہے' اور بعض آیات میں انزال کا لفظ ذکر فرمایا ہے' تنزیل کا معنی ہے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا اور انزال عام ہے دفعۃً نازل کرنا' یا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا' نیز تفعیل کا وزن کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجید تئیس سال میں متعدد بار نازل ہوا ہے' اور اس کے ساتھ رب العالمین کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی تنزیل مخلوق کی تربیت اور اس کی پرورش کے لیے ہوئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا جس کو الروح الامین (جبریل) نے نازل کیا ہے۔ (الشعراء: ۱۹۳)

حضرت جبریل کو امین فرمایا کیونکہ وحی کی امانت ان کے سپرد کی گئی تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک وحی کو پہنچائیں' اور ان کو روح اس لیے فرمایا کہ وہ مکلفین کے دلوں کی زندگی کا سبب ہیں جس طرح روح بدن کی زندگی کا سبب ہوتی ہے' کیونکہ دل علم اور معرفت کے نور سے زندہ ہوتے ہیں اور بے علمی اور جہالت سے مردہ ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردہ فرمایا:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى. (النمل: ۸۰) بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔

کفار اس لیے مردہ تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے خالی تھے اور اس کی ذات اور صفات کو کما حقہ نہیں پہچانتے تھے' پس حضرت جبریل کو الروح فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ وہ وحی لانے پر مامور ہیں اور وحی سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت ہوتی ہے اور اس معرفت سے دل زندہ ہوتے ہیں اور روح زندگی کا سبب ہے اس لیے حضرت جبریل کو الروح فرمایا۔

حضرت جبریل کو الروح فرمانے کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت جبریل کا جسم لطیف ہے اور روحانی ہے اسی طرح فرشتے بھی روحانی ہیں وہ روح سے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ ہوا کی طرح لطیف ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اجسام لطیفہ ہیں اور وہ اپنی لطافت کی وجہ سے روح کے حکم میں ہیں۔ اس لیے ان کو ارواح قرار دیا گیا اور حضرت جبریل کی لطافت باقی فرشتوں سے بہت زیادہ ہے کیونکہ حضرت جبریل کی تمام فرشتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح نبی کی اپنی امت پر فضیلت ہوتی ہے سو غایت لطافت کی وجہ سے ان کو الروح فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر قرآن مجید کو نازل کرنے کی کیفیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو الفاظ عربیہ کا لباس پہنایا اور ان الفاظ عربیہ کو حضرت جبریل پر نازل فرمایا اور ان کو ان الفاظ پر امین بنایا تا کہ وہ اس کے حقائق میں تصرف نہ کریں پھر حضرت جبریل نے ان الفاظ کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل فرمایا جیسا کہ فرمایا:

آپ کے قلب کے اوپر تا کہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں ○ (الشعراء: ۱۹۴)

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم' جبریل نے اس قرآن کی آپ کے سامنے تلاوت کی حتیٰ کہ آپ نے اس کو اپنے دل میں یاد کر لیا' کیونکہ دل ہی کسی چیز کو یاد رکھنے اور اس کے ثبوت کا محل ہے اور وحی اور الہام کا معدن اور منبع ہے اور انسان کے جسم میں صرف دل ہی خطاب اور فیض کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اللہ کے کلام کو اپنے دل میں جذب کرنے اور اس کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت تمام انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی تھی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى. (الاعلیٰ: ۶) ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ (اس کو) نہیں بھولیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

اور باقی انبیاء کی کتابیں الواح (تختیوں) اور صحائف کی صورتوں میں نازل کی گئی تھیں ان کے دلوں پر نازل کی گئی تھیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اس وقت نازل کی گئی جب آپ کو وحی کی سخت پیاس تھی پھر وہ وحی آپ کی فہم اور آپ کی سماعت میں آ گئی اور یہ بلندی سے پستی کی طرف نزول ہے اور خواص کا مرتبہ ہے کیونکہ عوام پہلے کسی کلام کو سنتے ہیں پھر ان کی فہم میں آتا ہے پھر اس کے بعد وہ اس کو دل میں یاد رکھتے ہیں اور یہ پستی سے بلندی کی جانب ترقی ہے اور یہ مریدین اور اہل سلوک کا درجہ ہے سو خواص اور عوام میں کس قدر فرق ہے۔

الفتاویٰ النورینیہ میں مرقوم ہے کہ السید سے سوال کیا گیا کہ حضرت جبریل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی بار نازل ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ مشہور قول یہ ہے کہ وہ آپ پر چوبیس ہزار بار نازل ہوئے۔ اور مشکوۃ الانوار میں مذکور ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل ستائیس ہزار بار نازل ہوئے اور باقی انبیاء علیہم السلام پر تین ہزار بار سے زیادہ نازل نہیں ہوئے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۹۴)

نیز فرمایا تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔ ہر چند کہ آپ نیک اعمال پر ثواب کی بشارت دینے والے بھی ہیں اور برے اعمال پر اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ لیکن اس آیت میں صرف عذاب سے ڈرانے کا ذکر کیا ہے کیونکہ ثواب کے حصول کی بہ نسبت عذاب سے بچنا زیادہ اہم اور اس پر مقدم ہے۔ رذائل سے خالی ہونا فضائل سے متصف ہونے پر مقدم ہوتا ہے جیسے بیمار اور کمزور آدمی پہلے بیماری کو دور کرتا ہے پھر قوت بخش غذائیں کھاتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے قرآن مجید کے علاوہ دیگر احکام کے متعلق بھی آپ پر وحی نازل کی ہے

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اس کا رزق مکمل نہ ہو جائے خواہ اس میں تاخیر ہو۔

امام ابن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جو تم کو جنت کے قریب کرے گا اور دوزخ سے دور کرے گا میں تم کو اس کا حکم دے چکا ہوں اور ہر وہ کام جو تم کو دوزخ کے قریب اور جنت سے دور کرے گا میں تم کو اس کام سے منع کر چکا ہوں اور بے شک الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنے رزق کو مکمل نہیں کر لے گا اس کو موت نہیں آئے گی پس تم اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقہ سے طلب کرو اور حصول رزق کی تاخیر تم کو اللہ کی معصیت پر نہ ابھارے کیونکہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۴۳۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

(الدر المنثور ج ۶ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں آپ کے قلب سے مراد آپ کی روح ہے اور قلب کا روح پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید کو آپ کی روح پر نازل کیا گیا ہے کیونکہ روح ہی مدرک اور مکلف ہے نہ کہ جسد اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جہتیں تھیں آپ کی ایک جہت ملکی تھی اور اس جہت سے آپ فیض قبول کرتے تھے اور آپ کی دوسری جہت بشری تھی

marfat.com
Marfat.com

اور اس جہت سے آپ مخلوق کو فیض دیتے تھے' اس لیے قرآن مجید کو آپ کی روح پر نازل کیا گیا کیونکہ آپ کی روح ہی صفات ملکیہ سے متصف ہے جن صفات کی وجہ سے آپ الروح الامین سے فیض (روحی) کو قبول کرتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۹ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت جبریل الفاظ قرآنیہ کو لے کر نازل ہوتے تھے' اس سے پہلے قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت العزت کی طرف نازل ہوا۔ یا جب جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید کو نازل کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ اس کو لوح سے محفوظ کر لیتے تھے یا ان کی طرف قرآن مجید کی وحی کی جاتی اور وہ اس کو لے کر نازل ہو جاتے' یا جیسا کہ بعض متقدین نے کہا ہے کہ حضرت جبریل اللہ سبحانہ سے قرآن مجید سنتے پھر بغیر کسی تغیر کے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر القا کرتے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے معانی نازل کرتے تھے پھر آپ معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کرتے تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: بلسان عربی مبین (الشعراء: ۱۹۵) جبریل نے اس قرآن کو صاف صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر وحی متلو اور وحی غیر متلو میں اور قرآن اور حدیث میں کوئی فرق نہ رہتا۔

اسی طرح بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ الروح الامین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہو کیونکہ آپ کی روح انتہائی مقدس اور فی نفسہا اس قدر کامل تھی کہ وہ خود بغیر کسی واسطے کے معانی کا ادراک کرتی تھی۔ یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ الروح الامین سے مراد حضرت جبریل ہیں اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ قرآن مجید آپ پر حضرت جبریل نے نازل کیا ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ: ۹۷)

آپ کہیے جو شخص جبریل کا دشمن ہے (وہ اپنے غیظ میں جل جائے) کیونکہ جبریل نے اس قرآن کو آپ کے قلب پر اللہ کے اذن سے نازل کیا ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت جبریل پر معانی القاء کیے گئے اور انہوں نے ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کیا یہ قول بھی صحیح نہیں ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی اللہ عزوجل نے نازل کیے ہیں اور ان میں حضرت جبریل کا کوئی دخل نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (یوسف: ۲)

بے شک ہم نے اس قرآن عربی کو نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کو جبریل سے سنتے تھے اور اپنی خداداد قوتوں سے اس کو یاد کر لیتے تھے اور یہ اس طرح نہیں تھا جس طرح عام بشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے تھے اور پھر اس کو یاد کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت آپ پر سخت دہشت طاری ہوتی تھی اور شدید سردی میں بھی آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو جاتے تھے حتیٰ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کبھی یہ گمان کیا جاتا کہ آپ اونگھ رہے ہیں۔

حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کبھی مجھ پر وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے' اور وہ مجھ پر

marfat.com
Marfat.com

بہت سخت ہوتی ہے' پس وحی مجھ سے منقطع ہوتی ہے اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں' اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا ہے' پس وہ مجھ سے کلام کرتا رہتا ہے اور میں اس کے کلام کو یاد کرتا رہتا ہوں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے انتہائی سرد دن میں دیکھا کہ آپ سے جب وحی کا نزول منقطع ہوا تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۷۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۱۵۷)

اور اسی کے موافق صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' اچانک آپ اونگھنے لگے' پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ مسکرا رہے تھے' ہم نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے پڑھا: **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا اعطیناک الکوثر ○ فصل لربک وانحر ○ ان شانئک ھو الابتر ○**

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۷۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث' ۹۰۴)

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ پر تمام قرآن مجید بیداری میں نازل ہوا ہے۔ اب ان پر یہ اشکال ہوا کہ یہ سورت الکوثر تو آپ پر اونگھنے کی حالت میں نازل ہوئی ہے پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ دراصل پہلے آپ پر یہ سورت بیداری میں نازل ہوئی تھی پھر دوبارہ آپ پر یہ سورت اونگھ یا نیند میں نازل ہوئی۔ ہمارے نزدیک اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے قرآن کریم کو یاد کرتے تھے اور آپ کی نیند قرآن مجید کو یاد کرنے سے مانع نہیں تھی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے:

قالت عائشة فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة! ان عینی تنامان ولا ینام قلبی.

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۳)

علامہ اصفہانی نے اپنی تفسیر کے شروع میں کہا ہے کہ اھل السنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نازل کیا گیا ہے اور انزال کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اس کا معنی ہے قرأت کا اظہار کرنا اور بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کا جبریل علیہ السلام پر انزال کیا اور وہ اس وقت آسمان میں تھے' اور ان کو قرأت کی تعلیم دی۔ پھر حضرت جبریل نے نیچے زمین پر اتر کر اس کو پہنچایا اور اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صورت بشریہ سے خالی ہو کر صورت ملکیہ کی طرف منتقل ہو جائیں' اور جبریل علیہ السلام سے وحی کو وصول کر لیں' اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حضرت جبریل اپنی صورت اصلیہ سے خالی ہو کر صورت بشریہ میں منتقل ہو جائیں اور دونوں میں سے پہلی صورت زیادہ دشوار ہے' اور علامہ الطیبی نے کہا ہو سکتا ہے کہ آپ پر نزول قرآن اس طرح ہوا ہو کہ فرشتہ روحانی طور پر قرآن مجید کو حاصل کرے' یا لوح محفوظ سے قرآن مجید کو یاد کر لے پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کر دے۔

اور علامہ القطب نے کشاف کے حواشی میں لکھا ہے کہ انزال کا معنی ہے کسی چیز کو بلندی سے نیچے کی طرف حرکت دینا' اور یہ معنی کلام میں متحقق نہیں ہو سکتا' سو یہ معنی مجازی میں مستعمل ہے' پس جس شخص کے نزدیک قرآن مجید ایک معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے تو پھر انزال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات اور حروف کو پیدا کرے جو اس معنی پر دلالت کریں

marfat.com
Marfat.com

اوران کو لوح محفوظ میں ثابت فرمادے۔ اور جس شخص کے نزدیک قرآن مجید وہ الفاظ ہیں جو اس معنی پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے تو پھر قرآن مجید کے انزال کا معنی یہ ہے کہ وہ محض ان الفاظ کو لوح محفوظ میں ثابت فرمادے۔ اور یہ معنی انزال کے مجازی معنی کے مناسب ہے۔

پھر اس آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ الروح الامین نے تمام قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف پر نازل کیا ہے اور یہ اس حدیث کے منافی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں لے جایا گیا تو اس کی انتہاء سدرۃ المنتہیٰ پر تھی اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں ان کی انتہاء اسی پر ہوتی ہے پس ان کو کھینچ لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو چیزیں نیچے اترتی ہیں ان کی انتہاء بھی اسی پر ہوتی ہے پس ان کو کھینچ لیا جاتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ آپ کو پانچ نمازیں دی گئیں اور آپ کو سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں دی گئیں اور آپ کی امت میں سے جس نے شرک نہ کیا ہو اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۵۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر آپ کو سورہ بقرہ کی آخری آیتیں دی گئیں اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ ہوسکتا ہے کہ سورۃ البقرہ کی آخری آیات دوبارہ حضرت جبریل کی وساطت سے نازل کی گئی ہوں' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ الشعراء کی زیر تفسیر آیت میں جو فرمایا ہے کہ اس قرآن کو الروح الامین نے نازل کیا ہے' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ تمام قرآن مجید کو الروح الامین نے نازل کیا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کے اکثر اور غالب حصے کو جبریل امین نے نازل کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان میں ہے اور اکثر احادیث میں یہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور پورا درخت ساتویں آسمان میں ہے۔ (السدرۃ کا معنی ہے بیری کا درخت)

اس آیت کی جو یہ توجیہ کی گئی ہے کہ حضرت جبریل نے قرآن مجید کی اکثر آیات نازل کی ہیں اس کی تائید میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات حضرت اسرافیل علیہ السلام نے نازل کی ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے' اتقان میں مذکور ہے کہ امام احمد نے اپنی تاریخ میں از داؤد بن ابی ہند از شعبی روایت کیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی گئی' اور آپ کی نبوت کے ابتدائی تین سال میں حضرت اسرافیل آپ کے ساتھ رہے وہ آپ کو مختلف چیزوں اور باتوں کی تعلیم دیتے تھے اور حضرت اسرافیل کی زبان سے آپ پر قرآن مجید نازل نہیں ہوا' اور پھر جب تین سال گذر گئے تو پھر آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام مقارن ہوئے' پھر ان کی زبان سے دس سال تک آپ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا' یہ حدیث اس بات کے صریح مخالف ہے کہ آپ پر حضرت اسرافیل نے بھی وحی نازل کی ہے' اور یہ حدیث اس کے بھی مخالف ہے کہ اول امر سے لے کر آخر تک آپ پر حضرت جبریل علیہ السلام وحی نازل کرتے رہے ہیں' اور یہی صحیح ہے' ہاں قرآن مجید کے علاوہ دیگر امور میں حضرت جبریل کے علاوہ دوسرے فرشتوں نے بھی آپ پر وحی نازل کی ہے اور کئی مرتبہ قرآن مجید کے نزول کی تقویت کے لیے حضرت جبریل کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی نازل ہوتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر چند کہ قرآن مجید کو حضرت جبریل ہی نازل کرتے تھے لیکن وہ ہمیشہ آپ کے قلب پر قرآن مجید کو نازل نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے قلب پر قرآن مجید کو نازل کرنا' اکثر اور اغلب کے اعتبار سے ہے کیونکہ شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ کے چودھویں باب میں لکھا ہے کہ جو فرشتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتا تھا اس کی دو قسمیں ہیں کبھی وہ آپ کے قلب پر وحی نازل کرتا تھا اور کبھی وہ آپ کے پاس جسمانی صورت میں آتا تھا اور جو وحی لے کر آتا تھا اس کو آپ کے کان میں القاء کر دیتا جس کو آپ سنتے تھے اور کبھی وہ اس کو آپ کی بصر پر القا کر دیتا جس کو آپ دیکھتے تھے اور آپ کو دیکھنے سے جو وحی حاصل ہوتی تھی وہ اس کے بالکل مساوی تھی جو آپ کو سننے سے حاصل ہوتی تھی' لیکن یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید ہمیشہ حضرت جبریل نے آپ کے قلب پر نازل کیا ہے' البتہ بعض دیگر امور کے متعلق آپ پر وحی مذکورہ دوسرے طریقہ سے بھی نازل ہو جاتی تھی جیسا کہ احادیث میں ہے بعض اوقات فرشتہ آپ کے پاس جسمانی شکل میں بھی آتا تھا۔ (روح المعانی جز ۱۹ص ۱۸۸-۱۸۲ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قرآن مجید کے عربی زبان میں ہونے کی تحقیق اور غیر عربی الفاظ کا جواب

اس کے بعد فرمایا: صاف صاف عربی زبان میں ○ (الشعراء: ۱۹۵)

یعنی قرآن مجید کو ایسی صاف صاف عربی زبان میں نازل کیا گیا جس میں الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت بالکل واضح تھی اور اس میں کوئی خفاء اور اشتباہ نہ تھا تا کہ عرب کے رہنے والے اور قریش مکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو ن کر کیا کریں جس کو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے' اس آیت سے عربی زبان کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا ہے کسی اور زبان میں نازل نہیں کیا۔ اسی وجہ سے اھل جنت کے لیے عربی زبان کو اختیار کیا گیا ہے اور اہل نار کے لیے عجمی زبان کو' سفیان نے کہا قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے سے پہلے لوگ سریانی زبان میں کلام کریں گے اور جنت میں داخل ہونے کے بعد عربی زبان میں کلام کریں گے۔

امام عبدالرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن بریدہ روایت کرتے ہیں کہ لسان عربی سے مراد لسان جرھم ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۴۷)

مجاہد نے کہا قرآن مجید لسان قریش پر نازل ہوا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۴۸)

یحییٰ ابن الضریس بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان الثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عربی زبان کے سوا اور کسی زبان میں وحی نازل نہیں ہوئی' پھر ہر نبی نے اس کا ترجمہ اپنی قوم کی زبان میں کیا اور قیامت کے دن لوگوں کی زبان سریانی ہوگی اور جو جنت میں داخل ہوگا وہ عربی زبان میں کلام کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۵۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کا صاف صاف عربی زبان میں ہونا کس طرح درست ہوگا' جب کہ اس میں دوسری لغات بھی ہیں مثلاً اس میں سجیل کا لفظ ہے جس کا معنی پتھر اور کیچڑ ہے اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں صُر کا لفظ ہے فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (البقرہ: ۲۶۰) یعنی ان کو کاٹ کر ان کے ٹکڑے کر دو اور یہ رومی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ہے وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ (ص: ۳) اور نہ ہی وہ وقت بھاگنے کا تھا' یہ سریانی زبان کا لفظ ہے' اور کفلین کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں دو حصے' اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے' اور تنور کا لفظ ہے' جس میں روٹی پکائی جاتی ہے اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب ان الفاظ کو استعمال کرتے ہیں اور ان کو اپنے عرف اور محاورہ میں پہچانتے ہیں' اس لیے یہ الفاظ عربی زبان کے حکم میں ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ لغات متداخلہ میں سے ہوں یہ الفاظ دوسری زبانوں میں بھی مستعمل

marfat.com
Marfat.com

ہوں اور عربی زبان میں بھی مستعمل ہوں۔

عربی زبان کی فضیلت

فقیہ ابواللیث نے کہا ہے کہ عربی زبان کو تمام زبانوں پر فضیلت ہے' پس جس شخص نے عربی زبان خود سیکھی یا کسی دوسرے کو سکھائی تو اس کو اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔

(روح البیان ج ٦ ص ۳۹۵' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کی محبت ایمان ہے اور جس نے عربوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ٦۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی الہیثم بن جماز متروک ہے مجمع الزوائد رقم الحدیث:: ۱٦۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین وجہوں سے عربوں سے محبت رکھو' کیونکہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اھل جنت کا کلام عربی ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۴۴۱' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں العلاء بن عمر الحنفی ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱٦٦۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی پر وحی عربی زبان میں نازل کی پھر بعد میں وہ نبی اس وحی کو اپنی قوم کی زبان میں بیان فرماتا۔

(امام ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳٦۰ھ فرماتے ہیں اس حدیث کو زہری سے صرف سلیمان بن ارقم نے روایت کیا ہے اور عباس بن الفضل اس میں متفرد ہے۔ المعجم الاوسط ج ۳ ص ۲۹۵ رقم الحدیث: ۴٦۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ اور حافظ الہیثمی نے کہا سلیمان بن ارقم ضعیف راوی ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱٦٦۰۳)

عربی زبان کی تاریخ

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی زبان عربی تھی' جب انہوں نے شجر ممنوع سے کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو ان سے سلب کرلیا پھر وہ سریانی زبان میں کلام کرنے لگے' پھر جب انہوں نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے وہ زبان ان کو لوٹا دی' سریانی زبان ارض سوریہ کی طرف منسوب ہے اور یہ ایک جزیرہ کی زبان ہے' حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اور غرق سے پہلے ان کی قوم کی بھی یہی زبان تھی' اور وہ عربی زبان کے مشابہ تھی لیکن اس میں تحریف ہو چکی تھی' اور ان کی کشتی میں سوار لوگوں کی بھی ایک کے سوا یہی زبان تھی۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام کو یہ عربی زبان الہام کی گئی تھی۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' ذہبی نے کہا مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۳۴۴' طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۳۱۵' طبع جدید' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۲۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: قرانا عربیا لقوم یعلمون (فصلت: ۳) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان الہام کی گئی تھی۔ یہ حدیث

marfat.com
Marfat.com

صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔
(المستدرک ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۴۱ طبع جدید)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لسان عربی سے مراد جرہم کی لسان ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے ذہبی نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۳۹ المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۴۲ المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

محمد بن سلام نے از یونس از ابو عمرو روایت کیا کہ تمام عرب حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں سوائے حمیر اور جرہم کی بقایا نسل کے اور حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ عرب میں وہ بھی ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں ہیں' جیسے عاد اور ثمود' اور طسم اور جدیس اور امیم اور جرہم اور عمالیق اور ان کے علاوہ دوسری امتیں جو حضرت خلیل علیہ السلام سے پہلے تھیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کے زمانہ میں حجاز کے عرب ان کی اولاد سے تھے' اور یمن کے عرب حمیر ہیں اور مشہور یہ ہے کہ وہ قحطان سے ہیں اور ان کا نام مہزم ہے اور وہ ابن ھود ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ قحطان حضرت ھود ہیں اور امام ابن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یمن کے عرب حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں' اور مطلقاً لغت عرب ان سے پہلے ہے اور یہ ان لغات میں سے ایک ہے جن کا حضرت آدم علیہ السلام کو علم تھا اور وہ اس زبان میں اور دوسری زبانوں میں کلام کرتے تھے' اور وہ زیادہ تر سریانی زبان بولتے تھے اور بعض مؤرخین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عربی زبان ہی سب سے پہلی زبان ہے اور باقی زبانیں اس کے بعد حادث ہوئی ہیں تو قیفاً یا اصطلاحاً۔ اور عربی لغت کے اولین لغت ہونے پر انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ عربی زبان میں ہے' لیکن یہ دلیل کمزور ہے' اور عربی زبان سب سے افضل زبان ہے حتیٰ کہ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جو شخص عربی اچھی طرح بول سکتا ہو اس کے لیے بلا ضرورت کوئی اور زبان بولنا مکروہ ہے۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۶۰ - ۲۵۸ ملخصاً 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سابقہ آسمانی کتابوں میں قرآن مجید کے مذکور ہونے کے محامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک اس (قرآن) کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی ہے ○ (الشعراء: ۱۹۶)

اس آیت میں کتابوں کے لیے زُبُر کا لفظ ہے اور زُبُر کا لفظ جمع ہے اور اس کا واحد زبور ہے جیسے رُسُل کا لفظ رسول کی جمع ہے۔ یعنی سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو اس نبی پر نازل فرمائے گا جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا' اور اس آیت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انبیاء سابقین کی کتابوں میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کے فضائل ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ	جو لوگ اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔

(الاعراف: ۱۵۷)

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ قرآن مجید کے مضامین اور معانی اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات کا بیان اور دیگر مواعظ اور قصص سابقہ کتب میں بھی مذکور ہیں' ماسوا ان امور کے جن کا تعلق صرف اس امت کے ساتھ ہے' جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت اور حد قذف' اور جیسے حضرت زید بن حارثہ کی بیوی کی طلاق کے بعد ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا واقعہ اور

marfat.com
Marfat.com

بتانا کہ منہ بولے بیٹے پر وہ احکام لاگو نہیں ہوتے جو حقیقی بیٹے کے احکام ہیں اور جیسے اس واقعہ کا حکم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج کی رضا کے لیے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی' اسی طرح کی اور دوسری آیات جن کا تعلق خصوصیت سے آپ کے ساتھ ہے یا آپ کی امت کے ساتھ ہے۔

آیا قرآن مجید کو غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کو فارسی' ترکی' ہندی اور دوسری زبانوں میں بھی پڑھنا جائز ہے' کیونکہ سابقہ آسمانی کتابیں عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں مثلاً عبرانی یا سریانی زبان میں تھیں اور ان زبانوں میں قرآن مجید کی آیات یا اس کے مضامین مذکور تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ امام اعظم نے صرف فارسی زبان میں قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے' کیونکہ عربی زبان کے بعد سب سے افضل زبان فارسی ہے' کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی اور فارسی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ فارسی زبان میں اس وقت قرآن مجید پڑھنا جائز ہے جب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہو جیسے سورۃ الاخلاص اور جب اس میں کوئی اور مضمون ہو تو پھر قرآن مجید کو فارسی میں پڑھنا جائز نہیں ہے' اور امام اعظم سے ایک اور روایت یہ ہے کہ جب نمازی عربی میں قرآن کریم پڑھنے سے عاجز ہو تو پھر اس کے لیے فارسی میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے' اور جس مضمون کو اس نے پڑھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو یا اس کی تنزیہ ہو' لیکن جب پڑھنے والا عربی اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اور وہ غیر نماز میں پڑھے یا نماز میں پڑھے تو اس کے لئے غیر عربیہ میں قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں ہے' یا وہ عربی میں پڑھنے سے عاجز ہو لیکن جس مضمون کو وہ پڑھ رہا ہو وہ امر یا نہی ہو تو پھر اس کے لیے غیر عربیہ میں پڑھنا جائز نہیں ہے' اور ذکر کیا گیا ہے کہ یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے' اور پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس قول کی مخالفت کی تھی پھر انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور ثقہ محققین کی ایک جماعت سے صحت کے ساتھ منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے مطلقاً غیر عربیہ میں قرآن پڑھنے کی اجازت سے رجوع کر لیا' اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام یہ رکھا ہے النعمة القدسیہ فی احکام قراءة القرآن' اسی طرح اس میں فارسی میں قرآن مجید لکھنے کی بھی تحقیق کی ہے' اور امام ابوحنیفہ کا اس مسئلہ میں رجوع اس لیے ہے کہ سورۃ الشعراء کی آیت: ۱۹۶ سے اس مسئلہ پر استدلال کرنا ضعیف ہے۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۱۸۹' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

غیر عربی میں قرآن مجید پڑھنے کی مزید تحقیق

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور اس کے شارح علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور نماز کو بغیر عربی زبان کے شروع کرنا صحیح ہے خواہ کوئی زبان ہو اور علامہ البردعی نے فارسی زبان کی تخصیص کی ہے کیونکہ اس کی فضیلت حدیث میں ہے: اہل جنت کی زبان عربی اور فارسی فصیح ہے' (ملا علی قاری نے کہا یہ حدیث موضوع ہے' الاسرار المرفوعة رقم: ۳۵۸' اسی طرح امام ابن جوزی اور حافظ سیوطی نے کہا ہے' الموضوعات ج ۲ ص ۴۱' اللآلی المصنوعة ج ۱ ص ۴۴۲) اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ شرط عائد کی کہ وہ عربی میں پڑھنے سے عاجز ہو' اور خطبہ اور نماز کے تمام اذکار میں بھی یہی اختلاف ہے کہ ان کو غیر عربی میں پڑھنا کراھت تنزیہ کے ساتھ صحیح ہے۔ اور اگر وہ عربی میں قرآن پڑھنے سے عاجز ہے تو اس کا نماز میں غیر عربی میں قرأت کرنا اجماعاً جائز ہے۔ قرأت میں عجز کی قید لگائی ہے' کیونکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے

marfat.com
Marfat.com

صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا' اور اسی پر فتویٰ ہے' میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے نماز کے شروع کرنے کا حکم بھی نماز میں قرأت کرنے کی مثل لکھا ہے لیکن سلف نے اس طرح نہیں کہا اور نہ اس قول کی تقویت میں کوئی سند ہے' بلکہ تاتارخانیہ میں نماز کے شروع کرنے کو تلبیہ کی مثل کہا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ صاحبین نے امام ابوحنیفہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے نہ کہ امام اعظم نے ان کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اس کو یاد رکھنا کیونکہ اکثر فقہاء پر یہ چیز مخفی ہے حتیٰ کہ علامہ شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ پر بھی ان کی تمام کتابوں میں۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ نماز میں عربی میں قرأت کرنا شرط ہے ہاں اگر کوئی عاجز ہو تو وہ فارسی میں قرأت کرسکتا ہے' پہلے امام ابوحنیفہ بغیر عجز کے بھی فارسی میں قرأت کرنے کو جائز کہتے تھے' پھر انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا' کیونکہ نماز میں قرآن کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کی تعریف ہے وہ الفاظ عربیہ جو منظم ہیں اور نازل شدہ ہیں اور مصاحف میں مکتوب ہیں۔ اور ہماری طرف نقل متواتر سے نقل کیے گئے ہیں' اور جو عجمی زبان میں پڑھا گیا ہو یا لکھا گیا ہو اس کو مجازاً قرآن کہا جاتا ہے' اسی لیے اس سے قرآن کے نام کی نفی کرنا صحیح ہے۔ اس دلیل کی قوت کی وجہ سے امام اعظم نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور فارسی میں نماز شروع کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کیونکہ نماز کو شروع کرنے سے مطلوب ذکر اور تعظیم ہے اور یہ کسی بھی لفظ سے اور کسی بھی زبان سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ عربی اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہیں اس لیے غیر عربی میں بلاعذر نماز شروع کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اگر اس نے نماز میں فارسی میں قرآن پڑھا یا تورات یا انجیل پڑھی اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر پڑھا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر اس نے عربی میں قرأت پر قدرت کے باوجود فارسی میں قرآن پڑھا یا تورات پڑھی تو اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر اس نے فارسی میں قرآن کے کسی قصہ یا امر یا نہی کو پڑھا تو محض اس کے پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس وقت وہ اس قرآن کے ساتھ کلام کر رہا ہے جو غیر قرآن ہے۔ اس کے برخلاف اگر اس نے فارسی میں قرآن مجید کا وہ حصہ پڑھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یا اس کی شرک اور ولد وغیرہ سے تنزیہ ہے تو اس صورت میں اس کی نماز اس وقت فاسد ہوگی جب وہ اسی پڑھنے پر اقتصار کرے اور عربی میں قرأت نہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا ترجمۂ قرآن پر قرآن مجید کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں

کشف الاسرار میں مذکور ہے کہ اگر قرآن کا مصداق وہ ہے جس کو بہ طور معجزہ نازل کیا گیا ہے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ترجمہ قرآن' قرآن نہیں ہے اور اگر قرآن مجید کا مصداق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پھر اس کی قرأت ممکن ہی نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید کا مصداق وہ معنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے تعبیر کیا جائے خواہ وہ کسی لغت میں ہو تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ ناموں کا اختلاف لغات کے اختلاف

marfat.com
Marfat.com

سے ہوتا ہے اور جس طرح قرآن مجید کا نام تورات نہیں رکھا جا سکتا اسی طرح تورات کا نام قرآن مجید نہیں رکھا جا سکتا۔ پس ناموں کے اختلاف میں ان کی عبارات اور الفاظ کی خصوصیت کا دخل ہے اور ایسا نہیں ہے کہ ان کے نام اس معنی کے اشتراک کی وجہ سے ہیں اور اس میں بحث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بناتے تو یہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ (حٰم السجدۃ: ۴۴)

یہ آیت اس معنی کو مستلزم ہے کہ اگر یہ قرآن عجمی زبان میں ہوتا تب بھی اس کا نام قرآن ہی ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبارت اور الفاظ کی خصوصیت کا اس کا نام قرآن رکھنے میں کوئی دخل نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ اگر قرآن کا لفظ نکرہ ہو تو پھر اس کا لغوی معنی سے منقول ہونا ثابت نہیں ہے اور اگر قرآن کا لفظ معرفہ ہو یعنی القرآن تو پھر اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے الفاظ اور اس کی عبارت عربی ہو اور یہی عرف شرعی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس کا نام رکھنے میں اس کے الفاظ اور اس کی عبارت کی خصوصیت کا دخل ہے' اور جو آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا فرض ہے وہ یہ ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (المزمل: ۲۰) جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہے تم اتنا ہی قرآن پڑھو۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کے ترجمہ کا نام قرآن رکھنا جائز نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۱۹۰-۱۸۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان (کفار مکہ) کے لیے یہ کافی نشانی نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں ○ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے ○ پھر وہ اس (قرآن) کو ان کے سامنے پڑھتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے ○ (الشعراء: ۱۹۹-۱۹۷)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

الشعراء: ۱۹۷ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق اور اس کے ثبوت پر دوسری دلیل قائم کی ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کہ علماء بنی اسرائیل کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئی تھی' اور انہوں نے یہ نشاندہی کی کہ تورات اور انجیل کی فلاں فلاں آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی نعت بیان کی گئی ہے' اور مشرکین مکہ یہود کے پاس جاتے رہتے تھے اور ان کو یہ واقعہ معلوم تھا' اور اس واقعہ میں آپ کی نبوت کے صدق پر واضح دلالت ہے' کیونکہ آسمانی کتابوں کا آپ کی نبوت پر متفق ہونا آپ کی نبوت کے صدق پر قطعی دلیل ہے۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام' علماء بنی اسرائیل میں سے تھے' اور ان میں سب سے افضل مانے جاتے تھے' وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کے اوپر ایمان لے آئے تھے' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا ان (کفار مکہ) کے لیے یہ کافی نشانی نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں ○ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۳۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۵۹)

امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطیہ نے کہا یہ بنی اسرائیل کے پانچ علماء تھے: حضرت اسد' حضرت اسید' حضرت ابن یامین' حضرت ثعلبہ اور حضرت عبداللہ بن سلام۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' رقم الحدیث: ۱۵۹۵۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

قتادہ نے کہا اس آیت سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' جو تورات اور انجیل میں یہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۵۷)

قرآن مجید میں جو لفظ علماء ہے یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جس کو یہود و نصاریٰ کی کتابوں کا علم ہو' خواہ وہ اسلام لایا ہو یا اسلام نہ لایا ہو' اور اھل کتاب کی شہادت مشرکین پر اس لیے حجت ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات میں اھل کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ ان کے متعلق ان کا ظن غالب یہ تھا کہ ان کو دین کا علم ہے۔

اس آیت کا یہ معنی بھی ہے کہ یہ قرآن اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے کیا اس پر ایمان لانے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت سلمان فارسی اور حضرت عدی بن ابی حاتم' یہود و نصاریٰ کے ثقہ اور معتمد علماء میں سے ہیں اور وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں' اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے' روایت ہے کہ اھل مکہ نے مدینہ کے یہودیوں کے پاس ایک وفد بھیجا اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی بعثت کے متعلق سوال کیا' تو علماء یہود نے کہا وہ اس زمانہ کے نبی ہیں اور ہم کو تورات میں ان کی نعت اور صفت معلوم ہے۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد فرمایا: اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے ○ پھر وہ اس (قرآن) کو ان کے سامنے پڑھتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے ○ (الشعراء: ۱۹۹-۱۹۸)

کفار مکہ کا عناد اور ہٹ دھرمی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دو دلیلوں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا بیان کر دیا اس کے بعد یہ فرمایا کہ ان کفار اور معاندین کے لیے دلائل اور براھین سود مند نہیں ہیں' کیونکہ ہم نے یہ قرآن اس شخص پر نازل کیا ہے جو ان کا ہم زبان ہے اور ان کی طرح عربی بولتا ہے' جس کی زبان اور اس کے کلام کو یہ سنتے اور سمجھتے ہیں اور جانتے اور پہچانتے ہیں اور یہ کلام معجز ہے اور اس کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور مزید یہ کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی اس کی پیش گوئی اور بشارت موجود ہے' اس کے باوجود مکہ کے کفار اس پر ایمان نہیں لائے اور اس کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کیا' وہ اس کو کبھی شعر کہتے ہیں' کبھی جادو کہتے ہیں اور کبھی گزشتہ لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ محض خیالی باتیں اور من گھڑت اقوال ہیں تو اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے جو عربی زبان اچھی طرح بولنے والا نہ ہوتا تب بھی یہ اس کا کفر کرتے اور اپنے انکار اور کفر پر اس کے عجمی ہونے کو دلیل اور عذر بنا لیتے اور کہتے اس عجمی شخص پر ایمان لانا ہمارے لیے باعث عار ہے اور تکبر کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لاتے' حالانکہ ایک عجمی شخص کا ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کرنا جس کی نظیر لانے سے تمام دنیاء عرب عاجز تھی اپنے معجز ہونے میں بہت زیادہ واضح اور جلی تھا لیکن یہ لوگ محض تکبر کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لاتے۔

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مطیع نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یحیٰی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو عجم یعنی گونگا فرماتے تھے۔

مجاہد نے کہا جس طرح عجم کے حیوانوں پر قرآن مجید پڑھا جائے تو وہ اس پر ایمان نہ لاتے' اسی طرح یہ کفار بھی قرآن مجید پر ایمان نہیں لا رہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۸۲۱' ۲۸۲۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی طرح ہم نے منکروں کے دلوں میں انکار کو داخل کر دیا ہے ○ وہ اس وقت تک اس پر ایمان

marfat.com
Marfat.com

نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ٥ ان پر اچانک وہ عذاب آئے گا اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا ٥ اس وقت وہ یہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ ٥ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟ ٥ اچھا یہ بتایئے کہ اگر ہم ان کو کئی سالوں کی مہلت دے بھی دیں ٥ پھر اس کے بعد ان پر وہی عذاب آ جائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا ٥ تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی ان کو مہلت دی گئی تھی! ٥ ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا اس کے لیے عذاب سے ڈرانے والے (بھیجے گئے) تھے ٥ ان کو یاد کرانے کے لیے اور ہم (ان پر) ظلم کرنے والے نہ تھے ٥ اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں نازل ہوئے ٥ اور نہ وہ اس کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ٥ بے شک وہ (فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں ٥ (الشعراء: ۲۱۲-۲۰۰)

کفار کی ہٹ دھرمیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

ان آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لاتے اور دلائل اور معجزات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو آپ غم اور افسوس نہ کریں ان کے تکبر اور عناد کی سزا دینے کے لیے ہم نے ان کے دلوں میں کفر اور عناد کو داخل کر دیا ہے اور جب ہم نے ان کے دلوں میں انکار کو داخل کر دیا ہے تو پھر ان کو مومن بنانے کے لیے ان پر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی' اب ان پر اسی وقت اثر ہوگا جب یہ اپنی آنکھوں سے عذاب کو دیکھ لیں گے۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اسی طرح ہم نے منکروں کے دل میں شرک کو داخل کر دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۸۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

عکرمہ نے کہا اس کا معنی ہے ہم نے ان کے دلوں میں سخت دلی کو داخل کر دیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۹۰)

حضرت انس نے کہا قلوب المجرمین سے مراد ہے قلوب المشرکین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قلوب المجرمین سے مراد ہے قلوب الکفار۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۵۹۱' ۱۵۵۹۲)

قتادہ نے کہا جب انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ ڈال دیا کہ وہ اس پر ایمان نہ لائیں' سدی نے کہا وہ اس پیغام پر ایمان نہیں لائیں گے جس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

عبدالرحمن بن زید نے کہا ان کے کفر اور شرک پر اصرار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں گمراہی کو پیدا کر دیا اور ان کو ایمان لانے سے روک دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۹۵' ۱۵۹۹۴)

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے ہم نے اسی طرح مشرکین قریش کے دلوں میں قرآن کو داخل کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے اس کے معانی کو اور اس کے معجزہ ہونے کو پہچان لیا پھر بھی وہ اپنے عناد' ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لائے۔

اس کے بعد فرمایا: وہ اس پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ اس دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ٥ (الشعراء: ۲۰۱)

اس عذاب کو دیکھنے کے بعد وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں گے لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو نفع نہیں دے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ان پر اچانک وہ عذاب آئے گا اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں ہوگا ٥ (الشعراء: ۲۰۲)

ان پر وہ عذاب یا دنیا میں اچانک آئے گا یعنی وہ دنیا میں اپنی رنگ رلیوں اور کفر اور شرک میں مگن ہوں گے اور اسی حالت میں اچانک ان پر وہ عذاب آ جائے گا یا آخرت میں بغیر کسی تیاری کے اچانک ان پر وہ عذاب آ جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: اس وقت وہ یہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ O (الشعراء: ۲۰۳)

اللہ کے عذاب کو جلد طلب کرنے کی مذمت

یعنی اس عذاب میں کچھ تاخیر کر دی جائے تاکہ ہم ایمان لے آئیں اور نبیوں کی تصدیق کریں۔

اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے کہا آپ کب تک ہم کو عذاب سے ڈراتے رہیں گے! اور جس عذاب سے آپ ڈرا رہے ہیں وہ کب آئے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا:

کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟ O (الشعراء: ۲۰۴)

کبھی وہ کفار یوں کہتے تھے:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O (الانفال: ۳۲)

اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن واقعی آپ ہی کی طرف سے (منزل) ہے تو پھر تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا تو ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا تھا:

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ O (ھود: ۳۲)

انہوں نے کہا اے نوح تم نے ہم سے بحث کی ہے اور بہت زیادہ بحث کی ہے، سو اب تم جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہو وہ لے ہی آؤ اگر تم سچوں میں سے ہو۔

اور جب ان پر عذاب نازل کیا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا تھا کہ وہ اس سے پناہ مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کو اس دردناک عذاب سے کچھ مہلت دی جائے اور ہم سے اس عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور ان کی ان دونوں باتوں میں کس قدر تنافی اور تضاد ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اور امام ابو منصور ماتریدی نے التاویلات النجمیہ میں کہا ہے ان کا عذاب کو طلب کرنا اور عذاب کی دعا مانگنا دراصل یہ بھی ان پر ہمارے عذاب کی علامات میں سے ہے۔

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کی عیادت کی جو کمزور ہو کر بالکل چوزہ ہو چکا تھا آپ نے اس سے پوچھا کیا تم اللہ سے کسی چیز کی دعا کرتے تھے یا اس سے کوئی سوال کرتے تھے؟ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا تھا: اے اللہ! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی عذاب دینا چاہتا ہے تو مجھے وہ عذاب دنیا میں ہی دے دے! آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم آخرت کے عذاب کی طاقت نہیں رکھتے تم نے یہ دعا کیوں نہیں کی: اے اللہ ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، پھر آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی تو اس کو شفاء ہو گئی۔

اس فانی زندگی پر مغرور نہ ہونے کی تلقین

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا یہ بتائیے کہ اگر ہم ان کو کئی سالوں کی مہلت دے بھی دیں O پھر اس کے بعد بھی ان پر وہی عذاب آ جائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا O تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی ان کو مہلت دی گئی تھی! O (الشعراء: ۲۰۷-۲۰۵)

الشعراء: ۲۰۵ کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک معنی یہ ہے کہ انہوں نے مدت العمر جو عیش و عشرت اور ناز و نعم کا سامان جمع کیا

marfat.com
Marfat.com

تھا تو وہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے جب ان پر اچانک عذاب آ گیا' اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے جوان کی مدت عمر تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا' اور ان کو ان کی زندگی خوشحالی کے ساتھ گذارنے کے لیے ساز و سامان عطا کیا اس سے انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا کیونکہ انہوں نے اپنے شرک سے توبہ نہیں کی' تو عذاب کی اس تاخیر نے ان کو ناکامی اور نامرادی کے سوا اور کیا دیا! اور ان کو کیا نفع پہنچایا بلکہ جوں جوں ان کی عمر زیادہ ہوئی انہوں نے زیادہ کفر کیا اور بت پرستی کی اور دیگر بڑے بڑے گناہ بھی' جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ عذاب کے مستحق ہوئے اور اگر ان کی عمر میں یہ اضافہ نہ کیا جاتا تو وہ یہ گناہ نہ کرتے اور زیادہ عذاب کے مستحق نہ ہوتے تو اس ڈھیل دینے اور عذاب کو مؤخر کرنے سے بجائے فائدہ کے ان کو الٹا نقصان ہوا۔

یزید بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک ہر جمعہ کو اپنے خطبہ میں یہ ضرور کہتے تھے کہ اھل دنیا' دنیا میں خوف اور پریشانی کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں' اور ان کو کسی گھر میں امن اور چین حاصل نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے' اسی طرح ان کی نعمتیں اور ان کے عیش و آرام کا سامان بھی باقی نہیں رہے گا اور وہ اچانک ٹوٹ پڑنے والے مصائب سے مامون نہیں ہوں گے اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہے گی جس سے وہ مسرور ہو سکیں پھر وہ ان آیتوں کی تلاوت کرتے' ترجمہ: اچھا یہ بتائیے کہ اگر ہم ان کو کئی سالوں کی مہلت دے بھی دیں ٥ پھر اس کے بعد ان پر وہ عذاب آ جائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا٥ تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی ان کو مہلت دی گئی تھی۔

عبدالرحمان بن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اس سے مراد کفار ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۹۹۹' ۱۵۹۹۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہر صبح جب اپنے تخت پر بیٹھتے تھے تو وعظ اور نصیحت کے لیے اس آیت کو پڑھتے تھے۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ غافل وہ شخص ہے جو اپنی فانی زندگی پر مغرور رہا' اپنی پسندیدہ چیزوں کی لذتوں میں کھویا رہا اور اپنی عادتوں کے مطابق زندگی گذارتا رہا۔

ھارون رشید نے ایک شخص کو قید کر لیا اس قیدی نے اپنے محافظ سے کہا: امیر المؤمنین سے کہنا تمہارا ہر دن جو تمہاری نعمتوں اور لذتوں میں گذر رہا ہے وہ میری قید اور مشقت کے ایام کو کم کر رہا ہے' اور موت عنقریب آنے والی ہے' پل صراط پر ہماری ملاقات ہوگی جہاں حکم کرنے والا صرف اللہ ہوگا' ھارون رشید نے جب یہ پیغام سنا تو وہ بیہوش ہو کر گر گیا اور جب ہوش میں آیا تو اس نے اس قیدی کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۹۸-۳۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جرم کے بغیر بھی عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے

اس کے بعد فرمایا: ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا اس کے لیے عذاب سے ڈرانے والے (بھیجے گئے) تھے ٥ ان کو یاد کرانے کے لیے اور ہم ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے ٥ (الشعراء: ۲۰۹-۲۰۸)

اس آیت میں جمع کے صیغے کے ساتھ منذرون فرمایا ہے اور اس سے مراد ہر بستی میں بھیجے جانے والے نبی اور ان کے متبعین ہیں جو لوگوں کو عذاب سے ڈرانے میں اپنے نبی کی مدد کرتے تھے' پھر فرمایا ان کو یاد کرانے کے لیے' یعنی ان کو وعظ اور نصیحت سنانے کے لیے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لیے' اور فرمایا اور ہم ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے یعنی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی ایسے شخص کو ہلاک کر دیا جس نے ظلم نہ کیا ہو' اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر ہم کسی بستی کو اس میں ڈرانے والوں کو بھیجنے سے پہلے ہلاک کر دیتے تو یہ ظلم ہوتا' جب کہ ہم کسی بستی کو اس وقت ہلاک کرتے ہیں اور اس وقت اس پر عذاب بھیجتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

جب ہم اس بستی میں عذاب سے ڈرانے والوں کو بھیج دیں اور وہ لوگ پھر بھی کفر و شرک اور برے کاموں کو نہ چھوڑیں۔ ہر چند کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی ڈرانے والے کو نہ بھیجے اور اس کے بغیر کسی بستی پر عذاب بھیج کر اس کو ہلاک کردے تو یہ بھی اس کا ظلم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا مالک ہے اور مالک اپنی مملوک میں جو چاہے تصرف کرے اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ظلم سے اپنی کمال نزاھت اور براءت کو ظاہر کرنے کے لیے اس طرح فرمایا' اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے' آپ مجھے کوئی حدیث سنائیے تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے' انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں کو اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی ان پر رحمت ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے' اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو' تو اللہ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ۔ اور تم یہ یقین رکھو کہ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی' اور جو چیز تم سے ٹل گئی وہ تم کو پہنچنے والی نہ تھی' اور اگر تم اس کے خلاف عقیدہ پر مرے تو تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے' ابن الدیلمی نے کہا پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا' پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا' پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح حدیث روایت کی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۲۷' الشریعۃ للآجری ص ۱۸۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۹۴۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۴)

انسان کو خیر اور شر کا اختیار عطا فرمانا

امام ابو منصور ماتریدی نے التاویلات النجمیہ میں کہا ہے کہ اس آیت میں جس قریہ (بستی) کا ذکر ہے اس قریہ سے مراد انسان کا جسم ہے اور قریہ میں رہنے والوں سے مراد نفس' قلب اور روح ہے' اور ان کو ہلاک کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی یعنی اس کے احکام اور اس کی ممنوعات کے تقاضوں پر عمل کرنے کو ترک کر دیتے ہیں' اس کے دیے ہوئے حکم کو بجا نہیں لاتے اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس کو ترک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کے دلوں میں اور ان کی روحوں میں جو نیکی کی صلاحیت پیدا کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ بستی والوں کو اس بستی میں ڈرانے والوں کو بھیجنے کے بعد اس بستی کو ہلاک کرتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں نیکی کا الہام کرتا ہے اور اس کے ضمیر میں برائی پر ملامت کرنے کو پیدا کرتا ہے' اور اس کا دل اور اس کا ضمیر اس کو برائی پر جھنجھوڑتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام یاد دلاتے ہیں اور جب وہ اپنے ضمیر کی آواز پر کان نہیں دھرتا اور مسلسل ایسا ہی کرتا ہے تو پھر اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور پھر اس سے کوئی آواز نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں جو نیکی کی صلاحیت رکھی تھی وہ فاسد اور ضائع ہو جاتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۙ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۙ (الشمس: ۸-۷)

قسم ہے نفس کی اور اس کو درست بنانے کی ٥ پھر نفس کو بدکاری کی اور اس سے بچنے کی سمجھ دینے کی۔

marfat.com
Marfat.com

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۚ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۫﴿ۖ۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ﴿۱۹﴾ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

(البلد: ۲۰-۸)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے) ○ ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھادیئے ○ سو وہ (خیر کی) گھاٹی (راہ) میں داخل نہیں ہوا ○ اور وہ کیا سمجھا کہ (خیر کی) گھاٹی (راہ) کیا ہے! ○ کسی (لونڈی یا غلام) کی گردن کو آزاد کرنا ○ بھوک والے دن کھانا کھلانا ○ کسی یتیم رشتہ دار کو ○ یا خاک پر پڑے ہوئے مسکین کو ○ پھر وہ کامل مومنین میں سے ہو جاتا جو ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں ○ یہی لوگ دائیں طرف والے (نیک بخت) ہیں ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں طرف والے (بدبخت) ہیں ○ ان پر چاروں طرف سے گھری ہوئی آگ ہوگی۔

اور فرمایا: ہم ان پر ظلم کرنے والے نہ تھے' کہ عذاب کو عذاب کی جگہ پر نہ رکھتے یا رحمت کو رحمت کی جگہ نہ رکھتے' یا غیر مستحق کو عذاب دیتے یا کفار' مرتدین اور منافقین کو ثواب عطا فرماتے' اور صحیح یہ ہے کہ نیک لوگوں کو ثواب عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بدکاروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

اس پر دلائل کہ شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے

اس کے بعد فرمایا: اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں نازل ہوئے ○ اور نہ وہ اس کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ○ بے شک وہ (فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں ○ (الشعراء: ۲۱۲-۲۱۰)

یعنی اس قرآن کو شیاطین نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں کیا' بلکہ اس کو آپ پر الروح الامین نے نازل کیا ہے' اور نہ شیاطین کے لیے یہ لائق ہے کہ وہ اس کو آپ پر نازل کریں اور نہ وہ اس کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہیں کیونکہ آسمان کی جس جگہ سے قرآن مجید نازل ہوتا ہے وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتے اور شیاطین کو قرآن سننے کی جگہ تک پہنچنے سے معزول کر دیا گیا ہے وہ وہاں تک پہنچنے کی کوشش کریں تو ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں۔

مقاتل نے کہا کہ مشرکین قریش یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کاہن ہیں' ان کے پاس کوئی جن ہے جس کا وہ کلام سنتے ہیں اور پھر اس کلام کو نقل کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے' اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں ہر کاہن کے ساتھ کوئی جن ہوتا تھا جو آسمان کے دروازوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں سنتا تھا' اور سچی اور جھوٹی باتیں اس کاہن کے کانوں میں ڈال دیتا تھا' اور پھر کاہن وہ باتیں مشرکوں کو بتاتا تھا' اس وجہ سے مشرکین نے یہ گمان کیا کہ قرآن مجید کی وحی بھی اسی جنس سے ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا: اس قرآن کو شیاطین نے نازل نہیں کیا بلکہ اس کو الروح الامین نے نازل کیا ہے' اور نہ ان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ آسمان سے قرآن کو سن کر اس کو نازل کر سکیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد ان کا آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جانا ممنوع ہو گیا کیونکہ ان کے اوپر آگ کے گولے مارے جاتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے اس کی توجیہ اور بحث ونظر

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ شیاطین فرشتوں کا کلام سننے سے اس لیے معزول ہیں کہ فرشتوں اور شیاطین کی صفات میں کوئی مشارکت نہیں ہے اور شیاطین میں انوار حق کے فیضان کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور ان کے اندر علوم ربانیہ اور معارف نورانیہ کی صورتیں مرتسم اور نقش نہیں ہوسکتیں' شیاطین کے نفوس خبیثہ' ظلمانیہ اور شریرہ ہیں' وہ صرف اسی چیز کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو از قبیل فنون شر ہو اور اس میں بالکل خیر نہ ہو اور قرآن مجید تو حقائق اور مغیبات پر مشتمل ہے ماسوا ملائکہ اور کوئی اس کو آسمانوں سے قبول نہیں کرسکتا۔

ان آیات میں یہ اشارہ ہے کہ شیاطین میں قرآن مجید کو نازل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اس کو برداشت کرنے کی قوت ہے' اور نہ اس کو سمجھنے کی وسعت ہے' کیونکہ وہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور قرآن مجید نور قدیم ہے اور آگ نور قدیم کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب دوزخ کی آگ کے پاس سے مومن کا گذر ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے:

جزیا مومن فقد اطفأ نورک لھبی — اے مومن جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلے کو بجھا رہا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸' حافظ الھیثمی نے کہا اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہے مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۴۴۶)

اور جب آگ حاملین قرآن کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتی اور ان سے کلام سننے کی استطاعت نہیں رکھتی تو آگ سے بنے ہوئے شیاطین قرآن مجید کو نازل کرنے کی کب طاقت رکھتے ہیں' اور اگر وہ اس کلام کو سن بھی لیں تو وہ اس کو سمجھنے سے محروم ہیں اور اس کلام کی فہم ہی اس پر عمل کرنے کا سبب بنتی ہے اور اسی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوئے ہیں۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین فرشتوں کے کلام کو بالکل نہیں سن سکتے اور وہ قرآن مجید کو مطلق نہیں سن سکتے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وہ آسمانوں پر جاکر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے' ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہوگیا اب وہ جب آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے ہیں تو فرشتے ان پر آگ کے گولے پھینک کر ان کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ (الجن: ۹-۸)

اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے اس کو سخت محافظوں اور سخت آگ کے شعلوں سے بھرا ہوا پایا ۞ اور ہم پہلے باتیں سننے کے لیے آسمان میں (جگہ جگہ) بیٹھ جایا کرتے تھے اور اب جو بھی کان لگا کر سنتا ہے وہ اپنے تعاقب اور گھات میں آگ کے شعلے کو پاتا ہے۔

اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ جن اور شیاطین قرآن مجید کو نہیں سن سکتے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ (الجن: ۱)

آپ کہیے کہ مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (یہ قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔

بعض اکابرین نے کہا ہے کہ شیاطین فرشتوں کا کلام سننے سے محروم ہیں کیونکہ ان کے کانوں' ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں' وہ قرآن مجید کو سننے سے غافل ہیں اور حقیقت میں سننے والا وہ ہوتا ہے جس

marfat.com
Marfat.com

پس قلبی، عقلی، غیبی اور روحی سماعت ہو وہ ہر لمحہ کائنات کی تمام حرکات اور آوازوں میں حق سبحانہ کے خطاب کو سنتا ہے جس سے اس کی روح کو سرور اور ذوق وشوق حاصل ہوتا ہے پس جس شخص کو اللہ کے کلام کی فہم حاصل ہو جائے اور وہ شریعت، حقیقت اور اللہ کی امانت کا بار اٹھانے کی صلاحیت حاصل کرلے اس کو آفرین ہو اور مبارک ہو اور اس کے علاوہ جو لوگ اس مرتبہ سے معزول ہیں ان پر افسوس اور حسرت ہے، سواے سننے والو! اللہ کے کلام کو سمجھو اور اس کی حقیقت کو پانے کی کوشش کرو کیونکہ علم حقیقت میں وہ ہے جو سینوں میں ہے نہ وہ جو محض ظن اور اندازوں سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کر ورنہ تو بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا○ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرایئے○ اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا کر رکھیے○ پھر بھی اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہیے میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں○ اور بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والے پر توکل کیجئے○ جو آپ کو قیام کے وقت دیکھتا ہے○ اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو○ بے شک وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے○ کیا میں تمہیں ان کی خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں○ وہ ہر تہمت باندھنے والے گنہگار پر نازل ہوتے ہیں○ وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں○

(الشعراء: ۲۲۳-۲۱۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت کی توجیہ

الشعراء: ۲۱۳ میں فرمایا سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کر ورنہ تو بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے، لیکن درحقیقت یہ خطاب آپ کے متبعین اور آپ کی امت کی طرف متوجہ ہے، کیونکہ آپ تو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد شرک اور ہر قسم کے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں خواہ ان گناہوں کا صدور سہواً ہو یا عمداً صورۃً ہو یا حقیقتاً، اس لیے اس آیت میں تعریضاً خطاب ہے صراحۃً آپ کی طرف نسبت کی گئی ہے اور مراد آپ کی امت ہے اور اس پیرایہ خطاب میں یہ تنبیہ کرنا ہے کہ اگر بہ فرض محال آپ نے بھی اللہ کے غیر کی عبادت کی تو آپ بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے تو ماوشما اور عام لوگوں کی کیا حیثیت ہے کہ اگر انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی تو وہ کیونکر اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے بچ سکیں گے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ حقیقت میں آپ کے غیر سے خطاب ہے کیونکہ حکیم کا یہ اسلوب اور طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی قوم سے خطاب کو مؤکد کرنا چاہتا ہے تو ظاہر میں اس خطاب کو اس قوم کے رئیس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے ہر چند کہ اس خطاب سے مقصود اس رئیس کے متبعین ہوتے ہیں اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرنے میں آپ کی امت آپ کی پیروی اور آپ کی اتباع کرے اور اس میں بھی ان کو آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو اس وجہ سے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو خطاب فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید کا کفر کرتے تھے، کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو ورنہ تم بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جاؤ گے، اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ آپ معصوم اور مختار ہیں لیکن آپ کو بھی غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت کے ساتھ خطاب کیا گیا کیونکہ اس سے مقصود آپ کا غیر ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ○ (الشعراء: ۲۱۴) اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیے۔

تاکہ آپ کے رشتہ دار آپ کے نسب اور آپ کی قرابت پر تکیہ کر کے نیک عمل اور برے کام سے اجتناب کو ترک نہ کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

عشیرۃ کا معنی اور صلہ رحم میں الاقرب فالاقرب کی ترجیح

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیے۔ (الشعراء: ۲۱۴)

یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس عذاب سے ڈرائیے جو شرک کرنے اور کبیرہ گناہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس آیت میں قریبی رشتہ داروں کے لیے عشیرۃ کا لفظ ہے اور عشیرہ کا لفظ عشرہ سے بنا ہے اور عشرہ (دس کا عدد) عدد کامل ہے اس لیے یہ لفظ کسی شخص کے ان رشتہ داروں کی جماعت کا نام بن گیا جو کثیر تعداد میں ہوں خواہ وہ اس کے قریب ہوں یا اس کے معاون ہوں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۳۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں قریبی رشتہ داروں سے مراد بنو ہاشم ہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے میں ان سے ابتداء کرنا اسی طرح اولیٰ ہے جس طرح نیکی اور صلہ رحم میں ان سے ابتداء کرنا اولیٰ ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحم کرنے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری نیکی اور صلہ رحم کا کون زیادہ مستحق ہے آپ نے فرمایا تمہاری ماں! اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں! اس نے پوچھا پھر کون فرمایا تمہارا باپ! ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا: تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارے زیادہ قریب زیادہ قریب!۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۱ صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۴۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۰۶ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۹۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے پیٹھ پھیرنے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۲ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۹۱۷)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو اس کو اس میں بھی صدقہ کا اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۲ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۵ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۵ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۲۰۵)

جس طرح قریب کے رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم ہے اور قریب کے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے اور صلہ رحم کرنے کا حکم ہے اسی طرح جو کفار قریب ہوں ان کے خلاف پہلے جہاد کرنے کا حکم ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ اے ایمان والو! ان کفار سے جہاد کرو جو تمہارے قریب

marfat.com
Marfat.com

الکفار. (التوبۃ:۱۲۳) ہیں۔

اس آیت میں کفار سے جہاد کرنے کا اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ الاول فالاول اور الاقرب فالاقرب کے موافق کفار کے خلاف جہاد کیا جائے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جزیرہ عرب کے مشرکین سے قتال کیا، جب آپ مکہ طائف، یمامہ، حجر، خیبر، یمن اور حضر موت وغیرہ کے خلاف جہاد سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے اہل کتاب سے جہاد کا آغاز کیا، اور نو ہجری میں عیسائیوں سے جہاد کرنے کے لیے تبوک تشریف لے گئے جو جزیرہ عرب کے قریب ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین نے روم کے عیسائیوں سے قتال کیا، اور پھر ایران کے مجوسیوں کے خلاف جہاد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھے، اور آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یاصباحاہ (دشمن کے حملہ کے وقت ان الفاظ سے تنبیہ کی جاتی تھی، ان کے کفر و شرک کی وجہ سے آپ کو ان پر عذاب کا خطرہ تھا اس لیے آپ نے ان الفاظ کے ساتھ تنبیہ کر کے قوم کو آواز دی) تو مکہ کے سب لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے تو کیا تم سب میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا اس لیے ہم آپ کی تصدیق کریں گے، آپ نے فرمایا تو میں تم کو اس بات سے ڈرا رہا ہوں کہ تمہارے سامنے بہت سخت عذاب ہے، تب ابولہب نے کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو کیا تم نے ہم کو صرف اس لیے جمع کیا تھا! پھر وہ کھڑا ہو گیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: تبت یدا ابی لھب و تب (تبت: ۱) "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا"۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۵۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء: ۲۱۴) تو آپ نے فرمایا:

اے قریش کی جماعت! اپنی جانوں کو خرید لو (عذاب سے بچاؤ) میں تم کو اللہ کے عذاب سے ذرا بھی نہیں بچا سکتا! (یعنی اگر تم اپنے کفر اور شرک پر قائم رہے تو میں تم کو عذاب سے ذرہ برابر بھی نہیں بچا سکتا) اے بنو عبد مناف! میں تم کو اللہ کے عذاب سے ذرا بھی نہیں بچا سکتا! اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی! میں تم کو اللہ کے عذاب سے ذرا بھی نہیں بچا سکتا! اے فاطمہ! بنت محمد! میرے مال سے جس چیز کا چاہے سوال کرو میں تم سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۵۳، ۴۷۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۴۷، ۳۶۴۶، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۴۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۴، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳)

ایک اور حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ہر عام اور خاص کو بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی کعب بن لوی! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اے بنی مرہ بن کعب! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ

marfat.com
Marfat.com

سے بچاؤ' اے بنی عبد شمس! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے بنی عبد مناف! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے بنی ہاشم! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے بنو عبد المطلب! تم اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ' اے فاطمہ! تم اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ' البتہ میرا تمہارے ساتھ رحم کا رشتہ ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تم کو پہنچاؤں گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۴۴' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۳۷۷)

رِحم کی تراوٹ سے فائدہ پہنچانا

صحیح مسلم کی حدیث کے آخر میں ہے میرا تمہارے ساتھ رحم کا رشتہ ہے میں عنقریب اس کی تراوٹ تم کو پہنچاؤں گا' اس جملہ کی شرح میں قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ ھ علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی التوفی ۶۵۶ ھ' علامہ نووی متوفی ۶۷۶ ھ' علامہ سنوسی متوفی ۸۹۵ ھ اور جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے لکھا ہے کہ رحم کو آگ کی حرارت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کو پانی سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے یعنی میں تمہارے ساتھ صلہ رحم کروں گا اور تم کو فائدہ پہنچاؤں گا' مومنوں کو اکرام کروں گا اور کافروں کو ہدایت دوں گا۔

(اکمال المعلم وفوائد مسلم ج ا ص ۵۹۳-۵۹۲' المفہم ج ۷ ص ۳۸۴' مکمل اکمال الاکمال ج ا ص ۶۲۳' صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۸۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' الدیباج ج ۲ ص ۲۶۷)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کا معنی یہ ہے:

اگر اللہ تمہیں عذاب دینا چاہے تو میں تم سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کرسکتا' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند کہ مسلمانوں کو اپنی شفاعت سے نفع پہنچائیں گے' کیونکہ آپ شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی لیکن آپ نے یہاں مطلق نفع رسانی سے منع فرمایا تاکہ انہیں عذاب سے ڈرائیں کہ وہ صرف شفاعت پر تکیہ نہ کرلیں اور ان کو آخرت کے لیے کوشش کی ترغیب دیں اور فرمایا میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے۔ میں عنقریب صلہ رحم کروں گا' یعنی میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ قرابت کی وجہ سے نیکی اور احسان کروں گا۔

(المرقات ج ۱۰' ص ۱۰۵' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ چونکہ مجھ پر تمہارے رحم اور قرابت کا حق ہے میں اس کی تری سے اس کو تر کروں گا اور صلہ احسان کا پانی چھڑکوں گا۔ اس حدیث میں بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ ڈرایا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس امت کے گنہ گاروں کے لیے بھی ہوگی چہ جائیکہ اپنے اقرباء اور خویشان کے لیے' اور احادیث سے ان کے حق میں شفاعت ثابت ہے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا خوف باقی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴' ص ۳۷۲-۳۷۱' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جو تم کو معلوم نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے' (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے' میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے' بے شک ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو دین سے پھیر دیا' اور جو

marfat.com
Marfat.com

چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں، وہ انہوں نے ان پر حرام کر دیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جب کہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تم کو آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے سبب سے (دوسروں کی) آزمائش کے لیے، میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھو گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کے جلانے کا حکم دیا میں نے کہا اے میرے رب! وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح نکال دو جس طرح انہوں نے تم کو نکالا ہے تم ان سے جہاد کرو ہم تمہاری مدد کریں گے، تم خرچ کرو، ہم تم پر خرچ کریں گے، تم ایک لشکر بھیجو ہم اس سے پانچ گنا لشکر بھیجیں گے، اپنے اطاعت گذاروں کو لے کر اپنے نافرمانوں کے ساتھ جنگ کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، سلطان عادل جو نیکی کی توفیق دیا گیا ہو اور صدقہ کرنے والا ہو، جو شخص رحم دل ہو اور اپنے تمام قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے لیے رقیق القلب ہو اور جو شخص پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے گریز کرتا ہو، اور پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں، وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے ماتحت ہوں اور اپنے اہل اور مال کے لیے کوئی سعی نہ کریں، وہ خائن جس کی طمع پوشیدہ نہ ہو جو معمولی سی چیز میں بھی خیانت کرے، وہ دھوکہ باز جو ہر صبح اور ہر شام کو تمہارے ساتھ، تمہارے اہل اور تمہارے مال کے ساتھ دھوکہ کرے، اور اللہ تعالیٰ نے بخل یا جھوٹ، بدخو اور فحش کلام کرنے والے کا بھی ذکر کیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۰۸۸، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۶، ۱۶۲، المعجم الکبیر ج ۱۷ اص ۹۹۴، ۹۸۷، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربین کی دعوت کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اپنی سند کے ساتھ امام احمد سے روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **وانذر عشیرتک الاقربین** (الشعراء: ۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اھل بیت کو جمع کیا سو تیس نفر جمع ہو گئے، انہوں نے طعام کھایا اور مشروب پیا، آپ نے ان سے فرمایا تم میں سے جو بھی میرے دین اور میرے وعدوں کو پورا کرنے کا ضامن ہوگا، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا، اور میرے اھل میں میرا جانشین ہوگا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ تو سمندر ہیں آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ حضرت علی نے کہا آپ نے پھر یہ کلام اپنے اھل بیت پر پیش کیا تو حضرت علی نے کہا میں!

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۶-۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۳، عالم الکتب بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کی دعوت کی انہوں نے اونٹ کا گوشت کھایا اور پانی پیا، وہ سب کھا پی کر سیر ہو گئے اور وہ طعام اسی طرح باقی بچا رہا گویا کہ کسی نے اس کو چھوا ہے نہ پانی پیا ہے پھر آپ نے شہد منگایا ان سب نے اس کو پیا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے، اور وہ شہد اسی طرح بچا رہا گویا اس کو کسی نے نہیں چھوا۔ آپ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب مجھے خصوصیت کے ساتھ تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہے اور عموم کے ساتھ عام لوگوں کی طرف، بے شک تم لوگوں نے میری نبوت پر ابھی یہ دلیل دیکھ لی ہے (کھانا کھائے جانے کے بعد اس کا جوں کا توں باقی رہنا) تم میں سے کون میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی اور میرا صاحب ہو جائے، حضرت علی نے کہا یہ سن کر کوئی شخص بھی آپ کی طرف کھڑا نہیں ہوا، پھر میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ

marfat.com
Marfat.com

پھر آپ نے یہ سوال تین بار دھرایا' ہر مرتبہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوتا اور آپ فرماتے بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ تیسری بار آپ نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا یعنی مجھے بیعت کر لیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۷۱' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۰۲)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا ایک مرتبہ کوہ صفا پر چڑھ کر ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور ایک بار آپ نے سب کی دعوت کی اور ان کو ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا' ان احادیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں کسی کے کام نہیں آسکتے جب آپ اپنے قریبی رشتہ داروں سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتے تو کسی اور سے اللہ کے عذاب کو کیسے دور کر سکیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے جو آپ پر ایمان نہیں لایا اور موت تک کفر اور شرک پر قائم رہا آپ اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کریں گے لیکن جو آپ پر ایمان لے آیا اور اس سے عمل میں کچھ تقصیر ہوگئی تو آپ ایسے عام مسلمانوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے تو اپنے خواص اور اقربین کی شفاعت کیوں نہیں فرمائیں گے' اس کے ثبوت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

اہل بیت اور اپنے دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں نفع پہنچانا

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر فرما رہے تھے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت آپ کی قوم کو نفع نہیں پہنچائے گی' بیشک میری قرابت دنیا اور آخرت میں مجھ سے ملی ہوئی ہے اور اے لوگو! جب تم حوض پر آؤ گے تو میں حوض پر تمہارا پیشوا ہوں گا۔ (الحدیث)

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۸' دار الفکر طبع قدیم' اس حدیث کی سند حسن ہے' مسند احمد ج ۱۰' رقم الحدیث: ۱۱۰۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا' پھر جو ان سے زیادہ قریب ہوں' اور پھر جو ان سے قریب ہوں' پھر انصار کی شفاعت کروں گا' پھر ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی' پھر اہل یمن کی' پھر باقی عرب کی' پھر اعاجم کی۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۳۵۵۰' الکامل لابن عدی ج ۲' ص ۷۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۸۱' ۳۸۰' الفردوس بماثور الخطاب' رقم الحدیث ۲۹' اس حدیث کی سند میں حفص بن ابی داؤد متروک ہے اور لیث بن سلیم ضعیف ہے اللآلی المصنوعہ ج ۲' ص ۳۷۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

(الفردوس بماثور الخطاب ۳۴۰۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۶۸۵' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے میرے اہل

marfat.com
Marfat.com

بیت کے متعلق یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کیا میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۰۴ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۶)

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی پھر حضرت علی نے صفہ میں عقیل حضرت حسین اور حضرت عباس سے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کرنے کے متعلق مشورہ لیا۔ پھر حضرت علی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر سبب (نکاح) اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور نسب کے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲ المعجم الکبیر ج ۳ رقم الحدیث: ۲۶۳۳ ۲۶۳۴ ۲۶۳۵ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۵۴ السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۱۱۴ المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۲۵۸ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۱ ۲۷۲ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۳۰۹)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے جس عورت کے ساتھ بھی نکاح کروں اور میں اپنی امت میں سے جس شخص کو بھی نکاح کا رشتہ دوں میرے ساتھ جنت میں ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۷۵۸ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷ المستدرک ج ۳ ص ۱۳۷ المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۰۱۸ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۷ اسی سے متقارب روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے بھی مروی ہے المعجم الاوسط ج ۴ رقم الحدیث: ۳۸۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا میں جس کو بھی نکاح کا رشتہ دوں اور جس سے بھی نکاح کروں وہ اہل جنت سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی میرے اہل بیت کے ساتھ کوئی نیکی کی تو میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔ (کامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۸۸۴ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ بھی کوئی نیکی کی اور اس نے اس کو دنیا میں اس کا صلہ نہیں دیا تو کل جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو مجھ پر اس نیکی کا صلہ دینا واجب ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۲ رقم الحدیث: ۱۴۶۹ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۳ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۱۵۳)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ابو طالب کو کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا اور آپ کی وجہ سے غضب ناک ہوتا تھا آپ نے فرمایا ہاں! اب وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳ ۶۲۰۸ ۶۵۷۲ صحیح مسلم ایمان ۳۵۷ (۲۰۹) ۵۰۰ مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث: ۱۷۶۳ جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۸۳۳)

نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ

موخر الذکر پانچ حدیثوں کے علاوہ باقی مذکور الصدر تمام احادیث کو علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی نے بھی بیان کیا ہے (رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۴۰۵) ان احادیث کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ احادیث ذکر کی ہیں ان کے یہ بات ... نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کو بھی اللہ سے مطلقاً نفع

marfat.com
Marfat.com

یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کا مالک بنائے گا کہ آپ اپنے اقارب کو نفع پہنچائیں بلکہ آپ شفاعت عامہ اور شفاعت خاصہ کے ذریعہ تمام امت کو نفع پہنچائیں گے' سو آپ صرف اسی چیز کے مالک ہوں گے جس کو آپ کا مولیٰ عزوجل مالک کرے گا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے: میں تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل مستغنی نہیں کروں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے یہ عزت اور مقام نہیں دے گا یا جب تک مجھے منصب شفاعت نہیں دے گا یا جب تک میری وجہ سے مغفرت کرنے کا مرتبہ مجھے نہیں دے گا' اس وقت تک میں تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑاؤں گا۔ اور چونکہ یہ مقام اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا تھا اور نیک اعمال پر برانگیختہ کرنے کا تھا اس لیے آپ نے یہ قیود ذکر نہیں فرمائیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے رحم کے حق کی طرف اشارہ بھی فرمایا کہ میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تمہیں پہنچاؤں گا' یعنی تم کو نفع پہنچاؤں گا اور یہ احادیث میں تطبیق کا بہت عمدہ طریقہ ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قیامت کے دن میرے اولیاء' متقی ہوں گے (الادب المفرد) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا ولی' اللہ ہے اور صالح مؤمنین ہیں۔ (صحیح مسلم الایمان: ۳۶۶ (۲۱۵) ۵۰۸' مسند احمد ج ۴' ص ۲۰۳' مسند ابوعوانہ ج ۱' رقم الحدیث: ۹۶) سو یہ احادیث آپ کے رحم اور اقارب کو نفع پہنچانے کے خلاف نہیں ہیں' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے اپنے عمل میں دیر کردی تو اس کا نسب اس پر سبقت نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم الذکر ۳۸' (۶۲۹۹) ۲۶۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۸۴۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل کو مؤخر کردیا' اس کا نسب اس کو بلند درجات تک پہنچانے میں جلدی نہیں کرے گا۔ اس لیے یہ حدیث نجات کے منافی نہیں ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا باب بہت وسیع ہے' اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حدود کی پامالی پر بہت غیور ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں اور وہ صرف اسی چیز کے مالک ہیں جس کا آپ کے مولیٰ نے آپ کو مالک بنادیا ہے اور آپ کی وہی خواہش پوری ہوتی ہے جس کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین ج ۱' ص ۶۰۷' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ)

اس پر دلیل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے

عباس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور یہ فرمارہے تھے کہ بے شک مجھے علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے' نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۹۷' ۱۶۱۰' صحیح مسلم الحج ۱۲۴۸ (۱۲۷۰) ۳۰۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۶۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۹۳۷' الموطا رقم الحدیث: ۸۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶' طبع قدیم' رقم الحدیث: ۹۹ طبع جدید دار الفکر بیروت)

تمام شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جو لوگ ثواب کی نیت سے اور اخلاص کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں حجر اسود ان کے حق میں گواہی دے گا اور جو لوگ دکھاوے اور ریا کاری کے لیے حجر اسود کو بوسہ دیں گے حجر اسود ان کے خلاف گواہی دے گا سو حجر اسود نفع بھی پہنچائے گا اور ضرر بھی' اور حضرت عمر نے حجر اسود کو مخاطب کر کے جو یہ کہا کہ تو ایک پتھر ہے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان تو اس کا معنی یہ ہے کہ تو بالذات نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتا اور بالعرض نفع اور ضرر پہنچاتا ہے (فتح الباری' عمدۃ القاری' شرح النواوی' فیض الباری' فتح الملہم وغیرھا) سو جس طرح حجر اسود سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی پر محمول ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نفع اور ضرر کی نفی ذاتی پر محمول ہے' اور جس طرح حجر اسود اللہ کی عطا سے نفع اور ضرر

marfat.com
Marfat.com

پہنچاتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی عطا سے نفع اور ضرر پہنچاتے ہیں۔

نسب پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل کی کوشش کی جائے

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ التاویلات النجمیہ میں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وانذر عشیرتک الاقربین اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ (المؤمنون:۱۰۱)

پس جب اس دن (صور پھونک دیا جائے گا) تو نہ آپس کے رشتے ہوں گے نہ آپس میں سوال کرنا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا ماسوا میرے نسب کے (المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲) پس آپ کا نسب ایمان اور تقویٰ ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: ہر مومن متقی میری آل ہے (المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۱۵) نیز آپ نے فرمایا: سنو آل ابی فلاں میرے اولیاء نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور صالح المؤمنین ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵) اس میں یہ اشارہ ہے کہ جس کا دل نور ایمان سے روشن ہوا وہ اپنے رشتہ داروں کے چراغ سے روشن نہیں ہوا خواہ وہ رشتہ دار اس کا والد ہو‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اولیاء اللہ کی اقتداء میں یہی رمز ہے‘ یہی وجہ ہے کہ انسان خود کھانا کھائے تو اس کا پیٹ بھرتا ہے اور اس کے والد کے کھانے سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا‘ سو آپ نے اپنے رشتہ داروں کو اس بات سے ڈرایا اگر ان میں اصل ایمان نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت انہیں کوئی نفع نہیں دے گی اور نہ ان کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا:

خطا کاروں کے لیے استغفار اور منکروں سے برأت

اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا کر رکھیے ○ (الشعراء: ۲۱۵)

اس آیت میں بازو کے لیے جناح کا لفظ ہے‘ جناح کے معنی ہیں بازو اور پرندہ کا پر‘ کسی چیز کے پہلو اور جانب کو بھی جناح کہتے ہیں‘ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ. (الانعام: ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں کے ساتھ اڑتا ہو۔

جناحا السفینۃ کا معنی ہے کشتی کی دو جانبیں اور جناحا العسکر کا معنی ہے لشکر کی دو طرفیں۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ. (طٰہٰ: ۲۲) اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو کے ساتھ ملائیے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ. (بنی اسرائیل: ۲۴) اور ماں باپ پر رحمت کے لیے تواضع کا بازو جھکائے رکھنا۔

اس آیت میں جناح کے لفظ میں استعارہ ہے کیونکہ ذلت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ذلت ہے جو انسان کا مرتبہ پست کرتی ہے جیسے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنا‘ اور دوسری وہ ذلت ہے جو انسان کا مرتبہ بلند کرتی ہے جیسے اللہ کے سامنے سر جھکانا‘ یہاں جناح کے لفظ میں استعارہ ہے کیونکہ ماں باپ کے سامنے ذلت اختیار کرنے سے انسان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے‘ انسان جب ماں باپ پر رحم کرنے کے لیے ذلت اور عاجزی اختیار کرے گا تو یہ ذلت اس کو اڑا کر اللہ کی بارگاہ میں لے جائے گی اور اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بلند کر دے گی۔

اور زیر تفسیر آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں اور ان کو عفو اور درگذر کے دامن میں چھپالیں‘ ان کی تقصیرات سے صرف نظر کریں اور ان کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیں ان کی خطاؤں کو معاف کریں

marfat.com
Marfat.com

اور ان کے لیے استغفار اور شفاعت کریں۔ اس کے بعد فرمایا:

پھر بھی اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہیے کہ میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ (الشعراء: ۲۱۶)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ کے بعض اقارب نے آپ کی مخالفت اور عداوت کا دروازہ کھول دیا اور آپ پر طعن و تشنیع کی زبان دراز کردی اور آپ کی اطاعت اور اتباع کرنے سے انکار کردیا' پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے غالب اور رحیم ہونے کا معنی

اور بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والے پر توکل کیجیے (الشعراء: ۲۱۷)

بہت غالب سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے محبت کرنے والے کو رسوا نہیں کرتا اور عداوت کرنے والے کو سربلند نہیں کرتا اور وہ اپنے دشمنوں کو سرنگوں اور مغلوب کرنے پر قادر ہے' اور بے حد رحم فرمانے والے سے مراد یہ ہے جو اس پر بھروسہ کرے اور اپنے معاملات اس کے سپرد کردے وہ اس کو ناکام اور نامراد نہیں کرتا جو اپنے چاہنے والوں اور اپنے دوستوں کو فتح اور نصرت سے نوازتا ہے' اور توکل کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے ماسوا سے اعراض کرے اور ایسا شخص وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خواص اور کاملین میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کے متبعین میں سے بنادے۔

توکل کی تحقیق

توکل کا معنی ہے کسی چیز کے حصول کے اسباب فراہم کرکے اس کے حصول کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۹۲)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء نے توکل کی یہ تعریف کی ہے کہ انسان جس کام کا مالک ہو اور اس کے نفع اور ضرر پر قادر ہو اس کام کو اللہ پر چھوڑ دے یہ توکل ہے' اور بعض علماء نے یہ کہا کہ انسان پر کوئی ایسی مصیبت ٹوٹ پڑے جس کو وہ اللہ کی نافرمانی کرکے دور کرسکتا ہو اور وہ اللہ کی نافرمانی کرکے اس مصیبت کو دور نہ کرے تو یہ توکل ہے' مثلاً وہ جھوٹی گواہی پیش کرکے کسی الزام سے بچ سکتا ہو لیکن وہ اللہ پر بھروسہ کرکے ایسا نہ کرے تو یہ توکل ہے اور بعض علماء نے کہا یہ توکل کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

بعض عارفین سے منقول ہے کہ اللہ پر توکل کرنے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) انسان کسی چیز کے سبب کو حاصل کرکے اس کو طلب کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس چیز سے مخلوق کو نفع پہنچائے گا۔

(۲) انسان کسی چیز کے حصول کے اسباب سے صرف نظر کرے نہ اس چیز کو طلب کرے نہ اس چیز کی حرص کرے اور اپنے آپ کو فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں مشغول رکھے۔

(۳) انسان کسی چیز کو طلب نہ کرے اور اس کے حصول کے لیے کوئی کوشش نہ کرے' اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مہمل نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اور اس کی تقدیر سے فارغ ہوچکا ہے اور اس نے ہر چیز کے حصول کو ایک وقت مقرر کے لیے مقدر کردیا ہے پس متوکل وہ شخص ہے جس نے غور و فکر کرنے اور اشیاء کے اسباب کو تلاش کرنے سے اپنے نفس کو آرام اور راحت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور وہ اس کا منتظر ہے کہ تقدیر سے اس کے لیے کیا چیز ظاہر ہوتی ہے' اور اس کو یہ یقین ہے کہ طلب کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اور توکل اس کو منع نہیں کرے گا' اور جب وہ اپنے آپ کو

marfat.com
Marfat.com

اسباب کی غلامی سے نکال لے گا اور وہ اپنے توکل میں اللہ تعالیٰ کے حق کے سوا اور کسی چیز کا لحاظ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر مہم میں کافی ہوگا۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۰۶-۲۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حق توکل کا معنی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ بھوکے صبح کرتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۴)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

حق توکل کا معنی یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کام کو کرنے والا نہیں ہے اور مخلوق میں سے جو چیز بھی موجود ہے اس کو وہی رزق دیتا ہے وہی عطا کرتا ہے وہی منع کرتا ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے وہی غنی کرتا ہے اور وہی فقیر کرتا ہے اور جو چیز بھی موجود ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ سے ہی ہے پھر وہ اچھے طریقہ سے اپنے مطلوب کی طلب میں کوشش کرے اس کو پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں پھر وہ اپنی روزی اور رزق کو تلاش کرتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام ابو حامد غزالی نے کہا ہے کہ بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ توکل کا معنی ہے بدن سے کسب اور کوشش کو ترک کرنا اور دل سے تدبیر کو ترک کرنا اور انسان زمین پر اس طرح پڑا رہے جیسے زمین پر کوئی کپڑے کا ٹکڑا پڑا ہو یا گوشت کی بوٹی پڑی ہو اور یہ جاہلوں کا گمان ہے اور ایسا توکل کرنا شریعت میں حرام ہے اور شریعت نے توکل کرنے والوں کی تعریف کی ہے تو جو شخص حرام کام کرے گا وہ کیسے تعریف اور تحسین کا مستحق ہوگا اور توکل کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنے عمل کو بروئے کار لائے اور سعی اور جدوجہد کرے۔ (الکاشف عن حقائق السنن ج ۶ ص ۳۶۳-۳۶۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

آیا اسباب کو ترک کرنا توکل میں داخل ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار نفر بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہوں گے نہ دم کرتے ہوں گے اور نہ بدفالی نکالتے ہوں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۷۲ صحیح مسلم کتاب الایمان ۳۷۱ رقم بلا تکرار ۲۱۸ الرقم المسلسل ۵۱۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عبد اللہ المازری نے کہا اس حدیث سے استدلال کر کے بعض علماء نے کہا کہ دوا اور علاج کرنا مکروہ ہے اور جمہور علماء اس کے خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ کثرت احادیث میں دواؤں کے اور کھانے پینے کے فوائد بیان کیے ہیں اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دواؤں سے علاج کیا ہے اور آپ کے دوا کرنے اور دم کرنے سے شفاء کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ کثرت احادیث منقول ہیں اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ بعض صحابہ نے بچھو کے کاٹے ہوئے پر دم کرنے کی اجرت لی اور جب یہ چیزیں ثابت ہیں تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ حق توکل کے منافی وہ لوگ ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبیعت سے نفع دیتی ہیں اور وہ شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض نہیں کرتے۔

قاضی عیاض نے کہا اکثر شارحین حدیث نے اس تاویل کو اختیار کیا ہے لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم نے ان لوگوں کی زائد فضیلت کا ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور اگر یہ تاویل درست ہوتی تو پھر یہ لوگ اس فضیلت کے ساتھ مخصوص نہ ہوتے کیونکہ تمام مومنوں کا یہی عقیدہ ہے اور جس کا عقیدہ اس کے خلاف ہو وہ کافر ہے اور علماء اور اصحاب المعانی نے اس مسئلہ میں کلام کیا ہے اور علامہ ابوسلیمان خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور اس کی تقدیر اور اس کی نازل کی ہوئی بیماری پر راضی رہتے ہوئے علاج اور دم کرانے اور دیگر اسباب کو ترک کر دیتے ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا یہ مؤمنین کاملین کے بلند درجات میں سے ہے اور بہت علماء کا یہ مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا یہ اس حدیث کا ظاہر معنی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ داغ لگوانے، دم کرانے اور طب کی باقی انواع میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب حق توکل کے منافی ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث کا ظاہر معنی وہی ہے جس کو علامہ خطابی نے اختیار کیا ہے اور حق توکل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اسباب کو ترک کر دیں اور رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرنا تو وہ بیان جواز کے لیے ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو داغ لگوانے سے منع بھی فرمایا ہے۔ (پہلے زمانہ میں درد کی جگہ پر لوہے کو گرم کر کے داغ لگا دیتے تھے اور یہ بھی علاج کی ایک قسم ہے)۔

توکل کی حقیقت میں متقدمین اور متاخرین علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ توکل کے اسم کا وہ ہر شخص مستحق ہے جس کے دل میں غیر اللہ کا خوف بالکل نہ ہو اس کو کسی درندہ کا خوف ہو نہ کسی دشمن کا حتیٰ کہ وہ اللہ کی ضمانت پر اعتماد کرتے ہوئے رزق کے طلب کرنے کو بھی چھوڑ دے۔

اور ایک جماعت نے کہا توکل کی تعریف یہ ہے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اس کی تقدیر نافذ ہوگی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سعی اور جدوجہد کرنے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا خصوصاً کھانے پینے میں اور دشمنوں سے حفاظت کے معاملہ میں جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا اول الذکر بعض متصوفہ اور اصحاب علم القلوب والاشارات کا مذہب ہے اور ثانی الذکر عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے اور صوفیاء میں سے محققین نے توکل کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے لیکن جب انسان صرف اسباب پر قناعت کرے اور مطمئن ہو جائے تو یہ توکل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کی حکمت کے مطابق اسباب کو اختیار کرے اور اس کا یہ یقین ہو کہ یہ اسباب کسی نفع کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے میں مستقل اور موثر نہیں ہیں اور نفع اور ضرر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہی ظاہر ہوگا۔ یہ تمام کلام قاضی عیاض کا ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۶۰۴-۶۰۱، مطبوعہ دارالوفاء بیروت، ۱۴۱۰ھ صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۱۰۰-۱۰۹۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

توکل کی تعریف میں صوفیا کے اقوال

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا متوکل کی تین علامتیں ہیں وہ خود سے سوال نہیں کرتا، کسی کی دی ہوئی چیز کو رد نہیں کرتا اور کسی کی دی ہوئی چیز کو جمع نہیں کرتا۔

بایزید سے پوچھا گیا کہ توکل کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے پوچھا تمہارے نزدیک توکل کی کیا تعریف ہے؟ سائل نے

marfat.com

Marfat.com

کہا ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ اگر تمہارے دائیں اور بائیں درندے اور اژدھے ہوں تو تمہارے دل میں خوف نہ پیدا ہو' بایزید نے کہا ہاں یہ بھی درست ہے لیکن اگر اہل جنت کو جنت میں ثواب ہو رہا ہو اور اہل دوزخ کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہو اور تم ان میں تمیز کر رہے ہو تو تم متوکلین میں سے نکل جاؤ گے۔

سہل بن عبداللہ نے کہا توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

امام قشیری فرماتے ہیں کہ توکل کا محل قلب ہے اور اس کی ظاہری حرکت قلب کے توکل کے منافی نہ ہو' اور اس کے نزدیک تقدیر اللہ کی طرف سے ہو' اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر کوئی چیز آسان ہے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے'

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور آپ سے پوچھا کہ اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٣٤٤)

ابراہیم خواص بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دیہات میں جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی' انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی جا رہا تھا اس نے کہا اے ابراہیم! ہمارے نزدیک توکل یہ ہے کہ جب تم کسی شہر میں جاؤ تو شہر والوں سے تمہاری یہ امید نہ ہو کہ وہ تمہیں کھانا کھلائیں گے بلکہ اللہ پر توکل ہو۔ ابوتراب نخشبی نے کہا کہ توکل یہ ہے کہ تم اپنے بدن کو عبادت میں مشغول رکھو اور اپنے دل کو اللہ کی یاد میں مستغرق رکھو اور قدر ضروری پر مطمئن رہو۔ اگر تم کو کچھ دیا جائے تو شکر کرو اور نہ دیا جائے تو صبر کرو۔

حمدون قصار سے توکل کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا اگر تمہارے پاس دس ہزار روپے ہوں اور تم پر ایک روپے کا قرض ہو تو تم موت سے بے خوف نہ ہو' ہوسکتا ہے کہ تم پر وہ قرض رہ جائے اور تمہارے اوپر دس ہزار روپے قرض ہو اور تمہارے پاس اس کی ادائیگی کے لیے رقم نہ ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہو کہ وہ تمہارے قرض کی ادائیگی کی سبیل کر دے گا۔

استاذ ابوعلی دقاق یہ کہتے تھے کہ متوکل کے تین درجات ہیں: التوکل' پھر تسلیم' پھر تفویض' اللہ کے وعدہ پر مطمئن ہونا توکل ہے' اور اس کے علم پر قناعت کرنا تسلیم ہے اور اس کے حکم پر راضی رہنا تفویض ہے' توکل ابتداء ہے' تسلیم متوسط ہے اور تفویض انتہاء ہے' نیز استاذ ابوعلی دقاق کہتے تھے کہ توکل مومنین کی صفت ہے' تسلیم اولیاء کی صفت ہے اور تفویض موحدین کی صفت ہے' یا توکل عوام کی صفت ہے اور تسلیم خواص کی صفت ہے اور تفویض خواص الخواص کی صفت ہے' نیز وہ کہتے تھے کہ توکل عام انبیاء کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ ص ٢٠٤-٢٠٠' ملخصاً و ملتقطاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کی عبادات کی تفتیش کرنا

اس کے بعد فرمایا: جو آپ کو قیام کے وقت دیکھتا ہے ○ اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو ○ (الشعراء: ٢١٩-٢١٨)

ان دو آیتوں کے حسب ذیل محامل ہیں:

(١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر پہلے تہجد کی نماز واجب تھی پھر بعد میں قیام اللیل منسوخ ہو گیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو تہجد کے لیے قیام فرماتے پھر اپنے اصحاب کے گھروں میں دیکھتے کہ آیا وہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد قیام اللیل کو ترک کر چکے ہیں یا نفلی طور پر پڑھ رہے

marfat.com

Marfat.com

ہیں' کیونکہ آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کے اصحاب عبادت میں کوشش کرتے رہیں' پھر جب آپ ان کے گھروں میں دیکھتے تو ان کے قرآن پڑھنے کی آوازیں آ رہی ہوتی تھیں سو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ کو اس وقت دیکھتے ہیں جب آپ آدھی رات کو خود نماز میں قیام کرتے ہیں اور ہم آپ کو اس وقت بھی دیکھتے ہیں جب آپ سجدہ کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کی تفتیش کے لیے گھومتے ہیں۔

تہجد کی نماز کی فضیلت اور اہمیت

اس سے تہجد کی نماز کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور اس کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے مہینہ کے بعد اللہ کے مہینہ محرم کے روزے سب سے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۳' ۱۶۱۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۴۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے' اور ہر گرہ میں یہ باندھتا ہے کہ تمہاری رات بہت لمبی ہے سو جاؤ' اگر وہ بیدار ہو اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر وہ تر و تازگی اور پاکیزگی کے ساتھ صبح کرتا ہے ورنہ نحوست اور سستی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۶)

عبداللہ بن ابی قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رات کے قیام کو ترک نہ کرو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے قیام کو ترک نہیں کرتے تھے اور جب آپ بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے تو بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب درد یا کسی اور وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز قضا ہو جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم' صلوٰۃ المسافرین: ۱۴۰' الرقم المسلسل ۱۷۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۴۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں سوال کرے گا' خواہ وہ دنیا کی کسی خیر کا سوال کرے یا آخرت کی' تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دے گا' اور یہ عطا پوری رات رہتی ہے۔

(صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین: ۱۶۶' رقم بلا تکرار: ۷۵۷' الرقم المسلسل: ۱۷۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں' کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں' کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں؟ صحیح مسلم کی دوسری روایت (رقم المسلسل ۱۷۴۲) میں ہے وہ فجر روشن ہونے تک یونہی فرماتا رہتا ہے' ترمذی کی روایت بھی اسی طرح ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' ۴۷۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جورات کو بیدار ہو کر نماز پڑھے اور اپنی اہلیہ کو بیدار کرے کہ وہ نماز پڑھے' اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جورات کو اٹھ کر نماز پڑھے' اور اپنے شوہر کو بیدار کرے تاکہ وہ نماز پڑھے اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے۔

(مسند احمد ج ۲ص ۴۳۹' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵۹۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۴۸' الفتح الربانی رقم الحدیث: ۹۹۸' امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابو مالک اشعری سے روایت کیا ہے' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۸۰' حافظ زین نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۹ ص ۲۶۷' دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۲ص ۲۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی خبر دیجیے کہ جب میں اسے کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا تم بلند آواز سے سلام کرو' کھانا کھلاؤ' رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو رات کو اٹھ کر نماز پڑھو' پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۴' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۴۶۰' الفتح الربانی رقم الحدیث: ۹۹۹' مسند احمد ج ۲ص ۴۹۳' قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۳۴۹' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' احمد عبدالرحمان البناء نے کہا اس حدیث کو امام ترمذی' امام ابن حبان اور امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے' بلوغ الامانی جز ۴ص ۲۳۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ تہجد کی نماز کس وقت پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا بقیہ رات کے درمیان یا آدھی رات میں' اور اس کو پڑھنے والے کم ہیں۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۴۷' الفتح الربانی رقم الحدیث: ۱۰۰۰' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۱۶ص ۲۱' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' احمد عبدالرحمان نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے بلوغ الامانی جز ۴ص ۲۳۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر مبارک سوج جاتے تھے' آپ سے کہا گیا (حضرت عائشہ کی روایت میں ہے یا رسول اللہ آپ اس قدر کوشش کیوں کرتے ہیں حالانکہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرمادی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں!۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۶' ۴۸۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۹' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۵۰۰' مسند احمد ج ۴ص ۲۵۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۱۱۴' دارالحدیث قاہرہ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۹۳' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۷۵۹' الفتح الربانی رقم الحدیث: ۱۰۰۶)

انبیاء علیہم السلام کے ذنوب کی توجیہ اور بندہ کے شکر اور اللہ کے شکر کا معنی

احمد عبدالرحمان البنا' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث میں جو بعض انبیاء علیہم السلام کے بعض ذنوب کا ذکر وارد ہوا ہے' جیسے:

marfat.com
Marfat.com

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ (جنت کی رہائش سے) بے راہ ہو گئے۔

اور اس قسم کی دوسری آیات ہیں' سو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم قرآن اور سنت کے علاوہ ان کی طرف ذنوب کی نسبت کریں اور ہم پر لازم ہے کہ ہم ان آیات کی تاویل ترک اولیٰ سے کریں' اور ان کے ان افعال کو ذنوب سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ ان کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ترک اولیٰ بھی ذنب کے حکم میں ہے جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہیں' اسی وجہ سے جب بعض صحابہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ عبادت کرنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی ہے جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے' نیز اس آیت میں بعد کے ذنوب کی بھی مغفرت کا ذکر ہے حالانکہ بعد کے افعال کا تو ابھی آپ سے صدور بھی نہیں ہوا تھا اور جو کام ابھی ہوا ہی نہ ہو اس کو ذنب نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مقصود ہے کہ آپ کو آخرت کے شدت خوف سے مامون رکھا جائے اور آپ کو تسلی دی جائے' کیونکہ آپ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے اور میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰) سو اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بہ فرض محال اگر آپ سے کوئی گناہ واقع بھی ہوتا تو وہ بخشا ہوا ہوتا اور آپ کے ذنب کو فرض کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقع بھی ہوا ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا اس حدیث کا معنی یہ ہے کیا میں اپنی تہجد کی نماز کو ترک کر دوں' پھر میں زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہیں رہوں گا اور اس کا معنی یہ ہے کہ بہ طور شکر تہجد کی نماز پڑھنے سے مغفرت حاصل ہوتی ہے تو میں تہجد کی نماز کو کیسے ترک کر سکتا ہوں! ' قاضی عیاض نے کہا شکر کا معنی ہے محسن کے احسان کو جاننا اور اس کو بیان کرنا اور نیک کام کو شکر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ نیک کام احسان کرنے والے کی حمد وثنا کو متضمن ہوتا ہے' اور بندہ کے شکر کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرے' اس کی حمد وثنا کرے اور اس کی عبادت دائماً کرے' اور اللہ کے شکر کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں کو ان کی عبادات کی جزا دے اور ان کو دگنا چوگنا اجر عطا فرمائے اور اللہ سبحانہ کے اسماء میں سے جو شکور اور شاکر ہے اس کا یہی معنی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو بہت شدید خوف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علم ہوتا ہے اور ان کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے استحقاق کے بغیر ان کو یہ نعمتیں عطا کی ہیں اس لیے وہ اس کی عبادت کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں تا کہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کا شکر ادا کر سکیں' ورنہ اس کا کماحقہ شکر کوئی ادا نہیں کر سکتا۔

(بلوغ الامانی (شرح مسند احمد بن حنبل) جز ۴ ص ۲۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کی تحقیق

جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت ہو تو بعض علماء نے ذنب کا ترجمہ گناہ کر دیا ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی مولانا شاہ نقی علی خاں متوفی ۱۲۹۷ھ سورۃ الفتح: ۲-۱ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان اور چلا دے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تجھ کو خدا زبردست مدد۔ (انوار جمال مصطفیٰ ص ۷۱' مطبوعہ شبیر برادرز' لاہور)

اور زیر بحث حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کو اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبدا شکوراً۔

marfat.com
Marfat.com

(سرور القلوب بذکر المحبوب ص ۲۳۸ 'مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اور خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے۔ (ذیل المدعا لاحسن الوعاء (فضائل دعا) ص ۲۶ 'مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت معالم التنزیل کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں:

ذنوب انبیاء علیہم السلام سے مراد صورت گناہ ہے ورنہ حقیقۃً گناہ سے انبیاء کرام علیہم السلام دور اور منزہ ومبرا ہیں۔

(تعلیقات رضا ص ۲۵ 'مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی' ۱۴۱۸ھ)

مولانا غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ ایک حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو' اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۸ 'الجدہ پرنٹرز)

ہمارے نزدیک ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے سہواً اور عمداً' حقیقتاً اور صورۃً معصوم ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے افعال پر جو ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے وہ بہ ظاہر خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے اور حقیقت میں آپ کا ہر کام اولیٰ ہے' ہمارے بعض اکابرین نے ذنب کا ترجمہ گناہ کر دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ ان بزرگوں کا علمی تسامح ہے' کیونکہ جب اردو خواں لوگ ذنب کا ترجمہ گناہ پڑھیں گے اور نبی کے افعال پر گناہ کا اطلاق دیکھیں گے تو ان کے ذہن مشوش ہوں گے وہ ذنب کی تاویلات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ یہاں آپ کے افعال پر ذنب کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ نبی سے بھی گناہ صادر ہو جاتا ہے' اور جب عام لوگوں کے ذہنوں میں نبی کے لیے بھی گناہ ثابت ہو جائیں تو انہیں نیکی پر کس طرح آمادہ کیا جا سکے گا' اسی طرح جب مستشرقین اور غیر مسلم معترضین کے ہاتھوں میں یہ تراجم پہنچیں گے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (العیاذ باللہ) گنہگار ثابت کرنے کے لیے ان تراجم کو پیش کریں گے' بعض لوگوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ (الفتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

کیا اس ترجمہ سے عام لوگوں کے ذہن مشوش نہیں ہوں گے اور ان کے ذہنوں میں اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا وہم پیدا نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے پر تو امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں ید (ہاتھ) وجہ (چہرہ) اور اعین (آنکھیں) کے جو الفاظ ہیں ان سے کیا مراد ہے اس میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے' متقدمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ' چہرہ اور آنکھیں ہیں لیکن وہ جسمانیت سے پاک ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے اس کی یہ صفات اس کی شان کے لائق ہیں' امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

اللہ کی کوئی ضد (ممانع اور مخالف) نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی ند (مشابہ) ہے اور نہ اس کی کوئی مثل ہے' اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو چہرہ' ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی بلاکیف صفات ہیں اور یہ نہ کہا جائے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس قول میں اس کی صفات کو باطل کرنا ہے اور یہ

marfat.com
Marfat.com

قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت بلاکیف ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے صفات بلاکیف ہیں۔ (الفقہ الاکبر مع شرحہ لعلی القاری ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۵ھ)

اور متاخرین نے ان صفات کی تاویلات کی ہیں:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

مخالفین اسلام نے قرآن اور حدیث کی ان نصوص سے استدلال کیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور جسمیت ثابت ہوتی ہے اور اس کی صورت اور اس کے اعضاء ثابت ہوتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہات پر دلائل قائم ہیں اس لیے ان نصوص کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرنا واجب ہے جیسا کہ سلف صالحین کا طریقہ ہے کہ وہ زیادہ سلامتی والے طریقہ کو پسند کرتے ہیں یا ان نصوص کی تاویلات صحیحہ کی جائیں جیسا کہ متاخرین علماء کا مختار ہے تاکہ جاہلوں کے اعتراضات کو دور کیا جاسکے، اور کمزور مسلمانوں کو اسلام پر برقرار رکھا جاسکے۔ (شرح العقائد النسفی ص ۳۴ ملخصاً، مطبوعہ کراچی)

ان تاویلات کی مثال حسب ذیل ہے، قرآن مجید میں ہے:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۱۱۵) تم جہاں کہیں بھی (قبلہ کی طرف) منہ کرو، تو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔

یعنی وہیں اللہ تمہاری طرف متوجہ ہے یا وہیں اللہ کی ذات ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت محمد ابن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو وہ چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے، کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح مسلم البر والصلۃ: ۱۱۵، رقم الحدیث بلاتکرار: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴، تاریخ دمشق الکبیر ج ۷ ص ۲۷۷، رقم الحدیث: ۱۹۵۶، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شمس الدین خیالی متوفی ۸۷۰ھ نے لکھا ہے اس حدیث میں صورت سے مراد اس کی صفت ہے یعنی علم اور قدرت میں سے کسی صفت پر حضرت آدم کو پیدا کیا، اسی طرح قرآن مجید میں ید اللہ (الفتح: ۱۰) ہے اس سے مراد اللہ کی قدرت ہے۔

(حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد ص ۶۷، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید میں جو ذنب کا لفظ ہے اس کا ترجمہ گناہ کرنے میں اور ید اللہ کا ترجمہ اللہ کا ہاتھ کرنے میں بہت فرق ہے کیونکہ تمام اہل اسلام کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور جب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے گا تو عام مسلمانوں کے ذہن مشوش ہوں گے اس کے برخلاف جب ید اللہ کا ترجمہ اللہ کے ہاتھ کیا جائے گا تو اس سے کسی مسلمان کو تشویش نہیں ہوگی کیونکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اللہ کے ہاتھ کا معنی یہ ہے کہ اس کے شایان شان ہاتھ ہے جس کی مخلوق میں کوئی مثل نہیں ہے اور یہ معنی امام ابوحنیفہ اور دیگر متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین کے نزدیک اس کا معنی اللہ کی قدرت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت قیام اور ساجدین میں دیکھنے کے دیگر محامل

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸) جو آپ کو قیام کے وقت دیکھتا ہے ۝ اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو ۝

marfat.com
Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں دیگر محامل یہ ہیں:

(۲) جب آپ مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے قیام' رکوع' سجود اور قعود میں تصرف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کے ساتھ قیام کرتے ہوئے اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔(تفسیر عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۱۴۰)

(۳) مقاتل وغیرہ نے کہا اللہ آپ کو دیکھتا ہے جب آپ تنہا نماز پڑھتے ہیں اور جب آپ مسلمانوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ مجاہد نے کہا اللہ آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کی نظر نمازیوں میں گردش کرتی ہے کیونکہ آپ پس پشت بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۳۸۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۰۳۰' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سامنے متوجہ رہتا ہوں! پس اللہ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو اپنے پس پشت بھی ضرور دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۲۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۲' مسند ابو عوانہ ج ۲ ص ۱۳۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۰۴۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۷۵-۷۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) ضحاک نے کہا جب آپ اپنے بستر سے کھڑے ہوتے ہیں یا اپنی مجلس سے کھڑے ہوتے ہیں' تو وہ آپ کو دیکھتا ہے' قتادہ نے کہا جو آپ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے تمام حالات میں دیکھتا ہے۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۸۲۸)

(۵) اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ دینی معاملات اور دینی مہمات کو سر کرنے کے لیے قیام کرتے ہیں یا سجدہ کرنے والوں میں تصرف کرتے ہیں۔

(۶) ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کار نبوت کو سر انجام دینے میں قیام کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو تبلیغی امور میں قیام کرتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے۔(جامع البیان' رقم الحدیث: ۲۰۳۹۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں احادیث

اس آیت کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا تھا اور اس تفسیر میں اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مومن تھے اس تفسیر کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منقلب ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔(اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے تمام آباء

marfat.com
Marfat.com

کرام انبیاء تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے آباء کرام میں انبیاء علیہم السلام بھی تھے)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۰۲۹ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کو امام ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اور امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے بھی روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۷ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وتقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتا رہاحتیٰ کہ میں نبی ہوگیا۔ (یعنی آپ کے آباء کرام میں انبیاء علیہم السلام بھی تھے)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۰۲۱ مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۴۲ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۱۲۴۷ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان کی سندوں کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں سوائے شعیب بن بشر کے اور وہ بھی ثقہ ہے' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بنو آدم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سب سے بہتر قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہاحتیٰ کہ جس قرن میں' میں ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۵۷ مسند احمد رقم الحدیث: ۹۳۶۰ ۸۸۴۳ دارالحدیث قاہرہ مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۷ طبع قدیم مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۷۳۹ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۵ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۲۰۵)

قرن کا معنی ہے کسی ایک زمانے کے تمام لوگوں کا ایک طبقہ' بعض علماء نے اس زمانے کی تحدید سو سال کے ساتھ کی ہے' بعض نے ستر سال کے ساتھ کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب کسی ایک زمانہ کے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو وہ زمانہ ایک قرن ہے۔ (التوشیح ج ۳ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کو چن لیا' اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸ مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۷ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۱ ۱۴۱۸ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو حصے کیے اور مجھے ان میں سے سب سے اچھے حصے میں رکھا۔ پھر اس نصف کے تین حصے کیے اور مجھے اس تیسرے حصہ میں رکھا جو سب سے خیر' اچھا اور سب افضل تھا' پھر لوگوں میں سے عرب کو چن لیا' پھر عرب میں سے قریش کو چن لیا' پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا' پھر بنو ہاشم میں سے حضرت عبدالمطلب کو چن لیا' پھر حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے مجھ کو چن لیا' (اس حدیث میں خیر کا لفظ ہے اور مومن اور کافر میں مومن خیر ہے سو آپ کے تمام آباء مومن ہیں)

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۵۳۰۷ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۱۲۲)

یہ حدیث آپ کے تمام آباء کے ایمان پر عموی اور حضرت عبدالمطلب کے ایمان پر خصوصی دلیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! جب حضرت آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا: میں حضرت آدم کی پشت میں تھا' اور جب

marfat.com
Marfat.com

مجھے کشتی میں سوار کرایا گیا تو میں اپنے باپ حضرت نوح کی پشت میں تھا۔ اور جب مجھے (آگ میں) پھینکا گیا تو میں حضرت ابراہیم کی پشت میں تھا' میرے والدین کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے' اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ معزز پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' میری صفت مہدی ہے' اور جب بھی دو شاخیں ملیں میں سب سے خیر (اچھی) شاخوں میں تھا' اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا میثاق اور اسلام کا عہد لیا' اور تورات اور انجیل میں میرا ذکر پھیلایا اور ہر نبی نے میری صفت بیان کی اور زمین میرے نور سے چمک اٹھی اور بادل میرے چہرے سے برستا ہے اور مجھے اپنی کتاب کا علم دیا اور آسمانوں میں میرے شرف کو زیادہ کیا اور اپنے ناموں میں سے میرا نام بنایا پس عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں' الحدیث۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قریش اللہ عزوجل کے سامنے ایک نور تھے' یہ نور تسبیح کرتا تھا' اور فرشتے اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ نے حضرت آدم کی پشت میں اس نور کو زمین کی طرف اتارا' پھر کشتی میں یہ نور حضرت نوح کی پشت میں رکھ دیا گیا اور حضرت ابراہیم کی پشت میں یہ نور آگ میں ڈالا گیا' اور اللہ مجھے ہمیشہ مکرم پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' حتیٰ کہ مجھے میرے ان والدین سے نکالا جو کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں اور بدکاری سے نہیں پیدا کیا گیا۔ حضرت آدم سے لے کر حتیٰ کہ میں اپنی والدہ سے پیدا ہوا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاری سے کسی چیز نے نہیں چھوا۔ (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۱۷۷' رقم الحدیث: ۴۲۵۷' ۴۲۵۶' مکہ مکرمہ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! جب حضرت آدم جنت میں تھے اس وقت آپ کہاں تھے؟ آپ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں' پھر آپ نے فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا' ان کو زمین پر اتارا گیا اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا' میں اپنے باپ حضرت نوح کی پشت میں کشتی میں سوار ہوا' اور اپنے باپ ابراہیم کی پشت میں مجھے آگ میں ڈالا گیا' اور میرے ماں باپ کبھی ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری میں جمع نہیں ہوئے' اور اللہ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا' جب کہ وہ صاف اور مہذب تھے' جب بھی دو شاخیں باہم ملیں تو میں ان سے بہتر شاخوں میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا میثاق لیا اور مجھ کو اسلام کی ہدایت دی' اور تورات اور انجیل میں میرا ذکر بیان کیا۔ اور میری تمام صفات کو مشرق اور مغرب میں بیان کر دیا' اور مجھ کو اپنی کتاب کا علم دیا' اور اپنے اسماء میں میرا ذکر بلند کیا' اور اپنے اسماء میں سے میرا اسم بنایا' سو عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں' اور مجھے حوض کے نزدیک کیا اور مجھے کوثر عطا کیا' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اپنی امت کے سب سے بہتر قرن میں نکالا' اور میری امت بہت حمد کرنے والی ہے اور نیکی کا حکم دینے والی ہے اور برائی سے روکنے والی ہے۔

(الدرالمنثور ج ۶ ص ۲۹۹-۲۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب عزوجل نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے رہے' پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس ہوئے' میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ مقام حجون پر بہت افسردگی کے عالم میں اترے تھے' پھر آپ بہت خوش خوش واپس ہوئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا' وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ (الناسخ والمنسوخ رقم الحدیث: ۶۳۰' ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:
قاضی ابوعمران احمد بن ابی الحسن نے ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں چند مجہول راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کر دے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان کو زندہ کر دیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لے آئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ وہ آپ کو جس وصف سے چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور اپنے کرم سے آپ کو جس نعمت سے چاہے نواز دے۔ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم (الروض الانف ج ا ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

والدین کریمین کے ایمان پر امام فخر الدین رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہ تھے' اس کے متعدد دلائل ہیں:
پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸) کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کی روح ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہو رہی تھی' سو اسی تقدیر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے' اور اس وقت یہ قطعی طور پر ثابت ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وتقلبک فی السجدین کی اور بھی تفسیریں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے اصحاب کے گھروں میں تفتیش کرتے تھے کہ وہ اپنے گھروں میں کیا کر رہے ہیں کیونکہ آپ کو اس پر شدید حرص تھی کہ وہ اس کے بعد بھی رات کو عبادت کرتے رہیں آپ نے دیکھا کہ ان کے گھروں سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس اعتبار سے وتقلبک فی الساجدین کا معنی ہے کہ اللہ آپ کے قیام کو دیکھتا ہے اور ساجدین میں آپ کے طواف کرنے اور گھومنے کو دیکھتا ہے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جب آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا رہتا ہے' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آپ کا حال مخفی نہیں ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور ساجدین کے دینی مسائل اور معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا رہتا ہے اور اس کا چوتھا معنی ہے جب آپ اپنی نظر کو حرکت دے کر اپنے پیچھے سے نمازیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا رہتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے اپنا اپنا رکوع اور سجود پورا پورا کیا کرو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

پس ہر چند کہ اس آیت میں ان چاروں تفسیروں کا بھی احتمال ہے' مگر ہم نے جس تفسیر کا ذکر کیا ہے اس کا بھی اس تفسیر میں احتمال ہے اور ہر تفسیر کے متعلق احادیث وارد ہیں اور ان تفسیروں کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے' پس اس آیت کو ان تمام تفسیروں پر محمول کرنا واجب ہے' اور جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہ تھے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء مشرک نہ تھے اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس (التوبۃ: ۲۸) مشرکین نجس کے سوا اور کچھ نہیں' یعنی پاک بالکل نہیں پس اس سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہیں ہے۔ (اسرار التنزیل وانوار التاویل ص ۲۶۸-۲۶۷' مطبوعہ دار الکتب والوثائق بغداد عراق' ۱۹۹۰ء)

والدین کریمین کے ایمان پر علامہ قرطبی کے دلائل

حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب عزوجل نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے' پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس ہوئے' میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مقام حجون پر بہت افسردگی کے عالم میں اترے تھے' پھر آپ بہت خوش خوش واپس ہوئے' آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو ... دیا۔ (الناسخ والمنسوخ رقم الحدیث: ۶۳۰' ص ۲۸۴' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر احمد بن علی الخطیب نے کتاب ''السابق واللاحق'' میں اور ابوحفص عمر بن شاہین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا حج ہمارے ساتھ کیا۔ آپ میرے ساتھ الحجون گھاٹی میں گذرے' اس وقت آپ رو رہے تھے اور غمگین تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی' آپ وہاں اترے اور فرمایا: اے حمیرا ٹھہر جاؤ' میں اونٹ کی ایک جانب ٹیک لگا کر بیٹھ گئی' آپ کافی دیر وہاں ٹھہرے رہے' پھر خوشی خوشی مسکراتے ہوئے واپس آئے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں! آپ یہاں پر غم اور افسردگی کی کیفیت میں اترے تھے' حتیٰ کہ یا رسول اللہ! آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی' پھر آپ اس حال میں میرے پاس واپس آئے کہ آپ خوشی خوشی مسکرا رہے تھے۔ یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا میں اپنی ماں آمنہ کی قبر کے پاس سے گذرا میں نے اپنے رب اللہ سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو زندہ کر دے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' تو وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کی موت کو پھر لوٹا دیا۔ یہ خطیب کی عبارت ہے' اور علامہ سہیلی نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور والدہ دونوں کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ اس حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا' علامہ قرطبی فرماتے ہیں الحمد للہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کرنے سے منع کرنے کا واقعہ پہلے کا ہے اور آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنے کا واقعہ بعد کا ہے' کیونکہ حضرت عائشہ رضی

marfat.com
Marfat.com

اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ والدہ کو زندہ کرنے کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع کا ہے' اس طرح امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں اس کو ناسخ قرار دیا ہے (رقم الحدیث: ۶۳۰) اور استغفار کی اجازت نہ دینے کو منسوخ قرار دیا ہے' (رقم الحدیث: ۶۰ ص ۲۸۳) اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا دوزخ میں! جب وہ واپس جانے لگا تو آپ نے فرمایا: میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۸)

بہ ظاہر یہ حدیث والدین کو زندہ کرنے کی حدیث کے معارض ہے لیکن اس حدیث میں میرے باپ سے مراد میرا چچا ہے یعنی ابو طالب پھر کوئی اعتراض نہیں ہے' ایک اور اعتراض یہ ہے کہ والدین کو زندہ کرنے کے بیان والی حدیث موضوع ہے' قرآن مجید اور اجماع کے مخالف ہے' کیونکہ جو کفر پر مرا' اس کی حیات لوٹانے کے بعد اس کے ایمان لانے سے اس کو کوئی نفع نہیں ہوگا' بلکہ اگر وہ موت کے فرشتوں کو دیکھنے کے وقت بھی ایمان لے آئے تو اس کو ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا چہ جائیکہ زندہ کیے جانے کے بعد اس کے ایمان لانے سے اس کو کوئی فائدہ ہوا!

قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (النساء: ۱۸)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں ہے جو (مسلسل) گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کرلی' اور نہ ان لوگوں کی توبہ (مقبول) ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔

اور کتب تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے ماں باپ نے کیا کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

اور آپ سے دوزخیوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

(البقرہ: ۱۱۹)

یہ روایت محمد بن کعب قرظی اور ابوعاصم سے منقول ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۵۵۹' ۱۵۵۸)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ نے کہا ہے کہ یہ استدلال مخدوش ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور خصائص آپ کے وصال تک متواتر اور مسلسل ثابت ہوتے رہے ہیں لہٰذا آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنا بھی آپ کے ان خصائص میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرف کیا ہے۔

نیز آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنا عقلاً اور شرعاً ممتنع نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ کیا گیا اور اس نے اپنے قاتل کی خبر دی' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا اور جب یہ امور ثابت ہیں تو آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنے اور پھر ان کے ایمان لانے سے کیا چیز مانع ہے؟ جب کہ اس میں آپ کی زیادہ کرامت اور فضیلت ہے اور جب کہ اس مسئلہ میں حدیث بھی وارد ہے۔

اور معترض نے جو یہ کہا ہے کہ جو شخص کفر پر مرجائے اس کی توبہ مفید نہیں ہوتی تو اس کا یہ اعتراض اس حدیث سے مردود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سورج کو غروب ہونے کے بعد لوٹا دیا تھا' امام طحاوی نے کہا یہ حدیث ثابت ہے

marfat.com
Marfat.com

اگر سورج کا لوٹایا جانا مفید نہ ہوتا تو اس کو نہ لوٹایا جاتا' پس اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنا ان کے ایمان لانے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کے لیے مفید تھا اور بے شک ظاہر قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ اور ان کے اسلام کو قبول کر لیا تھا حالانکہ وہ عذاب کی علامات نمودار ہونے کے بعد ایمان لائے تھے اور اس کے بعد انہوں نے توبہ کی تھی' اور سورۃ البقرہ: ۱۱۹ کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کے زندہ کیے جانے اور ان کے ایمان لانے سے پہلے فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے غیب کو زیادہ جاننے والا ہے۔

(التذکرۃ ج ۱ ص ۳۷-۳۵' موضحاً' مطبوعہ دار البخاری' ۱۴۱۷ھ)

علامہ قرطبی کے دلائل بہت قوی ہیں البتہ انہوں نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کے ہاتھ پر مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا سو یہ ثابت نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر علامہ سہیلی کے دلائل

علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں'' (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۳) اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق ایسی کوئی بات کہیں اور آپ کو ایذاء پہنچائیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ وہ حدیث یہ ہے:

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو لوگ جمع ہو کر کہنے لگے: یہ ابو جہل کا بیٹا ہے' یہ ابو جہل کا بیٹا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔

(تاریخ دمشق الکبیر جز ۴۳ ص ۱۹۵-۱۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۴۱۷)

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ○ (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور حضرت عکرمہ کے والد کو کافر کہنا حضرت عکرمہ کے لیے باعث اذیت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہنا آپ کے لیے کس قدر باعث ایذاء ہوگا! اس کے بعد علامہ سہیلی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیے جانے کے متعلق دو حدیثیں لکھی ہیں جن کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت اس سے عاجز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اھل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو جس چیز کے ساتھ چاہے خاص کرے۔

(الروض الانف ج ۱ ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

والدین کریمین کے ایمان پر علامہ ابی مالکی کے دلائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں' جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دلجوئی کی وجہ سے فرمایا تھا تا کہ اس شخص کو تسلی ہو' (اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں باپ کا اطلاق چچا پر ہو اور اس سے مراد ابو

marfat.com
Marfat.com

طالب ہوں) اس کے بعد علامہ ابی مالکی نے علامہ سہیلی کا پورا کلام ذکر کیا ہے' جس کو ہم نقل کر چکے ہیں' اس کے بعد علامہ ابی مالکی نے علامہ نووی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے والدین اہل فترت میں سے تھے اور اہل فترت پر عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اہل فترت ان دو رسولوں کے درمیان کے لوگوں کو کہتے ہیں جن کی طرف پہلے رسول کو بھیجا نہ گیا ہو اور دوسرے رسول کو انہوں نے پایا نہ ہو' جیسے وہ عرب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث نہیں کیے گئے اور نہ انہوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہو' اور اس تعریف کے اعتبار سے فترت ہر ان لوگوں کو شامل ہے جو دو رسولوں کے درمیان ہوں' جیسے حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کے لوگ' اور حضرت نوح اور حضرت ھود علیہما السلام کے درمیان کے لوگ' اور ان کے درمیان آٹھ سو سال ہیں' اور حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کے لوگ اور ان کے درمیان چھ سو تیس سال ہیں' لیکن فقہاء جب فترت میں کلام کرتے ہیں تو اس سے مراد ان لوگوں کو لیتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے لوگ ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم ج ا ص ٦١٧-٦١٦' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابی مالکی کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا نہ بھی تسلیم کیا جائے' پھر بھی آپ اہل فترت میں سے ہیں اور العیاذ باللہ اہل دوزخ میں سے نہیں ہیں۔

نیز علامہ ابی نے لکھا ہے کہ اہل فترت کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جنہوں نے شرک کیا اور دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے شرک کیا اور دین میں تبدیلی کی اور اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کیا ان دونوں قسم کے اہل فترت کو عذاب ہوگا اور تیسری قسم کے اہل فترت وہ ہیں جنہوں نے نہ شرک کیا نہ کسی نبی کی شریعت میں تغیر اور تبدل کیا اور نہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کیا اور نہ کسی دین کو اختراع کیا' وہ ساری عمر غفلت اور جاہلیت میں رہے' ان کو بالکل عذاب نہیں ہوگا' اور آپ کے والدین کریمین اہل فترت کی اسی تیسری قسم میں سے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ا ص ٦٢١-٦٢٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں حافظ سیوطی کے رسائل

متقدمین کی کتب حدیث میں' احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤٣ھ کی مسند احمد بن حنبل ہے اس میں ٢٨١٩٩' کل مرفوعہ و موقوفہ احادیث ہیں (مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ١٤١٩ھ) اور متاخرین کی کتب حدیث میں احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ کی جمع الجوامع ہے اس میں ٢٩٠٢٥ احادیث مرفوعہ ہیں' ١٥٣٠٣ آثار صحابہ ہیں' ١٢٥٧' احادیث موضوعہ وضعیفہ ہیں اور اس میں درج شدہ کل احادیث کی تعداد ٤٥٥٨٥ ہے (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ) اور مطبوعہ کتب حدیث میں یہ احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے' اور حدیث کی سب سے زیادہ خدمت بھی حافظ سیوطی نے کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا رنگ بھی سب سے زیادہ ان کی تصانیف میں جھلکتا ہے' اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر انعام بھی بہت زیادہ ہے' علامہ عبدالوہاب الشعرانی المتوفی ٩٧٣ھ نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی کو بیداری میں پچھتر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔

(المیزان الکبریٰ ج ا ص ٥٥-٥٤' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے زندہ کیے جانے' ان کے ایمان لانے اور ان کے غیر معذب اور جنتی ہونے کے متعلق حافظ سیوطی کے حسب ذیل رسائل ہیں:

marfat.com
Marfat.com

(۱) المقامة السندسیه فی النسبة المصطفویه' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۲) تنزیه الانبیاء عن تشبیه الاغبیاء' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۳) السبیل الجلیة فی الآباء العلیة' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۴) مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۵) نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۶) الدرج المنیفه فی الآباء الشریفه' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ
(۷) التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول الله فی الجنة' مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۶ھ

المقامة السندسية في النسبة المصطفوية کا خلاصہ

(آپ کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا)

یہ اس موضوع پر حافظ سیوطی کا پہلا رسالہ ہے اور اس کے بیس صفحات ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی عظمت اور شان ظاہر کرنے کے لیے آپ کے نسب کو طاہر رکھا ہے' اور آپ کے آباء کو ہر قسم کے میل کی آلودگی سے محفوظ رکھا ہے اور آپ کے آباء و اجداد میں سے ہر اب اور جد کو ان کے زمانہ کا سب سے بہتر فرد بنایا ہے' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: میں ہر زمانہ میں بنو آدم کے سب سے افضل لوگوں سے بھیجا گیا ہوں حتیٰ کہ جس زمانہ میں' میں ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بہ اعتبار نسب کے تم سب سے افضل ہوں اور بہ اعتبار سسرال اور خاندانی شرافت اور محاسن کے بھی تم سب سے افضل ہوں' اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' جب بھی دو شاخیں آپس میں ملیں تو میں سب سے بہتر شاخ میں ہوتا تھا تو میں خود بھی تم سے افضل ہوں اور میرے باپ بھی تم سے افضل ہیں۔

تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا یا جو خصوصیت دی گئی اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دی گئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا کہ وہ قبر کے مردوں کو زندہ کرتے تھے' پس ضروری ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اس کی مثل ہو' ہرچند کہ بکری کے گوشت نے آپ سے کلام کر کے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے' اور کھجور کے تنے نے بھی آپ سے کلام کیا اور یہ بھی مردوں کو زندہ کرنے کی مثالیں ہیں' لیکن اس کی قریب ترین مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے والدین کو زندہ کیا' اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

آپ کے والدین کا اھل فترت سے ہونا اور غیر معذب ہونا

اور آپ کے والدین اھل فترت میں سے ہیں اور اھل فترت کے متعلق صحیح اور حسن احادیث وارد ہیں اور ان کے غیر معذب ہونے کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ○ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یقیناً یہ کہہ دیتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری

marfat.com
Marfat.com

علامہ سہیلی کی عبارت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دوزخی کہنا آپ کے لیے باعث ایذاء ہے اور آپ کو ایذاء پہنچانا کفر ہے' علامہ سہیلی کی پوری عبارت اور اس حدیث کی توجیہ ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

السبیل الجلیة فی الاباء العلیه کا خلاصہ

یہ اس موضوع پر تیسرا رسالہ ہے' رسالہ ۷۱صفحات مشتمل ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے نجات یافتہ اور جنتی ہونے کے سلسلہ میں دلائل کے چار سُبل (طریقے) بیان کیے ہیں:

آپ کے والدین کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی سو وہ غیر معذب ہیں

پہلی سبیل (پہلا طریقہ) یہ ہے کہ آپ کے والدین کو زمانہ جاہلیت میں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور امام غزالی نے مستصفیٰ میں' اور امام رازی نے محصول میں اور قاضی ابوبکر الباقلانی نے تقریب میں اور متعدد دائمہ اصول نے اپنی کتابوں میں یہ اصول بیان کیا ہے کہ جس کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ مکلف نہیں ہے اور یہ اصول اس آیت سے مستنبط ہے:

ذٰلِكَ اَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ رَّبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا غٰفِلُوۡنَ ○ (الانعام: ۱۳۱) یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کی وجہ سے ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب کہ اس بستی والے غافل ہوں۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایسا شخص نجات یافتہ ہے' اور چونکہ آپ کے والدین بھی اسلام کی دعوت سے غافل تھے سو وہ نجات یافتہ ہیں۔

آپ کے والدین اصحابِ فترت سے ہیں اس لیے وہ نجات یافتہ ہیں

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین اصحاب فترت میں سے ہیں اور اصحاب فترت کے متعلق متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا اور جو امتحان میں کامیاب ہوگا اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے تین مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اھل فترت کو اور کم عقل کو اور بہرے اور گونگے اور بوڑھوں کو جمع فرمائے گا' جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا پھر ان کی طرف ایک رسول بھیجے گا جو ان سے کہے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ' وہ کہیں گے کیوں؟ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تھا! آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی' پھر ان کی طرف ایک رسول بھیجے گا' پھر جس کے متعلق اللہ چاہے گا وہ اس رسول کی اطاعت کرے گا' پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ○ (بنی اسرائیل: ۱۵) ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں' جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۰۷۶' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۱۳' الجامع الاحکام القرآن جز ۱۰ص ۲۰۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ نے اس آیت سے یہ سمجھا تھا کہ اس آیت میں رسول سے مراد عام ہے' خواہ وہ رسول دنیا میں بھیجا جائے یا قیامت کے دن' جب اھل فترت سے کہے گا دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

حافظ ابن حجر نے کہا آپ کے والدین کے متعلق گمان یہ ہے کہ وہ سب زمانہ فترت میں فوت ہو گئے تھے اور قیامت کے دن جب ان سے بہ طور امتحان کہا جائے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ تو وہ اس امتحان میں کامیاب ہوں گے اور قیامت کے

marfat.com
Marfat.com

دن رسول کی اطاعت کر کے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور وہ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق دے گا کہ وہ قیامت کے دن رسول کی اطاعت کریں گے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابو سعد نے ''شرف نبوت'' میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرنا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا' اور امام ابن جریر نے **ولسوف یعطیک ربک فترضی** کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں سے یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کیا جائے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۵۳) اور ان میں سے بعض احادیث بعض کو مضبوط کرتی ہیں کیونکہ حدیث ضعیف جب متعدد اسانید سے مروی ہو تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے' حافظ سیوطی کا منشاء یہ ہے کہ ان احادیث کی بناء پر والدین کریمین بغیر امتحان کے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ وہ بھی آپ کے اہل بیت سے ہیں اور اصحاب فترت کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دوزخ سے نجات ہو گی۔

آپ کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا اور اس کے مخالف احادیث کی تاویل

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور اس طریقہ کی طرف اکثر ائمہ دین اور حفاظ حدیث نے میلان کیا ہے۔ اس حدیث کا علامہ السہیلی نے الروض الانف میں ذکر کیا ہے' ابن جوزی نے اس کو موضوع کہا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ موضوع نہیں ضعیف ہے' اور بہت ائمہ اور حفاظ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف کی وہ قسم ہے جس کا فضائل اور مناقب میں ذکر کرنا جائز ہے' ان حفاظ میں سے حافظ ابوبکر خطیب بغدادی ہیں' ابو القاسم بن عساکر' حافظ ابن شاہین' حافظ سہیلی' امام قرطبی' محب الدین طبری' علامہ ناصر الدین اور فتح الدین وغیرہ ہیں۔

اور جب ان طریقوں سے ثابت ہو گیا کہ آپ کے والدین نجات یافتہ اور جنتی ہیں تو جو احادیث ان کے خلاف ہیں وہ ان سے پہلے کی ہیں جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(بنو اسرائیل: ۱۵)

تو اب اس آیت پر عقیدہ ہو گا نہ کہ پہلی احادیث پر تو جن احادیث سے والدین کریمین کا جنتی ہونا ثابت ہے ان پر عقیدہ ہو گا نہ کہ ان کی مخالف احادیث پر۔

آپ کے والدین ملت ابراہیم پر تھے

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ: آپ کے والدین کریمین ملت ابراہیم پر تھے' جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں تھے اور ان کی مثل دوسرے' ابن الجوزی نے ''التلقیح'' میں اس عنوان کا ایک باب قائم کیا ہے' وہ لوگ جو زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے کنارہ کش رہے تھے'' ان میں ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جن میں زید مذکور بھی ہیں اور قس بن ساعدہ ہیں اور ورقہ بن نوفل ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرھم ہیں' سو آپ کے والدین بھی اسی جماعت میں سے ہیں' اس طریقہ کی طرف امام فخر الدین رازی نے میلان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء توحید پر قائم ہیں' اور اپنی تفسیر صغیر اسرار التنزیل میں اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸) میں انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

اس کو بیان کیا ہے' (ہم اس کو باحوالہ بیان کر چکے ہیں' سعیدی غفرلہ)

امام رازی کے موقف پر مجھے عام دلائل بھی حاصل ہوئے اور خاص دلائل بھی' عام دلائل دو مقدموں سے مرکب ہیں اول مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کے اجداد میں سے ہر جد اپنے زمانہ میں سب سے خیر اور افضل تھے' کیونکہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ میں قرناً فقرناً بنو آدم کے خیر قرون (ہر زمانہ کے سب سے بہترین لوگوں) سے مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ جس زمانہ کے لوگوں میں' میں ہوں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۵۷) دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ روئے زمین کبھی سات یا اس سے زیادہ مسلمانوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ ورنہ زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۱۶۲ جدید' ج ۵ ص ۹۶ قدیم) اور مومن اور مشرک میں مومن خیر ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانہ کے بہترین لوگوں سے ہیں اور اس زمانہ میں مومن بھی ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ کے والدین مومن ہوں۔

اور دلیل خاص یہ ہے کہ امام محمد بن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء مومن تھے۔

مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ (مسلک اوّل آپ کے والدین کا اصحاب فترت سے ہونا)

اس موضوع پر یہ چوتھا رسالہ ہے اور یہ سب سے ضخیم رسالہ ہے' اس کے چھپن (۵۶) صفحات ہیں۔

مسلک اول یہ ہے کہ آپ کے والدین آپ کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے اور جو لوگ بعثت سے پہلے فوت ہو گئے اور ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ نجات یافتہ ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (بنو اسرائیل: ۱۵) اس پر مفصل دلائل گذر چکے ہیں' اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس مسلک کے اعتبار سے آپ کے والدین نجات یافتہ ہیں۔ حافظ سیوطی نے ۱۵ صفحات تک اس مسلک پر دلائل پیش کیے ہیں۔

مسلک ثانی آپ کے والدین کا دین ابراہیم پر ہونا

آپ کے والدین سے شرک بالکل ثابت نہیں بلکہ وہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے جیسا کہ عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرھم تھے اس کی تفصیل امام رازی نے اسرار التنزیل میں الشعراء: ۱۹-۱۸ میں کی ہے۔

آپ کے تمام آباء کے مومن ہونے کے متعلق احادیث

احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ کے تمام آباء مومن تھے اور اس پر یہ دلیل ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر زمانہ میں اولادِ آدم کے بہترین لوگوں میں مبعوث کیا گیا ہوں حتیٰ کہ اس زمانے کے بہترین لوگوں میں سے جس میں' میں ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۵۷)

اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی لوگوں میں دو فرقے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں رکھا' پس مجھے اپنے والدین سے اس حال میں نکالا گیا کہ مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی تھی اور میں نکاح سے نکالا گیا ہوں' اور حضرت آدم سے لے کر میرے ماں باپ تک میں زنا سے نہیں نکالا گیا پس میں خود اور میرے آباء و اجداد تم سب سے خیر اور افضل ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۴' حافظ ابن کثیر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے بہت شواہد ہیں پھر حافظ ابن کثیر نے ان شو

marfat.com
Marfat.com

ذکر کیا البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۸ دارالفکر ۱۴۱۸ھ تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹ رقم الحدیث: ۵۵۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ماں باپ کبھی زنا پر جمع نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا جو صاف اور مہذب تھے اور جب بھی دو شاخیں ملیں، میں ان میں سے افضل اور بہتر شاخوں میں تھا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث: ۱۵ الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو اختیار کیا اور کنانہ کی اولاد سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵)

امام المحب الطبری نے ذخائر العقبیٰ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب میں بہترین مضر ہیں، اور مضر میں بہترین بنو عبد مناف ہیں اور بنو عبد مناف میں بہترین بنو ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں بہترین بنو عبد المطلب ہیں اور اللہ کی قسم اللہ نے تخلیق آدم سے لے کر جب بھی دو گروہ پیدا کیے تو مجھے ان میں سب سے بہتر میں رکھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور ان میں سے اوپر والے آسمانوں کو فضیلت دی اور ان میں جس مخلوق کو چاہا رکھا، اور سات زمینوں کو پیدا کیا اور ان میں اوپر والی زمین کو فضیلت دی اور اس میں جس مخلوق کو چاہا رکھا، مخلوق کو پیدا کیا تو اس میں بنو آدم کو سب مخلوق پر فضیلت دی اور بنو آدم میں سے عرب کو چن لیا، اور عرب میں سے مضر کو چن لیا۔ اور مضر میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور مجھے بنو ہاشم میں سے چن لیا، پس میں بہترین لوگوں میں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں سو جس نے عربوں سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۵۹-۵۸ رقم الحدیث: ۱۸ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۶۵۰ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۵ المستدرک ج ۴ ص ۷۳ قدیم، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۲-۱۷۱ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۱۱ دارالفکر ۱۴۱۸ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے، مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سب سے بہتر گروہ میں رکھا۔ پس میرا اپنے ماں باپ سے ظہور ہوا تو مجھے زمانہء جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا تھا اور میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا اور میں بدکاری کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا، حتیٰ کہ حضرت آدم سے لے کر میں اپنے ماں باپ تک پہنچا پس میں بھی تم سے خیر اور بہتر ہوں اور میرے باپ بھی تم سب سے خیر اور افضل ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۵-۱۷۴ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۸ تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۳۰-۲۹ رقم الحدیث: ۵۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو کھنگالا تو میں نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

marfat.com
Marfat.com

تیسری آیت یہ ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۚ (ابراہیم: ۴۰)

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی۔

امام ابن المنذر نے ابن جریج سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر تھے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے۔

حضرت عبدالمطلب کے ایمان کی بحث

سعید بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے' آپ نے دیکھا وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بھی تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے کہا اے میرے چچا! آپ لا الہ الا اللہ پڑھیے یہ وہ کلمہ ہے جس کی وجہ سے میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا' تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس کے سامنے یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے' حتیٰ کہ ابو طالب نے آخر میں ان سے کہا وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک اللہ مجھے تمہارے لیے استغفار سے منع نہ کر دے پھر سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (التوبۃ: ۱۱۳)

نبی اور مومنوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں' اس کے بعد جب ان پر ان کا دوزخی ہونا ظاہر ہو جائے۔

یہ حدیث حضرت عبدالمطلب کے مومن ہونے کے منافی ہے' کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب نے وفات کے وقت کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

حافظ سیوطی نے اس کے معارضہ میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر آباء پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے اس کے باوجود آپ نے عبدالمطلب کے بیٹے ہونے پر فخر فرمایا ہے' اس سے واضح ہوا کہ عبدالمطلب کافر نہیں تھے' مومن تھے۔ (ملخصاً مسالک الحنفاء ص ۳۳)

کافر آباء پر فخر کرنے سے ممانعت کی احادیث یہ ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں نے اپنے نسب کا ذکر کیا' ان میں سے ایک کافر تھا اور دوسرا مسلمان تھا' پس کافر نے اپنے نو آباء واجداد کا ذکر کیا' اور مسلمان نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں' اور ان کے ماسوا (کافر باپ دادا) سے بری ہوں' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان دونوں کو آواز دے کر فرمایا: اے اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے والو! تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہے' پھر فرمایا: اے کافر! تو نے اپنے نو کافر باپ دادا کی طرف نسبت کا ذکر کیا اور تو ان میں کا دسواں دوزخ میں ہے' اور تو اے مسلم! تو نے صرف اپنے دو مسلم آباء پر اقتصار کیا اور ان کے ماسوا سے براءت کا اظہار کیا سو تو اہل اسلام سے ہے اور ان کے ماسوا سے بری ہے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۸' رقم الحدیث: ۵۱۳۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ان باپ دادا پر فخر نہ کرو جو زمانہ جاہلیت میں مر چکے ہیں کیونکہ اگر اس کی ناک میں سیاہ کیڑا رینگتا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے ان باپ دادا پر فخر کرے جو زمانہ جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث: ۵۱۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیوب کو اور (جاہلیت کے) باپ دادا پر فخر کرنے کی خصلت کو دور کر دیا ہے تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے مومن متقی ہے اور فاجر شقی ہے لوگ ان پر فخر کرنے سے باز آجائیں وہ جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلہ ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سیاہ کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث: ۵۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالمطلب کے نسب پر فخر کیا اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا: کیا تم غزوہ حنین کے دن بھاگ گئے تھے انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن آپ کے اصحاب سے کچھ نوجوان نکلے جو بے سروسامان تھے ان کے پاس کسی قسم کا سامان نہیں تھا وہ البتہ میدان چھوڑ گئے تھے ان کا ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیراندازوں سے مقابلہ ہوا وہ اس قدر ماہر تیرانداز تھے کہ ان کا کوئی تیر بہ مشکل خطا ہوتا تھا اس وقت مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے آپ سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے عم زاد حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اس خچر کو ہنکار رہے تھے آپ نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی پھر یہ شعر پڑھا:

انا النبی لا کذب — میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے

انا ابن عبدالمطلب — میں (حضرت) عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۳۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۶ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۸ سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۰۵ مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۴ سنن للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۵ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۳۲ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۰۲۰۶ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۸۹۵ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۲۷)

جس حدیث سے مخالفین نے استدلال کیا ہے وہ بھی صحیح بخاری کی روایت ہے اور یہ حدیث بھی صحیح بخاری کی روایت ہے لیکن یہ حدیث اس پر راجح ہے اولاً اس لیے کہ وہ سعید بن مسیب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور سعید بن مسیب تابعی ہیں اس لیے وہ حدیث مرسل ہے اور یہ حدیث حضرت براء بن عازب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اور وہ صحابی ہیں سو یہ حدیث متصل ہے ثانیاً اس حدیث میں ابوجہل عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو طالب کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے اور وہ کفار تھے اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استدلال ہے ثالثاً اس حدیث میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ ابوجہل وغیرہ کے نزدیک عبدالمطلب کا دین توحید کے خلاف تھا لیکن نفس الامر اور واقع میں ان کا دین توحید کے خلاف نہیں تھا اور اس تاویل پر قرینہ وہ دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ آپ کے تمام آباء مومن ہیں۔ یہ جوابات اس ناکارہ کے ذہن میں آئے ورنہ حافظ سیوطی نے فرمایا: ملت عبدالمطلب سے استدلال کر کے ابوجہل کا ابوطالب کو ایمان سے منع کرنا ایک قوی مصادم ہے اور اس حدیث کی کوئی قریب تاویل نہیں ہے۔ سو عبدالمطلب کے ایمان میں توقف کرنا چاہیے۔ (مسالک الحنفاء ص ۳۴)

نیز ایک حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ والوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۲)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے والدین دوزخ میں نہیں ہیں' کیونکہ اگر وہ دوزخ میں ہوتے تو ان کا عذاب ابو طالب سے بھی کم ہوتا کیونکہ ابو طالب کی بہ نسبت ان کا نسب آپ سے زیادہ قریب ہے' اور ان کا عذر بھی زیادہ ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ایمان پیش کیا اور نہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پیش کرنے پر انکار کیا' اس کے برخلاف ابو طالب نے آپ کی بعثت کا زمانہ پایا۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہوں نے انکار کیا' اس کے باوجود ان کو سب سے کم عذاب ہوگا تو پھر والدین کریمین کو تو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ (مسالک الحنفاء ص ۴۸-۴۷)

نیز والدین کریمین کے ایمان کے سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پاتا اور میں عشاء کی نماز میں ہوتا اور اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جا چکی ہوتی اور ان میں سے کوئی ایک مجھے یا محمد کہہ کر پکارتا تو میں لبیک کہہ کر ان کی پکار کا جواب دیتا۔

(شعب الایمان ج ۶ ص ۱۹۵ رقم الحدیث: ۷۸۸۱' امام بیہقی نے کہا اس کی سند میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے)

اسی حدیث کو حافظ سیوطی نے شعب الایمان کے حوالے سے مسالک الحنفاء ص ۵۶ پر درج کیا ہے اور اسی صفحہ پر مسالک الحنفاء ختم ہو گیا۔

نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین کا خلاصہ

(والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی تقویت اور ترجیح کی وجوہ)

یہ اس موضوع پر پانچواں رسالہ ہے' یہ رسالہ اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ حافظ ابن شاہین اور حافظ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ نے والدین کریمین کو ان کی قبروں میں زندہ کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی جو احادیث روایت کی ہیں ان کی سندوں پر جو موضوع اور مجہول ہونے کے اعتراضات ہوتے ہیں اس رسالہ میں حافظ سیوطی نے ان اعتراضات کے جوابات دیے ہیں اور اس حدیث کی ترجیح اور تقویت کی وجوہ بیان کی ہیں' حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے متعلق متعدد رسائل تحریر کیے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں علماء کے کیا مسالک ہیں اور ان مسالک پر ان کے کیا دلائل ہیں اور جو احادیث بہ ظاہر اس کے خلاف ہیں ان کے کیا جوابات ہیں اور آپ کے والدین کے ایمان کو اختیار کرنے کی میرے نزدیک حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین معاذ اللہ کافر یا مشرک تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوگا اور آپ کو ایذاء پہنچانا حرام ہے قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ		بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے

marfat.com
Marfat.com

فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا O ہیں ان پر اللہ دنیا میں اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب: ۵۷)

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے کسی نے پوچھا جو شخص یہ کہے کہ آپ کے آباء دوزخ میں ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا وہ شخص ملعون ہے اور مذکور الصدر آیت سے استدلال کیا' اور قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے کاتب نے آپ کے والدین کو کافر کہا تو انہوں نے اس کو معزول کر دیا۔

(۲) جب یہ بیان کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن اور جنتی ہیں تو اس سے مومنین خوش ہوں گے' اور جس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہو اس میں مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو ترک کر کے دوسرے امام کے قول پر عمل کریں' جیسے فقہاء احناف مفقود الخبر کے مسئلہ میں امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں' حالانکہ وہ صرف اپنی سہولت کے لیے ایسا کرتے ہیں تو جو شخص ان علماء کا معتقد ہو جو والدین کریمین کے ایمان کے قائل نہیں ہیں تو ان کے لیے زیادہ لائق ہے کہ وہ اس مسئلہ میں ان علماء کی پیروی کریں جو والدین کریمین کے ایمان کے قائل ہیں کیونکہ اول الذکر صورت میں وہ اپنے نفس کی سہولت کے لیے دوسرے ائمہ کے مذہب کی طرف منتقل ہوں گے اور ثانی الذکر صورت میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی تعظیم اور آپ کی فرحت اور سرور کے لیے دوسرے علماء کے مذہب کی طرف منتقل ہوں گے' اور اس میں آپ کے شرف اور فضیلت اور آپ کے معجزہ اور آپ کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے' اور آپ کے والدین کے ایمان کو ماننے میں کوئی نقصان نہیں ہے' اور نہ کسی کا حق ضائع ہوتا ہے اور نہ کسی کے ذمہ کوئی چیز واجب ہوتی ہے' اس کے برخلاف جب وہ آپ کے والدین کے کفر کا قائل ہوگا تو اس میں آپ کے والدین کی اہانت ہے اور آپ کو ایذاء پہنچانا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کو ماننا آپ کے تقرب کا ذریعہ ہے' آپ کی رضا اور آپ کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے' اور اس کے ثبوت کے دلائل کو تلاش کرنے کی مشقت اجر عظیم کے حصول کا سبب ہے۔

والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی سند کی تحقیق

حافظ ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ نے آپ کی والدہ کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے کی حدیث اس سند کے ساتھ روایت کی ہے:

محمد بن الحسن بن زیاد' ابوعروہ محمد بن یحییٰ الزھری' عبدالوھاب بن موسیٰ الزھری' عبدالرحمان بن ابی الزناد' ھشام بن عروہ از عروہ از عائشہ (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴)

امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ محمد بن یحییٰ النقاش غیر ثقہ ہے اور محمد بن یحییٰ مجہول ہے' حافظ سیوطی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ علامہ ذہبی نے محمد بن یحییٰ کا میزان اور المغنی میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن یحییٰ کے متعلق امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اور الازدی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے' پس وہ ضعیف راوی ہے اور اس کا موضوع کے تحت درج کرنا صحیح نہیں ہے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں امام ابن جوزی کا کلام ذکر کرنے کے بعد کہا محمد بن یحییٰ کو مجہول کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ معروف ہے' تاریخ مصر میں اس کا عمدہ ذکر ہے' اس میں مذکور ہے کہ محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن عبدالرحمٰن بن عوف ابوعبداللہ ہے' اس کا لقب ابوغزیہ ہے' وہ مدنی ہے اور مصر میں آ کر رہنے لگا' اور وہ اس کی کنیتیں ہیں' اس سے اسحاق بن ابراہیم الکبابی اور زکریا بن یحییٰ البغوی اور سھل بن سوادۃ الغافقی اور محمد بن

marfat.com
Marfat.com

عبداللہ بن حکیم اور محمد بن فیروز نے روایت کی ہے اور وہ دس محرم ۲۵۸ ہجری میں فوت ہوگیا۔
اور رہا محمد بن یحییٰ اگر یہ نقاش ہے جیسا کہ ابن جوزی نے ذکر کیا ہے تو یہ قرأت کے علماء اور ائمہ تفسیر میں سے ہے اور ذہبی نے کہا وہ اپنے زمانہ میں قراء کا استاذ تھا اور ضعف کے باوجود اس کی تعریف کی ہے۔
حافظ سیوطی نے اس حدیث کے روایت کی تعدیل میں طویل بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں موضوع نہیں ہیں اور فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے پھر حافظ سیوطی نے بہت سی ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے جن کو ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے اور وہ واقع میں صحیح، حسن یا ضعیف ہیں۔

الدرج المنیفه فی الآباء الشریفه کا خلاصہ

اس موضوع پر یہ چھٹا رسالہ ہے اور یہ رسالہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں احادیث اور آثار کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کے والدین آخرت میں نجات یافتہ ہیں اور اس کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور انہوں نے آپ کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا اور آپ اصحاب فترت سے ہیں پھر قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اصحاب فترت غیر معذب ہیں ان دلائل کا ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔
دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے' اس کی تفصیل بھی گذر چکی ہے۔ محب طبری نے کتاب ذخائر العقبیٰ میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت ابی لہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ تم دوزخ کی لکڑیوں کے گٹھے والے کی بیٹی ہو' اس سے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے قرابت داروں کو اذیت پہنچاتے ہیں' جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ اور اس طرح کے آثار بہت ہیں۔
اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین ملت ابراہیم پر ہیں۔ اس کی تفصیل بھی کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ حافظ سیوطی کے ان تمام رسائل میں احادیث' آثار اور دلائل کا تکرار بہت زیادہ ہے اور ہم نے بلا تکرار خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں:
امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بت پرستی کی ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد اس دعا میں کیوں داخل نہیں ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مکہ میں پیدا ہونے والی اولاد کے لیے یہ دعا کی تھی' (اس روایت کا یہ جملہ محل اشکال ہے) اور حضرت عبد المطلب میں علماء کا اختلاف ہے اور ان کے متعلق احسن قول یہ ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی' شہرستانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبد المطلب کی پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ نور کا ظہور ہوا تھا' اور اس نور کی برکت سے ان کو اپنے بیٹے کی نذر الہام کی گئی تھی اور اسی نور کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا کہ اس بیت کا رب ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا اور اسی نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو برے کاموں سے منع کرتے تھے اور نیک کاموں کا حکم دیتے تھے' وہ اپنی وصیت میں یہ کہتے تھے کہ دنیا سے کوئی ظالم اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ اس سے اس کے ظلم کا بدلہ نہ لے لیا جائے' ان سے کہا گیا کہ کئی ظالم ظلم کا بدلہ لیے جانے سے پہلے دنیا سے چلے جاتے ہیں تو انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے سوچ کر کہا اللہ کی قسم اس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے جہاں نیک شخص کو اس کی نیکیوں کی جزا دی جائے گی اور برے شخص کو اس کی برائیوں پر سزا دی جائے گی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کو اسلام کا صحیح پیغام نہیں پہنچا تھا' کیونکہ اگر ان تک صحیح دین پہنچا ہوتا تو وہ بغیر غور و فکر کیے ہوئے جنت اور دوزخ کی خبر اور رسولوں کا پیغام پہنچا دیتے' حضرت عبدالمطلب کے متعلق ایک قول ابن سید الناس کا ہے ان کی سیرت میں ہے کہ ان کو بھی زندہ کیا گیا اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے لیکن اس قول کو صرف شیعہ نے اختیار کیا ہے۔ امام رازی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب ملت ابراہیم پر تھے۔ (الدرج المنیفہ ص ۱۴)

التعظیم والمنه فی ان ابوی رسول الله فی الجنة کا خلاصہ

(والدین کریمین کو قبر میں زندہ کرنے کے متعلق پہلی حدیث)

اس موضوع پر یہ حافظ سیوطی کا ساتواں رسالہ ہے اور اس کے ۴۹ صفحات ہیں۔ اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کے والدین جنت میں ہیں' اس رسالہ میں حافظ سیوطی نے زیادہ تر بحث اس حدیث سے کی ہے جس کو امام ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ نے ان دو حدیثوں کے لیے ناسخ قرار دیا ہے جو بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان لانے کے خلاف ہیں۔ پہلے ہم امام ابن شاہین کی ذکر کردہ منسوخ اور ناسخ احادیث کو بیان کریں گے پھر اس کے بعد باقی ابحاث کا ذکر کریں گے۔

امام ابن شاہین اپنی پوری سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو آپ ایک قبر کے پاس آ کر بیٹھ گئے لوگ بھی آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے پھر آپ روتے ہوئے کھڑے ہوئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو لوگوں میں سب سے زیادہ جرأت والے تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! آپ کو کس چیز نے رلایا' آپ نے فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے' میں نے اپنے رب عزوجل سے اس کی زیارت کا سوال کیا تو مجھے اس کی اجازت دی گئی' پھر میں نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کا سوال کیا تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی پس اپنی والدہ کو یاد کر کے رو رہا ہوں اور اس دن سے زیادہ آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

(الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۳' رقم الحدیث: ۶۲۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نیز امام ابن شاہین اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ملیکہ کے دو بیٹے آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہماری والدہ مہمانوں کی ضیافت کرتی تھیں اور وہ زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئی تھیں سو ہماری والدہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں دوزخ میں ہے' وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور ان کو اس خبر سے بہت رنج ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا پھر فرمایا سنو! میری ماں بھی تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے' ایک منافق نے کہا جس طرح ملیکہ کے دونوں بیٹے اپنی ماں سے عذاب کو دور نہیں کر سکتے یہ بھی اپنی ماں سے عذاب کو دور نہیں کر سکتے' پھر انصار کے ایک جوان نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے والدین کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے متعلق سوال نہیں کیا تا کہ وہ مجھے ان کے متعلق جواب عطا فرماتا۔ امام ابن شاہین نے کہا یہ حدیث' حدیث سابق کے خلاف ہے' کیونکہ اس میں والدہ کے لیے استغفار کی اجازت کے سوال کا ذکر ہے اور اس میں ہے کہ میں نے ان کے متعلق سوال نہیں کیا۔

(الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴' رقم الحدیث: ۶۳۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۹-۳۹۸' عالم الکتب' رقم الحدیث: ۳۷۸۶' مسند البزار ج ۱ ص ۲۵۱' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۸۱-۸۰' رقم الحدیث: ۱۰۰۱۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۶۵-۳۶۴' قدیم' رقم الحدیث: ۳۳۸۵' جدید' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۶۲)

پھر امام ابن شاہین نے ان دونوں حدیثوں کی ناسخ حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

marfat.com
Marfat.com

حدثنا محمد بن الحسن بن زیاد نا احمد بن یحییٰ نا ابوعروہ محمد بن یحییٰ الزہری نا عبدالوھاب بن موسیٰ الزہری از عبدالرحمان بن ابی الزناد از ھشام بن عروہ از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر افسردہ اور غمزدہ اترے' جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے' میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مقام حجون پر غمزدہ اترے تھے پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔

(الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۵-۲۸۴' رقم الحدیث: ۶۳۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس حدیث کے متن پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی التوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

بے شک یہ حدیث موضوع ہے اور جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے وہ بہت کم فہم اور بے علم ہے' کیونکہ اگر اس کو علم ہوتا تو وہ جان لیتا کہ جو شخص کفر کی حالت میں مر گیا اس کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا بلکہ اگر وہ موت کے وقت عذاب کو دیکھ لے پھر بھی اس کو ایمان نفع نہیں دیتا' اور اس حدیث کو رد کرنے کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۱۷)

تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ کفر کی حالت میں مر جائے تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جاتے ہیں اور وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(علامہ ابن جوزی کا اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ والدین کریمین مرتد تھے نہ کافر' ان سے کفر اور شرک بالکل ثابت نہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے وہ ملت ابراہیم پر تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اصحاب فترت تھے اور اصحاب فترت غیر معذب ہیں' اس کے بعد علامہ ابن جوزی اس حدیث کے رد پر دوسری دلیل لکھتے ہیں:) یہ حدیث' اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی والدہ کے لیے استغفار کروں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی' علامہ قرطبی نے اس کے جواب میں فرمایا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ استغفار سے منع کرنے کا واقعہ پہلے کا ہے اور والدین کو زندہ کرنے کا واقعہ بعد کا ہے' اور رہا یہ کہ موت کے بعد ایمان لانا غیر مفید ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۶۳-۱۶۲)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے ان پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے' وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے' ان سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

اس کے باوجود صحیح حدیث میں ہے کہ موت کے بعد ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی گئی (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۰۱' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۸۷)' اسی طرح ابو طالب کے عذاب میں بھی تخفیف کی گئی' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹) سو جس طرح آپ کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب اور ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی ہے اسی طرح آپ

marfat.com
Marfat.com

خصوصیت کی وجہ سے آپ کے والدین کریمین کو موت کے بعد زندہ کر کے انہیں آپ کے اوپر ایمان لانے کے ساتھ مشرف کیا گیا' جب کہ ابولہب اور ابوطالب کی بہ نسبت آپ کے والدین کریمین کی آپ کے ساتھ قرابت بہت زیادہ ہے۔

اس حدیث کی سند پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات

اس کے بعد علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیے ہیں:

محمد بن حسن بن زیاد نقاش ثقہ نہیں ہے' اور احمد بن یحییٰ اور محمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں اور ہمارے شیخ ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام الابواء میں فوت ہوئیں تھیں اور وہیں پر دفن ہوئی ہیں اور ان کی قبر مقام حجون میں نہیں ہے۔

(کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۸۴-۲۸۳' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

میں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب موحدہ تھیں اور وہ ملت ابراہیم خلیل اللہ پر تھیں' اور انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت نہیں کی جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی طرح دوسرے لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت نہیں کی تھی' اور ان کو زندہ کرنے کے متعلق جو حدیث ہے وہ موضوع نہیں ہے جیسا کہ بعض حفاظ کا ادعا ہے۔

محمد بن حسن بن زیاد نقاش پر ابن جوزی کی جرح کا جواب حافظ ذہبی سے

علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن حسن بن محمد بن زیاد' ابوبکر نقاش' استاذ القراء اور مفسر ہیں' وہ ضعیف راوی ہیں' ابوعمر الدانی نے ان کی تحسین کی ہے برقانی نے کہا ان کی حدیث منکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص ۱۱۵' رقم: ۷۴۱۰-۷۲۸۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ ذہبی نے محمد بن حسن بن محمد بن زیاد کو ضعیف راوی کہا ہے' وضاع نہیں کہا اور نہ اس کی روایت کو موضوع کہا ہے انہوں نے کہا ان کی روایت منکر ہے۔ منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جو حدیث صحیح کے خلاف ہو۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت آمنہ کی قبر مقام الابواء میں ہے اور اس حدیث میں ہے کہ ان کی قبر مقام حجون میں ہے سو یہ روایت حدیث صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر قرار پائی اور حدیث منکر ضعیف کی اقسام میں سے ہے' اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے' موضوع نہیں ہے اور حدیث ضعیف فضائل اور مناقب میں معتبر ہوتی ہے۔

محمد بن یحییٰ اور احمد بن یحییٰ پر جرح کا جواب حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی سے

علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن یحییٰ ابوغزیہ المدنی موسیٰ بن وردان سے روایت کرتے ہیں' الدارقطنی نے کہا یہ متروک ہیں اور الازدی نے کہا ضعیف ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص ۳۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ ذہبی نے یہی لکھا ہے کہ محمد بن یحییٰ ضعیف راوی ہیں' اور ہم نے بھی ان کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان کے متعلق یہی کچھ لکھا ہے۔

(لسان المیزان ج ۵ ص ۴۲۰' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ محمد بن یحییٰ اور احمد بن یحییٰ دونوں مجہول ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہے محمد بن یحییٰ تو وہ مجہول نہیں ہیں بلکہ وہ معروف ہیں' ابوسعید بن یونس نے تاریخ مصر میں ان کا عمدہ تذکرہ لکھا ہے' امام دارقطنی نے ان پر وضع کی تہمت لگائی ہے اور وہ ابوغزیہ محمد بن یحییٰ الزہری ہیں' اپنے مقام پر ان کا ذکر آئے گا' اور رہے احمد بن یحییٰ تو اس سند کے سب سے قریب احمد بن یحییٰ بن زکیر ہیں اور وہ مصری ہیں۔ اور ابن الجوزی نے اپنے شیخ محمد بن ناصر سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ کیونکہ حضرت آمنہ کی قبر ابواء میں ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے اور اس ابوغزیہ نے یہ کہا کہ وہ الحجون میں ہے' اور مجھے ابوغزیہ کی اس حدیث کا حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ایک اور شاہد ملا ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۹۲-۹۱' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حافظ عسقلانی کی اس عبارت سے واضح ہوگیا علامہ ابن جوزی کا محمد بن یحییٰ اور احمد بن یحییٰ کو مجہول کہنا صحیح نہیں ہے وہ معروف ہیں اور ابن جوزی اور ان کے استاذ محمد بن ناصر کا اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے یہ حدیث ضعیف ہے اور فضائل میں معتبر ہے' نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن عساکر نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

الحسین بن علی بن محمد بن اسحاق المجلسی' حدثنا ابو طالب' عمر بن الربیع الخشاب حدثنا علی بن ایوب الکعبی حدثنا محمد بن یحییٰ الزہری ابو غزیہ حدثنی مالک عن ابی الزناد عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ. امام ابن عساکر نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۰۵' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث صرف امام ابن شاہین کی سند سے مروی نہیں ہے' امام ابن عساکر کی سند سے بھی مروی ہے اور امام ابن عساکر نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور منکر ضعیف کی اقسام سے ہے اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اور اس کی سند کا ضعیف ہونا ہمیں مضر نہیں ہے' فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

والدین کریمین کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے کی حدیث میں حفاظ حدیث کا اختلاف

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ والدین کریمین کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے کے متعلق جو حدیث ہے' بعض ائمہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور بعض ائمہ نے اس کو فقط ضعیف کہا ہے' جن ائمہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے ان میں امام دارقطنی' امام جوزقانی' امام ابن ناصر' علامہ ابن جوزی اور علامہ ابن دحیہ ہیں' اور جن حفاظ حدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث فقط ضعیف ہے اور موضوع نہیں ہے ان میں حافظ ابن شاہین' خطیب بغدادی' حافظ ابن عساکر' علامہ سہیلی' علامہ ابوعبداللہ قرطبی' ان کے استاذ علامہ ابوالعباس قرطبی' محب طبری' ابن سید الناس' علامہ ابی مالکی' علامہ سنوسی مالکی وغیرہم ہیں' امام ابن شاہین نے اس حدیث کو اس حدیث کے لیے ناسخ قرار دیا ہے جس میں حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی ہے اور ان کے لیے استغفار سے منع کیا ہے' اگر ان کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہوتی تو وہ اس سے منسوخ ہونے پر استدلال نہ کرتے۔ اور جن وجوہات کی بناء پر بعض حفاظ حدیث نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے جب ہم نے ان پر غور کیا تو وہ تمام وجوہ غیر موثر ثابت ہوئیں جیسا کہ ہم علامہ ابن جوزی کے دلائل کا تجزیہ کر کے واضح کر چکے ہیں' اس مسئلہ میں متاخرین میں سے حافظ شمس الدین بن ناصر الدین

marfat.com
Marfat.com

محدث دمشق نے بھی میری موافقت کی ہے انہوں نے اپنی کتاب مورد الصادی فی مولد الھادی میں یہ اشعار لکھے ہیں۔
(ان اشعار کا اردو میں خلاصہ یہ ہے:) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل بالائے فضل کی بنا پر آپ کو حیات عطا کی' اور آپ کی والدہ اور آپ کے والد کو آپ پر ایمان لانے کے لیے زندہ کیا' پس وہ زندہ کیے جانے کے بعد آپ پر اسلام لائے اور اللہ اس پر قادر ہے ہر چند کہ اس مسئلہ کے اثبات میں حدیث ضعیف ہے۔ (التعظیم والمنۃ ص ۱۷' مطبوعہ حیدر آباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

اصحابِ کہف کو زندہ کیے جانے سے والدین کریمین کو زندہ کیے جانے پر استدلال

اس سے پہلے امام ابن شاہین کی روایت سے یہ گزر چکا ہے کہ آپ نے ملیکہ کے دو بیٹوں سے فرمایا تمہاری ماں میری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حدیث والدین کریمین کے زندہ کیے جانے اور ان کے ایمان لانے کے خلاف ہے۔ حافظ سیوطی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آپ کے والدین کے زندہ کیے جانے اور ان کے ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے' نیز اس حدیث میں ہے کہ جب آپ سے ایک انصاری نے پوچھا کہ آپ کے والدین کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے ان کے متعلق سوال نہیں کیا تا کہ وہ مجھے ان کے متعلق جواب عطا فرماتا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک یہ جائز تھا کہ جب آپ اپنے رب سے اپنے والدین کی مغفرت کے متعلق سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ جواب عطا فرمائے گا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے اصحاب کے نزدیک آپ کے والدین کی مغفرت ممکن تھی اور آپ کی خصوصیات میں سے تھی جبھی انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ابو طالب کے متعلق کیا امید رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے رب سے ہر خیر کی توقع رکھتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۸۷)

جب آپ کی ابو طالب کے متعلق یہ توقع تھی حالانکہ اس نے آپ کی نبوت کا زمانہ پایا اور آپ نے اس پر اسلام کو پیش کیا اور اس نے انکار کر دیا تو آپ کے والدین جنہوں نے آپ کے زمانہ نبوت کو نہیں پایا ان کے متعلق آپ کا ان کی مغفرت کی دعا کرنا زیادہ متوقع ہے۔ (التعظیم والمنۃ ص ۷-۶)

والدین کریمین کو زندہ کیے جانے کی اور اس کے خلاف احادیث میں تطبیق

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ والدین کریمین کے ایمان لانے پر مجھے واضح دلیل یہ ملی ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اصحاب الکھف امام مہدی کے مددگار ہوں گے' امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ اصحاب کہف اپنی موت کے بعد پھر زندہ کیے جائیں گے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے لیے ایک عمر لکھ دی ہو پھر ان کی عمر پوری ہونے سے پہلے ان کی روحوں کو قبض کر لیا ہو پھر ان کو وفات کے بعد زندہ کر کے بقیہ زندگی عطا فرمائی ہو اور وہ اس زندگی میں آپ پر ایمان لے آئے ہوں پھر ان کی زندگی پوری ہونے کے بعد پھر ان پر وفات طاری کر دی ہو جیسا کہ اصحاب کہف کے ساتھ ہوا اور دو موتوں کے درمیان جو ان کو حیات عطا فرمائی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے ہو۔

حافظ فتح الدین ابن سید الناس نے اپنی سیرت میں امام ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب' اور حضرت آمنہ بنت وھب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اسلام لائے' اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے' اور آپ کے جد کریم حضرت عبد المطلب کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے' اور یہ امام احمد کی اس روایت کے

marfat.com
Marfat.com

خلاف ہے کہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا تمہاری ماں دوزخ میں ہے' پھر جب اس نے پوچھا کہ آپ کے گذرے ہوئے والے کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری ماں میری ماں کے ساتھ ہو' ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تدریجاً کمالات اور فضائل عطا کیے جاتے تھے' ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ کے والدین کو یہ مقام حاصل نہ ہو اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کر کے یہ مقام عطا فرمایا ہو۔ (تاہم صحیح یہ ہے کہ آپ کے والدین غیر معذب تھے کیونکہ وہ اہل فترت میں سے تھے) (التعظیم والمنۃ ص ۹-۸)

حضرت آمنہ کے موحدہ ہونے پر دلیل

حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ام سلمہ بنت رہم کی ماں سے روایت کیا ہے کہ جس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ فوت ہوئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پانچ سال تھی' تو حضرت آمنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر چند اشعار کہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

فانت مبعوث الی الانام — من عندذی الجلال والاکرام

آپ لوگوں کی طرف مبعوث ہونے والے ہیں۔ — رب ذوالجلال والاکرام کی جانب سے

دین ابیک ابر ابراھام — فاللہ انھاک عن الاصنام

اپنے نیک باپ ابراہیم کے دین پر ہیں — پس اللہ نے آپ کو بت پرستی سے منع کیا ہے۔

(التعظیم والمنۃ ص ۱۸' مطبوعہ حیدر آباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

جب حضرت آمنہ مومنہ تھیں تو آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں ملی اور آپ نے ان کو دوزخی کیوں فرمایا!

حافظ سیوطی فرماتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت آمنہ کے موحدہ ہونے کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے' جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور آپ نے ملیکہ کے دو بیٹوں سے فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد پہلے کا واقعہ ہے جب آپ کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ آپ کے والدین اہل جنت سے ہیں' اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے پہلے تبع کے متعلق فرمایا تھا میں نہیں جانتا وہ مومن تھا یا نہیں (الناسخ والمنسوخ رقم الحدیث: ۶۳۱) پھر اس کے متعلق فرمایا تبع کو برا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (الناسخ والمنسوخ رقم الحدیث: ۶۳۳' ۶۳۲) آپ نے ان کے متعلق پہلے سوال نہیں کیا تھا اور جاہلیت کے لوگوں کے متعلق عام قاعدہ ہے کہ وہ دوزخی ہیں اس اعتبار سے آپ نے فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے اور بعد میں آپ کو بذریعہ وحی ان کے جنتی ہونے کے متعلق بتایا گیا' اور آپ کو آپ کی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے جو مسلمان مقروض مرجاتا تھا آپ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے' کیونکہ آپ کے استغفار کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی فی الفور مغفرت ہوجائے اور مقروض کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کردیا جائے' اسی طرح آپ کی والدہ کو بھی برزخ میں جنت سے روک لیا گیا تھا' اس کی وجہ کفر کے علاوہ دوسرے امور تھے' اس وجہ سے پہلے آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت نہیں تھی حتیٰ کہ بعد میں آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت دے دی' اور ان دونوں حدیثوں کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ حضرت آمنہ موحدہ تھیں لیکن ابھی تک ان کو قیامت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا علم نہیں تھا اور نہ اس پر ایمان تھا' اور یہ اسلام کا بہت بڑا اصول ہے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا حتیٰ کہ وہ قیامت اور رسول اللہ صلی

marfat.com
Marfat.com

ہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام اصول اور مبادی پر ایمان لائیں' اس لیے ان کے زندہ کرنے کے معاملہ کو حجۃ الوداع تک مؤخر کیا گیا حتیٰ کہ شریعت مکمل ہوگئی اور یہ آیت نازل ہوگئی الیوم اکملت لکم دینکم' پھر حضرت آمنہ کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ کی مکمل شریعت پر ایمان لائیں۔ (التعظیم والمنۃ ص ۲۱-۲۰' مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

تمام انبیاء کی امہات کے ایمان سے حضرت آمنہ کے ایمان پر استدلال

حافظ سیوطی فرماتے ہیں میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امہات پر غور کیا تو وہ سب مومنات ہیں تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بھی مومنہ ہوں' اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم ہیں اور وہ نص قرآن سے صدیقہ ہیں۔

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ (المائدہ: ۷۵) اور عیسیٰ کی ماں صدیقہ ہیں۔

اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ ہیں ان کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے' فرشتوں نے ان سے کہا:

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ (ھود: ۷۳) کیا آپ اللہ کی قدرت پر تعجب کررہی ہیں! اے اس گھر کے لوگو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔

اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی ماں کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى . (القصص: ۷) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔

اور حضرت شیث کی ماں حضرت حواء ام البشر ہیں۔ اور احادیث اور آثار میں وارد ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجر مومنہ تھیں۔ اور حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی ماں مومنہ تھیں' اور حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت شمویل' حضرت شمعون' حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی والدہ مومنہ تھیں اور بعض مفسرین نے تصریح کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ مومنہ تھیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے دعا کی رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (نوح: ۲۸) حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ حضرت نوح سے حضرت آدم تک ان کے آباء میں سے کسی نے کفر نہیں کیا۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دس کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام بنو اسرائیل سے تھے' حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور حضرت محمد علیہ وعلیہم السلام' ان سب کے آباء مومن تھے ان میں سے کوئی کافر نہ تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا پس جس نے ان کے ساتھ کفر کیا اس نے کفر کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۲۱' ج ۵۳ ص ۲۳۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پس بنو اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں مومنات ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد امتوں میں کسی کو مبعوث نہیں کیا گیا' اور رہے دس انبیاء تو حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی ماں کا ایمان ثابت ہے' اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی ماں کے ایمان کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ دونوں نے اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی ہے' اب حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب کی ماؤں کا ذکر رہ گیا اور ان کے ایمان کا ثبوت کسی نقل یا دلیل کا محتاج ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی مومنات ہیں' اور جب سب انبیاء علیہم السلام کی مائیں مومنات ہیں تو سید الانبیاء اور افضل الانبیاء کی ماں مومنہ کیوں نہیں ہوں گی! (التعظیم والمنۃ ص ۲۲-۲۱' دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدر آباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

ابولہب کے عذاب میں تخفیف سے حضرت آمنہ کے غیر معذب ہونے پر استدلال

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی خیر نہیں دیکھی سوا اس کے' کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۰۱' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۸۷) اور ثویبہ ابولہب کی باندی تھی' ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا' اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' اور اس وجہ سے ابولہب کو دوزخ کے عذاب سے تخفیف ملی اور اس کی انگلی سے اس کو پلایا گیا' حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا' اور آپ کو اس سے سخت تکلیفیں پہنچی ہیں اور اس کے عذاب سے صرف اس وجہ سے تخفیف کی گئی کہ اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا تو تمہارا اس خاتون کے متعلق کیا گمان ہے جنہوں نے نو مہینے آپ کو پیٹ میں رکھا' کئی دنوں تک اپنا دودھ پلایا اور کئی سال آپ کی پرورش کی اور وہ آپ کی ماں تھیں!

(التعظیم والمنۃ ص ۲۳' مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ' دکن' ۱۳۱۷ھ)

ابوین کریمین کے معذب ہونے کی احادیث کے منسوخ ہونے کی نظائر اور اطفال مشرکین کے ایمان سے استدلال

امام ابن عبدالبر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے' پھر میں نے آپ سے اس کے بعد سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ ہی کو علم ہے وہ کیسے اعمال کرنے والے تھے' پھر میں نے اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ (الانعام: ۱۶۴)   کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

آپ نے فرمایا وہ فطرت (اسلام) پر ہیں اور وہ جنت میں ہیں۔

(الاستذکار ج ۸ ص ۴۰۱' رقم الحدیث: ۱۲۰۹۹' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' السنہ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۲۱۳' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے بچوں کے متعلق پہلے آپ نے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں' اس کے بعد جب فرمایا کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور وہ جنتی ہیں۔ تو اس سے وہ پہلی احادیث منسوخ ہو گئیں' اس طرح والدین کریمین کے متعلق جو پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں وہ حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے کی حدیث سے منسوخ ہو گئیں۔

(التعظیم والمنۃ ص ۲۵-۲۴' مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ' مطبوعہ حیدرآباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

اطفال مشرکین کے متعلق مزید احادیث یہ ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم کو دوزخ میں ان کی چیخ و پکار سناؤں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸' الاستذکار رقم الحدیث: ۲۰۹۹' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ وہ کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۵۰)

marfat.com

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مومنین کی اولاد کہاں ہوگی؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کیا عمل کرنے والے تھے' اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد! فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۲)

الاسود بن سریع بیان کرتے ہیں آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! جنت میں کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نبی جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوں گے اور بچے جنت میں ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ اضافہ ہے اور جس کو زندہ درگور کیا گیا وہ جنت میں ہوگا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۳۸' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۲۴۶۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۱۶۸' الاستذکار رقم الحدیث: ۱۲۰۹۸' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۱۹)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اور اس کی تعبیر کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے وہ طویل شخص جو باغ میں تھا وہ حضرت ابراہیم تھے' اور ان کے گرد جو بچے تھے وہ فطرت پر پیدا ہوئے تھے آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے' اور وہ احادیث جو اس کے خلاف ہیں وہ اس سے پہلے کی ہیں اور وہ اس حدیث سے منسوخ ہو گئیں۔

زمانہ جاہلیت میں دین ابراہیم پر قائم رہنے والے دوسرے لوگ

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں: امام بزار نے اور امام حاکم نے سند کی صحت کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ورقہ بن نوفل کو برا نہ کہو' کیونکہ میں نے اس کے لیے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۵۱' ۲۷۵۰' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۱۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۰۷۶)

امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق سوال کیا' آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ! وہ زمانہ جاہلیت میں قبلہ کی طرف منہ کرتا تھا' اور کہتا تھا میرا دین ابراہیم کا دین ہے اور میرا خدا ابراہیم کا خدا ہے اور سجدہ کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا اس ایک امت میں حشر کیا جائے گا جو میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۱ ص ۳۶۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۱۳' رقم الحدیث: ۴۶۷۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۸۶۰)

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطبہ دے رہے تھے انہوں نے اپنے خطبہ میں مکہ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس طرف سے تمہارے پاس حق آئے گا' اور کہا وہ لوی بن غالب کے نسب سے ایک شخص ہوگا جو تمہیں کلمہ اخلاص اور ابدی نجات اور نعمتوں کی دعوت دے گا' تم اس کی دعوت قبول کرنا' اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو میں ان کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کرتا۔

امام ابونعیم نے عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا مجھے یقین ہے کہ میری قوم باطل پر ہے اور وہ پتھروں کی عبادت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امام خرائطی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ اوس بن حارثہ دعوت حق کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کر تے تھے' اور انہوں نے اپنی اولاد کو اس کی وصیت کی تھی۔

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا اللہ قس پر رحم فرمائے (المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۶۵ رقم الحدیث: ۶۶۳) نیز آپ نے فرمایا وہ ہمارے باپ اسماعیل بن ابراہیم کے دین پر تھے۔ یہ سب لوگ زمانہ جاہلیت میں دین ابراہیم پر تھے اور موحد تھے اور یہ سب غیر معذب اور جنتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بھی اسی طرح ہیں۔ (التعظیم والمنۃ ص ۴۵-۴۴' مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ' حیدرآباد دکن' ۱۳۱۷ھ)

حافظ سیوطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے اثبات میں جو سات رسائل لکھے ہیں ان کی تلخیص یہاں پر ختم ہوگئی۔

والدین کریمین کے ایمان کی نفی پر ملا علی قاری کے دلائل

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی' آپ خود بھی روئے اور آپ نے اپنے گرد کے مسلمانوں کو بھی رلایا' اور فرمایا میں نے اپنی والدہ کے استغفار کے لیے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی پھر میں نے یہ اجازت طلب کی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت دے دی گئی' سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو' یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔

(صحیح مسلم' الجنائز: ۱۰۵' رقم الحدیث بلا تکرار ۹۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۵۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۴۳' الترغیب ج ۴ ص ۳۵۷' مشکوۃ رقم الحدیث: ۱۷۶۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۸۶)

امام ابن جوزی نے کتاب الوفا میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد (رضی اللہ عنہ) کی وفات کے بعد اپنی والدہ (حضرت) آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس رہے جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ کو اپنے ماموؤں کے پاس بنی عدی بن النجار کے پاس مدینہ میں لے گئیں۔ آپ ان کی زیارت کے لیے گئیں۔ پھر آپ مکہ روانہ ہوئیں' جب آپ مقام الابواء پر پہنچیں تو آپ فوت ہوگئیں آپ کی قبر وہیں پر ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو مقام الابواء میں آپ کی قبر کی زیارت کی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی تو مجھے اجازت دے دی' اور میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ. (التوبۃ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی نے بہت عجیب بات کہی کہ شاید حضرت آمنہ کے لیے استغفار کی اجازت نہ دینے کی حکمت یہ تھی کہ آپ پر نعمت کو مکمل کیا جائے کہ اس واقعہ کے بعد آپ کے لیے حضرت آمنہ کو زندہ کیا' تاکہ آپ پر ایمان لا کر حضرت آمنہ اکابر مومنین سے ہو جائیں' یا ان کے زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے تک ان کے لیے استغفار کی اجازت کو مؤخر کیا تاکہ وہ اس وقت استغفار کامل کی مستحق ہو جائیں۔ (علامہ ابن حجر مکی کی عبارت ختم ہوئی) اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ وہ ایمان لانے سے پہلے مطلقاً استغفار کی مستحق نہیں تھیں۔ پھر جمہور کا موقف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے

marfat.com
Marfat.com

[سند])اور جو احادیث ان کے متعلق وارد ہیں ان میں صحیح ترین حدیث یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے' اور علامہ ابن حجر کا یہ کہنا کہ آپ کے والدین کو زندہ کرنے کی حدیث صحیح ہے' اور جن علماء نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان میں امام قرطبی ہیں' اور الحافظ محمد بن ناصر الدین ہیں' سو اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ حدیث اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ صحیح مسلم کی اس حدیث کے معارض ہو سکے' علاوہ ازیں حفاظ نے اس حدیث کی سند پر طعن کیا ہے' اور ان کے ایمان لانے کے جواز سے یہ چیز مانع ہے کہ موت کے بعد ایمان لانا اجماعاً غیر مقبول ہے' جیسا کہ اس پر کتاب اور سنت میں دلائل ہیں' اور مکلف سے جو ایمان مطلوب ہے وہ ایمان غیبی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْرُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ . (الانعام: ۲۸) اور اگر ان (کافروں) کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو وہ پھر دنیا میں وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے والدین اھل فترت میں سے تھے (یعنی اس دور کے لوگوں میں سے تھے جس کے لیے کسی نبی کی بعثت نہیں تھی اور وہ کسی حکم شرعی کے مکلف نہیں تھے) اور اھل فترت پر عذاب نہیں ہوتا' سو صحیح مسلم کی اس حدیث سے ان کا بھی رد ہو جاتا ہے۔ حافظ سیوطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے متعلق تین رسالے لکھے ہیں اور ان میں جانبین کے دلائل کا ذکر کیا ہے۔ جو اس مسئلہ کی تفصیل جاننا چاہتا ہو اس کو ان رسائل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(مرقات ج ۴ ص ۱۱۳' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

ہم کو حافظ سیوطی کے سات رسائل دستیاب ہوئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان پر دلائل دے گئے ہیں سابقہ اوراق میں ہم نے ان کا ترجمہ اور خلاصہ پیش کیا ہے۔

ملا علی قاری کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

ملا علی قاری کی نصیحت کے مطابق نہ صرف ہم نے ان رسائل کا مطالعہ کیا بلکہ ان رسائل کا خلاصہ عام قارئین کے لیے بھی پیش کر دیا' کیونکہ عام مسلمان تو الگ رہے خواص اور علماء کی دسترس میں بھی یہ رسائل نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی نفی پر ملا علی قاری اور دیگر منکرین کی قوی ترین دلیل صحیح مسلم کی حدیث ۱۰۵ ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو آپ کو اس کی اجازت نہیں دی گئی اور آپ نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو آپ کو اس کی اجازت دی گئی۔

ہم اس کا جواب ذکر کر چکے ہیں کہ استغفار کی اجازت نہ دینے کا واقعہ پہلے کا ہے' اور آپ کے والدین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ایمان لانا بعد کا واقعہ ہے' جو حجۃ الوداع کے موقع کا ہے اور اسی وجہ سے امام ابن شاہین اور دیگر ائمہ اور محققین نے اس حدیث کو صحیح مسلم کی حدیث کے لیے ناسخ قرار دیا ہے' ثانیاً ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنی والدہ کے لیے استغفار سے اس لیے منع فرمایا کہ اگر غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس کے متعلق گناہ کا وہم ہوتا ہے تو آپ کو حضرت آمنہ کے لیے استغفار کی اجازت اس لیے نہیں دی گئی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ گنہگار تھیں اس لیے آپ نے ان کے لیے استغفار کیا اور یہ وجہ نہیں کہ وہ معاذ اللہ مشرکہ تھیں' کیونکہ قبل از بعثت ان کا شرک بالکل ثابت نہیں وہ اصحاب فترت میں سے تھیں بلکہ وہ ملت ابراہیم پر تھیں' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی حدیث میں بھی آپ کے ایمان پر دلیل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی اور کافروں کی قبر کی زیارت کی آپ کو اجازت نہیں ہے بلکہ ان کی قبروں پر کھڑے ہونے کی بھی آپ کو اجازت نہیں ہے قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (التوبۃ: ۸۴)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں' انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور فسق کی حالت میں مر گئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ کافرہ نہیں تھیں ورنہ ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اور ان کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت نہ دی جاتی۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر حضرت آمنہ پہلے ہی مومنہ تھیں تو پھر حجۃ الوداع کے موقع پر ان کو قبر میں زندہ کرنے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ پہلے صرف توحید پر ایمان لائی تھیں اور زندہ کیے جانے کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی مکمل شریعت پر ایمان لائیں۔

ملا علی قاری نے یہ تو لکھا ہے کہ مسلم کی اس حدیث سے ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ اہل فترت سے تھیں' ہم پوچھتے ہیں کیا حضرت آمنہ اہل فترت سے نہیں تھیں! کیا انہوں نے کسی نبی کی بعثت کا زمانہ پایا تھا! اور جب انہوں نے کسی نبی کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا تو ان کو معذب ماننا کیا قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ ہم رسول بھیج دیں۔

اور علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ اصحاب فترت غیر مکلف اور غیر معذب ہیں۔

ملا علی قاری کے افکار پر ان کے استاذ ابن حجر مکی کا تبصرہ

علامہ عبد العزیز پرھاروی لکھتے ہیں:

اسانید ضعیفہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور آپ کی والدہ کو زندہ کر دیا۔ اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے' اور امام رازی کا مختار یہ ہے کہ آپ کے والدین نے ملت ابراہیم پر وفات پائی' اور ان کو زندہ کرنا تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اس لیے تھا کہ ان کو یہ کرامت بھی حاصل ہو' اور محقق جلال الدین سیوطی نے ان کے ایمان کے اثبات میں چھ رسالے لکھے ہیں۔ ملا علی قاری نے ایک رسالہ میں ان کا کفر ثابت کیا ہے۔ پھر ان کے استاذ علامہ ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی' اور کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی توہین کی سزا ہے' پھر جس طرح انہوں نے خواب دیکھا تھا ویسا ہی ہو گیا' جو اس مسئلہ پر بصیرت حاصل کرنا چاہے وہ علامہ سیوطی کے رسائل کا مطالعہ کرے۔ (نبراس ص ۵۲۶' شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال' ۱۳۹۷ھ)

ملا علی قاری پر علامہ آلوسی کا تبصرہ

الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸)

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنین کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان پر استدلال کیا گیا ہے اور بہ کثرت اجلہ اہل سنت کا یہی مذہب ہے' اور مجھے اس شخص کے اوپر کفر کا خطرہ ہے جو والدین کریمین کو کافر کہتا ہے' ملا علی قاری اور ان جیسے لوگوں کی ناک کو خاک میں لتھیڑتے ہوئے۔ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آیت اس مذہب پر دلیل قطعی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے ایسا دیکھنا مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور عارفین کے نزدیک اللہ تعالیٰ موجود اور معدوم خارجی دونوں کو دیکھتا ہے اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ جب آپ

marfat.com
Marfat.com

ساجدین کی پشتوں میں اپنے وجود خارجی کے ساتھ نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ آپ کو کیسے دیکھتا تھا! اور انہوں نے کہا کہ معدوم کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی مثال ایسے ہے جیسے ہم خواب میں قیامت وغیرہ کو دیکھیں (میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی کوئی مثال نہیں ہے' سعیدی غفرلہ) اور بہ کثرت علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا تعلق معدوم کے ساتھ نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ جو آپ کو ساجدین کی پشتوں میں دیکھ رہا تھا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ والدین کریمین کے ایمان پر حافظ سیوطی کے تین رسائل ہیں' علامہ عبد العزیز پرھاروی نے لکھا ہے کہ چھ رسائل ہیں لیکن درحقیقت یہ سات رسائل ہیں جن کا خلاصہ ہم نے یہاں ذکر کر دیا ہے اس کے خلاصہ میں ہم نے مکرر دلائل اور مکرر عبارت کو حذف کر دیا ہے اور دور از کار ابحاث بھی حذف کر دی ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی بحث اس تفسیر میں تین جگہ پر کی ہے پہلی بار البقرہ: ۱۱۹ میں یہ بحث کی ہے' یہ بحث تبیان القرآن ج ۱ ص ۵۴۳-۵۴۰ میں ہے' اور دوسری بار الانعام: ۷۵' میں یہ بحث کی ہے یہ بحث تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۷۴-۵۵۳ میں ہے اور تیسری مرتبہ یہاں (الشعراء: ۲۱۹) میں یہ بحث کی ہے۔ اور یہاں پر سب سے زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو کی ہے' نبراس کے محشی نے لکھا ہے کہ ملا علی قاری نے مرنے سے پہلے والدین کریمین کے ایمان کے انکار سے رجوع کر لیا تھا' اس مسئلہ میں جن لوگوں کو بھی لغزش ہوئی ان سب کے متعلق ہم یہی حسن ظن رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

اب ہم اس سورت کی بقیہ آیتوں کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

وہ دلائل اور وجوہات جن کی بناء پر قرآن مجید شیطان کا نازل کیا ہوا نہیں ہے

الشعراء: ۱۹۲' میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کی نازل فرمائی ہوئی کتاب ہے ○ مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اس کتاب کے نزول کو تو روک نہیں سکتے تھے' تو انہوں نے لوگوں کو اس کتاب سے برگشتہ اور متنفر کرنے کے لیے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ کتاب شیاطین کی نازل کی ہوئی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے ○ اور نہ وہ اس کے لائق ہیں ○ اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ○ بے شک وہ (فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں ○ (الشعراء: ۲۱۴-۲۱۰) جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے مضامین سنے تھے اور وہ شیاطین کی باتوں اور ان کے وسوسوں سے بھی واقف تھے' وہ واضح طور پر جانتے تھے کہ قرآن شیطانوں کا نازل کیا ہوا نہیں ہو سکتا' شیاطین تو شر اور برائی کو پھیلاتے ہیں وہ تو ہر غلط اور ناجائز طریقہ سے زبان' پیٹ اور شرمگاہ کے تقاضوں کو پورا کرنے پر ابھارتے ہیں اور قرآن خیر اور نیکی کو فروغ دیتا ہے اور ہر قسم کے غلط اور ناجائز کاموں سے روکتا ہے اور عفت' پاکیزگی اور پاک دامنی کی تعلیم دیتا ہے' شیطان شرک کا داعی ہے' قرآن توحید کا پیغام دیتا ہے' شیطان کہتا ہے بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست اس دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھا لو کہ اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں ہے' اور قرآن یہ کہتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں تمہیں اس زندگی میں کیے ہوئے تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا اور اس حساب کے نتیجہ میں تمہاری اچھی یا بری ثواب اور نعمتوں کی یا عذاب اور مصیبتوں کی دائمی زندگی ہوگی' سو مضامین قرآن اور وساوس شیاطین میں آسمان و زمین سے زیادہ کا فرق ہے تو قرآن شیاطین کا نازل کیا ہوا کیسے ہو سکتا ہے! پھر بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی سیرت کی شیاطین کی تعلیم اور تلقین سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے

marfat.com
Marfat.com

ان پر شیاطین کیسے نازل ہو سکتے ہیں' آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ: آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کریں اگر بہ فرض محال آپ نے ایسا کیا تو آپ بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے ٥ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے ٥ اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا کر رکھیے ٥ پھر بھی اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہیے کہ میں تمہارے کاموں سے بے زار ہوں ٥ اور بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والے پر توکل کیجئے ٥ جو آپ کو (آپ کی نمازوں میں) قیام کے وقت دیکھتا ہے ٥ اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو ٥ بے شک وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ٥ (الشعراء: ۲۲۰-۲۱۳)

سو جس شخص کی پوری زندگی ان احکام پر عمل سے عبارت ہو' جس کی سیرت خدا خوفی اور نیک چلنی ہو' جو اپنوں اور بے گانوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہو جو راتوں کو اٹھ کر نمازوں میں قیام کرتا ہو اور اپنے اصحاب کو بھی شب زندہ داری اور تہجد گذاری کی تلقین کرتا ہو اس پر شیاطین کیسے نازل ہو سکتے ہیں' ان کی شیطانی کاموں کے ساتھ کیا مشابہت اور کیا مناسبت ہے' پھر بتایا کہ شیطان کس قسم کے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں فرمایا: کیا میں تمہیں ان کی خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں ٥ وہ ہر تہمت باندھنے والے گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں ٥ وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں ٥ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ٥ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ٥ (الشعراء: ۲۲۶-۲۲۲)

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ شیاطین کس قسم کے بدکار' گنہگار اور بدکار لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ پاک طینت اور پاک دامن لوگوں پر نازل نہیں ہوتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو صاف اور شفاف ہے اور پاکیزہ زندگی ہے تو شیاطین آپ پر کیسے نازل ہو سکتے ہیں اور نہ قرآن مجید کے مضامین شیاطین کا موضوع ہیں' کفار مکہ کا یہ کہنا ہر اعتبار سے باطل اور غلط ہے کہ اس قرآن مجید کو شیاطین نے نازل کیا ہے قرآن مجید تو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نشانیاں بیان کی ہیں جن پر شیطان اُترتے ہیں' کہ وہ تہمت باندھنے والے گنہگار ہیں' وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور جھوٹے ہیں' اور شاعروں کی پیروی گم راہ لوگ کرتے ہیں اور شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں' اب ہم ان اوصاف کے معانی اور ان کے متعلق احادیث پیش کریں گے فنقول و باللہ التوفیق!

افاک اور اثیم کے معنی

الشعراء: ۲۲۲-۲۲۱ میں فرمایا: کیا میں تم کو ان کی خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں' وہ ہر افاک اثیم پر نازل ہوتے ہیں۔

افاک کا لفظ افک سے بنا ہے' علامہ راغب اصفہانی افک کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جس کا منہ اس کی اصل جانب سے پھیر دیا گیا ہو اس کو افک کہتے ہیں' جھوٹ اور بہتان میں بھی کسی چیز کو اس کی اصل صورت سے پھیر دیا جاتا ہے اس لئے اس کو افک کہتے ہیں' وہ ہوائیں جو مخالف جانب اور الٹی چل رہی ہوں ان کو موتفکہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ٥ (النجم: ۵۳)

اور (قوم لوط کی) اوندھے منہ گری ہوئی بستیوں کو اٹھا کر پھینک دیا۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ٥ (الحاقۃ: ۹)

فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور جن کی بستیاں الٹا دی گئی تھیں انہوں نے بھی خطائیں کیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور افاک مبالغہ کا صیغہ ہے جو شخص بہت زیادہ بہتان تراشتا ہو اور جھوٹ بولتا ہو اس کو افاک کہتے ہیں۔
(المفردات ج ا ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

اثم ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب سے مانع ہوں جو افعال گناہِ کبیرہ ہوں ان کو بھی اثم کہا جاتا ہے۔ اثم کا مقابل بر ہے (نیکی) حدیث میں ہے البر وہ کام ہے جس پر دل مطمئن ہو اور الاثم وہ کام ہے جو تمہارے دل میں خلش اور کھٹک پیدا کرے۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸-۲۲۷ سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۳) اثم کا لفظ عدوان سے زیادہ عام ہے۔
المفردات ج ا ص ۱۲-۱۱ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

کاہن کا معنی کاہن کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

قتادہ نے کہا اس آیت میں افاک اثیم سے مراد کاہن ہیں۔

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ کاہن کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو زمانہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور معرفت اسرار کا مدعی ہوتا ہے شق اور سطیح نام کے عرب میں کاہن تھے بعض کاہنوں کا یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے تابع جنات ہوتے ہیں جو ان کو غیب کی خبریں آ کر بتاتے ہیں اور بعض کاہنوں کا یہ زعم ہوتا ہے کہ جو شخص ان سے سوال کرتا ہے وہ اس کے فعل یا اس کے حال سے اس کے متعلق ہونے والے مستقبل کے امور کو جان لیتے ہیں ان کو عراف کہتے ہیں ان کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ کسی چوری ہو جانے والی چیز یا کسی گمشدہ چیز کو جان لیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی یا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کیا یا جس شخص نے اپنی بیوی سے اس کی سرین میں جماع (عمل معکوس) کیا وہ اس دین سے بری ہو گیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۹)

یہ حدیث کاہن عراف اور نجومی سب کو شامل ہے۔ (النہایہ ج ۴ ص ۱۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت فاحشہ کی اجرت اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۳۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۶۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۴۲۸ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۸۶ سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۶۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ بعض اوقات ہمیں کوئی بات بتاتے ہیں اور وہ سچ نکلتی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچی بات وہ ہے جو ان کے پاس جن پہنچاتا ہے جن ان کے کان میں وہ بات ڈال دیتا ہے جس کے ساتھ وہ کئی جھوٹ ملا دیتے ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۲ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۷۷ عالم الکتب صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۳۶)

کاہنوں کی اقسام

امام مازری نے یہ کہا ہے کہ کاہن وہ لوگ ہیں جن کے متعلق مشرکین یہ زعم رکھتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں

marfat.com
Marfat.com

کوئی چیز ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ غیب کو جان لیتے ہیں اور جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرے اس کو شارع علیہ السلام کاذب قرار دیا ہے اور اس کی تصدیق سے منع فرمایا ہے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کاہنوں کی چار قسمیں ہیں:

(۱) کاہن کے پاس کوئی نیک انسان ہو جو جن کا دوست ہو اور وہ جن اس کو بتائے کہ اس نے آسمان سے کون سی خبر چرا کر سنی ہے اور یہ قسم اس وقت سے باطل ہو گئی جب سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے' جنات نے کہا:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ (الجن: ۹-۸)

اور ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو اسے شدید محافظوں اور سخت شعلوں سے بھرا ہوا پایا ۝ اور ہم اس سے پہلے باتیں سننے کے لیے آسمان پر مختلف جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے' پس اب جو بھی چپکے سے سننا چاہتا ہے تو وہ ایک شعلہ اپنے تعاقب میں پاتا ہے۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰-۷)

اور (ہم نے آسمان کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا ہے ۝ وہ عالم بالا کی باتوں کو کان لگا کر نہیں سن سکتے' ان کو ہر جانب سے مارا جاتا ہے ۝ دور بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے ۝ مگر جو ایک آدھ بات اچک لے تو فوراً اس کے تعاقب میں دہکتا ہوا شعلہ چل پڑتا ہے۔

(۲) جنات زمین کے اطراف میں گھوم پھر کر قریب اور بعید کے حالات کا مشاہدہ کر کے اپنے دوستوں کو اس کی خبریں پہنچا دیتے ہیں۔

(۳) وہ تخمین اور اندازوں سے اور اٹکل پچو سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں میں ایسی قوت دراکہ رکھتا ہے جس سے وہ مستقبل کے امور کے متعلق قیاس اور اندازے سے باتیں بتاتے ہیں جو کبھی اتفاقاً سچ نکلتی ہیں اور اکثر جھوٹ ہوتی ہیں۔

(۴) کاہن کی ایک قسم عراف ہے' یہ وہ شخص ہے جو علامات' اسباب اور مقدمات سے ان کے نتائج اور مسببات پر استدلال کر کے آئندہ کی باتیں بتاتا ہے اور امور مستقبلہ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے' یہ لوگ ستاروں اور دیگر اسباب سے استفادہ کرتے ہیں' علامہ ھروی نے کہا عراف نجومی کو کہتے ہیں جو غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے' حالانکہ غیب کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

نجومیوں سے سوال کرنے کی ممانعت

نافع بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۰)

جہاں تک نمازوں کے قبول نہ ہونے کا تعلق ہے' تو اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نیکیاں صرف کفر سے باطل ہوتی ہیں اور یہاں نمازیں قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں سے راضی نہیں ہوتا اور ان کا اجر زیادہ نہیں کرتا' ورنہ اس سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کے ذمہ نمازیں نہیں رہتیں۔ باقی یہ کہ اس حدیث میں ہے کہ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں تو اس طرح اور بھی احادیث ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے شراب پی اس

marfat.com
Marfat.com

چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۶۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مونچھیں کم کرنے' ناخن تراشنے' بغل کے بال نوچنے اور زیر ناف بال صاف کرنے میں ہمارے لئے چالیس روز کی حد مقرر کی گئی ہے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص (نطفہ کی صورت میں) چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں جمع رہتا ہے' پھر وہ علقہ (جما ہوا خون) بن جاتا ہے پھر چالیس روز بعد وہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) بن جاتا ہے پھر چالیس روز بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے میں چالیس روز کی کوئی خصوصیت ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۱۵۴-۱۵۲' دارالوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شہاب ثاقب کے متعلق حدیث اور اس کی تشریح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری نوجوان نے مجھے بتایا کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جس سے روشنی ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جب اس طرح کا ستارہ پھینکا جائے تو تم اس کو زمانہ جاہلیت میں کیا کہتے تھے؟ آپ کے اصحاب نے کہا اس کی حقیقت کو اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ہم یہ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا آج رات کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان ستاروں کو کسی کی موت کی وجہ سے پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں' پھر ان کے قریب کے آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں' حتیٰ کہ آسمان دنیا تک ان کے سبحان اللہ کہنے کی آواز پہنچتی ہے' پھر حاملین عرش کے قریب والے فرشتے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا تو وہ ان کو اس کی خبر دیتے ہیں' پھر بعض آسمان والے دوسرے بعض کو اس کی خبر دیتے ہیں حتیٰ کہ آسمان دنیا تک اس کی خبر پہنچ جاتی ہے' پھر جنات یہ خبر کان لگا کر سنتے ہیں اور اپنے دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں' پھر جو خبر بعینہٖ وہی ہو وہ برحق ہے لیکن جنات اس میں کچھ الٹ پلٹ کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ ملا دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۷۲)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حاملین عرش اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے امور کو سب سے پہلے ان پر منکشف فرماتا ہے پھر ان کے واسطے سے باقی آسمانوں کے فرشتوں کو درجہ بہ درجہ مطلع فرماتا ہے۔

امام مازری نے کہا رہا علم نجوم تو بہ کثرت فلاسفہ نے یہ کہا ہے کہ ہر فلک اپنے ماتحت افلاک میں تاثیر کرتا ہے حتیٰ کہ آسمان دنیا تمام حیوانات میں' معدنیات میں اور نباتات میں تاثیر کرتا ہے اور اس تاثیر میں اللہ عزوجل کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ قول اسلام سے خروج ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ ہر چیز میں فاعل اور موثر صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طبعی قوتیں رکھی ہیں جو تاثیر کرتی ہیں جیسے آگ میں جلانے کی تاثیر رکھی ہے اور سورج کی حرارت میں نباتات کو تیار کرنے کی تاثیر رکھی ہے' اس طرح بعض دواؤں میں بعض بیماریوں سے شفاء کی تاثیر رکھی ہے اور زہر میں ہلاکت کی تاثیر رکھی ہے۔ اسی طرح بعض ستاروں کا جب کسی برج میں اتصال یا انفصال ہوتا ہے تو اس سے بعض تاثیرات صادر ہوتی ہیں تو اس سے یہ کہا جائے گا یہ ستاروں کی

marfat.com
Marfat.com

تاثیر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ یہ چیز بعض امور مستقبلہ کے لیے علامات ہیں جیسے گہرے اور گھنے بادلوں کا بارش کی علامت ہے۔ ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۱۶۲-۱۵۹ ملخصاً مطبوعہ دارالوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

قاضی عیاض مالکی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور آسمان پر رات کی بارش کے آثار تھے جب آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا: صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے بندوں نے صبح کی بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض کفر کرنے والے تھے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے اور جنہوں نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۶ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۲۵)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث تغلیظ پر محمول ہیں کیونکہ عرب یہ گمان کرتے تھے کہ بارش ستاروں کی تاثیر سے ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں گردانتے تھے لیکن جو شخص بارش نازل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور ستاروں کو علامات قرار دے جیسے رات اور دن اوقات کی علامات ہیں تو اس میں گنجائش ہے جیسے حضرت ابوہریرہ نے کہا ہمیں اللہ نے پانی پلایا ہے اور ستاروں نے پانی نہیں پلایا اور جو شخص ستاروں کو موثر مانے وہ کافر ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ا ص ۳۳۱ مطبوعہ دارالوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۹۴ عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۸۳ روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۳۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے بارش کو نازل کرنے میں ستاروں کو موثر حقیقی جانا اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوئی ہے اور ستارے بارش نازل ہونے کی علامت اور اس کا وقت ہیں اور اس کو وہ سبب عادی جانتا ہو جیسا کہ وہ یوں کہے کہ فلاں وقت ہم پر بارش نازل ہوئی ہے تو یہ کفر نہیں ہے تاہم یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس قسم کا کلام کافر اور دہریے کرتے ہیں اور یہ زمانہ جاہلیت کے اقوال کے مشابہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ا ص ۶۸۹ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

ربیع نے کہا اللہ کی قسم! اللہ نے کسی ستارے میں کسی کی زندگی رکھی ہے نہ کسی کی موت اور نہ کسی کا رزق نجومی اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھتے ہیں اور ستاروں کو علت قرار دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۴۶۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن (نجومی) کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی یا جس شخص نے اپنی عورت کی پچھلی طرف مباشرت کی وہ اس دین سے بری ہو گیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۴ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۹)

علم نجوم کا لغوی معنی

ان احادیث میں چونکہ ستاروں کی تاثیر کا ذکر آ گیا ہے اس لئے ہم یہاں علم نجوم اور علم جفر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ان کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں' علم نجوم کا لغوی معنی یہ ہے:

سیاروں کی تاثیرات یعنی سعادت ونحوست اور واقعات آئندہ کی حسب گردش پیش گوئی یا معاملاتِ تقدیر اور اچھے برے موسم کی خبر دینے کا علم۔ (اُردو لغت ج ۱۳ص ۵۱۹ 'اردو لغت بورڈ کراچی' جون ۱۹۹۱ء)

علم نجوم کے اصول اور مبادی

علم نجوم کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ عالم تحت القمر یا ارسطاطالیسی ''عالم الکون و الفساد'' میں جتنی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ان سب کا اجرام سماوی کے مخصوص طبائع اور حرکات سے قریبی تعلق ہے۔ انسان' جو عالم اصغر ہونے کی حیثیت سے پورے عالم اکبر کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے' بالخصوص ستاروں کی تاثیرات کے تابع ہے' اس میں خواہ ہم بطلمیوس کی پیروی میں واضح طور پر اس عملی نظریے کو تسلیم کریں کہ اجرام فلکی سے نکلی ہوئی شعاعوں سے ایسی قوتیں یا اثرات خارج ہوتے ہیں جو معمول (قابل) کی طبیعت کو عامل (فاعل) کی طبیعت کے مطابق بنا دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں یا راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ہم خیال ہونے کی غرض سے اجرام سماوی کو آئندہ ہونے والے واقعات کا اصل فاعل نہ مانتے ہوئے محض ان واقعات کی نشانیاں (دلائل) تصور کریں۔ ستاروں کا اثر ان کی انفرادی نوعیت پر' نیز زمین یا دوسرے ستاروں کے لحاظ سے ان کے مقام پر منحصر ہے' لہٰذا عالم کون وفساد کے واقعات اور انسانی زندگی کے نشیب وفراز ہمیشہ لاتعداد اور نہایت متنوع بلکہ متناقض سماوی اثرات کے نہایت ہی پیچیدہ اور متغیرہ امتزاج کے تابع ہوتے ہیں۔ ان اثرات کو جاننا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ نظر میں رکھ کر دیکھنا منجم کا محنت طلب کام ہے۔

آخر میں جغرافیائی عنصر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ چونکہ روئے زمین کی ہر اقلیم ایک خاص برج اور ایک خاص سیارے کی تاثیر کے تابع ہے' لہٰذا مختلف ملکوں کے افراد کے لیے افلاک کی حالت سے ایک ہی جیسی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔

نجومی کا یہ ''ساز وسامان'' ایک خاص وضع قطع کا ہے۔ اس کا استعمال بھی اس سے کچھ کم پیچیدہ نہیں۔ مسلمان منجمین کا فن تین بڑے نظاموں میں محدود قرار دیا جا سکتا ہے: (۱) نظام مسائل (استفسارات یا سوالات) جس کی غرض وغایت ایسے سوالوں کا جواب دینا ہے جو روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق ہوں' یعنی جب سائل کسی غیر حاضر شخص کے متعلق کچھ پوچھنا چاہے' یا اسے کسی چور کا سراغ لگانا مقصود ہو' یا کسی کھوئی ہوئی چیز کا پانا مطلوب ہو۔ یہ نجوم کا سب سے زیادہ آسان اور عام شعبہ ہے (۲) نظام اختیارات (Electiones) یعنی کسی نہ کسی کام کے سرانجام دینے کا سعد وقت۔ اس وقت کے تعین کے لیے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ چاند اس وقت کس برج میں ہے۔ جو احکامی ہندی طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں وہ بارہ برجوں کے بجائے چاند کی ۲۸ منزلوں کا شمار کرتے ہیں۔ (۳) نظام سہام الموالید (Genethliological System) یا مسلم مصنفین کی اصطلاح میں جس نظام کی بنیاد تحاویل السنین (Revolutiones Annorum) پر ہے' یعنی ان اصطلاحی یا وضعی سالوں یا ان کے حصوں پر جو کسی فرد کی پیدائش' یا کسی حکومت' فرقے' یا مذہب یا کسی شہر کی تاسیس وغیرہ سے شروع کر کے اب تک گذر چکے ہوں یا گذرے ہوئے سمجھے جائیں۔ اس نظام کا بنیادی اصول دوسرے نظاموں سے مختلف ہے اور وہ یہ کہ ٹھیک پیدائش کے وقت کرۂ سماوی کی خاص صورتحال اٹل طور پر نوزائیدہ کی قسمت کی ہمیشہ کے لیے حد بندی کر

marfat.com
Marfat.com

دیتی ہے اور اس کے بعد اس کی زندگی بنیادی طور پر کرۂ سماوی کی آئندہ پیش آنے والی تبدیلیوں سے متاثر نہیں ہوتی۔ یہ بطلمیوس کا نظام ہے' جس میں اختیارات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے اور جو کچھ ہے اس کی حیثیت مضمرات کی ہے۔ اس کے ہاں نظام مسائل کے لیے ایک لفظ تک نہیں' نیز اس نظام میں دوسرے دو نظاموں کی نسبت فنی دقتیں زیادہ ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ج ۱۔۱۴' ص ۳۰۷۔۳۰۵ ملخصاً' دانش گاہ پنجاب لاہور)

علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم

علامہ مصطفیٰ آفندی بن عبداللہ آفندی قسطنطنی المتوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ ان قواعد کا علم ہے جس سے تشکلات فلکیہ یعنی افلاک اور کواکب کی اوضاع مخصوصہ مثلاً مقارنت' اور مقابلت' وغیرہ سے دنیا کے حوادث ان کے مرنے اور جینے' بننے اور بگڑنے اور دیگر احوال کی معرفت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ستاروں پر ایمان لایا وہ کافر ہو گیا لیکن اس کا محمل یہ ہے کہ جب نجومی کا اعتقاد یہ ہو کہ ستارے عالم کی تدبیر میں مستقل ہیں۔

علم نجوم کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہو کہ بعض حوادث بعض دوسرے حوادث کا سبب ہوں' لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ سیارے نحوست (اور اسی طرح سعادت) کے لیے عادۃً اسباب اور علت ہیں' نہ اس پر کوئی حسی دلیل ہے نہ سمعی اور نہ عقلی' حسی دلیل کا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے اور عقلی دلیل اس لئے نہیں ہے کہ سیاروں کے متعلق ان کے اقوال متضاد ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عناصر سے مرکب نہیں ہیں بلکہ ان کی طبیعت خامسہ ہے پھر کہتے ہیں کہ زحل سرد خشک ہے اور مشتری گرم تر ہے اس طرح انہوں نے عناصر کے خواص کو کواکب کے لیے ثابت کیا۔ اور شرعاً اس لئے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ستاروں کے کاہن کے پاس گیا یا عراف کے پاس گیا یا منجم کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

دیگر احادیث اس طرح ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا' اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

(مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۵۴۰۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵۳۲' عالم الکتب)

خصوصیت کے ساتھ نجومیوں کے متعلق یہ حدیث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ستاروں کے علم سے اقتباس کیا اس نے جادو سے اقتباس کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۰۰' دار الفکر)

کشاف اصطلاحات الفنون میں مذکور ہے کہ اس علم کا موضوع ستارے ہیں اس حیثیت سے کہ ستاروں سے اس جہان کے احوال اور مسائل معلوم ہوں' جیسے ان کا یہ قول ہے کہ جب سورج اس مخصوص جگہ پر ہو تو وہ اس جہان میں فلاں چیز کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اصحاب علم نجوم کا یہ زعم ہے کہ وہ سیاروں کی قوتوں کی معرفت سے اس جہان کی چیزوں کو پیدا ہونے سے پہلے جان لیتے ہیں۔

علم نجوم کے بطلان پر یہ دلیل کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے خود کسی ترکیب' کسی صنعت اور کسی طریقہ سے غیب کا علم حاصل کیا نہ امت کو اس کی تعلیم دی' انبیاء علیہم السلام کو صرف وحی سے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل ہوتا تھا۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۹۳۱-۱۹۳۰' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ طہران' ۱۳۷۸ھ)

علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء (امام غزالی' امام بخاری' علامہ طیبی' ملا علی قاری' علامہ شامی امام احمد رضا' علامہ امجد علی' مفتی احمد یار خاں' مفتی وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ وغیرھم کی آراء)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ فرماتے ہیں:

علم نجوم کے احکام کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسباب سے حوادث پر استدلال کرتے ہیں لیکن شریعت میں یہ علم مذموم ہے حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو' اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۴۲۷' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۴۸' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۰۸' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۳' ۲۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے بعد اپنی امت پر پانچ چیزوں کا خطرہ ہے۔ تقدیر کی تکذیب کرنا اور ستاروں کی تصدیق کرنا۔ (ابو یعلیٰ نے صرف دو کا ذکر کیا ہے)

(مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۱۳۵' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۳' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۹۲۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا خطرہ ہے ستاروں سے بارش کو طلب کرنا' سلطان کا ظلم کرنا اور تقدیر کی تکذیب کرنا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۹۰' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۷۲۴' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اس کی سند میں یزید رقاشی ضعیف ہے باقی راوی ثقہ ہیں)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخر زمانہ میں مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ ستارے ہیں' تقدیر کو جھٹلانا ہے اور سلطان کا ظلم کرنا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۱۳' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۲' اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں)

امام غزالی فرماتے ہیں نجوم کے احکام محض ظن' تخمین اور اندازوں پر مبنی ہیں' اور ان کے متعلق کوئی شخص یقین یا ظن غالب سے کوئی حکم نہیں لگا سکتا' لہٰذا اس پر حکم لگانا جہل پر حکم لگانا ہے' سو نجوم کے احکام اس لئے مذموم ہیں کہ یہ جہل ہیں نہ اس حیثیت سے کہ یہ علم ہیں' یہ علم حضرت ادریس علیہ السلام کا معجزہ تھا (دراصل وہ علم رمل تھا یعنی لکیروں سے زائچہ بنانے کا علم وہ نجوم کا علم نہیں تھا) اب یہ علم مٹ چکا ہے' اور کبھی کبھار نجومی کی جو بات سچ نکلتی ہے وہ بہت نادر ہے اور محض اتفاق ہے' کیونکہ وہ کبھی بعض اسباب پر مطلع ہو جاتا ہے اور ان اسباب کے بعد مسبب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب بہت ساری شروط پائی جائیں جن کے

marfat.com
Marfat.com

حقائق پر مطلع ہونا بشر کی قدرت میں نہیں ہے' جیسے انسان کبھی بادل دیکھ کر بارش کا گمان کرتا ہے حالانکہ بارش کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں جن پر وہ مطلع نہیں ہوتا' اور جس طرح ہواؤں کا رخ دیکھ کر ملاح کشتی کو سلامتی سے لے جانے کا گمان کرتا ہے حالانکہ سلامتی کے اور بھی اسباب ہیں جن پر وہ مطلع نہیں ہوتا اور اس کا اندازہ کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ. (الملک: ۵) بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین فرمایا ہے۔

قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین کاموں کے لیے پیدا فرمایا ہے' ان ستاروں کو آسمان کی زینت بنایا اور ان کو شیاطین پر رجم کرنے کے لیے بنایا اور ان کو راستوں کی ہدایت کی علامات بنایا' اور جس نے ان ستاروں کا کوئی اور مقصد قرار دیا اس نے خطا کی اور اپنا حصہ ضائع کیا اور جس چیز کا علم نہیں تھا اس میں تکلف کیا۔ رزین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انبیاء اور فرشتے اس علم سے عاجز نہ تھے۔ (کتاب بدء الخلق' باب: ۳' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۶۰۲)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام قشیری نے نجومیوں کے مذاہب تفصیل سے ذکر کر کے ان کو باطل کیا ہے' اور لکھا ہے کہ نجومیوں کا صحت کے قریب ترین قول یہ ہے کہ ان حوادث کو ابتداءً اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے پیدا فرماتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ ان حوادث کو اس وقت پیدا فرماتا ہے جب یہ سیارے بروج مخصوصہ میں ہوتے ہیں' اور یہ سیارے اپنی رفتار' اپنے اتصال اور اپنی شعاؤں کے گرنے میں مختلف ہوتے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عادت جاریہ ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ نر اور مادہ کے اختلاط کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد پیٹ بھر جاتا ہے' علامہ قشیری نے کہا یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں جائز ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے' بلکہ اس کے خلاف پر دلیل ہے کیونکہ جو کام بہ طور عادت جاریہ ہو' اس میں استمرار ہوتا ہے اور کم از کم درجہ یہ ہے کہ اس میں تکرار ہوتا ہے اور ان کے نزدیک ایک وقت ایک مخصوص طریقہ سے بار بار نہیں ہوتا' کیونکہ ایک سال میں سورج کسی برج کے ایک درجہ میں ہوگا تو دوسرے سال اس برج کے اس درجہ میں نہیں ہوگا' اور قرائن' مقابلات اور کواکب کی طرف نظر کے اعتبار سے احکام مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

(شرح الطیبی ج ۸ ص ۳۳۶-۳۳۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ستاروں کی تاثیرات دائمی یا اکثری نہیں ہیں اس کو آسان اور عام فہم طریقہ سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی خاص صفت کے ساتھ کسی ستارے کا کسی مخصوص برج میں ہونا برکت یا نحوست یا فائدہ یا نقصان کا موجب ہے تو ہمیشہ یا اکثر اوقات میں اس ساعت میں برکت یا نحوست یا فائدہ یا نقصان کے اثرات ہونے چاہئیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا' اگر بارش کا ہونا' طوفانوں کا اٹھنا اور زلزلوں کا آنا ستاروں کے کسی مخصوص برج میں ہونے کی وجہ سے ہو تو جب بھی وہ ستارہ اس مخصوص برج میں ہو تو یہ آثار صادر ہونے چاہئیں' یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سعادت' نحوست' اور نفع اور نقصان کے آثار جن اوقات میں مرتب ہوتے ہیں ان مخصوص اوقات میں ان کا ترتب دائمی یا اکثری نہیں ہے اور مسبب کا دائمی اور اکثری نہ ہونا سبب کے دائمی اور اکثری نہ ہونے کی دلیل ہے' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جن اوقات میں ستارے مخصوص برج میں ہوتے ہیں ان اوقات میں دائمی یا اکثری طور پر ان مخصوص حوادث کا صدور نہیں ہوتا اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ جب یہ

marfat.com
Marfat.com

ستارے مخصوص برج میں مخصوص صفت کے ساتھ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان مخصوص حوادث کو صادر کر دیتا ہے لہٰذا ستاروں کا مخصوص برج میں ہونا نہ حوادث کے صدور کی علت ہے نہ ان کے صدور کا دائمی یا اکثری سبب ہے۔

امام عبداللہ بن محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی التوفی ۷۴۱ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی ذکر کی ہوئی چیز کے سوا کسی اور چیز کے لیے ستاروں کا علم حاصل کیا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا' نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۴۶۰۴)

اللہ کی ذکر کی ہوئی چیزوں سے مراد ستاروں سے آسمان کی زینت ان کا رجوم شیاطین (شہاب ثاقب) ہونا اور ان سے راستوں کی ہدایت حاصل کرنا ہے۔سو جس شخص نے ان کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے ستاروں کا علم حاصل کیا (مثلاً غیب جاننے کے لیے اور آئندہ کی پیش گوئی کے لیے) تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس کاہن اور نجومی دونوں کافر ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پانچ سال تک اپنے بندوں سے بارش کو روک لے اس کے بعد بارش نازل فرمائے تو لوگوں میں سے کافروں کی ایک جماعت یہ کہے گی کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے۔(سنن النسائی رقم الحدیث:۱۵۲۶' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۴۶۰۵)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اب ان کافروں سے یہ کہا جائے گا کہ پانچ سال تک وہ ستارہ کہاں تھا جس کی وجہ سے ایک سال میں سینکڑوں بار بارشیں ہوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ ستارے دائمی سبب ہیں نہ اکثری سبب ہیں اور نہ بارش کے لیے ان کا مخصوص برج میں ہونا سبب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور نہ بارش کی علامت ہے' یہ سب کفار کی بے دلیل باتیں اور خرافات ہیں۔(مرقات المفاتیح ج ۹ ص ۲۲' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ علاء الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے علم نجوم اور علم رمل وغیرہ کو حرام کہا ہے۔(درمختار ج ا ص ۱۲۳ ملخصاً)

علامہ شامی فرماتے ہیں علم نجوم کی تعریف ہے: حوادث سفلیہ پر تشکلات فلکیہ سے استدلال کی معرفت جس علم سے حاصل ہو وہ علم نجوم ہے۔

صاحب ہدایہ نے مختارات نوازل میں لکھا ہے کہ فی نفسہ علم نجوم اچھا علم ہے مذموم نہیں ہے' ایک علم حسابی ہے اور یہ برحق ہے۔قرآن مجید میں ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ (الرحمٰن:۵) سورج اور چاند مقررہ حساب سے (گردش کر رہے) ہیں۔

یعنی ان کی رفتار اور ان کا گردش کرنا حساب سے ہے' اور اس کی دوسری قسم استدلال ہے' یعنی وہ ستاروں کی رفتار اور افلاک کی حرکت سے اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر پر استدلال کرتے ہیں' اور یہ جائز ہے جیسے طبیب نبض کی رفتار سے صحت اور مرض پر استدلال کرتا ہے' اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر پر استدلال نہ کرے بلکہ خود غیب جاننے کا دعویٰ کرے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا' پھر اگر علم نجوم سے صرف نمازوں کے اوقات اور قبلہ کی سمت پر استدلال کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔الخ'

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار سے زائد علم نجوم حاصل کرنے میں حرج ہے' بلکہ الفصول میں مذکور ہے کہ مطلقاً علم نجوم کو

marfat.com
Marfat.com

حاصل کرنا حرام ہے جیسا کہ درمختار میں ہے' اور اس سے مراد علم نجوم کی وہ قسم ہے جس میں ستاروں کی رفتار اور حرکت افلاک سے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر استدلال کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے احیاء العلوم میں مذکور ہے کہ فی نفسہ علم نجوم مذموم نہیں ہے' اور حضرت عمر نے فرمایا ستاروں سے وہ علم حاصل کرو جس سے تم بحر و بر میں راستوں کی ہدایت حاصل کر سکو' پھر رک جاؤ' حضرت عمر نے اس کے ماسوا کو تین وجوہ سے منع فرمایا ہے: (۱) یہ علم اکثر مخلوق کے لیے مضر ہے' کیونکہ عوام جب یہ علم سیکھیں گے تو وہ ستاروں کو موثر اعتقاد کریں گے۔ (۲) ستاروں کے احکام محض اندازوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ (۳) اس علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے' کیونکہ جو چیز مقدر کر دی گئی ہے وہ بہر حال ہونی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

علم رمل وہ علم ہے جو قواعد سے لکیروں اور نقطوں کی مختلف اشکال پر مبنی ہے' اور ان شکلوں سے مستقبل میں پیش ہونے والے امور معلوم ہو جاتے ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ یہ علم حرام قطعی ہے' اس کی اصل حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اور یہ شریعت منسوخ ہو چکی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس علم کا سیکھنا اور سکھانا حرام قطعی ہے' کیونکہ اس سے عوام کو یہ وہم ہوگا کہ اس علم کا جاننے والا غیب کے علم میں اللہ کا شریک ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۶۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی یا جس شخص نے اپنی بیوی کی پچھلی طرف میں مباشرت کی تو وہ اس دین سے بری ہو گیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۹) اس حدیث میں کاہن کا لفظ عراف اور منجم دونوں کو شامل ہے اور عرب ہر اس شخص کو کاہن کہتے تھے جو علم دقیق کا حامل ہو اور بعض عرب منجم اور طبیب کو بھی کاہن کہتے تھے۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۲۶' ۱۲۴-۱۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم و فن تاثیر اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے: الشمس والقمر بحسبان ○ والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدير العزيز العليم ○ والقمر قدرنه منازل حتىٰ عاد كالعرجون القديم ○ لا الشمس ينبغی لها ان تدرک القمر و لا الليل سابق النهار و كل فی فلک يسبحون ○ وجعلنا الليل والنهار ايتين فمحونا اية الليل وجعلنا اية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب و كل شیء فصلنه تفصيلا ○ والسماء ذات البروج ○ تبارک الذی جعل فی السماء بروجا ○ فلا اقسم بالخنس ○ الجوار الكنس ○ ويتفكرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار ○ الم ترالیٰ ربک كيف مد الظل ولو شاء لجعله ساكنا ثم جعلنا الشمس عليه دليلا ○ ثم قبضنه الينا قبضا يسيرا ○ الی غير ذلک من ايات كثيرة اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیر عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کیا گیا نہ ان کے لیے کوئی تاثیر ہے غایت درجہ فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں كما قال الله تعالیٰ وعلمت وبالنجم هم يهتدون نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وہ انحراف اس کا اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے فنظر نظرة فی النجوم فقال انی سقيم. زمانہ قحط میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لیے دعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کر لو امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے لا تسافروا والقمر فی العقرب اگرچہ

marfat.com
Marfat.com

علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں بھی تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابو العباس بونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس فن کے مصنف و مجتہد گذرے ہیں اس میں شرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤ کم ماانزل اللہ بھامن سلطن ان الحکم الا للہ امر ان لاتعبد واالا ایاہ ذلک الدین القیم ولکن اکثرالناس لایعلمون ٥ طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کمافی الدر المختار وغیرہ من الاسفار اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام اشد الناس عذابا یوم القیمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون ۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱۰، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۱۲ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

باقی ستارے رہے تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ ان کی بھی کچھ اصل ہو کیونکہ شرع نے صرف ان کے اندر مشغول رہنے سے نہی فرمائی ہے۔ ان کی حقیقت کی نفی بالکلیہ نہیں کی ہے اور اسی طرح سلف صالح سے ان چیزوں میں مشغول نہ ہونا اور مشتغلین کی مذمت اور ان تاثیرات کا قبول نہ کرنا تو برابر چلا آیا ہے مگر ان سے ان چیزوں کا معدوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں ان میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جو یقین کے درجہ میں بدیہات اولیٰ کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں مثلاً شمس و قمر کے حالات مختلف ہونے سے فصلوں کا مختلف ہونا وعلیٰ ہذا القیاس، اور بعض باتیں فکر یا تجربہ یا رسد سے ثابت ہوتی ہیں جس طرح تجربہ وغیرہ سے سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور غالباً ان کی تاثیر دو طریقے سے ہوتی ہے ایک طریقہ تو طبیعت کے قریب قریب ہے یعنی جس طرح ہر نوع کے لیے طبائع مختلف ہوتی ہیں جو اسی نوع کے ساتھ مختص ہوا کرتی ہیں یعنی حرارت و برودت اور رطوبت اور یبوست اور امراض کے دفع کرنے میں انہیں طبائع سے کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح افلاک اور کواکب کے لیے بھی طبائع خاص اور جدا جدا خواص ہیں مثلاً آفتاب کے لیے حرارت اور چاند کے لیے رطوبت اور جب ان کواکب کا اپنے اپنے محل میں گذر ہوتا ہے، زمین پر ان کی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ دیکھو کہ عورتوں کے لیے جو عادات اور اخلاق مخصوص ہیں ان کا منشاء عورتوں کی طبیعت ہی ہوا کرتی ہے اگرچہ اس کا ادراک ظاہر طور پر نہ ہو سکے اور مرد کے ساتھ جو اوصاف مختص ہیں مثلاً جرأت آواز کا بھاری ہونا اس کا منشا بھی اس کی کیفیت مزاجی ہوا کرتی ہے پس تم اس بات سے انکار مت کرو کہ جس طرح ان طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے اسی طرح زہرہ اور مریخ وغیرہ کے قویٰ زمین میں حلول کر کے اپنا اثر ظاہر کریں اور دوسرا طریقہ قوت روحانیہ اور طبیعت کے باہم ترکیب کے قریب قریب ہے۔ اس کی مثال ہے کہ جس طرح جنین کے اندر ماں اور باپ کی طرف سے قوت نفسانی حاصل ہوتی ہے اور آسمان و زمین کے ساتھ ان عناصر ثلاثہ کا حال ایسا ہی ہے جو ماں باپ کے ساتھ جنین کا حال ہوا کرتا ہے پس یہی قوت جہان کو اولاً صورت حیوانیہ بعد ازاں صورت انسانیہ کے قبول کرنے کے قابل بناتی ہے اور اتصالات فلکی کے اعتبار سے ان قویٰ کا حلول کئی طرح پر ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہیں جب کچھ لوگوں نے اس کے اندر غور کرنا شروع کیا تو ان ستاروں کا علم یعنی علم نجوم حاصل ہو گیا، اور اس کے ذریعہ سے آئندہ واقعات ان کو معلوم ہونے لگے مگر جب مقتضائے الٰہی اس کے خلاف مقرر ہو جاتی ہے تو ستاروں کی قوت ایک دوسری صورت میں جو اسی صورت کے قریب ہوتی ہے متصور ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا نظام بھی قائم رہتا ہے اور شروع میں اس نکتہ کو

marfat.com
Marfat.com

اس طرح پر تعبیر کیا جاتا ہے کہ کواکب کے خواص میں لزوم عقلی نہیں ہے بلکہ عادت الٰہی اس طرح جاری ہے اور خاص بمنزلہ امارات اور علامت کے ہیں مگر جب کثرت سے لوگوں کو اس علم میں توغل ہو گیا اور ہمہ تن اس میں مشغول ہو گئے تو اس واسطے اس میں کفر اور خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم نہ رہنے کا احتمال پیدا ہوا' کیونکہ جو شخص اس علم میں مشغول ہو رہا ہے وہ تہ دل سے کیونکر یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے یہ مینہ برسا ہے بلکہ وہ تو خواہ مخواہ یہی کہے گا کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے برسا ہے لہٰذا یہ امر اس کو اس ایمان سے جو نجات کا دارومدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے ناواقفیت ہے تو اس کی یہ ناواقفیت کچھ مضر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ خود تمام عالم کا مقتضائے حکمت کے موافق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس ضرور ہوا کہ شرع میں ایسا علم نیست و نابود کر دیا جائے اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سے ممانعت کی جائے اور یہ بات ظاہر کر دی جائے کہ جس نے نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جس قدر زیادہ سیکھے اسی قدر اس کا وبال ہوگا۔ اس کا حال توریت و انجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ نہایت تشدد کیا ہے جو ان کے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں میں تحریف ہو گئی ہے اور ان کے دیکھنے میں احتمال ہے کہ آدمی ان کو دیکھ کر قرآن عظیم کی فرمانبرداری ترک کر دے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہماری رائے ہے اور ہمارے تفحص کا نتیجہ ہے۔ پس اگر سنت سے اس کے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی بات ٹھیک ہے۔ (ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۵' مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ' لاہور)

صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷۶ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قمر در عقرب' یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے' یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی خلاف شرع ہے اس طرح نچھتروں کا حساب کہ فلاں نچھتر سے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶' ص ۱۵۹' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہٰذا بارش ہوئی اس کی تاثیر سے بادل اور برسایا کہنا حرام ہے بلکہ بعض معانی سے کفر ہے' خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں ہے مگر یہ کہنا بہت برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے۔ (اس سے پہلے ص ۲۷۰ پر لکھا ہے:) بہر حال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔ (مرأت المناجیح ج ۶ ص ۲۷۴' مطبوعہ گجرات)

مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی متوفی ۱۹۹۳ء رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نجومی اور کاہن وغیرہ سے تو سوال کرنے کی بھی ممانعت ہے' صحیح مسلم میں ہے: جو کاہن (نجومی) کے پاس آئے اور اس سے کچھ دریافت کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں' حضرت ربیع سے ایک روایت ہے کہ قسم اللہ کی اللہ تعالیٰ نے کسی ستارے میں کسی کی زندگی نہیں رکھی' نہ ہی اس کا رزق اور نہ ہی اس کی موت اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وہ ستاروں کو علت قرار دیتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی' باب الکہانۃ' فصل ثالث) مشکوٰۃ میں ایک اور حدیث ہے' حضرت

marfat.com
Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' جس کسی نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان فرمایا' پس تحقیق اس نے ایک حصہ جادو کا حاصل کیا نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (مشکوٰۃ حوالہ بالا) غرض علم نجوم اور علم رمل سیکھنا ناجائز ہے اور زائچہ بنوانا بھی ناجائز ہے۔ (وقار الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳۴-۴۳۳ ملخصاً' مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی' ۱۴۲۱ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اسی طرح نجومی ہیں اور ان کے علم کا مبنیٰ یہ ہے کہ حرکات علویہ حوادث کے حدوث کا سبب ہیں اور سبب کا علم مسبب کے علم کو واجب کرتا ہے ان لوگوں کو کسی چیز کے ایک سبب کا پتا چل جاتا ہے لیکن اس چیز کے باقی اسباب' اس کی تمام شروط اور تمام موانع کا علم نہیں ہوتا' مثلاً ان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اگر گرمیوں میں سورج سر پر پہنچ جائے تو فلاں علاقے میں انگور منقیٰ بن جائیں گے' لیکن ہوسکتا ہے اس علاقہ میں انگور پیدا نہ ہوئے ہوں یا بارش اور ژالہ باری سے انگور پکنے سے پہلے ہی ضائع ہو گئے ہوں' لہٰذا صرف اس بات کے علم سے کہ گرمیوں میں سورج کی حرارت سے انگور منقیٰ بن جاتے ہیں یہ پیش گوئی نہیں کی جاسکتی کہ کسی علاقے میں فلاں مہینے میں انگور منقیٰ بن گئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا جس شخص نے عراف کے پاس جاکر کسی چیز کا سوال کیا اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۰) اور عراف کا لفظ کاہن' نجومی اور رمال سب کو شامل ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۱۰۶' مطبوعہ دار الجیل' الریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

پھر ان نجومیوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ اس کے نام کا ستارہ معلوم کرتے اور بچہ کا وہ نام رکھتے جو اس ستارے پر دلالت کرتا' پھر وہ بچہ جب بڑا ہو جاتا تو پھر وہ اس ستارے کے احوال سے اس بچے کے احوال کو معلوم کرتے' اور ان کے اختیارات یہ ہوتے تھے کہ اگر انہوں نے کسی سفر پر جانا ہوتا تو اگر چاند کسی مبارک برج میں ہوتا جو ان کے نزدیک سرطان ہے تو وہ سفر پر جاتے اور اگر چاند کسی منحوس برج میں ہوتا اور وہ ان کے نزدیک عقرب ہے تو پھر وہ سفر پر نہ جاتے۔

جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج سے قتال کے لیے جانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ایک نجومی آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ سفر نہ کریں کیونکہ چاند برج عقرب میں ہے' کیونکہ اگر آپ نے اس حال میں سفر کیا جبکہ چاند برج عقرب میں ہے تو آپ کے اصحاب کو شکست ہو جائے گی۔ حضرت علی نے فرمایا بلکہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے سفر کروں گا' اور تمہاری تکذیب کروں گا' سو انہوں نے سفر کیا اور ان کا وہ سفر بابرکت رہا' حتیٰ کہ بہت سے خوارج مارے گئے' اور یہ ان کی بہت بڑی مہم تھی' کیونکہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خوارج سے قتال کیا تھا۔ اور یہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس حال میں سفر نہ کرو کہ قمر (برج) عقرب میں ہو تو اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے۔

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ علم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام کا فن ہے' تو اول تو یہ قول بلاعلم ہے' کیونکہ اس قسم کی بات بغیر نقل صحیح کے معلوم نہیں ہوسکتی' اور اس قسم کی کوئی نقل صحیح ثابت نہیں ہے' ثانیاً اگر اس قسم کی کوئی پیش گوئی حضرت ادریس سے ثابت ہو تو وہ ان کا معجزہ ہوگا اور یہ وہ علم ہوگا جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوگا اور وہ علوم نبوت سے ہے' اور نجومی اپنے تجربہ اور قیاس سے پیش گوئی کرتے ہیں نہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی دی ہوئی خبر سے' ثالثاً نجومیوں کی پیش گوئیاں بہ کثرت جھوٹ ہوتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی خبریں جھوٹ سے معصوم ہوتی ہیں۔ رابعاً ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریف کر دی ہے اور اس میں جھوٹ ملا دیا ہے' اور ان کی تصدیق کرنے سے منع

marfat.com
Marfat.com

فرمایا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمہیں اہل کتاب کوئی خبر دیں تو تم نہ اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ یوں کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا' ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے' ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۵) سو جب ہم کو اہل کتاب کی آسمانی کتابوں کی تصدیق سے منع کر دیا تو ہم اس چیز کی تصدیق کیسے کر سکتے ہیں' جس کو بغیر کسی ثبوت کے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جن ستاروں کو نجومیوں نے منحوس اور مبارک کہا ہے' اگر آپ اس کا الٹ کر دیں اور مثلاً جب قمر برج سرطان میں ہو تو اس کو منحوس کہیں اور جب وہ برج عقرب میں ہو تو اس کو مبارک کہیں اور اس بنیاد پر پیش گوئی کریں تب بھی بعض اوقات یہ پیش گوئی صحیح ہوگی اور بعض اوقات یہ پیش گوئی غلط ہوگی جس طرح ان کے مفروضات کی بنیاد پر بھی ان کی پیش گوئی صحیح ہوتی ہے اور کبھی ان کی پیش گوئی غلط ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر غلط ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جس بنیاد پر پیش گوئی کرتے ہیں وہ بنیاد محض ان کی من گھڑت اور خود ساختہ ہے اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے اور یہ محض اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۱۱۱-۱۰۹ ملخصاً' مطبوعہ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

یہ تو شیخ ابن تیمیہ کے زمانے کے نجومیوں پر تبصرہ ہے اور ہمارے زمانہ میں جو نجومی ہیں ان کو تو یہ بھی پتا نہیں ہوتا کہ برج کس چیز کا نام ہے اور کون سا ستارہ کس برج میں کب ہوتا ہے اور اس کو جاننے کا کیا ذریعہ ہے' اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ کون سا ستارہ مبارک ہے اور کون سا منحوس ہے' اور کس شخص کا کون سا ستارہ ہے اس کا علم کس ماخذ سے ہوا۔

اخبارات میں شائع ہونے والی نجومیوں کی پیش گوئیوں اور غیب کی خبروں پر مصنف کا تبصرہ

علم نجوم کی بحث میں ہم وہ احادیث نقل کر چکے ہیں جن میں نجومیوں سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اخبارات میں ہر ہفتہ اس عنوان سے ایک مضمون شائع ہوتا ہے کہ "یہ ہفتہ کیسا رہے گا" اور اس مضمون میں اس ہفتہ کے متعلق غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں۔ چند خبریں ملاحظہ فرمائیں۔

(حمل ۲۱ مارچ تا ۲۱ اپریل)

دوستوں پر اندھا اعتماد نقصان دہ ثابت ہوگا محتاط رہیں۔ مالی سلسلہ میں دوسرے سے وابستہ توقعات پوری ہو سکیں گی۔ آمدنی واخراجات کا تناسب یکساں رہے گا۔ بیرون ملک سفر اختیار کرنے کے سلسلے میں مایوسی لاحق ہو سکتی ہے۔ موسمی اثرات یا غذائی بد پرہیزی کے باعث صحت خراب ہونے کا احتمال ہے۔ اس ہفتہ کا موافق عدد ۷ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی تاریخ پیدائش ۲۱ مارچ سے ۲۱ اپریل کے درمیان ہے ان کا برج حمل ہے' اور اس ہفتہ یعنی ۱۰ فروری ۲۰۰۲ء سے ۱۷ فروری تک برج حمل کی یہ تاثیرات رہیں گی۔

(قوس ۲۳ نومبر تا ۲۲ دسمبر)

کاروباری پوزیشن غیر مستحکم رہے گی۔ آمدنی میں کمی کا احتمال ہے جبکہ اخراجات میں اضافہ ہوگا۔ بھائیوں کے ساتھ تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ گھریلو ماحول بہتر رہے گا' رہائش گاہ کی تبدیلی عمل میں آنے کا امکان ہے۔ پرائز بانڈ یا کسی اور انعامی سکیم کے ذریعہ کثیر رقم ہاتھ آسکتی ہے۔ اس ہفتہ موافق عدد ا ہے۔

اس کا بھی یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں کی تاریخ پیدائش ۲۳ نومبر تا ۲۲ دسمبر ہے ان کا برج قوس ہے اور اس ہفتہ (۱۰ فروری تا ۱۷ فروری) برج قوس کی یہ تاثیرات رہیں گی۔ (روزنامہ جنگ سنڈے میگزین ۱۰ فروری ۲۰۰۲ء)

علماء نجوم ستاروں کی تاثیرات کے قائل ہیں بروج کی تاثیرات کے قائل نہیں ہیں' جو ستارے' سیارے ہیں وہ یہ ہیں قمر

marfat.com
Marfat.com

زحل عطارد شمس، مشتری، مریخ اور زہرہ' ان کے نزدیک سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک سیارہ ہے' آٹھویں آسمان میں ثوابت ہیں۔ یہ وہ ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے۔ ان ستاروں کے اجتماع سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں مثلاً ترازو یا شیر کی شکلیں' یہ شکلیں نویں آسمان میں رصد گاہوں کے اندر نظر آتی ہیں۔ اگر شیر کی شکل بن جائے تو اس کو برج اسد اور ترازو کی شکل بن جائے تو اس کو برج میزان اور بچھو کی شکل بن جائے تو اس کو برج عقرب کہتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس' ان بروج کو سیاروں کی منازل بھی کہتے ہیں' علماء نجوم ان سیارگان کی تاثیرات کے قائل ہیں۔ بروج کی تاثیرات کے قائل نہیں ہیں اور ''یہ ہفتہ کیسا رہے گا'' کے تحت لکھنے والوں نے اپنی کم علمی یا بے علمی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ بروج کی تاثیرات ہوتی ہیں۔ انہوں نے کسی لغت میں بروج کے نام پڑھ لئے اور اپنی طرف سے مختلف فرضی باتیں گھڑ کر ہر برج کی طرف ہفتہ کے لیے تاثیرات منسوب کر دیں۔ ان کی یہ تمام پیش گوئیاں اور غیب کے دعوے جھوٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ غیب کا علم وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرماتا ہے اور غیب کی صداقت قطعی ہے اور الہام کے ذریعہ اولیاء کاملین کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور اس کی صداقت ظنی ہے اور اسی نوع سے فراست کا علم ہے۔ بروج اور سیاروں کے ذریعے علم غیب اور مستقبل کی باتوں کے حصول کا کتاب وسنت میں ثبوت نہیں ہے بلکہ احادیث میں ستاروں کو موثر ماننے سے منع فرمایا ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (لقمان: ۳۴)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے' اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ بے شک اللہ ہی تمام باتوں کو جاننے والا ہے اور تمام چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علماء نجوم سے مستقبل کی باتوں کو اور غیب کو معلوم کرنا جائز نہیں اور جو شخص غیب کی باتیں بتائے اور غیب جاننے کا مدعی ہو اس کی تصدیق کفر ہے۔

علم نجوم کی تحقیق سے فارغ ہونے کے بعد ہم علم جفر کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

جفر کا لغوی معنی

علم الجفر ایک علم ہے جس میں اسرار حروف سے بحث ہوتی ہے اور اس کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کی مدد سے آئندہ حالات وواقعات کا پتا لگا سکتے ہیں۔ (المنجد ص ۹۴' مطبوعہ ایران ۱۳۷۹ھ' منجد اردو ص ۱۵۶' مطبوعہ کراچی)

غیب کے حالات معلوم کرنے کا علم۔ (قائد اللغات مطبوعہ لاہور)

ایک علم جس سے غیب کا حال بتایا جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔

(فیروز اللغات ص ۴۶۲' مطبوعہ لاہور)

جفر کا اصطلاحی معنی

علامہ مصطفیٰ آفندی بن عبداللہ آفندی قسطنطنی الشہیر بالکاتب الچلپی المتوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

علم الجفر والجامعۃ اس علم کو کہتے ہیں جو لوح محفوظ اور تقدیر کا اجمالی علم ہے جو ما کان و ما یکون کے تمام کلی اور جزئی امور کو شامل ہے اور جفر قضاء وقدر کی اس لوح کو کہتے ہیں جو عقل کل ہے' اور الجامعہ تقدیر کی اس لوح کو کہتے ہیں جو نفس کل ہے۔

ایک جماعت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جفر کی جلد میں اٹھائیس حروف تہجی لکھے' مخصوص طریقوں اور

marfat.com
Marfat.com

معین شرطوں کے ساتھ الفاظ مخصوصہ سے اس چیز کو معلوم کیا جا سکتا ہے جو قضاء اور قدر کی لوح میں ہے' یہ وہ علم ہے جو اہل بیت میں بہ طور وراثت منتقل ہوا ہے' اور ان میں جو اہل بیت کی طرف منسوب ہیں' اور وہ مشائخ کاملین جنہوں نے اس علم کو ان سے حاصل کیا ہے اور یہ حضرات اس علم کو دوسروں سے مکمل طور سے مخفی رکھتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ مہدی منتظر کے سوا کوئی شخص اس کتاب سے واقف نہیں ہو سکتا' یہ علم انبیاء سابقین کی کتابوں میں تھا' جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہم گروہ انبیاء تمہارے پاس نازل شدہ عبارات کو پیش کرتے ہیں' اور اس کی تاویل میرے بعد تمہارے پاس فارقلیط لائیں گے' ابن طلحہ نے کہا کہ جفر اور جامعہ دو عظیم کتابیں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ان میں سے ایک کا ذکر کیا' اور دوسری وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راز رکھا' اور اس کو مدون کرنے کا حکم دیا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متفرق طریقہ سے لکھا جو اونٹ کی کھال پر لکھی ہوئی تھی۔ یہ حضرت آدم سے منقول تھی۔ اس میں تمام اولین اور آخرین کے واقعات تھے' لوگ اس کے بنانے میں مختلف ہیں۔ امام جعفر صادق اس کو تکسیر صغیر سے کسر کرتے ہیں اور بعض علماء نے اس کا نام الباب الکبیر بالجفر الکبیر رکھا ہے اور الصغیر بالجفر الصغیر رکھا ہے اور بعض اس کو تکسیر متوسط سے بناتے ہیں اور یہی اولیٰ ہے اور اسی پر الخافیۃ القمریہ والشمسیہ کا مدار ہے۔ (کشف الظنون ج ا ص ۵۹۲-۵۹۱' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ تہران' ۱۳۸۷ھ)

علم جفر کا تفصیلی تعارف

جفر: (ایک عددی علم' جس کی مدد سے واقعات' خصوصاً آنے والے واقعات یا ان کی اطلاع حاصل کی جاتی ہے۔ باطنی روایت بعض خاص حلقوں میں بڑی مقبول ہوئی......)

خلافت کے لیے بعض حلقوں کی سرتوڑ کوشش کے دوران میں' جو ابتدا ہی سے باہمی اختلافات سے کمزور ہو گئے تھے اور بالخصوص المتوکل کے عہد خلافت میں سخت جبر و تشدد کا شکار بنے رہے' ۲۳۷ھ/۸۵۱ء میں ایک کشفی اور القائی ادب کا آغاز ہوا۔ یہ ادب مختلف شکلوں میں منظر عام پر آیا' جس پر بحیثیت مجموعی جفر کے اسم کا عام اطلاق ہوتا ہے۔ اکثر اس کے ساتھ اسم ''جامعۃ'' یا صفت ''جامع'' کا بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کی نوعیت القائی اور مخفی طور پر کشفی ہے اور مؤخر الذکر صورت میں اس کا خلاصہ ایک جدول ہے جس میں جفر سے قضاء اور جامعۃ سے قدر مراد ہے۔ حاجی خلیفہ (۳: ۶۰۳ بعد) کا بیان ہے کہ ''یہ قضاء وقدر کی لوح پر (نوشتہ) علم کا خلاصہ ہے اور اس میں کلی اور جزوی طور پر وہ تمام امور شامل ہیں جو پیش آ چکے ہیں یا آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ ''جفر' عقل کل پر اور ''جامعۃ'' روح کل پر حاوی ہے' لہٰذا جفر کا رجحان مافوق الفطرت اور کائناتی پیمانے پر رؤیت عالم کی طرف ہے۔ اپنی ابتدائی صورت میں الہامی نوعیت کے ایک ایسے علم باطنی سے ہٹ کر جو ائمہ یعنی حضرت علیؓ کے وارثوں اور جانشینوں سے مخصوص تھا' اب یہ پیش گوئی کے ایک ایسے طریق کار سے منسوب ہونے لگا جس تک ہر حسب ونسب کے معقول آدمی خصوصاً صوفیہ حضرات کی رسائی ہو سکے (دیکھیے علم الحروف) کثیر التعداد مصنفوں نے اس طریق کار کے ارتقا میں حصہ لیا۔ ان میں چار جلیل القدر نام قابل ذکر ہیں: (۱) محی الدین ابو العباس البونی (م ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء) نے اپنی تصنیف شمس المعارف میں' جس کے تین منقح ومہذب متن ہیں: الاصغر' الاوسط اور الاکبر: موخر الذکر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء تا ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک چھوٹی سی کتاب' جو جفر الامام علی بن ابی طالب یا الدرا لمنظم ...... کے نام سے مشہور ہے اور ابن العربی سے منسوب ہے (قب مخطوطہ لائپزگ' عدد ۸۳۳' ورق او (مخطوطہ) پیرس' عدد ۲۶۴۶ و Aleppo-Sbath' ۵۷ و ۳۹۰) محض شمس المعارف کے تینتیسویں اور چونتیسویں پیراگراف پر مشتمل ہے (قب Hartmann: Eine arab ...... Apokalypse' ص ۱۰۹ بعد): (۲) محی

marfat.com
Marfat.com

الدین ابن العربی (م ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء): مفتاح الجفر الجامع (مخطوطہ استانبول' حمیدیہ' اسمٰعیل افندی' عدد ۲۸۰' مخطوطہ پیرس' عدد ۲۳۶۹' ورق ۱۴ وغیرہ): (۳) ابن طلحۃ العدوی الراجی (م ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء): اسی عنوان سے یا بعنوان الدر المنظم فی السر الاعظم (مخطوطہ پیرس' عدد ۲۶۶۳/۱/۴: مخطوطہ استانبول' عموجہ حسین پاشا' عدد ۳۳۸ وسرائے احمد ثالث' عدد ۳۵۰۷ وغیرہ): (۴) عبد الرحمٰن البسطامی (م ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء) انہیں عنوانوں سے (مخطوطہ As' عدد ۲۸۱۲/۳: مخطوطہ Vatican' عدد V.۱۲۵۴: قب نکاسن Nicholson' در JRAS' ۱۸۹۹ء' ص ۹۰۷)

ان میں اور بہت سی ایسی دیگر تصانیف میں قابل عمل طریق کار میں بڑی الجھن درپیش ہوتی ہے۔ مبہم فکر کی کئی دوسری صورتوں کے بے جوڑ عناصر کا اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے' مثلاً حروف ابجد اور اسمائے حسنیٰ کے مخفی خصائص: حساب الجمل: کسی ایسے نام کی عددی قدر کا اظہار جسے پوشیدہ رکھنا مقصود ہو: کسی لفظ کے حروف کی ترتیب کا ردوبدل تاکہ کوئی دوسرا لفظ بن جائے: الکسر والبسط' یعنی کسی متبرک نام کے حروف ترکیبی کا مطلوب کے نام کے حروف کے ساتھ جوڑنا: قاعدہ اتبش کے مطابق (جس میں تطابق حروف کی ایک جدول بنی ہوتی ہے جس میں عبرانی ابجد کا پہلا حرف آخری حرف کے مطابق ہوتا ہے' دوسرا ماقبل آخر کے وقس علی ھذا) کے مطابق کسی لفظ کے ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف لانا: کسی جملے کے الفاظ کے حروف اول کو ملا کر ایک نیا لفظ بنانا: دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ وہ تمام طریقے جو زمانہ قدیم سے باطنی عقائد کی ترجمانی کرتے رہے ہیں۔

(قب Histoire del, ecriture: J. G. Fevrier پیرس ۱۹۴۸ء' ضمیمہ ۳' ص ۵۸۸ تا ۵۹۱)

حروف کی عددی قدروں پر ایسی قیاس آرائیوں کو بعض اہل تصوف نے بھی بڑی اہمیت دی ہے جن میں نہ صرف متبرک ناموں کے حروف ترکیبی کو بلکہ سورۂ فاتحہ میں نہ پائے جانے والے سات حروف تہجی کو بھی خاص تقدس کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ فرقۂ حروفیہ کے ہاں تو فلاطونی اور یہودیوں کی قدیم باطنی روایات بعض صوفیہ کرام کے قیل وقال سے مل کر ایک ایسا مبہم وپراسرار علم ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں کہ بقول حاجی خلیفہ (۲: ۶۰۳) "اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے اہل صرف مہدی آخر الزمان ہوں گے۔" طریق عمل کی یہ بوقلمونی طرق تقسیم میں اختلاف وتباین کے باعث اور بھی پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض مصنف طویل ترتیب حروف تہجی (الف' باء' تاء' ثاء وغیرہ) اور بعض ابجدی ترتیب (الف' باء' جیم وغیرہ) کی پیروی کرتے ہیں۔ پہلا طریقہ "الجفر الکبیر" کہلاتا ہے اور اس میں ایک ہزار مادے ہیں اور دوسرا طریق "الجفر الصغیر" کے نام سے موسوم ہے اور یہ صرف سات سو مادوں پر مشتمل ہے۔ ایک اور "الجفر المتوسط" بھی ہے' جو حروف شمسی اور حروف قمری پر علیحدہ علیحدہ مبنی ہے۔ مصنفین نے اس آخری طریقے کو ترجیح دی ہے اور یہی عام طور پر تعویذوں وغیرہ میں مستعمل ہے۔

(حاجی خلیفہ' محل مذکور)

حروف کے اس عددی اور خفی پہلو کے ساتھ ساتھ' جو اپنی فنی اور مصنوعی نوعیت کی وجہ سے جفر کو زائجۃ (رک بان) کی سطح پر لے آتا ہے' ان کے نجومی پہلو کو واضح کرنا بھی ضروری ہے۔ بقول ابن خلدون (مقدمۃ' ۲: ۱۹۱) ۲: ۲۱۸' قب ص ۱۸۴ وطبع Rosenthal' ص ۲۰۹) شیعیوں نے یعقوب بن اسحٰق الکندی (م بعد از ۲۵۶ھ/۸۷۰ء) کی احکام النجوم پر مبنی پیش گوئیوں پر مشتمل ایک کتاب کو جفر کا نام دے رکھا تھا۔ یہ غالباً وہی کتاب ہے جس کا ذکر ابن الندیم نے بعنوان الاستدلال بالکسوفات علی الحوادث کیا ہے (فہرست' ص ۲۵۹: قب الرسالۃ فی القضاء: علی الکسوف' مخطوطۂ اسکوریال Escurial' عدد ۱۹۱۳' ورق ۴: مخطوطۂ AS' عدد ۴۸۳۲' ورق ۲۷' تفصیل کے لیے قب Memoires sur les Carmathes: De Goeje' بار دوم' لائڈن ۱۸۸۶ء' ص ۱۱۷ بعد) یہ کتاب' جس میں الکندی نے کسوفات کی بناء پر

marfat.com

Marfat.com

عباسی خلافت کے خاتمے تک اس کے عروج و زوال کے متعلق پیش گوئی کی ہے' ابن خلدون کے زمانے میں موجود تھی خیال تھا کہ یہ عباسیوں کے اس کتب خانے کے ساتھ ہی ضائع ہو گئی ہو گی جسے ہلاکو نے فتح بغداد اور آخری خلیفہ (المستعصم) کے قتل کے بعد دریائے دجلہ کی نذر کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک حصہ الجفر الصغیر کے نام سے مغرب جا پہنچا' جہاں بنو عبدالمومن کے حکمران حسب منشا اسے اپنے تصرف میں لے آئے ہوں گے۔

باب العرافة و الزجر و الفراسة علی مذهب الفرس (طبع Inostranzev' سینٹ پیٹرز برگ ۱۹۰۷ء' ص ۴) کی رو سے' جو الجاحظ سے غلط طور پر منسوب کی جاتی ہے' جفر کا یہ نجومی پہلو ہندی الاصل ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ الجفر سال بھر کے مبارک اور نامبارک دنوں' ہواؤں کے رخ' قمری منازل کے ظہور اور ڈھلنے کا علم ہے...... کتاب موسوم بہ الجفر سال بھر کی پیش گوئیوں پر مشتمل ہے' جو موسموں اور قمری منازل کی رو سے مرتب کی گئی ہیں۔ سات قمری منازل کا ہر مجموعہ' جو ربع سال پر مشتمل ہے'' جفر'' کہلاتا ہے۔ ایرانی اس سے بارشوں' ہواؤں' سفروں اور لڑائیوں وغیرہ کے شگون لیتے ہیں۔ خسروان ایران اور ان کی قوم نے یہ تمام علوم ہندوستان سے سیکھے......''

جفر کا آخری اور اہم ترین پہلو کشفی یا القائی ہے۔ صحیح معنوں میں اس کا اصلی پہلو یہی تھا جس نے بنو امیہ کے عہد میں اچھی خاصی ترقی کر لی تھی اور جسے بنو عباس کے دور حکومت میں غیبی علم کی کتابوں کی صورت میں' جو کتب الحدثان کے نام سے مشہور تھیں (قب Carmathes: DeGoeja' ص ۱۱۵ بعد' حوالے) بڑی وسعت حاصل ہوئی۔ ان قیاس آرائیوں کا آغاز کتاب دانیال سے ہوا۔ حضرت دانیال سے منسوب پیش گوئیوں کی کتابیں ۶۱ ھ/ ۶۸۰ء میں مصر میں پڑھی جانے لگی تھیں۔ (الطبری' ۲: ۳۹۹) (اردو دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۳۱۲-۳۱۰' مطبوعہ دانش گاہ پنجاب' لاہور)

جفر: غیبی حالات سے آگاہ ہونے کا علم' وہ علم جن میں حروف و اعداد کے ذریعہ سے غیبی حالات دریافت کرتے ہیں۔ مذہباً شیعہ ہیں مگر مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں تو لوگ حیران رہ جاتے ہیں اس کے علاوہ علم جفر میں کمال رکھتے ہیں (اقبال نامہ ج ۲ ص ۱۷۶) قدیم کتابوں میں کیمیا' نیرنجات' علم جفر' رمل اور قصص و اخبار کو بھی فنون میں شامل کیا گیا ہے۔

(اردو لغت ج ۱۳ ص ۵۱۱' مطبوعہ اردو لغت بورڈ کراچی' ۱۹۹۱ء)

علم جفر کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء (اعلیٰ حضرت' مولانا وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ کی آراء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ' قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

جفر بے شک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا علم ہے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے معرض کتاب میں لائے۔ کتاب مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں امام جعفر صادق جفر جامع میں ما کان و ما یکون تحریر فرما دیا' سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الدر المکنون والجوہر المصون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم و سیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق و اوضاع اور اون میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔ عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواز میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف (فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱۰' ص ۱۳۶' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرات علم جفر کے متعلق فرماتے ہیں:

علم جفر کی تعریف سنا تے وقت حضور نے ارشاد فرمایا: آپ نے علم زایرچہ کی تعریف نہ لکھی۔ یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ

marfat.com

Marfat.com

ہے۔اس میں جواب منظوم عربی زبان بحرطویل اور حروف ل کی روی سے آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا مقطع نہیں آتا جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا ورنہ نہیں میں نے تین روز پڑھا' تیسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چھ صحابہ کرام بھی حاضر ہیں جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا۔اس کنویں میں سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں اس میں سے ایک بڑا تختہ نکالا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دوگز ہوگا اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا تھا جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے ا ھ ذ اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے جس سے میں نے یہ مطلب نکالا کہ اس کا حاصل کرنا ہذیان فرمایا جاتا ہے۔اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ھ کو بطور صدر مؤخر آخر میں رکھا۔اس کے عدد پانچ ہیں اب وہ اپنی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آ گئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے یعنی پچاس جس کا حرف نون ہے یوں اذن سمجھا تا مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر اس فن کو چھوڑ دیا کہ **اهذ** کے معنی ہیں **فضول بک**۔ (ملفوظات حصہ اول ص ۹۴' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

مولانا وقار الدین رضوی متوفی ۱۹۹۳ء لکھتے ہیں: علم جفر صحیح ہے مگر اس کے جوابات صرف علم پڑھ لینے سے نہیں نکلتے بلکہ اس کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اجازت لینی پڑتی ہے' اگر اجازت مل جاتی ہے تو جوابات صحیح برآمد ہوتے ہیں اور اگر اجازت نہیں ملتی تو جوابات بھی صحیح برآمد نہیں ہوتے۔ (وقار الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۴' مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی' ۱۴۲۱ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت جعفر کی طرف جفر کو منسوب کیا گیا ہے اور یہ سب جھوٹ ہے اور اس پر اہل علم کا اتفاق ہے' اور امام جعفر کی طرف رسائل اخوان الصفا بھی منسوب کیے گئے ہیں اور یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ یہ رسائل امام جعفر کی وفات کے دو سو سال سے زیادہ بعد تصنیف کیے گئے ہیں۔ان کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور یہ رسائل چوتھی صدی ہجری کے درمیان میں بنو بویہ کے عہد میں تصنیف کیے گئے ہیں۔ان کو قاہرہ میں ایک جماعت نے تصنیف کیا تھا جن کا زعم تھا کہ انہوں نے شریعت اور فلسفہ میں تطبیق دی ہے' سو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وہ اصحاب جنہوں نے ان سے علم حاصل کیا ہے جیسے امام مالک بن انس' سفیان بن عیینہ اور دیگر ائمہ اسلام وہ ان جھوٹی باتوں سے بری ہیں۔اسی طرح شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے امام جعفر صادق سے کچھ باتیں نقل کی ہیں وہ بھی محض جھوٹ ہیں۔اسی طرح رافضیوں نے بہت سے مذاہب باطلہ امام جعفر کی طرف منسوب کر دیئے ہیں جن کا جھوٹ ہونا بالکل بدیہی ہے۔

جس شخص نے رفض کی ابتداء کی تھی وہ منافق زندیق تھا اس کا نام عبداللہ بن سبا تھا اس نے اس قسم کی خرافات وضع کر کے مسلمانوں کے دین کو فاسد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۱۱۴-۱۱۳' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

یہ امور یہود' نصاریٰ' مشرکین' صابئین کے فلسفیوں اور نجومیوں میں پائے جاتے ہیں' جو ایسے امور باطلہ پر مشتمل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

نیز شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ نجومی حوادث ارضیہ پر احوال فلکیہ سے استدلال کرتے ہیں اور یہ صفت کتاب' سنت اور

marfat.com

Marfat.com

اجماع امت سے حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم نجوم کا کوئی حصہ حاصل کیا اس نے جادو کے علم کا حصہ حاصل کیا (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ٣٩٠٧) اور حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری قوم کاہنوں کے پاس جاتی ہے' آپ نے فرمایا ان کے پاس نہ جاؤ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٥٦٧) اور کاہن کے معنی میں نجومی بھی داخل ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ٣٥ ص ١١٧-١١٦' ١١٢' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ١٤١٨ھ)

نجومی رمال (ہاتھ کی لکیروں سے غیب جاننے کے مدعی) اور علم جفر کے مدعی یہ سب غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ ان سے غیب کے متعلق سوال کرتے ہیں حالانکہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' یا جس کو اللہ وحی کے ذریعہ امور غیب پر مطلع فرماتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے جو اس کے رسول ہیں' اور یا وہ اولیاء کاملین ہیں جس کو اللہ بہ ذریعہ الہام امور غیب پر مطلع فرماتا ہے' اور ان کے سوا اور کسی کو غیب کا علم نہیں اور جو شخص ستاروں' ہاتھ کی لکیروں' زائچوں' یا علم جفر کے ذریعہ غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے' اللہ کی کتاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور علماء سلف کا اجماع اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہم ان کی جہالت' گمراہ کن روش اور ان کے شر اور فساد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو قرآن اور سنت کی تعلیمات پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

علم جفر کی بنیاد پر اخبارات اور رسائل میں غیب کی خبروں اور پیش گوئیوں پر مصنف کا تبصرہ

ہم علم جفر کی تعریف میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس علم کے اسرار سے اسی شخص کو واقفیت حاصل ہوتی ہے جس کو کسی واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت حاصل ہو' اور بعض کے نزدیک سوائے امام مہدی کے کسی اور پر یہ علم منکشف نہیں ہوگا' بہر حال اگر کسی پر یہ علم منکشف ہو بھی تو اس کی حیثیت کشف اور کرامت سے زیادہ نہیں ہے' اور جو شخص علم جفر کی بنیاد پر کوئی پیش گوئی کرے اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ظنی ہے' اور جو ظنی الثبوت ہو وہ قطعی الثبوت کے معارض نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی نصوص صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ١٧٩)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں) کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ٢٧-٢٦)

(اللہ) عالم الغیب ہے سو وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن سے وہ راضی ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ عام لوگوں کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غیب پر مطلع فرمائے یا ان پر غیب کا اظہار فرمائے اور یہ دونوں آیتیں نصوص قطعیہ سے ہیں۔ اب کوئی شخص علم جفر کے جاننے کا دعویٰ کر کے غیب کی خبریں بیان کرے تو اس کا یہ دعویٰ قطعاً مردود ہو گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسائل میں اور اخبارات میں ہر ہفتہ لوگوں کے غیب سے متعلق سوالات اور علم جفر کی بنیاد پر ان کے جوابات چھپتے ہیں۔ ہمارے سامنے ١٠ فروری ٢٠٠٢ء کا روزنامہ جنگ کا سنڈے میگزین ہے۔ اس میں جلی عنوان ہے علم جفر' اور کوئی محمد احمد شاہ بخت ابدالی صاحب ہیں جنہوں نے لوگوں کے جوابات دیئے ہیں اور یہ سوال و جواب غیب کی خبروں پر مبنی ہیں۔ ہم چند سوالات اور ان کے جوابات ذکر کر رہے ہیں ان جوابات میں وظائف کا بھی

marfat.com
Marfat.com

ذکر ہے لیکن چونکہ وظائف کے ہم قائل ہیں اور ان کو رد کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے اس لئے ہم نے ان کا ذکر حذف کر دیا ہے:

اسماعیل لاہور

س: ہمارے گھر کے حالات گزشتہ کئی برسوں سے خراب ہیں' کاروبار نہ ہونے کے برابر ہے۔ گھر میں آپس میں اختلافات بہت ہیں۔ بیماری تو جانے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آپ بتائیں کیا وجہ ہے؟

ج: بدعملیات کے اثرات کی وجہ سے کاموں اور کاروبار و آمدنی میں رکاوٹیں' گھریلو لڑائی جھگڑے اور آپس میں اختلافات اور الجھنیں اور پریشانیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

مبین احمد سیالکوٹ

س: کاروبار نفع کے بجائے نقصان میں جا رہا ہے' ہر وقت پریشان رہتا ہوں' حالات کب تک بہتر ہوں گے؟

ج: بدعملیات کی وجہ سے کاروبار و آمدن میں رکاوٹیں' نقصان' گھریلو الجھنیں اور پریشانیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ آپ اس کا اتار اور بندش کرائیں۔ ان شاء اللہ اس کے بعد حالات بہتر ہو جائیں گے۔

عبدالقیوم کراچی

س: میں طویل عرصے سے پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ یہ پریشانیاں کب ختم ہوں گی اور ان تمام پریشانیوں کی وجہ کیا ہے؟

ج: نحوست سیارگان کے اثرات کی وجہ سے کاموں اور کاروبار و آمدنی و ملازمت میں رکاوٹیں' ذہنی الجھنیں اور پریشانیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ نحوست ۲۰۰۲ء کے آخر میں دور ہو رہی ہے جس کے بعد ہی تمام پروگراموں کی تکمیل کا سلسلہ شروع ہوگا۔

کمال احمد حیدر آباد

س: مستقل روزگار کب تک ملے گا؟ نہ ملنے کی کیا وجہ ہے؟

ج: آپ پر نحوست سیارگان کے اثرات ہیں' جس کی وجہ سے کاروبار و آمدنی و ملازمت ملنے میں رکاوٹیں ہیں' ذہنی دباؤ اور مزاج میں چڑچڑاپن ہو رہا ہے۔ یہ نحوست سیارگان ۲۰۰۲ء میں دور ہو رہی ہے' اس کے بعد ہی مستقل روزگار کا امکان ہے۔

(آپ پوچھیں ہم بتائیں' سنڈے میگزین ص ۲۹' روزنامہ جنگ)

کسی مخلوق سے غیب کے متعلق سوال کرنا اور کسی مخلوق کا غیب کے متعلق پوچھے گئے سوالات کا جواب دینا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید اور سنت صحیحہ میں اس کا جواز اور گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص مسلمان ہے اور قرآن اور سنت پر اس کا صحیح ایمان ہے اس کو یہ سلسلہ ترک کر دینا چاہیے۔ علم جفر ویسے ہی نظری اور پیچیدہ ہے اور اس کے قائلین کے نزدیک بھی اس سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس کا ثبوت محض بعض صوفیاء کی بعض مبہم اور مشکل عبارات سے ہے اور ہم قرآن' سنت اور اجماع پر اعتقاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کے پابند ہیں' اور جب قرآن اور سنت میں یہ واضح تصریح ہے کہ عام لوگوں کو غیب کا علم نہیں دیا جاتا تو ہمیں عام لوگوں سے غیب کے متعلق سوال نہیں کرنے چاہئیں اور نہ عام لوگوں کو غیب کی باتیں بتانے کی جرأت کرنی چاہیے' یہ درست ہے کہ اولیاء اللہ کو الہام کے ذریعہ غیب کا علم دیا جاتا ہے لیکن اولیاء اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اولیاء اللہ نحوست سیارگان کے اثرات کے قائل نہیں ہوتے۔ اسلام میں کوئی چیز نحس اور نامبارک نہیں ہے' اور بدفالی نکالنا اسلام میں منع ہے اور جو شخص سیاروں کی تاثیرات کا قائل ہو وہ ولی اللہ تو کیا ہوگا' مسلمان بھی نہیں ہے۔

حساب و کتاب اور سائنسی آلات کے ذریعہ پیش گوئیوں کا شرعی حکم

رہا حساب کتاب کے ذریعہ اور آلات کی مدد سے پیش گوئی کرنا یہ ہمارے نزدیک جائز ہے جیسے چاند گرہن اور سورج

marfat.com

Marfat.com

(۱) چاند کی عمر ۲۰ گھنٹے سے کم ہو۔

(۲) چاند کی بلندی جب ۸ء۷ ڈگری سے کم ہو۔

(۳) غروب آفتاب اور ماہتاب کے درمیان وقت ۴۵ منٹ سے کم ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ○ اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے ○ (الشعراء: ۲۲۶-۲۲۴)

شعر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور شعر کی تاریخ

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

شعر کا معنی معروف اور مشہور ہے اور اس کی جمع اشعار ہے' شعر اصل میں بال کو کہتے ہیں' اور بال بہت باریک ہوتا ہے' اور اشعار میں بھی بہت دقیق اور باریک مضمون ہوتا ہے اس لئے ان کو شعر اور شاعری کہتے ہیں۔ شعر کا عرفی معنی ہے' وہ کلام جو موزون اور مقفیٰ ہو' قرآن مجید میں بعض سورتیں موزون اور مقفیٰ ہیں تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ (اللھب: ۱۱۱) اسی طرح یہ سورۃ ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ (الکوثر: ۱۰۸) اسی طرح اور سورتیں بھی ہیں' اور بعض سورتوں کی بعض آیات کے آخری الفاظ بھی ایک وزن پر ہوتے ہیں اس وجہ سے' کفار مکہ قرآن مجید کو شعر اور آپ کو شاعر کہتے تھے' لیکن ظاہر ہے کہ سارا قرآن مجید کلام موزون اور کلام مقفیٰ مسجع نہیں ہے' اور نہ اس سے ان کا کوئی مقصد پورا ہوتا تھا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے' اور عرب شعر کو جھوٹ سے اور شاعر کو جھوٹے سے تعبیر کرتے تھے حتیٰ کہ وہ جھوٹے کلام کو اشعار کہا کرتے تھے اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے شعراء کے متعلق فرمایا کہ ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں' اور کیونکہ اشعار جھوٹے کلام پر مشتمل ہوتے ہیں اس وجہ سے عرب کہتے ہیں کہ سب سے اچھا شاعر وہ ہے جو سب سے بڑا جھوٹا ہو۔ (المفردات ج ا ص ۳۴۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنی علم ہے اور اصطلاح میں اس کلام کو شعر کہتے ہیں جس میں قصداً کلام کے آخری الفاظ کو ایک وزن اور ایک قافیہ پر لایا گیا ہو اور اگر کسی کلام کا آخر بغیر قصد کے ایک وزن پر ہو تو اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے یہ آیت شعر نہیں ہو گی۔ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ (الانشراح: ۴-۳) یہ کلام بھی مقفیٰ اور موزوں ہے لیکن یہ شعر نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے آخری الفاظ کو قصداً ایک وزن پر نہیں لایا گیا' اسی طرح دوسری آیات بھی جو موزون اور مقفیٰ ہیں وہ اشعار نہیں ہیں' کیونکہ ان کو موزون اور مقفیٰ لانے کا مقصد نہیں کیا گیا اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو خیالی باتوں سے بنایا جائے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی چیز پر راغب کیا جائے یا کسی کو کسی چیز سے متنفر کیا جائے۔

(التعریفات ص ۹۲-۹۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنی جاننا ہے' اور اصطلاح میں اس کلام کو شعر کہتے ہیں جس میں کلمات کو ایک وزن پر لانے کا قصد کیا گیا ہو' اس تعریف کے اعتبار سے قرآن مجید شعر نہیں ہے' مؤرخین نے کہا ہے کہ سب سے پہلا شعر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تھا' جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے اس کے غم میں یہ اشعار کہے:

marfat.com
Marfat.com

تغیرت البلاد ومن علیہا — فوجہ الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم ولون — وقل بشاشۃ الوجہ الملیح
وھابیل اذاق الموت فانی — علیک الیوم محزون قریح

(تمام شہراور ان کے رہنے والے متغیر ہو گئے' زمین کا چہرہ غبار آلود اور خراب ہو گیا' ہر ذائقہ والی اور رنگ دار چیز متغیر ہو گئی اور چہروں کی بشاشت اور ملاحت کم ہو گئی۔ اے ہابیل تو نے موت کا ذائقہ چکھ لیا اور تجھ پر میری طبیعت غمزدہ اور ملول ہے۔)

قاسم بن سلام بغدادی نے کہا سب سے پہلا شعر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے یعرب بن قحطان نے کہا اور فارسی میں سب سے پہلا شعر بہرام گور نے کہا اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے مدح اور تعریف میں قصائد کی بنیاد رکھی وہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں خراسان' بخارا اور ہرات کے سلطان احمد بن نوح السامانی کا درباری تھا اس کا نام رودکی تھا۔ (دستور العلماء ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیک لوگوں کی پیروی کرنے سے آپ کی نبوت کے برحق ہونے پر استدلال

کفار قریش قرآن مجید کو شعر و شاعری کہا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں ہیں اور قرآن مجید شعر نہیں ہے کیونکہ شعراء کی پیروی تو جاہل اور گمراہ لوگ کرتے ہیں اور ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جاہل اور گمراہ نہیں ہیں بلکہ وہ تو ہدایت یافتہ نیک' با کردار' اصحاب فہم و فراست ہیں' اور کفار کے شعراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتے تھے اور اسلام کی مذمت کرتے تھے' اور جاہل عرب ان کی پیروی کرتے تھے اور ان کی کی ہوئی ہجو اور مذمت کو یاد کر لیتے تھے' اور اپنی مجلس میں ان اشعار کو دہراتے تھے اور ہنستے تھے۔

کفار قریش جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے اور قرآن مجید کو شعر کہتے تھے' ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ قرآن مجید کلام موزون اور مقفّٰی ہے بلکہ ان کے نزدیک اشعار میں خیالی باتیں اور جھوٹی باتیں ہوتی ہیں اور ان کے نزدیک جنت اور دوزخ کے مناظر محض افسانے اور خیالی باتیں تھیں اور مرنے کے بعد اٹھنے کا قصہ بھی جھوٹ تھا' قیامت' حساب و کتاب' اور عذاب و ثواب کی کیفیات ان کے نزدیک صرف خیالی باتیں اور جھوٹ تھیں اس وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر و شاعری اور جھوٹ سمجھتے تھے' اور چونکہ شعر و شاعری جھوٹ اور خیالی باتیں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں' کیونکہ شاعر کو اگر اپنے ممدوح سے انعام و اکرام کی طمع ہو تو وہ اپنے ممدوح کی مدح اور تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے خواہ اس کا ممدوح کتنا ہی برا اور بے کار شخص ہو اور اگر وہ کسی شخص سے بغض رکھتا ہو تو وہ اس میں زمانے بھر کے کیڑے نکالے گا خواہ وہ کتنا ہی نیک اور اچھا شخص ہو۔

شعراء کا ہر وادی میں بھٹکتے پھرنا

نیز فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں یعنی وہ ہر قسم کی صنف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ وہ اشعار میں کسی کی مدح کرتے ہیں کسی کی مذمت کرتے ہیں' کسی کی ہجو کرتے ہیں' ان کے اشعار میں بے حیائی کی باتیں ہوتی ہیں' گالی گلوچ' لعن طعن' افتراء اور بہتان' تکبر اور فخر کا اظہار' حسد' دکھاوا' فضیلت اور دناءت کا بیان' تذلیل' توہین' اخلاق رذیلہ اور انساب میں طعن اور دوسری چیزیں ہوتی ہیں۔ بعض اشعار حکیمانہ ہوتے ہیں' ان میں شجاعت اور سخاوت کی ترغیب ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صحابہ کرام اور اہل بیت کی منقبت بھی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ شعراء ہر وادی میں گشت کرتے ہیں ان کے کلام میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں اور بری باتیں بھی ہوتی ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعر کلام ہے' اس کا اچھا کلام اچھا ہے اور برا کلام برا ہے۔

(سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۵' کتاب الکاتب' باب خبر الواحد یوجب العمل رقم: ۴)

پھر فرمایا: اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

یعنی وہ اپنے اشعار میں سخاوت کی ترغیب دیتے ہیں اور بخل کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ وہ خود سخاوت نہیں کرتے اور بہت کنجوسی کرتے ہیں' وہ پاکیزگی اور پاکبازی کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں اور خود بے حیائی کے کام کرتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں نعت خوان زیادہ تر ایسے ہی ہیں اور نعت گو شعراء کا بھی یہی حال ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں نعتیں کہتے ہیں اور داڑھیاں منڈاتے ہیں اور فرض نمازیں نہیں پڑھتے۔ ڈاکٹر اقبال نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں بہت نظمیں کہیں لیکن وہ برطانیہ' فرانس' جرمنی اور اسپین گئے لیکن حرمین شریفین نہیں گئے!

اشعار کی مذمت میں احادیث اور ان کا محمل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ اشعار سے بھر جائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۵۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۵۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵' ۲۸۸' سنن کبریٰ بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۴' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر سنے جاتے تھے' حضرت عائشہ نے فرمایا اشعار آپ کے نزدیک مبغوض ترین تھے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۲۹۷)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشاء کے بعد شعر پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۰۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں قزعۃ بن سوید باہلی ہے' ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۳۱۶)

یہ احادیث ان شاعروں پر محمول ہیں جو پیشہ ور شاعر ہوں جن کو اگر مال اور پیسہ دیا جائے تو وہ لوگوں کی تعریف اور تحسین میں اشعار کہیں اور اگر ان کو مال اور پیسہ نہ دیا تو وہ لوگوں کی ہجو اور مذمت کریں' یا وہ اشعار ملحدانہ ہوں' ان میں اللہ تعالیٰ کا کفر ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' قرآن مجید' آپ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت کے خلاف مضامین ہوں' یا وہ اشعار بے حیائی کے مضامین پر مشتمل ہوں ان میں خوبصورت عورتوں' بے ریش لڑکوں' شراب اور فحش کاموں کی ترغیب ہو' اور وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں' ان احادیث میں ایسے ہی اشعار کی مذمت فرمائی ہے' اور اس آیت میں جو فرمایا ہے اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ اس آیت میں بھی شعراء سے ایسے ہی شعراء مراد ہیں۔ رہے وہ شعراء جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہتے ہیں' آپ کے اصحاب اور اہل بیت کی منقبت کہتے ہیں اور اسلام اور قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق اشعار کہتے ہیں تو وہ اس آیت اور ان احادیث کا مصداق نہیں ہیں ان کا استثناء اس کے بعد والی آیت میں آ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور انہوں نے اللہ کو بہت زیادہ

marfat.com

Marfat.com

[کیا] اور انہوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا' اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ [کر] جاتے ہیں O (الشعراء: ۲۲۷)

[رس]ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لینے کے لیے کفار کی ہجو کرنا

اس آیت میں مومنین صالحین کے اشعار کا استثناء ہے کیونکہ ان کے اشعار اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی حمد و ثناء' اس کی [اط]اعت کی ترغیب' حکمت اور نصیحت' دنیا سے اعراض اور آخرت کی ترغیب پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کا شعر و شاعری میں [ا]شتغال اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے مانع نہیں ہوتا۔

اور فرمایا: انہوں نے اپنے ظلم کا بدلہ لیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار نے اپنے اشعار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اور [آ]پ کی مذمت کی تھی تو انہوں نے بھی اس کے بدلہ میں مشرکین کی ہجو اور مذمت کی تھی جیسے حضرت حسان بن ثابت' حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہم کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا دفاع کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر [ر]کھتے تھے وہ اس منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے تھے' یا انہوں نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرتے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب تک حسان فضائل بیان کرتے ہیں یا آپ کی موافقت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ روح القدس سے حسان کی تائید فرماتا رہتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۵' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۵۹۱' المستدرک ج ۳ ص ۴۸۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۷۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ قریظہ کے دن حضرت حسان [ب]ن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو کیونکہ جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۸۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۲۵' عالم الکتب بیروت)

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے [ش]عر کے متعلق وہ آیتیں نازل کی ہیں جو نازل کی ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ان کے خلاف شعر پڑھ کر تم ان کو تیروں کی [ط]رح زخمی کرتے ہو۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۸۶' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم الحدیث: ۱۵۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۳۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے خلاف اپنے مالوں' اپنی جانوں [ا]ور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۰۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴' المستدرک ج ۲ ص ۸۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۱۸' [سن]ن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لیے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت

marfat.com
Marfat.com

عبداللہ بن رواحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ   الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ   ویزھل الخلیل عن خلیلہ

(کفار کے بیٹوں کو آپ کے راستہ سے ہٹا دو' قرآن مجید کے حکم کے مطابق آج ہم کفار پر اس طرح وار کریں گے کہ ان کے سرتن سے الگ ہو جائیں گے اور ان کا دوست اپنے دوست کو بھول جائے گا۔)

حضرت عمر نے کہا اے ابن رواحہ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو! یہ شعر ان کے دلوں میں تیر سے زیادہ اثر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۷' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۸۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۴۰' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو' کیونکہ ان پر اپنی ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق گذرتی ہے' پھر آپ نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کفار قریش کی ہجو کرو' انہوں نے کفار قریش کی ہجو کی' وہ آپ کو پسند نہیں آئی' پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک کی طرف پیغام بھیجا' پھر حسان بن ثابت کی طرف پیغام بھیجا' جب حضرت حسان آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اب وقت آ گیا ہے آپ نے اس شیر کی طرف پیغام بھیجا ہے جو اپنی دم سے مارتا ہے' پھر اپنی زبان نکال کر اس کو ہلانے لگے' پھر کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو' کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے' تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں' حضرت حسان حضرت ابوبکر کے پاس گئے' پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور رسول کی طرف سے جواب دیتے رہتے ہو روح القدس تمہاری تائید کرتا رہتا ہے' نیز حضرت عائشہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے' حسان نے کفار قریش کی ہجو کر کے مسلمانوں کی شفاء دی (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا' حضرت حسان کے وہ اشعار یہ ہیں:

(۱) ھجوت محمداً فاجبت عنہ   تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے حضور کی طرف
وعند اللہ فی ذاک الجزآء   سے جواب دیا اور اس کی اصل جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

(۲) ھجوت محمدا برا حنیفا   تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جو نیک ہیں اور ادیان
رسول اللہ شیمتہ الوفاء   باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں' وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خصلت وفا کرتا ہے۔

(۳) فان ابی و والدتی وعرضی   بلاشبہ میرے ماں باپ اور میری عزت' تم سے محمد صلی اللہ
لعرض محمد منکم وقاء   علیہ وسلم کی عزت بچانے کے لیے قربان ہے۔

(۴) ثکلت بنیتی ان لم تروھا   میں خود پر گریہ کروں (یعنی مر جاؤں) اگر تم گھوڑوں کو نہ

marfat.com
Marfat.com

تثير النقع من كنفی کدآء	کداء کی طرف گرد اڑاتے نہ دیکھو۔
(۵) یباریـن الاعنة مصعدات	وہ گھوڑے جو تمہاری طرف دوڑتے ہیں ان کے کندھوں پر
علی اکتافها الاسل الظمآء	پیاسے نیزے ہیں۔
(۶) تظل جیادنا متمطرات	ہمارے گھوڑے دوڑتے ہوئے آئیں گے' اور ان کی
تلطمهن بالخمر النساء	تھوتھنیوں کو عورتیں دوپٹوں سے صاف کریں گی۔
(۷) فان اعرضتموا عنا اعتمرنا	اگر تم ہم سے روگردانی کرو تو ہم عمرہ کرلیں گے' پردہ اٹھ
وکان الفتح وانکشف الغطاء	جائے گا اور فتح حاصل ہو جائے گی۔
(۸) والا فاصبرو الضراب یوم	ورنہ اس دن کا انتظار کرو جس دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا
یعز الله فیه من یشاء	عزت دے گا۔
(۹) وقال الله قد ارسلت عبدا	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے ایک بندہ کو رسول بنایا ہے' جو حق
یقول الحق لیس به خفاء	کہتا ہے اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔
(۱۰) وقال الله قد یسرت جندا	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایک لشکر بنایا ہے جو انصار ہیں
هم الانصار عرضتها اللقاء	اور ان کا مقصد صرف دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔
(۱۱) یلاقی کل یوم من معد	وہ لشکر ہر روز مذمت' جنگ یا ہجو کرنے کے لیے تیار ہے۔
سباب اوقتال او هجاء	
(۱۲) فمن یهجو رسول الله منکم	پس تم میں سے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو
ویمدحه وینصره سوآء	کرے' تعریف کرے' یا آپ کی مدد کرے' سب برابر ہے۔
(۱۳) وجبریل رسول الله فینا	ہم میں اللہ کے رسول جبریل موجود ہیں وہ روح القدس ہیں
وروح القدس لیس له کفاء	جن کا کوئی کفو نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۰' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۵۱-۵۰' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۸۸-۴۸۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۴۲)

اشعار کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی بات کی ہے:

الا کل شیء ماخلا الله باطل — سنو اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۵۶)

حضرت عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں ایک دن ایک سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن الصلت کا کوئی شعر یاد ہے؟ میں نے کہا جی ہاں' آپ نے فرمایا: سناؤ' میں نے ایک شعر سنایا' آپ نے فرمایا اور سناؤ' حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک سو اشعار سنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شعر کے بعد فرماتے تھے اور سناؤ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۵۵' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۸۲' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۸۰۹' مصنف ابن ابی

marfat.com
Marfat.com

شیبہ ج ۸ص ۶۹۲ مسند احمد ج ۴ص ۳۸۹ - ۳۸۸ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۲۷ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ص ۲۳۶ شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۰۰
ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ نے فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله مالقيت

تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے۔ اور تو نے اللہ کی راہ ہی میں تکلیف اٹھائی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۶ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۷۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مدافعت کرتے رہتے ہو جبریل تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسان نے ان کی ہجو کی تو خود بھی شفاء پائی اور مسلمانوں کو بھی شفاء دی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۰ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۷۹۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق کے دن مٹی پلٹ رہے تھے آپ کا شکم مبارک غبار آلود ہو رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے:

والله لولا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

اللہ کی قسم اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے

فانزلن سكينة علينا واثبت الاقدام ان لاقينا

سو ہم پر سکون نازل فرما اور اگر ہمارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ

ان الاولى قد بغوا علينا اذا ارادوا فتنة ابينا

بے شک پہلے لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی جب وہ فتنہ ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے

آپ بار بار ابینا ابینا فرماتے اور آواز بلند فرماتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۴ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار خندق کھودتے وقت مٹی ڈال رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کے ہاتھ پر جب تک زندہ رہیں جہاد کی بیعت کی ہے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت آمیز ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۴۵)

حافظ ابن عبدالبر' حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے پاس جنات آتے تھے اور باتیں بتاتے تھے اور ان کو ان کے جن نے تین راتیں مسلسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی پھر حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار سنائے جن میں سے بعض یہ ہیں:

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ النَّمْلِ

(۲۷)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النمل

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۃ النمل ہے کیونکہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں النمل کا ذکر ہے:

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ (النمل: ١٨)

حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو۔

علامہ ابن عطیہ، علامہ قرطبی اور علامہ سیوطی وغیرہم نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر اڑتالیس (٤٨) ہے۔ یہ سورۃ الشعراء کے بعد اور سورۃ القصص سے پہلے نازل ہوئی ہے، اہل مدینہ اور اہل مکہ کے نزدیک اس کی پچانوے (٩٥) آیتیں ہیں، اور اہل شام، بصرہ اور کوفہ کے نزدیک اس کی چورانوے (٩٤) آیات ہیں، ہمارے مصاحف میں اس کی ترانوے (٩٣) آیات لکھی ہوئی ہیں۔ آیات کا یہ اختلاف ان کے شمار کے اعتبار سے ہے۔

سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کی باہمی مناسبت

اس سورت کی اس سے پہلے والی سورۃ الشعراء سے حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے۔

(١) اس سے پہلے والی سورۃ میں بھی انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کئے گئے تھے لیکن اس میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ نہیں تھا اس میں ان کا قصہ بھی ہے، سو یہ سورۃ، سابقہ سورۃ کا تتمہ ہے۔

(٢) سابقہ سورۃ میں جن انبیاء علیہم السلام کے قصص اجمالی طور پر بیان کئے گئے تھے اس سورۃ میں ان کے قصص تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سات سے چودہ نمبر آیت تک ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ پینتالیس سے ترپن نمبر آیت تک ہے اور حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ چون سے اٹھاون نمبر آیت تک ہے۔

(٣) سورۃ الشعراء کی ابتداء میں بھی قرآن مجید کا وصف بیان فرمایا تھا: تلک ایت الکتاب المبین، اور اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قرآن کریم کا وصف بیان فرمایا ہے: تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ○

(٤) ان دونوں سورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار کی ایذاء رسانیوں سے گھبرائیں نہیں اور نہ پریشان ہوں۔

سورت النمل کے مضامین اور مقاصد

(١) اس سورۃ کی ابتداء سورۃ البقرہ کی طرح ہے اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور یہ مومنین کے لیے

marfat.com
Marfat.com

رحمت ہے جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

(۲) حضرت موسیٰ کی سرگزشت کا ابتدائی حصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو نو واضح معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا لیکن وہ ان پر ایمان نہیں لایا۔

(۳) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں' ان کو نعمتیں عطا فرمائیں اور ان کے شکر گزار ہونے کا امتحان لیا۔

(۴) حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں بتایا کہ جن لوگوں نے ان کی نافرمانی کی وہ بالآخر عذاب کا شکار ہوئے اور انہوں نے جو اپنے لئے بلند' مضبوط اور مستحکم مکان بنائے تھے' ان کے کھنڈرات آج بھی تبوک کی راہ گزاروں میں موجود ہیں۔

(۵) قوم لوط کے واقعات کی طرف اشارہ ہے' حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی بداخلاقیوں اور بدفعلیوں کی اصلاح کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا اور ان پر بھی عبرتناک عذاب آ گیا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی توحید پر دلائل بیان فرمائے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں اور بحر و بر کو پیدا کیا' اور انسان کو یہ الہام کیا کہ وہ زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھائے اور اس کو جنگلوں اور سمندروں کے راستوں میں ہدایت دی اور اس کو بہت کثیر روزی دی' اور بتایا کہ قیامت اچانک آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور دن اور رات کے بار بار آنے سے بھی اپنی توحید پر استدلال فرمایا۔

(۷) سورۃ کے اخیر میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا' اور بتایا کہ قرب قیامت میں زمین سے ایک جانور نکلے گا (دآبۃ الارض) اور جب صور پھونک دیا جائے گا تو چند نفوس کے سوا تمام آسمانوں اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے اور پہاڑ بادلوں کی طرف اڑ رہے ہوں گے' نیز سورۃ کے اخیر میں یہ بتایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں بعض نیکوکار ہیں اور بعض بدکار ہیں' اور ہر شخص کو اپنے اعمال کے اعتبار سے اچھی یا بری جزا ملے گی' اور مشرکین پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کریں اور بتوں کی عبادت کو ترک کر دیں' اور قرآن مجید نے جس دستور حیات کی ہدایت دی ہے اس پر عمل کریں' اور جس نے ان احکام پر عمل کیا اس کا اپنا فائدہ ہے اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس میں صرف اس کا اپنا نقصان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں جو امور بیان کئے گئے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی تصدیق کرے اور اپنی زندگی گزارنے کے لیے قرآن کریم کو چراغ ہدایت مان لے۔

سورۃ النمل کے اس تعارف اور اس تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے اس سورۃ کے ترجمہ اور اس کی تفسیر کو اس دعا کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ اے اللہ! مجھ پر حقائق کی حقانیت واضح فرمانا اور مجھے ان کی اتباع نصیب فرمانا اور مجھ پر امورِ باطلہ کے بطلان کو منکشف فرمانا اور مجھے ان سے مجتنب اور دور رکھنا۔ (آمین)

ناکارہ خلائق

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

۱۳ ذوالحج' ۱۴۲۲ھ/ ۲۸ فروری' ۲۰۰۲ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

Marfat.com

آیاتہا ۹۳ — سورۃ النمل مکیۃ ۲۷ — رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ النمل مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ﴿۲﴾

طاسین یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ یہ ان ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے ○

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر

هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ

یقین رکھتے ہیں ○ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنا

اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ ط اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ

دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے

وَ هُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ

اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ اور بے شک آپ کو بے انتہا حکمت اور علم والے کی طرف

لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ط

سے قرآن سکھایا جا رہا ہے ○ جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا بے شک میں نے آگ دیکھی ہے،

سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾

میں تمہارے پاس ابھی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ تاکہ تم حرارت حاصل کرو ○

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ط

پھر جب وہ اس جگہ پہنچے تو ان کی ندا کی گئی کہ جو آگ (کی تجلی) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے وہ برکت والا ہے،

وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸﴾ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ

اور اللہ سبحان ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ اے موسیٰ! سنو بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں بہت غالب

marfat.com
Marfat.com

المنزل ۵

الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا

بڑی حکمت والا ○ اور اپنا عصا ڈال دیجیے، پھر جب انہوں نے اس کو اس طرح لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل

وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾

دیے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈریے مت، بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے ○

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١﴾

سوا اس کے جس نے ظلم کیا پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کی تو بے شک میں بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہوں ○

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي

اور آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیں تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا، آپ نو

تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾

نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جایئے، بے شک وہ نافرمانوں کا گروہ ہے ○

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا

سو جب ان کے پاس ہماری بصیرت افروز نشانیاں آ گئیں تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ○ انہوں نے ظلم اور

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان (نشانیوں کی صداقت) کا اعتراف کر چکے تھے، پس دیکھیے ان

الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾ ع ۱ / ۱۶

فتنہ پرور لوگوں کا کیسا انجام ہوا ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معانی

اللہ کے نام سے شروع، اس کا نام عزیز ہے، گنہ گار اپنی سزا میں تخفیف کے لیے اس کے نام کا قصد کرتا ہے، تو اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، اس کا نام کریم ہے، عبادت گزار اپنی عبادت کے اجر میں اضافہ کے لیے اس کا قصد کرتا ہے تو اس کے اجر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس کا نام جلیل ہے، ولی عزت و کرامت کی طلب کے لیے اس کا قصد کرتا ہے تو اس کا قصد پورا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: طٰسٓ، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ (النمل: ۱)

marfat.com
Marfat.com

طاسین کے اسرار

مفسرین نے کہا ہے کہ طاسین کی ط سے یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے دل طیب ہیں' اور سین سے اس سر (راز) کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں ہے۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ وہ اپنے طالبین کی طلب کی قسم کھاتا ہے کہ ان کے دل اس کے ماسوا کی طلب سے سلامت ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ طا سے اس کے قدس کی طہارت کی طرف اشارہ ہے' اور سین سے اس کی سناء (روشنی یا بلندی) کی طرف اشارہ ہے' گویا کہ وہ اپنے قدس کی طہارت اور اپنی عزت کی بلندی کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں اپنے لطف کے کسی امیدوار کی امید کو ضائع اور نامراد نہیں کروں گا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طا سے اس کے فضل اور سین سے اس کی سناء (بلندی) کی طرف اشارہ ہے۔

امام قشیری متوفی ۴۶۵ھ نے لکھا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ میری پاکیزگی کی وجہ سے میرے اولیاء کے قلوب طیب ہو گئے' اور میرے جمال کے مشاہدہ کی وجہ سے میرے اصفیاء کے اسرار چھپ گئے' میرا ارادہ کرنے والوں کی طلب میرے لطف کے مقابل ہے اور نیک اعمال کرنے والوں کے اعمال میری رحمت کے مشکور ہیں۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۴۰۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس سورۃ کو قرآن اور کتاب مبین فرمانے کی وجہ

تلک کے لفظ سے اس سورۃ کی آیات کی طرف اشارہ ہے اور کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے' جس میں تمام ما کان و مایکون کا بیان ہے' اور ملائکہ اس کو پڑھ کر مستقبل میں ہونے والے امور کا بیان کرتے ہیں۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ **تلک** کے لفظ سے اس عظیم الشان سورۃ کی طرف اشارہ ہے' اور آیات قرآن سے مراد تمام قرآن کی آیتیں ہیں یا اس سورۃ کی آیتیں ہیں' اس قرآن کو کتاب مبین فرمایا ہے' مبین کا معنی ہے مظہر' یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور اس کے احکام کو' آخرت کے احوال کو جن میں نیکوں کا ثواب اور بروں کا عذاب ہے' اور سابقہ انبیاء اور گزشتہ امتوں کے واقعات کو ظاہر کرنے والی ہے۔

اس سورۃ کو قرآن بھی فرمایا اور کتاب بھی' قرآن کا لفظ قرأت سے بنا ہے جس کا معنی پڑھنا ہے اور کتاب کا لفظ کتب سے بنا ہے جس کا معنی لکھنا ہے' اس کو قرآن اس لئے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور کتاب اس لئے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ لکھا جاتا ہے' اور قرآن کے لفظ کو کتاب کے لفظ پر اس لئے مقدم فرمایا کہ پہلے اس کو پڑھا جاتا تھا پھر اس کو لکھا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ ان ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے ○ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ (النمل: ۳-۲)

ہدایت اور بشارت کو مومنوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہات

اس کتاب کی صفت میں بیان فرمایا کہ یہ ہدایت اور خوشخبری ہے' بظاہر یوں فرمانا چاہیے تھا کہ یہ ہدایت دینے والی اور خوشخبری دینے والی ہے لیکن اس پیرایہ میں مبالغہ ہے جیسے ہم کسی عالم کی تعریف میں مبالغہ کرتے ہوئے کہیں کہ وہ شخص تو خود علم ہے یا کسی کی سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے کہیں کہ وہ شخص تو سراپا سخاوت ہے' اس طرز پر فرمایا یہ کتاب مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور بشارت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت میں ہدایت کو مومنوں کے ساتھ مخصوص کر دیا حالانکہ یہ کتاب تو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے' اس کا جواب ہے کہ اس آیت میں ہدایت کے ساتھ بشارت کا بھی ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کتاب بشارت تو صرف مومنوں کے لیے ہے کیونکہ کافروں کے کام تو بہرحال قابل بشارت نہیں ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کتاب کی آیتوں سے فائدہ تو صرف مومنوں نے اٹھایا ہے۔ اس لیے مآل کار یہ کتاب صرف مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝ (النزعت: ۴۵) آپ تو صرف ان کو ڈرانے والے ہیں جو قیامت سے ڈرتے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ہدایت کو مومنوں کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہے ہدایت میں زیادتی' یعنی زیادہ ہدایت مومنوں کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے:

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ (مریم: ۷۶) اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو اللہ تعالیٰ زیادہ کر دیتا ہے۔

اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اس ہدایت سے مراد دنیا کی ہدایت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد آخرت میں مومنوں کو جنت کا راستہ دکھانا ہے' اور ظاہر ہے کہ یہ ہدایت مومنوں کے ساتھ ہی خاص ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النساء: ۱۷۵) رہے وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں اور اپنے فضل میں داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف صراط مستقیم کی ہدایت دے گا۔

اس کا پانچواں جواب یہ ہے کہ اس ہدایت سے مراد ہے کامل ہدایت کہ انسانی حیات کے ہر شعبہ میں اور زندگی میں پیش آنے والے ہر ہر موڑ اور ہر ہر مرحلہ پر انسان کو ہدایت مل جائے اور ہر ہر قدم پر انسان کو صحیح اور غلط کا ادراک حاصل ہو جائے اور کسی بھی معاملہ میں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت سے محروم نہ ہو' اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو خبریں لائے ان کی تصدیق کرے اور جو احکام لائے ان کو مانے اور تصدیق کرے' اور پانچوں وقت کی نماز پڑھ کر اور جب مالک نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کر کے ایمان کے تقاضے کو پورا کرے' اور خصوصیت کے ساتھ آخرت پر یقین رکھے۔

اس سوال کا جواب کہ ایمان والوں کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ذکر کیوں فرمایا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے گا' پانچوں وقت کی نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ ادا کرے گا' وہ لامحالہ آخرت پر بھی یقین رکھتا ہو گا' پھر ایمان' نماز اور زکوٰۃ کے بعد آخرت پر یقین رکھنے کا کیوں ذکر فرمایا! اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے شرف کے تین مراتب ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو مبدء فیاض کا علم ہو اور اس پر ایمان ہو' اور آخری مرتبہ یہ ہے کہ اس کو معاد اور آخرت کا علم ہو اور اس پر ایمان ہو اور متوسط مرتبہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں مرتبوں کے ثبوت اور تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے' اور ان احکام میں اہم حکم یہ ہے کہ وہ اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرے' نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے' اور جو ان احکام پر پابندی سے عمل کرے گا وہ باقی احکام پر بھی پابندی سے عمل کرے گا۔ اس لیے اس آیت میں پہلے انسان کے شرف اور کمال کے پہلے مرتبہ کا ذکر فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

marfat.com
Marfat.com

...ان لانا ہے' پھر متوسط مرتبہ کا ذکر کیا اور وہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور اس کے بعد آخری مرتبہ کا ذکر کیا اور وہ آخرت ...یقین رکھنا ہے۔

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے' جیسے تنزل الملائکۃ والروح (القدر: ۴) میں عام فرشتوں ...کے ذکر کے بعد خصوصیت کی بنا پر حضرت جبریل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مومنین کا لفظ عام ہے یعنی جو لوگ اللہ کی ذات ...صفات' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' اس کی تقدیر اور عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں' پھر عقیدۂ آخرت کی خصوصیت کی ...جہ سے اس کا الگ بھی ذکر فرمایا کہ وہ مسلمان آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

اور اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آخرت اور حشر و نشر کے متعلق لوگ دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جن کو آخرت پر اور ...مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر' حساب و کتاب اور جزا اور سزا پر یقین ہے' اور وہ عذاب کے خوف' ثواب کے شوق اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نماز پڑھتے ہیں' زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور باقی احکام پر عمل کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن کا آخرت پر پورا یقین نہیں ہے' اور برے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے ان کے اندر سے کوئی تحریک نہیں اٹھتی۔ وہ لوگوں کی دیکھا دیکھی رسمی طور پر نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' اور ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت نہیں ہوتی اور دراصل یہ لوگ قرآن مجید کی ہدایت پر عمل کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی قرآن مجید کی بشارت کا مصداق ہیں۔

اس سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ فرمایا ہے کہ جو مومنین نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آخرت پر حق الیقین اور کامل ایمان ان ہی مومنوں کا ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ کو جمع کرنے والے ہیں کیونکہ آخرت کا خوف ہی ان کو شہوت اور غضب کے غلبہ کے وقت گناہوں سے باز رکھتا ہے' اور جب سخت سردی کے موسم میں نرم اور گرم بستروں سے نکل کر فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا دشوار ہو اور جب مال کی تنگی کے خوف سے زکوٰۃ کا ادا کرنا نفس پر دشوار ہو تو اس وقت صرف آخرت کا خوف ہی مسلمانوں کو سردی میں بستروں سے اٹھاتا ہے اور مال میں کمی کے خطرہ کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی پر اکساتا ہے' سو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ نفس پر دشواری کے باوجود نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراصل وہی مسلمان آخرت پر کامل یقین رکھنے والے ہیں۔

زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی پھر مکی سورۃ میں اس کے ذکر کی توجیہ

اس جگہ ایک اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ سورۃ النمل مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں دو ہجری میں رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے فرض ہوئی ہے' (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۵۶' داراحیاء التراث العربی بیروت) سو اس آیت میں نماز کے بعد زکوٰۃ کے ذکر کی کیا توجیہ ہوگی' بعض علماء نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں زکوٰۃ سے اس کا معروف معنی مراد نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ سے مراد تزکیہ نفس اور نفس کی برائی اور بے حیائی کے کاموں سے پاکیزگی اور طہارت ہے اور نیک کاموں اور مکارم اخلاق سے نفس کو مزین کرنا مراد ہے' مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب بھی نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد زکوٰۃ معروف ہوتی ہے یعنی جو شخص مالک نصاب ہو وہ سال گزرنے کے بعد اس مال کا چالیسواں حصہ ادا کرے' اس لیے اس سوال کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہے کہ نفس زکوٰۃ' یعنی اللہ کی راہ میں مطلقاً مال خرچ کرنا' اتنی قدر مکہ ...میں ہی فرض ہوگئی تھی اور زکوٰۃ کی تمام تفصیلات اور اس کی شرائط اور مختلف اجناس کے مختلف نصابوں کا تعین مدینہ منورہ میں ...ہجرت کے دوسرے سال میں کیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ (النمل: ۵-۴)

جب کفریہ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے تو پھر ان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ مومنوں اور کافروں کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے' کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس سے پہلی آیت میں مومنوں کا ذکر فرمایا تھا کہ یہ (قرآن) ان ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے' جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ اور اس آیت میں کافروں کا ذکر فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے' ہم نے ان کے کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس آیت کے ظاہر پر دو اعتراض ہوتے ہیں' ایک اعتراض تو یہ ہے کہ جب کافروں کے کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے لیے خوش نما بنا دیا اور مزین کر دیا ہے تو پھر اگر کافروں نے وہ کام کر لیے تو پھر ان کو ملامت اور ان کی مذمت کیوں کی جا رہی ہے اور ان کو ان کاموں پر عذاب کی وعید کیوں سنائی جا رہی ہے' اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ان کے کاموں کو مزین کرنے کی اپنی طرف نسبت کی ہے' اور دوسری آیتوں میں ان کاموں کو مزین کرنے کی شیطان کی طرف نسبت کی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (الانفال: ۴۸)
اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر دیا۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام: ۴۳)
سو ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ عاجزی کرتے اور گڑگڑاتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (الحجر: ۳۹)
(شیطان نے) کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو مجھے بھی قسم ہے کہ میں ان کے لیے ضرور زمین میں گناہوں کو مزین کر دوں گا' اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کے اعمال کا بھی وہی خالق ہے' اور بندہ جس عمل کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے اس عمل کو پیدا کر دیتا ہے' سو جب کافروں نے شرک' کفر اور دیگر برے اعمال کو اچھا جانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں میں ان کفریہ اعمال کا حسن پیدا کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب کفار نے تسلسل اور تواتر کے ساتھ کفر اور شرک کیا اور نبیوں اور رسولوں کی تکذیب' تنقیص اور تضحیک کی اور آخرت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان اعمال قبیحہ کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا۔

معتزلہ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل ان کاموں کو ان کے لیے شیطان نے مزین کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کاموں کی نسبت مجازاً ہے' اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ان کفریہ اور قبیح افعال پر چونکہ فوراً گرفت نہیں کی اور بڑے عرصہ تک ان کو ان کے کفر کے باوجود ڈھیل دیتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس مہلت دینے کو مجازاً اس طرح تعبیر فرمایا کہ اس نے ان

marfat.com
Marfat.com

...لیے ان کاموں کو مزین کر دیا۔
حسن بصری نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نیک کاموں کو مزین فرمایا تھا لیکن انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے ان نیک کاموں کو نہیں کیا' لیکن یہ جواب درست نہیں اول تو اس لیے کہ یہ معنی سیاق اور سباق کے مناسب نہیں ہے۔ دوسرے اس لیے کہ قرآن مجید میں تزیین کا اطلاق زیادہ تر برے کاموں کے لیے آیا ہے' جیسے کہ ان آیات میں ہے:

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۔(البقرہ:۲۱۲) کافروں کے لیے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ (الانعام:۱۳۷) اسی طرح مشرکین کے باطل معبودوں نے مشرکین کے لیے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا ہے تاکہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت کی تصدیق نہیں کرتے' ہم نے برے کاموں کو ان کے لیے پسندیدہ بنا دیا ہے گویا کہ وہ ان کی طبیعت کا مقتضیٰ بن گئے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کا احاطہ تکلیف دہ چیزوں نے کیا ہوا ہے اور دوزخ کا احاطہ پسندیدہ چیزوں نے کیا ہوا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۴۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۲۷۵)
اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان افعال کو مزین کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بہ اعتبار تخلیق کے ہے اور شیطان کی طرف اس کی نسبت بہ اعتبار کسب اور اس کے ارادہ کے ہے۔
پھر فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے۔ یعنی دنیا میں ان کو قتل کیا جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا' اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں' کیونکہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خریدا تو وہ دوزخ کے عذاب کی نجات سے محروم ہو گئے' اور جنت اور اس کی نعمتوں کے نہ ملنے کا نقصان اٹھایا۔

دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کے حصول کی دعا کرنے کے متعلق آیات اور احادیث

بعض علماء نے کہا ہے کہ دنیا والے آخرت کے خسارے میں رہتے ہیں اور آخرت والے مولیٰ کی خسارے میں رہتے ہیں اور جو دنیا اور آخرت کسی کی طرف التفات نہ کرے وہ اپنے مولیٰ کو پا لیتا ہے۔
(روح البیان ج ۶ ص ۴۱۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی دنیا سے ترک تعلق کرلے اور اس کے دل میں دوزخ کے عذاب کا خوف اور جنت کی نعمتوں کا شوق نہ ہو اور وہ دنیا اور آخرت سے بے پرواہ ہو جائے' اور دنیا کی کسی ذمہ داری کو پورا نہ کرے اور جنگلوں اور غاروں میں جا کر اللہ اللہ کرتا رہے' یہ رہبانیت ہے اور اسلام میں ممنوع ہے اور آخرت سے بے پرواہ ہونا قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اور بہت احادیث کے انکار اور ان کی توہین کو مستلزم ہے' انبیاء علیہم السلام دنیا کی چیزوں میں مشغول رہے ہیں وہ کھاتے پیتے تھے' نکاح کرتے تھے' ازواج کے حقوق ادا کرتے تھے' رزق حلال کے حصول کے لیے کسب اور جدوجہد کرتے تھے' دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرتے تھے اور جنت کے حصول کی دعا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت کثرت سے کرتے ہیں: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی اور خیر عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۰۴، عالم الکتب، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۳۹)

اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کے متعلق ذکر فرمایا ہے وہ یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ (الفرقان: ۶۵) اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب دور کر دے، کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جنت کی طلب کی دعا کی:

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ○ (الشعراء: ۸۵) اور مجھ کو نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے، عذاب جہنم سے اور فتنہ دجال سے پناہ طلب کرتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد: ۱۳۳، رقم الحدیث بلا تکرار ۵۸۸، الرقم المسلسل: ۱۳۰۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۵۱۷)

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی کی ہے:

اللهم انی اعوذ بک من الکسل والهرم والمغرم والماثم اللهم ان اعوذ بک من النار وفتنة النار. الحدیث اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، قرض اور گناہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں دوزخ کی آگ اور دوزخ کی آگ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۷۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۸۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۸۵، عالم الکتب، مسند احمد ج ۶ ص ۵۷، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۱، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۳۱، مکتب اسلامی، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۷۸)

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب جنت کی دعا تعلیم دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کی تعلیم دی:

اللهم انی اسئلک الجنة وما قرب الیها من قول او عمل واعوذ بک من النار وما قرب الیها من قول او عمل۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ان باتوں اور ان کاموں کا جو جنت کے قریب کر دیں، اور میں تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور ان باتوں اور ان کاموں سے جو دوزخ کے قریب کر دیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۳۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۵۳۳، عالم الکتب بیروت، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۹۰۰، دار الحدیث قاہرہ، الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث: ۶۳۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۴۷۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۶۹، المستدرک ج ۱ ص ۵۲۲-۵۲۱، کتاب الدعا رقم الحدیث: ۱۳۴۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں روایت کی ہیں ان میں یہ دو دعائیں بھی ہیں اور ان

marfat.com
Marfat.com

(دع)اؤں میں آپ نے خود جنت کی طلب کی ہے۔

اللھم ونجنی من النار ومغفرة اللیل والنھار والمنزل الصالح من الجنة آمین' اللھم انی اسئلک خلاصا من النار سالما وادخلنی الجنة. آمین

اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے' اور رات اور دن کی مغفرت عطا فرما اور جنت کا عمدہ درجہ عطا فرما' (آمین) اے اللہ! میں تجھ سے سلامتی کے ساتھ دوزخ سے چھٹکارے کا سوال کرتا ہوں' اور مجھ کو جنت میں داخل فرما دے (آمین)

(المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۱۷۔۳۱۶' رقم الحدیث: ۱۷۷'المعجم الاوسط ج ۴ ص ۳۵۴۔۳۵۳' رقم الحدیث: ۶۲۱۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے کہا المعجم الکبیر کی ایک سند کے راوی اور المعجم الاوسط کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۷)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر جنت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے عبادت کی جائے گی تو وہ اللہ کے لیے نہیں ہوگی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے ایمان لانے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الصف: ۱۳-۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں اس تجارت پر رہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے ۝ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو ۝ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اور ان پاکیزہ گھروں میں جو جناتِ عدن میں ہوں گے' یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۝ اور تمہیں ایک اور نعمت بھی عطا فرمائے گا جس کو تم پسند کرتے ہو' اور وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح و کامرانی ہے' اور ایمان والوں کو بشارت دے دیجیے ۝

اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبۃ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

جنت کی تعریف اور تحسین اور جنت کے مطلوب ہونے پر قرآن اور حدیث میں تصریحات

ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ انسان صرف دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق سے عبادت کرے اور اللہ کی رضا کے لیے عبادت نہ کرے۔ بے شک بندے کے لیے سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کی رضا ہے' ہم صرف ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جو دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق سے عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں اور جنت کی طلب سے منع کرتے ہیں اور جنت کی تنقیص اور تحقیر کرتے ہیں' جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے:

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ ۔۔۔ کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

طیبہ کے ہوتے خلد بریں کیا کروں حسن ۔۔۔ مجھ کو یہی پسند ہے مجھ کو یہی عزیز

marfat.com
Marfat.com

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر — سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
ایسے جلوے پر کروں میں لاکھ حوروں کو نثار — کیا غرض کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

تیری میری چاہ میں زاہد بس اتنا فرق ہے — تجھ کو جنت چاہیے مجھ کو مدینہ چاہیے

سینکڑوں جنتیں قربان ہوئی جاتی ہیں — مرتبہ دیکھو مدینہ کے بیابانوں کا

تری جنت تری حوریں مبارک ہوں تجھے زاہد — ہمیں تو راس آئی ہے گدائی کوئے جاناں کی

کعبہ ہو یا کہ عرش بریں ہو کہ خلد ہو — سب آکے جھومتے ہیں مدینہ کے سامنے

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں مدینہ کو چھوڑ کر ہی جنت میں تشریف لے جائیں گے' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں' کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة — میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۹۶' ۱۱۹۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۱' ۱۳۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۲۴۳' مکتب اسلامی' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۹۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹-۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۹۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۸۳۵)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے' دنیا اور آخرت میں آپ کا گھر جنت میں ہے' اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے بھی محبت ہوتی ہے' اور محبوب کے گھر کی بہت تعریف اور توصیف کی جاتی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار جنت کی تنقیص کیوں کرتے ہیں' جبکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝

اور آگے بڑھنے والے' آگے (ہی) بڑھنے والے ہیں ۝ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں ۝ (وہ) نعمتوں والی جنتوں میں ہیں ۝ بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہو گا ۝ اور تھوڑے سے لوگ بعد والوں میں سے ہوں گے ۝ وہ زرین تختوں پر ۝ ایک دوسرے کے سامنے مسند آراء ہوں گے ۝ ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے آتے جاتے رہیں گے ۝ جنتی شراب سے بھرے ہوئے پیالے' جگ

marfat.com
Marfat.com

كَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِيۡمًا ۝ اِلَّا قِيۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ وَ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۝ فِىۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۝ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ ۝ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ؕ ۝ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ۝ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا ۝ عُرُبًا اَتۡرَابًا ۝ لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ؕ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ ۝ (الواقعہ: ۴۰-۱۰)

جام لے کر ٥ جس سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقل خراب ہوگی ٥ اور ان پھلوں کو لے کر جن کو وہ پسند کریں گے ٥ اور ان کی پسند کے پرندوں کا گوشت لے کر ٥ اور (ان جنتوں میں) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ٥ جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں ٥ یہ ان کے (نیک) اعمال کی جزاء ہے ٥ وہ جنتوں میں کوئی گناہ کی اور بے کار بات نہیں کہیں گے ٥ مگر ہر طرف سے سلام سلام کی آواز آئے گی ٥ اور دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے ٥ وہ بغیر کانٹوں کے بیر کے درختوں میں ہوں گے ٥ اور تہ بہ تہ کیلوں میں ٥ اور لمبے لمبے سایوں میں ٥ اور بہتے ہوئے پانی میں ٥ اور بہ کثرت پھلوں میں ٥ جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے روکا جائے گا ٥ اور (وہ) اونچے اونچے بستروں میں ہوں گے ٥ ہم نے ان حوروں کو خصوصیت سے بنایا ہے ٥ پس ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے ٥ محبت کی جانے والیاں اور ہم عمر ٥ (وہ) دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں ٥ بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا ٥ اور بڑا گروہ بعد والوں میں سے ہوگا ٥

جنت کے فضائل اور محاسن میں احادیث بھی بہ کثرت مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے' جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے' نہ کسی کان نے سنا ہے' اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے' اور اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِىَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (السجدة: ۱۷)

کوئی نفس نہیں جانتا کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چھپا رکھا ہے (یہ) ان کے نیک کاموں کی جزاء ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو سال تک چلتا رہے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ آسمان کے ایک حسین اور چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوں گے' ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے' ان میں آپس میں نہ بغض ہوگا نہ حسد۔ ہر شخص کے لیے بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلیوں کا گودا کھال اور ہڈیوں کے پار سے نظر آرہا ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۳۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۸۳)

marfat.com
Marfat.com

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں چابک کی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۱)

اب جب یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بہت تعریف اور تحسین فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ بھی جنت ہے اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے اور اول و آخر آپ کا گھر جنت ہے تو پھر جنت کی تحقیر کرنا اور مدینہ منورہ سے اس کا تقابل کر کے جنت کو مدینہ سے کم بتانا اور جنت کے مقابلہ میں مدینہ منورہ کو افضل اور اپنا مطلوب قرار دینا' قرآن اور حدیث کی ان صریح نصوص کثیرہ کا انکار یا پھر ان سے بے علمی پر مبنی ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو جنت نہیں مدینہ چاہیے اور جو لوگ جنت کی طلب کو اپنی شان اور اپنے مقام کے خلاف سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دوزخ سے نجات کی طلب کرنا اور جنت کے حصول کی طلب کرنا نقصان اور خسارہ ہے۔ اصل چیز مولیٰ کی رضا کو طلب کرنا ہے ان کا اس قسم کی آیات اور احادیث پر کیسے ایمان ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تحسین فرمائی جو یہ دعا کرتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران: ١٦)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ (الفرقان: ٦٥)

اور جو لوگ (راتوں کو اٹھ کر) یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو دور کر دے' بے شک دوزخ کا عذاب چمٹنے والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من فتنة النار وعذاب النار۔

اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٣٧٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٨٨٠' سنن النسائی رقم الحدیث: ١٣٠٨)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران: ١٣٣)

اور تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور اس جنت کی طرف دوڑو' جس کا عرض آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے' جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں وہ پیدا کیا گیا' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنائیں! آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں' اللہ نے ان کو فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے' اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو' وہ جنت کا وسط ہے اور سب سے بلند درجہ ہے' اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے دریا جاری ہوتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۰۰)

اللہ کی رضا کا بہت بڑا درجہ ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس نیت سے کرنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندگی کا یہی تقاضا ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عبادت کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے' تو اگر وہ اخروی ثواب اور جنت کے حصول کی امید پر اور اس غرض سے عبادت کرے تو یہ بھی صحیح ہے بلکہ مستحسن ہے' کیونکہ اس میں آخرت کی تصدیق ہے' اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور اس کی بشارت پر ایمان کا اظہار ہے' لیکن اس سے بھی افضل مقام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا کی طلب کے لیے اس کی عبادت کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر دیتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔

لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۱۱۴)

ان (منافقوں) کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے' ہاں جس نے صدقہ دینے کا حکم دیا یا کسی نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا' اور جس نے یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیا تو عنقریب ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبۃ: ۷۲)

اللہ نے ان ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے دریا جاری ہوتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور پاکیزہ مکانوں کا جو دائمی جنتوں میں ہیں' اور اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے' اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات اور مساکن طیبہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ان سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک اے ہمارے رب' ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں نہیں راضی ہوں گے' تو نے ہمیں اتنا کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں کسی کو عطا نہیں فرمایا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے افضل چیز عطا فرماؤں گا۔ وہ عرض کریں گے: اس سے افضل چیز اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم پر اپنی رضا حلال کر دی ہے' میں اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۱۸، صحیح مسلم الحدیث: ۲۸۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے' بندہ کو جب یہ علم ہو جائے کہ اس کا مولیٰ اس سے راضی ہے تو اس کو ہر نعمت سے زیادہ خوشی ہوتی ہے' جیسا کہ اس کو جسمانی آرام اور آسائش حاصل ہو لیکن اس کو یہ علم ہو کہ اس کا مولیٰ اس سے ناراض ہے تو تمام عیش اور آرام مکدر ہو جاتا ہے اور اس کو پھولوں کی سیج بھی کانٹوں کی طرح چبھتی ہے اور جب اس کو اپنے مولیٰ اور محبوب کی

marfat.com
Marfat.com

رضا کا علم ہو تو جسمانی تکالیف اور بھوک و پیاس کا بھی احساس نہیں ہوتا چہ جائیکہ جسمانی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ اس کو یہ ہو کہ اس کا مالک اور مولیٰ اور محبوب بھی اس سے راضی ہے تو اس کی خوشی اور راحت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ کی رضا سے ان کے دلوں میں جو لذت اور خوشی حاصل ہوتی ہے وہ جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے اور ان کی آنکھیں سب سے زیادہ اس نعمت سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ زمخشری نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے' اس میں مقربین کے درجات کی طرف اشارہ ہے ہر چند کہ تمام جنتی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتے ہیں لیکن ان کے درجات مختلف ہوتے ہیں' ہر فلاح اور سعادت کا سبب اللہ کی رضا ہے۔

(البحر المحیط ج ۵ ص ۴۶۲-۴۶۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کی رضا اس وقت حاصل ہوگی جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' اگر تم سے ہو سکے تو طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے کی نمازوں (فجر اور عصر کی نمازوں) سے عاجز نہ ہونا' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ (ق: ۳۹) طلوع شمس سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور غروب سے پہلے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تم کوئی اور چیز چاہتے ہو جو میں تم کو عطا فرماؤں! وہ عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارا چہرہ سفید نہیں کیا! کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا!! کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی!!! آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ حجاب منکشف کر دے گا' اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۹۶۳' ۱۸۹۵۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! اپنے علم غیب سے اور مخلوق پر اپنی قدرت سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے اس وقت وفات دینا جب تیرے علم میں میرے لیے وفات بہتر ہو' اے اللہ! میں تجھ سے غیب میں (جب کوئی دیکھ نہ رہا ہو) اور شہادت میں (لوگوں کے سامنے) تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں' اور میں رضا اور غضب میں کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں' اور فقر اور غنا میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے ختم نہ ہونے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں' اور زائل نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں' اور تقدیر واقع ہونے کے بعد اس پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈی زندگی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا اور تجھ سے ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں جو بغیر کسی ضرر اور گمراہ کرنے والے فتنہ کے حاصل ہو' اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین کر اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دے

marfat.com
Marfat.com

والا بنا دے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۴ 'مسند احمد ج ۴' ص ۲۶۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیدار کرنے اور اس کی ملاقات کے شوق کے حصول کی دعا کی ہے۔

ابویزید نے کہا: اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر اللہ جنت میں اپنے چہرے کو حجاب میں کرے تو وہ جنت میں اس طرح فریاد کریں گے جس طرح دوزخی دوزخ میں فریاد کرتے ہیں۔

بعض حکایات میں ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ معروف کرخی کے متعلق کہا گیا کہ یہ معروف کرخی ہیں' جب یہ دنیا سے گئے تو اللہ کی طرف مشتاق تھے تو اللہ عزوجل نے اپنا دیدار ان کے لیے مباح کر دیا۔

کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جو لوگ مجھ سے روگردانی کیے ہوئے ہیں کاش وہ جانتے کہ مجھ کو ان کا کتنا انتظار ہے اور ان کے لیے کیسی نرمی ہے اور ان کے گناہ ترک کرنے کا مجھ کو کتنا شوق ہے تو وہ میرے اشتیاق میں مر جاتے اور میری محبت میں ان کی رگیں کٹ جاتیں' اے داؤد! یہ تو مجھ سے روگردانی کرنے والوں کے لیے میرا ارادہ ہے تو جو میری طرف بڑھنے والے ہیں ان کے متعلق میرا ارادہ کیسا ہوگا!

استاذ ابوعلی الدقاق یہ کہتے تھے: حضرت شعیب علیہ السلام روئے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے' پھر اللہ عزوجل نے ان کی بینائی لوٹا دی' وہ پھر روئے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے' اللہ عزوجل نے پھر ان کی بینائی لوٹا دی' وہ پھر روئے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے' پھر اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اگر تمہارا یہ رونا جنت کے لیے ہے تو میں تمہارے لیے جنت مباح کر دیتا ہوں' اور اگر تمہارا یہ رونا دوزخ کی وجہ سے ہے تو میں تمہیں دوزخ سے پناہ دے دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ میں تجھ سے ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں۔ اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی: اسی وجہ سے میں نے اپنے نبی اور اپنے کلیم کو دس سال تمہاری خدمت میں رکھا۔

اور کہا گیا ہے کہ جو اللہ کی طرف مشتاق ہو اس کی طرف ہر چیز مشتاق ہوتی ہے' اور حدیث میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے: علی' عمار اور سلمان۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۲۳' تاریخ دمشق ج ۵' ص ۲۵۹) (رسالہ قشیریہ ص ۳۶۱-۳۵۹' ملخصاً' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جنت کی تخفیف نہ کی جائے

مذکورۃ الصدر احادیث اور اقوال صوفیہ کا یہ تقاضا ہے کہ عذاب نار سے نجات اور جنت کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا ہے اور یہ بالکل برحق ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عذاب نار سے نجات اور جنت کوئی معمولی نعمت ہے اور جنت کی تخفیف کی جائے یا العیاذ باللہ جنت کی تحقیر کی جائے' بعض لوگ اللہ کی رضا کو بنیاد بنا کر جنت کی تخفیف اور تنقیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں چاہیے۔ ہمیں اللہ کی رضا چاہیے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ کی رضا اس کا حکم ماننے سے حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جنت کو طلب کرنے کا حکم دیا ہے' اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اللہ کی رضا بھی جنت میں حاصل ہوگی اور اس کا دیدار بھی جنت میں ہوگا' اور بعض لوگ مدینہ منورہ کی محبت کو بنیاد بنا کر جنت کی توہین کرتے ہیں اور ان کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بہت زیادہ جنت کی تعریف کی گئی ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور تمام نبیوں اور رسولوں نے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگی ہے اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تلقین کی ہے کہ ہم عذاب نار سے پناہ مانگیں اور جنت الفردوس کے حصول کی دعا کریں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اللہ کی رضا اور اس کا دیدار بھی ہمیں جنت میں ہی حاصل ہوگا' اس لیے بھی جنت مقصود ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی قیام گاہ بھی

marfat.com
Marfat.com

جنت ہے اور محبوب کا دیار اور اس کا گھر بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لیے بھی جنت ہمیں مطلوب اور محبوب ہونی چاہیے اے اللہ ہمیں دوزخ کے اور ہر قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ اور ہمیں جنت الفردوس عطا فرما' ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں اپنا دیدار عطا فرما! بے شک تیری رضا اور تیرا دیدار سب سے بڑی نعمت ہے سو ہم سے وہ کام کرا جن سے تو راضی ہو! اور ان کاموں سے بچا جن سے تو ناراض ہو۔ آمین یا رب العلمین بحرمة نبیک سیدنا محمد خاتم النبیین' قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آله الطاهرین واصحابه الراشدین وعلی اولیاء امته وعلماء ملته وسائر المؤمنین والمسلمین اجمعین.

اس سورۃ کے قصص انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا بے شک میں نے آگ دیکھی ہے' میں تمہارے پاس ابھی کوئی خبر لاتا ہوں' یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ' تا کہ تم حرارت حاصل کرو ○ پھر جب وہ اس جگہ پہنچے تو ان کو ندا کی گئی کہ جو آگ (کی تجلی) میں ہے' اور جو اس کے آس پاس ہے وہ برکت والا ہے' اور اللہ سبحان ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ (النمل: ۸۔۷)

اھل کا معنی

النمل: ۷ میں فرمایا: جب موسیٰ نے اپنے اہل سے فرمایا' علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

کسی شخص کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ہم نسب ہوں' ہم دین ہوں' ہم پیشہ ہوں' یا اس کے گھر میں یا اس کے شہر میں رہنے والے ہوں' اصل میں کسی شخص کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو ایک گھر میں رہتے ہوں' کسی شخص کی بیوی کو بھی اس کے اہل سے تعبیر کیا جاتا ہے' ایک دین کے ماننے والوں کو بھی اہل کہا جاتا ہے' جیسے اہل اسلام کہا جاتا ہے' اور چونکہ شریعت نے اکثر احکام میں مسلم اور کافر کے درمیان نسب کا رشتہ منقطع کر دیا ہے اس لیے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۚ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔ یہ (آپ کا بیٹا) آپ کے اہل سے نہیں ہے اس کے نیک اعمال نہیں ہیں۔ (ھود: ۴۶)

جب کوئی شخص شادی کرے تو کہا جاتا ہے تاھل' وہ اہل والا ہو گیا۔ (المفردات ج ۱ص ۳۷)

ابن ملک نے شرح المشارق میں لکھا ہے: اہل کی تفسیر' بیوی' اولاد' نوکروں' دوستوں اور رشتہ داروں سے کی جاتی ہے یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی اپنے بچوں اور اپنے خدام سے فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا

اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو بزرگی دی اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ان کو اپنی ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا' اور ان کو بڑے بڑے معجزے عطا فرمائے' اور ان کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے تکبر کیا اور آپ پر ایمان نہیں لائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور اپنی بیوی کو ساتھ لے گئے۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ ان کا نام صفورا تھا' اس سفر میں آپ راستہ بھول گئے اور رات آ گئی' یہ سردیوں کا موسم تھا' آپ کو دور سے آگ کا شعلہ نظر آیا۔ آپ نے اپنے اہل سے فرمایا تم لوگ یہیں ٹھہرو میں نے آگ کا شعلہ دیکھا ہے' قرآن مجید میں انست کا لفظ ہے 'انست' کا لفظ انس سے بنا ہے جس کا معنی ظہور ہے' انسان کو انسان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اور جنات اس کے مقابلہ میں مخفی اور چھپے ہوئے ہوتے ہیں' جس طرح انس کا معنی ظہور ہے اسی طرح جن کا معنی مخفی ہونا ہے۔ انسان ظاہر ہے

marfat.com
Marfat.com

اور دکھائی دیتا ہے اور جن مخفی ہے اور دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت موسیٰ کو آگ کا ایک شعلہ سا دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں' ممکن ہے اس روشنی سے راستہ کی سمت معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارہ لے آؤں جس سے تم لوگ سردی کی اس یخ بستہ رات میں حرارت حاصل کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں جو آگ دیکھی وہ اصل میں کیا چیز تھی

النمل: ۸ میں فرمایا: ان کو ندا کی گئی جو آگ (کی تجلی) میں ہے اور اس کے پاس ہے وہ برکت والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ انہوں نے فرمایا رب العلمین کا نور درخت میں تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۴۲۵)

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس کے علاوہ اور بھی اقوال ذکر کیے ہیں وہ کہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ جو آگ میں ہے اس سے مراد اللہ کا نور ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اس سے مراد فرشتے ہیں' یہ قتادہ اور زجاج کا قول ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کلام سے ندا کی جس کو انہوں نے اس مبارک سرزمین میں ایک درخت سے سنا۔ پس وہ درخت اللہ تعالیٰ کے کلام کا محل تھا اور اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا تھا بایں طور کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا فعل تھا نہ کہ درخت کا' اور یہ درخت آگ میں تھا اور اس کے آس پاس فرشتے تھے اس لیے فرمایا اس کو برکت دی گئی جو آگ میں تھا اور جو اس کے آس پاس تھے۔ یہ جبائی کا قول ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ جو آگ میں ہے اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ آگ کے قریب تھے' اور جو اس کے پاس ہے اس سے مراد فرشتے ہیں' اور یہ قول زیادہ قریب ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کے قریب ہو اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہے' پانچواں قول صاحب کشاف کا ہے کہ جس کو برکت دی گئی ہے یہ وہ مبارک سرزمین ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (القصص: ۳۰)

پس جب موسیٰ وہاں پہنچے تو اس برکت والی زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت سے ان کو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں اللہ رب العلمین ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس' حسن بصری اور محمد بن کعب نے کہا وہ آگ اللہ عزوجل کا نور ہے' اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عظیم نور کو دیکھا اور اس کو آگ گمان کیا' اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنی آیات اور اپنے کلام کو آگ سے ظاہر فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت اور کسی سمت میں تھا جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ (الزخرف: ۸۴)

وہ ذات جو آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور زمین میں عبادت کا مستحق ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ظرف اور محل ہیں' اسی طرح اس آگ میں اللہ تعالیٰ کے ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ آگ اللہ تعالیٰ کے لیے ظرف اور محل ہے' لیکن ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے جس سے فاعل کا علم ہوتا ہے' اس آیت کا یہ معنی بھی ہے کہ جس کو آگ میں برکت دی گئی وہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور اس کی قدرت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو جہت' جانب اور جگہ میں ہونے سے منزہ مانتے ہیں اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کو بھی جہت اور جگہ سے پاک مانتے ہیں اور حضرت موسیٰ کو یہ کلام درخت کی کسی جانب سے نہیں بلکہ درخت کی ہر جانب سے سنائی دے رہا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ نے بغیر حروف اور آواز کے اور بغیر کسی سمت کے یہ کلام کیسے سن لیا؟ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جس طرح بغیر کسی رنگ کے اور بغیر کسی جہت میں ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ذات دکھائی دے سکتی ہے اسی طرح بغیر کسی آواز کے اور بغیر کسی جہت میں ہونے کے اللہ تعالیٰ کا کلام سنائی دے سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ بغیر کسی جسم کے' یا جوہر اور عرض کے اللہ تعالیٰ کی ذات کس طرح متحقق ہے' اور بغیر کسب اور حصول کے اس کا علم کس طرح متحقق ہے' اور بغیر صلابت کے اس کی قدرت کس طرح ہے اور کسی چیز کے شوق اور آرزو کے بغیر اس کا ارادہ کیسے ہے' اور بغیر آواز' الفاظ اور حروف کے وہ کلام کیسے کرتا ہے' اور کسی چیز کے مقابل ہوئے بغیر وہ دیکھتا کیسے ہے۔ زمان اور مکان اور وقت اور جگہ کے بغیر وہ کیوں کر ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام کیسے سن لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ہر طرف اور ہر جہت سے یہ کلام سنا ان کو یہ آواز اوپر' نیچے' دائیں' بائیں' آگے اور پیچھے ہر جانب سے آرہی تھی اور ان کا ہر عضو یہ کلام سن رہا تھا۔ ان کا پورا جسم مجسم سماعت ہو گیا تھا اور آخرت میں بھی مومنوں کی یہی صفت ہو گی اور کاملین اور واصلین کے لیے دنیا بھی آخرت کے حکم میں ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ نے درخت سے آواز سن کر کیسے یقین کر لیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس باب میں امام رازی کی تحقیق

فرمایا: سنو! بات یہی ہے کہ میں ہی اللہ ہوں' بہت غالب' بڑی حکمت والا (النمل: ۹)

یہ اس کی تمہید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر ایک عظیم معجزہ ظاہر کرنے والا ہے اور وہ ایسی چیزوں کو ظہور میں لانے پر قادر ہے جو انسان کی فکر اور اس کے وہم سے بھی بہت دور ہوتی ہیں' جیسے لاٹھی کا اژدھا بن جانا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت موسیٰ کو یہ آواز آئی کہ میں ہی اللہ ہوں تو انہوں نے کیسے یہ یقین کر لیا کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ یہ ابلیس یا کسی جن نے یہ آواز دی ہو! اس کے جواب میں امام رازی لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک اس سوال کے دو جواب ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کلام سنا جو آواز اور حروف کی مشابہت سے منزہ اور پاک تھا' تو انہوں نے بداھۃً جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(۲) ائمہ ماوراء النہر (دریائے آمو کے پار' وسطی ایشیا کی ریاستوں' مثلاً بلخ' بخارا' تاشقند' سمرقند' تاجکستان' ازبکستان' قازقستان اور ترکمانستان کے اکابر علماء) کا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے آواز سنی تو انہوں نے حسب ذیل وجوہ سے یہ جان لیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

(۱) جب انہوں نے دیکھا کہ ایک درخت سے اور آگ سے آواز آرہی ہے تو انہوں نے جان لیا کہ اس پر اللہ کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہو سکتا تو یہ ضرور اللہ کا کلام ہے' لیکن یہ وجہ ضعیف ہے کیونکہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ شیطان آگ میں

marfat.com

Marfat.com

درخت میں داخل ہو گیا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ کو آواز دی تھی۔

ب) وہ آواز اس قدر عظیم تھی کہ اس سے موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ معجزہ ہے اور یہ ضرور اللہ کا کلام ہے۔ یہ وجہ بھی ضعیف ہے کیونکہ ہمیں فرشتوں اور جنات اور شیاطین کی آوازوں کا اندازہ اور علم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کی آواز اس قدر عظیم ہو آخر حضرت جبریل کی ایک چیخ سے بستیاں الٹ جاتی تھیں۔

(ج) اس ندا کے ساتھ کوئی معجزہ بھی تھا جس سے حضرت موسیٰ کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اور ایک ہرے بھرے اور سرسبز درخت میں سے آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے نکل رہے تھے اس کے باوجود وہ درخت جوں کا توں اور صحیح وسالم تھا' اور ذرا بھی نہیں جلا اور یہ بھی معجزہ تھا اور اس یقین کے لیے کافی تھا' کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی کیسے جان لیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اس باب میں مصنف کی تحقیق

ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی قوت ادراک عطا کی ہے جس کی وجہ سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ انسان کی آواز ہے یہ کسی چرندے کی آواز ہے' یہ کسی درندہ کی آواز ہے اور یہ کسی پرندہ کی آواز ہے' پھر انسانوں کی آواز میں بھی ہم جان لیتے ہیں یہ فلاں انسان کی آواز ہے اور یہ فلاں انسان کی آواز ہے۔ اسی طرح چرندوں میں بھی ہم کو معلوم ہوتا ہے یہ گائے کی آواز ہے' یہ بکرے کی آواز ہے' اسی طرح درندوں اور پرندوں میں بھی ہم کو ان کا باہمی امتیاز معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو صرف عالم شہادت اور ظاہر کی آوازوں کے ادراک کی قوت دی ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے زائد عالم غیب اور باطن کے ادراک کی قوت عطا کی ہے وہ فرشتوں کے کلام کو سنتے ہیں۔ جنات کے کلام کو سنتے ہیں' شیاطین کے کلام کو سنتے ہیں اور ان کے کلام کے باہمی فرق کو پہچانتے ہیں اس لیے جب ان کے پاس پہلی بار فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو ان کو اس میں بالکل تردد نہیں ہوتا کہ یہ فرشتہ کا کلام ہے۔ جس طرح ہمیں کسی انسان کا کلام سن کر اس کے انسان کے کلام ہونے میں بالکل شک نہیں ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا۔

اسی سے ملتی جلتی بات سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے بھی کہی ہے۔

سورۂ قصص میں ہے کہ ندا ایک درخت سے آ رہی تھی فی البقعة المبارکة من الشجرة اس سے جو صورت معاملہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ وادی کے کنارے ایک خطے میں آگ سی لگی ہوئی تھی' مگر نہ کچھ جل رہا تھا نہ کوئی دھواں اٹھ رہا تھا اور اس آگ کے اندر ایک ہرا بھرا درخت کھڑا تھا جس پر سے یکایک یہ ندا آنی شروع ہوئی۔

یہ ایک عجیب معاملہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پیش آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی مرتبہ نبوت سے سرفراز کیے گئے تو غار حرا کی تنہائی میں یکا یک ایک فرشتہ آیا اور اس نے اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی کہ ایک شخص سفر کرتا ہوا ایک جگہ ٹھہرا ہے' دور سے آگ دیکھ کر راستہ پوچھنے یا انگارا چننے کی غرض سے آتا ہے اور یکلخت اللہ رب العالمین کی ہر قیاس وگمان سے بالا ذات اس سے مخاطب ہو جاتی ہے۔ ان مواقع پر درحقیقت ایک ایسی غیر معمولی کیفیت خارج میں بھی اور انبیاء علیہم السلام کے نفس میں بھی موجود ہوتی ہے جس کی بنا پر انہیں اس امر کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ کسی جن یا شیطان یا خود ان کے اپنے ذہن کا کوئی کرشمہ نہیں ہے' نہ ان کے حواس کوئی دھوکا کھا رہے ہیں' بلکہ فی الواقع یہ خداوند عالم یا اس کا فرشتہ ہی ہے جو ان سے ہمکلام ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۵۵۸' مطبوعہ ترجمان القرآن' لاہور ۱۹۸۳ء)

marfat.com
Marfat.com

اس عبارت میں سید مودودی نے یہ تصریح کر دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس میں ایک ایسی غیر معمولی قوت ہے جس سے انہیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فی الواقع یہ خداوند عالم یا اس کا فرشتہ ہی ہے جو ان سے ہم کلام ہے' اور اسی چیز کو سلف اور ہم یوں تعبیر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل اور نطق کے علاوہ ایک اور قوت مدرکہ عطا فرماتا ہے جس سے وہ غیب ادراک کر لیتے ہیں۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ فرماتے ہیں:

ووراء العقل طور اخر تنفتح فیہ عین اخری یبصر بھا الغیب وما سیکون فی الغیب واموراً اخر العقل معزول عنھا کعزل قوۃ التمییز عن ادراک المعقولات وکعزل قوۃ الحس عن مدرکات التمییز وکما ان الممیز لو عرضت علیہ مدرکات العقل لا باھا واستبعدھا فکذلک بعض العقلاء ابوا مدرکات النبوۃ واستبعدوھا' وذلک عین الجھل۔

اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے' جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ جیسے قوت تمیز' معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت تمیز کے مدرکات نہیں پا سکتے۔ (اسی طرح عقل' قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور یہ خالص جہالت ہے۔

امام غزالی نے اس عبارت میں یہ واضح کر دیا ہے کہ جس طرح حواس کے بعد تمیز کا مرتبہ ہے اور تمیز کے بعد عقل کا مرتبہ ہے' اسی طرح عقل کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور جس طرح قوت عقلیہ سے معقولات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح نبوت کی قوت سے مغیبات کا ادراک ہوتا ہے اور جس طرح عام حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے حواس کی قوت عطا کی ہے اور انسان کو اس سے ایک زائد قوت عطا کی ہے اور وہ عقل اور تمیز ہے اسی طرح نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں سے زائد ایک قوت عطا کی ہے جس قوت سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے اور جس طرح انسان عالم محسوسات میں ظاہری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے' حیوانات اور انسانوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے اسی طرح نبی غیب کی مخفی چیزوں کو دیکھتا ہے فرشتوں اور جنات کو دیکھتا ہے ان کی آوازیں سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی اپنی حقیقت میں عام بشر اور انسان سے ممتاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان عام حیوانوں سے خاص ہے نبی عام انسانوں سے خاص ہوتا ہے۔

(المنقذ من الضلال ص ۵۴' مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور' ۱۹۷۱ء)

نبی کو ابتداء نبوت میں اپنے نبی ہونے کا علم ہوتا ہے یا نہیں' اس باب میں سید مودودی کا نظریہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ

تفہیم القرآن میں سید مودودی نے یہ تصریح کی ہے کہ جب نبی کے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو اس کو اس کے فرشتہ ہونے اور وحی کے کلام الٰہی ہونے کا یقین ہوتا ہے اور اس پر شرح صدر ہوتا ہے لیکن ان کی آخری کتاب سیرت سرور عالم ہے اور اس میں انہوں نے اس کے خلاف لکھا ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب غار حرا کی تنہائی میں فرشتہ آیا اور آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اور نزول وحی کی اس روایت

marfat.com
Marfat.com

تجزیہ کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

نزول وحی کی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ پیش آیا تھا۔ آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشے میں موجود تھی۔ نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا۔ آپ خلوت میں بیٹھ بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا۔ اس حالت میں جب یکایک غار حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربے سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہیے، قطع نظر اس سے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو۔ یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب نوعیت کی تھی۔ طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا۔ یہ بار عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟

اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے سید مودودی نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے:

بے نظیر شخصیت کے مالک ہونے پر بھی وہ ذات عجب وخود پسندی سے اس درجہ خالی تھی کہ جب آپ نبوت کے منصب عظیم پر یکایک مامور کر دیئے گئے اس وقت بھی کافی دیر تک آپ کو یہ اطمینان نہ ہوتا تھا کہ دنیا کے کروڑوں انسانوں میں سے تنہا ایک میں ہی اس قابل ہوں کہ اس منصب کے لیے رب کائنات کی نگاہ انتخاب میرے اوپر پڑے۔

اور اپنی عبارت کا تسلسل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بار عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ لوگوں سے کیسے کہوں کہ میں تمہاری طرف نبی مقرر ہوا ہوں؟ لوگ میری بات کیسے مان لیں گے؟ آج تک جس معاشرے میں عزت کے ساتھ رہا ہوں۔ اب اسی معاشرے کے لوگ میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھے دیوانہ کہیں گے اس جاہلیت کے ماحول سے آخر میں کیسے لڑ سکوں گا؟ غرض اس طرح کے نہ معلوم کتنے سوالات ہوں گے جو آپ کو پریشان کر رہے ہوں گے۔

اسی وجہ سے جب آپ گھر پہنچے تو کانپ رہے تھے۔ جاتے ہی فرمایا کہ "مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو۔" گھر والوں نے آپ کو اڑھا دیا۔ کچھ دیر کے بعد جب ذرا دل ٹھہرا تو سیدہ خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا:

لقد خشیت علی نفسی "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔"

(سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۹ء)

اس عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا، سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی حضور کو جبریل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا!

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جس کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا جو جبریل پہلی بار وحی لے کر آیا وہی جبریل اخیر وقت تک وحی لاتا رہا جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا، کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی۔ وہی حضور تھے، وہی جبریل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن

marfat.com
Marfat.com

روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹'المستدرک ج ۲ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا' البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔

شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں۔سعیدی غفرلہ) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے' اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا' سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے' جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے' مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔۱۲

(نشر الطیب ص ۷)

اس بحث کے اخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ ابتدائے وحی کی حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے سید مودودی کی یہ عبارت پیش کر رہے ہیں:

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے نبی بننے کی فکر میں ہوتے' اپنے متعلق یہ سوچ رہے ہوتے کہ مجھ جیسے آدمی کو نبی ہونا چاہیے' اور اس انتظار میں مراقبے کر کر کے اپنے ذہن پر زور ڈال رہے ہوتے کہ کب کوئی فرشتہ آتا ہے اور میرے پاس پیغام لاتا ہے' تو غار حرا والا معاملہ پیش آتے ہی آپ خوشی سے اچھل پڑتے اور بڑے دم دعوے کے ساتھ پہاڑ سے اتر کر سیدھے اپنی قوم کے سامنے پہنچتے اور اپنی نبوت کا اعلان کر دیتے لیکن اس کے برعکس یہاں حالت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھا تھا اس پر ششدر رہ جاتے ہیں' کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں' لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں' ذرا دل ٹھہرتا ہے تو بیوی کو چپکے سے بتاتے ہیں کہ آج غار حرا کی تنہائی میں مجھ پر یہ حادثہ گزرا ہے' معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے' مجھے اپنی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ یہ کیفیت نبوت کے کسی امیدوار کی کیفیت سے کس قدر مختلف ہے؟

پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی' اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے؟ اگر ان کے تجربے میں پہلے سے یہ بات آتی ہوئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو' جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی' چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ' میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔ (سیرت سرور عالم ج ۲ص ۱۳۷' ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

نبی بنائے جانے کا پہلے علم ہو یا نہ ہو' اس عبارت کے مطابق سید ابو الاعلیٰ کے نزدیک نبوت تو بہر حال پیری کی دکان چمکانے اور نذرانے سنبھالنے سے عبارت ہے۔ العیاذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنا عصا ڈال دیجیے۔ پھر جب انہوں نے اس کو اس طرح لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا' (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈریے مت' بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے ○

(النمل: ۱۰)

marfat.com

Marfat.com

جان اور ثعبان کے معانی اور ان میں تطبیق

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور جس کا سہارا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیجیے! اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ندا سنتا ہے اور اس کے جمال کے انوار کا مشاہدہ کرتا ہے' اسے ہر اس چیز کو پھینک دینا چاہیے جس کا وہ اللہ کے سوا سہارا لیتا ہو اور اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم کے سوا اور کسی چیز کا سہارا نہ لے۔

اس آیت میں جان کا لفظ فرمایا ہے جس کا معنی سانپ ہے' اور ایک اور سورۃ میں ثعبان فرمایا ہے جس کا معنی اژدھا ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف: ۱۰۷' الشعراء: ۳۲) سو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا پس اچانک وہ صاف صاف اژدھا تھا۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ○ (طٰہٰ: ۲۰) سو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو یکایک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

حیۃ اور جان کے معنی سانپ ہیں وہ چونکہ تیزی سے حرکت کرتا ہوا پھر رہا تھا اس لیے اس کو حیہ اور جان فرمایا اور الاعراف اور الشعراء میں اس کو ثعبان فرمایا کیونکہ جسامت میں وہ اژدھے کے برابر تھا' دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ عصا ظاہری طور پر اس وادی میں سانپ کی صورت بن گیا اور فرعون کے دربار میں اس کو خوف زدہ کرنے کے لیے اژدھے کی صورت بن گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے سوا کسی چیز پر تکیہ اور اعتماد کرتا ہے' وہ تکیہ اور سہارا در حقیقت اس کے حق میں سانپ اور اژدھا ہوتا ہے۔

رسولوں کے ڈرنے یا نہ ڈرنے کی تحقیق

پھر جب حضرت موسیٰ نے اس عصا کو اس طرح لہراتے ہوئے دیکھا گویا وہ سانپ ہے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے موسیٰ! ڈریے مت' بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ ہے کہ آپ میرے غیر سے مت ڈریے اور دوسرا یہ ہے کہ آپ مطلقاً مت ڈریے۔

پھر فرمایا: بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ رسول مطلقاً نہیں ڈرتے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان پر وحی کی جائے اور اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہو اس وقت وہ نہیں ڈرتے' کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مطالعہ میں منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں۔ اس لیے اس وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتے' اور باقی اوقات میں وہ اللہ سبحانہ سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آخرت میں انجام بہ خیر ہوگا اس لیے وہ سوء عاقبت (برے انجام) سے نہیں ڈرتے۔

انبیاء علیہم السلام کا اللہ سے ڈرنا

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی ظاہر نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی آخرت کے خوف سے دنیا میں ڈرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۹۹) کیا پس وہ اللہ کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہو گئے ہیں۔ اللہ کی گرفت اور عذاب سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

جو نقصان اٹھانے والے ہوں۔

اور ایک اور آیت میں ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُاۗ (فاطر: ۲۸) اللہ کے بندوں میں سے صرف وہی اللہ سے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور اللہ کی ذات اور صفات اور احکام شرعیہ کے سب سے زیادہ علم والے انبیاء علیہم السلام ہیں تو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کی تعریف اور تحسین کرتے ہوئے ان کے اوصاف بیان فرمائے:

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ (المعارج: ۲۸-۲۶) اور وہ حساب کے دن پر یقین رکھتے ہیں ۝ اور وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ۝ بے شک ان کے رب کا عذاب' بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے ۝

اور ان اوصاف کے ساتھ کامل متصف انبیاء علیہم السلام ہیں لہٰذا وہ سب سے زیادہ اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ سے ڈرنا

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے ام المومنین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اکثر اوقات میں کیا دعا فرماتے تھے' حضرت ام المومنین نے فرمایا' آپ اکثر اوقات یہ دعا کیا کرتے تھے:

یا مقلب القلوب! ثبت قلبی علی دینک اے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے' پس وہ جس کے دل کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس کے دل کو چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے پھر راوی نے اس آیت کی تلاوت کی۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا۔ (آل عمران: ۸) اے ہمارے رب! تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۲۰۹' ج ۱۱ص ۳۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۵' ۳۰۱' ۲۹۴' السنۃ لابن ابی العاصم رقم الحدیث: ۲۳۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۱۹' ۶۹۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۷۴' ۷۷۵)

آپ کا دنیا میں کثرت سے یہ دعا کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں کو کسی چیز کا حکم دیتے تو ایسی چیز کا حکم دیتے جس کو وہ (ہمیشہ) کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک ہم آپ کی مثل نہیں ہیں! بے شک اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت فرما دی ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے غضب کے آثار معلوم ہوئے' پھر آپ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب

marfat.com
Marfat.com

زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰ سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کوئی مسئلہ معلوم کر رہا تھا اور میں بھی دروازے کی جھری کے پاس کھڑی ہو کر سن رہی تھی اس نے کہا: یارسول اللہ فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں اس حالت میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر بھی نماز کا وقت آ پہنچتا ہے اور میں حالت جنابت میں ہوتا ہوں اور میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا آپ ہماری مثل تو نہیں ہیں؟ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر سب خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم: میں یہ امید رکھتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ ان کاموں کو جانتا ہوں جن سے بچنا چاہیے۔

(صحیح مسلم الصوم: ۷۹ رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۱۱۱ الرقم المسلسل: ۲۵۵۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۸۹)

ان احادیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے اور آپ تمام نبیوں سے افضل اور مکرم ہیں اور جب آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے تو باقی انبیاء علیہم السلام تو بہ طریق اولیٰ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

امام اشعری کے نزدیک انبیاء علیہم السلام آخرت کے برے انجام سے نہیں ڈرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت کے عذاب سے مامون ہونے کی خبر دے دی ہے اگر وہ پھر بھی آخرت کے برے انجام سے خائف ہوں تو لازم آئے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام اشعری کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ہم احادیث صریحہ صحیحہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈرتے تھے نیز خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اور جنت کی بشارت اس کو مستلزم ہے کہ وہ آخرت کے برے انجام اور دوزخ کے عذاب سے مامون ہوں پھر بھی یہ صحابہ کرام اللہ سے ڈرتے رہتے تھے اور آخرت کے عذاب سے فکر مند رہتے تھے اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لیے کما کر لاتا تھا۔ ایک رات وہ آپ کے لیے طعام لے کر آیا آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو آج آپ نے سوال نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا آج جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے لگے اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا وہ نکل نہیں رہا تھا ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا حضرت ابوبکر پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ نے اس ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے پس مجھے یہ خوف

marfat.com
Marfat.com

ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ص ۱۱۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض' حلیۃ الاولیاء ج ۱ص ۶۵' بیروت' ۱۴۱۸ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ص ۲۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۲۹۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۹۲۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! اگر میں چاہوں تو سب سے زیادہ ملائم لباس پہنوں اور سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے اچھی زندگی گزاروں لیکن میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ان کے کاموں پر ملامت کی اور فرمایا:

اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا   تم اپنی عمدہ لذیذ چیزیں اپنی دینوی زندگی میں لے چکے اور
واستمتعتم بھا (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۱۷' طبع جدید)   تم نے ان سے (خوب) فائدہ اٹھالیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی آواز پہنچتی تھی۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۳۴' طبع جدید)

داؤد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۴۱' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ص ۱۲۸)

یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے کہ: اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ' سوا ایک شخص کے' تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ ندا کرے کہ: اے لوگو! تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ص ۱۲۹)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتا ہے' اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی' لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت ابن عمر واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر نے کہا میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی' جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو ام المومنین کے پاس لے جانا' ان کو سلام عرض کرنا پھر کہنا عمر بن الخطاب آپ سے اجازت طلب کرتا ہے' اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ پھر فرمایا میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔ پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر حضرت عمر نے یہ نام لیے: حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر'

marfat.com

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ اس وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا اے امیر المومنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہو آپ کو معلوم ہے کہ آپ اسلام لانے میں مقدم ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ کو شہادت ملی۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کاش کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے' مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو' الحدیث۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث:۱۳۹۲)

حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا' انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا' کاش میں پیدا نہ کیا جاتا' کاش میری ماں مجھے نہ جنتی' کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا'' کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۴۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا

شرحبیل بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے تھے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو سرکہ اور زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے۔ (کتاب الزہد لاحمد' ص ۱۶۰' صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۳۷)

حضرت عثمان کے آزاد شدہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ جو اس منزل سے نجات پا گیا' اس کے لیے اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں۔

(کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۰' حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۸۶' سنن الترمذی' رقم الحدیث: ۲۳۰۸' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۴۲۶۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا

مجمع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے' پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے روکا نہیں۔ (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۳' صفوۃ الصفوۃ ج ا ص ۱۴۲)

حبہ بن جوین بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو حضرت علی نے فرمایا: تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔ (کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۵)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا' پہلوں میں اس جیسا کوئی امین تھا اور نہ بعد میں کوئی ان جیسا ہوگا' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جہاد کے لیے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے۔ انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا' چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لیے کوئی خادم نہیں تھا۔

(کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۶)

یزید بن محجن بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' آپ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا پھر فرمایا: اس تلوار کو کون خریدے گا' بخدا اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لیے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔

marfat.com
Marfat.com

(کتاب الزہد لاحمد ص ۱۶۴، حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۲۵۸، الریاض النضرۃ ج ...)

ہارون بن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کے لیے اور آپ کے اہل کے لیے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے' اور آپ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا' میرے پاس صرف میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۳۳)

عصمت کی تحقیق

بعض علماء نے یہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام اس لیے نہیں ڈرتے کہ وہ معصوم ہیں کیونکہ جب ان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ان کو گناہوں پر عذاب سے ڈر بھی نہیں ہوگا۔ یہ دلیل اولاً اس لیے صحیح نہیں کہ فرشتے بھی معصوم ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرشتوں کے متعلق ہے:

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ (الانبیاء: ۲۸)

اور فرشتے اس کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کے رعب اور جلال سے ڈرنے والے ہیں۔

ثانیاً یہ بات اس لیے بھی غلط ہے کہ کسی شخص کے معصوم ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ عصمت کی تعریف یہ ہے:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے' اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔ اس کے باوجود کہ بندہ کو اختیار ہوتا ہے' تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے' اس لیے شیخ ابومنصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔ ان تعریفوں سے ان لوگوں (شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہو جاتا ہے' کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہوگا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے بھی عصمت کی اس تعریف سے اتفاق کیا ہے۔ (نبراس ص ۵۳۴' مطبوعہ لاہور' ۱۳۹۷ھ)

علامہ شمس الدین خیالی متوفی ۸۷۰ھ عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

هی ملكة اجتناب المعاصی مع التمكن فيها.

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

(حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶' مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے علامہ مناوی سے عصمت کی یہی تعریف نقل کی ہے اور علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے بھی یہی تعریف لکھی ہے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۹۹' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ' التعریفات ص ۶۵' مطبوعہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

شیعہ اور معتزلہ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے' شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے لیے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے' نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' صغیرہ نہ کبیرہ۔

(التبیان ج ۱ ص ۱۹' دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

لیکن شیعہ کی یہ تعریف اس لیے غلط ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ناممکن اور محال ہو تو پھر ان کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ مکلف اس چیز کا کیا جاتا ہے جس کا کرنا یا نہ کرنا بندہ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہو' اس پر بعض لوگوں نے یہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام صرف امر کے مکلف ہوتے ہیں نہی کے مکلف نہیں ہوتے' میں کہتا ہوں کہ جب آپ نے ان کو امر کا مکلف مان لیا تو یہ مان لیا کہ امر پر عمل کرنا یا نہ کرنا ان کے اختیار میں ہے اور جب یہ مان لیا تو آپ نے ان کی گناہوں پر قدرت مان لی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور عقلاً ممتنع اور محال نہیں ہے ہاں شرعاً ممتنع ہے یعنی انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور عادۃً محال ہے کیونکہ نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ نہیں کرتے' صغیرہ نہ کبیرہ' اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت اور ان کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے اگر وہ گناہ کرتے تو ان کی اطاعت اور اتباع واجب نہ ہوتی اس لیے شرعاً ان کا گناہ کرنا ممتنع ہے' اور عقلاً ان کا گناہ کرنا ممتنع نہیں ہے کیونکہ وہ مکلف ہیں۔ ان کے نیک کاموں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی ہے اور ان سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے اختیار سے نیک کام کیسے ہوں اور اپنے اختیار سے برے کاموں کو ترک کیا ہو۔

رسولوں کے اللہ سے نہ ڈرنے کا محمل

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر کتاب و سنت سے اور عقل سلیم سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کی گرفت اور پکڑ سے بے خوف نہیں ہیں اور ہر چند کہ ان سے گناہوں کا صدور شرعاً ممتنع ہے لیکن عقلاً ان سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے' بلکہ ان سے گناہوں کا صدور ان ممکنات میں سے ہے جن ممکنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق صحیح ہے۔ سو انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ سب اللہ تعالیٰ سے خائف ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو فرمایا:

إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ○ (النمل: ۱۰) بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے دلوں میں یہ علم پیدا کر دیا ہے کہ جس عذاب سے وہ ڈرتے رہتے ہیں وہ عذاب ان کو کسی وقت بھی نہیں دیا جائے گا' ہر چند کہ وہ عذاب فی نفسہٖ ممکن بالذات ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو عذاب نہیں دے گا اور اس نے اپنے رسولوں سے نجات کا وعدہ فرما لیا ہے' اللہ کے رسول' اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے وعدہ کی وجہ سے عذاب سے نہیں ڈرتے اور اس عذاب کے ممکن بالذات ہونے کی بنا پر اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۹ص ۲۴۷' ۲۴۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

جب رسولوں کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا جائے اس وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتے' اور جہاں تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا تعلق ہے تو وہ اللہ عز و جل سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ماسوا سے مامون اور محفوظ رکھتا ہے اور اس سے فرماتا ہے تم میرے غیر سے مت ڈرو' تم میری پناہ میں ہو جو میری پناہ میں ہو وہ میرے غیر سے نہیں ڈرتا۔

marfat.com

Marfat.com

علامہ ابو محمد روز بہان بن ابی نصر البقلی الشیرازی التوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: آپ اژدھے سے نہ ڈریں کیونکہ آپ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ میری عظمت کا ظہور ہے اور مجھ سے خطاب کے وقت میری عظمت اور جلال کے مشاہدہ سے رسول نہیں ڈرتے' کیونکہ وہ میری ربوبیت کے اسرار کو جانتے ہیں۔ (عرائس البیان ج ۲ ص ۱۱۰' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کر دینا آیا گناہ تھا یا نہیں!

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا تھا اور وہ قضاء الٰہی سے مرگیا تھا' اور فرعونیوں نے یہ سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ نے ظلماً ایک شخص کو ہلاک کر دیا ہے اس لیے وہ انتقاماً آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے' اس وجہ سے آپ مصر چھوڑ کر مدین چلے گئے تھے اور دس سال سے زیادہ عرصہ گزار کر پھر مصر لوٹ رہے تھے' اس لیے اس موقع پر آپ کو اس قبطی کے ہلاک ہونے کا واقعہ یاد آیا تو اللہ تعالیٰ نے تعریضاً فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوا اس کے جس نے ظلم کیا' پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کی تو بے شک میں بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہوں ○ (النمل: ۱۱)

قبطی کے قتل کو ظلم فرمانے کی تحقیق

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے جن افعال کو قرآن مجید میں ظلم فرمایا ہے اس سے مراد ترک افضل ہے یا گناہ صغیرہ۔ (صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ صغیرہ نہ کبیرہ' نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' سہواً نہ عمداً) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لطیف پیرایہ میں تعریض کرنا مقصود ہو' حسن بصری نے کہا خدا کی قسم! حضرت موسیٰ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قبطی کو قتل کر کے ظلم کیا تھا' پھر انہوں نے اس ظلم کو نیکی سے تبدیل کیا۔ قرآن مجید میں ہے:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ (القصص: ۱۶)

اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو تو مجھ کو معاف فرما پس اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی نے حسن بصری کا جو قول نقل کیا ہے' وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو ارادۃً قتل نہیں کیا تھا اور نہ عادۃً کوئی شخص ایک گھونسے سے ہلاک ہو جاتا ہے' حضرت موسیٰ نے اس قبطی کو تادیباً گھونسا مارا تھا وہ شخص قضاء الٰہی سے مرگیا اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فعل قتل عمد تھا' نہ ظلم تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو ظلم کہنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں غایت تواضع اور انتہائی عجز و انکسار کا اظہار ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا ربنا ظلمنا فرمانا بھی ادب اور تواضع کے لیے تھا اور اس تعلیم کے لیے تھا کہ ان سے اگر کوئی فعل اجتہادی خطا کی بنا پر بھی صادر ہو جائے تو وہ اس کو بھی ظلم اور ذنب قرار دیتے ہیں' حالانکہ عام مسلمانوں کو بھی اجتہادی خطا پر اجر ملتا ہے اور اس کو ظلم اور گناہ نہیں کہا جاتا تو ان کی اجتہادی خطاء کو ظلم کہنا کس طرح جائز ہوگا! اور اس میں ہمارے لیے یہ تعلیم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجتہادی خطا پر اس قدر اظہار ندامت اور توبہ اور استغفار کرتے ہیں تو ہمیں اپنی عمداً خطاؤں پر کس قدر زیادہ توبہ اور استغفار کرنا چاہیے۔

marfat.com
Marfat.com

عوام اور خواص کے معاصی کا فرق

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس مقام پر لکھتے ہیں:

الفتوحات المکیہ میں مذکور ہے کہ خواص کے معاصی عوام کے معاصی کی طرح نہیں ہیں' کیونکہ عوام کے معاصی ان کی شہوت طبعیہ کی وجہ سے ہوتے ہیں اور خواص کے معاصی تاویل میں خطا کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عارف باللہ میں گناہ پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نزدیک کسی تاویل سے اس فعل کو مزین کر دیتا ہے۔ کیونکہ عارف کی معرفت اس کو بغیر تاویل کے گناہ کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے' کیونکہ عارف باللہ کبھی کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتا' پھر جب وہ کسی تاویل سے اس فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس پر منکشف ہوتا ہے کہ اس کی وہ تاویل صحیح نہیں تھی' اور درحقیقت اس فعل کا ارتکاب جائز نہیں تھا' جیسا کہ شجر ممنوع سے کھانے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ تاویل کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاص درخت سے کھانے سے منع فرمایا تھا اگر میں اس نوع کے کسی اور درخت سے اس کا پھل کھا لوں تو یہ جائز ہے اور ممنوع نہیں ہے' اور بعد میں ان پر یہ منکشف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع کے تمام درختوں سے کھانے سے منع فرمایا تھا' یا انہوں نے یہ تاویل کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا منع فرمانا تنزیہاً تھا اور بعد میں ان پر منکشف ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منع فرمانا تحریماً تھا اس لیے انہوں نے بعد میں اس پر توبہ کی اور استغفار کیا اور تاویل میں شبہ کی وجہ سے ان کا یہ فعل گناہ نہیں تھا' جیسے ایک وقت میں کوئی مفتی یا مجتہد یہ سمجھے کہ غیر مسلم بینک سے سود کھانا جائز ہے یا قوالی سننا جائز ہے یا وڈیو بنوانا اور تصویر کھنچوانا جائز ہے اور بعد میں اس پر یہ منکشف ہو کہ یہ تمام امور ناجائز اور گناہ ہیں تو جب اس نے اپنے دلائل کی بنا پر یہ کام کیے تھے تو ان پر مواخذہ نہیں ہوگا خواہ اس کے دلائل غلط ہوں اور خطا پر مبنی ہوں' ہاں اپنے فکر کی غلطی پر مطلع ہونے کے بعد اگر ان کاموں کو کرے گا تو پھر گناہ ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی بندہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی تاویل کے یا بغیر کسی فعل کی خوشنمائی کے یا بغیر غفلت یا نسیان کے عمداً کوئی گناہ کرے' حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص جو عارف باللہ ہو' اور اہل کشف میں سے ہو آیا وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی معصیت کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! یہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے وہ ہو کر رہتی ہے' اور جب کسی عارف باللہ سے کوئی قصور ہو جائے تو وہ قصور کسی تاویل کی بنا پر ہوگا یا تزیین کی بنا پر' اور تزیین کا معنی یہ ہے کہ اس کے نفس نے اس کے لیے اس فعل کو خوشنما بنا دیا اور اس فعل کے ارتکاب کے وقت وہ اس بات سے غافل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل سے منع کیا ہے' یا اس کی نگاہوں سے اس وقت وہ عذاب اوجھل ہو گیا جو عذاب اس فعل پر مرتب ہونا تھا۔

(روح البیان ج ۶ ص ۴۱۶' ملخصاً و موضحاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیں تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا۔ آپ نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیے بے شک وہ نافرمانوں کا گروہ ہے ۝ سو جب ان کے پاس ہماری بصیرت افروز نشانیاں آ گئیں تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ۝ انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان (نشانیوں کی صداقت) کا اعتراف کر چکے تھے۔ پس دیکھیے ان فتنہ پرور لوگوں کا کیسا انجام ہوا ۝ (النمل: ۱۴-۱۲)

عصا کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات

برص کے داغ بھی بہت زیادہ سفید ہوتے ہیں مگر ان کو عیب شمار کیا جاتا ہے' اس لیے واضح فرمایا کہ آپ کا ہاتھ بغل میں ڈالنے کے بعد ہر چند کہ بہت سفید ہو کر نکلے گا' مگر وہ برص کی طرح عیب دار نہیں ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد بتایا کہ آپ کی لاٹھی کا ڈالنے کے بعد اژدھا بن جانا اور بغل میں ڈالنے کے بعد آپ کے ہاتھ کا روشن اور سفید ہو جانا' آپ کو دی جانے والی نو نشانیوں اور آپ کے نو معجزات میں سے ہے' باقی سات نشانیاں یہ ہیں' فرعونیوں پر قحط کے سالوں کا مسلط کیا جانا' پھلوں کا کم ہونا' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک' خون اور طوفان۔

پھر بتایا کہ آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ فاسق تھے یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی حدود سے نکل کر کفر اور بدکاریوں میں داخل ہو چکے تھے' فسق کا معنی ہے خروج۔

پھر بتایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کھلی کھلی نشانیاں دکھائیں تو انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا اور کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

پھر بتایا کہ انہوں نے اپنی زبانوں سے ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید کی نشانی قرار دینے سے انکار کیا۔

جحود کا معنی ہے کسی چیز کو پہچاننے کے باوجود ہٹ دھرمی سے اس کا انکار کرنا' حالانکہ ان کے دل یہ مانتے تھے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید کی پکی نشانی ہیں۔

ابو اللیث نے کہا ان کے دلوں میں ان نشانیوں کے سچی ہونے کا اس لیے یقین تھا کہ جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا مثلاً ان کا گھر خون سے بھر جاتا ان کے پانی کے برتنوں میں پانی کی جگہ خون ہوتا تو پھر وہ حضرت موسیٰ سے فریاد کرتے کہ اس عذاب کو ان سے دور کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے تو وہ عذاب ان سے دور ہو جاتا۔ اس سے ان کے دلوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہو جاتا' اس طرح جب ان پر قحط سالی آتی یا ان کے گھر مینڈکوں اور ٹڈیوں سے بھر جاتے تو اس عذاب سے نجات کے لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتے تھے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور آپ کی دعا سے ہی ان سے یہ مصیبت ٹلے گی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو اس عذاب سے نجات مل جاتی لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے پیغام کا مسلسل انکار کیے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور قمیص میں بٹن لگانے کی تحقیق

النمل: ۱۲ میں فرمایا' اور آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیں۔

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

جیب کے معنی ہیں گریبان' اہل تفسیر نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھلے ہوئے گریبان کی قمیص پہنے ہوئے تھے اس میں نہ آستین تھی نہ گھنڈیاں (بٹن) تھیں' سو انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان کے بٹن کھلے ہوئے ہوتے تھے:

معاویہ بن قرۃ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس ہم نے آپ سے بیعت کی اس وقت آپ کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے' پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کی قمیص کے گریبان میں ڈالا اور میں نے مہر نبوت کو چھوا' عروہ کہتے ہیں کہ میں نے جب بھی معاویہ اور ان کے بیٹے کو دیکھا تو ان کی قمیصوں کے بٹن کھلے ہوئے ہوتے تھے' خواہ سردی ہو یا گرمی اور وہ کبھی بھی اپنی قمیصوں کے بٹن نہیں لگاتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۷۸' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳)

قمیص کے بٹن لگانے کے متعلق بھی احادیث ہیں:

حضرت زید بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث روایت کی اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلایا اور فرمایا:

اے عثمان قریب ہو! اے عثمان قریب ہو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل قریب ہونے کے لیے فرماتے رہے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے زانو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو کے ساتھ ملالیے' پھر آپ نے ان کی طرف دیکھا' پھر آسمان کی طرف دیکھا پھر تین بار فرمایا: سبحان اللہ العظیم پھر حضرت عثمان کی طرف دیکھا تو ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے بٹن بند کر دیئے' پھر فرمایا اپنی چادر کو دہرا کر کے اپنے سینہ پر باندھ لو۔ الحدیث (المعجم الکبیر ج ۵ ص ۲۲۱-۲۲۰' رقم الحدیث: ۵۱۴۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے' ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۴۱' مطبوعہ دار المامون للتراث' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

امام ابوالشیخ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قمیص نہیں بنائی جس میں گھنڈی (بٹن) ہو۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷ ص ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۶۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سوتی تھی۔ اس کی لمبائی کم تھی اور اس کی آستین چھوٹی تھی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۷۷' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۵۵' بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قمیص پہنتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور اس کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷ ص ۲۹۴' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا:

اور حضور کے کرتہ شریف میں گھنڈی لگی تھی یا بٹن اور کرتہ شریف میں چاک کھلے تھے یا نہیں؟ گھنڈی آپ کے کرتہ مبارک میں سامنے تھی یا ادھر ادھر تھی؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

کرتے مبارک میں بٹن ثابت ہیں' چاک دونوں طرف تھے' صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: وفرجیھا مکفوفین بالدیباج گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰/۲ ص ۹۳-۹۲' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا:

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتہ شریف کتنا نیچا تھا اور گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا یا دائیں بائیں اور چاک مبارک کھلی تھی یا دوختہ اور بٹن لگے تھے' یا گھنڈی۔ الخ

marfat.com
Marfat.com

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔ مواہب شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور چادر کی لمبائی پنڈلی کے نصف تک تھی' اور کم طول بھی وارد ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سوتی اس کی لمبائی اور آستینیں چھوٹی تھیں' گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا' دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ اون پر ریشم کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں' اس زمانے میں گھنڈی' تکمے ہوتے تھے جن کو زر دعروہ کہتے ہیں بٹن ثابت نہیں نہ اون میں کوئی حرج۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱/۱۰ ص ۱۰۴' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی ۱۴۱۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا گریبان کھلا ہوا ہوتا تھا اور اس میں گھنڈی یا بٹن لگے ہوئے نہیں ہوتے تھے اور آپ نے اسی طرح نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول تھا' سنن ابوداؤد' سنن ترمذی اور طبقات ابن سعد میں اسی طرح ہے' البتہ امام طبرانی نے حضرت زید بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان کے کسی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے تو آپ نے ان کو بند کر دیا' اس زمانہ میں سیپ' پلاسٹک یا اسٹیل کے بٹن نہیں ہوتے تھے۔ کپڑے کی بٹن نما ابھری ہوئی گول سی چیز ہوتی تھی جس کو کاج کے سوراخ میں ڈال دیتے تھے' اس کو عربی میں زر اور اردو میں گھنڈی کہتے ہیں' ہم نے اس کا ترجمہ بٹن کیا ہے۔

ہر چند کہ نماز اور غیر نماز میں گریبان کا کھلا رکھنا سنت ہے' لیکن چونکہ آپ نے حضرت عثمان کے گریبان کے بٹن بند کر دیئے تھے اس لیے نماز میں قمیص کے بٹن بند کر لینے چاہئیں اور یہ بھی آپ کی سنت ہے۔

دو آیتوں میں تعارض کا جواب

اس سورۃ میں فرمایا ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا . (النمل: ۱۳) پس جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آ گئیں۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا . (القصص: ۳۶) پس جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے آئے۔

سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ کی طرف نشانیاں لانے کا اسناد کیا ہے اور سورۃ النمل میں نشانیوں کی طرف آنے کا اسناد کیا ہے۔ النمل میں نشانیوں کی طرف آنے کا اسناد حقیقت ہے اور القصص میں مجاز ہے' اور بعض مفسرین نے اس کے برعکس کہا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ القصص میں فرعون کے دربار میں معجزات پیش کرنے کا سیاق ہے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان معجزات کے لانے کی نسبت کی ہے اور سورۃ النمل میں اس طرح نہیں ہے' اس لیے اصل کے اعتبار سے فرمایا جب ان کے پاس نشانیاں آ گئیں۔

کفار اور مشرکین کو تنبیہ

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے متعلق بتایا کہ انہوں نے کھلے کھلے اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ظلم اور تکبر کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا' اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کرنا ہے کیونکہ وہ بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ظلم اور تکبر کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا سو جو فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر چکا ہے اس کے لیے کفار مکہ کو ہلاک کرنا کیا مشکل ہے۔ اس لیے عقل والوں کو چاہیے کہ قوم فرعون کے حال سے نصیحت حاصل کریں اور ان کاموں کو ترک کر دیں جن کاموں کی وجہ سے قوم فرعون کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک

marfat.com
Marfat.com

دیا گیا تھا' اور ظلم اور تکبر کو چھوڑ کر عدل اور تواضع کو اختیار کریں اور نفس کے تقاضوں پر عمل کرنے کے بجائے ضمیر کی پکار پر لبیک کہیں۔

اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فیض کو قبول کرنے کی فطری صلاحیت اور استعداد کو ضائع کر دیا اور وہ چوپایوں اور درندوں کے پست گڑھے میں گر گئے ان کا انجام یہ ہے کہ وہ آخرت میں شیاطین کے ساتھ دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے۔ اللہ کے قرب اور اس کی معرفت کی بلندی میں چڑھنا مشکل ہوتا ہے اور نفس کی پستی میں اترنا آسان ہوتا ہے جیسے کسی پتھر کو آپ اوپر اچھالیں تو اپنی طبیعت کے تقاضے کے خلاف اس کے لیے اوپر جانا مشکل ہوتا ہے اور اپنے طبعی تقاضے کے موافق نیچے آنا اس کے لیے آسان ہوگا' سو یہی حال کافروں کا ہے وہ شرک اور کفر کے خوگر اور عادی ہو چکے ہیں اور کفر ان کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہے لہٰذا ان کے لیے کفر اور شرک کو چھوڑ کر اسلام اور توحید کی طرف آنا مشکل ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ

اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو عظیم علم عطا کیا تھا' اور ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو

فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ

اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ○ اور سلیمان داؤد کے

دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا

وارث ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز

مِنْ كُلِّ شَىْءٍ ۖ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ

سے عطا کیا گیا ہے' اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے ○ اور سلیمان کے لیے

لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

جنات اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور ہر ایک کو الگ الگ منقسم کیا گیا ○

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ

حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا

بلوں میں گھس جاؤ' کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ

marfat.com
Marfat.com

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
ڈالے ○ اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنس دیے اور دعا کی اے میرے رب!
اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
تو نے مجھے اور میرے والدین کو جو نعمتیں عطا کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ
اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل
الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَالِیَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ
کر لے ○ اور انہوں نے پرندوں کی تفتیش کی تو کہا کیا وجہ ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا!
اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ
یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے ○ میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا
لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ
یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا ورنہ وہ اس کی صاف صاف وجہ بیان کرے ○ وہ (ہد ہد) کچھ دیر بعد آ کر بولا
فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾
میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں ○
اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا
میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا
عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ
بہت بڑا تخت ہے ○ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں
دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ
اور شیطان نے ان کے لیے ان کے (ان) کاموں کو خوش نما بنا دیا ہے سو ان کو

marfat.com
Marfat.com

السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ

اللہ کے راستے سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت نہیں پا رہے ○ یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے' جو آسمانوں

الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور زمینوں کی چیزوں کو باہر لاتا ہے' اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو اور جن کو تم ظاہر کرتے ہو ○

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة قَالَ سَنَنْظُرُ

السجدۃ ۵

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○ سلیمان نے کہا ہم دیکھتے ہیں

اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا

کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو ○ میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور اسے

فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ

ان کے پاس ڈال دو' پھر ان سے پشت پھیر لو اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ (ملکہ سبا نے) کہا

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ

اے میرے سردارو! بے شک میرے پاس ایک معزز مکتوب پہنچایا گیا ہے ○ بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ

اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ یہ کہ تم میرے مقابلہ

ع ۲ / ۱۷ / ۱۲ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

میں سر نہ اٹھاؤ اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو عظیم علم عطا کیا تھا' اور ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ○ (النمل: ۱۵)

اس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا دوسرا قصہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا تھا' اور اس آیت سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ شروع فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے قصص تورات میں مذکور ہیں اور قریش مکہ کو معلوم تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات اور انجیل نہیں پڑھیں اور نہ آپ علماء اہل کتاب

marfat.com
Marfat.com

کی مجلس یا ان کے مدرسہ میں رہے ہیں۔اس کے باوجود آپ انبیاء سابقین کے متعلق وہ چیزیں بیان فرماتے ہیں جن کی تصدیق ان کی کتابوں میں تھی اور اس سے یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ آپ کو ان انبیاء سابقین کے متعلق ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوا ہے' اور یہ آیتیں آپ کی بنائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی آیتیں ہیں' اور ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ بار بار ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے تاکہ اس کلام کے وحی الٰہی ہونے پر بار بار تنبیہ ہوتی رہے اور قریش کو بار بار یاد دہانی ہوتی رہے اور سننے والوں کے دلوں میں اور ان کے دماغوں میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل تازہ ہوتے رہیں۔ہم اس آیت کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی سوانح بیان کریں گے۔فنقول وباللہ التوفیق.

حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کا جالوت کو قتل کرنا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

آپ کا نام: داؤد بن ایشا بن عربد بن ناعر بن سلمون بن نخشون بن غوینادب بن ارم بن حصرون بن کارص بن یھوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام داؤد بن زکریا بن بشوی ہے۔علیہ السلام

آپ اللہ کے نبی اور اس کی زمین میں اس کے خلیفہ ہیں اور اہل بیت المقدس سے ہیں۔روایت ہے کہ آپ دمشق کی جانب سے آئے تھے اور آپ نے مرج الصفر میں قصرام حکیم کے پاس جالوت کو قتل کیا تھا۔

سعید بن عبدالعزیز نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۙ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۚ وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي ۔(البقرہ: ۲۴۹)

جب طالوت لشکر لے کر روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا بے شک اللہ تم کو ایک دریا کے سبب سے آزمائش میں مبتلا کرنے والا ہے۔سو جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرے طریقہ صحیحہ پر نہیں ہے' اور جس نے اس میں سے پانی نہیں پیا وہ میرے طریقہ صحیحہ پر ہے۔

یہ وہ دریا ہے جو ام حکیم بنت الحارث بن ہشام کے پل کے پاس ہے اور سعید بن عبدالعزیز نے کہا میں نے سنا ہے یہ وہ دریا ہے جس میں حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے غسل کیا تھا۔

متعدد اسانید کے ساتھ وہب بن منبہ سے روایت کیا کہ حضرت داؤد کے چار بھائی تھے' اور ان کے والد بہت بوڑھے تھے۔حضرت داؤد کے بھائی جالوت سے لڑنے کے لیے طالوت کے لشکر میں شامل ہو گئے اور ان کے والد گھر میں رہ گئے' اور انہوں نے حضرت داؤد کو بکریاں چرانے کے لیے روک لیا' اس وقت لوگ جالوت سے لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔

حسن نے بیان کیا کہ حضرت داؤد کا قد چھوٹا تھا' نیلی آنکھیں تھیں اور سر کے بال کم تھے' اور ان کا دل پاک اور صاف تھا' جس وقت وہ بکریاں چرا رہے تھے انہوں نے ایک ندا سنی: اے داؤد! تم تو جالوت کو قتل کرنے والے ہو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اپنی بکریاں اپنے رب عزوجل کی امان میں چھوڑ دو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جا ملو' کیونکہ طالوت نے کہا ہے کہ جو جالوت کو قتل کرے گا وہ اس کو اپنا نصف مال دے دے گا' اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے گا۔پھر حضرت داؤد نے اپنی بکریاں اپنے رب کی امان میں چھوڑیں اور روانہ ہو گئے اور اپنے والد سے یہ کہا میں اپنے بھائیوں کو دیکھنے جا رہا ہوں کہ ان کا کیا حال ہے' ان کو اصل واقعہ بتانا پسند نہیں کیا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت داؤد اپنے بھائیوں کے لیے زادراہ لے کر روانہ ہوئے' ان کے ساتھ ان کا عصا تھا' اور ان کا توبرا تھا اور پتھر مارنے کا آلہ تھا' جس سے وہ درندوں کو اپنی بکریوں سے دور رکھنے کے لیے پتھر مارتے تھے۔ سفر کے دوران ایک پتھر نے ان کو آواز دی: اے داؤد! مجھے اٹھا کر رکھ لو میں تمہارے لیے جالوت کو قتل کر دوں گا۔ حضرت داؤد نے پوچھا تم کون ہو تو اس نے کہا میں وہ پتھر ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلاں فلاں کو ہلاک کر دیا تھا' اور میں اللہ کے اذن سے جالوت کو قتل کروں گا' حضرت داؤد نے اس پتھر کو اٹھا کر اپنے توبرے میں رکھ لیا۔ حضرت داؤد پھر چل پڑے پھر وہ ایک اور پتھر کے پاس سے گزرے اس نے بھی کہا اے داؤد! مجھے بھی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیجئے' حضرت داؤد نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حضرت اسحاق کا وہ پتھر ہوں جس سے انہوں نے فلاں فلاں کو قتل کر دیا تھا اور میں اسی طرح اللہ کے اذن سے جالوت کو بھی قتل کر دوں گا' حضرت جالوت نے اس پتھر کو بھی اٹھا کر اپنے توبرے میں رکھ لیا' حضرت داؤد پھر چل پڑے پھر وہ ایک اور پتھر کے پاس سے گزرے اس نے بھی کہا اے داؤد! مجھے بھی اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لیجئے' حضرت داؤد نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حضرت یعقوب کا پتھر ہوں' میں اللہ عزوجل کے اذن سے جالوت کو قتل کر دوں گا۔ حضرت داؤد نے پوچھا تم اس کو کس طرح قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں آندھی سے مدد لوں گا وہ مجھے اس کے خود پر مار دے گی میں اس کی پیشانی کے اندر گھس کر اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت داؤد نے اس کو بھی اٹھا کر اپنے توبرے میں رکھ لیا۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت داؤد آگے بڑھے تو انہوں نے تینوں پتھروں کو جوڑ کر ایک پتھر بنا لیا پھر اس کو اپنے گوپھیا (پتھر مارنے کا آلہ اس کو فلاخن بھی کہتے ہیں) میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا میرے بندے داؤد کی نصرت اور مدد کرو' پھر حضرت داؤد نے آگے بڑھ کر نعرہ تکبیر لگایا۔ فرشتوں' حاملین عرش اور جنات اور انسانوں کے سوا سب مخلوق نے اس نعرہ کا جواب دیا۔ جالوت اور اس کے لشکر نے جب اس نعرہ کا جواب سنا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو ان کے مقابلہ پر جمع کر دیا ہے۔ پھر زبردست آندھی آئی جس سے اندھیرا چھا گیا اور جالوت کا خود گر گیا اور حضرت داؤد نے اس پتھر کو گوپھیے میں ڈال کر تاک کے اس کی پیشانی پر مارا تو وہ تینوں پتھر الگ الگ جا کر لگے ایک پتھر اس کی پیشانی میں گھس گیا اور اس کو ہلاک کر کے زمین پر گرا دیا۔ دوسرا پتھر جالوت کے دائیں جانب کے لشکریوں میں گھس گیا اور ان کو شکست دے دی' اور تیسرا پتھر بائیں جانب کے لشکریوں میں گھس گیا اور ان کو شکست دے دی اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے اوپر پہاڑ آ گرے ہیں ان میں افراتفری مچ گئی اور بھگدڑ میں انہوں نے ایک دوسرے کو کچل ڈالا۔ وہ ایک دوسرے کو روندتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بری طرح بھاگے اور بہت سارے لشکری ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح عطا فرمائی اور طالوت فتح اور کامرانی کے ساتھ بنی اسرائیل کے ساتھ واپس ہوا۔ طالوت نے حسب وعدہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کر دیا اور ان کو اپنا نصف مال دے دیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۶۰-۵۸ ملخصاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۵۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت اور ان کی سیرت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

بشر بن حزن النصری بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں والوں اور بکریوں والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے پر فخر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد کو مبعوث کیا گیا (نبوت دے کر بھیجا گیا) حالانکہ وہ بکریاں چراتے تھے اور حضرت موسیٰ کو بھیجا گیا اور وہ بکریاں چراتے تھے' اور مجھے مبعوث کیا گیا اور میں اس وقت محلہ اجیاد والوں کی

marfat.com
Marfat.com

بکریاں چراتا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۴' تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۴۱۳۳' ج ۱۹ ص ۶۰' مطبوعہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رمضان کی دوسری تاریخ کو صحیفے نازل کیے گئے' حضرت داؤد علیہ السلام پر چھ رمضان کو زبور نازل کی گئی اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس رمضان کو فرقان نازل کیا گیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۴۱۳۸' ج ۱۹ ص ۶۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حق یہ ہے کہ لقمان نبی نہ تھے لیکن وہ ثابت قدم بندے تھے' بہت زیادہ غور و فکر کرتے تھے' لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھتے تھے' وہ اللہ سے محبت کرتے تھے' اللہ ان سے محبت کرتا تھا اور اللہ ان کے لیے حکمت کا ضامن ہو گیا تھا' ایک دن وہ دوپہر کو سوئے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ندا آئی۔ اے لقمان! تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنادے' تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو گے' لقمان نے بیدار ہو کر اس ندا کے جواب میں کہا اگر میرا رب مجھے اختیار دے گا تو میں قبول کرلوں گا' کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر اللہ نے ایسا کر دیا تو وہ میری مدد کرے گا اور مجھے تعلیم دے گا اور میری حفاظت کرے گا اور اگر میرے رب نے مجھے اختیار دیا تو میں عافیت کو قبول کروں گا اور امتحان کو قبول نہیں کروں گا' فرشتوں نے آواز سے کہا اور وہ ان کو نہیں دیکھ رہے تھے اے لقمان! کس وجہ سے؟ لقمان نے کہا کیونکہ حاکم سب سے زیادہ سختی اور مشکل میں ہوتا ہے اس کو ہر طرف سے ظلم گھیر لیتا ہے۔ اس کی مدد کی جائے تو وہ نجات پالیتا ہے' اگر وہ خطا کرے تو جنت کے راستہ سے خطا کرتا ہے' اور دنیا کی سرداری سے بہتر ہے کہ وہ دنیا میں ذلت سے ہو' اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے تو دنیا اس کو فتنہ میں ڈال دیتی ہے اور وہ آخرت میں اجر نہیں پاسکتا۔ فرشتوں کو ان کے حسن کلام سے تعجب ہوا وہ سو گئے پھر ان کو حکمت سے بھر دیا گیا' اور انہوں نے بیدار ہو کر حکمت سے کلام کیا۔ پھر حضرت داؤد کو ندا کی گئی تو انہوں نے خلافت اور حکومت کو قبول کرلیا اور انہوں نے لقمان کی طرح کوئی شرط نہیں عائد کی' اور انہوں نے کئی بار فیصلہ کرنے میں خطا کی' اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا سے درگزر کیا اور ان کو معاف کر دیا اور لقمان ان کو اپنی حکمت اور اپنے علم سے مشورے دیتے تھے۔ حضرت داؤد نے ان سے کہا اے لقمان! تمہارے لیے خوشی ہو کیونکہ تم کو حکمت دی گئی اور تم کو امتحان سے بچالیا گیا' اور حضرت داؤد کو خلافت دی گئی اور ان کو امتحان اور آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ (لقمان نے حکمت کو طلب کیا' اور حضرت داؤد علیہ السلام نے خلافت اور حکومت کو طلب کیا' اس سے لقمان کی حضرت داؤد پر فضیلت ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ لقمان نے آسان اور بغیر خطرہ اور آزمائش کی راہ پر چلنے کی راہ کو اختیار کیا اور حضرت داؤد نے پرخطر اور آزمائش والی راہ پر سفر کرنے کو اختیار کیا اور کمال اس کا ہے جو پرخطر راہ سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے نہ اس کا جو پرامن راستے سے گزرے' گویا حضرت داؤد نے عزیمت کو اختیار کیا اور لقمان نے رخصت کو اور فضیلت عزیمت پر عمل کرنے میں ہے نہ کہ رخصت پر عمل کرنے میں)

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۶۲' رقم الحدیث: ۴۱۳۹' تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد یہ دعا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھ تک تیری محبت کو پہنچا دے۔ اے اللہ! تو اپنی محبت کو میرے نزدیک میرے نفس اور میرے اہل اور ٹھنڈ

marfat.com

Marfat.com

سے زیادہ محبوب بنا دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۶۲' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۴۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں وہ نصف دہر کے روزے رکھتے تھے (وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے) اور بہترین نماز حضرت داؤد کی نماز ہے۔ وہ رات کے نصف اول میں سوتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب رات کا چھٹا حصہ رہ جاتا تو پھر سو جاتے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۶۳ البدایہ والنہایہ ج اص ۴۵۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد کے اوپر (زبور کا) پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا' وہ سواری کو تیار کرنے کا حکم دیتے اور سواری کے روانہ ہونے سے پہلے پڑھنا ختم کر لیتے تھے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

دوسری روایت میں سواری پر زین ڈالنے کے حکم کا ذکر ہے اور سواری پر زین ڈالے جانے سے پہلے پڑھنا ختم کر لیتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۶۵-۶۴' رقم الحدیث: ۴۱۴۱-۴۱۴۰' مصابیح البغوی ج اص ۲۸۸' البدایہ والنہایہ ج اص ۴۵۷)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت داؤد نے رات اور دن کے اوقات کو اپنے اہل پر تقسیم کر رکھا تھا اور رات اور دن کے اوقات میں سے جب بھی کوئی وقت ہوتو حضرت داؤد کی آل میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس وقت نماز پڑھ رہا ہوتا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ○ اے آل داؤد! شکر ادا کرو' میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے کم ہیں۔ (سبا: ۱۳)

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۶۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام کے شکر کی ادائیگی کا طریقہ

المغیرۃ بن عتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد نے عرض کیا: اے میرے رب! کیا آج رات تیری مخلوق میں سے کسی نے بھی مجھ سے زیادہ تیرا ذکر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ہاں! مینڈک نے' اور پھر ان پر یہ آیت نازل فرمائی: اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ (سبا: ۱۳) حضرت داؤد نے عرض کیا: اے میرے رب! میں کیوں کر تیرا شکر ادا کر سکتا ہوں؟ حالانکہ تو مجھ پر مسلسل انعام فرماتا ہے پھر کہا: اے میرے رب! میں کس طرح تیرا شکر ادا کر سکتا ہوں؟ حالانکہ تو مجھ کو نعمت عطا فرماتا' پھر اس نعمت پر شکر کی ادائیگی کو بھی تو عطا فرماتا ہے' پھر ایک نعمت کے اوپر اور نعمت کو زیادہ فرماتا ہے' پس اے میرے رب! نعمت بھی تیری طرف سے ہے اور شکر بھی تیری طرف سے ہے' تو پھر میں کیوں کر تیرا شکر ادا کر سکتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اب تم نے مجھے اس طرح پہچان لیا جس طرح مجھے پہچاننے کا حق ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سعید مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے مجھے بہت زیادہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں سو تو مجھے اس پر رہنمائی کر کہ میں تیرا بہت زیادہ شکر ادا کروں۔ فرمایا تم مجھے بہت زیادہ یاد کرو' جب تم نے مجھے یاد کر لیا تو تم نے میرا شکر ادا کر لیا' اور جب تم نے مجھے بھلا دیا تو تم نے میری ناشکری کی۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۷۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

ابوالجلد بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں تیرا شکر کیوں کر ادا کر سکتا ہوں کیونکہ تیرے شکر کی ادائیگی بھی تو تیری ہی دی ہوئی نعمت ہے' تب ان کے پاس وحی آئی کہ اے داؤد! کیا تم کو یہ علم نہیں کہ تم تک جو بھی نعمت پہنچتی ہے وہ مجھ سے پہنچتی ہے' حضرت داؤد نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! فرمایا پس میں تیری طرف سے اس شکر پر راضی ہوں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۶۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد کو اس قدر حسین آواز دی گئی تھی کہ اس قدر حسین آواز اور کسی کو نہیں دی گئی تھی' حتیٰ کہ پرندے اور وحشی جانور آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے تھے اور یونہی بھوکے پیاسے مر جاتے تھے اور دریاؤں کی روانی رک جاتی تھی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۲' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۵۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ مزامیر' برابط اور صنوج (بانسریاں' سارنگیاں اور جھانجھنیں) کی ابتداء حضرت داؤد کی آواز سے ہوئی ہے' وہ اس قدر حسین آواز کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ اس سے پہلے کانوں نے اتنی حسین آواز نہیں سنی تھی' جن' انسان' پرندے اور چرندے ان کی آواز سننے کے لیے بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ بعض بھوکے مر جاتے تھے' حتیٰ کہ ایک دن ابلیس خوف زدہ ہو کر باہر نکلا کیونکہ اس نے دیکھا کہ انسان اور چوپائے حضرت داؤد کی قرأت کے حسن سے بہت متاثر اور بہت مانوس ہو رہے ہیں اس نے اپنے سرداروں کو بلایا اور کہا تمہارے ہوتے ہوئے یہ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا تم جو چاہتے ہو ہمیں اس کا حکم دو' اس نے کہا ان کو زبور کے سننے سے صرف ایسی چیز روک سکتی ہے جس کی آواز کا حسن داؤد کی آواز کے مشابہ ہو' تب انہوں نے مزامیر' برابط اور صنوج وغیرہ آلات غنا بنائے' جب گمراہ لوگوں اور جنات نے ان آوازوں کو سنا تو وہ ان سازوں کی آوازوں کی طرف منتقل ہو گئے اور اسی طرح چوپائے اور پرندے بھی' اور حضرت داؤد بنو اسرائیل میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتے رہے' وہ نبی' حکیم' عابد اور مجتہد تھے اور تمام نبیوں سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتے تھے اور بہت روتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اما بعد کہا اور قرآن مجید میں جو فصل الخطاب ہے (ص: ۲۰) اس سے مراد یہی اما بعد کے کلمات ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعائیں

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہر صبح اور شام کو تین بار یہ کلمات پڑھتے تھے: اے اللہ! مجھے ہر اس مصیبت سے محفوظ رکھ جو تو نے آج رات آسمان سے زمین کی طرف نازل کی ہے۔ اے اللہ! مجھے ہر اس اچھائی سے حصہ عطا فرما جو تو نے آج رات آسمان سے زمین کی طرف نازل کی ہے۔

سعید نے بیان کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا یہ تھی: اے اللہ! مجھے اتنی زیادہ چیزیں نہ دینا کہ میں سرکشی کروں اور نہ اتنی کم دینا کہ میں بھول جاؤں' کیونکہ جو چیز کم ہو اور کافی ہو وہ ان زیادہ چیزوں سے بہتر ہے جو بے پرواہ کر دیں۔ اے اللہ! مجھے ہر دن روزی عطا فرما' اور جب تو دیکھے کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس کو چھوڑ کر تکبر کرنے والوں کی مجلس میں جا رہا ہوں تو میری ٹانگوں کو توڑ دے' کیونکہ یہ بھی تیری مجھ پر ایک نعمت ہے جس سے تو مجھ پر احسان کرے گا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۷۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

عطاء بن ابی مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کعب اس ذات کی قسم کھا کر کہتے تھے جس نے حضرت موسیٰ کے لیے سمندر کو چیر دیا تھا' ہم نے تورات میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ داؤد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے دین کو درست رکھ جس کو تو نے میری حفاظت بنایا ہے اور میری دنیا کو درست رکھ جس کو تو نے میرا روزگار بنایا ہے' اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں' اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے اسے کوئی چھیننے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو واپس لے لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے نہ کسی کا بخت نہ کسی کا نسب۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ص ۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا الحمد للہ' سو انہوں نے اللہ کے اذن سے اس کی حمد کی' ان سے ان کے رب نے کہا اے آدم! آپ پر اللہ رحم کرے' ان فرشتوں کی طرف جائیے' ان کی ایک جماعت کی طرف جو بیٹھی ہوئی ہے' اور کہیے السلام علیکم! انہوں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' حضرت آدم پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آپ کا سلام ہے اور آپ کی اولاد کا آپس میں سلام ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا درآں حالیکہ اس کی دونوں مٹھیاں بند تھیں' ان میں جس مٹھی کو چاہو اختیار کر لو' انہوں نے کہا میں اپنے رب کا دایاں ہاتھ اختیار کرتا ہوں اور میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' دایاں ہاتھ مبارک ہے' پھر اس ہاتھ کو کھولا تو اس میں حضرت آدم اور ان کی اولاد تھی۔ حضرت آدم نے پوچھا اے میرے رب! یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے! پھر اس میں ہر انسان کی عمر اس کی آنکھوں کے آگے لکھی ہوئی تھی' ان میں ایک شخص ایسا تھا جو سب سے زیادہ روشن تھا' حضرت آدم نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے میں نے اس کی عمر چالیس سال لکھی ہے۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! میں اپنی عمر میں سے اس کو ساٹھ سال دیتا ہوں' فرمایا اس کا تمہیں اختیار ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا حضرت آدم کو جنت میں رکھا' پھر ان کو جنت سے اتار کر زمین پر لایا' حضرت آدم اپنی عمر گنتے رہتے تھے' پس جب ان کے پاس موت کا فرشتہ آیا تو ان سے حضرت آدم نے کہا تم جلدی آ گئے ہو میری عمر تو ایک ہزار سال لکھی گئی تھی۔ فرشتہ نے کہا کیوں نہیں! لیکن آپ اپنے بیٹے داؤد کو اپنی عمر میں سے ساٹھ سال دے چکے ہیں۔ حضرت آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا اور حضرت آدم بھول گئے سو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۸' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۲۰۶' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۲۱۸' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۶۵۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۶۷' المستدرک ج ۱ص ۶۴' ج ۴ص ۲۶۳' الاسماء والصفات ج ۲ص ۵۶)

امام ابو الکرم محمد بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت داؤد فوت ہو گئے تو ان کے ملک' ان کے علم اور ان کی نبوت کے حضرت سلیمان وارث ہوئے اور ان کے انیس (۱۹) بیٹے تھے پس ان کو چھوڑ کر حضرت سلیمان' حضرت داؤد کے وارث ہوئے' اور جب حضرت داؤد فوت ہوئے تو ان کی عمر ایک سو سال تھی' یہ صحت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' اور ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی۔ حضرت داؤد کی عمر کے متعلق مؤرخین کی متعدد متعارض روایات ہیں لیکن ہمارے نزدیک راجح وہی روایت ہے جو سنن ترمذی میں ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۱ص ۱۲۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق جو احادیث ہم نے پہلے ذکر کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تو انہوں نے اپنی اولاد میں ایک روشن چہرے والا دیکھا' پوچھا: اے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ آپ کا بیٹا داؤد ہے۔ پوچھا اے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال' کہا اے رب اس کی عمر زیادہ کر دے۔ فرمایا نہیں' البتہ تم اپنی عمر میں سے کچھ اس کو دے دو' اور حضرت آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ انہوں نے حضرت داؤد کی عمر میں چالیس سال زیادہ کر دیئے' پس جب حضرت آدم کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس موت کا فرشتہ آیا۔ حضرت آدم نے کہا ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں' اور حضرت آدم یہ بھول گئے کہ انہوں نے یہ چالیس سال حضرت داؤد کو دے دیئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے ایک ہزار سال اور حضرت داؤد کے ایک سو سال پورے کر دیئے' اس حدیث کو امام احمد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اور امام ابن خزیمہ نے اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن جریر نے کہا کہ حضرت داؤد کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی' ان کا یہ قول غلط اور مردود ہے اور انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی اور ان کی یہ نقل مقبول ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسی تصریح نہیں ہے جو اس کے منافی ہو یا اس کی مقتضی ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۶۴-۲۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہم اس سے پہلے سنن ترمذی (رقم: ۳۳۶۸) سے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی اور حضرت آدم نے ان کی عمر میں جو ساٹھ سال کا اضافہ کیا تھا وہ واپس لے لیا' اور سنن ترمذی میں یہ نہیں ہے کہ ان کی عمر ساٹھ سال تھی' حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ کیا پھر بھول گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر سو سال کر دی۔ یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ حافظ ابن کثیر کا اس حدیث کو ترمذی کے حوالے سے بیان کرنا غلط ہے' ہم ترمذی کا مکمل متن بیان کر چکے ہیں اور اب مسند احمد کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس نے (کسی بات کا) انکار کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ عزوجل نے جب ان کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو نکالا۔ پھر حضرت آدم کی اولاد ان کو دکھائی۔ انہوں نے اپنی اولاد میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ بہت روشن تھا۔ انہوں نے پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے۔ پوچھا اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا! ساٹھ سال۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! اس کی عمر زیادہ کر دے' فرمایا نہیں! ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی عمر میں سے (کچھ سال دے کر) اس کی عمر زیادہ کر دو' تو حضرت آدم نے اپنی عمر میں سے اس کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لکھا اور اس پر فرشتوں کو گواہ بنا دیا' پھر جب حضرت آدم کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت آدم نے کہا ابھی تو میری عمر میں سے چالیس سال باقی ہیں' تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی عمر کے یہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس آدم علیہ السلام نے اس بات کا انکار کر دیا۔ تب اللہ عزوجل نے وہ لکھا ہوا وثیقہ نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام کے خلاف گواہ پیش کیے پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے سو سال پورے کر دیئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کے بھی ایک ہزار سال پورے کر دیئے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۱' المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۴ ص ۱۶۵' رقم الحدیث: ۱۲۹۲۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۷۱۰)

یہ حدیث سنن ترمذی (رقم الحدیث: ۳۳۶۸) کی روایت کے تین وجہ سے خلاف ہے' اول اس وجہ سے کہ سنن ترمذی میں ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ حضرت داؤد کی عمر چالیس سال تھی اور اس روایت میں ہے کہ ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ثانی اس لیے کہ سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت آدم نے اپنی عمر میں سے حضرت داؤد کو ساٹھ سال دیئے' اور اس روایت میں ہے کہ حضرت آدم نے حضرت داؤد کو اپنی عمر میں سے چالیس سال دیئے' اور ثالث اس وجہ سے کہ اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد کی عمر کے سو سال پورے کر دیئے گئے اور یہ اضافہ سنن ترمذی میں نہیں ہے' اور سنن ترمذی صحاح ستہ کی کتاب ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث تین وجہ سے اس کے خلاف ہے۔ سو یہ حدیث منکر ہے۔ علاوہ ازیں محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حماد بن سلمہ سے علی بن زید نے روایت کیا ہے اور اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علی بن زید کے متعلق لکھتے ہیں:

ابن سعد نے کہا یہ نابینا پیدا ہوا تھا' یہ بہت احادیث بیان کرتا تھا' اور اس میں ضعف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا' صالح بن احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے' امام احمد نے کہا یہ لیس بشیء ہے' امام احمد اور یحییٰ بن معین نے کہا یہ ضعیف ہے' دارمی نے کہا یہ قوی نہیں ہے' امام ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ سے نقل کیا کہ یہ ہر شے میں ضعیف ہے اور اس کی روایت اس پائے کی نہیں' دوری نے کہا یہ حجت نہیں۔ الخ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۵-۲۷۴' رقم: ۴۹۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا مختار یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب رقم: ۴۷۵۰' نیز دیکھیے تہذیب الکمال رقم: ۴۰۷۰' التاریخ الکبیر ج ۶ رقم ۲۳۸۹' الجرح والتعدیل ج ۶ رقم: ۱۰۲۱' المیزان ج ۳ رقم: ۵۸۴۴)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں علی بن زید ہے اور اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۰۶)

مسند ابو یعلیٰ کے محقق نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ۵ ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ ہے کہ سنن ترمذی میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد کی عمر چالیس سال تھی اور مسند احمد' المعجم الکبیر اور مسند ابو یعلیٰ میں مذکور ہے کہ ان کی عمر سو سال تھی لیکن ان کتابوں کی سند ضعیف ہے اور حافظ ابن کثیر نے ترمذی کی صحیح روایت کے مقابلہ میں ان کتابوں کی روایت پر اعتماد کیا ہے بلکہ ان کتابوں کی روایت کو بھی ترمذی کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ تحقیق کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر کی بہت شہرت ہے لیکن اس مقام پر حافظ ابن کثیر کو سخت لغزش ہوئی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات

حافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام میں غیرت بہت زیادہ تھی' جب وہ گھر سے باہر جاتے تو دروازوں کو بند کر کے تالا لگا دیتے تھے' اور ان کے واپس آنے تک ان کے گھر میں کوئی نہیں داخل ہوتا تھا۔ ایک دن وہ حسب معمول دروازہ بند کر کے گئے' ان کی اہلیہ گھر کی طرف دیکھ رہی تھی' ایک شخص گھر کے وسط میں کھڑا ہوا تھا' ان کی اہلیہ نے کہا: حضرت داؤد کہیں گے یہ آدمی گھر میں کیسے آ گیا؟ گھر تو بند ہے' اللہ کی قسم! ہم تو حضرت داؤد سے شرمندہ ہوں گے۔ پھر حضرت داؤد آ گئے اور وہ شخص اسی طرح گھر کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔ حضرت داؤد نے اس شخص سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جو بادشاہوں سے ڈرتا ہے اور نہ کوئی حجاب اس کا راستہ روک سکتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا پھر تم ضرور موت کے فرشتہ ہو۔ اللہ کے حکم پر تمہیں خوش آمدید ہو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کی روح قبض کر لی گئی' پھر جب ان کو غسل دیا گیا اور ان کے امور سے فراغت ہو گئی تو دھوپ نکل آئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے کہا کہ حضرت داؤد پر سایہ کرو' تو پرندوں نے اپنے پر پھیلا لیے حتیٰ کہ زمین پر اندھیرا

marfat.com
Marfat.com

چھا گیا' پھر حضرت سلیمان نے پرندوں سے کہا کہ اپنے پر سمیٹ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بازو پھیلا کر سمیٹ کر دکھایا کہ کس طرح پرندوں نے اپنے بازو پھیلائے تھے اور سمیٹے تھے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۹۴۳۲' دارالفکر)

حافظ ابن کثیر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سو سال کی عمر میں فوت ہوئے' اور ان کو بدھ کے دن اچانک موت آئی' اور ابوالسکن الہجری نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اچانک فوت ہوئے' حضرت داؤد اچانک فوت ہوئے اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان اچانک فوت ہوئے۔ اس کو حافظ ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۱۴۰) امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ ھ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت داؤد کی عمر سو سال تھی اور یہ حدیث صحیح میں ہے ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی اور ان کے انیس بیٹے تھے اور صرف حضرت سلیمان ان کے وارث ہوئے۔ (الکامل لابن اثیر ج ۱ ص ۱۴۹)

بعض لوگوں سے روایت ہے کہ جس وقت ملک الموت آیا اس وقت حضرت داؤد محراب (چوبارہ) سے اتر رہے تھے۔ حضرت داؤد نے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں محراب سے اتر جاؤں یا محراب کی طرف چڑھ جاؤں۔ ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی! سال اور مہینے پورے ہو چکے ہیں۔ پھر حضرت داؤد وہیں سیڑھی کے ایک ڈنڈے پر سجدہ میں گر گئے اور سجدہ کی حالت میں ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۱۴۰) (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۶۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

مختصر تاریخ دمشق علامہ ابن منظور متوفی ۷۱۱ ھ نے مرتب کی ہے جس میں انہوں نے تاریخ دمشق الکبیر کی تلخیص کی ہے' مگر مذکور الصدر روایات تاریخ دمشق الکبیر میں نہیں ہیں' اور غالباً حافظ ابن کثیر کے سامنے اصل تاریخ دمشق نہیں تھی کیونکہ یہ کتاب تو ابھی چند سال پہلے چھپی ہے' ہم نے دونوں کتابوں کا تقابل کیا ہے۔ علامہ ابن منظور نے اس مختصر میں کئی روایات اپنی طرف سے بھی داخل کر دی ہیں جو اصل کتاب میں نہیں ہیں۔ (امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر نے حضرت داؤد کی عمر سو سال لکھی ہے لیکن سنن ترمذی میں تصریح ہے کہ ان کی عمر چالیس سال تھی)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام و نسب اور انبیاء مبعوثین کی ترتیب

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام و نسب اس طرح ہے: سلیمان بن داؤد بن ایشی بن عوید بن ناعر بن سلمون بن نخشون بن عمینا ذب بن ارم بن خصرون بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ابوالربیع نبی اللہ بن نبی اللہ (علیہم السلام)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام بھی دمشق میں آئے تھے۔

سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس تھے' پھر حضرت نوح' پھر حضرت ابراہیم' پھر حضرت اسماعیل' پھر حضرت اسحاق' پھر حضرت یعقوب' پھر حضرت یوسف' پھر حضرت لوط۔ (اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے) پھر حضرت ہود' پھر حضرت صالح' پھر حضرت شعیب' پھر حضرت موسیٰ' پھر حضرت ہارون' پھر حضرت الیاس' پھر حضرت الیسع' پھر حضرت یونس' پھر حضرت ایوب' پھر حضرت داؤد' پھر حضرت سلیمان' پھر حضرت زکریا' پھر حضرت یحییٰ' پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم' پھر سیدنا حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کو مبعوث کیا گیا۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۶۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں ہے: البقرہ ۱۰۲' النساء: ۱۶۳' الانعام: ۸۴' الانبیاء:

marfat.com
Marfat.com

۷۸ النمل: ۲۴-۱۵' سبا: ۱۲' ص: ۴۰-۳۰

البقرۃ' النساء' الانعام اور الانبیاء کی تفسیر گزر چکی ہے۔ النمل: ۲۴-۱۵ کی تفسیر ان شاء اللہ عنقریب اس رکوع میں آ رہی ہے۔ اس لیے ہم یہاں پر ص: ۴۰-۳۰ کا ذکر کر رہے ہیں جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ۙ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ٙ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ۙ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (ص: ۴۰-۳۰)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان (نام کا بیٹا) عطا فرمایا۔ وہ کیا ہی اچھے بندے تھے' بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے ۝ جب ان کے سامنے شام کے وقت تیز رفتار عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے ۝ سو انہوں نے کہا میں اس خیر (گھوڑوں) کی محبت میں اپنے رب کی یاد سے غافل رہا' حتیٰ کہ سورج پردہ (مغرب) میں چھپ گیا ۝ ان گھوڑوں کو (دوبارہ) میرے سامنے لاؤ پھر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا ۝ اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر جسم ڈال دیا' پھر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ۝ انہوں نے دعا کی اے رب! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے علاوہ کسی اور کے لائق نہ ہو' بے شک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے ۝ سو ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے تھے ان کو نرمی سے لے جاتی تھی ۝ اور قوی جنات کو بھی ان کے تابع فرمان کر دیا جو ہر قسم کی عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے ۝ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے ۝ یہ ہماری عطا ہے خواہ آپ (ان کو) کسی پر احسان کر کے دے دیں' یا اپنے پاس روک لیں! آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا ۝ بے شک اس کا ہمارے پاس (بہت) قرب ہے اور اس کے لیے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے ۝

جہاد کے گھوڑوں کے معائنہ کی مشغولیت کی وجہ سے حضرت سلیمان کی عصر کی نماز کا قضا ہونا

امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب گھوڑوں کے معائنہ میں مشغولیت کی وجہ سے حضرت سلیمان کی عصر کی نماز قضا ہوگئی تو انہوں نے اس کے غم و غصہ میں تمام گھوڑوں کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ (تاریخ دمشق ج ۲۴ ص ۱۷۳)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اکثر متقدمین مفسرین نے یہ کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو دیکھنے کے شوق میں اس قدر مشغول ہوئے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت نکل گیا اور سورج غروب ہو گیا' اس کو حضرت علی بن ابی طالب نے روایت کیا ہے' اور حتمی بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بغیر عذر کے عمداً نماز کو ترک نہیں کیا تھا' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں جہاد اور اسباب جہاد کے حصول کے لیے نماز کو موخر یا قضا کر دینا جائز تھا اور گھوڑے بھی اسباب جہاد میں سے ہیں اس لیے وہ گھوڑوں

marfat.com
Marfat.com

کے معائنہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور جب وہ اس پر متوجہ ہوئے کہ ان کے اس اشتغال کی وجہ سے عصر کی نماز کا وقت نکل گیا تو انہوں نے دوبارہ گھوڑوں کو بلوایا اور ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلواریں مار کر ان کو قتل کر دیا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر چمکارنے کے لیے ہاتھ پھیرا اور پھر ان کے درمیان گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ غزوہ خندق کے دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز موخر کر دی تھی کیونکہ یہ پہلے مشروع اور جائز تھا کہ جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کو موخر کر دیا جائے بعد میں صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہوا اور پھر جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کا موخر کرنا منسوخ ہو گیا' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن عصر کی نماز کو عمداً موخر نہیں کیا تھا بلکہ جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے آپ بھول گئے تھے۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی گھوڑوں کے معائنہ کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنا بھول گئے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے آئے' حضرت عائشہ کے طاقچہ پر ایک پردہ تھا۔ ہوا سے پردہ اڑا تو اس میں حضرت عائشہ کی گڑیاں رکھی ہوئی نظر آئیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اے عائشہ! حضرت عائشہ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے دیکھا ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا رکھا ہوا تھا جس کے پر بنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا ان گڑیوں کے درمیان میں کیا رکھا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ گھوڑا ہے! آپ نے پوچھا اس کے اوپر کیا بنا ہوا ہے؟ کہا وہ اس کے دو پر ہیں' آپ نے فرمایا کیا گھوڑے کے پر ہوتے ہیں؟ حضرت عائشہ نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے! حضرت عائشہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ میں نے آپ کی داڑھیں دیکھیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۳۲)

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد

ص: ۳۴ میں ہے: اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر جسم ڈال دیا پھر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد نبی اللہ نے کہا میں آج رات ستر ازواج کے پاس جاؤں گا ان میں سے ہر ایک سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے ساتھی یا کسی فرشتے نے کہا کہیے ان شاء اللہ' وہ بھول گئے اور نہ کہا' پھر ان کی ازواج میں سے صرف ایک کے ہاں ادھورا لڑکا پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی! اور ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۳۷' عالم الکتب' تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۶' رقم الحدیث: ۵۱۲۱' ۵۱۲۰' ۵۱۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد میں اضطراب ہے۔ بعض روایات میں ساٹھ ازواج کا ذکر ہے بعض میں ستر کا بعض میں نوے کا اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح بخاری میں ننانوے اور سو ازواج کا بھی ذکر ہے۔ علامہ نووی نے اس کے

marfat.com
Marfat.com

جواب میں لکھا ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا اور عدد قلیل کے ذکر سے عدد کثیر کی نفی نہیں ہوتی۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۴۹، مطبوعہ کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کے جواب کو مسترد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ بہت سے علماء کے نزدیک عدد میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کی ساٹھ ازواج تھیں اور باقی باندیاں تھیں اور جن روایات میں ساٹھ سے زیادہ ازواج کا ذکر ہے ان میں مجازاً باندیوں پر بھی ازواج کا اطلاق کیا گیا ہے، یا اس کے برعکس ساٹھ باندیاں تھیں اور باقی ازواج تھیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں ازواج نوے سے زیادہ اور سو سے کم تھیں، جس روایت میں نوے کا ذکر ہے اس میں کسر کو حذف کر دیا اور جس روایت میں سو کا ذکر ہے اس میں کسر کو پورا کر دیا اور ساٹھ اور ستر کے ذکر سے کثرت میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عرب کثرت میں مبالغہ کے لیے ساٹھ اور ستر کا عدد ذکر کرتے ہیں، اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے تین سو ازواج تھیں اور سات سو باندیاں تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس ایک ہزار شیشے کے لکڑی پر جڑے ہوئے گھر تھے، تین سو ازواج کے تھے اور سات سو باندیوں کے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۶۷، ۴۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ازواج کے عدد میں اختلاف راویوں کے تصرف کا نتیجہ ہے، ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عدد بیان کیا جو کثرت پر دلالت کرتا ہو اور ہر راوی نے اپنی سمجھ کے اعتبار سے اس کی دوسرے سے مختلف تعبیر کر دی اور اس سے اصل حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ان کے نزدیک ازواج کے عدد کو محفوظ اور منضبط رکھنے کے ساتھ کوئی دینی اور دنیوی غرض متعلق نہیں تھی۔

حضرت سلیمان سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے ایک رات میں ساٹھ ازواج سے جماع کرنے کو عقلاً مستبعد قرار دے کر ان احادیث ہی کا انکار کر دیا! لکھتے ہیں:

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہو گا مگر یہ بات کہتے ہوئے انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا جسے دائی نے لا کر حضرت سلیمان کی کرسی پر ڈال دیا۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود بخاری میں مختلف مقامات پر یہ روایت جن طریقوں سے نقل کی گئی ہے ان میں سے کسی میں بیویوں کو تعداد ساٹھ بیان کی گئی ہے، کسی میں ۷۰، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۹ اور کسی میں ۱۰۰، جہاں تک اسناد کا تعلق ہے ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا، لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہو گی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہو گا، اور سامع کو یہ غلطی لاحق ہو گئی کہ اس بات کو حضور خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے، ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات میں بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ

marfat.com
Marfat.com

گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد ساٹھ ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ چھ بیویوں کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا 11 گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے' کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ حضور نے یہ بات واقعے کے طور پر بیان کی ہوگی؟

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۳۷ مطبوعہ لاہور' ۱۹۷۷ء)

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جس انداز سے اس حدیث صحیح کو مسترد کیا ہے اس میں ان کا اسلوب نگارش غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر غلام جیلانی سے چنداں مختلف نہیں ہے حدیث کی جانچ اور پرکھ کا اصول محدثین اور مجتہدین کے نزدیک یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو اور اس کا متن قرآن مجید' سنت مشہورہ اور عقل صریح کے خلاف نہ ہو بایں طور کہ وہ کسی محال عقلی کو مستلزم نہ ہو' اور اگر ہر شخص کی عقل کو حدیث کی صحت اور عدم صحت کے لیے ترازو مان لیا جائے تو دین کے اکثر اور بیشتر احکام سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے اس کے جواب میں پہلی گزارش یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد میں یہ فرض کر لینا صحیح نہیں ہے کہ وہ قطعی طور پر ساٹھ ہی تھیں' کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ ذکر کیا جس کو راویوں نے اپنی اپنی فہم کے مطابق ساٹھ' ستر یا نوے سے تعبیر کر لیا۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ اگر بارہ گھنٹے کی رات فرض کی جائے اور ساٹھ ازواج ہوں تو ایک گھنٹہ میں پانچ کا حساب آتا ہے اور یہ چنداں مستبعد نہیں ہے' تیسری گزارش یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال مبارکہ کو عام آدمیوں کے افعال پر قیاس کر لینا ہی گمراہی کا اولین سبب ہے' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی (آصف بن برخیا) نے تین ماہ کی مسافت سے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کر دیا اور جب سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص امتی تین ماہ کے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر سکتا ہے تو خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت اور اختیار کا کیا عالم ہوگا! سید ابو الاعلیٰ مودودی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کارکردگی کے لیے گھنٹوں اور منٹوں کا جو ٹائم ٹیبل بنایا ہے اس کے اعتبار سے کسی نبی کا معجزہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کسی ولی کی کرامت!!

حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجتہاد میں اصابت رائے

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ۔

(الانبیاء: ۷۸-۷۹)

(حضرت) داؤد اور (حضرت) سلیمان (علیہما السلام) جب اس کھیت کا فیصلہ کرنے لگے جس کی فصل کو ایک قوم کی بکریوں نے رات میں روند ڈالا تھا' ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا' ہم نے (حضرت) سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم دے دی تھی اور ہم نے دونوں کو حکومت دی تھی اور علم عطا فرمایا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں اور کھیت کا نقصان کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا یہ فیصلہ کیا بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کھیت والا اپنے پاس بکریاں رکھے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والے

marfat.com
Marfat.com

کھیت کو دوبارہ اصل حالت پر لانے کے لیے کھیتی باڑی کریں اور جب کھیت پہلی حالت پر واپس آ جائے تو بکریاں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور کھیت والے اپنا کھیت لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ سن کر حضرت سلیمان کی تحسین فرمائی اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ فقہی اصطلاح میں حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کے استحسان کے مقابلہ میں اپنے قیاس سے رجوع فرمالیا۔

اس آیت سے معلوم ہو کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اصول شرع کے مطابق اپنی رائے دینا اجتہاد ہے اور کبھی ایک مسئلہ میں اجتہاد سے دو حل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک حل ظاہر اور دوسرا خفی ہوتا ہے۔ ظاہر کو قیاس اور خفی کو استحسان کہتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی دوسری مثال اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے اپنے بچے کو ساتھ لے کر جا رہی تھیں' اتنے میں بھیڑیا آ کر ان میں سے ایک کے بچے کو لے گیا' ایک عورت نے دوسری سے کہا بھیڑیا تمہارے بچہ کو لے گیا ہے' دوسری نے کہا نہیں' تمہارے بچہ کو لے گیا ہے وہ دونوں حضرت داؤد کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئیں' انہوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو ماجرا سنایا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا چھری لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں' چھوٹی نے کہا نہیں' اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بچہ ہے' پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں اس بچہ کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا بخدا! (چھری کے لیے) سکین کا لفظ میں نے اسی دن سنا ہے۔ ہم اس سے پہلے "مدیہ" کہتے تھے۔

(صحیح مسلم الاقضیہ: ۲۰' رقم الحدیث بلا تکرار ۱۷۲۰' الرقم المسلسل: ۴۴۱۵' تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۲۰۰ رقم الحدیث: ۵۱۳۳)

اس حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بچے کا بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت داؤد نے کس قرینہ کی بنا پر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد کے خیال میں وہ بچہ بڑی عورت کے مشابہ ہو اور اس مشابہت کی بنا پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو' یا بچہ بڑی عورت کے ہاتھ میں دیکھ کر یہ فیصلہ کر دیا ہو۔

حضرت سلیمان کا واقعاتی شہادت سے استدلال

حضرت سلیمان نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان دونوں سے کہا کہ میں چھری سے اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں تا کہ یہ دیکھیں کہ یہ فیصلہ کس پر دشوار ہوتا ہے اور جس عورت پر بچے کے دو ٹکڑے کرنے کا فیصلہ شاق ہوگا وہی عورت حقیقت میں بچہ کی ماں ہوگی اور جب بڑی عورت بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی ہو گئی اور چھوٹی عورت نے بچے کی جان بچانے کے لیے کہا کہ نہیں' یہ اسی کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ بچہ حقیقت میں چھوٹی عورت کا ہے اور انہوں نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ درحقیقت اس مسئلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے واقعاتی شہادت اور قرینہ خارجیہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ یہاں اور گواہی نہیں تھی اور علماء نے کہا ہے کہ حکام کو اس قسم کے معاملات میں واقعاتی شہادتوں سے استدلال کرنا چاہیے۔

ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے؟

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے بعد اسی مقدمہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیوں فیصلہ

marfat.com
Marfat.com

کیا' اوران کے فیصلہ کو کیوں تبدیل کیا' حالانکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے فیصلہ کو تبدیل نہیں کرتا؟ اس کے متعدد جواب ہیں:

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کو اس فیصلہ پر یقین نہیں تھا۔

(۲) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا' فیصلہ نہیں تھا۔

(۳) ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز ہو کہ جب دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ پہنچے تو وہ پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ کر دے۔

(۴) حضرت سلیمان نے جب حیلہ سے یہ معلوم کرلیا کہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے تو انہوں نے بڑی عورت سے اقرار کرالیا اور اقرار حجت ملزمہ ہے' کیونکہ جب اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے خلاف خود ہی اقرار کرلیا کہ حق چھوٹی عورت کا ہے تو اب حضرت سلیمان پر فیصلہ تبدیل کرنے کا اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں اور بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطا بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام سے اجتہادی خطا ہوگئی' لیکن وہ اجتہادی خطا پر برقرار نہیں رہتے اللہ تعالیٰ ان پر حق واضح کر دیتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا فرمانا جو دوسروں کو نہ دیا گیا ہو

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمان نے بیت المقدس بنالیا تو اپنے رب عزوجل سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان میں سے دو چیزیں عطا فرمادیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری چیز ہمیں مل جائے گی۔ انہوں نے سوال کیا کہ وہ ایسا فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عطا فرمادیا' اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ملک عطا فرمائے جو ان کے بعد اور کسی کے سزاوار نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ان کو عطا فرمادیا' اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ جو بھی اپنے گھر سے اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آئے اور اس کا ارادہ صرف اس مسجد میں نماز پڑھنا ہو تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے جیسے وہ اپنی ماں کے بطن سے ابھی پیدا ہوا ہو' ہمیں امید ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر دی ہے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۸' مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث: ۶۶۵۵' دار الفکر' تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۲۱۱' رقم الحدیث: ۵۱۳۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر فرمانا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (ص: ۳۵)

اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کو قبول کر کے فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ (ص: ۳۶)

سو ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا' وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے تھے ان کو نرمی سے لے جاتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب محض اللہ کی رضا کے لیے اپنے شوق کے باوجود گھوڑوں کے ساتھ دلچسپی لینے اور ان

marfat.com
Marfat.com

مشغولیت کو ترک کر دیا اور ایک تفسیر کے مطابق گھوڑوں کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لیے سواری بنا دیا جو گھوڑوں کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز تھی' حضرت سلیمان کے پاس لکڑی کا ایک بہت بڑا تخت تھا' اس کے علاوہ ان کی ضرورت کی تمام چیزیں ان کے پاس موجود تھیں' ان کے پاس مکان' محل' خیمے اور ساز و سامان تھا' گھوڑے تھے' انسان اور جن ان کے خدمت گار تھے۔ حیوانات اور پرندے ان کے تابع تھے' اور ہر قسم کی خوبصورت چیزیں ان کے پاس مہیا تھیں' جب وہ کسی سفر پر جانے کا قصد کرتے' کسی سے ملاقات کے لیے' کسی علاقہ میں جہاد کرنے کے لیے یا کسی دشمن پر حملہ کرنے کے لیے' خواہ وہ کسی ملک میں جانے کا قصد کرتے' تو ضرورت کی ساری چیزیں' انواع و اقسام کا ساز و سامان اور خدام' سب اس تخت پر آ جاتے' پھر آپ ہوا کو حکم دیتے وہ اس تخت کے نیچے داخل ہو کر اس تخت کو اوپر اٹھا لیتی۔ پھر جب وہ تخت زمین سے کافی بلندی پر چلا جاتا تو آپ نے جہاں جانا ہوتا ہوا آپ کو بہت تیزی اور سرعت کے ساتھ وہاں پہنچا دیتی۔ آپ صبح کے وقت بیت المقدس سے سفر کرتے اور ہوا آپ کو ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر پہنچا دیتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ (سبا: ۱۲)

اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی اور شام کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی' اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا (تاکہ تانبے کی دھات سے وہ جو چاہیں بنائیں)

بے شک یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بہت عظیم معجزہ تھا' ہوا ان کو صبح کے وقت میں ایک ماہ کی مسافت پر لے جاتی تھی' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ عظیم معجزہ عطا فرمایا کیونکہ حضرت سلیمان کو تخت پر بیٹھ کر جانا پڑتا تھا اور ہمارے نبی جہاں جانا چاہتے تھے وہ جگہ خود آپ کے سامنے آ جاتی تھی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا.

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اغراض اور مقاصد کے لیے سفر بھی کیے ہیں اور آپ متعدد علاقوں میں گئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام علاقے آپ کو دکھا دیئے تھے' آپ کا سفر کرنا اور مختلف علاقوں میں جانا محض اس لیے تھا کہ سفر کرنا اور مختلف علاقوں میں جانا ہمارے لیے سنت اور کار ثواب ہو جائے اور اس باب میں آپ کا اسوہ اور نمونہ فراہم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۭ ۝ (الاحزاب: ۲۱)

بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے۔

حضرت سلیمان کے لیے جنات کو مسخر کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ (ص: ۳۷)

اور قوی جنات کو بھی ان کے تابع فرمان کر دیا جو ہر قسم کی عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ (سبا: ۱۲)

اور بعض جنات بھی ان کے رب کے حکم سے ان کے سامنے ان کے فرمان کے موافق کام کرتے تھے' اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا' ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر کر دیا تھا وہ جو کام چاہتے تھے ان سے کرا لیتے تھے' وہ ان کی اطاعت سے انحراف نہیں کرتے تھے' اگر وہ سرمو بھی ان کی حکم عدولی کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک بہت بڑا جن (نماز میں) مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز توڑ دے' اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قدرت دے دی' میں نے اس کو پکڑ لیا' اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں' پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص: ۳۵)

اے رب! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما' جو میرے علاوہ کسی اور کے لائق نہ ہو۔

تو میں نے اس (بہت بڑے جن) کو ناکام اور نامراد لوٹا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۲۳' ۴۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۴۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۹۶۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۹' رقم الحدیث: ۵۱۲۲' مطبوعہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' ہم نے نماز میں آپ کو تین بار یہ دعا کرتے ہوئے سنا: "میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں" اور آپ نے (نماز میں) اس طرح ہاتھ بڑھایا جیسے کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو نماز میں ایک دعا کرتے ہوئے سنا ہم نے اس سے پہلے نماز میں آپ سے وہ دعا نہیں سنی' اور ہم نے آپ کو نماز میں اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس نماز میں میرے چہرے پر آگ کا ایک گولا مارنے کے لیے آیا' میں نے تین بار کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' پھر میں نے کہا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں' وہ تین بار پیچھے نہیں ہٹا' پھر میں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا' اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان نے دعا نہ کی ہوتی تو وہ صبح کو زنجیروں سے جکڑا ہوا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیل رہے ہوتے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے قرأت کی تو آپ پر قرأت مشتبہ ہو گئی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کاش تم مجھے ابلیس کے ساتھ دیکھتے میں اپنے ہاتھ سے اس کا گلا گھونٹنے لگا اور اس وقت تک اس کا گلا گھونٹتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنی ان دو انگلیوں اور ان کے ساتھ انگوٹھے میں محسوس کی اور اگر میرے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو یہ صبح کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا ہوتا اور مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے' پھر

marfat.com
Marfat.com

تم میں سے جو شخص اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ ایسا کرے (یعنی صف اول میں نماز پڑھے) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۹۹ مسند احمد ج ۴ رقم الحدیث: ۱۱۷۸۰ دار الفکر بیروت)

اس حدیث پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّهُ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ بے شک شیطان اور اس کا لشکر تم کو اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔ (الاعراف: ۲۷)

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ عام لوگ شیطان اور اس کی ذریات کو نہیں دیکھ سکتے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ تم اس کو مسجد کے کسی ستون کے ساتھ بندھا ہوا دیکھتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غالب احوال اور عام اوقات میں ہم اس کو نہیں دیکھ سکتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اہل مدینہ کے دیکھنے کا فرمایا ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہے اور وجہ استثناء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو کسی اور کے لائق نہ ہو اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بہت بڑے جن کو باندھنے اور اس کو بھگانے پر قدرت تھی تو آپ کی بھی جنات پر سلطنت ثابت ہوگئی اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت نہ رہی!

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنات پر سلطنت یہ تھی کہ وہ ان سے ہر قسم کی خدمت لینے اور کام پر لگانے پر قادر تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنی مقدار پر قادر تھے کہ اس کو باندھ دیتے یا اس کو بھگا دیتے' لہٰذا جن پر آپ کے اس تصرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمومی سلطنت اور ان کے ساتھ اختصاص میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر وہ قوت عطا کر دی تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کی تھی اس کے باوجود آپ نے اس جن کو نہیں باندھا تا کہ جنات پر تصرف کرنے کی حضرت سلیمان علیہ السلام کی انفرادیت اور خصوصیت باقی رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا کی تھی کہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہو یعنی وہ سلطنت صرف آپ میں منحصر ہو اس دعا میں حصر سے مراد حصر حقیقی نہیں تھا حصر اضافی تھا یعنی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی یا ولی یا کسی بھی شخص کو جنات پر ایسی ہمہ گیر سلطنت حاصل نہیں تھی اور یہ حصر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کے اعتبار سے ہے' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں' سید خلق ہیں اور قائد المرسلین ہیں' اور تمام نبیوں اور رسولوں کے کمالات اور ان کے معجزات کے جامع ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کو کوئی سلطنت اور کمال حاصل ہو اور وہ آپ کو حاصل نہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبوت یا کوئی اور نعمت ہو جس کو بھی جو چیز ملتی ہے وہ آپ ہی کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مطلقاً عطا فرماتا ہے اور آپ مطلقاً تقسیم کرتے ہیں ابتداء آفرینش عالم سے جس فرد کو جو چیز ملتی ہے وہ آپ ہی کی تقسیم سے ملتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات اور ان کے احوال وکوائف کے متعلق احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان کی انگوٹھی میں نقش تھا: لا اله الا الله محمد رسول الله.

marfat.com
Marfat.com

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۵۱۱۵ ج ۲۴ ص ۱۸۲ مطبوعہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا ان کی طرف وہ نگینہ گرایا گیا تو انہوں نے اس کو اٹھا کر اپنی انگوٹھی میں رکھ لیا اس پر یہ عبارت نقش تھی:

انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی ورسولی۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۲ رقم الحدیث: ۵۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

سلامان بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کو کتنا بڑا ملک عطا کیا تھا پھر بھی وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے حتیٰ کہ ان کی روح قبض کر لی گئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۹۶ رقم الحدیث: ۵۱۲۴ مطبوعہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عطا کیا جو عطا کیا تو انہوں نے اللہ عزوجل کے خوف کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۵۱۲۵ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۳۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک عطا فرمایا تو اس ملک اور سلطنت نے ان میں اللہ کے خوف کے سوا اور کسی چیز کو زیادہ نہیں کیا اور وہ اپنے رب عزوجل کے خوف کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۹۷ رقم الحدیث: ۵۱۲۶ حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۱۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کو مال ملک اور علم کے درمیان (کسی ایک کے انتخاب کا) اختیار دیا گیا تو حضرت سلیمان نے علم کو اختیار کر لیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۹۷ رقم الحدیث: ۵۱۲۷ کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۷۸۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ نے حضرت سلیمان سے کہا اے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ جو رات کو زیادہ سوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ وہ فقیر ہو۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۱۹۸ رقم الحدیث: ۵۱۲۸ المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پہلے شخص جن کے لیے حمام (نہانے کے لیے گرم پانی) بنایا گیا وہ حضرت سلیمان بن داؤد ہیں جب وہ حمام میں داخل ہوئے اور اس کی گرمی محسوس کی تو کہا اوہ! اللہ کے عذاب سے۔ (تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۵۱۳۱، ۵۱۳۰، ۵۱۲۹ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۷ الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی بارش کی دعا مانگنے کے لیے لوگوں کو لے کر گئے اچانک دیکھا کہ ان میں ایک چیونٹی بھی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس آجاؤ کیونکہ اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۲۰۷ رقم الحدیث: ۵۱۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○ (سبا: ۱۴)

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیج دیا تو سوائے گھن کے کیڑے (دیمک) کے کسی نے ان کی موت پر رہنمائی نہیں کی جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا پس جب وہ (سلیمان) گر پڑے تو اس وقت جنات نے جان لیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان جب بھی نماز پڑھتے تھے تو ان کے سامنے ایک درخت اگ جاتا تھا' وہ اس سے دریافت کرتے کہ تیرا نام کیا ہے تو وہ بتاتا کہ میرا فلاں فلاں نام ہے' پھر وہ اس سے پوچھتے کہ تو کس لیے ہے؟ تو وہ بتاتا کہ میں اس فائدہ کے لیے پیدا کیا گیا ہوں' اگر وہ درخت کسی دوا کے لیے پیدا کیا گیا ہوتا تو وہ انہیں بتا دیتا کہ میں اس مرض کی دوا کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ ایک دن حضرت سلیمان نے نماز پڑھی اور ایک درخت ان کے سامنے اگ گیا' حضرت سلیمان نے اس درخت سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا میرا نام الخرنوب ہے' یا الخروب کہا' پوچھا تم کس لیے ہو؟ اس نے کہا میں اس گھر کو ویران کرنے کے لیے ہوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! جنات کو میری موت سے اندھا کر دے' حتیٰ کہ انسانوں کو یہ گمان نہ ہو کہ جنات غیب کو جانتے ہیں۔ پھر حضرت سلیمان نے ایک عصا تراشا اور اس پر ٹیک لگا کر پورا ایک سال کھڑے رہے' اور جنات کو یہ پتا نہ تھا کہ حضرت سلیمان پر موت آچکی ہے' پھر دیمک نے اس عصا کو کھا لیا اور وہ عصا ٹوٹ کر گر گیا' اور حضرت سلیمان بھی گر گئے' تب جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان فوت ہو چکے ہیں' تو انہوں اس دیمک کا شکر ادا کیا اور انہوں نے اندازہ کیا کہ وہ دیمک ایک سال سے اس عصا کو کھا رہی تھی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۲۱۲' رقم الحدیث: ۵۱۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کو بنانے سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت سلیمان مسجد میں داخل ہوئے اس وقت ان کی آنکھوں کے سامنے قبلہ کی جانب ایک سرسبز درخت تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو درخت کہنے لگا: کیا آپ مجھ سے یہ نہیں معلوم کریں گے کہ میں کون ہوں' حضرت سلیمان نے فرمایا' تم کون ہو؟ اس نے کہا میں فلاں فلاں درخت ہوں اور فلاں فلاں بیماری کی مجھ میں دوا ہے۔ حضرت سلیمان نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ اگلے دن پھر اسی کی مثل درخت اگا ہوا تھا۔ حضرت سلیمان نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں فلاں درخت ہوں اور فلاں فلاں بیماری کی مجھ میں دوا ہے۔ حضرت سلیمان نے اس درخت کو بھی کاٹنے کا حکم دیا' پھر ہر روز جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو ان کے سامنے ایک درخت اگا ہوا ہوتا' وہ اس کا نام اور اس کا فائدہ معلوم کرتے اور اس کو کٹوا دیتے اور ایک کتاب میں ان درختوں کے نام اور ان کے فوائد لکھ لیتے۔ جب وہ طب کی ایک کتاب مرتب کر چکے تو ایک دن وہ مسجد میں آئے اور نماز کے بعد پھر اپنے سامنے ایک درخت دیکھا' اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں الخرنوب ہوں' حضرت سلیمان نے پوچھا الخرنوب کس لیے ہوتا ہے؟ اس نے کہا الخرنوب جس گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ گھر بہت جلد ویران ہو جاتا ہے۔ حضرت سلیمان نے کہا اب مجھے علم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کو کھنڈر بنانے کا اور اس سلطنت کو ختم کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ پھر حضرت سلیمان نے اس درخت سے ایک عصا بنا لیا اور اس پر ٹیک لگانے

marfat.com
Marfat.com

لگے اور اسی عصا کو دیمک نے کھالیا تھا۔

حضرت سلیمان ہر سال چالیس روز خصوصی عبادت کرتے تھے اور کئی کئی روز تک اپنے حجرے سے لوگوں سے ملنے کے لیے باہر نہیں آتے تھے' اور ان ایام کو پورا کرتے تھے جن ایام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا اور جن ایام میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کی تھی۔ وہ موٹے کپڑے پہنتے تھے' اور روزے رکھتے تھے اور اپنی محراب میں قیام کرتے تھے اور دو آدمیوں کے درمیان صف میں کھڑے ہوتے تھے' اور بعض اوقات اپنے عصا پر ٹیک لگاتے تھے اور وصال کے روزے رکھتے تھے اور جب وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور ان کا ملک ان کو لوٹا دیا تو انہوں نے عبادت میں زیادہ کوشش کی پھر ہر سال اسی (۸۰) دن خصوصی عبادت کرتے تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو وہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اپنے عصا پر ٹیک لگالی' اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا اور اس نے ان کی روح اسی حالت میں قبض کر لی اور وہ اسی طرح ایک سال تک ٹیک لگائے رہے' لوگ اسی (۸۰) دن تک ان کا انتظار کرتے رہے اور آپ حجرے سے باہر نہیں آئے۔ لوگوں نے کہا وہ عبادت کرنے میں بہت کوشش کر رہے ہیں۔ پہلے وہ چالیس روز تک عبادت کرتے تھے' پھر انہوں نے اس کی میعاد زیادہ کی اور اسی (۸۰) روز تک عبادت کرنے لگے' اور لگتا ہے کہ اب وہ اسی (۸۰) دن سے بھی زیادہ عبادت کر رہے ہیں اور ان کی موت کا کسی کو علم نہیں ہوا' جنات کو نہ انسانوں کو اور جنات اور شیاطین مختلف قسموں کے کاموں میں مصروف تھے اور ان میں سے کسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا علم نہیں ہوا' حتیٰ کہ جس عصا پر وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس عصا پر اللہ تعالیٰ نے دیمک کو مسلط کر دیا' دیمک اس عصا کو کھا گئی وہ ٹوٹ کر گر پڑا اور اس کے ساتھ حضرت سلیمان بھی گر پڑے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ (سبا: ۱۴)

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیج دیا تو سوائے گھن کے کیڑے (دیمک) کے کسی نے ان کی موت پر رہنمائی نہیں کی جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا' پس جب (وہ) سلیمان گر پڑے تو اس وقت جنات نے جان لیا کہ اگر وہ غیب جاننے والے ہوتے تو اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

الزہری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باون سال زندہ رہے اور ان کی حکومت چالیس سال رہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی حکومت بیس سال رہی واللہ اعلم بالصواب!

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ ص ۲۱۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸۳ - ۴۸۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابن اثیر نے بھی حضرت سلیمان کی وفات کا واقعہ اسی طرح لکھا ہے اور انہوں نے حضرت سلیمان کی عمر ترپن (۵۳) سال لکھی ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۱۳۷ - ۱۳۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

امام بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سات سو سال چھ ماہ رہی۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو عظیم علم عطا کیا تھا' اور ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ۝ (النمل: ۱۵)

marfat.com
Marfat.com

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے عظیم علم کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم علم عطا فرمایا اس کے مصداق میں علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ نے حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا اس سے مراد فہم ہے (۲) اس سے مراد صنعت کیمیا ہے اور یہ قول شاذ ہے (۳) اس سے مراد مقدمات کے فیصلے کرنے کا علم ہے (۴) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت' عقائد صحیحہ اور احکام شرعیہ کا علم ہے (۵) اس سے مراد پرندوں کی بولیاں ہیں (۶) اس سے مراد بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۱۹۸' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت)

یوں تو علم کی یہ تمام اقسام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں لیکن سب سے عظیم نعمت جس پر شکر کرنا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی شان اور ان کے حال کے موافق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' اس کے متعلق ضروری عقائد اور احکام شرعیہ کا علم ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات افراد کو سات قسم کا علم عطا فرمایا ہے۔ (۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ فرشتوں کی تعظیم اور ان کے سجدہ کے مستحق قرار پائے (۲) حضرت خضر علیہ السلام کو تکوینی امور اور غیب کا علم عطا فرمایا جس کی بنا پر ان کو حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع ایسے تلمیذ میسر ہوئے (۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے ان کی اپنے والدین سے ملاقات ہوئی' ان کے بھائیوں نے ان کو سجدہ کیا اور ان کو مصر کی بادشاہی حاصل ہوئی (۴) حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے سے زرہ بننے کا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے ان کو ریاست اور درجات عظیمہ حاصل ہوئے (۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیوں کا علم عطا فرمایا اور یہ علم ملک سبا کی ملکہ بلقیس اور اس کو مومن بنانے اور اس کو اپنا مطیع کرنے کا وسیلہ بنا (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طب اور حکمت اور تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی والدہ سے بدکاری کی تہمت کو دور کیا اور بہت سے بنی اسرائیل ان کی نبوت پر ایمان لائے (۷) ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان ومایکون اور کتاب وحکمت کا علم عطا فرمایا اور سب سے زیادہ اپنی ذات وصفات کی معرفت عطا فرمائی' جس کی وجہ سے آپ پر ایمان لانے والے سب سے زیادہ ہیں اور آپ کی شریعت تمام شرائع سابقہ کی ناسخ ہے۔

علم کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا علم' اس نے پھر دوبارہ آ کر وہی سوال کیا' آپ نے اس کو وہی جواب دیا' اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے تو آپ سے صرف عمل کے متعلق سوال کیا ہے' آپ نے فرمایا عمل کم ہو یا زیادہ اس کے ساتھ تمہیں علم نفع دے گا اور جہل تم کو نفع نہیں دے گا خواہ اس کے ساتھ عمل کم ہو یا زیادہ۔

(نوادر الاصول ج ۴ ص ۱۰۱' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۲ھ' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۲۴۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۶۵۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۷۳۱' اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں اس سے استدلال صحیح ہے۔)

علامہ عبدالرؤف المناوی التوفی ۱۰۰۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے' اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم افضل الاعمال ہے اور اشرف العلوم ہے'

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ جب تک صانع (اس دنیا کو بنانے والا) عالم اور قادر کا علم نہ ہو جو رسولوں کو بھیجنے والا ہے اور کتابوں کو نازل کرنے والا ہے اس وقت تک علم فقہ کا تصور ہوگا نہ علم حدیث کا نہ علم تفسیر کا' پس تمام علوم اس علم اصول پر موقوف ہیں اور یہ علم تمام علوم کا رئیس ہے' پس اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا علم' مکلف کے اوپر سب سے پہلا واجب ہے اور مقصود لذاتہ ہے لیکن اس معرفت سے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا علم مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کسی بشر کو معلوم نہیں ہے' اور نہ اس سے یہ مراد ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف آخرت میں دکھائی دے گا' اور دنیا میں بیداری میں اس کا دیدار ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا اور خواب میں چند اکابر اولیاء اور علماء کو اس کا دیدار حاصل ہوا ہے' بلکہ ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ ہمیں دلائل سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہو اور ہم کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیا چیزیں واجب ہیں اور کیا چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں' مثلاً علم اور قدرت اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہیں اور جہل اور عجز اس کے لیے محال ہیں' اسی طرح صدق اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے اور کذب اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے' صفات کمال اور حسن اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے اور عیب اور نقص اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

سائل نے آپ سے عمل کے متعلق سوال کیا تھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں علم کا ذکر فرمایا' آپ نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ کا علم ہے' اس نے کہا میں نے تو عمل کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: بے شک علم تمہیں نفع دے گا خواہ اس کے ساتھ عمل کم ہو یا زیادہ کیونکہ عبادت علم پر موقوف ہے' پس اہم مطلوب اور اعظم مقصود اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ بعض علماء نے کہا عقلمند شخص کو چاہیے کہ اس علم کو حاصل کرے جو اس کے ساتھ برزخ میں بھی رہے نہ کہ وہ علم جو موت کے بعد اس سے الگ اور زائل ہو جائے' اور اس علم کو حاصل کرے جو اس کے ساتھ آخرت میں منتقل ہو اور آخرت میں صرف وہ علم اس کے ساتھ منتقل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے بتائے ہوئے احکام شرعیہ کا علم ہوگا' نیز آپ نے فرمایا کہ جہل تمہیں نفع نہیں دے گا خواہ اس کے ساتھ عمل کم ہو یا زیادہ' جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے جاہل ہو اور اس کو احکام شرعیہ کا علم نہ ہو تو اس کا کوئی عقیدہ صحیح ہوگا نہ عمل۔

(فیض القدیر ج ۳ ص ۱۷۱۱-۱۷۰۰' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

جہل کی مذمت

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بغیر علم کے عبادت کرتا ہے وہ چکی کے گدھے کی طرح ہے وہ اس کے گرد گھومتا رہتا ہے اور مسافت کو قطع نہیں کرتا۔

(روح البیان ج ۶ ص ۴۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ بعض لوگ تفسیر حدیث پڑھے بغیر بے خواندہ' بے اجازت اساتذہ برسر بازار ومسجد وغیرہ بہ طور وعظ ونصائح کے بیان کرتے ہیں' حالانکہ مطلب ومعنی میں کچھ مس نہیں فقط اردو کی کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں' یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے بغیر علم کے قرآن مجید کے متعلق کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(فتاویٰ رضویہ ج ۱/۱۰ ص ۱۸۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۲ھ)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا قال اللہ عزوجل لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم ٥ ہرگز نہ جانیو تو انہیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کیے جائیں اس بات سے جو انہوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انہیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور ان کے لیے دکھ کی مار ہے۔ معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول: یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔ جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما' احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ رواہ البخاری فی صحیحہ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالی عنہ. اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا رواہ الائمۃ احمد والشیخان والترمذی وابن ماجہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما' دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بے علم فتویٰ دے اسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ یونہی جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا' چھوٹا منہ بڑی بات ہے' پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے' کہ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ زید کا مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر ذکر شریف پر بیان کرنا خصوصاً انہیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزۃ جل وعلا ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلک العرش جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی والبیھقی فی السنن وانس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما اس بیان سے تمام مراتب مسؤلہ سائلین کا جواب ہوگیا زید پر لازم کہ توبہ کرے اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱/۱۰ ص ۹۶' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اس موضوع پر مزید تحریر فرماتے ہیں:

جاہل عالم کی فضیلت کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالم دین ہو قال اللہ تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے علم والے اور بے علم۔ جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کر لیتا ہے۔ اور مصیبت یہ کہ انہیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ میں بھی وہ حصہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اسے جلد

marfat.com
Marfat.com

نجات بخشتا ہے ولہٰذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو تعالیٰ جب چاہے اسے اٹھا لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۲/۱۰ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۲ھ)

نیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں:

(پھر فرمایا) صوفیائے کرام فرماتے ہیں صوفی بے علم مسخرہ شیطان است وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی) عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے قدس اللہ تعالیٰ باسرارھم انہوں نے ایک صاحب ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ سنا ان کے بڑے بڑے دعاوی سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے' عرض کی مجھے دیدار الٰہی روز ہوتا ہے۔ ان آنکھوں سے سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے سوائے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضور کو بھی فوق السموت والعرش دیدار ہوا۔ دنیا نام ہے سماوات وارض کا۔ خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی بے شک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابلیس یضع عرشه علی البحر شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا اسی کی عبادت کرتا رہا' اسی کو سجدے کرتا رہا' کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتا نہ چلا۔ سیدی ابوالحسن جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رضی اللہ عنہ کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلے بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے' شجر و حجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں نور پھیلا ہوا ہے۔ میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا اے فرزند وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی حضور میری تشفی کے لیے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو۔ سمیٹنا شروع کیا' جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سے شور وغل ہونے لگا حضرت مجھے چھوڑیے میں جاتا ہوں۔ تب ان مرید کی تشفی ہوئی (پھر فرمایا) بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں ابلیس کا تخت بچھتا ہے' شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے' کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں' کوئی کہتا ہے اس نے اتنے زنا کرائے سب کی سنیں۔ کسی نے کہا اس نے آج فلاں طالب کو پڑھنے سے باز رکھا۔ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگا لیا اور کہا انت انت تو نے کام کیا' اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی۔ ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے۔ اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ وہ کونسی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لیے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بن کر رستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے

marfat.com
Marfat.com

راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا' السلام علیکم' وعلیکم السلام حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے عابد صاحب نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات وارض کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے۔ عابد صاحب نے سوچا اور کہا کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی۔ بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جایئے اور شیاطین سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی' اس کو اللہ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم' وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔ اس نے وہی سوال کیا۔ فرمایا ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کر دے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا' دیکھو یہ علم ہی کی برکت ہے۔

(ملفوظات حصہ سوم ص ۲۷۱-۲۶۹' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اپنے آپ کو عالم کہنے یا جنتی کہنے کی تحقیق

یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا جس شخص نے کہا کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے اور جس شخص نے کہا میں جاہل ہوں وہ بھی جاہل ہے اور جس شخص نے کہا میں جنت میں ہوں' وہ دوزخ میں ہے اور جس نے کہا میں دوزخ میں ہوں وہ بھی دوزخ میں ہے۔

(المعجم الصغیر ج ۱ص ۱۲۰' رقم الحدیث: ۱۷۶' احیاء العلوم ج ۱ص ۱۲۰' حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن ابی عطاء الثقفی ہے اس کو امام احمد نے ضعیف قرار دیا' اور کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے' اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اس کے باوجود یہ یحییٰ بن ابی کثیر کا قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یا کسی صحابی کا اثر نہیں ہے بلکہ تابعی کا قول ہے اور یہ حدیث مقطوع ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ص ۱۸۶)

ہر چند کہ یہ قول ضعیف ہے' علامہ سیوطی نے اس کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے تاہم اپنے آپ کو یا کسی اور کو بغیر کسی قطعی دلیل کے جنتی یا دوزخی کہنا جائز نہیں ہے' جنت اور دوزخ میں ہونے کا علم بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی منقطع ہو چکی ہے لہٰذا کوئی شخص اپنے یا کسی اور کے متعلق اپنی عقل سے قطعی طور پر شرعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی ہے' حدیث صحیح میں ہے:

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون کو رکھنے کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا' پس حضرت عثمان بن مظعون ہمارے گھر میں رہے' وہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کا علاج کیا حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو' میری تمہارے متعلق شہادت ہے کہ تم کو اللہ نے عزت دی ہے تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کس نے بتایا کہ ان کو اللہ نے عزت دی ہے! میں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' یا رسول اللہ! میں اپنی عقل سے نہیں جانتی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے عثمان تو اللہ کی قسم ان کے پاس یقین آ چکا ہے' اور میں ان کے لیے نیک توقع رکھتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود' اپنی عقل سے نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (یعنی میں بغیر وحی کے نہیں جانتا اور وحی کے ذریعہ مجھے اپنے جنتی ہونے اور دوسرے مسلمانوں کے جنتی ہونے کا علم الیقین ہے۔) حضرت ام العلاء کہتی ہیں پس اللہ کی قسم میں نے اس کے بعد کبھی کسی کی ایسی تعریف اور ستائش نہیں کی (کہ فلاں شخص جنتی ہے) اور مجھے اپنے اس قول نے غمزدہ کیا۔ حضرت ام العلاء کہتی ہیں کہ پھر میں سو گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ جاری ہے' میں نے رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ خواب سنایا تو آپ نے فرمایا یہ چشمہ ان کا عمل ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۸۷ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۰۰۴)

اس سے پہلے ہم نے علم کے متعلق یحییٰ بن ابی کثیر کا قول نقل کیا تھا لیکن اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۷ ص ۴۳۳ رقم الحدیث: ۶۸۴۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۱۵ھ)

امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے' قرآن مجید میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (یوسف: ۵۵) میں بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہوں۔ اسی طرح حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں عالم ہوں۔ حافظ سیوطی نے متعدد شواہد اور دلائل سے اس حدیث کے متن اور سند کو باطل قرار دیا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۹۔ ۷ مطبوعہ لائل پور)

من عرف نفسه فقد عرف ربه کے حدیث ہونے کی تحقیق

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا:

من عرف نفسه فقد عرف ربه. جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

(روح البیان ج ۶ ص ۴۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

عرف عام میں یہ قول بہ طور حدیث کے مشہور ہے اس لیے ہم یہاں یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ حدیث ہے یا نہیں!

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی التوفی ۹۰۲ھ اس قول کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔ یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے' علامہ نووی نے کہا یہ ثابت نہیں ہے' اس کی تاویل میں یہ کہا گیا ہے کہ جس نے اپنے نفس کے حادث ہونے کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کے قدیم ہونے کو پہچان لیا اور جس نے اپنے نفس کے فانی ہونے کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کے باقی ہونے کو پہچان لیا۔

(المقاصد الحسنہ ص ۴۱۶ رقم الحدیث: ۱۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

حافظ جلال الدین السیوطی التوفی ۹۱۱ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا یہ غیر ثابت ہے' ابن السمعانی نے کہا یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کے کلام سے ہے۔

(الدرر المنتثرہ ص ۲۵۸ رقم الحدیث: ۴۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد طاہر بن علی پٹنی الہندی التوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه ثابت نہیں ہے' ابن تیمیہ نے کہا یہ موضوع ہے' اور یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا ہے' مقاصد میں مذکور ہے یہ حدیث مرفوع نہیں ہے' یہ یحییٰ بن معاذ کا قول ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے کہا یہ موضوع ہے' السمعانی نے کہا یہ حدیث مرفوع نہیں ہے' اس کے متعلق حکایت کی جاتی ہے کہ یہ یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے۔ علامہ نووی نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے' ورنہ اس کا معنی ثابت ہے' اس کا معنی یہ

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کے جہل کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کے علم کو پہچان لیا' اور جس نے اپنے نفس کی فنا کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی بقا کو پہچان لیا' اور جس نے اپنے نفس کے ضعف اور عجز کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی قوت اور قدرت کو پہچان لیا۔ (الاسرار المرفوعہ ص ۳۳۸' رقم الحدیث: ۹۳۷' مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ' ۱۴۰۵ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے کہا یہ موضوع ہے اور اس سے پہلے علامہ نووی نے کہا یہ ثابت نہیں ہے' ابو المظفر بن السمعانی نے القواطع میں کہا یہ حدیث مرفوع نہیں ہے' اس قول کو یحییٰ بن معاذ الرازی سے نقل کیا جاتا ہے' ابن الفرس نے علامہ نووی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا لیکن صوفیہ کی کتابیں اس قول سے بھری ہوئی ہیں وہ اس کو بہ طور حدیث لکھتے ہیں جیسے شیخ محی الدین بن عربی وغیرہ اور ہمارے شیخ حجازی جو الجامع الصغیر کے شارح ہیں' انہوں نے کہا شیخ محی الدین بن عربی کا بھی حفاظ میں شمار کیا جاتا ہے' اور بعض اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ شیخ محی الدین بن عربی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ہر چند کہ بہ طریق روایت ثابت نہیں ہے لیکن ہمارے نزدیک بہ طریق کشف یہ حدیث صحیح ہے' علامہ سیوطی نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے: القول الاشبہ فی حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور علامہ ماوردی کی کتاب ''ادب الدین والدنیا'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب کو پہچاننے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ اپنے نفس کو پہچاننے والا ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۶۲' رقم الحدیث: ۲۵۳۲' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معانی اور محامل

علامہ العجلونی نے حافظ سیوطی کے جس رسالہ کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کے ضعف اور اللہ کی طرف محتاج ہونے کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی قوت' ربوبیت' کمال مطلق اور صفات علیہ کو پہچان لیا۔ شیخ تاج الدین نے لطائف المنن میں کہا کہ شیخ ابو العباس المرسی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دو تاویلیں ہیں۔ (۱) جس شخص نے اپنے نفس کی ذلت' عجز اور افتقار کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی عزت' قدرت اور غنا کو پہچان لیا پس پہلے اپنے نفس کی معرفت ہو گی پھر اپنے رب کی معرفت ہو گی (۲) جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچان چکا ہے' پس پہلا سالکین کا حال ہے اور دوسرا مجذوبین کا حال ہے۔ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے مخلوق کے ساتھ معاملات میں اپنے نفس کی صفات کو پہچان لیا کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو کہ تمہارے افعال پر اعتراض کیا جائے اور تمہارے کاموں کی مذمت کی جائے تو تم بھی اللہ کی قضا اور قدر پر اعتراض نہ کرو اور تقدیر پر راضی ہو جاؤ اور اللہ کے ساتھ وہی معاملہ کرو جس کو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

شیخ عز الدین نے کہا مجھ پر اس حدیث کا راز ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اس روح لطیف کو اس جسم کثیف میں رکھا ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی ربانیت پر کئی وجہ سے دلائل ہیں:

(۱) یہ ہیکل انسانی ایک مدبر اور محرک کا محتاج ہے اور اس کا مدبر اور محرک اس کی روح ہے' اس سے ہم نے جان لیا کہ اس جہان کا بھی مدبر اور محرک ہونا ضروری ہے۔

(۲) جب اس ہیکل انسانی کا مدبر واحد ہے اور وہ اس کی روح ہے تو ہم نے جان لیا کہ اس جہان کا مدبر بھی واحد ہے: جیسا

marfat.com
Marfat.com

کہ قرآن مجید میں ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء: ۲۲)

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا عبادت کے مستحق ہوتے تو آسمان اور زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۴۲)

آپ کہیے اگر اللہ کے ساتھ اور بھی عبادت کے مستحق ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ اب تک ضرور مالک عرش کی راہ ڈھونڈ چکے ہوتے۔

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (المؤمنون: ۹۱)

اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا' نہ اس کے ساتھ کوئی اور عبادت کا مستحق ہے' ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر معبود دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتا اللہ ان اوصاف سے پاک ہے جو یہ اس کے لیے بیان کرتے ہیں۔

(۳) جبکہ یہ جسم صرف روح کے ارادہ اور اس کی تحریک سے حرکت کرتا ہے تو ہم نے جان لیا کہ اس جہان کا بھی کوئی محرک ہے جس کے ارادہ اور اس کی قضا اور اس کی تقدیر سے اس جہان کا نظام چل رہا ہے۔

(۴) جبکہ اس جسم کی کوئی چیز روح کے علم اور اس کے شعور کے بغیر حرکت نہیں کرتی تو ہم نے جان لیا کہ اس جہان کی ہر حرکت کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے خواہ وہ چیز زمین میں ہو یا آسمان میں۔

(۵) جبکہ روح جسم کے سب سے زیادہ قریب ہے تو ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس جہان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

(۶) روح اس جسم کے موجود ہونے سے پہلے بھی تھی اور اس جسم کے معدوم ہونے کے بعد بھی رہے گی تو ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس جہان کو پیدا کرنے سے پہلے بھی تھا اور اس جہان کے فنا ہونے کے بعد بھی رہے گا۔

(۷) روح اس جسم میں کس کیفیت سے ہے اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کیفیت سے پاک اور برتر اور منزہ ہے۔

(۸) روح جسم میں ہر جگہ موجود ہے' لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ جسم میں کس جگہ ہے اور کس کیفیت سے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اس جہان میں ہر جگہ موجود ہے لیکن وہ زمان' مکان اور کیفیت سے منزہ ہے۔

(۹) جس طرح روح جسم میں ہے لیکن وہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی اور نہ اس کی کوئی مثال اور صورت ہے اسی طرح اللہ اس جہان میں ہے لیکن آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور نہ اس کی کوئی مثال اور صورت ہے۔

(۱۰) جبکہ جسم میں روح ہے لیکن اس کا حواس خمسہ سے ادراک نہیں ہوتا اسی طرح اللہ تعالیٰ اس جہان میں ہے لیکن اس کا حواس خمسہ سے ادراک نہیں ہوتا۔

یہی معنی اس حدیث کا ہے جس نے اپنے نفس کو ان وجوہ سے پہچان لیا اس نے ان وجوہ سے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اس حدیث کی تفسیر ایک اور طریقہ سے بھی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی صفات کو پہچان لیا تو وہ جان لے گا کہ اس کے رب کی صفات اس کی صفات کے برعکس ہیں' مثلاً جس نے جان لیا کہ اس کا نفس فانی ہے تو وہ جان لے گا کہ اس کا رب باقی ہے' اور جس نے جان لیا کہ اس کا نفس جفا کرنے والا اور خطا کرنے والا ہے تو وہ جان لے گا کہ اس کا رب وفا کرنے والا اور عطا کرنے والا ہے' اور جس طرح کوئی شخص اپنے نفس (روح) کی حقیقت کو نہیں جان سکتا اسی طرح وہ اپنے رب کی حقیقت

marfat.com
Marfat.com

کو نہیں جان سکتا گویا کہ اس حدیث میں ایک محال کو دوسرے محال پر معلق کیا ہے پس وہ روح جو تمہارے جسم کے اندر ہے جب تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے تو اپنے رب کی حقیقت کو کیسے جان سکتے ہو۔

علامہ قونوی نے شرح التعرف میں اس کو مزید وضاحت سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں محال کو محال پر معلق کیا ہے کیونکہ روح کی حقیقت کی معرفت محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل: ۸۵) آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے' علماء نے روح کی تعریف میں ستر سے زیادہ اقوال ذکر کیے ہیں اور کسی ایک تعریف پر ان کا اتفاق نہیں ہے تو اس حدیث میں اس پر تنبیہ کی ہے کہ جب تم روح کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ تمہارے سب سے زیادہ قریب ہے تو پھر تم اپنے خالق کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہو' سو اس لیے فرمایا جس نے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی حقیقت کو پہچان لیا یعنی جس طرح اپنے نفس کی حقیقت کو پہچاننا محال ہے اسی طرح اپنے رب کی حقیقت کو پہچاننا محال ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۱-۲۳۸' مطبوعہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ' لائل پور)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو عظیم علم عطا فرمایا اس کا شکر ادا کرتے ہوئے ان دونوں نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (النمل: ۱۵)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

کسی شخص کا اپنے قلب' اپنے فعل یا اپنے قول سے منعم کی تعظیم کا اظہار کرنا اس کا شکر کہلاتا ہے' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے اپنے اس قول سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور ان کا اس قول سے اللہ کی تعظیم کرنا دل سے اللہ کی تعظیم کرنے اور اپنے افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو بھی مستلزم ہے اور یہی کامل شکر ہے۔ دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کمالیہ کا اعتقاد ہو اور زبان سے اس کی تعظیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کی جائے اور اس کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ کام کیے جائیں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے۔

شکر کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس قدر نعمتیں عطا کی ہیں ان تمام نعمتوں کو ان مقاصد میں صرف کیا جائے جن مقاصد کے لیے وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں مثلاً زبان اس لیے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ثناء کرے' عام مسلمانوں کی خیر خواہی کرے' نیک اور اچھی باتیں کرے اگر وہ اس طرح کرے گا تو وہ زبان کا شکر ادا کرے گا۔ اگر وہ خاموش رہے گا اور اس طرح کا کلام نہیں کرے گا تو وہ زبان کی ناشکری کرے گا اور اگر وہ زبان سے بد کلامی کرے گا' مسلمانوں کی دل آزاری کرے گا' ظالمانہ احکام جاری کرے گا' دین کو نقصان پہنچانے کی باتیں کرے گا تو وہ زبان کا کفر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں نعمت علم کی خصوصیت

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے کہا اللہ نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے یہ نہیں کہا کہ اس نے اپنے سب بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے اگر چہ ان کو بہت لوگوں سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے' اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تواضع اور انکسار کو اختیار کیا' کیونکہ جب کوئی شخص یہ کہے گا کہ مجھے سب سے زیادہ علم دیا گیا ہے تو اس

marfat.com
Marfat.com

میں ایک گونہ افتخار اور تعلی کا پہلو نکلتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کبر اور بڑائی کے شائبہ سے بھی دور رہتے ہیں۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں' حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت پر فتح عطا فرمائی' ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا' ان کو حسن صوت عطا فرمایا' زبور عطا فرمائی' لوہے کو ان کے ہاتھ پر نرم کر دیا اور بہت نعمتیں عطا فرمائیں' اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی' پرندوں کی بولیاں سکھائیں' حکومت عطا فرمائی' جنات کو ان کے تابع کر دیا اور کثیر انعامات کیے لیکن انہوں نے نعمتوں کا شکر ادا کرتے وقت جس نعمت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا وہ علم کی نعمت ہے۔

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطلقاً علم کی نعمت عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے' لیکن ایسا نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم باقی علوم سے اشرف اور اعلیٰ ہے' اس کے بعد احکام شرعیہ کا علم ہے' اور یہ علوم دیگر مومنین کو بھی حاصل ہیں لیکن ہر ایک کا علم اپنے درجہ اور مقام کے اعتبار سے ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے علم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق ہوتے ہیں' ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوتا اور ان کا دل کسی آن اور کسی لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے' اور کہنے لگے اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے' اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے ○ (النمل:۱۶)

وراثت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

الایراث: الابقاء للشئی کسی چیز کو باقی رکھنا' یورث ای یبقی میراثا کسی چیز کو بہ طور میراث باقی رکھنا' کہا جاتا ہے اورثه العشق هما عشق نے اس کو غم کا وارث بنا دیا' اورثه الحمی ضعفا بخار نے اس کو کمزوری کا وارث بنا دیا۔

(کتاب العین ج ۳ ص ۱۹۴۲' مطبوعہ ایران' ۱۴۱۴ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الوارث اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کا معنی ہے باقی اور دائم' وانت خیر الوارثین الانبیاء:۸۹ یعنی تمام مخلوق کے فنا ہونے کے بعد تو باقی رہنے والا ہے' کہا جاتا ہے ورثت فلانا مالا میں فلاں کے مال کا وارث ہوا' قرآن مجید میں ہے:

فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ. (مریم:۶-۵)

تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میرا (بھی) وارث ہو اور یعقوب کی آل کا (بھی) وارث ہو۔

ابن سیدہ نے یہ کہا کہ وہ ان کا اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث ہو اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت زکریا کو یہ خوف تھا کہ ان کے رشتہ دار ان کے مال کے وارث ہو جائیں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم گروہ انبیاء مورث نہیں بنائے جاتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وورث سلیمان داود (النمل:۱۶) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے' الزجاج نے کہا وہ ان کے ملک اور ان کی نبوت کے وارث ہوئے' روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے' ان میں سے صرف حضرت سلیمان ان کی نبوت اور ان کے ملک کے وارث ہوئے اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے:

marfat.com
Marfat.com

اللھم متعنی بسمعی وبصری واجعلھا الوارث منی.
اے اللہ میرے کانوں اور میری آنکھوں سے مجھ کو نفع دے اور ان کو میرا وارث بنا دے۔

(المستدرک ج ۱ص ۵۲۳' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۷۸)

ابن شمیل نے کہا اس کا معنی ہے میرے کانوں اور میری آنکھوں کو تاحیات صحیح اور سلامت رکھ' اور ایک قول یہ ہے کہ جب بڑھاپے میں قوئ نفسانیہ مضمحل ہو جاتے ہیں تو میری سماعت اور بصارت کو باقی رکھنا پس سماعت اور بصارت تمام قوتوں کے بعد باقی رہیں اور ان کی وارث ہو جائیں۔ (لسان العرب ج ۲ص ۲۰۱-۱۹۹' ملخصاً' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران' ۱۴۰۵ھ)

علامہ الحسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

وراثت کی تعریف یہ ہے:

انتقال قنیۃ الیک عن غیرک من غیر عقد ولا مایجری العقد.
غیر کی کمائی کا تمہاری طرف بغیر کسی عقد یا قائم مقام عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا۔

اسی وجہ سے میت کی جو کمائی وارثوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اس کو میراث کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اثبتوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث ابیکم.
تم اپنے مشاعر (میدان عرفات) پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کے وارث ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۱۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۱۱' المستدرک ج ۱ص ۴۶)

قرآن مجید میں ہے وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم: ۶) یعنی وہ نبوت' علم اور فضیلت کا وارث ہوگا نہ کہ مال کا' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے نزدیک مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اس میں رغبت کریں' وہ بہت کم مال جمع کرتے ہیں اور اس کے مالک ہوتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم گروہ انبیاء مورث نہیں بنائے جاتے' ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۳) اور آپ کا ارشاد ہے: علماء انبیاء کے وارث ہیں (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ص ۱۹۶) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی وارث فرمایا ہے کیونکہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتی ہیں وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران: ۱۸۰) ''اللہ ہی کے لیے تمام آسمانوں اور زمینوں کی میراث ہے'' اور کوئی شخص جب کسی سے علم کا استفادہ کرے تو کہا جاتا ہے میں اس سے وارث ہوا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَرِثُوا الْكِتٰبَ (الاعراف: ۱۶۹) ''بعد کے لوگوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا وَرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ (الشوریٰ: ۱۴) ''بے شک جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے'' ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر: ۳۲) ''پھر ہم نے ان لوگوں کو الکتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا'' کیونکہ وراثت حقیقیہ یہ ہے کہ انسان کو کوئی ایسی چیز حاصل ہو جس میں اس کے ذمہ نہ کوئی معاوضہ ہو نہ اس میں اس کا کوئی محاسبہ ہو اور جو اس طریقہ سے اس دنیا کو حاصل کرے گا اس سے نہ کوئی حساب لیا جائے گا نہ اس کو کوئی سزا دی جائے گی بلکہ اس کے لیے اس میں معافی اور درگزر ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے: قیامت کے دن اس شخص پر حساب آسان ہوگا جو دنیا میں اپنا حساب کرے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵۹) (المفردات ج ۲ص ۶۷۳-۶۷۲' ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ وراثت کا لغوی معنی ہے کسی کا کسی کے بعد باقی رہنا' اور اصطلاحی معنی ہے کسی چیز کا ایک شخص سے

marfat.com
Marfat.com

دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا' خواہ مال کا انتقال ہو یا ملک کا یا علم اور نبوت کا انتقال ہو یا فضائل اور محاسن کا' اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ان تمام معانی کے اعتبار سے وراثت کا استعمال کیا گیا ہے۔

اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے کیونکہ انبیاء کے نزدیک مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور نہ وہ مال کو جمع کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام علم کا وارث کرتے ہیں اور ان کی جو اولاد ان کی وارث ہوتی ہے' وہ علم اور نبوت میں ان کی وارث ہوتی ہے' اور اہل تشیع کے نزدیک چونکہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑے ہوئے باغ فدک کی وارثہ تھیں اس لیے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام مال جمع کرتے ہیں اور مال کا وارث بناتے ہیں' اس لیے سنی مفسرین کے نزدیک وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل: ۱۶) کا معنی ہے حضرت سلیمان حضرت داؤد علیہ السلام کے علم' ملک اور نبوت کے وارث ہوئے اور شیعہ مفسرین کے نزدیک اس کا معنی ہے حضرت سلیمان حضرت داؤد علیہ السلام کے مال کے وارث ہوئے۔ سو ہم اس آیت کی تفسیر پہلے سنی مفسرین سے نقل کریں گے پھر شیعہ مفسرین سے نقل کریں گے پھر اس مسئلہ میں سنی ائمہ کی اور شیعہ ائمہ کی روایات احادیث پیش کریں گے پھر اخیر میں شیعہ مفسرین کے دلائل کے جوابات کا ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق

سنی مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کی نبوت اور علم کے وارث تھے نہ کہ مال کے

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی کس چیز کے وارث ہوئے' اس کے متعلق علامہ علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں تین قول ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا حضرت سلیمان' حضرت داؤد کی نبوت اور ان کے ملک کے وارث ہوئے' کلبی نے کہا حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے' اور صرف حضرت سلیمان کو ان کی وراثت کے ساتھ خاص کیا گیا کیونکہ یہ نبوت اور ملک کی وراثت تھی اگر یہ مال کی وراثت ہوتی تو اس وراثت میں ان کی تمام اولاد برابر کی شریک ہوتی۔

(۲) ربیع نے کہا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی جنات اور ہواؤں کو مسخر کر دیا گیا تھا۔

(۳) ضحاک نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حضرت سلیمان کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنا دیا تھا' اور اس وراثت سے مراد ان کی یہی ولایت ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ علماء دین میں انبیاء کے قائم مقام ہیں۔

امام الحسین بن مسعود بغوی المتوفی ۵۱۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان حضرت داؤد کی نبوت' ان کے علم اور ان کے ملک کے وارث ہوئے' نہ کہ ان کی باقی اولاد' حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے' حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کا ملک عطا کیا گیا اور ہواؤں اور جنات کی تسخیر ان کو زیادہ دی گئی' مقاتل نے کہا حضرت سلیمان کا ملک حضرت داؤد کے ملک سے زیادہ تھا اور وہ ان سے اچھا فیصلہ کرنے والے تھے۔ حضرت داؤد' حضرت سلیمان سے زیادہ عبادت گزار تھے اور حضرت سلیمان ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ اس آیت میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ اس میں علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے وہ فرماتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اگر یہاں مال کی وراثت مراد ہوتی تو پھر اس کے بعد یایھا الناس علمنا منطق الطیر کا کوئی فائدہ نہ تھا اور جب اس سے مراد نبوت اور ملک کی وراثت ہو تو یہ کلام عمدہ ہے کیونکہ پرندوں کی بولی کا سکھانا بھی علوم نبوت کے ساتھ مربوط اور متصل ہو گا جبکہ مال کے وارث کا پرندوں کی بولی کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے' اسی طرح واوتینا من کل شیء ''ہمیں ہر چیز سے دیا گیا'' یہ بھی ملک کی وراثت کے ساتھ مربوط ہو گا اور مال کے وارث کا اس کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے' اسی طرح اس کے بعد فرمایا ان ھذا لھو الفضل المبین ''اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے'' اس فضل کا تعلق بھی علم اور نبوت کی وراثت سے ظاہر ہے اور مال کے وارث کا فضیلت والا ہونا ظاہر نہیں ہے کیونکہ مال کا وارث تو کامل شخص بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی' نیک بھی اور بدکار بھی' اسی طرح اس کے بعد جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا ذکر کیا گیا اس کا ربط اور تعلق بھی اسی صورت میں ظاہر ہو گا جب اس وراثت سے مراد علم' نبوت اور ملک کی وراثت ہو نہ کہ مال کی وراثت مراد ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمٰن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ' حافظ ابن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ' ان سب نے یہی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام' علم' نبوت اور ملک میں حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور اس آیت میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے' کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اور مال کی وراثت میں یہ سب برابر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے شریک تھے' اور اس آیت میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت' ان کے علم اور ان کے ملک کے وارث تھے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۱۵۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۵۳' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۹۴' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' روح البیان ج ۶ ص ۴۲۰' دار احیاء التراث العربی' ۱۴۲۱ھ' روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۵۵' دار الفکر' ۱۴۱۷ھ)

شیعہ مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کے مال کے وارث تھے نہ کہ نبوت اور علم کے

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے' اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ کس چیز کے وارث ہوئے' ہمارے اصحاب نے کہا کہ وہ مال اور علم کے وارث ہوئے اور ہمارے مخالفین نے کہا وہ علم کے وارث ہوئے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' ہم گروہ انبیاء مورث نہیں بنائے جاتے' اور میراث کی حقیقت یہ ہے کہ گزرنے والے کی موت کے بعد اس کا ترکہ اس کے رشتہ داروں میں سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دیا جائے اور اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اعیان (ٹھوس مادی چیزوں مثلاً مال و دولت' زمین اور ساز و سامان وغیرہ) کو منتقل کیا جائے اور میراث کا لفظ جب علم کے معنی میں استعمال کیا جائے گا تو وہ مجاز ہو گا اور انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن کے عام کو خاص کرنا جائز ہے اور نہ اس کو منسوخ کرنا جائز ہے' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے اور ان میں سے صرف حضرت سلیمان کو وارث بنایا گیا اگر اس آیت میں مال کی وراثت مراد ہوتی تو اس میں تمام بیٹے شریک ہوتے نہ کہ صرف حضرت سلیمان' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیز بھی خبر واحد سے ثابت ہے سو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ج ۸ ص ۸۳-۸۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

marfat.com
Marfat.com

شیعہ مفسرین کے دلائل کے جوابات

شیخ طوسی کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ میراث کا لفظ عام ہے اور اہل سنت نے اس کو علم' نبوت اور ملک کی وراثت کے ساتھ خاص کر لیا ہے' اور قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل علماء شیعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اس وراثت کو مال کے ساتھ خاص کر لیا ہے جبکہ وراثت عام ہے خواہ اس سے مال کا انتقال ہو یا علم' نبوت اور فضائل کا انتقال ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب مخصص عقل یا عرف ہو تو عام کی تخصیص جائز ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ. (الانبیاء: ٣٥) ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔

اس آیت کے عموم میں اللہ تعالیٰ شامل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر موت کا آنا محال ہے' اور اس کا مخصص عقل ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ. (النمل: ١٦) اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ٹینک' طیارے اور میزائل نہیں عطا کیے گئے تھے' اس کے لیے یہاں پر ''ہر چیز'' سے مراد ان کے زمانہ کی تمام چیزیں ہیں اور اس کا مخصص عرف ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

اَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. (البقرہ: ٤٧) بے شک میں نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

اور ظاہر ہے بنی اسرائیل کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر فضیلت نہیں دی گئی تھی' سو یہاں بھی عرف اور عقل اس کا مخصص ہے اور مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی گئی تھی۔

اسی طرح قرآن مجید میں یہ آیت ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (المائدہ: ٥٥)

تمہارا ولی صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

اس آیت میں تمام ایمان والوں کو مسلمانوں کا ولی فرمایا ہے' لیکن علماء شیعہ نے اس آیت کو حضرت علی کی ولایت اور امامت کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ خود شیخ طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کی امامت بلافصل پر واضح دلیل ہے۔

(التبیان ج ٢ ص ٥٥٩' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چھٹی صدی کے علماء شیعہ میں سے شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی نے بھی یہی لکھا ہے نیز انہوں نے لکھا ہے:

یہ آیت اس پر نص صریح ہے کہ ایمان والوں سے مراد حضرت علی ہیں اور یہ آیت ان کی امامت پر نص ہے اور اس آیت سے عموم مراد نہیں ہے اور یہ آیت حضرت علی کے ساتھ خاص ہے۔ (مجمع البیان ج ٣ ص ٣٢٦' مطبوعہ ایران' ١٤٠٦ھ)

اسی طرح السید محمد حسین الطباطبائی متوفی ١٢٩٣ھ نے لکھا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (المائدہ: ٥٥) اور فان حزب اللہ ھم الغلبون (المائدہ: ١٥٦) یہ دونوں آیتیں عام نہیں ہیں' یہ دونوں آیتیں حضرت علی کے ساتھ خاص ہیں اور یہ چیز سنی اور شیعہ کی بہ کثرت روایات سے ثابت ہے۔

(المیزان ج ٦ ص ٥' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران' ١٣٦٢ھ)

marfat.com
Marfat.com

حالانکہ ان دونوں آیتوں میں الذین امنوا اور حزب اللہ کے الفاظ عام ہیں لیکن علماء شیعہ نے روایات کی بنا پر ان کو خاص کر لیا ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ. (المائدۃ:۶۷)

اے رسول! آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا' اور اللہ آپ کو لوگوں (کے ضرر) سے بچائے گا۔

اس آیت میں لفظ ''ما'' عام ہے یعنی جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا یعنی تمام احکام شرعیہ اور تمام خبریں آپ پر امت کو پہنچانی ضروری ہیں لیکن علماء شیعہ نے اس آیت کو حضرت علی کی خلافت کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ بنائیں' اور آپ اس سے ڈرتے تھے کہ آپ کے اصحاب پر یہ دشوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تاکہ آپ بہادری سے اللہ کا یہ حکم سنائیں۔

(التبیان ج ۳ ص ۵۸۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حضرت علی کے متعلق تبلیغ کریں سو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں' اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھ' اور حضرت ابو جعفر اور حضرت ابو عبداللہ سے مشہور روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ بنائیں۔

(مجمع البیان ج ۴ ص ۳۴۴' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۶ھ)

ان آیات میں قرآن مجید کے لفظ عام کو خاص کرنے کے باوجود شیخ طبرسی اور شیخ طباطبائی نے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل:۱۶) کی تفسیر میں لکھا ہے اس سے مراد حضرت سلیمان کو مال کا وارث بنانا ہے اور علم اور نبوت کا وارث بنانا مراد نہیں ہے۔

(مجمع البیان ج ۷ ص ۳۳۴' المیزان ج ۱۵ ص ۳۸۲' مطبوعہ طہران' ۱۳۶۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی بہ کثرت آیات میں کتاب کا وارث بنانے کا ذکر ہے اور وہاں مال کا وارث بنانے کو مراد نہیں لیا جا سکتا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ (الاعراف:۱۶۹)

پھر ان کے بعد ایسے لوگ جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث ہوئے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ (فاطر:۳۲)

پھر ہم نے ان لوگوں کو الکتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا۔

وَاَوْرَثْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ. (المومن:۵۳)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ○ (الشوریٰ:۱۴)

بے شک جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اس کی طرف سے زبردست شک میں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایات ائمہ اہل سنت

ایک طویل حدیث میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم مورث نہیں بنائے جاتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۷۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۸۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ اس کو جنت کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر رکھتے ہیں اور تمام آسمانوں اور زمینوں کی چیزیں عالم کے لیے مغفرت طلب کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی' اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے' بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نہ دینار کا وارث کرتے ہیں نہ درھم کا وہ صرف علم کا وارث کرتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۲۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۲۹)

علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایاتِ ائمہ شیعہ

شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی ۳۲۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں' کیونکہ انبیاء نہ درہم کا وارث کرتے ہیں نہ دینار کا' وہ اپنی احادیث میں سے احادیث کا وارث کرتے ہیں' پس جس شخص نے ان سے کسی چیز کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔ الحدیث۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۲' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۸۸ھ)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ علم میں وراثت ہوتی ہے' اور جب بھی کوئی عالم فوت ہوتا ہے تو وہ علم میں اپنا جیسا چھوڑ جاتا ہے۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۲' مطبوعہ ایران' ۱۳۸۸ھ)

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک روئے زمین پر سب سے پہلے وصی ھبۃ اللہ بن آدم تھے اور جو نبی بھی گزرے ان کا ایک وصی ہوتا تھا' اور تمام انبیاء ایک لاکھ بیس ہزار تھے' ان میں سے پانچ اولوالعزم نبی تھے' نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اور بے شک علی بن ابی طالب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھے۔ وہ تمام اولیاء کے علم کے وارث ہوئے' اور اپنے سے پہلوں کے علم کے وارث ہوئے' اور بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سے پہلے انبیاء اور مرسلین کے علم کے وارث تھے۔

(الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۴' دار الکتب الاسلامیہ' ایران ۱۳۸۸ھ)

المفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا کہ بے شک سلیمان داؤد کے وارث ہوئے' اور بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان کے وارث ہوئے اور ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں اور بے شک ہمارے پاس تورات' انجیل اور زبور کا علم ہے۔ الحدیث (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۴' ایران)

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک داؤد انبیاء علیہم السلام کے علم کے وارث تھے' اور بے

marfat.com
Marfat.com

شک سلیمان داؤد کے وارث تھے' اور بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان کے وارث تھے اور بے شک ہم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور بے شک ہمارے پاس حضرت ابراہیم کے صحائف ہیں اور حضرت موسیٰ کی الواح ہیں۔
(الاصول من الکافی ج ا ص ۲۲۴' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۸۸ھ)

ان تمام دلائل سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام علم کا وارث بناتے ہیں مال کا وارث نہیں بناتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام کے علم' ان کے فضائل' ان کے ملک اور ان کی نبوت کے وارث تھے' اور اس آیت میں اسی وراثت کا ذکر ہے' ان کے مال کی وراثت کا ذکر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے' اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے O (النمل:۱۶)

تحدیث نعمت (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا فخر اور تکبر کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار اور اس کی تشہیر کے لیے تھا' اور آپ نے اپنے معجزات کا ذکر کیا تاکہ آپ لوگوں کو اپنے ان معجزات کی وجہ سے اپنی نبوت کی تصدیق کی دعوت دیں' بعض علماء نے کہا آپ نے لوگوں کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا کیا نعمتیں دی ہیں تاکہ مومنوں کا اس پر زیادہ ایمان ہو اور منکروں کے خلاف حجت قائم ہو' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ O (الضحیٰ:۱۱) اور آپ بہر حال اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر اور اظہار فرمایا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ حجرے سے باہر آئے اور ان کے قریب پہنچ کر ان کی باتیں سننے لگے' ان میں سے بعض نے کہا تعجب ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' دوسرے نے کہا اس سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ حضرت موسیٰ کو اپنا کلیم بنایا' ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں' اور دوسرے نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں' آپ نے ان کے پاس آ کر ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارے تعجب کو سنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں' وہ اسی طرح ہیں' اور موسیٰ نجی اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں' اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں وہ اسی طرح ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں' اور سنو! میں حبیب اللہ ہوں اور فخر نہیں! اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گا اور فخر نہیں! اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت قیامت کے دن سب سے پہلے قبول کی جائے گی' اور فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازوں کو کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ میرے لیے (ان کو) کھول دے گا اور مجھ کو اس میں داخل کر دے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور فخر نہیں اور میں اولین اور آخرین میں سب سے مکرم ہوں اور فخر نہیں۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۷۰۰۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جمع کے صیغہ کے ساتھ کہا ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے سلاطین اور حکام اپنے آپ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اس میں تکبر اور تجبر نہ تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو اور حضرت داؤد علیہ السلام دونوں کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے' کیونکہ امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام دو دن جانوروں کے درمیان فیصلہ کرتے اور ایک دن انسانوں کے درمیان فیصلہ کرتے تھے' ایک دن ایک گائے نے آ کر ان کے دروازے کے حلقہ میں اپنا سینگ رکھا پھر اس طرح بولی جس طرح ماں اپنے بچہ سے بولتی ہے اس نے کہا جب میں جوان تھی تو یہ مجھ سے بچے نکلواتے تھے اور مجھ سے اپنے کام لیتے تھے اب جب میں بوڑھی ہوگئی ہوں تو یہ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں! پھر حضرت داؤد نے کہا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اس کو ذبح نہ کرو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٦١٨٩)

نطق اور منطق کا لغوی اور اصطلاحی معنی

امام لغت خلیل بن احمد الفراھیدی المتوفی ١٧٥ھ لکھتے ہیں:

الناطق کے معنی ہیں فصاحت اور بلاغت سے بولنے والا' الکتاب الناطق کے معنی ہیں واضح کتاب' ہر چیز کے کلام کو منطق کہتے ہیں' کمر کے باندھنے کے پٹکے یا پٹی کو منطق' انطاق یا منطقہ کہتے ہیں۔

(کتاب العین ج ٣ ص ١٨٠٧' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ١٤١٤ھ)

امام ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ لکھتے ہیں۔

نطق کا معنی ہے وہ الگ الگ اور متمیز آوازیں جن کو انسان ظاہر اور صادر کرتا ہے اور کان ان کو سنتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ○ (الصافات: ٩٢) تم کو کیا ہوا تم بولتے کیوں نہیں!

نطق کا اطلاق اور استعمال صرف انسان کے لیے کیا جاتا ہے اور دوسروں کے لیے بالتبع کیا جاتا ہے' الناطق اور الصامت' الناطق سے مراد ہے جس کی آواز ہو اور الصامت سے مراد ہے جس کی آواز نہ ہو' حیوانات کو مطلقاً ناطق نہیں کہا جاتا' منطقی اس قوت کو نطق کہتے ہیں جس سے کلام صادر ہوتا ہے' نیز وہ معقولات کے ادراک کرنے والے کو ناطق کہتے ہیں اور وہ انسان کی تعریف حیوان ناطق کرتے ہیں یعنی ایسا جاندار جو غور و فکر کرتا ہو اور بولتا ہو' ان کے نزدیک نطق دو معنوں میں مشترک ہے' وہ قوت انسانیہ جس سے کلام صادر ہوتا ہے اور وہ کلام جو آواز سے صادر اور ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء: ٦٥) آپ کو معلوم ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں ہیں۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ بت بولنے والوں اور عقل والوں کی جنس سے نہیں ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ . (النمل: ١٦) ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

اس آیت میں پرندوں کی آوازوں کو اس اعتبار سے نطق فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان ان آوازوں سے ان کی مراد کو سمجھتے تھے سو جس آواز سے کوئی شخص کسی معنی کو سمجھے خواہ وہ بولنے اور باتیں کرنے والا نہ ہو اس آواز کو نطق اور منطق اور اس آواز والے کو ناطق کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے' قیامت کے دن کہا جائے گا:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط . (الجاثیۃ: ٢٩) یہ ہے ہماری کتاب (صحیفہ اعمال) جو تمہارے سامنے سچ سچ بول رہی ہے (تمہارے اعمال کو ظاہر کر رہی ہے۔)

کتاب بھی ناطق ہے لیکن اس کے نطق کا آنکھیں ادراک کرتی ہیں' جیسے کلام بھی کتاب ہے لیکن اس کا ادراک قوت

marfat.com
Marfat.com

سامعہ کرتی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۴۲-۶۴۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

طیر کے معانی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ جانور جو ہوا میں اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہو اس کو طائر کہتے ہیں اور اس کی جمع طیر ہے، جیسے راکب کی جمع رکب ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ. (الانعام: ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے پرندوں کے ساتھ اڑتا ہو۔

عرب پرندوں کو اڑا کر فال نکالتے تھے اگر پرندہ دائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتے تھے اور اگر وہ بائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس سے برا شگون لیتے تھے، اس کو کہتے تھے تطیر فلان، پھر تطیر کے لفظ کا غالب استعمال بدشگونی میں ہونے لگا، قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ ط (الاعراف: ۱۳۱) اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی تو وہ (قوم فرعون) اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست کہتے۔

طائر کا اطلاق اعمال نامہ پر بھی کیا گیا ہے جیسے گلے کا ہار گلے کے ساتھ چمٹا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کا اعمال نامہ انسان کے گلے کے ساتھ چمٹا ہوا ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ط. (بنی اسرائیل: ۱۳) ہر انسان کے گلے میں اس کا اعمال نامہ لازم کر دیا گیا ہے۔

گرد وغبار کی طرح چاروں طرف پھیل جانے والی چیز کو مستطیر کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ○ (الدھر: ۷) جو لوگ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۰۴-۴۰۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

چیونٹیوں اور بعض پرندوں کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چیونٹی نے انبیاء (سابقین) میں سے کسی نبی کے کاٹا، تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کی بستی کو جلا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی کی ایک چیونٹی نے آپ کو کاٹا تھا تو آپ نے چیونٹیوں کی پوری نسل کو ہلاک کر دیا جو اللہ کی تسبیح کرتی تھیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۶۶، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۱، سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۶۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا (موٹے سر سفید اور سبز پیٹھ کا ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے، حدیث میں اس کے لیے صرد کا لفظ ہے، اگر یہ جانور ضرر پہنچائیں تو ضرر سے بچنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے اور محض ان کو ایذا پہنچانے کے لیے ان کو مارنا جائز نہیں ہے۔) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۶۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۳۰۶۷، دار الفکر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو دور

marfat.com
Marfat.com

جاتے تھے' ایک دن آپ کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھے اور آپ نے دونوں موزے اتار دیئے آپ نے ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک پرندہ آ کر دوسرے موزے کو اٹھا کر لے گیا' پھر وہ بلندی پر جا کر فضا میں چکر لگانے لگا تو اس میں سے سیاہ رنگ کا موذی سانپ نکلا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کرامت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مکرم کیا ہے۔ اے اللہ! میں زمین پر دو پیروں کے ساتھ چلنے والوں کے شر سے اور پیٹ کے بل رینگنے والوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۰۰' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۷' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۹' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۹ ص ۵۱۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' آپ کسی کام سے گئے تو ہم نے ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے' ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا وہ پرندہ آ کر تڑپنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے فرمایا: اس پرندہ کو اس کے بچے کی وجہ سے کس نے پریشان کیا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کرو۔ پھر آپ نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کی ایک بستی کو جلا دیا تھا' آپ نے پوچھا ان کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے! آپ نے فرمایا آگ کے رب کے سوا کسی کے لیے آگ سے عذاب دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مل جل کر رہتے تھے' حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے تھے' اے ابوعمیر اس نغیر (بلبل) نے کیا کیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹)

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید مرغ میرا دوست ہے اور اللہ کے دشمنوں کا دشمن ہے' اپنے مالک کے گھر کی سات گھروں تک حفاظت کرتا ہے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۲۹۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۲۷۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۱۹۸' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۲۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سفید مرغ جس کی کلغی شاخ در شاخ ہو میرا دوست ہے اور میرے دوست کا دوست ہے جبریل اس کے گھر کی اور اس کے پڑوس کے سولہ گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔ چار دائیں' چار بائیں' چار آگے اور چار پیچھے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۲۹۴' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ا ص ۱۲۷' کنز العمال رقم الحدیث ۳۵۲۷۷' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۱۹۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرغ نماز کی اذان دیتا ہے' جس نے سفید مرغ رکھا اس کی تین چیزوں سے حفاظت کی جائے گی۔ ہر شیطان کے شر سے' جادوگر سے اور کاہن سے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۱۷۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۲۹۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۱۹۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۲۸۸)

مرغ کے متعلق ان تینوں احادیث کی اسانید ضعیف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کبوتروں کو اپنے گھروں میں رکھو کیونکہ یہ جنات کو تمہارے بچوں سے دور رکھتے ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۲۹۱' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مریم بنت عمران نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو ایسا رزق کھلائے جس میں گوشت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹڈی کھلائی۔ حضرت مریم نے دعا کی اے اللہ! اس کو بغیر دودھ پیے زندہ رکھ۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۵۸' المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۴۱' رقم الحدیث: ۷۶۳۱' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۷۸۳۷' ج ۳ ص ۱۲۷' کنز العمال رقم

marfat.com
Marfat.com

الحدیث: ٣٥٢٩٣' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں یزید القیسی کو میں نہیں پہچانتا اس کے باقی راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ٣ ص ٣٩)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزوں کو پہننے کے لیے منگایا۔ آپ نے ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک کوا آیا وہ دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اس نے (اوپر جا کر) اس موزہ کو پھینکا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ موزوں کو جھاڑے بغیر نہ پہنے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٧٦٢٠' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں ج ۵ ص ١٤٠' الخصائص الکبریٰ ج ٢ ص ١٠٩' سبل الھدیٰ والرشاد ج ٩ ص ٥٢٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمانہ میں ایک پرندہ پیدا کیا جس کو العنقاء کہا جاتا تھا' حجاز کے شہروں میں اس کی نسل بہت زیادہ ہوگئی وہ بچوں کو جھپٹ کر لے جاتا تھا لوگوں نے اس زمانہ کے نبی حضرت خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی یہ حضرت عیسیٰ کے بعد بنی عبس سے ظاہر ہوئے تھے' انہوں نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کی نسل منقطع ہوگئی۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ٦٧٣٤' کنز العمال رقم الحدیث: ٣٥٢٩٦) (یہ حدیث معلل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔)

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا پرندوں کی باتیں سمجھنا

شیخ ابو محمد روزبہان بن ابی النصر البقلی الشیرازی المتوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

پرندوں اور وحشی جانوروں کی آوازیں اور کائنات کی حرکتیں یہ سب اللہ سبحانہ کے انبیاء اور مرسلین اور عارفین اور صدیقین اور محبین کے لیے خطابات ہیں جن کو وہ اپنے مقامات اور احوال کے اعتبار سے سمجھتے ہیں۔ پس انبیاء اور مرسلین محض پرندوں کی بولیوں سے ان کے معانی اور مطلب کو سمجھ لیتے ہیں اور اس چیز کا ولی کے لیے واقع ہونا بھی ممکن ہے' لیکن اکثر اولیاء پرندوں کی آوازوں سے ان چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں جو ان کے احوال کے مطابق ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں الہام کرتا ہے' نہ یہ کہ وہ ان کی لغات کو بعینہٖ جانتے ہیں۔

ابوعثمان المغربی نے کہا جو شخص تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ اس سے ہر چیز سمجھتا ہے' اور ہر چیز سے اس کو سمجھتا ہے سو اس کو پرندوں کی آوازوں سے اور دروازوں کی چرچراہٹ سے بھی اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسے عام لوگوں کو طبل کی آواز سے قافلہ کی روانگی کا علم ہو جاتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ اہل حضور اور خواص کو پرندوں اور وحشی جانوروں کی آوازوں سے معانی اور مطالب پر مطلع فرماتا ہے۔

مقاتل نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک پرندہ بولتا ہوا گزرا' انہوں نے اہل مجلس سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ پرندہ جو ابھی گزرا تھا اس نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہی بہتر جانتے ہیں' حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اس پرندہ نے کہا ہے: اے بنی اسرائیل کے بادشاہ! آپ پر سلام ہو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت عطا فرمائی ہے اور آپ کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا ہے' میں اپنے بچوں کے پاس جا رہا ہوں' پھر دوبارہ آپ کے پاس سے گزروں گا' آپ نے فرمایا وہ دوبارہ گزرے گا تم اس کا انتظار کرو' کافی دیر انتظار کے بعد وہ پھر دوبارہ گزرا اس نے آپ کو سلام کیا اور بتایا کہ وہ اپنے بچوں کو کھلا پلا کر آیا ہے۔ اس قسم کی امثال حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت معروف ہیں۔ (عرائس البیان ج ٢ ص ١١٢-١١١' مطبوعہ المطبع العالی المنشی نولکشور)

marfat.com
Marfat.com

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیوانوں کا باتیں کرنا اور آپ کی تعظیم کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت قبیلہ بنی سلیم کا ایک اعرابی آیا' اس نے ایک گوہ شکار کر کے اپنی آستین میں رکھی ہوئی تھی وہ اس کو اپنے گھر پکانے کے لیے لے کر جا رہا تھا تاکہ اس کو کھائے' اس نے جو مسلمانوں کی جماعت کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ نبی ہیں! وہ لوگوں کو چیرتا ہوا مجلس میں آیا اور کہنے لگا لات اور عزیٰ کی قسم' میرے نزدیک آپ سے زیادہ مبغوض اور کوئی نہیں ہے' اور اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں آپ کو جلد قتل کر کے ہر سرخ و سفید کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس کو قتل کر دوں! آپ نے فرمایا اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ بردبار شخص نبی ہوتا ہے؟ پھر آپ نے اس اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تمہیں اس بات کی طرف کسی نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لے آئے! اور آستین سے وہ گوہ نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک دی! آپ نے گوہ سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے کہا: جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی سلطنت ہے' سمندر میں اس کا راستہ ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے' اور دوزخ میں اس کی سزا ہے۔ آپ نے پوچھا اے گوہ! میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رب العالمین کے رسول ہیں! اور خاتم النبیین ہیں' جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ناکام ہو گیا' اس اعرابی نے کہا جس وقت میں آپ کے پاس آیا تھا تو میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا' اور اب آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہے اور آج آپ میرے نزدیک میرے والد سے' میری آنکھوں سے اور میری جان سے بڑھ کر محبوب ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۷-۳۶' ملخصاً' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۳۷۸-۳۷۷' رقم الحدیث: ۲۷۵' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۲۶۰-۲۵۹' البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۵۴۵-۵۴۴' المعجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث: ۹۴۸' المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث: ۵۹۹۳' مکتبۃ المعارف ریاض' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۹۹۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۸۶' الوفاء ص ۳۴۲' ۳۴۱' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۸-۱۰۷' دار الکتب العلمیۃ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۹ ص ۵۲۱-۵۲۰)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی' اس نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کھول دیجیے تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں' میں پھر واپس آ جاؤں گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ایک قوم نے شکار کیا ہے اور اس نے اس کو باندھا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہرنی سے حلف لیا اور اس کو کھول دیا' تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا' تھوڑی دیر بعد خیمہ والے آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مجھے ہبہ کر دو' انہوں نے آپ کو ہبہ کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔

ایک اور روایت حضرت زید بن ارقم سے ہے اس کے آخر میں ہے' حضرت زید بن ارقم نے کہا: پس میں نے دیکھا وہ جنگل میں اونچی آواز سے یہ کہتی ہوئی جا رہی تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۵-۳۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۳۷۶-۳۷۵' رقم الحدیث: ۲۷۴' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۲۵۸-۲۵۷' البدایۃ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳' ۵۴۲' المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۳۱' الوفاء ص ۳۴۱-۳۴۰' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۸۷' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۱' سبل

marfat.com
Marfat.com

الہدیٰ والرشاد ج ۹ص ۵۲۰-۵۱۹)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گردن بڑھا کر بڑبڑا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اونٹ کے مالک کو بلاؤ' جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان کے ہاں پیدا ہوا انہوں نے مجھ سے خوب کام لیا' اب جب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو یہ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے فرمایا:

مامن شیء فیھا الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ او فسقۃ الجن والانس. اس دنیا میں ہر چیز کو یہ علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوا فاسق جن اور انس کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ص ۲۶۲-۲۶۱' البدایۃ والنہایۃ ج ۹ص ۵۳۴' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۱۵۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ص ۳۸۱-۳۸۰' الخصائص الکبریٰ ج ۲ص ۹۵-۹۴' مسند احمد ج ۴ص ۱۷۲' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۹ص ۵۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ص ۳۸۱' رقم الحدیث: ۲۷۸' مسند احمد ج ۶ص ۷۶' مجمع الزوائد ج ۴ص ۳۱۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور انصار تھے' باغ میں ایک بکری تھی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا' حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! اس بکری کی بہ نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں' آپ نے فرمایا میری امت میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو سجدہ کرے' اور اگر کسی کے لیے کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ص ۳۷۹' رقم الحدیث: ۲۷۶' الخصائص الکبریٰ ج ۲ص ۱۰۰' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۹ص ۵۱۶)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس سے گزرے اس کی چوٹی پر بیٹھا ہوا ایک بلبل چہچہا رہا تھا اور اپنی دم ہلا رہا تھا' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا وہ کہہ رہا ہے' میں نے آدھے پھل کھا لیے اور دنیا میں زیادتی ہے' اور ایک فاختہ بولنے لگی تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ کاش یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی' اور مور بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' اور ہد ہد بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے: اے گنہ گارو! اللہ سے استغفار کرو' اور طیطوی (ایک پرندہ) بولا تو آپ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے کہ ہر زندہ مرنے والا ہے اور ہر نئی چیز پرانی ہونے والی ہے' اور خطاف (لمبے بازو اور چھوٹے پاؤں والا سیاہ پرندہ) بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ نیکیاں بھیجو آخرت میں ان کو پاؤ گے اور رخمۃ (سیاہ رنگ کا گدھ) بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ **سبحان رب الاعلی مل ء سمائہ وارضہ** (رب اعلیٰ کی تسبیح آسمان اور زمین کی پہنائی کے برابر) اور قمری بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ **سبحان رب الاعلیٰ** اور چیل بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اور القطاۃ (ایک پرندہ) بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا' اور طوطا بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ دنیا اور دنیا کی فکر کرنے والے کے لیے ہلاکت ہو' اور مرغ بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ اے غافلو! اللہ کا ذکر کرو' اور سفید گدھ بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ اے آدم! تو جب تک چاہتا ہے زندہ رہ بالآخر تجھے موت آئے گی' اور عقاب بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ لوگوں سے دور رہنے میں انس ہے' اور مینڈک بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ سبحان ربی القدوس' اور چنڈول (کلغی والا پرندہ) بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ محمد

marfat.com
Marfat.com

اور آل محمد سے بغض رکھنے والے پر لعنت فرما' اور زرزور (ایک پرندہ) بولا تو آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے ہر نئے دن کا رزق طلب کرتا ہوں' اور تیتر بولا تو آپ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے الرحمٰن علی العرش استوی.

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۵۷-۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس روایت کا امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے ذکر کیا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ص ۴۹۴-۴۹۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ اونٹنیاں قربانی کے لیے لائی گئیں' ان میں سے ہر اونٹنی آپ کے قریب ہونے لگی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۵)

ایسے ہی موقع کے لیے کسی نے یہ شعر کہا ہے:

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف   بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

جنگل کے تمام ہرن اپنی اپنی ہتھیلیوں پر اپنے اپنے سر لیے پھر رہے ہیں' اس امید پر کہ وہ کسی روز شکار کرنے کے لیے آئیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز دی جانے کا محمل

اس کے بعد فرمایا اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے۔

اصل میں کل کا لفظ احاطہ افراد کے لیے آتا ہے اور اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے یہ کہا ہمیں دنیا کی ہر چیز دی گئی ہے۔ لیکن یہاں حقیقت مراد نہیں ہے کیونکہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تھا اس وقت تو ان کے پاس تخت بلقیس بھی نہیں تھا اور کل مجازاً اکثر چیزوں کے لیے آتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت زیادہ چیزیں دی گئی تھیں' ان کو ملک' سلطنت' نبوت' کتاب' ہواؤں' جنات اور شیاطین کی تسخیر دی گئی تھی۔ پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا تھا' تانبا' پیتل اور بہت معدنیات دے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دنیا اور آخرت کی جس چیز کا بھی ارادہ کرتے تھے وہ انہیں مل جاتی تھی' ایک قول یہ ہے کہ انہیں اپنے ملک کی حفاظت کے لیے جو چیز درکار ہوتی وہ انہیں میسر ہو جاتی تھی۔ (روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۵۸' دار الفکر' ۱۴۱۷ھ)

سلطان کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلطان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے' اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس کی پناہ میں آتا ہے' اگر وہ عدل کرے تو اس کو ثواب ہوگا اور اس کی رعایا پر اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور اگر وہ ظلم کرے تو اس کو عذاب ہوگا اور اس کی رعیت پر صبر کرنا لازم ہوگا اور جب حکام سے جنگ کی جاتی ہے تو آسمان سے قحط نازل ہوتا ہے اور جب زکوٰۃ روک لی جاتی ہے تو مویشی ہلاک ہو جاتے ہیں اور جب زنا کا غلبہ ہوتا ہے تو فقر اور ذلت کا ظہور ہوتا ہے اور جب ذمیوں سے بدعہدی کی جاتی ہے تو کفار کا مسلمانوں پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۹۰' حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی سعید بن سنان' متروک ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلطان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے

marfat.com
Marfat.com

پس جو شخص اس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اس کو دعا دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس کو دھوکا دے اور اس کو بد دعا دے وہ گمراہ ہوگا۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا جس نے سلطان کی امامت کا انکار کیا وہ زندیق ہے اور جس کو سلطان نے بلایا اور وہ حاضر نہیں ہوا وہ زندیق ہے اور جو اس کے پاس بغیر بلائے گیا وہ جاہل ہے اور سہل سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو انہوں نے کہا سلطان ان سے کہا گیا کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے برا سلطان ہے انہوں نے کہا ایسا نہ کہو اللہ تعالیٰ ہر روز دو بار نظر رحمت فرماتا ہے ایک نظر مسلمانوں کے اموال کی سلامتی کی طرف ہوتی ہے اور ایک نظر ان کے جسموں اور بدنوں کی سلامتی کی طرف ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ سلطان کے صحیفہ اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (احیاء العلوم مع اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۴ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو نعمتیں عطا کی تھیں اور بہت بڑی سلطنت دی تھی اس کا شکر ادا کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا اظہار شکر کے لیے تھا نہ کہ اپنی بڑائی اور فخر کے اظہار کے لیے جیسے اس حدیث میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں ہے اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں ہے اور اس دن جو بھی نبی ہوگا آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھ سے زمین (قبر) پھٹے گی اور فخر نہیں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۵)

امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: مقاتل نے کہا حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور ملک دیا گیا اور ان کے لیے جنات ہواؤں اور شیاطین کو مسخر کیا گیا' روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین کے تمام مشارق اور مغارب کی حکومت دی گئی اور انہوں نے سات سو سال اور چھ ماہ حکومت کی' اور وہ دنیا کے تمام جنات' انسانوں' مویشیوں' پرندوں اور درندوں کے مالک تھے اور وہ ہر جانور کی بولی جانتے تھے اور ان کے زمانہ میں بہت عجیب و غریب کام ہوئے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر اور ان کی حکومت کی مدت کے متعلق اس کے مخالف اقوال بھی ہیں اور ان کی حقیقی عمر اور موت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان کے لیے جنات اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور ہر ایک کو الگ الگ منقسم کیا گیا ○ (النمل: ۱۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور ان کا لشکر

امام عبد الرحمٰن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا تخت رکھتے تھے اور اس کی دائیں اور بائیں جانب کرسیاں رکھتے تھے۔ پہلے انسانوں کو بیٹھنے کی اجازت دیتے' پھر جنات کو بیٹھنے کی اجازت دیتے جو انسانوں کے پیچھے بیٹھتے تھے۔ پھر شیاطین کو بیٹھنے کی اجازت دیتے جو جنات کے پیچھے بیٹھتے تھے' پھر ہوا کو حکم دیتے وہ ان سب کو اٹھا کر لے جاتی اور پرندے ان کے اوپر سایہ کرتے اور ہوا ان کے تخت اور ان کی کرسیوں کو اڑا کر لے جاتی' وہ صبح کے وقت بھی ایک ماہ کی

marfat.com
Marfat.com

مسافت کی سیر کرتے اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت کی سیر کرتے۔ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ملک کا وارث کیا اور ان کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت سلیمان نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ملک عطا کرے جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ سو ان کے لیے انسانوں، جنوں، پرندوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، حضرت سلیمان کے گھنے بال تھے، روشن چہرہ تھا اور وہ سفید کپڑے پہنتے تھے، جب وہ اپنے گھر سے اپنی مجلس کی طرف جاتے تو ان کے اوپر پرندے اڑتے تھے، اور جب تک وہ اپنے تخت پر بیٹھ نہیں جاتے تو انسان اور جن ان کے لیے کھڑے رہتے تھے، وہ بہت جنگ جو شخص تھے بہت کم فارغ بیٹھتے تھے، روئے زمین میں ان کو جب بھی کسی کی سلطنت کا پتا چلتا وہ اس پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیتے تھے، (یہ روایت بھی محل اشکال ہے) وہ جب کسی ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو لشکر کو اپنا تخت اٹھانے کا حکم دیتے ان کے لشکر میں انسان اور مویشی اور انواع و اقسام کے ہتھیار ہوتے تھے وہ ہوا کو حکم دیتے تو وہ ان کے تخت کو اس ملک میں پہنچا دیتی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۸۵۶، ۲۸۵۵، رقم الحدیث: ۱۶۱۹۲-۱۶۱۹۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی جگہ ایک سو فرسخ میں تھی، پچیس فرسخ جگہ انسانوں کے لیے تھی، پچیس فرسخ جگہ جنات کے لیے تھی، پچیس فرسخ جگہ پرندوں کے لیے تھی اور پچیس فرسخ جگہ وحشی جانوروں کے لیے تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تختوں پر ایک ہزار شیشہ کے گھر بنے ہوئے تھے، جن میں ان کی تین سو منکوحہ بیویاں تھیں اور سات سو باندیاں تھیں، جنات نے ان کے لیے سونے کے تاروں اور ریشم کے گدے بنائے ہوئے تھے، وہ ان گدوں کے وسط میں سونے کے منبر پر بیٹھتے تھے اور علماء چاندی کی کرسیوں پر بیٹھتے تھے، اور ان کے گرد عام لوگ ہوتے تھے اور عام لوگوں کے گرد جنات اور شیاطین ہوتے تھے، اور پرندے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے تھے حتیٰ کہ ان پر بالکل دھوپ نہیں پڑتی تھے اور صبح کی ہوا ان گدوں کو اٹھا کر ایک ماہ کی مسافت پر لے جاتی تھی، ان چیزوں کی تفصیل صحت نقل کا تقاضا کرتی ہے، ان کا ملک بہت بڑا تھا، جو تمام روئے زمین کو محیط تھا، اور تمام آبادیاں ان کی مطیع تھیں، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جو تمام روئے زمین کے مالک تھے، ان میں سے دو مسلمان تھے، حضرت سلیمان اور حضرت ذوالقرنین اور دو کافر تھے بخت نصر اور نمرود، (یہ روایت بھی محل اشکال ہے) حضرت سلیمان کے لشکر میں جن، انسان، پرندے اور وحشی جانور جمع کیے جاتے تھے، جب حضرت سلیمان کسی سفر پر یا کسی مہم پر جاتے تھے تو تمام لشکر آپ کے ساتھ جاتا تھا۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ)

اس روایت کو امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ، علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اور علامہ اسماعیل حقی حنفی ۱۱۳۷ھ نے بھی بیان کیا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۴، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۵۶، روح البیان جز ۶ ص ۴۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے ۝ اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کی اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے والد کو جو نعمتیں عطا کی ہیں، مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جس سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے ۝ (النمل: ۱۹-۱۸)

وادی کا معنی

اس آیت میں وادی کا لفظ ہے، قرآن مجید میں ہے انک بالواد المقدس (طٰہٰ: ۱۲) آپ مقدس وادی میں ہیں۔
اصل میں وادی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے پانی بہہ کر آ رہا ہو، اسی وجہ سے دو پہاڑیوں کے درمیان جو گھاٹی یا راستہ ہو

marfat.com
Marfat.com

...ہے اس کو وادی کہا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۲۵) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

یعنی وہ کلام کے ہر قسم کے اسلوب میں طبع آزمائی کرتے پھرتے ہیں کبھی کسی کی مدح کرتے ہیں، کبھی ہجو کرتے ہیں کبھی جدل کہتے ہیں کبھی غزل کہتے ہیں (جدل سے مراد ہے جنگ پر ابھارنے والے اشعار اور غزل سے مراد ہے محبوب کے متعلق اشعار) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو کان لابن آدم وادیان من ذھب لا بتغی الیھما ثالثا. اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کو تلاش کرے گی۔

(صحیح مسلم الزکاۃ: ۱۱۷ رقم الحدیث: ۱۰۴۸ بیروت ۱۴۱۷ھ المفردات ج ۲ ص ۶۷۱)

نملة کا معنی

نیز اس آیت میں ہے: قالت نملة یایھا النمل (النمل: ۱۸)

نملة کا معنی ہے چیونٹی، پہلو میں چیونٹی کی شکل کے مشابہ ایک پھنسی ہو جاتی ہے اس کو بھی نملة کہتے ہیں، جس طرح چیونٹی آہستہ آہستہ جسم پر رینگتی ہے اور کاٹتی ہے اسی طرح چغلی کی تکلیف بھی انسان کو آہستہ آہستہ ڈنک مارتی رہتی ہے، اور چغلی کرنے والے کو نمال اور نمام کہتے ہیں اور انملة انگلی کی پور کو کہتے ہیں اس کو جمع انامل ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۵۶، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن ابوبکر رازی متوفی ۶۶۰ھ نے لکھا ہے: نملة واحد ہے اور النمل جمع ہے۔

(مختار الصحاح ص ۳۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۸ھ الصحاح للجوہری ج ۵ ص ۱۸۳۶)

جس چیونٹی نے حضرت سلیمان کے لشکر سے ڈرایا تھا وہ مذکر تھی یا مؤنث

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

یہ چیونٹی لنگڑی تھی، اس کے دو بازو تھے، یہ چیونٹیوں کی ملکہ تھی، تورات میں لکھا ہے کہ اس کا نام منذرہ یا طاحیہ یا جرمیٰ تھا، اور بعض صحائف میں لکھا ہے کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام اس کو پہچانتے تھے، چونکہ یہ باتیں کرتی تھی اس لیے اس کا نام رکھا گیا ورنہ چیونٹیوں کے نام نہیں رکھے جاتے، اور نملة مؤنث حقیقی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے قالت نملة اور فعل کے ساتھ تا اس وقت لائی جاتی ہے جب اس کا فاعل مؤنث حقیقی ہو، کیونکہ نملة کا مذکر اور مؤنث دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے، پس جب اس کو ممیز اور ممتاز کرنے کا ارادہ کیا جائے گا تو کسی ممیز خارجی کی ضرورت ہوگی مثلاً کہا جائے گا مذکر نملة اور مؤنث نملة، اسی طرح حمامة اور یمامة کے الفاظ ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قتادہ کوفہ میں گئے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا جو پوچھنا چاہو پوچھو، اس وقت امام ابوحنیفہ کم عمر لڑکے تھے، انہوں نے لوگوں سے کہا ان سے پوچھو کہ جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کلام کیا تھا وہ مذکر تھی یا مؤنث؟ لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ خاموش ہو گئے اور ان کو کوئی جواب نہ آیا، تب امام ابوحنیفہ نے کہا وہ مؤنث تھی، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا قرآن سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قالت نملة اگر وہ چیونٹی مذکر ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا قال نملة اس کی وجہ یہ ہے کہ حمامة (کبوتر) اور شاۃ (بکری) کی طرح نملة کا اطلاق

marfat.com
Marfat.com

بھی مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے اور ان کو ممیز اور ممتاز کرنے کے لیے مذکر یا مؤنث کی ضمیریں لائی جاتی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے ھو شاۃ (وہ بکرا ہے) یا ھی شاۃ (وہ بکری ہے) اور جو فی نفسہ مذکر ہو اور اس میں لفظی تانیث ہو اس کے لیے مؤنث فعل یا مؤنث ضمیر نہیں لائی جاتی' مثلاً یہ نہیں کہا جاتا کہ قالت طلحة یا قالت حمزة' سو اگر یہ چیونٹی مذکر ہوتی اور اس میں صرف لفظی تانیث ہوتی تو قال نملة کہا جاتا اور قالت نملة نہ فرمایا جاتا اور قالت نملة فرمانا اس کی دلیل ہے کہ یہ چیونٹی مؤنث تھی۔ (روح البیان ج ٦ ص ۴۲۸-۴۲۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قتادہ اور امام اعظم کا یہ قصہ ان کتابوں میں بھی ہے: الکشاف ج ۳ ص ۳۶۱' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۸' شیخ زادہ علی البیضاوی ج ٦ ص ۳۸۵- قتادہ بن دعامہ سدوسی تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ بدیل بن میسرہ العقیلی کے معاصر ہیں۔ صحاح ستہ کے تمام مصنفین ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام محمد بن سعد نے ان کو اہل بصرہ کے طبقہ ثالثہ میں شمار کیا ہے۔ بکر بن عبد اللہ المزنی نے کہا وہ اپنے زمانہ کے سب سے قوی حافظ تھے' ابو عوانہ نے کہا میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں تیس سال سے فتوے دے رہا ہوں لیکن میں نے کوئی فتویٰ اپنی رائے سے نہیں لکھا یہ ستاون سال کی عمر میں واسط کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کا سن وفات ۱۱۷ ھ ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۲۲۳-۲۲۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

فعل (قالت) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے نملة مؤنث ہو (جیسا کہ امام اعظم کی تقریر میں ہے) نحویوں کا کلام اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ خبر دینے کے سوا نملة کا مؤنث ہونا معلوم نہیں ہو سکتا' اور علامہ زمخشری نے النملة کو الحمامة اور الشاة کے ساتھ جو تشبیہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک قدر مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں کا مذکر اور مؤنث دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے' اور ان میں ایک فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ الحمامة اور الشاة کے مذکر اور مؤنث میں صفت کے ساتھ تمیز حاصل ہو جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے مذکر حمامة اور مؤنث حمامة اور ضمیروں سے ان کو متمیز نہیں کیا جاتا مثلاً یوں کہا جاتا ھو حمامة اور ھی حمامة اور نملة اور قملة میں مذکر اور مؤنث کی تمیز صرف خبر کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے' اور اس کا حکم وہ ہے جو ذوالعقول میں سے مؤنث بالتاء کا حکم ہوتا ہے جیسے المرأة یا غیر ذوی العقول میں سے مؤنث بالتاء کا حکم ہوتا ہے (اس لیے اس کے ساتھ مؤنث کے صیغے لائے جاتے ہیں) ہاں اگر فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہو جائے تو پھر جائز ہے کہ فعل کے ساتھ تانیث کی علامت لائی جائے یا نہ لائی جائے جیسا کہ نحویوں نے علم مؤنث کا حکم بیان کیا ہے۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

زمخشری نے جو امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے' شیخ نے اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ قالت کے ساتھ تاء تانیث کا لگنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ نملة مؤنث ہے' بلکہ نملة مذکر کے ساتھ بھی قالت کہنا درست ہے' کیونکہ نملة میں مذکر اور مؤنث کی تمیز فعل کی تذکیر اور تانیث سے نہیں ہوتی بلکہ خبر سے حاصل ہوتی ہے۔ (سمین)

(حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۵' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مصر)

علامہ احمد بن محمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے استدلال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ فعل (قالت) کے ساتھ تا کا لاحق ہونا نملة کے مؤنث ہونے

marfat.com
Marfat.com

دلالت نہیں کرتا' کیونکہ نملۃ میں تاوحدت کے لیے ہے تانیث کے لیے نہیں ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ کی دلیل مفید ظن ہے نہ کہ مفید تحقیق۔ (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۴۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نواب صدیق بن حسن بن علی قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ نے' امام اعظم اور قتادہ بن دعامہ کا مکالمہ نقل کر کے اس پر علامہ ابوالحیان اندلسی کی بحث لکھی ہے' پھر کہا ہے کہ یہ جھوٹا قصہ ہے' اس طرح اس چیونٹی کے نام کے متعلق جو اقوال نقل کیے گئے ہیں ان کو بھی جھوٹا قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان ابحاث میں مشغول ہونا بے فائدہ ہے۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا اگر یہ قصہ واقعی ثابت ہو تو مجھے امام ابوحنیفہ پر تعجب ہوگا' اس لیے کہ نملۃ کا حمامۃ اور شاۃ کی طرح مذکر اور مؤنث پر اطلاق کیا جاتا ہے' کیونکہ یہ اسم جنس ہے اس لیے مذکر نملہ اور مؤنث نملہ کہا جاتا ہے جیسے مذکر حمامۃ اور مذکر شاۃ اور مؤنث حمامہ اور مؤنث شاۃ کہا جاتا ہے پس یہ لفظاً مؤنث ہے اور اس کا معنی اس کے لفظ کی وجہ سے مؤنث بھی ہو سکتا ہے خواہ اس کا اطلاق مذکر پر ہو' بلکہ وہی فصیح اور مستعمل ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یضحی بعوراء ولا عمیاء ولا عجفاء. کانی بکری' اندھی بکری اور بہت لاغر بکری کی قربانی نہ کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤنث بکریوں کی یہ صفات بیان کی ہیں' جبکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ نہ ایسی بکریوں کی قربانی کی جائے نہ ایسے بکروں کی' لہٰذا قرآن مجید میں جو قالت نملۃ ہے اس میں تانیث لفظی کی رعایت کرتے ہوئے قالت فرمایا ہے اور معنی کے اعتبار سے وہ چیونٹی مذکر بھی ہو سکتی ہے اور مؤنث بھی' پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس چیونٹی کے مذکر یا مؤنث ہونے کا سوال کیا ہو اور قتادہ بن دعامہ سدوسی جیسے عظیم عالم کو ساکت کر دیا ہو' اور حق کے مشابہ بات یہ ہے کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔

ابن حاجب نے امام اعظم کے استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نملۃ کے ساتھ مؤنث فعل قالت لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نملۃ مؤنث ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مذکر چیونٹی کا نام نملۃ رکھ دیا ہو اور اس میں تا لفظاً تانیث کے لیے ہو اور اس صورت میں تانیث لفظی کی وجہ سے فعل مؤنث لایا گیا ہو جیسے جاءت الظلمۃ میں ہے' بعض احناف نے امام اعظم کی طرف سے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اس طرح پھر جاءت طلحۃ کہنا بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس میں بھی ثانیث لفظی ہے اور یہ مذکر کا نام ہے' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اسماء اعلام کی تانیث کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان میں لفظ کا نہیں صرف معنی کا اعتبار ہوتا ہے اور طلحۃ اسماء اعلام میں سے ہے۔ لیکن ابن حاجب کا یہ اعتراض اس لیے مدفوع ہے کہ انہوں نے خود اپنی کتاب کے شروع میں لکھا ہے کہ جب مؤنث لفظی کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو شرط یہ ہے کہ وہ مؤنث لفظی تین حرف سے زائد ہو اور نملۃ کا مادہ نمل تین حرف سے زائد نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ ابن حاجب نے مطلقاً مذکر کا نام رکھنے کی یہ شرط بیان نہیں کی بلکہ غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے یہ شرط رکھی ہے اسی لیے انہوں نے کہا ہے کہ قدم مؤنث لفظی ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں نر جاندار نہیں ہے لیکن جب کسی مذکر کا نام قدم رکھ دیا جائے تو وہ منصرف رہے گا اس لیے کہ قدم تین حرف سے زائد نہیں ہے۔ لہٰذا ابن حاجب کا اعتراض صحیح ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب تم شاۃ اور بقرۃ سے مذکر کا ارادہ کرو تو کہتے ہو ھذا شاۃ اور ھذا بقرۃ یعنی جب بکرا اور بیل مراد ہو اور جب اس سے مؤنث کا ارادہ کرو تو کہتے ہو ھذہ شاۃ اور ھذہ بقرۃ' علامہ طیبی نے بھی اس جواب کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح وہی ہے جو امام ابوحنیفہ نے کہا ہے۔

الکشف میں مذکور ہے کہ نملۃ میں تا وحدت کے لیے ہے سو یہ مؤنث لفظی کے حکم میں ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ نملۃ سے مراد مذکر بھی ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ جو مؤنث فعل (قالت) لایا گیا ہے ہو سکتا ہے اس وجہ سے ہو کہ نملۃ سے مراد مؤنث حقیقی ہو یا وہ مذکر ہو اور فعل مؤنث اس وجہ سے لایا گیا ہو کہ تاء وحدت لفظاً مؤنث کے مشابہ ہے یا جمعیت کے قصد کی وجہ سے فعل مؤنث لایا گیا ہے یعنی نملۃ سے مراد نمل کی جماعت ہو' اور جب تانیث اور شبہ تانیث کا معنی باقی نہ رہے تو پھر اس کے فعل کے ساتھ علامت تانیث لانے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ نملۃ کے ساتھ مؤنث فعل (قالت) لانے کا لازماً مطلب یہ نہیں ہے کہ نملۃ مؤنث ہے کیونکہ نملۃ سے مراد مذکر چیونٹی بھی مراد ہو سکتی ہے اور اس صورت میں فعل کا مؤنث ہونا تانیث لفظی کی وجہ سے ہوگا اور یا اس وجہ سے کہ نملۃ میں تا وحدت کے لیے ہے اور قالت مؤنث کا صیغہ اس لیے ہے کہ تاء وحدت تانیث کے مشابہ ہے اور یا اس لیے کہ اس سے جماعت نمل مراد ہے' اور محتاط قول یہ ہے کہ یہ حکایت صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقام کو تو تم پہچانتے ہو خواہ وہ اس وقت نو عمر لڑکے تھے' اور قتادہ بن دعامہ سدوسی کے متعلق علم رجال کے ماہرین کا اجماع ہے کہ وہ عربی زبان پر خوب بصیرت رکھنے والے تھے' اس لیے ان کے متعلق جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کا ان سے صادر ہونا مکمل بعید ہے۔ (روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۶۵-۲۶۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اور ان کے اصحاب کا محفوظ ہونا

اس چیونٹی نے کہا' اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ' کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی سڑک پر جا رہا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو ٹریفک کے حادثات سے بچانے کے لیے پیچھے سے آنے والے تیز رفتار رش کی زد میں آنے سے محفوظ رکھے اور اس کے لیے ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرے' کیونکہ ابھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تین میل دور تھا تو چیونٹیوں کی ملکہ نے چیونٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے بلوں میں گھس جائیں۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۹)

امام رازی کا یہ قول چیونٹیوں کے بارے میں درست ہے لیکن اس آیت کا انسانوں پر اطلاق کرنا درست نہیں ہے' بلکہ پیچھے سے آنے والی گاڑیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی حد رفتار کو قابو میں رکھیں اور ڈرائیور اس قدر تیز رفتاری سے گاڑیاں نہ چلائیں کہ وہ بے قابو ہو کر آگے جانے والے کسی شخص کو ٹکر مار کر ہلاک کر دیں اور جس شخص کی تیز رفتار گاڑی کی زد میں آ کر کوئی مسلمان ہلاک ہو گیا تو اس کو اس ہلاک ہونے والے مسلمان کے ورثاء کو دیت ادا کرنی ہوگی اور کفارے میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے ہوں گے جیسا کہ النساء: ۹۲ کا تقاضا ہے۔

اس آیت سے جو دوسرا مسئلہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان کے اصحاب محفوظ ہیں کیونکہ اس چیونٹی نے یہ کہا: کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چیونٹی کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اصحاب دانستہ اور عمداً چیونٹیوں کے پاؤں تلے نہیں روندیں گے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

خبری میں وہ ان کے پاؤں تلے کچلی جائیں اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اصحاب عمداً چیونٹیوں پر بھی ظلم نہیں کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر کیسے ظلم کریں گے اور نبی کے اصحاب مسلمانوں پر کیسے ظلم کریں گے' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور ان کے اصحاب ظلم اور کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہیں' اور معصوم اور محفوظ میں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بری ہونے پر قطعی دلائل قائم ہیں اور ان کے اصحاب کے کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونے پر ظنی دلائل قائم ہیں' اور اگر ان کے اصحاب سے بشری تقاضے سے کوئی کبیرہ سرزد ہو جاتا تو وہ اس پر توبہ کر لیتے تھے' صحابہ کرام سے صغائر سرزد ہو جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا مدینہ کے ایک کنارے میں' میں ایک عورت کے ساتھ بغل گیر ہوا' اور میں نے مباشرت کے سوا اس سے سب کچھ کر لیا اور اب میں حاضر ہوں' آپ میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھا تھا' کاش تم بھی اپنا پردہ رکھتے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا' وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر اس شخص کو بلوایا پھر آپ نے اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود: ۱۱۴)

دن کے دونوں کناروں میں نماز پڑھیے اور رات کے قریب بھی' بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں' یہ نصیحت ہے' نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا: کیا یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے اس شخص نے اس عورت کا صرف بوسہ لیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۸' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۸۲۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۴۹' ۴۴۵' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۳۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۳۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۴۱)

اسی طرح بعض صحابہ کرام سے کبائر بھی صادر ہوئے جن پر حدود جاری ہوئیں:

حضرت نعیمان یا ابن النعیمان نشے میں پکڑے گئے اور ان پر شراب کی حد جاری ہوئی' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۷۴)

حضرت عبداللہ (ان کا لقب حمار تھا) بار بار شراب پیتے تھے اور اس پر حد لگائی جاتی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۸۰)

قریش کی ایک معزز خاتون نے چوری کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۸۸)

حضرت علی نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک خاتون کو رجم کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۲)

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ شادی شدہ شخص تھے' ان سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر چار مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے ان کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۹)

حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا فعل سرزد ہو گیا تو ان پر حد قذف جاری کی گئی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۷۵)

marfat.com
Marfat.com

ان صحابہ سے کبائر سرزد ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے وفات سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دی' ان پر حدود جاری کی گئیں اور انہوں نے توبہ کر لی سو وہ گناہوں سے پاک ہو گئے' ان کے علاوہ اور جن صحابہ سے کبائر کا صدور ہوا ان پر بھی حد جاری کی گئی اور انہوں نے توبہ کر لی اور اگر ان جرائم پر حد نہیں تھی اور انہوں نے ویسے ہی توبہ کر لی تو وہ پاک اور صاف ہو گئے' غرض یہ کہ بعض صحابہ سے بشری تقاضے سے کبیرہ سرزد ہوئے ان پر حد جاری کی گئی یا انہوں نے توبہ کر لی اور وہ ان گناہوں سے پاک اور صاف ہو گئے' اور ان صحابہ کے گناہ بھی درجہ میں ہماری نیکیوں سے بڑھ کر ہیں کیونکہ ان کے گناہوں کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حد جاری ہونے کا اسوہ اور نمونہ متحقق ہوا' اور اسی وجہ سے کئی آیات نازل ہوئیں اور بہت سے شرعی احکام اور مسائل معلوم ہوئے۔

مسافت بعیدہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا چیونٹی کو کیسے شعور ہوا اور آپ نے اس کا کلام کیسے سن لیا

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب چیونٹیوں کی ملکہ نے کہا: اے چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے' تو حضرت سلیمان نے ان کی یہ بات سن لی' اور اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی کوئی بات کرتی تھی تو ہوا اس بات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کانوں میں پہنچا دیتی تھی۔

مقاتل نے کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات کو تین میل کی مسافت سے سن لیا تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تو تخت پر تھا اور ہوا ان کو اڑا کر لے جا رہی تھی' اور جب وہ فضا میں تھے تو ان سے چیونٹیوں کو روندنا کس طرح متصور ہو سکتا تھا حتیٰ کہ چیونٹیوں کی ملکہ کو ان سے ڈرانے کی ضرورت پیش آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر ہوا میں پرواز کر رہے تھے اور ان کا لشکر سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کے مسخر کرنے سے پہلے پیش آیا ہو۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام وادی نمل میں پہنچے تو آپ نے اپنے لشکر کو روک لیا حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو گئیں۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس چیونٹی کا کلام حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا' جیسے گوہ اور بکری کے گوشت کا کلام کرنا ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا' مقاتل نے کہا حضرت سلیمان نے تین میل کی مسافت سے چیونٹی کا کلام سن لیا تھا' اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ چیونٹی کو بھی اتنے فاصلے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے آنے کا پتا چل گیا تھا۔ حضرت سلیمان کا اتنے فاصلہ سے چیونٹی کی بات کو سن لینا بعید نہیں ہے' کیونکہ جیسا کہ آثار میں ہے ہوا نے ان تک یہ بات پہنچا دی تھی' یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت قدسیہ عطا کی تھی جس سے انہوں نے یہ بات سن لی تھی' لیکن چیونٹی کا اتنی مسافت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو محسوس کر لینا بعید ہے اور عربوں میں مشہور ہے کہ چچڑی بھی دور دراز سے محسوس کر لیتی ہے' اور تم کو معلوم ہے کہ اس خبر کی صحت کا انکار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی آواز مطلقاً نہیں سنی تھی۔ چیونٹی کے دل میں جو بات تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ان کے دل میں الہام کر دیا تھا۔

اس بحث کے آخر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: تم کو معلوم ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ان تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں

marfat.com

Marfat.com

ہے اور جو شخص چیونٹی کے احوال میں غور وفکر کرے گا اس کے نزدیک چیونٹی کے لیے نفس ناطقہ ہونا بعید نہیں ہے' کیونکہ وہ سردیوں کے لیے گرمیوں میں اپنی خوراک کا ذخیرہ جمع کر لیتی ہے' اور شیخ اشراف نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ تمام حیوانات کے لیے نفس ناطقہ ثابت ہے' اس لیے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ جائز ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس چیونٹی میں نطق پیدا کر دیا تھا اور باقی چیونٹیوں میں عقل اور فہم پیدا کر دی تھی' اور آج کل چیونٹیوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

پھر ظاہر یہ ہے کہ یہ سمجھنا چاہیے کہ چیونٹی کو جو علم ہوا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں' اس کا اللہ عزوجل نے اس کو الہام کیا تھا' جیسے اس گوہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہو گیا تھا اور اس نے کلام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ چیونٹی اپنی جسامت میں عام چیونٹیوں کی طرح تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ وہ چیونٹی لنگڑی تھی اور اس کا نام طاحیہ یا جرمی تھا' علامہ ابوالحیان اندلسی نے البحر المحیط میں اس کا رد کیا ہے اور کہا اس چیونٹی کا یہ نام کسی نے رکھا' اور نام رکھنا تو بنو آدم کے ساتھ مختص ہے' علامہ آلوسی ان سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب حیوانات کے لیے نفوس ناطقہ ثابت ہیں تو پھر ان کے نام بھی ہو سکتے ہیں' اور یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ان ناموں سے پکارتے ہوں' لیکن ان ناموں کے الفاظ ہمارے ناموں کے الفاظ کی طرح نہیں ہوں گے بلکہ وہ ان کی مخصوص آوازیں ہوں گی جن مخصوص آوازوں سے وہ اپنے مفاہیم اور مطالب سمجھتے ہوں گے' اس کی مثال یہ ہے کہ ہم جو غیر مانوس اور اجنبی زبان سنتے ہیں وہ ہمیں جانوروں کی بولیاں معلوم ہوتی ہیں (مثلاً ہم چینی' جاپانی یا بلتستانی زبان میں لوگوں کو باتیں کرتے سنیں) تو وہ ہمیں محض چڑیوں کی چوں چوں معلوم ہوتی ہیں لیکن جب کوئی مترجم ہمیں ان کا ترجمہ کر کے سنائے اور ہمیں ان کا مفہوم معلوم ہو جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بامعنی الفاظ ہیں۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۶۴-۲۶۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تبسم' ضحک اور قہقہہ کے معانی اور وجوہ استعمال

اس کے بعد فرمایا: اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے۔

اس آیت میں تبسم اور ضحک کے الفاظ ہیں' تبسم کا معنی ہے مسکرانا جبکہ اس میں دانت ظاہر نہ ہوں اور ضحک کا معنی ہے انسان اس طرح مسکرائے جس سے سامنے کے دانت ظاہر ہوں' اس وجہ سے سامنے کے دانتوں کو ضواحک کہتے ہیں۔ ضحک اور قہقہہ میں یہ فرق ہے کہ ضحک میں ہنسی کی آواز سنائی نہیں دیتی اور قہقہہ میں ہنسی کی آواز دوسرے سن لیتے ہیں۔

ضحک (ہنسنا) کبھی خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی تعجب کی وجہ سے اور کبھی دوسروں کا مذاق اڑانے کے لیے' خوشی کی وجہ سے ضحک کے اطلاق کی مثال قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (التوبۃ: ۸۲)

اپنے کاموں کے نتیجہ میں ان کو چاہیے کہ وہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ (عبس: ۳۹-۳۸)

اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے ○ جو ہنستے ہوئے خوش وخرم ہوں گے۔

تعجب کی وجہ سے ضحک کے اطلاق کی مثال یہ آیتیں ہیں:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا

ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھیں سو وہ ہنسنے لگیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت

marfat.com
Marfat.com

بَعۡلِیۡ شَیۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ○ (ہود: ۷۲-۷۱) دی ○ اس نے کہا اے ہے! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور میرا یہ شوہر بھی بوڑھا ہے' بے شک یہ بہت عجیب بات ہے۔

اور مذاق اڑانے کے لیے ضحک کے اطلاق کی مثال یہ آیات ہیں:

فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِیۡ وَ كُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ○ (المومنون: ۱۱۰) سو (اے کافرو!) تم ان (نیک بندوں) کا مذاق ہی اڑاتے رہے' حتیٰ کہ ان چیزوں نے تم کو میری یاد (بھی) بھلادی اور تم ان پر ہنستے ہی رہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَكُوۡنَ ○ (المطففین: ۲۹) بے شک کفار' مومنوں پر ہنسا کرتے تھے۔

فَالۡیَوۡمَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ یَضۡحَكُوۡنَ ○ (المطففین: ۳۴) سو آج مومنین ان کافروں پر ہنسیں گے۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۸۱' ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکرانے اور ہنسنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے منہ کا اندرونی حصہ حلق تک نظر آئے آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔ (یعنی اکثر اوقات)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۹۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۶۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۵۹۵)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۴۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۱' ۱۹۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۵۹۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا' ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے بڑے گناہ چھپائے جائیں گے' اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ کام کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا اور کسی گناہ کا انکار نہیں کرے گا' اور وہ اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا' پھر کہا جائے گا اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں اس کو نیکی دے دو' وہ کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں اس وقت یہاں نہیں دیکھ رہا' حضرت ابوذر نے کہا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

(صحیح مسلم الایمان: ۱۹۰' رقم الحدیث: ۳۱۵-۳۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۵' ۱۷۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۶۰)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے جو شخص سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس سے مراد ہے جو شخص گناہ گار مسلمانوں میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا ورنہ علی الاطلاق سب سے پہلے جنت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے اور جو شخص سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا یہ وہ شخص ہے جس کا حضرت ابن مسعود کی روایت (بخاری: ۶۵۷۱) میں ذکر

marfat.com
Marfat.com

آ رہا ہے' اور اس حدیث میں جو اس کو دوزخ میں سب سے آخر میں نکالے جانے والے کا ذکر ہے یہ صرف ترمذی میں ہے اور یہ امام ترمذی کا تسامح ہے' ورنہ صحیح مسلم میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تھے ہنستے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۳۶ - ۳۰۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۷۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۸۰۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۲۱۹' شرح السنۃ: ۳۳۴۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا' وہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا' اس سے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا' وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا' تو دیکھے گا کہ سب نے اپنے اپنے ٹھکانے بنا لیے ہیں' اس سے کہا جائے گا کیا تم کو وہ وقت یاد ہے جب تم دوزخ میں تھے؟ وہ کہے گا جی ہاں! پھر اس سے کہا جائے گا تمنا کرو پس وہ تمنا کرے گا' پھر اس سے کہا جائے گا جو تم نے تمنا کی ہے وہ بھی اور اس سے دنیا کا دس گنا زائد لو وہ کہے گا کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو حالانکہ تم فرشتے ہو! حضرت عبداللہ نے کہا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۷۱' ۷۵۱۱' صحیح مسلم الایمان: ۱۸۶' رقم الحدیث: ۳۰۹' ۳۰۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹' ۳۷۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۳۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۳۳۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۱۴' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۵۶)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس موقع پر حاضر تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوار ہونے کے لیے ان کے پاس سواری لائی گئی جب انہوں نے اپنا پیر رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ' اور جب سواری کی پشت پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو کہا الحمد للہ' پھر کہا: **سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون** (الزخرف: ۱۳) پھر تین دفعہ کہا الحمد للہ اور تین دفعہ کہا اللہ اکبر' **سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت** ' پھر ہنسے' میں نے ان سے پوچھا آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں اے امیر المومنین؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح میں نے کیا ہے' پھر آپ ہنسے' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا' بے شک تمہارا رب اپنے بندے سے اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ دعا کرتا ہے **رب اغفرلی ذنوبی** ''اے میرے رب میرے گناہ بخش دے'' کیونکہ بندے کو یقین ہوتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی اس کے گناہوں کو نہیں بخشے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۴۶' مسند احمد ج ۱ ص ۹۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۴۸۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۲۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۳۸۰' کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۷۸۷' ۷۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۹۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۵۲' الاسماء والصفات ص ۱۷۱' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۴۳ - ۱۳۴۲)

انسان کے والدین کی نعمتوں کا بھی اس کے حق میں نعمت ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (سلیمان نے) دعا کی اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے والد کو جو نعمتیں عطا کی ہیں' مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جس سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔ (النمل: ۱۹)

marfat.com
Marfat.com

وزع کا معنی ہے تقسیم کرنا اور اوزعنی کا معنی ہے میری قسمت میں کر دے مجھے توفیق عطا فرما' مجھے قائم رکھ اور مجھے الہام فرما۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۷۶)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا کلام سنا اور اپنے لشکر کو دیکھا تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ دعا کی کہ مجھے شکر ادا کرنے پر قائم رکھ اور اس پر جما دے' حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا نعمت وحشیہ ہے اور بھاگ جانے والی ہے اس کو ادائیگی شکر کے ساتھ باندھ کر رکھو۔ (رسائل ابن ابی الدنیا شکر: ۱۳) حضرت سلیمان کو علم' نبوت' ملک' عدل اور پرندوں کے کلام کی فہم کی نعمت عطا کی تھی' اور ان کے والد حضرت داؤد کو نبوت' پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی فہم اور لوہے سے زرہ بننے کی نعمت عطا کی تھی۔ حضرت سلیمان نے اپنی نعمتوں کے ساتھ اپنے والد کی نعمتوں کا بھی شکر ادا کیا کیونکہ انسان کے والد کی نعمتیں بھی اس کے حق میں نعمتیں ہوتی ہیں اس لیے انہوں نے اپنی اور اپنے والد کی دونوں کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور یہ دعا کی کہ تو اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر لے۔ صالح بندوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کے متبعین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد' اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ حکم دیا تھا:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (السبا: ۱۳)

اے آلِ داؤد (ان نعمتوں کا) شکر ادا کرو' اور میرے بندوں میں سے شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔

سو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ادائیگی شکر کا طریقہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو کہا مجھے ان (نعمتوں) کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اس سے ان کی مراد دل اور زبان سے شکر ادا کرنا ہے اور انہوں نے جو فرمایا اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ اس سے مراد جسم کے باقی اعضاء ظاہرہ سے شکر ادا کرنا ہے' تاکہ شکر کامل ہو جائے' کیونکہ شکر کا معنی ہے دل' زبان اور اعضاء ظاہرہ سے نعمت دینے والے کی تعظیم کرنا' بعض علماء نے کہا حضرت سلیمان نے اپنی دعا میں پہلے ایک خاص چیز کا سوال کیا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں' پھر عام چیز کا سوال کیا کہ وہ نیک عمل کریں' پھر اعمالِ صالحہ کے ساتھ یہ قید بھی لگائی کہ وہ ایسے اعمالِ صالحہ ہوں' جن سے تو راضی ہو اور رضا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعمالِ صالحہ کو قبول فرمائے' کیونکہ اعمال صالحہ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبول بھی فرمائے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ (المائدۃ: ۲۷)

اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ حق کے ساتھ سنائیں جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہیں کی گئی۔

ہابیل اور قابیل دونوں نے قربانی کی تھی۔ ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں کی گئی' حالانکہ دونوں کے عمل صالح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نیک عمل کرنے کے بعد اس کے قبول ہونے کی دعا کرتے تھے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (البقرہ: ۱۲۷)

اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور دیواریں بلند کر رہے تھے (تو یہ دعا کرتے تھے) اے ہمارے رب

marfat.com
Marfat.com

تو ہم سے (اس عمل کو) قبول فرما' بے شک تو ہی بہت سننے والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔

حضرت سلیمان کا اپنے جد کریم کی اتباع میں جنت اور بعد از وفات ثناء جمیل کی دعا کرنا

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے کہا حضرت سلیمان نے دعا میں جو یہ کہا اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے اس کا معنی ہے مجھے اہل جنت سے کر دے (الکشاف ج ۳ ص ۳۶۲' دار احیاء التراث العربی' ۱۴۱۷ھ) اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے کہا یہاں مفعول مقدر ہے یعنی اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل کر دے' اور ان دونوں توجیہات کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے جب دعا میں یہ کہا کہ مجھے اعمال صالحہ کی توفیق دے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر لے' کیونکہ جو اعمال صالحہ کرے گا وہ صالح بندہ ہی ہوگا۔ اس کا علامہ زمخشری نے یہ جواب دیا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے اہل جنت سے کر دے تاکہ اس آیت میں تکرار لازم نہ آئے' اور جب اعمال صالحہ کی طلب کے بعد جنت کی طلب کی تو گویا اعمال صالحہ پر دوام کو طلب کیا کیونکہ صرف اعمال صالحہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اعمال صالحہ دائمی بھی ہوں۔

نیز اعمال صالحہ کے بعد جنت کی دعا کر کے یہ بتایا کہ کسی شخص کا اعمال صالحہ سے متصف ہونا اس کے جنتی ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور نہ جنتی ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ جنت تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا' آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں! آپ نے فرمایا: اور نہ مجھے' سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث بلاتکرار: ۲۸۱۶' الرقم المسلسل: ۶۹۸۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۱۵' ۱۰۴۰۸' اتحاف ج ۹ ص ۹۶)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا میں کہا اپنی رحمت سے مجھے داخل کر دے اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے' قرآن مجید کی بعض آیتوں میں ہے اور **ثتموها بما کنتم تعملون** (الاعراف: ۴۳' الزخرف: ۷۲) تمہیں اپنے عملوں کی وجہ سے جنتوں کا وارث بنایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں دخول کا ظاہری سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو انسان نیک عمل نہیں کر سکتا۔ ان آیات میں دخول جنت کے ظاہری سبب کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا میں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں دخول جنت کے حقیقی سبب کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دخول جنت کی دعا کی ہے اس میں اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر عمل کیا ہے کیونکہ آپ نے بھی دخول جنت کی دعا کی تھی:

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۝ (الشعراء: ۸۵) — اور مجھے نعمت والی جنتوں کے وارثوں میں سے بنا دے۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا کی ہے'' مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما دے'' یعنی جب ان نیک بندوں کا ذکر کیا جائے تو میرا بھی ذکر کیا جائے' گویا مجھے ایسے اعمال صالحہ عطا فرما کہ ان اعمال صالحہ کی بنا پر بعد کے

marfat.com
Marfat.com

لوگ میرا شمار صالحین میں کریں کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عمل صالح کرنے والے کا شمار صالحین میں کیا جائے' ہزاروں لوگ نیک عمل کرتے ہیں لیکن ان کا شمار صالحین میں نہیں کیا جاتا۔ مقصد یہ تھا کہ بعد میں بھی آپ کی ثناء جمیل اور تحسین ہوتی رہے اور اس دعا میں بھی آپ نے اپنے جد کریم کی اتباع کی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں کہا تھا:

وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ○ اور میرا ذکر خیر بعد کے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔

(الشعراء: ۸۴)

انبیاء علیہم السلام اپنے صالح ہونے کی دعا کیوں کرتے تھے

ایک اعتراض یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درجات اولیاء اور صالحین کے درجات سے بلند ہوتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صالحین کے زمرہ اور ان کی جماعت میں دخول کی دعا کرتے تھے' حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ○ مجھے اسلام پر وفات دینا اور صالحین کے ساتھ ملا دینا

(یوسف: ۱۰۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی یہ دعا کی:

وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصّٰلِحِينَ ○ اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما لے۔

(النمل: ۱۹)

علامہ القمولی متوفی ۷۲۷ھ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ صالح کامل وہ شخص ہے جو نہ معصیت کرے اور نہ معصیت کا ''ھم'' کرے' (ھم سے مراد ہے عزم سے کم درجہ کا ارادہ جس میں غالب جانب فعل کرنے کی ہو اور مغلوب جانب فعل نہ کرنے کی ہو) اور یہ بہت بلند درجہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے بھی اسی جواب کا ذکر کیا ہے۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۲' روح البیان ج ۶ ص ۴۳۱)

اس جواب پر یہ اعتراض نہ کیا جائے انبیاء علیہم السلام نے جو صلاح کامل کے بلند درجہ کی دعا کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ درجہ حاصل نہیں تھا' کیونکہ اس دعا سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو یہ درجہ حاصل نہ ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دعا کی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ: ۵) ''ہم کو سیدھے راستہ پر چلا'' حالانکہ آپ سیدھے راستہ پر ہی چل رہے تھے تو اس دعا سے مقصود صراط مستقیم پر دوام اور ثبات کو طلب کرنا ہے یا اس میں مزید ترقی کو طلب کرنا ہے' اسی طرح جب انبیاء علیہم السلام صلاح کامل کو طلب کرتے ہیں تو ان کا مقصود صلاح کامل کے درجہ میں دوام اور ثبات کو طلب کرنا ہوتا ہے اور اس میں مزید ترقی کو طلب کرنا ہوتا ہے' اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ جو اولیاء اور صالحین ہوتے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کے صلاح کامل کے درجہ پر فائز نہیں ہوتے بلکہ اس سے کم درجہ پر ہوتے ہیں' یعنی وہ بالعموم معصیت تو نہیں کرتے لیکن معصیت کے ''ھم'' سے محفوظ اور مامون نہیں ہوتے' سو انبیاء علیہم السلام نے صلاح کامل کے درجہ کی دعا کی ہے اور یہ دیگر اولیاء اور صالحین کی صالحیت سے بلند درجہ ہے جس کو علامہ القمولی وغیرہ نے صلاح کامل سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ اولیاء اور صالحین سے بہت بلند ہوتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام نے جو یہ دعا کی کہ ہم کو صالحین کی جماعت میں داخل کر دے تو یہ ان کی تواضع اور ان کا انکسار ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۲۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے یہ کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے دعا میں کہا: تو نے مجھے اور میرے والد کو جو نعمتیں عطا کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن سے تو راضی ہے' دعا کے اس حصہ میں یہ طلب کیا کہ مجھے حقوق اللہ کی ادائیگی کی توفیق دے اور جب کہا مجھے اپنی رحمت سے صالح بندوں میں داخل کر دے تو یہ طلب کیا کہ مجھے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق دے' کیونکہ صالحیت دونوں حقوق کی ادائیگی سے حاصل ہوتی ہے' سو یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔ (روح المعانی ج ۱۱ص ۲۷۱' موضحاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ اور امام یا امیر کی معرفت اور اس کی بیعت اور اطاعت کا ضروری ہونا

صوفیاء کرام نے کہا ہے کہ جو شخص ہوائے عشق کے پرندوں میں سے ہو گا وہی پرندوں کی زبانوں کو سمجھے گا' اور جو شخص اپنے وقت کے سلیمان کو نہیں دیکھے گا وہ ان آوازوں کے معانی کو کیسے سمجھ سکے گا اور سلیمان سے مراد مرشد کامل ہے جس کے ہاتھ میں حقیقت کی انگوٹھی ہوتی ہے جس سے وہ دلوں کی مملکتوں کی حفاظت کرتا ہے اور غیوب کے اسرار پر مطلع ہوتا ہے' پھر ہر چیز اس کی خوشی یا ناخوشی سے اطاعت کرتی ہے جو ناخوشی سے اطاعت کرتے ہیں وہ بہ منزلہ شیاطین ہیں' پس مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام عصر کی معرفت حاصل کرے اور وہ اس کی بیعت اور اطاعت کرے اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا' مبادا میں کسی شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں تھے' پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا' آیا اس خیر کے بعد پھر شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا' ہاں! میں نے پوچھا آیا اس شر کے بعد پھر خیر ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس خیر میں کچھ کدورت ہو گی' میں نے عرض کیا وہ کدورت کیسی ہو گی؟ آپ نے فرمایا لوگ میری سنت کی اتباع نہیں کریں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے' ان میں اچھی اور بری دونوں باتیں ہوں گی' میں نے پوچھا آیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے' اور لوگوں کو بلائیں گے جو ان کے پاس چلا جائے گا وہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں ان لوگوں کے اوصاف بیان کیجئے' آپ نے فرمایا ان لوگوں کا رنگ ہماری طرح ہو گا' اور وہ ہماری زبانوں میں بات کریں گے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کے امام اور ان کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا' میں نے عرض کیا اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو تاحیات درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں' اور اسی حال میں تمہیں موت آ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۰۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (حاکم کی) اطاعت سے نکل جائے اور جماعت کو چھوڑ دے' تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بنا پر غضبناک ہو یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے' تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرے گا' اور جس شخص نے میری امت کے خلاف خروج کیا اور اچھوں اور بروں سب کو قتل کیا' کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ اس سے میرا کوئی تعلق ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۵۷۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں جب واقعہ حرہ ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما'

marfat.com
Marfat.com

عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے۔ ابن مطیع نے کہا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت ابن عمر کی کنیت تھی) کے لیے غالیچہ بچھاؤ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا میں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ تم کو ایک حدیث سناؤں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (امام کی) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہو گی' اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تھی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(صحیح مسلم الامارۃ: ۵۸ رقم الحدیث بلاتکرار: ۱۸۵۱ رقم الحدیث المسلسل: ۴۷۱۱)

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کے اوپر کسی امام کی اطاعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۶' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۶۳۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۳۰۱' المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۸۸' ۳۳۴' المستدرک ج ۱ ص ۷۷' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۳۱۱۴' ۲۳۱۱۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۴۸۶۱)

نیز حدیث میں ہے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ للالبانی رقم الحدیث: ۳۵۰)

نوٹ: یہ حدیث مجھ کو کسی مستند حدیث کی کتاب میں نہیں ملی' البتہ بعض مفسرین اور متکلمین نے اس کو بغیر کسی سند اور حوالے کے ذکر کیا ہے اور شیخ البانی نے اس کو احادیث ضعیفہ میں مندرج کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہمارے لیے تنبیہ اور نصیحت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے شکر کی ادائیگی اور صالحیت پر قائم رہنے کی دعا کی اور آخر میں اپنے آباء کرام کے طریقہ کے مطابق جنت میں دخول کی دعا کی اور یہ دعائیں ان کے معصوم ہونے کے منافی نہیں ہیں بلکہ اس پر تنبیہ کرنے کے لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اُمت کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ احسن طریقہ سے شریعت کی اتباع کرتی رہے اور طریقت کے پسندیدہ حال پر قائم رہے' تاکہ حقیقت کے بلند مقام پر فائز ہو' حرام اور مکروہ کاموں سے حتی الوسع مجتنب رہے اور فرائض' واجبات' سنن اور مستحبات پر ہمیشہ عامل رہے یہ شریعت کی پابندی ہے' مشائخ کے بتائے ہوئے معمولات یا پھر نفلی عبادات کو انجام دیتا رہے یہ طریقت پر عمل کرنا ہے اور اپنے دل میں معصیت کے زنگ کو لگنے نہ دے اور ہر قسم کے برے افکار سے اپنے دل و دماغ کو صاف اور پاک رکھے حتیٰ کہ اس کا آئینہ دل صیقل ہو جائے اور الوہی تجلیات کے منعکس اور منطبع ہونے کے قابل ہو جائے یہ حقیقت ہے اور جو شخص شریعت پر عمل نہیں کرتا اور اپنے باطن کو پاک اور صاف نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے' ہم اللہ سبحانہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے پسندیدہ اعمال اور مرغوب احوال کی توفیق دے اور ہم کو زہد اور تقویٰ اور دیگر مستحسن امور سے مزین کر دے' بے شک وہی ہماری دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے پرندوں کی تفتیش کی تو کہا کیا وجہ ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا! یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے ○ میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا' یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا' ورنہ وہ اس کی صاف صاف وجہ بیان کرے ○ وہ (ہدہد) کچھ دیر بعد آ کر بولا' میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا' میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں ○ میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس

marfat.com
Marfat.com

بہت بڑا تخت ہے ○ (النمل: ۲۳-۲۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی گمشدگی کے متعلق جو سوال کیا تھا اس کی وجوہ

اس آیت میں ہے: تفقد الطیر' تفقد کے معنی ہیں گمشدہ چیز کو تلاش کرنا اور فقد کا معنی ہے گم ہو جانا۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۹۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حضرت سلیمان نے پرندوں میں سے ہدہد کو گم پایا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا؟ بہ ظاہر یوں کہنا چاہیے تھا کہ ہدہد کو کیا ہوا وہ کیوں نظر نہیں آ رہا؟ لیکن یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بہت مہذب اور شائستہ طریقہ گفتگو ہے کہ تقصیر کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے تمام پرندوں کی تفتیش کی جیسا کہ بادشاہوں اور حکمرانوں کا طریقہ ہے کہ وہ تمام رعایا اور عوام کی تفتیش کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان کے پاس ہر صنف سے ایک پرندہ آتا تھا تو اس روز ہدہد نہیں آیا' ایک قول یہ ہے کہ دھوپ میں پرندے ان پر سایہ کرتے تھے' اور ہدہد دائیں طرف سے ان پر سایہ کرتا تھا' حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب دھوپ لگی تو انہوں نے ہدہد کی جگہ پر دیکھا تو ان کو ہدہد نظر نہیں آیا' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سفر کے دوران ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پر پانی نہیں تھا' اور ہدہد زمین کے ظاہر اور باطن کو دیکھتا تھا اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر دیتا تھا' پھر جن زمین سے اس چیز کو نکال لیتے تھے جیسے بکری سے کھال اتار لی جاتی ہے' جب حضرت سلیمان جنگل میں اس جگہ ٹھہرے اور انہیں پانی کی ضرورت پڑی تو ان کو ہدہد کا خیال آیا کہ وہ زمین کو دیکھ کر بتائے کہ اس کے اندر پانی ہے یا نہیں تاکہ جنات سے پانی نکلوایا جا سکے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو پرندوں کی تفتیش کی اس میں یہ دلیل ہے کہ حاکم کو رعایا کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے تاکہ وہ عوام کی ضروریات کو پورا کر سکے' حضرت عمر نے فرمایا اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کو بھی بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تو عمر سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(میں کہتا ہوں کہ جب چھوٹے چھوٹے شہر ہوتے تھے اور ان میں انسانوں کی آبادیاں بہت کم ہوتی تھیں اس وقت حاکموں کو رعایا کے احوال کی تفتیش کی ضرورت ہوتی تھی' اب تو وسیع آبادیوں پر مشتمل بہت بڑے بڑے شہر ہیں جہاں لاکھوں اور کروڑوں انسان رہتے ہیں' اب اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ لوگوں کے احوال معلوم ہوتے رہتے ہیں اور فرداً فرداً لوگوں کے احوال معلوم کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔)

پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا' اس سے یہ مفہوم نکلتا تھا کہ وہ حاضر ہے لیکن کسی چیز کی اوٹ میں ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہا' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ منکشف ہوا کہ وہ غائب ہے اس لیے انہوں نے کلام سابق سے اعراض کر کے فرمایا: یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے۔

اور کشاف میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر کو مکمل کر چکے تو حج کے لیے تیار ہوئے' پھر وہ حرم میں گئے' اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں رہے' پھر یمن کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا پھر ایک دن صبح کے وقت مکہ سے نکلے اور زوال کے وقت صنعاء میں پہنچے اور یہ فاصلہ ایک ماہ کی مسافت پر تھا' انہوں نے ایک خوبصورت اور سرسبز زمین دیکھی' جو ان کو اچھی لگی وہ وہاں پر کچھ کھانے پینے اور نماز پڑھنے کے لیے ٹھہرے' اس جگہ ان کو پانی نہیں ملا اور ہدہد ان کو آ کر

marfat.com
Marfat.com

بتاتا تھا کہ اس جگہ پانی ہے یا نہیں! پھر جس جگہ ہد ہد پانی کی نشاندہی کرتا وہاں سے جنات پانی نکال کر دیتے تھے اس حضرت سلیمان نے ہد ہد کی طرف توجہ کی تو وہ نظر نہیں آیا' لہٰذا فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۴-۲۲۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے کہ جب حج کے موقع پر حضرت سلیمان حرم شریف میں پہنچے تو آپ نے اپنے سرداروں سے کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں سے نبی عربی کا ظہور ہوگا اور ان کی ایسی ایسی صفات ہوں گی' ان کے اعداء کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی' ایک ماہ کی مسافت سے ان کے دشمنوں پر ان کا رعب طاری کر دیا جائے گا' اور اللہ کا پیغام سنانے میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں ہوگا' سرداروں نے پوچھا' یا نبی اللہ! وہ کون سے دین پر ہوں گے؟ فرمایا وہ دین حنیفہ (ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والا دین) پر ہوں گے' اس کے لیے خوشی ہو جو ان کا زمانہ پائے اور ان پر ایمان لائے' سرداروں نے پوچھا ہمارے اور ان کے ظہور کے درمیان کتنی مدت باقی ہے؟ آپ نے فرمایا' تقریباً ایک ہزار سال ہیں' سو ہر حاضر کو چاہیے کہ وہ ہر غائب تک یہ خبر پہنچا دے' کیونکہ وہ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور تمام رسولوں کے خاتم ہیں' پھر انہوں نے یمن کی طرف روانگی کا قصد کیا اور ایک ماہ کی مسافت کو صبح سے زوال تک طے کر کے ایک سرسبز وادی میں پہنچے اس جگہ ان کو پانی نہیں ملا اور پھر ان کو ہد ہد کی تلاش ہوئی۔

(روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۷۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۷)

تقدیر کا تدبیر پر غالب آنا

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے ہد ہد کی کیوں خصوصیت سے تفتیش کی تھی' حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ایسی جگہ ٹھہرے جہاں ان کو پانی نہیں ملا' اور ہد ہد انجینئر تھا انہوں نے اس سے یہ پوچھنے کا ارادہ کیا کہ کس جگہ زمین کے اندر پانی ہے؟ تو اس کو گم پایا' میں نے کہا وہ کیسے انجینئر ہوگا حالانکہ بچے زمین میں دھاگے کا ایک پھندا بنا کر دبا دیتے ہیں اور اس پھندے میں اس کی گردن پھنس جاتی ہے اور وہ اس کو شکار کر لیتے ہیں (ان کا مطلب یہ تھا کہ جب ہد ہد کو زمین کی سطح کے پاس ہی چھپا ہوا پھندا نظر نہیں آتا تو زمین کی گہرائی میں چھپا ہوا پانی اس کو کیسے نظر آجاتا ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں کام نہیں کرتیں ایک اور روایت میں فرمایا جب تقدیر کا لکھا پورا ہونا ہوتا ہے تو انسان اپنی احتیاط سے غافل ہو جاتا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۸۵۹' رقم الحدیث: ۱۶۲۱۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

تربیت دینے اور ادب سکھانے کے لیے جانوروں کو مارنے اور سزا دینے کا جواز

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا ورنہ وہ اس کی صاف صاف وجہ بیان کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو ہد ہد کو سزا دینے کی وعید سنائی اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہد ہد ایک جانور اور پرندہ تھا اور جانور کسی چیز کا مکلّف نہیں ہوتا تو پھر ہد ہد کی غیر حاضری پر اس کو سزا کی وعید سنانے کی کیا توجیہ ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا بہ طور تادیب ہے اور جانوروں کو سدھانے اور ان کو تربیت دینے کے لیے بھی سزا دی جاتی ہے' بچے بھی غیر مکلف ہیں

marfat.com
Marfat.com

ہیں لیکن ان کو تربیت دینے کے لیے مناسب حد تک مار لگائی جاتی ہے' حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو' اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو مارو' اور ان کے بستر الگ کر دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۶' ۴۹۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۱۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰' رقم الحدیث: ۶۶۸۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۶)

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں تمام پرندے' دیگر حیوانات اور جنات اور شیاطین جوان کے لیے مسخر کیے گئے تھے' وہ سب حضرت سلیمان کا حکم ماننے کے مکلف تھے اور ان کے احکام ان کے احوال کے مناسب تھے' ان میں فہم اور ادراک تھا اور جس طرح انسان اوامر اور نواہی کو قبول کرتے ہیں وہ بھی اوامر اور نواہی کو قبول کرتے تھے' اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی نے الاکلیل میں لکھا ہے کہ حیوانات اور بہائم جب چلنے یا دوڑنے میں سستی کریں یا جو کام ان کو سکھایا گیا ہے اس میں غفلت اور غلطی کریں تو ان کو مارنا جائز ہے اور پرندوں کے پر اکھاڑنا بھی جائز ہے کیونکہ اس سزا سے مراد ہدہد کے پر اکھاڑنا تھا' اور علامہ ابن العربی نے یہ کہا ہے کہ سزا بہ قدر جرم دینی چاہیے نہ کہ بہ قدر جسم' نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پرندے ان کے احکام کے مکلف تھے تب ہی ہدہد کی غیر حاضری پر اس کے لیے سزا کی وعید سنائی۔

(روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہدہد کی سزا کے متعلق متعدد اقوال

ہدہد کی سزا کے متعلق حسب ذیل چھ اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد پر اکھاڑنا ہے۔ (۲) عبداللہ بن شداد نے کہا اس سے مراد اس کے پر اکھاڑنا اور اس کو دھوپ میں رکھنا ہے۔ (۳) ضحاک نے کہا اس سے مراد اس کے پیر باندھ کر اس کو دھوپ میں چھوڑ دینا ہے۔ (۴) مقاتل بن حیان نے کہا اس سے مراد اس پر تیل مل کر اس کو دھوپ میں چھوڑ دینا ہے۔ (۵) ثعلبی نے کہا اس سے مراد اس کو پنجرے میں بند کرنا ہے۔ (۶) ثعلبی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی مانوس چیزوں کو اس سے دور کر دیا جائے۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۱۶۴' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

عربی قواعد کے خلاف قرآن مجید کی کتابت کی تحقیق

حضرت سلیمان نے فرمایا تھا میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا' ذبح کرنے کے متعلق قرآن مجید میں اس طرح لکھا ہے لا اذبحنہ' اس تحریر پر یہ اعتراض ہے کہ لا کے بعد جو الف لکھا ہوا ہے یہ قواعد کے خلاف ہے' قواعد کے موافق اس طرح لکھا ہوا ہونا چاہیے تھا لا ذبحنہ.

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

عربوں کی کتابت اس زمانے کے بدوؤں کی کتابت سے ملتی جلتی تھی بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی کتابت سے آج کل کے بدوؤں کی کتابت اچھی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ شہری تمدن سے اور شہروں اور حکومتوں کے اختلاط سے بہت قریب ہیں۔ مضرتو

marfat.com
Marfat.com

بدویت میں ڈوبے ہوئے تھے اور یمن' عراق' شام اور مصر کے لوگ تمدن سے بہت دور تھے۔ اسی لیے شروع اسلام میں عربی استحکام خوبصورتی اور عمدگی کی حد تک نہیں پہنچا تھا بلکہ درمیانی درجہ تک بھی نہیں پہنچا تھا کیونکہ عرب بدویت و وحشت سے قریب اور صنعتوں سے دور تھے اسی لیے مصحف شریف کی رسم کتابت میں جو کچھ پیش آنا تھا پیش آیا۔ صحابہ کرام نے اپنے رسم الخط میں مصحف کو لکھا ان کی عمدگی میں استحکام نہ تھا چنانچہ اکثر جگہ ان کا رسم الخط معروف رسم الخط کے خلاف ہے۔ پھر بھی رسم الخط تابعین نے ترک کے طور پر رہنے دیا' کیونکہ یہ صحابہ کا خط تھا جو امت میں بہترین لوگ اور وحی کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے والے تھے۔ جیسے آج کل تبرک کے طور پر کسی عالم یا ولی کا خط بحال رہنے دیا جاتا ہے' اور اس کے رسم الخط کی پیروی کی جاتی ہے۔ خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ صحابہ کا تو پھر بھی بہت اونچا درجہ ہے' چنانچہ ان کا رسم الخط قرآن پاک میں باقی رکھا گیا اور خاص خاص مقامات پر علماء نے ان کے مخصوص خط کی نشاندہی فرمائی۔

بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صنعت خط میں صحابہ کے زمانہ میں استحکام تھا' اور موجودہ رسم الخط کی جہاں کہیں مخالفت پائی جاتی ہے' اس کی کوئی خاص وجہ ہے جیسے ''لا اذبحنہ'' میں الف کی زیادتی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فعل ذبح کا وقوع نہیں ہوا تھا اور بایید میں یا کی زیادتی سے اللہ کی کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ غرضیکہ جہاں کسی حرف کی زیادتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی تنبیہ مقصود ہے۔ آپ اس قسم کی رائے کی طرف توجہ بھی نہ دیں کہ اس رائے کی کوئی اصل نہیں اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ لوگوں کو اس توجیہ پر صحابہ کی شان میں نقص کو اچھا نہ سمجھنے نے آمادہ کیا کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ انہیں اچھی طرح سے لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ ان کے زعم میں وہ اس نقص سے بری تھے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لکھنا کمال کی نشانی ہے اور اس میں نقص صحابہ کی شان کے نقص کو لازم ہے اس لیے تحریر میں نقص سے صحابہ کو بری کرنے کے لیے وہ کہتے ہیں کہ ان کی تحریر بالکل صحیح ہے۔ اصول رسم الخط کے خلاف نہیں اور جہاں اصول رسم الخط کے خلاف لازم آتا ہے وہاں تاویلیں کر لیتے ہیں حالانکہ یہ گمان ہی صحیح نہیں۔ یاد رکھیے کہ صحابہ کے حق میں لکھنا کمال نہیں کیونکہ کتابت بھی دیگر شہری صنعتوں کی طرح روزی کمانے کی ایک صنعت ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور صنعتوں کا کمال مطلق کمال کی بہ نسبت اضافی ہے کیونکہ ان کی کمی کا اثر نہ تو بالذات دین پر پڑتا ہے نہ عادتوں پر بلکہ اسباب معاش پر پڑتا ہے اور تمدنی تعاون پر بھی' کیونکہ کتابت اظہار خیالات کا ایک قوی ذریعہ ہے۔

غور کیجئے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام کے بلند ہونے کی وجہ سے آپ کو عملی صنعتوں سے اور آبادی و معاش کے اسباب سے محفوظ رہنا ہی مناسب تھا' لیکن ہمارے حق میں امی رہنا کمال نہیں کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو دنیا سے کٹ کر اپنے رب سے لو لگائے ہوئے تھے اور ہم دینوی زندگی کے لیے باہمی تعاون کرتے ہیں جیسا کہ تمام صنعتوں کا حال ہے حتیٰ کہ اصطلاحی علوم کا بھی کیونکہ آپ کے حق میں ان سب سے بچنا ہی کمال ہے ہمارے حق میں نہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون ج ۱ ص ۴۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ لا اذبحنہ میں الف کا زیادہ لکھنا اس پر محمول ہے کہ صحابہ کرام کو عربی لکھنے کے فن میں مہارت نہیں تھی بہت بعید ہے' بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس میں الف اس لیے زیادہ کیا ہے تاکہ اس پر تنبیہ ہو کہ ہدہد کو ذبح نہیں کیا گیا تھا یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے ورنہ لا عذبنہ میں بھی الف کو زیادہ کرتے کیونکہ ہدہد کو عذاب بھی نہیں دیا گیا تھا' اور علامہ ابن خلدون نے جو یہ کہا ہے کہ مصحف صحابہ کرام نے اپنے خطوط میں لکھا جن کی عمدگی میں استحکام نہ تھا' اگر اس

marfat.com
Marfat.com

سے ان کی مراد یہ ہے کہ ان کا خط خوب صورت نہیں تھا تو یہ ان کے حق میں کوئی نقص نہیں' اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ان کا خط عربی قواعد کے مطابق نہ تھا یعنی عربی قواعد میں جہاں وصل کر کے لکھنا چاہیے اور جہاں فصل کر کے لکھنا چاہیے اور جہاں جس چیز کو لکھنا چاہیے اور جہاں جس چیز کو ترک کرنا چاہیے اور صحابہ نے اس کی رعایت نہیں کی تو یہ محل بحث ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ جن صحابہ نے قرآن مجید کو لکھا ہے وہ رسم الخط کو اچھی طرح جاننے والے تھے کہ کہاں کسی حرف کو لکھنا چاہیے اور کسی حرف کو ترک کرنا چاہیے اور کہاں کس لفظ کو ملا کر لکھنا چاہیے اور کہاں کس لفظ کو ملائے بغیر لکھنا چاہیے' لیکن انہوں نے بعض مقامات پر کسی حکمت کی اور کسی نکتہ کی بنا پر ان قواعد کی مخالفت کی ہے' صحابہ میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فن کتابت میں مشہور تھے اور ان کی شہرت ان کے عمدہ لکھنے ہی کی وجہ سے تھی' سو جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ اکابر اور دیگر صحابہ یہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں الف لکھنا چاہیے اور کہاں نہیں' اسی طرح جن دوسرے مقامات میں انہوں نے قواعد خط کی مخالفت کی ہے تو ان کو اصل قواعد کا علم نہیں تھا' اس کا یہ قول ادب اور انصاف کے خلاف ہے۔

اسی طرح جو شخص بعد کے ان تابعین وغیرہم کے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ اس پر مطلع تو ہو گئے تھے کہ صحابہ کرام نے ان مقامات پر قوانین خط کی مخالفت کی ہے لیکن انہوں نے صحابہ کرام کے خط کو تبرکاً اسی طرح رہنے دیا اور اس کی اصلاح نہیں کی اس کا قول بھی ادب اور انصاف سے دور ہے' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام نے جن لوگوں سے لکھنا سیکھا تھا انہوں نے ان کو اسی طرح بتایا تھا سو یہ صحابہ کا قصور نہیں ہے بلکہ ان کو سکھانے والے کا قصور ہے' یہ جواب بھی اگرچہ پہلے جواب کی مثل ہے لیکن اس میں پہلے جواب کی طرح بے ادبی نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ١٩ص ٢٧٦-٢٧٥' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ محمد طاہر ابن عاشور لکھتے ہیں:

لا اذبحنه میں لا کے بعد الف بھی لکھا گیا ہے' کیونکہ مسلمانوں کا اعتماد قرآن مجید کے پڑھنے میں حفظ پر ہے کتابت پر نہیں ہے کیونکہ مصاحف کو اس وقت تک نہیں لکھا گیا جب تک کہ ان کو بیس سے زیادہ مرتبہ پڑھ نہیں لیا گیا' اور مصحف کے رسم الخط میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو بعد میں بنائے گئے رسم الخط کے قواعد کے مخالف ہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں رسم الخط کے قواعد منضبط نہیں ہوئے تھے اور عرب کا اعتماد اپنے حافظوں پر تھا۔ (التحریر والتنویر ج ١٩ص ٢٤٨-٢٤٧' مطبوعہ تیونس)

لا اذبحنه کے علاوہ قرآن میں اور بھی کافی الفاظ ایسے ہیں جو رسم الخط کے قواعد کے خلاف لکھے ہوئے اس لیے ہم ذیل میں ان الفاظ کی فہرس پیش کر رہے ہیں۔

قواعد رسم الخط کے خلاف مصحف میں مذکور الفاظ کی فہرس

نمبر	لفظ	صفحہ	سطر	سورۃ	آیت	پارہ	رکوع
١	اَفَائِنْ مَّاتَ	١٠٢	٨	سورہ آل عمران	١٤٤	٤	٦
٢	لَاِ اِلَى اللّٰهِ	١٠٦	٦	سورہ آل عمران	١٥٨	٤	٨
٣	تَبُوْءَا	١٦٨	١١	سورہ مائدہ	٢٩	٦	٩
٤	مَلَا۟ئِهٖ	٢٤٥	١١	سورہ اعراف	١٠٣	٩	٣
٥	لَا اَوْضَعُوْا	٢٩٢	٢	سورۂ توبہ	٤٧	١٠	١٢
٦	مَلَا۟ئِهٖ	٣٢٦	٤	سورۂ یونس	٧٥	١١	١٢

marfat.com
Marfat.com

۷	مَلَائِهِمْ	۳۲۷	۴	سورۂ یونس	۸۳	۱۱	۱۳
۸	ثَمُوْدَا	۳۴۴	۵	سورۂ ہود	۶۸	۱۲	۶
۹	مَلَائِهٖ	۳۴۹	۳	سورۂ ہود	۹۷	۱۲	۹
۱۰	لِتَتْلُوَا	۳۷۹	۱۲	سورۂ رعد	۳۰	۱۳	۱۰
۱۱	لَنْ نَدْعُوَا	۴۴۲	۴	سورۂ کہف	۱۴	۱۵	۱۴
۱۲	لِشَائْءٍ	۴۴۴	۸	سورۂ کہف	۲۳	۱۵	۱۶
۱۳	لٰکِنَّا	۴۴۷	۳	سورۂ کہف	۳۸	۱۵	۱۷
۱۴	اَفَائِنْ مِّتَّ	۴۸۷	۷	سورۂ انبیاء	۳۴	۱۷	۳
۱۵	مَلَائِهٖ	۵۱۸	۲	سورۂ مومنون	۴۶	۱۸	۳
۱۶	ثَمُوْدَا	۵۴۵	۲	سورۂ فرقان	۳۸	۱۹	۲
۱۷	لَا اَذْبَحَنَّهٗ	۵۶۷	۱۱	سورۂ نمل	۲۱	۱۹	۱۷
۱۸	مَلَائِهٖ	۵۸۴	۷	سورۂ قصص	۲۲	۲۰	۷
۱۹	ثَمُوْدَا	۶۰۱	۷	سورۂ عنکبوت	۳۸	۲۰	۱۶
۲۰	لِيَرْبُوَا	۶۱۲	۱۰	سورۂ روم	۳۹	۲۱	۷
۲۱	لَا اِلَى الْجَحِيْمِ	۶۷۳	۵	سورۂ صافات	۶۸	۲۳	۶
۲۲	مَلَائِهٖ	۷۳۹	۲	سورۂ زخرف	۴۶	۲۵	۱۱
۲۳	لِيَبْلُوَا	۷۶۰	۱۱	سورۂ محمد	۴	۲۶	۵
۲۴	وَنَبْلُوَا	۷۶۴	۱۲	سورۂ محمد	۲۱	۲۶	۸
۲۵	ثَمُوْدَا	۷۹۲	۳	سورۂ النجم	۵۱	۲۷	۷
۲۶	سَلٰسِلَا	۸۶۸	۶	سورۂ دہر	۴	۲۹	۱۹
۲۷	كَانَتْ قَوَارِيْرَا	۸۶۹	۵	سورۂ دہر	۱۵	۲۹	۱۹
۲۸	قَوَارِيْرَا	۸۶۹	۵	سورۂ دہر	۱۶	۲۹	۱۹

(القرآن الحکیم مع ترجمہ البیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز-ملتان)

قواعد رسم الخط کی مخالفت کے جوابات کی تنقیح

(۱) علامہ ابن خلدون نے یہ جواب دیا ہے کہ جن صحابہ نے مصحف کو لکھا وہ رسم الخط کے جاننے والے نہ تھے' اور بعد کے جاننے والوں نے ان الفاظ کی اصلاح نہیں کی اور ان کو تبرکاً اور ادباً اسی طرح رہنے دیا۔

(۲) علامہ آلوسی نے یہ جواب دیا ہے کہ صحابہ کرام ان قواعد کے جاننے والے تھے' لیکن ان کی یہ مخالفت کسی حکمت اور کسی نکتہ پر مبنی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہم اس حکمت پر مطلع ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے جن لوگوں سے لکھنا سیکھا تھا انہوں نے ان کو یہ قواعد پوری طرح نہیں سکھائے اس لیے قصور سکھانے والوں کا ہے نہ کہ صحابہ کرام کا۔

(۳) صحابہ کرام کے مصحف میں لکھنے کے بعد یہ قواعد بنائے گئے ہیں اور بعد میں بنائے گئے قواعد کی اتباع کرنا صحابہ کرام پر

marfat.com

Marfat.com

لازم نہ تھا۔

مصحف کریم کا خط بھی تواتر سے ثابت ہے اور موجودہ خط پر امت کا اجماع ہے' اس لیے اس خط میں رد و بدل کرنا جائز نہیں اور جو آیات مصحف میں جس طرح لکھی ہوئی ہیں ان کو اسی طرح لکھا جائے گا۔

یہ آیات جو لکھنے کے قواعد کے خلاف مصحف میں لکھی ہوئی ہیں اس مخالفت میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید ترمیم' تحریف اور رد و بدل سے محفوظ ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کو لکھوایا تھا آج بھی مصحف اسی طرح لکھا ہوا ہے' حتیٰ کہ اس وقت جو الفاظ رسم الخط کے قواعد کے خلاف لکھے ہوئے تھے۔ وہ آج بھی اسی طرح لکھے ہوئے ہیں' ورنہ یہ ممکن تھا کہ جب بعد میں رسم الخط کے قواعد مرتب اور مدون کیے گئے تو قرآن مجید میں جو الفاظ ان قواعد کے خلاف لکھے گئے تھے ان کی اصلاح کر کے ان کو بدل دیا جاتا' لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور تمام امت نے قرآن مجید کے خط کو اسی حال پر باقی رکھا جس حال میں حضرت عثمان نے اس کو رکھا تھا' اور یہ اس بات کی بہت واضح اور بین اور بہت قوی دلیل ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف اور رد و بدل سے محفوظ ہے نہ اس کے رسم الخط اور لکھنے میں کوئی ترمیم ہوئی اور نہ اس کی تلاوت میں۔ (البتہ برصغیر کے بعض مصاحف میں ناخواندہ عجمیوں کی سہولت کے لیے رسم الخط میں کچھ ناگزیر تبدیلی کر دی گئی ہے)۔

ہدہد کا ملک سبا کی سیر کر کے حضرت سلیمان کی خدمت میں آنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (ہدہد) کچھ دیر بعد آ کر بولا' میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا۔ (النمل: ۲۲)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام حج کرنے کے بعد حرم شریف سے واپس آئے تو زوال کے وقت یمن کے مقام صنعاء میں پہنچے' یہ جگہ حرم سے ایک ماہ کی مسافت پر تھی ان کو وہ جگہ اچھی لگی۔ انہوں نے کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے وہاں اترنے کا قصد کیا' جب وہ تخت سے اس جگہ اتر گئے تو ہدہد نے دل میں کہا حضرت سلیمان تو اس جگہ کی سیر میں مشغول ہیں' میں اڑ کر فضا میں گھومتا ہوں' اس نے دائیں بائیں دیکھا تو اس کو بلقیس کا باغ نظر آیا' وہ اس کے سبزہ اور پھولوں کی طرف مائل ہوا' وہ اس باغ میں اتر گیا' وہاں بھی اس نے ایک ہدہد کو دیکھا۔ حضرت سلیمان کے ہدہد کا نام یعفور تھا اور یمن کے ہدہد کا نام یعفیر تھا' پس یمن کے یعفیر نے حضرت سلیمان کے یعفور سے کہا تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں اپنے بادشاہ سلیمان بن داؤد کے ساتھ یمن میں آیا ہوں' اس نے پوچھا سلیمان کون ہیں؟ اس نے کہا وہ جن اور انس' اور شیاطین اور پرندوں اور وحشی جانوروں اور ہواؤں کے بادشاہ ہیں؟ پھر اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا میں اس ملک کا رہنے والا ہوں! یعفور نے پوچھا اس ملک کا بادشاہ کون ہے؟ اس نے کہا ایک عورت ہے جس کا نام بلقیس ہے' اور بے شک تمہارا مالک بہت بڑا بادشاہ ہے لیکن بلقیس کا ملک بھی اس سے کم نہیں ہے' وہ پورے یمن کی ملکہ ہے' اور اس کے ماتحت بارہ ہزار سردار ہیں اور ہر سردار کے تحت ایک لاکھ جنگجو ہیں کیا تم میرے ساتھ چلو گے تاکہ میں تمہیں اس کا ملک دکھاؤں؟ یعفور نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ سلیمان کو جب پانی کی ضرورت ہوگی تو وہ مجھے تلاش کریں گے' کیونکہ میں ان کو پانی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں' یمانی ہدہد نے کہا جب تم اپنے بادشاہ کے پاس اس ملک کی خبر لے کر جاؤ گے تو وہ خوش ہوگا' پھر یعفور اس کے ساتھ چلا گیا اور بلقیس اور اس کے ملک کو دیکھا' پھر ہدہد عصر کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا' ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نماز کے وقت تخت سے اترے اس جگہ پانی نہیں تھا' آپ نے انسان' جنات اور شیاطین سے پانی کے متعلق سوال کیا تو

marfat.com
Marfat.com

ان کو معلوم نہیں تھا' پھر آپ نے پرندوں کی تفتیش کی تو ہد ہد کو غیر حاضر پایا' آپ نے پرندوں کے تلاش کرنے والے کو بلایا وہ گدھ تھا اس سے ہد ہد کے متعلق سوال کیا' اس نے کہا اللہ آپ کے ملک کو سلامت رکھے مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام غضبناک ہوئے اور فرمایا میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر دوں گا' پھر پرندوں کے سردار عقاب کو بلایا' اور اس سے کہا ابھی ہد ہد کو لا کر حاضر کرو' عقاب ہوا میں بلند ہوا اور دائیں بائیں نظر ڈالی تو ہد ہد یمن کی طرف سے آ رہا تھا' عقاب اس پر حملہ کرنے کے لیے جھپٹا تو ہد ہد نے اس کو قسم دی کہ اس ذات کی قسم جس نے تجھ کو مجھ پر قدرت دی ہے مجھ پر حملہ نہ کر! عقاب نے اس کو چھوڑ دیا اور کہا تجھ پر افسوس ہے تجھ پر تیری ماں روئے' اللہ کے نبی نے یہ قسم کھائی ہے کہ وہ تجھ کو ضرور سزا دے گا یا ضرور ذبح کر دے گا' ہد ہد نے پوچھا آیا اللہ کے نبی نے قسم کے ساتھ کوئی استثناء بھی کیا ہے یا نہیں' تو اس کو بتایا کہ حضرت سلیمان نے کہا ہے کہ ورنہ وہ اس کی (یعنی اپنی غیر حاضری کی) صاف صاف وجہ بیان کرے' ہد ہد نے کہا اب میری نجات ہو جائے گی' پھر عقاب اور ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت سلیمان اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے' عقاب نے کہا میں نے ہد ہد کو حاضر کر دیا ہے۔ ہد ہد نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور اپنی دم اور پر جھکا دیئے' حضرت سلیمان نے اس سے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں تم کو سخت سزا دوں گا! ہد ہد نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ وہ وقت یاد کیجیے جب آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے' حضرت سلیمان یہ سن کر کانپنے لگے اور اس کو معاف کر دیا' پھر اس سے تاخیر کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا: میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں' میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس قصہ کو علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی بیان کیا ہے۔

(الکشاف ج ۳ ص ۳۶۳' زاد المسیر ج ۶ ص ۱۶۴' البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۴' روح البیان ج ۶ ص ۴۳۳' روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۷۷)

ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جو اپنے علم کا اظہار کیا اس کی علامہ زمخشری کی طرف سے توجیہ

ہد ہد نے کہا میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہد ہد کو اس کلام کا الہام کیا تھا جو اس نے حضرت سلیمان کے روبرو کیا' کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت' حکمت' علوم وافرہ اور بہ کثرت معلومات کے احاطہ کی فضیلت دی گئی ہے اس کے باوجود ان کی آزمائش کے لیے ان کو اس کا علم نہیں دیا گیا اور ایک ادنیٰ اور کمزور ترین مخلوق نے ان چیزوں کے علم کا احاطہ کر لیا جن کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم نے احاطہ نہیں کیا تھا' اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعام تھا تاکہ وہ باوجود اپنے عظیم علوم کے منکسر اور متواضع رہیں اور ان کے دل میں اپنے علوم کی برتری اور تفاخر کا معمولی سا شائبہ بھی پیدا نہ ہو' اور کسی چیز کے علم کے احاطہ کا معنی یہ ہے کہ اس کی تمام جہات معلوم ہوں اور اس کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں رافضیوں کے اس قول کا بطلان ہے کہ امام سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور اس کے زمانہ میں اس سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہوتا۔

marfat.com
Marfat.com

(الکشاف ج ۳ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے بعینہٖ یہی لکھا ہے۔

علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے بھی اس کا خلاصہ لکھا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۵۰، البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۵، تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۲۳۶)

علامہ زمخشری کی توجیہ کا رد اور اس کی صحیح توجیہ

ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اپنے علم کا اظہار کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کی نفی کی اور یہ بہ ظاہر ہدہد کی اللہ کے نبی کے سامنے جسارت اور بے ادبی ہے، علامہ زمخشری اور ان کے متبعین نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ہدہد کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس قول کا الہام اس لیے کیا تھا تاکہ حضرت سلیمان اپنے عظیم علوم پر فخر نہ کریں، لیکن دیگر مفسرین نے اس توجیہ سے اختلاف کیا ہے۔

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی الحنفی المتوفی ۹۸۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہدہد نے جو کہا تھا کہ میں نے اس چیز کا احاطہ کر لیا ہے، جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا، اور احاطہ کا معنی ہے کسی چیز کی جمیع جہات سے معرفت ہو اس سے ہدہد کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس نے ان حقائق علوم اور دقائق معارف کا احاطہ کر لیا ہے جو علماء اور حکماء کا خاصہ ہے حتیٰ کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس کا یہ کہنا دائرہ ادب سے تعدی اور اپنی حد سے تجاوز ہو اور اس کا یہ کلام بے باکی اور گستاخی پر محمول کیا جائے، اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس علم کی جو نفی کی تھی اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے ادبی اور توہین قرار دیا جائے، اور پھر اس کی یہ توجیہ کی جائے کہ ہدہد نے جو کچھ کہا وہ اللہ تعالیٰ کے الہام سے کہا تھا تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت، حکمت، علوم کثیرہ اور معلومات وافرہ کے احاطہ کی جو فضیلت دی گئی ہے اس کی وجہ سے ان کو تفاخر نہ ہو اور ان کو اس پر تنبیہ ہو کہ اللہ کی ادنیٰ اور ضعیف ترین مخلوق نے بھی اس چیز کے علم کا احاطہ کر لیا جس کا حضرت سلیمان کے علم نے احاطہ نہیں کیا تاکہ حضرت سلیمان متواضع اور منکسر رہیں، بلکہ ہدہد کا اپنے اس قول سے یہ ارادہ تھا کہ ہدہد نے جس ملک سبا کو دیکھا ہے اس کو دیکھنا ان امور میں سے نہیں ہے جس کا احاطہ کرنا کوئی فضیلت ہو اور نہ اس سے غافل ہونا کوئی نقص ہے کیونکہ ملک سبا کا احاطہ کرنا تو صرف اس کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے پر موقوف ہے اور اس کے ادراک میں عقل والے اور بے عقل سب برابر ہیں اور ہدہد کو یہ معلوم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک سبا کا مشاہدہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی اور سے اس کی خبر سنی ہے۔ اس لیے ہدہد نے اس طریقہ سے یہ بات کہی تاکہ حضرت سلیمان کو ملک سبا کو دیکھنے کا شوق ہو اور وہ اس کے غائب رہنے کا عذر اس لیے قبول کر لیں کہ وہ ان کو ایک نئی چیز دکھانے اور اس کی طرف راغب کرنے کے لیے غیر حاضر رہا تھا۔ (تفسیر ابوالسعود ج ۵ ص ۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

ملک سبا کو نہ دیکھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں کسی کمی کا موجب نہیں ہے کیونکہ جو علم نبوت میں نافع اور مفید نہ ہو وہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ دعا کی ہے:

اعوذبک من علم لا ینفع (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۲۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۲) "جو علم غیر نافع ہو میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں، بعض علماء نے یہ کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صنعاء میں پہنچ چکے تھے اور وہاں سے ملک سبا صرف

marfat.com
Marfat.com

تین دن کی مسافت یا تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا اس کے باوجود کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ملک سبا آپ سے مخفی رکھا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ مخفی رکھی تھی۔

(روح البیان ج ٦ ص ٤٣٤ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی علامہ زمخشری وغیرہم کی توجیہ کا اسی دلیل سے رد کیا جو علامہ ابن سعود نے بیان کی ہے کہ ملک سبا کو دیکھنے میں کوئی فضیلت نہیں تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو تواضع اور انکسار پر راغب کرنے کے لیے ہدہد کا یہ قول کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس سے متصل پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر فرمایا ہے: اے میرے رب! تو نے مجھے اور میرے والد کو جو نعمتیں عطا کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ اور تو مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جس سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔ (النمل: ۱۹)

(روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کے متعلق علامہ قرطبی کا نظریہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

یعنی مجھے اس چیز کا علم ہو گیا جس کا آپ کو علم نہیں ہے اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱٦۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو کل غیوب کا علم ہوتا ہے اور ان سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی' سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہوتی ہے اور جب حضرت سلیمان کو بعض غیوب کا علم نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ان کو کل غیوب کا علم نہیں تھا' کیونکہ علامہ قرطبی اس کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ جتنا چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

الجن: ۲۷-۲٦ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب کو صرف اس پر ظاہر فرماتا ہے جس کو وہ نبوت کے لیے چن لیتا ہے' پھر وہ اس کو جس قدر چاہتا ہے غیب پر مطلع فرماتا ہے تاکہ یہ علم غیب اس کی نبوت پر دلالت کرے۔

علماء رحمہم اللہ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب ہونے سے اپنی مدح فرمائی اور علم غیب کو اپنے ساتھ خاص کر لیا تو اس میں یہ دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کا استثناء کر لیا جن کو اس نے اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور بذریعہ وحی ان کو غیب عطا فرمایا اور اس علم غیب کو ان کے لیے معجزہ اور ان کی نبوت کے صدق کی دلیل بنایا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۷-۲٦ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ملک سبا کی تحقیق

ہدہد نے کہا میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی یقینی خبر لایا ہوں۔

سبا یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' اس قبیلہ کے سب سے بڑے شخص کا نام سبا تھا' اس کا پورا نام سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا' یہ بھی کہا ہے کہ اس کا نام عبدالشمس تھا' اور اس کا لقب سبا تھا کیونکہ وہ سب سے پہلے قید کیا گیا تھا (سبا کا معنی قید کرنا ہے) پھر مآرب نامی شہر کا نام سبا رکھ دیا' سبا اور صنعاء کے درمیان تین دن کی مسافت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سبا وہ پہلا شخص ہے جس نے یمن کے بادشاہوں میں سے تاج پہنا تھا' اس کے دس بیٹے تھے ان میں سے چھ یمن میں رہے اور

marfat.com

Marfat.com

شام میں' اور امام راغب نے لکھا ہے کہ سبا ایک شہر کا نام ہے جس کے رہنے والے مختلف جگہوں میں پھیل گئے تھے۔
(المفردات ج ۱ ص ۲۹۵) (روح البیان ج ۶ ص ۴۳۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)
سبا یمن کا ایک علاقہ ہے جو صنعاء اور حضرموت کے درمیان ہے' اس کا مرکزی شہر مآرب تھا' اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس علاقہ میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی شاخ آباد تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۱۸۲' مطبوعہ لاہور)

ملکہ سبا کا تعارف

ہد ہد نے کہا میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے اور جس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس عورت کا نام بلقیس بن شراحیل تھا' یہ یعرب بن قحطان کی نسل سے تھی' اس کا باپ عظیم الشان بادشاہ تھا' یہ تمام یمن کا مالک تھا' اس نے اردگرد کے بادشاہوں سے کہا تم میں سے کوئی میرا کفو نہیں ہے' اور ان کے ہاں شادی کرنے سے انکار کر دیا' پھر انہوں نے ایک جنیہ (جن عورت) سے اس کا نکاح کر دیا اس کا نام ریحانہ بنت السکن تھا پھر اس سے بلقیس پیدا ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے ایک جن ہے' جب بلقیس کے والد فوت ہو گئے تو اس کے علاوہ اس کا اور کوئی وارث نہیں تھا' بلقیس نے حکمرانی کی خواہش کی اکثر سرداروں نے اس کو ملکہ مان لیا' بعض نے مخالفت کی لیکن بلقیس ان پر غالب آ گئی۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۹ - ۴۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بلقیس کی مزید تفصیل لکھی ہے:

یہ ملکہ سبا ہے اس نے نو سال یمن پر حکومت کی' پھر حضرت سلیمان کی طرف سے یہ یمن پر خلیفہ ہو گئی اور ان کی طرف سے مزید چار سال حکومت کی۔

مسلمہ بن عبداللہ بن ربعی نے بیان کیا کہ جب بلقیس مسلمان ہو گئی تو اس سے حضرت سلیمان بن داؤد نے نکاح کر لیا' اور بعلبک اس کو مہر میں دیا۔ (بعلبک ایک قدیم شہر ہے جو دمشق سے تین دن کی مسافت پر ہے' معجم البلدان (عربی) ج ۱ ص ۴۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے ایک جن ہے۔

حسن بصری سے ملکہ سبا کے متعلق پوچھا گیا اور لوگوں نے کہا اس کے ماں باپ میں سے ایک جن ہے' تو انہوں نے کہا انسان اور جن کے درمیان ولادت نہیں ہوتی۔ (تاریخ دمشق ج ۷۳ ص ۵۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

آیا جن اور انسان کا نکاح عقلاً ممکن ہے یا نہیں؟

ہم نے ذکر کیا ہے کہ انسان اور جنیہ کے ملاپ کے نتیجہ میں بلقیس پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے حدیث بھی روایت کی ہے' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۷۰' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ) اس مقام پر دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ انسان اور جنیہ کے ملاپ سے تولید ہونا عقلاً ممکن ہے یا نہیں' دوسری بحث یہ ہے کہ انسان اور جنیہ کے درمیان نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے' ہم پہلے اس تولید کے عقلی امکان کا جائزہ لے رہے ہیں:

قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی المتوفی ۷۶۹ھ لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ انسان کا جنیہ سے اور جن کا انسان عورت سے نکاح کرنا ممکن ہے' اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

امام ابن جریر نے امام احمد اور امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا ہے' اور فقہاء احناف کی تصانیف میں سے فتاوی سراجیہ میں لکھا ہوا ہے کہ انسان اور جن کے درمیان اختلاف جنس کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔

اور ہمارے ائمہ شافعیہ میں سے شیخ الاسلام البارزی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان قرار دیا ہے کہ اس نے ہمارے نفسوں سے ہماری بیویاں بنائی ہیں (النحل: ۷۲) اور ابن العماد نے شرح الوجیز میں اس نکاح کو جائز کہا ہے اور اعمش نے کہا ہے کہ ایک جنی نے ہم سے شادی کی' میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو کون سا کھانا پسند ہے اس نے کہا چاول' ہم اس شادی میں گئے' میں نے دیکھا کہ چاول دسترخوان سے اٹھ رہے تھے' اور کھانے والے نظر نہیں آ رہے تھے' میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے اندر بھی گمراہ فرقے ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پوچھا پھر رافضیوں کا تمہارے ہاں کیا حکم ہے؟ اس نے کہا وہ سب سے بدتر فرقہ ہے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۹۸-۹۷' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی پر استدلال کا جواب

بعض علماء نے بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ جس دور میں بلقیس حکمران تھی اس وقت وہ کافرہ تھی اور کافروں پر اس کی حکومت تھی جیسا کہ عنقریب قرآن مجید کی آیات سے واضح ہو جائے گا اور کافروں کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہوتا ثانیاً اس لیے کہ ہمارے لیے حجت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور آپ نے عورت کی حکمرانی کی مذمت فرمائی ہے جیسا کہ ہم عنقریب اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے۔

عورت کے وزیراعظم ہونے کے جواز کے دلائل اور ان کے جوابات

ہمارے ملک میں ۱۹۸۸ھ اور ۱۹۹۲ھ میں دو مرتبہ ایک عورت کو ملک کا وزیراعظم بنایا جا چکا ہے اور جو لوگ عورت کو ملک کا سربراہ بنانے کو جائز کہتے ہیں ان کا اولین استدلال ملکہ سبا کی حکومت سے ہے اس کا جواب ہم نے بیان کر دیا۔

دوسرا استدلال اس سے ہے کہ جنگ جمل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سربراہی میں لڑی گئی' استاذ العلماء ملک المدرسین قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

اب بندہ اس امر پر چند دلائل مزید پیش کرتا ہے کہ بعض امور میں عورت سربراہ ہو سکتی ہے:

دلیل اول: جنگ جمل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی سربراہی میں لڑی گئی اور اس جنگ میں عائشہ صدیقہ سربراہ لشکر تھیں اور ہزاروں فوجیوں نے اپنی ماں کے قدموں میں جانیں قربان کر دیں ان میں صحابہ بھی تھے بلکہ بعض صحابہ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ (عورت کی حکمرانی ص ۴۱-۴۰)

یہ استدلال درست نہیں ہے' حضرت عائشہ نے اس جنگ میں جو قیادت کی تھی انہوں نے اس سے رجوع فرما لیا تھا لہٰذا اب ان کے اس فعل سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب وقرن فی بیوتکن (الاحزاب: ۳۳) "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۸۱' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عائشہ اپنے بصرہ کے سفر اور جنگ جمل میں حاضری سے کمل طور پر نادم ہوئیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷۷' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ زیلعی ابن عبد البر کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا تم

marfat.com
Marfat.com

مجھے اس سفر میں جانے سے کیوں منع نہیں کیا؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک صاحب (یعنی حضرت ابن الزبیر) کی رائے آپ کی رائے پر غالب آ چکی تھی۔ (نصب الرایہ ج ۴ص ۷۰ مطبوعہ ہند ۱۳۵۷ھ)

امام حاکم نیشاپوری قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں سوچتی تھیں کہ انہیں ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن بعد میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے' اب مجھے آپ کی دوسری ازواج کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا' چنانچہ آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا' امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۴ص ۶' مکہ مکرمہ)

حافظ ذہبی ان کے اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں: بدعت سے حضرت عائشہ کی مراد ان کا جنگ جمل میں جانا تھا' وہ اپنے اس فعل پر کلی طور پر نادم ہوئیں اور انہوں نے اس پر توبہ کر لی اگرچہ ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا اور ان کی نیت نیک تھی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ص ۱۹۳' بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اجتہاد سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کے قصد سے گھر سے نکلی تھیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنے اس فعل کو بدعت اور خطا قرار دیا اور اس پر اس قدر نادم ہوئیں کہ روضہ رسول میں حضور کے جوار میں دفن ہونے سے بھی آپ کو شرم آئی اور تاحیات اس فعل پر ندامت سے آنسو بہاتی رہیں' لہٰذا حضرت عائشہ کے بصرہ کے سفر سے عورتوں کے گھروں سے نکلنے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' عورت کی سربراہی کا تو اس واقعہ میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے' نہ آپ سربراہی کی مدعیہ تھیں' نہ جنگ میں پیشوائی کر رہی تھیں' جنگ جمل تو ایک اتفاقی حادثہ تھا جو قاتلین عثمان کی سازش کے نتیجہ میں واقع ہوا جیسا کہ علامہ آلوسی نے وقرن في بيوتكن کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

استاذ العلماء قدس سرہ العزیز نے اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ قائم کی ہے:

دلیل دوم: فقہ میں مصرح ہے کہ عورت قاضیہ ہو سکتی ہے اور قاضی بھی ان لوگوں کے لیے جن کا وہ قاضی ہے سربراہ ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے امور قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ (عورت کی حکمرانی ص ۴۱)

فقہاء ثلاثہ تو مطلقاً عورت کی سربراہی اور امامت کو ناجائز کہتے ہیں البتہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ جن امور میں عورت کی شہادت قبول کی جائے گی ان امور میں عورت کی قضا بھی قبول کی جائے گی اس کا شافی جواب فقہاء احناف کے مذہب کے عنوان میں ان شاء اللہ العزیز بیان کریں گے۔

ہر چند کہ استاذ العلماء قدس سرہ العزیز نے ان دلیلوں سے عورت کی امامت اور خلافت یا ملک کی سربراہی پر استدلال نہیں فرمایا بلکہ انتظامیہ کی سربراہ پر استدلال فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ عورت مطلقاً سربراہ نہیں بن سکتی بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تین تعریفیں گزر چکی ہیں اور یہ تینوں تعریفیں صدر مملکت پر صادق آتی ہیں وزیر اعظم پر صادق نہیں آتیں تو خلاصہ یہ ہے کہ عورت صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتی اور وزیر اعظم ہو سکتی ہے۔ (عورت کی حکمرانی ص ۴۰)

امامت اور خلافت کی تین تعریفیں اور ان پر بحث ونظر

حضرت استاذ العلماء قدس سرہ العزیز نے امامت کی جن تین تعریفوں کا حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) درمختار سے تعریف نقل فرماتے ہیں: خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ امامت میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(عورت کی حکمرانی ص ۲۵) (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) مواقف اور شرح مواقف سے نقل فرمایا: ایک شخص کے لیے دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شعبہ اس کی ریاست سے خارج نہ ہو۔ (الی قولہ) اس تعریف سے یہ واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہے۔ امام متعدد نہیں ہو سکتے۔ تعریف اول اور دوم تقریباً ایک جیسی ہیں۔ (عورت کی حکمرانی ص ۲۷-۲۶ ملخصاً)

(شرح مواقف ج ۸ ص ۳۴۵ مطبوعہ ایران ۱۳۲۵ھ)

اس کے بعد شرح مواقف سے ہی تیسری تعریف نقل فرماتے ہیں:

(۳) خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا نام ہے' اور یہ خلافت اقامت دین میں ہے اور ملت کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع (اطاعت) تمام امت پر واجب ہوتی ہے اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع (اطاعت) ساری امت پر واجب نہیں بلکہ قاضی کی اتباع (اطاعت) صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے' اسی طرح مجتہد کی اتباع (اطاعت) صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے' اس تعریف پر وہ اعتراض نہیں ہوتا جو تعریف اول و دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متغائر چیزیں ہیں۔ (شرح مواقف ج ۸ ص ۳۴۵ مطبوعہ ایران ۱۳۲۵ھ)

اس تعریف پر اعتراض اس لیے نہیں ہوتا کہ نبوت کسی رسول کی خلافت نہیں ہے بلکہ نبوت شریعت مطہرہ کی بعثت ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریفیں ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسے قاضی یا ملک کے کسی حصہ کی حکومت' البتہ عورت جس طرح امامت کبریٰ کی اہل نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے۔ یعنی نماز کی امامت کی بھی اہل نہیں ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی یہ مذکورہ تین تعریفیں صرف صدر پر صادق آتی ہیں یا صرف وزیراعظم پر یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ پر' تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ تعریفیں صرف اور صرف صدر پر صادق آتی ہیں کیونکہ تینوں تعریفوں کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور تمام لوگوں پر اس کی اتباع (اطاعت) واجب ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت پر صادق آتا ہے۔

(عورت کی حکمرانی ص ۲۸-۲۷)

حضرت استاذ العلماء قدس سرہ العزیز نے یہ تینوں تعریفیں امامت کبریٰ کی کی ہیں اور امام وہ ہے جس کی اطاعت تمام امت پر واجب ہو جیسا کہ خود استاذ العلماء نے فرمایا ہے اور امام اور خلیفہ تمام عالم اسلام کا سربراہ ہوتا ہے اور صدر مملکت صرف کسی ایک ملک کا سربراہ ہوتا ہے اس لیے یہ تعریفیں صدر مملکت پر صادق نہیں آتیں بلکہ یہ امام اور خلیفہ ہی کی تعریفیں ہیں۔

آیا اس دور میں مسلمانوں پر خلیفہ کو مقرر کرنا واجب ہے یا نہیں؟

علامہ تفتازانی' علامہ خیالی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے یہ بیان کیا ہے کہ امت پر تمام عالم اسلام میں ایک خلیفہ مقرر کرنا اس وقت واجب ہے جب ان کی قدرت اور اختیار میں ایک خلیفہ کو مقرر کرنا ممکن ہو اور خلفاء راشدین کے بعد جب غلبہ اور جور سے مروانی حکومت پر قابض ہو گئے تو اس وقت خلیفہ کو نصب کرنا مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں نہیں تھا' اس لیے یہ ان پر واجب نہیں رہا۔ اسی طرح بنو امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز اور بنو عباس میں سے مہدی عباسی خلیفہ تھے لیکن ان کے بعد غلبہ اور جور سے ملوک اور سلاطین حکمران بن گئے اور اس وقت بھی ایک خلیفہ کو مقرر کرنا مسلمانوں کی قدرت میں نہیں تھا' اس لیے

marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں پر ایک خلیفہ مقرر کرنا واجب نہ رہا' علیٰ ہذا القیاس اب براعظم ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں کے انچاس ملک ہیں اور بیشتر ممالک کے درمیان بحری' بری اور فضائی رابطے کم ہیں' اکثر ممالک اسلامیہ میں مغربی طرز کی جمہوری حکومت ہے' بعض ممالک میں ملوک اور سلاطین کی حکومت ہے اور بعض جگہ فوجی حکومت ہے اور اب مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں یہ نہیں ہے کہ دنیا میں ان تمام ممالک کے حکمرانوں کو معزول کر کے ان تمام ممالک اسلامیہ میں ایک حکومت قائم کر دیں اور کسی ایک ملک میں مرکزی خلافت بنا کر تمام ممالک کو اس ملک کے صوبے بنا دیں اور ان ممالک اسلامیہ کی ایک فوج ہو' ایک کرنسی ہو اور تمام ملکوں میں حکمرانوں کا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہو اور تمام ملکوں میں اس ایک خلیفہ کا خطبہ پڑھا جائے لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا ''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قوت اور طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' اس لیے اب مسلمانوں پر خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے اور دنیا کے جن جن علاقوں میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں' وہاں کے مسلمانوں پر غیر معصیت میں ان حکمرانوں کی اطاعت لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر صرف امیر کا مقرر کرنا واجب ہے اور اسلامی حکومت جہاں پر جس شکل میں بھی قائم ہو صحیح ہے اور مسلمانوں پر اپنے اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے' ہاں اگر امیر خلاف شرع حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی' البتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک اسلامی بلاک بنائیں اور اسلامی ممالک کی ایک فیڈریشن قائم کر لیں اور اس کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے اگر مسلمانوں کا ایک اسلامی بلاک بن گیا یا ایک فیڈریشن قائم ہو گئی تو یہ نظام خلافت اسلام کے قریب تر ہو گا۔

عورت کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کی سربراہ بنانے کی ممانعت

مجوزین یہ کہتے ہیں کہ عورت کو ریاست کا سربراہ یعنی صدر مملکت بنانا تو جائز نہیں ہے' لیکن انتظامیہ کا سربراہ یعنی وزیراعظم بنانا جائز ہے' اور قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور فقہاء امت کی تصریحات کے اعتبار سے عورتوں کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کا سربراہ بنانا جائز نہیں ہے' کیونکہ جب عورت مردوں کے کسی ادارہ کی سربراہ ہو گی تو لازماً عورت گھر سے نکلے گی اور عرف اور عادت یہ ہے کہ ایسی عورت گھر سے بے حجاب نکلتی ہے' اور عورت اور مرد لازماً ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اور ایک دوسرے سے باتیں کریں گے اور عرف اور معمول یہ ہے کہ عورت لوچ دار آواز میں باتیں کرتی ہے اور بلند آواز سے تقریر کرتی ہے حالانکہ عورت کے لیے یہ تمام امور شریعت میں ممنوع ہیں۔ ہم پہلے قرآن اور سنت سے عورت کے بے پردہ گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت پر دلائل پیش کریں گے' پھر پردہ کے لزوم اور ایک دوسرے کو دیکھنے اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے کی ممانعت پر دلائل پیش کریں گے پھر عورت کی سربراہی کی ممانعت پر قرآن اور سنت سے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اس کی ممانعت پر مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات پیش کریں گے۔

عورت کے گھر سے باہر بے پردہ نکلنے کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔ (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے' وہ اپنے رب کی رحمت کے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی کوٹھری میں ہو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۴۸۱' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں

marfat.com
Marfat.com

کے پاس سے گزرے تا کہ انہیں اس کی خوشبو آئے وہ زانیہ ہے۔(سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۴۱ مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶)

آج کل عرف اور معمول یہ ہے کہ جو خواتین بے پردہ گھر سے باہر نکلتی ہیں وہ خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہیں۔

پردہ کے لزوم کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ (الاحزاب: ۵۳)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے لیے پاکیزگی کا سبب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل' پلو یا گھونگٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں' یہ پردہ ان کی اس شناخت کے لیے بہت قریب ہے (کہ یہ پاکدامن آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذا نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت (سراپا) واجب الستر ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۷۳' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اور حضرت میمونہ حاضر تھیں' اسی اثناء میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حجاب کے احکام نازل ہو چکے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہے' ہم کو دیکھے گا نہ پہچانے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۱۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۲۴۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۹۲۲)

اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ○ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

آپ مسلمان مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے پاکیزہ طریقہ ہے' بلاشبہ اللہ ان کے سب کاموں سے باخبر ہے ○ اور آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں سوا اس چیز کے جو ان سے خود ظاہر ہو' اور اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور زیبائش صرف ان لوگوں کے سامنے ظاہر کریں: شوہر

marfat.com
Marfat.com

ن الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (النور:٣١-٣٠)

شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' اپنے بھائی' بھتیجے' بھانجے' مسلمان عورتیں' باندیاں' ایسے نوکر جنہیں عورتوں کی خواہش نہ ہو اور وہ لڑکے جو عورتوں کی شرم کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتے' اور وہ اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کی اس زینت کا لوگوں کو علم ہو جائے جس کو وہ چھپا کر رکھتی ہیں اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح کو پہنچ جاؤ۔

قال ابوهريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله كتب على ابن ادم حظه من الزناء ادرك ذلك لا محالة فزنى العين النظر وزنى اللسان النطق والنفس تمنى وتشتهى والفرج يصدق ذلك ويكذبه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر ان کی زنا کاری کا حصہ لکھ دیا ہے' جس کو وہ لامحالہ پائیں گے' آنکھوں کا زنا دیکھنا' زبان کا زنا بولنا ہے' نفس تمنا کرتا ہے اور شہوت کرتا ہے اور اس کی شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٢٤٣' صحیح مسلم رقم الحدیث:٢٦٥٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٢١٥٢)

مردوں سے عورتوں کے کلام کی ممانعت

شرعی ضرورت کے بغیر عورت کا اجنبی مردوں سے کلام کرنا ممنوع ہے' اگر نماز میں امام بھول جائے تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتوں کو سبحان اللہ کہنے سے بھی منع فرمایا ہے وہ تالی بجا کر امام کو متنبہ کریں حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:١٢٠٣' صحیح مسلم رقم الحدیث:٤٢٢' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٩٣٩' سنن النسائی رقم الحدیث:١٢٠٨' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:١٠٣٤)

عورت کو سربراہ مملکت بنانے کی ممانعت پر قرآن اور سنت سے استدلال

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (النساء:٣٤)

مرد عورتوں پر قوام (نگران یا حاکم) ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

قوام کا معنی ہے کسی چیز کی رعایت اور حفاظت کرنا (المفردات ج ٢ ص ٥٣٨) اس کا معنی کفالت کرنا اور خرچ اٹھانا بھی ہے۔
(لسان العرب ج ١٢ ص ٥٠٣' تاج العروس ج ٩ ص ٣٥)

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے غلبہ اور حاکمیت کی دو وجہیں بیان کی ہیں' پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر طبعاً اور شرعاً متعدد وجوہ سے فضیلت عطا کی ہے' طبعاً فضیلت اس طرح دی ہے کہ عقل و دانش اور قوت و طاقت کے اعتبار سے چند مستثنیات سے قطع نظر مرد عورتوں سے افضل ہوتے ہیں' اسی وجہ سے علم اور حکمت اور شجاعت اور بہادری کے کارناموں کا زیادہ ظہور مردوں سے ہوتا ہے اور شرعاً فضیلت یہ ہے کہ انبیاء اور رسل مردوں سے مبعوث ہوئے ہیں اور حکومت' خلافت' نماز کی امامت' جہاد کی امارت' اذان' خطبہ' اعتکاف اور قصاص میں شہادت یہ تمام احکام بالاتفاق مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور وراثت اور دیت میں مرد کا حصہ عورت سے

marfat.com
Marfat.com

دوگنا ہے' طلاق دینے' رجوع کرنے اور متعدد عورتوں سے نکاح کرنے کا حق بھی مردوں کو دیا ہے' ان تمام وجوہ سے مردوں کی عورتوں پر برتری اور فضیلت واضح ہے۔ اور عورتوں پر مردوں کی حاکمیت کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ وبما انفقوا من اموالھم "اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں" کیونکہ مرد عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۱-۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

الرجال قوامون کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے' اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ نبوت' رسالت' حکومت' امامت' اذان' اقامت' خطبات اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روح المعانی جز ۵ ص ۲۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے' ہر چند کہ یہ آیت براہ راست خانگی امور سے متعلق ہے لیکن اول تو اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس آیت کو خانگی امور کے ساتھ خاص کرتا ہو' ثانیاً جب اللہ تعالیٰ نے ایک گھر کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی تو پورے ملک کی ذمہ داری اس پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟ اس لیے اول تو اپنے عموم کی بناء پر یہ آیت عبارۃ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا حاکم یا سربراہ نہیں بنایا جا سکتا اور ثانیاً دلالۃ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا بلکہ کسی شعبہ کا بھی سربراہ نہیں بنایا جا سکتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا قوام یعنی نگران اور کفیل بنایا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ملک کا سربراہ اور حاکم ملک کے مردوں اور عورتوں سمیت تمام عوام کا قوام یعنی نگراں اور کفیل ہوتا ہے پس اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو وہ عورت ملک کے تمام مردوں کی نگراں اور کفیل ہو گی اور یہ چیز صراحۃً قرآن مجید کے خلاف ہے' اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں سے افضل قرار دیا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حاکم محکوم سے منصب حکومت کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے' سو اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو اسے اپنے شوہر سمیت سب مردوں پر افضلیت حاصل ہو گی' اور یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے' لہٰذا اگر عورت کو ملک کا سربراہ بنایا جائے خواہ ریاست کی سربراہ ہو یا انتظامیہ کی تو ان دو وجہوں سے قرآن مجید کی مخالفت لازم آئے گی!

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنا امیر بنالیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۹۹' ۴۴۲۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۴۰۳' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳' المستدرک ج ۳ ص ۱۱۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۴۸۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے حکام نیک ہوں گے' اور تمہارے مالدار لوگ سخی ہوں گے اور تمہارے باہمی معاملات مشورے سے ہوں گے تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ نچلے حصہ سے بہتر ہو گا اور جب تمہارے حاکم بدکردار ہوں گے اور تمہارے مالدار بخیل ہوں گے اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں گے تو تمہارے لیے زمین کے نیچے کا حصہ زمین کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہو گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۶' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۴۹۰۹)

marfat.com
Marfat.com

عورت پورے ملک کی سربراہ ہو یا مردوں کے کسی ایک ادارہ کی سربراہ ہو تو بہرحال عورت مردوں پر مقدم ہوگی حالانکہ حدیث میں حکم یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں سے مؤخر رکھا جائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتوں کو مؤخر رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤخر رکھا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۱۱۶ قدیم ۵۱۲۹ جدید المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۴۸۴ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تصریحات

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ کسریٰ کے مرنے کے بعد جب اس کی قوم نے اس کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے معاملات کا حاکم عورت کو بنادیا۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہوسکتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام ابن جریر طبری سے یہ منقول ہے کہ عورت کو قاضی بنانا جائز ہے ان سے یہ نقل صحیح نہیں ہے (کیونکہ اس آیت النمل: ۲۳ کی تفسیر میں انہوں نے اس مسئلہ میں کچھ نہیں لکھا' اگر ان کے نزدیک عورت کو قاضی بنانا جائز ہوتا تو اس مقام پر اپنا مختار لکھ دیتے) اسی طرح امام ابوحنیفہ سے یہ منقول ہے کہ جس معاملہ میں عورت کی گواہی جائز ہے اس معاملہ میں عورت کی قضا بھی جائز ہے' اگر یہ قول ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک انفرادی معاملہ میں عورت کو فریقین حاکم بنالیں تو یہ جائز ہے نہ یہ کہ عورت کو بہ طور عموم حاکم بنانا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابن جریر سے حسن ظن بھی یہی ہے۔

ابن طرار شیخ الشافعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ قاضی سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ گواہوں کے بیانات کو سنے اور فریقین کے درمیان فیصلہ کرے اور یہ کام جس طرح مرد کرسکتا ہے عورت بھی کرسکتی ہے' قاضی ابوبکر بن الطیب مالکی اشعری نے اس کے جواب میں کہا کہ خلیفہ اور حاکم سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سرحدوں کی حفاظت کرے' ملک کے داخلی معاملات کا انتظام کرے' قوم کو متحد رکھے' زکوٰۃ اور خراج کو وصول کرکے مستحقین پر خرچ کرے اور ان کاموں کو عورت اس طرح انجام نہیں دے سکتی جس طرح ان کاموں کو مرد انجام دیتے ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے مؤقف پر کوئی قوی دلیل نہیں لاسکے' خلیفہ اور حاکم مجلس میں بیٹھ کر ملک کے داخلی اور خارجی' انتظامی امور انجام دیتا ہے' اور عورت عام مجالس میں نہیں بیٹھ سکتی اور نہ مردوں کے ساتھ مل جل کر کوئی کام کرسکتی ہے (کیونکہ شرعاً وہ ستر اور حجاب کی پابند ہے) کیونکہ جوان عورت کو دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۸۳-۴۸۲' مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت' ۱۴۰۸ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے بھی یہ عبارت نقل کرکے اس سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۷۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تصریحات

امام ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ عورت خلیفہ اور قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ جہاد کرنے کے لیے امام کو باہر نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے' اور مسلمانوں کے امور کے انتظام کے لیے بھی اس کو باہر نکلنا پڑتا ہے اور قاضی کو بھی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے

marfat.com
Marfat.com

باہر نکلنا پڑتا ہے' اور عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ عورت واجب الستر ہے اور وہ اپنی طبعی ضعف سے اکثر کاموں کو انجام دینے سے عاجز ہے' اور اس لیے کہ عورت ناقص ہے اور خلافت اور قضا کامل ولایت کے منصب ہیں اس لیے اس منصب کو کامل مرد ہی انجام دے سکتے ہیں۔

(شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۷۷' رقم الحدیث: ۲۴۸۶' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۳ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی شافعی نے کہا ہے کہ عورت خلافت اور قضا کی اہلیت نہیں رکھتی یہی جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تصریحات

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قاضی کے لیے مرد ہونا شرط ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنا دیا' نیز قاضی عدالت میں مردوں کے سامنے بیٹھتا ہے اور اس کی رائے' عقل اور ذہانت کا کامل ہونا ضروری ہے اور عورت ناقص العقل اور قلیل الرائے ہے اور مردوں کی مجلس میں حاضر ہونے کی اہل نہیں ہے' اور جب تک اس کے ساتھ مرد نہ ہو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے خواہ اس کے ساتھ ہزار عورتیں ہوں۔ اللہ نے ان کے نسیان کی تصریح فرمائی ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ (البقرۃ: ۲۸۲) کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔

اور عورت امامت عظمیٰ (خلافت) کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ شہروں میں حاکم (گورنر) بننے کی صلاحیت رکھتی ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے کسی عورت کو کسی شہر کا حاکم بنایا اور نہ کسی عورت کو منصب قضا سونپا اور اگر یہ جائز ہوتا تو ہر زمانہ میں عورت خلیفہ' گورنر یا قاضی بنی ہوتی۔

(المغنی ج ۱۰ ص ۹۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ' الکافی ج ۴ ص ۲۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

عقلمند شخص کو عورتوں کی اطاعت سے گریز کرنا چاہیے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑا فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۹۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات کا حاکم عورتوں کو بنا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۲۵' ۷۰۹۹)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر آپ کو خبر دی کہ ایک قوم نے اپنا حاکم عورت کو بنا لیا' آپ نے یہ سن کر تین بار فرمایا جب مرد عورتوں کی اطاعت کریں گے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵' المستدرک ج ۴ ص ۲۹۱' حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم' ۲۰۳۳۴ طبع قاہرہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا میں نے تم

marfat.com
Marfat.com

زیادہ کوئی ناقصات عقل اور (ناقصات) دین نہیں دیکھیں جو کسی ہوشیار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہوں! عورتوں نے پوچھا یارسول اللہ ہمارے دین کا نقصان کیا ہے اور ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کی نصف کی مثل نہیں ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کا نقصان ہے! کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے! انہوں نے کہا کیوں نہیں! فرمایا یہ ان کے دین کا نقصان ہے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹، ۸۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۳۴، السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳، المستدرک ج ۲ ص ۱۹۰، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۰۷۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۰۰۰، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۱۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۲۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۶، الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: ۱۱۰، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۷)

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۵ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

قاضی کا مرد ہونا ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے معاملات کا حاکم عورت کو بنالیا اور اس لیے کہ عورت ناقص العقل اور قلیل الرائے ہے، مردوں کی محفل میں حاضر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ (کشاف القناع ج ۶ ص ۳۷۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

حدود اور قصاص کے سوا عورتوں کی قضاء کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی التوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عورت کو حدود اور قصاص کے سوا ہر چیز میں قاضی بنانا جائز ہے اس کا اعتبار عورت کی شہادت پر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ گزر چکی ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۴۱، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ عورت کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ عورت مردوں کے نزاعی معاملات میں حاضر ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے معاملات میں حاکم بنایا وہ فلاح نہیں پاسکتی، مصنف نے کہا اس کی قضا کے جواز کی وجہ گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ مصنف نے قضا کی بحث میں کہا ہے کہ قضا بھی شہادت کی طرح باب ولایت سے ہے اور عورت شہادت کی اہل ہے اس لیے وہ ولایت کی اہل ہے۔

(فتح القدیر ج ۷ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

مصنف نے کتاب ادب القاضی کے شروع میں کہا ہے کہ قضا کا حکم شہادت کے حکم سے مستفاد ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ولایت (تصرف) کے باب سے ہے، پس ہر وہ شخص جو شہادت دینے کا اہل ہے وہ قاضی بننے کا اہل ہے اور جو چیزیں شہادت دینے کی شرائط ہیں وہ قضا (فیصلہ) کرنے کی شرائط ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۳۳) اور عورت حدود اور قصاص کے سوا باقی معاملات میں شہادت دینے کی اہل ہے، سو وہ حدود اور قصاص کے سوا باقی معاملات میں قاضی بننے کی بھی اہل ہے۔

(العنایہ مع فتح القدیر ج ۷ ص ۲۷۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی اس عبارت کی اسی طرح شرح کی ہے۔ (البنایہ ج ۸ ص ۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

قاضی کے لیے مرد ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ عورت بھی فی الجملہ شہادت دینے کی اہل ہے مگر وہ حدود اور قصاص میں شہادت نہیں دے سکتی اور قضا کی اہلیت شہادت کی اہلیت پر موقوف ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حدود اور قصاص کے ماسوا میں عورت کی قضا کا جواز اس کو مستلزم نہیں کہ اس کو دیوانی عدالت کا قاضی بنا دیا جائے

فقہاء احناف نے جو یہ کہا ہے کہ حدود اور قصاص (فوجداری مقدمات) کے سوا باقی معاملات (دیوانی مقدمات) میں عورت قاضی بن سکتی ہے اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک عورت امام خلیفہ اور سربراہ مملکت بھی بن سکتی ہے سو اس جگہ اس پر غور کرنا چاہیے کہ عورت دیوانی معاملات میں اکیلی گواہی نہیں دے سکتی بلکہ ایک عورت بھی گواہی نہیں دے سکتی صرف دو عورتیں مل کر ایک مرد کے ساتھ گواہی دے سکتی ہے: علامہ مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واستشھدوا شھیدین من رجالکم (البقرہ: ۲۸۲) دو مردوں کو گواہ بناؤ اور ان میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (کیونکہ زہری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور حضرت ابوبکر اور عمر اور ان کے بعد سے یہ سنت جاری ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی نہیں ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۷۹) اور ان کے علاوہ دیگر حقوق میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی خواہ ان حقوق کا تعلق مال سے ہو یا معاملات سے جیسے نکاح، طلاق، وکالت اور وصیت وغیرہ (مثلاً عتاق اور نسب) (ہدایہ اخیرین ص ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

صرف ایک شخص کا بہ طور قاضی تقرر کیا جاتا ہے اور دیوانی معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی جائز نہیں ہے اس لیے دیوانی معاملات میں بھی عورت کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو سربراہ مملکت بنانا جائز ہو ہاں بعض امور میں صرف ایک عورت کی گواہی جائز ہے سو اس صورت میں اس کی قضا بھی جائز ہے اور وہ صورت یہ ہے:

ولادت میں بکارت میں اور خواتین کے دیگر ان عیوب میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان امور میں ایک عورت کی شہادت بھی قبول کی جائے گی۔ حضرت ابن عمر نے کہا تنہا عورتوں کی شہادت دینا جائز نہیں ہے ماسوا ان صورتوں کے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۱)

(ہدایہ اخیرین ص ۱۵۵ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان المبسوط للسرخسی ج ۱۶ ص ۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہدایہ اور مبسوط کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ صرف ایک عورت کی قضا صرف ولادت اور بکارت ایسے امور میں جائز ہے جیسے دائی یا لیڈی ڈاکٹر بتائے کہ یہ عورت کنواری ہے یا نہیں یا اس کو حمل ہے یا نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخصوص معاملہ میں جب اس کی تحقیق کی ضرورت ہو مثلاً کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اس عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تو لیڈی ڈاکٹر معائنہ کر کے بتا دے کہ واقعی اس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے یا یہ ہنوز کنواری ہے اور اس کی بکارت قائم ہے اور جزوی معاملہ میں عورت کی قضا اور اس کے قول کے حجت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت کو عمومی طور پر عدالت میں قاضی لگا دیا جائے یا اس کو سربراہ مملکت بنا دیا جائے یہ فقہاء احناف پر بہتان عظیم ہے اب ہم علامہ علائی اور علامہ شامی کی عبارات سے یہ واضح کر رہے

marfat.com
Marfat.com

ہیں کہ عورت کے لیے امامت کبریٰ جائز نہیں ہے یعنی اس کو مسلمانوں کا امام خلیفہ یا سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں ہے۔

عورت کو سربراہ مملکت بنانے کے عدم جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں پر عام تصرف کے استحقاق کو امامت کبریٰ کہتے ہیں اور امام کو مقرر کرنا سب سے اہم واجبات میں سے ہے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو آزاد ہو مرد ہو عاقل بالغ ہو صاحب قدرت ہو قریشی ہو اس کا ہاشمی ہونا یا علوی ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

خلیفہ اور سربراہ مملکت کے لیے مرد ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے احوال ستر اور حجاب پر مبنی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس کی بادشاہ عورت ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کو امام کے منصب پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی اہل نہیں ہے اور نہ اس کو امام کے قائم مقام مقرر کرنا جائز ہے۔ (رد المحتار ج ۸ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۸ھ)

عورت کی سربراہی کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۹۰-۶۸۲ میں مفصل بحث کی ہے اور تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۵۸-۶۵۶ میں بھی اس پر لکھا ہے لیکن اس مقام پر سب سے زیادہ لکھا ہے۔

تخت بلقیس کی صفت

نیز ہدہد نے کہا اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے یعنی اس دور میں بادشاہوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی تھی وہ سب اشیاء اس کے پاس موجود تھیں۔

اور ہدہد نے کہا اس کا بہت بڑا تخت ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ قیمتی اور خوبصورت تخت تھا وہ سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے پائے جواہر اور موتیوں کے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۴۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے زہیر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ وہ سونے کا تخت تھا اور اس کے اوپر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے اس کا طول اسی (۸۰) ہاتھ کا اور عرض چالیس (۴۰) ہاتھ کا تھا وہ سات منزلہ تخت تھا اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ظاہر یہ ہے کہ عرش سے مراد تخت ہے ہدہد نے اس کو بہت عظیم اس لیے کہا کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک میں اتنا بڑا اور اتنا خوبصورت تخت نہیں دیکھا تھا یا اور بادشاہوں کے پاس ایسا تخت نہیں دیکھا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام ہر چند کہ بہت بڑے بادشاہ تھے لیکن ان کے پاس بھی اتنا عظیم الشان تخت نہیں تھا ہدہد نے اس تخت کی اس قدر تعریف اور توصیف اس لیے کی کہ حضرت سلیمان اس کی باتوں کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو یہ خیال آئے کہ ہدہد جو غیر حاضر رہا تھا وہ یونہی وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں گیا تھا بلکہ بہت قیمتی معلومات حاصل کر کے آیا ہے۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ہدہد نے کہا) میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کر رہے ہیں' اور شیطان نے ان کے لیے (ان) کاموں کو خوشنما بنا دیا ہے' سو ان کو اللہ کے راستے سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت نہیں پائیں گے ○ یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو باہر لاتا ہے' اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جس کو تم چھپاتے ہو اور جن کو تم ظاہر کرتے ہو ○ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○ (النمل: ۲۶-۲۴)

ہدہد کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ بلقیس کی قوم اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے سورج کی پرستش کرتی ہے' اور شیطان نے ان کے برے کاموں کو ان کی نظر میں اچھا بنا دیا ہے یعنی سورج کی پرستش اور ان کے دیگر کفریہ کاموں اور معاصی کو' اور ان کو صحیح طریقہ سے روک دیا ہے۔

ان لا یسجدوا کی متعدد نحوی ترکیبیں اور تراجم

النمل: ۲۵ میں ہے ان لا یسجدوا' اس کی مختلف نحوی تراکیب ہیں اس لیے اس کے تراجم بھی مختلف ہیں۔ شیخ سعدی متوفی ۶۹۱ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: راہ نمے یابند تا سجدہ کنند' مرخدائے را' شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے: راہ نمے یابند بسوئے آنکہ سجدہ کنند آں خدائے را' شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے' نہیں راہ پاتے یہ کہ سجدہ کریں واسطے اللہ کے' شاہ عبدالقادر محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے' راہ نہیں پاتے کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو' اعلیٰ حضرت متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو' علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ نے لکھا ہے (شیطان نے انہیں روک دیا) تا کہ وہ سجدہ نہ کریں۔

ان لا یسجدوا میں لام تعلیلیہ محذوف ہے اصل میں لئلا یسجدوا یعنی شیطان نے بلقیس کی قوم کو کفریہ کاموں میں اس لیے ملوث کیا تا کہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں' یا شیطان نے ان کے برے کاموں کو ان کی نظر میں اس لیے اچھا بنایا' یا ان کو سیدھے راستہ سے اس لیے روکا تا کہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں۔

ان لا یسجدوا کی دوسری تقریر یہ ہے کہ اس میں لا (حرف نفی) زائدہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان نے ان کو اللہ کے لیے سجدہ کرنے سے روک دیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ لئلا میں بھی لا (حرف نفی) زائد ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ . (الحدید: ۲۹) تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ ان کو اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔

ان لایسجدوا کی تیسری تقریر یہ ہے کہ اس سے پہلے الی مقدر ہے اور یہ جار مجرور لایھتدون کے متعلق ہے اور اس صورت میں بھی لا زائد ہے اور اس کا یہ معنی ہے: پس وہ اللہ کو سجدہ کرنے کی طرف ہدایت نہیں پائیں گے۔

ان لا یسجدوا کی ترکیب کی چوتھی تقریر یہ ہے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور اس کا معنی ہے ان کا طریقہ اور ان کی عادت یہ تھی کہ وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔

ان لا یسجدوا کی نحوی ترکیب کی پانچویں تقریر یہ ہے کہ ان لا (الا) حرف تنبیہ ہے' گویا ہدہد بلقیس کی قوم کو مخاطبین کے قائم مقام کر کے کہہ رہا ہے کہ تم اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے نیا کلام شروع کیا

marfat.com
Marfat.com

ہو کہ یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو باہر لاتا ہے' یا یہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا کلام شروع ہوا یعنی ہدہد کا کلام سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی قوم کے متعلق تبصرہ فرمایا یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو باہر لاتا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۸۵-۲۸۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تخت بلقیس اور عرش الٰہی دونوں کے عظیم ہونے کا فرق

النمل: ۲۶ میں ہدہد کا قول ہے یا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

اس سے پہلے ہدہد نے بلقیس کے عرش (تخت) کو عظیم کہا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عرش کو عظیم کہا ہے' دونوں عرشوں کے عظیم ہونے میں فرق ہے' بلقیس کا تخت دنیاوی بادشاہوں کے تختوں کے اعتبار سے عظیم تھا' اور اللہ تعالیٰ کا عرش کائنات کے تمام تختوں کے اعتبار سے عظیم ہے' نہیں بلکہ وہ تمام زمینوں اور آسمانوں سے بڑا ہے۔

امام ابن جریر نے اور امام ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں اور امام ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! سات زمینیں اور سات آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے جنگل کی زمین میں انگوٹھی گری ہوئی ہو اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے انگوٹھی کی فضیلت جنگل پر ہے۔

خطیب بغدادی' امام فریابی' امام عبد بن حمید' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام طبرانی' امام ابوالشیخ' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کرسی قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی عظمت اور مقدار کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۸-۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابوالشیخ نے اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کرسی پیر رکھنے کی جگہ ہے اور وہ چرچر کرتی ہے جس طرح پالان چرچر کرتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا یہ بہ طور استعارہ ہے اور اللہ تعالیٰ تشبیہ سے پاک ہے' اس کی وضاحت میں امام ابن جریر نے ضحاک کا یہ قول درج کیا ہے کہ کرسی وہ چیز ہے جس کو تخت کے نیچے رکھا جاتا ہے' بادشاہ تخت پر بیٹھ کر اس پر اپنے پیر رکھتے ہیں۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۱۸-۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت سلیمان نے) کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو ○ میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور اسے ان کے پاس ڈال دو' پھر ان سے پشت پھیر لو اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ ملکہ سبا نے کہا اے میرے سردارو! بے شک میرے پاس ایک معزز مکتوب پہنچایا گیا ہے ○ بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ یہ کہ تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ ○ (النمل: ۳۱-۲۷)

خبر واحد اور خبر متواتر وغیرہ کی تعریفیں اور ان کے احکام

یہ آیات ایک سوال کے جواب میں ہیں' سوال یہ ہے کہ جب ہدہد نے اپنی پوری بات سنا دی تو حضرت سلیمان نے کیا فرمایا' اس کے جواب میں حضرت سلیمان نے فرمایا: ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو' حضرت سلیمان

marfat.com
Marfat.com

کے اس فرمان میں یہ دلیل ہے کہ خبر واحد صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے' خبر واحد وہ ہے جو متواتر کے مقابلہ میں ہو' متواتر اسے کہتے ہیں کہ ابتداء سے آخر تک ہر دور میں اس کے بیان کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ وہ عقل کے نزدیک جھوٹ پر متفق نہ ہو سکیں' اور جو خبر اس درجہ تک نہ پہنچی ہو وہ خبر واحد ہے خواہ وہ خبر مشہور ہو خبر عزیز ہو یا خبر غریب ہو' خبر مشہور وہ ہے جس کے بیان کرنے والے پہلے دور میں تو اتنے زیادہ نہ ہوں کہ ان کا اتفاق جھوٹ پر نہ ہو سکے لیکن بعد میں اس کے بیان کرنے والے اتنے زیادہ ہوں' اور خبر عزیز وہ ہے جس کے سلسلہ سند میں کسی جگہ صرف دو راوی ہوں اور خبر غریب وہ ہے جس کے سلسلہ سند میں کسی جگہ صرف ایک راوی ہو۔

حضرت سلیمان کے اس قول میں یہ دلیل بھی ہے کہ ہر چند کہ خبر واحد صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے' تاہم خبر واحد سننے کے بعد اس کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاتا' بلکہ اس کی تفتیش کی جائے گی کہ دیگر دلائل اور قرائن سے اس کا صدق متعین ہوتا ہے یا کذب' اگر اس کا صدق ثابت ہو جائے تو اس خبر کو صادق قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا کذب ثابت ہو جائے تو اس کو کاذب قرار دیا جائے گا۔ خبر متواتر مفید یقین ہوتی ہے اور خبر واحد مفید ظن ہوتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب میں پہلے اللہ کا نام لکھنا

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی جانب ایک مکتوب لکھا: یہ مکتوب اللہ کے بندے سلیمان کی طرف ہے' بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے' پھر انہوں نے اس کے اوپر مہر لگائی جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا اور ہدہد کو وہ خط دے دیا' پھر دھاگے سے باندھ کر وہ خط ہدہد کے گلے میں لٹکا دیا اور ہدہد سے کہا یہ خط بلقیس تک پہنچا دو۔

حضرت سلیمان کے مکتوب میں انہوں نے پہلے اپنا نام لکھا ہے کہ یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی جانب مکتوب لکھا تو اس میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم' اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۶۴)

اس میں خط کے اخیر میں مہر لگانے کا بھی ذکر ہے اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا یا مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا' آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' سو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنالی جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقش تھا' گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۸۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۴۰)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر بادشاہوں کی طرف مکاتیب

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور اسے ان کے پاس ڈال دو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ہدہد کو مکتوب دے کر بھیجا حالانکہ آپ کے زیر تصرف اور آپ کے ماتحت بہت قوی جن بھی تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہدہد کے صدق کا امتحان لینا چاہتے تھے آیا وہ بلقیس اور اس کے ملک کی

marfat.com
Marfat.com

دینے میں صادق ہے یا نہیں اور اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو اس کو سزا دینے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے امیر اور امام کو کافر حکمرانوں کی طرف تبلیغ اسلام کے لیے مکاتیب لکھنے چاہئیں' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد کافر بادشاہوں کی طرف مکاتیب لکھے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کی طرف مکتوب لکھا اور نجاشی کی طرف لکھا اور ہر جبار کی طرف مکتوب لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' اور یہ وہ نجاشی نہیں تھا جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۴۷)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم ہرقل کی طرف جو مکتوب روانہ کیا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ' یہ مکتوب محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے' جو ہدایت کا پیروکار ہے اس کو سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام قبول کر لو' سلامتی کے ساتھ رہو گے' اللہ تعالیٰ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا بھی تم پر گناہ ہوگا:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: ۶۴)

آپ کہیے! اے اہل کتاب اس بات کو قبول کر لو' جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اللہ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس کے سوا عبادت کا مستحق نہیں قرار دے گا' اگر وہ اس سے اعراض کریں تو آپ کہیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۶۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی طرف جو مکتوب لکھا تھا اس میں اس کو یہ حکم دیا تھا تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور تابع ہو کر میرے پاس آجاؤ اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ حکم دیا تھا کہ اللہ کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو' اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے اور تم کو دگنا اجر ملے گا! حضرت سلیمان نے مکتوب کو اپنے نام سے شروع کیا اور ہمارے نبی نے اپنے مکتوب کو اللہ کے نام سے شروع کیا سو کتنا فرق ہے دونوں مکتوبوں میں!

ہدہد کا بلقیس کو مکتوب پہنچانا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب لکھ کر اس پر مشک لگا کر اس کو بند کیا پھر اس پر مہر لگائی اور وہ خط ہدہد کو دے دیا جب وہ خط لے کر اس کے محل میں پہنچا تو وہ سوئی ہوئی تھی' اس نے دروازے بند کر کے چابیاں اپنے سرہانے رکھی ہوئی تھیں' ہدہد روشن دان سے کمرے میں داخل ہوا اور وہ مکتوب اس کے سینہ کے اوپر پھینک دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہدہد نے چونچ مار کر اس کو جگایا تو وہ گھبرا کر اٹھ گئی' جب اس نے خط پر مہر لگی ہوئی دیکھی تو وہ کانپنے لگی۔ بلقیس عربی پڑھی ہوئی تھی اس نے مہر توڑ کر خط نکال کر پڑھ لیا۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۹۰-۲۸۹)

خط پڑھنے کے بعد بلقیس نے اپنے درباریوں سے اس خط کے متعلق مشورہ کیا: ملکہ سبا نے کہا اے میرے سردارو! بے شک میرے پاس معزز مکتوب پہنچایا گیا ہے' بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے

marfat.com
Marfat.com

(شروع کیا گیا ہے) جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔

نبی کے ادب سے ایمان پانا اور نبی کی بے ادبی سے ایمان سے محروم ہونا اور دنیا اور آخرت کی ذلت

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکتوب کو کریم اور معزز کہا اور ان کے مکتوب کی تکریم کی' اور نبی کی تکریم کرنے کی برکت سے اسلام اس کے دل میں داخل ہوا جیسے فرعون کے جادوگروں نے مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکریم کی اور ان سے کہا اے موسیٰ! آپ پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں تو نبی کے ادب اور احترام کرنے کی برکت سے ان کو ایمان لانا نصیب ہوا' اس کے برخلاف جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کی طرف مکتوب روانہ کیا تو اس نے اس مکتوب کی بے ادبی کی سو وہ ایمان سے محروم ہوا اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اور اس کو دنیا اور آخرت کا خسارہ ہوا' حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا کہ وہ یہ مکتوب بحرین کے حاکم کو دے' حاکم بحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب اس نے اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی کہ ان کے بھی پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴' ۲۹۳۹' ۴۴۲۴' ۷۲۶۴)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب المغازی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے ہاتھ مکتوب بھیجا تھا وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی تھے' اور بحرین کے جس حاکم کے نام خط بھیجا تھا اس کا نام منذر بن ساوی تھا اور بحرین بصرہ اور عمان دو شہر ہیں' ان کو بحرین اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی بستیوں کی جانب ایک خلیج ہے (یعنی سمندر کا ایک ٹکڑا) اور ہجر کی بستیاں اس کے اور سمندر کے دس فرسخ کے فاصلہ پر ہیں گویا یہ شہر خلیج اور سمندر کے درمیان ہیں۔

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست جس کا رقبہ اندازاً ڈھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ یہ بحرین ہے۔ معجم البلدان اردو: ۶۱)

کسریٰ فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے جیسے قیصر روم کے بادشاہوں کا لقب ہے اور جس کسریٰ نے آپ کا مکتوب مبارک پھاڑا تھا اس کا نام پرویز بن ہرمز بن انوشروان تھا۔ اس کسریٰ پر اس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو پھاڑ دیا اس نے یمن میں اپنے گورنر بازان کو لکھا کہ وہ حجاز کے اس شخص کے پاس دو آدمیوں کو اس شخص کی تفتیش کے لیے بھیجے اور وہ حالات معلوم کر کے میرے پاس آئیں۔ بازان نے دو آدمی آپ کے پاس بھیجے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بازان کا مکتوب دیا' آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ خوف سے کپکپانے لگے۔ آپ نے فرمایا اپنے سردار کو بتا دینا کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو آج رات چند گھنٹے پہلے قتل کر دیا ہے' یہ دس جمادی الاولیٰ سات ہجری کی رات تھی' بازان نے بھی کہا تھا اگر یہ سچے نبی ہیں تو ان کی کہی ہوئی بات پوری ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری جز ۲ ص ۲۹-۲۸' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

پرویز نام کا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ تھا اس لیے مسلمان اپنے بچوں کا نام پرویز نہیں رکھتے۔

حضرت سلیمان نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا

ملکہ سبا نے اپنے دربار کے سرداروں اور دیگر ارکان مملکت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب پڑھ کر سناتے ہوئے کہا:

marfat.com
Marfat.com

بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (النمل: ۲۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے اپنا ذکر کیا پھر اللہ کا نام ذکر کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا' اس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی اپنے نام کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پر مقدم کیا ہو' تاکہ مکتوب کے شروع میں اللہ کا نام بلقیس کے ہاتھوں بے ادبی سے محفوظ رہے کیونکہ اس وقت بلقیس کافرہ تھی' تاکہ ظاہر میں مکتوب کا عنوان حضرت سلیمان کا نام ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں مکتوب کا عنوان اللہ کا نام ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہو اور بلقیس نے مکتوب پڑھتے وقت پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پڑھ کر لوگوں کو یہ بتایا ہو کہ یہ مکتوب کس کی جانب سے آیا ہے۔

علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ رسل متقدمین جب کسی کی طرف کوئی مکتوب لکھتے تھے تو اپنے نام کو پہلے لکھتے تھے اور یوں لکھتے تھے یہ فلاں کی طرف سے فلاں کے نام ہے اور ابو اللیث نے (کتاب البستان) میں لکھا ہے کہ اگر لکھنے والا شروع میں مکتوب الیہ کا نام لکھ دے تو یہ جائز ہے' کیونکہ امت کا اس کے جواز پر اجماع ہے اور انہوں نے اس پر عمل کیا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ مکتوب میں صرف اتنا ہی لکھا ہوا تھا جتنا قرآن مجید میں مذکور ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مکتوب عربی میں ہو کیونکہ بادشاہوں کے پاس مترجمین ہوتے ہیں جو ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عربی زبان میں مکتوب لکھا تھا کیونکہ بلقیس عربوں کی نسل سے تھی' انبیاء علیہم السلام طویل مکتوب نہیں لکھتے تھے' چند جملوں پر مشتمل ضرورت کے مطابق لکھتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے مکتوب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا تھا۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۲۳۵-۲۳۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتیب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا کب شروع کیا؟

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مکاتیب کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے' اور یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مکتوب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں لکھا' امام عبد الرزاق وغیرہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت باسمک اللھم لکھتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ط (ھود: ۴۱) پھر آپ نے بسم اللہ لکھا' پھر یہ آیت نازل ہوئی: اُدْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (بنو اسرائیل: ۱۱۰) تب آپ نے لکھا: بسم اللہ الرحمن' پھر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل: ۳۰) تب آپ نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی' اس میں کئی اقوال ہیں' صحیح یہ ہے کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق: ۱) سب سے پہلے نازل ہوئی' دوسرا قول ہے يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر: ۱) تیسرا قول ہے سورۃ الفاتحہ' چوتھا قول ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم' پھر حافظ سیوطی نے کہا میرے نزدیک یہ کوئی الگ قول نہیں ہے کیونکہ ہر سورت کے نزول سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی' لہٰذا جو آیت علی الاطلاق سب سے پہلے نازل ہوئی ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور یہ بات ہمارے موقف کو تقویت دیتی ہے' اللہ کی کتاب بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتی ہے اور یہی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت میں ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کا علم ہو گیا تھا' اس لیے صحیح یہ ہے آپ ابتداء سے ہی مکاتیب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھواتے تھے اور جس شخص نے یہ کہا کہ آپ کو ابتداء نبوت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا علم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو یہ بھی علم ہو گیا ہو کہ مکاتیب کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا مشروع ہے تو وہ شخص ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہے۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۲۹۲-۲۹۱ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

آیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا یا اپنی بادشاہت تسلیم کرنے کا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مکتوب میں لکھا تھا: تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ (النمل: ۳۱) بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں جو مسلمین کا لفظ ہے اس سے مراد مومنین ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ اسلام اور ایمان مترادف ہیں اور بعض مفسرین نے کہا اسلام کا لغوی معنی مراد ہے' یعنی استسلام اور ظاہری اطاعت۔

انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے کسی قوم کو اللہ کی توحید ماننے اور اس کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اس کے نمائندے اور اس کے سفیر اور پیغام بر ہیں اور اپنی رسالت اور نبوت پر دلائل اور معجزات پیش کرتے ہیں اور اس پیغام کے قبول نہ کرنے پر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

اور بادشاہوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی علاقہ کو اپنا تابع کرنے کے لیے اس کو اس پر حملہ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اور اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے اس سے خراج وصول کرتے ہیں اور خراج ادا نہ کرنے کی صورت میں اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔

اگر اس آیت میں مسلمین کے لفظ سے مومنین کا ارادہ کیا جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کے مناسب ہے' اور اگر اس آیت میں مسلمین کے لفظ سے استسلام اور اطاعت ظاہرہ اور مغلوب اور مقہور ہونے کا ارادہ کیا جائے تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد بادشاہوں کے طریقہ کے مناسب ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں مسلمین سے مومنین ہی مراد ہے' باقی رہا یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نبوت پر کوئی معجزہ تو نہیں پیش کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ہد ہد کو مکتوب دے کر بھیجنا اور ہد ہد کا بلقیس کو مکتوب پہنچانا خود ایک عظیم معجزہ ہے' اور رہا یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو توحید اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دعوت نہیں دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اسلام اور ایمان لانے کا اسی لیے حکم دیا تھا کہ وہ اور اس کی قوم سورج کو پرستش کرتی تھی اور ایمان لانے کا یہی معنی تھا کہ وہ شرک اور آتش پرستی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

(ملکہ بلقیس نے) کہا اے سردارو! میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو' میں اس وقت تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

جب تک کہ تم (مشورہ کے ساتھ) حاضر نہ ہو ○ انہوں نے کہا ہم بہت طاقت والے اور سخت جنگ جو ہیں

marfat.com
Marfat.com

وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ

اور فیصلہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے آپ سوچ کر بتایئے آپ کیا حکم دیتی ہیں ○ اس نے کہا بادشاہ جب

إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَ

کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور اس کے معززین کو رسوا کر دیتے ہیں، اور

كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ

وہ (بھی) ایسا ہی کریں گے ○ اور بے شک میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ

يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ

سفیر کیا جواب لاتے ہیں ○ پھر جب وہ (سفیر ہدیہ لے کر) سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری

فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾

مدد کر رہے ہو، سو اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش ہوتے رہو! ○

ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا

ان کے پاس واپس جاؤ (اور انہیں بتا دو) کہ ہم ضرور ایسے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں

أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا

طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو ذلیل اور رسوا کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے ○ سلیمان نے کہا اے سردارو! تم میں کون

قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ

ان کے اطاعت گزار ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے؟ ○ ایک بہت بڑے جن نے کہا میں آپ کے

بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾

مجلس برخواست کرنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا اور میں اس پر ضرور قادر اور امین ہوں ○

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ

جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو

marfat.com
Marfat.com

يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ

آپ کے پاس حاضر کر دوں گا' سو جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۗ وَمَنْ

یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ میرا عمل ظاہر کرے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری' اور جو

شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ

شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ ہی کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پروا

كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ

بزرگ ہے ○ سلیمان نے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ تغیر کر دو تاکہ ہم آزمائیں کہ آیا وہ اس کو پہچاننے کی راہ پاتی ہے یا ان

مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا

لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے ○ جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا کیا اس کا

عَرْشُكِ ۗ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ

تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا گویا کہ یہ وہی ہے' اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور

كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ

ہم اطاعت گزار ہو چکے تھے ○ اور اس کو (اطاعت سے) اس چیز نے روکا تھا جس کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ

بے شک وہ کافروں میں سے تھی ○ اس سے کہا گیا اس محل میں داخل ہو جا' سو جب اس نے

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۗ قَالَ اِنَّهٗ

اس (شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اس نے اس کو گہرا پانی گمان کیا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا' سلیمان

صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

نے کہا بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے' بلقیس نے کہا اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا'

marfat.com
Marfat.com

ع ۳ ۱۳ ۱۸

وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

میں سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی جو رب العلمین ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ملکہ بلقیس نے) کہا' اے سردارو! میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو' میں اس وقت تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرسکتی جب تک کہ تم (مشورہ کے ساتھ) حاضر نہ ہو O انہوں نے کہا ہم بہت طاقت والے اور سخت جنگ جو ہیں' اور فیصلہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے' آپ سوچ کر بتائیے کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں! O اس نے کہا بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور اس کے معززین کو رسوا کر دیتے ہیں اور وہ (بھی) اسا ہی کریں گے O (النمل: ۳۴-۳۲)

مشورہ کی اہمیت

ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب لے کر بلقیس کے پاس غیر معمولی طریقہ سے پہنچا تھا' اس کو پڑھ کر بلقیس بہت مرعوب اور سخت دہشت زدہ ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھانا اور میرے اطاعت گزار ہو کر میرے پاس حاضر ہو جانا' اب دو صورتیں تھیں یا تو بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف مقابلہ کے لیے تیار ہوتی یا اللہ پر ایمان لا کر ان کی مطیع ہو کر ان کے پاس حاضر ہو جاتی' وہ دیکھ چکی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرندوں پر بھی حکومت تھی سو ایسے غیر معمولی حکمران سے مقابلہ کرنے سے وہ خوفزدہ تھی اس لیے اس نے اپنے دربار کے سرداروں سے مشورہ لیا۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی رائے کو حرف آخر نہ سمجھے اور کسی اہم پیش آمدہ معاملہ میں اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے مشورہ لے۔ اس آیت میں مشورہ کے جواز کی دلیل ہے قرآن مجید میں ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹) اور (اہم) معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸) اور ان کے معاملات باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں۔

بلقیس کے سرداروں کا مشورہ یہ تھا کہ اگر حضرت سلیمان نے ہم پر حملہ کیا تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے ہم آسانی سے شکست کھانے والے نہیں ہیں' اور اپنی رائے پیش کر کے انہوں نے فیصلہ کا اختیار بلقیس کو دے دیا۔

بلقیس نے کہا جب بادشاہ کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو اس کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں اور اس شہر کے حاکموں کو اپنا قیدی بنا لیتے ہیں یا ان کو قتل کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بلقیس نے کہا) اور بے شک میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ سفیر کیا جواب لاتے ہیں O پھر جب وہ (سفیر ہدیہ لے کر) سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا تم مال کے ساتھ میری مدد کر رہے ہو' سو اللہ نے جو کچھ مجھے دیا وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا' بلکہ اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش ہوتے رہو! O ان کے پاس واپس جاؤ (اور انہیں بتا دو کہ) ہم ضرور ایسے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو ذلیل اور رسوا کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے O (النمل: ۳۷-۳۵)

ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کے جواز اور استحسان کے متعلق احادیث

بلقیس نے کہا میں عنقریب حضرت سلیمان کے پاس ایک ہدیہ بھیجوں گی اور دیکھوں گی ان کی طرف سے کیا جواب آتا ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری طرف سے ہدیہ کو قبول کر لیں اور ہم پر حملہ کرنے سے باز آجائیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہم پر ہر

marfat.com
Marfat.com

سال کچھ مال کی ادائیگی بطور خراج مقرر کر دیں اور ہم اس کو مان لیں' اور وہ ہم سے جنگ اور قتال کو چھوڑ دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین نے کہا تھا کہ بلقیس نے کہا تھا کہ اگر انہوں نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر وہ بادشاہ ہیں پھر تم ان سے جنگ کرنا اور اگر انہوں نے ہدیہ کو قبول نہیں کیا تو پھر وہ نبی ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ہدیہ کا ذکر ہے' سو ہم اس مقام پر ہدیہ پیش کرنے اور ہدیہ کو قبول کرنے کے متعلق احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں:

عطاء بن ابی مسلم عبداللہ الخراسانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو اس سے کینہ دور ہو گا' ایک دوسرے کو ہدیے دو اس سے ایک دوسرے سے محبت کرو گے اور بغض دور ہو گا۔

(المؤطا حسن الخلق: ۱۶' رقم الحدیث المسلسل: ۱۷۳۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ ہدیہ ایک دوسرے کے سینہ سے کینہ کو نکال دیتا ہے اور کوئی عورت اپنی پڑوس کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے بکری کے ایک ہاتھ یا اس کے ایک کھر کی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا اگر اس کا ایک ہاتھ یا کھر مجھے ہدیہ میں دیا جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۶۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۲۱۵' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ ایک ایسے شہر میں داخل ہوئے جس میں ظالم بادشاہ تھا' اس بادشاہ نے کہا سارہ کو آجر (ہاجر) دے دو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی۔ ابوحمید نے کہا ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر اور چادر ہدیہ کی' اور آپ نے اس کو اس کے شہر کی حکمرانی پر بحال کر دیا۔ (کیونکہ اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا)

(صحیح بخاری باب قبول الھدیۃ من المشرکین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دبیز ریشم کا جبہ ہدیہ کیا گیا' لوگوں کو اس پر تعجب ہوا' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے' جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۱۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۳۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومہ (تبوک کے نزدیک ایک جگہ) کے ایک عیسائی نے آپ کو (مذکور الصدر) ہدیہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۶۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے آپ کو اس دن ہدیہ پیش کرتے تھے جس دن آپ حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے بدلہ میں ہدیہ عطا فرماتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۸۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۳)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی

marfat.com
Marfat.com

کو گن گن کر دے گا اور لوگوں کو دینے سے ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۹۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۹۳۱)

حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ کیا' اس وقت آپ مقام الابواء یا ودان میں تھے۔ آپ نے اس کو واپس کر دیا' جب آپ نے اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم مُحرم ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۴۹، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۱۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۹۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اگر کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے تو عذر بیان کر دے' نیز اگر کسی مُحرم کو کھلانے کے قصد سے غیر مُحرم شکار کرے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر غیر مُحرم نے مطلق شکار کیا ہو تو پھر مُحرم کے لیے اس کو کھانا جائز ہے۔

بلقیس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کی تفصیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ (سفیر ہدیہ لے کر) سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کر رہے ہو!

بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس ہدیہ میں کیا چیزیں بھیجی تھیں اس کے متعلق متعدد روایات ہیں:

حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بلقیس نے کہا میں ایک ہدیہ بھیج کر ان کو اپنے ملک سے دور کرتی ہوں سو اس نے سونے کی ایک اینٹ کو ریشم میں لپیٹ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۳۲۹)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اس نے ان کے پاس غلام اور باندیاں روانہ کیں اور غلاموں کو باندیوں کا لباس پہنا دیا اور باندیوں کو غلاموں کا لباس پہنا دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۳۳۰)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ اس نے اسی (۸۰) غلام اور باندیاں روانہ کیں' اور سب کے سر مونڈ دیئے اور کہا اگر وہ غلام اور باندیوں کو ایک دوسرے سے متمیز نہیں کر سکے تو وہ نبی نہیں ہیں اور اگر انہوں نے ان کو ایک دوسرے سے متمیز کر لیا تو پھر وہ نبی ہیں' حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ غلاموں نے کہنیوں سے ہتھیلیوں تک دھویا اور باندیوں نے ہتھیلیوں سے کہنیوں تک دھویا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ باندیاں اور وہ غلام ہیں۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۳۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بلقیس نے ہدیہ روانہ کیا اور کہا اگر انہوں نے اس ہدیہ کو قبول کر لیا تو وہ بادشاہ ہیں میں ان سے جنگ کروں گی اور اگر انہوں نے اس ہدیہ کو مسترد کر دیا تو وہ نبی ہیں میں ان کی پیروی کروں گی۔ جب بلقیس کے سفیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ وہ ان کے محل میں ایک ہزار سونے کی اینٹوں اور ایک ہزار چاندی کی اینٹوں کا فرش بچھا دیں' جب ان کے سفیروں نے سونے اور چاندی کا محل دیکھا تو وہ جو سونے کی ایک اینٹ ریشم میں لپیٹ کر تحفہ میں دینے کے لیے لائے تھے وہ ان کو بہت حقیر لگی اور کہنے لگے اب ہم سونے کی ایک اینٹ کو ہدیہ میں دے کر کیا کریں گے ان کا تو پورا محل ہی سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۰۳۹)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ نے ان روایات کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے بھیجے ہوئے تحائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کی اور فرمایا کیا تم مال کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہے ہو میں تم کو تمہارے ملک میں شرک کے حال پر نہیں چھوڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ملک' مال اور لشکر عطا کیے ہیں وہ تمہارے سونے اور چاندی سے بہت افضل ہیں' اپنے ان تحفوں پر تم ہی خوشی مناؤ میں تم سے اسلام یا تلوار کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کروں گا۔ ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں بتا دو کہ ہم ضرور ایسے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو ذلیل اور رسوا کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ جب بلقیس کے سفیر بلقیس کے ہدیے لے کر واپس اس کے ملک پہنچے اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب اس کو سنایا تو بلقیس اور اس کی قوم نے سر اطاعت جھکا دیا' اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ اطاعت گزار ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ بلقیس اپنے لشکر کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے ان کے پاس آ رہی ہے تو وہ اس سے خوش ہوئے اور انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سلیمان نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ان کے اطاعت گزار ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے؟ ○ ایک بہت بڑے جن نے کہا میں آپ کے مجلس برخاست کرنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا' اور میں اس پر ضرور قادر اور امین ہوں ○ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا سو جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تا کہ وہ میرا عمل ظاہر کرے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری' اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ ہی کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ بزرگ ہے ○ (النمل: ۴۰-۳۸)

بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہونا

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے پہلے ایک عبارت مقدر ہے' یعنی بلقیس کا سفیر واپس بلقیس کے پاس گیا اور بتایا کہ حضرت سلیمان نے اس پر حملہ کرنے کی قسم کھالی ہے' تب بلقیس نے اطاعت شعاری کی نیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کی اور اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور وہ ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ روایت ہے کہ اس نے شہر سے نکلتے وقت اپنے تخت کو محفوظ کر دیا' اس کے ہاں سات کمرے تھے ہر کمرے کے پیچھے ایک کمرہ تھا۔ اس نے ساتویں کمرے میں تخت کو بند کر دیا اور کمرے میں قفل ڈال دیا' بلکہ ساتوں کمروں میں تالے لگائے اور اس کی حفاظت کے لیے چوکیدار مقرر کر دیئے' پھر اپنے خدام اور متبعین کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں تا کہ آپ کے احکام کو سمجھوں اور جس دین کی آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں اس میں غور کروں۔

تخت بلقیس منگوانے کی وجوہات

عبداللہ بن شداد نے کہا جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے ایک فرسخ (تین شرعی میل جو ساڑھے چار انگریزی میل کے برابر ہیں) کے فاصلہ پر رہ گئی تو حضرت سلیمان نے اپنے اہل دربار سے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ان کے اطاعت گزار ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے؟

marfat.com
Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کے پہنچنے سے پہلے جو اس کا تخت منگوانا چاہتے تھے اس سے آپ کا مقصود کیا تھا' اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابن زید سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب اور حیرت انگیز کاموں پر قدرت عطا کی ہے تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ قدرت ان کی نبوت پر دلالت کرے اور یہ جو فرمایا کہ ان کے پہنچنے سے پہلے وہ تخت لایا جائے تا کہ اس سے خلاف عادت کام پر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ظاہر ہو اور ان کی نبوت پر دلیل قائم ہو اور بلقیس جب یہاں پہنچے تو پہنچتے ہی پہلی ساعت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ پر مطلع ہو جائے۔

امام ابن جریر طبری نے کہا کہ آپ نے تخت اس لیے منگوایا کہ آپ ہدہد کی خبر کے صدق کی آزمائش اور امتحان لیں کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اس کا تخت عظیم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے وہ تخت اس لیے منگوایا تھا کہ آپ اس تخت میں کچھ تغیر اور تبدل کر دیں پھر بلقیس کی عقل کا امتحان لیں کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے حربی کے مال پر اس کی رضا کے بغیر قبضہ کرنا چاہا تھا اور آپ یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی وحی سے کر رہے تھے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے تھا' ورنہ شرائع سابقہ میں تو مال غنیمت کو بھی لینا حلال نہ تھا اور یہ تو مال غنیمت بھی نہ تھا' جو بات دل کو زیادہ لگتی ہے وہ یہی ہے کہ آپ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنا معجزہ دکھانے کے لیے اور اس میں تغیر اور تبدل کر کے اس کا امتحان لینے کے لیے اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا تخت منگوا رہے تھے۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۳۰۱-۳۰۰' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عفریت کا معنی

اس آیت میں ہے عفریت من الجن نے کہا' عفریت کا معنی ہے بہت بڑا جن' قوی ہیکل دیو' علامہ راغب اصفہانی نے کہا جنات میں سے عفریت اس کو کہتے ہیں جو موذی اور خبیث ہو' جیسے بہت بدکار اور سازشی انسان کو شیطان کہا جاتا ہے اسی طرح بہت خبیث جن کو عفریت کہا جاتا ہے (المفردات ج ۲ ص ۴۴۱) امام ابن جریر نے کہا عفریت کا معنی سرکش اور قوی ہے اور اس جن کا نام کوزن تھا۔ (جامع البیان جز ۱۹ ص ۱۹۷) علامہ آلوسی نے لکھا ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کا نام صخر تھا۔

عفریت من الجن کی پیشکش کہ وہ دربار برخواست ہونے سے پہلے تخت کو حاضر کر دے گا

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا اس عفریت من الجن نے کہا میں آپ کی مجلس برخواست کرنے سے پہلے اس تخت کو لا کر حاضر کر دوں گا۔ مجاہد' سدی اور دیگر مفسرین نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرنے اور دیگر کارروائی کے لیے صبح کے اول وقت سے لے کر زوال تک بیٹھتے تھے۔ اس جن نے کہا میں اس تخت کے لانے پر قوی ہوں اور اس میں جو قیمتی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں ان پر میں امین ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا میں اس سے بھی زیادہ جلدی چاہتا ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس تخت کو اس لیے منگوانا چاہتے تھے کہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنی عظیم سلطنت عطا کی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ان لشکروں کو مسخر کر دیا جن کو ان سے پہلے کسی اور کے لیے مسخر نہیں کیا تھا اور نہ ان کے بعد کسی اور کے لیے ایسی سلطنت فرماں روائی ہو گی اور تا کہ آپ کی یہ سلطنت بلقیس کے سامنے آپ کی نبوت پر دلیل اور معجزہ ہو کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے اور بلقیس یمن کے شہر صنعا میں تھی اور ان کے درمیان بہت فاصلہ تھا اور وہ تخت نو کوٹھڑیوں میں سے نویں کوٹھڑی میں تالوں میں بند

marfat.com
Marfat.com

تھا اور اس کے گرد محافظ اور چوکیدار مستعد بیٹھے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان کے دربار کی نشست زیادہ سے زیادہ تین چار گھنٹے کی ہو گی اور بیت المقدس سبا کے پایہ تخت مآرب تک فاصلہ پرندہ کی اڑان سے بھی کم از کم ڈیڑھ ہزار میل کا تھا' اتنے فاصلہ سے ایک ملکہ کا عظیم الشان تخت اتنی کم مدت میں اٹھالانا کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا تھا خواہ وہ عمالقہ میں سے کتنا ہی موٹا تازہ آدمی کیوں نہ ہو' یہ کام تو آج کل کا جٹ طیارہ بھی انجام دینے پر قادر نہیں ہے۔ مسئلہ اتنا ہی نہیں ہے کہ تخت کہیں جنگل میں رکھا ہوا اور اسے اٹھا لایا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تخت ایک ملکہ کے محل میں تھا جس پر یقیناً پہرہ دار متعین ہوں گے اور وہ ملکہ کی غیر موجودگی میں ضرور محفوظ جگہ رکھا گیا ہو گا۔ انسان جا کر اٹھا لانا چاہتا تو اس کے ساتھ ایک چھاپہ مار دستہ ہونا چاہیے تھا کہ لڑ بھڑ کر اسے پہرہ داروں سے چھین لائے یہ سب کچھ آخر دربار برخاست ہونے سے پہلے کیسے ہو سکتا تھا اس چیز کا اگر تصور کیا جا سکتا ہے تو ایک حقیقی جن ہی کے بارے میں کیا جا سکتا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۵۷۶' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۸۳ء)

حضرت سلیمان کے ولی کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو حاضر کر دینا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

وہ شخص بہر حال جن کی نوع میں سے نہ تھا' اور بعید نہیں کہ وہ کوئی انسان ہی ہو' اس کے پاس کوئی غیر معمولی علم تھا' اور وہ اللہ کی کسی کتاب الکتاب سے ماخوذ تھا۔ جن اپنے وجود کی طاقت سے اس تخت کو چند گھنٹوں میں اٹھالانے کا دعویٰ کر رہا تھا یہ شخص علم کی طاقت سے اس کو ایک لحظہ میں اٹھا لایا۔

اس دیو ہیکل جن کے دعوے کی طرح اس شخص کا دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہ رہا بلکہ فی الواقع جس وقت اس نے دعویٰ کیا اسی وقت ایک ہی لحظہ میں وہ تخت حضرت سلیمان کے سامنے رکھا نظر آیا۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۵۷۷' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء)

جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا مصداق کون تھا

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس' یزید بن رومان' حسن بصری اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھا' مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں مذکور ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا اور ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کا کاتب (سیکریٹری) تھا۔

(روح المعانی ج ۱۹ ص ۳۰۲' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۷ھ)

اس شخص کے متعلق دیگر اقوال یہ ہیں: علامہ علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں۔

(۱) یہ وہ فرشتہ تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے ملک کو طاقت دی۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جو جن اور انس پر مشتمل تھا یہ اس کا کوئی فرد تھا۔

(۳) یہ خود حضرت سلیمان تھے اور انہوں نے عفریت من الجن سے فرمایا تھا۔ میں اس تخت کو تیری پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ (امام رازی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔)

marfat.com
Marfat.com

(٤) یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور انسان تھا' اور اس میں پھر پانچ قول ہیں۔ (ا) قتادہ نے کہا اس کا نام ملیخا تھا (ب) مجاہد نے کہا اس کا نام اسطوم تھا (ج) ابن رومان نے کہا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوست تھا اور اس کا نام آصف بن برخیا تھا (د) زہیر نے کہا اس کا نام ذوالنور تھا وہ مصری تھا (ہ) ابن لھیعہ نے کہا وہ خضر تھے۔

(النکت والعیون ج ٤ ص ٢١٣' دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص آصف بن برخیا تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب (سکریٹری) تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٩ ص ٢٨٨٥' رقم الحدیث: ١٦٣٧٩' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٣ ص ١٩٠' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ٧١٠ھ' علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ' حافظ ابن کثیر شافعی متوفی ٧٧٤ھ' علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی التوفی ٨٢٥ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی التوفی ٩٥١ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ١١٣٧ھ' علامہ سلیمان الجمل التوفی ١٢٠٤ھ' علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ١٢٤١ھ' علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ' غیر مقلد مفسر صدیق بن حسن قنوجی متوفی ١٣٠٧ھ' صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ' مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ١٣٩٦ھ کی بھی یہی تحقیق ہے اور ان حضرات نے اسی کو صحیح قول قرار دیا ہے۔ ان کی کتب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ٣ ص ٤١٢' پشاور' البحر المحیط ج ٨ ص ٢٤٠' بیروت' تفسیر ابن کثیر ج ٣ ص ٤٠٠' بیروت' نظم الدرر ج ٥ ص ٤٢٧' دارالکتب العلمیہ بیروت' جلالین ص ٣٨٠' بیروت' حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ٦ ص ٣٩٨' بیروت' روح البیان ج ٦ ص ٤٤٨' بیروت' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ٣ ص ٣١٥' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ٤ ص ١٤٩٩' بیروت' فتح القدیر ج ٤ ص ١٨٤' بیروت' روح المعانی جز ١٩ ص ٣٠٢' فتح البیان ج ٥ ص ١٣٧' بیروت' خزائن العرفان علی کنز الایمان ص ٦٠٨' کراچی' تفسیر عثمانی ص ٥٠٦' معارف القرآن' ج ٦ ص ٥٨٥' کراچی)

تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کرنے کی کیفیت

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ بلقیس یمن میں تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے اور تفاسیر میں ہے کہ وہ تخت جس جگہ تھا وہ جگہ پھٹ گئی اور تخت وہاں سے نکل کر حضرت سلیمان کے سامنے نکل آیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٣ ص ١٩٢' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ عمادالدین عمر بن اسماعیل بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ آصف بن برخیاء نے حضرت سلیمان سے کہا آپ یمن کی طرف دیکھئے جہاں آپ کا مطلوب عرش ہے پھر اللہ سے دعا کی تو وہ عرش زمین میں گھس کر غائب ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نکل آیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ٣ ص ٤٠٠' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٩ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی التوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے' اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

(نظم الدرر ج ۵ ص ۴۲۷-۴۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب نے کہا اپنی نظر اٹھایئے' انہوں نے نظر اٹھائی پھر نظر لوٹائی تو تخت سامنے موجود تھا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۳۱۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا ہے کہ آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا اس نے اس جگہ اس عرش کو معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے لفظ ''کن'' کی طرح ہوتا ہے۔

(روح المعانی جز ۱۹ ص ۳۰۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ''کن'' کے مظاہر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''کن'' کا مظہر بنایا۔ آپ نے کئی چیزوں کے متعلق فرمایا ''ہو' سو وہ ہو گئیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک سفید ہیئت والا شخص ریگستان سے آ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کن اباخیثمہ ''تو ابوخیثمہ ہو جا'' تو وہ ابوخیثمہ ہو گیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۱۹' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۹۳' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۲۳-۲۲۶)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حق کے مشابہ یہ ہے کہ ''کن'' یہاں پر تحقیق اور وجود کے لیے ہے یعنی تو تحقیقی طور پر ابوخیثمہ ہو جا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۷۸' مطبوعہ دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے تو جو کوئی بھی ہے حقیقتاً ابوخیثمہ ہو جا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ ص ۶۹۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اسی طرح امام حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کن اباذر ''تو ابوذر ہو جا'' سو وہ شخص ابوذر ہو گیا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۵۱-۵۰' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۳۷۳' جدید' کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۶۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر بیٹھتا تھا اور جب آپ بات کرتے تو وہ آپ کو چڑانے کے لیے اپنا منہ بگاڑ لیتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کن کذلک ''تم اسی طرح ہو جاؤ'' پھر ہمیشہ اس کا منہ بگڑا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

marfat.com
Marfat.com

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۳۹، المستدرک ج ۲ ص ۶۲۱ قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۲۴۱ جدید، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۲-۱۷۱، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۶۸ طبع جدید)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ باہر نکلے تو ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص بازار میں تلقین نہ کرے اور مہاجر دیہاتی سے بیع نہ کرے اور جو شخص ایسی گائے یا اونٹنی خریدے جس کے تھن باندھ کر اس کا دودھ روکا ہوا تھا اس کو اختیار ہے وہ چاہے تو اس کو واپس کر دے اور جتنا دودھ پیا ہے اس کا دگنا گندم بھی ساتھ دے۔ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کی نقل اتار رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کذلک فکن ''تو اسی طرح ہو جا'' وہ شخص بے ہوش کر گر گیا اس شخص کو اس کے گھر اٹھا کر لے جایا گیا۔ وہ دو ماہ بے ہوش رہا اس کو جب بھی ہوش آتا تو اس کا منہ اسی طرح بگڑا ہوا ہوتا جس طرح نقل کے وقت تھا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۴۰-۲۳۹)

ولی اور اس کی کرامت کی تعریفیں اور کرامت کے وقوع پر دلائل

اس آیت کے سیاق میں یہ بات آگئی ہے کہ آصف بن برخیا اللہ تعالیٰ کے ولی تھے' اور انہوں نے تخت بلقیس کو مسافت بعیدہ سے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اس آیت سے ہمارے علماء نے کرامت کو ثابت کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامت ثابت ہوتی ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں' ولی اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا حسب امکان عارف ہو' اور اللہ تعالیٰ کی دائماً عبادت کرتا ہو اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور لذات اور شہوات میں انہماک اور استغراق سے اعراض کرتا ہو اور کرامت کی یہ تعریف ہے کہ ولی سے کوئی ایسا کام صادر ہو جو خرق عادت (خلاف معمول) ہو اور اس کے ساتھ دعویٰ نبوت مقارن اور متصل نہ ہو' پس جو خرق عادت اس شخص سے صادر ہو جو مومن اور صالح نہ ہو اس کو استدراج کہتے ہیں اور جو خرق عادت مومن اور صالح سے صادر ہو اور اس کے ساتھ دعویٰ نبوت بھی مقارن اور متصل ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں' اور کرامت کے حق ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس قسم کے خرق عادت افعال صحابہ کرام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں خصوصاً ان میں خرق عادت کی قدر مشترک تواتر سے ثابت ہے اگرچہ الگ الگ وہ افعال خبر واحد سے ثابت ہیں' نیز قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل آتے تھے' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے صاحب نے تخت بلقیس کو لا کر حاضر کیا۔

نیز لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صاحب آصف بن برخیاء نے مسافت بعیدہ سے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس لا کر حاضر کر دیا اور حضرت مریم کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ (آل عمران: ۳۷)

جب بھی زکریا ان کے حجرے میں جاتے تو ان کے پاس (بے موسمی) رزق پاتے' وہ پوچھتے اے مریم! تمہارے پاس یہ (بے موسمی) رزق کہاں سے آیا تو وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے۔

اسی طرح بہ کثرت اولیاء سے پانی پر چلنا منقول ہے اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور لقمان سرخسی سے ہوا میں اڑنا منقول ہے اور حضرت سلمان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما نے پتھر کی تسبیح کو سنا' اور اصحاب کہف کے کتے نے اصحاب کہف سے کلام کیا' اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص گائے کو لے جا رہا تھا پھر وہ اس پر سوار ہو گیا تو گائے نے

marfat.com
Marfat.com

اس کی طرف مڑ کر دیکھ کر کہا میں اس کے لیے نہیں پیدا کی گئی میں تو کھیت میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں' لوگوں نے سبحان اللہ گائے نے کلام کیا! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا' اسی طرح روایت ہے کہ حضرت عمر نے مدینہ میں منبر پر کہا اور ان کا لشکر اس وقت نہاوند (ایران میں ہمدان اور کرمان کے درمیان ایک مشہور شہر) میں تھا۔ انہوں نے لشکر کے امیر سے کہا اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا' پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا' کیونکہ جس جگہ وہ تھے وہاں دشمن کا خطرہ تھا اور اتنی دور سے حضرت ساریہ کا یہ کلام سننا ان کی کرامت ہے' اسی طرح حضرت خالد بن ولید نے زہر پی لیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا' اور حضرت عمر کے خط ڈالنے سے دریائے نیل جاری ہو گیا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۶-۱۰۵' مطبوعہ کراچی)

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج ۵ ص ۷۹-۷۲' میں ولی کی تعریف' کرامت' اس کے وقوع پر دلائل اور مخالفین کے شبہات کے جوابات میں زیادہ بحث کی ہے۔ طوالت کی وجہ سے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا' جو اس کو پڑھنا چاہے وہاں پڑھ لے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سلیمان نے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ تغیر کر دو تاکہ ہم آزمائیں کہ آیا وہ اس کو پہچاننے کی راہ پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے ○ جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا کیا اس کا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا گویا کہ یہ وہی ہے' اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم اطاعت گزار ہو چکے تھے ○ اور اس کو (اطاعت سے) اس چیز نے روکا تھا جس کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی' بے شک وہ کافروں میں سے تھی ○ اس سے کہا گیا اس محل میں داخل ہو جا' سو جب اس نے اس (شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اس نے اس کو گہرا پانی گمان کیا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا۔ سلیمان نے کہا بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے' بلقیس نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' میں سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی جو رب العلمین ہے ○ (النمل ۴۴-۴۱)

بلقیس کے ایمان لانے کی تفصیل

مفسرین نے لکھا ہے کہ جنات کو یہ معلوم تھا کہ بلقیس کی ماں جنیہ تھی اس لیے وہ جنات کے راز ہائے دروں سے واقف ہے ان کو خدشہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو پسند کر لیا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو وہ ان کے تمام راز حضرت سلیمان کو بتادے گی اس لیے انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس سے متنفر کرنے کے لیے کہا تھا اس کی عقل بہت کم ہے۔ سو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی آزمائش کے لیے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ ردوبدل کر دو تاکہ اس کی عقل کا امتحان ہو وہ اپنے تخت کو پہچان پاتی ہے یا نہیں۔

بلقیس نے اس تخت کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا گویا کہ یہ وہی ہے' اور گویا کہ اس لیے کہا کہ اس میں کچھ ردوبدل ہو چکا تھا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی عقل کا امتحان لینے کے لیے اور اپنی نبوت پر معجزہ پیش کرنے کے لیے میرے پہنچنے سے پہلے اس تخت کو یہاں منگوا لیا ہے اور ہم تو یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ان کی نبوت کا اعتراف کر کے اطاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اس کی سورج پرستی نے باز رکھا تھا' کیونکہ انسان جب کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو وہ کام اس کو اپنی ضد سے باز رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کی محبت تم کو (اس کے ماسوا سے) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۰)

marfat.com
Marfat.com

بلقیس جب اس محل کے قریب پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ (الصرح کا معنی ہے بلند عمارت اور خالص چیز) بلقیس نے دیکھا کہ اس محل میں سورج چمک رہا ہے اور اس میں مچھلیاں تیر رہی ہیں تو اس نے سمجھا کہ محل کے صحن میں پانی بھرا ہوا ہے تو اس نے اپنے پائینچے پنڈلیوں سے اوپر اٹھا لیے تاکہ اس کا لباس بھیگ نہ جائے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے' یعنی جس کو وہ پانی گمان کر رہی ہے وہ شیشے کا فرش ہے اس کے نیچے پانی بھرا ہوا ہے جو شیشے میں سے نظر آ رہا ہے اس لیے تم کو اس سے بچنے کے لیے پائینچے اوپر اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ممرد کا مادہ مرد ہے اس کا معنی ہے چکنا' جس لڑکے کی داڑھی نہ آئی ہو اس کو امرد کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی چکنا ہوتا ہے' جس درخت کے پتے نہ ہوں تو اس کو شجرۃ مرداء کہتے ہیں اور من قواریر کا معنی ہے شیشوں سے اور صرح ممرد من قواریر کا معنی ہے یہ چکنا محل ہے جو شیشوں سے بنا ہوا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعدد معجزات دیکھ کر بلقیس ان کی نبوت پر ایمان لے آئی' اور ان کا جو پیغام تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو' اس کو مان لیا اور اس کو اپنی سابقہ زندگی پر تاسف اور ملال ہوا کہ اس نے سورج کی پرستش کرنے میں اپنی عمر ضائع کی اس لیے اس نے کہا کہ بے شک میں نے سورج کی پرستش کر کے اپنی عمر ضائع کی اور اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے' گویا اب بلقیس پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی کہ اب تک وہ سورج کی پرستش کرتی رہی تھی اور سورج تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے جو واحد لاشریک ہے۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے خود نکاح کر لیا تھا' یا اس کا نکاح کسی اور سے کر دیا تھا۔

بلقیس کے نکاح کے بیان

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عون بن عبداللہ بن عتبہ نے اپنے والد سے سوال کیا' آیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا سے نکاح کر لیا تھا؟ یا نہیں' انہوں نے کہا مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ اس نے کہا میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العلمین پر ایمان لائی ہوں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۴۴۹' ج ۹ ص ۲۸۹۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ جب بلقیس ایمان لے آئی تو حضرت سلیمان نے فرمایا تم اپنی قوم میں سے کسی مرد کو پسند کر لو میں اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں۔ اس نے کہا میری قوم میں تو سب میرے ماتحت اور غلام ہیں میں ان کی ملکہ رہ چکی ہوں' میں ان کے ساتھ کیسے شادی کر سکتی ہوں! حضرت سلیمان نے فرمایا اسلام میں نکاح کرنا ضروری ہے تم اسلام کے حلال کو حرام نہیں کر سکتیں۔ اس نے کہا اگر یہ ضروری ہے تو ہمدان کے بادشاہ ذوتبع سے میرا نکاح کر دیں۔ حضرت سلیمان نے اس کا ذوتبع سے نکاح کر کے اس کو یمن واپس بھیج دیا اور ذوتبع یمن پر مسلط ہو گیا' جب تک حضرت سلیمان علیہ السلام اس دنیا میں زندہ رہے ذوتبع کے ملک کی جنات حفاظت کرتے رہے' ان کے بعد بلقیس اور ذوتبع کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قبیلہ صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو

marfat.com
Marfat.com

فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ

تو وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے ۝ صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی کی طلب سے

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ج لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو؟ تم اللہ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تاکہ تم

تُرْحَمُونَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ ط قَالَ

پر رحم کیا جائے ۝ انہوں نے کہا ہم آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بدشگون (منحوس) خیال کرتے ہیں، صالح نے کہا

طَائِرُكُمْ عِندَ اللَّهِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ

تمہاری بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو ۝ اور (ثمود کے) شہر میں

تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۴۸﴾ قَالُوا

نو شخص تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے، اور اصلاح نہیں کرتے تھے ۝ انہوں نے کہا سب آپس میں قسمیں

تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا

کھا کر اللہ سے یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر ان کے وارث سے ہم یہ

مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا

کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر ہی نہ تھے، اور بے شک ہم سچے ہیں ۝ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۰﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ مَكْرِهِمْ لا أَنَّا

نے خفیہ تدبیر کی اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں ہوا ۝ سو آپ دیکھئے کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا، ہم نے ان کو اور ان کی

دَمَّرْنَٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا

ساری قوم کو ہلاک کر دیا ۝ پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے

ظَلَمُوا ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۵۲﴾ وَأَنجَيْنَا

کی وجہ سے گرے پڑے ہیں، بے شک اس (واقعہ) میں اہل علم کے لیے ضرور نشانی ہے ۝ اور ہم نے

marfat.com

Marfat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ

ایمان والوں اور متقی لوگوں کو نجات دے دی ○ اور لوط (کو یاد کیجئے جب انہوں) نے اپنی قوم سے کہا

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو! ○ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

کے لیے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم

تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ

جاہل لوگ ہو ○ سو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: انہوں نے کہا آل لوط کو

لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ

شہر بدر کر دو، یہ بہت پاکباز بن رہے ہیں ○ سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر

اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

والوں کو نجات دے دی ہم نے اس کو ان (لوگوں) میں مقدر کر دیا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے ○ اور

ع ۴ ۱۹ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى

ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان پر وہ کیسی بری بارش تھی ○ آپ کہیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو کیا اللہ اچھا ہے یا وہ (بت) جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں! ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے ○ صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو! تم اللہ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے! تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○ انہوں نے کہا ہم آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بدشگون (منحوس) خیال کرتے ہیں، صالح نے کہا تمہاری بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں ہے، بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو ○ اور (ثمود کے) شہر میں نو شخص تھے جو فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ○ (النمل: ۴۸-۴۵)

marfat.com
Marfat.com

اس سورت میں حضرت صالح علیہ السلام کا تیسرا قصہ

الاعراف: ۸۳-۸۰ اور ھود: ۶۸-۶۱ میں حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے' تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۱۳ میں ہم نے اس قصہ پر ان عنوانات کے تحت روشنی ڈالی ہے' قوم ثمود کی اجمالی تاریخ' حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اور قوم ثمود کی طرف ان کی بعثت' قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کرنا اور معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانا' اور ان پر عذاب کا نازل ہونا' قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات' اونٹنی کا قاتل ایک شخص تھا یا پوری قوم ثمود' اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہات' قوم ثمود کے عذاب کی مختلف تعبیریں اور ان میں وجہ تطبیق' قوم ثمود کے متعلق احادیث اور آثار۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کا نام ثمود ہے۔ قوم عاد کی ہلاکت کے وقت جو ایمان والے حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے بچ گئے تھے یہ قوم ان ہی کی نسل سے ہے اس کو عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ قوم مقام الحجر میں رہتی تھی حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے وہ سب الحجر ہے' آج کل یہ جگہ فج الناقۃ کے نام سے مشہور ہے۔

النمل: ۴۵ میں فرمایا ہے دو فریق جھگڑنے لگے' مجاہد نے کہا ان میں سے ایک فریق مومن تھا اور دوسرا فریق کافر تھا۔

ان کے جھگڑے کا ذکر اس آیت میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○

(الاعراف: ۷۶-۷۵)

ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے' کیا تمہیں اس پر یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے مبعوث کیے گئے ہیں' انہوں نے کہا وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں○ متکبرین نے کہا تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: تم بھلائی سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو!

(النمل: ۴۶)

یعنی رحمت سے پہلے عذاب کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو! اللہ پر ایمان لانا باعث ثواب ہے تم اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا کفر اور انکار کر رہے ہو جو باعث عذاب ہے۔ اس کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ متکبر کافروں نے ہٹ دھرمی اور عناد سے کہا تم ہمیں کفر پر جس عذاب سے ڈراتے ہو وہ عذاب لا کر دکھاؤ' اس پر حضرت صالح نے ان سے کہا تم اللہ کی رحمت اور اس کے عفو کے بجائے اس کے عذاب کو کیوں جلد طلب کر رہے ہو!

marfat.com
Marfat.com

نحوست اور بدشگونی کی تحقیق

کافروں نے کہا ہم آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بدشگون (منحوس) خیال کرتے ہیں۔ (النمل: ۴۷)
بدشگونی سے مراد نحوست ہے۔ کسی انسان کی عقل کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لے اور اس کو منحوس سمجھے۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ گائے کا ڈکرانا اور کوے کا کائیں کائیں کرنا نحوست ہے اور بعض الو کو منحوس کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عرب بھی بدشگونی کے قائل تھے وہ کوئی کام کرنے سے پہلے پرندے کو اڑاتے اگر وہ ان کی دائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس کام کو مبارک سمجھتے اور اگر وہ پرندہ ان کی بائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس کام کو منحوس یعنی نامبارک اور بے برکت سمجھتے۔

قطن بن قبیصہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمل (لکیریں کھینچ کر غیب کا حال معلوم کرنا) اور بدشگونی لینا اور فال نکالنے کے لیے پرندے کو اڑانا شیطانی اعمال سے ہیں۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا بدشگونی لینا شرک ہے اور ہم میں سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں سوا ان کے جن کو اللہ محفوظ رکھے لیکن بدشگونی لینا توکل کو ختم کر دیتا ہے۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۸)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے، جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام پسند نہ آتا تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۲۰)

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۰۱۹، دارالحدیث قاہرہ، المستدرک ج ۴ ص ۲۳۸، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۴۷) یعنی پرندوں کو اڑا کر ان سے شگون نہ لو طیر کا معنی ہے اڑنا، اور چونکہ پرندوں کو اڑا کر لوگ شگون لیتے تھے اس لیے بدشگونی کو تطیر کہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: صالح نے کہا تمہاری بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں ہے۔
حضرت صالح کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس شر اور مصیبت کو تم نحوست قرار دے رہے ہو وہ تمہاری تقدیر میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے، اور تمہاری تقدیر میں وہ مصیبت تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے لکھی گئی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم جس چیز کو بدشگونی اور مصیبت کہہ رہے ہو وہ تمہاری اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمیوں کے نام

اس کے بعد فرمایا: اور (ثمود کے) شہر میں نو شخص تھے جو فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ (النمل: ۴۸)
حضرت صالح علیہ السلام کے شہر سے مراد حجر ہے۔ مدینہ اور شام کے درمیان جو بستیاں اور قصبات ہیں ان کو حجر کہتے ہیں یہ جگہ قوم ثمود کا وطن تھی، یہ لوگ پہاڑوں کو اندر سے کھود کھود کر اپنے گھر بناتے تھے ان کو اثالث کہا جاتا ہے، ان ہی پہاڑوں میں پانی کا وہ چشمہ بھی تھا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی، نیز حطیم کو بھی حجر کہا جاتا ہے۔ حطیم اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو حضرت ابراہیم نے تو کعبہ میں شامل کیا تھا لیکن قریش نے چھوڑ دیا۔
یہ نو شخص وہ تھے جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ ایڑی کے اوپر جو پاؤں کے پچھے

marfat.com
Marfat.com

ہوتے ہیں ان کو کونچیں کہتے ہیں ان نو شخصوں کے ناموں کا ذکر اس روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ان کے نام یہ تھے رعمی' رعیم' ہریم' ودار' صواب' ریاب' مسطع' مصداع اور ان کا سردار قدار بن سالف تھا اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۴۶۶' ج ۹ ص ۲۹۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا سب آپس میں قسمیں کھا کر اللہ سے یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے پھر ان کے وارث سے ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں ○ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوا ○ (النمل: ۵۰-۴۹)

حضرت صالح کے مخالفین کی سازش کو اللہ تعالیٰ کا ناکام بنانا

اس اونٹنی کی کونچیں کاٹنے اور ان پر عذاب کی تفصیل امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے:

امام محمد بن اسحاق نے کہا کہ ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں پھر انہوں نے کہا چلو مل کر صالح کو قتل کر دیں' اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے۔ وہ شب خون مارنے کے لیے رات کو حضرت صالح کے گھر پہنچے' فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا' جب وہ وقت مقرر پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر گئے' وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' تو حضرت صالح کے قبیلہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہتھیار نکال لیے اور کہا تم ان کو قتل نہیں کر سکتے' انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم پر تین دن میں عذاب آئے گا' اگر یہ سچے ہیں تو تم اپنے رب کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ' اور اگر یہ (بالفرض) جھوٹے ہیں تو پھر تم تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا اور پھر ان نو آدمیوں کے حمایتی واپس چلے گئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۴۶۸' ج ۹ ص ۲۹۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ دیکھیے کہ ان کی سازش کا کیا انجام ہوا' ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا ○ پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے پڑے ہیں بے شک اس واقعہ میں اہل علم کے لیے ضرور نشانی ہے ○ اور ہم نے ایمان والوں کو اور متقی لوگوں کو نجات دے دی ○ (النمل: ۵۳-۵۱)

قوم ثمود کے ہلاک ہونے کی کیفیت

النمل: ۵۱ میں قوم ثمود کی ہلاکت کا بیان فرمایا ہے' مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت جبریل نے ایک زبردست چیخ ماری تھی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نو افراد فرشتوں کے پتھر مارنے سے ہلاک ہوئے تھے اور باقی کفار کو حضرت جبریل کی چیخ سے یا زلزلہ سے ہلاک کر دیا۔

النمل: ۵۲ میں فرمایا: پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے پڑے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: بیوت خاویہ ان کے گھر جو گرے ہوئے ہیں علامہ راغب اصفہانی خاویہ کا معنی لکھتے ہیں:

خاویہ خوی سے بنا ہے اس کا معنی ہے خالی ہونا اور کھوکھلا ہونا۔ عرب کہتے ہیں خوی بطنہ من الطعام اس کا پیٹ کھانے سے خالی ہے' اور جب کوئی گھر خالی ہو تو کہا جاتا ہے خوی الدار' قوم ثمود کے مکان بھی اجڑے پڑے تھے' مکینوں سے خالی تھے اس لیے فرمایا تلک بیوتھم خاویة. (المفردات ج ۱ ص ۲۱۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

marfat.com
Marfat.com

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس آیت میں بیوت سے مراد قوم ثمود کے قلوب ہیں یعنی ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی یاد سے خالی تھے' جس طرح گھر لوگوں کے رہنے سے آباد ہوتے ہیں اور لوگوں کے نہ رہنے سے ویران ہو جاتے ہیں' اس طرح دل بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد ہوتے ہیں اور جب دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی معرفت نہ ہو تو وہ ویران ہو جاتے ہیں۔

حضرت صالح اور ان کے متبعین کا الحجر سے نکل جانا

النمل: ۵۳ میں فرمایا' اور ہم نے ایمان والوں کو اور متقی لوگوں کو نجات دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے' اور باقی لوگ عذاب سے ہلاک ہو گئے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا تم پر تین دن بعد عذاب آئے گا' پہلے دن ان کے بدنوں پر چنے کے برابر سرخ دانے نکل آئے۔ دوسرے دن ان کا رنگ پیلا ہو گیا اور تیسرے دن ان کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کو ذبح کیا تھا اور تین دن بعد اتوار کو حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ سے وہ ہلاک ہو گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنے متبعین کے ساتھ حضرموت کی طرف نکل گئے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام جیسے اس شہر میں داخل ہوئے اسی وقت ان پر موت آ گئی اس لیے اس شہر کا نام حضرموت پڑ گیا۔ حضرموت کا معنی ہے حاضر ہوا اور مر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرموت قحطان کے ایک بیٹے کا نام ہے جو اس علاقہ میں آباد ہو گیا تھا۔ یہ یمن سے مشرق کی طرف ایک وسیع علاقہ ہے جس میں بیسیوں بستیاں اور شہر ہیں' شہروں میں مشہور تریم اور شام ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی علاقہ میں مدفون ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ومعجم البلدان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوط (کو یاد کیجیے جب انہوں) نے اپنی قوم سے کہا کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو!○ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو!○ سو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: انہوں نے کہا آل لوط کو شہر بدر کر دو' یہ بہت پاکباز بن رہے ہیں○ سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی' ہم نے اس کو ان (لوگوں) میں مقدر کر دیا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے○ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان پر وہ کیسی بری بارش تھی○ (النمل: ۵۸-۵۴)

اس سورت میں حضرت لوط علیہ السلام کا چوتھا قصہ

الاعراف: ۸۴-۸۰' اور ہود: ۸۲-۷۷ میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے' ہم نے تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۱۹-۲۱۴' میں ان عنوانات کے تحت روشنی ڈالی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا شجرہ نسب' حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت' حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کا حسین اور نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا' قوم لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتداء' حضرت لوط کی بیوی کی خیانت اور قوم لوط کی بری عادتیں' عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں' قرآن مجید میں عمل قوم لوط کی مذمت' احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت اور سزا کا بیان' عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب فقہاء' قوم لوط پر عذاب کی کیفیت۔

قوم لوط کو بے حیائی کے کاموں پر بصیرت رکھنے والا بھی فرمایا اور جاہل بھی اس کی توجیہ

النمل: ۵۴ میں فرمایا: اور لوط (کو یاد کیجیے جب انہوں) نے اپنی قوم سے کہا کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو!

اس آیت میں دیکھنے کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے یہ بے حیائی کے کام کرتے ہو جیسا کہ اس یت میں فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ (العنکبوت: ۲۹) کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور (مسافروں کے) راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی بدفعلی کرتے ہو؟

وہ اس شرمناک کام کو لوگوں سے چھپ کر نہیں کرتے تھے' بلکہ برسر مجلس اس بے حیائی کے کام کو کرتے تھے۔

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم کو یہ بصیرت ہے اور تم کو اس کا علم ہے کہ یہ ایسی بے حیائی کا کام ہے کہ تم سے پہلے اس کو کسی نے نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مردوں سے لذت کے حصول کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ مردوں کی شہوت برآری کے لیے عورتوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی تم ان کے عذاب کے آثار دیکھ چکے ہو جیسے قوم ثمود اور قوم عاد پر عذاب کے آثار ہیں۔

اس کے بعد فرمایا بلکہ تم جاہل لوگ ہو' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کے پہلے حصہ میں یہ فرمایا ہے کہ تم دیکھتے ہو یعنی تم کو بصیرت ہے اور اس کا معنی ہے تم علم والے ہو اور دوسرے حصہ میں فرمایا تم جاہل ہو' تو وہ عالم بھی ہوں اور جاہل بھی ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اس کے باوجود وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے تھے اور جاہلوں کی طرح بے حیائی کے کام کرتے تھے! دوسرا جواب یہ ہے کہ تم اس برے کام کی سزا اور آخرت میں اس پر مرتب ہونے والے عذاب سے جاہل ہو اگرچہ تم کو اس کام کی برائی کا علم ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جہالت سے مراد یہ ہے کہ تم جاہلوں کی سی ضد اور ہٹ دھرمی کر رہے ہو' خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ تم کو اس کام کی برائی کا علم ہے لیکن علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے یا تو اس کام کے انجام سے جاہل ہو' یا علم کے باوجود جاہلوں کی طرح ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہو۔

النمل: ۵۵ میں فرمایا: سو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: انہوں نے کہا آل لوط کو شہر بدر کر دو' یہ بہت پاکباز بن رہے ہیں! بہت پاکباز بن رہے ہیں کا معنی یہ ہے کہ ان کو منع کرنے والے' مردوں سے ہم جنس پرستی سے احتراز کر رہے ہیں' گویا انہوں نے نیک لوگوں کی اس بات پر مذمت کی۔

قوم لوط پر زمین کو پلٹ دینا

اس کے بعد فرمایا سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ (النمل: ۵۸-۵۷)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کے مہمان ہیں وہ فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں تھے۔ انہوں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے درمیان ان لڑکوں کو بٹھا دیا' قوم کو پتہ چلا کہ حضرت لوط کے پاس بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔ حضرت لوط نے فرمایا تم میری (قوم کی) بیٹیوں سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔ ان کی قوم نے کہا تم کو معلوم ہے ہماری خواہش کیا ہے' تب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچا لیتا۔ تب حضرت جبریل نے مڑ کر حضرت لوط سے کہا آپ پریشان نہ ہوں ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے' جب وہ لوگ بہ زور گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ پھر وہ ایک دوسرے پر گرتے ہوئے واپس بھاگے اور کہنے لگے ہم بہت بڑے جادوگر کے پاس سے آ رہے ہیں ہماری بینائی جاتی رہی۔ آدھی رات کے وقت شہر لوٹے اور اسی وقت اس زمین کو اوپر اٹھا لیا گیا اور ان پر آسمان سے لگاتار پتھر برسائے گئے

marfat.com
Marfat.com

زمین کو بلندی سے پلٹ کو اوندھا کر دیا گیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۴۹۳-۱۶۴۹۲ ج ۹ ص ۲۹۰۵ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

فعل قوم لوط کی سزا اور اس کی دینی اور دنیاوی خرابیاں

قوم لوط کو پتھر مار مار کر ہلاک کیا گیا اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ فعل کریں ان کی حد یہ ہے کہ ان کو رجم کر دیا جائے۔ امام احمد اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی حد زنا کی طرح ہے اگر شادی شدہ یہ فعل کریں تو ان کو رجم کر دیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ یہ فعل کریں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی اس کی حد کو زنا کی حد کے ساتھ لاحق کیا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس میں تعزیر ہے' ان پر دیوار گرا کر ان کو ہلاک کر دیا جائے یا ان کو قتل کر دیا جائے یا کوئی اور عبرتناک سزا دی جائے۔

قوم لوط کی زمین کو بلندی سے گرا کر اوندھا کر دیا گیا' کیونکہ وہ بھی اس فعل کے وقت مفعول کو اوندھا کر دیتے تھے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ عورت کی بہ نسبت بے ریش لڑکا زیادہ خطرناک اور زیادہ فتنہ ہے' کیونکہ اگر کوئی شخص کسی عورت پر فریفتہ ہو جائے تو وہ اس سے نکاح کر کے جائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی لڑکے پر عاشق ہو تو گناہ کے سوا خواہش پوری کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے' نیز اس فعل سے ایڈز کی بیماری ہو جاتی ہے اور ایڈز میں خون کے اندر سفید خلیے مر جاتے ہیں اور بیماری کے خلاف خون میں سفید خلیے ہی مدافعت کرتے ہیں' پھر جس شخص کو ایڈز کی بیماری ہو اسے کسی بیماری سے نجات نہیں ملتی کیونکہ اس پر جس مرض کا بھی حملہ ہو اس کے اندر اس بیماری کا توڑ کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی وہ عمر بھر اس بیماری میں مبتلا رہتا ہے' فرض کیجیے اس کو شوگر ہے تو عمر بھر اس کی شوگر کنٹرول نہیں ہو گی' بلڈ پریشر ہائی ہے تو وہ نارمل نہیں ہو گا' اور وہ تادم مرگ یونہی رہے گا' ایڈز کا علاج ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایمان نہیں لائی تھی اس لیے اس کو بھی دیگر کافروں کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا گیا' یہاں پر ہم نے اس قصہ کو اجمال اور اختصار سے لکھا ہے اور اس کی تفصیل سورۃ الاعراف میں کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو' کیا اللہ اچھا ہے یا وہ جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں ○ (النمل: ۵۹)

ہر اہم کام کی ابتداء بسم اللہ' الحمد للہ اور صلوٰۃ وسلام سے کرنے میں قرآن' حدیث اور سلف صالحین کی اتباع ہے

اس آیت کا سابقہ آیات سے اس وجہ سے ارتباط ہے' کہ آپ اس لیے اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے کافروں اور بدکاروں کو ہلاک کر دیا اور اس کے ان پسندیدہ بندوں پر سلام بھیجیے جن کو اس نے رسول بنا کر بھیجا اور ان کو کافروں کے عذاب سے نجات دی۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الگ مستقل کلام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء علیہم السلام کے احوال سنائے کہ ان کی قوموں پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب نازل کیا گیا اور آپ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب سے محفوظ رکھا اور فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل فرمائے۔

سو آپ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی' اور انبیاء سابقین علیہم السلام پر

marfat.com
Marfat.com

سلام بھیجئے جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں مشقت برداشت کر کے اور تکلیفیں اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور رسالت انجام دیا۔

اس کے بعد جو آیات آ رہی ہیں (۶۵-۶۰) ان میں توحید پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اس کے بعد (۷۲-۶۶) کی آیتوں میں موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اب آپ سے فرمایا کہ توحید اور بعث بعد الموت کے دلائل کو بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کیجیے اور اس کے نبیوں پر اور ان کے بعد آنے والے نیک اور پسندیدہ بندوں پر سلام بھیجیے اور اس میں مقبولان بارگاہ رب العزت کے ادب اور احترام کی تعلیم ہے اور اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور صالحین کے ذکر سے برکت اور رحمت حاصل کرنے کی تلقین ہے' اور ان کے مرتبہ اور مقام پر تنبیہ ہے کہ اصل مضامین کو شروع کرنے سے پہلے ان پر سلام بھیجنے سے ابتداء کی جاتی ہے اور سامعین کے دلوں اور دماغوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ بہت اہم پیغام ہے جس کو سنانے سے پہلے اللہ کی حمد کی جا رہی ہے اور اس کے رسولوں اور پسندیدہ بندوں پر سلام بھیجا جا رہا ہے اور تواتر اور تسلسل سے علماء' خطباء اور واعظین کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنے خطاب اور تقریر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے رسولوں پر سلام بھیجتے ہیں بلکہ اپنی کتابوں کے شروع میں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کے رسولوں پر سلام بھیجتے ہیں اس کے بعد کتاب کے مضامین شروع کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث بھی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ عظیم الشان کام جس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہیں کیا وہ منقطع ہو جاتا ہے' وہ ناقص رہتا ہے اور قلیل البرکۃ ہوتا ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث:۱۵۷۶۱' کنز العمال رقم الحدیث:۲۴۹۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۲۸۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حافظ عبد القادر الرہاوی نے الاربعین میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

(نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار ج ۳ ص ۲۷۷' مطبوعہ دار ابن کثیر' دمشق' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ عظیم الشان کام جس کو الحمد سے نہ شروع کیا جائے وہ ناقص اور قلیل البرکۃ ہے۔

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے ہر وہ کلام جس کو اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا جائے وہ ناقص اور قلیل البرکۃ ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۸۴۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹' عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث:۴۹۴-۴۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۱۹۹۳' ۵۷۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۲۸۳' جمع الجوامع رقم الحدیث:۱۵۷۶۰' سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کی ہیں۔

(نتائج الافکار ج ۳ ص ۲۸۱-۲۸۰' مطبوعہ دار ابن کثیر' دمشق' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عظیم الشان کام کی ابتداء اللہ کی حمد اور مجھ پر صلوٰۃ سے نہ کی جائے وہ ناقص' ناتمام اور برکت سے کلیۃً محروم ہے۔ اس کو عبد القادر رہاوی نے الاربعین میں ذکر کیا ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث:۱۵۷۶۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۶۲۸۵' کنز العمال رقم الحدیث:۲۵۱۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو دارقطنی کی کتاب العلل اور امام نسائی کی عمل الیوم واللیلۃ کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ (نتائج الافکار ج ۳ ص ۲۸۲' دار ابن کثیر' دمشق' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خودساختہ معبودوں میں بھی کوئی اچھائی ہے

اس کے بعد فرمایا: کیا اللہ اچھا ہے یا وہ بت جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں!

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں خیر کا لفظ ہے اور خیر کا معنی ہے بہتر اور زیادہ اچھا' اور اب معنی اس طرح ہوگا کہ کیا اللہ زیادہ اچھا ہے یا کفار کے خودساختہ شرکاء' گویا کفار کے خودساختہ شرکاء بھی اچھے ہیں لیکن اللہ زیادہ اچھا ہے' حالانکہ کفار کے خودساختہ شرکاء میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا یہاں خیر کا معنی اسم تفضیل کا نہیں ہے یعنی اس کا ترجمہ زیادہ اچھا اور بہتر نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے اچھا' یعنی اللہ اچھا ہے یا کفار کے خودساختہ شرکاء' اور اگر یہ اسم تفضیل کے معنی میں ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا کیا اللہ کی عبادت کا ثواب بہتر ہے یا اس کا شریک بنانے کا عذاب۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کے اعتقاد کے اعتبار سے خطاب کیا گیا ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بتوں کی عبادت کرنے میں بھی اچھائی' اور بہتری ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کی تلاوت کرتے تھے تو فرماتے تھے:

بل اللہ خیر و ابقی واجل و اکرم — بلکہ اللہ ہی اچھا ہے' اور باقی رہنے والا ہے اور زیادہ بزرگی والا اور زیادہ مکرم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۰۴' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت میں مشرکین کو زجر و توبیخ ہے' انہوں نے اللہ کی عبادت کے اوپر بتوں کی عبادت کو ترجیح دی تھی اور جب کوئی صاحب عقل ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دیتا ہے تو زیادہ خیر اور زیادہ نفع کی وجہ سے ترجیح دیتا ہے تو اس لیے ان کی گمراہی' بے عقلی اور جہالت پر تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر اپنے خودساختہ خداؤں کی عبادت کر رہے ہو تو کیا تمہارے زعم میں ان کی عبادت کرنے میں اللہ کی عبادت کرنے کی بہ نسبت زیادہ نفع اور زیادہ خیر ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۶۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

(بھلا بتاؤ تو سہی) آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمانوں سے

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ

پانی کس نے اتارا! تو ہم نے اس سے بارونق باغات اگائے! تم میں یہ طاقت نہ تھی کہ تم

اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ (۶۰)

ان (باغات) کے درخت اگاتے' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ (نہیں) بلکہ تم راہ راست سے تجاوز کر رہے ہو ٥

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا

(بتاؤ!) کس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں دریا رواں دواں کر دیئے اور زمین کو برقرار

marfat.com
Marfat.com

رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ

رکھنے کے لیے مضبوط پہاڑ بنا دیئے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ پیدا کر دی' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (نہیں)

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ

بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے!O (بتاؤ!) جب بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو کون قبول کرتا ہے اور

يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

کون تکلیف کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے!

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

تم لوگ بہت کم نصیحت کو قبول کرتے ہو!O (بتاؤ) وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے!

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے!

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ

اللہ ان سے بہت بلند ہے جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیںO (بتاؤ!) وہ کون ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو

مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ

دوبارہ پیدا کرے گا' اور وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! آپ کہیے

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي

اگر تم سچے ہو تو تم اپنی دلیل لاؤ O آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ

زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (ازخود) غیب نہیں جانتا اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب

يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ قف بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

اٹھایا جائے گا O کیا ان کو آخرت کا پورا علم حاصل ہو گیا؟ (نہیں) بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں

marfat.com
Marfat.com

ع ۸ ۵ ۱

مِّنْهَا ۬ۗ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ہیں بلکہ وہ آخرت کے متعلق اندھے (بالکل جاہل) ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (بھلا بتاؤ تو سہی) آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمانوں سے پانی کس نے اتارا؟ تو ہم نے اس سے بارونق باغات اگائے! تم میں یہ طاقت نہ تھی کہ تم ان (باغات) کے درخت اگاتے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (نہیں) بلکہ تم راہ راست سے تجاوز کر رہے ہو! O (النمل: ۶۰)

اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید پر دلائل بیان فرمانا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: کیا اللہ اچھا ہے یا وہ (بت) جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں' اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ دلائل سے بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اچھا ہے وہی تم کو پیدا کرنے والا ہے' اور پیدا کرنے کے بعد تمہاری زندگی قائم رکھنے کے لیے انواع واقسام کی نعمتیں عطا کرنے والا بھی وہی ہے' اسی نے تم پر آسمانوں سے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں جو تمہاری روزی اور بقائے حیات کا سبب بنیں اور اس نے تمہارے رہنے کے لیے زمین بنائی اور اس میں نعمتیں رکھیں' وہی تمہاری ضروریات کو پوری کرتا ہے اور تمہاری دعاؤں کو سنتا ہے' وہی بحر و بر میں تمہارے کام آتا ہے' وہی تمہیں مرنے کے بعد زندہ کرے گا' بتاؤ یہ تمام نعمتیں تم کو کس نے عطا کی ہیں' صرف اس ایک اللہ نے یا اس کے ساتھ اور بھی کوئی شریک ہیں؟ اور کوئی کیسے شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک قرار دے رہے ہو جب ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی تب بھی اللہ تم پر ان نعمتوں کی بارش کر رہا تھا تو پھر وہی واحد لاشریک ہے' وہی عبادت کا مستحق ہے تو تم اس کو چھوڑ کر اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو!

پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر آسمانوں سے استدلال کیا پھر زمین سے' پھر دعاؤں کو قبول کرنے سے پھر بحر و بر میں کام آنے سے اور پھر موت کے بعد زندہ کرنے اور حشر میں اٹھانے سے۔

آسمانوں اور زمینوں کی نعمتیں عطا کرنے سے توحید پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے النمل: ۶۰ میں یہ بتایا کہ وہی آسمانوں سے پانی نازل فرماتا ہے اور وہی اس پانی کے ذریعہ زمین میں تمہارا رزق اور روزی پیدا کرتا ہے' وہی لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیت اور رنگارنگ پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے خوبصورت باغات کو پیدا کرتا ہے' پھر یہ بتایا کہ تم یہ گمان نہ کر لینا کہ تم زمین میں ہل چلاتے ہو' اس میں بیج ڈالتے ہو' زمین میں پانی دیتے ہو تو اس سے غلہ اور پھل اگ آتے ہیں۔ بتاؤ اگر اللہ زمین ہی کو پیدا نہ کرتا تو تم کہاں ہوتے! وہ زمین پیدا کر دیتا لیکن تمام زمین سخت اور پتھریلی ہوتی تو تم زمین میں کس طرح ہل چلاتے' اس نے بیج پیدا کیے تو زمین میں تم بیج بوتے ہو اگر وہ بیج ہی نہ پیدا کرتا تو تم کیا کر لیتے! تم زمین میں پانی دیتے ہو یہ پانی دریاؤں سے' نہروں سے' کنوؤں سے اور چشموں سے حاصل کرتے ہو اور ان میں یہ پانی بارش سے حاصل ہوتا ہے اگر وہ آسمانوں سے بارش نازل نہ فرماتا تو دریا سوکھ جاتے' کنوئیں خشک ہو جاتے تو پھر تم زمین کو سیراب کرنے کے لیے پانی کہاں سے لاتے!

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ O (الملک: ۳۰)

آپ کہیے! بھلا یہ بتاؤ اگر تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے لیے صاف پانی لا کر دے گا۔

marfat.com
Marfat.com

پھر تمہارا کام اتنا ہی تو ہے کہ تم ہل چلا کر زمین میں بیج دبا دیتے ہو اور زمین میں پانی دیتے رہتے ہو لیکن بیج کو پھاڑ کر اس میں سے پودا کون نکالتا ہے اور اس نرم و نازک پودے میں اتنی طاقت کون پیدا کرتا ہے کہ وہ زمین کا سینہ چاک کر کے باہر نکل آتا ہے' سورج کی دھوپ مہیا کر کے غلہ کون پکاتا ہے' چاند کی کرنوں سے اس میں ذائقہ کون پیدا کرتا ہے' پودوں کی تر و تازگی کے لیے ہوائیں کون چلاتا ہے' شبنم سے ان کا منہ کون دھلاتا ہے! کیا اس سب کی طاقت تم میں ہے یا کسی بھی انسان میں ہے یا ان میں ہے جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے! جب یہ چیزیں نہ تھیں تب بھی آسمان اور زمین تھے' آسمان سے پانی برستا تھا اور زمین سے روئیدگی ہوتی تھی' اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون تھا جو اس نظام کو جاری رکھے ہوئے تھا اور جب اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا اور یہ سارا نظام اسی طرح چل رہا تھا تو تم کیوں نہیں مان لیتے کہ اس کائنات کو بنانے والا اور اس کو چلانے والا وہی واحد لاشریک ہے اور وہی تمہاری اور سب کی عبادات کا مستحق ہے۔

تصویر بنانے کے شرعی حکم کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم میں یہ طاقت نہ تھی کہ تم یہ درخت پیدا کرتے' علامہ قرطبی اور بعض دیگر علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ تصویر بنانا جائز نہیں ہے۔ خواہ اس میں روح ہو یا نہ ہو' یہ مجاہد کا قول ہے (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۰۵) کیونکہ انسان کو کسی بھی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے' اس لیے کسی چیز کی بھی تصویر بنانا اس کے لیے جائز نہیں ہے' خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

جاندار کی تصویر بنانے کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث

مسلم بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ہم مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں گئے۔ انہوں نے گھر کے ایک چبوترے میں مجسمے رکھے ہوئے دیکھے۔ مسروق نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۹۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۵۵۸' عالم الکتب' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا جن کو تم نے بنایا تھا ان میں جان ڈالو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۸)

ابو زرعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک گھر میں گیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس گھر کے بلند حصہ میں کچھ تصویریں بنی ہوئی دیکھیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا' جو میری مخلوق کی مثل بناتا ہے ان کو چاہیے کہ وہ ایک دانہ کو پیدا کریں' یا جوار کو پیدا کریں۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصاویر بنی ہوئی تھیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہیں ہوئے' پس میں نے کہا میں اس گناہ سے اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں جو میں نے کیا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس گناہ سے توبہ کرتی ہوں جو میں نے کیا ہے۔ (صحیح مسلم التصاویر: ۹۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۵) آپ نے فرمایا یہ کیسا گدا ہے' میں نے کہا تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور

marfat.com
Marfat.com

ٹیک لگائیں! آپ نے فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا' اور ان سے کہا جائے گا ان میں جان ڈالو جن کو تم نے بنایا تھا' اور آپ نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۸)

چونکہ ان احادیث میں مطلقاً تصاویر بنانے پر آخرت میں عذاب کی وعید ہے خواہ وہ جاندار کی تصویر ہو یا غیر جاندار کی اس وجہ سے مجاہد نے یہ کہا تصاویر بنانا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کے جواز کی حدیث

جمہور فقہاء کا یہ موقف ہے کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

سعید بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں ایک انسان ہوں اور میرے روزی کمانے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ میں یہ تصویریں بناتا ہوں' حضرت ابن عباس نے کہا میں تم کو صرف وہ حدیث سناؤں گا جس کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے کوئی تصویر بنائی اللہ اس کو اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا۔ اس شخص نے بڑے زور سے سانس لیا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اگر تیرے لیے تصویر بنانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو پھر اس درخت کی تصویر بنا اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۷۸۵)

تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

جاندار اور ذی روح چیزوں کی تصویر بنانے کی احادیث میں تحریم کی تصریح ہے اور یہ حرمت مغلظہ ہے' اور درخت اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے' مجاہد کے سوا جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانے میں بھی تو تخلیق کی مشابہت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صنعت تخلیق کی مشابہت کے قصد سے تصویر بنائے گا یہ وعیدیں اس شخص کے متعلق ہیں اور جو شخص اپنے متعلق یہ اعتقاد رکھے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اسی کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا اور کفر کی وجہ سے اس کا عذاب اور زیادہ ہوگا۔ اسی طرح عذاب کی یہ سخت وعیدیں اس شخص کے لیے ہیں جو اس لیے تصویر بنائے کہ اس تصویر کی عبادت کی جائے' جیسے کفار بت تراش کر بناتے تھے اور جو شخص تصویر' اللہ کی صنعت تخلیق کے ساتھ مشابہت کے قصد سے بنائے نہ اس لیے تصویر بنائے کہ اس کی عبادت کی جائے تو وہ فاسق ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور جس طرح باقی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں قرار دیا جاتا اسی طرح اس کو بھی کافر نہیں قرار دیا جائے۔ (صحیح مسلم بہ شرح نواوی ج ۹ ص ۵۷۴۶' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نواوی شافعی نے قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ کی جو عبارت نقل کی ہے اس کا حوالہ یہ ہے:

marfat.com
Marfat.com

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۶۲۸ مطبوعہ دارالوفاء بیروت

تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اگر گھر میں قبلہ کی جانب ایسی تصاویر (یا مجسمے) ہوں جن کے سر کٹے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تصویر سر کے ساتھ ہوتی ہے اور سر کٹنے سے وہ تصویر نہیں رہتی' کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا جس میں ایک پرندے کی تصویر تھی' صبح کو صحابہ نے دیکھا اس کا سر مٹا دیا گیا تھا' اور روایت ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اجازت دے دی' حضرت جبریل نے کہا میں کیسے آ سکتا ہوں جبکہ گھر میں ایک ایسا پردہ ہے جس پر گھوڑوں اور مردوں کی تصویریں ہیں' آپ یا تو ان تصویروں کے سر کاٹ دیں' یا ان پردوں کے بچھانے والے گدے بنا دیں' نیز سر کاٹ دینے کے بعد تصویر درخت کی طرح ہو جاتی ہے' اور یہ مکروہ نہیں ہے' مکروہ' جاندار کی تصویر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو تصویر بنانے سے منع کیا۔ اس نے کہا میرے کمانے کا یہی طریقہ ہے پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تصویر بنانے کے سوا تمہارے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو درختوں کی تصویر بنایا کرو' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس میں روح پھونکنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

اگر تصویر کا سر کٹا ہوا نہ ہو تو پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس میں تصویر کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہے' لیکن یہ اس وقت ہے جب تصویر بڑی ہو اور دیکھنے والوں کو دور سے نظر آتی ہو' اگر تصویر چھوٹی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ تصویروں کی عبادت کرنے والے بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کرتے' کیونکہ حضرت ابوموسیٰ کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویریں تھیں اور حضرت دانیال علیہ السلام کی انگوٹھی ملی تو اس کے نگینوں پر دو شیروں کی تصویریں تھیں اور ان شیروں کے درمیان ایک آدمی کی تصویر تھی جس کو وہ شیر چاٹ رہے تھے' یا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم سے پہلی شریعت میں تصویر حلال تھی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ (سبا: ۱۳) حضرت سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جن) ان کے لیے بنا دیتے تھے۔ اونچے قلعے اور مجسمے' تصویر جس طرح قبلہ کی جانب مکروہ ہے اسی طرح چھت پر یا قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب بھی مکروہ ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے'' اس لیے نماز کی جگہوں کو تصویر سے منزہ کرنا واجب ہے' ہاں اگر نمازی کے پیچھے تصویر ہو تو اس میں کم درجہ کی کراہت ہے' کیونکہ اس موقع پر تصویر کی تعظیم یا تصویر کی عبادت سے مشابہت نہیں ہے' اسی طرح اگر تصویر زمین یا تہبند یا پردوں پر ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے' بستر پر تصویر مکروہ ہے لیکن ایسے بستر پر سونے یا بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ بستر کو روندا جاتا ہے اور اس میں تصویر کی تعظیم نہیں ہے' گدے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حضرت جبریل نے کہا تھا کہ آپ اس کا گدا بنا لیں جس کو روندا جائے' اگر نمازی بستر پر نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کی جگہ یا اس کے سامنے تصویر ہو تو یہ مکروہ ہے' کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے اور اگر اس کے قدموں کی جگہ تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب تصویر کی تعظیم نہیں ہے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۲۱۱-۲۱۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان تصویروں کے بنانے والے کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔'' یہ تصویر کے عموم

marfat.com
Marfat.com

پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ تصویر مجسم ہو یا نہ ہو' خواہ وہ تصویر کسی چیز میں کھود کر بنائی جائے یا نقش سے بنائی جائے' جس چیز پر بھی تصویر کا اطلاق ہوگا وہ حرام ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۲ ص ۷۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

ہم یہ بات بداہتہً سمجھتے ہیں کہ فوٹو گراف کی تصاویر' تحریم کے حکم میں داخل نہیں ہیں' کیونکہ یہ ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر نہیں ہیں' اور نہ ان کا کوئی جسم ہوتا ہے' ان تصاویر میں صرف عکس اور ظل کو ایک کاغذ پر مقید کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی لڑکیوں کے لیے گڑیوں کو حرام نہیں کیا گیا اور صورتوں کے وہ مجسمے حرام نہیں ہیں جن کی علم طب یا تعلیم میں ضرورت ہوتی ہے اور وہ تصاویر جن کو تعظیم یا تکریم کے لیے نہ بنایا جائے حرام نہیں ہیں' کیونکہ تصاویر کی تحریم کی بنیاد بت سازی اور بت پرستی کا راستہ بند کرنا ہے۔ (یسئلونک فی الدین والحیاۃ ج ا ص ۶۳۲' مطبوعہ دار الجیل بیروت)

نیز علماء ازہر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

ہمارا مختار یہ ہے کہ جس تصویر کا کوئی جسم نہ ہو اس کے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جو تصویر کپڑے' دیوار یا کاغذ پر بنائی جائے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح آج کل کیمرے سے کھینچی جانے والی مروّجہ تصاویر بھی جائز ہیں خواہ وہ تصویریں جاندار کی ہوں یا بے جان کی' جبکہ وہ تصویریں کسی علمی مقصد پر مبنی ہوں جس سے عام معاشرہ کو فائدہ ہو اور ان تصاویر کی تعظیم' تکریم اور عبادت کا شبہ نہ ہو تو پھر وہ تصویریں بے جان چیزوں کی تصویروں کے حکم میں ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں۔ (الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ' مطبوعہ قاہرہ مصر' ۱۴۰۲ھ)

تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف

میرے نزدیک علماء ازہر کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کہ کیمرے کی بنائی ہوئی تمام تصاویر اس لیے جائز ہیں کہ وہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتیں اور یہ کہ کیمرے کے ذریعہ صرف عکس کو مقید کر لیا جاتا ہے' دیکھیے پہلے شراب ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب مشینی عمل کے ذریعہ شراب بنائی جاتی ہے تو کیا اس فرق سے اب شراب جائز ہو جائے گی' پہلے ہاتھوں کی تراش خراش سے مجسمے بنائے جاتے تھے اب مشینوں کے ذریعہ پلاسٹک اور دوسری اجناس کے مجسمے ڈھال لیے جاتے ہیں تو کیا اب وہ جائز ہو جائیں گے؟

فوٹو کے متعلق اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کی صورت اور شبیہ کو مستقل طور پر محفوظ کر لینا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہمیشہ جانداروں کی تصویریں شرک اور فتنہ کی موجب بنتی رہی ہیں' اب بھی ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک میں تصویروں اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے' ہندوستان میں گاندھی کی تصویر کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے' روس میں سٹالن کی تصویر کی تعظیم کی جاتی ہے' پاکستان کے تمام دفاتر' اسمبلیوں اور سفارت خانوں میں بڑے سائز کی قائداعظم کی تصویر تعظیماً اونچی جگہ پر آویزاں کی جاتی ہے' اس لیے اصل فتنہ صورت کے محفوظ کرنے میں ہے' خواہ صورت کو سنگ تراشی سے محفوظ کیا جائے' قلم کاری سے یا فوٹو گرافی سے' جس طریقہ سے بھی تصویر کو حاصل اور محفوظ کر لیا جائے گا اس سے حاصل شدہ تصویر ناجائز اور حرام ہو گی' اور بت تراشی' مصوری اور فوٹو گرافی میں جواز اور عدم جواز کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

تصویر کی حرمت کا اصل منشاء غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت ہے' اگر لوگ فوٹو گراف کی تعظیم اور عبادت شروع کر دیں تو کیا وہ تعظیم اور عبادت ناجائز نہیں ہو گی؟ جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے قومی لیڈروں اور پیروں کے فوٹوؤں کی ہر ملک میں بالفعل تعظیم کی جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت کا منشاء صورت اور شبیہ ہے' خواہ وہ سنگ تراشی سے حاصل ہو' قلم کاری سے

marfat.com
Marfat.com

یا فوٹوگرافی سے' اس لیے جس طرح پتھر کا مجسمہ بنانا اور قلم اور برش سے تصویر بنانا حرام ہے اسی طرح کیمرے سے فوٹو بنانا بھی حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔

ویڈیو اور ٹی وی کی تصاویر کا شرعی حکم

بعض علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر' تمثال' مجسمہ' اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں ہے' اس لیے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے' تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کر لیا جائے تو وہی عکس تصویر بن جاتا ہے' موجودہ معروف اور متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لہٰذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر جعلِ انسانی کا دخل ہے اس لیے اگرچہ ٹی وی کے آئینہ پر عکوس کے ظہور میں جعلِ انسانی دخیل ہے تب اس کا حکم آئینہ کے حکم کی طرح ہی ہونا چاہیے کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ویڈیو اور ٹی وی کے استعمال کرنے کا معاملہ آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے' جس طرح آئینہ کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا سننا اس کے بغیر بھی جائز ہو۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز و حرام ہو وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا اور دیکھنا ناجائز و حرام ہے' غیر محرم مرد و زن کا عام میل جول شرعاً حرام ہے اور فلموں میں بھی دکھایا جاتا ہے اس لیے یہ فلمیں سینما میں دیکھی جائیں یا وی سی آر کے ذریعہ ٹی وی پر بہر حال حرام ہیں۔ (یہ کلام ختم ہوا)

ہمارے نزدیک ٹی وی کی اسکرین کا آئینہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے' اول اس لیے کہ اگر مثلاً چار شخص آئینے کے سامنے مختلف جہات میں کھڑے ہوں کوئی دائیں جانب ہو کوئی بائیں جانب ہو' کوئی بالکل سیدھا کھڑا ہو' کوئی کسی اور زاویہ سے ترچھا کھڑا ہو' تو سب کو بہ یک وقت آئینہ میں مختلف عکوس نظر آئیں گے اس کے برخلاف اگر ٹی وی کی اسکرین کو بہ یک وقت چار یا چار سے زائد اشخاص مختلف جہات سے دیکھ رہے ہوں تو ان کو ایک ہی منظر دکھائی دے گا اور یہ وہی منظر ہو گا جو ویڈیو ٹیپ پر ریکارڈ شدہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وی سی آر کے مخصوص بٹن کے ذریعہ کسی تصویر کو ساکن کر دیا جائے اور ٹھہرا لیا جائے تو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بہر حال ویڈیو کے مجوزین کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ جبکہ آئینہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا ناجائز یا مکروہ نہیں ہے اس لیے ہمارے نزدیک ٹی وی کی اسکرین آئینہ کی مثل نہیں ہے اور اس کو آئینہ پر قیاس کر کے جائز قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

ٹی۔ وی کی تصاویر ہر چند کہ عام فوٹوگراف یا قلمی تصاویر کی طرح تو نہیں ہیں تاہم یہ تصویر کی جدید شکل ہیں۔ ٹی وی کی تصویر کو متحرک بھی دکھایا جاتا ہے اور غیر متحرک بھی' تصویر خواہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا قلمی ہو یا فوٹوگراف ہو یا ویڈیو کی ریز کے ذریعہ دکھائی دے ان سب میں ایک چیز مشترک ہے وہ ہے جاندار کی صورت کا دکھائی دینا۔ غیر ترقی یافتہ زمانہ میں جاندار کی صورت کو پتھروں سے تراش کر مجسمہ کی شکل میں یا کپڑے یا کاغذ پر نقش کر کے وجود میں لایا جاتا تھا' پھر ترقی یافتہ زمانہ میں کیمرے کے ذریعہ فوٹوگراف کی شکل میں وجود میں لایا گیا اب اور زیادہ ترقی ہوئی تو اس کو ریز کی شکل میں متحرک اور غیر متحرک ہر دو طرح سے وجود میں لایا گیا' بہر حال ہر صورت میں ویڈیو کی وہ تصاویر جن میں ریز کے ذریعہ جاندار کی صورتوں کو وجود میں لایا جائے خواہ وہ متحرک ہوں یا غیر متحرک ہوں وہ اسی طرح ناجائز اور حرام ہیں جیسے پتھر' کاغذ یا کپڑے پر نقش شدہ تصاویر ناجائز اور حرام ہیں' جیسے موسیقی صرف اس لیے حرام نہیں ہے کہ وہ طبلہ' سارنگی اور بانسری کے ذریعہ بجا کر آواز بنائی جاتی ہے اگر یہ

marfat.com
Marfat.com

آواز ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ سنائی دے، فلم یا ویڈیو ٹیپ کے فیتے کے ذریعہ سنائی دے وہ بہر حال موسیقی کی آواز ہے جو سنائی دے رہی ہے اسی طرح جاندار کی صورت خواہ کسی ذریعہ سے دکھائی دے وہ بہر حال صورت گری ہے اور ناجائز اور حرام ہے میں نے اس مسئلہ کو اسی طرح سمجھا ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری فکر کی نارسائی ہے۔

جو علماء دلائل کی بناء پر فوٹو اور ٹی وی کی تصاویر کے جواز کے قائل ہیں ان پر لعن طعن نہیں کرنی چاہیے

فوٹو گراف میں بعض علماء اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ گدے پر چھپی ہوئی تصویر کی اجازت ہے اور جب کپڑے پر تصویر کا نقش جائز ہے تو کاغذ پر بھی جائز ہے اور مصری علماء بھی اس کو جائز کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ استدلال صحیح نہیں ہے اسی طرح آئینہ پر قیاس کر کے بعض علماء ٹی وی کی تصاویر کو بھی جائز کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ استدلال صحیح نہیں ہے لیکن جس مسئلہ میں ہمارے علماء کا اختلاف ہو تو اس میں تشدید نہیں کرنی چاہیے جیسے قوالی' سیاہ خضاب' چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کا معاملہ ہے کیونکہ دلائل میں تعارض تخفیف کا موجب ہوتا ہے مثلاً بعض احادیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ اسی وجہ سے زیادہ تر عذاب قبر ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۸' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳) اس حدیث کا تقاضا ہے کہ پیشاب مطلقاً نجاست غلیظہ ہو' اور بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو اونٹنیوں کا پیشاب بطور علاج پلایا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۱) اس حدیث کا تقاضا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب نجس نہ ہو' اور یہی امام احمد کا مسلک ہے' سو دلائل میں اس تعارض کی وجہ سے جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کے پیشاب کو نجاست خفیفہ قرار دیا گیا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ) اسی طرح بلی کے جھوٹے کا حکم ہے' بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی درندہ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۳) اس حدیث کا تقاضا ہے کہ بلی کا جھوٹا حرام ہو اور بعض احادیث میں ہے کہ جس برتن سے بلی نے پانی پیا تھا اس برتن کے پانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ نے وضو کیا (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۹) اس حدیث کا تقاضا ہے کہ بلی کا جھوٹا پاک ہو اور دلائل میں اس تعارض کی بنا پر بلی کے جھوٹے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۱۵)

اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ہر چند کہ فوٹو گراف اور ویڈیو کی تصاویر ہمارے نزدیک جائز نہیں ہیں لیکن چونکہ اس میں دلائل متعارض ہیں اور علماء کا اختلاف ہے اس لیے اس میں بہت زیادہ سختی اور تشدید نہیں کرنی چاہیے اور جو علماء اس میں مبتلا ہیں ان پر لعن طعن نہیں کرنی چاہیے اور ان کو ہدف ملامت نہیں بنانا چاہیے کیونکہ دلیل خواہ کمزور ہو وہ تخفیف کا تقاضا کرتی ہے۔ دیکھیے محرمات سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا جو شخص اپنی ماں یا بہن سے نکاح کر کے وطی کر لے اس پر حد نہیں ہوگی تعزیر ہوگی۔ اس کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور یہاں پر یہ شبہ ہے کہ ہم سے پہلی شریعت میں بھائی بہن کے درمیان نکاح جائز تھا' ہر چند کہ یہ شبہ ضعیف ہے لیکن اس کا اعتبار کر کے حد ساقط کر دی گئی۔ (ہدایہ اولین ص ۵۱۶' فتح القدیر و العنایہ ج ۵ ص ۲۴۶) اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ فوٹو گراف اور ویڈیو کی تصویر کے جواز کے دلائل ضعیف ہیں لیکن وہ تخفیف کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے دلائل کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں ان پر لعن طعن نہیں کرنی چاہیے اور عام لوگوں کو اس سے بہر حال منع کرنا چاہیے۔

ضرورت کی بناء پر پاسپورٹ سائز کے فوٹو گراف کی رخصت

تاہم بعض تمدنی' عمرانی اور معاشی امور کے لیے فوٹو ناگزیر ہے' مثلاً شناختی کارڈ' پاسپورٹ' ویزا' ڈومی سائل' امتحانی فارم' ڈرائیونگ لائسنس اور اس نوع کے دوسرے امور میں فوٹو کی لازمی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے دین میں تنگی

marfat.com
Marfat.com

نہیں رکھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی نہیں کی۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور مشکل کا ارادہ نہیں کرتا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

احب الدين الى الله الحنيفية السمحة (صحیح البخاری باب: ۲۹)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو حق ہو اور آسان اور سہل ہو۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال ان الدين يسر (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے۔

عن انس بن مالک يقول قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يسروا ولا تعسروا. (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۳۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو۔

اسلام میں جاندار چیزوں کی تصاویر بنانے کی ممانعت ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت ہے۔ اس لیے انسان کی صرف سینے تک کی تصویر بنانا جائز ہے کیونکہ کوئی انسان بغیر پیٹ کے زندہ نہیں رہ سکتا' اور جن تمدنی اور معاشی امور میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے (مثلاً شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ) ان میں اس قسم کی آدھی تصویر ہی کی ضرورت ہوتی ہے' اس لیے اس قسم کی ضروریات میں بغیر پیٹ کے سینہ تک کی آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے' البتہ بلاضرورت شوقیہ فوٹو گرافی مکروہ ہے' اور تعظیم و تکریم کے لیے فوٹو کھنچانا ناجائز اور حرام ہے۔

ہم نے جو آدھی تصویر کو جائز کہا ہے اس کی اصل حدیث یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال استاذن جبريل عليه السلام على النبی صلی الله عليه وسلم فقال ادخل فقال كيف ادخل وفی بيتک ستر فيه تصاوير فاما ان تقطع رء وسها اوتجعل بساطا يوطا فانا معشر الملائكة لا تدخل بيتا فيه تصاوير. (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶۱' طبع کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا آ جاؤ! انہوں نے کہا میں کیسے آؤں درآں حالیکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں' پس یا تو آپ ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو پیروں تلے روندی جانے والی چادر بنا دیں کیونکہ ہم گروہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

فاما لو كانت ممتهنة اوغير ممتهنة لكنها غيرت من هيئتها اما قطعها من نصفها اوبقطع

اور اگر تصویر کو ذلت کے ساتھ رکھا جائے یا بغیر ذلت کے رکھا جائے لیکن اس کی ہیئت کو متغیر کر دیا جائے یا تو وہ تصویر آدھی

marfat.com
Marfat.com

راسها فلا امتناع (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹۲ لاہور ۱۴۰۱ھ) کاٹ دی جائے یا اس کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر کوئی امتناع نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن عربی (مالکی) نے کہا ہے کہ تصویر بنانے کے حکم میں خلاصہ یہ ہے کہ جسم والی تصویر بنانا تو بالا جماع حرام ہے اور اگر تصویر مرتسم یا مرقوم ہو (یا مطبوع ہو) تو اس میں چار قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ مطلقاً جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تصویر کپڑے پر بنی ہوئی ہو اس کا حکم مستثنیٰ ہے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۱) دوسرا قول یہ ہے کہ تصویر بنانا مطلقاً ممنوع ہے حتیٰ کہ قلم سے بنائی ہوئی تصویر بھی ممنوع ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ اگر تصویر میں مکمل ہیئت اور شکل ہو تو حرام ہے اور اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے یا اس کے اجزاء متفرق ہوں تو پھر جائز ہے' علامہ ابن عربی نے کہا یہ قول زیادہ صحیح ہے' چوتھا یہ ہے کہ اگر تصویر کو نیچے بچھایا جائے اور ذلت کے ساتھ رکھا جائے تو پھر جائز ہے اور اگر تصویر کو لٹکایا جائے تو پھر نا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹۱ لاہور ۱۴۰۱ھ)

مصر کے بعض علماء لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ جاندار کا فوٹو گراف اگر بڑا ہو اور اس میں اس کے تمام اعضاء مکمل ہوں تو اس کا بنانا مکروہ تحریمی ہے' اور اگر فوٹو گراف چھوٹا ہو جس میں غور سے دیکھے بغیر اعضاء کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے' یا فوٹو تو بڑا ہو لیکن اس میں وہ اعضا نہ ہوں جن کے بغیر حیات ناگزیر ہے تو اس فوٹو گراف کا بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(الفتاویٰ الاسلامیہ ج ۴ ص ۱۲۸۰ مصر ۱۴۰۱ھ)

علامہ نور اللہ بصیر پوری (فقیہ العصر) لکھتے ہیں:

حج کے لیے عازم حج کے پورے جسم کا فوٹو ضروری نہیں بلکہ چہرے یا قدرے زائد کا فوٹو حکومت نے مصالح انتظامیہ کے لیے ضروری قرار دیا ہے' چنانچہ عموماً پاسپورٹوں پر ایسے ہی فوٹو چسپاں کیے جاتے ہیں جو نصف سینہ تک کے ہوتے ہیں حالانکہ انسان نصف سینہ یا سینہ کے نیچے سے کاٹ دیا جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا' لہٰذا یہ فوٹو ایسے جسم کا فوٹو ہوگا جو شجر و حجر کی طرح بے جان ہے۔ (الی قولہ) بہر حال ان ارشادات کی روشنی میں حج فرض وغیرہ کے لیے' ایسے فوٹو کی اجازت ہے جو جسم کے ایسے حصہ کا ہو جو صرف اتنا ہی زندہ نہ رہ سکتا ہو' (الی قولہ) ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ بلا ضرورت فوٹو نہ کھنچوائے جائیں۔

(الفتاویٰ النوریہ ج ۲ ص ۱۷۱-۱۶۹ لاہور ۱۴۰۸ھ)

احادیث صحیحہ اور عبارات فقہاء کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ تمدنی' معاشی' عمرانی اور شرعی ضروریات کے لیے آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے اور بلا ضرورت محض شوقیہ فوٹو گرافی ایک مکروہ عمل ہے اور کسی کی تعظیم اور تکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بتاؤ!) کس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں دریا رواں دواں کر دیئے اور زمین کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط پہاڑ بنا دیئے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ پیدا کر دی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے! ٥ (النمل: ۶۱)

زمین کی خصوصیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال

زمین کے جائے قرار ہونے کی وجوہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کر دیا اور اس میں لوگوں کی سکونت سہل

marfat.com
Marfat.com

اور آسان بنادی اور زمین کو سختی اور نرمی کے درمیان متوسط اور معتدل بنایا اگر وہ پتھر کی طرح سخت ہوتی تو اس پر انسان کا چلنا مشکل ہوتا اور اگر وہ پانی کی طرح نرم ہوتی تو انسان اس میں گھس کر نیچے چلا جاتا اور ڈوب جاتا' اور اس میں سورج کی شعاؤں کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ورنہ ٹھنڈک کی زیادتی سے اس پر جانداروں کا رہنا مشکل ہو جاتا' سورج کے گرد زمین کی گردش کو اس کیفیت سے رکھا کہ عام لوگوں کو اس کی گردش محسوس نہیں ہوتی۔

اور فرمایا زمین کے گرد دریا رواں دواں کر دیئے' زمین سے پانی کئی صورتوں میں نکلتا ہے' بعض سیال جاری چشمے ہیں' زمین کے اندر جو بخارات چلتے رہتے ہیں کسی جگہ وہ بخارات جمع ہو جاتے ہیں اور اپنی قوت سے زمین کو پھاڑ کر نکل آتے ہیں' اور بعض چشمے جاری نہیں ہوتے کیونکہ جن بخارات کی وجہ سے وہ چشمے وجود میں آتے ہیں وہ اتنے قوی نہیں ہوتے اور ندیوں اور نالوں اور دریاؤں کے پانی ہیں اور کنوؤں کے پانی ہیں۔

رواسی راسیۃ کی جمع ہے' اس کا استعمال پہاڑوں کے لیے ہوتا ہے۔

اور فرمایا: اور دو سمندروں کے درمیان آڑ پیدا کر دی' اس سے مقصود یہ ہے تاکہ میٹھا پانی کھارے پانی سے مختلط نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ انسان کے دل میں بھی دو سمندر ہیں ایک حکمت اور ایمان کا سمندر اور دوسرا سرکشی اور شہوت کا سمندر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو سمندروں کے درمیان بھی ایک رکاوٹ قائم کر دی اور ایک سمندر دوسرے سمندر سے فاسد نہیں ہوتا' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ اس نے دو سمندر جاری کر دیئے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں' ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ (الرحمٰن: ٢٠-١٩)

دو سمندروں سے مراد ایک کھارے پانی کا سمندر ہے اور ایک میٹھے پانی کا دریا ہے' یا اس سے مراد یہ ہے کہ سمندر میں دو قسم کی لہریں ہیں' ایک میٹھے پانی کی اور ایک کھارے پانی کی' اور ہر ایک لہر دوسری لہر سے ممتاز اور ممیز رہتی ہے' تیسری صورت یہ ہے کہ سمندر میں بعض جگہوں پر اوپر کھارا پانی ہوتا ہے اور اس کی تہ میں نیچے میٹھا پانی ہوتا ہے' چوتھی صورت یہ ہے کہ بعض مقامات پر دریا کا میٹھا پانی سمندر میں جا گرتا ہے اور میلوں تک یہ دونوں پانی ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلط نہیں ہوتے۔

یہ نعمتیں اور زمین میں یہ خصوصیات کس نے پیدا کی ہیں' تم حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہو' ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی زمین میں اور سمندروں میں یہ خصوصیات تھیں۔ درختوں میں پتھروں میں آگ میں ان میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ زمین کو اور سمندروں کو یہ خصوصیات دے سکے' نہ سورج اور چاند میں یہ طاقت ہے کیونکہ سورج اور چاند زمین کے جس حصہ سے غروب ہو جاتے ہیں اس غروب سے زمین کے اس حصہ کی خصوصیات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پھر بتاؤ کہ زمین میں یہ خصوصیات کس نے پیدا کی ہیں' اور ان کے پیدا کرنے کا کون دعویدار ہے؟ پھر کیوں نہیں مان لیتے کہ اللہ ہی ان کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ان کو قائم رکھنے والا ہے اور وہی سب کی عبادتوں کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بتاؤ!) جب بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو کون قبول کرتا ہے اور کون تکلیف کو دور کرتا ہے! اور تم کو زمین پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! تم لوگ بہت کم نصیحت کو قبول کرتے ہو! ۝ (النمل: ٦٢)

مضطر (بے قرار) کے مصداق کے متعلق اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مضطر (بے قرار) وہ شخص ہے جس کو کسی چیز کی سخت ضرورت ہو اور وہ اس کی

marfat.com
Marfat.com

طلب کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہو! سدی نے کہا مضطر وہ شخص ہے جو کسی مصیبت کو دور کرسکتا ہو اور نہ کسی راحت کو حاصل کر سکتا ہو۔ ذوالنون نے کہا مضطر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب سے رشتے منقطع کر چکا ہو۔ ابوجعفر اور ابوعثمان نیشاپوری نے کہا مضطر وہ شخص ہے جو دیوالیہ ہو چکا ہو' سہل بن عبداللہ نے کہا مضطر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے پاس دعا کے قبول ہونے کے لیے پیشگی عبادت کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ ایک شخص مالک بن دینار کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے اللہ کے لیے سوال کرتا ہوں' آپ میرے لیے دعا کریں میں مضطر ہوں' انہوں نے کہا جب تم مضطر ہو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو وہ مضطر کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

مضطر (بے قرار) کی دعا

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے والد سے کہا میں ہر روز صبح و شام تین تین بار آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا ہوں۔ اے اللہ! میرے بدن کو عافیت سے رکھ' اے اللہ! میرے کانوں کو عافیت سے رکھ' اے اللہ! میری آنکھوں کو عافیت سے رکھ' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے تو میں آپ کی سنت پر عمل کرنا پسند کرتا ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس دعا میں کہا: اے اللہ! میں کفر اور فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اور کہا حضور صبح اور شام تین تین بار یہ دعا کرتے تھے اور میں آپ کی سنت پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کرب میں مبتلا (بے قرار) کی دعا یہ ہے: اے اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں تو مجھے پلک جھپکنے کے لیے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر اور تو میرے تمام کاموں کو درست کردے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۴۵۲)

قرآن اور حدیث سے اس پر استدلال کہ مضطر اور مصیبت زدہ کی دعا قبول ہوتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر

جب کوئی شخص کرب میں مبتلا ہو' مضطر اور بے قرار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے خواہ وہ شخص مومن ہو یا کافر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ (یونس: ۲۳-۲۲)

حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محو سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں اور لوگ ان سے خوش ہو رہے ہوں تو (اچانک) ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر کی) موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ یقین کرلیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں اس وقت وہ اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو وہ پھر یکا یک زمین میں ناحق بغاوت (فساد) کرنے لگتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ○ (العنکبوت: ۶۵)

پس جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں پھر جب وہ ان کو (طوفان سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

سو جو مضطر اور بے قرار اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔

اسی طرح احادیث میں مطلقاً مظلوم کی دعا قبول کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ تین (قسم کی) دعائیں قبول ہوتی ہیں' مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اس کی اولاد کے لیے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۴۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۶۹۹' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۹۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت چند ہدایات دیں اور آخر میں فرمایا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۲۵' ۲۴۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۸۳)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچو' کیونکہ اس کی دعا بادلوں کے اوپر اٹھائی جاتی ہے' اللہ جل جلالہ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کروں گا' خواہ کچھ وقت گزرنے کے بعد۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۷۱۸' المستدرک ج ۱ ص ۲۹' قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۸۱' یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۰۹' ۲۴۰۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۶' ۱۹۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵' ۳۰۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲' متن حدیث کے الفاظ متقارب ہیں)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی دعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۳' اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوعبداللہ الاسدی ہے حافظ المنذری نے کہا ہے میں اس کو نہیں پہچانتا' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۸۸' حافظ الہیثمی نے بھی کہا میں اس کو نہیں پہچانتا' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۱۰ ص ۴۹۵' رقم الحدیث: ۱۲۴۸۸' مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

مظلوم' مسافر اور والد کی دعا جلد قبول فرمانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ مظلوم کے اخلاص کی وجہ سے اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ ضرورت کی بنا پر اس کے کرم کا تقاضا ہے' اور اس کے اخلاص کو قبول کر لینا ہے خواہ وہ کافر ہو' اسی طرح اگر وہ شخص اپنے دین میں سب سے بڑا فاجر ہو تو جب وہ گڑگڑا کر اخلاص کے ساتھ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا کیونکہ کسی کا کفر یا فجور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول سے مانع نہیں ہے اور مظلوم کی دعا کے قبول ہونے کا معنی یہ ہے' اللہ تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرماتا ہے یا ظالم سے اس کا بدلہ لیتا ہے یا ظالم پر اس سے بڑے ظالم کو مسلط کر دیتا ہے جو اس ظالم پر ظلم کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (الانعام: ۱۲۹) اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال کی وجہ سے بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

اس طرح ایک ظالم دوسرے ظالم کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیتا ہے اور ہم ایک ظالم کا انتقام دوسرے ظالم سے لے لیتے ہیں جس طرح جب جرمنوں کا ظلم اور ان کی بربریت حد سے بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے امریکا' روس اور برطانیہ کو اس پر مسلط کر دیا۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ اس کی دعا بادلوں کے اوپر اٹھائی جاتی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی دعا کے لیے فرشتوں کو مقرر فرما دیا ہے وہ اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھا کر لے جاتے ہیں' پھر وہاں سے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور آسمان دعا کا قبلہ ہے تاکہ اس کو تمام فرشتے دیکھ لیں' اور دعا کو اوپر لے جانے سے فرشتوں کی مدد کا اظہار ہوتا ہے اور اس دعا کی قبولیت میں ان کی شفاعت حاصل ہوتی ہے' اور مظلوم کی دعا کو جلد قبول کرنے سے لوگوں کو اللہ کی ناراضگی' اس کی معصیت اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈرانا مقصود ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے' اے میرے بندو! سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو! الحدیث۔ (صحیح مسلم' البر والصلہ: ۵۵' رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۵۷۷' الرقم المسلسل: ۶۴۵۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۱۷ھ)

پس مظلوم مضطر اور مکروب ہے اور اپنا بدلہ لینے کے لیے بے قرار ہے' اور مسافر بھی اسی کے قریب ہے کیونکہ وہ اپنے اہل اور وطن سے جدا ہے' دوستوں اور مددگاروں سے دور ہے' اور دوران سفر اجنبی لوگوں کے درمیان رہنے کی وجہ سے اس کا کوئی موافق اور مددگار نہیں ہے' اس لیے وہ بھی مکروب اور مضطر ہے اور اس کی دعا بھی اللہ تعالیٰ ازراہِ کرم جلد قبول فرماتا ہے' اسی طرح جب والد اپنی اولاد کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ بھی اپنی اولاد کے لیے بے قرار اور مضطر ہوتا ہے اور اولاد کی تکلیف سے اس کے باپ کو اذیت پہنچتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ' مظلوم اور مسافر کی طرح اس کی دعا کو بھی جلد قبول فرما لیتا ہے۔

مضطر اور مکروب کی فریاد رسی سے توحید پر استدلال

نیز اس آیت میں فرمایا: اور کون ظلم کو دور کرتا ہے' یعنی مخلوق سے ضرر اور ظلم کو کون دور کرتا ہے' اور فرمایا اور تم کو زمین پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے' یعنی ایک قوم مر جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری قوم آ جاتی ہے اور وہ تمہاری اولاد کو تمہارا قائم مقام بنا دیتا ہے' اگر پہلے لوگ مر کر بعد والوں کے لیے جگہ خالی نہ کرتے تو بعد والوں کے لیے زمین تنگ ہو جاتی۔

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو جس طرح اللہ نے اپنی عبادت اور توحید کا پیغام دے کر رسول بھیجے ہیں تو وہ دوسرا معبود بھی اپنا پیغام بھیجتا' اپنے رسولوں پر معجزات نازل کرتا' وہ بھی آسمانی کتابیں نازل کرتا' اور جب ایسا نہیں ہوا تو مان لو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی واحد لا شریک ہے' وہی ستائش اور عبادت کا مستحق ہے' اس کے سوا اور کوئی اس کائنات کا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

ہر صاحب عقل اس بات کو تسلیم کرے گا کہ ستائش اور عبادت کا وہی مستحق ہے جو مصائب دور کرے' دکھ اور پریشانی میں کام آئے' اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا مصائب کو کوئی دور نہیں کرتا' مشکلات کو اس کے سوا کوئی حل نہیں کرتا تو اس کے سوا عبادت کا بھی کوئی مستحق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (بتاؤ!) وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنی

marfat.com
Marfat.com

رحمت سے پہلے ہی خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! اللہ ان سے بہت بلند ہے جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں O (بتاؤ!) وہ کون ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا' اور وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! آپ کہیے اگر تم سچے ہو تو تم اپنی دلیل لاؤ O
(النمل: ٦٤-٦٣)

حشر ونشر کا ثبوت اور شرک کا ابطال

خشکی اور سمندروں کے اندھیروں سے مراد یہ ہے کہ جب انسان رات کے اندھیروں میں خشکی یا سمندروں کا سفر کرے تو اس وقت اس کو ستاروں سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے' اور بارش ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایسی ہوائیں بھیج دیتا ہے جن سے بارش کا پتا چل جاتا ہے' ہر چند کہ اب ایسے آلات اور اسباب ایجاد ہو چکے ہیں جن سے ان ہواؤں کے بغیر بھی علم ہو جاتا ہے کہ بارش کب متوقع ہے اور کب متوقع نہیں ہے لیکن یہ اسباب اور آلات بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں' اور ان آلات اور اسباب سے کام لینے کی عقل بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے' اور یہ مشرکین پتھر کے جن بے جان بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں کیا ان بتوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ ان ہواؤں کو بھیج سکیں یا ایسے اسباب اور آلات پیدا کر سکیں۔

مشرکین یہ مانتے تھے کہ سارے جہان کا خالق اور رازق اللہ تعالیٰ ہے لیکن وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کو نہیں مانتے تھے' اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم فرماتا ہے کہ جس نے اس کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ اس کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا' سو اللہ تعالیٰ نے ہی ابتداءً پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا' وہی پیدا کرتا ہے اور وہی رزق دیتا ہے اور اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے یہ سارا جہان پیدا کیا ہے' یا اس کے سوا کسی اور نے کسی بھی چیز کو پیدا کیا ہے تو تم اس پر دلیل لاؤ اور اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور کے ساتھ مل کر یا اس کے تعاون سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے تو تم اس پر دلیل قائم کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی (ازخود) غیب نہیں جانتا اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا O کیا ان کو آخرت کا پورا علم حاصل ہو گیا؟ (نہیں!) بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں ہیں' بلکہ وہ آخرت کے متعلق اندھے (بالکل جاہل) ہیں O (النمل: ٦٦-٦٥)

بل ادّرک علمهم فی الاخرة کے معانی

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر دلائل قائم کیے تھے کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور مخلوق کو اپنے وجود اور بقا میں جن چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں ازخود غیب کو صرف وہی جانتا ہے۔

اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ازخود غیب کو جاننے والا ہے اور اس وجہ سے وہ عبادت کا مستحق ہے تو اس کی یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے۔ جب آسمان والوں میں سے بھی کوئی ازخود غیب کو نہیں جانتا تو زمین والے ازخود غیب کو کس طرح جان سکتے ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا ہے بل ادّرک علمهم فی الاخرة' ادارک اصل میں تدارک تھا جو صرف ایک قانون کی وجہ سے ادارک ہو گیا' کیا ان کو آخرت کا پورا علم حاصل ہو گیا؟ اس آیت کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کا معنی ہے آخرت کے متعلق ان کا علم غائب ہو گیا اور وہ اس کو نہ سمجھ سکے' بعض نے کہا اس کا معنی ہے آخرت کے متعلق وہ شکوک اور شبہات میں مبتلا ہیں' کبھی وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بہت بعید کہتے تھے اور اس پر حیرت کا اظہار کرتے تھے

marfat.com
Marfat.com

اور کبھی آخرت کا صاف انکار کر دیتے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ آخرت کے متعلق ان کا علم الجھا ہوا تھا' اور بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ آخرت کے معاملہ میں ان کا علم آخرت میں کامل ہو جائے گا لیکن اس وقت یہ سود مند نہیں ہوگا۔

علم غیب کی تحقیق

ان دو آیتوں کی اختصار کے ساتھ تفسیر کرنے کے بعد ہم علم غیب پر بحث کرنا چاہتے ہیں ہر چند کہ ہم الاعراف اور النحل میں اس پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں لیکن چونکہ ہمارے دور کے بعض مفسرین نے النمل: ۶۵ میں بھی اس پر گفتگو کی ہے تو ہم بھی یہاں اختصار کے ساتھ علم غیب کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اس آیت میں غیب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے پہلے ہم اس کو پیش کریں گے' پھر اس پر تبصرہ کریں گے' پھر غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث پیش کریں گے پھر جمہور علماء اور مخالفین کی عبارات سے ان آیات کا محمل بیان کریں گے جن سے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی اور علم ما کان و ما یکون پر قرآن اور حدیث سے ایک دلیل بیان کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مفتی محمد شفیع کا نظریہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

اسی بنا پر یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے' اور کسی غیب یا بعض غیوب کو اس پر روشن کر دے' لیکن علم غیب بحیثیت مجموعی کسی کو نصیب نہیں اور عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ رب العلمین کے لیے مخصوص ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں' انہیں کوئی نہیں جانتا اس کے سوا'' (الانعام آیت: ۵۹) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ''اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے' اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا (پرورش پا رہا) ہے اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا' اور کسی متنفس کو خبر نہیں ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی'' (لقمان آیت ۳۴) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ ''وہ جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے' اور اس کے علم میں سے کسی چیز پر بھی وہ احاطہ نہیں کر سکتے الا یہ کہ وہ جس چیز کا چاہے انہیں علم دے'' (البقرۃ' آیت ۲۵۵)

قرآن مجید مخلوقات کے لیے علم غیب کی اس عام اور مطلق نفی پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ خاص طور پر انبیاء علیہم السلام' اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس امر کی صاف صاف تصریح کرتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں اور ان کو غیب کا صرف اتنا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے جو رسالت کی خدمت انجام دینے کے لیے درکار تھا۔ سورہ انعام آیت ۵۰' الاعراف آیت ۱۸۷' التوبہ آیت ۱۰۱' ھود' آیت ۳۱' احزاب' آیت ۶۳' الاحقاف آیت ۹' التحریم' آیت ۳' اور الجن آیات ۲۶ تا ۲۸ اس معاملہ میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔

قرآن کی یہ تمام تصریحات زیر بحث آیت کی تائید و تشریح کرتی ہیں جن کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ کوئی دوسرا بھی جمیع ما کان و ما یکون کا علم رکھتا ہے' قطعاً ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ شیخین' ترمذی' نسائی' امام احمد' ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ من زعم انہ (ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یعلم مایکون فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی ''جس نے دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ پر سخت جھوٹ کا الزام لگایا' کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے اسے نبی تم کہہ دو کہ غیب کا علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔'' ابن المنذر حضرت عبداللہ بن عباس کے مشہور شاگرد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''اے محمد! قیامت کب آئے گی؟ اور ہمارے علاقے میں قحط برپا ہے' بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے' وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کمایا ہے' کل میں کیا کماؤں گا؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں' مروں گا کہاں؟'' ان سوالات کے جواب میں سورہ لقمان کی وہ آیت حضور نے سنائی جو اوپر ہم نے نقل کی ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ. پھر بخاری ومسلم اور دوسری کتب حدیث کی وہ مشہور روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں ذکر ہے کہ صحابہ کے مجمع میں حضرت جبریلؑ نے انسانی شکل میں آکر حضورؐ سے جو سوالات کیے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور نے جواب دیا ما المسئول عنہا باعلم من السائل (جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا) پھر فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں' اور یہی مذکورہ بالا آیت حضور نے تلاوت فرمائی۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۵۹۸-۵۹۷' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا درست ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں' کیونکہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر جائز نہیں ہے' ہر چند کہ آپ کو بے شمار علوم غیبیہ دیئے گئے لیکن آپ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے جیسا کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اس کے باوجود محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ عرف میں عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اور سید مودودی کا یہ لکھنا درست نہیں ہے کہ آپ کو غیب یا علم غیب نہیں دیا گیا' البقرہ: ۳ میں متقین کی یہ صفت بیان فرمائی ہے۔ الذین یؤمنون بالغیب' یعنی متقین وہ ہیں جن کا غیب پر ایمان ہے اور ایمان تصدیق بالقلب کو کہتے ہیں اور تصدیق علم کی اعلیٰ قسم ہے اس کا مطلب ہے ہر متقی کو غیب کا علم ہوتا ہے' کیونکہ ہر متقی اللہ تعالیٰ کی' فرشتوں کی' اور جنت اور دوزخ کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو ان کا علم ہوتا ہے اور یہ سب امور غیب سے ہیں' سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر متقی کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر متقی ہیں اس لیے آپ کو سب سے زیادہ علم غیب ہے' اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے' اس آیت کا اور دیگر آیات کا انکار ہے' ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی از خود غیب کا علم نہیں ہے' یا کسی کو بھی تمام غیوب کا علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نبیوں اور رسولوں کو فرشتوں کے واسطے سے غیوب پر مطلع فرماتا ہے یا براہ راست ان کو وحی کے ذریعہ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعہ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور عام مومنین کو نبیوں اور رسولوں کے خبر دینے سے غیب کا علم ہوتا ہے اور ہر شخص کو حسب حیثیت اور بلحاظ مرتبہ غیب کا علم دیا جاتا ہے اور کائنات میں سب سے زیادہ غیب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور غیبیہ بتاتے ہیں وہ حقیقتاً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کو دی

marfat.com
Marfat.com

گئی ہیں جس کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۱۴ھ)

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتائی گئی ہیں اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا کیونکہ شرح عقائد اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں خبر صادق حواس سلیمہ اور عقل اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

آل عمران: ۱۷۹ کی تفسیر میں شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔

اسی طرح بعض لوگوں نے کہا ہے جو چیز بتا دی گئی وہ غیب نہ رہی اس لیے مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کو بتانے کے بعد ان کے علم پر یؤمنون بالغیب میں علم کا اطلاق کیا ہے کیونکہ ایمان بالغیب تصدیق بالغیب ہے اور تصدیق بالغیب علم بالغیب ہے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ کسی چیز کے علم کے بغیر اس چیز پر ایمان نہیں ہو سکتا اس لیے غیب کے علم کے بغیر اس پر ایمان نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ نے متقین کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اور ان کو رسولوں کے واسطے سے غیب کی خبر دینے کے بعد ہی ان کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ متقین کو جو مثلاً جنت اور دوزخ اور فرشتوں کا علم ہے اس کو علم غیب اس لیے فرمایا ہے کہ جن کو ان چیزوں کا علم نہیں ہے ان کے اعتبار سے وہ غیب کا علم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (الزمر: ۴۶ الحشر: ۲۲ التغابن: ۱۸ الجمعۃ: ۸) فرمایا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی غیب نہیں ہے اس کا یہی معنی ہے کہ دوسروں سے جو چیز غیب ہے اللہ تعالیٰ اس کا عالم ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبر حاصل ہے غیب کا علم نہیں ہے مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں اسی طرح کسی رسول و نبی کو بذریعہ وحی یا کسی ولی کو بذریعہ کشف والہام جو غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا تو وہ غیب کی حدود سے نکل گیا اس کو قرآن میں غیب کے بجائے انباء الغیب کہا گیا ہے جیسا کہ متعدد آیات میں مذکور ہے تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۳۴۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء)

مفتی صاحب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا تو وہ غیب کی حدود سے نکل گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود متقین کے علم پر یؤمنون بالغیب میں علم غیب کا اطلاق فرمایا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غیب کی خبر کا حصول اور چیز ہے اور علم غیب اور چیز ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ خبر صادق علم کا ذریعہ اور سبب ہے جس چیز کی خبر حاصل ہو گئی اس چیز کا علم ہو گیا علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ نے لکھا ہے کہ مخلوق کے لیے علم کے تین اسباب ہیں حواس سلیمہ عقل اور خبر صادق (شرح عقائد ص ۱۰ کراچی) سو جب غیب کی خبر دی گئی تو غیب کا علم دے دیا گیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی میں جو آیات اور احادیث پیش کی ہیں ان سب کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ازخود غیب کا علم نہیں ہے یا علم محیط نہیں ہے تاکہ ان آیات اور احادیث کا ان آیات اور احادیث سے تعارض لازم نہ آئے جن میں نبیوں اور رسولوں کو علم غیب عطا فرمانے کی تصریح کی گئی جن کو ان شاء اللہ العزیز ہم

marfat.com
Marfat.com

عنقریب پیش کریں گے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق درست نہیں اور آپ کو علم غیب حاصل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریح

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگر چہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ علم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے کان یعلم علم الغیب مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الاعلم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً عزت و جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں کم من معتقد لایطلق القول به خشیة ایهام غیره ممالایجوز اعتقاده فلاربط بین الاعتقاد والاطلاق یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علم به ابتداء فیکون ماقضا و اما اذا قید و قیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه یعنی یوں نہیں کہنا چاہیے کہ آپ کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ کو علم غیب دیا گیا' یا آپ غیب پر مطلع ہیں پھر کوئی حرج نہیں ہے)

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے' اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے' اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۳۴' مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے دلائل

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون کا علم دیا اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شیء ہونے نے دیا اور بر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن عظیم سے پہلے اگر بعض کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک ہرگز احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کے ہیں ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کو ہی سب کو دعوت عام ہے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت

marfat.com
Marfat.com

ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ لائیں جس سے صریح ثابت ہو کہ تمام نزول قرآن کے بعد بھی ما کان و ما یکون سے فلاں امر حضور پر مخفی رہا اگر ایسا نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔اھ ملخص۔اس کے بعد بھی ایسے وقائع پیش کرنا کیسی شدید بے حیائی ہے بلاشبہ عمرو کا قول صحیح ہے جمیع ما کان و ما یکون جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم محیط حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کریم کے سمندروں سے ایک لہر ہے جیسا کہ علامہ علی قاری کی زبدہ شرح بردہ میں مصرح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۲ مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت نے ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی جس عبارت کا ذکر فرمایا ہے اس کا حوالہ یہ ہے: (الزبدۃ العمدۃ شرح البردۃ ص ۱۱۶ مطبوعہ خیر پور سندھ ۱۴۰۶ھ)

غیب کا لغوی معنی

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الغیب کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو تم سے غائب ہو امام ابواسحاق نے یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں کہا وہ ہر اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ان سے غائب ہے اور اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جیسے مرنے کے بعد جی اٹھنا، جنت اور دوزخ، اور جو چیز ان سے غائب ہے اور اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہ غیب ہے، نیز غیب اس کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے پوشیدہ ہے، خواہ وہ دل میں ہو، کہا جاتا ہے کہ میں نے وراء غیب سے آواز سنی یعنی اس جگہ سے سنی جس کو میں نہیں دیکھ رہا۔(لسان العرب ج ۱ ص ۶۵۴ مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو وہ غیب ہے عام ازیں کہ وہ دل میں ہو یا نہ ہو۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۸۲ مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۵ھ)

غیب کا اصطلاحی معنی

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں:

غیب سے مراد وہ مخفی امر ہے جس کا نہ حواس (خمسہ) ادراک کرسکیں اور نہ ہی اس کی بداہت عقل تقاضا کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس کے علم کی کوئی دلیل (ذریعہ) نہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط — اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (الانعام: ۵۹)

اور دوسری قسم وہ ہے جس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ ہو (خواہ عقلی دلیل سے اس کا علم ہو خواہ خبر سے) جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور قیامت اور اس کے احوال کا علم۔(انوار التنزیل مع الکازرونی ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غیب کی دوسری قسم میں جو قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ جس کے علم پر کوئی دلیل ہو اس سے مراد ہے وہ دلیل عقلی ہو یا نقلی ہو، کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کی صفات پر عقلی دلائل قائم ہیں (اور ان کو عقل سے جانا جاسکتا ہے) اور قیامت اور اس کے احوال پر دلائل نقلیہ قائم ہیں (اور ان کو قرآن اور احادیث سے جانا جاسکتا ہے) اور یہ دونوں قسمیں غیب ہیں، اور غیب کی اس دوسری قسم کو انسان ان دلائل سے جان سکتا ہے، اور وہ غیب جس کا علم اللہ سبحانہ کے ساتھ مختص ہے وہ غیب کی قسم اول ہے اور سورۃ

marfat.com
Marfat.com

الانعام کی اس آیت کریمہ میں وہی مراد ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیئے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ (آل عمران: ۴۴)

یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) عالم الغیب ہے سو وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن سے وہ راضی ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق احادیث

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر غیوب پر مطلع فرمایا گیا تھا اس باب میں احادیث کا ایک سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور آپ کا یہ معجزہ ان معجزات میں سے ہے جو ہم کو یقینی طور معلوم ہیں' کیونکہ وہ احادیث معنیً متواتر ہیں اور ان کے راوی بہت زیادہ ہیں اور ان احادیث کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(الشفاء ج ۱ ص ۲۴۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان کر دیئے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا' اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے' ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں' جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴' صحیح مسلم الجنۃ ۲۳ (۲۸۹۱) ۷۱۳۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵' جامع الاصول ج ۱۱ رقم الحدیث: ۸۸۸۲)

(۲) حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی' آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں ماکان ومایکون (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں' پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔

(صحیح مسلم الجنۃ: ۲۶ (۲۸۹۲) ۷۱۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۲۹' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۹۲' جامع الاصول ج ۱۱ رقم الحدیث: ۸۸۸۵' الاحاد والمثانی ج ۴ رقم الحدیث: ۲۱۸۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۳)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ہمیں مخلوق کی

marfat.com
Marfat.com

ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں' حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲' امام احمد نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے' مسند احمد ج ۴' رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰' طبع دار الحدیث' قاہرہ)

امام ترمذی نے کہا اس باب میں حضرت حذیفہ' حضرت ابومریم' حضرت زید بن اخطب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ سے احادیث مروی ہیں انہوں نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیامت تک تمام ہونے والے امور بیان کر دیئے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۸)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵' ص ۱۵۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۵۸' مطبوعہ قاہرہ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۶۴۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۸' ص ۲۶۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۰۹)

ائمہ حدیث نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کے دشمنوں پر غلبہ کی خبر دی اور مکہ مکرمہ' بیت المقدس' یمن' شام اور عراق کی فتوحات کی خبریں دیں اور امن کی خبر دی اور یہ کہ کل خیبر حضرت علی کے ہاتھوں سے فتح ہوگا' اور آپ کی امت پر دنیا کی جو فتوحات کی جائیں گی اور وہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تقسیم کریں گے' اور ان کے درمیان جو فتنے پیدا ہوں گے' اور امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا اور وہ پچھلی امتوں کے طریقے پر چلیں گے' اور کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور پھر ان کی حکومت قائم نہیں ہوگی اور یہ کہ روئے زمین کو آپ کے لیے لپیٹ دیا گیا ہے اور آپ نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ آپ کی امت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا اور آپ نے بنوامیہ اور حضرت معاویہ کی حکومت کی خبر دی اور اہل بیت کی آزمائش اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی' حضرت معاویہ اور حضرت علی کی لڑائی کی خبر دی' حضرت عمار کی شہادت کی خبر دی' آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر دی' اور یہ کہ آپ کے بعد صرف تیس سال تک خلافت رہے گی' اور پھر بادشاہت ہو جائے گی۔ تیس دجالوں کے خروج کی خبر دی' قریش کے ہاتھوں امت کی ہلاکت کی خبر دی' قدریہ اور رافضیہ کے ظہور کی خبر دی' ابناء فارس کے دین حاصل کرنے کی خبر دی' اپنی گمشدہ اونٹنی کی خبر دی' جنگ بدر میں کافر کس جگہ گر کر مریں گے یہ خبر دی' حضرت حسن کے صلح کرانے کی خبر دی' حضرت سعد کی حیات کے متعلق خبر دی اور یہ خبر دی کہ آپ کی ازواج میں سے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہوں گے وہ آپ سے سب سے پہلے واصل ہوگی۔ حضرت زید بن صوحان کے ہاتھ کے متعلق پیش گوئی کی' سراقہ کے لیے سونے کے کنگنوں کی خبر دی اور بہت باتوں کی خبر دی۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا ہے' سو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا' اور میری امت کی حکومت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے لیے سکیڑ دی گئی تھی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے گئے ہیں۔ (الحدیث)

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶' ص ۵۲۷' صحیح مسلم الفتن ۱۹ (۲۸۸۹) ۱۲۵' ۷۱۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

marfat.com
Marfat.com

النمل: ۶۵' میں اللہ کے غیر سے علم غیب کی نفی کا محمل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شاید کہ حق بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے جس علم کی نفی کی گئی ہے یہ وہ علم ہے جو ذاتی ہو یعنی بلاواسطہ اور کیونکہ تمام آسمانوں اور زمینوں والے ممکن بالذات ہیں اس لیے ان میں سے کسی کا علم بالذات اور بلاواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور خواص کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے افاضہ (فیضان) کرنے سے حاصل ہوتا ہے' اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کو بالذات اور بلاواسطہ غیب کا علم ہے اور یہ کہنا کفر ہے' البتہ یہ کہا جائے گا کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا یا ان کو غیب پر مطلع کیا گیا تا کہ معلوم ہو کہ ان کو غیب کا علم اللہ کے عطا کرنے سے ہے' کیونکہ قرآن مجید کی آیات میں معروف صیغہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ اس لیے معروف صیغے کے ساتھ خواص کے لیے غیب کا علم ثابت نہ کیا جائے اور یوں نہ کہا جائے کہ خواص غیب جانتے ہیں تا کہ قرآن مجید کی ظاہری آیات سے تعارض لازم نہ آئے' بلکہ یوں کہا جائے کہ خواص کو غیب کا علم دیا گیا ہے یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے ہیں اور مجہول صیغوں کے ساتھ ان کے لیے علم غیب کو ثابت کیا جائے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ کو تو بے بتلائے سب معلوم ہے اور کسی کو بے بتلائے کچھ بھی معلوم نہیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شروع پارہ سے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی قدرت تامہ' رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا یعنی جب وہ ان صفات وشئون میں متفرد ہے تو الوہیت ومعبودیت میں بھی متفرد ہونا چاہیے۔ آیت حاضرہ میں اس کی الوہیت پر دوسری حیثیت سے استدلال کیا جا رہا ہے یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تامہ کے ساتھ علم کامل ومحیط بھی رکھتا ہو اور یہ وہ صفت ہے جو زمین وآسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں' اُسی رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اس کی ذات ہوئی۔ (تنبیہ) کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں' نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا' یا غیب کی خبر دے دی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن وسنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر ''عالم الغیب '' یا ''فلان یعلم الغیب '' کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف مُوہم ہوتے ہیں۔ اسی لیے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں۔ گو لغۃً صحیح ہوں جیسے کسی کا یہ کہنا کہ ان اللہ لا یعلم الغیب (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں' سخت ناروا اور سوء ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا ''انی اکرہ الحق واحب الفتنة وافر من الرحمة'' (میں حق کو برا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ اور قبیح ہے' حالانکہ باعتبار نیت ومراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلان عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون وتخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن ودلائل سے حاصل کیا جائے بلکہ جس کے لیے کوئی دلیل وقرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورہ انعام واعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر

marfat.com
Marfat.com

لی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی ایک دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء: ۱۱۳) اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اور اللہ کا آپ کے اوپر بہت بڑا فضل ہے۔

منکرین کہتے ہیں کہ ''ما'' سے مراد احکام شرعیہ ہیں یعنی جو احکام شرعیہ آپ کو معلوم نہ تھے ان کا علم آپ کو دے دیا نہ کہ تمام چیزوں کا علم دے دیا' ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''ما'' کا لفظ ہے اور اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ ''ما'' کی وضع عموم کے لیے ہے اور اس کا عموم قطعی ہے لہٰذا اس آیت کی اس مطلوب پر قطعی دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا گیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اور منکرین علم نبوت جن احادیث سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا وہ سب اخبار آحاد ہیں اور اخبار احاد ظنی ہوتی ہیں اور ظنی چیز قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی' اور اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ثابت کرنے میں ہم منفرد نہیں ہے بلکہ دیگر علماء متقدمین نے بھی اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی ثابت کیا ہے۔ علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آپ کو روح کا علم حاصل تھا وہ لکھتے ہیں:

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا' میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور سید خلق ہیں اور آپ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو' اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان قرار دیتے ہوئے فرمایا: وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما۔ (عمدۃ القاری جز ۲ ص ۲۰۱' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

منکرین اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کو تمام چیزوں کا علم ہو گیا تھا تو چاہیے تھا کہ اس آیت کے بعد باقی قرآن نازل نہ ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید صرف احکام شرعیہ کی تعلیم کے لیے نازل نہیں ہوا' دیکھیے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے اور آیت وضو (المائدہ: ۶) مدینہ میں نازل ہوئی ہے' حالانکہ نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ وضو کا علم آپ کو پہلے تھا اور آیت وضو' کسی اور حکمت کی وجہ سے بعد میں نازل ہوئی ہے۔ نیز علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے:

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے الفتوحات المکیہ سے نقل کر کے الکبریت الاحمر میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام کے نازل کرنے سے پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجمالی طور پر قرآن کا علم دے دیا گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۲۵ ص ۸۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تمام چیزوں کا علم دے دیا گیا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دے دیا گیا تھا اور یہ علم متناہی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کو اللہ کا کل علم حاصل تھا' اور آپ کا علم اللہ کے مساوی ہو گیا تھا' تمام مخلوق کا علم تو بہت دور کی بات ہے ایک ذرہ کے علم میں بھی آپ کے علم اور اللہ کے علم میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔

منکرین علم نبوت کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O (البقرہ:۱۵۱) اور رسول تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تم ان چیزوں کا علم دیتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' ہے اور اگر اس کی وضع عموم کے لیے ہے تو پھر یہاں بھی عموم مراد ہونا چاہیے اس سے لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بھی ان تمام چیزوں کا علم دے دیا ہو جن کا ان کو پہلے علم نہیں تھا' حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اور اگر یہاں ''ما'' عموم کے لیے نہیں ہے خصوص کے لیے ہے اور اس سے مراد ہے کہ صحابہ کو جن احکام شرعیہ کا علم نہیں تھا وہ احکام شرعیہ ان کو سکھا دیئے تو پھر علمک مالم تکن تعلم (النساء:۱۱۳) میں بھی وہی لفظ ''ما'' ہے وہاں بھی خصوص مراد ہونا چاہیے' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ احکام شرعیہ سکھا دیئے جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اصول کی کتابوں میں تصریح ہے کہ ''ما'' کی اصل وضع اور حقیقت عموم کے لیے ہے اور جب تک حقیقت محال نہ ہو حقیقت ہی کا ارادہ کیا جاتا ہے' اور جب حقیقت محال ہو تو پھر مجاز کا ارادہ کیا جاتا ہے' علمک مالم تکن تعلم میں حقیقت کا ارادہ کرنا محال نہیں ہے کہ آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے خواہ وہ احکام شرعیہ ہوں یا ماضی' حال اور مستقبل کے حالات اور واقعات ہوں جس کو ما کان و مایکون کا علم کہا جاتا ہے' اور صحابہ کو ایسا عام علم دینا ثابت نہیں ہے۔ اس لیے یعلمکم مالم تکونوا تعلمون میں حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہے وہاں اس کو خصوص پر محمول کیا جائے گا یعنی صحابہ کو جن احکام شرعیہ کا علم نہیں تھا وہ ان کو سکھا دیئے۔

اور اگر منکرین اس پر اصرار کریں کہ جب یعلمکم مالم تکونوا تعلمون میں ''ما'' کو مجاز پر محمول کیا ہے اور اس سے خصوص کا ارادہ کیا ہے تو پھر علمک مالم تکن تعلم میں بھی اس کو مجاز پر محمول کیا جائے اور اس سے خصوص کا ارادہ کیا جائے' گویا جب ایک جگہ ''ما'' خصوص کے لیے آ گیا تو پھر ہر جگہ اس سے خصوص کا ارادہ کیا جائے تو پھر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (النساء:۱۲۶) میں بھی ''ما'' خصوص کے لیے ہوگا اور اس سے لازم آئے گا کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں نہ ہوں' بلکہ بعض یا اکثر چیزیں اس کی ملک میں ہوں۔

منکرین کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے مرزائیہ کہتے ہیں کہ لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب میں ''لا'' نفی کمال کے لیے ہے یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی' نفی جنس کے لیے نہیں ہے تاکہ یہ معنی ہو سورہ فاتحہ کے بغیر بالکل نماز نہیں ہوتی اسی طرح لاصلوٰة لجار المسجد الا فی المسجد میں بھی ''لا'' نفی کمال کے لیے ہے یعنی مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی ''لا'' نفی جنس کے لیے نہیں ہے تاکہ یہ معنی ہو مسجد کے بغیر بالکل نماز نہیں ہوتی' تو پھر لا نبی بعدی میں بھی ''لا'' نفی کمال کے لیے ہونا چاہیے' یعنی میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہوگا' یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اس وقت منکرین بھی مرزائیہ کو یہی جواب دیتے ہیں کہ ''لا'' کی وضع نفی جنس کے لیے ہے جہاں پر کسی قرینہ کی وجہ سے حقیقت یعنی نفی جنس محال ہو وہاں پر مجازاً نفی کمال کا ارادہ کیا جائے گا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''لا'' سے ہر جگہ نفی کمال اور مجاز کا ارادہ کیا جائے اور حقیقت متروک ہو جائے ورنہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی کامل معبود نہیں ہے اور لاریب فیہ کا معنی ہوگا قرآن میں کوئی کامل شک نہیں ہے' پس لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب اور لا صلوٰة لجار المسجد الا فی المسجد میں ایک مانع کی وجہ سے حقیقت کا ارادہ نہیں کیا گیا اور ''لا'' کو نفی کمال پر محمول کیا گیا اور لا نبی بعدی میں ''لا'' اپنی اصل کے مطابق نفی جنس کے لیے ہے۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم منکرین سے کہتے ہیں کہ یعلمکم مالم تکونوا تعلمون میں بھی ما عموم کے

marfat.com

Marfat.com

لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو بھی تمام احکام شرعیہ اور تمام ما کان و ما یکون کی خبریں دے دی تھیں لیکن ان کو وہ تمام باتیں یاد نہیں رہیں اور اس جواب پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن عمرو قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلک من حفظه ونسیه من نسیه.

(صحیح البخاری ج ۱ص ۴۵۳' کراچی' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲' بیروت)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں' حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں' جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

عن حذیفة قال لقد خطبنا النبی صلی الله علیه وسلم خطبة ماترک فیها شیئا الی قیام الساعة الاذکره علمه من علمه وجهله من جهله الحدیث.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک ہونے والے تمام امور بیان فرما دیئے جس شخص نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔

(صحیح البخاری ج ۲ص ۹۷۷' مطبوعہ کراچی' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴' بیروت' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۹۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰)

عن ابی زید قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وما هو کائن فاعلمنا احفظنا.

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ما کان و ما یکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ص ۳۹۰' کراچی' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۹۲' مسند احمد ج ۵ص ۳۴۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۲۷۶' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۸۶' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما صلوة العصر بنهار ثم قام خطیبافلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الااخبرنا به حفظه من حفظه و نسیه من نسیه. الحدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ اور ہر چیز کی ہمیں خبر دے دی' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۲' مسند احمد ج ۳ص ۷۰' ۶۱' ۱۹' ۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۳' مسند ابو یعلیٰ

marfat.com
Marfat.com

رقم الحدیث: ۱۱۰۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۹۱' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۶۷)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ فرماتے ہیں:

جس چیز پر ایمان رکھنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مغیبات کا علم نہیں دے دیا جو آپ کو دنیا اور آخرت میں حاصل ہوئے۔ آپ ان تمام غیوب کو اس طرح یقین کی آنکھ سے جانتے ہیں جس طرح وہ ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میرے لیے تمام دنیا کو اٹھالیا گیا اور میں اس کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (یہ حدیث اس طرح ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا کو اٹھالیا' میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی ان ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں' اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے لیے اس طرح روشن کر دیا جس طرح مجھ سے پہلے نبیوں کے لیے روشن کیا تھا' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۶۷۵۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۱۰' ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' لیکن فضائل اور مناقب میں احادیث ضعیفہ معتبر ہوتی ہیں) اسی طرح احادیث متواترہ میں ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ اور جو کچھ ان میں ہے اس کو دیکھا لیکن آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ بعض چیزوں کو مخفی رکھیں۔ (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۲۳۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا

اور کافروں نے کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مرکر) مٹی ہو جائیں گے (تو) کیا ہم کو (قبروں سے) ضرور نکالا جائے گا ○

لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ

بے شک اس سے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے یہ

قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى

وعدہ کیا گیا تھا یہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ○ آپ کہیے کہ تم

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا ○

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور ان کی سازشوں سے تنگ دل نہ ہوں ○

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ

اور یہ (کافر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو ○ آپ کہیے

marfat.com

Marfat.com

عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۷۲﴾

کہ جس چیز کو تم جلد طلب کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ لگ چکی ہو ○

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا

اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن اکثر لوگ

یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَیَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَ مَا

شکر ادا نہیں کرتے ○ اور بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے جن کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں

یُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنۡ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّا فِیۡ

اور جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور آسمان اور زمین میں جو چیز بھی چھپی ہوئی ہے وہ روشن کتاب

کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ

(لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے ○ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے

اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّہٗ

ان بہ کثرت چیزوں کو بیان فرما دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ○ اور بے شک

لَہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ

یہ (قرآن) مومنین کے لیے ضرور ہدایت اور رحمت ہے ○ بے شک آپ کا رب اپنے

بَیۡنَہُمۡ بِحُکۡمِہٖ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَکَّلۡ

حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہ بہت غالب، بہت علم والا ہے ○ سو آپ اللہ

عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ

پر بھروسہ کیجئے، بے شک آپ کھلے ہوئے حق پر ہیں ○ بے شک آپ مردوں

الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۸۰﴾

کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سناتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں ○

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

...کا قیامت صغریٰ ہونا

...کار یہ کہتے تھے کہ تم نے جس عذاب کی وعید سنائی ہے وہ عذاب [illegible]

...ہے اور وہ عذاب تمہارے لیے [illegible] تمہارے قریب [illegible]

...ردیف ہونے کے قریب ہوتا ہے [illegible]

...میں ان کو ملے [illegible] جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے [illegible]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم [illegible] استغفار کرتے رہو۔

...وسلم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو [illegible]

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث [illegible])

امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ جو شخص مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ [illegible]

...کہ انسان جس وقت مرتا ہے وہ دنیا میں اس کا آخری اور آخرت میں اس کا پہلا [illegible]

...عذاب کا ایک حصہ پالیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی تھی۔ اور فرمایا آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے [illegible]

...تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اس نے دنیا میں ان سے عذاب کو موخر کر دیا ہے اور قیامت کے منکرین [illegible] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں [illegible]

...ان کی پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ نیز فرمایا لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے [illegible]

...ہیں وہ ان پر غور نہیں کرتے اگر پانچ منٹ کے لیے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو روک لے تو سب کا دم گھٹ جائے [illegible]

...سے حلق میں کانٹے پڑ جائیں، بول و براز بند ہو جائے تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں [illegible]

...استغفار کریں اور ہر لحظہ اس کا شکر ادا کریں۔

...مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں

اور فرمایا: آپ کا رب اس کو ضرور جانتا ہے جس کو یہ دل میں چھپاتے ہیں، اس آیت میں "تکن" کا لفظ ہے اس کا مصدر ...اکنان ہے اور اس کا مادہ کن ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کو دل میں چھپانا، یہ لوگ عذاب میں عجلت کی طلب کو ظاہر کرتے تھے اور اپنے برے کاموں کو چھپاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے [illegible]

Marfat.com

وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (از خود) ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان لوگوں کو

مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ

سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مسلمان ہیں O اور جب ان پر ہمارا قول

عَلَیۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ ۙ

واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام

اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع ۶ ع ۲

کرے گا' بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کافروں نے کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مرکر) مٹی ہو جائیں گے (تو) کیا ہم کو (قبروں سے) ضرور نکالا جائے گا O بے شک اس سے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے یہ وعدہ کیا گیا تھا' یہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں O آپ کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا O آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور ان کی سازشوں سے تنگ دل نہ ہوں O (النمل: ۷۰-۶۷)

کفار کی باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات اور اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر دلائل بیان فرمائے تھے' تاکہ دنیا میں اس پر ایمان لایا جائے اور نیک عمل کر کے اپنی آخرت کو سنوارا جائے' اس سے پہلی آیت میں یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ کفار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے قائل نہ تھے' ان کا شبہ یہ تھا کہ جب ہم مرنے کے بعد قبر میں گل سڑ جائیں گے اور ہمارا جسم مٹی ہو کر مٹی میں مل جائے گا اور ہواؤں سے ہماری مٹی کے ذرات دوسروں کی مٹی کے ذرات سے مختلط ہو جائیں گے تو ہمارے ذرات کو دوسروں کے ذرات سے کیسے ممیز اور ممتاز کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں اس کا جواب دیا تھا کہ یہ کام اس پر مشکل ہے جو پوشیدہ چیزوں کو نہ جانتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے سو تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔

اساطیر' اسطور کی جمع ہے' اس کا معنی ہے لکھی ہوئی چند سطریں' اور اس سے مراد ہے من گھڑت اور جھوٹی باتیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۰۶)

ان مکذبین سے کہیے کہ جو لوگ اللہ کے عذاب کا انکار کرتے تھے ان کے شہروں اور بستیوں میں سفر کر کے دیکھو' شام' حجاز اور یمن کے علاقوں کو دیکھو' عاد اور ثمود کے شہروں کو دیکھو' ان کی اُلٹی ہوئی بستیوں کو دیکھو۔

فرمایا آپ ان کے متعلق غم نہ کریں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ رنج اور غم وہ نفسانی کیفیات ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غم کرنے سے کیسے منع فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غم کے اسباب کو اختیار کرنے

marfat.com
Marfat.com

منع فرمایا ہے یعنی آپ ان کے کفر اور انکار پر اصرار کو خاطر میں نہ لائیں تا کہ آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے غم ہو اور ان کی سازشوں کی طرف توجہ نہ کریں یہ آپ کو ہلاک کرنے کی سازشیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے ہلاک کرنے سے بچانے والا ہے اور اگر یہ لوگوں کو ایمان لانے سے روکنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں تو آپ اس کی بھی فکر نہ کریں' آپ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ آپ کی تبلیغ سے کتنے لوگ اسلام لائے' آپ کے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اس کے دین اور اس کی شریعت کو پہنچانا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (کافر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو ○ آپ کہیے کہ جس چیز کو تم جلد طلب کر رہے ہو' ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ لگ چکی ہے ○ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے' لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ اور بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور آسمان اور زمین میں جو چیز چھپی ہوئی ہے وہ روشن کتاب (لوحِ محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے ○

(النمل: ۷۵-۷۱)

موت کا قیامت صغریٰ ہونا

کفار یہ کہتے تھے کہ تم نے جس عذاب کی وعید سنائی ہے وہ عذاب کب آئے گا؟ آپ کہیے کہ وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے' اور وہ عذاب تمہارے لیے بہ منزلہ ردیف ہے' ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھتا ہے' یعنی جس طرح ردیف سوار کے قریب ہوتا ہے وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے' پھر اس عذاب کی ایک قسط تو جنگِ بدر میں شکست کی صورت میں ان کو ملے گی' اور اس کی دوسری قسط ان کو موت کے بعد ملے گی۔ حدیث یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے' سو تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۱۱۷' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۵۸۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۷۴۸)

امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ جو شخص مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۶۸' اتحاف ج ۹ ص ۱۱)

کیونکہ انسان جس وقت مرتا ہے وہ دنیا میں اس کا آخری اور آخرت میں اس کا پہلا زمانہ ہوتا ہے' اس لیے کفار مرتے ہی اس عذاب کا ایک حصہ پالیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی تھی۔ اور فرمایا آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور کفار پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اس نے دنیا میں ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا ہے' اور قیامت کے منکرین جو عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں یہ ان کی پرلے درجہ کی جہالت ہے۔ نیز فرمایا لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو اَن گنت نعمتیں دی ہیں وہ ان پر غور نہیں کرتے اگر پانچ منٹ کے لیے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو روک لے تو سب کا دم گھٹ جائے' پانی نہ ملے تو پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ جائیں' بول و براز بند ہو جائے تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں' سو ہم پر لازم ہے کہ ہر آن استغفار کریں اور ہر لحظہ اس کا شکر ادا کریں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں

اور فرمایا: آپ کا رب اس کو ضرور جانتا ہے جس کو یہ دل میں چھپاتے ہیں' اس آیت میں تُکِنُّ کا لفظ ہے اس کا مصدر اکنان ہے اور اس کا مادہ کن ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کو دل میں چھپانا' یہ لوگ عذاب میں عجلت کی طلب کو ظاہر کرتے تھے' اور اپنے برے کاموں کو چھپاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے جن کو یہ اپنے

marfat.com
Marfat.com

دلوں میں چھپاتے ہیں اور جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔
نیز فرمایا: اور آسمان اور زمین میں جو چیز بھی چھپی ہوئی ہے وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔
اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اب اس پر دلیل قائم فرمائی ہے کہ آسمان اور زمین میں جو چیز بھی چھپی ہوئی ہے وہ اس کے علم میں ہے۔
عموماً لوگوں کے دلوں میں دوسرے لوگوں کے خلاف حسد' کینہ اور عداوت چھپی ہوئی ہوتی ہے سو مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو حسد' کینہ اور عداوت سے پاک اور صاف رکھے' کسی کی چغلی کرے نہ کسی کی غیبت کرے نہ کسی کے متعلق بدگمانی کرے' مسلمان کی عزت اس کی جان کی طرح قیمتی ہے' اس لیے پس پشت کسی کا عیب بیان کر کے اس کو رسوا کرنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے' اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ لایعنی باتوں سے اپنے سینہ کو صاف رکھے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص میرے اصحاب کی کوئی بات مجھے نہ پہنچائے کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرا سینہ صاف ہو۔ الحدیث
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۵' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۵۷۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۶)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ان بہ کثرت چیزوں کو بیان فرما دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ○ اور بے شک یہ (قرآن) مومنین کے لیے ضرور ہدایت اور رحمت ہے ○ بے شک آپ کا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہ بہت غالب' بہت علم والا ہے ○ سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے' بے شک آپ کھلے ہوئے حق پر ہیں ○ بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو سناتے ہیں' جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں ○ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گم راہی سے (از خود) ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مسلمان ہیں ○ (النمل: ۸۱-۷۶)

یہودیوں کا اختلاف کن امور میں تھا

یہ قرآن جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے' ان بہ کثرت باتوں کے درمیان محاکمہ کر دیتا ہے' جن میں بنی اسرائیل اپنی جہالت کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں' جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے متعلق ان کا اختلاف ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جسموں کو زندہ کر کے اکٹھا کیا جائے گا یا صرف روحوں کو جمع کیا جائے گا' اور جنت اور دوزخ کی صفات کے بارے میں ان کا اختلاف ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے یا نہیں ہے اسی طرح اور بہت چیزوں میں ان کا اختلاف ہے' وہ ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں' اگر وہ انصاف سے کام لیتے اور قرآن مجید کو مان لیتے' اسلام کو قبول کر لیتے تو وہ دائمی عذاب سے سلامت رہتے۔ (النمل: ۷۶)
اور بے شک یہ قرآن ضرور مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے' یہاں مومنین سے مراد عام ہے خواہ وہ بنی اسرائیل کے مومنین ہوں یا کسی اور دین پر ایمان رکھنے والے ہوں' لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں ہے' قرآن مجید کی ہدایت تو تمام لوگوں کے لیے ہے لیکن اس آیت میں مومنین کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ہدایت سے صرف وہی مستفید ہوتے ہیں۔ (النمل: ۷۷)
بے شک آپ کا رب ان اختلاف کرنے والے بنو اسرائیل کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا' اور وہ برحق فیصلہ کرنے والا ہے' اور وہ غالب ہے اس کے فیصلہ کو کوئی مسترد نہیں کر سکتا اور وہ عالم ہے اس کو فریقین کے مقدمہ کی تمام

marfat.com
Marfat.com

جزئیات کا علم ہے اور کوئی پہلو اس سے مخفی نہیں ہے۔ (النمل: ۷۸)

سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجیے اور ان کی دشمنی اور مخالفت کی پرواہ نہ کیجیے، توکل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اور اس کے ماسوا سے امید نہ رکھنا اور ان سے اعراض کرنا، اللہ پر توکل کرنے کے بعد دل کو سکون مل جاتا ہے اور مصیبت اور پریشانی کے نازل ہونے پر بھی اس کا اطمینان ختم نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ نے توکل کی وجہ بیان فرمائی کہ آپ کا موقف برحق ہے اور آپ نے اس کو دلائل سے واشگاف کر دیا ہے اور آپ اللہ عزوجل کی حفاظت اور اس کی نصرت کے سائے میں ہیں۔ (النمل: ۷۹)

سماع موتیٰ کے ثبوت میں احادیث اور آثار

بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اس آیت میں کفار کو مردہ فرمایا ہے کیونکہ جس طرح مردوں سے کسی کام کے کرنے کی امید نہیں ہوتی اسی طرح ان کے ایمان لانے کی امید بھی منقطع ہو چکی ہے اور جس طرح مردے کسی چیز سے نفع نہیں اٹھا سکتے اسی طرح یہ کفار بھی آپ کے وعظ اور تبلیغ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے، اور چونکہ ان کی گستاخیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگائی جا چکی ہے تو آپ خواہ کتنی تبلیغ کریں ان میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا، کفار لوگوں کی باتیں سنتے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو قوت سماعت عطا کی تھی اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ کے دین کی باتوں کو سنتے اور ان کو مان کر ان پر عمل کرتے اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر وہ اللہ کے نزدیک مردہ ہیں خواہ وہ دنیا جہان کی باتیں سنتے رہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک قبر میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں، اور اس آیت میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں کی بلکہ مردوں کو سنانے کی نفی کی ہے، نیز اس آیت میں مردوں سے مراد وہ نہیں ہیں جن کے جسم مردہ ہوں بلکہ اس آیت میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن کے دل مردہ ہوں، نیز آیت میں مردوں سے مراد وہ نہیں ہیں جو حقیقتاً مردہ ہوں بلکہ اس آیت میں زندہ کافروں کو تشبیہاً اور مجازاً مردہ فرمایا ہے اور ہم جو کہتے ہیں کہ قبر میں مردے سنتے ہیں اس سے مراد حقیقتاً مردے ہیں نہ کہ وہ جو حقیقتاً زندہ ہوں اور مجازاً مردہ ہوں۔

مردوں کے سننے کے متعلق ان احادیث میں واضح تصریح ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے، جو شخص یہ کہے گا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا دیکھو تمہارا ٹھکانا دوزخ میں تھا، اللہ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۸، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۹، قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۱۴۰۳، جدید، مسند البزار رقم الحدیث: ۸۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اس شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، اور جب وہ ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۱۷، رقم الحدیث: ۹۲۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

بشر بن منصور بیان کرتے ہیں کہ طاعون کے زمانہ میں ایک شخص جیان کے پاس آتا جاتا تھا اور جنازوں کی نماز پڑھتا تھا' اور شام کو قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتا تھا' اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت کو دور کر دے' اور آخرت کے سفر میں تم پر رحم فرمائے اور تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے' اور اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے' اس شخص نے کہا ایک شام میں گھر چلا گیا اور قبرستان نہیں جاسکا' اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت لوگ میرے پاس آئے' میں نے کہا آپ لوگ کون ہیں اور آپ کو کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا ہم قبروں والے ہیں' میں نے پوچھا آپ لوگ کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا تم ہر روز گھر جانے سے پہلے ہمیں ہدیہ پیش کرتے تھے' میں نے پوچھا وہ کیا ہدیہ تھا' انہوں نے کہا وہ دعائیں تھیں جو تم ہمارے لیے کرتے تھے' اس شخص نے کہا میں پھر دعا کروں گا' اس کے بعد میں نے ان دعاؤں کو ترک نہیں کیا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۲۹۸' ج ۷ ص ۱۷' بیروت)

بشار بن غالب بیان کرتے ہیں کہ میں رابعہ عدویہ کے لیے بہت دعا کرتا تھا' ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا' انہوں نے مجھ سے کہا: اے بشار! تمہارے ہدیے ہمارے پاس نور کے طباقوں (تھالیوں) میں ریشمی رومالوں سے ڈھکے ہوئے آتے ہیں' میں نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا جب مردوں کے لیے دعا کی جائے اور وہ دعا قبول ہو جائے تو اس دعا کو طباق میں رکھ کر ریشمی رومال سے ڈھانپ کر وہ طباق اس مردے کو پیش کیا جاتا ہے جس مردے کے لیے دعا کی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارے لیے فلاں شخص کا ہدیہ ہے۔ (شعب الایمان ج ۷ ص ۱۸-۱۷' رقم الحدیث: ۹۲۹۹' طبع بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کو تین دن تک چھوڑے رکھا' پھر آپ ان کے پاس گئے اور ان پر کھڑے ہو کر ان کو ندا کی اور فرمایا: اے ابوجہل بن ھشام! اے اُمیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا نہیں پالیا' کیونکہ میں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پالیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر کہا یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے' اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ ہیں' آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ (صحیح مسلم' صفت اہل الجنۃ: ۷۷' رقم الحدیث بلاتکرار: ۲۸۷۴' الرقم المسلسل: ۷۰۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ فرماتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مردوں کے سننے کا انکار کیا ہے اور اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل: ۸۰) اور وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (فاطر: ۲۲) سے استدلال کیا ہے' اور ان آیتوں اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مردے کسی وقت اور کسی حال میں نہ سنیں اور دوسرے وقت اور دوسرے حال میں سن لیں' کیونکہ عام کی تخصیص کرنا جائز ہے' خصوصاً جب مخصص پایا جائے اور یہاں پر مخصص ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ مردے کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۸) اور جب فرشتے قبر میں آ کر مردے سے سوال کرتے ہیں اور وہ ان کو جواب دیتا ہے تو اس کا کسی نے انکار نہیں کیا' اور امام عبدالبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے اس مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (الاستذکار رقم الحدیث: ۱۸۵۸) اس حدیث کو ابو محمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ: ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

، میں کہتا ہوں کہ ان آیتوں میں سنانے کی نفی ہے' سننے کی نفی نہیں ہے' اس لیے ان آیتوں کا اس حدیث سے تعارض نہیں ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوزید نے کہا یارسول اللہ! میرا راستہ قبرستان کے پاس سے ہے' آیا جب میں ان کے پاس سے گزروں تو ان سے کوئی بات کرلوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو السلام علیکم اهل القبور من المسلمین انتم لنا سلفا ونحن لکم تبعا وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون. (اے مسلمان قبر والو! تم پر سلام ہو' تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم بعد میں آنے والے ہیں' اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) ابوزید نے کہا: یارسول اللہ! آیا وہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ سنتے ہیں! لیکن تم کو جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (حافظ سیوطی نے کہا یعنی وہ ایسا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کو تم عادتاً سن سکو)

(کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۱۹' رقم: ۱۵۷۳' احوال القبور لابن رجب ص ۱۴۱' شرح الصدور ص ۲۰۳)

حضرت عمر بن الخطاب نے ایک قبر والے سے کلام کیا تو اس نے آپ کے کلام کا جواب دیا' اس سے معلوم ہوا کہ قبر والوں کے سلام کا جواب عادتاً سنائی نہیں دیتا لیکن کوئی شخص خلاف عادت بہ طور کرامت ان کا کلام سن سکتا ہے جیسے حضرت عمر نے سنا' حضرت عمر کی حدیث یہ ہے:

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر دمشقی متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کرلیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہوگئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اُٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اُٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا۔ اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا اے بیٹے تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی۔ صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس

marfat.com
Marfat.com

کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۸ ص ۳۰۷، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ، تفسیر ابن کثیر الاعراف: ۲۰۱، ج ۲ ص ۲۱۵ دارالفکر ۱۴۱۹ھ، شرح الصدور ص ۲۱۳ بیروت ۱۴۰۴ھ، کنزالعمال رقم الحدیث: ۴۶۳۴)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا ہے:

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک نوجوان نے عبادت اور مسجد کو لازم کر لیا تھا، ایک عورت اس پر عاشق ہوگئی، وہ اس کے پاس خلوت میں آئی اور اس سے باتیں کیں اس کے دل میں بھی اس کے متعلق خیال آیا، پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔ اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا اے چچا! حضرت عمر کے پاس جائیں ان سے میرا اسلام کہیں اور پوچھیں کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کی کیا جزا ہے؟ اس کا چچا حضرت عمر کے پاس گیا، اس نوجوان نے پھر چیخ ماری اور جاں بحق ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا تمہارے لیے دو جنتیں ہیں، تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۳۶، کنزالعمال رقم الحدیث: ۴۳۶۵، روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۱۶، الدرالمنثور ج ۷ ص ۶۲۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

سماع موتی پر ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۴۶-۷۴۳ میں بھی لکھا ہے، لیکن سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے یہ بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹-۵۷۶ میں کی ہے اور اتنی مفصل اور مدلل بحث اس موضوع پر اور کہیں نہیں ملے گی، اور قدر ضروری بحث ہم نے یہاں بھی کی ہے اور سماع موتی کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کیے ہیں۔

جس کے ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا وہی دولت ایمان سے مشرف ہوگا

اس کے بعد فرمایا: اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گم راہی سے (از خود) ہدایت دینے والے ہیں۔

ہدایت کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت پیدا کر دی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے ہدایت حاصل کر لیتا ہے، اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت پیدا نہیں کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بسیار کوشش کے باوجود اسلام نہیں لاتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ! البتہ اگر آپ ہمیں بتا دیں! آپ کے دائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی آپ نے اس کے متعلق فرمایا یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں، پھر آخر میں (جمع کر کے) سب کا میزان (ٹوٹل) کر دیا گیا ہے۔ اس میں اب کبھی اضافہ ہوگا اور نہ کبھی کمی ہوگی، پھر آپ کے بائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی آپ نے اس کے متعلق فرمایا یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں دوزخ والوں کے اسماء ہیں اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں، پھر ان کے آخر میں (جمع کر کے) سب کا میزان کر دیا گیا، اس میں نہ کبھی کوئی اضافہ ہوگا اور نہ کبھی کوئی کمی ہوگی، آپ کے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! جب سب کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے تو اب عمل کس چیز میں کریں! آپ نے فرمایا: تم ٹھیک ٹھیک کام کرتے رہو، کیونکہ جنت والے کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جائے گا، خواہ وہ (زندگی بھر) کوئی عمل کرتا

marfat.com
Marfat.com

رہے' اور دوزخ والے کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر کیا جائے گا' خواہ وہ (زندگی بھر) کوئی عمل کرتا رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو جھاڑا اور ان کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷)

ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ فلاں شخص دوزخی ہے' تو وہ خواہ کتنے ہی نیک عمل کیوں نہ کرے وہ دوزخ میں جانے سے نہیں بچ سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ کون شخص خاتمہ کے وقت اہل جنت کے عمل کرے گا اور کون شخص خاتمہ کے وقت اہل دوزخ کے عمل کرے گا تو اس نے وہی کچھ لکھا ہے جو بندوں نے کرنا تھا' اس کو ازل میں علم تھا کہ کون شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ایمان لائے گا اور کون آپ کی ہدایت کے باوجود ایمان نہیں لائے گا اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے نام الگ الگ کتابوں میں لکھ دیئے' اور اس آیت میں بھی یہی فرمایا ہے: اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (از خود) ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (النمل: ۸۱) ہر چند کہ آپ تمام لوگوں کو قرآن مجید کی آیات اور ہدایت کا وعظ سناتے ہیں لیکن آپ کے وعظ کو چونکہ صرف مسلمان ہی قبول کرتے ہیں اور وہی اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اس لیے فرمایا آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہی مسلمان ہیں' اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ یہ ایمان لائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اہل جنت کی کتاب میں لکھ دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا' بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے ○ (النمل: ۸۲)

اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کی تفسیر میں اقوال

اس آیت میں فرمایا ہے اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہو جائے گا' اس کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے جب ان پر ہمارا غضب واقع ہو جائے گا' مجاہد نے کہا اس کا معنی ہے جب ان کے متعلق ہمارا یہ قول ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے کہا جب لوگ نیکی کا حکم نہیں دیں گے اور برائی سے نہیں روکیں گے تو ان پر اللہ کا غضب واجب ہو جائے گا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا علماء کے فوت ہونے' علم کے ختم ہو جانے اور قرآن کے اُٹھ جانے سے اللہ کا قول واقع ہو جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہوسکتا ہے یہ مصاحف اُٹھا لیے جائیں' لیکن انسانوں کے دلوں سے قرآن مجید کو کس طرح نکالا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود نے کہا وہ زمانہ جاہلیت کے قصہ کہانیوں اور اشعار میں کھو جائیں گے اور قرآن مجید کو بھول جائیں گے اور اس وقت ان پر اللہ کا قول واقع ہو جائے گا۔

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: اس بیت اللہ کی بہ کثرت زیارت کیا کرو اس سے پہلے کہ اس کو اُٹھا لیا جائے اور لوگ اس کی جگہ کو بھول جائیں اور قرآن مجید کی بہ کثرت تلاوت کیا کرو اس سے پہلے کہ اس کو اُٹھا لیا جائے۔ الحدیث

بعض علماء نے کہا کہ قول واقع ہونے سے مراد یہ آیت ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰىھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت یافتہ بنا دیتے لیکن میرا یہ قول حق (سچا) ہو چکا ہے کہ میں دوزخ کو ضرور بہ ضرور

marfat.com
Marfat.com

جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ (السجدۃ: ۱۳)

پس قول کا واقع ہونا ان لوگوں پر عذاب کا واجب کرنا ہے اور جب وہ اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کے ہاں کوئی مومن پیدا نہیں ہوگا تو پھر ان پر قیامت آ جائے گی۔

ابو العالیہ نے کہا یہ آیت اس آیت کے معنی میں ہے:

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ

اور نوح کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اب اور کوئی ایمان نہیں لائے گا سو آپ ان کے کاموں پر رنجیدہ نہ ہوں۔ (ھود: ۳۶)

النحاس نے کہا یہ بہترین جواب ہے کیونکہ لوگوں کی آزمائش کی جاتی ہے اور ان پر عذاب کو مؤخر کر دیا جاتا ہے کیوں کہ ان میں مومنین اور صالحین بھی ہوتے ہیں اور ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ یہ عنقریب ایمان لائیں گے اور توبہ کر لیں گے' اس لیے لوگوں کو مہلت دی جاتی رہی اور ہم کو جزیہ لینے کا حکم دیا گیا اور جب یہ معنی زائل ہو جائے گا تو پھر ان پر قول واجب ہو جائے گا اور وہ قوم نوح کی مثل ہو جائیں گے' اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایمان لانے والے نہیں رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہو جائے گا اور قیامت آ جائے گی۔

دآبۃ الارض کی صورت اور اس کے محل خروج کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی ایسے شخص کے لیے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دجال اور دآبۃ الارض۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۷۲)

اس حدیث میں بھی دآبۃ الارض کا ذکر ہے۔

اس جانور (دآبۃ الارض) کی تعیین اور اس کی صفت میں اختلاف ہے' اور اس میں کہ یہ جانور کہاں سے نکلے گا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں اس سلسلہ میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے اور یہی سب سے صحیح قول ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۱۷)

حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور (دآبۃ الارض) کا ذکر فرمایا آپ نے فرمایا اس کے دہر میں تین مرتبہ خروج ہوں گے۔ وہ ایک جنگل کی انتہا سے نکلے گا اور اس کا ذکر ایک شہر یعنی مکہ میں داخل نہیں ہوگا' پھر وہ ایک لمبے عرصے تک چھپا رہے گا' پھر وہ دوسری بار نکلے گا اور اس کا ذکر جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ میں بھی داخل ہو جائے گا پھر لوگ اس مسجد میں ہوں گے جس کی عزت اور حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مساجد میں سب سے زیادہ ہے یعنی مسجد حرام میں' اس وقت وہ لوگ صرف اس بات سے خوف زدہ ہوں گے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ اونٹنی کا بچہ بلبلا رہا ہوگا' اور اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا' پھر کچھ لوگ اس کو دیکھ کر منتشر ہو جائیں گے اور

marfat.com
Marfat.com

مومنین کی ایک جماعت اپنی جگہ ثابت رہے گی اور وہ یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے سو وہ اونٹنی کا بچہ ان سے ابتدا کرے گا اور ان کے چہروں کو روشن کر دے گا' حتیٰ کہ ان کے چہرے روشن ستارے کی مانند ہو جائیں گے' وہ زمین میں پھرے گا کوئی شخص اس کو پکڑ نہیں سکے گا اور کوئی شخص اس سے بھاگ کر نجات نہیں پا سکے گا' حتیٰ کہ کوئی شخص اس سے بچنے کے لیے نماز کی پناہ لے گا تو وہ اس کے پیچھے سے آ کر کہے گا' اے فلاں! اب تو نماز پڑھ رہا ہے' پھر وہ اس کے سامنے سے آ کر اس کے چہرے پر نشان لگا دے گا' پھر چلا جائے گا' لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے' مومن کافر سے کہہ رہا ہو گا اے کافر میرا حق ادا کر۔ (سنن ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۱۰۶۹' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۱۲)

ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے جسم پر بالوں کے روئیں ہوں گے' اس کی چار ٹانگیں ہوں گی اور وہ ساٹھ ہاتھ لمبا ہو گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جساسہ ہے' اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ وہ انسانوں کی شکل پر ہو گا' اس کا اوپر کا دھڑ بادلوں میں ہو گا' اور نچلا دھڑ زمین پر ہو گا۔

ایک روایت ہے کہ وہ تمام حیوانوں کی شکلوں کا جامع ہو گا۔

الماوردی اور الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے فرمایا اس کا سر بیل کا سا ہو گا اور آنکھیں خنزیر کی سی ہوں گی' کان ہاتھی کی طرح ہوں گے' اس کے سینگھ بارہ سنگھے کی طرح ہوں گے اور اس کی گردن شتر مرغ کی طرح ہو گی' اس کا سینہ شیر کی طرح ہو گا' اور اس کا رنگ چیتے کی طرح ہو گا' اس کی کوکھ بلی کی طرح ہو گی اور دُم مینڈھے کی طرح ہو گی اور اس کی ٹانگیں اونٹ کی طرح ہوں گی اور اس کے ہر جوڑ کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہو گا۔ وہ مومن کے چہرہ کو حضرت موسیٰ کے عصا سے سفید کر دے گا اور کافر کے چہرہ کو حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے سیاہ کر دے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۵۹۷' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۱۳' النکت والعیون للماوردی ج ۴ ص ۲۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دآبۃ (الارض) زمین سے نکلے گا' اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی ہو گی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہو گا' وہ مومن کے چہرے پر عصا مار کر اس کو روشن کر دے گا' اور کافر کی ناک کی چونچ پر انگوٹھی سے نشان لگا دے گا' حتیٰ کہ گھروں سے نکل کر لوگ اس کے گرد جمع ہوں گے وہ کہے گا یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۵)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے' وہاں ایک خشک زمین تھی جس کے گرد ریت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ سے دآبۃ الارض نکلے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۱۲)

حضرت علی بن ابی طالب سے دآبۃ الارض کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم اس کی دُم بھی ہو گی اور اس کی داڑھی بھی ہو گی۔ ہر چند کہ حضرت علی نے تصریح نہیں کی مگر اس میں اشارہ ہے کہ وہ انسانوں میں سے ہو گا۔

(الماوردی ج ۶ ص ۲۲۶)

علامہ الماوردی متوفی ۴۵۰ ھ نے کہا جس زمین سے وہ نکلے گا اس کے متعلق چار قول ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا:

(۱) وہ تہامہ کی بعض وادیوں سے نکلے گا۔

(۲) حضرت ابن عمر نے فرمایا وہ اجیاد کی گھاٹیوں میں ایک چٹان سے نکلے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) حضرت ابن مسعود نے کہا وہ صفا سے نکلے گا۔

(۴) ابن منبہ نے کہا وہ بحر سدوم سے نکلے گا۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۲۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

بعض متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ دآبۃ الارض انسان ہوگا وہ باتیں کرے گا' اور کفار اور اہل بدعت سے مناظرہ اور مجادلہ کر کے ان کو ساکت کر دے گا' سو جس نے ہلاک ہونا ہوگا وہ دلائل سے آگاہ ہو کر ہلاک ہوگا اور جس نے حق پر قائم رہنا ہوگا وہ دلائل سے آگاہ ہو کر حق پر قائم رہے گا' ہمارے استاذ امام ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے کہ دآبۃ الارض کی صورت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ جس نے کہا ہے کہ دآبۃ الارض انسان ہوگا اس کا قول قرآن مجید کے ان الفاظ کے قریب ہے ''وہ باتیں کرے گا'' لیکن اس بناء پر اس دآبۃ الارض میں کوئی خارق (خلاف) عادت چیز نہیں ہوگی' اور نہ وہ اس دن نشانیوں میں سے ہوگا جن کا حدیث میں ذکر ہے کیونکہ کفار اور اہل بدعت سے مناظرہ کرنے والے اور ان کو ساکت کرنے والے انسان تو بہت ہیں سو وہ کوئی خاص چیز نہیں ہوگا اور اس کا قیامت کی دس نشانیوں میں ذکر کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوگی' پھر ایسے فاضل' کامل اور مناظر انسان کو دآبۃ الارض کہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور ایسے فاضل مناظر کو دآبۃ الارض (زمین کا جانور) کہنا فصحاء کی عادت کے خلاف ہے اور تعظیم علماء اور دستور عقلاء کے منافی ہے۔ (المفہم ج ۷ ص ۲۴۲) اس لیے دآبۃ الارض کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم اس سے پہلے مفسرین سے نقل کر چکے ہیں اور جس تفسیر کا حدیث میں ذکر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۱۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

دآبۃ الارض کی ماہیت میں' اس کی شکل میں' اس کے نکلنے کی جگہ میں' اس کی تعداد میں' اس کی مقدار میں اور یہ کہ وہ لوگوں کے ساتھ کیا کرے گا اس میں بہت اختلاف ہے اور یہ اقوال آپس میں متعارض ہیں اور بعض اقوال بعض کی تکذیب کرتے ہیں اس لیے ہم نے اس کے ذکر کو ترک کر دیا کیونکہ اس کے ذکر کرنے میں اوراق کو سیاہ کرتا ہے اور وقت کو ضائع کرتا ہے۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۲۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الحیان اندلسی کا یہ کلام برحق ہے اور میں نے جو اس سلسلہ میں اقوال نقل کیے ہیں' وہ صرف اس لیے کہ جس کو دآبۃ الارض کے متعلق تفصیل کو جاننے کا تجسس اور شوق ہو اس کی تسکین ہو سکے' پھر دآبۃ الارض کے متعلق جو احادیث ہیں' ان میں سنن ترمذی کی حدیث اقرب الی القبول ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دآبۃ الارض نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہوگا' عصا سے مومن کا چہرہ روشن کرے گا' اور انگوٹھی سے کافر کی ناک پر مہر لگائے گا' حتیٰ کہ گھروں سے لوگ اس کے گرد جمع ہوں گے' وہ کہے گا سنو یہ مومن ہے اور سنو یہ کافر ہے۔ الحدیث۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۷' سنن ابو داؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۲۵۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۶۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۵' ۴۹۱' المستدرک ج ۴ ص ۴۸۵)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ دآبۃ الارض کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ چار پاؤں والا بہت عجیب و غریب

marfat.com
Marfat.com

جانور ہے' یہ نوعِ انسان میں سے اصلاً نہیں ہے' اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں اس کو زمین سے نکالے گا اور زمین سے نکالنے میں یہ اشارہ ہے کہ یہ توالد کے طریقہ سے نہیں نکلے گا بلکہ اس طرح نکلے گا جس طرح زمین سے حشرات الارض نکلتے ہیں اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس کے بعد فرمایا: جوان سے کلام کرے گا' بے شک لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دآبۃ الارض لوگوں سے یہ کہے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے تھے' وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو ہماری نشانیاں اس اعتبار سے کہے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کر رہا ہے' اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ دآبۃ الارض لوگوں سے کلام کرے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے' وہ کہے گا سنو یہ مومن ہے' سنو یہ کافر ہے' اور یہ جو فرمایا ہے' بے شک لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے تھے یہ ابتداءً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' یعنی چونکہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قربِ قیامت میں زمین سے ایک عجیب و غریب جانور نکالا جو لوگوں سے باتیں کرتا تھا' یہ ایک واضح اور کھلی ہوئی نشانی تھی لیکن قربِ قیامت میں اس نشانی کو دیکھ کر ایمان لانا اب مفید نہیں ہوگا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے ایک گروہ کو الگ کر لیں گے جو ہماری آیتوں کی

فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي

تکذیب کرتے تھے ○ حتیٰ کہ جب وہ آ جائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا

وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ

حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا اگر یہ بات نہیں تو پھر تم کیا کرتے رہے تھے؟ ○ اور ان کے ظلم کرنے کی

الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ يَرَوْا

وجہ سے ان پر قول (عذاب) واقع ہو چکا' سو اب وہ کچھ نہیں بولیں گے ○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ

أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي

ہم نے رات ان کے آرام کرنے کے لیے بنائی اور دن کو ہم نے (کام کرنے کے لیے) روشن بنایا' بے شک اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ

ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا

marfat.com
Marfat.com

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ

تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے' ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے

اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا

اور سب اس کے سامنے عاجزی سے حاضر ہوں گے ○ اور (اے مخاطب!) تو اس دن پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا

جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

گمان کرے گا حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے' یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے

اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ مَنْ جَآءَ

ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے' بے شک وہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○ جو شخص نیکی

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ

لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے' اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے

اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي

مامون ہوں گے ○ اور جو لوگ برائی لے کر آئیں گے تو ان کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا

النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ

جائے گا' اور تم کو ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے ○ مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ

اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ

میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر

شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ وَاَنْ

چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ○ اور یہ کہ میں

اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

قرآن کی تلاوت کروں' سو جس نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت قبول کی اور جو گمراہی پر

marfat.com
Marfat.com

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ

ڈٹا رہا ہے تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں O اور آپ کہیے کہ تمام تعریفیں

لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

اللہ ہی کے لیے ہیں' عنقریب تمہیں وہ اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے' اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ہے جو تم کر رہے ہو O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کے ایک گروہ کو الگ کرلیں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے O حتیٰ کہ جب وہ آجائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا' کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا؟ حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا اگر یہ بات نہیں تو پھر تم کیا کرتے رہے تھے؟ O ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر قول (عذاب) واقع ہو چکا سواب وہ کچھ نہیں بولیں گے O (النمل: ۸۵-۸۳)

حشر کے دن کفار کے کفر وشرک پر زجر وتوبیخ

اس آیت میں ہے ویوم نحشر من کل امة فوجا. حشر کا معنی ہے جمع کرنا' اور اس آیت میں اس سے مراد ہے سب لوگوں کو محشر میں جمع کرنے کے بعد کفار کو عذاب کے لیے جمع کرنا' اُمت لوگوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں' جس کی طرف کسی رسول کو بھیجا جائے' پھر اُمت کی دو قسمیں ہیں' اُمت دعوت اور اُمت اجابت' اُمت دعوت اس کو کہتے ہیں جس جماعت کو اللہ کا رسول' اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے' اور اُمت اجابت اس جماعت کو کہتے ہیں جو رسول کے لیے دیئے ہوئے پیغام کو قبول کرلے اور رسول پر ایمان لے آئے' اور فوج اس جماعت کو کہتے ہیں جو تیزی سے کسی طرف پیش قدمی کر رہی ہو۔

اس آیت کا معنی ہے: اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم اپنی قوم کو وہ وقت یاد دلایئے جب ہم تمام انبیاء کی اُمتوں میں سے ان گروہوں کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے یوزعون کا معنی ہے ان کو جمع کیا جائے گا' یا ان کو روک لیا جائے گا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فوج سے مراد اس گروہ کے رئیس ہوں' یعنی ہر اُمت کے لوگوں میں سے ان کے رئیسوں اور سرداروں کو روک لیا جائے گا حتیٰ کہ عوام آکر ان سے مل جائیں مثلاً فرعون' نمرود اور ابی بن خلف کو روک لیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے متبعین آکر ان کے ساتھ مل جائیں' پھر ان سب کو ہانک کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

حتیٰ کہ جب وہ آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا؟ یعنی میں نے اپنے رسولوں پر جو آیتیں نازل کی تھیں تم نے ان کی تکذیب کی تھی یا میں نے اپنی توحید پر جو دلائل قائم کیے تھے تم نے ان کا انکار کیا تھا' حالانکہ تم نے دلائل کے ساتھ ان آیات کے باطل ہونے کو نہیں جانا تھا بلکہ تم نے بغیر دلائل کے جہالت سے ان آیتوں کا انکار کیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا جب تم نے ان آیتوں پر بحث وتمحیص نہیں کی اور ان پر غور وفکر نہیں کیا تو تم کیا کرتے رہے تھے؟

اور جب ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے یعنی ان کے شرک کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب واقع ہو جائے گا تو وہ کوئی بات

marfat.com
Marfat.com

نہیں کر سکیں گے، کیونکہ ان کے پاس اپنے شرک اور دیگر برے اعمال پر کوئی عذر ہوگا نہ کوئی دلیل ہوگی، اور اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اس لیے وہ کوئی بات نہیں کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے رات ان کے آرام کے لیے بنائی، اور دن کو ہم نے (کام کرنے کے لیے) روشن بنایا، بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○ اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے اور سب اس کے سامنے عاجزی سے حاضر ہوں گے○ (النمل: ۸۶-۸۷)

دن اور رات کے تعاقب میں توحید، رسالت اور حشر کی دلیل

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسی حکمت بالغہ سے رات اور دن کو بنایا، رات کو اس لیے بنایا کہ وہ کام کاج کی مشقت کی وجہ سے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام پہنچائیں، اور دن کو بنایا تاکہ وہ رات کو آرام کرنے کے بعد پھر تازہ دم ہو کر دن کی روشنی میں حصول رزق کے لیے جدوجہد کریں، جو لوگ اللہ پر ایمان لانے والے ہیں وہ اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رات کو دن سے، اور دن کو رات سے بدل دیتا ہے اور نور کو ظلمت میں اور ظلمت کو نور میں ڈھال دیتا ہے، اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کا علم اور قدرت ہر چیز کو محیط ہو اور جس کا علم ہر چیز کو شامل ہو اور جس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہو وہی اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد ہے اس کے شریک اور معاون نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ واحد نہ ہوتا تو دن اور رات کے تواتر اور تسلسل میں یہ یکسانیت اور نظم و ضبط نہ ہوتا کہ ہمیشہ گرمیوں میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور سردیوں میں ہمیشہ دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہوتی ہیں۔

اور یہ آیت لوگوں کو مارنے کے بعد زندہ کرنے اور حشر و نشر پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ جو ذات اس پر قادر ہے کہ دن کے نور کو ظلمت اور رات کی ظلمت کو نور سے بدل دے وہ حیات کو موت سے اور موت کو حیات سے بدلنے پر بھی قادر ہے۔

اور یہ آیت نبوت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے منافع کے لیے دن کے بعد رات کو اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجنے میں بھی مخلوق کے منافع ہیں، دن اور رات کے توارد میں مخلوق کا صرف دنیا میں نفع ہے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دنیا میں بھی نفع ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نفع ہوتا ہے سو یہ آیت توحید، آخرت اور رسالت تینوں اصولی مباحث کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں، حالانکہ اس میں تو تمام مخلوق کے لیے نشانیاں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ اس آیت میں تمام مخلوق کے لیے نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں سے فائدہ صرف ایمان لانے والے حاصل کرتے ہیں اس لیے فرمایا اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

صور کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صور پھونکنے کا ذکر فرمایا ہے۔

صور کا لغوی معنی ہے نرسنگھا، بگل، بوق، سینگھ کی وضع کی کوئی چیز جس میں پھونک مار کر پھونکا جا سکے۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

یہ سینگھ کی طرح کی کوئی چیز ہے جس میں پھونک ماری جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پھونک کو صورتوں اور روحوں کو ان کے

marfat.com
Marfat.com

اجسام میں منتقل ہونے کا سبب بنا دے گا' ایک روایت میں ہے کہ صور میں تمام انسانوں کی صورتیں ہیں۔
(المفردات ج ۲ ص ۳۷۹' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
صور ایک سینگھ ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام مردوں کو محشر کی طرف جمع کرنے کے لیے پھونک ماریں گے۔
(النہایہ ج ۳ ص ۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۱۴۸)

ملا علی قاری نے لکھا ہے یہ تعریف دوسری بار صور پھونکنے کے اعتبار سے ہے' کیونکہ پہلی بار صور پھونکنے سے تمام لوگ مر جائیں گے۔ (مرقات المفاتیح ج ۱۰ ص ۲۴۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

صور اور صور پھونکنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں زندگی سے کیسے لطف حاصل کروں' جب کہ صور والے فرشتے نے صور کو منہ میں رکھا ہوا ہے اور اس نے اپنے کان لگائے ہوئے ہیں' اور اپنی پیشانی ٹیڑھی کی ہوئی ہے' اور وہ منتظر ہے کہ اس کو کب صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۱' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۸۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۲۳' المستدرک ج ۴ ص ۵۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۲' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۸)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صور والے فرشتے کا ذکر کیا گیا' آپ نے فرمایا اس کے دائیں طرف جبریل ہے اور اس کے بائیں طرف میکائیل ہے۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۵۳۰)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایام میں سب سے افضل یوم جمعہ ہے' اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن ان کی روح قبض کی گئی' اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب مر جائیں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۵' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۵۷۲' المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸)

کتنی بار صور پھونکا جائے گا

اس میں اختلاف ہے کہ صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا' چار مرتبہ' تین مرتبہ یا دو مرتبہ' زیادہ تر محققین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صور میں صرف دو مرتبہ پھونکا جائے گا' پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے اور دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے اور حسب ذیل احادیث میں اس پر دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا' لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ چالیس دن؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا چالیس ماہ! انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا چالیس سال! انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دُم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۴' ۴۹۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹)

marfat.com
Marfat.com

امام ابن ابی داؤد نے کتاب البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صور میں پھونکا جائے گا اور صور سینگھ کی شکل پر ہے تو جو لوگ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ سب مر جائیں گے اور دو مرتبہ پھونکنے کے درمیان چالیس سال ہیں' پھر ان چالیس سال میں اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا' تو لوگ زمین سے اس طرح اُگنے لگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ الحدیث (کتاب البعث لابن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲' البدور السافرۃ ص ۸۷)

شیخ ابن حزم نے کہا صور چار مرتبہ پھونکا جائے گا' حافظ ابن حجر عسقلانی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن حزم نے یہ زعم کیا کہ چار مرتبہ صور پھونکا جائے گا' پہلی مرتبہ لوگوں کو مارنے کے لیے صور پھونکا جائے گا اور اس صور کی آواز سن کر زمین پر ہر زندہ شخص مر جائے گا' دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو ہر مردہ زندہ ہو جائے گا' لوگ اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور حساب کے لیے جمع ہوں گے' اور تیسری بار صور پھونکا جائے گا تو لوگ اس کو سن کر بے ہوش ہو جائیں گے' مریں گے نہیں اور چوتھی بار صور پھونکا جائے گا تو لوگ اس بے ہوشی سے ہوش میں آجائیں گے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن حزم نے جو چار مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ واضح نہیں ہے بلکہ صور صرف دو مرتبہ پھونکا جائے گا' اور ان دونوں کے درمیان سننے والوں کے اعتبار سے تغایر ہے' پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا تو اس سے ہر زندہ شخص مر جائے گا' اور جن کو اللہ تعالیٰ نے موت سے مستثنیٰ کر لیا ہے وہ صرف بے ہوش ہو جائیں گے اور جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو جو مر گئے تھے' وہ زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش ہوئے تھے' وہ ہوش میں آجائیں گے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۹-۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی ابن حزم کا قول رد کر کے یہ لکھا ہے کہ صرف دو بار صور پھونکا جائے گا۔

(البدور السافرۃ ص ۹۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

تین بار صور پھونکنے کے دلائل اور ان کے جوابات

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے تین مرتبہ صور پھونکیں گے پہلی بار صور پھونکیں گے تو لوگ گھبرا جائیں گے اس کو نفخۃ الفزع کہتے ہیں' اور دوسری بار صور پھونکیں گے تو لوگ مر جائیں گے اس کو نفخۃ الصعق کہتے ہیں اور تیسری بار صور پھونکیں گے تو مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں گے' اس کو نفخۃ البعث کہتے ہیں۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۹ ص ۱۹۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

نفخات (صور پھونکنے) کی تعداد میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تین نفخات ہیں۔ ان میں سے ایک نفخۃ الفزع ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ○ (النمل: ۸۷)

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔

اور دوسرا نفخۃ الصعق ہے جس کو سن کر سب مر جائیں گے اور تیسرا نفخۃ البعث ہے جس کو سن کر سب مرے ہوئے زندہ ہو جائیں گے' ان دونوں کا ذکر اس آیت میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ (الزمر: ۶۸)

اور صور پھونک دیا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمینوں والے مر جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے' پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ صرف دو بار صور پھونکا جائے گا' اور نفخة الفزع اور نفخة الصعق دونوں ایک ہیں' اس لیے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی وقفہ نہیں ہوگا یعنی پہلے لوگ صور کی آواز سن کر گھبرا جائیں گے پھر فوراً مر جائیں گے' اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم کی احادیث سے یہی ثابت ہے کہ صور دو بار پھونکا جائے گا نہ کہ تین بار اور یہی قول صحیح ہے۔ (التذکرہ ج۱ ص ۲۸۷-۲۸۶' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ ابوعبداللہ قرطبی تین بار صور پھونکنے کی حدیث لکھ کر اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں کو بنانے سے فارغ ہوگیا تو اس نے صور کو پیدا کیا' اور یہ صور حضرت اسرافیل کو دے دیا' انہوں نے اس صور کو اپنے منہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ اپنی آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں' اور اس کے منتظر ہیں کہ ان کو کب صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صور کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک سینگ (کی مثل) ہے' اور اللہ کی قسم! وہ بہت بڑا ہے اس کی گولائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے' وہ اس میں تین مرتبہ پھونک ماریں گے' پہلی مرتبہ (نفخة الفزع) پھونک ماریں گے تو لوگ گھبرا جائیں گے' اور دوسری مرتبہ (نفخة الصعق) پھونک ماریں گے تو لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور تیسری مرتبہ (نفخة البعث) پھونک ماریں گے تو سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ الحدیث

(جامع البیان رقم الحدیث ۲۰۶۳۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۶۶۲۷)

اس حدیث کا علی بن معبد' طبری اور ثعلبی وغیرہم نے ذکر کیا ہے' اور میں نے اس کا کتاب التذکرہ (ج۱ ص ۳۰۲-۳۰۱' دارالبخاری' المدینۃ المنورہ) میں ذکر کیا ہے اور وہاں میں نے اس حدیث پر کلام کیا ہے: (وہ کلام یہ ہے: امام ابومحمد عبدالحق نے کتاب العاقبۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور صحیح نہیں ہے' طبری نے اس کا سورۂ یٰسین کی تفسیر میں ذکر کیا ہے) اور صحیح یہ ہے کہ صور دو بار پھونکا جائے گا' تین بار نہیں پھونکا جائے گا' اور یہ کہ نفخة الفزع' نفخة الصعق کی طرف راجع ہے' کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کو لازم ہیں' یعنی صور پھونکے جانے کے بعد پہلے لوگ گھبرائیں گے پھر مر جائیں گے' یا نفخة الفزع' نفخة البعث کی طرف راجع ہے یعنی دوسری بار صور پھونکے جانے کے بعد لوگ زندہ کیے جائیں گے اور گھبرا کر نکلیں گے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ (یٰسین: ۵۳-۵۱)

اور صور پھونک دیا جائے گا تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف بھاگنے لگیں گے ○ وہ کہیں گے ہائے ہائے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' یہی وہ چیز ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا ○ وہ (صور کی آواز) صرف ایک چیخ ہے کہ یکایک وہ سارے ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے ○

یہ تفسیر امام قشیری نے کی ہے' اور اس فزع (گھبراہٹ) کے متعلق دو قول ہیں' انہیں اللہ کی طرف بلایا جائے گا اور وہ گھبرا

marfat.com
Marfat.com

کر بہت جلد حاضر ہوں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب ان کو قبر سے اُٹھایا جائے گا تو وہ بہت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔

دو بار صور پھونکنے کے دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ صور صرف دو بار پھونکا جائے گا' حضرت ابوہریرہ کی حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس (سال) کا وقفہ ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۱۴' ۴۹۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۹۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۴۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے قرب قیامت کے احوال بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پھر دنیا میں برے لوگ باقی رہ جائیں گے' جو چڑیوں کی طرح جلد باز' بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے' وہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا' ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا' اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو' وہ ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دے گا وہ اسی (بت پرستی) میں مصروف کار ہوں گے' ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہوگی' پھر صور پھونک دیا جائے گا جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکا کر اس کی طرف کان لگائے گا' اور دوسری طرف سے گردن اُٹھائے گا' جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز کو سنے گا' وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا' وہ مر جائے گا اور دوسرے لوگ بھی مر جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح بارش نازل فرمائے گا' جس سے لوگوں کے جسم اُگنے لگیں گے' پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے' پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ۔ الحدیث

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۹۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۶۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۶' المستدرک ج ۴ ص ۵۵۰-۵۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (النمل:۸۷)

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الزمر:۶۸)

اور صور پھونک دیا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے مر جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح نفخة الفزع سے بعض افراد کا استثناء کیا ہے اسی طرح نفخة الصعق سے بھی بعض افراد کا استثناء کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں آیتوں سے ایک ہی صور پھونکنا مراد ہے اور اس صور کی آواز سن کر لوگ گھبرا کر مر جائیں گے اور پھر بعد میں جو صور پھونکا جائے گا اس کی آواز سن کر لوگ قبروں سے نکل پڑیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف دو بار صور پھونکا جائے گا اور ابن المبارک نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں پھونکوں کے درمیان چالیس سال ہیں' صور کی پہلی پھونک سے اللہ تعالیٰ ہر زندہ کو مار دے گا اور دوسری پھونک سے اللہ تعالیٰ ہر مردہ کو زندہ کر دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۱۴)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ (النزعت: ۱۳-۶)

جس دن کانپنے والی کانپے گی ۝ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ۝ اس دن بہت دل دھڑک رہے ہوں گے ۝ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ۝ وہ کہتے ہیں کیا ہم پہلی زندگی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے ۝ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ۝ پھر تو یہ نقصان والا لوٹنا ہے ۝ وہ صرف ایک ڈانت ڈپٹ ہے ۝

ان آیتوں سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تین بار صور پھونکا جائے گا' (یعنی الراجفة سے مراد پہلا صور ہے' الرادفة سے مراد دوسرا صور ہے اور زجرة واحدة سے مراد تیسرا صور ہے) لیکن اس طرح نہیں ہے' زجرة واحدة سے مراد دوسرا صور ہے' جب لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے' حضرت ابن عباس' مجاہد' عطا اور ابن زید وغیرہم کا بھی یہی قول ہے' مجاہد نے کہا یہ دونوں دو چیخیں ہیں' پہلی چیخ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہر چیز کو فنا کر دے گی اور دوسری چیخ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہر چیز کو زندہ کر دے گی' عطا نے کہا الراجفة سے مراد قیامت ہے اور الرادفة سے مراد مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے' اور اللہ تعالیٰ ہی کو خوب علم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۲۲-۲۲۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے الزمر: ۶۸ کی تفسیر میں دونوں قول ذکر کیے ہیں' دو بار صور پھونکنے کے اور تین بار صور پھونکنے کے لیکن دو بار صور پھونکنے کے قول کو مقدم کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۷۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے بھی الزمر: ۶۸ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک دو بار صور پھونکا جائے گا اور نفخة الفزع اور نفخة الصعق دونوں سے مراد واحد ہے۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۲۲۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کے نزدیک تین بار صور پھونکا جائے گا۔ پہلا نفخة الفزع ہے جس سے سب لوگ گھبرا جائیں گے اس کا ذکر النمل: ۸۷ میں ہے اور دوسرا نفخة الصعق ہے جس سے سب لوگ مر جائیں گے اور تیسرا نفخة البعث ہے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے' ان دونوں نفخوں کا ذکر الزمر: ۶۸ میں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۱۴' ج ۴ ص ۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قاضی بیضاوی نے الزمر: ۶۸ کی تفسیر میں لکھا ہے' دو بار صور پھونکا جائے گا اور نفخة الفزع اور نفخة الصعق سے مراد واحد ہے۔ (تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۲۲۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ کا بھی یہی مختار ہے کہ دو بار صور پھونکا جائے گا۔

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نفخة الصعق سے کون کون افراد مستثنیٰ ہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق سوال کیا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ (الزمر ۶۸)

اور صور میں پھونکا گیا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو گئے ماسوا ان کے جن کو اللہ نے چاہا۔

آپ نے سوال کیا کہ اللہ نے کن کو ہلاک کرنا نہیں چاہا۔ حضرت جبریل نے کہا وہ اللہ عزوجل کے شہداء ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امام حاکم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (امام ذہبی نے بھی امام حاکم کی موافقت کی ہے)

(المستدرک ج ۲ ص ۲۵۳' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۰۰۰' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۱۸' رقم الحدیث: ۱۶۰۷' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو مسند ابویعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۰' کنز العمال ج ۴ ص ۴۰۰-۳۹۹' رقم الحدیث: ۱۱۱۱۱) ہر چند کہ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو مسند ابویعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے لیکن مسند ابویعلیٰ میں یہ حدیث نہیں ہے۔

علامہ نجم الدین قمولی متوفی ۷۲۷ ھ لکھتے ہیں' اس استثناء میں پانچ قول ہیں:

(۱) جب نفخۃ الصعق پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے مر جائیں گے' ماسوا حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل کے' پھر اللہ تعالیٰ حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کو بھی ہلاک کر دے گا' اور حضرت جبرائیل اور حضرت عزرائیل باقی رہ جائیں گے' پھر حضرت جبرائیل کو بھی ہلاک کر دے گا۔

(۲) اس سے مراد شہداء ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (آل عمران: ۱۶۹)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شہداء ہیں جو عرش کے نیچے تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں۔

(کتاب البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث: ۶۷' ۶۶' البدور السافرۃ ص ۶' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۶۴۰' الدر المنثور ج ۶ ص ۳۴۳' داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس صعقہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو (طور پر) بے ہوش کیا گیا تھا اس لیے ان کو دوبارہ بے ہوش نہیں کیا جائے گا۔

(۴) اس سے مراد بڑی آنکھوں والی حوریں' اور عرش اور کرسی کے ساکنین ہیں۔

(۵) قتادہ نے کہا اللہ ہی کو علم ہے کہ اس سے کون مستثنیٰ ہیں' قرآن اور حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس سے مراد کون ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۷۶' ۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ المستدرک' البعث والنشور اور معالم التنزیل وغیرھا کے حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں اور ایک اور حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الامن شاء اللہ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین کا استثناء فرمایا ہے' جبریل' میکائیل اور ملک الموت۔ الحدیث (کتاب البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث: ۶۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کن کن کا استثناء کیا گیا ہے' حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے اس سے مراد شہداء ہیں جن کو اپنے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے' وہ دوبارہ زندہ کیے جانے تک بے ہوش رہیں گے' اور یہ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شہداء ہیں جو عرش کے نیچے تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں۔ امام قشیری نے کہا ان میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل

marfat.com
Marfat.com

ہیں کیونکہ ان کے پاس نبوت بھی ہے اور شہادت بھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ مقاتل نے کہا اس سے مراد جبریل‘ میکائیل‘ اسرافیل اور ملک الموت ہیں‘ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں‘ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام مومنین ہیں‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد فرمایا ہے:

وَمَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ○ (النمل: ۸۹)

اور جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مامون ہوں گے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس استثناء کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہے اور ان اقوال میں سے ہر قول کی گنجائش ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۲۳-۲۲۲‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

کیا حضرت موسیٰ کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آنا ان کی افضلیت کو مستلزم ہے؟

ان اقوال میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس آیت کے استثناء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ اس سے پہلے پہاڑ طور پر بے ہوش ہو گئے تھے‘ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (الاعراف: ۱۴۳)

سو جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے۔

اس استثناء کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے سے جھگڑا کیا‘ ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی تھا‘ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی‘ یہودی نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی‘ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر یہودی کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا‘ اس نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس کے اور اس مسلمان کے درمیان کیا معاملہ ہوا‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلا کر اس سے واقعہ معلوم کیا‘ اس نے آپ کو بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو‘ کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا۔ پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے کھڑے ہوں گے۔ پس میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو گئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمالیا۔ حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے پس میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ ان میں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے تھے یا ان کا حساب پہلی بے ہوشی میں کرلیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۱۱‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۳‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۱‘ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۵‘ مسند احمد رقم الحدیث: ۷۵۷۶‘ عالم الکتب‘ حضرت ابوسعید خدری کی روایت: صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۱۲‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۴‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۶۸‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۳۷)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے کہا کہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو پہلے ہی موت آ چکی ہے‘ لہٰذا ان کو نفخة الصعق کے استثناء میں داخل کرنا صحیح ہے‘ اسی طرح حاملین عرش‘ حضرت جبریل‘ حضرت میکائیل‘ حضرت اسرافیل اور ملک الموت اور جنت

marfat.com
Marfat.com

کی حوروں کو استثناء میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ میں آسمانوں اور زمینوں والے ہیں اور یہ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں یا عرش کے گرد صف باندھے کھڑے ہیں اور عرش اور جنت سات آسمانوں کے اوپر ہیں پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو نفخة البعث کے بعد دیکھا اور قرآن مجید میں جو استثناء ہے وہ نفخة الصعق سے ہے اس اشکال کے جواب میں ہمارے شیخ ابوالعباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو پہلے ہی موت آ چکی تھی اس لیے ان کو نفخة الصعق کے استثناء میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ موت ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں اور ان کو اپنے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے اور وہ شاداں اور فرحاں ہیں اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام حیات کے زیادہ حق دار اور اولیٰ ہیں اور جب کہ حدیث صحیح میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی' اور شب معراج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور آسمانوں میں بھی ان سے اور خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی' نیز سنن ابوداؤد میں ہے کہ جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا ہے تو اس کو جواب دینے کے لیے آپ میں روح موجود ہوتی ہے' اس طرح کے اور بہت دلائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں جیسا کہ فرشتے موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی شخص عادتاً ان کو نہیں دیکھ سکتا' اور جب ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو جب نفخة الصعق' صور میں پھونکا گیا تو تمام آسمانوں والوں اور زمینوں والوں پر صعق طاری ہو گیا ماسوا ان کے جن کو اللہ نے چاہا' لیکن غیر انبیاء علیہم السلام پر صعق طاری ہونے کا معنی یہ تھا کہ وہ مر گئے اور انبیاء علیہم السلام پر صعق طاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور جب دوسری بار نفخة البعث کا صور پھونکا گیا تو جو مر گئے تھے وہ زندہ ہو گئے' اور جو بے ہوش ہو گئے تھے' وہ ہوش میں آ گئے' اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا' سو تمام نبیوں سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئیں گے۔ سوائے حضرت موسیٰ کے ان کے متعلق تردد ہے' کیونکہ آپ نے ہوش میں آنے کے بعد ان کو عرش کی ایک جانب دیکھا اور فرمایا آیا وہ آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے اور طور کی بے ہوشی میں ان کو محسوب کر لیا گیا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں عظیم فضیلت ہے' اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں' کیونکہ اوّل تو حضرت موسیٰ کا ہمارے نبی سے پہلے ہوش میں آنا امر مشکوک ہے ثانیاً برتقدیر تسلیم یہ فضیلت جزی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کلی حاصل ہے۔ (المفہم ج ۶ ص ۲۳۳-۲۳۲' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اپنے شیخ ابوالعباس قرطبی کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں' طبری' علی بن معبد اور ثعلبی وغیرہم نے یہ احادیث وارد کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاملین عرش' حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور ملک الموت پر بھی موت طاری کر دے گا اور ان کو پھر زندہ کر دے گا' البتہ اہل جنت اور جنت پر موت طاری نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خلود کے لیے بنایا ہے اگرچہ وہ بھی موت اور ہلاکت کی صلاحیت کے حامل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاکت کی صلاحیت رکھتی ہے' كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ. (القصص: ۸۸) (التذکرہ ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۲ ملخصاً' دار البخاری' مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

نفخة الصعق سے استثناء میں علامہ قرطبی کا آخری قول

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۸ھ' علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ' علامہ صادی مالکی متوفی ۱۲۴۱ھ' نواب صدیق بن حسن خان قنوجی وغیرہم نے لکھا ہے کہ اس استثناء میں حاملین عرش' ملائکہ مقربین' جنت کی حوریں' شہداء اور انبیاء علیہم السلام داخل ہیں۔

(حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی ج ۸ ص ۲۲۶' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۳۱-۳۳۰' حاشیۃ الصادی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۱۳' فتح البیان ج ۵ ص ۱۶۰)

علامہ قرطبی نے علامہ حلیمی کے حوالے سے التذکرہ میں جو تقریر کی ہے اس کے اعتبار سے کوئی فرد بھی اس استثناء میں داخل نہیں ہے' جنت اور اہل جنت اس میں اس لیے داخل نہیں کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہیں۔ حاملین عرش' ملائکہ مقربین اور ارواحِ شہداء بھی عرش کے گرد ہیں اور وہ بھی داخل نہیں کیونکہ یہ استثناء آسمانوں اور زمینوں والوں کے اعتبار سے ہے اور جنت اور عرش آسمانوں کے اوپر ہے' اور انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ نہیں کیونکہ نفخة الصعق کے وقت وہ بے ہوش ہو جائیں گے اور نفخة البعث کے وقت وہ ہوش میں آئیں گے پھر نفخة الصعق سے کون مستثنیٰ ہے؟ البتہ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن' التذکرہ کے بعد لکھی ہے اور اس میں انہوں نے جمہور مفسرین کی طرح اہل جنت' حاملین عرش' ملائکہ مقربین' شہداء اور انبیاء علیہم السلام کو اس استثناء میں داخل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے مخاطب تو اس دن پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا گمان کرے گا' حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے' یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے' بے شک وہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○ جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے' اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مامون ہوں گے ○ اور جو لوگ برائی لے کر آئیں گے تو ان کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا' اور تم کو ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے ○ (النمل: ۹۰-۸۸)

قیامت کے دن پہاڑوں کی ٹوٹ پھوٹ اور ریزہ ریزہ ہونے کی مختلف حالتیں

اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے' اس دن پہاڑ اپنی جگہوں پر نہیں رہیں گے بلکہ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اُڑیں گے اور یہ اللہ کی عظیم قدرت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے' لیکن وہ ان مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح بنا کر اُڑا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پہاڑوں کی کئی حالتیں بیان فرمائی ہیں' ایک حالت یہ ہے کہ وہ بہت تیزی کے ساتھ چل رہے ہوں گے لیکن دیکھنے والوں کو وہ اپنی جگہ جمے ہوئے نظر آئیں گے اور جب کوئی بہت بڑی چیز تیزی سے حرکت کر رہی ہو تو دیکھنے والوں کو وہ ساکن معلوم ہوتی ہے' جیسے کوئی شخص بحری جہاز کے کیبن میں بیٹھا ہو تو اس کو وہ جہاز ساکن دکھائی دیتا ہے حالانکہ وہ تیزی سے سفر طے کر رہا ہوتا ہے' یا جس طرح زمین حرکت کر رہی ہے لیکن ہم کو زمین حرکت کرتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی' ہم اس کو اپنی جگہ ساکن دیکھتے ہیں۔

قیامت کے دن پہاڑوں کی دوسری حالت اس آیت میں بیان فرمائی ہے:

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ○ (النباء: ۲۰)
اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب (فریب نظر) ہو جائیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

سراب دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت کو کہتے ہیں جو دُور سے پانی کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حقیقت میں وہاں کچھ نہیں ہوتا' قیامت کے دن پہاڑ بھی دُور سے نظر آنے والی چیز کی طرح فریب نظر ہوں گے' حقیقت میں پہاڑوں کا وجود بالکل ختم ہو چکا ہوگا۔

قیامت کے دن پہاڑوں کی تیسری حالت اس طرح بیان فرمائی ہے:

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ (المعارج: ۹-۸)

جس دن آسمان تیل کے تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے۔

پہاڑوں کی مختلف حالتوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ پہلے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا جس طرح اس آیت میں فرمایا ہے: اور یہ چوتھی حالت ہے:

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ (الحاقہ: ۱۴)

اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھالیا جائے گا اور ایک ہی ضرب سے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

اور ریزہ ریزہ ہو کر وہ پہاڑ دُھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ (القارعہ: ۵)

اور پہاڑ دُھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

پانچویں حالت یہ ہے کہ ان کو گرد و غبار کی طرح اُڑا دیا جائے گا۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ (الواقعہ: ۵-۶)

اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے اور وہ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس بکھرے ہوئے غبار کو اُڑا دے گا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ (طٰہٰ: ۱۰۵)

اور وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کو میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا۔

اور آخر میں وہ معدوم ہو کر فریب نظر ہو جائیں گے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سب سے بڑی نیکی ہونا

اس کے بعد فرمایا: اور جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے۔ (النمل: ۸۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نیکی سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۶۴۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا لا الٰہ الا اللہ نیکیوں میں سے ہے' آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھی نیکیوں میں سے ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۶۴۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈرتے رہو اور برے کام کے بعد نیک کام کرو وہ اس برے کام کو مٹا دے گا' اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا سلوک کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

قتادہ نے کہا اس سے مراد ہے جس نے اخلاص کے ساتھ کلمہ توحید پڑھا' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض کو ادا

marfat.com
Marfat.com

کرنا ہے۔

صنابحی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ مرض الموت میں تھے' میں رونے لگا' انہوں نے کہا چپ کرو' تم کیوں روتے ہو؟ اللہ کی قسم اگر مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا' اور اگر مجھے شفاعت دی گئی تو میں تمہارے حق میں شفاعت کروں گا' اور اگر میں تم کو نفع پہنچا سکا تو میں تم کو ضرور نفع پہنچاؤں گا' پھر انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی ایسی حدیث سنی جس میں تمہارا نفع تھا وہ میں نے تم سے بیان کر دی ماسوا ایک حدیث کے' اور میں عنقریب تم سے آج وہ حدیث بیان کر دوں گا' کیونکہ اب میری جان لبوں پر ہے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے **لا الـه الا الله محمد رسول الله** کی شہادت دی اللہ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ اہل توحید عنقریب جنت میں داخل ہوں گے خواہ ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ میری اُمت کے ایک شخص کو منتخب کر کے الگ کھڑا کر دے گا' پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے' ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے' آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا' پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: **اشهد ان لا الـه الا الله واشهد ان محمدا عبده و رسوله**' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تم میزان پر حاضر ہو' وہ کہے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پُرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا' سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۱-۲۱۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۷۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۳۲۱' صحیح الترمذی للالبانی رقم الحدیث: ۲۱۲۷' السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۳۵)

نیکی کا اجر نیک کام سے کیوں افضل ہے

فرمایا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے۔ یعنی بندہ کے عمل سے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اجر و ثواب بہتر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا بندہ کے فعل سے بہتر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بندہ ایک نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دس گنا زیادہ اجر دیتا ہے' اور کبھی سات سو گنا اجر عطا فرماتا ہے' اور کبھی اس کو بھی دُگنا کر دیتا ہے' اور کبھی بے حساب اجر عطا فرماتا ہے' بندہ ایک ساعت میں ایمان لاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ اس کو دائمی اور ابدی اجر عطا فرماتا ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بندہ کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اس کو اللہ کی معرفت ہو' اور آخرت میں جو اس کا

marfat.com
Marfat.com

اجر ملے گا وہ جنت میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی' تو اللہ کی معرفت سے کھانے پینے کی چیزیں کیسے بہتر ہو سکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں بندہ نے جو اللہ کی معرفت حاصل کی اس کے صلہ میں اسے جنت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار حاصل ہوگا اور بلاشبہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے' نیز بندہ نے جو نیک کام کیے وہ بندہ کا فعل ہے' اور اس کا آخرت میں جو اجر ملے گا وہ اللہ کا فعل ہے اور اللہ کا فعل بندہ کے فعل سے بڑھ کر ہے' اور بندہ نے جو نیک عمل کیا وہ فانی ہے اور اس کے عوض میں اس کو جنت ملے گی جو غیر فانی ہے' نیز جنت کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک چابک جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٦٤٨' صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٨٩٢' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٨٨١' سنن نسائی رقم الحدیث: ٣١١٨' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣٣٠' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩ ص ١٥٨)

قیامت کے دن عام مسلمان کیسے بے خوف ہوں گے جب کہ انبیاء علیہم السلام بھی خوف زدہ ہوں گے

اس کے بعد فرمایا اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مامون ہوں گے۔ اس دن سے مراد ہے قیامت کا دن۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تو انبیاء علیہم السلام بھی خوف زدہ ہوں گے' جب لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے کسی اور کے پاس جاؤ' میں اپنے متعلق فکر مند ہوں' جب قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اس قدر پریشان ہوں گے تو عام مسلمان اس دن کیسے بے خوف ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے اوپر معاذ اللہ عذاب کا خوف نہیں ہوگا' وہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی بے نیازی سے خوف زدہ ہوں گے اور جس کا جتنا بڑا مرتبہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٠' سنن النسائی رقم الحدیث: ٣٢١٦)

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے یہ بشارت ہے کہ قیامت کے دن وہ دائمی عذاب سے مامون ہوں گے' رہا یہ کہ قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کے مشاہدہ سے انسان کے دل پر جو ہیبت اور دہشت طاری ہوگی تو اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہوگا۔ عام مسلمانوں پر زیادہ ہیبت اور دہشت طاری ہوگی اور خواص پر کم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بازپرس اور گرفت کے خوف سے کوئی نفس بے فکر نہیں ہوگا۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف: ٩٩) کیا یہ لوگ اللہ کی گرفت سے بے فکر ہو گئے ہیں سو اللہ کی گرفت سے صرف نقصان اٹھانے والے بے فکر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ برائی لے کر آئیں گے تو ان کو ان کے منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ النمل: ٨٩ میں الحسنہ (نیکی) سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور النمل: ٩٠ میں السیئہ سے مراد شرک ہے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' عطا' قتادہ اور حسن بصری وغیرہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(جامع البیان جز ٢٠ ص ٣٠-٢٨' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے' اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ○ اور یہ کہ میں قرآن کی

marfat.com
Marfat.com

تلاوت کروں' سو جس نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت قبول کی اور جو گمراہی پر ڈٹا رہا تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں o اور آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' عنقریب تمہیں وہ اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے' اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کر رہے ہو o

(النمل: ۹۳-۹۱)

شہر مکہ کی اہمیت اور خصوصیت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور اپنی توحید' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر دلائل بیان فرمائے' پھر اس کے بعد ان امور کو بیان فرمایا جو قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے اور قیامت کی علامات اور اس کے وقوع کو بیان فرمایا' پھر آخرت کے احوال اور ثواب اور عذاب کو بیان فرمایا' اور اب سورت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی اہمیت کو بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ اے نبی مکرم آپ کہیے کہ مجھے ان چیزوں کا حکم دیا گیا ہے:

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص رکھوں اور کسی کو اس کا شریک نہ قرار دوں' میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل بیان کر دیئے ہیں' تم ان دلائل کے تقاضوں سے اس کی توحید پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میں بہر حال اللہ تعالیٰ کی توحید کو ماننے والا اور اس پر اصرار کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے' اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی اضافت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے' وہ شہر مکہ ہے' اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے' یہی شہر اس کے محبوب نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر مہبطِ وحی الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے' اس کو حرم فرمانے کی چند وجوہ ہیں' جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے اس پر حالتِ احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا' خوشبو نہیں لگا سکتا' ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں' جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے اس کو ایذاء پہنچانا حرام ہے' اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے' اس شہر میں قتال کرنا' مال لوٹنا' اور کسی کی عزت پامال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی کہ ہر چیز اس کی ملکیت ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور جو کسی چیز کا خالق ہوتا ہے وہی اس چیز کا مالک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام احکام پر عمل کیا اور تمام اُمت کے لیے اپنے اعمال میں نمونہ فراہم کیا۔

اور فرمایا: آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر میں اس کی حمد کرتا ہوں' اور عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا تمہارے اپنے نفسوں میں بھی اور اس خارجی کائنات میں بھی' تو تم اس کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل کو پہچان لو گے' یقین کرنے والوں کے لیے اس زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر نشانیاں ہیں اور خود ان کے اندر بھی ہیں اور آخر میں فرمایا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے اور اسی پر یہ سورت ختم ہو گئی۔

marfat.com
Marfat.com

اجر ملے گا وہ جنت میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی' تو اللہ کی معرفت سے کھانے پینے کی چیزیں کیسے بہتر ہو سکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں بندہ نے جو اللہ کی معرفت حاصل کی اس کے صلہ میں اسے جنت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار حاصل ہوگا اور بلاشبہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے' نیز بندہ نے جو نیک کام کیے وہ بندہ کا فعل ہے' اور اس کا آخرت میں جو اجر ملے گا وہ اللہ کا فعل ہے اور اللہ کا فعل بندہ کے فعل سے بڑھ کر ہے' اور بندہ نے جو نیک عمل کیا وہ فانی ہے اور اس کے عوض میں اس کو جنت ملے گی جو غیر فانی ہے' نیز جنت کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں ایک چابک جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۴۸' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۹۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۸)

قیامت کے دن عام مسلمان کیسے بے خوف ہوں گے جب کہ انبیاء علیہم السلام بھی خوف زدہ ہوں گے

اس کے بعد فرمایا اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مامون ہوں گے۔ اس دن سے مراد ہے قیامت کا دن۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تو انبیاء علیہم السلام بھی خوف زدہ ہوں گے' جب لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے کسی اور کے پاس جاؤ' میں اپنے متعلق فکر مند ہوں' جب قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اس قدر پریشان ہوں گے تو عام مسلمان اس دن کیسے بے خوف ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے اوپر معاذ اللہ عذاب کا خوف نہیں ہوگا' وہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی بے نیازی سے خوف زدہ ہوں گے اور جس کا جتنا بڑا مرتبہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے یہ بشارت ہے کہ قیامت کے دن وہ دائمی عذاب سے مامون ہوں گے' رہا یہ کہ قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کے مشاہدہ سے انسان کے دل پر جو ہیبت اور دہشت طاری ہوگی تو اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہوگا۔ عام مسلمانوں پر زیادہ ہیبت اور دہشت طاری ہوگی اور خواص پر کم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی باز پرس اور گرفت کے خوف سے کوئی نفس بے فکر نہیں ہوگا۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۹۹) کیا یہ لوگ اللہ کی گرفت سے بے فکر ہو گئے ہیں سو اللہ کی گرفت سے صرف نقصان اٹھانے والے بے فکر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ برائی لے کر آئیں گے تو ان کو ان کے منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ النمل: ۸۹ میں الحسنہ (نیکی) سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور النمل: ۹۰ میں السیئہ سے مراد شرک ہے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' عطا' قتادہ اور حسن بصری وغیرہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۳۰-۲۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے' اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ○ اور یہ کہ میں قرآن کی

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الْقَصَصِ

(۲۸)

marfat.com
Marfat.com

سورۃ النمل کا خاتمہ

سورۃ النمل کی تفسیر ۱۳ ذوالحج ' ۱۴۲۲ھ/ ۲۸ فروری ۲۰۰۲ء بہ روز جمعرات کو شروع کی گئی تھی اور الحمد للہ رب العلمین آج ۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/ ۱۸ مئی ۲۰۰۲ء بہ روز ہفتہ کو بعد نمازِ فجر یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔ اپریل کے مہینہ میں' میں کافی بیمار رہا' اور شدید کمر کے درد کا عارضہ رہا' اس وجہ سے یہ کام اپنے معمول کی رفتار سے نہیں ہوسکا' میں عموماً ایک ماہ میں نوے سے لے کر سو صفحات تک لکھ لیتا ہوں' لیکن اپریل کے ماہ میں صرف ۴۲ صفحات لکھ سکا' کمر کا درد' کلسٹرول کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے' میں نے وہ تمام چیزیں ترک کردی ہیں جن سے کلسٹرول بنتا ہے حتیٰ کہ سالن سے کھانا بھی چھوڑ دیا ہے' تینوں وقت بران بریڈ کے تین سلائس پھیکی چائے کے ساتھ لیتا ہوں۔ قارئین کرام سے دعا کا خواست گار ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان بیماریوں سے نجات عطا فرمائے اور ذہنی اور جسمانی توانائی عطا فرمائے کہ میں تبیان القرآن کی بقیہ جلدیں مکمل کرلوں اور جب تک زندہ رہوں' صحت برقرار رہے اور دین کا تبلیغی اور اشاعتی کام کرتا رہوں۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تفسیر تبیان القرآن کو مکمل کرادے اس کی تصنیف میں مجھے نسیان' خطا اور لغزشوں سے محفوظ اور سلامت رکھے اور اس کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاهرین واصحابه الهادین المهدیین وازواجه الطاهرات امهات المومنین وعلی سائر المسلمین اجمعین.

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ القصص

سورت کا نام: اس سورت کا نام القصص ہے' اور یہ نام اس سورت کی اس آیت سے مقتبس ہے:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (القصص: ۲۵) پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو تمام قصہ سنایا تو انہوں نے کہا کچھ خوف نہ کریں' آپ ظالم لوگوں سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔

ہر چند کہ القصص کا لفظ الاعراف: ۱۷۶' اور یوسف: ۳ میں آ چکا ہے' اور الکھف میں بھی قصصا کا لفظ ذکر کیا جا چکا ہے' لیکن جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' جس چیز کا جو نام رکھا گیا ہے اس چیز میں اس نام کی مناسبت ہونی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں وہ مناسبت پائی جائے تو وہاں وہ نام بھی ہو جیسے خمر (انگور کی شراب) کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے جب کہ کھجور کی شراب اور جو کی شراب اور اسی طرح بھنگ بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے لیکن ان کو خمر نہیں کہتے' اسی طرح قارورہ بوتل کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی سیال چیز قرار پذیر ہوتی ہے لیکن ہر اس چیز کو قارورہ نہیں کہتے جس میں کوئی سیال چیز قرار پذیر ہو ورنہ پیٹ کو بھی قارورہ کہا جاتا۔

اس سورت کا نام القصص اس لیے بھی رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عجیب و غریب قصہ بیان کیا ہے' ان کی ولادت سے لے کر ان کے رسول بنانے تک کے قصص اور واقعات نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جو تینتالیس (۴۳) آیتوں پر محیط ہیں' جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر کس طرح لطف و کرم فرماتا ہے اور کفار اور منکرین کو کس طرح ذلیل اور رسوا کرتا ہے۔ نیز اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص قارون کا بھی قصہ بیان کیا گیا ہے جو مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے متکبر اور سرکش ہو گیا تھا' اور بالآخر اس کا برا انجام ہوا۔

القصص کی النمل سے مناسبت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس سے پہلے کی متصل دو سورتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ الشعراء میں ۶۸-۱۰ تک اور النمل میں ۱۴-۷ تک' لیکن جن چیزوں کو ان سورتوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اس سورت میں ان کی تفصیل کر دی گئی ہے اس سورت میں یہ قصہ فرعون کے ظلم اور تکبر سے شروع کیا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا' اور اس کا یہی فعل اس واقعہ کا سبب بنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے بعد ان کو ایک صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو دریا میں ڈال دیا تا کہ وہ ذبح ہونے سے بچ جائیں' پھر دریا کی موجوں نے اس صندوق کو فرعون کے محل میں

marfat.com
Marfat.com

قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کی ہر مشکل مہم میں معاونت فرمائے گا۔

سورۃ القصص کی اغراض

☆ اس سورت کو طٰسٓمٓ سے شروع فرما کر اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ یہ کلام بھی ان ہی حروف سے مرکب ہے جن حروف سے تم اپنا کلام مرکب کرتے ہو' اگر تمہارے دعویٰ کے مطابق یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ' ورنہ اس حقیقت کا اعتراف کرلو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے اپنے معظم اور مکرم بندہ پر نازل فرمایا ہے۔

☆ سورۃ الاعراف' سورۃ طٰہٰ اور دیگر سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے جن واقعات کو اختصار سے بیان فرمایا تھا' اس سورت میں ان کی تفصیل کردی ہے اور اس سے مقصود وعظ اور نصیحت ہے' اور فرعون اور اس کی قوم پر ان کے تکبر اور بنی اسرائیل پر ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا اس سے عبرت اور سبق مہیا کرنا ہے۔

☆ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت فرمانا کوئی نئی بات نہیں ہے' بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے سنت رہی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ہر قوم کی طرف ایک رسول کو بھیجتا رہا ہے تاکہ لوگوں کو گم راہی اور بے راہ روی سے نکال کر ہدایت اور راہِ راست پر لایا جائے اسی سنت کے مطابق قریش کی طرف بھی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

☆ کفارِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ آپ نے بھی حضرت موسیٰ کی طرح لاٹھی کو اژدھا بنانے اور ید بیضاء کے معجزات کیوں نہیں پیش کیے۔

☆ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ کے متواتر معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کی تو ان کو سمندر میں غرق کردیا گیا اس سے قریش مکہ کو ڈرایا ہے کہ اگر انہوں نے بھی ہمارے رسول کی تکذیب کی روش کو نہ چھوڑا تو ان پر بھی اسی طرح کے عذاب کا خطرہ ہے۔

☆ بنی اسرائیل قبطیوں کے مقابلہ میں ایک کمزور قوم تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم فرعون کے مقابلہ میں کامیاب اور غالب کردیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح ابتدا میں جن کمزور مسلمانوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے' عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو صنادید قریش پر کامیابی اور غلبہ عطا فرمائے گا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کئی سورتوں میں سننے کے بعد مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کردیا جائے۔

سورۃ القصص کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے سورۃ القصص کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے بار الٰہ! اس تفسیر میں حق اور صدق پر مجھے رہ نمائی عطا فرمانا' اور اس کی اتباع میرے لیے مقدر فرما دینا اور زیغ اور باطل کے بطلان کو مجھ پر منکشف فرمانا اور اس سے اجتناب اور اس کے رد کرنے کی مجھ کو سعادت عطا فرمانا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وقائد المرسلین وشفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ' کراچی۔ ۳۸
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/ ۲۴ مئی ۲۰۰۲ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com
Marfat.com

پہنچا دیا پھر فرعون نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ سن شباب تک پہنچ گئے' پھر قبطی کو تادیبا گھونسا مارنے کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں وہ قبطی مر گیا' اور حضرت موسیٰ کو یہ خطرہ ہوا کہ اب فرعون کی قوم ان پر قتل کا الزام عائد کر کے ان کو سزا دے گی سو وہ مصر سے مدین کی طرف ہجرت کر گئے' اور وہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو گیا' پھر جب وہ مدین سے روانہ ہوئے تو راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت پر سرفراز فرما دیا' پھر اس کے بعد باقی واقعات پیش آئے۔

ایک اور وجہ سے سورۃ النمل اور سورۃ القصص میں یہ مناسبت ہے کہ سورۃ النمل میں حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کو ہلاک کرنے کا قصہ اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے' اور سورۃ القصص میں یہ قصہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

نیز سورۃ النمل کے آخر میں ان مشرکین کی مذمت فرمائی ہے جو قیامت کا انکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو نہیں مانتے تھے اور سورۃ القصص میں اس چیز پر زیادہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور اس موقف کو زیادہ تفصیل اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

سورۃ القصص بھی سورۃ النمل کی طرح مکی ہے' تعداد نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۹ ہے' یہ سورۃ النحل کے بعد اور سورۃ بنی اسرائیل سے پہلے نازل ہوئی ہے' سورۃ الشعراء' سورۃ النمل اور سورۃ القصص تینوں کے افتتاحی حروف میں طا اور سین ہیں' سورۃ الشعراء میں ہے طٰسٓمٓ سورۃ النمل میں ہے طٰسٓ اور سورۃ القصص کے شروع میں طٰسٓمٓ ہے۔ یہ تینوں سورتیں نزول میں متوالی اور متعاقب ہیں اور ایک دوسرے کے بعد نازل ہوئی ہیں اور ان تینوں سورتوں کو الطواسین کہا جاتا ہے اور یہ تینوں سورتیں اس بات میں مشترک ہیں کہ ان سب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ القصص کے مشمولات

☆ سورۃ الشعراء' سورۃ النمل اور سورۃ القصص تینوں اس بات میں مشترک ہیں کہ ان میں عقائد کے اصول بیان کیے گئے ہیں توحید' رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور ان کو انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔

☆ سورۃ النمل کی ابتدائی ۴۳ آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر ان کو تورات عطا کیے جانے تک کے تمام واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

☆ النمل: ۷۵-۴۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کی وحی فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس سے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے برحق ہونے پر استدلال فرمایا ہے' کیونکہ قریش کو معلوم تھا کہ آپ اُمی ہیں اور آپ نے تورات کو نہیں پڑھا اور نہ آپ کا یہودیوں سے میل جول رہا ہے پھر آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کے یہ مفصل واقعات کس ذریعہ سے معلوم ہو گئے سو اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی ہو اور آپ پر وحی کا نازل ہونا قرآن مجید کے حق ہونے اور آپ کے دعویٰ نبوت میں صادق ہونے کی واضح دلیل ہے' آپ کو نبوت سے سرفراز فرما کر جس طرح آپ پر فضل فرمایا ہے' آپ کی قوم قریش پر بھی فضل فرمایا ہے کہ ان کے کفر اور شرک پر عذاب نازل فرمانے سے پہلے ان کو راہِ راست اور ہدایت کا موقع عطا فرمایا' اور کفار اور مشرکین کے شبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔

☆ النمل: ۸۴-۷۶ میں قارون کا ذکر فرمایا ہے جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ مال و دولت اس کو اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ کا اس پر کوئی احسان نہیں ہے اس لیے وہ اپنے مال سے زکوٰۃ اور صدقات نکالنے سے منع کرتا تھا۔

☆ النمل: ۸۸-۸۵ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلقین فرمائی کہ آپ کفار اور مشرکین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں' اپنے موقف پر

marfat.com
Marfat.com

إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۷) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ

لائیں گے اور (ہم) اس کو رسول بنانے والے ہیں ○ سو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تاکہ

لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا

انجام کار وہ ان کا دشمن اور باعث غم ہو جائے' بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر جرم

خَاطِئِينَ (۸) وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا

کرنے والے تھے ○ اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ (بچہ) میری اور تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو

تَقْتُلُوهُ ۖ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۹)

قتل نہ کرنا' شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور یہ لوگ (مستقبل کا) شعور نہیں رکھتے تھے ○

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْ

اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا تھا' اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا راز

لَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰)

فاش کر دیتیں (ہم نے اس لیے ڈھارس دی) تاکہ وہ (اللہ کے وعدہ پر) اعتماد کرنے والوں میں سے ہو جائیں ○

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا

اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دور' دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا

يَشْعُرُونَ (۱۱) وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ

شعور نہ ہوا ○ اور ہم نے اس (کے پہنچنے) سے پہلے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا سو وہ کہنے لگی

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ

آیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کے لیے خیر خواہ

نَاصِحُونَ (۱۲) فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

ہو ○ سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے

marfat.com
Marfat.com

سورۃ القصص ۲۸ مکیۃ ۴۹ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — رکوعاتہا ۹ آیاتہا ۸۸

سورۃ القصص مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس کی اٹھاسی آیات نو رکوع ہیں

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ

طاسین میم ○ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی برحق

مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ

خبریں ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں ○ بے شک فرعون (اپنے)

عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً

ملک میں سرکش تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا' وہ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور قرار دے کر

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وہ فساد کرنے والوں

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

میں سے تھا ○ اور ہم ان لوگوں پر احسان فرمانا چاہتے تھے جن کو (اس کے) ملک میں کمزور قرار دیا

فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ۙ وَنُمَكِّنَ

گیا تھا' اور ہم ان کو امام بنانا چاہتے تھے اور (ان کے ملک کا) وارث بنانا چاہتے تھے ○ اور ہم ان کو ان کے ملک کا

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا

اقتدار عطا کرنا چاہتے تھے اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو (بنی اسرائیل کے ہاتھوں) وہ انجام دکھانا چاہتے

كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا

تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے ○ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ' اور جب تم کو

خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ

اس پر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف اور غم نہ کرنا' بے شک ہم اس کو تمہارے پاس واپس

marfat.com
Marfat.com

تلاوت کا معنی ہے آیتوں کو ایک دوسرے کے متصل بعد لگاتار پڑھنا' متابع' متعاقب اور متوالی آیتوں کو پڑھنا' اس سے مراد تمام خبروں کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ عظیم خبریں ہیں جن سے ظاہر اور پوشیدہ باتوں کا علم ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ قوم فرعون سے کس طرح حساب لیا گیا اور ان کو کس طرح سزا دی گئی۔

مومنوں پر تلاوت کرنے کی تخصیص کی توجیہ

اسی آیت میں فرمایا ہے ہم ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں۔ اس سے مراد وہ مسلمان ہیں کہ جب بھی کسی واقعہ کے متعلق کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان آیتوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا ہے کیونکہ ان خبروں کو جاننے کے لیے آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور نبی وہی شخص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی برحق خبریں ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں' تو کیا ان آیتوں کی تلاوت کافروں کے لیے نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں کے لیے بھی ان آیتوں کی تلاوت ہے لیکن مومنین کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ انہوں نے ہی ان خبروں کو قبول کیا اور ان سے نفع اُٹھایا جیسے قرآن مجید کی ہدایت تو تمام دنیا کے لوگوں کے لیے ہے لیکن چونکہ اس ہدایت سے نفع یاب ہونے والے صرف متقین تھے اس لیے فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرہ:۲) اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی تلاوت بالذات مومنین کے لیے ہے اور بالتبع ان کی تلاوت غیر مومنین کے لیے بھی ہے اس لیے اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ مومنین کا ذکر فرمایا جن کے لیے ان آیات کی بالذات تلاوت ہے۔

شیعاً کا معنی

بے شک فرعون (اپنے) ملک میں سرکش تھا۔ الآیۃ (القصص:۴) یعنی فرعون اپنے ملک میں اپنے آپ کو سب سے بڑا قرار دیتا تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا گروہوں کے لیے اس آیت میں شیعاً کا لفظ ہے۔ شیعاً شیعۃ کی جمع ہے' شیعہ کا معنی تقویت ہے جس سے انسان کو تقویت پہنچے اور کسی شخص کے گروہ سے بھی اس شخص کو تقویت پہنچتی ہے اس لیے گروہ کو شیعہ کہتے ہیں اور شیعہ کا معنی انتشار ہے جو چیز کسی چیز سے نکلے اور پھیلے اور چونکہ کسی شخص کا گروہ بھی اس سے نکلتا اور پھیلتا ہے اس لیے کسی شخص کے گروہ اور اس کے فرقہ کو شیعہ کہتے ہیں۔ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ فرعون نے متعدد فرقے بنائے ہوئے تھے جو اس کی اطاعت کرتے تھے اور ان میں سے کسی کو اس کے حکم کے خلاف کرنے کی طاقت نہ تھی یا اس نے متعدد فرقے بنا دیئے تھے وہ سب اس کی خدمت کرتے تھے اور اس کو قوت پہنچاتے تھے یا اس نے ایسے متعدد گروہ بنا دیئے تھے جن میں سے بعض کو اس نے قوی قرار دیا تھا اور وہ قبطی تھے جو مصر کے قدیم باشندے تھے اور بعض کو اس نے ضعیف قرار دیا تھا اور یہ بنی اسرائیل تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے' فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ علامہ قونوی نے اس حکم کی حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کی وجوہ

(۱) ایک کاہن نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کے ہاں آج رات کو ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے تمہارا ملک جاتا رہے گا'

marfat.com
Marfat.com

۱ ع ۱۳ ۴

وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور وہ یقین کرلے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: طاسین میم ۝ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ۝ ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی برحق خبریں ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں ۝ بے شک فرعون (اپنے ملک میں) سرکش تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا' وہ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور قرار دے کر ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا ۝ اور ہم ان لوگوں پر احسان فرمانا چاہتے تھے جن کو (اس کے) ملک میں کمزور قرار دیا گیا تھا' اور ہم ان کو امام بنانا چاہتے تھے اور (ان کے ملک کا) وارث بنانا چاہتے تھے ۝ اور ہم ان کو ان کے ملک کا اقتدار عطا کرنا چاہتے تھے' اور ہم فرعون اور ھامان اور ان کے لشکروں کو (بنی اسرائیل کے ہاتھوں) وہ انجام دکھانا چاہتے تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے ۝ (القصص: ۶-۱)

طٰسٓمّٓ کا معنی

طٰسٓمّٓ (القصص: ۱) جس طرح اس سے پہلے بعض سورتوں کو حروف مقطعات سے شروع کیا گیا ہے اسی طرح اس سورت کو بھی ان ہی وجوہ سے حروف مقطعات سے شروع کیا گیا ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ طا میں یہ اشارہ ہے کہ بنو اسرائیل کو فرعون کی طویل غلامی سے نجات ملنے اور اس کی غلامی سے ان کے طیب اور طاہر ہونے کا اس سورت میں ذکر ہے' اور سین میں یہ اشارہ ہے کہ اس سورت میں ان کو حاصل ہونے والی سمو (بلندی) اور سیادت کا ذکر ہے اور میم میں یہ اشارہ ہے کہ ان کو فرعون کے ملک مصر کے اقتدار عطا کیے جانے کا اس سورت میں ذکر ہے۔

سورۃ القصص کا خلاصہ

یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ (القصص: ۲) یعنی آپ کے قلب پر جو آیتیں نازل کی گئی ہیں یہ دنیا اور آخرت کی تمام مصلحتوں کی جامع ہیں اور ان میں احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے' اور یہ سورت ان چیزوں کو بیان کرتی ہے جن میں بنو اسرائیل اختلاف کرتے تھے' اور اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے وہ حقائق اور دقائق بیان کیے گئے جن کو ان کے ماہرین میں سے بھی بہت کم لوگ جانتے تھے' یہ سورت بیان کرتی ہے کہ فرعون اور اس کی قوم سے کس طرح انتقام لیا گیا' اور قارون کو کس طرح سزا دی گئی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل پر کیا کیا انعام کیے گئے' اور اس سورت میں وہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں' جو دوسری سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیان نہیں کی گئیں۔ قرآن مجید کی حسب ذیل سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے:

البقرۃ' النساء' المائدۃ' الانعام' الاعراف' الانفال' یونس' ھود' ابراھیم' النحل' بنی اسرائیل' الکھف' مریم' طٰہٰ' الانبیاء' المومنون' الفرقان' الشعراء' النمل' القصص' العنکبوت' السجدۃ' الاحزاب' الصّٰفّٰت' المومن' الزخرف' الدخان' الجاثیہ' الذّٰریات' القمر' الصف' الجمعۃ' التحریم' الحاقۃ' المزمل' النّٰزعٰت' الفجر۔ قرآن مجید کی کل ۵۱۴ آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے' اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت لاڈلے اور محبوب نبی ہیں۔

ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی برحق خبریں ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں ۝ (القصص: ۳)

marfat.com
Marfat.com

عباس نے فرمایا یعنی ان کو نیک کاموں میں پیشوا بنانا چاہتے تھے۔ مجاہد نے کہا ان کو نیکی اور خیر کا داعی اور ہادی بنانا چاہتے تھے اور قتادہ نے کہا ان کو حکم ران اور بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ اور یہ تفسیر زیادہ عام اور شامل ہے' کیونکہ بادشاہ بھی امام ہوتا ہے اور اس کی اقتداء کی جاتی ہے' اور ہم ان کو وارث بنانا چاہتے تھے یعنی وہ فرعون کے ملک اور اس کی سلطنت کے وارث ہوں اور قبطیوں کے مکانوں میں رہائش پذیر ہوں' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۗ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○ (الاعراف: ۱۳۷)

اور جس قوم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اس کو ہم نے اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں' اور بنی اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا' اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

فرعون کا اپنے خدشات کا شکار ہونا

فرمایا: اور ہم ان کو (ان کے) ملک کا اقتدار عطا کرنا چاہتے تھے۔ الآیہ: (القصص: ۶) یعنی ہم ملک شام اور ملک مصر کا اقتدار بنی اسرائیل کے سپرد کرنا چاہتے تھے' اور فرعون' ھامان اور ان کے لشکروں کو ان کے خواب کی وہ تعبیر دکھانا چاہتے تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے' کیونکہ ان کو یہ خبر دی گئی تھی کہ ان کی ہلاکت بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاتھوں سے واقع ہو گی۔ قتادہ نے کہا ان کو ڈرانے والا ایک نجومی تھا جس نے یہ کہا تھا کہ اس سال ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے ہاتھوں اس کا ملک چلا جائے گا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ وغیرہم اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی نے بیان کیا کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر کے گھروں تک پہنچ گئی اس نے قبطیوں کے گھر جلا دیئے اور بنی اسرائیل کے گھر چھوڑ دیئے۔ اس نے جادوگروں' کاہنوں' قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے کہا جس شہر سے بنو اسرائیل آئے ہیں یعنی بیت المقدس سے' اس شہر کے ایک شخص کے ہاتھوں سے مصر تباہ ہو جائے گا' تب فرعون نے یہ حکم دیا کہ بنو اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو' اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو' اس کو چھوڑ دیا جائے اور قبطیوں سے کہا کہ تم اپنے نیچ کام بنی اسرائیل سے کرایا کرو۔ ادھر بنو اسرائیل کے بوڑھے جلد مر گئے' تب قبطیوں کے سردار فرعون کے پاس گئے اور کہا کہ بنی اسرائیل کے بڑے تو مر رہے ہیں اگر ان کے بیٹوں کو یونہی قتل کیا جاتا رہا تو پھر ہمارے بیٹوں کو یہ نیچ کام کرنے پڑیں گے' آپ ایسا کریں کہ ایک سال بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرائیں اور ایک سال ان کو چھوڑ دیں' اور جس سال بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا اس سال حضرت موسیٰ کی والدہ حاملہ ہوئیں اور پھر حضرت موسیٰ پیدا ہوئے' اور مجاہد نے کہا جس سال بنو اسرائیل کے بیٹوں کو چھوڑنا تھا اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال ان کے بیٹوں کو قتل کرنا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے' اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۶۷۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۶۷۴-۱۶۶۷۲' النکت والعیون ج ۴ ص ۲۳۴' تفسیر ابن کثیر ج ۳

marfat.com
Marfat.com

اس رات بارہ لڑکے پیدا ہوئے' فرعون نے ان سب کو قتل کرا دیا' اور اکثر مفسرین کے نزدیک بنی اسرائیل اس عذاب میں کئی سال تک مبتلا رہے۔ وہب بن منبہ نے کہا قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نوے ہزار بنی اسرائیل کو قتل کر دیا۔ بعض علماء نے کہا کہ فرعون کا یہ حکم اس کی حماقت کی دلیل تھا' کیونکہ اگر اس کاہن کی یہ پیش گوئی سچی تھی تو بنو اسرائیل کو قتل کرنے سے فرعون کے ملک کا زوال دُور نہیں ہو سکتا تھا اور فرعون بچ نہیں سکتا تھا' اور اگر اس کاہن کی پیش گوئی جھوٹی تھی تو بنو اسرائیل کو قتل کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ ہمارے نزدیک کاہنوں اور نجومیوں کی پیش گوئیاں باطل ہوتی ہیں اور ان پر یقین کرنا جائز نہیں ہے' اور ان کی پیش گوئیوں کو برحق ماننے کا یہ مطلب ہے کہ وہ غیب کی خبر دینے میں سچے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی شخص غیب کو نہیں جان سکتا۔ کاہن نبی ہوتے ہیں نہ ولی' اس لیے ان کے غیب پر مطلع ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ سو میں سے کوئی ایک آدھ بات ان کی اتفاقاً سچی نکلتی ہے اور اس سے ان کا غیب دان ہونا لازم نہیں آتا۔ فرعون کی حماقت واضح کرنے کے لیے جس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اعتراض تقدیر پر بھی کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کی تقدیر میں دوزخی ہونا لکھ دیا ہے تو پھر اس کے لیے نیکی کرنے کی کوششوں کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق دوزخی لکھا ہے جس کے متعلق اس کو ازل میں علم تھا کہ یہ شخص اپنے اختیار سے ایسے کام کرے گا جو اس کے دوزخی ہونے کا سبب ہوں گے۔

(۲) سدی نے کہا فرعون نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور مصر پر پھیل گئی اور اس آگ نے قبطیوں کو جلا ڈالا جو مصر کے اصل باشندے تھے اور بنی اسرائیل کو نہیں جلایا' اس نے اپنے درباریوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس کو بتایا گیا کہ جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں' اسی شہر والوں کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں سے تمہاری مصر سے حکومت زائل ہو جائے گی اور تم بھی قتل کر دیئے جاؤ گے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو انبیاء تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے اور ان کے ہاتھوں فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تھی اور یہ خبر کسی واسطے سے فرعون تک پہنچ گئی تھی' اس لیے اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۷۸-۵۷۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز فرعون کے متعلق فرمایا: بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا' یعنی وہ جو بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرا رہا تھا وہ محض شر اور فساد تھا' اس میں خیر اور اصلاح کا کوئی پہلو نہ تھا' اور اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کو مسترد کرنے کی اس میں کوئی تاثیر نہ تھی۔

بنی اسرائیل کو امامت اور بادشاہت سے نوازنا

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ان لوگوں پر احسان فرمانا چاہتے تھے جن کو (اس کے) ملک میں کمزور قرار دیا گیا تھا۔ (القصص: ۵) یعنی فرعون بنی اسرائیل کو نچلے درجہ کی رعایا قرار دیتا تھا' جیسے بھارت میں برہمنوں کے مقابلہ میں اچھوتوں اور شودروں کو نچلی ذات کی مخلوق قرار دیا جاتا ہے اور پنجاب میں زمینداروں کے مقابلہ میں کسانوں کو اور سندھ میں وڈیروں کے مقابلہ میں ہاریوں کو نیچ اور کمی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح مصر میں قبطیوں کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو کم تر مخلوق قرار دیا جاتا تھا' اسی طرح اب بھی بعض لوگ سادات کے مقابلہ میں غیر سادات کو کم تر قرار دیتے ہیں' وہ غیر سادات کی بیٹیوں کو رشتہ میں لینا تو جائز کہتے ہیں اور ان کو اپنی بیٹیوں کا رشتہ دینا ناجائز اور حرام کہتے ہیں۔

اور فرمایا: اور ہم ان کو امام بنانا چاہتے تھے اور (ان کے) ملک کا وارث بنانا چاہتے تھے۔ (القصص: ۵) حضرت ابن

marfat.com
Marfat.com

خلاف جاسوسی کرنے والا گونگا اور اندھا ہو گیا' ان کی والدہ کو عام عورتوں کی طرح حمل نہیں ہوا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے وضع حمل کا زمانہ قریب آ گیا' فرعون نے دائیوں کو بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا' ان میں سے ایک دائی حضرت موسیٰ کی ماں کی سہیلی اور مخلص دوست تھی جب ان کو درد زہ کی سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنی اس سہیلی کو بلوایا اور کہا تم دیکھ رہی ہو کہ مجھے کتنی تکلیف ہے' تمہاری محبت آج میرے کام آنی چاہیے' اس نے اپنی کارروائی کی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ پیدا ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کی آنکھوں میں جو نور تھا اس سے وہ دائی دہشت زدہ ہو گئی اور اس کا جوڑ جوڑ دہشت سے کانپنے لگا' اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت سما گئی' پھر اس نے حضرت موسیٰ کی ماں سے کہا جب تم نے مجھے بلایا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ میں اس بچہ کو مار ڈالوں گی' لیکن تمہارے اس بیٹے سے مجھے اتنی شدید محبت ہو گئی کہ اتنی محبت مجھے کسی سے نہیں ہوئی تھی' تم اپنے بیٹے کی حفاظت کرنا کیونکہ اس کے بہت دشمن ہیں' جب دائی ان کے گھر سے نکلی تو فرعون کے بعض جاسوسوں نے اس کو دیکھ لیا' وہ حضرت موسیٰ کی ماں سے ملنے کے لیے ان کے گھر آئے' حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا اے اماں! دروازہ پر سپاہی کھڑے ہوئے ہیں اور اس نے حضرت موسیٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں رکھ دیا' اس وقت شدت خوف سے اس کی عقل خبط ہو چکی تھی' اور اس کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو تنور جل رہا تھا' انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی ماں اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں' انہوں نے پوچھا یہ دائی تمہارے ہاں کیوں آئی تھی؟ اس نے کہا وہ میری محب اور دوست ہے وہ مجھ سے ملنے کے لیے آئی تھی' سپاہی چلے گئے' پھر اس نے حضرت موسیٰ کی بہن سے پوچھا بچہ کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے پتہ نہیں! پھر تنور سے بچے کے رونے کی آواز آئی' وہ دوڑ کر تنور کی طرف گئی' اللہ تعالیٰ نے اس تنور کو حضرت موسیٰ پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا تھا' انہوں نے بچے کو اٹھا لیا' پھر جب حضرت موسیٰ کی ماں نے دیکھا کہ فرعون بچوں کی تلاشی لینے میں بہت سختی کر رہا ہے تو ان کو اپنے بیٹے کا خطرہ ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ ڈالا کہ وہ بچے کو ایک تابوت میں رکھ کر اس تابوت کو دریائے نیل میں بہا دیں' وہ قوم فرعون کے ایک بڑھئی کے پاس گئیں اور اس سے ایک چھوٹا تابوت خریدا۔ بڑھئی نے پوچھا تم اس تابوت کا کیا کرو گی؟ انہوں نے کہا میں اس تابوت میں اپنے بیٹے کو چھپاؤں گی اور انہوں نے جھوٹ بولنے کو ناپسند کیا' جب وہ تابوت لے کر چلی گئیں' تو وہ بڑھئی فرعون کے ذبح کرنے والوں کے پاس گیا اور ارادہ کیا کہ ان کو حضرت موسیٰ کی ماں کی کارروائی کی خبر دے' جب اس نے بولنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی سلب کر لی' اور وہ کوئی بات نہ کر سکا' اور ہاتھوں سے اشارے کر کے بتانے لگا' ان لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آیا انہوں نے اس کو پاگل سمجھ کر مار پیٹ کر نکال دیا' جب وہ بڑھئی اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی واپس کر دی' وہ بولنے لگا' وہ پھر دوبارہ ذبح کرنے والوں کے پاس گیا وہاں جا کر پھر اس کی گویائی سلب ہو گئی۔ اس نے پھر اشاروں سے بات کرنی چاہی انہوں نے پھر اس کو مار پیٹ کر نکال دیا' جب وہ دوسری بار مار کھا کر اپنے گھر پہنچا تو پھر اس کی گویائی واپس آ گئی' وہ پھر ذبح کرنے والوں کے پاس گیا تاکہ ان کو خبر دے' اس بار اس کی گویائی بھی جاتی رہی اور اس کی بینائی بھی جاتی رہی' اس کو نہ کچھ دکھائی دیا نہ بات کر سکا' وہ پھر تیسری بار مار کھا کر پلٹا' اس بار اس نے صدق دل سے عہد کیا کہ اگر اس بار اللہ نے اس کی گویائی اور بینائی واپس کر دی تو وہ یہ بات کسی کو نہیں بتائے گا' اور جب تک زندہ رہے گا اس کو راز رکھے گا' اللہ تعالیٰ نے اس کے صدق نیت کو جان لیا اور اس کی گویائی اور بینائی واپس کر دی وہ اللہ کے لیے سجدہ شکر میں گر پڑا اور اس نے جان لیا کہ یہ واقعہ اللہ کی طرف سے تھا۔

marfat.com
Marfat.com

ص ۲۱۸، الدر المنثور ج ۶ ص ۴۴۸، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۶۲، ۱۴۳، مطبوعہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تم اس کو دودھ پلاؤ، اور جب تم کو اس پر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف اور غم نہ کرنا، بے شک ہم اس کو تمہارے پاس لائیں گے اور (ہم) اس کو رسول بنانے والے ہیں O سو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تا کہ انجام کار وہ ان کا دشمن اور باعث غم ہو جائے، بے شک فرعون، اور ہامان اور ان کے لشکر جرم کرنے والے تھے O اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ (بچہ) میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور یہ لوگ (مستقبل کا) شعور نہیں رکھتے تھے O (القصص: ۹-۷)

حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کا معنی اور اس وحی کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ اور جب تم کو اس پر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا۔ قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دل میں ڈال دی، اور یہ وحی نبوت نہیں تھی۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو کس وقت یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دیں آیا حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے اور ان کو دودھ پلانے کے فوراً بعد یا حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے چار ماہ بعد ان کو دریا میں ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا۔

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ ان کے پیدا ہونے کے بعد چار ماہ تک وہ ان کو دودھ پلاتی رہیں، ابوبکر بن عبد اللہ نے کہا ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ حضرت موسیٰ کے پیدا ہوتے ہی ان کو دریا میں ڈال دینا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ اور جب تم کو ان پر خطرہ ہو تو پھر تم ان کو دریا میں ڈال دینا۔ ان کی ماں نے ان کو ایک باغ میں رکھا ہوا تھا اور وہ ہر روز وہاں جا کر ان کو دودھ پلاتی تھیں، اور سدی نے کہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو ان کی ماں نے ان کو دودھ پلایا، پھر ایک بڑھئی کو بلایا اور اس کو تابوت بنانے کا حکم دیا پھر وہ تابوت دریائے نیل میں ڈال دیا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں ان اقوال میں اولیٰ قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی ماں کو دودھ پلانے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب ان کو فرعون اور اس کے لشکر سے خطرہ محسوس ہو تو ان کو دریا میں ڈال دیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے چند ماہ بعد تک ان کو دودھ پلایا ہو پھر جب ان کو حضرت موسیٰ کی جان پر خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے ان کو دریا میں ڈال دیا۔ (جامع البیان ج ۲۰ ص ۳۸-۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان پر خوف اور غم نہ کرنا، خوف اس پریشانی کو کہتے ہیں جس کے لاحق ہونے کا مستقبل میں خطرہ ہو اور غم اس حزن اور ملال کو کہتے ہیں جو ماضی کی کسی مصیبت اور نقصان کی وجہ سے ہو، گویا کہ فرمایا تم مستقبل میں فرعون کے ہاتھوں ان کی ہلاکت کا خطرہ محسوس نہ کرنا اور نہ اس وجہ سے پریشان ہونا، اور نہ ان کی جدائی میں غم گین ہونا، کیونکہ بے شک ہم ان کو تمہارے پاس لائیں گے، تا کہ تم ہی ان کو دودھ پلاؤ اور ہم ان کو اس سرکش قوم کی طرف رسول بنا کر مبعوث کریں گے، اور ان کے سبب سے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیں گے اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات عطا کریں گے۔

حضرت موسیٰ کی ولادت کے سلسلہ میں ارھاصات (اعلانِ نبوت سے پہلے کے خلافِ عادت واقعات)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعہ میں کئی خلافِ عادت واقعات ہوئے ان کو آگ نے نہیں جلایا، ان کے

marfat.com
Marfat.com

یا رخت ہے اور ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حضرت موسیٰ کے فرعون کے گھر پہنچنے میں مزید ارہاصات

سو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تا کہ انجام کار وہ ان کا دشمن اور باعث غم ہو جائے۔ الآیۃ (القصص: ۹-۸)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی التوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی اور کوئی اولاد نہیں تھی، اور فرعون کے نزدیک وہ سب سے زیادہ مکرم تھی اور فرعون کے پاس ہر روز اس کی تین فرمائشیں تھیں، اس لڑکی کو برص کی شدید بیماری تھی، فرعون نے اس کے علاج کے لیے تمام اطباء اور جادوگروں کو جمع کیا تھا، انہوں نے اس کے معاملہ میں غور کر کے کہا اے بادشاہ! تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا اس کے لعاب دہن کو جب اس کے برص پر لگایا جائے گا تو یہ تندرست ہو جائے گی، اور یہ کام فلاں دن اور فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا، جب وہ دن آیا (وہ پیر کا دن تھا) تو فرعون ایک مجلس میں دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا، اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی، اور فرعون کی بیٹی بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کی موجیں ایک تابوت کو لے آئیں فرعون نے کہا یہ دریا میں کوئی چیز ہے جو درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے اس کو میرے پاس لاؤ، لوگ ہر طرف سے کشتیاں لے کر دوڑے حتیٰ کہ اس تابوت کو فرعون کے سامنے لا کر رکھ دیا، انہوں نے بڑی مشکل سے اس تابوت کو کھولا تو اس میں کم سن بچہ تھا، اس کی آنکھوں کے درمیان نور تھا، اور وہ اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے آسیہ اور فرعون کے دل میں اس کی محبت ڈال دی، جب اس بچہ کو تابوت سے نکالا تو جہاں اس کا لعاب دہن گرا تھا فرعون کی بیٹی نے اس کو اٹھا کر اپنے برص کے داغوں پر لگایا تو وہ تندرست ہو گئی، اس نے اس بچہ کو چوما اور اپنے سینہ سے لگایا، فرعون کی قوم کے گمراہ لوگوں نے کہا اے بادشاہ! ہمارا گمان ہے کہ یہی بنی اسرائیل کا وہ بچہ ہے جس سے ہم کو خطرہ تھا، انہوں نے اس کو آپ کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے، آپ اس کو قتل کر دیں، فرعون نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آسیہ نے کہا یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا آپ اس کو قتل نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ یہ ہم کو نفع دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں اور وہ بے اولاد تھی، اس نے فرعون سے حضرت موسیٰ کو مانگ لیا اور فرعون نے اس کو دے دیا اور کہا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۲۴-۵۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

امام ابو القاسم علی ابن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے اس روایت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۱۷-۱۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ان کے علاوہ امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، علامہ نظام الدین الحسن بن محمد متوفی ۷۲۸ھ، علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی التوفی ۹۵۱ھ، علامہ ابو السعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ، علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، علامہ سلیمان الجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، علامہ احمد بن محمد الصاوی المالکی متوفی ۱۲۴۱ھ اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ وغیرہم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کا ذکر کیا ہے، ان کی کتب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۰، غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۵ ص ۳۲۹-۳۲۸، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۶ ص ۴۳۱، تفسیر ابو السعود ج ۵ ص ۱۱۴-۱۱۳، روح البیان ج ۶ ص ۴۹۱، حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۳۵، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۱۹، روح المعانی جز ۲۰ ص ۷۰-۶۹)

marfat.com
Marfat.com

اور وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی ماں کو حمل ہو گیا تو انہوں نے اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا ان کے حاملہ ہونے کا کسی کو پتا نہیں چلا' اور چونکہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر احسان کرنا چاہتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو مستور رکھا اور جس سال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تھے اس سال فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی تفتیش کے لیے دائیوں کو بھیجا اور بہت سختی سے عورتوں کی تلاشی لی گئی' جتنی اس سے پہلے کبھی تلاشی نہیں لی گئی تھی' اور جب حضرت موسیٰ کی ماں کو حمل ہوا تو ان کا پیٹ پھولا اور نہ ان کا رنگ بدلا' تو دائیوں نے ان سے کچھ سروکار نہیں رکھا' اور جس رات حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو اس رات ان کے پاس کوئی دائی تھی نہ کوئی اور مددگار تھا' اور ان کی پیدائش پر ان کی بہن مریم کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کیا کہ وہ ان کو دودھ پلاتی رہیں اور جب ان پر خطرہ محسوس کریں تو ان کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیں' ان کی ماں ان کو گود میں تین ماہ تک دودھ پلاتی رہیں' وہ گود میں روتے تھے نہ کوئی حرکت کرتے تھے' اور جب ان کو حضرت موسیٰ پر خطرہ ہوا تو انہوں نے ان کو تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۲۳-۵۲۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے' ان کے علاوہ علامہ علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ ھ' علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ ھ' امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ' علامہ نظام الدین الحسن بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ' علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۴۱ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ وغیرہم مفسرین نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کا اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے' ان کی کتب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۱۶-۱۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' الوسیط ج ۳ ص ۳۹۰' الکشاف ج ۳ ص ۳۹۸' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۰-۵۷۹' تفسیر البیضاوی علی حاشیۃ عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۲۸۰' غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۵ ص ۳۲۸' روح البیان ج ۶ ص ۴۹۱' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۳۵' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۱۸' روح المعانی جز ۲۰ ص ۶۹)

حضرت موسیٰ کی ماں کا نام

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ امام سہیلی نے کہا کہ حضرت موسیٰ کی ماں کا نام ایارخا تھا اور ایک قول ایارخت ہے' اور علامہ ثعلبی نے کہا ان کا نام لوحا بنت ھاند بن لاوی بن یعقوب تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۳۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام بغوی متوفی ۵۱۶ ھ نے لکھا ہے' ان کا نام یوحانذ بنت لاوی بن یعقوب تھا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۲۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں کا نام اناحید تھا (تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۷۱' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت' ۱۴۰۹ھ) امام ابوالکرم محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ نے لکھا ہے حضرت موسیٰ کی ماں کا نام یوحانذ تھا۔ (الکامل ج ۱ ص ۹۵' دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ) امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ ھ نے لکھا ہے کہ ان کی ماں کا نام یوخابذ تھا۔ (المنتظم ج ۱ ص ۲۱۵' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول ہے کہ ان کا نام محیانۃ بنت یصھر بن لاوی ہے' ایک قول ہے ان کا نام یوخابذ ہے ایک قول یارخا ہے ایک قول

marfat.com

Marfat.com

نہیں تھا اور وہ مطمئن تھیں اور اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ ان کو خبر پہنچ گئی تھی کہ فرعون کی بیوی آسیہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ کو انہیں ہبہ کر دیا ہے' اور یہ اس لیے تھا کہ ان کو اللہ کے وعدہ پر کامل وثوق اور اعتماد تھا۔
(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۲-۵۸۱' مطبوعہ داراحیاء التراث بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینے کی وجوہ

اس کے بعد فرمایا اور ہم نے اس (کے پہنچنے) سے پہلے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا' سو وہ کہنے لگی آیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کی خیر خواہ ہو ○ (القصص: ۱۲)

یعنی حضرت موسیٰ کی بہن کے پہنچنے سے پہلے یا حضرت موسیٰ کو ان کی ماں کی طرف لوٹانے سے پہلے' ہم نے ان پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا' اور ان پر ان کے دودھ کو حرام کرنے سے مراد شرعاً حرام کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان کا دودھ طبعاً ممتنع کر دیا تھا' اور باقی عورتوں کا دودھ پینے سے ان کو متنفر کر دیا تھا اور وہ بھوک لگنے اور دودھ کی طلب کے باوجود ان عورتوں کا دودھ نہیں پی رہے تھے' یعنی ان کو اپنی ماں کا دودھ پینے میں جو لذت آتی تھی ان عورتوں کا دودھ پینے میں وہ لذت نہیں آ رہی تھی' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین ماہ تک اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے اور ان کی ماں کے جسم سے جو خوشبو آتی تھی وہ اس خوشبو سے مانوس ہو چکے تھے' اور ان کے دودھ کے ذائقہ کے عادی ہو چکے تھے اور جب دوسری عورتوں کے جسم سے وہ خوشبو نہیں آئی اور نہ ان کے دودھ کا وہ ذائقہ تھا تو انہوں نے دودھ کی طلب اور بھوک کے باوجود دوسری عورتوں کا دودھ نہیں پیا' یا اللہ تعالیٰ نے دوسری دودھ پلانے والی عورتوں کے دودھ میں ایسی کڑواہٹ پیدا کر دی کہ انہوں نے بھوک کے باوجود ان کا دودھ نہیں پیا۔

اس کے بعد فرمایا: سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور وہ یقین کرلے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ (القصص: ۱۳)

اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے محامل

اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس زمانہ میں اور اس کے بعد بھی اکثر لوگ اس لیے نہیں جانتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں غور و فکر کرنے سے اعراض کرتے تھے۔

(۲) ضحاک اور مقاتل نے کہا کہ اہل مصر کو یہ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی ماں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کو ان کی طرف لوٹا دیں گے۔

(۳) اس آیت میں اگرچہ یہ فرمایا ہے کہ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانے والا ہے اور نہ جاننے کی نسبت لوگوں کی طرف کی ہے لیکن درحقیقت یہ حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف تعریض ہے صراحتاً نہ جاننے کی نسبت لوگوں کی طرف ہے اور مراد وہ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ کے فرعون کے پاس پہنچنے کے بعد ان کو بہت غم ہوا تھا اور وہ حضرت موسیٰ کے متعلق بہت فکر مند تھیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کرنے کی وجہ سے ان کو مطمئن ہو جانا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کو جلد ان سے ملا دے گا' لیکن بہرحال ماں کی مامتا بھی ایک طبعی چیز ہے اور وہ اپنے طبعی تقاضوں کو ختم کرنے پر قادر نہیں تھیں۔

(۴) اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ان کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے' حضرت موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فرعون کہتا کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو حضرت موسیٰ دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو جاتے۔ امام بغوی کی روایت میں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی آسیہ کی طرح ہدایت دے دیتا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۶۹۴، معالم التنزیل رقم الحدیث: ۱۶۰۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۶۱۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا تھا اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا راز فاش کر دیتیں (ہم نے اس لیے ڈھارس دی) تا کہ وہ (اللہ کے وعدہ پر) اعتماد کرنے والوں میں سے ہو جائیں ○ اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ تو وہ اس کو دُور دُور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا ○ اور ہم نے اس (کے پہنچنے) سے پہلے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا سو وہ کہنے لگی آیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہو ○ سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور وہ یقین کر لے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○

(القصص: ۱۳-۱۰)

حضرت موسیٰ کی ماں کے دل خالی ہونے کے محامل

فرمایا اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا تھا۔ الآیۃ (القصص: ۱۱-۱۰) دل خالی ہونے کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا ان کا دل حضرت موسیٰ کی فکر اور ان کے غم کے سوا ہر فکر اور غم سے خالی ہو گیا تھا۔

(۲) علامہ زمخشری نے کہا ان کا دل عقل سے خالی ہو گیا تھا کیونکہ جب انہوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے پاس پہنچ گئے ہیں تو ان پر اس قدر گھبراہٹ اور دہشت طاری ہوئی کہ ان کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور ان کی عقل ماؤف ہو گئی اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

(۳) امام محمد بن اسحاق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کی طرف الہام کیا تھا کہ تم اس کو دریا میں ڈال دو اور تم خوف اور غم نہ کرنا ہم اس کو تمہاری طرف واپس لائیں گے ان کا دل اس الہام سے خالی ہو گیا اور شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ فرعون تمہارے بیٹے کو قتل کر دے گا' اور یہ خود تمہارا کیا دھرا ہے' اور جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت موسیٰ اب فرعون کے ہاتھوں میں ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا الہام بھول گیا' اور اس عظیم صدمہ کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ یاد نہ رہا۔

(۴) ابو عبیدہ نے کہا ان کا دل غم اور فکر سے خالی تھا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی حفاظت کرے گا اور فرعون ان کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

(۵) ابن قتیبہ نے اس معنی پر اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ کی ماں کا دل ہر غم اور فکر سے خالی تھا اور وہ حضرت موسیٰ کے متعلق مطمئن تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہو گی کہ اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا راز فاش کر دیتیں' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کامل یقین تھا اس لیے وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ لوگوں کو یہ بتا دیں کہ حضرت موسیٰ ان کے بیٹے ہیں جو فرعون کے گھر پہنچ گئے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس راز کے مخفی رکھنے پر ان کے دل کو مضبوط رکھا' اس سے واضح ہو گیا کہ ان کا دل حضرت موسیٰ کے متعلق غم

marfat.com

Marfat.com

أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا

وہاں انہوں نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا' یہ (ایک) ان کی قوم میں سے تھا اور یہ (دوسرا) ان

مِنْ عَدُوِّهِ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ

کے مخالفین میں سے تھا' سو جو ان کی قوم میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد طلب کی جو ان کے مخالفوں میں سے تھا'

عَدُوِّهِ ۙ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ

پس موسیٰ نے اس کو مکا مارا سو اس کو ہلاک کر دیا' موسیٰ نے کہا یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا' بے شک شیطان دشمن

إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي

ہے اور کھلا بہکانے والا ہے O موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی سو تو مجھے معاف فرما'

فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ

پس اللہ نے اس کو معاف کر دیا' بے شک وہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! چونکہ

فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا

تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے سو اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا O پس موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں صبح

يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ

کی (کہ اب کیا ہوگا) پس اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی' پھر ان کو مدد کے لیے پکار رہا تھا' موسیٰ نے

لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَن يَبْطِشَ

اس سے کہا بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہے O پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا

بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا

جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے (غلط فہمی سے) کہا: اے موسیٰ! کیا آج تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل

قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا

تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا! تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ تم اس شہر میں زبردست (دادا گیر) بن

marfat.com
Marfat.com

کو ان کی طرف واپس کرنے سے اصل مقصود ایک دینی غرض تھی اور وہ یہ تھی کہ فرعون کا منصوبہ ناکام ہو جائے لیکن اکثر
لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اصل مقصود کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰ کی ماں کا غم دور ہو جائے اور
ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں' ان کا ذکر بالتبع تھا۔

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنی ماں کے دودھ کو قبول کر لیا تو ہامان نے ان سے کہا تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو' انہوں نے کہا نہیں! اس نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ اس بچہ نے تمہارے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! میں صاف ستھری اور خوشبو لگانے والی عورت ہوں' اور میرا دودھ میٹھا ہے' یہی وجہ ہے کہ اس بچہ نے مجھے سونگھتے ہی میرے دودھ کو قبول کر لیا۔ فرعونیوں نے کہا تم نے سچ کہا ہے' پھر آل فرعون کے تمام لوگوں نے حضرت موسیٰ کی ماں کو سونے اور جواہر کے ہدیئے اور تحائف دیئے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۳-۵۸۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ کی بہن کے فضائل اور جنت میں ان کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین میں چار خطوط کھینچے' پھر آپ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیسے خطوط ہیں؟ مسلمانوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں' اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور مریم ابنۃ عمران ہیں اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۹۲۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۷۲۲' المستدرک ج ۳ ص ۱۸۵' حافظ ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے' حافظ الہیثمی نے بھی کہا اس کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں' پھر فاطمہ بنت محمد ہیں' پھر خدیجہ ہیں' پھر آسیہ ہیں فرعون کی بیوی۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۱۷۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۱۱۱' المستدرک ج ۴ ص ۳۳-۳۲' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۵۲۷۱)

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے مریم بنت عمران' فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ کی بہن سے میرا نکاح کر دیا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۸۵' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۵۲۴۷)

حافظ الہیثمی نے اس مضمون کی امام طبرانی سے دو اور حدیثیں نقل کی ہیں مگر دونوں کے متعلق لکھا ہے' ان میں ضعیف راوی ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ

اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے' تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم اسی طرح

نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ

نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O اور موسیٰ اس وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے

marfat.com
Marfat.com

بنانا تھا وہاں تک بنا دیا۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عام طور پر انسان اٹھارہ سال سے تیس سال تک اشد ہوتا ہے اور اس کی قوت اور جسامت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تیس سال سے چالیس کی عمر تک اسی حالت پر قائم رہتا ہے' اس کی جسامت اور قوت میں زیادتی ہوتی ہے نہ کمی' اور چالیس سال سے اس کی جسامت اور قوت میں کمی ہونا شروع ہوتی ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد برحق ہے' کیونکہ انسان کی عمر کی ابتدا سے اس میں نشو ونما شروع ہوتی ہے' پھر وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے' پھر اس کے بعد اس کا جسم کم ہونا شروع ہوتا ہے' انسان کے جسم کی نشو ونما بیس سال کی عمر تک ہوتی ہے اور بیس سال سے تیس سال کی عمر تک نشو ونما بہت کم ہوتی ہے اور اس کی قوت میں بہ تدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تیس سال سے چالیس سال تک وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے اور چالیس سال سے ساٹھ سال کی عمر تک اس کی جسامت میں کمی ہوتی ہے لیکن یہ کمی غیر واضح اور خفی ہوتی ہے اور ساٹھ سال سے آخر عمر تک اس کے جسم میں واضح کمی ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سلیمان جمل نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی عمر اس وقت تیس (۳۰) سال تھی' دس سال مدین میں رہے اور چالیس سال کی عمر میں ان کو نبوت عطا کی گئی۔ (جمل ج ۳ ص ۳۳۹)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ اشد کا معنی ہے حد قوت تک پہنچ جانا اور یہ حد شہروں' زمانوں اور احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے اسی وجہ سے لغت اور تفسیر کی کتابوں میں اس کی مختلف تعبیرات ہیں' اور اولیٰ یہ ہے کہ اشد کا معنی ہے بدن اور جسم کی قوت کا اپنے کمال کو پہنچنا اور نشو ونما کا رُک جانا' اور استواء کا معنی ہے عقل کا اپنے کمال اور اعتدال کو پہنچ جانا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بغیر کسی حدیث کے اشد اور استواء کے لیے کسی عمر کا تعین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ چیز شہروں' زمانوں اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۷۸-۷۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس کی تحقیق کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے یا اس کو چالیس سال کی عمر میں نبوت دی جاتی ہے

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ (الکشاف ج ۳ ص ۴۰۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لیے اس عمر کو اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ ابو سعود متوفی ۹۸۲ھ نے بھی یہی لکھا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی جاتی ہے۔ (تفسیر البیضاوی مع الکازرونی ج ۴ ص ۲۸۶' تفسیر ابن السعود ج ۵ ص ۱۱۶)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۳ ص ۳۹۷)

marfat.com
Marfat.com

فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَجَاءَ

جاؤ اور تم مصلحین میں سے نہیں بننا چاہتے ○ اور ایک مرد شہر کے آخری

رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ الْمَلَأَ

کنارے سے دوڑتا ہوا آیا' اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک (فرعون کے) سردار آپ کے قتل کا

يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّٰصِحِينَ ﴿۲۰﴾

مشورہ کر رہے ہیں سو آپ یہاں سے نکل جائیں بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں ○ سو موسیٰ اس شہر سے

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ ﴿۲۱﴾ ع ۸ / ۵

ڈرتے ہوئے نکلے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوگا! انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے دے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے اور توانا ہوگئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا' اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ○ اور موسیٰ اس وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے اور وہاں انہوں نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا' یہ (ایک) ان کی قوم میں سے تھا' اور یہ (دوسرا) ان کے مخالفین میں سے تھا' سو جوان کی قوم میں سے تھا' اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد طلب کی جوان کے مخالفوں میں سے تھا' پس موسیٰ نے اس کے مکا مارا سو اس کو ہلاک کر دیا۔ موسیٰ نے کہا یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا' بے شک شیطان دشمن ہے اور کھلم کھلا بہکانے والا ہے ○ موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی سو تو مجھے معاف فرما' پس اللہ نے اس کو معاف کر دیا۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے سو اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا ○ (القصص: ۱۷-۱۴)

اشد اور استواء کے معنی کی تحقیق

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بلغ اشدہ واستوی' اس کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے یعنی جب حضرت موسیٰ اپنے طبعی ارتقاء کے کمال کو پہنچ گئے اور ان کا مزاج معتدل ہو گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان لفظوں کے معنی الگ الگ ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اشد کا معنی ہے جسمانی اور بدنی قوت کا کمال اور استواء کا معنی ہے قوت عقلیہ کا کمال یعنی جب ان کا بدن اور ان کی عقل کامل ہو گئی۔

(۲) اشد کا معنی ہے ان کی قوت کا کمال اور استواء کا معنی ہے ان کی خلقت کا کمال' یعنی جب ان کی قوت اور ان کی تخلیق اپنے کمال کو پہنچ گئی۔

(۳) اشد کا معنی ہے وہ بلوغت کو پہنچ گئے اور استواء کا معنی ہے ان کی تخلیق کامل ہو گئی' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو جہاں تک

marfat.com
Marfat.com

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الجمعۃ: ۴) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنزالایمان)

اور جو اسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۶ھ)

نیز علامہ امجد علی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۶ھ)

عوام میں مشہور ہے کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے' حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی' حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں' حضرت عیسیٰ کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس (۴۰) سال کی عمر میں نبوت دی گئی' اور اکثر نبیوں کو چالیس (۴۰) سال کی عمر میں ہی نبوت دی گئی ہے' صدر الشریعۃ کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے' خصوصاً انہوں نے قبل نبوت اور بعد نبوت کی قید جو لگائی ہے۔

(تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۴۸-۶۴۶' اور تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۱۹-۶۱۸ کا بھی مطالعہ کریں)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیق کائنات سے پہلے نبوت سے متصف ہونا

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں بلکہ آپ کو پیدائش سے بھی پہلے نبی بنا دیا گیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۰' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۸۵۶)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم اپنی مٹی کے خمیر میں تھے' اور میں عنقریب تم کو اپنی ابتدا کے متعلق بتاؤں گا (میں) حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا' ان کے لیے ایک نور نکلا جس سے ان کے لیے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۲۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷' المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۲۵۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳۶۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۹' البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۹۰' طبع جدید)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الحنفی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا' باقی انبیاء صرف اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے' اگر تم یہ پوچھو کہ آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا' یا اس وقت بھی موجود

marfat.com
Marfat.com

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا کی۔
وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ○ (مریم:۱۲) اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اُٹھایا گیا' اس لیے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے۔ (یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثر یہ ہے)
(عنایۃ القاضی ج ۷ص ۱۸۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء نے کہا ہے کہ انبیاء کو مبعوث کرنے کے لیے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں (جب ان کو کنوئیں میں گرایا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی:
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (یوسف:۱۵) اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی۔
جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی' اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔
(روح البیان ج ۶ص ۴۹۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الحنفی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:
جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام اظہارِ رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر کی ہے' سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت حاصل ہوئی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی لیکن یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے' اور شیخ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ نے الفتوحات المکیہ کے باب: ۲۹۸ میں کہا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ نبوت کسب سے حاصل ہوتی ہے اس نے خطا کی' نبوت صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ مختص ہے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۵۳-۳۵۲' ملخصاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:
نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے' بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے' ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کی لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالته. (الانعام:۱۲۴) اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

marfat.com
Marfat.com

اور یہ ان کو نبوت دے جانے سے پہلے کا معاملہ تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۳۹)

حضرت موسیٰ کے شہر میں دخول کے وقت لوگوں کے غافل ہونے کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور موسیٰ اس وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے' اور وہاں انہوں نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین اور ان کے آباء کے دین کا علم عطا فرمایا: تو انہوں نے جان لیا کہ فرعون اور اس کی قوم باطل پر ہیں۔ حضرت موسیٰ نے دین حق کا بیان کیا اور ان کے دین کی مذمت کی' اور یہ چیز مشہور ہو گئی' اور فرعونی ان کے مخالف ہو گئے' اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت ان کا وعظ سنتی تھی اور ان کی اقتداء کرتی تھی' پھر فرعون کا خطرہ یہاں تک بڑھا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے شہر میں بہت محتاط ہو کر داخل ہوتے تھے' ایک مرتبہ وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے جب شہر والے غافل تھے' اکثر مفسرین کے نزدیک وہ دوپہر کا وقت تھا اور اس وقت وہ لوگ قیلولہ (دوپہر کو نیند) کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ وہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا مگر پہلی روایت اولیٰ ہے۔ آیت کی تفسیر میں ابن زید نے یہ کہا ہے کہ اس غفلت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ نیند میں غافل تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت موسیٰ کے واقعہ اور ان کے ذکر سے غافل ہو چکے تھے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کم سن تھے تو انہوں نے فرعون کے سر پر لاٹھی ماری تھی اور اس کی ڈاڑھی نوچ لی تھی' تو فرعون نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر کچھ انگارے لائے گئے' حضرت موسیٰ نے انگارے اٹھا کر منہ میں ڈال لیے تھے جس سے ان کی زبان جل گئی تھی اسی وجہ سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی' تب فرعون نے کہا تھا اس کو قتل نہ کرو لیکن اس کو اس گھر سے اور اس شہر سے نکال دو۔ پس حضرت موسیٰ کو نکال دیا گیا اور وہ جوان ہونے تک اس شہر میں داخل نہیں ہوئے اور لوگ ان کا ذکر بھول بھال گئے۔

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۵۴۔ ۵۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عصمت انبیاء پر اعتراض کا جواب

حضرت موسیٰ جب جوان ہو گئے تو وہ ایک دن شہر میں جا رہے تھے' انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا' ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آل فرعون سے تھا۔ اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ سے مدد طلب کی' حضرت موسیٰ نے غضب میں آ کر فرعونی کے ایک گھونسا مارا' ان کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہ تھا' لیکن وہ شخص مر گیا تب حضرت موسیٰ نے کہا یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا۔

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس فرعونی سے کہا اس اسرائیلی کو چھوڑ دو' اس فرعونی نے کہا اے موسیٰ! تم کو معلوم نہیں یہ ہمارے مالک فرعون کو برا کہتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اے خبیث! تم نے جھوٹ بولا' بلکہ مالک صرف اللہ ہے اور فرعون اور اس کے کاموں پر لعنت ہو' جب فرعونی نے یہ بات سنی تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ سے لڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور وہ قضاء مر گیا۔

(تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۲۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جو لوگ عصمت انبیاء کے قائل نہیں ہیں وہ اس واقعہ کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اعتراف کیا کہ یہ شیطان کا عمل تھا اور انہوں نے اس پر استغفار کیا اور کہا اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس فرعونی کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا' بلکہ تادیباً گھونسا مارا

marfat.com
Marfat.com

تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لیے فرمایا کہ آپ کو تمام انبیاء سے پہلے نبوت دی گئی' کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لیے اللہ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے کیونکہ آپ ہی قطب الاقطاب ہیں' اور آپ ہی تمام اولین اور آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں' اور آپ ہی ہر نبی اور ولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ سے پہلے ہو جب آپ غیب میں تھے' یا آپ کے بعد ہو جب آپ عالمِ شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا' اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لیے تمام موجودات کے لیے وسیلہ ہیں' اور انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا ہے اس کے لیے بھی آپ وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے' اور جب انبیاء ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے اس وقت بھی وہ آپ سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج ظاہر نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اسی کے فیض سے روشن ہوتے ہیں' اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف آپ کی شریعت باقی رہی۔ (روح المعانی جز ۱۵ ص ۱۸۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم تو سب سے پہلے آپ کی روح نے بلیٰ کہا۔

(روح المعانی جز ۹ ص ۱۶۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت موسیٰ کو حکم اور علم دینے کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا۔ (القصص: ۱۴)

حکم اور علم کی تفسیر میں علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب ان کی عمر چالیس سال ہوگئی' اور حکم سے مراد ہے وہ حکمت جو ان کو نبوت سے پہلے دی گئی' اور علم سے مراد ہے دین کی فقہ' امام محمد بن اسحاق نے کہا ان کو ان کے دین اور ان کے آباء کے دین کا علم دیا گیا' اور بنی اسرائیل میں سے نو (۹) آدمی تھے جو ان کے احکام سنتے تھے اور ان کی اقتداء کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے

marfat.com
Marfat.com

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ . ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب پہنچے گا۔ (ھود:۱۱۳)

اور اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مقدمہ میں ظلم کے ساتھ مدد کی' یا ظلم کی مدد کی تو جب تک وہ اس سے رجوع نہیں کرے گا' وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۳۲۰' المستدرک ج ۴ ص ۹۹' جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۰۲۹۷' کنز العمال رقم الحدیث:۱۴۹۴۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۴۷۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مقدمہ میں علم کے باوجود ظالم کی ظلم کے ساتھ مدد کی اس سے اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہوگیا۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۹' کنز العمال رقم الحدیث:۱۴۹۴۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی ظالم کی مدد کی کہ اس کے باطل موقف کو ثابت کرنے کے لیے کسی کا حق ضائع کردے تو اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ بری ہوگا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۰۲۹۶' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۴۷۴' المستدرک ج ۴ ص ۱۰۰' قدیم' المستدرک رقم الحدیث:۷۰۵۲' جدید۔ تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۶ ص ۱۹۰ رقم الحدیث:۱۲۲۹۰)

تاریخ دمشق کی روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے:

اور جس نے مسلمانوں کے عہدہ پر کسی مسلمان کو مقرر کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ مسلمانوں میں اس سے بہتر شخص موجود ہے' جو اس سے زیادہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو جاننے والا ہے تو اس نے اللہ سے' اس کے رسول سے اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خیانت کی' اور جو شخص مسلمانوں کے کسی منصب پر فائز ہوا تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے معاملات نہ نمٹائے اور ان کی ضروریات کو پورا نہ کرے' اور جس نے ایک درہم بھی سود کھایا اس کو چھتیس (۳۶) بار زنا کا گناہ ہوگا اور جس کا گوشت حرام سے بنا ہو اس کے دوزخ زیادہ لائق ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی ظالم کی مدد کی اللہ اس ظالم کو اس پر مسلط کردے گا۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۰۲۹۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۸۴۷۲' ضعیف الجامع للالبانی رقم الحدیث:۵۴۴۵)

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کے باوجود کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لیے گیا تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۵۷۰۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۶۱۹' مسند الشامیین رقم الحدیث:۱۹۱۱' شعب الایمان رقم الحدیث:۷۶۷۵' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۹۰۴۹' کنز العمال رقم الحدیث:۱۴۹۵۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ اس کا حق ثابت کرنے کے لیے گیا' اللہ اس دن اس کو ثابت قدم رکھے گا جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

تھا' اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے جو یہ فرمایا کہ یہ شیطان کا عمل تھا یہ بحسب الظاہر فرمایا یعنی ظاہر میں یہ شیطانی عمل تھا اگر چہ حقیقت میں ایسا نہ تھا' اور انہوں نے جو یہ دعا کی اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما تو یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تھی: ربنا ظلمنا انفسنا. (الاعراف: ۲۳)

حضرت موسیٰ کے اس قول کی توجیہات کہ "میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا"

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے دعا میں عرض کیا: اے میرے رب چونکہ تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے سو اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ (القصص: ۱۷)

انعام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوان کو حکم اور علم عطا فرمایا تھا اور ان کو انبیاء سابقین کی سیرت اور ان کے طریقہ پر چلایا تھا' اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کرنے کو معاف فرما دیا تھا کیونکہ یہ وحی کے نزول سے پہلے کا واقعہ تھا' اور اس وقت ان کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو معاف فرما دیا ہے۔ ثعلبی نے کہا حضرت موسیٰ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ تو نے اس قتل کے بعد مجھ کو کوئی سزا نہیں دی' اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ چونکہ تو نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا اور مجھے استغفار کرنے کی توفیق عطا کی سو اس کے شکر میں' میں اب کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

مجرموں کی مدد نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ میں اب فرعون کے ساتھ نہیں رہوں گا' کیونکہ حضرت موسیٰ ایک روایت کے مطابق فرعون کے ساتھ رہا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ ابن فرعون کہلاتے تھے۔

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ میں کسی شخص کی ایسی مدد نہیں کروں گا جو مجھے کسی جرم کے ارتکاب تک پہنچا دے جیسے میں نے اس اسرائیلی کی مدد کی جس کے نتیجہ میں ایک فرعونی میرے ہاتھوں قتل ہو گیا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا' اور میں مجرمین کے خلاف مسلمانوں کی مدد ترک نہیں کروں گا۔ اس تفسیر کے مطابق وہ اسرائیلی مومن تھا اور مومن کی مدد کرنا تمام شریعتوں میں واجب ہے۔

اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق وہ اسرائیلی کافر تھا اور قرآن شریف میں جو یہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی جماعت سے تھا' اس سے مراد دین میں موافقت نہیں ہے صرف نسب میں موافقت ہے' اسی بناء پر حضرت موسیٰ نادم ہوئے کیونکہ انہوں نے ایک کافر کی کافر کے خلاف مدد کی تھی۔ پس انہوں نے کہا میں آئندہ مجرمین یعنی کافرین کی مدد نہیں کروں گا لیکن ان کا یہ اقدام گناہ نہیں تھا کیونکہ وہ اسرائیلی مظلوم تھا اور مظلوم خواہ کافر ہو اس کی مدد کرنا مستحسن ہے' اور اس پر حضرت موسیٰ کا نادم ہونا محض ان کی تواضع اور انکسار ہے۔

اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا یہ قول خبر نہیں ہے بلکہ دعا ہے اور اس کا معنی یہ ہے اے میرے رب! مجھے مجرموں کا مددگار نہ بنانا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴۲' زاد المسیر ج ۶ ص ۲۰۹-۲۰۸)

قرآن مجید اور احادیث سے ظالم کی مدد کرنے کی ممانعت

اس آیت سے یہ مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ ظالموں کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ عطا نے کہا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ظالم کی مدد کرے نہ اس کو کچھ لکھ کر دے اور نہ اس کی مجلس میں بیٹھے اور اگر اس نے ان میں سے کوئی کام کیا تو وہ ظالموں کا مددگار ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

ایک روایت ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا' اس شخص کو یہ خبر پہنچ گئی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آ کر بتا دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۳۵' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ

اور موسیٰ جب مدین کی جانب متوجہ ہوئے (تو) کہا عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا

السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ

دے گا ○ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگوں کا ایک گروہ (اپنے

النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو خواتین کو دیکھا جو (اپنے مویشیوں کو پانی پر جانے سے) روک رہی تھیں'

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ

موسیٰ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ (سب) چرواہے (پانی پلا کر) واپس

كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ

نہ چلے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ○ پس موسیٰ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف آ گئے' اور عرض کیا اے

اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى

میرے رب! بے شک میں اس اچھائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے ○ پھر ان دونوں میں سے ایک

اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ

شرماتی ہوئی آئی اور کہا بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۪ نَجَوْتَ مِنَ

دیں پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا (تو) انہوں نے کہا آپ فکر نہ کریں آپ ظالم لوگوں سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ

نجات پا چکے ہیں ○ ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا اے ابا جان! آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے' بے شک آپ

marfat.com
Marfat.com

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۷۰۵ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۳۶۷ کنز العمال رقم الحدیث: ۵۶۰۴)

ظالموں کی مدد نہ کرنے کے متعلق اور بھی بہت احادیث اور آثار ہیں لیکن میں اختصار کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کر رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں صبح کی (کہ اب کیا ہوگا) پس اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی' پھر ان کو مدد کے لیے پکار رہا تھا' موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہے O پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے (غلط فہمی سے) کہا: اے موسیٰ کیا تم آج مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو' جس طرح کل تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا! تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ تم اس شہر میں زبردست (داداگیر) بن جاؤ اور تم مصلحین میں سے نہیں بننا چاہتے O (القصص: ۱۹-۱۸)

اپنی جماعت کے اسرائیلی کو کھلا ہوا گمراہ کہنے کی توجیہ

جب حضرت موسیٰ کے گھونسے سے وہ فرعونی ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوف کی حالت میں اس دن کے بعد صبح کی' آپ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر فرعون اور اس کے درباریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کے ہاتھ سے وہ فرعونی مارا گیا ہے تو آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا' پس دوسرے دن آپ چھپتے ہوئے نکلے' اچانک آپ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی کل والا اسرائیلی جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد طلب کی تھی' وہ پھر مدد کے لیے چلا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا تو کھلا ہوا گمراہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کا فرد تھا تو آپ نے اس کو کھلا ہوا گمراہ کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سخت بے وقوف اور احمق تھی' انہوں نے اس پر دلائل کا مشاہدہ کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے باوجود انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا:

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسا ان لوگوں کا خدا ہے۔

(الاعراف: ۱۳۸)

تو غوی مبین سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ تم جاہل اور احمق ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص ہر روز کسی سے جھگڑا کرے وہ کھلا ہوا گمراہ ہی ہوگا۔

اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو جبار (داداگیر) کیوں کہا تھا

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مشترک دشمن کو پکڑنا چاہا تو اس اسرائیلی نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ اس کو پکڑ رہے ہیں اس لیے اس نے کہا آپ تو اس شہر میں جبار یعنی زور اور زبردستی کرنے والے بننا چاہتے ہیں جس کو ہمارے عرف میں داداگیر کہتے ہیں اور اس اسرائیلی کا حضرت موسیٰ کو جبار یعنی داداگیر کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دراصل کافر تھا۔ جبار سے مراد وہ شخص ہے جو جس کو چاہے مارے پیٹے یا قتل کر دے اور جس پر جو چاہے ظلم کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک مرد شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا' اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک (فرعون کے) سردار آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں' سو آپ یہاں سے نکل جائیں بے شک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں O سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوگا؟ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے دے O (القصص: ۲۱-۲۰)

علامہ ثعلبی نے کہا کہ اس شخص کا نام حزقیل بن صبورا تھا' اور وہ آلِ فرعون میں سے مومن تھا' اور وہ فرعون کا عم زاد تھا۔ علامہ سہیلی نے کہا کہ اس کا نام طالوت تھا' قتادہ سے روایت ہے کہ وہ آلِ فرعون سے مومن تھا اور اس کا نام شمعون تھا' اور

marfat.com
Marfat.com

لاؤ ان کو مدین کا راستہ معلوم نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو گھوڑے سوار کی صورت میں بھیجا اس نے حضرت موسیٰ سے کہا آپ میرے ساتھ چلیں یوں حضرت موسیٰ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا۔

حضرت موسیٰ ایک کنوئیں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے' اور کنوئیں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنوئیں کی جانب سے روک رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو؟ اور کیوں اپنی بکریوں کو روک رہی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں اور اتنے رش میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں' اور ہمارے والد بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں اگر وہ طاقت ور ہوتے تو خود آ کر جانوروں کو پانی پلا دیتے' اس لیے جب تک کہ سب چرواہے اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا کر نہ چلے جائیں' وہ پانی نہیں پلا سکتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو کنوئیں سے پانی نکال کر پلایا پھر آ کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۲۶-۲۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا: اے میرے رب! میں اس اچھائی یا خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو نے میری طرف کھانے پینے کی چیزیں یا جو بھی نعمتیں نازل کی ہیں میں ان کا محتاج ہوں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ چونکہ ایک ہفتہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی طعام نہیں کھایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے طعام کا سوال کیا تھا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے میری طرف دین کی جو اچھائیاں نازل کی ہیں اور مجھ کو جو نیک لوگوں کی سیرت پر کاربند رکھا ہے میں اسی نعمت کا محتاج ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال کے مناسب یہی معنی ہے۔ خیر کا اطلاق کھانے پر' امور خیر پر' عبادات پر' قوت و طاقت پر اور مال پر کیا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا یہاں خیر کا اطلاق کھانے پر کیا گیا ہے اور حضرت موسیٰ نے کھانے کی دعا کی تھی۔ (تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۳۶' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ان دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا دیں۔ پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا (تو) انہوں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں آپ ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں O ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا اے ابا جان! آپ ان کو اُجرت پر رکھ لیجئے' بے شک آپ جس کو اُجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایماندار ہو O

(القصص: ۲۶-۲۵)

حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کے گھر جانا

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نام لیا اور دوسری کا نام صفوریا (یا صفوراء) تھا' اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب تھے۔ علامہ قرطبی کی بھی یہی رائے ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے یثرون تھے' حضرت شعیب نابینا ہونے کے بعد فوت ہوگئے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے' اور ابو عبید کا بھی یہی مختار ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ حضرت شعیب کا زمانہ حضرت موسیٰ کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے لیکن زیادہ تر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴۹ دارالکتاب العربی ۱۴۲۰ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے ساتھ جو ایثار اور احسان کیا تھا' انہوں نے گھر جا کر اس کا ذکر اپنے بوڑھے

marfat.com
Marfat.com

مِنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ

جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو ○ انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی

اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ

بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس

عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ

سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا' اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ!

شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ

مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے ○ موسیٰ نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے' میں نے ان دونوں میں سے

قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع ۳ ۶

جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی' اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ جب مدین کی جانب متوجہ ہوئے (تو) کہا عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا ○ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا وہاں لوگوں کا ایک گروہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو خواتین کو دیکھا جو (اپنے مویشیوں کو پانی پر جانے سے) روک رہی تھیں ○ موسیٰ نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ (سب) چرواہے (پانی پلا کر) واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ○ پس موسیٰ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلایا' پھر سائے کی طرف آ گئے اور عرض کیا اے میرے رب! بے شک میں اس اچھائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے ○ (القصص: ۲۴-۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین پہنچنا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلانا

مدین ایک قبیلہ کا نام ہے' جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھا' جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے' یوں اہل مدین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نسبی تعلق بھی تھا۔ یہ قبیلہ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر آباد تھا' یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا اس علاقہ کا مرکزی شہر بھی مدین تھا اور یہی علاقہ حضرت شعیب علیہ السلام کا مولد اور مسکن تھا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ دن کی مسافت تھی' ابن جبیر نے کہا ہے کہ مدین کے ملک میں فرعون کے علاوہ کسی اور کی حکومت تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں سے خوف زدہ ہو کر اچانک مدین کی طرف چل پڑے تھے' پہلے سے ان کا کوئی منصوبہ نہ تھا' ان کے پاس سواری تھی نہ راستہ میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ وہ راستہ میں درختوں کے پتے کھا کر سفر کر رہے تھے' فرعون نے ان کی تلاش میں اپنے کارندے دوڑا دیئے تھے۔ اس نے کہا ان کو راستہ کی گھاٹیوں سے پکڑ

marfat.com
Marfat.com

مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے حضرت حفصہ کا رشتہ مجھے پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ کو اس سے رنج پہنچا ہوگا؟ حضرت عمر نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا مجھے جواب دینے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا' اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء کرنا نہیں چاہتا تھا' اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو ترک کیا ہوتا تو میں ان کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۲۲'۴۰۰۵)

امام بخاری نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ کسی شخص کا نیک لوگوں پر اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ پیش کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے معاشرہ کا یہ رواج انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کے طریقہ کے خلاف ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے اجارہ (اُجرت پر کوئی کام کرانے) کا ثبوت

اس آیت میں ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اُجرت پر میرا کام کریں۔ (القصص: ۲۷)

ہمارے علماء نے اس آیت سے اجارہ (اُجرت دے کر کام کرانا' یا مزدوری کرانا) کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

کسی معین مال کے عوض' منفعت کے حصول کے عقد کو اجارہ کہتے ہیں۔

منافع کے عقد کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ جو بغیر عوض کے ہو' جیسے کسی چیز کو بہ طور عاریۃ لینا یا کوئی خدمت کرنے کی وصیت کر دے' اور دوسرا وہ عقد ہے جو کسی عوض کے ساتھ ہو اس کو اجارہ کہتے ہیں اس کا ثبوت کتاب اور سنت سے ہے' کتاب سے ثبوت کی اصل یہ آیت ہے:

عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ (القصص: ۲۷) اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اُجرت پر میرا کام کریں' اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے احسان ہوگا۔

اور جو چیز ہم سے پہلے کی شریعت سے ثابت ہو وہ بھی ہم پر لازم ہوتی ہے' بہ شرطیکہ اس کے فسخ یا منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اور حدیث میں بھی اس کے ثبوت پر دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اُجرت دے دو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۴۳) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سرخسی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے حالانکہ اجارہ کے ثبوت میں صحیح سند کے ساتھ بھی حدیث ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے مخاصمت کروں گا' ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کھا کر کوئی عہد کیا پھر اس عہد کو توڑ دیا' دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا' تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو اُجرت پر طلب کیا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اُجرت نہیں دی۔

marfat.com
Marfat.com

باپ سے کیا' جس سے انہوں نے بھی اس احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا چاہا اور ان کو اپنے گھر بلایا۔
علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے ان کو کھانا پیش کیا' حضرت موسیٰ نے کہا میں کھانا نہیں کھاؤں گا' میں نے یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے' اور اگر تمام روئے زمین کو سونا بنا دیا جائے تو میں اس کے عوض بھی اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوئے کام کو فروخت نہیں کروں گا۔ حضرت شعیب نے کہا یہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ نہیں ہے لیکن مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہمارے آباء واجداد کا طریقہ ہے' تب حضرت موسیٰ نے کھانا کھالیا۔
ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا اے ابا جان آپ ان کو اُجرت پر رکھ لیجیے بے شک آپ جس کو اُجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایماندار ہو۔ حضرت شعیب نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقت ور اور ایماندار ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا جس کنوئیں سے انہوں نے پانی پلایا تھا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے کہ دس آدمی مل کر اس پتھر کو اُٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی اس پتھر کو اُٹھا لیا تھا۔ یہ ان کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے' اور ان کے ایمان دار اور متقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لیے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی' ہوا سے بار بار میری چادر اُڑ جاتی تھی تو انہوں نے کہا: تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چلتا ہوں تاکہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑے اور راستہ کی نشان دہی کے لیے پیچھے سے کوئی پتھر یا کنکری مار دیا کرو۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۸۴۳' ۱۶۸۵۳' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۲۸' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اُجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا' اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ! مجھے نیک لوگوں میں پائیں گے ○ موسیٰ نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے' میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے ○ (القصص: ۲۸-۲۷)

لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیش کش کرنے کا جواز اور استحسان

ہمارے معاشرہ میں لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ کی پیش کش کو معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کی اس آیت میں تصریح ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کسی ایک بیٹی کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسا کرتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما' حضرت خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' جب وہ مدینہ میں فوت ہوگئے اور حضرت حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا' حضرت عثمان نے کہا میں اس معاملہ پر غور کروں گا' چند دنوں بعد حضرت عمر نے پھر حضرت عثمان سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا' میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں' حضرت عمر نے کہا پھر میں نے حضرت ابوبکر سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا آپ سے نکاح کر دوں' حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' حضرت عمر کہتے ہیں مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے زیادہ رنج پہنچا' پھر چند دنوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے لیے پیغام دیا تو میں نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا' بعد میں جب حضرت ابوبکر کی

marfat.com
Marfat.com

کے مشورہ کے بغیر نہیں کیا جائے گا' اور کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا' مسلمانوں نے پوچھا وہ اجازت کیسے دے گی؟ آپ نے فرمایا وہ خاموش رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۱۳۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۴۱۹' سنن النسائی رقم الحدیث:۳۲۶۷)

اس باب میں اور بھی بہت احادیث ہیں۔

خدمت اور کسی کام کو مہر قرار دینے پر امام مالک اور امام شافعی کا استدلال

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس شرط پر اپنی ایک بیٹی کا حضرت موسیٰ سے نکاح کر دیا کہ وہ آٹھ سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کریں اس سے معلوم ہوا کہ کوئی کام اور کسی چیز کی منفعت مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اجارہ کے عوض نکاح کرنا صحیح ہے' اس چیز کو ہماری شریعت نے بھی مقرر رکھا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دے اور اس کے عوض میں اس سے نکاح کرے تو یہ صحیح ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۵۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' جز ۱۳ ص ۲۴۴-۲۴۳' دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آ کر کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے' سو آپ کی میرے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اس نے دوبارہ کھڑی ہو کر کہا کہ اس نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا ہے' تو آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا' اس نے پھر تیسری بار کھڑی ہو کر کہا کہ اس نے آپ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا ہے سو آپ کی اس کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیجیے۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ جا کر تلاش کرو' خواہ وہ لوہے کا ایک چھلا ہو' وہ گیا اور تلاش کر کے واپس آ گیا اور کہا مجھے کوئی چیز نہیں ملی' نہ لوہے کا چھلا ملا۔ آپ نے پوچھا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے! آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت کے ساتھ کر دیا **بما معک من القرآن**' کیونکہ تمہیں قرآن یاد ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۵۴۹' سنن النسائی رقم الحدیث:۳۳۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۱۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۱۹' مسند احمد رقم الحدیث:۲۳۲۳۸ عالم الکتب' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۲۲۷۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۰۹۳)

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک **بما معک من القرآن** میں ''با'' عوض کی ہے یعنی تم کو جو قرآن یاد ہے اس کے عوض میں' میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ''با'' سبب کے لیے ہے یعنی تم کو قرآن یاد ہے اس سبب سے میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا اور یہ نکاح بغیر مہر کے ہوا اور ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہوتا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کے استدلال کے مفسرین احناف کی طرف سے جوابات

قرآن مجید کی اس آیت سے جو امام مالک اور امام شافعی نے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ ابوبکر احمد بن علی

marfat.com

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۷، ۲۲۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۴۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۸، المنتقی رقم الحدیث: ۵۷۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۷۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۲۱-۱۴)

اجارہ کے ثبوت میں قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ‌ۚ پھر اگر (مطلقہ عورتیں) تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو انہیں ان کی (مقررہ) اُجرت دے دو۔ (الطلاق: ٦)

اس سوال کا جواب کہ منکوحہ کے تعین کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا اور حضرت شعیب نے کسی ایک بیٹی کا تعین نہیں کیا تھا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ معین نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی کس بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر رہے ہیں اور نہ یہ معین کیا تھا کہ انہیں کتنی مدت تک ان کا' کام کرنا ہوگا اور جب تک منکوحہ کا تعین نہ ہو نکاح صحیح نہیں ہوتا اور جب تک مدت کا تعین نہ ہو اجارہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ابتداء میں اجمالی طور پر پیش کش کی تھی اور بعد میں اس کو معین کر دیا۔ انہوں نے اپنی چھوٹی بیٹی صفوریا کا حضرت موسیٰ کے ساتھ نکاح کیا تھا اور مدت انہوں نے آٹھ سال مقرر کی تھی اور بعد میں دو سال کے اضافہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑ دیا تھا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ آپ نے فرمایا جو مدت زیادہ تھی' اور پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ نے دو عورتوں میں سے کون سی عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا جو ان میں چھوٹی تھی۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۴۴، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۸۱۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۰۸، المستدرک ج ۲ ص ۴۰۷، حافظ ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی سے مشورہ کیے بغیر اس کا نکاح حضرت موسیٰ سے کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ ولی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا جہاں چاہے نکاح کر دے اور عورت کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی کنواری بالغہ بیٹی کا اس کے مشورہ کے بغیر جہاں چاہے نکاح کر دے۔ امام مالک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور یہ اس باب میں بہت قوی دلیل ہے۔ امام شافعی اور دوسرے علماء نے بھی اس مسئلہ میں امام مالک کی موافقت کی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کی مرضی کے بغیر اس کا کوئی نکاح نہیں کر سکتا البتہ جب لڑکی نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے اور وہ نکاح لازم ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۵۰، دار الفکر ۱۴۱۵ھ، جز ۱۳ ص ۲۴۲-۲۴۱، دار الکتاب العربی ۱۴۲۰ھ)

امام مالک اور امام شافعی کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے ہم پر حجت نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کے خلاف ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے نکاح عورت کا نکاح اس

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں عقد نکاح اور عقد اجارہ کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور ان دونوں نے اس کو واقع کرنے کا عزم کیا ہے اور ان کی شریعت میں عقد نکاح اور عقد اجارہ کے کیا ارکان اور شرائط تھے' ان کا ذکر نہیں کیا گیا' اور اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی کسی ایک بیٹی سے نکاح کی پیش کش کی نہ یہ کہ بالفعل ان کے ساتھ اپنی کسی بیٹی کا نکاح کر دیا' اور اس نکاح کو واقع کر دیا' اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت شعیب نے اپنی کسی بیٹی کا حضرت موسیٰ کے ساتھ نکاح کر دیا تھا انہوں نے بھی یقین کے ساتھ اس نکاح کو ان کی شریعت کے مطابق منعقد کرنے کی کیفیت نہیں بیان کی۔ ایک قول یہ ہے کہ کسی معین لڑکی (صفورا) کے ساتھ ایک معین مہر کے عوض یہ نکاح کر دیا گیا اور وہ مہر اس مذکورہ آٹھ سال اُجرت پر' کام کرنے کے علاوہ تھا' اور اس اُجرت کا ذکر باہمی معاہدہ کے طور پر کیا گیا ہے نہ کہ اس نکاح کو منعقد کرنے کے طریقہ پر' گویا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا مہر معین کے عوض تمہارے ساتھ نکاح کر دوں جب کہ تم اُجرت مقررہ کے عوض آٹھ سال میرے پاس کام کرو' اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت موسیٰ راضی ہو گئے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک معین لڑکی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ لڑکی' کی تعیین کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ اُجرت معین کیے بغیر اجارہ کا انعقاد صحیح نہیں ہے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ اس آیت میں تو لڑکی کے باپ کے لیے خدمت کرنے کا ذکر ہے نہ کہ لڑکی کے لیے تو اس کو مہر قرار دینا صحیح نہیں ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ شریعتیں مختلف ہوتی ہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں غیر معین لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہو اور تعیین کا حق لڑکی کے ولی یا شوہر کو حاصل ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں لڑکی کے ولی کی خدمت کرنے کو لڑکی کا مہر قرار دینا درست ہو اور یہ دونوں چیزیں ہماری شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۰۳' ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا جانا

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ آٹھ سال اُجرت پر ان کے پاس کام کریں' یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ حضرت موسیٰ سے کیا کام لیں گے اور ان کو کیا اُجرت دیں گے' اسی طرح یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ وہ کس بیٹی کا کتنے مہر کے عوض حضرت موسیٰ کے ساتھ نکاح کریں گے۔

علامہ ابو السعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی الحنفی المتوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا اجارہ اور عقد کے متعلق جو کلام ذکر کیا گیا اس میں اس چیز کا اجمالی بیان ہے جس کا ان دونوں نے عزم اور ارادہ کر لیا تھا اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ان کی شریعت میں عقد اجارہ اور عقد نکاح کے کیا ارکان اور شرائط تھیں۔

روایت ہے کہ جب یہ عقد منعقد ہو گیا تو حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ گھر میں جائیں وہاں پر جو لاٹھیاں رکھی ہیں آپ ان سے کوئی لاٹھی لے لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کی لاٹھیاں تھیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی اُٹھالی جو حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی تھی' جس کو وہ جنت سے لائے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہو چکے تھے' انہوں نے اس لاٹھی کو چھو کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی ہے' انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا آپ کوئی اور لاٹھی لے لیں لیکن ہر بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یہی لاٹھی آئی تو حضرت شعیب نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی عام شخص نہیں ہیں۔ (تفسیر ابو السعود ج ۵ ص ۱۲۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

marfat.com
Marfat.com

جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے اس آیت سے منافع اور اجارہ کے عوض نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے اور اس آیت میں ان کے مدعا پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی خدمت کی شرط لگائی تھی نہ کہ اپنی بیٹی کی خدمت کے لیے' تو منفعت حضرت شعیب کو حاصل ہوئی نہ کہ ان کی بیٹی کو' اور ان کا مقصود یہ ہے کہ عورت کو جو منافع حاصل ہوں وہ اس کا مہر ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس عورت کو قرآن کی تعلیم دے یا اس کی خدمت کرے اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے لیے منافع کے حصول کی شرط لگائی تھی انہوں نے کہا تھا علی ان تاجرنی ثمانی حجج اس شرط پر کہ تم میرے لیے آٹھ سال اُجرت پر کام کرو یہ نہیں کہا تھا علی ان تاجرھا ثمانی حجج کہ تم میری بیٹی کے لیے آٹھ سال اُجرت پر کام کرو' سو یہ نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا' اور عورت کے ولی کے لیے ایک مدت معینہ تک منافع کے حصول کی شرط لگائی گئی تھی' اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کے ذکر کے بغیر نکاح صحیح ہے۔ (کیونکہ ان کی بیٹی کے مہر کا ذکر نہیں ہوا تھا) اور عورت کے ولی کے لیے منافع کے حصول کی شرط لگائی گئی تھی اور ایسی شرائط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی شریعت میں عورت کے مہر کے بغیر نکاح جائز ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مہر کے نکاح کو منسوخ کر دیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۴۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سال خدمت کرنے کی شرط لگائی تھی اس کی منفعت ان کے لیے تھی ان کی بیٹی کے لیے نہیں تھی' کیونکہ انہوں نے تاجرنی کہا تھا نہ کہ تاجرھا' اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح کا نکاح ان کی شریعت میں جائز ہو کہ اس میں ایک مدت مقررہ تک لڑکی کے ولی کے لیے منفعت کی شرط لگائی جائے۔ جس طرح ہماری شریعت میں یہ جائز ہے کہ ایک مدت مقررہ تک لڑکی کی بکریاں چرانے کی شرط لگائی جائے' اور عین المعانی میں لکھا ہے کہ پہلی شریعتوں میں یہ جائز تھا کہ لڑکی کے سرپرست کو مہر دیا جائے اور ہماری شریعت میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

(النساء: ۴)

نیز امام مالک اور امام شافعی نے جو یہ کہا ہے کہ کوئی کام اور خدمت بھی مہر ہو سکتی ہے یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ہماری شریعت میں مہر کا مال متقوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (النساء: ۲۴) اور محرمات کے سوا باقی عورتوں سے تمہارے لیے نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنے مال کو بہ طور مہر دے کر ان سے نکاح کرو۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مہر ان عورتوں کو ادا کیا جائے نہ کہ ان کے سرپرستوں کو جیسا کہ فرمایا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء: ۴) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

(روح البیان ج ۶ ص ۵۰۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ

لوگ ہیں O موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بے شک میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ

يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ

مجھے قتل کر دیں گے O اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لیے رسول

مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ

بنا دے وہ میری تصدیق کریں گے' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے O فرمایا ہم

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا کریں گے سو وہ

يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے' ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے O

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

سو جب موسیٰ ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا یہ تو صرف ایک گھڑا ہوا (مصنوعی)

مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ

جادو ہے' اور ہم نے اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ میں ان باتوں کو نہیں سنا O اور موسیٰ نے

مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ

کہا میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لیے اچھا

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اخروی انجام ہے' بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے O اور فرعون نے کہا

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ

اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا' اے ہامان میرے لیے کچھ

marfat.com
Marfat.com

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ
پھر جب موسیٰ نے (اجارہ کی) میعاد پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے (پہاڑ) طور کی جانب
نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا
ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم لوگ یہاں ٹھیرو، میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر
بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا
لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو ۝ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے
نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت
مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾
سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العٰلمین ہوں! ۝
وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى
اور یہ (بھی آواز آئی) کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں، پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ پیٹھ
مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ
پھیر کر چل دیئے اور واپس مڑ کر نہ دیکھا، (ہم نے کہا) اے موسیٰ آگے بڑھیے اور خوف زدہ نہ ہوں، بے شک آپ مامون رہنے
الْاٰمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ
والوں میں سے ہیں ۝ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا باہر
غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ
نکلے گا، اور خوف (دور کرنے) کے لیے اپنے بازو اپنے ساتھ ملا لیں، پس آپ کے رب کی طرف سے
بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں، بے شک وہ فاسق

marfat.com
Marfat.com

رہنے والوں میں سے ہیں○ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا باہر نکلے گا اور خوف (دُور کرنے) کے لیے اپنا بازو اپنے (سینہ کے) ساتھ ملالیں' پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں' بے شک وہ فاسق لوگ ہیں○ (القصص: ۳۲-۲۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت

فرمایا اور جب موسیٰ نے (اجارہ کی) میعاد پوری کردی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ (القصص: ۲۹) ہم اس سے پہلے مسند البزار وغیرہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ مدت پوری کی تھی یعنی دس سال' اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی چھوٹی بیٹی صفورا کا حضرت موسیٰ کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۷۵۴' ۱۳۷۵۳' ۱۳۷۵۲' ۱۳۷۵۱' ۱۳۷۵۰' ۱۳۷۴۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ کو لے کر مدین سے روانہ ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو اختیار ہے وہ اپنی بیوی کو اس کے گھر سے جہاں چاہے لے جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ طور کی جانب ایک آگ دیکھی' ہم اس سے پہلے سورۂ طٰہٰ میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ صحراء میں ایک اندھیری اور سرد رات تھی' سخت تیز ہوا چل رہی تھی' ان کی بکریاں ادھر ادھر منتشر ہوگئیں' پھر بارش بھی شروع ہوگئی ایسے میں ان کو دُور سے آگ نظر آئی' وہ اپنی منزل کا راستہ بھول چکے تھے' آگ دیکھ کر انہوں نے کہا میں اس کی روشنی میں راستہ کا پتا کر کے آتا ہوں' یا کچھ انگارے لے کر آتا ہوں جس سے ہاتھ تاپ کر تم سردی دُور کر سکو۔

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ رب العالمین ہوں۔ (القصص: ۳۰)

ان آیتوں کی تفصیل کے ساتھ تفسیر (طٰہٰ: ۱۰) اور (النمل: ۹) میں گزر چکی ہے' مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اس میں ہمارے دو مذہب ہیں:

(۱) امام ابو منصور ماتریدی اور ائمہ ماوراء النہر (دریاء آمو کے پار رہنے والے علماء یعنی وسط ایشیا کی ریاستوں مثلاً ازبکستان' تاشقند' ترکمانستان' آذربائی جان اور قازقستان وغیرہا کے اکابر علماء) کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ نہیں سنائی دیا' اور جو سنائی دیا وہ آواز اور حروف تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے درخت میں پیدا کر دیا تھا اور اسی آواز اور حروف کو حضرت موسیٰ نے سنا تھا۔

(۲) امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم حرف اور آواز نہیں ہے اور اس کا سنائی دینا ممکن ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ جسم اور عرض نہیں ہے اور اس کا دکھائی دینا ممکن ہے پس جب وہ بغیر کسی رنگ کے دکھائی دے سکتا ہے تو بغیر آواز کے اس کا کلام سنا بھی جا سکتا ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام' اللہ تعالیٰ سے سنا تھا' درخت سے نہیں سنا تھا' اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ انی انا اللہ رب العلمین کا محل اگر درخت ہو تو لازم آئے گا کہ درخت نے یہ کہا ہو کہ وہ اللہ ہے۔

امام رازی نے فرمایا ایک روایت میں ہے کہ ابلیس نے حضرت موسیٰ سے پوچھا آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا میں نے یہ کلام اپنے جسم کے تمام اجزاء اور اعضاء سے سنا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ

اینٹوں کو آگ سے پکاؤ پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر

مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ

دیکھوں' اور بے شک میں اس کو جھوٹوں میں سے گمان کر رہا ہوں O اور فرعون نے اور اس

وَجُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا

کے لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ ۚ

لوٹائے جائیں گے O سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا' پھر ہم نے ان سب کو دریا میں ڈال دیا'

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً

سو دیکھیے ظالموں کا کیسا انجام ہوا O اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنا دیا

يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی O

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ

اور ہم نے اس دنیا میں (بھی) ان کے پیچھے (اپنی) لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ

مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۴

بدحال لوگوں میں سے ہوں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب موسیٰ نے (اجارہ کی) میعاد پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے (پہاڑ) طور کی جانب ایک آگ دیکھی' انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا تم لوگ یہاں ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو O پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے' ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العالمین ہوں O اور یہ (بھی آواز آئی) کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں' پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ پیٹھ پھیر کو چل دیئے اور واپس مڑ کر نہ دیکھا' (ہم نے کہا) اے موسیٰ! آگے بڑھیے اور خوف زدہ نہ ہوں' بے شک آپ مامون

marfat.com
Marfat.com

کتاب کے واسطے کے بغیر بھی سنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تجلی میں بھی سنا ہے' اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ظہور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام آپ سے پہلے سنا ہے۔ تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ ہونا اور ان کے باقی تمام کمالات ان کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہی حاصل ہوئے ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی التوفی ۴۶۸ھ' اور امام ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی التوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کرلیا تو کوئی شخص ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا' کیونکہ ان کے چہرے کو نور نے ڈھانپ رکھا تھا' اس لیے انہوں نے زندگی بھر اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھی' ایک دن ان کی زوجہ نے کہا جب سے آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے میں نے آپ کا چہرہ نہیں دیکھا' حضرت موسیٰ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو ان کے چہرے سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں' انہوں نے فوراً اپنے چہرے پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور اللہ کے لیے سجدہ میں گر گئیں اور کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت میں بھی آپ کی زوجہ بنائے' آپ نے فرمایا یہ تم کو حاصل ہو جائے گا بہ شرطیکہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو' کیونکہ جنت میں عورت اپنے آخری شوہر کے پاس رہتی ہے۔

(الوسیط ج ۲ ص ۴۰۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ' اور علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے نیز علامہ سیوطی نے بھی اختصار کے ساتھ اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر الخازن ج ۲ ص ۱۳۸' روح البیان ج ۳ ص ۳۰۶' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۱۸۹' حاشیۃ الصاوی ج ۲ ص ۷۰۸' الدر المنثور ج ۳ ص ۴۹۲)

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ عبدالرحمان بن معاویہ ابوالحویرث سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد حضرت موسیٰ کے چہرے پر رب العلمین کے نور کی چالیس دن تک یہ کیفیت تھی کہ جو بھی آپ کی طرف دیکھتا تھا وہ مر جاتا تھا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۴۲' ۴۱' داراحیاء التراث العربی بیروت)

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد تین دن تک حضرت موسیٰ کے چہرے پر نور نظر آتا رہا اور جب سے آپ نے اپنے رب سے کلام کیا تھا' آپ نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۸۷' ۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شب معراج ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ جو احادیث صحیحہ تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں' ان میں یہ تصریح ہے کہ ......

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر وہاں تک گئے جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے' حتیٰ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور الجبار رب العزۃ آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا پھر آپ اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی کی اس میں یہ وحی کی کہ آپ کی اُمت پر ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں' پھر آپ نیچے اُتر کر حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے۔ حضرت موسیٰ نے آپ کو روک کر

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے برگزیدہ فرشتوں کو اپنے کلام کے سننے کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ استاذ ابو اسحاق نے کہا ہے کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ میں ایک ایسی صفت پیدا کر دی تھی جس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا اور اس کا ادراک کر لیا' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے کہ آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ اور آیا جبریل نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے اس کے متعلق دو قول ہیں اور اس کے ثبوت کا ایک طریقہ تواتر سے نقل ہونا ہے اور یہ مفقود ہے۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں عبداللہ بن سعد بن کلاب نے یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو ان آوازوں سے سنا جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام میں پیدا کر دیا تھا۔ ابو المعالی نے کہا یہ قول مردود ہے' بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہ طور خلاف عادت اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' اور یہ ان کے ساتھ مخصوص ہے' اگر یہ بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا کوئی معنی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنا کلام عزیز سنایا اور ان میں یہ علم پیدا کر دیا کہ انہوں نے جو سنا ہے وہ اللہ کا کلام ہے' اور جس نے ان کو ندا کی اور ان سے کلام کیا وہ اللہ رب العٰلمین ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے رب کا کلام اپنے تمام اعضاء اور اجزاء سے سنا ہے اور میں نے اس کلام کو کسی ایک جہت سے نہیں سنا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۶۰-۲۵۹' دار الفکر: ۱۴۱۵ھ' جز ۱۳ ص ۲۵۲-۲۵۱' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی سنا تھا' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو درخت کے اندر بلا اتحاد اور حلول کے پیدا کر دیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو اسی طرح ہوا میں پیدا کر دیا تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو اپنی دائیں جانب سے سنا تھا یا تمام جہات سے سنا تھا۔

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۱۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہنے کی خصوصیت

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا' اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو آواز اور حروف کے واسطہ سے سنا تو پھر خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے کلام کو فرشتہ یا کتاب کی وساطت کے بغیر سنا' اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد سنا' تو پھر حضرت موسیٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے لیے واقع نہیں ہوئی۔ باقی رہا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے علم ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں علم بدیہی پیدا کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا ان کو معجزہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہرے بھرے درخت سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی اور یہ امر خلاف عادت ہے اور اسی درخت سے بغیر کسی بولنے والے کے آواز آ رہی تھی اور یہ بھی امر خلاف عادت اور معجزہ ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۱۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہر چند کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا ہے اور فرشتہ اور

marfat.com
Marfat.com

ہے:

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۚ (الاعراف: ۱۴۴) اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالت (اپنے پیغام) اور اپنے کلام سے تم کو لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱۰ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی بحث عنقریب قاضی عیاض اور علامہ نووی وغیرہم کی عبارات میں آ رہی ہے، اور علامہ ابن بطال کا الاعراف: ۱۴۴ سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کر کے ان کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔

انکار مذکور کے رد پر دلائل

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے آپ کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود ہیں اور ہارون ہر چند کہ نبی ہیں لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کلام نہیں کیا گیا اور نہ وہ صاحب شرع ہیں۔ (تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۳۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر کلام کی وجہ سے فضیلت دی ہے، یہ اس لیے کہا ہے کہ رسالت اور بلاواسطہ ہم کلام ہونے کی فضیلت تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی متحقق ہے سو اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہوں حالانکہ آپ ہی افضل علی الاطلاق ہیں۔ (عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ ان کو رسالت کے لیے چن لیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی تمام انسانوں پر یہ فضیلت ہے کہ ان کو رسالت کے لیے بھی چن لیا ہے اور ان کو بلاواسطہ اپنا کلام سنایا ہے۔ حضرت موسیٰ کے سوا اور کسی انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵۹، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے بھی چن لیا ہے اور شب معراج آپ سے بلاواسطہ کلام بھی فرمایا ہے اور آپ پر اور آپ کی امت پر نمازوں کو فرض فرمایا اور یا محمد کہہ کر آپ سے خطاب فرمایا ہے، اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ (النجم: ۱۰) پس اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی۔

اور آپ کو اس بلند مقام تک لے گیا جہاں آپ نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور یہ چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ

marfat.com
Marfat.com

پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ سے کیا عہد لیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے دن اور رات میں پچاس نمازوں کا عہد لیا ہے حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی' واپس جائیے اور اپنی اور اپنی اُمت کی طرف سے کمی کی درخواست کیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ طلب کر رہے ہیں' حضرت جبریل نے اشارہ کیا ہاں اگر آپ چاہتے ہیں تو جائیں' آپ پھر الجبار کی طرف گئے اور اپنے مقام پر کھڑے ہو کر عرض کیا' اے رب! ہم سے کچھ کمی کیجیے کیونکہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی' اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں' آپ پھر حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے انہوں نے پھر آپ کو روک لیا' پھر حضرت موسیٰ آپ کو آپ کے رب کی طرف بھیجتے رہے' حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ نے پانچ نمازوں پر آپ کو پھر روک لیا' اور کہا اے محمد! میں اپنی قوم بنی اسرائیل کا اس سے کم پر تجربہ کر چکا ہوں وہ ان نمازوں کو پڑھنے سے کمزور پڑ گئے اور ان کو ترک کر دیا' آپ کی اُمت تو ان کے جسموں' ان کے دلوں' ان کے بدنوں' ان کی آنکھوں اور ان کے کانوں سے زیادہ کم زور ہے' آپ واپس جائیے اور اپنے رب سے اس میں بھی کمی کرائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار جبریل کی طرف متوجہ ہو کر مشورہ لیتے تھے اور جبریل اس کو ناپسند نہیں کرتے تھے' وہ آپ کو پانچویں بار بھی لے گئے۔ آپ نے عرض کیا اے مرے رب! میری اُمت کے اجسام' ان کے قلوب' ان کے کان اور ان کے بدن کمزور ہیں سو ہم سے کچھ کمی کیجیے الجبار نے کہا: یا محمد! آپ نے عرض کیا لبیک وسعدیک' فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی' میں نے آپ پر جس طرح لوحِ محفوظ میں فرض کیا ہے' سو ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوگا پس لوحِ محفوظ میں یہ پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر یہ پانچ نمازیں ہیں' پھر آپ حضرت موسیٰ کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا ہم سے تخفیف کر دی گئی اور ہم کو ہر نیکی کا اجر دس گنا دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا میں اس سے کم پر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا تھا' آپ واپس جائیے اور اپنے رب سے کم کرائیے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موسیٰ! اللہ کی قسم! اب مجھے بار بار اپنے رب کے پاس جانے سے حیا آتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۹' ۴۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۹-۱۴۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۴۴۴' دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۵۳۳' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ الفتح الربانی ج ۲۰ ص ۲۵۱-۲۴۸' داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت موسیٰ کے اللہ سے ہم کلام ہونے کی بناء پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے ہم کلام ہونے کا انکار

اس حدیث کی شرح میں علامہ علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال اندلسی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

شفاعت کی طویل حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے لیکن تم لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی اور ان سے کلام فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۵۱۰) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے' اس کے برخلاف اشاعرہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کلام فرمایا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ○ (النجم: ۱۰) سو وحی فرمائی اپنے عبد مکرم کی طرف جو وحی فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس استدلال کو رد کر دیا ہے اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد

marfat.com
Marfat.com

باقی رکھا اور آپ کے پیروکار تمام انبیاء اور رسولوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہیں اور آپ کے بعد شرف اور فضیلت میں حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہیں پھر حضرت موسیٰ بن عمران کلیم الرحمان علیہ السلام ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۸ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابن بطال نے اس کا رد کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا ہے اور اس پر الاعراف: ۱۴۴ سے یہ دلیل قائم کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کر کے ان کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ سے کلام کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو صرف اپنے زمانے کے انسانوں پر فضیلت دی ہے نہ کہ تمام انسانوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شب معراج کلام فرمایا ہے۔ اب ہم اس کے ثبوت میں مزید دلائل پیش کر رہے ہیں۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے پر دلائل

علامہ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی قائل تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور اس پر انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الشوریٰ: ۵۱)

کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بغیر وحی کے اللہ سے کلام کرے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے بے شک اللہ بہت بلند ہے بہت حکمت والا ہے۔

اور بعض مشائخ نے اسی آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور اس سے بلا واسطہ اور بلا کسی فرشتے کے واسطے کے کلام کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا تین قسم پر ہے:

(۱) پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ نے کلام کیا۔
(۲) فرشتہ سے بذریعہ وحی جس طرح اکثر انبیاء علیہم السلام سے کلام کیا۔
(۳) بذریعہ وحی یعنی دل میں کوئی بات ڈال کر۔

اب کلام کرنے کی تین صورتوں میں سے صرف ایک صورت باقی بچی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بالمشاہدہ کلام کیا جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

قاضی عیاض کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ان تین صورتوں کے علاوہ کلام کرنے کی نفی کی گئی ہے اور قاضی عیاض نے جو صورت ذکر کی ہے وہ ان تین صورتوں کے علاوہ ہے اور اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا یہ عام قاعدہ ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی خصوصیت کی بناء پر بے حجاب کلام فرمایا۔

علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، جعفر بن محمد، ابو الحسن اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر بہت زیادہ شرف اور فضیلت عطا فرمائی ہے' اس لیے اصل سوال کا صرف یہ جواب صحیح ہے کہ یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ (الاعراف: ۱۴۴) کا معنی یہ ہے کہ اے موسیٰ! میں نے تم کو اپنی پیغمبری سے اور اپنی ہم کلامی سے تمہارے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان سے زیادہ بلند منصب والا اور ان سے زیادہ اشرف اور افضل اور کوئی انسان نہیں تھا' وہ صاحب شریعت ظاہرہ تھے اور ان کو تورات عطا کی' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے جس طرح ان کی قوم کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دی اور فرمایا: یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (البقرۃ: ۴۷) اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تم کو (تمہارے زمانہ کے) تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۳۸' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد حنفی متوفی ۷۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اے موسیٰ! میں نے تم کو تمہارے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالات سے تم کو تورات دے کر اور تم سے کلام کر کے فضیلت دی ہے۔ (مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ۲ ص ۱۳۷' دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اس آیت میں علی الناس (تمام لوگوں پر) لفظ عام ہے لیکن اس کا معنی خصوص ہے یعنی میں نے تم کو اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تمہارے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی ہے' کیونکہ ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے جنت میں کلام فرمایا اور ان کے بعد شب معراج ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا۔

(البحر المحیط ج ۵ ص ۱۶۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے میں نے آپ کو آپ کے معاصرین پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے کیونکہ ہر چند کہ حضرت ہارون نبی تھے' لیکن ان کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا اور ان سے کلام نہیں فرمایا تھا اور نہ وہ صاحب شرع تھے۔

(تفسیر ابوالسعود ج ۳ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ' علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' علامہ محمد بن علی محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ' سب نے یہی لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر یا ان کے معاصرین پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے۔

(تفسیر الجلالین ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' روح البیان ج ۳ ص ۳۰۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۱۸۸' قدیمی کتب خانہ کراچی' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۷۰۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ' فتح القدیر ج ۲ ص ۳۴۶' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۸ھ' روح المعانی جز ۹ ص ۸۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ عمر بن اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس نے ان کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم اور تمام اولین اور آخرین کے سردار ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مرتبہ کے ساتھ مختص کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء والمرسلین بنایا اور قیامت تک آپ کی شریعت کو

marfat.com
Marfat.com

بے شک وہ فاسق لوگ ہیں۔ (القصص: ۳۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو اپنے ہاتھ کی چمک اور شعاعوں سے خوف ہو تو اپنے ہاتھ کو پھر گریبان میں ڈال لیں وہ پھر اپنی پہلی حالت میں واپس آ جائے گا۔ عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو بھی کسی چیز سے خوف لاحق ہو اور وہ اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لے تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۴۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بے شک میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ○ اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لیے رسول بنا دے وہ میری تصدیق کریں گے' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے ○ فرمایا ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا کریں گے سو وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے' ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے ○ (القصص: ۳۵-۳۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے تسلی دے کر فرعون کی طرف روانہ کرنا

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ کے ہاتھوں ایک فرعونی مارا جا چکا تھا' اور جب ان کو معلوم ہوا کہ اس وجہ سے فرعونی سرداران کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں تو حضرت موسیٰ مصر سے ہجرت کر کے مدین کی طرف چلے گئے تھے' اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے پاس جا کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا وہ لوگ تو میرے خون کے پیاسے ہیں' ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے قصاص میں قتل کر ڈالیں' پھر حضرت موسیٰ کو یاد آیا کہ جب بچپن میں انہوں نے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی تھی تو انہوں نے آزمائش کے لیے آپ کے سامنے ایک انگارہ اور ایک کھجور یا موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارے کو منہ میں ڈال لیا تھا' جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی اور آپ کو روانی سے بولنے میں دشواری ہوتی تھی' اس لیے آپ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں' اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے' ان سے میرا بازو مضبوط کر دے اور ان کو میرے کارِ تبلیغ میں میرا شریک بنا دے تاکہ میں آسانی سے فریضہ رسالت ادا کر سکوں' اور تیرے بندوں کو تیری عبادت کی طرف بلا سکوں' اس جگہ بھی یہی دعا نقل فرمائی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے بھائی ہارون کو بھی میرے ساتھ رسول بنا دے تاکہ وہ میرے معاون اور میرے وزیر ہو جائیں۔ اس سے میرا بازو مضبوط ہو گا اور میرے دل کو تقویت ہو گی' کیونکہ دو آدمیوں کی بات ایک آدمی کی بہ نسبت زیادہ مؤثر ہوتی ہے' اور اگر میں نے تنہا فرعون اور اس کے حواریوں کو تبلیغ کی تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اس دعا کے جواب میں فرمایا: ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا کریں گے سو وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے' ایک اور جگہ ارشاد ہے:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ○ (طٰہٰ: ۳۶) — اے موسیٰ! تمہارے تمام سوالات پورے کر دیئے گئے ہیں۔

نیز فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ○ (مریم: ۵۳) — اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما دی۔

marfat.com
Marfat.com

آپ سے کلام کیا ہے' اور ایک جماعت نے اس کی نفی کی ہے۔ (المفہم ج ۱ ص ۴۰۳' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے الشوریٰ: ۵۱ سے ثابت کیا ہے کہ شب معراج آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے دیکھتے وقت کلام کیا ہو۔ پس ہوسکتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر کلام کیا ہو۔

(۲) یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی صرف تین صورتیں ہیں' پردے کی اوٹ سے' فرشتے کے ذریعے اور وحی سے' ہوسکتا ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہو اور آپ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوں۔

(۳) بعض علماء نے کہا ہے کہ وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام بلاواسطہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۹۸۴-۹۸۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

درخت سے آنے والی آواز کی مختلف عبارات اور مقصود کا واحد ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے:

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (القصص: ۳۰) بے شک میں ہی اللہ رب العالمین ہوں۔

اور طٰہٰ: ۱۴ میں فرمایا ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ. بے شک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم میری عبادت کرو۔

اور النمل: ۹ میں فرمایا ہے:

اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ بے شک بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں' بہت غالب' بہت حکمت والا۔

ہر چند کہ یہ مختلف عبارت ہیں لیکن ان سب سے مقصود ایک ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کو ثابت کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے

اور یہ (بھی آواز آئی) کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں' پھر جب موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے' اور واپس مڑ کر نہ دیکھا (ہم نے کہا) اے موسیٰ آگے بڑھیے اور خوف زدہ نہ ہوں' بے شک آپ مامون رہنے والوں میں سے ہیں۔ (القصص: ۳۱)

وہب بن منبہ نے کہا حضرت موسیٰ سے کہا گیا کہ آپ جہاں تھے' وہیں لوٹ آئیں۔ حضرت موسیٰ واپس آئے اور اپنے جبہ کے پلو کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا' فرشتہ نے کہا یہ بتایئے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ کپڑا لپیٹنا آپ کو بچا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں! لیکن میں کمزور ہوں' پھر انہوں نے اپنا ہاتھ کھول کر اس کو سانپ کے منہ میں ڈال دیا تو وہ پھر دوبارہ عصا بن گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۵۲' دار الکتاب العربی ۱۴۲۰ھ)

اس کے بعد فرمایا: آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا باہر نکلے گا اور خوف (دور کرنے) کے لیے اپنا بازو اپنے ساتھ ملالیں۔ پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

باپ دادا کے زمانہ میں یہ نہیں سنا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے' ہم تو یہی سنتے چلے آئے ہیں کہ اور خدا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خدائی میں شریک ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا میری اور تمہاری بہ نسبت اللہ تعالیٰ بہت زیادہ جاننے والا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور وہ عنقریب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا کہ انجام کار کس کو کامیابی نصیب ہوتی ہے اور بے شک ظالم لوگ یعنی اللہ کے شریک ٹھہرانے والے فلاح نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فرعون نے کہا اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا' اے ہامان! میرے لیے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ' پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں' اور بے شک میں اس کو جھوٹوں میں سے گمان کر رہا ہوں○ اور فرعون نے اور اس کے لشکر نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے○ سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا' پھر ہم نے ان سب کو دریا میں ڈال دیا سو دیکھیے ظالموں کا کیسا انجام ہوا○ اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنا دیا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی○ اور ہم نے اس دنیا میں (بھی) ان کے پیچھے (اپنی) لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے○ (القصص: ۴۲-۳۸)

فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور اس کا عبرت ناک انجام

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر اور اس کی سرکشی کا بیان فرمایا ہے کہ فرعون لعنہ اللہ نے اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کیا تھا جیسا کہ فرمایا:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ. (الزخرف: ۵۴) وہ اپنی قوم کو کم عقل سمجھتا تھا (اس نے ان کو بہکایا) سو انہوں نے اس کی بات مان لی۔

اس نے اپنی قوم کو اپنی خدائی ماننے کی دعوت دی اور انہوں نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کی خدائی کو مان لیا' اس لیے اس نے کہا اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول کی خبر دی:

فَحَشَرَ فَنَادٰی ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ۝ (النزعت: ۲۵-۲۳) پھر فرعون نے سب کو جمع کر کے اعلان کیا۔ پس کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ سو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت کے عبرت ناک عذاب میں گرفتار کر لیا۔

یعنی جب فرعون نے سب لوگوں کو جمع کر کے ان میں اپنی الوہیت کا اعلان کیا تو سب نے اس کو اپنا معبود مان لیا اور اس کی اطاعت کی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے انتقام لیا اور اس کو دنیا والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا' فرعون کی دیدہ دلیری یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہا تھا کہ:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ (الشعراء: ۲۹) فرعون نے کہا اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو خدا قرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

پھر فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا: میرے لیے کچھ اینٹوں کو آگ سے پکاؤ پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں' اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓی اِلٰهِ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند قلعہ بناؤ تاکہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں۔ جو آسمانوں کے راستے

marfat.com
Marfat.com

اسی لیے بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر کیا‘ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو نبی بنا دیا اور ان کو حضرت موسیٰ کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ. (الاحزاب: ۶۹) اور وہ اللہ کے نزدیک عزت اور کرامت والے تھے۔

اور اس آیت میں آپ کی تسلی کے لیے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت قوی معجزات عطا کیے ہیں‘ سو ہمارے ان معجزات کی وجہ سے فرعون اور اس کے حواری آپ دونوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے‘ سو آپ بے خوف وخطر تبلیغ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ. (المائدہ: ۶۷)

اے رسول مکرم! جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے اپنے رب کے پیغام کو نہیں پہنچایا‘ اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (الاحزاب: ۳۹)

(انبیاء سابقین) اللہ کے پیغامات کو پہنچاتے تھے اور وہ اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے ہماری نشانیوں کی وجہ سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے‘ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ. (المجادلۃ: ۲۱) اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جب موسیٰ ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا یہ تو صرف ایک گھڑا ہوا (مصنوعی) جادو ہے‘ اور ہم نے اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ میں ان باتوں کو نہیں سنا ○ اور موسیٰ نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لیے اچھا اُخروی انجام ہے‘ بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے ○ (القصص: ۳۷-۳۶)

حضرت موسیٰ کا فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچانا اور فرعون کا تکبر سے اس کو رد کر دینا

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف گئے اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے قوی معجزات اور مستحکم دلائل پیش کیے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسُ کے احکام کی اطاعت کرنے کی دعوت دی‘ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے یہ پیغام سن لیا اور معجزات کا مشاہدہ کر لیا اور ان کو اپنے دلوں میں یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ سچے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچانے والے ہیں‘ پھر بھی ان کے دلوں میں کفر راسخ ہو چکا تھا اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر وہ سالہا سال سے چلے آ رہے تھے اور فرعون لوگوں کے سامنے اپنی جھوٹی عزت اور رعب قائم رکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے حق کو ماننے اور قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ کو سچا مان لینے میں اپنی ہتک محسوس کی اس لیے اس نے تکبر اور سرکشی سے کہا یہ تو صرف مصنوعی اور بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے

marfat.com
Marfat.com

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۹۱۴، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۹۲۱)

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے لکھا ہے کہ فرعون نے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے پھر بھی اس کو آسمان اتنی ہی دور بلند نظر آتا ہے جتنا زمین سے بلندی پر نظر آتا ہے، سو ایسی حرکت تو کوئی فاتر العقل اور مجنون ہی کر سکتا ہے اور سدی بہت ضعیف راوی ہے، اس کی مذکور الصدر روایت صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۰-۵۹۹، ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا

اور ہم نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب

الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

دی جو لوگوں کے لیے بصیرت افروز تھی اور ہدایت اور رحمت

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O اور آپ (طور کی) مغربی جانب نہ تھے جب

قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾

ہم نے موسیٰ کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا، اور نہ آپ اس وقت (ان کو) دیکھنے والوں میں سے تھے O

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا

لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں سو ان پر طویل زمانہ گزر گیا، اور نہ آپ اہل مدین

فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

میں رہتے تھے کہ آپ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے، اور البتہ ہم ہی (آپ کو) رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں O

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

اور نہ آپ (پہاڑ) طور کی جانب تھے جب ہم نے ندا فرمائی تھی، لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے (کہ اس

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

نے آپ کو غیب کی خبریں دیں) تاکہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا

marfat.com
Marfat.com

مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِىْ تَبَابٍ ۝ (المومن: ۳۷-۳۶)

ہیں اور موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اس کو جھوٹا گمان کرتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کے برے کام مزین کر دیئے گئے اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی سازشیں ناکام ہوگئیں۔

اور یہ اس لیے کہ فرعون نے اس قدر بلند قلعہ بنایا تھا کہ اس سے بلند عمارت اس وقت تک نہیں بنائی گئی تھی' اور اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کا رد کرے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا ہے جو تمام جہانوں کا خدا ہے جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ میں موسیٰ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں' اور اس نے کہا اے درباریو! میں اپنے سوا تمہارا اور کوئی خدا نہیں جانتا۔

فرمایا: اور فرعون نے اور اس کے لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

یعنی انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا اور کمزور لوگوں پر ظلم کیا اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ نہ قیامت نے آنا ہے اور نہ حشر ہوگا۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ (الفجر: ۱۴-۱۳)

آخر کار آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے۔

اور اسی وجہ سے اس آیت میں فرمایا: سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا' پھر ہم نے ان سب کو دریا میں ڈال دیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہاں سمندر پر دریا کا اطلاق مجازاً ہے کیونکہ فرعون کو بحر قلزم میں غرق کیا گیا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۶۵' دار الفکر)

یعنی ایک دن صبح کے وقت ہم نے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا' اور فرمایا: سو دیکھیے ظالموں کا کیسا انجام ہوا' اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنا دیا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ یعنی جو لوگ خدا کے منکر ہیں اور دہریے ہیں' اور رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور فرعون کے راستہ اور اس کے طور طریقہ پر چلتے ہیں' ہم نے فرعون کو ان کا پیشوا بنا دیا' اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی' اور اس کے فرشتوں نے ان پر لعنت کی اور رسولوں کے پیروکاروں اور مومنوں نے ان پر لعنت کی اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

قتادہ نے کہا یہ آیت' اس آیت کی طرح ہے:

وَاُتْبِعُوْا فِىْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝ (ھود: ۹۹)

ان پر اس دنیا میں بھی لعنت کی گئی اور آخرت میں بھی' اور ان کو کیسا برا انعام دیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۸-۴۲۶' ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لیے بلند عمارت بنائی تھی یا نہیں

سدی نے روایت کیا ہے جب وہ بلند قلعہ بنا لیا گیا تو فرعون اس قلعہ پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکے اور وہ تیر خون میں ڈوبے ہوئے واپس کر دیئے گئے تو فرعون نے کہا میں نے موسیٰ کے معبود کو قتل کر دیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی' جو لوگوں کے لیے بصیرت افروز تھی' اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اور آپ (طور کی) مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا' اور نہ آپ اس وقت (ان کو) دیکھنے والوں میں سے تھے○ لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں' سو ان پر طویل زمانہ گزر گیا' اور نہ آپ اہل مدین میں رہتے تھے کہ آپ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے' اور البتہ ہم ہی (آپ کو) رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں○ اور نہ آپ (اس وقت پہاڑ) طور کی جانب تھے' جب ہم نے موسیٰ کو ندا فرمائی تھی لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے (کہ اس نے آپ کو غیب کی خبریں دیں) تاکہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ (القصص: ۴۶-۴۳)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

مذکور الصدر چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل قائم کی ہے اور قرآن مجید کا معجزہ اور کلام اللہ ہونا بیان فرمایا ہے' کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے لے کر فرعون کے غرق ہونے تک تمام احوال بیان فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کس طرح مکالمہ اور مناظرہ ہوا' کوہِ طور پر آپ پر کس طرح وحی نازل کی گئی' یہ تمام چیزیں آپ نے بیان فرمائیں حالانکہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود نہ تھے' اور آپ اُمی تھے آپ نے یہ واقعات تورات میں نہیں پڑھے' نہ آپ علماء اہل کتاب کی مجلس میں رہے' پھر آپ نے یہ غیب کی خبریں کیسے بیان کر دیں اس کی صرف یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان خبروں پر مطلع فرمایا اور یہی آپ کے برحق رسول ہونے کی دلیل ہے۔

القصص: ۴۳ میں فرمایا ہے: ہم نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی' اس سے مراد تورات ہے جس میں فرائض' حدود اور احکام ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام حاکم نیشاپوری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب سے تورات کو نازل کیا ہے اس نے سوا اس بستی کے جس کے لوگوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اس نے روئے زمین پر اور کسی قوم یا قرن یا اُمت پر آسمانی عذاب نہیں بھیجا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۰۸' قدیم' رقم الحدیث: ۳۵۳۴' جدید' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۴۸' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۸۸' کنز العمال ج ۲ ص ۳۳' الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۵ ص ۳۲۶)

قرونِ اولیٰ (پہلے زمانہ کے لوگوں) سے مراد ہیں قوم نوح' قوم عاد اور قوم ثمود' ایک قول یہ ہے کہ فرعون کو غرق کرنے اور قارون کو زمین میں دھنسانے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ کو کتاب دی۔

فرمایا: تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں یعنی بنو اسرائیل فرعون سے نجات پانے کی نعمت کو یاد کریں اور تورات کے احکام پر عمل کریں۔

اور آپ طور کی مغربی جانب نہ تھے' جب ہم نے موسیٰ کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ (القصص: ۴۴)

جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے امر اور نہی کا مکلف کیا تھا اور ان سے عہد لیا تھا آپ اس وقت شاہد نہ تھے یعنی اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔

marfat.com
Marfat.com

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ

نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت

اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ

آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی

اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ

پیروی کرتے اور ہم مومنوں سے ہو جاتے (تو ہم کوئی رسول نہ بھیجتے) O پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا

عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ

تو انہوں نے کہا ان کو ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے جیسے معجزے موسیٰ کو دیئے تھے' کیا اس سے پہلے

يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ قف

(کافروں نے) موسیٰ کے معجزوں کا کفر نہیں کیا تھا! انہوں نے کہا یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ

اور انہوں نے کہا بے شک ہم (ان میں سے) ہر ایک کا کفر کرنے والے ہیں O آپ کہیے کہ تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی

اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

کتاب لے آؤ جو (بالفرض) ان دونوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو O

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ

پس اگر یہ آپ کی دعوت قبول نہ کریں تو جان لیجئے کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں'

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

اور اس سے زیادہ کون گم راہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی پیروی کرے' بے شک

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۵ ۸

اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O

marfat.com
Marfat.com

الحسین بن مسعود متوفی ۵۱۶ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ وغیرہم نے بھی اس روایت کو اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے ان کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں: (جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۰۱-۱۰۰' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۹۸۳' المستدرک ج ۲ ص ۴۰۸' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۳۷' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۹)

اور فرمایا: لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے وقت موجود نہیں تھے' اور نہ وہ واقعات کسی کتاب سے آپ پر پڑھے گئے تھے' لیکن ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی طرف ان واقعات کی وحی فرمائی یہ ہماری رحمت ہے۔ تاکہ آپ کو جن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں' اور ان کے سامنے آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم مومنوں سے ہو جاتے (تو ہم کوئی رسول نہ بھیجتے) ○ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا ان کو ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے' جیسے معجزے موسیٰ کو دیئے تھے! کیا اس سے پہلے (کافروں نے) موسیٰ کے معجزوں کا کفر نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں' اور انہوں نے کہا بے شک ہم (ان میں سے) ہر ایک کا کفر کرنے والے ہیں ○ (القصص: ۴۸-۴۷)

مشرکین کے شبہات کے جوابات

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ آپ پر غیب کی باتوں کی وحی فرمانا ہماری رحمت ہے تاکہ آپ کے دعویٰ نبوت پر دلیل قائم ہو' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو مکہ والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ ان کے لیے ایمان نہ لانے کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور جب قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول آیا ہی نہیں تھا' ہم کیسے ایمان لاتے' اور اس کی نظیر یہ آیتیں بھی ہیں:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ (النساء: ۱۶۵)

(اور ہم نے ثواب کی) خوشخبری دینے والے اور (عذاب سے) ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے (ایمان نہ لانے کا) اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ رہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ (المائدہ: ۱۹)

اے اہل کتاب بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو انقطاع رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکام شرعیہ) بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی (ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا نہیں آیا' تو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا ان کو ایسے معجزے کیوں نہ دیئے جیسے معجزے موسیٰ کو دیئے تھے۔ (القصص: ۴۸)

مجاہد نے کہا یہود نے قریش سے کہا کہ تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو کہ وہ ایسے معجزات لے کر آئیں جیسے معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ قریش سے یہ کہیں کہ وہ یہود کے پاس جا کر یہ کہیں

marfat.com
Marfat.com

قرن کا معنی اور نبیوں اور رسولوں کی تعداد

فرمایا: لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت سے قرون پیدا کیے' سوان پر طویل زمانہ گزر گیا۔ (القصص: ۴۵)

حضرت عبداللہ بن بسر بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ قرن کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا سو سال' اور زرارہ بن اوفیٰ سے ایک سو بیس سال کی روایت ہے' اور قتادہ سے ستر سال کی روایت ہے اور حسن بصری سے ساٹھ سال کی روایت ہے اور ابراہیم سے چالیس سال کی روایت ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۹۸۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ان باقی اقوال کی بہ نسبت قرن کی تعیین میں وہی مدت صحیح ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: البتہ ہم ہی (آپ کو) رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انبیاء کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' ان میں سے جم غفیر رسول ہیں' تین سو پندرہ۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۹۴۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی فضیلت

اس کے بعد فرمایا اور نہ آپ (اس وقت پہاڑ) طور کی جانب تھے جب ہم نے نداء فرمائی تھی۔ (القصص: ۴۷)

یعنی جس طرح آپ اس وقت پہاڑ طور کی مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ کو رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا تھا' اسی طرح آپ اس وقت بھی پہاڑ طور کی جانب نہ تھے' جب حضرت موسیٰ ستر منتخب شدہ افراد کے ساتھ پہاڑ طور پر آئے تھے' اور جب ان ستر افراد کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو حضرت موسیٰ نے دعا کی: اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتا' کیا تو ان بے وقوفوں کے فعل کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک کر دے گا! یہ واقعہ محض تیری طرف سے ایک آزمائش ہے تو اس آزمائش کی وجہ سے جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے اور جس کو چاہے ہدایت پر برقرار رکھے سو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر معاف فرمانے والا ہے۔ (الاعراف: ۱۵۵)

اس آیت کی دوسری تفسیر میں یہ روایات ہیں: امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی اُمت کو اس وقت نداء کی جب وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے' اے اُمت محمد! میں نے تمہارے دعا کرنے سے پہلے تمہاری دعاؤں کو قبول کر لیا اور تمہارے سوال کرنے سے پہلے تم کو عطا کر دیا اور تمہارے مغفرت طلب کرنے سے پہلے تم کو معاف فرما دیا' اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ نداء فرمائی تھی جب حضرت موسیٰ ستر افراد کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تھے۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ذکر کیا تو حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! مجھے ان کو دکھا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ان کو نہیں دیکھ سکتے' اگر تم چاہو تو میں تم کو ان کی آواز سنا دوں' حضرت موسیٰ نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! تو اللہ سبحانہ نے پکارا اے اُمتِ محمد! تو انہوں نے اپنے آباء کی پشتوں سے جواب دیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی آواز سنا دی پھر فرمایا میں نے تمہارے دعا کرنے سے پہلے تمہاری دعاؤں کو قبول فرما لیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں گزر چکا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ' امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ' امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' امام

marfat.com
Marfat.com

خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں' اور اس سے زیادہ کون گم راہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا○ (القصص: ۵۰-۴۹)

یعنی اے مشرکو! اگر تم ان دونوں کتابوں تورات اور قرآن کا انکار کرتے ہو اور ان کو جادو کہتے ہو اور ان کو ہدایت دینے والی کتابیں نہیں مانتے تو پھر کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو اور اگر وہ آپ کے اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو پھر اے نبی مکرم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جان لیجیے کہ یہ صرف اپنے دل کے خیالات اور آراء کی پیروی کرتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے شیطان کی تقلید کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ

اور ہم لگا تار (اپنا) کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ جن کو ہم نے

آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں○ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی

قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾

جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاچکے ہیں' بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ

شعار ہو چکے ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا

اچھائی سے دور کرتے ہیں' اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں○ اور جب وہ کوئی

اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ

بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ

اعمال ہیں' تمہیں سلام ہو' ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے ○ بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو

أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے' لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے' اور وہ ہدایت پانے والوں کو

marfat.com
Marfat.com

کیا تم نے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار نہیں کیا تھا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات ایک بار ہی مکمل نازل ہوگئی تھی اسی طرح آپ پر بھی قرآن مجید ایک بار ہی مکمل کیوں نہیں نازل ہوا اور جس طرح ان کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیا گیا تھا' آپ کو بھی ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے۔ نیز ان کے لیے سمندر کو چیر کر راستہ بنا دیا گیا' ان کی اُمت پر بادل کا سایہ کیا گیا' پتھر سے پانی نکالا گیا' ان پر من وسلویٰ نازل کیا تو آپ کے لیے ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جن معجزات کو طلب کیا تھا وہ معجزات اثبات نبوت کے لیے لازم نہیں تھے' کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ایک جیسے ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ان پر ایک جیسی کتاب نازل ہو' کیونکہ اصلاح اور ہدایت کے لیے کتاب کا نازل کرنا ضروری ہے خواہ وہ کتاب ایک بار ہی مکمل نازل کر دی جائے یا تھوڑی تھوڑی حسب ضرورت نازل کی جائے' اور معجزات کا ایک جیسا ہونا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ ہر زمانہ کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں' اس لیے اس زمانہ کے تقاضوں کے اعتبار سے معجزات عطا کیے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ یہود جو مشرکین مکہ کو یہ اعتراض سکھا رہے ہیں کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ کہو کہ وہ ایسے معجزات دکھائیں جیسے معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیے تھے تو اے یہودیو! یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے آباؤ اجداد نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا کفر نہیں کیا تھا' اور ان کو جادوگر نہیں کہا تھا؟

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کیا یہودیوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جادوگر نہیں کہا تھا' اور یہ کہ ہم ان میں سے ہر ایک کا کفر کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے انجیل اور قرآن دونوں کو جادو کہا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے تورات اور قرآن دونوں کو جادو کہا' اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے تورات اور انجیل دونوں کو جادو کہا۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس لفظ کو سحران (بغیر الف کے) پڑھا جائے اور اگر اس کو ساحران (الف کے ساتھ) پڑھا جائے تو حضرت ابن عباس اور حسن بصری نے کہا یہ مشرکین عرب کا قول ہے اور ان کی مراد یہ تھی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں جادوگر ہیں' اور سعید بن جبیر' مجاہد اور ابن زید نے کہا یہ ابتداء رسالت میں یہود کا قول ہے اور ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں جادوگر ہیں' اور یہ تفسیر پہلی آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ ہر چند کہ یہود نبوت کے معترف تھے لیکن انہوں نے دین میں تحریف کر دی تھی اور کتاب میں بہت تغییر کر دی تھی اور وہ عذاب کے مستحق ہو چکے تھے' اس لیے ہم نے ان پر حجت قائم کرنے کے لیے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے' اور قتادہ نے کہا یہ اس زمانہ کے یہودیوں کا قول ہے انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جادوگر ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو تورات لے کر آئے تھے' اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر تھا اور انجیل اور قرآن کا بھی ذکر تھا اور یہود نے ان کا انکار کیا اور کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں اور انجیل اور قرآن جادو ہیں اور جب یہود نے ان چیزوں کا کفر کیا جن کا تورات میں ذکر ہے تو کیا انہوں نے تورات کا کفر نہیں کیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۰-۲۶۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' جز ۱۳ ص ۲۶۱' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو (بالفرض) ان دونوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو ○ پس اگر یہ آپ کی دعوت کو قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ یہ صرف اپنی

marfat.com
Marfat.com

اطاعت شعار ہو چکے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دُگنا اَجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو اچھائی سے دُور کرتے ہیں' اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ○ (القصص: ۵۴-۵۱)

ایک بار پورا قرآن نازل کرنے کے بجائے لگاتار آیتیں نازل کرنے کی حکمت

اس آیت میں وصلنا کا لفظ ہے اس کا مصدر ''توصیل'' ہے' اس کا معنی ہے ہم نے لگاتار اور پے در پے بھیجا ''تواصل'' کا معنی ہے کسی کام کا مسلسل ہوتے رہنا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے کہا اس آیت کا معنی ہے: اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم' ہم آپ کی قوم قریش اور بنی اسرائیل کے یہودیوں کے لیے' مسلسل ماضی کی خبریں بھیجتے رہے' اور جن قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی پاداش میں ہم نے ان پر عذاب نازل کیا تھا ان کی خبریں سناتے رہے' تاکہ یہ لوگ ان کی طرح اللہ کا کفر نہ کریں اور اس کے رسولوں کی تکذیب نہ کریں اور ان کے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔ اگر ایک ہی بار پورا قرآن نازل کر دیا جاتا اور ان پر بار بار آیات نازل نہ ہوتیں تو ان کو نصیحت حاصل کرنے کے اتنے مواقع میسر نہ ہوتے۔

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہم ان کو دنیا میں آخرت کی خبریں پہنچاتے رہے' ہم انہیں دنیا میں اس طرح آخرت کی خبریں پہنچاتے تھے اور اپنی نشانیاں دکھاتے تھے گویا کہ انہوں نے دنیا میں آخرت کا معائنہ اور مشاہدہ کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (ھود: ۱۰۳)

اور بتایا کہ ہم عنقریب ان سے کیے ہوئے آخرت کے وعدہ کو پورا کریں گے جیسا کہ ہم نے انبیاء سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کیا اور ہم انبیاء اور ان کی قوموں کے درمیان فیصلہ کر دیں گے۔ (جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۰۸-۱۰۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے کہا ہم نے قرآن مجید کی آیتوں کو مسلسل اور لگاتار نازل کیا ہے' اور ان آیتوں میں وعد اور وعید ہے' اور قصص اور عبر ہیں اور مواعظ اور نصائح ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور فلاح پائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ''لھم'' کی ضمیر قریش کی طرف راجع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر یہود کی طرف راجع ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر دونوں کی طرف راجع ہے۔ اس آیت میں ان کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ آپ پر پورا قرآن ایک بار کیوں نازل نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مسلسل اور لگاتار قرآن نازل کرتے رہے تاکہ ان کے دل پر بار بار ضرب لگے اور یہ نصیحت حاصل کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۶۲' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ' جز ۱۳ ص ۱۷۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جن مومنین اہل کتاب کو دُگنا اَجر دیا جائے گا ان کے مصادیق

اس کے بعد فرمایا: جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی اور وہ اس قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ (القصص: ۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۹۸۸' رقم الحدیث: ۱۶۹۷۸)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب بنی اسرائیل کی خبر دی ہے جو ابتداء میں قرآن مجید پر ایمان لے آئے تھے

marfat.com
Marfat.com

بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ

خوب جانتا ہے O اور انہوں نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے

مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰۤى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ

اچک لیے جائیں گے' کیا ہم نے ان کو حرم میں نہیں آباد کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے

كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں' لیکن ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے O

وَكَمۡ اَهۡلَـكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۢ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا ۚ فَتِلۡكَ مَسٰكِنُهُمۡ

اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کے رہنے والے اپنی خوشحالی پر اتراتے تھے سو یہ ان کے مکان ہیں

لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ؕ وَكُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾

جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت کی گئی ہے اور (انجام کار) ہم ہی وارث ہیں O

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول نہ بھیج دے جو ان

عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں O

وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتُهَا ۚ وَمَا

اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ

عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

کے پاس (اجر) ہے وہ اچھا ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے' تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم لگاتار (اپنا) کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں O جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی' وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں O اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں' بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور

marfat.com
Marfat.com

گا' ایک اہل کتاب سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اور وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور وہ شخص جس کے پاس ایک باندی ہو وہ اس کو ادب سکھائے تو اچھا ادب سکھائے' اور اس کو تعلیم دے تو اچھی تعلیم دے' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اَجر ملیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۶)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ فرماتے ہیں جن تین شخصوں کے متعلق حدیث میں ہے کہ ان کو دُگنا اَجر ملے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دو مختلف جہتوں سے عمل کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے دونوں کی اطاعت کی' اس لیے وہ دُگنے اَجر کے مستحق ہوئے' سو جو شخص اہل کتاب سے تھا اس کو اپنے نبی کی طرف سے حکم دیا گیا تو اس نے اس کے حکم کی اطاعت کی' پھر اس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم دیا گیا تو اس نے آپ کے حکم کی اطاعت کی تو اس کو دونوں ملتوں کا اَجر ملے گا' اور غلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حکم دیا گیا اور اس کے مالک کی طرف سے بھی حکم دیا گیا سو اس نے دونوں کی اطاعت کی' اس لیے اس کو بھی دُگنا اَجر ملے گا اور جو شخص باندی کا مالک تھا اس نے باندی کی تربیت کر کے اس کو تربیت کے ساتھ زندہ کیا' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا تو اس کو آزادی کے ساتھ زندہ کیا سو ان میں سے ہر ایک دو اَجروں کا امید وار ہے' اور جس نیکی کا مسلمانوں کو دس گنا اَجر ملتا ہے اور مسلمانوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کا ستائیس (۲۷) گنا اَجر ملتا ہے اسی طرح حرم شریف میں نماز پڑھنے کا ایک لاکھ گنا اَجر ملتا ہے' سو ان تین شخصوں کو یہ تمام اجور عام مسلمانوں کی بہ نسبت دُگنے ملیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۶۴' دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ' جز ۱۳ ص ۲۷۳-۲۷۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے کہ ان کو دُگنا اَجر اس لیے ملے گا کہ ایک مرتبہ وہ اپنی کتاب پر ایمان لائے اور ایک مرتبہ وہ قرآن پر ایمان لائے یا دُگنا اَجر اس لیے ملے گا کہ وہ دونوں دینوں پر ثابت قدم رہے یا ان کو دُگنا اَجر اس لیے ملے گا کہ وہ قرآن مجید کے نزول سے پہلے اور اس کے نزول کے بعد دو مرتبہ اس پر ایمان لائے یا ان کو دُگنا اَجر اس لیے ملے گا کہ انہوں نے دونوں دینوں کے مخالفین کی طرف سے اذیت اور تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کیا اور مخالفین اور مشرکین کی طرف سے ان پر جو زیادتی ہوئی اور ان کے ساتھ جو برا سلوک کیا گیا اس کا انہوں نے نرمی سے اور نیک سلوک کے ساتھ جواب دیا۔

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۱' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو' اور برائی کے بعد نیکی کرو' وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی' اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۵۱' دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' علامہ ذہبی نے تصحیح میں حاکم کی موافقت کی ہے)

مومنین اہل کتاب کے لیے دُگنے اَجر کی بشارت زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے یا قیامت تک کے لیے عام ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل تورات اور اہل انجیل میں سے اسلام لے آیا اس کو اس کا اَجر دو بار ملے گا' اس کے وہ حقوق ہیں جو ہمارے حقوق ہیں اور اس پر وہ فرائض ہیں جو ہمارے فرائض ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۳۵' دارالحدیث قاہرہ' المعجم الکبیر ج ۷ ص ۲۲۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۳)

یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے یا قیامت تک کے اہل کتاب کے لیے عام ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور سلمان وغیرہما اور ان میں وہ علماء نصاریٰ بھی داخل ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ چالیس افراد تھے ان میں سے بتیس (۳۲) افراد تو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ (۸) افراد شام سے آئے تھے یہ لوگ نصاریٰ کے ائمہ تھے ان میں بحیراء الراہب ابرہہ اشرف عامر ایمن ادریس اور نافع تھے۔

علامہ الماوردی نے اسی طرح ان کے نام گنوائے ہیں۔ (النکت والعیون للماوردی ج ۴ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دُگنا اَجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو اچھائی سے دُور کرتے تھے۔ (القصص: ۵۴) یہ آیت بھی ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

قتادہ نے کہا حضرت عبداللہ بن سلام حضرت تمیم داری حضرت اجارود العبدی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اسلام لائے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت رفاعۃ القرظی سے روایت ہے کہ یہ آیت دس افراد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔

حضرت عروہ بن الزبیر نے کہا یہ آیت نجاشی اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارہ افراد بھیجے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گئے اس وقت ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی ان کے قریب تھے وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے جب وہ آپ کے پاس سے اُٹھے تو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے ان کا پیچھا کیا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہاری جماعت کو ناکام کرے اور تمہارے وفد کا برا حال کرے ہم نے تم سے زیادہ احمق اور جاہل سواروں کی جماعت نہیں دیکھی انہوں نے کہا تمہیں سلام ہو ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں۔

ابوالعالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے اور جب ان پر قرآن مجید پڑھا گیا تو انہوں نے کہا ہم اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔

القصص: ۵۳ میں ہے: اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے نزول سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اس کی بشارت پڑھ کر اس پر ایمان لا چکے تھے۔ یا ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت پڑھ کر آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ یا اس کا معنی ہے ہم پہلے ہی موحد تھے یا ہمارا پہلے ہی ایمان تھا کہ عنقریب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے اور آپ پر قرآن نازل ہوگا۔ اس آیت میں جو فرمایا ہے ہم پہلے ہی مسلمین تھے اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دینِ اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۶۳-۲۶۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۰ھ جز ۱۳ ص ۲۷۲-۲۷۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

جن لوگوں کو ان کے نیک اعمال کا دُگنا اَجر دیا جائے گا اس کی وجہ استحقاق

اس کے بعد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دُگنا اَجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو اچھائی سے دُور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس سے نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے تھے۔ (القصص: ۵۴)

اس آیت کی تائید اور تصدیق میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دُگنا اَجر ملے

marfat.com
Marfat.com

(البقرہ: ۲۰۸)

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہو گئے تھے' اور اپنی شریعت کے بعض احکام پر باقی رہے تھے' وہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور انہوں نے اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اسلام کی شریعت میں مکمل داخل ہو جائیں اور تورات کے کسی حکم پر عمل نہ کریں کیونکہ وہ منسوخ ہو چکے ہیں' اور تورات کے بعض احکام پر عمل کر کے شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلیں۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ اسلام کے تمام شرعی احکام میں مکمل داخل ہو جاؤ' اعتقاداً بھی اور عملاً بھی۔ اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے ان مومنین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو تورات کے بعض شرعی احکام پر عمل کرتے تھے۔ فرمایا کہ تم مکمل طور پر دین محمد میں داخل ہو جاؤ اور اس میں سے کسی چیز کو ترک نہ کرو اور اس میں یہ تصریح ہے کہ تورات کی شریعت کو اسلام نہیں کہا جاتا۔

لفظ مسلمین کے ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا۔ (الحج: ۷۸)

اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے' اسی نے تم کو فضیلت والا بنایا ہے اور اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی' اپنے باپ ابراہیم کی ملت کو (قائم رکھو) اسی نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے' (اللہ ہی نے یا ابراہیم نے) نزولِ قرآن سے پہلے بھی اور قرآن میں بھی۔

اس میں اختلاف ہے کہ ھو سماکم کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یا حضرت ابراہیم کی طرف' زیادہ تر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنے سے پہلے تورات اور انجیل میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تمہیں مسلمین فرمایا ہے' اور ائمہ سلف مفسرین صحابہ' تابعین اور تبع تابعین نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں' تورات اور انجیل میں تمام آسمانی کتابوں میں اس اُمت کو مسلمین فرمایا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ہی مسلمین کے نام کے ساتھ مخصوص ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے مسلمین کے نام کے ساتھ مخصوص ہونے پر دوسری دلیل یہ آیت ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ (البقرۃ: ۱۲۸)

اے ہمارے رب! ہم دونوں کو مسلمین (اپنا اطاعت شعار) رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اُمت کو مسلمہ (اپنا اطاعت شعار) رکھ۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بیٹے دونوں کے لیے اسلام پر قائم رہنے کی دعا کی ہے اور وہ دونوں نبی ہیں اور پھر اپنی اولاد کی اُمت کے لیے اسلام پر قائم رہنے اور مسلمان رہنے کی دعا کی ہے اور آپ کی اولاد کی اُمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے کیونکہ اس آیت کے بعد حضرت ابراہیم نے ہمارے نبی کی بعثت کی دعا کی ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ (البقرہ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما دے۔

اور اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا کی

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں چونکہ "من قبلہ" کی قید ہے یعنی وہ اہل کتاب جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا قرآن مجید کے نزول سے پہلے اپنی کتابوں میں ہمارے نبی اور قرآن مجید کی بشارت کا پڑھ کر آپ پر یا قرآن مجید پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا' سو دُگنے اَجر کی بشارت صرف ان کے لیے ہے قیامت تک کے تمام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ان کو دُگنے اَجر دیئے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ بعثت سے پہلے بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اس وجہ سے ان کو دُگنا اَجر ملے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۲' تفسیر البیضاوی علی حاشیۃ الخفاجی ج ۷ ص ۳۰۸' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۱' روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۰-۱۳۹' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کی تحقیق کہ اسلام اور مسلمین کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اسلام کا اطلاق ہر دین حق پر ہوتا ہے یا اسلام کا اطلاق صرف شریعت محمدیہ پر ہوتا ہے' اسی طرح مسلمین کا اطلاق صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر ہوتا ہے یا ہر نبی کے متبعین پر ہوتا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اسلام کا لفظ ہمارے نبی کے دین کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمین کا لفظ ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے البتہ انبیاء سابقین پر بھی مسلمین کا اطلاق ہوتا ہے اور دوسرا قول جو تعمیم کا ہے' وہ مرجوح ہے۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے راجح قول کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث پیش کریں گے' پھر جن آیات سے مرجوح قول پر استدلال کیا گیا ہے' ان کے جوابات اور ان آیات کے صحیح محامل پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق.

لفظ اسلام کے ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ: ۳)

میں نے آج تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر میں راضی ہوگیا۔

اس آیت میں یہ بالکل واضح ہے کہ اسلام کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ خاص ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے اختصاص تو ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "لکم" کو جو "الاسلام" پر مقدم کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے ہی اسلام کو پسند کیا ہے کیونکہ تقدیم ماحقہ التاخیر مفید حصر ہوتی ہے جیسا کہ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. (البقرہ: ۴) میں ہے اس میں بھی علم کی تقدیم کا معنی ہے وہ متقین ہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں' اور اس میں اہل کتاب پر تعریض ہے کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اسی طرح وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ. (البقرہ: ۱۶۷) میں بھی "ھم" کی تقدیم سے یہ معنی مستفاد ہوتا ہے کہ صرف وہی یعنی کافر دوزخ سے نہیں خارج ہوں گے' اور ان کے علاوہ دوزخ سے خارج ہو جائیں گے اور وہ موحدین ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ اسلام کی خصوصیت کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ میں تورات کے چند اجزاء دیکھ کر غضب ناک ہوئے ہیں تو انہوں نے فوراً کہا ہم اسلام کو دین مان کر راضی ہیں تا کہ وہ تورات کی شریعت کی اتباع سے بری ہو جائیں اور جب انہوں نے یہ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دُور ہو گیا اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر صرف شریعتِ اسلام کے متبع ہیں اور شریعت توراۃ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

مسلمین کے لقب سے صرف ہمارے نبی کے متبعین کے مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث

امام ابن ابی شیبہ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسی شخص پر کوئی حق تھا' حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر پر فضیلت دی ہے میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔ یہودی نے کہا اللہ کی قسم! اللہ نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشر پر فضیلت نہیں دی۔ حضرت عمر نے اس یہودی کے ایک تھپڑ مار دیا' اس یہودی نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اے یہودی! آدم صفی اللہ ہیں' اور ابراہیم خلیل اللہ ہیں' اور موسیٰ نجی اللہ (اللہ سے ہم کلام ہونے والے) ہیں اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں' بلکہ اے یہودی! اللہ کے دو نام ایسے ہیں جو اس نے میری اُمت کے رکھے ہیں' اللہ کا نام السلام ہے اور اس نے میری اُمت کا نام مسلمین رکھا ہے اور اللہ کا نام المومن ہے اور اس نے میری اُمت کا نام مومنین رکھا ہے' بلکہ اے یہودی تم نے اس دن کو تلاش کیا جس کو ہمارے لیے ذخیرہ کیا گیا تھا (یعنی جمعہ) تمہارے لیے اس سے اگلا دن ہوا (ہفتہ) اور نصاریٰ کے لیے اس سے اگلا دن ہوا (اتوار) بلکہ اے یہودی تم اوّلین ہو اور ہم آخرین ہیں' (دنیا میں) اور سابقین ہیں قیامت کے دن' بلکہ تمام نبیوں کے لیے اس وقت تک جنت میں دخول حرام ہے جس تک کہ میں داخل نہ ہوں اور تمام اُمتوں پر اس میں دخول حرام ہے جب تک کہ میری اُمت اس میں داخل نہ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۹۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۱' ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کی اُمت اسلام کے وصف کے ساتھ مخصوص ہے' اگر باقی اُمتیں بھی اس وصف میں شامل ہوتیں تو آپ کا اس وصف کو تفصیل کے موقع پر پیش کرنا درست نہ ہوتا۔

اس موقف پر دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

الحارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کی وہ جہنم کے بیٹھنے والوں میں سے ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ خواہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! تم اللہ کی اس پکار کے ساتھ پکارو جس کی وجہ سے اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے اور مومنین عباد اللہ ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۳' تاریخ کبیر للبخاری رقم الحدیث: ۲۳۹۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۰۲)

ان علماء کے دلائل جو اسلام اور مسلمین کے وصف کو تمام شرائع اور تمام اُمتوں کے لیے عام قرار دیتے ہیں اور ان کے جوابات

ان علماء کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

پس ہم نے تمام مومنوں کو اس بستی سے نکال لیا' سو ہم نے مسلمین کا وہاں پر صرف ایک ہی گھر پایا۔

(الذریٰت: ۳۶)

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں دعاؤں کو قبول فرمایا۔ اہل مکہ میں نبی مبعوث فرمایا اور ان کی اُمت کو مسلمہ فرمایا' اور اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو مسلم فرمایا ہے۔

اس موقف پر تیسری دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِیۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا ۔ (المائدہ: ۴۴)

بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا ہے اس میں ہدایت اور نور ہے' اس کے ساتھ یہودیوں کے لیے وہ انبیاء فیصلے کرتے ہیں جو مسلم ہیں۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ **اسلموا** یعنی مسلم کی صفت کا ذکر کیا ہے اور ان کی اُمتوں کے ساتھ مسلم کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان کو **ھادوا** یعنی یہودی کے عنوان سے ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ پچھلی اُمتوں کو قرآن مجید میں مسلم نہیں کہا گیا۔ اُمتوں میں سے مسلم صرف ہماری اُمت کو کہا گیا ہے' البتہ انبیاء سابقین کو مسلمین کہا گیا ہے۔

لفظ اسلام کے ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا کو وحی کی کہ میں نبی اُمی کو مبعوث کرنے والا ہوں' اس کی ولادت مکہ میں ہوگی اور اس کی ہجرت طیبہ میں ہوگی' وہ میرے (مکرم) بندے المتوکل المصطفیٰ ہیں' ان کی ملت اسلام ہے اور ان کا نام احمد ہے۔

(دلائل النبوۃ رقم الحدیث: ۳۳' ج ۱ ص ۴۲' دار النفائس)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اسلام صرف آپ کی ملت ہے اور آپ کے ساتھ مخصوص ہے' اس اثر کو قاضی عیاض نے شفاء میں بھی ذکر کیا ہے اور ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس اثر کو پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں اور اس کو سمجھتے نہیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے ساتھ مبعوث کیا گیا اور یہی ملت ابراہیم ہے اور ملتِ یہود اور ملت نصاریٰ یہودیت اور نصرانیت ہے۔

اس موقف پر دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں اپنے قریظہ کے ایک بھائی کے پاس سے گزرا اس نے میرے لیے تورات کے چند ابواب لکھ دیئے کیا میں ان کو آپ کے سامنے پیش نہ کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پس حضرت عمر نے کہا ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول مان کر راضی ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غصہ کے آثار دُور ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم میں صبح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں پھر تم ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے' تم اُمتوں میں سے میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں سے تمہارا حصہ ہوں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۶' طبع قدیم' حافظ زین نے لکھا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۲۵۱' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۲۵' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۱۶۴' مکتب اسلامی: ۱۳۹۰ھ' رقم الحدیث: ۱۰۲۰۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۳)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تورات کی شریعت کو اسلام نہیں کہا جاتا' کیونکہ جب حضرت عمر نے یہ دیکھا کہ نبی صلی

marfat.com
Marfat.com

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ (الاعراف: ۱۵۷) اور ان لوگوں پر جو مشکل احکام کے بوجھ اور طوق تھے ان کو (نبی اُمی) اُتارتے ہیں۔

حضرت مجحن بن الادرع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کو اس اُمت کے لیے آسانی پسند ہے اور مشکل ناپسند ہے۔

(المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۵۴۳ الاحادیث الصحیحہ رقم الحدیث: ۱۶۳۵ کنز العمال رقم الحدیث: ۵۳۳۱ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۴۸۴۷)

اس وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے علاوہ اور کسی شریعت پر اسلام کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

(۲) اسلام اس شریعت کا نام ہے جو بہت فضیلت والی عبادات پر مشتمل ہے جیسے حج، وضو، غسل جنابت اور جہاد وغیرہ، اور یہ عبادات اس اُمت کے ساتھ مخصوص ہیں دوسری اُمتوں پر مشروع نہیں کی گئیں۔ البتہ دوسرے انبیاء پر یہ عبادات مشروع کی گئیں ہیں، جیسا کہ اس اثر میں ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی طرف زبور میں یہ وحی کی کہ اے داؤد! بے شک تمہارے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہوگا، اس کی اُمت اُمت مرحومہ ہوگی اس کو میں ایسے ایسے نوافل عطا کروں گا، جیسے نوافل میں نے انبیاء (علیہم السلام) کو عطا کیے ہیں اور اس پر میں ایسی عبادات فرض کروں گا جیسی عبادات میں نے انبیاء پر فرض کی ہیں، حتیٰ کہ وہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے اور ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہوگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے اس طرح طہارت حاصل کریں جس طرح میں نے انبیاء علیہم السلام پر طہارت کو فرض کیا ہے اور میں نے ان پر غسل جنابت کو اس طرح فرض کیا ہے جس طرح میں نے ان سے پہلے انبیاء پر غسل جنابت کو فرض کیا ہے اور میں نے ان کو حج کرنے کا اس طرح حکم دیا ہے جس طرح میں نے ان سے پہلے انبیاء پر حج کو فرض کیا تھا اور میں نے ان کو جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جس طرح میں نے ان سے پہلے رسولوں کو جہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ (دلائل النبوۃ ص ۳۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی وجہ سے اس اُمت کا نام مسلمین رکھا گیا ہے، جیسے انبیاء اور رُسل کا نام مسلمین رکھا گیا ہے، اور اس کے علاوہ اور کسی اُمت کا نام مسلمین نہیں رکھا گیا، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابویعلیٰ احمد بن علی متوفی ۳۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کے آٹھ (۸) حصے ہیں، ایک حصہ اسلام ہے، دوسرا حصہ نماز ہے، تیسرا حصہ زکوٰۃ ہے، چوتھا حصہ حج ہے، پانچواں حصہ جہاد ہے، چھٹا حصہ رمضان کے روزے ہیں، ساتواں حصہ نیکی کا حکم دینا ہے، آٹھواں حصہ برائی سے روکنا ہے اور وہ آدمی ناکام اور نامراد ہوگیا جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۴۰۰ رقم الحدیث: ۵۲۳، مطبوعہ دار المامون للتراث ۱۴۰۴ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام کے تیس حصے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا ان کو کسی نے مکمل نہیں کیا۔

امام حاکم اور ذہبی دونوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۶۷، طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۵۳، طبع جدید، المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دین کے ساتھ جس کو بھی مکلف کیا گیا حضرت ابراہیم کے سوا کسی نے اس کو کامل طریقہ سے پورا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے

marfat.com
Marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت لوط علیہ السلام کے متبعین پر بھی مسلمین کا اطلاق کیا گیا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر بھی مسلمین کا اطلاق کیا جاتا ہے' اور اس گھر میں حضرت لوط علیہ السلام تھے' اور ان کی صاحبزادیاں تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام پر مسلم کا اطلاق اصالۃً اور بالذات تھا اور ان کی صاحبزادیوں پر بالتبع تھا' جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ استقلالاً اور بالذات بھیجی جاتی ہے اور آپ کی آل' اصحاب اور ازواج پر بالتبع بھیجی جاتی ہے۔
ان کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا:

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۳۳)

آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے آباء و اجداد' ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو واحد معبود ہے اور ہم اسی کے لیے مسلمین ہیں۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو بھی مسلمین فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اُمتیوں پر بھی مسلم کا اطلاق ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر بھی مسلم کا اطلاق ہوتا ہے' اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ سب نبی تھے ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام تو اتفاقاً نبی تھے ان پر مسلم کا اطلاق اصالۃً ہے اور ان کے بھائیوں پر مسلم کا اطلاق بالتبع ہے۔

لفظ اسلام کو ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اسلام کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے تو اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱) اسلام اس شریعت کو کہا جاتا ہے جو آسان اور سہل ہو اور آسان اور سہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے کیونکہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے ورضیت لکم الاسلام دینا. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دین وہ ہے جو آسان اور سہل ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین آسان ہے۔ (صحیح البخاری باب ۳۰) قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (الحج: ۷۸)

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسلام میں وسعت رکھی ہے اور بنی اسرائیل اور یہود اور نصاریٰ کی شریعت میں جو مشکل احکام رکھے تھے اسلام میں ان کو اُٹھا لیا بلکہ سابقہ شرائع میں بہت دشوار اور سخت احکام تھے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ (البقرۃ: ۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

اور سابقہ شرائع کے مشکل احکام کا بوجھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتارا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وہ اس وقت یہودی یا عیسائی تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ مسلمین تھے۔
(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۹-۱۱۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً مطبوعہ لائل پور پاکستان)

حافظ سیوطی نے اسلام کے لفظ کو ہمارے نبی کے دین اور مسلمین کے لفظ کو ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص قرار دینے پر ایک رسالہ لکھا ہے' جس کا نام انہوں نے اتمام النعمة فی اختصاص الاسلام بهذه الامة رکھا ہے اور اس کو الحاوی للفتاویٰ میں شامل کیا' اس رسالہ کے آخر میں القصص: ۵۳ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا ہے' میں چونکہ اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اس لیے میں نے یہاں اس مبحث کا ذکر کیا ہے۔

سید مودودی نے علامہ سیوطی کے جوابات کو بے وزن کہا ہے اس لیے اب ہم سید مودودی کی عبارت اور اس پر اپنا تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔

سید مودودی کا علامہ سیوطی کے موقف کا رد کرنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

سید مودودی کے نزدیک اسلام کا لفظ تمام ادیان سابقہ کے لیے عام ہے اور مسلمین کا لفظ بھی تمام اُمتوں کو عام ہے اور القصص: ۵۳ اس موقف پر صریح دلیل ہے اور علامہ سیوطی نے جو القصص: ۵۳ کے جواب دیئے ہیں' ان کو رد کرتے ہوئے سید مودودی لکھتے ہیں:

یہ قول اس بات کی صاف صراحت کر دیتا ہے کہ اسلام صرف اس دین کا نام نہیں ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور ''مسلم'' کی اصطلاح کا اطلاق محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرووں تک محدود نہیں ہے' بلکہ ہمیشہ سے تمام انبیاء کا دین یہی اسلام تھا اور ہر زمانہ میں ان سب کے پیرو مسلمان ہی تھے۔ یہ مسلمان اگر کبھی کافر ہوئے تو صرف اس وقت جب کہ کسی بعد کے آنے والے نبی صادق کو ماننے سے انہوں نے انکار کیا۔ لیکن جو لوگ پہلے نبی کو مانتے تھے اور بعد کے آنے والے نبی پر بھی ایمان لے آئے ان کے اسلام میں کوئی انقطاع واقع نہیں ہوا۔ وہ جیسے مسلمان پہلے تھے ویسے ہی بعد میں رہے۔

تعجب ہے کہ بعض بڑے بڑے اہل علم بھی اس حقیقت کے ادراک سے عاجز رہ گئے ہیں حتیٰ کہ اس صریح آیت کو دیکھ کر بھی ان کا اطمینان نہ ہوا۔ علامہ سیوطی نے ایک مفصل رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ مسلم کی اصطلاح صرف اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختص ہے۔ پھر جب یہ آیت سامنے آئی تو خود فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ لیکن کہتے ہیں کہ میں نے پھر خدا سے دعا کی کہ اس معاملہ میں مجھے شرح صدر عطا کر دے۔ آخر کار اپنی رائے سے رجوع کرنے کے بجائے انہوں نے اس پر اصرار کیا اور اس آیت کی متعدد تاویلیں کر ڈالیں جو ایک سے ایک بڑھ کر بے وزن ہیں۔ مثلاً ان کی ایک تاویل یہ ہے کہ انا کنا من قبله مسلمین کے معنی ہیں ہم قرآن کے آنے سے پہلے ہی مسلم بن جانے کا عزم رکھتے تھے کیونکہ ہمیں اپنی کتابوں سے اس کے آنے کی خبر مل چکی تھی اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ جب وہ آئے گا تو ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس فقرے میں مسلمین کے بعد لفظ بہ محذوف ہے' یعنی پہلے ہی سے ہم قرآن کو مانتے تھے کیونکہ اس کے آنے کی ہم توقع رکھتے تھے اور اس پر پیشگی ایمان لائے ہوئے تھے' اس لیے توراۃ وانجیل کو ماننے کی بناء پر نہیں بلکہ قرآن کو اس کے نزول سے پہلے برحق مان لینے کی بناء پر ہم مسلم تھے۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ تقدیر الٰہی میں ہمارے لیے پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی آمد پر ہم اسلام قبول کر لیں گے اس لیے درحقیقت ہم پہلے ہی سے مسلم تھے۔ ان تاویلوں میں سے کسی کو دیکھ کر بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اللہ کے عطا کردہ شرح صدر کا اس میں کوئی اثر موجود ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۴۶' مطبوعہ لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

marfat.com
Marfat.com

فرمایا:

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓي ○ (النجم: ۳۷) اور ابراہیم کے صحیفوں میں تھا جو پوری طرح احکام بجالائے۔

ان میں سے دس احکام التوبۃ: ۱۱۲ میں ہیں اور دس احکام المومنون: ۱۰-۱ میں اور دس احکام الاحزاب: ۳۷ میں ہیں۔
(جامع البیان ج ۱ ص ۳۰ ۷ رقم الحدیث: ۱۵۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس سے معلوم ہوگیا کہ اسلام ان احکام کے مجموعہ کا نام ہے اور یہ احکام صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت میں اور ملتِ ابراہیم میں ہیں اسی لیے آپ کو ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) اسلام کے معنی کا مدار ماننے اور اطاعت کرنے پر ہے اور کسی اُمت نے اپنے نبی کو اس طرح نہیں مانا جس طرح ہماری اُمت نے اپنے نبی کو مانا ہے' اسی وجہ سے ان کا نام مسلمین رکھا گیا ہے' باقی اُمتیں اپنے نبیوں کی بہت نافرمانی کرتی تھیں جیسا کہ احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے تم سے پہلی اُمتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ وہ اپنے نبیوں سے بہ کثرت سوالات کرتی تھیں اور اپنے نبیوں سے بہت اختلاف کرتی تھیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن کہا تھا ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا ''جائیں آپ اور آپ کا رب قتال کریں' ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں'' اللہ کی قسم اگر آپ ہم کو برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے' اور ایک روایت میں ہے کہ اگر آپ سمندر میں جائیں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں جائیں گے۔ اسی وجہ سے دوسری اُمتوں کے بجائے ہماری اُمت کا نام مسلمین رکھا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں بعض اہل کتاب کو بھی مسلمین کہا گیا ہے

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں جب میں اس مقالہ کو لکھ کر فارغ ہوگیا تو میں بستر پر سو گیا اور نیند میں مجھ پر اس آیت کے ساتھ اعتراض کیا گیا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ○ (القصص: ۵۳-۵۲)

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی' اور وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم اس سے پہلے ہی مسلمین تھے۔

اس آیت میں بہ ظاہر اہل کتاب کو مسلمین فرمایا ہے' میں اس آیت پر غور کرتا رہا مجھے کوئی جواب نہ سوجھا' پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے دل میں اس آیت کا جواب القا فرما دے گا' سو جب میں بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کے تین جواب ڈال دیئے' اور وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اس آیت میں مسلمین کا لفظ ہے اور یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جو مستقبل کے معنی میں ہے گویا کہ انہوں نے کہا ہمارا یہ عزم ہے کہ ہم اسلام قبول کریں گے' یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ماضی میں مسلمین تھے۔

(۲) ان کی مراد یہ تھی کہ ہم قرآن کی وجہ سے اسلام لانے والے ہیں نہ کہ تورات اور انجیل کی وجہ سے' اور اس میں ''بہ'' محذوف ہے۔

(۳) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مسلمین تھے' کیونکہ اللہ کو علم تھا کہ وہ اسلام قبول کرنے والے ہیں تو ہر چند کہ

marfat.com
Marfat.com

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَآئِكَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ (البقرہ: ۱۳۱ تا ۱۳۳)

میرے بچو! اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کیا ہے لہٰذا تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کی وفات کا وقت آیا؟ جبکہ اس نے اپنی اولاد سے پوچھا کس کی بندگی کرو گے تم میرے بعد؟ انہوں نے جواب دیا ہم بندگی کریں گے آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی' اس کو اکیلا معبود مان کر' اور ہم اسی کے مسلم ہیں۔

مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا . (آل عمران: ۶۷)

ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ یکسو مسلم تھا۔

حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل خود دعا مانگتے ہیں:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ . (البقرہ: ۱۲۸)

اے ہمارے رب! ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری نسل سے ایک اُمت پیدا کر جو تیری مسلم ہو۔

حضرت لوط کے قصے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (الذاریات: ۳۶)

ہم نے قومِ لوط کی بستی میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

حضرت یوسف بارگاہِ رب العزت میں عرض کرتے ہیں:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ○ (یوسف: ۱۰۱)

مجھ کو مسلم ہونے کی حالت میں موت دے اور صالحوں کے ساتھ ملا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں:

يٰقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ○ (یونس: ۸۴)

اے میری قوم کے لوگو! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلم ہو۔

بنی اسرائیل کا اصل مذہب یہودیت نہیں بلکہ اسلام تھا' اس بات کو دوست اور دشمن سب جانتے تھے۔ چنانچہ فرعون سمندر میں ڈوبتے وقت آخری کلمہ جو کہتا ہے' وہ یہ ہے:

آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُوا إِسْرَآئِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (یونس: ۹۰)

میں مان گیا کہ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلموں میں سے ہوں۔

تمام انبیاء بنی اسرائیل کا دین بھی یہی اسلام تھا:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا . (المائدہ: ۴۴)

ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی' اسی کے مطابق وہ نبی جو مسلم تھے ان لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے جو یہودی ہو گئے تھے۔

یہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا دین تھا' چنانچہ ملکۂ سبا ان پر ایمان لاتے ہوئے کہتی ہے:

marfat.com
Marfat.com

تعجب ہے کہ سید مودودی نے علامہ سیوطی کے ذکر کردہ تینوں جوابات کو بے وزن کہا ہے' لیکن کسی ایک جواب کے بے وزن ہونے پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں کی' اور ظاہر ہے بغیر دلیل کے جو دعویٰ کیا جائے اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ اس لیے دراصل سید مودودی کا علامہ سیوطی کے جوابات کو بے وزن کہنا بجائے خود بے وزن ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ علامہ سیوطی نے اپنے موقف پر قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے دلائل پیش کیے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے ساتھ خاص ہے اور مسلمین کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ قرآن مجید میں انبیاء سابقین پر بھی مسلمین کا اطلاق کیا گیا ہے' سید مودودی نے ان آیات اور احادیث پر کوئی کلام نہیں کیا اور نہ ان آیات اور احادیث کا کوئی محمل بتایا۔ اور القصص: ۵۳ میں جو اہل کتاب پر مسلمین کا اطلاق ہے اور یہ بہ ظاہر علامہ سیوطی کے موقف کے خلاف ہے' پھر علامہ سیوطی نے اس کے جو تین جواب دیئے ہیں ان کے متعلق سید مودودی نے صرف اتنا کہہ دیا کہ یہ جوابات بے وزن ہیں' اور ان کے بے وزن ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی' اور علمی اور تحقیقی موضوعات میں بغیر دلیل کے کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

اس کے بعد سید مودودی نے اس موقف پر دلائل قائم کیے ہیں کہ اسلام صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی مسلمین کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ قرآن صرف اسی ایک مقام پر نہیں بلکہ بیسیوں مقامات پر اس اصولی حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اصل دین صرف ''اسلام'' (اللہ کی فرمانبرداری) ہے' اور خدا کی کائنات میں خدا کی مخلوق کے لیے اس کے سوا کوئی دوسرا دین ہو نہیں سکتا' اور آغاز آفرینش سے جو نبی بھی انسانوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے وہ یہی دین لے کر آیا ہے' اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ خود مسلم رہے ہیں' اپنے پیروؤں کو انہوں نے مسلم ہی بن کر رہنے کی تاکید کی ہے' اور ان کے وہ سب متبعین جنہوں نے نبوت کے ذریعہ سے آئے ہوئے فرمانِ خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کیا' ہر زمانے میں مسلم ہی تھے۔ اس سلسلہ میں مثال کے طور پر صرف چند آیات ملاحظہ ہوں:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ (آل عمران: ۱۹) — درحقیقت اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (آل عمران: ۸۵) — اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (یونس: ۷۲) — میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلموں میں شامل ہو کر رہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ ○ — جبکہ اس کے رب نے اس سے کہا کہ مسلم (تابع فرمان) ہو جا' تو اس نے کہا میں مسلم ہو گیا رب العالمین کے لیے۔ اور اسی چیز کی وصیت کی ابراہیم نے اپنی اولاد کو اور یعقوب نے بھی' کہ اے

marfat.com
Marfat.com

گزرتے تو ان کو سب وشتم کرتے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کیا۔
زید بن اسلم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہودی اپنے ہاتھوں سے تورات میں کچھ لکھ لیتے تھے پھر کہتے تھے کہ یہ آیت اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو جو اہل کتاب اسلام لانے کا عزم رکھتے تھے جب ان کے پاس سے گزرتے اور ان کی محرف آیات کو سنتے تو ان سے اعراض کرتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے' وہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے' کیونکہ انہوں نے کہا تھا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ (القصص: ۵۳) ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ پھر آپ پر ایمان لے آئے اور ان کے لیے دُگنا اجر ہے کیونکہ انہوں نے پہلی بار صبر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گئے۔
ضحاک اور مکحول نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب وہ مشرکین سے شرکیہ کلمات سنتے تو ان سے اعراض کرتے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۲۹۹۳-۲۹۹۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
مجاہد نے کہا بعض اہل کتاب مسلمان ہو گئے تو مشرکین ان کو ایذاء پہنچاتے تھے وہ ان سے درگزر کرتے ہوئے یہ کہتے تھے تمہیں سلام ہو' ہم جاہلوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔
وہ ان سے اعراض کرتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی باتوں کو غور سے نہیں سنتے تھے' اور ان کو ملائمت سے یہ جواب دیتے تھے کہ تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں' یعنی ہم وہ عمل کرتے ہیں جو ہم کو پسند ہیں اور تم وہ عمل کرتے ہو جو تم کو پسند ہیں' سلام علیکم! یعنی ہماری طرف سے تم امن اور سلامتی میں ہو' ہم تم کو سب وشتم نہیں کریں گے' کیا کبھی تم نے ہم سے کوئی ناگوار یا ناشائستہ بات سنی ہے؟ ہم جاہلوں سے اُلجھنا اور جھگڑنا نہیں چاہتے۔
(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۱۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سلام کی دو قسمیں سلام متارکہ اور سلام تحیت' اور علامہ آلوسی کی غلط نقل اور اس کا رد

اس آیت میں فرمایا ہے تمہیں سلام ہو۔
علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے فرمایا یہ سلام متارکہ ہے' سلام تحیت نہیں ہے' یعنی یہ کسی کی تعظیم کرنے کے لیے سلام نہیں ہے' بلکہ اس سے تعلق منقطع کرنے کے لیے سلام ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۳۱۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)
علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے امام ابوبکر جصاص کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت سے کافروں کو ابتداءً سلام کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے حالانکہ امام ابوبکر جصاص نے اس نظریہ کا رد کیا ہے۔ ہم پہلے علامہ آلوسی کی عبارت نقل کریں گے اس کے بعد امام جصاص کی عبارت نقل کریں گے۔
علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:
اسلام لانے والے اہل کتاب نے جو یہودیوں کو سلام علیکم کہا یہ سلام تودیع ہے' سلام تحیت نہیں ہے' یا یہ سلام متارکہ ہے' جیسا کہ الفرقان: ۶۳ میں ہے' اور جو بھی ہو اس آیت میں کافر کو ابتداءً سلام کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ جصاص نے کہا ہے' کیونکہ اس سلام سے غرض صرف متارکہ یا تودیع ہے۔ (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۴۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)
میں نے جب روح المعانی میں یہ پڑھا تو میں حیران ہوا کہ امام ابوبکر جصاص بہت بڑے حنفی عالم ہیں اور رتبہ اجتہاد کو پہنچتے ہیں' وہ صریح حدیث کے خلاف کیسے لکھ سکتے ہیں؟ پھر میں نے امام جصاص کی تفسیر کو دیکھا تو انہوں نے علامہ آلوسی کی نقل

marfat.com
Marfat.com

اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ میں سلیمان کے ساتھ رب العالمین کی مسلم ہو گئی۔
(النمل: ۴۴)

اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کا دین تھا:

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○ (المائدہ: ۱۱۱)

اور جبکہ میں نے حواریوں پر وحی کی کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلم ہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۴۸-۶۴۶ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

سید مودودی نے اپنے موقف پر جو متعدد آیات پیش کی ہیں یہ وہی آیات ہیں جن میں انبیاء سابقین کو مسلمین کہا گیا ہے اور اس کی علامہ سیوطی نے خود اپنے مضمون میں تصریح کی ہے کہ انبیاء سابقین کو بھی قرآن مجید میں مسلمین کہا گیا ہے لہٰذا ان کا پیش کرنا بے سود ہے اور سید مودودی نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (آل عمران: ۱۹) اور وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (آل عمران: ۸۵) کو جو پیش کیا ہے، تو ان آیتوں میں یہ نہیں بیان فرمایا کہ کس نبی کے دین کو اسلام فرمایا ہے؟ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں ہمارے نبی کے دین کو ہی اسلام فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید ہمارے نبی کے لائے ہوئے دین ہی کے متعلق نازل ہوا ہے۔ اس لیے یہ آیات علامہ سیوطی کے موقف کے خلاف نہیں ہیں۔ باقی رہا یونس: ۸۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے فرمانا ان کنتم مسلمین تو اس میں آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اُمت مسلمہ نام سے یاد نہیں کیا، بلکہ اس آیت میں مسلمین کا لغوی معنی اطاعت کرنے والے مراد ہے، اسی طرح فرعون نے جو کہا وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس: ۹۰) اس میں بھی لغوی معنی مراد ہے یعنی میں اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں، اور ملکہ سبا نے جو کہا اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ (النمل: ۴۴) اس میں بھی لغوی معنی مراد ہے یعنی میں نے سلیمان کے ساتھ اطاعت کی، اسی طرح المائدہ: ۱۱۱ میں مسلمون کا لغوی معنی اطاعت کرنے والے مراد ہے۔ علامہ سیوطی کی تفسیر اور حدیث میں بہت خدمات ہیں انہوں نے پچھتر (۷۵) مرتبہ بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ سید مودودی نے جس جارحانہ انداز میں علامہ سیوطی پر تبصرہ کیا ہے، اس سے ہمیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔

اس کے بعد اب ہم سورۃ القصص کی باقی آیتوں کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے ○ بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے ○ (القصص: ۵۶-۵۵)

کفار کی لغو اور بے ہودہ باتیں

اور وہ اہل کتاب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور قرآن مجید کے نزول سے پہلے یہ عزم رکھتے تھے کہ جب آپ کی بعثت ہوگی اور قرآن مجید نازل ہوگا تو وہ آپ پر اور قرآن کریم پر ایمان لے آئیں گے، جب یہودیوں سے کوئی بے ہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں اور سلام کر کے ان سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

مجاہد اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ جو یہودی اسلام لا چکے تھے جب ان کے پاس سے دوسرے یہودی

marfat.com
Marfat.com

ابوطالب کے ایمان کے متعلق آیات اور احادیث

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے‘ لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔ (القصص:۵۶)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ص ۲۶۶‘ مطبوعہ دارالکتاب العربی‘ ۱۴۲۰ھ)

اس کے متعلق حدیث میں ہے:

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے‘ آپ نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بن المغیرہ کو پایا۔ آپ نے فرمایا: اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہیے‘ میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ کے پاس آپ کی شفاعت کروں گا‘ تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ نے کہا کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مسلسل کلمہ توحید پیش کرتے رہے‘ اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے‘ حتیٰ کہ ابوطالب نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ. (التوبۃ:۱۱۳)

نبی کے لیے اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ. (القصص:۵۶)

بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۷۷۲‘ ۱۳۶۰‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴‘ سنن النسائی رقم الحدیث:۲۰۳۵‘ مسند احمد رقم الحدیث:۲۴۰۷۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا آپ کہیے لا الٰہ الا اللہ قیامت کے دن اس کلمہ کی وجہ سے میں آپ کے حق میں شہادت دوں گا۔ ابوطالب نے کہا اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے اور یہ نہ کہتے کہ موت کی گھبراہٹ میں انہوں نے کلمہ توحید پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: انک لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء. (القصص:۵۶)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۸۸‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵‘ مسند احمد ج ۲ص ۴۳۴-۴۴۱‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۲۷۰‘ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۳۴۵‘ ۳۴۴)

ابوطالب کے متعلق مفسرین اہل سنت کی تصریحات

علامہ نجم الدین احمد بن محمد قمولی متوفی ۷۲۷ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے‘ کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا اے بنوعبد مناف کی جماعت! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو‘ اور ان کی تصدیق کرو تم کو فلاح اور رشد و ہدایت حاصل ہوگی‘ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا! آپ لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں

marfat.com
Marfat.com

کردہ عبارت کے بالکل خلاف اور اُلٹ لکھا ہوا ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی التوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا کہ بعض اہل کتاب مسلمان ہو گئے ان کو مشرکین نے اذیت پہنچائی تو انہوں نے درگزر کیا اور کہا تم کو سلام ہو' ہم جاہلوں سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔

امام ابوبکر نے کہا یہ سلام متارکہ ہے' یہ سلام تحیت نہیں ہے۔ یہ آیت اس آیت کی مثل ہے: **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما**۔ اور اس کی مثل ہے:

وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا○ (مریم: ۴۶) جا ایک لمبی مدت تک مجھ سے الگ رہ۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ (مریم: ۴۷) ابراہیم نے کہا' تم پر سلام ہو' میں اپنے رب سے تمہاری مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔

اور بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ گمان کیا ہے کہ کافر کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' کیونکہ سلام کے دو معنی ہیں ایک مسالمہ ہے یعنی کسی کو ترک کرنے اور اس کو چھوڑنے کے لیے سلام کرنا اور دوسرا سلام تحیت ہے یعنی کسی کی تعظیم کے لیے سلام کرنا' اور اس کے لیے امن اور سلامتی کی دعا کرنا' جیسے مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔ (اس حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان پر چھ نیکیاں ہیں:

(۱) جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔

(۲) جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔

(۳) جب اس کو چھینک آئے تو اس کی چھینک کا جواب دے۔ (جب وہ الحمد للہ کہے تو کہے یرحمک اللہ)

(۴) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

(۵) جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں جائے۔

(۶) اس کے لیے اسی چیز کو پسند کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۸۹-۸۸' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۶۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۳۶' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۵۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۵' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۷۳)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو۔ (الحدیث) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۷' سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۵۲۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۰۲)

(احکام القرآن ج ۳ ص ۳۴۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ علامہ آلوسی نے امام جصاص کی طرف منسوب کر کے جو لکھا ہے کہ وہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ کفار کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے' ان کی یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ابوطالب کے اسلام کا مسئلہ اختلافی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام مفسرین کا یا تمام مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ شیعہ اور بہت سے مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ ابوطالب مسلمان تھے' اور ان کا دعویٰ ہے کہ اس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے اور ابوطالب کے اکثر قصائد اس کی شہادت دیتے ہیں' اور جو اجماع مسلمین کا دعویٰ کرتے ہیں وہ شیعہ کے اختلاف کو قابل شمار نہیں سمجھتے اور نہ ان کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں' پھر ابوطالب کے اسلام نہ لانے کے قول پر بھی ابوطالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور ان کے متعلق فضول بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے علویوں کو ایذاء پہنچتی ہے بلکہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے' کیونکہ اس آیت سے بہر حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابوطالب سے محبت تھی' اور صاحبِ عقل کو احتیاط لازم ہے۔(روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی' پھر انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث: ۲۵ کا ذکر کیا اور لکھا کہ ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا پھر انہوں نے یہ شعر پڑھے:

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا

میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔

لولا الملامة اوحذار مسبة لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

اگر ملامت و بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کرتا۔

اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(خزائن العرفان ص ۶۲۶' تاج کمپنی لاہور)

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۹ھ لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور کے چچا ابوطالب کا آخری وقت آ پہنچا تو حضور نے جا کر کہا کہ چچا تم صرف اتنا کہہ دو کہ لا الہ الا اللہ' تا کہ میں اپنے رب سے تیری شفاعت کر سکوں' لیکن انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات بھی مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے کان لگا کر سنا۔ حضور نے جب پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے تو آپ نے جواباً عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے جس کا آپ نے ان سے مطالبہ فرمایا (سیرت ابن ہشام)

لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دیا جانا چاہیے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارا زور بیان ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

(ضیاء القرآن ج ۳ ص ۵۰۰' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۳۹۹ھ)

ابوطالب کے اسلام لانے کی روایت پر امام بیہقی اور علامہ ابی کا تبصرہ

پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس کی جو روایت نقل کی ہے اس کی سند منقطع ہے۔ امام بیہقی نے اس روایت کو

marfat.com
Marfat.com

اور خود اس نصیحت پر عمل نہیں کر رہے! ابوطالب نے پوچھا: اے بھتیجے! تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا یہ دنیا میں آپ کا آخری دن ہے آپ کلمہ توحید پڑھیے لا الہ الا اللہ' میں اللہ کے پاس قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ ابوطالب نے کہا اے بھتیجے! میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو' لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ یہ موت سے گھبرا گیا' اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میرے بعد میری مذمت کی جائے گی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اور تم سے فراق کے وقت یہ کلمہ پڑھ لیتا' کیونکہ مجھے تمہاری خیر خواہی کی شدت کا علم ہے' لیکن میں عنقریب عبدالمطلب' ہاشم اور عبد مناف کی ملت پر مروں گا۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابوطالب نے آپ کے جن اجداد' عبدالمطلب' ہاشم اور عبد مناف کا ذکر کیا ہے یہ سب موحد تھے اور ملتِ ابراہیم پر تھے ورنہ ان کا زمانہ فترت میں فوت ہونا یقینی ہے' اس کے برخلاف ابوطالب نے آپ کی شریعت کا زمانہ پایا اور ایمان نہیں لائے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ہم نے التوبۃ: ۱۱۳ میں اس آیت کا سبب نزول ذکر کر دیا ہے' پھر انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث رقم: ۲۵ ذکر کی ہے' اور لکھا ہے کہ زجاج نے کہا ہے کہ القصص: ۵۶ کے متعلق مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۲۳۱' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اے میرے چچا! لا الٰہ الا اللہ پڑھیے میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ کے پاس آپ کی شفاعت کروں گا' تو ابوطالب نے کہا مجھے علم ہے کہ آپ سچے ہیں لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابوطالب موت سے گھبرا گیا۔

(تفسیر البیضاوی علی حاشیۃ الخفاجی ج ۷ ص ۳۰۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت (القصص: ۵۶) ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کی موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سے بات کی تھی' وہ مشہور ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۳۱۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابوطالب آپ کی مدافعت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا' اور آپ کی تعریف کرتا تھا اور آپ سے بہت زیادہ طبعی محبت کرتا تھا نہ کہ شرعی' جب اس کی موت کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان کی اور اسلام میں دخول کی دعوت دی' لیکن تقدیر غالب آ گئی اور وہ اپنے کفر پر مستمر اور برقرار رہا' اور اللہ ہی کے لیے حکمت تامہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۲' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۹ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو اور آپ کے چچا کو زندہ کر دیا اور وہ سب آپ پر ایمان لے آئے۔

(روح البیان ج ۶ ص ۵۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا سے کس چیز کو دور کیا وہ آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کی خاطر غضبناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا وہ اب تھوڑی سی آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹)

اور میرے نزدیک ابوطالب کو برا کہنا سخت مذموم ہے، خصوصاً اس لیے کہ اس سے بعض علویین کو ایذاء پہنچتی ہے اور ہم کو اس سے منع کیا گیا ہے اور حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۳ ص ۱۹۵، رقم الحدیث: ۸۸۵۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کے اسلام کی اچھی صفات میں سے یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو ترک کر دے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۷۳۷، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۸۰)

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۴۹-۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ابوطالب کے ایمان کے متعلق مفسرین شیعہ کی تصریحات

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ القصص: ۵۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور قتادہ وغیرہم سے مروی ہے کہ یہ آیت (القصص: ۵۶) ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور ابوعبداللہ اور ابوجعفر سے مروی ہے کہ ابوطالب مسلمان تھے اور اسی پر امامیہ کا اجماع ہے اور ان کا اس میں اختلاف نہیں ہے اور ان کے اس پر دلائل قاطعہ ہیں، یہاں ان کے ذکر کا موقع نہیں ہے۔

(التبیان ج ۸ ص ۱۶۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی (من علماء القرن السادس) الانعام: ۲۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابوطالب کے ایمان پر اہل بیت کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے کیونکہ وہ اس ثقلین میں سے ایک ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ تمسک کرو گے تو گمراہ نہیں ہو گے، اور اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اپنے والد ابو قحافہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے، وہ اسلام لے آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس بوڑھے کو کیوں لے کر آئے، وہ نابینا تھے، میں خود ان کے پاس آ جاتا، حضرت ابوبکر نے کہا میرا ارادہ تھا اللہ تعالیٰ ان کو اجر عطا فرمائے گا، اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ابوطالب کے اسلام لانے سے ہوئی تھی جس کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اور ابوطالب کے وہ اقوال اور اشعار جن سے ان کے اسلام کا پتا چلتا ہے، بہت زیادہ ہیں، بعض اشعار یہ ہیں:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب

کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ان کا ذکر پہلی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

الا ان احمد قد جاء ھم بحق ولم یاتھم بالکذب

سنو بے شک احمد ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور وہ جھوٹ نہیں لائے۔

(مجمع البیان جز ۴ ص ۴۴۵-۴۴۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

السید محمد حسین الطباطبائی القصص: ۵۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابوطالب کے ایمان کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایات مشہور ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کے دین

marfat.com
Marfat.com

مسترد کر دیا ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:
احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ سہیلی نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابو طالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں (الروض الانف ج ۲ ص ۲۲۶) اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا' (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۲ ص ۳۱) اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا' اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے' امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے' نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو طالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶)۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابو طالب دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے۔
(اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۸۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابو طالب کے اسلام لانے کی روایت پر علامہ آلوسی کا تبصرہ

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو ان کی موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کی اور انہوں نے اس کو مسترد کر دیا تو عباس نے ان کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے انہوں نے ان کے ہونٹوں کے ساتھ کان لگائے پھر کہا اے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کے پڑھنے کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا' علماء شیعہ نے اس روایت سے ابو طالب کے اسلام پر استدلال کیا ہے اور ابو طالب کے ان اشعار سے استدلال کیا ہے جن میں انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ان کی حضور پر جو بہت زیادہ شفقت تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت تک مدد کرتے رہے' یہ بات ان کے گھر والوں سے مروی ہے اور ان کے متعلق ان کے گھر والے ہی زیادہ جانتے ہیں۔

شیعہ نے جو یہ دلیل قائم کی ہے اس پر تو رونے والی عورتیں بھی ہنس پڑیں گی' اور ابو طالب کے جو اشعار منقول ہیں اول تو ان کی سند منقطع ہے اور اس کے علاوہ ان اشعار میں توحید اور رسالت کی شہادت نہیں ہے اور ایمان کا مدار اس شہادت پر ہے' باقی رہا ان کی حضور پر شفقت اور ان کی نصرت تو ان کا کوئی منکر نہیں ہے اور ابو طالب کے ایمان پر جو شیعہ روایات ہیں تو وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

ہاں مومنین پر لازم ہے کہ وہ ابو طالب کے معاملہ کو اس طرح نہ قرار دیں جس طرح ابو جہل اور اس قسم کے باقی کافروں کے معاملہ کو قرار دیتے ہیں' کیونکہ ابو طالب کو ان پر فضیلت حاصل ہے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے' احادیث میں ہے کہ ابو طالب کی ان نیکیوں کی وجہ سے ان کو آخرت میں نفع پہنچے گا تو دنیا میں ان کو کم از کم اتنا نفع تو پہنچنا چاہیے کہ ان پر عام کافروں کی طرح لعن طعن نہ کی جائے' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کے سامنے آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا اور اس کو تھوڑی سے آگ میں رکھا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی اس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۷۳' عالم الکتب) ایک اور روایت میں ہے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

marfat.com
Marfat.com

کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے' جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں ○ اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس (اَجر) ہے وہ اچھا ہے' اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے' تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ○ (القصص: ۶۰-۵۷)

کفار کے اس شبہ کے تین جوابات کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو ہماری دنیاوی نعمتیں زائل ہو جائیں گی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل کیا ہے' امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۹۷۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کا جواب دیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں یہ کثرت رزق رکھا ہے' حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کرنے والے ہو' اور بتوں کی پرستش کی طرف رغبت کرنے والے ہو' پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم زیادہ متوقع ہوگا اور تمہیں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جس کے رہنے والے اپنی خوش حالی پر اتراتے تھے۔ (القصص: ۵۸)

اس آیت میں بھی کفار کے اسی شبہ کا دوسرا جواب دیا ہے انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ ہم ایمان لائے تو ہم سے یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ایمان لانے سے نعمتیں زائل نہیں ہوتیں بلکہ ایمان نہ لانے سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں' پچھلی اُمتوں کے جو لوگ ہماری دی ہوئی خوش حالی پر اتراتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے ہم نے ان کی بستیاں ہلاک کر دیں۔

پھر فرمایا: سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت کی گئی ہے' ان میں سکونت نہ ہونے کی یہ تفصیل ہے:

(۱) ان خالی مکانوں میں صرف مسافر یا راستہ سے گزرنے والے ایک یا دو دن رہتے تھے۔

(۲) ان مکانوں میں رہنے والوں کے گناہوں کی نحوست ان مکانوں میں سرایت کر گئی تھی اس سے ان مکانوں میں کوئی نہیں رہتا تھا۔

پھر جب ان مکانوں میں رہنے والے ہلاک ہو گئے تو پھر ان مکانوں کے ہم ہی وارث تھے۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو کفار اپنی خوشحالی پر اتراتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو کفار کفر اور عناد میں مستغرق تھے ان کو کیوں نہیں ہلاک کیا؟ اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا:

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے' جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہو۔ (القصص: ۵۹)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے کافروں پر ان کے کفر اور عناد کے باوجود ان پر عذاب نہیں بھیجا' حتیٰ کہ مکہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے ان کے سامنے اللہ کے کلام کو پڑھا اور اللہ کا پیغام سنایا۔

پھر فرمایا: اور ہم ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں۔

ہر چند کہ مکہ کے قریش بھی کفر شرک کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ عنقریب

marfat.com
Marfat.com

کے برحق ہونے کے متعلق ان کے اشعار بہت زیادہ ہیں' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کم سن تھے تو انہوں نے ہی آپ کو پناہ دی تھی' اور بعثت کے بعد ہجرت سے پہلے انہوں نے ہی آپ کی حفاظت کی تھی اور مہاجرین اور انصار نے ہجرت کے بعد دس سال تک جو آپ کی نصرت اور حفاظت کی ہے اس کے برابر ہجرت سے پہلے دس سال تک ابوطالب نے آپ کی حفاظت کی۔

(المیزان ج ۱۶ ص ۵۷' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۲ھ)

شیخ طبری نے جو روایت پیش کی ہے اس کا کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا' اور نہ ان اشعار کی کوئی سند ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے اور ہدایت نہ دینے کے محامل

اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے کی نفی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ (القصص: ۵۶)
بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے' لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

اور دوسری آیت میں آپ کے ہدایت دینے کو ثابت فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍۙ ۝ (الشوریٰ: ۵۲)
بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

اور بہ ظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ہدایت دینے کے ثبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اسلام اور صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی نفی کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو مسلمان نہیں بناتے اور اس کو صراطِ مستقیم کی توفیق نہیں دیتے' یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

(۲) نفی کا محمل یہ ہے کہ آپ کسی کے دل میں ہدایت پیدا نہیں کرتے اور ثبوت کا محمل یہ ہے کہ آپ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہدایت کو نافذ کرتے ہیں۔

(۳) آپ خلقاً ہدایت نہیں دیتے اور کسباً ہدایت دیتے ہیں۔

(۴) آپ حقیقتاً ہدایت نہیں دیتے اور ظاہراً ہدایت دیتے ہیں۔

(۵) آپ وعظ اور تبلیغ کے ذریعہ ہدایت دیتے ہیں اور اس کا اثر اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔

(۶) آپ اراءۃ الطریق کرتے ہیں (راستہ دکھاتے ہیں) اور ایصال الی المطلوب اللہ تعالیٰ کرتا ہے' یعنی وہ مطلوب تک پہنچا دیتا ہے' دنیا میں مومن بنا دیتا ہے اور آخرت میں جنت عطا فرماتا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو علم ہے کس کا دل ہدایت قبول کرنے کے قابل ہے اور کس کے دل پر مہر لگی ہے لہٰذا کس کو ہدایت دینی ہے اور کس کو ہدایت نہیں دینی' اس کے برخلاف آپ عالم الغیب نہیں ہیں' آپ ہر ایک کو وعظ اور تبلیغ کریں گے خواہ اس کے دل پر مہر لگی ہو یا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کرلیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے' کیا ہم نے ان کو حرم میں نہیں آباد کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ۝ اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کے رہنے والے اپنی خوش حالی پر اتراتے تھے سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت کی گئی ہے اور (انجام کار) ہم ہی وارث ہیں ۝ اور آپ

marfat.com
Marfat.com

عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ

سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی پس وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے O سو جس نے توبہ

تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے پس عنقریب وہ کامیابوں میں سے ہو جائے گا O

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے' اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے' اللہ پاک ہے اور

اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

ان چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى

چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں O اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' دنیا اور آخرت

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

میں اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے O آپ کہیے یہ بتاؤ! اگر

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اللہ تمہارے لیے قیامت تک کی مسلسل رات بنا دے تو اللہ کے سوا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ

معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے؟ کیا پس تم نہیں سنتے! O آپ کہیے

اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ

یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے لیے قیامت تک کا مسلسل دن بنا دے تو

الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا

اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے لیے رات لے کر آئے جس میں تم آرام کر سکو؟ کیا پس تم

marfat.com
Marfat.com

ایمان لے آئیں گے اور اگر یہ خود ایمان نہ لائے تو ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایمان لے آئیں گے۔
اس کے بعد فرمایا: اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس اَجر ہے وہ اچھا ہے۔ (القصص: ۶۰)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس شبہ کا تیسرا جواب دیا ہے کہ ہم ایمان اس لیے نہیں لاتے کہ ہمارے پاس جو دنیا کی نعمتیں ہیں کہیں وہ ہم سے چھن نہ جائیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دنیا کی جن نعمتوں کے زوال کے خوف سے ایمان نہیں لا رہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں جو اَجر ہے وہ دائمی ہے اور وہی اچھا ہے۔

أَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ

کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا جس کو وہ حاصل کرنے والا ہے' اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ

زندگی کی چیزیں دیں پھر وہ قیامت کے دن (مجرموں کے ساتھ) حاضر کیا جائے گا ○ اور جس دن

يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے؟ ○ وہ لوگ

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

کہیں گے جن کے متعلق (عذاب کی) وعید ثابت ہو چکی ہے' اے ہمارے رب یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم

أَغْوَيْنَا ۚ أَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا إِيَّانَا

نے گمراہ کیا تھا ہم نے ان کو اس طرح گمراہ کیا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے' ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع

يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

کرتے ہیں' یہ صرف ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ اور ان سے کہا جائے گا' ان کو بلاؤ جن کو تم اللہ کا شریک کہتے تھے' تو وہ ان کو

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

پکاریں گے سو وہ ان کو کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور وہ سب عذاب کو دیکھیں گے کاش وہ ہدایت پا لیتے ○

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ

اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ ○ تو اس دن ان

marfat.com
Marfat.com

سوال تک نہ کر سکیں گے O سو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے پس عنقریب وہ کامیابوں میں سے ہو جائے گا O (القصص: ۶۷-۶۲)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا مشرکین سے بہ طور زجر و توبیخ کلام فرمانا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو ندا کر کے یہ فرمائے گا جن کو تم اپنے زعم میں میرا شریک قرار دیتے تھے' اور یہ کہتے تھے کہ وہ آخرت میں تمہاری مدد کریں گے اور تمہاری شفاعت کریں گے' وہ اب کہاں ہیں؟ (القصص: ۶۲)

ان مشرکین کے سردار اور رئیس کہیں گے: اے ہمارے رب! ان لوگوں کو ہم نے شریک بنانے کی دعوت دی تھی' ان سے کہا جائے گا تم نے ان کو گم راہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم نے ان کو اسی طرح بہ رضا و رغبت گم راہ کیا تھا جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گم راہ ہوئے تھے' ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں' شیاطین اپنے پیروکاروں سے برأت کا ظہار کریں گے اور ان کے سردار پہلے لوگوں سے برأت کا اظہار کریں گے۔ (القصص: ۶۳)

اور کفار سے کہا جائے گا جن معبودوں کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا تھا اور جن کی تم نے پرستش کی تھی' اب ان کو مدد کے لیے پکارو تاکہ وہ تمہاری مدد کریں اور تم سے آخرت کے عذاب کو دور کریں' وہ ان کو پکاریں گے' تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیں گے' وہ سب عذاب کو دیکھیں گے کاش وہ (دنیا میں) ہدایت پا لیتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں ہدایت پا لیتے تو وہ ہدایت ان کو آخرت میں فائدہ پہنچاتی اور ان سے عذاب کو دور کر دیتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو دنیا میں بتوں کی عبادت نہ کرتے' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب وہ آخرت میں عذاب کو دیکھیں گے تو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے۔ (القصص: ۶۴)

اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جب تمہارے پاس انبیاء بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اللہ کے پیغام پہنچائے تھے تو تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا' اس وقت ان سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی' مجاہد نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے پاس رسول بھیج کر ان پر اپنی حجت تمام کر دی تھی اور وہ ایک دوسرے سے کسی عذر کو پوچھ بھی نہیں سکیں گے' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ان پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ نہ خود ان کے دماغوں میں کوئی عذر آئے گا نہ وہ کسی سے عذر پوچھ سکیں گے۔ (القصص: ۶۶) اور جو شخص شرک اور کفر سے توبہ کر لے گا' اور رسول کی تصدیق کرے گا اور اس پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا' فرائض کو پابندی کے ساتھ دائماً پڑھے گا اور نوافل کی کثرت کرے گا تو وہ یقیناً کامیاب لوگوں میں سے ہوگا' اللہ کے کلام میں عسیٰ اور لعل وجوب اور تحقیق کے لیے ہوتا ہے۔
(القصص: ۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے' اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے' اللہ پاک ہے اور ان چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں O اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' دنیا اور آخرت میں اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں' اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے O
(القصص: ۷۰-۶۸)

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔ (القصص: ۶۸)

marfat.com
Marfat.com

تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

نہیں دیکھتے! ○ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ

آرام کرو اور اس (دن) میں اس کے فضل کو تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو ○ اور جس دن

يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے؟ ○

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کو الگ کر لیں گے، پھر ہم فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ

فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۵/۱۰

تب وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے، اور جو کچھ وہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا جس کو وہ حاصل کرنے والا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے، جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کی چیزیں دیں، پھر وہ قیامت کے دن (مجرموں کے ساتھ) حاضر کیا جائے گا○ (القصص: ۶۱)

مومن اور کافر کی دنیا اور آخرت میں تقابل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور ابو جہل بن ہشام کے متعلق نازل ہوئی ہے، مجاہد نے کہا یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں اور محمد بن کعب نے کہا یہ آیت حمزہ اور حضرت علی اور ابو جہل اور عمارۃ بن الولید کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۱۹)

اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ہر مومن اور ہر کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ کافروں کو دنیا میں بہت عیش و آرام اور وسعت دی گئی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ ہے اور ہر مومن اللہ تعالیٰ کے اَجر و ثواب کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے دنیا کے مصائب و آلام برداشت کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے○ وہ لوگ کہیں گے جن کے متعلق عذاب کی وعید ثابت ہو چکی ہے، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے گم راہ کیا تھا، ہم نے ان کو اس طرح گم راہ کیا جس طرح ہم خود گم راہ ہوئے تھے، ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں یہ صرف ہماری عبادت نہیں کرتے تھے○ اور ان سے کہا جائے گا ان کو بلاؤ جن کو تم اللہ کا شریک کہتے تھے تو وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور وہ سب عذاب کو دیکھیں گے کاش وہ ہدایت پا لیتے○ اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟○ تو اس دن ان سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی، پس وہ ایک دوسرے سے

marfat.com
Marfat.com

النضر بن انس اپنے دادا سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس جب تم کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو' پھر یہ غور کرو کہ تمہارا دل کس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے' سو بے شک خیر اسی میں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی المتوفی ۳۶۴ھ' ص ۲۱۱' رقم الحدیث: ۵۹۸' مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں علماء نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو تمام تفکرات سے خالی کرے حتیٰ کہ وہ کسی چیز کی طرف مائل نہ ہو' پھر دیکھے کہ اس کا دل اس کام کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس طرف اس کا دل مائل ہو خیر اسی میں ہے۔ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۲۰ھ جز ۱۳ ص ۲۸۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

استخارہ کا طریقہ

سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے الاذکار میں لکھا ہے کہ استخارہ کرنے کے لیے جو نماز پڑھے تو اس کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھے' اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے' بعض سلف سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں **وربک یخلق مایشاء و یختار** **یعلنون** تک القصص: ۶۹-۶۸ بھی پڑھے' اور دوسری رکعت میں **ماکان لمؤمن ولامؤمنۃ** (الاحزاب: ۳۶) بھی پڑھے' بعض مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے اور حدیث میں جس دعا کی تعلیم دی گئی ہے وہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے سو جائے' پھر اگر اس کو خواب میں سفید رنگ کی یا ہرے رنگ کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں خیر ہے اور اگر سرخ یا سیاہ رنگ کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں کام میں شر ہے اس سے اجتناب کرے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۴۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اگر پہلی بار استخارہ کرنے کے بعد اس کو کچھ نظر نہ آئے تو سات بار یہ عمل دہرائے' اگر سات بار دہرانے کے باوجود اس کو کچھ نظر نہ آئے تو جس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اس کا دل جم جائے اس کے موافق عمل کرے۔

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے' جن کو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ القصص: ۶۹- سورۃ النمل میں یہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی مدح فرمائی ہے کہ وہ **عالم الغیب والشہادۃ** ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' دنیا اور آخرت میں اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں (القصص: ۷۰) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے واجب ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی کا حکم واجب الاطاعت نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں یا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ اولاً بالذات حکم دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے پھر جس کو اللہ تعالیٰ حکم دینے کا منصب عطا فرمائے۔

اولیاء اللہ کو مشکل کشا کہنے کو سید مودودی کا شرک قرار دینا اور اس کا جواب

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ ارشاد دراصل شرک کی تردید میں ہے۔ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے جو بے شمار معبود اپنے لیے بنا لیے ہیں' اور ان کو اپنی طرف سے جو اوصاف' مراتب اور مناصب سونپ رکھے ہیں' اس پر اعتراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے پیدا کیے ہوئے انسانوں' فرشتوں' جنوں اور دوسرے بندوں میں سے ہم خود جس کو جیسے چاہتے ہیں اوصاف' صلاحیتیں اور طاقتیں بخشتے ہیں اور جو کام جس سے لینا چاہتے ہیں' لیتے ہیں۔ یہ اختیارات آخر ان مشرکین کو کیسے اور کہاں سے مل گئے کہ

marfat.com
Marfat.com

حضرت واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو پسند کرلیا' اور کنانہ سے قریش کو پسند کرلیا اور قریش سے بنی ہاشم کو پسند کرلیا اور بنو ہاشم سے مجھے پسند کرلیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۸۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۲' المعجم الکبیر ج ۲۲ص ۱۶۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج اص ۱۶۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے میرے اصحاب کو نبیوں اور رسولوں کے سوا تمام جہانوں میں سے پسند فرمالیا' اور میرے اصحاب میں سے چار کو پسند فرمالیا یعنی ابوبکر' عمر' عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کو اور میری اُمت میں سے چار قرن پسند فرمالیے' پہلا' دوسرا' تیسرا اور چوتھا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۶۳' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۶' تاریخ بغداد ج ۳ص ۱۶۲)

استخارہ کے متعلق احادیث

فرمایا وہ جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ بندوں کو کسب کے سوا کسی چیز کا اختیار نہیں ہے' یعنی وہ جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے۔

زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ کو اپنے افعال میں اختیار ہے وہ اپنے افعال کی حکمتوں کو خود ہی جانتا ہے۔

بعض علماء نے کہا بندوں نے جب کوئی کام کرنا ہو تو اس وقت تک کوئی کام نہ کریں جب تک اس کام کے متعلق استخارہ نہ کرلیں' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے' جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے' آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے' پھر یہ دعا کرے' اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت کو طلب کرتا ہوں' اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا' اور تو علام الغیوب ہے' اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور معاش میں اور میرے انجام کار میں میرے لیے بہتر ہے تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے اور اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میرے لیے اس میں برکت رکھ دے' اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور معاش میں اور میرے انجام کار میں برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھ کو اس سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے خواہ وہ کہیں ہو پھر مجھ سے راضی ہو جا' اور فرمایا کہ دعا کرنے والا اپنی حاجت اور اپنے کام کا ذکر کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۶۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۸۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۳' مسند احمد ج ۳ص ۳۴۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ص ۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرما اور اس کو میرے لیے اختیار فرما۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۱۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۴' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ص ۹۷' الکامل لابن عدی ج ۳ص ۱۰۹۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۰۱۷)

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب: ۶)

اس تفسیر میں سید مودودی نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس کی مکمل تفسیر اور تفصیل ہم نے النحل: ۱۰-۱۱ تبیان القرآن ج ۶ ص ۳۹۳-۳۸۴ میں کی ہے۔ وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: یہ بتاؤ! اگر اللہ تمہارے لیے قیامت تک کی مسلسل رات بنا دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے، کیا پس تم نہیں سنتے! ○ آپ کہیے یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے لیے قیامت تک کا مسلسل دن بنا دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لیے رات لے کر آئے جس میں تم آرام کر سکو! کیا پس تم نہیں دیکھتے! ○ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور اس (دن) میں اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو○ (القصص: ۷۳-۷۱)

اسباب معیشت کی نعمتیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ان کے اسباب معیشت بیان فرمائے ہیں اس نے دن بنایا تاکہ اس کی روشنی میں انسان اپنی روزی حاصل کرے اور رات بنائی تاکہ تھکا ماندہ انسان اس میں آرام کرے اور دن میں سورج کی حرارت سے غلہ اور پھل پک جائیں اور رات کو چاند کی کرنوں سے ان میں ذائقہ پیدا ہو اور فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم غیر اللہ کی عبادت کر کے کتنی بڑی غلطی کر رہے ہو اور تم کو خود یہ اقرار ہے کہ اگر وہ رات کے بعد دن نہ لائے یا دن کے بعد رات نہ لائے تو اس کے سوا اور کوئی دن کے بعد رات، یا رات کے بعد دن نہیں لا سکتا، ان سب نعمتوں میں غور کرو تاکہ تم ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے؟○ اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو الگ کرلیں گے پھر ہم فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ، تب وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے، اور جو کچھ وہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا○ (القصص: ۷۵-۷۴)

ایک آیت کو دوبارہ ذکر فرمانے کی توجیہ

اس آیت کو اس رکوع میں دوسری بار ذکر فرمایا ہے: القصص: ۶۲ میں بھی اس کا ذکر تھا اور اب القصص: ۷۵ میں بھی اس کا ذکر ہے کیونکہ قیامت کے دن کے احوال مختلف ہوں گے، جب پہلی بار ان کو ندا کر کے فرمائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے تو وہ اپنے بتوں کو پکاریں گے، وہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکیں گے، وہ اس پر حیران ہوں گے پھر ان کو دوسری بار ان کی مزید زجر و توبیخ کرنے کے لیے ان کو پکارا جائے گا۔

یہ ندا اللہ تعالیٰ نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کفار سے کلام نہیں کرے گا قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (البقرۃ: ۱۷۴) اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو حکم دے گا وہ ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گا، اور مقام حساب میں ان کے خلاف حجت قائم کرے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ الگ کرلیں گے۔ (القصص: ۷۵)

مجاہد نے کہا شہید (گواہ) سے مراد نبی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○ (النساء: ۴۱) سو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے، اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اور ہر اُمت میں اس کا رسول شہید (گواہ) ہوتا ہے جو اس کے متعلق گواہی دیتا ہے، اور شہید کا معنی ہے حاضر، یعنی ہم ہر

marfat.com
Marfat.com

میرے بندوں میں سے جس کو چاہیں مشکل کشا' جسے چاہیں گنج بخش اور جسے چاہیں فریاد رس قرار دے لیں؟ جسے چاہیں بارش برسانے کا مختار' جسے چاہیں روزگار یا اولاد بخشنے والا' جسے چاہیں بیماری وصحت کا مالک بنا دیں؟ جسے چاہیں میری خدائی کے کسی حصے کا فرماں روا ٹھہرا لیں؟ اور میرے اختیارات میں سے جو کچھ جس کو چاہیں سونپ دیں؟ کوئی فرشتہ ہو یا جن یا نبی یا ولی' بہرحال جو بھی ہے ہمارا پیدا کیا ہوا ہے۔ جو کمالات بھی کسی کو ملے ہیں ہماری عطاو بخشش سے ملے ہیں۔ اور جو خدمت بھی ہم نے جس سے لینی چاہی ہے لی ہے۔ اس برگزیدگی کے یہ معنی آخر کیسے ہو گئے کہ یہ بندے بندگی کے مقام سے اٹھا کر خدائی کے مرتبے پر پہنچا دیے جائیں اور خدا کو چھوڑ کر ان کے آگے سر نیاز جھکا دیا جائے' ان کو مدد کے لیے پکارا جانے لگے' ان سے حاجتیں طلب کی جانے لگیں' انہیں قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھ لیا جائے' اور انہیں خدائی صفات واختیارات کا حامل قرار دیا جائے؟ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۵۸' لاہور' ۱۹۸۳ء)

اہل سنت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم کہتے ہیں اور دیگر اولیاء کرام کو بھی غوث اور قطب کہتے ہیں اور غوث کے معنی ہیں فریاد رس' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو مشکل کشا کہتے ہیں اور حضرت علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ المعروف داتا گنج بخش کو گنج بخش کہتے ہیں' سید مودودی نے اس عبارت میں ان (اہل سنت) کو مشرکین قرار دیا ہے' جبکہ اہلسنت ان اولیاء کرام کو غوث' مشکل کشا یا گنج بخش حقیقتاً اور بالذات نہیں کہتے۔ کسی شخص کو حقیقتاً اور بالذات مشکل کشا یا گنج بخش اعتقاد کرنا' یہ شرک ہے اور مجازاً یعنی اسناد مجاز عقلی کے طور پر ان کی طرف ان اوصاف کی نسبت کرنا شرک نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں اس کی نظائر موجود ہیں۔

حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ (مریم: ۱۹)

(جبریل نے) کہا میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور آپ کو پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔

لڑکا یا بیٹا دینا اللہ کی صفت ہے لیکن جبریل نے اپنی طرف بیٹا دینے کی نسبت کی اور یہ اسناد مجازی ہے' اسی طرح اہل سنت بھی مجازاً اولیاء کرام کی طرف بیٹا دینے کی نسبت کرتے ہیں کیونکہ ان کی دعا سے بیٹا پیدا ہو جاتا ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ: ۷۴)

اور ان (منافقین) کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو غنی اور دولت مند کر دیا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دولت مند کرنے کی نسبت کی ہے اور یہ نسبت بھی مجاز عقلی ہے' اسی نہج پر اہل سنت بھی اولیاء کرام کو مشکل کشا' غوث اور گنج بخش مجازاً کہتے ہیں' کیونکہ وہ مسلمان ہیں' توحید کی گواہی دیتے ہیں اور تمام اولیاء کرام اور انبیاء کرام کو اللہ کی مخلوق مانتے ہیں اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ ان اوصاف کی نسبت اولیاء کرام کی طرف مجازاً کرتے ہیں' وہ بت پرست نہیں ہیں کہ ان کی طرف ان اوصاف کی نسبت حقیقتاً کریں' اور ظاہر ہے کہ سید مودودی تمام کہنے والوں کے دلوں کے حال پر متوجہ نہیں تھے کہ انہیں بغیر کسی قرینے کے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ ان اولیاء کو حقیقتاً مشکل کشا اور غوث وغیرہ کہتے ہیں اس لیے ان کو علی الاطلاق مشرکین صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو علیم بذات الصدور ہو اور دلوں کے حال جاننے کا دعویٰ رکھتا ہو اور حقیقت میں شرک بھی یہی ہے۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق شمار کرتے اور فرماتے کہ ان لوگوں نے ان آیات کو مومنوں پر چسپاں کر دیا جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا

قوم میں نکلا' جو لوگ دنیاوی زندگی کے شائق تھے انہوں نے کہا اے کاش! ہمارے پاس

مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے O اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ

انہوں نے کہا تم پر افسوس ہے' جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کے لیے اللہ کا اجر بہت اچھا ہے

وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ قف فَمَا

اور یہ (نعمت) صرف صبر کرنے والوں کو ملتی ہے O سو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کے

كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ

پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنے

الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

بچانے والوں میں سے ہو سکا O اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ

افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا

لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے' افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

فلاح نہیں پاتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان کے خلاف سر اٹھایا' اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو تھکا دیتی تھیں' جب اس کی قوم نے اس سے کہا تم اتراؤ مت' بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا O اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو اور دنیا کے

marfat.com
Marfat.com

اُمت کے سامنے اس کے رسول کو حاضر کریں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تم اپنا عذر پیش کرو کہ ایمان کیوں نہیں لائے اس وقت ان کو یقین ہو جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام نے جو پیغام پہنچایا تھا وہ برحق تھا اور وہ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے تھے کہ اس کے ساتھ اور بھی معبود ہیں وہ سب ان کے دماغوں سے نکل جائیں گے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا' پھر اس نے ان کے خلاف سر اٹھایا' اور ہم نے اس کو

مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ

اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو تھکا دیتی تھیں'

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾

جب اس کی قوم نے اس سے کہا تم اتراؤ مت' بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا O

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ

اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو' اور دنیا کے حصہ کو (بھی)

مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ

نہ بھولو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے' اور ملک میں

الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

سرکشی نہ کرو' بے شک اللہ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ

اس نے کہا یہ مال مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے' کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اس سے پہلے

أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ

اللہ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقت ور اور اس سے زیادہ

جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ

مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا O ایک دن وہ سج دھج کر اپنی

marfat.com

Marfat.com

مجھے اس وجہ سے دیا ہے کہ اس کو معلوم تھا کہ میں اس مال کا مستحق ہوں' بعض علماء نے کہا کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا جس سے وہ کیمیاوی طریقہ سے سونا بنالیتا تھا لیکن یہ علم فی نفسہٖ باطل ہے کیونکہ کسی چیز کی حقیقت کو بدلنے پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں ہے' ہاں معجزہ اور کرامت کا الگ معاملہ ہے۔

اور یہ فرمایا ہے کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اس کا محمل یہ ہے کہ ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا گناہ کیے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کا علم ہے' البتہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے یہ گناہ کیوں کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس نے نہیں جانا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا' اور قارون کو اس کے تکبر اور بے حساب مال ہونے کے باوجود اس کی زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک دن وہ سج دھج کر اپنی قوم میں نکلا' جو لوگ دنیاوی زندگی کے شائق تھے انہوں نے کہا اے کاش ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے' بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے○ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے' جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کے لیے اللہ کا اجر بہت اچھا ہے' اور یہ (نعمت) صرف صبر کرنے والوں کو ملتی ہے○ (القصص: ۸۰-۷۹)

قارون کا اپنے مال و دولت پر اترانا اور اکڑنا

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ایک دن قارون بہت شان و شوکت اور بہت کروفر سے نکلا' اس نے بہت قیمتی لباس پہنا' اور غلاموں اور باندیوں کے جلوس میں بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے اتراتا ہوا اور اکڑتا ہوا باہر آیا' دنیا کے طلب گاروں نے جب اس کو دیکھا تو انہوں نے کہا اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا' یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور اس کی قسمت بہت اچھی ہے۔

علماء نے جب ان کی یہ باتیں سنیں تو وہ ان کو سمجھانے لگے کہ تم پر افسوس ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے جو نیک اور عبادت گزار ہیں' آخرت میں اس سے کہیں اچھی جزا تیار کر رکھی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے' اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کھٹکا گزرا ہے' اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ — سو کوئی نفس نہیں جانتا کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیزیں چھپا رکھی ہیں۔ (السجدۃ: ۱۷)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۷)

امام ابن جریر نے کہا جنت کی یہ نعمتیں ان ہی لوگوں کو ملیں گی جو دنیا کی محبت اور دنیا کے عیش و آرام کے نہ ملنے پر صبر کریں گے اور آخرت میں رغبت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا' پس اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا○ اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس

marfat.com
Marfat.com

حصہ کو (بھی) نہ بھولو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو' جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور ملک میں سرکشی نہ کرو' بے شک اللہ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (القصص: ۷۶-۷۷)

قارون کا نام ونسب اور اس کے مال و دولت کی فراوانی

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عم زاد تھا' قارون کا نام تھا قارون بن یصہب بن قاہث اور حضرت موسیٰ کا نام تھا موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ المومن: ۲۴-۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون بنی اسرائیل سے ہونے کے باوجود فرعون سے جاملا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد وہ بھی ہامان کی طرح حضرت موسیٰ کے مخالفین میں سے تھا۔

قتادہ بن دعامہ نے کہا قارون تورات بہت خوش الحانی سے پڑھتا تھا' لیکن وہ دشمن خدا' سامری کی طرح منافق تھا' وہ اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے سرکش اور متکبر ہو گیا تھا' شہر بن حوشب نے کہا وہ اپنی قوم کے سامنے بڑائی کے اظہار کے لیے اپنا لباس ایک بالشت لمبا رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ طاقت ور لوگوں کی جماعت ان خزانوں کی چابیاں اٹھانے سے تھک جاتی تھی' جب وہ سوار ہو کر نکلتا تھا تو ستر خچروں کے اوپر اس کے خزانے کی چابیوں کو لادا جاتا تھا' اس کی قوم کے علماء نے کہا تم اِتراؤ مت' بے شک اللہ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا' اور اللہ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو اور دنیا کے حصہ کو (بھی) نہ بھولو۔

یعنی اس مال کو اللہ کی اطاعت میں اور اس کی راہ میں خرچ کرو' جس سے تم کو دنیا اور آخرت میں ثواب ملے گا' اور دنیا سے (بھی) اپنے نصیب کو نہ بھولو' اچھے کھانے پینے' لباس پہننے' مکان اور بیوی سے نکاح کے حصول میں اپنا مال خرچ کرو' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی' کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو! انہوں نے کہا کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو' روزہ بھی رکھو' اور روزہ کو ترک بھی کرو اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کیا کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے' اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے' اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے (تو ہر حق دار کا حق ادا کرو)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۳۹۲)

اور جس طرح اللہ اپنی مخلوق پر احسان فرماتا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو' اور تم اپنی توجہ اور ہمت کو سرکشی اور فساد کی طرف مبذول نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے کہا یہ مال مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے' کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اس سے پہلے اللہ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقت ور اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔ (القصص: ۷۸)

قارون کا اپنے مال کو عطیہ الٰہی قرار دینے کے بجائے اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھنا

علماء اور واعظین کی نصیحت کے جواب میں قارون نے کہا' مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ مال

marfat.com
Marfat.com

ویکان کا معنی اور اس کی ترکیب

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:
اس آیت میں ویکان کا لفظ ہے یہ اصل میں ویلک اعلم انه تھا' یعنی تم پر افسوس ہے تم یہ سمجھو کہ پھر اس کو مخفف کر کے ویکان پڑھا گیا' اور قتادہ نے کہا اس کا معنی الم تر ہے یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا' اور یہ کسی بات کو مقرر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا کہ تم پر افسوس ہے تم یہ سمجھو کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے' یا اس کا معنی ہے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۴۷-۱۴۶' ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:
النحاس نے کہا کہ وی ندامت کے اظہار کے لیے ہے' اور الخلیل' سیبویہ اور کسائی نے کہا کہ جب لوگ کسی نکتہ پر متنبہ ہوں یا کسی کو متنبہ کریں تو وی کہتے ہیں اور جو شخص نادم ہو وہ اپنی ندامت کے اظہار کے لیے وی کہتا ہے اور یہ کان پر داخل ہوتا ہے جیسے ویک ان اللہ۔ الفرا نے کہا یہ کلمہ تقریر ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ الا کی طرح حرف تنبیہ ہے' بعض نے کہا یہ ویلک اعلم انه کے معنی میں ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ الم تر انه کے معنی میں ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۸۲' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ جز ۱۳ ص ۲۹۲ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا
یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مقدر کرتے ہیں جو زمین میں بڑا بننے کا ارادہ کرتے ہیں

فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ
نہ فساد کرنے کا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے ○ اور جو

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا
شخص نیکی کرے گا اسے اس کی نیکی سے اچھا اجر ملے گا اور جو شخص برائی کرے گا تو جنہوں نے

یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
برائی کی ہے ان کو صرف ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو انہوں نے کیے ہیں ○

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ
بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) ضرور واپس لائے گا' آپ کہیے

marfat.com
Marfat.com

کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیے جاتے' افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر فلاح نہیں پاتے ○ (القصص: ۸۲-۸۱)

قارون کو زمین میں دھنسا دینا

اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ قارون بڑے ناز و انداز اور کروفر اور تبختر کے ساتھ چل رہا تھا اور زمین پر اترا اترا کر اور اکڑ اکڑ کر چلنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور وہ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دیتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) پہنے ہوئے جا رہا تھا' جو اس کو اچھا لگ رہا تھا' اور وہ اس پر اتراتا ہوا چل رہا تھا اس نے اپنے سر کے بال لٹکائے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۰۵۳' عالم الکتب)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلی اُمتوں میں ایک شخص غرور کے ساتھ اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ اسی طرح قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۹۰' دار ارقم بیروت)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھلی اُمتوں میں ایک شخص دو سبز چادریں پہنے ہوئے جا رہا تھا اور ان میں اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اس کو پکڑ لیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا' اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۰' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۲۹۵' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

قارون کے ہلاک ہونے اور زمین میں دھنسنے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ وہ اپنے مال و دولت اور جاہ و حشم پر بہت فخر اور تکبر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو زمین میں دھنسا دیتا ہے۔

قارون کی حضرت موسیٰ سے دشمنی اور حضرت موسیٰ کی اس کے خلاف دعا کرنے کی وجہ

اس کا دوسرا سبب مفسرین اور مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ نے اس پر زکوٰۃ دینا لازم کر دیا تھا اس لیے وہ آپ کا دشمن ہو گیا تھا' ایک وجہ یہ ہے کہ وہ آپ پر حسد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور ھارون امام ہیں میرے لیے کوئی منصب نہیں' پھر قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رشوت دے کر اس پر تیار کیا کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے ہوں تو وہ آپ سے کہے کہ تم وہی ہو نا جس نے میرے ساتھ فحش کام کیا تھا' حضرت موسیٰ یہ سن کر کانپ اٹھے اسی وقت دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت سے کہا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے سمندر میں تمہارے لیے خشک راستہ بنایا' جس نے تمہیں اور تمہاری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی تم سچا واقعہ بیان کرو' یہ سن کر اس عورت کا رنگ اڑ گیا اور اس نے لوگوں کے سامنے قارون کے رشوت دینے کا واقعہ بیان کر دیا' حضرت موسیٰ پھر سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے قارون کی سزا طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے' آپ نے زمین سے کہا تو قارون کو اور اس کے محل کو اور اس کے تمام مال و دولت کو نگل لے سو زمین نے اس کو نگلنا شروع کیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا' اور بالآخر وہ اپنے جاہ و حشم کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۹-۴۴۳ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۱۷' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com
Marfat.com

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
عکرمہ نے کہا زمین میں علو اور بڑائی چاہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سلاطین اور بادشاہوں کے سامنے بڑا بننے کا ارادہ نہیں کرتے' مسلم البطین نے کہا علو سے مراد ناحق تکبر کرنا ہے' معاویۃ الاسود نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی شخص کی عزت اور وجاہت میں مناقشہ اور منازعۃ نہیں کرتے یعنی کسی شخص سے اس کی بڑائی چھیننے کا قصد نہیں کرتے' ضحاک نے کہا وہ ظلم نہیں کرتے یا حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ حضرت علی نے فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے دوست کی جوتی کے تسمہ سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۰۲۳-۳۰۲۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)
حضرت علی کے ارشاد کی توجیہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوست پر اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے اور اپنے دوست کو حقیر قرار دینے کے لیے یہ ارادہ نہ کرے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے دوست کی جوتی سے اچھا ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا وہ خوب صورت تھا' اس نے کہا یارسول اللہ حسن اور جمال میرے نزدیک پسندیدہ ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کس قدر حسن دیا گیا ہے حتیٰ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ جائے خواہ وہ جوتی کے تسمہ میں ہی مجھ سے بڑھے' آیا یہ تکبر ہے آپ نے فرمایا: نہیں' لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۲' مطبوعہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)
اس کے بعد فرمایا: جو شخص نیکی کرے گا اسے اس نیکی سے اچھا اجر ملے گا' سب سے بڑی نیکی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہے اور فرمایا جو شخص برائی کرے گا تو جنہوں نے برائی کی ہے ان کو صرف ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو انہوں نے کیے ہیں۔ سب سے بڑی برائی شرک کرنا ہے۔ اس کی پوری بحث النمل: ۸۹ میں گزر چکی ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) ضرور واپس لائے گا' آپ کہیے کہ میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے○ اور آپ (کسی چیز سے) یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی' ماسوا اپنے رب کی رحمت کے' سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں○ اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں' اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی گئی ہیں' اور اپنے رب کی طرف (لوگوں کو) بلایئے اور آپ شرک کرنے والوں سے ہرگز نہ ہوں○ اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے' اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ (القصص: ۸۸-۸۵)

معاد کے متعلق مختلف اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوٹنے کی جگہ سے مراد جنت ہے' یعنی اللہ آپ کو جنت میں لے جائے گا' یہ ابوصالح کی روایت ہے اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد موت ہے اور حضرت ابوسعید خدری اور عکرمہ اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے' حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۰۲۶-۳۰۲۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)
علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اس بشارت پر ختم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر کے مکہ کی طرف لوٹائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ معاد سے مراد جنت ہے لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

رَبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

کہ میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے O

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

اور آپ (کسی چیز سے) یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں O اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں'

بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی گئیں ہیں' اور اپنے رب کی طرف (لوگوں کو) بلایئے اور آپ شرک کرنے والوں

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف

وقف لازم

سے ہرگز نہ ہوں O اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں'

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع

الثلثة ع ۹ ۱۲

اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے' اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مقدر کرتے ہیں جو نہ زمین میں بڑا بننے کا ارادہ کرتے ہیں نہ فساد کرنے کا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے O اور جو شخص نیکی کرے گا اسے اس نیکی سے اچھا اجر ملے گا' اور جو شخص برائی کرے گا تو جنہوں نے برائی کی ہے ان کو صرف ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو انہوں نے کیے ہیں O (القصص: ۸۴-۸۳)

علو اور فساد کے معنی

اس دار آخرت سے مراد جنت ہے' کلام عرب میں لفظ "ھذا" سے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو محسوس اور مشاہد ہو یعنی وہ چیز آنکھوں سے دکھائی دیتی ہو اور جنت کو تو قرآن مجید کے مخاطبین نے آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا پھر یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ یہ آخرت کا گھر' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں جنت کی صفات کا اتنا زیادہ ذکر آچکا ہے کہ اب لوگوں کے لیے جنت دیکھی بھالی چیز ہے۔

فرمایا ہے ہم اس کو ان لوگوں کے لیے مقدر کرتے ہیں جو زمین میں بڑا بننے کا ارادہ نہیں کرتے یعنی زمین میں اپنا تسلط اور غلبہ نہیں چاہتے' اور نہ فساد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں یعنی لوگوں پر ظلم اور جبر نہیں کرتے جیسے نمرود' اور فرعون وغیرہ نے ظلم اور سرکشی کی تھی' فساد کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ کسی کا مال ناحق چھین لینا فساد ہے اور اللہ کی نافرمانی کرنا بھی فساد ہے اور علو سے مراد تکبر ہے اور تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لانا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ دعا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خصوصیت سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کی ہے اور یہ وہی دعا ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں۔

(جامع البیان جز ۱ص ۷۷۳' تاریخ دمشق الکبیر ج ۱ص ۱۳۱' رقم الحدیث: ۲۰۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ص ۴۶۴' مسند احمد ج ۵ص ۸۹' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۸۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۹۰۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۰۳۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۰۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۱۵۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۰۹)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے بعض راستوں میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا پتھر آتا تو وہ کہتا تھا **السلام علیکم یارسول اللہ**۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۱۵۳-۱۵۲' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ پر نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹' المستدرک ج ۲ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۱۳۰)

ان تمام احادیث میں اس پر قوی دلیل ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنائے جانے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے شدت سے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ کو نبی بنائے جانے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں پیش کی جا رہی ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام بالکل بے خبر تھے کہ انہیں نبی بنایا جانے والا ہے اور ایک عظیم الشان مشن پر وہ مامور کیے جانے والے ہیں' ان کے حاشیۂ خیال میں بھی اس کا ارادہ یا خواہش تو درکنار اس کی توقع تک کبھی نہ گزری تھی بس یکایک راہ چلتے انہیں کھینچ بلایا گیا اور نبی بنا کر وہ حیرت انگیز کام ان سے لیا گیا جو ان کی سابق زندگی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ ٹھیک ایسا ہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا۔ مکہ کے لوگ خود جانتے تھے کہ غار حرا سے جس روز آپ نبوت کا پیغام لے کر اترے اس سے ایک دن پہلے تک آپ کی زندگی کیا تھی' آپ کے مشاغل کیا تھے' آپ کی بات چیت کیا تھی' آپ کی گفتگو کے موضوعات کیا تھے' آپ کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں' یہ پوری زندگی صداقت' دیانت' امانت اور پاکبازی سے لبریز ضرور تھی۔ اس میں انتہائی شرافت' امن پسندی' پاس عہد' ادائے حقوق اور خدمت خلق کا رنگ بھی غیر معمولی شان کے ساتھ نمایاں تھا۔ مگر اس میں کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی جس کی بنا پر کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال گزر سکتا ہو کہ یہ نیک بندہ کل نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھنے والا ہے۔ آپ سے قریب ترین ربط ضبط رکھنے والوں میں' آپ کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں میں کوئی شخص یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ آپ پہلے سے نبی بننے کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے ان مضامین اور مسائل اور موضوعات کے متعلق کبھی ایک لفظ تک آپ کی زبان سے نہ سنا تھا جو غار حراء کی اس انقلابی ساعت کے بعد یکایک آپ کی زبان پر جاری ہونے شروع ہو گئے۔ کسی نے آپ کو وہ مخصوص زبان اور وہ الفاظ اور اصطلاحات استعمال کرتے نہ سنا تھا جو اچانک قرآن کی صورت میں لوگ آپ سے سننے

marfat.com
Marfat.com

کفار مکہ نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ معاذ اللہ آپ کھلی گمراہی میں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

بعثت سے پہلے آپ کو نبی بنائے جانے کا علم تھا یا نہیں

اس کے بعد فرمایا اور آپ (کسی چیز سے) یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی ماسوا اپنے رب کی رحمت کے۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے اکثر مفسرین نے الا رحمۃ من ربک کو استثناء منقطع قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو استثناء متصل قرار دیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر یہ قرآن نازل کیا جائے گا' اور آپ کو گزشتہ قوموں کی خبریں اور گزشتہ حوادث معلوم ہو جائیں گے جن لوگوں اور واقعات کے سامنے آپ حاضر نہ تھے آپ نے ان کو اپنی قوم پر تلاوت کیا' مگر یہ کہ آپ کے رب نے آپ پر رحم فرمایا اور آپ پر یہ خبریں نازل کیں۔ یہ استثناء منقطع ہے۔

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۵۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس استثناء کا متصل ہونا بھی جائز ہے یعنی آپ پر صرف آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے اور کسی وجہ سے یہ کتاب نازل نہیں کی گئی یا آپ پر رحمت کے سوا اور کسی حال میں یہ کتاب نازل نہیں کی گئی۔

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کا اس طرح معنی کیا ہے: آپ یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آپ پر رحم فرمائے گا اور آپ پر یہ انعام فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مفتی احمد یار خان متوفی ۱۳۹۱ھ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی' صرف خدا کی رحمت سے' امید تو کیا' یقین تھا' کیونکہ آپ کو نبوت نہ تو حضرت ہارون کی طرح کسی کی دعا سے حاصل ہوئی' نہ حضرت یحییٰ و سلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث ملی بلکہ صرف اللہ کی رحمت سے ملی لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنی نبوت سے بے خبر تھے' آپ کو تو بچپن ہی سے شجر و حجر سلام کرتے تھے اور رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے' بحیرہ راہب نے بچپن میں ہی آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی' خود فرماتے ہیں: کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینتہ. (میں اس وقت بھی نبی تھا اور آدم ہنوز اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے)۔

(حاشیہ نور العرفان ۶۳۱' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ آپ کو کسی کی دعا سے نبوت ملی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے لیے نبوت کی دعا کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ . (البقرہ: ۱۲۹) اے ہمارے رب ان (اہل مکہ) میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

دین پر آ جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان کی کسی پیش کش کی طرف رجوع نہ کریں ورنہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تبلیغ سے روک دیں گے۔ اور آپ ثابت قدمی سے کفار اور مشرکین کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ (القصص: ۸۸)

اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلائل

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طلب اور آپ کے سوال کے بغیر آپ کو نبوت اور رسالت عطا فرمائی ہے اور آپ کو تمام رسولوں سے زیادہ افضل اور مکرم قرار دیا ہے تو آپ فریضہ رسالت بجالائیں اور اس فضل عظیم اور جلیل القدر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں' اور جس طرح آپ پہلے بھی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے تھے اسی طرح آئندہ بھی کرتے رہیں اور تاحیات اسی کی عبادت پر مستقیم رہیں' آپ سے جو یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ سے یہ اندیشہ تھا کہ آپ کسی اور کی عبادت کریں گے' بلکہ اس میں بھی آپ کی اُمت کو تعریض ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کسی اور کی عبادت نہ کریں تو تم اس حکم کے کتنے زیادہ لائق ہو' نیز اس خطاب کا یہ مطلب ہے کہ آپ غیر اللہ کی عبادت نہ کرنے کے طریقہ پر دائم اور مستمر رہیں اور اس آیت میں آپ کی اُمت کو بھی یہی حکم دینا مقصود ہے' اور کفار کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ یہ امید نہ رکھیں کہ زندگی میں کبھی ہمارے نبی تمہاری موافقت کر لیں گے کیونکہ ان کو ان کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں' کیونکہ عبادت کا حقدار وہ ہوگا جس کی ذات واجب الوجود ہو جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے' اور اس کے سوا ہر چیز ممکن ہے اور ہلاک ہونے والی ہے اور جو چیز ممکن ہو وہ اپنے ہونے میں کسی اور کی طرف محتاج ہوگی اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو وہ عبادت کا مستحق کب ہو سکتا ہے' پھر فرمایا: اسی کا حکم ہے' یہ اس کے مستحق عبادت ہونے کی دوسری دلیل ہے' جس کا حکم چلتا ہو اور جو حاکم علی الاطلاق ہو وہی عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے' اور فرمایا: تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے' یہ اس کے مستحق عبادت ہونے کی تیسری دلیل ہے' تم نے زندگی میں جو بھی عمل کیے ہیں آخرت میں تم سے ان کی باز پرس ہوگی اور تمہارا اس کی طرف لوٹایا جانا اسی لیے ہوگا' تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے اور یہ سوال اور باز پرس بھی وہی کرے گا اسی لیے عبادت کا مستحق بھی وہی ہے سو اسی کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

اختتامی کلمات اور دعا

آج بہ روز جمعرات ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/ ۲۰ جون ۲۰۰۲ء قبیل العصر سورۃ القصص کی تفسیر مکمل ہو گئی' الحمد للہ رب العلمین!

اے بار الٰہ! جس طرح آپ نے قرآن مجید کی یہاں تک تفسیر مکمل کرائی ہے اور تبیان القرآن کی آٹھ جلدیں مکمل کرا دی ہیں' اسی طرح آپ قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کروا دیں۔

اس جلد کی ابتداء بہ روز اتوار ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۱ء کو کی گئی تھی' اس طرح یہ جلد نو ماہ تین دن میں اختتام کو پہنچی۔

میرے تصنیف و تالیف کے کام میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھ دی ہے' ورنہ تدریس کی مصروفیات بھی ہیں' ملنے ملانے والے بھی آتے رہتے ہیں اور کمر کے درد کی وجہ سے زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتا' ایک گھنٹہ سے زیادہ ایک نشست میں بیٹھ کر کام نہیں کر سکتا' اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کام کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لگے۔ کبھی آپ وعظ کہنے کھڑے نہ ہوئے تھے۔ الخ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۶۷' لاہور' ۱۹۸۳ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کو بہت طویل عبارت میں لکھا ہے۔ یہی عبارت انہوں نے سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۹-۱۰۸' ج ۲ ص ۱۳۸-۱۳۶ میں بھی لکھی ہے' ہم نے النمل: ۹ میں اس مکمل عبارت کو نقل کیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی ہے' جو قارئین اس عنوان کے تمام پہلوؤں کو تفصیل سے جاننا چاہتے ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا یا نہیں' ان کو النمل: ۹ کی تفسیر ضرور پڑھنی چاہیے۔ تاہم اس آیت سے یہ بہرحال معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی کو یہ منصب بغیر کسی طلب وتمنا اور بغیر کسی انتظار وتوقع کے ملتا ہے خواہ اس کو پہلے سے علم ہو کہ اس کو نبی بنایا جائے گا اور مقام بعثت پر فائز کیا جائے گا۔

مشرکین کے مددگار بننے کی ممانعت کا محمل

اس کے بعد فرمایا: سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں' اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے لیکن اس خطاب کا رخ دراصل مکذبین قرآن کی طرف ہے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی طرف جو پیغام نازل کیا اس کو بے کم وکاست لوگوں تک پہنچا دیجئے' اگر یہ مشرکین آپ پر دباؤ اور زور ڈال کر اس میں کچھ کمی یا ترمیم کرانا چاہیں تو آپ ان کے کہنے میں نہ آئیں' آپ اس پیغام میں کسی قسم کی نرمی یا تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں ہیں' اور کسی کی خاطر پیغام میں کچھ تبدیلی کرنا مداہنت ہے' اگر بہ فرض محال آپ نے اللہ کے پیغام میں کوئی نرمی یا تبدیلی کر دی تو یہ مداہنت ہوگی اور آپ مجرموں کے پشت پناہ اور مددگار بن جائیں گے' اور اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے سرداروں کو یہ بتایا ہے کہ اگر وہ دل کے کسی گوشہ میں یہ امید اور یہ توقع رکھے ہوئے ہوں کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام اور توحید کے پیغام میں کچھ ردوبدل یا کمی بیشی کرالیں گے تو وہ مایوس ہو جائیں' اللہ کے نبی اس معاملہ میں ان کی کسی قسم کی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔ اس آیت کا یہ محمل بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں تعریض ہے بہ ظاہر مشرکین کی مدد نہ کرنے کا خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپ کی اُمت ہے' یعنی آپ کی اُمت جب دنیا میں تبلیغ کے لیے اٹھے تو مشرکین کے دباؤ سے اللہ کے پیغام سنانے میں کوئی نرمی نہ کرے' اور نہ کسی قسم کی تحریص اور ترغیب سے متاثر ہو کر مداہنت کرے۔

اس آیت کی توجیہ کہ آپ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں

اس کے بعد فرمایا: اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں' اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی گئی ہیں۔ (القصص: ۸۷)

یہ آیت بھی مذکور الصدر مضمون کی تاکید کے لیے نازل ہوئی ہے کہ خواہ یہ مشرکین اور مخالفین آپ کے خلاف کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں' یہ آپ کو اللہ کی آیتوں کو سنانے سے روکنے نہ پائیں' جو باتیں ان کو ناگوار ہیں آپ ان کو برملا کہیں جس چیز کو کہنے سے یہ منع کرتے ہیں آپ اس کو علی الاعلان اور برسر مجلس کہیں نیز فرمایا: اور اپنے رب کی طرف (لوگوں کو) بلایئے اور آپ شرک کرنے والوں سے ہرگز نہ ہوں۔

اس آیت میں بھی تعریض ہے خطاب آپ کو ہے اور سنایا آپ کی اُمت کو ہے' کہ آپ کی اُمت کسی موقع پر بھی شرک کو اختیار نہ کرے اور یہ بتایا ہے کہ اگر کسی نے مشرکین کی رعایت کی تو وہ مشرک ہو جائے گا کیونکہ جو شخص کسی کے دین اور اس کے طریقہ پر راضی ہو اس کا شمار بھی ان ہی میں سے ہوتا ہے۔

ضحاک نے کہا جب مشرکین نے یہ کہا کہ وہ آپ کو مال مہیا کریں گے اور آپ کی شادی کر دیں گے بشرطیکہ آپ ان کے

marfat.com
Marfat.com

مآخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۳ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۴- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۵- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com
Marfat.com

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ شرح صحیح مسلم' تبیان القرآن کو تا قیام قیامت باقی اور اثر آفریں رکھے' اس کتاب سے مسلمانوں کو ہدایت حاصل ہو' اس کتاب کے پڑھنے سے ان کے دلوں میں خوف خدا اور محبت رسول زیادہ ہو' گناہوں سے بچنے کا محرک اور داعیہ پیدا ہو اور نیکیوں میں اضافہ کرنے کا ان کے دلوں میں جذبہ پیدا ہو' ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تا حیات صحت اور عافیت کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے' اور ایمان پر خاتمہ فرمائے' سکرات موت کو آسان کردے تمام گناہوں کو معاف کردے دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات' مصائب اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور دارین کی سعادتیں' کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین یارب العالمین!

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین وعلی آله الطاهرین واصحابه الکاملین وعلی ازواجه امهات المؤمنین و علی علماء ملته واولیاء امته وسائر امته اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/ ۲۰ جون ۲۰۰۲ء

موبائل: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

Marfat.com

۵۰- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ۳۶۰ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام' ریاض' ۱۴۱۳ھ
۵۱- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ
۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۳- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' مسند الشامیین' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۹ھ
۵۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' کتاب الدعاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۵۶- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی' متوفی ۳۶۴ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ
۵۷- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' التوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۸- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۹- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۶۰- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ' المکتبہ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۶۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۶۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۶۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۶۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ
۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ
۷۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۷۱- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۲- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' التوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

marfat.com
Marfat.com

۲۱- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ 'سنن دارمی' مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۷ھ' دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم بیروت۔
۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' خلق افعال العباد' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۱ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۵- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۶- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۷- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۹- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل بیروت' ۱۹۹۸ء
۳۰- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ کرمہ' ۱۴۱۵ھ
۳۱- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشرالسنہ ملتان' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۲- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۵- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۶- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۷- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ ' المنتقی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ
۴۱- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی' متوفی ۳۱۲ھ' مسند عمر بن عبدالعزیز
۴۲- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۴۳- امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی' المتوفی ۳۲۰ھ' نوادر الاصول' مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ' ۱۴۰۸ھ
۴۴- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح مشکل الآثار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۴۵- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ ریاض ۱۴۲۰ھ
۴۶- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۷- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۸- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی' متوفی ۳۲۷ھ' مکارم الاخلاق' مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر' ۱۴۱۱ھ
۴۹- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

marfat.com
Marfat.com

۹۸- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ
۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۰۵ھ
۱۰۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الدر المنثور 'مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۵ھ
۱۰۱- علامہ عبد الوہاب شعرانی' متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ 'مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ 'مصر ۱۳۰۳ھ' دار الفکر بیروت '۱۴۰۸ھ
۱۰۲- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت
۱۰۳- علامہ احمد عبد الرحمٰن البناء متوفی ۱۳۷۸ھ' الفتح الربانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۴- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' متوفی ۶۸ھ' تنویر المقباس 'مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران
۱۰۵- امام حسن بن عبد اللہ البصری' المتوفی ۱۱۰ھ' تفسیر الحسن البصری 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ '۱۴۱۳ھ
۱۰۶- امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' احکام القرآن 'مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت '۱۴۱۰ھ
۱۰۷- امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ' معانی القرآن 'مطبوعہ بیروت
۱۰۸- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' تفسیر القرآن العزیز 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۰۹- شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی' متوفی ۳۰۷ھ' تفسیر قمی 'مطبوعہ دار الکتاب ایران '۱۴۰۶ھ
۱۱۰- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۱ھ' جامع البیان 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت '۱۴۰۹ھ' دار الفکر بیروت
۱۱۱- امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج' متوفی ۳۱۱ھ' اعراب القرآن 'مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران '۱۴۰۶ھ
۱۱۲- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ '۱۴۱۷ھ
۱۱۳- امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی' متوفی ۳۷۰ھ' احکام القرآن 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور '۱۴۰۰ھ
۱۱۴- علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی' متوفی ۳۷۵ھ' تفسیر سمرقندی 'مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ '۱۴۱۳ھ
۱۱۵- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی' متوفی ۳۸۵ھ' التبیان فی تفسیر القرآن 'مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۱۶- امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی' متوفی ۴۲۷ھ' تفسیر الثعلبی دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۲۲ھ
۱۱۷- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ' مشکل اعراب القرآن 'مطبوعہ انتشارات نور ایران '۱۴۱۲ھ
۱۱۸- علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۹- علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ' تفسیر القشیری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۲۰- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۵ھ
۱۲۱- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی' المتوفی ۴۶۸ھ' اسباب نزول القرآن 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۲۲- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ دار الوطن ریاض '۱۴۱۸ھ
۱۲۳- امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی' المتوفی ۵۱۶ھ' معالم التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۴ھ

marfat.com
Marfat.com

۷۳- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۷۴- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۷۵- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ
۷۶- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۷۷- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ' الاحادیث المختارة' مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۷۸- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۷۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ
۸۰- حافظ شرف الدین عبد المومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ' المتجر الرابح' مطبوعہ دار خضر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۸۱- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم بیروت
۸۲- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۸۳- امام محمد بن عبد اللہ زرکشی' متوفی ۷۹۴ھ' اللآلی المنثورة' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۸۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ
۸۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۸۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' موارد الظمآن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیۃ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۸۸- امام محمد بن محمد جزری' متوفی ۸۳۳ھ' حصن حصین' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۸۹- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' زوائد ابن ماجہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۹۰- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجوہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۹۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۳- امام عبد الرؤف بن علی المناوی' المتوفی ۱۰۳۱ھ' کنوز الحقائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۹۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ
۹۵- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' مسند فاطمۃ الزہراء
۹۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com
Marfat.com

۱۴۹- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی' متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۵۰- شیخ فتح اللہ کاشانی' متوفی ۹۷۷ھ' منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

۱۵۱- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ' تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۵۲- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ' عنایۃ القاضی' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۵۳- علامہ احمد جیون جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی

۱۵۴- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۵۵- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل' متوفی ۱۲۰۴ھ' الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبع البہیۃ' مصر ۱۳۰۳ھ

۱۵۶- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' تفسیر صاوی' مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ' مصر' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۵۷- قاضی ثناء اللہ پانی پتی' متوفی ۱۲۲۵ھ' تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

۱۵۸- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' متوفی ۱۲۳۹ھ' تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

۱۵۹- شیخ محمد بن علی شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' دار الوفا بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۶۰- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۶۱- نواب صدیق حسن خان بھوپالی' متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۰۱ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۲ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۶۲- علامہ محمد جمال الدین قاسمی' متوفی ۱۳۳۲ھ' تفسیر القاسمی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۶۳- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۱۶۴- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ ریاض

۱۶۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

۱۶۶- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۱۶۷- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۱۶۸- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس

۱۶۹- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ

۱۷۰- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات

۱۷۱- مفتی محمد شفیع دیوبندی' متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ

۱۷۲- سید ابوالاعلیٰ مودودی' متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۷۳- علامہ سید احمد سعید کاظمی' متوفی ۱۴۰۶ھ' التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان

marfat.com

Marfat.com

داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۲۰ھ
۱۲۴- علامہ محمود بن عمر زمخشری‘ متوفی ۵۳۸ھ‘ الکشاف‘ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۷ھ
۱۲۵- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی‘ مالکی‘ متوفی ۵۴۳ھ‘ احکام القرآن‘ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۲۶- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی‘ متوفی ۵۴۶ھ‘ المحرر الوجیز‘ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۲۷- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی‘ متوفی ۵۴۸ھ‘ مجمع البیان‘ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران‘ ۱۴۰۶ھ
۱۲۸- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی‘ متوفی ۵۹۷ھ‘ زادالمسیر‘ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۲۹- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس‘ کشف الاسرار وعدۃ الابرار‘ مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۳۰- امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی‘ متوفی ۶۰۶ھ‘ تفسیر کبیر‘ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ
۱۳۱- شیخ ابومحمد روزبہان بن ابوالنصر البقلی شیرازی متوفی ۶۰۶ھ‘ عرائس البیان فی حقائق القرآن‘ مطبع منشی نولکشور لکھنو
۱۳۲- علامہ محی الدین ابن عربی‘ متوفی ۶۳۸ھ‘ تفسیر القرآن الکریم‘ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران‘ ۱۹۷۸ء
۱۳۳- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی‘ متوفی ۶۶۸ھ‘ الجامع لاحکام القرآن‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ
۱۳۴- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی‘ متوفی ۶۸۵ھ‘ انوار التنزیل‘ مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع مصر
۱۳۵- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی‘ متوفی ۷۱۰ھ‘ مدارک التنزیل‘ مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور
۱۳۶- علامہ علی بن محمد خازن شافعی‘ متوفی ۷۲۵ھ‘ لباب التاویل‘ مطبوعہ دارالکتب العربیہ‘ پشاور
۱۳۷- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی‘ متوفی ۷۲۸ھ‘ تفسیر نیشاپوری‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۶ھ
۱۳۸- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ‘ متوفی ۷۲۸ھ‘ التفسیر الکبیر‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ
۱۳۹- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ‘ متوفی ۷۵۱ھ‘ بدائع التفسیر‘ مطبوعہ دارابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۴۰- علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی‘ متوفی ۷۵۴ھ‘ البحر المحیط‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۲ھ
۱۴۱- علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی‘ متوفی ۷۵۶ھ‘ الدر المصون‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۴ھ
۱۴۲- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ‘ تفسیر القرآن‘ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت‘ ۱۳۸۵ھ
۱۴۳- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی‘ متوفی ۸۶۰ھ‘ حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۶ھ
۱۴۴- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی‘ متوفی ۸۷۵ھ‘ تفسیر الثعالبی‘ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۴۵- علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ‘ نظم الدرر‘ مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی قاہرہ‘ ۱۴۱۳ھ‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ‘ الدر المنثور‘ مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمٰی‘ ایران‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۲۱ھ
۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ‘ جلالین‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۴۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ‘ لباب النقول فی اسباب النزول‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

marfat.com
Marfat.com

۱۹۷- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۹۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر بیروت
۲۰۰- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۲۰۱- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۲۰۲- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۰۳- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۰۴- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۰۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ
۲۰۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۰۷- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۲۰۸- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۰۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۱۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۱۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۱۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین 'مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۲۱۳ علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۱۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۲۱۵- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ
۲۱۶- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۱۷- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۵۷ھ
۲۱۸- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم 'مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۱۹- شیخ محمد ادریس کاندھلوی' متوفی ۱۳۹۴ھ' التعلیق الصبیح' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور
۲۲۰ مولانا محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۱ھ نزہۃ القاری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور' ۱۴۲۱ھ

marfat.com
Marfat.com

۱۷۴- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۷۵- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۷۶- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۹ھ
۱۷۷- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۷۸- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۷۹- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۸۰- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن وبیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۸۱- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۸۲- سعیدی حوی' الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۸۳- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرہان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۸۴- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۸۵- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۸۶- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۱۸۷- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۸۸- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۸۹- علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی' متوفی ۴۷۴ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر' ۱۳۳۲ھ
۱۹۰- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' عارضۃ الاحوذی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۹۱- قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ' القبس فی شرح موطا ابن انس' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹۳- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۹۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' التوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۹۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۹۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ

marfat.com
Marfat.com

٢٤٦- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ٩٨٦ھ 'مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ '١٤١٥ھ
٢٤٧- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ١٢٠٥ھ 'تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
٢٤٨- لوئیس معلوف الیسوعی' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت' ١٩٢٧ء
٢٤٩- شیخ غلام احمد پرویز' متوفی ١٤٠٥ھ 'لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
٢٥٠- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
٢٥١- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

٢٥٢- امام محمد بن اسحاق' متوفی ١٥١ھ 'کتاب السیر والمغازی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٣٩٨ھ
٢٥٣- امام عبدالملک بن ہشام' متوفی ٢١٣ھ 'السیرۃ النبویہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ
٢٥٤- امام محمد بن سعد' متوفی ٢٣٠ھ 'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ١٣٨٨ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ
٢٥٥- علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی' المتوفی ٤٥٠ھ 'اعلام النبوت' دار احیاء العلوم بیروت' ١٤٠٨ھ
٢٥٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ 'تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت
٢٥٧- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ٤٦٣ھ 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٢٥٨- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ٥٤٤ھ 'الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ
٢٥٩- علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی' متوفی ٥٨١ھ 'الروض الانف' مکتبہ فاروقیہ ملتان
٢٦٠- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ٥٩٧ھ 'الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
٢٦١- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ٦٣٠ھ 'اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت
٢٦٢- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ٦٣٠ھ 'الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٢٦٣- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ٦٨١ھ 'وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
٢٦٤- علامہ علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی' متوفی ٧٥٦ھ 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام' مطبوعہ کراچی
٢٦٥- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ' المتوفی ٧٥١ھ 'زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٩ھ
٢٦٦- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ٧٧٤ھ 'البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٨ھ
٢٦٧- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون' متوفی ٨٠٨ھ 'تاریخ ابن خلدون' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ
٢٦٨- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ٨٥٢ھ 'الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٢٦٩- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ٩١١ھ 'وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠١ھ
٢٧٠- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ٩١١ھ 'المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ

marfat.com
Marfat.com

کتب اسماء الرجال

۲۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۲۲۲- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ العلل المتناھیہ مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد ۱۴۰۱ھ
۲۲۳- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ تہذیب الکمال مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۲۴- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۲۲۵- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۲۲۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۲۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تقریب التہذیب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۲۸- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی متوفی ۹۰۲ھ المقاصد الحسنہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۲۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اللآلی المصنوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۲۳۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ طبقات الحفاظ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۳۱- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
۲۳۲- علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ تذکرۃ الموضوعات مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
۲۳۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ موضوعات کبیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۳۴- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ کشف الخفاء ومزیل الالباس مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۳۵- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ الفوائد المجموعہ مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
۲۳۶- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ اسنی المطالب مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۳۷- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ کتاب العین مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران ۱۴۱۴ھ
۲۳۸- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ الصحاح مطبوعہ دارالعلم بیروت ۱۴۰۴ھ
۲۳۹- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ المفردات مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۲۴۰- علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۸۳ھ الفائق مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۲۴۱- علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۴۲- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی متوفی ۶۶۰ھ مختار الصحاح مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۲۴۳- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۴۴- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران
۲۴۵- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ القاموس المحیط مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

marfat.com
Marfat.com

۲۹۷- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ 'حاشیہ ابوسعود علی ملامسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ
۲۹۸- علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ۹۸۵ھ 'فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۹۹- امام سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ 'النہر الفائق' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۰۰- علامہ حسن بن عمار بن علی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ 'امداد الفتاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' موسسۃ التاریخ العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۳۰۱- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد' متوفی ۱۰۷۸ھ 'مجمع الانہر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۰۲- علامہ خیر الدین رملی' متوفی ۱۰۸۱ھ 'فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۰۳- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ 'الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰۴- علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ۱۰۹۸ھ 'غمز عیون البصائر' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ
۳۰۵- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ 'فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۰۶- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ 'حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۰۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ 'منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۰۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ 'تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی کوئٹہ
۳۰۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ 'رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ
۳۱۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ 'رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ
۳۱۱- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ 'جد الممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۳۱۲- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ 'فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۳۱۳- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ 'فتاویٰ افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۳۱۴- علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۷۶ھ 'بہار شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۳۱۵- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ 'اعلاء السنن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۱۶- علامہ نور اللہ نعیمی' متوفی ۱۴۰۳ھ 'فتاویٰ نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور' ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۳۱۷- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ 'الام' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۳ھ
۳۱۸- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ 'الحاوی الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۱۹- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ 'المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ
۳۲۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ 'شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۲۱- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ 'روضۃ الطالبین' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
۳۲۲- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ 'الحاوی للفتاویٰ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۲۳- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ 'نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com
Marfat.com

۲۷۱- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الھدیٰ والرشاد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۷۲- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۲۷۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۲۷۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' مدارج النبوت' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۷۵- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۷۶- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۷۷- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۷۸- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۷۹- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۲۸۰- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری' متوفی ۵۴۲ھ' خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ
۲۸۱- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۸۲- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۸۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین وآخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۲۸۴- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ- ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ
۲۸۵- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۸۶- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ۷۸۶ھ' فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ
۲۸۷- علامہ ابوبکر بن علی حداد' متوفی ۸۰۰ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۸۸- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ۸۲۷ھ' فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۸۹- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ
۲۹۰- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' شرح العینی' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۲۹۱- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۹۲- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۹۳- علامہ معین الدین الھروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۲۹۴- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۲۹۵- علامہ محمد خراسانی' متوفی ۹۶۲ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ۱۲۹۱ھ
۲۹۶- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ

marfat.com
Marfat.com

کتب عقائد و کلام

۳۴۷- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ
۳۴۸- علامہ ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن محمد الانباری، التوفی ۵۷۷ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۳۴۹- شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دار السلام ریاض، ۱۴۱۴ھ
۳۵۰- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۳۵۱- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۵۲- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ، شرح المواقف، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۵۳- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ، مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۵۴- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی، التوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ، مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۵۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ
۳۵۶- علامہ محمد بن احمد السفارینی، التوفی ۱۱۸۸ھ، لوامع الانوار البھیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵۷- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ، کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۵۸- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی ۶۰۶ھ، المحصول، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
۳۵۹- علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری، التوفی ۷۳۰ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۱۱ھ
۳۶۰- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، توضیح و تلویح، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳۶۱- علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التیسیر، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض
۳۶۲- علامہ محب اللہ بہاری، متوفی ۱۱۱۹ھ، مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۳۶۳- علامہ احمد جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۶۴- علامہ عبدالحق خیر آبادی، متوفی ۱۳۱۸ھ، شرح مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۶۵- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی التوفی ۳۸۶ھ، قوت القلوب، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶۶- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ
۳۶۷- امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ، ذم الھوی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۲۳ھ
۳۶۸- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرہ، مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ
۳۶۹- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ، قاعدہ جلیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

marfat.com
Marfat.com

۳۲۴- علامہ ابو الضیاء علی بن علی شبراملسی' متوفی ۱۰۸۷ھ حاشیہ ابو الضیاء علی نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۳۲۵- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۲۶- قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۲۷- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی' متوفی ۷۶۷ھ مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۲۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی' المتوفی ۹۵۴ھ مواہب الجلیل' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا
۳۲۹- علامہ علی بن عبد اللہ بن الخرشی' المتوفی ۱۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۳۰- علامہ ابو البرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۳۱- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۳۲- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ المغنی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ
۳۳۳- علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۳۴- شیخ ابو العباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۳۵- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۳۶- علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی' متوفی ۸۸۵ھ الانصاف' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۳۷- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۳۸- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۳۹- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی' متوفی ۳۲۹ھ الاصول من الکافی' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۴۰- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی' متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۴۱- شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس' الاحتجاج' موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت' ۱۴۰۳ھ
۳۴۲- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی' المتوفی ۶۷۹ھ شرح نہج البلاغہ' مطبوعہ موسسۃ النصر ایران
۳۴۳- شیخ فاضل مقداد متوفی ۸۲۶ھ کنز العرفان' مطبوعہ مکتب نوید اسلام - قم ۱۴۲۲ھ
۳۴۴- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ حق الیقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران' ۱۳۴۷ھ
۳۴۵- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ حیات القلوب' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۴۶- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ جلاء العیون' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

marfat.com
Marfat.com

۳۷۰- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ' مصر

۳۷۱- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۷۲- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللھفان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۳۷۳- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ

۳۷۴- علامہ عبداللہ بن اسد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ

۳۷۵- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۳۷۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۷۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۷۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۷۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۸۰- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۸۱- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۸۲- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۸۳- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۳۸۴- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

۳۸۵- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ

۳۸۶- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ

۳۸۷- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الزواجر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۳۸۸- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی' متوفی ۱۰۳۴ھ' مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۰ھ

۳۸۹- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' اتحاف سادۃ المتقین' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۳۹۰- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' فتاویٰ رشیدیہ کامل' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۳۹۱- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ' کشف الظنون' مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران' ۱۳۷۸ھ

۳۹۲- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' الملفوظ' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور

۳۹۳- شیخ وحید الزمان' متوفی ۱۳۴۸ھ' ہدیۃ المہدی' مطبوعہ میور پریس دہلی' ۱۳۲۵ھ

۳۹۴- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' متوفی ۱۳۵۰ھ' جواہر البحار' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' بہشتی زیور' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور

۳۹۶- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' حفظ الایمان' مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی

۳۹۷- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی' نداء یا رسول اللہ' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۵ھ

marfat.com

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
حسیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد ﷺ — احمد ﷺ

حامد ﷺ — محمود ﷺ — قاسم ﷺ — عاقب ﷺ

فاتح ﷺ — شاہد ﷺ — حاشر ﷺ — رشید ﷺ — مشہود ﷺ

بشیر ﷺ — نذیر ﷺ — داعی ﷺ — شافی ﷺ

ہادی ﷺ — ماحی ﷺ — منجی ﷺ — تہامی ﷺ

ہاشمی ﷺ — امی ﷺ

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

نبی ﷺ — ناہ ﷺ

رسول ﷺ — ابطحی ﷺ

عزیز ﷺ — حریص علیکم ﷺ — رؤف ﷺ — رحیم ﷺ

طٰہٰ ﷺ — مجتبیٰ ﷺ — طٰس ﷺ — مرتضیٰ ﷺ

حٰم ﷺ — مصطفیٰ ﷺ — یٰس ﷺ — اولی ﷺ — مزمل ﷺ

ولی ﷺ — مدثر ﷺ — متین ﷺ — مصدق ﷺ

طیب ﷺ — ناصر ﷺ — منصور ﷺ — مصباح ﷺ — آمر ﷺ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله — الذی لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله — الرحمن جل جلاله — الرحیم جل جلاله — الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله — السلام جل جلاله — المؤمن جل جلاله — المهيمن جل جلاله — العزيز جل جلاله

الجبار جل جلاله — المتكبر جل جلاله — الخالق جل جلاله — البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله — الغفار جل جلاله — القهار جل جلاله — الوهاب جل جلاله — الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله — العليم جل جلاله — القابض جل جلاله — الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله — الرافع جل جلاله — المعز جل جلاله — الحكم جل جلاله — البصير جل جلاله

السميع جل جلاله — المذل جل جلاله — العدل جل جلاله — اللطيف جل جلاله

الخبير جل جلاله — الحليم جل جلاله — العظيم جل جلاله — الغفور جل جلاله — الشكور جل جلاله

العلی جل جلاله — الكبير جل جلاله — الحفيظ جل جلاله — المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله — الجليل جل جلاله — الكريم جل جلاله — الرقيب جل جلاله — المجيب جل جلاله

الواسع جل جلاله — الحكيم جل جلاله — الودود جل جلاله — المجيد جل جلاله

الباعث جل جلاله — الشهيد جل جلاله — الحق جل جلاله — الوكيل جل جلاله — القوی جل جلاله

ق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

المتین جل جلالہ | الولی جل جلالہ | الحمید جل جلالہ | المحیی جل جلالہ | الممیت جل جلالہ

الحی جل جلالہ | القیوم جل جلالہ | الواجد جل جلالہ | الماجد جل جلالہ

الواحد جل جلالہ | الاحد جل جلالہ | الصمد جل جلالہ | القادر جل جلالہ | المقتدر جل جلالہ

المقدم جل جلالہ | المؤخر جل جلالہ | الاول جل جلالہ | الآخر جل جلالہ

الظاہر جل جلالہ | الباطن جل جلالہ | الوالی جل جلالہ | المتعالی جل جلالہ

البر جل جلالہ | التواب جل جلالہ

اللّٰہ
جل جلالہ

المنتقم جل جلالہ | العفو جل جلالہ

الرؤف جل جلالہ | مالک الملک جل جلالہ

ذوالجلال والاکرام جل جلالہ | المقسط جل جلالہ | الجامع جل جلالہ | الغنی جل جلالہ

المغنی جل جلالہ | المانع جل جلالہ | الضار جل جلالہ | النافع جل جلالہ

النور جل جلالہ | الہادی جل جلالہ | البدیع جل جلالہ | الباقی جل جلالہ | الوارث جل جلالہ

الرشید جل جلالہ | الصبور جل جلالہ | رب العالمین جل جلالہ | ملک یوم الدین جل جلالہ

القدیر جل جلالہ | الوحید جل جلالہ

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

پارہ ...

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد نہم

العنکبوت تا الصّٰفّٰت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی فاضلِ علومِ شرقیہ
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : صفر 1425ھ / اپریل 2004ء
الطبع الثانی : صفر 1426ھ / اپریل 2005ء

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ العنکبوت	۳۳
۱	سورت کا نام	۳۵
۲	سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث	۳۵
۳	سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول	۳۶
۴	سورۃ العنکبوت کے مشمولات	۳۶
۵	الم○ احسب الناس ان یترکوا (۱۳-۱)	۳۸
۶	رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی آزمائشیں	۴۰
۷	سابقہ امتوں کی آزمائشیں	۴۱
۸	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کے جوابات	۴۲
۹	اللہ تعالیٰ کا غنی اور بے نیاز ہونا	۴۳
۱۰	شرک اور معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کا حکم	۴۵
۱۱	والدین کی اطاعت کے متعلق احادیث	۴۵
۱۲	العنکبوت: ۱۰-۹ کے متعدد اسباب نزول	۴۸
۱۳	دوسرے لوگوں کے حقوق ضائع کرنے یا ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا	۴۹
۱۴	جو شخص کسی گناہ کا سبب بنے گا اس پر لوگوں کے اس گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا	۵۰
۱۵	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ (۲۲-۱۴)	۵۱
۱۶	حضرت نوح علیہ السلام کی حیات کا اجمالی خاکہ	۵۳
۱۷	اس کی تحقیق کہ طوفانِ نوح تمام زمین پر آیا تھا یا بعض علاقوں پر؟	۵۵
۱۸	طوفان نوح کا تمام روئے زمین کو محیط ہونا	۵۵
۱۹	طوفان نوح کا صرف بعض علاقوں پر آنا	۵۷
۲۰	اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرنے اور اس کو سجدہ کرنے سے اس کا قرب حاصل ہونا	۶۰
۲۱	مشرکین کا رد فرمانا	۶۱
۲۲	حشر کا ثبوت اور عذاب اور ثواب کا بیان	۶۲
۲۳	والذین کفروا بایٰت اللہ (۳۰-۲۳)	۶۳
۲۴	توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کی تعلیم کے بعد ان کو تاکیداً دہرانا	۶۵
۲۵	جو لوگ دلائل سے لاجواب ہو جائیں وہ دھمکیوں پر اتر آتے ہیں	۶۵
۲۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۶۶
۲۷	عقائد میں اندھی تقلید کا مذموم ہونا	۶۷
۲۸	حضرت لوط اور حضرت سارہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا	۶۷
۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا اہم واقعہ	۶۸
۳۰	حضرت ابراہیم کی طرف جھوٹ کی نسبت کی توجیہ اور دیگر مسائل	۶۹
۳۱	حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت کے متعلق احادیث	۶۹
۳۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی اتباع کی ترغیب	۷۰

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	قوم لوط کا راستوں کو منقطع کرنا	۷۰
۳۴	قوم لوط کا بر سرِ مجلس بے حیائی کے کام کرنا	۷۱
۳۵	ولما جاءت رسلنا ابراهيم بالبشرى (۳۱۔۴۴)	۷۲
۳۶	قوم لوط پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	۷۴
۳۷	آیا جنت میں عمل قوم لوط ہوگا یا نہیں؟	۷۵
۳۸	جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر علامہ آلوسی کے دلائل	۷۶
۳۹	جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر مصنف کے دلائل	۷۶
۴۰	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنا	۷۷
۴۱	عاد اور ثمود کی ہلاکت	۷۷
۴۲	قارون کا ذکر کر کے نبی ﷺ کو تسلی دینا	۷۸
۴۳	قارون کے ذکر کو فرعون اور ہامان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	۷۸
۴۴	تمام دنیا کے کافروں کو کس کس نوع کے عذاب دیئے گئے؟	۷۹
۴۵	مکڑی کے گھر کا سب سے کمزور گھر ہونا	۸۰
۴۶	غارِ ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنانا	۸۱
۴۷	مکڑی کے جالوں کے متعلق احادیث اور ان کے شرعی احکام	۸۲
۴۸	پہلے زمانے کے نیک لوگوں کی عبادت کرنے کا بطلان	۸۳
۴۹	قرآن مجید میں بیان کردہ مثالوں کی فہم صرف علماء کو حاصل ہے	۸۳
۵۰	عالم دین کی تعریف اور اس کی شرائط	۸۴
۵۱	عالم دین کے فرائض اور نیکی کا حکم دینے کی تفصیل اور تحقیق	۸۶
۵۲	کائنات کی ہر چیز کا برحق ہونا	۸۸
۵۳	اتل ما اوحي اليك من الكتاب (۴۵۔۵۱)	۸۹
۵۴	انبیاء سابقین کے احوال سے نبی ﷺ کو تسلی دینا	۹۰
۵۵	اس اشکال کا جواب کہ نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے پھر بعض نمازی بُرے کام کیوں کرتے ہیں؟	۹۱
۵۶	ذکر اللہ کی فضیلت میں احادیث	۹۳
۵۷	اہل کتاب کے ساتھ بحث میں نرمی اور سختی کرنے کے محمل	۹۴
۵۸	جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے یا کسی ایک صورت کو ترجیح دی جائے؟	۹۵
۵۹	اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے ہی اہل کتاب کے لقب کے مستحق ہیں	۹۶
۶۰	نبی ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے کا ثبوت اور یہ آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے	۹۷
۶۱	ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی متعدد آیات کے مصداق ہیں	۹۸
۶۲	معجزہ کا حصول نبی کے اختیار میں نہیں اور معجزہ کا دکھانا نبی کے اختیار میں ہے	۹۹
۶۳	تورات وغیرہ پڑھنے پر نبی ﷺ کا ناراض ہونا	۱۰۰
۶۴	قل كفى بالله بيني و بينكم شهيدا (۵۲۔۶۳)	۱۰۱
۶۵	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے پر دلائل	۱۰۳
۶۶	کفارِ مکہ کے عذاب میں تاخیر کی وجہ	۱۰۴
۶۷	زمین پر دوزخ کے وجود کے متعلق روایات اور بحث و نظر	۱۰۴

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	کن صورتوں میں کفار کے ملک سے ہجرت کرنا فرض ہے اور کن میں نہیں	۱۰۶
۶۹	جنت کے بالاخانوں کا کون مستحق ہوگا؟	۱۰۷
۷۰	مستقبل کے تحفظ کے لیے مال جمع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	۱۰۸
۷۱	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کی تنگی اور وسعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	۱۰۸
۷۲	لوگوں کی ضرورت اور ان کے ضرر کے وقت ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور حالت توسّع میں اس کا جواز	۱۰۹
۷۳	نبی ﷺ کے اہل کے پاس ایک سال کا طعام ہونے کے باوجود ان کی تنگی اور عُسرت کی توجیہ	۱۱۱
۷۴	توکل کا صحیح معنی اور مفہوم	۱۱۱
۷۵	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر روزمرّہ کے مشاہدات سے استدلال	۱۱۲
۷۶	وما هذه الحيوة الدنيا (۶۹-۶۴)	۱۱۳
۷۷	دنیا کا معنی اور دنیا کے خسیس اور گھٹیا ہونے کے متعلق احادیث	۱۱۴
۷۸	دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا فرمانے کی وجہ	۱۱۵
۷۹	دارِ آخرت کا حقیقی زندگی ہونا	۱۱۵
۸۰	اخلاص کا معنی اور مؤمن اور کافر کے اخلاص کا فرق	۱۱۶
۸۱	مشرکین کی ناشکری اور ان کا ظلم	۱۱۷
۸۲	والذين جاهدوا فينا کے دس محامل	۱۱۸
۸۳	اس حدیث کی تحقیق کہ جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اللہ اس کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا اس کو علم نہیں	۱۱۹
۸۴	جہاد بالنفس کے جہاد اکبر ہونے کی تحقیق	۱۱۹
۸۵	محسنین کا معنی اور مصداق	۱۲۱
۸۶	سورۃ العنکبوت کا اختتام	۱۲۲
	سورۃ الروم	۱۲۵
۱	سورت کا نام	۱۲۵
۲	سورۃ الروم کے متعلق احادیث	۱۲۵
۳	سورۃ الروم کی سورۃ العنکبوت سے مناسبت	۱۲۶
۴	سورۃ الروم کے مشمولات	۱۲۶
۵	الم ○ غلبت الروم (۱۰-۱)	۱۲۸
۶	رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی کی احادیث	۱۲۹
۷	جوئے میں جیتی ہوئی رقم کو صدقہ کرنے کے حکم پر اشکال کے جوابات	۱۳۱
۸	زیرِ تفسیر آیات کے مسائل اور فوائد	۱۳۲
۹	اللہ کے وعد اور وعید کا معنی اور ان کی خلاف ورزی کی تحقیق	۱۳۳
۱۰	دنیا دار لوگوں اور دین دار لوگوں کی سوچ اور فکر کا فرق	۱۳۵
۱۱	انسان کے اپنے نفس اور خارجی کائنات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۱۳۵
۱۲	قیامت اور حشر و نشر پر دلائل	۱۳۷
۱۳	انبیاء کا انکار کرنے والے کفر کے مرتکب ہوئے اور عذابِ دوزخ کے مستحق ہوئے	۱۳۷
۱۴	الله يبدؤا الخلق ثم يعيده (۱۹-۱۱)	۱۳۸
۱۵	قیامت کے دن مشرکین کے احوال اور ابلیس کے صیغہ کی تحقیق	۱۳۹
۱۶	جنت میں سماع کی تحقیق	۱۴۰
۱۷	پانچ نمازوں کے اوقات	۱۴۲
۱۸	ومن ایته ان خلقكم (۲۷-۲۰)	۱۴۳

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	انسان اور بشر کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۵
۲۰	مردوں اور عورتوں کے متناسب جنسی تقاضوں اور ان کی متوازن شرح پیدائش سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۶
۲۱	اس خارجی کائنات اور انسان کی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے توحید پر استدلال	۱۴۷
۲۲	انسان کی نیند اور طلب رزق کی صلاحیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال	۱۴۸
۲۳	زمین کی روئیدگی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۹
۲۴	زمین اور دیگر سیاروں کی حرکت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۹
۲۵	سب اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں	۱۵۰
۲۶	زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بلند صفات	۱۵۰
۲۷	ضرب لکم مثلا من انفسکم (۲۸۔۴۰)	۱۵۰
۲۸	انسان اپنے نوکروں کو اپنا شریک کہلوانا پسند نہیں کرتا تو وہ اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک کیوں کہتا ہے؟	۱۵۳
۲۹	ایک انسان کے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوندکاری کی تحقیق	۱۵۴
۳۰	فطرت کا لغوی معنی	۱۵۴
۳۱	فطرت کا شرعی معنی	۱۵۴
۳۲	ہر بچہ کی فطرت پر پیدائش کی حدیث	۱۵۶
۳۳	اگر فطرت سے مراد دین حق یا اسلام ہو تو پھر یہ حدیث عموم پر نہیں رہے گی	۱۵۶
۳۴	الروم: ۳۰ اور اس حدیث میں فطرت سے مراد کامل ہیئت اور صحیح وسالم خلقت ہے	۱۵۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	محققین کے نزدیک فطرت کا معنی کامل خلقت ہی ہے	۱۵۸
۳۶	اپنے جسم کے بعض اعضاء نکلوا کر کسی کو دے دینا اللہ کی تخلیق کو بدلنا ہے	۱۵۹
۳۷	اپنے جسم کے بعض اعضاء کو نکلوانا یا کٹوانا تغییر خلق اللہ ہے	۱۵۹
۳۸	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوندکاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث	۱۶۰
۳۹	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوندکاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات	۱۶۰
۴۰	انسان کے بالوں سے پیوندکاری کی ممانعت پر ایک شبہ کا جواب	۱۶۰
۴۱	مثلہ کی تحریم سے استدلال پر ایک اعتراض کا جواب	۱۶۲
۴۲	انسان کی اپنے جسم پر عدم ملکیت سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۱۶۳
۴۳	ایک صحابی کے ہاتھ کاٹنے پر مواخذہ سے اعضاء کی پیوندکاری کی ممانعت پر استدلال	۱۶۴
۴۴	استدلال مذکور پر اعتراض کا جواب	۱۶۵
۴۵	تکریم انسانیت سے اعضاء کی پیوندکاری کی ممانعت پر استدلال	۱۶۵
۴۶	استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	۱۶۶
۴۷	احیاء نفس سے اعضاء کی پیوندکاری کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب	۱۶۶
۴۸	انسان کے اعضاء کے ساتھ پیوندکاری کے جواز پر ایثار نفس سے استدلال	۱۶۸
۴۹	استدلال مذکور کا ابطال	۱۶۹
۵۰	مہاجرین پر انصار مدینہ کے ایثار کی تفصیل	۱۶۹

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے ہر شخص کے لیے نہیں	۱۷۰
۵۲	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	۱۷۱
۵۳	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب	۱۷۲
۵۴	ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث	۱۷۳
۵۵	جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ کے جاں بلب اور پیاسے ہونے کے باوجود پانی دوسروں کو دے کر مرجانے کا جواب	۱۷۳
۵۶	ایک کتے کو پانی پلانے سے مغفرت کے حصول سے پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب	۱۷۵
۵۷	مردہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنے اور اضطرار کی بنیاد پر پیوند کاری سے استدلال کا جواب	۱۷۶
۵۸	گردوں کے کام کی توضیح	۱۸۰
۵۹	خون اور پیشاب سے قرآن مجید کو لکھنے سے اعضاء کی پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب	۱۸۴
۶۰	سرجری کی تعلیم اور مشق کے لیے غیر مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے جواز اور مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے عدم جواز کی تحقیق	۱۸۵
۶۱	غیر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں احادیث	۱۸۶
۶۲	غیر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں فقہاء اسلام کی عبارات	۱۸۷
۶۳	مسلم اموات میں سرجری کے عدم جواز اور غیر مسلم اموات میں اس کے جواز کی اصل	۱۸۸
۶۴	مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت اور مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	۱۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵	فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	۱۸۹
۶۶	حرف آخر	۱۹۰
۶۷	منیب کا معنی	۱۹۰
۶۸	نماز کے عمداً ترک کرنے کو کفر اور شرک قرار دینے کی توجیہ	۱۹۱
۶۹	ہر فریق کا اپنے نظریہ سے مطمئن اور خوش ہونا	۱۹۱
۷۰	نفس اور روح کے تقاضے	۱۹۲
۷۱	راحت اور مصیبت کے ایام میں مومنوں اور کافروں کے احوال	۱۹۲
۷۲	شکر اور صبر کی تلقین	۱۹۳
۷۳	اپنا مال قرابت داروں کو دینے کی فضیلت	۱۹۳
۷۴	معاوضے کی طلب سے کسی کو ہدیہ دینا	۱۹۵
۷۵	معاوضہ کی طلب سے ہدیہ دینے میں مذاہب فقہاء	۱۹۶
۷۶	ظهر الفساد فی البر والبحر (۴۱-۵۳)	۱۹۷
۷۷	بحر و بر کے فساد کا محمل	۱۹۹
۷۸	اللہ پر بندوں کا حق نہ ہونا	۲۰۰
۷۹	بارش کے ذریعہ بندوں پر رحمت نازل فرمانا	۲۰۱
۸۰	اللہ الذی خلقکم من ضعف (۵۴-۶۰)	۲۰۳
۸۱	عذاب قبر کے متعلق احادیث	۲۰۴
۸۲	قیامت کے دن کفار کا جھوٹ بولنا	۲۰۵
۸۳	لاهم یستعتبون کا معنی	۲۰۵
۸۴	کفار کے مطلوبہ معجزات نہ دینے کی وجہ	۲۰۵
۸۵	سورۃ الروم کا اختتام	۲۰۶
	سورۃ لقمان	۲۰۷
۱	سورۃ کا نام	۲۰۷
۲	سورۃ لقمان کا زمانہ نزول	۲۰۷

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳	سورۃ لقمان کی سورۃ الروم سے مناسبت	۲۰۸
۴	سورۃ لقمان کے مشمولات	۲۰۹
۵	الم ○ تلک ایٰت الکتاب الحکیم (۱۱-۱)	۲۱۱
٦	بسم اللہ کے اسرار	۲۱۲
۷	الف لام میم کے اسرار	۲۱۲
۸	قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا اور محسنین کا معنی	۲۱۳
۹	نماز قائم کرنے کے معانی	۲۱۳
۱۰	زکوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۱۵
۱۱	انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ کا فرض نہ ہونا	۲۱٦
۱۲	زکوٰۃ کی تاکید اور اس کے فضائل کے متعلق احادیث	۲۱۷
۱۳	آخرت پر یقین اور ہدایت پر قائم رہنے کا معنی	۲۱۸
۱۴	مفلحین کا معنی	۲۱۹
۱۵	لھوالحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا	۲۱۹
۱٦	غناء کی تحریم اور ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	۲۲۰
۱۷	غناء کی تحریم اور ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۲۰
۱۸	جس قسم کے اشعار کا دف کے ساتھ یا بغیر دف کے ساتھ سماع جائز ہے	۲۲۲
۱۹	آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا	۲۲۵
۲۰	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء احناف کا نظریہ	۲۲۵
۲۱	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۲٦
۲۲	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۲۷
۲۳	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۲۷
۲۴	غناء اور سماع کے متعلق مفسرین احناف کی تصریحات	۲۲۸
۲۵	جائز اور ناجائز سماع	۲۲۹
۲٦	دکھاوے کے لیے حال کھیلنے کی خرابیاں	۲۳۰
۲۷	سماع کے اسباب	۲۳۰
۲۸	سماع کی حقیقت	۲۳۱
۲۹	سماع کی انواع، شرائط، آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر دلائل	۲۳۱
۳۰	غناء اور سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق	۲۳۳
۳۱	کفار کی سزا کے ذکر اور مومنوں کی جزاء کے ذکر کا تقابل	۲۳۵
۳۲	آسمانوں کا مستدیر (گول) اور ایک دوسرے سے منفصل ہونا	۲۳٦
۳۳	زمین کا متزلزل نہ ہونا اس کی حرکت کے منافی نہیں	۲۳۸
۳۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلائل	۲۳۸
۳۵	توحید کی فضیلت اور شرک کی مذمت	۲۳۸
۳٦	ولقد اتینا لقمن الحکمۃ (۱۹-۱۲)	۲۳۹
۳۷	حکیم لقمان کا تعارف	۲۴۱
۳۸	حکمت کے معانی، اس کی تعریفات اور اس کے اطلاقات	۲۴۲
۳۹	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	۲۴۳
۴۰	ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	۲۴۴
۴۱	حکیم لقمان کو شکر کرنے کی تلقین	۲۵۰
۴۲	حکیم لقمان کے بیٹے کا نام اور اس کا دین	۲۵۱
۴۳	شرک کے ظلم عظیم ہونے کی توجیہ	۲۵۱
۴۴	لفظ عام سے عموم اور خصوص مراد لینے کا ضابطہ	۲۵۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۵	ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہات	۲۵۲
۴۶	والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وجوہات	۲۵۴
۴۷	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۵۵
۴۸	حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصول تعلیم کے لیے ادب سے درخواست کرنا	۲۵۵
۴۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ	۲۵۵
۵۰	حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ	۲۵۷
۵۱	تعلیم اور تعلم کے آداب	۲۵۷
۵۲	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق احادیث اور آثار	۲۵۸
۵۳	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور توقیر کے متعلق فقہاء اور علماء کے اقاویل	۲۵۹
۵۴	استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دلائل	۲۶۲
۵۵	کافر ماں باپ کی خدمت کرنے کا استحسان	۲۶۴
۵۶	اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کا مصداق	۲۶۴
۵۷	تلاش رزق میں اعتدال چاہیے	۲۶۵
۵۸	انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے	۲۶۵
۵۹	صبر اور عزیمت کی تفصیل	۲۶۶
۶۰	لا تصعر کا معنیٰ	۲۶۷
۶۱	آہستگی سے چلنے کی فضیلت اور بھاگ کر چلنے کی مذمت	۲۶۸
۶۲	گدھے کی آواز کی مذمت اور مرغ کی بانگ کی فضیلت	۲۶۹
۶۳	الم تروا ان اللہ سخرلکم (۲۰۔۳۰)	۲۷۰
۶۴	ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل	۲۷۲
۶۵	تقلید اور عقیدہ کا فرق	۲۷۳
۶۶	عقائد میں تقلید کے جواز یا عدم جواز کی بحث	۲۷۳
۶۷	اللہ کے پاس حسن انجام کا پانا	۲۷۴
۶۸	کافروں کی تکذیب سے آپ کو غم کرنے کی	
۶۹	ممانعت کی توجیہ	۲۷۵
۷۰	آپ کو الحمد للہ کہنے کے حکم کی توجیہ	۲۷۵
۷۱	اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کی وجوہ	۲۷۶
۷۲	بعض واعظین کا اللہ کے ذکر کو فانی اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو باقی قرار دینا	۲۷۷
۷۳	کلمات اللہ کا غیر متناہی ہونا	۲۷۷
۷۴	رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنے کے معانی	۲۷۸
۷۵	الم تر ان الفلک تجری (۳۱۔۳۴)	۲۷۹
۷۶	صبر اور شکر کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۲۸۰
۷۷	صوفیاء کے نزدیک صبر کی تعریفات	۲۸۱
۷۸	صوفیاء کے نزدیک شکر کی تعریفات	۲۸۲
۷۹	معتدل لوگوں کا بیان	۲۸۳
۸۰	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت کی وضاحت	۲۸۳
۸۱	علوم خمسہ کی نفی کی آیت کا شان نزول	۲۸۴
۸۲	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی	۲۸۵
۸۳	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کی احادیث	۲۸۵
۸۴	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کا محمل اور مفاتیح الغیب کا معنیٰ	۲۸۶
۸۵	بارش کے نزول کا علم	۲۸۶
۸۶	ماؤں کے رحم کا علم	۲۸۷
۸۷	کل کا اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم	۲۸۸
۸۸	مرنے کی جگہ کا علم	۲۸۹

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	قیامت کا علم	۲۹۰
۹۰	علوم خمسہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا نبی ﷺ کے علم عطا کرنے کے منافی نہیں ہے	۲۹۱
۹۱	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ وعلم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات	۲۹۲
۹۲	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا باعث	۲۹۵
۹۳	حرف آخر	۲۹۶
	سورۃ السجدۃ	۳۰۱
۱	سورۃ کا نام	۳۰۱
۲	سورۃ السجدۃ کے فضائل میں احادیث	۳۰۱
۳	سورۃ السجدۃ کی سورۃ لقمان سے مناسبت	۳۰۲
۴	سورۃ السجدۃ کے مشمولات	۳۰۳
۵	الم O تنزیل الکتاب لا ریب فیه (۱۱-۱)	۳۰۴
۶	الف-لام-میم کے نکات	۳۰۵
۷	قرآن مجید کی مختلف النوع ہدایات	۳۰۶
۸	اس اشکال کا جواب کہ اہل عرب کے پاس تو پہلے بھی کئی رسول اور عذاب سے ڈرانے والے آئے تھے	۳۰۶
۹	اس اشکال کا جواب کہ اگر آپ صرف قریش مکہ کے رسول ہیں تو پھر اہل کتاب کے لیے رسول نہیں ہیں	۳۰۷
۱۰	جن چھ دنوں میں دنیا بنائی گئی ان کی تفصیل	۳۰۸
۱۱	منگل کے دن کو منحوس سمجھنے کی تحقیق	۳۰۸
۱۲	اللہ تعالیٰ کے تدبیر کرنے کا معنی	۳۰۹
۱۳	ایک ہزار سال میں اللہ تعالیٰ کی طرف کاموں کے چڑھنے کے محامل	۳۱۰
۱۴	پچاس ہزار سال کے دن اور ایک ہزار سال کے دن کی آیتوں میں تطبیق	۳۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	عالم الغیب کا معنی اس کا ربط اور اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	۳۱۲
۱۶	ہر چیز اور ہر مخلوق کو حامل حسن بنانا	۳۱۳
۱۷	انسان کو مٹی سے بنانا	۳۱۳
۱۸	پانی کی ایک حقیر بوند سے انسان کو بنانا	۳۱۴
۱۹	اللہ کی طرف روح کی اضافت کا معنی	۳۱۴
۲۰	روح کی تحقیق	۳۱۴
۲۱	روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۱۴
۲۲	روح کے مصداق میں مختلف اقوال	۳۱۵
۲۳	روح کی صحیح تعریف	۳۱۶
۲۴	روح کے جسم لطیف ہونے، بدن میں حلول کرنے، منتقل ہونے اور درد اور لذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۳۱۶
۲۵	روح کے جسم لطیف ہونے اور مذکورہ صفات کے حامل ہونے کے ثبوت میں احادیث	۳۱۷
۲۶	شہداء کی روحوں کو جنت کا رزق ملنا	۳۱۸
۲۷	مومن اور کافر کی روحوں کو قبر میں ان کے جسموں میں داخل کرنا	۳۱۸
۲۸	مومن اور کافر کی روحوں کی ان کے جسموں سے نکلنے کی کیفیت اور ان کے برزخی حالات اور ان کا باہمی فرق	۳۱۹
۲۹	ضلال کے معانی	۳۲۳
۳۰	اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور دیگر فرشتوں کے موت دینے کے محامل	۳۲۴
۳۱	آیا ملک الموت تمام مخلوق پر موت طاری کرتے ہیں یا خاص مخلوق پر	۳۲۵
۳۲	ملک الموت پر موت کا آنا	۳۲۶
۳۳	ولو تری اذ المجرمون ناکسوا (۲۲-۱۲)	۳۲۶

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا ثمر آور نہ ہونا	۳۲۸
۳۵	تمام جنات اور انسانوں کے ہدایت یافتہ نہ بنانے کی توجیہ	۳۲۹
۳۶	جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنے کے متعلق احادیث	۳۳۰
۳۷	دوزخ میں اللہ کے قدم ڈالنے کی توجیہ	۳۳۰
۳۸	نسیان کے دو معنی	۳۳۱
۳۹	سجدۂ تلاوت کے آداب	۳۳۲
۴۰	نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ	۳۳۲
۴۱	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۳۳۳
۴۲	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۳۳۳
۴۳	تجافی اور مضاجع کا معنی	۳۳۴
۴۴	تہجد اور رات کے دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث	۳۳۵
۴۵	اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ	۳۳۷
۴۶	مومن اور فاسق کا دنیا اور آخرت میں مساوی نہ ہونا	۳۳۸
۴۷	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۳۳۸
۴۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل	۳۳۹
۴۹	عذاب ادنیٰ اور عذاب اکبر کے مصادیق	۳۴۰
۵۰	ظلم کے لغوی اور عرفی معنی	۳۴۱
۵۱	ظلم کی سزاؤں اور عذاب کے متعلق احادیث اور ان کی ضروری تشریح	۳۴۱
۵۲	ولقد اتینا موسی الکتاب (۲۳-۳۰)	۳۴۳
۵۳	سیدنا محمد ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے محامل	۳۴۵
۵۴	بارش کے پانی سے بنجر زمین کو زرخیز کرنے کا انعام تا کہ تمہیں جسمانی خوراک حاصل ہو	۳۴۶
۵۵	ہدایت کے پانی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا انعام تا کہ تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہو	۳۴۶
۵۶	آیا فیصلہ کے دن سے دنیا میں کفار کی شکست کا دن مراد ہے یا روز قیامت؟	۳۴۷
۵۷	آیا ہر حال اور ہر جگہ میں مشرکین سے جہاد واجب ہے یا نہیں؟	۳۴۷
۵۸	نبی ﷺ کے انتظار کرنے اور کفار کے انتظار کرنے کا فرق	۳۴۸
۵۹	سورۃ السجدہ کا اختتام	۳۴۸
	سورۃ الاحزاب	۳۴۹
۱	سورۃ کا نام	۳۴۹
۲	سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول	۳۴۹
۳	سورۃ الاحزاب کے مشمولات	۳۵۰
۴	بنو نضیر کو جلاوطن کرنا اور غزوۃ الاحزاب کا سبب	۳۵۰
۵	غزوۃ الاحزاب کا مختصر ذکر	۳۵۱
۶	غزوۃ بنو قریظہ کا مختصر ذکر	۳۵۲
۷	غزوۃ الاحزاب میں قضاء ہونے والی نمازیں	۳۵۲
۸	غزوۃ الاحزاب میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات	۳۵۳
۹	یا یھا النبی اتق اللہ (۱-۸)	۳۵۵
۱۰	نبی ﷺ کو ندا کرنے کی توجیہ	۳۵۶
۱۱	نبی کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۵۷
۱۲	علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک نبی ﷺ کو نام کے بجائے صفات کے ساتھ ندا کرنے کی توجیہ	۳۵۷

marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۳	مصنف کے نزدیک آپ کو ذات اور صفات دونوں کے ساتھ ندا کرنے کا جواز	۳۵۸
۱۴	کفار کا آپ کو پیغام توحید سنانے سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	۳۶۰
۱۵	آپ کو ڈرنے کا حکم دینے کی توجیہ	۳۶۰
۱۶	رسول اللہ ﷺ کا مجوسیوں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا	۳۶۱
۱۷	کفار اور فساق کی مشابہت کے حکم کی تحقیق	۳۶۲
۱۸	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں علامہ مناوی کی تحقیق	۳۶۲
۱۹	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں شیخ عبد الحق دہلوی کی تحقیق	۳۶۳
۲۰	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں فقہاء احناف کی تحقیق	۳۶۴
۲۱	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحقیق	۳۶۵
۲۲	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں مصنف کی تحقیق	۳۶۷
۲۳	لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا	۳۶۹
۲۴	بدعقیدگی، بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر، گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا	۳۶۹
۲۵	اتباع وحی کے محامل اور بدعت سیئہ کی تعریف	۳۶۹
۲۶	کسی شخص کے اندر دو دل نہ بنانے کے متعدد محامل	۳۷۰
۲۷	قلب کے مصداق کے متعلق قدیم اور جدید آراء	۳۷۱
۲۸	ظہار کی تعریف، اس کا حکم اور اس کا کفارہ	۳۷۲
۲۹	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے کا شرعی حکم	۳۷۳
۳۰	منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصلی باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم	۳۷۵
۳۱	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات	۳۷۶
۳۲	اقسط، خطأ اور مغفرت اور رحمت کے معانی اور ان کی وضاحت	۳۷۸
۳۳	خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے پر وعید	۳۷۸
۳۴	مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی ﷺ کو تصرف کرنے کا زیادہ اختیار ہے	۳۷۹
۳۵	مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی ﷺ زیادہ شفیق ہیں	۳۸۰
۳۶	عام مسلمانوں کی نسبت نبی ﷺ مسلمانوں کے حقوق کے زیادہ کفیل اور ضامن ہیں	۳۸۰
۳۷	سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی زندگی اور موت میں ان کا کفیل اور ضامن ہو	۳۸۱
۳۸	ازواج مطہرات کے مومنوں کی مائیں ہونے کی وضاحت	۳۸۲
۳۹	مہاجروں اور بنائے ہوئے بھائیوں کی باہمی وراثت کا منسوخ ہونا	۳۸۲
۴۰	مسلمانوں اور کافروں کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا	۳۸۲
۴۱	یوم میثاق میں انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے متعدد محامل	۳۸۴
۴۲	انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعدد محامل	۳۸۵
۴۳	یایها الذین امنوا اذکروا نعمة الله (۹-۲۰)	۳۸۶
۴۴	غزوۃ الاحزاب میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور احسان کا بیان	۳۸۸

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۵	احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال سے مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	۳۹۱
۴۶	منافقوں کے اس قول کے محامل اے اہل یثرب واپس جاؤ	۳۹۳
۴۷	گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے محامل	۳۹۳
۴۸	جہاد سے بھاگنے والوں کی سرزنش	۳۹۴
۴۹	مسلمانوں کو جہاد سے باز رکھنے کے لیے منافقوں کی کوششیں اور ان کا خوف اور ان کی چرب زبانی	۳۹۵
۵۰	لقد کان لکم فی رسول اللہ (۲۷۔۲۱)	۳۹۶
۵۱	نبی ﷺ کی ذات میں سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کا نمونہ	۳۹۷
۵۲	نبی ﷺ کی ذات میں عبادات اور معاملات کا نمونہ	۳۹۸
۵۳	اللہ کے ذکر میں کامل اجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر مکمل جملہ ہو اور ذکر کرنے والے کو اس کا معنیٰ معلوم ہو	۴۰۰
۵۴	غزوۃ الاحزاب کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے محامل	۴۰۰
۵۵	مجاہدین کو مردوں سے تعبیر کرنے کا سبب	۴۰۱
۵۶	بعض مجاہدین کے نذر ماننے کی تحسین کی توجیہ جب کہ نذر ماننا مکروہ ہے	۴۰۱
۵۷	جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق	۴۰۲
۵۸	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے ملنا	۴۰۳
۵۹	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	۴۰۴
۶۰	سورۃ توبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے قرآن مجید میں مندرج ہوئی یا حضرت ابوخزیمہ کی شہادت سے؟	۴۰۵
۶۱	مصنف کے نزدیک حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے اس آیت کا قرآن میں مندرج ہونا راجح ہے	۴۰۶
۶۲	دو شہادتوں سے کسی آیت کا قرآن مجید میں درج کرنا آیا تواتر کی شرط کے خلاف ہے یا نہیں؟	۴۰۷
۶۳	خزیمہ اور ابوخزیمہ کے ناموں کا فرق	۴۰۸
۶۴	منافقوں کو عذاب نہ دینے پر ایک اشکال کا جواب	۴۰۸
۶۵	اللہ تعالیٰ کا کفار کو غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	۴۰۹
۶۶	بنو قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا	۴۱۰
۶۷	غزوہ بنو قریظہ کے متعلق احادیث	۴۱۱
۶۸	حضرت سعد نے جو موت کی دعا کی تھی اس پر اعتراضات کے جوابات	۴۱۲
۶۹	ان مفتوحہ علاقوں کے محامل جہاں صحابہ نہیں پہنچے تھے	۴۱۳
۷۰	یایھا النبی ﷺ قل لازواجک (۳۰۔۲۸)	۴۱۴
۷۱	نبی ﷺ کا ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا	۴۱۴
۷۲	طلاق کا اختیار دینے کا سبب اور اس کی نوعیت	۴۱۵
۷۳	بیوی کو طلاق کا اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت اختیار میں مذاہب فقہاء	۴۱۶
۷۴	نبی ﷺ کی ازواج کی تفصیل	۴۱۷
۷۵	ازواج مطہرات کا مقام بیان فرمانا	۴۱۹
۷۶	ازواج مطہرات پر زیادہ گرفت فرمانے کی توجیہ	۴۲۰
۷۷	ومن یقنت منکن للہ (۳۴۔۳۱)	۴۲۱
۷۸	ازواج مطہرات کو دگنا اجر عطا فرمانا	۴۲۲
۷۹	عیش وعشرت اور دنیاوی لذتوں میں غلو نہ کرنے کی تلقین	۴۲۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۰	ازواج مطہرات اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی باہمی فضیلت میں محاکمہ	۴۲۳
۸۱	عورت کا مردوں سے اپنی آواز کو مستور رکھنے کا حکم	۴۲۴
۸۲	بغیر شرعی ضرورت کے خواتین کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت	۴۲۵
۸۳	تبرج اور جاہلیت اولیٰ کی تفسیر	۴۲۶
۸۴	جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب	۴۲۷
۸۵	حضرت عائشہ کا اصلاح کے قصد سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر وغیرہما کے ساتھ بصرہ روانہ ہونا	۴۲۸
۸۶	قاتلین عثمان کا ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی کو بصرہ روانہ کرنا اور فریقین میں صلح کے مذاکرات	۴۲۹
۸۷	قاتلین عثمان کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ کرا دینا	۴۳۰
۸۸	قاتلین عثمان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر تسلط اور تغلب	۴۳۰
۸۹	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ	۴۳۱
۹۰	مشاجرات صحابہ میں مصنف کا نظریہ	۴۳۳
۹۱	حضرت عائشہ اور حضرت علی کا جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کرنا	۴۳۴
۹۲	حضرت عائشہ کے متعلق شیعہ کی ناگفتنی روایات	۴۳۴
۹۳	حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر حضرت زینب اور حضرت سودہ کے گھر سے نہ نکلنے کے معارضہ کا جواب	۴۳۵
۹۴	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اصلاحی اقدام پر قرآن مجید سے دلائل	۴۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۵	آیت تطہیر کے مصادیق	۴۳۷
۹۶	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا	۴۳۷
۹۷	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	۴۳۸
۹۸	مصنف کے نزدیک اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۰
۹۹	تصریحات لغت سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۰
۱۰۰	قرآن مجید کی نصوص سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کا شامل ہونا	۴۴۰
۱۰۱	احادیث صحیحہ کے اطلاقات میں اہل کا ازواج اور	
۱۰۲	اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۱
۱۰۳	اہل بیت میں ازواج مطہرات اور آپ کی عترت کے دخول کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۴۴۲
۱۰۴	شیعہ علماء کے اس اعتراض کا جواب کہ اہل بیت کے ساتھ مذکر کی ضمائر کیوں لائی گئیں؟	۴۴۳
۱۰۵	شیعہ علماء کا اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرنا اور اس کا جواب	۴۴۴
۱۰۶	ازواج مطہرات کا احادیث کو پہنچانا	۴۴۵
۱۰۷	کتب احادیث مقبولہ کا حجت ہونا	۴۴۶
۱۰۸	ان المسلمین والمسلمات (۳۵-۴۰)	۴۴۸
۱۰۹	قرآن مجید میں خواتین کا ذکر	۴۵۰
۱۱۰	اسلام، ایمان، قنوت اور خشوع وغیرہ کے معانی	۴۵۰
۱۱۱	بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۴۵۱
۱۱۲	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں نکاح ہونا	۴۵۲
۱۱۳	نکاح غیر کفو میں مذاہب ائمہ	۴۵۲
۱۱۴	نکاح غیر کفو کے متعلق احادیث	۴۵۳
۱۱۵	غیر ہاشمی اور غیر سید کا ہاشمیہ یا فاطمی سیدہ سے نکاح	۴۵۴

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۶	رسول اللہ ﷺ کا انعام دینا، غنی فرمانا اور تقسیم فرمانا	۴۵۶
۱۱۷	رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیلات	۴۵۶
۱۱۸	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	۴۵۸
۱۱۹	حضرت زینب سے نکاح میں مسلمانوں کے لیے نمونہ اور آسانی	۴۵۹
۱۲۰	قدراً مقدوراً کا معنیٰ	۴۵۹
۱۲۱	انبیاء علیہم السلام کے ڈرنے کی حقیقت	۴۵۹
۱۲۲	اس کی تحقیق کہ رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں	۴۶۰
۱۲۳	سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۶۱
۱۲۴	سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ، مقبولہ	۴۶۳
۱۲۵	احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد	۴۷۰
۱۲۶	نبی ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو فقہاء اسلام کا کافر اور مرتد قرار دینا	۴۷۱
۱۲۷	امام غزالی کی الاقتصاد پر فقہاء اسلام کے تبصرے	۴۷۲
۱۲۸	منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ	۴۷۴
۱۲۹	مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان واصرار	۴۷۵
۱۳۰	مرزا صاحب کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہیں	۴۸۰
۱۳۱	مرزا صاحب کا جہاد کو منسوخ قرار دینا	۴۸۰
۱۳۲	۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت	۴۸۱
۱۳۳	۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت	۴۸۲
۱۳۴	اس اعتراض کا جواب کہ اگر آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی بن جاتے	۴۸۳
۱۳۵	الاعراف: ۳۵ سے اجراء نبوت کا معارضہ اور اس کا جواب	۴۸۴
۱۳۶	اس اعتراض کا جواب کہ ختم نبوت کا معنی مہر نبوت ہے اور آپ کی مہر سے نبی بنتے ہیں	۴۸۶
۱۳۷	اس اعتراض کا جواب کہ لانبی بعدی میں لا نفی کمال کے لیے ہے نہ کہ نفی جنس کے لیے	۴۸۸
۱۳۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث	۴۸۹
۱۳۹	اس امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ	۴۹۰
۱۴۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا	۴۹۰
۱۴۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا	۴۹۱
۱۴۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ سے بالمشافہ اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	۴۹۱
۱۴۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	۴۹۲
۱۴۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کی تعلیم سے مستفید ہونا	۴۹۳
۱۴۵	اولیاء کرام کا نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے استفادہ کرنا	۴۹۳
۱۴۶	ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت	۴۹۴
۱۴۷	اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا	۴۹۵
۱۴۸	یاایھا الذین امنوا اذکروا اللہ (۵۲-۴۱)	۴۹۶

marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۴۹	رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ کا حکم دینے اور آپ کی امت کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	۴۹۸
۱۵۰	بکثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۴۹۹
۱۵۱	ذکر اور تسبیح کرنے والوں کی اقسام اور ان کے مراتب اور درجات	۵۰۰
۱۵۲	بعض اذکار اور اوراد	۵۰۱
۱۵۳	اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کا معنیٰ	۵۰۱
۱۵۴	اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کے محامل	۵۰۲
۱۵۵	تحیت کا معنیٰ اور اس کے مواقع	۵۰۲
۱۵۶	نبی ﷺ کے اسماء اور آپ کی صفات	۵۰۳
۱۵۷	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	۵۰۴
۱۵۸	رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی توحید اور ذات و صفات پر شاہد ہونا	۵۰۴
۱۵۹	رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں امور آخرت پر شاہد ہونا	۵۰۵
۱۶۰	رسول اللہ ﷺ کا اعمال امت پر شاہد ہونا	۵۰۶
۱۶۱	رسول اللہ ﷺ کو سراج کہنے کی توجیہ	۵۰۷
۱۶۲	جنت کا حصول اللہ کا بہت بڑا فضل ہے	۵۰۸
۱۶۳	کافروں اور منافقوں سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	۵۰۹
۱۶۴	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی تفصیل	۵۰۹
۱۶۵	تہذیب اور شائستگی کا تقاضا یہ ہے کہ جماع اور مباشرت کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے	۵۰۹
۱۶۶	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ	۵۱۰
۱۶۷	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر قرآن اور سنت سے دلائل	۵۱۰
۱۶۸	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں فقہاء احناف کے موقف پر آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین سے دلائل	۵۱۱

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۶۹	خلوت صحیحہ سے مہر کے وجوب پر امام رازی کے اعتراض کا جواب	۵۱۱
۱۷۰	مطلقہ کو نصف مہر اور متاع دینے کے وجوب کے محامل	۵۱۳
۱۷۱	خلوت صحیحہ کی تعریف	۵۱۳
۱۷۲	مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان	۵۱۴
۱۷۳	سراح جمیل کا معنیٰ	۵۱۴
۱۷۴	حضرت ام ہانی کو نکاح کا پیغام دینا	۵۱۴
۱۷۵	نبی ﷺ کی ازواج کا مہر	۵۱۵
۱۷۶	نکاح کی اجازت کے رشتوں میں اسلام کا متوسط حکم	۵۱۵
۱۷۷	جن خواتین نے اپنے آپ کو نبی ﷺ سے نکاح کے لیے پیش کیا	۵۱۵
۱۷۸	بغیر مہر کے محض ہبہ سے کوئی خاتون عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے	۵۱۶
۱۷۹	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر فرض ہیں امت پر فرض نہیں ہیں	۵۱۷
۱۸۰	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر حرام یا ممنوع ہیں' امت پر حرام یا ممنوع نہیں ہیں	۵۱۸
۱۸۱	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر حلال ہیں' امت پر حلال نہیں ہیں	۵۱۹
۱۸۲	انبیاء سابقین علیہم السلام کے اعتبار سے آپ کے خصائص	۵۱۹
۱۸۳	آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	۵۲۰
۱۸۴	عام مسلمانوں پر ازواج میں باریوں کی تقسیم کا وجوب	۵۲۱

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۵	ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر خواتین سے نکاح کرنے کی ممانعت کی توجیہ	۵۲۲
۱۸۶	نکاح سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنے کا جواز	۵۲۲
۱۸۷	یا یھا الذین امنوا لا تدخلوا (۵۸-۵۳)	۵۲۳
۱۸۸	حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ اور آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	۵۲۵
۱۸۹	حضرت زینب کے ولیمہ کی بعض تفصیلات' ولیمہ کا شرعی حکم اور نزول حجاب کی تاریخ	۵۲۷
۱۹۰	دینی اور دنیاوی ضرورت کی بناپر ازواج مطہرات کو اپنے گھروں سے نکلنے کی اجازت	۵۲۷
۱۹۱	باہر نکلنے پر حضرت سودہ کو حضرت عمر کے دوبار ٹوکنے کی وضاحت	۵۲۸
۱۹۲	ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرنے کا حکم دیگر مسلم خواتین کو بھی متضمن ہے	۵۲۸
۱۹۳	نبی ﷺ کو کس بات سے ایذاء پہنچی تھی؟	۵۲۹
۱۹۴	نبی ﷺ کی ازواج دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں	۵۲۹
۱۹۵	رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی مستحق مواخذہ ہے	۵۳۰
۱۹۶	خواتین پر ان کے محارم اور ان کی باندیوں سے پردہ نہیں ہے	۵۳۱
۱۹۷	اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں ذکر کرنے کی تحقیق	۵۳۲
۱۹۸	فقہاء اسلام کے نزدیک نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے آپ کی حمد وثنا کرنا	۵۳۳
۱۹۹	رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۳۶
۲۰۰	دعا کے اول وآخر میں درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۳۹
۲۰۱	بعض دیگر مواقع اور مقامات پر درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۴۰
۲۰۲	درود ابراہیمی میں تشبیہ اور دوسرے اعتراض کا جواب	۵۴۲
۲۰۳	نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ	۵۴۳
۲۰۴	ہر بار نبی ﷺ کے ذکر پر درود پڑھنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۴۴
۲۰۵	اذان سے پہلے اور بعد درود پڑھنے کا حکم	۵۴۴
۲۰۶	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو مستحب کہا ہے	۵۴۵
۲۰۷	اذان اور اقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تحقیق	۵۴۵
۲۰۸	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو مکروہ کہا ہے	۵۴۷
۲۰۹	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۵۴۷
۲۱۰	غیر انبیاء پر استقلالاً سلام پڑھنے کا بھی ممنوع ہونا	۵۴۸
۲۱۱	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل	۵۴۸
۲۱۲	نبی ﷺ پر سلام کے بغیر صرف صلوٰۃ پڑھنے کا بلا کراہت جواز	۵۸۹
۲۱۳	اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ کلمات	۵۵۱
۲۱۴	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اور نازیبا کلمات	۵۵۲
۲۱۵	علامہ قرطبی کا حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کی شکایت کو اس آیت کی تفسیر میں ذکر کرنا	۵۵۳
۲۱۶	حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر صحابہ کی شکایات کی توجیہات	۵۵۴

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۷	اللہ اور رسول اور مومنوں کو ایذا پہنچانے کا فرق	۵۵۶
۲۱۸	یا یھا النبی قل لازواجک (۶۸۔۵۹)	۵۵۶
۲۱۹	جلباب کی تحقیق	۵۵۸
۲۲۰	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق	۵۵۸
۲۲۱	عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۵۹
۲۲۲	ذالک ادنی ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال	۵۶۰
۲۲۳	بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال	۵۶۳
۲۲۴	عہد رسالت میں حجاب اور نقاب کے معمولات	۵۶۴
۲۲۵	عہدِ توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول	۵۶۵
۲۲۶	چہرے کے حجاب پر شبہات اور ان کے جوابات	۵۶۵
۲۲۷	المرجفون اور دیگر اصطلاحی الفاظ کے معانی	۵۶۷
۲۲۸	منافقین کو قتل کرنے اور مدینہ بدر کرنے کی سزا کیوں نہیں دی گئی	۵۶۸
۲۲۹	رسول اللہ ﷺ کو قیامت کا علم تھا یا نہیں	۵۶۹
۲۳۰	قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے متعلق احادیث	۵۶۹
۲۳۱	علم قیامت کی نفی کے متعلق مفسرین کی توجیہات	۵۷۱
۲۳۲	دوزخ میں کفار کے عذاب کی کیفیت	۵۷۱
۲۳۳	یا یھا الذین امنوا لا تکونوا (۷۳۔۶۹)	۵۷۲
۲۳۴	منافقوں کا رسول اللہ ﷺ سے اذیت ناک کلام کرنا اور آپ کا ان کو سزا نہ دینا	۵۷۳
۲۳۵	انبیاء علیہم السلام کا جسمانی عیوب سے بری ہونا اور دیگر مسائل	۵۷۴
۲۳۶	وجیہ کا معنیٰ	۵۷۶
۲۳۷	اس کی تحقیق کہ اس آیت میں ان یحملنھا کا ترجمہ امانت کو اٹھانا ہے یا امانت میں خیانت کرنا ہے	۵۷۷
۲۳۸	امانت کے متعلق احادیث	۵۷۸
۲۳۹	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر جس امانت کو پیش کیا گیا تھا اس کے مصداق میں آثار اور اقوال	۵۷۹
۲۴۰	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر قرآن مجید سے استدلال	۵۷۹
۲۴۱	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر احادیث سے استدلال	۵۸۰
۲۴۲	جمادات سے کلام کرنے کی دوسری توجیہ	۵۸۱
۲۴۳	حمل کا معنیٰ خیانت کرنے پر کتب لغت کی تصریحات	۵۸۲
۲۴۴	جن مفسرین نے یحملنھا کا معنیٰ کیا امانت کو اٹھانا	۵۸۲
۲۴۵	یحملنھا کی تفسیر بار امانت اٹھانے سے کرنے پر	
۲۴۶	علامہ قرطبی کی توجیہات اور ان پر مصنف کی بحث و نظر	۵۸۳
۲۴۷	جن مفسرین نے یحملنھا اور حملھا الانسان میں حمل کا معنیٰ امانت میں خیانت کرنا کیا	۵۸۴
۲۴۸	انسان کے ظالم اور جاہل ہونے کی توجیہ	۵۸۵
۲۴۹	جنسِ انسان پر امانت پیش کرنے کی حکمت کفار کو عذاب دینا، توبہ کرنے والے مومنوں کو بخشنا اور انبیاء اور صالحین کو نوازنا ہے۔	۵۸۶
۲۵۰	اختتام سورت	۵۸۷
	سورۃ سبا	۵۹۱
۱	سورۃ کا نام اور اس کا زمانہ نزول	۵۹۱
۲	سورۃ سبا اور سورۃ الاحزاب میں مناسبت	۵۹۱
۳	سورۃ سبا کے مشمولات	۵۹۲
۴	الحمد للہ الذی لہ ما فی السموت وما فی الارض (۹۔۱)	۵۹۳

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	آخرت میں اللہ کی حمد کرنے کے چھ مقامات	۵۹۵
۶	حمد کی تعریف' اللہ کی حمد کی اقسام اور حمد اور شکر کی ادائیگی کا طریقہ	۵۹۶
۷	زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی اور آسمان سے اترنے اور اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں	۵۹۷
۸	وقوع قیامت پر دلائل	۵۹۷
۹	رزق کریم کا معنیٰ	۵۹۸
۱۰	اہل علم کا مصداق	۵۹۹
۱۱	جز لا یتجزی کے ثبوت پر دلیل	۵۹۹
۱۲	صدق اور کذب کی صحیح تعریفات اور نظام اور جاحظ کی تعریفات پر تبصرہ	۵۹۹
۱۳	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دلائل	۶۰۱
۱۴	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر اعتراضات کے جوابات	۶۰۱
۱۵	جنون کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۶۰۲
۱۶	ولقد اتینا داود منا فضلا (۱۰-۲۱)	۶۰۳
۱۷	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی فضائل	۶۰۵
۱۸	اوّبی کا معنیٰ	۶۰۶
۱۹	حضرت داؤد علیہ السلام کا آہن گر ہونا	۶۰۷
۲۰	جائز پیشوں کی فضیلت اور بعض پیشوں کو برا جاننے کی مذمت	۶۰۸
۲۱	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	۶۰۹
۲۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کے خصوصی فضائل	۶۰۹
۲۳	محراب کے داخل مسجد ہونے کی تحقیق	۶۱۰
۲۴	محراب کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۱۲
۲۵	تصویروں کا شرعی حکم	۶۱۲
۲۶	جفان' الجواب' قدور اور راسیات کے معانی	۶۱۲
۲۷	آل داؤد کو شکر کرنے کا حکم	۶۱۳
۲۸	حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا طاری ہونا	۶۱۳
۲۹	حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات و وفات کے بعد ان کا قبروں سے نکلنا	۶۱۴
۳۰	قوم سبا کی خوشحالی اور بدحالی	۶۱۵
۳۱	اہل سبا کی ناشکری اور اس کا انجام	۶۱۶
۳۲	شیطان کے پیروکاروں کا اس کی پیش گوئی کو سچ کر دکھانا	۶۱۷
۳۳	سبا: ۲۱ میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ربط اور اللہ تعالیٰ کے علم پر اشکال کا جواب	۶۱۸
۳۴	قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ (۳۰-۲۲)	۶۲۰
۳۵	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	۶۲۱
۳۶	سبا: ۲۳ میں فرشتوں کے دلوں پر جو ہیبت طاری ہونے کا ذکر ہے اس کا تعلق آیا دنیا سے ہے یا آخرت سے؟	۶۲۲
۳۷	کفار کے لیے شفاعت نہ ہونے کی دلیل	۶۲۳
۳۸	موحد اور مشرک میں کون بہتر ہے؟	۶۲۳
۳۹	سبا: ۲۴ کے حکم کا منسوخ ہونا	۶۲۴
۴۰	فتاح اور علیم کا معنیٰ	۶۲۴
۴۱	کافۃ کا معنیٰ	۶۲۵
۴۲	تمام مخلوق کے لیے آپ کی رسالت پر دلائل	۶۲۶
۴۳	پتھروں' پہاڑوں' درختوں اور جانوروں کا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا' اور ہر چیز کا آپ کی رسالت کو پہچاننا	۶۲۷
۴۴	کفار سے کیے ہوئے معین وقت کے وعدہ کے متعلق اقوال	۶۲۸

marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۵	وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القران (۳۱_۳۶)	۶۲۸
۴۶	قیامت کے دن متکبر اور پس ماندہ کافروں کا مناظرہ	۶۲۹
۴۷	اسروا کا معنی	۶۳۰
۴۸	مترفین کا معنی	۶۳۱
۴۹	وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم (۳۶_۴۵)	۶۳۱
۵۰	مال اور اولاد کی محض کثرت باعث فخر اور پسندیدہ نہیں	۶۳۳
۵۱	خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے کے مواضع اور مقامات اور خرچ کرنے کی فضیلت	۶۳۴
۵۲	فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد	۶۳۵
۵۳	انکار وحی کی وجہ سے سابقہ امتوں پر عذاب آنا	۶۳۶
۵۴	قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ (۴۶_۵۴)	۶۳۷
۵۵	جماعت کو غور وفکر کی دعوت کیوں نہیں دی؟	۶۳۸
۵۶	نبی ﷺ کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۶۳۹
۵۷	توحید، رسالت اور آخرت کی نصیحت کا باہمی ربط	۶۳۹
۵۸	تبلیغ رسالت کا اجر نہ طلب کرنے سے آپ کے رسول ہونے پر استدلال	۶۴۰
۵۹	نبوت عطا کرنے میں سیدنا محمد ﷺ کی تخصیص کی توجیہ	۶۴۰
۶۰	حق اور باطل کا فرق	۶۴۱
۶۱	سبا: ۵۰ میں نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کا ذکر	۶۴۱
۶۲	سبا: ۵۰ میں نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کے بعض دیگر تراجم اور مصنف کا ترجمہ	۶۴۲

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۳	نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کی تحقیق	۶۴۲
۶۴	کفار کے گھبرانے اور ان کی جائے فرار نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	۶۴۳
۶۵	تناوش کا معنی	۶۴۳
۶۶	روزِ حشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجہ	۶۴۴
۶۷	روزِ حشر کفار کی خواہشیں اور ان کا قبول نہ ہونا	۶۴۴
۶۸	اختتام سورت	۶۴۴
	سورۃ فاطر	۶۴۶
۱	سورت کا نام	۶۴۶
۲	سورۃ فاطر کے مشمولات	۶۴۶
۳	الحمد للہ فاطر السموات والارض (۱_۷)	۶۴۸
۴	حمد اور فاطر کا معنی	۶۴۹
۵	ملائکہ کی تعریف	۶۴۹
۶	خوب صورت چہرے، خوب صورت آواز اور خوب صورت لکھائی	۶۵۰
۷	چھینک اور ڈکار کا نعمت اور بیماری ہونا	۶۵۱
۸	رحمت اور فتح کی متعدد تفاسیر	۶۵۲
۹	اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا	۶۵۳
۱۰	نبی ﷺ کو تسلی دینا	۶۵۳
۱۱	شیطان کے دھوکے کا بیان	۶۵۴
۱۲	افمن زین لہ سوء عملہ (۸_۱۴)	۶۵۵
۱۳	برائی کو اچھائی سمجھنے والے اور ان کا شرعی حکم	۶۵۷
۱۴	بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر ونشر پر استدلال	۶۵۹
۱۵	عجب الذنب کی تحقیق	۶۵۹
۱۶	تمام عزتیں اللہ کے لیے ہونے کے متعدد محامل	۶۶۰
۱۷	الکلم الطیب کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۶۱
۱۸	کلمات طیبہ کے چڑھنے کی توجیہات	۶۶۲

marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۹	نیک عمل کے محامل	۶۶۲
۲۰	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کے اوپر چڑھنے کی تحقیق	۶۶۳
۲۱	کفار کے مکر کا بیان	۶۶۴
۲۲	مٹی اور نطفہ سے انسان کی پیدائش	۶۶۵
۲۳	عمر میں اضافہ کر کے لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے کو مٹانا	۶۶۵
۲۴	مشرکین کے معبودوں کی حاجت روائی نہ کرنے کے محامل	۶۶۶
۲۵	یایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ (۱۵۔۲۶)	۶۶۷
۲۶	قبر والوں کے سننے کا مسئلہ	۶۶۹
۲۷	قبر والوں کے غور وفکر نہ کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	۶۷۰
۲۸	الم تر ان اللہ انزل من السماء (۲۷۔۳۷)	۶۷۱
۲۹	مشکل الفاظ کے معانی	۶۷۳
۳۰	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۶۷۴
۳۱	عالم کی تعریف' اس کا اللہ سے ڈرنا اور دائمی عبادت کرنا	۶۷۴
۳۲	خوف خدا کی دو قسمیں	۶۷۵
۳۳	اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے قرآن مجید کی بشارتیں	۶۷۵
۳۴	اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے احادیث میں بشارتیں	۶۷۶
۳۵	علماء دین کی فضیلت میں احادیث	۶۷۶
۳۶	انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں امام ابوحنیفہ کی قرأت	۶۷۷
۳۷	تلاوت قرآن' اقامت صلوٰۃ اور اداء صدقات کے آداب	۶۷۷
۳۸	اللہ تعالیٰ کے زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق	۶۷۸
۳۹	نبیوں کی ایک دوسرے پر فضیلت	۶۷۹
۴۰	امت مسلمہ کا قرآن مجید کا وارث ہونا	۶۷۹
۴۱	اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے متعلق شیخ طبری اور علامہ آلوسی کا نظریہ	۶۸۰
۴۲	شیخ طبری اور علامہ آلوسی کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ	۶۸۰
۴۳	اہل بیت کرام کے فضائل	۶۸۱
۴۴	ظالم' مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق احادیث اور آثار	۶۸۲
۴۵	ظالم' مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۸۴
۴۶	مفسرین کے ذکر کردہ مردود اقوال	۶۸۶
۴۷	ظالم کو مقتصد اور سابق پر مقدم کرنے کی توجیہات	۶۸۸
۴۸	تینوں قسم کے مومنوں کا جنت میں داخل ہونا	۶۸۹
۴۹	آخرت میں مومنوں سے غم دور کرنا' ان کی مغفرت کرنا اور ان کو ریشم اور زیورات سے مزین کرنا	۶۹۰
۵۰	اللہ کے فضل سے مغفرت اور جنت کا حاصل ہونا	۶۹۰
۵۱	آخرت میں کفار کے عذاب کی کیفیت	۶۹۱
۵۲	انسان کو اپنی اصلاح کے لیے کتنی عمر کی ضرورت ہے؟	۶۹۲
۵۳	نذیر کے محامل	۶۹۳
۵۴	ان اللہ علم غیب السموات (۳۸۔۴۵)	۶۹۳
۵۵	اس اشکال کا جواب کہ کافروں نے متناہی زمانہ میں کفر کیا تھا اس کی دائمی سزا کیوں دی جائے گی	۶۹۵
۵۶	کفار کے نقصان اٹھانے کا محمل	۶۹۶
۵۷	بتوں کی عبادت پر عقلی اور نقلی دلائل کا نہ ہونا	۶۹۷
۵۸	آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت فرمانا	۶۹۷

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۹	زمین کی حرکت پر دلائل	۶۹۸
۶۰	بُری سازش، فریب اور خیانت کی ممانعت	۶۹۹
۶۱	دوران سفر آثار عذاب دیکھ کر عبرت حاصل کرنا	۷۰۱
۶۲	اللہ تعالیٰ کا بہ تدریج گرفت فرمانا	۷۰۱
۶۳	بنو آدم کے گناہوں سے جانوروں کو ہلاک کرنا	۷۰۱
۶۴	اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے کی حکمتیں	۷۰۲
۶۵	اختتام سورت	۷۰۲
	سورۃ یٰسٓ	۷۰۷
۱	سورت کا نام	۷۰۷
۲	یٰسٓ کے فضائل میں احادیث و آثار	۷۰۷
۳	یٰسٓ کے بعض اسماء کی توضیح اور تشریح	۷۰۸
۴	سورۃ یٰسٓ کے مشمولات	۷۰۹
۵	یٰسٓ ○ والقران الحکیم (۱۲-۱)	۷۱۱
۶	بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ذکر کرنے کی حکمت	۷۱۲
۷	حروف مقطعات کے معنی اور مفہوم کے نامعلوم ہونے کی توجیہ	۷۱۳
۸	یٰسٓ کے اسرار و رموز	۷۱۳
۹	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی قسم کھانا	۷۱۵
۱۰	العزیز اور الرحیم کے ذکر کی حکمت	۷۱۶
۱۱	اس کی توجیہ کہ اہل مکہ کے پاس آپ کے سوا کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا	۷۱۶
۱۲	سیدنا محمد ﷺ کا تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونا	۷۱۷
۱۳	غفلت کا معنی	۷۱۸
۱۴	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنے کا محمل	۷۱۸
۱۵	مقمحون کا معنی	۷۱۹
۱۶	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنا ان کے ایمان نہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	لانے کو کس طرح مستلزم ہے؟	۷۱۹
۱۷	نبی ﷺ کا سورۃ یٰسٓ پڑھتے ہوئے کفار کے نرغے سے نکل جانا	۷۲۰
۱۸	سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کرنے کے محامل	۷۲۳
۱۹	کفار کو ڈرانا یا نہ ڈرانا صرف ان کے حق میں برابر ہے	۷۲۴
۲۰	ان کا بیان جن کو عذاب سے ڈرانا مفید ہے	۷۲۵
۲۱	اللہ تعالیٰ کے بے نیاز اور نکتہ نواز ہونا	۷۲۵
۲۲	اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے ڈرنے کا معنی	۷۲۶
۲۳	انسان کے اچھے یا برے اعمال کا لکھا ہوا محفوظ ہونا	۷۲۷
۲۴	نیکی اور برائی کے عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہنے کے متعلق احادیث اور آثار	۷۲۸
۲۵	زیادہ دور سے آ کر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۷۲۸
۲۶	امام مبین کے متعدد معانی اور محامل	۷۲۹
۲۷	ما کان وما یکون غیر متناہی ہیں لوح محفوظ ان کا محل کس طرح بن سکتی ہے؟	۷۳۰
۲۸	واضرب لهم مثلا اصحب القرية اذ جاء ها المرسلون (۲۱-۱۳)	۷۳۱
۲۹	انطاکیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو بھیجنے کے ثبوت میں نقول	۷۳۲
۳۰	انطاکیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو نہ بھیجنے کے دلائل	۷۳۵
۳۱	بشریت کا رسالت کے منافی نہ ہونا	۷۳۶
۳۲	کفار کا انبیاء علیہم السلام کو بدشگون اور منحوس کہنا	۷۳۷
۳۳	صاحب یٰسٓ (حبیب النجار) کا تذکرہ	۷۳۸
۳۴	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لیے دور دور سے آنا قدیم زمانہ کا دستور ہے	۷۴۰

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	ومالی لا اعبد الذی (۳۲-۲۲)	۷۴۱
۳۶	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی پہلی وجہ	۷۴۲
۳۷	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی دوسری وجہ	۷۴۳
۳۸	قوم کا حبیب نجار کو قتل کر دینا اور اس کا اپنی قوم کی بہتری چاہنا	۷۴۴
۳۹	دشمنوں اور مخالفوں سے بدلہ لینے کے بجائے ان کو معاف کر دینے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا افضل ہونا	۷۴۴
۴۰	سابقہ امتوں کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل نہ کرنے اور ہماری امت کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل کرنے کی توجیہ	۷۴۶
۴۱	حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت کرنے اور بعد کی تخصیص کی توجیہ	۷۴۸
۴۲	بستی والوں کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک کر دینا	۷۴۸
۴۳	حدیث من عادلی ولیا کی سند پر حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی کے اعتراضات کے جوابات	۷۴۹
۴۴	حدیث مذکور کا معجزات اور کرامات کی اصل ہونا	۷۵۰
۴۵	نبی ﷺ کے لیے غیب اور قدرت کے ثبوت کے سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہ کی تصریح	۷۵۰
۴۶	حسرت کا معنی اور اس بستی کے کافروں کی حسرت کے اسباب	۷۵۲
۴۷	مکہ کے کافروں کے لیے مقام عبرت	۷۵۳
۴۸	وایۃ لھم الارض المیتۃ (۵۰-۳۳)	۷۵۳
۴۹	آیات سابقہ سے ارتباط	۷۵۶
۵۰	روٹی کی تعظیم اور تکریم کے متعلق احادیث	۷۵۶
۵۱	احادیث مذکورہ کی تشریح	۷۵۸
۵۲	گندم کی روٹی کا عظیم نعمت ہونا	۷۵۸
۵۳	لفظ سبحان اور تسبیح کا معنی	۷۵۹
۵۴	زمین کی روئیدگی سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید پر استدلال	۷۶۰
۵۵	سلخ کا معنی	۷۶۱
۵۶	ظلمت کا اصل اور نور کا عارض ہونا	۷۶۱
۵۷	زمان اور مکان کے دلائل کی باہمی مناسبت	۷۶۲
۵۸	دن اور رات کے توارد میں وجود باری اس کی توحید اور حشر اجساد پر دلائل	۷۶۲
۵۹	سورج کے مستقر (منازل) کے متعدد محامل	۷۶۳
۶۰	غروب کے وقت سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا پھر اللہ سے اجازت لے کر طلوع ہونا	۷۶۴
۶۱	حدیث مذکور کی تشریح شارحین حدیث سے	۷۶۴
۶۲	حدیث مذکور پر یہ اشکال کہ یہ ہمارے مشاہدے اور قرآن وحدیث کی دیگر نصوص کے خلاف ہے	۷۶۵
۶۳	عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے اور وہیں پڑے رہنے پر اشکال کا جواب علامہ آلوسی کی طرف سے	۷۶۶
۶۴	علامہ آلوسی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	۷۶۷
۶۵	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۷۶۸
۶۶	اشکال مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب	۷۶۸
۶۷	چاند کی منازل	۷۷۰
۶۸	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	۷۷۱
۶۹	قدیم فلاسفہ کے مطابق ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۷۷۱
۷۰	ہر سیارہ کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۷۷۲

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	بنیادی ضروریات اور سہولت اور تعیش کی نعمتیں	۷۷۴
۷۲	انسانوں کو کشتی کے ذریعے سفر کی سہولت عطا کرنے کی خصوصی نعمت	۷۷۷
۷۳	عیش و آرام کے حال میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے	۷۷۷
۷۴	سامنے اور بعد کے عذاب کے متعدد محامل	۷۷۹
۷۵	اللہ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کی تفصیل	۷۷۹
۷۶	خرچ کرنے کی ترغیب میں عقلی وجوہات	۷۸۰
۷۷	خرچ کی فضیلت اور بخل کی مذمت میں احادیث	۷۸۰
۷۸	مشیت اور رضا میں فرق کرنا چاہیے	۷۸۱
۷۹	دہریوں کا رد اور ابطال	۷۸۲
۸۰	کفار قیامت کی خبر کو وعد کیوں کہتے تھے؟	۷۸۳
۸۱	قیامت کا اچانک آ جانا	۷۸۳
۸۲	ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۶۷۔۵۱)	۷۸۴
۸۳	مشکل الفاظ کے معانی	۷۸۶
۸۴	صور پھونکنے کی تعداد	۷۸۷
۸۵	اس کی تحقیق کہ صور پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے کون کون افراد مستثنیٰ ہوں گے؟	۷۸۷
۸۶	صور سے متعلق سورۂ یٰسٓ اور سورۂ زمر کی آیتوں کے تعارض کا جواب	۷۸۹
۸۷	جب صور کی آواز جانداروں کی ہلاکت کا سبب ہے تو پھر دوسرے صور کی آواز سے لوگ زندہ کیوں کر ہوں گے؟	۷۹۰
۸۸	کفار اپنی قبروں کو خواب گاہوں سے کیوں تعبیر کریں گے؟	۷۹۰
۸۹	کفار نے اللہ تعالیٰ کا ذکر رحمٰن کے نام سے کیوں کیا تھا؟	۷۹۱
۹۰	دوسرے صور کی تفصیل	۷۹۱
۹۱	تاء کی آٹھ قسمیں	۷۹۲
۹۲	مسلمان کسی مرض کی وجہ سے مقررہ نفلی عبادت نہ کر سکیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو اجر عطا فرماتا رہتا ہے	۷۹۲
۹۳	شغل اور فاکھون کے معنی اور ان کی تفسیریں	۷۹۴
۹۴	جنت کی نعمتوں سے اہل جنت کے محظوظ ہونے کے متعلق احادیث	۷۹۶
۹۵	جنت میں حوروں اور نیک خواتین کی صفات کے متعلق احادیث	۷۹۷
۹۶	جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا کے متعلق احادیث	۷۹۸
۹۷	اہل جنت پر اللہ کا سلام اور اس کی عظمت اور انفرادیت	۸۰۰
۹۸	مجرمین کے دوسروں سے الگ اور جدا ہونے کی متعدد تفسیریں	۸۰۱
۹۹	تمام کافروں کی اقسام کا مجرمین کے عموم میں داخل ہونا	۸۰۲
۱۰۰	عہد کا معنی اور اس کی اقسام	۸۰۳
۱۰۱	شیطان کی عبادت تو کوئی نہیں کرتا تو اس کی ممانعت کا محمل	۸۰۴
۱۰۲	حکام کی اطاعت کا محمل	۸۰۴
۱۰۳	صرف اعضاء ظاہرہ سے شیطان کی اطاعت اور دل سے شیطان کی اطاعت کرنے کا فرق	۸۰۵
۱۰۴	ان احادیث کا ذکر جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ بھی اللہ کا مطلوب ہیں	۸۰۶
۱۰۵	شارحین حدیث کی طرف سے احادیث مذکورہ کی توجیہ	۸۰۷

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۶	حدیث مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۸۰۸	۱۲۶	انبیاء علیہم السلام کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ مؤثر اور فعال ہونا	۸۲۶
۱۰۷	شیطان اللہ کے نیک بندوں سے گناہ کرا کر بھی ناکام اور نامراد رہتا ہے	۸۰۹	۱۲۷	خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ مؤثر اور فعال ہونا	۸۲۷
۱۰۸	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	۸۱۰	۱۲۸	شعر کی تحقیق	۸۲۸
۱۰۹	شیطان کی انسانوں سے دشمنی کے اثرات اور ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ	۸۱۱	۱۲۹	قرآن مجید کی بعض آیتوں پر شعر ہونے کا شبہ اور اس کا جواب	۸۲۸
۱۱۰	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سیدھے راستہ کے معانی اور مطالب	۸۱۲	۱۳۰	گمراہ کن اشعار	۸۲۹
۱۱۱	جبل اور عقل کے معانی	۸۱۳	۱۳۱	نبی ﷺ کے کہے ہوئے کلام موزون کے شعر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ	۸۳۱
۱۱۲	عقل کی تعریفات اور اس کی اقسام	۸۱۴	۱۳۲	نبی ﷺ کو شعر کہنے کی صنعت اور اس فن کا علم تھا یا نہیں؟	۸۳۴
۱۱۳	انبیاء علیہم السلام کا کام صرف تبلیغ اور شیطان کا کام صرف تزیین ہے، پیدا ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے	۸۱۵	۱۳۳	اچھے اور پسندیدہ اشعار کا بیان	۸۳۴
۱۱۴	عقل کے اجزاء اور حصص	۸۱۵	۱۳۴	عقل کا زندگی کا سبب ہونا اور زندہ وہ ہے جو اللہ کے لیے زندہ ہو	۸۳۵
۱۱۵	دوزخ کے عذاب کی شدت	۸۱۶	۱۳۵	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ	۸۳۶
۱۱۶	قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعضاء ان کی نیکیاں بیان کریں گے	۸۱۷	۱۳۶	توحید کی ترغیب اور شرک کی مذمت	۸۳۷
۱۱۷	مجرمین کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کی توجیہ	۸۱۸	۱۳۷	انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا اعتراض	۸۳۸
۱۱۸	مجرموں کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کے متعلق احادیث	۸۱۸	۱۳۸	مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلائل	۸۳۸
۱۱۹	مجرموں کے مونہوں پر مہر لگانے کی توجیہات	۸۱۹	۱۳۹	منکرین حشر کے شبہات اور ان کے جوابات	۸۳۹
۱۲۰	طمس اور مسخ کا معنی	۸۲۰	۱۴۰	ہڈیوں کے پاک ہونے پر دلائل	۸۴۰
۱۲۱	ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق (۸۳۔۶۸)	۸۲۱	۱۴۱	انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد بال کے پاک ہونے کے متعلق احادیث	۸۴۱
۱۲۲	انسان کی عمروں کے مختلف ادوار	۸۲۲	۱۴۲	بال، ہڈی اور دیگر سخت اور ٹھوس اجزاء کی طہارت میں مذاہب فقہاء	۸۴۱
۱۲۳	انسان کی مختلف عمروں کے متعلق احادیث	۸۲۳			
۱۲۴	ارذل عمر کی تحقیق	۸۲۴			
۱۲۵	علماء عاملین اور اولیاء اللہ کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	۸۲۵			

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۳	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	۸۴۲
۱۴۴	فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات	۸۴۵
۱۴۵	فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف	۸۴۹
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ کا معنی	۸۵۰
۱۴۷	کن فیکون پر خطاب بالمعدوم اور تحصیل حاصل کے اعتراض کا جواب	۸۵۱
۱۴۸	ملکوت کا معنی	۸۵۱
۱۴۹	سورۃ یٰسٓ کا اختتام	۸۵۱
	سورۃ الصّٰفّٰت	۸۵۳
۱	سورۃ الصّٰفّٰت کی وجہ تسمیہ اور اس کا زمانہ نزول	۸۵۳
۲	سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث	۸۵۳
۳	سورۃ الصّٰفّٰت کے مشمولات	۸۵۵
۴	والصفت صفا (۱-۲۱)	۸۵۶
۵	نماز میں صف بستہ کھڑے ہونے کی فضیلت	۸۵۷
۶	زجر کا معنی اور فرشتوں کے زجر کرنے کی تفصیل	۸۵۸
۷	اس سوال کا جواب کہ غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے پھر اللہ تعالیٰ نے صف بستہ فرشتوں کی قسم کیوں کھائی؟	۸۵۸
۸	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی دلیل	۸۵۹
۹	آسمان دنیا کا ستاروں سے مزین ہونا۔	۸۶۰
۱۰	کاہنوں کی اقسام	۸۶۱
۱۱	کاہن کی تعریف اور کاہن کے پاس جانے کا شرعی حکم	۸۶۱
۱۲	شہاب ثاقب سے مراد آگ کے گولے ہیں یا آسمان دنیا کے ستارے؟	۸۶۲
۱۳	شہاب ثاقب گرانے پر چند دیگر شبہات کے جوابات	۸۶۳
۱۴	مارد، الملاء الاعلیٰ اور شہاب ثاقب وغیرہ کے معانی اور ان کی وضاحت	۸۶۳
۱۵	آیا جنات ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے یا نہیں؟	۸۶۴
۱۶	جنات کے فرشتوں کی باتیں سننے پر علامہ آلوسی کے اشکالات	۸۶۵
۱۷	مصنف کی طرف سے علامہ آلوسی کے اشکالات کے جوابات	۸۶۶
۱۸	مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے پر دلیل	۸۷۰
۱۹	تعجب کا معنی	۸۷۰
۲۰	مشرکین کا قیامت کے انکار پر اصرار کرنا	۸۷۱
۲۱	انکار حشر کا شبہ اور اس کا ازالہ	۸۷۲
۲۲	زجرۃ کا معنی	۸۷۲
۲۳	احشروا الذین ظلموا (۲۲-۷۴)	۸۷۳
۲۴	ظالموں کے ازواج کی تفسیر کے متعدد محامل	۸۷۶
۲۵	پل صراط پر کفار اور مومنین اور فساق اور صالحین کے احوال کے متعلق احادیث	۸۷۷
۲۶	نیک کاموں کو دائیں جانب سے شروع کرنے کے متعلق احادیث	۸۷۹
۲۷	کافر پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا آخرت میں مکالمہ	۸۸۰
۲۸	کافروں کے متعلق اللہ کی وعیدات	۸۸۱
۲۹	مومنوں کے متعلق اللہ کی بشارتیں	۸۸۱
۳۰	غول بیابان کی تحقیق	۸۸۲
۳۱	حوروں کو پوشیدہ انڈوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	۸۸۳

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲	جسمانی اور روحانی لذتیں	۸۸۴
۳۳	انڈوں کا پاک اور حلال ہونا	۸۸۴
۳۴	انڈے کے غذائی اجزاء اور بد پرہیزی کے نقصانات	۸۸۵
۳۵	مومن کا اپنے واقف کافر کو دوزخ میں دیکھنا	۸۸۶
۳۶	اس مومن اور کافر کا ماجرا امام ابن جریر کی روایت سے	۸۸۷
۳۷	اس مومن اور کافر کا ماجرا امام ابن ابی حاتم کی روایت سے	۸۸۷
۳۸	عذاب قبر پر ایک اشکال کا جواب	۸۸۹
۳۹	شجرۃ الزقوم کی تحقیق	۸۹۰
۴۰	ولقد نادنا نوح (۱۱۳-۷۵)	۸۹۳
۴۱	بعض انبیاء سابقین کے قصص	۸۹۵
۴۲	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۸۹۶
۴۳	دعاؤں کے قبول ہونے کی شرائط	۸۹۶
۴۴	حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا مصداق اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعض فضائل	۸۹۷
۴۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۸۹۷
۴۶	شیعہ کا لغوی معنی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	
۴۷	کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	۸۹۸
۴۸	قلب سلیم کا معنیٰ	۸۹۸
۴۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی کواکب پرستی	۸۹۸
۵۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف دیکھنے کا محمل	۸۹۹
۵۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خود کو بیمار کہنے کا پس منظر	۸۹۹
۵۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین بظاہر جھوٹ	۸۹۸
۵۳	میں بیمار ہوں' کہنے کی توجیہات	۹۰۱
۵۴	تعریض اور توریہ کی تعریفات اور ان کے ثبوت میں احادیث	۹۰۱
۵۵	ضرورت اور مصلحت کے وقت جھوٹ بولنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۹۰۱
۵۶	تحقیق یہ ہے کہ مواضع ضرورت میں بھی صراحۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے	۹۰۴
۵۷	کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی بیماری کو طاعون سمجھا تھا؟	۹۰۴
۵۸	یمین اور یزفون کا معنیٰ	۹۰۵
۵۹	اس پر عقلی اور نقلی دلائل کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے	۹۰۶
۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہونے کی تفصیل	۹۰۸
۶۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی حکمتیں	۹۰۹
۶۲	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اولین مہاجر ہونا	۹۱۱
۶۳	عزلت نشینی کی فضیلت میں احادیث	۹۱۱
۶۴	عزلت نشینی کی فضیلت اور استحباب کے متعلق فقہاء اسلام کے مختلف اقوال	۹۱۲
۶۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صالح بیٹے کو طلب کرنا اور اس کی توجیہ	۹۱۴
۶۶	حلیم کا معنیٰ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلیم ہونا	۹۱۵
۶۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا پس منظر اور پیش منظر	۹۱۶
۶۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق	۹۱۷
۶۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے ذبیح تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟	۹۱۸
۷۰	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	۹۱۹

marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۷۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر مزید دلائل	۹۲۰
۷۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے دلائل کی توضیح	۹۲۱
۷۳	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا تورات سے ثبوت	۹۲۲
۷۴	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا ہمارے نبی ﷺ کی وجہ سے تھا	۹۲۳
۷۵	رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں	۹۲۴
۷۶	صرف حضرت اسماعیل نہیں بلکہ ہر مسلمان آپ کی وجہ سے ذبح ہونے سے محفوظ رہا	۹۲۵
۷۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا سچا ہونا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے خواب کا سچا ہونا	۹۲۶
۷۸	قربانی کے فضائل کے متعلق احادیث	۹۲۷
۷۹	قربانی کے شرعی حکم سے متعلق احادیث	۹۲۹
۸۰	ایک جانور کی قربانی میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟	۹۲۹
۸۱	قربانی کے جانور کی کم از کم کتنی عمر ضروری ہے؟	۹۳۱
۸۲	وہ عیوب جن کی وجہ سے کسی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے	۹۳۱
۸۳	نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کرنے کی ممانعت	۹۳۲
۸۴	قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت	۹۳۳
۸۵	قربانی کی کوئی چیز قصائی کو اجرت میں نہ دی جائے	۹۳۴
۸۶	قربانی کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۹۳۵
۸۷	قربانی کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۹۳۵
۸۸	قربانی کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۹۳۶
۸۹	قربانی کے حکم میں فقہاء احناف کا مذہب	۹۳۶
۹۰	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۹۳۸
۹۱	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۹۳۸
۹۲	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۹۳۹
۹۳	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء احناف کا مذہب	۹۳۹
۹۴	قربانی کے جواز کے لیے صرف تین دنوں کی تخصیص اور تحدید کے متعلق احادیث	۹۳۹
۹۵	قربانی کے منکرین کے شبہات کا ازالہ	۹۴۰
۹۶	فقہاء احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار	۹۴۱
۹۷	فقہاء احناف کے نزدیک افضل قربانی کا بیان اور قربانی کے گوشت کے احکام	۹۴۲
۹۸	قربانی کے دیگر مسائل	۹۴۲
۹۹	قربانی کے اسرار و رموز	۹۴۳
۱۰۰	ولقد مننا علی موسی و هارون (۱۳۸-۱۱۴)	۹۴۴
۱۰۱	حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ	۹۴۶
۱۰۲	حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ اور ان کی مفصل سوانح	۹۴۷
۱۰۳	حضرت الیاس علیہ السلام کی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے ملاقات کی روایات	۹۴۸
۱۰۴	ان روایات کو صحیح قرار دینے پر حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر کے تبصرے	۹۴۸
۱۰۵	حضرت الیاس علیہ السلام سمیت چار نبیوں کے ابھی تک زندہ ہونے پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ اور مصنف کی توجیہ	۹۵۰

marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۰۶	حضرت الیاس کے لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایت	۹۵۰
۱۰۷	بعل کا معنی اور اس کی پرستش کا پس منظر اور پیش منظر	۹۵۱
۱۰۸	بعل کی ناکامی اور اس کی پرستش کو چھوڑ کر لوگوں کا حضرت الیاس کی طرف متوجہ ہونا	۹۵۱
۱۰۹	آل یاسین سے مراد آل سیدنا محمد ﷺ ہے	۹۵۲
۱۱۰	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۹۵۳
۱۱۱	**وان یونس لمن المرسلین** (۱۳۹۔۱۸۲)	۹۵۴
۱۱۲	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۹۵۶
۱۱۳	حضرت یونس علیہ السلام کا حسب و نسب اور ابتدائی حالات	۹۵۶
۱۱۴	حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینویٰ کی طرف مبعوث کیا جانا	۹۵۷
۱۱۵	حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونا	۹۵۷
۱۱۶	حضرت یونس علیہ السلام کا غضب ناک ہو کر چلے جانا اور مچھلی کا آپ کو نگل لینا	۹۵۸
۱۱۷	حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	۹۵۹
۱۱۸	حضرت یونس علیہ السلام کا واپس اپنی قوم کی طرف جانا	۹۶۰
۱۱۹	حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل میں احادیث	۹۶۱
۱۲۰	کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں	۹۶۲
۱۲۱	اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کے مدعیان کے محامل	۹۶۳
۱۲۲	کسی کو گمراہ کرنے کی قدرت شیطان میں ہے نہ کفار میں، اس مسئلہ میں اہل سنت کے موقف پر دلائل اور تقدیر کا ثبوت	۹۶۴
۱۲۳	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکالات کو دور کرنے کے لیے علامہ عینی اور دیگر علماء کی تقاریر	۹۶۵
۱۲۴	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکال کو دور کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر	۹۶۷
۱۲۵	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ	۹۶۷
۱۲۶	آیا تقدیر میں لکھا ہوا ہونا ارتکاب معصیت پر ملامت کے سقوط کا سبب ہے یا نہیں؟	۹۶۸
۱۲۷	فرشتوں کا صفیں باندھ کر عبادت کرنا	۹۶۹
۱۲۸	رسولوں کے غلبہ سے مراد ان کا دلائل کے اعتبار سے غلبہ ہے	۹۷۰
۱۲۹	اللہ کی حمد و ثنا کرنے اور رسولوں پر سلام بھیجنے میں مناسبت	۹۷۲
۱۳۰	اختتامی کلمات	۹۷۲
۱۳۱	مآخذ و مراجع	۹۷۵

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوٰۃ اللہ عن صلوٰۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القران وبین لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القراٰن وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والاٰخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیٔات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللّٰھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ۔ اللّٰھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ اللّٰھم اجعلنی فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہٖ اللّٰھم الق فی قلبی اسرار القراٰن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القراٰن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القراٰن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللّٰھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللّٰھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدکٗ وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اٰمین یارب العالمین۔

marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا' اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے' اور اس کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کر دے اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یارب العالمین!

marfat.com

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

(۲۹)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

سورة العنكبوت

سورت کا نام

اس سورت کا نام العنکبوت ہے' کیونکہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں العنکبوت کا ذکر ہے:

مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا ؕ وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ○ (العنکبوت: ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں' ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے' جو ایک گھر بنا لیتی ہے' اور بے شک تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے' کاش کہ وہ جان لیتے۔

قرآن مجید میں العنکبوت کا لفظ صرف اسی سورت کی اسی آیت میں ہے' لہٰذا اس سورت کا نام العنکبوت رکھنے کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کو اپنا کارساز اور مددگار بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سورۃ العنکبوت کو پڑھا اس کو ہر مومن اور منافق کے عدد کے برابر دس نیکیاں ملیں گی۔

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۶۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(الوسیط ج ۳ ص ۴۱۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن الضریس' امام النحاس' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ العنکبوت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام الدارقطنی نے السنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گہن لگنے کی نماز چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھی پہلی رکعت میں سورۃ العنکبوت یا سورۃ الروم پڑھی اور دوسری

marfat.com

رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۳۹۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۲۱ھ)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سورج گرہن لگنے کی نماز دو رکعت ہے جس میں چار رکوع ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورج گرہن کی نماز دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں عام معمول کے مطابق ایک رکوع ہے' ائمہ ثلاثہ کی دلیل مذکور الصدر حدیث ہے اور امام ابو حنیفہ دلیل مذکور ذیل حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گرہن لگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا (اتنا لمبا قیام کیا کہ) لگتا تھا آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی۔

(سنن ابو داؤد رقم: ۱۱۹۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۱)

سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول

یہ سورت مکہ کے متوسط دور میں نازل ہوئی ہے' جب مکہ میں مسلمانوں کو مشرکین اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے تھے' نوجوانوں کو ان کے والدین زدوکوب کرتے تھے' اور غلاموں پر ان کے آقا مشق ستم کرتے تھے' اس وجہ سے قدرتی طور پر ان نو مسلموں کے دلوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے تھے اور شبہات سر اٹھاتے تھے کہ جب ہم برحق دین پر ہیں تو ہم پر یہ مصائب کیوں آ رہے ہیں! اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اسلام کی خاطر تمہیں قربانیاں دینی ہوں گی اور ابھی تو تم پر اتنا ظلم و ستم نہیں ہوا جتنا ظلم و ستم پچھلی امتوں پر ہوا ہے اور جتنے مصائب انہوں نے راہ حق میں برداشت کیے ہیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے — لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

چوں مے گویم مسلمانم بلرزم — کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۵ ہے' یہ سورت' سورۃ الروم کے بعد اور سورۃ المطففین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں سورۃ العنکبوت کے بعد المطففین کے سوا اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اور یہ سورت ان آخری سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔

سورۃ العنکبوت کے مشمولات

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ بتایا ہے کہ حق اور سچائی کے راستہ میں مشکلات لازماً آتی ہیں ان سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

☆ ماں باپ کی اطاعت کی حدود متعین کی ہیں' اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کی معصیت میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

☆ انبیاء سابقین حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت صالح اور حضرت ہود کی امتوں اور ان کے حالات کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے بھی دین حق کی راہ میں مشکلات اور مصائب کا سامنا کیا۔

☆ جو کفار دوسروں کے سہاروں پر اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں ان کی سازشیں تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔

☆ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اہل کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات۔

☆ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں مظالم کا شکار ہو رہے تھے ان کو ہجرت کرنے کی ہدایت اور ان کے لیے آخرت کے اجر و ثواب کی بشارت۔

☆ توحید پر دلائل اور مشرکین کی مذمت۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ العنکبوت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے

marfat.com

ہیں۔ الہٰ العلمین! مجھے حق پر مطلع کرنا اور اس کو لکھنے کی توفیق دینا اور مجھ پر باطل کو آشکارا کرنا اور اس سے اجتناب کرنے اور اس کا رد کرنے کی ہمت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/ ۲۳ جون ۲۰۰۲ء

فون: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

marfat.com

سورۃ العنکبوت مکیۃ ۸۵ آیاتہا ۶۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رکوعاتہا ۷

سورۃ العنکبوت مکی ہے ۔ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○ اس میں انہتر آیات اور سات رکوع ہیں

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ

الف لام میم ○ کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا

لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ

نہیں جائے گا ○ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے لوگوں کو آزمایا تھا، سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر

اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣ اَمْ حَسِبَ

دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں ○ جو لوگ برے کام کرتے

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٤

رہتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے! وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں ○

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ

اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ بہت سننے والا،

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٥ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ

سب کچھ جاننے والا ہے ○ اور جو (اس کے دین میں) کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کوشش

اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں

اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٧ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کی ضرور ان کو جزا دیں گے ○ اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے

marfat.com

بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ

ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو' تو ان کی اطاعت نہ کر' میری ہی طرف تم سب نے لوٹنا ہے' پھر میں تم کو خبر دوں گا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۸ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کہ تم کیا کام کرتے تھے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم ان

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝ ۹ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

کو ضرور نیکوکاروں میں داخل کریں گے ○ اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پس جب انہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اللہ کی راہ میں کوئی اذیت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذاء کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں

كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آجائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے

كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۱۰

ساتھ تھے! کیا اللہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے سینوں میں ہیں! ○

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ ۱۱ وَ

اور اللہ ایمان والوں کو ضرور ظاہر فرما دے گا اور منافقوں کو (بھی) ضرور ظاہر فرما دے گا ○ اور

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ

کافروں نے ایمان والوں سے کہا تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کو اٹھا لیں گے' حالانکہ وہ

خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ

ان کے گناہوں میں سے کسی بھی چیز کو نہیں اٹھا سکیں گے'

marfat.com

إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ

بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ

اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع ۱۳/۱۴

(اور) کئی بوجھ اور قیامت کے دن ان سے ضرور ان کی افتراء کی ہوئی باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف، لام، میم ○ کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا ○ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے لوگوں کو آزمایا تھا' سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں ○ (العنکبوت: ۳۔۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی آزمائشیں

الف، لام، میم ○ (العنکبوت: ۱) اس کی تفسیر البقرہ: ۱ میں گزر چکی ہے۔

فرمایا: کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا ○ (العنکبوت: ۲)

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے' ابن جریج اور ابن عمیر نے کہا یہ آیت حضرت عمار بن یاسر کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کو اللہ کے ماننے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور یہ سابقین اولین میں سے تھے' ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب ان کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا: اے آل یاسر صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ (الاصابہ رقم الحدیث: ۵۷۲۰)

امام شعبی نے کہا یہ دونوں آیتیں ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئیں ہیں جو مکہ میں تھے اور اسلام لا چکے تھے' مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان کو لکھا جب تک تم ہجرت نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ تمہارے اسلام کے اقرار کو قبول نہیں فرمائے گا' وہ مدینہ کا قصد کر کے روانہ ہوئے' مشرکین نے ان کا تعاقب کر کے ان کو پھر مکہ واپس لوٹا دیا' تب ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ان کی طرف لکھا کہ تمہارے متعلق اس طرح آیت نازل ہوئی ہے' تب مکہ کے مسلمانوں نے کہا اب ہم ہر حال میں مدینہ جائیں گے' خواہ ہم کو مشرکین سے قتال کرنا پڑے۔ پھر وہ مکہ سے روانہ ہوئے' مشرکین نے حسب سابق ان کا تعاقب کیا' تو مسلمانوں نے ان سے قتال کیا' بعض ان میں سے شہید ہو گئے اور بعض نجات پا کر مدینہ پہنچ گئے تو اللہ سبحانہ نے ان کے متعلق یہ دو آیتیں نازل فرمائیں۔

اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام مہجع کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ پہلے شخص تھے جو جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی طرف سے شہید ہوئے تھے' عامر بن الحضرمی نے ان کو تیر مارا تھا جس سے وہ شہید ہوئے تھے' اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہجع سید الشہداء ہیں اور اس امت میں وہ پہلے شخص ہیں جن کو جنت کے

marfat.com

دروازہ سے پکارا جائے گا۔ ان کے شہید ہونے پر ان کے ماں باپ اور ان کی بیوی بے قراری سے گریہ کر رہے تھے‘ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اور یہ بتایا کہ اللہ کو واحد ماننے کی وجہ سے ان کو جو مصائب اور مشقتیں پہنچیں ان پر صبر کریں‘ اور یہ کہ دین اسلام میں بہر حال امتحانوں اور آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ الوسیط ج ۳ ص ۴۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: اور بے شک ہم نے اس سے پہلے لوگوں کو آزمایا تھاO (العنکبوت: ۳)

سابقہ امتوں کی آزمائشیں

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الرازی المعروف بابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌO (البقرہ: ۲۱۴)

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جیسی تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں‘ ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ اس وقت کے رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی!۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہتے تھے کہ ہمیں پچھلی امتوں کے حالات بتائے گئے‘ انہیں اللہ کی راہ میں ایذاء پہنچائی گئی اور انہوں نے مصائب اور تکالیف میں صبر کیا اور راحت میں اللہ کا شکر ادا کیا‘ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ عنقریب اللہ ان کو کشادگی اور تنگی میں مبتلا کرے گا اور خیر اور شر میں اور امن اور خوف میں اور اطمینان اور بے قراری میں آزمائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۰۳۱-۳۰۳۰ رقم الحدیث: ۱۷۱۲۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز‘ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے‘ ہم نے آپ سے عرض کیا: آیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے! آیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے! آپ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو زمین میں دبا دیا جاتا‘ پھر اس کے جسم پر آری رکھ کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا‘ اور یہ ظلم اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا‘ اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھی چلا کر اس کے گوشت‘ اس کی رگوں اور اس کے پٹھوں کو چھیل دیا جاتا اور یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا‘ اور اللہ اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا البتہ اس کو اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیئے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۱۲‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۹‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۴‘ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۳۷۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا میں آپ کے پاس گیا میں نے آپ پر ہاتھ رکھا‘ تو میں نے اپنے ہاتھوں میں اس کی تپش محسوس کی‘ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کتنا تیز بخار ہے! آپ نے فرمایا: ہمارا حال اسی طرح ہوتا ہے۔ ہمارے لیے مصائب کو دگنا کر دیا جاتا ہے تاکہ ہم کو اجر بھی دگنا ملے‘ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ سخت مصائب کس پر آتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نبیوں پر‘ میں نے پوچھا: پھر کس پر؟ آپ

marfat.com

نے فرمایا: پھر نیک لوگوں پر‘ بے شک ان میں سے کسی ایک کو فقر میں مبتلا کیا جاتا ہے‘ حتیٰ کہ اس کے پاس پہننے کے لیے صرف ایک چادر ہوتی ہے‘ اور بے شک ان میں سے ایک شخص مصیبت سے اس طرح خوش ہوتا ہے‘ جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص راحت سے خوش ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۴‘ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۴۵‘ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۲۶‘ مسند احمد ج ۳ ص ۹۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ سخت مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء پر‘ پھر جو ان کے قریب ہوں‘ پھر جو ان کے قریب ہوں‘ سو ہر شخص اپنے دین کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے‘ جو شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے اس پر سخت مصیبت آتی ہے اور جو شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے‘ اس پر اپنے دین کے اعتبار سے مصیبت آتی ہے‘ بندہ مسلسل مصائب میں مبتلا ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۰۲۳‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳‘ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲‘ سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶‘ مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰‘ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰‘ صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۷۲‘ شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۷۵‘ شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۴۳۳)

اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کے جوابات

سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں○ (العنکبوت: ۳)

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشا پوری متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل میں ہونے والے کسی کام کا پہلے علم نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے واقع ہو جانے کے بعد اس کا علم ہوتا ہے‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا امتحان لینے سے پہلے ان کا علم ہوتا ہے اس کا علم قدیم تام ہے‘ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس کا معلوم ہونا موجود اور متحقق ہو جائے۔

مقاتل نے کہا اس کا معنی ہے اس کو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا‘ الاخفش نے کہا اس کا معنی ہے اللہ اس کو ممتاز اور ممیز کر دے گا۔

الثقفی نے کہا اللہ تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک قسم یہ ہے کہ وہ ماضی کی کسی بات کو جانتا ہے (۲) اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کو علم ہے کہ مستقبل میں فلاں کام ہوگا‘ اور اس کو یہ علم ہے کہ فلاں وقت میں یہ کام ہوگا سو اس کام کے ہو جانے اور وقوع کا علم تو اسی وقت ہوگا جب وہ کام واقع ہو جائے گا (اور اگر اس کے وقوع سے پہلے یہ علم ہو کہ یہ کام واقع ہو گیا ہے تو یہ غلط اور خلافِ واقع ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ○ (محمد: ۳۱)

ہم ضرور تمہارا امتحان لیں گے حتیٰ کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں گے اور ہم تمہاری خبروں کو جانچ لیں گے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی ہے۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۷۰‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے تاکہ اللہ صادق کے صدق کے وقوع اور کاذب کے کذب کے وقوع کو جان لے

marfat.com

حالانکہ اللہ کو صادق اور کاذب کے پیدا کرنے سے پہلے ان کے صدق اور کذب کا علم تھا' لیکن اس کو علم تھا کہ صادق کے صدق کا وقوع ہونے والا ہے اور عنقریب اس کا صدق واقع ہوگا لیکن اس نے قصد کیا کہ اس کو ان کے صدق اور کذب کے وقوع کا علم ہوتا کہ ان کے صدق اور کذب کی جزاء دی جائے۔

نحاس نے کہا اس آیت کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) صادقین اور کاذبین کو ان کے اعمال کے اعتبار سے جو صلہ ملے گا' آخرت میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس صلہ اور ان کے انجام سے واقف کرے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ لوگوں کو اور جہان والوں کو اس پر مطلع کرے گا کہ یہ صادق ہیں اور یہ کاذب ہیں' یعنی ان کو مشہور کرے گا' صادقین کی کرامت اور وجاہت ظاہر فرمائے گا کہ یہ صادق ہیں اور کاذبین کو رسوا اور ذلیل کرے گا کہ یہ کاذب ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ صادقین کے اوپر صدق کی علامت چسپاں کردے گا اور کاذبین پر کذب کی علامت چسپاں کردے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ص ۳۰۰۔۲۹۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے اسلام کو ظاہر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمار' ان کی ماں سمیہ' حضرت صہیب' حضرت بلال اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم' رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ کی' اور رہے حضرت ابوبکر تو ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ کی اور رہے باقی صحابہ تو ان کو مشرکین نے پکڑ لیا اور ان کو لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو دھوپ میں تپایا' ان میں سے ہر ایک پر خود انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق سختی اور ظلم کیا' ماسوا حضرت بلال کے' ان کے نزدیک ان کی جان معمولی اور حقیر تھی' اور ان کی قوم بھی ان کو حقیر جانتی تھی' انہوں نے ان کو پکڑ کر بچوں کے حوالے کردیا وہ حضرت بلال کو مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے اور حضرت بلال کہتے تھے احد احد (اللہ واحد ہے' اللہ واحد ہے)۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۱۴۹' مسند احمد ج ۱ص ۴۰۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۸۳' المستدرک ج ۳ص ۲۸۴' دلائل النبوۃ ج ۲ص ۲۸۲۔۲۸۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ برے کام کرتے رہتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے! وہ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں ○ اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے' اور وہ بہت سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ○ اور جو (اس کے دین میں) کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کوشش کرتا ہے' بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کی ضرور ان کو جزا دیں گے ○ (العنکبوت: ۷۔۴)

اللہ تعالیٰ کا غنی اور بے نیاز ہونا

جو لوگ برے کام کرتے رہے ہیں' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک کرتے رہے ہیں' کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے' اس سے یہ مراد ہے کہ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم کو عاجز کردیں گے اور ہم ان کی گرفت نہیں کرسکیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت الولید بن المغیرۃ' ابوجہل' الاسود' العاص بن ہشام' شیبہ' عتبہ' الولید بن عتبہ' عقبہ بن معیط' حنظلۃ بن ابی سفیان اور العاص بن وائل وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے رب کی صفات کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ وہ اپنے رب کی گرفت میں نہیں آسکیں گے' ان کا یہ کہنا بہت بُرا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

marfat.com

اور اس کے بعد فرمایا اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص موت سے ڈرتا ہے اس کو نیک عمل کرنے چاہئیں' کیونکہ موت ٹلنے والی چیز نہیں ہے۔

پھر فرمایا اور جو (اس کے دین میں) کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کوشش کرتا ہے' اس کا معنیٰ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہتا ہے اور کفار سے جہاد میں مشغول رہتا ہے تو اس کی یہ تمام سعی اپنے نفس کے لیے ہے' کیونکہ ان تمام نیک اعمال کا ثواب اس کو ہی ملے گا' ان اعمال کا کوئی نفع اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا' بے شک اللہ تمام جہانوں سے غنی ہے یعنی اس کو کسی کے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو' سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں' تم مجھ سے ہدایت کا سوال کرو میں تم کو ہدایت دوں گا' تم سب فقیر ہو' سوا اس کے جس کو میں غنی کروں' تم مجھ سے سوال کرو میں تم کو رزق دوں گا' اور تم سب گنہگار ہو سوا اس کے جس کو میں عافیت سے رکھوں' سو تم میں سے جس کو یہ یقین ہو کہ میں گناہ بخشنے پر قادر ہوں پھر وہ مجھ سے بخشش کا سوال کرے تو میں اس کو بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' اور اگر تمہارے اول اور آخر اور زندہ اور مردہ اور تر اور خشک مل کر میرے بندوں میں سے سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار کے دل کے مطابق ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پَر کے برابر اضافہ نہیں ہوگا' اور اگر تمہارے اول اور آخر اور زندہ اور مردہ اور تر اور خشک مل کر میرے بندوں میں سے سب سے فاسق و فاجر کے دل کے مطابق ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پَر کے برابر کمی نہیں ہوگی' اور اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تر اور خشک مل کر ایک میدان میں جمع ہو جائیں' پھر تم میں سے ہر انسان اپنی تمام آرزوؤں کا سوال کرے اور میں ہر شخص کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو میرے ملک سے صرف اتنی کمی ہوگی جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں سوئی ڈبو کر نکال لے' کیونکہ میں جواد اور واجد اور ماجد (بہت سخی اور بہت بزرگ) ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں' میری عطا میرا کلام ہے اور میرا عذاب (بھی) میرا کلام ہے' جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو فقط اتنا کہتا ہوں "ہو" اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۷' مسند احمد ج ۴ص ۱۵۴' ۱۷۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ص ۱۲۵' المستدرک ج ۴ص ۲۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ص ۹۳)

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کی ضرور ان کو جزا دیں گے۔

گناہوں کو مٹانے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد جو دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے' اس نقطہ کو مٹا دیا جائے گا' یا فرشتوں نے اس کے صحائف اعمال میں اس کے جو گناہ لکھے ہیں ان کو مٹا دیا جائے گا' یا یہ مغفرت اور بخشش سے کنایہ ہے۔

اور ان کے اچھے کاموں سے مراد ان کی عبادات ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے زمانہ کفر و شرک میں جس قدر گناہ کیے تھے ان سب کو مٹا دیا جائے گا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے زمانہ کفر اور اسلام کے سب گناہوں کو مٹا دیا جائے گا' جمہور کے نزدیک کفر اور شرک کے زمانہ میں کیے گئے نیک کام مقبول نہیں ہوتے اس لیے ان کے صرف ان ہی کاموں پر جزا ملے گی جو انہوں نے اسلام لانے کے بعد کیے تھے' اور ایک قول یہ ہے کہ زمانہ کفر میں کیے ہوئے نیک کاموں پر بھی جزا ملے گی' اس کی تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۵۸۵۔۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو' تو ان کی اطاعت نہ کر' میری ہی طرف تم سب نے لوٹنا ہے' پھر میں تم کو خبر دوں گا کہ تم کیا کرتے تھے O (العنکبوت: ۸)

شرک اور معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کا حکم

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اور لقمان: ۱۴' اور الاحزاب: ۲۷' حضرت سعد بن ابی وقاص (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان کے متعلق نازل ہوئیں ہیں' جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے' حضرت سعد سابقین اولین میں سے تھے اور اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتے تھے' ان کی ماں نے کہا یہ کون سا دین ہے جو ابھی ظاہر ہوا ہے' اور اللہ کی قسم میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک کہ تم اپنے سابق دین کی طرف نہیں رجوع کرو گے' ورنہ میں مر جاؤں گی اور تم کو ہمیشہ یہ طعنہ دیا جائے گا کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو' پھر ان کی ماں نے پورا دن کھائے' پئے اور آرام کے بغیر گزار دیا' پھر اس نے دوسرا دن بھی اسی طرح کھائے پئے بغیر گزار دیا' پھر حضرت سعد ان کے پاس گئے اور کہا اے ماں! اگر آپ کے پاس سو زندگیاں ہوتیں اور آپ اسی طرح ایک ایک کر کے ان زندگیوں کو ختم کر دیتیں پھر بھی میں اپنے دین کو ترک نہ کرتا' آپ چاہیں تو کھانا کھائیں اور چاہیں تو کھانا نہ کھائیں۔ جب ان کی ماں حضرت سعد کے سابق دین کی طرف لوٹنے سے مایوس ہوگئیں تو پھر انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اور حسن سلوک کریں اور اگر وہ اللہ کا شریک بنانے کا حکم دیں تو اس حکم میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

یہ حدیث کچھ تغیر الفاظ کے ساتھ حسب ذیل کتب حدیث میں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۷۸۲)

ہر چند کہ قرآن مجید کی اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ صرف اللہ کا شریک بنانے کی ممانعت ہے کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور ناقابل مغفرت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی معصیت میں ماں باپ کی یا کسی بھی مخلوق کی اطاعت کرنی جائز نہیں ہے۔ حدیث میں ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس لشکر پر ایک شخص کو امیر مقرر کر دیا' اس نے آگ جلائی اور لشکر سے کہا اس آگ میں داخل ہو جاؤ' بعض نے اس آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور دوسروں نے کہا ہم نے آگ سے ہی تو فرار اختیار کیا ہے' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو جن لوگوں نے اس آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا ان سے آپ نے فرمایا اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی آگ میں رہتے اور دوسروں سے فرمایا معصیت (اللہ کی نافرمانی) میں کسی کی اطاعت نہیں ہے' اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۵۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۲۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۵۶۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۵۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۲۴۳)

والدین کی اطاعت کے متعلق احادیث

قرآن مجید کی اس آیت میں والدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اور والدین کی اطاعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا کون سب سے زیادہ حق دار ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں' اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں' اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں! اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو! اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو! اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو! عرض کیا گیا کس کی یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا' پھر وہ جنت میں داخل نہیں ہوا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے' آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی میں سے ہے' پس تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹' جامع الاصول رقم الحدیث: ۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے جہاد کی اجازت طلب کی' آپ نے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر ان (کی خدمت) میں جہاد کرو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۲)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے پاس مشورہ کرنے کے لیے آیا ہوں آپ نے فرمایا کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر اس کی خدمت میں لازم رہو' کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔
(سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹' جامع الاصول رقم الحدیث: ۱۹۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو' میں نے انکار کیا' پھر حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰)

حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا میں نے اپنی ماں پر ایک باندی کو صدقہ کیا تھا' اب وہ فوت ہو گئی ہیں' آپ نے فرمایا تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وراثت نے اس کو تمہیں واپس کر دیا' اس نے کہا یا رسول اللہ! اس پر ایک ماہ کے روزے تھے' کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے روزے رکھو' اس نے پوچھا اس نے حج نہیں کیا تھا آیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے حج کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۴۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۶۷۔۹۲۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۵۶۔۲۸۷۷۔۳۳۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۹' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۰۰)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں' آیا میں ان سے ملوں؟ آپ نے فرمایا تم ان سے ملو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۰۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے بہت بڑا گناہ کر لیا ہے آیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا اس کے ساتھ نیکی کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۴' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۵۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۰۲)

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس بنو سلیمہ سے ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ! کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ماں باپ کی موت کے بعد ان کے ساتھ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو' ان کے لیے استغفار کرو اور ان کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو' ان کے رشتہ داروں سے ملو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۰۴)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے' میں اس وقت لڑکا تھا اور گوشت اٹھا کر لا رہا تھا' ایک عورت آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی' میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ کی رضاعی ماں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۴' الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۲۹۵' جامع الاصول رقم الحدیث: ۲۰۷)

حضرت طلحہ بن معاویہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں' آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پاؤں کے پاس لازم رہو جنت وہیں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۶۲' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۴۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین کی اطاعت کرتے ہوئے صبح کی' اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر اس نے ان میں سے ایک کی اطاعت میں صبح کی تو ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے' اور جس شخص نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی میں صبح کی تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کی تو ایک کھلا ہوا ہوتا ہے' ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ماں باپ اس پر ظلم کریں؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کریں' اگرچہ وہ ظلم کریں' اگرچہ وہ ظلم کریں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۱۶' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۶۴۲' الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم ان کو ضرور نیکو کاروں میں داخل کریں گے ○

marfat.com

اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے' اور جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی اذیت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذا کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں' اور اگر آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے! کیا اللہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہانوں والوں کے سینوں میں ہیں! O اور اللہ ایمان والوں کو ضرور ظاہر فرما دے گا اور منافقوں کو (بھی) ضرور ظاہر فرما دے گا O اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کو اٹھا لیں گے' حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کسی بھی چیز کو نہیں اٹھا سکیں گے' بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں O اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ (اور) کئی بوجھ' اور قیامت کے دن ان سے ضرور ان کی افتراء کی ہوئی باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا O (العنکبوت: ۱۳۔۹)

العنکبوت: ۱۰۔۹ کے متعدد اسباب نزول

العنکبوت: ۷ میں فرمایا تھا: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کی ضرور ان کو جزا دیں گے O اور العنکبوت: ۹ میں پھر اسی آیت کو دہرایا ہے: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ہم ان کو ضرور نیکو کاروں میں داخل کریں گے O

صالحین سے مراد ہے جو نیکی کے آخری درجہ کو پہنچے ہوئے ہوں اور جب مومن نیکی اور تقویٰ کے انتہائی درجہ پر فائز ہوگا تو اس کو اس کا ثمرہ اور اس کی جزاء حاصل ہوگی اور وہ جنت ہے' سو ان دونوں آیتوں کا ایک ہی مآل ہے۔

اور فرمایا اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے۔ الآیۃ (العنکبوت: ۱۱)

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: اہل مکہ کے کچھ لوگ اسلام لے آئے' وہ اسلام کو معمولی سمجھتے تھے (اس لیے انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی) جنگ بدر کے دن مشرکین ان کو اپنے ساتھ لڑنے کے لیے لے گئے ان میں سے کچھ زخمی ہو گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے' صحابہ نے کہا یہ لوگ مسلمان تھے ان کو جبراً لڑنے کے لیے لایا گیا تھا اور صحابہ نے ان کی مغفرت کی دعا کی' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا O (النساء: ۹۷)

بے شک جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے' وہ کہتے ہیں ہم اس زمین میں کمزور اور مغلوب تھے' فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی تم اس میں ہجرت کر لیتے' یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

پھر صحابہ نے باقی مسلمانوں کی طرف اس آیت کا حکم لکھ کر بھیج دیا کہ اب تمہارے لیے کوئی عذر نہیں ہے تم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ جاؤ' وہ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو مشرکین نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ اس آزمائش کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی اذیت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کو ایذاء کی اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں الخ پھر صحابہ نے ان کی طرف اس آیت کو لکھ کر بھیج دیا وہ روانہ ہوئے اور وہ ہر خیر سے مایوس ہو چکے تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی المالکی التوفی ۸۷۵ھ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

marfat.com

(الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ج ۴ ص ۲۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ نے اس آیت کے متعدد شانِ نزول بیان کیے ہیں:

سدی اور ابن زید نے کہا اس سے مراد منافق ہے جب اس کو اللہ کی راہ میں کوئی اذیت پہنچتی تو وہ دین اسلام سے منحرف ہو کر کفر کو اختیار کر لیتا۔ اور جب اللہ کی طرف سے کوئی مدد آتی یعنی جب مسلمان فتح یاب ہوتے اور ان کو مال غنیمت حاصل ہوتا تو منافقین مومنوں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے دشمنوں کے مخالف ہیں ہم پہلے بھی مسلمان تھے اور ہم نے اس سے پہلے جو دین اسلام سے انحراف کے متعلق کہا تھا اس کی وجہ کفار کا جبر کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کیا اللہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہانوں والوں کے سینوں میں ہیں O اور اللہ ایمان والوں کو ضرور ظاہر فرمادے گا اور منافقوں کو (بھی) ضرور ظاہر فرمادے گا O (العنکبوت: ۱۱۔۱۰)

اس آیت کے سبب نزول کے متعلق کافی اختلاف ہے:

مجاہد نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور جب لوگوں کی طرف سے ان کو کوئی اذیت پہنچتی یا ان پر کوئی مصیبت آتی تو وہ منحرف ہو جاتے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام لانے کے بعد ہجرت نہیں کی (جیسا کہ تفسیر امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے تفصیلاً گزر چکا ہے)۔

قتادہ نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کو کفار مکہ واپس لے گئے تھے۔ اسی وجہ سے امام شعبی نے یہ کہا ہے کہ ابتداء سورت سے لے کر یہاں تک دس آیتیں مدنی ہیں اور باقی سورت مکی ہے۔

دوسرے لوگوں کے حقوق ضائع کرنے یا ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کو اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کسی بھی چیز کو نہیں اٹھا سکیں گے۔ الآیۃ (العنکبوت: ۱۳۔۱۲)

کفار کے اس قول کا معنی یہ ہے اگر تم نے ہمارے عقائد کو اپنا لیا تو ہم تمہارے گناہوں کے بوجھ کو اٹھا لیں گے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ مشرکین قریش نے مسلمانوں سے کہا ہم اور تم دونوں مرنے کے بعد زندہ نہیں کیے جائیں گے اگر تمہارے گناہ ہوئے تو وہ ہمارے ذمہ ہیں اور جو کام تمہارے اوپر واجب ہیں ان کے نہ کرنے کا بوجھ بھی ہمارے ذمہ ہوگا ایک روایت ہے کہ یہ کہنے والا ولید بن مغیرہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی کا حق ضائع کرے گا یا اس پر ظلم کرے گا تو حق دار کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی کے گناہ کا سبب بنے گا۔ اس پر اس کے گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا۔

امام عبدالرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچایا پھر فرمایا تم ظلم کرنے سے بچو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن قسم کھا کر فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! آج کوئی شخص ظلم کی سزا پائے بغیر نہیں رہے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ وہ اپنی نیکیوں سمیت آئے گا اس کی نیکیاں پہاڑوں کی طرح ہوں گی لوگ نظریں اونچی کر کے اس کی طرف دیکھیں گے حتیٰ کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے گا پھر

marfat.com

منادی یہ اعلان کرے گا جس شخص کے حقوق اس کے ذمہ ہوں یا اس شخص نے جس پر ظلم کیا ہو وہ بدلہ لینے کے لیے آجائے' پھر لوگ رحمن کے سامنے آکر کھڑے ہو جائیں گے' پھر رحمان فرمائے گا میرے اس بندہ سے اپنے حقوق لے لو' لوگ کہیں گے ہم اس سے کس طرح حقوق لیں' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اس کی نیکیاں لے لو' لوگ اس کی نیکیاں لینا شروع کر دیں گے' حتیٰ کہ اس کی ایک نیکی بھی نہیں رہے گی' اور ابھی بدلہ لینے والے باقی ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس سے اپنا حق لے لو' لوگ کہیں گے اس کی تو اب ایک نیکی بھی نہیں رہی ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے اپنے گناہ اس کے اوپر لاد دو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے استدلال کیا: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۱۸۷' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۶۔۴۲۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جو شخص کسی گناہ کا سبب بنے گا اس پر لوگوں کے اس گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جس نے کسی قوم کو گمراہی کی طرف بلایا اس کے اوپر اس قوم کے گناہ لاد دیئے جائیں گے اور اس قوم کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۱۸۹' الکشف والبیان للثعلبی ج ۷ ص ۲۷۳' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مومن سے قیامت کے دن اس کی تمام باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا' حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کے سرمہ کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا اور اس نے انگلی سے کسی کی مٹی جو کھرچی ہوگی اس کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا' سوائے معاذ! میں قیامت کے دن تمہیں اس حال میں نہ پاؤں کہ کوئی شخص تم سے ان نیک اعمال کے لینے میں کامیاب نہ ہو جائے جو تم کو اللہ نے عطا کیے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۱۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث کی تصدیق اس حدیث صحیح میں ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ کے پاس چند لوگ آئے' جن کے پیر ننگے' بدن ننگے' گلے میں چمڑے کی کفنیاں یا عبائیں تھیں اور وہ تلواریں لٹکائے ہوئے تھے' ان میں سے اکثر بلکہ سب کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا' ان کا فقر و فاقہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے' پھر باہر آئے' پھر آپ نے بلال کو اذان اور اقامت کا حکم دیا' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا اور یہ آیت پڑھی:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○ (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا' اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی' اور ان سے بہت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا' اور اللہ سے ڈرو جس سے تم سوال کرتے ہو' اور رشتوں کو توڑنے سے بچو' بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ ○ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور غور کرو کہ تم نے کل (قیامت کے دن) کے لیے کیا (نیک عمل) بھیجا ہے۔

کوئی شخص دینار اور درہم اور کپڑا اور ایک صاع (چار کلو گرام) گندم اور ایک صاع کھجوروں کا صدقہ کرے خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا

marfat.com

ہی ہو' پھر انصار میں سے ایک شخص وزنی تھیلی اٹھا کر لایا جس کو اس نے بہ مشکل اٹھایا ہوا تھا' پھر لگا تار لوگ آ کر صدقہ کرنے لگے' حتیٰ کہ میں نے کپڑے اور طعام کے دو ڈھیر دیکھے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (خوشی سے) سونے کی طرح چمک رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کیا اس کے لیے اس کا اجر ہوگا' اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے' ان کا بھی اجر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے اجور میں کوئی کمی ہو' اور جو اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا' اس کا گناہ اس پر بھی ہوگا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے' ان کا گناہ بھی اس پر ہوگا' بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷)

اور اس کی تصدیق اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ کے بوجھ کا ایک حصہ حضرت آدم کے پہلے بیٹے پر بھی ہوگا کیونکہ یہ پہلا شخص تھا جس نے گناہ کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم کا پہلا بیٹا قابیل تھا جس نے ان کے دوسرے بیٹے ھابیل کو اس حسد سے قتل کر دیا تھا کہ ھابیل کی قربانی قبول ہوگئی تھی اور اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی' اس نے پہلا قتل کیا تھا اور بعد کے لوگوں کو قتل کرنے کے طریقہ کی رہ نمائی کی تھی اس لیے بعد کے لوگوں کے قتل کرنے کا وہ سبب بنا' اور جب کوئی شخص کسی شخص کے گناہ کا سبب بنے تو وہ بھی ان کے گناہوں میں حصہ دار ہوتا ہے۔ یہ حدیث قواعد اسلام کے مطابق ہے کہ جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا۔ الحدیث۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۴' ج ۱۵ ص ۲۹۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

پس العنکبوت: ۱۳ میں جو فرمایا ہے کہ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ۔ اس کا محمل یہ ہے کہ مشرکین پر اپنے شرک اور گناہوں کا بھی بوجھ ہوگا اور ان کے سبب سے جن لوگوں نے شرک کیا اور دیگر گناہ کیے ان کے گناہوں کا بھی بوجھ ہوگا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ

اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے'

اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

پس ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے ○

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی' اور ہم نے اس کشتی کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا ○

marfat.com

وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ

اور ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور یہ

خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر صرف بتوں کی

دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ

عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو، بے شک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو،

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا

وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ سے رزق طلب کرو

عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ

اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ

لوٹائے جاؤ گے ○ اور اگر تم تکذیب کرو تو تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں

قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾

اور رسول کے ذمہ صاف صاف پیغام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے ○

اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، بے شک

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

یہ اللہ پر آسان ہے ○ آپ کہیے کہ تم زمین میں

فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ

سفر کرو پس غور کرو کہ کس طرح اللہ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا ہے، پھر اللہ دوسری بار نئی

marfat.com

النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ۚ

پیدائش کرے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْہِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے' اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا

اور تم (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں؛

لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾ع

اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے پس ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے ○ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی' اور ہم نے اس کشتی کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا ○ (العنکبوت: ۱۵۔۱۴)

حضرت نوح علیہ السلام کی حیات کا اجمالی خاکہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حضرت نوح علیہ السلام کے تعارف میں لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ دونوں مومن تھے ان کی ماں کا نام قینوش بنت برکاییل تھا' اور ان کے والد کا نام شیث تھا' ان کو قابیل کی اولاد کی طرف مبعوث کیا گیا تھا' بعثت کے وقت حضرت نوح کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی اور بعض نے کہا اس وقت ان کی عمر ۳۵۰ سال تھی اور بعض نے کہا اس وقت ان کی عمر ۴۸۰ سال تھی۔ اسی طرح ان کے مقام بعثت میں بھی اختلاف ہے مجاہد نے کہا ان کو ہند میں مبعوث کیا گیا' حسن بصری نے کہا ان کو ارض بابل (عراق کا ایک شہر جو کوفہ اور بغداد کے درمیان ہے) اور کوفہ میں مبعوث کیا گیا۔ امام ابن جریر نے کہا حضرت نوح' حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھبیس سال بعد پیدا ہوئے' مقاتل نے کہا حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان ایک سو سال کا عرصہ ہے اور حضرت نوح اور حضرت ادریس کے درمیان بھی ایک سو سال کا عرصہ ہے' اور یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد پہلے نبی ہیں۔

مقاتل نے کہا ان کا نام السکن ہے' ایک قول ہے ان کا نام الساکن ہے' طبری نے کہا ان کا نام عبد الغفار ہے اور بہت زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا نام نوح ہو گیا' نوح کا معنی نوحہ کرنا اور رونا ہے' ان کے زیادہ رونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن انہوں نے کتے کو دیکھ کر دل میں کہا یہ کس قدر بدشکل ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کتے کو گویائی دی اس نے کہا اے مسکین! آپ نے کس پر عیب لگایا ہے نقش پر یا نقاش پر۔ اگر نقش پر عیب ہے تو اگر میرا بنانا میرے اختیار میں ہوتا تو میں خود کو حسین بنا لیتا اور اگر نقاش پر عیب ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی ملک پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جان لیا کہ اس کتے کو

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے' پھر وہ اپنے اس خیال پر چالیس سال تک روتے رہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۹۔۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح نے دل میں کہا کہ یہ کس قدر بدشکل ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم اس سے زیادہ حسین مخلوق پیدا کر کے دکھاؤ' حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس خطا پر عرصہ تک روتے رہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۳۰۷' دار الفکر' ۱۴۱۵ھ' جز ۱۳ ص ۲۹۶' دار الکتاب العربی' ۱۴۲۰ھ)

اس وقعہ کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی ہیں ان کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت پر اعتراض کریں یا اس کو بُرا جانیں' علاوہ ازیں دل میں جو غیر اختیاری طور پر خیالات آتے ہیں ان پر انسان کو قدرت نہیں ہے اور نہ اس سے ان پر باز پرس ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک یہ واقعات صحیح نہیں ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں ان کے نام کی دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر ساڑھے نو سو سال تک افسوس کرتے رہے اور روتے رہے۔

سدی نے کہا حضرت نوح کی عمر ایک ہزار چار سو سال تھی' امام ابن جوزی نے کہا کہ ان کی عمر ایک ہزار تین سو سال تھی' ایک قول ہے ان کی عمر ایک ہزار سات سو سال تھی (کیونکہ بعثت کے بعد ساڑھے نو سو سال تک انہوں نے تبلیغ کی تھی' پھر طوفان آیا' اس کے بعد بھی وہ ایک عرصہ تک زندہ رہے) حضرت نوح موصل کی مشرقی جانب میں فوت ہوئے تھے یہ وہی جگہ ہے جہاں ان کی کشتی جودی پہاڑ کے پاس ٹھہری تھی' امام ابن اسحاق نے کہا وہ ہند میں فوت ہوئے تھے' عبد الرحمان بن سابط نے کہا حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت شعیب اور حضرت نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں زمزم' رکن اور مقام کے درمیان ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ بابل میں فوت ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ وہ بعلبک (شام کا ایک شہر) کی کرک نام کی ایک بستی میں فوت ہوئے اور اب بھی وہاں پر ان کی قبر معروف ہے' اس کو کرک نوح کہا جاتا ہے' حافظ ابن کثیر نے کہا کہ امام ابن جریر اور امام ازرقی نے روایت کیا ہے کہ ان کی قبر مسجد حرام میں ہے اور یہ قول دوسرے متاخرین کے اقوال کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اہل کتاب کا قول یہ ہے کہ جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تھے اس وقت ان کی عمر چھ سو سال تھی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اس کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ وہ بعثت کے بعد اپنی قوم میں نو سو پچاس سال تک رہے۔ پھر اس کے بعد ان ظالموں پر طوفان آیا۔ پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ طوفان آنے کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ چوراسی سال کی عمر میں ان کی بعثت ہوئی اور طوفان کے بعد وہ ساڑھے تین سو سال زندہ رہے اس حساب سے ان کی عمر ایک ہزار سات سو اسی سال ہے۔

امام ابن جریج' امام ازرقی اور دیگر مورخین نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اور یہ قوی قول ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۲۰۔۱۰۰ ملخصاً' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

بعض محققین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جو آج دنیا میں عراق کے نام سے مشہور ہے اور اس کی جائے وقوع موصل کے نواح میں ہے اور جو روایات کردستان اور آرمینیہ میں زمانہ قدیم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی علاقہ میں کسی مقام پر ٹھہری تھی۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے اور ان کی

marfat.com

قوم کی اکثریت نے ان کی رسالت اور نبوت کو نہیں مانا اور بالآخر ان پر ایک طوفان بھیج کر ان کو غرق کر دیا گیا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی ہے کہ آپ کو مکہ میں تبلیغ کرتے ہوئے چند سال ہوئے ہیں اگر یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے یا آپ کے ساتھ بدسلوکی کر رہے ہیں تو آپ رنج اور افسوس نہ کریں' حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھیں وہ ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور اسی افراد کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا تو حضرت نوح علیہ السلام کی بہ نسبت آپ صبر کرنے کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ آپ کی تبلیغ کی مدت ان سے بہت کم ہے اور آپ کے متبعین ان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں۔

اس کی تحقیق کہ طوفان نوح تمام زمین پر آیا تھا یا بعض علاقوں پر

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس میں یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ طوفان صرف ان ہی کے علاقہ میں آیا تھا یا تمام روئے زمین پر وہ طوفان آیا تھا' مسلم مؤرخین اور مفسرین کے زیادہ تر اقوال یہ ہیں کہ یہ طوفان پوری روئے زمین پر آیا تھا اور بعض نے یہ کہا کہ یہ طوفان صرف انہی کے علاقہ میں آیا تھا' تورات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ طوفان تمام روئے زمین پر بھیجا گیا تھا۔ ہم پہلے تورات کی آیات نقل کریں گے اس کے بعد مسلم مؤرخین اور مفسرین کی عبارات نقل کریں گے اور اخیر میں ان بعض علماء کی عبارات کا ذکر کریں گے جن کے نزدیک یہ طوفان صرف حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ مخصوص تھا۔

طوفان نوح کا تمام روئے زمین کو محیط ہونا

تورات میں لکھا ہے:

اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر اٹھا دیا سو کشتی زمین پر سے اٹھ گئی O اور پانی زمین پر چڑھتا ہی گیا اور بہت بڑھا اور کشتی پانی کے اوپر تیرتی رہی O اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا اور سب اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں چھپ گئے O پانی ان سے پندرہ ہاتھ اور اوپر چڑھا اور پہاڑ ڈوب گئے O اور سب جانور جو زمین پر چلتے تھے پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین پر کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے O اور خشکی کے سب جاندار جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا مر گئے O بلکہ ہر جاندار شے جو روئے زمین پر تھی مر مٹی۔ کیا انسان کیا حیوان کیا رینگنے والا جانور کیا ہوا کا پرندہ یہ سب کے سب زمین پر سے مر مٹے۔ فقط ایک نوح باقی بچا یا وہ جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے O اور پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا O (تورات پیدائش باب ۷' آیت: ۲۴-۱۷' کتاب مقدس' بائبل سوسائٹی لاہور)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ' امام عبدالرحمان بن علی الجوزی التوفی ۵۹۷ھ' امام محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری التوفی ۶۳۰ھ' ان سب نے لکھا ہے:

فسارت بهم السفينة فطافت بهم الارض كلها في ستة اشهر لا تستقر على شيء حتى اتت الحرم فلم تدخله' ودارت بالحرم اسبوعًا ورفع البيت الذين بناه ادم رفع من الغرق.

وہ کشتی چھ ماہ تک تمام روئے زمین کے اوپر تیرتی رہی وہ کسی چیز پر نہیں ٹھہری حتیٰ کہ حرم میں پہنچی اور اس میں داخل نہیں ہوئی اور حرم کے گرد ایک ہفتہ تک گھومتی رہی اور جس بیت کو حضرت آدم نے بنایا تھا اس کو اٹھا لیا گیا اور وہ غرق ہونے سے بلند رہا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۵ ص ۱۸۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' المنتظم ج ۱ ص ۱۳۲' دارالفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ' الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۴۱' دارالکتاب العربی' ۱۴۰۰ھ)

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

قال جماعة من المفسرين ارتفع الماء علی اعلی جبل الارض خمسة عشر ذراعا وهو الذی عند اهل الکتاب وقیل ثمانین ذراعا وعم جمیع الارض طولها والعرض سهلها وحزنها وجبالها وقفارها ورمالها ولم یبق علی وجه الارض ممن کان بها من الاحیاء عین تطرف ولا صغیر ولا کبیر۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۱۷۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ طبع جدید)

مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ پانی زمین کے بلند ترین پہاڑ سے بھی پندرہ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا اور یہ مقدار اہل کتاب کے نزدیک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اسی ہاتھ اونچا ہو گیا تھا اور یہ طوفان تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا' زمین کے طول و عرض پر' خواہ نرم زمین ہو یا سخت' اس کے پہاڑوں پر' میدانوں پر' ریگستانوں پر اور روئے زمین پر کوئی زندہ شخص دکھائی نہیں دیتا تھا' چھوٹا اور نہ بڑا۔

نیز حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

بعض جاہل فارسیوں اور اہل ہند نے وقوع طوفان کا انکار کیا اور بعض نے اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ طوفان صرف ارض بابل (عراق) میں آیا تھا یہ بے دین مجوسیوں کا قول ہے ورنہ تمام اہل ادیان کا اس پر اتفاق ہے اور تمام رسولوں سے منقول ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ طوفان آیا تھا اور یہ تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۱۸۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ' طبع جدید)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی لکھا ہے:

لما اغرق اهل الارض کلهم الا اصحاب السفینة۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۴۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جب اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کے سوا تمام روئے زمین والوں کو غرق کر دیا۔

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ نے لکھا ہے:

اس سے بڑا حادثہ دنیا میں کبھی رونما نہیں ہوا کہ زمین کے تمام طول و عرض پر طوفان کا پانی چھا گیا تھا اور اس میں کشتی والوں کے سوا دنیا کے تمام جاندار اور بے جان غرق ہو گئے تھے۔ (نظم الدرر ج ۵ص ۵۴۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے لکھا ہے:

یہ طوفان تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا۔ (روح البیان ج ۶ص ۵۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ ہود: ۴۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہر چند کہ بعض عدم عموم طوفان کے قائل ہوئے ہیں لیکن ظاہر آیات سے جن کو مؤول کہنا بعید ہے عموم معلوم ہوتا ہے' قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ (الصّٰفّٰت: ۷۷) اور نوح کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والا بنا دیا۔ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح: ۲۶) اور نوح نے دعا کی اے میرے رب! تو روئے زمین پر کسی کافر رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اور عموم طوفان پر ظاہراً جو بعض اشکالات واقع ہوتے ہیں سب کے جواب قریب ہیں مثلاً یہ کہ تمام انواع حیوانات کے ایک متعارف مقدار کشتی میں کیسے سما سکتے ہیں؟ جس کا جواب یہ ہے کہ جو پانی میں رہتے ہیں یقیناً خارج ہیں جو محتاج تناسل نہیں وہ بھی خارج ہیں' رہے اور اقسام سو ان میں سے ممکن ہے کہ وہی سوار کیے گئے ہوں جن سے انسانی حاجت متعلق ہوتی ہو جیسے ماکولات و مرکوبات و عوامل و حوامل تا کہ بعد ختم طوفان کے بقیہ افراد انسانی کو تکلیف نہ ہو' سو ایسے جانور بہت قلیل ہیں ہر ایک کا جوڑا رکھنا کچھ مشکل نہیں اور جن سے حاجت انسانی متعلق نہیں جیسے سباع وغیرہ وہ سوار نہ کیے گئے ہوں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کر دیا ہو یا یہ کہ بہ طور خرق عادت کے ان کی بھی جگہ ہو گئی ہو اور یہ اشکال کہ نابالغ بچے کیسے غرق ہو گئے تو ہو سکتا ہے

marfat.com

کہ چند سال پہلے توالد و تناسل بند ہو گیا ہو پس پرانے نابالغ بالغ ہو گئے اور نیا نابالغ پیدا نہ ہوا جیسا کہ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ چالیس سال قبل توالد و تناسل بند ہو گیا تھا' اور مثلاً یہ اشکال کہ جانوروں نے کیا خطا کی تھی اس کا یہ جواب ہے کہ یہ طوفان کفار کے حق میں عذاب تھا اور جانوروں کے لیے بہ منزلہ موت طبعی تھا جو ہر روز واقع ہوتی ہے۔

(بیان القرآن ج ۱ص ۴۵۸' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ ھود: ۴۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ طوفان نوح تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں؟ اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں' مگر یاد رہے کہ دائرۃ المعارف میں بعض محققین یورپ کے ایسے اقوال و دلائل نقل کیے ہیں جو عموم طوفان کی تائید کرتے ہیں۔

(حاشیۃ القرآن ص ۲۹۹' مطبوعہ سعودی عربیہ)

علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ عقائد کے بیان میں لکھتے ہیں:

طوفان آیا اور ساری زمین ڈوب گئی صرف وہ گنتی کے مسلمان اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا جو کشتی میں لے لیا گیا تھا بچ گئے۔ (بہارِ شریعت حصہ ا ص ۱۰' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' ۱۴۱۶ھ)

طوفانِ نوح کا صرف بعض علاقوں پر آنا

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور جس چیز کی طرف قلب مائل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ طوفان عام نہیں تھا جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ان ہی جانوروں کو سوار کیا تھا جن کی انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ طوفان کا عموم اپنے اطلاق پر ہے اور حضرت نوح نے کشتی میں ان ہی جانوروں کو رکھا تھا جن کے بغیر چارہ کار نہیں' اور باقی سب جانور غرق ہو گئے اور ان جانوروں کی نظیروں کو اللہ تعالیٰ نے محض لفظ "کُنْ" سے دوبارہ پیدا کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سامنے یہ کیا بعید ہے۔

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۸۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دراصل اشکال یہ ہوتا تھا کہ اگر تمام زمین پر طوفان آیا ہو تو تمام زمین کے جانوروں' چرندوں' درندوں اور کیڑوں مکوڑوں کو کشتی میں رکھنا تو عادۃً محال ہے' اس کے علامہ آلوسی نے دو جواب دیئے ایک یہ کہ یہ طوفان مخصوص علاقے میں آیا تھا اس لیے تمام زمین کے جانوروں کا کشتی میں رکھنا لازم نہیں آتا' دوسرا جواب یہ دیا کہ ہر چند کہ یہ طوفان تمام زمین پر آیا تھا لیکن تمام جانوروں کا کشتی میں رکھنا لازم نہیں آتا اور کشتی میں صرف ان ہی جانوروں کو رکھا گیا تھا جن کی انسان کو ضرورت ہو سکتی ہے' اور طوفان رک جانے کے بعد باقی جانوروں کو پیدا کرنا اللہ کے لیے کیا مشکل ہے!

شیخ محمد حفظ الرحمان سیوہاری لکھتے ہیں:

کیا طوفانِ نوح تمام کرۂ ارضی پر آیا تھا یا کسی خاص خطہ پر؟

اس کے متعلق علماءِ قدیم و جدید میں ہمیشہ سے دو رائے رہی ہیں' علماء اسلام میں سے ایک جماعت' علماء یہود و نصاریٰ اور بعض ماہرینِ علوم فلکیات' طبقات الارض' اور تاریخ طبیعات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف اسی خطہ میں محدود تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ مساحت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار کلو میٹر مربع ہوتا ہے۔

ان کے نزدیک طوفانِ نوح کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طوفان عام تھا تو اس کے آثار کرۂ ارضی کے مختلف

marfat.com

گوشوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ملنے چاہئیں تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے' نیز اس زمانہ میں انسانی آبادی بہت ہی محدود تھی اور وہی خطہ تھا جہاں حضرت نوح (علیہ السلام) اور ان کی قوم آباد تھی' ابھی حضرت آدم (علیہ السلام) کی اولاد کا سلسلہ اس سے زیادہ وسیع نہ ہوا تھا جو کہ اس علاقہ میں آباد تھا' لہٰذا وہی مستحق عذاب تھے ان ہی پر طوفان کا یہ عذاب بھیجا گیا' باقی کرۂ زمین کو اس سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

اور بعض علماء اسلام اور ماہرین طبقات الارض اور علماء طبیعات کے نزدیک یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر حاوی تھا اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ ان کے خیال میں اس زمین پر متعدد ایسے طوفان آئے ہیں' ان ہی میں سے ایک یہ بھی تھا اور وہ پہلی رائے کے تسلیم کرنے والوں کو آثار سے متعلق سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ "جزیرہ" یا عراق عرب کی اس سرزمین کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی ایسے حیوانات کے ڈھانچے اور ہڈیاں بکثرت پائی گئی ہیں جن کے متعلق ماہرینِ علم طبقات الارض کی یہ رائے ہے کہ یہ حیوانات مائی ہی ہیں اور صرف پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں' پانی سے باہر ایک لحہ بھی ان کی زندگی دشوار ہے' اس لیے کرۂ ارض کے مختلف پہاڑوں کی ان بلند چوٹیوں پر ان کا ثبوت اس کی دلیل ہے کہ کسی زمانہ میں پانی کا ایک ہیبت ناک طوفان آیا جس نے پہاڑوں کی ان چوٹیوں کو بھی اپنی غرقابی سے نہ چھوڑا۔

ان ہر دو خیالات و آراء کی ان تمام تفصیلات کے بعد جن کا مختصر خاکہ مضمون زیرِ بحث میں درج ہے اہلِ تحقیق کی یہ رائے ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ طوفان خاص تھا عام نہ تھا۔ اور یہ مسئلہ بھی محلِ نظر ہے کہ تمام کائناتِ انسانی صرف حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہے' اور آیت ان تذرھم یضلوا عبادک بھی کچھ اسی طرح اشارہ کرتی ہے۔

(قصص القرآن ج اول ص ۷۷۔ ۷۶' مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

شیخ سیوھاری نے طوفان نوح کے عام نہ ہونے پر جو دلیل قائم کی ہے وہ ان کے اس اعتراف سے ساقط ہو جاتی ہے کہ جزیرہ عرب یا عراق عرب کی اس سرزمین کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی ایسے حیوانات کے ڈھانچے اور ہڈیاں بہ کثرت پائی گئی ہیں جن کے متعلق ماہرین علم طبقات الارض کی یہ رائے ہے کہ یہ حیوانات مائی ہی ہیں اور صرف پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں' پانی سے باہر ایک لحہ بھی ان کی زندگی دشوار ہے اس لیے کرۂ ارض کے مختلف پہاڑوں کی ان بلند چوٹیوں پر ان کا ثبوت اس کی دلیل ہے کسی زمانہ میں پانی کا ایک ہیبت ناک طوفان آیا جس نے پہاڑوں کی ان چوٹیوں کو بھی اپنی غرقابی سے نہ چھوڑا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

یہ طوفان' جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے' عالم گیر طوفان تھا یا اس خاص علاقے میں آیا تھا جہاں حضرت نوح کی قوم آباد تھی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا فیصلہ آج تک نہیں ہوا۔ اسرائیلی روایات کی بنا پر عام خیال یہی ہے کہ یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا (پیدائش ۷: ۱۸۔۲۴) مگر قرآن میں یہ بات کہیں نہیں کہی گئی ہے۔ قرآن کے اشارات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بعد کی انسانی نسلیں انہی لوگوں کی اولاد سے ہیں جو طوفان نوح سے بچا لیے گئے تھے' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا ہو' کیونکہ یہ بات اس طرح بھی صحیح ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک بنی آدم کی آبادی اسی خطہ تک محدود رہی ہو جہاں طوفان آیا تھا اور طوفان کے بعد جو نسلیں پیدا ہوئی ہوں وہ بتدریج تمام دنیا میں پھیل گئی ہوں۔ اس نظریہ کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ دجلہ و فرات کی سرزمین میں تو ایک زبردست طوفان کا ثبوت تاریخی روایات سے' آثار قدیمہ سے اور طبقات الارض سے ملتا ہے' لیکن روئے زمین کے تمام خطوں میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جس سے کسی عالم گیر طوفان کا یقین کیا جا سکے' دوسرے یہ کہ روئے زمین کی اکثر و بیش تر قوموں میں ایک طوفان عظیم کی روایات قدیم زمانے سے مشہور ہیں' حتیٰ

marfat.com

کہ آسٹریلیا' امریکہ اور نیوگنی جیسے دور دراز علاقوں کی پرانی روایات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کسی وقت ان سب قوموں کے آباؤ اجداد ایک ہی خطہ میں آباد ہوں گے جہاں یہ طوفان آیا تھا۔ اور پھر جب ان کی نسلیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلیں تو یہ روایات ان کے ساتھ گئیں۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۲'۳۴۱' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ۱۹۸۲ء)

سید مودودی کی دلیل بھی ان کے اپنے بیان سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ روئے زمین کی اکثر و بیشتر قوموں میں ایک طوفان عظیم کی روایات قدیم زمانہ سے مشہور ہیں حتیٰ کہ آسٹریلیا' امریکہ اور نیوگنی جیسے دور دراز علاقوں کی پرانی روایات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے' اس عبارت کا صاف اور صریح مطلب یہی ہے کہ ان علاقوں کی پرانی روایات میں ایک طوفان عظیم آنے کا ذکر اس لیے ہے کہ ان علاقوں میں وہ عظیم طوفان آیا تھا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ عالم گیر طوفان تھا' سید مودودی نے جو اس کا یہ مطلب نکالا ہے کہ کسی وقت ان سب قوموں کے آباء و اجداد ایک ہی خطہ میں آباد ہوں گے جہاں یہ طوفان آیا تھا اور پھر جب ان کی نسلیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلیں تو یہ روایات ان کے ساتھ گئیں۔ سو یہ بہت دور کی تاویل ہے اور طوفان نوح کو مختصر کرنے کی تقریباً ناکام کوشش ہے۔

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

یہ چیز غور طلب ہے کہ کیا یہ طوفان روئے زمین پر آیا تھا اور کیا آپ نے دنیا بھر کے حیوانات کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ محققین کا قول یہ ہے کہ طوفان صرف اس علاقہ میں آیا جہاں نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم آباد تھی۔ اگرچہ ایسی تصریحات بھی کتب میں موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ طوفان عالمگیر تھا لیکن یہ اسرائیلی روایات ہیں یا ان سے اخذ کیے ہوئے علماء کے اقوال' کتاب و سنت سے کوئی ایسی نص پیش نہیں کی جا سکتی جس سے صراحۃً اس طوفان کا عالمگیر ہونا ثابت ہو۔ بعض نے اس آیت سے استدلال کیا ہے رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ (اے رب زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ) لیکن ہو سکتا ہے الارض جو معرّف باللام ہے اس سے مراد آپ کی قوم کی سرزمین ہو۔ جس طرح فرعون کے متعلق ہے وان فرعون لعال فی الارض یہاں بھی الارض سے مراد ساری روئے زمین نہیں بلکہ ملک مصر مراد ہے' نیز من الکافرین بھی معرّف باللام ہے یعنی وہ مخصوص کافر جو آپ کی قوم سے تھے۔ قرآن کریم میں ہمیں یہ بھی تصریح ملتی ہے کہ آپ کی بعثت صرف آپ کی قوم کے لیے تھی ولقد ارسلنا نوحا الی قومه ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک نسلِ انسانی زیادہ پھیلی نہ ہو بلکہ اسی علاقہ میں ہی بس رہی ہو۔ اس اعتبار سے تمام انسانی افراد اس طوفان کی زد میں تھے اور اس وجہ سے اس کو عالمگیر کہہ دیا گیا ہو۔ یہ بات قابلِ فہم ہے۔ لیکن اگر یہ اندازہ درست ہو کہ آپ کی پیدائش آدم علیہ السلام سے تیس سو سال بعد ہوئی تو اتنے عرصۂ دراز تک اولادِ آدم کا ایک تنگ سے رقبہ میں محدود رہنا دل میں کھٹک پیدا کرتا ہے۔ انہیں امور کے پیشِ نظر علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے محتاط پیرایہ میں لکھا ہے:

والذی یمیل القلب الیه ان الطوفان لم یکن عاما. (روح المعانی)　　یعنی دل اس طرف مائل ہے کہ طوفان عام نہیں تھا۔

اگر اس قول کو راجح قرار دیا جائے تو پھر نوح علیہ السلام کو دنیا بھر کے حیوانات کشتی میں لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ جانور اپنے ہمراہ لیے ہوں گے جن کی فوری ضرورت تھی اور جن کو دور دراز کے علاقوں سے جو طوفان کی زد سے محفوظ تھے لے آنا مشقت اور تکالیف کا موجب تھا۔ بل امر بحمل ما یحتاج الیه اذا انجا ومن معه من الغرق لئلا یغتموا لفقده ویتکلفوا مشقة جلبه من الاصقاع النائیة التی لم یصلها الغرق (روح المعانی)

marfat.com

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورۃ المومنون کی آیت **فاسلک فیھا من کل زوجین اثنین** کی تفسیر کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے: **ای کل زوجین من الحیوان الذی یحضرہ فی الوقت اثنین الذکر والانثی لکی لا ینقطع نسل ذالک الحیوان** واللہ تعالیٰ اعلم (کبیر) (ضیاء القرآن ج ۳ ص ۲۶۱)

یہ درست ہے کہ کتاب وسنت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ طوفان عام تھا یا خاص تھا' لیکن کتاب وسنت میں اس کے مذکور نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سلسلہ میں تورات کی روایت کو مردود قرار دیا جائے جب کہ عام اصول یہی ہے کہ سابقہ شرائع کے وہ احکام حجت ہوتے ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف نہ ہوں' حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صرف بے دین مجوسیوں نے یہ کہا ہے کہ یہ طوفان عام نہیں تھا ورنہ تمام اہل ادیان کا اس پر اتفاق ہے اور تمام رسولوں سے منقول ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ طوفان آیا تھا اور تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۲) حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعا میں کہا تھا اے رب! زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ اس میں زمین سے مراد صرف ان کا مخصوص علاقہ مراد لینے کو پیر صاحب نے بہ طور احتمال ذکر کیا ہے اور احتمال دلیل نہیں ہوتا' کیونکہ اس کے برعکس احتمال بھی موجود ہے' حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ارشاد ہے **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً** (البقرہ: ۳۰) اور حضرت آدم کو تمام روئے زمین کے لیے خلیفہ بنایا گیا تھا کسی خاص علاقے کے لیے نہیں اور وہی الارض کا لفظ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا میں بھی ہے **رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا** (نوح: ۲۶) تو کوئی وجہ نہیں کہ یہاں بھی الارض سے عموم ہی مراد ہو!

علامہ آلوسی کی عبارت پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں اور امام رازی کی جو عبارت پیر صاحب نے نقل کی ہے وہ ان کو مفید نہیں ہے کیونکہ امام رازی نے لکھا ہے کہ اس وقت جتنے بھی حیوان موجود تھے ان سب کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیں۔ اور اس وقت کے حیوانوں کا کشتی میں رکھنا یہی ثابت کرتا ہے کہ وہ طوفان تمام روئے زمین پر آنا تھا۔ ورنہ امام رازی یوں لکھتے کہ اپنے مخصوص علاقے کے تمام حیوانوں کو کشتی میں رکھ لیں' شاید اسی لیے پیر صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: اور ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو O تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر صرف بتوں کی عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو' بے شک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو' وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں' سو تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کا شکر ادا کرو' تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور اگر تم تکذیب کرو تو تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں' اور رسول کے ذمہ صاف صاف پیغام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے O (العنکبوت: ۱۸۔۱۶)

اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرنے اور اس کو سجدہ کرنے سے اس کا قرب حاصل ہونا

اس سے پہلی دو آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا اجمالی ذکر فرمایا تھا' انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا وہ مسلسل ساڑھے نو سو سال تک ان کو تبلیغ کرتے رہے اور جب اس کے بعد بھی ان کی قوم کے سرکش ظالموں نے اثر قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک عالم گیر طوفان کا عذاب بھیجا' اس سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا اجمالی ذکر فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو حکم دیئے ایک یہ کہ اللہ کی عبادت کرو' دوسرا یہ کہ اس سے ڈرتے رہو' ''اللہ کی عبادت کرو'' اس حکم میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے اور ''ڈرتے رہو'' میں اس کا شریک بنانے کی ممانعت ہے' یا یہ کہ پہلے حکم میں فرائض اور واجبات پر عمل کرنے کا حکم ہے اور دوسرے حکم میں محرمات اور مکروہات کے ارتکاب کی ممانعت ہے۔

marfat.com

اور فرمایا یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:۱۹) اور "سجدہ کر اور (اللہ کے) قریب ہو جا" اور اللہ کے قریب ہونے سے بڑھ کر کون سا نفع ہے! حدیث میں ہے:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ کسی چیز سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کرتا جتنا زیادہ قرب میری فرض کی ہوئی چیزوں پر عمل کر کے حاصل کرتا ہے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۵۰۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶' مسند احمد رقم الحدیث:۲۶۰۷۱' دارالحدیث' قاہرہ' مسند ابویعلی رقم الحدیث:۷۰۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے' سو تم بہ کثرت دعا کرو۔ (یعنی سجدہ میں)

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۸۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۷۵' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۱۳۷)

مشرکین کا رد فرمانا

اس کے بعد فرمایا تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر صرف بتوں کی عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کی بت پرستی کا رد فرمایا کیونکہ انسان کسی کی عبادت کسی نفع کی توقع پر کرے گا یا کسی خوف کی وجہ سے' اور پتھر کے بے جان بت کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور ان کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھنا صریح جھوٹ ہے۔ اور فرمایا وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں تو پھر ان کی عبادت کا تمہیں کیا فائدہ ہوگا! اس کے بعد فرمایا: سو تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ یعنی ہر قسم کا رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لیے اس سے رزق طلب کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اگر تم تکذیب کرو (تو کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم سے پہلے تو صرف حضرت نوح علیہ السلام کی امت گزری ہے پھر حضرت ابراہیم کا یہ فرمانا کس طرح درست ہوگا کہ تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح سے پہلے حضرت ادریس کی امت گزر چکی ہے' اور حضرت شیث کی قوم گزر چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے کئی نبی اور کئی ان کی امتیں گزر چکی ہوں گی کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں اور قرآن اور حدیث میں ہم سے صرف چند نبیوں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المؤمن:۷۸)

بے شک ہم آپ سے پہلے بہت رسول بھیج چکے ہیں' جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور بعض کے واقعات آپ سے بیان نہیں کیے۔

قرآن مجید میں صرف پچیس انبیاء اور رسل کا ذکر ہے اور جن کا ذکر نہیں فرمایا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا' پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا بے شک یہ اللہ پر آسان ہے ○ آپ کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو پس غور کرو کہ کس طرح اللہ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا ہے' پھر اللہ دوسری بار نئی پیدائش کرے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اور تم (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں' اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ○ (العنکبوت:۲۲۔۱۹)

marfat.com

حشر کا ثبوت اور عذاب اور ثواب کا بیان

انما تعبدون من دون اللہ العنکبوت: ۱۷ سے الوہیت کو ثابت فرمایا اور وما علی الرسول الا البلاغ العنکبوت: ۱۸ سے رسالت کو ثابت فرمایا اور اب اولم یروا کیف یبدیء اللہ الخلق العنکبوت: ۱۹ سے حشر نشر اور آخرت کو ثابت فرما رہا ہے۔

اس آیت میں فرمایا: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا' اس پر اعتراض ہے کہ لوگوں نے کب دیکھا ہے اور کب مشاہدہ کیا ہے کس طرح اللہ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو بداہۃً معلوم ہے کہ اس مخلوق کو ابتداءً کسی مخلوق نے پیدا نہیں کیا کیونکہ مخلوق تو خود اپنے وجود اور ظہور میں کسی خالق کی محتاج ہے' اور ضروری ہے کہ اس مخلوق کا خالق ممکن اور حادث نہ ہو' کیونکہ ممکن اور حادث تو اپنے حدوث میں کسی محدث کا محتاج ہوتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس کا خالق واجب اور قدیم ہو اور وہی اللہ ہے اور یہ اتنا جلی اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مشاہدہ اور دیکھنے سے تعبیر فرمایا' اور جب لوگ بداہۃً یہ جانتے ہیں کہ ابتداءً اس مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ ہے' تو پھر دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیوں مستبعد جانتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ابتداءً پیدا کیا تو وہ اس کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو رہ نمائی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آفاق میں جو نشانیاں پیدا کی ہیں ان پر غور کرو' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا ان میں ساکن اور متحرک ستارے بنائے اور زمینوں کو پیدا کیا ان میں پہاڑوں' وادیوں' دریاؤں اور سمندروں کو پیدا کیا' درختوں کو پیدا کیا' کھیتوں اور باغات کو پیدا کیا اور یہ سب چیزیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا خالق ان کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور اس نے ان چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے صرف لفظ کن فرمایا تو جو ایک لفظ "کُنْ" سے اتنی عظیم کائنات پیدا کر سکتا ہے تو کیا وہ اسی لفظ "کُنْ" سے ایسی ہی کائنات دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

اور فرمایا وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے۔ یعنی وہ حاکم مطلق ہے وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے سب اس کے بندے اور مملوک ہیں اس کے فیصلہ اور تصرف پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو ضرور عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

اس آیت میں عذاب دینے کے ذکر کو رحم فرمانے کے ذکر پر مقدم کیا ہے حالانکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرتی ہے۔ (مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۲۶، مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ)

چونکہ ان آیات میں کفار سے خطاب ہو رہا ہے اس لیے اس مقام پر عذاب کا ذکر رحمت کے ذکر پر مقدم فرمایا اور اس سے بھی کہ گناہ کرنے والے مسلمان اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز آ جائیں اور اس کی رحمت کی امید پر نیک کام کریں۔ یہاں پر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ گناہوں پر عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور نیکیوں پر ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔

marfat.com

اس کے بعد فرمایا: اور تم (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں۔

اس سے پہلے کفار کو عذاب دینے کا ذکر فرمایا تھا اور عذاب سے نجات یا تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ انسان عذاب دینے والے کی پہنچ سے بھاگ جائے اور اس کی گرفت سے باہر نکل جائے اور یا اس سے مقابلہ کر کے اس کو زیر کر دے' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صورتوں کا رد فرما دیا کہ تم اس سے بھاگ کر کہیں زمین میں جا سکتے ہو نہ آسمان میں اور نہ تم طاقت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روک سکتے ہو' کیونکہ اس کے مقابلہ میں تمہارا کوئی دوست ہے نہ مددگار ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ

اور ان لوگوں کے لیے درد ناک عذاب ہے ○ سو ابراہیم کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اس

اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ط

کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو تو اللہ نے اس کو آگ سے بچا لیا'

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ

بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور ابراہیم نے کہا تم نے صرف دنیاوی

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا لا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

زندگی کی باہمی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے'

الدُّنْيَا ج ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ

کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ قلے فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ م وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ

مددگار نہ ہو گا ○ سو لوط ان پر ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف

وقف لازم

marfat.com

إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ

ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہی بہت غلبے والا ہے بڑی حکمت والا ہے ○اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق

وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا اور ہم نے

وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ

ان کو اس دنیا میں انؑ کا اجر دے دیا اور بے شک وہ آخرت میں

الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ

نیکو کاروں میں سے ہیں○اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم بے حیائی کا

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾

کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ○

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ

کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور راستے منقطع کرتے ہو اور تم اپنی

فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا

عام مجلسوں میں بے حیائی کا کام کرتے ہو! تو ان کی قوم کا صرف

ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ

یہ جواب تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آئیں ○ لوط نے دعا کی کہ

انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ ع ۳ ۴ ۱۵

اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ○ سو ابراہیم کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو تو اللہ نے اس کو آگ سے بچا لیا' بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور ابراہیم نے کہا تم نے صرف دنیاوی

marfat.com

زندگی کی باہمی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے' پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا O (العنکبوت: ۲۵-۲۳)

توحید' رسالت اور آخرت کے عقائد کی تعلیم کے بعد ان کو تاکیداً دہرانا

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وعظ ہی کا ایک حصہ ہے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے پھر اپنی رسالت کو بیان فرمایا اور پھر حشر و نشر اور حیات بعد الموت کا ذکر فرمایا۔ اور اب اس آیت سے انہوں نے توحید اور آخرت کے ذکر کو پھر دہرایا اور جو کفار اس میں ان کی مخالفت کر رہے تھے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا' آیتوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی توحید پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان کا انکار کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر جو دلائل قائم فرمائے تھے ان کا انکار کیا' اور اللہ سے ملاقات کا انکار کیا یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جانے کا انکار کیا' وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے یعنی وہ میرے رب کی رحمت سے مایوس ہو گئے' کیونکہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مؤمنوں پر بھی ہے اور کافروں پر بھی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف مؤمنوں پر ہوگی کافروں پر نہیں ہوگی' سو آخرت میں کافر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے' ہر چند کہ ان کا مایوس ہونا آخرت میں متحقق ہوگا لیکن اس کا وقوع اور تحقق یقینی ہے اس لیے فرمایا وہ میری رحمت سے یعنی میرے رب کی رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ العنکبوت: ۱۶ سے العنکبوت: ۲۵ تک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم سے خطاب کو نقل فرمایا ہے اور درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بہ طور جملہ معترضہ نقل فرمایا سو العنکبوت: ۲۳ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کو نقل نہیں فرمایا بلکہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے۔

جو لوگ دلائل سے لاجواب ہو جائیں وہ دھمکیوں پر اتر آتے ہیں

اس کے بعد فرمایا: سو ابراہیم کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو۔

جو شخص کسی شخص کے دلائل کا معقولیت کے ساتھ جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو ہمیشہ سے اس کا یہی طریقہ رہا ہے کہ پھر وہ دھمکیوں پر اتر آتا ہے اسی طرح جب فرعون حضرت موسیٰ کے دلائل سے عاجز آ گیا تو اس نے کہا تھا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ O (الشعراء: ۲۹)

فرعون نے کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود قرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کفار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو' اور اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک فریق دوسرے فریق کے دلائل کا جواب نہیں دے سکتا تو وہ گالیوں اور کوسنوں پر اتر آتا ہے' ہمارے زمانہ میں بعض انتہا پسند علماء کسی فرعی مسئلہ میں اپنے نظریہ سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرنے والے عالم کو کافر' مرتد' جہنمی یا دیوبندی' وہابی اور ناصبی وغیرہ کہنے سے نہیں چوکتے' خود مصنف حق بیان کرنے کی پاداش میں اس قسم کی دشنام کی ہدف بنتا رہا ہے اور ان کے فتووں کے تیروں سے گھائل ہوتا رہا ہے اور ہر زمانہ میں ایسا ہوتا رہے' حضرت ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے بعض مسائل میں علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ سے اختلاف کیا تو اس پر ان کے زمانہ میں ان پر تبرا کیا گیا۔

marfat.com

حضرت عمر اس کے قائل تھے کہ میت پر رونے اور ماتم کرنے کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ نے اس کا رد کیا اور فرمایا کسی کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا قرآن مجید میں ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ (الانعام: ۱۶۴) کوئی گناہ کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس کی شرح میں ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد دلیل کے تابع ہوتا ہے اور دلیل کی بنا پر وہ دوسرے کو خطاء پر قرار دے سکتا ہے خواہ وہ علم میں اس سے زیادہ اور بڑا ہو' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم میں حضرت عائشہ سے بڑے تھے اور علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں اس پر صریح دلیل ہے اور بعض شافعی مقلدین جو تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تحقیق کی بلندی کی طرف نہیں آئے انہوں نے جب دیکھا کہ ہم نے علامہ ابن حجر مکی کے بعض کمزور دلائل کا رد کیا تو انہوں نے کہا تم جیسے شخص کے لیے علامہ ابن حجر ایسے شخص کا رد کرنا جائز نہیں ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور تمام لوگوں کا مفتی ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۱۰۰' مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا

اس کے بعد فرمایا تو اللہ نے اس کو آگ سے بچالیا۔ یہ آیت اس آیت کے موافق ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ O (الانبیاء: ۶۹) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخالفین پر اپنی حجت تمام کردی اور ان کی گم راہی اور جہالت کو اس طرح ظاہر کر دیا کہ وہ لاجواب ہو گئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی تیاری شروع کر دی' آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ تیار کیا گیا اور اس میں منجنیق کے ذریعہ حضرت ابراہیم کو پھینکا گیا' پس اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی والی بن جا' اگر اللہ تعالیٰ ٹھنڈک کے ساتھ سلامتی والی نہ فرماتا تو اس کی ٹھنڈک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ناقابل برداشت ہوتی' اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بہت بڑا معجزہ ظاہر فرمایا کہ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دہکتی ہوئی اور بھڑکتی ہوئی آگ چشم زدن میں گل وگلزار بن گئی' اس کی مکمل تفسیر الانبیاء: ۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا طوفان کے بعد ٹھہرنے کا ذکر فرمایا تھا وہاں پر فرمایا تھا اس میں تمام جہان والوں کے لیے نشانیاں ہیں (العنکبوت: ۱۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سالہا سال تک جودی پہاڑ پر ٹھہری رہی تھی اور اس کو بے شمار لوگوں نے دیکھا تھا اس کے برخلاف وہ آگ تو فوراً ٹھنڈی ہو گئی تھی اور اس سے صرف وہی لوگ متاثر ہوئے تھے جو اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور ان کی تصدیق کر چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے اللہ پر ایمان کی وجہ سے ان پر آگ ٹھنڈی کر دی' اور مومنوں کے لیے فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ ۔ (الممتحنہ: ۴) تمہارے لیے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے۔

سو مومنوں کو امید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان پر دوزخ کی آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دیں گے' مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ کے مطابق زندگی گزاریں تا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور جس طرح حضرت ابراہیم پر دنیا کی آگ ٹھنڈی کی تھی ان کے متبعین اور ان کے نمونہ کے مطابق زندگی گزارنے والوں پر آخرت کی

marfat.com

آگ ٹھنڈی فرما دے۔

عقائد میں اندھی تقلید کا مذموم ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلائل سے بت پرستوں کے مذہب کا فساد اور بطلان ظاہر کر دیا اور ان کی جلائی ہوئی آگ سے صحیح اور سلامت نکل آئے تو اس کے بعد فرمایا:

اور ابراہیم نے کہا تم نے صرف دنیاوی زندگی کی باہمی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنایا ہے۔ (العنکبوت: ۲۵)

یعنی تم کسی دلیل کی بناء پر ان بتوں کی پرستش نہیں کر رہے' بلکہ اپنے آباء واجداد اور دوستوں اور ساتھیوں کی اندھی تقلید میں ان بتوں کی عبادت کر رہے ہو' تمہارے دوستوں' رشتہ داروں اور بڑوں کی عبادت کا جو طریقہ ہے تم اس سے سر مو منحرف ہونا نہیں چاہتے اس لیے تم ان بتوں کی عبادت کر رہے ہو یہ تمہارے قومی بت ہیں جو تمہاری اجتماعیت اور باہمی دوستی کی بنیاد ہیں اور تم نے محض دنیاوی دوستی کی خاطر دلیل اور حجت کی پیروی کو ترک دیا ہے' پھر فرمایا:

پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (العنکبوت: ۲۵)

جس دوستی اور محبت کی وجہ سے دنیا میں بتوں کی عبادت کی تھی قیامت کے دن وہ محبت اور دوستی زائل ہو جائے گی اور تم پر حقیقت واضح ہو جائے گی' اس دن بتوں کی عبادت کرنے والے بتوں کے متعلق کہیں گے یہ ہمارے معبود نہیں ہیں ان کا انکار کریں گے اور ان پر لعنت کریں گے اور بت کہیں گے یہ ہمارے عبادت گزار نہیں ہیں ہم نے ان سے عبادت کرنے کے لیے نہیں کہا تھا' عبادت کرنے والے کہیں گے ان بتوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا' بت کہیں گے ان کے عبادت کرنے کی بناء پر ہم کو دوزخ میں ڈالا گیا ہے' وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

آیت کے اس آخری حصہ سے معلوم ہوا کہ بت پرستوں نے بتوں کی محبت کی وجہ سے ان کی عبادت کی تھی کیونکہ ان پر جسمیت غالب تھی وہ چاہتے تھے کہ وہ اس کی عبادت کریں جس کا جسم ہو جوان کو دکھائی دے اور ان کو نظر آئے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ عبادت اس کی کرنی چاہیے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو انواع واقسام کی نعمتیں عطا کی ہیں بلکہ وہ یہ جانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے' ان پر آباء واجداد کی اندھی تقلید غالب تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو لوط ان پر ایمان لائے' اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں' بے شک وہ بہت غلبہ اور بڑی حکمت والا ہے O اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا اور ہم نے ان کو اس دنیا میں ان کا اجر دے دیا اور بے شک وہ آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہیں O (العنکبوت: ۲۷۔۲۶)

حضرت لوط اور حضرت سارہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا

حضرت لوط علیہ السلام کا نام ہے لوط بن ھاران بن آزر (تارخ)' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار ہو گئی تو ان کا یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط ان کی نبوت پر ایمان لے آئے' اور حضرت سارہ ان کی عم زاد بہن تھیں وہ بھی اس معجزہ کو دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نکاح بھی کر لیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۰۵۰' تفسیر ثعلبی ج ۷ ص ۲۷۶)

حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور نبی پیدائشی مومن اور موحد ہوتا ہے' حضرت لوط علیہ السلام کا اللہ کی توحید پر تو

marfat.com

پہلے ہی ایمان تھا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ان کی نبوت اور رسالت پر ایمان لائے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا اہم واقعہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ اس کا معنی ہے میں اپنے رب کے حکم سے ہجرت کر رہا ہوں' علامہ ثعالبی اور علامہ قرطبی وغیرہما نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پچھتر سال کی عمر میں ہجرت کی تھی۔

حضرت ابراہیم جب اپنے وطن کے لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو پھر آپ نے ہجرت فرمائی' آپ کا وطن کوفہ کے مضافات میں تھا اس کا نام کوثی تھا وہاں سے آپ نے شام کی طرف ہجرت کی تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم نے جب ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط بھی تھے اور ان کی عم زاد حضرت سارہ بھی تھیں جس سے انہوں نے نکاح کر لیا تھا' وہ پہلے حران میں گئے پھر وہاں سے ہجرت کر کے مصر میں پہنچے وہاں فراعنہ مصر میں سے ایک فرعون تھا۔ اور حضرت سارہ آپ کی حکم عدولی نہیں کرتی تھیں اسی وجہ سے اللہ نے ان کو عزت دی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۲۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے دو ان میں سے اللہ کے لیے تھے ایک ان کا یہ قول ہے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (الصّٰفّٰت: ۸۹) (میں بیمار ہوں) دوسرا ان کا یہ قول ہے: بَلْ فَعَلَهٗ ﷺ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (الانبیاء: ۶۳) (بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے) ایک دن وہ اور سارہ سفر کر رہے تھے' وہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے اس کی بیوی تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے' اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم کو بلوا کر پوچھا یہ عورت کون ہے' حضرت ابراہیم نے کہا یہ میری بہن ہے' پھر حضرت سارہ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے سارہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق سوال کیا تھا تو میں نے اس کو بتا دیا تھا کہ تم میری بہن ہو سو تم میرے بیان کی تکذیب نہ کرنا۔ الحدیث (یعنی تم میری دینی بہن ہو)

بہ ظاہر یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس وقت حضرت لوط بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور دیگر احادیث میں ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ سفر کر رہے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا شوہر اور بیوی کا اور کوئی جوڑا مومن نہیں ہے' اس لیے اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کا بھی مومن ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس خاص علاقہ میں ان کے ساتھ حضرت لوط نہیں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اس علاقہ میں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے۔ بقیہ حدیث اس طرح ہے: اس بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا' جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس نے حضرت سارہ سے کہا تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا' حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا اس نے دوسری بار بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس نے کہا تم اللہ سے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا' حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا' پھر اس نے اپنے بعض پہرے داروں کو بلایا اور ان سے کہا تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ جنیہ عورت کو لے آئے ہو' پھر اس نے حضرت سارہ کو حضرت ہاجر بہ طور خادمہ دے دی وہ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اشارے سے کہا کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے بتایا اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو خود

marfat.com

اس پر الٹ دیا اور اس نے ھاجَر بہ طور خادمہ ہدیہ کر دی حضرت ابو ہریرہ نے کہا اے زمزم کے بیٹو وہ تمہاری ماں ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶)

حضرت ابراہیم کی طرف جھوٹ کی نسبت کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن اقوال پر جھوٹ کا اطلاق فرمایا ہے وہ محض صوری اور ظاہری ہے' حقیقت میں ان میں سے کوئی قول جھوٹ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم نے جو فرمایا تھا میں بیمار ہوں اس کا محمل یہ ہے کہ میں عنقریب بیمار ہوں گا کیونکہ ہر انسان پر کبھی نہ کبھی بیماری آتی ہے' اور انہوں نے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی تھی تو یہ سبب کی طرف نسبت ہے کیونکہ انہوں نے اس کی خدائی کو باطل کرنے کے سبب سے چھوٹے بتوں کو توڑا تھا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اس کے سامنے ان تمام بتوں کو توڑ دیا گیا اور یہ ان کا دفاع نہیں کر سکا' اور انہوں نے اپنی بیوی سارہ کو جو فرمایا تھا یہ میری بہن ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے۔ اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر ظلم سے بچنا جھوٹ بولنے پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے' مثلاً کسی کے پاس کسی شخص کی امانت رکھی ہو اور ظالم اس امانت کو غصب کرنے کے لیے اس سے طلب کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ جھوٹ بول کر کہے مجھے پتا نہیں وہ کہاں رکھی ہے بلکہ وہ اس پر حلف بھی اٹھا لے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بیوی کو بہن کہنے سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا اور طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن بلا ضرورت بیوی کو بہن کہنا یا بلا تاویل اس کو بہن کہنا جھوٹ ہے اور گناہ ہے۔ یہ ظالم بادشاہ مصر کے فراعنہ میں سے پہلا فرعون تھا اور بہت عرصہ تک زندہ رہا' بعض احادیث میں ہے کہ جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ زمین میں دھنس گیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس کا پورا ہاتھ سینہ تک سوکھ گیا تھا۔

ھاجَر سریانی لفظ ہے یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان کے والد قبط کے بادشاہوں میں سے تھے ان کا وطن مصر کا ایک علاقہ تھا جس کو حفن کہا جاتا ہے۔ اس ظالم نے حضرت سارہ کو ہدیہ میں حضرت ھاجَر بہ طور خادمہ دی اور انہوں نے قبول کیا اس سے معلوم ہوا کہ مشرک سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت سارہ نے اس کے خلاف دعا کرنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ پہلی امتوں میں بھی وضو کرنا مشروع تھا اور یہ کہ جب انسان پر کوئی ناگہانی آفت یا مصیبت آئے تو وہ نماز کی پناہ میں آئے' اور یہ کہ جب انسان اخلاص کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ظالم سے نجات دیتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت سارہ کی کرامت کا ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۴۵۔۳۴۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت کے متعلق احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی خبر پہنچنے میں دیر ہو گئی' پس قریش کی ایک عورت نے آپ کے پاس آ کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ کے داماد کو ایک خاتون کے ساتھ دیکھا ہے' آپ نے پوچھا کس حال میں دیکھا؟ اس نے کہا میں نے ان کو ایک دراز گوش پر دیکھا جو سست روی سے جا رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کی رفاقت کو قائم رکھے بے شک حضرت لوط کے بعد حضرت عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۹۷' المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۴۳' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۱۔۸۰)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان' رقیہ اور حضرت لوط کے

marfat.com

درمیان کوئی مہاجر نہیں تھا' یعنی حضرت عثمان اور رقیہ حبشہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کرنے والے تھے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۴۸۱)

حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی عثمان بن خالد العثمانی متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی اتباع کی ترغیب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت عطا کی ان کو دو بیٹے عطا فرمائے حضرت اسماعیل جو حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے اور حضرت اسحاق جو حضرت سارہ سے پیدا ہوئے' اور ان کے بیٹے کو بیٹا عطا فرمایا اور حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء ان ہی کی نسل سے پیدا ہوئے' پھر فرمایا ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء ان ہی کی صلب سے پیدا ہوئے' بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اسحاق کی صلب سے پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیل کی صلب سے ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کی اولاد میں کتاب کو رکھ دیا اس سے مراد تورات' زبور' انجیل اور قرآن مجید ہے' تورات ان کی اولاد میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور زبور ان کی اولاد میں سے حضرت داؤد پر نازل ہوئی' اور انجیل ان کی اولاد میں سے حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی اور قرآن مجید ان کی اولاد میں سے ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کو اس دنیا میں اس کا اجر دے دیا' اللہ تعالیٰ نے ان کو دو قسم کے اجر عطا فرمائے' ان کو ظالموں سے نجات عطا فرمائی اور ان کی اولاد میں انبیاء بنائے اور ان انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے نیکوکاروں کی تمام نیکیوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی آخرت میں اجر ملے گا' اور مزید یہ فرمایا کہ ان کا شمار آخرت میں صالحین میں ہوگا۔

ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور ان کے طریقہ پر اتباع کی ترغیب دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا O کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور راستے منقطع کرتے ہو اور تم اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی کا کام کرتے ہو! تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آئیں O لوط نے دعا کی کہ اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما O (العنکبوت: ۳۰۔۲۸)

قوم لوط کا راستوں کو منقطع کرنا

سورۃ الاعراف: ۸۴۔۸۰ اور سورۃ ھود: ۸۳۔۷۷ میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی پوری تفصیل گذر چکی ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۱۹۔۲۱۳' اور تبیان القرآن ج ۵ ص ۶۰۴۔۵۹۷' ان آیات کی مختصر تفسیر اس طرح ہے:

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا بے شک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا O

ان کی قوم اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے اپنی عورتوں سے مباشرت کرنے کے بجائے مردوں سے عمل معکوس اور خلاف فطرت کام کرتی تھی۔

نیز فرمایا: اور راستے منقطع کرتے ہو اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ آنے جانے والوں مسافروں اور اجنبی لوگوں کو زبردستی پکڑ

marfat.com

پکڑ کر یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے' جس کی وجہ سے لوگوں کا سفر کرنا اور راستوں سے گزرنا مشکل ہو گیا تھا اور لوگ گھروں میں بیٹھے رہنے میں عافیت سمجھتے تھے' اس کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ مسافروں کو لوٹ لیتے تھے' ان کو قتل کر دیتے تھے اور از روئے شرارت ان پر کنکر مارتے تھے' اور اس کی تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ برسر راہ یہ عمل کرتے تھے پس لوگ وہاں سے گزرنے میں شرم محسوس کرتے تھے تو اس طرح انہوں نے راستے بند کر دیئے تھے اور اس کی چوتھی تفسیر یہ ہے کہ چونکہ وہ عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے تو گویا انہوں نے افزائش نسل کا راستہ منقطع کر دیا تھا اور وہ مردوں کی وجہ سے عورتوں سے مستغنی ہو گئے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ چاروں وجوہ متحقق ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے راستے منقطع کر دیئے تھے۔

قوم لوط کا برسر مجلس بے حیائی کے کام کرنا

اور فرمایا تم اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ اس کی تفسیر میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتاتون فی نادیکم المنکر العنکبوت: ۲۹ کی تفسیر میں فرمایا وہ زمین (سے گزرنے) والوں پر کنکر مارتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۱' المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۱۰۰۱' المستدرک ج ۲ ص ۴۰۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم لوط کے لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے اور ہر ایک کے سامنے کنکریوں سے بھرا ہوا ایک پیالہ ہوتا تھا جو شخص راستہ سے گزرتا وہ اس پر کنکر مارتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنکر مارنے سے اجتناب کرو کیونکہ اس سے دشمن ہلاک ہوتا ہے نہ شکار ہوتا ہے لیکن اس سے آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور دانت ٹوٹ جاتا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۵۴' الکشف والبیان للثعلبی ج ۵ ص ۵۴)

علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی مالکی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا ان کے مرد مردوں کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بدکاری کرتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ اپنی مجالس میں گوز لگاتے تھے اور ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے تھے۔

(الجواہر الحسان للثعالبی ج ۴ ص ۲۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا وہ ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔

مکحول نے کہا قوم لوط کے اخلاق میں سے یہ چیزیں تھیں وہ دنداسہ چباتے تھے' انگلیوں پر مہندی لگاتے تھے' تہبند کھول دیتے تھے' سیٹیاں بجاتے تھے اور ہم جنس پرستی کرتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۶۔۵۵۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے' ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے' مجلس میں گوز لگاتے تھے' گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے' چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے' رنگدار کپڑے پہنتے تھے' مرغ لڑاتے تھے' مینڈھے لڑاتے تھے' انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے' مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے اور عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں' ہر گزرنے والے سے ٹیکس لیتے تھے' ان تمام کاموں کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے' اور ہم جنس پرستی کی ابتداء سب سے پہلے ان میں ہوئی تھی' جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان برے کاموں سے منع کیا تو انہوں نے کہا آپ ہم پر اللہ کا عذاب لے آئیں۔ اور انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ ان کو حضرت لوط علیہ السلام کے دعویٰ رسالت کے جھوٹے ہونے کا یقین تھا' پھر حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس عذاب کے فرشتے بھیج دیئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۳۰۴۔۳۰۳' دار الکتاب العربی' جز ۱۳ ص ۳۱۵' دار الفکر بیروت)

marfat.com

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے' تو انہوں نے کہا ہم بے شک اس بستی والوں کو

مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہلاک کرنے والے ہیں' یقیناً اس بستی والے ظلم کرنے والے ہیں O

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫

ابراہیم نے کہا بے شک اس بستی میں لوط (بھی) ہیں' فرشتوں نے کہا ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۤ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہیں' ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور بچالیں گے سوا ان کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی رہ جانے والوں میں سے ہے O

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کو فرشتوں کا آنا ناگوار ہوا' اور ان کی وجہ سے ان کا دل تنگ ہوا'

ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ

فرشتوں نے کہا آپ نہ خوف کریں اور نہ غمگین ہوں' یقیناً ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو (عذاب سے) بچانے

اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ

والے ہیں سوا آپ کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی رہنے والوں میں سے ہے O بے شک ہم اس بستی والوں پر

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے O

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى

اور بے شک ہم نے اس بستی کے بعض آثار کو عقل والوں کے لیے (عبرت کی) واضح نشانی بنا کر چھوڑ دیا O اور ہم نے

مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مدین کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا' انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

marfat.com

وَّارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾

اور روز قیامت کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو ○

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں

جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ قف

کے بل پڑے رہ گئے ○ اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کیا، اور (اے مکہ والو!) تم پر (سفر میں) ان کی بستیاں

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

ظاہر ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوب صورت بنا دیا تھا سو ان کو صراط مستقیم (پر چلنے) سے روک

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ قف وَلَقَدْ

دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے ○ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہلاک کر دیا، اور بے شک ان کے پاس

جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا

موسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تھے پس انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت

سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

کرنے والے نہ تھے ○ سو ہم نے ہر ایک (سرکش) کی اس کی سرکشی پر گرفت کی تو ہم نے ان

حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا

میں سے بعض پر پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان

بِهِ الْاَرْضَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے

وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے ○ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر

marfat.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ

اور مددگار بنا لیے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے (جالوں کا) گھر بنایا' اور بے شک

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ وقف لازم

سب سے کمزور گھر ضرور مکڑی کا گھر ہے' کاش یہ لوگ جانتے O

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ

بے شک یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا

اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O اور ہم لوگوں کے لیے ان مثالوں کو بیان فرماتے ہیں' اور ان مثالوں

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کو صرف علماء سمجھتے ہیں O اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا' بے شک

بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۱۶

اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو انہوں نے کہا ہم بے شک اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں یقیناً اس بستی والے ظلم کرنے والے ہیں O ابراہیم نے کہا بے شک اس بستی میں لوط (بھی) ہیں' فرشتوں نے کہا ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں ہیں' ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور بچا لیں گے سوا ان کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی رہنے والوں میں سے ہے O اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کو فرشتوں کا آنا ناگوار گزرا' اور ان کی وجہ سے ان کا دل تنگ ہوا' فرشتوں نے کہا آپ نہ خوف کریں اور نہ غمگین ہوں' یقیناً ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو (عذاب سے) بچانے والے ہیں سوا آپ کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی رہنے والوں میں سے ہے O بے شک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے O بے شک ہم نے اس بستی کے بعض آثار کو عقل والوں کے لیے عبرت کی واضح نشانی بنا کر چھوڑ دیا O (العنکبوت: ۳۵۔۳۱)

قوم لوط پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر

وہ فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس حضرت سارہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہونے کی بشارت لے کر آئے تھے' اثناء گفتگو میں انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں' اس بستی کا نام سدوم تھا' اور یہ قوم لوط کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی اور مردم پرستی اور مردوں کے ساتھ بے حیائی کا سب سے پہلے اسی بستی میں ظہور ہوا تھا' فرشتوں

marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بستی کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بستی اس بستی کے نزدیک تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بے شک اس بستی میں لوط (بھی) ہیں' یہ ان کی حضرت لوط پر کمال شفقت تھی' وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ نزول عذاب کے وقت حضرت لوط اسی بستی میں ہوں گے یا پہلے ان کو اس بستی سے نکال لیا جائے گا پھر اس بستی پر عذاب نازل کیا جائے گا۔

اس بستی والوں سے مراد وہ لوگ تھے جو اس بستی میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت لوط اور ان کے گھر والے دوسرے علاقہ سے آ کر اس بستی میں رہائش پذیر ہوئے تھے اور جو لوگ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے وہ بھی ان کے اہل اور گھر والوں میں شامل تھے۔

قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ وہ کسی مہمان کو اپنے گھر میں نہ ٹھہرائیں اور جب فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں ان کے ہاں بہ طور مہمان آ گئے تو حضرت لوط علیہ السلام پریشان ہو گئے' ادھر ان کی قوم کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر خوب صورت بے ریش لڑکے آئے ہیں انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر دھاوا بول دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کر لو مگر ان کی قوم اپنے مطالبہ پر بضد رہی' تب فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں آپ ہمارے متعلق پریشان نہ ہوں یہ لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے' فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں' ماسوا آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ کافرہ ہے۔ ادھر وہ لوگ دروازہ توڑ کر گھر کے اندر داخل ہو گئے فرشتوں نے ان پر اپنے پر مارے تو وہ اندھے ہو گئے اور چیختے چلاتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئے اور جیسے ہی صبح ہوئی تو ان کو عذاب نے آ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر اس بستی کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں اور کنکریوں کو برسایا۔ زمین کو ان کے اوپر اس لیے پلٹ دیا کیونکہ یہ بھی شہوت رانی کے وقت لڑکوں کو پلٹ دیتے تھے اور ان پر کنکریاں اس لیے برسائیں کیونکہ یہ بھی لوگوں کو کنکر مارتے تھے' اور فرمایا بے شک ہم نے اس بستی کے بعض آثار کو عقل والوں کے لیے (عبرت کی) واضح نشانی بنا کر چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس سے مراد ان کے ویران اور اوندھے گرے ہوئے مکانوں کے کھنڈرات ہیں' مجاہد نے کہا اس سے مراد سیاہ پانی ہے جو زمین میں نکل آیا تھا' قتادہ نے کہا اس سے مراد ان پر برسائے ہوئے پتھر ہیں اور اس امت کے بعض متقدمین کو وہ پتھر ملے بھی تھے' ابوسلیمان الدمشقی نے کہا اب بھی ان کے گھروں کی بنیادیں اوپر ہیں اور چھتیں نیچے ہیں۔

آیا جنت میں عمل قوم لوط ہو گا یا نہیں؟

ان آیات میں عمل قوم لوط کی قباحت اور مذمت ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے' اور اس کی بھی تصریح ہے کہ اس کی حرمت زنا سے زیادہ ہے' شرح المشارق میں مذکور ہے کہ یہ عمل عقلاً شرعاً اور طبعاً حرام ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد اس لیے واجب نہیں ہے کہ ان کو اس پر دلیل نہیں ملی' یہ وجہ نہیں ہے کہ ان کے نزدیک یہ زنا سے کم گناہ ہے اور بعض علماء نے کہا کہ اس پر تغلیظاً حد نہیں ہے کیونکہ حد گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جنت میں یہ فعل ہو گا یا نہیں؟ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے کہا اگر اس کی حرمت عقلاً اور شرعاً

marfat.com

ہے تو یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا اور اگر اس کی حرمت فقط شرعاً ہو تو پھر یہ فعل جنت میں ہو سکتا ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مستبعد اور قبیح قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○ (العنکبوت: ۲۸)

بے شک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو خبیث فرمایا كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ (الانبیاء: ۷۴) اس بستی کے لوگ خبیث کام کرتے تھے اور جنت خبیث کاموں سے منزہ ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۲۵۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حموی نے اس دلیل پر اعتراض کیا ہے کہ کسی چیز کا خبیث ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ جنت میں اس کا وجود نہ ہو' کیا تم نہیں دیکھتے کہ خمر (انگور کی شراب) دنیا میں ام الخبائث ہے اس کے باوجود خمر جنت میں ملے گی' اور اس میں بحث ہے کیونکہ خمر کا خبث دنیا میں اس وجہ سے ہے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے اور عقل ہی ہر برے کام سے روکتی ہے اور جنت کی خمر میں یہ وصف نہیں ہوگا اور قوم لوط کا یہ فعل اس طرح نہیں ہے۔

جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر علامہ آلوسی کے دلائل

الفتوحات المکیہ میں یہ لکھا ہوا کہ اہلِ جنت کی صفت یہ ہے کہ ان کی دُبُر (سرین) نہیں ہوگی کیونکہ دُبُر پاخانہ نکلنے کا راستہ ہے اور جنت نجس چیزوں کا محل نہیں ہے' اس بناء پر جنت میں اس فعل کا نہ ہونا بالکل ظاہر ہے' اور میرا گمان نہیں ہے کہ کوئی سچا اور غیور آدمی جنت میں یہ فعل چھپ کر یا ظاہراً کروائے گا' اور اگر اس فعل کے وقوع کو ممکن مانا جائے تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب کسی شخص کو اس فعل کے کرنے کی خواہش ہو دوسرا شخص خوشی سے یہ کام کروائے یا وہ شخص جبراً اس کے ساتھ یہ کام کرے اور کوئی غیور شخص خوشی سے تو یہ فعل کرائے گا نہیں اور جنت میں کسی پر جبر ہو نہیں سکتا' ہر چند کہ یہ جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر قطعی دلیل نہیں ہے مگر اس سے عدم وقوع کا قول مستحکم ہوتا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۲۳۴۔۲۳۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر مصنف کے دلائل

میں کہتا ہوں کہ جنت میں اس فعل کے عدم وقوع کی قطعی دلیل یہ ہے کہ یہ فعل ناجائز اور حرام ہے اور تمام ناجائز اور حرام کاموں کی تحریک اور ترغیب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ لعین اس وقت دوزخ میں ہوگا' اور اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ (حم السجدۃ: ۳۱)

اور جنت میں تم کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو گے اور جس کو تم طلب کرو گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قبیح اور غیر فطری فعل کی خواہش فساق اور فجار کرتے ہیں اور جنت میں فساق اور فجار نہیں ہوں گے بلکہ پاک صاف اور نیک لوگ ہوں گے' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کی ہر جائز خواہش اور ہر جائز طلب پوری کی جائے گی' اور اگر اس کو عموم پر محمول کیا جائے کہ ان کی ہر خواہش پوری ہوگی خواہ جائز ہو یا ناجائز تو اگر بالفرض کوئی شخص یہ خواہش کرے کہ جنت میں اس کا مقام نبی کے مقام سے بڑھ کر ہو یا یہ خواہش کرے کہ اولیاء اور انبیاء کی ازواج مطہرات اس کو مہیا کی جائیں (العیاذ باللہ) تو کیا اس کی یہ ناپاک خواہشیں پوری کی جائیں گی' اس لیے ماننا پڑے گا کہ جنت میں صرف جائز خواہش پوری کی جائے گی اور یہ فعل جائز نہیں ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہے اس لیے اوّلاً تو یہ ناجائز خواہش کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوگی اور ثانیاً بالفرض اگر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو بھی تو اس کو پورا نہیں

marfat.com

کیا جائے گا اور یہ جنت میں اس فعل کے عدم وقوع کی قطعی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور روز قیامت کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو O پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں ایک زلزلہ نے پکڑ لیا' سو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے O (العنکبوت: ۳۷۔۳۶)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنا

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کی پوری تفصیل الاعراف: ۹۳۔۸۵ اور ھود: ۹۵۔۸۴ میں گزر چکی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۰ اور تبیان القرآن ج ۵ ص ۶۱۴۔۶۰۴۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا تم صرف ایک اللہ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت کرو' اور روزِ قیامت کی توقع رکھو کیونکہ اس دن نہایت ہولناک امور پیش آئیں گے اس دن کے دہشت ناک حوادث کو دیکھ کر حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے' اس دن ہر شخص اپنے انجام کے متعلق فکر مند اور خوف زدہ ہو گا' سو تم ایسا نیک عمل کرو جو تمہیں اس دن کی ہولناک پریشانیوں سے نجات دے اور اللہ کے عذاب سے بچائے اور تمہیں جنت کے ثواب تک پہنچائے' اور تم اپنی موت کے دن کو یاد رکھو' اور ناپ اور تول میں کمی کر کے اس دن کی مشکلات میں اضافہ نہ کرو' عثو اور فساد عربی میں دونوں کا معنی زمین میں فتنہ اور بغاوت کرنا ہے اور یہاں تاکیداً دونوں لفظ ذکر کیے ہیں کیونکہ بعض فساد میں اصلاح بھی مضمر ہوتی ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا تھا یا ایک لڑکے کی گردن توڑ دی تھی یا جیسے ڈاکٹر اور سرجن کسی عضو کو کاٹ دیتا ہے کیونکہ ایک عضو کو کاٹ دینے میں پورے جسم کی صلاح مضمر ہوتی ہے لیکن ناپ اور تول میں کمی کرنا یہ ایسا فساد ہے جس میں کسی قسم کی خیر اور صلاح نہیں ہوتی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ناپ اور تول میں کمی کرنے اور شرک کرنے سے باز نہیں آئے تو ان پر شدید زلزلہ آیا جس سے ان کے گھر منہدم ہو گئے اور پورا شہر کھنڈر بن گیا۔ اس آیت میں ان کے عذاب کے لیے الرجفة کا لفظ ہے جس کا معنی زلزلہ ہے اور سورۃ ھود میں اس کے لیے الصیحة کا لفظ ہے' جس کا معنی ہولناک چنگھاڑ ہے اور یہ حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ تھی اور ان کی چیخ کے نتیجہ میں زلزلہ پیدا ہو گیا' اور وہ اپنے شہروں میں اور گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کیا' اور (اے مکہ والو!) تم پر (سفر میں) ان کی بستیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوب صورت بنا دیا تھا سو ان کو صراط مستقیم (پر چلنے) سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے O (العنکبوت: ۳۸)

عاد اور ثمود کی ہلاکت

عاد قوم کی بستی حضر موت (یمن) کے قریب ہے اور ثمود کی بستی حجر ہے اس کو آج کل مدائن صالح کہتے ہیں یہ علاقہ حجاز کے شمال میں ہے' عربوں کے لیے ان کی بستیاں انجان نہیں تھیں' ارشاد فرمایا: اور ہم نے (حضرت) ھود (علیہ السلام) کی قوم عاد کو ہلاک کر دیا اور (حضرت) صالح (علیہ السلام) کی قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور اے اہل مکہ تم نے اپنے سفر کے دوران قوم عاد کے گھروں کے کھنڈرات اور قوم ثمود کے ویران مکانوں کے آثار دیکھے ہوں گے' شیطان نے ان کے کفر اور دیگر ناجائز کاموں کو ان کی آنکھوں میں خوبصورت اور خوش نما بنا دیا تھا اور ان کو اس سیدھے راستے سے ہٹا دیا تھا جس پر چلنا ان پر واجب تھا اور

marfat.com

یہ وہ صراط مستقیم ہے جس کی انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور صرف اس کی اطاعت اور عبادت کریں' حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے' ان میں عقل تھی' غور و فکر کرنے اور نظر اور استدلال کرنے کی صلاحیت تھی' لیکن شیطان کی پیروی کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی بصیرت اور دیگر صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قارون اور فرعون اور ھامان کو ہلاک کر دیا اور بے شک ان کے پاس موسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تھے پس انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت کرنے والے نہ تھے O (العنکبوت: ۳۹)

قارون کا ذکر کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مال و دولت عطا کیا تھا اس کے خزانوں کی چابیاں ستر خچروں پر لادی جاتی تھیں' یہ اس مال کثیر کی بناء پر متکبر اور مغرور ہو گیا اور اس مال کو اللہ کا عطیہ قرار دینے کے بجائے اپنی ذہانت کا ثمرہ کہتا تھا' یہ فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر عامل مقرر تھا اسی لیے اس کا فرعون اور ھامان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم قوم اور عم زاد ہونے کے باوجود ان پر حسد کرتا تھا کہ ان کو نبوت کیوں مل گئی اس کے غرور اور تکبر اور حسد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے مال و دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا' اس کی پوری تفصیل القصص: ۸۱۔۷۶ میں گزر چکی ہے۔

فرعون مصر کے ملک کا بادشاہ تھا لیکن اقتدار کے نشہ میں اس نے اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا' اس نے بنی اسرائیل کی قوم کو اپنا غلام بنا رکھا تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دے کر اس کے پاس بھیجا کہ وہ اپنی الوہیت کے دعویٰ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرے' اور بنی اسرائیل کی قوم کو آزاد کرے جس کو اس نے غلام بنا رکھا تھا لیکن فرعون نے غرور اور تکبر کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ اور معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لایا بالآخر ایک صبح کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے پورے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اس کا تفصیلی قصہ کئی بار گزر چکا ہے۔

ھامان فرعون کا وزیر اور اس کا معاون تھا اور جو کسی ظالم اور متکبر کا اس کے ظلم اور اس کی سرکشی میں معاون اور مددگار ہو اس کا انجام بھی اسی کی طرح عبرت ناک ہوتا ہے۔

ان آیات کے ذکر سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ مشرکین کے سردار اور صنادید قریش آپ پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کیوں بنا دیا' اگر مکہ کے کسی شخص کو نبی بنانا تھا تو جو زیادہ مالدار تھے اور جن کے اعوان اور انصار بہت زیادہ تھے ان میں سے کسی کو نبی بنایا جاتا' ایک غریب گھرانے کے فرد کو کیوں نبی بنایا گیا' اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان کے حسد سے نہ گھبرائیں' قارون بھی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کرتا تھا کہ اس جیسے مالدار شخص کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ ایسے تہی دست شخص کو کیوں نبی بنایا' لیکن اس کا حسد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکا بلکہ اپنے بغض و حسد اور غرور اور تکبر کی وجہ سے وہ خود اللہ کے عذاب میں ہلاک ہو گیا' سو آپ ان کی معاندانہ کارروائیوں اور حاسدانہ سازشوں سے بے فکر اور بے خوف ہو کر اپنے مشن کو جاری رکھیں انجام کار آپ ہی کامیاب اور کامران ہوں گے اور آپ کے مخالفین ناکام اور نامراد ہوں گے۔

قارون کے ذکر کو فرعون اور ھامان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ

قارون کے ذکر کو فرعون اور ھامان کے ذکر پر مقدم کیا کیونکہ فرعون اور ھامان کی بہ نسبت وہ پہلے عذاب میں مبتلا ہوا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ عاد اور ثمود ارباب بصیرت تھے اس کے باوجود اتباع شیطان کی وجہ سے وہ گمراہ

marfat.com

...و گئے اسی طرح قارون بھی صاحب بصیرت تھا اور عام بنی اسرائیل کی بہ نسبت تورات کا بہت بڑا عالم تھا لیکن وہ بھی اتباعِ ...شیطان کی وجہ سے گم راہ ہو گیا تھا' یا اس وجہ سے کہ قارون' فرعون اور ھامان سے بہتر تھا کیونکہ وہ بہ ظاہر تورات پر ایمان لے آیا ...تھا اور تورات کا عالم تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عم زاد تھا' اور اس مقام غضب میں اس کے ذکر کو مقدم کرنے کی یہ وجہ ہے ...کہ اس قسم کا شرف اور مرتبہ کفر اور شرک کے ساتھ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب سے نجات ...نہیں دے سکتا۔ (روح المعانی)

علامہ آلوسی نے ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ قارون کے ذکر کو اس لیے مقدم کیا ہے کہ اس کو فرعون اور ھامان سے پہلے ...عذاب دیا گیا تھا اس لیے اس کا ذکر ان سے پہلے فرمایا تاکہ ذکر واقع کے موافق ہو' لیکن میرے نزدیک یہ وجہ صحیح نہیں ہے' ...کیونکہ قارون تورات کا عالم تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے غرق کرنے کے بعد تورات دی گئی تھی۔

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ہم پر سبقت کرنے والے نہ تھے' سبقت کا معنیٰ کسی کام کو دوسروں سے پہلے ...کر لینا یا دوسروں سے بڑھ چڑھ کر' کرنا ہے اس کا معنیٰ ہے تجاوز کرنا' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے متجاوز ہونے والے یا اس ...سے بچنے والے نہ تھے' علامہ ابوالحیان اندلسی نے اس کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ قارون' فرعون اور ھامان دوسری امتوں سے پہلے یا ان ...سے بڑھ کر کفر کرنے والے نہ تھے۔

...اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ہم نے ہر ایک (سرکش) کی اس کی سرکشی پر گرفت کی تو ہم نے ان میں سے بعض پر پتھر برسائے ...اور ان میں سے بعض کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض ...کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے ○ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ ...کر اور مددگار بنا لیے' ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے (جالوں کا) گھر بنایا' اور بے شک سب سے کم زور گھر ضرور مکڑی ...کا گھر ہے کاش یہ لوگ جانتے ○ (العنکبوت: ۴۱۔۴۰)

...تمام دنیا کے کافروں کو کس کس نوع کے عذاب دیئے گئے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تفصیلاً بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے پاس اپنے رسول بھیجے اور جب انہوں نے ...اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ان کے پہنچائے ہوئے پیغام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طرح طرح کے عذاب ...نازل کیے' اور یہ آیت اور اس کے بعد والی آیتیں ان آیات سابقہ کا خلاصہ ہیں جو اس سورت میں اور اس سے پہلی سورتوں میں ...کافروں اور منکروں پر عذاب کرنے کے سلسلے میں بیان فرمائی ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

انسان کو چار عناصر سے پیدا فرمایا ہے آگ' ہوا' پانی اور مٹی اور انسانوں میں سے کافروں اور منکروں پر جو عذاب نازل ...کیے گئے ہیں وہ بھی ان ہی چار عناصر کی نوع سے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حاصب کا ذکر فرمایا یہ آگ میں تپائی ہوئی کنکریاں ...تھیں جو مجرموں کے اجسام میں نفوذ کر جاتی تھیں اور آر پار ہو جاتی تھیں جیسا کہ قوم لوط پر کنکریاں برسائی گئیں اور اس میں ...آگ کے عذاب کی طرف اشارہ ہے' اور اللہ تعالیٰ نے الصیحۃ کا ذکر فرمایا اس کے معنیٰ آواز ہے ان کو ہولناک چنگھاڑ سے عذاب ...دیا گیا اور چیخ و چنگھاڑ دراصل ایک متموج ہوا ہے کیونکہ آواز ایک ہوا کے ساتھ نکلتی ہے اور فضاء میں جو ہواؤں کا موجیں مارتا ہوا ...سمندر ہے اس سے ٹکراتی ہوئی کان کے پردوں تک پہنچتی ہے اور اس میں ہوا کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے اور ...حضرت ھود اور حضرت شعیب علیہما السلام کی قوم میں سے کافروں کو اسی سے عذاب دیا گیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے خسف کا ذکر فرمایا

marfat.com

یعنی ان کو زمین میں دھنسا کر عذاب دیا گیا اور اس میں مٹی کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے غرق کرنے کا ذکر فرمایا اس میں پانی کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے' جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے کافروں اور منکروں کو طوفان میں غرق کر دیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو بحر قلزم میں غرق کر دیا تھا۔

سو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عناصر اربعہ سے پیدا فرمایا اور ان میں سے ہر عنصر اس کے وجود اور اس کی بقا کا سبب تھا پھر ان ہی عناصر اربعہ میں سے ہر ہر عنصر کے ساتھ اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور جس چیز کو اس کے وجود کا سبب بنایا تھا اسی چیز کو اس کے عدم کا سبب بنا دیا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی اپنی ذات میں مؤثر نہیں ہے' مؤثر حقیقی صرف اللہ عزوجل ہے وہ چاہے تو آگ' ہوا' مٹی اور پانی سے انسان کو موجود کر دے اور جیتا جاگتا انسان کھڑا کر دے اور وہ چاہے تو ان ہی چیزوں سے انسان کو فنا کر دے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ (العنکبوت: ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے ان پر ظلم نہیں کیا خود انہوں نے شرک کر کے اپنی جانوں کو عذاب کا مستحق بنایا ہے' اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا ولقد کرمنا بنی ادم (الاسراء: ۷۰) ہم نے بنو آدم کو عزت دی ہے' اس نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا اپنے ہاتھوں سے اپنی صورت کے موافق اس کی صورت بنائی اس کو اشرف المخلوقات اور زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا' اس کے سر پر عزت اور کرامت کا تاج رکھا ناموس وحی سے اس کو سرفراز فرمایا اور اس انسان نے مٹی کے بتوں کو اپنا معبود بنا لیا' جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر عزت اور کرامت دی تھی اس نے ذلت کے ساتھ بتوں کے آگے اپنا سر جھکا دیا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے مٹی کے بے جان بتوں کو اپنا حاجت روا اور نفع اور ضرر کا مالک مان لیا' سو اللہ تعالیٰ نے تو اس کو عزت دی تھی اس نے خود اپنے آپ کو ذلیل کر لیا اس لیے فرمایا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۷۔۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مکڑی کے گھر کا سب سے کمزور گھر ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور مددگار بنا لیے' ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے' جس نے (جالوں کا) گھر بنایا اور بے شک سب سے کمزور گھر ضرور مکڑی کا گھر ہے۔ (العنکبوت: ۴۱)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے دنیا میں شرک کیا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی اور اسی پر اصرار کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمانی عذاب بھیجا اور جن باطل خداؤں کو وہ اللہ عزوجل کا شریک قرار دیتے تھے اور ان کو اپنا مددگار اور کارساز سمجھتے تھے جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ ان کو ہر قسم کے ضرر سے بچا لیں گے وہ ان کے کسی کام نہ آ سکے اور وہ لوگ اللہ کے عذاب میں ہلاک ہو گئے' اس سے واضح ہو گیا کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو اور معبود بنا رکھے ہیں' وہ بالکل بے بس اور لاچار ہیں وہ کسی کے بھی کام نہیں آ سکتے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ مشرکین کے خود ساختہ مددگار تو مکڑی کے جالوں کی طرح کمزور ہیں اور وہ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔

مکڑی کا گھر سب سے کمزور گھر حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) گھر میں دیواریں' چھت اور دروازے ہوتے ہیں' چھت کی وجہ سے گھر والے بارش اور دھوپ سے محفوظ رہتے ہیں' دیواروں کی وجہ سے وہ سرد ہواؤں کے تھپیڑوں سے محفوظ رہتے ہیں اور دروازوں کی وجہ سے وہ اجنبی لوگوں کے آنے

marfat.com

اور دشمنوں اور مخالفوں سے محفوظ رہتے ہیں اور مکڑی جو جالوں سے گھر بناتی ہے اس میں ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی اُس لیے وہ سب سے کمزور اور سب سے زیادہ غیر محفوظ گھر ہوتا ہے' سورج کی شعاعیں اس سے آر پار گذر جاتی ہیں اور تیز آندھی یا ہواؤں کے تھپیڑوں سے وہ ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔

(۲) اینٹوں' ریت' بجری' سیمنٹ اور لوہے سے جو گھر بنایا جائے وہ سب سے زیادہ مضبوط ہے' وہ انسان کو آگ سے بارش سے اور آندھیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر لکڑی کا گھر بنایا جائے تو وہ انسان کو آگ سے تو محفوظ نہیں رکھتا لیکن دھوپ' بارش اور آندھیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۳) تیسرے درجہ کا گھر وہ ہے جو کپڑے کا خیمہ ہو وہ انسان کو سایہ فراہم کرتا ہے ہر چند کہ وہ آگ' بارش اور تیز ہواؤں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

(۴) اور ان گھروں میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے جو نہ صرف یہ کہ کسی آفت سے بچا نہیں سکتا ہے بلکہ اس کو ثبات اور قرار بھی نہیں ہوتا جس گھر میں مکڑی کے جالے لگے ہوں جب گھر والا اپنے گھر کی صفائی کرتا ہے تو دیواروں سے مکڑی کے جالوں کو صاف کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح تیز آندھی مکڑی کے جالوں کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اس کو بکھرے ہوئے غبار کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی ہے اسی طرح کفار نے بتوں کی خاطر جو عمل کیے ہیں وہ بھی قیامت کے دن ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان: ۲۳)

اور ہم ان کے کیے ہوئے کاموں کی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم ان کو بکھرے ہوئے ذرات کی طرح بنا دیں گے۔

غارِ ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنانا

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کفار آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو وطن سے نکال دیں' وہ سازشیں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک رات قریش نے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہمی مشورہ کیا' بعض نے کہا جب آپ صبح کو اٹھیں تو آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا جائے' بعض نے کہا آپ کو قتل کر دیا جائے اور بعض نے کہا آپ کو مکہ سے نکال دیا جائے' اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس سازش سے مطلع کر دیا' سو اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر غار میں چلے گئے اور مشرکین رات بھر حضرت علی کا پہرہ دیتے رہے وہ حضرت علی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کر رہے تھے' جب صبح ہوئی تو وہ گھر میں گھس گئے جب انہوں نے حضرت علی کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ان پر الٹ دی' انہوں نے پوچھا تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ حضرت علی نے کہا میں نہیں جانتا' پھر وہ آپ کے پاؤں کے نشانات پر چلتے رہے' حتیٰ کہ وہ غار (ثور) تک پہنچ گئے' اور یہاں انہیں اشتباہ ہو گیا وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار کے پاس سے گزرے انہوں نے دیکھا کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بنایا ہوا تھا' انہوں نے کہا اگر وہ اس غار میں ہوتے تو اس کے منہ پر جالا نہ ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں تین راتیں رہے۔

marfat.com

(مصنف عبدالرزاق ج ۵ص ۳۸۹ رقم الحدیث: ۹۷۴۳ 'مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ 'مجمع الزوائد ج ۷ص ۴۷ 'دارالکتاب العربی بیروت 'مسند احمد ج ا ص ۳۴۸ طبع قدیم 'اس حدیث کی سند پر عثمان جزری کی وجہ سے اعتراض کیا گیا ہے 'حافظ احمد شاکر نے کہا امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کی سند کے باقی راوی حدیث صحیح کے رجال ہیں حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۳۲۵۱ 'دارالحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ 'المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۱۵۵ 'جامع البیان رقم الحدیث: ۱۲۳۹۵ 'الکشف والبیان للثعلبی ج ۴ص ۳۴۹ 'تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳۳۲ 'الدرالمنثور ج ۴ص ۴۷ 'فتح القدیر للشوکانی ج ۲ص ۴۳۷ 'فتح البیان ج ۳ص ۲۹ 'ان تمام مفسرین نے الانفال: ۳۰ کی تفسیر میں اس حدیث کو درج کیا ہے)۔

مکڑی کے جالوں کے متعلق احادیث اور ان کے شرعی احکام

یزید بن المرثد المرئی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العنکبوت (مکڑی) شیطان ہے اس کو قتل کر دو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۲۲ 'الدرالمنثور ج ۶ص ۴۱۰)

عطا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عنکبوت نے دو مرتبہ جالا بنایا ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اور ایک مرتبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۲۳ 'الدرالمنثور ج ۶ص ۴۱۰)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ عنکبوت سے مراد وہ (کیڑا) ہے جو فضا میں جالے سے اپنا گھر بناتا ہے اور اس سے مراد وہ کیڑا نہیں ہے جو زمین کو کھود کر اپنا گھر بناتا ہے (دیمک) اور یہ زہریلے کیڑوں میں سے ہے اس لیے اس کو قتل کرنا مسنون ہے نہ کہ اس روایت کی وجہ سے جس کو امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں یزید بن المرثد سے روایت کیا ہے کہ عنکبوت شیطان ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا ہے سو جو شخص اس کو پائے وہ اس کو قتل کر دے 'علامہ دمیری کی تصریح کے مطابق یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو قتل کرنا مسنون نہیں ہے 'کیونکہ خطیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر غار (ثور) میں داخل ہوئے تو مکڑیوں نے جمع ہو کر غار پر جالا بنا دیا سو تم ان کو قتل نہ کرنا 'اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے الدرالمنثور (ج ۶ص ۴۱۰ 'داراحیاء التراث العربی بیروت) میں ذکر کیا 'اس حدیث کی صحت کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے اور اس بات کا کہ یہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں 'ہاں فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس کا بنایا ہوا جالا طاہر ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے پاک اور صاف رکھنا مستحسن ہے حدیث میں ہے:

امام ابواسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری متوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھروں کو مکڑی کے جالوں سے پاک رکھو کیونکہ گھروں میں مکڑی کے جالوں کو چھوڑ دینے سے فقر پیدا ہوتا ہے۔ (الکشف والبیان ج ۷ص ۲۸۰ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت '۱۴۲۲ھ)

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل صحیح ہے تو فبہا ورنہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے پاک کرنا 'صفائی اور ستھرائی کے زیادہ قریب ہے لہٰذا مکڑی کے جالوں کو زائل کرنے کے مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
(روح المعانی جز ۲۰ص ۲۴۱ ـ ۲۴۰ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت '۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O اور ہم لوگوں کے لیے ان مثالوں کو بیان فرماتے ہیں اور ان مثالوں کو صرف علماء سمجھتے ہیں O اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا بے شک اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے O (العنکبوت: ۴۴ ـ ۴۲)

marfat.com

پہلے زمانے کے نیک لوگوں کی عبادت کرنے کا بطلان

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے معبودوں کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی تھی تو مشرکین یہ کہہ سکتے تھے کہ درحقیقت ہم اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی پتھر کی مورتیوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ہم درحقیقت ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی ہم نے صورتیں بنائی ہیں یہ صورتیں پچھلے زمانے کے نیک لوگوں اور ستاروں کی ہیں جو نفع اور ضرر اور خیر اور شر کے مالک تھے اور ہم ان ہی کی عبادت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا بے شک یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ پچھلے زمانے کے نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندے تھے۔ وہ موحد تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت نہیں گردانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت اور وجاہت عطا فرمائی تھی لیکن ان کو نفع اور ضرر اور خیر اور شر کا مالک نہیں بنایا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے نفع اور ضرر اور خیر اور شر کا مالک نہ بنایا ہو اس کو بلادلیل نفع اور ضرر کا مالک قرار دینا اور اس کو عبادت کا مستحق قرار دینا محض شرک اور کفر ہے۔

قرآن مجید میں بیان کردہ مثالوں کی فہم صرف علماء کو حاصل ہے

فرمایا: اور ہم لوگوں کے لیے ان مثالوں کو بیان فرماتے ہیں۔ (العنکبوت: ۴۳)

مشرکین نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے تو مچھر' مکھی اور مکڑی ایسی چھوٹی حقیر اور بے وقعت چیزوں کی مثالیں دینا اسے کب زیب دیتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مثال میں مثال دینے والے کی نہیں بلکہ جس چیز کی مثال دی جائے اس کی رعایت کی جاتی ہے اگر کسی عظیم چیز کی مثال دی جائے تو عظیم چیز کا ذکر کیا جائے گا اور اگر حقیر چیز کی مثال دی جائے تو حقیر چیز کا ذکر کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو کہا جائے گا تم مردار کا گوشت کھا رہے ہو اس قول میں غائب شخص کو مردے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح مردہ کسی بات کو سنتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ اس بات کا جواب دے سکتا ہے اس طرح تم جس غیر موجود اور غائب شخص کا عیب بیان کر رہے ہو وہ نہ اس وقت اس بات کو سن رہا ہے نہ سمجھ رہا ہے نہ اس بات کا جواب دے سکتا ہے وہ ایک مردے کی طرح ہے اور تم اس کا گوشت کھا رہے ہو' اور اس کو پتا نہیں کہ تم کیا کر رہے ہو اور وہ اپنی مدافعت کرنے پر قادر نہیں ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مردار کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا اور فرمایا:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ (الحجرات: ۱۲)، اور تم میں کوئی کسی کی غیبت نہ کرے' کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ سو تم کو اس سے گھن آئے گی!

اس کے بعد فرمایا: اور ان مثالوں کو صرف علماء سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کو اور اس کو اپنا مددگار بنانے کو تارِ عنکبوت کی طرح کمزور اور ناپائیدار قرار دیا ہے اور اہل علم ہی جان سکتے ہیں کہ یہ جہان خود سے نہیں بن گیا اس کا کوئی خالق ضرور ہے اور تمام جہانوں میں صرف ایک نظام کا جاری ہونا یہ بتاتا ہے کہ اس کا ناظم واحد ہے اور وہ خالق اور ناظم واجب اور قدیم ہے اس جہان کو بنانے میں کوئی اس کا شریک ہے نہ اس کو چلانے میں کوئی اس کا شریک ہے' وہی سب کو پیدا کرتا ہے اور وہی سب کی مدد کرتا ہے' اس کے سوا کسی اور کو مددگار سمجھنا اور ماننا اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا ولی اور کارساز بنانا تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور اور باطل ہے' رہے اولیاء اللہ تو وہ من دون اللہ نہیں ہیں بلکہ ماذون من اللہ ہیں' ان کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے مرادیں مانگنا شرعاً جائز ہے ہر چند کہ اصل یہی

marfat.com

ہے کہ اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے لیکن اگر اولیاء اللہ کو بھی غیر مستقل اور ماذون سمجھ کر پکارا جائے تو وہ خلاف اصل اور خلاف اولیٰ سہی لیکن شرک اور ناجائز نہیں ہے' اس کی مدلل اور باحوالہ بحث الفاتحہ: ۵ اور یونس: ۳۲ میں تفصیل سے گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

علماء ہی قرآن مجید میں دی گئی مثالوں کی صحت' حسن اور فائدہ کو سمجھتے ہیں کیونکہ مثالوں اور تشبیہات کے ذریعہ ان معانی کو دریافت کیا جاتا ہے جو پردوں میں مستور ہوتے ہیں جیسا کہ تار عنکبوت کے ضعف کی مثال سے موحد اور مشرک کے حال کے فرق کو واضح فرمایا ہے۔ اور عالم وہ شخص ہے جو اپنی عقل سے اللہ کو جانے اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی ناراضگی سے اجتناب کرے۔ (الکشاف ج ۳ ص ۴۵۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

عالم کی یہ تعریف صحیح ہے لیکن اس کو بہ طور حدیث بیان کرنا صحیح نہیں ہے' اس حدیث کی سند موضوع ہے۔

عالم دین کی تعریف اور اس کی شرائط

عالم دین وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ کن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے' اسی طرح اس کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے مراتب اور ان کی صفات کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ مکلف پر کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں واجب ہیں اور اس کو سنن اور مستحبات اور مباحات کا علم ہو' اور اس کو معلوم ہو کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا مکروہ تحریمی ہیں اور کیا مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا خلاف اولیٰ ہیں' اور وہ علم کلام اور عقائد' علم تفسیر' علم حدیث اور علم فقہ واصول فقہ پر عبور رکھتا ہو' علم صرف' علم نحو' علم معانی اور علم بیان میں ماہر ہو اور بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ ہو اور اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ اس سے دین کے جس مسئلہ کا بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے خواہ وہ جواب اس کو متحضر ہو یا وہ کتب متعلقہ سے از خود اس کو تلاش کر سکے۔ اور جو شخص ان صفات کا حامل نہیں ہے وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو صرف اور نحو پر عبور نہیں ہے تو وہ احادیث کی عربی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتا اور اگر عبارت غلط پڑھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس قول کو منسوب کرے گا جو آپ نے نہیں فرمایا' اور اگر وہ بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ نہیں ہے اور علم معانی اور بیان پر دسترس نہیں رکھتا تو وہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو علم کلام اور علم تفسیر اور حدیث پر عبور نہیں ہے تو وہ عقائد کو صحیح بیان کر سکتا ہے اور نہ صحیح عقائد پر دلائل قائم کر سکتا ہے' اور نہ باطل فرقوں کا رد کر سکتا ہے اور اگر اس کو فقہ پر عبور نہیں ہے تو وہ حلال اور حرام کے احکام کو جان سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے' سو ایسا شخص عالم دین کس طرح ہو گا' اور اس پر عالم دین کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔ ہر چند کہ عالم دین کے مصداق کے لیے ان امور کو جان لینا کافی ہے لیکن کامل عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم کے تقاضوں پر عامل ہو ورنہ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔ (الجمعہ: ۵)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عالم دین کے لیے علم شرعی ضروری ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم اور نقائص سے اس کی تنزیہ کا علم اور مکلف پر اس کے دین میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادات اور معاملات میں اس کے احکام واجب ہیں ان کا علم' اور ان کا مدار تفسیر' حدیث اور

marfat.com

فقہ کے علم پر ہے۔ (محصلہ فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)
ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ علم نافع کے بیان میں لکھتے ہیں:
اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اس کے افعال اور اس کے فرشتوں کا علم ہے اور اس میں علم کلام اور اس کی کتابوں کا علم بھی داخل ہے اور علم تفسیر' علم حدیث' علم فقہ اور علم اصول فقہ بھی داخل ہے۔
(مرقات ج ۱ ص ۲۶۹' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:
علم شرعی کتاب اور سنت سے عام ہے' اور علم ایک نور ہے جو مومن کے قلب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' افعال اور احوال سے حاصل ہوتا ہے اور اسی علم سے مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اس کے افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے اگر یہ علم کسی بشر یا کتاب سے حاصل ہو تو یہ علم کسبی ہے اور اگر بغیر واسطہ کے حاصل ہو تو یہ علم لدنی ہے اور علم لدنی کی تین قسمیں ہیں' وحی' الہام اور فراست' وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہے' الہام اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے اور فراست وہ ہے جس کے ذریعے ظاہری صورتوں سے امورِ غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔ (محصلہ مرقات ج ۱ ص ۲۶۴' ملتان' ۱۳۹۰ھ)
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ متوفی ۱۳۴۰ھ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ ہر مسلم مرد اور ہر مسلم عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے' اس علم سے کون سا علم مراد ہے' اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:
حدیث **طلب العلم فریضة علی کل مسلم** کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اوس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اوس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر اون علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں پھر علم مسائل نماز یعنی اوس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم' مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ۔ صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج۔ نکاح کیا چاہے تو اوس کے متعلق ضروری مسئلے۔ تاجر ہو تو مسائل بیع وشرا۔ مزارع پر مسائل زراعت۔ موجر ومستاجر پر مسائل اجارہ وعلیٰ ہذا القیاس ہر شخص پر اوس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور اون کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریا وعجب وحسد وغیرہا اور اون کے معالجات کہ ان کا تعلم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر ہے یوں ہی بعینہٖ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ **نسئل الله العفو والعافیة** تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس (الی ان قال) ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علما وترغیب علم میں وارد وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب اس کے آگے کوئی درجۂ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہو سکتا اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اوس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط' خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں' اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے

marfat.com

نہیں ہو سکتی۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل عالیہ ارشاد فرمائے انہی کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اوس نے بڑا حصہ پایا اخرج ابو داؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان والبيهقی عن ابی الدرداء رضی الله تعالی عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فذكر الحديث فی فضل العلم وفی اخره ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحفظ وافر بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تو بے شک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم ومولوی کا استحقاق۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ ا ص ۱۶ 'مطبوعہ دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ کراچی '۱۴۱۲ھ)

اعلیٰ حضرت کی موخر الذکر عبارت میں یہ تصریح ہے کہ عالم اور مولوی کے لقب کا مستحق وہ شخص ہوگا جس کو تفسیر' حدیث و فقہ پر عبور ہو اور جن علوم پر تفسیر وحدیث وفقہ کا علم موقوف ہے مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان' ان کے علوم پر بھی اس کو عبور ہو۔

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ اس زمانہ میں بہت لوگ تفسیر وحدیث بے خواندہ وبے اجازت اساتذہ برسر بازار ومسجد وغیرہ میں بہ طور وعظ ونصائح بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی ومطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے بغیر علم کے قرآن میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (ترمذی) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ اول ص ۱۸۸' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

سند حاصل کرنا تو کچھ ضروری نہیں' ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے' مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملا خطرہ ایمان ہوگا الخ۔

نیز فرماتے ہیں:

اگر عالم ہے تو اوس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ دوم ص ۳۰۸' دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

عالم دین کے فرائض اور نیکی کا حکم دینے کی تفصیل اور تحقیق

عام آدمی کے لیے ضروری ہے کہ اس کو ان احکام کا علم ہو جن کا وہ مکلف ہے اور عالم دین کے لیے ضروری ہے کہ اس کو عقائد صحیحہ اور ان کے دلائل' عقائد باطلہ اور ان کے رد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا علم ہو حتیٰ کہ اس سے عقائد اور احکام سے متعلق جس چیز کا بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دینے پر قادر ہو' اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہو ورنہ دنیا میں اس کی تبلیغ میں اثر نہیں ہوگا اور آخرت میں وہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ حدیث میں ہے:

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ تم ولید کی شراب نوشی کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے نہیں کہتا! میں ان سے تنہائی میں کہتا ہوں اور لوگوں کے سامنے کہہ کر امیر کے خلاف شکایات کا دروازہ نہیں کھولتا اور میں اس حدیث کے سننے کے بعد کسی کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سب سے نیک

marfat.com

ہے خواہ وہ شخص میرا امیر ہو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی آنتیں تیزی سے نکل جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہو گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گردش کرتا ہے' دوزخ والے اس کے گرد جمع ہو کر پوچھیں گے: اے فلاں شخص کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور ہم کو برائی سے نہیں روکتے تھے وہ کہے گا میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرے کاموں سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۹۸۔ ۳۲۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۹' سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۸۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۲)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث (۷۰۹۸) کی شرح میں لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ان لوگوں کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے الولید بن عقبہ کے معاملہ میں بات کریں کیونکہ اس سے شراب کی بو آتی تھی اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا اور حضرت عثمان نے اس کو کوفے کا گورنر بنایا ہوا تھا' حضرت اسامہ نے کہا میں نے حضرت عثمان سے تنہائی میں بات کی ہے اور برسر عام بات نہیں کی' میں نہیں چاہتا کہ ائمہ سے لوگوں کے سامنے بات کی جائے اور فتنہ پیدا ہو اور اتحاد ملت کا شیرازہ بکھر جائے' پھر ان کو یہ بتایا کہ وہ کسی سے مداہنت نہیں کرتے خواہ وہ سربراہ مملکت ہو۔ بلکہ تنہائی میں خیر خواہی سے اس کو نصیحت کرتے ہیں اور ان کے سامنے حدیث سنائی کہ ایک شخص لوگوں کو نصیحت کرتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا تو اس کو دوزخ میں ڈال دیا گیا تاکہ وہ حضرت عثمان سے برسر عام بات کرنے سے جو احتراز کر رہے ہیں اس وجہ سے لوگ ان کے متعلق بدگمانی نہ کریں' مہلب کا کلام ختم ہوا' مہلب نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت اسامہ نے حدیث اس لیے سنائی کہ لوگ ان کے سکوت کی وجہ سے ان کے متعلق بدگمانی نہ کریں یہ واضح نہیں ہے' بلکہ اس حدیث کو سنانے سے حضرت اسامہ کا مقصد یہ تھا کہ جو شخص کسی علاقہ کا گورنر یا والی ہو' خواہ وہ چھوٹا علاقہ ہی ہو اس پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور ان کو برائی سے روکے اور میں اس امیر (ولید بن عقبہ) کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ یہ سب لوگوں سے نیک ہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اس کی نیکیاں اور برائیاں برابر سرابر ہو جائیں گی۔

قاضی عیاض نے کہا حضرت اسامہ کی مراد یہ تھی کہ وہ امام کے خلاف برسر عام شکایت کرنے کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتے کیونکہ ان کو اس کے برے نتائج کا خدشہ تھا' بلکہ وہ نرمی اور خیر خواہی سے تنہائی میں نصیحت کرتے ہیں اور یہ طریقہ اثر اور قبول کے زیادہ قریب ہے اور کسی کی پردہ دری اور اس کی غیرت کو جوش میں لانے سے زیادہ بعید ہے' اور انہوں نے جو یہ کہا کہ میں کسی شخص کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سب سے نیک ہے خواہ وہ میرا امیر اور حاکم ہو' یہ حدیث حق بات میں امراء کی مداہنت کرنے کی مذمت پر حجت ہے اور جو شخص خوشامد کرتا ہے اور اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتا ہے اس کے معیوب اور ممنوع ہونے پر بھی دلیل ہے یہ چیز مذموم ہے' اور پہلی صورت یعنی لوگوں کے سامنے حاکم کو ملامت نہ کرنا اور تنہائی میں اس کو نصیحت کرنا یہ مداراۃ محمودہ ہے کیونکہ اس میں دین کا نقصان نہیں ہے اور نرمی سے کلام کرنا ہے اور دین اور دنیا کی بہتری کے لیے اسباب دنیا کو حاصل کرنے کا جائز اور مستحسن طریقہ ہے' اور مداہنت کا معنیٰ ہے دنیا کے اسباب اور آسائش کو حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بول کر حق کو چھپایا جائے اور بُرے کام کو اچھا کہا جائے اور ناجائز کام کو جائز کہا جائے۔ اور مدارات کا معنیٰ ہے دینی مفاد کی وجہ سے کسی فاسق و فاجر کے ساتھ نرمی سے کلام کیا جائے اور اس کی غلط روش کی برسر عام مذمت نہ کی جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۵۳۸' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: طبری نے کہا امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے) میں اختلاف ہے' ایک جماعت نے کہا یہ مطلقاً واجب ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ظالم بادشاہ کے خلاف

marfat.com

کلمۂ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۱)
اور آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اس کو بدل ڈالے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹) اور بعض علماء نے کہا برائی کا رد کرنا واجب ہے بہ شرطیکہ اس سے کسی مصیبت اور آزمائش' مثلاً قتل کیے جانے کا خطرہ نہ ہو' اور بعض علمائے نے کہا اس پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ دل سے برائی کو برا جانے کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر کچھ حاکم مسلط کیے جائیں گے جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے ان کا رد کیا وہ سلامت رہا لیکن جو ان سے راضی رہا اور جس نے ان کی اتباع کی (وہ عذاب کا مستحق ہوگا) مسلمانوں نے پوچھا کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۴ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۵) اور صحیح یہ ہے کہ حکام کو نیکی کو حکم اسی وقت دیا جائے جب عالم دین کو کسی آزمائش میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے' مسلمانوں نے پوچھا وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا فرمایا وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۶ مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۰۱)

اور طبری کے غیر نے کہا جو شخص نیکی کا حکم دینے پر قادر ہو اور اس کو اپنے اوپر ضرر کا خطرہ نہ ہو اس پر نیکی کا حکم دینا واجب ہے خواہ وہ حکم دینے والا (عالم دین) معصیت میں مبتلا ہو کیونکہ اس کو نیکی کا حکم دینے پر اجر ملے گا خصوصاً جب کہ وہ اطاعت شعار ہو' رہا اس کا خاص گناہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے اور ہو سکتا ہے کہ اس پر گرفت فرمائے' اور جس شخص نے یہ کہا کہ جو شخص خود گناہوں میں ملوث ہو وہ نیکی کا حکم نہ دے تو اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کے لیے نیکی کا حکم نہ دینا اولیٰ ہے تو یہ ٹھیک ہے ورنہ اگر اس کے علاوہ اور کوئی عالم دین نہیں ہے تو پھر امر بالمعروف کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

پھر طبری نے کہا کہ حضرت اسامہ کی اس حدیث میں ہے کہ جن کو نیکی کا حکم دیا گیا تھا وہ بھی دوزخ میں تھے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا تھا اور ان کے امیر کو بھی اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے جس نیکی کا حکم دیا تھا اس پر وہ خود عمل نہیں کرتا تھا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کی تعظیم کرنی چاہیے اور ان کا ادب کرنا چاہیے اور لوگوں کو ان سے جو شکایات ہوں وہ ان تک حکمت اور خیر خواہی سے پہنچانی چاہئیں تاکہ وہ ان شکایات کا ازالہ کریں۔

(فتح الباری ج ۱۴ ص ۵۵۴۔۵۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی حدیث: ۳۲۶۷ میں تقریباً یہی تقریر کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے حدیث: ۳۲۶۷ میں اس پر کلام نہیں کیا اور حدیث: ۷۰۹۸ میں اس کی شرح کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

کائنات کی ہر چیز کا برحق ہونا

اس کے بعد فرمایا: اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا بے شک اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے O (العنکبوت: ۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو تنہا بغیر کسی کی شرکت کے پیدا فرمایا ہے اور ان کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے' عبث اور بے فائدہ نہیں پیدا فرمایا اور نہ ان کو محض لعب اور بہ طور مشغلہ کے پیدا فرمایا ہے' ان کو پیدا کرنا برحق ہے اور ان میں اللہ

marfat.com

تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور ان میں مومنین کے لیے حق کو مستور رکھا ہے کیونکہ مومنین کاملین اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں ان کو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال کا عکس نظر آتا ہے وہ اس کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں۔

علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے خنفساء (گبریلا' بھونرے کی طرح ایک سیاہ پروالا کیڑا) کو دیکھا تو کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو کیوں پیدا کیا ہے نہ اس کی شکل اچھی ہے نہ اس کی بو اچھی ہے' پھر اس شخص کے ایک پھوڑا نکل آیا اور کسی دوا سے اس کا علاج نہ ہو سکا' ایک دن کوئی حاذق حکیم آیا اس نے اس پھوڑے کو دیکھ کر کہا گبریلا لاؤ' سو گبریلے کو لایا گیا اس نے اس کو جلا کر اس کی راکھ اس پھوڑے پر لگائی تو وہ ٹھیک ہو گیا' تب اس شخص کے منہ سے بے ساختہ نکلا بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ناحق پیدا نہیں کی ہر چیز کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے (حیات الحیوان ص ۲۷۹' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۵ھ) پھر فرمایا بے شک اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے' ہر چند کہ اس میں سب لوگوں کے لیے نشانی ہے لیکن مومن ہی اس کو مانتے ہیں اور وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس لیے فرمایا اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ

(اے رسول مکرم!) آپ اس کتاب کی تلاوت کرتے رہیے جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم رکھیے'

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے' اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور

اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ

اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو O اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ

هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ

طریقہ سے بحث کرو' ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں' اور تم کہو ہم اس پر ایمان لائے ہیں

اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ

جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ

ہم اسی کے اطاعت شعار ہیں O اور (اے رسول مکرم!) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے' پس جن کو ہم

الجزء ۲۱

marfat.com

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ

نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان لے آتے ہیں

وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ

اور ہماری آیتوں کا صرف کفار ہی انکار کرتے ہیں O اور آپ نزول قرآن سے پہلے کوئی کتاب

مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے آپ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے O

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینوں میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے' اور ظالموں کے

بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

سوا ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا O اور کافروں نے کہا ان پر ان کے رب کی طرف سے (مطلوبہ) معجزات کیوں

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ

نہیں نازل کیے گئے! آپ کہیے معجزات تو اللہ ہی کے پاس ہیں میں تو صرف برسرعام عذاب سے ڈرانے والا ہوں O کیا

اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ

ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے' بے شک

ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۵

اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور رحمت اور نصیحت ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) آپ اس کتاب کی تلاوت کرتے رہیے جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم رکھیے' بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو O (العنکبوت: ۴۵)

انبیاء سابقین کے احوال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ کو اس بات سے رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ آپ کے پیہم تبلیغ کرنے کے باوجود اہل مکہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اس کتاب کی تلاوت کیجئے اس میں حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح

marfat.com

اور حضرت ابراہیم علیہم السلام وغیرہم کے قصص نازل کیے گئے ہیں' انہوں نے اللہ کا پیغام آپ سے بہت زیادہ عرصہ تک لوگوں کے پاس پہنچایا' معجزات پیش کیے اور دلائل بیان کیے اس کے باوجود ان کی قوم سے بہت کم لوگ ایمان لائے اور وہ اپنی گمراہی' جہالت اور کفر وشرک سے باز نہیں آئے' اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد جب آپ ان آیات کی تلاوت کریں گے تو آپ کا غم دور ہوگا اور آپ کو تسلی ہوگی کہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ پیش نہیں آیا بلکہ تاریخ حسب سابق اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے..... پھر بعض نمازی بُرے کام کیوں کرتے ہیں؟

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پابندی سے نماز بھی پڑھتے ہیں اور بے حیائی اور برائی کے کام بھی کرتے ہیں اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نماز جو ان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ نماز میں انواع واقسام کی عبادات ہیں نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام ہے' تکبیر ہے' تسبیح ہے' تلاوت قرآن ہے' رکوع اور سجود ہے صلوٰۃ النبی ہے اور دعا ہے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی عاجزی اور خضوع اور خشوع پر دلالت کرتے ہیں' گویا کہ نماز زبان حال سے نمازی سے کہتی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس قدر تعظیم بجالاتا ہے اس قدر ادب کے ساتھ اس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے اپنے قول اور فعل سے اس کی عبادت کا اظہار کرتا ہے اور پھر تو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور بے حیائی اور برائی کے کام کرتا ہے سو نماز کے اندر اور نماز کے باہر تیرا حال متضاد اور متناقض ہے اور یہ منافق کی روش ہے کہ اس کے باطن اور ظاہر میں تخالف ہوتا ہے سو تو خارج از نماز کے حال کو نماز کے موافق کرلے۔

(۲) جب انسان خضوع اور خشوع کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے گا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے اور ہر روز پانچ مرتبہ اس طرح نماز پڑھے گا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے تو اس کو ہر وقت خیال رہے گا کہ وہ اپنے رب کے سامنے ہے اور اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے اور عین حالت معصیت میں بھی اس کو یہ خیال آئے گا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے تو پھر وہ اس معصیت سے باز آجائے گا' معصیت کے ارتکاب کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے رب سے غافل ہوتا ہے اور جب اس کے دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ کا خیال ہوگا تو پھر وہ معصیت پر جرأت نہیں کرے گا۔

(۳) جب انسان پابندی سے نماز پڑھتا رہے گا تو اس پر نماز کی برکات اور اس کے ثمرات مرتب ہوں گے اور وہ گناہوں سے باز آجائے گا' امام بغوی اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ایک آدمی ساری رات قرآن پڑھتا ہے اور صبح اٹھ کر چوری کرتا ہے آپ نے فرمایا عنقریب اس کی قرأت اس کو چوری سے روک دے گی۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۹۔۵۵۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۷۲۲۔۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۶۰)

(۴) جس طرح کوئی شخص خاک روب ہو یا مٹی کھودنے والا ہو اور ہر وقت مٹی اور گندگی میں ملوث رہتا ہو لیکن جب وہ صاف ستھرے اور نئے کپڑے پہن لے تو وہ اس لباس میں مٹی اور گندگی سے مجتنب رہتا ہے اور اس کا وہ صاف ستھرا لباس اس کو مٹی اور گندگی میں تلوث سے مانع ہوتا ہے اسی طرح جو شخص معصیت میں مبتلا رہتا ہے وہ بھی حالت نماز میں معصیت سے مجتنب رہتا ہے اور اس کو نماز معصیت میں تلوث سے منع کرتی ہے' اسی وجہ سے حضرت ابن عباس' ابن جریج اور حماد

marfat.com

بن ابی سلیمان وغیرھم نے کہا ہے کہ جب تک نمازی نماز میں مشغول رہتا ہے' نماز اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی رہتی ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۳۵۹)

(۵) جس شخص نے نماز پڑھی اور اس نے بے حیائی اور برائی کے کام بھی کیے اس نے صرف صورۃً اور ظاہراً نماز پڑھی ہے حقیقۃً نماز نہیں پڑھی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں روکا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں روکا' اس نماز سے اس کو صرف اللہ سے دوری حاصل ہوگی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۴۰)

ابو العالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ نماز کے تین اوصاف ہیں اور جس نماز میں ان تین اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہ ہو وہ نماز نہیں ہے (۱) اخلاص (۲) خشوع (۳) اللہ کا ذکر' پس اخلاص اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خشوع اور خشیت اس کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر یعنی قرآن پڑھنا اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۴۴)

(۶) حضرت ابن عباس نے فرمایا الفحشاء (بے حیائی) سے مراد زنا کرنا ہے اور المنکر سے مراد شرکیہ کام کرنا ہے سو جو شخص یہ کام کرے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۴۷)

(۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ: ۱۴) اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو' اور جو شخص اللہ کو یاد رکھنے والا ہوگا وہ اللہ کا ناپسندیدہ کام نہیں کرے گا' اور ہر وہ شخص جو بے حیائی اور برائی کے کام کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے تو اگر وہ بے نمازی ہوتا تو ایسے برے اور بے حیائی کے کام بہت زیادہ کرتا اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے اس کے برے کاموں میں کمی آجاتی ہے۔

(۸) اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص کو روکتی ہے' سو اگر بعض لوگ نماز پڑھنے کی وجہ سے برائی اور بے حیائی کے کاموں سے رک گئے تو اس آیت کے صدق کے لیے کافی ہے۔

(۹) نماز دو کیفیتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایک کیفیت یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام فرائض' واجبات' سنن' آداب اور خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھا جائے اور جب وہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرے یا تلاوت سنے تو اس کے معانی میں تدبر کرے' تشہد میں محبت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے اور محبت سے درود شریف پڑھے' اخلاص' حضور قلب اور تضرع کے ساتھ اپنے لیے دعا کرے تو جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے اس کی نماز مقبول ہوتی ہے اور یہی نماز اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے' اور دوسری کیفیت یہ ہے کہ انسان غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھتا ہے' اس کی نماز قرآن میں تدبر کرنے اور خضوع اور خشوع سے خالی ہوتی ہے وہ اعتدال کے ساتھ رکوع اور سجود نہیں کرتا' اس کے سلام اور صلاۃ میں اخلاص ہوتا ہے نہ دعا میں استحضار ہوتا ہے اور ایسی نماز کا برائیوں سے روکنا بہت کمزور ہوتا ہے اور نہ

marfat.com

ہونے کے برابر ہوتا ہے' یہ نماز رد کر دی جاتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو پھٹا پرانا اور گندہ کپڑا تحفہ میں دے تو وہ اس کپڑے کو دینے والے کے منہ پر مار دیتا ہے' اور نماز زبان حال سے کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے اللہ بھی تجھے اسی طرح ضائع کر دے' اور بعض امامیہ نے حضرت ابو عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہو کہ اس کی نماز مقبول ہوئی ہے یا نہیں' وہ یہ دیکھے کہ آیا اس کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے یا نہیں' وہ جس قدر برائی سے دور ہو گا اسی قدر اس کی نماز مقبول ہو گی۔

(۱۰) اس اشکال کا اصل جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نمازی کو روکتی ہے اور منع کرتی ہے یہ نہیں فرمایا کہ نماز کے روکنے اور منع کرنے سے نمازی ان کاموں سے رک جاتا ہے' یہاں تو بندہ کو نماز کے برائیوں سے روکنے اور منع کرنے کا ذکر ہے خود اللہ عزوجل بھی تو بندہ کو بے حیائی اور برائی سے منع کرتا ہے تو جب اللہ کے منع کرنے سے تمام بندے برائیوں سے نہیں رکتے تو نماز کے منع کرنے سے اگر تمام بندے برائیوں سے نہ رکیں تو کیا اعتراض کی بات ہے اور کیا اشکال ہے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل: ۹۰)

بے شک اللہ عدل کرنے اور نیکی کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے وہ تم کو خود نصیحت فرما رہا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتا ہے تو اگر بعض بندے بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں رکتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے بے حیائی اور برائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے تو اگر بعض نمازی بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں رکتے تو یہ نماز کے بے حیائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے۔

ذکر اللہ کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ جو تمہارا ذکر کرتا ہے وہ اس سے زیادہ بڑا ہے جو تم اس کا ذکر کرتے ہو۔ امام ابن جریج نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ اللہ کا نماز میں بندے کا ذکر کرنا بندے کی نماز سے زیادہ بڑا ہے' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ بندہ نماز میں جو اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ اس کی نماز کے تمام ارکان سے زیادہ بڑا ہے' اور ایک معنی یہ ہے کہ بندہ اللہ کا جو ذکر کرتا ہے وہ اس کے تمام نیک اعمال سے زیادہ بڑا ہے اور اس کا ایک معنی ہے اللہ کا ذکر ہر ذکر سے بڑا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا' سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجہ والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کے صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سا عمل ہے آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵' شعب الایمان رقم الحدیث ۵۱۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۲۴۷' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ

marfat.com

تعالیٰ کے نزدیک کون سے بندہ کا درجہ سب سے بلند ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے ہیں' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ان کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہوگا؟ آپ نے فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کو قتل کر دے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے افضل ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۶' مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۴۰۱' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۲۳۹' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۶۰)

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں آپ مجھے بتائیے کہ میں کس عمل کو زیادہ کروں؟ آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۱۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے' آپ کا ایک پہاڑ سے گزر ہوا جس کو جمدان کہتے ہیں' آپ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے' مفردون سبقت لے گئے' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۰۵)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا جو قوم بھی اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۵۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ طریقہ سے بحث کرو' ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں' اور تم کہو ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے اطاعت شعار ہیں O اور (اے رسول مکرم!) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے' پس ہم نے جن کو کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں کا صرف کفار ہی انکار کرتے ہیں O (العنکبوت: ۴۷-۴۶)

اہل کتاب کے ساتھ بحث میں نرمی اور سختی کرنے کے محمل

اس آیت میں مفسرین کا اختلاف ہے' مجاہد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے یعنی غیر منسوخ ہے اور قتادہ کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے' مجاہد نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب کو نرمی کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کے ساتھ سختی نہ برتی جائے اور ان کے اسلام لانے کی امید رکھی جائے' اور یہ جو فرمایا ہے ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں' یعنی اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے' ورنہ تمام اہل کتاب ظالم ہیں' اور ان ظالموں سے تم بحث میں سخت لب ولہجہ اختیار کر سکتے ہو۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اس کے رفقاء اگر وہ تمہارے سامنے سابقہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان کریں تو ان سے بحث نہ کرو اور ان کی موافقت کرو' ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں' اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اپنے کفر پر قائم

marfat.com

رہے اور انہوں نے عہد شکنی کی جیسے بنی قریظہ اور بنی النضیر' اس صورت میں بھی یہ آیت محکمہ ہے۔
اور قتادہ نے کہا یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (التوبہ: ۲۹)

ان اہل کتاب سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں (ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اور یہ جو فرمایا ہے ماسوا ان کے جو ان میں ظالم ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے اولاد کے قائل ہیں جیسے یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور یہودیوں نے کہا يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ (المائدۃ: ۶۴) اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور کہا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ (آل عمران: ۱۸۱) بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' سو یہ لوگ مشرک ہیں انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی اور جزیہ ادا نہیں کیا۔

النحاس وغیرہ نے کہا جن مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس وقت مکہ میں قتال اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا اور نہ جزیہ کا مطالبہ کیا گیا تھا' اور ان دونوں قولوں میں مجاہد کا قول بہتر ہے کیونکہ بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی آیت کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے کہا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ اہل کتاب کے ساتھ نرمی سے بحث کرو ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں اس سے مراد وہ ہیں جنہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی سو ان کے خلاف تلوار سے جہاد کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں یا جزیہ دیں' یعنی ہر چند کہ یہ سورت مکی ہے لیکن اس کی یہ آیت مدنی ہے اور اس سورت کو اس کی اکثر آیات کے اعتبار سے مکی کہا گیا ہے۔

(محصلہ روح المعانی جز ۲۱ ص ۴۔ ۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے یا کسی ایک صورت کو ترجیح دی جائے

اس کے بعد فرمایا اور تم کہو ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے پھر مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور یوں کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۴۲۔ ۷۳۶۲۔ ۴۴۸۵' دارارقم بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب ہے کہ تم اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو ہوسکتا ہے کہ واقع میں ان کی بات غلط ہو اور ان کی تکذیب بھی نہ کرو ہوسکتا ہے کہ ان کی بات واقع میں صحیح ہو' اس ارشاد کا تعلق ان احکام کے ساتھ نہیں ہے جو ہماری شریعت کے موافق ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن مسائل میں دلائل کے متعارض ہونے کی وجہ سے توقف کیا جاتا ہے یہ حدیث ان میں توقف کرنے کی اصل اور دلیل ہے' جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جو دو بہنیں باندیاں ہوں ان کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں' حضرت عثمان نے فرمایا ان کو ایک آیت نے حلال کر دیا اور وہ یہ ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ (النساء: ۲۴)

اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں' ماسوا باندیوں کے جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔

marfat.com

اور ایک آیت نے ان کو حرام کر دیا ہے اور وہ یہ آیت ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ. (النساء: ۲۳) اور تم پر دو بہنوں کو جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔

اس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ ہر پیر کے دن روزہ رکھے گا پھر اتفاق سے ایک پیر کو عید کا دن تھا تو اب وہ اس دن روزہ رکھے یا نہیں؟ حضرت ابن عمر نے کہا اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج: ۲۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے روز روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' اور یہ ان علماء کا طریقہ ہے جو احتیاط کرتے ہیں' اگرچہ دوسرے علماء اجتہاد کرتے ہیں اور اصول اور قواعد کا اعتبار کر کے کسی ایک صورت کو دوسری صورت پر ترجیح دیتے ہیں اور ان میں سے ہر فریق خیر پر ہے اور اس کا طریقہ مشکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اصول یہ ہے کہ جب حلت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب دو بہنیں باندیاں ہوں تو ان کو وطی میں جمع نہ کیا جائے' اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نذر پوری کرنے کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے اور قطعی ہے اور عید کے دن روزے کی ممانعت خبر واحد سے ہے جو ظنی ہے لہٰذا یہ مساوی دلائل نہیں ہیں پس اس صورت میں عید کے دن بھی روزہ رکھ کر نذر پوری کی جائے گی۔

اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والے ہی اہل کتاب کے لقب کے مستحق ہیں

اور فرمایا (اے رسول مکرم!) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے' پس ہم نے جن کو کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا صرف کفار ہی انکار کرتے ہیں O (العنکبوت: ۴۷)

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ان اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس قرآن مجید پر ایمان لے آئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس دین کے متعلق پیش گوئی پڑھی تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آپ کے زمانہ میں تھے اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان ہی لوگوں کی تخصیص کی ہے کہ ان کو کتاب دی گئی ہے حالانکہ جو یہودی اور عیسائی ایمان نہیں لائے وہ بھی اہل کتاب ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کی بعثت سے پہلے یا آپ کے زمانہ میں آپ کی تصدیق کی اور قرآن مجید پر ایمان لائے وہی درحقیقت اہل کتاب ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں کی پیش گوئی کی تصدیق کی اور اس کے تقاضے پر عمل کیا' اور رہے ایمان نہ لانے والے اور منکرین تو وہ صرف نام کے اہل کتاب ہیں' درحقیقت اہل کتاب نہیں ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ اب ان کی کتاب کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں' رہا یہ سوال کہ یہ سورت تو مکی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے اس کا جواب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس سورت کو اس کی اکثر آیتوں کے اعتبار سے مکی کہا گیا ہے۔

اور فرمایا ہے: اور بعض ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان لاتے ہیں' اس سے مراد عرب اور اہل مکہ ہیں اور فرمایا اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کفار ہی کرتے ہیں' اس آیت میں انکار کے لیے جحد کا لفظ فرمایا ہے اس کا معنیٰ ہے کسی چیز کے برحق ہونے کے علم کے باوجود اس کا انکار کرنا' اس سے مراد وہ اہل مکہ بھی ہو سکتے ہیں جو متعدد معجزات دیکھنے کے باوجود آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور وہ یہود بھی ہو سکتے ہیں جو اپنی کتاب میں آپ کی نبوت کی پیش گوئی پڑھنے کے باوجود آپ کی

marfat.com

نبوت کا انکار کرتے تھے' جیسے کعب بن اشرف اور ابو رافع وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ نزول قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے آپ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے O بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے' اور ظالموں کے سوا کوئی ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا O (العنکبوت: ۴۹-۴۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے کا ثبوت اور یہ آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے

یعنی اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ نزول قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے اور نہ علماء اہل کتاب کی مجلس میں بیٹھتے تھے جس سے آپ پہلی امتوں کی خبریں سن لیتے' بلکہ آپ نے جو قرآن مجید لوگوں کے سامنے پیش کیا یہ اللہ کا کلام ہے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے' اور اگر آپ پہلے سے لکھتے پڑھتے ہوتے تو باطل پرست شبہ میں پڑ جاتے' مشرکین کہتے کہ انہوں نے انبیاء سابقین کی جو خبریں بیان کی ہیں وہ انہوں نے تورات میں پڑھ لی ہیں غیب کی خبریں نہیں ہیں اور ان پر اللہ کا کلام نازل نہیں ہوا' اور اہل کتاب یہ کہتے کہ ہماری کتاب میں جس آخری نبی کی پیش گوئی کی ہے وہ اُمّی ہے اور یہ تو پڑھے لکھے ہیں۔ تاہم محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے اور لکھتے نہیں تھے اور نزول قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے پڑھنا لکھنا سیکھے بغیر آپ کا لکھنا اور پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے کے ثبوت میں متعدد احادیث ہیں ان میں سے ایک صریح اور واضح حدیث یہ ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرائط لکھنے کا حکم دیا اور یہ لکھوایا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ نے صلح کی' مشرکین نے اعتراض کیا کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی پیروی کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ لکھیں' آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ آپ اس کو مٹا دیں' حضرت علی نے کہا نہیں' اللہ کی قسم! میں اس کو نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دکھاؤ یہ کہاں ہے' حضرت علی نے وہ جگہ دکھائی تو آپ نے اس کو مٹا دیا اور ابن عبد اللہ لکھ دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۹۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۸۳۲)

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان الفاظ سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا کیونکہ امام بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے پس آپ نے لکھ دیا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۵۱) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں پر اس لکھنے کو جاری کر دیا' آپ کو علم نہیں تھا کہ کیا لکھنا ہے اور قلم نے لکھ دیا یا اس وقت اللہ سبحانہ نے آپ کو لکھنا سکھا دیا حتیٰ کہ آپ نے لکھ دیا اور یہ آپ کا زائد معجزہ ہے کہ آپ نے امی ہونے کے باوجود لکھ دیا' سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم عطا کیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے اس چیز کو پڑھوایا جس کو آپ نے نہیں پڑھا تھا' اور ان چیزوں کی تلاوت کرائی جن کی آپ نے تلاوت نہیں کی تھی اسی طرح آپ کو لکھنا سکھایا جب کہ پہلے آپ نے نہیں لکھا تھا' اور اعلان نبوت کے بعد لکھنے کو آپ کے ہاتھوں پر جاری کر دیا اور یہ آپ کے امی ہونے کے خلاف نہیں ہے' اور انہوں نے شعبی اور بعض متقدمین کے اقوال سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک لکھا نہیں آپ فوت نہیں ہوئے' علامہ باجی کا یہی مذہب ہے اور اس کو انہوں نے شیبانی اور ابو ذر وغیرہما سے نقل کیا ہے۔

marfat.com

اکثر علماء نے اس تقریر پر اس آیت سے اعتراض کیا ہے اور آپ نزول قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے آپ لکھتے تھے' ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے O (العنکبوت: ۴۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۸۰) انہوں نے یہ زعم کیا کہ اگر آپ کے لکھنے کو مان لیا جائے تو آپ کے امی ہونے کا معجزہ باطل ہو جائے گا۔ اور علامہ باجی اور ان کے موافقین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے پہلے لکھا ہے نہ تلاوت کی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نزول قرآن سے پہلے'' پھر جس طرح نزول قرآن کے بعد آپ کا تلاوت کرنا جائز ہے اسی طرح نزول قرآن کے بعد آپ کا لکھنا بھی جائز ہے اور یہ آپ کے امی ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کا صرف امی ہونا معجزہ نہیں ہے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ پہلے آپ امی تھے پھر آپ نے علوم کثیرہ بیان فرمائے جن کو امی لوگ نہیں جانتے' پس جس طرح آپ کا ان علوم کو بیان کرنا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے اسی طرح آپ کا لکھنا بھی آپ کے امی ہونے کے مناقض نہیں ہے' بلکہ یہ ایک زائد معجزہ ہے اور بخاری کی حدیث میں آپ کی طرف لکھنے کا اسناد ہے اور اس کو مجاز پر محمول کرنا اور یہ کہنا کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۱۵۲۔۱۵۱ مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے قاضی عیاض مالکی کی اس پوری عبارت کو نقل کر کے برقرار رکھا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۸ ص ۴۹۶۶۔۴۹۶۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ہم نے یہاں پر اختصاراً لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول قرآن کے بعد لکھنا پڑھنا ثابت ہے اور یہ آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے اور شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۴۶۔۴۳۳ میں اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے اسی طرح ہم نے الاعراف: ۱۵۷ کی تفسیر میں بھی اس کی بہت زیادہ تحقیق کی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۶۸۔۳۵۷۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی متعدد آیات کے مصداق ہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے' اور ظالموں کے سوا کوئی ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا۔ (العنکبوت: ۴۹)

حسن بصری نے کہا اس امت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے حفظ کرنے کی نعمت عطا کی ہے' اس سے پہلی امتیں اپنی کتاب کو دیکھ کر پڑھتی تھیں' اس وقت دنیا میں تورات' انجیل اور زبور آسمانی کتابیں مختلف زبانوں میں موجود ہیں' ہندوؤں کی وید بھی ہے لیکن کسی کتاب کا دنیا میں ایک بھی حافظ نہیں ہے یہ صرف قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ دنیا میں اس کے لاکھوں بلکہ کروڑوں حافظ موجود ہیں۔

یہ قرآن ان کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا ہے وہ حکماء اور علماء اور تفقہ میں انبیاء کی مثل ہیں' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے علماء انبیاء کے وارث ہیں (کتاب العلم باب: ۱۰) کافروں کے قول کے موافق یہ قرآن سحر یا شعر نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی آیات ہیں جن سے اللہ کے دین اور اس کے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے' اور یہ قرآن اسی طرح اہل علم کے سینوں میں ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور مومنین ہیں جو قرآن مجید کو حفظ کرتے ہیں اور اس کی قرأت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت میں علم کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے کلام اور انسانوں اور شیاطین کے کلام میں فرق کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا آیات بینات (واضح آیتوں) سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی اہل کتاب اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات لکھی ہوئی پاتے ہیں کہ آپ نبی امی ہیں لیکن انہوں نے اپنی

marfat.com

جانوں پر ظلم کیا اور ان آیتوں کو چھپالیا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیات بینات کے مصداق ہیں آپ ایک آیت نہیں ہیں بلکہ آیات ہیں' کیونکہ آپ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی ایک نشانی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی بہ کثرت نشانیاں ہیں' نیز آیات سے دین کے احکام کا علم ہوتا ہے اور آپ سے دین کے تمام احکام کا علم حاصل ہوا' اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صاحب آیات بینات ہیں اور اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق بتایئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا بے شک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کے احکام پر عمل کو انسانی پیکر میں دیکھنا چاہو تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے اور اگر سیرتِ مصطفیٰ کو نظم اور عبارت میں دیکھنا چاہو تو وہ متن قرآن ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰس وہی طٰہٰ
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا ان پر ان کے رب کی طرف سے (مطلوبہ) معجزات کیوں نہیں نازل کیے گئے! آپ کہیے معجزات تو اللہ ہی کے پاس ہیں میں تو صرف برسرعام عذاب سے ڈرانے والا ہوں ○ کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے' جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے! بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور رحمت اور نصیحت ہے ○ (العنکبوت: ۵۱۔۵۰)

معجزہ کا حصول نبی کے اختیار میں نہیں اور معجزہ کا دکھانا نبی کے اختیار میں ہے

مشرکین نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان کو ایسے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جیسے معجزات انبیاء سابقین کو دیئے گئے تھے' مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ سے اونٹنی نکالی گئی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کیے گئے' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہیے معجزات تو اللہ کے پاس ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے نبیوں اور رسولوں کو معجزات عطا فرماتا ہے۔ معجزہ کو وجود میں لانا نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو معجزہ عطا فرمادے تو پھر وہ اس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ جب چاہے اس معجزے کو لوگوں کے سامنے دکھائے اور پیش کردے' علماء دیوبند کہتے ہیں اس میں بھی نبی کا اختیار نہیں ہوتا' معجزہ نبی کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے' قلم کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا' اختیار کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے' ہم کہتے ہیں کہ معجزہ کو وجود میں لانا نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ نبی کو معجزہ عطا فرمادیتا ہے تو پھر نبی کو اختیار دیتا ہے کہ وہ حسب ضرورت اس معجزہ کو پیش کردے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ (الشعراء: ۳۲۔۳۱)

فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں سے ہے تو اسے پیش کر ○ موسیٰ نے اسی وقت اپنا عصا ڈال دیا تو وہ برسرعام اژدھا بن گیا ○

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے فرمائشی معجزات عطا نہیں فرمائے کیونکہ ان کی فرمائش اور طلب کا سلسلہ تو کہیں

marfat.com

ختم نہیں ہوتا' اور اگر وہ اپنے مطلوبہ معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لاتے تو پھر ان پر ایک ایسا عذاب آتا جس سے منکرین کی قوم ہلاک ہو جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ان کی قوم پر عذاب بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔

تورات وغیرہ پڑھنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا

اس کے بعد فرمایا: کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

اس آیت میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ان کے اوپر ان کے رب کی طرف سے (مطلوبہ) معجزات کیوں نہیں نازل کیے گئے' جواب کی تقریر یہ ہے کہ کیا ان مشرکین کے لیے قرآن مجید کا معجزہ کافی نہیں ہے! جس کے ساتھ ان کو چیلنج کیا گیا کہ تم اس کی نظیر لے آؤ اور وہ اس کی نظیر نہیں لا سکے' پھر ان سے کہا گیا کہ تم اس کی کسی ایک سورت کی نظیر لے آؤ تو یہ بھی نہیں لا سکے' اور اب چودہ سو سال سے زائد گزر چکے ہیں اسلام کے منکرین اور مخالفین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور علوم اور فنون بھی بہت ترقی کر چکے ہیں پھر بھی کوئی منکر اور مخالف قرآن مجید کی نظیر آج تک نہیں پیش کر سکا۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہڈی پر لکھی ہوئی ایک کتاب لائے اور فرمایا کسی قوم کی حماقت اور اس کی گمراہی کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کا نبی ان کے پاس ایک کتاب لے کر آئے اور وہ اس سے اعراض کر کے کسی اور کتاب کا مطالعہ کریں پھر یہ آیت نازل ہوئی: کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ کے اوپر الکتاب نازل کی ہے۔ الآیہ۔ (اگر کوئی شخص تورات وغیرہ سے احکام حاصل کرنے کے لیے ان کو پڑھے تو یہ ممنوع ہے اور اگر دین اسلام کی حقانیت اور آپ کی نبوت کے اثبات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کرے تو پھر جائز ہے بلکہ مستحسن ہے)۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۷۹' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۴۸۴' الکشف والبیان للثعلبی ج ۷ ص ۲۸۶)

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ ایک ہڈی پر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ لکھا ہوا لائیں اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میرے ہوتے ہوئے تمہارے سامنے حضرت یوسف خود بھی آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً ان کتابوں کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ اسلام سے اعراض کر کے ان کا پڑھنا ممنوع ہے)

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۱۱۰ قدیم' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۳۰ جدید' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۲۰۵)

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیسے سوال کر سکتے ہو جب کہ تمہارے پاس کتاب اللہ موجود ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تازہ خبریں ہیں' اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے وہ اس میں تبدیلی کرتے ہیں اور آیات کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور وہ اس کے معاوضہ میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں کیا تم کو اللہ کے دین کے متعلق ان سے سوال کرنے سے منع نہیں کیا' اللہ کی قسم ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو تم سے تمہارے دین کے متعلق سوال کرتا ہو۔

marfat.com

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ص ۱۱۰۔۱۰۹ قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۲۸ جدید' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۲۰۴)

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ ایک کتاب پڑھ رہا تھا' حضرت عمر نے اس کو غور سے سنا وہ ان کو اچھی لگی انہوں نے اس سے کہا کیا تم مجھ کو بھی یہ کتاب لکھ دو گے؟ اس نے کہا ہاں! پھر حضرت عمر نے ایک چمڑے کا پتا خریدا اور اس کی دونوں طرف اس کو لکھوایا۔ پھر وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور آپ کو سنانا شروع کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا پھر ایک انصاری نے اس مکتوب پر ہاتھ مار کر کہا اے ابن الخطاب! تم پر تمہاری ماں روئے کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل رہا ہے اور تم حضور کو یہ پڑھ کر سنا رہے ہو! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے پاس صرف شریعت کا افتتاح کرنے والا اور شریعت کو ختم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھے جوامع الکلم اور فواتح الکلم عطا کیے گئے ہیں' سو تم کو مشرکین ہلاک نہ کر ڈالیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ص ۱۱۰ قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۳۱' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۲۰۲)

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک اور موقع پر حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مختلف جگہوں سے تورات کو پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سخت متغیر ہو رہا تھا' حضرت عبداللہ بن حارث نے حضرت عمر سے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے! حضرت عمر نے کہا میں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں! تب آپ کے چہرے سے غصہ کی کیفیت دور ہوئی اور آپ نے فرمایا اگر اب موسیٰ نازل ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم گم راہ ہو جاتے نبیوں سے میں تمہارا حصہ ہوں اور امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۲۰۱)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان بہ طور گواہ اللہ کافی ہے' اس کو علم ہے جو کچھ آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ

اور زمینوں میں ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی نقصان

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ

اٹھانے والے ہیں ○ یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں اور اگر عذاب کے لیے ایک

مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب آ چکا ہوتا اور ان پر ضرور عذاب اچانک آئے گا اس حال میں

يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ

کہ ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو گا ○ یہ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اور (یہ مطمئن رہیں) یقیناً دوزخ کافروں

marfat.com

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ

کا احاطہ کرنے والی ہے O اس دن ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے ڈھانپ

اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ

لے گا اور (اللہ) فرمائے گا جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزہ چکھو O اے میرے ایمان دار بندو!

اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

بے شک میری زمین وسیع ہے سو تم میری ہی عبادت کرو O ہر جان دار موت کو

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

چکھنے والا ہے' پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے O جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اعمال کیے ہم ان کو ضرور اس جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جس کے نیچے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' نیک عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے O جن لوگوں نے صبر کیا

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا

اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں O اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے'

اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو (بھی) اور وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے O اور اگر آپ ان سے سوال

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے کام پر لگایا تو وہ ضرور کہیں گے

اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ

کہ اللہ نے' تو وہ کہاں الٹے پھر رہے ہیں O اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر

marfat.com

عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ

دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا' بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ○ اور اگر

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ

آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے زمین کے مردہ

بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

ہو جانے کے بعد اس کو زندہ فرمایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں'

يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

بلکہ ان کے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں ○

ع ۱۲/۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان بہ طور گواہ اللہ کافی ہے' اس کو علم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ○ یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اور اگر عذاب کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب آ چکا ہوتا' اور ان پر ضرور عذاب اچانک آئے گا اس حال میں کہ ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا ○ یہ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں اور (یہ مطمئن رہیں) یقیناً دوزخ کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے ○ اس دن ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا' اور (اللہ) فرمائے گا جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزا چکھو ○ (العنکبوت: ۵۵-۵۲)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے برحق ہونے پر دلائل

آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان بہ طور گواہ اللہ کافی ہے' یعنی تم جو میرے رسول ہونے کی تکذیب کر رہے ہو وہ اس کو جانتا ہے' اور اس کو یہ بھی معلوم ہے جو میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں' اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا ہوتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لیتا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○ (الحاقۃ: ۴۷-۴۴)

اور اگر یہ کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے ○ تو ہم ضرور ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے ○ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی ان کی طرف سے مدافعت کرنے والا نہ ہوتا ○

اور جب اللہ تعالیٰ نے میرے دعوی رسالت پر کوئی گرفت نہیں کی اور کوئی انتقام نہیں لیا تو معلوم ہو گیا کہ میرا دعوی رسالت سچا ہے' اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روشن معجزات اور قوی اور قطعی دلائل سے میری نبوت اور رسالت کی تائید فرمائی' اور اللہ کی گواہی برحق ہے کیونکہ اس کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کا علم ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے' اور جن لوگوں نے باطل کو مانا یعنی بتوں کی شیطان کی اور اللہ کے سوا دوسری چیزوں کی پرستش کی اور اللہ کے ساتھ کفر کیا یعنی جس کا

marfat.com

انکار کرنا چاہیے تھا اس پر ایمان لائے اور جس پر ایمان لانا چاہیے تھا اس کا انکار کیا' اس طرح انہوں نے اپنی فطرت اصلیہ اور فطری ہدایت کو بھی ضائع کیا اور ان کو جو دلائل پہنچائے گئے تھے ان کو بھی انہوں نے ضائع کیا' یہی لوگ قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے ہوں گے جب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کی سزا دے گا۔

کفار مکہ کے عذاب میں تاخیر کی وجہ

اس کے بعد فرمایا یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' قرآن مجید میں **یستعجلونک** کا لفظ ہے اس کا مصدر استعجال ہے' اس کا معنی ہے کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ نضر بن الحارث نے کہا تھا یہ عذاب کی وعید کب پوری ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر عذاب کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب آ چکا ہوتا' اور ان پر عذاب آنے میں تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی قوم پر ایسا عذاب نازل نہیں کرے گا جس سے آپ کی پوری قوم نیست اور نابود ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منکروں اور کافروں کے عذاب کو روز قیامت تک مؤخر کر دے گا' اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ قیامت کے دن ان پر اچانک عذاب آئے گا' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ان کی موت کے فوراً بعد ان پر عذاب آ جائے گا' کیونکہ انسان کے مرتے ہی اس پر قیامت آ جاتی ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اس کی قیامت آ جاتی ہے سو تم اللہ کی اس طرح عبادت کرتے رہو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۱۱۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۷۴۸)

کیونکہ برزخ میں عذاب ہوتا ہے اور یہ عذاب روح کو اور جسم کے اجزاءِ اصلیہ کو ہوتا ہے' اور موت اچانک آتی ہے اور ان کافروں کے مرتے ہی ان پر قیامت آ جائے گی اور ان پر اچانک وہ عذاب آ جائے گا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔ بعض آثار میں ہے جو شخص درست کام کرتا رہتا ہو اور اپنی موت کے لیے تیار رہتا ہو' اس کی موت اچانک نہیں ہوتی خواہ نیند میں اس کی روح قبض کر لی جائے اور جس شخص کے کام درست نہ ہوں اور نہ وہ موت کے لیے تیار ہو تو اس کی موت اچانک آتی ہے خواہ وہ ایک سال سے بستر علالت پر ہو۔ (روح البیان ج ۶ ص ۶۱۷)

زمین پر دوزخ کے وجود کے متعلق روایات اور بحث ونظر

اس کے بعد فرمایا: یہ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں (یہ مطمئن رہیں) دوزخ کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے۔ (العنکبوت: ۵۴)

امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا جہنم سے مراد یہ سمندر ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۹۳' الدر المنثور ج ۶ ص ۴۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا جہنم یہی سبز رنگ کا سمندر ہوگا اسی میں ستارے ٹوٹ کر گریں گے اسی میں سورج اور چاند ہوں گے' پھر اسی میں آگ بھڑکا دی جائے گی تو یہی جہنم ہوگا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۹۴)

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر ہی جہنم ہوگا' ان سے کسی نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ

بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی۔ (الکہف: ۲۹)

marfat.com

حضرت یعلیٰ نے اس سے جواب میں کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گا' حتیٰ کہ میں اللہ عزوجل کے سامنے پیش کیا جاؤں اور جب تک میں اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں مجھے اس آگ کے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچے گا۔ (مسند احمد ج ۴ص ۲۲۳ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۸۸۳' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے یہ بہت غریب ہے اور حضرت یعلیٰ نے جو اس کی تفسیر کی ہے وہ بھی بہت غریب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۴۵۹ ـ ۴۵۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ زین نے مسند احمد کے حاشیہ میں لکھا ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس کے رجال موثق ہیں یعنی اس کے راوی قوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۳۸۶' دار الکتاب العربی' ۱۴۰۲ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۴ص ۳۳۴' مطبوعہ ملتان)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج' عمرہ یا جہاد کے سوا سمندر میں سفر نہ کیا جائے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی بشیر بن مسلم ہے' امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اس کے متعلق فرمایا کہ اس کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے (یعنی ضعیف ہے) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا سمندر کا پانی وضو یا غسل جنابت کے لیے کافی نہیں ہے سمندر کے نیچے آگ ہے' پھر پانی ہے پھر آگ ہے' سات سمندر اور سات آگ ہیں۔ (سنن کبریٰ ج ۴ص ۳۳۴' مطبوعہ ملتان)

بشیر بن مسلم کی روایت کو امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۹)

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث مضطرب ہے' امام بخاری نے اپنی تاریخ میں کہا یہ حدیث مضطرب ہے اور صحیح نہیں ہے۔

(التاریخ الکبیر ج ۲ص ۹۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ) (مختصر سنن ابوداؤد ج ۳ص ۳۵۹' دار المعرفۃ بیروت)

علامہ حمد بن محمد ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا اس حدیث کی سند ضعیف ہے' سمندر کے نیچے آگ ہونے کی تاویل یہ ہے کہ اس میں سفر کرنے والا آفات اور مصائب سے مامون نہیں ہے اور قریب ہے کہ وہ آگ میں جل جائے۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۳ص ۳۵۹ دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے بھی ان دونوں حدیثوں کا ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور سورۃ ق کی تفسیر میں وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ذوالقرنین نے ق نامی پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا تو انہیں کوہ قاف کے نیچے چھوٹے چھوٹے پہاڑ دکھائی دیئے' انہوں نے اس پہاڑ سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں قاف ہوں' انہوں نے پوچھا یہ تمہارے گرد چھوٹے چھوٹے پہاڑ کیسے ہیں' اس نے کہا یہ میری رگیں ہیں اور ہر شہر میں میری رگوں میں سے کوئی نہ کوئی رگ ہے اور جب اللہ تعالیٰ زمین میں زلزلہ لانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیتا ہے تو میں اپنی ان رگوں کو حرکت دیتا ہوں اور زمین میں زلزلہ آ جاتا ہے' ذوالقرنین نے کہا اے قاف! مجھے اللہ کی عظمت کے متعلق کوئی خبر سنایئے' قاف نے کہا ہمارے

marfat.com

رب کی شان ہمارے وہم وگمان سے بہت بلند ہے' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا کم از کم کوئی وصف بتائیں' قاف نے کہا میرے پیچھے ایک زمین ہے جس کی مسافت پانچ سو در پانچ سو سال کی ہے وہ برف کا پہاڑ ہے جو تہہ در تہہ ہے اگر وہ نہ ہوتا تو جہنم کی فضا سے زمین جل جاتی۔

علامہ قرطبی نے کہا یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہنم روئے زمین پر ہے اور وہ زمین میں کس جگہ پر ہے اس کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ (التذکرہ ج ۲ ص ۱۴۰۔۱۳۹' مطبوعہ دار البخاری المدینہ المنورہ' ۱۴۱۷ھ)

کوہ قاف کے متعلق جو روایات ہیں ان کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں اور ہم پر ان کی تصدیق یا تردید واجب نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۴۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دوزخ کس جگہ پر واقع ہے یہ کسی صحیح حدیث سے معلوم نہیں ہے البتہ جنت کے متعلق حدیث صحیح سے معلوم ہے کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۵' المستدرک ج ۱ ص ۸۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دن ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزا چکھو○ (العنکبوت: ۵۵)

جس طرح دنیا میں ان کو حرص نے اور شہوت نے اور تکبر اور حسد نے اور غضب نے اور کینہ نے ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے تمام اقوال' افعال اور احوال نفس کی ان صفات ذمیمہ کے تابع ہوتے تھے' تکبر' غضب' حسد اور کینہ ان کے اوپر سے ان پر حاوی تھا اور حرص اور شہوت نیچے سے ان پر غالب تھی اس کی سزا میں دوزخ کی آگ ان کو ان کے اوپر اور ان کے نیچے سے ڈھانپ لے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے ایمان دار بندو! بے شک میری زمین وسیع ہے' سو تم میری ہی عبادت کرو○ ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے○ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' ہم ان کو ضرور اس جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جس کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' نیک عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے!○ جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں○ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو (بھی) اور وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے○ (العنکبوت: ۶۰۔۵۶)

کن صورتوں میں کفار کے ملک سے ہجرت کرنا فرض ہے اور کن میں نہیں

سعید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا جب کسی زمین میں گناہوں کا ارتکاب کیا جائے تو وہاں سے نکل جاؤ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی زمین وسیع ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۹۷)

عطاء نے کہا جب تم کو گناہ کی دعوت دی جائے تو وہاں سے بھاگ جاؤ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۳۹۸)

زید بن اسلم نے کہا اس آیت میں ان مسلمانوں سے خطاب ہے جن پر مشرکین ان کے ایمان کی وجہ سے ظلم کر رہے تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۰۲)

اگر ایمان' فرائض' واجبات اور دیگر نیک اعمال کو کافروں کے ملک سے ہجرت کیے بغیر بچانا ممکن نہ ہو تو ہجرت کرنا فرض ہے' ورنہ مستحب ہے۔

مطرف بن عبد اللہ نے کہا اس کا مطلب ہے کہ میرا رزق تم پر وسیع ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۰۳)

marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کے ملک میں رہنا درست نہیں ہے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ انسان کافروں کے ملک سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جائے جہاں اللہ کے نیک بندے ہوں' اور اگر کسی علاقہ میں تمہارے لیے اپنے ایمان کا اظہار کرنا مشکل ہو تو تم پر اس جگہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور جس جگہ ظلم اور فسق و فجور ہو وہاں سے بھی ہجرت کر کے پر امن اور نیک لوگوں کے علاقے میں چلا جائے' اسی طرح اگر کسی جگہ روزگار نہ ملے تو کسی دوسری جگہ چلا جائے' بعض علماء نے کہا زمین سے مراد جنت کی زمین ہے یعنی جنت کی زمین بہت وسیع ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (العنکبوت: ۵۷)

اس کی مکمل تفسیر آل عمران: ۱۸۵ میں گزر چکی ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیے کیونکہ ایک دن بہر حال مرنا ہے اس لیے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ مکہ اگرچہ ان کا وطن ہے لیکن اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لیے ان کو اگر مکہ چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیں اور ہجرت کر لیں کیونکہ یہ زندگی فانی ہے اور انہوں نے بہر حال مر کر اللہ کے پاس جانا ہے۔

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی وجہ سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں گیا خواہ وہ ایک بالشت کے فاصلہ پر گیا ہو تو وہ جنت کا مستحق ہو گا اور حضرت ابراہیم اور حضرت محمد علیہما السلام کا رفیق ہو گا۔

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۸۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

جنت کے بالا خانوں کا کون مستحق ہو گا

اس کے بعد فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم ان کو ضرور اس جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے۔ (العنکبوت: ۵۸)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت والے اپنے اوپر بالا خانوں کے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو' حضرت ابو سعید نے کہا جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے اس کی ظاہری چیزیں اس کی باطنی چیزوں سے نظر آئیں گی اور اس کی باطنی چیزیں اس کی ظاہری چیزوں سے نظر آئیں گی۔ ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بالا خانہ کس کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بالا خانہ اس کے لیے ہے جو شیریں گفتگو کرے' کھانا کھلائے' ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو اٹھ کر اللہ کے لیے نماز پڑھے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۲۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو' کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے؟ جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۲۔۲۸۳۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۸۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

marfat.com

مستقبل کے تحفظ کے لیے مال جمع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

اس کے بعد فرمایا: جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں O اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو (بھی) اور وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O (العنکبوت: ۶۰-۵۹)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور ہم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے' آپ پھل توڑ کر کھا رہے تھے آپ نے مجھ سے پوچھا اے ابن عمر! کیا بات ہے تم کیوں نہیں کھا رہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھوک نہیں ہے' آپ نے فرمایا میں ضرور کھاؤں گا مجھے بھوک لگی ہوئی ہے' یہ چوتھی صبح ہے میں نے کوئی طعام چکھا ہے نہ مجھے ملا ہے' اور اگر میں چاہوں تو میں اپنے رب سے دعا کروں تو وہ مجھے قیصر و کسریٰ جیسا ملک عطا فرما دے' اے ابن عمر! اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہو گے جو اپنا ایک سال کا رزق چھپا کر رکھیں گے اور ان کا یقین کمزور ہوگا پس اللہ کی قسم ابھی ہم اس باغ سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہو گئی: اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو بھی! الآیہ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے خزانہ جمع کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ اپنی خواہش پوری کرنے کا' آپ کی مراد تھی باقی زندگی میں' اور بے شک زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' سنو میں دینار اور درہم کو جمع نہیں کرتا اور نہ کبھی رزق کو چھپا کر رکھوں گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۰۴' اسباب النزول للواحدی ص ۳۵۳' الدر المنثور ج ۶ ص ۴۱۹)

ان احادیث کی بناء پر بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ کل کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کو جمع کر کے رکھنا جائز نہیں ہے اور مستقبل کے لیے مال کو پس انداز کر کے رکھنا بھی صحیح نہیں ہے' لیکن ان کا یہ قول باطل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال کا غلہ ازواج مطہرات کو فراہم کر دیتے تھے' اور حضرات صحابہ کرام بھی مال جمع کرتے تھے اور وہی ہمارے لیے نمونہ اور مقتدا ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم رئیس المتوکلین ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد والوں کے لیے متقین اور متوکلین کے امام ہیں' یہ احادیث ابتدائی دور کی ہیں جب مسلمانوں پر بہت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا اس وقت کا شانہ رسالت میں کئی کئی دن کھانا نہیں پکتا تھا' جیسا کہ ان احادیث میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی تنگی اور وسعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو دن مسلسل جو کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۰۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل مدینہ میں آئی ہے انہوں نے مسلسل تین دن گندم نہیں کھائی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۵۴-۵۴۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۷۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۴۴)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا کئی کئی دن بھوکا رہنا مشکل ہے۔ جب کہ یہ ثابت ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو ایک سال کی روزی (طعام اور غلہ وغیرہ) فراہم کر دیتے تھے اور آپ نے مال فئی میں سے چار آدمیوں کو ایک ہزار اونٹ عطا کیے' اور آپ اپنے عمرہ میں ایک سو اونٹوں کو لے

marfat.com

گئے' آپ نے وہ اونٹ ذبح کیے اور مسکینوں کو کھلائے اور آپ نے ایک اعرابی کو بکریوں کا ایک ریوڑ عطا کرنے کا حکم دیا' علاوہ ازیں آپ کے ساتھ مال دار صحابہ تھے' مثلاً حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم وغیرھم اور یہ صحابہ اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو آپ کے سامنے خرچ کرتے تھے' آپ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر اپنا تمام مال لے آئے' حضرت عمر آدھا مال لے آئے' آپ نے غزوۂ تبوک کے لشکر کی امداد کی ترغیب دی تو حضرت عثمان نے ایک ہزار اونٹ پیش کیے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احوال مختلف ہوتے تھے' ان کا کم خوراک کھانا کسی احتیاج' فقر یا تنگی کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ وہ کبھی ایثار کی وجہ سے کم کھاتے تھے اور کبھی سیر ہو کر کھانے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے یا بسیار خوری سے اجتناب کی وجہ سے' (امام طبری کا کلام ختم ہوا' اب علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:) امام طبری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے مطلقاً تنگی کی جو نفی کی ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہ کثرت احادیث میں اس کا ذکر ہے' امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا کہ جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ ہم سیر ہو کر کھجوریں کھاتے تھے اس نے تم سے جھوٹ بولا' کیونکہ جس سال بنو قریظہ مفتوح ہو گئے اس سال ہم کو کچھ کھجوریں اور چربی ملی' اور غزوۂ خیبر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے' اور کتاب الاطعمۃ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب ہم نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے' اور حضرت ابن عمر نے فرمایا جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ہجرت سے پہلے زیادہ تر تنگی کے حال میں رہے تھے جب وہ مکہ میں تھے' اور جب انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تب بھی ان میں سے اکثر اسی حال میں تھے حتیٰ کہ انصار نے ان کی مدد کی اور اپنے گھر اور اپنے عطیات دیئے' اور جب بنو النضیر مفتوح ہو گئے اور اس کے بعد ان پر خوش حالی آئی تو انہوں نے ان کے عطیات واپس کیے' جیسا کہ کتاب الہبۃ میں تفصیل سے گزر چکا ہے' اور اسی کے قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر دھمکیاں دی گئیں کہ کسی کو اتنی دھمکیاں نہیں دی گئیں۔ اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر اذیت دی گئی ہے کہ کسی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی اور مجھ پر اور بلال پر تیس ایسے دن رات آئے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی ماسوا اس چیز کے جو بلال نے بغل میں چھپالی تھی (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۶۰) ہاں باوجود اس کے کہ آپ کو دنیا میں وسعت اور خوش حالی حاصل ہو گئی تھی پھر بھی آپ اپنے اختیار سے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ وہ میرے لیے مکہ کی وادی کو سونے کی بنا دے' میں نے کہا نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے گڑگڑا کر طلب کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷)

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

لوگوں کی ضرورت اور ان کے ضرر کے وقت ذخیرہ اندوزی کی ممانعت.....

اور حالت توسع میں اس کا جواز

ہم نے اس بحث میں یہ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کو ایک سال کا طعام اور غلہ فراہم کر دیتے تھے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کے کھجور کے باغ

marfat.com

فروخت کر دیتے تھے اور اپنے اہل کے لیے ایک سال کا رزق محفوظ کر کے رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۷، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۷۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں یا غلہ کی نصف پیداوار کے عوض خیبر کی زمین دی' آپ ہر سال ازواج مطہرات کو سو وسق طعام دیتے تھے (ایک وسق ۲۵۵ کلوگرام کے برابر ہے) جس میں سے اسی (۸۰) وسق کھجور اور بیس (۲۰) وسق جو ہوتے تھے' حضرت عمر جب خلیفہ ہوئے اور انہوں نے اموال خیبر کی تقسیم کی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ وہ زمین اور پانی میں سے ایک حصہ لے لیں یا وہ ہر سال مقررہ وسق لے لیں' ازواج مطہرات میں اختلاف ہوا' بعض ازواج نے زمین اور پانی کو اختیار کیا اور بعض ازواج نے مقررہ وسق طعام لینے کو اختیار کیا' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ان میں سے تھیں جنہوں نے زمین اور پانی لینے کو اختیار کیا۔

(صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب: ۱' رقم الحدیث: ۲' رقم الحدیث بلا تکرار ۱۵۵۱' رقم الحدیث المسلسل: ۳۸۸۸)

علامہ ابی الحسین علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال متوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم کے لیے اپنے اہل اور عیال کے لیے ایک سال کے رزق کو ذخیرہ کرنا اور جمع کرنا جائز ہے' اور یہ ذخیرہ اندوزی نہیں ہے اور انسان اپنے باغ کے پھلوں میں سے جو اپنی روزی کے لیے جمع کر لے اور محفوظ کر لے وہ ذخیرہ اندوزی نہیں ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔ امام طبری نے کہا اس میں صوفیاء کے اس قول کا رد ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آج کے دن کل کے لیے کوئی چیز اٹھا کر رکھ لے' اور ایسا کرنے والا اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے اور اپنے رب پر اس طرح توکل نہیں کرتا جو توکل کرنے کا حق ہے' اور اس قول کا فساد بالکل ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے لیے ایک سال کی روزی جمع کر کے محفوظ رکھتے تھے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۳۴' مکتبۃ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایک سال کی روزی کو ذخیرہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اپنے نفس کے لیے بالکل نہیں تھا بلکہ اپنے اہل و عیال کے لیے تھا' اور اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ انسان اپنی زمین اور اپنی زراعت میں سے اپنی پیداوار کو ذخیرہ کر لے' جب کہ اس نے اس غلے کو بازار سے نہ خریدا ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے لیے جس طعام کا ذخیرہ کیا تھا وہ اپنی زراعت سے کیا تھا' اور بازار سے طعام خرید کر اس کو ایک سال کے لیے ذخیرہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' ایک قوم نے اس کو بھی جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں اس کی دلیل نہیں ہے' اور اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر بازار سے اتنا غلہ خریدنے سے لوگوں کو نقصان نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بازار میں طعام کی کمی ہو تو حسب ضرورت ایک ماہ یا ایک دن سے زیادہ طعام خرید کر جمع نہ کرے' اور جب طعام کی وسعت کی امید ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور دوسرے علماء نے منع کیا ہے کیونکہ حدیث میں ہے ذخیرہ اندوزی صرف خطا کار کرتا ہے اور بعض فقہاء نے کہا ایک سال کی روزی خرید کر جمع کرنا ذخیرہ اندوزی نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۷۶' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے اس حدیث کی شرح میں مہلب اور طبری کے اقوال ذکر کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ اپنی زراعت کی پیداوار سے ایک سال کے غلہ کو جمع کرنا ذخیرہ اندوزی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے پاس ایک سال کا طعام ہونے کے ...... باوجود ان کی تنگی اور عسرت کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سنن الترمذی کے حوالے سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے' اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال کا رزق ازواج مطہرات کو فراہم کر دیتے تھے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ اپنی ذات کی خاطر کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے' اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا طعام ذخیرہ کرتے تھے' ہر چند کہ جب آپ اپنے اہل کے لیے ایک سال کا طعام ذخیرہ کرتے تھے تو اس میں آپ بھی شریک ہوتے تھے لیکن آپ کا مقصد صرف اپنے عیال کے لیے ذخیرہ کرنا تھا اور اپنے لیے ذخیرہ کرنا آپ کا مقصد نہ تھا' اور جب پورے سال کے لیے گھر میں طعام کا ذخیرہ ہوتا تھا تو اس میں سے آپ ضرورت مندوں پر خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات اتنا خرچ ہو جاتا تھا کہ آپ کے اہل وعیال کے لیے کچھ بھی باقی نہ بچتا تھا' اسی وجہ سے حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور آپ کی زرہ تیس صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۳۶' ایک صاع چار کلوگرام کا ہوتا ہے)

توکل کا صحیح معنی اور مفہوم

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو بھی (العنکبوت: ۶۰) اور اس سے پہلی آیت میں توکل کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ حریص اور متوکل کو اور دنیا میں رغبت کرنے والے اور زاہد اور قناعت گزار دونوں کو رزق عطا فرماتا ہے اسی طرح قوی اور ضعیف اور سخت کوشش کرنے والے اور سست اور عاجز سب کو رزق عطا فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۵)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ توکل میں سعی اور جدوجہد اور حصول اسباب کو ترک نہیں کیا جاتا' بلکہ توکل میں اسباب کی ایک نوع کا حصول ضروری ہے کیونکہ پرندوں کو بھی ان کی کوشش اور طلب کے بعد رزق دیا جاتا ہے' اسی لیے امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ترک عمل کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں حصول رزق کے لیے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے آنے جانے اور تمام کاموں میں اللہ پر توکل کرتے اور یہ یقین رکھتے کہ ہر قسم کی خیر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو وہ پرندوں کی طرح اپنی ہر مہم میں کامیابی کے ساتھ لوٹتے' اور جو شخص اللہ پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنی قوت اور اپنے عمل پر اعتماد کرے تو یہ توکل کے منافی ہے۔

بعض صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ توکل کا معنی ہے بدن سے کسب کو ترک کرنا اور دل سے کسی کام کی تدبیر نہ کرنا اور مردوں کی طرح زمین پر پڑے رہنا یہ جاہلوں کی سوچ ہے اور شریعت میں حرام ہے۔ امام قشیری متوفی ۴۶۵ھ نے توکل کی تعریف میں یہ حدیث ذکر کی ہے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ آیا میں اونٹنی کو چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔ (ترمذی قیامت: ۶۰) (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۰۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے

marfat.com

کام پر لگایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے‘ تو وہ کہاں الٹے پھر رہے ہیں O اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے‘ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ فرمایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے‘ آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں‘ بلکہ ان کے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں O (العنکبوت: ۶۳۔۶۱)

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر روزمرہ کے مشاہدات سے استدلال

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ اہل مکہ سے سوال کریں کہ مخلوق کی مصلحت اور فائدہ کے لیے آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو تمہاری ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے کس نے ایک مقرر نظام کا پابند کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! تو پھر تم اس کی توحید کا کیوں اقرار نہیں کرتے اور کیوں اس کے شریک قرار دیتے ہو!

رزق کی تنگی اور کشادگی اسی کے ہاتھ میں ہے‘ رزق کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری رزق ہے وہ طعام اور مشروب ہے اور ایک باطنی رزق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور حقائق اشیاء کا ادراک ہے۔ پھر فرمایا: بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘ اور ان میں یہ چیز بھی ہے کہ کسی شخص کو کس چیز کی ضرورت ہے اور اس کو کتنی مقدار میں وہ چیز دینے سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی‘ اور اس کو اس کی ضرورت کے مطابق دینا حکمت اور مصلحت ہے یا اس کی ضرورت سے کم دینا اس کے حق میں حکمت اور مصلحت ہے یا اس کی ضرورت سے زائد دے کر اس کو آزمائش میں مبتلا کرنا حکمت اور مصلحت ہے۔

اس آیت میں فرمایا وہی رزق میں کمی اور زیادتی کرتا ہے اس کا معنیٰ ہے وہی زندہ ہے اور علم والا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور وہی اپنے علم اور قدرت کے موافق کلام کرنے والا ہے‘ اور اپنی مخلوق کو دیکھنے والا ہے اور ان کی فریاد کو سننے والا ہے اور وہی چاہنے والا ہے‘ اور جس چیز کو چاہے اس کو کرنے والا ہے اور اسی کی سلطنت ہے وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں‘ وہ جس کو چاہے تونگر بنا دے اور جس کو چاہے نان شبینہ کا محتاج بنا دے کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں سب اس کے مملوک اور اس کے بندے ہیں سو وہی تمام کائنات کی اطاعت اور عبادت کا مستحق ہے‘ پھر اس پر ایک اور دلیل قائم کی اور فرمایا: اور اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ فرمایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ آیت کے اس حصہ میں یہ دلیل ہے کہ تم بار بار دیکھتے ہو کہ وہی مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے اور قحط اور خشک سالی کے بعد خوش حالی‘ تروتازگی اور فصلوں کی زرخیزی لاتا ہے تو جو مردہ زمینوں کو زندہ کر رہا ہے اور جو زمینوں کو بار بار مردہ کرتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے وہ اس پوری کائنات اور تمام انسانوں کو مردہ کر کے ان کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا‘ اس نے ابتداءً اس کائنات کو بنایا پھر اس کائنات کو اور خصوصاً تمہیں باقی اور زندگی پر قائم رکھنے کے لیے زمین کی فصلیں اگانے اور بارش نازل کرنے کا نظام بنایا اور تمہارے رزق کا سبب بنایا‘ سو وہی ہر نعمت پر ہر انسان سے ہر زمانہ میں حمد اور تعریف کا مستحق ہے اور جو محمود ہے وہی معبود ہے‘ اس لیے آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بلکہ ان کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے کوئی بتوں کی پرستش کرتا ہے‘ کوئی حضرت عیسیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور کوئی اپنی خواہشوں کے آگے سر جھکا رہا ہے اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اپنے نفس کے حکم کی بڑائی ظاہر کر رہا ہے‘ پھر زبان سے کہتا ہے اللہ اکبر‘ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے سو یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے‘ اسی طرح یہ مشرکین کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ نے بنایا اسی نے چلایا ہے پھر اس کی مخلوق کے آگے سر جھکاتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

marfat.com

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ

اور دنیا کی یہ زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت

الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ وقف لازم فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ

کا گھر ہی اصل زندگی ہے اگر وہ جانتے ہوتے ○ سو جب وہ کشتیوں میں سوار

دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ

ہوتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں' پھر جب وہ انہیں (سمندر سے) بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ

اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں ○ تاکہ وہ ان تمام نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں اور (اس دنیا سے عارضی)

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

فائدہ اٹھائیں پس وہ عنقریب جان لیں گے ○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان

مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

کے گردونواح سے لوگوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کو نہیں مانتے ○

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ

اور اس سے بڑا اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا جب اس کے پاس حق آ جائے

لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ

تو اس کو جھٹلائے' کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہو گا ○ اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں (اور

جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

مشقت اٹھاتے ہیں) ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بے شک اللہ ضرور محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی یہ زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے' کاش وہ جانتے ہوتے ○ سو جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں (سمندر سے) بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں ○ تاکہ وہ ان تمام نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم

marfat.com

نے ان کو دی ہیں اور (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھائیں' پس وہ عنقریب جان لیں گے O (العنکبوت: ۶۶-۶۴)

دنیا کا معنی اور دنیا کے خسیس اور گھٹیا ہونے کے متعلق احادیث

لھو کا معنی ہے وہ کام جو انسان کو کسی اہم کام سے غافل کر دے موسیقی کے آلات کو ملاہی کہتے ہیں' اور لعب کا معنی ہے عبث' بے کار اور بے مقصد کام۔

حیات دنیا کو دنیا دو اعتبار سے کہا جاتا ہے ایک یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہے حیات دنیا پہلی زندگی ہے اور حیات آخرت دوسری زندگی ہے اور دنیا کا معنی اولیٰ ہے یعنی پہلی زندگی' اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ حیات آخرت دور اور بعید ہے اور حیات دنیا قریب ہے اور دنیا' دنو سے بنا ہے پس دنیا کا معنی قربیٰ ہے' یعنی دنیا کی زندگی قریب ہے' اس میں ایک تیسرا اعتبار بھی ہے کہ دنیا' دنی سے بنا ہے اور دنی کا معنی ذلیل اور گھٹیا ہے اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں ذلیل اور گھٹیا ہے اور آخرت افضل اور اعلیٰ ہے۔

دنیا کے دنی اور گھٹیا ہونے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے جس کو اس کے گھر والوں نے پھینک دیا تھا' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا زوال اس سے زیادہ آسان ہے جتنا اس مردار بکری کے گھر والوں کے نزدیک اس کو پھینکنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا کوئی گھر نہ ہو دنیا اس کا گھر ہے اور جس کا کوئی مال نہ ہو دنیا اس کا مال ہے اور جس کے پاس عقل نہ ہو وہ دنیا کے مال کو جمع کرتا ہے (یہ حدیث صحیح ہے۔ سیوطی)

(مسند احمد ج ۶ ص ۷۱' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۶۳۸' الفردوس للدیلمی رقم الحدیث: ۲۹۳۱' الترغیب ج ۴ ص ۱۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی اے داؤد! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو کر اس کو گھسیٹ رہے ہوں! (اے مخاطب!) کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو بھی ان کی طرح کتا بن کر دنیا کو ان کے ساتھ گھسیٹے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۰۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۸۷۹۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۲۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا پر لعنت کی گئی ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس پر بھی لعنت کی گئی ہے' سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو اس کے ذکر کے قائم مقام ہے یا عالم یا متعلم کے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۲' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۳۱۱۱' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۱۸۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۰۸۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۰۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۰۸۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا مردار ہے' سو جو شخص دنیا کا ارادہ کرے اس کو کتوں کے ساتھ مخلوط ہونے پر صبر کرنا چاہیے۔ (الدر المنتثرہ للسیوطی ص ۱۶۹' رقم الحدیث: ۲۴۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

''دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں'' ان کا معنی صحیح ہے لیکن یہ حدیث نہیں ہے' امام بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ہر روز ایک منادی تین بار یہ ندا کرتا ہے کہ دنیا کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دو' جس نے ضرورت سے زیادہ دنیا کو لیا اس نے بے خبری میں اپنی موت کو لیا ہے' اس معنی میں اور متعدد احادیث ہیں (ان کو ہم نے باحوالہ ذکر کر دیا ہے) ہمارے

marfat.com

امام شافعی نے اپنے اشعار میں دنیا کو مردار کہا ہے اور خوب کہا ہے:

ومن یامن الدنیا فانی طعمتها — **وسیق الینا عذبها وعذابها**

اور دنیا سے کون بچے گا میں اس کو چکھ چکا ہوں — اس کی مٹھاس اور اس کا عذاب ہم تک پہنچ چکا ہے

فما ھی الا جیفة مستحیلة — **علیها کلاب ھمهن اجتذابها**

دنیا تو صرف ایک متغیر مردار ہے — جس پر کتے ہیں جو اس کو کھینچنا چاہ رہے ہیں

فان تجتنبها کنت سلما لاھلها — **وان تجتذبها نازعتک کلابها**

اگر تم دنیا سے اجتناب کرو گے تو دنیا داروں (کے شر) سے سلامت رہو گے — اگر تم دنیا کو کھینچو گے تو اس کے کتے تم سے جھگڑا کریں گے

(الکشف الخفاء ومزیل الالباس ج اص ۴۱۰۔۴۰۹ مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا فرمانے کی وجہ

دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشے کے ساتھ دو وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشا بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور دائمی نہیں ہوتا' اسی طرح دنیا کی زیب و زینت اور اس کی باطل خواہشیں بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشے میں مشغول رہنا بچوں اور کم عقلوں کا کام ہے نہ کہ عقل والوں کا' اسی طرح عقل والے دنیا کی رنگینیوں اور دل چسپیوں سے دور رہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انا من دد ولا الدد منی. نہ میں کھیل کود سے ہوں اور نہ کھیل کود مجھ سے ہے۔

(النہایہ فی غریب الحدیث وللاثر للجزری ج اص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حکمت اور مصلحت کی بناء پر پیدا فرمایا ہے پھر اس آیت میں اس کو لہو ولعب کیوں فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر اعم اور اغلب کے اعتبار سے فرمایا ہے کیوں کہ اکثر لوگوں کی غرض دنیا کے حصول سے لہو ولعب ہوتی ہے اور جب انسان دنیا میں مستغرق ہو جاتا ہے تو پھر وہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ وَّزِیۡنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَتَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطٰمًا ؕ وَفِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ ؕ وَمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ○ (الحدید: ۲۰)

یقین رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے اور زیب و زینت ہے اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر ہے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت کو ظاہر کرنا ہے' جیسے بارش سے زرخیزی کسانوں کو اچھی لگتی ہے' پھر وہ فصل خشک ہو جاتی ہے پس تم دیکھتے ہو وہ زرد ہو جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے' اور (کافروں کے لیے) وہ آخرت میں عذاب شدید ہے اور (مومنوں کے لیے) وہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی پونجی ہے۔

دار آخرت کا حقیقی زندگی ہونا

نیز اس آیت میں فرمایا: اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔

دار آخرت سے مراد ہے جنت' یعنی جنت ہی حقیقی زندگی کا گھر ہے' کیونکہ جنت میں موت کا آنا اور فنا کا طاری ہونا ممتنع

marfat.com

ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا موت کا گھر ہے' کیونکہ کافر اگر دنیا میں زندہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مردہ فرمایا' ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى . (النمل:۸۰) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (یٰسین:۷۰) تاکہ قرآن ہر اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔

پس معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں مردہ ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے ثبوت میں احادیث بیان کی ہیں' ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے زندہ کر دیا سو وہ زندہ ہیں۔ اس آیت میں آخرت کو فرمایا ہے یہی حیوان ہے' حیوان اس کو کہتے ہیں جو اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ زندہ ہو اور آخرت میں ارواح ہیں اور فرشتے ہیں اور جنت ہے اور جنت کے درخت اس کے پھل اس کے بالا خانے' اس کے باغات اس کے دریا اور اس کی مٹی اس کے حور و قصور ان میں سے کسی چیز پر فنا نہیں آئے گی' سو آخرت اپنے تمام اجزاء کے ساتھ زندہ ہے' اور حیات حقیقی وہ ہے جس میں کوئی بدمزگی نہ ہو' کسی قسم کا رنج اور خوف نہ ہو کوئی بیماری نہ ہو کسی نعمت کے زوال کا خدشہ نہ ہو سو جنت ایسی ہی ہے اور جنت آخرت میں ہے سو آخرت ہی حیات حقیقی ہے' اور فرمایا اگر وہ جانتے ہوتے یعنی اگر کفار یہ جانتے کہ دنیا تو مردہ ہے اور موت ہے اور حقیقی حیات تو آخرت میں ہے' اور آخرت میں کامیابی اور سرخروئی ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے سے حاصل ہوگی تو وہ ایمان لے آتے اور اس فانی اور عارضی حیات کے تقاضوں کو ترک کر کے دائمی اور حقیقی حیات کے تقاضوں کو اپنا لیتے۔

اخلاص کا معنی اور مومن اور کافر کے اخلاص کا فرق

اس کے بعد فرمایا: سو جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں' پھر جب وہ انہیں سمندر سے بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں○ (العنکبوت:۶۵)

اخلاص کا معنی ہے دل کو اللہ کے ماسوا ہر چیز سے خالی کر لیا جائے اور اللہ کے سوا کسی چیز پر انسان کا اعتماد نہ ہو اور اس کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ نہ ہو اور ذہن میں اس کے سوا اور کسی کا قصد نہ ہو' اور انسان کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع اور ضرر پر قادر نہیں ہے' اور جب انسان پر کوئی افتاد پڑے یا کوئی مصیبت آئے تو اس سے نجات کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی طرف نظر نہ کرے' اور جب وہ اس کی عبادت کرے تو صرف اسی کے حکم پر عمل کرنا اس کا مقصود ہو اور اس کی رضا مندی کا حصول اس کا مطلوب ہو تو وہ اپنی عبادت میں اور اپنی دعا میں اور اپنی فریاد اور پکار میں مخلص ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب کافر کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں جب کافر کا اللہ پر ایمان ہی نہیں ہے تو اس کے اخلاص کا کیسے وجود ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان کے اخلاص سے مراد یہ ہے کہ جب ان کو کوئی حاجت پیش آتی ہے یا ان پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو اس سے نجات کے لیے وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے سوا اور کسی سے نجات کی آس نہیں لگاتے اور یہ عزم مصمم کرتے ہیں کہ آئندہ وہ شرک نہیں کریں گے اور اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے' پھر جب ان کی کشتی سمندروں اور دریاؤں کے طوفان سے نجات پا کر ساحل پر آ لگتی ہے تو ان پر پھر غفلت طاری ہو جاتی ہے' اور وہ پھر شرک کرنے لگتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ اپنے پاس سے اس کو نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے

marfat.com

قَلِیۡلًا ۖۗ اِنَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ○ (الزمر: ۸) اس سے دعا کرتا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنالیتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گم راہ کرے' آپ کہیے کہ تم اپنے کفر سے چند روز فائدہ اٹھا لو (انجام کار) تم یقیناً دوزخ والوں میں سے ہو گے۔

مومن کے اخلاص اور کافر کے اخلاص میں یہ فرق ہے کہ مومن کا اخلاص اللہ کی تائید سے مؤید ہوتا ہے وہ مصائب کے نازل ہونے سے پہلے راحت کے ایام میں بھی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے صرف اسی سے دعا کرتا ہے اور اسی سے فریاد کرتا ہے اسی کے آگے ہاتھ پھیلا کر گڑ گڑاتا ہے اپنی خطاؤں پر لغزشوں پر معافی مانگتا ہے اور آخرت میں سے جنت کو طلب کرتا ہے' سو مومن کا اخلاص سختی اور آرام میں مصیبت اور راحت میں مختلف نہیں ہوتا وہ ہر حال میں اسی کی طرح رجوع کرتا ہے اور اسی کو یاد کرتا ہے' اور کافر کا اخلاص طبعی ہوتا ہے وہ صرف مصائب میں' جب اس کو اور کوئی نجات کی صورت نظر نہیں آتی تو ہر طرف سے مایوس ہو کر صرف اسی کو پکارتا ہے اور اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے اور جب اللہ اس کو اس مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو وہ اسی وقت اپنے شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: تا کہ وہ ان تمام نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں اور (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھائیں پس وہ عنقریب جان لیں گے ○ (العنکبوت: ۶۶)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ یہ لام ''کے'' ہے' یعنی وہ شرک اس لیے کرتے ہیں تا کہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے راستے پر چلیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لام امر ہے یعنی انہوں نے شرک کیا ہے تو اب انہیں چاہیے کہ وہ اللہ کی ناشکری کریں اور یہ امر تہدید اور وعید کے لیے ہے جیسے فرمایا:

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ○ تم جو چاہو کرو' وہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

(حٰمٓ السجدۃ: ۴۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گرد و نواح سے لوگوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے' تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کو نہیں مانتے ○ اور اس سے بڑا اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا جب اس کے پاس حق آ جائے تو اس کو جھٹلائے کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہو گا! ○ اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں (اور مشقت اٹھاتے ہیں)' ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بے شک اللہ ضرور محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ ہے ○ (العنکبوت: ۶۹۔۶۷)

مشرکین کی ناشکری اور ان کا ظلم

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ مشرکین جب دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرتے ہیں اور جب طوفانی ہوائیں چلتی ہیں اور ان کی سلامتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے تو وہ اخلاص کے ساتھ گڑ گڑا کر صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور شرک کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ ان کو سلامتی سے پار لے آتا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ جس اللہ نے سمندروں میں تم پر زندگی دینے کا احسان کیا تھا وہی اللہ مکہ کی سرزمین میں بھی تم پر سلامتی اور زندگی کی حفاظت کرنے کا احسان فرما رہا ہے' کیونکہ تم جس شہر مکہ میں رہتے ہو اس کے آس پاس کے علاقوں میں قتل اور اغواء کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور مفسدین لوگوں کو پکڑ کر اور اغواء کر کے لے جاتے ہیں پھر ان کو غلام بنا کر دوسرے علاقوں میں فروخت کر دیتے ہیں' اور ہم نے سرزمین مکہ کو حرم بنا دیا ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو قتل کیے جانے اور اغوا کیے جانے سے محفوظ کر دیا ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ سمندروں میں تم کو غرق

marfat.com

ہونے کا خطرہ ہو تو تم صرف اللہ کو پکارتے ہو اور خشکی میں اللہ تم کو قتل و غارت گری اور اغواء اور پکڑ دھکڑ سے محفوظ رکھے تو تم اس کا احسان نہیں مانتے پھر تم بتوں کو کیوں مانتے ہو اور ان پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو اخلاص کے ساتھ صرف اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے!

اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یعنی جو اللہ عزوجل کا شریک قرار دے یا کسی کو اس کا بیٹا کہے یا کسی کو اس کی بیٹیاں کہے اور جب ان کو اس شرک سے منع کیا جائے تو پھر کہے ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے پایا ہے اور ہم کو اللہ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر صریح بہتان ہے اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا پیغام اور قرآن مجید اور اسلام کی دعوت لے کر آئے تو آپ کو انہوں نے جھٹلا دیا اس لیے فرمایا اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا جب اس کے پاس حق آ جائے تو اس کو جھٹلائے کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہو گا! یعنی ضرور ہو گا کیونکہ کافروں کو سزا دینا اور ان کو عذاب میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

والذین جاھدوا فینا کے دس محامل

اس کے بعد اس سورت کی آخری آیت میں فرمایا: اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور مشقت اٹھاتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) جو لوگ ہماری نشانیوں سے ہم تک پہنچنا چاہتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی ذات کی معرفت کی ہدایت دیں گے یہ نشانیاں اس کے اپنے اندر بھی ہیں اور اس خارجی کائنات میں بھی ہیں انسان کے اندر اس کے جسمانی اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق اپنا اپنا کام کر رہے ہیں جگر غذا سے خون بنا کر رگوں میں پہنچا رہا ہے اور فاضل تلچھٹ کو مثانہ میں بھیج رہا ہے معدہ غذاء کو ہضم کر رہا ہے اور فاسد مادہ بڑی آنت میں بھیج رہا ہے یہ کس کا بنایا ہوا نظام ہے؟ سورج طلوع ہو کر دن کی روشنی پہنچا رہا ہے تا کہ لوگ کاروبار حیات کو انجام دے سکیں اور غروب ہو کر رات کو لا رہا ہے تا کہ لوگ دن کی تھکاوٹ اتار کر آرام کر سکیں سو یہ کس کا نظام ہے! اللہ تعالیٰ نے غور و خوض کے لیے انسان کے اندر اور اس کے باہر اس کائنات میں یہ نشانیاں رکھی ہیں کہ انسان کے اندر اور اس کے باہر سب ایک ہی نظام کے تحت کام کر رہے ہیں اور اس کے اندر کے نظام کی وحدت اور اس کے باہر نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے اس لیے فرمایا ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ (حم السجدۃ: ۵۳) عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اس کائنات میں بھی اور خود ان کے اپنے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

سو جو لوگ اپنے اندر اور اپنے باہر کی نشانیوں میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کو تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور انہیں اپنی راہ دکھاتا ہے۔

(۲) جو لوگ اپنی جسمانی طاقت کو خرچ کر کے جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں کفار سے جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور انہیں فتح اور کامرانی کی راہیں دکھاتا ہے۔

(۳) جو لوگ صدقہ و خیرات کر کے اور دین کو پھیلانے کے لیے مال خرچ کر کے دین کی ترویج اور اشاعت کی جدوجہد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں دین کی ترویج اور اشاعت کی راہیں دکھاتا ہے۔

(۴) جو علماء دین عقائد فاسدہ اور بدعات سیئہ کو رد کرنے اور ان کا قلع قمع کرنے کے لیے قرآن اور حدیث میں غور و فکر کر کے

marfat.com

دلائل تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور ان کی ان دلائل کی طرف رہ نمائی فرماتا ہے۔

(۵) جو علماء عقائد صحیحہ کے اثبات کے لیے قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ میں غور و فکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عقائد صحیحہ کی راہیں دکھاتا ہے۔

(۶) جو علماء احکام شرعیہ کے استخراج اور مسائل کے استنباط کے لیے قرآن اور سنت میں غور و فکر کرتے ہیں اللہ جل مجدہ ان کو ضرور ان عقائد کے اثبات کی طرف راہیں دکھاتا ہے۔

(۷) جو علماء علم میں وسعت کی طلب کے لیے احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہیں اور خوف خدا سے گناہوں سے باز رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو وسعت علم کی راہیں دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۔ (البقرہ: ۲۸۲) اور تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں علم عطا فرماتا رہے گا۔

اس حدیث کی تحقیق کہ جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا .... اللہ اس کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا اس کو علم نہیں

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے ذکر کیا کہ از یزید بن ہارون از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اس کو اللہ اس علم کا وارث کر دے گا جس کو اس کا علم نہیں ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۱۵ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۱۳' رقم الحدیث: ۱۴۳۲۰ طبع جدید' احیاء العلوم ج ۱ ص ۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۳۳۶' الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم' روح البیان ج ۶ ص ۶۳۲' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۷۲' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۳۶۸' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۸۳)

نیز حافظ ابو نعیم اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ اس کلام کو بعض تابعین نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے روایت کیا ہے سو بعض راویوں نے یہ وہم کیا کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو انہوں نے ایک اسناد گھڑ کر یہ حدیث بنا دی اور یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ امام احمد بن حنبل سے محتمل نہیں ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۰' دار احیاء التراث العربی)

شیخ محمد علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الفوائد المجموعۃ ج ۲ ص ۳۶۷' مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حافظ ابو نعیم نے ضعیف کہا ہے (بلکہ موضوع کہا ہے) اور صاحب القوت نے اس کو بلا سند ذکر کیا ہے' حافظ ابو نعیم نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں بے رغبتی کی اس کو اللہ تعالیٰ بغیر علم سیکھے علم عطا فرمائے گا اور بغیر ہدایت حاصل کیے ہدایت دے گا اور اس کو صاحب بصیرت بنائے گا اور اس پر نا معلوم باتیں منکشف کر دے گا۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۴۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے لیکن اس کا معنی ثابت ہے اور جو شخص مزید علم کے حصول کی نیت سے علم کے تقاضوں پر عمل کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے علم کی راہوں کو کشادہ کر دے گا۔

(۸) جو شخص علم دین کی طلب میں محنت اور کوشش کرے گا' اللہ تعالیٰ اس پر علم دین کی راہیں کشادہ کر دے گا۔

جہاد بالنفس کے جہاد اکبر ہونے کی تحقیق

(۹) جو شخص اپنی شہوت کے تقاضوں کو ترک کرنے اور معصیت سے اجتناب کرنے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے گا تو

marfat.com

اللہ اس کے لیے اس جہاد کی راہوں کو آسان کر دے گا۔

حافظ ابونعیم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ عزوجل کی ذات میں (یعنی اس کی رضا کے لیے) اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرو۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۲۴۹ قدیم ج ۲ص ۲۸۲ رقم الحدیث: ۲۲۲۳ جدید)

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۱ مسند احمد ج ۶ص ۲۲_۲۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۲۴_۴۷۰۶، المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۸۰۳_۸۰۲ المستدرک ج ۲ص ۱۴۴_۷۲)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ نفس سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔ (احیاء العلوم ج ۲ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۴۹۳)

نفس کے جہاد سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے نفس پر قہر کر کے عبادات کی جائیں اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اجتناب کیا جائے' اور اس کو جہاد اکبر اس لیے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس سے جہاد نہیں کر سکے گا اس کے لیے خارجی دشمن سے جہاد کرنا ممکن نہیں ہوگا اور یہ کیوں کر ہو سکے گا کہ وہ دشمن جو اس کے دو پہلوؤں میں ہے اور وہ اس پر قاہر اور مسلط ہے' سو جب تک وہ باہر کے دشمن سے لڑنے کے لیے اس اندر کے دشمن سے جہاد نہیں کرے گا اس کے لیے خارجی دشمن سے جہاد ممکن نہیں ہوگا اور خارجی دشمن کے مقابلہ میں باطنی دشمن سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ص ۳۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کی زبان پر یہ حدیث مشہور ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے اور جہاد اکبر قلب سے جہاد کرنا ہے' حافظ ابن حجر نے تسدید القوس میں لکھا ہے کہ یہ ابراہیم بن عیلہ کا کلام ہے (یعنی حدیث نہیں ہے) عراقی نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے اس کو سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہو' صحابہ نے کہا اور جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بندہ کا اپنی خواہش سے جہاد کرنا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۴۹۳' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۵۲۷۶' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۱۰۷ حافظ سیوطی نے لکھا ہے یہ حدیث ضعیف ہے' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۲۶۰_۱۱۷۷۹' الدر المنتشرہ ص ۱۷۵' رقم الحدیث ۲۵۲' الاسرار المرفوعۃ ص ۱۲۷' رقم الحدیث: ۴۸۰' تذکرۃ الموضوعات ص ۱۹۱) اور لوگوں کی زبان پر یہ حدیث اس طرح مشہور ہے' ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ص ۴۲۵_۴۲۴' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

(۱۰) جو شخص اللہ کی رضا کے لیے' اس کے دیدار اور جنت کے حصول کے لیے محنت اور مشقت سے عبادت کرے ہم اس کے لیے جنت کی راہوں کو آسان کر دیتے ہیں اور اس کو جنت کے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں میں نے غور و فکر کر کے اس آیت کے دس محمل تلاش کیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے تلامذہ' میرے احباب اور میرے قارئین کے لیے یہ دس محامل مہیا فرما دے۔ (آمین)

marfat.com

محسنین کا معنی اور مصداق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک اللہ ضرور محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ ہے۔

محسنین کا لفظ احسان سے بنا ہے اور احسان کا مادہ حسن ہے' اور ہر اچھی اور مرغوب چیز میں حسن ہوتا ہے' اور اس کی تین قسمیں ہیں جو عقلاً حسین ہو جیسے دقائق اور معارف' قرآن اور حدیث کے نکات' عمدہ اجتہاد' کسی اعتراض کا مسکت جواب اور جو حسی طور پر حسین ہو جیسے لہلہاتے ہوئے کھیت اور مہکتے ہوئے باغات' خوب صورت چہرے اور بلند و بالا عمارتیں' اور جو نفسانی خواہش کے اعتبار سے حسین ہو جیسے کھانے پینے کی لذیذ او ر مرغوب چیزیں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے کی اجناس' قرآن مجید میں ان چیزوں پر زیادہ تر مستحسن کا اطلاق ہے جو بصیرت کے لحاظ سے مستحسن ہوں جیسے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ. جو لوگ غور سے بات سنتے ہیں پھر جو اچھی اور مستحسن بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ (الزمر: ۱۸)

یعنی جو بات معصیت اور اس کے شبہ سے بعید ہو اس پر عمل کرتے ہیں' حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان کی کیا علامت ہے؟ فرمایا جب تمہیں اپنی نیکی سے خوشی ہو اور برائی سے غم ہو تو تم مومن ہو' اس نے پوچھا یا رسول اللہ! اور گناہ کی کیا علامت ہے فرمایا جس چیز سے تمہیں شبہ ہو اور جو تمہارے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۲)

اور احسان کا اطلاق دو اعتبار سے کیا جاتا ہے ایک ہے کسی شخص پر انعام کرنا' اور دوسرا قول اور فعل کا عمدہ ہونا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ. (النحل: ۹۰) بے شک اللہ عدل کرنے اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

احسان کا درجہ عدل سے زیادہ ہے' عدل یہ ہے کہ کسی کا حق ادا کر دیا جائے اور اپنا حق وصول کر لیا جائے اور احسان یہ ہے کہ حق سے زائد دیا جائے اور اپنے حق سے کم لیا جائے' عدل کرنا واجب ہے اور احسان کرنا مستحب ہے' اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کو ادا کرنا عدل ہے اور فرائض اور واجبات کے علاوہ سنن اور نوافل کو ادا کرنا احسان ہے اور فرائض اور واجبات کو عمدگی سے ادا کرنے والے اور ان کے علاوہ سنن اور نوافل کو بھی عمدگی سے ادا کرنے والے محسنین ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۵۶۔۱۵۵' ملخصاً موضحاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۔۹۔۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴)

اس حدیث کے اعتبار سے محسنین وہ ہیں جو حسن الوہیت کی تجلیات میں اس طرح ڈوب کر نماز پڑھتے ہیں گویا کہ وہ اس کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ ایک انصاری صحابی نماز پڑھ رہے تھے' نماز میں ایک کافر نے ان پر تاک کر تیر مارے' خون بہتا رہا اور وہ نماز میں منہمک رہے' ان کو پتا بھی نہ چلا (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۹۸) امام بخاری کو نماز میں بھڑ نے ستر ڈنک لگائے اور نماز سے ان کی توجہ نہ ہٹی (ہدی الساری ص ۶۶۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت) امام اعظم نماز پڑھ رہے تھے' مسجد کی چھت سے سانپ گر پڑا' لوگ نکل کر بھاگ گئے اور وہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے (تفسیر کبیر' ج ۱ ص ۲۱۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی) اسی طرح غوث اعظم رضی

marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے' سانپ چھت سے گرا اور آپ کے جسم پر رینگنے لگا اس کی دہشت سے سب اہل مجلس بھاگ گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اطمینان وسکون میں کوئی فرق نہیں آیا (قلائد الجواہر ص ۲۴' مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر) یہ کامل درجہ کے محسنین ہیں' اور عام محسنین وہ ہیں جو نماز کم از کم اس یقین سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے' اور جب مجرم کو علم ہو کہ وہ حاکم کی بارگاہ میں کھڑا ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہے تو وہ اس کے جلال اور ہیبت سے کس قدر لرزہ براندام ہوگا اور خوف سے کانپ رہا ہوگا اسی طرح اللہ سے ڈرتے ہوئے وہ خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے تو یہ عام محسنین کا مقام ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ احسان کا معنی ہے اخلاص' یعنی محسنین وہ ہیں جو اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں وہ صرف اس نیت سے عبادت کریں کہ وہ صرف اللہ عزوجل کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور ان کا مطلوب اور ان کی غرض صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

احسان کا ایک معنی یہ ہے کہ کسی بھی عبادت کو اس کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ بجا لانا اور اس عبادت میں کسی طور سے بھی کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ عمل نہ آنے دینا' اس لحاظ سے محسنین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو ان کی شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کریں اور کسی طور سے بھی ان میں مکروہ پہلو نہ آنے دیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ محسنین وہ ہیں (۱) جو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کے علاوہ سنن' مستحبات اور نوافل کو بھی ادا کریں (۲) جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو عمدگی سے ادا کریں (۳) جو حسن الوہیت میں ڈوب کر عبادت کریں (۴) جو بہت ادب' احترام' خضوع' خشوع اور خوف خدا سے لرزتے ہوئے اس کی عبادت کریں (۵) جو اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (۶) جو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کریں اور ان میں کوئی مکروہ عمل نہ آنے دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ محسنین کے ساتھ ہے' اس کا معنی ہے وہ دنیا میں ان کی نصرت اور اعانت فرماتا ہے اور ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے' اور آخرت میں ان کی مغفرت فرمائے گا' ان کو اپنے فضل سے اجر و ثواب' جنت' اپنا دیدار اور اپنی رضا عطا فرمائے گا۔

سورۃ العنکبوت کا اختتام

آج بہ روز جمعرات مورخہ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ/ ۱۸ جولائی ۲۰۰۲ء بعد نماز فجر سورۃ العنکبوت کی تفسیر مکمل ہو گئی فالحمد للہ رب العلمین' ۲۳ جون ۲۰۰۲ کو اس سورت کی تفسیر کی ابتدا کی تھی' اس طرح چھبیس دنوں میں اس کی تفسیر اختتام کو پہنچ گئی۔

الٰہ العلمین! اس تفسیر کے لکھنے میں مجھ سے جو کوئی لغزش اور کوتاہی ہو گئی ہو اس کو معاف فرمانا اور اس کی اصلاح کی توفیق دینا' اور آئندہ کے لیے سہو اور نسیان سے محفوظ رکھنا' موافقین کے لیے اس کو استقامت اور مخالفین کے لیے ہدایت کا سبب بنا دینا اور محض اپنے فضل سے اس کو قبول فرمالینا' جس طرح محض اپنے کرم سے یہاں تک تفسیر لکھوا دی ہے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی محض اپنے فضل سے مکمل کرا دینا' تا حیات اسلام پر قائم رکھنا' عزت اور کرامت سے ایمان پر خاتمہ فرمانا' سکرات موت کو آسان فرمانا' مرنے سے پہلے اپنے حبیب اور میرے مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام کرنا اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمانا' دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور ہر عذاب سے محفوظ رکھنا اور دارین کی سعادتوں سے نوازنا' جنت الفردوس' اپنا دیدار اور اپنی رضا عطا فرمانا۔

آمین یا رب العلمین بجاہ نبیک سیدنا محمد خاتم النبیین ' قائد المرسلین ' شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین وعلی اصحابہ الراشدین وعلی ازواجہ امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین.

marfat.com

سُوْرَةُ الرُّوْمِ

(۳۰)

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ

(۳۱)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورة الرّوم

سورت کا نام

اس سورت کا نام الرّوم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عہد میں اس سورت کا یہی نام تھا، اور یہ نام اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے:

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ (الروم: ۳۔۱)

الف، لام، میم ○ رومی مغلوب ہو چکے ہیں ○ قریب کی سر زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے۔

اس سورت کا نام روم اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت کے شروع میں یہ خبر دی گئی ہے کہ رومی مجوسیوں سے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سالوں میں مجوسیوں پر غالب آ جائیں گے، اور یہ قرآن مجید کے عظم معجزات میں سے ہے کہ اس نے رومیوں کی فتح کی پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی، جب کہ ظاہر حالات کے اعتبار سے رومیوں کا مجوسیوں پر غالب آنا بہت مشکل اور مستبعد تھا، اور پھر وہی ہوا جس کی قرآن مجید نے پیش گوئی کی تھی اور یہ اسلام کی صداقت پر بہت قوی دلیل ہو گئی۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور جس طرح بالعموم مکی سورتوں کا موضوع عقائد اسلام کا بیان ہوتا ہے اس سورت کا موضوع بھی توحید، رسالت، حیات بعد الموت، قیامت اور جزاء اور سزا پر دلائل قائم کرنا ہے۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۰ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۴ ہے یہ سورت الانشقاق کے بعد اور العنکبوت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد ساتویں سال میں ہی رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے، اسی سال ۲ھ میں مسلمانوں نے جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے خلاف فتح حاصل کی تھی، اور بعض روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے دن ۶ھ میں رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد نویں سال میں رومیوں نے ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل کی تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۔۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سورة الرّوم کے متعلق احادیث

امام ابن الضریس، امام النحاس، امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۃ روم مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

marfat.com

امام بزار نے اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورت روم
پڑھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور امام احمد اور ابن القانع نے ابوروح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورت روم پڑھی' اور اس کے پڑھنے میں آپ کو کچھ تردد ہوا' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا جو لوگ اچھی طرح وضو کیے بغیر نماز پڑھنے آتے ہیں ان کی وجہ سے ہمیں نماز میں اشتباہ ہو جاتا ہے' جو شخص نماز پڑھنے آئے تو وہ اچھی طرح وضو کر کے آئے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۳۲۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ الرّوم کی سورۃ العنکبوت سے مناسبت

(۱) سورۃ العنکبوت اور سورۃ الرّوم دونوں کو الٓمّٓ سے شروع کیا گیا ہے اور ان حروف مقطعات کے بعد ان دونوں سورتوں میں قرآن' کتاب اور تنزیل کا ذکر نہیں کیا گیا' ورنہ سورت القلم کے علاوہ ہر سورت میں حروف مقطعات کے بعد قرآن' کتاب اور تنزیل میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) سورۃ العنکبوت کا اختتام جہاد کے ذکر پر ہوا ہے والذین جاھدوا فینا' اور سورۃ الرّوم کی ابتداء غلبہ اور نصرت کے ذکر سے کی گئی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) سورۃ العنکبوت میں اجمالی طور پر توحید پر دلائل بیان کیے گئے تھے اور اس سورت میں توحید پر دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الرّوم کے مشمولات

(۱) سورت الرّوم کو غیب کی خبر اور قرآن مجید کی پیش گوئی سے شروع کیا گیا ہے کہ رومی' ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے' یہ پیش گوئی پوری ہوگئی اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت پر زبردست دلیل ہے۔

(۲) پھر الرّوم: ۹۔۸ میں توحید پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

(۳) اس کے بعد الرّوم ۱۲۔۱۱ میں قیامت' حیات بعد الموت اور حشر ونشر پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

(۵) یہ بتایا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو شخص اسلام پر قائم رہے گا وہ فطرت پر قائم رہے گا اور جو شخص اسلام سے انحراف کرے گا وہ فطرت سے انحراف کرے گا۔

(۶) ان نیک خصال کا بیان فرمایا ہے جن کی اسلام دعوت دیتا ہے اور ان بری خصال کا ذکر فرمایا ہے جو مشرکین کا خواص ہیں۔

(۷) بعث بعد الموت کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

سورۃ الرّوم کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے ہیں' الٰہ العٰلمین! اے رب کریم! مجھے ان امور پر مطلع فرمانا جو حق اور صواب ہوں اور ان ہی کو لکھوانا' اور جو امور غلط اور باطل ہیں ان کے بطلان کو مجھ پر منکشف کرنا اور ان کا مجھ سے رد کرا دینا۔

آمین یا رب العلمین بجاہ نبیک سیدنا محمد سید المرسلین خاتم النبیین'

marfat.com

قائد الغر المحجلین وعلی اصحابه الراشدین وعلی آله الطیبین وعلی ازواجه امھات المومنین وعلی اولیاء امته وعلماء ملته اجمعین.

غلام رسول سعیدی
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸
۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ/ ۱۹ جولائی ۲۰۰۲ء
فون: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

سورۃ الروم مکیۃ ۳۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایاتہا ۶۰ رکوعاتہا ۶

سورۃ الروم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○ اس میں ساٹھ آیات' چھ رکوع ہیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

الف لام میم ○ رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے ○ قریب کی سرزمین میں' اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد

غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ

عنقریب دوبارہ غالب ہوں گے ○ چند سالوں میں' پہلے (بھی) اور بعد (بھی) حکم اللہ ہی

قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ

کو زیبا ہے اور اس دن مومنین خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے'

یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ

وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے' اور وہ بہت غالب بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے' اللہ اپنے

اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ یَعْلَمُوْنَ

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ وہ ظاہری دنیاوی

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

زندگی کا علم رکھتے ہیں اور وہ آخرت سے وہی "غافل" ہیں ○

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کیا وہ اپنے نفسوں میں (اس پر) غور نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو

وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ

اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ اور مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے' اور بے شک اکثر لوگ

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا

اپنے رب سے ملاقات کے ضرور منکر ہیں ○ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا' پس

marfat.com

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ قوت والے تھے

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ

اور انہوں نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو آباد کیا' اور انہوں نے زمین کو ان سے زیادہ

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

آباد کیا تھا' ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے' تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود

يَظْلِمُوْنَ ۙ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ

اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا' کیونکہ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

رکوع ۱

وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام میم ○ رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے ○ قریب کی سرزمین میں' اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے ○ چند سالوں میں' پہلے (بھی) اور بعد (بھی) حکم اللہ ہی کو زیبا ہے اور اس دن مؤمنین خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے' وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے' اور وہ بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے' اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ وہ ظاہری دنیاوی زندگی کا علم رکھتے ہیں اور وہ آخرت سے وہی غافل ہیں ○ (الروم: ۷۔۱)

رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی کی احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الروم: ۳ کی تفسیر میں فرمایا: مشرکین یہ پسند کرتے تھے کہ اہل فارس (ایرانی جو کہ آتش پرست تھے) اہل روم (عیسائی جو کہ الوہیت' رسالت اور آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے تھے) پر غلبہ پالیں' کیونکہ مشرکین اور ایرانی دونوں بت پرست تھے' اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومی' ایرانیوں پر غالب آجائیں کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے' مسلمانوں نے اس بات کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا' حضرت ابوبکر نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا عنقریب رومی غالب آجائیں گے' حضرت ابوبکر نے اس بات کا مشرکین سے ذکر کیا' مشرکین نے کہا آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کرلیں' اگر ہم غالب ہو گئے تو ہمیں اتنی اور اتنی چیزیں مل جائیں گی اور اگر تم غالب ہو گئے تو تمہیں اتنی اور اتنی چیزیں مل جائیں گی' حضرت ابوبکر نے پانچ سال کی مدت مقرر کرلی' اور پانچ سال میں

marfat.com

رومی ایرانیوں پر غلبہ نہ پا سکے' حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا تم نے اتنی کم مدت کیوں مقرر کی! (قرآن مجید نے فرمایا وہ بضع سنین میں غلبہ پائیں گے اور بضع سنین کا اطلاق تین سے نو سال تک پر ہوتا ہے) پھر اس کے بعد رومی غلبہ پا گئے ۔ سفیان نے کہا میں نے سنا ہے کہ غزوہ بدر کے دن رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ پایا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۶' التاریخ الکبیر للبخاری رقم الحدیث: ۲۶۲۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۳۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۱۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۳۱۔۳۳۰)

نیار بن مکرم الاسلمی روایت کرتے ہیں جس زمانہ میں سورۃ الروم کی ابتدائی چار آیات نازل ہوئیں' اس زمانہ میں ایرانی رومیوں پر غالب تھے' اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ایرانیوں پر رومیوں کا تسلط اور غلبہ ہو' کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے اور اسی کے متعلق یہ آیت ہے: اس دن مومنین خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے' وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے' اور وہ بہت غالب' بے حد مدد فرمانے والا ہے ○ (الروم: ۵۔۴) اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانیوں کا رومیوں پر غلبہ ہو' کیونکہ قریش اور ایرانی دونوں آسمانی کتاب کو نہیں مانتے تھے' اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان رکھتے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا تو صبح کو حضرت ابوبکر مکہ کے اطراف میں گئے اور بلند آواز سے سورۃ الروم کی ابتدائی چار آیتیں پڑھنے لگے' قریش کے لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے' تمہارے پیغمبر کا دعویٰ ہے کہ عنقریب رومی بضع سنین (چند سالوں) میں ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے' کیا ہم اس کے اوپر شرط نہ باندھ لیں' حضرت ابوبکر نے کہا کیوں نہیں! اور یہ شرط باندھنے اور جواء کھیلنے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ تھا' پس حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط باندھی اور مشرکین نے حضرت ابوبکر سے کہا بضع سنین کا اطلاق تین سال سے نو سال تک پر ہوتا ہے تم اس کی ایک متوسط مدت کو اختیار کر لو کہ اتنے سال میں رومی ایرانیوں پر غالب ہوں گے' پھر انہوں نے چھ سال مدت مقرر کر لی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ آئے' تو مشرکین نے حضرت ابوبکر کی شرط جیت لی' پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب ہو گئے' اور مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی مذمت کی کہ انہوں نے چھ سال کیوں مقرر کیے' اللہ تعالیٰ نے تو بضع سنین میں رومیوں کے غلبہ کی خبر دی تھی اور اس کا اطلاق نو سال تک پر ہوتا ہے اس موقع پر بہت لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۷۔۱۶۶' الاسماء والصفات للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۴)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ روم اور فارس (ایران) نے قریب کی سرزمین میں ایک دوسرے سے قتال کیا (قریب کی سرزمین سے مراد شام اور اس کے اطراف کے علاقہ یعنی اردن اور فلسطین وغیرہ مراد ہیں جہاں عیسائیوں کی حکومت تھی) رومی مغلوب ہو گئے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں یہ خبر پہنچی تو ان پر یہ خبر بہت شاق گزری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ایران کے ان پڑھ مجوسی روم کے اہل کتاب پر غالب ہوں اور مکہ کے کافروں نے اس خبر سے بہت خوشیاں منائیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کہا' تم بھی اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں اور ہم امی اور ان پڑھ ہیں' اور ایران کے ہمارے مجوسی بھائی تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غلبہ پا گئے ہیں' اور بے شک اگر تم ہم سے قتال کرو گے تو ہم بھی تم پر غلبہ پا لیں گے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں: الف لام میم ○ رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے ○ قریب کی سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے ○ چند سالوں میں' پہلے (بھی) اور بعد (بھی) حکم اللہ ہی کو زیبا ہے اور اس دن مومنین خوش ہوں گے ○ الایات ۔ تب حضرت ابوبکر صدیق کفار کی طرف گئے اور ان سے کہا تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے بھائیوں نے ہمارے بھائیوں پر غلبہ پا لیا ہے'

marfat.com

خوشیاں نہ مناؤ' اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کو برقرار نہیں رکھے گا' اللہ کی قسم رومی ایرانیوں پر ضرور غلبہ پائیں گے' ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے' ابی بن خلف نے کھڑے ہو کر کہا اے ابوفضیل تم نے جھوٹ بولا۔ حضرت ابوبکر نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن تم زیادہ جھوٹے ہو' میں تم سے دس اونٹنیوں کی شرط لگاتا ہوں' تین سال کے بعد رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے' اگر رومی غالب آ گئے تو میں تم سے دس اونٹنیاں لوں گا ورنہ تم مجھے دس اونٹنیاں دینا' پھر حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی' آپ نے فرمایا میں نے اس طرح ذکر نہیں کیا تھا' بضع سنین کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے تم شرط میں اونٹنیوں کی تعداد بھی بڑھا دو اور مدت میں بھی اضافہ کر دو پھر حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے ملاقات کی' اس نے کہا کیا اب تم اپنی شرط پر پچھتا رہے ہو' حضرت ابوبکر نے کہا نہیں' بلکہ میں شرط اور مدت دونوں میں اضافہ کر رہا ہوں تم شرط سو اونٹنیوں کی باندھو اور مدت نو سال تک کر لو' ابی نے کہا میں نے کر دیا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۲۲۷' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۶۹۔ ۵۶۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۸۹)

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے لوٹے (۶ ہجری میں) تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے' اور مسلمان اپنی صلح سے بھی خوش ہوئے اور اہل کتاب کے مجوسیوں پر غلبہ سے بھی خوش ہوئے۔ (ایک قول یہ ہے کہ یہ غلبہ غزوہ بدر کے دن حاصل ہوا)

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۲۲۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۶۱' الکشف والبیان للثعلبی ج ۷ ص ۳۰۶' الدر المنثور ج ۶ ص ۴۲۴)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: الم غلبت الروم تو مشرکین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے نبی نے کیا کہا ہے' وہ کہتے ہیں کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا میرے نبی نے سچ کہا ہے' مشرکین نے کہا کیا تم اس پر شرط لگاؤ گے' پھر حضرت ابوبکر نے ایک مدت مقرر کر دی اور رومیوں کے غلبہ سے پہلے وہ مدت پوری ہو گئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ رنجیدہ ہوئے اور حضرت ابوبکر سے پوچھا تمہیں اس شرط پر کس نے برانگیختہ کیا' انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نے' آپ نے فرمایا ان سے پھر بات کرو اور شرط اور مدت دونوں میں اضافہ کر دو' حضرت ابوبکر نے مشرکین سے بات کی اور دوبارہ شرط لگائی' ابھی وہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے' حضرت ابوبکر اپنی جیت کی اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے' آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو' یہ سحت (حرام مال) ہے تو حضرت ابوبکر نے ان کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۵۸' الدر المنثور ج ۶ ص ۴۲۲)

جوئے میں جیتی ہوئی رقم کو صدقہ کرنے کے حکم پر اشکال کے جوابات

ان روایات میں یہ اختلاف ہے کہ رومیوں کو یہ غلبہ غزوہ بدر کے دن ۲ ھ میں حاصل ہوا تھا یا حدیبیہ کے دن ۶ ھ میں حاصل ہوا تھا' بہرحال یہ دونوں مسلمانوں کی فتح اور کامرانی کے دن تھے' بعض مفسرین نے غزوہ بدر کے دن کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اکثر مفسرین نے حدیبیہ کے دن کو ترجیح دی ہے۔ قاضی بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

حدیبیہ کے دن رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہوا اور حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف کے وارثوں سے اپنی شرط کی جیت کو وصول کر لیا اور ان اونٹنیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے تو آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو' اور اس سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ دارالحرب میں فاسد معاملات منعقد ہو جاتے ہیں اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ جوئے کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے اور یہ آیت آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے' کیونکہ اس میں غیب کی خبر ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۱۷۱' ۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

marfat.com

علامہ احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر چہ یہ واقعہ جوئے کو حرام قرار دینے کے بعد کا ہے لیکن یہ واقعہ مکہ میں ہوا ہے اور فتح مکہ سے پہلے' مکہ دارالحرب تھا
اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب میں عقودِ فاسدہ جائز ہیں جیسا کہ ان کے نزدیک دارالحرب میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں
اور حدیث میں جو جیتی ہوئی شرط کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کا بعض احادیث میں ذکر نہیں ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ
سحت (مال حرام) کو صدقہ کرنے کی کیا دلیل ہے اور جس چیز کا انسان مالک نہیں ہے اس کو صدقہ کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو ہم
کہیں گے کہ علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ مال حرام کو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاک چیزوں کو
قبول کرتا ہے' اور بعض علماء نے اس کو جائز کہا ہے اور اس میں بحث ہے کیونکہ کسی حرام مال کے مالک کا علم ہو تو وہ مال اصل
مالک کو لوٹا دینا چاہیے سو یہ مال ابی بن خلف کے وارثوں کو لوٹا دینا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے کسی اور
مصلحت کی وجہ سے اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہو' اگر یہ کہا جائے کہ یہ حربی کا مال ہے اور اس کا مال مباح ہوتا ہے حرام نہیں ہوتا
لہٰذا یہ مال حرام کا صدقہ نہیں ہو گا۔ اور ہمارے مذہب میں جب تک مال حرام دوسرے کے مال سے مخلوط نہ ہو جائے اس کا
صدقہ کرنا واجب نہیں ہے' اس کا جواب ہے کہ یہاں صدقہ کرنے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ مال حرام کو اپنے پاس رکھنے سے
بری ہوا جائے۔ (حاشیۃ الخفاجی علی البیضاوی ج ۷ ص ۲۷۳' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط میں جیتی ہوئی اونٹنیوں کے
متعلق فرمایا یہ مال حرام ہے اس کو صدقہ کر دو' اس پر یہ اشکال ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور خمر اور جوئے کو حرام قرار دینے کی آیت
قرآن مجید کے آخر میں نازل ہوئی ہے تو اس کو حرام فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ اور اگر جوئے کو حرام قرار دینے کے بعد آپ نے
اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو جب اس کے مالک (ابی بن خلف کے ورثاء) معلوم تھے اور موجود تھے اور ایسی صورت میں مال
اصل مالک کو لوٹا دیا جاتا ہے تو پھر صدقہ کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کے متعلق فرمایا یہ سحت ہے اور اس حدیث میں سحت کا معنی مال
حرام نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے وہ مال جو عار کا باعث ہو اور مروّت اور نیک نامی میں نقص اور خلل کا سبب ہو جیسا کہ آپ نے
فرمایا فصد لگانے کا کسب سحت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ کسب حلال نہیں ہے' اسی طرح آپ کا مطلب یہ تھا کہ جوئے
میں جیتا ہوا مال ہر چند کہ حلال ہے کیونکہ اس کا عقد دارالحرب میں ہوا ہے' اور یہ جوئے کی تحریم سے پہلے کا عقد ہے لیکن ابوبکر
کی نیک نامی اور ان کی شرافت کی جو شہرت ہے اس کے یہ منافی ہے کہ وہ جوئے میں جیتا ہوا مال اپنے پاس رکھیں۔
(روح المعانی جز ۲۱ ص ۲۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

زیر تفسیر آیات کے مسائل اور فوائد

علامہ منصور بن محمد التمیمی المروزی السمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ ھ لکھتے ہیں:

بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کرنے کا قصد کیا تو ان کے پاس ابی بن خلف آیا' اور ان سے
کہا کہ آپ اپنی اونٹنیوں پر کفیل فراہم کریں' تو حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو کفیل اور ضامن مقرر کیا' پھر
جب ابی بن خلف جنگ احد میں لڑنے گیا تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے اس سے کفیل کو طلب کیا تو ابی بن خلف نے اپنے بیٹے کو
اونٹنیاں ادا کرنے کا ضامن بنایا پھر جب رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تو حضرت ابوبکر نے وہ اونٹنیاں لے لیں۔

marfat.com

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے اس غیب کی خبر دی جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور بعد میں آپ کی خبر اور پیش گوئی کے مطابق پیش آیا۔ (تفسیر السمعانی ج ۴ ص ۱۹۷' مطبوعہ دار الوطن ریاض' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی ان آیات سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(۱) یہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور آپ کا معجزہ ہیں' کیونکہ ان آیات میں مستقبل کی ان خبروں کو بیان فرمایا جن کو علام الغیوب کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے باطل کے ذریعہ مال کھانے کو حرام کر دیا ہے' اور ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ جوا ہے۔ جوا اس عقد کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک فریق کو معین نفع اور دوسرے فریق کو معین نقصان لازم ہو مثلاً کوئی شخص دوسرے سے کہے اگر فلاں کام اس طرح ہو گیا تو تم مجھے سو روپے دو گے ورنہ میں تم کو دو سو روپے دوں گا' یہ ابتداء اسلام میں مروج تھا جیسا کہ اور کئی احکام حلال اور حرام کے بیان سے پہلے مروج تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تفصیل میں آیات نازل فرما دیں' اب صرف یہ جائز ہے کہ ایک شخص گھوڑے سواروں کا مقابلہ کرائے اور آگے نکلنے والے کے لیے کوئی انعام مقرر کر دے تاکہ مسلمانوں کو شہسواری کی مشق ہو' لیکن گھوڑے سواروں کا باہم شرط لگا کر مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ لوگ از خود اس شرط پر رقم لگائیں کہ فلاں گھوڑا آگے نکلے گا۔

(۳) ان آیات میں فرمایا ہے اس دن مومنین خوش ہوں گے' اللہ کی مدد سے' اگر مسلمان مشرکوں کے خلاف کامیابی پر خوش ہوں تو یہ بالکل ظاہر ہے' کیونکہ اس میں اسلام کی سربلندی اور دین کا غلبہ ہے' لیکن رومیوں کی کامیابی پر مسلمان اس وجہ سے خوش ہوئے تھے کہ رومی اہل کتاب تھے اور وہ بہر حال نبوت کے قائل تھے' اور ان کو اس قوم کے خلاف غلبہ حاصل ہوا تھا جو آسمانی کتاب اور نبوت کی منکر تھی اور چونکہ مسلمانوں اور رومیوں میں یہ قدر مشترک تھی اس وجہ سے مسلمان رومیوں کے غلبہ سے خوش ہوئے تھے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱۲ ص ۴۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہم نے لکھا ہے کہ قدیم مفسرین میں سے زیادہ تر کی رائے یہ ہے کہ رومی صلح حدیبیہ کے دن ۶ ہجری کو ایران پر غالب ہوئے لیکن بعض متاخرین نے لکھا ہے کہ ایرانیوں پر رومیوں کی فتح اور جنگ بدر میں مشرکین پر مسلمانوں کی فتح کا زمانہ ایک ہی تھا' اس لیے مسلمانوں کو دوہری خوشی حاصل ہوئی' یہی بات ایران اور روم کی تاریخوں سے بھی ثابت ہے ۶۲۴ء ہی وہ سال ہے جس میں جنگ بدر ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں قیصر روم نے زرتشت کا مولد تباہ کیا اور ایران کے سب سے بڑے آتش کدہ کو مسمار کر دیا۔

اللہ کے وعد اور وعید کا معنی اور ان کی خلاف ورزی کی تحقیق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کا وعدہ ہے' اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (الروم: ۶)

وعد کا معنی ہے کسی مفید اور نافع کام کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا اور وعید کا معنی ہے کسی مضر اور ہلاکت خیز کام کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا۔ یہ صرف رومیوں کی فتح کی خبر میں منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس چیز کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور جس چیز کے وقوع کی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرتا' کیونکہ کسی چیز کا خبر کے خلاف واقع ہونا کذب ہے اور اللہ سبحانہ پر کذب محال ہے۔

marfat.com

وعدہ کی خلاف ورزی کرنا بالاتفاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے کیونکہ کسی شخص سے انعام کا وعدہ کرنا اور پھر اس کو انعام نہ دینا' باعث ملامت ہے اور نقص اور عیب ہے سو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے کہ وہ کسی شخص سے انعام اور اکرام یا اجر وثواب کا وعدہ فرمائے اور اس کو اجر وثواب نہ دے۔ اور وعید کے خلاف کرنے کو کرم اور رحم سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص کہے اگر تم نے چوری کی تو میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گا' پھر جب وہ چوری کرے تو وہ شخص اس کو معاف کر دے اور اس کو سزا نہ دے تو اس کو کرم اور رحم کہا جاتا ہے اور یہ باعث ملامت نہیں ہے بلکہ لائق تحسین ہے' سو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کفر اور شرک پر جس دائمی عذاب اور سزا کی خبر دی ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا اس پر مسلمانوں پر اتفاق ہے' لیکن گنہ گار مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جس سزا کی خبر دی ہے ان میں سے اللہ تعالیٰ بعض گناہگار مسلمانوں کو معاف کر دے گا اور ان کو سزا نہیں دے گا اور یہ اس کا کرم ہوگا' اور گنہ گار مسلمانوں کو اس کا سزا نہ دینا اس کی وعید کی صرف ظاہری اور صوری خلاف ورزی ہے حقیقی خلاف ورزی نہیں ہے' کیونکہ جو بھی وعید کی آیتیں ہیں ان میں یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر میں چاہوں یا اگر میں معاف نہ کروں (تو سزا دوں گا) مثلاً سود کھانے پر زکوٰۃ نہ دینے پر' نماز نہ پڑھنے پر اور جھوٹ بولنے پر قرآن مجید میں وعید کی آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کاموں پر سزا کی خبر سنائی ہے مگر ان تمام سزاؤں میں یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر میں چاہوں (تو یہ سزا دوں گا) یا اگر میں معاف نہ کروں (تو یہ سزا دوں گا) اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جن گنہ گار مسلمانوں کو معاف کر دے گا وہ اس کی وعید کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اور اس کو کذب یا جھوٹ نہیں کہا جائے گا' او یہ قید اس لیے ملحوظ ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ یہ آیت ہے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء المائدہ: ۱۸ وہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' اور متعدد آیات میں مسلمانوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور کتنی ہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور کتنی ہی آیات میں فرمایا ہے کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' بے شک وہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

سو اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کی سزا کو معاف نہ فرمائے تو ایسی تمام آیات کا خلاف لازم آئے گا' اس لیے مسلمانوں کی وعید کی تمام آیات میں یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر اللہ معاف نہ فرمائے یا اگر اللہ ان کو سزا دینا چاہے تو ان کو سزا ملے گی ورنہ نہیں' اور اس قید کو صراحۃً ذکر نہیں فرمایا تاکہ مسلمان معصیت کے ارتکاب پر دلیر نہ ہو جائیں' اور جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معاف فرمائے گا تو یہ ظاہری اور صوری طور پر آیات وعید کے خلاف ہوگا حقیقی طور پر آیات وعید کی خلاف ورزی نہیں ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

ہم نے جو یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کی آیات وعید کی بہ ظاہر خلاف ورزی ہوگی' اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار کی آیات وعید کی مطلقاً خلاف ورزی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کفر وشرک کو مطلقاً معاف نہیں فرمائے گا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے وعد کی خلاف ورزی کرنا مطلقاً محال ہے اور گناہ گار مسلمانوں کی آیات وعید کی ظاہری اور صوری طور

marfat.com

پر مخالفت فرمائے گا اور اس کی حقیقی خلاف ورزی کرنا محال ہے' اور کفار کی جو آیات وعید ہیں ان کی خلاف ورزی مطلقاً محال ہے۔

دنیا دار لوگوں اور دین دار لوگوں کی سوچ اور فکر کا فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ظاہری دنیاوی زندگی کا علم رکھتے ہیں' اور وہ آخرت سے وہی غافل ہیں O (الروم: ۷)
یعنی اکثر لوگ کفار ہیں اور ان کو صرف دنیا کا علم ہے اور ان کو دنیا کا علم بھی کامل نہیں ہے' ان کو دنیا کا علم صرف ظاہری ہے' وہ دنیا کی رنگینیوں' اس کی زیبائشوں' اس کی لذتوں اور دنیا میں کھیل کود کی انواع اور تجارت اور حصول آمدنی کے ذرائع اور عیش وعشرت کی اقسام کا علم رکھتے ہیں اور وہ دنیا کے باطن کو نہیں جانتے' دنیا میں مستغرق ہونے کے ضرر کو اور دنیاوی عیش و عشرت' شکوہ اور سلطنت کے وبال کو نہیں جانتے وہ دنیا کی فنا سے غافل ہیں اور اس وجہ سے وہ آخرت اور قیامت اور مرنے کے بعد دوسری زندگی کے بھی منکر ہیں۔

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ دنیا داروں میں سے لوگوں کو کوئی سکہ دیا جائے تو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا ہے اور اس میں کوئی خطا نہیں کرتے۔

ضحاک نے کہا دنیا دار اپنے محلات (بنگلوں اور کوٹھیوں) کے بنانے کے طریقوں کو' نہریں نکالنے کو اور فصلوں اور باغات اگانے اور ان کی کاشت کے طریقوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اکثر لوگ نہیں جانتے اس کا محمل ہے وہ امور دین کو نہیں جانتے اور اس آیت میں فرمایا ہے وہ جانتے ہیں اور اس کا محمل بیان فرما دیا ہے' وہ ظاہری دنیاوی امور کو جانتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا اور یہی لوگ غافل ہیں یعنی یہ لوگ دنیا کے ظاہری امور میں اس قدر زیادہ مستغرق اور منہمک رہتے ہیں کہ انہیں قیامت کا' مرنے کے بعد اٹھنے کا اور آخرت کا اور جزاء اور سزا کا کوئی خیال نہیں آتا' اور یہ تو حیوانوں کی زندگی ہے جو صرف دنیا کی ظاہری چیزوں میں مشغول رہتے ہیں اور انہیں آخرت کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔

دنیا دار لوگ صرف ظاہری چیزوں اور ظاہری کاموں میں مشغول رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کے اسرار منکشف نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر اللہ عزوجل کے دیدار اور اس سے ملاقات کے شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت انہیں دنیا کے معاملات اور دنیا کے کاموں کی تدبیر اور اس کے حصول کے منصوبوں اور طریقوں سے غافل کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ اپنے نفسوں میں (اس پر) غور نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ ہی مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے' اور بے شک اکثر لوگ اپنے رب سے ملاقات کے ضرور منکر ہیں O کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا پس وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ قوت والے تھے' انہوں نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو آباد کیا اور انہوں نے زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا تھا' ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے' تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے O پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا' کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے O (الروم: ۱۰۔۸)

انسان کے اپنے نفس اور خارجی کائنات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے الروم: ۸ میں توحید اور حشر پر دلیل قائم کی ہے' اور یہ دلیل دو اعتبار سے قائم کی ہے ایک انسان کے اپنے نفس کے اعتبار سے اور دوسری دلیل خارج کے اعتبار سے قائم فرمائی ہے' انسان کے اپنے نفس میں اور اس کے جسم کے اندر ایسے شواہد موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور حشر پر دلالت کرتے ہیں۔ انسان اپنے جسم کے اندر غور کرے' اس

marfat.com

کے جسم میں معدہ ہے' معدہ کے اوپر ایک منفذ ہے اور معدہ کے نیچے بھی ایک منفذ ہے' اوپر والے منفذ سے غذا معدہ کے اندر داخل ہوتی ہے' اور اس وقت نیچے والے منفذ کا منہ بند ہو جاتا ہے' پھر جب غذا معدہ میں حاصل ہو جاتی ہے تو معدہ اس میں ہضم کا عمل کرتا ہے اور غذا کو پیتا ہے' اور اس کا جوہر مصفی جگر کی طرف روانہ کر دیتا ہے اور جو تلچھٹ اور فضلہ رہ جاتا ہے وہ نچلے منفذ سے بڑی آنت کی طرف روانہ کر دیتا ہے' پھر جگر میں اس کا دوسرا ہضم ہوتا ہے' جگر اس غذا کے جوہر مصفی کو خون کی شکل میں منتقل کرتا ہے اور اس کے تلچھٹ کو گردوں کی طرف روانہ کرتا ہے جس میں کچھ خون بھی ہوتا ہے اور خون کو بڑی رگوں کی طرف روانہ کرتا ہے' پھر گردے عمل کرتے ہیں اور خون کو باریک رگوں کی طرف بھیجتے ہیں اور خالص پانی کو مثانہ کی طرف روانہ کر دیتے ہیں' معدہ کے منہ پر ایک غدود بنا ہوا ہے جس کو لبلبہ کہتے ہیں اس سے ایک سیال مادہ خارج ہوتا رہتا ہے جس کو انسولین کہتے ہیں خون میں جو ضرورت سے زیادہ شکر ہوتی ہے وہ اس سیال مادہ سے جل جاتی ہے' اگر لبلبہ کمزور ہو تو یہ سیال مادہ کم مقدار میں خارج ہوتا ہے اور خون میں شکر کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور اس سے ذیابیطس کا مرض ہو جاتا ہے۔

تمام انسانوں کے جسموں میں یہ واحد نظام ہے جو غذا کو خون اور گلوکوز کی شکل میں تبدیل کرتا ہے' اور اسی خون اور گلوکوز سے انسان کی اور اس کے تمام اعضاء کی حسب ضرورت نشو ونما ہوتی رہتی ہے اور اسی خون سے اس میں حرارت قائم رہتی ہے اور اس میں حرکت کرنے کی توانائی برقرار رہتی ہے' اور تمام انسانوں میں اس نظام کا واحد ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا خالق بھی واحد ہے' کیونکہ اگر انسان کی بقا اور اس کی نشو ونما کے خالق متعدد ہوتے تو وہ اس کی بقاء اور نشو ونما کے اپنے اپنے حساب سے اسباب بناتے' لیکن جب انسان اپنے اندر دیکھتا ہے تو اس کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک اس کی بقاء اور اس کی نشو ونما کا ایک ہی نظام ہے جس کے ذریعہ اس کی کھائی ہوئی غذا ہضم کے مراحل طے کر کے خون اور گلوکوز میں تبدیل ہوتی ہے اور تا حیات اس نظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی ایک نظام اس کو زندہ اور متحرک رکھتا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ اس نظام کو بنانے والا بھی ایک ہے' اس کے متعدد خالق نہیں ہیں سو جب انسان اپنے اندر غور وفکر کرے تو وہ نظام واحد کے تحت جی رہا ہے اسی طرح جب وہ اپنے نفس سے خارج اور باہر دیکھے تو خارج اور باہر کی دنیا میں نظام واحد کارفرما ہے جس طرح اس کے اندر غذا کو خون بنانے کا نظام واحد ہے اسی طرح اس کے باہر اس غذا کے حصول کا نظام بھی واحد ہے' مٹی میں بیج ڈالا جاتا ہے پھر پانی' ہوا' سورج کی شعاعیں اور چاند کی کرنیں اس بیج کو غذا کی شکل میں ڈھالنے کے لیے اپنا اپنا رول ادا کرتی ہیں۔ اور اس بکھری ہوئی اور پھیلی ہوئی عظیم کائنات میں ایک نظام جاری ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کا خالق بھی واحد ہے سو انسان اپنے اندر دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی توحید نظر آتی ہے اور اپنے باہر دیکھے تو اس کی توحید دکھائی دیتی ہے اسی لیے فرمایا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ. (حٰم السجدہ: ۵۳) عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں اس کائنات میں اور ان کے اپنے نفسوں میں دکھائیں گے' حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ اللہ ہی برحق ہے۔

اور زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے: کیا وہ اپنے نفسوں میں اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ ہی مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الروم: ۸)

الروم: ۸ میں پہلے انسان کے اپنے نفسوں کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور پھر کائنات کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور حٰم السجدہ: ۵۳ میں پہلے کائنات کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور پھر انسان کے نفسوں کے دلائل کا ذکر کیا ہے' کیونکہ انسان کا اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کو جاننا کائنات کی معرفت حاصل کرنے اور اس کو جاننے سے زیادہ قریب ہے اور سورۃ الروم' سورۃ حٰم السجدہ

marfat.com

پر ترتیب مصحف میں مقدم ہے' اس لیے قریب کی دلیل کو پہلے ذکر کیا اور بعید کی دلیل کو بعد میں ذکر کیا۔

قیامت اور حشر و نشر پر دلائل

انسان اپنے جیسے اجسام کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی عمر طبعی پوری کر کے مر جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری کائنات بھی ایک دن فنا ہو جائے گی' پھر اگر انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان سے ان کے اعمال کا محاسبہ نہ کیا جائے اور ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کو جزاء اور سزا نہ دی جائے تو پھر لازم آئے گا کہ انسانوں کو پیدا کرنا محض عبث اور بے فائدہ تھا' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نیک عمل کریں یا نہ کریں اور بُرے کاموں کو ترک کریں یا نہ کریں' پھر اگر وہ انسانوں کے مرنے کے بعد ان سے یہ حساب نہ لے کہ انہوں نے نیک کام کیا ہے اور برے کام کو ترک کیا ہے یا نہیں تو پھر ان کو آزادی عمل کے اختیار دینے کا اور رسولوں کو نیک کاموں پر ثواب کی بشارت دینے اور برے کاموں پر عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ سارا سلسلہ عبث اور رائگاں ہوگا' نیز انسانوں کو نیک عمل کرنے کی ترغیب اور برے کاموں کو ترک کرنے کی تحریک اسی وقت ہوگی جب انہیں نیک کاموں پر کسی اجر اور ثواب کی توقع ہو اور برے کاموں پر کسی گرفت اور سزا کا خطرہ ہو اور یہ اسی وقت ہوگا جب انسان کا قیامت اور حشر و نشر اور جزاء اور سزا پر ایمان ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بعض انسان دوسرے انسانوں پر ساری عمر ظلم کرتے رہتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض انسان ساری عمر ظلم سہتے رہتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی' پس اگر اس جہان کے بعد اور کوئی جہان نہ ہو جہاں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کی جزا ملے اور ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزاء کے رہ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس جہان کے بعد کوئی اور جہان بھی ہو جہاں ظالم کو سزا اور مظلوم کو جزا ملے اور یہ عالم آخرت' حشر و نشر اور جزاء اور سزا کی دلیل ہے۔

اور وقوع قیامت پر دلیل یہ ہے کہ انسان کی نیکی یا بدی کا سلسلہ اس کی موت پر ختم نہیں ہو جاتا' انسان نے نیکی کے مظاہر اور مشاعر جو بنا دیئے ہیں جب تک وہ باقی رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے لکھے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا مثلاً ایک مسلمان نے کوئی مسجد بنا دی ہے' کوئی دینی لائبریری یا دینی مدرسہ بنا دیا ہے' کوئی ہسپتال بنا دیا ہے تو جب تک ان میں نیکی کے کام ہوتے رہیں گے اس کے اعمال نامہ میں نیکیوں کو لکھا جاتا رہے گا' اسی طرح اگر کسی انسان نے کوئی بت خانہ بنا دیا ہے' یا فحاشی کا کوئی اڈہ بنا دیا ہے تو جب تک ان میں گناہ ہوتے رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں گناہوں کو لکھا جاتا رہے گا' اور جب تک اس کا اعمال نامہ مکمل نہیں ہو جاتا اس کو جزا اور سزا نہیں ملے گی اور جب تک اس جہان میں کسی کی نیکی یا برائی کا ایک اثر بھی باقی ہوگا اس کا اعمال نامہ مکمل نہیں ہوگا' اس لیے تمام انسانوں کے اعمال ناموں کو مکمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس تمام جہان کو ختم کر دیا جائے اور اس تمام جہان کو ختم کر دینا ہی قیامت ہے' اس لیے ہر مظلوم کی دادرسی اور ہر ظالم کو سزا دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس جہان میں قیامت برپا کی جائے اور اس جہان کے بعد دوسرا جہان قائم کیا جائے۔

انبیاء کا انکار کرنے والے کفر کے مرتکب ہوئے اور عذاب دوزخ کے مستحق ہوئے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا' پس وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ قوت والے تھے' انہوں نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو آباد کیا اور انہوں نے زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا تھا' ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے O (الروم: ۹)

marfat.com

یعنی کیا اہل مکہ نے اپنی آنکھوں سے سفر کے دوران ان لوگوں کے آثار کو نہ دیکھا جو زمین میں ہل چلاتے تھے اور اہل مکہ سے زیادہ بلند عمارتیں بناتے تھے' رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے اور احکام شرعیہ لے کر آئے انہوں نے ان رسولوں کو نہیں مانا اور ان کے احکام کا انکار کیا' اور اللہ نے ایسا نہیں کیا کہ بغیر کسی رسول کو بھیجے اور بغیر دلائل قائم کیے اور ان کے کسی گناہ کے بغیر ان قوموں کو عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتا جس کو بہ ظاہر ظلم کہا جاتا (کیونکہ حقیقت میں اگر وہ اس طرح کرتا بھی تو یہ اس کا ظلم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک ہیں) لیکن وہ لوگ شرک اور نافرمانی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے ○ (الروم:۱۰)

اس آیت میں السوای فرمایا ہے یہ صیغہ فعلی کے وزن پر ہے اور اسوا کی تانیث ہے یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسم تفضیل نہیں ہے کیونکہ اس میں عیب کا معنی ہے اور جو لفظ افعل کے وزن پر ہو اور اس میں رنگ اور عیب کا معنی ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے۔ اس کا معنی برا اور قبیح ہے جس طرح حسنیٰ' احسن کی تانیث ہے یہ معنی اس کی ضد ہے' السَّوْء اسم مصدر ہے اس کا معنی ہے برا کام کرنا' بے جا سلوک کرنا' اور السُّوْء اسم جامد ہے اس کا معنی ہے برا الرجل السُّوء کا معنی ہے بدکار آدمی۔ اس آیت میں السُّوای کا معنی ہے شرک کرنا' کیونکہ وہ سب سے برا کام ہے' نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی' اللہ کی آیات سے مراد قرآن مجید ہے' یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور آپ کے معجزات ہیں یا خود آپ کی ذات مقدسہ مراد ہے' کفار مکہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے' آپ کا انکار کرتے تھے اور شرک کرتے تھے اور یہ سب سے برے کام ہیں اس وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے۔

پہلی آیت میں یہ بتایا کہ سابقہ امتیں اپنے نبیوں کا انکار کر کے کفر کی مرتکب ہوئیں اور عذاب کی مستحق ہوئیں اور اس آیت میں بتایا ہے کہ کفار مکہ بھی ان کی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے کفر کے مرتکب ہوئے اور دوزخ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

اللہ پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا' پھر تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اور جس دن

السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا

قیامت قائم ہو گی اس دن مجرمین مایوس ہو جائیں گے ○ اور ان کے مزعوم شرکاء میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

والا نہیں ہو گا اور وہ (خود) اپنے شرکاء کے منکر ہو جائیں گے ○ اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس دن لوگ منتشر

يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِىْ

ہو جائیں گے ○ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو

marfat.com

رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ

جنت میں خوش وخرم رکھا جائے گا O اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری ملاقات اور ہماری آیات

لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ

کی تکذیب کی تو ان (سب) کو عذاب میں پیش کیا جائے گا O پس شام

اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ

کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اور جب تم صبح کو اٹھو O اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

اور زمینوں میں اور پچھلے پہر اور دوپہر کو O وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط

اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے' اور زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے

۲ ع ۹ ۵ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

اور اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا' پھر تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرمین مایوس ہو جائیں گے O اور ان کے مزعوم شرکاء میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا اور وہ (خود) اپنے شرکاء کے منکر ہو جائیں گے O اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ منتشر ہو جائیں گے O (الروم: ۱۴۔۱۱)

قیامت کے دن مشرکین کے احوال اور ابلیس کے صیغہ کی تحقیق

عکرمہ نے بیان کیا کہ کفار اس پر تعجب کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا اس کو پہلی بار پیدا کرنے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۴۸۴)

دنیا میں پہلی بار اللہ تعالیٰ انسان کو نطفہ سے پیدا فرماتا ہے اور پھر آخرت میں اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا' اس کے بعد سب کو مخاطب کر کے فرمایا پھر حساب اور جزاء اور سزا کے لیے تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اس آیت میں حصر ہے یعنی تم کو کسی اور کی طرف نہیں پیش کیا جائے گا تم سب کو صرف اسی ایک احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرمین مایوس ہو جائیں گے O (الروم: ۱۲)

marfat.com

اس آیت میں مایوس ہونے کے لیے "یبلس" کا لفظ ہے: علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سخت خوف کے بعد جو غم طاری ہو اس کو ابلاس کہتے ہیں' اسی سے ابلیس ماخوذ ہے' کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے خلاف بہت دلائل قائم کر دیئے جاتے ہیں تو اس پر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور وہ حیران اور پریشان ہو کر بھول جاتا ہے کہ اس کو کیا کہنا ہے اور کیا نہیں کہنا ایسے موقع پر کہا جاتا ہے اَبْلَسَ فلان یعنی جب وہ اپنی حجت منقطع ہونے کے بعد خاموش ہو گیا۔ (المفردات ج ۱ ص ۶۷ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ راغب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابلیس بھی اسی سے ماخوذ ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابلیس منصرف ہوتا حالانکہ قرآن مجید میں ابلیس غیر منصرف ہے۔ اور اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ عجمی ہے اور علم ہے اور اگر اس کو عربی کہا جائے اور ابلاس سے مشتق مانا جائے تو پھر اس کا غیر منصرف ہونا شاذ ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا اور ان کے مزعوم شرکاء میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ الآیۃ (الروم: ۱۴۔۱۳)

قیامت کے دن بت مشرکین سے بے زاری کا اظہار کریں گے اور مشرکین بتوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے اور کہیں گے نہ یہ ہمارے خدا ہیں نہ یہ ہماری شفاعت کرنے والے ہیں' پھر مومنین اور کافرین الگ الگ ہو جائیں گے' جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا ہے:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ. (یٰس: ۵۹) اے مجرمو! آج (نیکوکاروں سے) الگ ہو جاؤ۔

اور یہ حالت ان کی مایوسی پر مترتب ہے گویا پہلے وہ مایوس ہوں گے' پھر ان کو نیکوکاروں سے الگ کھڑا کر کے ان سے مایوس کیا جائے گا پھر مومنوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور کافروں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' اور قیامت کا ذکر مکرر فرمایا ہے تاکہ لوگ قیامت سے ڈریں' کفار ایمان لے آئیں اور فساق برے عمل ترک کر کے نیک عمل کرنا شروع کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مومنین اور کافرین ایک دوسرے سے کس طرح الگ الگ ہوں گے۔

جنت میں سماع کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو جنت میں خوش وخرم رکھا جائے گا○ اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری ملاقات اور ہماری آیات کی تکذیب کی تو ان (سب) کو عذاب میں پیش کیا جائے گا○ (الروم: ۱۶۔۱۵)

قیامت کے دن لوگ منتشر ہوں گے یہ اجمال تھا اب اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ مومنوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور کافروں کو دوزخ میں۔

ان کو جنت میں خوش وخرم رکھا جائے گا اس کے لیے اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: فهم فی روضة یحبرون۔

ضحاک نے کہا الروضۃ کا معنی جنت ہے یعنی باغ اور اس کی جمع ریاض ہے یعنی جنان' بعض علماء نے کہا جو باغ اونچی جگہ پر ہو' اس کو الروضۃ کہتے ہیں' اور بعض علماء نے کہا جو باغ پست زمین پر بنا ہو اس کو الروضۃ کہتے ہیں' امام قشیری نے کہا جس تالاب کے اردگرد سبزہ ہو اس کو الروضۃ کہتے ہیں۔

ضحاک نے کہا یحبرون کا معنی ہے ان کی تعظیم اور تکریم کی جائے گی اور مجاہد اور قتادہ نے کہا ان کو نعمتیں دی جائیں گی السدی نے کہا وہ خوش اور مسرور ہوں گے' اور عرب کے نزدیک الحبرہ کے معنی فرح اور خوشی ہے' اسی طرح جوہری نے بھی کہا ہے۔

marfat.com

یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا وہ جنت میں سماع کریں گے' یعنی گانے کی آوازیں سنیں گے' اور جنت کے ہر درخت سے تسبیح اور تقدیس کے غنا کی آوازیں سنائی دیں گی' امام اوزاعی نے کہا اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیل سے زیادہ کسی کی حسین آواز نہیں ہے' اور جب وہ غنا شروع کرتے ہیں تو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی تسبیح اور نماز منقطع ہو جاتی ہے اور جنت کا ہر درخت ان کے غنا کو دہراتا ہے اور جنت کی حوریں بھی نغمہ سرا ہوتی ہے اور مزامیر بجاتی ہیں اور پرندے بھی خوش الحانی سے گاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی کرتا ہے اس نغمہ کو دہراؤ اور میرے ان بندوں کو سناؤ جنہوں نے دنیا میں اپنے کانوں کو مزامیر شیطان سے محفوظ رکھا تھا' تو وہ خوش الحانی اور روحانی آوازوں کے ساتھ نغمہ سرا ہوں گے اور حوروں اور فرشتوں کی آوازیں مل کر ایک ہو جائیں گی' پھر اللہ تعالیٰ حضرت داؤد سے فرمائے گا کہ آپ عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہو کر میری تمجید کریں اور وہ نہایت خوش گوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمجید کریں گے جس سے سننے والوں کی لذت دوبالا ہو جائے گی۔

(التذکرہ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ ج ۲ص ۳۱۶-۳۱۵' دارالبخاری المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۷ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۱۳' دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ' علامہ قرطبی نے اس روایت کو حکیم ترمذی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کا حال ہمیں معلوم نہیں)

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں' ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان میں اور زمین میں فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند اور افضل درجہ ہے' اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اور قیامت کے دن اسی پر عرش رکھا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۵ص ۳۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۱' المستدرک ج ۱ص ۸۰) یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! مجھے اچھی آوازیں پسند ہیں' کیا جنت میں اچھی آوازیں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں ایک درخت کی طرف وحی فرمائے گا! میرے وہ بندے جو میری عبادت اور میرے ذکر کی وجہ سے سارنگیوں اور مزامیر کو نہیں سنتے تھے ان کو سناؤ' پھر وہ درخت بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس میں اتنی خوش آوازی سے نغمہ سرا ہو گا کہ مخلوق نے اس طرح کا نغمہ اس سے پہلے نہیں سنا ہو گا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے' آپ نے جنت کا ذکر کیا اور جنت میں جو حوریں ہیں اور دوسری نعمتیں ہیں ان کا ذکر کیا' ایک اعرابی لوگوں میں سب سے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' اس نے گھٹنے کے بل کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا جنت میں سماع ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اے اعرابی جنت میں ایک دریا ہے اس کے دونوں کناروں پر خوب صورت لڑکیاں ہوں گی جو اس قدر خوش آوازی کے ساتھ گا رہی ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہو گی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو الدرداء سے پوچھا وہ کیا گا رہی ہوں گی؟ انہوں نے کہا یہ اہل جنت کی سب سے افضل نعمت ہو گی۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ جنت میں ایسے درخت ہیں جن پر چاندی کی گھنٹیاں لٹکی ہوئی ہیں' جب اہل جنت کو سماع کی خواہش ہو گی تو اللہ عزوجل عرش کے نیچے سے ایک ہوا بھیجے گا اور اس ہوا کے چلنے سے وہ گھنٹیاں بجنے لگیں گی اگر زمین والے ان کی آوازوں سے سن لیں تو وہ فرط مسرت اور وجد سے مر جائیں۔

سلمان کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے سوال کیا گیا آیا اہل جنت کے لیے سماع ہو گا؟ انہوں نے کہا ہاں ایک درخت ہے جس کی جڑ سونے کی ہے اور اس کے پتے چاندی کے ہیں اور اس کے پھل موتی' زمرد اور یاقوت ہیں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک

marfat.com

marfat.com

ہوا بھیجے گا جس سے وہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور کسی شخص نے اس سے زیادہ حسین آواز کبھی نہیں سنی ہو گی۔

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۹۷۔ ۲۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲

یہ تمام چیزیں نعمتوں سرور اور اکرام پر مشتمل ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدہ: ۱۷) کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھ کے لیے کیا نعمتیں چھپا کر رکھی ہیں یہ ان کے (نیک) اعمال کی ہے۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے میں ان کا خیال آیا ہے بلکہ یہ وہ ہیں جن کی میں نے تم کو اطلاع دی ہے اور جن کی میں نے تم کو اطلاع نہیں دی وہ اس بہت عظیم ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۲۸)

السجدة: ۱۷ اور اس حدیث سے جنت میں سماع کی نعمت کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (دنیا میں) غنا سنا وہ جنت میں اس کے سننے سے محروم رہے گا

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۸۷ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۴۲۷ یہ حدیث ضعیف

اور چونکہ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ ایک ضد کے بعد دوسری ضد بیان فرماتا ہے اس لیے قیامت کے دن مومن حال بیان کرنے کے بعد کافروں کا حال بیان فرمایا: اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری ملاقات اور ہماری آیا تکذیب کی تو ان (سب) کو عذاب میں پیش کیا جائے گا ۝ (الروم: ۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اور جب تم صبح کو اٹھو ۝ اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آ میں اور زمینوں میں اور پچھلے پہر اور دوپہر کو ۝ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے ۝ (الروم: ۱۹۔ ۱۷)

پانچ نمازوں کے اوقات

اس آیت میں مسلمانوں کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے اوقات کو بیان فرمایا مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت اس آیت کے اس حصہ میں ہے پس شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اور فجر کا وقت اس حصہ ہے۔ اور جب تم صبح کو اٹھو اور دوسری آیت میں فرمایا اور پچھلے پہر اس میں عصر کا وقت ہے اور فرمایا: اور دوپہر کو اس میں وقت ہے۔ اور دوسری آیت کے شروع میں جو فرمایا ہے: اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں یہ معترضہ ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۲۶۱ جز ۲۱ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس آیت کا معنی اس طرح ہے ان پانچ اوقات کی نمازوں میں اللہ سبحانہ کی تسبیح کرو نماز کو تسبیح سے اس لیے تعبیر فرما کہ تسبیح نماز کا جز ہے کیونکہ ثناء میں پڑھا جاتا ہے سبحانک اللھم اور رکوع میں پڑھا جاتا ہے سبحان ربی العظیم سجدہ میں پڑھا جاتا ہے سبحان ربی الاعلیٰ اور اس آیت میں کل پر جز کا اطلاق کیا گیا ہے اور کل کو جز کا نام دیا گیا ہے

marfat.com

قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی نماز پر تسبیح کا اطلاق کیا گیا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' آفتاب کے طلوع سے پہلے (نماز فجر میں) اور آفتاب کے غروب سے پہلے (نماز عصر میں) اور رات کے بعض اوقات میں (مغرب اور عشاء کی نمازوں میں) اور دن کے درمیانی کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے (ظہر کے وقت میں) تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

اور حدیث میں بھی نفل نماز پر سبحۃ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' جن کو میں بالکل ترک نہیں کرتا (۱) مجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کی وصیت کی ہے (۲) میں وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں (۳) اور یہ کہ میں سفر میں اور حضر میں تسبیحۃ الضحٰی (چاشت کی نماز) کو ترک نہ کروں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۷' ج ۶ ص ۴۵۱۔ ۴۴۰)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبحۃ (نفل نماز) کبھی بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ وفات سے ایک سال پہلے آپ سبحۃ (نفل نماز) کو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۵۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۵)

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری متوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح یہ آیت: وکذالک تخرجون تک پڑھی اس کی دن کی تقصیرات کی تلافی ہو جائے گی اور جس نے شام کو یہ آیت پڑھی اس کی رات کی تقصیرات کی تلافی ہو جائے گی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۷۶)

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد فرمایا: وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے ○ (الروم: ۱۹)

اس آیت میں بھی حشر و نشر پر دلیل ہے' جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرمائے گا' اس کی مزید تفسیر آل عمران: ۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم بشر

تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

ہو کر پھیلتے جا رہے ہو ○ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے

marfat.com

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ

تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ

بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور زمینوں کی پیدائش ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے، بے شک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن میں

وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

تمہاری نیند ہے اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے، بے شک اس میں غور سے سننے والوں کے لیے

يَّسْمَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ

ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید پر قائم رکھنے

يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

کے لیے بجلیوں کی چمک دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے پھر اس سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ

کرتا ہے، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں میں سے

تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ

یہ ہے کہ زمین اور آسمان اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب تم کو وہ زمین سے بلائے گا تو

مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

تو تم فوراً (قبروں سے) باہر نکل آؤ گے ○ اور آسمانوں اور زمینوں

marfat.com

وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

میں جو کچھ ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور سب اس کے اطاعت شعار ہیں O اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي

پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

سب سے بلند صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ اور بہت حکمت والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم بشر ہو کر پھیلتے جا رہے ہو O (الروم: ۲۰)

انسان اور بشر کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرمائے گا' اور اس رواں رکوع میں جتنی آیات ہیں ان سب میں بھی یہی دلائل دیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے بعد تمام مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور اس کے ساتھ یہ دلائل بھی ہیں کہ یہ پوری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ ہے نہ بہت سے خداؤں کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے بلکہ یہ کائنات اس خدائے واحد کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے' اس مطلوب پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کی پیدائش سے استدلال فرمایا ہے۔

اس نے ارشاد فرمایا کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس نے تم کو چلتا پھرتا بشر بنا کر کھڑا کر دیا' اور مٹی ایک بے جان عنصر ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے' جو چیزیں عناصر سے مرکب ہیں ان میں پہلا مرتبہ معدنیات کا ہے پھر نباتات ہیں' پھر حیوانات ہیں' اور اس کے بعد انسان اور بشر ہے' اللہ تعالیٰ نے معادن کی تمام خوبیاں نباتات میں رکھ دیں اور نباتات کے تمام خواص حیوان میں رکھ دیئے اور حیوانات کے تمام کمالات انسان میں رکھ دیئے' پھر انسان اور بشر کو حیوانات سے ایک زائد وصف عطا کیا اور وہ عقل سے ادراک کرنا ہے' پھر اس عظیم خالق کا یہ کتنا زبردست کمال ہے کہ اس نے بے جان اور ساکن مٹی سے ایک جیتا جاگتا متحرک انسان اور بشر بنا کر کھڑا کر دیا جو صرف حیوانات کی طرح چلنے پھرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ ملائکہ کی طرح غور و فکر کرنے والا ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے حالانکہ مٹی سے تو صرف حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا ہم کو تو اس نے نطفہ سے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ان آیات میں ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ O (المرسلات: ۲۰)
کیا ہم نے تم کو حقیر پانی (منی) سے نہیں پیدا کیا!

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ. (الحج: ۵)
سو ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر جمے ہوئے خون سے' پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی صورت اور شکل واضح

marfat.com

نبی ہو یا نہ نبی ہو۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ ہمارے باپ اور ہماری اصل حضرت آدم ہیں اور جب ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا گویا ہم سب کو مٹی سے پیدا کیا گیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم کو نطفہ سے پیدا کیا گیا اور نطفہ خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا خواہ سبزیوں پر مشتمل ہو خواہ گوشت پر اس کا مآل زمین کی مٹی ہے تو انجام کار ہمیں بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود کے اوپر اس کی ناف کی مٹی کو چھڑکا جاتا ہے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۹۵۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کے اوپر اس کی ناف کی اس مٹی کو چھڑکا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے اور جب اس کو اس کی ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس کو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا گیا تھا' حتیٰ کہ اسی مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے تھے اور اسی میں دفن کیے جائیں گے۔ (خطیب) (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۹۵۸۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۷۶۶_۳۲۶۷۳
فتاوی افریقہ رقم الحدیث ۱۰۰_۹۹' فردوس الاخبار رقم الحدیث: ۲۷۷۵_۶۴۸۶' اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۲۸۶_۲۸۳)

عطا خراسانی نے کہا فرشتہ انسان کی اس جگہ کی مٹی کو لاتا ہے جہاں اس کو دفن کیا جائے گا اور اس کو نطفہ پر چھڑکتا ہے اس نطفہ اور مٹی (کو گوندھ کر اس) سے اس انسان کو پیدا کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے اسی سے تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں تم کو (دفن کے وقت) لوٹائیں گے اور اسی سے (حشر کے دن) تم کو دوبارہ نکالیں گے۔ (طٰہٰ: ۵۵)
(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۶۵' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن حمید اور امام ابن منذر سے روایت کیا ہے' الدر المنثور ج ۵ ص ۱۳

اللہ تعالیٰ نے مٹی اور چند دیگر عناصر سے جیتا جاگتا اور چلتا پھرتا انسان بنا کر کھڑا کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے اندر شعور اور عقل کے ادراکات پیدا کیے' خیالات' احساسات اور جذبات پیدا کیے اور یہ چیزیں یعنی قوت نمو' احساس' حرکت بالارادہ اور عقل اور شعور' مٹی' پانی' ہوا اور آگ میں سے کسی عنصر میں بھی نہیں ہیں اور برس ہا برس سے انسان ان ہی خواص کے ساتھ پیدا ہوتا چلا آ رہا ہے' اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان صفات کے ساتھ انسان کی پیدائش محض ایک اتفاقی حادثہ ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کئی خداؤں کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے' کیونکہ متعدد موجد کسی ایک طریقہ پر متفق نہیں ہو سکتے ہزاروں برس سے انسان کی اس منضبط اور واحد طریقہ سے مسلسل پیدائش یہ بتاتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا بھی واحد ہے اس کی پیدائش کے طریقہ میں ہزاروں سال سے یہ نظم وضبط اور تسلسل نہ ہوتا' پھر کیا عقل یہ باور کرتی ہے کہ جو ہزاروں سال سے انسان اور بشر کو لگاتار ایک سرشت سے پیدا کر رہا ہے وہ اس کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی' بے شک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (الروم: ۲۱)

مردوں اور عورتوں کے متناسب جنسی تقاضوں اور ان کی متوازن ......

شرح پیدائش سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال

اس آیت میں فرمایا ہے اس نے تمہارے نفسوں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے' اس کا ایک محمل یہ ہے کہ حضرت

marfat.com

کے جسم سے حضرت حوا کو پیدا کر دیا' لیکن یہ محمل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ نشانی تمام انسانوں میں جاری نہیں ہوگی اس لیے اس کا صحیح محمل یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے' جس طرح فرمایا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۱۲۸) تحقیق تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول آ گئے' نیز اس کے بعد فرمایا تاکہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو' اور جب دو مختلف جنسوں کے افراد ہوں تو ان کا ایک دوسرے کی طرف میلان نہیں ہوتا اور وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل نہیں کر سکتے اور جب ایک جنس کے دو افراد ہوں تو وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کرتے ہیں' نیز فرمایا اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔

نسل انسانی کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ مرد عورت کی کشت میں تخم ریزی کرے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کے درمیان غیر معمولی محبت پیدا کر دی حالانکہ یہ عمل اس قدر حیاء سوز ہے کہ عام حالات میں انسان یہ عمل نہ کرتا' لیکن نسل انسانی کی افزائش کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اس قدر پرکشش بنا دیا ہے کہ انسان اس عمل کو ترک نہیں کر سکتا' اور مرد اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمدردی بھی رکھ دی یہی وجہ ہے کہ جب دونوں ضعیف ہو جاتے ہیں اور اس عمل کے قابل نہیں رہتے تو وہ ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

پھر جب عورت کے رحم میں نطفہ کا استقرار ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کمال ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ بہ تدریج نشوونما پاتا ہے اور نو ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے' اگر بالفرض مرد اور عورت کے اختلاط اور ملاپ کے فوراً بعد عورت کے پیٹ میں سات آٹھ پونڈ کا بچہ بن جاتا تو عورت کے لیے مشکل ہو جاتی اور وہ اس کو سہار نہ سکتی سو اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بچہ کی نشوونما کرتا ہے اور اس کا وزن بڑھاتا ہے حتیٰ کہ عورت کے لیے وہ وزن نامانوس نہیں ہوتا اور سہل اور آسان ہو جاتا ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ سخت گرمی کے بعد اچانک سخت سردی نہیں لاتا اور سخت سردی کے بعد فوراً سخت گرمی نہیں لاتا بلکہ موسم میں بہ تدریج تبدیلی لاتا ہے تاکہ انسان کا جسم موسم کے ساتھ مانوس ہو جائے اسی طرح اللہ عزوجل نے ماں کے پیٹ میں بچہ کو بھی نو ماہ میں مکمل کیا ہے تاکہ ماں اس کے وزن کے ساتھ بہ تدریج عادی اور ہم آہنگ ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے اس عالم کبیر کو بھی بہ تدریج چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے کہ ایک لفظ کن سے دفعۃً اس عالم کو پیدا کر دے' اور انسان عالم صغیر ہے وہ اس کو بھی چشم زدن میں لفظ کن سے پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن جس طرح اس نے عالم کبیر کو تدریجاً پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے عالم صغیر کو بھی تدریجاً پیدا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں سے ہر ایک کا جسم' دوسرے کے جنسی تقاضوں اور طلب کے موافق بنایا ہے' پھر ایک متوازن اور متناسب تعداد میں ہر ایک کی پیدائش ہو رہی ہے' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قبیلہ یا کسی قوم میں صرف لڑکے پیدا ہوں اور دوسری قوم یا قبیلہ میں صرف لڑکیاں پیدا ہوں' ہزاروں سال سے یہ سلسلہ یونہی جاری ہے اور ایک معروف اور منضبط طریقہ سے انسانوں کی پیدائش کا یہ سلسلہ کوئی بخت و اتفاق کا کرشمہ ہے اور نہ کئی خداؤں کی مشترکہ کاوش ہے بلکہ اسی قادر و قیوم کی قدرت کا شاہکار ہے جو واجب اور قدیم ہے اور واحد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے' بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (الروم: ۲۲)

اس خارجی کائنات اور انسان کی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے توحید پر استدلال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر وہ نشانیاں بتائی تھیں جو انسان کے اپنے نفس میں ہیں اب اپنی توحید کی وہ

marfat.com

نشانیاں بتا رہا ہے جو اس خارجی کائنات میں ہیں' اس نے اس قدر وسیع اور بلند آسمان بنائے اور طویل وعریض زمینیں بنائیں پھر آسمانوں میں بعض ستاروں کو مرکوز اور ثابت کردیا' جو رات کو روشن نظر آتے ہیں اور آسمان کی زینت ہیں۔ اور بعض ستارے رواں اور متحرک بنائے' زمین کو ٹھوس بنایا اس میں پر ہیبت پہاڑ نصب کردیئے' وسیع وعریض میدان بنائے' گھنے جنگلات بنائے ریت کے ٹیلے بنائے' دریا اور سمندر جاری کردیئے اور نباتات کا سلسلہ قائم کیا ان میں لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت ہیں' پھلوں اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ کیا یہ سب چیزیں از خود وجود میں آگئی ہیں یا چند خداؤں کی اجتماعی سعی کا نتیجہ ہیں تو پھر ان میں ہزار ہا سال سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں ہے' کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوتا۔

تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو عربوں کی زبان اور ہے' افریقیوں کی زبان اور ہے' انگریزی' جرمن' فارسی اور ہسپانوی زبان اور ہے' کرہ ارض پر بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں' ان زبانوں کا خالق کون ہے؟ تم اپنے رنگوں پر غور کرو' جسمانی ساخت پر سوچو! کسی کا رنگ دوسرے کے رنگ سے نہیں ملتا' کسی کا چہرہ دوسرے کے چہرے سے نہیں ملتا' حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ کی لکیریں دوسرے کے ہاتھ کی لکیروں سے نہیں ملتیں کسی انسان کے انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انسان کے انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں' ہزار ہا سال سے ارب ہا انسان پیدا ہو رہے ہیں اور کسی کا نقش دوسرے کے نقش سے' رنگ' رنگ سے اور لکیریں لکیروں سے نہیں ملتیں' اتنی باریکی اور بوقلمونی کس کی تخلیق ہے! کیا یہ محض اتفاق ہے یا پتھر کی مورتیوں کا کارنامہ ہے یا کسی دیوی یا دیوتا کی صناعی ہے' تم کہتے ہو کہ اس عالم کو بنانے میں خدا کے کچھ شریک ہیں' وہ شریک خود کیوں نہیں کہتے کہ اس عالم کی تخلیق پر کسی فرد واحد کا اجارہ نہیں ہے' اس میں ہمارا بھی حصہ ہے' حضرت آدم سے لے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کی زبان سے اللہ تعالیٰ یہ کہلواتا رہا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اگر واقع میں اس کے کچھ شریک تھے تو انہوں نے اس کار کیوں نہیں کیا' وہ بھی اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے' کوئی آسمانی کتاب نازل کرتے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن میں تمہاری نیند ہے' اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے بے شک اس میں غور سے سننے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (الروم: ۲۳)

انسان کی نیند اور طلب رزق کی صلاحیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفات لازمہ سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا اور وہ اس کے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف ہے' اور اب اس کی صفات مفارقہ سے اپنی توحید پر استدلال فرما رہا ہے اور وہ دن اور رات میں انسان کی نیند اور اس کا سونا ہے' دن میں دوپہر کے کھانے کے بعد سونے کو قیلولہ کہتے ہیں اور رات میں عشاء کی نماز کے بعد سونے کو لیلولہ کہتے ہیں۔

نیند اور سونے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے' نیند موت کی بہن ہے جب انسان سو جاتا ہے تو وہ مردہ کی طرح گردوپیش سے بے خبر ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد بیدار کرنا ایسے ہے جیسے موت کے بعد زندگی ہے اور اس میں یہ نشانی ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نیند کے بعد بیدار کر دیتا ہے' اسی طرح وہ تمہیں موت کے بعد پھر زندہ کر دے گا۔

انسان اپنی بقاء حیات کے لیے جو رزق تلاش کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر فرمایا ہے' جس طرح فرمایا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ . (الجمعہ: ۱۰)

جب نماز جمعہ ادا کر لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں اور اس آیت میں فرمایا ہے اس میں

marfat.com

غور سے سننے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں' کیونکہ بعض ایسی نشانیاں ہوتی ہیں جن کا پتا بغیر غور وفکر کے نہیں چلتا اور بعض ایسی نشانیاں ہوتی ہیں کہ محض توجہ دلانے سے ان کا پتا چل جاتا ہے اور رات اور دن میں سونا اور رزق کی صورت میں اس کے فضل کو تلاش کرنا ایسی ہی نشانی ہے۔

انسان رات اور دن میں جو نیند کرتا ہے اور برسہا برس سے نیند کر رہا ہے تو اس کی نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تلاش رزق کی جو صلاحیت اس میں ہے یہ کس کی دی ہوئی ہے' اگر انسان ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لے تو اس کو یہی کہنا پڑے گا کہ ہزار ہا برس سے ارب ہا انسانوں کا یہ معمول اور اس کا فطری نظام صرف اسی خدائے واحد کا پیدا کردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید پر قائم رکھنے کے لیے بجلیوں کی چمک دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے' پھر اس سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (الروم: ۲۴)

زمین کی روئیدگی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان پر بجلی کوندتی ہے' جسے دیکھ کر کبھی تم دہشت سے خوف زدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر یا تمہارے کسی سامان پر بجلی گرے اور وہ ہلاک ہو جائے' اور کبھی تم کو یہ امید ہوتی ہے کہ بجلی چمک رہی ہے' اب بارش ہوگی پیاسی زمین سیراب ہوگی اور خشک سالی دور ہو جائے گی' اور وہ زمین جس پر کوئی سبزہ نہ تھا بارش کے بعد وہ لہلہانے لگتی ہے اور کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی ہیں اور باغوں میں درخت پھلوں سے لد جاتے ہیں اور عقل والے اس نشانی سے صاحب نشان تک پہنچتے ہیں کہ ہزاروں برس سے زمین کی سیرابی کا یہی نظام ہے اس میں سرمو کوئی تبدیلی نہیں ہے اور اس نظام کا تسلسل اور اس کی یکسانیت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا ممکن نہیں ہے واجب ہے ورنہ وہ خود کسی ناظم کا محتاج ہوتا' اور وہ حادث نہیں ہے قدیم ہے اور متعدد نہیں ہے واحد لاشریک ہے' اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زمین اور آسمان اس کے حکم سے قائم ہیں' پھر جب تم کو وہ زمین سے بلائے گا تو تم فوراً (قبروں سے) باہر نکل آؤ گے O اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے اور سب اس کے اطاعت شعار ہیں O اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اس کی سب سے بلند صفات ہیں' اور وہی بہت غلبہ اور بہت حکمت والا ہے O (الروم: ۲۷-۲۵)

زمین اور دیگر سیاروں کی حرکت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال

زمین اپنے محور پر گردش کر رہی ہے اور باقی سیارے بھی اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں' اور زمین اور سیاروں کی اپنے اپنے محوروں کے ساتھ جو خصوصیت ہے وہ کسی تخصیص مخصص اور ترجیح مرجح کے بغیر نہیں ہو سکتی' اسی طرح افلاک جس وضع کے ساتھ قائم ہیں اس وضع کے لیے کسی مخصص اور مرجح کی ضرورت ہے اور وہ مخصص اور مرجح ممکن نہیں ہو سکتا ورنہ وہ بھی ان ہی کی طرح حادث ہوتا' اس لیے ضروری ہے کہ ان کا مرجح واجب ہو اور قدیم ہو اور واحد ہو کیونکہ تعدد وجباء محال ہے' پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس زمین اور آسمان کو بدل دے گا' پھر اللہ تعالیٰ کی ایک آواز پر تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے باہر نکل آئیں گے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا وہ صرف ایک آواز ہوگی پھر سب کے سب ہمارے سامنے

marfat.com

مُحۡضَرُوۡنَ ○ (یٰس: ۵۳) حاضر کر دیئے جائیں گے۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ ○ وہ صرف ایک ڈانٹنے کی آواز ہو گی ○ پھر سب میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ (النٰزعٰت: ۱۴-۱۳)

سب اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں

زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے' اور ملکیت کسی چیز کو خریدنے سے ہوتی ہے' اس نے اس زمین و آسمان کو کسی سے نہیں خریدا' یا ملکیت کسی چیز کے وراثت میں ملنے سے ہوتی ہے' اس کا کوئی مورث نہیں ہے جس کے مرنے کے بعد یہ کائنات اس کو ملی ہو' یا ملکیت کسی چیز کو ہبہ کرنے یا تحفہ میں دینے سے ہوتی ہے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے بلکہ وہی سب کو دینے والا ہے' پھر ملکیت کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے کوئی شخص اس کا مالک ہوتا ہے' سو اس نے اس تمام کائنات کو بنایا ہے سو وہی اس کا خالق اور مالک ہے اور خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہوا تو اس کو پھر کسی خالق کی ضرورت ہو گی' اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خالق واحد ہو ورنہ تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ محال ہے' اور جب وہ سب کا خالق اور مالک ہے تو سب اس کے مملوک ہوئے اور مملوک کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالک کا اطاعت شعار ہو' سو ساری کائنات اس کی اطاعت گزار ہے۔

زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بلند صفات

توحید کی ان دلیلوں سے واضح ہو گیا کہ اسی نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور جب وہ اس کائنات کو ایک بار پیدا کر چکا ہے تو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے' آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی سب سے بلند صفات ہیں' سب سے بلند صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کی ذات اور اس کی تمام صفات قدیم ہیں' اور وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' آسمانوں میں اور زمینوں میں صرف وہی سب کی عبادت کا مستحق ہے' سب اسی کے محتاج ہیں وہی سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے' اسی کو ہر چیز کا علم ہے' غیب اور شہادت میں سے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے' وہ فعال لما یرید ہے وہ جس چیز کو چاہے' جس کا ارادہ کرے ایک کلمہ کن فرما کر اس کو وجود میں لے آتا ہے' وہ حکیم ہے ہر کام کو حکمت سے کرتا ہے وہ اپنے کسی فعل پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے' اور ہر شخص اس کے سامنے جواب دہ ہے' وہ متکلم ہے اور اس کا کلام حروف سے مرکب نہیں ہے' وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے' اور ہر بات کو سننے والا ہے اور ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ هَلۡ لَّكُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ

اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے (ہی) ایک مثال بیان فرمائی' کیا تمہارے غلاموں میں

اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ

سے کوئی تمہارا اس رزق میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے' کہ تم اور وہ (غلام)

marfat.com

تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اس (رزق) میں برابر ہوں، تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے، ہم عقل والوں

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان فرماتے ہیں ○ بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہش کی پیروی کی،

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ

سو جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ سو آپ

وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ

باطل پرستوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو دین حق پر قائم رکھیں (اے لوگو!)

عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ

اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

ہے، یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ (اسی دین پر قائم رہو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اور اللہ سے

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا

ڈرتے رہو، اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ ○ ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ)

دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو ○

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ

اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا

اپنی طرف سے ان کو رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے ○ تا کہ وہ

marfat.com

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

ہماری ان نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں، سو تم (عارضی) فائدہ اٹھالو پھر تم عنقریب جان لوگے O کیا ہم نے ان پر

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا

کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو ان کے شرک کی تصدیق کرتی ہے؟ O اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے

بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

خوش ہوتے ہیں، اور جب ان کے پہلے سے کیے ہوئے بُرے کاموں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں O

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کر

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ

دیتا ہے، بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O پس آپ قرابت داروں کو ان کا حق

الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ

ادا کریں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا

اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟

کا ارادہ کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں O اور تم جو مال سود لینے کے لیے دیتے ہو تاکہ

فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ

وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور تم اللہ کی

تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

رضا جوئی کے لیے جو زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں O اللہ نے ہی تم کو

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ

پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں

marfat.com

مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا

میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے؟ اللہ ان تمام چیزوں سے پاک

يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ ع

اور بلند ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O

ع ۴ ۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے (ہی) ایک مثال بیان فرمائی' کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا رزق میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے کہ تم اور وہ (غلام) اس (رزق) میں برابر ہوں' تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے' ہم عقل والوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان فرماتے ہیں O بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی' سو جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے O (الروم: ۲۹۔۲۸)

انسان اپنے نوکروں کو اپنا شریک کہلوانا پسند نہیں کرتا تو وہ اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک کیوں کہتا ہے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک کے ابطال پر متعدد دلائل قائم فرمائے تھے اور اب ان آیتوں میں شرک کے رد پر ایک واضح حسی دلیل بیان فرما رہا ہے' اس مثال کا معنی یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ جو شخص اس کا نوکر اور غلام ہو وہ اس کے مال اور کاروبار میں اس کا شریک بن جائے' تو جب تم اپنے لیے اس کو ناپسند کرتے ہو کہ تمہارے نوکروں اور غلاموں کو تمہارے اموال اور کاروبار میں شریک کہا جائے تو تم اللہ کے مملوک اور اس کی مخلوق کو اللہ کا شریک کیوں کہتے ہو اور جو چیز تمہیں اپنے لیے ناپسند ہے اس کو اللہ کے لیے پسند کیوں کرتے ہو! پھر فرمایا تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم اپنے غلاموں اور نوکروں سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے ڈرتے ہو یعنی جس طرح تم مشترکہ کاروبار یا مشترکہ املاک میں تصرف کرتے ہوئے ڈرتے ہو کہ دوسرے شرکاء تم سے باز پرس کریں گے کہ تم نے ان کو بتائے بغیر کیوں تصرف کیا' کیا تم اپنے نوکروں اور غلاموں سے بھی اسی طرح ڈرتے ہو یعنی نہیں ڈرتے کیونکہ جب تم نے اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنے کاروبار اور املاک میں شریک بنایا ہی نہیں تو پھر ان سے ڈرنے کا کیا سبب ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہش کی پیروی کی' یعنی کفار جو بت پرستی کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں یہ کسی دلیل کی بناء پر نہیں ہے بلکہ کفار اپنی خواہش سے ان بتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں ان کی پرستش کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: سو جس کو اللہ نے گم راہ کر دیا ہو اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے! بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب مشرکین کو اللہ نے گم راہ کیا ہے تو پھر ان کی گم راہی میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شرک پر اصرار کرتے ہوئے ضد اور عناد میں ایسے گستاخانہ کلمات کہے کہ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دی جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے:

marfat.com

بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ . (النساء:۱۵۵) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ باطل پرستوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو دین حق پر قائم رکھیں (اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (الروم:۳۰)

ایک انسان کے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوند کاری کی تحقیق

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنا چہرہ دین مستقیم یعنی دین اسلام کی طرف قائم اور متوجہ رکھیں چہرے کو قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی پوری قوت کے ساتھ دین اسلام کے احکام پر عمل کریں اور چہرے کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ انسان کے حواس کا جامع ہے اور اس کے اعضاء میں سب سے اشرف ہے اور تمام مفسرین کے نزدیک اس خطاب میں آپ کی امت بھی داخل ہے اور حنیف کا معنی ہے تمام ادیان محرفہ اور شرائع منسوخہ سے اعراض کرتے ہوئے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: (اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی خلقت پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے O (الروم:۳۰)

فطرت کا لغوی معنی

فطر کا معنی ہے پھاڑنا' پیدا کرنا' شروع کرنا' فطر العجین کا معنی ہے گندھے ہوئے آٹے کے خمیر ہونے سے پہلے روٹی پکانا' فطر ناب البعیر کا معنی ہے اونٹ کے دانت کا ظاہر ہونا' فطر الرجل الشاة کا معنی ہے انگلیوں کے اطراف سے بکری کو دوہنا' فطر الصائم کا معنی ہے روزہ دار کا روزہ افطار کرانا' تفطر کا معنی ہے پھٹنا۔

(المنجد ص ۵۸۸۔۵۸۷' ایران' ۱۳۷۹ھ)

امام لغت خلیل بن احمد فراھیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

فطر الله الخلق کا معنی ہے مخلوق کو پیدا کیا' اور اشیاء بنانے کی ابتداء کی اور فطرت کا معنی ہے وہ دین جس پر ان کو پیدا کیا گیا' اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی ربوبیت کی معرفت پر پیدا کیا۔ (کتاب العین ج ۳ ص ۱۴۰۴' مطبعہ باقری قم' ۱۴۱۴ھ)

امام محمد بن ابی بکر الرازی الحنفی المتوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں: فطر کا معنی ہے ابتداء اور اختراع۔

(مختار الصحاح ص ۲۹۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں: فطر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنا۔

(القاموس المحیط ج ۲ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۲ھ)

فطرت کا شرعی معنی

علامہ الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

فطرة الله التی فطر الناس علیها (الروم:۳۰) میں اس کی طرف اشارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور لوگوں کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کو مرکوز کر دیا' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے'' (الزخرف:۸۷) اور قرآن مجید میں ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (فاطر:۱) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے اور فرمایا اَلَّذِیۡ فَطَرَهُنَّ (الانبیاء:۵۶)

marfat.com

س نے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کیا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۸۳ ھ لکھتے ہیں:

الفطر کا معنی ہے ابتداء اور اختراع 'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فاطر السموات والارض کا معنی مجھ پر س وقت منکشف ہوا جب دو اعرابی میرے پاس ایک مقدمہ لے کر آئے ہر ایک کا ایک کنویں کے متعلق یہ دعویٰ تھا انا فطرتھا کنواں میں نے ابتداءً کھودا ہے۔ فطرت کا معنی ہے جس نوع کی پیدائش پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ اللہ کی فطرت ہے' نی انسان کو خوشی سے دین حنیف کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت پر پیدا کیا گیا اور یہ چیز اس میں طبعاً ہے تکلفاً نہیں ہے' گر انسان کو بہکانے والے شیاطین جن وانس سے الگ رکھا جائے تو وہ صرف اسی دین کو قبول کرے گا اور اس کے سوا اور کسی ین کو قبول نہیں کرے گا' اور اس کی مثال جمعاء سے دی گئی ہے' یعنی وہ جانور جو سلیم الاعضاء پیدا ہوا' بعد کے کسی حادثہ سے جس کا کوئی عضو ٹوٹا نہ ہو' ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو نفاء (ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے) پیدا کیا' پھر شیاطین نے ان کو ان کے دین سے پھیر دیا اور میں نے ان کو جو رزق عطا کیا تھا وہ حلال تھا' پھر شیطان نے ان پر وہ رزق حرام کر دیا جس کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا (صحیح مسلم رقم حدیث ۲۸۶۵) یعنی انہوں نے بحیرہ اور سائبہ (بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور) وغیرہ بنا لیے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں اور اللہ کی خلقت (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

(الفائق ج ۳ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ' الکشاف ج ۳ ص ۴۸۵۔۴۸۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ' اور علامہ محمد طاہر پٹنی المتوفی ۹۸۶ ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔

(النہایہ ج ۳ ص ۴۰۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۵۸' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ طاہر پٹنی نے فطرت کے معنی میں مزید لکھا ہے:

علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ فطرت سے مراد وہ عہد ہے جو لوگوں سے اس وقت لیا گیا جب وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے' یا فطرت سے مراد لوگوں کی سعادت یا شقاوت کی تقدیر ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے' اور علامہ طیبی نے شرح المشکوٰۃ میں کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان پیدا ہونے کے بعد سی حال پر رہے تو وہ دین اسلام پر ہوگا' علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں کہا حدیث میں ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں یعنی سنت سے ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی وہ دس سنتیں ہیں جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے' علامہ کرمانی نے کہا فطرت سے مراد نبیاء علیہم السلام کی قدیم سنتیں ہیں۔ جن کو انہوں نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں گویا یہ جبلی (طبعی) امر ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے' ان میں سے مونچھوں کو کم کرنا اور ڈاڑھی کو بڑھانا ہے اور ختنہ کرنا ہے' نیز جب شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو ترک کر کے دودھ کو پیا تو جبریل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا' یعنی آپ نے اسلام اور استقامت کی علامت کو اختیار کیا' نیز حدیث میں ہے تم فطرت پر مرو گے یعنی اسلام اور دین حق پر۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۵۹۔۱۵۸ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

ہر بچہ کی فطرت پر پیدائش کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے ایک جانور سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. (الروم: ۳۰)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۸۱، عالم الکتب بیروت)

اس پر اعتراض ہے کہ اس آیت میں ہے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم: ۳۰) اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے حالانکہ تبدیلی تو ہو جاتی ہے بعض بچے بڑے ہو کر یہودی یا نصرانی ہو جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ صورۃً خبر ہے اور معنیً نہی ہے اس کا معنی ہے اس سرشت کو تبدیل نہ کرو جس پر اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ فطرت سے مراد اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

اگر فطرت سے مراد دین حق یا اسلام ہو تو پھر یہ حدیث عموم پر نہیں رہے گی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد عموم نہیں ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ بنو آدم کے تمام بچے فطرت پر پیدا ہوتے ہیں خواہ ان کے ماں باپ کافر ہوں، سو جب بچے نابالغ ہوں تو ان پر وہی حکم لگایا جاتا ہے جو ان کے ماں باپ کا ہے۔ اگر ان کے ماں باپ یہودی ہوں تو وہ یہودی ہوں گے اور اگر ان کے ماں باپ نصرانی ہوں تو وہ نصرانی ہوں گے اور ان کے وارث ہوں گے، اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے متعلق فرمایا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا، جس دن وہ پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس پر کفر کی مہر لگا دی تھی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۱) اور امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! جب بنو آدم کو پیدا کیا گیا تو ان کے کئی طبقات تھے ان میں سے بعض ایمان پر پیدا ہوتے ہیں، ایمان پر زندہ رہتے ہیں اور ایمان پر مرتے ہیں، اور بعض کفر پر پیدا ہوتے ہیں، کفر پر زندہ رہتے ہیں اور کفر پر مرتے ہیں، اور بعض کفر پر پیدا ہوتے ہیں، کفر پر زندگی گزارتے ہیں اور ایمان پر مرتے ہیں، پس اس حدیث میں اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس حدیث میں عموم مراد نہیں ہے کیونکہ بعض بچے فطرت پر پیدا نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن مجید کی بعض آیات میں کل کا لفظ ہے اور وہاں عموم مراد نہیں ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا. (الاحقاف: ۲۵) وہ (عذاب کی ہوا) اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔

حالانکہ اس ہوا نے آسمان اور زمین کو ہلاک نہیں کیا تھا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ پھر جب وہ کفار ان چیزوں کو بھولے رہے جس کی ان کو

marfat.com

شَیْءٍ ط (الانعام: ۴۴) نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔
حالانکہ ان پر رحمت کے دروازے نہیں کھولے گئے تھے۔

(۱) دوسرے علماء نے یہ کہا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا اور فرشتوں نے اس کی تعبیر بتائی انہوں نے کہا آپ نے جو دراز قامت انسان دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' اور آپ نے ان کے گرد جو بچے دیکھے تو یہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر مر گیا' بعض مسلمانوں نے پوچھا' یا رسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۵)

اور امام سعید بن منصور کی حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے اول اس لیے کہ اس کی سند میں ابن جدعان ہے' ثانی اس وجہ سے کہ یہ حدیث دعویٰ عموم کے معارض نہیں ہے کیونکہ چاروں قسمیں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف راجع ہیں کیونکہ کبھی کوئی بچہ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوتا ہے اور العیاذ باللہ' اللہ کے علم میں وہ مسلمان نہیں ہوتا' اور حضرت خضر نے جس بچہ کو قتل کیا تھا اس کا یہی محمل ہے' اسی طرح کبھی کوئی بچہ کافروں کے ہاں پیدا ہوتا ہے اور اللہ کے علم میں وہ کافر نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بچہ فطرت پر ہوتا ہے لیکن اس سے وہ بچے مستثنیٰ ہیں جو اللہ کے علم میں مسلمان نہیں ہیں جیسے وہ بچہ جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا تو پھر مآل تو یہی نکلا کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے۔ فتدبر (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۵۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا لیکن اس حدیث کو صرف امام سعید بن منصور نے روایت نہیں کیا بلکہ یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں ہے: سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۷' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۲' مسند احمد ج ۳ ص ۷' میں یہ حدیث ہے' اور علی بن زید بن جدعان سے امام بخاری نے الادب المفرد میں' امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور چاروں اصحاب سنن نے استدلال کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں فطرت کا معنی ایمان یا دینِ اسلام کیا جائے تو یہ عموم پر نہیں رہے گی الآیہ کہ اس حدیث میں فطرت کا معنی یہ کیا جائے کہ ہر بچہ صحیح و سالم عیوب سے خالی اور کامل خلقت اور ہیئت پر پیدا ہوتا ہے۔

الروم: ۳۰ اور اس حدیث میں فطرت سے مراد کامل ہیئت اور صحیح و سالم خلقت ہے

حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا کہ فطرت کا معنی خلقت ہے اور فاطر کا معنی خالق ہے' اور انہوں نے اس کا انکار کیا کہ مولود کو کفر یا ایمان یا معرفت یا انکار پر پیدا کیا جائے انہوں نے کہا اعم اور اغلب طور پر مولود' جسم کی سلامتی کے ساتھ خلقۃً اور طبعاً پیدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایمان ہوتا ہے نہ کفر' نہ انکار اور نہ معرفت' پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے اور اشیاء میں تمیز کرنے کا اہل ہوتا ہے تو پھر وہ کفر یا ایمان کا اعتقاد رکھتا ہے' اور ان کا اس موقف پر استدلال اس سے ہے کہ حدیث میں ہے ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے' جیسے جانور صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کوئی کٹی ہوئی یا ٹوٹی ہوئی چیز دیکھتے ہو یعنی کیا اس کے کان کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ نے بنو آدم کی جانوروں کے ساتھ مثال دی کیونکہ جب جانور پیدا ہوتے ہیں تو ان کی خلقت کامل ہوتی ہے ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی پھر بعد میں ان کی ناک یا کان کاٹ دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ بحیرہ ہے اور یہ سائبہ ہے۔ اسی طرح جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو ولادت کے وقت ان میں کفر ہوتا ہے نہ ایمان' نہ انکار ہوتا ہے نہ معرفت جیسے صحیح و سالم جانور پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیطان ان کو گمراہ کر دیتا ہے تو ان میں سے اکثر کفر

marfat.com

کرتے ہیں اور کم کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا اگر بچے ابتداءً کفر یا ایمان پر پیدا ہوتے تو وہ اس سے کبھی منتقل
نہ ہوتے' حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایمان لاتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں' اور انہوں نے کہا یہ محال ہے کہ بچہ ولادت کے
وقت کفر یا ایمان کو سمجھتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس حال میں پیدا کیا اس حال میں وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا. (النحل: ۷۸)
اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

اور جو اس وقت کچھ بھی نہ جانتا ہو اس کا اس وقت کفر یا ایمان یا انکار یا معرفت پر ہونا محال ہے۔

امام ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے کہا فطرت کے معنی میں جتنے اقوال ذکر کیے گئے ہیں ان میں یہ صحیح ترین قول ہے' یعنی
مولود کو صحیح اور سالم جسم کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ (التمہید ج ۷ ص ۲۴۰۔ ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محققین کے نزدیک فطرت کا معنیٰ کامل خلقت ہی ہے

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے فطرت کے جس معنی کو اختیار کیا ہے اور اس پر دلائل قائم کیے ہیں بہ کثرت محققین کا وہی مختار ہے
ان میں سے قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ ہیں وہ لکھتے ہیں فطرت کی معتمد تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد
بچہ کی وہ خلقت اور ہیئت ہے جس میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات کو باہم ممتاز اور ممیز کر
سکے اور ان مصنوعات سے اپنے رب کے وجود پر استدلال کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی شرائع کو پہچانے اور ان پر ایمان لائے' گویا
کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: اپنے چہرے کو دین حنیف کے رخ کی طرف قائم رکھیں اور یہی اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے یعنی وہ
صلاحیت جس پر اس نے بشر کو پیدا کیا ہے' لیکن ان کو عوارض پیش آجاتے ہیں اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر
مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں' آپ نے ان عوارض کا بہ طور مثال ذکر کیا
ہے ورنہ عوارض بہت ہیں۔ (المحرر الوجیز ج ۱۲ ص ۲۵۸' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ' ۱۴۰۸ھ)

اور ہمارے شیخ حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے کہا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے بنو آدم کے قلوب کو حق قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے جیسے ان کی آنکھوں کو اور کانوں کو دیکھنے اور
سننے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے' پس جب تک ان میں یہ صلاحیت رہے گی وہ دین حق اور اسلام کا ادراک کر سکیں گے
اور حدیث صحیح میں اس کی تصریح ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت پر پیدا کیا' پھر
شیاطین نے ان کو گمراہ کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۵) (اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت کی
استعداد اور صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں
نکالا کہ تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے' النحل: ۷۸' پس پیدائش کے وقت ان میں بالفعل اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں تھی بلکہ
اس کی معرفت کی استعداد اور صلاحیت تھی) اور اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسے جانور سے صحیح
سالم جانور پیدا ہوتا ہے کیا تم اس کا کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو' یعنی جانور کامل خلقت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور تمام آفتوں
سے سلامت ہوتا ہے' اگر اس کو اسی حالت پر برقرار رکھا جائے تو وہ تمام عیوب سے سلامت اور کامل رہے گا لیکن اس جانور
میں تصرف کیا جاتا ہے اس کے کان کاٹ دیئے جاتے ہیں اور اس کے چہرے پر داغ لگا دیا جاتا ہے' پھر اس میں آفات

marfat.com

ائص آ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل سے نکل جاتا ہے' اور اسی طرح انسان ہے (یعنی اس کو اس کے تمام اعضاء کے ساتھ مکمل ر عیوب سے خالی پیدا کیا جاتا ہے پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے اور اشیاء میں تمیز کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر وہ ماں باپ کی باع اور تقلید یا کسی اور عارضہ اور سبب سے کفر یا ایمان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے) پس یہ تشبیہ واقع کے مطابق ہے ر اس کی وجہ بالکل واضح ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٦٧٦' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۸۔۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی فطرت کے اسی معنی کو برقرار رکھا ہے جس کو حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۵۹۔۲۵۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

پنے جسم کے بعض اعضاء نکلوا کر کسی کو دے دینا' اللہ کی تخلیق کو بدلنا ہے

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' قاضی ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ' حافظ ابو العباس قرطبی متوفی ۶۵۶ھ' علامہ ابو بد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے فطرت کے معنی پر بحث کی ہے اور دلائل سے واضح یا ہے کہ جس خلقت اور جس ہیئت پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور سالم اور تمام جسمانی نقائص اور عیوب سے خالی پیدا کیا ہی فطرت ہے' اس کے بعد فرمایا لا تبدیل لخلق اللہ یعنی اللہ کی خلقت اور بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہ صورۃً خبر ہے اور معنیً نہی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلقت اور ہیئت میں تبدیلی نہ کرو' اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی لقت میں تبدیلی اور تغیر نہ کرو جو لوگ اپنے بعض اعضاء مثلاً گردہ وغیرہ نکلوا کر کسی کو دے دیتے ہیں ان کا یہ فعل بھی اس یت کی رو سے ممنوع اور حرام ہے۔ اس پر مزید دلائل اور بحث و تمحیص ہم آئندہ سطور میں پیش کر رہے ہیں' ہر چند کہ کتب بت' کتب تفسیر اور شروح حدیث میں فطرت کے دیگر معانی کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ تمام معانی اس آیت کی تفسیر اور اس دیث کی تشریح میں درست نہیں ہیں' قرآن مجید میں فاطر کا معنی خالق اور فطر کا معنی خلق ہے اور فطرت کا معنی خلقت ہے اور لا تبدیل لخلق اللہ '' اس پر قرینہ ہے' اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد' جانور کی جانور سے صحیح و سالم یدائش ہوتی ہے'' اس معنی پر واضح دلیل ہے' اپنے جسم کے اعضاء نکلوانے کے حرام ہونے پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ یت ہے۔

پنے جسم کے بعض اعضاء کو نکلوانا یا کٹوانا تغییر خلق اللہ ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا:

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ تَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا بِيْنًا ۝ (النساء: ۱۱۹)

اور مجھے قسم ہے میں ضرور ان کو گمراہ کر دوں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے' اور جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا مطاع بنا لیا تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہو گیا۔

جو مرد ڈاڑھی منڈواتے ہیں' عورتوں کی طرح چوٹی رکھتے ہیں اور جو عورتیں مردوں کی طرح بال کٹواتی ہیں' یا سر منڈاتی ں اور جو بوڑھے مرد بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور جو مرد خصی ہو جاتے ہیں یا کسی کو دینے کے لیے اپنے بعض اعضاء

marfat.com

نکلواتے ہیں یہ سب شیطان کے حکم پر عمل کر کے تغییر خلق اللہ کر رہے ہیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کر رہے ہیں' سو یہ تمام افعا
ناجائز اور حرام ہیں' سفید بالوں کو عنابی' زرد یا مہندی کے رنگ سے رنگنا اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس رنگ کا خضاب
حدیث سے ثابت ہے اور مطلوب اور مستحسن ہے۔

تغییر خلق اللہ کے حرام ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو اپنے جسم کو گودواتی ہیں ا
اپنے بال اکھاڑتی ہیں اور خوب صورتی کے لیے اپنے دانتوں کے درمیان جھریاں کرواتی ہیں اور اللہ کی تخلیق کو بدلتی ہیں'
یعقوب نے کہا آپ ان پر کیوں لعنت کرتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا میں ان پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور اللہ کی کتاب میں ان پر لعنت ہے' اس عورت نے کہا میں نے تو پورا قرآن پڑھا ہے' مجھ
اس میں یہ آیت نہیں ملی' حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر تم قرآن پڑھتیں تو تم کو یہ آیت مل جاتی' کیا تم نے یہ آیت نہیں
پڑھی: **وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا** اور رسول تم کو جو احکام دیں وہ لے لو اور جن کاموں سے
کو منع کریں ان سے رک جاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۱۶۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۸۲' سنن داری رقم الحدیث: ۲۶۵۰' سنن
النسائی رقم الحدیث: ۵۲۵۲' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۹۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۸۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۳۴۳ عالم الکتب)

انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے بالوں میں دوسری عورت
کے بالوں کا پیوند لگانے والی اور اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کو پیوند لگوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے وا
عورتوں پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی وہ بیمار ہو گئی اور اس کے بال جھڑ گئے' اس
کے گھر والوں نے ارادہ کیا کہ اس کے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بالوں کو پیوند کر دیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا: بالوں میں پیوند کرنے والی اور بالوں میں پیوند کرانے والی پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۲۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۹۵)

انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

واصلہ کا معنی ہے وہ عورت جو کسی عورت کے بالوں میں دوسرے بالوں کا پیوند لگائے اور مستوصلہ کا معنی ہے وہ عورت ج
اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کا پیوند لگوائے۔

ہمارے اصحاب نے اس مسئلہ کی تفصیل کی ہے اور یہ کہا کہ اگر عورت نے اپنے بالوں کے ساتھ کسی آدمی کے بالوں کا
پیوند کیا ہے تو یہ بالاتفاق حرام ہے' خواہ وہ مرد کے بال ہوں یا عورت کے اور خواہ وہ اس کے محرم کے بال ہوں یا شوہر کے یا ا
کے علاوہ کسی اور کے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ احادیث میں عموم ہے اور اس لیے بھی کہ آدمی کے بالوں اور اس کے
سارے اجزاء سے اس کی تکریم کی وجہ سے نفع حاصل کرنا حرام ہے' بلکہ اس کے بالوں' ناخنوں اور اس کے تمام اجزاء کو دفن کیا
جائے گا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی' ج ۹ ص ۵۷۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بالوں کے ساتھ بالوں کا پیوند لگانا حرام ہے (الی قولہ) البتہ عورتیں جو کنگھی چوٹی کرتے وقت رنگین ریشمی چٹلے (پراندے) بالوں کے ساتھ باندھتی ہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں۔

(المفہم ج ۵ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ محمد بن محمد السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۷۶، مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بالوں کے بالوں کے ساتھ پیوند لگانے کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ فاجرات (بدکار عورتوں) کے بال ہوتے ہیں یا اس لیے کہ وہ تدلیس کرتی ہیں (لمبے بالوں کا وہم ڈالتی ہیں اور دھوکا دیتی ہیں) اور یا یہ تغییر خلق اللہ کی وجہ سے حرام ہے ابو عبید نے فقہاء سے نقل کیا ہے کہ بالوں کے علاوہ اور دیگر چیزوں کے ساتھ بالوں کو جوڑنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جو عورتیں کسی عورت کے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بال پیوند کرتی ہیں یا جو عورتیں اس فعل کو طلب کرتی ہیں ان پر اس لیے لعنت کی گئی ہے کہ یہ فعل صورۃً جھوٹ ہے۔ (مرقات ج ۸ ص ۳۱۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

بالوں کو بالوں کے ساتھ پیوند کرنا ممنوع ہے اور اون یا ریشمی دھاگوں کے ساتھ بالوں کو جوڑنا جائز ہے اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ بالوں کا بالوں کے ساتھ پیوند کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ ضرورت کی وجہ سے ہو یا بغیر ضرورت کے ہو یا شادی کی وجہ سے ہو اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے (کیونکہ اس حدیث میں اس لڑکی کا ذکر ہے جس کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے تھے اور اس کی شادی ہونی تھی)۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۶۵۲ مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث صحیح میں انسان کے اجزاء کی دوسرے انسان کے اجزاء کے ساتھ پیوند کاری پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی گئی ہے خواہ کسی مرض کی ضرورت کی وجہ سے یہ پیوند کاری کی جائے اور فقہا مذاہب نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور جب انسان کے بالوں کے ساتھ دوسرے انسان کے بالوں کی پیوند کاری ممنوع ہے تو پھر انسان کے اعضاء کے ساتھ دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوند کاری بہ طریق اولیٰ ممنوع اور حرام ہو گی البتہ سونے کی دھات سے یہ پیوند کاری ہو سکتی ہے حدیث میں ہے:

عبدالرحمٰن بن طرفہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضرت عرفجہ بن اسعد کی جنگ کلاب میں ناک کاٹ دی گئی تھی انہوں نے چاندی کی ناک لگائی وہ سڑ گئی اور اس سے بدبو آنے لگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی جگہ سونے کی ناک لگالیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۲ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۷۰ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۷۶)

انسان کے بالوں سے پیوند کاری کی ممانعت پر ایک شبہ کا جواب

جدید طبی مسائل کے مؤلف [1] نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس باب میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے

[1] ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب

marfat.com

جس سے اس حدیث کا معنی واضح ہو جاتا ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم گودنے والی' اور گدوانے والی عورتوں پر
لعنت کی ہے اور ان پر بھی جو اپنے چہرے کے بال کو چنتی ہیں حسین بننے کے لیے اور اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں (جامع ترمذی ابواب
الاستیذان) پھر لکھتے ہیں: اس حدیث مبارک میں للحسن کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ یہ جسم پر تغیر وتبدل اور کسی دوسرے کے بال لگا
اس وقت منع ہے جب کہ بغیر کسی ضرورت کے صرف زیب وزینت اور حسن وجمال کے لیے ہو اور وہ احادیث جو اس سلسلہ میں
مطلق آئی ہیں ان کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔ (جدید طبی مسائل ص ۶۲-۶۳)

یہ جواب تین وجہ سے مردود ہے اول اس لیے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز نہیں ہے' ثانیا اس
وجہ سے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایک لڑکی کے بیماری کی وجہ سے بال جھڑ گئے اس کی شادی ہونی تھی اس کے گھر والوں نے ارادہ
کیا کہ اس کے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورتوں کو بالوں کو پیوند کر دیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے
فرمایا بالوں کو پیوند کرنے والی اور بالوں میں پیوند کرانے والی پر اللہ نے لعنت کی ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۳۴' صحیح مسلم رقم
الحدیث: ۲۱۲۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۹۵) اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ (مرض کی) ضرورت کی وجہ
سے بھی انسان کے بالوں کے ساتھ پیوند کاری جائز نہیں ہے (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۶۵۲) علاوہ ازیں یہ بخاری کی حدیث
ہے اور معترض کی پیش کردہ روایت ترمذی کی ہے اور بخاری ترمذی پر مقدم ہے۔ ثالثاً اس وجہ سے کہ جسم گودنے اور گدوانے والی
عورت پر حسن کی طلب کی وجہ سے لعنت نہیں کی گئی عورت کے لیے حسن اور زیب وزینت کو طلب کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز
اور مستحسن ہے اسی وجہ سے عورتوں کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات اور ریشم پہننے کو حلال کیا گیا ہے اور انہیں مہندی لگانے
اور اپنے خاوند کے لیے بننے سنورنے کی ترغیب دی گئی ہے' بلکہ اس حدیث میں ان پر لعنت اس لیے کی گئی ہے کہ انہوں نے
طلب حسن کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا جس سے تغییر خلق اللہ لازم آتی ہے اور یہ شیطان کے حکم پر عمل کرنا ہے' شیطان نے اللہ کو
چیلنج کر کے کہا تھا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کر دیں گے (النساء: ۱۱۹) اور ان مجوزین نے بھی
اپنے جواب میں اعتراف کیا ہے کہ یہ جسم میں تغیر وتبدل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کرنے کی یہی
وجہ بیان فرمائی ہے کہ یہ جسم گودوا کر یا چہرے کے بال نوچ کر اللہ کی تخلیق میں تغیر کرتی ہیں' سو واضح ہو گیا کہ اللہ کی تخلیق میں تغیر
کرنا شیطان کے حکم پر عمل کرنا ہے' اور لعنت کا مستحق بننا ہے اور جو شخص اپنے جسم کا کوئی عضو کٹوا کر دوسرے کو دے رہا ہے وہ بھی
اللہ کی تخلیق میں تغیر کر رہا ہے' شیطان کے حکم پر عمل کر رہا ہے اور زبان رسالت سے اللہ کی لعنت کا مصداق بن رہا ہے' العیاذ
باللہ! پھر جو شخص مسلمانوں کو اعضاء کٹوانے کی ترغیب دے اس کا کیا حکم ہوگا!

مثلہ کی تحریم سے استدلال پر ایک اعتراض کا جواب

ہم نے شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا تھا کہ زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ ڈالنا یہ مثلہ ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع فرمایا ہے اور پیوند کاری کے لیے جس زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ دیئے جاتے ہیں اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرمان کی صریح مخالفت ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۶۵-۸۶۴)

مؤلف مذکور نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مثلہ کی تعریف دنیا کی ہر عربی لغت میں ملے گی کہ "اعضاء کا کاٹنا"' لیکن
احادیث مبارکہ میں جس انسانی مثلہ سے ممانعت کی گئی ہے اس میں یہ معنی یقیناً شامل ہیں کہ کسی کو قتل کر کے اپنے انتقام کی آگ

marfat.com

بجھانے کے لیے اس کے اعضا کاٹ کر اس کی لاش کو مسخ کرنا۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۸)

مؤلف مذکور کا یہ لکھنا ان کی لغت‘ حدیث اور فقہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ لغت حدیث کے امام مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجذری المتوفی ۶۰۶ ھ مثلہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منه الحديث من مثل بالشعر فليس عند الله خلاق يوم القيامة مثلة الشعر حلقه من الخدود وقيل نتفه او تغيره بالسواد.

مثلہ کے متعلق حدیث ہے جس نے بالوں کا مثلہ کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس (اس کے اجر کا) کوئی حصہ نہیں ہوگا‘ بالوں کے مثلہ کا معنی ہے بالوں کو چہرے سے مونڈنا‘ ایک قول ہے بالوں کو چہرے سے نوچنا یا بالوں پر سیاہ خضاب لگانا۔

(النہایہ ج ۴ ص ۲۵۱‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۸ھ)

امام ابن اثیر نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ ان کتابوں میں ہے: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۴۰‘ المعجم الکبیر ج ۱۱ رقم الحدیث: ۱۰۹۷۷‘ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲۱‘ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۰۴۲‘ کنز العمال رقم الحدیث: ۱۷۲۷۵۔

فقہاء کرام نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی منڈانا مثلہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۵۵‘ مطبوعہ ملتان‘ البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۵‘ مطبوعہ مصر‘ النہر الفائق ج ۲ ص ۹۹ مطبوعہ کراچی‘ رد المحتار ج ۳ ص ۴۸۹‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۹ھ)

اب جو لوگ روز صبح ذوق و شوق سے اپنی ڈاڑھی مونڈتے ہیں یا جو ہر ہفتہ دل چسپی کے ساتھ اپنے بالوں پر کالا خضاب لگاتے ہیں آیا وہ اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لیے اپنی لاش کو مسخ کر رہے ہیں یا اپنے زعم میں بننے سنورنے اور خوب صورت نظر آنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں!

انسان کی اپنے جسم پر عدم ملکیت سے استدلال پر اعتراض کا جواب

مؤلف مذکور لکھتے ہیں‘ مانعین کی ایک دلیل یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا وہ اپنے جسم کے متعلق وصیت نہیں کر سکتا کیونکہ وصیت اپنی ملک میں کی جاتی ہے اور دلیل کے طور پر وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱) کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا لہٰذا اب ان کی جان اللہ کی ملکیت ہوگئی اب اس میں تصرف کا انہیں کوئی حق نہیں (الیٰ قولہ) اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک مندرجہ بالا آیہ کریمہ کی رو سے صرف ہمارا جسم ہی نہیں بلکہ ہمارے اموال بھی اللہ نے خرید لیے ہیں اور ان کا بھی وہ مالک ہوگیا ہے (بلکہ وہ پہلے سے ہی حقیقی مالک ہے۔ سعیدی غفرلہ) لیکن اس نے ہمیں یہ چیزیں دی ہیں اور ہمیں ان کا مالک بنا دیا ہے اور اس میں تصرف کا ہمیں اختیار بھی دیا ہے (الیٰ قولہ) لہٰذا عدم ملک سے انفس اور اموال میں عدم تصرف اور اعضاء کی وصیت کے عدم جواز پر استدلال درست نہیں۔

(جدید طبی مسائل ص ۶۳-۶۰ ملخصاً)

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر ہمیں اپنی جان و مال کا مالک بنا دیا ہے لیکن ہمارا اپنی جان و مال میں تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہے علی الاطلاق نہیں ہے‘ ہم اپنی جان و مال کے مالک ہیں لیکن ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ نماز جمعہ کے وقت دکان پر بیٹھ کر سودا بیچیں یا نماز کے اوقات میں دنیاوی کاموں میں مشغول رہیں اور نماز نہ پڑھیں‘ یا اپنے پیسے کو سودی کاروبار میں لگائیں‘ بدکاری کریں‘ جوا کھیلیں اور شراب پئیں‘ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم وہی کام کر سکتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا اس کی اجازت دی ہے‘ اور اپنے اعضاء کٹوا کر کسی کو دینے

marfat.com

کا ہمیں حکم دیا ہے نہ اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے اور اس کو شیطان کی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اللہ کی لعنت کی ہے۔

ہم بہ ظاہر اپنے مال کے مالک ہیں لیکن ہم تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتے' اپنے اعضا کی وصیت کرنے کا کیا سوال ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اس وقت میں مکہ میں بیمار تھا' میں نے عرض کیا میرے پاس مال ہے آیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے پوچھا: آدھے مال کی' فرمایا نہیں! میں نے پوچھا پھر تہائی کی' آپ نے فرمایا تہائی کی! اور تہائی مال بہت ہے' اگر تم اپنے ورثاء کو خوش حال چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں' اور تم جس جگہ بھی خرچ کرو گے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۶۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۴۵۳)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

میت نے وصیت کی تھی کہ میری نماز فلاں پڑھائے یا مجھے فلاں شخص غسل دے تو یہ وصیت باطل ہے۔ یعنی اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہ رہے گا ہاں ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اس سے پڑھوا دے۔

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۸۵' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' عالم گیری ج اص ۱۶۳' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

میت کو تو شرعاً یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے یا غسل دینے کے لیے کسی کی وصیت کر دے تو اس بے چارے کو یہ اختیار کہاں سے ہو گا کہ وہ اپنی آنکھیں یا کسی اور عضو کو نکلوا کر کسی کو دینے کی وصیت کرے؟

ایک صحابی کے ہاتھ کاٹنے پر مواخذہ سے اعضاء کی پیوند کاری کی ممانعت پر استدلال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے' حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل نے خواب میں اسے اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب بخش دیا حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا خواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔ (صحیح مسلم ج اص ۷۵' مطبوعہ کراچی)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور ان کو کاٹ نہیں سکتا' پورا عضو کاٹنا تو کجا صرف انگلیوں کے جوڑ کاٹنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور فرمایا: ''لن نصلح منک ما افسدت جس عضو کو تم نے بگاڑا ہے ہم اس کو

marfat.com

درست نہیں کریں گے"۔ جو لوگ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اعضاء کو کٹوا دیتے ہیں یا مرنے کے بعد کاٹ دیئے جانے کی وصیت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آخرت میں ان اعضاء سے محروم کر دیئے جائیں اور ان کا حشر آنکھوں یا دیگر اعضاء کے بغیر ہو۔ جب صحابی رسول نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کٹے ہوئے جوڑوں کو ٹھیک نہیں کیا تو ماوشما اگر اپنے پورے اعضاء کٹوا دیں تو کیا وہ اس خطرہ میں نہیں ہیں کہ آخرت میں ان کا ان اعضاء کی محرومی کے ساتھ حشر ہو؟ اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے اور قبول حق کی توفیق دے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۶۶ مطبوعہ لاہور)

استدلال مذکور پر اعتراض کا جواب

مؤلف مذکور لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارک سے اعضاء کی پیوند کاری کے عدم جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ اس حدیث مبارک کی رو سے وہ صحابی اپنے آرام کی خاطر اور اپنی تکلیف کی نجات کی خاطر اپنے اعضاء کو بگاڑنے اور خود کشی جیسے حرام فعل کے مرتکب ہوئے جس کی حرمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب کہ یہاں ایک انسان اپنی خاطر نہیں بلکہ اپنے بھائی کی تکلیف رفع کرنے کی خاطر بلکہ اس کو زندگی عطا کرنے کی خاطر ایک ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہے جس میں خودکشی یا ہلاکت تو کجا اس کی زندگی اور صحت پر بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

وہاں انگلیوں کے قطع سے جان چلی گئی جب کہ یہاں گردے کے قطع کرنے سے نہ جان جاتی ہے نہ صحت جاتی ہے ایسی صورت میں اس حدیث سے پیوند کاری کے عدم جواز پر کیسے استدلال درست ہو سکتا ہے ایک اعضاء کا کاٹنا مذموم ہے اور ایک اعضاء کا کاٹنا محمود ہے۔ (جدید طبی مسائل ص ۴۵)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کے ساتھی سے خودکشی کا جو فعل سرزد ہوا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم ازخود معاف فرما دیا تھا' اور جس فعل کو ازخود نہیں معاف فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف فرمایا وہ ان کا اپنے ہاتھوں کو کاٹنا تھا جس کو مؤلف مذکور نے بھی اپنے ہاتھوں کو بگاڑنے سے تعبیر کیا ہے' اور ان کا یہی فعل اللہ کی تخلیق کو بدلنا اور شیطان کی اتباع تھا اور خودکشی کو معاف کرنے کے باوجود اس فعل کے متعلق فرمایا لن نصلح منک ما افسدت "جس عضو کو تم نے بگاڑا ہے' ہم اس کو ہرگز درست نہیں کریں گے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کرم فرمایا اور اس کو بھی معاف کر دیا۔ اب جو لوگ کسی کو گردہ دینے کے لیے اپنا گردہ کٹوائیں گے کیا وہ اس خطرہ میں نہیں ہیں کہ وہ اللہ کی تخلیق کو بگاڑ کر اور شیطان کی اطاعت کر کے اور پیوند کاری میں معاونت کر کے اپنے اوپر اللہ کی لعنت کا طوق ڈال رہے ہیں۔

مؤلف مذکور کا یہ لکھنا کہ "ایک اعضاء کا کاٹنا محمود ہے" نہ صرف فعل حرام کو حلال لکھنا ہے بلکہ حرام کی تحسین کرنا ہے' العیاذ باللہ! مؤلف مذکور نے اس عبارت میں پیوند کاری کے لیے گردہ کٹوانے والے کو زندگی عطا کرنے والا لکھا ہے' زندگی عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے ہر چند کہ اس عبارت میں اسناد مجازی کی تاویل کی گنجائش ہے لیکن ایسے مشتبہ الفاظ سے احتراز لازم ہے۔

تکریم انسانیت سے اعضاء کی پیوند کاری کی ممانعت پر استدلال

اور یہ عمل تکریم آدمیت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولقد کرمنا بنی ادم اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو تکریم دی ہے' اس کو احسن تقویم میں بنایا ہے اور اعضاء کٹوانے سے انسان کی احسن تقویم کو بگاڑ دیا جاتا ہے اور اس کی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے' رہا یہ کہنا کہ دوسرے اندھے آدمی کو بینائی دینا یا جو گردوں سے محروم ہو اس کو گردہ دینا یہ بھی آدمیت کی تکریم ہے محض مغالطہ آفرینی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اختیار نہیں دیا کہ ہم اپنے اعضاء بانٹتے پھریں' اپنی آنکھیں نکلوا کر خود مثلہ کرا کر اور

marfat.com

تکریم بنو آدم اور احسن تقویم کو بگاڑ کر دوسرے شخص کے لیے بینائی یا دوسرے اعضاء کے حصول کا موقع فراہم کرنے کے ہم مکلف ہیں نہ مجاز' یہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا طاسین صاحب کے استدلال کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری سے لاکھوں روپے کمائے اور ان پیسوں سے یتیم خانے اور دارالامان کھول لے اور کہے کہ میں انسانیت کی خدمت کر رہا ہوں' اور اگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ جن ذرائع سے انسانیت کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے وہ ناجائز ہیں تو بعینہٖ جو شخص اپنے اعضاء سے کسی کو بینائی اور گردے فراہم کر رہا ہے اور انسانیت کی خدمت کر رہا ہے اس کی اس خدمت کا ذریعہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو اپنے اعضاء کٹوانے کی اجازت دی ہے نہ دوسروں کے مال لوٹنے اور قتل و غارت گری کی۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۶۵' مطبوعہ لاہور)

استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

اس پر مؤلف مذکور نے ایک اعتراض تو یہ کیا ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس عورت کا پیٹ چاک کر کے اس بچہ کو نکال لیا جائے گا' اس کا مفصل جواب ہم اضطرار کی بحث میں پیش کریں گے' دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ بعض حنفی اور شافعی علماء نے یہ کہا ہے کہ زندہ اپنی جان بچانے کے لیے مردہ انسان کا گوشت کھا سکتا ہے یہ دونوں صورتیں بھی احترام آدمیت کے خلاف ہیں' اس کا مفصل جواب بھی ہم اضطرار کی بحث میں دیں گے' تیسرا ایک لغو اعتراض کیا ہے کہ عرف کے بدلنے سے احترام کی علامت بھی بدلتی رہتی ہے کہ مغرب میں ننگے سر رہنا احترام کے خلاف نہیں ہے اور مشرق میں ہے' اس کا رد بھی عنقریب آئے گا اور چوتھے اعتراض کی عبارت یہ ہے:

آدمیت کی حرمت کی تو اسلام میں یہ حیثیت ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا موتی نگل لیا اور وہ آدمی مر گیا تو بعض حالات میں اس شخص کا موتی دلوانے کے لیے اس میت کے پیٹ کو چاک کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے اور اگر کسی شخص نے کسی کا مال نگل لیا اور پھر مر گیا تو کیا اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں لیکن اولیٰ یہ ہے کہ چاک کیا جائے گا۔ فتح القدیر (جدید طبی مسائل ص ۵۳)

مؤلف مذکور نے علامہ ابن ہمام اور علامہ شامی کی پوری عبارت نہیں لکھی اور جو عبارت ان کے خلاف تھی اس کو چھوڑ دیا' علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ جرجانی نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی کا موتی نگل لیا اور مر گیا اور اس کا کوئی ترکہ نہیں ہے تو وہ شخص ظالم ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے مرنے کے بعد اس کا پیٹ چاک کر کے وہ موتی اس کے پیٹ سے نکالا جائے گا' اور یہ میت کے احترام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے ظلم کر کے اور حد سے تجاوز کر کے اپنے احترام کو خود ساقط کر دیا ہے' رد المحتار میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۵۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۰ طبع قدیم)

احیاء نفس سے اعضاء کی پیوند کاری کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب

جدید طبی مسائل کے مؤلف لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ (المائدہ: ۳۲)

جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے گویا سب لوگوں کو جلایا۔

اس آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے:

marfat.com

وقال مجاهد فی روایة ومن احیاها ای انجاها من غرق او حرق او هلکة. یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ "ومن احیاها" کے معنی یہ ہیں کہ کسی آدمی نے کسی کو غرق ہونے سے یا جلنے سے یا کسی بھی قسم کی ہلاکت سے بچالیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو بچالیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۰)

ذرا غور فرمائیے کہ اسلام اور قرآن کی نظر میں ایک انسانی جان کی کس قدر اہمیت اور قدر و قیمت ہے کہ ایک جان کا بچانا پوری انسانیت کا بچانا' ایک کو زندگی بخشنا پوری نوع انسانی کو زندگی بخشنا اور ایک کو جلانا پوری نسل انسانیت کو جلانا شمار کیا جارہا ہے' اور ایک کو نہ بچا کر ہلاک کرنا پوری انسانیت کو ہلاک کرنا شمار کیا جارہا ہے' اصل میں بتانا یہ مقصد ہے کہ انسانی جان بڑی قیمتی چیز ہے اگر تم کسی انسانی جان کو بچانے کی قدرت رکھتے ہو تو اس اہم معاملہ میں ہرگز تساہل نہ کرنا اس کی زندگی بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا اس کو ہر چیز پر فوقیت دینا یہ تمام فرضوں میں سب سے اہم فرض ہے۔

اس واضح آیہ مبارکہ کے باوجود جو مفتیان کرام یہ فرماتے ہیں کہ نہیں! جو شخص مرتا ہے تو اس کو مرنے دو لیکن گردہ لگا کر اس کو نہ بچاؤ اس کو زندگی نہ بخشو وہ نہ صرف یہ کہ اس آیہ مبارکہ کا صریح انکار کر رہے ہیں بلکہ اس آیہ میں ارشاد رب العزت کے بموجب وہ ساری انسانیت کے قاتل ہیں! (جدید طبی مسائل ص ۳۳-۳۲ ملخصاً)

جس شخص کے دونوں گردے فیل ہو گئے ہوں وہ اس مرض سے فوراً مر نہیں جاتا بلکہ اپنی حیات طبعی پوری کرتا ہے' اور ڈائی لیسز کے ذریعہ زندگی گزارتا ہے اس لیے پیوند کاری سے منع کرنے والوں کو ساری انسانیت کا قاتل اور اس آیت کا منکر قرار دینا درست نہیں ہے۔

ثانیاً حضرت مجاہد نے احیاء نفس کا معنی بیان کیا ہے کسی شخص کو ڈوبنے سے یا جلنے سے یا ہلاک ہونے سے بچانا' اور ظاہر ہے ڈوبنے سے بچانا اس شخص کے حق میں مستحب اور مستحسن ہے جس کو تیرنا آتا ہو اور جس کو تیرنا نہ آتا ہو وہ کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لیے دریا یا سمندر میں کود پڑے تو وہ خود ہی ڈوب کر ہلاک ہو جائے گا اور اس کا یہ فعل بجائے خود ناجائز اور حرام ہو گا۔ اسی طرح کسی بھی مرتے ہوئے شخص کو موت سے بچانا اس وقت مستحسن ہے جب اس میں اس کو کسی ضرر کا خطرہ نہ ہو' اور جو شخص اپنا گردہ کٹوا کر دوسرے کو دے دے گا وہ خود اس ضرر کے خطرہ میں مبتلا ہو گا کہ ہوسکتا ہے کسی وقت اس کا یہ باقی ماندہ گردہ ناکارہ ہو جائے۔ ثالثاً جواب یہ ہے کہ کسی کی جان بچانے کی کوشش کرنا اس وقت درست ہے جب یہ کوشش کسی حرام قطعی پر موقوف نہ ہو اور اپنا گردہ کٹوانا' اللہ کی تخلیق کو متغیر کرنا اور شیطان کی اطاعت کرنا ہے' اور انسان کے اجزاء کے ساتھ کسی انسان کی پیوند کاری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تو یہ لعنتی بننے کی کوشش کرنا ہے' اور یہ فعل حرام قطعی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے دونوں گردے فیل ہو گئے' اس کا اس بیماری سے فوراً مر جانا یقینی اور قطعی نہیں ہے' وہ ڈائی لیسز کے ذریعہ عرصہ دراز تک زندہ رہتا ہے' خود مؤلف کے استاذ [1] گرامی مولانا عبد الرزاق صاحب رحمہ اللہ جو اس

---

[1] ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر صاحب کے استاذ گرامی مولانا عبد الرزاق صاحب رحمہ اللہ کے متعلق باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ۱۹۹۴ء میں اس عارضہ میں مبتلا ہوئے' ان کو علاج کے لیے حیدر آباد سے کراچی لایا گیا تو ابتداء میں ایک ہفتہ میں دو بار ڈائی لیسز کراتے تھے' پھر کبھی مہینہ میں چار بار' کبھی دو بار ڈائی لیسز کراتے تھے' چھ ماہ بعد انہوں نے تقریر اور درس وغیرہ شروع کر دیا تھا' اور ہر ماہ کی آخری جمعرات کو تقریر کرتے تھے۔ اور شہر میں بھی خطابات کے لیے جاتے تھے۔ ایک سال بعد وہ حیدر آباد گئے اور جمعہ پڑھایا۔ اس کے بعد متعدد بار حیدر آباد گئے' مفتی سعید احمد کی نماز جنازہ پڑھانے اور ان کے چہلم کے جلسہ میں شرکت کے لیے کراچی سے حیدر آباد گئے اور تقریر کی' دار العلوم نعیمیہ کراچی میں بھی ہم سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

عارضہ میں مبتلا تھے جن کو گردہ دینے کی ترغیب میں یہ رسالہ لکھا گیا اس عارضہ کے بعد پانچ سال تک زندہ رہے اور بغیر کسی سے گردہ لے کر لگوائے تندرست بھی ہوئے اور ہم سے ملاقات کرنے دارالعلوم میں بھی آئے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مؤلف مذکور جو گردہ کٹوا کر کسی کو دینے سے منع کرنے والے علماء کو ساری انسانیت کا قاتل قرار دیتے ہیں خود انہوں نے اپنے استاذ گرامی کو اس بیماری کے دوران اپنا گردہ نہیں دیا اور خود اپنے فتوی پر عمل نہیں کیا اور ان کے بہ قول تمام فرائض سے اہم اس فرض کو ترک کر دیا اور صرف ہمیں کوسنے پر اکتفا کر لیا۔ (ڈائی لیسز کی تشریح اس بحث کے اخیر میں آرہی ہے)۔

نیز مؤلف مذکور لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس کا اتنا بھاری اجر اور ثواب ہے کہ کل قیامت کے دن جب نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا تو اس وقت یہ ایک عمل اس کے نیکیوں کے پلہ کو بھاری کر کے اس کے لیے دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا۔

(جدید طبی مسائل ص ۳۰

کسی مخصوص عمل پر مخصوص ثواب کا اعلان یا بشارت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو سزاوار نہیں حیرت ہے کہ خود مؤلف مذکور نے اپنے بیان کردہ اجر و ثواب کے حصول کا موقع گنوا دیا اور اپنے استاذ گرامی کو اپنا گردہ کٹوا کر نہیں دیا۔

انسان کے اعضاء کے ساتھ پیوندکاری کے جواز پر ایثار نفس سے استدلال

مؤلف مذکور لکھتے ہیں ارشاد پروردگار ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ (الحشر: ۹)

اس آیہ مبارکہ کی رو سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لائق تحسین اور قابل صد تعریف ٹھہرے جو اپنے بھائی کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے اس کی زندگی کو بچاتے ہوئے اپنا گردہ جس کی ان کو شدید حاجت ہوتی ہے وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو عطیہ یا وصیت کر دیتے ہیں وہ اپنی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنی جانوں پر اپنے بھائی کو ترجیح دے کر اللہ کے محبوب اور پیارے بن جاتے ہیں۔ (الی قولہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور اقدس میں ہونے والی جنگ یرموک کا ایک واقعہ ہمارے دعوے کے ثبوت میں ایک بہت بڑی دلیل ہے واقعہ کچھ یوں ہے کہ جنگ کے اختتام پر حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتے پھر رہے تھے کہ آپ نے حضرت حارث بن ہشام کو دیکھا کہ وہ زخموں سے چور ہیں اور جان بلب ہیں آپ نے ان کو پینے کے لیے پانی دیا تاکہ ان کی جان بچ جائے ابھی انہوں نے پانی پینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ قریب سے دوسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی انہوں نے اسی وقت پانی منہ سے ہٹا دیا حالانکہ وہ پانی پی کر اپنی جان بچا سکتے تھے لیکن

(سابقہ حاشیہ) ملاقات کے لیے آئے ان کو یہاں تدریس کی بھی پیش کش کی گئی تھی ۱۴ جون ۱۹۹۹ء ۱ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کو ان کا انتقال ہو گیا ڈاکٹر صاحب کا یہ رسالہ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا اور اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ان کے استاذ محترم تقریباً چار سال زندہ رہے اور گردہ دینے کی تمام تر ترغیب اور زور بیان کے باوجود موصوف نے ان کے لیے اپنے گردہ کی قربانی نہیں دی۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ دونوں گردوں کا فیل ہو جانا بہر حال ایسا اضطرار نہیں ہے کہ اگر اس کو گردہ نہ دیا جائے تو انسان فوراً مر جائے گا۔ اس کا مریض اپنی طبعی حیات کو پورا کرتا ہے اور اپنے وقت پر مرتا ہے اور اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے نہ وہ مضطر ہے ڈائی لیسز کے ذریعہ اس کا علاج ہوتا رہتا ہے۔

marfat.com

انہوں نے فرمایا کہ پہلے میرے اس بھائی کو جا کر پانی پلاؤ یہ زخمی حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی تھے جو زخموں سے چور اس جہاں میں چند لمحوں کے مہمان تھے حضرت شرحبیل نے پانی ان کی طرف آگے بڑھایا تاکہ یہ پی کر اپنی جان بچالیں ابھی انہوں نے پانی پینا ہی چاہا تھا کہ قریب سے ایک اور زخمی حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی آواز آ گئی اس آواز کے آتے ہی حضرت عکرمہ نے پانی پی کر اپنی جان نہیں بچائی بلکہ بغیر پئے پانی اپنے منہ سے ہٹا دیا اور فرمایا پہلے میرے بھائی کو پلاؤ تاکہ اس کی جان بچ جائے چنانچہ جب حضرت شرحبیل وہ پانی لے کر حضرت سہیل کے پاس گئے تو وہ اس وقت جام شہادت نوش فرما چکے تھے پھر وہ اس پانی کو لے کر واپس حضرت عکرمہ کے پاس آئے تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے پھر وہ اسی پانی کو لے کر پہلے والے زخمی حضرت حارث کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ (سیرت ابن ہشام)

الغرض اسلام کے ان تین عظیم سپوتوں نے ایک دوسرے کی خاطر اپنی جانیں قربان کر کے یہ سبق دے دیا کہ اپنے بھائی کی زندگی کی خاطر اپنی زندگی کو قربان کر دینا یہ ایثار کا بڑا بلند مقام اور محبوبیت کا نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے اور اسلام کا زریں سبق ہے۔ (الی قولہ)

ان مفتیان کرام کے فتوے کی رو سے اپنی جان بچانے کا فرض ادا نہ کر کے اپنے بھائی کے لیے اپنی جان دینے کے "حرام فعل" کا ارتکاب کر کے معاذ اللہ کیا یہ صحابہ کرام حرام کی موت مرے؟ معاذ اللہ استغفر اللہ۔ (جدید طبی مسائل ص ۳۸۔۴۰ ملخصاً)

استدلال مذکور کا ابطال

قرآن مجید کی آیت حشر: ۹ میں جو ایثار کا ذکر کیا ہے اس سے مراد ہے اپنی ضرورت کی جائز اور حلال چیزوں میں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دینا مثلاً کھانے' پینے کی چیزوں' کپڑوں اور مکان وغیرہ میں اپنی ضرورت پر اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی ضرورت کو مقدم رکھنا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اپنے جسم کے اعضاء کو کٹوا کر دوسرے انسانوں کو دے دے' کیونکہ اپنے اعضاء کو کٹوانا اللہ کی تخلیق کو متغیر کرنا ہے اور النساء: ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان کی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے اجزاء کے ساتھ پیوند کاری پر لعنت فرمائی ہے' اور یہ فعل حرام ہے اور حرام چیز دینے کو ایثار نفس کی تفسیر میں داخل کرنا خالص تفسیر بالرائے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۱)

مہاجرین پر انصار مدینہ کے ایثار کی تفصیل

اب ہم اس پوری آیت کا ترجمہ اور اس کی معتمد تفسیر پیش کر رہے ہیں جس سے اس آیت کا مطلب واضح ہو جائے گا اور یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا کہ مؤلف مذکور نے اس آیت سے جو مطلب کشید کیا ہے وہ قطعاً باطل اور مردود ہے۔

پوری آیت اس طرح ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر: ۹)

اور جو لوگ مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دارالہجرت اور دارالایمان (مدینہ منورہ) میں مقیم ہو گئے تھے وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور مہاجروں کو جو کچھ (مال فے سے) دیا گیا ہے اس کی اپنی دلوں میں کوئی طلب نہیں پاتے' اور وہ دوسروں کو اپنے نفسوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو شدید ضرورت

marfat.com

کیوں نہ ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے جاتے ہیں
وہی لوگ کامیاب ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ ایثار نفس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ انصار کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے مہاجرین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی' اور اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہوئے ان کو اپنے اموال دیے خواہ ان کو خود ان مکانوں اور اموال کی ضرورت کیوں نہ ہو۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۵۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں اس کی تفسیر میں دو روایتیں ہیں:

(۱) مجاہد اور ابن حیان نے بیان کیا کہ انصار نے مال فے (کفار کا چھوڑا ہوا مال) اور مال غنیمت (میدان جنگ میں کفار سے حاصل کیا ہوا مال) میں اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی حتیٰ کہ وہ مال مہاجرین کو دیا گیا اور ان کو نہیں دیا گیا۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کا مال فے مہاجرین میں تقسیم کیا' اور بنو قریظہ سے حاصل شدہ مال مہاجرین کو دے کر فرمایا انصار نے اپنے اموال جو تم کو دیئے تھے تم ان کے اموال واپس کر دو' انصار نے کہا نہیں ہم ان کو ان اموال پر برقرار رکھیں گے اور اموال فے میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

(۲) ابن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تمہارے بھائی (مکہ میں) اپنے اموال اور اولاد کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اپنے اموال میں ان کو شریک کر لیں گے' آپ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور! انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کھیتی باڑی نہیں آتی' تم ان کی جگہ کام کرو اور پیدا شدہ کھجوریں آپس میں تقسیم کر لینا' یعنی بنو نضیر سے حاصل شدہ کھجوروں کو' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ٹھیک ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے' ہر شخص کے لیے نہیں

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تنگ دست ضرورت مند کا صدقہ سب سے افضل ہے (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۷) اور یہ مقام سب سے بلند ہے' کیونکہ ان صحابہ نے اس چیز کو خرچ کیا جس کی ان کو خود سخت ضرورت تھی اور یہی مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے اپنے تمام مال کا صدقہ کر دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے انہوں نے کہا میں نے ان کے لیے اللہ اور رسول کو باقی رکھا ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۵) (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تمام مال قبول فرما لیا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصف مال قبول فرما لیا' اور جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے فرمایا تمہارے لیے تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے' آپ نے ہر ایک سے اتنا مال لیا جتنے مال کی سخاوت کو اس کا دل برداشت کر سکتا تھا اور آپ کو علم تھا کہ حضرت ابولبابہ اپنے تمام مال کے خرچ ہونے پر صبر نہیں کر سکیں گے جس طرح حضرت ابوبکر اپنے تمام مال کے راہ خدا میں صرف ہونے پر صبر کر لیں گے اور جس طرح حضرت عمر اپنے نصف مال کے خرچ ہونے پر صبر کر لیں گے' اس لیے آپ نے

marfat.com

حضرت ابولبابہ کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کی اجازت دی۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ص ۱۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اس حال میں صدقہ کیا کہ وہ خود ضرورت مند تھا' یا اس کے اہل و عیال ضرورت مند تھے' یا اس پر قرض تھا تو صدقہ کرنے' غلام کو آزاد کرنے یا ہبہ کرنے کی بہ نسبت قرض کی ادائیگی کا استحقاق ہے' اور اس نے جو صدقہ کیا ہے یا غلام آزاد کیا ہے یا ہدیہ دیا ہے وہ واپس لیا جائے گا' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے اموال کو ضائع کردے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کو ضائع کردے گا' ماسوا اس شخص کے جس کا صبر کرنا معروف اور مشہور ہو جو اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتا ہو' خواہ وہ کتنا ہی ضرورت مند ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا اور جس طرح انصار نے اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کرنے کے بہانے سے لوگوں کے اموال کو ضائع کر دے' اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ اور رسول کی طرف صدقہ کردوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مال میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے' تو میں نے کہا کہ خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب: ۱۸' لا صدقۃ الا عن ظھر غنی' اسی وقت صدقہ کرے جب صدقہ کرنے کے بعد اس کا پاس خوش حالی رہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے اور اپنے عیال سے ابتدا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۷۲۷)

مال میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کا بدن تندرست ہو' اس کی عقل صحیح ہو' اس پر کسی کا قرض نہ ہو اور وہ شخص فقر و فاقہ پر صبر کرسکتا ہو اور اس کے عیال نہ ہوں' یا عیال ہوں اور وہ بھی مال نہ ہونے پر صبر کرسکتے ہوں' تو جمہور کے نزدیک اس کے لیے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے' اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس کے لیے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا وہ صدقہ واپس لیا جائے گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیویوں کو طلاق (رجعی) دے کر اپنا تمام مال اپنے بیٹوں میں صدقہ کر دیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ تم یہ طلاق واپس لو' اور تقسیم کیا ہوا مال بھی واپس لو ورنہ میں حکم دوں گا کہ تمہاری قبر پر بھی رجم کیا جائے جیسا کہ ابورغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا (مسند احمد ج ۲ص ۱۴ ملخصاً) اور ایک محتاج شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا (یعنی اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا) تو آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس محتاج شخص کو واپس کر دی' امام طبری نے کہا ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مذکور الصدر شرائط کے ساتھ اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے لیکن مختار اور مستحب یہ ہے کہ صرف تہائی مال کو صدقہ کرے' تاکہ حضرت ابوبکر کے فعل اور حضرت کعب بن مالک کے فعل میں تطبیق رہے (علامہ عینی حنفی نے بھی اسی طرح لکھا ہے عمدۃ القاری ج ۸ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ) اور جس حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے اس کا معنی یہ ہے کہ اتنا زیادہ صدقہ نہ کرے کہ صدقہ کے بعد وہ خود اور اس کے اہل و عیال محتاج ہو جائیں اور اس کے پاس اتنا مال رہے کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق ادا کرسکے' یعنی وہ بھوک دور کرنے کے لیے کھانا کھاسکیں' کیونکہ بھوک پر صبر نہیں ہوسکتا' اور اپنی ستر

marfat.com

پوشی کر سکیں' اور ان کو کوئی اذیت پہنچے تو اس کو دور کر سکیں' اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کے پاس ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مال نہ بچے تو پھر اپنی ضروریات پر کسی کے لیے ایثار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے' کیونکہ اس صورت میں اگر وہ دوسروں کو ترجیح دے گا تو لازم آئے گا کہ وہ بھوک سے اپنے آپ کو ہلاک کر دے یا اپنے آپ کو ضرر میں مبتلا کرے یا اپنے آپ کو برہنہ کرے' اور اپنے حقوق کی رعایت کرنا ہر حال میں راجح ہے اور جب یہ واجبات ساقط ہو جائیں تو پھر ایثار کرنا جائز ہے اور اس وقت اس کا صدقہ کرنا افضل ہوگا کیونکہ وہ فقر اور مشقت کی شدت کو برداشت کرے گا' اور اس طرح دلائل میں تعارض ہے وہ دور ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۸۔ ۷ ۴ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کا اپنا حق دوسروں پر مقدم ہے' اولاد اور بیوی کا خرچ بالاتفاق فرض ہے اور خادم کا خرچ بھی واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اپنے اوپر اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی ''اپنے عیال سے ابتدا کرو'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام النسائی نے طارق محاربی کی سند سے روایت کیا ہے: ہم جب مدینہ منورہ میں آئے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے' آپ فرما رہے تھے دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے' اپنے عیال سے (دینے کی) ابتدا کرو' تمہاری ماں' تمہارا باپ' تمہاری بہن اور تمہارا بھائی پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہو' جو تمہارے زیادہ قریب ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۱)

اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرو' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک دینار ہے' آپ نے فرمایا اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو' اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو' اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو' اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو' اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا تم اس کے مصرف کو خود بہتر جانتے ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۵' اس حدیث کی سند حسن ہے)

امام ابن حبان نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور حاکم نے اولاد کو بیوی پر مقدم کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۵ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۵۱۴ جدید' تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۱۶۶۲)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو جان لو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو مقدم کیا ہے' اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان پہلے اپنے اوپر خرچ کرے پھر اپنی اولاد پر کیونکہ اولاد اس کے جز کی طرح ہے اور جب وہ اس پر خرچ نہ کرے اور کوئی اور بھی ان پر خرچ کرنے میں اس کے قائم مقام نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائیں گے' پھر تیسرے درجہ میں بیوی کا ذکر فرمایا اور اس کو اولاد سے کم درجہ میں رکھا' کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خرچ نہیں دے گا تو ان میں تفریق کر دی جائے گی اور اس کو اس کے شوہر کی طرف سے یا اس کے محرم کی طرف سے اس کا خرچ مل جائے گا' چوتھے درجہ میں اس کے خادم کا ذکر کیا' کیونکہ اگر وہ اس کو خرچ نہیں دے گا تو اس کو فروخت کر دیا جائے گا' (یہ غلام ہونے کی صورت میں ہے اور اگر وہ آزاد ہو تو کہیں اور نوکری کر لے گا) علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

marfat.com

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہمارے اصحاب کا یہی مختار ہے کہ نابالغ اولاد کا خرچ بیوی کے خرچ پر مقدم ہے' علامہ ...دی شافعی نے بیوی کے خرچ کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاد اس کا جز اور اس کا حصہ ہیں اور ...وی اجنبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۵-۴۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بچوں اور بیوی کے بعد ماں باپ اور اجداد کا خرچ بھی واجب ہے بہ شرطیکہ وہ محتاج ہوں وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (لقمان: ۱۵) دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے رہنا۔ (ہدایہ اولین ص ۴۴۵)

...ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جس کے ...بعد خوش حالی ہو' اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے دینے کی ابتدا کرو' عورت کہے گی مجھے کھلاؤ یا مجھے ...طلاق دے دو' اور غلام کہے گا مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو اور (نابالغ) بیٹا کہے گا مجھے کھلاؤ' تم مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۷' عالم الکتب)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ...جب اللہ تم میں سے کسی کو خیر عطا فرمائے تو وہ اپنے نفس سے اور اپنے گھر والوں سے ابتدا کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے' اس وقت ...ایک شخص انڈے کے برابر سونا لے کر آیا' اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ معدن (کان) سے ملا ہے' آپ اس کو لے لیں' یہ ...صدقہ ہے' میرے پاس اس کے سوا اور مال نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا' وہ پھر دائیں جانب ...سے آیا' آپ نے اس سے اعراض کیا وہ پھر بائیں جانب سے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا وہ پھر ...پیچھے سے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر پھینک دیا اگر وہ اس کو لگ جاتا تو وہ زخمی ہو جاتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ ...علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک شخص کوئی چیز لے کر آتا ہے جس کا وہ مالک ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے' پھر بیٹھ کر لوگوں ...کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے' بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد ...آزاد ہو گا' اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کرنے کا حکم دیا اور ...فرمایا تم اس کی قیمت کے زیادہ حق دار ہو اور اللہ اس سے غنی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۴' اس کی سند امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

...جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ کے جاں بلب اور پیاسے ہونے ...

...کے باوجود پانی دوسروں کو دے کر مر جانے کا جواب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النساء: ۲۹) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' اس حکم کی وجہ سے انسان کے لیے ...کوئی ایسا فعل کرنا جائز نہیں ہے جو اس کی موت پر منتج ہو' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سرد رات میں جنبی ہو گئے ...انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی (صحیح البخاری کتاب ...التیمم باب: ۷) اس لیے یہ سوال ہو گا کہ مؤلف مذکور نے جو بیان کیا ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ اور چند دوسرے زخمی ...جاں بلب صحابہ کے سامنے جب پانی لایا گیا تو انہوں نے خود پانی پینے کے بجائے دوسرے ساتھی کو کیوں دیا' جب کہ اپنی

marfat.com

جان بچانا فرض ہے تو انہوں نے اس فرض کو ترک کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مؤلف مذکور نے اس واقعہ کو سیرت ابن ہشام کے مہمل حوالہ سے ذکر کیا ہے (جلد اور صفحہ کا ذکر نہیں کیا) سیرت ابن ہشام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہے اور آپ کی وفات اور تکفین اور تدفین کے ذکر کے بعد وہ ختم ہو گئی اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین سال بعد ۱۳ھ کا ہے' حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کو بغیر سند کے امام واقدی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ) اور امام واقدی کی کتاب المغازی میں اس کا ذکر نہیں ہے سو یہ حافظ ابن کثیر کا وہم ہے اور نہ ہی سیرت ابن ہشام میں اس کا ذکر ہے۔

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر التوفی ۴۶۳ھ اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے کہا میں نے اس کا محمد بن عمر سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا یہ وہم ہے' ہم نے اہل علم اور اہل سیرت سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے تھے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۱۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے لکھا ہے حضرت عکرمہ بن ابی جہل' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام گئے اور وہاں اجنادین کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اجنادین میں شہید ہوئے' پھر تمریض کے صیغہ کے ساتھ یرموک اور صفر کے دو قول بھی نقل کیے ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ اجنادین کے دن شہید ہوئے جمہور کا قول اسی طرح ہے' حتیٰ کہ امام واقدی نے کہا ہمارے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(الاصابہ ج ۴ ص ۴۴۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر نے جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ کے پیاسے شہید ہونے کی روایت کی جو امام واقدی کی طرف نسبت کی ہے یہ ان کا وہم ہے کیونکہ امام واقدی نے کہا ہمارے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عکرمہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل القرشی المخزومی یوم اجنادین میں شہید ہوئے' اور یہ حضرت عمر کے عہد کا واقعہ ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۶ ص ۳۵۸' رقم الحدیث: ۹۵۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ بن ابی جہل القرشی صحابی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔

(الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۷۔۶' رقم: ۳۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۲ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ بن ابی جہل ۱۳ھ میں اجنادین میں شہید ہوئے۔

(تاریخ دمشق ج ۴۳ ص ۱۹۸' رقم: ۴۸۳۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

اجنادین کا واقعہ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں ہوا اور اسی جنگ میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل شہید ہوئے۔
(تاریخ الخلفاء ص ۷۶ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ صرف حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ جنگ یرموک میں اپنے اصحاب کے ساتھ پیاسے شہید ہوئے' اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ' امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' امام ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ' امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ' امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ' امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ سب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے' اور امام محمد بن سعد نے یہ تصریح کی ہے کہ جس نے یہ کہا کہ حضرت عکرمہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یہ اس کا وہم ہے' پس واضح ہوگیا کہ یہ کہنا کہ حضرت عکرمہ جنگ یرموک میں زخمی جان بلب اور پیاسے تھے پھر بھی جب ان کو پانی پیش کیا گیا تو وہ انہوں نے اپنے ساتھی کو دے دیا اور خود پیاسے شہید ہوگئے محض ایک افسانہ ہے جس کو وضاعین نے گھڑ لیا ہے' اور حضرت عکرمہ اور ان کے اصحاب کی طرف **ولا تقتلوا انفسکم** کے حکم کی مخالفت کی نسبت کی اور اس جھوٹے افسانے کے بل بوتے پر مؤلف مذکور نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انسان اپنا گردہ نکلوا کر دوسرے کو دے سکتا ہے اور اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے' خواہ شیطان کی اتباع کر کے اللہ کی تخلیق کو بدلنا پڑے اور انسانی اجزاء کی پیوند کاری کی وجہ سے لعنت کا طوق گلے میں لٹکانا پڑے' اور ہم کو جی بھر کے کوسا اور کہا یہ شخص آیت کریمہ **ویؤثرون علی انفسھم** کا منکر ہے اور ان عظیم صحابہ کو حرام موت پر مرنے والا کہتا ہے اور ساری انسانیت کا قاتل ہے **فالی اللہ المشتکی**۔

ایک کتے کو پانی پلانے سے مغفرت کے حصول سے پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب

مؤلف مذکور لکھتے ہیں:

ترجمہ: ایک بدکار عورت صرف اس لیے بخش دی گئی کہ وہ ایک کتے کے پاس سے گزری تھی جو ایک کنوئیں کے پاس کھڑا پیاس کی وجہ سے اپنی زبان نکال رہا تھا اور بالکل مرنے کے قریب تھا' اس عورت نے اپنا موزا اتارا اور اس کو اپنے دوپٹہ سے باندھ کر اس کے لیے اس سے پانی نکالا بس اس کی وجہ سے وہ بخش دی گئی' صحابہ نے عرض کیا کہ کیا جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے میں اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ثواب ہے۔

غور فرمایئے ایک کتا جو مرنے کے قریب ہو اس کی اگر کوئی جان بچالے تو جنت میں چلا جائے تو جو اشرف المخلوقات میں سے کسی کی جان بچائے گا وہ کیوں نہ جنت کا اعلیٰ مرتبہ پائے گا؟ پھر صحابہ کرام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب نے اس کی مزید وضاحت کر دی کہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا ثواب ہے تو آدمی کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے مشکل وقت میں گردہ یا آنکھ وغیرہ کی وصیت کر کے اس کی مدد کرنے کا کتنا بڑا ثواب ہوگا وہ بیان سے باہر ہے۔ (جدید طبی مسائل ص ۴۰۔۳۹)

کتے کو پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی اور اپنا گردہ کٹوانے سے اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے بجائے شیطان کے حکم کی اطاعت لازم آتی ہے اور انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ آپ نے اس فعل پر اللہ کی لعنت کی ہے۔ لہٰذا کتے کو پانی پلانے پر اعضاء کی پیوند کاری کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے' نیز اپنی طرف سے کسی فعل پر جنت کی بشارت دینا بھی بہت سنگین بات ہے' کسی مخصوص فعل پر جنت کی بشارت دینا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور ان کا منصب ہے' اور جس فعل کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہو اس پر جنت کی بشارت دینا اور حرام قطعی کو حلال کرنا' اس کا کیا

marfat.com

حکم ہے؟ مؤلف مذکور خود مفتی ہیں اس پر غور کریں اور یہ سوال بہر حال قائم ہے کہ مؤلف مذکور نے اپنے ضرورت مند استاذ محترم کو خود گردہ دے کر جنت کیوں نہ حاصل کی وہ اس رسالہ کی تالیف کے بعد تقریباً چار سال تک زندہ رہے تھے۔

مردہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنے اور اضطرار کی بنیاد پر پیوند کاری سے استدلال کا جواب

عام طور پر انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے مجوزین اضطرار سے استدلال کرتے ہیں ہم نے اس کے متعلق لکھا تھا:

باقی یہ جو کہا گیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اس سے پیوند کاری کا جواز لازم نہیں آتا کیونکہ جو شخص اعضاء کٹوا رہا ہے اسے کوئی ضرورت ہے نہ اضطرار' تو کس بناء پر ایک ممنوع چیز اس کے لیے مباح ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۶۶

مؤلف مذکور اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ مثلاً وہ بیمار جس کو گردہ کی ضرورت ہے وہ تو مضطر ہے اور اس کو ضرورت ہے اسی کے اضطرار اور ضرورت کی وجہ سے دوسرے کا عضو لینا اس کو جائز ہو گیا اس مجبور و لاچار آدمی کے اضطرار اور ضرورت کی وجہ سے جس آدمی کا یہ عضو لے رہا ہے اس کی حرمت ختم ہو جائے گی جو شخص عضو دے رہا ہے اس کے لیے علیحدہ کسی دوسرے اضطرار کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

دیکھیے امام اعظم ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا یہ قول ہے کہ کوئی حاملہ فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لینا جائز ہے' اب یہاں اضطرار کی حالت بچہ کی ہے نہ کہ ماں کی' ضرورت بچہ کو ہے نہ کہ ماں کو لیکن چونکہ بچہ کی ضرورت ماں کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا ماں کا پیٹ چاک کرنا اس کی لاش کی بے حرمتی جو کہ اشد حرام فعل تھا وہ جائز ہو گیا حالانکہ ماں حالت اضطرار میں نہیں بلکہ وہ تو مردہ ہے جہاں اضطرار اور عدم اضطرار کی بحث ہی نہیں کی جا سکتی تو ضرورت اور اضطرار ماں کو نہیں بلکہ صرف بچہ کو ہے اور اس کی وجہ سے پیٹ چاک ماں کا کیا جا رہا ہے' ''یعنی ضرورت یہاں ہے اور حرمت وہاں ختم ہو رہی ہے'' اب میں معترضین سے کہتا ہوں جو جانبین میں اضطرار لازمی قرار دیتے ہیں وہ پہلے ماں میں اضطرار ثابت کریں پھر اس کے پیٹ کو چاک کرنے کی اجازت دیں حالانکہ اس کے تو وہ بھی قائل نہیں! لہٰذا یہاں بھی ان کو عضو دینے والے کے اضطرار پر اصرار نہیں کرنا چاہیے جو آدمی بیمار ہے وہ مضطر ہے اور ضرورت مند ہے اور اس کی ضرورت جس دوسرے شخص کے ساتھ متعلق ہے اس کا عضو لینا اور اس کو اپنا عضو کاٹ کر اسے دینا جائز ہو جائے گا اس جان بلب مریض کی ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے دینے والی کی حرمت ختم ہو جائے گی جس طرح بچہ کی ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے اس کی ماں کی لاش کی حرمت ختم ہو گئی تھی۔ (جدید طبی مسائل ص ۲۷۔ ۲۶)

فقہاء کرام کا یہ جزئیہ دراصل پوسٹ مارٹم کی اصل ہے کہ جس طرح کسی ضرورت کی بناء پر زندہ کے جسم کی سرجری اور اس کا آپریشن کرنا جائز ہے اسی طرح ضرورت کی بناء پر مردہ کے جسم کی سرجری اور اس کا آپریشن کرنا بھی جائز ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور حرکت کر رہا ہو تو اس مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے اس زندہ بچے کو نکال لیا جائے گا' لیکن فقہاء کرام کا یہ جزئیہ انسانی اعضاء کے ساتھ پیوند کاری کی اساس اور اصل نہیں بن سکتا اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) مردہ حاملہ کے پیٹ سے زندہ بچہ کو جو نکالا جاتا ہے اس میں صرف سرجری کا عمل کیا جاتا ہے' بچہ نکالنے کے بعد عورت کے پیٹ کو سی دیا جاتا ہے اس عمل سے عورت کی جسمانی ساخت اور اس کی صورت میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی اس کے

marfat.com

کسی عضو کو کاٹ کر نکالا نہیں جاتا' نہ اس کے کسی جز کو دوسرے جسم کے ساتھ پیوند کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے عمل میں' ایک شخص اپنے جسم سے گردہ کٹوا کر یا آنکھیں نکلوا کر اللہ کی تخلیق میں تغیر اور تبدیلی کرتا ہے اور یہ شیطان کے حکم پر عمل ہے' اور دوسرے شخص کے جسم میں پیوند کرنے کے لیے دیتا ہے اور انسان کے اجزاء کے ساتھ پیوند کاری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے' مردہ حاملہ کے پیٹ کو چاک کرنے کی طرح یہ صرف سرجری کا عمل نہیں ہے۔

(۲) حاملہ مردہ عورت اور اس کے پیٹ میں جو زندہ بچہ ہے یہ دو الگ الگ شخص نہیں ہیں' اول تو اس لیے کہ کسی شخص کی اولاد اس کے اجزاء کے بہ منزلہ ہے اور خصوصاً اس صورت میں تو وہ بچہ صورۃً اور حساً بھی اس حاملہ عورت کا جز ہے اور سرجری کا یہ عمل ایک ہی شخص میں ہو رہا ہے' اور اعضاء کی پیوند کاری کی صورت میں اپنا گردہ کٹوا کر دینے والا اور اس گردہ کو اپنے جسم میں لگوانے والا حقیقۃً' صورۃً اور حساً دو الگ الگ اور مغائر شخص ہیں۔

(۳) سرجری کے عمل سے اس بچہ کی زندگی کا حصول یقینی ہے جب کہ پیوند کاری کے ذریعہ مریض کی صحت کا حصول یقینی نہیں ہے۔

(۴) مردہ عورت اب احکام شرعیہ کی مکلفہ نہیں ہے' اس کے پیٹ کو چاک کیے جانے پر اس سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی اور جو شخص اپنا گردہ کٹوا رہا ہے اس سے بہرحال وہ آخرت میں باز پرس کا مستحق ہے کہ اس نے اللہ کی تخلیق کو کیوں تبدیل کیا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں شیطان کی کیوں اطاعت کی اور انسان کے اجزا کے ساتھ پیوند کاری پر لعنت ہونے کے باوجود پیوند کاری کیوں کروائی۔

(۵) جس طرح اس عورت کے بدن کی اصلاح اور منفعت کے لیے اس کی زندگی میں اس عورت کی سرجری اور اس کا آپریشن جائز تھا اسی طرح اس کی موت کے بعد اس کی منفعت کے لیے اس کے پیٹ کی سرجری کر کے اس بچہ کو زندہ نکال لینا جائز ہے اور بچہ کو زندہ نکال لینے میں اس عورت کی منفعت ظاہر ہے' کیونکہ اغلب یہ ہے کہ وہ بچہ بڑا ہو کر نیک کام کرے گا اور اپنی ماں کے لیے دعا کرے گا تو اس سے آخرت میں ماں کو ثواب پہنچے گا' اس کے برخلاف جو شخص پیوند کاری کے لیے اپنا گردہ کٹوا رہا ہے یا آنکھیں نکلوا رہا ہے اس کو اس عمل سے کوئی منفعت نہیں ہو گی' بلکہ دنیا اور آخرت میں اس کو نقصان ہو گا' آخرت میں اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب اور لعنت کا مستحق ہے اور دنیا میں اس لیے کہ جب اس کے جسم میں دو گردے ہیں تو اگر کسی حادثہ یا مرض کی وجہ سے اس کا ایک گردہ فیل ہو جائے تو دوسرے گردہ سے اس کا جسمانی نظام کام کرتا رہے گا' اور جب اس نے ایک گردہ نکلوا دیا اور بالفرض کسی مرض یا حادثہ کی وجہ سے وہ گردہ فیل ہو گیا تو اس کو ساری عمر ڈائی لیسز پر گزارہ کرنا پڑے گا' اور یہ پیش گوئی کرنا کہ اس کا گردہ کبھی خراب نہیں ہو گا غیب کا دعویٰ کرنا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حاملہ عورت کا پیٹ چاک کر کے اس کے زندہ بچے کو نکالنے میں اس کی سراسر منفعت ہے اور پیوند کاری کے لیے گردہ کٹوانے والا خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق ہے۔

(۶) ہم کہتے ہیں کہ مردہ حاملہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے اس کے پیٹ سے زندہ بچہ کو نکالنا علی التعیین فرض ہے کیونکہ اگر زندہ بچے کو نکالے بغیر اس عورت کو یوں ہی بچے سمیت دفن کر دیا جائے تو اس بچہ کو زندہ درگور کرنا لازم آئے گا' اور بچہ کو زندہ درگور کرنا حرام ہے اور حرام کو ترک کرنا فرض ہے تو مردہ عورت کے پیٹ سے زندہ بچے کو نکالنا فرض ہوا' اور پیوند کاری کے مجوزین کے نزدیک بھی کسی شخص پر گردہ کٹوانا علی التعیین فرض نہیں ہے۔

marfat.com

(۷) مردہ حاملہ عورت کے پیٹ سے اگر زندہ بچہ کو نہ نکالا جائے یونہی دفن کر دیا جائے تو بچہ مر جائے گا لہٰذا یہاں اضطرار ہے' لیکن
جو شخص نابینا ہے اگر اس کے لیے آنکھوں کا عطیہ نہ کیا جائے تو وہ مر نہیں جائے گا' زندہ ہی رہے گا' اسی طرح جس کے دونوں
گردے فیل ہو چکے ہیں وہ اس سے مر نہیں جائے گا زندہ ہی رہے گا' بس ہر ہفتہ ڈائی لیسز کرانا پڑے گا' لہٰذا یہ اضطرار نہیں
ہے اور اس فقہی جزئیہ کی مثل نہیں ہے اور اعضاء کی پیوند کاری کے لیے اساس' اصل اور مقیس علیہ نہیں بن سکتا' خود مؤلف
نے پیوند کاری کے لیے اس بے تابی اور بے قراری کے باوجود اپنے استاذ محترم کو گردہ نہیں دیا اور وہ اس کتاب کی اشاعت
کے بعد بھی چار سال تک زندہ رہے اور ہر ہفتہ ڈائی لیسز کرا کر ٹھیک ٹھاک زندہ رہے اور یہاں ہم سے ملنے آئے۔ ہم نے
جس طرح اس فقہی جزئیہ اور پیوند کاری میں سات وجوہ سے فرق بیان کیے ہیں شاید کسی اور جگہ یہ نہ مل سکیں۔ وللہ الحمد۔

ہم نے شرح صحیح مسلم میں لکھا تھا کہ حالت اضطرار میں بھی کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے شخص سے یہ کہے
کہ تم اپنی جان بچانے کے لیے میرے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالو' تو وہ کسی مریض کے علاج کے لیے اسے گردہ دینے کی شرعاً
پیش کش کب کر سکتا ہے! اور اس پر حسب ذیل مذاہب اربعہ کے فقہاء کی عبارات سے استدلال کیا تھا:

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی وکلها او قال اقطع منی قطعة فکلها لا یسعه ان یفعل ذلک ولا یصح امره به کما لا یصح للمضطر ان یقطع قطعة من لحم نفسه فیاکل.

کسی شخص کو حالت اضطرار میں کھانے کے لیے مردار بھی نہیں ملا اور اسے اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس سے ایک شخص کہے میرے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالو تو مضطر کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا امر کرنا صحیح ہے جیسا کہ مضطر کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ خود اپنا گوشت کاٹ کر کھالے۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن بزاز کردری حنفی فرماتے ہیں:

خاف الهلاک جوعا فقال له اخر اقطع یدی وکله لیس له ذلک لان لحم الانسان لا یباح حال الاضطرار لکرامته.

کسی شخص کو بھوک کی بناء پر موت کا خوف ہو اس سے دوسرا شخص کہے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان کے گوشت کو کھانا اس کی تکریم کی وجہ سے حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہے۔

اسی طرح عالمگیری میں ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۶' عالم گیری ج ۵ ص ۳۳۸' مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ' شرح المہذب ج ۹ ص ۴۵ (فقہ شافعی) المغنی
ج ۹ ص ۳۳۵' (فقہ حنبلی) الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶ (فقہ مالکی) میں بھی اسی طرح مذکور ہے)۔

مذاہب اربعہ کی ان صاف اور صریح عبارت کا مؤلف سے کوئی جواب نہیں بن پڑا پہلے انہوں نے لکھا کہ عرف اور عادات
کے بدلنے میں حسن اور قبح کی علامات بدلتی رہتی ہیں جیسے مشرقی ممالک میں ننگے سر پھرنا معیوب ہے اور مغربی ممالک میں معیوب
نہیں ہے' اسی طرح انسانی اعضاء کی قطع و برید پہلے انسانیت کی توہین شمار ہوتی تھی' اور اب یہ انسانیت کی تکریم کہلاتی ہے چنانچہ کہا
جاتا ہے کہ فلاں وزیر نے اپنی آنکھ کا عطیہ کر دیا تو لوگ اس کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں (جدید طبی مسائل ص ۴۹۔۴۸ ملخصاً) گویا اب
حلت اور حرمت کا مدار عام لوگوں کی تحسین اور تقبیح پر ہے' اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ پہلے عورتوں کے پردہ کی تحسین ہوتی تھی اور اب
عورتوں کے پردہ کو معیوب سمجھا جاتا ہے' پہلے عام مسلمان ڈاڑھی رکھنے کی تحسین کرتے تھے اب عام لوگ ڈاڑھی منڈانے کو حسن

marfat.com

سمجھتے ہیں اور اکثر وزراء اور سرکاری افسران ڈاڑھی منڈاتے ہیں' لہٰذا عورتوں کا بے پردہ پھرنا اور مردوں کا ڈاڑھی منڈانا نہ صرف جائز بلکہ شرعاً قابل تحسین ہو گیا کیونکہ آپ کے بقول شرعی احکام اب لوگوں کی تحسین اور تقبیح کے تابع ہو گئے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ پہلے آپ ایک انسان کو بچا کر ساری انسانیت کو بچانے کی بات کیجئے پھر اس کی تکریم کی بات آپ کو زیب دے گی (جدید طبی مسائل ص ۵۰ ملخصاً) اس کا جواب ''احیاء نفس سے اعضاء کی پیوندکاری کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب'' کے زیر عنوان آ چکا ہے' اس جواب کی شق ثانی میں مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ نکالنے کے فقہی جزئیہ سے معارضہ کیا ہے' اس کا جواب ابھی گزر چکا ہے' تیسرے جواب میں لکھا ہے:

ایک اور فقہی جزئیہ ہے کہ کوئی مضطر انسان کسی مردہ آدمی کو کھا کر اپنی جان بچا سکتا ہے یا نہیں؟ مالکی اور حنبلی فقہاء کی رائے ہے کہ نہیں کھا سکتا جب کہ شوافع اور بعض احناف کی رائے یہ ہے کہ یہ کھا سکتا ہے کیونکہ زندہ کی حرمت مردہ سے زیادہ ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۳۵)

احترام آدمیت اور احترام میت سے متعلق تمام آیات اور احادیث کے باوجود علماء کا ایک جان بچانے کی خاطر مردہ آدمی کو کھانے کی اجازت دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شریعت میں آدمی کی تحریم و تکریم سے زیادہ انسانی جان کی اہمیت ہے لہٰذا اعضاء کی پیوندکاری کے مسئلہ میں بھی اس اصول کو پیش نظر رکھ کر اس کے جواز کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۲)

اور چوتھے جواب میں لکھا ہے:

فقہاء نے یہ بھی ایک مسئلہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی مضطر کو کوئی ایسا شخص مل جائے جس کو کسی جرم کی وجہ سے شرعی طور پر قتل کی سزا سنائی گئی ہو تو وہ مضطر ایسے شخص کو قتل کر کے اس کا گوشت کھا کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۳۵)

یہ جزئیہ بھی ہمارے اس دعوے کی واضح دلیل ہے کہ کسی کی جان بچانے کو سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی اس کے مقابلہ میں ''حرمت آدمیت'' کا خیال نہیں کیا جائے گا حرمت آدمیت کا مرتبہ بعد میں ہے پہلا مرتبہ انسانی زندگی کے بچانے کا ہے۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۳)

یہ بعض فقہاء کے اقوال ہیں جمہور کا نظریہ نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے مذاہب اربعہ کے مسلّم فقہاء کے حوالہ سے لکھا تھا کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے جو بھوک سے مر رہا ہو یہ کہے تم میرا گوشت کاٹ کر کھاؤ' اور مؤلف بعض فقہاء کی ان عبارات سے معارضہ کر رہے ہیں جن میں مردہ انسان کے گوشت کھانے کی اجازت دی ہے' واضح رہے کہ عموماً زندہ آدمی کے اعضاء سے پیوندکاری ہوتی ہے اور مردہ کے اعضاء سے نہیں ہوتی' تیسرا جواب یہ ہے کہ مؤلف بار بار لکھتے ہیں یہ انسانی زندگی بچانے کا مسئلہ ہے اور ہم کئی بار وضاحت کر چکے ہیں کہ جس کے دونوں گردے فیل ہو جائیں وہ اس سے مر نہیں جاتا' مرے گا تو اپنے وقت پر' وہ ڈائی لیسز کے ذریعہ زندگی گزار سکتا ہے۔

پانچویں جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کا موتی نگل لے اور مر جائے تو اس کا پیٹ چاک کر کے اس موتی کو نکال لیا جائے گا' لکھتے ہیں:

ذرا غور فرمائیے کہ فقہاء کی نظر میں احترام آدمیت اور احترام میت کے مقابلہ میں ایک انسان کے مالی حق کو زیادہ اہمیت حاصل ہے تو پھر جہاں احترام آدمیت کے مقابلہ میں انسانی جان جیسی چیز آ جائے جس کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی بھلا ایسی قیمتی اور اہم چیز کو کیسے نظر انداز کیا جائے گا' ماننا پڑے گا کہ انسانی جان کی اہمیت' احترام آدمیت اور احترام میت وغیرہ سے کہیں زیادہ ہے۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۴۔۵۳)

marfat.com

اس کا مفصل جواب تو ہم تکریم انسانیت سے اعضاء کی پیوندکاری کی ممانعت پر استدلال کے زیر عنوان لکھ چکے ہیں یہاں پر صرف یہ بتانا چاہتے کہ مصنف نے یہاں پھر جان بچانے اور زندگی بچانے کا ذکر کیا ہے حالانکہ ہم بتا چکے ہیں کہ جس کے دونوں گردے فیل ہو جائیں وہ فوراً نہیں مرجاتا' اس کا علاج ہوتا رہتا ہے اور وہ ڈائی لیسز کے ذریعہ زندہ رہتا ہے۔

گردوں کے کام کی توضیح

انسان کے جسم میں دو گردے جن کا حجم عام طور پر اس کی مٹھی کے برابر ہوتا ہے ریڑھ کی ہڈی کے دونوں جانب پسلیوں سے ذرا نیچے واقع ہوتے ہیں۔ ان کو خون کی فراہمی شریانِ اعظم کے ذریعے ہوتی ہے اور ایک منٹ میں ۱۲۰۰ سی سی یعنی سوا لیٹر خون ان سے گذرتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر گھنٹے تقریباً ۷۲ لیٹر خون اور چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار سات سو پچیس لیٹر خون کا دوران گردوں سے ہوتا ہے۔ گردوں کا کام انتہائی پیچیدہ ہے۔ حقیقتاً گردوں کے کام کی پیچیدگی دل کے کام سے کہیں زیادہ ہے۔ ہر منٹ گردے اس گذرتے ہوئے خون سے ۱۲۰ سی سی رقیق مادہ چھان لیتے ہیں۔ جن میں نہ صرف فاسد اور زہریلے مادے ہوتے ہیں بلکہ بہت سے کارآمد اور زندگی کے لیے انتہائی ضروری مادے بھی ہوتے ہیں۔ یہ رقیق مادہ مختلف اور انتہائی پیچیدہ اور نازک نالیوں سے گذرتا ہے۔ جس کے دوران اچھے اور کارآمد مادے دوبارہ خون میں جذب ہو جاتے ہیں اور صرف فاسد مادے اور وہ اجزاء پانی کی اس مقدار کے ساتھ جس کی ہمارے جسم کو ضرورت نہیں ہوتی پیشاب کی صورت میں خارج ہوتے ہیں۔

گردوں کا دوسرا اہم کام تولید خون ہے۔ اگرچہ براہ راست گردے خون بنانے میں حصہ نہیں لیتے مگر خون کی پیداوار جس خاص کیمیائی مادے کے زیر اثر ہوتی ہے وہ صرف گردے ہی تیار کرتے ہیں۔ اگر یہ مادہ موجود نہ ہو تو ہڈیوں کا گودا خون کی پیدائش میں کام آنے والے تمام تر اجزاء کی موجودگی کے باوجود خون نہیں بنا سکتا اور اس طرح خون کی کمی ہو جائے گی۔

گردوں کا تیسرا اہم کام ہڈیوں کی ساخت کو بہتر حالت میں رکھنا ہے۔ وٹامن ڈی کو کیمیائی عمل کے ذریعے کارآمد بناتے ہیں اور اس طرح وہ جسم میں نہ صرف کیلشیم کی مقدار کو نارمل رکھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ بالواسطہ طور پر ہڈیوں کی مضبوطی اور نشوونما کے بھی ذمہ دار ہیں۔

انسانی جسم میں گردوں کے فعل کی وضاحت کا مقصد اس کی اہمیت کا احساس دلانا ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشرے کے ۸۰ فیصد افراد کے ذہن میں گردوں کی اہمیت پیشاب کے اخراج سے زیادہ نہیں جب کہ گردے ہی وہ واحد عضلات ہیں جو انسانی جسم کے تمام کیمیائی مرکبات کو نہ صرف کنٹرول کرتے ہیں بلکہ ان کا تناسب بھی برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں حتیٰ کہ خون کا دباؤ بھی گردے ہی کنٹرول کرتے ہیں۔

اس ساری تمہید کا لب لباب یہ ہے کہ گردوں کا کام فاسد مادوں کا اخراج' جسم کی کیمیائی ہیئت کو برقرار رکھنا' تیزابیت سے بچاؤ' خون کی تولید اور ہڈیوں کو اچھی حالت میں رکھنا ہے اس لیے اگر گردے ناکارہ ہو جائیں تو انسانی جسم کے ہر ریشے اور ہر عضو کا کام متاثر ہوتا ہے اور کسی مصنوعی طریقے سے گردوں کے کام کا نعم البدل تلاش نہ کیا جائے تو انسانی زندگی ممکن نہیں رہتی۔ گردوں کے مکمل طور پر ناکارہ ہو جانے کے بعد موت یقینی ہو جاتی ہے۔ زہریلے اور فاسد مادے دماغ پر اثر کرتے ہیں جس سے غشی طاری ہو جاتی ہے۔ جسم میں تیزابیت کی زیادتی خون میں مل کر زندگی کے لیے خطرناک ہو جاتی ہے۔ وہ پانی جو پیشاب کے ذریعے نہیں نکل سکتا پھیپھڑوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ خون کا دباؤ بڑھتا جاتا ہے' خون کی شدید کمی ہو جاتی ہے اور ہڈیوں کا چونا کم ہو جاتا ہے۔ جس سے ہڈیاں نرم ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انسانی زندگی کو بچانے کے لیے ''تطہیر خون'' یعنی خون کی صفائی کی جاتی ہے۔

marfat.com

ساری دنیا میں مکمل طور پر ناکارہ اور وقتی طور پر خراب گردوں کی صورت میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کو دور کرنے کے لیے جو طریقہ کار رائج ہیں۔ طبی زبان میں اسے ''ڈائیلیسس'' (DIALYSIS) کہتے ہیں۔

خون سے فاسد مادوں کی صفائی' دھلائی یا چھان پھٹک کے تین مروجہ طریقہ کار ہیں۔

(۱) پیری ٹونیل ڈائیلیسس (PERITONEAL DIALYSIS)

(۲) سی اے پی ڈی (C.A.P.D.)

(۳) ہیموڈائیلیسس (HEMODIALYSIS)

پیری ٹونیل ڈائیلیسس

گردوں کی صفائی کا یہ طریقہ کار فی الوقت سب سے سہل گردانا جاتا ہے لیکن اس کا استعمال انتہائی ایمرجنسی کے وقت یا بالفاظ دیگر موت کے منہ سے نکالنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ کار کو شروع کرنے میں محض چند منٹ لگتے ہیں جبکہ دوسرے طریقہ ڈائیلیسس کو آ زمانے میں وقت لگتا ہے۔

خرابی گردہ کے ایسے مریض جن کا یوریا اچانک بہت بڑھ جاتا ہے یا وہ افراد جن کے گردے جسم سے زیادہ مقدار میں پانی یا خون نکل جانے کی صورت میں کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ مثلاً بچے کی پیدائش یا حمل ضائع ہونے کی صورت میں خون کا زیادہ بہہ جانا۔ کسی حادثے کے دوران خون کا ضائع ہو جانا۔

انسانی جسم کا تیسرے درجے تک جل جانا' پانی کی کمی اور ادویات بھی گردوں کا فعل متاثر کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ یہی نہیں بہت زیادہ مقدار میں قے اور دست ہونے کے باعث انسانی جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ وہ بھی وقتی طور پر گردے خراب ہونے کا سبب ہو سکتی ہے۔

ایسی تمام صورتوں میں گردوں کا فعل کارگر بنانے کے لیے اور اس سے پیدا شدہ پیچیدگیوں کو ختم کرنے کے لیے یہ طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک عام طور آدمی گردوں کی صفائی کے اس طریقہ کار کے بارے میں یہ ضرور جاننا چاہتا ہے کہ یہ عمل کس طرح ظہور پذیر ہوتا ہے اور کیا کام کرتا ہے؟

جیسا کہ شروع میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ گردوں کے افعال میں سب سے اہم فعل خون سے فاسد مادوں کا اخراج اور تازہ خون بنانے میں مدد دینا ہے۔ اس فعل کے متاثر ہونے کی صورت میں بحیثیت متبادل کے جب پیری ٹونیل ڈائیلیسس کا طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے تو ڈاکٹر مریض کے پیٹ میں زیر ناف حصے کو سن کر کے پلاسٹک کی ٹیوب ڈال دیتا ہے۔ اس ٹیوب کا تعلق پیٹ کی اس اندوزنی جھلی سے ہوتا ہے جو تمام اندرونی اعضاء کو لپیٹے ہوتی ہے اس جھلی یا تھیلی میں خون جسم کے دیگر حصوں کی نسبت زیادہ مقدار میں گردش کرتا ہے۔ اس خوبی کے باعث اس جگہ کو گردوں کی خرابی کی صورت میں خون کی صفائی کے لیے سب سے بہتر مانا جاتا ہے اس عمل کے لیے بذریعہ ٹیوب محلول داخل کیا جاتا ہے۔ جسے پیری ٹونیل ڈائیلیسس سلوشن کہتے ہیں۔ یہ محلول انسانی جسم میں پائے جانے والے تمام نمکیات کا مرکب ہوتا ہے اس کی تشریح یوں بھی کر سکتے ہیں کہ اس محلول کا فارمولا خون کے فارمولے ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔

اس محلول کو پیٹ میں کم از کم ۲۵ منٹ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس دوران محلول اور خون کے درمیان نمکیات کا تبادلہ عمل پذیر ہوتا ہے۔ خون میں جن اجزاء کی زیادتی ہوتی ہے وہ محلول جذب کر لیتا ہے۔ اس طرح جو اجزاء خون میں کم ہوتے

marfat.com

ہیں انہیں خون محلول سے جذب کر لیتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق خون جس حساب سے گردش کرتا ہے۔ ۲۰ منٹ کے دورانیہ میں داخل شدہ محلول کی افادیت مکمل ہو جاتی ہے اور بذریعہ ٹیوب اسے واپس نکال لیا جاتا ہے' یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ پیٹ میں داخل کی گئی ٹیوب کا جو حصہ جسم سے باہر ہوتا ہے' اس کا تعلق دو مزید ٹیوب سے ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک محلول کے داخلے اور دوسری اخراج کے لیے ہوتی ہے۔

صفائی کا یہ سلسلہ مریض کی حالت پر منحصر ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں یہ سلسلہ بلا کسی توقف کے کئی کئی دن جاری رہتا ہے لیکن جوں ہی مریض کی حالت سنبھلنے لگتی ہے صفائی کا دورانیہ کم ہوتا جاتا ہے۔ مریض کی حالت بہتر ہوتے ہی ٹیوب نکال دی جاتی ہے۔ مریض کی بہتری کا اندازہ اس عمل کے دوران ہونے والے خون ٹیسٹ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

جن افراد کے گردے وقتی یا حادثاتی طور پر متاثر ہوتے ہیں وہ اس عمل کے بعد دو سے چھ ہفتے کے دوران دوبارہ معمول کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں لیکن ایسا نہ ہونے کی صورت میں گردوں کے دوسرے متبادل طریقہ علاج کے بارے میں سوچا جاتا ہے۔ اس تمام کارروائی کے دوران مریض کا داخلِ ہسپتال رہنا لازمی ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں مریض کو حالت سنبھلنے کے بعد گھر بھیج دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ ہفتے میں کم از کم دو بار ڈاکٹر سے ملاقات کرے۔

سی۔اے۔پی۔ڈی

ڈائیلیسس کے اس طریقہ کار کی آسان الفاظ میں تشریح کچھ یوں بنتی ہے۔ لگاتار ڈائیلیسس۔ چلتے پھرتے ڈائیلیسس' اس طریقہ کار کی بنیاد تو پیری ٹونیل ڈائیلیسس ہی ہے البتہ یہ اس کی بہتر شکل ہے۔ اس میں مریض کو ہسپتال میں داخل نہیں رہنا پڑتا۔ وہ دفتر' اسکول' کالج' گھر' چلتے پھرتے جہاں وقت اور موقع میسر ہو اپنا ڈائیلیسس خود کر سکتا ہے۔

اس طریقہ کار میں بذریعہ آپریشن تقریباً نو انچ لمبی ربڑ کی ٹیوب زیر ناف پیٹ کی اندرونی جھلی سے مستقل طور پر منسلک کر دی جاتی ہے۔ تاکہ مریض کو چلنے پھرنے میں کم سے کم تکلیف ہو۔ یہ پیٹ کا وہی حصہ ہوتا ہے جس کا استعمال پیری ٹونیل ڈائیلیسس میں بھی کیا جاتا ہے۔

اس ٹیوب کا ایک حصہ پیٹ سے باہر ہوتا ہے جسے استعمال کرنے کے بعد والو سے بند کر دیا جاتا ہے۔ ٹیوب میں دو فلٹر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ صفائی میں بھی پیری ٹونیل ڈائیلیسس سلوشن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ سلوشن کا پیٹ میں رہنے کا دورانیہ ۴ سے ۶ گھنٹے تک کا ہوتا ہے۔ مقررہ وقت کی تکمیل کے بعد پیٹ کا سلوشن نکال کر نیا ڈال دیا جاتا ہے۔

بیرون ملک بلکہ یہ کہا جائے کہ ہندو پاک کے علاوہ ان تمام ممالک میں جہاں ڈائیلیسس کی سہولت میسر ہے' یہ طریقہ کار بہت مقبول اور فائدے مند ہے۔

اس طریقہ کار کا اطلاق خرابیٔ گردہ کے ان مریضوں پر کیا جاتا ہے جن کے گردے مستقل طور پر خراب ہو جاتے ہیں اور زندہ رہنے کے لیے تبدیلیٔ گردہ یا ڈائیلیسس میں سے کسی ایک کا اطلاق لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج خرابی گردہ کے مریض بچوں' بوڑھوں یا وہ افراد جن کی نسیں (VESSELS) کسی وجہ سے صحیح نہ ہوں ان کے لیے آئیڈیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ بچوں کی نسیں چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں۔ بوڑھے افراد میں عموماً نسیں سکڑ جانے یا چربی کی مقدار بڑھ جانے کے سبب یہ طریقہ کار بہتر رہتا ہے۔

مشینی صفائی یا ہیموڈائیلیسس

گردوں کی خرابی سے پیدا شدہ پیچیدگیوں کو دور کرنے کے طریقہ کار میں سے ایک ہیموڈائیلیسس ہے۔ اس طریقہ کار

marfat.com

میں خون میں جمع ہونے والے فاسد مادوں، نمکیات بوجہ پیشاب کی کمی جمع شدہ پانی کو خون سے بذریعہ مشین علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اسی سبب کو عام فہم زبان میں صفائی کے اس طریقۂ کار کو ''مشینی صفائی'' بھی کہا جاتا ہے۔ مقصد اس کا بھی وہی ہے یعنی ''تطہیر خون'' یا ''خون کی صفائی''۔

یہ طریقۂ کار خرابی گردہ کے ان مریضوں کے لیے آئیڈیل سمجھا جاتا ہے جن کے گردے مستقل طور پر خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اتفاقی یا حادثاتی طور پر خراب ہونے والے گردوں اور ایمرجنسی میں بھی کارگر رہتا ہے۔ گذشتہ سالوں کے دوران پاکستان میں بھی اس طریقۂ کار کا استعمال ایمرجنسی کی صورت میں کافی بڑھ گیا ہے۔

گردوں کی صفائی کا یہ عمل ابھی تک ساری دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ خون کی صفائی کے اس فعل کا اطلاق عملی طور پر کچھ یوں ہوتا ہے کہ ہر ڈاکٹر اپنے زیرِ علاج مریضوں کے وقتاً فوقتاً معائنہ کے دوران گردوں کی کارکردگی کا اندازہ بذریعہ ٹیسٹ کرتے رہتے ہیں۔ اس دوران جب گردوں کا فعل کم ہوتے ہوتے ۱/۸ حصہ رہ جاتا ہے تو مذکورہ مریض کو فسچولا (FISTULA) بنوانے کا مشورہ دیتے ہیں یہ ایک طرح سے متاثرہ مریض کا حق میں حفاظتی اقدام ہوتا ہے۔

مریض کے بائیں یا دائیں بازو میں جلد کے بالکل نیچے آپریشن کے ذریعے خون کی شریانوں اور دریدوں کو ملا کر سی دیا جاتا ہے۔ طبی زبان میں اسے فسچولا (FISTULA) کہا جاتا ہے۔

یہ اقدام خون کا دباؤ بڑھانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس سے خاص مقام پر خون کی گردش بڑھ جاتی ہے۔ خون کی نالیاں بڑی اور موٹی ہو جاتی ہیں۔ ہاتھ گرم اور تھوڑا موٹا معلوم ہوتا ہے۔

اس مقام پر ڈائیلیسس کے وقت دو سوئیاں لگا دی جاتی ہیں۔ ان کے ذریعے خون پلاسٹک کی نالیوں سے ہوتا ہوا مشین سے منسلک مصنوعی گردے یا ڈائیلائزر (DIALYSER) میں آتا اور واپس چلا جاتا ہے۔ مصنوعی گردہ پلاسٹک کے خول میں بند باریک، کھوکھلے ریشوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ریشے ایک خاص عنصر سیلی لوز (CELLULOSE) سے بنے ہوتے ہیں۔ اسے ڈائیلائزر (DIALYSER) یا مصنوعی گردہ کہا جاتا ہے۔ اس کا نظام ایک مشین سے کنٹرول ہوتا ہے۔ اسے ڈائیلیسس مشین کہا جاتا ہے۔ مشین کا کنٹرول ہر مریض کی ضرورت کے مطابق منظم کیا جاتا ہے۔ اس میں مختلف بٹن لگے ہوتے ہیں جو بوقتِ ضرورت الارم بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح مصنوعی گردوں کا سائز بھی متاثرہ افراد کے وزن اور جسمانی مناسبت سے الگ الگ ہوتا ہے۔ خون کی صفائی کا یہ عمل ۴ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ البتہ جدید مشینوں میں اس کا دورانیہ ۲ گھنٹے کم ہو گیا ہے لیکن اس میں خون کی روانی بڑھنے کے سبب فسچولا پر کافی دباؤ پڑ سکتا ہے۔ ڈائیلیسس کے دوران مریض آرام سے بستر پر لیٹا رہتا ہے، اخبار پڑھتا ہے، میوزک، ٹی وی کی سہولت ہو تو اس سے مستفید ہوتا ہے۔

ڈاکٹر یا طبی عملے کے دیگر افراد اس دوران اس کا بلڈ پریشر اور ایسی ہی دیگر علامات پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ ۴ گھنٹے کا دورانیہ مکمل ہونے کے بعد خون کی گردش کا سلسلہ مصنوعی گردہ سے منقطع کر دیا جاتا ہے۔ تمام خون واپس جسم میں چلا جاتا ہے۔ سوئیاں نکال دی جاتی ہیں۔ اس مقام پر چند منٹ تک دباؤ کے ساتھ روئی رکھی جاتی ہے، پھر ٹیپ سے بند کر دیا جاتا ہے، مذکورہ فرد کو اگلے ۲۴ گھنٹے تک روئی اور ٹیپ نہ ہٹانے کی ہدایت کر دی جاتی ہے۔

اس عمل کی تکمیل کے بعد مریض کے خون کا دباؤ اور وزن چیک کیا جاتا ہے اور گھر جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ گھر جانے کی اجازت خرابی گردہ کے ان افراد کو دی جاتی ہے جن کی زندگی کا انحصار ہیموڈائیلیسس کے مستقل پروگرام پر ہوتا ہے۔ کسی بھی ایمرجنسی کے باعث ہیموڈائیلیسس کے مرحلے سے گذرنے والے فرد کو طبیعت کی مکمل بہتری تک ہسپتال میں مقیم

marfat.com

رہنا پڑتا ہے۔ ایمرجنسی میں ہیموڈائیلیسس کے جو طریقۂ کار استعمال ہوتے ہیں انہیں شنٹ (SHUNT) سب کلوین (SUBCLAVIAN) فیمورول (FEMORAL) کہا جاتا ہے۔

شنٹ

مریض کے بائیں ٹخنہ سے اوپر آپریشن کے ذریعے ٹیوب ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے مریض کا خون صاف کیا جاتا ہے۔

سب کلوین (SUBCLAVIAN)

اس میں مریض کی گردن کے نچلے حصے میں بذریعہ آپریشن شریان میں ٹیوب ڈال دی جاتی ہے اور خون کی صفائی کا کام کیا جاتا ہے۔ یہ عموماً دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس آپریشن سے پھیپھڑوں میں ہوا بھر سکتی ہے۔ لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

فیمورل (FAMORAL)

انسانی جسم کے اوپری حصے اور ٹانگ کے ملاپ کے مقام پر بذریعہ آپریشن شریان میں ٹیوب ڈال کر صفائی کرنے کے اس طریقے کو فیمورل کہتے ہیں۔ (ڈائیلیسس' دی کڈنی سنٹر' کراچی)

خون اور پیشاب سے قرآن مجید کو لکھنے سے اعضاء کی پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب

پانچویں جواب میں مؤلف مذکور لکھتے ہیں:

شریعت اسلامیہ میں ''انسانی جان'' کی کتنی قدر و قیمت اور کس قدر اس کو اہمیت حاصل ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ کلام اللہ یعنی قرآن پاک کی عظمت و حرمت عام آدمی کی عظمت و حرمت سے کہیں زیادہ ہے' جس کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ جنبی کو اس کا پڑھنا اور بے وضو آدمی کو اس کا ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں لیکن اگر اس کے مقابلہ میں انسانی جان کے بچانے کی بات آ جائے تو ترجیح انسانی جان ہی کو دی جائے گی اس سلسلہ میں فقہاء کے بیان کردہ اس مسئلہ کو ملاحظہ فرمایئے:

ترجمہ: اور جس کو نکسیر آئے اور خون بند نہ ہوتا ہو تو اگر وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن سے کچھ لکھنا چاہے تو ابو بکر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے' ان سے پوچھا گیا کہ اگر پیشاب سے قرآن کا کچھ حصہ لکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اگر اس میں اس کی شفاء ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اللہ اکبر! فقہاء نے اس جزئیہ کے ذریعہ بتا دیا کہ دین اسلام میں ایک جان کے بچانے کی بڑی اہمیت ہے اس کے سامنے آدمی کی حرمت تو کیا اگر قرآن جیسی عظیم اللہ کی کتاب کی عظمت و حرمت کو بھی نظر انداز کرنا پڑا تو کر لیں گے لیکن انسانی جان کو ضائع نہیں ہونے دیں گے انسانی جان کو ہر حال میں بچانے کی کوشش کریں گے۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۵-۵۴)

بعض فقہاء نے یہ جزئیہ انسان کی جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ مرض سے شفاء کے متعلق لکھا ہے اور فقیہ ابو بکر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے اور جن فقہاء نے اس کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے' ہمارے نزدیک قرآن مجید کی عزت اور حرمت بہت زیادہ ہے مرض سے شفاء کی کیا حیثیت ہے اگر مریض کو سو فی صد یقین ہو کہ اس کی پیشانی پر خون یا پیشاب سے کلام اللہ کی آیات لکھنے سے اس کی جان بچ جائے گی تو اس کا سو بار مر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب سے قرآن مجید لکھنے کی جسارت کرے اور اس کی توہین کا مرتکب ہو۔ ہمیں یہ پڑھ کر بہت رنج اور افسوس ہوا کہ مؤلف پیوند کاری ثابت کرنے کے جوش میں کلام اللہ کی توہین کے جواز تک اتر آئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

marfat.com

مؤلف نے یہاں پھر انسان کی جان بچانے اور اس کو ضائع نہ ہونے دینے کو لکھا ہے اور ہم کئی بار واضح کر چکے ہیں کہ گردہ کے مریض کو اگر گردہ نہ دیا جائے تو وہ اس سے فوراً مرتا نہیں ہے۔ قرآن مجید کی توہین کے جواز کا فتویٰ دینے کے بعد مؤلف مزید لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء تو انسانی جان کو اتنی اہمیت اور وقعت دیں لیکن آج کل کے بعض مفتیوں کی نظر میں یہ انسانی جان اتنی بے قیمت اور بے وقعت ہے کہ ایک آدمی سسک سسک کر جان دے رہا ہے لیکن بغیر کسی نقصان کے اس کو بچانے کی قدرت رکھنے کے باوجود صرف احترام آدمیت اور احترام میت کے باعث کسی کو اس کی مدد کی اجازت نہیں اس تڑپتے ہوئے انسان کی بے کسی اور بے بسی کا کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے رہو لیکن قدرت رکھنے کے باوجود اس کی مدد نہ کرو اس کی زندگی نہ بچاؤ اس کو اسی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے دو یہ کون سا اسلام ہے اور کہاں کی شریعت ہے؟ یہ انتہائی سنگدلی' بے رحمی اور سفاکی ہے اس کو اسلامی حکم کہنا اسلام کی توہین اور دین کی حرمت کی پامالی ہے' یہ احترام انسانیت نہیں بلکہ تذلیل انسانیت ہے یہ تکریم آدمیت نہیں بلکہ تحقیر آدمیت ہے۔ (جدید طبی مسائل ص ۵۵)

انداز بیان دیکھئے! کیا علمی اور تحقیقی مسائل میں اسی طرح کی زبان استعمال کی جاتی ہے' اور اجتہادی گرہیں اسی طرح جوش اور جذباتیت سے کھولی جاتی ہیں۔

سرجری کی تعلیم اور مشق کے لیے غیر مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے جواز اور مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے عدم جواز کی تحقیق

اس بحث میں ہم نے لکھا ہے: سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں ہوتا جس کی بناء پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۶ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

مؤلف مذکور نے اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اول تو تکریم آدمیت کے لحاظ سے مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں چنانچہ اس پر فقہ کا جزیہ شاہد ہے: اور انسان کے بالوں کی بیع ناجائز ہے بوجہ آدمی کی عزت اور کرامت کے اگرچہ کافر ہی ہو۔ (اس جزئیہ کا کوئی حوالہ مذکور نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آدمی مسلمان ہو یا کافر اسلام کی نظر میں دونوں کی جان قیمتی ہے' انسانی تکریم وحرمت کی حیثیت سے دونوں برابر ہیں' جو مسلمان کی جان کا حکم ہو گا وہی کافر کی جان کا حکم ہو گا' اگر مسلمان کے جسم کی ایذاء اور بے حرمتی حرام ہے تو اسلام کی نظر میں کافر کے جسم کی بھی ایذاء اور بے حرمتی حرام ہے' لہٰذا عدم القائل بالفصل کی بناء پر جب آپ نے غیر مسلم کی اموات کے پوسٹ مارٹم کی طلباء کو اجازت دے دی تو مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کی اجازت خود بخود ثابت ہو جائے گی (الی قولہ) لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ''غیر مسلم اموات'' کی قید لگانا درست نہیں اس عظیم فائدہ کی خاطر مسلم اموات کا بھی پوسٹ مارٹم درست ہو گا۔ (جدید طبی مسائل ص ۸۷-۷۶ ملخصاً حیدرآباد ۱۴۱۶ھ)

مؤلف مذکور کا یہ فتویٰ یا ان کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے' دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ مسلم اموات اور غیر مسلم اموات کی حرمت میں فرق ہے اور غیر مسلم اموات کی توہین شرعاً جائز ہے اس پر احادیث صحیحہ موجود ہیں اور فقہاء کا بھی یہی مختار ہے' جیسا کہ ان شاء اللہ العزیز ہم ابھی وہ احادیث اور عبارات پیش کریں گے' بنابریں طبی ضرورت اور سرجری کی مشق کے لیے غیر مسلم کو حاصل کرنا

marfat.com

لازم ہے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں ہے۔ اب ہم اس سلسلہ میں احادیث اور عبارات فقہاء پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

غیر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں احادیث

مسجد نبوی بنانے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس جگہ مسجد نبوی بنائی گئی تھی اس جگہ کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس میں کچھ کھجوروں کے درخت' مشرکین کی قبریں اور کھنڈرات تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا وہ کاٹ دیئے گئے اور مشرکین کی قبریں کھود کر ان کے مردوں کو نکال کر پھینک دیا گیا۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲... سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہے کافر تو ان کی قبروں کو کھودنے اور ان کی اہانت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھود کر اور ان کی لاشوں کے بقایا جات کو قبروں سے نکال کر وہاں مسجد بنانا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں گئے تو ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے' وہ اس حرم میں پناہ لیے ہوئے تھا جو اس سے عذاب دور کر رہا تھا جب وہ حرم سے نکلا تو اس کو اس عذاب نے پکڑ لیا جو اس کی قوم پر آیا تھا پھر اس کو اس جگہ دفن کر دیا گیا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن کی گئی تھی اگر تم اس کی قبر کھودو گے تو تم کو وہ شاخ مل جائے گی' مسلمان اس کی قبر کھودنے کی طرف جھپٹے اور وہ شاخ قبر سے نکال لی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۸۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۸۷۵۰)

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابورغال قوم عاد کا ایک فرد تھا' اللہ تعالیٰ نے عاد کو ہلاک کر دیا تھا' ان کی کوئی نسل جاری نہیں ہوئی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودنا جائز ہے' جب کہ اس کی کوئی ضرورت ہو اور مسلمانوں کے لیے کوئی نفع ہو اور یہ کہ مشرکین کے مُردوں اور ان کے اموات کی حرمت مسلمانوں کی اموات کی طرح نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۴ ص ۲۷۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

اس سلسلہ میں تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مردہ مومن کی ہڈی کو توڑنا' زندہ مومن کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۵۸ طبع قدیم' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۱۸۹' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۷۲' الفتح الربانی ج ۸ ص ۸۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے پہلی احادیث سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ مردہ کافروں کا کوئی احترام نہیں ہے' اور ضرورت کی بنا پر اور مسلمانوں کے

marfat.com

...ح کے لیے مردہ مشرکوں کی اہانت کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مردہ مسلمانوں کا احترام لازم ہے اس لیے ...ر مسلم اموات کی سرجری کرنا اور ان کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے اور مسلم اموات کی سرجری اور ان کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز نہیں ...ہے۔ اس سلسلہ میں فقہاء اسلام کی حسب ذیل عبارات ہیں:

...ر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں فقہاء اسلام کی عبارات

صحیح بخاری وغیرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جس جگہ مسجد نبوی بنائی جارہی تھی وہاں کفار کی قبریں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ...نے حکم دیا کہ کفار کی قبروں کو کھود کر ان کی لاشوں اور ہڈیوں کو نکال کر پھینک دیا جائے' اس حدیث کی شرح میں علامہ حمد بن محمد ...سلیمان خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے وقت کفار کی قبروں کو کھود کر ان کے مردوں کو نکال کر ...پھینکنے کو مباح قرار دیا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورغال کی قبر کو کھودنے کا حکم دیا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۸۸)

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کا خون اس کی زندگی میں محترم نہ ہو اس کے مرنے کے بعد اس کی ہڈیاں بھی ...حترم نہیں ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مردہ مسلمانوں کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ مسلمانوں کی ہڈیوں کو توڑنے ...کی مثل ہے (مسند احمد ج ۶ ص ۵۸' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۷۲) اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار کی ہڈیوں کا حکم اس کے ...خلاف ہے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۸۔۲۵۷ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف المعروف بابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء نے مال کی طلب کے لیے مشرکین کی قبروں کے کھودنے کو جائز کہا ہے' اشہب نے کہا مرنے کے بعد ان کی ...حرمت ان کی زندگی سے زیادہ نہیں ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۲ ص ۸۱' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کی زندگی میں اس کی حرمت نہیں ہے اس کے مرنے کے بعد بھی ...اس کی حرمت نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردہ مسلمانوں کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ مسلمانوں کی ہڈیوں کو توڑنے ...کی مثل ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۴۳۔۴۴۲' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

آپ نے مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا اسی لیے حکم دیا کہ ان کی کوئی حرمت نہیں ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۱۲۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی قاضی عیاض اور علامہ خطابی کے اقوال سے ...استدلال کیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱۷' مکمل اکمال الاکمال ج ۲ ص ۴۱۷' دار الباز' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودنا اور ان کی ہڈیوں کو نکال کر پھینکنا جائز ہے کیونکہ اموات مشرکین کا ...کوئی احترام نہیں ہے' اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا اس زمانہ میں بھی مشرکین کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجد بنانا جائز ہے تو میں کہوں گا ...سنن ابوداؤد میں جو ابورغال کی حدیث ہے اس کی بناء پر فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...کے حکم سے مسلمانوں نے ابورغال کی قبر کو کھود کر اس سے سونے کی شاخ نکال لی تھی' فقہاء نے کہا جب مشرک کی قبر کو مال کی

marfat.com

طلب کے لیے کھودنا جائز ہے تو کسی نفع کو حاصل کرنے کے لیے یا کسی ضرورت کی وجہ سے اس کی قبر کو کھودنا بہ طریق اولیٰ جائز
اور مرنے کے بعد مشرکین کا احترام ان کی زندگی سے زیادہ نہیں ہے' اور ان کی قبر کھودنے والے کو اس کام میں اجر ملے گا'
احناف' امام شافعی اور اشہب مالکی نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱
ان تمام فقہاء اسلام کی عبارات میں یہ تصریح ہے کہ غیر مسلم اموات کا کوئی احترام نہیں ہے کسی ضرورت کی بناء پر یا
فائدے کے حصول کے لیے ان کی خبروں سے ان کی ہڈیوں کو نکال کر پھینکا جاسکتا ہے بنا بریں سرجری کی تعلیم کی مشق کے
غیر مسلم اموات کا پوسٹ مارٹم کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ وللہ الحمد

مسلم اموات میں سرجری کے عدم جواز اور غیر مسلم اموات میں اس کے جواز کی اصل

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۰۵۲ھ مسلم اموات کے متعلق لکھتے ہیں:
بعض جاہل قبر کھودنے والے غیر بوسیدہ اموات کی قبروں کو کھود کر ان میں اجنبیوں کو دفن کر دیتے ہیں یہ صراحۃً ناجائز
خواہ کسی میت سے تبرک حاصل کرنے کے قصد سے اس کی قبر کھود کر اس میں دوسرے کو دفن کیا جائے' اس میں پہلی میت کی تو
ہے اور اس کے اعضاء کو متفرق کرنا ہے اس سے احتراز کرنا لازم ہے' علامہ زیلعی نے لکھا ہے کہ جب میت کا جسم پرانا ہو کر مٹی
جائے تو پھر اس کی قبر میں دوسرے مردہ کو دفن کرنا جائز ہے' اس کے برخلاف تاتارخانیہ میں مذکور ہے جب میت قبر میں مٹی ہو ج
تب بھی اس کی قبر میں دوسرے مردہ کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کا احترام باقی ہے' اور اگر اس کی ہڈیاں ایک طرف کر کے صا
کے قرب کا تبرک حاصل کرنے کے قصد سے اس میں دوسرے مردہ کو دفن کیا جائے پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ اس کا احترام باقی ہے
(علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی المتوفی ۷۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۱۷۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱
اور علامہ شامی غیر مسلم اموات کے متعلق لکھتے ہیں:
''الاحکام'' میں مذکور ہے کہ مشرکین کے قبرستان میں مسلمان کو دفن کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ ان کی قبروں میں کوئی علامت
نہ رہے اس طرح خزانۃ الفتاویٰ میں ہے' اور اگر ان کی ہڈیوں میں سے کوئی چیز باقی ہو تو اس کو نکال کر پھینک دیا جائے اور اس
آثار مٹا دیئے جائیں اور اس جگہ مسجد بنادی جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی سے پہلے اس جگہ مشرکین کی قبریں تھیں ا
کھود کر ان کی ہڈیاں پھینک دی گئیں اور اس جگہ مسجد نبوی بنادی گئی۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹
علامہ شامی اور صاحب تاتارخانیہ کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلم اموات کی ہڈیوں کا احترام باقی رہتا ہے لہذا
پوسٹ مارٹم کرنا اور ان پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں ہے' اور غیر مسلم اموات اور ان کی ہڈیوں کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا
ان پر سرجری کی مشق کرنا اور ان کا پوسٹ مارٹم کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہی بات ہم نے شرح صحیح مسلم میں کہی تھی۔
احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام اور خصوصاً فقہاء احناف کی عبارات سے اس کا برحق ہونا واضح ہو گیا وللہ الحمد۔
واضح رہے کہ ہم نے تعلیم کی مشق کے لیے مسلم اموات کی سرجری کو ناجائز کہا ہے لیکن اگر اس کی کوئی ناگزیر ضرورت
مثلاً کسی بے قصور شخص کا سزائے موت سے بچنا مسلم مردہ کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو یہ بھی جائز ہے اس کی تفصیل اور دا
شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۷۔۸۲۶ میں مذکور ہیں۔

مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت اور مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

ہم نے مسند احمد اور موطا امام مالک کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ''مردہ مومن کی ہڈی کو توڑنا زندہ مومن کی ہڈ

marfat.com

...وڑنے کی مثل ہے'' اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ دوسری کتب حدیث میں یہ حدیث مطلق ہے' مردہ کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۶) اور اس حدیث میں مردہ کے ساتھ مسلم کی قید نہیں ہے اور آپ کی اس تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جائے اور یہ احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے'
اس کا جواب یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید میں تعارض ہو اور کسی تیسری دلیل کی بناء پر مقید کی ترجیح ہو جائے تو پھر فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے' اصولیین نے اس کی دو نظیریں ذکر کی ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ

ملا احمد جون پوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث میں ہے فی خمس من الابل شاة (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۶۸) پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوۃ ہے' اس حدیث میں اونٹوں کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے اور یہ حدیث مطلق ہے اور ایک اور حدیث میں ہے فی کل خمس من الابل السائمة شاة (المستدرک ج ۱ص ۳۹۶ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۴۴۷ جدید) ہر پانچ ایسے اونٹ جو قدرتی چراگاہ میں چرتے ہوں ان میں ایک بکری زکوۃ ہے اور یہ حدیث مقید ہے اور حدیث مطلق کو ایک تیسری حدیث کی بنا پر مقید کر دیا گیا ہے وہ یہ ہے: ہل چلانے والے' بوجھ اٹھانے والے اور (خریدا ہوا) چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوۃ نہیں ہے (ہدایہ اولین ص ۱۹۲ میں بھی اسی طرح ہے تاہم حدیث میں صرف یہ ہے: لیس فی البقر العوامل صدقة' سنن الدارقطنی ج ۲ص ۱۰۳) اور اس تیسری حدیث سے حدیث مقید کی تائید ہوتی ہے' نیز سنت معروفہ بھی یہی ہے کہ ان جانوروں سے زکوۃ وصول کی جاتی ہے جو قدرتی چراگاہ میں چرتے ہوں سو اس حدیث اور سنت معروفہ کی بنا پر مطلق کو مقید پر محمول کر دیا گیا۔

(علامہ عبد العزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' کشف الاسرار ج ۲ص ۵۳۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس کی دوسری نظیر یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں بغیر کسی قید کے گواہ بنانے کا ذکر ہے اور وہ آیت مطلق ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ۔

(البقرہ: ۲۸۲)

اور دوسری آیت میں دو نیک گواہوں کو بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ آیت مقید ہے:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) اور تم اپنوں میں سے دو نیک آدمیوں کو گواہ بناؤ۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک ضروری ہے کہ نیک آدمیوں کو گواہ بنایا جائے اور یہاں بھی مطلق کو مقید پر محمول کر دیا گیا ہے' اس کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ ہم نے ایک تیسری آیت کی بناء پر مطلق کو مقید پر محمول کر دیا ہے' اور وہ آیت یہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا ۔ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ (الحجرات: ۶)

اور جب فاسق کی خبر بھی واجب التوقف ہے تو پھر دو نیک آدمیوں کو گواہ بنانا واجب ہے' اور اس تیسری دلیل کی بناء پر مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے۔ (نور الانوار ص ۱۶۵' موضحاً مخرجاً' میر محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت ہے اور دوسری حدیث میں مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت ہے' لیکن جب دوسری حدیث میں کافر مردوں کی ہڈیوں کو قبروں سے نکالنے کی تصریح ہے تو ہم نے مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت کو مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے پر محمول کر دیا' اور اس قاعدہ کی بنا پر یہاں بھی

marfat.com

مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں مطلقاً خون کو حرام فرمایا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ (البقرہ: ۱۷۳) اور دوسری آیت میں بہنے والے (مقید) خون کو حرام فرمایا ہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا (الانعام: ۱۴۵) اور فقہاء احناف نے یہاں بھی مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے' امام ابوبکر جصاص ۳۷۰ھ نے اس کی توجیہ میں لکھا ہے کہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ مطلق اور مقید ان میں سے کون سی آیت پہلے نازل ہوئی ایسی صورت میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۲۳' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اسی طرح ہم کو معلوم نہیں کہ مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت اور مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت کون سی حدیث مقدم ہے اس لیے ہم نے یہاں مطلق حدیث کو مقید حدیث پر محمول کر دیا۔

بہ طور جملہ معترضہ کے پوسٹ مارٹم کی تفصیل کے بعد ہم پھر اصل مبحث کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

حرف آخر

صاحب زادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب کا یہ رسالہ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا تھا' اس کی زبان و بیان کو دیکھ کر اور اس کے دلائل کی ناپختگی کو پڑھ کر اور اس کو غیر اہم سمجھ کر میں نے اس کو نظر انداز کر دیا تھا' نیز میرا طریقہ ہے کہ میں اپنے کام اور مشن کی طرف متوجہ رہتا ہوں اور جو لوگ میرے خلاف لکھتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔ تاہم بعض احباب (مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وحبہ) نے اصرار کیا کہ آپ اس کا جواب تفسیر تبیان القرآن میں کہیں لکھ دیں تاکہ آنے والی نسلیں انسانی اعضاء کے ساتھ پیوند کاری کو جائز نہ سمجھ لیں اور اس رسالہ کی وجہ سے لوگ گمراہ نہ ہو جائیں' ہر چند کہ اس رسالہ کی اتنی اشاعت اور وقعت نہیں تھی کہ اس کا خطرہ ہوتا اور خود مؤلف پر اپنی تحریر کا اثر نہیں ہوا تھا اور انہوں نے اپنے استاذ محترم مولانا عبدالرزاق صاحب رحمہ اللہ کو اپنا گردہ کٹوا کر نہیں دیا تھا جب کہ وہ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد چار سال تک زندہ رہے۔ لیکن بہرحال میں نے حق کو واضح سے واضح تر کرنے کے لیے انسانی اعضاء کے ساتھ پیوند کاری کے حرام اور ممنوع ہونے پر مزید دلائل پیش کیے اور مؤلف مذکور کے شبہات کے جوابات لکھے' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ہر چند کہ مؤلف کا مرکزی اور بنیادی شبہ صرف اتنا ہے کہ جس شخص کے دونوں گردے فیل ہو گئے ہیں اگر اس کو کوئی دوسرا شخص اپنا گردہ کٹوا کر نہ دے تو وہ مر جائے گا لہٰذا اس کی زندگی بچانے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا شخص اپنا گردہ کٹوا کر اس کو دے' اور ہم نے واضح کر دیا ہے کہ جس کے دونوں گردے فیل ہو چکے ہوں اس کو فوری موت کا کوئی خطرہ نہیں ہے وہ اپنی عمر طبعی پوری کرتا ہے ڈائی لیسز کے ذریعہ علاج کر کے زندگی گزارتا ہے۔ دراصل اس ایک بات سے ہی ان کے پورے رسالہ کا رد ہو جاتا ہے اور باقی شبہات کے ازالہ کی ضرورت نہیں رہتی تاہم' ہم نے تبرعاً اور احساناً ان کے تمام شبہات کا ازالہ کر دیا۔ وللہ الحمد۔

اب ہم باقی آیات کی تفسیر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اسی دین پر قائم رہو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ○ ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے○ (الروم: ۳۲۔۳۱)

منیب کا معنی

اس آیت کے شروع میں فرمایا منیبین الیہ' یہ لفظ انابت سے بنا ہے' اس کا معنی ہے قطع کرنا' اسی وجہ سے ڈاڑھ کو ناب

marfat.com

ہتے ہیں کیونکہ وہ بھی قطع کرتی ہے اور دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کو انابت کہتے ہیں' اور جب کوئی شخص ایک کے بعد دوسری بار رجوع کرے تو اس کو بھی انابت کہتے ہیں' اور جو شخص بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس کو منیب ہتے ہیں۔ اور اس آیت میں اس کا معنی ہے جو لوگ توبہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں' یحییٰ بن سلام نے کہا اس کا معنی ہے' اللہ جل مجدہ کی طرف متوجہ ہونے والے' عبدالرحمان بن زید نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت رنے والے' اور اس کا معنی یہ بھی ہے اپنے گناہوں سے اللہ کی طرف توبہ کرنے والے۔

اور فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو' یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی اطاعت کرتے رہو۔

ماز کے عمداً ترک کرنے کو کفر اور شرک قرار دینے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' سو جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۳۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۷۹' صحیح ابن حبان رقم دیث: ۱۴۵۴' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۸۹۶' المستدرک ج ۱ ص ۷' سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور شرک کے درمیان رف نماز کو ترک کرنا ہے' اور جب بندہ نے نماز کو ترک کیا تو اس نے شرک کیا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۰۸۰' مسند ابویعلیٰ رقم دیث: ۴۱۰۰' اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے لیکن اس کا متن صحیح ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس نے ظاہراً کفر کیا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۳۴۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند کی توثیق کی گئی ہے)

اس حدیث میں عمداً نماز کے ترک کرنے کو کفر اور شرک قرار دیا ہے' لیکن اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کو غیر اہم اور معمولی سمجھ کر ترک کیا جائے یا نماز کی فرضیت کا انکار کر کے ترک کیا جائے' یا نماز کی اہانت کرتے ہوئے اس کو ترک کیا جائے تو پھر یہ کفر ہے۔

ہر فریق کا اپنے نظریہ سے مطمئن اور خوش ہونا

اس کے بعد فرمایا: ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے۔ (الروم: ۳۲)

حضرت ابوہریرہ' حضرت عائشہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم نے کہا اس سے مراد اہل قبلہ کے بدعتی فرقے ہیں۔

الربیع بن انس نے کہا اس سے مراد اہل کتاب میں سے یہود اور نصاریٰ ہیں۔

پھر فرمایا ہر گروہ اس سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

جو لوگ نافرمانیوں میں مستغرق ہیں وہ نافرمانیوں پر خوش ہوتے ہیں' اسی طرح شیطان اور ڈاکو وغیرہ اپنی کارروائیوں سے خوش رہتے ہیں۔

حزب کے معنی لوگوں کی جماعت ہے یعنی لوگ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے' بعض وہ ہیں جن کا آخرت اور جنت کی طرف میلان ہے' بعض وہ ہیں جو دنیا کی رنگینیوں اور عیاشیوں میں مست ہیں اور ہر فریق اپنی سوچ اور نظریہ پر مطمئن

marfat.com

اور خوش ہے۔

فقہ کے چار امام ہیں: امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد بن حنبل' اور ہر ایک کے پیروکار اور مقلد اپنے اپنے امام کی تحقیق اور اجتہاد پر مطمئن اور خوش ہیں' اسی طرح عقائد کے امام' امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی ہیں' اور ان کے ماننے والے ان کے نظریات پر مطمئن اور خوش ہیں' اسی طرح طریقت میں قادری' چشتی' اویسی اور نقشبندی سلسلے ہیں اور ہر ایک کے ماننے والے اپنے طریقہ پر مطمئن ہیں' بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث اور شیعہ مکاتب فکر ہیں اور ہر مکتب فکر سے وابستہ لوگ اپنے اپنے نظریہ سے مطمئن اور خوش ہیں' اسی طرح دنیا میں اسلام' یہودیت اور عیسائیت کے مذاہب ہیں' خدا پرستوں' بت پرستوں' کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کے افکار اور ان کے ماننے والے ہیں' بدھ مت کے پیروکار ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ مطمئن اور خوش ہے' اور ہر فریق خود کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں' پھر جب وہ اپنی رحمت سے ان کو رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اس وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے O تاکہ وہ ہماری ان نعمتوں کی ناشکری کرے' جو ہم نے ان کو دی ہیں' سو تم (عارضی) فائدہ اٹھا لو پھر تم عنقریب جان لو گے !O (الروم: ۳۴۔۳۳)

نفس اور روح کے تقاضے

ان کفار پر جب بیماری یا کوئی اور آفت آتی ہے تو یہ اس کو دور کرنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں' کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کی مصیبت کو دور نہیں کر سکتا' اس لیے وہ مصائب کے وقت اپنے بتوں کو نہیں صرف اللہ کو پکارتے ہیں۔ تاکہ وہ انجام کار ہماری نعمتوں کی ناشکری کریں' اور مصائب دور ہونے کے بعد وہ پھر شرک کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

اس آیت میں یہ وصف عام لوگوں کا بیان فرمایا ہے اور اس میں یہ ارشارہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں روح کی ہدایت اور اطاعت بھی ہے اور نفس کی گمراہی اس کی نافرمانی اور سرکشی بھی ہے' ان پر جب آفتوں اور مصیبتوں کی یلغار ہوتی ہے تو ان کے نفوس مضحل ہو جاتے ہیں اور نافرمانی کے محرکات معطل ہو جاتے ہیں پھر ان کی ارواح شہوتوں اور نفسانی تقاضوں کی قیود سے نکلتی ہیں اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کی طرف لوٹ آتی ہیں' پھر لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور ان کے نفوس بھی اپنے طبعی تقاضوں کے خلاف اپنی ارواح کی موافقت کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ دیتے ہیں' اور جب اللہ ان سے وہ مصائب دور کر دیتا ہے تو اس کے سرکش نفوس اپنی بری عادتوں کی طرف پھر لوٹ آتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو تہدید فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور رحمتوں سے عارضی فائدہ اٹھا لو پھر تم نے اپنی نافرمانی اور سرکشی کے موافق جو عمل کیے ہیں ان کی سزا پا لو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو ان کے شرک کی تصدیق کرتی ہے؟O اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور جب ان کے پہلے سے کیے ہوئے برے کاموں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں O (الروم: ۳۶۔۳۵)

راحت اور مصیبت کے ایام میں مومنوں اور کافروں کے احوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سلطان سے مراد حجت اور دلیل ہے' یہ استفہام انکاری ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ایسی حجت اور دلیل نازل نہیں کی جو ان کے شرک کی تصدیق اور تائید کرتی ہو۔

marfat.com

اوراس میں یہ اشارہ ہے کہ بندوں کے اعمال جب اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے دلائل کے موافق ہوں گے تو وہ اعمال ان کے حق میں مفید ہوں گے اور جب ان کے اعمال ان کے سرکش نفوس کے تقاضوں کے موافق ہوں گے تو وہ ان کے حق میں مضر ہوں گے' پس محض اپنی طبیعت کے موافق عمل کرنا گمراہی ہے اور اللہ کی نازل کی ہوئی دلیل کے موافق عمل کرنا ہدایت ہے۔

پھر فرمایا: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ یحییٰ بن سلام نے کہا اس سے مراد فصلوں کی زرخیزی اور زرعی پیداوار کی کثرت ہے اور صحت اور عافیت ہے' نقاش نے کہا اس سے مراد نعمت اور بارش ہے۔ اور فرمایا جب ان کے برے کاموں کی وجہ سے ان پر مصیبت آتی ہے' اس سے مراد قحط اور دیگر مصائب ہیں' ان کے برے کاموں سے مراد فرائض اور واجبات کو ترک کرنا اور حرام اور مکروہ کاموں کا کرنا ہے۔

اس آیت میں کافروں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کو کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اس پر اتراتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر وہ مایوس ہو جاتے ہیں' اس کے برخلاف مومن کو جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت اور اس مصیبت کے دور ہونے کی امید رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کر دیتا ہے' بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ پس آپ قرابت داروں کو ان کا حق ادا کریں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو' یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں ○ (الروم: ۳۸۔۳۷)

شکر اور صبر کی تلقین

یعنی کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے وسعت کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے' اس لیے محض فقر کی وجہ سے ان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اس کو مال دنیا کی نعمتیں دے کر اس کو شکر کی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اس پر تنگ دستی طاری کر دیتا ہے اور اس کو صبر کی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے' اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور مصیبت کے ایام میں صبر سے کام لیں۔ شقیق بلخی نے کہا جس طرح تم اپنی جسمانی بناوٹ کو زیادہ بہتر اور خوب صورت نہیں بنا سکتے اور جس طرح اپنی زندگی کے ایام میں اضافہ نہیں کر سکتے اسی طرح تم اپنے رزق میں بھی زیادتی نہیں کر سکتے سو رزق کی طلب میں اپنے آپ کو نہ تھکاؤ۔ غالباً شقیق بلخی کا یہ مطلب ہے جب تمہاری ضروریات فراغت سے پوری ہو رہی ہوں تو محض رزق میں اضافہ کی طلب میں زیادہ دوڑ دھوپ نہ کرو اور مال و دولت کی حرص میں اپنی توانائی کو ضائع نہ کرو بلکہ اپنی توانائیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں صرف کرو' ورنہ اگر انسان کی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں تو پھر رزق کے حصول کے لیے جدوجہد اور دوڑ دھوپ کرنی چاہیے' اور یہ کوئی ناجائز کام نہیں ہے۔

اپنا مال قرابت داروں کو دینے کی فضیلت

اور فرمایا پس آپ قرابت داروں کو ان کا حق ادا کریں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو' اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور مراد آپ بھی ہیں اور آپ کی امت بھی' کیونکہ اس کے متصل بعد فرمایا: یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

اس آیت کا پہلی آیت سے اس طرح ربط ہے کہ پہلی آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ کچھ لوگ مال دار ہوتے ہیں اور کچھ

marfat.com

لوگ تنگ دست' تو مال دار لوگوں کو چاہیے کہ وہ تنگ دستوں کی مدد کریں' پھر جب مالدار لوگ غریبوں کی مدد کریں تو اس میں ترجیح یہ ہے کہ پہلے اپنے قرابت داروں کو دیں کیونکہ اس میں صلہ رحم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲) تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسند کی چیزوں کو خرچ نہ کرو' تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ ہمارا رب ہمارے مالوں میں سے سوال کر رہا ہے' پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں یا رسول اللہ! میری وہ زمین جو بیرحاء (مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ تھی جہاں حضرت ابوطلحہ کا باغ تھا اب یہ جگہ مسجد نبوی میں آ گئی ہے) میں ہے اس کو اللہ کی راہ میں دیتا ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ زمین اپنے قرابت داروں کو دے دو' تب انہوں نے وہ زمین حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۰۲)

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر ملتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۹۲' صحیح مسلم الزکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۴' الرقم المسلسل: ۲۲۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۹۳۱)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو خواہ زیورات سے کیا کرو' حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب کہتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم خود جاؤ! حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مرعوب رہتے تھے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جوان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا! اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں' حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے دوسری زینب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۳۶-۶۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۳۶۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم جو مال سود لینے کے لیے دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا' اور تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں ○ اللہ نے ہی تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا' پھر تم کو موت دے گا' پھر تمہیں زندہ کرے گا' کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے' اللہ ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ○ (الروم: ۴۰-۳۹)

marfat.com

معاوضہ کی طلب سے کسی کو ہدیہ دینا

البقرہ:۹ ۲۷-۲۷۸ میں ربا کی مفصل بحث گزر چکی ہے' ربا (سود) کا معنی' اس کی تعریف اور اس کا حکم' ان تمام امور پر ہم وہاں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اس آیت میں سود سے مراد وہ ہدیہ ہے جس میں ہدیہ دینے والا اس سے افضل چیز کا طالب ہو یہ حقیقۃً سود نہیں ہے لیکن صورۃً سود کے مشابہ ہے اس لیے اس کو سود فرمایا ہے' یہ جائز ہے اس میں ثواب ہے نہ گناہ ہے' ہمارے عرف میں اس کو نیوتا کہتے ہیں۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

البقرہ:۹ ۲۷ میں جس ربا کا ذکر ہے وہ حرام ہے اور اس آیت میں جس ربا کا ذکر ہے وہ حلال ہے' اور اس آیت میں جس ربا کا ذکر ہے اس کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) ایک شخص کسی دوسرے شخص کو' کوئی چیز ہدیہ کرتا ہے اور اس کے بدلہ میں اس سے افضل چیز کو طلب کرتا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

(۲) ایک آدمی اپنے ساتھ سفر میں کسی شخص کو لے جاتا ہے جو اس کی خدمت کرتا ہے وہ آدمی اس شخص کو اس کی خدمت کے معاوضہ کے طور پر کچھ رقم دیتا ہے اور اس سے اللہ کی رضا کے لیے دینے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یہ شعبی کا قول ہے۔

(۳) ایک آدمی اپنے قرابت داروں کو کچھ صدقہ دیتا ہے تاکہ اس قرابت دار پر اس کا غنی ہونا ظاہر ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت کرتا ہے نہ صلہ رحم کی۔ یہ ابراہیم کا قول ہے۔

جو شخص اپنے قرابت داروں کو اس لیے دے کہ ان پر اس کی دولت مندی ظاہر ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں ہے اور اگر وہ ان کو اس لیے دے کہ قرابت داری کی وجہ سے ان کا اس پر حق ہے تو یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ اسی طرح جو شخص سفر میں خدمت کرنے والے کو اس کی خدمت کے عوض رقم دیتا ہے تو یہ اللہ کے لیے نہیں ہے لیکن اس وجہ سے اس کا مال لوگوں کے مال میں نہیں بڑھے گا' اور صریح آیت اس شخص کے بارے میں ہے کہ وہ کسی کو اپنا مال اس لیے ہبہ کرتا ہے تاکہ اس کو بدلہ میں لوگوں کے مال سے زیادہ ملے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص کسی کو ثواب کی نیت سے ہبہ کرے تو وہ اس کا ہبہ ہی ہے حتیٰ کہ وہ اس سے راضی ہو۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ہدیہ اللہ کی رضا کے لیے دیا جاتا ہے یا دوستی بڑھانے کے لیے جیسا کہ حدیث میں ہے ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو' اور یہ باطل ہے (یعنی امام شافعی کا قول) کیونکہ عرب میں ہدیہ صرف بدلہ لینے کے لیے دیا جاتا ہے اور اس سے دوستی تبعاً حاصل ہوتی ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۵۲۳-۵۲۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ نے کہا ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ربا حلال ہے اور ایک ربا حرام ہے' جو ربا حلال ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کوئی چیز ہدیہ میں دے اور اس سے افضل چیز کا طالب ہو' اس ہدیہ میں اس کو کوئی اجر ملے گا اور نہ اس کو کوئی گناہ ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ ضحاک' ابن جبیر' طاؤس اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن عطیہ اور قاضی ابوبکر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

عبدالرحمن بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کا وفد آیا اور ان کے پاس ہدیہ تھا' آپ نے پوچھا کیا آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے' اگر یہ ہدیہ ہے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو طلب کیا گیا ہے اور اپنی

marfat.com

کسی حاجت کو پورا کرنے کا قصد کیا گیا ہے اور اگر یہ صدقہ ہے تو اس سے صرف اللہ عزوجل کی رضا کی طلب کا قصد کیا گیا ہے' انہوں نے کہا نہیں! بلکہ یہ صدقہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کو قبول کر لیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے' آپ ان سے سوالات کرتے رہے اور وہ آپ سے سوالات کرتے رہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث:۳۷۶۲' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنے قرابت داروں اور بھائیوں کو اس لیے چیزیں دیتے تھے کہ ان کو اس سے نفع ہوگا اور وہ مال دار ہو جائیں گے اور وہ لوگ بدلہ میں ان کو اس سے زیادہ چیزیں دیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ کسی چیز کو ہدیہ کر کے اس سے زیادہ لینا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں منع تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۝ (المدثر:۶) اور احسان کر کے بدلے میں زیادہ لینے کی خواہش نہ کیجئے۔

سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرما دیا کہ آپ کسی کو کوئی چیز دیں اور معاوضہ میں اس سے زیادہ لیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہی ربا (سود) مراد ہے جس کو البقرہ:۲۷۹ میں حرام فرما دیا ہے یعنی تم قرض دے کر جو سود لیتے ہو اور اپنے اموال میں اضافہ کرتے ہو تو اللہ کے نزدیک وہ اضافہ نہیں ہے' سدی نے کہا ہے کہ یہ آیت ثقیف کے سود کے متعلق نازل ہوئی جو قریش کے ساتھ سودی معاملہ کرتے تھے۔

معاوضہ کی طلب سے ہدیہ دینے میں مذاہب فقہاء

المھلب نے کہا اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کوئی شخص کسی کو' کوئی چیز ہدیہ کرے اور اس سے معاوضہ کا طالب ہو' امام مالک نے کہا وہ جس معاوضہ کو طلب کر رہا ہے اگر وہ اس کے ہدیہ میں مساوی ہے تو پھر جائز ہے' امام شافعی کا بھی ایک قول اسی طرح ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا اگر اس نے ہدیہ کرتے وقت معاوضہ کی شرط نہیں لگائی تو وہ معاوضہ کا مستحق نہیں ہوگا' اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے امام شافعی نے کہا معاوضہ کے لیے ہبہ کرنا باطل ہے' اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا' کیونکہ یہ کسی چیز کو ایسی قیمت کے ساتھ فروخت کرنا ہے جو نا معلوم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہدیہ کی تین قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا' دوسری قسم وہ ہے جس سے لوگوں کی رضا کا ارادہ کیا گیا اور تیسری قسم وہ ہے جس سے معاوضہ لینے کا ارادہ کیا گیا' پس جس ہدیہ سے معاوضہ لینے کا ارادہ کیا گیا ہے تو وہ معاوضہ لینے سے پہلے اس ہدیہ کو واپس لے سکتا ہے' اور امام بخاری نے ہدیے میں بدلہ لینے کا باب قائم کیا ہے اور اس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کے عوض میں ہدیہ دیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۵۸۵' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۹۵۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہبہ کی جو تین قسمیں بیان فرمائی ہیں وہ صحیح ہیں کیونکہ ہبہ کرنے والا تین احوال سے خالی نہیں ہے:

(۱) وہ شخص کوئی چیز اللہ کی رضا کے لیے ہبہ کرے اور اسی سے ثواب کا طالب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

(۲) وہ ریاکاری کے لیے کوئی چیز ہبہ کرے گا اور اس کا طالب ہوگا کہ لوگ ہبہ کرنے کی وجہ سے اس کی تعریف اور تحسین کریں۔

(۳) جس کو اس نے ہدیہ دیا ہے وہ اس سے اس کے بدلہ میں معاوضہ چاہتا ہے۔

marfat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا ثمر ملتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱ 'صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۰۷)

اس کے بعد فرمایا: اور تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں۔
یعنی جو شخص ریاکاری کے لیے یا معاوضہ کے لیے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو اس سے اس کا مال نہیں بڑھتا' اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہے تو اس کو اس کا اجر آخرت میں دس گنا ملے گا یا اس کو اس کا اجر سات سو گنا ملے گا (البقرہ:۲۶۱)۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۳۷۔۳۴ ملخصاً' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی تنزیہ بیان کی کہ کوئی اس کا شریک ہو' یا اس کی کوئی ضد ہو' یا اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو' اور فرمایا اللہ نے تم سب کو پیدا کیا وہ تم سب کو رزق دیتا ہے' پھر تم سب پر موت طاری کرے گا' پھر تم سب کو زندہ کرے گا' پھر یہ چیلنج فرمایا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے ہو کیا ان میں سے کوئی ان کاموں کو کر سکتا ہے!

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ
خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں سے کی ہوئی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا

لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ
تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے' شاید وہ باز آ جائیں ○ آپ کہیے

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا

مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۴۲﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ
جن میں سے اکثر مشرک تھے ○ آپ اپنا رخ دین مستقیم ہی کی

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ
طرف رکھیں' اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا' اس دن سب لوگ

يَصَّدَّعُونَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا
متفرق ہو جائیں گے ○ جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جن لوگوں نے نیک کام کیے

فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
تو وہ اپنے ہی لیے (جنت کو) تیار کر رہے ہیں ○ تاکہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے

marfat.com

الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ

نیک کام کیے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○ اور اس کی بعض نشانیوں

اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

میں سے خوش خبری دیتی ہوئی ہواؤں کا بھیجنا ہے' اور اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے بہرہ مند کرے

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٤٦ وَ

اور تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ تم اس کے فضل سے رزق تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو ○ اور

لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا

بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا

وہ ان کے پاس دلائل لے کر گئے تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا' اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا

عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ

(ہمارے فضل سے) واجب ہے ○ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں

فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ

پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور وہ اس کے

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ

ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے' پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے' پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝٤٨ وَاِنْ

ہے ان تک وہ پانی پہنچا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں ○ اور بے شک

كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝٤٩

وہ اس پانی کے نازل کیے جانے سے پہلے ضرور مایوس تھے ○

marfat.com

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

پس اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے'

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ

بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور اگر

اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ

ہم تیز ہوا بھیج دیں پھر وہ اپنی کھیتیوں کو زرد پائیں تو وہ ضرور اس کے بعد ناشکری کریں گے ○ پس بے شک

لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾

آپ مردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سناتے ہیں جب وہ (بہرے) پیٹھ موڑ کر جا رہے ہوں○

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں

٥ع
٤ رکوع
٨

بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع

جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مسلمان ہیں○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں سے کی ہوئی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا تا کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے شاید وہ باز آ جائیں○ آپ کہیے تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا جن میں سے اکثر مشرک تھے○ (الروم: ٤٢-٤١)

بحر و بر کے فساد کا محمل

فساد سے مراد ہر وہ خرابی اور بگاڑ ہے جس سے انسانی معاشرہ میں امن و سکون تباہ ہو جائے یہ کبھی انسان کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اللہ کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے جیسے نعمتوں کا زائل ہونا' اور آفات اور مصائب کا آنا مثلاً قحط آنا اور زمین میں پیداوار کا نہ ہونا' بارشوں کا رک جانا' یا بہ کثرت سمندری طوفانوں کا آنا' دریاؤں میں سیلاب آنا' فوائد کا کم اور نقصانات کا زیادہ ہونا' زلزلوں کا آنا' آگ لگ جانے' ڈوب جانے' مال چھن جانے' چوری اور ڈاکہ کے واقعات کا زیادہ ہونا' ہمارے زمانے میں دہشت گردی کے واقعات عام ہو رہے ہیں' ہوائی جہاز اغوا کر لیے جاتے ہیں' عمارتیں بموں سے اڑا دی جاتی ہیں' ١١ ستمبر ٢٠٠١ء میں نیو یارک میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ١١٠ منزلہ دو ٹاوروں کے ساتھ اغوا کیے ہوئے دو ہوائی جہاز ٹکرائے گئے اور وہ دونوں عمارتیں ملبہ کا ڈھیر بن گئیں' اسی دن واشنگٹن میں پینٹا گون کی ایک عمارت کے ساتھ ایک ہوائی جہاز ٹکرایا اور اس کی عمارت کا بیشتر حصہ تباہ ہو گیا' فلسطین پر اسرائیل کے مظالم جاری ہیں' سری لنکا میں برسوں سے خونی جنگ

marfat.com

ہورہی ہے' ۱۹۴۴ء میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر جو ایٹم بم گرائے گئے تھے یہ واقعہ ابھی زیادہ پرانا نہیں ہوا ہمارے شہر کراچی میں اور اسی طرح دوسرے شہروں میں سیاسی' مذہبی' علاقائی اور لسانی اختلاف کی بناء پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کررہے ہیں' زندہ جلا رہے ہیں۔ انسان کے جسم سے کھال اتاری جاتی ہے' اس کے جسم کو سگرٹوں سے داغا جاتا ہے اس کے جسم میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے جاتے ہیں' روز گاڑیوں کے چھن جانے اور اغوا برائے تاوان کے عام واقعات ہوتے ہیں' البر اور البحر کنایہ ہے تمام دنیا سے' غرض ساری دنیا فساد کی زد میں ہے' ہم جنس پرستی کی بناء پر ایڈز کی بیماری کی وبا پھیل گئی ہے' فحاشی اور بے راہ روی کی وجہ سے لوگوں کا ذہنی سکون ختم ہو گیا لوگ رات کی نیند سے محروم ہو گئے پھر سکون کی تلاش میں لوگوں نے تیز سے تیز نشہ کی پناہ لی' خود کو شراب میں ڈبو دیا' ہیروئن' چرس' راکٹ اور پیتھوڈین کے انجکشنوں سے خود کو تباہ کر لیا اور یہ تمام فساد اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی کا نتیجہ ہے یہ شرک اور بداعمالیوں کا ثمرہ ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ: ۳۰)　اور تم کو جس قدر مصائب پہنچتے ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہیں اور بہت سی باتوں سے' اللہ درگزر فرما لیتا ہے۔

مکہ کے کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور شرک اور کفر کو ترک نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ اہل مکہ سے کہیے تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا جن میں سے اکثر مشرک تھے یعنی تم زمین میں پچھلی امتوں پر آئے ہوئے عذاب کی نشانیوں پر غور کرو' عاد اور ثمود کی بستیوں میں تباہی کے آثار کو دیکھو' دشت لوط پر غور کرو' اللہ تعالیٰ نے کس طرح سابقہ امتوں کو ان کے کفر اور شرک اور فطرت سے بغاوت کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ان کو کس طرح ملیامیٹ کر دیا گیا' اور صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا' سو تم ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو' شرک اور کفر سے توبہ کر لو اور ہمارے رسول جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں' جس نظام زندگی پر عمل کرنے کے لیے تم سے کہہ رہے ہیں اور ہمارے جس پیغام کو پہنچا رہے ہیں اس کو قبول کر لو اور ایمان لے آؤ اور نیک اعمال کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو برباد ہونے سے بچا لو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اپنا رخ دین مستقیم ہی کی طرف قائم رکھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا' اس دن سب لوگ متفرق ہو جائیں گے ۝ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جن لوگوں نے نیک کام کیے تو وہ اپنے لیے ہی (جنت کو) تیار کر رہے ہیں ۝ تا کہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ۝ (الروم: ۴۵۔۴۳)

اللہ پر بندوں کا حق نہ ہونا

اقم وجھک للدین القیم کا لفظی معنی ہے اپنے چہرہ کو دین قیم کے لیے قائم رکھیں' زجاج نے کہا دین قیم سے مراد ہے اسلام اور چہرہ سے مراد ہے جہت اور رخ' یعنی اپنا رخ ہمیشہ دین اسلام کی طرف رکھیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے آپ اپنی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت میں اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں اور ان کے اسلام نہ لانے سے غم نہ کریں۔

اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا' اس دن سب لوگ متفرق ہو جائیں گے' اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس دن لوگ متفرق ہو جائیں گے' نیک لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور کفار دوزخ میں چلے جائیں گے۔

پھر فرمایا جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا' یعنی اس کے کفر کی سزا اسی کو ملے گی' پھر فرمایا اور جنہوں نے

marfat.com

نیک عمل کیے تو وہ اپنے لیے ہی (جنت کو) تیار کر رہے ہیں۔ اس آیت میں "یـمـهـدون" کا لفظ ہے مہد کا معنی ہے بستر اور مسکن اور قرار کی جگہ مہد الصبی بچے کے پالنے کو کہتے ہیں اور مہاد بستر کو کہتے ہیں' تمہید الامور کا معنی ہے چیزوں کو ہموار کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور تمہد کا معنی ہے جگہ حاصل کرنا۔

اس کے بعد فرمایا: تا کہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں یہ تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جو جزا دیتا ہے یہ محض اس کا فضل ہے اس میں بندوں کا استحقاق نہیں ہے' بلکہ بندے جو نیک عمل کرتے ہیں وہ بھی اس کے فضل سے کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو طاقت نہ دیتا اور اس کو نیک اعمال کی توفیق نہ دیتا تو وہ کب کوئی نیک عمل کر سکتا تھا' کسی بندہ کے نیک عمل کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو اتنی زیادہ نعمتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں کہ بندہ ان کا حساب بے باق نہیں کر سکتا' انسان کو اس کے بالغ اور عبادت کے قابل ہونے سے پہلے ہی اتنی نعمتیں مل چکی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی تمام زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کر کے بھی ان نعمتوں کا پورا شکر ادا نہیں کر سکتا تو اگر اللہ تعالیٰ ان سابقہ نعمتوں کے شکر میں تقصیر اور کوتاہی سے ہی صرف نظر کرے اور اس کو معاف کر دے تو اس کا بڑا کرم ہے اجر و ثواب کے استحقاق کا کیا سوال ہے' جیسے کوئی شخص کسی کو سو روپیہ روزانہ کی اجرت پر ملازم رکھے اور اس کو پیشگی دس کروڑ روپے دے دے' اور پانچ دس سال کام کرنے کے بعد وہ ملازم اس سے اجرت مانگے تو وہ شخص کہے گا میں پیشگی ہی دس کروڑ روپے دے چکا ہوں تم پہلے ان کا حساب بے باق کرو' سو کسی شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے' خواہ وہ کتنی ہی عبادت کرے وہ کسی اجر کا مستحق نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کی نیکیوں پر جو بھی اجر عطا فرمائے گا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے' بندہ کا اس کے اوپر کوئی حق نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا' اس لیے قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کو الگ الگ کر دے گا اور وہ ایک دوسرے سے ممتاز اور ممیز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی بعض نشانیوں میں سے خوش خبری دیتی ہوئی ہواؤں کا بھیجنا ہے' اور اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے بہرہ مند کرے اور تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں' اور اس لیے کہ تم اس کے فضل سے رزق تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو O اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا' وہ ان کے پاس دلائل لے کر گئے تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا' اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا (ہمارے فضل سے) واجب ہے O اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں' پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے' اور وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے' پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے' پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک وہ پانی پہنچا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں O اور بے شک وہ اس پانی کے نازل کیے جانے سے پہلے ضرور مایوس تھے O (الروم: ۴۹-۴۶)

بارش کے ذریعہ بندوں پر رحمت نازل فرمانا

اللہ کی قدرت کے کمالات میں سے بارش کی خوشخبری دینے والی ہواؤں کا بھیجنا ہے' اس سے اللہ اپنی رحمت سے آشنا کرتا ہے' بارش ہوتی ہے' زمین سیراب ہوتی ہے اور فصلیں زرخیز ہوتی ہیں' سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں' فرمایا تا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو یعنی اس کے واحد ہونے پر ایمان لاؤ اور نیک اعمال کرو تا کہ ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ اس آیت کی تفسیر الحجر: ۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا' وہ ان کے پاس

marfat.com

دلائل لے کر گئے تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے' کیونکہ آپ کو اس پر غم ہوتا تھا کہ آپ کفار مکہ کے سامنے دلائل او براہین بیان کرتے تھے مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے غم کو زائل کرتے ہوئے فرمایا: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے کفار رسولوں کی تکذیب کرتے چلے آئے ہیں۔

پھر فرمایا تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا (ہمارے فضل سے) واجب ہے' آیت کے اس حصہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بشارت ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی مدافعت کی تو اللہ عزوجل پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۹' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۶۰۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۸)

اس کے بعد فرمایا: اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ (الروم: ۴۹۔ ۴۸)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو چلاتا ہے اور ان سے بادلوں کو جس جہت کی طرف چاہتا ہے روانہ کرتا ہے' پھر ان کو آسمان میں جمع کرتا ہے اور پھیلاتا ہے' پھر وہ بادلوں کو مختلف اقسام کے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے' اس سے کبھی بادل ہلکے ہوتے ہیں اور کبھی بھاری ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب سمندر سے اٹھنے والے بخارات پانی کے قطرات کی صورتوں میں بادل میں مجتمع ہو جاتے ہیں تو اس سے بادل بھاری ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک وہ پانی پہنچاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

یعنی بارش کے نازل ہونے سے پہلے وہ بارش کے ضرورت مند اور محتاج تھے پھر جب ان پر بارش نازل ہوتی ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور اگر ہم تیز ہوا بھیج دیں پھر وہ اپنی کھیتیوں کو زرد پائیں تو وہ ضرور اس کے بعد ناشکری کریں گے ○ پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو پکار سناتے ہیں جب وہ (بہرے) پیٹھ موڑ کر جا رہے ہوں ○ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مسلمان ہیں ○ (الروم: ۵۳۔ ۵۰)

پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل ذکر فرمائے' پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار پر غور کرو یعنی بارش سے اس سے استدلال کرو کہ جو مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرنے پر قادر ہے وہ قیامت کے دن مردہ انسانوں کو زندہ کرنے پر کیوں نہیں قادر ہوگا!

پھر فرمایا: اور اگر ہم تیز ہوائیں بھیج دیں پھر وہ کھیتیوں کو زرد پائیں تو وہ ضرور اس کے بعد ناشکری کریں گے۔

اس سے پہلے فرمایا تھا اگر ان سے بارش روک لی جائے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں اور جب ان پر بارش نازل ہو تو وہ خوش ہو جاتے ہیں' اب فرمایا اگر ان پر تیز ہوائیں بھیج دی جائیں تو وہ ناشکری کریں گے' چونکہ ان کا اللہ پر ایمان نہیں ہے اس لیے وہ اللہ سے اچھی امید رکھتے ہیں نہ مصائب پر صبر کرتے ہیں نہ نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔

marfat.com

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے' یہ آیت النمل: ۸۰ میں گزر چکی ہے' بعض لوگ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مردے قبر میں نہیں سنتے' ہم نے سماع موتی پر مفصل بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹۔۵۷۶ میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا' پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی

قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا

پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے

یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ

اور وہ بہت علم والا بے حد قدرت والا ہے ○ اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم قسم

الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

کھا کر کہیں گے ہم صرف ایک ساعت ٹھہرے تھے' وہ اسی طرح بھٹکتے ہوئے رہے ○

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا تھا وہ کہیں گے بے شک تم لوح محفوظ

كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ

کے موافق حشر تک ٹھہرے رہے ہو' سو یہ یوم حشر ہے لیکن تم جانتے

كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

ہی نہ تھے ○ پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی

مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

اور نہ عتاب اور ناراضگی کو زائل کیا جائے گا ○ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ

ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں' اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی معجزہ پیش کریں تو کفار

قرأ حفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة لكن الضم مختار ۱۲

marfat.com

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

ضرور کہیں گے کہ آپ تو محض جھوٹے ہیں O اللہ اسی طرح جاہلوں کے

عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

دلوں پر مہر لگا دیتا ہے O سو آپ صبر کیجئے ' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے

وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

کہیں آپ کو وہ لوگ بے صبرا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا' پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی' پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا' اور وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' اور وہ بہت علم والا بے حد قدرت والا ہے O اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھا کر کہیں گے ہم صرف ایک ساعت ٹھہرے تھے وہ اسی طرح بھٹکتے ہوئے رہے O (الروم: ۵۵۔۵۴)

عذاب قبر کے متعلق احادیث

کمزوری کی حالت میں پیدا کیا اس سے انسان کی پیدائش کی حالت اور اس کے بچپن کی حالت مراد ہے' کیونکہ اس وقت اس کا جسم اور بدن کمزور ہوتا ہے' اور کمزوری کے بعد قوت دی اس سے اس کی جوانی کی حالت مراد ہے پھر بہ تدریج اس میں ضعف پیدا کیا' وہ پہلے ادھیڑ عمری کی حالت میں پہنچا' پھر وہ بڑھاپے میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ قوت کے بعد کمزوری کی حالت ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھا کر کہیں گے' ہم صرف ایک ساعت ٹھہرے تھے' آیت کے اس حصے سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ مشرکین نے عذاب قبر کا ذکر نہیں کیا' اگر انہیں قبر میں عذاب ہوا ہوتا تو وہ اس کا بھی ذکر کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرما دیا اور وہ اسی طرح بھٹکتے ہوئے رہے' یعنی جس طرح وہ دنیا میں جھوٹ بولتے تھے اور گمراہی میں مبتلا رہتے تھے اور حق سے منحرف ہوتے تھے اسی طرح اب بھی حق سے منحرف ہو رہے ہیں' اور یہ جھوٹی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت رہے تھے۔

عذاب قبر کے ثبوت میں متعدد احادیث ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے اپنے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت ابوسفیان اور اپنے بھائی حضرت معاویہ سے نفع پہنچانا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں اور عمروں کے متعلق سوال کیا جو مقدر ہو چکی ہیں اور ان روزیوں (ارزاق) کے متعلق سوال کیا ہے جو تقسیم کی جا چکی ہیں' لیکن تم اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں' اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۸۹' سنن ابوداؤد ۸۸۰)

marfat.com

قیامت کے دن کفار کا جھوٹ بولنا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار اور مشرکین قیامت کے دن بھی جھوٹ بولیں گے اور اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کفار قیامت کے دن جھوٹ نہیں بولیں گے' اس سلسلہ میں مزید آیات یہ ہیں:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ (المجادلہ: ۱۸)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو حشر میں جمع کرے گا تو جس طرح یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں اسی طرح اللہ کے سامنے بھی قسم کھائیں گے کہ ان کے پاس کوئی چیز (دلیل) ہے' سنو! بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (الانعام: ۲۴-۲۳)

پھر ان کے شرک کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ وہ کہیں گے اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک نہیں کرتے تھے' آپ دیکھئے وہ کس طرح اپنی جانوں پر جھوٹ بول رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا تھا' وہ کہیں گے بے شک تم لوح محفوظ کے موافق حشر تک ٹھہرے رہے ہو' سو یہ یوم حشر ہے لیکن تم جانتے ہی نہ تھے ○ پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور نہ ان سے عتاب اور ناراضگی کو زائل کیا جائے گا ○ (الروم: ۵۷-۵۶)

ولا ہم یستعتبون کا معنی

اس آیت میں جن علم والوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ انبیاء ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ گزشتہ امتوں کے علماء ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ اس امت کے علماء ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ تمام مومنین ہیں' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کفار کا قول رد کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم اپنی قبروں میں حشر تک رہتے رہے ہو' اور یہی وہ حشر کا دن ہے جس کا تم انکار کرتے رہے تھے' اور لوح محفوظ میں پہلے ہی یہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ تم حشر تک قبروں میں رہو گے۔

اور جب مسلمان ان پر رد کریں گے تو وہ پھر دوبارہ دنیا میں لوٹائے جانے کا سوال کریں گے اور اپنے پچھلے کفر اور شرک پر معافی طلب کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ان کی معذرت قبول کی جائے گی۔

یستعتبون میں ازالہ ماخذ کا معنی مراد ہے یعنی ان سے عتاب اور ناراضگی کو دور نہیں کیا جائے گا وہ اللہ کے عتاب اور ناراضگی کے ازالہ کو طلب کریں گے لیکن ان سے عتاب اور ناراضگی کو زائل نہیں کیا جائے گا (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۴۶) امام رازی المتوفی ۶۰۶ ھ نے اس کا معنی کیا ہے ان سے ازالہ عتاب یعنی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۱۲' علامہ آلوسی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے' روح المعانی جز ۲۱ ص ۹۲' دار الفکر' ۱۴۱۷ ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی معجزہ پیش کریں تو کفار ضرور کہیں گے کہ آپ تو محض جھوٹے ہیں ○ اللہ اسی طرح جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ○ سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' کہیں آپ کو وہ لوگ بے صبرا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے ○ (الروم: ۶۰-۵۸)

کفار کے مطلوبہ معجزات نہ دینے کی وجہ

یعنی عقائد کی تفہیم کے لیے ہم نے ان کی ضرورت کی ہر مثال بیان کر دی ہے' اور ان کے تمام شبہات اور اعذار کو زائل کر

marfat.com

دیا ہے اور دین کو پہنچانے میں ہمارے رسولوں کی طرف سے کوئی تقصیر نہیں ہوئی اس کے باوجود اگر وہ آپ سے کوئی دلیل
معجزہ طلب کرتے ہیں تو یہ محض ضد اور عناد ہے' اور جو شخص کسی ایک معجزہ کو جھٹلا سکتا ہے اس کے لیے دیگر معجزات کو جھٹلانا
آسان ہے' اور اگر آپ ان کے مطالبہ کے موافق کوئی اور معجزہ پیش کریں مثلاً سمندر کو چیر کر راستہ بنا دیں یا پہاڑ سے
نکالیں تو اس کو بھی یہ لوگ یہ کہہ کر رد کر دیں گے کہ یہ جادو ہے اور جھوٹ ہے۔ اور جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر
کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر انکار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے' سو آپ ان کی
رسانیوں پر صبر کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہیں آپ کو وہ لوگ بے صبرا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے' اس سے مراد النضر بن الحارث ہے'
آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور اس میں تعریض ہے' خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

سورۃ الروم کا اختتام

آج ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ/ ۱۳ اگست ۲۰۰۲ء بہ روز منگل قبیل العصر سورۃ الروم کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۱۹ جولائی کو یہ سو
شروع ہوئی تھی اس طرح چھبیس دنوں میں اس سورت کی تفسیر ختم ہو گئی' الٰہ العلمین آپ باقی سورتوں کی تکمیل بھی کرا د
واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آل
اصحابہ وازواجہ اجمعین۔

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ لقمان

سورت کا نام

اس سورت کا نام لقمان ہے کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں لقمان کا ذکر ہے اور اس سورت میں لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں اور اس کا قصہ بیان کیا گیا ہے' جس آیت میں لقمان کا ذکر ہے وہ یہ ہے:

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَۃَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰہِ ؕ وَمَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ○ (لقمان: ۱۲)

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے تو وہ صرف اپنے نفس کے فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے' اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز' حمد کیا ہوا ہے۔

اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ ان کو لقمان اور اس کے بیٹے کے متعلق بتائیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر دی۔

سورۃ لقمان کا زمانہ نزول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

النحاس نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ لقمان مکہ میں نازل ہوئی ہے ماسوا تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں (لقمان: ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷)۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ لقمان مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور لقمان اور الذاریات سے ایک سورت کے بعد دوسری سورت سنتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۷۱)

(الدر المنثور ج ۶ ص ۴۴۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

جن تین آیتوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں ان کے مدینہ میں نازل ہونے کی روایات ضعیف ہیں' سورۃ العنکبوت اور سورۃ لقمان دونوں کے نزول کا زمانہ تقریباً ایک ہے' جب نئے اسلام لانے والے نوجوانوں کو ان کے

marfat.com

والدین اسلام کو چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے' اس موقع پر ایسی آیات نازل ہوئیں کہ ماں باپ کی خدمت اور اطاعت ضرور ہے لیکن شرک اور اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام کی نافرمانی کرنے میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے سورۃ لقمان کا نمبر ۳۱ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۷ ہے' یہ سورت سورۃ الصّٰفّٰت کے بعد اور سورۃ سباء سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ لقمان کی سورۃ الروم سے مناسبت

سورۃ الروم کی آخری آیتوں میں سے یہ آیت ہے:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ. (الروم: ۵۸)

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی ہے۔

اور سورۃ لقمان کی ابتدائی آیتیں یہ ہیں:

الٓمّٓ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۞ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۞ (لقمان: ۳۔۱)

الف' لام' میم ۞ یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں ۞ یہ کتاب نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس طرح سورۃ الروم کا آخر اور سورۃ لقمان کا اول دونوں قرآن مجید کی صفات کے بیان میں ہے۔

اسی طرح ان دونوں سورتوں میں فرمایا کہ مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیے ہوئے دلائل اور معجزات سے ایمان قبول نہیں کرتے اور ان سے اعراض کرتے ہیں' سورۃ الروم میں فرمایا:

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۞ (الروم: ۵۸)

اور اگر آپ ان کے پاس کوئی (نیا) معجزہ لے کر آئیں تو کفار ضرور یہ کہہ دیں گے کہ آپ تو صرف جھوٹے اور جادو کرنے والے ہیں۔

اور سورۃ لقمان میں فرمایا:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا. (لقمان: ۷)

اور جب اس کے اوپر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے۔

ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب مشرکین پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اخلاص کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور جب ان سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں' سورۃ الروم میں فرمایا:

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۞ (الروم: ۳۳)

اور جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے دعائیں کرتا ہے' پھر جب اللہ اس کو اپنی رحمت چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

اور سورۃ لقمان میں فرمایا:

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۞ (لقمان: ۳۲)

اور جب (سمندر کی) موجیں ان پر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو یہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو مانتے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں' پھر جب اللہ ان کو خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے تو ان میں

marfat.com

سے بعض معتدل رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو عہد شکن اور بہت ناشکرے ہیں۔

اسی طرح ان دونوں سورتوں میں فرمایا انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے' سورۃ الروم میں فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۔ (الروم: ۲۷)

اور وہی ہے جس نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا' پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔

اور سورۃ لقمان میں فرمایا:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۔ (لقمان: ۲۸)

تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے نزدیک صرف ایک شخص کو زندہ کرنے کی مانند ہے۔

سورۃ لقمان کے مشمولات

اس سورت کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزہ سے شروع کیا گیا ہے' اور وہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا دستور ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق لوگوں کے مختلف گروہ ہو گئے' مؤمنین نے قرآن مجید کی تصدیق کی اور وہ جنت کے مستحق قرار پائے اور کفار نے قرآن مجید کے ساتھ استہزاء کیا اور اس کا انکار کیا اور اپنی جہالت اور تکبر سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور دائمی دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور قدرت پر دلائل قائم کیے اور اس کے بعد لقمان حکیم کا قصہ بیان فرمایا کہ اس نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحتیں کی تھیں اور اس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا تھی کہ وہ شرک کو چھوڑ دیں' ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے بچیں' اور نماز قائم کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں' تواضع اور انکسار کو اختیار کریں اور تکبر نہ کریں' زمین پر نرمی اور آہستگی سے چلیں اور اپنی آوازیں پست رکھیں۔

اس کے بعد ان مشرکین کی مذمت کی جو شرک پر اصرار کرتے تھے اور توحید کے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے' اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر جمے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتوں کی ناشکری کرتے تھے' اور ان کو یہ خبر دی کہ نجات کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر اطاعت کو جھکا دیا جائے اور نیک اعمال انجام دیئے جائیں' اور مشرکین کے عقائد کا تضاد بیان فرمایا کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ بزرگ و برتر ہے اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک اور غلام ہیں اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے' اور تمام انسانوں کو پیدا کرنا اس کے لیے صرف ایک انسان کو پیدا کرنے کی مانند ہے' وہی قادر مطلق ہے اور کوئی چیز اس کو عاجز کرنے والی نہیں ہے' اور ان مشرکین کا حال یہ ہے کہ سختی اور مصیبت میں وہ اسی کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور سختی دور ہونے کے بعد اس کو یکسر بھول جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور توحید پر مزید دلائل قائم کیے کہ وہ رات اور دن کو ایک دوسرے کے بعد وارد کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے اور سمندروں میں کشتیوں کو رواں دواں رکھا ہے' اور اس سورت کو تقویٰ کے حکم پر ختم کیا ہے اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' اور یہ بتایا ہے کہ غیوب خمسہ کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اور وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

سورۃ لقمان کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ لقمان کا ترجمہ اور اس کی

marfat.com

تفسیر شروع کر رہا ہوں اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تفسیر میں مجھ سے وہی لکھوائے گا جو حق اور صواب ہے اور جو چیز باطل اور غلط ہے اس کی مجھ سے تردید اور تغلیط کرا دے گا اور اللہ اپنے بندوں کے گمان کے موافق ہوتا ہے اور جو اس پر توکل کرتا ہے اس کی وہ غیب سے مدد فرماتا ہے سو میں نے اس تفسیر میں اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ/۱۴ اگست ۲۰۰۲ء
فون: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

سورۃ لقمٰن مکیۃ ۳۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتها ۳۴ رکوعاتها ۴

سورۃ لقمان مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں چونتیس آیات، چار رکوع ہیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾

الف لام میم ○ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ○ (یہ کتاب) نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

جو لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر

يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

یقین رکھتے ہیں ○ وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اور وہی کامیاب ہیں ○

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ

اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں، تاکہ بغیر علم کے

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾

لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں، ان ہی لوگوں کے لیے ذلت والا عذاب ہے ○

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ

اور جب اس شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے

اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

دونوں کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ

اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان ہی کے لیے نعمت والی جنتیں ہیں ○ ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ اللہ کا برحق

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى

وعدہ ہے، اور وہی بہت غالب حکمت والا ہے ○ اللہ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم

marfat.com

فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ

دیکھتے ہو اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾

اور آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے O

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ

یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا! پس مجھے وہ دکھاؤ جو اللہ کے ماسوا دوسروں نے پید

الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ ع

کیا ہے بلکہ ظالم کھلی گم راہی میں ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام میم O یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں O (یہ کتاب) نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت ا
رحمت ہے O جو لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں O وہی اپنے رب کی طرف
سے ہدایت پر قائم ہیں اور وہی کامیاب ہیں O (لقمان: ۵۔۱)

بسم اللہ کے اسرار

اس سورت کو باقی سورتوں کی طرح اللہ عزوجل کے نام سے شروع کیا ہے، اللہ کا علم اور اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے
رحمٰن ہے اور اس نے اپنی حکمت کے عموم سے اپنی تمام مخلوق کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور وہ رحیم ہے سو اس کے وہ خواص جو
اس کی محبت میں رہتے ہیں ان کے لیے اس نے اپنی جنت کے راستے روشن کر دیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری النیشاپوری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ جو شخص بھی اس کو سنتا ہے وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے ایسا کوئی اور کلمہ نہیں سنا، وہ اس کے
کوئی اور کلمہ نہیں سننا چاہتا اور جو شخص اس کو سن لیتا ہے اس کا دل خوش ہو جاتا ہے اور اس کی کلفت دور ہو جاتی ہے، دنیا میں ا
ن عمت اور عقبیٰ میں اس کا حصہ کامل ہو جاتا ہے، اللہ کا نام سن کر پھر کسی اور چیز کی طرف اس کی رغبت نہیں رہتی خواہ وہ چیز کتنی
عظیم الشان ہو، اس کے دل میں صرف اس نام والے مالک و مولیٰ سے ملاقات اور اس کے دیدار کی تمنا رہ جاتی ہے اور اس
کی اور کوئی تمنا اور کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

... نے بسم اللہ میں لفظ اللہ سے محبت اور اس کے سماع کی لذت کا ذکر کیا ہے یہ اولیاء کاملین اور عارفین کا حص
ہے ... بعض لوگ تو پورا قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں اور ہم پر کوئی کیفیت مرتب ہوتی ہے نہ دل میں کوئی بھی امنگ
پیدا ہوتی ہے۔

الف لام میم کے اسرار

بعض علماء نے کہا کہ الف لام میم کے تین حرفوں سے اس جملہ کی طرف اشارہ ہے: میں اللہ ہوں، تمام صفات کمال

marfat.com

ساتھ متصف ہوں' گناہوں کو بخشنا اور اجر و ثواب عطا فرمانا میرا ہی کام ہے' الف سے انا کی طرف اشارہ ہے جس کا معنیٰ ہے میں اور لام سے اللہ کی طرف اشارہ ہے اور میم سے منّی کی طرف اشارہ ہے' اور بعض عارفین نے کہا الف سے عارفین کی الفت کی طرف اشارہ ہے اور لام سے اس لطف و کرم کی طرف اشارہ ہے جو وہ محسنین پر فرماتا ہے اور میم سے اس کے مجد (بزرگی) اور ثناء کی طرف اشارہ ہے' اس نے اپنی نعمتوں کی وجہ سے دوستوں کے دلوں سے انکار کو اٹھا لیا اور اپنی عطا کے لطف کے سبب سے اپنے اصفیاء کے دلوں میں اپنی محبت کو ثابت کر دیا اور اپنی بزرگی اور ثنا کی وجہ سے وہ تمام مخلوق سے مستغنی ہے۔

قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا اور محسنین کا معنی

فرمایا: یہ سورت اور اس کی آیات' کتاب حکیم کی آیات ہیں' یعنی اس قرآن یا اس سورت کی آیات حکمت والے مضامین پر مشتمل ہیں' یا اس قرآن کی آیات محکم ہیں یعنی تغیر و تبدل سے محفوظ ہیں اور ان میں فساد اور جھوٹ محال ہے' یا اس سورت کے احکام منسوخ نہیں ہوں گے۔

اور فرمایا: یہ کتاب نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے' اس کو ہدایت اس لیے فرمایا کہ اس کتاب میں نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گزارنے کی ہدایت ہے' یا زندگی کے ہر شعبہ کو صحیح اور صالح طریقہ سے گزارنے کی ہدایت ہے یا زندگی کے ہر باب میں عبادت کے طریقہ کی ہدایت ہے یا اس کتاب میں ایک فرد' ایک خاندان اور ایک ملک کو فساد اور بگاڑ سے دور رکھنے اور صلاح اور فلاح سے مزین کرنے کی ہدایت ہے' اور لوگوں کے عقائد اور اعمال کی صحت اور ثواب اور آخرت میں عذاب سے بچنے اور ثواب کے حاصل کرنے کی ہدایت ہے اور یہ عبادت کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور عارفین کے لیے دلیل اور حجت ہے۔

یہ کتاب حق اور صدق کی طرف ہدایت دیتی ہے اور جو اس کی تصدیق کرے اور اس پر عمل کرے اس کے لیے رحمت ہے' اس آیت میں فرمایا ہے یہ کتاب محسنین کے لیے رحمت ہے' محسنین سے مراد ہے نیک عمل کرنے والے' اور قرآن اور حدیث میں محسنین کا اطلاق صرف نیک عمل کرنے والے مومنین پر کیا جاتا ہے' ہر چند کہ یہ کتاب تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے لیکن اس آیت میں محسنین کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ اس کتاب کی ہدایت اور رحمت سے صرف محسنین ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

محسن اس شخص کو کہتے ہیں جو قرآن مجید کی رسی پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احسان کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث ۸) سو جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرے گا' اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو پکڑے گا اور اللہ کی رسی کو پکڑنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس پر اعتماد کرے اس کے کلام کو برحق مانے اور اس کے احکام پر عمل کرے ورنہ اللہ تعالیٰ سمت اور جہت سے پاک ہے۔

نماز قائم کرنے کے معانی

اس کے بعد محسنین اور نیکی کرنے والوں کی صفت ذکر فرمائی ہیں کہ وہ نماز قائم رکھتے ہیں' اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں ہر چند کہ محسنین کی اور بھی صفات ہیں لیکن یہ صفات دوسری صفات سے زیادہ اہم اور زیادہ افضل ہیں اس لیے ان کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ نماز کو قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط اور اس کے تمام ظاہری اور

marfat.com

باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا' اور نماز کی شرائط دو قسم کی ہیں ایک اس کے جواز کی شرائط ہیں یعنی نماز کو اس کے فرائض اور واجبات کے ساتھ اس کے وقت میں ادا کرنا' اور نماز کو اس کی سنن اور آداب کے ساتھ پڑھنا' ان شرائط کے ساتھ نماز پڑھنے سے اس کی فرضیت انسان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے' اور دوسری شرائط ہیں نماز کی مقبولیت کی شرائط یعنی نماز کو اخلاص اور خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھا جائے اور جو نماز اخلاص اور تقویٰ یعنی خوف خدا کے جذبہ سے نہیں پڑھی جائے گی وہ قبول نہیں ہوگی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ○ (المائدہ: ۲۷) اللہ صرف متقین (خوف خدا رکھنے والوں) کے عمل کو قبول فرماتا ہے۔

اور اقامت صلوٰۃ کا دوسرا معنی ہے نماز کو حضور قلب کے ساتھ ہمیشہ پڑھنا۔

اور اقامت صلوٰۃ کا تیسرا معنی ہے نماز کے اوقات' اس کے ارکان' واجبات سنن اور آداب کی حفاظت کرنا' خلاصہ یہ ہے کہ نماز قائم کرنے کا معنی ہے نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ پڑھنا' نماز کو دائماً پڑھنا اور نماز کی حفاظت کرنا۔

ان معانی پر غور کرنے سے اقامت صلوٰۃ کا ایک اور معنی حاصل ہوتا ہے اور وہ ہے نماز کی ادائیگی کا نظام قائم کرنا' جو شخص کسی گھر کا بڑا اور سرپرست ہو وہ بچوں کو نماز پڑھنے کی تربیت دے اور مار مار کر ان سے نماز پڑھوائے' حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بچوں کی عمر سات سال کی ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب ان کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کو مار مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰ طبع قدیم' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۶' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۸)

اور جو افراد اس کے زیر کفالت ہیں ان سے سختی سے نماز پڑھوائے' قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم: ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور ملک کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ دفاتر میں' محکموں میں اور تمام اداروں میں نماز پڑھنے کا نظام قائم کرے اور جو لوگ نماز نہ پڑھیں انہیں قرار واقعی سزا دی جائے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے ماسوا حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۴۸۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت (ماتحت افراد) کے متعلق سوال کیا جائے گا' امام (سربراہ مملکت) محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت (عوام) کے متعلق سوال کیا جائے گا' ایک شخص اپنے اہل و عیال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت (زیر کفالت افراد) کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت (گھر کی چیزوں) کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت

marfat.com

کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۹۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۴۹)

قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو' لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو' اس کے متعلق امام احمد' اسحاق اور ابن المبارک نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیز لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور مزنی نے یہ کہا ہے کہ تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کا نظام قائم کیا جائے اور ہر حاکم اپنے ماتحت افراد سے نماز پڑھوائے اور ان پر نظر رکھی جائے' جو نماز نہیں پڑھتے ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور اگر وہ پھر بھی نماز نہ پڑھیں تو ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری النیشا پوری المتوفی ۴۶۵ ھ لکھتے ہیں:

اقامت صلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کی ظاہری شرائط کے موافق ادا کیا جائے' شرم گاہ کو ڈھانپا جائے' پہلے وضوء کیا جائے' قبلہ کی طرف منہ کیا جائے' نماز کو اس کا وقت داخل ہونے کے بعد شروع کیا جائے' پاک جگہ میں نماز پڑھی جائے اور نماز کی باطنی شرائط کے مطابق نماز پڑھی جائے' اپنے دل و دماغ کو دنیاوی افکار اور تعلقات سے خالی کر لیا جائے' اپنے تمام عیوب اور گناہوں سے توبہ کر کے اپنے دل کو پاک اور صاف کر لیا جائے' کیونکہ وہ جہاں بھی ہو گا اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہو گا' پس اگر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو نہ دیکھے تو وہ عیوب اور گناہوں کے اقدام سے باز رہے' یہ باطنی شرم گاہ کا چھپانا ہے اور باطنی جگہ کی پاکیزگی یہ ہے کہ اس کے دل میں کوئی دعویٰ بلا تحقیق نہ ہو' اور باطنی وقت کے دخول کا معنی یہ ہے کہ اس کو علم ہو کہ اس کا دل اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے اور متذلل اور متواضع ہے اور بڑائی اور تکبر سے خالی ہے' اور اپنے دل کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور اس کا دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۰ ھ)

زکوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

نیز فرمایا: اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' یعنی زکوٰۃ کو اس کی شرائط کے مطابق مستحقین کو ادا کرتے ہیں' اور اہل سنت و جماعت کے مستحق افراد کو زکوٰۃ دیتے ہیں' کیونکہ الاشباہ والنظائر میں لکھا ہوا ہے کہ اہل بدعت اور بدمذہبوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی' زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے پاکیزہ اور صالح ہونا' قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ (الاعلیٰ: ۱۴) جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کا مال میل کچیل سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور انسان خود بھی گناہوں سے پاک ہو

marfat.com

جاتا ہے۔

اور زکوٰۃ کا معنی ہے مال کا بڑھنا اور زیادہ ہونا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم: ۳۹)

اور تم اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے لیے جو زکوٰۃ د[illegible] ہو' سو وہی لوگ اپنے مال کو دگنا کرنے والے اور بڑھانے وا[illegible] ہیں۔

اور جو لوگ پابندی سے اور اخلاص کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مال کو زیادہ کر دیتا ہے' بڑھا دیتا ہے ا[illegible] دگنا چوگنا کر دیتا ہے۔

اور زکوٰۃ کا معنی ہے مدح کرنا اور کسی کی تعریف اور ستائش کرنا' قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۹)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی مدح اور تعری[illegible] کرتے ہیں بلکہ اللہ ہی جس کی چاہتا ہے مدح اور تعریف کرتا ہے۔

اور جو لوگ فقراء اور مساکین کو زکوٰۃ دیتے ہیں وہ ان کی مدح کرتے ہیں اور دیگر لوگ بھی ان کی تعریف اور تحسین کر[illegible] ہیں کہ یہ سخی لوگ ہیں۔ اور زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: جو مال بہ قدر نصاب ہو اس کی حاجات اصلیہ (خوراک' لباس ا[illegible] رہائش) سے زائد ہو اور اس مال پر ایک سال گزر چکا ہو اس مال کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی سنی مسلمان شخص کو دیا جائے جو خ[illegible] نصاب کا مالک نہ ہو یا نصاب کا مالک تو ہو لیکن مقروض ہو یا مسافر ہو یا اللہ کی راہ (مثلاً جہاد یا دین کی طلب) میں ہو اور نصا[illegible] ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت پر مشتمل روپیہ یا مال تجارت ہے جو مال زکوٰۃ میں دیا جائے اس کو اپنی ملکیت سے بالکل منقطع کر لیا جائے' جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جس [illegible] زکوٰۃ دی جائے اس کو اس مال کا مالک بنا دیا جائے' اور ائمہ ثلاثہ' محققین احناف اور غیر مقلدین کے نزدیک مال زکوٰۃ کا مالک [illegible] شرط نہیں ہے اگر کسی مقروض کا قرض اتار دیا جائے یا کسی مسجد یا دینی مدرسہ کی یتیم خانہ یا کسی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم لگا [illegible] جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اس کی تفصیل ہم التوبہ: ۶۰' تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۸۱-۱۲۶ میں بیان کر چکے ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں بیاسی (۸۲) جگہ زکوٰۃ کو نماز کے سا[illegible] متصل بیان فرمایا ہے (صحیح یہ ہے: بتیس (۳۲) جگہ ہے) اور زکوٰۃ ۲ھ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے فرض کی [illegible] ہے اور اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ انبیاء پر فرض نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص [illegible])

انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ کا فرض نہ ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ اس لیے فرض نہیں ہے کہ زکوٰۃ میل کچیل سے پاک کرتی ہے اور انبیاء میل کچیل سے معصوم ہو[illegible]

[illegible]

[illegible] ○

[illegible]

[illegible] انبیاء علیہم السلام کے مقام کے [illegible]

[illegible] زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی عدم فرضی[illegible]

marfat.com

نبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے اور اس خصوصیت کے اعتبار سے زکوٰۃ مال اور زکوٰۃ بدن میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۱۶۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

زکوٰۃ کی تاکید اور اس کے فضائل کے متعلق احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دولت مند مسلمانوں پر ان کے اموال میں فقراء کے لیے اتنی مقدار فرض کی ہے جس سے فقراء کی ضرورتیں پوری ہو جائیں اور فقراء اسی وقت بھوک اور پیاس کے نہ ہونے کی مشقت میں مبتلا ہوں گے جب دولت مند ان کو ضائع کر دیں گے' سنو اللہ تعالیٰ ایسے مال داروں سے سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۴۵۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مال داروں پر افسوس ہے جن کے متعلق قیامت کے دن فقراء یہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمارے جو حقوق ان پر فرض کیے تھے ان مال داروں نے ہمارے ان حقوق پر ظلم کیا' تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! میں تم کو ضرور جزا دوں گا' اور میں ان کو ضرور دور رکھوں گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج: ۲۵۔۲۴) اور وہ لوگ جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے مانگنے والوں کا اور محروم کا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۶۹۳' اس حدیث کی سند میں الحارث بن النعمان ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۲)

علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۸۷۶' المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۸ ص ۸' اس حدیث کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اس کی نماز (قبول) نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۰۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اس سے اس کا شر دور ہو گیا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث: ۱۶۰۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کی ادائیگی سے اپنے مالوں کی حفاظت کرو اور صدقہ سے اپنے بیماروں کا علاج کرو اور دعا سے مصائب کی تیاری کرو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۱۹۶' المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث: ۱۹۸۴' اس کی سند میں موسیٰ بن عمیر کوفی متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کے پھن پر انگور کے برابر دو غدود ہوں گے اس کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا' پھر وہ اس شخص کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال

marfat.com

ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ نے فضل سے عطا کیا ہے وہ اس (بخل) کو اپنے لیے اچھا گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بہت بدتر ہے جس چیز میں انہوں نے ہے اس کا طوق بنا کر قیامت کے دن ان کے گلے میں ڈا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۰۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۳۳۶ عالم الکتب)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں فر کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! وہ بکری کا بچہ جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتے تھے اگر وہ مجھے دینے سے منع کریں تو میں اس کے منع کرنے پر ان سے ضرور قتال کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پس اللہ کی وہ چیز ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۰۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۵۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۰۷، سنن النسا الحدیث: ۳۴۴۳)

عوام کی زکوۃ یہ ہے کہ جس مال پر بہ قدر نصاب پر ایک سال گزر چکا ہو اور وہ اس کی ضروریات اصلیہ سے زائد ہو مال میں سے چالیسواں حصہ ادا کر دیا جائے، اور خواص کی زکوۃ یہ ہے کہ اپنے دلوں سے دنیا کی محبت کا زنگ اتارنے کے اور دلوں کو صاف کرنے کے لیے ضرورت سے زائد تمام مال راہ خدا میں دے دیا جائے، اور اخص الخواص کی زکوۃ یہ ہے اپنے معبود کے لیے اپنے مقصود کے حصول کے لیے اپنے وجود کو خرچ کر دیا جائے۔

آخرت پر یقین اور ہدایت پر قائم رہنے کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں○ وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم اور وہی کامیاب ہیں○

آخرت سے مراد ہے دار آخرت جہاں اعمال کی جزا دی جائے گی، اس کو آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دنیا سے ہے۔ اور فرمایا وہی یقین رکھتے ہیں، یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے میں اور حساب و کتاب میں کوئی شک نہیں رکھتے، اہل کے نزدیک دنیا حجابات جسمانیہ ظلمانیہ کا نام ہے اور آخرت حجابات روحانیہ نورانیہ کا نام ہے اور سالک کے لیے ضروری وہ جسمانی حجاب اتارے اور روحانی حجاب کی طرف متوجہ ہو پھر ان حجابات کو بھی اتارے اور حقیقت کا مشاہدہ کرے۔

اور فرمایا وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ بندہ کو از خود ہدایت حاصل ہوتی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہ دے۔ اس آیت میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ انسان از خود ہدایت حاصل ہے علماء کہتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہونے کی چار علامتیں ہیں، جب اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اس پر نادم ہو اور توبہ کر جب اس پر کوئی دنیاوی مصیبت آئے تو وہ صبر کرے اور کہے انا للہ وانا الیہ راجعون اور جب اس کو کوئی نعمت ملے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور جب وہ کسی کو کوئی چیز عطا کرے تو اس پر احسان نہ جتائے اور جب کسی انسان کو کسی برے کام پر افسوس ہو اور نیک کام کرنے کی خوشی ہو تو یہ اس کے ایمان پر قائم رہنے کی علامت ہے۔

marfat.com

مفلحین کا معنی

ان ہدایت یافتہ لوگوں کے متعلق فرمایا یہ مفلحون ہیں' مفلح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے ہر مطلوب کے حصول میں کامیاب ہو اور اس کو ہر درد اور تکلیف دہ چیز سے نجات حاصل ہو اور یہ اس کا مقام ہے جو عقائد صحیحہ کا حامل ہو' اعمال صالحہ سے دائماً متصف ہو اور اعمال سیئہ (برے اعمال) سے دائماً مجتنب ہو' کامیابی اور مطلوب کے حصول کی دو قسمیں ہیں' دنیاوی کامیابی اور اخروی کامیابی' دنیاوی کامیابی کا حصول ان چیزوں پر موقوف ہے جن سے انسان کی زندگی آسانی اور سہولت کے ساتھ اور عیش و آرام کے ساتھ گزر جائے' اور اخروی کامیابی میں چار چیزیں ہیں بقا ہو اور فنا نہ ہو' عزت ہو اور ذلت نہ ہو' غنا ہو اور فقر نہ ہو' علم ہو اور جہل نہ ہو' بعض روایات میں ہے کہ مومن' قلت' یا علت (بیماری) یا ذلت سے خالی نہیں ہوتا۔

(کشف الخفاء رقم الحدیث: ۲۶۸۰)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللهم ان العيش عيش الاخرة. اے اللہ! خوشگوار زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۸)

یعنی مومن جب تک دنیا میں رہے گا تو وہ مصائب و آلام' حوادث روزگار اور تکلیفوں اور بیماریوں کا سامنا کرتا رہے گا' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا . (الحج: ۵) اور تم میں سے بعض کو ارذل عمر (سخت بڑھاپے) کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ اس کو کسی چیز کے علم کے بعد اس کا بالکل علم نہ رہے۔

یعنی جب انسان بہت بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کا مزاج اور اس کا دماغ بچوں کی طرح ہو جاتا ہے اس کا حافظہ ختم ہو جاتا ہے اور جس طرح وہ اپنے بچپن میں مسائل سے ناواقف اور نابلد تھا اسی طرح بڑھاپے میں ناواقف ہو جاتا ہے لیکن یہ عام دنیا دار لوگوں کے بڑھاپے کی کیفیت ہے لیکن خواص مومنین' علماء کرام اور اولیاء عظام کا حال اس طرح نہیں ہوتا' ان کو جو عقائد صحیحہ اور احکام شرعیہ کا علم ہوتا ہے وہ دنیا میں' برزخ میں اور آخرت میں قائم رہتا ہے اور یہی لوگ مفلحین ہیں پس صاحب عقل پر لازم ہے کہ وہ اہل فلاح کی جماعت میں داخل ہونے کی کوشش کرے' اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ تزکیہ نفس کرے گا اور اپنے نفس کو گناہوں کے زنگ اور برے کاموں کے میل کچیل سے پاک اور صاف کرے گا تاکہ وہ مقربین کے مقام کی طرف ترقی کرے اور آخرت میں جنات الفردوس کو حاصل کرے' اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مفلحین اور ابرار کے ساتھ لاحق کر دے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بہکائیں' اور اس کا مذاق اڑائیں' ان ہی لوگوں کے لیے ذلت والا عذاب ہے O (لقمان: ۶)

لہو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

کلبی اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ تجارت کے لیے فارس جاتا تھا وہاں سے عجمیوں کی خبریں خرید کر لاتا ان کو روایت کرتا اور قریش کو سناتا' اور کہتا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد اور ثمود کی

marfat.com

خبریں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار کی خبریں سناتا ہوں اور عجمی بادشاہوں کے قصے سناتا ہوں تو لوگ اس کی خبروں اور قصوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننا چھوڑ دیتے۔ (علامہ قرطبی نے بھی یہی شان نزول لکھا ہے کتاب الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۴۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے والیوں کو تعلیم دینا اور ان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔ اور اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو بہکائیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۵، السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۱۴، کنز العمال ج ۴ ص ۳۹)

علامہ ثعلبی لکھتے ہیں: جو شخص گانا گاتے وقت اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان بھیج دیتا ہے ایک اس کے ایک کندھے پر بیٹھ جاتا ہے اور دوسرا اس کے دوسرے کندھے پر بیٹھ جاتا ہے اور جب تک وہ گاتا رہتا ہے شیطان اس کو لاتوں سے مارتے رہتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا اس آیت کا محمل وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کو چھوڑ کر لہو، معازف، مزامیر اور غنا سنتے ہیں اور انہوں نے کہا اللہ کے راستہ سے مراد قرآن مجید ہے (معازف سے مراد وہ آلات غنا ہیں جن کو ہاتھوں سے بجایا جائے اور مزامیر سے مراد وہ آلات غنا ہیں جن کو منہ سے بجایا جائے)۔

ابو الصہباء البکری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے تین بار قسم کھا کر فرمایا اس سے مراد غنا ہے، ضحاک نے کہا غنا مال کو ضائع کرتا ہے، رب کو ناراض کرتا ہے اور دل کو یاد الٰہی سے غافل کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک باندی خریدی جو اس کو دن رات گانا سناتی تھی اور ہر وہ بات جو اللہ کے راستہ سے غافل کر کے اس کے منع کیے ہوئے کام کی طرف لے جائے وہ لہو الحدیث ہے اور گانا بھی اسی قسم سے ہے۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۱۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ)

غناء کی تحریم اور ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے غنا کی تحریم میں حسب ذیل آیات پیش کی ہیں:

(۱) غناء کی تحریم میں ایک یہی زیر تفسیر آیت ہے یعنی لقمان: ۶۔ اس آیت سے علماء نے غناء کی کراہت اور ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

(۲) وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ○ (النجم: ۶۱) اور تم کھیل میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد غنا ہے باندی سے کہا جائے سمدی لنا اس کا معنی ہے ہمیں گا کر سناؤ۔

(۳) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ تو ان میں سے جس کو بھی اپنی آواز سے بہکا سکتا ہو بہکا لے

(بنی اسرائیل: ۶۴)

[illegible] ہیں اس کی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل میں گزر چکی ہے۔

([illegible])

غناء کی تحریم اور ممانعت میں احادیث اور آثار

علامہ قرطبی نے غناء کی تحریم اور ممانعت پر حسب ذیل احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے

marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آوازیں ملعون اور فاجر ہیں میں ان سے منع کرتا ہوں' مزمار کی آواز اور شیطان کی آواز جو کسی نغمہ اور خوشی کے وقت ہو اور کسی مصیبت کے وقت رونے پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آوازیں۔ (امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۶۸۹' تلبیس ابلیس ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسنا' مسخ اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اور یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہو اور شرابوں کو (کھلے عام) پیا جائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲' علل الترمذی رقم الحدیث: ۶۰۲' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۹۲۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں ہوں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول حلال ہو جائے گا' آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون سی خصلتیں ہیں آپ نے فرمایا (۱) جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے (۲) اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے (۴) اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (۶) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (۷) اور باپ کے ساتھ بے وفائی کرے (۸) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (۹) اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنا لیا جائے (۱۰) اور کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے (۱۱) اور شرابیں (بر سر عام) پی جائیں (۱۲) اور ریشم پہنا جائے (۱۳) اور گانے والیوں (۱۴) اور آلات موسیقی کو رکھا جائے (۱۵) اور اس امت کے بعد والے پہلوں کو برا کہیں' اس وقت تم سرخ آندھیوں یا زمین میں دھنسنے کا اور مسخ کا انتظار کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۰۳۸۶' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۵۸' ج ۱۲ ص ۳۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مال فے (کافروں کا چھوڑا ہوا مال) کو ذاتی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے' اور زکوٰۃ کو جرمانہ قرار دیا جائے' اور دین کے علاوہ علم حاصل کیا جائے' اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اور اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے' اور مسجدوں میں آوازوں کو بلند کیا جائے' اور فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور قوم کا سربراہ رذیل ہو' اور کسی شخص کے شر کی بناء پر اس کی عزت کی جائے' اور گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہو اور شرابیں پی جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کریں' اس وقت تم سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور مسخ کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرو اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے آئیں گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۱' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۲۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی باندی کے پاس گانا سننے کے لیے بیٹھا اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جائے گا۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۴۲۸' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۲۴۰' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن عساکر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے ضعف کی طرف رمز کی ہے)۔

marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گانے کو سنا قیامت کے دن
اس کو جنت میں روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ہوگی' آپ سے پوچھا گیا کہ روحانیین کون ہیں یارسول اللہ؟! آپ نے
فرمایا وہ جنت کے قاری ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

(نوادر الاصول ج ۲ ص ۷۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۲۳۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۶۲۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۰۶۳۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کے پاس گانے والی تھی اس کی نماز جنازہ
نہ پڑھو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۱۔ ۴۹' دار الفکر بیروت' تلبیس ابلیس لابن الجوزی ص ۲۲۷۔ ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

جس قسم کے اشعار کا دف کے ساتھ یا بغیر دف کے سماع جائز ہے

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ فرماتے ہیں ان احادیث اور ان کے علاوہ دیگر احادیث اور آثار کی وجہ سے کہا
گیا ہے کہ غنا حرام ہے۔ غنا سے مراد وہ معروف غنا ہے جس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے' اس سے عشق میں جولانی پیدا ہوتی
ہے' اس قسم کے اشعار میں عورتوں کا اور ان کے حسن کا ذکر ہو اور ان کی خوبیوں کا بیان ہو اور شراب اور دیگر محرمات کا ذکر ہو تو اس کے
حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ لہو ہے اور مذموم غنا ہے' اور جو اشعار ان چیزوں سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار
خوشی کے ایام میں گانا جائز ہے' مثلاً شادی اور عید کے ایام میں اور سخت مشقت کے کاموں کی مشقت کو سرور سے زائل کرنے کے
قصد سے جیسا کہ خندق کھودنے کے موقع پر تھا' یا جیسا کہ حبشی غلام انجشہ اور سلمہ بن اکوع نے اونٹوں کو چلاتے وقت غنا کیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ کا پیٹ
خاک آلود ہوگیا اور آپ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے:

والله لو لا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سكينة علينا وثبت الاقدام ان لاقينا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان الاولى قد بغوا علينا ان ارادوا فتنة ابينا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابینا ابینا کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۷' ۴۱۰۴' صحیح مسلم
رقم الحدیث: ۱۸۰۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۶۸۰' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۵۶' السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی
منتقل کر رہے تھے اور یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا

ہم وہ ہیں جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

اللهم انه لا خير الا خير الاخرة فبارك في الانصار والمهاجرة

marfat.com

اے اللہ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۷۸۷)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے ان احادیث کی شرح میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے خلاف شجاعت پر ابھارنے کے اشعار اور رُجزیہ کلام پڑھنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ مشقت زائل کرنے کے لیے اور کسی کام کو خوشی سے کرنے کے لیے اشعار پڑھنا جائز ہے۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۳۸)

امام ابو الفرج عبد الرحمان ابن الجوزی الحنبلی التوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر) مدینہ تشریف لائے تو آپ کی نعت میں اہل مدینہ نے یہ اشعار پڑھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا مدینہ کے جنوب کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

ہم پر شکر کرنا واجب ہے جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ سے دعا کرتا رہے

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس قسم کے اشعار وہ لوگ مدینہ میں پڑھتے تھے، اور بسا اوقات ان اشعار کو دف کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اسی جنس کے [...]رسے یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، اور ان کے پاس ایام [...]ں دو بچیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا اوڑھے [...]ے تھے، حضرت ابو بکر نے ان بچیوں کو ڈانٹا، اور کہا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مزمار شیطان بجا رہی ہو! تو رسول اللہ [...] اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے کو کھولا اور فرمایا: اے ابو بکر ان کو چھوڑو، کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں، اور ایک روایت میں ہے [...] ابو بکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۵۲، ۹۴۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۸)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ لڑکیاں کم عمر تھیں کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن تھیں اور [...]ں آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتی تھیں۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے لکھا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت فرمائی کہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے جیسے [...]ں کی عید نیروز ہے اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے، اور شرعاً خوشی کا دن ہے، سو اتنی مقدار میں خوشی کے دن غنا کا انکار نہیں [...]سکتا کیونکہ یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں فسق و فجور کی آگ بھڑکاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۱، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سرور شرعی کا دن ہے اور اس دن اتنی مقدار میں غنا [...]نہیں کیا جاتا جیسا کہ شادی کے موقع پر انکار نہیں کیا جاتا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۶، دار الفکر، ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسی رشتہ دار لڑکی کی شادی انصار [...] لڑکے سے کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا، لوگوں نے کہا جی [...]آپ نے پوچھا کیا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا جی نہیں! تب رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا انصار ایسے لوگ ہیں جنہیں گانے کا شوق ہے کاش تم اس کے ساتھ اس کو بھیجتے جو یہ گاتا:

اتیناکم اتیناکم **فحیانا وحیاکم**

ہم تمہارے پاس آئے ہیں' ہم تمہارے پاس آئے ہیں سو اللہ تمہیں بھی زندہ رکھے اور ہمیں بھی زندہ رکھے

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۱۴ ۲' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۹۴' مجمع الزوا
ج ۴ ص ۲۹۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۱۵۵' اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر اس کی تائید صحیح البخاری میں ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک لڑکی کی انصار کے ایک مرد کی طرف رخصتی کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ لھو (گانا بجانا) نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو لھو اچھا لگتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۶۲)

حضرت محمد بن حاطب الجمحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام اور حلال کے درمیان فرق دف اور آواز ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۶۹۔۳۳۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۸
المستدرک ج ۲ ص ۱۸۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مسا میں منعقد کرو اور اس پر دفوف (دف کی جمع) بجاؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۹۰

ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو اس وقت بچیاں دف بجا رہی تھیں اور میرے جو آباء غزوہ بدر میں شہید گئے تھے ان کا مرثیہ گا رہی تھیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک نے یہ مصرع پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو (از خود) غیب کو جا ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اس مصرع پر چپ رہو' اور وہی پڑھو جو اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۰۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۲۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۹۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۹۰' مسند ج ۶ ص ۳۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۷۸' المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۶۹۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۹)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مستفاد ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانے کی آواز کو سننا جائز ہے' اور مخلوق میں سے کسی ایک کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

کیونکہ جب علی الاطلاق کسی کی طرف علم غیب کی نسبت کی جائے تو اس سے متبادر علم غیب بالذات ہوتا ہے اعلیٰ حضر نے بھی اسی طرح لکھا ہے (الملفوظ ج ۳ ص ۴۷' نوری کتب خانہ لاہور) اسی لیے جو لڑکیاں یہ مصرع پڑھ رہی تھیں آپ نے ا اس مصرع پر خاموش ہونے کا حکم دیا اس لیے حافظ ابن حجر نے اس کو مکروہ لکھا ہے' لیکن بہر حال مخلوق کی طرف علم غیب نسبت کرنا کفر و شرک نہیں ہے ورنہ آپ ان لڑکیوں کو توبہ کرنے کا اور دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیتے۔

اور حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانا اور اس کا سننا جائز ہے اور جو علماء اس کو منع کرتے ہیں وہ ا

marfat.com

ابتداء اسلام پر محمول کرتے ہیں' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مخلوق میں سے کسی کی طرف علم غیب کی نسبت کرے اس کو منع کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوالفرج عبدالرحمان بن محمد بن علی بن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

عید' شادی اور دیگر خوشی کی تقاریب میں قلیل مقدار میں دف بجا کر اس قسم کے اشعار پڑھنا امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے' اسی طرح وہ اشعار جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوں وہ بھی امام احمد کے نزدیک جائز ہیں' امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا ایسے اشعار جن میں دلوں کو نرم کرنے کا اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہو آیا ان کو پڑھنا جائز ہے امام احمد نے کہا کوئی اس قسم کا شعر سناؤ تو سائل نے یہ اشعار پڑھے:

اذا مـا قـال لـی ربـی — امـا استحييت تعصينی
وتخفی الذنب من خلق — وبـالـعـصـيـان تـاتـيـنـی

جب مجھ سے میرا رب فرمائے گا تجھ کو حیا نہیں آتی تو میری نافرمانی کرتا ہے اور تو میری مخلوق سے گناہ کو چھپاتا ہے اور ان گناہوں کے ساتھ میرے پاس آتا ہے۔

امام احمد نے کہا یہ شعر مجھے پھر سناؤ' وہ بار بار فرمائش کر کے یہ شعر سنتے رہے پھر جب وہ گھر گئے تو خود یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اور رہے وہ اشعار جو کہ مرثیہ پڑھنے والے اور نوحہ کرنے والے پڑھتے ہیں اور خود بھی آواز سے روتے ہیں اور لوگوں کو بھی آواز سے رلاتے ہیں تو ایسے اشعار پڑھنا اور لوگوں کو آواز سے رلانا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح آلات موسیقی کے ساتھ اشعار کو پڑھنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا

عبدالرحمن بن غنم اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بہ خدا انہوں نے جھوٹ نہیں کہا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے زنا' ریشم' شراب اور باجوں (آلات غنا) کو حلال قرار دیں گے' اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ ''کل آنا'' اللہ والی پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور باجوں وغیرہ کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۹۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷۵۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۸۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۲' سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۲۲۱)

اس حدیث میں معازف (آلات غنا) کے حلال کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے' بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیے جانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حقیقتاً بندر اور خنزیر کی شکل میں متشکل کر دیئے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اخلاق یا ان کے قلوب بندر اور خنزیر کے اخلاق اور قلوب کے ساتھ تبدیل کر دیئے جائیں۔

آلات غنا کی حرمت کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸۴۔۶۷۷ میں بہت احادیث بیان کی ہیں۔

آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء احناف کا نظریہ

صحیح البخاری: ۵۵۹۰ کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

marfat.com

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا' مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ گواہی دیتے ہوں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ نماز پڑھتے ہوں گے' روزے رکھتے ہوں گے اور حج کرتے ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کا کیا سبب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ آلات موسیقی اور گانے بجانے والیوں میں مشغول ہوں گے' اور وہ ان شرابوں کو پئیں گے وہ اس لھو میں اور شراب نوشی میں رات گزاریں گے اور جب وہ صبح اٹھیں گے تو مسخ ہو کر بندر اور خنزیر ہو چکے ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس مضمون کی حدیث روایت کی ہے (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲) اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں گھبراہٹ ہوگی لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو وہ بندر اور خنزیر ہو چکے ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی صحیح البخاری: ۹۴۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

الغنا (گانے بجانے) کی تحریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اس لہو ولعب سے ہے جو بالاتفاق مذموم ہے' اور رہا غنا جو محرمات سے خالی ہو تو اس کی قلیل مقدار' عید' شادی اور خوشی کی تقاریب میں جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حرام ہے' اور اہل عراق کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی کے مذہب میں یہ مکروہ ہے' امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے' صوفیاء کی ایک جماعت نے عید کے دن لڑکیوں کے دف بجانے کی حدیث سے غنا کے مباح ہونے پر استدلال کیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو' اور ان کا یہ استدلال مردود ہے کیونکہ ان لڑکیوں کا یہ غنا صرف جنگ اور بہادری کی نظم سے متعلق تھا' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی' لیکن جو غنا معروف اور مشہور ہے وہ بے ریش لڑکوں اور عورتوں کے محاسن پر مشتمل ہوتا ہے اور دیگر حرام چیزوں کا بیان ہوتا ہے' جو پرسکون آدمی کے دل میں شہوت کا جوش اور ہیجان پیدا کر دیتا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور صوفیاء نے اس کی جو بدعت نکالی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں' اور جب تم ان کے اقوال اور افعال کو دیکھو گے تو اس میں زندیقی کے آثار پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ صحیح مسلم: ۸۹۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' یعنی گانا بجانا ان کی عادت نہیں تھی اور وہ اس میں مشہور تھیں' اور غنا میں علماء کا اختلاف ہے' اہل حجاز کی ایک جماعت نے اس کو مباح کہا ہے اور یہ امام مالک سے روایت ہے' اور امام ابوحنیفہ اور اہل عراق نے اس کو حرام کہا ہے' امام شافعی کا مذہب اس کی کراہت ہے' امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

پیشہ ور گانے والیاں وہ ہوتی ہیں جو اپنے گانے سے عورتوں کا شوق اور ان کی محبت پیدا کرتی ہیں اور بے حیائی کی طرف اپنے کلام میں تعریض اور اشارے کرتی ہیں اور پرسکون دلوں میں حسین عورتوں کی طلب کے جذبات کی آگ بھڑکاتی ہیں' اسی لیے کہا گیا ہے کہ غنا میں زنا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۵۰۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

آلات موسیقی کے متعلق ایک قوم نے لکھا ہے کہ ان کی تحریم پر اجماع ہے اور بعض علماء نے اس کے برعکس لکھا ہے، ہم کتاب الاشربہ میں حدیث معازف کی تشریح میں اس پر مفصل لکھیں گے، اور فریقین کے شبہات کا ذکر کریں گے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الاشربہ میں حدیث معازف کی شرح میں آلات موسیقی کی تحریم کی جس بحث کا وعدہ کیا ہے اس کا ذکر کرنا وہ بھول گئے۔

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ نے آلات موسیقی کے ساتھ سماع کی جو بدعت رائج کی ہوئی ہے، اس کی تحریم میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے، لیکن جو لوگ نیکی کی طرف منسوب ہیں ان میں سے اکثر کے اوپر نفوس شہوانیہ اور اغراض شیطانیہ غالب ہو چکی ہیں اور اس کا ذکر ان میں اس قدر مشہور ہو چکا ہے کہ وہ اس کی تحریم اور اس کے فحش سے اندھے ہو چکے ہیں اور ان میں سے بہت لوگوں سے بے حیاؤں، ہیجڑوں اور بچوں کی قبیح حرکات صادر ہوتی ہیں، اور وہ موزون اور منضبط حرکات کے ساتھ رقص کرتے ہیں اور ناچتے ہیں جس طرح جاہل اور بے حیاء کرتے ہیں، اور ان کی بے حیائی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ کام عبادات اور نیک اعمال سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آلات موسیقی کے سماع سے دلوں کا زنگ دور ہو جاتا ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ زندیقی کے آثار ہیں اور اہل باطل کے اقوال ہیں، ہم بدعتوں سے اور فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور اللہ سے توبہ کا اور سنت پر عمل کرنے کا سوال کرتے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۳۴، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ سماع اللہ عزوجل کی عبادت ہے، جنید سے منقول ہے کہ ان صوفیاء پر تین وقتوں میں رحمت نازل ہوتی ہے کھانے کے وقت کیونکہ یہ فاقہ کے بعد کھاتے ہیں، اور مذاکرہ کے وقت کیونکہ یہ صدیقین کے مقامات اور انبیاء کے احوال سے متجاوز ہوتے ہیں اور سماع کے وقت کیونکہ یہ وجد کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں اگر جنید سے یہ روایت صحیح ہے تو اس سماع سے ان اشعار کا سماع مراد ہے جو دلوں کو نرم کرتے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں، ابن عقیل نے کہا ہم نے ان صوفیاء سے سنا ہے کہ جب کوئی ساربان اونٹ کو ہنکاتے وقت گانا گاتا ہے اس وقت دعا کی جائے تو مستجاب ہوتی ہے، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ گانے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے، ابن عقیل نے کہا یہ کفر ہے کیونکہ جو شخص حرام یا مکروہ کو عبادت اعتقاد کرے وہ اس اعتقاد سے کافر ہو جائے گا۔

(تلبیس ابلیس ص ۲۵۲ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: جب یہ صوفیا غناء کو سنتے ہیں تو وجد کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور چیختے ہیں اور کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ کتنے ہی عابد جب قرآن مجید کو سنتے ہیں تو بعض مر جاتے ہیں، بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض چیختے اور چلاتے ہیں، اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے، حضرات صحابہ سے اس کی مثل نہیں سنی گئی۔

سب سے صاف دل صحابہ کرام کے تھے اور جب ان کو وجد آتا تو وہ صرف روتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کیا تو ایک شخص بے ہوش ہو گیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

نے فرمایا: یہ ہم پر دین میں کون تلبیس کر رہا ہے اگر یہ سچا ہے تو یہ اپنی شہرت کر رہا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اللہ اس کو مٹا دے گا۔
(تلبیس ابلیس ص ۲۵۴۔۲۵۳ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نیز امام ابن جوزی لکھتے ہیں: جب صوفیاء پر رقص کے حال میں طرب طاری ہوتا ہے تو یہ ناچتے ناچتے کسی شخص کو مجلس سے اٹھا لیتے ہیں تاکہ وہ بھی کھڑا ہو جائے' اور ان کے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے کہ جو شخص جذب سے ناچ رہا ہو تو اہل مجلس بیٹھے رہیں جب وہ کھڑا ہو تو باقی لوگ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب کوئی شخص سر ننگا کرے تو باقی لوگ بھی سر ننگا کر لیتے ہیں' حالانکہ سر ننگا کرنا قبیح ہے اور خلاف ادب ہے اور صرف حالت احرام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار ذلت کے لیے سر ننگا کیا جاتا ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۲۶۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

آلات موسیقی تین قسم کے ہیں: ستار' بانسری اور منہ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے' سارنگی' طنبور اور ہاتھ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے' ان کا بجانا حرام ہے اور جو شخص عادتاً ان باجوں کو سنے اس کی شہادت مردود ہے' اور دوسری قسم دف ہے' خوشی کے مواقع پر عورتوں کا دف بجانا جائز ہے۔ اور مردوں کے لیے دف بجانا ہر حال میں مکروہ ہے۔ کیونکہ عورتیں اور مخنث دف بجاتے ہیں اور مردوں کے دف بجانے میں عورتوں کی مشابہت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں' تیسری قسم چھڑی بجانا ہے یہ اس وقت مکروہ ہے جب اس کے ساتھ کوئی حرام یا مکروہ چیز ہو جیسے تالی بجانا' گانا یا ناچنا۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۴۔۱۷۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۶ھ)

غنا اور آلات موسیقی پر ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت طویل بحث کی ہے اور مجوزین اور مانعین دونوں کے دلائل کو ذکر کیا ہے اور شبہات کو زائل کیا ہے اور حق کو واضح کیا ہے۔ یہ تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۷۲۔۶۷۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اس شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجئے○ (لقمان: ۷)

غناء اور سماع کے متعلق مفسرین احناف کی تصریحات

اور جو لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں' ان پر جب کتاب اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور حق کو سننے سے اعراض کرتے ہیں' آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

یہ آیت بھی لھو الحدیث کی مذمت میں ہے اور لھو الحدیث کی تفسیر میں آلات موسیقی اور غنا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص گانے بجانے والی باندیوں کو خریدتا تھا۔ امام ابو اللیث نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے والیوں کو بیچنا اور ان کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۶۸)
(بحر العلوم تفسیر السمرقندی ج ۳ ص ۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

لھو ہر اس باطل چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو مشغول کر کے خیر سے روک دے' اور یہاں لھو سے مراد رات کو سنائی جانے والی جھوٹی کہانیاں اور غنا ہے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم قسم کھا کر کہتے تھے اس سے مراد غنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ غنا قلب کو خراب کرتا ہے' مال کو ختم کرتا ہے اور رب کو ناراض کرتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص بھی غنا کے ساتھ آواز بلند کرتا ہے اللہ اس کے اوپر دو شیطان مسلط کر دیتا ہے' ایک اس کندھے پر اور دوسرا اس کندھے پر اور وہ اس وقت تک اس کو لاتیں مارتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ گر جاتا ہے۔

(مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۴۶۸ مطبوعہ پشاور)

علامہ اسماعیل حقی البروسوی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں مزامیر (منہ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) اور برابط اور معازف (ہاتھوں سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) کو اور ان بتوں کو مٹا دوں جن کی زمانہ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی الحدیث (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۵' المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۸۰۳) نیز حدیث میں ہے مجھے مزامیر کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

اہل معانی نے کہا اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو لھو و لعب کو اور مزامیر اور معازف کو قرآن مجید کے مقابلہ میں ترجیح دے' اور ذمیوں کو مزامیر اور طنابیر کی بیع سے منع کیا جائے گا اور غنا کے اظہار سے بھی روکا جائے گا' اور جن احادیث میں عید کے ایام میں غنا کی رخصت ہے وہ متروک ہیں' اس زمانہ میں ان پر عمل نہیں کیا جائے گا اسی لیے عید کے دن معازف کو جلانا مستحب ہے (علامہ اسماعیل حقی نے یہ صحیح نہیں لکھا کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے اور قیاس سے احادیث کو منسوخ کرے اور صحیح یہ ہے کہ عید' نکاح اور دیگر خوشی کے ایام میں اچھے اشعار کو دف کے ساتھ اور بغیر دف کے قلیل مقدار میں پڑھنا جائز ہے البتہ دیگر آلات موسیقی کو استعمال کرنا مطلقاً ممنوع ہے اسی طرح ان اشعار کا پڑھنا بھی مطلقاً ممنوع ہے جن کا مضمون غیر شرعی ہو۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

بعض علماء نے کہا ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت لعینہا نہیں ہے' جیسے خمر اور زنا کی حرمت ہے' بلکہ یہ حرمت لغیرہا ہے' اسی لیے علماء نے اس سے جہاد کے طبل کو مستثنیٰ کیا ہے' پس جب آلات موسیقی کو بہ طور لھو و لعب استعمال کیا جائے تو یہ حرام ہیں اور جب لھو و لعب نہ ہو تو پھر حرمت زائل ہو جائے گی' (یہ قول بھی صحیح نہیں ہے صرف عید' نکاح اور خوشی کے ایام میں قلیل مقدار میں بہ طور لھو و لعب دف بجانے کی رخصت ہے جیسا کہ احادیث کے حوالے سے گزر چکا ہے اور ان کے علاوہ دف بجانے کی رخصت نہیں ہے' خواہ لھو و لعب مقصود ہو یا نہ ہو۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

جائز اور ناجائز سماع

طرز اور خوش الحانی کے ساتھ اشعار سننے میں اختلاف ہے' اگر اشعار میں عورتوں کا ذکر ہو اور انسان کے قد اور رخسار کا ذکر ہو جس سے نفس اور شہوت کی آگ بھڑکتی ہو تو دین دار لوگوں کے لیے ان کا سننا جائز نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کو بہ طور مشغلہ سنا جائے۔ اور اگر ان اشعار میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہو' دوزخ سے ڈرایا گیا ہو اور جنت کی ترغیب دی گئی ہو اور اللہ عزوجل کی نعمتوں کی تعریف کی گئی ہو' اور نیک کاموں کی تحریک ہو تو پھر ان کے سننے پر انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور اسی قبیل سے جہاد اور حج کے فضائل کے اشعار ہیں' جن کو سن کر جہاد کرنے اور حج کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اگر اشعار پڑھنے والا بے ریش

marfat.com

نوخیز لڑکا ہو جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہو' یا عورتیں بھی اس مجمع کو جھانک کر دیکھ رہی ہوں تو یہ عین فسق ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

بعض لوگ تکلف سے سماع کرتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم یہ ہے کہ لوگ کسی مرتبہ کے حصول یا دنیاوی منفعت کے لیے سماع کرتے ہیں یہ تلبیس اور خیانت ہے' اور حقیقت کی طلب کے لیے تکلف کرنا ہے جیسے کوئی شخص مصنوعی اور بناوٹی وجد خود پر طاری کر کے وجد کو طلب کرتا ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اور اس کے سامنے پورا قرآن مجید پڑھا جائے تو اگر وہ سچے جذب سے اپنے آپ کو گرادے تو فبہا ورنہ صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ شیطان کو اپنے پیٹ میں داخل کرنے سے ڈرے' اور اس کا سماع کے وقت نعرہ مارنا' یا تالی بجانا یا کپڑے پھاڑنا یا رقص کرنا اگر لوگوں کو دکھانے یا سنانے کے لیے ہو تو اس سے بچنا لازم ہے۔

دکھانے اور سنانے کے لیے سماع کے متعدد گناہ ہیں:

دکھاوے کے لیے حال کھیلنے کی خرابیاں

(۱) وہ شخص اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ اللہ نے اس پر وجد طاری کر دیا ہے اور بے خودی اور جذب میں رقص کر رہا ہے یا اس پر حال طاری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بدترین گناہ ہے۔

(۲) وہ حاضرین محفل کو اس فریب میں مبتلا کرتا ہے وہ اس کے متعلق حسن ظن رکھیں اور لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا خیانت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲۵)

(۳) وہ اپنے کھڑے ہونے میں اور بیٹھنے میں دوسرے لوگوں کو اپنی موافقت اور اپنا ساتھ دینے پر ابھارتا ہے سو وہ لوگوں کو جھوٹ اور باطل کا مکلف کرتا ہے۔ آج کل محفل سماع میں جو لوگ حال کھیلتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کا حال ایسا ہی ہوتا ہے (مصنف)

سماع کی طرف میلان کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

سماع کے اسباب

(۱) انسان کی طبیعت خوش آوازی کی طرف مائل ہو اور یہ شہوت ہے اور حرام ہے (یہ وجہ درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۲) انسان کے نفس میں نغمات اور خوش الحانی کی طرف میلان ہو یہ بھی حرام ہے کیونکہ یہ لذت شیطانی ہے جو مردہ قلب اور زندہ نفس کو حاصل ہوتی ہے اور دل کے مردہ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو بھول جائے اور دنیا کے اشغال میں منہمک ہو اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو اور ہر وہ دل جو دنیا کی محبت میں ملوث ہو اس کا سماع طبیعت کا سماع ہے اور تکلف ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے افعال کے نور کے مطالعہ سے اس کے دل میں سماع کی طرف میلان ہو اور یہ عشق ہے اور حلال ہے کیونکہ یہ میلان رحمانی ہے اور زندہ دل اور مردہ نفس کو حاصل ہوتا ہے (زندہ دل سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی یاد سے زندہ ہو اور مردہ نفس سے مراد یہ ہے کہ اس کی حیوانی اور نفسانی خواہشات مر چکی ہوں' ایسا شخص بغیر آلات موسیقی کے ان ہی اشعار کو سنے گا جن کا مضمون غیر شرعی نہ ہو)۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی ذات کے نور کے مشاہدہ سے اس کی روح میں سماع سے انس پیدا ہو جائے اور یہ محبت اور سکون ہے اور یہ بھی

marfat.com

حلال ہے۔

سماع کی حقیقت

شیخ سعدی کے ایک شعر کا مفہوم یہ ہے: اے برادر میں نہیں جانتا کہ سماع کیا ہے! میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ سماع کرنے والا کون ہے' یہ وہ شخص ہے جس کی روح برج معنی کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کی پرواز سے فرشتہ بھی عاجز رہتا ہے۔ یہ عاشق صادق کا حال ہے اور اصحاب حال وہ لوگ ہیں جن میں اعمال صالحہ کے انوار کا اثر ہوتا ہے تو اللہ ان کو دین پر استقامت کے ساتھ حال اور وجد اور ذوق اور کشف اور مشاہدہ اور معائنہ اور معرفت عطا فرماتا ہے' زین الدین الحافی قدس سرہٗ نے کہا جس شخص کے دل میں یہ نور پیدا ہو وہ ان علماء کے قول پر عمل کر کے سماع کرے جو سماع کو جائز کہتے ہیں (یعنی آلات موسیقی کے بغیر ان اشعار کا سماع کرے جو شریعت کے مطابق ہوں) ورنہ ان علماء کے قول پر عمل کرنے میں زیادہ سلامتی ہے جو سماع کو مکروہ کہتے ہیں' اور سماع کا معنی ہے دل کش اور اچھی آواز کو سننا جس کی طرف دل بے اختیار کھنچتا ہو اور یہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہے حتیٰ کہ جن میں عقل نہیں ہے وہ بھی اچھی اور سریلی آواز کی طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کی وجہ سے پرندے ان کے پاس آ کر ٹھہر جاتے تھے۔

(روح البیان ج ۷ ص ۸۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سماع کی انواع' شرائط' آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام غزالی نے فرمایا سماع یا تو محبوب ہوگا بایں طور کہ سننے والے پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق کا غلبہ ہو' تا کہ اس سے اس کو مکاشفات اور ملاطفات حاصل ہوں' یا سماع مباح ہوگا بایں طور کہ اس کو اپنی بیوی سے عشق ہو (اور وہ حسن کو اپنی بیوی کے حسن پر محمول کرے گا) یہ مباح ہے جب کہ اس پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہو نہ نفسانی خواہشوں کا' اور یا سماع حرام ہوگا بایں طور کہ اس کے اوپر ناجائز اور حرام خواہشوں کا غلبہ ہو۔

العز بن عبد السلام سے محبت کے اشعار سننے' سر دھننے اور رقص کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا رقص کرنا بدعت ہے' اور وہی شخص رقص کرے گا جس کی عقل ناقص ہوگی' اور رہے عشق و محبت کے اشعار تو اگر وہ امور آخرت پر مشتمل ہوں تو ان کے سننے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جب انسان کا دل دنیا میں منہمک ہو تو ایسے اشعار کا سننا مستحب ہے' اور جس شخص کے دل میں ناپاک اور ناجائز خواہشیں ہوں وہ سماع نہ کرے کیونکہ اس سے اس کی ناپاک خواہشوں کو تحریک ہوگی' اور انہوں نے کہا کہ سننے والوں اور جن سے سنا جاتا ہے ان کے اختلاف سے سماع کا حکم مختلف ہے۔ پس سننے والے یا تو عارف باللہ ہوں گے اور ان کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں جن پر خوف خدا اور خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے جب وہ سماع کرتے ہیں کہ تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اور ان پر غم کے آثار طاری ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں یا ان کو عذاب کا خوف ہوتا ہے یا ثواب کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے یا اللہ کا انس اور قرب ہوتا ہے' اور وہ سب سے افضل ڈرنے والے اور سب سے عمدہ سننے والے ہیں اور جس کلام کو سنا جائے اس میں قرآن مجید کی تاثیر سب سے زیادہ ہے۔

جس شخص پر امید کا غلبہ ہو اس پر نعمتوں کا ذکر سننے سے اثر ہوتا ہے اور اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے انس اور قرب کی امید ہو تو وہ امید رکھنے والوں میں افضل ہے اور اگر اس کو ثواب کی امید ہو تو اس کا سماع دوسرے درجہ میں ہے' اور جو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی وجہ سے اللہ سے محبت کرتا ہو تو اس کے انعام و اکرام کا سماع اس میں اثر کرتا ہے۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی وجہ

marfat.com

سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سماع اس میں تاثیر کرتا ہے اور یہ سماع پہلے درجات سے افضل ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کا غلبہ ہو اس کا سماع سب سے افضل ہے۔

یہ تو جس نوع کا ذکر سنا جائے اس کے اعتبار سے سننے والوں کے مدارج تھے اور جس سے ذکر کو سنا جائے اس کے اعتبار سے اختلاف مدارج کی تفصیل یہ ہے کہ عام آدمی کی بہ نسبت عالم سے سماع کرنے میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے عالم کی بہ نسبت اللہ کے ولی سے سماع کرنے میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور ولی کی بہ نسبت اللہ کے نبی سے سماع میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے اور سب سے زیادہ تاثیر خود اللہ عزوجل سے سننے میں ہوتی ہے اور یہ بلاواسطہ سماع صرف کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا یا حبیب اللہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا اور ان درجات کی وجہ یہ ہے کہ محبّ کے دل میں سب سے زیادہ تاثیر محبوب کے کلام کی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صدیقین اور ان کے اصحاب اور اتباع اور مومنین صالحین آلات موسیقی کے سماع میں مشغول نہیں رہے اور صرف اپنے رب اللہ عزوجل کے کلام کے سننے میں مشغول رہے۔

امام قشیری رحمہ اللہ نے سماع کی شرائط ذکر کی ہیں ان میں سے ایک شرط ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی معرفت تاکہ صفات ذات صفات افعال سے ممتاز ہوں اور معلوم ہو جائے کہ کس چیز کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں ذکر کرنا جائز ہے اور کیا چیز اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کی صفت میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے اور اہل تحقیق کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ صدق مجاہدہ سے اپنے نفس کو فنا کر چکا ہو اور اپنی روح کے مشاہدہ سے اپنے دل کو زندہ کر چکا ہو اور جو اس مرتبہ پر نہیں پہنچا اس کا سماع کرنا وقت کا ضیاع اور اس کا بناوٹی وجد کرنا ریا ہے اور اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے اکثر صوفیاء کا سماع کرنا حرام ہے۔

جو لوگ سماع میں تالیاں بجاتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں اور بے ہوشی اور وجد کا ڈھونگ رچاتے ہیں یہ سب تصنع اور ریا ہے اسی طرح بال نوچنا سینہ کوبی کرنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔

اور ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ آلات موسیقی کو استعمال کرنا حرام ہے اور امام بخاری امام احمد امام ابن ماجہ امام ابونعیم اور امام ابوداؤد نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ضرور میری امت میں ایسی قوم ہو گی جو ریشم کو شراب کو اور آلات موسیقی کو حلال کرے گی اور یہ حدیث تمام آلات موسیقی کی تحریم اور ممانعت میں بالکل صریح ہے۔ اور اسی کے مشابہ وہ حدیث ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے حضرت انس سے اور امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میری اس امت میں ضرور زمین میں دھنسنا اور آسمان سے پتھر برسنا اور مسخ ہو گا اور یہ اس وقت ہو گا جب وہ شرابیں پئیں گے گانے والیوں کو رکھیں گے اور آلات موسیقی کو استعمال کریں گے۔ امام دولقی نے آلات موسیقی کی تحریم کے دلائل بہت تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔

بعض صوفیاء نے مزامیر اور دیگر آلات موسیقی کے جواز میں رسائل لکھے ہیں اور ان میں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تابعین علماء عاملین اور ان کے مقلدین پر حیرت ناک افتراء باندھا ہے اور بہتان تراشا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان جس کے ساتھ لھو ولعب کرتا ہے اس کو خواہش کے گڑھے میں گرا دیتا ہے سو وہ حق سے بہت بعید ہوتا ہے اور تصوف سے ہزار ہا میل دور ہوتا ہے لہٰذا اگر بعض اکابر آلات موسیقی کے استعمال کو حلال کہیں تو تم ان کے قول سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ یہ قول ائمہ مذاہب اربعہ اور دیگر مستند فقہاء کبار کے اقوال کے خلاف ہے اور ہر شخص ان فقہاء کے قول پر عمل کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کو ترک کر دے گا اور جس شخص کو عقل سلیم دی گئی ہے اور اس کا دل باطل

marfat.com

خواہشوں سے پاک ہے اس کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ آلات موسیقی سے ساز اور آواز کو سننا دین میں سے نہیں ہے اور یہ سید المرسلین وسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقاصد سے کوسوں دور ہے۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۰۸-۱۱۷ ملخصا وموضحا' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

غناء اور سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق

مسئلہ: راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں۔

جواب: مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح اون کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلۂ عالیۂ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا بہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افترا ہے حضرت سیدی فخر الدین زراوی قدس سرہٗ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجلۂ خلفا سے ہیں جنہوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں سمع بعض المغلوبين السماع مع المزامير في غلبات الشوق و اما سماع مشائخنا رضي الله تعالى عنهم فبرئ عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالى یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیر ہا میں جا بجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی۔ بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے والله يعلم المفسد من المصلح فرضي الله عن الائمة ما انصحهم للامة یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور و ماثور' فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ مزامیر حرام است كما نقل احمد عنه رضي الله تعالى عنه سيدي الشيخ المحقق مولانا عبد الحق المحدث الدهلوي رحمة الله تعالى عليهم وعلينا بهم آمين حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لیے سند کافی اور ان اہل ہوا و ہوس مدعیان چشتیت پر حجت وافی۔ ہاں جہاد کا طبل سحری کے نقارہ حمام کا بوق اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں' یوہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس وکدورات شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہوگئے کہ لا يقولون الا الله ولا يسمعون الا الله بل لا يعلمون الا الله بل ليس هناك الا الله اون میں کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر از انجا کہ اون کی حرمت بعینہا نہیں وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حالا ومآلا فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو ولہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی رد المحتار میں زیر قول درمختار ومن ذلك (اى من الملاهى) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلا باس به كما اذا ضرب في ثلثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور الخ فرماتے ہیں هذا يفيد ان الة اللهو ليست بحرمة بعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الالة بعينها حل تارة و حرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض

بالانکار کیف لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخیار امدنا الله تعالی بامداداتهم واعاد علینا من صالح دعواتهم وبرکاتهم۔

اقول بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق وانمق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزۃ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اوسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اوس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اوس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اوس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اوس کا وہ پاؤں جس سے چلتا ہے انتہٰی۔ اب کہیے کون کہتا اور کون سنتا ہے آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا الله رب العلمین۔ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود یہی حال سننے کا ہے ولله الحجة البالغة مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر وکوہ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو اون کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا کما افاده المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الهمام رحمة الله تعالی علیه فی اخر الحج من فتح القدیر فی مسئلة الجواز نہ یہ مدعیان خامکار اون کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز فانها اکذب ما یکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہر الینا صحیح ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اوس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے هذا هو الانصاف فی امثال الباب والله الهادی الی سبیل الصواب. سماع مجرد بے مزامیر اوس کی چند صورتیں ہیں اول: رنڈیوں ڈومنیوں محل فتنہ امردوں کا گانا۔ دوم: جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اوس کے اقارب احیا کو حیا وعار آئے۔ سوم: بطور لہو ولعب سنا جائے اگرچہ اوس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو تینوں صورتیں ممنوع ہیں الاخیرتان ذاتا والاولی ذریعة حقیقة ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کل لعب ابن ادم حرام الا ثلثة کافی ہے ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ نہ لہو ولعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت غزلیں ذکر باغ وبہار و خط وخال ورخ وزلف وحسن وعشق وہجر ووصل ووفائے عشاق وجفائے معشوق وغیرہا امور عشق وتغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق وفجار واہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا وذلک من باب الاحتیاط القاطع والنصح الناصح وسد الذرائع المخصوص به هذا الشرع البارع والدین الفارع اسی طرح حدیث الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل ناظر. رواه ابن ابی الدنیا فی ذم الملاهی عن ابن مسعود والبیهقی فی شعب الایمان عن جابر رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہش بے ہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا ورسول سے مملو ہیں اون کے اس شوق محمود وعشق مسعود کو افزائش دے گا وحکم المقدمة حکم ما هی مقدمة له انصافا ان بندگان خدا کے حق میں اوسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے لیس فی القدر المذکور من السماع ما یحرم بنص ولا اجماع

marfat.com

وانما الخلاف فی غیر ماعین والنزاع فی سوی ما بین وقد قال بجواز السماع من الصحابة والتابعین جم غفیر (الی ان قال) اما سماع السادة الصوفیة رضی اللہ تعالی عنهم فبمعزل عن هذا الخلاف بل و مرتفع عن درجة الاباحة الی رتبة المستحب کما صرح به غیر واحد من المحققین یہ اوس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور اون کا اوس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائح انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات رویدک یا انجشہ لا تکسر القواریر ارشاد ہوا کہ اون کی آواز دلکش و دل نواز تھی عورتیں نرم نازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے غرض مدار کار تحقق و توقع فتنہ ہے جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت جہاں توقع و اندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت جہاں نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ انشاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں نسال اللہ سوی الصراط من دون تفریط ولا افراط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰/۱ ص ۵۶۔۵۴ مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عبارت ہر چند کہ کافی دقیق اور علمی ہے اور ہم ایسے عام لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند ہے' تاہم اعلیٰ حضرت نے وہی لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات' احادیث صحیحہ اور مفسرین' محدثین' ائمہ مذاہب اور دیگر فقہاء کی عبارات کو آسان انداز میں پیش کر چکے ہیں' عوام کے لیے یہ کافی ہے اور اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ سے اقتباس پیش کر دیا ہے' شرح صحیح مسلم جلد ثانی ص ۶۷۲۔۶۷۰ میں بھی اس مسئلہ پر لکھا ہے لیکن یہاں اس سے مختلف انداز میں اور زیادہ جامعیت کے ساتھ لکھا ہے' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان ہی کے لیے نعمت والی جنتیں ہیں ○ ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے اور وہی بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے ○ (لقمان: ۹۔۸)

کفار کی سزا کے ذکر اور مومنوں کی جزا کے ذکر کا تقابل

اس سے پہلی دو آیتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے کافر معاند کے حال کا بیان فرمایا تھا کہ جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ موڑ لیتا ہے' اور ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا استقبال کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' کفار ان آیتوں سے پیٹھ موڑ لیتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں مومنین ان آیتوں کو قبول کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں' جو شخص ان آیات کو سن کر قبول کرے اور ان پر عمل کرے تو اس کا درجہ اس شخص سے زائد ہو گا جو ان آیتوں کو قبول تو کرے لیکن ان کے تقاضوں پر عمل نہ کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کا ذکر کیا تو واحد کا صیغہ ذکر فرمایا کہ اس کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے اور مومنین کے ثواب کا ذکر کیا تو جمع کے صیغہ کے ساتھ کیا کہ ان ہی کے لیے نعمت والی جنتیں ہیں' اور عذاب کے ساتھ صراحۃً دوام اور خلود کا ذکر نہیں فرمایا اور مومنوں کے ثواب میں دوام اور خلود کا ذکر فرمایا: کہ ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' پھر اس کی مزید

marfat.com

تاکید فرمائی کہ یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے۔ کافروں کے عذاب کے ساتھ بشارت کا ذکر فرمایا اور بشارت اس چیز کی دی جاتی ہے ج
بہت عظیم ہو یعنی کافروں کو بہت عظیم عذاب دیا جائے گا' اور مومنوں کے اجر وثواب میں نعمت والی جنتوں کا ذکر فرمایا اور اس
کے ساتھ بشارت کا ذکر نہیں فرمایا' یعنی ہر چند کہ جنت بھی بہت بڑا اجر وثواب ہے لیکن بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور رضا
کی دی ہے فرمایا:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۲۱)

ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے اور ان جنتوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف جنت کے ساتھ بھی بشارت کا ذکر فرمایا ہے:

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حٰم السجدۃ: ۳۰)

اور اس جنت کی بشارت قبول کرو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی مہمانی کا ذکر ہے اور بشارت کا تعلق اس مہمانی کے ساتھ
ہے' وہ آیتیں یہ ہیں:

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ (حٰم السجدۃ: ۳۲-۳۱)

تمہاری دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے کارساز تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے' جنت میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے گا اور جس کو تم طلب کرو گے ۝ یہ غفور رحیم کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۱۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا
تاکہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے' اور آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے زمین میں ہر قسم
کے عمدہ غلّے (اور میوے) پیدا کیے ۝ یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا! پس مجھے وہ دکھاؤ جو اللہ کے ماسوا دوسروں نے پیدا کیا ہے بلکہ
ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ۝ (لقمان: ۱۱-۱۰)

آسمانوں کا مستدیر (گول) اور ایک دوسرے سے منفصل ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا فرمایا
ہے' آسمانوں کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا آسمان صفحہ قرطاس کی طرح چپٹے ہیں جیسے کوئی ہموار سطح ہو اور
اکثر علماء نے کہا آسمان گول ہیں یہ آسمان جو ہمیں نظر آ رہا ہے یہ زمین پر محیط ہے اور اس پر دوسرا آسمان جو اس کو محیط ہے علیٰ ہذ
القیاس سات آسمان ہیں اور ہر اوپر والا آسمان نچلے آسمان کو محیط ہے جیسے پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں' لیکن
پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کے ساتھ چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور ساتوں آسمان ایک دوسرے سے منفصل ہیں' حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے اوپر ایک بادل آیا تو نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ بادل
ہے! یہ زمین پر پانی برسانے والا ہے' اللہ تعالیٰ اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج دیتا ہے جو اس کا شکر ادا کرتی ہے نہ اس کو پکارتی

marfat.com

ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ آسمان دنیا ہے' محفوظ چھت ہے اور (گرنے سے) روکی ہوئی موج ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے اور اس کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے اوپر ایک اور آسمان ہے اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمانوں کو گنا' اور ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے' انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے' اس کے اور (ساتویں) آسمان کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے' پھر آپ نے پوچھا کیا تم جانتے کہ تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا اس کے نیچے زمین ہے' پھر آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا اس کے نیچے ایک اور زمین ہے اور ان دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات زمینوں کو گنا اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' اگر تم سب سے نچلی زمین کی طرف رسی لٹکاؤ تو اللہ تعالیٰ پر اترے گی (یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت اور اس کی سلطنت ہر جگہ کو محیط ہے) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الحدید: ۳) وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۵۷۸' کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۴۳' العلل المتناہیہ رقم الحدیث: ۹)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پیاز کے چھلکوں کی طرح تہہ بہ تہہ ہیں اور یہ ساتوں زمینیں اسی کرۂ ارض میں ہیں اور چونکہ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اس لیے پہلی زمین سے ساتویں زمین تک کی مسافت پانچ سو سال میں قطع ہونی چاہیے' اب اس پر اشکال یہ ہے کہ ہوائی جہاز اس پورے کرۂ ارض کے گرد زیادہ سے زیادہ دو دن میں چکر لگالیتا ہے' کیونکہ انسان دو دن سے کم کی مسافت میں پاکستان سے امریکا پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس حدیث کے اعتبار سے یہ مسافت پینتیس (۳۵) سو سال میں قطع ہونی چاہیے' یا اوپر اور نیچے کا کوئی اور معنیٰ ہو جو فی الحال ہماری علمی دسترس سے باہر ہے کیونکہ کائنات کے بارے میں دن بدن نت نئے حقائق سامنے آ رہے ہیں۔

آسمانوں کے مستدیر (گول) ہونے پر اس آیت میں دلیل ہے:

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (الانبیاء: ۳۳) ان میں سے ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے (گردش کر رہا ہے)۔

اور فلک اس چیز کو کہتے ہیں جو مستدیر ہو' علامہ جار اللہ محمد بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ اور علامہ محمد طاہر پٹنی المتوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے:

marfat.com

الفلک: ستارے کے گردش کرنے کی جگہ۔ (الفائق ج ۳ ص ۱۵۱' النہایہ ج ۳ ص ۴۴۳' مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۷۸)

المنجد کے مترجمین نے لکھا ہے: ستاروں کے چکر لگانے کی جگہ' ہر چیز کا گول اور بڑا حصہ' موج دریا' جہاں پانی ہر طرف سے چکر کھا کر جمع ہونے لگے' الفلکۃ ایک آسمان' ہر وہ چیز جو ابھری ہوئی بلند اور گول ہو' فلکۃ المغزل چرخے کا تکلہ' سوت کاتنے کی جگہ۔ (المنجد اردو ص ۷۶۲)

زمین کا متزلزل نہ ہونا اس کی حرکت کے منافی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو۔

یعنی آسمان کسی ایسی چیز پر قائم نہیں ہیں جو ان کو اپنی جگہ سے زائل ہونے سے روک رہی ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے۔

یعنی زمین کو بھی اپنے مدار پر قائم رکھا ہے اور وہ بھی دیگر سیاروں کی طرف اپنے مدار پر گردش کر رہی ہے۔

اور فرمایا: اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔

یعنی زمین کا اپنے مدار میں گردش کرتے رہنا اور اس کا متزلزل نہ ہونا اس میں مختلف جانداروں کے سکون اور ان کے چلنے پھرنے کا سبب ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب زمین گردش کر رہی ہے تو ہم ہلتے جلتے کیوں نہیں؟ اور چکر کھا کر گر کیوں نہیں جاتے' اس کا جواب یہ ہے کہ بہت بڑے بحری جہاز میں جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ بھی اس میں پر سکون بیٹھے رہتے ہیں اور ان کو اس کی حرکت کا پتا نہیں چلتا بلکہ ہوائی جہاز میں جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ بھی اس میں پُرسکون بیٹھے رہتے ہیں اور ان کو اس کی حرکت کا پتا نہیں چلتا تو زمین تو بحری جہاز اور ہوائی جہاز سے کروڑھا اور اربھا درجہ بڑی ہے اس کو حرکت اور گردش سے زمین والوں کے سکون اور ان کے چلنے پھرنے میں کب فرق آ سکتا ہے!

اس کے بعد فرمایا: اور آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے O

اللہ تعالیٰ نے زمین' آسمان اور پانی کا ذکر کیا ان کی حرکت طبعی ہے اختیاری نہیں ہے اور حیوانوں کا ذکر کیا ان کی حرکت اختیاری اور ارادی ہے' یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے خواہ اس کی حرکت طبعی ہو یا اختیاری ہو!

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلائل

جب اللہ تعالیٰ کی صناعی اور اس کی قدرت میں غور کیا جائے تو عقلاء کی عقلیں اور اذکیاء کی فہمیں حیران رہ جاتی ہیں' جب انسان درختوں کے عجائبات اور ان کے خواص' ان کے فوائد اور ان کے نقصانات' ان کے پتوں' پھولوں اور پھلوں کے مختلف رنگوں' ان کی مختلف خوشبوؤں اور ان کے مختلف ذائقوں پر غور کرتا ہے تو اس کو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب یونہی اتفاق سے نہیں پیدا ہو گیا ہے' ان سب کو ایک زبردست مدبر اور حکیم نے بنایا ہے' اور ان تمام چیزوں کی یکسانیت یہ بتاتی ہے کہ ان چیزوں کا بنانے والا واحد ہے اگر ان کے بنانے والے متعدد ہوتے تو ان میں یکسانیت اور نظم نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور حیوانات اور نباتات کا جو ذکر فرمایا ہے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا! تو اے مشرکو! مجھے دکھاؤ کہ جن کو تم نے عبادت میں اللہ کا شریک بنا رکھا ہے انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔

توحید کی فضیلت اور شرک کی مذمت

جاننا چاہیے کہ عقائد میں سب سے افضل عقیدہ توحید کا ہے' اور تمام بدعقیدگیوں میں سب سے بری بدعقیدگی شرک کی

marfat.com

ہے' اسی طرح تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے اور تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے' توحید کا ایسا نور ہے جو موحدین کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور شرک ایک ایسی آگ ہے جو مشرکین کی تمام نیکیوں کو جلا ڈالتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا لا الـٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے) وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو! میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو' اور خواہ اس نے چوری کی ہو! میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو' آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو' ابوالدرداء کی ناک کو خاک آلود کرتے ہوئے! پھر میں باہر نکلا تاکہ لوگوں میں اس کا اعلان کروں' تو میری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' حضرت عمر نے کہا واپس جاؤ' اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تو وہ صرف اسی قدر کہنے پر تکیہ کر لیں گے' میں نے واپس جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی آپ نے فرمایا عمر نے سچ کہا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۲ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۲۷۵۵۹' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۳۶۴' دارالحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث سے اللہ کو واحد ماننے اور شرک نہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ کہ اس کی جزاء جنت ہے' اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو برحق مانا جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے محمد رسول الله (الفتح: ۲۹) اسی طرح اس حدیث میں باقی احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا بھی ذکر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو برحق ماننا ان تمام احکام کے ماننے کو مستلزم ہے' اور یہ جو فرمایا کہ موحد خواہ زنا کرے خواہ چوری کرے وہ جنت میں داخل ہو گا یہ عام ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے فضل محض یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ابتداءً جنت میں داخل ہو خواہ اپنی بداعمالیوں کی سزا پا کر بعد میں تاخیر سے جنت میں داخل ہو' نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بعض اوقات اکابر' اصاغر کے قول کی طرف رجوع کر لیتے ہیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قول کی طرف رجوع فرما لیا' اور یہ کہ عام لوگوں کے سامنے بشارت کے بیان کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے تاکہ وہ کسی بشارت کا غلط مفہوم نہ سمجھ لیں یا وضاحت کر کے بشارت کو بیان کرنا چاہیے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ

فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے' اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے' حمد کیا ہوا ہے ۝ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے

لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک کرنا ضرور سب سے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

marfat.com

عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى

بڑا ظلم ہے ○ اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا؛ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری

وَهْنٍ وَّفِصٰلُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ إِلَيَّ

برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور یہ کہ تو) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا

الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَإِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ

(تونے) میری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے

بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ

علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اس کے طریقہ

سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو؛ پھر تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے سو میں تم کو ان کاموں کی خبر

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

دوں گا جو تم کرتے تھے ○ (لقمان نے کہا) اے میرے پیارے بیٹے! اگر ایک رائی کا دانہ کسی

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا

چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمینوں میں' تو اللہ اس کو لے آئے گا بے شک اللہ

اللّٰهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ

ہر باریکی کا جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ○ اے میرے پیارے بیٹے! تم نماز کو قائم رکھنا اور نیکی کا

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ ۗ

حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تم کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا'

إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ○ اور لوگوں سے تکبر کے ساتھ اپنا چہرہ نہ پھیرنا

marfat.com

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴿ۚ۱۸﴾

اور نہ زمین میں اکڑتے ہوئے چلنا' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا O

وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ

اور اپنی رفتار درمیانہ رکھنا' اور اپنی آواز پست رکھنا' بے شک تمام آوازوں میں

لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿ع۱۹﴾

سب سے بُری آواز گدھے کی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے' اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا ہے O (لقمان: ۱۲)

حکیم لقمان کا تعارف

امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

امام النحاس اور امام محمد بن اسحاق نے لقمان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: لقمان بن باعوراء بن ناحور بن تارح (تارح حضرت ابراہیم کے والد ہیں)۔

اور سہیلی نے اس طرح بیان کیا ہے: لقمان بن عنقاء بن سرون۔ یہ ایلہ کے رہنے والے تھے۔

وہب بن منبہ نے کہا یہ حضرت ایوب کے بھانجے تھے' مقاتل نے کہا یہ حضرت ایوب کے خالہ زاد بھائی تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ آزر کی اولاد سے تھے' یہ ایک ہزار سال زندہ رہے' انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل کیا' حضرت داؤد علیہ السلام کے اعلان نبوت سے پہلے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے' جب حضرت داؤد علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے تو انہوں نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔

امام واقدی نے کہا کہ لقمان بنی اسرائیل میں قاضی تھے' سعید بن مسیب نے کہا لقمان مصر کے سیاہ فام حبشیوں میں سے تھے ان کے ہونٹ موٹے موٹے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا کی اور نبوت کو ان سے روک لیا (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۵۳۰) اور جمہور علماء اور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ لقمان ولی تھے اور نبی نہیں تھے (اور حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور صرف ولی نہ تھے) البتہ عکرمہ اور شعبی کا یہ قول ہے کہ لقمان نبی تھے (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۵۳۵) اور صحیح یہ ہے کہ لقمان حکیم تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی تھی' عقائد' فقہ فی الدین اور عقل کے نزدیک یہی صحیح ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لقمان بنی اسرائیل میں قاضی تھے' سیاہ فام تھے' دونوں پیر پھٹے ہوئے تھے اور موٹے موٹے ہونٹ تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لقمان نبی نہ تھے لیکن وہ بہت غور و فکر کرنے والے بندے تھے۔ ان کا عقیدہ عمدہ تھا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا محبوب بنا لیا (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۳۸۴) اور ان کو یہ اختیار دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا خلیفہ بنا دے جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے' تو انہوں نے کہا اے میرے رب جب تو نے مجھے اختیار دیا ہے تو میں عافیت کو قبول کرتا ہوں اور آزمائش کو ترک

marfat.com

کرتا ہوں اور اگر تو نے مجھے اپنا خلیفہ (نبی) بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں تیرا حکم سنوں گا اور تیری اطاعت کروں گا' بے شک
عنقریب میری حفاظت فرمائے گا' فرشتوں نے لقمان سے پوچھا (جب کہ وہ فرشتوں کی آواز سن رہے تھے اور ان کو دیکھ نہیں
رہے تھے) اے لقمان اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا حاکم کا کام سب سے زیادہ سخت اور مشکل ہوتا ہے اس کو ہر طرف سے
مظلوم گھیر لیتے ہیں۔ اگر وہ صحیح فیصلہ کرے تو نجات پا لیتا ہے اور اگر وہ خطاء کرے تو جنت کے راستہ سے خطا کرتا ہے' اور جو شخص
دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اس کو دنیا ملتی ہے نہ آخرت' فرشتوں کو ان کے کلام سے بہت تعجب ہوا پھر وہ سو گئے تو ان کو حکمت
دی گئی اور جب وہ بیدار ہوئے تو حکمت کے ساتھ کلام کر رہے تھے' پھر اس کے بعد حضرت داؤد کو ندا کی گئی تو انہوں نے خلافت
کو قبول کر لیا اور انہوں نے لقمان کی طرح کوئی شرط عائد نہیں کی' سو انہوں نے کئی مرتبہ فیصلہ میں (اجتہادی) خطاء کی اور ہر بار
اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو معاف فرما دیا اور لقمان ان کو اپنے علم اور حکمت سے مشورے دیتے تھے' ان سے
حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اے لقمان تم کو مبارک ہو تم کو حکمت دی گئی اور تم سے آزمائش دور کر دی گئی ہے' حضرت داؤد کو
خلافت دی گئی اور ان کو آزمائش کو مبتلا کر دیا گیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۶۲' رقم الحدیث: ۴۱۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' تفسیر الثعالبی ج ۴ ص ۳۱۹

سعید بن میسب سے روایت ہے کہ لقمان درزی کا کام کرتے تھے۔

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۱۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۷۔۵۵' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۶۔۴۸۵

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لقمان کو حکمت اور نبوت کے درمیان اختیار دیا تو انہوں نے نبوت کے مقابلہ میں
حکمت کو اختیار کیا جس وقت وہ سوئے ہوئے تھے ان کے پاس جبریل آئے اور ان پر حکمت القاء کر دی' وہ صبح حکمت کے ساتھ
کلام کر رہے تھے' ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں حکمت کو کیوں اختیار کیا' حالانکہ آپ کو آپ کے رب نے
اختیار دیا تھا' انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ مجھے بلا اختیار نبوت عطا فرماتا تو مجھے امید تھی کہ میں فرائض نبوت کی ادائیگی میں
کامیاب رہتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید میں بار نبوت کو نہ اٹھا سکوں تو پھر میرے نزدیک حکمت
زیادہ پسندیدہ ہوئی۔ (رقم الحدیث: ۱۷۵۳۳)

وہب بن منبہ سے سوال کیا گیا آیا: لقمان علیہ السلام نبی تھے؟ انہوں نے کہا نہیں ان کی طرف وحی نہیں کی گئی لیکن
نیک شخص تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۵۳۴)

حکمت کے معانی' اس کی تعریفات اور اس کے اطلاقات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حکمت سے مراد عقل' فہم اور ذہانت ہے' الفریابی' امام احمد' امام ابن جریر اور ا
ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: عقل' فقہ اور درست بات کہنا حکمت ہے' امام راغب اصفہانی نے کہا موجودات
معرفت اور نیکیوں کا کام حکمت ہے' امام رازی نے کہا علم کے مطابق عمل کی توفیق حکمت ہے' ابو الحیان اندلسی نے کہا: جس ک
سے نصیحت حاصل ہو اور انسان اس کلام سے متنبہ ہو' اور لوگ اس کلام کو نقل کریں وہ حکمت ہے' ایک قول ہے علم اور عمل
پختگی حکمت ہے' ایک اور قول یہ ہے کہ علوم نظریہ کے حصول کے بعد نفس کے کمال کا حصول اور بہ قدر طاقت اچھے کاموں
کرنے کی مہارت' یہ حکمت ہے' اور حکماء نے کہا بہ قدر طاقت بشریہ' واقع کے مطابق حقائق اشیاء کی معرفت یہ حکمت

marfat.com

حکمت کی اور بھی بہت تعریفیں ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۲۶۔ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

بعض علماء نے کہا حکمت یہ ہے کہ انسان کو اس چیز کی معرفت ہو کہ کون سی چیز اس کے لیے مفید ہے اور کون سی چیز اس کے لیے مضر ہے' مفسرین نے کہا حکمت یہ ہے کہ انسان کو احکام شرعیہ کی معرفت ہو' محدثین نے کہا وہ نور جس سے الہام اور وسوسہ میں فرق ہو وہ حکمت ہے یا سرعت کے ساتھ صحیح جواب دینا حکمت ہے' یا بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو' نفس کی اصلاح کا علم ہو اور اس کے تقاضے پر عمل کرے اور نفس کے بگاڑ اور فساد سے بچے یہ حکمت ہے' صوفیاء نے کہا نفس اور شیطان کی آفات کی معرفت حکمت ہے' یا ایسی قوت عقلیہ عملیہ جو چالاکی اور حماقت کے درمیان متوسط ہو۔

قرآن مجید میں حکمت کا اطلاق حسب ذیل معانی پر کیا گیا ہے:

نصیحت پر: حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ. (القمر: ۵) یہ جامع نصیحت ہے' پس عذاب سے ڈرانے والی آیات نے (ان کو) کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

سنت پر: وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (البقرہ: ۱۵۱) وہ تم کو قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں۔

عقل وفہم پر: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ. (لقمان: ۱۲) اور ہم نے لقمان کو عقل اور فہم عطا کی۔

نبوت پر: وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ. (ص: ۲۰) اور ہم نے داؤد کو نبوت عطا کی تھی اور مقدمات کے فیصلہ کی صلاحیت۔

حکمت کا اطلاق دلائل پر' عام فہم مثالوں پر' ثواب کی بشارت دینے اور عذاب سے ڈرانے پر بھی کیا گیا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (النحل: ۱۲۵) دلائل دے کر' مثالوں سے سمجھا کر اور ثواب کی بشارت دے کر اللہ کے راستہ کی دعوت دیجیے۔

علوم قرآن اور تفقہ فی الدین پر:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. (البقرہ: ۲۶۹) اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے' اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی۔

ذہانت' فقہ' علم' سکون اور اطمینان' غور و فکر اور بصیرت' ان سب پر حکمت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور حماقت' طیش' عجلت' خواہش کی پیروی' غفلت' جہالت اور غباوت یہ سب حکمت کی ضد ہیں۔

حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کا لقمان کے پاس سے گزر ہوا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے' اس نے کہا تم وہ سیاہ فام شخص نہیں ہو جو فلاں علاقے میں بکریاں چرایا کرتا تھا' لقمان نے کہا' ہاں! کیوں نہیں! اس نے پوچھا پھر تم کو یہ حکمت اور دانائی کیسے ملی؟ انہوں نے کہا سچ بولنے سے' امانت داری سے اور فضول اور غیر متعلق باتوں کو چھوڑنے سے۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ لقمان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بدتر کون ہے؟ لقمان نے کہا وہ شخص جس کو اس کی پروا نہ ہو کہ لوگ اس کو برا کام کرتے ہوئے دیکھ لیں گے! اور لقمان سے کہا گیا کہ تم کتنے بدصورت ہو! لقمان نے کہا تم نقش

marfat.com

میں عیب نکال رہے ہو یا نقاش میں؟ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۱۸۔۳۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اے بیٹے! یہ دنیا گہرا سمندر ہے اور اس میں بہت لوگ غرق ہو چکے ہیں' تم اس میں خوف خدا کو' ایمان اور احکام شرعیہ کو اور اللہ پر توکل کو اپنی کشتی بنا لو تو نجات پا لو گے' ورنہ مجھے تمہاری نجات کی توقع نہیں' جو شخص اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہے تو اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے' جو شخص خود اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرتا رہے تو اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ذلت اٹھانا اس کی معصیت میں عزت سے بہتر ہے' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تم کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرے گا' جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے' جس آدمی کا خلق اچھا نہیں ہوتا اس کی پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں' کسی چٹان کو اپنی جگہ سے منتقل کرنا کسی بے وقوف کو مسئلہ سمجھانے سے زیادہ آسان ہے' میں نے بھاری چیزوں کو برداشت کیا لیکن بد اخلاق پڑوسی سے زیادہ ناقابل برداشت کوئی چیز نہیں' جنازوں میں جاؤ اور شادیوں میں نہ جاؤ' کیونکہ جنازہ تم کو آخرت کی یاد دلائے گا اور شادی تم میں دنیا کی خواہش پیدا کرے گی' شکم سیری سے زیادہ کھانے سے بہتر ہے کہ تم فالتو کھانا کتے کو ڈال دو' اتنے میٹھے نہ بنو کہ نگل لیے جاؤ اور اتنے کڑوے نہ بنو کہ اگل دیئے جاؤ' اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنے معاملات میں علماء سے مشورے کرو' جب تک تم علم کے تقاضے پر عمل نہ کرو تمہارے علم حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں' اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص لکڑیوں کا ایک بھاری گٹھا اٹھالے اور اس کو اتارنے سے پہلے ایک اور گٹھا اٹھالے' اس کو بوجھ سے ہانپنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا' تم لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور کشادہ روئی اور ہنستے چہرے کے ساتھ ان سے ملاقات کرو تو لوگوں کے محبوب بن جاؤ گے' تم لوگوں سے اس طرح ملو جیسے تم کو ان سے کوئی غرض نہیں ہے' لوگوں سے اپنی تحسین چاہو نہ ان کی مذمت کی پرواہ کرو' آرام سے رہو گے' اپنا منہ بند رکھو' جب تک خاموش رہو گے سلامت رہو گے' تم صرف وہی بات کرو جو تمہارے لیے مفید ہو۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۲۷۔۱۲۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت آمیز احادیث

ہم نے اس سے پہلے حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتوں کا ذکر کیا ہے' اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ایسی احادیث ذکر کریں جو سراسر حکمت ہیں' فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق:

(۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے' اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو زیادہ تر لوگ نہیں جانتے' سو جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا' اور جس شخص نے مشتبہ چیزوں میں ہاتھ ڈال دیا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سرکاری چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے' خطرہ ہے کہ اس کے جانور سرکاری چراگاہ میں گھس جائیں گے' سنو ہر بادشاہ کی ایک خاص چراگاہ ہوتی ہے' اور اس زمین میں اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں' اور سنو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے' سنو وہ دل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۵۸' عالم الکتب بیروت)

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس چیز کا ضامن ہو

marfat.com

جائے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کا ضامن ہو جائے جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی فرج) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۷۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا' وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا ہو وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا ہو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمیوں پر اللہ اس دن اپنا سایہ کرے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے جوانی کو پہنچا (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں لٹکا رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں' وہ اللہ کی محبت میں ملتے ہوں اور اللہ کی محبت میں الگ ہوتے ہوں (۵) وہ شخص جس کو ایک اقتدار والی اور حسن و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱)

(۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں سے ہجرت کرے (دور رہے) جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۱۵' عالم الکتب)

(۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اسلام کا کون سا وصف سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ہر واقف اور ناواقف کو کھانا کھلائے اور سلام کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۵۳)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت معاف کر دی جائے گی سوا ان کے جو علانیہ گناہ کرنے والے ہوں گے' اور علانیہ گناہ یہ ہے کہ ایک آدمی رات کو کوئی گناہ کرتا ہے اور جب وہ صبح اٹھتا ہے تو اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ کیا ہوا ہوتا ہے اور وہ شخص خود اپنا پردہ فاش کر کے کسی کو کہتا ہے کہ اے فلاں شخص رات کو میں نے یہ یہ کام کیے تھے' حالانکہ رات کو اس کے رب نے اس پر ستر کیا ہوا تھا اور وہ صبح کو اللہ کا کیا ہوا پردہ فاش کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۹۰)

(۸) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے' جب وہ راستہ میں ملیں تو ایک اس طرف منہ موڑ لے اور دوسرا اس طرف منہ موڑ لے' اور ان دونوں میں افضل وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۲)

marfat.com

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر بڑھائی جائے وہ رشتہ داروں میں میل جول رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے عزت کرے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے تو قیامت کے دن اللہ اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۲۹۱)

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی مدد تو کرتے ہیں ظالم کی کیسے مدد کریں، آپ نے فرمایا تم اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو (یعنی اس کو ظلم نہ کرنے دو)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱۶۷)

(۱۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ہر کام کے رئیس اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کی خبر نہ دوں، میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تمام کاموں کا رئیس اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے، پھر فرمایا کیا میں تم کو ان تمام چیزوں کے مدار کی خبر نہ دوں! میں نے کہا کیوں نہیں! اے اللہ کے نبی! آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا: تم اس کو روک کر رکھو، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! ہم جو کچھ باتیں کرتے ہیں کیا اس کی وجہ سے ہماری گرفت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تمہیں تمہاری ماں روئے! جو چیز لوگوں کو دوزخ میں مونہوں کے بل یا نتھنوں کے بل گرائے گی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل ہی تو ہے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث، حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸)

(۱۳) حضرت ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین چیزوں کی قسم کھاتا ہوں، جو بندہ صدقہ دے گا اس کا مال کم نہیں ہوگا، جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ عزوجل اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے، اور میں تم کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں تم اس کو حفظ کر لو، دنیا صرف چار آدمیوں کے لیے ہے، ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا ہو اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہو، اور اس میں صلہ رحم کرتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے لیے برحق کام کرتا ہو، یہ منازل میں سب سے افضل ہے، اور ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور مال نہ دیا ہو اور وہ صدق نیت سے یہ کہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس سے فلاں کام کرتا تو اس کو اپنی نیت سے اجر ملے گا اور وہ دونوں اجر میں برابر ہیں، اور ایک وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور علم نہیں دیا اور وہ اس مال کو خرچ کرنے میں مخبوط الحواس ہے، اپنے رب سے ڈرتا ہے نہ صلہ رحم کرتا ہے اور نہ اللہ کے لیے برحق کام کرتا ہے تو یہ منازل میں سب سے اخبث ہے، اور ایک وہ

marfat.com

بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے نہ علم دیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس سے فلاں (بُرا) کام کرتا' جیسے فلاں نے کام کیا ہے تو اس کو اس کی نیت کے اعتبار سے گناہ ہوگا اور یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۴۰' الترغیب للمنذری ج ا ص ۵۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۱۸۹' ۴۳۲۳۲' کامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۷۸۲)

(۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی سنجیدگی بھی سنجیدگی اور ان کا مذاق بھی سنجیدگی ہے' نکاح' طلاق اور طلاق سے رجوع کرنا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳۹' المستدرک ج ۲ ص ۱۹۷' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۲۸۴' سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۱۶۰۳)

(۱۵) حضرت نافع بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دنیا میں مسلمان شخص کی سعادت سے تین خصلتیں ہیں: نیک پڑوسی' وسیع گھر اور اچھی سواری۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۳۴' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۴۶)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں' روزہ دار کی دعا' مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۰۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۳۲۰' ۳۳۲۲' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۸۴)

(۱۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں میں کسی ایک شخص کے لیے بھی رخصت نہیں ہے' والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر' عہد کو پورا کرنا' خواہ مسلمان سے عہد ہو یا کافر سے' امانت کو ادا کرنا' خواہ مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۶۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۷۹۱)

(۱۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان کے اخلاق میں سے ہیں جب کوئی شخص غضب میں آئے تو وہ غضب کی وجہ سے کوئی ناجائز کام نہ کرے اور جب کوئی شخص خوش ہو تو خوشی کی وجہ سے وہ حق سے تجاوز نہ کرے اور جب کسی شخص کو اقتدار ملے تو وہ کوئی ناجائز کام نہ کرے۔

(مجمع الزوائد ج ا ص ۵۹' اتحاف ج ۸ ص ۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۲۵)

(۱۹) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان سے ہیں' تنگ دستی میں خرچ کرنا' عام لوگوں کو سلام کرنا اور اپنے نفس سے انصاف کرنا۔

(مجمع الزوائد ج ا ص ۵۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۶۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۸۸۔ ۴۳۱۲۹۔ ۴۳۲۳۶)

(۲۰) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ فقر میں مبتلا ہونے والے ہیں: ایسا امام کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو تو وہ شکر نہ کرے' اگر تم غلطی کرو تو وہ معاف نہ کرے' اور ایسا پڑوسی کہ اگر وہ اچھائی دیکھے تو اس کو چھپائے اور اگر وہ کوئی برائی دیکھے تو اس کا چرچا کرے' اور ایسی بیوی کہ اگر تم حاضر ہو تو وہ تم کو ایذاء پہنچائے اور اگر تم اس سے غائب ہو تو وہ تمہاری خیانت کرے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۶۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۷۸۵)

(۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو تین اوصاف دیئے گئے گویا

کہ اس کو آل داؤد کے اوصاف دیئے گئے جو غصہ اور خوشی کی حالت میں عدل کرے' فقر اور غنا کے حال میں میانہ روی سے رہے' اور خلوت اور جلوت میں اللہ سے ڈرتا ہو۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۱۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۲۴)

(۲۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ میرا برحق دوست ہے اور جس نے ان تین چیزوں کو ضائع کیا وہ میرا برحق دشمن ہے' نماز' روزہ اور جنابت۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۳' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۷۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۲۱)

(۲۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی' اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اپنی رحمت سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا (وہ خصلتیں یہ ہیں:) جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو' جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو' جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو۔

(سنن کبریٰ للبیھقی ج ۱۰ ص ۲۳۵' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۴' ج ۹ ص ۱۸۹' الترغیب للمنذری ج ۳ ص ۳۰۸' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۸' کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۲۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۸۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۱۵)

(۲۴) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ابدال میں سے ہے: وہ تقدیر پر راضی ہو' جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان پر صبر کرے اور اللہ عزوجل کی ذات کی وجہ سے غضب ناک ہو۔ (اتحاف ج ۸ ص ۳۸۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۸۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۵۹۹)

(۲۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ منافق ہے' خواہ وہ روزے رکھے' نماز پڑھے' حج کرے اور عمرہ کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں' وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کے خلاف کرے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۶' سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۸۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۰۶' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۵۵' الترغیب للمنذری ج ۳ ص ۵۹۴' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۴۷' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۸۵۵)

(۲۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں تاخیر مت کرو' وقت آنے کے بعد نماز کی ادائیگی میں' جنازہ آنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنے میں' جب کفو مل جائے تو بے نکاح عورت کا نکاح کرنے میں۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۸۰۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۲)

(۲۷) حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سے تین چیزوں کا حساب نہیں لیا جائے گا: وہ جھونپڑی جس میں وہ سایہ حاصل کرے' وہ روٹی کا ٹکڑا جس کو اپنی کمر قائم رکھنے کے لیے کھائے' وہ کپڑے کا ٹکڑا جس سے وہ اپنا ستر ڈھانپے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۸۰۵)

(۲۸) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کاموں کا کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے' ایک آدمی کسی قوم کا امام ہو اور وہ صرف اپنے لیے دعا کرے' اگر وہ ایسا کرے گا تو ان کی خیانت کرے گا' اجازت طلب کرنے سے پہلے کسی کے گھر میں نہ جھانکے اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ان کے گھر میں گھس گیا' اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب یا پاخانہ کو روک رہا ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۰' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۰۷۰' الترغیب للمنذری ج ۳ ص ۴۳۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۰۳۹۸)

(۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کی آنکھوں کو دوزخ کی

marfat.com

عذاب نہیں چھوئے گا' وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں نکال دی گئی' وہ آنکھ جو اللہ کی راہ کی حفاظت میں بیدار رہی' وہ آنکھ جو اللہ کے عذاب کے ڈر سے روئی۔

(المستدرک ج ۲ ص ۸۲' الترغیب ج ۲ ص ۲۵۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۸۱۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۳۸)

(۳۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی حکمت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۷۰' الفردوس للدیلمی ج ۲ ص ۳۰۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۸۷۳' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۳۶۱' اس کی سند صحیح ہے)

(۳۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین کا رئیس حکم پر ہیز گاری ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۱۵۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۳۲۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۳۶۳)

(۳۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان باللہ کے بعد عقل کا بڑا تقاضا لوگوں سے محبت کرنا ہے اور ہر نیک اور بد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۰۶۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۳۳۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۳۶۴)

(۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان باللہ کے بعد عقل کا بڑا تقاضا لوگوں کے ساتھ نرم گفتگو کرنا ہے' دنیا کے نیک لوگ آخرت میں بھی نیک ہوں گے اور دنیا کے برے لوگ آخرت میں بھی برے ہوں گے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۰۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۳۳۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۳۷۰)

(۳۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان باللہ کے بعد عقل کا بڑا تقاضا حیاء اور اچھے اخلاق ہیں۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (مسند الفردوس للدیلمی ج ۲ رقم الحدیث: ۳۰۷۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۳۳۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۳۷۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۷۷۵)

(۳۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی دی تو اس کے نصف دین پر اس کی اعانت کر دی اب اس کو باقی نصف دین میں اللہ سے ڈرنا چاہیے' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۱۶۱' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۸۷' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۷۰۴)

(۳۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی قلیل رزق پر اللہ سے راضی ہو جائے' اللہ قلیل عمل پر اس سے راضی ہو جاتا ہے' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۵۸۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۷۰۵)

(۳۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے راضی ہو جائے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۷۰۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۹۵۶)

(۳۸) حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر کفر کی تہمت لگانا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۱۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۸' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۶۰)

(۳۹) حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بغیر فقر کے

marfat.com

سوال کیا' وہ گویا انگارے کھا رہا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۵' صحیح ابن خزیمہ ج ۴' رقم الحدیث: ۲۴۴۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۶۷۲۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۷۳۰)

(۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے کسی چیز کے علم کا سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپا لیا اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۶' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۷۳۲)

حکیم لقمان کے حکمت آمیز کلمات ذکر کرنے کے بعد میں نے چاہا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت آمیز احادیث کا بھی ذکر کروں' سو میں نے اس نوع کی چالیس احادیث ذکر کیں' حالانکہ اس نوع کی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث حکمت آمیز ہیں اور آپ کی کوئی حدیث حکمت سے خالی نہیں ہے' لیکن میں نے چالیس احادیث پہنچانے کی بشارت میں دخول اور شمول کی نیت سے یہ چالیس احادیث ذکر کی ہیں' چالیس احادیث کو پہنچانے کی بشارت کی احادیث میں نے تفصیل سے تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۸۴۔۱۸۳ میں ذکر کی ہیں تبرکاً اور تیمناً ایک حدیث کا یہاں بھی ذکر کر رہا ہوں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت کو ان کے دین کے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں' اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہو گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۲۵' تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۴ ص ۱۱۱' رقم الحدیث: ۱۱۸۳۸' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۷۶' الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۳۴۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۶۳۷' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۵۶۳' ۲۰۵۶۲' کنز العمال رقم الحدیث ۲۸۸۱۷۔۲۹۱۸۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۵۸' العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۱۸' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

میں نے شفاعت کی امید پر شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں متعدد موضوعات پر چالیس حدیثیں جمع کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حظ وافر عطا فرمائے اور اپنی مغفرت سے نوازے۔ (آمین)

حکیم لقمان کو شکر کرنے کی تلقین

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکیم لقمان سے فرمایا: تم اللہ کا شکر ادا کرو اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا ہے۔ (لقمان: ۱۲)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لقمان سے فرمایا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور زجاج نے اس کی تفسیر میں کہا اس کا معنی ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ لقمان کی حکمت ہی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا' شکر کا معنی' حمد اور شکر کا فرق' شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور شکر کے متعلق احادیث اور آثار وغیرہ دیگر مباحث ہم تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۵۲۔۱۴۶ میں بیان کر چکے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے ہی اجر و ثواب کے لیے کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ

marfat.com

کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے یعنی اس کو واحد نہیں مانتا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے وہ خود اپنی صفات پر حمد کرتا ہے فرشتے حمد کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام اور نیک بندے حمد کرتے ہیں اس کی مزید تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۵۳۔۱۵۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا' بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے O اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا' اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا' اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور حکم دیا کہ تو) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا (تو نے) میری ہی طرف لوٹنا ہے O (لقمان: ۱۴۔۱۳)

حکیم لقمان کے بیٹے کا نام اور اس کا دین

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

حکیم لقمان کے بیٹے کے متعلق تین قول ہیں کلبی نے کہا ان کے بیٹے کا نام مشکم تھا' نقاش نے کہا ان کے بیٹے کا نام انعم تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے بیٹے کا نام بابان تھا' حکیم لقمان نے جس وقت اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی اس وقت وہ مشرک تھا۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۳۳۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حکیم لقمان کا بیٹا اور اس کی بیوی دونوں کافر تھے' حکیم لقمان ان دونوں کو مسلسل نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے' اس کے برخلاف حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی بیوی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مسلمان ہو گئیں تھیں اور ان کی بیوی مسلمان نہیں ہوئی تھی۔

(روح البیان ج ۷ ص ۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی حکیم لقمان کے بیٹے اور بیوی کے متعلق اسی قول کو نقل کیا ہے۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شرک کے ظلم عظیم ہونے کی توجیہ

نیز فرمایا بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا حکیم لقمان کا قول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ شرک کو سب سے بڑا ظلم اس لیے فرمایا کہ ظلم کا معنی ہے کسی کا حق دوسرے کو دے دینا جو اس حق کا مستحق نہ ہو' اور مستحق عبادت ماننا اللہ تعالیٰ کا حق ہے' اسی طرح اللہ ہی کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' پس اگر مخلوق میں سے کسی کا حق دوسرے غیر مستحق کو دے دیا جائے تو یہ بھی ظلم ہے' لیکن سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ کسی غیر مستحق کو دے دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو عبادت کا مستحق مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

اسی کی دوسری توجیہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس کی حکم عدولی کر کے انسان اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اس وجہ سے انسان عذاب کا مستحق ہوتا ہے لیکن دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا سو یہ انسان کا اپنی جان پر ظلم ہے لیکن سب سے بڑا ظلم نہیں ہے' اور جب انسان شرک کرتا ہے تو وہ دائمی عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے' لہٰذا شرک کرنا انسان کا اپنی جان پر سب سے بڑا ظلم کرنا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

marfat.com

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ○ (الانعام:۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا ان ہی کے لیے (عذاب سے) امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ○ (لقمان:۱۳) بے شک شرک ضرور سب سے بڑا ظلم ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۰۶۸' السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۳۹۰

لفظ عام سے عموم اور خصوص مراد لینے کا ضابطہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ نے الانعام:۸۲' میں' عام کو اپنے عموم پر قرار دیا تھا' اور ظلم سے ظلم کی تمام انواع کو مراد لیا تھا حتیٰ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں معمولی سی کمی کو بھی ظلم قرار دیا تھا اس لیے انہوں نے کہا ہم میں سے کون ظلم نہیں کرتا' اور اس پر قرینہ یہ تھا کہ اس آیت میں نکرہ حیز نفی میں ہے' اور نفی کے بعد نکرہ مفید عموم ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد اس کی خاص نوع ہے اور وہ شرک ہے کیونکہ وہ ظلم عظیم ہے' اور اس پر دلیل ہے کہ ظلم پر تنوین تعظیم کے لیے ہے اور اس سے مراد ظلم عظیم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۲۔۳۴۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہات

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ (لقمان:۱۴)

اس سے پہلی آیت میں شرک کی ممانعت فرمائی تھی' اور عبادت کے قریب اطاعت ہے' تو بتایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت ہے' اور اگر والدین مشرک بھی ہوں پھر بھی ان کی خدمت اور اطاعت کی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی میں والدین یا کسی کی بھی اطاعت نہیں کی جائے گی اس وقت ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا واجب ہے۔

نیز فرمایا: اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا' اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کے تین درجے بیان فرمائے' اس نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی' اس کو پیٹ میں رکھا' اور اس کو دودھ پلایا' اس وجہ سے ماں کو باپ پر تین درجہ فضیلت حاصل ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ماں کی تین درجہ زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا میرے حسن خدمت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے فرمایا تمہارا باپ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷۰۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں لیکن اس پر قدرت نہیں رکھتا' آپ نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس

marfat.com

نے کہا میری ماں زندہ ہے! آپ نے فرمایا تم ماں کے ساتھ نیکی کرو یہی اللہ کی راہ میں قتال ہے' جب تم یہ کرلو گے تو حج کرنے والے ہو' عمرہ کرنے والے ہو اور جہاد کرنے والے ہو۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۴۶۳' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۶ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا میں نے سخت گرمی میں اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے دو فرسخ (نو انگریزی میل) سفر کیا وہ اتنی سخت گرمی تھی کہ اگر اس میں کچے گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا جاتا تو پک جاتا' تو کیا میں نے اس کا شکر ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا یہ تمہاری طرف ایک دفعہ کشادہ روئی سے دیکھنے کا بدلہ ہوا۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۵۵' المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے آپ کے لیے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا' آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو' تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(اس حدیث کو تمام نے روایت کیا ہے' عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے اہل و عیال بھی ہیں' میرا باپ ہے' میری ماں ہے' میرے حسن سلوک کا ان میں سے کون سب سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اور تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی' پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہو پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہو۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۷۴۴' مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۶ھ)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر پوچھا یا رسول اللہ! میں اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کے اجر و ثواب کی طلب کے لیے آپ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے! کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو' میں آپ کے پاس پھر دوسری جانب سے آیا اور میں نے آپ سے دوبارہ وہی سوال کیا' آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو' جب تیسری بار اسی طرح سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اپنی ماں کے پیروں کے پاس لازم رہو۔ اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۱' سنن النسائی رقم الحدیث ۳۱۰۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۶۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۷۴۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (القضاعی ج ا ص ۱۱۹' الجامع للخطیب ج ۲ ص ۲۸۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۱۱۲۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۶۴۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۴۳۹' ج ۱۶ ص ۴۶۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ماں کا حق باپ کے حق پر مقدم ہے' کیونکہ حمل' وضع حمل اور دودھ پلانے کی مشقت اور صعوبت صرف ماں اٹھاتی ہے باپ نہیں اٹھاتا' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے تین درجہ کے بعد باپ کا ذکر کیا' اس پر علماء کا اجماع ہے کہ نیکی کرنے میں اور اطاعت کرنے میں ماں کا مرتبہ اور حق باپ سے زیادہ ہے' ماں اگر بلائے تو نفل نماز توڑ دینا مستحب ہے' فرض نماز کو نہیں' اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ماں' باپ یا کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۲۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وجوہات

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرا شکر ادا کرو کیونکہ میں نے تم کو وجود عطا کیا اور خلق کیا' اور اللہ کا شکر ادا کرنا اس کی تعظ
تکبیر اور عبادت اور اطاعت سے ہوگا' اور ماں باپ کا شکر ادا کرو کیونکہ وہ اس دنیا میں تمہارے ظہور کا سبب ہیں اور ان کا ش
ان کی توقیر ان کی خدمت اور ان پر شفقت سے ہوگا' اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کو انسان کے والدین کے شکر کے ساتھ ملا کر ذکر
ہے کیونکہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے وجود کا مجازی سبب اس کے والدین ہیں' اور انسان کو ج
واسطے سے نعمت ملی ہے جب تک اس کا شکر ادا نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کو شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ
شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۰۷

سفیان بن عیینہ نے کہا جس نے پانچ وقت کی نمازیں پڑھیں اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دیا اور جس نے نمازوں کے
بعد ماں باپ کے لیے دعا کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کر دیا' علامہ آلوسی نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا شکر ہے ا
طرح ماں باپ کے بعض احسانات کا شکر ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۳۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو میرے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آ
انہوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں! انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحم کرنا چاہتا ہو وہ اپنے باپ کے بعد اس کے
بھائیوں کے ساتھ صلہ رحم کرے' اور بات یہ ہے کہ میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے باپ کے درمیان اخوت ا
دوستی تھی اس لیے میں نے صلہ رحم کرنا پسند کیا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری کی شرط کے موافق ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۵۱۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کی شب با
رکعات نماز پڑھی اور اس میں ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ پڑھی اور پانچ بار آیت الکرسی پڑھی اور پانچ بار سورۃ اخلاص پڑھ
اور پانچ پانچ بار سورۃ فلق اور سورۃ ناس پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد پندرہ بار استغفار کیا' اور اس کا ثواب ا
والدین کو پہنچا دیا تو اس نے اپنے والدین کا حق ادا کر دیا خواہ وہ ان کا نافرمان ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو صدیقین اور شہداء کا ثوا
عطا فرمائے گا۔ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ عراقی نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے اس حدیث کو ابو موسیٰ المدینی اور ابو منصور الدیلمی نے مسند الفردوس می
روایت کیا ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

سید محمد بن محمد الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث قوت القلوب اور مسند الفردوس میں ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۳۸۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جا سکتا ہے' اس حدیث میں فوت شدہ رشت
داروں کو ایصال ثواب کا بھی ثبوت ہے۔ والدین کے حقوق کے بارہ میں ہم البقرہ: ۸۳' النساء: ۳۶' الانعام: ۱۵۱ او
العنکبوت: ۸ میں زیادہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

marfat.com

اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمان:۱۴) یہ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

پیر و استاذ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں اور یہ مربی روح' جو نسبت روح سے بدن کو ہے' وہ نسبت استاذ و پیر سے ماں باپ کو ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں اس کی تصریح کی ہے' قرآن عظیم میں ماں باپ کا ذکر فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کے برابر کسی کا حق نہیں بلکہ وہ آیہ کریمہ (ان اشکرلی ولوالدیک) جس میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو فرمایا' مربیان دین کا مرتبہ ماں باپ سے بہت زائد ہونے کی طرف اشارہ فرماتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تربیت دین نعمت عظمیٰ ہے اور اس کا شکر قطعاً فرض مگر ان کا شکر بعینہ شکر الٰہی عزوجل ہے اس واسطے انہیں ان اشکرلی (میرا شکر ادا کرو) میں داخل فرمایا ان کے بعد والدین کا ذکر ارشاد ہوا' ورنہ والدین کا حق نبی سے بھی بڑھ جائے گا کہ یہاں جس طرح استاذ و پیر کا ذکر نہیں نبی کا بھی ذکر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۔۱۰ص ۱۴۱' دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصول تعلیم کے لیے ادب سے درخواست کرنا

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا○ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا○ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا○ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا○ (الکہف:۷۰۔۶۶)

موسیٰ نے کہا آیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس علم میں سے مجھے بھی کچھ تعلیم دیں○ اس بندہ نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے○ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا○ موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا○ اس بندہ نے کہا اگر تم میری پیروی کرو گے تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں○

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی لطیف پیرائے میں کہا آیا میں آپ کی پیروی کروں' اس طریقہ سے سوال کرنے میں انتہائی ادب و احترام ہے اور استاذ کو اپنے سے بہت بلند مقام پر فائز کرنا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۱۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲' سنن النسائی رقم الحدیث:۹۸۔۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۵۵' شرح السنہ رقم الحدیث:۲۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ

حضرت موسیٰ نے جو یہ کہا تھا: آیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس علم سے مجھے بھی تعلیم دیں' اس قول میں ادب کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کا تابع قرار دیا' کیونکہ انہوں نے کہا آیا میں آپ کی

marfat.com

اتباع کروں۔

(۲) حضرت خضر کی اتباع کرنے میں حضرت موسیٰ نے ان سے اجازت طلب کی گویا کہ انہوں نے یوں کہا کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کروں' اور اس میں بہت زیادہ تواضع ہے۔

(۳) کیا میں حصول تعلیم کے لیے آپ کی اتباع کروں' اس قول میں اپنے لیے جہل کا اور اپنے استاذ کے لیے علم کا اعتراف ہے۔

(۴) انہوں نے کہا آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھ بھی (کچھ) تعلیم دیں' یہ من تبعیض کے لیے ہے یعنی انہوں نے یہ طلب کیا آپ کو جو علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بعض کی تعلیم دیں گویا کہ انہوں نے کہا میرا یہ سوال نہیں ہے کہ آپ مجھے علم میں اپنے برابر کر دیں' بلکہ میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ اپنے علم کے اجزاء میں سے چند اجزاء مجھے بھی عطا کر دیں جیسا کہ فقیر غنی سے کہتا ہے کہ تم اپنے مال کے اجزاء میں سے چند اجزاء مجھے عطا کر دو۔

(۵) انہوں نے کہا آپ کو جو اللہ کا علم دیا گیا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا کر دیں گویا کہ وہ اللہ کے طلب گار تھے۔

(۶) حضرت موسیٰ نے کہا آپ کو جو اللہ کا علم دیا گیا ہے' اس میں یہ اعتراف ہے کہ آپ کو اللہ نے علم عطا کیا ہے۔

(۷) انہوں نے یہ کہا آپ کو جو علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے علم دیں یعنی آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مجھے تعلیم دینے سے آپ کا مجھ پر اسی طرح انعام ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام کیا ہے' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف کی بھی تعلیم دی میں اس کا بندہ اور غلام ہوں۔

(۸) متابعت کا معنی یہ ہے کہ تابع اس وجہ سے وہ کام کرے کہ متبوع نے وہ کام کیا ہے اگر متبوع وہ کام نہ کرتا تو وہ اس کام کو نہ کرتا جیسے ہم کعبہ کی طرف منہ کر کے صرف اس لیے نماز پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اگر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتے تو ہم بھی اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتے' اسی طرح استاذ کی اتباع کرنے کا معنی یہ ہے کہ تلمیذ استاذ کے کیے ہوئے کام کو صرف اس وجہ سے کرے گا کہ وہ کام اس کے استاذ نے کیا ہے اس طرح اتباع کرنے میں اول امر سے اس بات کا اقرار ہے کہ وہ استاذ کے کسی کام پر اعتراض نہیں کرے گا۔

(۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مطلقاً کہا آیا میں آپ کی پیروی کروں اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے تمام کاموں میں حضرت خضر کی اتباع کرنے کی درخواست کی کسی خاص کام کے ساتھ اتباع کو مقید نہیں کیا۔

(۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر نے ابتداءً پہچان لیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں گویا انہوں نے جان لیا تھا یہ وہی نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ شرف کلام سے نوازا ہے اور ان کو کثیر معجزات عطا فرمائے اس کے باوجود حضرت موسیٰ نے اتنی وجوہ سے تواضع کی اس سے معلوم ہوا کہ جس کا مرتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اہل علم کے سامنے اتنی زیادہ تواضع کرتا ہے اور ان کا اتنا زیادہ ادب اور احترام کرتا ہے۔

(۱۱) حضرت موسیٰ نے کہا آیا میں آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے تعلیم دیں' پہلے انہوں نے اپنی اتباع پیش کی اس کے بعد انہوں نے ان سے حصول تعلیم کو طلب کیا' گویا ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے استاذ کی خدمت کرو پھر اس سے علم طلب کرو۔

(۱۲) انہوں نے کہا آیا میں اس بناء پر آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے تعلیم دیں۔ یعنی انہوں نے اس اتباع کا کوئی معاوضہ

marfat.com

طلب نہیں کیا بجز اس کے کہ وہ ان کو تعلیم دیں۔

حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اس بندہ نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے O اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کرسکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیاO

متعلم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس نے پہلے بالکل کچھ نہ پڑھا ہو' ظاہر ہے استاذ اس کے سامنے مسئلہ کی جو بھی تقریر کرے گا اس کا شاگرد اس کو بلا چون و چرا تسلیم کرلے گا' دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے کچھ پڑھا ہوا ہو اور اس کو اپنے پڑھے لکھے ہوئے پر مکمل اعتماد اور یقین ہو' یہ شخص استاذ کی اس بات کو تسلیم کرے گا جو اس کے پڑھے ہوئے کے مطابق ہوگی اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کے قبول کرنے میں اس کو تامل ہوگا اور اس پر وہ اعتراض کرے گا' حضرت خضر علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریع کے نبی ہیں اور جو بات ظاہر شرع کے مخالف ہوگی اس پر وہ اعتراض کریں گے' جب کہ حضرت خضر علیہ السلام تکوین کے نبی تھے اور ان کو معلوم تھا کہ ان کے کئی کام ظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے اور ان پر حضرت موسیٰ اعتراض کریں گے اور اس طرح تعلیم اور تعلّم کا یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چل سکے گا' اس لیے انہوں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی کہہ دیا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے O اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کرسکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ صبر کا تعلق تو مستقبل کے ساتھ ہے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں صبر ہوسکے گا یا نہیں اس لیے اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا صحیح ہے' لیکن حضرت خضر کی نافرمانی نہ کرنے کا عزم تو انہوں نے اسی وقت کرلیا تھا اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا صحیح نہ تھا' کیونکہ اسی چیز کے ساتھ ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جس کا حصول غیر یقینی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اس وقت معصیت نہ کرنے کا عزم نہیں تھا ورنہ وہ اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ ملاتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی ان کا عزم تھا کہ وہ معصیت نہیں کریں گے یعنی اپنے مقصد اور ارادہ سے ان کی معصیت نہیں کریں گے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ بھول جائیں یا ان سے خطا سرزد ہوجائے اور اس پر وہ قادر نہیں تھے کہ وہ نسیان اور خطا کو روک لیں اور انہوں نے حضرت خضر پر جو اعتراضات بھی کیے تھے وہ نسیان ہی کی وجہ سے کیے تھے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر کا تقاضا وجوب ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے فرمایا میں آپ کے امر کی معصیت نہیں کروں گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ ۔ (الجن: ۲۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اور یہ حضرت موسیٰ کی طرف سے بہت زیادہ تواضع ہے اور بہت بڑے تحمل اور حوصلہ کا اظہار ہے۔

تعلیم اور تعلّم کے آداب

یہ تمام آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تلمیذ اور متعلم پر واجب ہے کہ استاذ کے سامنے انتہائی ادب اور احترام کا اظہار کرے اور اگر استاذ کو یہ اندازہ ہو کہ متعلم پر تشدید اور سختی کرنا اس کے حق میں مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کے اوپر تشدید اور سختی

marfat.com

کرے ورنہ ہوسکتا ہے کہ تشدید نہ کرنے کی وجہ سے معلم غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جائے اور یہ اس کے حق میں مضر ہے۔

اس کے بعد حضرت خضر نے کہا پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

یعنی جب آپ کے نزدیک میرا کوئی کام قابل اعتراض ہو تو جب تک میں خود اس کی توجیہ نہ کروں آپ اس کے اوپر اعتراض نہ کریں اور یہی تعلیم اور تعلم کا ادب ہے' سبق میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی آگے چل کر خود بہ خود وضاحت ہو جاتی ہے اس لیے معلم پر لازم ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور جو بات بہ ظاہر غلط معلوم ہو اس پر نہ ٹوکے حتیٰ کہ آگے چل کر استاذ خود اس کی وضاحت کر دے گا۔ اگر حضرت موسیٰ حضرت خضر کی نصیحت پر کاربند رہتے تو ان کی صحبت طویل ہوتی اور' اور بھی کئی عجیب وغریب واقعات پیش آتے' لیکن وہ اپنے شرعی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے خاموش نہ رہ سکے اور جب بھی کوئی بات بہ ظاہر خلاف شرع ہوتی تو اس پر ضرور ٹوکتے: اور یوں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۹ے' المستدرک ج ۱ص ۱۲۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۸۰۹۹' مجمع الزوائد ج ۱ص ۱۲۷' مسند احمد ج ۵ص ۳۲۳ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۶۹۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے' جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو' عالم اور امام عادل۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۴۴۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۸۵۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۵۳۳' مجمع الزوائد ج ۱ص ۱۲۷

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی تو وہ اس بندہ کا مولیٰ ہے' وہ بندہ اس استاذ کو نا امید کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے اسلام کی گرہوں میں سے ایک گرہ کھول دی۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۲۸' الکامل لابن عدی ج ۱ص ۲۷۸' مجمع الزوائد ج ۱ص ۱۲۸' تذکرۃ الموضوعات رقم الحدیث: ۱۸' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۴۶۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۳۸۴' فتح الباری ج ۸ص ۲۲۸' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت حماد انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کو قرآن کی تعلیم دی تو وہ اس کا مولا ہے' وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو فضیلت دے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۴۶۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۳۸۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم سیکھو اور علم کے لیے طمانیت اور وقار حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کیا ہے ان کے سامنے تواضع اور انکسار کرو۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۱۸۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۱۸۰' مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ' مجمع الزوائد ج ۱ص ۱۳۰

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم سیکھو اور علم کے لیے طمانیت اور وقار حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے ڈکٹیٹر نہ بنو۔

marfat.com

(حلیۃ الاولیاء ج ۶ص ۳۴۲ ' کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۲۷۵ ' جامع بیان العلم ج اص ۵۰۱ 'رقم الحدیث ۸۰۳ ' دار ابن الجوزیہ سعودیہ ۱۴۱۹ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے عاجزی کرو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں وہ تمہارے سامنے عاجزی کریں اور تم اساتذہ پر حکم نہ چلاؤ اور تمہارے علم کے ساتھ جہالت کے کام نہ ہوں۔

(حاشیہ جامع بیان العلم وفضلہ ج اص ۵۰۲ ' المدخل الی السنن للبیہقی ص ۳۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو' تم ان کے سامنے بیٹھو' ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو' جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے۔ اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو نہ اس کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو' اس کے کپڑے کو نہ پکڑو' جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ' اس کی لمبی معیت سے احتراز نہ کرو' کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے' تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے' کیونکہ مومن عالم کا اجر' روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کی راہ میں مجاہد سے زیادہ ہے' اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔ (جامع بیان العلم وفضلہ رقم الحدیث: ۹۹۴' ج اص ۵۸۰ ' الجامع للخطیب رقم الحدیث: ۳۴۷' کنز العمال ج ۱۰ص ۲۵۵ ' احیاء العلوم ج اص ۵۳)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ایک جنازہ میں گئے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی رکاب تھام لی' حضرت زید بن ثابت نے کہا اے میرے بھتیجے! ایک طرف ہٹ جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا علماء کے ساتھ اسی طرح کیا جاتا ہے۔ (المستدرک ج ۳ص ۴۲۸ ' طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۵۸۰۸' طبع جدید' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ چار آدمیوں کی تعظیم اور توقیر کی جائے' عالم کی' سفید ریش کی' سلطان کی اور والد کی اور یہ جفا سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کو اس کا نام لے کر بلائے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ص ۱۳۷' طبع قدیم' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۰۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایوب بن القریہ نے کہا سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق تین ہیں' علماء' بھائی اور سلطان' جس نے علماء کی بے ادبی کی اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور بھائیوں کی توہین سے اس کی مروت فاسد ہو جاتی ہے اور سلطان کے استخفاف سے اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور عاقل ان میں سے کسی کی توقیر میں کمی نہیں کرتا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ رقم الحدیث: ۹۹۶' ج اص ۵۸۱' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ السعودیہ' ۱۴۱۹ھ)

اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور توقیر کے متعلق فقہاء اور علماء کے اقاویل

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

شاگرد کو چاہیے کہ استاذ کو کسی چیز کا حکم نہ دے بلکہ اپنے تمام معاملات کی لگام استاذ کو بالکلیہ سونپ دے' اور جس طرح جاہل مریض مشفق اور حاذق طبیب کی خیر خواہی پر یقین رکھتا ہے اسی طرح استاذ کی خیر خواہی پر یقین رکھے۔ اور اپنے استاذ کے سامنے عاجزی کرے اور اس کی خدمت کر کے شرف اور ثواب کو حاصل کرے۔ جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھام لی تھی' اور استاذ کے سامنے تکبر نہ کرے' اور اس سے استفادہ کرنے کو عار نہ سمجھے' وہ جو کچھ کہے اس کو توجہ سے سنے' اس سے خوش رہے' اس کا شکر ادا کرے اور اس کا احسان مانے' استاذ کے نظریات کی تقلید کرے' اس کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑ دے کیونکہ استاذ کی خطاء اس کی صحت سے زیادہ نفع آور ہے' کیونکہ باریک بینی اور تجربہ کی

marfat.com

باتیں زیادہ مفید ہوتی ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں متنبہ فرمایا ہے' اس لیے استاذ سے استفادہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے سامنے خاموش رہے اور اس پر اعتراض نہ کرے' جب تک استاذ خود اس کو نہ بتائے۔ پھر امام غزالی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو لکھا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ص ۵۳۔۵۲' ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

مرید کے لیے اپنے شیخ سے' شاگرد کے لیے اپنے استاذ سے اور عام آدمی کے لیے عالم اور مفتی سے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ مجھے آپ کے قول سے' یا آپ کی رائے سے یا آپ کے فتویٰ سے اختلاف ہے۔

(لطائف الاشارات ج ۲ص ۲۲۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جو استاذ کامل اور متبحر ہو اس کے سامنے شاگرد کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے اگر اس نے تین مرتبہ سے زیادہ اعتراض کیے تو پھر ان میں انقطاع ہو جائے گا جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں ہوا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ص ۴۸۴' مطبوعہ دار الکتب احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

استاذ کا سفر میں خدمت کے لیے اپنے کسی شاگرد کو ساتھ لے جانا درست ہے اور یہ تعلیم کا عوض نہیں ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ حضرت یوشع بن نون کو لے گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۹۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر حال میں تواضع کو لازم رکھنا چاہیے' اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم اللہ ہونے کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے علم کو طلب کیا تاکہ ان کی امت بھی ان کی سیرت پر عمل کرے۔

(فتح الباری ج ۱ص ۲۴۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے التاویلات النجمیہ میں فرمایا ہے: شاگرد اور مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ تواضع اور انکسار کرتے ہوئے اور اپنے شیخ اور استاذ کی تعظیم کرتے ہوئے اس سے استفادہ کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے اجازت طلب کرے' اور اس کا استاذ اور شیخ جس چیز کا حکم دے اس پر عمل کرے اور جس سے منع کرے اس سے باز رہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم تھے' نبی اور رسول تھے' حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے' ان پر تورات نازل کی گئی تھی وہ اللہ سے کلام کرتے تھے' بنی اسرائیل ان کی اقتداء کرتے تھے' اس کے باوجود انہوں نے حضرت خضر کی اتباع کی' اور ان کے سامنے تواضع اور انکسار کو اختیار کیا' اپنے اہل اور متبعین کو چھوڑا اور اپنے تمام مناصب اور مناقب کو ترک کیا اور حضرت خضر علیہ السلام کی ارادت کے دامن کو پکڑ لیا اور ان کے اوامر اور نواہی کی اطاعت کی۔

نیز امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا شاگردی کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر استاذ اس کو بار بار رد کرے اور اپنی شاگردی میں لینے سے انکار کرے پھر بھی اس کے دامن کو نہ چھوڑے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے ○ اور آپ اس چیز پر صبر کیسے کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم کے احاطہ نہیں

marfat.com

کیا○ موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا○

(روح البیان ج ۵ ص ۳۲۷ '۳۲۶' دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

اسکندر سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے والد سے زیادہ اپنے استاذ کی تعظیم کرتے ہیں' اسکندر نے جواب دیا میرے والد مجھے آسمان سے زمین کی طرف لائے اور میرے استاذ مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے۔

بزرجمہر سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے والد سے زیادہ اپنے استاذ کی تعظیم کرتے ہیں؟ اس نے کہا کیونکہ میرے والد میری حیات فانی کے سبب ہیں اور میرے استاذ میری حیات باقی کے سبب ہیں۔

(روح البیان ج ۷ ص ۹۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

عالم اور استاذ کے ساتھ ادب کا استعمال کرنا اور مشائخ کا احترام کرنا' اور ان کے اقوال' افعال اور ان کی حرکات پر اعتراض نہ کرنا اور ان کی مناسب تاویل کرنا مستحب ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۳۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ محمد بن محمد ابن البزار الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

نوجوان عالمِ دین بوڑھے غیر عالم پر مقدم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ. (المجادلہ: ۱۱) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کر دے گا۔

پس جن کے درجات کو اللہ بلند کرنے والا ہے جوان کو پست اور نیچا کرے گا اللہ اس کو جہنم میں گرا دے گا' اور عالم غیر عالم قرشی پر مقدم ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی پر مقدم ہیں' حالانکہ داماد کا رشتہ خسر سے زیادہ قریب ہے' اور علامہ الزندویستی نے کہا عالم کا حق جاہل پر' اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے' اور وہ یہ ہے کہ شاگرد استاذ سے پہلے کلام نہ کرے اور استاذ خواہ غائب ہو اس کی جگہ پر نہ بیٹھے' اس کی بات کو رد نہ کرے' چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور شوہر کا حق بیوی پر اس سے بھی زیادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر جائز کام میں اس کی اطاعت کرے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۵۲' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فقیہ کو تصغیر کے ساتھ فُقَیہ پڑھنا کفر ہے۔ (فتاویٰ خیریہ علی ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۳' المکتبہ الحسبیبیہ کوئٹہ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

علماء کو غیر علماء پر کیوں نہیں مقدم کیا جائے گا جب کہ قرآن مجید میں علی الاطلاق وارد ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ. (الزمر: ۹) آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بغیر علم والے برابر ہو سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے نماز میں عالم کو مقدم کیا جاتا ہے حالانکہ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳) (تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۲۹' مکتبہ امدادیہ ملتان)

marfat.com

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اور علامہ حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے بھی ان عبارات کا خلاصہ لکھا ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۱۰ ص ۴۰۵۔۴۰۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دلائل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ استاذ کے حقوق اور اس کی تعظیم وتکریم کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۴) اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ○ (ابراہیم: ۷) اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ (نعمتیں) دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور استاذ نے شاگرد کو جو تعلیم کی نعمت دی ہے اس کا شکر یہ ہے کہ اس کی خدمت اور اس کی تعظیم وتکریم کی جائے اور اگر اس کے خلاف کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔

(۲) استاذ کے حقوق سے انکار کرنا' نہ صرف مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(۳) استاذ کی تعظیم اور اس کی خدمت نہ کرنا اس کے احسان کا انکار کرنا ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ وہ تم سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملتا ہو (یعنی اس کی اس نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۶)

(۴) استاذ کی نیکیوں کو حقیر جاننا قرآن' حدیث اور فقہ کو حقیر جاننا ہے جن کی اس نے تعلیم دی ہے اور ان کو حقیر جاننا کفر ہے۔

(۵) استاذ کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ ہے کیوں کہ ماں باپ سے بدنی حیات ملی اور استاذ سے روحانی حیات ملی۔

(۶) حضرت علی نے فرمایا جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا خواہ وہ مجھے فروخت کردے یا آزاد کردے اور استاذ کی نافرمانی کرنا غلام کے بھاگنے کے مترادف ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۲۸، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۸۱۸)

(۷) امام طبرانی اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرو' طمانیت اور وقار کے لیے علم حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو ان سے عاجزی کرو (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۲۸، الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۴۷۸) کتنے شاگرد استاذ کی برکت اور اس کا فیض حاصل کرنے کے لیے اس کے پیروں کی خاک اپنے چہروں پر ملتے تھے۔

(۸) استاذ کا شاگرد پر حق یہ ہے کہ استاذ کی غیر موجودگی میں بھی شاگرد اس کی جگہ پر نہ بیٹھے' اس کے کلام کو رد نہ کرے اس کے آگے نہ چلے' اس کو علامہ شامی نے بزازیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

(۹) جب استاذ سے آگے چلنا بھی جائز نہیں ہے تو استاذ کی نافرمانی کرنا اور اس کی تحقیر کرنا کب جائز ہوگا۔

(۱۰) استاذ کی دل آزاری کرنا اور اس کو رنج پہنچانا حرام ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کو ایذا دینا ہے اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانا حرام' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی جرم کے

marfat.com

اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ○ ایذاء پہنچاتے ہیں وہ ان پر بہتان باندھتے ہیں اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (الاحزاب: ۵۸)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۳۲، ریاض)

(۱۱) استاذ کی بے توقیری کرنا ایک مسلمان کے لیے موجب تذلیل ہے اور مسلمان کی تذلیل حرام ہے، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا گیا اور اس نے اس کی مدد نہیں کی جب کہ وہ اس کی مدد پر قادر تھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ذلیل کر دے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۷)

(۱۲) عالم اور استاذ کی بے توقیری کرنے کی ایک وجہ اس سے حسد کرنا ہے اور حسد حرام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۱۰، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۶۵۶)

(۱۳) استاذ کی بے توقیری کرنا ظلم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ○ (ھود: ۱۸) سو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(۱۴) جو شخص استاذ کی عزت نہیں کرتا وہ اپنے بڑوں کی بے توقیری کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۱۹)

(۱۵) جو شخص بزرگ عالم دین کی عزت نہ کرے اس پر وعید فرمائی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۱۹)

(۱۶) وہ علماء اور اساتذہ جو بالخصوص سادات ہوں ان کی تعظیم اور تکریم واجب ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اہل بیت، انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانا یا تو وہ منافق ہوگا یا ولد الزنا ہوگا، یا وہ ہوگا جس کا حمل اس کی ماں کو ناپاکی کی حالت میں ہوا ہو۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۹۵۵)

(۱۷) جو عالم دین سید اور متقی ہو وہ تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اور اس کی بے توقیری اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۔ (الطلاق: ۱) جس شخص نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰/۱۰ ص ۲۲-۱۹ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ، مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا، اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو، پھر تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے پھر میں تم کو ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے ○ (لقمان: ۱۵)

marfat.com

کافر ماں باپ کی خدمت کرنے کا استحسان

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ کافر ہوں اور تنگ دست ہوں تو اس کو چاہیے کہ جہاں تک اس کے لیے ممکن ہو وہ ان کی مالی امداد کر کے ان کی خدمت کرتا رہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ان کی ماں آئیں اور وہ مشرکہ تھیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور ان کی ماں کے والد سے بھی معاہدہ تھا' وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا اور میں نے کہا میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے! آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۳)

روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں بوڑھی ہو گئی ہے' میں اس کو اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں اور اپنے ہاتھ سے پلاتا ہوں اور اپنے ہاتھ سے وضو کراتا ہوں' اور اس کو اپنے کندھے پر سوار کر کے لے جاتا ہوں' آیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا نہیں! یہ تو سو میں سے ایک بھی نہیں ہے' اس نے پوچھا کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس لیے کہ اس نے تمہاری خدمت اس وقت کی جب تم کمزور تھے اور وہ یہ چاہتی تھی کہ تم زندہ رہو اور تم اس کی خدمت کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ وہ مر جائے! لیکن بہرحال تم نیک عمل کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کم عمل پر زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

(روح البیان ج ۷ ص ۹۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کا مصداق

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو۔

یہ آیت بھی انسان کو وصیت کرنے کے سیاق میں ہے' اور اس میں تمام جہان کے انسانوں کے لیے وصیت ہے' اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے وہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین ہیں۔ نقاش نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں حضرت سعد کو حکم دیا گیا ہے' اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر اسلام لے آئے تو ان کے پاس حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم آئے اور حضرت ابوبکر سے پوچھا: آپ نے اسلام قبول کر لیا؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ (الزمر: ۹)

بھلا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہو' آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو!

جب یہ آیت نازل ہوئی تو پھر یہ چھ افراد اسلام لے آئے اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ (الزمر: ۱۷)

اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا' ان ہی کے لیے بشارت ہے' سو آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ہے اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۶۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (لقمان نے کہا) اے میرے پیارے بیٹے! اگر ایک رائی کا دانہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمینوں میں تو اللہ اس کو لے آئے گا' بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ○ اے میرے بیٹے! تم نماز کو قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تم کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا' بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ○

(لقمان: ۱۷-۱۶)

تلاش رزق میں اعتدال چاہیے

اس رکوع کو اللہ تعالیٰ نے حکیم لقمان کی' ان نصیحتوں سے شروع کیا تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اور پہلی نصیحت یہ کی تھی کہ اے بیٹے تم شرک نہ کرنا' اس کے بعد دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حکیم لقمان کی نصیحتوں کے درمیان اپنے کلام کا ذکر فرمایا اور ان آیتوں میں انسان کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے تاہم اگر وہ اس کو کسی ناجائز کام کرنے کا حکم دیں اس میں ان کی اطاعت نہ کرے' اس کے بعد پھر حکیم لقمان کی نصیحتوں کا سلسلہ شروع کیا:

رائی کا دانہ بہت باریک ہوتا ہے اور انسان اس کا وزن محسوس نہیں کر سکتا اور وہ ترازو کے پلڑے کو جھکا نہیں سکتا' اس کے باوجود اگر انسان کا رزق رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں چھپا ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس رزق کو اس بندے تک پہنچا دے گا جس کا وہ رزق ہے' اس لیے بندے کو اپنے رزق کی تلاش میں سرگرداں ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل نہیں ہونا چاہیے' بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کو ادا کرے اور پھر حصول رزق اور کسب معاش کے لیے جدوجہد کرے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الجمعہ: ۱۰)

پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر بہ کثرت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان یہ یقین کر کے بیٹھ جائے کہ اس کے لیے جو رزق مقدر ہو چکا ہے وہ اس تک ہر حال میں پہنچے گا اور وہ حصول رزق کے لیے کوئی سعی اور کوشش نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو تجارت اور کاروبار کرنے کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتے ہیں:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (المزمل: ۲۰)

اور دوسرے لوگ زمین میں سفر کرتے ہیں اور (کاروبار میں) اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا رزق جو اس کے لیے مقدر ہو چکا ہے وہ خواہ کہیں ہو اور خواہ ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو وہ اس کو ملے گا اس لیے رزق کی طلب میں ڈوب کر اور دنیاوی مشغلوں میں منہمک ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کو اور اس کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کو فراموش نہ کرے۔

انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ انسان کے نیک اعمال یا برے اعمال خواہ وہ رائی کے دانہ کے برابر ہوں اور انسان خواہ وہ عمل کسی پہاڑ کے غار میں چھپ کر کرے' یا کسی زمین دوز تہ خانے میں' یا کسی کھلی جگہ پر وہ عمل کرے' اللہ کے علم سے اس کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے' اور اس کے تمام اعمال چھوٹے ہوں یا بڑے سب قیامت کے دن حاضر کر دیئے جائیں گے اور انسان کو اس کے ان اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

سو جس نے ایک ذرہ کے برابر (بھی) نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھ لے گا' اور جس نے ایک ذرہ کے برابر (بھی) برائی کی وہ اس (کی سزا) کو دیکھ لے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص ایسی بند چٹان میں کوئی عمل کرے جس میں کوئی کھڑکی ہو نہ روشن دان تو اس کا وہ عمل جیسا بھی ہو اللہ اس کو لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۸ طبع قدیم' ج ۳ ص ۳۵' رقم الحدیث: ۱۱۲۳۶' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

کیونکہ اللہ تعالیٰ لطیف اور باریک بین ہے' اس کا علم سب سے پوشیدہ چیز کو بھی محیط ہوتا ہے' وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ اندھیری رات میں چلنے والی چیونٹی کی حرکات وسکنات سے بھی باخبر ہے۔

صبر اور عزیمت کی تفصیل

اس کے بعد حکیم لقمان نے نصیحت کی: اے میرے بیٹے! تم نماز کو قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تم کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا' بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ (لقمان: ۱۷)

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو ایک حکم یہ دیا کہ نماز پڑھو' اور دوسرا حکم یہ دیا کہ نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو' نماز پڑھنے کا حکم اس لیے دیا کہ ان کی اپنی ذات کامل ہو اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا حکم اس لیے دیا کہ وہ دوسروں کو کامل بنائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے جو کہا نیکی کا حکم دو' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے کا حکم دو' اور یہ جو فرمایا ہے برائی سے روکو اس کا معنی ہے شرک کرنے سے منع کرو۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۳۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس آیت کی زیادہ بہتر تفسیر یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے سے مراد صرف توحید کا ماننا اور برائی سے روکنے سے مراد صرف شرک سے ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد تمام فرائض اور واجبات کا حکم دینا ہے اور تمام کبائر اور صغائر سے منع کرنا ہے اور تمام اچھے کاموں کا حکم دینا اور تمام برے کاموں سے منع کرنا ہے' خصوصاً اس لیے کہ شرک سے اجتناب کا حکم تو حکیم لقمان ان کو پہلے دے چکے تھے' اس کے بعد فرمایا: اور تم کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ حوادث روزگار اور آفات اور مصائب اور بیماریاں اگر تم کو پہنچیں تو تم اللہ سے شکوہ اور شکایت نہ کرنا اور جزع اور فزع نہ کرنا' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز پڑھنے اور احکام شرعیہ کی تبلیغ سے تم کو جو مشقت ہو اس پر صبر کرنا' کیونکہ بعض اوقات انسان کو نماز پڑھنے میں بھی مشقت اٹھانی پڑتی ہے' جیسے سخت گرمی اور دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا یہ بھی نفس کے لیے بار خاطر ہوتا ہے۔

صبر کا ایک معنی ہے' کسی کی موت' یا کسی نقصان یا کسی بیماری اور تکلیف کے وقت جزع' فزع اور رونے پیٹنے سے اپنے نفس کو روکنا یا حالت غضب اور جوش انتقام کے وقت اپنے نفس کو تجاوز اور حد سے بڑھنے سے روکنا' یا غلبہ شہوت کے وقت اپنے نفس کو فسق و فجور سے روکنا' اور اس کا جامع معنی یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے تمام منع کیے ہوئے کاموں سے روکنا۔

اس کے بعد فرمایا یہ **عزم الامور** سے ہے' اور یہ عزیمت کے معنی میں ہے جو رخصت کے مقابلہ میں ہے' بعض اوقات رخصت پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے' جیسے سفر میں نماز کو قصر کر کے پڑھنا اور جیسے مرض یا ہلاکت کا خطرہ ہو تو تیمم کرنا یا روزہ نہ رکھنا' اور بعض اوقات رخصت پر عمل کرنا مستحب ہوتا ہے جیسے اگر سفر میں مشقت ہو تو روزہ نہ رکھنا' اور بعض اوقات عزیمت پر

marfat.com

عمل کرنا مستحب ہوتا ہے جیسے اگر سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ قضا کرنے کے بجائے عزیمت پر عمل کرنا اور روزہ رکھ لینا' یا جیسے مرض اور بیماری کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا' تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں عزم الامور سے مراد وہ کام ہوں جن کا رخصت کے مقابلہ میں عزیمت پر عمل کرنا مستحب ہو۔

اور عزیمت کا دوسرا معنی ہے جو کام اصالۃً فرض یا واجب ہیں تو توحید پر قائم رہنا اور فرائض اور واجبات پر عمل کرنا اس اعتبار سے عزیمت ہیں' اور عزیمت کا تیسرا معنی ہے مکارم اخلاق اچھے اور پسندیدہ کام' اور اپنی ضروریات پر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دینا اور بلاشبہ یہ ہمت والوں کے کام ہیں۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (حکیم لقمان نے مزید نصیحت کی) اور لوگوں سے تکبر کے ساتھ اپنا چہرہ نہ پھیرنا اور نہ زمین میں اکڑتے ہوئے چلنا' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا O اور اپنی رفتار درمیانہ رکھنا' اور اپنی آواز پست رکھنا' بے شک تمام آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے O (لقمان: ۱۹۔۱۸)

لا تصعّر کا معنی

لا تصعر کا لفظ صعر سے بنا ہے' تصعیر کا معنی ہے تکبر سے گردن پھیر لینا۔(المفردات ج ۲ ص ۶۹۹)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

لا یلی الامر بعد فلان الا اصعر او ابتر. فلاں کے بعد اس حکومت کا والی ہر وہ شخص ہوگا جو از راہ تکبر اپنا چہرہ پھیرنے والا ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے: **کل صعار ملعون** ہر وہ شخص جو تکبر کے ساتھ لوگوں سے رخ پھیرتا ہو وہ ملعون ہے۔

حضرت کعب بن مالک نے کہا **فانا الیہ اصعر** میں اسی کی طرف مائل ہوں۔ (صحیح مسلم' التوبہ: ۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۷)

(النہایہ ج ۳ ص ۲۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اسی معنی میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو' ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' اور سب اللہ کے بندے بھائی' بھائی بن جاؤ' اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۰)

ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے سے مراد ہے' دشمنی رکھنا' یا ایک دوسرے سے تعلق منقطع کرنا' کیونکہ ایسی صورت میں انسان ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرتا ہے' اور حسد کا معنی ہے کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا' اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ' اس کا معنی ہے ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہو' نرمی اور دوستی رکھو اور خیر میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ اور جو شخص تکبر کی وجہ سے کسی سے چہرے پھیرے اس میں بھی تکبر کے ساتھ پیٹھ پھیرنے کا معنی ہے۔

بعض مفسرین نے کہا اس آیت کا معنی ہے بغیر ضرورت کے انسان اپنے نفس کو ذلت میں نہ ڈالے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کی تحقیر نہ کرے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کی تحقیر کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ

marfat.com

کی رضا کے لیے اس نے ایک بات کہنی ہے' پھر وہ اس بات کو نہ کہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے فرمائے گا: تم کو میرے متعلق' فلاں' فلاں بات کہنے سے کس نے منع کیا؟ وہ کہے گا لوگوں کے خوف نے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اس بات کا زیادہ مستحق تھا کہ تم مجھ سے ڈرتے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل نہ کرے' صحابہ نے پوچھا وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۴' العلل رقم الحدیث: ۲۳۲۸)

اور فرمایا: اور نہ زمین میں اکڑتے ہوئے چلنا۔

ابن عائذ الازدی غضیف بن الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن عبید بن عمیر بیت المقدس گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر بیٹھ گئے انہوں نے فرمایا کہ جب بندہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا' کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں تنہائی کا گھر ہوں! کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں اندھیروں کا گھر ہوں! کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں برحق گھر ہوں! اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکے میں رکھا' تو مجھ پر فداد کی طرح چلتا تھا۔ ابن عائذ نے کہا میں نے غضیف سے پوچھا: اے ابوالسماء! فداد کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! جس طرح تم کبھی کبھی چلتے ہو یہ فداد کی طرح چلنا ہے' ابوعبید نے کہا فداد اس کو کہتے ہیں جو بہت مال دار اور بہت تکبر کرنے والا ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۶۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے کپڑے کو از راہِ تکبر (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کبھی کبھی میرے تہبند کا ایک پلڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹک جاتا ہے سوا اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسے لوگوں میں سے نہیں ہو جو از راہِ تکبر ایسا کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۶۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۸۸۴' عالم الکتب)

آہستگی سے چلنے کی فضیلت اور بھاگ کر چلنے کی مذمت

اس کے بعد فرمایا: اور اپنی رفتار درمیانہ رکھنا' اور اپنی آواز پست رکھنا' بے شک تمام آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔ (لقمان: ۱۹)

اس آیت میں قصد کا لفظ ہے اور قصد کا معنی ہے متوسط' اسی لفظ سے اقتصاد بنا ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ بہت تیز چلو نہ بہت آہستہ چلو' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی جلدی چلنے سے مومن کی رونق (اور وقار) چلی جاتی ہے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۹۰' مسند الفردوس ص ۳۳۲۵' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۶۲۰' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۶۸۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۹۶۵)

اس حدیث میں جو جلدی جلدی چلنے کی مذمت کی گئی اس سے مراد ہے اتنا تیز تیز چلنا جو بھاگنے کے مشابہ ہو' کیونکہ بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تیز تیز چلنے کا ذکر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا' آپ کا

marfat.com

چہرہ آفتاب کی مانند تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو تیز چلتے ہوئے نہیں دیکھا گویا کہ آپ کے لیے زمین کو لپیٹا جا رہا ہو' ہم (تیز چلنے سے) اپنے آپ کو تھکا دیتے تھے اور آپ کو پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰۔ ۳۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۰۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۴۹' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۱۳' قدیم)

گدھے کی آواز کی مذمت اور مرغ کی بانگ کی فضیلت

نیز فرمایا اور اپنی آواز کو پست رکھنا' یعنی ضرورت سے زیادہ آواز بلند کر کے مشقت نہ اٹھانا' اور گلا پھاڑ کر نہ چلانا' کیونکہ اس سے تمہیں بھی تکلیف ہوگی اور سننے والے کو بھی تکلیف ہوگی' بعض اوقات بہت بلند آواز اور ہولناک چیخ کانوں کے پردوں کو پھاڑ دیتی ہے۔

پھر فرمایا: بے شک تمام آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

جب کسی کو بہت ملامت کی جائے اور اس کی زیادہ مذمت کی جائے تو اس کی گدھے کے ساتھ مثال دی جاتی ہے' بعض لوگ گدھوں پر سواری کرنے کی بہ نسبت پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دراز گوش پر سواری کرتے تھے وہ آپ کی تواضع اور انکسار پر محمول ہے اور جو آپ کی سواری کو کم تر خیال کرے وہ گدھے سے زیادہ ذلیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے' اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۲۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۹۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۰۵۰)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ مرغ بانگ دیتے ہوئے فرشتے کو دیکھتا ہے اس لیے یہ حکم ہے کہ مرغ کی بانگ سن کر دعا کرو تا کہ فرشتے اس دعا پر آمین کہیں' اور اس کے لیے استغفار کریں' اور اس کے عجز اور اخلاص کی شہادت دیں' اور اس کی دعا قبول ہو اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کے آنے کے وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے' اور امام ابن حبان نے حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے: کہ مرغ کو برا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۳۱) اور امام بزار نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرغ نے بانگ دی تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو یہ نماز کی طرف بلا رہا ہے' اور مرغ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ نماز فجر سے پہلے بانگ دیتا ہے خواہ رات لمبی ہو یا چھوٹی' اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرغ میں ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ فرشتہ کو دیکھ لیتا ہے اور گدھے میں ادراک پیدا کیا ہے وہ شیطان کو دیکھ لیتا ہے' گدھے کے چیخنے کے وقت شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا' کیونکہ اس وقت وہاں شیطان موجود ہے لہٰذا اس کے شر سے پناہ طلب کی جائے۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گدھا اس وقت تک نہیں چیختا جب تک کہ شیطان کو نہ دیکھے یا اس کے لیے شیطان متمثل نہ ہو' اور جب ایسا ہو تو تم اللہ کو یاد کرو اور مجھ پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھو۔

داؤدی نے کہا ہے کہ انسان کو مرغ سے پانچ چیزیں سیکھنی چاہئیں' خوش آوازی' سحری کے وقت اٹھنا' سخاوت' غیرت اور کثرت نکاح۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

(اے لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ

ہے اور اس نے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، اور بعض لوگ

مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَ

بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی واضح کتاب کے اللہ کے متعلق بحث کرتے ہیں ○ اور

إِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی

عَلَيْهِ آبَاءَنَا ؕ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾

کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو ○

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اور جس شخص نے اپنے چہرہ کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دیا ہو اور وہ نیک عمل کرنے والا ہو تو اس نے ایک مضبوط

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا

دستہ پکڑ لیا، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے ○ اور جس نے کفر کیا تو اس کا

يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ؕ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ؕ إِنَّ اللَّهَ

کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر ہم ان کو خبر دیں گے کہ انہوں نے کیا عمل کیے ہیں،

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلٰى

بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○ ہم ان کو (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر ان کو جبراً سخت

عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

عذاب کی طرف لے جائیں گے ○ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا

marfat.com

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا

تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں‘ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّمَا

کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہے‘ بے شک اللہ ہی بے پرواہ‘ حمد کیا ہوا ہے ○ اور اگر تمام

فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ

روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں‘ اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں

سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

کا اور اضافہ ہو‘ تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے‘ بے شک اللہ بہت غالب‘ بے حد حکمت والا ہے ○

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا (اس کے نزدیک) ایک جان کی مانند ہے‘ بے شک اللہ خوب سننے والا‘ خوب دیکھنے والا ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ

ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے‘ ان میں سے ہر ایک مقرر میعاد تک گردش

اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ

کر رہا ہے‘ اور تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے ○ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے

۳ع۱۱ ۱۲ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع

اور اس کے سوا یہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی نہایت بلند بہت بزرگ ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں‘ اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی واضح کتاب کے اللہ کے متعلق بحث کرتے ہیں ○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جن کو اللہ نے

marfat.com

نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے خواہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو ○ (۲۱۔۲۰)

ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اس سے استدلال فرمایا تھا کہ: اللہ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تا کہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے ○ (لقمان: ۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر اپنی دی ہوئی مزید نعمتوں سے استدلال فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنو آدم پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ آسمانوں میں جو سورج' چاند اور ستارے ہیں اور ان پر فرشتے مقرر ہیں اور وہ ان ثوابت اور سیاروں کے فوائد انسانوں تک پہنچاتے ہیں' اور اسی طرح زمینوں میں جو پہاڑ' درخت' دریا' سمندر اور معدنیات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے منافع انسانوں تک پہنچائے ہوئے ہیں کیا یہ نعمتیں اس کی الوہیت اور اس کی توحید کی معرفت کے لیے کافی نہیں ہیں۔

پھر فرمایا اور اس نے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں' ان ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) مقاتل نے کہا ظاہری نعمت سے مراد اسلام ہے اور باطنی نعمت سے مراد اس کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا ہے۔

(۲) مجاہد اور وکیع نے کہا ظاہری نعمت سے مراد زبان ہے اور باطنی نعمت سے مراد دل ہے۔

(۳) نقاش نے کہا ظاہری نعمت سے مراد لباس ہے اور باطنی نعمت سے مراد گھر کا ساز و سامان ہے۔

(۴) ظاہری نعمت اولاد ہے اور باطنی نعمت لذت جماع ہے۔

(۵) ظاہری نعمت دنیا کی زیب و زینت ہے اور باطنی نعمت آخرت میں جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ہے۔

(۶) ظاہری نعمت مال و دولت اور صحت و عافیت ہے اور باطنی نعمت عبادت اور ریاضت کی توفیق ہے۔

(۷) ظاہری نعمت حسن صورت ہے اور باطنی نعمت اچھے اخلاق اور نیک سیرت ہے۔

(۸) ظاہری نعمت تقویٰ اور پرہیز گاری ہے اور باطنی نعمت اس کی عبادات کو اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا ہے۔

(۹) ظاہری نعمت علماء کی تبلیغ اور تصنیف و تالیف ہے اور باطنی نعمت وہ علم اور حکمت ہے جس کے نتیجہ میں یہ کام انجام پائے۔

(۱۰) ظاہری نعمت ماں باپ ہیں اور باطنی نعمت اساتذہ اور مشائخ ہیں۔

(۱۱) ظاہری نعمت حکام اور سلاطین کی حکومت ہے اور باطنی نعمت اولیاء اور اتقیاء کی ولایت ہے۔

یہ چند نعمتیں ہیں اور اللہ کی نعمتیں تو غیر متناہی ہیں وہ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (ابراہیم: ۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد فرمایا: اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی واضح کتاب کے اللہ کے متعلق بحث کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر الحج: ۸ میں گزر چکی ہے۔

marfat.com

یہ آیت ایک یہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم! آپ بتایئے آپ کا رب کس چیز سے بنا ہوا ہے؟ پھر ایک بجلی کی کڑک آئی جس نے اس کو ہلاک کر دیا' اس کی تفصیل الرعد: ۱۳ میں گزر چکی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تقلید اور عقیدہ کا فرق

اور فرمایا: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' خواہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو O

(لقمان: ۲۱)

یعنی جب کفار اور مشرکین سے کہا جاتا ہے' اللہ کو واحد مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت کرنے کو چھوڑ دو' تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان ہی کی عبادت کریں گے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہیں گے جیسا کہ ہمارے باپ دادا بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: خواہ ان کے باپ دادا کو شیطان بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف دعوت دے رہا ہو' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ O (البقرہ: ۱۷۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو' جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' خواہ ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ ہوں۔

ان آیتوں میں یہ تصریح ہے کہ عقائد اور اصول دین میں کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ عقائد اور اصول دین میں غور و فکر کر کے دلائل کی اتباع کرنی لازم ہے' البتہ فروعی مسائل اور احکام عملیہ میں ائمہ کی تقلید کرنی جائز ہے' واضح رہے کہ تقلید اس جزم (پختہ ادراک) کو کہتے ہیں جو تشکیک مشکک سے زائل ہو جاتا ہے اور عقیدہ اور یقین اس جزم کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو' مثلاً ہمیں اللہ کے واحد ہونے کا یقین ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے اب کوئی شخص اللہ کے شریک کے ثبوت میں لاکھ دلائل دے تو ہمارے توحید کے عقیدہ میں کوئی شک نہیں ہو گا اور ہمارا اس پر جزم اور یقین زائل نہیں ہو گا' اس کے برخلاف ہم جو امام ابو حنیفہ کی تقلید میں کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرنا یا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اس پر ہم کو جزم ہے لیکن اگر کسی عالم نے اس کے خلاف بہت احادیث صحیحہ پیش کر دیں تو ہمارا یہ جزم زائل ہو جائے گا' تقلید میں غالب جانب یہ ہوتی ہے کہ ہمارے امام کا قول صحیح ہے اور مغلوب جانب یہ ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے دوسرے امام کا قول صحیح ہو' اس لیے عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے اور احکام فرعیہ عملیہ میں تقلید کرنا جائز ہے۔

عقائد میں تقلید کے جواز یا عدم جواز کی بحث

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء کا یہ موقف ہے کہ عقائد اور اصول دین میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے امام رازی اور علامہ آمدی کا بھی یہی مختار ہے کہ عقائد میں غور و فکر کر کے استدلال کرنا ضروری ہے اور اصول دین میں کسی کے اجتہاد کی تقلید کرنا حرام ہے' تاہم جو شخص برحق عقائد میں سے کسی کی تقلید کرے اس کا ایمان صحیح ہے جیسے آج کل کے مسلمان ہیں' ہر چند کہ دلائل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اور غور و فکر اور نظر و استدلال نہ کرنے کے سبب سے وہ گنہ گار ہوں گے' اور امام اشعری یہ کہتے ہیں کہ

marfat.com

ان کا ایمان صحیح نہیں ہے' اور استاذ ابوالقاسم القشیری نے کہا یہ قول مردود ہے' کیونکہ اس سے عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے' اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر مقلد کا ایمان درجہ تقلید میں ہو یعنی وہ کسی کے کہنے کی وجہ سے توحید کو مانتا ہو اور اس میں اس کو شک یا وہم کا احتمال ہو بایں طور کہ مقلد کو توحید پر یقین نہ ہو اور اس کا توحید کا علم جازم اور ثابت نہ ہو یعنی تشکیک مشکک سے زائل ہو سکتا ہو تو پھر ایسی تقلید سے ایمان لانا بالکل کافی نہیں ہے کیونکہ تردد اور شک کے ساتھ ایمان بالکل صحیح نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کا ایمان خواہ کسی کے کہنے سے ہو لیکن جازم اور ثابت ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو امام اشعری کے نزدیک بھی اس کا ایمان صحیح ہے' اور علامہ خفاجی نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو یہ علم نہ ہو کہ جس چیز کو وہ مان رہا ہے وہ کس برحق دلیل پر مبنی ہے اس کی تقلید جائز نہیں ہے اور یقین میں جس طرح برحق عقلی دلیل معتبر ہے اسی طرح برحق نقلی دلیل بھی معتبر ہے' اور کفار کی مذمت اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ وہ جو اپنے باپ دادا کی تقلید میں شرک کرتے تھے تو ان کا شرک پر جزم اور اعتماد کسی برحق عقلی دلیل پر مبنی تھا نہ کسی برحق نقلی دلیل پر مبنی تھا ان کو جو شرک پر جزم تھا وہ جہل مرکب تھا یعنی ادراک جازم ثابت غیر مطابق للواقع۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۴۳' موضحاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس شخص نے اپنے چہرے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دیا ہو اور وہ نیک عمل کرنے والا ہو تو اس نے ایک مضبوط دستہ پکڑ لیا' اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے O اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے' انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے' پھر ہم ان کو خبر دیں گے کہ انہوں نے کیا عمل کیے ہیں' بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O ہم ان کو (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے' پھر ان کو جبراً سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے O اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے O جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' بے شک اللہ ہی بے پرواہ حمد کیا ہوا ہے O (لقمان: ۲۶-۲۲)

اللہ کے پاس حسن انجام کا پانا

یعنی جو شخص اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور اسی کی اطاعت کا قصد کرتا ہو اور وہ اپنی عبادت میں محسن ہو اور اس قدر خوف سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو' حدیث میں ہے حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: مجھے بتایئے احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو (یہ یقین رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳) اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ تمام شرائط' ارکان' واجبات' سنن اور آداب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

اور فرمایا: اس نے ایک مضبوط دستہ کو پکڑ لیا' حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد ہے لا الہ الا اللہ' بعض مفسرین نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنے چہرے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دیا ہو' اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کے حوالے کر دیا جس طرح بیچنے والا کسی چیز کو فروخت کر کے خریدار کے حوالے کر دیتا ہے' اور اس سے یہ بھی مراد ہے جو شخص اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرے۔

اس کے بعد فرمایا: اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے' سب سے مضبوط رسی اور سب سے مضبوط دستہ' اللہ کی جانب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی اور منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ باقی ہے اور اس کا کوئی انقطاع نہیں ہے'

marfat.com

اور جو شخص اللہ کے دستہ اور اس کے سہارے کو پکڑ لے گا تو وہ اس کو اللہ تک پہنچا دے گا اور جو اللہ تک پہنچ جائے گا اس کا انجام بہت اچھا ہو گا' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے معاملات کا رجوع صرف ایک ذات کی طرف ہو پھر وہ اس کے پاس پہنچنے سے پہلے اس کی طرف ہدیے بھیجتا رہے تو جب وہ اس ذات کے پاس پہنچے گا تو اس کو اس ذات کے فوائد حاصل ہو جائیں گے' اس معنی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: ۱۱۰) اور تم نے اپنے نفع کے لیے جو کچھ پہلے بھیجا ہے' تم اس (کے اجر و ثواب) کو اللہ کے پاس پالو گے۔

کافروں کی تکذیب سے آپ کو غم کرنے کی ممانعت کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے۔ الاٰیۃ (لقمان: ۲۴-۲۳)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے احوال ذکر فرمائے تھے اب ان آیتوں میں کفار کے احوال بیان فرمارہا ہے' کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں' آپ کافروں کے کفر اور ان کی تکذیب پر اس لیے افسوس اور غم نہ کریں' کیونکہ جس شخص کی تکذیب کی جائے اور اس کو یقین ہو کہ عنقریب اس کا صدق ظاہر ہو جائے گا تو اس کو کوئی غم نہیں ہوتا' بلکہ تکذیب کرنے والا دشمن جب غیر ہدایت یافتہ ہو اور اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ جس کی وہ تکذیب کر رہا ہے وہ صادق اور برحق ہے تو وہ بہت جلد شرمندگی اور رسوائی سے دو چار ہوتا ہے' پس غم اور افسوس تو ان کافروں کو کرنا چاہیے جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں نہ کہ آپ کو غم اور افسوس کرنا چاہیے' کیونکہ وہ شرمندگی اور رسوائی کے خطرہ میں ہیں۔

پھر فرمایا: بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے' یعنی لوگوں کا باطن اور ظاہر اور ان کی خلوت اور جلوت اس سے پوشیدہ نہیں وہ ان کے دلوں کے ارادوں اور منصوبوں کو جاننے والا ہے اور قیامت کے دن لوگوں کو اس کی خبر دے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ہم ان کو (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے' پھر ان کو جبراً سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے ○

یعنی دنیا میں وہ اپنی مقررہ زندگی پوری کریں گے اور تھوڑا عرصہ رہیں گے' پھر بتایا ان کو اپنی تکذیب اور کفر کا خمیازہ بھگتنا ہو گا اور ہم ان پر سخت ترین عذاب مسلط کر دیں گے اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا' اور وہاں فرشتے ان پر آگ کے گرز ماریں گے۔

ایک اور توجیہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت میں ان پر منکشف ہو گا کہ رسول تو سچی خبریں دے رہے تھے اور وہ جو ان کو جھٹلا رہے تھے وہی غلط اور باطل تھے' اس وقت وہ خجل اور شرمندہ ہوں گے اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے گھبرائیں گے تو فرشتے ان کو گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے' اس لیے فرمایا آپ ان کے کفر اور تکذیب سے غم نہ کریں' ہم روز قیامت ان کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے۔

آپ کو الحمد للہ کہنے کے حکم کی توجیہ

نیز فرمایا: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے (لقمان: ۲۵)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل قائم کیے تھے اور فرمایا تھا اس نے آسمانوں اور زمینوں کو بغیر ستونوں کے

marfat.com

پیدا کیا اور تمام انسانوں کو ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں' اب یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق اور آفرینش کا اور اس کی ظاہری اور باطنی نعمتوں اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے خالق اور رازق ہونے کا یہ کفار بھی انکار نہیں کرتے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے' لیکن وہ اس کو نہیں جانتے' اور اگر ان کو بالفرض علم ہو بھی تو وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے۔

اس سے پہلی آیت میں بتایا کہ کفار جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اس پر آپ غم نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتا دے گا کہ آپ سچے ہیں اور یہ جھوٹے ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بتایا کہ یہ کفار مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اور اس اعتراف سے آپ کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ اللہ واحد ہے' اور یہ جو شرک کرتے ہیں اس کا جھوٹ اور باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے تو آپ اس نعمت پر کہیے الحمد للہ' اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے' کیونکہ آپ کے دعویٰ کا صدق اور آپ کے مکذبین کا کذب ظاہر ہو گیا' اگرچہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے کذب اور آپ کے صدق کے ظہور کو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کی وجوہ

پھر فرمایا جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' بے شک اللہ ہی بے پرواہ حمد کیا ہوا ہے ○ (لقمان: ۲۶)

جو شخص کسی چیز کو بنانے والا ہو وہ اس چیز کا مالک ہوتا ہے' اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ کفار کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اور جب وہ ان کا پیدا کرنے والا ہے تو وہی ان کا مالک ہے۔

اور فرمایا: اللہ غنی ہے' کیونکہ جب تمام چیزیں اس نے پیدا کی ہیں تو وہ ان چیزوں میں سے کسی کا محتاج نہیں ہے' اس لیے وہ ہر چیز سے غنی ہے' یعنی کسی چیز کا محتاج نہیں ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' یعنی وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے' کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے' سب کچھ اس کا پیدا کیا ہوا ہے' اور ہر چیز کا حسن اور کمال اس کا بنایا ہوا ہے' اور حمد کا معنی ہے اظہار صفات کمالیہ تو جب اس نے اس کائنات کو بنا کر اس میں محاسن اور کمالات اور وجوہ ستائش اور خوبیاں رکھ دیں تو اس کی حمد ہو گئی کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے وہ ہر حامد کی ہر حمد سے غنی ہے۔

اور اس کے غنی ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حمد خود کرتا ہے' مخلوق میں سے جس نے بھی اس کی حمد کی پیدا ہونے کے بعد کی' اور اللہ تعالیٰ اپنی حمد ازلاً ابداً کر رہا ہے' سو وہ مخلوق کی حادث اور فانی حمد سے غنی ہے کیونکہ اس کی حمد قدیم اور لافانی ہے۔

نیز مخلوق کا علم محدود اور ناقص ہے وہ اس کے غیر متناہی کمالات کا اور اس کی لامحدود خوبیوں اور نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتی' کوئی مخلوق اس کی ایسی حمد نہیں کر سکتی جیسی حمد وہ خود اپنی کرتا ہے' لہٰذا وہ ہر حامد کی ہر حمد سے غنی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں فرما رہے تھے:

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک. میں تیری ایسی حمد و ثنا نہیں کر سکا جیسی حمد و ثنا تو خود اپنی فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۰' سنن ابن ماجہ رقم

marfat.com

الحدیث:۳۸۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۱۹۳، مسند احمد ج ۳ص ۴۴۹، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۱۴۷۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۴۵، المستدرک ج ۱ص ۵۳۲)

بعض واعظین کا اللہ کے ذکر کو فانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو باقی قرار دینا

بعض واعظین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور آپ کا ذکر کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا مخلوق کرتی ہے اور مخلوق فنا ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ختم ہو جائے گا' اور اللہ تعالیٰ دائم اور باقی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی دائم اور باقی رہے گا' خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر ختم ہو جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ختم نہیں ہوگا۔

ہم ایسی نکتہ آفرینیوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ خود بھی اپنی حمد وثناء فرماتا ہے اور اپنا ذکر فرماتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے متعدد کتب احادیث کے حوالوں سے بیان کیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیری ایسی حمد وثنا نہیں کر سکا جیسی تو خود اپنی حمد وثنا فرماتا ہے اور النمل: ۸۷ اور الزمر: ۶۸ میں اللہ تعالیٰ نے صور پھونکے جانے کے بعد بعض افراد کا استثناء کیا ہے جو بے ہوش نہیں ہوں گے' ان میں ملائکہ مقربین' شہداء اور انبیاء داخل ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد وثناء کرتے رہیں گے۔

نیز قرآن مجید کی بہت آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے جیسے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر: ۲۳) اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے سو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی قدیم ہے' سو اللہ تعالیٰ کا ذکر ازلی' ابدی' دائمی اور سرمدی ہے' غیر فانی اور لازوال ہے' اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فانی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو باقی کہہ کر مخلوق کو خالق سے بڑھانے کی مذموم کوشش کرنا ہے' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تعریف سے خوش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہوں' اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ ہو تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے' بے شک اللہ بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے ○ تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا (اس کے نزدیک) ایک جان کی مانند ہے' بے شک اللہ خوب سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے' اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے' ان میں سے ہر ایک مقرر میعاد تک گردش کر رہا ہے' اور تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے ○ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور اس کے سوا یہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی نہایت بلند بہت بزرگ ہے ○ (لقمان: ۳۰۔۲۷)

کلمات اللہ کا غیر متناہی ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں لقمان: ۲۷ کی آیت کے دو شان نزول ہیں:

(۱) قتادہ نے بیان کیا کہ مشرکین نے کہا قرآن ایک کلام ہے اور یہ عنقریب ختم ہو جائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر خشکی کے ہر درخت کی قلمیں بنالی جائیں اور اس سمندر کو سیاہی بنالیا جائے اور اس کے ساتھ سات سمندر اور بھی ملا لیے جائیں' تب بھی یہ قلم ٹوٹ جائیں گے اور سیاہی ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات' اور اس کی حکمت اور اس کے علم کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں گئے تو آپ سے علماء یہود

marfat.com

نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ○ اور تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔

(بنی اسرائیل: ۸۵)

اس آیت سے آپ کی قوم مراد ہے یا ہم مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا تم ہو یا وہ ہوں' جس کو بھی جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔ تب انہوں نے کہا آپ نے اللہ کی طرف سے یہ بتایا ہے کہ ہمیں تورات دی گئی ہے اور تورات میں ہر چیز کا واضح بیان ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ بھی بہت کم ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

کلمات اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو جنت میں اہل جنت کو دی جائیں گی' یا اس سے مراد وہ امور ہیں جو لوح محفوظ میں مذکور ہیں یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہیہ ہیں۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض ہے' ایک آیت میں ہے:

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ○ اور تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔

(بنی اسرائیل: ۸۵)

اور دوسری آیت میں ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔

(البقرہ: ۲۶۹)

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ علم کم دیا گیا ہو اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو کثیر علم دیا گیا' سوان کو علم کم بھی دیا گیا ہو اور زیادہ بھی' یہ اجتماع ضدین ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو فی نفسہ کثیر علم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے یہ بہت کم علم ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہے' بلکہ یہ نسبت بھی نہیں کیونکہ قطرہ کی سمندر کی طرف نسبت متناہی کی متناہی کی طرف ہے اور مخلوق کے علم کی اللہ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی غیر متناہی کی طرف ہے۔

اس کے بعد فرمایا: تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا (اس کے نزدیک) ایک جان کی مانند ہے۔ (لقمان: ۲۸)

یہ آیت ابی بن خلف' ابی الاشدین اور منبہ اور نبیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ تعالیٰ نے کئی مراحل میں ہماری تخلیق کی ہے' پہلے نطفہ بنایا' پھر جما ہوا خون بنایا' پھر گوشت کی بوٹی بنایا پھر ہڈیاں بنائیں اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک ساعت میں دوبارہ پیدا کر دے گا! تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیزیں بندوں پر دشوار ہوتی ہیں وہ اللہ پر دشوار نہیں ہوتیں' اس کے لیے تمام عالم کو پیدا کرنا ایک جان کو پیدا کرنے کے برابر ہے۔

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کے معانی

اس کے بعد فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ (لقمان: ۲۹)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کا محمل یہ ہے کہ سردیوں کے دنوں کا کچھ حصہ گرمیوں کے دنوں میں داخل کر دیتا ہے اور گرمیوں کی راتوں کا کچھ حصہ سردیوں کی راتوں میں داخل کر دیتا ہے۔ سو گرمیوں کے دن بڑے ہوتے ہیں اور سردیوں کی راتیں۔ حسن' عکرمہ' ابن جبیر اور قتادہ نے کہا دن کو کچھ کم کر کے رات میں داخل کر دیتا ہے اور رات کو کچھ کم کر کے دن میں داخل

marfat.com

کر دیتا ہے۔

ابن الشجرہ نے کہا روشنی کے راستوں میں اندھیروں کو داخل کر دیتا ہے اور اندھیروں کے راستوں میں روشنی کو داخل کر دیتا ہے' اس طرح ہر ایک دوسرے کی جگہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے اور ان میں سے ہر ایک مقرر میعاد تک گردش کر رہا ہے۔

یعنی سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہو رہا ہے اور وہ ایک مقرر نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم دن اور رات میں کیا کر رہے ہو۔

اور اس کے بعد فرمایا: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے۔ (لقمان: ۳۰)

(۱) ابن کامل نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ہی واحد مستحق عبادت ہے اس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(۲) ابو صالح نے کہا اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم حق ہے۔

(۳) اللہ عزوجل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے۔

(۴) اللہ عزوجل کی اطاعت کرنا حق ہے۔

پھر فرمایا: اور اس کے سوا یہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

مجاہد نے کہا شیطان باطل ہے۔ ابن کامل نے کہا انہوں نے جن بتوں اور دوسری چیزوں کو اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے وہ سب باطل ہیں۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۳۴۶۔۳۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان آیات کی مزید تفسیر آل عمران: ۲۷ اور الحج: ۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی نعمت سے سمندر میں کشتیاں رواں دواں ہیں تاکہ وہ تم لوگوں

مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا

کو اپنی بعض نشانیاں دکھائے' بے شک اس میں ہر زیادہ صبر کرنے والے' بہت شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور

غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا

جب انہیں کوئی موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں' اور جب اللہ

نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا

انہیں (طوفان سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو بعض ان میں سے معتدل رہتے ہیں اور ہماری

كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا

آیتوں کا صرف وہی شخص انکار کرتا ہے جو بڑا بد عہد اور سخت ناشکرا ہے ○ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن

marfat.com

يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ز وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ

کا خوف رکھو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے فدیہ نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی بیٹا

عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ط اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

اپنے باپ کی طرف سے کوئی فدیہ دے سکے گا' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' پس تم کو دنیا کی

الدُّنْيَا وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ

زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ تمہیں شیطان کا فریب اللہ کے متعلق دھوکے میں ڈالے ○ بے شک قیامت کا علم

عِلْمُ السَّاعَةِ ج وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ج وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ط

اللہ ہی کے پاس ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (از خود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

اور کوئی (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا

بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۴

کہ وہ کس جگہ مرے گا' بے شک اللہ ہی بہت جاننے والا سب کی خبر رکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی نعمت سے سمندر میں کشتیاں رواں دواں ہیں' تا کہ وہ تم کو اپنی بعض نشانیاں دکھائے' بے شک اس میں ہر زیادہ صبر کرنے والے' بہت شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں (طوفان سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو بعض ان میں سے معتدل رہتے ہیں' اور ہماری آیتوں کا صرف وہی شخص انکار کرتا ہے جو بڑا بدعہد اور سخت ناشکرا ہے ○ (لقمان: ۳۲-۳۱)

صبر اور شکر کی فضیلت میں احادیث اور آثار

لقمان: ۳۱ میں صبار اور شکور کے الفاظ ہیں' یہ صبر اور شکر کے مبالغہ کے صیغے ہیں' یعنی بہت صبر کرنے والا اور بے حد شکر کرنے والا صبار وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر صبر کرے اور شکور وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرے' صبر اور شکر ایمان کی افضل صفات ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر نصف ایمان ہے اور یقین (کامل) ایمان ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۵۴۴' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۷' دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے دو نصف ہیں' ایک نصف صبر میں

marfat.com

ہے اور ایک نصف شکر میں ہے۔ حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۱۵ الفردوس للدیلمی رقم الحدیث: ۳۷۸ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۱۰۶ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۹۷۴۳ کنز العمال رقم الحدیث: ۶۱)

انسان اپنی قوت بدنیہ کے اعتبار سے صبر میں مشقت اٹھاتا ہے جیسے مسجد کی تعمیر میں بنیادیں کھودنے کے لیے مشقت برداشت کرنا یا دیواریں بنانے کے لیے بھاری پتھر یا اینٹیں اٹھا اٹھا کر لانا یا مثلاً سر میں یا کمر میں شدید درد ہو تو اس کو برداشت کرنا' اس قسم کے صبر میں بھی فضیلت ہے لیکن زیادہ فضیلت اس میں ہے کہ اس کا دل کسی کام کے لیے چاہ رہا ہو اور اس کی طبیعت اس کام کے لیے مچل رہی ہو لیکن وہ خوف خدا سے نفس کے منہ زور گھوڑے کے منہ میں قوت سے لگام ڈال کر اس کو روک لے' مثلاً صبح کی نماز کی جماعت کے وقت اس کو زبردست نیند آ رہی ہو اور باہر سردی ہو اور اس کا دل چاہ رہا ہو کہ وہ اسی طرح گرم گرم بستر میں دیر تک سوتا رہے لیکن وہ صرف خوفِ خدا سے نیند اور گرم بستر کو چھوڑ کر اپنی طبیعت کے خلاف مشقت برداشت کرے اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائے' یا جیسے کمرہ کی تنہائی میں کوئی حسین اور مقتدر عورت اس کو گناہ پر اکسائے اس کا دل بھی گناہ پر آمادہ ہو لیکن وہ صرف خوف خدا سے اپنے نفس پر قابو پائے اور گناہ سے اپنا دامن چھڑائے' صبر کی اس پُر مشقت وادی کے امام حضرت سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جنہوں نے فرمایا تھا:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ (یوسف: ۳۳) اے میرے رب! جس چیز کی طرف مجھے یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت مجھے قید خانہ زیادہ محبوب ہے۔

اور شکر میں دل سے نعمت کا تصور کیا جاتا ہے اور زبان سے نعمت دینے والے کی تعریف اور تحسین کی جاتی ہے اور جسمانی اعضاء کے ساتھ اس کی خدمت کی جاتی ہے' اس میں اختلاف ہے کہ صبر افضل ہے یا شکر افضل ہے' بعض نے کہا بلا اور مصیبت پر صبر کرنا افضل ہے' بعض نے کہا نعمت ملنے پر شکر کرنا افضل ہے' بعض نے کہا بلاء اور مصیبت پر بھی شکر کرنا افضل ہے۔

بعض صوفیاء یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں عبد صابر نہ بنانا عبد شاکر بنانا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ایک شخص یوں دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں! آپ نے فرمایا تم نے اللہ سے بلاء (مصیبت) کا سوال کیا ہے' تم اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۹' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱' المعجم الکبیر ج ۲۰' رقم الحدیث: ۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۴' کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۲۲۴)

صوفیاء کے نزدیک صبر کی تعریفات

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس طرح جسم میں سر کا مقام ہے' اسی طرح ایمان میں صبر کا مقام ہے۔

جنید نے کہا ناگواری کا اظہار کیے بغیر تلخی کے گھونٹ پینا صبر ہے۔

ذوالنون نے کہا مخالفات شرعیہ سے دور رہنا اور سکون کے ساتھ مصائب کے گھونٹ بھرنا صبر ہے۔

بعض نے کہا اظہار شکایت کیے بغیر مصائب میں فنا ہونا صبر ہے۔

ابو عثمان نے کہا جس نے اپنے آپ کو مصائب برداشت کرنے کا عادی بنا لیا ہو وہ صبّار ہے۔

عمرو بن عثمان نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی قضا پر ثابت قدم رہنا اور مصائب کا خوشی سے استقبال کرنا صبر ہے۔

الخواص نے کہا کتاب اور سنت کے احکام کی تعمیل میں ثابت قدم رہنا صبر ہے۔

marfat.com

محمد بن الحسین نے کہا میں نے علی بن عبداللہ البصری سے سنا کہ شبلی سے ایک شخص نے پوچھا صبر کرنے والوں پر کس
سے صبر کرنا زیادہ سخت ہوتا ہے؟ شبلی نے کہا اللہ کی اطاعت اور عبادت میں صبر کرنا' اس نے کہا نہیں! شبلی نے کہا اللہ کی خا
صبر کرنا! اس نے کہا نہیں! شبلی نے کہا اللہ کے ساتھ صبر کرنا! اس نے کہا نہیں' شبلی نے کہا پھر کس چیز پر صبر کرنا سب سے ز
سخت ہوتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کے فراق پر صبر کرنا' یہ سن کر شبلی نے اس قدر زور سے چیخ ماری کہ لگتا تھا کہ ان کی روح نکل
ہے۔

بعض نے کہا اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر صابر رکھو' اپنے دلوں کو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی مصیبتوں پر صابر رکھو
اپنی روحوں کو اللہ سے ملاقات کے شوق پر صابر رکھو۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۲۱۔۲۱۹ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صوفیاء کے نزدیک شکر کی تعریفات

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف اور تحسین کی جائے' پس بندہ اللہ کا شکر ادا کرے تو
کے احسان کا ذکر کر کے اس کی حمد و ثناء کرے' اور اللہ سبحانہ بندہ کا شکر کرے تو اس کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تحسین فرما
اور بندہ کا احسان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح عبادت کرے اور اللہ سبحانہ کا بندہ پر احسان یہ ہے کہ وہ اس پر انعام
اکرام کرے اور اس کو شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔

زبان سے شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمت کا اعتراف کرے' اعضاء سے شکر یہ ہے کہ اس کی اطاعت اور عبادت کرے'
سے شکر یہ ہے کہ ہر وقت اس کی صفات کے مطالعہ اور ذات کے مشاہدہ میں حاضر رہے۔

علماء کا شکر یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام پہنچائیں' عابدوں کا شکر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نفلی عبادت میں زیادہ مشغول ر
عارفین کا شکر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں استقامت پر رہیں۔

ابوبکر وراق نے کہا نعمت کا شکر ہے منعم کا مشاہدہ کرنا اور اپنے آپ کو محروم ہونے سے محفوظ رکھنا۔

ابوعثمان نے کہا اپنے آپ کو شکر کی ادائیگی سے عاجز پانا شکر ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ شکر کی ادائیگی پر شکر کرنا بڑا
ہے۔ پھر اس شکر کی ادائیگی پر شکر کرنا اس سے بھی بڑا شکر ہے' علی ہذا القیاس۔

جنید نے کہا شکر یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کی نعمت کا اہل نہ پاؤ۔

بعض نے کہا شاکر وہ ہے جو موجود پر شکر کرتا ہے' اور شکور وہ ہے جو نعمت کے مفقود ہونے پر شکر کرتا ہے' اور بعض نے کہا ش
وہ ہے جو اللہ سے ملاقات پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو مسترد ہونے پر بھی شکر کرتا ہے' اور بعض نے کہا شاکر وہ ہے جو نفع پر شکر
ہے اور شکور وہ ہے جو منع پر شکر کرتا ہے' اور بعض نے کہا شاکر وہ ہے جو عطا پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو بلا پر شکر کرتا ہے۔ ابوع
نے کہا عام لوگ کھانے پینے اور پہننے کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور خواص دلوں پر وارد ہونے والے معانی پر شکر ادا کرتے ہیں

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں تیرا شکر کیسے ادا کروں کیونکہ تیری نعمت پر شکر ادا کرنا یہ بھی نعمت ہے'
تعالیٰ نے فرمایا اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا: اے اللہ! تو نے حضرت آدم کو ا
ہاتھ سے بنایا اور ان پر متعدد انعامات فرمائے انہوں نے تیرا شکر کیسے ادا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے یہ جان لیا
انعامات میں نے کیے ہیں' سو میرا شکر ادا ہو گیا۔

سہل بن عبداللہ سے کسی نے کہا رات کو چور میرے گھر میں داخل ہوا اور میرا مال و متاع لے گیا' سہل نے کہا اللہ کا شکر
کرو' اگر شیطان تمہارے دل میں داخل ہو کر تمہارا ایمان چرا لیتا تو تم پھر کیا کرتے!

marfat.com

جنید نے کہا ایک دن سری نے مجھ سے پوچھا شکر کی کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا اللہ کی کسی نعمت سے اس کی کسی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔ حسن بن علی حجر اسود سے لپٹ کر کہہ رہے تھے: اے اللہ تو نے مجھے نعمت دی اور مجھے شکر گزار نہ پایا اور مجھ پر مصیبت طاری کی تو مجھے صبر کرنے والا نہ پایا' تو نے شکر نہ کرنے کی بناء پر مجھ سے نعمت چھینی نہیں اور صبر نہ کرنے کی وجہ سے سختی نہیں کی' اے اللہ! تو کریم ہے اور کریم کرم کرنے کے سوا اور کیا کرتا ہے! حضرت نوح علیہ السلام کو عبد شکور اس لیے فرمایا کہ وہ بیت الخلاء سے آتے وقت یہ دعا کرتے تھے **الحمد لله الذی اذا قنی لذته و ابقی فی جسدی منفعته و اخرج عنی اذاه** ۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۲۱۳-۲۱۱ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

معتدل لوگوں کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب کوئی موج انہیں سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے۔ الآیۃ (لقمان: ۳۱)

موج واحد ہے اور اس کو سائبانوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے حالانکہ وہ جمع ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر موج کے بعد دوسری موج آتی ہے' اور وہ بھی سائبانوں کی طرح ہو جاتی ہیں۔

اور فرمایا جب اللہ انہیں خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض معتدل ہیں' یعنی انہوں نے سمندری طوفان میں گھرتے وقت اللہ سے جو نذر مانی تھی اور جو عہد و پیمان کیا تھا اس کو پورا کرتے ہیں اور وہ توحید کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب مکہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ چار آدمیوں کے سوا کسی کو قتل نہ کریں' عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن خطل' قیس بن ضبابہ اور عبداللہ بن ابی سرح' رہے عکرمہ تو وہ سمندر کے سفر پر روانہ ہوگئے' سمندر میں طوفان آگیا تو کشتی والوں نے کہا اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرو کیونکہ یہاں تمہارے معبود کسی کام نہیں آسکتے' عکرمہ نے دل میں سوچا جب سمندر میں صرف اللہ دعائیں سنتا ہے تو خشکی میں بھی وہی معبود ہے' اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس طوفان سے سلامتی کے ساتھ نکال لیا تو میں سیدھا جا کر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا' سو میں ان کو ضرور معاف کرنے والا کریم پاؤں گا پھر وہ آپ کے پاس جا کر مسلمان ہوگئے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۹۲' الوسیط ج ۳ ص ۴۴۷' الکامل لابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۸' روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۰)

پھر فرمایا اور ہماری آیتوں کا صرف وہی شخص انکار کرتا ہے جو بڑا بد عہد اور سخت ناشکرا ہے' اس آیت میں ختار کا لفظ ہے:

ختر کا معنی عہد شکنی کرنا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۸۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف رکھو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے فدیہ نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کوئی فدیہ دے سکے گا' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' پس تم کو دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ تمہیں شیطان کا فریب اللہ کے متعلق دھوکے میں ڈالے O (لقمان: ۳۳)

اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: اے لوگو! اور اس آیت میں کافر اور مومن دونوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کے کام نہیں آسکے گا اور نہ کوئی بیٹا باپ کے کام آسکے گا' جب کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ کی بخشش ہو جائے گی اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں وہ دوزخ میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم: ۷۱) تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہونے والا ہے' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کن بات ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں وہ سوال کر رہی تھی اور میرے پاس اس کو دینے کے لیے ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہیں تھا' میں نے وہ کھجور اس کو دے دی' اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دیئے اور خود نہیں کھائی' پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا آپ نے فرمایا جو شخص ان بیٹیوں کی پرورش کرنے میں مبتلا ہوا وہ اس کے لیے دوزخ سے حجاب بن جائیں گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۱۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کا یہ محمل ہے کہ باپ کے گناہ بیٹے پر نہیں ڈالے جائیں گے اور نہ بیٹے کے گناہ باپ پر ڈالے جائیں گے اور نہ ایک کے گناہوں کا دوسرے سے مواخذہ کیا جائے گا' اور ان احادیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے بچوں کی موت پر صبر کرے گا اور بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کرے گا وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی' اور بچوں کی سفارش سے وہ شخص جنت میں چلا جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' یعنی قیامت کا آنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا برحق ہے' پھر فرمایا اور تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یعنی تم دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں میں منہمک ہو کر آخرت کو نہ بھول جانا' اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کو ترک نہ کر دینا' کیونکہ شیطان انسان کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے وہ اس کے دل میں دنیا کے حصول کی تمنائیں ڈالتا ہے اور اس کو آخرت سے غافل کر دیتا ہے' وہ شیطان کے کہنے میں آ کر گناہ کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتا ہے' اور وہ مغفرت کی توقع دلا کر گناہوں پر اکساتا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور شیطان کے مکر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے' اور وہی (از خود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے' اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا' بے شک اللہ ہی بہت جاننے والا سب کی خبر رکھنے والا ہے ۝ (لقمان: ۳۴)

علوم خمسہ کی نفی کی آیت کا شان نزول

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

یہ آیت دیہاتیوں میں سے الحارث بن عمرو بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قیامت اور اس کے وقت کے متعلق سوال کیا اور کہا ہماری زمین قحط زدہ ہے' پس بارش کب نازل ہوگی؟ اور میں نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا ہے' اس کے ہاں بچہ کب پیدا ہوگا؟ اور مجھے یہ معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں' سو میں کس جگہ مروں گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے الخ۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مفاتیح الغیب (غیب کی چابیاں) پانچ ہیں' بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے' اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۹۳' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۷۷' روح البیان ج ۷ ص ۱۲۳' روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۴)

مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی

اس آیت میں ان علوم خمسہ کا اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ میں انحصار بیان فرمایا ہے' سو بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ ان پانچ چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی علم نہیں ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان پانچ چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے' ان کو' کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل' اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو جانتا ہے' اس نے قرآن مجید کے ساتھ کفر کیا' کیونکہ اس نے قرآن مجید کی مخالفت کی' پھر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بہ کثرت غیب کا علم ہے اور اس آیت سے کاہنوں اور نجومیوں کے قول کو باطل کرنا مقصود ہے' اور زیادہ تجربہ سے انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ عورت کے پیٹ میں مذکر کا حمل ہے یا مؤنث کا' اور کبھی تجربہ اور عادت کے خلاف ہو جاتا ہے اور صرف اللہ عزوجل کا علم باقی رہ جاتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک یہودی ستاروں کے حساب کو جانتا تھا اس نے حضرت ابن عباس سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے بیٹے کا ستارہ بتاؤں اور یہ کہ وہ دس دن بعد مر جائے گا' اور آپ موت سے پہلے نابینا ہو جائیں گے اور میں اس سال کے مکمل ہونے سے پہلے مر جاؤں گا' حضرت ابن عباس نے اس سے پوچھا اے یہودی تم کس جگہ مرو گے؟ اس نے کہا یہ میں نہیں جانتا! حضرت ابن عباس نے فرمایا اس نے سچ کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کس جگہ مرے گا' حضرت ابن عباس جب لوٹ کر آئے تو ان کے بیٹے کو بخار چڑھا ہوا تھا' اور وہ دس دن بعد فوت ہو گیا اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ یہودی فوت ہو گیا اور جب حضرت ابن عباس فوت ہوئے تو اس سے پہلے نابینا ہو چکے تھے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۷۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کی احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتیح الغیب پانچ ہیں ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے' اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا' اللہ کے سوا ان پیٹوں کو کوئی نہیں جانتا جو گھٹتے (یا بڑھتے) ہیں اور اللہ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا اور اللہ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہو گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۹۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۱۳۳' عالم الکتب بیروت)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' بے شک وہی بارش کو نازل کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا' بے شک اللہ بہت جاننے والا' بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۸۸۲' دارالحدیث قاہرہ)

marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان پانچ چیزوں کے سوا ہر چیز کی چابیاں
دی گئی ہیں' بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' بے شک وہی بارش کو نازل کرتا ہے' وہی جانتا ہے کہ (ماؤں کے) پیٹو
میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا' اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا' بے شک اللہ بہت جا
والا' بے حد خبر رکھنے والا ہے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۸۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۵۵۷۹)

عبد اللہ بن مسلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا پانچ چیزوں کے سوا تمہارے نبی کو ہر
چیز دی گئی ہے' پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ لقمان کی مذکورہ آیت پڑھی (لقمان: ۳۴)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۱۸' ج ۶ ص ۳۲۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کا محمل اور مفاتیح الغیب کا معنی

تحقیق یہ ہے کہ بعض فرشتوں' نبیوں اور خصوصاً سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان پانچ میں سے چار چیزوں کا ع
ثابت اور واقع ہے' اس لیے اس آیت کا محمل یہ ہے کہ بغیر تعلیم کے اور بغیر کسی واسطے کے ان پانچ چیزوں کا علم اللہ عزوجل ک
ساتھ خاص ہے' اور جن احادیث میں مخلوق سے ان پانچ چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے ان کا بھی یہی محمل ہے' اور جن احادی
میں ان پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے سو مفاتیح الغیب سے مراد ہے ان پانچ چیزوں کا کلی علم بایں طور کہ ان پانچ چیزو
کی ہر ہر جزی کا علم ہو اور ان پانچ چیزوں کی کوئی جزی بھی اس علم سے خارج نہ ہو' مثلاً ابتداء آفرینش سے قیامت تک تما
ہونے والی بارشوں کا علم ہو' اور تمام انسانوں' حیوانوں' چرندوں' پرندوں' درندوں اور حشرات الارض کی ماداؤں کے پیٹ میں
ہے اس کا علم ہو' اور ہر جان دار کے متعلق علم ہو کہ وہ کل کیا کرے گا' اور ہر جان دار کے متعلق علم ہو کہ وہ کس جگہ مرے گا' ایسا ع
محیط صرف اللہ عزوجل کو ہے اور یہ علم کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا مجھے ان پانچ چیزوں کے سوا
چیز کی چابیاں دی گئی ہیں اسی طرح حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا: پانچ چیزوں کے سوا تمہارے نبی کو ہر چیز دی گئی ہے' اس
یہی محمل ہے' اور ان پانچ چیزوں کی چابیوں سے یعنی ان پانچ چیزوں کے علم کلی سے بعض جزئیات کا علم مخلوق کو بھی عطا کیا گ
ہے اور جس مخلوق کا جتنا زیادہ مرتبہ ہے اس کو اتنی زیادہ جزئیات کا علم دیا گیا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے زیادہ جزئیات کا علم دیا گیا ہے۔

بارش کے نزول کا علم

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بارش کب ہوگی اس کا علم بھی صرف اللہ کو ہے اس کا بھی یہی معنی ہے کہ اس کا کلی ع
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے' ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بارش نازل ہونے کی خبر دی ہے:

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ○ (یوسف: ۴۹)

اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بار
نازل کی جائے گی اور اس سال انگور کا رس بھی خوب نچوڑیں گے

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارش کے نزول کی خبریں دی ہیں:

امام شافعی نے کتاب الام میں اور امام ابن ابی الدنیا نے کتاب المطر میں المطلب بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات اور دن کی ہر ساعت میں بارش نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اس بارش کو لے
جاتا ہے۔ (مسند شافعی بیروت ص ۸۲' الدر المنثور ج ۱ ص ۹۷' دار احیاء التراث العربی' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۹۰)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش

marfat.com

نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بارش کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے اور بارش کے ساتھ فلاں فلاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ کہاں بارش ہو رہی ہے اور کس کو رزق مل رہا ہے اور اس کے قطروں سے کیا نکل رہا ہے۔ (یہ حدیث ہر چند کہ صراحتاً موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے)۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۰۳' الدر المنثور ج ۱ ص ۹۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۶۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت واقع نہیں ہو گی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے گا نہ خیمہ' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۵۵۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۱)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور یاجوج ماجوج کا تفصیل سے ذکر فرمایا اس کے اخیر میں ہے: پھر اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ یک لخت مر جائیں گے' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہو گی' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا وہاں پھینک دیں گے' پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۳۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۵-۴۰۷۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱)

ماؤں کے رحم کا علم

قرآن مجید میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق کی بشارت دی اور حضرت سارہ کے پیٹ میں لڑکے کی خبر دی:

قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی (الذاریات: ۲۸) بشارت دی۔

اس بشارت کا ذکر الحجر: ۵۳ میں بھی ہے۔

اسی طرح فرشتوں نے حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ کی بشارت دی' قرآن مجید میں ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى. (آل عمران: ۳۹) پس فرشتوں نے زکریا کو ندا کی جب کہ وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کو اللہ یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

اور حضرت جبریل نے حضرت مریم کو پاکیزہ لڑکے کی بشارت دی اور انہوں نے یہ خبر دی کہ ان کے پیٹ میں کیا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ (مریم: ۱۹) جبریل نے کہا میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

اور فرشتوں کو بتلا دیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور فرشتے ماں کے پیٹ میں لکھ دیتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ کہتا ہے اے رب! یہ نطفہ ہے' اے رب! یہ جما ہوا خون ہے' اے رب! یہ گوشت کا لوتھڑا ہے' پھر جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے یہ مذکر ہے یا مونث؟ یہ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟

marfat.com

اس کی مدت حیات کتنی ہے' پھر وہ ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۶)

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسن پیدا ہوں گے۔

قابوس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے' آپ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے' عنقریب فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اس کو دودھ پلاؤ گی' پھر حضرت فاطمہ کے ہاں حضرت حسین یا حضرت حسن پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت قثم بن عباس کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۲۳' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۶۱۸۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی پیٹ کی خبر دی کہ ان کی بنت خارجہ سے ایک بیٹی پیدا ہونے والی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو اپنے غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں عطا فرمائیں' پھر جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: اے بیٹی! مجھے اپنے بعد تمام لوگوں کی بہ نسبت تمہارا خوش حال ہونا سب سے زیادہ پسند ہے' اور اپنے بعد تمہارا تنگ دست ہونا مجھ پر سب سے زیادہ شاق ہے' اور میں نے تم کو درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں سے بیس وسق کھجوریں دی تھیں' اگر تم ان کھجوروں کا اندازہ کر کے درختوں سے توڑ لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں' اب آج کے دن وہ وارث کا مال ہے' (وفات کے وقت) اور اب تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں' اب تم اس مال کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا' حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اے میرے ابا جان! اگر یہ مال اس سے بہت زیادہ بھی ہوتا تو میں اس کو چھوڑ دیتی مگر میری بہن تو صرف ایک ہے' اور وہ حضرت اسماء ہیں تو دوسری بہن کون سی ہیں؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا وہ ان کی زوجہ بنت خارجہ سے پیدا ہوں گی۔ (موطاء امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۰۳' تنویر الحوالک ص ۵۶۰' القبس ج ۳ ص ۴۷۰)

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق کے گمان کے مطابق ان کی زوجہ بنت خارجہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام ام کلثوم تھا۔

(شرح الزرقانی علی الموطاء ج ۴ ص ۶۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی لکھا ہے کہ بنت خارجہ ان کی زوجہ تھی اس سے ایک لڑکی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

(الاستذکار ج ۲۲ ص ۲۹۸' مطبوعہ دار قتیبہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

کل کا اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم

حضرت یوسف علیہ السلام نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں بتایا کہ مصر والے پہلے سات سال کاشت کاری کر کے غلہ جمع کریں' پھر اس کے بعد سات سال قحط کے آئیں گے ان میں جمع شدہ غلہ کام میں لائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ (یوسف: ۴۸-۴۷)

یوسف نے کہا تم لگا تار سات سال معمول کے مطابق کاشت کاری کرنا اور فصل کاٹ کر اس کو خوشوں میں رہنے دینا سوا اپنے کھانے کی تھوڑی سی چیزوں کے ○ اس کے بعد سات سخت قحط کے سال آئیں گے وہ تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے غلہ کو کھا جائیں گے سوا اس تھوڑے سے غلے کے جس کی تم حفاظت کرو گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے صرف کل کی نہیں چودہ سال کی پہلے سے خبر دے دی تھی۔

marfat.com

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دو ساتھیوں کو ان کے انجام کے متعلق بتایا:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ○ (یوسف: ۴۱)

اے میرے قید خانہ کے ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر نوچ کر کھائیں گے‘ تم دونوں جس چیز کے متعلق سوال کر رہے تھے اس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

اس آیت میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے مستقبل کی خبر دے دی۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قیامت تک بلکہ دخول جنت اور دخول نار تک کے واقعات کی خبر دے دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہم کو ابتداء آفرینش سے خبریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنی منازل میں داخل ہو گئے اور اہل نار اپنی منازل میں داخل ہو گئے جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲)

اور بالخصوص کل کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

لا عطين الراية غدا يفتح الله على يديه.

کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۰۷‘ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۱۵‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۰۶)

اور آپ نے بدر میں کفار کے مقتول ہونے کے متعلق فرمایا:

هكذا مصرع فلان ان شاء الله غدا.

ان شاء اللہ کل فلاں کا فراس جگہ گرے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۳‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۷۳)

اور آپ نے فرمایا:

منزلنا غدا ان شاء الله بخيف بني كنانه.

کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۸۹‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۱۴‘ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۱۱)

مرنے کی جگہ کا علم

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید کے ایک ساتھی سے فرمایا تھا تمہیں سولی دی جائے گی (یوسف: ۴۱) اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے بتا دیا کہ تمہیں پھانسی کے تختہ پر موت آئے گی‘ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے مرنے کی جگہ کا علم تھا۔

نیز حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانوں کی روح قبض کرتے ہیں سو ان کو علم ہوتا ہے کہ انہوں نے کس شخص کی روح کس جگہ قبض کرنی ہے۔

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے‘ ان کی مجلس میں ایک شخص بیٹھے ہوئے تھے وہ

marfat.com

ان میں سے ایک شخص کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے' اس شخص نے حضرت سلیمان سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ ملک الموت ہے' اس نے کہا لگتا ہے کہ یہ میری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں' اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے اڑا کر لے جائے اور ہندوستان کے کسی شہر میں پہنچا دے' حضرت سلیمان نے ایسا کر دیا' پھر ملک الموت نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا جو اس شخص کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ مجھے ہندوستان کے ایک شہر میں اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ یہاں آپ کے پاس موجود تھا۔

(الکشاف ج ۳ ص ۵۱۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالبرکات نسفی متوفی ۷۱۰ھ' علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اور شیخ قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ' نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے' علامہ آلوسی نے اس روایت کا مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے لیکن مصنف میں یہ روایت نہیں ہے۔

(مدارک علی ھامش الخازن ج ۳ ص ۴۷۴' روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۷۰' فتح البیان ج ۵ ص ۳۱۲)

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق فرمایا یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۷۳)

قیامت کا علم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات بتائیں کہ قرب قیامت میں مہدی کا ظہور ہو گا (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۹۰) اور فرمایا قیامت سے پہلے دھواں نکلے گا' دجال کا خروج ہو گا' دآبۃ الارض کا ظہور ہو گا' سورج مغرب سے طلوع ہو گا' حضرت عیسیٰ کا نزول ہو گا' یاجوج ماجوج کا ظہور ہو گا' ایک بار مشرق کی زمین دھنسے گی' ایک بار مغرب کی زمین دھنسے گی اور ایک بار جزیرۃ العرب کی زمین دھنسے گی' اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۱) اور آپ نے فرمایا محرم کی دس تاریخ کو قیامت واقع ہو گی (فضائل الاوقات للبیہقی ص ۴۴۱) اور یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۴) اور یہ بھی بتا دیا کہ جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان قیامت آئے گی۔ (الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳)

آپ نے قیامت کے وقت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر آپ سن بھی بتا دیتے تو ہمیں آج معلوم ہوتا کہ قیامت کے آنے میں اتنے سال رہ گئے ہیں اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا' حالانکہ اللہ نے فرمایا ہے:

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۚ (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ (الشعراء: ۲۰۲) ان کے سروں پر قیامت اچانک آجائے گی اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو گا۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے سن بھی بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے مصدق بن کر آئے تھے اس کے مکذب بن کر نہیں آئے تھے' سو آپ نے قرآن کی تصدیق کے لیے قیامت کا سن نہیں بتایا اور اپنے علم کے اظہار کے لیے وقوع قیامت کی تمام نشانیاں مہینہ' تاریخ' دن اور دن کا مخصوص وقت سب کچھ بتا دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا بالذات' بلا واسطہ اور از خود علم تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے' اور ان پانچ چیزوں کا کلی علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے بتانے سے ان کی جزئیات کا علم فرشتوں کو بھی ہے اور نبیوں اور رسولوں

marfat.com

کو بھی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی ہے' اور جس کا جتنا مرتبہ زیادہ ہے اس کو اتنا زیادہ علم ہے اور سب سے زیادہ ان کی جزئیات کا علم ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

علوم خمسہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا کرنے کے منافی نہیں ہے

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ جاننا چاہیے کہ ہر غیب کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے' اور مغیبات کا حصر ان پانچ چیزوں میں نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ کے غیر سے ان پانچ چیزوں کے علم کی نفی اس لیے کی ہے کہ کفار اور مشرکین ان کے متعلق بہ کثرت سوال کرتے تھے۔

اور لوگوں کو ان کے جاننے کا اشتیاق تھا' علامہ قسطلانی نے کہا کہ ان پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا حالانکہ غیب تو غیر متناہی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ کی تخصیص دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتی۔

علامہ قسطلانی کی بیان کردہ توجیہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض پسندیدہ بندوں کو ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم پر مطلع فرما دے' اور یا اللہ تعالیٰ اس کو ان پانچ چیزوں کا اجمالی علم عطا فرما دے اور جو علم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے وہ علم محیط ہے جو ان پانچ چیزوں کے ہر ہر احوال کو مکمل تفصیل کے ساتھ شامل ہے۔

الجامع الصغیر میں یہ حدیث ہے پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۹۶۳) علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا ان پانچ چیزوں کا علم کسی کو علی وجہ الاحاطہ والشمول نہیں ہے' یعنی ایسا علم جو ان پانچ چیزوں کی تمام جزئیات کو محیط اور شامل ہو' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو ان پانچ چیزوں کی بعض جزئیات کا علم عطا فرما دے کیونکہ وہ قابل شمار جزئیات ہیں اور معتزلہ جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ محض ہٹ دھرمی ہے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص ۳۰۹۷۔۳۰۹۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' ۱۴۱۸ھ)

فیض القدیر کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں' ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان پانچ چیزوں اور دیگر غیوب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غیوب کی خبریں دینے میں کوئی تعارض نہیں ہے' اسی طرح علامہ قسطلانی نے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی جگہ بارش نازل فرمانا چاہتا ہے تو جو فرشتے بارش نازل کرنے پر مامور ہیں ان کو مطلع فرماتا ہے اور وہ ان جگہوں پر بادلوں کو ہانک کر لے جاتے ہیں اور ان کو علم ہوتا ہے کہ بارش کب ہو گی اور کس جگہ ہو گی' اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جو یہ جان لیتا ہے کہ یہ بچہ مذکر ہے یا مونث ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے اس کا رزق کتنا ہے اس کی عمر کتنی ہے اور یہ شقی ہے یا سعید ہے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا اور فرشتوں کو ماؤں کے رحموں کا علم ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ غیب کا علم اور خصوصاً ان پانچ چیزوں کا علم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے اور اسی میں منحصر ہے' کیونکہ اللہ عزوجل کے ساتھ وہ علم خاص ہے جو علم کلی ہے اور ہر ہر جزی کو محیط اور شامل ہے' لہٰذا فرشتوں کو جو علم ہے اور بعض خواص کو جو علم دیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے' اور ملا علی قاری نے شرح شفا میں کہا ہے کہ ہر چند کہ اولیاء اللہ پر بعض چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں لیکن ان کا علم یقینی نہیں ہوتا اور ان کا الہام ظنی ہوتا ہے' اور نجومیوں کا علم تو بہت بعید ہے

marfat.com

(اسی طرح الٹرا ساؤنڈ اور دیگر آلات سے جو ماں کے پیٹ کا حال معلوم ہو جاتا ہے اس کا بھی اس آیت سے معارضہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ علم آلات کے واسطے سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم بلا واسطہ ہے) اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قیامت کا علم عطا فرمایا ہے وہ غایت اجمال میں ہے اگرچہ دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں آپ کا علم بہت کامل ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم کامل طریقہ پر عطا فرمایا ہو' لیکن آپ نے کسی کو اس پر مطلع نہ فرمایا ہو اور اللہ سبحانہ نے کسی حکمت کی وجہ سے آپ پر یہ واجب کر دیا ہو کہ آپ اس علم کو مخفی رکھیں اور یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو لیکن میرے پاس اس بات کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۸ ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہم نے تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۸۴۔ ۴۶۹' میں علم غیب پر مفصل بحث کی ہے اور آپ کے علم غیب' علم ماکان و ما یکون اور علم قیامت کے متعلق چھیاسی احادیث ذکر کی ہیں اور ہر ہر حدیث کو متعدد کتب حدیث کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا ہے' اس کے مطالعہ سے قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب عطا فرمایا تھا وہ علم کا ایسا عظیم سمندر ہے جس کا تصور بھی ہم لوگ نہیں کر سکتے۔

نیز علوم خمسہ کے متعلق بھی ہم نے تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۶۱۔ ۴۴۱ میں مفصل بحث کی ہے' تاہم اس مقام کی اہمیت اور اس کی خصوصیت کے پیش نظر ہم اس مبحث کے بعض اقتباسات کو قارئین کی ضیافت طبع کے لیے دوبارہ پیش کر رہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ و علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن ادعى علم شئى منها غير مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه.

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم ج ۱ ص ۱۵۶' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی' علامہ ابن حجر عسقلانی' ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے: (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰' فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴' ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸' مرقات ج ۱ ص ۶۵' فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس فى الاية دليل على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره انه يطلعهم وقد قالوا فى علم الساعة نحو هذا والله اعلم.

(فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳)

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورۃ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو' قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳)

علامہ زرقانی ''المواہب'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

marfat.com

وقد قالوا فی علم الساعة وباقی الخمس المذكورة فی اية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) يعنی انه علمها ثم امر بكتمها.

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ص ۲۶۵)

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی الله عليه وسلم اوتی علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذالک.

اور بعض علماء نے یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح الصدور ص ۳۱۹' مطبوعہ بیروت' الخصائص الکبریٰ ج ۲ص ۳۳۵' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتی اطلعه الله علی تلک الخمس ولكنه امره بكتمها. (تفسیر صاوی ج ۳ص ۲۱۵)

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرما دیا' لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

لم يقبض رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی علم كل شئ يمكن العلم به.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔ (روح المعانی ج ۱۵ص ۱۵۴)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالی قد اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام علی وقت قيامها علی وجه كامل لكن لاعلی وجه يحاكی علمه تعالی به الا انه سبحانه اوجب عليه صلی الله تعالی عليه وسلم كتمه لحكمة ويكون ذلک من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندی ما يفيد الجزم بذلک.

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو' لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔ (روح المعانی ج ۲۱ص ۱۱۳)

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر علی غيبه المخصوص وهو قيام القيامة احد اثم قال بعده لكن من ارتضی من رسول. (تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۶۷۸)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

marfat.com

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۱۹)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیمة بقرینة السیاق ولا یبعدان یطلع علیه بعض الرسل من الملئکة او البشر. (شرح المقاصد ج ۵ ص ۶ ' طبع ایران)

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت' اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست بر آنکہ حق تعالی مطلع نگر دانیدہ است حبیب خود راصلے اللہ علیہ وسلم بر ماھیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد وامرنکرد اورا کہ مطلع گرداند ایں قوم راوبعضی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفتہ اندالی ان قال ولے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین وچگونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بہ حقیقت روح سید المرسلین وامام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است اورا حق سبحانہ علم ذات و صفات خودوفتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و اخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجنب حقیقت جامعہ وے قطرہ ایست از دریائے ذرہ از بیضائے فافھم وباللہ التوفیق. (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۰)

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے' اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے وہ جو سید المرسلین اور امام العارفین ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں' ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سید عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیه صلی اللہ علیه وسلم والواحد من اھل التصرف من امته الشریفة لا یمکنه التصرف الا بمعرفة ھذه الخمس.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا' حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔ (الابریز ص ۴۸۳)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ تحریر فرماتے ہیں:

لا یعلم متی تقوم الساعة الا اللہ الا من ارتضی من رسول فانه یطلعه علی من یشاء من

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دے

marfat.com

غیبه والولی تابع له یاخذ عنه.
(ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۷۸)

دیتا ہے۔ (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی کے تفحص اور تتبع سے حسب ذیل حوالہ جات ہیں:

علامہ بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یخرج صلی الله علیه وسلم الدنیا الا بعد ان اعلمه الله تعالی بهذه الامور ای الخمسة.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا۔

علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطور حدیث بیان کیا ہے کہ:

قد ورد ان الله تعالی لم یخرج النبی صلی الله علیه وسلم حتی اطلعه علی کل شئی.

بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ عنہ سے راوی:

هو صلی الله تعالی علیه وسلم لا یخفی علیه شئی من الخمس المذکورة فی الایة الشریفة وکیف یخفی علیک ذالک والاقطاب السبعة من امته الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی هو سبب کل شئی ومنه کل شئی.
(خالص الاعتقاد ص ۴۳، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، کراچی)

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا۔ فلاں کہاں مرے گا۔ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہیں سے ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا باعث

سورۃ لقمان کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (لقمان: ۳۴)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا (جسے چاہے) خبر دینے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

marfat.com

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے' حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے' روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں' بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث' اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے' اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا' وحی' الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے' لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء' اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ . (جن: ۲۷۔۲۶) (اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرما لیا' جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا' جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو' جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ . (الانعام: ۵۹) اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں' اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے' اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا' لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرما دیا' مثلاً خروج دجال' نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' اسی طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی' اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر فوت ہوئے تھے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵۔۱۰۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ)

حرفِ آخر

آج مورخہ ۳ رجب ۱۴۲۳ھ/ گیارہ ستمبر ۲۰۰۲ء' بہ روز بدھ بعد نماز ظہر سورۃ لقمان کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۱۴ اگست ۲۰۰۲ء کو اس سورت کی تفسیر شروع کی گئی تھی اور گیارہ ستمبر ۲۰۰۲ء کو یہ مکمل ہو گئی' اس طرح ۲۹ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوئی' اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد اور بے پناہ احسان ہے کہ میری کمزوری ناتوانی اور خرابی صحت اور مختلف النوع مصروفیات کے باوجود کم وقت میں اس سورت کی تفسیر کو مکمل کروا دیا۔ الٰہ العٰلمین! آپ اس کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائیں اور اس کو عام مسلمانوں کے لیے نفع

marfat.com

آفریں اور نفع آور بنادیں اور قرآن مجید کی بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی اپنے فضل واحسان سے مکمل کرا دیں، میرے تمام گناہوں کو معاف فرمادیں اور محض اپنے فضل سے جنت، اپنا دیدار اور اپنی رضا عطا فرمائیں اور دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

marfat.com

سُورَةُ السَّجْدَةِ

(۳۲)

سُورَةُ الْاَحْزَابِ

(۳۳)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ السجدۃ

...ورت کا نام

اس سورۃ کا نام السجدۃ ہے کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں اس بات پر مومنین کی تعریف اور تحسین کی گئی ہے کہ وہ اللہ ...و سجدہ کرتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں:

اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِہَا خَرُّوۡا سُجَّدًا ...سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ ہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ۝ (السجدہ: ۱۵)

ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کو جب بھی ان آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

...ورۃ السجدہ کے فضائل میں احادیث

امام ابن الضریس' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ...کہ (الم) السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام النحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے سورۃ السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے سوا افمن کان ...ومنا (۲۰-۱۸) تین آیتوں کے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۴۷۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں (الم تنزیل) السجدۃ اور ...ل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۵۵' سنن ...ترمذی رقم الحدیث: ۵۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۲۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الم تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی بیدہ ...ملک پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۲' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۱۱' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۰۵۴۲)

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ المنجیہ (نجات دینے والی سورت) کی تلاوت کیا کرو' اور وہ الم تنزیل ہے' کیونکہ مجھے ...حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص اس سورت کی تلاوت کرتا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی سورت کی تلاوت نہیں کرتا تھا' اور وہ گناہ ...ت کرتا تھا' اس سورت نے اس شخص کے اوپر اپنے پر پھیلا دیئے اور کہا اے میرے رب! اس کی مغفرت فرما دے' یہ میری

marfat.com

قرأت بہت کرتا تھا' تو رب نے اس سورت کی شفاعت اس شخص کے متعلق قبول کر لی' اور فرمایا اس کے ہر گناہ کے بدلہ...
ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۰۹' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ الم تنزیل اپنے پڑھنے والے کی قبر میں وکالت کرے گی اور کہے گی اے اللہ! اگر...
تیری کتاب سے ہوں تو اس شخص کے متعلق میری شفاعت قبول فرما' اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب...
سے مٹا دے اور یہ سورت ایک پرندہ کی مانند ہو گی اور اپنے پر اس شخص پر پھیلا دے گی' اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی...
اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا اور تبارک الذی کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے' اور خالد بن معدان ان دونو...
سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۱۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ السجدہ کی سورۃ لقمان سے مناسبت

(۱) سورۃ لقمان میں توحید کے دلائل بیان کیے گئے تھے اس کے بعد قیامت اور حشر کا ذکر کیا گیا تھا اور یہ عقائد کی پہلی... اصلیں ہیں اور اس سورت کی ابتداء عقائد کی تیسری اصل سے کی گئی ہے وہ رسالت ہے:

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (السجدۃ: ۳-۱)

الف لام میم ۝ بلاشبہ اس کتاب کا نازل کرنا رب العلمین... جانب سے ہے ۝ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو... لیا ہے بلکہ وہ آپ کے رب کی جانب سے برحق ہے تاکہ آپ ا... قوم کو (عذاب سے) ڈرائیں جس کے پاس پہلے کوئی ڈرانے و... نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

(۲) سورۃ لقمان کی بعض آیتوں کی سورۃ السجدۃ میں تشریح ہے' سورۃ لقمان میں فرمایا تھا اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم... (لقمان: ۳۴) اور اس سورت میں قیامت کے دن کی مدت بیان فرمائی:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ (السجدۃ: ۵)

وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے' پھر وہ کا... اس دن اس کی طرف رجوع کرتا ہے جس کی مقدار تمہاری گنتی... مطابق ایک ہزار سال ہے۔

(۳) سورۃ لقمان میں فرمایا تھا وینزل الغیث (لقمان: ۳۴) اور اس سورت کی تشریح فرمائی:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (السجدۃ: ۲۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف... کر لے جاتے ہیں' پھر اس سے نباتات پیدا کرتے ہیں جس کو ا... کے مویشی کھاتے ہیں اور وہ خود (بھی) کھاتے ہیں کیا وہ غور نہیں... کرتے۔

(۴) نیز سورۃ لقمان میں فرمایا تھا ویعلم ما فی الارحام (لقمان: ۳۴) اور وہی جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے ا...

اس سورت میں فرمایا:

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ (السجدہ: ۷)

جس نے ہر چیز کو حسین بنایا اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی۔

سورۃ السجدۃ' سورۃ النمل کے بعد اور سورۃ نوح سے پہلے نازل ہوئی ہے' اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ...

marfat.com

(۷۵) ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر بتیس (۳۲) ہے۔

سورۃ السجدۃ کے مشمولات

(۱) اس سورت کی ابتداء اس سے کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت برحق ہے۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کی تخلیق اور اس کی ربوبیت پر تفصیل سے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

(۳) مجرموں اور کافروں اور اطاعت گزار مومنوں کی دنیا اور آخرت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

(۴) یہ بتایا ہے کہ نافرمانوں اور اطاعت گزاروں کا انجام مساوی نہیں ہو سکتا۔

(۵) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں مشابہت بیان کی گئی ہے' اور اس سے آپ کی رسالت پر متنبہ کیا گیا ہے۔

(۶) پچھلی امتوں کے منکروں پر جو عذاب نازل کیا گیا تھا اس سے اس زمانہ کے منکروں کو ڈرایا گیا ہے۔

(۷) اس سورت کے اول اور آخر میں توحید' رسالت اور حشر ونشر کے عقائد پر بحث کی گئی ہے۔

سورۃ السجدۃ کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے اس دعا کے ساتھ اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ برحق چیزوں کو مجھ پر منکشف فرمائے اور ان کی تحریر اور تقریر عطا فرمائے' اور جو چیزیں غلط اور باطل ہوں ان کا غلط اور باطل ہونا مجھ پر منکشف فرمائے اور ان کو رد کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' کراچی ۔ ۳۸

۴ رجب ۱۴۲۳ھ/۱۲ ستمبر ۲۰۰۲ء

فون: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

(۳۲) سورة السجدة مكية (۷۵)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ	آياتها ۳۰ ركوعاتها ۳

سورۃ السجدہ مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں تیس آیتیں تین رکوع ہیں

الٓمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٢﴾ أَمْ

الف، لام، میم ○ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے ○ کیا یہ

يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ

منکرین کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس کتاب کو گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ

أَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِي

(اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت قبول کرلیں ○ اللہ ہی ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان میں ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا،

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيعٍ

پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا، اسے چھوڑنے کے بعد نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ شفاعت کرنے والا،

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ

پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ○ وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، پھر

يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾

وہ کام اس کی طرف اس دن میں چڑھے گا جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے ○

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾ الَّذِي أَحْسَنَ

وہی عالم الغیب ہے اور عالم الظاہر ہے، بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اسی نے ہر چیز

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ

کو حسین بنایا اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی ○ پھر ایک حقیر

marfat.com

نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ

پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بڑھائی O پھر اس (کے پتلے) کو ہموار کیا اور اس میں اپنی طرف سے

رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا

روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے' تم بہت کم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ

شکر ادا کرتے ہو O اور انہوں نے کہا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر ہماری

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

از سر نو پیدائش ہو گی؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں O

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے'

ع ۱۱/۱۴ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الف لام میم O یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے' اس میں کوئی شک نہیں ہے O کیا یہ منکرین کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس کتاب کو گھڑ لیا ہے' بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت قبول کرلیں O (السجدہ: ۳۔۱)

الف لام میم کے نکات

الف لام میم O کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الف کا مخرج حلق کا آخر ہے' اور لام اوسط مخارج ہے اور میم شفوی ہے اور یہ ہونٹوں سے نکلتا ہے اور اول مخارج ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کو اپنی عمر کے اول' اوسط اور آخر تمام ادوار میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار رہنا چاہیے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الف سے اعلام کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی خبر دینا' اور لام سے لزوم کی طرف اشارہ ہے اور میم سے اللہ کی ملکیت کی طرف اشارہ ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ سب پر اس کی عبادت لازم ہے اور سب اس کے مملوک ہیں اور سب پر اس کی اطاعت لازم ہے خواہ وہ اس کی اطاعت خوشی سے کریں یا ناخوشی سے۔

اور اس کی تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الف سے الفت کی طرف اشارہ ہے یعنی اس نے اپنے احباء کے دلوں میں اپنے

marfat.com

قرب کی الف ڈال دی ہے اور لام سے اپنی لقاء اور ملاقات کی طرف اشارہ ہے یعنی اس نے اپنے احباء اور دوستوں کے لیے اپنی لقاء اور ملاقات کا ذخیرہ کر رکھا ہے اور میم سے ان کی مراد کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کے احباء نے اپنی مراد کو اللہ تعالیٰ کی مراد میں فنا کر رکھا ہے' ان کی اپنی کوئی خواہش نہیں' ان کی وہی خواہش ہوتی ہے جو اللہ کی مشیت اور اس کی مرضی ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی مختلف النوع ہدایات

یہ کتاب تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے' اس میں کوئی شک نہیں ہے' یعنی اس کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب اس لیے نازل کی کہ لوگوں پر اس کی تلاوت کی جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ اگر وہ اس کتاب کے احکام پر عمل کریں گے تو دنیا میں ان کی تعریف اور تحسین ہوگی اور آخرت میں ان کو اجر و ثواب ملے گا' اور اگر وہ اس کتاب کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں ان کو ملامت کی جائے گی اور ان کی مذمت ہوگی اور وہ ایک صالح معاشرہ کے رکن نہیں بن سکیں گے اور آخرت میں ان پر عتاب اور عذاب ہوگا' اور جو عباد خواص ہیں وہ اس کتاب کے اسرار پر عمل کر کے اپنے دلوں کو تجلیات الہیہ کے لیے آئینہ بنالیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔

اس اشکال کا جواب کہ اہل عرب کے پاس تو پہلے بھی کئی ...... رسول اور عذاب سے ڈرانے والے آئے تھے

اور فرمایا تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت کو قبول کرلیں۔

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہے کہ اہل مکہ کے پاس حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی نہیں آیا اور کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تو یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طویل عرصہ تک اس قوم کے پاس کوئی ڈرانے والا اور کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجا' نیز یہ مفروضہ قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے:

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ○ (الفاطر: ۲۴)

اور کوئی امت ایسی نہیں تھی جس میں کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

نیز فرمایا:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ‌ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ‌ؕ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ○ (النحل: ۳۶)

اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو پس ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو گئی' سو تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ (رسولوں کی) تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب والوں کی طرف بھی ڈرانے والے اور رسول بھیجے گئے تھے۔

عرب کے لوگوں کو شرک اور کفر پر عذاب سے ڈرانے کے لیے سب سے پہلے حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام کو بھیجا گیا تھا' پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو مبعوث کیا گیا جن کا زمانہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی

marfat.com

ہزار برس پہلے ہے' ان کے بعد جو آخری پیغمبر سرزمین عرب میں مبعوث کیے گئے وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے' وہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً دو ہزار برس پہلے تھے۔

اس لیے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک سرزمین عرب میں کوئی رسول نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافی مدت سے عرب والوں کے پاس کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔

اس طویل عرصہ میں ہر چند کہ عرب والوں کے پاس عمل کرنے کے لیے کوئی مکمل شریعت نہ تھی اور ان کے پاس ایک صالح حیات گذارنے کے لیے دستور عمل نہ تھا' لیکن یہ حقیقت انہیں معلوم تھی کہ اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' وہ الوہیت اور تخلیق میں کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانتے تھے وہ عبادت اور پرستش میں بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے' عرب والوں کا اصل دین' دین ابراہیم تھا' عمرو بن لحی نام کے ایک شخص نے عرب میں بت پرستی کی بدعت شروع کی تھی' اس کے باوجود عرب کے مختلف علاقوں میں ایسے لوگ تھے جو بت پرستی کے مخالف تھے اور توحید کا پرچار کرتے تھے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل زمانے میں قس بن ساعدہ الایادی' امیہ بن ابی الصلت' سوید بن عمرو المصطلقی' زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور ایسے کئی حضرات موحد تھے ان کو حنفاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ اگر آپ صرف قریش مکہ کے رسول ہیں..... تو پھر اہل کتاب کے لیے رسول نہیں ہیں

اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ (اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صرف قریش مکہ اور امیین کے رسول ہیں جن کے پاس عرصہ دراز سے کوئی رسول نہیں آیا تھا اور آپ ان اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے رسول نہیں ہیں کیونکہ ان کے پاس تو اللہ کے عذاب سے بہت ڈرانے والے انبیاء بنی اسرائیل آچکے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کی تخصیص کرنے سے دوسروں کی نفی نہیں ہوتی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ (الشعراء: ۲۱۴) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ اور کسی کو نہ ڈرائیں یا ان کو ڈرانے کا حکم نہیں دیا گیا' اس طرح جب یہ فرمایا'' آپ (اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا'' تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اہل کتاب کو نہ ڈرائیں یا ان کو وعظ اور نصیحت نہ کریں' اور قرآن مجید کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ آپ نے اہل کتاب کو بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کو وعظ فرمایا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ (المائدہ: ۱۸)

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں' آپ کہیے پھر وہ تم کو تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دے گا؟ بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک بشر ہو' وہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' اور تمام آسمان اور زمینیں اور ان کے درمیان کی ہر چیز اللہ ہی کی

marfat.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (المائدہ:۱۹)

ملکیت ہے اور اس کی طرف (تم سب نے) لوٹنا ہے۔

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس رسولوں کی آمد منقطع ہونے کے بعد ہمارے رسول آ گئے ہیں جو تمہارے لیے (احکام) بیان کر رہے ہیں' تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر (ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا) نہیں آیا تو اب تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ پہنچا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ (آل عمران:۷۰)

اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا کیوں کفر کر رہے ہو حالانکہ تم ان کی گواہی دیتے تھے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران:۷۱)

اے اہل کتاب! تم حق اور باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور حق کو چھپا رہے ہو! حالانکہ تم جانتے ہو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان میں ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا' اسے چھوڑنے کے بعد نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ شفاعت کرنے والا' پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ○ (السجدہ:۴)

جن چھ دنوں میں دنیا بنائی گئی ان کی تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا' اور اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور زمین پر چلنے والے جانداروں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا' حضرت آدم کو جمعہ کی ساعات میں سے آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات کے وقت کے درمیان میں پیدا کیا گیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷)

منگل کے دن کو منحوس سمجھنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا' قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ التقن کو منگل کے دن پیدا کیا (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷) التقن سے مراد ہے سخت اور مضبوط چیزیں' مثلاً لوہا اور دیگر معدنیات جن سے کار معاش میں مدد حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس سے کسی چیز کی اصلاح اور مضبوطی ہو اس کو تقن کہتے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۲۱' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' ان دونوں چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا گیا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ ص ۶۹۶۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

چونکہ اس حدیث میں ہے کہ منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ منگل کا دن منحوس ہوتا ہے اور وہ اس دن میں کام کاج شروع کرنے میں بدشگونی لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا: منگل کے دن کی نسبت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا

marfat.com

چوری ہو جائے گا۔

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں علامہ حامد آفندی سے سوال کیا گیا کہ:

آیا دن اور رات میں سے کوئی دن یا رات سفر کرنے کے لیے یا کہیں منتقل ہونے کے لیے کوئی ساعت منحوس یا نامبارک ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا جو شخص کسی دن کے منحوس ہونے کے متعلق سوال کرے اس کو جواب دینے کے بجائے اس سے اعراض کیا جائے' اور اس کے اس فعل کو جہالت قرار دیا جائے اور اس کی مذمت کی جائے' کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے اور مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے' جو اپنے خالق اور پیدا کرنے والے پر توکل کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اس سلسلہ میں بعض دنوں کے مایوس کن ہونے کے متعلق روایات ہیں وہ سب باطل اور جھوٹ ہیں' اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۷' المطبعۃ الخیریہ' ۱۳۰۶ھ)

بعض ایام کو منحوس اور نامبارک سمجھنے کو یہودیوں کا طریقہ اس لیے قرار دیا ہے کہ جب بنی اسرائیل پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس کو حضرت موسیٰ کی نحوست کہتے تھے' قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف: ۱۳۱)

پس جب ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب ان پر بد حالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے' سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک (ثابت) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

کسی چیز کو منحوس سمجھنے اور اس سے بدشگونی لینے کے متعلق احادیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا بدشگونی شرک ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا ہم میں سے ہر شخص کو بدشگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے لیکن اللہ پر توکل اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۸' جامع الاصول رقم الحدیث: ۵۸۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی مرض (از خود) متعدی ہوتا ہے نہ (کسی چیز میں) کوئی بدشگونی ہے اور مجھ کو فال پسند ہے' صحابہ نے پوچھا فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات۔ نیک بات۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۵۸۰۳)

نحوست اور بدشگونی کے متعلق ہم نے مفصل بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۷۹۔۲۷۰ میں کی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے' پھر وہ کام اس کی طرف اس دن میں چڑھے گا جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے ○ وہی عالم الغیب اور عالم الظاہر ہے' بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (السجدۃ: ۶۔۵)

اللہ تعالیٰ کے تدبیر کرنے کا معنی

اس آیت میں یدبر کا لفظ ہے اور وہ تدبیر سے بنا ہے' تدبیر کا معنی ہے کسی کام کے نتیجہ اور انجام میں غور و فکر کرنا' اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے کسی کام کو مقدر کرنا اور اس کے اسباب مہیا کرنا' علامہ قرطبی نے عبد

marfat.com

الرحمان بن سابط سے نقل کیا ہے کہ دنیا کی تدبیر کرنے والے چار فرشتے ہیں: جبریل' میکائیل' ملک الموت اور اسرافیل' صلوٰت اللہ علیہم اجمعین' رہے جبریل تو وہ ہواؤں اور لشکروں پر مامور ہیں' اور میکائیل رزق کی فراہمی اور بارش نازل کرنے پر مقرر ہیں' اور ملک الموت کے ذمہ روحوں کو قبض کرنا ہے' اور رہے اسرافیل تو ان کا کام حوادث کو نازل کرنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ تدبیر کا مقام عرش الٰہی ہے اور عرش کے نیچے اس تدبیر کے مطابق کارروائی ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۸۱)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے معاملات کی اسباب سماویہ مثلاً فرشتوں کے ذریعہ تدبیر کرتا ہے' اور تدبیر کی اپنی طرف اضافت اس لیے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلہ میں بندوں کی تدبیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ایک اور سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الا لہ الخلق و الامر (الاعراف: ۵۴) ''سنو چیزوں کو پیدا کرنا اور ان کے لیے احکام کو نافذ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے'' اور پیدا کرنے اور احکام نافذ کرنے سے ہی عظمت ظاہر ہوتی ہے' کیونکہ جس سلطان کی کئی ملکوں پر حکومت ہو اور ان ملکوں میں اسی کے حکم پر عمل کیا جاتا ہو اس کی سطوت' شوکت اور ہیبت دلوں پر بیٹھ جاتی ہے۔

ایک ہزار سال میں اللہ تعالیٰ کی طرف کاموں کے چڑھنے کے محامل

اس کے بعد فرمایا: پھر وہ کام اس کی طرف اس دن میں چڑھے گا جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔ آیت کی اس حصہ کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ عرش اور لوح محفوظ سے قضاء وقدر کے احکام زمین پر نازل فرماتا ہے اور زمین پر وہ احکام نافذ ہوتے ہیں' جیسے موت اور حیات' صحت اور مرض' عطا اور منع کرنا' غنا اور فقر' جنگ اور صلح' عزت اور ذلت وغیرہ' اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے اپنی تقدیر کے مطابق یہ تدبیریں کرتا ہے اور اپنے تصرفات کو نافذ فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ عرش سے زمین پر فرشتوں کی وساطت سے اپنے احکام شرعیہ کو نافذ فرماتا ہے' پھر فرشتے ان احکام کے مطابق بندوں کے کیے ہوئے اعمال کو مقبول کرانے کے لیے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں' اور زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کا عرصہ ہے اور ان کے اترنے اور چڑھنے کی مسافت دنیا والوں کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے اگرچہ فرشتے یہ مسافت ایک دن سے بھی کم میں طے کر لیتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ روزانہ حادث ہونے والے معاملات کی تدبیر لوح محفوظ میں مقرر فرما دیتا ہے پھر فرشتے ان کو لے کر زمین پر اترتے ہیں پھر اس کی رپورٹ لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں جو فی نفسہ ایک ہزار سال کی مسافت ہے لیکن وہ بہت کم وقت میں چڑھتے ہیں۔

(۴) فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں اور ان پر اخلاص سے عمل کرنے والے چونکہ بہت کم ہوتے ہیں اس لیے کافی مدت کے بعد ان کے اعمال کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔

(۵) اہم اور عظیم امور کے متعلق عرش عظیم سے حکم صادر ہوتا ہے اور فرشتے اس حکم کو لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں اور فرشتے اس کو انجام دینے کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی اسباب کو مہیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق وہ عظیم امور مدت طویلہ تک باقی رہتے ہیں' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کسی اور عظیم کام کے اسباب مہیا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(۶) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہزار سال کی تدبیریں فرشتوں کو القاء فرما دیتا ہے اور یہ اس کے نزدیک ایک دن

marfat.com

ہے' پھر جب فرشتے ان کو انجام دے کر فارغ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں آئندہ ایک ہزار سال کی تدبیریں القا فرما دیتا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنا ہوتا ہے اس کے مبادی اور اسباب کا سلسلہ ایک ہزار سال پہلے شروع فرما دیتا ہے پھر وہ کام اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف ادوار میں گزرتا ہوا بہ تدریج اپنے منتہائے کمال تک پہنچتا ہے پھر اس کے جو نتائج اور آثار مرتب ہوتے ہیں وہ بارگاہ ربوبیت میں پیش ہونے کے لیے چڑھتے ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ اس کائنات کی جو تدبیر فرماتا ہے اگر انسان اور بشر اس کی تدبیر کرتے تو اس میں ایک ہزار سال لگتے۔

(۹) حضرت جبریل آسمان سے زمین کی طرف وحی لے کر آتے ہیں' پھر واپس اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں سے وحی قبول کی تھی اور یہ درحقیقت ایک ہزار سال کی مسافت ہے' کیونکہ زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور آنے جانے کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی مسافت ہے لیکن حضرت جبریل امین اس مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتے ہیں۔

(۱۰) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یوم سے مراد یوم قیامت ہو' یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں سے زمینوں تک تمام کائنات کی تدبیر فرماتا ہے' پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور تمام انسانوں کے اعمال آخری فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے اور یہی قیامت ہے اور یہ دن ایک ہزار سال کا ہو گا۔

پچاس ہزار سال کے دن اور ایک ہزار سال کے دن کی آیتوں میں تطبیق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کہتے ہیں کہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہو گا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ یہ دن پچاس ہزار سال کا ہو گا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المعارج: ۴)

فرشتے اور جبریل اس کی طرف اس دن میں چڑھیں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہو گا' لیکن وہ اپنی شدت اور ہولناکی کے اعتبار سے کفار پر پچاس ہزار اور مومن پر اپنی خفت اور آسانی کے اعتبار سے صرف اتنے وقت میں گزرے گا جتنے وقت میں ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے۔

سورۃ السجدہ میں دن کی مقدار ایام دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال فرمائی ہے اور سورۃ المعارج میں اس کی مقدار پچاس ہزار سال فرمائی ہے' مفسرین نے ان میں اس طرح تطبیق فرما دی ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت ایام دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے اور زمین کے آخری طبقہ سے لے کر پہلے آسمان تک یہ مسافت ایام دنیا کے اعتبار سے پچاس ہزار سال ہے۔

رہا یہ کہ ہم نے یہ کہا ہے کہ مومن کے اوپر یہ وقت اتنی دیر میں گزرے گا جتنے وقت میں فرض نماز پڑھی جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن کس قدر طویل ہو گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یہ وقت مومن پر بہت خفیف ہو کر گزرے گا' حتیٰ کہ مومن جتنے وقت میں دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا یہ اس سے بھی کم وقت میں گزر جائے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۶۵۷' حافظ الہیثمی نے بھی کہا

marfat.com

اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۳۳۷' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۲۱۳' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۰۳۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۳ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۹۰_۶۰۲۵)

امام الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں عطا اور مقاتل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق کا حساب قیامت کے دن بندوں کے ذمہ کیا جاتا تو اس میں پچاس ہزار سال لگتے لیکن اللہ تعالیٰ دنیا کے اعتبار سے آدھے دن میں اس حساب سے فارغ ہو جائے گا۔

محمد بن الفضل نے کلبی سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کا حساب فرشتوں اور جن وانس کے ذمہ لگا تو وہ پچاس ہزار سال میں بھی یہ حساب نہ لے پاتے' اور اللہ تعالیٰ ایامِ دنیا کی ایک ساعت میں اس حساب سے فارغ ہو جائے گا۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۵۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ہم نے یہ لکھا ہے کہ مومن پر یہ وقت بہت خفیف ہو کر گزرے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے محبوب کو دیکھ رہا ہو اس پر صدیاں بھی گھڑیوں کی طرح گزر جاتی ہیں اور مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کر رہے ہوں گے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ اس دن بہت سے چہرے تروتازہ اور خوش وخرم ہوں گے (القیامۃ: ۲۳_۲۲) اپنے رب کی طرف محو دید ہوں گے۔

اور کفار پر یہ دن سخت مشکل' دشوار اور عذاب میں گزرے گا کیونکہ جو محبوب سے فراق میں ہو اس پر گھڑیاں بھی صدیوں کی طرح گزرتی ہیں اور کفار قیامت کے دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ہرگز نہیں یہ لوگ اپنے رب سے اس دن حجاب میں رکھے (المطففین: ۱۵) جائیں گے۔

عالم الغیب کا معنیٰ' اس کا ربط اور اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہی عالم الغیب اور عالم الظاہر ہے' بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (السجدہ: ۶)

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ وہ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بتایا ہے کہ وہ صرف مخلوق کی تدبیر نہیں فرماتا بلکہ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا علم بھی رکھتا ہے اور صرف علم ہی نہیں رکھتا وہ بہت غالب بھی ہے لوگ جلوت میں کوئی عمل کریں یا خلوت میں کوئی عمل کریں اس سے کسی مخلوق کا کوئی عمل مخفی نہیں ہے' اگر وہ اس کی نافرمانی کریں یا اس سے بغاوت کریں تو وہ ان کا مواخذہ کرنے اور ان کی گرفت کرنے پر قادر ہے وہ غالب ہے ان کو ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے' اور وہ بے حد رحم فرمانے والا ہے' اس لیے اگر بندوں سے کوئی خطا ہو جائے تو وہ مایوس نہ ہوں وہ رحیم کریم ہے ان کی خطاؤں کو معاف کر دے گا۔

اور جو بندے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی حکم عدولی نہیں کرتے وہ ان پر رحم فرمائے گا اور ان کو اپنے فضل وکرم سے اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے اور کسی مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں سب سے زیادہ علم غیب عطا فرمایا ہے لیکن آپ کو بھی عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عزیز وجلیل ہیں لیکن آپ کو محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ عرف میں عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو چکا ہے اسی طرح اس کے باوجود کہ آپ کو بہت بلکہ سب سے زیادہ علوم غیبیہ عطا کیے گئے ہیں' آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے اس

marfat.com

لیے آپ کو عالم الغیب کے بجائے مطلع علی الغیب کہنا چاہیے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی نے ہر چیز کو حسین بنایا اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی O پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل چلائی O پھر اس (کے پتلے) کو ہموار کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو O (۹۔۷)

ہر چیز اور ہر مخلوق کو حامل حسن بنانا

اس آیت میں احسن کا لفظ ہے، جس کا مصدر احسان ہے، احسان کے دو معنی ہیں، ایک معنی ہے کسی پر انعام اور افضال کرنا، اور دوسرا معنی ہے کسی انسان کا حامل حسن ہونا، خواہ یہ حسن اس کے اقوال میں ہو یا اس کے افعال میں ہو۔ یا اس کی صورت میں یا اس کی حقیقت میں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حسین بنایا اس کا معنی ہے ہر چیز کو اس کی استعداد اور صلاحیت کے تقاضے کے مطابق بنایا۔ اور ہر چیز کو حکمت اور مصلحت کے اعتبار سے بنایا جانوروں کے پیر اور ان کی گردنیں لمبی بنائیں تا کہ ان پر رزق کا حصول دشوار نہ ہو، اسی طرح انسان کے تمام اعضاء اس طرح بنائے جس میں اس کی مصلحت ہو اور انسان کی تخلیق کو سب سے افضل قرار دیا۔ فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ O بے شک ہم نے انسان کا حسین قوام بنایا (اس کے اجزاء ترکیبی اور اعضاء سب سے اچھے بنائے)۔ (التین: ۴)

تمام جانداروں میں انسان کے جسم کی فضیلت ہے۔ انسان کے علاوہ اور کسی کی قامت سیدھی نہیں ہے، سب منہ نیچا کر کے کھاتے ہیں انسان طعام اٹھا کر منہ تک لے جاتا ہے منہ کھانے تک نہیں لے جاتا، اور یوں ہر مخلوق کو اس کی مصلحت اور اس کی صلاحیت کے اعتبار سے بہت اچھا اور بہت حسین بنایا ہے۔

جو جاندار بہ ظاہر بدصورت ہیں وہ بھی اس لحاظ سے حسین ہیں کہ وہ اللہ کی تخلیق ہیں، بعض چیزیں بہ ظاہر مضر ہوتی ہیں لیکن ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے منفعت رکھی ہے، ان میں سے بعض چیزوں کی مصلحت اور ان کی افادیت کا پہلے علم نہ تھا ان کا اب علم ہو گیا ہے۔ جیسے انسان کی پنڈلیوں میں کچھ زائد اور فالتو شریانیں ہوتی ہیں اور جب انسان کے دل کی شریانیں کولیسٹرول اور چربی سے بلاک (بند) ہو جاتی ہیں اور ان سے خون کا دوران نہیں ہو سکتا تو سرجری کے ذریعہ ان ناکارہ شریانوں کے ساتھ پنڈلی کی زائد شریانوں کو نکال کر ان کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، سو ان شریانوں کی افادیت کا اب علم ہو گیا ہے اسی طرح کائنات کے اور سربستہ راز ہیں جو بہ تدریج کھل رہے ہیں اور قیامت تک اسی طرح ان کا علم ہوتا رہے گا سو اللہ نے ہر چیز میں اور ہر مخلوق میں حسن رکھا ہے، کسی چیز کا حسن آنکھوں سے نظر آتا ہے اور کسی چیز کے حسن کا عقل ادراک کرتی ہے اس کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز حسن اور خوبی سے خالی نہیں خواہ ہم کو وہ حسن نظر آئے یا نہ آئے۔

انسان کو مٹی سے بنانا

اور فرمایا: اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی۔ اس ارشاد کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ اور ان کو مٹی سے بنایا ہے، دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہے، اور عام انسان بہ ظاہر نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے مٹی سے پیدا ہونے کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ عطا خراسانی سے روایت ہے کہ فرشتہ انسان کے مدفن سے مٹی اٹھا کر لاتا ہے اور اس کو انسان کے نطفہ پر چھڑک دیتا ہے اس سے اس کا خمیر تیار کیا جاتا ہے (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۶۵' الدر المنثور ج ۵ ص ۵۱۳)۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ نطفہ خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا زمین اور مٹی کی پیداوار سے حاصل ہوتی ہے تو اس طرح نطفہ کا

marfat.com

مآل بھی مٹی ہے اور یوں ہر انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

پانی کی ایک حقیر بوند سے انسان کو بنانا

اس کے بعد فرمایا: پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بڑھائی (السجدہ:۸)
یہ نطفہ انسان کی پشت سے نچڑتا ہے اور نسل کا معنی ہے اولاد یعنی اس نچڑی ہوئی حقیر بوند سے انسان کا سلسلہ نسب چلا
ہے۔

پھر فرمایا: پھر اس (کے پتلے) کو ہموار کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لیے کان' آنکھیں اور دل
بنائے' تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو○ (السجدہ:۹)

اللہ کی طرف روح کی اضافت کا معنی

اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں ضمیریں حضرت آدم کی طرف لوٹ رہی ہیں' یعنی حضرت آدم کے پتلے
کو ہموار اور معتدل کیا اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی' اور اس کے بعد حضرت آدم کی اولاد کا ذکر کیا اور تمہارے لیے
کان آنکھیں اور دل بنائے' تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۸۵)

اور اس کا دوسرا محمل ہے کہ یہ ضمیریں' حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور انسان کی طرف لوٹ رہی ہیں اور اس آیت کا
معنی یہ ہے کہ پھر اس نطفہ کو معتدل کیا اور ماں کے رحم میں اس کے اعضاء کو مکمل کیا اور اس کی تصویر اس کی صلاحیت کے مطابق
جیسی چاہیے تھی ویسی بنائی' اور اس میں اپنی روح پھونکی' روح کی اپنی طرف اضافت اس کو مشرف کرنے کے لیے ہے جیسے بیت
اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ یہ بہت عظیم مخلوق ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۸۸)

روح کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:
اس آیت میں روح پھونکنے کا جو ذکر ہے وہ اطلاق مجازی ہے' اور اس سے مراد یہ ہے کہ روح کو بدن کے متعلق کر دیا'
یہ ان کے مذہب کے موافق ہے جو کہتے ہیں کہ روح بدن سے مجرد ہے' اور بدن میں داخل نہیں ہے' یہ فلاسفہ اور بعض متکلمین کا
مذہب ہے' امام غزالی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اطلاق حقیقی ہے اور جو فرشتہ رحم کے ساتھ مقرر
ہے اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ چار ماہ بعد جب نطفہ جسمانی صورت میں بنا دیا جائے تو پھر اس میں روح پھونک دی جائے' اور اس
طرف وہ لوگ گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ روح ہوا کی طرح جسم لطیف ہے اور اس کا بدن میں اس طرح حلول ہے جس طرح
گلاب کے پانی کا گلاب میں حلول ہوتا ہے اور آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' اور ظاہر احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی
ہیں اور علامہ ابن قیم جوزی نے اس پر سو دلیلیں قائم کی ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابو السعادت المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری التوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
قرآن اور حدیث میں روح کا کئی بار ذکر آیا ہے' اور اس کا کئی معانی پر اطلاق کیا گیا ہے' اور اس کا غالب اطلاق اس
پر ہے جس کے ساتھ جسم قائم ہے اور جس کے سبب سے جسم میں حیات ہے' اس کے علاوہ اس کا اطلاق' قرآن' وحی' رحمت
جبریل پر بھی کیا گیا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

ابوبکر انباری نے کہا روح اور نفس ایک ہی چیز ہے البتہ عربی زبان میں روح کا لفظ مذکر ہے اور نفس کا لفظ مؤنث ہے' فرا نے کہا روح وہ چیز ہے جس کے سبب سے انسان زندہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی روح کا علم نہیں دیا' اور ابوالہیثم نے کہا روح انسان کا سانس ہے اور جب سانس نکل جاتا ہے تو انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے' اور انسان کی آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ (تاج العروس ج ۲ ص ۱۴۷' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک روح کا معنی معلوم ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ خون ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ جسم لطیف ہے اور ظاہری اعضاء کی طرح اس کے بھی اعضاء ہیں' اشعری نے کہا وہ سانس ہے جو آ رہا ہے اور جا رہا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ حیات ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا روح خون ہے' اور اس کی تعریف میں ستر قول ذکر کیے گئے ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح اور نفس ایک ہی چیز ہیں یا نہیں! زیادہ صحیح یہ ہے کہ روح اور نفس متغایر ہیں' نفس انسانی وہ چیز ہے جس کی طرف ہم میں سے ہر شخص ''میں'' یا ''ہم'' سے اشارہ کرتا ہے' اور اکثر فلاسفہ نے روح اور نفس میں فرق نہیں کیا' انہوں نے کہا نفس لطیف بخاری جوہر ہے (اسٹیم اور بھاپ کی طرح ہے) جو حیات' حس اور حرکت ارادیہ کی قوت کا حامل ہے وہ اس کا نام روح حیوانی رکھتے ہیں اور یہ نفس ناطقہ اور بدن کے درمیان واسطہ ہے' امام غزالی نے کہا روح ایک جوہر حادث ہے جو بنفسہ قائم ہے جو غیر متحیز ہے (یعنی وہ جگہ نہیں گھیرتا) وہ جسم میں نہ داخل ہے نہ خارج ہے وہ جسم سے متصل ہے نہ منفصل ہے' ایک قول یہ ہے کہ روح جسم کی صورت کی طرح ایک لطیف عضو ہے اس کی دو آنکھیں' دو کان' دو ہاتھ اور دو پیر ہیں' اور جسم کے ہر عضو کے مقابلہ میں اس کا ایک لطیف عضو ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ انسان کے بدن میں ایک لطیف جسم ہے اور اس کا انسان کے جسم میں اس طرح حلول ہے جس طرح گلاب کے پانی کا گلاب میں حلول ہوتا ہے' حکماء اور علماء متقدمین اور متاخرین کا روح کی تعریف میں بہت اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری جز ۲ ص ۲۰۱' مطبوعہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

روح انسانی ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کو علم اور ادراک ہوتا ہے اور وہ روح حیوانی پر سوار ہوتی ہے' وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے عقلیں اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں' اور یہ روح کبھی بدن سے مجرد ہوتی ہے اور کبھی بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے۔ (التعریفات ص ۸۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

روح کے مصداق میں مختلف اقوال

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے کہ انسان اس جسم مخصوص کا نام ہے جو اس جسم کے اندر ہے' اور اس کے مصداق میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) انسان ان اخلاط اربعہ (سوداء' صفراء' خون اور بلغم) کا نام ہے جن سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

(۲) انسان خون ہے۔

(۳) جسم کی بائیں جانب دل کے پاس روح لطیف ہے جو تمام اعضاء کی شریانوں میں نفوذ پذیر ہے' وہی انسان ہے۔

marfat.com

(۴) انسان وہ روح ہے جو قلب میں دماغ کی طرف چڑھ رہی ہے اور وہ قوت حفظ' فکر اور ذکر کی صلاحیت رکھتی ہے۔
(۵) وہ دل میں ایک غیر منقسم جز ہے۔

روح کی صحیح تعریف

روح ایک ایسا جسم ہے جس کی ماہیت اس جسم محسوس کی مخالف ہے' وہ جسم نورانی علوی خفیف ہے' زندہ ہے متحرک ہے ج
تمام اعضاء میں نفوذ کرتا ہے اور اس کا ان اعضاء میں اس طرح حلول ہے جس طرح پانی کا گلاب میں حلول ہے اور تیل
زیتون میں' اور آگ کا انگارہ میں حلول ہے۔ اور جب تک اس جسم لطیف کا ان اعضاء میں حلول رہتا ہے ان اعضاء سے حس
اور حرکت ارادیہ کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں' اور جب اخلاط غلیظہ کے غلبہ سے یہ اعضاء فاسد ہو جائیں اور حس اور حرکت
ارادیہ کے آثار قبول نہ کر سکیں تو روح بدن سے نکل جاتی ہے اور عالم ارواح کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔
مذکور الصدر روح کے متعلق چھٹا قول ہی صحیح ہے اور اس کے علاوہ باقی تمام اقوال باطل ہیں' کتاب' سنت' اجماع صحا
دلائل عقلیہ اور فطریہ سے روح کی یہی تعریف ثابت ہے۔

روح کے جسم لطیف ہونے' بدن میں حلول کرنے' منتقل ہونے اور درد اور لذت..... کا ادراک کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت' اور جنہیں موت نہیں
آئی ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ف
چکا ہے' ان (کی روحوں) کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک
میعاد معین تک چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے' ان کو روک لیتا ہے اور ان کو چھوڑ دیتا ہے' اس
معلوم ہوتا ہے کہ روح جسم ہے اس کو پکڑا' روکا اور چھوڑا جا سکتا ہے اور یہ ایک لطیف جسم ہے جو پہلے جسم میں تھی پھر اس کو پکڑ
جسم سے نکال لیا گیا۔

وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ۔ (الانعام: ۹۳)

اور اگر آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت
سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) ہاتھ بڑھا ر
ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے) اب اپنی روح کو نکالو! آج تم
ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روح کو پکڑنے کے لیے فرشتے اپنے ہاتھ بڑھائیں گے اور یہ تب ہوگا جب روح جسم ہو اور کہی
گے کہ اپنی روحوں کو نکالو اور یہ جب ہوگا کہ روح کا جسم میں حلول ہو اور روح کو اس دن عذاب ہوگا اور عذاب درد کے ادراک کو
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روح میں ادراک کی صلاحیت ہے۔ نیز اس آیت کے بعد میں فرمایا: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰ
(الانعام: ۹۴) آج تم ہمارے پاس الگ الگ آئے ہو اس سے معلوم ہوا کہ روحیں آتی جاتی ہیں' یہ کل سات دلائل ہوئے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۔ (الانعام: ۶۰)

اور وہی ہے جو رات میں تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے
اس کو علم ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو پھر وہ تم کو دوبارہ اٹھا
تا کہ میعاد معین پوری کی جائے۔

marfat.com

نیز فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○ (الانعام: ۶۱)

حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ بالکل کوتاہی نہیں کرتے۔

ان آیتوں میں تین دلیلیں ہیں (۱) فرشتے رات کو روحوں کو عارضی طور پر قبض کرتے ہیں (۲) دن میں ان روحوں کو واپس جسموں میں لوٹا دیتے ہیں (۳) موت کے وقت فرشتے روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ اور یہ تبھی ہو گا جب روح جسم لطیف ہو اور اس کا جسم میں حلول ہو اب یہ دس دلیلیں ہو گئیں۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ (الفجر: ۳۰-۲۷)

اے مطمئن روح ○ تو اپنے رب کی طرف اس کیفیت میں لوٹ جا کہ تو اس سے خوش ہو وہ تجھ سے خوش ہو ○ سو تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ان آیتوں میں بھی چار دلیلیں ہیں (۱) روح کو لوٹنے کا حکم دیا (۲) خاص بندوں میں داخل ہونے کا حکم دیا (۳) اور اس کو خوش ہونے کا حکم دیا (۴) اور اس کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ یہ چودہ دلیلیں ہو گئیں کہ روح جسم ہے وہ آتی جاتی ہے، حکم سنتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

روح کے جسم لطیف ہونے اور مذکورہ صفات کے حامل ہونے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۴، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۲۸۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ روح کو قبض کیا جاتا ہے اور آنکھ اس کو دیکھتی ہے۔ یہ اس کے جسم ہونے کی دلیل ہے اور کل سولہ دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روح، دوسری روح سے (خواب میں) ملاقات کرتی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۵-۲۱۴، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۰۱۷)

اس حدیث میں خواب میں روح کی روح سے ملاقات کا ذکر ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زندوں کی روحیں اور مُردوں کی روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کرتی ہیں۔ یہ سترہ دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جب چاہے تمہاری روحیں (نیند میں) قبض فرما لیتا ہے اور جب چاہے واپس فرما دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۹۸۵، عالم الکتب)

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں روحوں کو قبض کرنا اور ان کو واپس کرنا، یہ ان کے جسم ہونے اور جسم میں حلول کی دلیلیں ہیں اب انیس دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہو جو جنت کے درخت میں لٹکا ہوا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۷-۴۵۶ طبع قدیم)

marfat.com

(۴) انسان وہ روح ہے جو قلب میں دماغ کی طرف چڑھ رہی ہے اور وہ قوت حفظ' فکر اور ذکر کی صلاحیت رکھتی ہے۔
(۵) وہ دل میں ایک غیر منقسم جز ہے۔

روح کی صحیح تعریف

روح ایک ایسا جسم ہے جس کی ماہیت اس جسم محسوس کی مخالف ہے' وہ جسم نورانی علوی خفیف ہے' زندہ ہے متحرک ہے جو تمام اعضاء میں نفوذ کرتا ہے اور اس کا ان اعضاء میں اس طرح حلول ہے جس طرح پانی کا گلاب میں حلول ہے اور تیل کا زیتون میں' اور آگ کا انگارہ میں حلول ہے۔ اور جب تک اس جسم لطیف کا ان اعضاء میں حلول رہتا ہے ان اعضاء سے حس اور حرکت ارادیہ کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں' اور جب اخلاط غلیظہ کے غلبہ سے یہ اعضاء فاسد ہو جائیں اور حس اور حرکت ارادیہ کے آثار قبول نہ کرسکیں تو روح بدن سے نکل جاتی ہے اور عالم ارواح کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

مذکور الصدر روح کے متعلق چھٹا قول ہی صحیح ہے اور اس کے علاوہ باقی تمام اقوال باطل ہیں' کتاب' سنت' اجماع صحابہ' دلائل عقلیہ اور فطریہ سے روح کی یہی تعریف ثابت ہے۔

روح کے جسم لطیف ہونے' بدن میں حلول کرنے' منتقل ہونے اور درد اور لذت ..... کا ادراک کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت' اور جنہیں موت نہیں آئی ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ فرما چکا ہے' ان (کی روحوں) کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک میعاد معین تک چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے' ان کو روک لیتا ہے اور ان کو چھوڑ دیتا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح جسم ہے اس کو پکڑا' روکا اور چھوڑا جا سکتا ہے اور یہ ایک لطیف جسم ہے جو پہلے جسم میں تھی پھر اس کو پکڑ کر جسم سے نکال لیا گیا۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ۔ (الانعام: ۹۳)

اور اگر آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے) اب اپنی روح کو نکالو! آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روح کو پکڑنے کے لیے فرشتے اپنے ہاتھ بڑھائیں گے اور یہ تب ہوگا جب روح جسم ہو' اور کہیں گے کہ اپنی روحوں کو نکالو' اور یہ جب ہوگا کہ روح کا جسم میں حلول ہو اور روح کو اس دن عذاب ہوگا اور عذاب درد کے ادراک کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روح میں ادراک کی صلاحیت ہے۔ نیز اس آیت کے بعد میں فرمایا: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى (الانعام: ۹۴) آج تم ہمارے پاس الگ الگ آئے ہو اس سے معلوم ہوا کہ روحیں آتی جاتی ہیں' یہ کل سات دلائل ہوئے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۔ (الانعام: ۶۰)

اور وہی ہے جو رات میں تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے اور اس کو علم ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو پھر وہ تم کو دوبارہ اٹھائے گا تاکہ میعاد معین پوری کی جائے۔

marfat.com

نیز فرمایا:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ○ (الانعام: ۶۱)

حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ بالکل کوتاہی نہیں کرتے۔

ان آیتوں میں تین دلیلیں ہیں (۱) فرشتے رات کو روحوں کو عارضی طور پر قبض کرتے ہیں (۲) دن میں ان روحوں کو واپس جسموں میں لوٹا دیتے ہیں (۳) موت کے وقت فرشتے روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ اور یہ تبھی ہو گا جب روح جسم لطیف ہو اور اس کا جسم میں حلول ہو' اب یہ دس دلیلیں ہو گئیں۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ (الفجر: ۳۰۔۲۷)

اے مطمئن روح○ تو اپنے رب کی طرف اس کیفیت میں لوٹ جا کہ تو اس سے خوش ہو' وہ تجھ سے خوش ہو○ سو تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا○ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ان آیتوں میں بھی چار دلیلیں ہیں (۱) روح کو لوٹنے کا حکم دیا (۲) خاص بندوں میں داخل ہونے کا حکم دیا (۳) اور اس کو خوش ہونے کا حکم دیا (۴) اور اس کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ یہ چودہ دلیلیں ہو گئیں کہ روح جسم ہے وہ آتی جاتی ہے' حکم سنتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

روح کے جسم لطیف ہونے اور مذکورہ صفات کے حامل ہونے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۲۸۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ روح کو قبض کیا جاتا ہے اور آنکھ اس کو دیکھتی ہے۔ یہ اس کے جسم ہونے کی دلیل ہے اور کل سولہ دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روح' دوسری روح سے (خواب میں) ملاقات کرتی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۵۔۲۱۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۰۱۷)

اس حدیث میں خواب میں روح کی روح سے ملاقات کا ذکر ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زندوں کی روحیں' اور مُردوں کی روحیں خواب میں ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کرتی ہیں۔ یہ سترہ دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جب چاہے تمہاری روحیں (نیند میں) قبض فرمالیتا ہے اور جب چاہے واپس فرما دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۹۸۵' عالم الکتب)

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں روحوں کو قبض کرنا اور ان کو واپس کرنا' یہ ان کے جسم ہونے اور جسم میں حلول کی دلیلیں ہیں اور اب انیس دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں لٹکا ہوا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۷۔۴۵۶ طبع قدیم)

marfat.com

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں مومن کی روح کو پرندہ فرمایا اور درخت کے ساتھ لٹکا ہوا فرمایا۔ اب اکیس دلیلیں ہوئیں۔

شہداء کی روحوں کو جنت کا رزق ملنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آل عمران: ۱۶۹ کے متعلق آپ سے سوال کیا تھا: آپ نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں اور ان کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں' وہ جہاں سے چاہتے ہیں جنت میں چرتے ہیں' پھر ان قندیلوں میں لوٹ آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے' تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے' وہ کہتے ہیں کس چیز کی خواہش کریں' ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہاں جا کر چر لیتے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۱)

اس حدیث میں چھ دلیلیں ہیں (۱) روحیں پرندوں کے پیٹ میں ہیں (۲) وہ جنت میں چرتی ہیں (۳) جنت کا پھل کھاتی ہیں اور جنت کے دریا سے پانی پیتی ہیں (۴) وہ قندیلوں میں لوٹ جاتی ہیں اور وہیں بسیرا کرتی ہیں (۵) اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا جواب دیتی ہیں (۶) وہ دنیا میں واپس جانے کو طلب کرتی ہیں تاکہ پھر شہید ہوں۔

یہ ستائیس دلیلیں ہوئیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مقام الغابہ میں اپنا مال لینے کے لیے گیا' مجھے رات ہو گئی تو میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس پہنچا میں نے قبر سے اتنی حسین آواز سنی کہ اس سے پہلے میں نے اتنی حسین آواز نہیں سنی تھی' یہ قرآن پڑھنے کی آواز تھی میں اس آواز سے مانوس ہو گیا اور میں صبح تک قرأت سنتا رہا' پھر میں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا یہ عبداللہ بن عمرو تھے' اے طلحہ! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل نے شہداء کی روحوں کو قبض کیا اور ان کو زمرد اور یاقوت کی قندیل میں رکھا اور اس قندیل کو جنت کے وسط میں رکھ دیا جب رات آتی ہے تو ان کی روحیں وہیں لوٹا دی جاتی ہیں جہاں پر وہ تھیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۲۶۱)

اس حدیث میں مزید چار دلیلیں ہیں (۱) روحوں کا قندیل میں ہونا (۲) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا (۳) قبر کے پاس قرآن پڑھنا (۴) ان کا کسی مکان میں پہنچنا۔

مومن اور کافر کی روحوں کو قبر میں ان کے جسموں میں داخل کرنا

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم ایک قبر کے پاس بیٹھے' اس کی لحد بنائی جا رہی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے پاس اس طرح بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کھرچ رہے تھے' آپ نے سر اٹھا کر فرمایا عذاب قبر سے پناہ طلب کرو' یہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا' پھر آپ نے فرمایا جب لوگ میت کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے' اس سے کہا جاتا ہے اے شخص! تیرا رب کون ہے' تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔ ھناد نے کہا اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے' وہ اس سے پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے! وہ پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں! وہ پوچھتے ہیں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ میں پڑھا میں اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی' پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف سے کھڑکی

marfat.com

کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آتی ہے اور اس کے لیے وہ جگہ منتہائے نظر تک کھول دی جاتی ہے اور فرمایا کافر کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا' پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے اس نے جھوٹ کہا اس کے لیے دوزخ کا فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی گرم ہوا اور اس کی تپش آئے گی' اور اس پر قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کر دیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک ایسا گرز ہو گا کہ اگر اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ اس کو اس گرز سے مارے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انس کے سوا تمام مشرق اور مغرب والے سنیں گے' وہ مردہ مٹی ہو جائے گا اور اس میں اس کی روح پھر لوٹا دی جائے گی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۹' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روح کو جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

مومن اور کافر کی روحوں کی ان کے جسموں سے نکلنے کی کیفیت اور ان کے برزخی حالات اور ان کا باہمی فرق

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت زیادہ تفصیل سے مسند احمد میں ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم قبر تک پہنچے' جب لحد بنائی جا رہی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے' آپ نے سر اٹھا کر دو بار یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' پھر آپ نے فرمایا: جب بندہ مومن کے دنیا سے منقطع ہونے اور آخرت کی طرف روانہ ہونے کا وقت آتا ہے تو سفید چہرے والے فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں' گویا کہ ان کے چہروں میں آفتاب ہو' ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے وہ منتہائے بصر تک اس بندہ مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں' اور کہتے ہیں اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل۔ پھر وہ روح جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشک سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں' پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے' پھر پکڑنے کے بعد پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کو فرشتے نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اس کو کفن میں رکھ دیتے ہیں' اور اس میں خوشبو لگا دیتے ہیں' اور اس سے مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو آتی ہے اور روئے زمین پر ایسی خوشبو نہیں ہوتی' پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' پھر وہ جن فرشتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کیسی پاکیزہ خوشبو ہے' تو دنیا میں اس روح کا جو سب سے اچھا نام لیا جاتا تھا وہ نام ذکر کر کے فرشتے اس روح کا تعارف کراتے ہیں' حتیٰ کہ وہ آسمان دنیا پر پہنچ جاتے ہیں' پھر اس آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اسی طرح وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں' تب اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے اس بندہ کا صحیفہ اعمال علیین میں رکھ دو' اور اس روح کو زمین پر لوٹا دو' کیونکہ میں نے اس کو زمین (مٹی) سے ہی پیدا کیا ہے اور میں اس کو اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے اس کو دوبارہ اٹھاؤں گا' آپ نے فرمایا: پھر اس کی روح دوبارہ اس کے جسم میں لوٹا دی جائے گی' پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور

marfat.com

اس سے کہیں گے تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے' پھر فرشتے اس سے کہیں گے تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا
دین اسلام ہے' پھر فرشتے اس سے کہیں گے یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں'
فرشتے کہیں گے تمہیں ان کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے سو میں ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی'
پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا
لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو' آپ نے فرمایا پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو
آئے گی' اور اس کے لیے قبر میں منتہاء بصر تک وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کے پاس ایک حسین شخص خوب صورت کپڑے
پہنے ہوئے اور اچھی خوشبو لگائے ہوئے آئے گا اور کہے گا جس دن سے تم کو ڈرایا جاتا تھا آج تمہیں اس دن کی آسانی مبارک
ہو! وہ بندہ مومن کہے گا! تم کون ہو اور تم کتنے حسین چہرے والے ہو' وہ شخص کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں' وہ بندہ مومن کہے
گا: اے میرے رب! ابھی قیامت قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں! آپ نے فرمایا اور جب بندہ
کافر پر دنیا سے منقطع ہونے اور آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سیاہ فام فرشتے اترتے ہیں ان کے پاس
سخت موٹا ٹاٹ ہوتا ہے' وہ منتہاء بصر تک بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اس بندہ کافر
سے کہتا ہے: اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف نکل' پھر وہ روح اس کے جسم میں متفرق جگہ بکھر
جاتی ہے' فرشتے اس کی روح کو اس کے جسم سے اس طرح کھینچ کر نکالتے ہیں جس طرح بھیگے ہوئے اون سے سلاخ کو کھینچ کر
نکالا جاتا ہے' ملک الموت اس کی روح کو پکڑ لیتا ہے اور فرشتے اس کو پکڑتے ہی پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کو نہیں چھوڑتے اور
فوراً اس کو اس موٹے ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں وہ روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو وہ روئے زمین کی سب سے زیادہ سخت بدبو
ہوتی ہے' وہ اس روح کو لے کر جن فرشتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کیسی خبیث روح ہے! تو فرشتے بتاتے ہیں
کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کا وہ نام لیتے ہیں جو دنیا میں اس کا سب سے برا نام تھا' حتیٰ کہ اس کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچتے
ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۔ (الاعراف: ۴۰)

کافروں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے صحیفہ اعمال کو زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں رکھ دو پھر اس روح کو پھینک دیا جائے گا' پھر
آپ نے اس آیت کو پڑھا:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۔ (الحج: ۳۱)

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے پس وہ گویا آسمان سے گر پڑا اب یا تو اس کو پرندے جھپٹ کر لے جائیں گے یا ہوا اس کو کہیں دور دراز جگہ پھینک دے گی۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے جو اس کو بٹھا دیں گے پس وہ اس
سے کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! پھر وہ اس سے کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں
نہیں جانتا! پھر وہ کہیں گے یہ کون شخص ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا' وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! پھر آسمان سے ایک منادی ندا
کرے گا اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دو' پھر اس کے پاس

marfat.com

دوزخ کی تپش اور اس کی گرم ہوا آئے گی اور اس پر قبر تنگ ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں گی۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت شخص آئے گا۔ جس کے کپڑے بھی بہت برے ہوں گے اور وہ سخت بدبودار ہوگا وہ کہے گا تم کو مبارک ہو آج وہ برا دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا وہ کافر کہے گا تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ کتنا بدصورت ہے؟ وہ کہے گا میں تمہارا خبیث عمل ہوں! تو وہ کہے گا: اے میرے رب ابھی قیامت قائم نہ کرنا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۳۷، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۷۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲۔۳۸۰، مطبوعہ کراچی، ۱۴۰۶ھ، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۵۸۱، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸۔۲۸۷ طبع قدیم، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۴۴۳، جدید دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ، الشریعۃ للاجری رقم الحدیث ۸۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۷۵۳۰، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۳ قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۱۳۰۲، جدید۔ حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ نے بھی لکھا ہے اس کی سند صحیح ہے، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۷۲۔۳۷۰، دار ابن کثیر ۱۴۱۴ھ، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۸ قدیم، علامہ قرطبی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، التذکرہ ج ۱ ص ۱۹۳۔۱۹۱، دارالبخاری ۱۴۱۷ھ، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۴۴ قدیم، حافظ ابن قیم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، کتاب الروح ص ۴۱۔۳۹، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰۔۴۹، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۶۳۰، شرح الصدور ص ۵۶۔۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۴ھ، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۹۳۶۔۴۲۵۱۲۔۴۲۵۱۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ریشم کے کپڑے میں مشک اور پھولوں کا گلدستہ لاتے ہیں اور اس کے جسم سے روح اس طرح نکالی جاتی ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف نکلو تم اس سے خوش وہ تم سے خوش، پھر اس روح کو اس کپڑے میں لپیٹ کر علیین کی طرف لے جاتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۴ قدیم، رقم الحدیث: ۳۴۱۰ جدید)

علامہ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ اس حدیث کے فوائد کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۱) ملک الموت مومن کی روح سے کہتا ہے یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اس سے معلوم ہوا کہ روح خطاب کو سنتی اور سمجھتی ہے (۲) اس حدیث میں ہے اے روح تو اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل (۳) اس حدیث میں ہے وہ روح جسم سے اس طرح بہتی ہوئی نکلتی ہے جس طرح پانی کا قطرہ مشک سے نکلتا ہے (۴) اس میں ہے کہ فرشتے پلک جھپکنے کے لیے بھی اسے نہیں چھوڑتے اور فوراً اس روح کو پکڑ لیتے ہیں (۵) اس میں ہے کہ وہ مشک سے معطر کیے ہوئے کفن میں اس کو رکھ دیتے ہیں اور اس پر خوشبو لگاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ روح کو کفن میں رکھا جاتا ہے اور اس پر خوشبو لگائی جاتی ہے (۶) اس میں ہے کہ پھر اس روح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے (۷) پھر ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس سے ملاقات کرتے ہیں (۸) اس میں ہے کہ اس روح سے مشک سے زیادہ اچھی خوشبو آتی ہے (۹) اس میں ہے کہ اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (۱۰) ہر آسمان پر مقرب فرشتے اس روح کا استقبال کرتے ہیں حتیٰ کہ اسے اس کے رب کے پاس پہنچا دیتے ہیں (۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو زمین کی طرف لے جاؤ (۱۲) پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جائے گی (۱۳) کافر کی روح کے متعلق فرمایا پھر اس کی روح اس کے جسم میں بکھر جائے گی اور فرشتے اس کی روح کو کھینچ کر نکالیں گے (۱۴) اس روح سے جو بدبو آئے گی وہ روئے زمین پر سب سے سخت بدبو ہوگی (۱۵) اس روح کو آسمان سے اٹھا کر زمین کی طرف پھینک دیا جائے گا (۱۶) جب فرشتے اس روح کو لے کر فرشتوں کے

marfat.com

پاس سے گزریں گے تو فرشتے کہیں گے کہ یہ کیسی سخت بدبو ہے (۱۷) فرشتے اس کو قبر میں بٹھا کر پوچھیں گے کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے' اگر وہ روح سے یہ کہیں گے تو پھر یہ روح سے کلام کا ثبوت ہے اور اگر وہ بدن سے کہیں گے تو یہ آسمان سے روح کے لوٹائے جانے کے بعد ہوگا (۱۸) فرشتے اس روح کے متعلق اپنے رب سے کہیں گے کہ یہ تیرا فلاں بندہ ہے (۱۹) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اس روح کو لے جاؤ اور اس کو دکھاؤ میں نے اس کے لیے کیا معزز چیزیں تیار کی ہیں پھر مومن کی روح کو جنت اور کافر کی روح کو دوزخ دکھائی جائے گی (۲۰) مومن کی روح پر آسمان کا ہر فرشتہ صلاۃ پڑھے گا' پس بنو آدم جسم پر صلاۃ پڑھتے ہیں اور فرشتے روح پر صلاۃ پڑھتے ہیں (۲۱) روح قیامت تک جنت یا دوزخ کو (قبر کی کھڑکی سے) دیکھتی رہے گی' بدن تو بوسیدہ ہو کر گل جائے گا اور ان دونوں ٹھکانوں کو روح دیکھتی رہے گی' اور یہ روح کے آثار اور افعال پر ترپن دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا مومن کی روح جسم سے نکلتی ہے تو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے' جو فرشتے اس مومن پر وفات طاری کرتے ہیں وہ اس کی روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' ان کی آسمان کے فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے' وہ پوچھتے ہیں تمہارے ساتھ کون ہے؟ وہ بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کے نیک اعمال بتاتے ہیں' وہ کہتے ہیں اللہ تم کو بھی زندہ رکھے اور جو تمہارے ساتھ ہے اس کو بھی زندہ رکھے' پھر اس روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس مومن کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے' پھر وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اس کا چہرہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوتا ہے' اور جب کافر کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے' اس پر موت طاری کرنے والے فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' پھر آسمان کے نزدیک ان کی دوسرے فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے' وہ پوچھتے ہیں یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ وہ بتاتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے اور اس کے برے اعمال کا ذکر کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں اس کو واپس لے جاؤ' اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا' پھر حضرت ابوموسیٰ نے یہ آیت پڑھی:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۔ (الاعراف: ۴۰)

اور کافر جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۳-۳۸۲' مطبوعہ کراچی' ۱۴۰۶ھ' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۰۶۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' کتاب الروح ص ۷۵' شرح الصدور ص ۶۶-۶۵)

علامہ ابن قیم جوزی نے کہا ہے اس حدیث میں دس دلیلیں ہیں:

(۱) روح کا نکلنا (۲) اس کا خوشبودار ہونا (۳) فرشتوں کا اس کو لے کر چلنا (۴) فرشتوں کا اس کی تعظیم کرنا (۵) فرشتوں کا روح کو پکڑنا (۶) فرشتوں کا اس کو لے کر چڑھنا (۷) اس کے نور سے آسمانوں کا روشن ہونا (۸) اس کو لے کر عرش پر پہنچنا (۹) فرشتوں کا اس کے متعلق سوال کرنا یہ کون ہے (۱۰) کافر کی روح کے متعلق فرشتوں کا یہ کہنا اس کو زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں لے جاؤ۔ یہ تریسٹھ دلیلیں ہو گئیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوتی ہے' آسمان والے کہتے ہیں تو پاکیزہ روح ہے زمین کی طرف سے آئی ہے' اللہ تیری مغفرت کرے' اور اس جسم کی مغفرت کرے جس میں تو آباد تھی' پھر فرشتہ اس کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جاتا ہے' اللہ فرماتا ہے اس کو اس کی آخری مدت تک لے جاؤ' (یعنی اس کو علیین کی طرف لے جاؤ) اور جب کافر کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو سخت بدبو آتی ہے اور آسمان والے کہتے ہیں یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔

marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۲، مشکوٰۃ شریف رقم الحدیث: ۱۶۲۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۱۷۰)

اس حدیث میں روح کے جسم لطیف ہونے پر چھ دلیلیں ہیں:

(۱) روح سے فرشتے ملاقات کرتے ہیں (۲) روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں (۳) فرشتے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے (۴) فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں (۵) اس کی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے (۶) اس کو اللہ عزوجل کے پاس لے جاتے ہیں۔ اس حدیث سمیت یہ انہتر دلیلیں ہیں۔

اس نوع کی مزید احادیث ذکر کر کے علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ ھ نے تیس مزید دلیلیں نکالی ہیں اور ان سے یہ ثابت کیا ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے جس کا جسم عنصری میں حلول ہوتا ہے، اس کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے، اس کو منتقل کیا جاتا ہے یہ دیکھتی ہے، سنتی ہے، کلام کرتی ہے، مومن کی روح خوشبودار ہوتی ہے اور کافر کی روح بدبودار ہوتی ہے، اور ان میں اور بھی امتیازات ہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۸۱۔۱۷۱، دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۱۰ ھ)

روح کے مزید مباحث اور نفس اور روح کے فرق کی تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ۶ ص ۷۹۳۔ ۷۸۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر ہماری از سر نو پیدائش ہوگی؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں ○ آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ (السجدہ: ۱۱۔۱۰)

ضلال کے معانی

کفار قریش میں سے جو لوگ قیامت کے منکر تھے انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو کر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر ہماری از سر نو پیدائش ہوگی، اس آیت میں ضللنا کا لفظ ہے اور اس کا مصدر ضلال ہے، اور ضلال کے حسب ذیل معانی ہیں۔

ضلال جب ہدایت کے مقابلہ میں ہو تو اس کا معنی ہے صراط مستقیم سے انحراف کرنا، قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ (یونس: ۱۰۸)

سو جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے فائدے ہی کے لیے ہدایت کو اختیار کیا اور جس نے گم راہی کو اختیار کیا تو اس نے (انجام کار) اپنے ضرر کے لیے گم راہی کو اختیار کیا۔

شدت شوق اور زیادہ محبت کو بھی ضلال کہتے ہیں، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب سے کہا:

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (یوسف: ۹۵)

بے شک آپ اپنی اسی پرانی محبت میں ہیں۔

سہو اور اجتہادی خطا پر بھی ضلال کا اطلاق کیا جاتا ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الزام دیا کہ تم نے ایک بے قصور شخص کو قتل کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا:

فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ (الشعراء: ۲۰)

یہ کام میں نے سہو اور اجتہادی خطا سے کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس قبطی کو گھونسا مارا تھا جس کے نتیجہ میں وہ مر گیا اس لیے آپ نے اس کو سہو اور اجتہادی خطا قرار دے کر ضلال سے تعبیر فرمایا، تاہم کسی اور شخص کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل کو ضلال کہنا جائز نہیں ہے۔

نسیان کو بھی ضلال کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے، دو عورتوں کو گواہ بنانے کی وجہ ذکر فرمائی:

marfat.com

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى . تا کہ دو گواہ عورتوں میں سے ایک بھولے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ (البقرہ: ۲۸۲)

ضلال غفلت کے معنی میں بھی آتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ (طٰہٰ: ۵۲) میرا رب نہ غافل ہوتا ہے نہ بھولتا ہے۔

جس طرح اللہ نے ہدایت کے اسباب پیدا کیے ہیں اسی طرح اس نے گمراہی کے اسباب بھی پیدا کیے ہیں اور جب انسان خود گمراہی کے اسباب کو اختیار کرے تو ان اسباب کی تخلیق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المومن: ۷۴) اللہ اسی طرح کافروں میں گم راہی پیدا فرماتا ہے۔

یعنی جب انسان نے اپنے اختیار اور ارادہ سے گم راہی کے اسباب کو چن لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں گمراہی کو پیدا کر دیا۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۹۰۔۳۸۸ ملخصاً مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ' ملک الموت اور دیگر فرشتوں کے موت دینے کے محامل

آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (السجدہ: ۱۱)

قرآن مجید میں وفات دینے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کیا گیا ہے' اور ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف موت طاری کرنے کا اسناد ان آیتوں میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ (الزمر: ۴۲) اللہ ہی روحوں کی موت کے وقت ان کو قبض فرمالیتا ہے' اور جن کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض فرمالیتا ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ . (الملک: ۲) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ . (البقرہ: ۲۵۸) وہی زندہ کرتا ہے وہی موت طاری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف موت طاری کرنے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ خلق کے اعتبار سے ہے یعنی وہ موت کو پیدا کرتا ہے' یا اس اعتبار سے ہے کہ وہ حضرت عزرائیل اور دیگر فرشتوں کو روح قبض کرنے کا اذن دیتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل کی طرف بھی موت طاری کرنے کی نسبت کی گئی ہے' جیسا کہ زیر تفسیر آیت میں ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ . آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (السجدہ: ۱۱)

ملک الموت کی طرف روح قبض کرنے کی نسبت بہ اعتبار کسب کے ہے یا اس کا روح قبض کرنا اللہ تعالیٰ کے اذن کے تابع ہے' اور اللہ تعالیٰ کا روحوں کو قبض کرنا اور موت طاری کرنا اصالۃً اور استقلالاً ہے۔

امام الحسین بن مسعود الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ملک الموت کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے' وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے پکڑ لیتا ہے' وہ مشارق اور مغارب سے' مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے' اور رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس کے مددگار ہیں' سو رحمت کے فرشتے مومنوں کے لیے ہیں اور عذاب کے فرشتے کافروں کے لیے ہیں۔

marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ملک الموت کا قدم مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔
مجاہد نے کہا تمام روئے زمین ملک الموت کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ اس میں سے جو چیز چاہتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔
بعض روایات میں ہے کہ ملک الموت آسمان اور زمین کے درمیان ایک سیڑھی پر ہیں' ان کے مددگار انسان کی روح کو کھینچتے ہیں اور جب اس کی روح اس کے سینہ اور گلے تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت اس کو قبض کر لیتے ہیں۔
(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۹۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور قرآن مجید میں فرشتوں کی طرف بھی موت طاری کرنے اور روح قبض کرنے کی نسبت کی گئی ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○ (الانعام: ۶۱)

حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْۤ اَنْفُسِهِمْ (النحل: ۲۸)

جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

ان فرشتوں کی طرف جو روح قبض کرنے کی نسبت کی گئی ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس معاملہ میں ملک الموت کی مدد کرتے ہیں جیسا کہ بعض آثار سے ابھی گزرا ہے کہ حضرت عزرائیل کے مددگار فرشتے انسان کی روح کو کھینچتے ہیں حتیٰ کہ جب روح نکلنے کے قریب ہوتی ہے تو پھر ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔
ان آیات میں اس طرح بھی تطبیق دی گئی ہے کہ بعض انسانوں کی روح کو اللہ تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے اور بعض انسانوں کی روح کو ملک الموت قبض کرتے ہیں اور بعض کی روح کو فرشتے قبض کرتے ہیں۔

آیا ملک الموت تمام مخلوق پر موت طاری کرتے ہیں یا خاص مخلوق پر

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:
امام ابن جویبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ملک الموت علیہ السلام کو صرف مومنین کی روحیں قبض کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے' اور ایک فرشتہ جنات میں ہے' اور ایک فرشتہ شیاطین میں ہے' اور ایک فرشتہ پرندوں اور وحوش میں' درندوں' مچھلیوں اور چیونٹیوں میں ہے' سو یہ چار فرشتے ہیں اور جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سب فرشتے مر جائیں گے اور ملک الموت ان کی روحوں کو قبض کریں گے پھر وہ خود بھی مر جائیں گے اور جو سمندر کے شہداء ہیں ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے' اور ان کی کرامت کی وجہ سے اس کو ملک الموت کے سپرد نہیں کرتا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۴۷۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ آلوسی نے بھی حافظ سیوطی کا حوالہ دیئے بغیر اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۹۰' دارالفکر بیروت)
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کے شہداء کے سوا تمام روحوں کو قبض کرنے کے لیے ملک الموت علیہ السلام کو مقرر کیا ہے تو سب کی روحوں کو قبض کرنے کے وہی متولی ہیں۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷۸' المسند الجامع رقم الحدیث: ۵۳۳۵)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار ملک الموت کی روایت صحیح نہیں ہے۔
حارث بن خزرج بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے

marfat.com

ملک الموت علیہ السلام کو ایک انصاری کے سرہانے بیٹھے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا اے ملک الموت! میرے صاحب کے ساتھ نرمی کرنا یہ مومن ہے' ملک الموت نے کہا آپ خوش رہیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں کیونکہ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں' اے محمد! آپ یقین رکھیں! میں ابن آدم کی روح قبض کرتا ہوں جب اس کے گھر والوں میں سے کوئی چیخ کر روتا ہے تو میں اس کی روح کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہوں' اور میں سوچتا ہوں کہ یہ کیوں چیخ رہا ہے! اللہ کی قسم! ہم نے اس پر کوئی ظلم کیا ہے نہ وقت سے پہلے اس کی روح قبض کی ہے' اگر یہ اللہ کی تقدیر پر صبر کریں گے تو ان کو اجر دیا جائے گا اور اگر یہ چیخ و پکار اور واویلا کریں گے تو یہ گنہ گار ہوں گے' اور ہم نے آپ کے پاس بار بار آنا ہے سو آپ احتیاط کریں اور میں ہر دن اور ہر رات کو' ہر قسم کے گھر پر' ہر خشکی اور ہر سمندر پر اور ہر نرم جگہ اور ہر پہاڑ پر نظر رکھتا ہوں اور میں ان جگہوں کے ہر چھوٹے اور بڑے کو پہچانتا ہوں' اور اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! میں اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کرتا۔ جعفر نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص نمازوں کا پابند ہو جب اس پر موت کا وقت آئے تو اس سے شیطان کو دور کر دیا جاتا ہے اور ملک الموت اس کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے اور یہ بہت عظیم حال ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۱۸۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۷۸۴' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۶)

ملک الموت پر موت کا آنا

روایت ہے کہ جب تمام مخلوق مر جائے گی اور کوئی جاندار باقی نہیں رہے گا تو ملک الموت اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: اے میرے رب! اب تیرے اس عبد ضعیف ملک الموت کے سوا اور کوئی زندہ نہیں بچا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ملک الموت! تو نے میرے نبیوں' رسولوں' میرے ولیوں اور میرے خاص بندوں کو موت کا مزہ چکھایا ہے اور میں عالم الغیب ہوں اور میرے علم قدیم میں یہ ہے کہ میری ذات کے سوا ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور اب تمہارے مرنے کی باری ہے' ملک الموت کہیں گے: اے اللہ! اپنے بندہ ملک الموت پر رحم اور لطف فرمانا وہ بہت کمزور ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر جنت اور دوزخ کے درمیان لیٹ جاؤ اور مر جاؤ' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملک الموت مر جائیں گے۔
(روح البیان ج ۷ ص ۱۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ

اور اگر آپ دیکھ لیتے جب مجرمین اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب!

اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ

(اب) ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں لوٹا دے' ہم نیک عمل کریں گے اور ایمان لائیں گے (تو آپ بہت تعجب خیز امر دیکھتے) O

لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت فرما دیتے' لیکن میری طرف سے یہ بات برحق ہے کہ

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا

میں ضرور جہنم کو انسانوں اور جنات سے بھر دوں گا O تم نے جو اس

marfat.com

نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا

دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اب تم اس کا مزہ چکھو، بے شک ہم نے (بھی) تم کو فراموش کر دیا ہے، اور تم جو کچھ کرتے تھے اس کی

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا

سزا میں دائمی عذاب چکھو ○ ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں جن کے سامنے جب (ہمارا) ذکر کیا جاتا ہے تو

سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة تَتَجَافٰى

وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○ ان کے پہلو

جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا

اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں، وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں، اور وہ

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ

ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں ○ سو کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک

اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ

کے لیے اس کے اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے ○ تو کیا کوئی مومن کسی فاسق کی مثل ہو سکتا ہے!

فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ

وہ برابر نہیں ہیں ○ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کی

جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

مہمانی میں ان کے رہنے کے لیے جنتیں ہیں جو کچھ انہوں نے عمل کیے تھے اس کی جزا میں ○ رہے وہ لوگ جنہوں

فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ

نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آگ ہے، جب بھی وہ اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو اسی آگ میں لوٹا دیا جائے

قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

گا، اور ان سے کہا جائے گا اب اس آگ کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے ○

السجدة۹

وقف غفران ۞ وقف غفران ۞

marfat.com

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ

اور ہم ان کو ضرور چھوٹا عذاب چکھائیں گے، بڑے عذاب کے سوا

الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ

تاکہ وہ (کفر و نافرمانی سے) رجوع کر لیں O اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کو

بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ ان سے اعراض کرے، بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ دیکھ لیتے جب مجرمین اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب! (اب) ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں لوٹا دے، ہم نیک عمل کریں گے اور ایمان لائیں گے (تو آپ بہت تعجب خیز امر دیکھتے) O اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت فرما دیتے، لیکن میری طرف سے یہ بات برحق ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا O تم نے جو اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، اب تم اس کا مزہ چکھو، بے شک ہم نے (بھی) تم کو فراموش کر دیا ہے، اور تم جو کچھ کرتے تھے اس کی سزا میں دائمی عذاب چکھو O (السجدہ: ۱۴۔۱۲)

قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا ثمر آور نہ ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے: یا رسول اللہ! اگر آپ منکرین حشر کا حال قیامت کے دن دیکھ لیں تو آپ بہت تعجب خیز امر دیکھیں گے۔ جب ان کا رب ان کا حساب لے گا تو وہ ندامت اور رسوائی سے اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور اس وقت یہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اب ہم نے اس چیز کی صداقت کو دیکھ لیا جس کی ہم تکذیب کرتے تھے اور ہم نے تیری وعید کے صادق ہونے کو جان لیا اور ہم جن باتوں کا انکار کرتے تھے ان کو سن لیا، انہوں نے ان چیزوں کی صداقت کو اس وقت دیکھا جب اس کے دیکھنے کا کوئی فائدہ نہ تھا اور انہوں نے اس وقت ان چیزوں کو غور سے سنا جب ان کے سننے کا کوئی فائدہ نہ تھا، پھر وہ کہیں گے اب تو ہمیں دنیا میں بھیج دے، ہم اس دین اور اس پیغام کی تصدیق کریں گے جس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس سے لے کر آئے ہیں، اب ہمارے تمام شکوک اور شبہات زائل ہو چکے ہیں، اب ہم تیرے رسول پر ایمان لے آئیں گے، وہ کفار دنیا میں بھی سنتے اور دیکھتے تھے، لیکن وہ اس پر تدبر اور غور و فکر نہیں کرتے تھے، اور اس وقت یوں لگتا تھا جیسے وہ نہ سنتے ہوں نہ دیکھتے ہوں، اور جب انہیں آخرت میں متنبہ کیا گیا تو ایسا لگا جیسے انہوں نے ابھی سنا ہو اور ابھی دیکھا ہو۔

اس کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تیری حجت برحق ہے! اب ہم نے تیرے رسولوں کی حقیقت کی معرفت حاصل کر لی ہے اور اب ہم نے ان کا کلام بھی غور سے سن لیا ہے، اور اب ہمیں شرح صدر ہو گیا ہے کہ ان کی صداقت کے خلاف ہمارے پاس کوئی حجت نہ تھی اور اس طرح وہ دنیا میں اپنے کفر اور باطل پر ہونے کا اعتراف کر لیں گے، لیکن اب ان کا اعتراف کوئی فائدہ نہیں دے گا، کیونکہ اب وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیں گے اور ایمان وہ معتبر ہے جو بن دیکھے اور غیب پر ایمان ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس پیش کش اور مطالبہ کو رد کر دے گا جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

marfat.com

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (الانعام: ۲۸۔۲۷)

اور اگر آپ اس وقت دیکھتے جب کفار دوزخ پر کھڑے کیے جائیں گے (تو آپ ہولناک منظر دیکھتے) جب وہ کہیں گے اے کاش ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور (پھر) ہم اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم مؤمنوں میں سے ہو جائیں گے ○ بلکہ قرآن مجید کی وہ تصدیق ظاہر ہو جائے گی جس کو وہ پہلے (اپنے پیروں سے) چھپاتے تھے' اور اگر (بالفرض) ان کو واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے تو یہ پھر وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا ہے' اور بے شک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

تمام جنات اور انسانوں کو ہدایت یافتہ نہ بنانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت فرما دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات برحق ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا ○ (السجدہ: ۱۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ہر شخص کو جبراً ہدایت دینا چاہتے تو ہم ہر شخص کو نیک اور صالح بنا دیتے' اور دنیا میں کوئی شخص کافر اور فاسق نہ ہوتا' لیکن ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف تھا' ہم نے جمادات' نباتات' حیوانات اور فرشتوں میں جبری اطاعت اور عبادت رکھی ہے' اب ہم ایسی مخلوق بنانا چاہتے تھے جو اپنے اختیار اور ارادہ سے ہماری اطاعت اور عبادت کرے' اس لیے ہم نے تمہیں اختیار اور ارادہ دیا' اور دنیا میں ایمان اور کفر اور نیکی اور بدی پر ترغیب دینے والی چیزیں پیدا کر دیں اور ایمان اور نیکی کی طرف دعوت دینے کے لیے انبیاء اور رسل کو پیدا کیا اور کفر اور معصیت کی طرف بلانے کے لیے ابلیس اور اس کی ذریات کو پیدا کر دیا اور انسان کو خیر اور شر کے دونوں راستے دکھا دیئے' قرآن مجید میں ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد: ۱۰)

اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے۔

نیز فرمایا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ○ (الشمس: ۱۰۔۷)

نفس (انسان) اور اس کو درست بنانے کی قسم! ○ پھر نفس (انسان) کو بدی اور نیکی کی سمجھ عطا کر دی ○ جس نے نفس کو (گناہوں سے) پاک رکھا وہ کامیاب ہو گیا ○ اور جس نے نفس کو گناہوں میں ملوث کر دیا وہ ناکام ہو گیا ○

سو جو شخص اپنے اختیار اور ارادہ سے نیکی کا راستہ منتخب کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیک افعال پیدا کر دے گا اور جو شخص اپنے اختیار اور ارادہ سے برائی کا راستہ منتخب کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے برے افعال پیدا کر دے گا' اور نیک افعال پر اس کو اچھی جزا ملے گی اور برے افعال پر اس کو سزا ملے گی۔

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ زیادہ انسان اور زیادہ جنات کفر اور برے کاموں کو اختیار کریں گے اور اس کے نتیجہ میں جہنم انسانوں اور جنات سے بھر جائے گا اس لیے اس نے ازل میں ہی فرما دیا تھا میں ضرور جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ اور اللہ کا کلام واجب الصدق ہے اس کے خلاف ہونا محال ہے' اس لیے انسانوں اور جنات کے زیادہ افراد کفر اور معصیت کو اختیار کریں گے اور ایسا اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ ازل میں اللہ کا علم اس طرح تھا بلکہ ایسا اس لیے ہوگا کہ دنیا میں زیادہ

marfat.com

افراد نے ایسا ہی کرنا تھا اس لیے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا علم تھا کیونکہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا۔

جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم کے سامنے تین چیزوں کے متعلق عذر پیش فرمائے گا (۱) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! اگر میں نے جھوٹوں پر لعنت نہ فرمائی ہوتی اور وعدہ خلافی اور جھوٹ سے بغض نہ رکھا ہوتا' اور اس پر عذاب کی وعید نہ سنائی ہوتی تو آج میں تمہاری تمام اولاد پر اس عذاب کی شدت سے رحم فرما دیتا جو میں نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے لیکن میرا یہ قول برحق ہو چکا ہے کہ اگر میرے رسولوں کی تکذیب کی گئی اور میری نافرمانی کی گئی تو میں جنات اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا' (۲) اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم! یقین رکھو میں تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو بھی دوزخ میں داخل نہیں کروں گا اور نہ کسی ایک کو دوزخ کا عذاب دوں گا مگر اس شخص کو جس کے متعلق مجھے یہ علم ہو کہ اگر میں نے اس کو دنیا میں بھیج دیا تو وہ پہلے سے زیادہ برے حال کی طرف لوٹ جائے گا اور نہ رجوع کرے گا اور نہ توبہ کرے گا' (۳) اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! میں نے تم کو اپنے اور تمہاری اولاد کے درمیان حکم بنا دیا ہے' تم میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو ان کے اعمال سے کون سا پلڑا بلند ہوتا ہے' اگر ان کی خیر ان کے شر کے اوپر ایک ذرہ کی مقدار بھی بھاری ہو گئی تو ان کے لیے جنت ہو گی حتیٰ کہ تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں ان میں سے صرف ظالم شخص کو ہی دوزخ میں داخل کروں گا۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۸۶۱۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۵۵۸' اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۵۵۹' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۵' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۳۷۸' اس حدیث کی سند میں الفضل بن عیسیٰ الرقاشی کذاب ہے (الہیثمی))

اللہ تعالیٰ جس طرح جنت کو کمزوروں سے بھر دے گا اسی طرح دوزخ کو جابرہ سے بھر دے گا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ نے ایک دوسرے پر فخر کیا' دوزخ نے کہا اے میرے رب! میرے اندر جابرہ' متکبرین' بادشاہ اور سردار داخل ہوں گے' اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور' فقراء اور مساکین داخل ہوں گے' تب اللہ تعالیٰ دوزخ سے فرمائے گا: تم میرا عذاب ہو میں جس کو چاہوں گا تم سے عذاب دوں گا' اور جنت سے فرمائے گا: تم میری رحمت ہو اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے' اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا اور بھرنا ہے' پھر دوزخ میں دوزخ کے لائق لوگ ڈال دیئے جائیں گے' پھر دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہیں؟ اس میں اور لوگ ڈال دیئے جائیں گے وہ پھر کہے گی کیا کچھ اور بھی ہیں؟ حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آ کر اس میں اپنا قدم داخل کر دے گا تو پھر دوزخ کہے گی بس! بس! اور دوزخ کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا اور رہی جنت تو اس میں اتنی جگہ باقی رہ جائے گی جتنی اللہ تعالیٰ چاہے گا' پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ جتنی مخلوق چاہے گا پیدا فرما دے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳)

دوزخ میں اللہ کے قدم ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا' اللہ تعالیٰ کے قدم کے سلسلہ میں علماء کے دو مذہب ہیں:

(۱) جمہور متقدمین اور متکلمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے ہمارا اس کے قدم ہونے پر ایمان ہے لیکن اس کی کیا کیفیت ہے اور اس سے کیا مراد ہے اس کا اسی کو علم ہے۔

marfat.com

(۲) جمہور متکلمین نے ملحدین کے اعتراضات کو دور کرنے کے لیے قدم کے معنی میں تاویل کی ہے اور ان کی تاویلات حسب ذیل ہیں:

(ا) قدم سے مراد متقدم ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ پہلے عذاب دے چکا تھا ان کو پھر دوزخ میں ڈال دے گا۔

(ب) اس سے مراد ہے مخلوق کا قدم' یعنی کسی مخلوق کا قدم دوزخ میں ڈال دے گا۔

(ج) قدم نام کی کوئی مخلوق ہے اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا۔

(د) قدم کسی جگہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جگہ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔

(ہ) قدم سے مراد وہ ہیں جو کفر اور عناد میں مقدم اور پیش رو ہیں۔

(و) قدم رکھنا ڈانٹ ڈپٹ اور توہین سے کنایہ ہے' جیسے کہتے ہیں فلاں چیز میرے قدموں کے نیچے ہے یا فلاں چیز کو میں نے اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ (یہ توجیہ سب سے عمدہ ہے)

(ز) قدم انسان کے اعضاء میں آخری عضو ہے' سو اس سے مراد ہے اہل عذاب میں سے آخری لوگوں کو دوزخ میں ڈال دیا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ جب جنت میں جگہ بچی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس جگہ کو بھرنے کے لیے ایک نئی مخلوق کو پیدا کر دے گا' اور اس مخلوق کو جنت کی فاضل جگہ میں رکھے گا' اس میں یہ دلیل ہے کہ ثواب اور جنت کا ملنا' اعمال پر موقوف نہیں ہے' کیونکہ وہ لوگ اسی وقت پیدا کیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور ان کو بغیر کسی عمل کے جنت دی جائے گی اور ان کو محض اللہ عزوجل کے رحم اور اس کے فضل سے جنت دی جائے گی' اسی طرح نابالغ بچوں اور مجنونوں کو بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کیا جائے گا' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جنت بہت وسیع ہے' کیونکہ ایک شخص کو جنت میں دنیا کی دس گنا جگہ دی جائے گی پھر بھی جنت میں جگہ باقی ہو گی تو اس کے لیے اور مخلوق پیدا کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۲۶۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی مختلف شارحین سے قدم کی توجیہ میں مذکور الصدر اقوال نقل کیے ہیں' نیز انہوں نے ایک یہ جواب بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کو یہود اور نصاریٰ میں سے ایک شخص دیا جائے اور اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا دوزخ سے فدیہ ہے' اور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہی قدم ہے' جس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا' ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد ابلیس کا قدم ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ پھر جبار اس میں اپنا قدم ڈال دے گا' اور ابلیس جبار اور متکبر ہے۔ لیکن یہ بعید توجیہ ہے۔

(فتح الباری ج ۹ص ۵۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ کے قدم ڈالنے کی زیادہ تفسیر ان شاء اللہ ہم سورۃ ق: ۳۰ میں بیان کریں گے۔

نسیان کے دو معنی

اس کے بعد فرمایا: تم نے جو اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا' اب تم اس کا مزہ چکھو۔ (السجدہ: ۱۴)

نسیان کے ایک معنی ہے' کسی چیز کا یاد نہ آنا اور اس کو بھول جانا' اس معنی میں نسیان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتا' اور نسیان کا دوسرا معنی ہے کسی چیز کو بالکل ترک کر دینا اور اس کام کو کبھی نہ کرنا' اس معنی میں نسیان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتا ہے اور اس آیت میں نسیان کا یہی معنی مراد ہے۔ حدیث میں ہے:

امام ابن ابی الدنیا نے ضحاک سے روایت کیا ہے اس آیت کا معنی ہے آج ہم تم کو اس طرح ترک کر دیں گے جس طرح

marfat.com

دنیا میں تم نے ہمارے احکام کو ترک کر دیا تھا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۴۸۰' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

ضحاک نے کہا اگر انہوں نے نسیان سے اللہ کے احکام پر عمل کرنے کو ترک کیا ہوتا تو کبھی تو کسی حکم پر عمل کرتے۔

اس آیت کا معنی ہے تم جو رسوائی سے سر جھکائے کھڑے ہو اور دائمی عذاب میں گرفتار ہو' اب اس عذاب کو چکھو یہ اس کفر اور معاصی کی سزا ہے جو دنیا میں تم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہماری آیتوں پر تو صرف وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں جن کے سامنے جب (ہمارا) ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے O (السجدہ: ۱۵)

سجدہ تلاوت کے آداب

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مجرمو! تم ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے تقاضوں کے موافق نیک عمل نہیں کرتے' لیکن ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہمارے ایسے بندے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری حمد اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں' سجدہ تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے ایسی دعائیں کرے جو ان آیات کے مناسب ہوں مثلاً اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرے تو سجدہ میں یہ دعا کرے: اے اللہ! محض اپنی رضا کے لیے مجھے سجدہ کرنے والوں اور حمد کے ساتھ تسبیح کرنے والوں میں سے بنا دے' اور میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو تیرے حکم پر عمل کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ لیکن یہ دعائیں اس وقت کرے جب وہ خارج نماز قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو اور آیت تلاوت پر سجدہ کرے اور جب وہ فرض یا نفل پڑھ رہا ہو تو یہ دعائیں نہ کرے اور نہ سجدہ میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرے۔

نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری الدہلوی المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ایک آدمی نے سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اگر وہ نماز میں ہے اور آیت سجدہ قرأت کے آخر میں پڑھی ہے یا آیت سجدہ کے بعد صرف ایک یا دو آیتیں پڑھی ہیں تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کے بعد رکوع کرے اور اس رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرے' اور اگر وہ چاہے تو الگ سجدہ تلاوت کرے اور پھر قیام کی طرف لوٹ جائے اور سورت کو ختم کر لے اور اگر وہ اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملا لے تو وہ افضل ہے' اور اگر وہ فوراً سجدۂ تلاوت نہ کرے حتیٰ کہ اس سورت کو ختم کر لے پھر رکوع کرے اور نماز کا سجدہ کرے تو اس سے سجدۂ تلاوت ساقط ہو جائے گا' اور اگر اس نے فوراً نماز کا رکوع کر لیا اور نماز کا سجدہ کر لیا تو اس کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا' خواہ اس نے نماز کے سجدہ میں سجدہ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو' اسی طرح اگر اس نے آیت سجدہ کے بعد دو آیتیں پڑھی ہوں تو اس پر اجماع ہے کہ نماز کے سجدہ سے سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ اس نے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو۔ اور رکوع میں اختلاف ہے' امام خواہر زادہ نے کہا کہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہو جائے' اور امام محمد نے اس کی تصریح کی ہے' اور اگر اس نے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتوں کی تلاوت کر لی اور رکوع کر لیا تو اب الگ سجدہ تلاوت کرے گا اور امام خواہر زادہ نے کہا اب رکوع سجدہ کے قائم مقام نہیں ہو گا' اور شمس الائمہ الحلوائی نے کہا تین آیتیں پڑھنے سے سجدہ تلاوت کی فی الفور ادائیگی ختم نہیں ہوتی اور اس کے بعد رکوع کیا تو وہ سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا' اور اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ لیا تو اب رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام نہیں ہو گا۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

یہ آیت سجدہ تلاوت ہے اور یہ قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کی نویں آیت ہے۔ اس آیت میں یہ الفاظ ہیں خروا سجدا یعنی وہ سجدہ میں جاتے ہوئے گر گئے' حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے "رکعا" یعنی وہ رکوع کرتے ہوئے گر گئے۔

علامہ مہدوی نے لکھا ہے یہ ان کے مذہب کے مطابق تفسیر ہے جو کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کی ادائیگی میں سجدہ کے بجائے رکوع کرنا چاہیے اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ. (ص: ۲۴) اور داؤد رکوع کرتے ہوئے گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔

اور اس کی تفسیر سجدہ سے بھی کی گئی اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے' یعنی وہ لوگ اللہ کی تعظیم کے لیے اور اس کے جلال اور اس کے عذاب کے خوف سے سجدہ میں گر گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۹۳۔۹۲' دارالفکر ۱۴۱۵ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہوئے اس کے لیے سجدہ میں گر گئے' اس لیے سجدہ تلاوت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کے لیے **سبحان ربی الاعلی وبحمدہ** پڑھنا چاہیے اور رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید کی آیات تلاوت نہیں کرنی چاہئیں۔

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی بشارتوں میں سے صرف نیک خواب باقی رہ گئے ہیں جن کو مسلمان دیکھتے ہیں یا ان کے متعلق دیکھے جاتے ہیں' سنو مجھ کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن مجید پڑھوں' سو تم رکوع میں رب عزوجل کی تعظیم کرو' اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو توقع ہے کہ سجدہ میں تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۰۴۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو رکوع میں تین بار کہے **سبحان ربی العظیم** تو اس کا رکوع پورا ہو جائے گا اور جب سجدہ میں جائے تو تین بار کہے **سبحان ربی الاعلی** تو اس کا سجدہ مکمل ہو جائے گا' اور یہ کم سے کم مقدار ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۸۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰)

اس حدیث کی وجہ سے سجدہ میں دعا کرنے کی روایت نفلی نمازوں اور نفلی سجدوں پر محمول ہے۔

(شرح سنن ابوداؤد للعینی ج ۴ ص ۸۷۔۸۶)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع یا سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۴۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۰۲)

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے لکھا ہے کہ رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۹۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

marfat.com

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے کہ رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۳ ص ۱۶۹۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ نے لکھا ہے کہ بعض متقدمین نے رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنے کو جائز کہا ہے' اور جمہور کے نزدیک رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا ممنوع ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۹۴' دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو جائے گی اور صرف نبوت کی بشارتیں باقی رہیں گی' اور یہ بتایا کہ قرآن مجید کی شان بہت بلند ہے' اور بتایا کہ رکوع اور سجود بندوں کے اظہار تذلل اور اظہار عجز سے ہیں سو رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا کہ اس کو تذلل کے محل میں نہ پڑھا جائے بلکہ محل قیام میں پڑھا جائے جو کہ محل وقار ہے۔ تاکہ اہل علم اس کے معانی پر غور کریں' اگر کوئی شخص رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی' خواہ وہ عمداً قرآن پڑھے یا بھول کر' لیکن اگر اس نے بھولے سے رکوع یا سجود میں قرآن پڑھا تو اس پر سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔

(شرح سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۸۶-۸۵' مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے رکوع یا سجود میں قرآن پڑھا تو اس پر سجدہ سہو ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۵۲۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابراہیم الحلبی الحنفی المتوفی ۹۵۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی مکروہ ہے کہ نمازی غیر حالت قیام میں مثلاً رکوع' سجود یا قعود کی حالت میں قرآن مجید پڑھے کیونکہ ان حالتوں میں قرآن مجید پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ (حلبی کبیر (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی) ص ۳۵۷' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)

اسی طرح لکھا ہے:

اگر نمازی نے اپنے رکوع یا سجود یا تشہد میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے' یہ اس وقت ہے جب پہلے قرآن مجید پڑھا' پھر تشہد پڑھا اور اگر پہلے تشہد پڑھا' پھر قرآن مجید پڑھا تو پھر اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے' اسی طرح محیط السرخسی میں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۱۲۶' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ مصر' ۱۳۱۰ھ)

اگر کوئی شخص بھولے سے رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھے گا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا' اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس نے عمداً رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس نے عمداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اور اگر اس نے بھولے سے ایسا کیا تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے پہلو اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں' وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں' اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں ○ (السجدۃ: ۱۶)

تتجافی اور مضاجع کا معنی

اس آیت میں تتجافی کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے ارتفاع اور بلند ہونا' یعنی وہ لیٹنے کی جگہ سے اٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور مضاجع کا لفظ ہے یہ مضجع کی جمع ہے' مضجع خواب گاہ کو کہتے ہیں' اور جنوب کا لفظ ہے یہ جب کی جمع ہے اور جب کروٹ اور

marfat.com

پہلو کو کہتے ہیں۔
اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے کہا وہ نماز اور غیر نماز میں اللہ کے ذکر کے لیے بستروں سے دور رہتے ہیں۔
مجاہد' اوزاعی' امام مالک بن انس اور جمہور مفسرین نے کہا وہ رات کو نوافل پڑھنے کے لیے اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں۔

تہجد اور رات کو دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا' میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؟ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے' بے شک یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ اس کو آسان کر دے' تم اللہ کی عبادت کرو' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو' پھر فرمایا کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہ نمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے' اور انسان کا آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ. (السجدۃ:۱۶)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۶۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۷۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۳۰۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدۃ:۱۶) نماز عشاء کے انتظار کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۹۶)

حضرت ابو الدرداء' حضرت عبادہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عشاء کی اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا نصف رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا کہ ساری رات قیام کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۵۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۵۵۵' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۱)

بعض احادیث میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھنے کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے' قرآن مجید میں ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ. (متقین) رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

(الذاریات:۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں صحابہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۱۳۲۲)

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اور انہوں نے کہا میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے' اور آپ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے

marfat.com

جھاگ کے برابر ہوں۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۲۳۳ المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۰۰' حافظ المنذری نے کہا یہ حدیث غریب ہے' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۸۵۲' حافظ الھیثمی نے کہا اس کی روایت میں صالح بن قطن البخاری متفرد ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۰)

قیام اللیل اور تہجد کی نماز کی فضیلت میں بھی بہ کثرت احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں' جو اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۴۰)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ' اور رشتہ داروں سے مل جل کر رہو اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۵۱' المستدرک ج ۳ ص ۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر سوج گئے یا پھٹ گئے' میں نے آپ سے عرض کیا آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں' آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اللہ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۰۔۱۸۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سویا ہوا ہوتا ہے تو شیطان اس کی گدی کے اوپر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر یہ پھونک مار دیتا ہے رات بہت لمبی ہے تم سو جاؤ' پس اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے' پس اگر وہ وضو کرے تو اس کی دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر وہ نماز پڑھ لے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو ترو تازہ ہوتا ہے ورنہ صبح کو سستی کا مارا ہوا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے' تو فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں! کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں! کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

تہجد کی رکعات کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کیسی (یعنی کتنی رکعت) نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول سے نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعات نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول سے نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت نماز (وتر) پڑھتے' حضرت عائشہ نے بیان کیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹'

marfat.com

سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۱ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے' ان میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی تھیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸ الرقم المسلسل: ۱۶۹۶ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۳۴)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی رکعات کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو سنتوں کے سوا سات رکعات' نو رکعات اور گیارہ رکعات پڑھی ہیں (ان میں تین رکعات وتر شامل ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے آٹھ رکعات سے زیادہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی اور کم از کم چار رکعات پڑھی ہیں)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے تو دو رکعت نماز تخفیف سے پڑھے دوسری روایت میں ہے' پھر اس کے بعد جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۲۳-۱۳۲۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے' اس کے اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے ○ تو کیا کوئی مومن کسی فاسق کی مثل ہو سکتا ہے! وہ برابر نہیں ہیں ○ (السجدۃ: ۱۸-۱۷)

اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ

اس آیت کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے' بلکہ یہ ان نعمتوں کے علاوہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع نہیں فرمایا ہے' پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: **فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین** (السجدۃ: ۱۷)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۵-۲۸۲۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۸ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنت والوں کا سب سے کم درجہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو اس وقت آئے گا جب تمام جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے' اس سے کہا جائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ' وہ کہے گا اے میرے رب! میں کیسے جنت میں جاؤں! سب لوگوں نے جنت کے گھروں پر قبضہ کر لیا ہے اور انہوں نے جنت کی چیزیں لے لی ہیں' اس سے کہا جائے گا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہیں دنیا کے بادشاہوں کے ملکوں میں سے کسی ملک کی مثل مل جائے' وہ کہے گا: میں راضی ہوں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہیں وہ ملک بھی مل جائے اور اور اس جیسی تین امثال اور مل جائیں گی' پھر جب پانچ امثال کا کہا جائے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہوں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہیں وہ ملک بھی مل جائے گا اور اس جیسی دس امثال اور مل جائیں گی اور تم کو وہ چیز بھی مل جائے گی جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز سے تمہاری آنکھوں کو لذت ملے گی' وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں! حضرت موسیٰ نے پوچھا اے میرے رب! پھر جنت میں سب سے بلند درجہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت اور کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے' اور میں نے ان کی کرامت پر مہر لگا دی ہے' ان کی کرامت کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان

marfat.com

کا خیال آیا ہے اور اس کا مصداق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (السجدہ:۱۷)
(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۹ سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۹۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل کیا جائے گا' ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا' کہا جائے گا اس کے اوپر اس کے گناہ صغیرہ پیش کرو اور اس کے گناہ کبیرہ اس سے اٹھا لو' پھر اس کے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے' اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن یہ کام کیا تھا' اور فلاں دن یہ کام کیا تھا' وہ کہے گا ہاں اور وہ ان گناہوں کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے خوف زدہ ہوگا کہ ابھی اس کے بڑے بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں گے' پھر اس سے کہا جائے گا تیرے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے' وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے کئی کام اور بھی کیے تھے جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا (یعنی بڑے بڑے گناہ) پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۵۹۶)

مومن اور فاسق کا دنیا اور آخرت میں مساوی نہ ہونا

مومن فاسق کی مثل نہیں ہے' مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے اور فاسق جو کافر ہو وہ اللہ کی معصیت کرتا ہے اور اللہ کے شریک قرار دے کر ان کی پرستش کرتا ہے' اس لیے اللہ کے نزدیک مومن کے لیے دنیا میں تعریف اور تحسین ہے اور آخرت میں اس کے لیے جنت ہے' اللہ کی رضا اور اس کا دیدار ہے' اور کافر کے لیے اللہ کے نزدیک دنیا میں مذمت اور توہین ہے اور آخرت میں اللہ کے دیدار سے محرومی' اس کی ناراضگی اور دوزخ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطا بن یسار نے کہا یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور الولید بن عقبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان دونوں میں مناقشہ ہوا' الولید نے کہا میری زبان تم سے بڑی ہے اور میرے دانت تم سے تیز ہیں' اور میرا جسم تم سے مضبوط ہے' حضرت علی نے فرمایا خاموش رہ تو فاسق ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرے اس کا اطلاق مومن پر بھی ہوتا ہے اور کافر پر بھی ہوتا ہے' اس آیت میں فاسق کا اطلاق کافر پر ہے۔

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا یستوٗن O مومن اور فاسق برابر نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قصاص میں مساوات ہوتی ہے اور مومن اور کافر میں مساوات نہیں ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے' اس کے برخلاف فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا' اور قصاص اس وقت لیا جاتا ہے جب قاتل اور مقتول میں مساوات ہو اور اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ کافر اور مسلمان مساوی نہیں ہیں اس لیے کافر کا مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور یہ آیت احناف کے خلاف حجت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۹۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ائمہ ثلاثہ احناف کے خلاف اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں:

marfat.com

ولا یقتل مسلم بکافر. اور مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۱)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل

فقہاء احناف اس دلیل کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح آپ نے ذمی کو بھی اس کے عہد ذمہ میں قتل کرنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے اگر ذمی کو اس کے عہد کے دوران کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا' امام بخاری کی روایت میں جو مذکور ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اس سے مراد کافر حربی ہے اور اس روایت میں پوری تفصیل نہیں ہے' پوری تفصیل اس روایت میں ہے:

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں اور اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد کیا ہے جو عام لوگوں سے نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا نہیں سوا ان چیزوں کے جو میری اس کتاب میں ہیں اور وہ کتاب ان کی تلوار کی میان میں تھی اور اس میں مذکور تھا' تمام مومنین کے خون مساوی ہیں' اور وہ اپنے ماسوا پر غالب ہیں' اور ادنیٰ مسلمان بھی کسی مسلمان کے عہد کے لیے کوشش کرے گا اور سنو کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد ذمہ میں قتل کیا جائے اور جس نے کوئی جرم کیا تو اس کا وہ ذمہ دار ہے' اور جس نے کسی مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۳۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۷۵۹-۴۷۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۲-۱۱۹' طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے خون مساوی ہیں اور ان کا ادنیٰ فرد بھی اپنے ذمہ کے حصول کی کوشش کرے گا' اور اپنے بعید پر اس کے حق کو لوٹائے گا' اور وہ اپنے ماسوا پر قوی ہیں اور سنو کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد ذمہ میں قتل کیا جائے گا۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۴۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمی کو قتل کرنے پر سخت اظہار ناراضگی اور وعید فرمائی ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی ذمی کو بغیر کنہ (دلیل شرعی) کے قتل کر دیا اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۶۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۰۷)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو بلا جواز قتل کیا' اللہ اس پر جنت کی خوشبو سونگھنے کو بھی حرام کر دے گا' امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۷۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۵۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۶۶)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل کر دیا' یعنی قتل کرنے کا حکم دیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے ذمہ (عہد) کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۲۳۴-۳۲۳۳-۳۲۳۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ نے اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے' لیکن انہوں نے اس حدیث کی تین مختلف سندیں ذکر کی ہیں اور تعدد اسانید تقویت کا موجب ہے اور اس وجہ سے یہ حدیث لائق استدلال ہے۔

متعدد صحابہ سے بھی یہ منقول ہے کہ انہوں نے ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا۔

ابراہیم النخعی بیان کرتے ہیں کہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا' حضرت عمر نے اس معاملہ میں یہ لکھا کہ اس قاتل کو اولیاء مقتول کے سپرد کیا جائے وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور وہ چاہیں تو اس کو معاف کر دیں پھر اس شخص کو مقتول کے ولی کے سپرد کیا گیا جو اہل حیرہ (ذمیوں میں) سے تھا اس کا نام حنین تھا اس نے اس (مسلمان) قاتل کو قتل کر دیا۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۶ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲)

الجنوب الاسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا' جب اس مسلمان کے خلاف گواہی قائم ہو گئی تو حضرت علی نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر اس ذمی مقتول کے بھائی نے آ کر کہا میں نے اس مسلمان قاتل کو معاف کر دیا' حضرت علی نے فرمایا شاید مسلمانوں نے تم کو ڈرایا اور دھمکایا ہوگا! اس کے بھائی نے کہا' نہیں لیکن مجھے خیال آیا کہ اس کو قتل کرنے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آئے گا اور انہوں نے مجھے خون بہا کی پیش کش کی ہے سو میں راضی ہو گیا' حضرت علی نے فرمایا تم اپنے معاملہ کو بہتر جانتے ہو' ذمی شخص کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۶ ص ۱۵۰' رقم الحدیث: ۴۸۱۷' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۴)

امام بیہقی اور امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا پھر وہ اس کے خلاف کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں!

(معرفۃ السنن والآثار ج ۶ ص ۱۵۴۔۱۵۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کافر سے مراد کافر حربی ہے' نیز حضرت علی کی مفصل روایت اس طرح ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کیا جائے اور نہ ذمی کو اس کے عہد ذمہ میں قتل کیا جائے جیسا کہ ہم متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کی مہمانی میں ان کے رہنے کے لیے جنتیں ہیں' جو کچھ انہوں نے عمل کیے تھے اس کی جزا میں O رہے وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آگ ہے' جب بھی وہ اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے' ان کو اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا' اور ان سے کہا جائے گا اب اس آگ کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے O اور ہم ان کو ضرور چھوٹا عذاب چکھائیں گے بڑے عذاب کے سوا تاکہ وہ (کفر یا نافرمانی سے) رجوع کر لیں O اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ ان سے اعراض کرے' بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں O (السجدہ: ۲۲۔۱۹)

عذاب ادنیٰ اور عذاب اکبر کے مصادیق

پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں دونوں کے اخروی ٹھکانوں کا ذکر فرمایا' مومنوں کو ان کے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے رہائش کے لیے جنتیں دی جائیں گی اور جس طرح مہمانوں کی تکریم اور ضیافت کی جاتی ہے' ان کی تکریم اور ضیافت کی جائے گی' عربی میں مہمانی کے لیے نزل کا لفظ ہے کیونکہ کسی معزز شخصیت کے نزول کے فوراً بعد اس کی خاطر تواضع کی جاتی ہے' پھر اس کو کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے اور اس کے دوسرے معاملات طے کیے جاتے ہیں' اس وجہ سے عربی میں مہمانی

marfat.com

کو نزل کہتے ہیں۔

اور کافروں کو اس آیت میں ''الذین فسقوا '' سے تعبیر فرمایا' فسق کا معنی ہے خروج' کیونکہ یہ لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف خروج کر چکے تھے اس لیے ان کو فاسق فرمایا' ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے' جب بھی یہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے دوزخ کے بلند شعلے ان کو واپس اسی مقام کی طرف دھکیل دیں گے اور دوزخ کے پہرہ داران سے کہیں گے' اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

السجدہ:۲۱ میں فرمایا: ہم ان کو ضرور چھوٹا عذاب چکھائیں گے' چھوٹے اور ادنیٰ عذاب سے مراد دنیا کے مصائب اور بیماریاں ہیں جن میں بندوں کو اس لیے مبتلا کیا جاتا ہے تا کہ وہ توبہ کر لیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد حدود اور تعزیرات اور جرائم کی سزائیں ہیں' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد غزوۂ بدر میں کفار کا قتل کیا جانا ہے۔

مقاتل نے کہا اس سے مراد کفار مکہ پر مکہ میں نازل ہونے والے سات سال کا قحط ہے جس میں انہوں نے مردار تک کھا لیے تھے' اور مجاہد نے کہا اس سے مراد عذاب قبر ہے' اور بڑے عذاب سے مراد قیامت کا عذاب ہے اور دوزخ کا عذاب ہے۔

اور یہ جو فرمایا ہے تا کہ وہ رجوع کر لیں۔ اگر اس کا تعلق عذاب ادنیٰ سے ہو تو اس کا معنی ہے تا کہ وہ دنیا میں کفر اور معصیت سے رجوع کر لیں اور اگر اس کا تعلق عذاب اکبر سے ہو تو اس کا معنی ہے تا کہ وہ آخرت میں پھر دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کریں۔

السجدہ:۲۲ میں فرمایا' اور اس سے بڑا اور کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اس سے اعراض کرے' بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

اس آیت میں ظلم پر وعید سنائی گئی ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ظلم کا معنی اور اس کی انواع و اقسام اور اس کی سزاؤں کے متعلق احادیث بیان کریں اور ان کی مختصر تشریح کریں۔

ظلم کا لغوی اور عرفی معنی

لغت میں ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے محل مخصوص کی بجائے کسی اور جگہ میں رکھنا' خواہ وہ جگہ اس سے کم ہو یا زیادہ ہو' یا کسی چیز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا نہ کرنا' اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنے ذکر اور فکر کے لیے بنایا ہے اگر انسان اپنے دل میں کسی اور کی یاد بسا لے' کسی اور کا ذکر و فکر کرے یا اللہ تعالیٰ سے غافل اور اس سے دور کرنے والی چیزوں کی یاد اپنے دل میں رکھے یا جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کی محبت اپنے دل میں رکھے تو یہ اس کا ظلم ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کو جو طاقت اور توانائی عطا کی ہے وہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرے' اگر انسان اپنے جسم اور اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنے نفس یا دوسرے لوگوں کی اطاعت میں خرچ کرے تو یہ اس کا ظلم ہے' اس لیے انسان اگر ظلم سے بچنا چاہتا ہے تو وہ اپنے دل اور اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت اور عبادت میں مشغول رکھے۔

ظلم کی سزاؤں اور عذاب کے متعلق احادیث اور ان کی ضروری تشریح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے اندھیرے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۰)

اس حدیث میں ظلم سے مراد عام ہے خواہ مومن فاسق سے صادر ہو یا کافر فاجر سے' اور ظلم کی تمام انواع اور اقسام ظلم

marfat.com

کرنے والے کے لیے اندھیروں کا سبب ہیں' یا ظلم کی وجہ سے قیامت کے دن شدت' سختی اور صعوبت ہوگی یا ظالم اپنے ظلم کی وجہ سے قیامت کے دن جنت کی طرف راہ نہیں پا سکے گا' اس کے برعکس مومن کے نیک اعمال کا نور اس کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا جس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کے راستے روشن اور تابناک ہوں گے' قرآن مجید میں ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ . (التحریم:۸) ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۶۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۳' سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۱۸)

اس حدیث میں فی الحال مظلوم کے لیے تسلی ہے اور ظالم کے لیے وعید ہے کہ وہ اس مہلت سے دھوکا نہ کھائے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ . (ابراہیم:۴۲) ظالموں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ گمان کرو' وہ تو ان کو اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جب ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت پر یا اس کی کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو حلال (معاف) کرالے' جس دن کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کو اس کے ظلم کے برابر وصول کرلیا جائے گا' اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۴۴۹' مسند احمد رقم الحدیث:۱۰۵۸۰' عالم الکتب بیروت)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے ظالم کی نیکیوں سے اس کے ظلم کی مقدار کے برابر وصول کرلیا جائے گا' اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے نیک اعمال کو جو اجسام میں متمثل کیا جائے گا اور اس کے ظلم کے برابر اجسام مظلوم کو دے دیئے جائیں گے' اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ظالم کے صحائف اعمال سے اتنی نیکیوں کو کاٹ کر مظلوم کے صحائف اعمال میں لکھ دیا جائے گا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اتنی نیکیوں کا جو اجر و ثواب ہو وہ مظلوم کو عطا کر دیا جائے' اسی طرح مظلوم کے جو گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے ان کے بھی یہی تین محامل ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کی مثل عمل نہ کرو' کہ تم کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے' لیکن تم اپنے آپ کو اس کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر وہ تم پر ظلم کریں تو تم ان پر ظلم نہ کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۰۰۷' المسند الجامع رقم الحدیث:۳۳۲۹)

کیونکہ ظلم نہ کرنا بھی احسان ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے نفسوں کو اخلاق حسنہ کا وطن اور محل بنالو حتیٰ کہ ظلم اور بد اخلاقی تمہارے لیے اس طرح اجنبی ہو جیسے پرایا شہر اجنبی ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور اللہ کسی حق دار کو اس کے حق سے منع نہیں کرتا۔

marfat.com

حضرت اویس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ علم ہو کہ فلاں شخص ظالم ہے اور وہ اس کی معاونت کے لیے اس کے ساتھ گیا' وہ اسلام سے نکل گیا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۶۷۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۳۵)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص کمال اسلام سے نکل گیا کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰) اور ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! کون سا صاحب اسلام سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ (کے ظلم) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے نفس کو ضرر پہنچاتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم' حتیٰ کہ سرخاب پرندہ جو اپنے گھونسلے میں بھوک اور کمزوری سے مرجاتا ہے وہ بھی ظالم کے ظلم (کے ضرر) سے ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۴۷۵' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۳۶)

اس کہنے والے کا قول برحق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (البقرہ: ۵۷)

انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا. (حم السجدہ: ۴۶)

جس نے نیک عمل کیا تو اس کا نفع اس کے لیے ہے اور جس نے برا کام کیا تو اس کا ضرر بھی اس پر ہے۔

لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ تھا کہ ظالم کے ظلم کا اثر دوسرے انسانوں' حیوانوں بلکہ پرندوں تک بھی پہنچتا ہے کیونکہ جب لوگ بہ کثرت' علی الاعلان گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش روک لیتا ہے اور قحط مسلط کر دیتا ہے' جس کے نتیجے میں دانے اور گھاس پھونس پیدا نہیں ہوتے اور بھوک سے مویشی اور پرندے مرجاتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی پس آپ اس سے ملاقات میں شک نہ

مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ

کریں' اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا ○ اور

جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۛ وَكَانُوْا

جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بعض کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے' اور وہ

marfat.com

بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے O بے شک آپ کا رب ہی قیامت کے روز ان کے درمیان

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے O کیا انہوں نے اس سے

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

ہدایت حاصل نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے جو اپنے گھروں میں چلتے پھرتے تھے'

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ

بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں' کیا پس یہ سنتے نہیں ہیں O کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو

الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ

بنجر زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں' پھر ہم اس سے فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے مویشی کھاتے ہیں

اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

اور وہ خود کھاتے ہیں' کیا پس وہ نہیں دیکھتے O اور وہ کہتے ہیں کہ وہ فیصلہ

هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

کب ہو گا اگر تم سچے ہو O آپ کہیے جس دن فیصلہ ہو گا اس دن کافروں کو ان کا ایمان

الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ

نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی O آپ ان سے اعراض کیجئے

عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور انتظار کیجئے بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی پس آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا O اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بعض کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے' اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے O بے شک آپ کا رب ہی قیامت کے روز ان کے درمیان ان

الثلثۃ

۳ ع ۸ ۱۶

marfat.com

چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے O (السجدۃ: ۲۵۔۲۳)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے محامل

اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا اور آخرت میں مومنوں کے ثواب اور کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا' اور اس رکوع کی ابتدائی آیتوں میں رسالت کا ذکر ہے اور رسالت کے ذکر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا' حالانکہ جو رسول' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے قریب تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے اتفاق نہیں کرتے تھے' اس کے برخلاف عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو مانتے تھے' گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فریقین کے درمیان متفق علیہ رسول تھے' اس لیے اس آیت میں ذکر فرمایا کہ آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جس ملاقات کا اس آیت میں ذکر ہے اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا شب معراج آپ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو ملاقات ہوئی ہے آپ اس میں شک نہ کریں۔

(۲) قیامت کے دن آپ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو ملاقات ہوگی آپ اس میں شک نہ کریں' کیونکہ عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہونی ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل کی گئی تھی اور انہوں نے جو کتاب سے ملاقات کی تھی آپ اس میں شک نہ کریں۔

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت آپ کی تسلی کے لیے نازل کی گئی ہو' کیونکہ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت پر ہر طرح کے دلائل اور معجزات پیش کیے' اس کے باوجود کفار مکہ نے آپ کی نبوت کو نہیں مانا' تو آپ اس سے غمگین ہوئے تو گویا کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال یاد کریں اور غمگین نہ ہوں' کیونکہ ان کو بھی ایسے حالات پیش آئے اور ان کو بھی اسی طرح ایذاء دی گئی جس طرح آپ کو ایذاء دی گئی ہے' انبیاء سابقین کی ایذاء کے معاملہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا کیونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو صرف ان لوگوں نے ایذاء پہنچائی تھی جو ان پر ایمان نہیں لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کافروں کے علاوہ ان کی قوم کے مومنوں نے بھی ایذاء پہنچائی تھی اور ہٹ دھرمی اور کج روی سے انہوں نے کئی چیزوں کو طلب کیا مثلاً انہوں نے کہا:

یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً ۚ	اے موسیٰ! جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ (البقرہ: ۵۵)

اسی طرح جب ان سے جہاد کرنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کہا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ O	آپ اور آپ کا رب جائیں سو قتال کریں بے شک ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ (المائدہ: ۲۴)

پھر یہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت نفع آور تھی' اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنا دیا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے جو ان کے صحیح متبعین تھے ہم نے ان کو امام بنا دیا اسی طرح آپ کی امت میں سے صحابہ امام اور ہدایت یافتہ ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

وسلم نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر لی ہدایت پا جاؤ گے' اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ رقم الحدیث: ۶۰۱۸)

اب یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے بعض بنی اسرائیل کو امام بنا دیا جو ہدایت دیتے تھے' حالانکہ بنی اسرائیل کے تو بہت فرقے ہیں جب کہ ہدایت یافتہ تو صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اس کے جواب میں فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی قیامت کے روز ان کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے O

(السجدہ: ۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اپنے گھروں میں چلتے پھرتے تھے' بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں' کیا پس یہ سنتے نہیں ہیں! O کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں' پھر ہم اس سے فصل اگاتے ہیں' جس سے ان کے مویشی کھاتے ہیں اور وہ خود کھاتے ہیں' کیا پس وہ نہیں دیکھتے! O (السجدہ: ۲۷۔۲۶)

بارش کے پانی سے بنجر زمین کو زرخیز کرنے کا انعام تاکہ تمہیں جسمانی خوراک حاصل ہو

پہلی آیت نے کفار مکہ کو خوف دلایا ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد کی تقلید میں شرک کر رہے ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کا انکار کر رہے ہیں' کیا انہوں نے اپنے سفر کے دوران عاد' ثمود اور قوم لوط کی تباہ شدہ بستیوں کو نہیں دیکھا وہ لوگ بھی اپنی دنیاوی زندگی پر مغرور ہو گئے تھے اور انہوں نے بھی ہماری نشانیوں کو جھٹلا دیا تھا' ہمارے رسولوں کا انکار کیا تھا' پھر ان پر کیسا عذاب آیا جس نے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا۔

اس آیت میں القرون کا لفظ ہے' کسی ایک زمانہ میں روئے زمین پر رہنے والوں کو قرن کہتے ہیں اور قرون قرن کی جمع ہے۔

دوسری آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دلانا ہے' وہ بنجر زمین کو زرخیز بنانے کے لیے بارش سے لدے ہوئے بادلوں کو مردہ زمین کی طرف بھیجتا ہے اور وہ زمینیں سرسبز اور شاداب ہو جاتی ہیں' کھیت غلہ سے اور باغات پھلوں سے لد جاتے ہیں' زمین کی اس پیداوار سے ان کے مویشی بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں' مویشیوں کا پہلے ذکر فرمایا کیونکہ مویشی صرف چارا کھاتے ہیں اور انسان زمین کی پیداوار سے سبزیاں بھی کھاتے ہیں اور جانوروں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔

ہدایت کے پانی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا انعام تاکہ تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہو

بعض علماء نے کہا کہ بنجر زمین میں پانی بہانے اور اس سے زرخیز فصل پیدا کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ ہم تخت اور حق سے اعراض کرنے والوں کے دلوں میں وعظ و نصیحت پہنچا دیتے ہیں اور وہ اس سے ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بعض عارفین نے کہا ہم مردہ دلوں میں اپنے بحر معرفت کے پانی اور اس کے جلال کی تجلیات کو پہنچا دیتے ہیں جس سے اس دل کے گلشن میں نرگس اور یاسمین کے پھول کھلنے لگتے ہیں' اور بعض علماء نے کہا ہم گمراہ دلوں میں ہدایت کا پانی پہنچا دیتے ہیں جس سے اس میں ذات اور صفات کے مشاہدات اور واردات کا اجتماع ہو جاتا ہے' واضح رہے کہ ہر ایک کی ہدایت مختلف ہوتی ہے' کافر کی ہدایت ایمان تک پہنچنا ہے اور مومن فاسق کی ہدایت اطاعت اور عبادت تک پہنچنا ہے' اور مومن مطیع کی ہدایت زہد اور تقویٰ تک پہنچنا ہے اور زاہد اور متقی کی ہدایت معرفت صفات تک پہنچنا ہے اور عارف کی ہدایت ذات تک پہنچنا ہے اور یہیں سے انسان کامل حیات باقیہ میں داخل ہوتا ہے۔

marfat.com

طالب حق پر لازم ہے کہ وہ عبادت میں کوشش کرتا رہے' کیونکہ عبادت کے طریقوں سے ہی فیض حاصل ہوتا ہے' جب انسان فجر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ مناجات میں مستغرق ہو جاتا ہے' جو انسان ناقص ہو وہ پھر دنیا کے کاروبار اور جھمیلوں میں محو اور مستغرق ہو کر صبح کی عبادت کے آثار گنوا چکا ہوتا ہے پھر جب وہ ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو پھر اس کا رجوع اللہ کی طرف ہو جاتا ہے' ظہر کے بعد وہ پھر دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور عصر کی نماز اس کو پھر اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے' اور یہ ایسا ہے جیسے کسی خشک اور بے آب و گیاہ زمین میں بار بار پانی دیا جاتا ہے تاکہ وہ فصل اگانے کے قابل ہو جائے' حتیٰ کہ ایک دن وہ فصل لہلہانے لگتی ہے' اسی طرح رمضان کا مہینہ جب آتا ہے تو مومن روزے رکھتا ہے' اور ایک محدود وقت میں فرشتوں کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور جب بار بار یہ عمل ہوتا ہے تو اس میں صفات الٰہیہ منعکس ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ اللہ کی صفات سے متصف اور اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے — یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

یعنی اگر انسان مظہر ملائکہ ہو جائے تو ہنوز معراج انسانیت سے دور ہے کہ اس کا کمال پیکر جبریل ہونا نہیں ہے اس کا کمال مظہر رب جبریل ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ وہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو O آپ کہیے جس دن فیصلہ ہوگا اس دن کافروں کو ان کا ایمان نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی O آپ ان سے اعراض کیجئے اور انتظار کیجئے بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں O (السجدہ: ۳۰۔۲۸)

آیا فیصلہ کے دن سے دنیا میں کفار کی شکست کا دن مراد ہے یا روز قیامت؟

مسلمان کفار مکہ سے کہتے تھے ایک دن اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا' اور اس سے ان کی مراد قیامت کا دن تھا' اور وہ کہتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا' اور اس دن نیکو کاروں کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا' اور بدکاروں کو سزا دے گا' تو کفار مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتے تھے بتاؤ وہ دن کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا' آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جب وہ فیصلہ کا دن آئے گا تو تم کو ایمان لانے کی اور توبہ کرنے کی مہلت نہیں ملے گی' علامہ قرطبی نے کہا یوم فتح سے مراد یوم بدر یا یوم فتح مکہ ہے کیونکہ یوم بدر میں ستر کافر قتل کر دیئے گئے تھے اور فتح مکہ کے دن وہ بھاگ گئے تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کر کے ان کو قتل کر دیا تھا (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۰۴) لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ جنگ بدر میں جو کفار لڑنے کے لیے آئے تھے' ان میں سے جو قتل ہونے سے بچ گئے تھے ان میں سے بہت سے ایمان لے آئے' اسی طرح فتح مکہ کے دن اور اس کے بعد تمام کفار مکہ اسلام لے آئے تھے اس لیے اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور اس دن کسی کافر کو ایمان لانے کی مہلت نہیں دی جائے گی اور نہ کسی کو اس دن ایمان لانے سے کوئی فائدہ پہنچے گا۔

آیا ہر حال اور ہر جگہ میں مشرکین سے جہاد واجب ہے یا نہیں؟

آخری آیت میں فرمایا ہے آپ ان سے اعراض کیجئے' اس کا معنی ہے آپ ان کی جاہلانہ باتوں سے اعراض کیجئے اور ان کو جواب نہ دیجئے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا O (المزمل: ۱۱)

اور ان جھٹلانے والے امیروں کو آپ میرے ساتھ چھوڑ دیجئے (میں ان سے نمٹ لوں گا) اور ان کو کچھ مہلت دیجئے۔

marfat.com

بعض علماء نے کہا یہ آیت منسوخ ہے یہ حکم اس وقت تھا جب آپ کو مشرکین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم نہیں دیا تھا او
جب جہاد کی آیت نازل ہوگئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. سو آپ مشرکین کو قتل کیجئے جہاں بھی آپ ان کو پائیں۔

(التوبہ: ۵)

اور بعض علماء نے کہا یہ آیت منسوخ نہیں ہے' لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی ہر جگہ مشرکین سے قتال واجب نہیں ہے' بعض اوقات کسی علاقے میں مشرکین سے صلح ہو جاتی ہے' بعض اوقات مشرکین یہود' نصاریٰ جزیہ پر تیار ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات مشرکین سے مقابلہ اوران پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے پاس مادی اسلحہ نہیں ہوتا جیسا کہ آج کل امریکا' روس' برطانیہ' فرانس اور چین ایسی عالمی سپر طاقتیں ہیں اور ان کے خلاف قتال کرنا مسلمانوں پر واجب نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے' صحابہ نے پوچھا وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۰۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرنے اور کفار کے انتظار کرنے کا فرق

نیز فرمایا: اور انتظار کیجئے' بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔
وہ آپ کے اوپر حوادث زمانہ کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ ان کے اوپر عذاب الٰہی کے نزول کا انتظار کیجئے' وہ اس انتظار میں ہیں کہ بت ان کی مدد کریں گے' آپ اللہ کی مدد کا انتظار کیجئے' وہ استہزاءً قیامت کا انتظار کر رہے ہیں آپ سنجیدگی سے قیامت کا انتظار کیجئے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ وہ قیامت کا کیسے انتظار کریں گے وہ تو قیامت کے انکار کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے بعض قیامت میں شک کرتے تھے اور بعض قیامت کے آنے میں شک کرتے تھے۔

سورۃ السجدہ کا اختتام

آج ۱۸ رجب ۱۴۲۳ھ - ۲۶ ستمبر ۲۰۰۲ء کو سورۃ السجدہ کی تفسیر ختم ہوگئی' ۱۲ ستمبر ۲۰۰۲ء کو اس سورۃ کی تفسیر شروع کی گئی تھی اس طرح صرف پندرہ دنوں میں یہ تفسیر ختم ہوگئی۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے سورۃ السجدہ کی تفسیر کو مکمل کرا دیا ہے' باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں' اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دیں اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دیں' عزت وکرامت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرما دیں' مرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين قائد المرسلين شفيع المذنبين وعلى آله واصحابه وازواجه واولياء امته وعلماء ملته اجمعين.

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الاحزاب

سورت کا نام

اس سورت کا نام الاحزاب ہے' احادیث' کتب تفسیر اور آثار میں غزوہ خندق کو الاحزاب سے تعبیر کیا گیا ہے' حزب کا معنی جماعت ہے اور الاحزاب حزب کی جمع ہے' مشرکین مکہ' یہودی اور منافقین کی تمام جماعتیں متحد اور متفق ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے' اس سورت میں چونکہ غزوۃ الاحزاب کے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں اس وجہ سے اس سورت کا نام الاحزاب ہے' قرآن مجید کی حسب ذیل آیت میں الاحزاب کا ذکر ہے:

يَحْسَبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۗ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ○ (الاحزاب: ۲۰)

منافقین یہ گمان کر رہے ہیں کہ کفار کی حملہ آور جماعتیں ابھی (واپس) نہیں گئیں' اور اگر وہ حملہ آور جماعتیں (دوبارہ) آ جائیں تو وہ (منافقین) یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ صحرا میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے اور (لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے' اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے (تب بھی) بہت کم قتال کرتے۔

اس آیت میں منافقین کی بزدلی اور کم ہمتی بیان فرمائی ہے کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگرچہ حملہ آور جماعتیں واپس جا چکی ہیں لیکن منافقین یہ گمان کر رہے ہیں کہ حملہ آور فوجیں ابھی تک ان کے سروں پر موجود ہیں' اور اگر وہ حملہ آور دوبارہ آ جائیں تب بھی منافقوں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ کسی جنگل میں ہوں' میدان کارزار میں نہ ہوں اور لوگوں سے معلوم کرتے رہیں کہ انجام کار تم اس غزوہ میں کامیاب رہے ہو یا ناکام!

سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول

سورۃ الاحزاب بالاتفاق مدنی ہے' البتہ حسب ذیل آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ (الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو اس کام کے متعلق کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

marfat.com

یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ نکاح مک
مکرمہ میں ہوا تھا' اس لیے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے' اور سورۃ الاحزاب کی باقی آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔
سورۃ الاحزاب کی ۷۳ آیتیں ہیں یہ سورت الانفال کے بعد اور المائدہ سے پہلے نازل ہوئی ہے' یہ سورت ۵ ہجری میں
نازل ہوئی جب کنانہ اور غطفان وغیرہ کے دس ہزار افراد نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا تھا اور ان کی پشت پر بنو قریظہ موجود تھے۔

سورۃ الاحزاب کے مشمولات

(۱) اس سورت کی اکثر آیتیں منافقین کے رد میں نازل ہوئی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کے در پے رہتے تھے۔

(۲) کفار یہ سمجھتے تھے کہ جس کو منہ بولا بیٹا بنایا جائے وہ حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے' اور جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا تو انہوں نے یہ طعنہ دیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا پس ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۳) اس میں غزوۂ احزاب اور غزوہ بنو قریظہ کے متعلق آیات ہیں۔

(۴) اس میں آداب معاشرت' مثلاً خواتین کے حجاب' نکاح کے بعد ولیمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق ہدایات ہیں۔

(۵) اس میں متعدد احکام شرعیہ کا ذکر ہے: اللہ سے تقویٰ' کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کرنا' اتباع وحی کا واجب ہونا' ظہار کا حکم' ہجرت اور دوستی کے حلف کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا' رحم اور رشتہ داری کو وارث بنانے کی میراث قرار دینا' ازواج مطہرات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مائیں ہونا' مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متصرف ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا دگنا اجر ہونا' اور بالفرض اگر وہ گناہ کریں تو دگنے عذاب کا استحقاق' اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کا حرام ہونا۔

(۶) غزوۃ الاحزاب اور غزوہ بنو قریظہ کے ضمن میں یہودیوں کی عہد شکنی کا ذکر' منافقوں کی سازشوں کو منکشف کرنا' غزوہ خندق میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو نصیحت عطا فرمائی ہیں اس کی یاد دلانا' مسلمانوں کے دشمنوں کی سازشوں کو آندھی بھیج کر اور فرشتے نازل کر کے ناکام کرنا۔

بنو نضیر کو جلا وطن کرنا اور غزوۃ الاحزاب کا سبب

امام عبدالملک بن ہشام الحافری التوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:
ربیع الاول' ۴ ہجری میں بنو نضیر کو جلا وطن کرنے کا واقعہ پیش آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنو عامر کے دو افراد جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا' مدینہ منورہ سے اپنے گھر والوں کی طرف جا رہے تھے' راستے میں ان کی حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے مڈ بھیڑ ہوئی' ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ بنو عامر کے یہ دو فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہیں' انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا' اب معاہدہ کی رو سے ان کی دیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حلیفوں پر تھی اور بنو نضیر آپ کے حلیف تھے' اس لیے آپ نے بنو نضیر سے دیت میں تعاون کا مطالبہ کیا' انہوں نے کہا آپ بیٹھیں ہم آپس میں مشورہ کر

marfat.com

ہیں' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی وغیرہم رضی اللہ عنہم ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے' یہود نے دیت میں تعاون کرنے کے بجائے یہ سازش کی کہ آپ کی بے خبری میں وہ دیوار کے اوپر سے آپ کے اوپر چکی کا پاٹ پھینک کر آپ کو ہلاک کر دیں' حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ کو ان کی اس سازش کی خبر دی' آپ فوراً مدینہ منورہ تشریف لائے' آپ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور بنونضیر کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے' یہ ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ کیا۔ بنونضیر قلعہ میں محصور ہو گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے' منافقین نے بنونضیر کو تسلی دی تھی کہ ہم تمہاری مدد کو پہنچیں گے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ نہیں آئے' پھر بنونضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قتل نہ کریں بلکہ جلاوطن کر دیں اور ان کو یہ اجازت دیں کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان لاد کر لے جائیں' چنانچہ وہ مدینہ سے نکل گئے' ان کے سردار خیبر میں چلے گئے اور بعض شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۱۲-۲۱۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غزوۃ الاحزاب کا مختصر ذکر

امام ابن ھشام متوفی ۲۱۳ھ نے لکھا ہے غزوۃ الاحزاب شوال ۵ ہجری میں رونما ہوا۔

بنونضیر کے جو افراد جلاوطن ہو کر خیبر جا رہے تھے' انہوں نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر برانگیختہ کیا' اور ان کے علاوہ دیگر عرب کے قبائل میں سے غطفان' بنوسلم' بنومرہ' اشجع اور بنواسد وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا' بنو قریظہ پہلے ان کے ساتھ نہیں تھے مگر حیی بن اخطب نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا' غرض قریش' یہود اور دیگر قبائل عرب بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' کفار کی تیاری کی خبریں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے' مدینہ کے گرد خندق کھود کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے' آپ نے اس رائے کو پسند فرمالیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا' اور خود تین ہزار اصحاب کے ساتھ شہر سے نکلے' سلع نام کے پہاڑ کو پشت پر رکھ کر خندق کھودی گئی' اس بناء پر غزوۃ الاحزاب کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں' خندق کھودنے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ شریک تھے' کفار نے ایک ماہ تک محاصرہ برقرار رکھا' وہ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے دور سے پتھر اور تیر برساتے تھے' ایک دن قریش کے چند سوار جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا خندق کو عبور کر کے آ گئے' عمرو نے مقابلہ کے لیے للکارا' حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا' اس کا یہ حشر دیکھ کر اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے' بالآخر بنوقریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور سردی کے موسم کے باوجود ایسی زبردست آندھی آئی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے' چولہوں پر رکھی ہوئی دیگچیاں بار بار الٹ جاتی تھیں' محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے مشرکین کا سامان رسد بھی ختم ہو چکا تھا اس لیے کفار قریش اور دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے' اور بنوقریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے تھے۔

غزوہ احزاب میں شدت قتال کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بعض نمازیں بھی قضا ہو گئیں تھیں' چھ مسلمان شہید ہو گئے تھے اور ان میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی تھے' تیر لگنے سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی تھی' مسجد نبوی میں حضرت رفیدہ انصاریہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس خیمہ میں بھیج دیا تھا' مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور ایک ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی'

marfat.com

اس غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزات ظاہر ہوئے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۵۶۔۲۳۶ ملخصاً 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غزوۃ الاحزاب میں جو نمازیں قضا ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات ظاہر ہوئے غزوہ بنو قریظہ کے بعد ہم ان کا ان شاء اللہ تفصیل سے ذکر کریں گے۔

غزوہ بنو قریظہ کا مختصر ذکر

اسی سال (۵ ہجری) میں غزوہ خندق کے فوراً بعد غزوہ بنو قریظہ برپا ہوا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم آیا' بنو قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور ان کو پچیس دن محاصرہ میں رکھا' آخر کار انہوں نے یہ منظور کر لیا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے معاملہ میں حاکم بنا دیا جائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے جائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

سو ایسا ہی کیا گیا مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۲۶۰۔۲۵۷ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غزوۃ الاحزاب میں قضا ہونے والی نمازیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو برا کہنے لگے' اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر ہم بطحان (مدینہ کی ایک وادی) میں کھڑے ہوئے' پھر ہم نے نماز کے لیے وضو کیا اور آپ نے وضو کیا' پھر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی اور پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۃ الاحزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' جس طرح انہوں نے صلوٰۃ وسطیٰ سے ہمیں (جنگ میں) مشغول رکھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۷۳۔۴۷۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن مشرکین نے ہمیں چار نمازوں (کو پڑھنے) سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' انہوں نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پس آپ نے نماز ظہر پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے نماز عصر پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے نماز مغرب پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۳۲۔۴۷۲' ج ۱۴ ص ۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۳۔۳۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۵۴۲۔۱۵۰۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۰۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۶۲۸' المعجم الاوسط رقم

marfat.com

الحدیث: ۱۲۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور یہ حالت جنگ میں ادائیگی نماز کے طریقہ کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (الاحزاب: ۲۵) ''اللہ خود ہی مومنین سے قتال میں کافی ہو گیا'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا حکم دیا' انہوں نے ظہر کی اقامت کہی پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی جیسا کہ آپ ظہر کے وقت میں نماز پڑھاتے تھے' پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی جیسا کہ آپ عصر کی نماز اس کے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر انہوں نے مغرب کی اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی جیسا کہ آپ مغرب کے وقت میں اس کی نماز پڑھاتے تھے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۶۰)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ درحقیقت جنگ الاحزاب میں صرف تین نمازیں قضاء ہوئی تھیں' ظہر' عصر اور مغرب' اور عشاء کی نماز اپنے وقت میں ادا پڑھی گئی تھی لیکن چونکہ اس دن عشاء کی نماز اپنے معروف وقت سے کافی دیر بعد پڑھی گئی تھی اس لیے اس کو بھی قضا ہونے والی نمازوں میں شامل کر لیا گیا۔ (فتح القدیر ج ا ص ۵۰۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

غزوۃ الاحزاب میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا' حضرت البراء نے کہا خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی' مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' عوف نے کہا پھر رسول اللہ' صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے' آپ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے' آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں' آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں' آپ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے' آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں' اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں! آپ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی' آپ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۶۰۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۶۸۵' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۳۱' المستدرک ج ۳ ص ۵۹۸' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۴۹ ۔ ۲۴۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھوک کے آثار دیکھے میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں! اس نے ایک تھیلا نکالا' جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی' میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہو گئی' میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگا' میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا: یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (چار کلو گرام) جو پیس لیے ہیں' جو ہمارے پاس تھے' آپ چند اصحاب کو لے کر ہمارے ہاں

marfat.com

چلیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے؟ سو تم لوگ چلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا: جب تک میں نہ آؤں' تم ہانڈی نہ اتارنا' نہ روٹی پکانا' پھر میں گھر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے' میں اپنی بیوی کے پاس گیا اس نے کہا تمہاری ہی رسوائی اور فضیحت ہو گی' میں نے کہا میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھ سے کہا تھا' پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا' آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا' اور برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی' پھر فرمایا ایک اور روٹیاں پکانے والی بلالو' جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے' دیگچی میں سے سالن نکالنا' لیکن اس کو (چولہے سے) نیچے نہ اتارنا' اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے' اللہ کی قسم ان سب نے کھانا کھایا اور کھانا بچ گیا' اور جس وقت آپ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۳۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۲۶۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۳۹۷)

امام ابن اسحاق' نعمان بن بشیر کی بہن سے روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ عمرۃ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور ایک مٹھی کھجوریں مجھے ایک کپڑے میں باندھ کر دیں' اور کہا اے بیٹی یہ کھجوریں اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس ان کے ناشتہ کے لیے لے جاؤ' انہوں نے کہا میں وہ کھجوریں لے کر گئی' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری اس وقت میں اپنے باپ اور ماموں کو ڈھونڈ رہی تھی' آپ نے فرمایا: اے بیٹی! ادھر آؤ! یہ تمہارے پاس کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں میری ماں نے ان کو میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے وہ ان کا ناشتہ کریں گے' آپ نے فرمایا یہ کھجوریں مجھے دے دو' وہ کہتی ہیں کہ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں میں ڈال دی' وہ اتنی کھجوریں نہیں تھیں کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی بھر جاتی' آپ نے ایک کپڑا منگایا اور اس میں وہ کھجوریں ڈال دیں' اس کپڑے کے اوپر وہ کھجوریں بکھر گئیں' پھر آپ نے ایک شخص سے کہا جاؤ اہل خندق میں اعلان کر دو کہ وہ میرے پاس ناشتہ کرنے کے لیے آئیں اور وہ اس سے کھجوریں لے کر کھانے لگے اور کھجوریں اور زیادہ ہو رہی تھیں حتیٰ کہ تمام اہل خندق ناشتہ کر کے چلے گئے اور وہ کھجوریں پھر بھی زیادہ ہو رہی تھیں۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۳ ص ۲۴۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۲۷' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۲۷' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۴ ص ۳۷۰-۳۶۹)

سورۃ الاحزاب کے اس مختصر تعارف اور اس کی تمہید کے بعد ہم بسم اللہ پڑھ کر سورۃ الاحزاب کے ترجمہ اور اس کی تفسیر کو شروع کر رہے ہیں' الٰہ العلمین مجھے اس کے ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت پر مستقیم رکھنا' جو امور حق و صواب ہوں ان کو مجھ پر منکشف کرنا اور اس کی تفسیر میں مجھ سے وہی امور لکھوانا' اور جو امور غلط اور باطل ہوں' ان کو مجھ پر ظاہر فرمانا' اور مجھے ان کا رد کرنے کا علم' حوصلہ اور ہمت عطا فرمانا۔ آمین یا رب العلمین! والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۷ رجب ۱۴۲۳ھ - ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء

فون: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

marfat.com

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۳۳ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۷۳ رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۃ الاحزاب مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○ اس میں تہتر آیتیں' نو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے نبی! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں' بے شک اللہ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ

بہت علم والا بہت حکمت والا ہے ○ اور آپ کے رب کی طرف سے جس چیز کی وحی کی جاتی ہے آپ اسی کی پیروی کیجئے'

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

بے شک اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○ اور اللہ پر توکل رکھیئے اور اللہ کافی

وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

کارساز ہے ○ اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے' اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار

اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ

کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا

اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ

(حقیقی) بیٹا بنایا ہے' یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے' اور اللہ حق بات کہتا ہے اور

يَهْدِى السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

سیدھا راستہ دکھاتا ہے ○ منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' یہ اللہ کے نزدیک بہت

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ

انصاف کی بات ہے' پس اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو' تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں' اور اگر

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ

تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اگر تم نے عمداً کہا ہے (تو اس پر گرفت ہوگی) اور اللہ

marfat.com

اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ

بہت بخشنے والا بہت مہربانی کرنے والا ہے O نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں اور

اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ

نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں' اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار دوسرے مومنوں اور مہاجروں

كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى

کی بہ نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی

اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ

نیکی کرو' یہ اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے O اور یاد

اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ

کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے

وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷

اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا O

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ ع

تا کہ (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے متعلق دریافت کرے' اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں' اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں' بے شک اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے O اور آپ کے رب کی طرف سے جس چیز کی وحی کی جاتی ہے' آپ اسی کی پیروی کیجئے' بے شک اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O اور اللہ پر توکل رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے O (الاحزاب: ۳۔۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنے کی توجیہ

یایھا النبی کا لفظ اس سے پہلے الانفال: ۶۴' الانفال: ۶۵' الانفال: ۷۰ اور التوبہ: ۷۳ میں آ چکا ہے اور اب پانچویں بار الاحزاب: ۱ میں آیا ہے۔

عربی میں لفظ یا کے ساتھ اس وقت ندا کی جاتی ہے جب منادیٰ (جس کو ندا کی جائے) غافل ہو' اور ظاہر ہے کہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کی گئی ہے اور غافل ہونا آپ کی شان سے بعید ہے' کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرف متوجہ رہتے ہیں' اور دوسری وجہ یا کے ساتھ ندا کرنے کی یہ ہے کہ جس چیز کی خاطر ندا کی گئی ہے وہ بہت عظیم ہے' اور اس

marfat.com

کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے لفظ یا کے ساتھ ندا کی جاتی ہے' اس لیے یہاں پر یہی دوسری وجہ مراد ہے۔

نبی کا لغوی اور اصطلاحی معنی

نبی کا لفظ نبو سے بنا ہے اس کا معنی رفعت اور بلندی ہے اور نبی کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا مقام اپنی امت میں سب سے بلند ہوتا ہے' قرآن مجید میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ (مریم: ۵۷) اور ہم نے اس کو بلند مقام پر اٹھا لیا۔

اور یا یہ لفظ نبأٌ سے بنا ہے اور نبی اُس خبر کو کہتے ہیں جس میں دو چیزیں ہوں (۱) اس سے کوئی عظیم فائدہ حاصل ہو (۲) اس سے یقین حاصل ہو' اور جب تک کوئی خبر ان دو چیزوں کو متضمن نہ ہو اس کو نبأٌ نہیں کہا جاتا' اور جس خبر کو نبأ کہا جاتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جھوٹ نہ ہو' جیسے خبر متواتر (وہ خبر جس کے بیان کرنے والے ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ عقل کے نزدیک ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو) اور اللہ تعالیٰ کی خبر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر' کو نبأ کہا جاتا ہے اور چونکہ نبأٌ علم کو متضمن ہے اس لیے اس کا معنی خبر دینا بھی ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۔ (ھود: ۴۹) یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۲۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نبأٌ کا لفظ غیب کی خبر دینے کے معنی میں بھی آتا ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۔ (آل عمران: ۴۹) میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور ان چیزوں کی خبر دیتا ہوں جن کو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۔ (طٰہٰ: ۹۹) اور اسی طرح ہم آپ کے سامنے پچھلے گزرے ہوئے واقعات کی خبریں بیان کر رہے ہیں۔

اور اس اعتبار سے نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں بیان کرنے والا' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اے غیب کی خبریں بتانے والے' اور اصطلاح میں نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ نے وحی نازل کی ہو اور اس کو تبلیغ احکام کے لیے بھیجا ہو۔

علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نام کے ..... بجائے صفات کے ساتھ ندا کرنے کی توجیہ

علامہ اسماعیل حقی البروسوی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی صفت النبی کے ساتھ ندا کی ہے اور آپ کے اسم کے ساتھ ندا نہیں کی اور یا محمد نہیں فرمایا' جس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ندا کرتے ہوئے فرمایا: یا آدم' یا نوح' یا موسیٰ' یا عیسیٰ' یا زکریا اور یا یحییٰ' اور آپ کو معزز اور مکرم القاب مثلاً یایھا النبی اور یایھا الرسول وغیرہ کے ساتھ ندا فرمائی اور اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور وجاہت کو ظاہر فرمایا' اور آپ کے بہت اسماء اور القاب ہیں' اور کثرت اسماء اور القاب مسمّٰی کے شرف

marfat.com

اور اس کی قدر و منزلت پر دلالت کرتے ہیں' اور الفتح: ۲۹ میں جو فرمایا ہے محمد رسول اللہ اور آپ کے نام کا ذکر فرمایا ہے یہ اس لیے ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ آپ کے رسول ہونے کا عقیدہ رکھیں اور اس کو عقائد حقہ میں شمار کریں۔ (روح البیان ج ۷ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کو ذات اور صفات دونوں کے ساتھ نداء کرنے کا جواز

قرآن مجید میں بے شک یا محمد کے ساتھ نداء کرنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ بھی ندا فرمائی ہے' حضرت جبریل نے بھی اور فرشتوں نے بھی اور امت نے بھی۔

اللہ تعالیٰ کے یا محمد فرمانے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

یا محمد ارفع راسک وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع.

اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی عرض سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا' اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۱۰' صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸' طبع کراچی' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳' صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹ طبع کراچی' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲' سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹' طبع کراچی' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸ اقدیم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ (تجلی الیقین ص ۳۵' حامد اینڈ کمپنی لاہور۔ ۲)

حضرت جبریل کے یا محمد کہہ کر ندا کرنے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

قال جبریل یا محمد اتدری من صلی خلفک قلت لا قال خلفک کل نبی بعثه الله.

(المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۶۴' دار الکتب بیروت ۱۴۱۶ھ' شرح الزرقانی ج ۶ ص ۴۹' دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۳ھ)

حضرت جبریل نے کہا اے محمد! کیا آپ از خود جانتے ہیں کہ کس کس نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں' حضرت جبریل نے کہا آپ کی اقتداء میں ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا۔

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے' تجلی الیقین ص ۸۴' حامد اینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۱ھ)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن عائذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قصہ ولادت اقدس میں فرماتی ہیں مجھے تین شخص نظر آئے' گویا آفتاب ان کے چہروں سے طلوع کرتا ہے' ان میں سے ایک نے حضور کو اٹھا کر ایک ساعت تک حضور کو اپنے پروں میں چھپایا اور گوش اقدس میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا' اتنی بات میں نے بھی سنی کہ عرض کرتا ہے:

ابشر یا محمد فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیته فانت اکثرهم علما و اشجعهم قلبا.

اے محمد! آپ کو بشارت ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو تو حضور ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں۔

(المواہب ج ۱ ص ۶۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' شرح الزرقانی ج ۱ ص ۱۱۵' دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۳ھ)

(تجلی الیقین ص ۸۲۔۸۱' حامد اینڈ کمپنی لاہور' ۱۴۰۱ھ)

قیامت کے دن ہزار ہا لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے:

marfat.com

یا محمد و یا نبی الله انت الذی فتح الله بک وجئت فی هذا الیوم امنا انت رسول الله و خاتم الانبیاء اشفع لنا الی ربک فلیقض بیننا.

اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح باب کیا اور آج آپ آمن و مطمئن تشریف لائے' حضور اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں' اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔

(المواہب اللدنیہ ج ۳ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' شرح الزرقانی ج ۸ص ۲۷۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ)

(تجلی الیقین ص ۷۲۔۷۱' حامد اینڈ کمپنی لاہور' ۱۴۰۱ھ)

رہا یہ اعتراض کہ آپ کا نام لے کر آپ کو ندا کرنے میں آپ کی بے ادبی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو بلانے کے لیے آپ کا نام لے کر آپ کو ندا کرنا جائز نہیں ہے' اور آپ کو متوجہ کرنے کے لیے آپ کا نام لے کر آپ کو متوجہ کرنا جائز ہے' اور ان تمام احادیث میں ایسا ہی ہے آپ کے نام کے ساتھ آپ کو ندا کر کے آپ کو متوجہ کیا گیا ہے' آپ کو بلایا نہیں گیا۔

نیز آپ کا نام مبارک محمد ہے' اور یہ ایک اعتبار سے آپ کا عَلَم شخصی اور آپ کا نام ہے اور دوسرے اعتبار سے یہ آپ کی صفت ہے کیونکہ محمد کا معنی ہے جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو یا جس کی بار بار حمد کی گئی ہو اور اس اعتبار سے یا محمد کا معنی ہے اے وہ شخص جس کی بے حد تعریف اور توصیف کی گئی ہے اور اس اعتبار سے یا محمد کہہ کر ندا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ نے قریش کے سب وشتم اور ان کے لعن طعن کو مجھ سے کس طرح دور کر دیا ہے وہ کسی مذمم (مذمت کیا ہوا) کو سب وشتم کرتے ہیں اور کسی مذمم کو لعن طعن کرتے ہیں اور میں محمد (وہ جن کی حمد کی گئی ہو) ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۳' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۳۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۱۸' عالم الکتب)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ کفار آپ سے سخت بغض رکھتے تھے' اس لیے وہ آپ کا نام (محمد) نہیں لیتے تھے' جو آپ کی مدح اور تعریف پر دلالت کرتا تھا اس لیے وہ مدح سے اعراض کر کے اس کی ضد یعنی مذمت سے آپ کو پکارتے تھے اور آپ کو مذمم کہتے تھے اور مذمم آپ کا نام نہیں تھا اور نہ مذمم سے آپ معروف تھے' پس جب وہ مذمم کو برا کہتے تھے تو گویا کسی اور کو برا کہتے تھے' آپ نے فرمایا میرا نام تو محمد ہے اور محمد اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بہ کثرت قابل تعریف صفات ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کو یہ الہام کیا تھا کہ وہ آپ کا نام محمد رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ کی صفات محمودہ اور موجب تحسین ہوں گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ص ۱۳۶۔۱۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کرام اسی وجہ سے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرتے تھے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ حدیث ہجرت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ہمارے پاس مدینہ پہنچے' مسلمانوں نے اس میں بحث کی کہ کس کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریں' آپ نے فرمایا میں بنو النجار کے ہاں ٹھہروں گا جو عبد المطلب کے ماموں ہیں' میں اپنے قیام سے ان کو شرف عطا کروں گا' پس تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھت پر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں پھیل گئے' وہ بلند آواز سے ندا کر رہے تھے (نعرے لگا رہے تھے) یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۳۸۷' صحیح مسلم ج ۲ص ۴۱۹' طبع کراچی)

marfat.com

حافظ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۶ھ اور حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وکان شعارهم یومئذ یا محمداه. اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ص ۲۴۶ بیروت' البدایہ والنہایہ ج ۵ص ۳۰' دارالفکر بیروت' طبع جدید)

اور ان کا اس ندا سے مقصود آپ کے نام کا نعرہ لگانا تھا نہ کہ آپ کو بلانا' اور آپ کے نام کا قصد کر کے یا محمد کہہ کر آپ کو بلانا جائز نہیں ہے۔

اس مبحث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے النور: ۶۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

کفار کا آپ کو پیغام توحید سنانے سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں (الاحزاب: ۱)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ آیت ابوسفیان بن حرب' عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور عمرو بن ابی سفیان السلمی کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ یہ لوگ مدینہ میں غزوہ احد کے بعد آئے اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس ٹھہرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عبد اللہ بن ابی سے کلام کرنے کی اجازت دے دی تھی' ان کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور طعمہ بن ابیرق بھی کھڑا ہوا' اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے' انہوں نے آپ سے کہا آپ لات' عزیٰ' منات اور ہمارے دیگر معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں' اور یہ کہیں کہ جو شخص ان بتوں کی عبادت کرے گا اس کو ان بتوں کی شفاعت اور منفعت حاصل ہوگی تو ہم اس کے عوض آپ کو اور آپ کے رب کو چھوڑ دیں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات ناگوار گزری' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو انہیں قتل کرنے کی اجازت دیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کو امان دے چکا ہوں! حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ اللہ کی لعنت اور اس کے غضب میں گرفتار ہو کر نکل جاؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال کر آئیں۔

(جامع البیان جز ۲۱ص ۱۴۱' الکشف والبیان ج ۸ص ۶ ـ ۵' اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۶۸۸)

آپ کو ڈرنے کا حکم دینے کی توجیہ

س آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں' جب کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے اور جو شخص کوئی کام کر رہا ہو اس کو یہ حکم دینا کہ تم یہ کام کرو بہ ظاہر عبث معلوم ہوتا ہے' مثلاً کوئی شخص بیٹھا ہوا ہو تو اس کو یہ حکم دینا کہ تم بیٹھ جاؤ عبث اور بے فائدہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دوام اور استمرار کے لیے ہے' اور اس کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح آپ پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اسی طرح اپنی آئندہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں' اور عہد شکنی نہ کریں اور کسی کو امان دے کر امان نہ توڑیں' اور اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے میں مزید اضافہ اور ترقی کریں' کیونکہ تقویٰ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

تقویٰ کا مادہ ہے وقی اور وقایۃ اور اس کا معنی ہے کسی چیز سے بچنا اور اس سے احتراز کرنا اور اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس کی سزا اور عذاب سے بچنا' اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرنے اور اس کی منع کی گئی چیزوں کے ارتکاب

marfat.com

کرنے سے انسان جس سزا اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اس سے احتراز کرنا اور بچنا۔

سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجوسیوں‘ مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا

نیز فرمایا: اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کام آپ کے دین اور آپ کی شریعت کے لاف ہوں ان میں آپ ان کی موافقت نہ کریں‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور منافقین کی اطاعت ہر گز نہیں کرتے تھے ں آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی عدم اطاعت اور عدم موافقت کے طریقہ پر برقرار رہیں‘ اور اس پر دوام اور استمرار کریں‘ صرف یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود کفار اور منافقین کے طریقہ کی موافقت نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ان کے طریقہ کی مخالفت کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی ان کے طریقہ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال النبی صلی الله عليه وسلم ان اليهود والنصاری لا صبغون فخالفوهم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے‘ سو تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۹۹‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۱۳‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۰۳‘ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۸۷۔۵۰۸۶‘ سنن ن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۲۱‘ مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۰۸‘ مسند احمد رقم الحدیث: ۷۲۷۳‘ عالم الکتب بیروت)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم غيروا الشيب ولا تشبهوا يهود.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرو‘ اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۵۲۔۵۰۸۸‘ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱‘ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۴۷۳‘ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۱۷۵)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم جزوا الشوارب و ارخوا اللحی الفوا المجوس.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں کم کرو اور داڑھی بڑھاؤ اور مجوس (آتش پرست) کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۹۲‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰)

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم خالفوا المشركين احفوا الشوارب وفوا اللحی.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو‘ مونچھیں کم کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۹۹‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۶۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے‘ آپ نے چند انصاری بوڑھوں کی ید داڑھیاں دیکھیں‘ تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنی داڑھیوں کو سرخ یا زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی لفت کرو‘ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے؟ آپ نے فرمایا تم وار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو‘ ہم نے کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں (اس کے اوپر) جوتی نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو‘ ہم نے

marfat.com

کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵ طبع قدیم' حافظ زین نے کہا اس کی سند صحیح ہے' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۸۴' دار الحدیث قاہرہ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۹۲۴' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۱' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۲۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو' عاشوراء سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ قدیم' حافظ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۵۴' المنتقی رقم الحدیث: ۲۲۲۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۰۵۲' حافظ الہیثمی نے کہا امام بزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۹-۱۸۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ میت کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا' آپ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا یہود کی مخالفت کرو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۷۶' امام ترمذی نے کہا اس کی سند میں بشر بن رافع قوی نہیں ہے' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۴۵' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۱۲۲' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۳۳)

کفار اور فساق کی مشابہت کے حکم کی تحقیق

کفار اور فساق کی مشابہت کی ممانعت کے سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰ طبع قدیم' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۵۹۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۳۲۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راہبوں کا لباس پہننے سے اجتناب کرو' کیونکہ جس شخص نے رہبانیت اختیار کی یا راہبوں کے مشابہ بنا وہ میرے طریقہ (محمودہ یا میرے دین کامل) پر نہیں ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۳۱' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی علی بن سعید رازی ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۱' دار الکتاب العربی بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے' یہود کی مشابہت کرو نہ نصاریٰ کی' انگلیوں سے اشارہ کرنا یہود کا سلام ہے اور ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا نصاریٰ کا سلام ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۹)

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں علامہ مناوی کی تحقیق

علامہ مناوی ''من تشبه بقوم فهو منهم'' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص اپنے ظاہری لباس میں کسی قوم کے لباس کی' اپنے افعال اور عادات میں کسی قوم کی عادات کی اور اپنی سیرت اور خصلت میں کسی قوم کی سیرت کی مشابہت اختیار کرے حتیٰ کہ اس کا ظاہر اور باطن اس قوم کے موافق ہو جائے تو اس کا شمار اس قوم سے ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صالحین کی مشابہت اختیار کرے گا اس کی ان کی طرح عزت کی جائے گا اور جو شخص فساق کی مشابہت اختیار کرے اس کی ان کی طرح رسوائی ہوگی' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر

marfat.com

فاسق کسی خاص لباس کو اختیار کر لیں تو دوسروں کو اس لباس کے پہننے سے منع کیا جائے گا تا کہ ناواقف شخص ان کو بھی فاسق گمان کرے اور اس بدگمانی کی وجہ سے گناہ میں مبتلاء نہ ہو بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ تشبہ امور قلبیہ یعنی اعتقادات میں بھی ہوتا ہے اور امور خارجیہ یعنی اقوال اور افعال میں بھی ہوتا ہے اور اقوال اور افعال کی دو قسمیں ہیں عبادات اور عادات' عادات میں کھانا پینا' لباس کی وضع قطع' جائے سکونت' نکاح' تمدن اور ثقافت (یعنی کسی قوم کے رہن سہن اور طرز معاشرت کے اجتماعی آداب) سفر اور اقامت کے طور طریقے۔ اعتقادات اور عبادات میں تو کفار کا تشبہ اختیار کرنا کفر اور حرام ہے ہی شریعت اسلامیہ نے تمدن اور ثقافت اور دیگر عادات میں بھی کفار کے تشبہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ ظاہر اور باطن میں ربط اور مناسبت ہوتی ہے اور ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے تمدن اور ثقافت کے لیے ایسے امور بیان فرمائے جو کفار کے تمدن اور ثقافت سے الگ اور ممتاز ہیں' اور اس حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے ظاہری طور طریقہ میں بھی کفار کی مخالفت کریں' کیونکہ اگر مسلمان کفار کی تہذیب اور تمدن کو اختیار کریں گے تو اس کا اثر ان کے اخلاق' عبادات اور عقائد پر بھی پڑے گا' اور اس کا عام مشاہدہ ہے جن لوگوں نے مغربی تہذیب کو اختیار کر لیا' ان کے اخلاق سے پاکیزگی کا عنصر ختم ہو گیا' وہ لوگ عبادات سے دور ہو گئے اور ان کے عقائد کمزور پڑ گئے اور جن لوگوں نے دین داروں کی وضع قطع اختیار کی ان میں خدا خوفی کا غلبہ ہوا اور ان کا دین مستحکم ہو گیا' اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور جب مسلمان اپنے ظاہری اطوار میں کفار کے مخالف رہیں گے تو اسباب غضب سے بچے رہیں گے اور گمراہی کے اسباب سے مجتنب رہیں گے' تیسری وجہ یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کا لباس' وضع قطع' ان کی بود و باش اور طرز معاشرت ایک جیسی ہو گی تو ہدایت یافتہ اور گمراہوں میں ظاہری تمیز نہیں رہے گی' اس لیے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کفار کے تمدن اور ثقافت سے الگ رہیں اور ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کفار کی مشابہت اختیار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **ومن یتولھم منکم فانہ منھم** (المائدہ:۵۱) ''تم میں سے جس شخص نے یہود اور نصاریٰ سے دوستی رکھی اس کا انہی سے شمار ہو گا'' لیکن اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کفار کی مشابہت حرام ہو' حضرت ابن عمر کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کفار کی سرزمین پر گھر بنایا اور ان کے نیروز اور مہرجان (یعنی ان کے تہواروں سے مثلاً کرسمس اور دسہرہ) کو منایا اور مرتے دم تک ان کے مشابہ رہا تو اس کا قیامت کے دن انہی کے ساتھ حشر ہو گا' اور کفار سے بالکلیہ مشابہ ہونا کفر ہے اور بعض امور میں مشابہ ہونا حرام ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ کفر میں ان کی مشابہت اختیار کرنا کفر ہے اور معصیت میں مشابہت اختیار کرنا معصیت ہے اور ان کے شعار میں ان کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۱۱ ص ۵۷۴۴-۵۷۴۳' نزار مصطفیٰ الباز' ریاض ۱۴۱۸ھ)

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں شیخ عبدالحق دہلوی کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ شخص جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہو گا' چونکہ حدیث میں تشبہ کو مطلقاً فرمایا ہے' لہٰذا یہ تشبہ اخلاق' اعمال اور لباس کو شامل ہے خواہ نیکوں کے ساتھ مشابہ ہو یا بُرے لوگوں کے ساتھ مشابہ ہو' اگر اخلاق اور اعمال میں مشابہ ہو گا تو اس کا حکم ظاہر اور باطن دونوں میں جاری ہو گا' اور اگر صرف لباس میں مشابہ ہو گا تو اس کا حکم صرف ظاہر میں ہو گا اگر کوئی شخص مثلاً سکھوں کا لباس اور ان کی وضع اور قطع اختیار کرے تو اس کا بظاہر سکھوں میں شمار ہو گا وہ حقیقت میں سکھ

marfat.com

نہیں ہو جائے گا' اور نہ قیامت کے دن سکھوں میں اٹھے گا' البتہ اس ظاہر لباس اور وضع قطع کو دیکھ کر دیکھنے والے اس کو سکھ خیال کریں گے۔ سعیدی غفرلہٗ) زیادہ تر عرف میں اس مشابہت کو لباس پر محمول کرتے ہیں اسی وجہ سے اس حدیث کو کتاب اللباس میں ذکر کرتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز جس کے مشابہ ہوگی وہ اس چیز کے حکم میں ہوگی اگر ظاہر میں مشابہت ہے تو ظاہر میں اس چیز کے حکم میں ہوگی اور اگر باطن میں اس کے مشابہ ہے تو باطن میں اس چیز کے حکم میں ہوگی۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۴۷' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اعلم ان التشبيه باهل الكتاب لا يكره فى كل شىء فانا ناكل ونشرب كما يفعلون انما الحرام هو التشبه فيما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه كذا ذكره قاضى خان فى شرح الصغير. (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱' مصر)

جان لو کہ اہل کتاب کے ساتھ ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں' البتہ صرف مذموم کاموں میں ان کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے' یا جس کام میں ان کے ساتھ تشبہ کے قصد کے ساتھ کیا جائے وہ ممنوع ہے' اسی طرح قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فان التشبه بهم لا يكره فى كل شىء بل فى المذموم وفيما يقصد به التشبه

اہل کتاب کے ساتھ ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں ہے' بلکہ مذموم چیزوں میں تشبہ مکروہ ہے اور جن کاموں میں تشبہ کا قصد کیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ويويده ما فى الذخيرة قبيل كتاب التحرى قال هشام رايت على ابى يوسف نعلين مخسوفين بمسامير' فقلت اترى بهذا الحديد باسا قال لا' قلت سفيان وثور بن يزيد كرها ذلك لان فيه تشبها بالرهبان فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التى لها شعر وانها من لباس الرهبان فقد اشار الى ان صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العبادلا يضر فان الارض مما لا يمكن قطع المسافة البعيدة فيها الا بهذا النوع اھ وفيه اشارة ايضا الى ان المراد بالتشبه اصل الفعل اى صورة المشابهة بلا قصد.

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کی تائید میں "ذخیرہ" کی کتاب التحری سے ذرا پہلے مذکور ہے کہ ہشام نے ابو یوسف کو دو ایسی جوتیاں پہنے دیکھا جن میں کیلیں ٹھکی ہوئی تھیں' میں (ہشام) نے پوچھا کیا آپ ان لوہے کی کیلوں میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں' میں نے کہا کہ سفیان اور ثور بن یزید اس کو مکروہ کہتے ہیں' کیونکہ اس میں راہبوں کے ساتھ تشبہ ہے' امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں والی جوتیاں پہنتے تھے اور وہ بھی راہبوں کا لباس ہے' امام ابو یوسف نے اپنے اس قول میں یہ اشارہ کیا ہے کہ جس کام میں صورۃً مشابہت ہو اور اس کام میں لوگوں کا نفع اور فائدہ ہو تو اس مشابہت میں ضرر نہیں ہے' کیونکہ اس قسم کی جوتیوں کے بغیر زمین میں دور دراز کی مسافت کو طے نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو یوسف کے اس قول میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس قسم کی مشابہت میں اس وقت حرج نہیں ہے جب اس کام میں کفار کے ساتھ مشابہت کا قصد نہ کیا جائے' صرف صورۃً مشابہت ہو۔

marfat.com

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر کی ہے۔

(منحۃ الخالق علی ھامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱ مطبع علیمیہ مصر ۱۳۱۱ھ)

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحقیق

مسئلہ: از پیلی بھیت محلّہ محمد واصل مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی ۲۴ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دھوتی لباس ہند ہے یا کہ خاص ہنود کا لباس ہے ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ دھوتی لباس ہنود ہے اور بموجب من تشبہ بقوم فھو منھم کے جو مسلمان دھوتی پہنے وہ ہندو ہے اور نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل صالح اوس کا مقبول نہیں مسلمانوں کو دھوتی پہننے والے کے ساتھ مناکحت ونشست برخاست کھانا پینا کھلانا پلانا صاحب سلامت سب منع ہے بلکہ دھوتی پہننے والا السلام علیک کرے تو اوس کے سلام کا جواب بھی نہ دے، پس دھوتی پہننے والے کے ساتھ وہی برتاؤ چاہیے جیسا کہ عالم صاحب کہتے ہیں یا کہ مسلمانوں کا اس بارہ میں جو حکم شریعت ہو ارشاد فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق اس جنس مسائل میں حق تحقیق وتحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے التزامی ولزومی، التزامی یہ کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ اون کی سی صورت بنائے اون سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے فان معنی القصد والتکلف ملحوظ فیہ کما لا یخفی اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہو گی، التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل: یہ کہ اوس قوم کو محبوب ومرضی جان کر اون سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفار کے ساتھ معاذ اللہ کفر حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے، غمز العیون والبصائر میں ہے اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر دوم: کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اختیار کرے وہاں اوس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہو گا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہو گا جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ بعض فتوحات میں مقتول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کے بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا، اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جب کہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اوس آتش تعصب کو بجھا دیا، خلاصہ میں ہے لو شد الزنار علی وسطہ ودخل دار الحرب لتخلیص الاساری لا یکفر ولو دخل لاجل التجارۃ یکفر ذکرہ القاضی الامام ابو جعفر الاستروشنی. ملتقط میں ہے اذا شد الزنار او اخذ الغل او لبس قلنسوۃ المجوس جادا او عازلا لا کفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب منح الروض میں ہے ان شد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارۃ کفر ای لانہ تلبس بلباس کفر من غیر ضرورۃ ملجئۃ ولا فائدۃ مترتبۃ بخلاف من لبسھا لتخلیص الاساری علی ما تقدم سوم: نہ تو اوسے اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لیے یا یوں ہی بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع اون کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنار قشقہ چُٹیا چلیپا تو علمانے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا کما سمعت انفا اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے کما لا

marfat.com

یخفی اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا انگریزی ٹوپی جاکٹ پتلون
پردہ کہ اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ ولہٰذا علماء نے فساق کی وضع
کپڑے موزے سینے سے ممانعت فرمائی فتاوی خانیہ میں ہے الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیء
زی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیرا اجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ مگر اس کے تحقق
اوس زمان و مکان میں اون کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور اون میں اور اون کے غیر
مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہ شرعاً مذموم ہوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبہ کی راہ
امام علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارۂ طیلسان کہ پوشش یہود تھی فرماتے ہیں اما ما ذکرہ ابن القیم من
الیہود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃ من شعارھم
ارتفع ذلک فی ھذہ الازمنۃ فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ تعالی
امثلۃ البدعۃ المباحۃ امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد ابن الحاج حلبی حلیہ
منیہ فصل مکروہات الصلاۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی درمختار میں فرماتے ہیں التشبہ بـ
الکتاب لا یکرہ فی کل شیء فانا ناکل ونشرب کما یفعلون ان الحرام التشبہ بھم فیما کان مذموم
فیما یقصد بہ التشبہ علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البد
المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او
افعال الکفرۃ واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار فتاوی عالمگیری میں محیط سے ہے قال ھشام فی نوادرہ ورا
علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھذا الحدید باسا قال
فقلت لہ ان سفین وثور بن یزید کرھا ذلک لانہ تشبہ بالرھبان فقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لھا شعور وانھا من لباس الرھبان الخ اس تحقیق سے
ہو گیا کہ تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شیء اون بد مذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً
حرج رکھتی ہو بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلیے دھوتی باندھنے والے مسلمانوں
قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقاً دھوتی باندھنے کو اون
شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا نہ زنہار قلب پر حکم روانہ بدگمانی جائز قال اللہ تعالی فلا تقف ما لیس لک بہ ع
ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ○ اور فی نفسہ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اوس کی
ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر مامور بہ کے افراد سے ہے اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہ بند سے صرف
چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے اس میں کسی امر شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہ ممانعت تو قطعاً منتفی ہیں رہا خ
شعار کفار ہونا وہ بھی باطل بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکان ہندو مسلمان سب کا یہی لباس ہے یو ہیں
اضلاع ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں رہے وسط ہند کے شہری لوگ اون میں بھی فنائے شہر اور خود شہر
اہل حرفہ وغیرہم جنہیں کم قوم کہا جاتا ہے بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں کی ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں
یہاں کے معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں مگر اوس کا حاصل اس قدر کہ اپنی تہذیب کے خلاف جانتے ہیں نہ یہ کہ جو باند
اوسے فعل کفر کا مرتکب سمجھیں تو غایت یہ کہ ان اضلاع کے شہری وجاہت دار آدمی کو گھر سے باہر اوس کا باندھنا مکروہ ہو

marfat.com

بلاوجہ شرعی عزت و عادت قوم سے خروج بھی سبب شہرت و باعث کراہت ہے' علامہ قاضی عیاض مالکی امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شارحان صحیح مسلم پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی شارح طریقہ محمدیہ فرماتے ہیں خروجہ عن العادۃ شھرۃ ومکروہ اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے۔حرج پیچھے گھرسنے میں ہے ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے اس سے زائد جو کچھ لفاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق وصواب سے عاطل ہیں بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اوس میں اوتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں والعیاذ باللہ تعالیٰ نسئل اللہ ھدیۃ سبیل الرشاد والعصمۃ عن طریق الزیغ والفساد آمین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱/۱۰ ص ۹۲ ـ ۹۰' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

خطاب ولباس ووضع واسباب میں کفار سے مشابہت ممنوع ہے اور عالم ہو کر ایسا کرے تو اور سخت معیوب ہے مگر فھو منھم اوس کے لیے ہے جو کفار کے دینی شعار میں بالقصد معاذ اللہ اوس کی پسند کے طور پر کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۲/۱۰ ص ۳۲۰' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۲ھ)

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت سے مطلقاً کوئی کام کرنا ممنوع ہے' مثلاً ان سے مشابہت کی قصد سے کھانا پینا' یا سانس لینا بھی ممنوع ہے اور جب کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت نہ ہو بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کا حصول مقصود ہو مثلاً فوج اور پولیس' کفار کے مخصوص ہتھیاروں کو ان کی افادیت کی بناء پر استعمال کرے' یا پولیس اور فوج کی وردی کو اس لیے پہنے کہ اس کو پہن کر جسم چاق و چوبند رہتا ہے اور اس لباس کے ساتھ فوجی مشقیں اور دیگر فرائض آسانی کے ساتھ انجام دیئے جاسکتے ہیں (البتہ قمیض پتلون سے باہر نکالیں تاکہ سرین کا ابھار دکھائی نہ دے) اس صورت میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے' اس طرح میز کرسی پر کھانا' چھری کانٹے اور چمچوں کو کھانے میں استعمال کرنا' اگر ان میں کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت نہ ہو بلکہ دوسرے فوائد اور سہولتوں کی بناء پر استفادہ کرتے ہوں اور اس میں ہماری نیت کفار سے مشابہت نہیں ہوتی' مثلاً بجلی کی روشنی اور پنکھوں کو استعمال کرنا' موٹر کار' بس' ٹرین اور ہوائی جہاز سے سفر کرنا' ٹیلیفون پر بات کرنا' ریڈیو اور ٹی وی کے اعلانات اور جائز پروگراموں سے استفادہ کرنا اور تمام صنعتوں اور کارخانوں میں ان کی تکنیک سے استفادہ کرنا یہ سب امور جائز ہیں اور تمام مسلمان بغیر کسی انکار کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

کفار کے وہ اعتقادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں' اسی طرح ان کی وہ عبادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اسی طرح ان کی وہ تہذیب اور ثقافت جو ان کا مخصوص شعار گردانی جاتی ہے یعنی وہ چیزیں جو ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہیں مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اس لیے وہ گلے میں صلیب ڈالتے ہیں یا رسی کا پھندہ ڈالتے ہیں یا اس کی علامت کے طور پر ٹائی لگاتے ہیں' یہ تمام چیزیں مطلقاً ممنوع اور حرام ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں کفر ہیں۔مثلاً حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے کہ ان کو سولی دی گئی تھی۔

عورتوں کی بے پردگی' مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول' کلبوں میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا' گپ شپ کرنا رقص وسرود میں حصہ لینا' وڈیو اور سینما کی فلمیں بنانا ان کو دیکھنا موسیقی سننا خواہ بھارت کی موسیقی ہو' پاکستان کی ہو یا مغربی' لڑکیوں کا چست اور نیم عریاں لباس پہننا' ہپیوں کی وضع قطع اختیار کرنا' ان تمام امور میں مغربی تہذیب کی مشابہت ہے' بعض امور میں ہندوؤں کے طریقے اور ان کی رسموں کا رواج ہے ان چیزوں میں تشبہ مطلقاً ممنوع ہے اور ان

marfat.com

کاموں میں خواہی نخواہی تشبہ ہے خواہ تشبہ کی نیت ہو یا نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ان امور میں ممنوع ہے جو امور کفار کے عقائد فاسدہ اور اعمال باطلہ کے ساتھ مخصوص ہوں' یا جو امور کتاب اور سنت کی تصریحات کے خلاف ہوں اور جو امور ہمارے اور کفار کے درمیان مشترک ہوں یا جو امور نافعہ ہوں ان میں اگر کفار کے ساتھ تشبہ واقع ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' بلکہ احادیث میں اس قسم کے امور کو اختیار کرنے کی بہ کثرت مثالیں ہیں' دیکھیے دفاعی جنگ میں شہر کے گرد خندق کھودنا کفار عجم کا طریقہ تھا' لیکن جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غزوہ احزاب کے وقت مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معقول رائے کو قبول کرلیا' امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

فلما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم فصولهم من مكة ندب الناس واخبرهم خبر عدوهم وشاورهم في امرهم فاشار عليه سلمان الفارسي بالخندق فاعجب ذلك المسلمين.

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو دشمن کی خبر دی' اور ان سے جنگ کے متعلق مشورہ کیا' حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور مسلمانوں کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۶' دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال سلمان للنبي صلى الله عليه وسلم انا كنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علينا فامر النبي صلى الله عليه وسلم بحفر الخندق حول المدينة وعمل فيه بنفسه ترغيبا للمسلمين.

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳' لاہور)

حضرت سلمان فارسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو رغبت دینے کے لیے آپ نے خود خندق کھودی۔

خندق کھودنا کفار کا طریقہ تھا' لیکن اس کے فائدہ مند ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کرلیا' اسی طرح خط کے اوپر مہر لگانا بھی کفار کا طریقہ تھا' لیکن اس کی افادیت کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان نبي الله صلى الله عليه وسلم وسلم اراد ان يكتب الى رهط او اناس من الاعاجم فقيل له انهم لا يقبلون كتابا الا عليه خاتم فاتخذ النبي صلى الله عليه وسلم خاتما من فضة نقشه محمد رسول الله .

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۷۲' کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کی ایک جماعت کو خط لکھنے کا ارادہ کیا' آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

اسی طرح پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ روم اور فارس کے لوگ ایام رضاعت میں جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا تو آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

marfat.com

عن جدامة بنت وهب الاسدية انها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لقد هممت ان انهى عن الغيلة حتى ذكرت ان الروم والفارس يصنعون ذلك فلا يضر اولادهم.

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۶۶ کراچی)

جدامہ بنت وہب اسدیہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع سے منع کرنے کا ارادہ کیا پھر مجھے خیال آیا کہ روم اور فارس کے لوگ یہ عمل کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔

ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ کفار کے طریقوں میں سے کسی نفع دینے والے طریقہ کو اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کام ہماری شریعت میں ممنوع نہ ہو یا ان کی کسی بدعقیدگی اور بدعملی کے ساتھ خاص نہ ہو۔

لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا

لباس کی جو وضع کسی کافر یا فاسق قوم کا شعار ہو یا وہ وضع ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہو اس لباس کو پہننا اس قوم کے ساتھ تشبہ ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے ورنہ ظاہری طور پر جو لباس جس گروہ کی علامت ہو اس لباس کے پہننے والے کا ظاہری طور پر اسی گروہ میں شمار ہوگا' مثلاً عمامہ' جبہ اور شلوار پہننا یا ٹوپی' شیروانی اور شلوار اور قمیض پہننا عرف میں علماء کا لباس ہے' اس لباس کے پہننے والے کا علماء میں شمار ہوگا خواہ وہ عالم نہ ہو لیکن اگر وہ جبہ و دستار میں ملبوس ہو تو لوگ اس کو عالم سمجھیں گے' اسی طرح مخصوص قسم کی خاکی وردی فوجی لباس ہے' اگر ایک غیر فوجی بھی اس لباس کو پہن لے تو لوگ اس کو فوجی سمجھیں گے' اسی طرح کوٹ پینٹ اور ہیٹ وغیرہ بابوؤں کا لباس ہے اگر کوئی عالم بھی یہ لباس پہن لے تو لوگ اس کو بابو سمجھیں گے' یہ صرف ظاہری اور دنیاوی حکم ہے اس کا آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے الا یہ کہ وہ صلیب پہنے' اگر کوئی شخص ہندوؤں کی طرز کی دھوتی باندھے اور گاندھی ٹوپی پہنے تو لباس کی اس مشابہت کی وجہ سے لوگ اس کو ہندو سمجھیں گے لیکن محض اس لباس کی وجہ اس کا آخرت میں ہندوؤں میں شمار نہیں ہوگا' البتہ اس لباس سے اس لیے اجتناب لازم ہے کہ لوگ اس کے متعلق ہندو ہونے کی بدگمانی نہ کریں۔

بدعقیدگی' بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر' گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا

مشابہت کی وجہ سے اخروی حکم صرف اس وقت لاگو ہوگا جب کوئی شخص کفار کے باطل عقائد کو اختیار کرے' تو پھر وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کسی قوم کی بدعات سیئہ کو اختیار کرے جیسے سیاہ علم اور تعزیہ داری اور سینہ کوبی وغیرہ تو گمراہ ہوگا اور کسی قوم کے ناجائز افعال یا بدعقیدگی پر مبنی اعمال میں مشابہت کو اختیار کرے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا۔

لباس کے موضوع پر میں نے کافی تفصیل سے لکھا ہے اور ہمارے زمانہ میں لباس کے متعلق جو غلط نظریات مشہور ہیں اور من تشبہ بقوم والی حدیث کے جو غلط سلط معنی بیان کیے جاتے ہیں اس کے ازالہ کی میں نے بھرپور سعی کی ہے' اللہ تعالیٰ ان سطور کو نافع بنائے اور لباس کے معاملہ میں جن لوگوں کے غلط نظریات یا غلط روش ہے ان کی اصلاح فرمائے وما ذلک علی الله بعزیز اللهم اجعل هذا الكتاب مقبولا عندک وعند رسولک واجعله لی صدقة جارية اے اللہ! اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے اور اس کو میرے لیے صدقۂ جاریہ کر دے۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين قائد الغر المحجلين افضل الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه وازواجه وعلماء ملته واولياء امته اجمعين۔

اتباع وحی کے محامل اور بدعت سیئہ کی تعریف

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کے رب کی طرف سے جس چیز کی وحی کی جاتی ہے' آپ اسی کی پیروی کیجئے بے شک اللہ

marfat.com

تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے (الاحزاب: ۲) اس کا معنی ہے آپ تمام امور میں وحی کی اتباع کیجئے اور احکام شرعیہ پر عمل کیجئے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ تقویٰ پر اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت کے ترک کرنے پر دائم اور برقرار رہیں یعنی آپ وحی پر عمل برقرار رکھیں نہ کہ کافروں اور منافقوں کی خواہشوں پر' اس آیت میں مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ سب سے صحیح طریقہ شریعت کی اتباع کرنا ہے نہ کہ اپنی رائے اور اپنی خواہش سے دین میں ایسے نئے نئے طریقے ایجاد کر لینا جن کی دین اور شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور وہ طریقے دین کے مزاج کے خلاف ہوں اور ان کو دین میں لازم قرار دے لیا جائے اور ان کو کار ثواب قرار دیا جائے' اور ان کے ترک پر ملامت کی جائے اس کو بدعت سیئہ کہتے ہیں جیسے ایام عاشورہ میں نوحہ کرنا' ماتم کرنا اور تعزیے نکالنا' یا بلا دلیل شرعی' سوئم' چہلم' برسی' عرس اور مجالس میلاد کو ناجائز اور حرام کہنا۔

اور یہ جو فرمایا ہے: بے شک اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے' اس سے مراد آپ کے کام بھی ہو سکتے ہیں اور کافروں اور منافقوں کے کام بھی ہو سکتے ہیں' اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ کیا کیا عمل کریں گے سو اللہ تعالیٰ آپ کی نیک اعمال کی طرف رہ نمائی فرمائے گا' اس لیے ضروری ہے کہ آپ وحی کی اتباع کریں اور اس کے تقاضوں پر لازماً عمل کریں' اور اس کا چوتھا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کفار آپ کے خلاف کیسی کیسی سازشیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کے توڑ کے لیے آپ کو وحی فرمائے گا اس لیے ضروری ہے کہ آپ وحی کی اتباع کریں تا کہ ان کے مکر اور ان کی سازشوں کا سد باب ہو' اور اس کا پانچواں محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ کیا عمل کریں گے اور کفار اور منافقین کیا عمل کریں گے سو اللہ تعالیٰ آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کی طرف وحی فرمائے گا اس لیے ضروری ہے کہ آپ وحی کی اتباع کریں اور اس کے تقاضوں پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے' یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے ○ (الاحزاب: ۴)

کسی شخص کے اندر دو دل نہ بنانے کے متعدد محامل

قابوس بن ابی ظبیان کے والد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا یہ بتایئے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے: "اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے" (الاحزاب: ۴) انہوں نے بتایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز پڑھ رہے تھے' تو آپ کے دل میں ایک خیال آیا' جو منافق آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کے دو دل ہیں' ایک دل تمہارے ساتھ ہے اور ایک دل ان کے ساتھ ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے۔ (الاحزاب: ۴)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۸۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۶۱

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے احکام القرآن وغیرہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جس باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کوئی خیال آیا اور وہ بلا قصد آپ کی زبان پر جاری ہو گیا تو منافقوں نے کہا ان کے دو دل ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ نے کسی

marfat.com

کے دو دل نہیں بنائے' ہر انسان کے اندر ایک دل ہوتا ہے جس میں احوال اور مقاصد کے اختلاف سے مختلف چیزیں آتی ہیں' کبھی کوئی چیز یاد ہوتی ہے اور کبھی کوئی چیز بھول جاتی ہے' کبھی ذہول ہوتا ہے کبھی سہو ہوتا ہے لیکن ایک حال میں کبھی دو متضاد چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱۲ص ۵۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اور حافظ ابوبکر ابن العربی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں چار اقوال ہیں:

(۱) یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جو ایک شخص کا بیٹا ہو وہ دوسرے شخص کا بیٹا نہیں ہوسکتا۔

(۲) قتادہ نے کہا ایک شخص جو بات بھی سنتا تھا وہ اس کو یاد رکھتا تھا' اس طرح وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دو دل ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے دو دل نہیں بنائے۔

(۳) مجاہد نے کہا بنو فہر میں ایک شخص تھا جو یہ کہتا تھا کہ میرے اندر دو دل ہیں اور میں ان میں سے ہر دل کے ساتھ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل عمل کرتا ہوں' اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ کے دل میں کوئی خیال آیا' تو جو منافق آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ہے اور ایک دل ان کے ساتھ ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قلب کے مصداق کے متعلق قدیم اور جدید آراء

قلب صنوبری شکل کا گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمی کے اندر پیدا کیا ہے' اور اس کو علم اور روح کا محل بنایا ہے اور انسان اپنے دل میں اتنے علوم کو محفوظ کر لیتا ہے جن کو کتابوں میں محفوظ نہیں کیا جاسکتا۔

دل دو لتوں کے درمیان ہے ایک شیطان کا لمۃ ہے (اس کے وساوس کی جگہ) اور ایک فرشتہ کا لمۃ ہے (اس کے القاءات کی جگہ) اور وہ آنے والے خیالات اور وساوس کی جگہ ہے اور کفر اور ایمان کی جگہ ہے اور گناہوں پر اصرار اور گناہوں سے رجوع کی جگہ ہے اور اطمینان اور بے چینی کی جگہ ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دل میں کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی اور اللہ کی طرف رجوع اور اس سے انحراف جمع نہیں ہوتے' خلاصہ یہ ہے کہ دو متضاد چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں۔ (احکام القرآن ج ۳ص ۵۳۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور متعدد علماء نے یہ کہا ہے کہ جس عضو کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا وہ قلب ہے اور وہی روح کا محل ہے' سب سے پہلے روح کا تعلق قلب کے ساتھ ہوا پھر اس کے بعد جگر اور باقی اعضاء کے ساتھ ہوا اور بعض نے کہا قلب سے مراد نفس ہے۔

(روح المعانی جز ۲۱ص ۲۲۱۔۲۲۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ قلب تو صرف خون کو پمپ کرنے کا آلہ ہے اور غور و فکر کرنا اور چیزوں کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھنا یہ دماغ کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے اور زیادہ یاد کرنے سے دماغ تھکتا ہے دل کو کچھ نہیں ہوتا' اور دماغ پر چوٹ لگنے سے یادداشت چلی جاتی ہے اور دل کی بیماریوں مثلاً انجائنا وغیرہ سے غور و فکر کرنے کی صلاحیت اور یادداشت پر کوئی اثر نہیں پڑتا' لیکن سرور آمیز خبروں سے دل میں تازگی اور فرحت محسوس ہوتی ہے اور دردناک اور افسوس ناک خبروں سے بھی دل

marfat.com

کی کارکردگی پر اثر پڑتا ہے اور بعض اوقات کسی جانکاہ خبر کے سننے سے حرکت قلب بند ہو جاتی ہے' محبوب کی جدائی سے دل پژمردہ ہو جاتا ہے' گناہوں کے ارتکاب سے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے اور اللہ کو یاد کرنے سے دل میں طمانیت پیدا ہوتی ہے اور غم اور افسوس زائل ہو جاتا ہے۔

ظہار کی تعریف' اس کا حکم اور اس کا کفارہ

اس کے بعد فرمایا: اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں' ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا ک... اور عضو سے تشبیہ دینا' اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے۔ جب تک وہ کفارہ ظہ... نہ ادا کرے' اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا اس کی ران ہے تو یہ بھی ظہار ... اور اگر اس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہ... ہے' اور اگر اس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی مثلاً اپنی بیوی سے کہا تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ... یا تمہاری شرم گاہ یا تمہارا چہرہ یا تمہاری گردن' یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے' تو یہ بھی ظہار ہے' اور اگر ا... نے کہا تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اس کی نیت پر موقوف ہے' اگر اس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو... طلاق یا ظہار کچھ نہیں ہے' اور اگر اس نے کہا میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے کہا میری نیت طلاق کی تھی تو ا... سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ (ہدایہ اولین ص ۴۱۰-۴۰۹ ملخصاً وموضحاً مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

ظہار کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ (المجادلہ: ۲)

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ... حقیقت میں ان کی مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ... جن کے بطن سے وہ خود پیدا ہوئے ہیں' بے شک یہ لوگ نامعق... اور جھوٹی بات کہتے ہیں' اور بے شک اللہ بہت معاف کرنے ... بہت بخشنے والا ہے۔

اور کفارۂ ظہار کے متعلق یہ آیات ہیں:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (المجادلہ: ۴-۳)

جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں' پھر اپنے قول سے رج... کر لیں' تو عمل زوجیت کرنے سے پہلے ان کے ذمہ ایک غلام آ... کرنا ہے' اس کے ساتھ تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے ... کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○ اور جو شخص غلام کو نہ پائے اس ... ذمہ عمل زوجیت سے پہلے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے او... روزوں کی طاقت نہ رکھے اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا ک... ہے' یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر (کامل) ای... لاؤ' یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے

marfat.com

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہنے کا شرعی حکم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا یہ میری بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸'۲۲۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰' عالم الکتب)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ص ۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا ''اے میری بہن!'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۱۔۲۲۱۰' بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا اور کوئی حکم نہیں بیان فرمایا' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(رد المحتار ج ۴ص ۱۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی' بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند اس لیے فرمایا کہ یہ واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے' فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

ولو قال لامراته ان فعلت كذا فانت امی ونوی به التحريم فهو باطل لا يلزمه شیء.

(فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الھندیہ ج اص ۵۱۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو' تو میری ماں ہے' اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے' اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا' یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قاضی خاں کی اس عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے' یا کہا تو میری ماں کی مثل ہے' اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی' یا ظہار کی نیت کی' یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

انت امی بلا تشبیه فانه باطل وان نوی.

کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیئے کہا تو میری ماں ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۹۸ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی ہے تو یہ ظہار ہوگا یا طلاق کی نیت کی ہے تو یہ طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو پھر اس قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ عبدالرحمن بن محمد الکلیوبی الحنفی المتوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

اور اگر اس نے تشبیہ کو ذکر نہیں کیا (اور بیوی سے کہا تو میری ماں ہے) تب بھی یہ کلام لغو ہوگا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیوبی نے لکھا ہے:

ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیئے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے' یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے' اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے' اور اس کی بیوی نے وہ کام کر لیا تو اس کا یہ قول باطل ہوگا' خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔

(مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بہ حالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں بہن کہہ دیا' مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اس کے نکاح میں رہی یا بہ حکم شرع شریف جاتی رہی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے' مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو' درمختار میں ہے:

اولا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ. (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۱۰۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی' یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا' اور اس کا اپنی بیوی کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے' یا یہ کہنا اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

علامہ شامی نے اس پر لکھا ہے:

حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الفطن جعلہ من باب زید اسد منتقی عن القہستانی قلت ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لا بد من التصریح من الاداۃ اسی میں ہے: انت امی بلا تشبیہ باطل وان نوی.

اگر اس نے تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اور بایں طور اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں ہے' بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید شیر ہے' میں کہتا ہوں اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم فتح القدیر سے نقل کریں گے کہ تشبیہ کے حرف کا ذکر کرنا ضروری ہے' نیز علامہ شامی نے کہا بغیر تشبیہ کے بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے

marfat.com

(ردالمحتار ج ۵ ص ۹۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ) باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔
ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے' تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے' عورت سے جماع کرنا' یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بہ نظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا' یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرم گاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے' اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے' اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور اگر ان میں کوئی نیت نہ تھی' تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا' جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا' در مختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی (خانیہ) برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا.

اس نے بیوی سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی' یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لاگو ہوگا' اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہندیہ میں خانیہ سے ہے اگر اس نے اپنے قول سے تحریم کی نیت کی تو اس میں اختلاف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۳۱-۶۳۰' مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے در مختار کی آخری عبارت جو نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ اگر اس نے بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہا تو یہ کلام لغو ہے اور اس سے طلاق نہیں ہوگی' اسی طرح علامہ شامی کی عبارت بھی گذر چکی ہے کہ اگر اس نے بیوی کو خواہ طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے تو یہ قول باطل ہے (ردالمحتار ج ۵ ص ۹۸) یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ' فتاویٰ قاضی خاں' الدر المختار' ردالمحتار' ملتقی الابحر' مجمع الانھر اور فتاویٰ رضویہ کی عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی' خواہ اس نے یہ قول طلاق دینے کی نیت سے کہا ہو یا بیوی کو اپنے نفس پر حرام قرار دینے کی نیت سے کہا ہو' اس شخص کا یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس جھوٹ سے توبہ کرے۔ ہم نے اس قدر تفصیل اس لیے کی ہے کہ یہ مسئلہ عامۃ الوقوع ہے لوگ غصہ میں بیوی کو ماں بہن کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق ہوگئی۔

منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصل باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے' یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے' اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے ○ (الاحزاب: ۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' ہم ان کو صرف زید بن محمد کہا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ. اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب

marfat.com

کر کے بلاؤ' یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ (الاحزاب: ۵)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰۹)

زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تھا لوگ اس کو اسی شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس شخص کی میراث کا وارث ہوتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ھشام بن محمد سائب الکلبی اپنے والد سے اور جمیل بن مرثد الطائی وغیرہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ کے والد بنو قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے' جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا' ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ کا تعلق بنو معن سے تھا' جو قبیلہ طے کی ایک شاخ تھی' ایک بار وہ حضرت زید کو لے کر اپنے میکے گئیں' اس وقت حضرت زید کم عمر تھے' اس دوران بنو قین کے سوار لوٹ مار کر کے آ رہے تھے' وہ حضرت زید کو خیمہ کے سامنے سے اٹھا کر لے گئے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کر دیا' حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کو چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو انہوں نے حضرت زید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا' ادھر ان کے والد حارثہ بن شراحیل ان کی گم شدگی پر بہت غمگین تھے اور اکثر روتے رہتے تھے۔

قبیلہ کلب کے کچھ لوگ حج کے لیے گئے' انہوں نے حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا' اور حضرت زید نے بھی ان کو پہچان لیا' انہوں نے یمن جا کر حضرت زید کے والد کو خبر دی اور یہ بتایا کہ حضرت زید کس مقام پر ہیں' پھر حارثہ اور ان کے بھائی کعب فدیہ کی رقم لے کر مکہ پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کیا' انہیں بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں' وہ دونوں آپ کے پاس گئے اور کہنے لگے: اے عبد المطلب کے بیٹے! اے اس قوم کے سردار کے بیٹے! آپ لوگ اللہ کے حرم میں رہنے والے ہیں آپ غلاموں کی گردنیں آزاد کرتے ہیں اور قیدیوں کو قید سے چھڑاتے ہیں' ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلہ میں آپ کے پاس آئے ہیں' آپ ہم پر احسان فرمائیں اور اس کا فدیہ ہم سے قبول کر کے اس کو آزاد کر دیں' آپ نے پوچھا' تمہارا بیٹا کون ہے؟ انہوں نے کہا وہ زید بن حارثہ ہے' آپ نے فرمایا اس کو بلا لو اور اس کو اختیار دو' اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو تم اس کو کسی فدیہ کے بغیر اپنے ساتھ لے جاؤ اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو اللہ کی قسم! جو شخص میرے ساتھ رہنے کو اختیار کرے میں اس پر فدیہ کو اختیار کرنے والا نہیں ہوں' پھر آپ نے حضرت زید کو بلایا' اور فرمایا کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یہ میرے والد اور میرے چچا ہیں' آپ نے فرمایا تم کو علم ہے کہ میں کون ہوں اور تم میرے سلوک کو بھی پہچانتے ہو' پس تم مجھے اختیار کر لو یا ان دونوں کو اختیار کر لو۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲)

حضرت زید نے کہا میں آپ کے اوپر کسی شخص کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا' میرے باپ اور چچا تو آپ ہی ہیں' حضرت زید کے والد اور چچا نے کہا اے زید! تم پر افسوس ہے! تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو اور اپنے باپ اپنے چچا اور اپنے گھر والوں پر ان کو ترجیح دے رہے ہو! حضرت زید نے کہا ہاں میں نے ان کی ایسی سیرت دیکھی ہے کہ میں ان پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کی اس محبت کو دیکھا تو ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: لوگو! گواہ ہو جاؤ بے شک زید میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہو گا اور میں اس کا وارث ہوں گا' جب حضرت زید کے باپ اور چچا نے یہ منظر

marfat.com

دیکھا تو وہ خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے' پھر حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا جانے لگا حتیٰ کہ اسلام کا ظہور ہو گیا۔ امام ابن اسحاق نے بھی اس قصہ کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ (تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۴۵۷۶)

جب یہ آیت نازل ہوئی **ادعوھم لابائھم** تو حضرت زید نے کہا میں زید بن حارثہ ہوں۔

(المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۲۲' تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۴۵۷۸)

ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنایا تو آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش سے ان کا نکاح کر دیا جو آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ان کا نکاح اپنی باندی ام ایمن سے کر دیا تھا جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے تھے' پھر جب حضرت زید نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ نے ان کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا' ان سے زید بن زید اور رقیہ پیدا ہوئیں' پھر حضرت زید نے ام کلثوم کو طلاق دے دی اور درۃ بنت ابی لھب بن عبد المطلب سے نکاح کر لیا' پھر ان کو طلاق دے دی اور حضرت زبیر کی بہن ھند بنت العوام سے نکاح کر لیا۔

امام عبد الرزاق نے زہری سے روایت کیا ہے کہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لایا ہو۔

حضرت زید بن حارثہ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے' وہ اس لشکر کے امیر تھے اور کئی مواقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند قوی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید کو بھیجا ان کو اس لشکر کا امیر بنایا اور اگر وہ زندہ رہتے تو انہی کو اپنے بعد جانشین مقرر فرماتے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶)

امام بخاری نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امیر بنایا تھا۔ امام واقدی نے کہا کہ حضرت زید کا پہلا لشکر القردۃ کی طرف گیا' دوسرا الجموم کی طرف گیا' پھر العیص کی طرف پھر الطرف کی طرف' پھر الحسمیٰ کی طرف' پھر ام قرفہ کی طرف' پھر ان کو غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا گیا' اسی غزوہ میں وہ پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے' حضرت زید کے علاوہ قرآن مجید میں اور کسی کا نام صراحۃً مذکور نہیں ہے۔

امام محمد بن سعد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زید! تم میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام ہو) ہو' اور تمہاری ابتداء مجھ سے اور میری طرف ہے اور تم تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ (تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۴۵۸۳)

امام بخاری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک زید بن حارثہ امارت کے لائق ہیں اور بے شک وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۴۵۸۶)

امام ترمذی اور دیگر ائمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تھے' انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' آپ دروازے کی طرف گئے' ان کو گلے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۳۲)

marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ میرے وظیفہ سے زیادہ مقرر کیا' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تمہاری بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے اور تمہارے باپ کی بہ نسبت حضرت اسامہ کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا' یہ حدیث صحیح ہے۔ (الاصابہ ج ۲ص ۴۹۸_۴۹۴'ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت'۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اس سے بہت زیادہ تفصیل سے حضرت زید بن حارثہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج۲۱ص ۲۶۲_۲۴۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت'۱۴۲۱ھ)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے' اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے (الاحزاب:۴)

آیت کے اس حصہ میں اس بات کی مزید تاکید فرمائی ہے کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دینا ایک ایسی بات کہنا ہے جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے' یہ محض زبانی کہنا ہے' اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے' جس کی واقعہ میں حقیقت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے' پس اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں' اور اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اگر تم نے عمداً کہا ہے (تو اس پر گرفت ہو گی) اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربانی کرنے والا ہے (الاحزاب:۵)

اقسط' خطأ اور مغفرت اور رحمت کے معانی اور ان کی وضاحت

اقسط کا معنی ہے اعدل' یعنی زیادہ عدل اور انصاف والی بات' اور کسی شخص کا خود کو اپنے باپ کی طرف منسوب کرنا' باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے سے زیادہ عدل اور انصاف والی بات ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر باپ کی طرف خود کو منسوب کرنا بھی انصاف کی بات ہے لیکن زیادہ انصاف کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اصل باپ کی طرف منسوب کرے' حالانکہ خود کو باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا منصفانہ بات نہیں ہے' بلکہ ظلم اور گناہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اسم تفضیل مجازاً صفت مشبہ کے معنی میں ہے اور یہاں زیادتی کا معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے صرف عادلانہ فیصلہ مراد ہے۔

نیز فرمایا: اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو تم پر کوئی گرفت نہیں ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی بزرگ آدمی' یا استاذ یا اپنے مرشد کو تعظیم کے قصد سے اپنا باپ کہے اور اس کا یہ مقصد نہ ہو کہ وہ اس کے نسب اور اس کے نطفہ سے ہے' یا کوئی بڑا اور بزرگ آدمی کسی بچے کو شفقت سے کہے اے بیٹے یا استاذ شاگرد کو یا پیر اپنے مرید کو شفقت سے کہے اے بیٹے! تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ اس کو اپنا صلبی بیٹا کہہ رہے ہیں۔

اس آیت میں مغفرت اور رحمت کا بھی ذکر ہے' مغفرت کا معنی ہے کسی کے جرم کو معاف کر دینا اور رحمت کا معنی ہے کسی پر فضل اور احسان کرنا' اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو عذاب نہ دینا اس کی مغفرت ہے اور ان کو جنت عطا فرمانا اس کی رحمت ہے۔

خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے پر وعید

زمانہ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ جب کسی شخص کو کوئی لڑکا پسند آتا وہ اس کو اپنا بیٹا قرار دیتا' اور اس کو اپنے مال کا وارث قرار دیتا' اور لوگ اس لڑکے کو اس شخص کا بیٹا کہا کرتے تھے' اسلام نے اس رواج کو منسوخ کر دیا اور یہ ہدایت دی کہ ہر شخص کی نسبت اس کے اصل باپ کی طرف کی جائے اور ایسا نہ کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے:

marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے' تو اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۱۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۹۷' عالم الکتب' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۹۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۵۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو' سو جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو یہ کفر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو' قیامت کے دن اللہ اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۷۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۸۱' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۳۷' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۲۹۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں' اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں' اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار' دوسرے مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی نیکی کرو' یہ اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے O (الاحزاب: ۶)

مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... کو تصرف کرنے کا زیادہ اختیار ہے

اولیٰ کا معنی ہے زیادہ لائق اور زیادہ سزاوار' یعنی مومنوں کو اپنی جانوں پر تصرف کرنے کا اتنا زیادہ استحقاق نہیں ہے جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جانوں پر تصرف کرنے کا حق حاصل ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ان کے دین اور دنیا کے معاملات میں کسی چیز کا حکم دیں اور ان کی خواہش ان معاملات میں کوئی اور کام کرنے کی ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس کام کو کریں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا ہو اور اپنی خواہش پر عمل نہ کریں' اور واجب ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں اور ان کی جان اور مال کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ مالک ہوں' مثلاً فجر کی نماز کے وقت انسان کا دل سونے کے لیے چاہے اور وہ آرام دہ بستر کو چھوڑنا نہ چاہے یا گرمی کی دوپہر میں اور سخت دھوپ میں ظہر کی نماز کے وقت وہ گھر سے باہر نکلنا نہ چاہے لیکن وہ اپنی جان اور آرام کی پرواہ نہ کرے اور آپ کے حکم پر نیند اور آرام چھوڑ کر مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جائے' نماز کے اوقات میں دکان پر گاہکوں کا رش لگا ہوا ہو لیکن جماعت کے وقت وہ دکانداری چھوڑ کر نماز کے لیے جائے' وہ اپنا مکان یا اپنی دکان کسی ایسے اجنبی شخص کو فروخت کرنا چاہے جو زیادہ قیمت دے رہا ہو لیکن اگر اس کا پڑوسی یا شریک اس پر شفعہ کر دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس اجنبی شخص کے بجائے اپنے پڑوسی یا شریک کو فروخت کرے وہ اپنے مال کا مالک ہونے کے باوجود جس کو وہ چاہے فروخت نہ کرے بلکہ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو اس کو فروخت کرے' وہ اپنی چیز کو جس جگہ فروخت کرنا چاہے وہاں فروخت نہ کرے کیونکہ مسجد میں بیع اور شراء سے آپ نے منع فرما دیا ہے' جس وقت چاہے اس وقت فروخت نہ کرے کیونکہ نماز کے اوقات میں آپ نے خرید و فروخت کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ جس طرح چاہے اس طرح قرض نہ دے کیونکہ سود پر قرض دینے

marfat.com

سے آپ نے منع فرمادیا ہے' وہ جب چاہے کھائے اور جب چاہے نہ کھائے یہ بھی نہ کرے کیونکہ رمضان میں دن کے اوقات میں آپ نے کھانے سے منع فرما دیا ہے اور عید کے دن آپ نے کھانے کو چھوڑنے سے منع کر دیا ہے' اگر طلوع آفتاب یا استواء آفتاب کے وقت وہ نماز پڑھنا چاہے اس وقت نماز نہ پڑھے کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

ہر جگہ نماز نہ پڑھے کیونکہ قبر کے سامنے اور مذبح میں نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمادیا ہے' سو مومنوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کا اتنا اختیار نہیں ہے جتنا ان کی جانوں اور مالوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے نزدیک اس کی جان' اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۰۱۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۸۴۵' عالم الکتب

بعض عارفین نے کہا جب تک کسی شخص کو یقین نہ ہو کہ تمام احوال میں اس کی جان اور اس کے مال کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں اس وقت تک وہ ایمان کی مٹھاس نہیں چکھ سکتا۔ اور حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین اوصاف ہوں وہی ایمان کی مٹھاس پا سکتا ہے (۱) اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (۲) وہ جس شخص سے بھی محبت کرے تو اللہ کے لیے محبت کرے (۳) اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا اس طرح ناپسندیدہ ہو جس طرح آگ میں ڈالا جانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۸۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۲

مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ شفیق ہیں

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ مومن خود اپنی جانوں پر اتنے شفیق نہیں ہیں جتنے ان کی جانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفیق ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ کسی شخص نے آگ روشن کی ہو اور پروانے اور کیڑے مکوڑے اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہوں' سو (اپنی خواہشوں کی آگ میں) دھڑا دھڑ گر رہے ہو اور میں تم کو کمر بند باندھنے کی جگہ سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۷۴

عام مسلمانوں کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حقوق کے زیادہ کفیل اور ضامن ہیں

اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ مومنوں پر جو حقوق ہیں تو دوسرے مسلمانوں کی بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان حقوق کی ادائیگی کے زیادہ قریب ہیں' جیسا کہ ان احادیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اگر کوئی ایسا شخص فوت ہوتا جس پر قرض ہوتو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے تھے آیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فاضل مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے تم خود اس کی نماز جنازہ پڑھ لو' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ کثرت فتوح عطا کیں' تو آپ نے فرمایا میں مسلمانوں کی جانوں کا ان کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہوں' سو مسلمانوں میں سے جو شخص قرض چھوڑ کر مرا اس کو میں ادا کروں گا اور جو شخص مال چھوڑ کر مرا وہ مال اس کے وارثوں کا ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۹۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۱۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۶۳)

marfat.com

ایک اور روایت اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے روئے زمین پر ہر مومن کا تمام لوگوں کی بہ نسبت میں زیادہ ولی ہوں' تم میں سے جو شخص قرض یا اہل وعیال کو چھوڑ کر مر گیا تو اس کا میں کفیل ہوں اور اگر مال چھوڑ کر مرا ہے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۱۹' کتاب الفرائض:۱۵)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں' آپ نے فرمایا تم اپنے صاحب پر خود نماز پڑھ لو' کیونکہ اس پر قرض ہے' حضرت ابوقتادہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ قرض میرے ذمہ ہے' آپ نے فرمایا تم وہ پورا قرض ادا کر دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں وہ قرض پورا ادا کر دوں گا' پھر آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۶۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۱۵۲۵۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۷' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۵۹۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۰۵۸)

سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی زندگی اور موت میں ان کا کفیل اور ضامن ہو

ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں قرض ادا کرنے کی اہمیت ہو کہ اگر کوئی شخص قرض ادا کیے بغیر فوت ہو گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اور آپ کی دعا سے محروم ہو گا' دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو علم تھا کہ مسلمان آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر بہت حریص ہیں جب وہ دیکھیں گے کہ قرض کی وجہ سے آپ اس کی نماز نہیں پڑھا رہے تو ان میں سے کوئی اس کا قرض ادا کر دے گا' جیسے حضرت ابوقتادہ نے اس مقروض کا قرض ادا کر دیا تھا' سو اس بہانے سے اس میت کا قرض ادا ہو جائے گا' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا امام اور ان کا خلیفہ اور سربراہ مملکت مسلمانوں کی زندگی میں بھی ان کے حقوق کا محافظ اور ضامن ہے اور بہ وقت ضرورت ان کا کفیل ہے اور مسلمانوں کے مرنے کے بعد بھی ان کا ضامن ہے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو وہ بیت المال سے ان کا قرض ادا کرے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا بیت المال میں حق ہے اور جو شخص مقروض ہو تو بیت المال سے اس کے قرض کی ادائیگی لازم ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۳۳۹' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اسی طرح جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متولی ہو اس پر لازم ہے کہ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو وہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے' اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ گنہ گار ہو گا بہ شرطیکہ میت کا بیت المال میں اتنا حق ہو جس سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام اور سربراہ مملکت پر لازم ہے کہ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے تو وہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے اور اگر امام نے ایسا نہیں کیا تو قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا' اور دنیا میں وہ گنہ گار ہو گا بہ شرطیکہ میت کے گھر میں اتنا اثاثہ باقی نہ ہو جس سے اس کا قرض ادا کیا جا سکے اور اگر پورا قرض ادا نہ کیا جا سکے تو اس کے مال سے جتنا اس کا قرض ادا کیا جا سکے

marfat.com

اتنا قرض ادا کر دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اور اس کے گھر میں قرض کی ادائیگی جتنا مال ہو تو امام پر لازم ہے کہ ا
کے مال سے اس کا قرض ادا کرائے اور اگر مال کم ہو تو اس کے حساب سے اس کا قرض ادا کیا جائے اور اگر اس کے گھر
بالکل مال نہ ہو تو پھر بیت المال سے اس کا قرض ادا کیا جائے۔

ازواج مطہرات کے مومنوں کی مائیں ہونے کی وضاحت

اس کے بعد فرمایا: اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو یہ شرف عطا کیا کہ ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا' یعنی ان کی تعظ
اور ان کی بزرگی اور ان کا ادب اور احترام مسلمانوں پر اس طرح لازم ہے جس طرح اپنی ماؤں کا ادب اور احترام لازم ہوتا
اور جس طرح ماں محرم ہے اور اس سے نکاح حرام ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کرنا امت پر حرام
قرآن مجید میں ہے:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا. (الاحزاب: ۵۳) اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان
بیویوں سے نکاح کرو۔

اور باقی معاملات میں ازواج مطہرات اجنبی عورتوں کی مثل ہیں' اس لیے ان سے خلوت میں ملنا' ان کے ساتھ سفر کرنا
ضرورت شرعی ان سے باتیں کرنا اور ان کے چہروں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو پرد
کے پیچھے سے سوال کرو۔

مہاجروں اور بنائے ہوئے بھائیوں کی باہمی وراثت کا منسوخ ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار دوسرے مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت ای
دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔ (الاحزاب: ۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی وجہ سے بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا' اور اس بناء پر وہ ایک دوسر
کے وارث ہوتے تھے' اسی طرح بعض مسلمان دین میں ایک دوسرے کی حمایت کرنے کی وجہ سے اور دوستی کی بنا پر ایک دوسر
کے وارث ہوتے تھے' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وارث ہونے کی یہ تمام صورتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف رشتہ
ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہونے کی صورت باقی رہ گئی۔

اور یہ جو فرمایا ہے اللہ کی کتاب میں' اس کا معنی ہے یہ حکم لوح محفوظ میں ثابت ہے' یا اس کا معنی ہے یہ حکم قرآن مجید
اس آیت میں ہے' یا اس کا معنی ہے یہ حکم اللہ کی سنت میں ہے یا اس کی تقدیر میں ہے۔

نیز فرمایا: مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی نیکی کرو۔ یعنی تمہارے دوست تمہارے وارث تو نہیں ہو سکتے' لیکن
ان کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کر سکتے ہو' اور ان کو ہدیے اور تحفے وغیرہ دے سکتے ہو' ان پر نفلی صدقہ کر سکتے ہو۔

مسلمانوں اور کافروں کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا

رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وارث اور مورث دونوں مسلمان ہو
کیونکہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

marfat.com

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) کہا: یا رسول اللہ! کل آپ مکہ میں کس جگہ قیام کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر یا کوئی زمین چھوڑی ہے؟ اور عقیل اور طالب ' ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کی کسی چیز کے وارث نہیں ہوئے تھے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے' اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا' ابن شہاب زہری نے کہا وہ قرآن مجید کی اس آیت میں تاویل کرتے تھے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا. (الانفال: ۷۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی' یہی لوگ ایک دوسرے کے ولی ہیں' اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۲۵۵)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے یا اس سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے' پہلے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا تھا' اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں ان کو وراثت نہیں ملے گی' اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ. (الانفال: ۷۵)

اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت اور رشتہ داری وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۹۔ ۶۷ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین اس آیت میں ولایت کی تفسیر وراثت سے کرتے تھے۔

امام عبد الرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا جو بھائی بنا دیا تھا' اس وجہ سے بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' اور وہ اسلام اور ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور جو شخص اسلام لاتا اور ہجرت نہیں کرتا تھا وہ اس کا وارث نہیں ہوتا تھا' اور جب الانفال: ۷۵ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۶۔ ۳۲۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور زیر تفسیر آیت یعنی الاحزاب: ۶ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے: اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار دوسرے مومنوں اور

marfat.com

مہاجروں کی بہ نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' یعنی وہی ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں' اور الانفال: ۷۵ اور
الاحزاب: ۶ کا مضمون واحد ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم
سے اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا ○ تا کہ (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے متعلق دریافت کرے' اور اس نے کافروں کے
لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب: ۸۔۷)

یوم میثاق میں انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے متعدد محامل

تمام نبیوں سے عالم میثاق میں جو عہد لیا گیا تھا اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی جو ذمہ داری سونپی ہے وہ اس کو پورا کریں' اور بعض نبی دوسرے بعض نبیوں کو بشارت دیں' اور بعض بعض کی تصدیق کریں۔

نیز فرمایا: اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے' تمام نبیوں کے ذکر میں ان پانچ نبیوں کا ذکر بھی آ گیا تھا' لیکن ان کی خصوصیت اور ان کے شرف کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ یہ صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اولوا العزم رسولوں میں سے ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا اس کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان نصرت اور حمایت اور وراثت کی ممانعت کے حکم پر عمل کرانے کا عہد تمام نبیوں سے لیا گیا اور بالخصوص ان پانچ اولوا العزم رسولوں سے بھی یہ عہد لیا گیا۔

(۳) اس عہد کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ہر چند کہ ان کی شریعتیں مختلف ہوں گی لیکن وہ دین میں ایک دوسرے سے اختلاف نہ کریں' اور دین سے مراد وہ اصول ہیں جو تمام نبیوں میں مشترک ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' نبیوں کی رسالت' فرشتوں اور کتابوں پر ایمان لانا اور تقدیر پر' قیامت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر اور جزاء اور سزا پر ایمان لانا' اللہ کی اطاعت اور عبادت کا واجب ہونا اور اس کی معصیت کا حرام ہونا' اور شریعت سے مراد عبادات کے وہ مخصوص اور جزوی طریقے ہیں جو ہر نبی نے اپنے اپنے زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے مقرر کیے جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کو مقرر کیا ہے' جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں اختلاف نہ کرنا۔

حضرت مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا "واوصيناک يا محمد واياه دينا واحدا" "اے محمد! ہم نے آپ کو اور نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے"۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب: ۱)

سو انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ہر چند کہ ان کی شرائع مختلف ہوں گی لیکن ان سب کا دین واحد ہوگا وہ دین میں اختلاف نہ کریں۔

(۴) اس عہد کی چوتھی تفسیر یہ ہے کہ تمام نبیوں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا اعلان کریں اور

marfat.com

ان کی بشارت دیں اور اگر آپ ان کے زمانہ میں مبعوث ہوں تو وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت اور حمایت کریں اور سب نبی دنیا والوں کو بتائیں کہ ان کے بعد ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے اور آپ سے یہ عہد لیا گیا کہ آپ یہ بتائیں کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آل عمران: ۸۲-۸۱)

اور (اے رسول) یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا' کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائیں' جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے تو تم ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور ان کی مدد کرنا' فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کرلیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کرلیا' فرمایا پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ○ پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا سو وہی لوگ نافرمان ہیں ○

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو وہ ضرور بہ ضرور ان پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور ان کی نصرت کرے گا اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے یہ عہد لیتا تھا۔

(جامع البیان جز ۳ ص ۴۵۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک (حضرت) موسیٰ اگر تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸' مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۴۲۷-۴۲۶' شعب الایمان ج ۱ ص ۲۰۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی.

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۹' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعدد محامل

اس کے بعد فرمایا: تاکہ (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے متعلق دریافت کرے' اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب: ۸)

اس آیت میں صادقین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ جو سوال فرمائے گا اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) نقاش نے کہا انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال کیا جائے گا کہ آیا انہوں نے اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیا تھا' اور اس میں یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال کیا جائے گا تو باقی لوگوں کا کیا ٹھکانا ہے۔

(۲) علی بن عیسیٰ نے کہا: انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال کیا جائے گا کہ ان کی قوم نے ان کو کیا جواب دیا۔

marfat.com

(۳) ابن الشجرہ نے کہا انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال کیا جائے گا کہ ان سے جو عہد اور میثاق لیا گیا تھا آیا انہوں نے اس کو پورا کر دیا۔

(۴) سچے مونہوں سے مخلص دلوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۳۷۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس تفسیر کی تصدیق اس آیت میں ہے:

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ . (الاعراف: ۶) سو ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر کفار کے لشکر

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا تھا' اور اللہ تمہارے کاموں کو

بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ

خوب دیکھنے والا ہے ○ جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے' جب تمہاری

زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے

الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

لگے تھے ○ اس موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا تھا ○

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا

اور اس وقت منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی' یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

سے جو بھی وعدہ کیا وہ محض دھوکا تھا ○ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا اے یثرب والو!

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ

اب تمہارا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے تم واپس جاؤ' اور ان کا دوسرا فریق نبی سے

marfat.com

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا

جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے '

فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ

وہ صرف بھاگنا چاہ رہے تھے ○ اور اگر مدینہ کے چاروں اطراف سے ان پر لشکر حملہ آور ہوتے

لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ

پھر ان سے شرک طلب کیا جاتا تو وہ ضرور شرک کر لیتے اور وہ اس میں ذرا دیر نہ کرتے ○ اور وہ اس سے پہلے اللہ سے یہ

مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

عہد کر چکے تھے کہ وہ (میدان جنگ میں) پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کے متعلق ضرور باز پرس ہو گی ○

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا

آپ کہیے کہ تم کو بھاگنا نفع نہیں دے گا خواہ تم موت سے بھاگو یا قتل سے اور اس وقت

لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ

تم کو بہت کم فائدہ پہنچایا جائے گا ○ آپ کہیے اگر اللہ تم کو

اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ

مصیبت میں ڈالنا چاہے تو تمہیں اس سے کون بچا سکتا ہے اور اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے!) اور وہ

اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ

اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے ○ بے شک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو (جہاد سے)

لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً

روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ' اور وہ بہت کم جہاد کرنے والے ہیں ○ وہ

عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

(تمہاری مدد میں) بخیل ہیں، پس جب دشمن حملہ آور ہو تو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی

marfat.com

اَعۡيُنُهُمۡ كَالَّذِىۡ يُغۡشٰى عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ‌ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَوۡفُ

آنکھیں گھومتی ہیں جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو' پھر جب (جنگ کا) خطرہ ٹل جائے گا تو وہ

سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الۡخَيۡرِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا

مال غنیمت کی حرص میں تم سے تیزی اور طراری سے باتیں کریں گے' یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے

فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ‌ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ﴿۱۹﴾ يَحۡسَبُوۡنَ

سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O وہ گمان کر رہے ہیں

الۡاَحۡزَابَ لَمۡ يَذۡهَبُوۡا‌ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ يَوَدُّوۡا لَوۡ اَنَّهُمۡ

کہ ابھی حملہ آور نہیں گئے اور اگر دشمن کے لشکر حملہ کرتے تو وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش وہ

بَادُوۡنَ فِى الۡاَعۡرَابِ يَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ‌ؕ وَلَوۡ كَانُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا

جنگل میں دیہاتیوں کے پاس ہوتے اور (لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے' اور اگر وہ تمہارے

قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۲ ۱۸

درمیان ہوتے تو دشمن سے بہت کم جہاد کرتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر کفار کے لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا تھا' اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے' جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے O (الاحزاب: ۱۰۔۹)

غزوۃ الاحزاب میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور احسان کا بیان

اس رکوع کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے غزوۃ الاحزاب اور غزوۂ بنو قریظہ کا ذکر فرمایا ہے' ہم سورۃ الاحزاب کے تعارف میں اس کا مختصر ذکر کر چکے ہیں اور اس رکوع کی آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل بھی ان شاء اللہ مستند حوالہ جات کے ساتھ ذکر کریں گے۔ ان آیتوں میں الحناجر کا لفظ ہے یہ الحنجرہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے زخرہ' سانس کی نالی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر یہ فضل اور احسان فرمایا کہ ان کے دشمن حملہ آوروں کو ان کے شہر مدینہ سے بھگا دیا اور ان کو شکست فاش دی' جب ان دشمنوں کی مختلف جماعتیں ایک ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں' یہ پانچ ہجری شوال کا مہینہ تھا اور اس غزوہ کا نام غزوۂ خندق اور غزوۃ الاحزاب رکھا گیا تھا۔

marfat.com

امام موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ غزوۃ الاحزاب کا سبب یہ تھا کہ بنونضیر کے جن یہودی سرداروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا' ان میں سے سلام بن ابی الحقیق' سلام بن مشکم' اور کنانہ بن الربیع مکہ مکرمہ گئے' اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی' اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکایا اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا' اور ان کو یہ یقین دلایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی بھرپور مدد کریں گے' قریش نے ان کے ساتھ اتفاق کرلیا' پھر وہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو بھی آپ کے خلاف جنگ پر تیار کرلیا' قریش نے مکہ کے گردونواح سے اپنے موافقین کو اکٹھا کرلیا' ان کے لشکر کا قائد ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور غطفان کا قائد عیینہ بن حصین بن بدر تھا' پھر دس ہزار افراد کا لشکر تیار ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی پیش قدمی کی خبر سنی تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کی مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا' سو مسلمان مدینہ کے گرد خندق کھودنے لگے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے اور مٹی نکالنے کے عمل میں شریک تھے' اور خندق کھودنے میں متعدد معجزات کا ظہور ہوا تھا جس کا ہم نے اس سورت کے تعارف میں ذکر کیا ہے' مشرکین مدینہ کی مشرقی جانب احد پہاڑ کے پاس آکر ٹھہرے تھے یہ مدینہ کا نچلا حصہ تھا اور دشمن کا دوسرا گروہ مدینہ کی زمین کے بالائی حصہ میں ٹھہرا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے' آپ کی پشت پر سلع پہاڑ تھا اور دشمن آپ کے سامنے تھا' آپ کے اور دشمن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان خندق تھی' اور خواتین اور بچے مدینہ کے شہر میں تھے' اور مدینہ کی دونوں شرقی جانبوں میں یہود کی ایک جماعت بنوقریظہ تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کریں گے' ان میں سات سو جنگجو تھے' دشمن کی طرف سے حیی بن اخطب النضری ان کے پاس گیا اور ان کو اس معاہدہ کے توڑنے پر اکسایا' حتیٰ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' اب صورت حال یہ تھی کہ باہر سے دس ہزار مشرکین نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور اندر سے سات سو یہودی غداری کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر کمربستہ تھے' یہ وہ منظر تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقشہ کشی کی ہے' جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے' اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا تھا' دشمن نے ایک ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا محاصرہ کیے رکھا لیکن ان کو خندق پار کرنے کی جرأت نہ ہوسکی' اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی جنگ کی نوبت نہیں آئی' البتہ عمرو بن عبدود العامری زمانہ جاہلیت میں مشہور شہ سوار تھا وہ اپنے ساتھ شہ سواروں کی ایک جماعت لے کر خندق کے پار مسلمانوں کے سروں پر پہنچ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا' کچھ دیر ان میں مقابلہ ہوا بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور یہ مسلمانوں کی فتح اور نصرت کی علامت تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے لشکر پر زبردست آندھی بھیجی جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے' ہر چیز تہس نہس ہوگئی' وہ چولہے جلا سکتے تھے نہ کھانا پکا سکتے تھے اور وہ ناکام اور نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باد صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو باد دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۰)

مدینہ کے شمال سے مدینہ کے جنوب کی طرف چلنے والی ہوا کو باد صبا کہتے ہیں اور اس کے برعکس چلنے والی ہوا کو

marfat.com

بادِ دبور کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کی ایک شب کو سخت سردی تھی اور بہت زبردست آند
چل رہی تھی اس رات میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے مجھے مدینہ بھیجا کہ میں کھانا اور لحاف لے کر آؤ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر روانہ ہوا' آپ نے فرمایا تھا کہ تم کو جو میرے اصحاب ملیں ان سے کہنا ک
میرے پاس آ جائیں' جب میں گیا تو زناٹے کی ہوا چل رہی تھی' مجھ کو جو مسلمان بھی ملا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل
پیغام پہنچا دیا اور جس نے بھی یہ پیغام سنا وہ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو گیا حتیٰ کہ کسی نے پیچھے مڑ کر
نہیں دیکھا' آندھی میری ڈھال کو دھکیل رہی تھی' حتیٰ کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جس کو میں نے نیچے پھینک دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں
تو آپ کے ساتھ جہاد کرتا' اور خوب لڑتا' حضرت حذیفہ نے کہا: تم ایسا کرتے! مجھے وہ منظر یاد ہے کہ غزوۂ احزاب میں ہم ا
شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ ایک سرد رات تھی اور بہت تیز آندھی چل رہی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا: سنو! کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی خبریں حاصل کر کے آئے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا'
خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے بھی جواب نہیں دیا' آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی خبریں حاصل کر
آئے۔ قیامت کے دن اللہ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا' ہم پھر خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے جواب نہیں دیا' آ
نے فرمایا: اے حذیفہ! تم جاؤ اور کفار کی خبریں حاصل کر کے آؤ' جب آپ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے لیے اٹھنے کے
اور کوئی چارہ کار نہ تھا' آپ نے فرمایا جاؤ کفار کی خبریں حاصل کر کے آؤ اور ان کو میرے خلاف غضب میں نہ لانا' جب میں ان
طرف روانہ ہوا تو یوں لگتا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں' جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ابوسفیان ا
پیٹھ کو آگ سے سینک رہا ہے' میں نے کمان پر تیر چڑھا کر اس کو تیر مارنے کا ارادہ کیا' پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ک
ارشاد یاد آیا کہ ان کو میرے خلاف غضب میں نہ لانا' اگر میں اس وقت تیر مارتا تو بلاشبہ وہ نشانے پر لگتا' میں واپس اس حال
لوٹا کہ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں' جب میں آپ کے پاس واپس پہنچا تو میں نے آپ سے کفا
خبریں بیان کیں' جب میں فارغ ہوا تو مجھے سردی لگنے لگی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھ رہے
آپ نے اس کا ایک پلّو مجھے اوڑھا دیا' میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سوتا رہا' جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے بہت سونے وا
اٹھ جا! (صحیح مسلم کتاب الجہاد: ۹۹' رقم الحدیث: ۱۷۸۸' الرقم المسلسل: ۴۵۵۹)

اس رات سخت سردی تھی اور آندھی چل رہی تھی' لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کی تعمیل میں جا رہے تھے' اس لیے آپ کو بالکل سردی نہیں لگی اور نہ آندھی کے تھپیڑے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
برکت سے ان کو یوں لگا گویا کہ وہ گرم حمام میں چل رہے ہیں واپسی میں بھی ان پر سردی اور آندھی کا کوئی اثر نہیں ہوا' حتیٰ
وہ آرام اور عافیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور جیسے ہی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی خبریں بیان کر
فارغ ہوئے ان پر موسم کا اثر ہوا اور سردی لگنے لگی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کمبل اوڑھا دیا' اور یہ رسول اللہ ص
اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے۔ (شرح النواوی علی صحیح مسلم ج ۸ ص ۴۹۷۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ایسا لشکر بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا تھا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو بھیجا' انہوں نے خیموں کی رسیاں کاٹ د

marfat.com

اور میخیں اکھاڑ دیں' اور دیگچیاں الٹی کر دیں اور ان کی جلائی ہوئی آگ بجھا دی اور ان کے گھوڑے بدک کر بھاگنے لگے' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر خوف اور رعب طاری کر دیا اور لشکر کے چاروں طرف فرشتے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے' حتیٰ کہ ہر خیمہ کا سردار بلند آواز سے یہ کہنے لگا: اے بنوفلاں! یہاں میرے پاس آؤ' حتیٰ کہ جب وہ لوگ اس کے پاس آ گئے تو وہ کہنے لگا: نجات کو طلب کرو' نجات کو طلب کرو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا گیا تھا۔

اور فرمایا: اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے' یعنی تم جو خندق کھود رہے تھے اور دشمنوں سے مدافعت کی تدبیریں کر رہے تھے' تو اللہ تمہارے ان کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۱۳۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا تھا O اور اس وقت منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں شک کی بیماری تھی یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو بھی وعدہ کیا وہ محض دھوکا تھا O اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے یثرب والو! اب تمہارا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے تم واپس جاؤ' اور ان کا دوسرا فریق نبی سے جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہ رہے تھے O (الاحزاب: ۱۳۔۱۱)

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال سے مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جب مدینہ کے گرد دشمن کی فوجیں جمع ہو گئیں اور مسلمان سخت تنگی میں محصور ہو گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان موجود تھے' اور وہ آزمائش میں مبتلا تھے اور ان کو سختی سے جھنجھوڑا جا چکا تھا' اس وقت منافقوں کا نفاق ظاہر ہوا اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی انہوں نے یہ کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو بھی وعدہ کیا وہ جھوٹا تھا۔

اس وقت ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب! یثرب سے مراد مدینہ ہے' صحیح حدیث میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں مکہ سے اس جگہ کی طرف ہجرت کروں گا جہاں کھجوروں کے درخت ہیں' میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ جگہ یمامہ ہے' پس وہ جگہ مدینہ یثرب تھی۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب' باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے لکھا ہے کہ یثرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کا نام ہے اور یہ غیر منصرف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب اس وقت فرمایا جب آپ نے اس کا نام طیبہ نہیں رکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۷ص ۶۳۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۲۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۲۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شہر میں جانے کا حکم دیا گیا

marfat.com

ہے جو دوسرے شہروں کو کھا جائے گا' لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں' اور وہ مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۲' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۲۶۱)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ کو یثرب کہا وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے' یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے۔

(مسند احمد ج ۴ص ۲۸۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۶۸۸' مجمع الزوائد ج ۳ص ۳۰۰' حافظ زین نے کہا اس کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے' لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کے شواہد ہیں' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۴۲۸' قاہرہ' اور حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

منافق مدینہ کو یثرب کہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام مدینہ ہے اور یہ طابہ اور طیبہ ہے' اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے' مسند احمد میں بھی مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت ہے' عیسیٰ بن دینار نے کہا جو مدینہ کو یثرب کہے گا اس کا گناہ لکھا جائے گا' مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے مکروہ ہے کہ تثریب کا معنی جھڑکنا اور ملامت کرنا ہے اور قرآن مجید میں منافقین کا قول نقل کیا ہے جنہوں نے یا اھل یثرب کہا تھا۔ (الاحزاب: ۱۳)

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۶ص ۳۶۹۸ ـ ۳۶۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو اچھے نام سے بدل دیتے تھے اس لیے آپ نے یثرب کو طیبہ اور طابہ سے بدل دیا' طیب خوشبودار ہوا کو کہتے ہیں اور یہ مدینہ میں موجود ہے' اور مدینہ کی ہوا میں' اس کی مٹی میں اور اس کی تمام چیزوں میں خوش بو ہے' مدینہ کو طیبہ اس لیے فرمایا کہ اس میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور یہ شہر کفر سے پاک کر دیتا ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ص ۵۰۱' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

بعض منافقین مدینہ کو یثرب کہتے تھے اور جو نام اس شہر کے لائق ہے وہ مدینہ ہے' اس لیے بعض علماء نے کہا کہ مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے' اور قرآن مجید میں ہے کہ غیر مومنین نے مدینہ کو یثرب کہا تھا' اور امام احمد نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جس نے مدینہ کو یثرب کہا تو وہ توبہ کرے یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے' اور اس کراہت کا سبب یہ ہے کہ یثرب یا تو تثریب سے بنا ہے جس کا معنی ملامت کرنا ہے اور یا ثرب سے بنا ہے جس کا معنی فساد کرنا ہے' اور یہ دونوں نام قبیح ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے' اور عمر بن شبہ نے ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے اور عیسیٰ بن دینار مالکی نے کہا جس نے مدینہ کو یثرب کہا اس کا گناہ لکھا جائے گا۔ حضرت نوح کے پرپوتے کے پرپوتے یثرب بن قانیہ نے اس شہر کو سب سے پہلے مسکن بنایا تھا اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام یثرب پڑ گیا۔ (فتح الباری ج ۴ص ۵۷۳ ـ ۵۷۲۔ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ص ۳۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔

marfat.com

(حاشیۃ الخفاجی علی البیضاوی ج ۷ ص ۲۶۹ ' روح المعانی جز ۲۱ ص ۲۴۱)

بعض عارفین نے کہا ہے کہ یثرب تثریب سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے ملامت کرنا' پہلے صحت مند لوگ مدینہ جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے' اس لیے لوگ ملامت کرتے تھے کہ مدینہ کیوں گئے! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کے بعد اب وہ جگہ دارالشفاء بن گئی اب وہاں بیمار جائیں تو صحت مند ہو جاتے ہیں' پہلے وہاں جانے پر ملامت کی جاتی تھی اب کوئی شخص حج کرنے جائے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں' حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا پھر وہ میری زیارت کے لیے نہیں آیا تو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

(الکامل لابن عدی ج ۸ ص ۲۴۸ طبع جدید' الدرالمنثور ج ۱ ص ۵۳۲' داراحیاء التراث العربی' کنزالعمال رقم الحدیث: ۱۲۳۶۹)

منافقوں کے اس قول کے محامل اے اہل یثرب! واپس جاؤ

منافقین کے ایک گروہ نے مومنوں سے کہا تھا: اے یثرب والو! اب تمہارا یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے' تم واپس جاؤ۔

منافقین کے اس قول کے حسب ذیل محامل بیان کیے گئے ہیں:

(۱) تم مدینہ واپس چلے جاؤ تا کہ تم کفار کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاؤ اور جب تم کفار کے لیے میدان خالی چھوڑ جاؤ گے تو ان کے دلوں میں بھی تمہارے لیے نرم گوشہ ہوگا۔

(۲) ان کی مراد یہ تھی کہ تم مقابلہ سے بھاگ جاؤ لیکن انہوں نے اس کو رجوع سے اس لیے تعبیر کیا تا کہ مسلمان یہ نہ گمان کریں کہ یہ بھاگنا مذموم ہے۔

(۳) اب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' سو اب تم پچھلے شرک کی طرف لوٹ جاؤ یا تم نے اسلام پر جو بیعت کی تھی اس سے رجوع کر لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے دشمنوں کے حوالے کر دو۔

(۴) آج کے بعد یثرب اور اس کے مضافات میں قیام کرنا تمہارے لیے خطرناک ہے' کیونکہ اب یہاں کفار اور مشرکین کا قبضہ ہو جائے گا اس لیے اب تم کفر کی طرف رجوع کر لو۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہم جنس منافقوں سے یہ کہا ہو کہ اب تمہارے نفاق کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے اور خطرہ ہے کہ عنقریب تم کو قتل کر دیا جائے گا اس لیے اب تم اسلام سے رجوع کر لو اور کافروں سے مل جاؤ اسی میں تمہاری بقاء اور سلامتی ہے' لیکن پہلی توجیہات مقام کے زیادہ موافق اور مناسب ہیں۔

گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے محامل

اس کے بعد ارشاد فرمایا: اور ان کا دوسرا فریق نبی سے جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہ رہے تھے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس دوسرے فریق سے مراد بنو حارثہ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹' الدرالمنثور ج ۶ ص ۵۱۰' روح المعانی جز ۲۱ ص ۲۴۲)

ان کی مراد یہ تھی کہ ہمارے گھروں کی دیواریں کمزور ہیں اور ہمیں اپنے گھروں میں چوری کا خطرہ ہے یا ہمارے گھروں کی دیواریں ٹوٹی ہوئی ہیں اور جو شخص بھی ان میں داخل ہونا چاہے وہ داخل ہو سکتا ہے یا ہمارے گھروں میں صرف عورتیں ہیں

marfat.com

مرد نہیں ہیں اس لیے ہم کو خطرہ ہے یا ہم کو دشمنوں سے خطرہ ہے کہ وہ ہمارے گھروں کو خالی دیکھ کر ان پر قبضہ کر لیں گے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر مدینہ کے چاروں طرف سے ان پر لشکر حملہ آور ہوتے' پھر ان سے شرک طلب کیا جاتا تو وہ ضرور شرک کر لیتے' اور وہ اس میں ذرا دیر نہ کرتے O اور وہ اس سے پہلے اللہ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ میدان جنگ میں پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی O آپ کہیے کہ تم کو بھاگنا نفع نہیں دے گا خواہ تم موت سے بھاگو یا قتل سے اور اس وقت تم کو بہت کم فائدہ پہنچایا جائے گا O آپ کہیے اگر اللہ تم کو مصیبت میں ڈالنا چاہے تو تمہیں اس سے کون بچا سکتا ہے' اور اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے!) اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے O (الاحزاب: ۱۷۔۱۴)

جہاد سے بھاگنے والوں کی سرزنش

الاحزاب: ۱۴ میں الفتنہ کا لفظ ہے' ضحاک نے کہا اس سے مراد قتال ہے' اور حسن' مجاہد اور قتادہ نے کہا اس سے مراد کفر اور شرک ہے' ضحاک نے جو تفسیر کی ہے اس کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ ان کا یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں محض بہانا ہے اگر بالفرض مدینہ کے چاروں طرف سے ان پر لشکر حملہ آور ہوتے' پھر کسی اور جانب سے کوئی اور ان سے لڑنے کے لیے کہتا تو یہ ذرا دیر نہ کرتے اور فوراً ان سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے' اور مجاہد وغیرہ نے جو الفتنہ کی تفسیر کفر اور شرک سے کی ہے اس کے اعتبار سے معنی اس طرح ہے کہ اگر مدینہ کے چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا جاتا پھر ان سے یہ عہد کیا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صرف یہ صورت ہے کہ تم کفر اور شرک کی طرف رجوع کر لو تو یہ فوراً کفر اور شرک کی طرف رجوع کر لیتے۔

اس سے پہلے ہم نے ذکر کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے والے بنو حارثہ تھے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ بنو سلمہ تھے غزوہ احد میں انہوں نے بزدلی دکھائی تھی پھر انہوں نے توبہ کی اور غزوہ خندق سے پہلے انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبہ کو مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا کہ وہ جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت کریں گے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو اس کا بہت ملال تھا کہ وہ اس عزت اور کرامت سے محروم رہے جو مجاہدین بدر کو حاصل ہوئی تھی۔

اور فرمایا کہ تم کو بھاگنا نفع نہیں دے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ موت تو تم کو بہر صورت اپنے وقت پر آنی ہے خواہ وہ طبعی موت ہو یا دشمن کے ہاتھوں قتل کی صورت میں ہو' خواہ تم میدان جنگ سے بھاگو یا نہ بھاگو' اور بھاگنے کی صورت میں تم زندگی سے عارضی فائدہ ہی اٹھا سکو گے پھر قیامت کے دن تمہیں ذلت والا عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار ممکن نہیں ہے' تم یہ نہ سمجھو کہ اگر تم میدان جنگ سے بھاگ گئے تو تم قتل ہونے سے بچ جاؤ گے' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قتل کی صورت میں موت مقدر کر دی ہے تو وہ اسی طرح آ کر رہے گی اس لیے فرمایا: آپ کہیے اگر اللہ تمہیں مصیبت میں ڈالنا چاہے تو تمہیں اس سے کون بچا سکتا ہے اور اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے!) اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو (جہاد سے) روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور وہ بہت کم جہاد کرنے والے ہیں O وہ (تمہاری مدد میں) بخیل ہیں' پس جب دشمن حملہ آور ہو تو آپ دیکھیں گے وہ آپ کی طرف ایسے نظریں جما دیں گے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو' پھر جب (جنگ

marfat.com

کا) خطرہ ٹل جائے گا تو وہ مالِ غنیمت کی حرص میں تم سے تیزی اور طراری سے باتیں کریں گے' یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے' سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O وہ گمان کر رہے ہیں کہ ابھی حملہ آور نہیں گئے اور اگر دشمن کے لشکر حملہ کرتے تو وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش وہ جنگل میں دیہاتیوں کے پاس ہوتے اور (لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو دشمن سے بہت کم جہاد کرتے O (الاحزاب: ۲۰-۱۸)

مسلمانوں کو جہاد سے باز رکھنے کے لیے منافقوں کی کوششیں..... اور ان کا خوف اور ان کی چرب زبانی

الاحزاب: ۱۸ میں المعوقین کا لفظ ہے اس کا معنی ہے روکنے والے اور منع کرنے والے' بعض لوگ مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے سے روکتے تھے اور منع کرتے تھے' یہ کون لوگ تھے اس کی تعیین میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ابن السائب نے کہا یہ آیت عبداللہ بن ابی' معتب بن بشیر اور ان دیگر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو خندق سے لوٹ کر مدینہ چلے گئے تھے' ان کے پاس جب کوئی منافق آتا تو یہ اس سے کہتے تھے تم پر افسوس ہے' یہیں بیٹھے رہو اور خندق کی طرف واپس نہ جاؤ' اور لشکر میں جو ان کے ساتھی تھے ان کو بھی یہ پیغام بھیجتے تھے ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہارے منتظر ہیں۔

(۲) قتادہ نے کہا یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے جو مدینہ میں رہنے والے اپنے ان بھائیوں سے کہتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب تعداد میں بہت کم ہیں وہ ابوسفیان اور اس کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہیں تم ان کا ساتھ چھوڑ دو۔

(۳) امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر سے نکل کر اپنے بھائی کے پاس گیا اس کے پاس روٹی' بھنا ہوا گوشت اور نبیذ رکھا تھا' اس نے اپنے بھائی سے کہا تم یہاں داد عیش دے رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلواروں اور نیزوں کے درمیان ہیں! اس کے بھائی نے کہا تم بھی یہیں آ جاؤ میں قسم کھاتا ہوں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے! اس نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو' میں قسم کھاتا ہوں کہ میں حضور کے پاس جا کر یہ بات بتاؤں گا' وہ آپ کو بتانے گیا تو حضرت جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

(جامع البیان جز ۲۱ ص ۱۶۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۱۲۱' الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۱)

الاحزاب: ۱۹ میں اشحة کا لفظ ہے' یہ شحیح کی جمع ہے' اور شحیح کا معنی بخیل ہے' مجاہد اور قتادہ نے کہا یہ لوگ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت بخیل ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمہارے لیے ہر قسم کی منفعت میں بخیل ہیں۔ اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو اس وقت یہ سخت بزدل ہیں' عنقریب جب جنگ ختم ہو جائے گی تو یہ بہت تیز اور طرار زبانوں کے ساتھ مسلمانوں سے باتیں کریں گے اور مال غنیمت میں سے اپنا حصہ طلب کریں گے' اس وقت یہ اپنی بہادری اور دلیری کی جھوٹی داستانیں سنائیں گے اور اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کریں گے' حالانکہ میدان جنگ میں یہ سب سے زیادہ بزدل اور اپنے اصحاب کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جانے والے تھے۔

الاحزاب: ۲۰ میں یہ بتایا ہے کہ ان منافقوں کی بزدلی اور کم ہمتی اور ان کے خوف اور دہشت کا یہ عالم ہے کہ ہر چند کہ کفار کے لشکر ناکام اور نامراد ہو کر واپس جا چکے ہیں لیکن ان کا ابھی تک یہ خیال ہے کہ کفار کا لشکر ہنوز اپنے خیموں اور مورچوں میں موجود ہے' اور اگر بالفرض کفار کا لشکر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آ جائے تو ان کی تمنا یہ ہو گی کہ کاش وہ یہاں ان کے سامنے ان کے مقابلہ میں نہ ہوتے' دور کسی جنگل میں ہوتے اور وہیں سے تمہارے متعلق لوگوں سے پوچھا کرتے کہ مسلمان جنگ میں ہلاک ہوئے یا نہیں!

marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ

بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے، ہر اس شخص کے

يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَ

لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو O اور جب

الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ

مسلمانوں نے الاحزاب (کفار کے لشکروں) کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ

اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (لشکر کی آمد) نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت میں اضافہ ہی کیا O مومنوں

الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن

میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، سو ان میں سے

قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ

بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی O

اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ

تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا

يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربانی فرمانے والا ہے O اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں

كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَ

کی جلن کے ساتھ (ناکام و نامراد) لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے، اور اللہ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا اور

كَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ

بے شک اللہ بہت قوت والا بہت غلبہ والا ہے O اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آور مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے

marfat.com

الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

ان کو ان قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ

قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قید کر رہے ہو O اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور

اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

ان کے مالوں کا وارث بنا دیا' اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی تم چل کر نہیں گئے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو O (الاحزاب: ۲۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کا نمونہ

اس آیت میں اسوہ کا لفظ ہے' اسوہ کا معنی ہے عمل کے لیے نمونہ' انسان کسی دوسرے شخص کی اتباع اور پیروی میں جس طریقہ پر ہوتا ہے اس کو اسوہ اور نمونہ کہتے ہیں' خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا' اس لیے اس آیت میں اسوہ کو حسنہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے اس آیت میں ان لوگوں پر عتاب کیا گیا ہے جو غزوہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے' یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت عمدہ نمونہ ہے' کہ آپ نے اللہ کے دین کی نصرت کے لیے اپنی جان کو خرچ کیا اور کفار اور مشرکین سے جہاد کرنے کے لیے میدان میں آئے اور بہ نفس نفیس خندق کھودی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۴۳)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن مٹی کھود کر منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ آپ کا شکم مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ بلند آواز سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اللهم لو لا انت ما اهتدينا — ولا تصدقنا ولا صلينا

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے — اور نہ ہم صدقہ اور خیرات کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

فانزلن سكينة علينا — وثبت الاقدام ان لاقينا

سو تو ہم پر ضرور سکون اور امن نازل فرما — اور اگر دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۰۷' عالم الکتب' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۵۹)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے اور نیک اور اچھی خصلتیں ہیں' اور ایسی سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں' آپ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں' بھوک و پیاس کی سختیوں سے گھبراتے نہیں' اللہ کی راہ میں جو زخم کھاتے ہیں ان پر صبر کرتے ہیں' غزوہ احد میں آپ کے سر پر زخم آیا' آپ کے سامنے کے دانت کا ایک حصہ شہید ہو گیا آپ کے عم مکرم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ان کو مثلہ کیا گیا' اللہ کی راہ میں آپ کو بہت ایذائیں

marfat.com

دی گئیں، آپ ثابت قدم رہے، آپ نے کبھی گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، سواے مسلمانو! تم آپ کے اسوہ اور نمونہ کی اتباع کرو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر دکھائے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۱، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۱، المسند الجامع رقم الحدیث: ۳۹۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ کے اوپر جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے جن سختیوں کا سامنا ہوا سو ہوا، اور سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جو یوم العقبہ کو پیش آیا (عقبہ کے معنی ہیں پہاڑ کی گھاٹی، آپ مکہ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا کر قریش مکہ کو تبلیغ فرماتے تھے) میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے اپنی رسالت کا پیغام پیش کیا، اس نے میرے پیغام کو قبول نہیں کیا، میں انتہائی دل گرفتہ حالت میں واپس آیا جب میں قرن الثعالب میں پہنچا میں نے اچانک سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایا کیا ہوا تھا میں نے دیکھا اس بادل میں حضرت جبریل تھے، انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا آپ نے اپنی قوم کو جو پیغام سنایا اور انہوں نے جو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا، اور آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ آپ ان کافروں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں، پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دے کر مجھے سلام کیا اور کہا اے محمد! آپ جو چاہیں میں وہ کر دیتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کے دو پہاڑوں (ابوقبیس اور قیقعان) کو ان کے اوپر گرا کر ان کو پیس ڈالوں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۰۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عبادات اور معاملات کا نمونہ

ہم نے پہلے یہ ذکر کیا تھا کہ علامہ قرطبی نے یہ لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یا جو آپ سے میدان جنگ سے چلے جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے، اس کے برخلاف علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ کی یہ تحقیق ہے کہ یہ آیت مخلص مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۲۵۳)

سعید بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں سفر کر رہا تھا، سعید کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ خدشہ ہوا کہ اب صبح ہونے والی ہے تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے، پھر میں حضرت ابن عمر سے جا ملا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے پوچھا تم کہاں جا رہے تھے، میں نے کہا مجھے صبح کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اللہ کی قسم! حضرت ابن عمر نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۹۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۰۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۰)

ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ وتر کی نماز نفل ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر وتر کی نماز پڑھی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز کو واجب قرار دینے سے پہلے وتر کی نماز

سواری پر پڑھی کیونکہ امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر سے ہی روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل سواری پر پڑھے اور وتر سواری سے اتر کر پڑھے' اور حضرت ابن عمر نے اس حدیث کی کوئی توجیہ کر لی ہوگی۔ وتر کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی سو جانے کی وجہ سے یا بھول جانے کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے وہ صبح کو وتر پڑھ لے (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۶۶) اور قضا واجب کی ہوتی ہے نفل کی قضا نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۱۔۲۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ عمرہ کرنے والے ایک شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا' آیا وہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے عمل تزویج کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آئے آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی' اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' پھر یہ آیت پڑھی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۳۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۵۹)

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا جب میں اس رکن کے پاس پہنچا جو حجر اسود کے پاس ہے تو میں نے ہاتھ سے اس کو تعظیم دی' حضرت عمر نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت عمر نے کہا کیا تم نے آپ کو اس کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا؟ میں نے کہا نہیں! حضرت عمر نے کہا ابھی آپ کا زمانہ زیادہ تو نہیں گزرا' بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۲' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۱۸۲)

عیسیٰ بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے سفر میں دن کے وقت فرض نماز پڑھی' پھر انہوں نے بعض مسلمانوں کو نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میں نفل نماز پڑھوں تو فرض کی پوری چار رکعت پڑھ لوں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے' آپ دن میں نفل نماز نہیں پڑھتے تھے' اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا وہ بھی دن میں نفل نماز نہیں پڑھتے تھے' اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا وہ بھی دن میں نفل نماز نہیں پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا وہ بھی دن میں نفل نہیں پڑھتے تھے' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۴۴۵۵' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے آپ کو نحر (ذبح) کرے گا یا اپنے بیٹے کو نحر کرے گا اس کو چاہیے کہ ایک مینڈھے کو ذبح کر دے' پھر یہ آیت تلاوت کی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۶۱۸۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ج ۸ ص ۴۶۰ قدیم)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ وہ پیشاب سے رنگی ہوئی یمنی چادروں کے پہننے سے منع کریں' ایک شخص نے کہا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی چادر پہنتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت عمر نے کہا کیوں نہیں! اس شخص

marfat.com

نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے' پھر حضرت عمر نے اس سے منع کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۴۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت' مصنف ج ۱ص ۳۸۲)

اللہ کے ذکر میں کامل اجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر مکمل جملہ ہو اور ذکر کرنے والے کو اس کا معنی معلوم ہو

اس کے بعد فرمایا ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو۔

یعنی وہ شخص عذاب سے نجات' جنت کے حصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے عبادت کرتا ہو' پھر اس کو اس قید کے ساتھ مقید فرمایا اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ شرعاً وہ ذکر معتبر ہوتا ہے جو عربی گرامر کے اعتبار سے مکمل جملہ ہو مثلاً کوئی شخص کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اس طرح کے اور اذکار۔ اور جو جملہ نہ ہو مثلاً اللہ' القادر' السمیع' البصیر تو جو شخص ان اسماء کا ورد کرے تو یہ شرعاً ذکر معتبر نہیں ہے' جب تک کہ ان الفاظ سے مکمل کلام نہ ہو تو ذکر کرنے والے کو اس ذکر کا ثواب نہیں ملتا' مثلاً کوئی شخص سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے اور اس کے معنی سے غافل ہو یا اس کے ذہن میں اس کا معنی متحضر اور ملحوظ نہ ہو تو اس پر اجماع ہے کہ اس کو اس ذکر کا ثواب نہیں ملے گا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں' انا للہ وانا الیہ راجعون!

خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے جن اسماء اور صفات کا ذکر کرے تو اول تو وہ اذکار مکمل جملہ ہوں اور ثانیاً یہ کہ اس کو جملہ کا معنی بھی معلوم ہو اور اس کا ذہن اس معنی کی طرف متوجہ ہو۔ (علامہ نووی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ اللہ کے ذکر سے مقصود حضور قلب ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوگا جب ذکر کے معنیٰ میں آدمی غور کرے گا۔ یہ نہیں لکھا کہ اس کے بغیر ذکر کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ (کتاب الاذکار ج ۱ص ۱۵) اللہ کا نام لینے سے بہر حال اجر ملے گا خواہ جملہ مکمل نہ ہو یا اس کا معنی معلوم نہ ہو لیکن بہر حال کامل اجر اسی صورت میں ملے گا جس طرح علامہ آلوسی نے لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (روح المعانی جز ۲۱ص ۲۵۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب مسلمانوں نے الاحزاب (کفار کے لشکروں) کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا' اور اس (لشکر کی آمد) نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت میں اضافہ ہی کیا ○ مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں' جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا' سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں' اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی ○ تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا ان کی توبہ قبول فرمائے بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بہت مہربانی فرمانے والا ہے ○ (الاحزاب: ۲۴۔۲۲)

غزوۃ الاحزاب کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے محامل

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے یہ دیکھا کہ تمام اقسام کے کافروں کے لشکر متفق اور مجتمع ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ میں پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے کہا آج یوم خندق کو ہم جس بڑی آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اشارہ فرما دیا تھا اور وہ اشارہ اس آیت میں ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۗ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا (البقرہ: ۲۱۴)

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئیں تھیں' ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ جھنجوڑ دیے گئے۔

marfat.com

علامہ ابو الحیان اندلسی التوفی ۷۵۴ھ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جنت کے حصول کا یقین تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا' کفار کی جماعتیں نو یا دس تاریخ کو تم پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوں گی' اور جب انہوں نے دیکھا کہ اس مقررہ وقت پر کفار کی جماعتیں حملہ کے لیے پہنچ گئیں تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود خندق کھود رہے تھے تو پہلی ضرب پر آپ کو شام کے علاقے دکھائے گئے اور دوسری ضرب پر فارس کے علاقے اور تیسری ضرب پر یمن کے علاقے دکھائے گئے اور اس آیت میں اللہ اور رسول کے وعدہ سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان علاقوں کی فتوحات ضرور حاصل ہوں گی اور یہ اللہ اور اس کے رسول کا سچا وعدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی مدد کی جائے گی اور مسلمان ان علاقوں کو ضرور فتح کریں گے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۴۶۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

مجاہدین کو مَردوں سے تعبیر کرنے کا سبب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں' جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا' جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا' سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی O (الاحزاب: ۲۳)

ان مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے' اور یہ مومنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعید بن زید بن عمرو نفیل' حضرت حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت انس بن نضر وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب بھی کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ مقابلہ میں ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کو مردوں سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جمادات اور نباتات کے بعد پہلا مرتبہ حیوانات کا ہے اس کے بعد انسانوں کا مرتبہ ہے اور انسانوں میں زیادہ مرتبہ مردوں کا ہے اور مردوں میں بھی زیادہ مرتبہ ان مردوں کا ہے جو ہمت والے مرد ہوں اور مرد میدان ہوں۔

بعض مجاہدین کے نذر ماننے کی تحسین کی توجیہ جب کہ نذر ماننا مکروہ ہے

اس آیت میں "نـحـب" کا لفظ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے النحب اس نذر کو کہتے ہیں جس کا پورا کرنا واجب ہو کہا جاتا ہے: قضی فلان نـحـبه فلاں شخص نے اپنی نذر پوری کر دی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۲۶)

معصیت کی نذر ماننا جائز نہیں ہے' نذر اس کام کی مانی جاتی ہے جو عبادات مقصودہ کی جنس سے ہو اور اس کو پورا کرنا واجب ہو قرآن مجید میں ہے وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج: ۲۹) اور ان کو چاہیے کہ وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۴۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نذر پر مفصل گفتگو ہم الحج: ۲۹ میں کر چکے ہیں اور یہ بحث تبیان القرآن کی ساتویں جلد میں ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان مومنوں کی تعریف کی گئی ہے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی نذر مان کر اس کو پورا کیا اور حدیث میں نذر ماننے کو ناپسند فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی' صرف بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔

marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۰۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا جو شخص اس نذر کی وجہ سے تکلفاً اور جبراً عبادت کرے اور دل سے اس عبادت پر خوش نہ ہو یا جو شخص بہ صورت معاوضہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کا فلاں کام کر دیا تو وہ اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی فلاں عبادت کرے گا' جب کہ عبادت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے' یا آپ نے نذر سے اس شخص کو منع فرمایا جس کا عقیدہ یہ ہو کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے' اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نذر مانے اس کا نذر ماننا مکروہ نہیں ہے اور اس آیت میں جن مومنین کا ذکر فرمایا ہے انہوں نے محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نذر مانی تھی' اپنے کسی دنیاوی مطلوب کے لیے نذر نہیں مانی تھی۔

جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت (الاحزاب: ۲۳) حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' اس کا ان کو بہت قلق تھا وہ کہتے تھے کہ جو کفر اور اسلام کا پہلا بڑا معرکہ ہوا' میں اس میں حاضر نہ ہو سکا' اگر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے کسی اور غزوہ میں حاضر ہونے کا موقع دیا تو پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ضرور دکھائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں' پھر وہ غزوہ احد میں حاضر ہوئے اور ان کی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا اے ابوعمرو کہاں جا رہے ہو؟ حضرت انس بن نضر نے کہا وہ دیکھو مجھے احد پہاڑ کے پاس سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے' انہوں نے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' ان کے جسم پر تلواروں' نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم تھے اور ان کے اور ان کے اصحاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ راستہ میں مقتول پڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۲۳)

مومنوں میں کچھ ایسے ہمت والے مرد ہیں' جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا' سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں' سو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۴۸ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۲۹۷۷ جدید' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۸۴' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰' احوال القبور ص ۱۴۲۔ ۱۴۱' الدرالمنثور ج ۶ ص ۵۱۸۔ ۵۱۷' کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۸۱)

امام حاکم نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ج ۵ ص ۲۰۰ میں بھی روایت کیا ہے اور ذہبی نے اس سند کو صحیح لکھا ہے۔

marfat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک ناواقف اعرابی سے کہا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو وہ شخص کون ہے جس کے متعلق یہ آیت ہے: فمنهم من قضى نحبه اور آپ کے اصحاب آپ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے وہ آپ کا بہت ادب کرتے تھے اور آپ سے ڈرتے تھے' اس اعرابی نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اعراض فرمایا اس نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر اعراض فرمایا' پھر میں مسجد کے دروازہ سے داخل ہوا' اس وقت میں نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ جو فمنهم من قضى نحبه کے متعلق سوال کر رہا تھا' اس اعرابی نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو ان مومنوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ زمین پر اس آدمی کو چلتے ہوئے دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۸۹۸)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے' ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شہید کیا تھا حضرت علی کو ان کی لاش دیکھ کر بہت افسوس ہوا اور فرمایا کاش میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا' آپ نے حضرت طلحہ کے لیے شہادت کی بشارت دی جن کو حضرت علی کے لشکر نے شہید کیا اور حضرت عمار بن یاسر کے لیے بھی شہادت کی بشارت دی جن کو حضرت معاویہ کے لشکر نے شہید کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان جنگوں میں قتل ہونے والے دونوں فریق شہید تھے اور دونوں فریق اپنے اپنے اجتہاد میں برحق تھے کسی کا مطمح نظر نفسانیت نہ تھا' لیکن جمہور اسلام کے نزدیک واقع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد برحق تھا۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۸۹۸)

امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت (الاحزاب: ۲۳) کی تفسیر میں فرماتی ہیں ان مومنین میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے حتیٰ کہ ان کا ہاتھ چھلنی ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے ملنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مصاحف (قرآن مجید کے نسخے) لکھ رہے تھے تو ایک آیت گم پائی جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا پھر وہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی وہ آیت یہ تھی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الی قوله تَبْدِيْلًا (الاحزاب: ۲۳) اور حضرت خزیمہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ ذو الشہادتین ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۷' مصنف عبد الرزاق ج ۸ ص ۲۸۷' رقم الحدیث: ۱۵۶۶۴' مصنف ج ۱۰ ص ۲۲۷' رقم الحدیث: ۲۰۵۸۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابوبکر کے عہد میں صحابہ کرام کی ایک کمیٹی قرآن مجید کو ایک مصحف (مجموع مجلد) میں لکھ رہی تھی انہوں نے

marfat.com

مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا یہ ضابطہ مقرر کیا تھا کہ جس آیت کے متعلق کم از کم دو صحابہ یہ گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا وہ اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے' الاحزاب: ۲۳ کو لکھوانے کے متعلق حضرت خزیمہ بن ثابت کے علاوہ اور کوئی گواہی نہیں ملی اور چونکہ حضرت خزیمہ کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا تھا اس لیے صحابہ نے ان کی گواہی پر اس آیت کو سورۃ الاحزاب میں درج کر لیا' واضح رہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت تواتر سے ثابت ہے یعنی اس کے قرآن ہونے کے متعلق ہر دور میں اتنے لوگوں نے خبر دی ہے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے' لیکن یہاں پر یہ مسئلہ نہیں تھا کہ یہ آیت قرآن مجید میں ہے یا نہیں۔ اس کا قرآن مجید میں ہونا تو انہیں تواتر سے معلوم تھا' مسئلہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ہے اور سورۃ الاحزاب میں درج کرایا ہے یا نہیں' سو اس پر صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ گواہ تھے' الاحزاب: ۲۳ کی طرح سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں بھی صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی سے مصحف میں درج کی گئیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا تو میں نے قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کیا حتیٰ کہ جب میں سورۃ توبہ کے آخر میں پہنچا تو لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۱۲۹۔۱۲۸) مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی اور ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ملی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو جو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے' اس کی وجہ دو واقعات ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب

محمد بن عمارہ' حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مہلت طلب کی کہ گھوڑے کی قیمت لے کر آئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی قیمت لینے کے لیے سرعت سے ساتھ گئے' اس اعرابی کے نزدیک تاخیر ہو گئی' دوسرے لوگ اس اعرابی کے سامنے اس گھوڑے کی قیمت لگانے لگے' ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' پھر اس اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں تو فبہا ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں' آپ نے اس اعرابی کی بات سن کر فرمایا کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا نہیں خدا کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا نہیں فروخت کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اس اعرابی نے کہا اچھا پھر آپ گواہ لائیں' حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کو فروخت کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے پوچھا تم کس بنیاد پر یہ گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا یا رسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی (ہر بات کی) تصدیق کرتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۰۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۶۱' الطبقات الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۸۴' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۵۶۶۱ طبع جدید' مصنف عبد الرزاق ج ۸ ص ۳۶۶ طبع قدیم' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۷۳۰' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۰' المستدرک ج ۲ ص ۱۸' السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۴۶' تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۰۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۰۳۷' الاصابہ رقم الحدیث: ۲۲۵۶' اسد الغابہ رقم الحدیث: ۱۴۴۶)

قتادہ بیان کرتے ہیں ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کا تقاضا کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو قرض ادا کر چکا ہوں' یہودی نے کہا آپ گواہ لائیں' اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری آ گئے' انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو قرض ادا کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم کو کیسے علم ہوا؟

marfat.com

انہوں نے کہا میں اس سے بہت بڑی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' میں آسمان کی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شہادتیں قرار دیا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۵۶۶۳۔ ۲۰۵۸۵ طبع جدید' مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶۶' ج ۱۱ ص ۲۳۵' طبع قدیم)

سورۃ توبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے قرآن مجید میں مندرج ہوئی یا حضرت ابوخزیمہ کی شہادت سے؟

سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں ۱۲۹۔ ۱۲۸ (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الایتین) کے متعلق امام بخاری کی روایات مضطرب ہیں' جب کہ اس میں امام بخاری اور ان کے شارحین کو شرح صدر ہے کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳) کے متعلق صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شہادت دی تھی کہ اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الاحزاب میں لکھوایا تھا اور چونکہ ان کی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کرتے وقت اس آیت کو سورۃ الاحزاب میں درج کر لیا' لیکن سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتوں میں ان کی روایت میں اضطراب ہے:

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں قرآن مجید کو تلاش کرتا رہا حتیٰ کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس سے ملیں اور میں نے کسی اور کے پاس ان دو آیتوں کو نہیں پایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۷۹' ۷۴۲۵)

پھر امام بخاری حدیث: ۴۶۷۹ کے آخر میں لکھتے ہیں: ابوثابت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں: یہ دو آیتیں خزیمہ کے پاس سے ملیں یا ابوخزیمہ کے پاس ملیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خارجہ بن زید بن ثابت اور عبید بن السباق کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زید بن ثابت کو جو آیت حضرت خزیمہ کے پاس سے ملی تھی وہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا (الاحزاب: ۲۳) ہے یا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۱۲۹۔ ۱۲۸) تھی امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو ان مذکور سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے گویا کہ ان کے نزدیک دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شعیب نے زہری کی روایت سے ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے' اسی طرح ابراہیم بن سعد نے بھی ان دونوں حدیثوں کو زہری سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو شک کے ساتھ روایت کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کہا حضرت زید بن ثابت کو سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں حضرت خزیمہ کے پاس سے ملیں یا حضرت ابوخزیمہ کے پاس سے ملیں۔ اس طرح انہوں نے کتاب الاحکام میں بھی ان دونوں حدیثوں کو شک کے ساتھ روایت کیا ہے' دیکھئے صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۲۵' اس کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم بن سعد کے شاگردوں میں اختلاف ہے بعض نے کہا سورہ توبہ کی آخری آیتیں حضرت ابوخزیمہ کے پاس ملیں اور بعض نے کہا حضرت خزیمہ کے پاس ملیں اور بعض نے اس میں شک کیا' موسیٰ بن اسماعیل نے کہا سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ کے پاس سے ملی اور سورۃ الاحزاب کی آیت حضرت خزیمہ بن ثابت کے پاس سے ملی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح البخاری: ۴۹۸۶ کی شرح میں لکھتے ہیں:

marfat.com

ابراہیم بن سعد نے روایت کیا ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی' اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت خزیمہ انصاری کے پاس ملی' جیسا کہ سورۃ توبہ کی تفسیر میں گزرا ہے' اور امام ترمذی نے مسند الشامیین میں شعیب سے روایت کیا ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی' اسی طرح امام ابن ابی داؤد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔ اور جس شخص نے یہ کہا کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ کے پاس ملی اس کا قول زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے اس آیت کا قرآن میں مندرج ہونا راجح ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت ابوخزیمہ کے پاس سے ملی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس قول کو زیادہ صحیح قرار دینا' دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں' کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں قرآن جمع کرنے والے صحابہ نے یہ اصول طے کر لیا تھا کہ جس آیت کے متعلق دو صحابی یہ گواہی دیں گے کہ اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا اس آیت کو وہ مصحف میں درج کریں گے خواہ ان کو اس کا قرآن کی آیت ہونا تواتر سے معلوم ہو' اور سورۃ توبہ کی آخری آیت صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی تھی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا اس لیے ان کی شہادت پر اس آیت کو سورۃ توبہ میں درج کر لیا گیا' اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ سورۃ توبہ کی یہ آیت صرف حضرت ابوخزیمہ بن اوس کے پاس سے ملی اور کسی کے پاس نہیں تھی اس لیے ان اکیلے کی شہادت پر اس کو سورۃ توبہ میں درج کر لیا گیا یہ روایت اس لیے مرجوح ہے کہ حضرت ابوخزیمہ کی شہادت کو تو دو شہادتوں کے برابر نہیں قرار دیا گیا تھا پھر اس کو قرآن مجید میں درج کرنا ان کے اصول کے خلاف ہے' اصول یہ تھا کہ جس آیت کے لکھوائے جانے پر دو گواہ ہوں اس کو قرآن مجید میں درج کیا جائے اور اس معیار کے مطابق حضرت خزیمہ بن ثابت کی روایت ہے کیونکہ ان کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا' ثانیاً اگر اس اصول سے صرف نظر کر لیا جائے پھر بھی جب صحیح بخاری میں سورۃ توبہ کی آخری آیت کو سورۃ توبہ میں درج کرنے کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک حضرت ابوخزیمہ بن اوس کی جن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر نہیں قرار دیا گیا اور دوسری حضرت خزیمہ بن ثابت کی جن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا گیا ہے اور دونوں صحیح حدیثیں ہیں تو ترجیح حضرت خزیمہ بن ثابت کی روایت کو دینا چاہیے نہ کہ حضرت ابوخزیمہ بن اوس کی روایت کو۔

ثالثاً' امام بخاری کو تو ان دونوں حدیثوں کی ترجیح میں تردد اور شک ہے لیکن دوسرے مصنفین صحاح کو اس میں کوئی تردد نہیں ہے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی سے سورۃ توبہ کی آخری آیات کو سورۃ توبہ میں درج کیا گیا ہے چنانچہ امام ترمذی نے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے اس آیت کو درج کرنے کی حدیث کو روایت کیا ہے' دیکھیے سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۳' اسی طرح امام ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے بھی صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت کو درج کیا ہے دیکھیے صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۵۰۷ اور ۴۵۰۶' اسی طرح امام ابویعلیٰ متوفی ۳۰۷ھ نے بھی صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو درج کیا ہے دیکھیے مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۴' مفسرین میں سے علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی حدیث کا ذکر کیا ہے دیکھیے الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۲۱۹ دار الفکر بیروت'

marfat.com

اور حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے امام محمد بن سعد' امام احمد' امام بخاری' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابن جریر' امام ابن ابی داؤد' امام ابن حبان' امام ابن المنذر' امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالوں سے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی حدیث کا ذکر کیا ہے دیکھیے الدرالمنثور ج ۲ص ۲۹۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ

دو شہادتوں سے کسی آیت کا قرآن مجید میں درج کرنا آیا تواتر کی شرط کے خلاف ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں حضرت ابوخزیمہ کے بتانے سے سورۃ توبہ میں درج کی گئیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید تو تواتر سے ثابت ہوتا ہے تو صرف ایک شخص حضرت ابوخزیمہ کے بتانے سے ان آیتوں کا قرآن ہونا کس طرح ثابت ہوا حتیٰ کہ ان کو سورہ توبہ کے آخر میں درج کرلیا گیا' اس کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت نے کہا مجھے یہ آیتیں حضرت ابوخزیمہ کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ملیں' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوخزیمہ کے علاوہ اور کسی کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں' کیونکہ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کسی آیت کے بارے میں صرف لوگوں کے حافظہ کو کافی نہیں سمجھتے تھے جب کہ ان کے پاس وہ آیت لکھی ہوئی نہ ہو اور ان کو جو آیتیں اور کسی کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو ان آیتوں کا قرآن ہونا اس سے پہلے تواتر سے معلوم نہ ہو' اور حضرت زید بن ثابت صرف یہ تلاش کررہے تھے کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جس نے بلاواسطہ اس آیت کو حاصل کیا ہو' اور ہوسکتا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت انصاری کو یہ آیت حضرت ابوخزیمہ کے پاس لکھی ہوئی مل گئی تو باقی صحابہ کو بھی یاد آ گیا ہو کہ یہ آیت لکھوائی گئی تھی جس طرح حضرت زید کو یاد آ گیا تھا' اور اس تلاش کا فائدہ یہ تھا کہ یہ بات زیادہ قوت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھوائی گئی تھی۔ (فتح الباری ج ۱۰ص ۱۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت اور باقی صحابہ کو یہ یاد آ گیا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھوائی گئی یہ صرف حافظ ابن حجر کا اندازہ اور گمان ہے کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے' حدیث میں تو صرف یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوخزیمہ کے پاس (لکھی ہوئی) ملی' اس پر یہ اشکال قائم رہے گا کہ صرف ایک شخص کے پاس یہ آیت لکھی ہوئی ہونے سے ان کو اس کے لکھے ہوئے ہونے کا کیسے یقین ہوگیا اس کے برخلاف صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس (لکھی ہوئی) ملی اور یہ روایت اس لیے راجح ہے کہ ان کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے قائم مقام قرار دیا ہے' اس لیے حضرت ابوخزیمہ کی شہادت کی بہ نسبت حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے اس یقین کی کافی قوی وجہ ہے کہ یہ آیت آپ کے سامنے لکھوائی گئی تھی' خلاصہ یہ ہے کہ کسی آیت کا قرآن ہونا تو ان کو تواتر سے معلوم تھا لیکن اس کو مصحف میں درج کرنے کے لیے انہوں نے یہ ضابطہ مقرر کیا تھا کہ دو شخص یہ گواہی دیں کہ اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا اور اس آیت کے متعلق صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی تھی اور چونکہ ان کی گواہی دو گواہوں کے قائم مقام تھی اس لیے ان کی گواہی پر اس آیت کو سورۃ توبہ کے آخر میں درج کرلیا گیا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ علامہ سخاوی نے جمال القراء میں فرمایا ہے کہ دو گواہوں کا ضابطہ انہوں نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ اسی آیت کو قرآن مجید میں درج کیا جائے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا ہو' ابوشامہ نے کہا ان کی غرض یہ تھی کہ اس آیت کو اسی طرح لکھا جائے جس طرح آپ کے سامنے وہ آیت لکھی گئی تھی' میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی

marfat.com

غرض یہ ہو کہ دو گواہ اس پر گواہی دیں کہ جس سال آپ کی وفات ہوئی ہے اس سال بھی اس آیت کو اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔
(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ص ۲۸۷ مکتبہ حقانیہ پشاور

اس تفصیل اور تحقیق سے یہ واضح ہو گیا زیادہ صحیح اور راجح یہ ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری آیت حضرت خزیمہ بن ثابت رضی
اللہ عنہ سے ملی تھی نہ کہ حضرت ابوخزیمہ بن اوس سے۔

خزیمہ اور ابوخزیمہ کے ناموں کا فرق

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے ابوخزیمہ اور خزیمہ بن ثابت دونوں سے مراد ایک ہی شخص ہو۔
(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ص ۲۸۷ مکتبہ حقانیہ پشاور

ملا علی قاری نے یہ صحیح نہیں لکھا حضرت خزیمہ کا نام خزیمہ بن ثابت اور اور ان کے والد کا نام ثابت ہے' اور حضرت اب
خزیمہ کا نام ابوخزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم ہے۔ (الاستیعاب ج ۴ص ۲۰۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' فتح الباری ج ۱۰ص ۸
دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ' عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۳۸۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کی جزاء دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا ا
کی توبہ قبول فرمائے (الاحزاب: ۲۴)

منافقوں کو عذاب نہ دینے پر ایک اشکال کا جواب

غزوۃ الاحزاب میں جو امور واقع ہوئے مومنوں نے مخلصانہ عمل کیے اور منافقین نے اپنے روایتی نفاق کا مظاہرہ کیا'
سب اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزاء دے' مومنوں کو دنیا میں دشمنان اسلام کے خلاف فتح اور نصر
عطا فرمائے اور ان کو اقتدار سے نوازے' اور آخرت میں ان کو اجر و ثواب' جنت الفردوس اپنی رضا اور اپنا دیدار عطا فرمائے' ا
منافقین نے غزوۃ الاحزاب میں اسلام دشمنی پر مبنی اعمال کیے تھے' اگر انہوں نے اس پر توبہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو ا
کو عذاب دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو توبہ کی توفیق دے کر ان کو معاف فرما دے گا۔

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو منافقوں کو عذاب دے گا اس
یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو منافقوں کو عذاب نہیں دے گا حالانکہ منافقوں کو آخرت میں عذاب ہونا تو قطعی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہو
گے۔ (النساء: ۱۴۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان منافقین کو آخرت میں عذاب ہونا قطعی ہے جو نفاق اور کفر پر مرے ہوں اور جن کو اللہ تعالیٰ د
میں مرنے سے پہلے کفر اور نفاق سے توبہ کرنے کی توفیق دے دے گا' ان کو عذاب نہیں دے گا' سو جس کو اللہ تعالیٰ عذاب د
چاہے گا اس کو دنیا میں توبہ کی توفیق نہیں دے گا اور جس کو عذاب نہیں دینا چاہے گا اس کو دنیا میں توبہ کی توفیق دے دے گا' اگر
سوال کیا جائے کہ بعض منافقین کو توبہ کی توفیق دینا اور بعض کو توبہ کی توفیق نہ دینا اس کی کیا وجہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو س
ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کی بناء پر ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہو کہ بعض کا نفاق کم اور خفیف ہو اور بعض کا نفا
زیادہ اور شدید ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض نے اسلام کو کم نقصان پہنچایا ہو اور بعض نے زیادہ نقصان پہنچایا ہو اور یہ بھی ہو س
ہے کہ بعض نے نفاق کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی ہو اور بعض نے آپ کی گستاخی کی ہو' اور اللہ تع

marfat.com

کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ (ناکام و نامراد) لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا اور بے شک اللہ بہت قوت والا' بہت غلبہ والا ہے O اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آور مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے ان کو قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قید کر رہے ہو O (الاحزاب: ۲۶۔۲۵)

اللہ تعالیٰ کا کفار کو غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا

محمد بن عمر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اس آیت میں کفار سے مراد ابوسفیان اور عیینہ بن بدر ہیں' ابوسفیان تہامہ کی طرف لوٹ گئے تھے اور عیینہ نجد کی طرف لوٹ گئے تھے' اور فرمایا: اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا بایں طور کہ اس نے بہت سخت آندھی بھیجی جس سے گھبرا کر کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور بنو قریظہ مرعوب ہو کر اپنے قلعوں کی طرف لوٹ گئے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کفار کے لشکروں کے اوپر سخت آندھی اور فرشتوں کے ان دیکھے لشکر بھیجے' یہ اس سے زیادہ سخت آندھی تھی جو قوم عاد کے اوپر بھیجی گئی تھی' اور اگر اللہ تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا ہوتا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ ان کے درمیان آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب بھیج دے۔ (الانفال: ۳۳)

تو یہ آندھی ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتی' کفار کی متعدد جماعتیں متحد اور متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلی تھیں اس لیے مناسب یہ تھا کہ ان کے اوپر تیز اور تند آندھی بھیجی جائے جو ان کو منتشر اور متفرق کر دے اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے' سو یہ ناکام اور نامراد ہو کر اپنے غیظ و غضب میں جلتے بھنتے ہوئے لوٹے اور جس کامیابی اور مال غنیمت کو لوٹنے کا خواب دیکھ کر آئے تھے وہ چکنا چور ہو گیا اور آخرت کے گناہوں کو جو بوجھ اٹھایا وہ اس پر مستزاد تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا' اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف لڑنا نہیں پڑا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی آندھی بھیج کر ان کو واپس بھیج دیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' جو واحد ہے' جس کا لشکر غالب ہے' جس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا کافروں کی جماعتوں کو شکست دی اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۲۴)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن کفار کے خلاف دعاء ضرر کی' آپ نے کہا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے' جلد حساب کرنے والے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کے قدم متزلزل کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۷۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۰۲' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۵۱۶)

نیز اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اور اللہ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا' اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب مسلمانوں اور قریش کے درمیان سے قتال اٹھا لیا ہے اور اسی طرح واقع ہوا کہ غزوۃ الاحزاب کے بعد قریش نے مدینہ پر

marfat.com

حملہ نہیں کیا' بلکہ مسلمان ان پر ان کے شہروں میں حملے کرتے رہے۔
امام محمد بن اسحاق نے کہا جب مشرکین کی فوجیں خندق کے نواح سے واپس چلی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد قریش تم پر حملہ نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر حملے کیا کرو گے' سو اس کے بعد قریش نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملے کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے مکہ فتح کر دیا' امام محمد بن اسحاق نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث صحیح ہے' امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: اب ہم کفار قریش پر حملہ کیا کریں گے وہ ہم پر حملے نہیں کر سکیں گے۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۲' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۹)

نیز فرمایا: اور اللہ بہت قوت والا' بہت غلبہ والا ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت اور طاقت سے کفار اور مشرکین کو ذلت اور ناکامی کے ساتھ واپس کر دیا وہ کسی خیر کو حاصل نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا اور اپنے رسول کی مدد فرمائی۔ سو اسی کے لیے حمد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۳ ـ ۵۲۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بنو قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا

اس کے بعد فرمایا: اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آور مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے ان کو قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قید کر رہے ہو۔ (الاحزاب: ۲۶ ـ ۲۵)
اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جب کفار اور مشرکین کی فوجوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو بنو قریظہ نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا تھا' یہودیوں کے سردار کعب بن اسد کو حیی بن اخطب نے بدعہدی پر آمادہ کیا تھا' بنو قریظہ نے اس معاہدہ کو توڑنے کا اعلان کر دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدد کی اور حملہ آور مشرکین ذلت وخواری کے ساتھ واپس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مظفر اور منصور ہو کر خوشی خوشی مدینہ آ گئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی تھکاوٹ اتارنے کے لیے حضرت ام سلمہ کے گھر غسل فرما رہے تھے تو حضرت جبریل عمامہ باندھے ہوئے ایک خچر پر سوار آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ نے ہتھیار اتار دیئے' آپ نے فرمایا ہاں' حضرت جبریل نے کہا لیکن فرشتوں نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بنو قریظہ پر حملہ کریں۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً روانہ ہوئے اور مسلمانوں کو بھی بنو قریظہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا' یہ ظہر کی نماز کے بعد کا واقعہ ہے' بنو قریظہ کا قلعہ وہاں سے چند میل کی مسافت پر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھے' مسلمان روانہ ہوئے انہیں راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا' بعض مسلمانوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی' اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ ارادہ تھا کہ ہم جلدی روانہ ہوں' اور بعض مسلمانوں نے کہا نہیں ہم بنو قریظہ کے قلعہ کے پاس پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی فریق کو بھی ملامت نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پیچھے بنو قریظہ کے قلعوں پر پہنچ گئے' آپ نے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم کو چھوڑ دیا تھا' اور جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس روز تک ان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کہا ہم اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا حکم پر قلعہ سے نکل آئیں گے' کیونکہ زمانہ

marfat.com

جاہلیت میں قبیلہ اوس یہودیوں کا حلیف تھا' اور ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت سعد ان کے ساتھ اسی طرح مصلحت اندیشی سے پیش آئیں گے جس طرح عبداللہ بن ابی ابن سلول بنو قینقاع کے ساتھ پیش آیا تھا' اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں ان کی طرف سے ایک تیر پیوست ہو چکا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہا گرم کر کے ان کے زخم پر داغ لگایا تھا' اور ان کو مسجد کے ایک خیمہ میں ٹھہرایا تھا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے بلایا تا کہ وہ بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کریں' جب حضرت سعد دراز گوش پر سوار ہو کر آئے تو قبیلہ اوس نے ان سے بنو قریظہ کی سفارش کی کہ ان کے متعلق نرم فیصلہ کریں جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اب اس بات کا وقت آ گیا ہے کہ سعد اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی فکر نہیں ہے' حضرت سعد نے بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ میں جس قدر جنگجو ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! تم نے ان کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ساتویں آسمان کے اوپر حکم تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو باندھا گیا اور ان کی گردنیں اڑا دی گئیں یہ سات' آٹھ سو نفر تھے' ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور ان کے اموال کو ضبط کر لیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۴-۵۲۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

غزوہ بنو قریظہ کے متعلق احادیث

ہم نے حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے جو تفسیر ذکر کی ہے وہ حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے لوٹے اور آپ نے ہتھیار اتار کر رکھ دیئے اور غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں' اللہ کی قسم! ہم نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے آپ ان کی طرف روانہ ہوں' آپ نے فرمایا کہاں؟ حضرت جبریل نے کہا وہاں اور بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۱۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۰۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ان کے چلنے کی وجہ سے بنو غنم کی گلیوں میں گرد و غبار اڑ رہا تھا' گویا کہ میں اب بھی اس گرد و غبار کو دیکھ رہا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھے' بعض مسلمانوں کو راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا' تو ان میں سے بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے' اور بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی اور انہوں نے وہیں راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو اس پر ملامت نہیں کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ نے اپنے باغات سے چند کھجور کے درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متعین کر دیتے تھے (تا کہ ان درختوں کے پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے جائیں) حتیٰ کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قبائل فتح ہو گئے (تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہدیوں کو واپس کر دیا) تو میرے گھر والوں نے کہا جاؤ

marfat.com

ہم نے جو کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھیں وہ سب یا ان کا کچھ حصہ تم بھی جا کر لے آؤ' ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کھجوریں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے چکے تھے' اسی اثناء میں وہ بھی آ گئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اب یہ کھجوریں تمہیں نہیں ملیں گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کھجوریں مجھے دے چکے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم ان کھجوروں کے بدلہ میں مجھ سے اتنی چیزیں لے لو (اور ان کی کھجوریں ان کو واپس کر دو) انہوں نے کہا نہیں! اللہ کی قسم! ہرگز نہیں! حتیٰ کہ آپ نے ان کو تقریباً دس گنا کھجوریں عطا کرنے کے لیے فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۵۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ نے کہا ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق اپنے قلعوں سے باہر آ جائیں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر لائے گئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار (کو دراز گوش سے اتارنے کے لیے ان) کی طرف کھڑے ہو' آپ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے فیصلہ کو مان کر قلعوں سے نکل آئے ہیں' حضرت سعد نے کہا ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے' آپ نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اموال کو تقسیم کر لیا جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۲۲_۴۱۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میرے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے کہ میں تیری راہ میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کروں جنہوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی ہے' اور ان کو ان کے شہر سے نکالا ہے' اے اللہ! بے شک مجھے یقین ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کو روک دیا ہے' اگر آئندہ قریش سے کوئی جنگ باقی ہو تو مجھے اس جنگ کے لیے باقی (زندہ) رکھ' حتیٰ کہ میں تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے' تو میرے زخم (سے خون) کو پھر جاری کر دے' اور اسی میں میری موت واقع کر دے' سو ان کی ہنسلی (سینہ کا بالائی حصہ) سے خون جاری ہو گیا' مسجد نبوی میں بنو غفار کا بھی ایک خیمہ تھا جب ان کی طرف خون بہہ کر آیا تو وہ گھبرا گئے' انہوں نے کہا اے خیمے والو! تمہاری طرف سے ہماری طرف یہ خون کیوں آ رہا ہے! انہوں نے دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اسی میں ان کی وفات ہو گئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۱۰)

حضرت سعد نے جو موت کی دعا کی تھی اس پر اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کی دعا کی حالانکہ موت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے حضرت سعد کی غرض یہ تھی کہ ان کو شہادت کی صورت میں موت آئے تو گویا کہ انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! اگر اس جنگ کے بعد کفار قریش سے جنگ ہونی ہے تو مجھ زندہ رکھ' اور اگر اس جنگ کے بعد ان سے جنگ نہیں ہونی تو مجھے اس شہادت کے ثواب سے محروم نہ فرما۔

حضرت سعد اسی زخم کی وجہ سے فوت ہو گئے' کتب سیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت سعد فوت ہو گئے تو حضرت جبریل ریشمی عمامہ پہنے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ کون فوت ہوا ہے' جس کے استقبال کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش ہل رہا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے تہبند گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف

marfat.com

کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت سعد کو فوت شدہ پایا' جب ان کے جنازہ کو اٹھایا تو وہ بہت ہلکا تھا' آپ نے فرمایا مسلمانوں کے علاوہ فرشتے بھی ان کے جنازہ کو اٹھائے ہوئے ہیں' ابن عائذ نے کہا حضرت سعد کے جنازہ میں ستر ہزار ایسے فرشتے آئے تھے جو اس سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۵۸۔۲۵۷' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں یہ کہا تھا: اے اللہ اگر تو نے کفار قریش کے ساتھ ہماری جنگ کا سلسلہ ختم کر دیا ہے تو میری موت واقع کر دے' ان کا یہ قول صحیح نہیں تھا' کیونکہ اس کے بعد کے غزوات میں بھی قریش کے ساتھ جنگ ہوتی رہی ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کی یہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اجر عطا فرمائے گا' یا اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت سعد کا مطلب یہ تھا کہ اگر اسی غزوہ میں کفار کی جماعتوں کے ساتھ جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے موت عطا فرما دے' اور میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد کی دعا صحیح تھی' اور ان کی دعا کا محمل یہ ہے کہ اے اللہ! اگر کفار قریش کی طرف سے حملہ کرنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو مجھے اسی زخم میں موت عطا فرما دے' اور اس کے بعد کبھی کفار قریش اور مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ابتداء نہیں کی' کیونکہ غزوہ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد چھ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر کفار قریش نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو روک لیا اور عمرہ کے لیے جانے نہیں دیا اور اس پر صلح ہو گئی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں اور جنگ نہیں ہوئی' پھر اگلے سال سات ہجری میں آپ نے خیبر پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا اور اسی سال حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء کی اور آٹھ ہجری میں آپ نے مکہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور نو ہجری میں آپ غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور دس ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع کیا اور اگلے سال یکم یا دو ربیع الاول کو آپ کا وصال ہو گیا' اور اس تمام عرصہ میں کبھی مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا لہٰذا حضرت سعد کی دعا سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۸ص ۶۷۱' موضحاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی تم چل کر نہیں گئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان مفتوحہ علاقوں کے محامل جہاں صحابہ نہیں پہنچے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس زمین سے کون سی زمین مراد ہے' حسن نے کہا اس سے روم اور فارس کی زمین مراد ہے' اور یزید بن رومان نے کہا اس سے خیبر کی زمین مراد ہے' اور ابن زید نے کہا اس سے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے علاقے مراد ہیں۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں اس مسئلہ میں صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بنو قریظہ کی زمین' ان کے گھروں اور ان کا مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جہاں ابھی تک وہ نہیں گئے تھے' اور اس وقت تک مکہ فتح ہوا تھا نہ خیبر' اور نہ فارس' نہ روم اور نہ یمن' اور نہ ان علاقوں میں ابھی تک مسلمان گئے تھے' اور یہ تمام علاقے اس آیت کے عموم میں داخل ہیں جس میں فرمایا ہے اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی تم چل کر نہیں گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی علاقے کی تخصیص نہیں کی' نیز فرمایا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان علاقوں کو بھی وارث بنایا اور بہت فتوحات عطا فرمائیں اور یہ سب چیزیں اس کی قدرت میں داخل ہیں۔

(جامع البیان جز ۲۱ص ۱۸۷۔۱۸۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوں گی وہ اس آیت کے عموم
داخل ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۴۸ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)
علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس زمین کا وارث بنا دیا جہا
وہ ابھی تک نہیں گئے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وارث بنا دیا تو ماضی کا صیغہ ہے' حالانکہ مسلمان تو مستقبل میں ان علاقوں
وارث ہوں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا مستقبل میں تحقق ضروری ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تا کہ اس
تنبیہ ہو کہ یہ واقعہ ضرور ہونا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے! اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾
ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں ○
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ
اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک
اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ
اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ اے نبی کی بیو
مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ
تم میں سے جس نے بھی (بالفرض) کھلی ہوئی معصیت کا کام کیا' اس کو دہرا عذا
ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
دیا جائے گا' اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو د
مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں ○ اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر
بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب: ۲۹۔۲۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل ہوئی
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا تھا نفقہ (خرچ) میں اضافہ کرنے کا سوال

marfat.com

کسی اور چیز کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ کے لیے اپنی ازواج سے الگ ہو گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دیں کہ وہ آپ کے دیئے ہوئے پر قناعت کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر خوشی سے عمل کرتی رہیں اور یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رخصت کر دیتے ہیں اگر وہ آپ کے دیئے ہوئے خرچ پر راضی نہیں ہوتیں۔

(جامع البیان جز ۲۱ ص ۱۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر آئے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے' حضرت ابو بکر نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی' پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی' پھر حضرت عمر آئے اور اجازت طلب کی' سو ان کو بھی اجازت دی گئی' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ افسردہ اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر نے دل میں سوچا کہ میں ضرور کوئی بات کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساؤں گا' میں نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ دیکھتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں اس کی گردن مروڑ دوں' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا ان کو جو تم میرے گرد بیٹھا ہوا دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں' پھر حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر حضرت عائشہ کی گردن مروڑنے لگے' پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر حضرت حفصہ کی گردن مروڑنے لگے اور وہ دونوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے! انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گے جو آپ کے پاس نہ ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے الگ رہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اے نبی اپنی بیویوں سے کہیے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۲۹۔۲۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کر رہا ہوں' مجھے یہ پسند ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی' حضرت عائشہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی! بلکہ میں اللہ' اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ اپنی (باقی) ازواج کو میرے فیصلہ کے متعلق نہ بتائیں' آپ نے فرمایا ان میں سے جس نے بھی اس کے متعلق سوال کیا میں اس کو بتا دوں گا' بے شک اللہ نے مجھے دشوار بنا کر بھیجا نہ دشواری میں ڈالنے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اللہ نے مجھے تعلیم دینے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۲۰۸' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۶۳۷' عالم الکتب)

طلاق کے اختیار دینے کا سبب اور اس کی نوعیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو جو اختیار دیا تھا اس کی نوعیت میں اختلاف ہے' حسن اور قتادہ نے یہ کہا

marfat.com

ہے کہ آپ نے ان کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لیں تو آپ ان کو چھوڑ دیں اور یا وہ آخرت کو اختیار کر لیں تو آپ ان کو اپنے نکاح میں برقرار رکھیں' اور آپ نے ان کو یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے اوپر طلاق واقع کر لیں یا نہ کریں' اور حضرت عائشہ' مجاہد' شعبی اور مقاتل نے یہ کہا ہے کہ آپ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ خواہ وہ اپنے اوپر طلاق واقع کر لیں اور خواہ آپ کے نکاح میں آپ کے ساتھ برقرار رہیں' اس وقت آپ کے نکاح میں نو ازواج تھیں ان میں سے پانچ قریش میں سے تھیں وہ یہ ہیں: (۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۲) حضرت حفصہ بنت عمر (۳) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۴) حضرت سودہ بنت زمعہ (۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ' اور نو میں سے باقی ازواج غیر قرشی تھیں اور وہ یہ ہیں: (۱) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب الخیریہ (۲) حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہ (۳) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۴) حضرت جویرۃ بنت الحارث المصطلقیہ۔

اختیار دینے کے سبب میں بھی اختلاف ہے' اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تھا تو آپ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کر لیا تھا سو اس نہج پر آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دیں تا کہ آپ کی ازواج کا حال بھی آپ کی مثل ہو۔

(۲) ازواج نے آپ کے اوپر غیرت کی تھی (یعنی ان کو آپ کا دوسری ازواج کے پاس جانا ناگوار تھا) تو آپ نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔

(۳) ایک دن وہ سب ازواج آپ کے پاس جمع ہوئیں اور آپ سے اچھے کپڑے اور اچھے زیورات کا مطالبہ کیا۔

(۴) ان میں سے ہر ایک نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس نہیں تھی' حضرت ام سلمہ نے معلم کا مطالبہ کیا' حضرت میمونہ نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا' حضرت زینب نے دھاری دار چادروں کو مطالبہ کیا' حضرت ام حبیبہ نے سحولی کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت حفصہ نے مصر کے کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت جویرہ نے سر پر باندھنے کے کپڑے کا مطالبہ کیا' اور حضرت سودہ نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا' البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۷۔۱۶۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بیوی کو طلاق کا اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت اختیار میں مذاہب فقہاء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا تو ہم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا تھا اور اس کو ہم پر کسی چیز کا شمار نہیں کیا تھا (یعنی طلاق کا)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۶۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۰۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۵۲)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جمہور صحابہ و تابعین اور فقہاء اسلام کا مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے موافق ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیا اور اس نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا تو یہ طلاق نہیں ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اگر بیوی نے اپنے نفس کو اختیار

marfat.com

کرلیا تو پھراس سے اس پر طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائن ہوگی یا طلاق مغلظہ واقع ہوگی یعنی تین طلاقیں' امام ترمذی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو ایک طلاق بائنہ ہوگی' اور اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو ایک رجعی طلاق ہوگی' اور حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو تین طلاقیں ہوں گی اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ ہوگی' اور حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو اس پر ایک طلاق بائنہ ہوگی اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو اس پر کوئی چیز واقع نہیں ہوگی' امام مالک نے حضرت زید بن ثابت کے قول کو اختیار کیا ہے کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو اس پر تین طلاقیں ہوں گی' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کے قول کو اختیار کیا ہے کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی' اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

امام شافعی نے کہا تخییر کنایہ ہے جب اس کے شوہر نے اس کو اختیار دیا کہ خواہ وہ اس کے نکاح میں رہے خواہ اپنے نفس کو اختیار کرے اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اس سے طلاق (بائنہ) واقع ہوگی۔

جب شوہر بیوی کو اختیار دے تو فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک یہ اختیار اسی مجلس کے ساتھ مقید ہے بیوی اسی مجلس میں خواہ اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو' اور انقطاع مجلس کے بعد یہ اختیار نہیں رہے گا' ماسوا اس صورت کے کہ شوہر بتا دے کہ تم کو اتنی مدت تک اختیار ہے یا کہہ دے کہ تم کو تمام زندگی اختیار ہے' تو شوہر جتنی مدت کی تحدید کرے گا اتنی مدت تک بیوی کو اختیار رہے گا' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا "مجھے یہ پسند ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو" اس سے معلوم ہوا کہ یہ اختیار اسی مجلس کے ساتھ مقید نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین سے مشورہ کرنے تک اس اختیار کی تحدید کر دی تھی' اس سے واضح ہو گیا کہ شوہر جتنی مدت تک چاہے اس اختیار کی تحدید کرسکتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۶۴۔۴۶۲ ملخصاً وموضحاً دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی اسی طرح لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۳۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بیوی کو شوہر جو یہ اختیار دیتا ہے کہ خواہ وہ اس کے نکاح میں رہے خواہ وہ اپنے نفس پر طلاق واقع کر لے' اسی کو فقہاء تفویض طلاق کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل

ان آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے' آپ کی ازواج کی تین قسمیں ہیں' بعض ازواج سے آپ کا عقد نکاح بھی ہوا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی' اور بعض ازواج کے ساتھ عقد نکاح ہوا اور رخصتی کے بعد آپ نے ان کو طلاق دے دی' اور بعض ازواج کے ساتھ صرف عقد نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی اور بعض خواتین کو آپ نے صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کی رخصتی نہیں ہوئی۔ اس کی تفصیل علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے لکھی ہے وہ فرماتے ہیں:

(۱) سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا (۲) پھر حضرت سودۃ بنت زمعہ سے نکاح کیا (۳) پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر سے نکاح کیا (۴) پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے نکاح کیا (۵) پھر حضرت ام سلمہ ھند بنت ابی امیہ سے نکاح کیا (۶) پھر حضرت جویرہ بنت الحارث سے نکاح کیا یہ غزوۃ المریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا (۸) پھر حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا (۹) پھر حضرت ریحانہ

marfat.com

بنت زید سے نکاح کیا یہ بنو قریظہ سے تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ بنو نضیر سے تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قید کیا پھر ان کو آزاد کر کے چھ ہجری میں ان سے نکاح کیا (۱۰) پھر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان سے نکاح کیا' صحابیات میں ان کے سوا اور کسی کا نام رملہ نہیں ہے (۱۱) پھر حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے نکاح کیا یہ حضرت ھارون کی اولاد سے تھیں' سات ہجری میں غزوہ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا (۱۲) پھر ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح کیا (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الضحاک سے بھی نکاح کیا (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان سے بھی نکاح کی۔ آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے' مشہور یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں اور کل گیارہ ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں۔

باقی وہ ازواج جن سے آپ نے نکاح کیا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی یا جن سے صرف نکاح ہوا ان کی تعداد اٹھائیس ہے:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید' ان کا ذکر ہو چکا ہے (۲) حضرت الکلابیہ ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے ان کا نام عمرہ بنت زید ہے' دوسرا قول ہے ان کا العالیہ بنت ظبیان ہے' زہری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا' اور رخصتی بھی ہوئی پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی اور ایک قول یہ ہے کہ رخصتی نہیں ہوئی اور آپ نے ان کو طلاق دے دی' ایک قول یہ ہے کہ یہی فاطمہ بنت الضحاک ہیں' زہری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا رخصتی کے بعد انہوں نے آپ سے پناہ طلب کی تو آپ نے ان کو طلاق دے دی (۳) حضرت اسماء بنت النعمان' ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور ان کو بلایا تو انہوں نے کہا آپ خود آئیں تو آپ نے ان کو طلاق دے دی' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ہی آپ سے پناہ طلب کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ بنت قیس ہیں جو الاشعث بن قیس کی بہن ہیں' ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا تھا' پھر وہ حضر موت چلے گئے اور ان کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی بہن کو ان کے شہر واپس بھیج دیا اور خود اسلام سے مرتد ہو گئے اور ان کی بہن بھی مرتدہ ہو گئیں (۴) ملیکہ بنت کعب اللیثی' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ہی آپ سے پناہ طلب کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان سے عمل تزویج کیا تھا پھر یہ آپ کے پاس ہی فوت ہو گئیں' لیکن پہلا قول صحیح ہے (۵) حضرت اسماء بنت الصلت السلمیہ' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام سبا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا اور یہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں تھیں (۶) حضرت ام شریک ازدیہ ان کا نام عزبہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی اور یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا' یہ نیک خاتون تھیں (۷) خولہ بنت ھذیل' ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا' پھر آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی (۸) شراف بنت خالد' دحیہ کلبی کی بہن ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے ان کی وفات ہو گئی (۹) لیلیٰ بنت الخطیم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا' یہ غیرت والی تھیں' انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ نکاح فسخ کر دیں سو آپ نے نکاح فسخ کر دیا (۱۰) حضرت عمرہ بنت معاویہ الکندیہ' اس سے پہلے یہ آپ تک پہنچتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی (۱۱) حضرت الجندعیہ بنت جندب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور عمل تزویج نہیں کیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ عقد نہیں ہوا تھا (۱۲) حضرت الغفاریہ' ایک قول یہ ہے کہ یہی السنا ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفید داغ دیکھا تو آپ نے فرمایا تم اپنے گھر چلی جاؤ (۱۳) حضرت ھند بنت یزید' ان سے بھی آپ نے دخول نہیں کیا (۱۴) حضرت صفیہ بنت بشامہ آپ نے ان کو قید کیا تھا'

marfat.com

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم سے نکاح کرلوں' انہوں نے اجازت دے دی آپ نے ان سے نکاح کرلیا (۱۵) حضرت ام ھانی' ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے' حضرت علی بن ابی طالب کی بہن ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا' انہوں نے کہا میں بچوں والی عورت ہوں اور عذر پیش کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کرلیا (۱۶) حضرت ضباعہ بنت عامر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا' پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ بوڑھی ہیں تو آپ نے ارادہ ترک کردیا (۱۷) حمزہ بنت عون المزنی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا' ان کے والد نے کہا ان میں کوئی عیب ہے حالانکہ ان میں کوئی عیب نہ تھا' پھر جب ان کے والد ان کے پاس گئے تو ان کو برص ہو گیا تھا (۱۸) حضرت سودہ قریشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ بھی بچوں والی تھیں' آپ نے ان کو ترک کر دیا (۱۹) حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا' آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۰) حضرت عزہ بنت ابی سفیان بن حرب' ان کو ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا' آپ نے فرمایا چونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں (۲۱) حضرت کلبیہ' ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا' حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے اتنی لمبی عورت کوئی نہیں دیکھی تو آپ نے ان کو چھوڑ دیا (۲۲) عرب کی ایک عورت تھی جس کا نام نہیں ذکر کیا گیا' آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا (۲۳) حضرت درہ بنت ابی سلمہ' ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۴) حضرت امیمہ بنت شراحیل' ان کا ذکر صحیح البخاری میں ہے (۲۵) حضرت حبیبہ بن سہیل الانصاریہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تھا پھر ترک کر دیا (۲۶) حضرت فاطمہ بنت شریح' ابوعبید نے ان کا آپ کی ازواج میں ذکر کیا ہے (۲۷) العالیہ بنت ظبیان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ آپ کے پاس کچھ عرصہ رہیں' پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۱-۳۲۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اٹھائیس ازواج کے ذکر کرنے کا کہا تھا لیکن انہوں نے جو ذکر کی ہیں وہ ستائیس ہیں۔

ہم نے النساء: ۳ میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اس کے یہ عنوان ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان' تعدد ازدواج کا آپ کی خصوصیت ہونا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعدد ازدواج کمال ضبط ہے یا حظ نفسانی کی بہتات' یہ بحث تبیان القرآن ج ۲ ص ۵۶۶-۵۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی (بالفرض) کھلی ہوئی معصیت کا کام کیا اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○ (الاحزاب: ۳۰)

ازواج مطہرات کا مقام بیان فرمانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے زیب و زینت کے اسباب کے حصول کی خواہشوں پر اللہ تعالیٰ کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دار آخرت کو ترجیح دی تو اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی فرمائی اور ان کے مرتبہ اور مقام کو واضح کرنے کے لیے حسب ذیل آیات نازل فرمائیں:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ○ (الاحزاب: ۵۲)

اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں ہیں' اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلہ میں آپ دوسری خواتین سے نکاح کریں' خواہ ان کا حسن آپ کو پسند آئے اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

marfat.com

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الاحزاب:۵۳)

اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ تم ان کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج سے نکاح کرو' بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے۔

نیز فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(الاحزاب:۳۲)

اسی طرح ان کے مقام کی عظمت اور ان کی شان کی بلندی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی کھلی ہوئی معصیت کا کام کیا اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے (الاحزاب:۳۰)

ازواج مطہرات پر زیادہ گرفت فرمانے کی توجیہ

بعض مفسرین نے اس آیت میں فاحشة مبينة کی تفسیر زنا کے ساتھ کی ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ منع اس چیز سے کیا جاتا ہے جس کا فعل متصور ہو اور زنا ایسے قبیح فعل کا ازواج مطہرات سے سرزد ہونا متصور ہی نہیں ہے اس لیے اس آیت میں فاحشہ مبینہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور آپ کی نافرمانی ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنا ہے' سوائے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی نبی کی نافرمانی کی اس کو آخرت میں دگنا عذاب ہوگا' جس طرح تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے تو آخرت میں اس کو دگنا ثواب ہوگا' یعنی ہر نماز' روزے یا صدقہ یا زبان سے تسبیح' تکبیر اور تہلیل پڑھنے سے عام لوگوں کو دس گنا اجر ملتا ہے تو تمہیں بیس گنا اجر دیا جائے گا' اسی طرح اگر تم نے (بالفرض) معصیت کا ارتکاب کیا تو آخرت میں اس کی سزا بھی دگنی ہو گی۔

قتادہ نے کہا دگنے عذاب سے یہ مراد ہے کہ اس کو دنیا کا عذاب بھی ہوگا اور آخرت کا بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا انبیاء علیہم السلام پر مواخذہ ان کے متبعین سے زیادہ سخت ہوتا ہے' اور علماء کا مواخذہ عوام سے زیادہ سخت ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مواخذہ عام عورتوں سے زیادہ سخت ہے اور ان میں سے جو نیک عمل کرتی ہیں اس کا اجر وثواب بھی عام عورتوں کی بہ نسبت دگنا ہوتا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۱۲۹-۳۱۲۸' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو اسحاق احمد بن محمد الثعلبی التوفی ۴۲۷ھ نے بھی لکھا ہے فاحشہ مبینہ سے مراد معصیت ظاہرہ ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا شرف اور ان کا درجہ اور ان کا مرتبہ اور ان کی فضیلت عام عورتوں سے بہت زیادہ ہے سو جس طرح آزاد کی سزا غلام سے دگنی ہوتی ہے اسی طرح ازواج مطہرات کا مرتبہ چونکہ دوسری خواتین سے زیادہ ہے اس لیے ان پر گرفت بھی اوروں سے زیادہ رکھی ہے' اور یہ وجہ بھی ہے کہ ازواج مطہرات مہبط وحی ہیں ان کے سامنے احکام نازل ہوتے ہیں وہ دن رات معجزات کا مشاہدہ کرتی ہیں ان کے سامنے سوتی جاگتی نبوت اور چلتی پھرتی رسالت ہوتی ہے اس لیے عام عورتوں کی بہ نسبت ان سے نیکی اور پرہیزگاری زیادہ متوقع ہے' ان کو اجر بھی زیادہ دیا جائے گا اور اگر بالفرض وہ کوئی گناہ کریں تو ان کو

marfat.com

عذاب بھی دگنا دیا جائے گا۔

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

فاحشہ مبینہ (کھلی ہوئی بے حیائی) سے مراد معصیت کبیرہ ہے اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس سے مراد زنا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معصوم ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات اس فاحشہ کی مرتکب ہوں' اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فاحشہ کو مبینہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے یعنی ایسا گناہ جو ظاہر کھلا ہوا اور علی الاعلان ہو اور زنا ایسا گناہ نہیں ہے جو بر سر عام کیا جائے' بلکہ اس گناہ کو چھپ کر کیا جاتا ہے اور اس کو چھپایا جاتا ہے' اس لیے یہاں پر فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خانگی معاملات میں بے اعتدالی ہے' اور چونکہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ اور آپ کے زیر تربیت رہتی ہیں' ان کے سامنے وحی اترتی ہے اور احکام نازل ہوتے ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام عام خواتین سے بہت بلند ہے اس لیے ان پر گرفت بھی بہت سخت ہے' اور اگر بالفرض وہ کوئی گناہ کبیرہ کرلیں تو ان کو دگنا عذاب ہوگا جیسے ان کو نیکیوں پر دگنا اجر دیا جاتا ہے۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۴۷۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

امام بیھقی نے سنن کبریٰ میں مقاتل بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ یہاں فاحشہ مبینہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے یا کوئی ایسا کام کرنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہو یا جس سے آپ کا دل تنگ ہو یا جس کی وجہ سے آپ مغموم ہوں۔

(روح المعانی جز ۲۱ ص ۲۷۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ ھ لکھتے ہیں:

جیسے کہ شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ کج خلقی سے پیش آنا کیونکہ بدکاری سے تو اللہ تعالیٰ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیوں کو پاک رکھتا ہے۔

الجزء ۲۲

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت شعار رہے اور نیک عمل کرتی رہے'

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ

ہم اسے اس کا دگنا اجر عطا فرمائیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے ○ اے نبی کی بیویو!

النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی (بھی) مثل نہیں ہو' بہ شرطیکہ تم اللہ سے ڈرتی رہو' سو کسی سے لچک دار لہجہ

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ ج

میں بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی (غلط) امید لگا بیٹھے' اور دستور کے مطابق بات کرنا ○

marfat.com

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ
اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار
اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
کی نمائش نہ کرنا' اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ
اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے
یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ
اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے O اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں
اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ﴿۳۴﴾ ع ۴
کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو یاد کرتی رہو' بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت شعار رہے' اور نیک اعمال کرتی رہے' ہم اسے اس کا دگنا اجر عطا فرمائیں گے' اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے O اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی (بھی) مثل نہیں ہو' بہ شرطیکہ تم اللہ سے ڈرتی رہو سو کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی (غلط) امید لگا بیٹھے اور دستور کے مطابق بات کرنا O (الاحزاب: ۳۲-۳۱)

ازواج مطہرات کو دگنا اجر عطا فرمانا

الاحزاب: ۳۱ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو جو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر خشوع اور خضوع کرے گی' اور نیک عمل کرے گی اس کو دگنا اجر ملے گا' خشوع اور خضوع سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی مثلاً نماز پڑھے گی' روزہ رکھے گی' زکوٰۃ ادا کرے گی اور حج کرے گی' اور نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کو اچھی طرح سے ادا کرے گی اور گھر کی بہتری کے لیے گھر کے کام کاج کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو دگنا اجر عطا فرمائے گا۔

دگنے اجر سے مراد یہ ہے کہ عام مسلمان خواتین کو اللہ تعالیٰ ان کے نیک کاموں پر جتنا اجر عطا فرماتا ہے ازواج مطہرات کو اس سے دگنا اجر عطا فرمائے گا یعنی مسلمان عورتوں کو دس گنا اجر عطا فرماتا ہے تو ازواج مطہرات کو بیس گنا اجر عطا فرمائے گا۔

عیش و عشرت اور دنیاوی لذتوں میں غلو نہ کرنے کی تلقین

اور فرمایا ''ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے'' اور ہر وہ چیز جو اپنی جنس میں شرف والی ہو وہ کریم ہے' اور اس

marfat.com

میں یہ اشارہ ہے کہ حقیقت میں رزق کریم جنت کی نعمتیں ہیں اور جو شخص جنت کی نعمتوں کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی نعمتوں کو ترک کر دیتا ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: عیش وعشرت سے بچنا کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرستی نہیں کرتے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳۔۲۴۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت کے کچھ لوگ طرح طرح کے کھانے کھائیں گے' طرح طرح کے مشروبات پئیں گے' مختلف رنگوں کے کپڑے پہنیں گے' ہر قسم کی غیر محتاط باتیں کریں گے وہ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۷۵۱۲۔۷۵۱۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث ۲۳۷۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی دونوں سندیں ضعیف ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو عیش پرستی کرتے ہیں اور اسی عیش سے ان کے جسم پلتے ہیں۔

(مسند البزار رقم الحدیث ۳۶۱۶' اس کی سند کے ایک راوی میں اختلاف ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے کل آخرت میں بھوکے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۱۶۹۳' اس کے ایک راوی میں کلام ہے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عیش پرستوں پر سختی کرنے والا نہیں دیکھا' اور نہ آپ کے بعد حضرت ابو بکر سے زیادہ' اور میرا گمان ہے کہ اپنے زمانہ میں روئے زمین پر عیش پرستی سے سب سے زیادہ ڈرنے والے حضرت عمر تھے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۵۰۲۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۳۶۷' اس حدیث کی دونوں سندوں کے رجال ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو عیش وعشرت کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۶۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۵۸۴۔۴۶۰۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۳۶۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۵۰۰۳)

ان تمام احادیث اور آثار سے مراد وہ لوگ ہیں جو عیش وعشرت میں بہت زیادہ غلو کرنے والے ہوں' اور دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو کر یاد خدا اور فکر آخرت کو فراموش کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرتے ہوں۔

ورنہ مطلقاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا منع نہیں ہے بلکہ مطلوب اور مستحسن ہے۔

ازواج مطہرات اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہن کی باہمی فضیلت میں محاکمہ

نیز فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو۔ (الاحزاب ۳۲)

یعنی ازواج مطہرات کا شرف اور ان کی فضیلت دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ ہے' کیونکہ ان کے علاوہ کسی عورت کو یہ شرف اور فضیلت حاصل نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہو اور تمام مومنوں کی ماں ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ ازواج مطہرات سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہوں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ بے شک ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہونے کی حیثیت سے اور امہات المومنین ہونے کی حیثیت سے سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں لیکن تمام حیثیات کے لحاظ سے ان سے افضل نہیں ہیں اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ دیگر حیثیات کے لحاظ سے حضرت فاطمہ ان سے افضل ہوں، بلکہ جس حیثیت سے سیدہ فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا جز ہیں اس حیثیت سے تو وہ تمام خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی افضل ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۲ص ۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

عورت کا مردوں سے اپنی آواز کو مستور رکھنے کا حکم

نیز اس کے بعد فرمایا: سو کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی غلط امید لگا بیٹھے اور دستور کے مطابق بات کرنا O (الاحزاب: ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے ساتھ بہ وقت ضرورت سخت اور کھرے لہجے میں بات کریں، نرم اور لچک دار لہجہ میں بات نہ کریں جیسے آوارہ عورتیں اجنبی مردوں سے باتیں کرتی ہیں اور جس سے فساق کے دلوں میں نفسانی خواہشات بیدار ہوتی ہیں۔

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ بعض ازواج مطہرات جب کسی ضرورت کی بناء پر اجنبی مردوں سے بات کرتیں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتی تھیں مبادا ان کے آواز میں کوئی نرمی یا لچک ہو، اور جب عورت اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور شخص سے بات کرے اور اس سے سخت لہجہ میں بات کرے تو اس کو زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں اس عورت کے محاسن سے شمار کیا جاتا تھا۔ اور وہ جو بعض اشعار میں مطلقاً عورت کی خوش گلوئی اور نغمہ سرائی کو اس کی خوبیوں سے شمار کیا جاتا ہے وہ محض جہالت ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ص ۹۔ ۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ہمارے زمانہ میں خواتین کا مردوں کے ساتھ عام اور آزادانہ میل جول ہے، یونیورسٹی میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے اور شرعی حدود و قیود کے بغیر عورتیں مردوں کے دوش بدوش مختلف اداروں میں آزادی کے ساتھ کام کرتی ہیں، قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ممبر بنتی ہیں اور تقریریں کرتی ہیں بلکہ بعض خواتین وزراء جلسوں میں تقریریں بھی کرتی ہیں حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ شرعی ضرورت کے بغیر خواتین اجنبی مردوں سے باتیں نہ کریں خصوصاً نرم و نازک لہجہ میں، قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ. (النور: ۳۱)

اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں تاکہ لوگوں کو ان کی چھپی ہوئی زینت کا علم ہو جائے۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں کیونکہ پازیب کی آواز سے اس کی اپنی آواز زیادہ فتنہ انگیز ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے عورت کی اذان کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

حضرت اسماء بنت یزید روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں پر اذان اور اقامت نہیں ہے'' کیونکہ اذان اصل میں خبر دینے کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے خبر دینا مشروع نہیں ہے' اور اذان میں آواز بلند کی جاتی ہے اور عورتوں کے لیے آواز بلند کرنا مشروع نہیں ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۵۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے) مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۴۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۸۴)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے عورت کے سبحان اللہ کہنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اس لیے اس کو اذان' امامت اور نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۷۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۴۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں عورت کو زمین پر پیر مارنے سے منع کیا ہے تاکہ اس کی پازیب کی آواز اجنبی مردوں کو نہ سنائی دے' اور حدیث میں عورت کو نماز میں سبحان اللہ کہنے کے بجائے تالی بجانے کا حکم دیا ہے' کیونکہ عورت کا آواز بلند کرنا ممنوع ہے' فقہاء احناف کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے اور جس طرح ماسوا ضرورت کے وہ اجنبیوں پر چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی اسی طرح وہ بغیر ضرورت کے اجنبی مردوں پر اپنی آواز کو بھی ظاہر نہیں کر سکتی' اور فقہاء مالکیہ' فقہاء حنبلیہ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورت کا آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور پست اور کرخت آواز کے ساتھ وہ بہ وقت ضرورت اجنبی مردوں سے کلام کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا' اور نماز پڑھتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو' اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے ○ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے' ان کو یاد کرتی رہو' بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ○

(الاحزاب: ۳۴-۳۳)

بغیر شرعی ضرورت کے خواتین کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت

اس آیت میں ایک لفظ ہے وقرن' یہ جمع مونث' امر حاضر کا صیغہ ہے' اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ قرار سے بنا ہے' اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں برقرار رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو' اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ وقار سے بنا ہے اس صورت میں اس کا معنی ہے: اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلو' لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے اور کسی مسلمان عورت کے لیے شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عورت سراپا چھپانے کی چیز (واجب الستر) ہے' جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا رہتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۷۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۸۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۹۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۱۱۵' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۵۹)

marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آنکھ زانیہ ہے اور جب عورت معطر ہو کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۸۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۱۷۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۴۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۵۱، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۸۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۲۴، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۲۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے تو ان کو (مساجد میں نماز پڑھنے سے) اس طرح منع فرما دیتے جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۵، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۶۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۶۹)

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنا حویلیوں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا حویلیوں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۴۸، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو ان کے گھروں کے اندرونی حصہ میں ہو۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۰۰۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۸۳، المستدرک ج ۱ ص ۲۰۹)

تبرج اور جاہلیت اولیٰ کی تفسیر

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: زمانہ جاہلیت کی طرح تبرج نہ کرو، تبرج کا معنی ہے زینت اور خوب صورتی کا اظہار کرنا اور عورت کا اپنے محاسن مردوں کو دکھانا، عورتوں کے مٹک مٹک کر چلنے کو بھی تبرج کہا جاتا ہے۔

جاہلیت اولیٰ کی کئی تفسیریں ہیں:

امام ابن جریر نے الحکم سے نقل کیا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان آٹھ سو سال تھے، ان کی عورتیں بدصورت اور مرد خوب صورت ہوتے تھے، ان کی عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل اور راغب کرنے کے لیے بناؤ سنگھار کرتی تھیں اور یہ قدیم جاہلیت ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ادریس کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا، حضرت آدم کی نسل سے ایک گروہ میدانوں میں رہتا تھا اور ایک گروہ پہاڑوں میں رہتا تھا، سال میں ایک بار ان کی عید ہوتی تھی اور ان کی باہم ملاقات ہوتی تھی، ایک مرتبہ عید کے موقع پر ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر حملہ کر دیا اور ان میں فواحش کا ظہور ہوا اور یہ جاہلیت اولیٰ ہے۔

عامر سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصہ کو جاہلیت اولیٰ کہا جاتا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۷-۶، ملخصاً مرتباً دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

معرور بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی ان پر ایک حلہ تھا اور ان کے غلام پر بھی ایک حلہ تھا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا، انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو برا کہا اور اس کو اس کی ماں سے عار

marfat.com

دلایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم ایسے شخص ہو کہ تم میں زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے' تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے' سو جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اس کو وہ طعام کھلائے جس کو وہ خود کھاتا ہے اور اس کو وہ لباس پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو اور ان کو اس کام کا مکلف نہ کرے جو ان پر دشوار ہو اور اگر تم ان کو مکلف کرو تو ان کی مدد کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۶۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۵۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۴۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۹۰)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے زمانہ فترت ہے' اس کو جاہلیت اس لیے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں کفار کی بہ کثرت جہالات تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۲۳۔۳۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار خصلتیں زمانہ جاہلیت کی ہیں' جن کو لوگ ہرگز ترک نہیں کریں گے' نوحہ کرنا' حسب اور نسب میں طعن کرنا' مرض کو از خود متعدی یقین کرنا کہ ایک اونٹ کو خارش ہوئی تو گمان کرنا اس سے دوسرے اونٹ کو خارش ہوگی' پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی؟ اور ستاروں کے سبب سے بارش کو گمان کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی التوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

یہ کام گناہ ہیں' اور میری امت کے لوگ ان کاموں کو حرام جاننے کے باوجود کرتے رہیں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبریں دی ہیں' جن کا انبیاء کے سوا اور کسی کو علم نہیں ہوتا اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں کا حق ہونا ظاہر ہو گیا۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہم اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے کی وضاحت کریں گے اور جنگ جمل کا پس منظر اور پیش منظر بھی بیان کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے: (اے نبی کی بیویو!) تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل میں مسلمانوں کی قیادت کی اور آپ گھر سے نکلیں اور یہ بہ ظاہر اس حکم کی مخالفت ہے۔

سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

رافضیوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن کرنے میں اس آیت سے استدلال کیا ہے' حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دامن ہر طعن کے داغ سے بری اور صاف ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلے حج کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئیں اور پھر وہاں سے بصرہ گئیں اور اسی جگہ جنگ جمل ہوئی' رافضیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور باہر نہ نکلیں اور حضرت عائشہ نے اس حکم اور اس ممانعت کی مخالفت کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو اپنے گھروں سے باہر نکلنے کی ممانعت مطلقاً نہیں ہے' ورنہ اس آیت کے نازل

marfat.com

ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حج اور عمرہ کے لیے اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور ان کو اپنے ساتھ غزوات میں نہ لے جاتے اور ان کو والدین کی زیارت' بیماروں کی عیادت اور رشتہ داروں کی تعزیت کے لیے جانے کی اجازت نہ دیتے (کیونکہ یہ سورت ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور ٦ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنوالمصطلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے تھے' اور اسی سال واقعہ افک کے بعد آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والدین سے ملاقات کے لیے ان کے گھر جانے کی اجازت دی تھی' اور اسی سال عمرۃ الحدیبیہ میں آپ دیگر ازواج مطہرات کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور ۷ ھ میں غزوہ خیبر میں آپ ازواج مطہرات کو لے گئے اور اسی سال آپ نے حدیبیہ کے عمرہ کی قضا کی اور اس سفر میں بھی آپ ازواج مطہرات کو ساتھ لے گئے اور اسی طرح باقی غزوات میں بھی آپ مختلف ازواج کو ساتھ لے گئے اور ۱۰ ھ میں آپ حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لے گئے تھے' اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلقاً گھروں سے باہر نکلنے سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حج کیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت تمام صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا یہ تمہارا حج ہے اس حج کے بعد تم گھروں میں منحصر رہنا۔ پھر حضرت زینب بنت جحش اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے علاوہ تمام باقی ازواج مطہرات نے اس کے بعد بھی حج کیا اور وہ دونوں یہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! جب سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے اس کے بعد ہم نے کسی سواری کو نہیں ہنکایا۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۳۲۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۰۷۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۴۷

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات سے فرمایا تم کو ضرورت کی بناء پر گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۵_۲۹۵' ۵۲۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۱۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو جو گھروں میں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو باقی خواتین سے امتیاز حاصل رہے کہ ازواج مطہرات اکثر اور غالب اوقات میں اپنے گھروں میں رہیں اور ان کا راستوں بازاروں اور لوگوں کے گھروں میں زیادہ آنا جانا نہ رہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ حج کے لیے گھر سے باہر نکلیں یا کسی دینی مصلحت کی بناء پر ستر اور حجاب اور وقار کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔

حضرت عائشہ کا اصلاح کے قصد سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر وغیرہما کے ساتھ بصرہ روانہ ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں' اور حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ حج کے لیے گھر سے باہر نکلی تھیں' لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہو گا اور قتل اور خون ریزی ہو گی' وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت نعمان بن بشیر' حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے صحابہ حضرت عثمان کے قاتلین کے خوف سے مدینہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے' کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور بر سر عام حضرت عثمان کو برا بھلا کہہ رہے تھے' اور ان کے عزائم یہ تھے

marfat.com

کہ وہ حضرت عثمان کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی' اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین کی پناہ میں آ گئے' اور آپ کو یہ واقعہ سنایا' حضرت ام المومنین نے فرمایا مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں' اس وقت تک تم لوگ مدینہ واپس نہ جاؤ' سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان سے قصاص لے سکیں' اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ نے حضرت ام المومنین کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی' اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے' صحابہ کرام کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں' خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں' سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ کے ساتھ جس قدر صحابہ تھے وہ حکماً آپ کے محرم تھے اور آپ کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۹۴ ۔ ۴۹۳ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

قاتلین عثمان کا ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی کو بصرہ...... روانہ کرنا اور فریقین میں صلح کے مذاکرات

قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ اور ان صحابہ کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں' اور حضرت حسن' حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن جعفر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تاکہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہم راہ بصرہ روانہ ہو گئے' جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف بھیجا تاکہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی کے سامنے پیش کریں' حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین کے پاس جا کر کہا: اے امی! آپ کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے آئی ہوں' پھر آپ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو بلایا' حضرت القعقاع نے ان سے کہا آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟ انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے' پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا' اور بعد والوں کے لیے عبرت کا باعث ہوگا' حضرت القعقاع نے کہا یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے کہا تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۵۰۰ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

marfat.com

قاتلین عثمان کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ کرا دینا

حضرت القعقاع [1] حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس واپس گئے اور ان مذاکرات کی خبر دی' حضرت امیر یہ سن کر
خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا' جب چوتھی
رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لیے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت طلحہ او
حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے جا رہے تھے' اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی
میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی' انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی ک
رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تا کہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ
وجہہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے' پھر حضرت امیر کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے
اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی' سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ
وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی کے اصحاب نے بدعہدی کی سو حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں
نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی' حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظ
دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لیے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کو
چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۵۰۳-۵۰۴' ملخصاً تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۲۶' ۵۲۲ ملخصاً)

قاتلین عثمان کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر کس قدر تسلط اور تغلب تھا اس کا اندازہ شیعہ کی مستند' مس
اور مقبول کتاب نہج البلاغۃ کے اس اقتباس سے ہوتا ہے۔

قاتلین عثمان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر تسلط اور تغلب

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تو آپ کے بعض اصحاب نے کہا کاش آپ ان لوگوں
سزا دیتے جنہوں نے قتل عثمان کے لیے لشکر جمع کیا تھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے بھائیو! جو بات تم جانتے ہو میں بھی اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس ان پر قابو پانے کی طاقت کہاں
حالت تو یہ ہے کہ جس گروہ نے قتل عثمان کے لیے لشکر کشی کی وہ پوری قوت اور طاقت کے ساتھ ہنوز باقی ہے' یہ لوگ مجھ پر تس
اور تغلب رکھتے ہیں میں ان پر تسلط اور تغلب نہیں رکھتا' اور آگاہ ہو جاؤ کہ قاتلین عثمان ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام تک ا
کے پر جوش حامی ہیں' اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں' اور یہ قاتلین عثمان (کہیں باہر نہیں) خود تم میں مو
ہیں' ہنوز مدینہ سے باہر نہیں نکلے ہیں' اور تمہیں ہر طرح کا ضرر پہنچا سکتے ہیں' اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے کہ تم
پر غالب آ سکو' کوئی شبہ نہیں کہ یہ قتل جاہلیت کی بناء پر کیا گیا ہے' ان لوگوں کے پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں ہے اور جب لوگو
ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے کہا جائے گا تو لوگ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے' ایک فرقہ تو وہ ہو گا جس کی را
تمہارے موافق ہو گی' اور دوسرا فرقہ وہ ہو گا جس کی رائے تمہارے خلاف ہو گی اور تیسرا فرقہ وہ ہو گا جس کی رائے نہ یہ ہو گی

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں' ان سے کئی احادیث مروی ہیں' یہ جنگ قادسیہ میں شر
تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے سوار تھا' انہوں نے
قعقاع بن عمرو۔ انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ الاصابہ رقم الحدیث: ۷۱۳۲۔

marfat.com

وہ۔ سوئم صبر سے کام لو حتیٰ کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکیں (الی قولہ) میں جلد ہی مروت کے ساتھ اصلاح کروں گا اور جب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا تو آخری دوا گرم لوہے سے داغ لگانا ہے۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۶۶ ص ۵۹۰ 'انتشارات زرین ایران' نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۶۷ ص ۴۵۹ 'شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

شیخ کمال الدین میثم علی بن میثم البحرانی المتوفی ۶۷۹ ھ اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ' حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلین سے قصاص لینے کی تاخیر کے سلسلہ میں ہے۔

اس عذر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر کو قاتلین عثمان پر کماحقہ قدرت نہیں تھی' اسی لیے فرمایا میں ان سے قصاص کس طرح لے سکتا ہوں اور قاتلین عثمان کو اسی طرح قوت اور شوکت حاصل ہے' اور حضرت الامیر کے کلام کا صدق اس سے ظاہر ہے کہ اکثر اہل مدینہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان کے خلاف چڑھائی کرنے کے لیے آئے تھے وہ لوگ اہل مصر سے تھے' اور کوفہ سے بھی ایک بڑی جماعت آئی تھی' وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے تھے اور بہت سے بادیہ نشین اور غلام ان سے مل گئے تھے' ان کی بہت بڑی طاقت تھی اسی لیے فرمایا ''وہ تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں''۔

روایت ہے کہ حضرت الامیر نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا پھر فرمایا حضرت عثمان کے قاتلین کھڑے ہو جائیں تو چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ کھڑے ہو گئے' حضرت علی کا یہ فعل اس بات کے صدق کی شہادت ہے کہ قاتلین عثمان اسی طرح طاقت ور تھے اور جب ان حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو ان کے خلاف کسی اقدام کرنے کی بالکل طاقت نہیں تھی' پھر آپ نے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے فرمایا: بے شک یہ قتل عثمان زمانۂ جاہلیت کی کارروائی ہے' اس کا کوئی شرعی جواز نہ تھا' اور حضرت عثمان سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا تھا جس کی سزا میں ان کو قتل کیا جاتا' اور ان قاتلین کے بہت حامی اور مددگار ہیں۔ (الی قولہ) پھر آپ نے لوگوں کو انتظار کرنے کے لیے کہا اور ان کو ڈرایا کہ اگر قصاص میں جلدی کی گئی تو دین کی شوکت کمزور پڑ جائے گی اور اس سے بڑا فتنہ نمودار ہو جائے گا' اس لیے مناسب یہ ہے کہ حالات کے پرسکون ہونے تک انتظار کیا جائے پھر شرعی طریقہ کے مطابق حضرت عثمان کے بیٹے معین کر کے بتائیں کہ فلاں فلاں قاتل ہیں اور فلاں فلاں محاصرہ کرنے والے ہیں اور امام کے پاس مقدمہ پیش کریں تا کہ امام اللہ کے حکم کے مطابق شرعی فیصلہ کرے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا اور اہل شام نے شرعی مطالبہ کرنے کے بجائے میرے حکم کی مخالفت کی اور طاقت اور غلبہ سے قصاص کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں جو ہوا وہ ہوا۔ (شرح نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۳۲۲۔۳۲۱ 'دار العالم الاسلامی بیروت)

قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

یہ تین رخنے تھے جن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافتِ راشدہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا۔ ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شورش برپا کرنے والے دو ہزار آدمیوں کی جمعیت مدینے میں موجود تھی کہ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے ملے اور کہا کہ ہم نے اقامتِ حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے' اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجیے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں' مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر۔ کیا آپ حضرات اس کام کی کوئی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں؟'' سب نے کہا ''نہیں''۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے۔ ذرا

marfat.com

حالات سکون پر آنے دیجئے تاکہ لوگوں کے حواس برجا ہو جائیں' خیالات کی پراگندگی دور ہو اور حقوق وصول کرنا ممکن ہو جائے"۔

اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے بصرہ وکوفہ سے' جہاں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے بکثرت حامی موجود تھے۔ فوجی مدد حاصل کی جائے' چنانچہ یہ قافلہ مکہ سے بصرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ۱۹۷۵ء)

اس کے بعد سید مودودی لکھتے ہیں:

دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ' جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تابع فرمان بنانے کے لیے شام کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے' بصرے کے اس اجتماع کی اطلاعات سن کر پہلے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے مجبور ہو گئے' لیکن بکثرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اور ان کے زیرِ اثر لوگ جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو فطری طور پر ایک فتنہ سمجھ رہے تھے' اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ جن سے پیچھا چھڑانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ موقع کا انتظار کر رہے تھے' اس تھوڑی سے فوج میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فراہم کی تھی' ان کے ساتھ شامل رہے۔ یہ چیز ان کے لیے بدنامی کی موجب بھی ہوئی اور فتنے کی موجب بھی۔

بصرے کے باہر جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں' اس وقت دردمند لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس بات کے لیے کوشاں ہوئی کہ اہل ایمان کے ان دونوں گروہوں کو متصادم نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ ان کے درمیان مصالحت کی بات چیت قریب قریب طے ہو چکی تھی۔ مگر ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کے درمیان مصالحت ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں' اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ لوگ تھے جو دونوں کو لڑا کر کمزور کر دینا چاہتے تھے' اس لیے انہوں نے بے قاعدہ طریقے سے جنگ برپا کر دی اور وہ جنگ جمل برپا ہو کر رہی جسے دونوں طرف کے اہل خیر روکنا چاہتے تھے۔

جنگ جمل کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ میں آپ دونوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دونوں حضرات تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلا کر جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے ہٹ کر الگ چلے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آگے کی صفوں سے ہٹ کر پیچھے کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک ظالم عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' اور مشہور روایت کے مطابق' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا۔

بہر حال یہ جنگ برپا ہو کر رہی اور اس میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کی دوسری عظیم ترین بدقسمتی ہے جو شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد رونما ہوئی' اور اس نے امت کو ملوکیت کی طرف ایک قدم اور دھکیل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو فوج لڑی تھی وہ زیادہ تر بصرہ وکوفہ ہی سے فراہم ہوئی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس کے پانچ ہزار آدمی شہید اور ہزاروں آدمی مجروح ہو گئے تو یہ امید کیسے کی جا سکتی تھی کہ اب عراق کے لوگ

marfat.com

اس ایک جہتی کے ساتھ ان کی حمایت کریں گے جس یک جہتی کے ساتھ شام کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے تھے۔ جنگ صفین اور اس کے بعد کے مراحل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا اتحاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا تفرقہ بنیادی طور پر اسی جنگ جمل کا نتیجہ تھا۔ یہ اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا' اسی لیے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگ کر بصرے گیا تھا' اور افسوس کہ اس کی یہ توقع سوفی صدی پوری ہوگئی۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۳۰۔ ۱۲۹' ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۵ھ)

نیز سید مودودی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔ وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بے زار تھے' بادل ناخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے' اور ان پر گرفت کرنے کے لیے موقع کے منتظر تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کرنے کے لیے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع نے کہا تھا کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں' آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا''۔ پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں' اور انہوں نے جواب میں فرمایا **لعن اللہ قتلۃ عثمان** (عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت)۔ لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے' حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے' دراں حالیکہ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانۂ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۴۶' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ۱۹۷۵ھ)

مشاجرات صحابہ میں مصنف کا نظریہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی اس کتاب میں حضرت عثمان' حضرت معاویہ' ام المومنین حضرت عائشہ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بھی غلطیاں گنوائی ہیں' اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات اور ان کے اختلافات میں ہمیں کسی فریق پر انگشت نمائی نہیں کرنی چاہیے اور ان کے تمام کاموں کی اچھی اور نیک تاویل کرنی چاہیے' بعض صحابہ سے بعض معاملات میں اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن وہ سب عند اللہ ماجور ہیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں' جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اوجب طلحۃ** آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل

marfat.com

کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے' جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے اور کہا اے ابو محمد! تم پر اللہ کی رحمت ہو' آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے' اور اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۴۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت علی کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں' جب عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا تو آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا' ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی' حضرت علی نے اسے دیکھ کر فرمایا اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کو دور کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عائشہ اور حضرت علی کا جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کرنا

اس بحث کے آخر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

پس جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابتداء میں اپنے محارم کے ساتھ حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور بعد میں مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کے قصد سے بصرہ گئی تھیں اور آپ کا یہ نیک مقصد بھی حج سے کم نہیں تھا' اور اس آیت مذکورہ میں مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت نہیں ہے اور نیک مقاصد کے لیے ازواج مطہرات کے گھروں سے نکلنا جائز اور مستحسن ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کوئی اعتراض نہیں رہتا' اور بعد میں جو واقعات پیش آئے اور قاتلین عثمان کی سازش سے فریقین کے درمیان صلح کے بجائے جنگ جمل برپا ہو گئی اس کا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہم و گمان بھی نہیں تھا' اور ان واقعات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر' امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''وقرن فی بیوتکن'' کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آ جاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے تھے' اور آپ کے رونے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنی پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں' بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور آپ کا یہ افسوس ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا' حضرت ام المومنین کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہو گئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔

(تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۴۲ ملخصاً موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

حضرت عائشہ کے متعلق شیعہ کی ناگفتنی روایات

بعض روایت میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا اور ان میں حضرت عائشہ بھی تھیں کہ میں تم میں سے ایک ایسی عورت کے ساتھ ہوں جس پر الحواب کے کتے بھونکیں گے' اور جب آپ بصرہ جا رہی تھیں تو راستہ

marfat.com

میں مقام حوأب آیا تھا اور وہ کتے آپ پر بھونکے تھے اور آپ نے واپسی کا قصد کیا تھا مگر آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے آپ کو واپس جانے نہیں دیا' یہ سب غیر مستند اور غیر معتبر روایات ہیں۔

اسی طرح شیعہ کا یہ بھی زعم ہے کہ حضرت عائشہ نے مسلمانوں کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت اور ان کے قتل پر اکسایا تھا یہ سب جھوٹی اور بے اصل روایات ہیں۔

اسی طرح شیعہ کا یہ بھی زعم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے بصرہ روانہ ہوئی تھیں یہ بھی کذب اور افتراء ہے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں ان میں سے یہ حدیث ہے' جس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کی محبت عبادت ہے' اور ان واقعات کے بعد فرمایا میرے اور علی کے درمیان وہی تعلق تھا جو ایک عورت اور اس کے دیور میں ہوتا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے خاتمہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا اور آپ کے ساتھ بصرہ کی معزز اور مکرم خواتین کو بھیجا تھا اس موقع پر بھی شیعہ نے بعض ناگفتنی باتیں کہیں ہیں۔

حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر حضرت زینب اور حضرت سودہ ..... کے گھر سے نہ نکلنے کے معارضہ کا جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو حج کے لیے مکہ روانہ ہوئی تھیں اس پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت سودہ اور حضرت زینب بنت جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حج کے لیے نہیں گئی تھیں' اگر آپ کے بعد ازواج مطہرات کے لیے حج کرنا جائز ہوتا تو وہ بھی آپ کے بعد حج کے لیے جاتیں' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا یہ (تمہارا) حج ہے' اس کے بعد تم گھروں میں منحصر رہنے کو لازم کر لینا' پھر حضرت زینب بنت جحش اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات نے اس کو بعد بھی حج کیا اور وہ دونوں یہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! جب سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے' اس کے بعد ہم نے کسی سواری کو نہیں ہنکایا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۰۷۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۱۵۴۔ حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۶۲۳' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

اور امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ آپ اس طرح حج اور عمرہ نہیں کرتیں جس طرح آپ کی دیگر صواحب کرتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں حج اور عمرہ کر چکی ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے گھر میں ٹھہری رہوں' پس اللہ کی قسم! میں تا حیات اس گھر سے نہیں نکلوں گی' محمد بن سیرین نے کہا: پس اللہ کی قسم! وہ اپنے حجرے سے نہیں نکلیں حتیٰ کہ حجرے سے ان کا جنازہ نکالا گیا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۲۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زینب اور حضرت سودہ کا حج کے لیے اپنے حجروں سے نہ نکلنا' ان کے اجتہاد پر مبنی ہے' جیسا کہ دیگر ازواج کا حج کے لیے اپنے حجروں سے نکلنا ان کے اجتہاد پر مبنی ہے۔

رہا یہ کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا اس حج کے بعد تم اپنے گھروں میں منحصر رہنا'

marfat.com

اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اس کے بعد تم کبھی حج نہ کرنا اور کسی حاجت شرعی کے باوجود گھروں سے نہ نکلنا' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کے وصال کے بعد باقی ازواج مطہرات حج کے لیے نہ جاتیں اور صحابہ کرام اس پر خاموش نہ رہتے بلکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو حج کے لیے روانہ کیا اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ بھیجا اور ان سے فرمایا تم دونوں ان کے نیک فرزندوں کے حکم میں ہو تم میں سے ایک ان کے آگے رہے اور ایک ان کے پیچھے رہے' اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو یہ ازواج مطہرات کے حج کے جواز پر اجماع سکوتی ہو گیا' سو حضرت زینب اور حضرت سودہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ حجۃ الوداع کے بعد ان کے لیے اپنے حجروں سے نکلنا جائز نہیں ہے' اسی لیے انہوں نے اس کے بعد حج نہیں کیا اور دیگر ازواج نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ اس حج کی جنس سے کوئی عبادت ہو یا کوئی اور دینی مہم ہو تو اس کے لیے تم سفر کرنا اور جب اس عبادت یا اس مہم سے فارغ ہو جاؤ تو پھر مناسب یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں منحصر رہنا اور اس کا مفاد یہ تھا کہ تمہارے لیے گھروں سے نکلنا مباح ہے۔

اور جو شخص انصاف سے غور کرے تو اس پر منکشف ہو گا کہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں سے نکلنے کی مطلقاً ممانعت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں اپنی بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گذارے' اور دیگر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے اپنے حجروں سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آتی تھیں اور ان میں حضرت سودہ اور حضرت زینب بھی تھیں' اور جن بیویوں کو اپنے شوہر سے بہت کم محبت بھی ہو وہ بھی ایسے موقع پر اپنے شوہر کی زیارت اور اس کی عیادت کے لیے ضرور آتی ہیں چہ جائیکہ وہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی عیادت کے لیے نہ آتیں جن کی محبت ان کے ایمان کا جزو ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ حجۃ الوداع کے بعد ازواج مطہرات کے لیے اپنے گھروں سے نہ نکلنا لازم نہیں تھا بلکہ ضرورت شرعی کے پیش نظر ان کا گھروں سے نکلنا جائز تھا۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۸۔۱۳ ملخصاً مخرجاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصلاحی اقدام پر قرآن مجید سے دلائل

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے حج کی نذر مان لی تھی' اور انہوں نے نذر پوری نہ کرنے کو جائز نہیں سمجھا اور اگر وہ فتنہ کی اس آگ سے بچ جاتیں تو بہتر ہوتا۔

باقی رہا ان کا جنگ جمل کی طرف جانا تو وہ جنگ کرنے نہیں گئیں تھیں' لیکن مسلمانوں نے اس عظیم فتنہ کی ان سے شکایت کی کہ لوگ حرج میں مبتلا ہیں وہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ اپنی برکت سے فریقین میں صلح کروا دیں' اور لوگوں کو امید تھی کہ فریقین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام کا احترام کریں گے اور ان کے حکم پر عمل کریں گے' کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق وہ تمام مومنوں کی ماں ہیں' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات پر عمل کیا:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ. (النساء: ۱۱۴)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے' سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا کسی اور نیک کام کرنے کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا۔

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا. (الحجرات: ۹)

اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔

marfat.com

مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا جو حکم ہے اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں' خواہ وہ مرد ہوں یا عورت' آزاد ہوں یا غلام' سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس حکم کے موافق مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے حکم کی مکلف تھیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی سابق تقدیر اور اس کے علم ازل میں یہ مقرر تھا کہ یہ صلح نہیں ہوگی' دونوں فریقوں کے درمیان بصرہ میں زبردست جنگ ہوئی جس سے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دونوں فریق فنا ہو جاتے۔ پھر کسی شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور جب وہ اونٹ پہلو کے بل گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنبھال لیا اور ان کو بصرہ لے گئے' اس جنگ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر شہید ہو گئے اور اونٹ کے گرنے کے بعد ان کے لشکر کو شکست ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی تیس معزز خواتین کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا (تاریخ ابن خلدون ج۲ص ۵۰۴' ملخصاً) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیکو کارہ تھیں' اللہ سے ڈرنے والی تھیں' پرہیز گار تھیں' مجتہدہ تھیں انہوں نے اس معاملہ میں جو اجتہاد کیا تھا وہ اس اجتہاد میں برحق اور صحت اور صواب پر تھیں اور اس اجتہاد کے موافق انہوں نے جو کچھ کارروائی کی وہ اس میں اجر و ثواب کی مستحق ہیں اور ہم اصول میں بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے مناقشات' اختلافات اور ان کی لڑائیوں کی بہترین تاویل کرنی چاہیے اور ان کو صحت اور صواب پر محمول کرنا چاہیے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۵۷۰-۵۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے بھی اس عبارت پر اعتماد کر کے اس کو نقل کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۶۴-۱۶۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آیت تطہیر کے مصادیق

اس کے بعد فرمایا: اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے۔ (الاحزاب: ۳۳)

اس آیت میں اہل بیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری' حضرت انس بن مالک' حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ اس سے مراد حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ نے کہا اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔

(۳) ضحاک نے کہا اس سے مراد آپ کے اہل اور آپ کی ازواج ہیں۔

اور فرمایا تم سے ہر قسم کی نجاست دور فرما دے' یعنی گناہوں اور برائیوں کی آلودگی سے حفاظت فرمائے گا' اور فرمایا تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ کر دے' یعنی بری خواہشات' دنیا کے میل کچیل اور دنیا کی طرف رغبت سے تم کو دور رکھے گا اور تمہارے دلوں میں بخل اور طمع نہ آنے دے گا اور تم کو سخاوت اور ایثار کے ذریعہ پاک اور صاف رکھے گا۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۴۰۱-۴۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا

اس سے پہلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے خطاب ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: ۳۲) اور اس کے بعد والی آیت میں بھی ازواج مطہرات سے خطاب ہے: وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (الاحزاب: ۳۴) اس کا تقاضا ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے خطاب ہو۔

marfat.com

نیز قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ بیت سے مراد بیت سکنی ہوتا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ. (ھود:۷۳) فرشتوں نے (سارہ سے) کہا' کیا تم اللہ کے کاموں پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مخلوق کی دو قسمیں کیں' پس اللہ عزوجل نے مجھے ان میں سے بہترین قسم میں رکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا واصحب الیمین و اصحب الشمال (دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے) سو میں دائیں ہاتھ والوں سے ہوں اور دائیں ہاتھ والوں میں سے سب سے بہتر ہوں' پھر دو قسموں کی تین قسمیں کیں' فرمایا فاصحب المیمنة' والسابقون السابقون' سو میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سب سے بہتر ہوں' پھر اس تیسری قسم کے قبائل بنائے پس مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ. (الحجرات:۱۳) اور تم کو مختلف گروہوں اور قبائل میں رکھا تاکہ تمہاری پہچان ہو اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

پھر ان قبائل کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا اس کا ذکر اس آیت میں ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب:۳۳) پس میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ ص۱۷۱-۱۷۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۶۷۴)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت (الاحزاب:۳۳) بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق نازل ہوئی ہے' عکرمہ نے کہا جو شخص چاہے میں اس سے اس بات پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج۷۳ ص۱۱۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اے لوگو! میں صرف ایک بشر ہوں' عنقریب میرے پاس اللہ کا سفیر آئے گا' اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں گا' میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' سو تم اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور اس کا دامن تھام لو' پھر آپ نے کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا اور اس کی طرف راغب کیا' اور فرمایا دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں' میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں' حصین نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا: اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں لیکن (اس ارشاد میں) آپ کے اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کرنا حرام ہے' اس نے پوچھا وہ کون ہیں! انہوں نے کہا وہ آل علی' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس ہیں' اس نے پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۰۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۱۷۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حج کے موقع پر

marfat.com

دیکھا آپ اپنی اونٹنی القصواء پر سوار خطبہ دے رہے تھے' آپ فرما رہے تھے اے لوگو! میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے ان کو پکڑ لیا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری اولاد میرے اہل بیت۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۸۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. (الاحزاب: ۳۳)

اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور ان سب کو ایک چادر میں ڈھانپ لیا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پشت کے پیچھے تھے پس آپ نے ان کو بھی اس چادر میں ڈھانپ لیا پھر کہا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں' تو ان سے (ہر قسم کی) نجاست کو دور رکھنا اور ان کو خوب پاکیزہ رکھنا' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! آیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا تم اپنے مقام پر ہو اور تم میری طرف منسوب ہو' نیک ہو' دوسری روایت میں ہے تم خیر پر ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۷' ۳۲۰۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے! ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے' ایک کتاب اللہ ہے یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے میرے اہل بیت' وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے' پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۰۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۔۱۷۔۲۶۔۵۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۲۱۔۱۰۲۷' الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۲۵۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۷۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۵۶۶' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۳۶۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو (امام طبرانی کی دیگر روایات میں حضرت علی کا ذکر بھی ہے) کو ایک کپڑے میں داخل کیا (حدیث: ۲۶۶۷ میں سیاہ چادر کا ذکر ہے) پھر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی ان کے ساتھ داخل فرما لیں! آپ نے فرمایا تم (بھی) میرے اہل سے ہو۔ دیگر روایات میں الاحزاب: ۳۳ کی تلاوت کا بھی ذکر ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۷۳۔۲۶۷۲۔۲۶۷۱۔۲۶۷۰۔۲۶۶۹۔۲۶۶۸۔۲۶۶۷۔۲۶۶۶۔۲۶۶۵۔۲۶۶۴۔۲۶۶۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**' حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۱۱' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۳ ص ۶۶' رقم الحدیث: ۲۶۱۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو الحمراء ہلال بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے دروازے پر جا کر فرماتے **الصلاۃ الصلاۃ** (نماز کے لیے اٹھو) **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**O (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۹۸' رقم الحدیث: ۱۰۷۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

مصنف کے نزدیک اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا

ہمارے نزدیک اہل بیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات' آپ کی اولاد اور آپ کے رشتہ دار سب داخل ہیں اور بیت سے مراد عام ہے خواہ بیت سکنیٰ ہو یا بیت نسب' بیت سکنیٰ میں ازواج مطہرات داخل ہیں اور بیت نسب میں آپ کی اولاد اور رشتہ دار داخل ہیں' ہم اس سلسلہ میں پہلے کتب لغت سے نقول پیش کریں گے پھر قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد علماء کی تصریحات پیش کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

تصریحات لغت سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کے اہل وہ لوگ ہیں جو اس کے نسب' یا دین یا پیشہ یا گھر یا شہر میں شریک اور شامل ہوں' لغت میں کسی شخص کے اہل وہ لوگ ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہوں' پھر مجازاً جو لوگ اس کے نسب میں شریک ہوں ان کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگوں کو بھی مطلقاً اہل بیت کہا جاتا ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ. (الاحزاب:۳۳) — اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے۔

کسی شخص کی بیوی کو اس کے اہل سے تعبیر کی جاتا ہے اور اہل اسلام ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو سب اسلام کے ماننے والے ہوں۔ اور چونکہ اسلام نے مسلم اور کافر کے درمیان نسب کا رشتہ منقطع کر دیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا:

يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ. (ھود:۴۶) — اے نوح! بے شک وہ (آپ کا بیٹا) آپ کے اہل سے نہیں ہے' اس کے عمل نیک نہیں ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری المتوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت آپ کی ازواج' آپ کی بیٹیاں اور آپ کے داماد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۹' نشر ادب الحوزة' ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی المتوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں جن کو تعظیماً ثقل کہا گیا ہے لیکن یہ وہ اہل بیت نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۳۴' مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کی بیوی کو اس کی اہل کہا جاتا ہے' اور اہل میں اولاد بھی داخل ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل آپ کی ازواج' آپ کی بیٹیاں اور آپ کے داماد حضرت علی ہیں۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۷ ص ۲۱' دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید کی نصوص سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ — فرشتوں نے (سارہ سے) کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے

marfat.com

بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ. (ھود: ۷۳) تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے متعلق ارشاد ہے:

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (طٰہٰ: ۱۰) موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔

عزیز مصر کی بیوی کے متعلق ارشاد ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ. (یوسف: ۲۵) وہ کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی یہی سزا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔

بیوی اور بچوں کے متعلق ارشاد ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ. (الانبیاء: ۸۴) سو ہم نے ایوب کی دعا سن لی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ہم نے ان کو اہل و عیال عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ان کی مثل بھی۔

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ. (مریم: ۵۵) اور اسماعیل اپنے بیوی بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

احادیث صحیحہ کے اطلاقات میں اہل کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا

جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر غزوہ بنو المصطلق میں بدکاری کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے برأت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی عنہ اذاہ فی اھلی واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا. اے مسلمانو! اس شخص کے معاملہ میں میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت اب میری بیوی کے متعلق پہنچ چکی ہے اللہ کی قسم مجھے اپنی بیوی کے متعلق سوا خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۴۷۔۱۹۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی اہل (بیوی) سے عمل زوجیت کرتے وقت یہ دعا کرے بسم اللہ اے اللہ شیطان کو ہم سے دور رکھ اور ہم کو جو (بچہ) دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ پھر ان کے لیے جو بچہ مقدر کیا جائے اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۳۴، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۱۶۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۹۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۰۳۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۱۹)

اسی طرح صحیح مسلم (رقم الحدیث: ۲۴۰۸) کے حوالہ سے یہ حدیث گذر چکی ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں لیکن ان اہل بیت میں سے نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور جن پر صدقہ کرنا حرام ہے وہ اہل بیت آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۴۲۰، المفہم ج ۶ ص ۳۰۵، صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۰ ص ۶۳۰۵)

اور اس وضاحت سے ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم اپنی جگہ خیر پر ہو یعنی اہل بیت میں سے نہیں ہو، اور بعض احادیث میں ہے کہ تم اہل

marfat.com

بیت میں ہو یعنی ان اہل بیت میں سے نہیں ہو جن پر صدقہ حرام ہے اور مطلقاً اہل بیت میں سے ہو روایات کی تفصیل یہ ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (الاحزاب: ۳۳) میرے گھر میں نازل ہوئی‘ میں اس وقت دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی‘ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم اپنے خاوند اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلاؤ‘ پھر آپ نے ان سب کو چادر میں داخل کر کے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں‘ حضرت ام سلمہ نے کہا میں نے چادر اٹھائی تا کہ میں بھی ان میں داخل ہوں تو آپ نے میرا ہاتھ کھینچ کر فرمایا (بعض روایات میں ہے تم الگ رہو) تم تو خیر پر ہو ہی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۶۲۔۲۶۶۴۔۲۶۶۶۔۲۶۶۸)

اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان اہل بیت میں سے نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے‘ اور دوسری روایات وہ ہیں جن میں آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم اہل بیت سے ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ‘ (دوسری روایات میں حضرت علی کا بھی ذکر ہے) اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ایک کپڑے میں داخل کر کے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں‘ حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بھی ان کے ساتھ داخل فرمالیں‘ آپ نے فرمایا تم بھی میرے اہل سے ہو‘ اور بعض روایات میں ہے تم بھی ہو۔ امام بغوی کی روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی اہل بیت میں سے ہوں آپ نے فرمایا کیوں نہیں! ان شاء اللہ۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۶۳۔۲۶۶۵۔۲۶۶۷۔۲۶۶۹۔۲۶۷۰۔۲۶۷۰ معالم التنزیل ج ۳ ص ۶۳۷‘ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۰۵)

اہل بیت میں ازواج مطہرات اور آپ کی عترت کے دخول کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

اہل بیت کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ کے اہل بیت‘ آپ کی اولاد اور آپ کی ازواج ہیں‘ اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علی بھی ان میں سے ہیں‘ کیونکہ آپ کی بیٹی کی واسطے سے وہ بھی آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۶۸‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج نہیں ہیں‘ بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اہل بیت کے عنوان کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت (گھر) میں آپ کے ساتھ لازم رہتی تھیں‘ علامہ ابن عطیہ نے کہا کہ آپ کی ازواج اہل بیت سے خارج نہیں ہیں‘ پس اہل بیت آپ کی ازواج ہیں‘ آپ کی بیٹی (حضرت فاطمہ) ان کے بیٹے اور ان کے شوہر ہیں‘ علامہ زمخشری نے کہا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اہل بیت سے ہیں‘ اور آپ کی ازواج کے گھر وحی نازل ہونے کی جگہیں ہیں۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۴۷۹‘ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اس پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں اور اس میں شیعہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اہل بیت حضرت فاطمہ‘ حضرت علی‘ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ چادر لے کر آئے پھر حضرت فاطمہ‘ حضرت علی‘ حضرت حسن اور حضرت حسین کو اس چادر میں داخل کر کے یہ آیت پڑھی: اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے

marfat.com

کہ یہ حضرات اہل بیت سے ہیں' اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ان کے علاوہ دیگر حضرات اہل بیت سے نہیں ہیں اور اگر بالفرض اس کی یہ دلالت ہو بھی تو قرآن مجید کی اس نص صریح کے مقابلہ میں اس روایت کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ یہ آیت ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۰۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد العماری الحنفی التوفی ۹۸۲ھ اور قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی متوفی ۶۸۵ھ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی تقریر کی ہے۔

(تفسیر ابی السعود ج ۵ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ' تفسیر بیضاوی مع حاشیۃ الشہاب ج ۷ ص ۴۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ میرے متعلق' علی کے متعلق' فاطمہ' حسن اور حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس روایت میں حصر کا لفظ نہیں ہے اور عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا' اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ افضل اہل بیت ہیں اور یہ تقریر اس مفروضہ کی بناء پر ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو اور مجھے ظن غالب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مشکوٰۃ: ۶۱۳۶ میں صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح سیاہ چادر اوڑھی ہوئی تھی' آپ کے پاس حضرت حسن بن علی آئے تو آپ نے ان کو اس چادر میں داخل کر لیا' پھر حضرت حسین آئے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے' پھر حضرت فاطمہ آئیں تو آپ نے ان کو بھی اس سیاہ چادر میں داخل کر لیا' پھر حضرت علی آئے تو ان کو بھی اس چادر میں داخل کر لیا (رضی اللہ عنہم) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب: ۳۳)

اس کی تشریح میں ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی ازواج مطہرات سے خطاب ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: ۳۲) اور اس آیت کے بعد بھی ازواج مطہرات سے خطاب ہے وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب: ۳۴)

(مرقات ج ۱۰ ص ۵۰۸' مکتبہ حقانیہ پشاور)

الحمد للہ ہم نے کتب لغت' قرآن مجید کی آیات' احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات سے واضح کر دیا ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت اور آپ کے داماد حضرت علی سب داخل ہیں اس لیے شیعہ علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اہل بیت کا لفظ صرف ان پانچ نفوس قدسیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اب ہم شیعہ علماء کی عبارت پیش کر رہے ہیں۔

شیعہ علماء کے اس اعتراض کا جواب کہ اہل بیت کے ساتھ مذکر کی ضمائر کیوں لائی گئیں

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی التوفی ۴۶۰ھ اور شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید الخدری' حضرت انس بن مالک' حضرت عائشہ' حضرت ام سلمہ اور حضرت واثلہ بن الاسقع (رضی اللہ عنہم) بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی'

marfat.com

حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر اپنی سیاہ چادر میں داخل فرمالیا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے نجاست کو دور کردے اور ان کو خوب پاک کردے' (الی قولہ) عکرمہ نے کہا یہ آیت خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق ہے اور یہ غلط ہے' کیونکہ اگر یہ آیت ازواج کے متعلق ہوتی تو اس میں مؤنث کے صیغے ہوتے جیسے اس سے پہلے وقرن فی بیوتکن اور ولا تبرجن اور اطعن اللہ اور اقمن وغیرھا میں ہیں۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ج ۸ ص ۳۴۰ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت' مجمع البیان ج ۸ ص ۵۵۹ دار المعرفہ بیروت)

شیخ الطائفہ کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اہل بیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور جب کسی جملہ میں مذکر اور مؤنث دونوں ہوں تو مذکر صیغے لائے جاتے ہیں مؤنث نہیں لائے جاتے اس لیے لیذھب عنکم الرجس فرمایا اور لیذھب عنکن الرجس نہیں فرمایا' اور اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل بیت لفظاً مذکر ہے اور معنیً مونث ہے اور ضمیروں کے لانے میں لفظ کی رعائت ہوتی ہے معنی کی نہیں ہوتی۔

شیعہ علماء کا اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرنا اور اس کا جواب

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس آیت (الاحزاب: ۳۳) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل بیت کی جماعت میں ایسے معصوم ہیں جن سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی اور ان کا اجماع ہمیشہ صحیح ہوتا ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے نجاست کو دور کرنے کا اور ان کو پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں سے مجتنب رکھنے اور ان سے اطاعت اور عبادت کرانے کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ تو تمام مکلفین سے فرمایا ہے اور اس ارادہ کی اہل بیت کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے' بلکہ اہل بیت کی خصوصیت تب ہوگی جب اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسے لطف کا ارادہ کرے جس کی بناء پر ان سے معصیت کا صدور ممتنع اور محال ہو جائے اور اسی وجہ سے اس آیت کو اہل بیت کی مدح میں پیش کرنا درست ہوگا اور اس سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں اہل بیت کی عصمت کا ثبوت ہے۔ (التبیان فی تفسیر القرآن ج ۸ ص ۳۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی نے بھی اہل بیت کی عصمت کے ثبوت میں یہی تقریر کی ہے۔

(مجمع البیان ج ۸ ص ۵۶۰' بیروت' ۱۴۰۶ھ)

شیعہ مفسرین کی یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے مردود ہے:

(۱) اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا یہ تقاضا ہو کہ نجاست کو دور کرنا اور گناہوں سے پاک کرنا آل رسول کی خصوصیت ہے اور کسی اور کو یہ وصف نہیں دیا گیا اور اس آیت کا سیاق وسباق ازواج مطہرات کی مدح کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ آل رسول کی' اس لیے اگر اس وصف کی خصوصیت ہوگی بھی تو وہ ازواج مطہرات کے ساتھ ہوگی نہ کہ آل رسول کے ساتھ۔

(۲) عصمت کا یہ معنی نہیں ہے کہ معصوم سے گناہ کا صدور ممتنع اور محال ہو ورنہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا یا اطاعت کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مکلف اس کام کا کیا جاتا ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہو جیسے پتھروں اور درختوں کو عبادت کرنے اور گناہوں کو ترک کرنے کا مکلف نہیں کیا گیا' اور جب اہل بیت اس معنی میں معصوم ہیں کہ ان کے لیے نیکی کو ترک کرنا اور برائی کا ارتکاب کرنا ممکن نہیں ہے تو ان کا عبادت کرنا اور گناہوں سے باز رہنا

marfat.com

تعریف اور تحسین کا موجب بھی نہیں ہوگا جیسے دیواروں کی اس بات پر تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ شراب نہیں پیتیں اور زنا نہیں کرتیں۔

(۳) اگر اہل بیت معصوم ہیں اور ان کا گناہ کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر اس آیت کا نازل کرنا عبث اور بے فائدہ ہوگا کیونکہ جب وہ گناہوں سے معصوم ہیں اور ان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتے تو پھر اس کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ اللہ اہل بیت کو گناہوں سے مجتنب کرنے اور پاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ فرماتا ہے اس کا ہونا لازم اور ضروری ہوگا یا نہیں ہوگا اگر اس کا ہونا لازم اور ضروری نہیں ہے تو پھر اہل بیت کا گناہوں سے پاک ہونا بھی لازم اور ضروری نہیں ہوگا اور اس سے اہل بیت کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوگا' اور اگر اس کا پورا ہونا لازم اور ضروری ہو تو پھر لازم آئے گا کہ تمام مسلمانوں کو معصوم مانا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وضوء غسل اور تیمم کی مشروعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ.

اللہ تم کو کسی قسم کی تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا لیکن وہ تم کو پاک کرنے کا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔

(المائدہ: ۶)

بلکہ اس آیت سے اہل بیت کی تطہیر کی بہ نسبت عام مسلمانوں کی عصمت زیادہ مؤکد طریقہ سے ثابت ہوگی کیونکہ اس میں مسلمانوں کو صرف گناہوں سے پاک کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان پر اپنی نعمت کو مکمل کرنے کا بھی ذکر ہے۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت تیمم اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے (روح المعانی جز ۲۲ص ۲۶) یہ غلط ہے کیونکہ آیت تیمم غزوۃ المریسیع ۶ ھ میں نازل ہوئی ہے (الاستذکار ج ۳ص ۱۴۱) اور غزوہ بدر ۲ھ میں ہوا ہے۔

ازواج مطہرات کا احادیث کو پہنچانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو یاد کرتی رہو بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ○ (الاحزاب: ۳۴)

اس آیت میں بھی ازواج مطہرات سے خطاب فرمایا ہے کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور حکمت پر مشتمل جن آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے' اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث سنتی ہو اور آپ کے جن افعال اور احوال اور آپ کے جن خصائل اور شمائل کا مشاہدہ کرتی ہو ان کو خود بھی یاد رکھا کرو اور لوگوں کے سامنے بھی حسب ضرورت اور حسب مواقع بہ طور وعظ اور نصیحت بیان کرتی رہو یعنی پہلے ان آیات اور احادیث سے اپنے اندر کمال پیدا کرو اور پھر ان آیات اور احادیث اور سنن سے دوسروں کی تکمیل کا ذریعہ بنو۔

اللہ کی آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات بھی ہو سکتی ہیں اور اس سے وہ نشانیاں دلائل اور معجزات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی بھی ہرگز شرمندہ ہونے نہیں دے گا' کیونکہ آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' لوگوں کو بوجھ اٹھاتے ہیں' ناداروں کو مال کما کر دیتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہ حق کی مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے' اپنے کپڑے سی لیتے

marfat.com

تھے اور جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھر کے کام کرتا ہے' اس طرح آپ گھر کے کام کر لیتے تھے۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۹' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بدگو تھے نہ تکلفاً' نہ راستے میں بلند آواز سے بات کرنے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تک اللہ کی حدود کو نہ توڑا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کو توڑا جائے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو غضب میں نہیں دیکھا اور جب بھی آپ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار کرتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کے متعلق بتایئے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی تو تھا۔ الحدیث
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جامع اور کامل عبارت میں دیکھنا چاہو تو وہ متن قرآن ہے اور اگر متن قرآن کو انسانی پیکر میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہو تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ ازواج مطہرات اللہ کی ان آیات کا ذکر کرتی تھیں اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے صدق پر دلالت کرتی تھیں نیز ازواج مطہرات قرآن مجید اور سنت نبویہ پر مشتمل احکام بھی حسب ضرورت لوگوں کے سامنے بیان کرتی تھیں۔

کتب احادیث مقبولہ کا حجت ہونا

اس آیت میں کتاب اور حکمت کی تلاوت کا ذکر ہے' قرآن مجید کی متعدد آیات میں کتاب اور حکمت کی تعلیم کا بیان ہے' البقرہ: ۱۲۹۔ ۱۵۱' آل عمران ۱۶۴ اور الجمعہ: ۲ میں اس کا ذکر ہے۔

حکمت کا معنی ہے ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھنا' اور قرآن مجید کے حقائق' دقائق اور اسرار اور نکات کو واضح کرنا' اور ان معارف اور احکام کو بیان کرنا جن سے نفوس انسانیہ کی تکمیل ہو' نیز حکمت کا اطلاق حکمت نظری اور حکمت عملی پر بھی ہوتا ہے' اسلام کے عقائد اور نظریات حکمت نظری کے جامع ہیں' اور حکمت عملی سے مراد وہ تعلیمات ہیں جن پر عمل کر کے ایک گھرانے ایک شہر یا ایک ملک کے لوگ برے اعمال سے مجتنب ہوں اور اچھے اعمال سے متصف ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث حکمت کے ان تمام معانی کی جامع ہیں' اس وجہ سے مفسرین نے کہا ہے کہ ان آیات میں حکمت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث ہیں۔

اس آیت میں ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آیات اور حکمت کی باتوں یعنی احادیث کا ذکر کریں' سو اسی وجہ سے ازواج مطہرات لوگوں کے سامنے حسب ضرورت احادیث کو بیان کرتی تھیں' مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

marfat.com

۲۴۳۳' احادیث کی روایت ہے' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ۴۸ احادیث کی روایت ہے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ۲۸۲' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ۴' حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی بھی ۴' حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا کی ۱۰۳ اور حضرت صفیہ کی ۱۰ احادیث کی روایت ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس آیت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث کو حسب ضرورت لوگوں کے سامنے بیان کیا' جن احادیث کا ذکر ان کے گھروں میں کیا جاتا تھا' ہم نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں کتاب اور حکمت کی تعلیم کا ذکر ہے اور حکمت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث ہیں اور احادیث کی تعلیم میں احادیث کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

احادیث کے حجت ہونے سے ہماری مراد صرف نفس احادیث کا حجت ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے ہماری مراد معروف کتب احادیث خصوصاً کتب احادیث صحیحہ اور مقبولہ کا حجت ہونا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے' عہد رسالت میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے براہِ راست آپ کے احکام سنتے تھے اور آپ کی اطاعت اور اتباع کرتے تھے' اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کے لیے آپ کے احکام کی اطاعت اور آپ کی سیرت کی اتباع کا کیا ذریعہ ہے' کیونکہ وہ براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور نہ آپ کے ارشادات سنتے ہیں اور ان کے لیے احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ ان احادیث مقبولہ پر عمل کریں جو معروف اور مشہور کتب احادیث میں مذکور ہیں' قرآن مجید میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (الجمعہ: ۳-۲)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کے باطن کو صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں' اور بے شک وہ لوگ اس سے پہلے ضرور کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ۝ اور ان ہی میں سے دوسروں کو بھی کتاب اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں' جو ابھی تک ان پہلوں سے نہیں ملے' اور وہی بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ۝

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد رسالت وصحابہ کے بعد میں آنے والے لوگوں کو بھی کتاب اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا باطن صاف کرتے ہیں' سو بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے کتاب کی تعلیم تو واضح ہے' کیونکہ قرآن مجید تو قیامت تک مسلمانوں میں باقی اور موجود ہے' پس اگر آپ کی سنت اور آپ کی احادیث کو بھی قیامت تک موجود اور باقی نہ مانا جائے تو یہ آیت صادق نہیں ہوگی' اور بعد کے لوگوں کے لیے سنت پر عمل کرتے اور آپ کی اطاعت اور اتباع کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا اور بعد کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوگی' اور بعد کے لوگوں کے لیے آپ کے ارشادات آپ کی سنت اور آپ کی احادیث صرف ان معروف کتب احادیث کی صورت میں موجود ہیں اس لیے اگر ان معروف کتب احادیث کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت اور موجب عمل نہ مانا جائے تو بعد کے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوگی اور ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اسوہ اور نمونہ نہیں ہوگا اور آپ کی اطاعت اور اتباع کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہوگا!

ان کتب احادیث میں بہ شمول مکررات صحیح بخاری میں ۷۵۶۳ احادیث ہیں اور صحیح مسلم میں ۷۴۲۸ احادیث ہیں اور یہ

marfat.com

تمام احادیث صحیح ہیں اور سنن ترمذی میں ۳۹۵۶' سنن ابوداؤد میں ۵۲۷۴' سنن نسائی میں ۵۷۷۴ اور سنن ابن ماجہ میں ۴۳۴۱ احادیث ہیں [1] ان میں اکثر اور غالب احادیث صحیح ہیں اور بعض احادیث کی اسانید حسن ہیں اور یہ احادیث بھی مقبول ہیں اور بہت کم احادیث کی سند ضعیف ہے' جن کی علماء اصول حدیث نے تعیین کر دی ہے ان کے علاوہ احادیث صحیحہ کا ایک اور مجموعہ صحیح ابن حبان ہے اس میں ۷۴۹۱ احادیث ہیں' مسند احمد (مطبوعہ عالم الکتب) میں ۲۸۱۹۹ احادیث ہیں اور دارالحدیث قاہرہ کے نسخہ میں ۲۷۷۱۶' احادیث ہیں' اور اسی نسخہ میں احادیث کی اسانید کی تحقیق کر دی گئی ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ کس حدیث کی سند صحیح ہے اور کس حدیث کی سند حسن ہے اور کس حدیث کی سند ضعیف ہے اور کس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور کس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے اور کس حدیث پر عمل کرنے میں فضیلت ہے اور کس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ موسسۃ الرسالہ بیروت نے ۵۰ جلدوں پر مشتمل مسند احمد طبع کی ہے' اس میں کل احادیث کی تعداد ۲۷۶۴۷ ہے۔ احادیث کی بہت تحقیق اور تخریج کی ہے۔ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے اس کی مزید تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۰۔۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ

اور اطاعت شعار مرد اور اطاعت شعار عورتیں' اور صادق مرد اور صادق عورتیں' اور صابر مرد اور صابر عورتیں'

وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ

اور متواضع مرد اور متواضع عورتیں' اور صدقہ دینے والے مرد اور

الْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ

اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں'

[1] صحاح ستہ کی احادیث کی یہ تعداد جدید تحقیق کے مطابق ہے کیونکہ اب مصر اور بیروت سے طبع شدہ کتب احادیث میں نمبر لگا دیئے گئے ہیں لہٰذا یہی تعداد صحیح ہے' اس سے پہلے ہم نے تذکرۃ المحدثین میں ان کتابوں کی احادیث کی جو تعداد لکھی تھی وہ قدیم علماء کی گنتی کے مطابق تھی لیکن چونکہ پہلے ان کتابوں میں احادیث پر نمبر نہیں لگائے گئے تھے اس لیے وہ تعداد ظنی اور تخمینی تھی اور یہ تعداد حتمی اور قطعی ہے۔ اب ہم نے تذکرۃ المحدثین میں بھی صحیح تعداد کا اضافہ کر دیا ہے۔

marfat.com

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے O اور نہ کسی مومن مرد

وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ

تو ان کے لیے اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی

ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ ؕ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ

گم راہی میں مبتلا ہو گیا O اور اے رسول مکرم! یاد کیجیے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے

عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ

اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو

مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا

چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا، اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا، اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے، پھر

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر

حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ

اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہ رہے کہ جب وہ انہیں طلاق دے کر بے غرض ہو جائیں (تو وہ ان

اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ

سے نکاح کر سکیں) اور اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا تھا O اور نبی پر اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما دیا

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

ہے یہ اللہ کا دستور ہے جو ان امتوں میں بھی رہا ہے جو پہلے گزر چکی ہیں اور اللہ کے کام مقرر شدہ اندازوں پر ہوتے ہیں O

marfat.com

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے

اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے O محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں' اور اللہ ہر چیز کو

عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع ۵

خوب جاننے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت شعار مرد اور اطاعت شعار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں' اور صابر مرد اور صابر عورتیں' اور متواضع مرد اور متواضع عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں' اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۳۵)

قرآن مجید میں خواتین کا ذکر

حضرت ام عمارۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں دیکھتی ہوں کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر صرف مردوں کے لیے ہے اور میں عورتوں کے لیے کسی چیز کا حکم نہیں دیکھتی' تو یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۱' المعجم الکبیر ج ۲۵ رقم الحدیث: ۵۳-۵۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمارا اس طرح ذکر نہیں ہے' جس طرح مردوں کا ذکر ہے' پھر مجھے اس دن اس بات نے خوف زدہ کر دیا کہ میں نے منبر پر آپ کی ندا سنی' میں اس وقت اپنے بال سنوار رہی تھی' میں نے اپنے بالوں کو لپیٹا پھر میں اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرہ میں گئی میں نے اپنے کان لگائے تو اس وقت آپ اپنے منبر پر یہ فرما رہے تھے' اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں (الاحزاب: ۳۵)

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۵' رقم الحدیث: ۲۶۶۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۰۵)

اسلام' ایمان' قنوت اور خشوع وغیرہ کے معانی

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں: وہ مرد اور عورتیں جو کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت

marfat.com

شعار ہوں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہو۔

مومن مرد اور مومن عورتیں: وہ لوگ جو اللہ کے واحد لاشریک ہونے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کریں اور آپ اللہ کے پاس سے جو بھی پیغام لے کر آئے اس کو مانیں اور قبول کریں اور نماز روزہ زکوٰۃ اور حج اور دیگر احکام شرعیہ کی پابندی کریں۔

قانتین اور قانتات: جو تمام عبادات پر دوام اور استمرار کے ساتھ عمل کریں۔

صادقین اور صادقات: جو ہمیشہ سچ بولیں اور اپنے اعمال سے اپنے اقوال کی تصدیق کریں۔

صابرین اور صابرات: جو مصائب پر بے قراری اور شکایت نہ کریں عبادت کی مشقت پر ثابت قدم رہیں اور جب نفس اور شیطان ان کو گناہ پر اکسائے تو اس کے کہنے میں نہ آئیں اور خود پر ضبط کریں۔

الخاشعین و الخاشعات: جو اپنے دلوں اور اپنے اعضاء سے متواضع اور منکسر رہیں تکبر نہ کریں ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں دائیں اور بائیں التفات نہ کریں۔

المتصدقین و المتصدقات: جو فرض اور نفل صدقات ادا کریں

والحافظین فروجھم والحافظات: بیویاں اپنے شوہروں کے ماسوا اور شوہر اپنی بیویوں کے ماسوا بے پردہ نہ ہوں۔

بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں: مجاہد نے کہا اس وقت تک کسی کا بہ کثرت ذکر کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہ ہو۔

بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں مجھے ایسی چیز بتایئے جس کے ساتھ میں چمٹ جاؤں آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کس بندہ کا درجہ سب سے افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والی عورتوں کا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کفار اور مشرکین سے جہاد کرے حتیٰ کہ وہ زخمی ہو کر خونم خون ہو جائے تب بھی اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۶ مسند احمد ج ۳ ص ۷۵ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۰۱ شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۲۴۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے ان اعمال کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک سب سے اچھے اور سب سے پاکیزہ ہوں اور جو تمہارے درجات سب سے زیادہ بلند کرنے والے ہوں اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کی خیرات کرنے سے زیادہ اچھے ہوں اور اس سے زیادہ بہتر ہوں کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو وہ تمہاری گردنیں ماریں اور تم ان کی گردنیں مارو صحابہ نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے حضرت معاذ بن جبل نے کہا: اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۰ مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵ المستدرک ج ۱ ص ۴۹۶)

marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لیے اپنے اس کام میں اختیار رہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گیاO (الاحزاب:۳۶)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں نکاح ہونا

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے ان کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اور فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارا زید بن حارثہ سے نکاح کر دوں' کیونکہ میں نے ان کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے' حضرت زینب بنت جحش نے اس کا انکار کیا اور کہا یا رسول اللہ! لیکن میں اپنے لیے زید کو ناپسند کرتی ہوں' میں اپنی قوم کی بے نکاح عورت ہوں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں سو میں اس نکاح کے لیے تیار نہیں ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا میں خاندانی شرافت کے لحاظ سے زید سے افضل ہوں' اور ان کے بھائی عبد اللہ نے بھی ان کی موافقت کی پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ دونوں اس نکاح پر راضی ہو گئے اور تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا حضرت زید سے نکاح کر دیا' اور ان کے مہر میں دس دینار' ساٹھ درہم' ایک دوپٹہ' ایک قمیص' ایک چادر' ایک لحاف' ۲۵ کلو گرام طعام اور ایک سو بیس کلو گرام کھجوریں مقرر فرمائیں۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۷۔۱۶' الکشف والبیان جز ۸ ص ۴۷۔۴۶' روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۴' احکام القرآن ج ۳ ص ۵۷۴)

قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ اور علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد المالکی القرطبی المتوفی ۶۶۸ ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت زینب بن جحش نسباً قریش تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے وہ بنو اسد سے تھیں۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۵۷۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۶۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ سب سے پہلی خاتون تھیں جنہوں نے خواتین میں سے ہجرت کی تھی' انہوں نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا' اس پر وہ اور ان کے بھائی ناراض ہوئے اور کہا ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا تھا اور آپ نے اپنے غلام سے نکاح کر دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۶۸۷' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد مسلمانوں کے اختیار کی نفی فرمائی ہے اس سے علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امر کا تقاضا وجوب ہے۔

نکاح غیر کفو میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی الاندلسی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں تصریح ہے کہ کفو میں حسب و نسب (خاندان) کا اعتبار نہیں کیا جاتا' کفو میں صرف دین کا اعتبار کیا جاتا ہے' اس مسئلہ میں امام مالک اور امام شافعی کا اختلاف ہے' کیونکہ آزاد شدہ غلاموں کا غیر خاندان میں نکاح ہوا ہے' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زینب بنت جحش سے نکاح ہوا یہ بنو اسد سے تھیں' حضرت مقداد بن اسود کا نکاح' حضرت ضباعہ

marfat.com

بنت الزبیر سے ہوا یہ ہاشمیہ تھیں' اور حضرت سالم مولی ابوحذیفہ کا نکاح ھند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہوا یہ قرشیہ تھیں۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۷۰۔۱۶۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی یا اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۵۔۱۴۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ) امام شافعی کے نزدیک غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔ (کتاب الام ج ۵ ص ۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ)

امام احمد کے مسئلہ کفو میں دو قول ہیں' ایک قول کے مطابق کفو کا نکاح میں ہونا شرط ہے اور دوسرے قول کے مطابق نکاح میں کفو کا ہونا شرط نہیں ہے۔ (المغنی ج ۷ ص ۲۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

جمہور فقہاء احناف کے نزدیک اگر لڑکی نے اپنی مرضی سے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو اس کے ولی کو اس پر اعتراض کا حق ہے اور ان کو حق ہے کہ وہ عدالت سے اس نکاح کو فسخ کرالیں' لیکن اگر ان کو اس نکاح پر اعتراض نہ ہو تو پھر یہ نکاح جائز ہے۔

(المبسوط للسرخسی ج ۵ ص ۴۶' دار المعرفہ' قاضی خاں علی ھامش الھندیہ ج اص ۳۵۱' فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶' سکھر)

نیز علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۱۵۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نکاح غیر کفو کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (الجامع الصحیح رقم الحدیث: ۱۰۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۶۷' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۸۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴' مراسیل ابوداؤد ص ۱۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۶۹۵' مصابیح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۹۵)

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے اس حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے:

یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۲۵' ج ۶ ص ۱۵۳۔۱۵۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق دے دی درآں حالیکہ وہ غائب تھے۔ ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے وہ ناراض ہوگئیں وکیل نے کہا بہ خدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے' حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں' پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے

marfat.com

اصحاب آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ تو وہ مفلس آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے' تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو' میں نے ان کو ناپسند کیا آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کرلو' میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰' جامع ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۶۹' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۲۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۲)

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ غلام زادے تھے ان کے کفو نہ تھے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کر دیا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے اور بسا اوقات اس میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابوحذیفہ جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' حضرت ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا' سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے' حضرت ابو حذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۸۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۸۰' مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۵۵' سنن کبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۱۳۷)

اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے ایک آزاد قرشیہ کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے ساتھ چار وجوہ سے نکاح کیا جاتا ہے' اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندانی محاسن کی وجہ سے' اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے' سو تم اس کی دین داری میں کوشش کرو تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۹۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۷۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۳۶' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۴۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۹' سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۵۰۶' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۳۰۸۲' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۳' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۵۷۰)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نکاح کے جواز کے لیے نسب میں کفو اور مماثلت کی شرط لگانا از روئے اسلام صحیح نہیں ہے۔

غیر ہاشمی اور غیر سیدہ کا ہاشمیہ یا فاطمی سیدہ سے نکاح

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ حامد آفندی حنفی سے سوال کیا گیا کہ ایک ہاشمی شخص نے دانستہ اپنی مرضی سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک غیر ہاشمی شخص سے کر دیا آیا یہ نکاح صحیح ہے؟ جواب ہاں اس صورت میں نکاح صحیح ہے۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ا ص ۲۱' مطبوعہ کوئٹہ)

افضل اور انسب یہی ہے کہ کفو میں یعنی ایک جیسے خاندانوں میں نکاح کیا جائے تاکہ شوہر اور اس کی زوجہ کے درمیان ذہنی یگانگت رہے اور خاندان کی ناہمواری کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا نہ ہوں تاہم اگر کسی وقت کسی وجہ سے ماں باپ کسی مصلحت کی بناء پر غیر کفو میں رشتہ کر دیں مثلاً سیدہ کا غیر سید سے نکاح کر دیں تو یہ نکاح جائز ہے۔

marfat.com

بعض سادات کرام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں وہ بھی ان آیات کے عموم کے لیے مخصص ہیں اور سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام ہے۔ سادات کرام کا احترام اور اکرام مسلم ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ احادیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہیں اور خبر واحد قرآن مجید کے عموم کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتی' بعض سادات کرام نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز اونچی کرنا جائز نہیں ہے تو آپ کے نسب کے اوپر نسب کرنا کیسے جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ شوہر کا نسب بیوی کے نسب سے اونچا ہو جائے ورنہ کسی سید کا نکاح بھی سیدہ سے جائز نہیں ہوگا۔ نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیوں میں سے کسی صاحبزادی کا نکاح تو یقیناً غیر فاطمی شخص سے ہوا ہے کیونکہ ہماری شریعت میں بھائی بہن کا نکاح جائز نہیں ہے جیسا کہ محرمات کے بیان میں گزر چکا ہے' اس بحث میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہم یہ دعوت نہیں دیتے کہ غیر فاطمی سید فاطمی سیدہ سے نکاح کریں نہ یہ ہمارا منصب اور حق ہے ہمارا صرف یہ کہنا ہے کہ اگر کہیں یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو اس کو حرام کہنے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے' اگر ہمارے کسی استدلال سے سادات کرام کی دل آزاری ہوئی ہے تو ہم ان سے معافی چاہتے ہیں اور سادات کرام کی محبت کو حرز ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن مسئلہ اپنی جگہ پر ہے۔ اگر اس نکاح کو حرام کہا جائے تو جس سیدہ خاتون نے اپنی مرضی یا اپنے والدین کی مرضی سے غیر سید سے نکاح کیا اس فاطمی سیدہ خاتون کو مرتکب حرام' زانیہ اور اس کی اولاد کو ولد الزنا کہنا لازم آئے گا' اور مانعین ایسا کہتے بھی ہیں لیکن ہم شہزادئ رسول اور سیدہ فاطمہ کی صاحبزادی کے متعلق ایسا فتویٰ لگانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچانے کے مترادف سمجھتے ہیں اور اس کو خطرۂ ایمان گردانتے ہیں' سو جو لوگ اس نکاح کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں وہ نادانستگی میں شہزادئ رسول کو زانیہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچا رہے ہیں۔ کسی بھی نکاح رجسٹرار کے ریکارڈ شدہ رجسٹر کو دیکھ لیں ملک کے طول وعرض میں غیر فاطمی سید کے فاطمی سیدہ سے نکاح کے بہت مندرجات مل جائیں گے' آخر جس فاطمی سیدہ خاتون نے غیر سید سے نکاح کیا ہے وہ بھی تو بنت رسول ہے اس کو زنا کی گالی دینا کسی مسلمان کے لیے کس طرح زیبا ہے کیا اس کا احترام اور اکرام واجب نہیں ہے۔ کیا اس کو گالی دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں پہنچے گی؟ خدارا سوچیئے کہ ہم اس نکاح کے جواز کا فتویٰ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیوں کی عزتوں کا تحفظ کر رہے ہیں یا العیاذ باللہ ان کی توہین کر رہے ہیں۔ مانعین اس نکاح کو حرام کہتے ہیں اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے تو جس سیدہ خاتون یا اس کے سادات والدین نے جائز سمجھ کر نکاح کر دیا تو آپ کے نزدیک وہ العیاذ باللہ کافر ہو گئے اور کافر کا ٹھکانہ دوزخ ہے آخر آپ خون رسول کو دوزخ میں کیوں پہنچانے کے درپے ہیں۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے متعلق ہم نے یہاں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ گفتگو کی ہے اور شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت تفصیل کے ساتھ ہم نے کلام کیا ہے' اس بحث کے لیے دیکھیں شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۸۷۔۹۶۴' ضمیمہ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۱۸۴۔۱۱۵۹' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۱۰۵۔۱۰۲۳

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو' اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے' جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا' اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا' اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے' پھر جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا' تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہ رہے کہ جب وہ انہیں طلاق دے کر بے

marfat.com

غرض ہو جائیں (تو وہ ان سے نکاح کر سکیں) اور اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا تھا O (الاحزاب: ۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام دینا' غنی فرمانا اور تقسیم فرمانا

جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے: اس سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں' جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کیا کہ اسلام لانے کی توفیق دی' اور آپ کے دل میں ڈالا کہ آپ ان کی اچھی تربیت کریں اور ان کو آزاد کر دیں اور ان کو اپنا قرب عطا کریں اور ان کو اپنا بیٹا بنا لیں۔

اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے اس سے مراد آپ کا حضرت زید بن حارثہ کو آزاد کرنا ہے' اور ان پر اس قدر شفقت فرمائی اور اس قدر حسن سلوک کیا کہ جب ان کے والد اور چچا ان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے تو انہوں نے اپنے والد اور چچا کے ساتھ جانے پر آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی منعم فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منعم فرمایا ہے' اس طرح ایک اور آیت میں فرمایا:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ: ۷۴)

اور ان (منافقوں) کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو غنی کرنے والا قرار دیا ہے۔

اور حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانما انا قاسم واللہ یعطی .

اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں' اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۹۶۳' عالم الکتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے انعام فرماتے ہیں اور غنی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو تقسیم فرماتے ہیں' اس کائنات میں جس شخص کو جو نعمت بھی ملی ہے وہ آپ کے واسطہ سے اور آپ کی تقسیم سے ملی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیلات

حضرت زید بن حارثہ کی بیوی' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مزاج کی تیز تھیں اور حضرت زید کے مقابلہ میں اپنے نسب اور اپنے خاندان کو برتر خیال کرتی تھیں اور حضرت زید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان کی شکایت کرتے تھے کہ ان کی زبان بہت سخت ہے اس لیے میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے تھے تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو' اور اللہ سے ڈرو اور ان کی زبان کی تیزی اور تندی کی وجہ سے ان کو طلاق مت دو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مطلع فرما دیا تھا کہ بالآخر حضرت زید' حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور ان کی عدت گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے گا' اور آپ کو یہ خوف اور خدشہ تھا کہ پھر کفار اور منافقین آپ پر یہ اعتراض کریں گے کہ پہلے آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنایا پھر اس کی بیوی سے نکاح کر لیا' حالانکہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے' ان اعتراضات کے خدشہ کی وجہ سے آپ حضرت زید سے فرماتے تھے کہ تم زینب کو طلاق مت دو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا' اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا' اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ مستحق ہے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

marfat.com

نے فرمایا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے کسی آیت کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰۸ المعجم الکبیر ج ۲۴ رقم الحدیث: ۱۱۱)

اس کے بعد فرمایا: جب زید نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی۔

اور طلاق دینے کے بعد زید کے دل میں ان کی طرف سے کوئی میلان اور رغبت نہ رہی اور نہ ان کے فراق سے ان کے دل میں کوئی وحشت اور گھبراہٹ ہوئی۔

اس کے بعد فرمایا: تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم زینب کے پاس جاؤ اور ان سے میرا ذکر کرو' حضرت زید ان کے پاس گئے اس وقت وہ آٹا گوندھ رہی تھیں' وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل میں ان کی بہت عظمت اور ہیبت طاری ہوگئی اور میں ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی تاب نہیں لا رہا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا' میں ان کی طرف پیٹھ کر کے اپنی ایڑیوں کے اوپر کھڑا ہو گیا' میں نے کہا اے زینب! تمہیں خوش خبری مبارک ہو! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے وہ تمہارا ذکر فرما رہے تھے' حضرت زینب نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کروں گی' پھر وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ چلی گئیں اور اسی وقت قرآن نازل ہو گیا (یعنی یہ آیت: وزوجنکھا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت کے ان کے پاس داخل ہو گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں ہمیں روٹیاں اور گوشت کھلایا۔ الحدیث

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۵ طبع قدیم' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۹۵۹' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۰۴ طبع قدیم' الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۸۲ طبع جدید' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المستدرک ج ۴ ص ۲۳' اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں پردہ کے حکم کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمہ میں روٹیاں اور گوشت کھلایا' اور حضرت زینب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج کے سامنے فخر کرتی تھیں اور فرماتی تھیں اللہ تعالیٰ نے میرا آسمانوں میں نکاح کیا ہے' اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے وہ دیگر ازواج سے فرماتی تھیں تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۲۰-۷۴۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۶۹۸' عالم الکتب)

امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ چیز ہے کہ آپ کو یہ اجازت دی گئی کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تاکہ آپ کی ازواج مطہرات خلوص سے آپ کا قصد کریں نہ کہ مہر کے عوض' اور آپ سے تخفیف ہو' اور ولی کی اجازت کے بغیر بھی آپ کو نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح سے آپ اپنے نکاح میں گواہوں کے حاضر ہونے سے بھی مستغنی ہیں' اسی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات سے فخر سے یہ کہتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ عزوجل نے کیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۳۹۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نکاح کا خود ولی ہو گیا اور اس لیے

فرمایا ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا' امام جعفر بن محمد نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ اس نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا' تو آپ بغیر اجازت کے حضرت زینب کے پاس داخل ہو گئے' کسی عقد نکاح کی تجدید کی گئی نہ کوئی مہر مقرر کیا گیا اور نہ ان شرائط میں سے کوئی چیز تھی جو ہمارے نکاحوں میں ہوتی ہیں' اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے' اسی وجہ سے حضرت زینب دیگر ازواج سے بہ طور فخر یہ کہتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح آسمانوں پر اللہ عزوجل نے کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۷۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس آیت کی یہی تقریر کی ہے۔
(روح البیان ج ۷ ص ۲۱۵' ۱۴۲۱ھ' روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۷' ۱۴۱۷ھ)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:
ذوالقعدہ پانچ ہجری میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا نکاح کے وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی' وہ بہت نیکی کرنے والی اور بہ کثرت صدقہ اور خیرات کرنے والی تھیں' ان کا پہلے نام برہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا' ان کی کنیت ام الحکم تھی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے ان سے زیادہ نیکوکارہ' صادقہ' اللہ سے ڈرنے والی' صلہ رحم کرنے والی' خیرات کرنے والی اور امانت دار خاتون نہیں دیکھی' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھا اور ازواج مطہرات میں یہی میری ٹکر کی تھیں' ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا' انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۷۰-۲۳۴۷)

نیز حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے سو ہم ناپتے تھے کہ ہم میں سے کس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں' تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی کے ہاتھ سب سے لمبے تھے کیونکہ وہ بہت صدقہ اور خیرات کرتی تھیں (آپ کی مراد لمبے ہاتھوں سے زیادہ سخاوت کرنا تھی اور ازواج نے اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد جسمانی لمبائی ہے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۵۲)

امام واقدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زینب ۲۰ھ کو فوت ہوئیں اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۰۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر پچاس سال تھی اور ایک روایت کے مطابق ان کی عمر ترپین سال تھی۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نبی پر اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما دیا ہے' یہ اللہ کا دستور جو ان امتوں میں بھی رہا ہے جو پہلے گزر چکی ہیں' اور اللہ کے کام مقرر شدہ اندازوں پر ہوتے ہیں O جو لوگ اللہ کے پیغامات

marfat.com

پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے O

(الاحزاب: ۳۹۔۳۸)

حضرت زینب سے نکاح میں مسلمانوں کے لیے نمونہ اور آسانی

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت زینب سے نکاح کو مقدر فرمادیا تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نکاح کو کرنا قضا وقدر کے مطابق تھا' اور نکاح کرنے کو اللہ تعالیٰ اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں میں مشروع فرما چکا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہے کہ جب آپ کے عقد میں پہلے سے ازواج مطہرات موجود تھیں تو پھر آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیوں کیا' حضرت داؤد علیہ السلام کے عقد میں سو بیویاں تھیں اور ان کے پاس تین سو کنیزیں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عقد میں تین سو بیویاں تھیں اور سات سو کنیزیں تھیں۔ (الجامع لا حکام القرآن جز ۱۴ص ۱۷۷' روح المعانی جز ۲۲ص ۳۹' روح البیان ج ۷ص ۲۱۷) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام پر کوئی تنگی نہیں رکھی اور اس معاملہ میں ان کو وسعت حاصل رہی ہے' اور ایمان کے بعد دنیا کی عبادات میں سے صرف نکاح ہی ایسی عبادت ہے جو جنت میں بھی حاصل ہوگی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں سے صرف تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے' خوشبو' عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۹)

قدراً مقدوراً کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کام قدر مقدور ہیں' اس سے قضاء وقدر کی طرف اشارہ ہے' قدر سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا جو علم ازل میں ہے' اور قضاء سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اس علم کو لوح میں لکھ کر محفوظ کر لینا' ہر چیز جو تدریجاً وقوع پذیر ہو رہی ہے وہ مقدور ہے' اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی یا ولی کے لیے کسی کام کو مقدر فرما دیتا ہے تو خواہ بہ ظاہر اس میں کوئی حرج یا نقصان ہو لیکن حقیقت میں اس میں کوئی حرج یا نقصان نہیں ہوتا' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقدر کر دیا تھا' بہ ظاہر یہ نکاح بعض منافقوں کے طعن وتشنیع کا سبب بنا کہ آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنانے کے بعد ان کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا' لیکن حقیقت میں اس میں کوئی غلط بات نہ تھی کیونکہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا' اور اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا حقیقی بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کی طرح نہیں ہے' اور اس میں عام مسلمانوں اور مومنوں کے لیے یہ نمونہ اور یہ ہدایت ہے کہ وہ منہ بولے بیٹے کے اوپر حقیقی بیٹے کے احکام جاری نہ کریں اور منہ بولے بیٹے کو نسبی بیٹا نہ قرار دیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ڈرنے کی حقیقت

اس کے بعد فرمایا: جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عتاب سے ڈرتے ہیں یعنی ان سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جو اللہ کی مرضی اور اس کی منشاء کے خلاف ہو اور وہ اس پر عتاب فرمائے یعنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمائے' اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے حجاب سے ڈرتے ہیں' یعنی ان سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مطالعہ اور اس کی تجلیات سے محروم ہوں اور ان کے اور اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کے درمیان حجاب آ جائے اور عام مسلمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں' خواہ قبر کا عذاب ہو یا حشر کا عذاب ہو یا دوزخ کا عذاب ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے' حالانکہ

marfat.com

وہ بھی اللہ کے غیر سے ڈرتے رہے ہیں' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدھا بن گئی اور وہ اس سے خوف زدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا خـذهـا و لا تـخف (طٰہٰ: ۲۱) آپ اس اژدھے کو پکڑ لیجئے اور اس سے مت ڈریئے' اور اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ (یوسف: ۱۳) اور مجھے خوف ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا لے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے حکم کے بغیر انہیں کوئی چیز ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتی' کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہوتی ہے اور جن بعض واقعات میں ان کو غیر اللہ سے ڈر ہوا ان کو وہ ڈر بشری تقاضوں سے عارض ہوا' جیسے ان کا سونا' کھانا' پینا اور ازواج کے ساتھ مشغول ہونا بشری تقاضوں سے تھا ورنہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور اس کی معرفت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق رہتے اور اس کی یاد اور اس کے ذکر کے سوا اور کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں صرف تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے' خوشبو' عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۹) اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو از خود عورت سے محبت نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کو پورا کرنے کے لیے آپ کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے' اس لیے فقہاء احناف نے کہا کہ نفلی عبادات میں مشغول ہونے سے نکاح کرنا افضل ہے' نیز بغیر عوائق اور موانع کے عبادت کرنے سے افضل یہ ہے کہ انسان کو عبادت سے روکنے کے عوارض اور موانع ہوں اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جب انسان کے اوپر اہل و عیال کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور اس کے دل میں ان کی محبت ہوتی ہے تو پھر اس کے اوپر فرائض اور واجبات کو ادا کرنا اور محرمات اور مکروہات سے رکنا بہت کٹھن اور مشکل ہوتا ہے' اس لیے شادی شدہ انسان کا اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا زیادہ لائق تعریف ہے بہ نسبت مجرد انسان کے' اس لیے فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ نفلی عبادات میں مشغول ہونے کی بہ نسبت انسان کا نکاح کرنا افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝ (الاحزاب: ۴۰)

اس کی تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ آپ کے بیٹے نہیں ہیں اور آپ کے چار نسبی بیٹے تھے آپ حضرت قاسم' حضرت ابراہیم' حضرت طیب اور حضرت مطہر کے والد تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۷۶۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۶۹۸)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو کفار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ آپ کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کی بیوی آپ پر حرام ہو جائیں لیکن آپ تعظیم اور تکریم کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر کفار اور منافقین کے اعتراضات کو ساقط کر دیا' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں جو مرد تھے آپ ان میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں' یہ مقصد نہیں ہے کہ آپ کسی کے والد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ ان کے والد تھے اور آپ کے چار بیٹے تھے اور آپ ان کے والد تھے لیکن وہ سب صغر سن میں

marfat.com

وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی مرد ہونے کی عمر تک نہیں پہنچا' سو آپ مردوں میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں اور یہ چاروں آپ کے نسبی بیٹے تھے مخاطبین کے مردوں میں سے نہ تھے' بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۷۶۹) لیکن آپ نے ان کو مجازاً اپنے بیٹے فرمایا وہ آپ کے نسبی بیٹے نہ تھے' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نسبی بیٹے اور آپ کے نواسے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں وہ نہ کسی مرد کے حقیقی والد ہیں' نہ رضاعی والد ہیں۔

ہم نے امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ کے دو بیٹے تھے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم' حضرت قاسم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ان ہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور حضرت ابراہیم آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد قبل از اسلام پیدا ہوئی' صرف حضرت ابراہیم واحد ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کا لقب طیب اور مطہر ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۱۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ آپ کسی مرد کے شرعی والد ہیں نہ رضاعی اور نہ کسی کو آپ نے شرعاً بیٹا بنایا کیونکہ شرعاً بیٹا اس کو بنایا جاتا ہے جو مجہول النسب ہو اور حضرت زید بن حارثہ مجہول النسب نہیں تھے ان کا نسب معروف تھا وہ حارثہ کے بیٹے تھے غرض آپ کسی اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہ تھے' نسبی نہ رضاعی نہ متبنّیٰ کے اعتبار سے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۴۵-۴۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے پر صاف اور صریح آیت تو یہی الاحزاب: ۴۰ ہے' اس کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات بھی ہیں جن سے آپ کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا ثابت ہے:

(۲) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (المائدہ:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند فرمالیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دین کا کامل اور تمام ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ آخری نبی ہیں' کیونکہ آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا اسی وقت ممکن ہوتا' جب آپ کے دین اور آپ کی شریعت میں کوئی کمی ہوتی جس کمی کو بعد میں آنے والا نبی پورا کرتا' اور جب آپ کا دین کامل اور تمام ہے اور اس کا نامکمل ہونا ممکن نہیں ہے تو آپ کے بعد کسی نبی کا آنا بھی ممکن نہیں ہے۔

(۳) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. (سبا:۲۸)

اور (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کو دنیا کے تمام لوگوں کے لیے (جنت کی) بشارت دینے والا اور (دوزخ سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کے تمام لوگوں کے لیے آپ رسول ہیں اگر آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کو جائز قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ تمام لوگوں کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ بعض لوگوں کے لیے کوئی اور رسول آئے گا' اور اس سے یہ آیت کاذب ہو جائے گی اور قرآن مجید کا کاذب ہونا محال ہے' اس سے لازم آیا کہ آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا محال ہے۔

marfat.com

(۴) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (الاعراف: ۱۵۸) آپ کہیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت کی بھی حسب سابق تقریر ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی رسول کا آنا ممکن ہو تو پھر آپ سب کے لیے رسول نہیں رہیں گے۔

(۵) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (الانبیاء: ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کی بھی اسی طرح تقریر ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی رسول کا آنا ممکن ہو تو پھر بعض لوگوں کے لیے وہ رسول رحمت ہوگا اور آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت نہیں رہیں گے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(۶) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ○ (الفرقان: ۱) وہ ذات برکت والی ہے جس نے اپنے عبد کامل پر وہ کتاب نازل کی جو حق اور باطل میں فرق کرنے والی ہے تاکہ وہ عبد کامل تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والا ہو جائے۔

اس آیت سے بھی اسی طرح استدلال ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کو جائز اور ممکن کہا جائے تو آپ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے نہیں رہیں گے کیونکہ بعض لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والا وہ رسول ہوگا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(۷) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران: ۸۱) اور یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ میں تمہیں جو کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائے جو ان (چیزوں) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہیں، تو تم سب اس پر ضرور ایمان لانا اور تم سب ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا، انہوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا پس تم سب (ایک دوسرے پر) گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس نبی کے آنے پر تمام رسولوں سے اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا پختہ عہد لیا گیا ہے وہ تمام رسولوں کے بعد آئے گا، پس اگر آپ کے بعد کسی اور رسول کے آنے کو ممکن مانا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ آخری رسول ہو اور اسی کے متعلق تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا گیا ہو بلکہ آپ سے بھی اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا ہو اور یہ بداہۃً باطل ہے۔

(۸) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الجمعہ: ۳-۲) وہی ہے جس نے امی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ اس کے آنے سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ○ اس رسول کو دوسروں کے لیے بھی بھیجا ہے جو (ابھی تک) پہلوں سے نہیں ملے اور وہ بے حد غالب بہت حکمت والا ہے۔

marfat.com

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے لوگوں کے بھی رسول ہیں اور اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے بھی رسول ہیں‘ اب اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے بعد کسی اور رسول کا آنا بھی ممکن ہے تو پھر اس رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے آپ رسول نہیں ہوں گے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(٩) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ (النساء: ١١٥)

اور جو شخص اس پر ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

عہد رسالت سے تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا محال ہے سو جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ اس آیت کی وعید کا مصداق ہے۔

(١٠) لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ ۔ (الحدید: ١٠)

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا‘ وہ دوسروں کے برابر نہیں ہیں‘ ان کا ان لوگوں سے بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے اس کے بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور قتال کیا اور اللہ نے ہر ایک سے نیک عاقبت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ‘ بعد کے صحابہ سے بہت افضل ہیں‘ اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن ہوتا تو وہ ان صحابہ سے افضل ہوتا کیونکہ نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے اور ان صحابہ سے اس کا افضل ہونا اس آیت کے خلاف ہے‘ پس آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن نہیں ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ ‘ ان دس آیتوں سے واضح ہو گیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن نہیں ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ‘ مقبولہ

(١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے‘ جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا‘ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی‘ لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے‘ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٥٣٥‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٢٨٦‘ السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ١١٤٢٢‘ مسند احمد رقم الحدیث: ۹۰۴۷‘ عالم الکتب)

(٢) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے‘ ان میں سے ہر ایک کا زعم ہو گا کہ وہ نبی ہے‘ اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٨٩‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٢٠٢‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٩٥٢‘ صحیح البخاری ١٢١ ٧ میں ہے عنقریب تیس کذاب نکلیں گے ان میں سے ہر ایک کا زعم ہو گا کہ وہ رسول اللہ ہے)

marfat.com

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثل اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۹' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۰۹' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (۲) اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے (۳) اور میرے لیے غنیموں کو حلال کر دیا گیا ہے (۴) اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے (۵) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے (۶) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۴۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۴۰۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳۱' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۴۳۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۳۴_۲۰۳۵_۲۰۳۶' المستدرک ج ۳ ص ۱۰۹ قدیم' رقم الحدیث: ۴۵۷۵ جدید' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۲۷' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۷۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۶۰)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی ہو جاتا' اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میرے بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۹۴۷' عالم الکتب بیروت)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے' پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۴۷' المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱)

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۶۷)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۳۹۴' الرقم المسلسل: ۳۳۱۷)

(۱۰) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۱۶_۳۲۱۲۶)

(۱۱) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷' المعجم الکبیر ج ۱۸' رقم الحدیث: ۲۵۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳۶۵)

marfat.com

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں لوگ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں' اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت کر دی ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۷)

(۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے گویا ہمیں رخصت فرما رہے ہوں پھر تین بار فرمایا میں محمد نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲' احمد شاکر نے کہا اس کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۶۶۰۲' دار الحدیث قاہرہ)

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے سامنے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعلمین بنایا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنایا' مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو خیر امت بنایا جو لوگوں کے نفع کے لیے بنائی گئی ہے' اور میری امت کو معتدل امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا' اور اس نے میرا سینہ کھول دیا میرا بوجھ اتار دیا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو افتتاح کرنے والا اور (نبیوں کو) ختم کرنے والا بنایا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۵۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۱)

(۱۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے' آپ نے اپنی سواری کو ایک بڑے پتھر کے ساتھ باندھ دیا پھر آپ نے مسجد میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی' نماز کے بعد نبیوں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔

(المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

(۱۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۸' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۷۔۱۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۲' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۶۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۵۰)

(۱۸) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتنہ دجال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷)

(۱۹) حضرت ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے سو تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو' اپنے مہینہ کے روزے رکھو' اپنے حکام کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۷۹۷' ج ۸ رقم الحدیث: ۷۵۳۵۔۷۶۱۷)

(۲۰) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۲۶۹)

(۲۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر

marfat.com

بن الخطاب نبی ہوتے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۶ مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۴ المستدرک ج ۳ ص ۵۸ المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۸۵۷

(۲۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا) ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۰ السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں احمد ہوں، اور محمد ہوں، اور حاشر ہوں اور مقفی (سب نبیوں کے بعد مبعوث ہونے والا) ہوں اور خاتم ہوں۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۵۶ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۶۲

(۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح مبعوث کیا گیا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۵)

(۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر فرماتے تھے کیا تم میں سے کسی ایک نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر فرماتے میرے بعد نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۷)

(۲۶) وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دراز قد تھے اور ان کے بال گھونگریالے تھے، گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ سے تھے اور ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت تھی، مگر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میرے شانوں کے درمیان وہ مہر نبوت ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں پر ہوتی تھی، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۷۷ قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۰۵ جدید، المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ

(۲۷) اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہو گئے اور اگر ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۱۰ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۹۴

(۲۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳ تاریخ دمشق ج ۳ ص ۶۷ رقم الحدیث: ۵۷۹ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۴۵۳ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۰۴

(۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت میں سے صرف مبشرات بچے ہیں، مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۰

(۳۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

marfat.com

(مسند احمد ج۵ ص ۳۹۶ حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۴۵۱ دار الحدیث قاہرہ)

(۳۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ اور چچا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آئے اور آپ سے کہا آپ جو چاہے اس کی قیمت لے لیں اور اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں! آپ نے ان سے فرمایا میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم لا الہ الا اللہ کی شہادت دو اور اس کی کہ میں خاتم الانبیاء والرسل ہوں میں اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا' انہوں نے اس پر عذر پیش کیا اور دیناروں کی پیش کش کی' آپ نے فرمایا اچھا زید سے پوچھو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اس کو تمہارے ساتھ بلا معاوضہ بھیج دیتا ہوں' حضرت زید نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے باپ کو ترجیح دوں گا اور نہ اپنی اولاد کو' یہ سن کر حضرت زید کے والد حارثہ مسلمان ہو گئے اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ' اور ان کے باقی رشتہ داروں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۱۴ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۹۴۶ طبع جدید)

(۳۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ہزار یا اس سے زائد انبیاء کا خاتم ہوں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۶۸ طبع جدید)

ایک ہزار سے زائد انبیاء سے مراد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں جیسا کہ المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۶۸ میں اس کی تصریح ہے۔

(۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے درد ہو گیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے لگے اور مجھ پر اپنی چادر کا پلو ڈال دیا' پھر فرمایا اے ابو طالب کے بیٹے! تم ٹھیک ہو گئے اور اب تم کو کوئی تکلیف نہیں ہے' میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کیا ہے' تمہارے لیے بھی اس چیز کا سوال کیا ہے' اور میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عطا فرما دی سوا اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۹۱۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۰)

(۳۴) بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو مکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۴۴۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۶۲)

(۳۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان سے فرمایا: آپ اسی جگہ ٹھہریں جہاں آپ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس طرح ہجرت کو ختم کرے گا جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم کیا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۸۲۸' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۹' اس کی سند میں اسماعیل بن قیس متروک ہے)

(۳۶) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الاحزاب: ۷) تو آپ فرماتے مجھ سے خیر کی ابتداء کی گئی ہے اور میں بعثت میں سب نبیوں میں آخر ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۵۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

(۳۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی معراج

marfat.com

کرائی گئی تو میرے رب عزوجل نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ میرے اور اس کے درمیان دو کمانوں کے سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک' بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک' اللہ عزوجل نے فرمایا اے میرے حبیب! اے محمد! کیا آپ کو اس کا غم ہے کہ آپ کو سب نبیوں کا آخر بنایا ہے' میں نے کہا اے میرے رب! نہیں! فرمایا: آپ اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دیں اور ان کو خبر دیں کہ میں نے ان کو آخری امت بنایا ہے تاکہ میں دوسری امتوں کو ان کے سامنے شرمندہ کروں اور ان کو کسی امت کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۳۲۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۱۱۱' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۳۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹۶' ۲۹۵' رقم الحدیث: ۸۱۱' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کو ھند میں اتارا گیا تو وہ گھبرائے پس جبریل نے نازل ہو کر اذان دی' اللہ اکبر ' اللہ اکبر ' اشھد ان لا الہ الا اللہ دو دفعہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ دو دفعہ' حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا محمد کون ہیں' حضرت جبریل نے کہا وہ آپ کی اولاد میں سے آخر الانبیاء ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۷ ص ۳۰۹' رقم الحدیث: ۱۹۷۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۳۹) حافظ سیوطی نے مسند ابویعلی اور امام ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے حضرت تمیم داری کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے: فرشتے قبر میں مردہ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اسلام میرا دین ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں' فرشتے کہیں گے تم نے سچ کہا۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۳۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۴۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو' تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائے گا' لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمان آپ ہمیں تعلیم دیجئے' انہوں نے کہا تم اس طرح درود پڑھو: اللھم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ۔
(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۰۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۶۷' المستدرک ج ۲ ص ۲۶۹)

(۴۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شفاعت کبریٰ کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' میری اللہ کے سوا پرستش کی گئی ہے' آج مجھے صرف اپنی فکر ہے' یہ بتاؤ کہ اگر کسی سیل بند برتن میں کوئی چیز ہو تو کیا کوئی شخص سیل توڑے بغیر اس کو کھول سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں' حضرت عیسیٰ نے فرمایا پس (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں اور وہ یہاں موجود ہیں اللہ نے ان کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں۔
(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۲۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ۲۷۹۸)

(۴۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول رب العلمین اور خاتم النبیین ہیں (حافظ عسقلانی' علامہ آلوسی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے)۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۴۸' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۸۶)

(۴۳) ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com

(۴۴) حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کے پاس میرے دس نام ہیں' حضرت ابو الطفیل نے کہا مجھے ان میں سے آٹھ یاد ہیں' محمد' احمد' ابو القاسم' الفاتح (نبوت کا افتتاح کرنے والا) الخاتم (نبوت کو ختم کرنے والا) العاقب (جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے) الحاشر' الماحی (شرک کو مٹانے والا)۔

(دلائل النبوت لابی نعیم ج ا ص ۶۱' رقم الحدیث: ۲۰)

(۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی تو انہوں نے اس میں اس امت کا ذکر پڑھا پس انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں کے آخر میں ہوگی اور قیامت کے دن سب پر مقدم ہوگی اس کو میری امت بنا دے فرمایا وہ امت احمد ہے۔ (دلائل النبوت لابی نعیم ج ا ص ۶۸ رقم الحدیث: ۳۱)

(۴۶) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر دیکھا ایک یہودی کے پاس آگ کا شعلہ تھا' لوگ اس کے گرد جمع تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا یہ احمد کا ستارہ ہے جو طلوع ہو چکا ہے یہ صرف نبوت کے موقع پر طلوع ہوتا ہے اور انبیاء میں سے اب صرف احمد کا آنا باقی رہ گیا ہے۔

(دلائل النبوت لابی نعیم ج ا ص ۷۶۔۷۵' رقم الحدیث: ۳۵)

(۴۷) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو ان پر جو کپڑا تھا اس کے نیچے سے آواز آ رہی تھی' لوگوں نے ان کے سینہ اور چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو ان کے منہ سے آواز آ رہی تھی: محمد رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۲۸۸' موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں مذکور ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نبیوں نے حضرت جبریل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا:

هذا محمد رسول الله خاتم النبيين. یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔

(مسند البزار ج ا ص ۴۰' رقم الحدیث: ۵۵' مجمع الزوائد ج ا ص ۶۹)

اسی روایت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کے خطبات کے بعد حسب ذیل خطبہ پڑھا:

الحمد لله الذى ارسلنى رحمة للعلمين و كافة للناس بشيرا و نذيرا و انزل على الفرقان فيه تبيان كل شىء وجعل امتى خير امة اخرجت للناس وجعل امتى وسطا وجعل امتى هم الاولون و الاخرون وشرح لى صدرى وجعلنى فاتحا و خاتما.

(مسند البزار ج ا ص ۴۱' رقم الحدیث: ۵۵' مجمع الزوائد ج ا ص ۶۹)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور مجھ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں میں بہتر اور کامل بنایا جس کو لوگوں کے سامنے بھیجا گیا اور میری امت کو (قیامت میں) اول اور (دنیا میں) آخر بنایا اور میرے سینہ کو کھول دیا اور مجھے نبوت کی ابتداء کرنے والا اور نبوت کو ختم کرنے والا بنایا۔

اور اس حدیث کے آخر میں ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

قد اتخذتک خليلا و هو مكتوب میں نے آپ کو خلیل بنایا' اور تورات میں لکھا ہوا ہے محمد

marfat.com

فی التوراة محمد حبیب الرحمان وارسلتک الی الناس کافۃ وجعلت امتک ھم الاولون وھم الاخرون وجعلت امتک لا تجوز لھم خطبۃ حتی یشھدوا انک عبدی و رسولی وجعلتک اول النبیین خلقا واخرھم بعثا (الی قولہ) وجعلتک فاتحا وخاتما.

رحمان کے حبیب ہیں اور میں نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا اور جب تک آپ کی امت یہ گواہی نہ دے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں ان کا خطبہ جائز نہیں ہوگا' اور میں نے آپ کو پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے بنایا اور دنیا میں سب سے آخر میں بھیجا اور آپ کو نبوت کی ابتداء کرنے والا اور نبوت کو ختم کرنے والا بنایا۔

(مسند البزار ج ۱ص ۴۳' رقم الحدیث: ۵۵' مجمع الزوائد ج ۱ص ۷۱)

(۴۹) حضرت ابن زمل رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: رہی وہ اونٹنی جس کو تم نے خواب میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس اونٹنی کو چلا رہا ہوں تو اس سے مراد قیامت ہے' نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہوگی۔

(دلائل النبوۃ ج ۷ص ۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۴۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۰۱۸)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر التوفی ۷۷۴ھ نے الواقعہ: ۱۳ کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۳۱۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(۵۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح درود شریف پڑھو:

لبیک اللھم ربی وسعدیک صلوات اللہ البر الرحیم' والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لک من شیء یا رب العلمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العلمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وعلیہ السلام.

(الشفاء ج ۴ص ۶۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' نسیم الریاض ج ۵ص ۵۴۔۵۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد

ہم نے پچاس احادیث صحیحہ اور مقبولہ مکمل حوالہ جات کے ساتھ ذکر کی ہیں جن میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی صاف تصریح ہے' ہم نے اس سلسلہ میں مکرر احادیث کا ذکر نہیں کیا اور نہ ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے جن کی ختم نبوت پر التزامی' تضمنی یا دور از کار یا بعید دلالت ہو[1] اور محض تعداد بڑھانے اور بھرتی کے لیے احادیث کو جمع نہیں کیا اس کے برخلاف بعض علماء نے ختم نبوت پر دو سو سے زائد احادیث جمع کی ہیں' لیکن ان میں اکثر احادیث مکررہ ہیں اور ایک حدیث کی عبارت جتنی کتابوں میں مذکور ہے اس حدیث کا اتنی بار شمار کر لیا گیا ہے' مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی کتاب ختم نبوت (ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۱۹ھ) میں دو سو دس احادیث ذکر کی ہیں لیکن اس کتاب میں مکررات کو الگ الگ حدیث شمار کیا گیا ہے' مثلاً ایک حدیث کی عبارت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس پر راضی

[1] کثرت احادیث میں حضرت ابو بکر کو امت میں سب سے افضل قرار دیا ہے اور تمام صحابہ کو بعد کے لوگوں سے افضل فرمایا ہے' بایں ہمہ ان کو نبی نہیں بنایا گیا تو اس کے بعد کے لوگ جوان سے بہت کم درجہ کے ہیں وہ کیسے نبی ہو سکتے ہیں سو یہ احادیث بھی ختم نبوت کی دلیل ہیں اور ایسی بہت احادیث ہیں' لیکن ان کی ختم نبوت پر التزاماً دلالت ہے صراحۃً دلالت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے ان کا اس جگہ ذکر نہیں کیا۔

marfat.com

نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مفتی صاحب نے اس حدیث کو بارہ مرتبہ ان نمبروں سے ذکر کیا ہے: حدیث نمبر: ۷' حدیث نمبر: ۲۴' حدیث نمبر: ۳۸' حدیث نمبر: ۵۱' حدیث نمبر: ۵۲' حدیث نمبر: ۷۲' حدیث نمبر: ۷۳' حدیث نمبر: ۷۴' حدیث نمبر: ۷۵' حدیث نمبر: ۷۶' حدیث نمبر: ۸۲' حدیث نمبر: ۱۳۰۔ اس کے برخلاف ہم نے اس حدیث کو صرف ایک بار متعدد کتب حدیث کے حوالے سے حدیث نمبر: ۵ میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اور کئی احادیث مکررہ ہیں جن کے الگ الگ نمبر ڈالے گئے جن میں حضرت ابن زمل کے خواب والی حدیث ہے' تیس دجالوں والی حدیث ہے' عاقب والی حدیث ہے اور کئی احادیث ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنے ...... والوں کو فقہاء اسلام کا کافر اور مرتد قرار دینا

ہم نے یہ لکھا ہے کہ اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور یہ قرآن مجید کی صریح آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمیں اجماع اور مختلف قرائن سے یہ معلوم ہوا ہے کہ لانبی بعدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے اور خاتم النبیین سے مراد بھی مطلق انبیاء ہیں' غرض ہمیں یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ ان لفظوں میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص اس حدیث میں تاویل یا تخصیص کرے وہ اجماع کا منکر ہے۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد (مترجم) ص ۱۶۳ ملخصاً' مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اسی طرح ہم اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی کی نبوت کا دعویٰ کرے (الی قولہ) اسی طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے خواہ وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے' پس یہ سب لوگ کافر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور آپ نے اللہ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کا ظاہر مفہوم مراد ہے اور اس کلام میں کوئی تاویل یا تخصیص نہیں ہے' اور ان لوگوں کا کفر قطعی اجماعی اور سماعی ہے۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۳۸۔ ۲۳۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور ملا علی سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی الشفاء کی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(نسیم الریاض ج ۶ ص ۳۵۶۔ ۳۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' شرح الشفاء ج ۲ ص ۵۱۶۔ ۵۱۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عبد الملک بن مروان الحارث نے نبوت کے دعویٰ دار ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا اور متعدد خلفاء اور بادشاہوں نے اسی طرح مدعیان نبوت کو قتل کیا اور اس زمانہ کے علماء نے ان کے اس اقدام کو صحیح قرار دیا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۴۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

علامہ خفاجی حنفی نے اس کی شرح میں کہا کیونکہ مدعیان نبوت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ آپ خاتم الرسل ہیں اور آپ کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا۔ (نسیم الریاض ج ۶ ص ۳۹۴ بیروت)

ملا علی قاری حنفی نے لکھا کہ ان مدعیان نبوت کو ان کے کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۵۳۲)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

جس کا یہ مذہب ہے کہ نبوت کسبی ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی یا جس کا یہ مذہب ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے اور اس کا قتل کرنا واجب ہے' اور کئی لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ان کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ اور ہمارے زمانہ میں مالقہ (اندلس کا شہر) کے فقراء میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو سلطان ابن الاحمر بادشاہ اندلس نے قتل کر دیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۴۸۵' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

علامہ محمد الشربینی الشافعی من القرن السابع لکھتے ہیں:

جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کی تصدیق کرے وہ کافر ہے۔

(مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۵۲ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا یا جس شخص نے کسی مدعی نبوت کی تصدیق کی وہ مرتد ہو گیا' کیونکہ جب مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کی قوم نے اس کی تصدیق کی تو وہ سب اس کی تصدیق کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے' اسی طرح طلیحہ الاسدی اور اس کے مصدقین بھی مرتد ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تیس کذاب نکلیں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ ھ)

امام غزالی کی ''الاقتصاد'' کی عبارت پر فقہاء اسلام کے تبصرے

امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:

نظام معتزلی اور اس کے موافقین صرف خبر متواتر کو دین میں حجت قطعیہ مانتے ہیں اور اجماع کے حجت قطعیہ ہونے کا انکار کرتے ہیں' نظام نے کہا اس پر کوئی عقلی یا شرعی قطعی دلیل نہیں ہے کہ اہل اجماع پر خطاء محال ہے' اور نظام کا یہ قول تابعین کے اجماع کے مخالف ہے' کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ جس بات پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہے وہ قطعی حق ہے اور اس کا خلاف ممکن نہیں ہے' پس نظام معتزلی نے اجماع کی حجیت کا انکار کر کے اجماع کے خلاف کیا۔

اور یہ ایک اجتہادی امر ہے اور میرے اس میں کئی اعتراض ہیں' کیونکہ اجماع کے حجت ہونے میں کئی اشکالات ہیں اور یہ نظام کے عذر ہونے کی گنجائش رکھتا ہے' لیکن اگر اجماع کے حجت ہونے پر عدم اعتماد کا دروازہ کھول دیا جائے تو اس سے کئی خرابیاں لازم آئیں گی۔

ان خرابیوں میں سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں توقف کرنا بعید ہو گا۔

اور اس کو کافر کہنے کی بناء لامحالہ اجماع کی مخالفت پر رکھی جائے گی' کیونکہ آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کو عقل محال نہیں قرار دیتی' اور وہ جو حدیث میں ہے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور قرآن مجید میں خاتم النبیین ہے' تو منکر اجماع اس کی تاویل سے عاجز نہیں ہے' وہ کہہ سکتا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ اولوا العزم رسولوں کے خاتم ہیں'

marfat.com

مطلقاً الانبیاء کے خاتم نہیں ہیں' اور اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ النبیین عام ہے تو عام کی تخصیص کرنا بھی کوئی مستبعد چیز نہیں ہے' اور یہ جو آپ کا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس حدیث میں آپ نے رسول کے آنے کی نفی نہیں کی ہے اور نبی اور رسول میں فرق کیا گیا ہے اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند ہے' منکر اجماع کے پاس اس طرح کے اور بھی ہذیان ہیں۔ اس قسم کے فضول ہذیانوں کی وجہ سے ہمارے لیے یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے کہ محض خاتم النبیین کا لفظ اس پر دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور بعض نصوص صریحہ میں اس سے بھی زیادہ بعید تاویلات کی جاتی ہیں لیکن ان بعید تاویلات کی وجہ سے وہ نصوص باطل نہیں ہوتیں۔

تاہم اس منکر اجماع پر اس طرح رد کیا جائے گا کہ تمام امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہی معنی سمجھا ہے (کہ آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن نہیں ہے) اور آپ کے احوال کے قرائن سے بھی یہی بات مفہوم ہوتی ہے کہ آپ کے بعد کبھی بھی کوئی رسول نہیں آ سکتا اور اس میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں ہو سکتی اور اس بات کا انکار وہی کرے گا جو اجماع کا منکر ہوگا۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۲۷۳-۲۷۲' دار و مکتبۃ الہلال بیروت' ۱۹۹۳ھ)

ہر چند کہ امام غزالی کے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کا آنا کبھی بھی ممکن نہیں ہے اور اس آیت میں تاویل کرنا اور اسی طرح اس حدیث میں تخصیص کرنا ان کے نزدیک باطل اور ہذیان ہے۔ لیکن اس کو کافر قرار دینے میں ان کو تامل ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی تکفیر اجماع کی بناء پر ہوگی اور اجماع ان کے نزدیک حجت قطعی نہیں ہے اور جب تک اجماع کو ساتھ نہ ملایا جائے صرف خاتم النبیین کے لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آ سکتا' ہاں اس پر تمام امت کا اجماع ہے لیکن ان کے نزدیک اجماع حجت قطعی نہیں ہے کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے امام غزالی کی اس عبارت سے اتفاق نہیں کیا اور اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

الغزالی نے اپنی کتاب ''الاقتصاد'' میں اس آیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو تشویش میں ڈالنا ہے اور یہ بہت خبیث راستہ ہے' سو اس نظریہ سے بچو' اس نظریہ سے بچو' اور اللہ ہی اپنی رحمت سے ہدایت دینے والا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۸۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اور علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ نے علامہ قرطبی کی عبارت پر یہ تبصرہ کیا ہے:

الغزالی نے ختم نبوت کے متعلق جو اس آیت میں ذکر کیا ہے وہ الحاد ہے اور مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو تشویش میں ڈالنے کے لیے خبیث طریقہ ہے' سو اس نظریہ سے بچو! اس نظریہ سے بچو' یہ ابن بزیزہ کی عبارت ہے۔

امام غزالی کی عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف وہم پیدا کرے' امام غزالی کے حاسدین نے ان کی طرف یہ تہمت لگائی ہے' اور ابن عطیہ نے ان پر یہ حملہ کیا ہے اور امام غزالی اس تہمت سے بری ہیں' اور انہوں نے اپنی تحریروں میں اس بدعقیدگی سے برأت کا اظہار کیا ہے' کیونکہ یہ بات تو متبدعین کہتے ہیں کہ نبوت کسبی چیز ہے اور انہوں نے اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ایک جملہ کو زائد ڈال دیا گیا ہے ''عنقریب میرے بعد تیس ایسے آدمیوں کا ظہور ہوگا جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر جس کو اللہ چاہے'' اس آخری جملہ (مگر جس کو اللہ چاہے) کو محمد بن سعید شامی نے زائد کیا تھا اور اس کو اس کی زندیقی کی بناء پر سولی دی گئی' بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے نزول کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین والوں کی طرف رسول بن کر اور مبعوث ہو کر نازل نہیں ہوں گے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۶۰۷-۶۰۶' ج ۸ ص ۲۳-۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

علامہ ابی کے شاگرد علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی نے بھی حسب معمول اس تمام عبارت کو بعینہ نقل کیا ہے۔

(مکمل اکمال الاکمال مع شرح الابی ج ۱ ص ۶۰۷-۶۰۶' ج ۸ ص ۲۳-۲۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام غزالی کی ظاہر عبارت پر بہر حال یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان کو انکار ختم نبوت کو کفر قرار دینے میں تامل ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا کفر ہونا اجماع سے ثابت ہوگا اور اجماع ان کے نزدیک حجت قطعیہ نہیں ہے' تاہم وہ آیت ختم نبوت اور حدیث ختم نبوت میں تاویل اور تخصیص کو باطل اور ہذیان قرار دیتے ہیں' امام غزالی کو اعتراض سے بچانے کے لیے بعض علماء نے امام غزالی کی عبارت کا صرف اتنا حصہ ہی نقل کیا ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

بے شک امت نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لا نبی بعدی) اور قرائن احوال سے بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔

(ختم نبوت (کامل) ص ۳۲۹ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۹ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے امام غزالی سے اعتراض اٹھانے کے لیے ان کی عبارت میں تصرف کر کے اس عبارت کو یوں نقل کیا ہے:

یعنی تمام امت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ وہ بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑے' نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور کے ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل اور تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بکنے بَرانے یا بکنے کے قبیل سے ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر امت مرحومہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۳۳ طبع جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۲۰ھ)

اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ انہوں نے امام غزالی کی عبارت میں تحریف کی ہے اور تکفیر کے لفظ کا اضافہ کیا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت نے تمام امت کے اجماع کی بناء پر ختم نبوت میں تاویل اور تخصیص کو امام غزالی کے نزدیک کفر کہا ہے اور اجماع امت کی بناء پر امام غزالی بھی اس کو کافر کہتے ہیں البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اجماع امت سے صرف نظر کر کے صرف خاتم النبیین کے لفظ سے اس کے منکر کا کفر ثابت نہیں ہوگا اور اجماع ان کے نزدیک قطعی حجت نہیں ہے' بہر حال یہ ایک علمی اصطلاح ہے اور امام غزالی کے نزدیک بھی آیت ختم نبوت اور حدیث ختم نبوت میں کوئی تاویل اور تخصیص جائز نہیں ہے۔

منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ

اس وقت دنیا میں بہائی اور قادیانی ہیں جو ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یا امریکا میں کچھ لوگ ہیں جو علی جاہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ بہائی اور علی جاہ کے پیروکار بہت کم تعداد میں ہیں' سب سے زیادہ قادیانی ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں ان کے دو فرقے ہیں ان کی غالب اکثریت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتی ہے' دوسرا فرقہ مرزا قادیانی کو مجدد اور محدث مانتا ہے اس کو لاہوری جماعت کہا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا کو الہام اور وحی میں اشتباہ ہو گیا' قادیانی فرقہ ان کو کافر کہتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہتا ہے' ان کے نزدیک جو بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا' وہ لکھتا ہے کہ

marfat.com

ب اس کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو اس پر زور شور سے مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ (کتاب البریہ ص ۱۳۶)

۱۸۸۰ء میں مرزا ایک مبلغ کی حیثیت سے ظاہر ہوا پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا اور اس نے یہ کہا کہ اس کو الہام یا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے اور اب تک زندہ ہونے کا جو مسلمانوں کا ماعی عقیدہ ہے وہ غلط ہے۔ اور اس عقیدہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیا اور ۱۸۹۰ء تک برابر کہتا رہا کہ میرے نزدیک نبی سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں، پھر اس نے خود کو مثیل مسیح اور مسیح موعود قرار دیا، اور ۱۸۹۱ء میں اس نے نبوت کا ویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء تک اس دعویٰ پر قائم رہا اور اسی سال کی عمر میں قے اور اور ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

ان تمام عنوانات پر پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' میں خود مرزا غلام ر قادیانی اور دیگر صنادید مرزائیوں کی تصانیف کے حوالوں سے لکھا ہے، ہم قارئین کی معلومات کے لیے اس کتاب کے ان تباسات کو پیش کر رہے ہیں جن سے خود مرزا اور دیگر صنادید کے حوالوں سے مرزا کا محدث کا دعویٰ کرنا، پھر مثیل موعود کا دعویٰ رنا اور ختم نبوت کا اقرار کرنا اور پھر نبوت کا دعویٰ کرنا اور ختم نبوت کا انکار کرنا واضح ہوتا ہے۔

رزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان واصرار

''قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور نے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی، پھر سلسلہ وحی نبوت کا ی کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے، اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوئی''۔

(''ایام صلح'' ص ۱۴۶ ''روحانی خزائن'' ص ۳۹۲۔۳۹۳، ج ۱۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''اور اللہ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے۔ بعد ے کہ اسے قطع کر چکا ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان پر بڑھا دے''۔ (ترجمہ)

(''آئینہ کمالات اسلام'' ص ۳۷۷ ''روحانی خزائن'' ص ۳۷۷ ج ۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر ورفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ، گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم ں ہو وہ محال ہوتا ہے''۔ (فتدبر) (''ازالہ اوہام'' حصہ دوم ص ۵۸۳ ''روحانی خزائن'' ص ۴۱۴ ج ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اشارہ ہے۔ پس اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ اور اللہ کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والوں زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسب نہ تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کے لیے نہ بھیجتا اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کے برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ مخلوقات پر وارد ہیں۔ خواہ ان کو اس کا علم بھی نہ ہو کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے۔ اس کا احسان تمام لوگوں پر ہے''۔ (ترجمہ)

(''حمامۃ البشریٰ'' ص ۴۹، طبع اول ص ۶۰، طبع دوم ''روحانی خزائن'' ص ۲۴۳۔۲۴۴، ج ۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

marfat.com

''میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا''۔ (ترجمہ)

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱' روحانی خزائن ص ۲۱ ج ۵' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی''۔

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار' مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ ج ۱ مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۲)

محدثیت سے نبوت تک ترقی

''ہمارے سید و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں''۔

(شہادت القرآن ص ۲۸' روحانی خزائن ص ۳۲۳۔ ۳۲۴ ج ۶' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں''۔ (ترجمہ)

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۳' روحانی خزائن ص ۳۸۳ ج ۵' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے''۔ (ترجمہ)

(حمامۃ البشریٰ ص ۹۶' روحانی خزائن ص ۲۹۶۔ ۲۹۵' ج ۷' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا ہے اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے۔ جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ' بالفعل نہیں تو محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا تو وہ بھی نبی ہو جاتا''۔

(حمامۃ البشریٰ ص ۹۹' روحانی خزائن ص ۳۰۰' ج ۷' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے''۔ (ازالہ اوہام ص ۴۲۱' روحانی خزائن ص ۳۲۰ ج ۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''اس (محدثیت) کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا''۔ (ازالہ اوہام ص ۴۲۲' روحانی خزائن ص ۳۲۱ ج ۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مسیح موعود کی اہمیت

''اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق

marfat.com

نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی' اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا"۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۴۰' روحانی خزائن ص ۱۷۱ ج ۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیے' کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہو گا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہو گا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں"۔ (توضیح المرام ص ۱۹' روحانی خزائن ص ۵۹' ج ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مثیل مسیح بننے پر قناعت (م)

"اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بہ شدت مناسبت و مشابہت ہے"۔

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد اول ص ۱۵' مجموعہ اشتہارات ص ۲۴ ج ۱)

مرزا صاحب حقیقی نبی

"درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کی رو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو' تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے"۔

(القول الفصل ص ۱۲' مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت (مرزا) صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں"۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۷۴' مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) رسول اللہ اور نبی اللہ جو کہ اپنی ہر ایک شان میں اسرائیلی مسیح سے کم نہیں اور ہر طرح بڑھ چڑھ کر رہے"۔ (کشف الاختلاف ص ۷' مصنفہ سید محمد سرور شاہ صاحب قادیانی)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں' میں نے اپنی کتاب "انوار اللہ" میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود بموجب حدیث صحیح حقیقی نبی ہیں اور ایسے ہی نبی ہیں جیسے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں (لا نفرق بین احد من رسله) ہاں صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں۔ جیسے کہ پہلے بھی بعض صاحب شریعت نبی نہ تھے"۔

یہ کتاب حضرت مسیح موعود نے پڑھ کر فرمایا "آپ نے ہماری طرف سے حیدر آباد دکن میں حق تبلیغ ادا کر دیا ہے"۔

(اخبار الفضل قادیان ج ۳ ص ۳۸۔۳۹' مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء)

"غرضیکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی تھا اور وہی نبی تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جس کو خود اللہ نے اپنی وحی میں یا ایها النبی کے الفاظ سے مخاطب کیا"۔ (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی' مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ص ۱۱۴ نمبر ۳' جلد ۱۴)

"محترم ڈاکٹر صاحب! اگر آپ حضرات (یعنی لاہوری جماعت) صرف مسئلہ خلافت کے منکر ہوتے تو مجھے رنج نہ ہوتا کیونکہ آپ سے پہلے بھی ایک گروہ خوارج کا موجود ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ آپ حضرت اقدس (مرزا صاحب) کو مسیح موعود'

marfat.com

مہدی نبی نہیں مانتے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبی نہیں تھے تو مسیح موعود بھی نہ تھے۔ (نعوذ باللہ) اور اس لیے آپ کا
برابر ہے اور ضرور حقیقی نبی تھے اور خدا کی قسم ضرور بہ ضرور نبی تھے اور آپ کے مخالف حضرات کا بھی وہی حشر ہوگا جو
کے مخالفین کا۔ میں اس عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں"۔

(مکتوب محمد عثمان خان صاحب قادیانی' مندرجہ المہدی نمبر ۱' ص ۵۴' مولفہ حکیم محمد حسین قادیانی لاہور

ختم نبوت کی تجدید

ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیقی مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ وہ نبوت صحیح نہیں۔

(تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸' جلد ۱۲' صفحہ ۲۵ بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء

پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا' وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱' روحانی خزائن ص ۴۰۶-۴۰۷' ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب

اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں۔ پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں' ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی ہے۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔

(حقیقت الوحی ص ۲۸' روحانی خزائن حاشیہ ص ۳۰' ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کی گئی ہے اس لیے آپ کے بعد اس کے سوا کوئی نبی نہیں جسے آپ کے نور سے منور کیا گیا ہو اور جو بارگاہ کبریائی سے آپ کا وارث بنایا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ خمیت ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا۔ اس لیے مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور وہ جس نے تعلیم حاصل کی' پس بلاشبہ حقیقی خمیت مقدر تھی چھٹے ہزار میں جو رحمان کے دنوں میں سے چھٹا دن ہے۔

(ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود۔ ضمیمہ خطبۃ الہامیہ ص ب' روحانی خزائن ص ۳۱۰' ج ۱۶' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اسی طرح مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا کیا گیا۔

(ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود۔ ضمیمہ خطبۃ الہامیہ ص ج' روحانی خزائن ص ۳۱۰' ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان قادیان' نمبر ۸' جلد ۱۲' ص ۱۱' ماہ اگست ۱۹۱۷ء)

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیہ میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے۔ اور بجز بروزی وجود کے' جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے' کسی میں یہ طاقت نہیں کہ جو کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا' وہ میں ہوں' اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے

marfat.com

ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا' سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی لینے کے لیے باقی نہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱' روحانی خزائن ص ۲۱۵ ج ۱۸' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔ (کشتی نوح ص ۵۶' روحانی خزائن ص ۶۱ ج ۱۹' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

بروزی کمالات گویا مرزا صاحب خود سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔**

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ' روحانی خزائن ص ۲۱۴۔ ۲۱۵' ج ۱۸' مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم' مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معتدبہ کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے' سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۴' روحانی خزائن ص ۳۴۰ ج ۲۳' حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد' جو در حقیقت ''خاتم النبیین'' تھے' رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیہ **واخرین منھم لما یلحقوا بھم** ۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ' روحانی خزائن ص ۲۱۲' ج ۱۸' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

یہ مسلمان کیا منہ لے کر دوسرے مذاہب کے بالمقابل اپنا دین پیش کر سکتے ہیں تاوقتیکہ وہ مسیح موعود کی صداقت پر ایمان نہ لائیں جو فی الحقیقت وہی ختم الرسلین تھا کہ خدائی وعدے کے مطابق دوبارہ آخرین میں مبعوث ہوا۔ وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا اور اب اپنی تکمیل تبلیغ کے ذریعہ

marfat.com

مہدی نبی نہیں مانتے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نبی نہیں تھے تو مسیح موعود بھی نہ تھے۔ (نعوذ باللہ) اور اس لیے آپ کا ماننا
برابر ہے اور ضرور حقیقی نبی تھے اور خدا کی قسم ضرور بہ ضرور نبی تھے اور آپ کے مخالف حضرات کا بھی وہی حشر ہو گا جو دیگر ا
کے مخالفین کا۔ میں اس عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں"۔

(مکتوب محمد عثمان خان صاحب قادیانی' مندرجہ المہدی نمبر ۱' ص ۵۴' مولفہ حکیم محمد حسین قادیانی لاہو

ختم نبوت کی تجدید

ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ سو
مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیقی مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت صلی اللہ
وسلم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ وہ نبوت صحیح نہیں۔

(تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸' جلد ۱۲' صفحہ ۲۵' بابت ماہ اگست ۷

پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے
نہیں۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا' وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱' روحانی خزائن ص ۴۰۷۔ ۴۰۶' ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صا

اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں۔ پس اس حالت
موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں' ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت
ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی ہے۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔

(حقیقت الوحی ص ۲۸' روحانی خزائن حاشیہ ص ۳۰ ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صا

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کی گئی ہے اس لیے آپ کے بعد اس کے سوا کوئی نبی نہیں جسے آپ
سے منور کیا گیا ہو اور جو بارگاہ کبریائی سے آپ کا وارث بنایا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ خمیت ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو د
پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا۔ اس لیے مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور وہ جس نے
حاصل کی' پس بلاشبہ حقیقی خمیت مقدر تھی چھٹے ہزار میں جو رحمان کے دنوں میں سے چھٹا دن ہے۔

(ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود۔ ضمیمہ خطبۃ الہامیہ ص ب' روحانی خزائن ص ۳۱۰' ج ۱۶' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صا

اسی طرح مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا کیا گیا۔

(ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود۔ ضمیمہ خطبۃ الہامیہ ص ج' روحانی خزائن ص ۳۱۰' ج ۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہ
مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان قادیان' نمبر ۸' جلد ۱۲ ص ۱۱' ماہ اگست ۱۹۱۷ء)

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ اس آیہ میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ
ہے۔ اور بجز بروزی وجود کے' جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے' کسی میں یہ طاقت نہیں کہ جو کھلے طور پر نبیوں کی
خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا' وہ میں ہوں' اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے
کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمد

marfat.com

ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا' سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی لینے کے لیے باقی نہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱ روحانی خزائن ص ۲۱۵ ج ۱۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔ (کشتی نوح ص ۵۶ روحانی خزائن ص ۶۱ ج ۱۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

بروزی کمالات گویا مرزا صاحب خود سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔**

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ' روحانی خزائن' ص ۲۱۴ ـ ۲۱۵' ج ۱۸' مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم' مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معتدبہ کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے' سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۴' روحانی خزائن ص ۳۴۰ ج ۲۳' حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد' جو درحقیقت ''خاتم النبیین'' تھے' رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیہ **واخرین منھم لما یلحقوا بھم** ۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ' روحانی خزائن ص ۲۱۲' ج ۱۸' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

یہ مسلمان کیا منہ لے کر دوسرے مذاہب کے بالمقابل اپنا دین پیش کر سکتے ہیں تاوقتیکہ وہ مسیح موعود کی صداقت پر ایمان نہ لائیں جو فی الحقیقت وہی ختم المرسلین تھا کہ خدائی وعدے کے مطابق دوبارہ آخرین میں مبعوث ہوا۔

وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا اور اب اپنی تکمیل تبلیغ کے ذریعہ

marfat.com

ثابت کر گیا کہ واقعی اس کی دعوت جمیع ممالک وملل عالم کے لیے تھی۔ (اخبار الفضل قادیان، ج ۳ نمبر ۴۱ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء)

مرزا صاحب کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہیں

یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تیئس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسی یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر ۴، ص ۷، ۸۳، روحانی خزائن ص ۴۳۵۔ ۴۳۶، ج ۱۷)

چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۴، ص ۷، ۸۳، روحانی خزائن ص ۴۳۵، ج ۱۷، حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب کا جہاد کو منسوخ قرار دینا

جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔

(اربعین نمبر ۴، ص ۱۵، حاشیہ روحانی خزائن ص ۴۴۳، ج ۱۷ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے، وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے، جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔ (تبلیغ رسالت ج ۹، ص ۷، ۴۷، مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۵ ج ۳)

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(اعلان مرزا غلام احمد قادیانی صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم، مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی ص ۴۹، مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۸۔ ۲۹۷، ج ۳، روحانی خزائن ص ۷۷، ج ۱۷)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب مملکت پاکستان قائم ہو گئی تو مسلمانوں کو اس مسئلہ سے بے چینی ہوئی کہ قادیانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر اسلام سے نکل چکے ہیں اور وہ خود بھی اہل اسلام کو کافر کہتے ہیں، ان کا اس ملک میں بہ حیثیت مسلمان رہنا

marfat.com

اور اس مملکت کے کلیدی عہدوں پر فائز رہنا کس طرح جائز ہے' پاکستان کے ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے پس ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے تمام علماء کی طرف سے اس سلسلہ میں زبردست تحریک چلائی گئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت

مولانا محمد صدیق ہزاروی مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:
برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن نے کراچی کے مرکزی کنونشن کے لیے مندوبین منتخب کیے۔ ۲۰۔۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کنونشن منعقد ہوا' جس میں یہ مطالبات مرتب کیے گئے:

(۱) وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دیا جائے۔

(۳) قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک ختمِ نبوت میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی' وہ یہ کہ آپ اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریکِ پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔
مجلسِ عمل تحفظ ختمِ نبوت نے کراچی میں کنونشن کیا تو اس کے تیرہ نمائندوں میں آپ کا نام بھی تھا' لیکن آپ کو اس میں شامل نہ کیا گیا' کیونکہ انہیں آپ کی تیزیٔ طبع کی وجہ سے خطرہ تھا کہ وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے۔
جب تحریک تیز ہوئی اور مجلس عمل کے نمائندے خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کرنے گئے تو مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتاری اور پھانسی

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں' لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے' انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتا دیا' آپ صبح کی نماز کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لیے گئے۔
قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا' جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶ اپریل کو آپ جیل منتقل کر دیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا' جو ۲۱ اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔
۷ مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے' مگر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔
دوسرا کیس بغاوت کا تھا جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

You will be hanged by neck till you are dead.

"تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی' جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے"۔
اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا:

Is that all? I was prepared to take more than that. If I would have got

marfat.com

one hundred thousan lives, I would have laid down those lives for the cause of Holy Prophet Mohammad may the peace Glory of God be Upon him.

یہی کچھ سزا لائے ہو' اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں' تو میں ان سب کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قربان کر دیتا۔

۱۴ مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

(تعارف علماء اہل سنت ص ۱۶۴' ۱۵۷ ملخصاً مکتبہ قادریہ لاہور' ۱۳۹۹ھ)

تحریکِ ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں آپ کراچی میں مولانا عبد الحامد بدایونی (م ۱۵ جمادی الاولیٰ' ۲۰ جولائی ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا' تو علامہ نورانی پیش پیش تھے۔ گرفتاری کے لیے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے انتظامات کے لیے گیارہ ممبروں پر مشتمل جو بورڈ بنایا گیا' آپ اس کے ممبر تھے۔

۱۹۶۹ء میں پاکستان آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے بارے میں جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان (اس وقت کا صدر) کو مخاطب کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے' جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ (تعارف علماء اہل سنت ص ۳۹۔۳۸' مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ)

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت

تحریکِ ختم نبوت (۱۹۷۴ء) میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی خاطر قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی طرف سے جو قرارداد ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پیش کی گئی' اس کا سہرا بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے سر ہے' اس قرارداد پر حزبِ اختلاف کے بائیس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کیے' البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبد الحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے۔ اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا اور آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاسوں میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختمِ نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔

اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں' قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔

(تعارف علماء اہل سنت ص ۳۹' مکتبہ قادریہ لاہور' ۱۳۹۹ھ)

سید محمد حفیظ قیصر لکھتے ہیں:

پیپلز پارٹی کے جے رحیم اور شیخ رشید نے بہت ہنگامہ کیا مگر وزیر اعظم بھٹو' مولانا شاہ احمد نورانی سے مکالمے کے دوران اپنے منشور کے اس جملے کی بناء پر شکست کھا چکے تھے کہ "اسلام ہمارا دین ہے"۔ اب بھٹو کا موقف یہ تھا کہ اسلام کی بات ہے اور پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی۔ آخر مولانا شاہ احمد نورانی کا سچا عشق رسول جیت گیا اور مرزا ناصر قومی اسمبلی میں 80

marfat.com

سوالات میں لاجواب ہو کر شکست سے دوچار ہوا۔ مرزائیت کو اپنے انجام تک پہنچانے والی جو تاریخی قرارداد 30 جون 1974ء کو پیش کی گئی اس کا متن یہ تھا:

☆ چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو اللہ کے آخری نبی ہیں نبوت کا دعویٰ کیا۔

☆ چونکہ اس کا جھوٹا دعویٰ نبوت قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش' اسلام سے بغاوت کے مترادف ہے۔

☆ چونکہ مسلم امہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

☆ چونکہ اس کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو وہ دھوکا دہی سے مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ بن کر اور اس طرح ان سے گھل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔

☆ چونکہ مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس جو 6 تا 10 اپریل 1974ء مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ جس میں دنیا بھر کی 114 اسلامی تنظیموں اور انجمنوں نے شرکت کی اس میں مکمل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس کے پیروکار دھوکا دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں۔ دراصل اس فرقہ کا مقصد اسلام اور مسلم دینا کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنا ہے۔

اس لیے اب یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انہیں لاہوری' قادیانی یا کسی نام سے بھی پکارا جائے مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

7 ستمبر 1974ء کو وہ گھڑی آن پہنچی جس کا انتظار 1901ء سے مسلم امہ کو تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح مسیلمہ کذاب کو اس کے انجام سے دوچار کیا تھا۔ آج انہیں کی اولاد مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا اور یوں امت مسلمہ کا خواب ۷۳ سال کے بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔ (ایک عالم ایک سیاست دان ص ۳۷۔۳۵' نورانی پرنٹنگ انڈسٹری کراچی' ۱۹۹۹ء)

اس تفصیل کے بعد اب ہم قادیانیوں کے مشہور اعتراضات کے جوابات لکھ رہے ہیں:

اس اعتراض کا جواب کہ اگر آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی بن جاتے

قادیانیوں کے اہل اسلام کے دلائل پر بعض اعتراضات ہیں ان میں سے ایک مشہور اعتراض اس حدیث پر ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳ طبع قدیم' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۶۷' رقم الحدیث: ۵۷۹)

اس حدیث پر قادیانیوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے نبی بننے سے مانع ان کی موت تھی اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے' یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ آپ کے بعد نبی کا آنا محال تھا اس لیے آپ کے بیٹے کو زندہ نہیں رکھا گیا' اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو ایم۔اے کر لیتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایم۔اے پاس کرنا محال ہے' اس لیے میرا بیٹا زندہ نہیں رہا' بلکہ ایم۔اے پاس کرنا تو ممکن ہے' لیکن چونکہ میرا بیٹا زندہ

marfat.com

نہیں رہا اس لیے وہ ایم۔ اے نہیں کر سکا' اسی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنا تو ممکن تھا' لیکن چونکہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ نہیں رہے اس لیے وہ نبی نہیں بنے اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے' سو اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد نبی نہیں آ سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے" اس حدیث میں قضیہ شرطیہ ہے۔ جیسے یہ قضیہ ہے: اگر سورج طلوع ہوگا تو دن روشن ہوگا اور قضیہ شرطیہ میں جز اول کا ثبوت جز ثانی کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے' جیسے سورج کا طلوع ہونا دن کی روشنی کو مستلزم ہے' اور جز ثانی کی نفی جز اول کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسے دن کا روشن نہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا اور جز اول کی نفی جز ثانی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی یعنی سورج کا طلوع نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دن روشن نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سورج طلوع ہو لیکن دن اس وجہ سے روشن نہ ہو کہ سخت ابر ہو یا بارش ہو یا سورج کو گہن لگا ہو یا سخت آندھی آئی ہوئی ہو اسی لیے جز اول کی نفی جز ثانی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی' اس لیے اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم زندہ نہیں رہے اس لیے وہ سچے نبی نہیں ہوئے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سچے نبی کا آنا ممکن نہیں تھا اس لیے حضرت ابراہیم کو زندہ نہیں رکھا گیا۔

الاعراف: ۳۵ سے اجراء نبوت کا معارضہ اور اس کا جواب

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف: ۳۵)

اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مرزائیہ اس آیت سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور پھر اجراء نبوت سے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر دلیل کشید کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم کو حکم دیا ہے کہ جب بھی ان کے پاس ایسے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا یعنی جس نے ان رسولوں کے احکام کو مانا اور ان پر ایمان لایا اس پر کوئی غم اور خوف نہیں ہوگا' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک رسول آتے رہیں گے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے آنے کا کوئی استثناء نہیں بیان فرمایا اور نہ کوئی مدت بیان فرمائی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک رسولوں کے مبعوث ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت جگہ ایک عام حکم بیان کیا جاتا ہے اور دوسری کسی آیت میں اس حکم کی تخصیص بیان کر دی جاتی ہے جس سے وہ حکم عام نہیں رہتا' اسی طرح بہ ظاہر اس آیت میں قیامت تک رسولوں کی بعثت کا حکم عام بیان فرمایا ہے لیکن جب الاحزاب: ۴۰ میں فرما دیا ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرما دیا کہ الاعراف: ۳۵ میں رسولوں کی بعثت کے سلسلہ کا جو ذکر فرمایا تھا۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وہ سلسلہ نبوت منقطع اور ختم ہو گیا ہے اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آ سکتا ہے نہ رسول' نہ تشریعی نبی نہ امتی نبی' نہ کامل نبی نہ ناقص نبی' نہ اصلی نبی اور نہ ظلی' اور بروزی نبی۔

اب ہم اس کی چند نظائر بیان کرتے ہیں کہ کسی آیت میں کوئی حکم عام بیان کیا جائے پھر دوسری آیت میں اس کی تخصیص

marfat.com

کردی جائے تو پھر وہ حکم عام نہیں رہتا' دیکھیے اللہ تعالیٰ نے عام حکم بیان فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. (العنکبوت: ۵۷) ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔

اور حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی نفس فرمایا ہے:

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ. (الانعام: ۱۲) آپ پوچھیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہیے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے' اس نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا۔

فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ. (الانعام: ۵۴) آپ کہیے تم پر سلام ہو' تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے:

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. (المائدہ: ۱۱۶) (اے اللہ!) تو جانتا ہے میرے نفس میں کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے' بے شک تو تمام غیوب کو بے حد جاننے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی نفس کہا ہے اور العنکبوت: ۵۷ میں فرمایا ہے ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی (العیاذ باللہ) موت کو چکھنے والا ہے' سو اس آیت کے عام حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھی موت آئے گی اور دوسری آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی وہ آیت یہ ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ. (الفرقان: ۵۸) آپ اس پر توکل کیجئے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے' جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

پس اس آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ موت کو چکھنے کے عام حکم سے مستثنیٰ ہے' اور اب یہ حکم عام نہیں ہے' اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما دیا تو اب الاعراف: ۳۵ میں رسولوں کی بعثت کے عام حکم میں تخصیص ہو گئی اور اب آپ کی بعثت کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں۔ اس کی نظیر دوسری یہ آیت ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ. (البقرہ: ۲۲۸) اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

المطلقات جمع کا صیغہ ہے اور اس میں طلاق یافتہ عورتوں کے لیے عام حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ تین حیض تک عدت گزاریں' لیکن دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ غیر مدخولہ عورت کو طلاق دی جائے تو اس کی کوئی عدت نہیں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا. (الاحزاب: ۴۹) اے ایمان والو! جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو عمل زوجیت سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہاری عدت گزارنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اسی طرح وہ طلاق یافتہ بوڑھی عورت جس کو حیض نہ آتا ہو یا وہ کمسن لڑکی جس کا حیض شروع نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے اور طلاق یافتہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور یہ بھی اس عام حکم سے خاص ہیں ان کا ذکر اس آیت میں ہے:

الّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ تمہاری جو طلاق یافتہ عورتیں حیض آنے سے مایوس ہو چکی

marfat.com

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:۴) ہوں اور تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح (ان کم سن مطلقہ عورتوں کی عدت بھی تین ماہ ہے) جن کا ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔

پس البقرہ:۲۲۸ میں جو مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیض فرمائی ہے اس حکم عام سے غیر مدخولہ' سن رسیدہ' کم سن اور حاملہ عورتوں کی عدت کی تخصیص کر لی گئی ہے' اسی طرح الاعراف:۳۵ میں جو رسولوں کی بعثت کا عام حکم بیان کیا گیا ہے آیت خاتم النبیین سے اس عام حکم کی تخصیص کر لی گئی ہے اور اب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی اور نبی کا آنا جائز نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ختم نبوت کا معنی مہر نبوت ہے اور آپ کی مہر سے نبی بنتے ہیں

مرزائیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ خاتم کا معنی آخر نہیں ہے' بلکہ خاتم کا معنی مہر ہے' اور مہر نبوت کا معنی ہے جس پر آپ کی مہر لگ جاتی ہے وہ نبی بن جاتا ہے' سو غلام احمد قادیانی پر بھی مہر لگ گئی اور وہ بھی نبی بن گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم کا یہ معنی کرنا درست نہیں ہے کہ اگر خاتم کا معنی مہر ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کسی چیز کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو اس میں کوئی اور چیز داخل نہیں ہو سکتی' سو نبوت کو بند کر کے اس پر آپ کی مہر لگا دی گئی اب نبوت میں کوئی اور چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

معنی ختم التغطية على الشیء والاستیثاق من ان لا یدخله شیء.

ختم کا معنی ہے کسی چیز کو ڈھانپنا اور اس کو اس طرح بند کر دینا کہ اس میں کوئی اور چیز داخل نہ ہو سکے۔

نیز لکھتے ہیں خاتمهم اخرهم ' خاتم القوم کا معنی ہے اخر القوم' وخاتم النبیین ای آخرهم اور خاتم النبیین کا معنی ہے آخر النبیین۔ (لسان العرب ج ۱۲ص ۱۶۵۔۱۶۳' مطبوعہ ایران' ۱۴۰۵ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی نبی ہو گا نہ رسول۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۷۲)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم.

میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۷۷)

اور قتادہ نے خاتم النبیین کی تفسیر میں کہا ای آخرھم۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۱۷۶۵)

تصریحات لغت' احادیث صحیحہ اور تابعین کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ خاتم کا معنی مہر کرنا باطل ہے بلکہ خاتم کا معنی آخر ہے۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ شاہ عبد العزیز خاتم المحدثین ہیں تو کیا اس کا عرف میں یہ معنی ہوتا ہے کہ شاہ عبد العزیز کی مہر سے محدث بنتے ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ شامی خاتم الفقہاء ہیں تو کیا اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ علامہ شامی کی مہر سے فقہاء بنتے ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ آلوسی خاتم المفسرین ہیں تو کیا اس کا یہ معنی ہوتا ہے کہ علامہ آلوسی کی مہر سے مفسرین بنتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ احادیث' تفاسیر' لغت اور عرف سب کے اعتبار سے خاتم کا معنی مہر کرنا صحیح نہیں ہے۔

marfat.com

مرزائی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے اس آیت کے تحت وخاتم النبیین کے ترجمہ میں لکھا ہے ومہر پیغامبران است۔ (ترجمہ شاہ ولی اللہ ص۵۱۰ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مہر اس معنی میں نہیں ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔۔۔۔اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا' بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے' بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔۔اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۲۷' روحانی خزائن ج۲۲ ص۳۰۔۲۹)

محمد منظور الٰہی قادیانی لاہوری لکھتے ہیں:

خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔(ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم ص۲۹۰)

قادیانیوں نے خاتم کا جو یہ معنی بیان کیا ہے وہ غلط اور باطل ہے اور شاہ ولی اللہ کے نزدیک مہر سے مراد مہر تصدیق نہیں ہے بلکہ مہر سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تا کہ اس میں اور کوئی چیز داخل نہ ہو سکے جیسا کہ لغت' عرف' احادیث اور تفاسیر سے واضح ہو چکا ہے' خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

سچا خواب انبیاء کے حق میں نبوت کا ایک جزو ہے پس یقین رکھو کہ وہ برحق ہوتا ہے اور نبوت کے اجزاء ہیں اور اس کا ایک جز خاتم الانبیاء کے بعد بھی باقی ہے۔(المسوی ج۲ ص۲۲۶' المطبعۃ السلفیہ مکۃ المکرمۃ' ۱۳۵۳ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین نے لکھا ہے:

ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیقی مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے وہ نبوت صحیح نہیں۔

("تشحیذ الاذہان" قادیان نمبر ۸' جلد ۱۲ ص۲۵' بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء)

اور خود مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں' اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا' تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔

(حقیقت الوحی ص۳۹۱' روحانی خزائن ص۴۰۷۔۴۰۶ ج۲۲' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اگر مرزائیہ کے دعویٰ کے مطابق بہ فرض محال ختم نبوت کا معنی مہر تصدیق ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ جس پر آپ اپنی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے تو پھر اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کی مہر سے زیادہ سے زیادہ نبی بنتے' تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس مہر سے صرف غلام احمد قادیانی ہی نبی بنا! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کی اطاعت پر مقبولیت کی سند اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم فرما کر عطا کر دی وہ نبی نہیں بنے' اگر ختم نبوت کا معنی مہر تصدیق ہوتا تو وہ نبی بنتے اور جب وہ نبی نہیں بنے تو معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا معنی مہر تصدیق نہیں ہے بلکہ وہ مہر ہے جو کسی چیز کو بند کرنے کے لیے لگائی جاتی ہے' علاوہ ازیں نبی بنانا اور رسول

marfat.com

بھیجنا اللہ کا کام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مہر لگا کر کسی کو نبی بنا کر بھیج دیں۔
مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح خاتم المحدثین' خاتم المفسرین وغیرہ کہا جاتا ہے اسی طرح آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے'اس کا جواب یہ ہے کہ جن علماء کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہا گیا ہے وہ مجازاً کہا گیا ہے اور آپ حقیقۃً خاتم النبیین ہیں نیز مجاز کا ارتکاب اس وقت کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو اور آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ نہیں ہے۔
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خاتم المہاجرین فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس نے مکہ سے سب کے آخر میں ہجرت کی تھی اس کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا تھا سو اس حدیث میں بھی خاتم بہ معنی آخر ہے۔
مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میری مسجد آخر المساجد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد کی وضاحت دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد' مساجد الانبیاء کی خاتم ہے۔
(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۹۹۹)

اس اعتراض کا جواب کہ لا نبی بعدی میں لانفی کمال کے لیے ہے نہ کہ نفی جنس کے لیے

مرزائیوں کا ایک اور مشہور اعتراض یہ ہے کہ لا نبی بعدی میں لانفی جنس کے لیے نہیں ہے' نفی کمال کے لیے ہے جیسے لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں ہے۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی اسی طرح لا نبی بعدی کا معنی ہے میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہوگا اور ناقص اور امتی نبی کی نفی نہیں ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو کوئی مشرک کہہ سکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی لانفی کمال کے لیے ہے یعنی اللہ کے علاوہ کامل خدا کوئی نہیں ہے' ناقص خدا موجود ہیں' اور اس کا حل یہ ہے کہ لانفی جنس کا نفی کمال کے لیے ہونا اس کا مجازی معنی ہے اور نفی جنس کے لیے ہونا اس کا حقیقی معنی ہے اور جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو اس کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا لا نبی بعدی میں حقیقت متعذر نہیں ہے اس لیے اس کا معنی ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں اس طرح نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس لیے نماز کامل نہیں ہوتی اور یہاں حقیقت متعذر ہے اس لیے لا کو نفی کمال اور مجاز پر محمول کیا ہے۔
اسی طرح مرزائیہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جب کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا (صحیح مسلم ج ۲ص ۳۹۶' کراچی) اور کسریٰ ایران کے بادشاہ کو اور قیصر روم کے بادشاہ کو کہتے ہیں اور ان کے بعد بھی ایران اور روم کے بادشاہ ہوتے رہے ہیں۔
علامہ نووی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسریٰ ایران کا بادشاہ تھا اور قیصر روم کا بادشاہ تھا اس طرح وہ بعد میں بادشاہ نہیں ہوں گے اور اسی طرح ہوا' کسریٰ کا ملک روئے زمین سے منقطع ہو گیا اور اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' اور قیصر شکست کھا کر شام سے بھاگ گیا اور مسلمانوں نے ان دونوں ملکوں کو فتح کر لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں اس نام کے بادشاہ نہیں گزرے۔
مرزائیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ص ۳۳۷' رقم الحدیث: ۲۶۶۴۴' دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہونا ہے اس لیے یوں نہ کہو کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یوں کہو کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا کیونکہ جب مطلقاً یہ کہا جائے کہ کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس کا متبادر معنی یہ ہے کہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ان احادیث کے خلاف نہیں ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبشرات کے سوا میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی' صحابہ نے پوچھا اور مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا سچے خواب جن کو کوئی شخص دیکھتا ہے یا کوئی شخص اس کے لیے دیکھتا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۹' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۵۸' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث

تیسرا مشہور اعتراض یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو پھر ان احادیث کی کیا توجیہ ہوگی جن کے مطابق قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کردیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا' اور تم چاہو تو (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھو: "**وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته**" "اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا"۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۸' مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۱۰۹۴۴' صحیح ابن حبان ج ۱۵' رقم الحدیث: ۶۸۱۸' مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۹۹' رقم الحدیث: ۲۰۸۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۴۴' رقم الحدیث: ۱۹۳۴۱' شرح السنہ ج ۷ ص ۴۱۷۰)

نیز امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۶' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۴۱' شرح السنہ ج ۷ رقم الحدیث: ۴۱۷۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہ کر جنگ کرتی رہے گی اور وہ قیامت تک غالب رہے گی حتیٰ کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے' ان (مسلمانوں) کا امیر کہے گا آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے۔ حضرت عیسیٰ اس امت کی عزت افزائی کے لیے فرمائیں گے نہیں تمہارے بعض' بعض پر امیر ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۴۔ ۳۴۵' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت

marfat.com

میں میری جان ہے' عیسیٰ بن مریم فج روحاء (مدینہ سے چھ میل دور ایک جگہ) میں ضرور بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک' لبیک لا شریک لک لبیک) کہیں گے درآں حالیکہ وہ حج کرنے والے ہوں گے' یا عمرہ کرنے والے ہوں گے یا (دونوں کو ملا کر) حج قران کرنے والے ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۵۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو مٹا دیں گے' اور ان کے لیے نماز جماعت سے پڑھائی جائے گی' وہ مال عطا کریں گے' حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' وہ خراج کو موقوف کر دیں گے' وہ مقام روحاء پر نازل ہوں گے' وہاں حج یا عمرہ کریں گے یا قران کریں گے' پھر حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت تلاوت کی و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته حنظلہ کا خیال ہے حضرت ابو ہریرہ نے "قبل موت عیسی" پڑھا تھا' پتا نہیں یہ بھی حدیث کا جز ہے یا حضرت ابو ہریرہ نے خود تفسیر کی تھی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ہم نے تبیان القرآن ج ۲ ص ۸۷۳۔۸۶۲' پر نزول مسیح کے متعلق چالیس احادیث ذکر کی ہیں۔

اس امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا' اور جو نبی پہلے مبعوث ہو چکے ہیں ان کا آپ کے بعد دنیا میں آنا آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے' جیسے شب معراج تمام نبی مسجد اقصیٰ میں آئے اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی یا جس طرح جن لوگوں کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں تو ان کا آپ کے بعد دنیا میں آنا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں ہے' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا بھی آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ تمام انبیاء آپ سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں آپ کے بعد مبعوث نہیں ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا

اب رہا یہ سوال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم کیسے ہوا حتیٰ کہ وہ اس علم کے مطابق آپ کی شریعت کے مطابق اس امت میں احکام جاری کر سکیں' تو اس کے متعدد جوابات ہیں ایک جواب یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ کی شریعت کا علم تھا اور اسی کے مطابق آپ اس امت میں احکام جاری کریں گے' انبیاء سابقین کو جو ہماری شریعت کا علم تھا اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرگوشی کرنے کے لیے ان کو قریب کیا تو انہوں نے کہا اے میرے رب! میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں میں افضل ہے جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور اللہ پر ایمان رکھیں گے' تو ان کو میری امت بنا دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد ہے' حضرت موسیٰ نے کہا میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں کے آخر میں مبعوث ہوگی اور قیامت کے دن وہ سب پر مقدم ہوگی' تو ان کو میری امت بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

marfat.com

وہ امت احمد ہے۔

حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک امت صدقات کو کھائے گی اور اس سے پہلے کی امتیں جب صدقہ دیتیں تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتا جو اس صدقہ کو کھا جاتی' اور اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اس صدقہ کے قریب نہیں جاتی تھی' اے اللہ تو ان لوگوں کو میری امت بنا دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد ہے۔

حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک امت جب گناہ کا منصوبہ بنائے گی تو اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جب وہ اس گناہ کا کام کرے گی تو اس کا صرف ایک گناہ لکھا جائے گا اور جب وہ نیکی کا منصوبہ بنائے گی اور اس نیکی کو نہیں کرے گی تو اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب وہ نیکی کرے گی تو اس کو دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک اجر دیا جائے گا' اے اللہ تو اس امت کو میری امت بنا دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰۔۳۷۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ ہماری شریعت کے وہ احکام ہیں جو سابقہ شریعتوں میں نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان احکام پر مطلع فرما دیا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے:

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف زبور میں وحی کی کہ اے داؤد! عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد ہوگا' وہ صادق اور سردار ہوگا' میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ کبھی وہ مجھ سے ملول ہوگا' اس کی امت کو میں نفل پڑھنے پر انبیاء کے نوافل کا اجر عطا فرماؤں گا' اور اس کے فرائض پر انبیاء اور رسل کے فرائض کا اجر عطا فرماؤں گا' حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو ان پر انبیاء کی طرح نور ہوگا' کیونکہ میں نے ان پر ہر نماز کے لیے اس طرح وضو کرنا فرض کیا ہے جس طرح ان سے پہلے نبیوں پر وضو فرض کیا تھا' اور ان پر اس طرح غسل جنابت فرض کیا ہے جس طرح ان سے پہلے نبیوں پر فرض کیا تھا' اور ان پر اس طرح حج فرض کیا ہے جس طرح ان سے پہلے نبیوں پر فرض کیا تھا اور ان کو اس طرح جہاد کا حکم دیا ہے جس طرح ان سے پہلے نبیوں کو جہاد کا حکم دیا تھا۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰' دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ بھی ہماری شریعت کے مخصوص احکام ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مطلع فرما دیا تھا' سو اسی طرح جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ہماری شریعت کے احکام سے مطلع فرما دیا ہو اور وہ اس کے مطابق قرب قیامت میں احکام جاری فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ قرآن مجید میں غور کر کے اس شریعت کے تمام احکام کو حاصل کر لیں' کیونکہ قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید ہی کے تمام احکام کو اپنی سنت سے بیان فرمایا ہے اور امت کی عقلیں نبی کی طرح ادراک کرنے سے عاجز ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسی چیز کو حلال کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور میں اسی چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی بہ حوالہ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۰)

اسی لیے امام شافعی نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر احکام بیان فرمائے ہیں ان سب کو آپ نے قرآن مجید

marfat.com

سے حاصل فرمایا ہے۔ پس جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح قرآن مجید سے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اسلام کے احکام حاصل کر کے اس امت میں نافذ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ...... بالمشافہ اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا

تیسری صورت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہیں اور اس پر حسب ذیل احادیث شاہد ہیں:

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا' میں نے دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کیا اور ہم نے اس کو نہیں دیکھا' ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو کسی سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا ہے' اور جس سے آپ نے مصافحہ کیا اس کو کسی نے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم ہیں میں ان کا انتظار کر رہا تھا حتیٰ کہ انہوں نے اپنا طواف مکمل کر لیا پھر میں نے ان کو سلام کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۵ ص ۳۳۹' رقم الحدیث: ۱۱۳۰۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے' اور میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں' کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے' اور وہ جس وقت نازل ہوں گے تو میری امت پر خلیفہ ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے' وہ متوسط القامت ہوں گے ان کا سرخی مائل سفید رنگ ہوگا' ان کے سر پر پانی نہ بھی ہو تو یوں معلوم ہوگا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے' وہ دو گیروے رنگ کے کپڑے پہن کر چل رہے ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور مال بہت تقسیم کریں گے' جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور اسلام کے لیے جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں تمام بد مذاہب ختم ہو جائیں گے اور زمین میں امن ہو جائے گا' سیاہ سانپ کے ساتھ اونٹ چریں گے اور چیتے بیلوں کے ساتھ گشت کریں گے اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ' اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے' وہ زمین میں چالیس سال ٹھہریں گے پھر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے (اس حدیث سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ ہمارے نبی کی شریعت کو منسوخ کرنے والے ہیں بلکہ منسوخ کرنے والے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں' کیونکہ آپ نے بتا دیا کہ جزیہ اور جہاد کی مشروعیت کی مدت نزول عیسیٰ تک ہے۔ سعیدی)۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۰ ص ۲۵۹' رقم الحدیث: ۱۱۲۷۴' دار احیاء التراث بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حکم میں ہیں اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ راہ راست اور بالمشافہ احکام حاصل کیے ہوں' اور نزول عیسیٰ کے بعد چونکہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے اس لیے پھر جہاد اور جزیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ...... قبر انور سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا

چوتھی صورت یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر

marfat.com

جائیں اور قبر پر جا کر آپ سے استفادہ کریں' اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس ذات کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے' عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' امام اور انصاف کرنے والے حاکم اور عادل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' لوگوں میں صلح کرائیں گے اور بغض کو دور کریں گے' ان پر مال کو پیش کیا جائے گا تو وہ مال کو قبول نہیں کریں گے' پھر اللہ کی قسم! اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکار کر کہیں ''یا محمد'' تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۸۴' تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث ۱۱۳۱۳' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ حج یا عمرہ کے لیے جائیں گے اور فج روحاء کے راستہ سے گزریں گے اور میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھ کو سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۰ ص ۳۴۵' رقم الحدیث: ۱۱۳۱۲)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ اور ان کی اتباع میں علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے ان احادیث سے اس صورت پر استدلال کیا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۳۔۱۶۲' روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱۔۵۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی تعلیم سے مستفید ہونا

نیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۵) حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حج کرتے ہوئے دیکھا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱) اور جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء سابقین سے ملاقات ممکن ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات ممکن ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے آپ سے اسلام کے احکام حاصل کیے ہوں۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے لکھا ہے کہ امام غزالی' علامہ تاج الدین سبکی' علامہ یافعی' علامہ قرطبی مالکی' علامہ ابن ابی جمرہ اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں یہ تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں اور آپ سے استفادہ کرتے ہیں' ایک مرتبہ ایک فقیہ نے ایک ولی کے سامنے ایک حدیث بیان کی' ولی نے کہا یہ حدیث باطل ہے' فقیہ نے کہا آپ کو کیسے علم ہوا؟ ولی نے کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں میں نے یہ حدیث نہیں کہی اور اس فقیہ کو بھی آپ کی زیارت کرا دی' سو جب اس امت کے اولیاء کا یہ حال ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفید نہ ہوں اور آپ کی تعلیم سے مستفیض نہ ہوں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور)

اولیاء کرام کا نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے استفادہ کرنا

نیز علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا میں نے ظہر کی نماز سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا اے ابا جان! میں عجمی شخص ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کے سامنے وعظ کرو اور حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دو' پس میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا اور میرے سامنے بہت خلقت جمع ہو گئی' پھر مجھ پر کپکپی

marfat.com

طاری ہوگئی پھر میں نے دیکھا کہ اس مجلس میں میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے ابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے' آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا' میں نے پوچھا آپ نے سات مرتبہ لعاب ڈال کا مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے' پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے پھر جب یوں لگا جیسے علوم و معارف کا ایک عظیم سمندر میرے سینہ میں موجزن ہے اور میں اپنی زبان سے حقائق اور دقائق کے یواقیت اور جواہر بیان کر رہا ہوں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱)

۱۹۹۳ء میں جب میں دوسری بار برطانیہ گیا تھا تو میں ڈربی شائر میں حافظ فضل احمد صاحب کی جامع مسجد میں حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے مناقب پر تقریر کر رہا تھا میں نے روح المعانی کے حوالے سے مذکور الصدر روایت بیان کی اس پر ہمارے احباب میں سے صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی زید علمہ نے یہ سوال بھیجا کہ حضرت غوث الاعظم کے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن ڈالنے کے بعد کیا کمی رہ گئی تھی جس کو پورا کرنے کے لیے بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا لعاب دہن ڈالا' میں نے اس کے جواب میں عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور آپ کے فیضان میں کوئی کمی نہیں تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے استفادہ اور حصول فیضان کو سہل اور آسان بنانے کے لیے اپنا لعاب دہن ڈالا' جس طرح قرآن مجید کے فیضان میں کوئی کمی نہیں ہے لیکن اس سے فیضان کے حصول کو آسان بنانے کے لیے اس کی تفسیر کی جاتی ہے اسی طرح احادیث کی افادیت میں کوئی کمی نہیں ہے لیکن ان سے استفادہ کو سہل اور آسان بنانے کے لیے ان کی شروح لکھی جاتی ہیں۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النھر ملکی نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت فیض حاصل کرتے تھے' انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ آپ کی زیارت کی' ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا اے خلیفہ تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار ہوا کرو' کیونکہ کتنے اولیاء تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں' اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابو العباس المرسی سے کہا آپ نے بہت شہروں میں بہت لوگوں سے ملاقات کی ہے آپ اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کر لیں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں میں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیفیت

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی نے تنویر الحوالک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ مجھ کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۷)

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ ہی کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا، علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں، اور آپ اسی حالت میں ہیں جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں سرمو فرق نہیں ہوا، اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندہ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے تو پھر آپ کی مثال کے قول کی کیا ضرورت ہے، اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی زندہ ہیں، اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں یہ ایک حالت برزخیہ اور امر وجدانی ہے اس کی حقیقت کو وہی شخص پا سکتا ہے جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے اس جسم مبارک میں بھی ہوتی ہے جو روضہ مبارکہ میں ہے، جس طرح حضرت جبریل آپ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتے، اور رہا آپ کا جسم مثالی تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ آپ کے غیر متناہی اجسام مثالیہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابو العباس طنجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین، عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقربین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۳۔۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ...... زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟

اولیاء کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زیارت ہوتی ہے اور وہ آپ سے دینی اور فقہی معاملات میں استفادہ کرتے ہیں اور اپنے اشکالات کو حل کراتے ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کرام کو جو اشکالات پیش آتے تھے، مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی میراث دینے یا نہ دینے کا مسئلہ تھا، حضرت ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا معاملہ تھا جس کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں، تو ان اکابر صحابہ کرام کو آپ کی زیارت کیوں نہیں ہوئی اور انہوں نے آپ سے ان الجھے ہوئے معاملات میں رہنمائی کیوں نہیں حاصل کی، بعد کے اولیاء کرام جن کو نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت ہوتی رہی ہے اور وہ آپ سے اپنی مشکلات میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں ان

marfat.com

سے تو بہر حال ان صحابہ کرام کا آپ سے قرب بہت زیادہ تھا اور بعد کے عارفین اور مقربین سے ان کا مرتبہ بہت بڑھ کر تھا۔
علامہ سید محمود آلوسی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نیند اور بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے استفادہ اولیاء کرام کی باقی کرامات کی طرح خلاف عادت امور سے ہے' اور عہد صحابہ میں ان کرامات اور خلاف عادت امور کا ظہور بہت کم تھا کیونکہ اس دور میں عہد رسالت اور آفتاب نبوت بہت قریب تھا اور جس طرح سورج کی موجودگی میں ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح آفتاب رسالت کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کی کرامات کے ستارے نظر نہیں آتے تھے۔
(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۶۔۵۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو ○ اور صبح

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اور شام کو اس کی تسبیح کیا کرو ○ وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

(بھی)' تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے' اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور اس نے ان کے لیے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے ○ اے

النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى

نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ اور اللہ کے

اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ

حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر ○ اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے

اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ

اللہ کا بہت بڑا فضل ہوگا ○ اور آپ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے گا اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیں

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ کافی کارساز ہے ○ اے ایمان والو! جب تم مسلمان

marfat.com

نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

عورتوں سے نکاح کرو پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ

لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے، جس کا تم شمار کرو، سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ

سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ

کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو ○ اے نبی! ہم نے آپ کے لیے

اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے، جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی ان کنیزوں کو

مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ

جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت سے عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، اور اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے

خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً

ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی (وہ بھی آپ کے لیے حلال ہیں) اور

مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ

وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا، اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا

يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا

چاہیں، یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے، عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے، بے شک ہم اس

مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے، (آپ کے لیے یہ خصوصی حکم)

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

اس لیے ہے کہ آپ پر کوئی دشواری نہ ہو، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

marfat.com

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ

ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں' اور جس بیوی سے آپ

مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُهُنَّ وَ

الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے' اس حکم سے یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں

لَا یَحۡزَنَّ وَیَرۡضَیۡنَ بِمَاۤ اٰتَیۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ

ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہیں ہوں گی اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں عطا فرمائیں گے' اور اللہ خوب جانتا

قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ

ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے' اور اللہ بہت علم والا' بے حد حلم والا ہے O ان ازواج کے علاوہ مزید خواتین آپ کے لیے

بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ

حلال نہیں ہیں اور نہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل کرنا (حلال ہے) خواہ ان کا حسن

حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ یَمِیۡنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ

آپ کو پسند ہو' ماسوا آپ کی کنیزوں کے' اور اللہ ہر چیز پر

رَّقِیۡبًا ﴿۵۲﴾ ع ۶ ع ۶

نگہبان ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو O اور صبح اور شام اس کی تسبیح کیا کرو O وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے (بھی) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے O جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور اس نے ان کے لیے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب: ۴۴-۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویٰ کا حکم دینے اور آپ کی امت کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ

اس سورت کے مقاصد میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو' آپ کی ازواج کو اور آپ کی امت کو نیک خصائل اور عمدہ شمائل کی طرف رہنمائی کرنا ہے' الاحزاب: ۱ میں فرمایا تھا: یایھا النبی اتق اللہ اے نبی اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہیے' اور الاحزاب: ۲۸ سے الاحزاب: ۳۴ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو نیکی' تقویٰ اور ذکر کی تلقین فرمائی' اور الاحزاب: ۴۱ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ ترغیب دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہ کثرت یاد کیا کریں۔

marfat.com

آپ کی امت کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کو یاد کیا کریں کیونکہ مومن بعض اوقات دنیاوی کاموں میں منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں کیونکہ آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور دنیا میں جو شخص جس کا زیادہ مقرب ہوتا ہے وہ اس سے بے خوف ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رہنمائی فرمائی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور باوجود اس کے کہ آپ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل تھا آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو ایسے کام کا حکم دیتے جس کو وہ آسانی سے کر سکتے تھے' مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر سب خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے آپ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' آیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہیں' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر سب خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰۸)

بہ کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کو بہ کثرت یاد کریں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کریں' اور دائماً اس کا ذکر کریں' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص شب بیداری کی مشقت اٹھانے سے عاجز ہو' اور جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخیل ہو اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے میں بزدل ہو وہ بہ کثرت اللہ کا ذکر کرے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۰۵۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۲۱) مسند بزار کی سند کے راوی صحیح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا گناہوں کو چھوڑ دو' یہ سب سے افضل ہجرت ہے' اور فرائض کو دائماً پابندی سے ادا کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے' اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرو کیونکہ کثرت ذکر سے زیادہ اللہ کو' کوئی عمل محبوب نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۲۹) اس کی سند میں ایک راوی اسحاق بن ابراہیم ضعیف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا تم حتی الوسع اپنے اوپر خوف خدا کو لازم کر لو' اور ہر شجر و حجر کے پاس اللہ کا ذکر کرو' اور تم کو (اپنے) جس برے کام کا علم ہو تو فوراً اللہ سے توبہ کرو' پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرو اور ظاہر گناہ کی ظاہر توبہ کرو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۵۹) اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قدر کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ کہیں یہ دیوانہ ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۷۱۔ ۶۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۷۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۱۷) اس حدیث کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔

marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ منافق کہیں کہ یہ ریاکار ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۸۶ 'حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۱-۸۰)

ذکر اور تسبیح کرنے والوں کی اقسام اور ان کے مراتب اور درجات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور صبح اور شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ (الاحزاب: ۴۲)

اس آیت میں بکرۃ واصیلا کے الفاظ ہیں' بکرۃ کا معنی ہے دن کا اول حصہ اور اصیل شام کے وقت کو کہتے ہیں یعنی عصر اور مغرب کا درمیانی وقت۔ اور اللہ کی تسبیح کرنے سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا اور ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' اور اس سے مطلوب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تنزیہ بیان کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح کرنے والوں کی حسب ذیل اقسام اور ان کے درجات ہیں:

(۱) بعض لوگ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں وہ اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ان کے دلو... میں اللہ کی محبت اور انس نہیں ہوتا' نہ ان کا ذہن ذکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اور نہ ان کی روح ذکر کے معانی اور اسرار... طرف متوجہ ہوتی ہے' وہ محض بے خیالی اور بے پرواہی سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں' اور بعض لوگوں کا دل و دماغ تو کسی گ... کے خیال اور اس کی لذت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور ان کی زبان پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور ان کے ہاتھ تسبیح رول ر... ہوتے ہیں' ایسا ذکر مطلقاً مردود ہے' یہ عام فساق اور فجار کا ذکر ہے۔

(۲) بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کر کے اس کا ذکر کرتے ہیں لیکن ان کا ذہن اس کی طرف متحضر نہیں ہوتا ا... نہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا انس اور اس کی محبت ہوتی ہے اور نہ ان کی روح میں انہماک اور استغراق ہوتا ہے یہ نیک... لوگوں کا ذکر ہے اور پہلی قسم کی بہ نسبت مقبول ہے۔

(۳) بعض مسلمان زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی عقل اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتی ہے اور ان کے دلوں میں ا... کی محبت ہوتی ہے لیکن ان کی روح اللہ کی یاد میں منہمک اور اس کی تجلیات میں مستغرق نہیں ہوتی یہ مقربین' عارفین ا... اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔

(۴) اور بعض ایسے ذاکرین ہیں جو زبان' عقل' قلب اور روح کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کو یاد کرتے ہیں' یہ انب... علیہم السلام کا ذکر ہے۔

اللہ کا ذکر کرنے سے دلوں سے گناہوں کا میل اور زنگ چھوٹ جاتا ہے اور شیشہ دل صاف اور صیقل ہو جاتا ہے حدی... میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح لو... پر زنگ لگتا ہے اس طرح دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے' آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! وہ زنگ کس طرح صاف ہوگا؟ آ... نے فرمایا کتاب اللہ کی بہ کثرت تلاوت کرنے سے اور اللہ عزوجل کا بہت زیادہ ذکر کرنے سے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۲۴...)

سو اللہ کی راہ میں قدم رکھنے والے اور اس کا قرب حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' ا... عقل سے اس کی نشانیوں میں غور و فکر کرے' دل میں اس کی یاد رکھے' ذکر کے وقت ذہن کو اس کی بارگاہ میں حاضر رکھے تاکہ ا... کا آئینہ دل صاف اور شفاف ہو جائے اور اس میں اس کی تجلیات منعکس ہونے لگیں۔

marfat.com

بعض اذکار اور اوراد

نماز' قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن اور حدیث کا درس دینا یہ سب اللہ عزوجل کے ذکر کی اقسام ہیں لیکن سب سے افضل ذکر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل الدعاء الحمد للہ ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۰۰' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۴۶' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۸' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۰۷' شرح السنہ ج ۳ ص ۱۹۰' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سومرتبہ **سبحان اللہ وبحمدہ** پڑھا اس کے گناہ مٹادیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۱)

اسی طرح بعض مواقع کے بعض مخصوص اذکار ہیں:

حضرت ابوحمید اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو پڑھے: **اللھم افتح لی ابواب رحمتک** اور جب مسجد سے باہر آئے تو پڑھے: **اللھم انی اسئلک من فضلک**۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۱۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو چرلیا کرو' آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ جنت کے باغات کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مساجد' آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! ان کو چرنا کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** پڑھنا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے: **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد**۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے (بھی) تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (الاحزاب: ۴۳)

اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کا معنی

اس آیت میں صلوٰۃ کا لفظ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا ذکر ہے' اور جب صلوٰۃ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے رحمت نازل کرنا' اور جب اس کا فاعل فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہوتا ہے مومنوں کے لیے استغفار کرنا' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. (المومن: ۷)

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو ان کے گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

marfat.com

پس اس آیت کا معنی ہے اللہ تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ ایک لفظ سے دو معنوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد ہے مومنوں کے لیے صلاح اور خیر کا ارادہ کرنا اور جب اللہ مومنوں کے لیے خیر کا ارادہ کرے گا تو وہ ان پر رحمت نازل فرمائے گا اور جب فرشتے مومن کے لیے خیر کا ارادہ کریں گے تو اس کے لیے استغفار کریں گے۔

مومن پر اللہ کی صلوٰۃ اور رحمت کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ اس کے دل سے بری خواہشوں کو نکال دیتا ہے اور معصیت کے زنگ سے اس کے دل کو صاف کر دیتا ہے اور اس کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتا ہے' اس کو نور معرفت عطا فرماتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اس کو آپ کی سیرت کا متبع بنا دیتا ہے' اور یہ بھی مومن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ حاملین عرش اور اس کے مقرب فرشتے مومن کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کے محامل

نیز فرمایا تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے' اس آیت کے اس حصے کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) تاکہ اللہ تم کو شرک' جہالت اور معصیت سے نکال کر ایمان' علم اور اطاعت کی طرف لائے۔

(۲) بشری کثافتوں اور کدورتوں سے نکال کر روحانیت کی جلاء اور صفا کی طرف لائے۔

(۳) حجابات اور ظلمات سے نکال کر مشاہدات اور تجلیات کی طرف لائے۔

(۴) قبروں سے نکال کر میدان حشر کی طرف لائے' استحقاق نار سے نکال کر اپنے فضل اور جنت کی طرف لائے۔

اس کے بعد فرمایا: جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کو سلام پیش کیا جائے گا۔

تحیت کا معنی اور اس کے مواقع

اس آیت میں تحیت کا لفظ ہے' اور تحیت کا معنی ہے کسی کے لیے حیات کی دعا کرنا' جیسے عرب کہتے ہیں حیاک اللہ' اللہ تم کو حیات عطا فرمائے پھر ہر نیک دعا کو تحیت کہا جانے لگا' ملاقات کے وقت جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو بھی تحیت کہا جاتا ہے۔

فرمایا: جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے' یعنی جب مومن موت کے وقت اللہ سے ملاقات کریں گے' یا جب قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں اللہ سے ملاقات کریں گے' یا جب دخول جنت کے وقت اللہ سے ملاقات کریں گے' تو ان کو اللہ کی طرف سے سلام پیش کیا جائے گا اور یہ سلام مومنین کی تکریم اور تشریف کے لیے ہوگا۔ اور یا فرشتوں کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد: ۲۴۔۲۳)	اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے' تم پر سلامتی ہو' کیونکہ تم نے صبر کیا' پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے کے لیے آئے گا تو کہے گا تمہارا رب تم کو سلام بھیجتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ملک الموت ہر مومن کی روح قبض کرنے سے پہلے اس کو سلام کرے گا۔

marfat.com

(الدر المنثور ج ۶ ص ۵۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر O اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کا بہت بڑا فضل ہوگا O (الاحزاب: ۴۶۔۴۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور آپ کی صفات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی یا یھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا و نذیرا O تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو بلایا آپ ان دونوں کو یمن کی طرف بھیجنے کا حکم دے چکے تھے، آپ نے فرمایا تم دونوں جا کر لوگوں کو بشارت دینا، اور ان کو متنفر نہ کرنا، اور آسان احکام بیان کرنا اور مشکل احکام نہ بیان کرنا، کیونکہ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو آپ کی امت کے اوپر شاہد بنا کر بھیجا ہے، اور جنت کی بشارت دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور لا الہ الا اللہ کی شہادت کی دعوت دینے والا اور قرآن کی روشنی دینے والا چراغ بنا کر۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۲۴۸، رقم الحدیث: ۱۱۸۴۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا مجھے بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا صفات ہیں، انہوں نے کہا تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض وہ صفات ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (الاحزاب: ۴۵) اور آپ کو امیین کی پناہ بنایا، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے آپ بد مزاج اور سخت طبیعت نہیں ہیں اور بازاروں میں شور نہیں کرتے اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے ہیں، لیکن آپ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور اللہ اس وقت تک آپ کی روح کو قبض نہیں کرے گا جب تک کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہیں کر دیتا بایں طور کہ وہ سب کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور جب تک آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں اور بند کانوں اور مقفل دلوں کو کھول نہیں دیتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۸۔۲۱۲۵، دار ارقم بیروت)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسماء ہیں، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج اور منیر۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (شرک اور کفر کو مٹانے والا) ہوں، اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں، میرے قدموں میں لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں (سب نبیوں کے بعد آنے والا)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف رحیم رکھا ہے۔ (التوبہ: ۱۲۸)

علامہ ابو بکر بن العربی نے احکام القرآن میں الاحزاب: ۱۳ کی تفسیر میں آپ کے سڑسٹھ (۶۷) اسماء ذکر کیے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو اسی اسماء ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۸۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے حق میں شاہد ہونا

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد فرمایا ہے' اور شاہد کا معنی ہے گواہی دینے والا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے کے چار محمل ہیں' ایک محمل یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے حق میں قیامت کے دن گواہی دیں گے' دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ لا الہٰ الا اللہ کی گواہی دینے والے ہیں اور تیسرا محمل یہ ہے کہ آپ دنیا میں امور آخرت کی گواہی دیں گے اور چوتھا محمل یہ ہے کہ آپ اعمال امت پر شاہد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (البقرہ: ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک شخص ہوگا' اور ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ دو شخص ہوں گے' اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ زیادہ لوگ ہوں گے' اس سے کہا جائے گا کیا تم نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہے گا ہاں! پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے نہیں! پھر اس نبی سے کہا جائے گا تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت' پھر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بلایا جائے گا' اور کہا جائے گا: کیا انہوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر کہا جائے گا تم کو اس کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی تھی کہ (سب) رسولوں نے تبلیغ کی ہے' اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔

(سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

اس آیت اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہیں اور آپ اپنی امت کے اعمال کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ اپنی امت کی گواہی دیں گے اور گواہی میں اصل یہ ہے کہ مشاہدہ کر کے اور دیکھ کر گواہی دی جائے' اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات (بھی) تمہارے لیے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ میں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں' اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' طبع جدید' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی توحید اور ذات وصفات پر شاہد ہونا

شاہد ہونے کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور لا الہ الا اللہ پر شاہد ہیں اور آپ نے امت کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات کی شہادت دیں' اور آپ جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات کی شہادت دیتے ہیں یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء اور رسل نے اور ان کی امتوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات کی شہادت دی ہے' اور آپ کی اور باقی نبیوں اور رسولوں کی شہادت میں فرق یہ ہے

marfat.com

کہ تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کی شہادت فرشتوں سے سن کر دی ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کی شہادت دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے دی ہے' بلکہ ساری کائنات اللہ کے واحد ہونے کی شہادت سن کر دیتی ہے اور آپ تنہا اور واحد ایسے شاہد ہیں جس نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی شہادت دی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں میں صرف آپ کو شاہد فرمایا ہے' آپ نے جس چیز کی بھی شہادت دی ہے وہ دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے شہادت دی ہے' کرسی اور عرش ہو یا لوح وقلم ہو' فرشتے ہوں یا جنات ہوں یا جنت اور دوزخ ہو آپ نے ہر چیز کو دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے شہادت دی ہے اور جیسے آپ شاہد ہیں کائنات میں ایسا کوئی دوسرا شاہد نہیں ہے۔

امام رازی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توحید پر شاہد بنایا ہے توحید کا مدعی نہیں بنایا کیونکہ جس چیز کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ خلاف ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید تو اس کائنات میں ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے' (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۷۳) میں کہتا ہوں کہ اگر توحید ظاہر اور اظہر من الشمس ہوتی تو ساری دنیا اس کی منکر کیوں ہوتی اور اس کو منوانے کے لیے اتنے نبیوں اور رسولوں کو کیوں مبعوث کیا جاتا اور اس قدر دلائل اور معجزات کیوں پیش کیے جاتے! حق یہ ہے کہ اس کی توحید مخفی تھی اس کو نبیوں اور رسولوں نے ظاہر کیا اور سب سے زیادہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توحید کو آشکارا کیا' اللہ تو ہمیشہ سے واحد تھا لیکن اس کی توحید کے اتنے ماننے والے نہ تھے آپ نے اللہ کے واحد ہونے کی شہادت دی تو کائنات کی ہر حقیقت نے اللہ کو واحد کہا۔ آپ نے اللہ کی توحید کی شہادت دی اور اللہ نے آپ کی رسالت کی شہادت دی سو فرمایا:

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ○ (آل عمران: ۸۱)
تم (بھی ان کی رسالت کے اقرار پر) گواہ ہو جاؤ اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ. (المنافقون: ۱)
اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اس کے رسول ہیں۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ. (البروج: ۳)
شاہد کی قسم اور مشہود کی قسم!

آپ اللہ کی توحید پر شاہد اور اللہ آپ کی رسالت پر شاہد ہے سو آپ شاہد بھی ہیں اور مشہود بھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں امور آخرت پر شاہد ہونا

اور شاہد کا تیسرا محمل یہ ہے کہ آپ دنیا میں امور آخرت پر شاہد ہیں آپ جنت کے اور دوزخ کے شاہد ہیں اور میزان اور صراط کے شاہد ہیں' آپ نے جس کے جنتی ہونے کی شہادت دی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کے دوزخی ہونے کی شہادت دی اس پر دوزخ واجب ہوگئی' آپ نے دس صحابہ کا نام لے کر فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر جنت میں ہیں' عمر جنت میں ہیں' عثمان جنت میں ہیں' علی جنت میں ہیں' طلحہ جنت میں ہیں' زبیر جنت میں ہیں' عبد الرحمان بن عوف جنت میں ہیں' سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں' سعید بن زید جنت میں ہیں' ابوعبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۰۲)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے پڑوس میں ہوں گے۔

marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴۱ المستدرک ج ۳ ص ۳۶۵ کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۲۹۹ الکامل لابن عدی ج ۷ ص ...)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلحہ نے اپنے لیے جنت کو واجب کرلیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳۸ ...)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳۹ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۵ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ...)

اسی طرح جن لوگوں کے متعلق ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی ہونے کی شہادت دی ان کا دوزخی ہونا واجب ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا جہنم کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی' اور میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا اور یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے لیے اونٹنیوں کو نامزد کیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۲۴ صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۹۰۱ رقم الحدیث المسلسل: ۲۰۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے آخر میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دوزخ میں ایک ڈھال والے شخص کو دیکھا جو اپنی ڈھال سے حجاج کے کپڑے چرایا کرتا تھا اگر کسی کو پتا چل جاتا تو وہ کہتا یہ کپڑا میری ڈھال میں اٹک گیا تھا' اور جب وہ شخص غافل ہوتا تو وہ کپڑا لے جاتا' اور میں نے دوزخ میں ایک عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا' اس کو کچھ کھانے کو دیا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین پر پڑی ہوئی کوئی چیز کھا لیتی حتیٰ کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۹۰۴ رقم الحدیث المسلسل: ۲۰۶۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۷۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعمال امت پر شاہد ہونا

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے کا چوتھا محمل ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے ہیں جو میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے' اور وفات (بھی) تمہارے لیے بہتر ہے مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جو نیک عمل دیکھتا ہوں ان پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور میں جو برے عمل دیکھتا ہوں ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۵ حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے امتیوں کے اعمال پر شاہد تھے پھر تو بات بالکل واضح ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ بعد کے امتیوں کے اعمال پر بھی شاہد تھے تو اس میں یہ اشکال ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت انس' حضرت حذیفہ' حضرت سمرہ اور حضرت ابو بردہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض پر وارد ہوں گے' حتیٰ کہ میں ان کو دیکھ کر اور پہچان کر کہوں گا اے رب میرے اصحاب! میرے اصحاب! پس مجھ سے کہا جائے گا آپ از خود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئے کام نکالے ہیں! ہاں اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو یہ تو علم تھا کہ آپ کے بعد آپ کی امت کے لوگ کیا نیک کام کریں گے اور کیا برے کام کریں گے' لیکن آپ کو ان ...

marfat.com

لوگوں کا علم نہیں تھا کہ کون نیک کام کرنے والے ہیں اور کون برے کام کرنے والے ہیں تا کہ اس حدیث اور مسند بزار کی عرض اعمال والی حدیث میں تطبیق ہو جائے' اس کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کو نیکی کرنے والے اور گناہ کرنے والے معین لوگوں کا بھی علم تھا لیکن قیامت کے دن آپ بھول گئے' اور بعض صوفیاء کرام نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے اعمال پر مطلع فرما دیا تھا اور آپ نے ان کے اعمال کو دیکھا تھا اس لیے آپ کو شاہد فرمایا۔

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ العزیز نے مثنوی میں فرمایا:

در نظر بودش مقامات العباد — زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے — اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۶۵ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت '۱۴۱۵ھ)

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں علم کی نفی نہیں ہے درایت کی نفی ہے کیونکہ فرشتے یہ نہیں کہیں گے انک لا تعلم بلکہ یہ کہیں گے انک لا تدری' اور درایت کا معنی ہے کسی چیز کو اپنی عقل اور قیاس سے جاننا یعنی آپ ان لوگوں کے مرتد ہونے کو اپنی عقل اور اپنے قیاس سے نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے جانتے ہیں' باقی رہا یہ کہ پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ یہ میرے اصحاب ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں اصحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو' یعنی کیا یہ میرے صحابی ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ' اعمال نامے بائیں ہاتھ میں' آنکھیں نیلی' چہرے تاریک اور مرجھائے ہوئے ہیں یہ میرے صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہو گا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے' تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرما دیا ہے۔

اس مبحث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم میں کی ہے اس کو شرح صحیح مسلم ج ا ص ۹۰۵۔۹۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں' شاید اس قدر تحقیق آپ کو اور کہیں نہ ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج کہنے کی توجیہ

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر فرمایا ہے اور سراج کا معنی ہے چراغ' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شمس کیوں نہیں فرمایا حالانکہ شمس کی روشنی چراغ سے زیادہ ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو جاتا ہے اور ایک سورج سے دوسرا سورج نہیں بنتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے آپ کے اصحاب بھی ہادی بن گئے' حدیث میں ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ

marfat.com

گے۔(مشکوۃ رقم الحدیث:۶۰۱۸)

جنت کا حصول اللہ کا بہت بڑا فضل ہے

اس کے بعد فرمایا: اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کا بہت بڑا فضل ہوگا۔

بہت بڑے فضل سے مراد ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور جنت اور اس کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جیسا کہ اس آیت میں اس کی تصریح ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○ (الشوریٰ:۲۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے وہ ان کو ان کے رب کے پاس ملے گا' یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوسری امتوں پر فضیلت اور شرف عطا فرمائے گا۔

اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جو اجر اور جنت عطا فرمائے گا اس کا سبب ان کے اعمال نہیں ہیں بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح عمل کرو اور صحت کے قریب عمل کرو' اور لوگوں کو بشارت دو' کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں! فرمایا مجھ کو بھی نہیں! سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور (نیک) عمل کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۴۶۷-۶۴۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۱۸)

اس حدیث میں اہل سنت کے مذہب پر دلیل ہے کہ کوئی شخص جنت اور ثواب کا اپنی عبادات کی وجہ سے مستحق نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت اور ثواب محض اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنت کا سبب مسلمانوں کے اعمال ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (النحل:۳۲)

اپنے ان (نیک) کاموں کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ' جو تم کیا کرتے تھے۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (الزخرف:۷۲)

یہ وہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال دخول جنت کا ظاہری سبب ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل جنت میں دخول کا حقیقی سبب ہے' کیونکہ نیک اعمال اور ان کی ہدایت اور ان میں اخلاص اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہیں ہوتے اور ان نیک اعمال کو قبول کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت سے ہوتا ہے۔

سو ان آیات میں دخول جنت کے ظاہری سبب کا ذکر کیا گیا ہے اور حدیث مذکور میں دخول جنت کے سبب حقیقی کا ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے گا اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیں اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ کافی کارساز ہے ○ اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے' جس کا تم شمار کرو' سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر

marfat.com

حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو○ (الاحزاب: ۴۹-۴۸)

کافروں اور منافقوں سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا

الاحزاب: ۴۸ میں آپ کو کافروں اور منافقوں کی بات ماننے سے منع فرمایا ہے' بعض کافر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کریں پھر ہم آپ کی پیروی کر لیں گے' اور منافقین آپ کو مصلحت کوشی سے کام لینے کا حکم دیتے تھے' تو آپ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں اور ان کی زیادتیوں پر ان کو سزا نہ دیں' اور ان سے درگزر کریں' اس آیت کا حکم ان آیات سے منسوخ ہو گیا ہے' جن میں آپ کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ (التوبہ: ۷۳) اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

یعنی اگر یہ کفار اور منافقین اپنی سازشوں اور کارروائیوں سے آپ کو ضرر پہنچائیں تو آپ اس سے دل برداشتہ نہ ہوں' ان کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ آپ ان کی دل آزار باتوں سے تنگ ہو کر اپنے مشن کو ترک کر دیں' آپ صرف اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اس فکر میں نہ پڑیں کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون ایمان نہیں لاتا' لوگوں کے دلوں میں ایمان ڈالنا اور ان کی نازیبا حرکتوں پر ان کا مواخذہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ کافی کارساز ہے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی تفصیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو۔

اس آیت میں مسلمان عورتوں سے نکاح کی تخصیص فرمائی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس تخصیص میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ مومن کے لائق یہ ہے کہ وہ مومنہ سے نکاح کرے' اور اہل کتاب عورتوں سے دارالکفر میں نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہاں کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور مسلمان وہاں آزادی اور شرح صدر کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم اور تربیت نہیں دے سکے گا' اور دارالاسلام میں بلاضرورت اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تنزیہی ہے واضح رہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اللہ کو نبی کو اور آسمانی کتاب کو مانتے ہوں خواہ وہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل ہوں۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۰۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تہذیب اور شائستگی کا تقاضا یہ ہے کہ جماع اور مباشرت کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے

اس کے بعد فرمایا: پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے۔

اس آیت (الاحزاب: ۴۹) میں عمل زوجیت کے لیے **ان تمسوھن** فرمایا اس کا معنی ہے تم ان کو چھوؤ' اور النساء: ۴۳ اور المائدہ: ۶ میں اس کے لیے **لمستم النساء** فرمایا اس کا معنی بھی ہے تم عورتوں کو چھوؤ' اور البقرہ: ۲۲۲ میں **ولا تقربوھن حتی یطھرن** فرمایا یعنی جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہوں ان سے مقاربت نہ کرو' اور الاعراف: ۱۸۹ میں فرمایا: **فلما تغشاھا حملت حملا خفیفا** اس کا معنی ہے جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو اس کو خفیف سا حمل ہو گیا اور البقرہ: ۲۲۳ میں فرمایا: **نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم** اس کا معنی ہے: عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس طریقہ سے چاہو آؤ' سو اللہ تعالیٰ نے عمل زوجیت کے لیے صریح لفظ جماع' دخول یا وطی استعمال نہیں فرمایا بلکہ اس کو چھونے' مقاربت' ڈھانپنے اور آنے کے کنایہ سے تعبیر فرمایا اس میں ہم کو بھی شرم و حیاء کی تعلیم دی ہے کہ گفتگو اور کلام میں اس قسم کے کام کے لیے

marfat.com

صریح الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ان کے لیے استعارہ اور کنایہ کے الفاظ لانے چاہئیں۔

اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ

اس آیت میں تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہہ دے کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تم کو طلاق ہے، اب اگر اس نے اس عورت سے نکاح کرلیا تو آیا اس کو نکاح کے بعد طلاق پڑے گی یا نہیں؟ جمہور فقہاء کے نزدیک اس کو طلاق نہیں پڑے گی' ان کا استدلال اس آیت سے ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے: جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو' اس سے معلوم ہوا کہ طلاق تب واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح کیا ہو' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے یہ کہہ دے کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھ کو طلاق' تو نکاح کے بعد اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس پر تو اجماع ہے کہ اجنبی عورت پر فوراً طلاق نہیں پڑتی' لیکن اگر اجنبی عورت پر طلاق معلق کی جائے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق پس اس صورت میں جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے فقہاء کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک نکاح کے بعد اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی۔

(نیل الاوطار ج ۵ ص ۳۰' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۳۸۳_۳۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

جمہور فقہاء کا استدلال اس آیت کے علاوہ اس حدیث سے ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے اور جس غلام کا وہ مالک نہ ہو اس کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور جس عورت کا وہ مالک نہ ہو اس کو طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۷۹۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۱۸' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۷)

اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر قرآن اور سنت سے دلائل

فقہاء احناف کے خلاف یہ آیت اور یہ حدیث اس وقت ہوتی جب وہ یہ کہتے کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے تو اس پر طلاق پڑ جائے گی' اس وقت یہ کہا جا سکتا تھا کہ جو عورت اس کے نکاح اور اس کی ملک میں نہیں ہے اس پر طلاق کا واقع ہونا اس آیت اور اس حدیث کے خلاف ہے' لیکن فقہاء احناف اس طرح نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے یہ کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق تو جب وہ اس عورت سے نکاح کرلے گا تو اور وہ اس کی ملک میں آ جائے گی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ صورت اس آیت اور اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' اس صورت میں تعلیق صحیح ہے' جیسا کہ جمہور فقہاء کے نزدیک بھی یہ نذر صحیح ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میرے پاس مثلاً سو روپے آ گئے تو میں ان کو صدقہ کر دوں گا' تو جب اس کے پاس سو روپے آ جائیں گے تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہوگا' حالانکہ اس وقت اس کی ملک میں سو روپے نہیں ہیں۔ تو جس طرح اس وقت ملک میں سو روپے نہ ہونے کے باوجود اس کی تعلیقاً یہ نذر صحیح ہے اسی طرح

marfat.com

اس کے نکاح میں کسی معین عورت کے نہ ہونے کے باوجود تعلیقاً یہ طلاق صحیح ہے۔اس کی نظیر یہ ہے کہ عمران کی بیوی کے ہاں ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا اور انہوں نے اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کرنے کی نذر مان لی تھی' قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۔(آل عمران:۳۵)

اور یاد کیجئے! جب عمران کی بیوی نے کہا تھا اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو ہے اس کی میں نے خاص تیرے لیے نذر مانی ہے' (دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا' تو اس کو میری طرف سے قبول فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المسلمون عند شروطهم. مسلمان اپنی شرط کو پورا کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب:۱۴)

اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں فقہاء احناف کے ..... موقف پر آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین سے دلائل

ابو سلمہ بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے بتایا میں نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں گا اس کو تین طلاقیں' حضرت عمر نے فرمایا جس طرح تم نے کہا اسی طرح ہوگا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۲۵' رقم الحدیث: ۱۱۵۱۸ طبع جدید' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زہری سے پوچھا گیا ایک شخص نے کہا ہے ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے؟ انہوں نے کہا جس طرح اس نے کہا ہے اسی طرح ہے۔(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۵۱۹)

معمر نے کہا کیا بعض صحابہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں پڑتی اور ملکیت سے پہلے کوئی آزاد نہیں ہوتا' انہوں نے کہا یہ اس صورت میں ہے جب کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں عورت کو طلاق یا فلاں غلام آزاد۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۴۵ طبع جدید)

شعبی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ہر وہ عورت جس کو میں تجھ پر نکاح کر کے لاؤں اس کو طلاق ہے' انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنی بیوی کے اوپر جس عورت سے بھی نکاح کرے گا اس کو طلاق پڑ جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۶' رقم الحدیث: ۱۷۸۳۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عطاء نے کہا جب کوئی شخص عقد نکاح کے وقت یہ شرط لگائے کہ میں اس عورت سے نکاح کے بعد جس عورت سے بھی نکاح کروں گا' اس پر طلاق پڑ جائے گی تو یہ شرط جائز ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۷۸۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

خلوت صحیحہ سے مہر کے وجوب پر امام رازی کے اعتراض کا جواب

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے' جس کا تم شمار کرو' سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے عمل زوجیت سے پہلے تم انہیں طلاق دے دو' اس میں عمل زوجیت سے مراد عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً ہو اور حکماً عمل زوجیت سے مراد خلوت صحیحہ ہے' اور خلوت صحیحہ کو حکماً عمل زوجیت اس لیے قرار دیا ہے کہ عورت نے اپنے

marfat.com

آپ کو خاوند کے سپرد کر دیا اس عمل سے کوئی شرعی اور طبعی مانع نہیں ہے اس کے باوجود اگر خاوند نے یہ عمل نہیں کیا تو عورت کی طرف سے اس عمل کی پیش کش ہو چکی ہے اور یہ حکماً عمل زوجیت ہے اس لیے اگر خلوت صحیحہ کے بعد خاوند نے عورت کو طلاق دے دی تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک پورے مہر کی مستحق ہو گی خواہ خاوند نے یہ عمل نہ کیا ہو کیونکہ عورت اسے اس عمل کے لیے پیش کر چکی تھی اور خاوند نے اگر عمل نہیں کیا تو عورت کی طرف سے کوئی تقصیر نہیں ہے لہٰذا وہ اس صورت میں بھی مکمل مہر کی مستحق ہو گی اور اس قول پر امام رازی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے:

امام شافعی نے فرمایا ہے خلوت صحیحہ مہر کو ثابت نہیں کرتی 'اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے خلوت صحیحہ مہر کو ثابت کرتی ہے' امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ. (النساء: ۲۴) تم نے جن عورتوں سے نفع اٹھالیا ہے ان کو ان کے مہر ادا کر دو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کی ادائیگی کا وجوب عورتوں سے نفع اٹھانے یعنی عمل زوجیت کے سبب سے ہے' اور اگر خلوت صحیحہ بھی مہر کو واجب کرتی اور ظاہر ہے کہ خلوت صحیحہ عمل زوجیت پر مقدم ہوتی ہے تو پھر اس عمل سے پہلے ہی مہر ثابت ہو جانا چاہیے حالانکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کے ثبوت کا تعلق اس عمل کے سبب سے ہے' پس معلوم ہو گیا کہ خلوت صحیحہ سے مہر ثابت نہیں ہوتا۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۱۔ ۴۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں حصر کا کوئی لفظ نہیں ہے کہ مہر صرف عمل زوجیت سے ثابت ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ خلوت صحیحہ سے بھی مہر ثابت نہیں ہوتا' اس جواب کا ہم نے تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۳۳ میں بھی ذکر کیا ہے' اور دوسرا جواب وہ ہے جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں استمتاع یعنی عمل زوجیت سے مراد عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً ہو اور خلوت صحیحہ بھی حکماً عمل زوجیت ہے اس لیے خلوت صحیحہ سے بھی مہر ثابت ہو جائے گا۔ اور اس طرح عموم مراد لینے کی قرآن مجید میں اور بھی نظائر ہیں مثلاً فرمایا:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. (المائدہ: ۵) اور جس نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

اب اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد شرک کرے تو پھر بھی اس کا عمل ضائع ہو جائے گا اور اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ کفر سے مراد عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً ہو اور شرک بھی حکماً کفر ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ. (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

اب اگر کوئی شخص نماز یا زکوۃ کی فرضیت کا انکار کر دے اور یہ شرک نہیں ہے' تو کیا اس کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا؟ اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ یہ حقیقۃً شرک نہیں ہے حکماً کفر ہے' اس لیے یہ بھی معاف نہیں ہو گا۔

اسی طرح خلوت صحیحہ بھی حکماً استمتاع اور عمل زوجیت ہے اور اس سے بھی مہر ثابت ہو گا خواہ بالفعل یہ عمل نہ کیا جائے' اور اس آیت (الاحزاب: ۴۹) میں فرمایا ہے' پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو' یعنی تم نے حقیقۃً یہ عمل کیا ہو نہ حکماً' خلوت صحیحہ ہوئی ہو اور نہ عمل تزویج کیا ہو تو تمہارے لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو' سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو۔

marfat.com

مطلقہ کو نصف مہر اور متاع دینے کے وجوب کے محامل

امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت میں عدت کی نفی خلوت صحیحہ اور جماع دونوں سے متعلق ہے اور ان کو ان کے فائدہ کی کچھ چیزیں دینا اس صورت میں ہے جب ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اب ان کے فائدہ کی کچھ چیزیں دینا واجب ہے اور اگر ان کا مہر مقرر کیا گیا تھا تو ان کو نصف مہر دینا واجب ہے اور ان کے فائدہ کی کچھ چیزیں دینا مستحب ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَّعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ

(البقرہ: ۲۳۷_۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو (ان کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی ہو نہ تم نے ان کے ساتھ عمل تزویج کیا ہو) یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو' اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو' خوش حال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق' دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے○ اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے (خلوت صحیحہ اور عمل تزویج) سے پہلے انہیں طلاق دے دی دراں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے' البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں' یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے تو کچھ حرج نہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری الاحزاب: ۴۹ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے اس کو طلاق دے دے' پس جب وہ اس عورت کو ایک طلاق دے گا تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے' وہ جس سے چاہے نکاح کرے پھر فمتعوهن وسرحوهن کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اگر اس نے اس عورت کے لیے مہر مقرر کیا تھا تو اس کو صرف نصف مہر ملے گا' اور اگر اس نے اس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا تھا تو وہ اپنی وسعت کے مطابق اسے کچھ فائدہ کی چیزیں دے دے اور یہی سراح جمیل کا معنی ہے۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۲۵' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلوت صحیحہ کی تعریف

علامہ مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ الاحزاب: ۴۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت میں بیوی کو ہاتھ نہ لگانے کا ذکر ہے' اور فقہاء احناف کے نزدیک خلوت صحیحہ بیوی کو ہاتھ لگانے (عمل زوجیت) کے قائم مقام ہے' اور خلوت صحیحہ کی تعریف یہ ہے کہ خاوند کی بیوی کے ساتھ خلوت میں عمل زوجیت سے کوئی شرعی مانع نہ ہو' مثلاً دونوں میں سے کسی نے احرام باندھا ہو' یا کسی کا روزہ ہو یا بیوی کو حیض ہو اور نہ کوئی حسی مانع ہو مثلاً بیوی کو ایسی بیماری ہو جو اس عمل سے مانع ہو' اور نہ کوئی عقلی مانع ہو' مثلاً وہاں کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے خاوند اس عمل سے حیا کرے' اگر اس طریقہ سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو پھر خاوند نے اس عمل سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو خاوند پر مکمل مہر واجب ہوگا اور

marfat.com

اس عورت پر احتیاطاً عدت واجب ہوگئی اور اگر اس طرح خلوت نہ ہوئی ہو اور نہ خاوند نے عمل تزویج کیا ہو تو اس پر نصف مہر
واجب ہوگا' اور عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی۔

مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان

نیز علامہ القوجوی الحنفی لکھتے ہیں:
فقہاء احناف کے نزدیک مطلقات کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور نہ اس کا مہر مقرر کیا گیا ہے اس کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیص دوپٹہ اور تہبند ہے۔

(۲) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا ہے' اس کو نصف مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(۳) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا اس کو پورا مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(۴) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل کیا گیا اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اس کو مہر مثل دینا واجب ہے اور اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۶ ص ۶۴۸۔ ۶۴۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

سراح جمیل کا معنی

سرحوهن سراحا جميلا کا معنی یہ ہے کہ جب ان عورتوں پر عدت واجب نہیں ہے تو پھر ان کو بغیر طعن اور تشنیع کے چھوڑ دو' اور جانے دو۔

اصل میں تسریح کا معنی ہے اونٹوں کو پھل دار درختوں پر چرنے کے لیے چھوڑ دینا پھر اس لفظ کو مطلقاً چرنے کے لیے چھوڑنے میں استعمال کیا جانے لگا' پھر اس کا اطلاق مطلقاً نکالنے اور چھوڑنے پر کیا جانے لگا۔

سراح جمیل کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ خاوند عورت کو جو کچھ دے چکا ہے اس کو اس سے واپس نہ مانگے' جبائی نے کہا اس سے مراد سنت کے مطابق طلاق دینا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے دی ہوئی طلاق پر مترتب ہے اس سے نئی طلاق دینا مراد نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی ہم نے آپ کے لیے آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں' اور آپ کی ان کنیزوں کو جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت سے عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں' جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی (وہ بھی آپ کے لیے حلال ہیں) اور وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے' بے شک ہم اس چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے (آپ کے لیے یہ خصوصی حکم) اس لیے ہے کہ آپ پر کوئی دشواری نہ ہو' اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الاحزاب: ۵۰)

حضرت ام ہانی کو نکاح کا پیغام دینا

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا' میں

marfat.com

نے آپ کے سامنے (اپنے بچوں والی ہونے کا) عذر پیش کیا' آپ نے میرا عذر قبول فرمالیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے' جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی ان کنیزوں کو جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت سے عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں' جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی (وہ بھی آپ کے لیے حلال ہیں) اور وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں۔ (الاحزاب: ۵۰) حضرت ام ہانی نے کہا سو میں آپ کے لیے حلال نہ تھی کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی اور میں طلقاء میں سے تھی (فتح مکہ کے بعد آپ نے اہل مکہ سے فرمایا تھا تم طلقاء ہو یعنی آزاد ہو)۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۴' المعجم الکبیر ج ۲۴' رقم الحدیث: ۱۰۰۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۲۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہم نے آپ کے لیے آپ کی ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں' مجاہد وغیرہ نے بیان کیا آپ کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا یعنی 131.25 تولہ چاندی' ماسوا حضرت ام حبیبہ کے' ان کا مہر نجاشی نے چار سو دینار رکھا تھا' اور ماسوا حضرت صفیہ بنت حیی کے ان کا مہر ان کی آزادی کو قرار دیا گیا تھا' کیونکہ وہ غزوہ خیبر میں قید ہو کر آئیں تھیں آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' اسی طرح حضرت جویریہ بنت الحارث تھیں وہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو ان کا بدل کتابت ادا کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کی ان کنیزوں کو آپ کے لیے حلال کر دیا جو اللہ نے آپ کو مالِ غنیمت سے عطا فرمائی تھیں۔ حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ آپ کی ملک میں آئیں آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا' اور حضرت ریحانہ بنت شمعون النضریہ اور حضرت ماریہ قبطیہ جو حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں' یہ آپ کی کنیزیں تھیں۔

نکاح کی اجازت کے رشتوں میں اسلام کا متوسط حکم

نصاریٰ کے ہاں چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی اور ماموں کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہ تھا یہ تفریط تھی اور یہود کے ہاں بھائی کی بیٹی اور بہن کی بیٹی سے بھی نکاح جائز تھا یہ افراط تھا' اسلام نے افراط اور تفریط کو ترک کر کے متوسط حکم دیا' بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کو حرام کر دیا اور چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی اور ماموں کی بیٹی سے نکاح کو جائز قرار دیا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی' وہ بھی آپ کے لیے حلال ہیں۔

جن خواتین نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے لیے پیش کیا

اس کے بعد فرمایا: اور وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے' عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے پاس ان کی بیٹی بھی تھی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش

marfat.com

کیا' وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس کی بیٹی نے یہ سن کر کہا اس عورت میں کس قدر کم شرم حیا تھی' وہ کیسی بری عورت تھی! وہ کیسی بری عورت تھی! حضرت انس نے کہا وہ تم سے بہتر تھی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں رغبت کی اور اپنے آپ کو حضور پر پیش کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۰۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۸۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی (یعنی وہ بری لگتی تھیں) تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنے آپ کو کسی پر پیش کر سکتی ہے! پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ

ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں' اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے جس کو چاہیں پھر طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۵۱)

تب میں نے یہ کہا کہ میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس عورت نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا وہ حضرت میمونہ بنت الحارث ہیں اور مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت زینب بنت خزیمہ الانصاریہ ہیں اور وہی ام المساکین ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئیں تھیں' کافی عورتوں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا تھا' اور یہ پیش کش صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز قرار دی گئی تھی۔ جن عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا' ان میں ایک خاتون بنو بکر کی تھیں' یہ وہی ہیں جنہوں نے آپ کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کر لیا تھا' ایک خاتون بنو الجون کی تھیں یہ وہی ہیں جنہوں نے آپ سے پناہ طلب کی تھی' اور دو قیدی عورتیں تھیں ایک حضرت صفیہ اور دوسری حضرت جویریہ۔ اس کے برخلاف دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے نکاح میں ایسی کوئی خاتون نہیں تھی جنہوں نے آپ کے ساتھ نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا ہو' اس کو امام ابن ابی حاتم نے از عکرمہ از ابن عباس روایت کیا ہے' اور امام ابن جریر نے یونس بن بکیر سے روایت کیا ہے کہ جن خواتین نے اپنے آپ کو آپ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا تھا' آپ نے ان میں سے کسی کو قبول نہیں فرمایا اور یہ آپ کے لیے مباح تھا اور آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا ؕ

اگر نبی ان کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں یعنی ان کو پسند کر لیں۔ (الاحزاب: ۵۰)

بغیر مہر کے محض ہبہ سے کوئی خاتون عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے

اس کے بعد فرمایا: یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے' عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۵۰)

عکرمہ نے کہا جو عورت اپنا نفس آپ کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرے تو اس کے لیے وہ عورت حلال نہیں ہے' وہ اس وقت تک اس سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک اس کا مہر مقرر نہ کرے' اسی طرح مجاہد اور شعبی وغیرہما نے کہا یعنی اگر کوئی عورت اپنا نفس کسی شخص کو ہبہ کر دے تو وہ شخص جب بھی اس کے ساتھ عمل زوجیت کرے گا تو اس پر مہر مثل واجب ہو جائے گا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت واشق کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا اس نے کسی شخص کو اپنا نفس ہبہ کر دیا تھا' جب اس کا خاوند فوت ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے اس کے خاوند کے ترکہ سے مہر مثل واجب ہو گا اور موت اور عمل زوجیت دونوں مہر

marfat.com

مثل کے اثبات اور اس کی تاکید میں برابر ہیں۔ ہاں اگر کوئی خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دے تو آپ پر کسی صورت میں بھی اس کو مہر ادا کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر عقد نکاح اور بغیر گواہوں اور بغیر ولی کے اور بغیر مہر کے ذکر کے کسی خاتون کو اپنی زوجہ قرار دیں اور اس کو زوجیت سے مشرف فرمائیں جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہوا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر مہر کے اور بغیر ولی اور عقد نکاح کے محض کسی عورت کے ہبہ کرنے سے وہ کسی کی بیوی ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم اس چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے۔ (الاحزاب:۵۰)

حضرت ابی بن کعب' مجاہد' حسن بصری' قتادہ اور امام ابن جریر نے اس کی تفسیر میں کہا یعنی ہم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار آزاد مومن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے' اور ان پر مہر کو لازم کیا ہے اور عقد نکاح میں دو مسلمان گواہوں کو لازم کیا ہے اور خود بالغہ یا اس کے ولی کی رضامندی کو نکاح کی شرط قرار دیا ہے' اور باندیوں سے حصول لذت میں ان کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں کی اور نہ اس میں مہر کی شرط ہے اور نہ خود باندی کی یا اس کے ولی کی رضامندی کی شرط ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ملخصا و موضحا و مخرجا ج ۳ ص ۵۴۸۔ ۵۴۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر فرض ہیں امت پر فرض نہیں ہیں

اللہ تعالیٰ نے بعض احکام شرعیہ خصوصیت سے آپ کے لیے مقرر کیے' بعض چیزیں صرف آپ پر فرض ہیں اور بعض چیزیں صرف آپ پر حرام ہیں اور بعض چیزیں صرف آپ کے لیے جائز اور حلال ہیں اور امت کے دوسرے افراد ان میں آپ کے شریک نہیں ہیں' بعض احکام جو صرف آپ پر فرض ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض تھی اور تاحیات آپ پر تہجد فرض رہی اور صحیح یہ ہے کہ پہلے آپ پر تہجد فرض تھی اور بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی' قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۔ (الاسراء:۷۹) رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیں' جو آپ کے لیے نفل ہے۔

(۲) جو مسلمان فقیر ہو اور وہ قرض ادا کیے بغیر فوت ہو جائے تو وسعت اور خوش حالی آنے کے بعد اس کا قرض ادا کرنا اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کرنا آپ پر فرض تھا۔

(۳) غیر شرعی امور میں اصحاب رائے سے مشورہ کرنا آپ پر فرض تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔ (آل عمران:۱۵۹) دنیاوی امور میں ان سے مشورہ کیجئے۔

(۴) اپنی ازواج کو اپنے پاس رہنے یا نہ رہنے اور دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کا اختیار دینا آپ پر فرض تھا۔

(۵) تمام قرآن مجید کا پہنچانا آپ پر فرض ہے قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۔ (المائدہ:۶۷) اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے کار رسالت کو ادا نہیں کیا۔

(۶) قرآن مجید میں جو احکام شرعیہ بیان کیے گئے ہیں ان کو سمجھانا اور ان کو قولاً اور عملاً بیان کرنا بھی آپ پر فرض ہے۔ قرآن

marfat.com

مجید میں ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ . (النحل:۴۴) ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید کو نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص آپ کے سامنے غلط یا نامناسب بات کہے یا غلط یا نامناسب کام کرے تو اس کی اصلاح کرنا بھی آپ پر فرض ہے کیونکہ اگر آپ نے اس غلط کام یا غلط بات کی اصلاح نہ کی اتو اس کا معنی یہ ہوگا کہ آپ نے اس غلط کام یا غلط بات کو جائز اور ثابت رکھا ہے۔

(۸) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ چاشت اور وتر کی نمازیں اور مسواک کرنا اور قربانی کرنا بھی آپ پر فرض تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۱۹۲ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ

(۹) اگر آپ کا ساتھ کوئی بھی نہ دے پھر بھی اللہ کی راہ میں قتال کرنا آپ پر فرض تھا' قرآن مجید میں ہے:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ . (النساء:۸۴) آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کے سوا اور کوئی اس حکم کا مکلف نہیں ہے۔

(۱۰) جب آپ کے پاس کوئی چیز ہو اور کوئی شخص اس کا سوال کرے تو اس کو دینا آپ پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ:۱۰) اور آپ سائل کو مت جھڑکیں۔

(۱۱) اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی آپ پر فرض ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر ...... حرام یا ممنوع ہیں' امت پر حرام یا ممنوع نہیں ہیں

اسی طرح بعض چیزیں صرف آپ پر حرام کی گئی ہیں اور وہ آپ کی امت پر حرام نہیں ہیں' ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) آپ پر اور آپ کی آل پر زکوۃ لینا حرام کر دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو' چھوڑو' اس کو پھینک دو' کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۶۴۵

(۲) نفلی صدقہ بھی آپ پر حرام ہے' البتہ آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے۔

(۳) تکیہ لگا کر کھانا آپ کے لیے جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۳۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۷۶۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۸۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۲۶۲

مسند احمد رقم الحدیث:۱۸۹۶۱' سنن دارمی رقم الحدیث:۲۰۷۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۱۰۴۷)

(۴) کچا لہسن' کچی پیاز اور بدبودار سبزیوں کا کھانا بھی آپ کے لیے جائز نہیں تھا' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کچا لہسن یا

marfat.com

پیاز کھائی وہ ہماری مساجد سے دور رہے اور اپنے گھر بیٹھے' آپ کے پاس سبزیاں لائی گئیں آپ نے ان کی بو محسوس کی' آپ نے پوچھا یہ کون سی سبزیاں ہیں' آپ کو بتایا گیا' آپ نے فرمایا یہ تم اپنے بعض اصحاب کو کھلاؤ' جب آپ نے دیکھا کہ وہ اس کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تم لوگ کھاؤ کیونکہ میں ان سے ہم کلام ہوتا ہوں جن سے تم ہم کلام نہیں ہوتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۵۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۳۸۲۲' سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۸۰۶' سنن النسائی رقم الحدیث:۸۰۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۱۶۴۴' مسند احمد رقم الحدیث:۱۵۲۷۳)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: (۵) آپ پر باطن کے خلاف ظاہر کرنا حرام ہے (۶) آپ پر ازواج کو بدلنا حرام ہے (۷) آزاد مکاتبہ سے نکاح کرنا آپ پر حرام ہے (۸) باندی سے نکاح کرنا آپ پر حرام ہے (۹) آپ پر پڑھنا اور لکھنا حرام ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے (۱۰) کفار کو اللہ تعالیٰ نے جو دنیاوی نعمتیں دی ہیں ان کی طرف نظر پھیلا کر دیکھنا آپ پر حرام ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ (طٰہٰ:۱۳۱)

اور آپ ان چیزوں کی طرف آنکھیں پھیلا کر نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں کو دی ہیں یہ محض دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۱۹۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر حلال ہیں امت پر حلال نہیں ہیں

اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کے لیے حلال کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (۲) وصال کے روزے (۳) چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا (۴) جو عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کرے اس سے بغیر مہر ادا کیے نکاح کرنا (۵) بغیر گواہوں اور مہر کے اور بغیر عقد کے نکاح کرنا (۶) ازواج کے درمیان باری کے وجوب کا ساقط ہونا (۷) کسی باندی کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دینا (۸) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا (۹) مکہ میں قتال کرنا (۱۰) کسی کو وارث نہ بنانا (۱۱) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کا زوجیت پر برقرار رہنا اور ان سے دوسروں کے نکاح کا حرام ہونا (۱۲) آپ کی مطلقہ سے بھی دوسروں کے نکاح کا حرام ہونا (۱۳) حالت جنابت میں آپ کا مسجد میں داخل ہونا (۱۴) ایک ماہ کی مسافت سے آپ کا رعب طاری ہونا۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے اعتبار سے آپ کے خصائص

(۱) تمام روئے زمین کا آپ کے لیے مسجد ہونا (۲) تمام روئے زمین کا آپ کے لیے آلۂ تیمم ہونا (۳) مال غنیمت کا آپ کے لیے حلال ہونا (۴) قربانی کا آپ کے لیے حلال ہونا (۵) قیامت تک تمام لوگوں کے لیے آپ کا رسول ہونا (۶) آپ کا خاتم النبیین ہونا (۷) اعمال امت کا آپ پر پیش کیا جانا (۸) آپ کی امت کا سب امتوں سے زیادہ ہونا (۹) قیامت میں سب سے پہلے اٹھنا (۱۰) شفاعت کبریٰ کا حصول (۱۱) مقام محمود کا حصول (۱۲) تمام انبیاء سابقین کے معجزات کا حصول (۱۳) آپ کے معجزات کا سب نبیوں سے زیادہ ہونا (۱۴) آپ کے ہمزاد کا کلمہ پڑھنا (۱۵) تمام مخلوق کی انواع کا آپ پر ایمان لانا (۱۶) سب سے کم بعثت کا زمانہ پانا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑ کر جانا (۱۷) انگلیوں سے پانی کا جاری کرنا (۱۸) کنکریوں کا آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرنا (۱۹) کھجور کے تنے کا آپ کے فراق میں رونا (۲۰) آپ کی شریعت کا تمام شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہونا (۲۱) آپ کی شریعت کا غیر منسوخ ہونا (۲۲) شب اسراء میں تمام نبیوں کی امامت فرمانا (۲۳) حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہونا (۲۴) تمام نبیوں سے افضل اور ان کا قائد ہونا (۲۵) سب سے پہلے جنت میں داخل

marfat.com

ہونا (۲۶) قیامت کے دن تمام نبیوں کا گواہ ہونا (۲۷) اللہ کو دیکھ کر اس کی گواہی دینا (۲۸) حصول وحی کے لیے کسی جگہ جانے کا قصد نہ کرنا بلکہ جس جگہ آپ ہوں وہیں وحی الٰہی کا نازل ہو جانا (۲۹) حیات انسانی کے ہر شعبہ کے لیے اسوہ' نمونہ اور آئیڈیل ہونا (۳۰) دنیا میں اللہ کے دیدار کا حاصل ہونا (۳۱) اللہ کا محبوب ہونا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ازواج میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں' اور جس بیوی سے آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے' اس حکم سے یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہیں ہوں گی اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں عطا فرمائیں گے' اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا' بے حد حلم والا ہے O ان ازواج کے علاوہ مزید خواتین آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل کرنا (حلال ہے) خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو' ماسوا آپ کی کنیزوں کے' اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے O (الاحزاب: ۵۲۔۵۱)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

اس آیت میں ترجی کا لفظ ہے یہ ارجاء سے بنا ہے' اس کا معنی ہے کسی چیز کو مؤخر کرنا' یعنی ازواج میں سے آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مؤخر کر دیں' فرقہ مرجئہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اعمال کو مؤخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے ضرر نہیں ہوتا۔ اور اس آیت میں تؤوی کا لفظ ہے یہ ایواء سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے جگہ دینا اور یہاں مراد ہے آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کر دیں۔ یعنی آپ پر یہ واجب نہیں ہے کہ آپ باری باری ہر بیوی کے پاس رہیں' آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کر دیں اور جس بیوی کی باری کو چاہیں مؤخر کر دیں۔

علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا یہی صحیح اور معتمد قول ہے کہ آپ پر بیویوں میں باری کو تقسیم کرنا واجب نہیں تھا اور اس معاملہ میں آپ کو اختیار تھا' آپ چاہتے تو ان کے پاس باری باری رہتے اور آپ چاہتے تو اس تقسیم کو ترک فرما دیتے' اور آپ نے ایام مرض میں دیگر ازواج سے حضرت عائشہ کے ہاں رہنے کی اجازت طلب کی تھی یہ آپ کا ان کے اوپر فضل تھا یہ آپ پر واجب نہیں تھا۔ لیکن آپ از خود ان میں باری تقسیم کرتے تھے' تاکہ ازواج مطہرات کی دل جوئی ہو اور وہ ایک دوسرے کے خلاف غیرت نہ کریں جس کی وجہ سے وہ کسی نامناسب کام میں مبتلا ہوں' اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے آپ پر تقسیم واجب تھی پھر اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ ابو رزین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا آپ جس طرح چاہیں ہم میں باری تقسیم کریں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب کو اپنے پاس رکھا اور آپ اپنی ذات کو اور اپنے مال کو ان میں برابر تقسیم فرماتے تھے اور حضرت سودہ' حضرت جویریہ' حضرت ام حبیبہ' حضرت میمونہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن کو آپ نے مؤخر رکھا۔ آپ جس طرح چاہتے تھے ان میں اپنی ذات کو تقسیم فرماتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ جن کو آپ نے مؤخر کیا تھا اس سے وہ خواتین مراد ہیں جنہوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح ایک روایت ہے' شعبی نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن خواتین نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا ہے آپ ان میں سے جن سے چاہیں نکاح فرمائیں اور جن سے چاہیں نکاح نہ فرمائیں' زہری نے کہا ہم کو یہ علم نہیں کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو موخر کیا ہو بلکہ آپ نے سب کو اپنے پاس جگہ دی تھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں طلاق دے دیں اور جس کو چاہیں اپنے نکاح میں

marfat.com

برقرار رکھیں' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں' اور ہر تقدیر پر معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج کے معاملہ میں وسعت دی اور آپ پر کوئی چیز واجب نہیں کی اور اس آیت کی تفسیر میں زیادہ صحیح وہ قول ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ازواج کے درمیان باریاں تقسیم کرنا آپ پر واجب نہیں تھا۔

ازواج کی باریوں کے سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے درمیان جو تقسیم کرتے تھے اس میں عدل فرماتے تھے' اور یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ میری ان چیزوں میں تقسیم ہے جن کا میں مالک ہوں' سو تو مجھے ان چیزوں کی تقسیم میں ملامت نہ فرمانا جن کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں (یعنی ان کے درمیان محبت میں برابری سے تقسیم کرنا)۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۴۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۸۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۲۱۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۰۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۸۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ کا درد زیادہ ہوگیا تو آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۰۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کے ایام میں فرماتے تھے' میں آج کہاں ہوں؟ میں کل کس کے گھر ہوں گا' آپ گمان فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ کی باری بہت دیر میں آئے گی' پھر جس دن میری باری تھی اور آپ میرے گھر میں تھے تو میرے سینہ اور پہلو کے درمیان اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کرلیا اور میرے حجرے میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۳)

عام مسلمانوں پر ازواج میں باریوں کی تقسیم کا وجوب

مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب ان کی متعدد ازواج ہوں تو وہ ان میں مساوات سے تقسیم کریں اور باریاں مقرر کریں' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کنواری عورت سے نکاح کرے تو کنواری کے پاس سات دن رہے اور جب اپنی بیوی کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس بیوہ کے پاس تین دن رہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۳۹' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۲۱۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۱۲۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۱۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۲۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۰۸' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کے عقد میں دو بیویاں ہوں' اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے جسم کی ایک جانب ساقط ہوگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۱۴۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۵' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۲۱۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۰۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان ازواج کے علاوہ مزید خواتین آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل کرنا (حلال ہے) خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو' ماسوا آپ کی کنیزوں کے۔ (الاحزاب: ۵۲)

marfat.com

ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر خواتین سے نکاح کرنے کی ممانعت کی توجیہ

اس آیت کی تفسیر میں چھ قول ہیں:

(۱) اس آیت کا حکم درج ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ کے لیے تمام عورتیں حلال نہیں کر دی گئیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث:۳۲۰۵' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱' سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۴

(۲) النحاس نے کہا یہ آیت الاحزاب:۵۱ سے منسوخ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنے آپ کو کسی پر پیش کر سکتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـــْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ (الاحزاب:۵۱)

ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں' اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے جس کو چاہیں طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۷۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۴۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث:۳۱۹۹

(۳) الحسن اور ابن سیرین نے کہا چونکہ ازواج مطہرات نے اللہ عزوجل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دار آخرت کو دنیا اور اس کی زیبائش پر ترجیح دی تھی اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اوپر کسی اور زوجہ سے نکاح کرنے سے یا ان کو کسی اور زوجہ سے تبدیل کرنے سے منع فرما دیا' اور بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے آپ کو دوسری ازواج کے ساتھ نکاح کرنے یا ان کو تبدیل کرنے کی اجازت دے دی' سو الاحزاب:۵۱' ذکر میں مقدم ہے اور حکم میں الاحزاب:۵۲ سے موخر ہے۔

(۴) ابو امامہ بن سہل بن حنیف نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی اور سے نکاح کرنے کو ازواج مطہرات پر حرام کر دیا تھا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان ازواج کے بعد کسی اور سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا' بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(۵) حضرت ابی بن کعب' عکرمہ اور ابو رزین نے کہا اس آیت کا محمل یہ ہے کہ یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح کرنے کو آپ پر حرام کر دیا تا کہ مشرکہ مسلمانوں کی ماں نہ بن جائے' مگر یہ قول بعید ہے۔

(۶) محمد بن کعب القرظی نے کہا پہلے آپ کے لیے ہر عورت سے نکاح کرنا جائز تھا' بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا' یہ قول بھی صحیح نہیں ہے۔

نکاح سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنے کا جواز

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ انسان جس عورت سے نکاح کا ارادہ کرے اس کے لیے اس عورت کو دیکھنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

بکر بن عبد اللہ المزنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دیکھ لو تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا' کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو دیکھ لیں۔
(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۳۴)

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ انصار کی آنکھوں میں کوئی چیز (کمی) ہوتی ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۴' السنن الکبریٰ للنسائی' رقم الحدیث: ۵۳۴۸)

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام شافعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ انسان نکاح کرنے سے پہلے اس خاتون کو دیکھ لے اور بہ وقت ضرورت عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ عورت کی رضا اور اس کی اجازت سے اس کے چہرے کو دیکھا جائے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو وہ عورت پسند نہ آئے اور جب اس کو معلوم ہوگا کہ اس کو مسترد کر دیا گیا ہے تو اس کی دل شکنی ہوگی' اس لیے اس عورت کی غفلت میں اس کو دیکھ لیا جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' سوا اس کے کہ

يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا

تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو' بلکہ جب تمہیں

دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ

بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل

لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ

نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں'

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا

اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو

فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ

پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے'

marfat.com

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ

تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں

مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۭ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ﴿۵۳﴾ إِنْ

سے نکاح کرو بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے ○ اگر

تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۵۴﴾

تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ

ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ دادا' اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں

وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا

اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی ہم دین خواتین اور

مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِينَ اللّٰهَ ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ

اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں' اور تم اللہ سے ڈرتی رہو' بے شک اللہ ہر چیز کا

شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۵۵﴾ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰأَيُّهَا

نگہبان ہے ○ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں' اے

الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ

ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو ○ بے شک جو لوگ

يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ

اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے' اور اس نے

لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو

marfat.com

بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۸﴾

بلا خطا ایذاء پہنچاتے ہیں' تو بے شک انہوں نے بہتان کا اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو' بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ' اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں' اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہے' تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو' بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہےO اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO (الاحزاب: ۵۴۔۵۳)

حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ اور آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' کاش آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل کر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۰۔۴۰۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۰۔۱۶۰۔۱۵۷' عالم الکتب بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح' اللہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی دعوت کی' انہوں نے کھانا کھایا پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے' اور اس وقت ایسے لگا جیسے آپ جانے لگے ہوں' لیکن مسلمان نہیں اٹھے' جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے' جب آپ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں میں سے بھی بعض کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں داخل ہونے کے لیے آئے اور وہ لوگ اسی طرح بیٹھے رہے' پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے' میں نکل کر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے حتیٰ کہ حجرے میں داخل ہو گئے' میں بھی داخل ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ (الاحزاب: ۵۳)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۶۹۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے ساتھ شادی کی' میری ماں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حیس (کھجور' گھی اور ستو سے بنایا ہوا کھانا) بنایا' انہوں نے اس کو ایک تھال میں رکھا' اور کہا اے انس! یہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ کھانا میری ماں ام سلیم نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہتی ہیں یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے بہت تھوڑا سا کھانا ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور بتایا کہ میری ماں آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے بہت تھوڑا سا کھانا ہے' آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو' پھر فرمایا جاؤ اور فلاں' فلاں اور فلاں کو بلا کر لاؤ' اور جن سے تمہاری ملاقات ہو' سو آپ نے کئی لوگوں کے نام لیے' حضرت انس نے کہا آپ نے جن جن کے نام لیے تھے میں نے ان

marfat.com

کو بلایا اور جن سے میں ملا ان کو بھی بلایا' ابو عثمان راوی نے حضرت انس سے پوچھا تم لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے کہا
اندازاً تین سو مسلمان تھے اور مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس وہ تھال (خوان) لاؤ' حضرت انس نے کہا
پھر مسلمان آئے حتیٰ کہ (صفہ) مسجد نبوی کا چبوترہ اور حجرہ بھر گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دس افراد کا حلقہ بنالو
اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے' حضرت انس نے کہا ان لوگوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر مسلمانوں کی وہ جماعت
چلی گئی اور دوسری جماعت آ گئی حتیٰ کہ سب نے کھانا کھا لیا' حضرت انس نے کہا پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اب کھانا اٹھا لو
حضرت انس کہتے ہیں مجھے پتا نہیں جس وقت میں نے کھانا رکھا اس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ تھا' لوگوں کے کچھ گروہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اور آپ کی زوجہ دیوار کی
طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں' یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بوجھ بنے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باہر نکلے' اپنی ازواج کو سلام کیا' پھر لوٹ آئے' جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے ہیں تو انہوں نے
گمان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بوجھ بنے ہوئے ہیں' وہ سب دروازے کی طرف لپکے اور سب کے سب
آپ کے گھر سے نکل گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے حتیٰ کہ آپ نے پردہ ڈال دیا' آپ جس وقت داخل ہوئے
تو میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا' آپ تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ میرے پاس آئے اور آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں' پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے لوگوں کے سامنے یہ آیات پڑھیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ
اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ الأیة (الاحزاب: ۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اس وقت لوگوں میں سب سے کم سن تھا جب یہ آیات نازل ہوئیں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے پردہ کر لیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح مسلم النکاح: ۹۴' رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۴۲۸' الرقم المسلسل: ۳۴۴۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۸' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۶۳' سنن
النسائی رقم الحدیث: ۳۳۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۶۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۳' المستدرک ج ۲ ص ۴۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا اور
روٹیوں اور گوشت کی دعوت کی' سو مجھے کھانے کی دعوت کا پیغام دے کر بھیجا گیا' مسلمانوں کا ایک گروہ آتا اور کھانا کھا کر چلا
جاتا' پھر دوسرا گروہ آتا اور وہ کھانا کھا کر چلا جاتا' سو میں لوگوں کو بلاتا رہا حتیٰ کہ سب لوگ آ چکے اور اب بلانے کے لیے کوئی
نہیں بچا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف گئے' آپ نے
فرمایا اے اہل بیت السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! آپ نے اپنے اہل (بیوی) کو
کیسا پایا! اللہ آپ کو برکت دے' پھر آپ اپنی تمام ازواج کے حجروں میں گئے اور سب سے اسی طرح کلام کیا جس طرح
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کلام کیا تھا' اور سب ازواج نے اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت عائشہ نے جواب دیا تھا'
پھر آپ گھر واپس آئے تو تین آدمی ابھی تک گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت حیا (لحاظ اور
مروت) والے تھے' آپ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے' مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی
یا کسی اور نے کہ وہ لوگ چلے گئے' آپ واپس آئے حتیٰ کہ ابھی آپ کا ایک پیر دروازے کی چوکھٹ میں تھا اور دوسرا پیر باہر
تھا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہو گئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۳' صحیح مسلم النکاح: ۸۹-۹۲-۹۳' رقم بلا تکرار: ۱۴۲۸' الرقم المسلسل: ۳۴۳۹-۳۴۴۳-۳۴۴۴)

marfat.com

حضرت زینب کے ولیمہ کی بعض تفصیلات' ولیمہ کا شرعی حکم اور نزول حجاب کی تاریخ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کا اتنا وسیع ولیمہ کیا ہو جتنا وسیع ولیمہ آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا کیا تھا۔ (صحیح مسلم النکاح: ۹۰' الرقم المسلسل: ۳۴۴۰)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خوشی میں آپ نے اتنی عظیم دعوت اللہ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا حضرت زینب کے ساتھ وحی کے ذریعہ نکاح کر دیا' اس میں کوئی ولی تھا نہ گواہ تھا نہ مجلس نکاح منعقد ہوئی اور نہ کوئی مہر مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس دعوت کے موقع پر آپ کے لیے طعام بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے احباب کے لیے اس کے ولیمہ کے موقع پر کھانا بھیجنا مستحب ہے' انہوں نے آپ کو سلام بھیجا اور طعام کے کم ہونے پر معذرت کی اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے مواقع پر ایسے کلمات کہنا بھی مستحب ہے۔

ان احادیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ کھانا اس دعوت میں تین سو سے زائد شرکاء نے کھایا پھر بھی وہ کھانا نہ صرف بچ گیا بلکہ پہلے سے زیادہ تھا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ تھا۔

صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ میں حیس (طعام) بھیجا تھا اور مشہور یہ ہے کہ اس ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا گیا تھا' حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان میں یہ تطبیق دی ہے کہ اس دعوت میں یہ دونوں چیزیں کھلائی گئیں تھیں۔

امام طبرانی نے وحشی بن حرب سے روایت کیا ہے کہ ولیمہ حق ہے' بعض شافعیہ نے اس حدیث کی بناء پر کہا ولیمہ واجب ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ ولیمہ سنت یا مستحب ہے' ولیمہ کے وقت میں بھی اختلاف ہے بعض علماء نے کہا کہ یہ عقد نکاح کے وقت سنت ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد سنت ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے دن ولیمہ کرنا حق ہے' دوسرے دن کرنا معروف (نیکی) ہے اور تیسرے دن کرنا دکھانا اور سنانا ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۳ ص ۲۷' رقم الحدیث: ۲۱۳۷۔ ۲۸۹۷' مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۹۷ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۰۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دینی اور دنیاوی ضرورت کی بناء پر ازواج مطہرات کو اپنے گھروں سے نکلنے کی اجازت

اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے فرمایا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ . (الاحزاب: ۳۳) اور اپنے گھروں میں برقرار رہو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ازواج مطہرات اور دیگر مسلمان خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے' ستر اور حجاب کے ساتھ وہ کسی شرعی' طبعی یا دنیاوی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکل سکتی ہیں' حج اور عمرہ کے لیے' عیادت کے لیے' علاج کے لیے' اقارب کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے گھر سے باہر حجاب کے ساتھ جا سکتی ہیں۔ اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کسی کام کے لیے گھر سے باہر نکلیں' وہ قد آور اور جسیم خاتون تھیں' جس نے ان کو دیکھا ہو وہ ان کو پہچان لیتا تھا' حضرت عمر بن الخطاب نے ان کو دیکھ کر کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے مخفی نہیں رہ سکتیں' آپ دیکھ بھال کر گھر سے نکلا کریں' وہ الٹے پیر واپس آ گئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے' آپ رات کا کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی' حضرت سودہ آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں اپنی کسی حاجت کی بناء پر گھر سے نکلی تھی' مجھ سے عمر نے اس اس طرح کہا' حضرت عائشہ نے کہا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی' پھر وحی کی کیفیت ختم ہو گئی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ہڈی لے کر رکھ دی' اس کے بعد فرمایا تم کو اپنی حاجتوں کی بناء پر گھر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۵-۵۲۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۴۰۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۷۹۴)

باہر نکلنے پر حضرت سودہ کو حضرت عمر کے دوبار ٹوکنے کی وضاحت

امام بخاری نے حضرت سودہ کے گھر سے نکلنے اور حضرت عمر کے ان کو آواز دینے کا واقعہ کتاب الوضوء (رقم الحدیث: ۱۴۶) میں روایت کیا ہے اور وہاں یہ بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور یہاں پر یہ بیان کیا ہے کہ یہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا ہو' حجاب سے پہلے بھی اور حجاب کے بعد بھی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی یہ تھی کہ اجنبی لوگ حرم نبوی پر بالکل مطلع نہ ہوں اگر وہ مستور ہوں پھر بھی ان کی جسامت سے یہ متعین نہ ہو کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مشقت اور حرج کو دور کرنے کے لیے ان کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۸۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر جو حجاب فرض ہے وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور موکد ہے' عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواج مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرنے کا حکم دیگر مسلم خواتین کو بھی متضمن ہے

یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

اس آیت میں جس چیز کے مانگنے کا ذکر فرمایا' اس سے مراد عام برتنے کی چیزیں ہیں جن کو لوگ عاریۃً مانگتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فتویٰ یعنی دینی مسائل کا پوچھنا ہے' ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد دین اور دنیا کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے۔

نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان ازواج مطہرات سے پردے کی اوٹ سے دینی مسائل بھی معلوم کر سکتے ہیں اور دنیاوی ضرورت کی چیزیں بھی طلب کر سکتے ہیں' اس اجازت میں عام مسلم خواتین بھی داخل ہیں' کیونکہ عورتیں مجسم چھپائی جانے والی جنس ہیں' ان کا بدن اور ان کی آواز سب مستور ہے بلکہ واجب الستر ہے اور سوا شہادت یا علاج کے ان کے لیے اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

marfat.com

ہمارے زمانہ میں اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے۔ دفتروں اور نجی اور سرکاری اداروں میں عورتیں اور مرد ایک ساتھ کام کرتے ہیں' ان کا آزادانہ میل جول ہوتا ہے اور وہ بے تکلف ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اسلام میں منع نہیں ہے اور چہرے کا پردہ اسلام میں نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں بس دل میں پاکیزگی اور خوف خدا ہونا چاہیے اور پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اس آیت کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حجاب میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ عورت کے چہرہ کا ستر واجب نہیں ہے یعنی وہ چہرے کو نماز میں کھلا رکھ سکتی ہے اور محارم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے لیکن اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو چھپانا واجب ہے اور یہی حجاب ہے۔ جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے' اسی لیے فرمایا ہے کہ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کی اوٹ سے مانگو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق کس کے دل میں کوئی برا خیال آ سکتا ہے؟

نیز فرمایا یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کا چہرہ دیکھ کر انسان کے دل میں اچانک اور غیر اختیاری طور پر کوئی بے ہودہ خیال آ جاتا ہے' یا کوئی ناجائز خواہش پیدا ہو جاتی ہے' اور جب تم ازواج مطہرات پر نگاہ نہیں ڈالو گے تو تمہارا دل و دماغ اس قسم کے خیالات اور خواہشوں سے محفوظ رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بات سے ایذا پہنچی تھی

اس کے بعد فرمایا اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو' بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابن زید سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے یہ کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو وہ آپ کی ازواج میں سے فلاں زوجہ کے ساتھ نکاح کرے گا' اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تمہاری مائیں ہیں اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں سے نکاح کرے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۸۴۰)

نیز امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ عامر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کی ملکیت میں قیلہ بنت الاشعث ایک کنیز تھی' آپ کے بعد ان سے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری' ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یہ آپ کی ازواج میں سے نہیں ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا تھا اور نہ ان کو حجاب میں رکھا تھا' اور جب یہ اپنی قوم کے ساتھ مرتدہ ہو گئیں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے برأت کا اظہار کر دیا تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۸۴۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات آپ کے نکاح میں باقی رہیں یا آپ کی وفات سے ان کا نکاح زائل ہو گیا! اور جب آپ کی وفات سے ان کا نکاح زائل ہو گیا تو آیا ان پر عدت ہے یا نہیں! ایک قول یہ ہے کہ ان پر عدت لازم ہے کیونکہ شوہر کی وفات سے بیوی پر عدت واجب ہوتی ہے اور عدت عبادت ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر عدت واجب نہیں ہے' کیونکہ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بیویاں کسی دوسرے سے نکاح

marfat.com

کرنے سے رکی رہتی ہیں اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کا انتظار کرتی ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کسی دوسرے شخص کا نکاح کرنا جائز نہ تھا' اور وہ بدستور آپ کے نکاح میں تھیں اور آپ کی زوجات تھیں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء میرے دینار کو تقسیم نہیں کریں گے میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۷۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۸۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۳۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۰۱' عالم الکتب بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں تھیں کیونکہ ان کے لیے کبھی بھی نکاح کرنا جائز نہیں تھا' اسی لیے ان کا خرچ جاری رہا' اور ان کے ان حجروں کو ان کے لیے باقی رکھا گیا جن میں وہ رہائش رکھتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں میری ازواج ہیں وہی آخرت میں میری ازواج ہوں گی۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر سبب (رشتہ نکاح) اور ہر نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا' سوا میرے سبب اور میرے نسب کے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۴۔ ۲۶۳۵' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۴' المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۶۸۴ جدید' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۱۴' حافظ الہیثمی نے لکھا کہ امام طبرانی کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا یا آپ کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرنا' اللہ تعالیٰ نے اس کو کبیرہ گناہوں میں سے قرار دیا اور اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۰۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تعظیم کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواہ حیات ظاہری میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں آپ کی حرمت اور عزت اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا واجب ہے۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۵۰۱' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی مستحق مواخذہ ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (الاحزاب: ۵۴)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ ہر ظاہر اور مخفی چیز کو جاننے والا ہے' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ تم اپنے دلوں میں ناپسندیدہ' ناگفتنی اور غیر شرعی باتوں کی جو خواہشیں کرتے ہو یا سوچتے ہو وہ ان سب کو جاننے والا ہے اور ان پر گرفت فرمائے گا۔

marfat.com

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دل میں بھی کوئی برا گمان کرے گا یا آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق وہ دل میں کوئی بری نیت یا بری خواہش رکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی اس کو سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ' دادا' اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی ہم دین خواتین سے اور اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں' اور تم اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے○ (الاحزاب: ۵۵)

خواتین پر ان کے محارم اور ان کی باندیوں سے پردہ نہیں ہے

جب آیت حجاب نازل ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا کہ ازواج مطہرات کے والدین' ان کے بیٹے' بھتیجے اور دیگر محارم بھی ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کریں گے یا یہ حکم صرف اجنبی مسلمانوں کے سوال کرنے کے ساتھ مخصوص ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ چچا اور ماموں آباء کے قائم مقام ہیں' قرآن مجید میں چچا پر بھی آباء کا اطلاق فرمایا ہے۔ اور وہ یہ آیت ہے:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ. (البقرہ: ۱۳۳)

(حضرت یعقوب کے بیٹوں نے) کہا ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا کے خدا کی جو کہ ابراہیم اور اسماعیل ہیں۔

حضرت اسماعیل' حضرت یعقوب کے بیٹوں کے چچا تھے لیکن اس آیت میں ان کو آباء کے تحت درج فرمایا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یا عمر! اما شعرت ان عم الرجل صنو ابیه.

اے عمر! کیا تم کو معلوم نہیں کہ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۸۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۹۴)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جن محارم کا ذکر کیا گیا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس عورت کے چہرے کو اس کے سر کو اس کی پنڈلیوں کو اور اس کے بازوؤں کو دیکھ سکتے ہیں اور اس کی پشت کو' اس کے پیٹ کو اور اس کی رانوں کو نہیں دیکھ سکتے' کسی خاتون کے محارم کے لیے اس کو دیکھنا اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ محارم کا گھروں میں آنا جانا بہت زیادہ ہوتا ہے اور خواتین کو ان سے ملنے جلنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح عورتوں کے اوپر ان کی ہم دین خواتین کا پردہ نہیں رکھا گیا' لہٰذا ایک مسلم عورت دوسری مسلم عورت کی طرف اس کی ناف اور گھٹنوں کے ماسوا کی طرف دیکھ سکتی ہے' اسی طرح مسلم خواتین پر اہل کتاب خواتین سے بھی پردہ کرنا لازم نہیں ہے' کیونکہ یہودی اور غیر یہودی کافر عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس آیا جایا کرتی تھیں اور وہ ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور نہ ان کو پردہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا یہی قول ہے۔

اسی طرح عورتوں پر ان کی باندیوں سے بھی پردہ نہیں رکھا' اور اس میں ان کے غلام بھی داخل ہیں' سو کسی عورت کا غلام

marfat.com

بھی اس کا محرم ہے سو اس کا بھی گھر میں آنا جانا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ پاک باز ہو سو وہ بھی محارم کی طرح عورتوں کو دیکھ سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کے دیکھنے کو جائز قرار دیتی تھیں' آپ نے اپنے غلام ذکوان سے فرمایا: جب تم مجھے قبر میں رکھ کر باہر آ جاؤ گے تو تم آزاد ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اجازت صرف باندیوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی عورت کے غلام کا حکم وہی ہے جو اس کے لیے کسی اجنبی مرد کا حکم ہوتا ہے' یہی حکم تقویٰ کے زیادہ قریب ہے' اور حضرت عائشہ نے جو اپنے غلام کے متعلق فرمایا تھا اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ کوئی عورت حضرت عائشہ کی مثل ہے نہ کوئی غلام ذکوان کی مثل ہے' خاص طور پر ہمارے زمانہ میں' امام ابوحنیفہ اور جمہور کا یہی قول ہے' اس لیے کسی عورت کا اپنے غلام کے ساتھ حج یا کسی اور سفر پر جانا جائز نہیں ہے' غلام اگر شہوت سے مامون ہو تو اس کا اپنی مالکہ کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے' لیکن اس سے اس کا محرم ہونا لازم نہیں آتا۔

اس کے بعد فرمایا: اور تم اللہ سے ڈرتی رہو یعنی تم کو جو حجاب میں رہنے کا حکم دیا ہے' سو تم اللہ سے ڈرتی رہو حتیٰ کہ تم کو تمہارے محارم کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھے' بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے' اس پر کسی وقت اور کسی حال میں کسی کا قول مخفی ہے نہ کسی کا فعل مخفی ہے' اس لیے تم کو چاہیے کہ تم اپنی عادات کو احکام شرعیہ کے مطابق ڈھال لو' اللہ تعالیٰ نے تم پر اور تمہارے محارم پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ان کے لیے تمہارے اوپر حجاب واجب نہیں کیا سو تم اس احسان کا شکر بجا لاؤ اور اللہ نے تمہیں پردہ کا جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔

(روح البیان ج ۷ ص ۲۶۰-۲۵۹' مطبوعہ دار التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور بہ کثرت سلام پڑھو ○ (الاحزاب: ۵۶)

اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں ذکر کرنے کی تحقیق

اس آیت میں اللہ اور فرشتوں کو ایک فعل میں شریک کیا ہے اور فرمایا ہے: اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں' اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے غیر کو ایک فعل میں شریک کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت پالی اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بُرے خطیب ہو یوں کہو جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسول کی وہ گمراہ ہو گیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۸۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۷۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۲۷۵' دار الفکر بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ عام لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر ایک ضمیر میں جمع کریں کیونکہ اس سے سننے والوں کو یہ وہم ہو گا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کو برابر سمجھتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر الگ الگ صیغوں میں کیا جائے البتہ اللہ تعالیٰ کسی حکم یا کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے' وہ ایک صیغہ اور ایک ضمیر میں اللہ اور اس کے غیر کا ذکر کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' ایک صیغہ میں دونوں کا ذکر کرنے کی مثال یہ آیت ہے اس میں فرمایا ہے: ان اللہ وملائکتہ یصلون اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں' اور ایک ضمیر میں دونوں کے ذکر کے مراد لینے کی مثال یہ

marfat.com

آیت ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ. (التوبہ: ۷۴) اور ان (منافقین کو) صرف یہ ناگوار ہوا کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت میں من فضلہ کی ضمیر واحد اللہ اور رسول دونوں کی طرف راجع ہے اسی طرح یہ آیت ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ. (التوبہ: ۶۲) اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کیا جائے۔

اس آیت میں بھی یرضوہ کی ضمیر واحد اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قاعدہ کے پابند نہیں ہیں اور آپ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا' ایک یہ ہے کہ:

ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما. اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۹۸۸)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ادب اور اس کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر دونوں کا ایک ضمیر میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ کے پابند نہیں ہیں اور وہ ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو بھی جمع کر دیتے ہیں' کیونکہ جب دوسرے لوگ ایک صیغہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر کریں گے تو ان کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے غیر کو ہم مرتبہ اور مساوی سمجھتے ہیں اس لیے دونوں کا ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں ذکر کر رہے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا اس لیے اگر وہ ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں دونوں کا ذکر کریں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

فقہاء اسلام کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ ...... اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے آپ کی حمد و ثناء کرنا

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اس کا معنی ہے وہ ان کی حمد و ثناء فرماتا ہے اور ان کا تزکیہ فرماتا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے آپ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں' اور فرشتے جو صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے وہ مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۷۴' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' اس کا معنی ہے وہ ان پر برکت نازل فرماتے ہیں۔ مبرد نے کہا صلوٰۃ کا اصل معنی ہے رحمت' پس اللہ کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے وہ رحمت نازل فرماتا

marfat.com

ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے وہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور بے وضو نہ ہو' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ اس پر رحم فرما۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۳۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۴۹)

ابو بکر قشیری نے کہا جب اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنی ہے رحمت نازل فرمانا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنی ہے آپ کی زیادہ عزت افزائی اور تکریم کرنا۔

امام ابو العالیہ نے کہا اللہ کے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے فرشتوں کے سامنے آپ کی حمد و ثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے دعا کرنا۔ (صحیح البخاری تفسیر سورۃ الاحزاب باب: ۱۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھنے کا ذکر ہے اس کے تین معنی ہیں:

(۱) یہ دعا کی جائے کہ آپ کے لیے سلامتی ہو اور آپ کے ساتھ سلامتی ہو' یعنی تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و سلامتی کو طلب کرو۔

(۲) اللہ آپ کا محافظ ہو اور آپ کی رعایت کرے اور آپ کا متولی اور کفیل ہو۔ یعنی تم آپ پر رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کو طلب کرو۔

(۳) سلام کا معنی ہے تسلیم کرنا' مان لینا' اطاعت کرنا اور سر تسلیم خم کرنا۔ گویا مومنوں سے فرمایا ہے تم آپ پر صلوٰۃ پڑھو اور اس حکم کو مان لو اور تسلیم کر لو اور اس حکم کی اطاعت کرو۔ (الشفاء ج ۲ ص ۵۱۔ ۵۰ ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا معنی عبادت مخصوصہ (نماز) ہے' اور اس کا اصل معنی دعا ہے' اور نماز میں بھی دعا ہوتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ کا اصل معنی تعظیم کرنا ہے' اور نماز کو صلوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے' اور تشہد میں کہتے ہیں التحیات للہ والصلوات ' اس سے تعظیم کے وہ کلمات مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق نہیں ہے' اور جب ہم کہتے ہیں اللھم صل علی محمد تو اس کا معنی ہے اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ذکر بلند کر کے آپ کی تعظیم اور تکریم فرما اور آپ کے پیغام کو غالب فرما اور آپ کی شریعت کو باقی رکھ اور آخرت میں آپ کو اپنی امت کے حق میں شفاعت کرنے والا بنا' اور آپ کے اجر و ثواب کو دگنا چوگنا فرما' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ نے ہم کو آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا اور ہم کو معلوم نہیں تھا کہ آپ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھنی چاہیے تو ہم نے صلوٰۃ پڑھنے کو اللہ کے سپرد کر دیا اور ہم نے کہا اے اللہ! اپنے رسول مکرم کے مرتبہ کو تو ہی جاننے والا ہے تو ان کے مرتبہ کے موافق تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ سکتا ہے سو تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ۔ (النہایہ ج ۳ ص ۴۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۴۷' مکتبۃ الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابو بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا معنی ہے جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد و ثناء کرنا' امام بخاری نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے فرشتوں کے سامنے آپ کی حمد و ثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی یہ ہے آپ کے حق میں دعا کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے الاحزاب: ۵۶ میں اپنی اور فرشتوں کی صلوٰۃ کو جمع فرمایا ہے سو اس آیت میں معنی یہ ہے کہ

marfat.com

اللہ اور فرشتے دونوں آپ کی حمد وثناء کرتے ہیں کیونکہ لفظ مشترک سے دو معنوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے' پس جب صلوٰۃ کا معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرنا اور آپ کے شرف اور فضیلت اور آپ کی تعظیم اور تکریم کو ظاہر کرنا تو پھر لفظ صلوٰۃ اس آیت میں دو معنوں میں مستعمل نہیں ہے بلکہ ایک ہی معنی میں مستعمل ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا۔

اور ہم کو جو آپ پر صلوٰۃ اور سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی صلوٰۃ کو طلب کریں جو صلوٰۃ اللہ آپ پر پڑھتا ہے اور جو صلوٰۃ فرشتے آپ پر پڑھتے ہیں' یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کریں گے وہ آپ کی حمد وثناء کرے اور آپ کی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرے اور آپ کی تکریم کرے اور آپ کو اپنا مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے' اور ہمارے اس سوال اور دعا کو ہماری صلوٰۃ دو وجہوں سے فرمایا ہے:

(۱) یہ دعا آپ کی حمد وثناء اور آپ کے شرف اور فضیلت کے ذکر اور آپ کی محبت کو متضمن ہے' اور صلوٰۃ کا معنی ہے جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد وثنا کرنا۔

(۲) اس دعا میں ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ پر صلوٰۃ پڑھے' اور اللہ کی آپ پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ کی حمد وثناء کرے اور آپ کے ذکر کو بلند کرنے اور آپ کو مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے' اور جب ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو اللہ سے ایسا کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ اور آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہم اللہ سے آپ پر نزول رحمت کو طلب کرتے ہیں بلکہ ہم اللہ سے یہ طلب کرتے ہیں کہ وہ آپ کی حمد وثنا کرے اور آپ کی تعظیم وتکریم کرے۔

(جلاء الافہام ص ۸۷-۸۵ ملتقطاً وملخصاً دار الکتاب العربی ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنی میں کئی اقوال ہیں' امام بخاری نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے' اور ان کے غیر نے ربیع بن انس سے' اور حلیمی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کا ذکر بلند کرکے اور آپ کے دین کو غالب کرکے اور آپ کی شریعت کو باقی رکھ کر آپ کی تعظیم کو ظاہر فرمائے اور آخرت میں آپ کو اپنی امت کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے اور آپ کے اجر وثواب کو زیادہ اور دگنا چوگنا فرمائے اور آپ کو مقام محمود عطا فرما کر اولین اور آخرین پر آپ کی فضیلت کو ظاہر فرمائے اور تمام مقربین پر آپ کو مقدم فرمائے' اور صلوٰۃ میں آپ کے ساتھ آپ کی آل اور اصحاب کا ذکر اس معنی کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مرتبے کے حساب سے اور اس کی شان کے لائق کی جاتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۰۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی التوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے رحمت کو نازل کرنا اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دعا کرنا اور اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو ایک لفظ یصلون سے دو معنوں کا ارادہ کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ دونوں سے مراد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور آپ کی فضیلت کا اظہار کرنا' اور آپ کی شان کی عظمت بیان کرنا' اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ اس کے نزدیک ملائکہ مقربین میں اس کے نبی کا کیا مرتبہ ہے کہ وہ ملائکہ کے سامنے اپنے نبی کی حمد وثناء کرتا ہے اور ملائکہ بھی اس کے نبی کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی اقتداء کریں اور اس کے نبی کی حمد وثناء کریں۔ (فتح القدیر ج ۴ ص ۳۹۷' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔ (فتح البیان ج ۵ ص ۴۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے بھی اس سوال کا یہی جواب دیا ہے۔

(معارف القرآن ج ۷ ص ۲۲۳ ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۹۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللھم صل علی محمد کے یہ معنی بیان کیے ہیں یارب! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین اور آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء و مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے ان کی عظمت ظاہر فرما۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا لفظ جب اللہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی ہے مائل ہونا اور محبت کے ساتھ کسی کی طرف جھکنا اور اس آیت میں یہ دونوں معنی مراد ہیں اور جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان تو وہ تین معنوں میں ہوگا اس میں محبت کا مفہوم بھی ہوگا مدح و ثناء کا مفہوم بھی اور رحمت کا مفہوم بھی لہٰذا اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صلوا علیہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ ان کی مدح و ثناء کرو اور ان کے لیے دعا کرو۔

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۲۵۔۱۲۴ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۸۳ء)

صلوٰۃ وسلام کا معنی بیان کرتے ہوئے ہم نے متعدد فقہاء اسلام کی تقریرات اور تحقیقات پیش کی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں بہترین تقریر اور تحقیق علامہ ابن قیم جوزیہ نے کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۰ سنن الترمذی ۴۸۵ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۶ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۵۔۳۷۲ تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۰ ص ۲۸ رقم الحدیث ۸۱۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۲) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ایک شخص نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے عجلت کی ہے پھر اس کو یا کسی اور کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی حمد اور اس کی ثناء کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۱ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۸۴ مسند احمد ج ۶ ص ۱۸)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لیے باعث ندامت ہوگی اللہ چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۵۵ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۰ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۲۳۸ صحیح ابن حبان رقم

marfat.com

الحدیث: ۵۹۰' المستدرک ج ا ص ۴۹۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۲)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا' اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا' اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۷)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر پر درود پڑھا' اللہ وہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور وہ درود اس کی دنیا اور آخرت کے لیے کافی ہوتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۲۔۲۹۱' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۸۳' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۳۷۔۱۳۶' اللآلی المصنوعۃ ج ا ص ۲۵۸)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھ پر ایک بار صلوٰۃ پڑھی اللہ اس پر دس بار صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک ج ا ص ۵۵۰ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۲۰۱۸ جدید' کنز العمال ج ا ص ۴۹۱)

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ کا رب فرماتا ہے جو شخص آپ پر صلوٰۃ پڑھے گا تو میں اس پر صلوٰۃ پڑھوں گا' اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر سلام پڑھوں گا' تو میں نے اللہ کے لیے سجدہ شکر کیا۔ امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ا ص ۵۵۰' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۲۰۱۹' کنز العمال ج ا ص ۵۰۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا' جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۸۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۱)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۳۱۱۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۲۱' مسند احمد ج ا ص ۴۴۱)

marfat.com

(۱۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں میں اپنی دعاؤں میں سے آپ پر درود کتنا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا جتنا تم چاہو میں نے عرض کیا میں اپنی دعاؤں میں سے چوتھائی حصہ آپ پر درود پڑھوں؟ آپ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے' میں نے عرض کیا نصف حصہ؟ آپ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے' میں نے کہا دو تہائی؟ آپ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے! میں نے عرض کیا میں اپنی تمام دعاؤں میں آپ پر درود شریف پڑھوں گا' آپ نے فرمایا یہ تمہاری مہم کے لیے کافی ہے اور تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۵۷' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰' جلاء الافہام رقم الحدیث: ۵۹' دار الکتاب العربی' ۱۴۱۷ھ)

(۱۳) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے' اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی' اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہو گا' آپ نے فرمایا اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۰' المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸' مسند احمد ج ۴ ص ۸

(۱۴) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہو گا وہ میرے زیادہ قریب ہو گا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۵۰)

(۱۵) حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا' پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا' وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد! فلاں فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے' پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔
(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۱۶۳' ۳۱۶۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی نعیم بن ضمضم ضعیف ہے اور اس کی سند کے باقی رجال ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا' جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے' فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۵۶' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۲۴۳' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۲۱' رقم الحدیث: ۱۶۰۸

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی کتاب میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جب تک وہ کتاب رہے گی فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔
(اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۸۶' اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۵۰

(۱۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود پڑھنا چاہیے۔

marfat.com

(المعجم الاوسط رقم الحدیث:۴۹۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث:۱۷۳۰۰)

۱۹) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۵۴۶' مسند احمد رقم الحدیث:۱۷۳۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۶۷۷۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۸۸۵)

۲۰) ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر پڑھے' پھر پست آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے' پھر میت کے لیے دعا کرے پھر آہستگی سے سلام پھیر دے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۶۴۲۸' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰)

۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے' پھر ہمارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۶۰۲۶' زہر الفردوس ج ۴ ص ۳)

۲۲) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو' ہم نے پوچھا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام رقم الحدیث:۱۱۰' ص ۶۴' دار الکتاب العربی' ۱۴۱۷ھ)

دعا کے اول و آخر میں درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار

۲۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے' جب میں بیٹھ گیا تو میں نے پہلے اللہ عزوجل کی ثناء کی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر میں نے اپنے لیے سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۵۹۳' شرح السنہ رقم الحدیث:۱۴۰۱' المسند الجامع رقم الحدیث:۹۰۳۸)

۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے' پس جب نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۶۱۴۸' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۰۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۷۲۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰)

۲۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے' اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۴۸۶)

شیخ ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

احمد بن الحواری نے کہا میں نے ابوسفیان الدارنی سے یہ سنا ہے کہ جو اللہ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ

marfat.com

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے' پھر اپنی حاجت کا سوال کرے' آخر میں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے' بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کو قبول کیا جاتا ہے اور وہ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ درمیان کی دعاؤں کو رد کردے۔

(جلاء الافہام ص ۲۱۷' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

(۲۶) علامہ الباجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کو بھی رکھو' کیونکہ آپ پر صلوٰۃ کو قبول کیا جاتا ہے' اور اللہ عزوجل اس سے بہت کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض کو رد کردے۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ' اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۴۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ

اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ درود کے قطعاً قبول ہونے سے مراد یہ ہے کہ درود اصلاً مردود نہیں ہوتا' درود دعا ہے' اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض دعائیں کسی حکمت کی وجہ سے مقبول نہیں ہوتیں' اور درود دعاؤں کے عموم سے خارج ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں اور یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اس کا تقاضا استمرار تجددی ہے اور اس جملہ کو تاکید سے بھی موکد کیا ہے' اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر درود پڑھتا رہتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بھی احسان فرمایا اور ان کو بھی آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا تا کہ ان کو مزید فضل اور شرف حاصل ہو' ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے صلوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے ان کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں پس جب مومن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ وہ آپ پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کی یہ دعا قطعاً مقبول ہوگی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ خبر دی ہے کہ وہ آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے' اور باقی دعائیں اور عبادات اس طرح نہیں ہیں۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

بعض دیگر مواقع اور مقامات پر درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار

(۲۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے' اللہ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے' پھر میرے لیے وسیلہ (جنت میں ایک بلند مقام) کا سوال کرو' وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا' اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہوں' پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۹۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۱۰

(۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے اللھم افتح لی ابواب رحمتک اور جب مسجد سے نکلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے اللھم اجرنی من الشیطان۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۹۱۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۴۲' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۶۷۰)

(۲۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم مسجد میں گزرو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

marfat.com

(جلاء الافہام ص ٢٣٤)

٣٠) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے اس پر درود پڑھا جاتا رہے گا۔

سفیان ثوری نے کہا صاحب حدیث کے لیے اس سے بڑا اور کیا فائدہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھتا ہے اور جب تک اس کی کتاب میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہو اس پر درود پڑھا جاتا رہے گا۔

محمد بن ابی سلیمان نے کہا میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا: اے ابا جان آپ کے ساتھ اللہ نے کیا کیا؟ کہا اللہ نے مجھ کو بخش دیا! میں نے پوچھا کس وجہ سے؟ انہوں نے بتایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھنے کی وجہ سے۔

عبداللہ بن عمرو نے کہا میرے بعض معتمد دوستوں نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک محدث کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے بخش دیا میں نے پوچھا کس سبب سے؟ انہوں نے کہا میں جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے پاس سے گزرتا تو وہاں صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا۔

حافظ ابو موسیٰ نے متعدد محدثین سے روایت کیا ہے کہ ان کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور انہوں نے بتایا کہ اللہ نے انہیں اس لیے بخش دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے۔

(جلاء الافہام ص ٢٣٧-٢٣٦، دار الکتاب العربی، بیروت، ١٤١٧ھ)

٣١) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٥٢٧، حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے ان میں سے ایک حدیث کی سند جید ہے اور اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٢٠)

٣٢) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ پڑھے: اللھم صل علی (سیدنا) محمد عبدک و رسولک وصل علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات تو یہ اس کی زکوٰۃ ہو جائے گی۔ (المستدرک ج ٤ ص ١٣٠-١٢٩، الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ١٣٩٥، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ١٣٩٧، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٦٧)

٣٣) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جس کی ابتداء اللہ کے ذکر سے نہ ہو اور مجھ پر درود سے نہ ہو وہ ناتمام رہتا ہے اور ہر قسم کی برکت سے منقطع رہتا ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔

(جلاء الافہام ص ٢٥١، دار الکتاب العربی، القول البدیع ص ٣٤٩، مکتبۃ المؤید، الطائف)

٣٤) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود پڑھے، اور یہ دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٩٥٨، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ١١٠٤، مسند البزار رقم الحدیث: ٣١٢٥، مکارم الاخلاق ص ٥٤٥، حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٧١٤٢)

٣٥) قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ تلبیہ (حج میں اللھم لبیک کہنے) سے فارغ ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ٢٦٣)

marfat.com

(۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندنی رات اور روشن دن میں

مجھ پر زیادہ درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۴۳' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۹

(۳۷) عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر

کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ رہے تھے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کر رہے تھے

(جلاء الافہام ص ۳۰

(۳۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ

درود پڑھو ان شاء اللہ تم اس کو یاد کر لو گے (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔ (القول البدیع ص ۳۲۶)

(۳۹) حضرت عثمان بن ابی حرب الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی حدیث

بیان کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کو بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے' کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی و

سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث یاد آ جائے گی (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔

(القول البدیع ص ۳۲۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۶۶۴' عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی رقم الحدیث: ۸۳

(۴۰) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے جان

ہے' پس آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھی جائے' آپ نے فرمایا تم اس طرح پڑھو: **اللھم صل علی محمد وعلی آ**

محمد کما صلیت علی ال ابراھیم انک حمید مجید ' اللھم بارک علی محمد وعلی آل محم

کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: **کما صلیت عل**

ابراھیم وبارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۹۸-۴۷۹۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۹۷۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۸۳' سنن النسائی رقم الحدیث:

۱۲۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۰۴)

درود ابراہیمی میں تشبیہ اور دوسرے اعتراض کا جواب

اس حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم اس کے نبی پر صلوٰۃ بھیجیں' ہم نے اس

اس طرح عمل کیا کہ اے اللہ تو اپنے نبی پر صلوٰۃ بھیج دے' یہ اس کے حکم پر کیسے عمل ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شخص کی جناب

میں اس کے مرتبہ اور مقام کے موافق تحفہ پیش کیا جاتا ہے تو گویا ہم نے یہ عرض کیا کہ ہم تیرے نبی کے مرتبہ اور مقام سے

کما حقہ واقف نہیں ہیں' ان کے مرتبہ اور مقام سے تو ہی واقف ہے سو ان کے مرتبہ اور مقام کے مطابق صلوٰۃ کو بھی تو ہی پیش

فرما۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی صلوٰۃ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے اور کسی نبی کی صلوٰۃ کے ساتھ کیوں تشبیہ نہیں دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نام امت مسلمہ رکھا اس لیے خصوصیت کے ساتھ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو ان کی صلوٰۃ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' درج ذیل آیات میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے ہمارا نام مسلم

رکھا۔

marfat.com

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ. (الحج:۷۸)
ابراہیم نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمین رکھا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠. (البقرہ:۱۲۸)
اے ہمارے رب ہمیں مسلمان (اپنا اطاعت شعار) رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت کو مسلمان (اپنا اطاعت شعار) رکھ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنا خلیل بنایا تھا سو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی صلوٰۃ نازل فرما کہ آپ کو بھی اپنا خلیل بنا لے' اور یہ دعا مقبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنا خلیل بنا لیا' حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا:

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۹۳)

ایک اور مشہور اعتراض یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ اور افضل ہوتا ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ مشبہ ہے اور حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ مشبہ بہ ہے۔ پس لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ سے افضل ہو۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض اوقات مشبہ' مشبہ بہ سے افضل ہوتا ہے جیسے ہماری امت پچھلی امتوں سے افضل ہے اس کے باوجود روزے فرض کرنے میں ہماری امت کو پچھلی امتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' قرآن مجید میں ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ. (البقرہ:۱۸۳)
تم پر اس طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح پچھلی امتوں پر روزے فرض کیے گئے تھے۔

(۲) اس حدیث میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔

(۳) ہمارے نبی کی صلوٰۃ کو صرف حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ سے تشبیہ نہیں دی بلکہ ابراہیم اور آل ابراہیم کی صلوٰۃ سے تشبیہ دی ہے اور آل ابراہیم میں خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں' پس مشبہ بہ حضرت ابراہیم اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صلوٰۃ ہے اور دونوں کی صلوٰۃ صرف ہمارے نبی کی صلوٰۃ سے افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا فرض ہے' ہر چند کہ اس آیت (الاحزاب:۵۶) میں آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن امر کسی کام کو بار بار کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔

امام احمد کے دو قول ہیں' ایک قول امام ابوحنیفہ کی مثل ہے اور ایک قول امام شافعی کی مثل ہے۔

امام طحاوی کا مسلک یہ ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے' اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر آپ کا ذکر متعدد بار کیا جائے تو ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے۔

marfat.com

(جلاء الافہام ص ۲۲۰-۲۱۹' القول البدیع ص ۴۰' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۲۱۰' روح المعانی جز ۲۲ص ۱۱۶' رد المحتار ج ۲ص ۲۰۱-۲۰۰

ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر درود پڑھنے کے دلائل اور ان کے جوابات

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پھر درود پڑھنا واجب ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۵۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۸

اور جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مجلس میں ہر بار آپ کا ذکر سننے سے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہوتا ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) صحابہ کرام اور سلف صالحین ہر بار آپ کے ذکر کے ساتھ درود نہیں پڑھتے تھے' بسا اوقات وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے صرف یا رسول اللہ کہتے تھے اور آپ پر درود نہیں پڑھتے تھے' اگر ہر بار آپ کے ذکر کے ساتھ آپ پر درود پڑھنا واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو درود ترک کرنے پر منع فرماتے۔

(۲) اگر ہر بار آپ کے ذکر کے ساتھ آپ پر درود پڑھنا واجب ہوتا تو مؤذن پر واجب ہوتا کہ وہ اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھنے کے بعد آپ پر درود پڑھتا۔

(۳) اسلام میں داخل ہونے کے لیے جب کوئی شخص کلمہ شہادت میں آپ کا ذکر کرتا تو اس پر واجب ہوتا کہ وہ آپ پر درود بھی پڑھے۔

اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بخیل ہے یا اس کی ناک خاک آلودہ ہو' یہ حدیثیں اس شخص پر محمول ہیں جو آپ کا ذکر سن کر مطلقاً آپ پر درود نہ پڑھتا ہو' یا آپ پر درود پڑھنے کا منکر ہو' یا استخفافاً آپ پر درود نہ پڑھتا ہو یا اس کو غیر اہم سمجھ کر ترک کرتا ہو یا آپ سے بغض رکھنے کی وجہ سے آپ پر درود نہ پڑھتا ہو' اور جو شخص مجلس میں ایک بار آپ پر درود پڑھنے کو کافی سمجھتا ہو اس لیے ہر بار آپ کا ذکر سن کر آپ پر درود نہ پڑھے' یا وہ نماز میں مشغول ہو یا قرآن مجید پڑھنے میں یا اوراد اور تسبیح وغیرہ پڑھنے میں یا دینی کتب کا مطالعہ کرنے میں یا وہ بیمار ہو یا وہ کسی پریشانی اور غم میں مبتلا ہو اور اس وجہ سے وہ ہر بار آپ کا ذکر سن کر آپ پر درود نہ پڑھے تو وہ ان وعیدوں میں داخل نہیں ہے' البتہ ہر بار آپ کا ذکر سن کر آپ پر درود پڑھنے میں فضیلت ہے بلکہ ہر فارغ وقت میں آپ پر درود پڑھنے میں فضیلت ہے۔

اذان سے پہلے اور بعد درود پڑھنے کا حکم

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا اور آپ کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا اور آپ کی شفاعت کے حصول کی دعا کرنا مسنون اور مستحب ہے' اور ہمارے ملک کے اکثر علاقوں میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ مؤذن نماز مغرب اور خطبہ جمعہ کے علاوہ جب لاؤڈ اسپیکر پر اذان دیتے ہیں تو اذان سے کچھ وقفہ پہلے اور کچھ وقفہ بعد' مختلف الفاظ اور مختلف صیغوں میں تعداد کی تعیین کے بغیر آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں' اور ان کا یہ فعل محض آپ کی محبت اور آپ کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے اور آپ کی تعظیم اور تکریم کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کے مستحسن اور محمود ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے' چونکہ عہد رسالت میں اس کا معمول اور رواج نہیں تھا

marfat.com

اس بناء پر اس کو فقہاء اسلام نے بدعت حسنہ لکھا ہے' تاہم عہد رسالت اور بعد کے مشہود بالخیر ادوار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے ذکر' آپ کے ذکر کی کثرت' محافل میلاد' جلوس اور مجالس نعت کو بدعت اور مکروہ بھی نہیں کہا جاتا تھا اس لیے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی' اور ہمارے زمانہ میں بعض لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کی فضیلت اور آپ کے ذکر کی کثرت اور صلوٰۃ وسلام کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے شائقین ہر حیلہ اور ہر بہانے سے اور ہر مناسب موقع پر آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں' سو وہ اذان سے پہلے اور بعد بھی وقفہ کے ساتھ آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اور اس کو فرض یا واجب نہیں کہتے مستحب ہی سمجھتے ہیں۔

جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو مستحب کہا ہے

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے' اور فقہاء نے حسب ذیل مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے:

جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب کو' اور ہفتہ' اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں' اور صبح اور شام کو' اور مسجد میں دخول اور مسجد سے خروج کے وقت' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے وقت' اور صفا اور مروہ کے پاس' اور خطبہ جمعہ میں اور موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت' اور دعا کے اول' اوسط اور آخر میں' اور دعا قنوت کے بعد' اور تلبیہ (حج میں اللھم لبیک کہنے) کے بعد' اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے وقت' اور وضو کے وقت اور کان میں بھنبھناہٹ کے وقت' اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت' اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت' اور حدیث پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت' سوال اور فتویٰ لکھتے وقت' ہر تصنیف' درس اور خطبہ کے وقت' منگنی اور نکاح کے وقت' رسائل میں اور ہر اہم کام میں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت' آپ کا اسم سنتے وقت اور آپ کا اسم شریف لکھتے وقت' اس کی تفصیل علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں کی ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اذان اور اقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تحقیق

مذکور الصدر عبارت میں علامہ شامی نے اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو مستحب لکھا ہے' ہمارے شہروں میں عموماً مؤذن اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں' ہر چند کہ کچھ فصل کر کے اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے' تاہم اصل یہ ہے کہ اذان کے بعد کچھ وقفہ کر کے صلاۃ وسلام پڑھا جائے' علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری (۷۸۱ھ) کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا' اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۵۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی' اس سے پہلے جب حاکم

marfat.com

ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی' اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی السلام علی الامام الظاہر' پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا' اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے' اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے مکروہ ہے' بدعت ہے یا جائز ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

(القول البدیع ص ۲۸۰۔۲۷۹ ملخصا مکتبۃ المؤید الطائف المملکۃ العربیۃ السعودیہ' ۱۴۰۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر الہیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ' علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ' علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ' اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ وغیرھم نے علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ کے حوالہ سے اس کو بدعت حسنہ لکھا ہے۔

(الفتاوی الکبریٰ ج ا ص ۱۹۱' النہر الفائق ج ۲ ص ۱۷۲' حاشیۃ الدر المختار ج ا ص ۱۸۶' حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۳' رد المحتار ج ۲ ص ۵۲)

ان حوالہ جات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جب اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا تو وہ اذان کے بعد ہی شروع ہوا تھا نہ کہ اذان سے پہلے' نیز اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی حدیث میں بھی اصل ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم مؤذن سے اذان کے کلمات سنو تو ان کلمات کی مثل کہو' پھر مجھ پر صلوٰۃ پڑھو' کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار صلوٰۃ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے' پھر میرے لیے وسیلہ (بلند درجہ) کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندہ ہی کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا' سو جو شخص میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۷۸)

رہا اقامت سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا مسئلہ تو علامہ طحطاوی نے اس کو بدعت مکروہہ لکھا ہے (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ) ہو سکتا ہے علامہ طحطاوی کی مراد یہ ہو کہ اذان سے متصل بلا فصل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے اور اگر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر کچھ وقفہ کیا جائے پھر اقامت شروع کی جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے' فتاویٰ رضویہ میں بھی اسی طرح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا:

مسئلہ: از دمن خرو عملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف بآواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: درود شریف قبلِ اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو' رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۹۵۔۳۹۴ قدیم' مکتبہ رضویہ کراچی' فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۸۶ جدید' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۴ھ)

marfat.com

جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو مکروہ کہا ہے

تشہد اخیر کے علاوہ نماز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے' جماع کے وقت' قضاء حاجت کے وقت' خرید وفروخت کی ترویج کے وقت' پھسلتے وقت اور تعجب کے وقت' ذبح کے وقت' اور چھینکتے وقت' اسی طرح قرآن مجید کے سماع کے وقت' یا خطبہ جمعہ سنتے وقت' کیونکہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور خطبہ جمعہ کا سننا واجب ہے' عالم گیری میں مذکور ہے اگر اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ کا اسم مبارک سنا تو فوراً آپ پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ پر درود پڑھ لیا تو یہ مستحب ہے' اور اگر قرآن مجید میں آپ کا اسم مبارک آ گیا تو اس وقت تلاوت کو روک کر آپ کے اسم پر درود پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کو مسلسل پڑھتا رہے' تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر درود پڑھ لیا تو افضل ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے' تشہد اول میں آپ کے نام پر درود پڑھنا واجب تو کجا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ اس سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوگی۔

آپ پر درود پڑھتے وقت جب آپ کا نام لے گا مثلاً کہے گا **اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد** تو اس وقت آپ کے نام پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے' ورنہ تسلسل لازم آئے گا کیونکہ اگر اس وقت درود پڑھنا واجب ہو تو وہ پھر آپ کا نام لے کر کہے گا **اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد** اور اس دوسرے درود میں پھر آپ کا نام لے گا اور کہے گا **اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد** تو ہر بار درود میں آپ کا نام آتا رہے گا اس لیے یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ کے نام پر درود پڑھنا واجب ہے اس سے وہ نام مبارک مستثنیٰ ہے جو خود درود میں آتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۵۔۲۰۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ استقلالاً دعا کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام مالک اور جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں' اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے **اللھم صل علی ال ابی بکر** یا **اللھم صل علی ال عمر**۔ البتہ یوں کہا جا سکتا ہے **اللھم صل علی النبی وعلی الہ وعلی ال ابی بکر و عمر**۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۵' مصر)

علامہ نووی جمہور کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرف میں لفظ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے یہ دعا ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے۔ جیسا کہ عزوجل کا کلمہ عرف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ہر چند کہ معنی کے اعتبار سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی جائز ہے کیونکہ آپ بھی عزیز و جلیل ہیں اس کے باوجود محمد عزوجل نہیں کہا جاتا' اسی طرح مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جاتا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا حرام ہے یا مکروہ تنزیہی ہے؟ صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اصحاب شافعیہ میں سے شیخ محمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے لفظ سلام نہیں کہنا چاہیے۔ اور نہ غائب کے ساتھ کہنا چاہیے کہ فلاں علیہم السلام نے یہ بات کہی' البتہ زندہ اور فوت شدہ کو اس کے ساتھ خطاب کرنا مثلاً السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۳۴۶' کراچی)

marfat.com

غیر انبیاء پر استقلالاً سلام پڑھنے کا بھی ممنوع ہونا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ کا بھی یہی مختار ہے وہ لکھتے ہیں:
وہ سلام جو زندہ اور مردہ دونوں کو عام ہے' یہ وہ سلام ہے جس سے زندوں سے ملاقات کے وقت تحیت کا قصد کیا جاتا ہے اور جواب کی توقع رکھی جاتی ہے' خواہ وہ سامنے حاضر ہو یا غائب ہو اور اس کو پیغام کے ذریعہ یا لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارت قبر کے وقت صاحب قبر کو بہ طور تحیت سلام کیا جائے' اور رہا وہ سلام جس میں یہ متصور ہوتا ہے کہ اللہ سے یہ دعا کی جائے کہ اللہ آپ پر سلام بھیجے' جیسے صلوٰۃ میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ پر صلوٰۃ بھیجے اور کہتے ہیں اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد اور امت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے تو یہ سلام امت کی طرف سے آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس طرح آپ کے علاوہ کسی اور کو علیہ الصلوٰۃ نہیں کہنا چاہیے اسی طرح کسی اور کو علیہ السلام بھی نہیں کہنا چاہیے۔ علامہ حلیمی کا بھی یہی نظریہ ہے۔
(روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۲۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ آلوسی نے اس بحث میں علامہ نووی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ اور سلام دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لیے آپ کو فقط علیہ الصلوٰۃ کہنا یا فقط علیہ السلام کہنا مکروہ ہے (ہمارا مختار یہ ہے کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام اس طرح پڑھنا چاہیے: اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ. سعیدی غفرلہٗ)
(روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۱۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز دوسرے نبیوں پر درود پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھو کیونکہ اللہ نے ان کو بھی مبعوث کیا ہے جس طرح مجھے مبعوث کیا ہے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۳۲ـ۱۳۱' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۸۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۷۰' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۳۳)

غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل

غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے پر جو دلائل دیے جاتے ہیں ہم ان کی تلخیص' تحقیق اور توضیح کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

(۱) امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لا ینبغی الصلوۃ علی احد الاعلی النبیین قال سفیان یکرہ ان یصلی الاعلی نبی. (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ نبیوں کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ سفیان نے کہا نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ مکروہ ہے۔

عن ابن عباس قال ما اعلم الصلوۃ تنبغی من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ کا مجھے علم نہیں ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت اور روافض کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہیں اور اسی بدعقیدگی کی بناء پر وہ ائمہ اہل بیت پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اور جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بناء پر ہو اس کی مخالفت واجب ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۶۷' ملتان)

marfat.com

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے اس کی مخالفت واجب ہے۔ (شرح الشفاج ۲ص ۱۴۹' بیروت)

(۳) ابن قیم جوزیہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجی جاتی تو سلف صالحین ان پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (جلاء الافہام ص ۲۷۸' فیصل آباد)

ہم نے تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۵۱۔۲۴۸ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان کے مفصل جوابات دیئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر سلام کے صرف صلوٰۃ پڑھنے کا بلا کراہت جواز

علامہ نووی شافعی اور بعض دیگر علماء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا (الاحزاب: ۵۶) کا تقاضا یہ ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھنا واجب ہے اور صرف صلوٰۃ کو بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے نزدیک صرف صلوٰۃ پر اقتصار کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے' زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بہ کثرت احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اگر صلوٰۃ کے ساتھ سلام پڑھنا بھی واجب ہوتا تو آپ متعدد مواقع پر صرف صلوٰۃ کا حکم نہ دیتے۔ ہم نے اس سے پہلے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار" کے عنوان کے تحت ۴۰ احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے ۳۷ احادیث ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ مواقع پر صرف صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا (الاحزاب: ۵۶) کا تقاضا یہ ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر دو یا دو سے زائد احکامات ایک ساتھ بیان فرمائے ہیں' لیکن ان میں کہیں بھی احناف یہ موقف اختیار نہیں کرتے کہ ان احکامات پر بیک وقت عمل کرنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔ احناف کا اصول یہ ہے کہ واؤ مطلق جمع کے لیے آتا ہے۔ یعنی جب دو چیزوں کو واؤ کے ذریعہ ایک ساتھ بیان کیا جائے تو ان میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ان دونوں پر ایک ساتھ عمل کیا جائے' بلکہ علیحدہ علیحدہ عمل کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ: ۴۳) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ نیز فرمایا: اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الاحزاب: ۴۲۔۴۱) کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

مذکورہ دونوں آیات میں کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اور اللہ عزوجل کا ذکر اور تسبیح (صبح وشام) ایک ساتھ کرنا ضروری ہے۔ سو اسی طرح الاحزاب کی آیت: ۵۶ میں جو حکم دیا گیا کہ "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"۔ اس میں بھی یہی کہا جائے گا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود اور سلام دونوں پڑھو' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے۔ اگر کوئی شخص ایک وقت میں صلاۃ پڑھتا ہے اور دوسرے وقت میں سلام پڑھ لیتا ہے تو شرعاً یہ ممنوع نہیں ہے۔ اگر آیت مذکورہ (الاحزاب: ۵۶) میں یہ صراحت ہوتی کہ درود اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھو تو پھر کہا جاتا کہ ان کو علیحدہ کرنا حکم قرآن کے خلاف ہے' لیکن آیت میں اس طرح کی نہ کوئی صراحت ہے نہ اشارت' لہٰذا احناف کے اصول کے مطابق صلّوا اور سلّموا کے حکم پر علیحدہ علیحدہ عمل کرنا جائز ہوگا۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

الاحزاب: ۵۶ سے یہ استدلال کرنا کہ "صلوٰۃ اور سلام کو علیحدہ پڑھنا مکروہ ہے" میرے نزدیک بہت ضعیف استدلال

marfat.com

ہے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس آیتِ مبارکہ سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کو پڑھنے کا مطا
حکم ہے۔ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ دونوں کو بیک وقت پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس طرح کہ دونوں کو ایک
دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ لہٰذا جس شخص نے مثلاً صبح ''صلوٰۃ'' پڑھی اور شام کو ''سلام'' پڑھا تو یقیناً اس نے بھی
آیتِ مبارکہ کے حکم پر عمل کیا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو'' نیز یہ ارشاد ہے کہ ''کثرت سے
اللہ کا ذکر کرو اور اس کی تسبیح بیان کرو'' اور اس طرح کے دیگر احکامات جو ملا کر (ایک ساتھ) دیئے گئے ہیں۔ البتہ چونکہ اکثر علما
اس طرف گئے ہیں کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے اس لیے میں اس سے عدول کو اچھا نہیں سمجھتا' خصوصاً اس
لیے بھی کہ صلاۃ کے ساتھ ساتھ سلام پڑھنے میں ان شکوک وشبہات سے سلامتی مل جاتی ہے جو بیمار ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

نیز علامہ آلوسی نے اس عبارت سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے بغیر سلام کے فقط صلوٰۃ پڑھنے کو مکروہ قرار د
ہے' علامہ ابن حجر ہیتمی نے یہ لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ اس کراہت سے مراد خلاف اولیٰ ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ کراہت اس وقت
ہوتی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ کسی کام سے منع فرمایا ہو اور یہاں فقط صلوٰۃ پڑھنے سے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا' اس لیے فقط صلوٰۃ پر اقتصار کرنا مکروہ نہیں ہوگا (بلکہ ہمارے علماء احناف میں سے علامہ ابن نجیم اور
علامہ شامی نے یہ تصریح کی ہے کہ کسی کام کے مکروہ تنزیہی ہونے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
خصوصیت کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہو' سو فقط صلوٰۃ پر اقتصار کرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔
اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے علامہ حموی نے منیۃ المفتی سے نقل کیا ہے کہ صرف صلوٰۃ پڑھنا
صرف سلام پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (روح المعانی' جز ۲۲ ص ۱۱۹۔۱۲۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اسی بحث میں علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ ایک مجلس میں جتنی بار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ذکر کیا جائے ہر بار آپ کے نام کے
ساتھ صلاۃ (درود) پڑھنا واجب ہے۔ (علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:) امام طحاوی نے حضور پر سلام پڑھنے کا ذکر نہیں کیا' حالانکہ
آیت میں ''صلوا علیہ وسلموا'' دونوں کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ''وسلموا'' کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ آپ پر سلام
پڑھو' بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کے حکم کو مان لو۔ اسی وجہ سے آپ پر صرف صلوٰۃ پڑھنا مشہور مذہب کے
مطابق مکروہ نہیں ہے۔ اس کے بعد آیت میں ''تسلیما'' کا جو ذکر ہے اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کے حکم کی
تاکید ہے۔ اور اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' ان کے سلام
پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ''وسلموا'' کا حکم اس حکم کو تسلیم کرنے کے لیے ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی مذکورہ الصدر عبارت کا خلاصہ لکھا ہے۔

(رد المختار ج ۲ ص ۲۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا
ہے' اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے O اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بلا
خطاء ایذاء پہنچاتے ہیں' تو بے شک انہوں نے بہتان کا اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا O (الاحزاب: ۵۸۔۵۷)

marfat.com

اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ کلمات

ایذاء کا معنی ہے تنگ کرنا' ستانا' دکھ پہنچانا' اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچانا اور ستانا محال ہے' اس لیے اس سے یہاں مراد ہے کہ وہ ایسے افعال کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے اور ایسی باتیں کہتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھیں' وہ ایمان نہیں لاتے تھے' اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کے لیے شریک مانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اس کے بیٹے ہیں' اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے تھے' مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے کو محال سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں الحاد کرتے تھے' زمانے کو برا کہتے تھے' اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کو خدا کہتے تھے' یہودیوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' نیز انہوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' یہ اس زمانہ کے یہود' نصاریٰ اور مشرکین تھے جنہوں نے اللہ عزوجل کے متعلق ایسے گستاخانہ کلمات کہے' ہمارے زمانہ میں ڈاکٹر اقبال نے اللہ عزوجل کے متعلق ایذاء دینے والے گستاخانہ کلمات کہے' وہ کہتا ہے:

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

(بال جبریل ص ۲' کلیات اقبال ص ۱۷۱)

نیز ڈاکٹر اقبال نے کہا:

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

(کلیات اقبال ص ۱۹۲)

ڈاکٹر اقبال کو خود بھی اعتراف تھا کہ وہ بارگاہ الوہیت میں گستاخ ہے' وہ کہتا ہے:

یارب یہ جہان گزراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردان صفا کیش و ہنرمند

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
فرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

(کلیات اقبال ص ۱۸۵۔۱۸۴' ملتقطاً)

رسول اللہ کی شان میں گستاخانہ اور نازیبا کلمات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے شاعر' کاہن اور مجنون کہا' آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ یا قاسم رضی اللہ عنہما

marfat.com

فوت ہو گئے تو عاص بن وائل نے آپ کو ابتر کہا' ابتر کا معنی ہے مقطوع النسل' آپ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے حبالہ عقد میں لیا تو اس پر کفار اور منافقین طعنہ زن ہوئے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا' منافقین میں سے عبداللہ بن ابی نے کہا ہم مدینہ میں جب واپس جائیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور ذلت والوں سے آپ کو مراد لیا' آپ کی عزیز ترین حرم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگا کر آپ کو سخت اذیت پہنچائی' ہمارے زمانہ میں بھی بعض لوگوں نے آپ کی شان میں دل آزار باتیں لکھیں:

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم مترجم ص ۱۵۰ ملک سراج دین لاہور' صراط مستقیم (فارسی) ص ۸۶ المکتبہ السلفیہ لاہور)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ نمازی کے سامنے سے کتا' گدھا اور عورت گذرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے! اللہ کی قسم میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوتی تھی' مجھے کوئی کام درپیش ہوتا' میں آپ کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دوں تو میں آپ کے پیروں کی جانب سے تخت سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث بلاتکرار: ۵۱۲' الرقم المسلسل: ۱۱۲۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۸۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ایذاء پہنچی کہ عورت کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا تو انہوں نے فرمایا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ نہیں کیا گیا تھا' اگر بالخصوص حضرت عائشہ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا جاتا تو حضرت عائشہ کو کس قدر ایذاء پہنچتی' اور صراط مستقیم کی عبارت میں بالخصوص رسالت مآب کا ذکر بیل اور گدھے کے ساتھ کیا گیا ہے بلکہ نماز میں رسالت مآب کی طرف ہمت (توجہ) لگا دینے کو اپنے گدھے اور بیل کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا کہا گیا ہے' سوچیے کہ اس عبارت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی!

اسی طرح شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب' اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے الخ۔ (حفظ الایمان ص ۷' مکتبہ تھانوی کراچی)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو صبی (بچوں) مجنون (پاگلوں) اور حیوانات و بہائم (جانوروں) کے علم کے مشابہ قرار دیا ہے' اگر عام عالم دین کے علم کو بھی پاگلوں اور جانوروں کے علم کے مشابہ کہا جائے تو اس کو ایذاء پہنچے گی تو ان کو اس تشبیہ سے کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی جن کا مرتبہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ ہے' جن کا احترام اتنا زیادہ ہے کہ اگر ان کی آواز پر آواز اونچی ہو جائے تو سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۷ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے' شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک کو ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۵۱' مطبع بلالی' ڈھوک ہند)

نیز اسی کتاب میں لکھا ہے: اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا علم ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

ان عبارتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان اور ملک الموت کے علم کو زیاہ کہا گیا ہے' اور یقیناً یہ عبارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزادی اور آپ کی ایذاء کی موجب ہیں۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال نمبر ۳۰: شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہر خود مراد نہیں رکھتا' بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے' مگر تاہم ایہام گستاخی' اہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں' یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا (الیٰ قولہ) پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۲۷-۷۱' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم کہنے میں اتنی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے جتنی آپ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے مشابہ کہنے میں یا آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہنے میں ہے۔

علامہ قرطبی کا حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر حضرت عیاش بن ربیعہ...... کی شکایت کو اس آیت کی تفسیر میں ذکر کرنا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی نے آپ کو ایذاء پہنچانے میں یہ مثال بھی ذکر کی ہے:

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنانے پر اعتراض کیا تھا اس سے بھی آپ کو ایذاء پہنچی' حدیث صحیح میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر بنا دیا تو لوگوں نے اس کی امارت پر طعن کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اگر تم اس کو امیر بنانے پر طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر طعن کر رہے تھے اور اللہ کی قسم! وہ بے شک ضرور امارت کے لائق تھے' اور وہ بے شک میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے' اور ان کے بعد مجھے یہ (حضرت اسامہ) لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۱۶) (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۱۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہمارے نزدیک علامہ قرطبی کا اس مثال کو ان لوگوں کے بیان میں ذکر کرنا صحیح نہیں ہے' جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائی تھی' کیونکہ اس حدیث میں جن اعتراض کرنے والوں کا ذکر ہے ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ تھے جو صحابی رسول تھے اور سابقین اولین میں سے تھے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر کے آخر میں غزوہ روم کے لیے صحابہ کو طلب کیا تھا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم وہاں جاؤ جہاں تمہارے باپ کو شہید کیا گیا تھا' میں نے تم کو اس لشکر کا امیر بنا دیا ہے' اس وقت حضرت اسامہ کی عمر اٹھارہ سال تھی' جن لوگوں کو اس لشکر کے لیے بلایا تھا ان میں مہاجرین اور انصار میں سے اکابر صحابہ تھے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابوعبیدہ' حضرت سعد' حضرت قتادہ بن النعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم تھے' بعض صحابہ نے اس کی شکایت کی ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے' حضرت عمر نے ان کا رد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا جس طرح امام بخاری کی روایت میں ہے کہ اگر تم اس کو امیر بنانے پر طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر طعن کر رہے تھے' اس لشکر کے روم روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا' پھر حضرت ابوبکر نے اس لشکر کو روانہ کیا تھا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' کتاب المغازی للواقدی ج ۳ ص ۱۱۱۸' عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ سابقین اولین میں سے ہیں' انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں ابوجہل نے ان کو دھوکے سے قید کر لیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں ان کی رہائی کی دعا فرماتے تھے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۰۶) یہ جنگ یمامہ یا جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ رقم الحدیث: ۶۱۳۸' ج ۴ ص ۶۲۴۔ ۶۲۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ' اسد الغابہ رقم الحدیث: ۴۱۳۵ ج ۴ ص ۳۰۸' الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۹۶ طبع جدید' ۱۴۱۸ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۰ ص ۱۷۰۔ ۱۶۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے والوں پر اس وعید کا ذکر فرمایا ہے: اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے' اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر صحابہ کی شکایات کی توجیہات

اگر علامہ قرطبی کی تفسیر کے مطابق حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بھی آپ کو ایذا پہنچانے والے تھے تو ان پر بھی یہ وعید منطبق ہو گی حالانکہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ سابقین اولین میں سے ہیں' اس لیے علامہ قرطبی کا ان کو ایذاء پہنچانے والوں میں درج کرنا صحیح نہیں ہے' باقی رہا یہ کہ حضرت عیاش نے حضرت اسامہ کی امارت پر جو طعن کیا تھا پھر اس کا کیا محمل ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طعن کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت عیاش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا کہ آپ کا حضرت اسامہ کو لشکر کا امیر بنانا درست نہیں ہے' بلکہ ان کو طبعی طور پر یہ چیز ناگوار گزری تھی کہ تجربہ کار اور اکابر صحابہ کے ہوتے ہوئے ایک نوجوان اور نوخیز صحابی کو لشکر کا امیر بنا دیا جائے اور انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا تھا اور اس کی شکایت کی تھی اس شکایت پر اصرار نہیں کیا تھا اور آپ کے فیصلہ کو طیب خاطر سے قبول کر لیا تھا' بشری تقاضوں سے ایسا ہو جاتا ہے' اور اس کی صحابہ میں بہت مثالیں ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے آپ کو منع کیا اور اس پر بہت اصرار کیا' خود فرماتے ہیں مجھے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس جرأت پر سخت تعجب ہوا تھا (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۶) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں مشرکین سے صلح کی شرائط طے کیں تو حضرت عمر

marfat.com

نے اس پر بھی سخت اعتراضات کیے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۱۔۲۷۳۲) مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس دن ہدیے پیش کرتے تھے جس دن آپ حضرت عائشہ کی باری میں حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے' اس پر حضرت ام سلمہ اور ان کی حامی دیگر ازواج کو سخت اعتراض تھا' حتیٰ کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا سفارشی بنا کر یہ کہلوایا کہ آپ ابو بکر کی بیٹی کے معاملہ میں عدل سے کام لیں' اسی طرح حضرت زینب بنت جحش نے بھی آپ سے یہی کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ ابن ابی قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۸۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تھے وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں دیگر ازواج کو یہ ناگوار گذرا اور انہوں نے کہا آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے' آپ نے قریش کے بعض لوگوں کو سو سو اونٹ دیئے' انصار کے بعض نوجوانوں کو یہ ناگوار گذرا انہوں نے کہا اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں' حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے' حضرت انس نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں' کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۴۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت اسامہ سے نکاح کر لیں تو انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا پھر آپ کے اصرار سے نکاح کر لیا اور خوش ہوئیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۲۰۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کتب احادیث میں اور بھی بہت مثالیں ہیں کہ بعض صحابہ کو طبعی تقاضوں سے کوئی بات ناگوار گزری اور انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور شکایت کی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو عدل کے خلاف کہتے تھے' کسی وجہ سے انہیں آپ کے فیصلہ کی حکمت سمجھ نہ آتی تو وہ شکایت کر کے آپ کے فیصلہ کی حکمت جاننا چاہتے تھے اور جب انہیں اس حکمت کا پتا چل جاتا تو ان کی شکایت زائل ہو جاتی اور وہ مطمئن ہو جاتے' اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کو بھی جب حضرت اسامہ کو امیر بنانے کی حکمت معلوم ہو گئی تو وہ مطمئن ہو گئے' اور اکابر صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت اسامہ کو لشکر کا امیر بنانے کی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا جائز ہے' اور سن رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کے ہوتے ہوئے کم سن اور ناتجربہ کار کو لشکر کا امیر بنانا جائز ہے' اور آزاد کردہ غلام کے بیٹے کو بھی لشکر کا امیر بنانا جائز ہے' اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں اور خداموں کو بھی اتنا نوازا کہ ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ایسے لوگ تھے اور یہ کہ اسلام میں رنگ و نسب کی اہمیت نہیں ہے' اسلام غلاموں کو بھی امیر بناتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار اور منافقین ایسی اہانت آمیز باتیں کہتے تھے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچتی تھی اور ان کے متعلق یہ وعید فرمائی کہ ان پر اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والے عذاب کو تیار کر رکھا ہے۔ اور صحابہ کرام نے کبھی بشری تقاضے سے جو شکوہ کیا وہ آپ کے کسی ارشاد کی حکمت سمجھنے کے لیے تھا' اس لیے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے حضرت اسامہ کو امیر بنانے کی جو شکایت کی تھی وہ بھی حکمت سمجھنے کے لیے تھی اور وہ کوئی ایسا طعن نہیں تھا جو اہانت آمیز ہو اور آپ کی ایذاء کا باعث ہو' اس لیے علامہ قرطبی کا ان کی شکایت کو اس آیت کی تفسیر میں درج کرنا صحیح نہیں ہے۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اس کا معنی ہے اللہ نے ان کو دنیا اور آخرت میں ا
رحمت سے دور کر دیا ہے۔

اللہ اور رسول اور مومنوں کو ایذاء پہنچانے کا فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بلا خطاء ایذاء پہنچاتے ہیں
بے شک انہوں نے بہتان کا اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا○ (الاحزاب: ۵۸)

ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بھی اہانت والی باتوں اور شر انگیز کاموں سے تکلیف پہنچتی ہے' مثلاً جھوٹ
الزام لگانا' اور صحیح اور سچی باتوں کی تکذیب کرنا' یا کسی کی مذمت کرنا' اس کا مذاق اڑانا' اس کو اس کے کسی کمزور پہلو سے عار دلا
اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء میں اور مسلمانوں کی ایذاء میں یہ فرق کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء کو کف
قرار دیا ہے اور مسلمانوں کی ایذاء کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک باندی زیب و زینت سے مزین ہو کر بازار میں جا رہی تھی' حضرت
عمر نے باندی کو مارا اور اس کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع کیا' اس نے جا کر اپنے مالکوں سے شکایت کی' انہوں نے آ
حضرت عمر سے توہین آمیز کلام کیا تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کے حکم اور برائی سے منع کرنے پر غضب ناک ہونا جائز نہیں ہے' اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) بدکار اور زانی جب مدینہ کے راستوں میں جاتے تو جو عورتیں قضاء حاجت کے لیے رات کو گھر سے باہر نکلتیں تھیں وہ ان
پیچھا کرتے تھے اور ان سے چھیڑ خانی کرتے تھے' وہ عموماً باندیوں کو چھیڑتے تھے لیکن چونکہ آزاد اور پاکباز عورتیں لباس او
ہیئت میں باندیوں سے ممیز اور ممتاز نہیں تھیں اس لیے وہ بھی ان کی فحش حرکات کا شکار ہو جاتی تھیں' پھر انہوں نے اپ
خاوندوں سے اس کی شکایت کی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ راستے میں جانے والی عورتوں سے چھیڑ خانی کرنا ان کو تنگ کرنا اور فحش حرکات کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ پر جن منافقوں نے بدکاری کی تہمت لگائی تھی ان کی
مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس تہمت کا گناہ کبیرہ ہونا بالکل واضح ہے۔

(۴) بعض منافقین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدتمیزی کے ساتھ کلام کیا تھا تو ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بدتمیزی کرنا نہ صرف یہ کہ گناہ کبیرہ ہے بلکہ نفاق کی علامت ہے۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۴۲۱' المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں' اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت)

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا

اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں' یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں

marfat.com

يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ

ہیں) تو ان کو ایذاء نہ دی جائے' اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO اگر منافق باز نہ آئے اور

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ

وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے' اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے' تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرما

بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا

دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے O وہ لعنت کیے ہوئے ہیں' وہ جہاں بھی

ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا O جو لوگ اس سے پہلے

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ

گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور تھا اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گےO لوگ آپ سے

النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۗ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَمَا يُدْرِيْكَ

قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے' اور (اے مخاطب) تجھے

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ

کیا پتا کہ شاید قیامت عنقریب واقع ہو O بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے

لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا

بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہےO وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے' (وہاں) وہ نہ کوئی حمایت کرنے والا پائیں گے اور نہ کوئی

نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا

مدد کرنے والاO جس دن ان کے چہرے آگ میں پلٹ دیئے جائیں گے' وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی

اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی O اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں

معانقة ۱۴ عند المتأخرين ۱۲

الربع

marfat.com

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

کی اطاعت کی، سو انہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا O اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے، اور

لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع

ان پر بہت بڑی لعنت فرما O

ع ۸ ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں، یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الاحزاب: ۵۹)

جلباب کی تحقیق

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور مسلمان عورتیں اپنی جلابیب (چادروں) کا کچھ حصہ اپنے (چہروں) پر ڈال لیں۔ جلابیب جلباب کی جمع ہے اس لیے دیکھنا چاہیے کہ جلباب کا معنی کیا ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

والجلباب الملحفة. جلباب ملحفہ ہے یعنی لحاف اور کمبل کی طرح وسیع و عریض چادر ہے۔

(صحاح ج ا ص ۱۰۱، دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

جلباب وہ چادر ہے جس کو عورت کمبل کی طرح اوپر سے اوڑھ لیتی ہے، ابو عبید نے کہا ہے کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاعرابی نے جو یہ کہا ہے کہ جلباب ازار (تہبند) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ (لسان العرب ج ا ص ۲۷۳، ایران، ۱۴۰۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جلباب سے مراد وہ وسیع و عریض چادر ہے جس سے عورت تمام جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: یدنین علیھن من جلابیبھن اور یہ من تبعیضیہ ہے، یعنی عورتیں اپنی جلباب کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈال لیں، مفسرین نے لکھا ہے کہ علیھن میں حذف مضاف ہے یعنی علی وجوھھن "چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں"، یعنی چادر کا ایک پلّو یا آنچل یا گھونگھٹ اپنے چہروں پر اس طرح ڈال لیں کہ چہرہ ڈھک جائے اور یہی حجاب کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر، حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۸۶۱)

علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی نے اس تفسیر کو عبیدہ سے نقل کیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۱، مطبوعہ لاہور)

marfat.com

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یغطین وجوھھن وابدانھن اذا برزن لحاجۃ ومن للتبعیض فان المراۃ ترخی بعض جلبابھا وتتلفح ببعض.

جب عورتیں کسی کام سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن کو ڈھانپ لیں' من تبعیض کے لیے ہے کیونکہ عورتیں چادر کے بعض حصے کو (چہرہ پر) لٹکا لیتی ہیں اور بعض کو بدن کے گرد لپیٹ لیتی ہیں۔

(بیضاوی علی حاشیۃ الخفاجی ج ۷ص ۱۸۵' دار صادر بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

کشاف میں ہے کہ اس آیت کے دو محمل ہیں یا تو ایک چادر کو پورے بدن پر لپیٹنے کا حکم دیا ہے یا چادر کے ایک حصہ سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں اور دوسرے حصے سے باقی بدن ڈھانپ لیں۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ص ۱۸۵' دار صادر بیروت)

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ (ج ۲۲ص ۸۹' دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ تو ایک کھلی ہوئی بدیہی بات ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے مسلمان عورتیں جب کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلتی تھیں تو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ ان کا سارا جسم مستور ہوتا تھا خصوصاً سورۂ نور میں احکام ستر نازل ہونے کے بعد تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب سورۃ الاحزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی اگر مسلمان عورتیں اسی طرح کھلے منہ پھرتی رہتیں یا ان کا اسی طرح کھلے منہ پھرنا جائز ہوتا تو احکام حجاب نازل ہونے کا کیا ثمرہ مرتب ہوا اور آیات حجاب کو نازل کرنے سے کیا مقصد حاصل ہوا؟ اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آیات حجاب میں عورتوں کو اپنے منہ اور ہاتھوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور حجاب ستر سے زائد چیز ہے' ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو چھپانا ہے جس کو شوہر کے سوا کسی اور شخص کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہاتھوں اور چہرے کے سوا عورت کا سارا جسم ہے' عورت اپنے محارم (باپ' بھائی وغیرہ) کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے اور باقی جسم چھپائے گی اور حجاب کا تقاضا یہ ہے کہ عورت غیر محرم اجنبیوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائے گی' چونکہ پہلے مسلمان عورتیں اور ازواج مطہرات اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو نہیں چھپاتی تھیں اسی لیے حضرت عمر مضطرب رہتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل کر دیں تو ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں نے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو حجاب میں مستور کر لیا۔

عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ (الاحزاب: ۵۳)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے لیے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل' پلو یا گھونگھٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں' یہ پردہ ان کی اس شناخت کے لیے بہت قریب ہے (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں

marfat.com

ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سوان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ذالک ادنی ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سوان کو ایذاء نہ دی جائے۔ (الاحزاب:۵۱)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

جب کوئی باندی راستہ سے گذرتی تھی تو فساق فجار اس کو ایذاء پہنچاتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو باندیوں کی مشابہت سے منع فرمادیا' مجاہد نے یدنین علیھن من جلابیبھن کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ "آزاد عورتیں اپنے چہروں پر آنچل ڈال لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور فساق ان کو آوازیں کس کر یا چھیڑ خانی کر کے اذیت نہ پہنچائیں"۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین "یہ ان کی (باندیوں سے) شناخت کے زیادہ قریب ہے تاکہ ان کو ایذاء نہ پہنچائی جائے"۔ (جامع البیان ج۲۲ص ۵۸۔۵۷' دارالفکر بیروت)

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور باندیاں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور فساق اور فجار ان کے پیچھے دوڑتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر سے چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (تفسیر کبیر ج۹ص ۱۸۴)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹے میں چہرہ کھول کر نکلتی تھیں' اور جب وہ رات کے وقت قضاء حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ بھی ان کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورت پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ تب آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ باندیوں سے مختلف وضع قطع اختیار کریں بایں طور کہ بڑی چادروں اور کمبلوں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ وہ باحیاء اور معزز رہیں اور کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔

(البحر المحیط ج ۷ص ۲۵۰' دارالفکر بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

آزاد عورتیں چادروں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو جائے وہ آزاد عورتیں ہیں۔

(زادالمسیر ج ۶ص ۴۲۲)

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

عورتیں جب کسی کام سے جائیں تو چادروں سے اپنے چہروں اور بدنوں کو چھپالیں۔

(تفسیر ابوسعود ج ۵ص ۲۳۹' دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ابوعبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم چادر کو اپنی پیشانی پر رکھ کر چہرے کے اوپر لپیٹ لو' سدی نے کہا ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ لو (علامہ ابوالحیان کہتے ہیں) اندلس کے

marfat.com

شہروں کا بھی یہی طریقہ ہے عورتیں ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ کر رکھتی ہیں' حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا چادر سے چہرے کو ڈھانپ لے اور دونوں آنکھوں کو کھلا رکھے۔ من جلابیبھن کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے ایک پلو سے چہرہ کو ڈھانپ لیا جائے یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے کیونکہ جب آزاد عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں گی تو وہ بے پردہ پھرنے والی بے حیا باندیوں سے ممتاز ہو جائیں گی اور فساق اور فجار کی ایذاء رسانی اور چھیڑ خانی سے محفوظ رہیں گی۔

(البحر المحیط ج ۸ ص ۵۰۴' دار الفکر)

مشہور شیعہ مفسر شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

قال الحسن الجلابیب الملاحف تدنیھا المراۃ علی وجھھا. (التبیان ج ۸ ص ۳۶۱)

حسن نے کہا کہ جلابیب سے مراد وہ چادریں ہیں جن کو عورتیں اپنے چہروں پر ڈال لیتی ہیں۔

جلباب کی تفسیر جو ہم نے معتمد مفسرین اسلام سے نقل کی ہے' ان میں علامہ ابن جریر طبری' علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی' علامہ ابن کثیر حنبلی' علامہ ابن جوزی حنبلی' قاضی بیضاوی شافعی' علامہ ابو سعود حنفی' علامہ خفاجی حنفی' علامہ آلوسی حنفی' علامہ ابو الحیان اندلسی اور شیعہ مفسر شیخ طوسی وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج' آپ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کا پلو اپنے چہرے پر ڈال کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔

ان تفاسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سورۂ نور میں عورتوں کو جو چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا تھا اس آیت میں اس سے زائد حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

مصنف یہ کہتا ہے کہ آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی اس پر کوئی بری نظر ڈالتا ہے نہ کوئی آوازہ کستا ہے' نہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور جو عورت بے پردہ تنگ اور چست لباس پہن کر' سرخی پاؤڈر سے میک اپ کر کے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر کے خوشبوؤں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے وہ تمام ہوس ناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے' اوباش لوگ اس پر آوازے کستے ہیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عزت لٹ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ! ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں اسلام عورت کو پردے کی ہو بو بنانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ ہے نہ کوئی حدود و قیود ہیں لڑکیاں نیم عریاں لباس میں برسر عام پھرتی ہیں اور راہ چلتے برسر عام مرد اور عورت بوس و کنار کرتے ہیں' پارکوں اور تفریح گاہوں میں بغیر کسی پردے اور حجاب کے حیوانوں کی طرح مرد اور عورتیں ہم آغوش ہوتے ہیں اور جنسی عمل کرتے ہیں' ایک لڑکی کئی کئی بوائے فرینڈ رکھتی ہے' دفتروں' کارخانوں' ہوٹلوں اور سیر گاہوں میں ہر جگہ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ایک ساتھ کام کرتے ہیں' جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی بھرمار رہتی ہے اور اس جنسی بے راہ روی سے ان کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور وہ لوگ مالیخولیائی کیفیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر وہ سکون اور نروان کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے تھے لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملا' اب وہ چرس' کوکین' ہیروئن اور راکٹ کی پناہ لیتے ہیں وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لیے سُلا دے' بے حس کر دے اور دنیا اور مافیہا سے بے خبر کر دے۔ مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندیاں لگا رہی ہیں اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے' پابندیوں سے کام نہیں چلے گا لوگ سکون چاہتے ہیں ان کو سکون مہیا کیجئے راکٹ

marfat.com

اور مارفیا کا سکون ناپائیدار اور عارضی ہے' صحت کے لیے تباہ کن ہے' حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. (الانعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ انہوں نے گناہ نہ کیے (یعنی اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے بغاوت نہیں کی) انہی کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی انسان کے ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے' اس لیے اگر ہم دنیا کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جنسی بے راہ روی اور بد چلنی کو ختم کرنا ہوگا اور اس کی پہلی بنیاد پردہ اور حجاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ. (الاحزاب: ۵۹)

یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذاء نہ دی جائے۔

علامہ محمد امین بن مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں:

صحابہ کرام اور مابعد کے تمام مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اہل مدینہ کی خواتین رات کو قضاء حاجت کے لیے گھروں سے باہر نکلتی تھیں اور مدینہ میں بعض فساق تھے جو باندیوں کے پیچھے پڑ جاتے تھے اور آزاد عورتوں سے تعرض نہیں کرتے تھے' اور بعض آزاد عورتیں ایسی وضع میں نکلتی تھیں جس سے وہ باندیوں سے ممتاز نہیں ہوتی تھیں' سو وہ فساق ان کو بھی باندیاں سمجھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج' اپنی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ اپنی وضع قطع میں باندیوں سے ممتاز رہیں بایں طور کہ چادروں سے اپنا چہرہ چھپائے رکھیں' اور جب وہ ایسا کریں گی تو فساق کو پتا چل جائے گا کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو ستایا نہیں جائے گا' اہل علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فساق کا باندیوں کو چھیڑنا اور ان سے فحش حرکات کرنا جائز ہے بلکہ یہ حرام ہے اور ان فحش کاموں کے درپے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں والذین فی قلوبھم مرض ''وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے''۔

(اضواء البیان ج ۶ ص ۵۸۸۔۵۸۷)

مذاہب اربعہ کے بعض متقدمین فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت کے چہرہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بلا شہوت دیکھنا جائز ہے' اسی طرح انہوں نے کہا کہ عورت پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب نہیں ہے اس کے برخلاف بعض دوسرے فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے۔ اور یہی قول قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے کیونکہ چہرہ کے علاوہ باقی جسم کو چھپانا تو عورت پر پہلے بھی فرض تھا جیسا کہ سورۂ نور میں ستر کے احکام نازل ہونے سے ظاہر ہو گیا ہے اور اس کے بعد سورۃ الاحزاب میں جو حجاب کی آیات نازل ہوئیں ان میں ستر سے ایک زائد حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی' مجتہد فی المسائل ہیں' وہ لکھتے ہیں:

marfat.com

ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے' اور گھر سے باہر نکلتے وقت پردہ کرنے اور پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں بُری خواہش پیدا نہ ہو۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۲' لاہور)

چونکہ بوڑھی عورتوں کے حجاب کے متعلق قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے اس لیے علامہ ابوبکر رازی نے حجاب کی اس آیت کو جوان عورتوں پر محمول کیا ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوان عورتوں کو چہرہ ڈھانپنے کا امر کیا ہے اور امر کا تقاضا وجوب ہے اس لیے جو عورتیں بوڑھی نہ ہوں ان پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب ہے۔

بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف کی ہے وہ یہ ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. (النور: ۶۰)

وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے درآں حالیکہ وہ اپنی زینت دکھاتی نہ پھریں اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب نہ اتاریں) تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو جن کپڑوں کے اتارنے کی اجازت دی ہے اس سے مراد وہ چادریں ہیں جن سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ بوڑھی عورت قمیص اور شلوار اتار کر بالکل برہنہ ہو جائے کیونکہ یہ کھلی بے حیائی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بوڑھی عورت سینہ سے دوپٹہ اتار کر اپنے سینہ کا اُبھار لوگوں کو دکھاتی پھرے کیونکہ غیر متبرجات بزینۃ میں اس سے منع کر دیا ہے' تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو چہرہ سے صرف نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے یا اس چادر کو اتارنے کی اجازت دی ہے جس سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ ان کے لیے بھی افضل اور مستحب یہی ہے کہ وہ اس چادر کو نہ اتاریں اور چہرہ ڈھانپ کر رکھیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو عورتیں سن ایاس کو نہ پہنچی ہوں ان پر چہرہ چھپانا لازم اور واجب ہے۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود اور مجاہد نے بیان کیا کہ یہاں وہ بوڑھی عورتیں مراد ہیں جو نکاح کا ارادہ نہ رکھتی ہوں اور جن کپڑوں کو اتارنے کی اجازت دی اس سے مراد جلابیب (وہ چادریں جن کے پلّو سے چہرہ ڈھانپتے ہیں) ہیں' حسن نے کہا جلابیب اور پٹکے مراد ہیں' ابراہیم اور ابن جبیر نے کہا چادر مراد ہے جابر بن زید سے چادر اور دوپٹے کی روایت ہے' علامہ ابوبکر اس روایت کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بوڑھی عورت کے بال بالاتفاق ستر ہیں جس طرح جوان عورت کے بال ستر ہیں' اس لیے اجنبی شخص کا بوڑھی عورت کے بالوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے' اور اگر بوڑھی عورت نے ننگے سر نماز پڑھی تو جوان کی طرح اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اس لیے اس آیت سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ بوڑھی عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنا دوپٹہ اتار دے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورت کو تنہائی میں دوپٹہ اتارنے کی اجازت دی ہے' جب کہ اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ پھر بوڑھی عورتوں کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جوان عورت بھی تنہائی میں اپنا دوپٹہ اتار سکتی ہے' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب بوڑھی عورت کا سر ڈھکا ہوا ہو تو وہ لوگوں کے سامنے اپنی جلباب اتار سکتی

marfat.com

ہے اور اس کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۴ لاہور)
علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:
صحیح یہ ہے کہ وہ بوڑھی عورت بھی ستر میں جوان عورت کی طرح ہے مگر بوڑھی عورت اس جلباب کو اتار سکتی ہے جو قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھا ہوا ہوتا ہے حضرت ابن مسعود اور ابن جبیر وغیرہ کا یہی قول ہے۔
امام رازی لکھتے ہیں:
اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو تمام کپڑے اتارنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس سے ہر ستر کا کھولنا لازم آئے گا اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں کپڑے سے مراد وہ جلباب چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جن کو دوپٹہ کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۰۷' دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)
علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:
اس آیت میں کپڑوں سے مراد وہ جلباب' چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جو دوپٹہ کے اوپر ہوتی ہیں' تمام کپڑے اتارنا مراد نہیں ہیں' قاضی ابو یعلیٰ نے کہا بوڑھی عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے اور اس کے بالوں کو دیکھنا جوان عورت کے بالوں کو دیکھنے کی طرح ناجائز ہے۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۶۳' بیروت)
مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بوڑھی عورت جس کو نکاح کی امید نہ ہو اور جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہو صرف اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے وہ جلباب اتار سکتی ہیں جس کے آنچل سے چہرے کو ڈھانپا جاتا ہے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کر سکتی ہے پھر بھی اس کے لیے افضل اور مستحب یہی ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھے۔
اب اگر بوڑھی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا جائز ہو تو بتلائیے اس آیت میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص کا کیا فائدہ ہوا؟ اور جب بوڑھی عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ چھپانا مستحب ہے تو جوان عورتوں کے چہرہ چھپانے کے واجب ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے!

عہد رسالت میں حجاب اور نقاب کے معمولات

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خیبر سے) مدینہ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے شادی کی ہوئی تھی انصار کی عورتوں نے آ کر حضرت صفیہ کے متعلق بیان کیا' میں نے اپنا حلیہ بدلا اور نقاب پہن کر (انہیں دیکھنے) گھر سے نکلی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کو دیکھ کر پہچان لیا' میں (واپس) تیزی سے دوڑی' آپ نے مجھے پکڑ کر گود میں اٹھا لیا اور فرمایا: تم نے (ان کو) کیسا پایا' میں نے کہا اس یہودی عورت کو یہودیوں میں بھیج دیجئے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۸۰)
اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقاب پہننے کا ذکر ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات اور مسلم خواتین جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو نقاب پہنتی تھیں یا چادروں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں۔
امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعۂ افک کی حدیث میں روایت کرتے ہیں:
میں اپنے پڑاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن معطل اسلمی رضی اللہ عنہ لشکر

marfat.com

کے پیچھے تھے' وہ رات کے آخری حصہ میں چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر پہنچے تو انہوں نے ایک انسانی ہیولا دیکھا' جب وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں یہ سن کر بیدار ہوگئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۱)

یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں۔ وللہ الحمد۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قمیصیں اور شلواریں نہ پہنو' عمامے اور ٹوپیاں نہ پہنو' البتہ اگر کسی کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے لیکن ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس (ایک گھاس جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) سے رنگا ہوا ہو اور احرام کی حالت میں عورت نقاب ڈالے نہ دستانے پہنے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۲۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۷۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۶۶)

احرام میں نقاب ڈالنے کی ممانعت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عام حالات میں خواتین نقاب ڈالتی تھیں۔

حضرت شماس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام خلاد نام کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی۔ اس کا بیٹا شہید ہو گیا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نے نقاب پہنی ہوئی ہے! اس نے کہا میں نے اپنے بیٹا کھویا ہے اپنی حیاء نہیں کھوئی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۸)

عہد توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول

اسلام سے پہلے دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی حجاب اور نقاب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے کی ہدایت کی جاتی تھی' توریت میں ہے:

اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اونٹ سے اتر پڑی O اور اس نے نوکر سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آ رہا ہے؟ اس نوکر نے کہا یہ میرا آقا ہے۔ تب اس نے برقع لے کر اپنے اوپر ڈال لیا O

(پیدائش: باب ۲۴' آیت ۶۶۔۶۵)

اور تمر کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھیڑوں کو پشم کترنے کے لیے تمنت کو جا رہا ہے O تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا O (پیدائش: باب ۳۸' آیت: ۱۵۔۱۴)

پھر وہ اٹھ کر چلی گئی اور برقع اتار کر رنڈاپے کا جوڑا پہن لیا۔ (پیدائش: باب ۳۸' آیت: ۲۰)

چہرے کے حجاب پر شبہات اور ان کے جوابات

بعض احادیث بظاہر حجاب کے خلاف ہیں جن میں اجنبی مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے اور عورتوں کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا ثبوت ہے اسی لیے ہم ان احادیث کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں' امام مسلم روایت کرتے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی درآں حالیکہ وہ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے' میں اس وقت لڑکی تھی' سوچو کہ کم عمر شائقہ لڑکی کے شوق کا کیا عالم ہوگا! (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۹)

marfat.com

اس حدیث میں مردوں کے کھیل کی طرف دیکھنے کا جواز ہے' جبکہ مردوں کے بدن کی طرف (پسندیدگی سے) نہ دیکھا جائے' اور عورتوں کا اجنبی مرد کے چہرہ کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے دیکھنے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن** ''آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ (بلکہ حضرت میمونہ) سے فرمایا ''تم دونوں تو نابینا نہیں ہو' تم اس سے (یعنی حضرت ابن ام مکتوم سے) پردہ کرو'' یہ حدیث حسن ہے اس کو امام ترمذی اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے دو جواب ہیں' قوی جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے چہروں اور بدنوں کی طرف (بالذات) دیکھا تھا اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے کھیل اور ان کی جنگ کی طرف دیکھا تھا اور ان کی جنگی مشقوں کے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے ان کے بدن کی طرف دیکھا ہو اور اگر بالفرض حضرت عائشہ کی نظر بلا قصد ان کے بدن پر پڑ گئی تو آپ نے فوراً نظر کو ہٹا لیا تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ حجاب نازل ہونے سے پہلے کا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت کمسن تھیں اور حد بلوغ کو نہیں پہنچیں تھیں۔

دوسری حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا آپ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں! اگر میں اس وقت کم سن نہ ہوتا تو حاضر نہ ہوتا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عید گاہ) گئے اور آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' اور اذان کا ذکر کیا نہ اقامت کا' پھر آپ عورتوں کے پاس گئے' ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ بڑھائے اور حضرت بلال کو زیورات دے دیئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۷۷)

اس حدیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت بلال نے اس موقع پر اجنبی عورتوں کو دیکھا' حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا جواب تو خود اس حدیث میں ہے کہ وہ کم سن تھے' اور حضرت بلال اگرچہ اس وقت آزاد ہو چکے تھے لیکن وہ عورتیں حجاب میں لپٹی ہوئی تھیں اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا یا ان کے چہرے کھلے ہوئے اور بے حجاب تھے۔

ایک اور حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے یہ ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت فضل بن عباس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا' حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے' اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پر بیٹھ کر حج نہیں کر سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۲۸)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرہ پر نقاب ڈالنا اور حجاب کرنا واجب نہیں ہے ورنہ وہ عورت بے پردہ نہ آتی اور اگر آ ہی گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے۔

marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ عورت محرمہ تھی البتہ اس کے برخلاف اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضل بن عباس کی گردن پھیر دی' جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا"۔ اس وجہ سے آپ نے حضرت فضل بن عباس کی گردن کو دوسری طرف پھیر دیا۔ اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے معاملہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام پر اعتماد نہیں تھا حالانکہ خوف خدا اور تقویٰ اور پرہیز گاری میں ان کا سب سے اونچا مقام تھا تو پھر بعد کے لوگوں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کو شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر وہ اجنبی عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں' اس لیے جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے' یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہی ہے کہ اجنبی عورتوں کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے' البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے بیان کر دیا ہے' اس لیے اس حدیث پر غور کرنا چاہیے:

فقال العباس یا رسول اللہ لم لویت عنق ابن عمک قال رایت شابا وشابة فلم امن الشیطان علیھما. (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۸۵)	حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے عم زاد کی گردن کیوں پھیر دی آپ نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا۔

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غض بصر "نگاہیں نیچی رکھنے کا" حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ چھپانا ضروری نہیں ہے' بس نگاہیں نیچی کر لینا کافی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف غض بصر کا حکم نہیں ہے چہرہ چھپانے کا بھی حکم ہے جیسا کہ ہم نے آیات حجاب میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جب عورتوں کو کھلے منہ پھرنے کی اجازت ہی نہیں ہے تو پھر غض بصر کے حکم کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے نقاب اور حجاب میں رہنے کے باوجود ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جب اچانک کسی مرد اور عورت کا سامنا ہو جائے' اور ایک باپردہ عورت کو بھی نماز اور حج کے مواقع پر چہرہ کھولنے سے سابقہ پڑ جاتا ہے سو ایسے تمام مواقع پر مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

خواتین کے ستر اور حجاب اور اس سے متعلقہ جملہ مسائل پر ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت مفصل اور جامع گفتگو کی ہے اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ٦٩١۔ ٦١٢ کا مطالعہ فرمائیں' اس موضوع پر اس سے زیادہ بحث شاید اور کہیں نہ مل سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر منافق باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے' اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے' تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرما دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے ○ وہ لعنت کیے ہوئے ہیں' وہ جہاں بھی جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا ○ جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور تھا اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ○ (الاحزاب: ٦٢۔ ٦٠)

المرجفون اور دیگر اصطلاحی الفاظ کے معانی

"منافقین" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کفر تھا اور ظاہر ایمان کرتے تھے' اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں زنا اور دیگر فحش کاموں کی محبت تھی' اور وہ برے ارادہ سے مسلمان عورتوں کا پیچھا کرتے تھے' اور "مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے" اس کے لیے اس آیت میں المرجفون کا لفظ ہے' یہ لفظ

marfat.com

رجف سے بنا ہے' رجف کے معنی ہیں تحریک اور زلزلہ' یہاں اس سے مراد ہے لرزہ خیز جھوٹی خبریں جو لوگوں کے دلوں کو بھی لرزا دیتی ہیں' یہ وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر جہاد کے لیے جاتا تو یہ مدینہ میں مسلمانوں سے کہتے کہ تمہارے لشکر کے اکثر لوگ قتل کر دیئے گئے یا وہ شکست کھا گئے' تاکہ مسلمان رنجیدہ ہوں' یا وہ مدینہ کے مسلمانوں سے کہتے کہ تم پر دشمن حملہ کرنے والا ہے اور وہ مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے کے لیے جھوٹی خبروں کی اشاعت کرتے اور پاک باز لوگوں پر تہمتیں لگاتے' اصحاب صفہ کے متعلق کہتے کہ یہ غیر شادی شدہ لوگ ہیں اور یہ عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرما دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے O

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت کم تعداد میں آپ کے پاس رہیں گے یا وہ بہت کم عرصہ آپ کے پاس رہ سکیں گے۔

اس سے پہلی آیت الاحزاب: ۵۷' میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ذکر فرمایا تھا جن کا کفر ظاہر تھا اور اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو ایذاء پہنچاتے تھے' اور اس آیت میں منافقین کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے کفر کو چھپاتے تھے اور اللہ' رسول اور مومنین کو ایذا پہنچاتے تھے' منافقین کی ایذاء تو ظاہر ہے' اور جن کے دلوں میں فسق کی بیماری تھی وہ مسلمانوں کی عورتوں کا بری نیت سے تعاقب کر کے مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتے تھے' اور جھوٹی افواہیں پھیلانے والے بھی مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتے تھے اور ان کو دشمنوں کے حملہ کی خبر دے کر تشویش میں مبتلا کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا: ''تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرما دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے''، یعنی ہم آپ کو انہیں قتل کرنے کا یا ان کو مدینہ بدر کرنے کا حکم دیں گے' آیت کے اس حصہ میں لنغرینک کا لفظ ہے' یہ اغراء سے بنا ہے' اس کا معنی ہے ہم آپ کو برانگیختہ کریں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے' ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔

منافقین کو قتل کرنے اور مدینہ بدر کرنے کی سزا کیوں نہیں دی گئی

اس کے بعد فرمایا: وہ لعنت کیے ہوئے ہیں' وہ جہاں بھی جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ (الاحزاب: ۶۱)

اس آیت میں ان کو قتل کرنے اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم ہے' یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اپنے نفاق' مسلم خواتین کا تعاقب کرنے' اور جھوٹی افواہیں پھیلانے سے باز نہ آئیں۔

پھر فرمایا: جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں' ان میں بھی اللہ کا یہی دستور تھا' اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے O (الاحزاب: ۶۲)

یعنی اس سے پہلے کی امتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی حکم تھا کہ جو لوگ زمین پر فساد کرتے تھے ان کو قتل کر دیا جاتا تھا یا گرفتار کیا جاتا تھا یا شہر بدر کیا جاتا تھا' اور یہ حکم ان احکام کی مثل نہیں ہے جن کو منسوخ کر دیا جاتا ہے یا تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ان آیات کی تفسیر میں کہا ہے کہ نفاق تین قسم کا تھا' ایک عبداللہ بن ابی کی طرح کے منافق تھے' جو زنا کرنے سے حیاء کرتے تھے' اور اس آیت میں منافق سے یہی لوگ مراد ہیں' دوسرے وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں فسق کی بیماری تھی اگر ان کو زنا کرنے کا موقع مل جاتا تو کر لیتے ورنہ مجتنب رہتے' اور تیسرے وہ لوگ تھے جو بغیر کسی احتیاط کے بدکاری کرتے تھے' وہ عورتوں کا تعاقب کرتے تھے اور جس پر قابو پا لیتے اس کے ساتھ زنا کرتے تھے' ان تینوں قسموں کے متعلق فرمایا کہ ان کو قتل کیا جائے اور ان کو مدینہ بدر کیا جائے۔

marfat.com

علامہ قرطبی نے المھدوی سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ترک وعید کے جواز کی دلیل ہے' کیونکہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی منافقین مدینہ میں رہے ان کو قتل کیا گیا نہ مدینہ سے نکالا گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۲۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک منافقین اپنی روش پر قائم رہتے اور باز نہ آتے' لیکن انہوں نے اس روش پر اصرار کو ترک کر دیا تھا' البتہ یہودیوں نے اس روش کو ترک نہیں کیا تھا' لہٰذا ان میں سے بعض کو قتل کیا گیا اور بعض کو مدینہ بدر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے' اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا کہ شاید قیامت عنقریب واقع ہو ○ بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (وہاں) وہ کوئی حمایت کرنے والا پائیں گے اور نہ کوئی مدد کرنے والا ○ (الاحزاب: ۶۵۔۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا یا نہیں؟

ان آیتوں میں ان لوگوں کا بیان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو آخرت اور قیامت کے عذاب سے ڈراتے تھے' تو وہ قیامت کے آنے کو بہت بعید سمجھتے تھے اور اس کے آنے کی تکذیب کرتے تھے اور لوگوں کے دماغوں میں یہ وہم ڈالتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی' اس لیے وہ استہزاءً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان لوگوں کے سوال کے جواب میں یہ کہیے کہ قیامت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' یعنی از خود' بغیر تعلیم کے اور ذاتی علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت کا علم عطا فرمایا ہے' آپ نے وقوع قیامت کی بہ کثرت علامتیں اور شرائط بیان فرمائی ہیں آپ نے بتایا کہ جب بروں کی عزت کی جائے اور نیکوں کو رسوا کیا جائے' علم اٹھ جائے اور جہل کا غلبہ ہو' اور زنا اور بدکاری عام ہو جائے' طوائفوں کا ناچ کھلے عام دیکھا جائے' شراب نوشی کی کثرت اور مساجد میں فساق کی آوازیں بلند ہوں تو یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔

قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے متعلق احادیث

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو' پھر آپ نے دھوئیں کا' دجال کا' دابۃ الارض کا' سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا' حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا' یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا' ایک مرتبہ مشرق میں' ایک مرتبہ مغرب میں ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہو گی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔ (صحیح مسلم الفتن ۳۹ (۲۹۰۱) ۷۱۵۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۱' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں' جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میرے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہو' آپ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا اور جہل کا ظہور ہو گا اور زنا عام ہو گا اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے

marfat.com

اور عورتیں باقی رہ جائیں گی' حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح مسلم العلم ۹ (۲۶۷۱) ۶۶۶۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمانہ متقارب ہو جائے گا اور علم کم ہو جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل بہت زیادہ ہوگا۔

(صحیح مسلم العلم ۱۰ (۲۶۷۲) ۶۶۶۲' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۲' ۶۰۶۳' سنن الترمذی: ۲۲۰۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۰۔ ۴۰۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۵' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۲۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا' عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کام ہیں؟ آپ نے فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی مال بنا لیا جائے گا' اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا' جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے' اور جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے' اور جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی' اور ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا اور جب کسی شخص کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی' شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے' اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو برا کہیں گے اس وقت تم سرخ آندھیوں' زمین کے دھنسنے اور مسخ کا انتظار کرنا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۹۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم الجمعہ ۱۸۔ ۸۵۴۔ ۱۹۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۳)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور چار دنوں میں اس کی روزی پیدا کی' پھر استواء فرمایا پھر دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا فرمایا' زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا اور منگل اور بدھ کو اس کی روزی پیدا کی اور آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں عجلت سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی۔ (یہ حدیث حکماً مرفوع ہے)۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے فضائل میں روایت ہے کہ قیامت عاشوراء کے دن واقع ہوگی یعنی دس محرم کو۔ (فضائل الاوقات ص ۴۴۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں اور موخر الذکر حدیث میں یہ بھی بتا دیا کہ محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو جمعہ کے دن' دن کی آخری ساعت میں قیامت واقع ہوگی' مہینہ' تاریخ' دن اور خاص وقت سب بتا دیا صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر سن بھی بتا دیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹہ بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۔ (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے مکذب نہیں مصدق تھے اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا اور اپنا علم ظاہر فرمانے کے لیے باقی سب کچھ بتا دیا۔

marfat.com

اور جب ان احادیث صحیحہ کثیرہ سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ کو قیامت کے وقوع کا علم تھا تو اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ "آپ کہیے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے" اس کا محمل یہ ہے کہ وقوع قیامت کے وقت کا بغیر تعلیم کے از خود علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

علم قیامت کی نفی کے متعلق مفسرین کی توجیہات

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ کو کون سی چیز وقت وقوع قیامت کا عالم بنائے گی یعنی آپ کو بالکل کوئی چیز اس کا عالم نہیں بنائے گی سو آپ کو وقت وقوع قیامت کا علم نہیں ہے' اور کسی شخص کے نبی ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ اس کو اللہ کی تعلیم کے بغیر غیب کا علم ہو جائے۔ اس آیت میں ان لوگوں کو تہدید اور ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے جو قیامت کے وقوع کو جلد طلب کرتے تھے' اور ان لوگوں کو ساکت کیا ہے جو عناد اور سرکشی سے وقوع قیامت کا انکار کرتے تھے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۸۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں:

لوگ آپ سے بہ طور استہزاء اور تمسخر قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ اور یہود قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے' اہل مکہ استہزاءً قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور یہود امتحاناً سوال کرتے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں قیامت کا علم مخفی رکھا تھا' اگر آپ معین کر کے بتا دیتے کہ فلاں سن میں قیامت آئے گی تو ان کے نزدیک آپ کی نبوت کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا' اور اگر آپ یہ فرماتے کہ قیامت کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے تو ان کے نزدیک آپ کی نبوت ثابت ہو جاتی' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا' اس کا محمل یہ ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا' ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیوبات پر مطلع نہیں فرما دیا' اور ان تمام غیوبات میں قیامت کا علم بھی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان غیوبات کے مخفی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۵ ص ۱۶۵۸۔۱۶۵۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسی طرح سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے علم کی حکایت کریں' اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس علم کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو' لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۰۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس کے بعد فرمایا: "بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے"۔ لعنت کا معنی اور اس کی اقسام جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۸۷۔۶۸۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن ان کے چہرے آگ میں پلٹ دیئے جائیں گے وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی O اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی' سو انہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا O اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما! O (الاحزاب: ۶۸۔۶۶)

دوزخ میں کفار کے عذاب کی کیفیت

دوزخ کی آگ میں ان کے چہرے پلٹنے کا معنی یہ ہے کہ جس طرح سالن پکاتے وقت جب دیگچی میں جوش آتا ہے تو

marfat.com

گوشت کی بوٹیاں ایک طرف سے دوسری طرف پھرتی ہیں اسی طرح جب کفار دوزخ میں پڑے ہوں گے اور دوزخ کی آگ تیز ہوگی تو ان کے چہرے دوزخ میں ایک طرف سے دوسری طرف پھر رہے ہوں گے' اور جوش کی وجہ سے ایک طرف سے دوسری طرف گھوم رہے ہوں گے' یا اس دن ان کے چہرے دوزخ میں ایک طرف سے دوسری طرف متغیر ہو رہے ہوں گے' اور اس دن کے مصیبت ناک اور ہولناک احوال کی وجہ سے ان کے چہروں پر بہت قبیح کیفیات مرتب ہو رہی ہوں گی' یا اس دن ان کو آگ میں منہ کے بل ڈال دیا جائے گا۔

ہر چند کہ ان کے پورے جسم پر یہ کیفیات طاری ہوں گی لیکن خصوصیت کے ساتھ چہرے کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ چہرہ انسان کے جسم کا سب سے مکرم اور معظم عضو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں جھلس رہا ہوگا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا۔

اس دن وہ اپنی طرف سے عذر پیش کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم دنیا میں جن کو اپنا امیر اور سردار سمجھتے تھے اور جن کی اطاعت کرنے کو ہم سعادت اور سرفرازی سمجھتے تھے ہم ان کے کہنے میں آ گئے اور اگر ہم دنیا میں ان کی اطاعت نہ کرتے تو وہ زور آور لوگ تھے وہ ہم پر تشدد کرتے' سو انہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا' اور سیدھے راستے سے غلط راستے کی طرف اور ایمان سے کفر کی طرف اور سلامتی اور نجات سے آخرت میں ہلاکت اور عذاب کی طرف لے گئے تو اے ہمارے رب! ان پر دگنا چوگنا عذاب نازل فرما۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی' تو اللہ نے

اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ

موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا' اور وہ اللہ کے نزدیک معزز تھے ○ اے ایمان والو!

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اللہ سے ڈرتے رہو' اور درست بات کہا کرو ○ اللہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کو درست

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

فرما دے گا' اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا' اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے رسول کی' تو اس نے

عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

بڑی کامیابی حاصل کی ○ بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ

انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور انسان نے اس امانت میں

marfat.com

إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے○ تاکہ انجام کار اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٣﴾ ع

اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

ع ۹ ۵ ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا' جنہوں نے موسیٰ کی اذیت پہنچائی تھی تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا' اور وہ اللہ کے نزدیک معزز تھے○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور درست بات کہا کرو○ اللہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا' اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے رسول کی' تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی○ (الاحزاب: ۷۱۔۶۹)

منافقوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذیت ناک کلام کرنا اور آپ کا ان کو سزا نہ دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین اور ان کفار کا ذکر کیا تھا جنہوں نے اپنی باتوں سے اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو اذیت پہنچائی تھی' اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ نادانستگی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا موجب ہو۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی جن باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی تھی اس میں دو قول ہیں:

(۱) نقاش نے کہا بعض مسلمان حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو زید بن محمد کہتے تھے اس سے آپ کو اذیت پہنچتی تھی۔

(۲) ابووائل نے کہا بعض مسلمانوں نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا یہ تقسیم اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہے اس سے آپ کو اذیت پہنچی تھی۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۴۲۶' دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابووائل نے جس اعتراض کا حوالہ دیا ہے اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن مال غنیمت کی تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مسلمانوں کو ترجیح دی' آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے' عیینہ کو بھی آپ نے اتنے ہی اونٹ دیئے' عرب کے دیگر سرداروں کو بھی آپ نے زیادہ دیا تو ایک شخص نے یہ کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا' اور نہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہے' میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا' میں نے آپ کو خبر دی (دوسری روایت میں ہے آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا) آپ نے فرمایا جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون عدل کرے گا' اللہ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' سو انہوں نے صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۵۰۔۶۰۵۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۲۰۸' عالم الکتب)

marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو دوسروں سے زیادہ مال غنیمت عطا کیا تھا یہ مؤلفۃ القلوب تھے' تہذیب و تمدن سے ناآشنا بادیہ نشین تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دل جوئی اور ان کو اسلام پر ثابت قدم اور برقرار رکھنے کے لیے اوروں سے زیادہ دیتے تھے۔
جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا' اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ اس کا نام معتب بن قشیر تھا' اس کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا اور یہ منافقین میں سے تھا۔
(فتح الباری ج ۸ ص ۶۷۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن عمر بن واقد التوفی ۲۰۷ھ نے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔
(کتاب المغازی للواقدی ج ۳ ص ۹۴۹' عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس شخص کو قتل کیا گیا تھا' علامہ مازری نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے کلام سے نبوت میں طعن ظاہر نہ ہوتا ہو' اور اس کا مطلب صرف یہ ہو کہ آپ نے تقسیم میں عدل نہیں کیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لیے سزا نہ دی ہو کہ آپ کے نزدیک اس کا طعن اور اعتراض ثابت نہیں ہوا تھا' کیونکہ صرف ایک شخص (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے اس کا طعن نقل کیا تھا' اور صرف ایک شخص کی شہادت پر کسی کو قتل نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ عینی نے قاضی عیاض مالکی کی پوری عبارت نقل نہیں کی' قاضی عیاض مالکی نے اس کے بعد علامہ مازری کے جواب کا رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں:
علامہ مازری کا یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ اس شخص نے کہا تھا: اے محمد! عدل کیجئے! اے محمد اللہ سے ڈریئے' اور اس نے لوگوں کے سامنے یہ طعن کیا تھا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاذ اللہ! لوگ یہ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' اور اس کے علاوہ دیگر منافقین کے متعلق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی رویہ تھا' آپ نے متعدد بار منافقین سے اس قسم کا اذیت ناک کلام سنا لیکن آپ نے دیگر مسلمانوں کو اسلام پر برقرار رکھنے کے لیے صبر اور حلم سے کام لیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں اور اسلام سے برگشتہ ہوں اور اسلام قبول کرنے سے گریز کریں' ہم نے الشفاء کی القسم الرابع میں تفصیل سے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کرنا کفر ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۸' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

انبیاء علیہم السلام کا جسمانی عیوب سے بری ہونا اور دیگر مسائل

بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو ایذاء رساں کلام کیا تھا اس کی مفسرین نے دو تقریریں کیں ہیں ایک یہ ہے:
(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے' اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے تھے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کرتے تھے' تو بنو اسرائیل آپس میں

marfat.com

کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ جو ہمارے ساتھ مل کر غسل نہیں کرتے اس کی ضرور یہی وجہ ہے کہ ان کے خصیے غیر معمولی بڑے ہیں (یعنی ان میں جسمانی عیب ہے اس کو چھپانے کے لیے یہ تنہا غسل کرتے ہیں) ایک مرتبہ حضرت موسیٰ غسل کرنے گئے اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے' وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا حضرت موسیٰ اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر! میرے کپڑے دو' حتیٰ کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیکھ لیا' اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ میں تو کوئی جسمانی عیب نہیں ہے' حضرت موسیٰ نے اس پتھر سے اپنے کپڑے لے لیے اور اس پتھر پر لاٹھی سے ضرب لگائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے قسم کھا کر کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ کی ضرب سے متعدد نشانات پڑ گئے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۵۸)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے' ہر چند کہ تنہائی میں بھی چادر باندھ کر غسل کرنا افضل ہے' کیونکہ یعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں غسل کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا بے شک اللہ حیادار ہے' پردہ کرنے والا ہے' وہ حیاء اور پردہ کو پسند کرتا ہے سو جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو وہ پردہ کر لے (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۴) دوسری روایت میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص غسل کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کو کسی کپڑے سے چھپا لے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۱۳۔۴۰۱۲)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم عجم کے ممالک کو فتح کرو گے' وہاں تم حمام دیکھو گے سو جب تم حمام میں داخل ہو تو بغیر تہبند کے داخل نہ ہونا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۴۸)

پتھر کے کپڑے لے کر بھاگنے والی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو صوری اور معنوی اور جسمانی اور روحانی طور پر کامل پیدا کیا ہے' اور ان کو جسمانی عیوب اور نقائص سے منزہ رکھا ہے' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بنو اسرائیل نے جس عیب کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کی تھی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے اس عیب کی نسبت کو دور کر دیا' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارہ نہیں ہے کہ اس کے نبی کی طرف کسی جسمانی عیب اور موجب نفرت مرض کو منسوب کیا جائے اور اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی اسرائیلی اور جھوٹی روایات کو بیان کرتے ہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرم گاہ کو چھپانے کا وجوب ہماری امت کی خصوصیت ہے کیونکہ بنی اسرائیل اکٹھے بے لباس ہو کر نہاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو منع نہیں فرماتے تھے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پتھروں میں بھی شعور ہوتا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے فرمایا: ''اے پتھر! میرے کپڑے دے'' اور نبی کا کلام لغو نہیں ہو سکتا' پتھر کا کپڑے لے کر بھاگنا' اور حضرت موسیٰ کا اس سے کلام فرمانا اور اس کو لاٹھی سے مارنا اور اس میں لاٹھی کے نشانات پڑ جانا یہ سب امور خلاف عادت ہیں اور ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعدد معجزات ہیں۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بنی اسرائیل نے دوسری اذیت رساں بات جو کہی تھی اس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس آیت (الاحزاب: ۶۹) کی تفسیر میں کہا: حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام ایک پہاڑ پر چڑھے' حضرت ھارون علیہ السلام وہیں وفات پا گئے' تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور وہ آپ کی بہ نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے' اور آپ کی بہ نسبت زیادہ نرم مزاج تھے' اور انہوں نے ان باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی' پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تو وہ حضرت

marfat.com

ھارون کا جسم اٹھا کر لائے اور ان کی موت کی خبر دی' تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ حضرت ھارون علیہ السلام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔

(جامع البیان رقم الحدیث ۲۱۸۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وجیہ کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "وہ اللہ کے نزدیک وجیہ تھے"۔

وجہ کا معنی ہے' چہرہ' وجیہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا چہرہ کسی کے نزدیک قدر و منزلت والا ہو' اور وہ شخص اس کے نزدیک معزز اور مکرم ہو' اور وہ اس کی کوئی بات رد کرتا ہو نہ ٹالتا ہو۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ وجیہ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو نیکی میں معروف ہو اور جس کی سیرت پسندیدہ اور لائق تحسین ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۸۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جس کی بہت قدر و منزلت ہو اور اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بڑا بلند ہو اور وہ تعریف اور تحسین اور شرف کا مستحق ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۲۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرما دے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۹۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابو الحسین علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ابن زید نے کہا اس کا معنی ہے مقبول' حسن بصری نے کہا اس کا معنی ہے مستجاب الدعوات' ابن سنان نے کہا دیدار کے جس کے ہر سوال کو پورا کر دیا ہو' قطرب نے کہا وجیہ' وجہ سے بنا ہے کیونکہ وجہ (چہرہ) جسم میں سب سے بلند عضو ہے۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۴۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو' اور درست بات کہا کرو○ (الاحزاب: ۷۰)

یعنی ہر وہ کام جس کو تم کرتے ہو اور جس کو تم ترک کرتے ہو ان میں تم اللہ سے ڈرا کرو' خاص طور پر ان کاموں کو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں' چہ جائیکہ ایسے کام کر دیا ایسی باتیں کہو جن سے اللہ کے رسول اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا' اور تمہارے لیے تمہارے کاموں کو بخش دے گا (الاحزاب: ۷۱)

یعنی تم کو نیک اعمال کی توفیق دے گا اور تمہارے اعمال کو قبول فرمالے گا' اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تمام احکام پر عمل کرتا ہے اور ان کے منع کیے ہوئے تمام کاموں سے بچتا ہے' وہ دنیا اور آخرت میں اتنی بڑی کامیابی حاصل کر لیتا ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں

marfat.com

نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے O (الاحزاب: ۷۲)

اس کی تحقیق کہ اس آیت میں ان یحملنھا کا ترجمہ امانت کو اٹھانا ہے یا امانت میں خیانت کرنا ہے

شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

تحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا سب نے یہ کہ اٹھاویں گے اوس کو اور ڈرے اوس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے تحقیق وہ تھا بے باک نادان۔

شاہ عبدالقادر متوفی ۱۲۳۰ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

ہم نے دکھائی امانت آسمان کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر سب نے قبول نہ کیا اوس کو کہ اٹھاویں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اوس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان۔

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ نے لکھا ہے:

ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا اس کو کہ اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

اور ہمارے شیخ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر تو وہ اس کے اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا بے شک وہ بڑی زیادتی کرنے والا نادان تھا۔

ان تمام مترجمین نے فابین ان یحملنھا کا ترجمہ کیا ہے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا، اور حمل کا معنی اٹھانا کیا ہے، اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے: انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا، ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے با اختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں، با اختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے، اس لیے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے۔

اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے: انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا، اور اب اس آیت پر یہ اشکال

marfat.com

وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ **وحملھا الانسان** کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو اٹھانے سے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا تھا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھے اس کو اللہ نے بڑا ظالم اور بہت جاہل کیوں فرمایا؟ اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے' کیونکہ حمل کا معنی جس طرح اٹھانا ہے اس طرح حمل کا معنی خیانت کرنا بھی ہے' اور اب اس آیت پر کوئی اشکال اور اعتراض نہیں ہے۔

ہم اس آیت کی تفسیر میں پہلے امانت کے متعلق احادیث بیان کریں گے اور اس آیت میں امانت کے متعلق جو آثار اور اقوال ہیں ان کو پیش کریں گے پھر کتب لغت سے حمل کا معنی بیان کریں گے' اس کے بعد جن مفسرین نے حمل کا معنی اٹھانا کیا ہے ان کا ذکر کریں گے اور ان کی تفسیر پر جو اعتراضات ہیں ان کے جوابات ذکر کریں گے اور ان پر تبصرہ کریں گے اور آخر میں ان مفسرین کا ذکر کریں گے جنہوں نے حمل کا معنی خیانت کیا ہے' اور اس تفسیر کو کسی توجیہ کی ضرورت نہیں ہے اور ہمارا ترجمہ بھی اسی تفسیر کے مطابق ہے۔

امانت کے متعلق احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائیں' میں ان میں سے ایک کے وقوع کو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں' آپ نے فرمایا امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتار دی گئی ہے پھر ان کو قرآن کا علم ہوا' پھر ان کو سنت کا علم ہوا' پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کے متعلق فرمایا' آپ نے فرمایا: ایک شخص سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھا لی جائے گی' اور اس کے دل میں امانت کا صرف اثر رہ جائے گا' پھر جب دوبارہ سوئے گا تو یہ نشان (اور مضبوط ہو کر) چھالے کی طرح ہو جائے گا۔ جیسے آگ کی چنگاری تمہارے پاؤں پر گر جائے اور اس کی وجہ سے تمہارے پاؤں پر چھالا پڑ جائے تم اس کو ابھرا ہوا دیکھو گے اور اس کے اندر کوئی چیز نہیں ہو گی' پھر صبح کو لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں کوئی شخص امانت کو ادا نہیں کرے گا' اور کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہوا کرتا تھا' اور کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ فلاں شخص کتنی عقل والا ہے' کتنے حوصلے والا ہے اور کتنی قوت والا ہے' اور اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی امانت داری نہیں ہو گی' اور مجھ پر ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے کہ میں یہ پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس سے خریدوں' اگر وہ مسلمان ہے تو اسلام اس کو (بے انصافی سے) منع کرے گا اور اگر وہ عیسائی ہے تو اس کا پادری اس کو ظلم سے روکے گا' اور رہا یہ زمانہ تو اب میں صرف فلاں فلاں (گنتی کے لوگوں) سے چیزیں خریدتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۱۴۸' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں چار خصلتیں حاصل ہوں تو پھر تم دنیا کی کسی نعمت سے محروم ہونے پر ملال نہ کرو (۱) امانت کی حفاظت کرنا (۲) اچھے اخلاق (۳) سچ بولنا (۴) پاکیزہ کمائی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۷' احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۶۶۵۳' دار الحدیث قاہرہ)

marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کر دو اور جو تم سے خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۲۶۴' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۶۰۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۵' المستدرک ج ۲ ص ۴۶' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۶۰' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۴۷۵' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے دین کی جس چیز کو سب سے پہلے کم پاؤ گے وہ امانت ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۱۸۳۔۷۱۸۲' الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۱۷۳۹)

آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر جس امانت کو پیش کیا گیا تھا اس کے مصداق میں آثار اور اقوال

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ نے اس آیت میں امانت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز پڑھنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' بیت اللہ کا حج کرنا' سچ بولنا' قرض ادا کرنا اور ناپ تول درست کرنا امانت ہے' اور سب سے بڑی امانت لوگوں کی رکھوائی ہوئی چیزوں کو واپس کرنا ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا: فرائض اور واجبات ادا کرنا' اور محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرنا امانت ہے۔

(۳) ابو العالیہ نے کہا: جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے وہ امانت ہیں۔

(۴) روزہ' غسل جنابت اور دیگر پوشیدہ احکام امانت ہیں۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان کی شرم گاہ کو پیدا کیا اور فرمایا: میں اس کو تمہارے پاس امانت رکھ رہا ہوں' پس شرم گاہ امانت ہے' اور کان امانت ہیں' اور آنکھ امانت ہے اور ہاتھ امانت ہیں اور پیر امانت ہیں اور جو امانت دار نہ ہو وہ ایمان دار نہیں ہے۔

(۶) بعض مفسرین نے کہا امانت سے مراد لوگوں کی رکھوائی ہوئی امانتیں ہیں' پس ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ کسی مومن کو دھوکا نہ دے اور نہ کسی کم یا زیادہ چیز میں عہد شکنی کرے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۶۶۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس امانت کو پیش کرنے کا معنی یہ ہے کہ ان احکام کی حفاظت کی جائے اور ان کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھا جائے' ان احکام پر عمل کرنے میں اجر و ثواب کی توقع ہے اور ان احکام کی خلاف ورزی کرنے میں سزا اور عذاب کا استحقاق ہے۔

جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر قرآن مجید سے استدلال

ایک بحث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس امانت کے متعلق کلام کیا حالانکہ وہ جمادات ہیں' بے جان اور بے عقل ہیں تو ان پر احکام پیش کرنے اور ان سے ان احکام کی اطاعت کو طلب کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) قرآن اور سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمادات بہ ظاہر بے عقل اور بے شعور ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھی حیات اور عقل اور شعور کو رکھا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ (الحج: ۱۸)

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تمام آسمان والے اور تمام زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان' سب اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

marfat.com

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ (حٰم السجدہ: ۱۱)

پھر اللہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں (سا) تھا' سو اس سے فرمایا اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے آؤ' انہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ (البقرہ: ۷۴)

اور بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۗ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۗ (بنی اسرائیل: ۴۴)

سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں' سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے' لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۗ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۗ (النور: ۴۱)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں والے اور صف بستہ پرندے' اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں' اور ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔

جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر احادیث سے استدلال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو' پس جب تم اپنی بکریوں اور اپنے جنگل میں ہو تو بلند آواز سے اذان دیا کرو' کیونکہ موذن کی آواز کو جو بھی جن یا انسان یا جو چیز بھی سنے گی وہ قیامت کے دن اس کی اذان کی گواہی دے گی۔

(یعنی جمادات اور نباتات میں سے ہر چیز تمہاری اذان کی گواہی دے گی اور ان چیزوں کا گواہی دینا اس پر موقوف ہے کہ وہ ان کو اذان دیتا ہوا دیکھیں اور ان کی اذان سنیں اور دیکھنا اور سننا ان کی حیات اور ان کے شعور کی دلیل ہے۔)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۲۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۴۱۳' عالم الکتب بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے شہتیروں کی بنی ہوئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں کو خطبہ دیتے تو کھجور کے ایک شہتیر سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا تو آپ اس پر خطبہ دیتے تھے' تب ہم نے اس شہتیر سے ایسی آواز سنی جیسے دس سال کے حمل والی اونٹنی کے رونے کی آواز آتی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو وہ شہتیر پرسکون ہو گیا (اس شہتیر کا رونا اور آپ کے فراق سے غم زدہ ہونا بھی اس کی حیات اور اس کے شعور کی دلیل ہے)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۱۲۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۹۵' عالم الکتب بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کھانا کھایا جاتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنتے تھے (یہ اس طعام کی حیات اور اس کے کلام کرنے کی دلیل ہے)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷۹)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے ایک راستہ میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا تھا وہ یہ کہتا تھا' السلام علیک یا رسول اللہ!

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۳' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کھجور کے خوشہ کو بلاؤں تو تم میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دو گے؟ پھر رسول

marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ درخت سے اتر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گر گیا' آپ نے اس سے فرمایا "لوٹ جا" تو وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا' سو وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۸' مسند احمد ج ۱ص ۲۲۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۶۲۲' المستدرک ج ۲ص ۶۲۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ص ۱۵)

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک گوہ نے آپ کی نبوت کی شہادت دی اور کہا آپ رب العلمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۴۸) حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ آلوسی اور مفتی محمد شفیع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ کے بلانے پر ایک درخت زمین کو شق کرتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر تین بار آپ کی نبوت کی شہادت دی پھر آپ کے حکم سے واپس چلا گیا' یہ دیکھ کر ایک اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۵۸۲' مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۵۶۶۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۱۱' حافظ الہیثمی نے کہا امام طبرانی کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۸۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہرنی کو آزاد کر دیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ انک رسول اللہ (المعجم الکبیر ج ۲۳ص ۳۳۱) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت یعلیٰ سے روایت ہے کہ اونٹ نے آپ سے شکایت کی کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے اور اب اس کے مالک اس کو ذبح کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اس کی شکایت زائل کر دی۔ (مسند احمد ج ۴ص ۱۷۳)

حضرت یعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ما من شیء فیھا الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ او فسقۃ الجن والانس. روئے زمین کی ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ماسوا انسانوں اور جنات میں سے کفار اور فساق کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ص ۲۶۲۔۲۶۱' مسند احمد ج ۳ص ۳۱۰' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۵۲)

ان تمام احادیث میں یہ دلیل ہے کہ تمام جمادات' نباتات اور حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے حیات اور شعور عطا فرمایا ہے وہ کلام سمجھتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں سے کلام فرمانا اور ان کا جواب دینا مستبعد نہیں ہے۔

جمادات سے کلام کرنے کی دوسری توجیہ

آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے اور ان کے جواب دینے پر جو یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ وہ تو حیات اور عقل وشعور سے عاری ہیں ان سے کلام کس طرح ہو سکتا ہے' اس کا ایک جواب تو دیا جا چکا ہے کہ جمادات اور نباتات وغیرہ میں بھی حیات اور شعور ہے' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ چلو مان لیا ان میں حیات اور شعور نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر امانت پیش کی تو ان کو حیات اور شعور عطا فرما دیا قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی سے' ہدہد سے اور دیگر پرندوں سے کلام فرماتے تھے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی وغیرہ سے کلام کرنا مستبعد نہیں ہے تو رب کائنات کا آسمانوں اور زمینوں سے کلام کرنا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب ہم حمل کا معنی بیان کر رہے ہیں تاکہ دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہو کہ اس کا معنی امانت کو اٹھانا ہے یا امانت میں خیانت کرنا۔

marfat.com

حمل کا معنی خیانت کرنے پر کتب لغت کی تصریحات

حمل کا مشہور معنی تو اٹھانا' برداشت کرنا اور کسی بات پر ابھارنا ہے اور اس کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا: یحملنہا کا معنی ہے یخنہا' یعنی آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور جو شخص کسی کی امانت میں خیانت کرے وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے اسی طرح ہر وہ شخص جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے' حسن نے کہا یہی معنی صحیح ہے۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ' علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ' علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ اور علامہ سعید خوری شرتوتی لبنانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(القاموس المحیط ج ۳ ص ۵۲۹' مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۵۶۵' تاج العروس ج ۷ ص ۲۸۸' اقرب الموارد ج ۱ ص ۲۳۲)

جن مفسرین نے یحملنہا کا معنی کیا امانت کو اٹھانا

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ نے اس آیت میں یحملنہا کی تفسیر اٹھانے سے کی ہے وہ لکھتے ہیں:

آسمانوں اور زمینوں پر جو امانت کو پیش کیا تھا وہ اختیاراً تھا ایجاباً نہیں تھا' یعنی ان کو اختیار دیا تھا کہ وہ اس امانت کو قبول کریں یا نہ کریں' یہی وجہ ہے کہ اس امانت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ گنہ گار نہیں ہوئے۔

(تفسیر السمرقندی ج ۳ ص ۶۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ نے بھی یہ لکھا ہے کہ آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں کو اس امانت کے اٹھانے کا اختیار دیا گیا تھا ان پر لازم نہیں کیا گیا تھا۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۴۲۳' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری متوفی ۴۶۸ھ' علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشا پوری متوفی ۷۲۸ھ' اور علامہ احمد بن محمد الصاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' شیخ امین احسن اصلاحی' شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ' صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اور مفتی احمد یار خاں متوفی ۱۳۹۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۳' تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۸۷' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' الوسیط ج ۳ ص ۴۸۴' غرائب القرآن ج ۵ ص ۴۷۷' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۵ ص ۱۶۶۰)

یہ تفسیر اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جمادات مکلف نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے صرف جن اور انسان کو اطاعت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار عطا کیا ہے' صرف جن اور انسان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں' باقی تمام مخلوق غیر اختیاری طور سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہے۔

یحملنہا کی تفسیر بار امانت اٹھانے سے کرنے پر علامہ قرطبی کی ...... توجیہات اور ان پر مصنف کی بحث ونظر

جن مفسرین نے یحملنہا کا معنی یہ کیا ہے کہ "آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے امانت کا بوجھ اٹھالیا" ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آسمان وغیرہ جمادات ہیں اور غیر مکلف ہیں ان پر بار امانت کو پیش کرنا اور ان کا اس بوجھ کو اٹھانے سے انکار کرنا دونوں غیر معقول ہیں' علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے اس کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

marfat.com

(۱) اس عبارت میں حذف مضاف ہے' اور آسمانوں اور زمینوں سے مراد ہیں آسمانوں اور زمینوں والے' یعنی فرشتے' انسان اور جن' اور بار امانت کو پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی تو ان کو ثواب ہوگا اور اگر اطاعت نہیں کی تو ان کو عذاب ہوگا' اور ان سب نے یہ کہا کہ ہم اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

مصنف کے نزدیک یہ توجیہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ فرشتے مکلف نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے متعلق فرمایا:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم:۶) اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ اسی کام کو کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

ان سے یہ متصور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے احکام کی امانت کو پیش کرے اور وہ اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیں' نیز اگر زمین والوں میں انسان بھی داخل اور مراد ہیں تو پھر الگ سے یہ فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟ وحملها الانسان ''اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا''۔

(۲) حسن وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ معلوم ہے کہ جمادات بات سمجھتے ہیں نہ اس کا جواب دیتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ یہاں حیات کو مقدر مانا جائے یعنی ان کو زندہ کر کے فرمایا' اور آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر اس امانت کو اختیاراً پیش کیا تھا اور انسان پر الزاماً پیش کیا تھا' یعنی آسمانوں وغیرہ کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا اور انسان کو اختیار نہیں تھا۔

مصنف کے نزدیک یہ توجیہ بھی غلط ہے کیونکہ آسمان' زمین اور پہاڑ جبراً اللہ کی اطاعت کرتے ہیں ان کو اطاعت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اور انسان پر اطاعت کرنا لازم نہیں ہے اس کو اختیار دیا گیا ہے اور اس توجیہ میں معاملہ الٹ کر دیا گیا ہے۔

(۳) قفال وغیرہ نے یہ کہا اس آیت میں ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنا اس قدر مشکل اور دشوار ہے کہ اگر اس کی اطاعت کی امانت کو آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا جاتا تو وہ اپنے کبر' ثقل اور قوت کے باوجود اس کی اطاعت سے عاجز آ جاتے اور اس کے بوجھ کو اٹھانے سے انکار کر دیتے۔

مصنف کے نزدیک یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس توجیہ کی بنیاد یہ ہے کہ آسمان' زمین اور پہاڑ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں مختار ہیں حالانکہ وہ مجبور ہیں مختار نہیں ہیں۔

(۴) ایک قوم نے یہ کہا اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ امانت اس قدر بھاری ہے کہ آسمان اور زمین اور پہاڑ بھی اپنی غیر معمولی طاقت کے باوجود اس کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے تھے اور اگر ان پر یہ بوجھ ڈالا جاتا تو وہ اس کو اٹھانے سے انکار کر دیتے۔

مصنف کے نزدیک یہ توجیہ بھی سابق وجہ سے غلط ہے آسمان اور زمین میں یہ مجال اور جرأت کہاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کر سکیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ○ (حم السجدۃ:۱۱) پھر اللہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں (سا) تھا' سو اس سے فرمایا اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے آؤ' انہوں نے کہا ہم خوشی سے آئے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۲۳۱۔۲۳۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو مسعود محمد بن محمد عماری حنفی متوفی ۹۸۲ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ'

marfat.com

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ اور سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے بھی ان تاویلات اور توجیہات میں سے بعض کو اختیار کیا ہے' اور قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ تمام تاویلات باطل ہیں' ان تفاسیر کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

(تفسیر ابوالسعود ج ۵ ص ۲۴۲' روح البیان ج ۷ ص ۲۹۸' روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۳۹' معارف القرآن ج ۷ ص ۲۴۶۔۲۴۵' تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۳۶)

بعض علماء نے اس معنی کی تقویت میں یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں کو پہلے اختیار عطا کر دیا تھا پھر ان پر اس امانت کو پیش کیا تو انہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔

مصنف کے نزدیک یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو ان کو اختیار عطا فرمانے کا دعویٰ بلا دلیل ہے' ثانیاً یہ دعویٰ اس مسلّم حقیقت کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے صرف جن اور انس کو عبادت کرنے کا مکلف کیا ہے اور ان ہی کو با اختیار بنایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ میں نے جنات اور انسان کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات: ۵۶)

ثالثاً جب اس آیت میں ان یحملنھا کا معنی بغیر کسی تاویل کے درست ہو سکتا ہے یعنی زمین و آسمان نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا تو پھر اس کمزور تاویل پر مبنی معنی کرنے کی کیا ضرورت ہے!

علامہ قرطبی نے بھی متعدد تاویلات کرنے کے بعد وحملھا الانسان کی تفسیر میں لکھا ہے:

ومعنی حملها خان فیها. امانت کو اٹھانے کا معنی یہ ہے کہ انسان نے اس امانت میں خیانت کی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۳۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جن مفسرین نے یحملنها اور حملها الانسان میں حمل کا معنی امانت میں خیانت کرنا کیا

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ نے یحملنها میں حمل کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

جب کوئی شخص امانت اس کے مالک کو واپس کرنے کا ارادہ نہ کرے تو کہا جاتا ہے فلاں شخص امانت کے بوجھ کو اٹھانے والا ہے' گویا امانت اس پر سوار ہے اور وہ اس کو اٹھانے والا ہے' حاصل یہ ہے کہ امانت اٹھانے کا معنی اس میں خیانت کرنا ہے۔ (الکشاف ج ۳ ص ۵۷۴۔۵۷۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

(فابین ان یحملنها) یعنی انہوں نے امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس سے انکار کیا کہ وہ امانت کو ادا نہ کریں (وحملها الانسان) اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اس امانت کو ادا کرنے سے انکار کیا۔

(مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ۳ ص ۵۱۴' دارالکتب العربیہ پشاور)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن النیشا پوری القشیری المتوفی ۴۶۵ھ' علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ' علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ' علامہ سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ نے بھی اسی طرح یحملنها اور حملها الانسان دونوں جگہ حمل کا معنی امانت میں خیانت کرنا کیا ہے۔

(تفسیر القشیری ج ۳ ص ۴۶' البحر المحیط ج ۸ ص ۵۱۱۔۵۱۰' نظم الدرر ج ۶ ص ۱۴۱' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۳ ص ۴۵۸)

اور امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ' علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ کازرونی' علامہ علی بن محمد خازن المتوفی ۷۲۵ھ' علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ' علامہ احمد بن محمد الخفاجی التوفی ۱۰۶۹ھ' علامہ محمد بن

marfat.com

علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نواب صدیق بن حسن القنوجی التوفی ۱۳۰۷ھ نے یحملنها میں تو علامہ قرطبی کی ذکر کردہ تاویلات سے حمل کا معنی اٹھانا کیا ہے اور وحملها الانسان میں حمل کا معنی امانت میں خیانت کرنا کیا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۶۶۹-۶۶۸ تفسیر البیضاوی مع الکازرونی ج ۴ ص ۳۸۸ حاشیۃ الکازرونی ج ۴ ص ۳۸۸ تفسیر الخازن ج ۳ ص ۵۱۵ حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۶ ص ۶۶۹ عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۵۱۵ فتح القدیر ج ۴ ص ۴۰۸ فتح البیان ج ۵ ص ۴۱۷)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری التوفی ۱۴۱۸ھ نے اس آیت کے ترجمہ میں حمل کا معنی اٹھانا کیا ہے اور تفسیر میں اس کا معنی امانت میں خیانت کرنا لکھا ہے۔ ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں) تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے اٹھانے سے وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے بے شک یہ بڑا ظلوم بھی ہے (اور) جہول بھی۔

اور تفسیر میں اس طرح فرمایا ہے:

اہل لغت نے اس طرح لکھا ہے کہ جب کوئی شخص امانت واپس کرنے سے انکار کر دے اور اس میں خیانت کرے تو عرب کہتے ہیں حمل الامانۃ یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کر دیا اور اس کا بوجھ اٹھا لیا اس آیت طیبہ میں حمل اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اس لغوی تحقیق کے پیش نظر آیت کا معنی ہوگا: ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش فرمایا فابین ان یحملنها تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا جو حکم ربانی ملا بے چون و چرا اس کی تعمیل میں لگ گئے سر مو انحراف اور سستی نہیں کی واشفقن منها وہ اس بات سے ڈرے کہ کہیں امانت میں خیانت کرنے سے وہ غضب الٰہی کے شکار نہ ہو جائیں فحملها الانسان (قرآن میں وحملها ہے۔ سعیدی غفرلہ) لیکن انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اس کا بوجھ گردن پر اٹھایا۔ (ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۰۲-۱۰۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے۔ (الاحزاب: ۷۲)

انسان کے ظالم اور جاہل ہونے کی توجیہ

اس آیت میں انسان سے مراد کافر یا فاسق ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت میں خیانت کرنے والے نہیں ہیں اور چونکہ انسان کے اکثر افراد کافر اور فاسق ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کے متعلق فرمایا کہ انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اس کی مثال قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ. (العدیات: ۶) — بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى. (العلق: ۶) — حقیقت یہ ہے کہ بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اوپر اپنے احکام کی امانت کو پیش کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ اس کے اکثر افراد اس امانت میں خیانت کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اطاعت اور عبادت کی استعداد اور صلاحیت رکھی تھی اور اس لیے کہ عالم میثاق میں اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کا وعدہ کیا تھا اس آیت میں اور دیگر ذکر کردہ آیات میں صرف انسان کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ انسان اور جن دونوں مکلف ہیں اور دونوں کو عبادت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں

marfat.com

زیادہ تر خطاب انسان سے کیا گیا ہے اور اسی کی نوع سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا ہے اور اسی کی تکریم اور احسن تقویم کی تصریح کی گئی ہے اور وہی اشرف الخلائق ہے۔

میں بچپن سے اس آیت پر غور کرتا رہا ہوں اور قرآن مجید کے تراجم میں یہ پڑھ کر کہ ''آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اللہ کی امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے'' میں یہ سوچتا تھا کہ جب کوئی بھی اس امانت کو نہ اٹھا سکا اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا تو اس کی تحسین ہونی چاہیے تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت فرما رہا ہے کہ وہ بڑا ظالم اور بہت جاہل ہے' پھر جب میں نے پڑھانا شروع کیا اور دینی کتب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں حمل کا معنی خیانت کرنا ہے' یعنی انسان نے اس امانت میں خیانت کی وہ بڑا ظالم اور بہت جاہل ہے' پھر میں اسی طرح اپنے طلبہ کو پڑھاتا رہا تا آنکہ اب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر لکھنے کی توفیق اور سعادت عطا کی تو میں نے کھل کر اس آیت پر لکھا اور قرآن مجید کے پیغام کو بسط اور تفصیل سے پیش کیا' اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے جس طرح اس نے محض اپنے فضل سے اس کو لکھنے کی توفیق دی ہے سو اسی طرح اس کے کرم سے توقع ہے بلکہ سوال اور دعا ہے کہ وہ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تاکہ انجام کار اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الاحزاب: ۷۳)

جنس انسان پر امانت پیش کرنے کی حکمت کفار کو عذاب دینا' توبہ کرنے ...... والے مومنوں کو بخشنا اور انبیاء اور صالحین کو نوازنا ہے

اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور انسانوں پر اپنے احکام کی امانت کو اس لیے پیش کیا تاکہ منافقوں اور مشرکوں کو عذاب دے اور مومنوں کی توبہ قبول فرمائے اور ان کو بخش دے۔

اس لیے بالعموم مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ لام عاقبت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۔ (القصص: ۸) فرعون کے متبعین نے موسیٰ کو اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کے لیے دشمن اور باعث غم بن جائے۔

اسی طرح اس آیت میں فرمایا ہے کہ انسان کے اکثر افراد نے اس امانت میں خیانت کی اور کفر و شرک کو مخفی رکھا یا کفر و شرک کو ظاہر کیا تاکہ انجام کار اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے اور بعض نے کفر و شرک کو ترک کیا' پھر ان بعض میں سے اکثر وہ تھے کہ ایمان سے متصف ہونے کے باوجود ان سے خطائیں سرزد ہو گئیں اور تقصیرات اور کوتاہیاں ہوئیں پھر انہوں نے اپنی تقصیرات اور خطاؤں پر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور ان کے متعلق فرمایا: اور وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اور بعض کاملین تھے جو انبیاء اور مرسلین ہیں اور اولیاء عارفین ہیں ان کے متعلق فرمایا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی دوسری تقریر اس طرح ہے کہ ہر چند کہ یہ لام عاقبت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو لام علت اور غرض کی صورت میں ذکر فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان پر اپنے احکام کی امانت کو اس لیے پیش فرمایا تھا کہ جنس انسان کے بعض افراد اس امانت کو ظاہراً قبول کرنے کے بعد اس کو ضائع کر دیں اور وہ منافقین ہیں' اور بعض افراد اس امانت کو بالکل قبول نہ

marfat.com

کریں اور وہ مشرکین ہیں اور دونوں کے متعلق فرمایا تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔اور جنس انسان کے بعض افراد اللہ تعالیٰ کے احکام کی امانت میں خیانت نہ کریں' لیکن ان سے کچھ تقصیرات ہوں اور وہ اس پر ندامت کا اظہار اور توبہ کریں ان کے متعلق فرمایا اور وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔اور جنس انسان کے بعض افراد جو کاملین ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی امانت میں بالکل خیانت نہ کریں وہ انبیاء اور مرسلین ہیں اور اولیاء عارفین ہیں ان کے متعلق فرمایا: اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے' اور ان میں سے ہر فرد کو اس کے مرتبہ اور ظرف کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے تین طبقات کا ذکر ہے' ایک طبقہ منافقین اور مشرکین کا ہے' دوسرا طبقہ توبہ کرنے والے گنہ گار مسلمانوں کا ہے' اور تیسرا طبقہ انبیاء ومرسلین اور اولیاء عارفین کا ہے' اور ان تین طبقوں کو بنانے کی حکمت یہ تھی کہ متعدد آئینوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے عکوس نظر آئیں سو منافقین اور مشرکین وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات قہر اور جلال کا عکس نظر آتا ہے' اور توبہ کرنے والے گنہ گار مسلمان وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات ستاری اور غفاری کا عکس نظر آتا ہے اور انبیاء ومرسلین اور اولیاء کاملین وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کے الطاف وعنایات کی صفات کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

ان تین طبقوں میں سے دوسرے طبقہ پر اس حدیث میں دلیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تم کو لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے استغفار کریں گے پھر اللہ ان کو بخش دے گا۔ (صحیح مسلم کتاب التوبہ: ۱۱' رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۷۴۹' الرقم المسلسل: ۶۸۳۲)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے گناہ کریں' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ گناہوں سے منع کرنے کے لیے نبیوں اور رسولوں کو کیوں بھیجتا' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندے اپنے آپ کو گنہ گار اور خطاء کار سمجھیں' خواہ وہ کسی قدر صالح اور نیک ہوں کم از کم اتنی بات تو ہے کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت نہیں کر سکا جتنی اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمتیں عطا کی ہیں تو وہ کم از کم اسی تقصیر پر اللہ سے استغفار کرتا رہے' اور توبہ اور استغفار کو ترک کرنا بھی گناہ ہے' سو اگر لوگ اپنی نیکیوں پر مطمئن ہو جائیں اور توبہ اور استغفار نہ کریں تو وہ ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو نیکیاں کرنے کے باوجود تقصیر طاعات کے خوف سے توبہ اور استغفار کرتے رہیں گے۔

اختتام سورت

آج ۲ شوال ۱۴۲۳ھ/ ۷ دسمبر ۲۰۰۲ء بہ روز ہفتہ بعد نماز فجر سورۃ الاحزاب کی تفسیر ختم ہوگئی' ۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو یہ تفسیر شروع کی تھی اس طرح تقریباً دو ماہ اور تین دنوں میں یہ تفسیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر کو مکمل کرا دیا ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل فرما دیں' مجھے تا حیات صحت و عافیت اور نیکی اور تقویٰ اور اطاعت اور اتباع سنت کے ساتھ قائم رکھیں' عزت و کرامت کے ساتھ ایمان پر میرا خاتمہ فرمائیں' موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت عطا فرمائیں' دنیا کے مصائب اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھیں اور دنیا اور آخرت کی سعادت اور سرخ روئی کو مقدر فرما دیں۔ اس تفسیر کو تا قیام قیامت باقی' مرغوب' مقبول اور فیض آفریں بنا دیں اور اس کی تحریر اور تقریر کو عمل کے لیے مؤثر بنا دیں' اس کو موافقین کے لیے وجہ استقامت اور طمانیت اور مخالفین کے لیے موجب

marfat.com

ہدایت کردیں۔وما ذالک علی الله بعزیز۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آله الطیبین الطاهرین واصحابه الکاملین الراشدین وازواجه امهات المومنین وعلی اولیاء امته وعلماء ملته وامته اجمعین.

marfat.com

سُورَةُ سَبَإٍ
(۳۴)

سُورَةُ فَاطِرٍ
(۳۵)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورة سبا

سورت کا نام اور اس کا زمانہ نزول

اس سورت کا نام سبا ہے اور اس کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے:

لَقَدۡ کَانَ لِسَبَاٍ فِیۡ مَسۡکَنِہِمۡ اٰیَۃٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنۡ یَّمِیۡنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّکُمۡ وَ اشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ بَلۡدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّ رَبٌّ غَفُوۡرٌ . (سبا:۱۵)

قوم سبا کے لیے ان کی بستیوں میں (اللہ کی قدرت کی) نشانی تھی' ان کی دائیں اور بائیں جانب دو باغ تھے' (اللہ نے ان کو حکم دیا کہ) اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو' یہ عمدہ شہر ہے اور بہت بخشنے والا رب ہے۔

سبا یمن کے ایک علاقے کا نام ہے' جو صنعاء اور حضر موت کے درمیان ہے' اس کا مرکزی شہر مآرب ہے' اس علاقہ کا نام سبا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقے میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی ایک شاخ آباد تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں کثرت سے باغات پیدا کیے تھے اور سبزہ اور ہریالی عطا کی تھی لیکن جب اس شہر کے لوگوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں چھین لیں' اور اس شہر کے رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

یہ سورت مکہ کے ابتدائی یا متوسط دور میں نازل ہوئی ہے جب مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۴ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۸ ہے' یہ سورت زمر سے پہلے اور لقمان کے بعد نازل ہوئی ہے۔

سورة سبا اور سورة الاحزاب میں مناسبت

سورة سبا اور سورة الاحزاب میں حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) سورة الاحزاب کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: تا کہ انجام کار منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اللہ عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ (الاحزاب: ۷۳) اور سورة سبا کی پہلی آیت میں فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے مختص ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب چیزیں ہیں جو زمینوں میں ہیں۔ (سبا:۱) گویا سورة الاحزاب کے آخر میں جو دعویٰ فرمایا تھا کہ اللہ منافقین اور مشرکین کو عذاب دے گا سورة سبا کی پہلی آیت میں اس پر دلیل ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں

marfat.com

کا مالک ہے اس لیے وہ منافقین اور مشرکین کو عذاب دینے پر بھی قادر ہے اور مومنین کو اجر و ثواب دینے پر بھی قادر ہے
(۲) سورۃ الاحزاب کی آخری آیت کے آخر میں فرمایا تھا: وکان اللہ غفورا رحیما ''اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''
سورۃ سبا کی آیت: ۲ کے آخر میں فرمایا: وھو الرحیم الغفور وہ نہایت مہربان بہت بخشنے والا ہے۔
(۳) سورۃ الاحزاب میں کفار نے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئے گی:
یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (الاحزاب: ۶۳) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے اس کا ذاتی علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔
اور سورۃ سبا میں ذکر ہے کہ کفار نے قیامت کے آنے کا انکار کر دیا تھا:
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ (سبا: ۳) کفار نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی' آپ کہیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم! جو عالم الغیب ہے' تم پر قیامت ضرور آئے گی

سورۃ سبا کے مشمولات

(۱) سورۃ سبا مکی سورت ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید' رسالت' قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر زور دیا گیا ہے۔
(۲) حضرت داؤد' حضرت سلیمان علیہما السلام اور اہل سبا کو جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔
(۳) اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا بیان کیا گیا ہے اور اس کی توحید پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔
(۴) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ہر زمانہ میں دستور رہا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں دی تھیں وہ اپنے اپنے زمانہ کے نبیوں اور رسولوں کے مخالف رہے ہیں۔
(۵) یہ بتایا گیا ہے کہ مشرکین قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں' اور اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب اور افتراء کہتے ہیں' حالانکہ آپ کاذب اور مفتری نہیں ہیں آپ تو آخرت کے ہولناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں' آپ جو اپنے رب کا پیغام سنا رہے ہیں اور اس کے دین کی دعوت دے رہے ہیں اس پر کوئی اجر نہیں طلب فرما رہے۔
(۶) اور اس سورت کو اس پیغام پر ختم کیا گیا ہے کہ ان مشرکوں کی فلاح اس میں ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے پر ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں۔
سورۃ سبا کے اس تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ سبا کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے ہیں۔
الٰہ العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا حق اور صواب کو لکھنے اور باطل اور ناحق کو رد کرنے کی جرأت اور ہمت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۔ ۳۸
۸ شوال ۱۴۲۳ھ/ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ء
فون: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

آیاتها ۵۴ رکوعاتها ۶ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | سورۃ سبا مکیۃ ۳۴

سورت سبا مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۝ اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے مختص ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور

الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝١ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی

آخرت میں (بھی) اسی کی تعریف ہے، اور وہی بہت حکمت والا سب خبر رکھنے والا ہے ۝ اس کو علم ہے جو کچھ

الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ

زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا

فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝٢ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا

ہے، اور وہی رحم فرمانے والا بے حد بخشنے والا ہے ۝ اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی

السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ

آپ کہیے کیوں نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی، اس سے ذرہ برابر بھی

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ

کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں، اور ہر چیز روشن کتاب میں ہے

وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝٣ ق لا لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ۝ تاکہ اللہ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝٤ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ

کام کیے، ان کے لیے مغفرت ہے اور معزز روزی ہے ۝ اور جن لوگوں نے ہماری

فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ

آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے درد ناک عذاب

marfat.com

اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

کی سزا ہے ○ اور اہل علم کو معلوم ہے کہ جو کلام آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥

وہی برحق ہے اور وہی اس کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو غالب ہے (اور) تعریف کیا ہوا ہے ○

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ

اور کافروں نے کہا کیا ہم ایسے مرد کی طرف تمہاری رہنمائی کریں جو تمہیں یہ خبر

اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ⑦

دیتا ہے کہ جب تم مکمل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے تو پھر تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے! ○

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

کیا اس شخص نے اللہ پر بہتان باندھا ہے یا اس کو جنون ہے! بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا

نہیں لائے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں ○ پس کیا انہوں نے ان چیزوں

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ

کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے (پھیلی ہوئی) ہیں یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو

بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں بے شک اس میں

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨ ع

ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے نشانیاں ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے مختص ہیں جس کی ملکیت میں وہ چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے اور وہی بہت حکمت والا سب خبر رکھنے والا ہے ○ اس کو علم ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے اور وہی رحم

marfat.com

فرمانے والا' بے حد بخشنے والا ہے○ (سبا:۲۔۱)

آخرت میں اللہ کی حمد کرنے کے چھ مقامات

اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریفیں اس لیے مختص ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا صرف وہی مالک ہے' حمد اور تعریف کا معنی ہے صفات کمال کا اظہار' اور جب تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو ان چیزوں کے تمام کمالات کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے' اور جن چیزوں کے مالک بہ ظاہر انسان ہیں در حقیقت ان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے' اس لیے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ قابل تعریف تمام کمالات اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے' مومنین کاملین اور صالحین آخرت میں چھ مقامات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے:

(۱) قیامت کے دن فیصلہ ہونے کے بعد فرشتے اور مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (الزمر: ۷۵)

اور (اے رسول مکرم) آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا' اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۲) جب مومنین اللہ کے فضل سے پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزر جائیں گے تو کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. (فاطر: ۳۴)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔

(۳) جب مومن جنت کے قریب پہنچیں گے اور جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا. (الاعراف: ۴۳)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔

(۴) جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ملائکہ سلام تحیت کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے تو وہ کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ○ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ○ (فاطر: ۳۵۔۳۴)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا' بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا' شکر کی بہت جزا دینے والا ہے○ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام کی جگہ میں ٹھہرایا' جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ تھکاوٹ۔

(۵) جب مومنین جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے تو کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ (الزمر: ۷۴)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔

(۶) جنت میں داخل ہونے کے بعد مومنین صالحین یہ کہیں گے:

marfat.com

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (یونس: ۱۰)

جنت میں ان کی دعا ہوگی اے اللہ! تیری ہر نقص اور ع... سے برأت ہے۔ اور وہاں ان کی دعائے خیر یہ ہوگی سلام اور ا... آخری جملہ یہ ہوگا "الحمد للہ رب العلمین"۔

مومنین دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ان دونوں حمدوں میں ف... یہ ہے کہ دنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بہ طور عبادت کرتے ہیں اور آخرت میں وہ اللہ کی حمد بہ طور لذت کریں گے۔

حمد کی تعریف' اللہ کی حمد کی اقسام اور شکر کی ادائیگی کا طریقہ

حمد کی تعریف یہ ہے: کسی اختیاری خوبی کی بہ طور تعظیم زبان سے تعریف و تحسین کرنا خواہ وہ خوبی اس کے لیے باعث ن... ہو یا نہ ہو' نعمت کی مثال یہ ہے کسی شخص کی سخاوت پر اس کی تعریف کی جائے اور غیر نعمت کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کے علم... زہد و تقویٰ پر اس کی تعریف و تحسین کی جائے۔

اللہ کی حمد کی تین قسمیں ہیں' حمد قولی' حمد فعلی اور حمد حالی۔

حمد قولی یہ ہے کہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کی ہے ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے' ان کلمات حمد کا... قرآن مجید اور احادیث میں ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے: **هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنى يس... له ما في السموت والارض وهو العزيز الحكيم** (الحشر: ۲۴) اور حدیث میں ہے: **لا اله الا الله وحده لا شري... له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير' اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ي... ذا الجد منك الجد.** (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۳)

اور حدیث میں ہے: **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم.** (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۴...

اور حمد کے بہترین کلمات یہ ہیں **الحمد لله رب العلمين**۔

حمد فعلی یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے اس کی عبادت کرے۔

اور حمد حالی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جائے اور اللہ کے اوصاف سے متصف ہو جائے' اور ج... اس پر کوئی مصیبت نازل ہو یا کسی بیماری اور تکلیف کا سامنا ہو تو کہے **الحمد لله على كل حال**' ہم ہر حال میں اللہ ک... کرتے ہیں' کیونکہ مصیبت اور تکلیف بھی باطنی نعمت ہیں' مصائب اور امراض گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں لیکن اس سے ش... شکر کا قصد نہ کرے' اس خوف سے کہ کہیں مصیبت اور تکلیف زیادہ نہ ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. (ابراہیم: ۷)

اگر تم نے شکر ادا کیا تو میں تم میں (نعمت کو) زیادہ کروں...

اور جب اس کو کوئی نعمت اور راحت ملے تو پھر اس کا شکر ظاہراً بھی ادا کرے' اور اس کو جو نعمت ملی ہے اس کا ذکر کر کے... کا شکر ادا کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ. (ابراہیم: ۳۹)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھ... میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النمل: ۱۵)

اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا او... دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں... بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حمد سے خوش ہوتا ہے' ایک شخص نے نماز میں رکوع سے اٹھنے کے بعد یہ کلمات کہے:
ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ 'تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمیں سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف جھپٹ رہے تھے کہ کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۹۹)
نیز فرمایا اور وہ حکیم ہے: یعنی اس نے دین اور دنیا کے تمام معاملات کی محکم تدبیر کی ہے اور تمام چیزوں کو حکمت اور مصلحت کے تقاضوں کے موافق بنایا ہے اور فرمایا وہ خبیر ہے یعنی وہ تمام ظاہری اور باطنی اور کھلی ہوئی اور ڈھکی ہوئی چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی اور آسمان .... سے اترنے اور اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو علم ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے اور وہی رحم فرمانے والا' بے حد بخشنے والا ہے O (سبا ۲)
اس آیت میں "یلج" فرمایا ہے' یہ لفظ ولوج سے بنا ہے' ولوج کا معنی ہے تنگ جگہ میں داخل ہونا' اس سے پہلی آیت کے آخر میں فرمایا تھا وہ خبیر ہے یعنی ہر ظاہر اور باطن کی خبر رکھنے والا ہے' وہ جانتا ہے کہ زمین میں کیا چیزیں داخل کی جاتی ہیں اور کیا چیزیں زمین سے نکلتی ہیں' زمین میں بیج داخل کیے جاتے ہیں پھر زمین سے کونپلیں پھوٹ کر نکلتی ہیں' بارش کے قطرات زمین میں داخل ہوتے ہیں پھر وہ چشموں اور آبشاروں کی صورت میں زمین سے نکل آتے ہیں' خزانے اور دفینے' اور حشرات الارض زمین سے نکلتے ہیں' زمین میں مردوں کو دفن کیا جاتا ہے اور وہ آخرت میں زمین سے نکل آئیں گے' اسی طرح انسان کی کھال کی زمین میں جو کچھ داخل ہوتا ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے' جو فاسد اور صالح غذا اور حلال اور حرام طعام جس کو وہ کھاتا ہے وہ سب اس کے علم میں ہے اسی طرح اس کی کھال سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے۔
اور وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں اور جو آسمان میں چڑھتی ہیں' مثلاً فرشتے' آسمانی کتابیں' تقدیریں' بندوں کے رزق اور برکتیں' بارشیں' برف' اولے' شبنم اور بجلیاں آسمان سے نازل ہوتی ہیں' اسی طرح دلوں پر روحانی فیض اور الہامات ربانیہ نازل ہوتے ہیں اور فرشتے' پاک روحیں' دعائیں اور بندوں کے نیک اعمال اور بخارات اور دھوئیں وغیرہ اوپر چڑھتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی' آپ کہیے کیوں نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی' اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں' اور ہر چیز روشن کتاب میں ہے' خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی O تاکہ اللہ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' ان کے لیے مغفرت ہے اور معزز روزی ہے O اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے O (سبا: ۵۔۳)

وقوع قیامت پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا تھا اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شرک' کفر اور برے اعمال پر آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے اور توحید و رسالت پر ایمان لانے اور نیک کام کرنے پر آخرت کے اجر و ثواب کی بشارت دیتے تھے' یہ سن کر کفار مکہ کہتے تھے ہم پر قیامت نہیں آئے گی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے تین دلیلوں سے قیامت کے آنے کو ثابت فرمایا:

marfat.com

(۱) کفار مکہ آپ کو صادق مانتے تھے اور الصادق الامین کہتے تھے اور آپ نے قسم کھا کر فرمایا: مجھے اپنے رب کی قسم ہے
ضرور آئے گی' اور الصادق الامین قسم کھا کر جو بات کہے وہ غلط نہیں ہو سکتی۔

(۲) کفار قیامت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ان کے اجسام بوسیدہ ہو جائیں گے اور ان کے اجسام گل
سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر ہوا ان ذرات کو اڑا کر دوسری جگہوں پر لے جائے گی اور یہ ذرات دوسرے اجسام
کے ذرات سے مل کر خلط ملط ہو جائیں گے تو پھر یہ کیسے متعین ہو گا کہ یہ ذرہ فلاں جسم کا ہے اور یہ ذرہ فلاں جسم کا۔
پھر یہ بکھرے ہوئے اور منتشر ذرات دوبارہ کس طرح جمع ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ عالم الغیب ہے اور اس سے
اس جہان کا کوئی ذرہ مخفی نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے مختلط اور منتشر ذرات کو ایک دوسرے ممیز اور ممتاز
کے ایک قالب میں جمع کر دینا اس پر بالکل مشکل اور دشوار نہیں ہے۔

(۳) اور دوسری آیت سبا: ۴ میں فرمایا (قیامت اس لیے ضرور آئے گی) تا کہ اللہ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں
نے نیک کام کیے' اور تیسری آیت سبا: ۵ میں فرمایا: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے
لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جزاء اور سزا کا نظام قائم
فرمائے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ایک شخص دوسرے پر مسلسل ظلم کرتا رہتا ہے اور اس کو اس کے ظلم کرنے پر کوئی
سزا نہیں ملتی اور دوسرے کو ظلم سہنے پر کوئی جزا نہیں ملتی' پس اگر ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ
کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس دار دنیا کے بعد کوئی دار آخرت ہو جہاں ظالم کو سزا دی جائے اور
مظلوم کو جزا دی جائے۔

رزق کریم کا معنی

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جزاء میں دو چیزوں کو ذکر فرمایا ہے مغفرت اور رزق کریم یعنی معزز روزی' مغفرت کا اس لیے
ذکر فرمایا ہے کہ مومنین صالحین سے بھی کچھ خطائیں اور تقصیرات ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش اور مغفرت کی
نوید سنائی' اور انہوں نے جو نیک کام کیے ہیں ان کی جزاء کے طور پر انہیں رزق کریم کی بشارت دی' اور رزق کریم اس لیے فرمایا
کہ دنیا میں ان کو جو رزق دیا تھا اس میں ان کی محنت اور مشقت کی کلفت تھی' اور آخرت کا رزق کریم ہے وہ معزز روزی ہے اس
میں کوئی کلفت اور تلخی نہیں ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ آخرت کے رزق دو قسم کے ہیں ایک دوزخیوں کا رزق ہے جس میں
شجرۃ الزقوم (تھوہر کا درخت) ہے' اور الحمیم (گرم پانی) ہے اور دوسرا جنتیوں کا رزق ہے جس میں پھل اور میوے
ہیں اور شراب طہور ہے اور یہی رزق کریم ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔
(سبا: ۵)

یعنی جو کفار ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کو باطل کہتے ہیں اور ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ہماری گرفت سے
جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ان کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے' اللہ تعالیٰ ان کے متعلق عذاب کی وعید فرما
ہے کہ ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل علم کو معلوم ہے کہ جو کلام آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' وہی برحق ہے
اور وہی اس کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو غالب ہے (اور) تعریف کیا ہوا ہے O اور کافروں نے کہا ہم ایسے مرد کی طرف

marfat.com

تمہاری رہنمائی کریں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم مکمل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے O (سبا: ۷۔۶)

اہل علم کا مصداق

اس سے پہلی آیت میں یہ بتلایا تھا کہ کفار اور مشرکین قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کو باطل کہتے ہیں' اور چونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس لیے اب ان کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ذکر فرمایا اور ان کو اہل علم سے تعبیر فرمایا جو قرآن مجید کو برحق اور وحی الٰہی قرار دیتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اہل علم سے مراد علماء اہل کتاب ہیں' جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما وغیرہ' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام مسلمان مرد مراد ہیں' بعض مفسرین نے کہا اس سے علماء اہل کتاب کو مراد لینا صحیح نہیں ہے' کیونکہ یہ مکی سورت ہے اور وہ مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے اور بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں اوتوا العلم یعنی اہل علم کا لفظ ہے اور وہ عام ہے اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ اس سے امت کے تمام اہل علم مراد لیے جائیں۔

اس کے بعد فرمایا: کیا ہم ایسے مرد کی طرف تمہاری رہنمائی کریں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم مکمل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے O (سبا: ۷)

جز لا یتجزیٰ کے ثبوت پر دلیل

یعنی جب تم اپنی قبروں میں بوسیدہ ہو کر گل سڑ جاؤ گے تو پھر تم کو نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا' ان کا یہ قول ان کے انکار کی شدت کی بناء پر ان سے صادر ہوا اور انہوں نے یہ طور طنز اور استہزاء کے یہ بات کہی تھی۔

مزق کے معنی ہیں کسی چیز کا پھٹنا' ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور منقسم ہونا' متکلمین نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جز لا یتجزیٰ برحق ہے' جز لا یتجزیٰ کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کی پوری پوری اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ اس کے بعد خارج میں اس کی مزید تقسیم نہ ہو سکے' اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ جب تم مکمل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے' اگر اس جز کی مزید تقسیم ہو سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مکمل ریزہ ریزہ نہیں ہوا اور جب یہ کہا کہ وہ مکمل ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کی کل اقسام کر دی گئیں تو اس کا یہ معنی ہے کہ اس کی مزید تقسیم نہیں ہو سکتی' اگر یہ کہا جائے کہ اس کی وہمی اور عقلی تقسیم تو پھر بھی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہمی اور عقلی تقسیم تو کہیں نہیں رکتی لیکن خارج میں اس کی تقسیم کہیں نہ کہیں ضرور ٹھہرے گی' جیسا کہ علامہ میبذی نے کہا ہے کہ اجزاء ذی مقراطیسیہ غیر منقسم ہیں کیونکہ وہ اس قدر سخت ہیں کہ کٹ نہیں سکتے اور اس قدر چھوٹے ہیں کہ ٹوٹ نہیں سکتے اس لیے ہو سکتا ہے کہ جسم ان ہی اجزاء سے مرکب ہو اور وہی غیر منقسم اجزاء فصل اور وصل کو قبول کرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا اس شخص نے اللہ پر بہتان باندھا ہے یا اس کو جنون ہے! بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں O پس کیا انہوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے (پھیلی ہوئی) ہیں یعنی آسمان او زمین' اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں' بے شک اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے نشانیاں ہیں O (سبا: ۹۔۸)

صدق اور کذب کی صحیح تعریفات اور نظام اور جاحظ کی تعریفات پر تبصرہ

اس آیت میں کذب اور افتراء کے الفاظ ہیں' افترا کا معنی ہے از خود کسی کے متعلق جھوٹی باتیں کہنا اور کذب کا لفظ عام ہے' از خود کسی کے متعلق جھوٹی بات کہے یا کسی سے سن کر اس کے متعلق جھوٹی بات کہے' اور اس کے بعد جنون کا ذکر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ہم پہلے صدق اور کذب کی تعریفات اور اس میں مذاہب بیان کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ کے کذب

marfat.com

کے محال ہونے پر دلیل اور اس پر اعتراضات کے جوابات کا ذکر کریں گے اور آخر میں جنون کا معنی بیان کریں گے' فنقول وباللہ التوفیق:

کلام میں جو نسبت خبریہ ہوتی ہے اس نسبت سے قطع نظر خارج اور واقع میں بھی نسبت ہوتی ہے اس کو نسبت خارجیہ کہتے ہیں کلام کی نسبت کو حکایت اور واقع اور خارج کی نسبت کو محکی عنہ کہتے ہیں' اگر کلام کی نسبت اور حکایت کا واقع کی نسبت اور محکی عنہ سے مطابقت کا قصد کیا جائے اور واقع میں حکایت محکی عنہ کے مطابق بھی ہو تو یہ کلام صادق ہوگا' جیسے کوئی شخص کہے کہ زید قائم ہے یعنی کھڑا ہوا ہے' اور واقع میں زید قائم بھی ہو تو یہ کلام صادق ہے' اور اگر حکایت کے محکی عنہ سے مطابقت کا قصد کیا جائے اور واقعہ میں حکایت محکی عنہ کے مطابق نہ ہو مثلاً کوئی شخص کہے کہ زید قائم ہے اور زید قائم نہ ہو تو یہ کلام کاذب ہے' اور اگر نسبت کلامیہ کے نسبت خارجیہ سے مطابقت کا قصد نہ کیا جائے تو پھر یہ کلام صادق ہے نہ کاذب ہے' جیسے نحو کے معلم پڑھاتے وقت زید قائم کہتے ہیں اور کسی نسبت خارجیہ سے مطابقت کا قصد نہیں کرتے۔

نظام معتزلی نے یہ کہا کہ خبر صادق وہ ہے جو مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہو خواہ اس کا اعتقاد خطاء ہو اور خبر کاذب وہ ہے جو مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ ہو' اس نے اپنے موقف پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (المنافقون: ۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو علم ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔

نظام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس لیے جھوٹا فرمایا کہ ان کا آپ کو رسول اللہ کہنا ان کے اعتقاد کے مطابق نہ تھا' اگرچہ واقع کے مطابق تھا اس سے معلوم ہوا کہ خبر صادق وہ ہوتی ہے جو مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہو' اور ان کے اس استدلال کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو جھوٹا فرمایا ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس خبر دینے میں جھوٹے ہیں بلکہ اس کا معنی ہے وہ گواہی دینے میں جھوٹے ہیں' یا اپنی اس خبر کو گواہی کہنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ گواہی صمیم قلب سے ہوتی ہے اور وہ صرف زبان سے آپ کو رسول اللہ کہتے تھے اور دل سے انکار کرتے تھے۔

جاحظ نے یہ کہا کہ خبر صادق وہ ہوتی ہے جو واقع اور اعتقاد مخبر دونوں کے مطابق ہو اور خبر کاذب وہ ہوتی ہے جو واقع اور اعتقاد مخبر دونوں کے مطابق نہ ہو' اور اس تعریف کی بناء پر خبر صادق اور خبر کاذب میں ایک واسطہ نکل آئے گا کیونکہ اگر خبر واقع کے مطابق ہو اور اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہو یا اعتقاد مخبر کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہ ہو تو پھر یہ خبر صادق ہوگی اور نہ کاذب۔ اور ایسی خبر جو صادق ہو نہ کاذب ہو اس کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ (سبا: ۸)

اس شخص نے اللہ پر قصداً جھوٹ باندھا ہے یا اس کو جنون ہے۔

جاحظ کہتا ہے کہ ام بـــہ جنۃ سے مراد خبر صادق نہیں ہے کیونکہ کفار آپ کو صادق نہیں مانتے تھے اور اس سے مراد خبر کاذب بھی نہیں ہے کیونکہ خبر کاذب کا ذکر تو پہلی قسم میں آ چکا ہے اور اقسام متقابل اور متضاد ہوتی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ام بـــہ جنۃ سے مراد یہ ہے کہ یا اس شخص نے افتراء نہیں کیا کیونکہ افتراء عمداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں اور مجنون افتراء نہیں کر سکتا' پس افتراء عمداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں اور مجنون کسی چیز کا قصد نہیں کرتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس شخص

نے افتراء کیا ہے یا افتراء نہیں کیا' گویا کفار نے آپ کی خبر کو کاذب قرار دے کر اس کی دو قسمیں کر دی تھیں عمداً جھوٹی خبر اور بلا عمد جھوٹی خبر۔ (مختصر معانی ص ۳۳۔۳۹ ملخصاً' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دلائل

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے اور صدق واجب ہے کیونکہ صدق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔ (النساء: ۸۷) اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو؟

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ (النساء: ۱۲۲) اور کون ہے جس کا قول اللہ سے زیادہ سچا ہو؟

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۱ھ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے' کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہیے ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا۔

(نور العرفان حاشیۃ القرآن ص ۱۴۴' ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

نیز قرآن مجید سے واضح ہو گیا کہ صدق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں اور کذب صدق کا عدم ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کو کاذب فرض کیا جائے تو وہ صادق نہیں ہوگا اور صدق جا نہیں سکتا تو کذب آ نہیں سکتا' اور جس چیز کا قدم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے پس جب صدق کا قدم ثابت ہے تو اس کا عدم ممتنع ہو گیا اور کذب صدق کا عدم ہے تو کذب ممتنع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے ممتنع بالذات ہونے پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی دو قسمیں ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی' معترض کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت قدیم ہے وہ کلام نفسی ہے اور ہم کلام نفسی میں امکان کذب نہیں مانتے' ہم امکان کذب کلام لفظی میں مانتے ہیں اور کلام لفظی حادث اور ممکن ہے اور ممکن کا عدم بھی ممکن ہے لہٰذا جب اللہ کے کلام صادق کا عدم ممکن ہوا تو کذب ممکن ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کلام لفظی کے عدم کے ممکن ہونے کا معنی یہ ہے کہ سرے سے وہ کلام لفظی نہ ہو یا کلام لفظی تو ہو مگر صادق نہ ہو اور یہ مخالف کا مطلوب نہیں ہے' مخالف کا مطلوب یہ ہے کہ کلام لفظی ہو اور کاذب ہو اور کلام لفظی کے ممکن ہونے سے اس خاص معنی کا ثبوت لازم نہیں آتا بلکہ ایک عام معنی کا ثبوت لازم آتا ہے یعنی سرے سے کلام لفظی صادق نہ ہو یا کلام لفظی تو ہو مگر کاذب ہو پس کلام لفظی کے ممکن ہونے سے جو چیز لازم آ رہی ہے وہ عام ہے اور معترض اور مخالف کا مطلوب خاص ہے اور عام خاص کو مستلزم نہیں ہوتا پس اللہ کے کلام لفظی میں بھی کذب کا امکان ثابت نہیں ہوا۔ وللہ الحمد

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مثلاً دس بجے زید قائم یعنی کھڑا ہوا ہے اب اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ممکن ہے کہ زید قائم ہے اور گیارہ بجے زید قائم نہیں ہے' مثلاً وہ بیٹھ گیا ہے' اب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کہنا ممکن ہے کہ زید قائم ہے یا نہیں' اگر اب اس کے لیے یہ کہنا ممکن ہے تو یہ کذب ہے' سو اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہو گیا اور اگر اب اس کے لیے یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ زید قائم ہے تو جو چیز پہلے ممکن تھی وہ اب محال ہو گئی' حالانکہ جو چیز ممکن ہو وہ ہمیشہ ممکن رہتی ہے کبھی محال نہیں ہوتی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ گیارہ بجے جب زید قائم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ جب زید قائم کہے گا تو کسی محکی عنہ سے

marfat.com

مطابقت کا قصد کرے گا دس بجے والے محکی عنہ سے جب زید قائم تھا یا گیارہ بجے والے محکی عنہ سے جب زید قائم نہیں ہے اگر
وہ دس بجے والے محکی عنہ سے مطابقت کا قصد کر کے کہتا ہے تو یہ کہنا ممکن ہے اور یہ کلام واقع کے مطابق ہے اور صادق ہے اور
اگر گیارہ بجے والے محکی عنہ سے مطابقت کا قصد کرے تو یہ کلام کاذب ہے اور محال ہے' اور یہ کہنا درست نہیں کہ جو پہلے ممکن
وہ اب محال ہو گیا' کیونکہ پہلے دس بجے والے محکی عنہ سے مطابقت کے قصد سے زید قائم ہے کہنا ممکن تھا اور یہ گیارہ بجے والے
محکی عنہ سے مطابقت کے قصد سے کہنا ہے' سو جو کہنا ممکن ہے وہ صادق ہے اور جو کہنا کاذب ہے وہ ممکن نہیں ہے' اور اگر یہ
جائے کہ وہ کسی محکی عنہ سے مطابقت کا قصد نہیں کرتا تو پھر یہ کلام صادق ہو گا نہ کاذب' کیونکہ صدق اور کذب کے تحقق کے لیے
ضروری ہے کہ کسی محکی عنہ سے مطابقت کا قصد کیا جائے۔

جنون کا لغوی اور اصطلاحی معنی

کذب اور افتراء کے بعد اس آیت میں دوسرا اہم لفظ جنون ہے' اس لیے اب ہم جنون کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کر
رہے ہیں:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

انسان کے نفس اور اس کی عقل کے درمیان جو کیفیت حائل ہو جاتی ہے' اس کو جنون کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

جنون کی تعریف ہے عقل کا زائل ہو جانا' یا عقل میں ایسے خلل کا واقع ہو جانا جس کی بناء پر اقوال اور افعال بہت کم عقل
کے تقاضے کے مطابق صادر ہوں۔ (دستور العلماء ج ۱ ص ۲۸۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تلویح میں مذکور ہے: اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرنے والی قوت اور کسی کام کے نتیجہ کے ادراک کرنے والی قوت
میں خلل واقع ہو جانے کو جنون کہتے ہیں' بایں طور کہ عقل کے آثار ظاہر نہ ہوں اور اس کے افعال معطل ہو جائیں اس کا سبب
تو قدرتی طور پر اس کے دماغ میں نقصان اور کمی ہو یا کسی حادثہ کی وجہ سے اس کا دماغ اعتدال پر نہ رہا ہو' یا شیطان کا اس پر غلبہ
ہو اور اس نے اس کے ذہن میں ایسے فاسد خیالات ڈال دیئے ہوں جن کی بناء پر وہ بغیر کسی سبب کے ہنستا ہو اور خوش ہوتا ہو
ڈرتا ہو اور گھبراتا ہو۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۳۳۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کے بعد فرمایا: پس کیا انہوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے (پھیلی ہوئی) ہیں' یعنی
آسمان اور زمین' اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں' بے شک اس میں ہر
رجوع کرنے والے بندے کے لیے نشانیاں ہیں O (سبا: ۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اس پر بھی ضرور قادر
ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس پر قادر ہے کہ بہت جلد ان کے اوپر عذاب لے آئے' کیونکہ تمام
آسمان اور زمینیں اس کی ملکیت میں ہیں اور وہ کفار کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تو ان کو اس بات کا ڈر اور خوف کیوں نہیں
ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں اس طرح دھنسا دے جس طرح قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا تھا' یا اللہ
تعالیٰ ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دے۔ اور ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اس کے لیے اس میں اللہ کی

marfat.com

قدرت پر بہت دلائل ہیں۔

اس آیت میں آسمان کے ٹکڑے گرانے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ٹھوس جسم ہے' اس کے ٹکڑے گرائے جا سکتے ہیں' اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آسمان ہوائے کثیف کے کسی طبقہ یا محض حدنگاہ کا نام ہے یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ

اور بے شک ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا تھا' اے پہاڑو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو (تم بھی)

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝١٠ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ

اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا ○ کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں اور

اعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

تم نیک عمل کرتے رہو' بے شک میں تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں ○ اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' اس کی

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ

صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی' اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا

الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ

دیا اور ہم نے بعض جنات ان کے تابع کر دیئے تھے وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے (اور ہم نے فرما دیا

عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝١٢ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ

تھا کہ) اور جو ان میں سے ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ سلیمان جو

مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۖ

کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے' قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب' اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں'

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۖ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝١٣

اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو' اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں ○

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ

پس جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر صرف گھن کے کیڑے (دیمک)

marfat.com

الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ

نے مطلع کیا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا' پھر جب سلیمان گر پڑے تو تب جنات پر یہ بات

لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

آشکارا ہوئی کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے ○

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۵

بے شک اہل سبا کے لیے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی' دو باغ دائیں اور بائیں جانب تھے

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ

اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو' (سبا) پاکیزہ شہر ہے اور رب

غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ

بہت بخشنے والا ہے ○ پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا' پھر ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے

بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ

دو باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں بد ذائقہ پھل اور جھاؤ کے درخت اور بیری کے

قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

بہت کم درخت تھے ○ یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم صرف ناشکروں کو (ایسی) سزا دیتے ہیں ○

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً

اور ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی کئی نمایاں بستیاں بنا دیں'

وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

اور ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منازل مقدر کر دیں' تم اس میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی سے سفر کرو ○

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور دور کر دے' انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کو

اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ

داستانیں بنا دیا اور ہم نے ان کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' بے شک اس میں بہت صبر کرنے والوں

صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ

اور نہایت شکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنے گمان کو سچ کر دکھایا تو

اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی O اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَ

نہ تھا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے الگ ممیز اور

رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں' اور آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا تھا' اے پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو (تم بھی) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا O کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں اور تم نیک عمل کرتے رہو میں تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں O (سبا ۱۱-۱۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی فضائل

کفار مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ایک نئی اور انوکھی چیز سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پہلی بار نبی بن کر نہیں آئے ہیں' ان سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں نبیوں اور رسولوں کو معجزات اور دلائل کے ساتھ بھیجتا رہا ہے' سو حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ فضل کے معنی زیادتی ہیں' سو اس آیت کا خلاصہ ہے ہم نے حضرت داؤد کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت زیادہ معجزات اور کمالات عطا فرمائے ہیں خواہ وہ بنو اسرائیل کے انبیاء ہوں یا دوسری امتوں کے' اور حضرت داؤد علیہ السلام کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے زیادہ فضائل عطا فرمائے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ یہ سب رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۳)

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل فضائل دوسرے نبیوں کی بہ نسبت زیادہ عطا فرمائے:

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا بے شک ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت عطا

marfat.com

دَاوٗدَ زَبُوْرًا. (بنی اسرائیل: ۵۵) فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وافر علم عطا فرمایا' جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا۔ (النمل: ۱۵) بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو وافر علم عطا فرمایا۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کو غیر معمولی قوت عطا فرمائی:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ (ص: ۱۷) اور آپ ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بہت قوت والے تھے بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

(۴) پہاڑوں کو اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا:

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ. (سبا: ۱۰) اے پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو۔

(۵) حضرت داؤد علیہ السلام کو زمین میں خلافت عطا فرمائی:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ. (ص: ۲۶) اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا۔

(۶) حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا روئی کی طرح نرم کر دیا تھا:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ. (سبا: ۱۰) اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت خوب صورت اور روشن آنکھوں والا بنایا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کی وہ تمام روحیں جھڑ گئیں جن کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا' اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک تھی' پھر وہ سب روحیں حضرت آدم پر پیش کی گئیں۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہیں۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک ان کو بہت پیاری لگی' پوچھا اے رب یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد کی آخری امتوں میں سے ایک شخص ہے اس کا نام داؤد ہے' کہا اے رب! آپ نے اس کی کتنی عمر رکھی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال' کہا اے میرے رب! میری عمر سے اس کے چالیس سال زیادہ کر دے۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۷' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۶۱۴)

(۸) حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت شیریں اور سریلی آواز والا بنایا تھا' ان کی آواز کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابوموسیٰ تم کو آل داؤد کی مزامیر (بانسریوں) میں سے ایک مزمار (بانسری) دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۳)

مزمار کا معنی خوش آوازی ہے اور قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کو بہ کثرت علماء نے مستحسن قرار دیا ہے۔

اَوِّبِی کا معنی

اس آیت میں اَوِّبِی کا لفظ ہے' اوب کا معنی رجوع کرنا ہے' حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے انہ اواب (ص: ۱۷) وہ

بہت رجوع کرنے والے ہیں او یہاں اوّبی کا معنی ہے تم تسبیح کرو' کیونکہ تسبیح کرنے والا بھی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے' اس آیت میں پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حضرت داؤد کے ساتھ اوب کریں' اور چونکہ ایک اور آیت میں ہے کہ پہاڑ آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اس لیے یہاں بھی اوب کا معنی تسبیح کرنا ہے' اور وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ. (ص:۱۸) بے شک ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے لیے مسخر کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ صبح اور شام کو تسبیح کریں۔

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے حضرت ابن عباس' عبد الرحمان' اور ابو میسرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ اوّبی کا معنی ہے تم تسبیح کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۳۱۸۸۸' ج ۶ ص ۳۴۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جب آپ اللہ کی تسبیح کرتے تو پہاڑ اور پرندے سب مل کر آپ کے ساتھ تسبیح کرتے' اس چیز کو اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد کے اوپر اپنا فضل فرمار ہا ہے' اس تسبیح سے مراد وہ عام تسبیح نہیں ہے جو ہر چیز اپنی زبان حال و قال سے کرتی ہے اور نہ اس سے صدائے باز گشت مراد ہے' ورنہ اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت سے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا آہن گر ہونا

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا لوہا ان کے سامنے موم کی طرح ہو جاتا تھا' حسن نے کہا گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا اور وہ اس کو آگ سے پگھلائے بغیر نرم کر کے اس سے زرہ بنا لیتے تھے' مقاتل نے کہا وہ دن کے ایک حصہ یا رات کے ایک حصہ میں زرہ بنا لیتے تھے۔

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت داؤد علیہ السلام بنو اسرائیل کے ملک کے بادشاہ بنا دیئے گئے تو ایک فرشتہ انسان کے بھیس میں ملا' ادھر حضرت داؤد بھی رات کو بھیس بدل کر بنی اسرائیل سے اپنی ذات اور اپنی سیرت کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے' حضرت داؤد نے اس فرشتہ سے پوچھا جو انسان کے پیکر میں تھا کہ داؤد بادشاہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس فرشتے نے کہا' اگر اس میں ایک خصلت نہ ہوتی تو وہ اچھا آدمی تھا' حضرت داؤد نے پوچھا وہ کون سی خصلت ہے؟ اس فرشتے نے کہا وہ بیت المال سے رزق کھاتا ہے' اگر وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق کھاتا تو اس کے فضائل مکمل ہو جاتے' پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی صنعت سکھا دے اور اس کو ان کے لیے آسان کر دے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ. (الانبیاء:۸۰) اور ہم نے ان کو تمہارے لیے ایسا لباس بنانے کی کاریگری سکھائی جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تو وہ ایک دن میں ایک زرہ بنا لیتے تھے جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہوتی تھی حتیٰ کہ ان کے پاس بہت زیادہ مال جمع ہو گیا اور ان کی معیشت بہت وسیع ہو گئی' وہ اس مال کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کرتے تھے اور اس میں سے ایک تہائی مال لوگوں کی فلاح اور بہبود پر خرچ کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۶۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

اس روایت کو امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۷۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۴۱' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۸ھ)

جائز پیشوں کی فضیلت اور بعض پیشوں کو برا جاننے کی مذمت

اس آیت میں صنعت اور پیشوں کے سیکھنے اور رزق حلال حاصل کرنے کی فضیلت ہے' اور کسی صنعت و حرفت کے سیکھنے سے کسی شخص کی عزت کم نہیں ہوتی' بلکہ اس سے اس کی عزت اور قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے' کیونکہ اس سے اس شخص میں تواضع اور انکسار پیدا ہوتا ہے' اور دوسروں سے استغناء ہوتا ہے اور جس کسب حلال میں دوسروں کا احسان نہ ہو اس میں انسان کی خودداری قائم رہتی ہے اور اس کی انا کو ٹھیس نہیں پہنچتی۔

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے

ہمارے زمانہ میں بعض پیشوں کو نیچ اور حقیر سمجھا جاتا ہے' مثلاً جوتی مرمت کرنے والے کو حقارت سے موچی کہتے ہیں حالانکہ مشہور فقیہ احمد بن عمر خصاف متوفی ۲۶۱ھ جوتی مرمت کرتے تھے خصاف مشہور تھے خصاف کا معنی ہے موچی' اور احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ چونے کا کام کرتے تھے' جصاص سفیدی کرنے والے کو کہتے ہیں' امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری متوفی ۴۲۸ھ ہنڈیا بناتے تھے' قدوری کمہار کو کہتے ہیں' امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ کپڑا بنتے تھے' غزال جلاہے کو کہتے ہیں امام محمود بن احمد الحصیری التوفی ۶۳۷ھ چٹائیاں بناتے تھے' امام ابوبکر بن علی بن محمد الحداد التوفی ۸۰۰ھ لوہار تھے' ہمارے زمانہ میں ان تمام پیشوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے اور اسلام کے زرین دور میں یہ علماء اور ائمہ و فقہاء فخر کے ساتھ اپنے آپ کو ان پیشوں کی طرف منسوب کرتے تھے' آج کل کسی بینک کے صدر کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کو رشتہ دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ مبغوض ہے کیونکہ وہ سود کی شکل میں حرام کھاتا ہے' اور سڑک پر جوتی مرمت کرنے والے موچی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس کو رشتہ دینے میں عار سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ معزز ہے اور رزق حلال کھاتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بھی لوہار تھے اور اپنی محنت کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی سے کمائی کھاتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۴۵' تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۴۱۴۳' ج ۱۹ ص ۶۵)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا' اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۲۲' عالم الکتب بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ۔ (سبا: ۱۰) اور بے شک ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا تھا۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ۔ (النساء: ۱۱۳) اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کا نرم ہو جانا بہت عظیم معجزہ ہے لیکن لوہا اسباب سے نرم ہو جاتا ہے' اور پتھر کسی سبب سے نرم نہیں ہوتا اس کی خلقت میں سختی ہے اس لیے جس شخص کا دل سخت ہو اور اس میں کسی کی محبت نہ ہو اس کو سنگ دل کہتے ہیں' مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ آپ نے احد پہاڑ میں اپنی محبت پیدا کر دی اور جس کی حقیقت میں

نرمی اور محبت نہیں ہے اس میں اپنی محبت پیدا کر دی آپ کا ارشاد ہے:

ھذا جبل یحبنا و نحبہ. یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۸۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۷۹)

زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب انداز ے سے ان کی کڑیاں جوڑیں اور تم نیک عمل کرتے رہو بے شک میں تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں O (سبا: ۱۱)

سابغات کا معنی ہے: مکمل اور تمام و کمال کو پہنچی ہوئی زرہیں۔

سَرْد کا معنی ہے: کسی کام کا لگاتار ہونا اور سَرْد کا معنی زرہ کی کڑیاں جوڑنا۔

اس آیت میں فرمایا ہے مناسب انداز سے اس کی کڑیاں جوڑیں' آیت کے اس حصہ کے حسب ذیل محامل ہیں۔

(۱) قتادہ نے کہا اس سے پہلے زرہ صرف پتروں کی شکل میں ہوتی تھی اور وزنی اور بوجھل ہو جاتی تھی اس لیے ارشاد فرمایا کہ آپ مناسب مقدار میں زرہ بنائیں جو بوجھل ہو اور نہ بہت ہلکی ہو۔

(۲) ابن زید نے کہا آپ زرہ کے حلقے مناسب مقدار میں بنائیں' وہ حلقے نہ بہت تنگ ہوں کہ زرہ سے دفاع نہ ہو سکے اور نہ بہت کھلے ہوں کہ پہننے والے کو مشکل ہو۔

(۳) حضرت ابن عباس نے فرمایا مناسب مقدار کا تعلق کیلوں کے ساتھ ہے یعنی وہ کیلیں نہ بہت پتلی ہوں کہ وہ اپنی جگہ ٹھہر نہ سکیں اور نہ بہت موٹی ہوں کہ ان سے حلقہ ٹوٹ جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی' اور شام کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی' اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا' اور ہم نے بعض جنات ان کے تابع کر دیئے تھے' وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے (اور ہم نے فرما دیا تھا کہ) اور جو ان میں سے ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا' ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے O سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے' قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں' اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو' اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں O پس جب ہم نے ان کے اوپر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر صرف گھن کے کیڑے دیمک نے مطلع کیا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا' پھر جب سلیمان گر پڑے تب جنات پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے O (سبا: ۱۴-۱۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے خصوصی فضائل

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دی ہوئی فضیلتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اب جو آیات آ رہی ہیں ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی ہوئی فضیلتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس کا ربط پہلی آیتوں سے اس طرح ہے کہ بیٹے کے فضائل بھی دراصل اس کے باپ کے فضائل ہی ہوتے ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر بیٹھتے تھے تو ان کے اردگرد چار سو کرسیاں ہوتی تھیں' جن پر آگے معزز انسان بیٹھتے تھے اور ان کے پیچھے عام انسان بیٹھتے تھے' اور ان کے بعد

marfat.com

جنات میں سے سردار بیٹھتے تھے پھر ان کے بعد عام جن بیٹھتے تھے اور ہر کرسی کے اوپر ایک پرندہ ہوتا تھا جس کے سپرد کوئی ڈیوٹی ہوتی تھی' پھر ہوا اس تخت کو اٹھا لیتی تھی اور پرندے ان پر سایا کرتے تھے' صبح کو وہ بیت المقدس سے اصطخر (شیراز سے بارہ فرسخ دور ایک اہم شہر) کی طرف جاتے تھے' ابن زید نے کہا وہ شام سے عراق کی طرف جاتے تھے' اور بھی روایات ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز [illegible]' دار الفکر' ۱۴۱۵ھ

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے تابع کر دیا تھا وہ ایک ماہ کی مسافت صبح کی سیر میں اور ایک ماہ کی مسافت شام کی سیر میں طے کر لیتی تھی' وہ دمشق سے حضرت سلیمان کے تخت کو مع ساز و سامان اڑاتی اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیتی' اسی طرح شام کو دمشق سے کابل پہنچا دیتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تانبے کو پانی بنا کر اس کے چشمے رواں کر دیئے تھے کہ اس سے وہ جو چیز بنانا چاہیں آسانی سے بنا لیں' جنات کو حضرت سلیمان کا ماتحت کر دیا تھا وہ ان سے جس طرح چاہتے تھے کام لیتے تھے اور جو جن ان کے کام سے جی چراتا فوراً آگ میں جھلسا دیا جاتا۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنات کی تین قسمیں ہیں ایک قسم ان جنات کی ہے جن کے پَر ہوتے ہیں وہ ہواؤں میں اڑتے ہیں' دوسری قسم وہ ہے جس میں سانپ اور کتے ہوتے ہیں' جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور سفر کرتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب حدیث ہے (مطبوعہ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں یہ روایت نہیں ہے) ابن انعم نے تیسری قسم میں ان جنات کا ذکر کیا ہے جن کو ثواب اور عذاب ہوتا ہے' بکر نے بیان کیا ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کی سائے میں ہوگی' دوسری قسم جانوروں سے زیادہ گم راہ ہے تیسری قسم ہے وہ ہے جو انسانوں کی شکلوں میں ہیں اور ان کے دل شیاطین کی طرح ہیں' حسن بصری نے کہا جنات ابلیس کی اولاد ہیں اور انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں ان دونوں قسموں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی اور عذاب اور ثواب میں شریک ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت سلیمان علیہ السلام جہاں جانا چاہتے تھے ہوا ان کو وہاں لے جاتی تھی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو دیکھنا چاہتے تھے وہ چیز خود آپ کے سامنے آجاتی تھی جیسا کہ جب مشرکین نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے متعلق سوالات کیے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس رکھ دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۳

محراب کے داخل مسجد ہونے کی تحقیق

اس آیت میں ذکر ہے کہ وہ محاریب اور تماثیل بناتے تھے' محاریب سے مراد ہے بلند اور حسین عمارت' قتادہ نے کہا اس سے مراد محلات اور مساجد ہیں ابن زید نے کہا اس سے مراد گھر ہیں۔

مسجد کی محراب کے متعلق یہ بحث کی جاتی ہے کہ یہ مسجد میں داخل ہے یا مسجد سے خارج ہے اس میں تحقیق یہ ہے کہ مسجد بنانے والا مسجد بناتے وقت جس جگہ کو مسجد میں داخل رکھے گا وہ مسجد میں داخل ہوگی اور جس جگہ کو مسجد سے خارج رکھے گا وہ مسجد سے خارج ہوگی' اور جب مسجد بنائی جاتی ہے تو تعمیر کرنے والے یہ قصد نہیں کرتے کہ محراب کو مسجد سے خارج رکھا جائے گا' بلکہ مسجد کی محراب اسلامی طرز تعمیر کا شعار اور اس کی خصوصیت ہے۔ البتہ امام کو نماز میں پیر محراب سے خارج رکھنے چاہئیں تا کہ عبادت میں امام کی مخصوص جگہ کا وہم نہ ہو اور نصاریٰ کے ساتھ تشبہ نہ ہو' محراب اس لیے بنائی جاتی ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو سکے پس حقیقی محراب مسجد کا وسط ہے اور یہ مخصوص ساخت عرفی محراب ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام اور مقتدی میں مکان (جگہ) کا اختلاف نماز کے جواز سے مانع ہے' اور اگر جگہ کے اختلاف کا شبہ ہو تو وہ کراہت کا موجب ہے اس لیے اگر امام محراب میں کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے' ہر چند کہ عادت مستمرہ (دائمہ) یہ ہے کہ محراب مسجد میں داخل ہے لیکن اس کی مخصوص ہیئت اور صورت جگہ میں اختلاف کے شبہ کی موجب ہے اس لیے اگر امام کے پیر محراب میں ہوں تو یہ مکروہ ہے اور اگر پیر محراب سے باہر ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی دائمی عادت یہ ہے کہ محراب مسجد میں داخل ہوتی ہے تاہم اگر امام کے پیر محراب میں داخل ہوں تو اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام کی الگ اور ممتاز جگہ ہے اور یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اس لیے امام کے پیر محراب سے باہر ہونے چاہئیں اور اگر اس کے پیر محراب میں ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ابن الانباری کہتے ہیں کہ محراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیلا کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ (تاج العروس ج ۱ ص ۲۰۷' دار احیاء التراث العربی بیروت) علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا کہ محاریب سے مراد جائے صدور ہے اسی سے محراب مسجد ہے اسی سے یمن میں غمدان کے محراب اور محراب قبلہ ہے۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۳۰۵' دار صادر بیروت)

خلاصۃ الوفاء کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے' سب سے پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' اسی کی دوسری فصل میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء راشدین کے دور میں محراب نہ تھا' امارت ولید بن عبد الملک میں عمر بن عبد العزیز نے بنوایا۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۲۵' دار احیاء التراث العربی بیروت) حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے ایک کنارے کھڑے ہوتے تھے' اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۱' مصر)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں قیام فرماتے تھے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

(فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۷ ص ۳۴۷۔۳۴۵ ملخصاً رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ و اشرف جگہ ہوتی ہے یہ امام ابو حنیفہ سے ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ و اشرف جگہ ہوتی ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۰ ص ۳۰۵ ملخصاً)

محراب طاق وغیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ ۸۸ھ سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا' سب سے افضل مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات' خلفاء راشدین' امیر معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہ تھی بلکہ ولید بن عبد الملک مروانی نے اپنے دور امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں تاکہ ہر دفعہ غور و فکر نہ کرنا پڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایا جا سکے' اور امام کے محراب میں سجدہ کی وجہ سے مقتدیوں کو وسعت بھی مل

marfat.com

جاتی ہے تو جب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہو گیا اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ معروف ہوا۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۳۴۵-۳۴۴ ملخصاً' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:
علامہ شامی لکھتے ہیں: محراب کا مقصد یہ ہے کہ وہ قیام امام کی علامت ہو' تا کہ اس کا قیام صف کے درمیان ہو' یہ مقصد نہیں کہ امام محراب کے اندر کھڑا ہو محراب اگرچہ مسجد کا حصہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ ہے لہٰذا اس کے اندر کھڑے ہونے سے کراہت ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۳۵۰' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۵ھ)
مفتی وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: محراب مسجد میں داخل ہے۔
(وقار الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۶' بزم وقار الدین کراچی' ۱۴۱۹ھ)

محراب کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس جگہ لکھا ہے: اور تحقیق اور صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کی محرابیں نماز یوں کی سہولت اور مسجد کے مصالح کے پیش نظر بنائی جائیں اور ان کو سنت مقصودہ نہ سمجھا جائے تو ان کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہاں اس کو سنت مقصودہ بنا لیا جائے اس کے خلاف کرنے والے پر نکیر ہونے لگے تو اس غلو سے یہ عمل بدعت میں داخل ہو سکتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۲۶۸) میں کہتا ہوں کہ اس قاعدہ کا اطلاق ان تمام امور پر کرنا چاہیے جن میں مکتب فکر بریلی اور مکتب فکر دیوبند کا اختلاف ہے' مثلاً سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر انگوٹھے چومنا' اذان سے قبل یا بعد فصل کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا' محفل میلاد منعقد کرنا' وغیرہا' علماء اہل سنت ان امور کو جائز اور مستحب ہی کہتے ہیں' سنت مقصودہ یا سنت لازمہ نہیں کہتے' لہٰذا اس مذکورہ قاعدہ کے مطابق علماء دیوبند کو ان امور کے ارتکاب پر بدعت کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے۔

تصویروں کا شرعی حکم

تماثیل کا معنی ہے' صورتیں اور مجسمے' مجاہد نے کہا یہ پیتل کے مجسمے تھے' ضحاک نے کہا یہ مٹی اور شیشے کے مجسمے تھے' اسلام میں مجسموں کا بنانا اور ان کو رکھنا جائز نہیں ہے' صرف چھوٹی بچیوں کے لیے گڑیاں کھیلنے کا جواز ہے' اور تصاویر کا بنانا بھی جائز نہیں ہے خواہ وہ تصاویر ہاتھ سے پینٹنگ کے ذریعہ بنائی جائیں یا کیمرے کا فوٹو گراف ہو یا وڈیو کیمرے کی تصاویر ہوں یا سینما کی تصویریں ہوں۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیمرے کی تصاویر بھی آئینہ کے عکس کی طرح ہیں اس لیے ان کو بھی جائز ہونا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ آئینہ میں عکس ناپائیدار ہوتا ہے جب کہ کیمرے کے ذریعہ اس تصویر کو اپنے اختیار سے قائم اور پائیدار کر لیا جاتا ہے لہٰذا کیمرے کے فوٹو گراف کو آئینہ کے عکس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی مفصل بحث ہم نے تبیان القرآن کی آٹھویں جلد میں النمل: ۶۰ کی تفسیر میں ذکر کی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

جفان' الجواب' قدور اور راسیات کے معانی

اس کے بعد اس آیت میں جفان' الجواب' قدور اور راسیات کے الفاظ ہیں:
جفان: جفنۃ کی جمع ہے' اس کا معنی ناند' لگن یا ٹب ہے' یہ ٹب اس لیے بنوائے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج تھی اس کو کھانا کھلانے کے لیے اس میں کھانا ڈال کر ان کو پیش کیا جائے۔
الجواب جابیۃ کی جمع ہے اس کا معنی بہت بڑا حوض یا تالاب ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ٹب بہت بڑے حوض کی مانند

تھے۔

قدور: قدر کی جمع ہے اس کا معنی ہے ہانڈی یا دیگ۔

راسیات: یہ راسیۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے وہ چیز جو کسی چیز پر قائم ہو اور اس پر رکھی ہوئی ہو یہاں مراد یہ ہے کہ وہ دیگیں چولہوں پر جمی ہوئیں تھیں۔

اس کے بعد فرمایا: اے آل داؤد تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔

آل داؤد کو شکر کرنے کا حکم

شکر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور چالیس احادیث ہم تفصیل سے ابراہیم: ۷ میں بیان کر چکے ہیں۔

حکیم ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے' آپ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا: جس شخص کو تین نعمتیں دی گئیں اس کو آل داؤد کی مثل نعمتیں دی گئیں' ہم نے پوچھا وہ کون سی نعمتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا رضا اور غضب کی حالت میں عدل کرنا' اور فقر اور غنا میں درمیانہ روی قائم رکھنا' اور تنہائی اور مجلس میں اللہ سے ڈرنا۔ (نوادر الاصول ج ۲ ص ۷' دار الجیل بیروت' ۱۴۱۲ھ)

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں تیری نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی طاقت کس طرح رکھ سکتا ہوں! کیونکہ شکر ادا کرنے کا باعث دل میں ڈالنا اور تیرے شکر ادا کرنے کی قدرت بھی تیری دی ہوئی نعمت ہے' فرمایا: اے داؤد! اب تم نے مجھے پہچان لیا۔

نعمت کا اعتراف کرنا اور اس نعمت کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا شکر کی حقیقت ہے اور نعمت کا انکار کرنا اور اس نعمت کو اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا کفران نعمت اور شکر کی ضد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر پھٹ جاتے تھے' حضرت عائشہ نے آپ سے کہا آپ اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دیئے ہیں' آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۲۰)

ظاہر قرآن اور سنت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان نیک عمل اور عبادت کر کے شکر ادا کرے اور صرف زبان سے نعمت کا شکر ادا نہ کرے' تاہم زبان سے نعمت کا اعتراف کرنا زبان کا عمل ہے لیکن صرف اس پر اقتصار نہ کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا طاری ہونا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جب ہم نے ان کے اوپر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر صرف گھن کے کیڑے (دیمک) نے مطلع کیا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا' پھر جب سلیمان گر پڑے تب جنات پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اس ذلت والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ (سبا: ۱۴)

''منساۃ'' کا معنی ہے عصا اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

علامہ ابو اسحاق الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ' علامہ ابو عبد اللہ القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا بیان ہے اور یہ بھی بتایا کہ جو جنات حضرت سلیمان کے حکم سے کام

marfat.com

کرتے تھے ان پر آپ کی موت ایک سال تک مخفی رہی اس سے ان جنات کو بھی معلوم ہو گیا کہ ان کو غیب کا علم نہیں ہے اور لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا ورنہ وہ ایک سال تک کام کرنے کی مشقت میں مبتلا نہ رہتے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو اپنے سامنے ایک درخت اگا ہوا دیکھتے' آپ اس سے پوچھتے تیرا نام کیا ہے وہ اپنا نام بتاتا' پھر آپ اس سے پوچھتے تم کس مقصد کے لیے ہوا گر تم اگانے کے لیے ہو تو میں تمہیں اگاؤں اور اگر تم دواء کے لیے ہو تو میں لکھ لوں' ایک درخت نے آپ کے سوال پر کہا میں اس گھر کو ویران اور کھنڈر بنانے کے لیے ہوں' حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! جنات کو میری موت سے ناواقف رکھ' حتیٰ کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا' پھر آپ عصا کے سہارے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اسی حال میں آپ پر موت آ گئی' اور ایک سال تک اسی حال میں بے جان عصا کے سہارے کھڑے رہے اور جنات آپ کو زندہ سمجھ کر اسی طرح کام میں مشغول رہے' ادھر دیمک اس عصا کو کھاتا رہا' اور انسانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا کیونکہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ ایک سال تک کام کی مشقت میں مبتلا نہ رہتے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۹۷۶)

اہل تاریخ نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن سال تھی اور ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی اور جس وقت وہ تخت سلطنت پر بیٹھے تو ان کی عمر تیرہ سال تھی اور اپنی وفات سے چار سال پہلے انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تھی۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۸۱-۷۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۵۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے بیت المقدس بنا لیا تو انہوں نے اللہ عزوجل سے تین چیزوں کا سوال کیا' انہوں نے اللہ عزوجل سے ایک سوال یہ کیا کہ ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہو' سو ان کا یہ سوال پورا کر دیا گیا' انہوں نے اللہ عزوجل سے دوسرا سوال یہ کیا کہ اللہ ان کو ایسا ملک عطا فرمائے جو ان کے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو' ان کا یہ سوال بھی پورا کر دیا گیا' اور جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اللہ عزوجل سے تیسرا سوال یہ کیا کہ جو شخص بھی اس مسجد میں صرف نماز پڑھنے کے لیے آئے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے جس طرح جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۸)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات اور وفات کے بعد ان کا قبروں سے نکلنا

حضرت سلیمان علیہ السلام عصا کے سہارے کھڑے ہوئے تھے اور اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی اور ایک سال تک جن اور انسان یہی گمان کرتے رہے کہ آپ زندہ ہیں' آپ کے جسم میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ چہرے کی آب و تاب اور رعب و جلال میں کوئی فرق آیا' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے اور موت سے ان کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور ان کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا' باقی رہا یہ کہ وہ عصا کے سہارے کھڑے تھے اور جب دیمک نے ان کے عصا کو کھا لیا تو وہ زمین پر آ رہے' اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجہیز و تکفین کرانی تھی اور ان کی تدفین کرانی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ امور کیسے واقع ہوتے' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے نکل کر زمین و آسمان کی اطراف میں آتے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں اس پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق سے گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے' آپ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی ثنیہ (گھاٹی) سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ (اللھم لبیک) پڑھ رہے تھے پھر آپ ایک گھاٹی ھرشیٰ پر آئے' آپ نے پوچھا یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ھرشیٰ گھاٹی ہے' آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انہوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللھم لبیک کہہ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے' میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح بن مریم علیہ السلام ہیں۔ الحدیث
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱' الرقم المسلسل: ۴۲۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اہل سبا کے لیے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی' دو باغ دائیں اور بائیں جانب تھے' اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو' سبا پاکیزہ شہر ہے اور رب بہت بخشنے والا ہے○ پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا پھر ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں بدذائقہ پھل اور جھاؤ کے درخت اور بیری کے بہت کم درخت تھے○ یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم صرف ناشکروں کو (ایسی) سزا دیتے ہیں○ (سبا: ۱۷۔۱۵)

قوم سبا کی خوش حالی اور بد حالی

سبا یمن کا ایک علاقہ ہے' جو صنعاء اور حضر موت کے درمیان ہے' اس کا مرکزی شہر مآرب تھا' اس علاقے کو سبا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی ایک شاخ آباد تھی۔

قوم سبا یمن میں رہتی تھی' قوم تبع بھی ان ہی میں سے تھی' بلقیس بھی یہیں کی رہنے والی تھیں' یہاں کے لوگ بہت نعمتوں اور راحتوں میں تھے' اللہ کے رسول ان کے پاس آئے اور ان کو شکر کرنے کی تلقین کی اور ان کو یہ دعوت دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مانیں' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقے بتائے' جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ اسی طرح رہتے رہے' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو ان پر بہت تند و تیز سیلاب آیا جس سے تمام باغات' کھیت اور ملک برباد ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سبا کوئی مرد ہے یا کوئی عورت ہے یا کسی ملک کا نام ہے؟ آپ نے فرمایا سبا ایک مرد تھا جس کے دس بیٹے تھے' ان میں سے چھ یمن میں چلے گئے تھے اور چار شام میں۔
(مسند احمد ج ا ص ۳۱۶ طبع قدیم' حافظ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۹۰۰' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

امام احمد نے متعدد اسانید کے ساتھ اس مضمون کی احادیث روایت کی ہیں۔

ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے' اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے' قدیم بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا' دریا کی دونوں جانب باغ اور کھیت اگا دیئے گئے تھے' پانی کی کثرت اور زرخیز زمین ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ بہت سرسبز رہا

marfat.com

کرتا تھا' قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے سر پر ٹوکرا رکھ کر نکلتی تو کچھ دور جانے کے بعد وہ ٹوکرا پھلوں سے بھر جاتا تھا' درختوں سے اتنا زیادہ پھل گرتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی' مآرب میں ایک دیوار تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور سد مآرب کے نام سے مشہور تھی' وہاں زہریلے جانور اور مکھی اور مچھر بھی نہیں ہوتے تھے' اللہ تعالیٰ کی یہ تمام نعمتیں اس لیے تھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے پر برقرار رہیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کریں یہ اس نشانی کی تفصیل ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: بے شک اہل سبا کے لیے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی' دو باغ دائیں اور بائیں جانب تھے' اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو' لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا' اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔

روایت ہے کہ ان کے پاس بارہ یا تیرہ رسول آئے تھے' آخر کار ان کے کفر اور ان کی سرکشی کا وبال ان پر آیا' انہوں نے دریا پر جو بند باندھ رکھا تھا وہ ٹوٹ گیا اور دریا چشموں اور بارش کے نالوں کا تمام پانی ان کے باغات اور کھیتوں کو بہا کر لے گیا' اس کے بعد اس زمین میں کوئی پھل دار درخت اگ نہ سکا' پیلو کے جھاڑ' کیکر کے درخت اور اسی طرح کے بے میوہ' بے مزہ اور بدذائقہ درخت اگتے تھے البتہ کچھ بیری کے درخت اگ آئے تھے جو ان درختوں کی بہ نسبت کار آمد تھے' یہ ان کے کفر' شرک' سرکشی اور تکبر کی سزا تھی اور کافروں کو اسی طرح کی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۴-۵۸۲ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی کئی نمایاں بستیاں بنا دیں' اور ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منازل مقدر کر دیں' تم ان میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی سے سفر کرو O پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور دور کر دے' انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کو داستانیں بنا دیا اور ہم نے ان کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بے شک اس میں بہت صبر کرنے والوں اور نہایت شکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O (سبا: ۱۹-۱۸)

اہل سبا کی ناشکری اور اس کا انجام

اس سے پہلے کی آیتوں میں اہل سبا کی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا کہ ان کو سرسبز باغات اور لہلہاتے ہوئے کھیت عطا فرمائے تھے اور اس قوم کے لیے کھانے پینے کی فراوانی تھی' ان آیتوں میں ان کو دی ہوئی ایک اور نعمت کا ذکر فرما رہا ہے کہ ان کی بستیاں اور آبادیاں قریب قریب تھیں' کسی مسافر کو اپنے سفر کے لیے کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی' اس کی ہر منزل پر کوئی نہ کوئی آبادی اور بستی ہوتی تھی وہاں اس کو تازہ پھل اور میٹھا پانی مل جاتا تھا۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ یہ بستیاں یمن اور شام کے درمیان تھیں اور جن بستیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو برکت دی تھی وہ بستیاں شام' اردن اور فلسطین کی بستیاں تھیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ چار ہزار سات سو بستیاں تھیں اور ان بستیوں کے درختوں' کھیتوں اور غلے اور پھلوں میں برکت دی گئی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برکت سے مراد یہ ہو کہ ان بستیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی' وہ بستیاں نمایاں تھیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بستیاں راستے سے متصل تھیں' وہ صبح کو ایک بستی میں ہوتے تھے اور شام کو دوسری بستی میں ہوتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ ہر میل کے بعد ایک بستی آ جاتی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ پرامن راستے تھے' حسن بصری نے کہا ایک عورت اپنے ساتھ سوت کاتنے کا چرخا لے کر جاتی اور اس کے سر پر ٹوکرا ہوتا تھا اور اس کا ٹوکرا مختلف قسموں کے پھلوں سے بھر جاتا تھا شام اور یمن کے درمیان سفر میں اسی طرح ہوتا تھا۔

اور فرمایا: اور ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منازل مقدر کر دیں' یعنی جن بستیوں میں ہم نے برکت دی تھی ان میں ہم نے ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف اور ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منازل سفر کو مقرر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ دوپہر کے وقت ایک بستی میں آرام کرتے اور شام کے وقت دوسری بستی میں نیند کرتے تھے' اور انسان بغیر آرام اور کھانے پینے کے لمبا سفر اس لیے کرتا ہے کہ اس کو دوران سفر کھانے پینے کی چیزیں میسر نہیں ہوتیں اور سفر پر خطر ہوتا ہے اور جب اس کو کھانے پینے کی چیزیں میسر ہوں اور راستہ پر امن ہو تو وہ مشقت نہیں اٹھاتا اور جہاں چاہتا ہے راستہ میں قیام کر لیتا ہے' اس لیے فرمایا تم ان میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی سے سفر کرو۔

اس کے بعد فرمایا: پھر انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور دور کر دے' یعنی جب وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اترانے اور اکڑنے لگے اور اس امن اور عافیت پر انہوں نے قناعت نہیں کی' تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی منازل سفر دور دور ہو جائیں اور انہیں سفر کرنے میں مشقت اٹھانے کا مزا بھی آئے' جیسے اللہ نے میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر جنت کے کھانوں میں سے من اور سلوىٰ نازل کیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے زمین میں پیدا ہونے والی سبزیوں کو طلب کیا' اعلیٰ چیزوں کے بدلہ میں ادنیٰ چیزوں کو مانگا تھا اسی طرح ان لوگوں نے آرام اور عافیت کے بدلہ میں تھکاوٹ اور مشقت والے سفر کو طلب کیا اور یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور دور کر دے' اور جب انہوں نے ناشکری کر کے اس طرح اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے ان کو پارینہ داستانیں بنا دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے حتیٰ کے عرب کے لوگ راتوں کو ان کے قصے اور کہانیاں سناتے تھے اور جو لوگ گناہوں سے رک کر اپنی خواہشوں پر صبر کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کا شکر ادا کرتے ہوں ان کے لیے اس واقعہ میں نشانی اور عبرت ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۸۵۔۸۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۶ ملتقطا ومحصلا' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنے گمان کو سچ کر دکھایا تو مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی O اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے الگ ممیز اور ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں' اور آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان ہے O (سبا: ۲۱۔۲۰)

شیطان کے پیروکاروں کا اس کی پیش گوئی کو سچ کر دکھانا

اس آیت میں **ولقد صدق** کی قرأت میں اختلاف ہے' عاصم' حمزہ اور کسائی نے صدق کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے' ظنّہ میں نون کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اس بنا پر کہ وہ صدق کا مفعول ہے' اب معنیٰ ہو گا اور بے شک ابلیس نے اہل سبا کے متعلق اپنے گمان کو سچ کر دکھایا اور باقی قراء نے اس کو صدق پڑھا ہے' دال کی تشدید کے بغیر اور ظنّہ میں نون کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اہل سبا کے متعلق ابلیس کا گمان سچا ہو گیا۔

(اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر ص ۴۶۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اس میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ دونوں قراءات معروف اور متقارب المعنیٰ ہیں' کیونکہ بنو آدم میں سے کفار کے متعلق ابلیس کا گمان سچا تھا اور بنو آدم میں سے کافروں نے بھی اس کے گمان کو سچ کر دکھایا' جب اس نے یہ کہا تھا:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ — پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے

marfat.com

أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۷)

سے اور ان کی دائیں طرف سے اور ان کی بائیں طرف سے ضرور آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔

اور اس نے کہا تھا:

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ ۔ (النساء: ۱۱۹)

اور میں ان کو ضرور بہ ضرور گمراہ کر دوں گا اور میں ضرور بہ ضرور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں ڈال دوں گا۔

اللہ کے دشمن ابلیس نے کسی علم کی بناء پر یہ پیش گوئی نہیں کی تھی' بلکہ یہ اس کا گمان تھا اور اس کے پیروکاروں نے اس کی پیروی کر کے اس کے گمان کو سچا کر دکھایا' ابلیس نے اہل سبا کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کر کے اس کی پیروی کریں گے' سو انہوں نے ابلیس کی پیروی کر کے اس کے گمان کو سچ کر دکھایا' مومنوں کی ایک جماعت کے سوا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت پر ثابت قدم اور برقرار رہے اور انہوں نے ابلیس لعنہ اللہ کی معصیت کی جیسا کہ شیطان نے خود اس کا اعتراف اور اقرار کیا تھا:

قَالَ أَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۶۲)

ابلیس نے کہا تو دیکھ لے! یہ آدم جس کو تو نے مجھ پر ترجیح اور عزت دی اگر تو نے مجھ کو قیامت تک کی مہلت دی تو میں چند لوگوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو اپنا تابع بنالوں گا۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (الحجر: ۴۰-۳۹)

ابلیس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں ضرور بہ ضرور ان کے لیے زمین میں گناہوں کو مزین کر دوں گا اور میں ان سب کو ضرور بہ ضرور گمراہ کر دوں گا سوا ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا تھا کہ میرے خاص اور مخلص بندوں پر تیرا داؤ نہیں چل سکے گا۔

إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ (الحجر: ۴۲)

بے شک میرے خاص بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں ہے سوا گمراہ لوگوں کے جو تیری پیروی کریں گے۔

سبا: ۲۱ میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ربط اور اللہ تعالیٰ کے علم پر اشکال کا جواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا۔ یعنی ابلیس نے ان سے زبردستی کفر صادر نہیں کرایا' اس کا کام صرف برے کاموں کو خوش نما بنا کر پیش کرنا اور ان کی طرف رغبت دلانا اور ان کی دعوت دینا تھا' سلطان کا معنی تسلط اور قوت ہے' اور اس کا معنی حجت اور دلیل بھی ہے' اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ایسی قوت اور دلیل نہیں دی جس کی بناء پر وہ انسان کے اعضاء پر متصرف ہو کر ان کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی کام کرا سکے۔ اس آیت سے ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ انسان پر جن چڑھ جاتا ہے اور جن اس شخص کی زبان سے بولتا ہے اور اس کے ہاتھوں اور پیروں پر متصرف ہوتا ہے' ہاتھ اور پیر انسان کے ہوتے ہیں اور ان سے جن کے تصرفات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے الگ ممیز اور ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں۔ (سبا: ۲۱) ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں استثناء منقطع ہے' اور اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: اور ابلیس کو ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تاکہ ہم اس شخص کو جان لیں جو آخرت پر ایمان لاتا ہے' اس شخص سے جو آخرت

کے متعلق شک میں ہے اس آیت پر دو اشکال ہوتے ہیں' ایک یہ کہ اس آیت میں بہ ظاہر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں ربط نہیں ہے' اس کی توجیہ میں بعض مفسرین نے کہا یہ مستثنیٰ منقطع ہے' دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا کہ کون آخرت پر ایمان لائے گا اور کون نہیں' ابلیس نے لوگوں کو گم راہ کیا تو اس کو پتا چلا ہم نے اپنے ترجمہ میں ان دونوں اشکالوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے پہلے دیگر تراجم پڑھیں پھر ہمارا ترجمہ پڑھیں۔

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

اور اس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کرلیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر جدا کر کے اس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا' مگر اس لیے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغواء ہے) بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔

اور ہمارے شیخ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور شیطان کو ان پر کوئی غلبہ نہ تھا لیکن اس لیے کہ ہم ان لوگوں کو ممتاز کر دیں جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں ان لوگوں سے جو اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور نہیں حاصل تھا شیطان کو ان پر ایسا قابو (کہ وہ بے بس ہوں) مگر یہ سب اس لیے ہوا کہ ہم دکھانا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں مبتلا ہے۔

اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے الگ ممیز اور ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں۔

علامہ قرطبی نے اس اشکال کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں:

(۱) تا کہ ہم جان لیں اس سے مراد علم شہادت ہے جس پر ثواب اور عقاب مرتب ہوتا ہے اور رہا علم غیب تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو معلوم ہے۔

(۲) فراء نے کہا اس کا معنی ہے تا کہ تمہارے نزدیک ہمیں معلوم ہو۔

(۳) شیطان کو ان پر کوئی تسلط نہ تھا لیکن ہم نے شیطان کو ان پر اس لیے مسلط کیا تا کہ ابتلاء مکمل ہو۔

marfat.com

(۴) ہمارے علم ازلی میں شیطان کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہ اس لیے ہوا تا کہ ہم ظاہر کریں۔
(۵) مگر یہ اس لیے ہوا تا کہ تم کو معلوم ہو جائے۔
(۶) اس میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے تا کہ اللہ کے رسول کو معلوم ہو جائے یا اللہ کے اولیاء کو معلوم جائے۔
(۷) یہ اس لیے ہوا تا کہ اللہ آخرت پر ایمان لانے والوں کو دوسروں سے ممتاز کر دے۔
نیز فرمایا: اور آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔ یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے اس لیے وہ بندوں کو جزا اور سزا دیتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ

آپ کہیے تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے تھے وہ نہ آسمانوں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ

میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی

شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ

حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○ اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہوگی جس کو وہ شفاعت

اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ

کرنے کی اجازت دے گا' حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی' تو (طالبین شفاعت ان

قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ

سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا وہ کہیں گے حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند' بہت بڑا ہے ○ آپ کہیے

يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ

کہ تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے کون رزق دیتا ہے؟ آپ کہیے کہ اللہ! (اے مشرکو!) بے شک ہم اور تم ہدایت

لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا

پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں ○ آپ کہیے اگر (بالفرض) ہم نے کوئی جرم کیا ہے (تو) اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا

وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا

اور نہ تمہارے کرتوتوں کے متعلق ہم سے کوئی سوال کیا جائے گا ○ آپ کہیے ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا پھر ہمارے درمیان

بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ○ آپ کہیے تم مجھے وہ لوگ دکھاؤ تو سہی

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

جن کو تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں! بلکہ صرف اللہ ہی ہے، بہت غلبہ، بہت حکمت والا ○ اور ہم نے آپ کو

كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

(قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ

وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ ○ آپ کہیے تمہارے لیے

يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۳ع ۹

وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس سے تم ایک گھڑی مؤخر ہو سکو گے نہ مقدم ہو سکو گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے تھے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○ اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہو گی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ (طالبین شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند، بہت بڑا ہے ○ (سبا: ۲۳-۲۲)

اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا

یعنی اس سے پہلے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اور اہل سبا کا قصہ جو بیان فرمایا ہے اس میں میری قدرت کے بعض آثار کا ذکر ہے سو اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ ان مشرکین سے کہیے کہ جن چیزوں کا میں نے ذکر کیا ہے کیا تمہارے خود ساختہ معبودوں کو ان چیزوں میں سے کسی چیز پر قدرت ہے۔ اس خطاب میں مشرکین کو زجر و توبیخ اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے کہ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی چیز نہ دے تو تمہارے یہ معبود تمہیں وہ چیز دے دیں گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی عذاب دے گا تو تمہارے یہ معبود تمہیں اس عذاب سے چھڑا لیں گے سو تمہارا یہ عقیدہ فاسد اور باطل ہے کیونکہ تمہارے یہ خود ساختہ معبود نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی منفرد اور یکتا ہے، سو وہی تمام لوگوں کی عبادتوں کا مستحق ہے اور اس کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائے وہ باطل اور عبث ہے۔

marfat.com

سبا: ۲۳ میں فرشتوں کے دلوں پر جو ہیبت طاری ہونے کا ذکر ہے...... اس کا تعلق آیا دنیا سے ہے یا آخرت سے؟

اس کے بعد فرمایا: اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہوگی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا حتیٰ کہ جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ (طالبین شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند' بہت بڑا ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ' امام ابواسحاق الثعلبی التوفی ۴۲۷ھ' امام ابوالفرج ابن الجوزی التوفی ۵۹۷ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کو دنیا کے احوال پر محمول کیا ہے کہ دنیا میں آسمانوں پر جو فرشتے موجود ہیں ان میں سے جب اوپر کے آسمان والے فرشتوں پر وحی نازل ہوتی ہے تو ان سے نیچے کے آسمان پر جو فرشتے ہیں وہ اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند' بہت بڑا ہے' اور انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارتے ہیں اور وہ اس کے قول کی آواز اس طرح سنتے ہیں جیسے کسی صاف پتھر پر زنجیر کو مارا جائے' پھر اللہ تعالیٰ اپنا ارشاد فرشتوں تک پہنچا دیتا ہے' پھر جب فرشتوں کے دلوں سے اللہ کے کلام کی ہیبت اور اس کا خوف دور ہو جاتا ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ ان سے کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے وہ نہایت بلند اور بہت بڑا ہے' پھر اس کو وہ سنتے ہیں جو سنی ہوئی باتوں کو چراتے ہیں اور سنی ہوئی باتوں کو چرانے والے ایک دوسرے کے اوپر تلے ہیں ایک کے اوپر ایک راوی سفیان نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں کھول کر ایک پر ایک رکھ کر دکھایا' پھر ان باتوں کو چرانے والے اپنے نیچے والوں کو وہ باتیں بتاتے ہیں پھر وہ ان کے نیچے والوں کو بتاتے ہیں پھر وہ کسی ساحر یا کاہن کو وہ باتیں بتا دیتے ہیں اور بعض اوقات انہیں بتانے سے پہلے آگ کا شعلہ ان کو پکڑ لیتا ہے' اور بعض اوقات آگ کے شعلے کے پکڑنے سے پہلے وہ ان کو باتیں پہنچا دیتے ہیں' پھر وہ ساحر یا کاہن ان سنی ہوئی باتوں کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں' پھر کہا جاتا ہے کہ کیا فلاں دن اس نے اس اس طرح نہیں کہا تھا اور اس نے آسمان سے جو بات چرا کر سنی تھی اس کی وجہ سے اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۰۰۔۴۷۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۸۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۵)

ہر چند کہ اکابر مفسرین نے اس آیت کو اس حدیث پر محمول کیا ہے' لیکن اس حدیث میں اس طرح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اس آیت کی یہ تفسیر ہے' اس حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ شفاعت کرنے سے انہیں کو فائدہ ہو گا جن کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی' اور اس آیت کا ظاہر محمل یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کے طالبین فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت کو طلب کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کا مدعا عرض کریں گے اور جب اللہ تعالیٰ ان سے ان طالبین شفاعت کے متعلق کلام فرمائے گا تو اس کے کلام کا رعب اور جلال ان کے دلوں پر چھا جائے گا اور وہ گھبرا جائیں گے' اور جب ان کے دلوں سے دہشت دور ہو گی تو طالبین شفاعت ان سے پوچھیں گے آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا وہ کہیں گے اس نے حق فرمایا ہے اور وہ نہایت بلند اور بہت بڑا ہے۔

اور رہی مذکور الصدر حدیث تو اس کا محمل یہ آیت نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ لوگ آپ سے شہاب ثاقب

کے متعلق پوچھتے تھے کہ اس کا کیا سبب ہے تو آپ نے اس کا سبب بیان فرمایا اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جو روشن ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی چیزیں دیکھتے تھے تو تم ان کو کیا کہتے تھے؟ صحابہ نے کہا ہم کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستارہ نہ کسی کی موت کی بناء پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات کی بناء پر؛ لیکن ہمارا رب عزوجل جب کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش اس کی تسبیح کرتے ہیں؛ پھر عرش کے قریب جو آسمان ہے اس کے فرشتے اس کی تسبیح کرتے ہیں؛ پھر وہ تسبیح کرتے ہیں جو اس آسمان کے قریب ہیں حتیٰ کہ وہ تسبیح اس آسمان کے فرشتوں تک پہنچتی ہے؛ پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ پھر ساتویں آسمان والے چھٹے آسمان والوں کو خبر دیتے ہیں؛ پھر ہر آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں حتیٰ کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہے اور شیاطین ان سنی ہوئی باتوں کو جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کے دلوں میں ان باتوں کو ڈال دیتے ہیں؛ پھر وہ ان سنی ہوئی باتوں کے مطابق جو بات کہتے ہیں وہ سچی نکلتی ہے؛ لیکن وہ ان سنی ہوئی باتوں میں تحریف اور زیادتی کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸؛ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۳۸)

کفار کے لیے شفاعت نہ ہونے کی دلیل

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار کے معبود اللہ تعالیٰ کے حضور کفار کی شفاعت نہیں کر سکیں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دلیل سے بیان فرمایا ہے کہ کسی شخص کو بھی شفاعت سے جب نفع حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دے گا؛ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام شفاعت کریں گے اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو کفار کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا ڐ لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء: ۳۸)

جس دن جبریل اور سب فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور صرف وہی شخص کلام کر سکے گا جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہوگی اور اس نے صحیح بات کہی ہوگی۔

اور کفار کے لیے شفاعت کرنا صحت اور صواب سے بہت دور ہے؛ اور جب انبیاء اور ملائکہ کو کفار کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو بتوں کو ان کے لیے شفاعت کی اجازت دینا تو بہت دور کی بات ہے؛ پس دلیل سے واضح ہو گیا کہ کفار کے لیے کسی کا بھی شفاعت کرنا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے کون رزق دیتا ہے؟ آپ کہیے کہ اللہ! (اے مشرکو!) بے شک ہم اور تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں! ○ آپ کہیے اگر (بالفرض) ہم نے کوئی جرم کیا ہے (تو) اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ تمہارے کرتوتوں کے متعلق ہم سے کوئی سوال کیا جائے گا ○ آپ کہیے ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا؛ وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ○ آپ کہیے تم مجھے وہ لوگ دکھاؤ تو سہی جن کو تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ صرف اللہ ہی ہے۔ بہت غلبہ بہت حکمت والا ○ (سبا: ۲۷۔۲۴)

موحد اور مشرک میں کون بہتر ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مشرکین کو ساکت کرنے کے لیے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی رازقیت کا اقرار

marfat.com

کرانے کے لیے کہیے کہ بتاؤ تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے کون رزق دیتا ہے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے' تاکہ اس سے یہ اقرار بھی کرالیا جائے کہ ان کے خود ساختہ معبود آسمانوں اور زمینوں میں ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں' اور چونکہ آپ کے اس سوال کا صرف یہی جواب ہو سکتا تھا کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے' اس لیے فرمایا آپ کہیے کہ اللہ۔

اس کے بعد فرمایا: (آپ کہیے کہ اے مشرکو!) بے شک ہم اور تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گم راہی میں !O یعنی ہم موحدین کی جماعت ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور تم مشرکین کا فرقہ ہو جو پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا مانتے ہیں اور دونوں کے متضاد عقائد ہیں لہٰذا دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے' ضرور ایک حق پر ہے اور دوسرا باطل پر ہے' ایک ہدایت پر ہوگا اور دوسرا گمراہ ہوگا' اور یہ ظاہر ہے کہ وہی گمراہ ہے جو بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا کہتا ہے' جن کا آسمان اور زمین سے روزی پہنچانے میں کوئی حصہ نہیں ہے' وہ بارش برسا سکتے ہیں نہ کسی چیز کو اگا سکتے ہیں اس لیے موحد ہی حق پر ہیں نہ کہ مشرک۔

سبا: ۲۴ کے حکم کا منسوخ ہونا

اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے اگر بالفرض ہم نے کوئی جرم کیا ہے (تو) اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا' اور تمہارے کرتوتوں کے متعلق ہم سے کوئی سوال کیا جائے گا۔ (سبا: ۲۴)

یہ جدل اور مناظرہ سے بہت بعید اور انتہائی منصفانہ کلام ہے کیونکہ اس میں موحدین کی جماعت کی طرف جرائم کو منسوب کیا ہے' خواہ وہ ایسے امور ہوں جن میں خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہو' یا صغائر کا ہو یا ان زلات کا ارتکاب ہو جن سے کوئی مومن خالی نہیں ہوتا اور مخالفین اور مشرکین کی طرف مطلق اعمال کو منسوب کیا ہے خواہ وہ کفر ہو یا گناہ کبیرہ ہو۔

یہ آیت اس کی مثل ہے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ . (الکافرون: ۶) تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

اور ان دونوں آیتوں کا حکم جہاد کی آیات سے منسوخ ہو چکا ہے۔

فتّاح اور علیم کا معنی

اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا' پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ (سبا: ۲۶)

یعنی ہمارا رب قیامت کے بعد حشر اور حساب کے لیے ہم کو جمع فرمائے گا' اور جب ہمارا اور تمہارا حال کھل جائے گا اور سب کے اعمال نامے پیش کر دیئے جائیں گے تو پھر وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور ہمیں اور دیگر مسلمانوں کو جنت میں جانے کا حکم دے گا اور تمہیں اور دیگر کفار کو دوزخ میں جانے کا حکم دے گا' اس کے بعد فرمایا اور وہ الفتاح العلیم ہے۔

فتاح اس حاکم کو کہتے ہیں جو مغلق' مشکل اور بہ ظاہر سمجھ میں نہ آنے والے مقدمات کا فیصلہ کرے اور علیم سے مراد وہ ذات ہے جو ہر چیز کو جاننے والا ہو اور اس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو۔

علامہ الزروقی نے کہا دنیاوی اور اخروی معاملات کی تنگی اور سختی میں جو شخص اپنے فضل سے وسعت' کشادگی اور خیر فراہم فرمائے وہ الفتاح ہے۔

امام غزالی نے کہا الفتاح وہ ہے جس کی عنایت سے ہر بند معاملہ کھل جائے اور جس کی ہدایت سے ہر مشکل آسان ہو جائے' وہ کبھی انبیاء علیہم السلام کے لیے دشمن کے قبضہ سے ملکوں کو نکال کر ان کو عطا کرتا ہے اور فرماتا ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ . (الفتح: ۲-۱)

ہم نے آپ کو کھلی ہوئی روشن فتح عطا فرمائی' تاکہ اللہ آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف کر دے۔

اور کبھی اپنے اولیاء کے دلوں سے حجاب اٹھا دیتا ہے اور ان کے لیے اپنی کبریائی کے جمال اور اپنی صفات کی معرفت کے ابواب کو کھول دیتا ہے' اور فرماتا ہے:

مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (فاطر ۲)

اللہ جس رحمت کو لوگوں کے لیے کھول دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے' اور جس کو وہ روک لے تو اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں ہے اور وہی غلبہ والا' حکمت والا ہے۔

اس لیے بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے اور اس کا ذکر کرتا رہے حتیٰ کہ اس کی تمام دینی اور دنیاوی مشکلات حل ہو جائیں۔

اور علیم' عالم کا مبالغہ ہے' عالم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ساتھ علم قائم ہو اور عرف میں عالم اس شخص کو کہتے ہیں' جو قرآن اور سنت کی معرفت رکھتا ہو' اور بہ راہ راست آیات اور احادیث کا ترجمہ کر سکے اور بہ قدر ضرورت احکام شرعیہ کو جانتا ہو اور اس سے دین اور دنیا سے متعلق جس مسئلہ کا شرعی حال معلوم کیا جائے وہ بتا سکے' اور وہ علم کے تقاضوں پر عمل کرتا ہو اور وہ شخص لوگوں سے مستغنی رہے اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ تم مجھے وہ لوگ دکھاؤ تو سہی جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ (سبا: ۲۷)

یعنی تم مجھے بتاؤ کہ جن بتوں کو تم نے اللہ کا شریک بنایا ہوا ہے' وہ کس چیز کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں' مجھے وہ چیزیں دکھاؤ جو انہوں نے پیدا کی ہیں' ورنہ تم پھر کیوں ان کی عبادت کرتے ہو؟

ہرگز نہیں واقعہ اس طرح نہیں ہے جس طرح تمہارا فاسد زعم ہے' بلکہ صرف اللہ ہی ہے بہت غلبہ والا بہت حکمت والا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ O آپ کہیے تمہارے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس سے تم ایک گھڑی موخر ہو سکو گے نہ مقدم ہو سکو گے O (سبا ۳۰-۲۸)

کافۃ کا معنی

سبا: ۲۵ میں کافۃ کا لفظ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الکف انسان کی ہتھیلی کو کہتے ہیں جس کو انسان پھیلاتا ہے اور سکیڑتا ہے' کففتہ کا معنی ہے میں نے اس کو اپنی ہتھیلی سے روکا اور دور کیا' مکفوف اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بینائی روک لی گئی ہو۔ اس آیت (سبا: ۲۸) میں کافۃ کا معنی ہے لوگوں کو گناہوں سے روکنے والا' اور اس میں تا مبالغہ کے لیے ہے جیسے علامہ میں ہے' قرآن مجید میں ہے قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ (التوبہ: ۳۶) اس آیت کا معنی ہے تم مشرکین کو روکتے ہوئے اور ان کو منع کرتے ہوئے قتال کرو جیسا کہ وہ تمہیں روکتے ہوئے اور منع کرتے ہوئے قتال کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ تم ان کی پوری جماعت کے ساتھ قتال کرو جیسا

marfat.com

کہ وہ تمہاری پوری جماعت کے ساتھ قتال کرتے ہیں کیونکہ جماعت کو بھی الکافۃ کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۵۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

کافۃ کا معنیٰ ہے عامۃ یعنی ہم نے آپ کو عام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے' زجاج نے کہا الکافۃ کا معنیٰ ہے الجامع یعنی ہم نے آپ کو ڈرانے اور تبلیغ میں تمام لوگوں کو جمع کرنے کے لیے بھیجا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے منع کرنے والا' یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ تمام لوگوں کو کفر سے منع کریں اور اسلام کی دعوت دیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۷۰ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

تمام مخلوق کے لیے آپ کی رسالت پر دلائل

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا ہے اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. (الفرقان: ۱)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر الفرقان کو نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اور ایک اور آیت میں فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

ان مقدم الذکر آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رسول ہیں اور اس عموم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے نبیوں میں کسی کو نہیں دی گئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے (۲) اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ تیمم بنا دیا گیا ہے' میری امت میں سے جس شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے (۳) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے (۴) اور پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں (۵) اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۲)

اس حدیث کو امام مسلم نے دوسری جگہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

وارسلت الی الخلق کافۃ.

اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد: ۵' رقم الحدیث بلا تکرار: ۵۲۳' الرقم المسلسل: ۱۱۶۷)

اس حدیث میں خلق کا لفظ ہے اور مخلوق کا لفظ انسانوں' جنات' فرشتوں' حیوانات' درختوں اور پتھروں سب کو شامل ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں' اور شیخ تقی الدین سبکی نے یہ لکھا ہے کہ آپ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام نبیوں اور ان کی امتوں کے رسول ہیں' اور علامہ البارزی نے لکھا ہے کہ آپ تمام حیوانات اور جمادات کے رسول ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ فرماتے ہیں کہ تمام موجودات کے لیے آپ کی بعثت کے عموم پر یہ دلیل ہے کہ آپ

marfat.com

مخلوقات میں سب سے افضل ہیں اسی وجہ سے آپ کی پیدائش پر تمام زمین والوں اور آسمانوں والوں نے خوشی منائی اور پتھروں نے آپ کو سلام عرض کیا سو آپ رحمۃ للعلمین ہیں اور تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں۔

(روح البیان ج ۷ص ۳۴۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں:

الفرقان: ا میں ہے کہ آپ العلمین کے لیے نذیر ہیں اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک العلمین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسان اور جنات ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب کی طرف مبعوث ہونا ضروریات دین سے ہے' اور اس کا منکر کافر ہے' اور علامہ سبکی اور ان کے موافق دیگر محققین کے نزدیک العلمین میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انہوں نے اس موقف کے مخالفین کا رد بھی کیا ہے اور بعض محققین نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ عالم اللہ کی ذات اور اس کی صفات کے ماسوا کو کہتے ہیں لہذا العلمین کا لفظ فرشتوں کو بھی شامل ہے' اور علامہ البارزی نے کہا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جمادات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے ہیں اور وہ بھی مدرک ہیں' کیونکہ حدیث میں ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور آپ نے اس میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی' باقی رہا یہ کہ فرشتے معصوم ہیں اور جمادات اور نباتات وغیرہ غیر مکلف ہیں تو آپ کو ان کی طرف مبعوث کرنے کا کیا فائدہ ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کسی حکم ترکی یا عمل شرعی کے مکلف نہیں ہیں بلکہ ان سے صرف یہ مطلوب ہے کہ وہ صرف آپ کی رسالت کی تصدیق کریں' اور آپ کی دعوت اور آپ کے متبعین میں داخل ہوں تا کہ تمام رسولوں پر آپ کا شرف اور امتیاز اور آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہو۔

(روح المعانی جز ۲۲ص ۳۴۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

پتھروں' پہاڑوں درختوں اور جانوروں کا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ہر چیز کا آپ کی رسالت کو پہچاننا

پتھر آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل: ۱' رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۲۷۶' الرقم المسلسل: ۵۸۲۸)

اور پہاڑ اور درخت دونوں کی تصدیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۱۵۳-۱۵۴' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۱۰)

اور جانوروں کی تصدیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک بھیڑیے نے بکری پر حملہ کر کے اس کو پکڑ لیا' اس کے چرواہے نے اس بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا وہ بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر کہنے لگا: اے چرواہے! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو مجھ سے چھین رہے ہو؟ تو اس چرواہے نے کہا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا ہوا مجھ سے کلام کر رہا ہے' بھیڑیے نے کہا کیا میں تم کو اس سے زیادہ حیرت انگیز بات نہ بتاؤں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب

marfat.com

میں لوگوں کو گزشتہ زمانہ کی خبریں بیان کر رہے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۸۴۔۸۳ مسند البزار رقم الحدیث: ۳۳۳۱)
نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرة او فسقة الجن والانس. ہر چیز کو علم ہے کہ میں رسول اللہ ہوں ماسوا کافر یا فاسق جن و انس کے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۷۶۲ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴)
اس کے بعد فرمایا: وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ آپ کہیے تمہارے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس سے تم ایک گھڑی مؤخر ہو سکو گے نہ مقدم ہو سکو گے O (سبا: ۳۰)

کفار سے کیے ہوئے معین وقت کے وعدہ کے متعلق اقوال

کفار کہتے تھے کہ آپ نے ہم سے قیامت کا جو وعدہ کیا ہے وہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہیے تمہارے لیے ایک میعاد مقرر ہے اس میعاد کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مر کر دوبارہ اٹھنے کا وقت ہے اور دوسرا قول ہے اس سے مراد موت کے حاضر ہونے کا وقت ہے یعنی قیامت سے پہلے تمہارے مرنے کا ایک وقت معین ہے جس میں تم نے لازماً مر جانا ہے پھر تم کو میرے قول کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے کیونکہ اللہ کے حکم میں ان کو دنیا میں یہ عذاب دینے کا وقت مقرر تھا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ
اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ (ان) کتابوں پر جو اس سے پہلے
يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ
نازل کی گئیں اور کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے (تو آپ ایک
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ
عبرت ناک منظر دیکھتے) ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کا رد کر رہا ہوگا پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے
اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے O اور متکبرین پس ماندہ
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ
لوگوں سے کہیں گے کیا ہدایت کے آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت کے قبول کرنے سے روکا تھا
كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
بلکہ تم خود ہی مجرم تھے O اور پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے

marfat.com

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ

بلکہ یہ تمہاری دن رات کی سازش تھی جب تم ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا اور اس کے شریک

اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ

قرار دینے کا حکم دیتے تھے' اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو اپنی ندامت اور پریشانی کا اظہار کریں گے' اور ہم کافروں کی

اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

گردنوں میں طوق ڈال دیں گے' اور ان کو صرف ان کاموں کی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے O

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے امیر لوگوں نے یہی کہا تمہیں جو پیغام دے کر

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ

بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیںO اور انہوں نے کہا ہمارے مال اور ہماری اولاد بہت زیادہ ہے'

وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ

اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O آپ کہیے بے شک میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے

ع ۴ ۲
وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

اور (جس کے لیے چاہتا ہے) رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ (ان) کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئیں' اور کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے (تو آپ ایک عبرت ناک منظر دیکھتے) ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کا رد کر رہا ہوگا' پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتےO اور متکبرین پس ماندہ لوگوں سے کہیں گے کیا ہدایت کے آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت کے قبول کرنے سے روکا تھا بلکہ تم خود ہی مجرم تھےO (سبا: ۳۲۔۳۱)

قیامت کے دن متکبر اور پس ماندہ کافروں کا مناظرہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ کو بیان فرمایا ہے جو متکبر کافروں اور پس ماندہ کافروں کے درمیان ہوگا' کفار قریش کہیں گے' ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں یا نہ ان انبیاء پر جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے مبعوث کیے گئے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ نہ وہ آخرت پر ایمان

marfat.com

لائیں گے۔

ابن جریج نے کہا اس قول کا قائل ابوجہل بن ہشام تھا' ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب نے مشرکین سے کہا ہماری کتا
میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات مذکور ہیں تم ہم سے ان صفات کو پوچھ لو' جب مشرکین نے ان سے سوال کی
آپ کی صفات اہل کتاب کی بیان کردہ صفات کے موافق تھیں' تب مشرکین نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں
اور نہ ان کتابوں پر ایمان لائیں گے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں یعنی تورات اور انجیل بلکہ ہم سب کا کفر کریں گے' اور ا
واقعہ سے پہلے وہ اہل کتاب سے مسائل معلوم کرتے رہتے تھے اور ان کی کتابوں سے استدلال کرتے تھے' اس سے ان کے
کی کمی' فکر کا تضاد ان کا تعصب اور ان کی ہٹ دھرمی معلوم ہوگئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن میں ان کے حال کو بیان فرمایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اگر آپ ا
ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ میدان حشر میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو لعنت ملام
کررہے ہوں گے حالانکہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کے حامی اور معاون تھے تو اس وقت آپ ایک نہایت عبرت ناک منظ
دیکھتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا مکالمہ اور مناظرہ ذکر فرمایا کہ کمزور' غریب اور پس ماندہ لوگوں نے امراء اور متکبرین سے کہا اگر
لوگ ہم کو نہ بہکاتے اور نہ گمراہ کرتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔

پھر اس کے بعد امراء اور متکبرین کا جواب ذکر فرمایا: کیا ہم نے تم کو ہدایت کے قبول کرنے سے روکا تھا اور کیا ہم نے
کو اس پر مجبور کیا تھا بلکہ تم خود اپنے شرک اور کفر پر اصرار کررہے تھے اور تم خود ہی مجرم تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے بلکہ یہ تمہاری دن رات کی سازش تھی' جب تم ہمیں اللہ کے سات
کفر کرنے اور اس کا شریک قرار دینے کا حکم دیتے تھے' اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کریں گ
اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے اور ان کو صرف ان کاموں کی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے O (سبا: ۳۳)

اسروا کا معنی

اس آیت میں اسروا کا لفظ ہے' بعض مترجمین نے اس کا معنی کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اپنی ندامت کو چھپاتے تھ
یا دل میں اپنی ندامت کو چھپاتے تھے لیکن یہ معنی صحیح نہیں ہے' کیونکہ ان لوگوں نے تو خود امراء سے یہ کہا تھا کہ اگر تم لوگ ہم
نہ بہکاتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے' پھر ان کو اپنی ندامت کو چھپانے کی کیا ضرورت تھی' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے کہا
کہ اسرار کا لفظ لغت اضداد سے ہے اس کا معنی چھپانا بھی ہے اور ظاہر کرنا بھی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۷۲) ا
طرح علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ نے بھی لکھا ہے کہ اسرار کا معنی ظاہر کرنا بھی ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۰۲)

علامہ آلوسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن عطیہ اندلسی نے یہ کہا ہے کہ یہ بالکل ثابت نہیں ہے کہ اسرار لغت
اضداد سے ہے' بلکہ اسرار باب افعال ہے اور اس کا خاصہ ہے سلب ماخذ اشکیتہ کا معنی ہے میں نے اس کی شکایت زائل کر
اسی طرح اسروا الندامة کا معنی ہے انہوں نے اپنی ندامت کا اظہار کیا اور اس کا اخفا نہیں کیا۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۱۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے امیر لوگوں نے یہی کہ
تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں O اور انہوں نے کہا ہمارے مال اور ہماری اولاد بہت زیاد
ہے اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O آپ کہیے بے شک میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کردیتا ہے (اور جس کے

marfat.com

لیے چاہے) رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (سبا:۳۶۔۳۴)

مترفین کا معنی

اس آیت میں مترفوھا کا لفظ ہے' اس کا مصدر اتراف ہے اس کا معنی ہے عیش و آرام دینا اور فراغت کی زندگی دینا' اور مترفین کا معنی ہے عیش پرست لوگ' قتادہ نے کہا یعنی کفار کے سرداروں اور دولت مند لوگوں نے کہا وہ لوگ جو شر کے بانی تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں اموال اور اولاد کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اگر ہمارا رب ہمارے دین اور ہمارے مذہب پر راضی نہ ہوتا تو ہم کو یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب وہ ہم سے راضی ہے تو پھر وہ ہم کو عذاب نہیں دے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد فرمایا اور اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ کہیے کہ بے شک میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) رزق تنگ کر دیتا ہے۔ لہٰذا رزق کی فراوانی اور اولاد کی کثرت آخرت کی سعادت کی دلیل نہیں ہے پس تم رزق کی زیادتی اور اولاد کی کثرت سے یہ گمان نہ کرو کہ تم کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنا دیں ہاں جو لوگ

زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ

اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن سے رہیں گے O اور جو لوگ

يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ

ہماری آیتوں کے مقابلہ کی کوشش کرتے رہتے ہیں ان کو پکڑ کر عذاب میں حاضر

مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ

کیا جائے گا O آپ کہیے بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس

عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ

کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے' اور تم جو کچھ بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدل مہیا کر دے گا اور

هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ

وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے O اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا

marfat.com

لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ

پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے O فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے'

اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ

ہمارا مالک تو ہے نہ کہ یہ' بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے

اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ

اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے O پس آج تم میں سے کوئی کسی کے لیے

نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ

نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے' اور ہم ظالموں سے کہیں گے اب تم اس آگ کا مزہ

الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے O اور جب ان پر ہماری واضح آیات

قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّصُدَّكُمۡ عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ

کی تلاوت کی جاتی ہے تو (کفار) کہتے ہیں یہ شخص تو تمہیں صرف اس چیز سے روکنا چاہتا ہے جس کی تمہارے

اٰبَآؤُكُمۡ ۚ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكٌ مُّفۡتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ

باپ دادا عبادت کرتے تھے اور انہوں نے کہا یہ (قرآن) صرف من گھڑت بہتان ہے' اور کفار کے پاس

كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَاۤ

جب حق آیا تو انہوں نے اس کے متعلق کہا یہ محض کھلا ہوا جادو ہے O اور ہم نے

اٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ يَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ

ان (کفار قریش) کو (آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے تھے اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کی طرف

مِنۡ نَّذِيۡرٍ ﴿۴۴﴾ ؕ وَكَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۙ وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ

کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تھا O اور ان سے پہلے لوگوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور جو (نعمتیں) ہم نے ان

marfat.com

ع ٥ ٩ ١١

مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۴۵

کو دی تھیں یہ (کفار مکہ) اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا کیسا عذاب آیا تھا!O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنا دیں' ہاں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن سے رہیں گے O اور جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ کی کوشش کرتے رہتے ہیں ان کو پکڑ کر عذاب میں حاضر کیا جائے گا O آپ کہیے بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو کچھ بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے' تو وہ اس کا بدل مہیا کر دے گا' اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے O (سبا: ۳۹۔۳۷)

مال اور اولاد کی محض کثرت باعث فخر اور پسندیدہ نہیں

کفار مکہ نے اپنے مال اور اپنی اولاد پر فخر کیا اور یہ سمجھا کہ مال اور اولاد کی کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دے گی' حالانکہ محض مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا سبب نہیں ہے قرآن مجید میں ہے:

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ (المومنون ۵۵۔۵۶)

کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کے مال اور اولاد کو جو بڑھا رہے ہیں' تو اس سے ان کی بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ سمجھتے نہیں ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (التوبہ ۵۵)

سو ان کے اموال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں' اللہ ہی چاہتا ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور حالت کفر میں ہی ان کی جانیں نکل جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہارے اموال کی طرف لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۱۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۹' مسند احمد رقم الحدیث ۷۹۰۲' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

امام ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ قتادہ نے کہا مال اور اولاد کی زیادتی 'کو لوگوں کی خیر کا پیمانہ نہ بناؤ' کیونکہ بعض اوقات کافر کو مال دیا جاتا ہے اور مومن کو مال سے محروم رکھا جاتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۷۸۹۸)

طاؤس یہ کہتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ایمان اور اعمال صالحہ عطا فرما اور مجھے مال اور اولاد سے محفوظ رکھ کیونکہ تو نے فرمایا ہے: اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تم کو مقرب بنا دیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۷۸۹۹)

طاؤس کے اس قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مطلقاً مال اور اولاد ناپسندیدہ نہیں ہیں جس مال کو اللہ کی راہ میں اور عبادات میں خرچ کیا جائے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قابل رشک ہے اور جو اولاد نیک ہو وہ ماں باپ کی مغفرت کا ذریعہ ہو جاتی ہے ہاں جس مال کو اللہ کی معصیت میں خرچ کیا جائے وہ مال وبال ہے اور جو اولاد اللہ کی نافرمان ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

نیز فرمایا: اور جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ میں کوشش کرتے رہتے ہیں ان کو پکڑ کر عذاب میں حاضر کیا جائے گا O اس

marfat.com

سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور رسولوں کی اتباع کرنے سے اور اس کی آیات کی تصد
کرنے سے منع کرتے ہیں۔

خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے کے مواضع اور مقامات اور خرچ کرنے کی فضیلت

اس کے بعد فرمایا: اور تم جو کچھ بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدل مہیا کر دے گا اور وہ سب سے بہ
رزق دینے والا ہے O (سبا: ۳۹)

یعنی اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم! یہ کفار جو اپنے مال و دولت پر غرور کر رہے ہیں ان سے کہیے کہ اللہ جس کو چاہتا
وسعت دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی کرتا ہے' سو تم اپنے اموال اور اپنی اولاد پر غرور نہ کرو' بلکہ ان کو اللہ کی اطاعت میں خر
کرو' کیونکہ تم جس چیز کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرو گے وہ تم کو اس کا بدل مہیا کر دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو
فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل
ضائع کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے اب
آدم! تو خرچ کر' میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۳)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان ثواب
نیت سے اپنی بیوی پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۴۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کر
والا ہو وہ اس شخص کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو' یا رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی مث
ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۷' سنن ابن ما
رقم الحدیث: ۲۱۴۰)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی ہتھیلی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ بھ
اپنے خزانہ کو بند کر لے گا' دوسری روایت میں ہے تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۴۶۱' عالم الکتب بیروت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے' اور جس چیز
انسان اپنے آپ پر اور اپنی اہلیہ پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ ہے' اور جس چیز کو خرچ کر کے انسان اپنی عزت کو بچاتا ہے وہ بھ
صدقہ ہے' اور انسان جس چیز کو اپنی ضرورت پر خرچ کرتا ہے تو اس کا بدل عطا کرنا اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' ماسوا اس کے جو انسان (
ضرورت) عمارت پر خرچ کرے یا معصیت پر خرچ کرے۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۸' رقم الحدیث: ۱۰۱' المستدرک ج ۲ ص ۵۰' رقم الحدیث: ۲۳۱۱

انسان جس مال کو معصیت میں خرچ کرتا ہے' اس پر اتفاق ہے کہ اس میں کوئی ثواب نہیں ملے گا نہ اس کا بدل ملے گا' ا
عمارت کا بنانا اگر ضروری ہو مثلاً اس کے پاس رہنے کے لیے محفوظ جگہ نہ ہو تو اس پر خرچ کرنے سے اجر بھی ملے گا اور اللہ تعا

اس مال کا اس کو بدل بھی عطا کرے گا' کیونکہ ضرورت کی بناء پر مکان بنانے کے جواز کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے لیے ان چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق نہیں ہے' وہ مکان جس میں وہ رہائش رکھ سکے' اتنا کپڑا جس سے وہ شرم گاہ چھپا سکے' روٹی کا ٹکڑا اور پانی' یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۶۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۴۱۴' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۶۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۴۷)

نیز فرمایا: اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ رازق رزق دینے والے کو کہتے ہیں' انسان اپنے اہل و عیال کو رزق دیتا ہے اور امیر اپنے لشکر کو رزق دیتا ہے' لیکن مخلوق میں سے جو کسی کو رزق دیتا ہے اس کا مال محدود ہوتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود اور غیر فانی ہیں وہ فنا ہوتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں' اس لیے فرمایا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے' مخلوق اللہ کے پیدا کیے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے مال سے رزق دیتی ہے اور حقیقت میں رازق وہ ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لا کر پیدا کر کے رزق دے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ○ بے شک اللہ ہی سب کو رزق دینے والا اور قوت والا ہے۔

(الذاریات: ۵۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن وہ سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟○ فرشتے عرض کریں گے تو پاک ہے' ہمارا مالک تو ہے نہ کہ یہ' بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے ○ پس آج تم میں سے کوئی کسی کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے' اور ہم ظالموں سے کہیں گے اب تم اس آگ کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے ○ (سبا: ۴۲-۴۰)

فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد

اس سے پہلے فرمایا تھا: کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے سامنے . ے ہوں گے (سبا: ۳۲) یہ آیت بھی اسی کے ساتھ متصل ہے یعنی اگر اس دن آپ ان سب کو دیکھتے جس دن وہ ـ ب ـ ے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے' سو اگر آپ یہ منظر دیکھ لیتے تو بہت دہشت نا ـ منظر دیکھتے۔ ان آیتوں میں خطاب ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس خطاب میں آپ کی امت بھی شامل ہے یعنی وہ بھی اگر قیامت کے دن یہ منظر دیکھ لیتے تو بہت ہولناک منظر دیکھتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس دن ہم عابد اور معبود دونوں کو جمع کریں گے' پھر ہم فرشتوں سے کہیں گے کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب فرشتے ان مشرکین کی تکذیب کر دیں گے اور ان کو جھٹلا دیں گے تو اس میں ان کی زیادہ زجر و توبیخ اور زیادہ مذمت ہوگی' فرشتے اپنی برأت کرتے ہوئے کہیں گے تو پاک ہے ہمارا مالک تو ہے نہ کہ یہ' یعنی تو ہی ہمارا رب ہے' ہم تجھ سے ہی محبت کرتے ہیں اور اخلاص سے تیری ہی عبادت کرتے ہیں' بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے' یعنی ابلیس اور اس کی ذریات کی اطاعت اور عبادت کرتے تھے' قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی بنو ملیح یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے' ان کا یہ فاسد زعم تھا کہ ان کو جنات دکھائی دیتے ہیں اور وہ ان جنات کو فرشتے سمجھتے تھے اور ان کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ اور ان لوگوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان رشتہ داری

marfat.com

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ (الصّفّت: ۱۵۸) قرار دے رکھی ہے حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ خود اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔

مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے رشتہ ازدواج قائم کیا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ کی بیٹیاں پیدا ہوئیں اور فرشتے وہی بیٹیاں ہیں' حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ جنات میں سے کافروں کو دوزخ میں کیوں ڈالتا!

پھر اللہ تعالیٰ ان کا مزید رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: پس آج تم میں سے کوئی کسی کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے کہیں گے اب تم اس آگ کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے ۝ (سبا: ۴۲)

یعنی تم میں سے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا نہ کسی کو نجات دلا سکے گا اور نہ کوئی کسی کو عذاب میں مبتلا کر سکے گا' یعنی فرشتے اپنی عبادت کرنے والوں سے ضرر اور عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو (کفار) کہتے ہیں یہ شخص تو تمہیں صرف اس چیز سے روکنا چاہتا ہے جس کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے' اور انہوں نے کہا یہ قرآن صرف من گھڑت بہتان ہے' اور کفار کے پاس جب حق آیا تو انہوں نے اس کے متعلق کہا یہ محض کھلا ہوا جادو ہے ۝ اور ہم نے ان (کفار قریش) کو (آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کی طرف کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تھا ۝ اور ان سے پہلے لوگوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور جو (نعمتیں) ہم نے ان کو دی تھیں یہ (کفار مکہ) اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے' سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا کیسا عذاب آیا تھا! ۝ (سبا: ۴۵-۴۳)

انکار وحی کی وجہ سے سابقہ امتوں پر عذاب آنا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کفار کے اس کفر اور شرک کو بیان فرما رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوئے' کیونکہ جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی واضح آیات تلاوت فرماتے تھے تو وہ ان آیات کو ماننے اور قبول کرنے کے بجائے ان کا انکار کرتے تھے اور استہزاء کرتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اور سچے دین سے روک رہا ہے' اور تم کو اپنے باطل نظریات کے ماننے کی دعوت دے رہا ہے' یہ قرآن تو اس کا خود کا بنایا ہوا کلام ہے' یہ اپنی طرف سے کلام بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے' اس کا کلام محض جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کوئی مخفی بات نہیں ہے بالکل ظاہر اور بدیہی ہے۔

عرب کے لوگوں پر پہلے آسمانی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی اور نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا تھا اور یہ پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی کتاب نازل ہوتی یا ہم میں کوئی اللہ کا رسول آتا تو ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور اطاعت شعار ہوتے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو یہ اس کتاب اور اس رسول کا انکار کرنے لگے اور ان کی تکذیب کرنے لگے۔

فرمایا: ان سے پہلی امتوں کا انجام ان کے سامنے ہے ان پر جو عذاب نازل ہوا تھا' پچھلی امتیں قوت اور طاقت اور مال و متاع اور دنیاوی اسباب ان سے زیادہ رکھتے تھے یہ تو ابھی ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے' انہوں نے بھی میرے رسولوں کی تکذیب کی لیکن جب ان لوگوں پر میرا عذاب نازل ہوا تو ان سے میرے عذاب کو ان کا مال و متاع دور کر سکا نہ ان کی اولاد اور ان کی رشتہ داریاں کسی کام آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا اور ہم نے ان (قوم عاد) کو جن چیزوں پر قدرت دی تھیں ان

وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (الاحقاف: ٢٦)

چیزوں پر قدرت نہیں دی ہے اور ہم نے ان کے کان آنکھیں اور دل بنائے تھے لیکن ان کے کانوں آنکھوں اور دلوں نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور جس عذاب کا وہ انکار کرتے تھے اسی عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ (الروم: ٩)

کیا انہوں نے زمین میں سفر کر کے یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا (حالانکہ) وہ ان سے بہت زیادہ طاقت ور تھے اور انہوں نے زمین میں کاشت کاری کی تھی اور اس کو ان سے بہت زیادہ آباد کیا تھا اور ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى

آپ کہیے کہ میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے تم دو دو مل کر یا تنہا تنہا

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ

کھڑے ہو کر غور کرو، تمہارے اس پیغمبر کو جنون نہیں ہے، وہ تو صرف تم کو سخت عذاب

بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ

کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں ○ آپ کہیے میں نے تم سے (اگر) کوئی معاوضہ طلب کیا ہے،

فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

تو وہ تم ہی رکھو، میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور وہ ہر چیز پر

شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾

نگہبان ہے ○ آپ کہیے میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے وہ تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے ○

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ

آپ کہیے حق آ گیا ہے اور باطل نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹاتا ہے ○ آپ کہیے اگر میں (بالفرض)

marfat.com

ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ

گمراہ ہوں، تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا' اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف

اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ

وحی فرماتا ہے' بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے O اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کفار) گھبرا رہے ہوں

اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰی لَهُمُ

گے اور ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہوگی اور ان کو قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا O اور وہ (اس وقت) کہیں گے ہم اس (قرآن

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَیَقْذِفُوْنَ

پر ایمان لے آئے اور اتنی دور کی جگہ سے کیسے حصول ہو سکتا ہے O وہ اس سے پہلے اس کا کفر کر چکے تھے اور بہت دور سے

بِالْغَیْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ

اٹکل پچو سے باتیں کرتے تھے O اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا گیا

كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۶ ۹ ۱۲

جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا' بے شک وہ بھی بہت بڑے شک میں مبتلا تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں' اللہ کے لیے تم دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر غور کرو' تمہارے اس پیغمبر کو جنون نہیں ہے' وہ تو صرف تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں O آ کہیے میں نے تم سے (اگر) کوئی معاوضہ طلب کیا ہے تو وہ تم ہی رکھو' میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور وہ چیز پر نگہبان ہے O آپ کہیے میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے وہ تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے O (سبا: ۴۸-۴۶)

جماعت کو غور و فکر کی دعوت کیوں نہیں دی

سبا: ۴۶ میں نصیحت کرنے کے لیے اعظ کا لفظ ہے یہ وعظ سے ماخوذ ہے' وعظ کا معنی ہے کسی کو ڈرا دھمکا کر منع کرنا' خلیل نے کہا کسی کو خیر کی چیز اس طرح یاد دلانا کہ اس کا دل نرم ہو جائے' اور اس آیت میں جو کھڑے ہونے کا ذکر ہے اس کے دو مع ہیں ایک یہ کہ کھڑے ہونے سے وہ معنی مراد ہیں جو بیٹھنے کی ضد ہے۔ یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے کھڑے کر اپنی اپنی مجلسوں میں چلے جاؤ' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اب اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو اور اس کام کا انتظام' انصر اور اہتمام کرو۔

تنہا تنہا غور کرو یا دو دو مل کر بحث کرو اور اس بات پر غور و فکر کرو کہ تمہارے پیغمبر کو جنون نہیں ہے' کیونکہ تم کو معلوم ہے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان والوں سے زیادہ فہم و فراست کے مالک ہیں اور آپ سب سے زیادہ صادق القول

سب سے زیادہ پاک دامن اور پاکیزہ ہیں' سب سے زیادہ عالم ہیں' سب سے زیادہ نیک عمل کرنے والے ہیں' سب سے زیادہ بشری کمالات سے متصف ہیں' پھر آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ عبادت کا مستحق صرف ایک ہے' اور آپ میں جس قدر علمی اور عملی کمالات ہیں سب اس کے دیئے ہوئے ہیں' آپ کی کوئی چیز ذاتی نہیں ہے' ان تمام خوبیوں کے باوجود آپ اپنی تعظیم اور اپنی کبریائی کے طالب نہیں ہیں' آپ کا یہی کہنا ہے اس ایک اللہ کی عبادت کرو میں بھی اس کی عبادت کرتا ہوں تم بھی اس کی عبادت کرو' پھر اس دعویٰ کی تائید میں آپ نے بہت دلائل اور معجزات بھی پیش کیے تو ایسا شخص مجنون کب ہوسکتا ہے' مجنون کی کوئی بات عقل کے مطابق نہیں ہوتی اور آپ کی کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔

اس آیت میں اس بات پر تنہا تنہا غور کرنے کے لیے فرمایا یا پھر دو دو آدمی مل کر تبادلۂ خیال کریں' یہ نہیں فرمایا کہ ایک جماعت اور مجلس میں اس پر غور و فکر کیا جائے یا بحث کی جائے' کیونکہ جب ایک مجلس میں کسی بات پر بحث ہوتی ہے تو انصاف پر پہنچنے کی توقع کم ہوتی ہے اس میں اختلاف زیادہ ہوتا ہے جتنے منہ ہوتے ہیں اتنی باتیں ہوتی ہیں لوگ جوش اور غضب میں آ جاتے ہیں اور ٹھنڈے دل سے کسی بات پر غور نہیں کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا

اور اس آیت میں فرمایا: وہ تو صرف تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل کی گئی **وانذر عشیرتک الاقربین** (الشعراء: ۲۱۴) ''اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے'' تو آپ نے قریش کے ہر عام اور خاص کو بلایا' پس آپ نے فرمایا اے بنو کعب بن لوی! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' اے بنی عبد شمس! اپنے نفسوں کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' اے بنو عبد المطلب! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' اے فاطمہ! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے چھڑالو' کیونکہ میں تمہیں نفع پہنچانے کے لیے اللہ کی کسی چیز کا (ازخود) مالک نہیں ہوں' ہاں تمہارے رحم کا رشتہ ہے اور میں عنقریب اس کی تری سے تر کروں گا (یعنی میں اپنے رشتہ کا فیض تم کو پہنچاؤں گا)۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۴۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷۷)

توحید' رسالت اور آخرت کی نصیحت کا باہمی ربط

اس آیت میں تین اصولوں اور عقیدوں کا ذکر فرمایا ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے اس کا بیان ان الفاظ میں ہے ''میں تم کو صرف ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں'' دوسرا اصول اور عقیدہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے' اس کا بیان ان الفاظ سے ہے'' تمہارے اس پیغمبر کو جنون نہیں ہے'' اور تیسرا اصول اور عقیدہ قیامت ہے اور اس کا بیان ان الفاظ سے ہے'' وہ تو تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں''۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں فرمایا میں تم کو صرف ایک چیز یعنی صرف توحید کی نصیحت کرتا ہوں اور ایمان صرف توحید سے مکمل نہیں ہوتا اس کے ساتھ رسالت اور آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں میں اہم مقصود اللہ تعالیٰ کی توحید ہے جو شخص توحید کو اس طرح مان لے جس طرح اس کو ماننے کا حق ہے' اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور آخرت میں اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چیز کا حکم دیا جو ان کے لیے عبادت کے دروازے کھول دے اور اخروی سعادت کے اسباب مہیا کر دے۔

marfat.com

اور فرمایا تم دو' دو اور ایک ایک اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ' اس سے مقصود یہ ہے کہ تم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہو
کیونکہ انسان دو حالوں سے خالی نہیں وہ تنہا ہو گا یا کسی کے ساتھ ہو گا سو تم ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو' تنہائی میں
اس کی صفات اور اس کے احکام پر غور کرو اور جب کسی کے ساتھ ہو تو اس کا ذکر کرو۔

اور فرمایا تمہارا یہ پیغمبر جن کے زیر اثر نہیں ہے' یعنی وہ اللہ کا رسول ہے' اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ ہر وہ شخص جو کسی جن کے
زیر اثر نہ ہو وہ اللہ کا رسول تو نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمولی کام کرتے تھے اور جو شخص غیر معمولی
کام کرتا ہے تو جن اس کے مددگار ہوتے ہیں یا فرشتے' اور جب یہ فرمادیا کہ جن ان کے مددگار نہیں ہیں تو لامحالہ فرشتے ان کے
مددگار ہیں اور فرشتے اللہ کے رسول کی مدد کرتے ہیں پس ثابت ہو گیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

نیز فرمایا وہ تو تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تم پر
سخت عذاب آئے گا' جس سے تم کو دنیا میں بھی ہلاکت کا سامنا ہو گا اور آخرت میں بھی۔

تبلیغ رسالت کا اجر نہ طلب کرنے سے آپ کے رسول ہونے پر استدلال

سبا:۴۶ میں فرمایا تھا ما بصاحبکم من جنة ' اس کا ایک معنی ہم نے یہ بیان کیا کہ وہ کسی جن کے زیر اثر نہیں ہیں اور
یہ آپ کے رسول ہونے کو مستلزم ہے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ان کو جنون نہیں ہے' اور یہ بھی آپ کے رسول ہونے کو مستلزم
ہے کیونکہ مجنون شخص ایسے کام کرتا ہے' جس کا دنیا میں کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ آخرت میں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا
دعویٰ کیا تو اس سے آپ کو دنیا میں کوئی فائدہ نہیں ہوا اور نہ آپ نے کسی دنیاوی فائدہ کو طلب کیا تو اگر اس دعویٰ سے آخرت
میں بھی آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو آپ العیاذ باللہ مجنون ہوتے لیکن جب آپ کے اقوال اور افعال سے یہ ثابت ہے کہ آپ
مجنون نہیں ہیں تو آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' لہٰذا سبا:۴۷ میں جو فرمایا ہے کہ ''آپ کہیے میں نے تم سے (اگر) کوئی معاوضہ
طلب کیا ہے تو وہ تم ہی رکھو' میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے'' اس آیت سے بھی آپ کی رسالت کو ثابت کیا گیا ہے
کہ آپ اللہ کے پیغام پہنچانے کا دنیا میں کسی سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہے بلکہ معاوضہ لینے سے آپ منع فرما رہے ہیں
اگر آخرت میں بھی آپ کو اس پیغام پہنچانے کا کوئی فائدہ اور کوئی اجر و ثواب نہ ہوتا تو آپ العیاذ باللہ مجنون ہوتے اور آپ
کے اقوال اور افعال سے واضح ہے کہ آپ مجنون نہیں ہیں تو پھر آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

نیز فرمایا ''وہ ہر چیز کا نگہبان ہے'' یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے' غیب اور شہادت اور ظاہر اور باطن ہر چیز پر مطلع ہے
میرے صدق اور خلوص نیت کو جانتا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دے اس کی یہ دعوت خالص
اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور اس میں دنیا کی کسی چیز کی طمع نہیں ہونی چاہیے۔

نبوت عطا کرنے میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی توجیہ

آپ کہیے میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے' وہ تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے۔ (سبا:۴۸-۴۶)
اس آیت میں یقذف کا لفظ ہے جو قذف سے بنا ہے' قذف کا معنی ہے کسی چیز کو دور سے پھینکنا' جیسے پتھر اور تیر کو دور سے
پھینکا جائے' اور اس کا مجازی معنی القاء کرنا اور ڈالنا ہے' اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو نبوت کے لیے
منتخب فرمالیتا ہے ان کے دلوں پر وحی نازل فرماتا ہے' اور آسمانوں اور زمینوں میں جو چیز بھی غائب ہو اللہ اس کو سب سے زیادہ
جاننے والا ہے' اور اس کی مخلوق میں جو تغیرات ہوتے رہتے ہیں وہ ان تمام تغیرات کو بھی جاننے والا ہے۔
مشرکین اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے کہ ان میں سے کسی شخص کو رسول بنالیا جائے وہ کہتے تھے:

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۔ (ص:۸) کیا ہم سب میں سے صرف اسی شخص پر اللہ کا کلام نازل کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ان کے استبعاد کو دور کرنے کے لیے فرماتا ہے: آپ کہیے میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے' یعنی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کو جو چاہتا ہے وہ عطا کرتا ہے سو اس نے جس کو چاہا اس کو نبوت سے سرفراز کیا اور اس کے دل پر وحی نازل فرمائی۔

اس پر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس کو جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نبی بنا دیتا ہے' خواہ اس میں نبوت کی استعداد اور صلاحیت ہو یا نہ ہو' اس کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا وہ علّام الغیوب ہے اس کو علم ہے کس میں نبوت کی استعداد اور صلاحیت ہے' اور جس میں نبوت کی استعداد اور صلاحیت ہو اسی کو منصب نبوت پر فائز فرماتا ہے' بلکہ اس نے جس کو نبی بنانا ہوتا ہے اس کو نبوت کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کرتا ہے اور اس کے اندر کمالات نبوت رکھ دیتا ہے' لہٰذا یہ مشرکین کا لغو اعتراض ہے کہ ہم میں سے اس شخص کے اندر کیا خصوصیت تھی جو اس کو نبوت دی گئی ہے اور کسی اور کو نبوت کیوں نہیں دی گئی۔

حق اور باطل کا فرق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ حق آ گیا ہے اور باطل نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹاتا ہے O آپ کہیے اگر میں (بالفرض) گم راہ ہوں تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا' اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے' بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے O اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کفار) گھبرا رہے ہوں گے' اور ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہوگی اور ان کو قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا O (سبا: ۵۱-۴۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا حق آ گیا ہے اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد توحید اور حشر پر دلائل ہیں' اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صادر ہوا وہ حق ہے۔

حق اس چیز کو کہتے ہیں جو موجود اور ثابت ہو اور جن چیزوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہ موجود اور ثابت ہیں مثلاً توحید' رسالت' قرآن مجید اور حشر وغیرہ اس لیے یہ تمام چیزیں حق ہیں' اور شرک اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا وجود ثابت نہیں ہے اس لیے یہ چیزیں باطل ہیں اور باطل کسی چیز کا فائدہ نہیں پہنچاتا' دنیا میں نہ آخرت میں' اس لیے فرمایا: آپ کہیے حق آ گیا ہے اور باطل نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹاتا ہے O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس کو ان میں چبھو کر فرماتے: جاء الحق وزهق الباطل (الاسراء: ۸۱) حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔

(صحیح البخاری: ۴۲۸۷' صحیح مسلم: ۱۷۸۱' سنن ترمذی: ۳۱۳۸)

اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے اگر میں (بالفرض) گم راہ ہوں تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا' اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے' بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے O

سبا: ۵۰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گمراہی کی نسبت کا ذکر

کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ آپ نے اپنے باپ دادا کا دین ترک کر دیا ہے سو آپ گمراہ ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں گم راہ ہوں تو اس کا وبال مجھ پر ہے' جیسا کہ قرآن مجید

marfat.com

میں ایک اور جگہ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ جو شخص نیک کام کرے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے
(حٰمٓ السجدة:۴۶) ہے اور جو برا کام کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی طرف نسبت کر کے کہیں کہ اگر میں گم راہ ہوں تو میر
راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہو گا' تا کہ یہ معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم مرتبہ کے ہیں اور اللہ کے بہت مقرب ہیں
کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ کہلوایا ہے کہ (بالفرض) اگر میں گم راہ ہوں تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہ
عام لوگ تو اس قاعدہ کے تحت بہ طریق اولیٰ داخل ہوں گے۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ میرا گم راہ ہونا تمہارے گم راہ ہونے کی مثل ہے کیونکہ یہ میر
نفس سے صادر ہو گا اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہو گا لیکن میرا ہدایت پر ہونا تمہارے ہدایت پر ہونے کی مثل نہیں ہے کیو
دلائل میں غور و فکر کر کے ہدایت کو قبول کرتے ہو' اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی ف
ہے' بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے ○ (روح المعانی جز۲۲ص۲۳۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سمعی اور نقلی دلیل' عقلی اور فکری دلیل سے زیادہ قوی ہوتی ہے کیونکہ عام لوگو
ہدایت عقلی دلیل سے ہوتی ہے اور آپ کی ہدایت سمعی دلیل اور وحی سے ہوتی ہے۔

سبا: ۵۰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گم راہی کی .... نسبت کے بعض دیگر تراجم اور مصنف کا ترجمہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا۔

سید محمد محدث کچھوچھوی متوفی ۱۳۸۳ھ لکھتے ہیں:

کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو بہکتا اپنے برے کو۔

سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

فرما دیجئے اگر میں بہک جاؤں تو اپنے ہی ضرر کو بہکوں گا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ لکھتے ہیں:

فرمایئے (تمہارے گمان کے مطابق) اگر میں بہک گیا ہوں تو اس کا وبال میری جان پر ہو گا۔

اور ہم نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

آپ کہیے اگر میں (بالفرض) گم راہ ہوں تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گم راہی کی نسبت کی تحقیق

ہم نے اپنے ترجمہ میں قوسین کے اندر بالفرض کو اس لیے لکھا ہے کہ نبی کا گمراہ ہونا عادۃً ممکن نہیں ہے کیونکہ نبی پیدا
مومن ہوتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ صرف پیدائشی مومن بلکہ پیدائشی نبی ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہو
آپ نے فرمایا اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹، المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے حسب ذیل عبارت لکھی اور اس کا ترجمہ شیخ فیض احمد اویسی نے کیا ہے:

اس میں اشارہ ہے کہ ضلالت کا منشا خود اپنا نفس ہے' جب نفس کو اس کی طبیعت کی طرف سپرد کیا جائے تو اس سے صرف ضلالت و گم راہی حاصل ہوتی ہے اور ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کے عطیات سے ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کے عطیات سے کوئی عطیہ نصیب نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ووجدک ضالا فھدی** ۔ (فیوض الرحمن جز ۲۲ ص ۴۲۳' مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

صاحب روح البیان اور روح البیان کے مترجم دونوں نے اس آیت (**ووجدک ضالا فھدی**) کا یہاں ذکر کر دیا جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کو اپنی طبیعت کی طرف متوجہ کیا اس وجہ سے آپ میں گم راہی اور ضلالت حاصل ہو گئی' ہم ایسی نکتہ آفرینی سے ہزار بار اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

کفار کے گھبرانے اور ان کی جائے فرار نہ ہونے کی متعدد تفاسیر

اس کے بعد فرمایا: اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کفار) گھبرا رہے ہوں گے' اور ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہوگی اور ان کو قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا O (سبا: ۵۱)

جس وقت یہ کفار گھبرا رہے ہوں گے اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ موت کے وقت گھبرا رہے ہوں گے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن گھبرا رہے ہوں گے' اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ جب معرکہ بدر میں شکست کھانے کے بعد یہ گھبرا رہے ہوں گے تو اگر آپ اس وقت ان کو دیکھ لیتے تو آپ بہت ہولناک اور دہشت ناک امر دیکھتے۔

فرمایا: ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہوگی' یعنی وہ کسی طرح اللہ کے عذاب سے نکل نہیں سکیں گے' اور نہ کسی جگہ بھاگ کر جانے سے ان کو نجات مل سکے گی اور جس چیز سے یہ بھاگ رہے ہوں گے وہی چیز ان کو آ کر پکڑ لے گی۔

فرمایا: اور ان کو قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا' اس کا مطلب ہے ان کو زمین کے اوپر سے پکڑ کر زمین کے اندر ڈال دیا جائے گا' یا ان کو میدان حشر سے گرفتار کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا یا ان کے مردہ اجسام کو بدر کے صحرا سے اٹھا کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا جائے گا' یا ان کو قدموں سے پکڑ کر زمین میں دھنسا دیا جائے گا' بہر حال یہ جس جگہ بھی ہوں اللہ کے اعتبار سے قریب ہیں اور اس کی گرفت اور پکڑ سے باہر نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ (اس وقت) کہیں گے ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے اور اتنی دور کی جگہ سے کیسے حصول ہو سکتا ہے O وہ اس سے پہلے اس کا کفر کر چکے تھے اور بہت دور سے انکل پچو کی باتیں کرتے تھے O اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا گیا ہے' جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا' بے شک وہ بھی بہت بڑے شک میں مبتلا تھے O (سبا: ۵۴-۵۲)

تناوش کا معنی

اس آیت میں التناوش کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے کسی چیز کو سہولت اور آسانی سے حاصل کرنا' حضرت ابن عباس اور ضحاک نے کہا اس سے مراد ہے دنیا میں واپس لوٹنا' یعنی کفار جب حشر کے دن آخرت کا عذاب دیکھیں گے تو پھر دنیا میں واپس لوٹائے جانے کو طلب کریں گے کہ اس بار وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور یہ بہت بعید ہے۔

سدی نے کہا وہ آخرت کا عذاب دیکھ کر اپنے کفر و شرک سے توبہ کریں گے اور اس توبہ کا قبول ہونا بہت بعید ہوگا' کیونکہ

marfat.com

توبہ تو صرف دنیا میں قبول ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ کفار یہ کہیں گے کہ اب ہم اس قرآن پر ایمان لے آئے اور قیامت کے بعد حشر کے دن کسی کا ایمان کیسے قبول ہو سکتا ہے' کیونکہ ایمان وہ معتبر ہوتا ہے کہ کسی چیز پر بن دیکھے ایمان لایا جائے جو ایمان بالغیب ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۸۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

روز حشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ

اس کے بعد فرمایا: وہ اس سے پہلے اس کا کفر کر چکے تھے اور بہت دور سے انکل پچو کی باتیں کرتے تھے ○ (سبا: ۵۳)

یعنی وہ اس سے پہلے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا کفر کر چکے تھے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کر چکے تھے یا اس قرآن کا کفر کر چکے تھے' جس وقت ان کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا اس وقت وہ ایمان نہیں لائے اور اب جب ایمان لانے اور اس کو قبول کرنے کے دروازے بند کیے جا چکے ہیں تو اب وہ ایمان لائے ہیں' اب جب تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں تو ان کو سوائے خسارے' ندامت اور دردناک عذاب کے اور کیا حاصل ہو گا۔

اور وہ بہت دور سے انکل پچو کی باتیں کرتے تھے' ان کی باتوں کی مثال اس شخص سے دی گئی ہے جو بہت دور سے کسی چیز پر نشانہ لگا رہا ہو اور دور ہونے کی وجہ سے اس کا نشانہ نہ لگ رہا ہو' سو وہ بھی اپنے گمان کے مطابق یہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہو گا نہ قیامت آئے گی' نہ میدان حشر قائم ہو گا' نہ حساب کتاب اور جنت اور دوزخ ہو گی۔

قتادہ نے کہا وہ قرآن مجید کے متعلق یہ اتہام لگاتے تھے کہ یہ جادو ہے اور شعر ہے' یہ اگلے اور پچھلے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ انکل پچو سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف تہمتیں لگاتے تھے' کبھی کہتے وہ ساحر ہیں کبھی شاعر کہتے اور کبھی مجنون کہتے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے کفر اور ان کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کو ان کے دل سے بہت دور کر دیا تھا۔

روز حشر کفار کی خواہشیں اور ان کا قبول نہ ہونا

اس کے بعد فرمایا اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا گیا ہے' جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا' بے شک وہ بھی بہت بڑے شک میں مبتلا تھے ○ (سبا: ۵۴)

روز حشر کفار کی یہ خواہش ہو گی کہ ان کو عذاب سے نجات مل جائے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہو گی۔

ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں ان کی اپنے اموال اور اپنے اہل وعیال کے متعلق جو خواہشیں تھیں وہ پوری نہیں ہوں گی۔

قتادہ نے کہا جب حشر کے دن وہ عذاب دیکھیں گے تو وہ خواہش کریں گے کہ ان کی یہ بات قبول کر لی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آئندہ اطاعت کریں گے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز رہیں گے' لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہو گی' کیونکہ اس اطاعت کی جگہ دنیا تھی اور اب وہ دنیا چھوڑ آئے ہیں۔ اور ان سے پہلے زمانوں میں جو کفار گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ رسولوں' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' اور جنت اور دوزخ کے متعلق سخت شک میں مبتلا تھے۔

اختتام سورت

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے اور اس کے حبیب اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عنایت ہے کہ آج ۲۴

شوال ۱۴۲۳ھ/ ۲۹ دسمبر ۲۰۰۲ھ بہ روز اتوار قبل از نماز فجر سورۃ سبا کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۸ شوال کو اس کی تفسیر شروع کی تھی اور آج ۲۴ شوال کو اس کی تفسیر ختم ہوگئی۔ الٰہ العلمین جس طرح آپ نے محض اپنے کرم اور فضل سے یہاں تک قرآن مجید کی تفسیر لکھوا دی ہے' سو آئندہ بھی آپ کرم فرمائیں اور تفسیر کو مکمل کرا دیں۔ مجھے تاحیات ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم اور برے اعمال سے مجتنب رکھیں اور صحت و سلامتی کے ساتھ زندگی کی آخری سانس تک اپنے دین کی ترویج' تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے کام میں لگائے رکھیں' میرے والدین' میرے اساتذہ' تلامذہ اور محبین اور معاونین کی مغفرت فرمائیں جو فوت ہو چکے ہیں ان کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں اور جو حیات ہیں ان کو دنیا اور آخرت کے تمام مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھیں' اور ہم سب کو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتیں' نعمتیں اور راحتیں عطا فرمائیں' اس کتاب تبیان القرآن کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھیں موافقین کے لیے اس کو موجب طمانیت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنامحمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

marfat.com

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم

سورة فاطر

سورت کا نام

اس سورت کا نام سورۃ فاطر اور سورۃ ملائکہ ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں فاطر اور ملائکہ کے الفاظ ہیں اور صرف اس سورت کی پہلی آیت میں فاطر اور ملائکہ کے الفاظ ہیں اور اس آیت میں ملائکہ کی صفات کا بھی ذکر ہے۔

احادیث میں اس سورت کا نام فاطر بھی ہے اور ملائکہ بھی ہے' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن الضریس' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ سورۃ فاطر مکہ میں نازل کی گئی ہے۔

امام عبدالرزاق اور امام ابن المنذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الملائکہ مکی ہے۔

امام محمد بن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک رکعت میں سورۃ الملائکہ پڑھ لیتا تھا۔

(الدرالمنثور ج ۷ ص ۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ہر چند کہ اس سورت کے دونوں نام ہیں فاطر اور ملائکہ لیکن برصغیر پاک و ہند یہ سورت صرف فاطر کے نام سے معروف ہے' البتہ مصر' بیروت اور حرمین طیبین کے قرآن مجید کے نسخوں میں اس کا نام فاطر بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اور ملائکہ بھی۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۳ ہے' یہ سورت فرقان کے بعد اور مریم سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۳۵ ہے۔

سورۃ فاطر کے مشمولات

اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد سے کی گئی ہے اور اس کی ابتداء میں ہی ملائکہ کا مخلوق ہونا بتایا گیا ہے' سورۃ سبا میں جنات کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا تھا اور اس سورت میں ملائکہ کی الوہیت کا بطلان بتایا گیا ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے سردار آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ اس پر افسوس اور رنج نہ کریں' آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں ان سب کی ان کی قوموں نے تکذیب کی تھی پھر جو ان کا انجام ہوا یہ بھی اس انجام کے خطرے میں ہیں۔ حشر اور نشر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مشرکین جن خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے تھے ان کی مذمت کی گئی ہے' اور مختلف اطوار سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل پیش کیے گئے ہیں' نیک کاموں کی جزاء اور برے

marfat.com

کاموں کی سزا بیان کی گئی ہے اور تقریباً وہی مضامین بیان کیے گئے ہیں جو عموماً مکی سورتوں میں بیان کیے جاتے ہیں۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ فاطر کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے ہیں اے اللہ! مجھ کو اس تفسیر میں صحت اور صواب کی طرف رہنمائی کرنا اور خطا اور ناصواب سے محفوظ رکھنا (آمین!)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء/ ۲۵ شوال ۱۴۲۳ھ

فون: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

marfat.com

(۳۵) سورۃ فاطر مکیۃ (۴۳) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتها ۴۵ رکوعاتها ۵

سورۃ فاطر مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○ اس میں پینتالیس آیات' پانچ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو رسول

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ

بنانے والا ہے جو دو' دو' اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں' وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے' بے شک

اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اس کو

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ

کوئی بند کرنے والا نہیں ہے' اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ

اور وہی غالب' حکمت والا ہے ○ اے لوگو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کیا کرو' کیا

مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت

هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ

کا مستحق نہیں ہے' سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو ○ اور اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ سے پہلے کتنے

قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

ہی رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ○ اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾

برحق ہے' سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے ○

إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۭ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے' سو تم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو' وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ

مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيرِ ۭ ﴿۶﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۭ وَ

دوزخ والے ہو جائیں O جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور

ع ۱/۷ ۱۳ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۷﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جو دو' دو اور تین' تین اور چار چار پروں والے ہیں' وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O (فاطر: ۱)

حمد اور فاطر کا معنی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اس کی کس طرح حمد کریں' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں' کیونکہ تعریف کسی کمال اور خوبی پر کی جاتی ہے' اور تمام کمالات اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں' ہر چیز میں بہ ظاہر جو کمال نظر آتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے۔

فاطر کا لفظ' فطر سے بنا ہے' فطر کا معنی ابتداء اور اختراع ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے **فاطر السموات والارض** کے معنی کا اس وقت تک پتا نہیں چلا حتیٰ کہ میرے پاس دو اعرابیوں نے اپنے جھگڑے میں مجھے اپنا حاکم بنایا وہ ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ **انا فطر تھا** میں نے اس کنوئیں کو ابتداءً کھودا ہے۔
(نہایہ ج ۳ ص ۳۹)

جن فرشتوں کو رسول بنایا ہے وہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام ہیں۔

ملائکہ کی تعریف

وہ فرشتے دو' دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں' اس کا معنی ہے ان فرشتوں کے پر ہوتے ہیں اور اس آیت میں چار سے زائد پر والے فرشتوں کی نفی نہیں ہے' کیونکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے' اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۷)

جو فرشتے رسول ہیں ان کی دو جہتیں ہوتی ہیں ایک جہت سے وہ اللہ تعالیٰ سے نعمتیں وصول کرتے ہیں اور دوسری جہت سے وہ مخلوق تک ان نعمتوں کو پہنچاتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ — اس قرآن کو الروح الامین (حضرت جبریل) نے آپ کے

marfat.com

الْمُنْذِرِيْنَ ○ (الشعراء: ۱۹۳۔۱۹۴) قلب پر نازل کیا ہے تاکہ آپ (لوگوں کو) عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

فالمدبرات امرا ○ کام کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کی قسم!

بعض علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ اجسام لطیفہ نوریہ ہیں اور مختلف صورتوں میں متشکل ہونے پر اور سخت اور مشکل کاموں کے کرنے پر اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے قادر ہیں۔

خوب صورت چہرے، خوب صورت آواز اور خوب صورت لکھائی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بناوٹ میں اور ان کے پروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے، اس کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی جسمانی بناوٹ میں یا اس کی خوش آوازی میں یا اس کی خوب صورت لکھائی میں یا اس کی آنکھوں، یا ناک یا چہرے کی ملاحت میں یا اس کے بالوں کے گھونگر میں اس کی عقل کی تیزی یا اس کے علم اور ادراک میں یا اس کے پیشے میں یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں یا اس کی گفتگو کی شیرینی میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے، اور ان چیزوں کا بہ طور تمثیل ذکر کیا گیا ہے ان چیزوں میں منحصر کرنا مراد نہیں ہے، اور یہ آیت ان تمام چیزوں کو شامل ہے، بلکہ جن چیزوں کو ظاہری طور پر حسین کہا جاتا ہے اور جن چیزوں کو ظاہری طور پر قبیح کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا اضافہ کرنا ان سب کو شامل ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی بنایا ہے وہ حسین ہے خواہ ہم کو اس کے حسن کی وجہ معلوم ہو یا نہ ہو۔

آواز کے حسن کا اس حدیث میں ذکر ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی آوازوں سے قرآن کو مزین کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۰۱۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۴۲)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اپنی آوازوں کے حسن کے ساتھ قرآن مجید کی زینت کو ظاہر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے بہت بلند اور برتر ہے کہ مخلوق کی آوازوں سے وہ مزین ہو، اور قرآن مجید کو خوش الحانی اور طرز کے ساتھ پڑھنا اس وقت تک مستحسن ہے جب تک کہ حروف کی ادائیگی میں کمی یا زیادتی سے قرآن مجید کا معنی متغیر نہ ہو۔

اور خوش خط لکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب صورت کتابت اور تحریر حق کو زیادہ واضح کرتی ہے۔ (مسند الفردوس للدیلمی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۸۱۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۱۳۴، حافظ سیوطی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف فرمایا ہے)

خوب صورت لکھائی ان چیزوں میں سے ہے جس کی طرف تمام شہروں کے لوگ رغبت کرتے ہیں اور اس فن میں کمال حاصل کرنا کمالات بشریہ میں سے ہے، ہر چند کہ اس فن میں زیادہ ترقی کرنا مقاصد میں سے نہیں ہے، اور کتنے درویش اپنے قلم کے ذریعہ روزی حاصل کرتے تھے، خوب صورت لکھائی سے پڑھنے والا محظوظ اور خوش ہوتا ہے، سبز پتوں میں پکے ہوئے پھل سفید کاغذوں میں خوب صورت لکھائی سے زیادہ خوش نما نہیں معلوم ہوتے، اور خوب صورت لکھائی سے لکھا ہوا مسودہ تو خیز حسیناؤں کے گلابی رخساروں سے زیادہ بھلا لگتا ہے، اور علمائے نے کہا ہے کہ خوب صورت لکھائی بھی ایک قسم کی فصاحت ہے۔

چھینک اور ڈکار کا نعمت اور بیماری ہونا

اس آیت کے شروع میں الحمد للہ کا ذکر ہے اور جس شخص کو چھینک آئے اس کو الحمد للہ کہنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ **الحمد لله** کہے اور اس کے بھائی کو **یرحمک الله** کہنا چاہیے اور جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینک والے کو **یھدیکم الله ویصلح بالکم** کہنا چاہیے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۴ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۳۱ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۴۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۹۹)

چھینک کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے' کیونکہ جسم کے اندر سے بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس سے سر کے مسامات بند ہو جاتے ہیں' جس کی وجہ سے بعض اوقات سر میں درد ہو جاتا ہے' چھینک آنے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور بخارات نکل جاتے ہیں اور دماغ کو راحت ملتی ہے سو بندہ کو چاہیے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

اسی طرح ڈکار آنے پر بھی الحمد للہ کہنے کی ہدایت ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کو ڈکار آئے یا چھینک آئے تو وہ ان کے ساتھ آواز بلند نہ کرے کیونکہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کے ساتھ آواز بلند کی جائے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۲۵۵۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو چھینک آئے یا ڈکار آئے اور وہ کہے **الحمد علی کل حال من الاحوال** تو اس سے ستر بیماریوں کو دور کر دیا جاتا ہے ان میں سب سے کم درجہ کی بیماری جذام ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۲۵۵۴۲)

جب معدہ طعام سے بھر جاتا ہے تو وہ جگہ بنانے کے لیے طعام کو نیچے کرتا ہے' گویا ڈکار کا آنا اس بات کی علامت ہے کہ معدہ طعام سے بھر گیا سو اس نعمت پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے' تاہم زیادہ کھانا کھا کر ڈکاریں لینا ناپسندیدہ امر ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ڈکار لی تو آپ نے فرمایا تم اپنی ڈکار کو ہمارے سامنے سے بند کرو کیونکہ قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ بھوکا شخص وہ ہوگا جو تم میں سے بہ کثرت پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہوگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۵۰)

انسان کبھی کبھار پیٹ بھر کر کھائے اور اس کو ڈکار آئے تو یہ نعمت ہے اور اس پر شکر ادا کرے' اور زیادہ ڈکاریں آنا بیماری ہے' جب معدہ میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے تو انسان کو زیادہ ڈکاریں آتی ہیں' اسی طرح ایک آدھ بار چھینک کا آنا تو نعمت ہے لیکن زیادہ چھینکوں کا آنا زکام کی بیماری ہے' حدیث میں ہے:

ایاس بن سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کو چھینک آئی تو آپ نے (اس کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں) فرمایا یرحمک اللہ' پھر جب اس شخص کو تیسری بار چھینک آئی تو آپ نے فرمایا اس شخص کو زکام ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۴۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۳۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۱۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۸۵ مسند امام احمد ج ۴ ص ۴۶ سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۶۶۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں ہے اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے لوگو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو

marfat.com

یاد کیا کرو' کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو O اور اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسولوں کی تکذیب کی گ ہے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں O (فاطر: ۴-۲)

رحمت اور فتح کی متعدد تفاسیر

اس آیت میں رحمت کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ رحمت سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس آیت معنی یہ ہے کہ رسولوں کو لوگوں پر رحمت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے' اور اللہ کے سوا ان کے بھیجنے پر اور کوئی قادر نہیں ہے' دوسر تفسیر یہ ہے کہ رحمت سے مراد بارش اور رزق ہے اور اللہ کے سوا کوئی بارش نازل کرنے یا رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے' اگر ا رسولوں کو بھیجے تو کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے اسی طرح جب وہ بارش نازل کرے یا رزق پہنچائے تو کوئی بارش یا رزق کو رو والا نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رحمت سے مراد توبہ ہے' ضحاک نے کہا رحمت سے مراد دعا ہے' ایک قول یہ ہے اس سے مراد توفیق اور ہدایت ہے' اس آیت میں رحمت کا لفظ نکرہ ہے اور عام ہے تو رحمت کا لفظ ان تمام معانی کو شامل ہے۔

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

عارفین کے دلوں میں تحقیق کے جو انوار داخل ہوتے ہیں ان انوار کو کوئی بادل چھپا نہیں سکتا' اور اولیاء کے دلوں میں یقین ہے' اس کو کوئی زائل نہیں کر سکتا اور اللہ اپنے کامل بندوں کو جو آسانیاں مہیا فرماتا ہے تو کوئی ان آسانیوں کو مشکلات سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس آیت میں رحمت کے کھولنے کا ذکر ہے اس سے مراد دنیاوی رحمت کا کھولنا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف: ۹۶)

اور اگر ان بستیوں میں رہنے والے ایمان لے آتے ا گناہوں سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کو کھو دیتے۔

اور اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے دل پر علوم اور ہدایات کو کھول دے اور اس کے اور اس کے بندے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دے' اور درج ذیل آیت کی ایک یہ تفسیر بھی کی گئی ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا. (الفتح: ۱)

ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرما دی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نمازوں کے بعد جو ذکر فرماتے تھے اس میں بھی اس آیت کے موافق یہ معنی تھا کہ اللہ جو چیز ع کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کو' کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے' حضرت مغیرہ بن شعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ ذکر فرماتے تھے:

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد.

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ واحد ہے اس کوئی شریک نہیں ہے' اسی کا ملک ہے اور اس کے لیے حمد ہے اور ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے اس کو' کو روکنے والا نہیں ہے' اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے وا نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش کام نہیں آ سکتی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸)

اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا

اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کیا کرو۔

اس کے معنی ہے اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہو' تا کہ وہ نعمت تمہارے پاس ہمیشہ رہے' اور نعمت میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ نعمت کا شکر ادا کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے' اور شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے جب بھی اس نعمت کا ذکر کرو تو یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو ہمارے کسی استحقاق کے بغیر یہ نعمت عطا کی ہے' اور اس نعمت کی رعایت اور حفاظت کرو' اللہ تعالیٰ نے جس کام میں اور جس محل میں صرف کرنے کے لیے وہ نعمت عطا کی ہے اس نعمت کو اسی کام میں اور اسی محل میں خرچ کرو' اس نعمت کو اس کے محل اور صحیح مصرف کے علاوہ خرچ نہ کرو' اور نہ کسی گناہ اور ناجائز کام میں خرچ کرو۔

نیز فرمایا: کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے!

آسمانوں سے رزق دینے سے مراد ہے بارش نازل فرمانا اور زمین سے رزق دینے سے مراد ہے زمین سے اناج' غلہ اور پھل وغیرہ پیدا کرنا۔

اس آیت کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان کو یہ کامل یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں ہے' تو کسی بھی چیز کو طلب کرنے کے لیے اس کا دل اللہ کے غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا' نہ وہ کسی کے سامنے جھکے گا اور عاجزی کرے گا اور حق بات کہنے میں وہ کسی سے نہیں ڈرے گا اور اپنی طبیعت اور مزاج اور خلاف شرع کام کرنے میں وہ کسی کی اطاعت اور موافقت نہیں کرے گا۔

پھر فرمایا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو!

یعنی تم توحید کو چھوڑ کر شرک کی وادی میں کیوں بھٹک رہے ہو اور اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کے کیوں درپے ہو!

اس کے بعد فرمایا: اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ (فاطر: ۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار کا طعن و تشنیع کرنا اور دل آزار باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے' آپ اس پر رنج اور افسوس نہ کریں' اور جس طرح پہلے انبیاء نے کفار کی باتوں پر صبر کیا تھا آپ بھی صبر کریں۔

عقائد اسلامیہ کے تین اصول ہیں' توحید' رسالت اور آخرت' اس سے پہلی آیت میں توحید کا ذکر تھا اور اس آیت کے پہلے حصے میں رسالت کا ذکر ہے اور اس کے آخری حصہ میں آخرت کا ذکر ہے' کیونکہ فرمایا اور تمام کام اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے' اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھے O بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے' سو تم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں O جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے O (فاطر: ۷۔۵)

marfat.com

شیطان کے دھوکے کا بیان

آخرت اور عذاب اور ثواب کے دلائل واضح ہو جانے کے بعد جو لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے اس آیت میں ان کو نصیحت کی گئی ہے۔

دنیا کی زندگی کے دھوکے میں ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں' اس کی لذتیں' اس کی زیب و زینت اور اس کی رنگینیاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت سے غافل کر دیں' حتیٰ کہ حشر کے دن وہ کف افسوس ملتا رہ جائے' اور نہ شیطان تمہیں اللہ عزوجل کے متعلق دھوکے میں رکھے' اور وہ دھوکہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو بھولا رہے' مسلسل گناہ کرتا رہے اور امید رکھے کہ اللہ اس کی مغفرت کر دے گا' اس کا یہ بھی معنی ہے کہ شیطان انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ تم اپنے گناہوں پر پریشان یا پشیمان نہ ہو' اللہ غفور رحیم ہے وہ مومنوں پر بہت کرم اور فضل فرماتا ہے وہ تم کو معاف کر دے گا! اور اس طرح وہ انسان کو توبہ کرنے سے باز رکھے۔

ہمارے زمانے میں لوگ فرض نمازیں نہیں پڑھتے' رشوت خوری' چور بازاری' ملاوٹ اور فراڈ بازی سے پرہیز نہیں کرتے' پڑوسیوں کے حقوق ادا نہیں کرتے' اکثر لوگ رمضان کے روزے نہیں رکھتے اور میلاد شریف اور گیارھویں شریف کو قضا نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم کی شفاعت سے ہماری مغفرت ہو جائے گی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں' حالانکہ یہ ان کی بھول ہے اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر مبنی از خود کوئی عمل کرے اور آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوتے ہیں' اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو (غزوہ موتہ میں) ایک لشکر میں روانہ کیا اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا' حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اصحاب علی الصباح روانہ ہو گئے' حضرت ابن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لوں پھر جا کر اپنے اصحاب سے مل جاؤں گا' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لی تو آپ نے ان کو دیکھ لیا' آپ نے پوچھا تم کو علی الصباح اپنے اصحاب کے ساتھ جانے سے کس چیز نے روک لیا؟ انہوں نے کہا میں نے یہ ارادہ کیا میں آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لوں' پھر ان سے مل جاؤں گا' آپ نے فرمایا اگر تم تمام روئے زمین کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو ان کے علی الصباح روانہ ہونے کی فضیلت کو نہیں پا سکو گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۶۔۲۲۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۸۷' شرح السنہ رقم الحدیث: ۵۷...)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کا معنی بھی صحیح ہے کیونکہ جہاد کرنا جمعہ کی نماز اور دیگر با جماعت نماز سے افضل ہے' اور جہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا با جماعت نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۶۸۔۵۶۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا مطلقاً تمام عبادات سے افضل ہے' جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے لیکن جب آپ نے جمعہ کے دن علی الصباح جہاد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا تو اب جمعہ کی نماز پڑھنا فرض نہیں تھا علی الصباح روانہ ہونا فرض تھا۔ حضرت ابن رواحہ نے آپ کے حکم پر عمل کرنے کو ترک نہیں کیا تھا صرف آپ کی محبت کی وجہ سے موخر کیا تھا' اور اس پر آپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تو اگر ہم آپ کے احکام پر عمل کو ترک کر دیں اور آپ کے منع کیے ہوئے

marfat.com

کاموں کو کریں اور آپ کی محبت میں میلاد شریف منانے اور نعت خوانی کی محفلوں کے سجانے کو کافی سمجھیں تو کیا ہمارے اس وتیرہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے! یہ صرف شیطان کا دھوکا ہے جو ہمارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم بس محفل میلاد اور بزرگوں کی نیاز دیتے رہو فرائض کی مشقت برداشت کرنے کی اور محرمات سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! یاد رکھیے میلاد شریف کی محفلیں' نعت خوانی کی مجلسیں اور بزرگوں کی نیاز ضرور باعث ثواب اور مستحب ہیں لیکن فرائض اور واجبات پر عمل کرنا اور محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرنا مقدم ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نام پر فرائض اور واجبات کو ترک کر کے اور محرمات اور مکروہات کا ارتکاب کر کے شیطان کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ فرماتے ہیں: واحسرتاه!

اہل سنت بہر قوالی و عرس — دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچ سنی بر قبور و خانقاہ — خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

(دیوان سالک ص ۴۷' مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور ۲)

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

تو کیا جس شخص کے لیے اس کے برے عمل کو خوش نما بنا دیا گیا سو اس نے اس عمل کو نیک سمجھا (کیا وہ ہدایت یافتہ کی طرح ہے)

يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ

سو اللہ جس کو چاہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے' لہٰذا آپ کا دل ان پر حسرت زدہ نہ ہو'

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

بے شک اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○ اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں' پھر ہم اس بادل کو

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں سو زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو اس بادل سے زندہ کر دیتے ہیں' اسی قیاس

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ

پر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے ○ جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' پاکیزہ کلمات

يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ

اسی کی طرف چڑھتے ہیں' اور وہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے' اور جو لوگ برائیوں کی سازش

السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ

کرتے رہتے ہیں' ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی سازش ناکام ہونے والی ہے ○ اور اللہ نے تم کو

marfat.com

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى

(ابتداءً) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے، پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ

تو وہ اس کے علم میں ہے، اور جس شخص کی بھی عمر بڑھائی جاتی ہے یا جس کی عمر کم کی جاتی ہے

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ

وہ لوح محفوظ میں (لکھی ہوئی) ہے، بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے○ اور دونوں سمندر برابر نہیں ہیں

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ

یہ بہت میٹھا ہے، اس کو پینا خوش گوار ہے اور یہ دوسرا سخت کھاری ہے، اور تم ہر ایک سے

تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو، اور تم اس میں

الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾

کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو○

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ

وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر

الْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ

دیا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے، یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے، اسی کا ملک ہے، اور جن کی

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ

تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں○ (اے مشرکو!) اگر تم ان کو پکارو

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَ

تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے اور اگر (بالفرض) سن لیں تو وہ تمہاری حاجت روائی نہ کر سکیں گے بلکہ (تمہارے خود ساختہ

marfat.com

ع ۲ ۷ ۱۴

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾

معبود) قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اے مخاطب!) تم کو اللہ خبیر کی طرح کوئی خبر نہ دے سکے گا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو کیا جس شخص کے لیے اس کے برے عمل کو خوش نما بنا دیا گیا سو اس نے اس عمل کو نیک سمجھا (کیا وہ ہدایت یافتہ کی طرح ہے!) سو اللہ جس کو چاہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے' لہٰذا آپ کا دل ان پر حسرت زدہ نہ ہو' بے شک اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے O اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں' پھر ہم اس بادل کو مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں' سو زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو اس بادل سے زندہ کر دیتے ہیں' اسی قیاس پر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے O (فاطر: ۹۔۸)

برائی کو اچھائی سمجھنے والے اور ان کا شرعی حکم

فاطر: ۸ کے شروع میں جملہ استفہامیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور اس کی دو تقریریں ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان نے جس شخص کے لیے کفر' معصیت اور بت پرستی وغیرہ کو خوش نما بنا دیا ہے' سو وہ شخص ان ناجائز کاموں کو مستحسن سمجھتا ہے' اور شیطان کے خوش نما بنا دینے کی وجہ سے ان برے کاموں کو اچھا جانتا ہے' تو کیا ایسا شخص ہدایت یافتہ شخص کی مثل ہو سکتا ہے! اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس شخص کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور وہ برے کاموں کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے لیے آپ کا دل غم زدہ نہ ہو' کیونکہ اللہ جس کو چاہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے آیا وہ ہم میں سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کام حرام ہے اس کے باوجود وہ اس کام کو کرتے تھے' ان کو معلوم تھا کہ زنا حرام ہے' اور بے قصور شخص کو قتل کرنا حرام ہے پھر بھی وہ ان کاموں کو کرتے تھے' یہ لوگ یہود' نصاریٰ اور مجوس ہیں اور میرا گمان ہے کہ خوارج بھی ان ہی میں سے ہیں' کیونکہ خارجیوں نے تمام اہل بصرہ کے خلاف اپنی تلوار سے خروج کیا اور وہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو جائز سمجھتے تھے اور اگر ان کے دین میں یہ مطلوب نہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۹۳۱)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں اس آیت کے شان نزول میں چار قول ہیں:

(۱) ابو قلابہ نے کہا اس سے مراد یہود' نصاریٰ اور مجوس ہیں' اور برے اعمال سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھنا ہے۔

(۲) عمر بن القاسم نے کہا اس سے مراد خوارج ہیں اور برے عمل سے مراد باطل تاویل اور تحریف ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا اس سے مراد شیطان ہے اور برے اعمال سے مراد اس کا بہکانا اور گم راہ کرنا ہے۔

(۴) کلبی نے کہا اس سے مراد کفار قریش ہیں اور برے عمل سے مراد ان کا شرک کرنا ہے' اس نے کہا یہ آیت العاص بن وائل السہمی اور الاسود بن المطلب کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور دوسروں نے کہا یہ آیت ابو جہل بن ہشام کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

marfat.com

علامہ قرطبی فرماتے ہیں زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں کیونکہ اس مضمون کی زیادہ تر آیات کفا
قریش کے متعلق نازل ہوئی ہیں جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (البقرہ:۲۷۲)

ان کو ہدایت یافتہ بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے' بلکہ الل
تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (آل عمران:۱۷۶)

کفر میں جلدی کرنے والے لوگ آپ کو غمگین نہ کریں' و
اللہ کو بالکل ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ ان کے لی
اجر آخرت میں سے کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بہت بڑ
عذاب ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف:۶)

اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ
ان کے پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

اور اسی مضمون کی آیت یہاں ہے: لہٰذا آپ کا دل ان پر حسرت زدہ نہ ہو۔

یعنی ان کے کفر پر ڈٹے رہنے اور شرک پر جمے رہنے سے جو آپ کو غم ہو رہا ہے' اس غم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونک
جب انہوں نے کفر کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں گم راہی کو پیدا کر دیا' اگر یہ ہدایت کو قبول نہیں کرتے تو آپ اس پ
افسوس نہ کریں کیونکہ ہدایت کا پیدا کرنا اللہ کا کام ہے آپ کا فریضہ نہیں ہے اور نہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

حرام کام کو حرام سمجھتے ہوئے کرنا گناہ کبیرہ ہے اور حرام کام کو جائز اور مستحسن سمجھ کر کرنا کفر ہے' بعض ممنوع کاموں کی
حرمت ظنی ہوتی ہے اور بعض ممنوع کاموں کی حرمت قطعی ہوتی ہے مثلاً ڈاڑھی منڈانے اور سیاہ خضاب لگانے کی حرمت ظنی
ہے اور زنا اور قتل کی حرمت قطعی ہے اور حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام ظنی کو جائز اور اچھا سمجھنا ہر چند کہ کفر نہیں ہے' لیکن
اس کے ضلالت اور گم راہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے' عورتوں کا بے حجاب بازاروں میں پھرنا' دفتروں میں کام کرنا' اجنبی
مردوں سے باتیں کرنا' مردوں کا ڈاڑھی منڈانا' اور مردوں اور عورتوں کا موسیقی سننا اور بجانا' فحش گانے گانا' تصویر کھینچنا او
کھنچوانا' گالی گلوچ اور فحش باتیں کرنا' ناجائز کام کے لیے رشوت دینا اور لینا' چور بازاری' ذخیرہ اندوزی' دواؤں اور کھانے
پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کرنا' غیبت اور چغلی کرنا' یہ تمام کام حرام ظنی ہیں اور ان میں اول الذکر تمام وہ کام ہیں جن کو اچھا سمجھ کر
کیا جاتا ہے' یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ ہم نے برائی کو اچھا سمجھ کر کرنا شروع کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کو
مطلقاً گم راہ فرمایا ہے جو برے کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں' خواہ ان کے وہ کام کفر کی حد تک پہنچے ہوں یا نہ ہوں۔

اس آیت میں حسرات کا لفظ ہے' یہ حسرت کی جمع ہے' جو نیکی اور اچھائی فوت ہو جائے اس پر غم کو حسرت کہتے ہیں' پشیمانی
اور پچھتانے اور نادم ہونے کو بھی حسرت کہتے ہیں' الحسر کا معنی تھکنا ہے گویا فرط غم سے وہ نڈھال ہو گیا اور تھک گیا اور اس کی
قوتیں کمزور ہو گئیں' مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ کے برے عقائد اور برے اعمال دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے غم ہوتا تھا
اس لیے فرمایا آپ کے دل میں ان کے لیے حسرتیں نہ آئیں' یعنی آپ کو یہ حسرت تھی کہ وہ شرک نہ کرتے اور یہ حسرت تھی کہ
وہ زمانہ جاہلیت والے فحش کام نہ کرتے اور آپ کو یہ حسرت تھی کاش وہ ایمان لے آتے اور صالح عمل کرتے' اللہ تعالیٰ نے
فرمایا آپ یہ حسرتیں نہ کریں' ان کے اپنے اختیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں گم راہی کو پیدا کر دیا ہے' اب وہ ایمان نہیں
لائیں گے۔

بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر ونشر پر استدلال

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں' پھر ہم اس بادل کو مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں سو زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو اس بادل سے زندہ کر دیتے ہیں۔ (فاطر: ۹)

قرآن مجید میں حشر ونشر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر اس سے بہت استدلال فرمایا ہے کہ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر اس مردہ اور بنجر زمین کو زندہ اور سرسبز بنا دیتا ہے۔ فرمایا:

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ (الحج: ۵)

تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک ہوتی ہے' پھر جب ہم اس پر بارش نازل فرماتے ہیں تو وہ پھلتی پھولتی ہے اور ہر قسم کا خوش نما سبزہ اگاتی ہے۔

یعنی زمین بنجر اور مردہ ہوتی ہے اور بارش کے بعد کس طرح زرخیز اور شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے غلے اور سبزیاں اگانے لگتی ہے' باغات میں ہر قسم کے پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور طرح طرح کے پھول کھلتے ہیں تو جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی وہ مردہ انسانوں کو زندہ کر دے گا۔

ابو رزین اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' آپ نے فرمایا: کیا کبھی تم ایسی وادی کے پاس سے نہیں گزرے جو پہلے بنجر اور خشک ہو اور دوبارہ اس کے پاس سے گزرے تو وہ سرسبز اور لہلہا رہی ہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۱ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث ۱۶۱۳۷' دار الحدیث قاہرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عجب الذنب کے سوا انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے اسی سے اس کا جسم (دوبارہ) بنایا جائے گا (پورے جسم کے بوسیدہ ہونے سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام مستثنیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے اجسام حرام کر دیئے ہیں)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۸۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی ایک ہڈی ایسی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی قیامت کے دن انسان اسی میں بنایا جائے گا' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عجب الذنب ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۹۵۵' الرقم المسلسل ۷۲۸۰)

عَجْبُ الذَّنَب کی تحقیق

عجب الذنب میں عجب کی عین پر زبر اور ج پر جزم ہے اور ذنب میں ذ اور ن پر زبر ہے' عجب کے معنی ہے ہر چیز کا پچھلا حصہ' دم کی جڑ' ذنب کا معنی بھی دم ہے۔ (المنجد)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

کمر کے نچلے حصے میں جو باریک ہڈی ہوتی ہے اس کو الععس اور عجب الذنب کہتے ہیں' انسان میں سب سے پہلے اسی ہڈی کو پیدا کیا جاتا ہے' اور اسی ہڈی کو باقی رکھا جاتا ہے تا کہ اسی سے انسان کا دوبارہ جسم بنایا جائے۔

(شرح نواوی مع صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۲۲۶' ۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

عجب الذنب وہ لطیف ہڈی جو دم کے سب سے نچلے حصے میں ہوتی ہے' امام ابن ابی الدنیا نے کتاب البعث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ عجب کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رائی کے

marfat.com

دانہ کی مثل ہے' آدمی کے جس جز کی سب سے پہلے تخلیق کی جاتی ہے وہ یہی جز ہے' اور اسی جز کو باقی رکھا جاتا ہے تا کہ اسی سے انسان کا دوبارہ جسم بنایا جائے' اس جز کو باقی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ فرشتے پہچان سکیں کہ اس جز میں فلاں انسان کی روح داخل کرنی ہے' جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کو باقی رکھا گیا تھا' اگر فرشتوں کے لیے اس جز کو باقی نہ رکھا جاتا تو پھر بعینہ اسی جسم میں روح داخل نہ ہوتی بلکہ اس کی مثل میں داخل ہوتی۔ اسی جز کو باقی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اسی جز کی تخلیق ہوئی تھی' اور وہ جو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم کے سر کی سب سے پہلے تخلیق کی گئی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی خصوصیت ہے ان کی اولاد کے اسی جز کی سب سے پہلے تخلیق کی گئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں' اور وہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے' اور جو لوگ برائیوں کی سازشیں کرتے رہتے ہیں' ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی سازش ناکام ہونے والی ہے O اور اللہ نے تم کو ابتداءً مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے' پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا' اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے' اور جس شخص کی بھی عمر بڑھائی جاتی ہے یا جس کی عمر کم کی جاتی ہے' وہ لوح محفوظ میں (لکھی ہوئی) ہے' بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے O (فاطر: ۱۱-۱۰)

تمام عزتیں اللہ کے لیے ہونے کے متعدد محامل

فاطر: ۱۰ میں فرمایا جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کو ایسی عزت کا علم ہو جس کے ساتھ کوئی ذلت نہیں ہے تو وہ سن لے کہ تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' کیونکہ جو عزت کسی ذلت تک پہنچائے وہ درحقیقت ذلت ہی ہے' اور جس عزت کے ساتھ کوئی ذلت نہیں ہے وہ صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے۔

(۲) جو شخص اللہ سبحانہ کی عبادت کرنے سے عزت کے حصول کا ارادہ کرے' اور عزت اللہ سبحانہ ہی کے لیے ہے تو وہ اس کو دنیا میں بھی عزت دے گا اور آخرت میں بھی۔

(۳) اللہ تعالیٰ صاحب اقتدار' صاحب حیثیت اور صاحب منصب لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو اور اس کی طلب میں صادق ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور ذلت اور خضوع اور خشوع کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا' کیونکہ جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور کسی بندہ کے معافی مانگنے سے اللہ اس کی عزت میں اضافہ ہی کرتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو سربلند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۲۰۶' ۱۱۷...)

(۴) جو شخص اللہ کے غیر سے عزت کو طلب کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس غیر کے سپرد کر دیتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے عزت طلب کی' فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ (النساء: ۱۳۹)

جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں' کیا وہ ان (کافروں) سے عزت کو طلب کرتے ہیں' وہ یاد رکھیں کہ تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ تمام عزتیں اللہ ہی کے پاس ہیں وہ جس کو چاہے عزت دے دے اور جس کو چاہے ذلت دے دے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۔ (آل عمران: ۲۶)

آپ کہیے: اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہے ملک عطا کر دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے تمام اچھائیاں تیرے ہی دست قدرت میں ہیں۔

سو جو شخص کسی عظیم کامیابی کے حصول کے لیے عزت چاہتا ہو اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہو اس کے چاہیے کہ وہ عزت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کا قصد کرے اور اس سے عزت کو طلب کرے کیونکہ اگر وہ کسی مخلوق سے عزت کو طلب کرے گا تو اللہ عزوجل اس کو ذلت میں مبتلا کر دے گا اور جو اللہ سے عزت کو طلب کرے گا تو اللہ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔

الکلم الطیب کی تفسیر میں متعدد اقوال

الکلم الطیب (پاکیزہ کلمات) اس کی طرف چڑھتے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

الکلم الطیب کی تفسیر میں دو قول ہیں یحییٰ بن سلام نے کہا اس سے مراد کلمہ توحید ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ اور نقاش نے کہا اس سے مراد نیک مومنوں کی کی ہوئی اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے جس کو لے کر ملائکہ مقربین چڑھتے ہیں۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۴۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مخارق بن سلیم نے کہا ہم سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ہم تم سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو اس کی تصدیق میں تمہارے سامنے کتاب اللہ کو پیش کرتے ہیں جب مسلمان بندہ یہ کہتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تبارک اللہ تو فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پروں کے نیچے رکھ لیتا ہے پھر ان کلمات کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتا ہے وہ ان کلمات کو لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ فرشتے ان کلمات کے پڑھنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کے سامنے ان کلمات کو پیش کرتے ہیں پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس آیت کو پڑھا:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ. (فاطر: ۱۰) پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث ۲۲۱۲۳)

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الکلم الطیب سے مراد ہے لا الہ الا اللہ۔

(الکشاف ج ۳ ص ۶۱۱)

لا الٰہ الا اللہ کو طیب فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ عقل سلیم اس کلمہ کو پاکیزہ قرار دیتی ہے اور اس سے محظوظ ہوتی ہے کیونکہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتا ہے اور توحید کے ماننے پر ہی نجات کا مدار ہے اور توحید پر ایمان لانا ہی جنت کی دائمی نعمتوں کے لیے وسیلہ ہے یا اس کلمہ کو طیب فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ شریعت میں یہ پسندیدہ کلمہ ہے اور ملائکہ علیہم السلام اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔

marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ الکلم الطیب سے مراد قرآن مجید ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ الکلم الطیب سے مراد نیک انسانوں کی تعریف اور تحسین ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی دعا ہے جس میں شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو' اور مختار قول یہ ہے کہ الکلم الطیب سے مراد ہر وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہو یا ہر وہ کلام ہے جس میں اللہ کے لیے وعظ اور نصیحت ہو۔

کلمات طیبہ کے چڑھنے کی توجیہات

صعود اور چڑھنے کا معنی ہے اوپر کی طرف حرکت کرنا اور اس کو عروج بھی کہتے ہیں اور کلمات اور کلام کا اوپر چڑھنا متصور نہیں ہے' کیونکہ کلمات اور کلام عرض ہیں جو متکلم کے ساتھ قائم ہیں' اپنے محل سے قطع نظر ان کا کوئی وجود نہیں ہے تو پھر فرشتوں کا ان کلمات کو لے کر چڑھنا موجب اشکال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چڑھنے سے مراد ان کلمات کا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہونا ہے' کیونکہ ثواب کی جگہ اوپر ہے اور عذاب کی جگہ نیچے ہے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کلمات کے اوپر چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ فرشتے ان صحائف اعمال کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں جن صحائف میں انہوں نے کلمات طیبہ لکھے ہوئے ہیں' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو مجسم کر دے اور فرشتے ان کو اٹھا کر لے جائیں۔

نیک عمل کے محامل

اس کے بعد فرمایا: اور وہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے۔

عمل صالح سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے' یا اس سے مراد تمام عبادات اور نیک اعمال ہیں اور والعمل الصالح یرفعہ کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) حسن بصری اور یحییٰ بن سلام نے کہا اس کا معنی ہے الکلم الطیب یعنی پاکیزہ کلمات عمل صالح کو بلند کرتے ہیں۔

(۲) ضحاک اور سعید بن جبیر نے کہا عمل صالح پاکیزہ کلمات کو بلند کرتے ہیں۔

(۳) قتادہ اور سدی نے کہا اللہ تعالیٰ عمل صالح کو بلند کرتا ہے' یعنی عمل صالح کرنے والے کے درجات بلند کرتا ہے۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۴۴۶' دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الکلم الطیب سے مراد اللہ کا ذکر ہے اور العمل الصالح سے مراد اس کے فرائض کا ادا کرنا ہے' سو جس شخص نے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ذکر کیا تو اس کے ذکر کو فرشتے اوپر لے کر چڑھتے ہیں' اور جس شخص نے اللہ کا ذکر کیا اور فرائض کو ادا نہیں کیا تو اس کے کلام کو اس کے عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا پس عمل صالح اس کے کلام سے اولیٰ ہے۔

مجاہد نے بھی اس کی تفسیر میں کہا کہ عمل صالح کلام طیب کو بلند کرتا ہے۔

حسن اور قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ کسی کلام کو عمل کے بغیر قبول نہیں کرتا' جس نے کلمات طیبہ کہے اور نیک عمل کیے تو اس کے کلمات طیبہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے (ان آثار کی سند ضعیف ہے)۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۴۳' رقم الحدیث: ۲۲۱۲۸' ۲۲۱۲۶' ۲۲۱۲۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرآن نماز میں پڑھا جائے وہ اس قرآن پڑھنے سے بہتر ہے جو غیر نماز میں پڑھا جائے' اور قرآن کو غیر نماز میں پڑھنا ذکر کی دیگر اقسام سے بہتر ہے اور صدقہ کرنا نماز سے بہتر ہے' اور روزہ دوزخ سے مضبوط ڈھال ہے اور کوئی قول عمل کے بغیر مقبول نہیں ہوتا اور کوئی عمل نیت کے بغیر

مقبول نہیں ہوتا اور کوئی قول اور عمل اور نیت اتباع سنت کے بغیر مقبول نہیں ہے (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ص ۴۸۰ جدید' شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۲۴۳' مشکوۃ رقم الحدیث: ۲۱۶۶' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۱۱۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۵۲۸۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۳۰۳' الکشاف ج ۳ص ۶۱۲۔۶۱۱)

کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کے اوپر چڑھنے کی تحقیق

ان احادیث اور آثار کی بناء پر قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی اندلسی المتوفی ۵۴۳ھ کا مختار یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے بغیر کلمات طیبہ مقبول نہیں ہوتے وہ لکھتے ہیں:

اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا جو کلام' اللہ کے ذکر کے ساتھ مقترن نہ ہو وہ نفع نہیں دیتا' کیونکہ جس شخص کا قول اس کے فعل کے خلاف ہو وہ اس پر وبال ہوتا ہے۔

اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب عمل صالح قول کے لیے شرط ہو یا اس کے ساتھ مربوط ہو' تو وہ قول اس عمل کے بغیر مقبول نہیں ہوتا' اور اگر عمل صالح قول کے لیے شرط نہ ہو اور نہ اس کے ساتھ مربوط ہو تو اس کے کلمات طیبہ اس کے نفع کے لیے لکھے جاتے ہیں اور اس کے برے اعمال اس کے ضرر کے لیے لکھے جاتے ہیں' پھر اس کی نیک باتوں اور برے کاموں کا وزن کیا جائے گا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ فرمائے گا۔ (احکام القرآن ج ۴ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جو کچھ لکھا ہے وہی تحقیق ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ کلام طیب کے قبول ہونے کے لیے عمل صالح شرط ہے' اور آثار میں ہے کہ جب بندہ صادق نیت کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کی طرف دیکھتے ہیں' اگر اس کا عمل اس کے قول کے موافق ہو تو فرشتے اس کے کلام اور عمل دونوں کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور اگر اس کا عمل اس کے قول کے مخالف ہو تو فرشتے توقف کرتے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس برے عمل سے توبہ کرے' اس تحقیق کی بناء پر عمل صالح ہی کلام طیب کو اوپر لے جاتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۲۹۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی ابوبکر بن العربی اور علامہ قرطبی دونوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنا نیک اعمال کے قبول ہونے کی شرط ہے' نیک اعمال لا الٰہ الا اللہ کے قبول ہونے کی شرط نہیں ہیں' ان دونوں بزرگوں کی یہ تحقیق قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (النحل: ۹۷)
جس نے بھی نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ حیات کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

قرآن مجید نے لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لانے اور اس کی شہادت دینے کو اصل اور نیک اعمال کے مقبول ہونے کی شرط فرمایا اور قاضی ابن العربی اور علامہ قرطبی نے اعمال صالحہ کو اصل اور لا الٰہ الا اللہ کے مقبول ہونے کی شرط قرار دیا ہے' اور جس حدیث اور جن آثار کی بناء پر انہوں نے اصول اہل سنت اور ظاہر قرآن کے خلاف یہ لکھا ہے' ہم بتا چکے ہیں کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں۔

نیز قاضی ابن العربی اور علامہ قرطبی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اگر کلام طیب کے ساتھ نیک عمل نہ ہوں تو وہ کلام طیب مردود ہوگا' اور اوپر نہیں چڑھے گا اور وہ کلام طیب اس کے لیے باعث ضرر اور وبال ہوگا' بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس کا کلام طیب مقبول ہوگا اور اوپر چڑھے گا اور اس کے لیے باعث اجر ہوگا البتہ نیک عمل نہ کرنے کی وجہ سے یا برے عمل کرنے کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوگا قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

جس شخص نے ذرہ برابر بھی نیکی کی وہ اس کا اجر پائے گا' جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی وہ اس کی سزا پائے گا۔

قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء کا قول حضرت ابن عباس کی اس روایت کے موافق ہے کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرے اور کلام طیب کہے اور اس کے ساتھ فرائض بھی ادا کرے تو اس کے عمل کے ساتھ اس کا قول اوپر چڑھتا ہے ورنہ اس کا قول رد کر دیا جاتا ہے۔

یہ قول اہل حق اہل سنت کے اعتقاد کو رد کرتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس کی سند صحیح نہیں ہے' اور حق یہ ہے کہ وہ فاسق جو فرائض کا تارک ہو جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور کلام طیب کہے گا تو اس کا یہ عمل لکھا جائے گا اور اس کی طرف سے قبول کیا جائے گا اس کی نیکیوں کا اس کو اجر و ثواب ملے گا اور اس کی برائیوں پر اس کو استحقاق عذاب ہو گا' اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے کلام طیب کو قبول فرماتا ہے جو شرک سے بچتا ہے' اور جن صحابہ اور تابعین نے یہ کہا ہے کہ نیک عمل کی وجہ سے کلام طیب مقبول ہوتا ہے ان کے اس قول کی تاویل یہ ہے کہ جب کلام طیب' عمل صالح کے ساتھ مقرون ہو تو وہ زیادہ بلندی کی طرف چڑھتے ہیں اور نہایت حسین مقام پر پہنچتے ہیں جیسے کوئی شخص نماز پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو' جب وہ اس کے ساتھ ساتھ کلمات طیبہ بھی کہے گا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کرے گا تو اس کے اعمال زیادہ فضیلت والے ہوں گے۔

(المحرر الوجیز ج ۱۳ ص ۱۵۹' مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جو حدیث منسوب ہے میرا ظن غالب ہے کہ ان کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے' اور بر تقدیر تسلیم اس کی یہ تاویل ہے کہ عمل صالح کی وجہ سے کلام طیب کو مزید شرف حاصل ہوتا ہے اور وہ زیادہ بلندی کی طرف چڑھتا ہے' اور میرے ذہن میں اس آیت کا متبادر معنی یہ ہے کہ کلام طیب کے ساتھ عمل صالح کے اوپر چڑھنے کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ بعض اوقات عمل صالح میں سخت کلفت اور مشقت ہوتی ہے' اسی وجہ سے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر کہا گیا ہے' اور امام رازی کے کلام میں یہ تصریح ہے کہ کلام طیب' عمل صالح سے زیادہ فضیلت والا ہے' کیونکہ کلام طیب (مثلاً لا الہٰ الا اللہ) خود اوپر چڑھتا ہے اور اعمال صالح کو فرشتے اوپر لے کر چڑھتے ہیں' اور کلام طیب کے عمل صالح سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمل کا تعلق حرکت اور سکون کے ساتھ ہے' جس میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہیں اور کلام طیب کا تعلق نطق کے ساتھ ہے اور نطق ہی کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہے' نیز اگر کوئی کافر لا الہٰ الا اللہ پڑھ لے اور کوئی نیک عمل نہ کرے تو دنیا میں اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہو جائے گی اور آخرت میں وہ دائمی عذاب سے محفوظ رہے گا اور اگر کوئی شخص لا الہ الا اللہ نہ کہے اور عمل صالح کرتا رہے تو اس پر یہ ثمرہ مرتب نہیں ہو گا' فلہٰذا کلام طیب ہی عمل صالح سے افضل ہے اور کلام طیب ہی کی وجہ سے عمل صالح اوپر چڑھتے ہیں نہ کہ عمل صالح' کلام طیب کو اوپر چڑھاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۲۶' داراحیاء التراث العربی بیروت) (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۶۰۔۲۵۹' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار کے مکر کا بیان

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ برائیوں کی سازشیں کرتے رہے ہیں' ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی سازش نا کام ہونے والی ہے ۝

اس آیت میں مکر کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم نے سازش کیا ہے' کیونکہ مکر کا معنی ہے کسی کے خلاف خفیہ تدبیر کرنا' یا کسی کے خلاف دھوکا اور فریب کرنا یا کوئی خفیہ تدبیر کر کے کسی شخص کو اس کے مقصد سے ہٹا دینا' اس آیت میں ان کے مکر اور ان کی سازش پر سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے' اس مکر اور سازش کے متعلق امام ابو العالیہ نے لکھا ہے کہ اس مکر سے مراد وہ سازش ہے جو انہوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا آپ کو قتل کریں یا آپ کو جلا وطن کر دیں' وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا' اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

اور اس آیت میں یبور کا لفظ ہے اس کا مصدر بور ہے' اس کا معنی ہلاک کرنا ہے' یہاں اس سے مراد ان کی سازش کا ناکام ہونا ہے۔

مٹی اور نطفہ سے انسان کی پیدائش

اور اللہ نے تم کو ابتداءً مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے' پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا۔

قتادہ نے کہا اس سے مراد ہے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور تم کو پیدا کرنے سے مراد ہے تمہاری اصل کو مٹی سے پیدا کیا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۲۷۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۷۸۱)

پھر حضرت آدم کے بعد انسان کو نطفے سے پیدا کیا' نطفہ اس پانی کو کہتے ہیں جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (الطارق: ۸۔۶)

انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ۝ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ۝ جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے دو قسم کے پانی نکلتے ہیں لیکن رحم میں پہنچ کر وہ دونوں پانی ایک ہو جاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان کی اولاد کو توالد اور تناسل کے ذریعہ نطفہ سے پیدا فرمایا۔

پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا' یعنی مرد اور عورت کو ملا کر ایک جوڑا بنایا۔

عمر میں اضافہ کر کے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کو مٹانا

اس کے بعد فرمایا: اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے' اور جس شخص کی بھی عمر بڑھائی جاتی ہے' یا جس کی عمر کم کی جاتی ہے وہ لوح محفوظ میں (لکھی ہوئی) ہے' بے شک یہ اللہ کے لیے آسان ہے ۝

عمر بڑھائے جانے کا ذکر ان احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر زیادہ کی جائے اس کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے میل جول رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۵۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۱۶۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۴۲۹)

marfat.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۲۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا عمر بڑھاتا ہے۔ (الترغیب للمنذری ج ۳ ص ۵۹۶' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۴۳' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۱۲۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر مبرم اور تقدیر معلق' تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کا علم ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا' اور اس میں تغیر ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ہونا اس کے علم کے حدوث کو بلکہ جہل کو مستلزم ہے' اور تقدیر کی دوسری قسم تقدیر معلق ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی صفت نہیں ہے' کسی کی دعا یا کسی نیکی سے تقدیر بدل جاتی ہے مثلاً پہلے لوح محفوظ میں ایک شخص کی عمر ساٹھ سال لکھ دی اس نے کوئی نیکی کی تو ساٹھ سال کو مٹا کر ستر سال لکھ دی اگر نیکی نہ کی تو اسی ساٹھ سال کو برقرار رکھا یہ قضاء معلق میں تبدیلی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ نیکی کرے گا یا نہیں اور وہی قضاء مبرم ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ. (الرعد: ۳۹)

اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے برقرار اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

ام الکتاب سے مراد تقدیر مبرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دونوں سمندر برابر نہیں ہیں یہ بہت میٹھا ہے' اس کو پینا خوش گوار ہے' اور یہ دوسرا سخت کھاری ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو' اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو O اور وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے' اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے' ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے' یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کا ملک ہے' اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں O (فاطر: ۱۳-۱۲)

دو سمندر ہیں ایک میٹھا اور ایک کھاری اس کی تفسیر الفرقان: ۵۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تازہ گوشت اور زیور وغیرہ کی تفسیر النحل: ۱۴ میں مطالعہ فرمائیں۔

رات کو دن میں داخل کرنے کی تفسیر آل عمران: ۲۷ میں اور سورج اور چاند کو مسخر کرنے کی تفسیر لقمان: ۲۹ میں پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے مشرکو! اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے اور اگر (بالفرض) سن لیں تو وہ تمہاری حاجت روائی نہ کر سکیں گے (تمہارے خود ساختہ معبود) قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اے مخاطب!) تم کو اللہ خبیر کی طرح کوئی خبر نہ دے سکے گا O (فاطر: ۱۴)

مشرکین کے معبودوں کی حاجت روائی نہ کرنے کے محامل

اگر تم اپنی مصیبتوں اور حاجتوں میں ان بتوں کے سامنے فریاد کرو' تو یہ تمہاری فریاد کو نہیں سن سکیں گے' کیونکہ یہ جمادات ہیں' نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں' اور اگر بالفرض یہ تمہاری فریاد سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے' کیونکہ ہر سننے والا جواب دینے پر قادر نہیں ہوتا' اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اگر وہ سن لیں تب بھی تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس کا ایک محمل یہ ہے کہ اگر ہم ان کو عقل اور حیات عطا کر دیں اور وہ تمہاری فریاد سن لیں تب بھی تمہاری حاجت روائی نہیں کریں گے' کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہوں گے' اور تم کفر پر مصر ہو گے۔

marfat.com

اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے' یعنی وہ اس کا انکار کردیں گے کہ تم نے ان کی عبادت کی ہے اور تم سے بیزاری کا اظہار کریں گے' اللہ تعالیٰ ان بتوں کو زندہ کردے گا اور وہ یہ خبر دیں گے کہ وہ اس کے اہل نہ تھے کہ ان کی عبادت کی جاتی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں معبودوں سے مراد ان کے وہ معبود ہوں جو ذوی العقول ہیں جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اور ملائکہ اور وہ قیامت کے دن مشرکین کی عبادت سے برأت کا اظہار کریں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ (المائدہ: ۱۱٦)

اور اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم اللہ کو چھوڑ کے مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو' عیسیٰ کہیں گے تو پاک ہے میرے لیے یہ جائز نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جو حق نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ

اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے' ستائش اور حمد کیا ہوا O اگر وہ

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱٦﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾

چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق لے آئے O اور یہ اللہ پر بالکل دشوار نہیں ہے O

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی دوسرے

لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ

کو بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہو' آپ صرف ان

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

لوگوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور جو پاکیزہ ہو گا تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے پاکیزہ ہو گا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے O

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے O اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہے O

marfat.com

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط

اور نہ سایا اور دھوپ برابر ہے O اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہیں

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي

بے شک اللہ جس کو چاہے سنا دیتا ہے' اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں

الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

قبروں میں ہیں O آپ صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں O بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ثواب

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ط وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' اور ہر جماعت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے O

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ج جَآءَتْهُمْ

اور اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں' ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ

ان کے رسول واضح دلائل' صحائف اور روشن کتاب لے کر آئے تھے O پھر

اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۲ ۱۵

میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب! O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے ستائش اور حمد کیا ہوا O اگر وہ چاہے تم سب کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق لے آئے O اور یہ اللہ پر بالکل دشوار نہیں ہے O (فاطر: ۱۷-۱۵)

اپنے وجود اور بقا میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہے اور جو جس قدر زیادہ کمزور ہے وہ اس قدر زیادہ اللہ کی طرف محتاج ہے' انسان کے متعلق فرمایا:

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا. (النساء: ۲۸) — اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ. (الروم: ۵۴) — اللہ ہی ہے جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا۔

اور اللہ ہی بے نیاز ہے اور وہ جواد مطلق ہے جو اس کے محتاج ہیں وہ ان کی ضروریات پوری کرتا ہے اور ان کو اپنے انعام اور اکرام سے نوازتا ہے' اس لیے وہ لائق حمد اور ستائش ہے اور مخلوق اختیار سے یا اضطرار سے اس کی حمد کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے

کسی دوسرے کو بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہو' آپ صرف ان لوگوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں' اور جو پاکیزہ ہوگا تو وہ اپنے ہی نفس کے لیے پاکیزہ ہوگا' اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے O اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے O اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہے O اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہے O اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہیں' اور بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے' اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں' جو قبروں میں ہیں O (فاطر: ۲۲۔۱۸)

فاطر: ۱۸ کی تفسیر الانعام: ۱۶۴ میں گزر چکی ہے۔

فاطر: ۱۹ میں فرمایا: اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے' اس سے مراد ہے کافر اور مومن یا عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں۔

فاطر: ۲۰ میں فرمایا: اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں' یعنی نہ باطل اور حق برابر ہے۔

فاطر: ۲۱ میں فرمایا: اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہے' یعنی ثواب اور عذاب برابر نہیں ہے یا جنت اور دوزخ برابر نہیں ہے۔

فاطر: ۲۲ میں فرمایا: اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہیں۔

یہ مومنوں اور کافروں کی دوسری مثال ہے' اور بعض مفسرین نے کہا یہ علماء اور جہلاء کی مثال ہے۔

قبر والوں کے سننے کا مسئلہ

اس کے بعد فرمایا: اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے' یعنی جس کو چاہتا ہے سننے والا بنا دیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو سننے والے بنایا ہے' اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایسا سننے والا بنا دیتا ہے جو اس کی آیات میں غور وفکر کرتا ہے اور حق بات کو قبول کر لیتا ہے' اس آیت میں کفار کو مردوں اور قبر والوں سے تشبیہ دی ہے' یعنی جس طرح قبر میں مردے غور وفکر کے ساتھ نہیں سنتے اور حق بات کو قبول نہیں کرتے' کیونکہ اب وہ مکلف نہیں رہے' اسی طرح دنیا میں یہ کفار آپ کے وعظ ونصیحت کو نہیں سنتے کیونکہ یہ اپنے آباء واجداد کی تقلید پر اصرار کرنے کی وجہ سے کفر میں راسخ ہو چکے ہیں۔

دراصل اس آیت میں سنانے کی نفی فرمائی ہے اور سنانے سے مراد سماعت کو پیدا کرنا ہے' حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ سماعت کو پیدا کرتا ہے اور یہ کفار جو اثر قبول نہ کرنے میں قبر والوں کی طرح ہیں' آپ ان کو نہیں سناتے یعنی آپ ان میں سماعت کو پیدا نہیں کرتے۔

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: آپ ان کافروں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اپنے دلوں کو مردہ کر چکے ہیں' یعنی جس طرح آپ ان کو نہیں سناتے جن کے اجسام مردہ ہیں' اسی طرح ان کو نہیں سناتے جن کے دل مردہ ہیں' اور اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان کافروں کے ایمان کی بالکل توقع نہ رکھیں' کیونکہ جس طرح قبر والے کسی بات کو سن کر اس سے نفع نہیں اٹھاتے اور اس کو قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح یہ کفار بھی آپ کے ارشادات سے نفع نہیں اٹھائیں گے اور اس کو قبول نہیں کریں گے۔

اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ (القصص: ۵۶)	آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت نہیں دیتے' لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دیتا ہے۔

اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ ہدایت کو پیدا کرنا آپ کا کام نہیں ہے' ہدایت کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے' آپ کا

marfat.com

منصب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہدایت کو نافذ کرنا ہے اسی طرح اپنے ہر چاہے ہوئے کو کر لینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے
صلی اللہ علیہ وسلم تو چاہتے تھے کہ تمام کفار مکہ مسلمان ہو جائیں لیکن آپ کی بسیار کوشش کے باوجود ایسا نہیں ہوا' اس قسم
آیات سے اللہ تعالیٰ نے مقام الوہیت کو مقام نبوت سے ممیز کر دیا ہے' تا کہ آپ کی امت کو الوہیت اور نبوت میں اشتباہ نہ
اور وہ اللہ کے راستہ سے گم راہ نہ ہو جائیں' جیسے گزشتہ بعض امتیں گم راہ ہو گئیں' بعض نے کہا عزیر ابن اللہ ہیں اور بعض نے
مسیح ابن اللہ ہیں' اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس امت پر کمال رحمت ہے۔

قبر والوں کے غور وفکر نہ کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے اس آیت کی تقریر میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی
ہے جو کسی بات کو سن کر اس میں غور وفکر نہیں کر سکتے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں سے ایسا کلام فرمایا جس میں
ان کو غور وفکر کرنے کے لیے فرمایا تھا اور آپ نے ان کے سننے کی بھی تصریح فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے
رہنے دیا پھر آپ ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ
بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پالیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا
تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یارسول اللہ!
یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے' حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت
میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں
ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔

(صحیح مسلم صفۃ الجنۃ: ۷۷ رقم الحدیث: ۲۸۷۴' الرقم المسلسل: ۷۰۹۰

اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر مردوں کا یہی قاعدہ ہے کہ وہ کسی بات کو سن کر غور وفکر نہیں کرتے اور نہ کسی پیغام کو قبول
کرتے ہیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ بدر کے ان مردہ کافروں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما دیا ہو تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس کلام کو سنیں اور اس پر غور وفکر کریں اور انہوں نے کفر اور شرک پر جو اصرار کیا تھا اس پر نادم ہوں' بہر حال اس آیت سے
مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کسی بات کو سن کر اس پر غور وفکر کرنے اور کسی پیغام کو قبول کرنے کی نفی ہوتی ہے' اور ہم
نے سماع موتی پر مفصل بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹۔۵۷۶ میں کی ہے وہاں اس کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں O بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ثواب کی
بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' اور ہر جماعت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے O
اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں' ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل' صحائف اور روشن
کتاب لے کر آئے تھے O پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب! O (فاطر: ۲۶۔۲۳)

یعنی ہم نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے تا کہ آپ نیک لوگوں کو ثواب کی بشارت دیں اور کافروں کو عذاب کی وعید سے
ڈرائیں' فاطر: ۲۴ میں ہے کہ ہر امت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گذر چکا ہے' اس سے مراد ہے کہ گزرے ہوئے
زمانوں میں سے ہر زمانہ میں جو بھی کوئی بڑی جماعت رہی ہے اس میں کوئی نہ کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا گزرا ہے
خواہ وہ نبی ہو یا عالم ہو' اس آیت میں بشیر کا ذکر نہیں ہے صرف نذیر کا ذکر ہے کیونکہ ڈرانا تو عقلی دلائل سے بھی ہو سکتا ہے' لیکن

marfat.com

مخصوص اجر وثواب کی بشارت بغیر وحی کے متصور نہیں ہے' اس لیے بشارت دینا صرف نبی کا کام ہے' اور نذیر چونکہ نبی کے علاوہ عالم بھی ہوسکتا ہے اس لیے یہاں صرف نذیر کا ذکر فرمایا۔

اس کے بعد آپ کو تسلی دی کہ ان کی تکذیب سے آپ رنجیدہ نہ ہوں اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں' ان کے پاس ان کے رسول آئے تھے جنہوں نے اپنی نبوت کے صدق پر کثیر معجزات پیش کیے تھے اور بعض رسولوں نے صحائف پیش کیے تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بعض رسولوں نے روشن کتاب پیش کی جیسے حضرت موسیٰ نے تورات' حضرت داؤد نے زبور اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے انجیل کو پیش کیا اور (ہمارے رسول سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو پیش کیا۔

اس کے بعد پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب! یعنی جب کافروں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہوگئی اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

پیدا کیے اور پہاڑوں کے حصے ہیں سفید اور سرخ' ان کے رنگ مختلف ہیں

اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ

اور بہت گہرے سیاہ ○ اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ

اسی طرح مختلف رنگ ہیں' اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

اللہ سے ڈرتے ہیں' بے شک اللہ غالب ہے بہت بخشنے والا ○ بے شک جو لوگ

یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان چیزوں میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾

ہیں جو ہم نے ان کو دی ہیں' وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہو گا ○

marfat.com

لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ إِنَّهٗ غَفُورٌ

تا کہ اللہ ان کو ان کا پورا ثواب عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان کو مزید عطا کرے بے شک وہ بہت بخشنے و

شَكُورٌ ۝٣٠ وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا

بہت قدر دان ہے ○ اور ہم نے جس کتاب کی آپ کی طرف وحی فرمائی ہے وہی حق ہے، پہلی کتابوں کی تصد

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝٣١ ثُمَّ أَوْرَثْنَا

کرنے والی ہے، بے شک اللہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ پھر ہم نے ان لوگوں

الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

اس کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کرلیا تھا، پھر ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے وا

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ

ہیں اور بعض متوسط ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہی

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝٣٢ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ

یہی بڑا فضل ہے ○ یہ لوگ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے ان کو وہاں سونے کے کنگ

فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝٣٣

اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنت میں ان کا لباس ریشم کا ہو گا ○

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۗ إِنَّ رَبَّنَا

اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا ر

لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝٣٤ الَّذِيٓ أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا

بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے ○ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام میں ٹھہرایا، جہاں

يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝٣٥ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

ہم کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ ہو گی ○ اور جن لوگوں نے کفر کی

لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ

ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے ان کے عذاب

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ

میں کوئی کمی کی جائے گی' اور ہم ہر بڑے ناشکرے کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O اور وہ لوگ

يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ

دوزخ میں چلائیں گے' اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے' ہم نیک کام کریں گے جو پہلے

الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ

کاموں کے خلاف ہوں گے' کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا

وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا' لو اب مزا چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے' اور پہاڑوں کے حصے ہیں' سفید اور سرخ' ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ O اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں' اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں' بے شک اللہ غالب ہے بہت بخشنے والا O (فاطر ۲۸۔۲۷)

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں جدد کا لفظ ہے' اس کے معنی ہیں راستے گھاٹیاں' یہ لفظ جدہ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے کھلا ہوا راستہ۔

ابن بحر نے کہا ہے جدد کا معنی ہے ٹکڑے' جب کوئی شخص کسی چیز کو کاٹ کر ٹکڑے کر دے تو کہتا ہے جددتہ' الجوہری نے کہا زیبرے میں جو سفید اور کالی دھاریاں ہوتی ہیں اس کو جدہ کہتے ہیں' دھاری دار چادر کو کساء مجدد کہتے ہیں' اس آیت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں مختلف رنگوں کے متعدد راستے پیدا کیے۔

نیز اس آیت میں غرابیب کا لفظ ہے' یہ غربیب کی جمع ہے' اس کا معنی ہے گہرے سیاہ' اس سے مراد کالے پہاڑ ہیں' غربیب اس بوڑھے آدمی کو بھی کہتے ہیں جو ہمیشہ اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگتا ہو۔

سود کے معنی بھی سیاہ ہیں اور یہ غرابیب کی تاکیدی صفت ہے۔ جو چیز بہت سیاہ ہو عرب کہتے ہیں اس کا رنگ غراب (کوے) کی طرح ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شیخ غربیب سے بغض فرماتا ہے' یعنی اس بوڑھے شخص سے جو بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگتا ہو۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۱۶' دار الفکر' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث ۵۶۰' جمع الجوامع رقم الحدیث ۵۳۴۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث

marfat.com

۱۸۵۱، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۳۳۵، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں کفار سے خطاب فرمایا تھا اور اس آیت میں دو احتمال ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں بھی کفار سے خطاب فرمایا ہو اور ان پر اپنی توحید کی دلیل پیش کی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہو اور آپ کے سامنے اپنی توحید کی دلیل پیش کی تاکہ آپ یہ دلیل لوگوں کو سمجھائیں۔

اس آیت سے توحید پر اس طرح استدلال ہے کہ پانی کی طبیعت واحدہ ہے اور واحد چیز کا اثر بھی واحد ہوتا ہے پس اگر پھولوں کی پیدائش میں یہ پانی مؤثر ہوتا تو تمام پھول ایک ہی رنگت کے ہوتے، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ پھول مختلف رنگ کے ہیں تو معلوم ہوا کہ پانی ان پھولوں کی پیدائش میں مؤثر نہیں ہے، پھر اگر کسی کو یہ تردد ہو کہ زمین اور پہاڑی علاقے پھولوں کی پیدائش میں مؤثر ہیں تو اس کا ازالہ فرمایا کہ پہاڑ سفید، سرخ اور گہرے سیاہ ہیں تو پھر زرد پھول اور نیلے پھول کس سے پیدا ہوتے ہیں اور پہاڑوں میں ان مختلف رنگوں کو کون پیدا کرنے والا ہے، پھولوں کی پیدائش میں تم جس پانی اور زمین کو مؤثر سمجھ رہے ہو اس پانی اور زمین کا خالق کون ہے۔

دوسری آیت کے شروع میں بھی رنگوں کے اختلاف سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا کہ انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں بتاؤ ان مختلف رنگوں کا خالق کون ہے، حضرت عیسیٰ اور عزیر ان کے خالق نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ان کے مختلف رنگ تھے، سورج، چاند اور ستارے ان کے خالق نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یہ غروب ہو جائیں یا ان کو گہن لگ جائے، تب بھی یہ رنگ اسی طرح وجود میں آتے رہتے ہیں نیز سورج اور چاند تو خود ایک نظام کے تابع ہو کر گردش کر رہے ہیں، سیاروں کی گردش اور ستاروں کا طلوع اور غروب بھی ایک نظام کے تابع ہے، اور جو خود کسی کے تابع ہو وہ کسی دوسرے کے لیے مؤثر کب ہوسکتا ہے، اور رہی پتھر کی وہ مورتیاں جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی پرستش کرتے ہو تو ان کا کسی چیز کے لیے مؤثر ہونا تو بداہۃً باطل ہے جو اپنے وجود میں تمہارے بنانے کے محتاج ہیں وہ تمہارے خالق کب ہو سکتے ہیں!

عالم کی تعریف، اس کا اللہ سے ڈرنا اور دائمی عبادت کرنا

اس کے بعد فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

اس آیت میں علماء سے مراد وہ نہیں ہیں جو محض تاریخ، فلسفہ اور دنیاوی اور مروجہ علوم کے عالم ہوں، بلکہ اس سے مراد علماء دین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے عالم ہوں، قرآن، حدیث اور فقہ کی کتب پر عبور رکھتے ہوں ان کو قدر ضروری احکام شرعیہ مستحضر ہوں اور ان کو اتنی مہارت ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل سے متعلق ہر مطلوبہ مسئلہ کو اس کی متعلقہ کتابوں سے نکال سکتے ہوں، اور ان کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہو جس کی بناء پر وہ علم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں اور جو شخص بے عمل ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

مالک بن مغول روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے شعبی سے پوچھا مجھے بتایئے کہ عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا عالم وہ ہے جو اللہ کا خوف رکھتا ہو۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۶۳، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ فقیہ (عالم) وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے، آخرت میں رغبت کرے، اس کو اپنے دین پر بصیرت ہو اور اپنے رب کی عبادت پر دوام اور ہمیشگی کرتا ہو۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۹۹)

سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انہوں نے کہا جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا

marfat.com

ہو۔ (سنن داری رقم الحدیث: ۳۰۰)

مجاہد نے کہا فقیہ وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ (سنن داری رقم الحدیث: ۳۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء پھر فرمایا عالم وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

خوف خدا کی دو قسمیں

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ عزیز اور غفور ہے یعنی بہت غالب اور بہت بخشنے والا ہے' جو شخص اللہ کی معصیت پر اصرار کرتا ہو اس کو سزا دینے پر بہت غالب ہے' اور جو شخص اپنے گناہوں پر تائب ہو اس کے لیے بہت بخشنے والا ہے اور جس ذات کی یہ شان ہو اس سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے' خشیت اور ڈر کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ اس کی تقصیرات اور خطاؤں پر قیامت کے دن باز پرس ہو گی اور اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہوا تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا اور اس خطرہ کے پیش نظر وہ گناہوں سے مجتنب رہے' اور اگر شامت نفس اور اغواء شیطان سے اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور کسی بھی خطا کو معمولی نہ سمجھے اور جب اس کو اپنے گناہ یاد آئیں ان پر توبہ کرتا رہے اور اشک ندامت بہاتا رہے اور جو گناہ ہو گئے ہیں ان کی تلافی میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتا رہے کیونکہ نیکیاں بھی گناہوں کو مٹا دیتی ہیں یہی خوف خدا اور خشیت الٰہی کی وہ قسم ہے جو علماء سے مطلوب ہے' اور یہ جو فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں اس آیت میں ڈر کا یہی معنی مراد ہے۔

خوف خدا اور خشیت الٰہی کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان سے کوئی خطا اور گناہ سرزد نہ ہوا ہو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے ڈرتا رہے کہ وہ بے نیاز ذات ہے' نہ جانے کون سی بات پر ناراض ہو جائے اور کس بات پر گرفت کر لے' قیامت کے دن جو انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی کہیں گے وہ خوف اور خشیت کی یہی قسم ہے' جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ علم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ خوف زدہ ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا. بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰)

اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے قرآن مجید کی بشارتیں

اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے قرآن مجید میں متعدد بشارتیں ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۞ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ . (یونس: ۶۳-۶۱)

سنو اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ جو ایمان لائے اور ہمیشہ متقی رہے ○ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

یاد رکھیے اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جس کو مکمل شریعت کا علم ہو اور وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور علم کے تقاضوں پر عمل کرتا ہو۔ اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے یہ نوید ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۞ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۞ (النٰزعٰت: ۴۱-۴۰)

رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس (امارہ) کو خواہش (پوری کرنے) سے روکا ○ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

marfat.com

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. (الرحمٰن: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا
کے لیے دو جنتیں ہیں۔

اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے احادیث کی بشارتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل ذکرہ قیامت کے دن فرمائے گا ا
دوزخ سے نکال لو جو میرا ذکر کرتے تھے یا جو کسی بھی دن کسی بھی جگہ پر مجھ سے ڈرے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۴ کتاب الزہد لاحمد رقم الحدیث: ۲۱۶۴ المستدرک ج ۱ص ۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ (المومنون: ۶۰) اور وہ جو کچھ (راہ خدا میں) دیتے ہیں وہ اس حال م
دیتے ہیں کہ ان کے دل (خوف خدا سے) کپکپا رہے ہوتے ہ
کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

کیا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! لیک
یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے اور صدقہ کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان
یہ عمل قبول نہ کیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کام کرنے میں سبقت کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۸ مسند احمد ج ۵ص ۱۵۹ المستدرک ج ۲ص ۹۳

علماء دین کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو آد
علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلا اللہ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے اپنے پر رکھتے ہیں
اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں عالم کے لیے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر اس
طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء درہم اور دینار کے وارث
نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں پس جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بڑے حصے کو حاصل کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳ مسند احمد ج ۵ص ۱۹۶ سنن دارمی ر
الحدیث: ۳۴۹ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک ان
میں سے عابد تھا اور دوسرا عالم تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور
زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی' یہ سب نیکی کی تعلیم دینے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ یہ
حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۵ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۹۱۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے ساتھ
اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۵

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں امام ابوحنیفہ کی قرأت

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ ھ لکھتے ہیں:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلموء میں لفظ اللہ پر زبر ہے اور العلموء پر پیش ہے اور اس کا معنی ہے اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں' حضرت عمر بن عبدالعزیز اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لفظ اللہ پر پیش اور العلماء پر زبر بھی پڑھا ہے' اس صورت میں یخشی کا معنی ڈرنا نہیں ہوگا بلکہ مجاز بالاستعارہ کے طور پر اس کا معنی ہوگا عظمت والا بنا دینا' یعنی اللہ اپنے بندوں میں سے صرف علماء کو عظمت والا بناتا ہے' اور وجہ استعارہ یہ ہے کہ جس شخص کی لوگوں پر ہیبت ہوتی ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں وہ لوگوں کے درمیان عظمت والا ہوتا ہے تو گویا اللہ نے علماء کو ہیبت والا بنا دیا جن سے لوگ ڈریں' اور جس کی لوگوں کے نزدیک ہیبت ہوتی ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں وہ ان کے نزدیک معظم اور جلیل القدر ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف علماء کو معظم اور جلیل القدر بناتا ہے۔

(الکشاف ج ۳ ص ۶۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ' قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۰۸' تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۵۸۶' البحر المحیط ج ۹ ص ۳۱' روح البیان ج ۷ ص ۴۰۴' روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۸۴)

دراصل ان دونوں قرأتوں کا مآل واحد ہے' کیونکہ اگر اس آیت میں یخشی اللہ میں لفظ اللہ پر زبر پڑھی جائے تو اس کا معنی ہوگا کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں' اور اللہ سے ڈرنے والے متقی ہیں اور جو اللہ سے ڈرنے والے اور متقی ہیں وہی اللہ کے نزدیک معظم اور مکرم ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ . (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

پس اس قرأت کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معظم اور مکرم ہیں' اور اگر اس آیت میں لفظ اللہ پر پیش اور العلماء پر زبر پڑھی جائے تب بھی اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف علماء کو معظم اور جلیل القدر بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں' اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان چیزوں میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں' جو ہم نے ان کو دی ہیں' وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوگا O تاکہ اللہ ان کو ان کا پورا ثواب عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان کو مزید عطا کرے' بے شک وہ بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے O اور ہم نے جس کتاب کی آپ کی طرف وحی فرمائی ہے' وہی حق ہے' پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے' بے شک اللہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا' خوب دیکھنے والا ہے O (فاطر: ۳۱-۲۹)

تلاوت قرآن' اقامت صلوٰۃ اور اداء صدقات کے آداب

جو لوگ قرآن مجید کی دائماً تلاوت کرتے ہیں اور اس میں مذکور احکام پر عمل کرتے ہیں' کیونکہ بغیر عمل کے تلاوت کا کماحقہ' فائدہ نہیں ہوتا' اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا اس سے عام ہے کہ انسان روزانہ ایک مقررہ مقدار تک قرآن مجید کی تلاوت کرے یا استاذ سے قرآن پڑھے اور یا شاگردوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے' لیکن عام طور پر عرف میں قرآن مجید کی تلاوت سے یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ بہ طور وظیفہ روزانہ قرآن مجید کی منزل پڑھے جب صالحین کا ذکر پڑھے تو ان میں شمول کی دعا

marfat.com

کرے اور جب کفار اور فاسقین کا ذکر پڑھے تو ان سے پناہ طلب کرے۔
نماز پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط' ارکان اور آداب کے ساتھ پڑھے' اس میں فرائض' سنن
آداب داخل ہیں' اور اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر مال کو خرچ کرے' جس مال کو خرچ کرنا فرض یا واجب ہے جیسے زکو
قربانی' فطرہ اور نذر معین ان کو ظاہراً خرچ کرے اور نفلی صدقات کو پوشیدہ طور پر خرچ کرے' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقام م
میں مال کو خرچ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حلال اور طیب مال کو خرچ کرے' حلال کا مطلب یہ ہے کہ وہ
اپنی جنس اور مادے کے اعتبار سے حلال ہو حرام نہ ہو مثلاً مردار' شراب اور خنزیر نہ ہو' اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز ج
ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو مثلاً رشوت یا سود یا چوری یا ڈاکے' کے ذریعہ حاصل نہ ہوئی ہو۔ جب ظاہراً صدقہ دے تو اس میں
کو دکھانے یا سنانے کا قصد نہ ہو' نہ اپنی تعریف اور تحسین چاہنے کی نیت ہو بلکہ لوگوں کو ترغیب دینے کی نیت ہو' اور یہ نیت ہو
لوگ اس کے متعلق یہ بدگمانی نہ کریں کہ یہ شخص زکوٰۃ نہیں دیتا یا قربانی نہیں کرتا' اور نفلی صدقات اس طرح چھپا کر دے
بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے کیونکہ اس پر قیامت کے دن اللہ کے سائے کے حصول کی بشارت۔
مفصل حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کس
سایہ نہیں ہو گا اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جو
ہوا (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۴) وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں ملتے ہیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہو
ہیں (۵) وہ شخص جس کو کسی خوب صورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶
شخص جو اس طرح صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) وہ شخص
تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۱

اللہ تعالیٰ کے زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق

فرمایا: وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہو گا۔
تلاوت قرآن کرنے' نماز قائم کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تجارت اس لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
کاموں پر ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' اور بندہ اس نیت سے ان کاموں کو کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور
کاموں پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا تو اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو گا' سو یہ ایسی تجارت ہے جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہو گا۔
پھر فرمایا: تاکہ اللہ ان کو ان کا پورا ثواب عطا فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے مزید عطا کرے۔
اللہ تعالیٰ کا پورا ثواب عطا فرمانا بندہ کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ
بندوں کو اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جو حساب اور شمار سے باہر ہیں وہ اپنی زندگی کے ہر سانس کو بھی عبادت میں صرف کرے پھر
اس کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا' پھر عبادت کرنے کے لیے اس کے جسم کو صحیح سالم بنایا' صحت اور توانائی عطا کی' تلاو
قرآن کی ہے تو اس کو بولنے والا بنایا ہے' نماز پڑھی ہے تو اس کے جسم میں یہ صلاحیت رکھی ہے' اس کا پورا جسم مفلوج ہوت
کیسے نماز پڑھتا' ظاہر اور پوشیدہ خرچ کیا ہے تو خرچ کرنے کے لیے مال دیا ہے اس کے پاس مال نہ ہوتا تو کہاں سے خر
کرتا' پھر اس کا جسم بھی صحیح و سالم ہوتا اس کے پاس مال بھی ہوتا لیکن اس کے دل میں عبادت کرنے کی تحریک نہ ہوتی' ک

داعی اور باعث نہ ہوتا' کوئی جذبہ نہ ہوتا تو وہ کیسے قرآن مجید کی تلاوت کرتا' کیسے نماز پڑھتا کیسے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا تو سب کچھ تو اس نے کیا ہے' بندہ نے کیا کیا ہے' اس کا کس وجہ سے استحقاق ہے! یہ اس کریم' جواد اور فیاض کا بے حد کرم اور فضل ہے کہ اس نے ان کاموں پر ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمالیا پھر کرم بالائے کرم یہ ہے کہ جتنا ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا وہ اپنی رحمت کے خزانوں سے جس کو چاہے اس سے بھی زیادہ عطا فرما دیتا ہے اور یہ زیادہ ثواب عطا فرمانا کبھی محض اس کے فضل سے ہوتا ہے اور کبھی انبیاء کرام اور صالحین کی شفاعت سے ہوتا ہے' اور یہ زیادہ ثواب کبھی نیکیوں کو دگنا چوگنا کرنے کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی اس کے نتیجہ میں اللہ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

اور فرمایا وہ بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے:

مومنین سے جو تقصیرات اور خطائیں ہو جاتی ہیں ان کو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے' اور ان کی عبادات کو قبول کرنے والا اور ان کو پوری پوری بلکہ اس سے بھی زیادہ جزا دینے والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے جس کتاب کی آپ کی طرف وحی فرمائی ہے' وہی حق ہے' پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے' بے شک اللہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا' خوب دیکھنے والا ہے O (فاطر: ۳۱)

نبیوں کی ایک دوسرے پر فضیلت

اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف جس کتاب کی وحی فرمائی ہے اور اس سے مراد قرآن مجید ہے' وہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے' کہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں اور ان کتابوں کی ان آیات میں تصدیق کرتی ہے جن میں اہل کتاب نے تحریف نہیں کی' اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے کہ کون اس لائق ہے کہ اس کو دوسروں پر فضیلت دی جائے' یہی وجہ ہے کہ اس نے نبیوں اور رسولوں کو تمام فرشتوں اور انسانوں پر فضیلت دی اور بعض نبیوں کو بعض دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں اور رسولوں پر بلکہ تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا' جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا' پھر ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض معتدل ہیں' اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں' یہی بڑا فضل ہے O (فاطر: ۳۲)

امت مسلمہ کا قرآن مجید کی وارث ہونا

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' اور اس آیت میں جن منتخب بندوں کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو امت وسط (افضل امت) بنایا ہے تا کہ وہ دیگر امتوں کے متعلق گواہی دیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام رسولوں میں افضل اور اکرم تھے ان کی طرف اس امت کو منسوب فرمایا ہے' اس آیت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا تھا جو ہر خیر کا منبع اور سرچشمہ ہے' اور اس آیت میں فرمایا پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا' کیونکہ آپ پر وحی نازل کرنے کا زمانہ ہی اس امت کو وارث بنانے کا زمانہ ہے' اور یہاں پھر کا لفظ تاخیر زمانہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تاخیر مرتبہ کے لیے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ منتخب بندوں سے مراد صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین ہیں اور ان کو قرآن کا وارث بنانے کا معنی یہ

marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کا سمجھنے والا بنا دیا' اور اس کے حقائق اور دقائق کا واقف کر دیا اور اس کے اسرار کا امین بنا دیا۔

اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے متعلق شیخ طبرسی اور علامہ آلوسی کا نظریہ

مشہور شیعہ عالم ابو الفضل بن الحسن الطبرسی من علماء القرن السادس لکھتے ہیں:

اس آیت میں ہے: جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا۔ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رسالت اور اپنی کتاب کے لیے چن لیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کتاب کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے علم کا وارث بناتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر آسمانی کتاب کا وارث بنایا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء ہیں کیونکہ حدیث میں ہے علماء انبیاء کے وارث ہیں' اور امام باقر اور امام صادق سے مروی ہے کہ یہ آیت خاص ہمارے لیے ہے اور اس آیت سے ہم ہی کو مراد لیا گیا ہے' اور یہ قول تمام اقوال میں حق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ ائمہ اہل بیت ہی اصطفاء اور اجتباء (منتخب کرنے اور چننے) کے زیادہ قریب ہیں اور علم انبیاء کے وہی وارث ہیں وہی قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس کے حقائق کو بیان کرنے والے ہیں اور اس کے معارف اور دقائق کے جاننے والے ہیں۔

(مجمع البیان ج ۸ ص ۶۳۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہیں:

اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت (اہل بیت) ہے وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں حوض پر وارد ہوں گے۔ اور جمہور علماء کا اس آیت کو علماء امت پر محمول کرنا بالخصوص اہل بیت پر محمول کرنے سے زیادہ بہتر ہے' اور علماء امت میں علماء اہل بیت سب سے پہلے داخل ہیں کیونکہ ان ہی کے گھر میں کتاب نازل ہوئی ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ یوم حساب کو وہ دونوں حوض پر وارد ہوں گے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۹۰۔ ۲۸۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شیخ طبرسی اور علامہ آلوسی کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ

علامہ آلوسی نے اہل بیت کی فضیلت میں جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کو امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ابو سعید خدری سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: از حمدان بن ابراہیم العامری از یحییٰ بن الحسن بن فرات القزاز از عبد الرحمٰن المسعودی از کثیر النواء از عطیہ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۵۶۶' مکتبہ المعارف ریاض) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

عبد الرحمٰن المسعودی کی روایات مختلط ہیں اور کثیر النواء اور عطیہ العوفی دونوں ضعیف راوی ہیں۔

اور شیخ طبرسی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس آیت سے خصوصاً ائمہ اہل بیت مراد ہیں اور یہ آیت خصوصاً ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہی مصطفیٰ اور مجتبیٰ ہیں اور وہی علم انبیاء کے وارث ہیں اور وہی اس کے معارف' حقائق اور دقائق کو جاننے والے اور بیان کرنے والے ہیں۔

اور نہ علامہ آلوسی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ علماء اہل بیت اس آیت میں سب سے پہلے داخل ہیں' کیونکہ ہر منصف مزاج شخص کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر نے جمع کیا اور آپ نے حضرت زید بن ثابت' حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابی بن کعب وغیرہم پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس نے لغت قریش کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا اور اس کو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر رکھوا دیا' اس وقت قرآن مجید کو مختلف لغات کے

مطابق پڑھا جاتا تھا پھر جب اختلاف لغات کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہوا تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے صرف اس نسخہ کی اشاعت کی گئی جو لغت قریش میں تھا' اور آج تک امت مسلمہ کے پاس وہی قرآن مجید ہے' اور شیعہ علماء کو بھی یہ بات تسلیم ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہزار اختلاف کے باوجود ان کے پاس بھی یہی قرآن مجید ہے اس لیے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہی قرآن مجید کے جامع اور محافظ ہیں اور وہی قرآن مجید کے حقائق و معارف کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن مجید کے اسرار و رموز کے سب سے زیادہ عالم اور عارف ہیں پھر ان کے بعد دیگر صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور فقہاء مجتہدین ہیں۔

علامہ آلوسی نے اہل بیت کی فضیلت میں سے ایک ضعیف السند حدیث ذکر کی تھی ہم اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ مع تشریح کے پیش کر رہے ہیں تا کہ کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم اہل بیت کے فضائل کا ذکر نہیں کرتے یا اس میں کمی کرتے ہیں کیونکہ ہم اہل بیت کی محبت کو اپنے ایمان کا جزو قرار دیتے ہیں اور اپنی نجات کو ان کی شفاعت سے وابستہ سمجھتے ہیں' جس حدیث صحیح کا ہم نے وعدہ کیا ہے وہ یہ ہے:

اہل بیت کرام کے فضائل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ کی حمد اور ثناء کے بعد وعظ اور نصیحت کی' اس کے بعد آپ نے فرمایا: سنو اے لوگو! عنقریب میرے پاس اللہ کی طرف لے جانے والا آئے گا اور میں چلا جاؤں گا' اور میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ان میں سے پہلی عظیم چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' سو تم اللہ کی کتاب کو لازم رکھو اور اس سے وابستہ رہو' پھر آپ نے کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا اور اس کی ترغیب دی' پھر فرمایا اور دوسری عظیم چیز میرے اہل بیت ہیں' میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں' میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں' میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۴۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۔۱۴)

آپ نے قرآن مجید اور اہل بیت دونوں کو ثقلین فرمایا کیونکہ ان دونوں کے ساتھ وابستہ رہنا اور ان کے احکام پر عمل کرنا ثقیل ہے' اور ہر وہ چیز جو نفیس اور عظیم ہو اس کو عرب ثقیل کہتے ہیں' آپ نے ان دونوں کو ثقلین فرمایا کیونکہ یہ دونوں بہت عظیم القدر اور رفیع المرتبہ ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۴۱۹' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

آپ نے تین بار فرمایا میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں' ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ حکم ہو:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ: ۲۳)

آپ کہیے کہ میں تم سے اس تبلیغ دین پر اس کے سوا اور کوئی اجر طلب نہیں کرتا کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔

اس کی مفصل بحث الشوریٰ: ۲۳ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو تین بار یہ وصیت فرمائی ہے اس میں بہت عظیم تاکید ہے' جس کا تقاضا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ کے اہل بیت کا احترام اور ان کی تعظیم واجب ہے اور یہ ان فرائض میں سے ہے' جن کا ترک کرنا کسی شخص کے لیے کسی حال میں جائز نہیں ہے' اور اس کا سبب ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت ہے' اور اس وجہ سے کہ وہ آپ کا جز ہیں کیونکہ ان کے بھی وہی اصول ہیں جن سے آپ کی نشو و نما ہوئی اور وہ آپ کے ایسے فروع ہیں جن کی نشو و نما آپ سے ہوئی

marfat.com

ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرا جز ہے جو چیز اس کو اذیت پہنچاتی ہے وہ مجھے اذیت پہنچاتی ہے۔
(صحیح البخاری ۵۲۷۸' صحیح مسلم :۲۴۴۹' سنن ابوداؤد:۲۰۷۱' سنن الترمذی:۳۸۶۷) اس کے باوجود بنو امیہ (یزید اور مروانیوں) نے ان کے
عظیم حقوق کو پامال کیا اور آپ کے حکم کی نافرمانی کی انہوں نے اہل بیت کا خون بہایا ان کی خواتین کو قید کیا ان کے بچوں کو
گرفتار کیا' ان کے گھروں کو ویران کیا اور ان کے شرف اور ان کی فضیلت کا انکار کیا' ان پر لعن طعن کرنے کو مباح قرار دیا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی مخالفت کی اور اس پر عمل کرنے کے بجائے اس کے الٹ اور آپ کے حکم اور آپ کی
خواہش کے برعکس کام کیے' پس جب وہ بہ روز قیامت آپ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو آپ کو کیا منہ دکھائیں گے اور اس
وقت ان کی کیسی ذلت اور رسوائی ہوگی! (المفہم ج ۶ ص ۳۰۴' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ظالم' مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق احادیث اور آثار

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض متوسط اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں' یہی بڑا فضل ہے O (فاطر:۳۲)

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے یہ آیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق ہے' اب اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس امت میں تین قسم کے لوگ ہوں گے' بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہوں گے' بعض متوسط اور میانہ روی والے ہوں گے اور بعض نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہوں گے' ان کے متعلق حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (فاطر:۳۲) آپ نے فرمایا یہ سب ایک قسم کے حکم میں ہیں اور یہ سب جنت میں ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۷۸' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۱۸۶' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۹۸۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۳' روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۹۲' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۰۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ثم اورثنا الکتب. الآیة (فاطر:۳۲) پھر اس کی تفسیر میں فرمایا: رہے وہ لوگ جو نیکیوں میں سابق ہیں سو وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور رہے وہ لوگ جو مقتصد (متوسط) ہیں تو ان سے بہت آسان حساب لیا جائے گا' اور رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے سو ان لوگوں کو میدان محشر میں قید رکھا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے ملاقات کرے گی اور پھر وہ کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۸' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۶۲۴' دار الحدیث قاہرہ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ منهم ظالم لنفسه سے مراد وہ شخص ہے جس سے اس مقام پر رنج اور غم طاری کر کے اس کے ظلم کی سزا دی جائے گی' اور منهم مقتصد سے مراد وہ ہے جس سے آسان حساب لیا جائے گا اور منهم سابق بالخیرات سے مراد وہ ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔
(مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۴' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۳۷۸' دار الحدیث قاہرہ' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۱۸۵' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۲' روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۹۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند کے

ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ص ۹۶)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی تین تہائیاں ہیں' ایک تہائی وہ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے' دوسری تہائی وہ ہیں جن سے بہت آسان حساب لیا جائے گا پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے' اور تیسری تہائی وہ ہیں جن سے خوب تفتیش کی جائے گی اور ان کو خوب کھنگالا جائے گا' پھر فرشتے آ کر کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ یہ کہہ رہے تھے لا الہٰ الا اللہ وحدہ (صرف ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) اللہ فرمائے گا انہوں نے سچ کہا میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' ان کے قول لا الہٰ الا اللہ وحدہ کی وجہ سے ان کو جنت میں داخل کر دو' اور ان کے گناہ مکذبین پر ڈال دو اور یہ اس آیت کے مطابق ہے:

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ. اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ (العنکبوت: ۱۳)

اور فرشتوں کے ذکر کی تصدیق فاطر: ۱۳ میں ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (میری امت کی) کل تین قسمیں بیان کی ہیں' فرمایا ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں' اس سے مراد وہ ہیں جن سے خوب تفتیش کی جائے گی اور ان کو کھنگالا جائے گا اور ان میں سے بعض مقتصد ہیں' اس سے مراد وہ ہیں جن سے آسان حساب لیا جائے گا اور ان میں سے بعض نیکیوں میں اللہ کے اذن سے سبقت کرنے والے ہیں' یہ وہ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے اور (میری امت کے) سب لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور اس میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ص ۸۰' رقم الحدیث: ۱۴۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۹۸۸' الدر المنثور ج ۷ص ۲۳' مجمع الزوائد ج ۷ص ۹۶)

امام ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہم میں سے سابق ہے وہ سابق ہے اور جو ہم میں سے مقتصد ہے وہ نجات یافتہ ہے اور جو ہم میں سے ظالم ہے وہ بخش دیا جائے گا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جو نیکیوں میں سابق ہوگا وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل کیا جائے گا' اور جو مقتصد ہے وہ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوگا' اور جو اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور اصحاب اعراف وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (الدر المنثور ج ۷ص ۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: رہے سابق تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں گزر گئے اور آپ نے ان کے لیے جنت کی شہادت دی' اور رہے مقتصد تو یہ وہ ہے جس نے ان صحابہ کے آثار کی اتباع کی اور ان کی طرح عمل کیے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ مل گیا' اور رہا ظالم تو وہ میری اور تمہاری مثل ہے اور جس نے ہماری اتباع کی' اور حضرت عائشہ نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں (حضرت عائشہ کا یہ فرمانا کہ وہ میری اور تمہاری مثل ہے یہ ان کی تواضع اور انکسار پر محمول ہے جیسے حضرت آدم نے کہا" ربنا ظلمنا انفسنا")۔ (المعجم الاوسط ج ۷ص ۵۶' رقم الحدیث: ۶۰۹۰' مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ)

ان احادیث اور آثار میں بار بار یہ صراحت کی گئی ہے کہ آپ کی امت میں سے جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور جو مقتصد ہیں اور جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں وہ سب جنت میں داخل ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یہ لوگ دائمی باغوں میں داخل ہوں گے' ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم ہو

marfat.com

گاO (فاطر: ۳۳)

ظالم مقتصد اور سابق کی تعیین اور اس کے مصداق میں ہم نے احادیث اور آثار کو پیش کیا ہے مفسرین نے بھی اس مسئلہ میں بہ کثرت اقوال کا ذکر کیا ہے احادیث اور آثار کے ذکر کے بعد ان اقوال کے ذکر کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن ہم اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ان اقوال کو بھی پیش کر رہے ہیں یہ اقوال چالیس سے زیادہ ہیں ہم ان میں سے پچیس اقوال کا ذکر کر رہے ہیں ان میں سے بعض اقوال ناپسندیدہ اور مردود ہیں آخر میں ہم ان بعض اقوال کے مردود ہونے کی وجہ بیان کریں گے۔ اور اس بحث میں ہمارا مختار وہی ہے جس کی ان احادیث میں تصریح کی گئی ہے کہ ظالم سے مراد وہ ہے جس سے سخت حساب لیا جائے گا اور مقتصد سے مراد وہ ہے جس سے آسان حساب لیا جائے گا اور سابق سے مراد وہ ہے جس کو بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ سب جنتی ہیں۔

ظالم مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

(۱) سہل بن عبداللہ تستری نے کہا سابق (نیکیوں میں آگے بڑھنے والا) سے مراد عالم ہے اور مقتصد (درمیانی درجہ کا نیک) سے مراد متعلم ہے اور ظالم (گنہ کرنے والا) سے مراد جاہل ہے۔

(۲) ذوالنون مصری نے کہا ظالم وہ ہے جو فقط زبان سے ذکر کرے اور مقتصد وہ ہے جو دل سے ذکر کرے اور سابق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو کبھی نہ بھولے۔

(۳) انطاکی نے کہا ظالم صاحب قول ہے مقتصد صاحب عمل ہے اور سابق صاحب حال ہے۔

(۴) ابن عطا نے کہا ظالم وہ ہے جو دنیا کی وجہ سے اللہ سے محبت کرے مقتصد وہ ہے جو آخرت کی وجہ سے اللہ سے محبت کرے اور سابق وہ ہے جو اللہ کی وجہ سے اللہ سے محبت کرے۔

(۵) ظالم وہ ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو کیونکہ وہ دنیا سے اپنے حصے کو ترک کر کے اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے مقتصد وہ ہے جو اللہ کی صفات کا عارف ہو اور سابق وہ ہے جو اللہ کی ذات کا محبّ ہے۔

(۶) ظالم وہ ہے جو مصیبت کے وقت آہ وزاری کرے مقتصد وہ ہے جو مصیبت پر صبر کرے اور سابق وہ ہے جس کو مصیبت میں لذت آئے۔

(۷) ظالم وہ ہے جو غفلت سے اور عادۃً اللہ کی عبادت کرے مقتصد وہ ہے جو شوق اور خوف سے اللہ کی عبادت کرے اور سابق وہ ہے جو اللہ کی ہیبت اور جلال کی وجہ سے اللہ کی عبادت کرے۔

(۸) ظالم وہ ہے جس کو نعمت مل جائے تو وہ دوسروں کو دینے سے منع کرے مقتصد وہ ہے جو نعمت مل جانے کے بعد اس کو خرچ کرے اور سابق وہ ہے جو نعمت نہ ملے پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرے اور مل جائے تو دوسروں کو دے دے۔

(۹) ظالم وہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس پر عمل نہ کرے مقتصد وہ ہے جو قرآن کی تلاوت کرے اور اس پر عمل کرے اور سابق وہ ہے جو قرآن کا قاری ہو اس کے معانی کا عالم ہو اور اس کے احکام پر عامل ہو۔

(۱۰) سابق وہ ہے جو مؤذن کی اذان سے پہلے مسجد میں داخل ہو مقتصد وہ ہے جو اذان کے دوران مسجد میں داخل ہو اور ظالم وہ ہے جو جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد میں داخل ہو (یہاں ظالم سے مراد خلاف اولیٰ کا مرتکب ہے) کیونکہ اس نے اپنے نفس کو زیادہ اجر سے محروم رکھا زیادہ صحیح اس کے بعد کا قول ہے:

(۱۱) سابق وہ ہے جو نماز کو اس کے وقت میں جماعت کے ساتھ پڑھے' کیونکہ اس نے دونوں فضیلتوں کو حاصل کر لیا' مقتصد وہ ہے کہ ہر چند کہ اس سے جماعت فوت ہوگئی لیکن اس نے وقت میں نماز پڑھ لی' اور ظالم وہ ہے جو نماز سے غافل ہو حتیٰ کہ نماز کا وقت اور جماعت دونوں گزر جائیں۔

(۱۲) ظالم وہ ہے جو اپنے نفس سے محبت کرے' مقتصد وہ ہے جو اپنے دین سے محبت کرے اور سابق وہ ہے جو اپنے رب سے محبت کرے۔

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سابق وہ ہے جو ہجرت سے پہلے اسلام لایا' مقتصد وہ ہے جو ہجرت کے بعد اسلام لایا' اور ظالم وہ ہے جو تلوار سے ڈر کر اسلام لایا اور ان سب کی مغفرت ہو جائے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۱۲-۳۱۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ نے یہ مثالیں بھی دی ہیں:

(۱۴) ظالم وہ ہے جو اپنے مال کے سبب سے مستغنی ہو' مقتصد وہ ہے جو اپنے دین کی وجہ سے مستغنی ہو اور سابق وہ ہے جو اپنے رب کی وجہ سے مستغنی ہو۔

(۱۵) ظالم وہ ہے جو اپنے نفس سے محبت کرے' مقتصد وہ ہے جو اپنے رب سے محبت کرے اور سابق وہ ہے جس سے اس کا رب محبت کرے۔

(۱۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سابق مومن مخلص ہے' مقتصد ریاکار ہے اور ظالم وہ ہے جو اللہ کا منکر نہ ہو مگر اس کی نعمت کا شکر ادا نہ کرے۔

(۱۷) بکر بن سہل دمیاطی نے کہا ظالم وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور اس پر توبہ نہ کرے' مقتصد وہ ہے جو کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے' اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس پر توبہ کرے' کیونکہ جس نے کسی گناہ سے توبہ کر لی تو گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور سابق وہ ہے جو اللہ کی کوئی معصیت نہ کرے۔

(۱۸) حسن بصری نے کہا سابق وہ ہے جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور مقتصد وہ ہے جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور ظالم وہ ہے جس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں۔

(۱۹) ظالم مسلم ہے' مقتصد مومن ہے اور سابق محسن ہے۔

(۲۰) ظالم وہ شخص ہے جو دوزخ کے خوف کی وجہ سے اللہ کی عبادت کرے' مقتصد وہ ہے جو جنت کی طمع سے اللہ کی عبادت کرے اور سابق وہ ہے جو بغیر کسی غرض یا سبب کے اللہ کی عبادت کرے۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۱۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۲۱) جس شخص پر اس کا نفس امارہ غالب ہو وہ اس کو معصیت کا حکم دے اور وہ اس کو مان لے تو وہ ظالم ہے' اور جو شخص اپنے نفس سے جہاد کرے کبھی نفس امارہ پر غالب ہو کر معصیت کو ترک کر دے اور کبھی نفس امارہ سے مغلوب ہو کر معصیت کا ارتکاب کر لے تو وہ مقتصد ہے اور جو نفس امارہ پر ہمیشہ قاہر اور غالب رہے وہ سابق ہے۔

(۲۲) جو شخص معصیت کو حرام سمجھتے ہوئے معصیت کرے اور صرف فرائض اور واجبات پڑھے اور نوافل نہ پڑھے وہ ظالم ہے' اور جو شخص معصیت سے اجتناب کرے اور فرائض اور واجبات کے علاوہ مستحبات پر بھی عمل کرے وہ مقتصد ہے اور جو ان امور کے علاوہ استغفار' اللہ تعالیٰ کا ذکر اور درود شریف بھی بہ کثرت پڑھے وہ سابق ہے۔

(۲۳) جو صرف حرام کو ترک کرے وہ ظالم ہے جو صرف مکروہات کو ترک کرے وہ مقتصد ہے اور جو شبہات کو بھی ترک کرے وہ

marfat.com

سابق ہے۔

(۲۴) جو شخص حلال یا حرام کی پرواہ کیے بغیر کھائے وہ ظالم ہے' اور جو شخص صرف حلال کھائے لیکن نفس کے مرغوبات اور لذائذ سے اجتناب نہ کرے وہ مقتصد ہے اور جو حساب کے ڈر سے ان سے بھی احتراز کرے وہ سابق ہے۔

(۲۵) جو شخص اپنی عمر شہوت اور معصیت میں ضائع کر دے وہ ظالم ہے' اور جو ان سے جنگ کرتے ہوئے عمر گزارے وہ مقتصد ہے اور جو اپنے آپ کو لغزشوں سے بھی بچائے رکھے وہ سابق ہے کیونکہ صدیقین زلالت سے جنگ کرتے ہیں' اور زاہدین شہوات سے جنگ کرتے ہیں اور تائبین کبائر سے جنگ کرتے ہیں۔

مفسرین کے ذکر کردہ مردود اقوال

علامہ ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ جو دوزخ کے ڈر سے عبادت کرے وہ ظالم ہے اور جو جنت کی طمع سے اللہ کی عبادت کرے وہ مقتصد ہے اور جو کسی غرض اور سبب کے بغیر اللہ کی عبادت کرے وہ سابق ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۱۰' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۱۱)

قرآن مجید کی متعدد آیات میں دوزخ کے ڈر اور جنت کی طمع دلا کر عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے' سو یہ قول ان آیات کے خلاف ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الصف: ۱۲۔۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو درد ناک عذاب سے نجات دے ○ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور تمہیں ان پاکیزہ مکانوں میں داخل کر دے گا جو دائمی جنتوں میں ہیں' یہی عظیم کامیابی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب کا خوف اور جنت کا شوق دلا کر عبادت کی ترغیب دی ہے اور ایسی قرآن مجید میں بہت آیات ہیں' سو دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے کو ظلم کہنا بجائے خود ظلم ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ' بہت دقیق النظر مفسر ہیں مگر حیرت ہے کہ اس بحث میں ایک جگہ انہوں نے طالب النجاۃ کو ظالم کہا اور اس کے چند سطر بعد انہوں نے دوزخ کے خوف سے فرائض ادا کرنے والے کو ظالم کہا۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۹۱)

اسی طرح علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے عادۃً عبادت کرنے والے کو بھی ظالم کہا ہے (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۱۱) اسی طرح علامہ اسماعیل حقی نے بھی عادۃً عبادت کرنے والے کو ظالم کہا ہے (روح البیان ج ۷ ص ۴۱۰) اور یہ مثال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عادۃً نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر وہ عادۃً گناہ کرے تو عذاب کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہارے عمل زوجیت میں بھی صدقہ ہے' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عمل کرے' کیا اس کو پھر بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر وہ حرام محل میں اپنی شہوت پوری کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ حلال محل میں اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم' الزکوۃ: ۵۳' رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۰۰۶' الرقم المسلسل: ۲۲۹۲)

marfat.com

امام رازی نے لکھا ہے:

جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ ظالم ہے' اور جو گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو وہ مقتصد ہے اور جو معصوم ہو وہ سابق ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۳۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق ہے اور امت کا کوئی فرد معصوم نہیں ہے اس لیے یہ قول بھی صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح سے علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے روح البیان میں اور شیخ فیض احمد اویسی نے اس کے ترجمہ فیوض الرحمان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ظالم کہنا ہر چند کہ خلاف ادب ہے لیکن جائز ہے۔

شیخ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

جملہ اقوال میں عام مومنین ہی مراد ہیں' یہی وجہ ہے کہ جس نے **ظالم لنفسہ** سے آدم علیہ السلام اور مقتصد سے ابراہیم علیہ السلام اور سابق سے حضور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے اس نے درست نہیں کیا۔ پہلے عام مومنین مراد لے کر بعد میں یہ حضرات مراد لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے اور وہ حضرات پیغمبر ہیں۔ ہاں ضمائر مومن کی طرف راجع ہوں تو پھر ضمناً یہ حضرات مراد لیے جا سکتے ہیں۔

سوال: کیا یہ کہنا جائز ہے کہ آدم علیہ السلام ظالم لنفسہ تھے؟

جواب: چونکہ انہوں نے اپنے لیے ربنا ظلمنا الخ کہہ کر خود اعتراف فرمایا تو پھر انہیں ظالم لنفسہ فرمایا ہے۔

باادب باش: اگرچہ بتاویل اس کا اطلاق جائز ہے لیکن ادب کے خلاف ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ الظلم بمعنے حق سے متجاوز ہونا جو کہ دائرہ کے لیے بمنزلہ نقطہ کے ہے وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر' اسی لیے اس کا اطلاق گناہ صغیرہ و کبیرہ دونوں پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے بھی اپنے تجاوز کے متعلق اپنے آپ کو ظالم کہا تو شیطان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا لیکن ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ (فیوض الرحمان جز ۲۲ ص ۵۲۵' مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

ہمارے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کو ظالم کہنا صرف خلاف ادب نہیں ہے' بلکہ تصریحات علماء کے مطابق یہ کفر ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد المالکی الشہیر بابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

وقد قال علماؤنا رحمة الله عليهم ان من قال عن نبي من الانبياء في غير التلاوة و الحديث انه عصى او خالف فقد كفر نعوذ بالله من ذالک.	ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے قرآن مجید کی تلاوت یا حدیث کی قرأت کے بغیر کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ انہوں نے اللہ کی معصیت کی یا اس کی مخالفت کی تو اس نے کفر کیا' ہم اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ ابن الحاج علامہ ابوبکر بن العربی کے حوالے سے لکھتے ہیں: اب ہمارے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اپنی طرف سے کچھ کہنا جائز نہیں ہے' ماسوا اس کے کہ ہم ان کے متعلق کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ کریں' اور جب ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اپنے قریبی آباء کے متعلق کوئی بات کہیں تو جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں اور تمام نبیوں پر مقدم ہیں ان کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا کس طرح جائز ہوگا۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۹) (المدخل ج ۲ ص ۱۵' دار الفکر بیروت)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہوں کو منسوب فرمایا ہے اور ان پر عتاب فرمایا ہے اور خود انبیاء علیہم السلام

marfat.com

نے ان کاموں پر استغفار فرمایا ہے' ان کاموں سے ان کے مراتب اور مناصب میں کوئی کمی نہیں ہوتی 'ان سے یہ کام تاویل
اجتہادی خطا سے یا نسیان سے صادر ہوئے' دوسروں کے اعتبار سے یہ کام حسنات ہیں اور ان کے بلند مرتبے کے اعتبار
سیئات ہیں کیونکہ جس کام پر بادشاہ کو چوان کو انعام دیتا ہے وزیر سے اسی کام پر گرفت کرتا ہے' اسی وجہ سے عرصہ محشر میں
علیہم السلام خوف زدہ ہوں گے' حالانکہ ان کو اپنی سلامتی اور امن کا یقین ہوگا' اسی وجہ سے جنید نے کہا نیکوں کی نیکیاں مقر
کے گناہ ہوتے ہیں۔(دراصل یہ ابوسعید احمد بن عیسیٰ الخراز البغدادی التوفی ۲۸۶ھ کا قول ہے انہوں نے کہا تھا ذنوب المقربین حسنات ا
تاریخ دمشق ج ۵ص ۲۰۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پس انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے ان کاموں کی تلافی کی اور اللہ نے ان کو چن لیا' ان کی مدح فرمائی اور ا
تذکرہ کیا اور ان کو پسند فرمالیا اور ان کو بزرگی دی۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ص ۱۶۷۔۱۶۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جو لکھا ہے کہ ان کو ظالم کہنا ادب کے خلاف
لیکن جائز ہے' انہوں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا اور بے توجہی میں لکھ دیا' اگر وہ اس پر غور اور توجہ کرتے تو ایسا نہ لکھتے' اللہ ت
ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے' لیکن شیخ فیض احمد اویسی پر لازم تھا کہ وہ اس عبارت کا ترجمہ کرنے
بعد اس پر حاشیہ لکھتے اور بتاتے یہ محض خلاف ادب نہیں ہے' بلکہ بہت سنگین بات ہے کیونکہ اصل روح البیان تو عربی میں
اور اس کا جب اردو ترجمہ لوگ پڑھیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ حضرت آدم کو ظالم کہنا جائز ہے' اور ظاہر ہے کہ تمام اردو دان
نہیں ہوتے تو اس ترجمہ اور حاشیہ میں وضاحت نہ کرنے کی وجہ سے عام اردو دان لوگوں کے کفر اور گمراہی میں مبتلا ہو۔
خطرہ ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تفسیر میں ایسی سنگین تقصیرات سے محفوظ اور مامون رکھے۔(آمین)

ظالم کو مقتصد اور سابق پر مقدم کرنے کی توجیہات

اس آیت میں تین شخصوں کا ذکر ہے (۱) اپنی جان پر ظلم کرنے والا (۲) مقتصد یعنی نیکی اور برائی میں متوسط (۳)
نیکیوں میں سبقت کرنے والا' اور ان میں سب سے پہلے ظالم کا ذکر فرمایا ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ عموماً اس کا پہلے ذ
جاتا ہے جس کا شرف اور مرتبہ زیادہ ہو پھر ظالم کے ذکر کو متوسط اور سابق سے پہلے بیان کرنے کی کیا توجیہ ہے' اس اشکال
حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی چیز کا پہلے ذکر کرنا اس کی فضیلت کو مستلزم نہیں ہے قرآن مجید کی بعض آیتوں میں دوزخیوں کا جنتیوں سے پہلے
ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: **لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة** (الحشر:۲۰)۔

(۲) ظالموں اور فاسقوں کی تعداد متوسط نیکی کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے اور متوسطین کی تعداد' نیکی میں سبقت کر
والوں سے بہت زیادہ ہے سو جن کی تعداد زیادہ ہے ان کو پہلے ذکر فرمایا ہے۔

(۳) ظالم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی توقع سب سے زیادہ ہوتی ہے' کیونکہ اس کو اپنی نجات کے لیے اس کی رحمت کے سوا اور
چیز پر بھروسا نہیں ہوتا' جب کہ متوسط اللہ تعالیٰ کے ساتھ مغفرت کا حسن ظن رکھتا ہے اور اپنی نیکیوں کی وجہ سے ثواب
امیدوار رہتا ہے۔

(۴) ظالم کا اس لیے پہلے ذکر کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور سابق کا ذکر اس لیے مؤخر کیا تاکہ وہ تکبر
خود پسندی کا شکار نہ ہو۔

(۵) امام جعفر بن محمد بن علی الصادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ظالم کا اس لیے پہلے ذکر کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اللہ کی رحمت اور ا

کے کرم کے سوانجات کی کوئی صورت نہیں ہے' اور چونکہ ان تینوں قسموں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں میں کیا ہے جن کو اس نے چن لیا ہے اور منتخب فرمالیا ہے اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کسی شخص کا اپنی جان پر ظلم کرنا' اس کے اللہ کے نزدیک منتخب اور پسندیدہ ہونے کے منافی نہیں ہے' اس کے بعد متوسطین کا ذکر فرمایا تاکہ وہ خوف اور امید کے درمیان رہیں اور آخر میں سابقین کا ذکر فرمایا تاکہ کوئی شخص اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ ہو' اگرچہ ان میں سے ہر وہ شخص جنت میں ہوگا جس نے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہوگا۔

(۶) ظالم کو اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ کتاب کا وارث ہونے سے پہلے بندہ کامل نہیں ہوتا بلکہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے' پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں سے چن لیتا ہے تو ان میں سے بعض اس کے فیض کو کم قبول کرتے ہیں وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض متوسط درجہ کا فیض قبول کرتے ہیں وہ مقتصد ہیں اور بعض سب سے زیادہ فیض کو قبول کرتے ہیں وہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کو چن لیتا ہے اور ان کو اصطفاء اور اجتباء سے نوازتا ہے تو اس کا کم درجہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے کے لیے ہے' پھر اس سے زیادہ درجہ مقتصدین کے لیے ہے اور کامل درجہ سابقین کے لیے ہوگا' گویا یہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے۔

(۸) ابتداء میں ظالم کا ذکر فرمایا اور آخر میں سابق کا ذکر فرمایا تاکہ مقتصد کا ذکر وسط میں ہو اور جس طرح وہ معنیً متوسط ہے لفظاً بھی متوسط رہے۔

(۹) ابوبکر بن وراق نے کہا اس ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کے احوال تین قسم کے ہیں' غفلت' معصیت' پھر توبہ اور قرب' وہ غفلت کی وجہ سے پہلے معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہو جاتا ہے' پھر جب اس معصیت سے توبہ کرتا ہے تو مقتصدین میں داخل ہو جاتا ہے اور توبہ کے بعد جب وہ بہ کثرت عبادت اور ریاضت کرتا ہے تو سابقین میں داخل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ لوگ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا ○ اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا' بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے ○ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام میں ٹھہرایا' جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ ہو گی ○ (فاطر: ۳۵-۳۳)

تینوں قسم کے مومنوں کا جنت میں داخل ہونا

اس آیت میں ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا وارث بنایا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمالیا تھا' پھر ان کی تین قسمیں بیان فرمائیں: بعض ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے تھے' بعض متوسط تھے اور بعض نیکیوں میں سبقت کرنے والے تھے' اب فرما رہا ہے کہ یہ سب لوگ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے' یہ کئی جنتیں ہوں گی' ایک جنت ان کو ان کے عمل کی وجہ سے ملے گی اور ایک جنت ان کو بہ طور میراث ملے گی' جو جنت کافروں کے لیے بنائی تھی وہ ان کو مل جائے گی اور جو چیز وراثت میں ملے اس میں نیک اور بد کا لحاظ نہیں ہوتا' اگر کسی کے دو بیٹے ہوں ایک نیک خصلت ہو اور دوسرا بدخصلت ہو تو وراثت میں دونوں کو برابر کا حصہ ملے گی' اسی طرح مومنوں کو جو جنت بہ طور وراثت ملے گی اس میں مطیع اور عاصی کا فرق نہیں ہوگا۔

سونے کے کنگن اور موتی اور ریشم پہنانے کی تفسیر الحج: ۲۳ میں گزر چکی ہے۔

جو بندہ نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہوگا اس کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جو بندہ متوسط ہوگا اس

سے آسان حساب لیا جائے گا اور جو بندہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوگا اس کو کچھ دیر محشر میں روکا جائے گا' پھر کچھ زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اس کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور وہ لوگ جنت میں داخل ہوتے ہوئے یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔ الآیۃ۔

آخرت میں مومنوں سے غم دور کرنا' ان کی مغفرت کرنا اور ان کو ریشم اور زیورات سے مزین کرنا

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے وہ اپنے ہاتھ کو بغلوں تک دھو رہے تھے' میں نے ان سے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ کیسا وضو ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا اے چوزے کے بچے! تم یہاں کھڑے ہوئے ہو! اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم یہاں موجود ہو تو میں اس طرح وضو نہ کرتا' میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن کا جہاں تک وضو پہنچتا ہے وہاں تک اس کا زیور پہنچے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشم کو پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۸۸)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے یہ ان کا دنیا میں لباس ہے اور تمہارا یہ لباس آخرت میں ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۱۰' دار الفکر' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے زیورات کا ذکر فرمایا: اور فرمایا ان کو سونے اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے جن میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے اور ان پر بادشاہوں کی طرح تاج ہوں گے' ان کے چہرے بے ریش ہوں گے اور ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی۔

اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا' اور جس عذاب کا ہمیں خوف تھا اس کو ہم سے دور رکھا' ہمیں دنیا کا غم اور آخرت کا خوف تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں پر نہ ان کی قبروں میں وحشت ہوگی اور نہ محشر میں' اور گویا کہ میں لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کے ساتھ ہوں' وہ اپنے سروں سے گرد جھاڑتے ہوئے اٹھ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔

امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کو نہ موت کے وقت گھبراہٹ ہوگی' نہ قبروں میں نہ محشر میں' گویا کہ میں ان کو صور پھونکے جاتے وقت دیکھ رہا ہوں' وہ اپنے سروں سے گرد جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے **الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن**۔ (المعجم الاوسط ج ۱۰ ص ۲۱۶' رقم الحدیث: ۹۴۷۴' مکتبۃ المعارف ریاض' ۱۴۱۵ھ)

اور وہ کہیں گے بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیونکہ ان کا رب ان کے بہت سارے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی تھوڑی سے نیکیوں کو قبول فرمالے گا اور ان کی قدر کرے گا۔

اللہ کے فضل سے مغفرت اور جنت کا حاصل ہونا

اور وہ کہیں گے جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام میں ٹھہرایا۔

یعنی ہمارے اعمال اس قابل نہ تھے کہ ہم کو یہ مقام عطا کیا جاتا' نہ ہم جنت کے مستحق تھے' یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ محض اس کا فضل ہے' حدیث میں ہے:

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا' مسلمانوں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۹' مسند احمد ۲۰۹۴۵' عالم الکتب بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ٹھیک اور درست عمل کرو اور یقین رکھو کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو خواہ کم ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۸' مسند احمد رقم الحدیث ۲۵۴۵۴)

اور وہ کہیں گے جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی۔

اس آیت میں نصب اور لغوب کے الفاظ ہیں اور ان دونوں لفظوں کا معنی ہے تھکاوٹ۔ یعنی ان کو جسمانی تھکاوٹ ہوگی نہ روحانی' وہ دنیا میں عبادت کی مشقت برداشت کر کے اپنے جسموں کو تھکاتے تھے اور نفسانی خواہشوں کو ترک کر کے اپنے نفسوں کو رنج میں مبتلا کرتے تھے' اس کی جزا میں قیامت کے دن ان کو جسمانی تھکاوٹ ہوگی نہ نفسانی قلق ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ (الحاقہ: ۲۴) خوشی سے کھاؤ اور پیو کیونکہ تم نے گزشتہ زمانے میں نیک کام کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی' اور ہم بڑے ناشکرے کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○ وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے ہم نیک کام کریں گے جو پہلے کاموں کے خلاف ہوں گے' کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس سے وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو' اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا' تو اب مزہ چکھو' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ (فاطر: ۳۷۔۳۶)

آخرت میں کفار کے عذاب کی کیفیت

اس سے پہلی آیتوں میں مومنوں کے اقوال' افعال' احوال اور ان کے اخروی مقامات کا بیان فرمایا تھا اور ان آیتوں میں کفار کے افعال' اقوال' احوال اور ان کے اخروی ٹھکانوں کو بیان فرما رہا ہے۔ اس آیت میں ان کے متعلق فرمایا ہے: ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں۔ اس آیت میں جہنم کی آگ کی کیفیت بیان فرمائی ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے دوزخ والے تو وہ دوزخ ہی کے اہل ہیں وہ دوزخ میں مریں گے نہ جئیں گے' لیکن کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے آگ چھوئے گی پھر اللہ تعالیٰ ان پر موت (بے ہوشی) طاری کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کا اذن دیا جائے گا' پھر ان کو اٹھا کر لایا جائے گا اور ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈالا جائے گا' پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو' جس کے سبب سے وہ اس

marfat.com

طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے ساتھ آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز وشاداب ہو کر نکل آتا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۰۹

اور قرآن مجید میں ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ. (الزخرف: ۷۷)

اور دوزخی پکار کر کہیں گے اے مالک! تمہارے رب کو چاہیے کہ وہ ہم پر موت ڈال دے وہ کہے گا تمہیں تو ہمیشہ رہنا ہے۔

مالک دوزخ کے فرشتہ کا نام ہے۔

سو دوزخی ایسے حال میں ہوں گے کہ ان کو موت میں راحت نظر آئے گی' لیکن ان کو موت بھی میسر نہیں ہو گی۔

پھر وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال دے ہم نیک کام کریں گے جو پہلے کاموں کے خلاف ہوں گے۔

وہ دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کا سوال کریں گے' اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اگر ان کو دنیا میں دوبارہ بھیجا گیا تو پھر وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا اور وہ جھوٹ بول رہے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے سوال کا جواب نہیں دے گا اور فرمائے گا کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس عمر میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو۔

انسان کو اپنی اصلاح کے لیے کتنی عمر کی ضرورت ہے

انسان کی ہدایت اور نیکی کو اختیار کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے کے لیے کتنی عمر کافی ہے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ انسان پر حجت قائم کرنے کے لیے ساٹھ سال کی عمر کافی ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی موت کو مؤخر کر کے اس کی عمر ساٹھ سال کر دی گئی تو اللہ نے اس پر سب سے زیادہ حجت پوری کر دی (اور اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا)۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں یہی وہ عمر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس عمر میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۲۰۵ 'تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۰۰۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے عمر ساٹھ سال کر دی' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا' کیونکہ ساٹھ سال انتہائی عرصہ ہے' اس عمر میں اللہ سے ملاقات کی امید ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کا غلبہ ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چالیس سال کی بھی روایت ہے۔

مجاہد کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس آیت کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' جتنی عمر میں ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جاتی ہے وہ چالیس سال ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۲۰۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی عقل ڈھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۱۶ 'دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال تھی اور آپ سے زیادہ کسی کی عقل کامل نہیں تھی بلکہ آپ کی عقل سب سے کامل تھی' کتنے صحابہ' فقہاء تابعین' ائمہ مجتہدین اور علماء دین ساٹھ' ستر اور اسی سال کی عمر پا کر مرحوم ہوئے اور آخر وقت تک ان کی عقل کامل رہی۔ و راقم الحروف کی عمر ۱۰ رمضان ۱۴۲۳ھ کو سرسٹھ سال کی ہو چکی ہے اور الحمد للہ ابھی تک

میں کوئی کمی نہیں آئی جس پر میری تازہ بہ تازہ تصنیفات شاہد عادل ہیں' امام مالک نے کہا ہمارے شہروں میں لوگ دنیاداری میں معروف رہتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور جب ان کی عمر چالیس سال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ دنیاداری اور لوگوں کے ساتھ میل جول کو ترک کر دیتے ہیں اور اپنی آخرت سنوارنے میں مشغول ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ انہیں موت آ جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی اور بہت کم اس سے متجاوز ہوں گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۵۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۸۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۹۹۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۲۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۰)

نذیر کے محامل

نیز فرمایا: اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

اس کی تفسیر میں اختلاف ہے' زید بن علی اور ابن زید نے کہا اس سے مراد رسول ہے' حضرت ابن عباس اور عکرمہ وغیرہ نے کہا اس سے مراد بڑھاپا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل اور اقارب کی موت ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کمال عقل ہے۔

جب انسان پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ اب کھیل کود کی عمر گزر گئی ہے' اور جب اس کے اصحاب اور اقارب گزر جاتے ہیں تو وہ سوچتا ہے کہ اب اس کی کوچ کا وقت بھی آ پہنچا ہے اور جب اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تو وہ حقائق امور میں غور وفکر کرتا ہے اور نیک کاموں اور برے کاموں میں فرق کرنے لگتا ہے پس عقل والا آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کے پاس جو اجر ہے اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور اخروی عذاب سے بچنے کی فکر کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

بے شک اللہ' آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا عالم ہے' بے شک وہ سینوں کی باتوں

الصُّدُوْرِ ۝۳۸ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ

کا جاننے والا ہے O وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بنایا' سو جس نے کفر کیا

فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ

تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے' اور کافروں کا کفر ان سے ان کے رب کو زیادہ ناراض ہی کرتا ہے'

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَاۗءَكُمُ

اور کافروں کا کفر صرف ان کے نقصان کو زیادہ کرتا ہے O آپ کہیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

اللہ کو چھوڑ کر جن شرکاء کی پرستش کرتے ہو' مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے کس حصہ کو بنایا ہے

marfat.com

الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ آتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ

یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں ان کا کچھ حصہ ہے یا ہم نے ان کو کوئی (آسمانی) کتاب دی ہے جس کی

عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا

دلیل پر وہ قائم ہیں، بلکہ ظالم ایک دوسرے سے صرف فریب

غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ

کی باتیں کرتے ہیں ○ بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا

وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ إِنَّهٗ كَانَ

اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو اپنی جگہ قائم نہیں کر سکتا، بے شک

حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمٰنِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ

وہ بہت حلم والا بہت بخشنے والا ہے ○ اور انہوں نے اپنی قسموں میں سے اللہ کی بہت پکی قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس

نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا تو وہ کسی نہ کسی امت کی بہ نسبت ضرور زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان

نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ

کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا تو اس کی آمد نے صرف ان کی نفرت ہی کو زیادہ کیا ○ زمین میں ان کے تکبر کو اور

السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ ۗ فَهَلْ يَنْظُرُونَ

ان کی بری سازشوں کو (زیادہ ہی کیا) اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے، وہ صرف پہلے

إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ

لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں، سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

آپ اللہ کے دستور کو ہرگز ٹلتا ہوا پائیں گے ○ اور کیا انہوں نے کبھی زمین میں سفر نہیں کیا

marfat.com

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

پس وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا '

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ

حالانکہ وہ ان سے زیادہ سخت اور طاقت ور تھے ' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ

مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

آسمانوں اور زمینوں میں سے کوئی چیز اس کو عاجز کر دے ' بے شک وہ بہت

عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا

علم والا بڑی قدرت والا ہے O اور اگر اللہ لوگوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ان پر گرفت

مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت مقرر تک انہیں ڈھیل

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

دے رہا ہے ' پس جب ان کا وقت آ جائے گا تو اللہ اپنے بندوں

٥ ع ٤ ١٧ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع

کو خوب دیکھ لے گا! O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا عالم ہے بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے O وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بنایا' سو جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے' اور کافروں کا کفران سے ان کے رب کو زیادہ ناراض ہی کرتا ہے اور کافروں کا کفر صرف ان کے نقصان کو زیادہ کرتا ہے O آپ کہیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن شرکاء کی پرستش کرتے ہو' مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے کس حصہ کو بنایا ہے یا آسمانوں کے پیدا کرنے میں ان کا کچھ حصہ ہے' یا ہم نے ان کو کوئی (آسمانی) کتاب دی ہے جس کی دلیل پر وہ قائم ہیں' بلکہ ظالم ایک دوسرے سے صرف فریب کی باتیں کرتے ہیں O (فاطر: ۴۰۔۳۸)

اس اشکال کا جواب کہ کافروں نے متناہی زمانہ میں کفر کیا تھا اس کی دائمی سزا کیوں دی جائے گی

اس سے پہلی کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا' اور قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کفار کو دائمی عذاب ہوگا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار نے جو کفر کیا وہ تو متناہی زمانہ میں

marfat.com

کیا ہے' اب اس کو غیر متناہی زمانہ تک سزا دینا عدل و انصاف سے بعید ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰) برائی کا بدلہ اتنی ہی سزا ہے۔

اور زمانہ متناہی میں کیے گئے کفر کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دینا اسی کی مثل یا اتنی ہی سزا تو نہیں ہے' اس آ... (فاطر: ۳۸) میں اس اعتراض کا جواب ہے' جس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے تمام غیب کو جاننے وال... اور سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اس کو علم ہے کہ اگر ان کافروں کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا گیا تو یہ پھر دوبارہ کفر کریں گے... کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ اگر ان (کافروں) کو دنیا میں لوٹایا گیا تو یہ پھر وہی... کریں گے جن کاموں سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یہ ضرور جھ... ہیں۔ (الانعام: ۲۷)

اس جواب کی دوسری تقریر یہ ہے کہ ہر چند کہ کافروں نے محدود زمانہ میں کفر کیا تھا لیکن ان کی نیت دائماً کفر کرنے ک... اگر بالفرض لامحدود اور غیر متناہی زمانہ پاتے تو وہ غیر متناہی زمانہ تک کفر پر ہی قائم رہتے اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور... کے حالات کو جاننے والا ہے وہ کافروں کی نیت دوام کو جانتا تھا اس لیے ان کو دائمی عذاب دے گا۔

اس آیت سے قطع نظر اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی عقلی کلیہ یا ملازمہ نہیں ہے کہ جتنے وقت میں کوئی شخص جر... ہے اس کو سزا بھی اتنے ہی وقت کی دی جائے' بعض صورتوں میں قاتل کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے' حالانکہ قتل کرنے میں... دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا' علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے وہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف ک... کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

کفار کے نقصان اٹھانے کا محمل

اس کے بعد فرمایا: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بنایا۔

اس آیت میں خلائف کا لفظ ہے' خلائف' خلیفہ کی جمع ہے' خلافت کا معنی ہے دوسرے شخص کی نیابت کرنا' خلافت... وجوں سے ہوتی ہے: (۱) اصل شخص کہیں چلا جائے تو وہ کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دیتا ہے' جیسے حضرت موسیٰ پہاڑ طور پر... حضرت ھارون کو اپنا خلیفہ بنا کر گئے (۲) اصل شخص کسی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکے تو وہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنا دے... جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا اور آپ کے لیے نماز پڑھانا مشکل ہو گیا تو آپ نے حضرت ابو بکر صد... رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر دیا (۳) اصل شخص فوت ہو جائے تو کسی دوسرے کو اس کا خلیفہ اور قائم مقام بنا دیا جائے' جیسے ر... اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا (۴) چوتھی صور... ہے کہ کسی کو شرف اور فضیلت عطا کرنے کے لیے اس کو خلیفہ بنا دیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خ... بنایا۔ اس آیت میں یہ مراد ہے کہ ایک قوم اور ایک امت کے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری قوم اور دوسری امت کو ا... خلیفہ بنا دیا۔ اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ ہم نے کافروں کو اتنی مدت کی زندگی دی تھی جتنی مدت میں کوئی شخص دوسرے... نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور ان کے پاس آخرت کے عذاب سے ڈرانے والے رسول بھی بھیجے تھے' اور ان کو عقل بھی عطا ک... اور ان کو اس پر متنبہ کر دیا تھا کہ جو لوگ رسولوں کی تکذیب کریں گے ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیا جائے گا... کفار مکہ زمین پر سفر کے دوران پہلے گزری ہوئی قوموں پر عذاب کے آثار دیکھ چکے ہیں' اس کے باوجود وہ اپنے کفر پر...

ہوئے ہیں تو وہ اپنے اوپر اپنے رب کے غضب اور اس کی ناراضگی میں مزید اضافہ کر رہے ہیں اور کفر سے ان کو صرف نقصان ہو رہا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو زندگی عطا کی ہے وہ بہ منزلہ اصل مال ہے' جیسے انسان اگر اپنے مال سے فائدہ کی چیز خرید لے تو اس کو نفع ہوتا ہے ورنہ نقصان ہوتا ہے' اسی طرح یہ کفار اگر اپنی زندگی کو خرچ کر کے ایمان کو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو خرید لیتے تو ان کو فائدہ ہوتا اور جب کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی خرچ کر کے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو خریدا تو ان کے ہاتھ صرف نقصان آیا۔

بتوں کی عبادت پر عقلی اور نقلی دلائل کا نہ ہونا

فاطر: ۳۹ میں فرمایا: آپ کہیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن شرکاء کی پرستش کرتے ہو۔ الایۃ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بتاؤ کہ تمہیں ان بتوں کے متعلق کیا معلوم ہے' کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ یہ بت واقع میں عاجز ہیں تو پھر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو یا تم کو یہ وہم ہے کہ ان میں قدرت ہے' اگر یہی بات ہے تو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ آیا انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ بعض کفار یہ کہتے تھے اللہ آسمانوں میں عبادت کا مستحق ہے اور یہ بت زمین میں عبادت کے مستحق ہیں' وہ کہتے تھے کہ آسمانوں کو فرشتوں کی استعانت سے پیدا کیا ہے' اور آسمانوں کی تخلیق میں فرشتے اللہ تعالیٰ کے شرکاء ہیں' اور یہ بت ان فرشتوں کی صورتیں ہیں۔ یا یہ بت تمہاری شفاعت پر قادر ہیں' جیسا کہ بعض کفار یہ کہتے تھے کہ فرشتوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہیں' سو ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں' اللہ تعالیٰ ان کا رد کرنے کے لیے فرماتا ہے کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب آئی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ کفار جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ عقلاً اور نقلاً ہر طرح باطل ہے' عقلاً اس لیے باطل ہے کہ جس چیز کو کفار نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا اور جو بت اپنے وجود میں خود ان کے محتاج ہیں وہ ان کے خالق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور نقلاً اس لیے باطل ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے کے جواز پر ان کے پاس کوئی دستاویزی شہادت نہیں ہے' نہ کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر ان بتوں کی عبادت کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عبادت کرنے والوں کی شفاعت کریں گے' سو بتوں کی عبادت کرنے کی صحت اور جواز پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے یہ محض ان کو شیطان کا دیا ہوا دھوکا ہے اور شیطان نے ان کے لیے بتوں کی عبادت کو مزین بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا' اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو اپنی جگہ قائم نہیں کر سکتا' بے شک وہ بہت علم والا بہت بخشنے والا ہے O اور انہوں نے اپنی قسموں میں سے اللہ کی بہت پکی قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا تو وہ کسی نہ کسی امت کی بہ نسبت ضرور زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے' پھر جب ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا' تو اس کی آمد نے صرف ان کی نفرت ہی کو زیادہ کیا O زمین میں ان کے تکبر کو اور ان کی بری سازشوں کو (زیادہ ہی کیا) اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے' وہ صرف پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں' سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو ہرگز ٹلتا ہوا پائیں گے O (فاطر: ۴۳-۴۱)

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت فرمانا

فاطر: ۴۱ میں فرمایا ہے: بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا۔

marfat.com

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار کے باطل معبود آسمانوں اور زمینوں کی کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر نہیں
اب یہ بتایا ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اور پیدا کرنے کے بعد ان کو اپنے مرکز پر برقرار اور ثابت رکھنے والا اللہ
کے سوا اور کوئی نہیں ہے' یعنی یہ صرف اللہ کی قدرت ہے جو اتنے عظیم کرات کو اپنے مقام' نظام اور محور پر برقرار رکھے ہوئے
اگر بالفرض یہ ہمارے سیارے اپنے اپنے محور سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی اور ان کو اپنے محور پر قائم نہیں کر سکتا' اس
معلوم ہوا کہ زمین بھی ایک کرہ ہے جو اپنے محور پر گردش کر رہا ہے جس طرح سورج' چاند اور دیگر سیارے اپنے اپنے مدا
گردش کر رہے ہیں۔

اس کی تفسیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ کفار کے کفر و شرک کا یہ تقاضا ہے کہ آسمان اور زمین اپنی جگہ سے زائل ہو جاتے
کہ قرآن مجید میں ہے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝

قریب ہے کہ ان کے اس قول کی وجہ سے آسمان جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں ۝ انہوں نے رحمان کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا۔ (مریم: ۹۱۔۹۰)

یعنی انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا اس کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق تھے کہ ان کے اوپر آسما
جاتا اور وہ زمین اور آسمان کے درمیان پس کر رہ جاتے' لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم اور غفور ہے اس لیے اس نے آسمان
گرانے کے عمل کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔

پھر یہ بتایا کہ اگر بالفرض آسمان اور زمین اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو اپنی جگہ قائم نہیں کر سکتا' او
تعالیٰ چونکہ حلیم اور غفور ہے اس لیے ان کے اس بھاری اور سنگین قول کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہیں فرما رہا بلکہ ا
مہلت دے رہا ہے۔

زمین کی حرکت پر دلائل

اس آیت سے بعض قدیم الخیال علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین ساکن ہے لیکن ان کا یہ استدلال مشاہدہ اور د
کے خلاف ہے:

زمین' چاند اور سورج کی حرکت کے حساب سے سائنس دان یہ متعین کرتے ہیں کہ چاند گرہن کب ہوگا اور سورج کو گر
کب لگے گا' اور ان کا حساب اس قدر صحیح ہوتا ہے کہ وہ کئی کئی مہینے اور بعض اوقات کئی کئی سال پہلے بتا دیتے ہیں کہ فلاں تا
کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج یا چاند گرہن ہوگا اور اتنی دیر تک گرہن لگا رہے گا' اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت
دکھائی دے گا اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت پر دکھائی دے گا اور ان کا یہ حساب اتنا حتمی اور درست ہوتا ہے کہ آج
اس میں ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑا۔ سورج گرہن کا معنی ہے زمین اور سورج کے درمیان چاند کے حائل ہو جانے سے سو
کا جزوی یا کلی طور پر تاریک نظر آنا' عربی میں اس کو کسوف شمس کہتے ہیں۔ (اردو لغت ج ۱۲ ص ۱۵۵)

تین سال پہلے سورج کو گرہن لگا' اور مغرب سے کچھ دیر پہلے سورج تاریک ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سورج مکم
تاریک ہو گیا اور تقریباً پانچ منٹ تک تاریک رہا۔ ہم نے کراچی میں اس کا مشاہدہ کیا اور سائنس دانوں نے کئی ماہ پہلے بتا دی
کہ کراچی میں فلاں تاریخ کو اتنی دیر کے لیے اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج مکمل تاریک ہو جائے گا' سائنس دان نہ جاد
ہیں نہ غیب دان ہیں' ان کی یہ پیش گوئی ان کے حساب پر مبنی ہے' وہ زمین' چاند اور سورج کی حرکات کا مکمل حساب رکھتے ہیں

ان کی رفتار کا بھی صحیح حساب رکھتے ہیں' اس لیے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ چاند کس تاریخ کو اور کس وقت زمین اور سورج کے درمیان حائل ہوگا اور کتنی دیر حائل رہے گا اور انہیں تمام دنیا کے نظام الاوقات کا بھی علم ہوتا ہے اس لیے وہ بہت پہلے اپنے حساب سے بتا دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے سورج کو گرہن لگے گا اور اتنی دیر رہے گا' اسی طرح چاند گرہن کا معنی ہے کہ چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے جس کی وجہ سے چاند جزوی یا کلی طور پر تاریک ہو جائے' ابھی چند سال پہلے چاند کو گرہن لگا اور پاکستان میں رات کو دس بجے چاند مکمل طور پر تاریک ہو گیا تھا اور سائنس دانوں نے کافی پہلے بتا دیا تھا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے چاند گرہن لگے گا اور فلاں فلاں ملک میں اتنے اتنے بجے نظر آئے گا اور اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو زمین کی حرکت اور اس کی رفتار کا علم ہوتا ہے اور وہ اس حساب سے جان لیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے زمین چاند اور سورج کے درمیان حائل ہو جائے گی اور اتنی دیر تک حائل رہے گی اور تدریجاً حائل ہو گی اور کس وقت مکمل حائل ہو جائے گی۔
قدیم خیال کے علماء جو زمین کو ساکن مانتے ہیں اور اس کی حرکت کے قائل نہیں ہیں اور وہ یہ نہیں مانتے کہ زمین اور چاند کی حرکت اور اس کی رفتار کا سائنس دان حساب رکھتے ہیں وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ سائنس دان سالوں' مہینوں اور ہفتوں پہلے سورج اور چاند کے گرہن ہونے اور ان کے نظام الاوقات کی بالکل ٹھیک پیش گوئی کرتے ہیں اور آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی' کیا وہ سائنس دانوں کو جادوگر یا غیب دان گردانتے ہیں!

اس دور میں سائنس کی جتنی ایجادات ہیں ہمارے علماء ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ گھڑیوں کے اوقات سے نماز پڑھاتے ہیں' مسجدوں اور گھروں میں بجلی کی روشنی اور برقی پنکھے لگواتے ہیں' ٹیلی فون پر بات کرتے ہیں' لاؤڈ اسپیکر پر تقریریں کرتے ہیں اور نمازیں پڑھاتے ہیں' کاروں' ٹرینوں اور طیاروں میں سفر کرتے ہیں' اس کے باوجود وہ سائنسی علوم کی مذمت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ سائنس کا علم کسی فکر اور نظریہ سے مستفاد نہیں ہوتا۔ سائنس کا علم مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے' یہ تمام ایجادات مشاہدہ اور تجربہ سے وجود میں آئی ہیں' اسی طرح زمین اور چاند کی حرکت اور ان کی رفتار کا تعین بھی انہوں نے رصد گاہوں میں مشاہدات اور آلات کے ذریعہ کیا ہے' قدیم فلسفہ کی طرح یہ صرف فکر اور نظریہ کا معاملہ نہیں ہے' قرآن مجید رشد و ہدایت کی کتاب ہے' فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے' قرآن کریم نے اس سے بحث نہیں کی کہ زمین ساکن ہے یا متحرک ہے کیونکہ دنیا میں صالح حیات اور اخروی فلاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے یا حرکت نہیں کرتی' اس لیے علماء کو چاہیے کہ زمین کی حرکت اور سکون کو دین اور اعتقاد کا مسئلہ نہ بنائیں۔ بعض قدیم الخیال علماء یہ کہنے سے باز نہیں آتے کہ قرآن اور حدیث میں ہے کہ زمین ساکن ہے' اور تعلیم یافتہ لوگوں اور ترقی یافتہ اقوام پر اس سے اسلام کے متعلق منفی اثر پڑتا ہے' ایسا کہنا کوئی اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ نہیں ہے بلکہ یہ پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے اور دوسری اقوام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع فراہم کرنا ہے' اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔
الانبیاء: ۳۳ اور لقمان: ۱۰ میں بھی ہم نے زمین اور دیگر سیاروں کی حرکت پر مفصل دلائل قائم کیے ہیں' مکمل شرح صدر اور بصیرت حاصل کرنے کے لیے ان ابحاث کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

بری سازش' فریب اور خیانت کی ممانعت

فاطر: ۴۲ میں فرمایا: اور انہوں نے اپنی قسموں میں سے اللہ کی بہت پکی قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا۔ الآیۃ

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

marfat.com

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفار مکہ نے قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا رسول آ گیا تو ہم یہود نصاریٰ اور صائبین سے زیادہ ہدایت کو قبول کریں گے اور جب ان کے پاس ڈرانے والا رسول یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو آپ کے آنے کے بعد وہ ہدایت سے اور دور ہو گئے انہوں نے اللہ کے سا سرکشی کی اور ایمان لانے سے تکبر کیا۔

مکر السیء کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے شرک کیا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش یہ تھی کہ آپ کو العیاذ باللہ قتل کر دیا جا قید کر دیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو ان کے اوپر الٹ دیا یہ لوگ جنگ بدر میں قتل گئے اور قید کیے گئے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کعب احبار نے ان سے کہا کہ تورات میں یہ آیت ہے کہ جو شخص ا بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا قرآن میں بھی یہ آیت ہے انہوں پوچھا وہ کون سی آیت ہے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۔ (فاطر:۴۳) اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر پڑتا ہے۔

زہری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ تم نہ کسی کے خلاف سازش کرو اور نہ سازش کرنے والے کی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے اور نہ تم بغاوت کرو او بغاوت کرنے والے کی مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ (الفتح:۱۰) پس جو عہد شکنی کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۔ (یونس:۲۳) اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم کو ہی پہنچے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ سازش فریب اور خیانت مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہے اس میں اخلاق مذمومہ سے ن کی بہت بلیغ نصیحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا وہ صرف پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں یعنی جو عذاب پہلے کافروں پر نازل ہوا تھا یہ اسی عذاب کا انتظار کر رہے ہیں یعنی ان کے بھی وہی کرتوت ہیں جو پہلے کافروں کے تھے جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب آیا سو آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو ٹلتا ہوا پائیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کافروں پر عذاب نازل کرتا رہا ہے اور کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہی دستور ہے پس جو ان کی مث عذاب کا مستحق ہوگا اس پر بھی وہ عذاب نازل فرمائے گا۔

ہم نے جو آیتیں اور حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں بری سازش فریب اور خیانت سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور یہ کام مومن شیوہ نہیں ہے فریب خیانت اور دھوکا دہی کسی سے نہیں کرنی چاہیے خواہ وہ مومن ہو یا کافر بلکہ کافروں کے ساتھ زیادہ امان اور دیانت کا سلوک کرنا چاہیے تاکہ وہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں اور مومن کے عمدہ اخلاق سے متاثر ہوں اور کفر کو چھوڑ کر اسلا

اختیار کرلیں' یورپ میں رہنے والے بعض علماء غیر مسلموں سے سود لینے اور فراڈ کے ذریعہ ان کا مال ہڑپ کرنے کو جائز کہتے ہیں یہ نہ صرف باطل ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا انہوں نے کبھی زمین میں سفر نہیں کیا پس وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' حالانکہ وہ ان سے زیادہ سخت اور طاقت ور تھے' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں سے کوئی چیز اس کو عاجز کر دے بے شک وہ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے O اور اگر اللہ لوگوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ان پر گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت مقرر تک انہیں ڈھیل دے رہا ہے' پس جب ان کا وقت آ جائے گا تو اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا O (فاطر: ۴۵-۴۴)

دوران سفر آثار عذاب دیکھ کر عبرت حاصل کرنا

فاطر: ۴۴ میں اہل مکہ کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ صرف مکہ میں اپنے گھروں میں بیٹھے نہ رہیں بلکہ مکہ سے باہر نکل کر شام' یمن اور عراق کی طرف سفر کریں تو اثناء سفر میں ان کو پچھلے زمانہ کی امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کے آثار نظر آئیں گے' عاد' ثمود اور سبا ان سے پہلی امتیں تھیں وہ لوگ جسمانی طور پر بہت مضبوط اور طاقت ور تھے' ان کی عمریں بھی بہت لمبی لمبی ہوتی تھیں لیکن جب ان کے کفر اور ان کی سرکشی کی وجہ سے ان پر عذاب آیا تو نہ ان کی طویل عمریں اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں ڈھال بن سکیں اور نہ ان کی جسمانی قوت کسی کام آ سکی۔ اور آسمانوں اور زمینوں میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والی نہیں ہے وہ بہت علم والا اور بڑی قدرت والا ہے' اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے' اس لیے ہر شخص کا عمل خواہ نیک ہو یا بد اس سے مخفی نہیں ہے اور چونکہ اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے اس لیے وہ نیکوکاروں کو اچھی جزا دینے پر اور بدکاروں کو سخت سزا دینے پر قادر ہے اور کوئی نیکی کرنے والا اس کے فضل سے محروم نہیں ہوتا اور کوئی بدکار اس کی گرفت سے باہر نہیں ہے' اس کے فضل اور انعام کا مدار اس کی توحید اور اس کے رسولوں کو ماننے پر ہے' اور اس کے عذاب کا باعث شرک اور اس کے رسولوں کا انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بہ تدریج گرفت فرمانا

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہلت دیتا رہتا ہے اور ان پر اچانک گرفت نہیں فرماتا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ معاف کرنا اور احسان فرمانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرفت کرنے اور انتقام لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے تاکہ لوگ اس کی شفقت اور اس کے فضل و کرم کا اندازہ کریں' اور یہ کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے' پھر جب لوگ اس کے قہر کا اس کے لطف کی وجہ سے اور اس کے جلال کا اس کے جمال کی وجہ سے اور اس کے غضب کا اس کی رحمت کی وجہ سے ادراک نہیں کرتے تو وہ دنیا میں لوگوں پر مصائب' آفات اور بلائیں نازل فرماتا ہے جو مومن کے حق میں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور کافر کے حق میں محض سزا اور عذاب ہوتی ہیں' مصائب کسی شخص کے لیے اس وقت تطہیر کا سبب ہوتے ہیں جب اس کے جرائم اور گناہوں میں کفر اور شرک نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر اور شرک اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب اور عقاب سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

بنو آدم کے گناہوں سے جانوروں کو ہلاک کرنا

فاطر: ۴۵ میں یہ فرمایا ہے: اور اگر اللہ لوگوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ان پر گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا۔ الآیۃ

marfat.com

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسانوں کے گناہوں کا اثر جنگلوں میں جانوروں پر اور فضا میں پرندوں پر بھی پڑتا ہے
وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کو ہلاک کر دیا تھا ماسوا ان جانوروں کے جو حضرت
نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے' بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ بنوآدم کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
جانوروں کو ہلاک کر دیتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو بنوآدم کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ
بنوآدم کے کفر اور شرک کی وجہ سے گرفت فرما کر تمام بنوآدم کو ہلاک کر دے گا تو ان کے نفع کے لیے جو جانور پیدا کیے تھے ان کو
باقی رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا سو بنوآدم کو ہلاک کرنے کے بعد وہ تمام جانوروں' پرندوں اور حشرات الارض کو بھی ہلاک
فرمادے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے کی حکمتیں

اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی ایسی خطا یا تقصیر ضرور صادر ہوتی ہے جو گرفت کا تقاضا کرتی
ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ڈھیل دیتا رہتا ہے' پھر جو نادم ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے اس کو معاف کر دیتا ہے اور
اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اکڑتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اس سے مواخذہ فرماتا ہے اور اس کی
گرفت فرماتا ہے' اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے حلم اور اس کے درگزر کرنے کا بھی پتا چلتا ہے اور اس میں بندوں کے لیے بھی
ہدایت ہے کہ وہ بھی اپنی مرضی اور مزاج کے خلاف باتوں اور کاموں سے مشتعل نہ ہوں' غضب میں نہ آئیں اور ان کو ٹھنڈے
دل سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں۔

اس کے بعد فرمایا پس جب ان کا وقت آ جائے گا تو اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو جو ڈھیل دے رہا ہے اس کا کوئی یہ مطلب نہ لے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے
غافل ہے' بلکہ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر پوری بصیرت رکھتا ہے اور ان کو وقت مقرر پر پوری پوری جزا دے گا' نیک عمل کرنے
والوں کو اجر و ثواب سے نوازے گا کفار اور مشرکین کو دائمی سزا دے گا' اور فساق مومنین اس کی مشیت پر موقوف ہیں' اگر وہ
چاہے گا تو اپنے عفو و درگزر اور فضل و کرم سے کام لے کر ان کو معاف فرمادے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو عارضی عذاب میں مبتلا
کر کے ان کو بخش دے گا' اور اس عارضی عذاب کی کئی صورتیں ہیں' دنیا میں مصائب کا نزول' قبر کا عذاب' حشر میں حساب کو
مؤخر کر کے اس کو دیر تک محشر میں محبوس رکھنا' اور آخری صورت یہ ہے کہ اسے کچھ وقت کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے حتیٰ
کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے اور پھر اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا' مومنوں کو دوزخ کا عذاب دیا جائے گا اس میں
بھی اس کے کرم سے یہ توقع ہے کہ وہ صورۃً عذاب ہوگا حقیقۃً عذاب نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ادراک اور شعور کو ماؤف اور
معطل کر دے گا جس کی وجہ سے اس کو اس عذاب کا درد اور اس کی اذیت نہیں ہوگی' جیسے کسی شخص کو کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش
کر دیتے ہیں پھر اس کے جسم کی سرجری کی جاتی ہے اس کا جسم اور اس کے اعضاء کاٹ دیئے جاتے ہیں اور اس کو کوئی تکلیف
ہوتی ہے نہ درد محسوس ہوتا ہے۔

اختتام سورت

الحمد لله رب العلمین علی احسانه و کرمه آج بہ روز جمعرات مورخہ ۱۲ ذوالقعدۃ ۱۴۲۳ھ/ ۱۶ جنوری ۲۰۰۳ء
کو سورت فاطر کی تفسیر مکمل ہو گئی' ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ء کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح تقریباً ایک ماہ میں اس سورت کی
تفسیر اختتام پذیر ہو گئی' انواع و اقسام کے امراض لاحق ہونے کی وجہ سے اور ان کے پرہیز کے نتیجے میں میں صرف بھوکی کی

marfat.com

بل روٹی کے تین سلائس اور ابلی ہوئی سبزی ہی کو ایک وقت میں کھا پاتا ہوں' دماغی کام کے لیے گلوکوز اور فاسفورس اشد ضروری ہیں لیکن جن چیزوں میں گلوکوز اور فاسفورس ہوتا ہے ذیابیطس کے مرض کی وجہ سے میں انہیں کھا نہیں سکتا' کمر کی طاقت کے لیے گوشت بہت ضروری ہے مگر کلسٹرول سے پرہیز کی وجہ سے وہ بھی نہیں لے سکتا' کئی مقوی چیزیں ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے نہیں کھا سکتا' بس اللہ کا فضل اور قارئین کی دعائیں ہیں جو اس تفسیر کا کام ہو رہا ہے' ورنہ جسمانی توانائی اور قوت کار کے جو ظاہری اسباب ہیں وہ بالکل حاصل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح یہاں تک پہنچا دیا ہے باقی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے استقامت اور مخالفین کے لیے ہدایت کا سبب بنا دیں اور اس کو تا قیامت فیض آفریں رکھیں اور محض اپنے فضل اور اپنے حبیب کریم کی شفاعت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور تلامذہ کی اور میری کتابوں کے قارئین کی اور ناشر اور مصحح کی مغفرت فرما دیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد
خاتم النبيين قائد المرسلين شفيع المذنبين وعلى آله واصحابه وازواجه
وعلماء ملته واولياء امته وسائر المسلمين.

marfat.com

سُوْرَةُ يٰسٓ

(٣٦)

سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ

(٣٧)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ یٰسٓ

سورت کا نام

اس سورت کا نام یٰسٓ ہے' یہ لفظ دو حرفوں سے مرکب ہے جو اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے' اور ان دو حرفوں کے اول میں مذکور ہونے کی وجہ سے یہ سورت باقی سورتوں سے ممتاز اور ممیز ہے ان دو حرفوں سے مرکب یہ لفظ اس سورت کا علم (نام) ہوگیا۔

اس سورت کو قلب قرآن' قرآن مجید کا دل بھی کہا جاتا ہے' اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

یٰسٓ کے فضائل میں احادیث اور آثار

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ایک قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰسٓ ہے اور جس نے یٰسٓ کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو یٰسٓ کے پڑھنے کی وجہ سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر عطا فرمائے گا۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۸۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی رات میں یٰسٓ کو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے پڑھا' اس کی اس رات میں مغفرت کردی جائے گی۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۱۸)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دن کے ابتدائی حصہ میں یٰسٓ کو پڑھا اس کی حاجات پوری کردی جائیں گی۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۱۹)

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس نے صبح کے وقت یٰسٓ کو پڑھا اس کے لیے شام تک آسانی کردی جائے گی اور جس نے رات کی ابتداء میں یٰسٓ کو پڑھا اس کے لیے اس رات میں صبح تک آسانی کردی جائے گی۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۴۲۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یٰسٓ قرآن کا قلب ہے' جو شخص بھی اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے اس کو پڑھے گا اللہ اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا' تم یٰسٓ کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ (السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۰۹۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۔۲۷'

marfat.com

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۷ المستدرک ج ۱ ص ۵۶۵ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۳)

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رات یٰسٓ پڑھنے پر دوام کرے وہ مر جائے گا تو شہادت کی موت مرے گا۔

امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میری امت میں سے ہر شخص کے دل میں یٰسٓ ہو۔

امام ابن مردویہ اور امام دیلمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میت کے پاس بھی یٰسٓ کو پڑھا جائے گا اللہ اس پر آسانی فرمادے گا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یٰسٓ کو پڑھا اس کو بخش دیا جائے گا اور جس شخص کو کھانے کی کمی کا خوف ہو وہ سورۃ یٰسٓ پڑھے تو وہ کھانا اسے کافی ہو جائے گا' اور جس نے میت کے پاس یٰسٓ کو پڑھا اس پر آسانی ہو جائے گی اور جس عورت کے ہاں مشکل سے ولادت ہو رہی ہو اس کے پاس یٰسٓ کو پڑھا جائے تو اس کے ہاں ولادت آسانی سے ہو جائے گی' اور جس نے یٰسٓ کو پڑھا تو گویا اس نے گیارہ مرتبہ قرآن پڑھا اور ہر چیز کا قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰسٓ ہے۔

امام حاکم اور بیہقی نے ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں سختی ہو وہ ایک پیالہ میں زعفران سے یٰسٓ والقرآن الحکیم لکھ کر اس کو پی لے۔

امام ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس یٰسٓ پڑھی تو اللہ اس کے ہر حرف کے بدلہ میں ان کی مغفرت فرمادے گا۔ (الدر المنثور ملتقطاج ۷ ص ۳۷۔۳۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یٰسٓ کے بعض اسماء کی توضیح اور تشریح

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن ماجہ اور امام طبرانی وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یٰسٓ قرآن کا قلب ہے اور اس کو یٰسٓ کے اسماء سے شمار کیا ہے اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس کے قلب قرآن ہونے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ایمان کا مدار حشر ونشر کو ماننے اور اس کے اعتراف کرنے پر ہے' اور سورۃ یٰسٓ میں حشر ونشر کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور اس وجہ سے یٰسٓ کو قلب کے مشابہ قرار دیا ہے کیونکہ انسان کے بدن کا استحکام اور قوام قلب کے ذریعہ ہوتا ہے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جس شخص کا حشر پر ایمان صحیح ہو گا وہ دوزخ سے ڈرے گا اور جنت میں رغبت کرے گا اور پھر وہ گناہوں کو ترک کر دے گا' اور گناہ ایمان کی بیماری ہیں جن سے ایمان کمزور ہوتا ہے' اور وہ عبادات میں رغبت کرے گا اور وہ ایمان کی صحت کی علامت ہے' پس حشر ونشر کا اعتقاد قلب کے مشابہ ہے کیونکہ قلب کی صحت سے پورے بدن کی صحت ہوتی ہے اور قلب کے فساد سے پورا بدن فاسد ہوتا ہے اور حشر ونشر کا اعتقاد یٰسٓ سے حاصل ہوتا ہے پس یٰسٓ کو قلب قرآن قرار دینا صحیح ہے۔

یٰسٓ کو قلب کے مشابہ قرار دینے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ قلب حقائق امور اور خفیہ باتوں کے انکشاف کا محل ہے اسی طرح حشر کے دن بھی امور غیبیہ منکشف ہو جائیں گے' اور یٰسٓ میں حشر کے قیام پر بہت دلائل دیئے گئے ہیں۔ اور ایک اور

مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ قلب جسم کی اصل ہے اور باقی اعضاء اس کے مقدمات اور متممات ہیں اسی طرح یٰسٓ میں رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نازل کرنے کے اہم مباحث بیان کر دیئے گئے ہیں جو کہ اصل ہیں اور قرآن مجید کی باقی سورتوں میں اس کے مقدمات اور متممات بیان کیے گئے ہیں' اور جو شخص قریب المرگ ہو اس کے سامنے یٰسٓ کی تلاوت کی بھی یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد اس کو میدان محشر میں جانے کا مرحلہ پیش ہوگا تو وہ حشر کی کیفیت کو یاد کرے تاکہ زندگی کے آخری مرحلہ میں کلمہ پڑھ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو اور اس سورت میں جو اسلام کے اصول بیان کیے گئے ہیں ان کو ذہن میں تازہ کرے تاکہ زندگی کے آخری وقت میں اس کے عقائد صحیح ہوں۔

امام ابونصر السجزی نے الابانہ میں سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کی ایک سورت ہے جس کا نام اللہ کے نزدیک عظیمہ ہے' اور اس کا پڑھنے والا اللہ کے نزدیک شریف ہے' وہ سورت اپنے پڑھنے والوں کی قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں سے زیادہ افراد کی شفاعت کرے گی' اور اس سورت کا نام معممہ' مدافعہ اور قاضیہ بھی ہے۔

امام سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ یٰسٓ کا نام تورات میں معممہ ہے اس کی خیر اپنے پڑھنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کو عام ہے اور اس کا نام المدافعہ اور القاضیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کے ہر عیب کو دور کرتی ہے' اور یہ اپنے پڑھنے والے کی ہر نیک حاجت کو پورا کرتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۱۲۔ ۳۱۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سورۃ یٰسٓ کے مشمولات

جس طرح اکثر مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' اس کی قدرت اور اس کی عظمت پر دلائل ہوتے ہیں' اور قرآن مجید کی حقانیت پر براہین کا ذکر ہوتا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر آیات ہوتی ہیں اسی طرح یٰسٓ میں بھی ان امور پر دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کی طرف سے برحق رسول بھیجے گئے ہیں اور پھر آپ کی رسالت کے متعلق دو گروہ ہو گئے' ایک معاند گروہ ہے جس کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہے' دوسرا وہ گروہ ہے جس سے خیر اور ہدایت کے حصول کی توقع ہے اور دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی قدیم میں دونوں کے آثار موجود ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کے لوگوں کی مثال دی ہے جو یکے بعد دیگرے رسولوں کی تکذیب کرتے رہے تھے اور جو ان کو نصیحت کرنے آیا اس کی انہوں نے تکذیب کی اور اس کو قتل کر دیا' سو وہ نصیحت کرنے والا جنت میں داخل ہو گیا اور اس کے قاتل دوزخ میں داخل ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور حشر و نشر کے برحق ہونے اور مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنے پر مردہ زمین کو زندہ کرنے سے استدلال فرمایا اور دن کے بعد رات کے لانے اور سورج' چاند اور دیگر سیاروں کو مسخر کرنے اور سمندر میں کشتیوں کو رواں کرنے سے استدلال فرمایا۔

جن کافروں نے ان حقائق کا انکار کیا ان کو دنیا میں آسمانی عذاب اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ بتایا

marfat.com

کہ رہے مومنین تو وہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے اور ان پر ان کے رب کی طرف سے امن اور سلامتی نازل ہوگی۔
مشرکین مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا اور بتایا کہ آپ کافروں کو قرآن مجید کے ذریعہ آخرت کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور یہ بتانے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
اور مشرکین کی بت پرستی کا رد فرمایا کہ جن کی یہ پرستش کرتے ہیں وہ بالکل عاجز ہیں اور آخرت میں ان کے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔
سورت کے آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکرین پر پھر رد فرمایا کہ وہ اس پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابتداءً پیدا فرمایا اور بہ تدریج ان کی نشو ونما فرمائی ہے سو جو ان کو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے' ہرے بھرے درخت کو سوکھا بنا کر پھر سرسبز بنا دیتا ہے وہ ان کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا۔
یٰسٓ مکی سورت ہے' مکہ کے متوسط دور میں نازل ہوئی' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۱ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۳۶ ہے۔
اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب ہم سورۃ یٰسٓ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ الٰہ العٰلمین اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے راہِ حق پر گامزن رکھنا' جو باتیں غلط ہوں ان کی غلطی کو مجھ پر منکشف فرمانا اور مجھے ان غلطیوں سے محفوظ رکھنا اور جو باتیں حق اور صواب ہوں ان پر مجھ کو مطلع فرمانا اور مجھے ان کو پیش کرنے کی سعادت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' کراچی۔۳۸
۱۴ ذوالقعدۃ ۱۴۲۳ھ/ ۱۸ جنوری ۲۰۰۳ء
فون: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰

marfat.com

(۳٦) سورۃ یٰس مکیۃ (۴۱) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتها (۸۳) رکوعاتها ۵

سورۃ یٰس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ○ اس میں تراسی آیتیں پانچ رکوع ہیں

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى

یاسین ○ قرآن حکیم کی قسم ○ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ سیدھے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

راستے پر قائم ہیں ○ (یہ قرآن) بہت غالب بڑے مہربان کا نازل کیا ہوا ہے ○ تاکہ آپ اس قوم

مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى

کو عذاب سے ڈرائیں جس کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا سو وہ غافل ہیں ○ ان میں سے اکثر کے متعلق ہماری

اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

خبر ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ

جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں ○ ہم نے ایک دیوار

اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا

ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی‘ سو ہم نے ان کو ڈھانپ دیا پس

يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

وہ (کچھ) نہیں دیکھتے ○ اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ آپ کا ڈرانا صرف اس کے لیے (مفید) ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝١١ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ

ڈرے تو آپ اس کو مغفرت کی اور باوقار ثواب کی نوید سنا دیجئے ○ بے شک ہم ہی مردوں

marfat.com

الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیج دیئے اور وہ عمل (بھی) جو انہوں نے پیچھے

فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

چھوڑ دیئے' اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یاسین O قرآن حکیم کی قسم O بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں O سیدھے راستے پر
ہیں O (یٰسٓ: ۴-۱)

بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ذکر کرنے کی حکمت

یٰسٓ حروف مقطعات میں سے ہے' جس طرح قرآن مجید کی دیگر بعض سورتوں کو حروف مقطعات سے شروع کیا گیا
اسی طرح اس سورت کو بھی حروف مقطعات سے شروع کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی ان سورتوں کے اوائل میں حروف تہجی کو ذکر فرمایا ہے اور ان کے اوائل میں حروف تہجی کو ذکر فرمانے
حکمت یہ ہے کہ حکیم جب کسی ایسے شخص سے مخاطب ہو جو غافل ہو سکتا ہو یا اس کا دل کسی اور بات میں مشغول ہو تو وہ اپنے کلا
کی ابتداء میں کسی ایسے لفظ کا ذکر کرتا ہے جس کا معنی بادی النظر میں سمجھ میں نہ آئے تا کہ اس کا مخاطب چوکنا ہو اور اس کا ذ
بیدار ہو اور وہ پوری طرح اس کلام کی طرف متوجہ ہو جائے' پھر اس کے بعد وہ حکیم اپنے کلام کے مقصود کو شروع کرتا ہے۔

اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جن سورتوں کی ابتداء میں حروف تہجی کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے بعض سورتوں کے اوائل
کتاب یا تنزیل یا قرآن کا ذکر ہے' جیسے الٓمّٓ O ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (البقرہ: ۲-۱) الٓمّٓ O اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ O
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (آل عمران: ۳-۱) الٓمّٓصٓ O كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (الاعراف: ۲-۱) يٰسٓ O وَالْقُرْاٰنِ (یٰسٓ: ۲-۱)
وَالْقُرْاٰنِ (ص: ۱) قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ (ق: ۱) الٓمّٓ O تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ (السجدۃ: ۲-۱) حٰمٓ O تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ (الجاثیہ: ۲-۱) البتہ
سورتوں میں حروف تہجی کے بعد قرآن یا کتاب کا ذکر نہیں ہے اور وہ یہ ہیں: كٓهٰيٰعٓصٓ (مریم: ۱) الٓمّٓ O اَحَسِبَ النَّاسُ
(العنکبوت: ۲-۱) الٓمّٓ O غُلِبَتِ الرُّوْمُ (الروم: ۲-۱)۔

جن سورتوں کے شروع میں قرآن یا کتاب یا تنزیل کا ذکر ہے ان میں قرآن کے ذکر سے پہلے ان حروف تہجی کا ذکر ا
لیے فرمایا ہے کہ قرآن مجید بہت عظیم کتاب ہے اور اس کے نازل کرنے میں ثقل اور گرانی ہے اس لیے اس کو شروع کرنے
پہلے ان حروف تہجی کا ذکر کیا تا کہ مخاطب اس عالی قدر کتاب کے ثقل کو ذہن میں بٹھانے سے پہلے متنبہ اور چوکنا ہو جائے
اب ایسا لفظ سننے میں آیا ہے جس کا معنی ظاہر اور واضح نہیں ہے تو دیکھے آگے کیا ارشاد ہوتا ہے' اس لیے ارشاد فرمایا:

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۔ (المزمل: ۵) بے شک ہم آپ پر عنقریب ثقیل کلام نازل فرمائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر سورت قرآن ہے اور اس کا سننا قرآن کا سننا ہے' خواہ اس میں لفظاً قرآن کا ذکر ہو یا نہ
تو اس قاعدہ کے موافق ہر سورت سے پہلے بہ طور تنبیہ حروف تہجی کو مذکور ہونا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک
نہیں کہ ہر سورت قرآن ہے لیکن جس سورت کی ابتداء میں قرآن کا لفظاً ذکر ہے اس کا قرآن ہونا زیادہ مؤکد ہے اس لیے اس
کی طرف مخاطب کے ذہن کو حاضر اور متوجہ کرنے کے لیے زیادہ اہتمام فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۴-۲۳ ملخصاً 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حروف مقطعات کے معنی اور مفہوم کے نامعلوم ہونے کی توجیہ

بعض سورتوں میں ان حروف تہجی میں سے صرف ایک حرف ذکر کیا گیا ہے' بعض سورتوں میں دو حرفوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض سورتوں میں تین یا تین سے زائد حروف کا ذکر کیا گیا ہے' پھر ان حروف کا چناؤ بھی مختلف ہے' اس تخصیص کی مکمل حکمت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا اس کی حکمت وہ شخص جانتا ہے جس کو اللہ نے بہ طور خاص اس حکمت پر مطلع فرمایا ہے' ہم یوں سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بعض احکام پر عمل کرتے ہیں اور ہم ان احکام کے فائدہ اور حکمت کو اپنی عقل سے جان لیتے ہیں اور بعض احکام پر عمل کرنے کا کوئی فائدہ ہماری عقل میں نہیں آتا اس کے باوجود ہم دونوں قسم کے احکام پر عمل کرتے ہیں' اسی طرح ہمیں پورے قرآن پر ایمان لانے اور اس کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں حروف مقطعات بھی ہیں جن کا معنی اور مفہوم ہم نہیں جانتے اور ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے' لیکن ہم ان کے قرآن ہونے پر ایمان لائیں گے اور ان کی تلاوت کریں گے خواہ ہمیں ان کا معنی اور مطلب معلوم نہ ہو اور ہمیں ان کے نازل کرنے کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ بعض احکام کی حکمت کو ہم اپنی عقل سے جان لیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے واحد' عالم اور قادر ہونے کا عقیدہ ہے' اور اس طرح جنت اور نار کے برحق ہونے کا عقیدہ ہے تو ہم عقل سے جان لیتے ہیں کہ جزاء اور سزا کے لیے کوئی ذریعہ ہونا چاہیے لیکن جنت اور نار کی کیفیات اور تفصیلات کو ہم عقل سے نہیں جان سکتے' اسی طرح ہم عقل سے یہ جان سکتے ہیں کہ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی رسول ہونا چاہیے لیکن عقل سے یہ نہیں جان سکتے کہ کتنے رسول ہونے چاہئیں' ہم یہ جان سکتے ہیں کہ حساب و کتاب کی کوئی جگہ ہونی چاہیے لیکن میزان اور پل صراط کی کیفیت کو عقل سے نہیں جان سکتے' ہم یہ جان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے نماز' روزہ اور زکوٰۃ کی صورت میں اس کی عبادت ہونی چاہیے لیکن نمازوں کے اوقات' ان کی رکعات کی تعداد' زکوٰۃ کی مقدار اور روزے میں وقت کی تعیین کو عقل سے نہیں جان سکتے تھے' اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ہم اس کی آیات کے معانی کو عقل سے جان سکتے ہیں لیکن حٰمٓ' یٰسٓ' الٓمٓ اور طٰسٓ کے معانی کو ہم عقل سے نہیں جان سکتے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۵۱-۲۵۰ ملخصاً و موضحاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یٰسٓ کے اسرار اور رموز

ہر چند کہ یقینی اور حتمی طور پر حروف مقطعات کا معنی اور مفہوم معلوم نہیں ہے تاہم ظنی طور پر بعض مفسرین نے ان کے معانی بیان کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ ان حروف سے اشارۃً یہ معانی معلوم ہوتے ہیں' سو ہم یٰسٓ کے متعلق بعض مفسرین کے ذکر کردہ معانی پیش کر رہے ہیں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوصالح نے حضرت معاویہ' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ یٰسٓ اللہ کے اسماء میں سے ہے اور اس اسم سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۲۲۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یٰسٓ کا معنی حبشی زبان میں اے انسان ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۲۲۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۰۲۴)

قتادہ نے کہا قرآن مجید میں جتنے حروف مقطعات ہیں وہ سب اللہ کے اسماء ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۲۲۴)

marfat.com

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ لکھتے ہیں:
اشہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے پوچھا: آیا کسی شخص کے لیے یٰسٓ نام رکھنا جائز ہے؟ امام مالک نے فرمایا میری رائے میں اس کو یہ نام نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یٰسٓ والقران الحکیم کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا نام ہے میں نے اپنے نام کے ساتھ اس سورت کا نام رکھا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۰۲۵)
حسن نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ جس چیز کے ساتھ چاہے قسم کھائے، پھر اس سے اعراض کر کے سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ (الصّٰفّٰت: ۱۳۰) کے متعلق کہا اللہ نے اپنے رسول پر سلام بھیجا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۰۲۶)
امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ ھ لکھتے ہیں:
یٰسٓ کا معنی یا سید ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یا سے یوم میثاق کی طرف اشارہ ہے، اور سین سے اس کے احباب کے سر (راز) کی طرف اشارہ ہے گویا یوم میثاق کے حق کی قسم اور احباب کے ساتھ راز کی قسم اور قرآن حکیم کی قسم۔
(لطائف الاشارات ج ۳ ص ۴۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرھم سے روایت ہے کہ یٰسٓ کا معنی ہے یا انسان اور سلام علی الیاسین کا معنی ہے آل محمد پر سلام ہو اور سعید بن جبیر نے کہا یٰسٓ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: انک لمن المرسلین "بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں" امام مالک نے جو لیسین نام رکھنے سے منع کیا ہے اس کی توجیہ میں علامہ ابن العربی نے کہا بندہ اپنے رب کا نام اس وقت رکھ سکتا ہے جب اس نام کا کوئی معنی ہو جیسے عالم، قادر، مرید اور متکلم، امام مالک نے یٰسٓ نام رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کا معنی معلوم نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ اس اسم کے ساتھ منفرد ہو، پس بندہ کو اس نام کے رکھنے پر جرأت نہیں کرنی چاہیے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سلام علی الیاسین، اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کلام اس اسم میں ہے جو حروف تہجی پر مشتمل ہے اور یاسین ان حروف سے مرکب ہے، امام مالک نے یٰسٓ نام رکھنے سے منع کیا ہے یاسین نام رکھنے سے منع نہیں کیا، پس کوئی اشکال نہ رہا۔
یٰسٓ کو حدیث میں قرآن کا قلب فرمایا ہے اور قلب پورے جسم کا امیر ہوتا ہے اسی طرح یٰسٓ بھی تمام سورتوں کی امیر ہے اور ابومحمد مکی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے نزدیک میرے دس اسماء ہیں اور ان اسماء میں طٰہٰ اور یٰسٓ بھی آپ کے اسم ہیں۔
علامہ الماوردی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں میرے سات اسماء رکھے ہیں (۱) محمد (۲) احمد (۳) طٰہٰ (۴) یٰسٓ (۵) المزمل (۶) المدثر (۷) عبداللہ، نیز علامہ الماوردی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یٰسٓ کا معنی ہے یا محمد اور اس قول کو محمد بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)
امام جعفر الصادق سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یٰسٓ سے یا سید کا ارادہ فرمایا ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کا معنی ہے یا انسان اور اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ فرمایا ہے، الزجاج نے کہا اس کا معنی یا محمد ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۷۔۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

marfat.com

یدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی قسم کھانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قرآن حکیم کی قسم O بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں O (یٰسٓ: ۳۔۲)
کعب سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا: اے محمد! بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں' قرآن حکیم کی م!

اگر یہ فرض کیا جائے کہ یٰسٓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ہے اور یہ صحیح ہو کہ یہ قسم ہے تو اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعظیم ہے' نیز دوسرے جملہ میں جو فرمایا ہے قرآن حکیم کی قسم اس کا عطف بھی پہلے جملہ پر ہے اور عطف سے یہ قسم اور مؤکد ہوگئی' اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کی اور آپ کی کتاب کی قسم کھائی اور یہ فرمایا کہ آپ ضرور ولوں میں سے ہیں اور آپ پر وحی نازل فرما کر آپ کو اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے' اور آپ ایسے سیدھے راستے پر ہیں ں میں نہ کوئی کجی ہے اور نہ حق سے انحراف ہے۔

نقاش نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اپنے انبیاء میں سے کسی نبی کے نام کی اپنی کتاب میں قسم کھائی نہ اس کی کتاب کی' اس میں آپ کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم ہے' یٰسٓ کا معنی یا سید جو کیا گیا ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے ہ آپ نے خود اپنے آپ کو سید فرمایا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: میں مت کے دن تمام لوگوں کا سید (سردار) ہوں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۲ء۳۔۳۳۴۰)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام ادآدم کا سید (سردار) ہوں گا اور اس پر فخر نہیں ہے۔ الحدیث (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۱۵)

قشیری نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کفار قریش نے کہا آپ رسول نہیں ہیں اور نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر نہیں بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرنے کے لیے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا محمد ولوں میں سے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ص ۸ ۔ ۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: سیدھے راستہ پر قائم ہیں O (یٰسٓ: ۴)
یہ آیت پہلی آیت سے مربوط ہے: یعنی آپ بے شک ضرور رسولوں میں سے ہیں O سیدھے راستہ پر قائم ہیں O تمام رسول صراط مستقیم پر ہوتے ہیں اور آپ بھی چونکہ رسولوں میں سے ہیں اس لیے آپ بھی صراط مستقیم پر ہیں' جیسا کہ ں آیت میں ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ . اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

(الشوریٰ: ۵۲)

صراط مستقیم سے مراد اصول اور فروع ہیں یعنی عقائد اور احکام شرعیہ' تمام انبیاء علیہم السلام کے عقائد واحد تھے اور ان کی یعتیں مختلف تھیں' اور یہ تمام شریعتیں اپنے اپنے زمانہ میں کامل تھیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت ک کے لیے کامل اور متکفل ہے۔

ر تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ قرآن) بہت غالب بڑے مہربان کا نازل کیا ہوا ہے O تا کہ آپ اس قوم کو عذاب سے ڈرائیں ں کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا سو وہ غافل ہیں O (یٰسٓ: ۶۔۵)

marfat.com

العزیز اور الرحیم کے ذکر کی حکمت

یٰسٓ: ۵ میں العزیز (غالب) اور الرحیم کا ذکر فرمایا ہے' یعنی جن لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا ہے اگر ان
نے اس رسول کی تعظیم اور تکریم نہیں کی اور اس کے پیغام کو قبول نہیں کیا تو وہ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے کیونکہ وہ بہت غا
ہے' اور جن لوگوں نے اس کے رسول کی تعظیم اور تکریم کی اور اس کے پیغام کو قبول کیا تو وہ ان کی خطاؤں کو بخش دے گا اور ا
بہت اجر و ثواب عطا فرمائے گا کیونکہ وہ بہت رحیم ہے۔

اس آیت کے الفاظ کے زیادہ قریب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور اس میں عقائد اور احک
بیان فرمایا سو جو شخص ان عقائد پر ایمان نہیں لایا اور اس نے ان احکام پر عمل نہیں کیا وہ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے کیونک
بہت غالب ہے' اور جو شخص ان عقائد پر ایمان لے آیا اور اس نے ان احکام پر عمل کیا تو وہ اس کو بخش دے گا اور اس کو
ثواب عطا فرمائے گا کیونکہ وہ بہت مہربان ہے۔

اس کی توجیہ کہ اہل مکہ کے پاس آپ کے سوا کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا

یٰسٓ: ۶ میں فرمایا تاکہ آپ اس قوم کو عذاب سے ڈرائیں جس کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا سو وہ غافل ہیں۔
اس مضمون کی یہ آیت بھی ہے:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (القصص: ۴۶)

تاکہ آپ اس قوم کو عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آ
سے پہلے کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا۔

اس سے مراد اہل مکہ اور عرب ہیں جن کی طرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا کیونکہ حض
ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا سلسلہ خاندان ابراہیمی میں رہا اور ان کی بعثت بنی اسرائیل ہی کی طرف ہوتی رہی' بنو اسماعیل
عربوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی تھے اور سلسلہ نبوت کے خاتم تھے۔ البتہ حضرت شعیب علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

یٰسٓ: ۶ میں جو فرمایا ہے جس کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا اس سے مراد اہل مکہ کے قریبی آباؤ اجداد ہیں ورنہ
کے سلسلہ نسب میں جو زیادہ اوپر کے اور بعید آباء ہیں ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا اور ا
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پہنچائی تھی' اور ان میں سے بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے مکمل طریقہ سے حضرت ابر
علیہ السلام کی شریعت کی پیروی کی تھی' پھر اس پر کافی زمانہ گزر گیا اور بے عملی اور جاہلیت ان میں نفوذ کرتی رہی حتیٰ کہ جس ز
میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا صرف نام رہ گیا تھ

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے لکھا ہے کہ ہر امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی گئی ہے یا تو ان کی طرف ا
علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا ہے یا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کسی نہ کسی عالم کے ذریعہ ان کو تبلیغ کی
رہی' اور جن آیات میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہل مکہ کے آباء کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا اس سے مراد ان
سلسلہ نسب میں قریب کے آباء ہیں' اور مطلقاً عذاب سے ڈرانا کسی زمانہ میں بھی منقطع نہیں ہوا اور نہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حج
پوری نہیں ہوگی' اور جب ڈرانے والوں کی تبلیغ کے آثار مٹ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور وہ جو متکلمین
زمانہ فترت کا ذکر کیا ہے' جس زمانہ میں کوئی نبی نہیں ہوتا اور اس زمانہ کے لوگ مکلف نہیں ہوتے وہ محض ایک فرضی اصطلاح

اس تفسیر کی بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل مکہ کے پاس عذاب سے ڈرانے والا کوئی رسول نہیں آیا اور اس آیت
یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے پاس مطلقاً کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی عالم نے اللہ کے عذا

marfat.com

ے ڈرایا ہو جو نبی نہ ہو' جیسے زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ وغیرہ' اس تقریر کے اعتبار سے یٰسٓ :٦ کا حسب ذیل آیت سے کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ. اور ہر امت (گروہ یا جماعت) میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے۔ (فاطر:٢٤)

اس سے مراد ہے کہ گزرے ہوئے زمانوں میں سے ہر زمانہ میں جو بھی لوگوں کا کوئی بڑا گروہ یا جماعت رہی ہے اس میں وئی نہ کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا گزرا ہے' خواہ وہ نبی ہو یا عالم ہو' اس آیت میں بشیر کا ذکر نہیں ہے صرف نذیر کا ذکر ہے کیونکہ ڈرانا تو عقلی دلائل سے بھی ہو سکتا ہے' لیکن مخصوص اجر و ثواب کی بشارت بغیر وحی کے نہیں ہو سکتی' اس لیے بشارت دینا رف نبی کا کام ہے اور نذیر چونکہ نبی کے علاوہ عالم بھی ہو سکتا ہے اس لیے اس آیت میں صرف نذیر کا ذکر فرمایا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں فترۃ (انقطاع نبوت کے زمانہ) کا بھی ذکر فرمایا ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ لٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ. (المائدہ:١٩) اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول فترت (انقطاع نبوت) کے زمانہ میں آ گیا ہے۔

س کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فترت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو یہ مراد نہیں ہے کہ اس زمانہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے کوئی عالم بھی نہ آیا ہو۔

یدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونا

اس آیت پر ایک اور اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ اہل مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے باؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا سو اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ یہود کو ڈرانے کا آپ کو حکم نہ دیا گیا ہو' کیونکہ ان کے آباؤ اجداد کو تو رایا گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم میں رسول کو بھیجتا ہے تو جب تک اس قوم ں ایسے علماء رہیں جو اس نبی کے دین کو بیان کرتے رہیں تو عام طور پر اللہ تعالیٰ اس قوم میں کسی اور رسول کو نہیں بھیجتا' اور جب ن میں ایسے علماء باقی نہ رہیں جو اس نبی کے دین کو بیان کرتے رہیں اور سب لوگ گمراہ ہو جائیں اور نبی کے جانے کے بعد افی زمانہ گزر جائے اور کفر پھیل جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی اور رسول کو بھیج دیتا ہے جو اس سے پہلے کے رسول کی شریعت کو ثابت رتا ہے یا کسی نئی شریعت کو مقرر کرتا ہے' اب اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے باؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا" اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو قوم پہلے رسول کے طریقہ کو ترک کر کے گم راہ ہو چکی ہو اور اس کے بعد ں کو عذاب سے نہ ڈرایا گیا ہو' تو آپ ایسی قوم کو ڈرانے کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں اور یہود اور نصاریٰ ایسی قوم میں داخل یں کیونکہ آپ کے زمانہ میں جو یہود اور نصاریٰ کے قریبی باپ دادا تھے ان کے گم راہ ہونے کے بعد ان کو عذاب سے نہیں ڈرایا یا تھا اور زمانہ فترت میں ان کو عذاب سے ڈرانے کے لیے قریب کے زمانہ میں کوئی نبی نہیں آیا تھا' جس طرح مکہ کے مشرکین ے قریبی باپ دادا کو ڈرانے کے لیے کوئی نبی نہیں آیا تھا' سو جس طرح آپ مکہ کے مشرکین کو عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجے ئے تھے اسی طرح آپ یہود و نصاریٰ کو ڈرانے کے لیے بھی بھیجے گئے تھے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ تمام مخلوق کو اللہ کے ذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

اس سے پہلے یہ آیت گزر چکی ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ کیا یہ منکرین کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اس کتاب کو گھڑ

marfat.com

وَمَآ اَتٰىهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ○ (السجدہ:۳)

لیا ہے' بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے' تا کہ آپ اس قوم کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی (عذاب سے) ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت قبول کر لیں۔

جن نکات پر ہم نے یہاں گفتگو کی ہے ان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم مذکور الصدر آیت کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

غفلت کا معنی

اس کے بعد فرمایا: سو وہ غافل ہیں۔

جو شخص علم کے باوجود کسی چیز سے اعراض کرے اس کو غافل کہا جاتا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے پاس کسی رسول کو اسی وقت بھیجتا ہے جب وہ قوم اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائے۔

کسی چیز کی طرف ذہن متوجہ نہ رہے تو اس کو غفلت کہتے ہیں اور کسی چیز کی صورت انسان کے ذہن میں ہو اور پھر وہ صورت اس کے ذہن سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انسان تین چیزوں میں غفلت کرتا ہے وہ اللہ کے ذکر میں غفلت کرتا ہے' اور وہ طلوع شمس تک صبح کی نماز کو مؤخر کرتا ہے اور وہ قرض ادا کرنے میں غفلت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۱۷۵' مسند الفردوس للدیلمی رقم الحدیث: ۴۲۲۳' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۸۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان میں سے اکثر کے متعلق ہماری خبر ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں' جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں ○ (یٰسٓ: ۸۔۷)

کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنے کا محمل

یعنی اکثر اہل مکہ پر عذاب واجب ہو چکا ہے سو آپ کی تبلیغ سے وہ ایمان نہیں لائیں گے' کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان کے متعلق یہ علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے تا حیات ایمان نہیں لائیں گے اور کفر پر ہی مریں گے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان نہ لانے اور کفر پر اصرار کرنے کا سبب بیان کیا اور فرمایا: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں' جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں ○

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابو جہل بن ہشام اور اس کے دو مخزومی ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو جہل نے قسم کھائی کہ اگر اس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پتھر سے آپ کا سر کچل دے گا' جب اس نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پتھر اٹھا کر آپ کی طرف بڑھا جب اس نے پتھر اٹھا کر آپ کی طرف اشارہ کیا تو اس کا ہاتھ اس کے گلے کی طرف لوٹ آیا' اور پتھر اس کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا' اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ وغیرہ نے بیان کیا ہے' اور اس مثال میں ابو جہل اس شخص کی مثل ہے جس کا ہاتھ اس کی گردن تک باندھا ہو۔ پھر ابو جہل اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے' تو اس کے دو ساتھیوں میں سے ولید بن مغیرہ نے کہا میں اس کا سر پھاڑ کر آتا ہوں' وہ آپ کے پاس پہنچا آپ اسی طرح نماز پڑھ رہے تھے اس نے پتھر مارنے کے لیے اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا' وہ آپ کی آواز تو سن رہا تھا لیکن وہ آپ کا سر نہیں دیکھ رہا تھا' وہ بھی اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور اس نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کو نہیں دیکھ سکا میں ان کی آواز تو سن رہا تھا لیکن مجھے ان کا سر نظر

marfat.com

نہیں آ رہا تھا' تب ابوجہل کے تیسرے ساتھی نے کہا میں جا کر ان کا سر پھاڑ کر آؤں گا' وہ پتھر اٹھا کر چل پڑا پھر الٹے پیر پلٹ آیا' اور پیٹھ کے بل بے ہوش ہو کر گر پڑا' اس سے اس کے ساتھیوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے کہا جب میں ان کے قریب ہوا تو میں نے دیکھا ایک بہت بڑا سانڈ (بیل) ہے جو اپنی دم ہلا رہا ہے میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا سانڈ نہیں دیکھا تھا' وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا' لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں ان کے قریب جاتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں' جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں' جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ص ۹' زاد المسیر ج ۷ص ۶' معالم التنزیل ج ۴ص ۶' روح المعانی جز ۲۲ص ۳۲۳)

ابوجہل کا واقعہ بعض کتب حدیث میں اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا اگر میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو پیروں سے روندوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اس کو ظاہرا پکڑ لیتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۳۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ص ۲۹۸' مسند احمد ج ۱ص ۲۴۸' مسند البزار رقم الحدیث ۲۱۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۰۶۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۲۶۰۴' دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ص ۲۰۶' رقم الحدیث ۱۵۷)

مقمحون کا معنی

مقمحون کا مادہ قمح ہے' اس کا معنی ہے گردن پھنسنے کی وجہ سے سر کا اوپر اٹھا ہوا ہونا' اقماح کا معنی ہے سر اٹھا کر آنکھیں بند کر لینا' مقمح اس شخص کو کہتے ہیں جو سر اٹھا لے اور آنکھیں بند کر لے' **بعیر قامح** اس اونٹ کو کہتے ہیں جو پانی پینے کے بعد آنکھیں بند کر کے سر اٹھائے کھڑا ہوتا ہے۔

ازہری نے کہا دوزخیوں کی گردنوں میں طوق پھنسے ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے ٹھوڑیاں اوپر کو اٹھ جائیں گی' پھر لامحالہ سر بھی اوپر کو اٹھ جائیں گے' علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اس آیت میں تمثیل اور تشبیہ ہے' حقیقت مراد نہیں ہے' کفار سرکشی کرتے تھے' حق کو قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے' راہ خدا میں خرچ کرتے وقت گردن اکڑاتے تھے' اس لیے ان کی شکل اس شخص کی طرح ہو گئی جس کی ٹھوڑی اوپر کو اٹھی ہوئی ہو۔ خلیل نے کہا اگر گندم پکنے کے بعد سے لے کر گودام میں رکھنے کے وقت تک اس گندم کو خوشوں میں ہی رکھا جائے تو اس گندم کو قمح اور اس سے بنائے ہوئے ستو کو قمیح کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ص ۵۳۳۔۵۳۲' لسان العرب ج ۲ص ۵۶۷۔۵۶۵ ملخصا وموضحا)

کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنا ان کے ایمان نہ لانے کو کس طرح مستلزم ہے

اس کا معنی ہے ان کی گردنوں اور ان کے ہاتھوں میں ہم نے طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں کیونکہ جب گردن سے ٹھوڑی تک طوق ہوگا تو اس نے ہاتھوں کو بھی جکڑا ہوا ہوگا' ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہوں گے وہ اپنے سروں کو جھکا نہیں سکیں گے کیونکہ جس کے ہاتھ ٹھوڑی تک باندھ دیئے گئے ہوں اس کا سر اوپر اٹھ جاتا ہے' عبد اللہ بن یحییٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی نے اپنے دونوں ہاتھ ڈاڑھی کے نیچے رکھ کر ان کو ملایا اور سر کو اوپر اٹھا کر دکھایا کہ اس طرح اقماح ہوتا ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ ۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھ۔

(الاسراء: ۲۹)

marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ یہ کفار حق کو قبول کرنے سے اس طرح تکبر کرتے ہیں اور اپنی گردن اکڑاتے ہیں جس طرح کسی شخص
کے ہاتھوں میں طوق ڈال کر اس کی گردن کے ساتھ جکڑ دیا ہو جس کے باعث اس کا سر اس طرح اوپر اٹھا ہوا ہو کہ وہ اس کو نیچے
جھکا نہ سکے اور اس کی آنکھیں اس طرح بند ہوں کہ وہ ان کو کھول نہ سکے' اور ازہری نے کہا جب ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن
کے ساتھ طوق میں جکڑ دیا گیا تو طوق نے ان کی ٹھوڑی اور ان کے سر کو اس طرح اوپر اٹھا دیا جس طرح اونٹ اپنا سر اوپر اٹھا
ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے اختیار کی وجہ سے ان کے دلوں میں کفر پیدا کر دیا گیا ہے' اور اس کا یہ بھی معنی ہے کہ ان کی ضد
اور ان کے عناد کی وجہ سے ان کو یہ سزا دی گئی کہ ان سے ایمان لانے کی توفیق کو سلب کر لیا گیا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت
میں یہ اشارہ ہے کہ آخرت میں ان کو جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کو زنجیروں کے ساتھ باندھ دیا جائے گا اور ان کی
گردنوں میں طوق ڈال کر ان کو جکڑ دیا جائے گا' جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۙ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا' پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔ (المؤمن: ۷۲-۷۱)

مجاہد نے مقمحون کی تفسیر میں کہا ہے ان سے ہر خیر کو روک دیا جائے گا۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ باندھنے کی وجہ سے اس کا سر اوپر کو اٹھا ہوا
ہو' اس سے یہ معنی کس طرح سمجھ میں آ سکتا ہے کہ وہ ہدایت کو قبول نہیں کرے گا اور وہ ایمان نہیں لائے گا! اس کا جواب یہ ہے
کہ جس شخص کا سر اوپر اٹھا ہوا ہو اور وہ نیچے نہ دیکھ سکتا ہو اور اس کی آنکھیں بند ہوں جن کو وہ کھول نہ سکتا ہو تو اس کو ظاہری اور
حسی راستہ نظر نہیں آئے گا' اس کو اپنے قدموں کے نیچے کی جگہ نظر نہیں آئے گی اگر وہ کسی راستہ پر چلے گا تو وہ کسی گڑھے میں یا
کسی کنویں میں گر سکتا ہے اور کسی وقت بھی ہلاک ہو سکتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ضدی' متکبر اور معاند کافر کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ
دی ہے جس طرح اس شخص کو حسی راستہ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح جس شخص کی تکبر سے گردن اکڑی ہوئی ہو اس کو دین کا معنوی
راستہ نظر نہیں آتا' اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ جو ان کو اللہ کے عذاب ڈراتے ہیں اور ہدایت دیتے
ہیں اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ضرور ہدایت کو قبول کر لیں اور ایمان لے آئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ اکثر کفار اپنی
ضد' عناد اور تکبر کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں سے اکثر کفار ایمان
نہیں لائیں گے اور اس کے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی سو ہم نے ان کو
ڈھانپ دیا پس وہ کچھ نہیں دیکھتے ○ اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے ○ آپ
کا ڈرانا صرف اس کے لیے (مفید) ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمان سے ڈرے تو آپ اس کو مغفرت اور باوقار
ثواب کی نوید سنا دیجئے ○ (یٰسٓ: ۱۱-۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورۃ یٰسٓ پڑھتے ہوئے کفار کے نرغے سے نکل جانا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یٰسٓ: ۹ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ہم نے کفار
قریش کی آنکھوں پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ایذاء پہنچانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ پاتے' اس
کی تفصیل یہ ہے کہ بنو مخزوم کے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی' جن میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ

marfat.com

بھی تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور وہ آپ کی قرأت سن رہے تھے' انہوں نے آپ کو قتل کرنے کے لیے ولید بن مغیرہ کو بھیجا وہ اس جگہ جہاں آپ نماز پڑھ رہے تھے' وہ آپ کی قرأت سن رہا تھا لیکن اس کو آپ نظر نہیں آئے' اس نے واپس جا کر ان کو بتایا' وہ سب اس جگہ پہنچے جہاں آپ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اپنے سامنے دیکھا اور اپنے پیچھے دیکھا لیکن آپ ان کو سامنے نظر آئے نہ پیچھے نظر آئے اور یہ اس آیت کا معنی ہے: ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی' سو ہم نے ان کو ڈھانپ دیا پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے O

امام ابن اسحاق' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر قریش جمع ہو گئے اور ان میں ابوجہل بھی تھا' انہوں نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نے ان کا کہنا مان لیا تو تم عرب اور عجم کے سردار بن جاؤ گے' اور یہ کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے' پھر تم کو دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاک کی ایک مٹھی لے کر نکلے' آپ نے فرمایا ہاں میں کہتا ہوں اور تم بھی ان دوزخیوں میں سے ایک ہو' اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا سو وہ آپ کو دیکھ نہ سکے' پھر آپ نے وہ خاک کی مٹھی لے کر ان کے سروں پر ڈال دی اور اس وقت آپ نے **یٰسٓ و القرآن الحکیم** سے لے کر **فاغشینھم فھم لا یبصرون** تک نو آیتیں پڑھیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کے پڑھنے سے فارغ ہو گئے' اور ہر شخص کے سر میں وہ مٹی پہنچ گئی' ان میں سے جو شخص بھی اپنے سر پر ہاتھ رکھتا اس کے سر میں وہ مٹی ہوتی' بالآخر انہوں نے کہا وہ ہم سے سچ کہتے تھے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر قریش جمع ہو گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ آپ گھر سے باہر نکلیں تو وہ آپ کو ایذاء پہنچائیں' آپ پر یہ امر گراں گزرا تو حضرت جبریل سورۃ یٰسٓ لے کر آپ کے پاس آئے' اور آپ سے کہا کہ آپ ان کے سامنے سے نکل جائیں' آپ نے ایک ہاتھ میں خاک کی مٹھی لی اور سورۃ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے سامنے سے نکلے اور ان کے سروں کے اوپر خاک ڈالتے ہوئے گزرے' آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور وہ آپ کو نہ دیکھ سکے' ان میں سے جو شخص بھی اپنے سر پر ہاتھ لگاتا تو اس کے سر میں مٹی ہوتی' پھر ان کے پاس باہر سے کوئی شخص آیا اور ان سے پوچھا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کر رہے ہیں' اس نے کہا میں نے تو ان کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے' پھر انہوں نے کہا چلو اٹھو وہ تم پر جادو کر کے نکل گئے۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قریش نے جمع ہو کر عتبہ بن ربیعہ کو بلایا اور کہا تم اس شخص کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تمہاری قوم کہتی ہے کہ بے شک آپ بہت عظیم دین لے کر آئے ہیں' جس دین پر ہمارے باپ دادا نہیں تھے' اور ہمارے دانشور لوگ اس دین میں آپ کی اتباع نہیں کر رہے' اور آپ نے ضرور کسی ضرورت کی بناء پر اس دین کی پیروی کی دعوت دی ہے' پس اگر آپ کو مال چاہیے تو آپ کی قوم مال جمع کر کے آپ کو پیش کر دیتی ہے' سو آپ اس دین کو چھوڑ دیں اور اسی دین پر عمل کریں جس دین پر آپ کے باپ دادا عمل کرتے تھے' پھر عتبہ آپ کے پاس پہنچا اور جس طرح انہوں نے بتایا تھا' اسی طرح اس نے آپ سے کہا' جب وہ اپنا پیغام پہنچا کر خاموش ہو گیا تو آپ نے حٰمٓ السجدۃ کی تیرہ آیتیں پڑھیں وہ آیتیں یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے
حٰمٓ ۚ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ	حامیم' نہایت رحم فرمانے والے مہربان کی طرف سے

imarfat.com

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ (حٰم السجدہ: ۱۳۔۱)

نازل کی ہوئی ۝ کتاب جس کی آیتوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' قرآن عربی زبان میں اس قوم کے لیے ہے جو جانتی ہے ۝ یہ (قرآن) نیک لوگوں کو بشارت دینے والا ہے اور بدکاروں کو عذاب سے ڈرانے والا ہے' اکثر لوگوں نے اعراض کیا وہ غور سے نہیں سنتے ۝ انہوں نے کہا تم جس دین کی طرف ہمیں دعوت دے رہے ہو' ہمارے دلوں پر اس سے پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے' اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے' سو آپ اپنا کام کریں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں ۝ آپ کہیے کہ میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہاری عبادت کا مستحق صرف ایک ہی معبود ہے' سو اسی (کی عبادت) پر جمے رہو اور اس سے مغفرت طلب کرو اور مشرکین کے لیے عذاب ہے ۝ جو اپنے مال میں سے ضرورت مندوں پر خرچ نہیں کرتے اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے ہیں ۝ بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے دائمی اجر ہے ۝ آپ ان سے پوچھیے کیا تم اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شریک قرار دے رہے ہو' وہی رب العلمین ہے ۝ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیئے' اور اس میں برکت رکھی اور چار دنوں میں اس کی تمام پیداوار کا نظام بنایا' سو سوال کرنے والوں کے لیے یہ مکمل جواب ہے ۝ پھر آسمان کی طرف قصد کیا وہ اس وقت دھواں سا تھا' پس اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے آؤ' انہوں نے کہا ہم خوشی سے آنے والے ہیں ۝ سو اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب احکام کو نافذ کیا' اور آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور (شیطان سے) محفوظ کر دیا' یہ بہت غالب اور بے حد جاننے والے کا نظام ہے ۝ پس اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تم کو ایک ایسے کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا۔

ان آیات کو سن کر عتبہ اپنے کفار ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا انہوں نے میرے ساتھ ایسے کلام کے ساتھ خطاب کیا ہے

marfat.com

جو نہ شعر ہے نہ سحر ہے' وہ بہت عجیب کلام ہے' وہ لوگوں کے کلام کی طرح نہیں ہے' اس کے ساتھی اس پر غضب ناک ہوئے اور کہا ان کے پاس ہم سب مل کر جاتے ہیں' جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس تشریف لے آئے' آپ نے ان کا قصد کیا اور ان کے سروں کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے' اور آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر یٰسٓ کی ابتدائی نو آیتیں پڑھیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں پر باندھ دیا اور ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ایک دیوار کھڑی کر دی' آپ نے ایک خاک کی مٹھی اٹھا کر ان کے سروں پر ڈالی اور ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ نہ جان سکے کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا' ان کو بعد میں بہت تعجب ہوا اور کہا ہم نے ان سے بڑھ کر کوئی جادوگر نہیں دیکھا' بھلا دیکھو تو سہی وہ ہمارے ساتھ کیا کر گئے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۴۱-۴۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث میں مسلمانوں کے لیے یہ رہ نمائی ہے کہ جب کبھی ان کے گرد کفار کا گھیرا تنگ ہو جائے اور انہیں بہ ظاہر نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو پھر ان کے نرغے سے نکلنے کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ قرآن کا دامن تھام لیں' آج کل مسلمان ممالک ہر طرف سے کفار کے دباؤ میں ہیں چیچنیا کے مسلمانوں کو روس نے اپنے مظالم کا شکار بنا رکھا ہے' افغانستان اور عراق امریکا کے استبداد کا نشانہ ہیں فلسطین کے مسلمان اسرائیل کے تشدد تلے پس رہے ہیں' کشمیر کے مسلمان بھارت کے نرغے میں ہیں' بوسنیا کے مسلمان' سربوں کے ہاتھوں تنگ ہیں' غرض ہر جگہ مسلمان کافروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں' اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام سے رشتہ توڑ کر کفر سے ناطہ جوڑ لیا ہے' ہم فسق و فجور کی دلدل میں غرق ہو رہے ہیں' فرائض اور واجبات کے تارک ہیں' قرآن کی تعلیم اور اس کا نظام ہمیں قصہ پارینہ اور فرسودہ دکھائی دیتا ہے' مغربی تہذیب اور نت نئے فیشنوں کو اپنانے کے شوق میں ہم اسلامی اقدار سے بہت دور نکل آئے' اب ہمیں اسلامی حدود و تعزیرات' وحشیانہ سزائیں معلوم ہوتی ہیں اور عبادات کو ہم بوجھ سمجھنے لگے ہیں' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم مثالی مسلمان تو کیا بنتے قابل ذکر انسان بھی نہ بن سکے۔

سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کرنے کے محامل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی سو ہم نے ان کو ڈھانپ دیا پس وہ کچھ نہیں دیکھتے O (یٰسٓ: ۹)

اس میں یہ بتایا ہے کہ کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال کر ان کے ہاتھوں کو ان کی ٹھوڑی کے ساتھ باندھا ہوا ہے جس سے ان کا سر اوپر اٹھا ہوا ہے اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا' پھر ان کے سامنے بھی دیواریں ہیں اور پیچھے بھی دیواریں ہیں تو وہ راستہ نہیں دیکھ سکتے' اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی عقل سے کام لے کر مظاہر فطرت میں غور کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے' وہ اس کائنات میں پھیلے ہوئے توحید کے دلائل میں غور کر کے ہدایت حاصل کرتے یا خود ان کے نفس میں جو نشانیاں ہیں ان میں غور کرتے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ. (حٰمٓ السجدۃ: ۵۳)

ہم ان کو اپنی نشانیاں عنقریب آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے اندر بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔

سو انہوں نے باہر کی دنیا سے ہدایت حاصل کی نہ اپنے اندر سے' ان کے آگے بھی عناد اور جہالت کی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی تکبر اور سرکشی کی دیوار ہے سو ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے قہر اور اس کی سزا نے ان کو ڈھانپ لیا ہے۔

اس جگہ ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ ان کے سامنے بھی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی

marfat.com

دیوار ہے' سو وہ کچھ نہیں دیکھتے' جو انسان کسی راستہ پر جا رہا ہو تو اس کے سامنے جو دیوار ہو وہ تو اس کو راستہ پر چلنے سے مزاحم رکاوٹ ہوتی ہے' لیکن جو دیوار اور اس کے پیچھے ہو وہ تو اس کے چلنے کے لیے کسی طرح رکاوٹ نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ کہ انسان کے لیے ایک ہدایت فطریہ ہے اور ایک ہدایت نظریہ ہے' ہدایت نظریہ سے مراد ہے کائنات میں غور و فکر کر کے ہدایت حاصل کرنا اور ہدایت فطریہ سے مراد ہے جبلی اور پیدائشی ہدایت' جیسے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس فطری ہدایت کو کافر اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں ضائع کر چکا ہے اور کائنات میں غور و فکر کر کے اس نے ہدایت نظریہ کو حاصل نہیں کیا' سامنے کی دیوار سے مراد ہدایت نظریہ کو حاصل نہ کرنا ہے اور پیچھے کی دیوار سے مراد ہدایت فطریہ کو ضائع کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دنیا انسان کے سامنے ہے اور آخرت پیچھے ہے انسان کو چاہیے کہ وہ دنیا کی صلاح کے لیے بھی اللہ کو یاد رکھے اور آخرت کی فلاح کے لیے بھی اللہ کو یاد رکھے' اور کافر دنیا کی صلاح کی فکر کرتا ہے نہ آخرت کی فلاح کی تیاری کرتا ہے اس لیے فرمایا اس کے سامنے بھی اس کے ضد اور عناد کی دیوار ہے اور اس کے پیچھے بھی اس کی غفلت اور جہالت اور انکار اور کفر کی دیوار ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جو انسان کسی راستہ پر جا رہا ہو اور اسے آگے جانے کے لیے راستہ نہ ملے تو وہ پھر پیچھے لوٹ آتا ہے اور اگر پیچھے بھی راستہ نہ ملے تو پھر وہ اسی جگہ کھڑا رہ جاتا ہے' منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے نہ اپنے مقر اور ٹھکانے تک لوٹ سکتا ہے اور یوں وہ ناکام و نامراد رہ جاتا ہے' سو یہ جو فرمایا ہے کہ اس کے آگے بھی دیوار ہے اور اس کے پیچھے بھی دیوار ہے یہ دراصل اس کی ناکامی اور نامرادی کی طرف اشارہ ہے۔

اس سے پہلے فرمایا تھا کہ وہ مقمحون ہیں یعنی ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں' گویا وہ نیچے نہیں دیکھ سکتے اور ان کے اپنے نفسوں میں جو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نشانیاں رکھی ہیں ان پر غور کر کے ان سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتے' اب فرمایا ان کے آگے اور پیچھے دیوار ہے اور ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے گویا اب وہ آفاق اور اس خارجی کائنات سے بھی ہدایت حاصل نہیں کر سکتے' سو آفاق اور انفس سے ہدایت کی یہ دونوں راہیں ان پر بند کر دی گئیں ہیں اور ان کے مقدر میں سوا کفر اور گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان پر ہدایت کے تمام راستے بند کر دیے ہیں تو پھر ان کی مذمت کیوں کی جا رہی ہے اور پھر کس جرم کی بناء پر آخرت میں ان کو سزا دی جائے گی' کیونکہ جب اللہ کے رسول نے ان کو دنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح کے لیے ایمان لانے اور اعمال صالح کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کا مذاق اڑایا' آپ کو ایذائیں پہنچائیں اور آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کیں اور آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے' آگے اور پیچھے ان کی ہدایت کے دروازے بند کر دیئے کہ بالفرض اب یہ ایمان لانا بھی چاہیں تو ان کو ایمان لانے نہیں دیا جائے گا یہ ان پر جبر نہیں ہے بلکہ یہ سزا ہے ان کے کفر اور عناد کی اور ان کے تکبر اور ان کی سرکشی کی جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی کئی بار بیان کر چکے ہیں۔

کفار کو ڈرانا یا نہ ڈرانا صرف ان کے حق میں برابر ہے

اس کے بعد فرمایا: اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے O (یٰسٓ: ۱۰)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب کافروں کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے تو پھر ان کو کس لیے آپ ڈراتے تھے' اور آپ کو تبلیغ کرنے اور ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے کا کیوں حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب سے ڈرانا اور نہ ڈرانا کفار کے

حق میں برابر ہے آپ کے حق میں برابر نہیں ہے' آپ کفار کو عذاب سے جتنا زیادہ ڈرائیں گے آپ کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا' اور تبلیغ کی راہ میں آپ جس قدر زیادہ تکلیفیں اور مشقتیں اٹھائیں گے' اللہ کے نزدیک آپ کا قرب اور درجہ اتنا زیادہ ہوگا' اور ان کے حق میں آپ کا عذاب سے ڈرانا اور نہ ڈرانا اس لیے برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ آپ کی بسیار کوشش اور انتھک جدو جہد کے باوجود یہ اپنی ضد اور تکبر پر قائم رہیں گے اور اپنے قصد اور اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے اور آخر وقت تک کفر پر جمے رہیں گے۔

اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے البقرہ:۶' تبیان القرآن ج ۱ص ۲۹۷۔۲۹۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت سے جبریہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اللہ جس کو چاہے مومن بنا دے اور جس کو چاہے کافر بنا دے انسان کا کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں ہے' یہ غلط نظریہ ہے' اللہ اسی چیز کو پیدا کرتا ہے جس کو انسان اختیار کرتا ہے' اس کو ازل میں علم تھا کہ یہ کفار اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے اس لیے اس نے ان کے حق میں عدم ایمان کو مقدر کر دیا۔

ان کا بیان جن کو عذاب سے ڈرانا مفید ہے

اس کے بعد فرمایا: آپ کا ڈرانا صرف اس کے لیے (مفید) ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے تو آپ اس کو مغفرت اور باوقار ثواب کی نوید سنا دیجئے O (یٰسٓ ۱۱)

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے آپ صرف ان کو ڈرائیں جو نصیحت پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے۔

(۱) آپ کا ڈرانا صرف ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو قرآن مجید کی آیات پر عمل کریں اور آپ کی اتباع کریں۔

(۲) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ بر طریقہ عموم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں' لیکن کفار اور مشرکین آپ کے وعظ اور نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے' آپ اسی طرح عموم کے ساتھ ہدایت دیتے رہیں تاہم آپ کی نصیحت سے صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ ہوگا جو آپ کی نصیحت پر عمل کریں گے۔

(۳) جب آپ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں تو بعض لوگ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور بعض آپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں تو اول الذکر لوگوں سے اعراض کیجئے' اور ثانی الذکر لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے۔

(۴) آپ عمومی طور پر اصول اور عقائد کا ذکر کریں اور جو آپ کی نصیحت پر عمل کرنے والے ہیں ان کے سامنے نماز اور روزے پر مشتمل فرعی احکام بیان کریں تاکہ وہ ان پر عمل کر کے اخروی ثواب حاصل کریں۔

اس آیت میں فرمایا ہے آپ کا ڈرانا صرف اس کے لیے ہے جو ذکر کی اتباع کرے۔

ذکر سے مراد قرآن مجید ہے یا اس سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں' یا اس سے مراد وہ دلائل ہیں جو قرآن مجید کے برحق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے نیاز اور نکتہ نواز ہونا

اور رحمٰن سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رحمٰن کی گرفت یا اس کے عذاب سے ڈر کر برے عقائد اور برے کاموں کو ترک کر دے اور اچھے عقائد اور اچھے کاموں کو اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے دو اسم مختص ہیں ایک لفظ اللہ ہے اور دوسرا لفظ رحمٰن ہے' جیسا کہ فرمایا ہے:

marfat.com

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ. آپ کہیے کہ تم اللہ کو یاد کرو یا رحمٰن کو یاد کرو۔

(بنو اسرائیل: ۱۱۰)

اور علماء نے ان دونوں اسموں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ لفظ اللہ جلال اور ہیبت پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحمٰن اس رحمت کی زیادت پر دلالت کرتا ہے' اس کے باوجود کسی جگہ لفظ اللہ رحمت کے لیے آتا ہے جیسے فرمایا:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا. (الزمر: ۵۳) تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہو بخش دے گا۔

اور کبھی رحمٰن کا لفظ غضب کے لیے آتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے وخشی الرحمن بالغیب اور بن دیکھے ر سے ڈرے یعنی اس کے غضب اور اس کے عذاب سے ڈرے' یعنی اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ جلال اور ہیبت والا ہے تم سے اپنی امیدیں منقطع نہ کرو' اور اس کے باوجود کہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے تم اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو' یعنی بندہ کو چاہیے کہ وہ اس کی رحمت سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ وہ دردناک عذاب میں بھی تو مبتلا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فر ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ○ (الحجر: ۵۰-۴۹) آپ میرے بندوں کو بتائیے کہ میں بے حد معاف کر والا اور بہت رحم فرمانے والا ہوں ○ اور بے شک میرا عذاب دردناک عذاب ہے۔

وہ نکتہ نواز اور بے نیاز ہے وہ جلال میں ہو تو ایک بلی کو باندھ کر بھوکا رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور فرمائے تو ایک کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے ساری عمر کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے ڈرنے کا معنی

اس آیت میں جو فرمایا ہے وہ بن دیکھے رحمان سے ڈرے' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ موت کے وقت عذاب کے فرشتو دیکھنے سے پہلے یا حشر کے احوال کو دیکھنے سے پہلے یا دوزخ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس پر ایم لے آئے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ بسا اوقات انسان لوگوں کے سامنے کوئی ناجائز اور حرام کام نہیں کرتا ان سے حیا کرتا اور اپنی مذمت سے ڈرتا ہے اور جب وہ تنہا ہوتا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا' اس وقت وہ کوئی ناجائز اور حرام کام کر لیتا اور اللہ سے نہیں ڈرتا' سو بندہ کو چاہیے کہ جس طرح وہ لوگوں کے سامنے برے اور غلط کام نہیں کرتا' اسی طرح تنہائی میں اللہ تع سے بھی حیا کرتے ہوئے اور صرف اس سے ڈرتے ہوئے برے کام نہ کرے' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ غیب سے مراد قلب ہے' یعنی انسان دل سے اللہ سے ڈرے یہ نہ ہو کہ انسان ظاہری طور پر اپنے اوپر خشیت کو طاری کرے اور دل میں اللہ کا ڈر نہ ہو

اور فرمایا: تو آپ اس کو مغفرت اور باوقار ثواب کی نوید سنا دیجئے۔

یعنی جس کو آپ نے عذاب سے ڈرایا اور وہ ڈر کر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے لگا اور اس نے برے کاموں کو ترک دیا تو آپ اس کو ثواب کی بشارت دیجئے' اور اس ثواب سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا خیال آیا ہے اور ان سب میں بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کا را ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو انہوں نے پہلے

دیئے اور وہ عمل (بھی) جو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیئے اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے O
(یٰسٓ: ۱۲)

انسان کے اچھے یا برے اعمال کا لکھا ہوا محفوظ ہونا

اس آیت میں مُردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے اور اس میں ان کافروں کا رد ہے جو اس کے قائل نہیں تھے کہ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا' اور اس آیت میں یہ بھی ذکر ہے کہ انسان جو کچھ عمل کرتا ہے اس کو لکھ لیا جاتا ہے اور اسی کے مطابق انسان کو آخرت میں جزا یا سزا دی جائے گی۔ انسان سب سے پہلے اللہ کو واحد ماننے کا مکلف ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مکلف ہے' اور پھر آخرت پر ایمان لانے کا مکلف ہے' اس سے پہلی آیتوں میں توحید اور رسالت کا ذکر فرمایا تھا اور اب اس آیت میں آخرت کا ذکر فرمایا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم ان کے وہ عمل بھی لکھ رہے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیج دیئے اور وہ عمل (بھی) جو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیئے۔

درج ذیل آیتوں میں بھی انسان کے پہلے اور بعد کے بھیجے ہوئے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۔ (الانفطار: ۵) — (قیامت کے دن) ہر شخص اپنے پہلے بھیجے ہوئے اور بعد میں بھیجے ہوئے اعمال کو جان لے گا۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۔ (القیامۃ: ۱۳) — اس دن انسان کو اس کے پہلے بھیجے ہوئے اور بعد میں بھیجے ہوئے اعمال کی خبر دی جائے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (الحشر: ۱۸) — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص غور کرے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا عمل بھیج رہا ہے۔

آثار سے مراد انسان کے وہ عمل ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بعد باقی رہ جاتے ہیں اور دنیا میں انسان کے اعمال کا اچھائی یا برائی کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے' اور آخرت میں اعمال کی جزا یا سزا دی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو دین کا علم پڑھاتا ہے اور پھر اس کے شاگرد اس علم کی اشاعت کرتے رہتے ہیں یا وہ کسی دینی موضوع پر کتاب تصنیف کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ کتاب شائع ہوتی رہتی ہے' وہ کوئی مسجد بنا دیتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس میں نماز پڑھی جاتی ہے یا وہ کوئی دینی مدرسہ بنا دیتا ہے یا لائبریری بنا دیتا ہے' کوئی کنواں کھدوا دیتا ہے' غریبوں کے علاج کے لیے کوئی ہسپتال قائم کر دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس وہ کوئی بھی ایسا نیک کام کر جاتا ہے جس کا فیض اس کے بعد بھی جاری رہتا ہے' یہ نیک کاموں کی مثالیں ہیں۔

اور برے کاموں کی مثالیں یہ ہیں: جیسے کوئی انسان شراب خانہ یا قحبہ خانہ بنا کر مر جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ بدکاری کے اڈے قائم رہتے ہیں اور ان میں بدکاری ہوتی رہتی ہے' یا کوئی انسان مندر بنا کر مر جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس میں بتوں کی پوجا ہوتی رہتی ہے یا کوئی انسان ریس کورس یا جوئے خانہ بنا کر مر جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی وہاں جوئے کا کھیل اور گھوڑ دوڑ پر بازیاں لگائی جاتی رہتی ہیں' اسی طرح کوئی شخص فلم سٹوڈیو یا سینما یا وڈیو شاپ یا میوزک ہاؤس بنا جاتا ہے یا کوئی بھی ایسا برا کام کر کے چلا جاتا ہے جہاں اس کے مرنے کے بعد بھی برائی ہوتی رہتی ہے' نیکی اور برائی کے عمل بعد میں جاری رہنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

marfat.com

نیکی اور برائی کے عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کوئی نیک عمل ایجاد کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہو گی' اور جو شخص اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس برے طریقہ کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو لوگ اس برے طریقہ پر عمل کریں گے اسے ان کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی (قیامت تک) قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم کو اس کے قتل کی سزا سے حصہ ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو تین عملوں کے سوا اس کے باقی اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۷۸' شرح السنہ ج ۱ ص ۲۲۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۶۵۵)

سعید بن جبیر نے کہا لوگ جس کام کی بنیاد رکھتے ہیں اور ان کے بعد اس پر عمل کیا جاتا ہے اس کو لکھ لیا جاتا ہے۔

مجاہد نے کہا انہوں نے جو برا کام ایجاد کیا ہو اس کو بھی لکھ لیا جاتا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۱۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

زیادہ دور سے آ کر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ نے یہ شکایت کی کہ ان کے گھر مسجد سے دور ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی و نکتب ما قدموا و اثارھم' ایک قوم نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جتنے قدم مسجد میں چل کر جاتے ہیں ان کو لکھ لیا جاتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۸۲' المستدرک ج ۲ ص ۴۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے خالی کیے جانے کو ناپسند فرمایا' اور یہ ارشاد فرمایا: اے بنو سلمہ! تم اپنے قدموں کے نشانات میں ثواب کی نیت کیوں نہیں کرتے! سو وہ اپنے گھروں میں برقرار رہے۔ (شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۷۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۴۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتا ہے' پھر اس کے بعد اس کو زیادہ اجر ملتا ہے جو اس کے بعد زیادہ دور سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتا ہے' اور جو نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے' اس کو اس شخص سے زیادہ نماز پڑھنے کا اجر ملتا ہے جو اپنی نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۹۴' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۶۴)

جو شخص زیادہ دور سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتا ہے اس کو زیادہ اجر اس لیے ملتا ہے کہ وہ زیادہ قدم چل کر مسجد میں آتا ہے اور زیادہ قدم چلنے کا اجر و ثواب لکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص تھا جس کا گھر سب سے زیادہ مسجد سے دور تھا وہ تمام نمازیں مسجد میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا' میں نے اس سے کہا کاش تم ایک دراز گوش خرید لو اور سخت گرمی میں اور اندھیری راتوں میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو' اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے متصل ہو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا یا نبی اللہ! تا کہ میرے گھر سے مسجد آنے اور مسجد سے واپس گھر جانے کا اجر و ثواب لکھا جائے' آپ نے فرمایا: تم نے جو نیت کی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا ثواب عطا فرما دیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۷۴' دار الکتب العلمیہ' رقم الحدیث: ۲۰۷۱۱' دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر سے دوسرے کے گھر تک (کسی نیک مقصد کے لیے) چل کر جاتا ہے تو ہر قدم پر اللہ ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۴۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام مبین کے متعدد معانی اور محامل

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوح محفوظ میں منضبط کر دیا ہے۔ (یٰسٓ: ۲۱)

یٰسٓ: ۱۲ کے اس حصہ کے حسب ذیل معانی ہیں:

اس میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے انسانوں کے جو اعمال لکھے ہیں اس سے پہلے بھی ان کے اعمال لکھے ہوئے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ انسانوں کو اختیار عطا کرے گا تو وہ اپنے اختیار سے کیا کیا عمل کریں گے اور پھر اس نے بندوں کے ان اعمال کو لوح محفوظ میں لکھ کر محفوظ کر دیا جیسا کہ یٰسٓ کی اس آیت میں ہے' اور ایک اور آیت میں بھی ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○ (القمر: ۵۳-۵۲)

اور ہر وہ کام جو انہوں نے کیا ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہر چیز کی تقدیر مقرر کر دی تھی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۳۸' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۷۵-۳۷۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھو' اس نے کہا میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور ابد تک جو کچھ ہونے والا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰)

سو ازل میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے' پھر جب بندے عمل کرتے ہیں تو کراماً کاتبین ان کے اعمال کو دوبارہ لکھتے ہیں' اور اسی لکھے ہوئے کو حشر کے دن ان پر پیش کیا جائے گا' ان کے لکھنے کا ذکر یٰسٓ: ۱۲ میں بھی ہے کہ ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو

marfat.com

انہوں نے پہلے بھیج دیئے اور حسب ذیل آیت میں بھی ہے:

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ (الانفطار: ۱۲-۱۰) بے شک تم پر نگران ہیں ○ معزز لکھنے والے ○ وہ جا... ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

لوح محفوظ میں منضبط کرنے کا یہ معنی بھی ہے کہ جس چیز کو لکھا جاتا ہے بعض اوقات وہ منتشر ہو جاتی ہے اور وقت پر ... ملتی' اللہ تعالیٰ نے اس وہم کا ازالہ کر دیا اور بتایا کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں وہ لوح محفوظ میں منضبط ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی. (طٰہٰ: ۵۲) موسیٰ نے کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتا... (لوح محفوظ) میں ہے' میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

اور لوح محفوظ میں منضبط کرنے کا تیسرا معنی یہ ہے کہ پہلے فرمایا تھا کہ ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو انہوں نے ... بھیج دیئے' اس کے بعد یہ واضح فرمایا کہ ہم صرف بندوں کے اعمال ہی نہیں لکھتے بلکہ ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے اس کو ... محفوظ میں منضبط کر دیا ہے۔

لوح محفوظ کو امام اس لیے فرمایا ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جس کی اتباع اور اقتداء کی جاتی ہے اور فرشتے احکام کو نافذ کر... میں لوح محفوظ کی اتباع کرتے ہیں' لوح محفوظ میں جس شخص کی جتنی عمر لکھی ہوتی ہے' اور جتنا رزق لکھا ہوتا ہے اس کی اتبا... کے اس کو اتنا رزق دیتے ہیں اور اتنے عرصہ کے بعد اس کی روح قبض کرتے ہیں' اس کی جتنی اولاد لکھی ہوئی ہوتی ہے اور ... اس کے حوادث اور نوازل لکھے ہوئے ہوتے ہیں ان تمام امور میں وہ لوح محفوظ کی اتباع کرتے ہیں۔

ما کان و ما یکون غیر متناہی ہیں لوح محفوظ ان کا محل کس طرح بن سکتی ہے

اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں' مُردہ اس کو کہتے ہیں کہ کسی جسم سے اس... روح نکال لی جائے' اور زندہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز میں حس اور حرکت ارادیہ کو نافذ کر دیا جائے' یہ ظاہری زندگ... موت کا معنی ہے' اور ایک باطنی موت ہے' اور وہ ہے دل کا مردہ ہو جانا' انسان گناہ پر گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو اس ... اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے' اسی طرح زیادہ ہنسنے سے بھی دل مردہ ہو جاتا ہے' اور گناہوں پر نادم ہونے اور رونے سے اور نیک... باتوں کو کرنے سے دل زندہ ہوتا ہے۔

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ حوادث کونیہ غیر متناہی ہیں' جنت کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متن... ہیں اور اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے ہر چیز کا لوح محفوظ میں احاطہ کر دیا ہے تو غیر متناہی امور کا کس طرح احاطہ کیا جا سکتا ... علامہ آلوسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تمام حوادث کا لوح محفوظ میں دفعۃً واحدۃً اور یک بارگی ذکر نہیں ہے' بلکہ متعدد دفعا... میں ان کا ذکر کیا گیا ہے' مثلاً پہلے اس میں ایک ہزار سال کے حوادث کا ذکر کیا گیا' پھر جب وہ حوادث گزر گئے تو ان کو مٹا... اگلے ایک ہزار سال کے حوادث ذکر کر دیئے پھر ان کو مٹا کر اور ایک ہزار سال کے حوادث کا ذکر کر دیا' اور یہ تاویل کرنا اس ... ضروری ہے کہ متناہی چیز غیر متناہی امور کے لیے محل نہیں بن سکتی' یا پھر یہ جواب دیا جائے کہ لوح محفوظ میں صرف اس دنیا ... حوادث اور بندوں کے افعال کا ذکر لکھا ہوا ہے اور اس دنیا کے احوال اور بندوں کے افعال متناہی ہیں۔ اور غیر متناہی آخر... کے احوال اور جنت کی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی معلومات ہیں اور ان کا لوح محفوظ میں ذکر نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ لوح محفوظ میں قیامت تک کے احوال لکھے ہوئے ہیں او... متناہی ہیں' اور لوح محفوظ بہر حال متناہی ہے۔

marfat.com

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا

اور آپ ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا

کئی رسول آئے ○ جب ہم نے ان کے پاس دو رسولوں کو بھیجا تو انہوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان

بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

کی تائید کی، سو ان تینوں نے کہا ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں ○ ان لوگوں نے کہا تم تو صرف

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ

ہماری مثل بشر ہو، اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا تم

اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ

محض جھوٹ بولتے ہو ○ ان رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری

لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا

طرف بھیجے گئے ہیں ○ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے ○ انہوں نے کہا

اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ

ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں، اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

تم کو ضرور درد ناک عذاب پہنچے گا ○ رسولوں نے کہا تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے، کیا تم

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا

نصیحت کرنے کو برا سمجھتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو ○ اور شہر کے آخری کنارے سے

الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ ۙ

ایک مرد دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا اے میری قوم تم رسولوں کی پیروی کرو ○

marfat.com

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس کئی رسول آئے O جب ہم نے ان کے پاس دو رسولوں کو بھیجا تو انہوں نے ان کو جھٹلایا' پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کی تائید کی' سو تینوں نے کہا ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں O (یٰسٓ: ۱۴۔۱۳)

انطاکیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو بھیجنے کے ثبوت میں نقول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں انطاکیہ (مغربی شام کا ایک ساحلی شہر) میں انطیحس بن انطیحس نام کا ایک بادشاہ تھا جو مشرک اور بت پرست تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف پیغام دے کر تین رسول بھیجے۔ صادق' مصدوق اور سلوم' پہلے ان کی طرف ان میں سے دو رسول بھیجے تھے' جب انہوں نے ان کو جھٹلایا' پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے رسول سے ان کو قوت دی' جب ان رسولوں نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی اور اس بادشاہ کی بت پرستی کی مذمت کی تو اس نے کہا ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تم کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

ان رسولوں نے ان بستی والوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ نے ہمیں تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرو' اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بیزاری کا اظہار کرو۔

(جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۸۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبد الرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

شعیب جبائی نے کہا ہے کہ پہلے جن دو رسولوں کو بھیجا تھا ان کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور بعد میں جس تیسرے رسول کو بھیجا اس کا نام بولص تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۱۹۲' رقم الحدیث: ۱۸۰۵۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابو اسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں میں سے دو رسول انطاکیہ کی طرف بھیجے' جب وہ اس شہر کے قریب پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا' اس نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں حضرت عیسیٰ نے بھیجا ہے انہوں نے تم کو یہ دعوت دی ہے کہ تم بتوں کی عبادت ترک کر کے رحمٰن کی عبادت کرو' اس شخص نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں! ہم اللہ کے حکم سے بیماروں کو تندرست کر دیتے ہیں' مادر زاد اندھوں کو بینا کرتے ہیں' برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کر دیتے ہیں' اس بوڑھے شخص نے جس کا نام حبیب تھا کہا: میرا ایک بیٹا بیمار ہے وہ کئی سالوں سے بستر پر پڑا ہوا ہے' انہوں نے کہا ہمیں اس کے پاس لے چلو ہم اس کا حال دیکھتے ہیں' وہ ان کو اپنے گھر لے گیا' انہوں نے اس کے بیٹے کے جسم پر ہاتھ پھیرا' وہ اللہ کے حکم سے اسی وقت تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا' یہ خبر اس شہر میں پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے بہت مریضوں کو شفا دی اس شہر کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام سلاحین تھا' اور وہب بن منبہ نے کہا اس کا نام انطیحس تھا' اور یہ روم (شام) کے بادشاہوں میں سے تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا' یہ خبر اس تک بھی پہنچ گئی' اس نے ان سے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم حضرت عیسیٰ کے

رسول ہیں؟ اس نے پوچھا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے کہا ہم مادرزاد اندھوں' برص میں مبتلا لوگوں اور بیماروں کو اللہ کے حکم سے تندرست کرتے ہیں' اس نے پوچھا تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم ان کی عبادت ترک کردو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں' اور اس کی عبادت کرو جو سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے' بادشاہ نے پوچھا کیا ہمارے خداؤں کے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں! خدا صرف وہی ہے جس نے تم کو اور تمہارے خداؤں کو پیدا کیا ہے! اس نے کہا تم دونوں یہاں سے اٹھو حتیٰ کہ میں تمہارے متعلق غور کر کے فیصلہ کروں' پھر شہر کے لوگوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کو پکڑ کر بازار میں مارا پیٹا۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ان دو رسولوں کو انطاکیہ بھیجا اور کچھ مدت کے بعد ان دونوں کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی' اس پر وہ بادشاہ غضب ناک ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے قید کیا جائے' اور اس نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے' پھر جب ان دونوں رسولوں کی تکذیب کی گئی اور ان کو مارا پیٹا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کے سردار حضرت شمعون کو ان کے پیچھے ان کی مدد کے لیے بھیجا۔

پھر حضرت شمعون بھیس بدل کر اس شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے کارندوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے' حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ مانوس ہو گئے' پھر ان کے آنے کی خبر بادشاہ تک بھی پہنچ گئی' وہ بھی ان کے طور طریقہ سے مانوس ہو گیا اور ان کی عزت کرنے لگا' ایک دن انہوں نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے' اور جب انہوں نے آپ کو اپنے دین کی دعوت دی تو آپ نے ان کو زدوکوب کیا' کیا آپ نے ان سے گفتگو کی تھی اور ان کا پیغام سنا تھا' بادشاہ نے کہا میرے اور ان کے درمیان غضب حائل ہو گیا تھا' حضرت شمعون نے کہا اگر بادشاہ کی رائے موافق ہو تو ان کو بلایا جائے تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ کیا پیغام دے رہے ہیں! پھر بادشاہ نے ان دونوں کو بلایا' حضرت شمعون نے ان سے پوچھا تم کو کس نے یہاں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے' حضرت شمعون نے کہا اختصار کے ساتھ اللہ کی صفات بیان کرو' انہوں نے کہا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے وہ حکم دیتا ہے' حضرت شمعون نے کہا تمہاری کیا نشانی ہے؟ انہوں نے کہا آپ جو خواہش کریں' پھر بادشاہ نے حکم دیا تو ایک ایسے لڑکے کو لایا گیا جس کی آنکھوں کی جگہ پیشانی کی طرح بالکل سپاٹ تھی' پھر وہ دونوں اپنے رب سے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ اس کے چہرے پر آنکھوں کی جگہ نکل آئی اور دو گڑھے بن گئے' پھر انہوں نے مٹی سے آنکھوں کے دو ڈھیلے بنائے اور ان کو ان گڑھوں میں رکھ دیا اور وہ لڑکا ان ان آنکھوں سے دیکھنے لگا' بادشاہ کو اس سے بہت تعجب ہوا' حضرت شمعون نے بادشاہ سے کہا یہ بتائیے کہ اگر اب اپنے معبود سے اس طرح دعا کریں اور وہ بھی اس کی مثل کوئی کام کر دے تو اس سے آپ کو بھی عزت حاصل ہوگی اور آپ کے معبود کو بھی! بادشاہ نے حضرت شمعون سے کہا میرے نزدیک یہ بات کوئی راز نہیں ہے کہ ہمارا وہ معبود جس کی ہم عبادت کرتے ہیں' دیکھتا ہے نہ سنتا ہے' وہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے' پھر بادشاہ نے ان رسولوں سے کہا تم جس معبود کی عبادت کرتے ہو اگر وہ کسی مردہ کو زندہ کر دے تو ہم تم پر بھی ایمان لے آئیں گے اور تمہارے معبود پر بھی' ان رسولوں نے کہا ہمارا معبود ہر چیز پر قادر ہے' بادشاہ نے کہا سات دن پہلے ایک دہقان کا بیٹا مر گیا تھا میں نے اس کی تدفین مؤخر کر دی تھی' کیونکہ اس کا باپ کہیں گیا ہوا تھا' بادشاہ نے اس مردہ لڑکے کو منگوایا اس کا جسم متغیر ہو گیا تھا اور اس سے بدبو اٹھ رہی تھی' وہ دونوں سب کے سامنے اپنے رب سے دعا کرتے رہے اور حضرت شمعون دل ہی دل میں آمین کہتے رہے' وہ مردہ لڑکا زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں سات دن سے مرا ہوا تھا' میں چونکہ شرک پر مرا تھا اس لیے مجھے دوزخ کی وادی میں

marfat.com

ڈال دیا گیا اور میں تم کو شرک سے ڈراتا ہوں سو تم سب اللہ پر ایمان لے آؤ' پھر اس لڑکے نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے اور ایک خوب صورت شخص ان تینوں کی سفارش کر رہا ہے' اس نے حضرت شمعون اور ان دونوں رسولوں کی طرف اشارہ کیا' بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور جب حضرت شمعون نے جان لیا کہ اس لڑکے کی باتیں بادشاہ کے دل میں اثر کر چکی ہیں تو انہوں نے اس کو اصل بات بتائی اور بادشاہ کو ایمان کی دعوت دی' تو بادشاہ اور چند لوگ ایمان لے آئے اور باقی لوگ کفر پر برقرار رہے۔

امام ابن اسحاق نے کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ بلکہ بادشاہ اپنے کفر پر قائم رہا اور بادشاہ اور اس کی قوم نے اس پر اتفاق کیا کہ ان تینوں کو قتل کر دیا جائے' جس وقت حبیب کو یہ خبر پہنچی تو وہ شہر کے پرلے کنارے پر کھڑا ہوا تھا وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور ان کو رسولوں کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔

ان دو رسولوں کے ناموں میں اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کا نام تاروص اور ماروص تھا' اور وہب نے کہا ان کا نام یحییٰ اور یونس تھا اور مقاتل نے کہا ان کا نام تومان اور مانوص تھا۔

مقاتل نے کہا اس تیسرے رسول کا نام شمعان تھا' کعب نے کہا ان دو رسولوں کا نام صادق اور صدوق تھا' اور تیسرے رسول کا نام شلوم تھا ان رسولوں کو بھیجنے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس لیے نسبت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ عزوجل کے حکم سے بھیجا تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان رسولوں کو اہل انطاکیہ کی طرف بھیجا تھا۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۲۵۔۱۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے مذکور الصدر تفصیل اسی طرح بیان کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:

ایک قول یہ ہے کہ بادشاہ کی بیٹی مر چکی تھی اور مدفون ہو چکی تھی' حضرت شمعون نے بادشاہ سے کہا آپ ان دونوں سے کہیے کہ یہ آپ کی بیٹی کو زندہ کر دیں' بادشاہ نے ان سے یہ مطالبہ کیا وہ دونوں کھڑے ہوئے انہوں نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حضرت شمعون بھی دل ہی دل میں آمین کہتے رہے' اللہ تعالیٰ نے اس کی لڑکی کو زندہ کر دیا' اس کی قبر پھٹ گئی اور وہ باہر نکل آئی اور اس نے کہا آپ سب اسلام قبول کر لیں یہ دونوں سچے ہیں اور اس نے کہا مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ تم لوگ اسلام لے آؤ گے' پھر اس نے ان رسولوں سے کہا کہ وہ اس کو اس کی جگہ پر لوٹا دیں' وہ اپنی قبر میں چلی گئی اور اسی طرح مدفون ہو گئی۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۰۔۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مورخین میں سے علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۲۱۲۔۲۱۱' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

مفسرین میں سے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۷۔۱۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اجمالاً اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے کہ ان رسولوں کو انطاکیہ میں بھیجا گیا تھا' البتہ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول تھے اور حقیقۃً اللہ کے رسول نہ تھے اور ان پر مرسلون کا اطلاق مجازاً ہے' درحقیقت یہ اولیاء اللہ تھے اور ان کا اندھوں کو بینا کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا ان کی کرامت تھی' اور حضرت ابن عباس اور کعب سے یہ مروی ہے کہ یہ اللہ کے رسول تھے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے بھیجا گیا تھا جیسا کہ حضرت ھارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے

بھیجا گیا تھا۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۵۳ روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۲۹)

دیگر قدیم مفسرین نے بھی اس واقعہ کا اسی طرح ذکر کیا ہے' البتہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول نہیں تھے بلکہ مستقل رسول تھے اور نہ ہی یہ واقعہ اہل انطا کیہ کا ہے۔

انطا کیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو نہ بھیجنے کے دلائل

حافظ ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین میں یہ مشہور ہے کہ جس بستی کا قرآن مجید میں ذکر ہے یہ انطا کیہ ہے' اور یہ قول بہت ضعیف ہے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اہل انطا کیہ کی طرف اپنے تین حواری بھیجے تھے تو وہ اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے' اور انطا کیہ ان چار شہروں میں سے ایک ہے جہاں کے رہنے والے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے' وہ چار شہر یہ ہیں: انطا کیہ' القدس' اسکندریہ اور رومیہ اور اس کے بعد قسطنطنیہ کے لوگ ہیں' اور ان بستیوں کے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا گیا تھا اور جس بستی کے لوگوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے ان کو ہلاک کر دیا گیا تھا' ہاں اگر عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انطا کیہ میں تین رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور ان لوگوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی' اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو ہلاک کر دیا اور پھر اس کے بعد وہ بستی پھر آباد ہو گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں اپنے حواری بھیجے اور وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے تو اس صورت میں اس بستی کا مصداق انطا کیہ ہو سکتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جو قصہ ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اور ان کے اصحاب کا ہے سو یہ بہت ضعیف ہے کیونکہ قرآن مجید کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مستقل رسول تھے' کیونکہ جب ان رسولوں نے یہ کہا کہ ہم کو پیغام دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے تو ان بستی والوں نے یہ کہا کہ تم تو ہماری مثل بشر ہو' انہوں نے بشر ہونے کو رسالت کے منافی سمجھا جیسا کہ ہر دور میں کفار بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے رہے ہیں اور انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۱۸' ۳۱۷ ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس موقف پر حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں:

(۱) اس قصہ میں مذکور ہے کہ ان رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہے' اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو وہ یہ کہتے کہ ہم کو حضرت مسیح علیہ السلام نے تمہاری طرف بھیجا ہے' پھر اگر وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرستادہ ہوتے تو بستی والے ان سے یہ نہ کہتے کہ تم تو ہماری مثل بشر ہو۔

(۲) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطا کیہ کی طرف' اپنے حواریوں کو بھیجا تھا تو وہ پہلے مرحلہ میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور انطا کیہ ان چار شہروں میں سے ایک ہے جن کے باشندے حضرت مسیح پر ایمان لے آئے تھے' متعدد کتب تاریخ میں اسی طرح مذکور ہے' اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انطا کیہ کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے تو پھر انطا کیہ اس بستی کا مصداق نہیں ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے' کیونکہ اس بستی کے لوگوں نے تو رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ایک زبردست چیخ نے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔

(۳) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور دیگر متعدد متقدمین نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی امت کو ہلاک نہیں کیا حتیٰ کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا' قرآن

marfat.com

مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى. (القصص: ۴۳)

اور بے شک ہم نے پہلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے تورات کو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو آسمان سے عذاب نازل کر کے ہلاک کیا ہے اور نہ زمین سے، ماسوا ان لوگوں کے جن کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۲۰ ص ۹۸، رقم الحدیث: ۲۰۹۱۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اس آیت اور اس حدیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے جس بستی کو ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہ انطاکیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بہ کثرت متقدمین نے اس کی تصریح کی ہے اور اگر بستی کا نام انطاکیہ ہے تو یہ وہ بستی نہیں ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا، بلکہ وہ اس سے بہت پہلے بلکہ نزول تورات سے بھی پہلے اس نام کی کوئی اور بستی تھی جس کے باشندوں کو اس زمانہ میں ہلاک کر دیا گیا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس بستی میں اپنے حواریوں کو بھیجا تھا اس بستی کے لوگ تو اسی وقت اسلام لے آئے تھے، ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ سورۃ یٰسٓ میں جس بستی کی مثال کا ذکر ہے یہ وہ بستی نہیں ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے کہا تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا تم محض جھوٹ بول رہے ہو ○ ان رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف ضرور بھیجے گئے ہیں ○ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے ○ (یٰسٓ: ۱۷-۱۵)

بشریت کا رسالت کے منافی نہ ہونا

جس بستی کی طرف پہلے دو رسولوں کو بھیجا گیا تھا اس بستی کے لوگوں نے ان رسولوں پر یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر وحی کیسے نازل کی حالانکہ تم ہماری ہی طرح بشر ہو، اگر کسی کے بشر ہونے کے باوجود اس پر وحی نازل ہو سکتی ہے تو پھر ہم پر وحی کیوں نہیں نازل ہوئی اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول کیوں نہیں بنایا، ہر دور میں مشرکین نے رسولوں پر یہی اعتراض کیا تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ رسول کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے زمانہ کے کافروں نے ان کے دعویٰ نبوت اور رسالت پر یہی اعتراض کیا تھا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (التغابن: ۶)

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا کیا بشر ہم کو ہدایت دیں گے! انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا، اور اللہ نے استغناء فرمایا اور اللہ بہت مستغنی ہے بے حد حمد کیا ہوا۔

کفار اس کو بہت بعید قرار دیتے تھے کہ کسی بشر پر وحی نازل ہو سکتی ہے اور اس کو رسول بنایا جا سکتا ہے اس لیے وہ ہر زمانہ میں رسولوں کا انکار کر دیتے تھے وہ کہتے تھے:

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

انہوں نے کہا تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ تم ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی ہمارے

آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے تھے پس تم ہمارے سامنے کوئی واضح دلیل پیش کرو۔ (ابراہیم: ۱۰)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا. (بنی اسرائیل: ۹۴)

جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ انہوں یہ اعتراض کیا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنایا ہے۔

سو پچھلی قوموں کے کافروں نے اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تم تو ہماری مثل بشر ہو یعنی فرشتے نہیں ہو تو اللہ تمہیں رسول کس طرح بنا سکتا ہے' سو اسی طرح قدیم زمانہ کی اس بستی میں جب رسول بھیجے گئے تو اس بستی کے لوگوں نے بھی ان پر اسی طرح اعتراض کیا اور کہا تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا' تم محض جھوٹ بولتے ہو' ان رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف ضرور بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

تم ہمارے متعلق کہہ رہے ہو کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں' اگر ہم نے دعویٰ رسالت میں اللہ پر جھوٹ باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہم سے زبردست انتقام لیتا' لیکن وہ عنقریب ہم کو تم پر غلبہ عطا فرمائے گا اور تمہارے خلاف ہماری مدد کرے گا' اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں اچھی جزا اور نیک انجام کا کون مستحق ہوتا ہے اور ہم پر تو صرف یہ فرض کیا گیا ہے کہ ہمیں جو پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے' ہم تم تک وہ پیغام پہنچا دیں' اگر تم نے ہماری اطاعت کی تو تم کو دنیا میں سرخ روئی اور آخرت میں دائمی فلاح حاصل ہو گی اور اگر تم نے ہماری مخالفت کی اور ہماری اطاعت نہ کی تو آخرت میں تم کو سخت عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا O رسولوں نے کہا تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے' کیا تم نصیحت کرنے کو برا سمجھتے ہو! بلکہ تم حد سے گزرنے والے ہو O (یٰس: ۱۹۔۱۸)

کفار کا انبیاء علیہم السلام کو بدشگون اور منحوس کہنا

بستی والوں نے رسولوں کے وعظ اور تقریر کے جواب میں کہا ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ تم ہمارے نزدیک منحوس اور بے برکت ہو ہمیں تمہارے چہروں سے سعادت اور نیک بختی کے آثار نظر نہیں آئے' قتادہ نے کہا ان کے قول کا معنی یہ تھا کہ اگر ہم پر کوئی مصیبت آئی تو وہ تمہاری وجہ سے آئے گی' مجاہد نے کہا ان کے قول کا مطلب یہ تھا کہ جب بھی تم جیسا کوئی شخص کسی بستی میں گیا تو اس کی وجہ سے اس بستی والوں پر عذاب آیا' اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سخت سزا دیں گے۔

رسولوں نے بستی والوں کے اس جواب کے بعد ان سے فرمایا: تم جس چیز کو ہماری نحوست کہہ رہے ہو اس کو عنقریب تم پر لوٹا دیا جائے گا' جس طرح اس بستی والوں نے رسولوں کو منحوس اور بے برکت کہا تھا کفار اسی طرح نبیوں اور رسولوں کے متعلق تبصرے کیا کرتے تھے' چنانچہ فرعون کی قوم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسی طرح تبصرہ کیا تھا' قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ

اور جب ان پر کوئی خوش حالی آتی تو کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اس کو موسیٰ اور ان کے

marfat.com

عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الاعراف: ۱۳۱)

اصحاب کی نحوست کہتے' سنو اللہ کے نزدیک صرف ان کی نحوست ہے' لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ۝ (النمل: ۴۷)

انہوں نے کہا ہم تم کو اور تمہارے اصحاب کو بدفال قرار دیتے ہیں' صالح نے کہا تمہاری بدفالی اللہ کے نزدیک ہے' بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو۔

اسی طرح منافقین نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا ۝ (النساء: ۷۸)

اور اگر ان منافقوں کو کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے' اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ آپ کی طرف سے ہے' آپ کہیے کہ سب چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں' ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

رسولوں نے کہا بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو' یعنی ہم نے تم کو نصیحت کی اور تم کو یہ حکم دیا کہ تم اللہ کو واحد مانو اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرو تو تم نے ایسے سخت جواب دیئے اور ہم کو ڈرایا اور دھمکایا' اور ہمارے متعلق یہ کہا کہ تم بدفال اور منحوس ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شہر کے آخری کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا اے میری قوم تم رسولوں کی پیروی کرو ۝ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ۝ (یٰسٓ: ۲۱-۲۰)

صاحب یٰسٓ (حبیب النجار) کا تذکرہ

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک جب بستی کے لوگوں نے ان رسولوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو رسولوں کی مدد کرنے کے لیے اس شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا' مفسرین نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام حبیب تھا وہ ریشم کا کام کرتا تھا اور اس کو جذام کی بیماری تھی' وہ شخص بہت نیک خصلت تھا اور بہت صدقہ اور خیرات کرتا تھا وہ اپنی کمائی میں سے نصف اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا تھا' امام ابن اسحاق نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صاحب یٰسٓ کا نام حبیب تھا اور اس کو جذام کی بیماری تھی' ثوری نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ صاحب یٰسٓ کا نام حبیب بن مری تھا' اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صاحب یٰسٓ کا نام حبیب نجار تھا اس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تھا' السدی نے کہا وہ دھوبی تھے' عمر بن الحکم نے کہا وہ موچی تھے' قتادہ نے کہا وہ ایک غار میں عبادت کرتے تھے۔

انہوں نے اپنی قوم کو ان رسولوں کی اتباع کرنے پر برانگیختہ کیا اور کہا جو تم کو محض اخلاص سے اللہ کی عبادت کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہے ان کی اتباع کرو۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۲-۶۲۱' ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابومجلز' کعب احبار' مجاہد اور مقاتل سے مروی ہے اس شخص کا نام حبیب بن اسرائیل تھا' ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حبیب بن مری تھا' مشہور یہ ہے کہ یہ نجار (بڑھئی) تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ کسان تھا' ایک قول

marfat.com

ہے کہ یہ دھوبی تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ موچی تھا ایک قول یہ ہے کہ یہ بت تراش تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تمام پیشوں اور تمام صفات کا جامع ہو' بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک غار میں رہتا تھا اور مومن تھا اور وہاں اللہ عزوجل کی عبادت کرتا تھا' جب اس نے یہ سنا کہ اس کی قوم رسولوں کی تکذیب کر رہی ہے تو یہ اپنی قوم کو نصیحت کرنے کی حرص میں دوڑتا ہوا آیا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے سنا کہ اس کی قوم رسولوں کو قتل کرنے کا عزم کر چکی ہے تو یہ ان رسولوں کو بچانے کے لیے دوڑتا ہوا آیا' اور اس کا کسی غار میں رہنا شہر کے آخری کنارے سے آنے کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ غار بھی شہر کے آخری کونے میں ہو' البتہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن تھا اور یہ اس قول کے منافی ہے کہ وہ بت تراشتا تھا اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ بت اور مجسمے تراش کر بناتا تھا' اور اس لیے نہیں بناتا تھا کہ ان کی عبادت کی جائے' اور یہ ان کی شریعت میں جائز اور مباح تھا' اور اس کے مومن ہونے کا قول ابن ابی لیلیٰ نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے:

البحر المحیط میں مذکور ہے کہ تمام امتوں میں سے تین شخص ایسے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور انہوں نے ایک لحظہ کے لیے بھی کفر نہیں کیا (۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲) صاحب یٰسٓ (۳) آل فرعون کا مومن' اور زمخشری نے ابن ابی لیلیٰ کے اس قول کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کی ہے۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۵۵)

میں کہتا ہوں علامہ زمخشری نے اس حدیث کو الکشاف ج ۴ ص ۱۲ پر ذکر کیا ہے' یہ حدیث المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۵۲ میں ہے اور العقیلی کی کتاب الضعفاء ج ۱ ص ۲۴۹ میں ہے' یہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور اس کی سند کا مدار حسین بن حسن الاشقر اور الحسین بن ابی اسری پر ہے' اور یہ سند بہت ضعیف ہے' الحسین بن حسن الاشقر کو امام بخاری اور امام ابو حاتم نے ضعیف قرار دیا ہے' امام ابوزرعہ نے کہا یہ منکر الحدیث ہے' امام ابن عدی نے اس کی منکر روایات کا ذکر کیا ہے' ابو معمر الہذلی نے اس کو کذاب کہا ہے' ابن کثیر نے کہا یہ شیعی متروک ہے۔ (تخریج الکشاف)

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مطلقاً یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے تھے' سب سے پہلے جو مطلقاً ایمان لائیں وہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں' ورقہ بن نوفل ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' ہاں بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

بہر حال اب ہم پھر علامہ آلوسی کی عبارت نقل کر رہے ہیں وہ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صاحب یٰسٓ کو جذام کی بیماری تھی ان کے گھر شہر کے آخری دروازے میں تھا' انہوں نے ستر سال بتوں کی عبادت کی اور ان سے جذام کی بیماری سے نجات کے لیے دعا کرتے رہے اور ان کو اس بیماری سے نجات نہیں مل سکی' جب ان کو رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے پوچھا کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اپنے رب سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تمہاری اس بیماری کو تم سے دور کر دے' انہوں نے کہا یہ بڑی حیرت کی بات ہوگی میں ستر سال سے ان بتوں کے سامنے دعا کر رہا ہوں اور یہ بت مجھ سے اس بیماری کو دور نہیں کر سکے' تو تمہارا رب صرف ایک دن دعا کرنے سے اس بیماری کو کیسے دور کر دے گا' ان رسولوں نے کہا ہمارا رب جو چاہے اس کو کرنے پر قادر ہے اور یہ بت کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں' یہ سن کر صاحب یٰسٓ ایمان لے آئے اور رسولوں نے اپنے رب سبحانہ سے اس کے لیے صحت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جذام اور کوڑھ کی بیماری کو اس طرح دور کر دیا کہ گویا اس کو کبھی کوڑھ تھا ہی نہیں' پھر وہ محنت مزدوری کرنے لگا' اور محنت مزدوری کر کے جتنا کماتا تھا اس میں سے آدھا شام کے وقت ضرورت مندوں کو دے دیتا تھا اور بقیہ نصف اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ لیتا تھا' جب اس کی قوم نے رسولوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا

marfat.com

آیا۔ اور اس روایت کی بناء پر اس کے مجسمے اور مورتیاں بنانے پر کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کے بعد اس سے پہلے بعید جواب
ضرورت بھی نہیں رہے گی' ہاں اس روایت میں اور اس حدیث میں منافات ہو گی جس میں یہ مذکور ہے کہ صاحب یٰسٓ ان
میں سے ایک ہے جو اپنے نبی پر سب سے پہلے ایمان لائے اور انہوں نے ایک لحظہ بھی کفر نہیں کیا' البتہ یہ ان لوگوں میں
تھے جو ان رسولوں پر ایمان لائے تھے' ہاں البتہ اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جائے گا کہ جب ان کو ایمان لانے کی رسولوں
دعوت دی تو پھر انہوں نے بالکل تاخیر نہیں کی اور اس کے بعد ایک لحظہ بھی کفر پر قائم نہیں رہے' اور میری نظر میں راجح یہ ہے
وہ قوم کے پاس آنے اور ان کو نصیحت کرنے سے پہلے ہی رسولوں پر ایمان لایا ہوا تھا' اور رسولوں کے مبعوث ہونے سے پہلے
مومن تھا یا نہیں تھا اس پر مجھے جزم نہیں ہے اور اس مسئلہ میں روایات متعارض ہیں۔

علاوہ ازیں میرے نزدیک ان میں سے کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

اس شخص یعنی صاحب یٰسٓ نے کہا اے میری قوم تم رسولوں کی پیروی کرو' تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوا
نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ان کو دنیا اور آخرت کی ہدایت حاصل ہے' روایت ہے کہ جب اس شخص کو رسولوں کی دعوت پہنچی تو وہ دوڑتا ہوا آیا ا
نے ان کا کلام سنا اور سمجھا پھر ان سے پوچھا کہ آپ جو دعوت دے رہے ہیں آیا آپ اس کا کوئی معاوضہ بھی لیتے ہیں' رسول
نے کہا نہیں' پھر اس نے اپنی قوم سے کہا تم ان رسولوں پر ایمان لاؤ' یہ اپنی اس دعوت کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۳۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے صاحب یٰسٓ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث
سے چھ سو سال پہلے آپ پر ایمان لے آیا تھا جیسا کہ تبع الاکبر اور ورقہ بن نوفل وغیرہما آپ پر پہلے ایمان لے آئے تھے' اور آپ
علاوہ دوسرے نبیوں پر لوگ اسی وقت ایمان لائے جب ان کی نبوت کا ظہور ہوا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لیے دور دور سے آنا قدیم زمانہ کا دستور ہے

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے:

علامہ قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ جب اہل انطاکیہ نے اسے شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا (الیٰ قولہ) انطاک
کے بازار میں ایک مسجد ہے اس مسجد کو مسجد حبیب کہا جاتا ہے اس کے صحن میں ان کا مزار پر انوار ہے لوگ اس کی زیارت کے
لیے جایا کرتے ہیں۔ (آثار البلاد و اخبار العباد للقزوینی ص ۱۵۱' مطبوعہ بیروت)

(ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۶۷' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۳۹۹ھ)

علامہ یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ ھ لکھتے ہیں:

انطاکیہ میں حبیب نجار کی قبر ہے دور و نزدیک سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

(معجم البلدان ج ۱ ص ۲۶۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

یاقوت حموی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حبیب نجار کی قبر انطاکیہ میں معروف ہے' دور دور سے لوگ اس کی زیارت کے لیے
آتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۳۷۲' مطبوعہ ادارہ معارف القرآن کراچی' ۱۳۹۷ھ)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے دور دور سے جانا' زمانہ قدیم سے معمول

چلا آ رہا ہے اور یہ اس زمانہ کی بدعت نہیں ہے' بلکہ مسلمانوں میں اس کا ہمیشہ سے چلن اور رواج رہا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ۱۵۲ میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضرموت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ھود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ھود کے نام سے ہی مشہور ہے' ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۶۱۵' لاہور' ۱۹۸۳ء)

کیا اب بھی یہ کہا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا عرس منانا بریلویوں کی بدعت ہے!

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾

اور (اس نے کہا کہ) مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم بھی لوٹائے جاؤ گے ○

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي

کیا میں اس کو چھوڑ کر ان کو معبود قرار دوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے

شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّيٓ

کسی کام نہ آسکے اور نہ وہ مجھے نجات دے سکیں ○ بے شک اس وقت تو میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا ○ بے شک

ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَٰلَيْتَ

میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا' سو تم میری بات سنو! ○ اس سے کہا گیا تم جنت میں داخل ہو جاؤ' اس نے کہا کاش

قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾

میری قوم جان لیتی ○ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں سے بنا دیا ○

وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا

اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر نہ آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا اور نہ ہم

مُنزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَٰمِدُونَ ﴿۲۹﴾

نازل کرنے والے تھے ○ وہ صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے ○

يَٰحَسْرَةً عَلَى ٱلْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ

(کہا گیا) ہائے افسوس ان بندوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا

marfat.com

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ

یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جواب

اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی O اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کیے جائیں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اس نے کہا کہ) مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور ان کی طرف تم بھی لوٹائے جاؤ گے O کیا میں اس کو چھوڑ کر ان کو معبود قرار دوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آ سکے اور نہ وہ مجھے نجات دے سکیں O بے شک اس وقت تو میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا O بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا سو تم میری بات سنو O (یٰسٓ: ۲۵-۲۲)

اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی پہلی وجہ

قتادہ نے کہا کہ حبیب نجار کی قوم نے اس سے پوچھا کیا تم ان رسولوں کے دین پر ہو؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے' بہ ظاہر یوں کہنا چاہیے تھا کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تم کو پیدا کیا ہے' کیونکہ حبیب نجار خود تو رسولوں کی تلقین سے اللہ عزوجل پر ایمان لا چکے تھے' اور ان کی قوم بت پرستی میں گرفتار تھی اور رسولوں کی مخالفت کر رہی تھی' لیکن اگر وہ ابتداءً اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہتے کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ اپنی قوم کو فکری غلطی اور اعتقادی خطاء پر قرار دے رہے ہیں' اور جب کوئی شخص کسی کو گم راہ اور خطا کار قرار دے تو وہ شخص اس کہنے والے کا مخالف ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص کسی کا مخالف ہو تو وہ اس کی باتوں کو توجہ اور غور سے نہیں سنتا' اس لیے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تم کو پیدا کیا ہے' بلکہ یہ کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے' یعنی اگر میں اللہ عزوجل کو واحد نہ مانوں اور اس کی عبادت نہ کروں تو یہ میری تقصیر اور میری خطاء ہے' اور میری ناشکری اور احسان ناشناسی ہے' اس لیے ہدایت اور رشد اور استقامت کا طریقہ یہ ہے کہ میں اللہ کو واحد مستحق عبادت مانوں اور صرف اس کی عبادت کروں' گویا انہوں نے بہ راہ راست اپنے نفس کو نصیحت کی اور اس کو ہدایت دی تاکہ ان کی قوم اس پر غور کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو واحد مستحق عبادت ماننا غلط طریقہ ہوتا تو یہ شخص اس کو اپنے لیے اختیار نہ کرتا کیونکہ انسان اپنے لیے ہمیشہ صحیح چیز کو اختیار کرتا ہے تو ضرور اللہ کو واحد ماننا ہی صحیح دین ہے' اس طرح انہوں نے پہلے اپنے آپ کو سرزنش اور نصیحت کی کہ مجھے صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہیے' پھر نہایت لطیف طریقہ سے قوم کو اس کی گم راہی اور غلط روش پر متنبہ کیا اور کہا اور اس کی طرف تم بھی لوٹائے جاؤ گے' یعنی جب تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے تو تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور تم سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیوں کرتے تھے اور اس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کیوں کرتے تھے' پھر اپنی قوم کو سمجھانے کے لیے حبیب نجار نے دوبارہ اپنے آپ کو وعظ کرنے کے لیے کہا: کیا میں اس کو چھوڑ کر ان کو معبود قرار دوں کہ اگر رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آ سکے اور نہ وہ مجھے نجات دے سکیں O بے شک اس وقت تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا O

اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی دوسری وجہ

ہر چند کہ مومن اور کافر دونوں کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا لیکن حبیب نجار نے صرف کافر کے حشر کا ذکر کیا تا کہ ان کی قوم کے خلاف بات زیادہ پر اثر ہو اور کہا اگر میں دنیا میں کسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں تو یہ بت تو مجھے اس بیماری سے نجات نہیں دلا سکتے اور نہ مجھے کسی آفت اور مصیبت سے بچا سکتے ہیں اور اگر پھر بھی میں نے شرک اور بت پرستی کو نہ چھوڑا تو میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا۔

حبیب نجار نے کہا: میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے' اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی علت یہ ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے' اور یہ جو کہا کہ مجھے کیا ہوا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے سے مجھے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے اور فعل اس وقت وجود میں آتا ہے جب اس فعل سے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اس فعل کے کرنے کی علت موجود ہو' اور یہاں علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور بندے اس کے مملوک ہیں اور مملوک پر واجب ہے کہ وہ مالک کی تکریم اور اس کی تعظیم کرے' نیز اللہ تعالیٰ نے بندوں کے وجود اور ان کی بقاء کے لیے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انواع واقسام کی نعمتیں عطا کی ہیں اور منعم کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان کا مالک ہے اور وہ اس کے مملوک ہیں اور مملوک پر واجب ہے کہ وہ مالک کی اطاعت کرے خواہ وہ اس کو انعام دے یا نہ دے' اور دوسری قسم وہ ہے جو اس کی اس لیے اطاعت کریں کہ اس نے ان کو نعمتیں دی ہیں' اور تیسری قسم وہ ہے جو سزا اور عذاب کے ڈر سے اس کی اطاعت کرے' حبیب نجار نے اپنے آپ کو عبادت گزاروں کی پہلی قسم میں شامل کیا کہ میں اس کی اس لیے عبادت کرتا ہوں کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے میں اس کا بندہ اور مملوک ہوں اور مملوک پر واجب ہے کہ وہ مالک کی اطاعت کرے' اور اپنی قوم سے کہا **والیہ ترجعون** اور اسی کی طرف تم بھی لوٹائے جاؤ گے' اور جب بندے اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو نیکو کاروں کو وہ انعام اور اچھی جزاء دے گا اور بدکاروں کو وہ سزا اور عذاب دے گا' مومنوں کو جنت میں داخل کرے گا اور مشرکوں کو وہ دوزخ میں داخل کرے گا' سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو' جنت کے شوق سے یا دوزخ کے خوف سے' سو انہوں نے یہ بتایا کہ میں اللہ کی اس لیے عبادت کرتا ہوں کہ مجھ کو اس نے پیدا کیا ہے میں اس کا مملوک ہوں اور وہ میرا مالک ہے اور تم اس لیے اللہ کی عبادت کرو تا کہ وہ تم کو دوزخ سے نجات دے یا جنت عطا فرمائے اس لیے اپنے متعلق **فطرنی** اور ان کے متعلق **والیہ ترجعون** فرمایا۔

اس کے بعد حبیب نجار نے فرمایا: بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا سو تم میری بات سنو!

حبیب نجار کے اس قول کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اس نے یہ بات انبیاء علیہم السلام سے کہی کہ بے شک میں آپ کے رب پر ایمان لایا ہوں سو آپ میرے ایمان لانے کے اقرار کو غور سے سن کر اس پر گواہ ہو جائیں' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنی قوم سے کہی کہ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا سو تم میری بات غور سے سنو' اور اس میں یہ بتایا کہ جس ذات پر میں ایمان لایا ہوں وہ صرف میرا اور ان نبیوں کا رب نہیں ہے بلکہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور ساری کائنات کا رب ہے' سو میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں تم میرا یہ اقرار غور سے سن لو اور تم بھی ایمان لے آؤ اور اگر تم میرے ایمان لانے کی وجہ سے مجھے کوئی نقصان پہنچاؤ تو میں اللہ کی راہ میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔

marfat.com

قوم کا حبیب نجار کو قتل کر دینا اور اس کا اپنی قوم کی بہتری چاہنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس سے کہا گیا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' اس نے کہا کاش میری قوم جان لیتی O کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں سے بنا دیا O (یٰسٓ: ۲۷۔۲۶)

امام ابواسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری التوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

جب اس نے اپنی قوم سے کہا میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا' حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اس کی قوم نے اس کو اس قدر مارا کہ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ سدی نے کہا وہ اس کو سنگسار کر رہے تھے اور وہ اس حال میں بھی ان کے لیے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے' تب اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو واجب کر دیا اور فرمایا: اس سے کہا گیا تم جنت میں داخل ہو جاؤ' پھر وہ جنت میں داخل کر دیا گیا اور اس نے وہاں اپنی عزت اور کرامت دیکھی تو بے ساختہ کہا کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں سے بنا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کو قتل کر کے رس نامی (پرانے کنویں) میں ڈال دیا اور ان لوگوں کو اصحاب الرس بھی کہا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے تینوں رسولوں کو بھی قتل کر دیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور اس کو گڑھے میں ڈال دیا اور اس کے اوپر گڑھے کا ملبہ ڈال دیا حتیٰ کہ وہ ملبے تلے دب کر مر گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کو آری سے چیر ڈالا اور اس کی روح اس کے جسم سے نکلتے ہی جنت میں داخل ہو گئی۔

اس نے جنت میں داخل ہونے کے بعد کہا کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں سے بنا دیا۔

اس نے جو یہ تمنا کی تھی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنا انعام اور اکرام کیا ہے' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے یہ تمنا اس لیے کی کہ اس کی قوم بھی اس کی طرح ایمان لے آئے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح انعام اور اکرام سے نوازے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے زندگی میں بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی' امام قشیری نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس نے اپنی زندگی میں بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی۔

دشمنوں اور مخالفوں سے بدلہ لینے کے بجائے ان کو معاف کر دینے .... اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا افضل ہونا

اس آیت میں اس پر عظیم تنبیہ ہے کہ مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی اور خیر خواہی کرنی چاہیے اور حتی الامکان غصہ اور غیظ وغضب کو قابو میں رکھنا چاہیے اور جاہلوں کی باتوں کو برداشت کرنا چاہیے' اور اگر کوئی نیک اور صالح شخص مخالفوں' باغیوں اور ظالموں میں پھنس جائے تو اس کو چھڑانے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے' اور ظالموں سے انتقام لینے اور ان کے خلاف بددعا کرنے کے بجائے ان کے حق میں بھی دعائے خیر کرنی چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حبیب نجار نے کس طرح اپنے قاتلوں کے لیے جنت کی تمنا کی اور یہ چاہا کہ کسی طرح وہ بھی ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ہو جائیں اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اور ان کا اسوہ ہے۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:
اگر کسی مسکین کے دین کو ضرر پہنچایا جائے اور اللہ کی راہ میں اس پر سختی کی جائے تو اس کو اپنے دشمنوں کے خلاف بددعا نہیں کرنی چاہیے اور یوں نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اس کو ہلاک کر دے' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ اس کی اصلاح فرما' اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے' اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے' کیونکہ یہ (مجھ کو) نہیں جانتے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کا نچلا دانت شہید کر دیا تھا اور آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور آپ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا (حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ (مجھے) نہیں جانتے۔ دلائل النبوۃ ج ۳ص ۲۱۵۔۲۱۴) حضرت ابراہیم بن ادھم کا کسی نے سر پھاڑ دیا تو انہوں نے اس کی مغفرت کی دعا کی ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس کی مغفرت کی کیوں دعا کر رہے ہیں' انہوں نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ مجھے اس کے لیے دعا کرنے سے اجر ملے گا اور اس کی وجہ سے مجھے آخرت میں اچھی جزا ملے گی' تو میں اس پر راضی نہیں ہوں کہ میری وجہ سے اس کو سزا ملے۔ (احیاء علوم الدین ج ۳ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نبی کا واقعہ بیان فرمایا کہ قوم نے اپنے نبی کو زدوکوب کیا اور ان کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یہ دعا فرما رہے تھے' اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۴۷۷' ۶۹۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۷۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۵' سنن دارمی رقم الحدیث ۲۴۷۱' مسند احمد رقم الحدیث ۳۶۱۱' عالم الکتب)

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ (المائدہ: ۲)

جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا ان کی دشمنی تم کو حد سے تجاوز کرنے پر نہ ابھارے' نیکی اور خدا خوفی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور حد سے تجاوز کرنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (المائدہ: ۸)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس کے خلاف بے انصافی پر نہ ابھارے' انصاف کیا کرو وہ خدا خوفی کے زیادہ قریب ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳)

اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے (تو) بے شک یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صل من قطعک واحسن الی من اساء الیک وقل الحق ولو علی نفسک.

جو شخص تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو' اور جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۰۴' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۳۹۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۹۲۹' اتحاف ج ۹ص ۲۵)

اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے:

marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فحش کلام کرتے تھے نہ تکلفاً' نہ بازاروں میں شور کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے' لیکن معاف کرتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۱۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۰۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۵
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیا ہو' جب تک اللہ کی حدود کو پامال نہ کیا جائے' اور اگر اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو آپ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے تھے اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو آپ اس کو اختیار فرماتے تھے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰' ۶۱۰۶' ۶۸۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر نہ آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا اور نہ ہم نازل کرنے والے تھے O وہ صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے O (کہا گیا) ہائے افسوس ان بندوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آیا یہ اس کا مذاق اڑانے والے تھے O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جو اب ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی O اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کیے جائیں گے O (یٰسٓ: ۳۲۔۲۸)

سابقہ امتوں کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل نہ کرنے اور ہماری امت کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل کرنے کی توجیہ

قتادہ نے یٰسٓ: ۲۸ کی تفسیر میں کہا جب انہوں نے اس بستی کے رسولوں اور حبیب نجار کو قتل کر دیا تو پھر ہم نے اس بستی میں کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو کوئی نعمت عطا کرے اور وہ قوم اس نعمت کی قدر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے نعمت واپس لے لیتا ہے اور پھر اس قوم کو وہ نعمت عطا نہیں کرتا' اندلس کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت کی نعمت عطا کی انہوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی اور رقص و موسیقی کی محفلوں اور آپس کی لڑائیوں اور طوائف الملوکی کا شکار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ نعمت واپس لے لی اور آٹھ سو سال اندلس پر حکومت کرنے کے بعد مسلمانوں سے یہ نعمت لے لی گئی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو قتل کر دیا' یا جلاوطن کر دیا' یا جبراً عیسائی بنا دیا اور اب وہاں بہت کم تعداد میں برائے نام مسلمان ہیں' اسی طرح ایک دور تھا جب تین براعظموں میں یعنی یورپ' ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک میں مسلمانوں کی مستحکم حکومتیں تھیں لیکن جب مسلمانوں کی اکثریت نے اسلام کے احکام پر نہ صرف یہ کہ عمل کرنا چھوڑ دیا بلکہ وہ اسلام کے احکام پر عمل کرنے کو باعث عار سمجھنے لگے تو پھر ان کی حکومتیں غیر مستحکم ہو گئیں اور آج یہ حال ہے کہ مسلم ممالک ہر جگہ امریکا اور برطانیہ سے مرعوب ہیں اور ان کے زیر تسلط ہیں اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور ہیں۔

اور حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا پھر ہم نے اس بستی میں وہ فرشتے نازل نہیں کیے جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لے کر نازل ہوتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہم نے اس کے بعد ان پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہ کیا' اس کی تفسیر یہ ہے کہ ان بستی والوں کو ہلاک کرنے کے لیے ہمیں آسمان سے کوئی لشکر بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی' بلکہ ایک گرج دار چیخ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو آسمان سے کوئی لشکر نازل کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو پھر اس نے غزوہ بدر میں فرشتے کیوں نازل کیے تھے' غزوہ بدر کے متعلق یہ آیتیں ہیں:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (الانفال: ۱۰۔۹)

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اللہ نے تمہاری دعا قبول کی (اور فرمایا) میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا ۝ اور اللہ کا ان فرشتوں کو بھیجنا صرف اس لیے ہے کہ یہ بشارت ہو اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں' اور امداد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے' بے شک اللہ بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران: ۱۲۶۔۱۲۴)

اور آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ مسلمانوں سے یہ فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے ہرگز یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہارے لیے تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہاری مدد فرمائے ۝ کیوں نہیں بلکہ اگر تم صبر کرو اور تم اللہ سے ڈرتے رہو تو یہ فرشتے تمہارے پاس اسی وقت آ جائیں گے' تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا ۝ اور اللہ کا ان فرشتوں کو بھیجنا صرف اس لیے ہے کہ یہ بشارت ہو اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور امداد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے' بے شک اللہ بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں فرشتوں کا یہ لشکر کفار سے جنگ کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا ورنہ کفار کو ہلاک کرنے کے لیے ایک فرشتہ کو نازل کرنا ہی کافی ہوتا' بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بشارت اور مسلمانوں کے اطمینان کے لیے بھیجا تھا' اس سلسلہ میں سورۃ الاحزاب کی حسب ذیل آیت سے بھی اعتراض ہو سکتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۹)

اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے اسے یاد کرو' جب تمہارے مقابلہ میں فوجیں آئیں' پھر ہم نے ان کے خلاف تند و تیز آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اللہ اس پر بصیرت رکھنے والا ہے۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ یہاں یٰسٓ: ۲۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا' اور نہ ہم نازل کرنے والے تھے' حالانکہ غزوہ احزاب میں فرمایا ہے اور ہم نے ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کے لشکر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے' صرف ایک فرشتہ ہی پورے شہر اور پوری بستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے' حضرت لوط علیہ السلام کی پوری بستیوں کو حضرت جبریل نے اپنے پر سے اٹھا کر پلٹ ڈالا تھا' اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اور ثمود کے شہر ان کی ایک چیخ سے ملیامیٹ ہو گئے اور صفحۂ ہستی سے مٹ گئے تھے' اور حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو قیامت آ جائے گی اور کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی' اس کے باوجود غزوہ بدر میں ایک ہزار سے پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کے اطمینان کے لیے نازل کیے گئے اور غزوہ احزاب میں فرشتوں کے لشکروں نے کفار کی فوجوں کے خیموں کی رسیاں کاٹ کر اور میخیں اکھاڑ کر ان کے دلوں میں رعب اور

marfat.com

خوف طاری کیا' تو یہ صرف ہمارے نبی سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز اور اکرام کو اور آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے
کہ پچھلی امتوں کے کفار کو ہلاک کرنے کے لیے صرف ایک فرشتہ کو نازل کیا جاتا تھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے
زمانہ کے کافروں کے دلوں پر صرف رعب طاری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صرف ایک فرشتہ کو نہیں بلکہ فرشتوں کے پورے
لشکر کو بھیجا۔

حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت کرنے اور بعد کی تخصیص کی توجیہ

اس آیت میں دوڑ کر آنے والے شخص (حبیب نجار) کی طرف اس قوم کی نسبت کی گئی ہے جس پر عذاب نازل کیا گیا
تھا' اور نبیوں کی طرف نسبت نہیں کی گئی حالانکہ بہ ظاہر رسولوں کی طرف اس قوم کی نسبت کی جانی چاہیے تھی کیونکہ ایک شخص کی
قوم اس کی آل اور اس کے اصحاب ہوتے ہیں اور رسول کی قوم پوری جماعت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس پوری آبادی کا رسول ہوتا
ہے جس کی طرف اس کو بھیجا جاتا ہے اور وہ پوری آبادی اس کی قوم ہوتی ہے' اس صورت میں حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت
اس وجہ سے کی گئی ہے کہ وہ ان کے نسب سے تھا اور رسول باہر سے بھیجے گئے تھے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں پر عذاب آیا وہ
حبیب نجار کے رشتہ دار تھے اس لیے فرمایا: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر نہ آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا اور نہ ہم نازل
کرنے والے تھے۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی تکذیب اور حبیب نجار کو قتل کرنے سے پہلے بھی کسی پر آسمان
سے فرشتوں کا لشکر نہیں بھیجا تھا پھر یہاں پر یہ تخصیص کیوں فرمائی کہ ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر نہ آسمان سے کوئی لشکر
نازل کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بستی کے لوگ ان نبیوں اور رسولوں کی تکذیب اور قتل کیے جانے اور حبیب نجار کے قتل کیے
جانے کے بعد عذاب کے مستحق ہوئے تھے اس وجہ سے بیان واقعہ کے طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر نہ
آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا۔

بستی والوں کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک کر دینا

اس کے بعد فرمایا: وہ صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے O

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی طرف بھیجا' انہوں نے ان کی بستی کے
دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر بہت زور سے چیخ ماری جس سے ان کے جسموں میں زندگی کی کوئی حرارت باقی نہ رہی اور چشم زدن
میں وہ تمام لوگ بجھ کر رہ گئے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۲' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۴)

ان سے حواس اور حرکات کے آثار کا ظہور ختم ہو گیا' ان کے مردہ اجسام کو بجھی ہوئی آگ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس
میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص زندہ ہے وہ اپنے حواس کے آثار اور حرکات ارادیہ کے ظہور کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی روشن آگ کی
مانند ہے اور جو شخص مردہ ہے وہ راکھ کی مثل ہے۔

بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ رسولوں اور حبیب نجار کو قتل کرنے کے تین دن بعد حضرت جبریل نے ان کی بستی میں آ کر
چیخ ماری تھی' اور بعض میں یہ مذکور ہے کہ وہ رسولوں اور حبیب نجار کو قتل کرنے کے بعد خوشی خوشی اپنے گھروں کی طرف جا رہے
تھے کہ اچانک ایک چیخ کی آواز آئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجنے میں جلدی اس لیے کی کہ
جو شخص اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو ایذاء پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل ارشاد فرماتا

ہے: جس شخص نے میرے ولی سے عداوت رکھی' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں' جس چیز سے بھی میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے' اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں' اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے' اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے' میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے' اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے' اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں' اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں' اور میں جس کام کو بھی کرنے والا ہوں کسی کام میں اتنا تردد (اتنی تاخیر) نہیں کرتا جتنا تردد (جتنی تاخیر) میں مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں' وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۲۰۸۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث ۶۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۔۴' کتاب الاسماء والصفات ص ۴۹۱' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵' مشکوٰۃ رقم الحدیث ۲۲۶۶' کنز العمال رقم الحدیث ۲۱۳۲۷)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

(مجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۹۰' ج ۳ ص ۲۵۹' ج ۱۰ ص ۳۸۳' ج ۱۱ ص ۱۸۲' ۱۷۳۔۷۵' ج ۷ ص ۷۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اور حافظ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ نے لکھا ہے کہ عبدالواحد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے اور میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ' عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث من عادلی ولیا کی سند پر حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی کے اعتراضات کے جوابات

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت غریب ہے اور اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو اس حدیث کو خالد بن مخلد کی منکر روایات میں سے شمار کیا جاتا' کیونکہ اس حدیث کے الفاظ بہت غیر مانوس ہیں' اور اس لیے کہ اس کی روایت میں شریک منفرد ہے اور وہ حافظ نہیں ہے' اور یہ متن صرف اس سند کے ساتھ مروی ہے' اور امام بخاری کے علاوہ اور کسی امام نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا اور میرا گمان ہے کہ یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ذہبی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا کیونکہ ہم اس حدیث کی تخریج میں بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند احمد میں' امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں' امام ابو یعلیٰ نے مسند ابو یعلیٰ میں' امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں' امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں' امام بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور امام ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں روایت کیا ہے' علاوہ ازیں شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث سے مجموع الفتاویٰ میں متعدد مقامات پر استدلال کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ ذہبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ہے' پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ مجھے اس پر جزم اور یقین ہے کہ یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ عسقلانی کا بھی یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث یقیناً مسند احمد میں نہیں ہے' بلکہ یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہے اور

marfat.com

اس کے حسب ذیل حوالہ جات ہیں: (مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۲۴۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۰۷۱' مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۷۲۳' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مسند احمد کے مخرج الشیخ الشعیب الارنوط نے مسند احمد کے حاشیہ میں اس حدیث کی تخریج میں لکھا ہے:

امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو الاولیاء: (۴۵) میں' امام بیہقی نے الزہد (۶۹۸) میں' امام البزار نے (۳۶۲۷) (۳۶۴۷) میں' امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵ میں' امام القضاعی نے مسند الشہاب (۱۴۵۷) میں' امام طبرانی نے الاو (۹۳۴۸) میں' حافظ الہیثمی نے المجمع ۱۰ ص ۲۶۹ میں روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں خالد بن مخلد کی سند سے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے' حافظ ذہبی نے میز الاعتدال میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث خالد کی منکرات میں سے ہے اگر امام بخاری کی صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو اس خالد کی منکرات میں سے شمار کیا جاتا' حافظ عسقلانی نے فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۴۱' میں اس کا جواب دیا یہ کہنا کہ یہ حدیث صرف خالد کی سند سے مروی ہے مردود ہے' کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اص ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کا بھی ذکر کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۶۳۔۲۶۲' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا معجزات اور کرامات کی اصل ہونا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا محبوب بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضر بہ ضرور عطا کرتا ہوں' اور یہ حدیث معجزہ اور کرامت کی اصل ہے' کیونکہ معجزہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی دعا قبول فرما کر کس خلاف عادت کام کو ظاہر فرماتا ہے اور کرامت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی دعا قبول فرما کر کسی خلاف عادت کام کو ظاہر فرما ہے۔

اسی طرح معجزہ کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ شخصوں پر میں نے لعنت کی اور ان اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی مجاب (مستجاب الدعوات) ہے۔ الحدیث' یعنی ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۴۹' تحفۃ الاخیار (شرح معانی الآثار) رقم الحدیث: ۴۶۱۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۸۸۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث ۱۶۸۸' السنۃ لابی العاصم رقم الحدیث: ۴۴۔۳۳۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۶' ج ۲ ص ۵۲۵' ج ۴ ص ۹۰ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۷۰۱۱' ۳۹۴۰' ۱۰۲ ط جدید' مصابیح السنہ رقم الحدیث: ۸۷' مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۱۰۹' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۶' ج ۷ ص ۲۰۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۲۸۸۵' الجامع الصغ رقم الحدیث: ۴۶۶۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب اور قدرت کے ثبوت کے سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہ کی تصریح

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں ہر خلاف عادت کام کو معجزہ کہتے ہیں اور اصطلاح میں معجزہ نبی کے ساتھ مخصوص ہے اور کرامت ولی کے ساتھ مخصوص ہے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ صفات کمال کا رجوع تین چیزوں کی طرف ہوتا ہے' علم' قدرت اور غنیٰ' اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ فعل پر قدرت کو تاثیر کہتے ہیں اور ترک پر قدرت کو غنیٰ کہتے ہیں اور یہ تینوں صفات علیٰ وجہ الکمال صرف اللہ عزوجل کے ساتھ

مخصوص ہیں کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور وہی تمام جہانوں سے غنی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ ان تینوں چیزوں کا دعویٰ کرنے سے برأت کا اظہار کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ. (الانعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے ہی پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں (از خود) غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے اور نہ آپ (از خود) اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں اور نہ آپ فرشتے ہیں کہ کھانے پینے اور مال سے مستغنی ہوں' آپ تو صرف اس چیز کی اتباع کرتے ہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے' اور آپ کی طرف دین کی' اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی اطاعت کی وحی کی جاتی ہے اور ان تین چیزوں (علم غیب' اللہ کے خزانے اور مال) میں سے آپ کو صرف اتنی چیزیں حاصل ہیں جتنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں' آپ کو اسی غیب کا علم ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے' اور آپ کو ان ہی چیزوں پر قدرت حاصل ہے جن چیزوں پر اللہ نے آپ کو قدرت عطا کی ہے' اور جن خوارق (معجزات اور کرامات) سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستغنی کر دیا ہے آپ اس سے مستغنی ہیں۔

اور علم کے باب میں سے یہ خوارق ہیں کہ بعض اوقات انسان ان چیزوں کو سن لیتا ہے جن کو دوسرا نہیں سن سکتا اور بعض اوقات انسان ان چیزوں کو نیند اور بیداری میں دیکھ لیتا ہے جن کو دوسرا دیکھ نہیں سکتا' اور بعض اوقات اس کو وحی اور الہام سے یا علم بدیہی کے نازل ہونے سے یا فراست صادقہ سے ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے جن کا دوسروں کو علم نہیں ہوتا اور اس کو اصطلاح میں کشف' مشاہدات' مکاشفات اور مخاطبات کہتے ہیں' پس سننے کو مخاطبات' دیکھنے کو مشاہدات اور علم کو مکاشفہ کہتے ہیں' اور جو چیز باب قدرت سے ہو اس کو تاثیر کہتے ہیں اور کبھی یہ تاثیر بندہ کی ہمت سے ظاہر ہوتی ہے اور کبھی اس کی مقبول دعا سے ظاہر ہوتی ہے اور کبھی یہ محض اللہ کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے' جس میں بندہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو ہلاک کر دیتا ہے' جیسے فرمایا میں اس شخص سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں جو میرے ولی سے عداوت رکھے' یا اللہ تعالیٰ ان کی محبت میں لوگوں کے دلوں کو جھکا دیتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱۱ ص ۱۷۳-۱۷۲' مطبوعہ دار الجیل ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزات اور خوارق کی تمام انواع کو جمع کر دیا گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو علم غیب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے انبیاء متقدمین کی اور ان کی امتوں کی خبریں دی ہیں اور ان کے احوال بیان کیے ہیں اور ان کے علاوہ اولیاء سابقین کے بھی احوال بیان کیے ہیں' ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی خبریں دی ہیں' ملائکہ کے متعلق بیان کیا ہے اور جنت اور دوزخ کے احوال بیان کیے ہیں اور آپ نے ماضی' حال اور مستقبل کی غیب کی خبریں بیان کی ہیں۔

اور جہاں تک آپ کی قدرت اور تاثیر کا تعلق ہے تو آپ نے چاند کو شق کیا اور جب حضرت علی کی نماز عصر قضا ہو گئی تو آپ نے ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹا دیا' اس طرح آسمانوں میں آپ کا شب معراج جانا بھی اس پر دلیل ہے' اور زمین میں آپ کا تصرف یہ ہے کہ آپ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گئے' اسی طرح جب آپ پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا' آپ کی

marfat.com

انگلیوں سے پانی جاری ہوا' کئی مرتبہ پانی زیادہ ہوا اور کئی مرتبہ طعام زیادہ ہوا اور یہ بہت وسیع باب ہے ہمارا مقصد تمام معجزات کا احاطہ کرنا نہیں ہے بلکہ چند مثالیں دینی ہیں۔ (مجموع الفتاوی ج ۱۱ ص ۵-۱۷۴ ملخصاً مطبوعہ دار الجلیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

حسرت کا معنی اور اس بستی کے کافروں کی حسرت کے اسباب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (کہا گیا) ہائے افسوس ان بندوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا یہ اس کا مذاق اڑانے والے تھے O (یٰسٓ: ۳۰)

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: **یحسرة علی العباد**' کسی چیز کے فوت ہونے یا اس کے جاتے رہنے سے جو غم اور افسوس ہوتا ہے اس کو حسرت کہتے ہیں' اسی طرح کسی غلط کام کرنے پر جو ندامت ہوتی ہے اس کو بھی حسرت کہتے ہیں' حسر کا معنی منکشف ہونا اور تھکنا بھی ہے گویا اس پر منکشف ہو گیا کہ کس جہالت نے اس کو اس غلطی پر ابھارا تھا' یا اس غلطی پر غم اور افسوس کی وجہ سے اس کا اعضاء مضمحل ہو گئے' اور اس کا جسم نڈھال ہو گیا' یا اس کا تدارک کرنے سے وہ عاجز ہو گیا۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

طبری نے کہا ہے کہ ان کافروں کو خود اپنے اوپر افسوس ہوا کہ انہوں نے ان رسولوں کا کیوں مذاق اڑایا اور ان کو کیوں قتل کیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ لوگ اس محل میں تھے کہ ان کے ظالمانہ افعال پر افسوس کیا جاتا' ابو العالیہ نے کہا العباد سے مراد رسول ہیں' کیونکہ جب کفار نے عذاب کو دیکھا تو افسوس کیا اور ان کو قتل کرنے پر اور اپنے ایمان نہ لانے پر نادم ہوئے' اور انہوں نے اس وقت ایمان لانے کی تمنا کی جب ان کو ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا' ضحاک نے کہا یہ فرشتوں کی کفار پر حسرت ہے کہ وہ رسولوں پر ایمان کیوں نہیں لائے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب اس بستی کے کافر' حبیب نجار کو قتل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے تو اس نے کہا ہائے ان بندوں پر افسوس ہے! کیونکہ اب ان لوگوں پر عذاب کا آنا یقینی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رسولوں کا قول ہے اور اس طرح کے اور بھی مختلف اقوال ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جو اب ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی O (یٰسٓ: ۳۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار پر حسرت کا سبب بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے نمائندے اور رسول بھیجے اور انہوں نے ان رسولوں کی قدر نہیں کی اور ان کے پیغام کا مثبت جواب نہیں دیا اور یہی ان کی پہلے ندامت اور بعد میں ان کی حسرت کا سبب بن گیا' اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس بادشاہ آئے اور بتائے کہ وہ بادشاہ ہے اور اس سے کوئی آسان چیز طلب کرے اور وہ شخص اس کو جھٹلائے اور اس کی طلب کردہ چیز اس کو نہ دے' پھر بعد میں وہی شخص بادشاہ کے پاس جائے جب کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہو اور وہ شخص اس بادشاہ کو پہچان لے کہ یہی شخص میرے پاس آیا تھا اور میں نے اس کی مطلوبہ چیز اس کو نہیں دی تھی تو اس وقت وہ کس قدر نادم اور شرمندہ ہو گا اور کس قدر غم' افسوس اور حسرت ہو گی کہ کاش میں نے اس کو وہ چیز دے دی ہوتی!

اسی طرح اللہ کے رسول بہ منزلہ بادشاہ ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو عزت دی ہے اور ان کو اپنا نائب اور قائم مقام قرار دیا ہے اس اعتبار سے وہ بادشاہ سے بھی بڑھ کر ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — آپ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو

(آل عمران: ۳۱) اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مرتبہ بتایا ہے کہ جو شخص آپ کی اطاعت اور آپ کی پیروی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب کا اللہ کے نزدیک کیا مرتبہ اور کیا مقام ہے۔ جب دنیا میں رسول آئے اور انہوں نے لوگوں سے اپنا تعارف کرایا اس وقت انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنی عظمت کا نشان ظاہر نہیں کیا اس لیے لوگوں نے ان کی قدر نہیں کی' لیکن جب قیامت کے دن رسول' اللہ تعالیٰ کے حضور گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما دے گا اس وقت لوگوں کے سامنے رسولوں کی عزت اور وجاہت ظاہر ہو گی' اور دنیا میں رسولوں نے لوگوں کو جس چیز پر عمل کرنے کی دعوت دی تھی وہ کوئی مشکل کام نہیں تھا جب کہ وہ اس پیغام پہنچانے کا کوئی اجر اور صلہ بھی نہیں مانگ رہے تھے اور جب وہ ان چیزوں پر غور کریں گے تو ان کو اور شدید ندامت ہو گی خصوصاً اس لیے کہ انہوں نے صرف رسولوں کے پیغام سے اعراض کرنے اور اس پیغام کو مسترد کرنے پر اکتفاء نہیں کی' بلکہ ان کا مذاق اڑایا' ان کو حقیر قرار دیا اور ان کی توہین کی' اور اس پر بھی بس نہیں کی حتیٰ کہ ان کو زدوکوب کیا اور ان کو قتل کر دیا' سو یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے کفار اپنے ایمان نہ لانے اور رسولوں کے ساتھ زیادتی کرنے پر جس قدر بھی افسوس کریں وہ کم ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے بستی والوں سے ان کے پیش رو کافروں کا حال بیان فرمایا: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جواب ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی' یعنی ان سے پہلے بھی کتنے رسولوں کے مکذبین مخالفین اور ان کا مذاق اڑانے والے اور ان پر زیادتی کرنے والے تھے ہم ان سب کو ہلاک کر چکے ہیں وہ اب دنیا میں لوٹ کر آئیں گے نہ اس بستی میں لوٹ کر آئیں گے' ان کی نسل منقطع ہو چکی ہے اور اب ان کا کوئی اثر اور نشان باقی نہیں ہے' کیا یہ کفار ان کے انجام سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

مکہ کے کافروں کے لیے مقام عبرت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کیے جائیں گے O (یٰسۤ: ۳۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جن کافروں نے رسولوں کے پیغام کو مسترد کر دیا اور ان کی توہین کی' ان کی سزا صرف یہی نہیں ہے کہ ان پر ایک عذاب آیا اور وہ سب ہلاک ہو گئے اور اس کے بعد اب کچھ نہیں ہو گا' اگر ایسا ہوتا تو ان کی موت ان کے لیے ان کی عافیت اور ان کے آرام کا سبب ہوتی لیکن ایسا نہیں ہو گا' مرنے کے بعد ان سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا' پھر ان کی پچھلی زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ان کے برے عقائد اور برے اعمال پر ان کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ سو مکہ کے کافروں کو ان بستی والوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور آپ کی نافرمانی کا راستہ ترک کر کے آپ کی موافقت اور آپ کی اطاعت اور اتباع کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا

يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا

کیا جس سے وہ کھاتے ہیں O اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے' اور ان میں ہم نے کچھ

marfat.com

فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ

چشمے جاری کر دیئے ○ تا کہ لوگ اس کے پھلوں سے کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے اس کی پیدائش میں کوئی عمل نہیں کیا

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

تو وہ کیوں شکر ادا نہیں کرتے ○ پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں سے ہر قسم کے جوڑے پیدا کیے، جن کو زمین

الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ۖ

اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں سے اور ان چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے ○ اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي

ہم اس سے دن کھینچ لیتے ہیں تو یکایک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج

لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ

اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے، یہ بہت غالب، بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے ○ اور ہم نے چاند کی

مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي

منزلیں مقرر کی ہیں حتیٰ کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے ○ نہ سورج چاند کو پکڑ

لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ

سکتا ہے، اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، اور ہر ایک (سیارہ)

يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿٤١﴾

اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○ اور ان کے لیے اس بھری ہوئی کشتی میں نشانی ہے جس میں ہم نے ان کی اولاد کو سوار کر دیا ○

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهٖ مَا يَرْكَبُونَ ﴿٤٢﴾ وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا

اور ہم نے ان کے لیے اس کشتی کی مثل اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ○ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق

صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿٤٣﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلٰى

کر دیں، پھر ان کا کوئی فریاد رس نہیں ہو گا اور نہ ان کو بچایا جا سکے گا ○ سوا اس کے کہ ہماری طرف سے ان پر رحمت

marfat.com

حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

ہو اور ایک مقرر میعاد تک فائدہ پہنچانا ہو O اور جب ان سے کہا جاتا ہے تم اس (عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور تمہارے بعد

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا

ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ اس پر غور نہیں کرتے) O اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں

كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۴۶﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ

سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو

اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ

خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں تو کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم اس کو کھلائیں جس کو اگر اللہ کھلانا چاہتا

اللَّهُ أَطْعَمَهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ

تو کھلا دیتا، تم تو صرف کھلی ہوئی گم راہی میں ہو O اور وہ کہتے ہیں

هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً

یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟ اگر تم سچے ہو تو بتا دو O وہ صرف ایک ہولناک چیخ کا

وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً

انتظار کر رہے ہیں جو ان کو اس وقت پکڑے گی جب وہ جھگڑ رہے ہوں گے O پس وہ اس وقت نہ وصیت

۳ ع ۴ ۲ وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۰﴾ ع

کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں O اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ان میں ہم نے کچھ چشمے جاری کر دیئے O تاکہ لوگ اس کے پھلوں سے کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے اس کی پیدائش میں کوئی عمل نہیں کیا تو وہ کیوں شکر ادا نہیں کرتے O پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں سے ہر قسم کے جوڑے پیدا کیے، جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں سے اور ان چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے O (یٰسٓ: ۳۶-۳۳)

marfat.com

آیات سابقہ سے ارتباط

ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے ربط اس طرح ہے کہ یٰسٓ :۳۲ میں حشر کی طرف اشارہ فرمایا تھا کیونکہ اس میں ارشاد فرمایا تھا: اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کیے جائیں گے O اور حشر کے دن سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیا جائے گا' اور زیر تفسیر آیت میں حشر کی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ اس میں ارشاد ہے کہ ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔

مردہ زمین سے مراد ہے خشک اور بنجر زمین' یہاں فرمایا ہے: جس کو ہم نے زندہ کر دیا' زندہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو حیات عطا کر دی اور حیات' حس اور حرکت ارادیہ کا تقاضا کرتی ہے' اور یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے اس میں نشوونما کی قوتیں پیدا کر دیں' اور اس میں دریاؤں اور چشموں کے پانی سے تروتازہ سبزہ اور غلہ اور دانے پیدا کر دیئے' سو جس طرح ہم خشک اور بنجر زمین کو پانی سے سرسبز بنا دیتے ہیں اسی طرح ہم مردہ اجسام کو دوبارہ زندہ کر دیں گے' اور فرمایا: ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں' غلہ اور دانے' گندم' جو' باجرہ' مکئی' چنا اور دالوں کی دیگر اجناس کو شامل ہے' جس سے لوگ روٹی پکا کر کھاتے ہیں' اللہ کا یہ بھی کرم اور اس کا فضل ہے کہ اس نے متعدد اجناس کا غلہ پیدا کیا ہے' اگر صرف ایک ہی قسم کا غلہ ہوتا اور لوگ کسی مرض کی وجہ سے اس کو نہ کھا سکتے تو بھوک سے مر جاتے' مثلاً ذیابیطس کے مریضوں کے لیے گندم نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں بہت زیدہ نشاستہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے چنا بھی پیدا کر دیا' چنے میں گندم کی بہ نسبت آدھا نشاستہ ہوتا ہے' سو جن کی شوگر بہت زیادہ ہو وہ چنے کی روٹی کھا لیتے ہیں۔

روٹی کی تعظیم اور تکریم کے متعلق احادیث

اللہ تعالیٰ نے روٹی کی شکل میں ہم کو عظیم نعمت عطا فرمائی ہے' اور غلہ اور دانے کی تفسیر میں چونکہ روٹی کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ روٹی کی تعظیم اور تکریم اور روٹی کھانے کے آداب کے متعلق چند احادیث اور ان کی تشریح پیش کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روٹی کی تعظیم کرو۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۲۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۸۶۹' حاکم نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے)

حضرت ابوسکینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے' جس شخص نے روٹی کی تعظیم کی اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۸۴۰' مجمع الزوائد ص ۳۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۲۴' حافظ الہیثمی اور حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی برکتوں سے نازل فرمایا ہے اور اس کو زمین کی برکتوں سے نکالا ہے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۲۵)

حضرت عبد اللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روٹی کو آسمان کی برکتوں کے ساتھ نازل کیا ہے اور اس کے لیے زمین کی برکتیں مسخر کر دی ہیں اور جس نے دسترخوان پر گرنے والا روٹی کا ٹکڑا تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۸۷۷' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۲۶' حافظ الہیثمی اور حافظ السیوطی نے کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ وضو کرنے کی جگہ میں گئے وہاں انہوں نے نالی میں ایک لقمہ پا

روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا' انہوں نے اس سے گندگی صاف کر کے اس کو اچھی طرح دھویا' پھر اپنے غلام کو وہ روٹی کا ٹکڑا دے دیا' اور فرمایا جب میں وضو کروں تو مجھے یہ لقمہ یاد دلانا' جب آپ نے وضو کیا تو اس غلام سے فرمایا لاؤ مجھے وہ روٹی کا ٹکڑا دے دو' اس غلام نے کہا اے میرے آقا! میں نے تو اس ٹکڑے کو کھا لیا ہے' آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہو' اس غلام نے پوچھا اے میرے آقا! آپ نے کس سبب سے مجھے آزاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیونکہ میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی خراب جگہ سے کوئی لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا اٹھایا اور اس سے گندگی کو دور کیا اور اس کو اچھی طرح صاف کر لیا پھر اس کو کھا لیا تو اس کے پیٹ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا' پھر حضرت حسن نے کہا اور میں کسی جنتی شخص سے خدمت لینا نہیں چاہتا۔ اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۷۵۰' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۴)

علامہ شمس الدین محمد عبد الرؤف المناوی المتوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے' اس کی سند میں ایک راوی غیاث بن ابراہیم ہے اور وہ وضاع ہے' عبد الملک بن عبد الرحمان شافعی نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ کذاب ہے' علامہ مناوی نے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حافظ عراقی نے کہا کہ یہ حدیث شدید ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔

(فیض القدیر ج ۳ ص ۱۳۰۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث لفظاً شدید ضعیف ہو لیکن یہ حدیث معنیً ثابت ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید موجود ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور اس کا لقمہ گر جائے تو لقمہ پر جس چیز کے لگنے کی وجہ سے اس کو شک ہے اس کو گرا دے پھر اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۰۲' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۳۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۲۷۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۲۵۳' المستدرک ج ۴ ص ۱۱۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹ لے' اور آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس سے گندگی کو صاف کر دے اور اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور آپ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم برتن کو صاف کر لیا کریں اور آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے طعام میں برکت ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۹۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۰۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۴۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۱۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۷۸' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۸۷۳)

روٹی کی تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر کوئی نامناسب چیز نہ رکھی جائے' سفیان ثوری اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ روٹی پیالہ کے نیچے رکھی جائے۔ (سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۲۶' دار الجیل بیروت' ۱۹۹۸ء)

روٹی کی تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ آٹا چھانے بغیر روٹی پکائی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے' جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث کیا ہے آپ نے چھلنی نہیں دیکھی اور نہ کبھی آپ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی۔

marfat.com

(مسند احمد ج ۶ ص ۷۱ رقم الحدیث: ۲۴۴۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

احادیث مذکورہ کی تشریح

علامہ محمد عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

روٹی کی تکریم کا محمل یہ ہے کہ روٹی کی تمام انواع اور اقسام کی قدر کی جائے' کیونکہ انسان کو جس غلہ کی روٹی بھی جب میسر ہو وہ اس کو کھالے اور کسی اور جنس کی روٹی کی طلب اور جستجو نہ کرے' تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی ہے' اور لذت اور ذائقہ کے حصول کی کوشش نہیں کرتا' غالب القطان نے یہ کہا ہے کہ روٹی کی تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ روٹی ملنے کے بعد سالن کا انتظار نہ کرے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر روٹی سالن کے ساتھ کھائی تو وہ صحت کے لیے زیادہ مفید ہے' بعض متقدمین نے روٹی کے اوپر گوشت یا بوٹی رکھنے سے بھی منع کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پھل کو روٹی پر رکھا اور یہ فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔

روٹی کی تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کو کسی گندی' ناپاک یا بے وقعت جگہ پر نہ ڈالا جائے یا روٹی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے' امام غزالی نے ذکر کیا ہے کہ ایک عابد کے دوست کے پاس چند روٹیاں لائی گئیں' وہ ان کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا کہ ان میں جو سب سے اچھی روٹی ہو اس کو نکال کر کھائے' عابد نے اس سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ جس روٹی سے تم نے اعراض کیا ہے اس میں کتنی حکمتیں ہیں اور اس روٹی کو وجود میں لانے میں کتنی چیزوں کے عمل کا دخل ہے' اس روٹی کے حصول کے لیے اللہ نے بادلوں سے پانی اتارا' زمین کو سیراب کیا' زمین میں بیج ڈالا گیا' پھر اس سے غلہ پیدا ہوا' اور زمین میں معدنیات رکھے گئے' ان سے لوہا نکالا گیا' پھر اس لوہے سے مشینیں بنائی گئیں' ان مشینوں میں اس غلہ کو پیسا گیا' اور درختوں' کوئلوں' تیل اور قدرتی گیس سے ایندھن تیار کیا گیا' پھر اس آٹے کی روٹی پکائی گئی تو سوچو کہ اس ایک روٹی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتنی چیزیں پیدا کیں' یہ زمین' آسمان' ہوائیں' سورج کی حرارت' چاند کی کرنیں' دریاؤں کا پانی سب اس روٹی کو تم تک پہنچانے کے لیے اپنا اپنا رول ادا کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

(النحل: ۱۸)

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے دستر خوان پر گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑے کو کھالیا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۴۲۶)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف توبہ یا شفاعت یا اللہ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۲۹۹' مع التوضیح' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

گندم کی روٹی کا عظیم نعمت ہونا

یوں تو ہر قسم کے اناج کی روٹی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن گندم کی روٹی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا کھانے کو دل چاہتا ہے؟ اس نے کہا گندم کی روٹی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس گندم کی روٹی

ہو وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا بیمار کسی چیز کو کھانے کی خواہش کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۱-۱۴۴۰' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مریض کے لیے وہ چیز نقصان دہ نہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ام المنذر بن قیس الانصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت علی بیماری سے کمزور تھے اور ہماری ادھ کچی اور ترش کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں سے کھا رہے تھے' حضرت علی نے بھی ان کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے علی! ٹھہرو' تم کمزور ہو' حضرت ام المنذر کہتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چقندر اور جَو کا کھانا تیار کیا تھا' آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! تم اس سے کھاؤ یہ تمہارے لیے نفع بخش ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۴۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۷' المستدرک ج ۴ ص ۴۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴-۳۶۳)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یہ فرماتے تھے: اے بنی اسرائیل تم تازہ پانی اور خشکی کی سبزیاں اور جَو کی روٹی کھایا کرو اور تم گندم کی روٹی سے اجتناب کرو کیونکہ تم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۷۹)

گندم بہترین اناج ہے' نصف دنیا کی بنیادی غذا ہے' اس کا مزاج گرم درجہ اول اور مائل بہ اعتدال ہے' گندم خون اور گوشت پیدا کرتا ہے' ہڈیاں بناتا ہے' قبض کو دور کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے' اس میں ۹۰-۶۰ فی صد نشاستہ ہوتا ہے (اس لیے ذیابیطس کے مریضوں کے لیے مضر ہے) اس کے غذائی اور کیمیاوی اجزاء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سو گرام آٹا جس سے میدہ اور سوجی وغیرہ نہ نکالی گئی ہو' اس میں ۳۱۸ حرارے' ۲.۱۳ گرام پروٹین' ۲ گرام چکنائی' ۹.۶ گرام ریشہ' ۳۵ ملی گرام کیلشیم' ۴ ملی گرام فولاد' ۳ ملی گرام جست' ۳۴۰ ملی گرام فاسفورس' ۴۶. وٹامن ب' ۸. ملی گرام وٹامن من ب ۲' ۵۰. ملی گرام ب ۶' ۱ ملی گرام وٹامن ای ہوتا ہے۔

دماغ کی طاقت کے لیے فاسفورس اور گلوکوز بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور سب سے زیادہ فاسفورس اور گلوکوز گندم سے حاصل ہوتا ہے اس لیے دماغ کی توانائی کے لیے گندم سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے اور یہ سب چیزوں سے زیادہ ارزاں اور سہل الحصول ہے' سو گندم کی روٹی کھانا سب سے عظیم نعمت ہے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہو' اور گندم کے یہ فوائد اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب اس سے بھوسی نہ نکالی جائے' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چھانے آٹے کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ یٰسٓ: ۳۵' ۳۴ میں کھجور اور انگور کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے پیدا کرنے سے وجود باری پر استدلال فرمایا ہے' ہم الانعام: ۹۹ میں کھجور اور انگور کے خواص ان کے غذائی اور کیمیائی فوائد کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں اور یہ بھی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں وجود باری پر کس طرح کے دلائل ہیں' اس کے لیے تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۱۱-۶۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

لفظ سبحان اور تسبیح کا معنی

اس کے بعد فرمایا سبحان (پاک) ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں سے ہر قسم کے جوڑے پیدا کیے' جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں سے اور ان چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے O (یٰسٓ: ۳۶)

marfat.com

لفظ سبحان اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کے لیے علم ہے' اور تسبیح کا معنی ہے اپنے اعتقاد اور قول کے ذریعہ کسی چیز کو عیب سے دور کرنا' اور اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں اور اس کی قدرت کے عجیب وغریب آثار دیکھ کر اس کی عظمت کبریائی پر حیران ہونا' اور اس کی جلالت کا اعتراف کرنا اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا' عبادت کو صرف اسی کے ساتھ مخصوص قرار دینا اور اس پر تعجب کرنا کہ کفار دن رات اس کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں اس کے باوجود اس کی الوہیت اور توحید کا انکار کرتے ہیں یا اس کی عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں' اور اس آیت میں تسبیح کا معنی یہ ہے کہ میں اس ذات کی شرک کے عیب سے برأت بیان کرتا ہوں جس نے انواع واقسام کے غلے اور پھل پیدا کیے' میں دل میں بھی اس بات کو مانتا ہوں کہ وہ واحد ہے اور شریک کا محتاج ہونے کے عیب سے پاک ہے اور زبان سے بھی اس کی برأت کو بیان کرتا ہوں' وہ ہر اس چیز سے بری اور منزہ ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' اور کفار اور مشرکین جن چیزوں سے اس کا موصوف ہونا بیان کرتے ہیں وہ ان سے پاک اور بری ہے' یہ تسبیح اعتقاد سے بھی ہے زبان سے بھی ہے اور عمل سے بھی' بایں طور کہ انسان اپنا سر صرف اللہ تعالیٰ کے آگے خم کرے اور صرف اسی کی اطاعت کرے۔

زمین کی روئیدگی سے وجود باری اور اس کی توحید پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے' یعنی اس نے زمین سے انواع واقسام کے غلے اور پھل پیدا کیے اور ان کے نفسوں سے مرد اور عورت پیدا کیے اور جن چیزوں کو وہ نہیں جانتے کیونکہ وہ ان جوڑوں کی خصوصیات کو نہیں جانتے' ان کو نہیں معلوم کہ ان میں کیا دینی اور دنیاوی مصلحتیں ہیں' ان کے کیا خواص ہیں' ان کے کیا فوائد اور نقصانات ہیں' اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ انسان ان کی تفصیلات کو نہیں جانتے اور فرشتے ان کی تفصیلات کو جانتے ہیں' اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کی تفصیلات کو نہیں جانتا۔

اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جو ثواب عطا فرمائے گا اس کی کنہ اور حقیقت کو کوئی نہیں جانتا اسی طرح اہل دوزخ کو جس عذاب میں مبتلا کرے گا اس کی کیفیت کا بھی کسی کو ادراک نہیں ہے' اور اس سے روح کا بھی ارادہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت کو بھی کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' جن چیزوں کو زمین اگاتی ہے اور جو چیزیں ان کے نفسوں میں ہیں اور جن چیزوں کو وہ نہیں جانتے' جن چیزوں کو زمین اگاتی ہے اس میں تمام نباتات اور معدنیات داخل ہیں اور حیوانات بھی داخل ہیں کیونکہ حیوانات کا وجود بھی زمین اور اس کے اجزاء سے حاصل ہوتا ہے' اور جو چیزیں ان کے نفسوں میں ہیں اس سے مراد وہ دلائل ہیں جو انسان کے مشاعر اور ان کے نفسوں میں ہیں' اور جن چیزوں کو وہ نہیں جانتے اس سے مراد اللہ کی وہ مخلوق ہے جو انسان کے علم اور اس کے ادراک سے باہر ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تین قسم کی مخلوقات ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا خالق ہر قسم کے نقص اور عیب سے بری ہے' اور اس میں یہ بھی اشارہ بھی ہے کہ بعض مخلوقات کو تم جانتے ہو اور بعض کو تم نہیں جانتے سو تم اللہ کا شریک نہ ان کو قرار دو جن کو تم جانتے ہو اور نہ اللہ کا شریک ان کو قرار دو جن کو تم نہیں جانتے' کیونکہ مخلوق بہرحال مخلوق ہے وہ خالق نہیں ہو سکتی۔

اس آیت میں زمین کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت کے ساتھ زمین میں روئیدگی کا نظام ودیعت فرمایا ہے اس نے زمین میں ایسے مادے رکھے جو نباتات کی نشوونما کی صلاحیت رکھتے تھے اور اس کی تہہ کو اس قابل بنایا کہ کونپلوں اور پودوں کی جڑیں اس میں نفوذ کر سکیں اور اپنی نباتاتی غذا کو اس سے جذب کر سکیں' اور بارشوں' دریاؤں اور نہروں کے پانی سے

اس کی آب یاری کا نظام بنایا تاکہ نباتات کو ان کی غذا فراہم ہو سکے' زمین کے اوپر فضا میں ہوا کو پیدا کیا جس سے پودوں کو آکسیجن حاصل ہوتی ہے' سورج کی شعاعیں زمین تک پہنچائیں جن کی حرارت سے غلہ اور پھل پکتے ہیں اور چاند کی کرنیں مہیا کریں جن سے غلہ اور پھلوں میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے نباتات کی روئیدگی کا جو یہ نظام بنایا ہے جب انسان اس پر غور کرے گا تو اس کو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے' اگر محض بخت و اتفاق سے کھیت لہلہا رہے ہوتے اور باغوں میں پھل لگ رہے ہوتے اور پھول مہک رہے ہوتے تو ان میں یہ ضبط اور تسلسل نہ ہوتا' کیونکہ جو چیز اتفاق سے ہو وہ کبھی کبھی ہوتی ہے اس میں دوام اور تسلسل نہیں ہوتا' نیز اس کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ زمین کی پیداوار کا نظام خود بہ خود نہیں بن گیا ہے کیونکہ اس نظام میں اس قدر باریکیاں' مصلحتیں اور حکمتیں ہیں کہ بغیر کسی عظیم مدبر کے اس کے وجود کو فرض نہیں کیا جا سکتا' اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ چند ہستیاں اس نظام کی خالق ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز حادث اور فانی ہے اور جس چیز کو خود کسی بنانے والے کی احتیاج ہو وہ کسی دوسرے کو وجود میں لانے کا سبب کیسے بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے' ہم اس سے دن کھینچ لیتے ہیں تو یکا یک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے ○ اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں حتیٰ کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے ○ نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○ (یٰسٓ: ۴۰۔۳۷)

سلخ کا بیان

اس آیت میں نسلخ کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے ہم کھینچ لیتے ہیں یا اتار لیتے ہیں' سلخ کا معنی ہے حیوان کی کھال اتارنا' بہ طور استعارہ زرہ اتارنے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے' اس کا معنی گذر جانا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ. (التوبہ: ۵) جب حرمت والے مہینے گزر جائیں۔

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ. (یٰسٓ: ۳۷) ہم رات سے دن کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔

سانپ کے کینچلی سے باہر آنے کو بھی انسلاخ کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۱۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

ظلمت کا اصل اور نور کا عارض ہونا

آیت کا معنی علامت' نشانی اور دلیل ہے' اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی قدرت اور اس کی الوہیت کے وجوب پر رات میں دلیل ہے' فرمایا ہم دن کی روشنی کو رات سے کھینچ لیتے ہیں ہوا اور فضا میں جو سورج کی شعاعیں ہوتی ہیں جب ان کو کھینچ لیا جاتا ہے تو پھر رات کی سیاہی اور اس کا اندھیرا باقی رہ جاتا ہے جس طرح حیوان کے جسم سے کھال اتار لی جائے تو پھر اس کا اندرونی جسم باقی رہ جاتا ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اصل ظلمت ہے اور نور عارض ہے' جو سورج کی شعاعوں کی صورت میں ہوا میں متداخل ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نور کے ان باریک ذرات کو فضاء سے کھینچ کر نکال لیتا ہے تو پھر رات باقی رہ جاتی ہے۔ اور ظلمت کے اصل ہونے اور نور کے عارض ہونے پر یہ حدیث دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا' پھر جس نے اس نور کو پالیا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جو اس نور کو نہ پا سکا وہ گم راہی پر برقرار رہا' اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے موافق لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

marfat.com

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶ رقم الحدیث: ۶۶۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ المستدرک ج ۱ ص ۳۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۲ ۱۸ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۳ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۰۱ کنز العمال رقم الحدیث: ۵۸۲ ۱۴۱۳)

زمان اور مکان کے دلائل کی باہمی مناسبت

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کے احوال سے اپنے وجود اپنی قدرت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں رات کے وجود سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے اور ان دلیلوں میں مناسبت یہ ہے کہ زمین مکان ہے اور رات زمان ہے اور زمان اور مکان باہم متناسب ہیں ہر مخلوق زمان اور مکان میں ہے اور جوہر ہو یا عرض کوئی چیز زمان اور مکان کی قید سے باہر نہیں ہے اور انسان کا زیادہ تعلق مکان سے ہوتا ہے اور وہ اسی سے زیادہ متعارف اور واقف ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود قدرت اور توحید پر پہلے زمین کے احوال سے استدلال فرمایا اور پھر اس نے رات کے احوال سے اپنے وجود اور قدرت پر استدلال فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مقصود زمان سے استدلال کرنا ہے تو زمانہ تو دن اور رات دونوں کو شامل ہے تو پھر رات کو دن پر کیوں اختیار فرمایا اور فرمایا "اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے" اس کا ایک جواب یہ ہے کہ عموماً رات میں شور و شغب نہیں ہوتا اور رات میں لوگ پرسکون ہوتے ہیں اور سو جاتے ہیں اور نیند موت کی مثل ہے اور رات کے بعد سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگ بیدار ہو کر پھر زندگی کی دوڑ دھوپ میں مشغول ہو جاتے ہیں اور سورج کا طلوع ہونا ایسا ہے جیسے قیامت کے روز صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور چونکہ یہاں موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال کرنا مقصود تھا اس لیے رات سے استدلال فرمایا تاکہ رات سے نیند کی طرف اور نیند سے موت کی طرف ذہن منتقل ہو اور رات کے بعد پھر دن آتا ہے اور نیند کے بعد بیداری آتی ہے تو اس سے موت کے بعد پھر حیات کی طرف ذہن منتقل ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اصل استدلال رات سے ہی ہے تو پھر دن کا ذکر کیوں فرمایا اور یہ کہا: اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس سے دن کھینچ لیتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور ہر چیز کے منافع اور محاسن اس کی ضد سے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے رات سے استدلال کرتے ہوئے دن کا بھی ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں بھی رات اور دن سے استدلال فرمایا ہے ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۔ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔ (حٰم السجدہ: ۳۷)

دن اور رات کے توارد میں وجود باری اس کی توحید اور حشر اجساد پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں زمین کی روئیدگی اور اس کی پیداوار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اپنی قدرت اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا تھا کیونکہ زمین کے احوال ہر شخص کو معلوم ہیں اور اس کی پیداوار کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے سو یہ بتایا کہ یہ غلہ اور پھل یہ سبزہ اور یہ تناور درخت یونہی خود بہ خود نہیں کھڑے ہو گئے ان کا ضرور کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور زمین کا بار بار مردہ اور بے آب و گیاہ ہونا اور پھر سبزہ اور پھلوں سے لد کر زندہ ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ قیامت کے بعد مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرما دے گا۔

پھر انسان جس طرح زمین کی روئیدگی کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اسی طرح انسان دن اور رات کے توارد کا بھی مطالعہ کرتا رہتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ رات کے بعد دن آ جاتا ہے اور دن کے بعد رات آ جاتی ہے اور یہ گردش لیل و نہار سورج کے طلوع

marfat.com

اور غروب پر موقوف ہے' جو ایک مقرر اور لگے بندھے معمول اور نظام کے مطابق طلوع ہوتا ہے اور پھر غروب ہو جاتا ہے' یہ سب کچھ اتفاق سے تو نہیں ہو رہا ورنہ اس میں باقاعدگی اور تسلسل نہ ہوتا' اور نہ یہ خود بہ خود ہو رہا ہے' کیونکہ جو چیزیں ظاہری اسباب کے بغیر خود بہ خود ہو جاتی ہے وہ خود بہ خود ختم بھی ہو جاتی ہیں جیسے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں' جنگلوں میں قدرتی گھاس اور پودے خود بہ خود پیدا ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں' پھر یہ نظام اس قدر عظیم حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے کہ انسان کی عقل مبہوت ہو جاتی ہے' سورج اور زمین کے درمیان حکیمانہ فاصلہ رکھا گیا ہے' سورج اگر اس فاصلہ سے زیادہ فاصلہ پر ہوتا تو انسان سردی سے منجمد ہو جاتے اور اگر اس سے کم فاصلہ پر ہوتا تو شدت حرارت اور تمازت سے انسان جھلس جاتے اور مر جاتے' سو یہ فاصلہ وہی مقرر کر سکتا ہے جس کو یہ علم ہو کہ انسان کتنی سردی اور گرمی برداشت کر سکتا ہے' اسی طرح اگر سورج زمین سے زیادہ فاصلہ پر ہوتا تو زمین پر غلہ اور پھل پک نہیں سکتا تھا' اور اگر کم فاصلہ پر ہوتا تو تمام کھیت اور باغات جل کر راکھ ہو جاتے' غرض سورج کو اس مخصوص فاصلہ پر وہی رکھ سکتا ہے جو نہ صرف انسانوں اور دیگر جانداروں کی موسمی قوت برداشت کا علم رکھتا ہو بلکہ وہ تمام نباتات کی موسمی برداشت کا جاننے والا ہو' اور تمام انسانوں' حیوانوں اور درختوں اور سبزہ زاروں کے مزاجوں کو جاننے والا وہی ہو سکتا ہے جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہو' اور جب انسان سورج کے طلوع اور غروب اور رات اور دن کے توارد میں غور کرے گا تو وہ یہ بھی جان لے گا بلکہ یقین کر لے گا کہ اس نظام کا ناظم بھی واحد ہے' کیونکہ اگر نظام بنانے والے متعدد ہوتے تو نظم بھی متعدد ہوتے اور جب نظم واحد ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس کا ناظم اور خالق بھی واحد ہے' نیز ہم نے اس سے پہلے یہ بتایا ہے کہ رات موت کے مشابہ ہے اور دن حیات کے مشابہ ہے اور رات کے بعد دن کو وجود میں لانا اس پر دلیل ہے کہ جس طرح وہ رات کے بعد دن لے آتا ہے اسی طرح وہ موت کے بعد حیات لانے پر بھی قادر ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم!

سورج کے مستقر (منازل) کے متعدد محامل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے یہ بہت غالب بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے O (یٰس: ۳۸)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ سورج اپنے مستقر (مقرر شدہ منزل) تک چلتا رہتا ہے' اس آیت میں مستقر کی حسب ذیل تفسیریں کی گئیں ہیں:

(۱) اس مستقر سے مراد ظرف زمان ہے اور وہ قیامت تک کا وقت ہے' یعنی قیامت آنے تک سورج مسلسل چلتا رہے گا' اور قیامت آنے کے بعد سورج کی حرکت منقطع ہو جائے گی۔

(۲) کسی ایک خطہ زمین میں رات آنے تک سورج چلتا رہتا ہے اور جب رات آ جاتی ہے تو وہ اس خطہ زمین میں غروب ہو چکا ہوتا ہے اور کسی خطہ زمین میں اس کی حرکت شروع ہو جاتی ہے اور یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہے ورنہ حقیقت میں سورج کی حرکت قیامت تک منقطع نہیں ہو گی۔

(۳) سورج ایک سال تک اپنے مستقر پر سفر کرتا رہتا ہے' اور دوسرے سال اس کا پھر نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

(۴) اس مستقر سے مراد ظرف زمان نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد ظرف مکان ہے اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) گرمیوں میں سورج انتہائی بلندی پر ہوتا ہے اور سردیوں میں اس کی بہ نسبت پستی پر ہوتا ہے' پس سورج گرمیوں کے موسم میں موسم گرما کے مستقر تک سفر کرتا رہتا ہے اور سردیوں کے موسم میں موسم سرما کے مستقر تک سفر کرتا رہتا ہے۔

marfat.com

(ب) سورج کے طلوع کی جگہ ہر روز الگ ہوتی ہے اور وہ سال کے چھ ماہ تک ہر روز درجہ بہ درجہ نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے ا
چھ ماہ بعد پھر ہر روز پرانے مطالع کی طرف درجہ بہ درجہ سفر شروع کر دیتا ہے۔

(ج) سورج اپنے محور میں گردش کر رہا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے انتہائی حکمت اور بندوں کی مصلحت کے ساتھ اس کی گردش
دورانیہ مقرر کیا ہے۔

(د) سال کے پہلے چھ ماہ تک سورج ہر روز کسی چیز کی سمت سے گزرتا ہے' اور اگر وہ ہر روز ایک ہی چیز کی سمت سے گزرتا
ایک ہی جگہ مسلسل حرارت اور تمازت جذب کرنے کی وجہ سے جل جاتی اور اس زمین کے باطن میں جو رطوبتیں ہیں و
خشک ہو جاتیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر حصہ کے لیے سورج کے الگ الگ طلوع کی جگہ مقرر کی تاکہ زمی
کے باطن میں رطوبتیں جمع ہوتی رہیں اور سبزہ اور درخت برقرار رہیں پھر بہ تدریج سورج کی سمت کو ہر روز زمین کے
قریب کرتا رہا تاکہ کھیتوں میں غلہ اور باغوں میں پھل پک سکیں' پھر سورج کو اس سمت سے بہ تدریج دور کرتا رہا تاک
زمین کی پیداوار اور نباتات جل نہ جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ بے حد غالب اور بہت علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔

(ہ) اللہ تعالیٰ نے ہر روز سورج کے لیے ایک طلوع اور ایک غروب رکھا تاکہ دن بھی ہو اور رات بھی ہو' کیونکہ اگر مسلسل دن
ہوتا اور لوگ ہمیشہ بیدار رہتے تو ان کے اعصاب تھک جاتے اور وہ مضمحل ہو جاتے' اور اگر مسلسل رات رہتی اور مستقل
اندھیرا رہتا تو کاروبار حیات معطل ہو جاتا اور سورج کے طلوع اور غروب سے دن اور رات کا یہ تو را د بہت غالب اور بے
حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۷۷-۲۷۶' ملخصاً وموضحاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غروب کے وقت سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا پھر اللہ سے اجازت لے کر طلوع ہونا

سورج اپنے مستقر (اپنی مقرر شدہ منزل) تک چلتا رہتا ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج
کہاں جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے' آپ نے فرمایا کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک
کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے
کہ بلند ہو اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' پس وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں
تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا
ہے کہ بلند ہو اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' سو وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول یونہی جاری رہے گا
اور لوگ اس میں کچھ فرق نہیں محسوس کریں گے' یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ کرے گا تو اس سے کہا
جائے گا بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو' پھر صبح کو سورج مغرب سے طلوع ہوگا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا
تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن کسی ایسے شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان نہ ہو چکا
ہو یا جس نے اس سے پہلے ایمان لا کر کوئی نیکی نہ کی ہو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۲)

حدیث مذکور کی تشریح شارحین حدیث سے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے اور وہ عرش کے نیچے سجدہ میں گر جائے گا' اس کی تفسیر

marfat.com

میں مفسرین کا اختلاف ہے' ایک جماعت کا قول ظاہر حدیث کے مطابق ہے۔
الواحدی نے کہا اس قول کی بناء پر سورج ہر روز عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور مشرق سے طلوع ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔
قتادہ اور مقاتل نے کہا وہ اپنے مقرر وقت اور میعاد مقرر تک چلتا رہے گا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔
زجاج نے کہا اس کے چلنے کی انتہا اس وقت ہوگی جب دنیا ختم ہو جائے گی۔
الکلبی نے کہا سورج اپنی منازل میں چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ اپنے مستقر کے آخر تک پہنچ جاتا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتا' اور پھر اپنی اول منازل کی طرف لوٹ آتا ہے۔
اور رہا سورج کا سجدہ کرنا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمیز اور ادراک کو پیدا کر دیا ہے۔
(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ١ص ٩٠٩-٩٠٨' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)
حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں لیکن کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس سے یہ عقدہ حل ہو سکے کہ سورج تو کبھی غروب نہیں ہوتا اور ایک افق سے غائب ہونا اس کا بعینہ دوسرے افق پر طلوع ہونا ہے اور سورج مسلسل حرکت کر رہا ہے اور اس کی حرکت کبھی منقطع نہیں ہوتی اور اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی حرکت منقطع ہو جاتی ہے' اور وہ عرش کے نیچے سجدہ میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو دوبارہ طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' حافظ بدر الدین عینی نے بھی اس حدیث کی شرح میں اس اشکال اور اس کے حل کا ذکر نہیں کیا البتہ ان دونوں بزرگوں نے اس اشکال کا ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:
وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ. (الکہف: ٨٦) اور اس نے سورج کو دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا۔
اس آیت میں بتایا ہے کہ سورج دلدل کے چشمہ میں غروب ہو رہا تھا اور اس حدیث میں سورج کے غروب ہونے کا معنی یہ بتایا ہے کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور پھر وہیں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو دوبارہ پھر پہلی جگہ سے طلوع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے' اور ان دونوں شارحین نے اس تعارض کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں جو سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد حقیقۃً غروب ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد آنکھوں سے اوجھل ہونا ہے اور منتہائے بصر مراد ہے۔
(فتح الباری ج ٩ص ٥٠٢' دار الفکر بیروت' ١٤٢٠ھ' عمدۃ القاری ج ١٩ص ١٩١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

حدیث مذکور پر یہ اشکال کہ یہ ہمارے مشاہدے اور قرآن و حدیث ...... کی دیگر نصوص کے خلاف ہے

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ' علامہ الحسین بن مسعود بغوی ٥١٦ھ' علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ' علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ' علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ٦٨٥ھ' حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ' علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ١١٣٧ھ' علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ١٠٦٩ھ' سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ١٣٩٩ھ' پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ١٤١٩ھ' شیخ امین احسن اصلاحی اور دیگر متعدد مفسرین نے یٰسٓ: ٣٨' کی تفسیر میں صحیح مسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ سورج ہر روز غروب کے وقت عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی طرح سجدہ میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ بلند ہو اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' سو وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' یہ معمول یونہی جاری رہے گا حتیٰ کہ ایک دن اس سے کہا جائے گا کہ بلند ہو اور

marfat.com

اپنے مغرب سے طلوع ہو' الحدیث' اور تقریباً سب مفسرین نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے' اور اس حدیث پر
اشکال وارد ہوتا ہے' اس کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی' اور اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مشاہدہ یہ ہے کہ سورج مسلسل
حرکت کرتا رہتا ہے اور اس کا دورانیہ ۳۶۰ مشرق اور مغرب ہیں' وہ ہر روز ایک مطلع سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مغرب میں
غروب ہوتا ہے اور اس کا ایک افق میں غروب ہونا بعینہٖ دوسرے افق میں طلوع ہونا ہے' اور اسی سے تمام دنیا میں دن اور رات کا
تواتر اور تسلسل قائم ہے' اگر سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور تا حکم ثانی اسی طرح سجدہ میں پڑا رہتا ہے تو پھر گردش لیل ونہار
میں تعطل ہو جائے گا اور یہ چیز نہ صرف مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی دیگر تصریحات کے بھی خلاف
ہے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بغیر کسی انقطاع اور وقفہ کے تسلسل کے ساتھ دن اور رات ایک دوسرے کے بعد پیہم اور لگاتار آ
رہے ہیں' میرے مطالعہ کے مطابق صرف علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس اشکال کو دور کرنے کی کوشش
کی ہے' دیگر مفسرین نے اس اشکال کا ذکر کیا اور نہ اس کے حل کی کوئی کوشش کی' پہلے ہم علامہ آلوسی کے جواب کا ذکر کریں گے
پھر اس جواب پر اپنا تبصرہ کریں گے' پھر اس کے بعد ہم ان جوابات کا ذکر کریں گے' جن کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر القاء کیا ہے
فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے اور وہیں پڑے رہنے .... پر اشکال کا جواب علامہ آلوسی کی طرف سے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے' البتہ سورج کے ہر رات سجدہ کرنے اور بغیر طلوع
کے عرش کے نیچے پڑے رہنے میں اشکال ہے' کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم کے پاس غروب ہوتا ہے
اور دوسری قوم کے پاس طلوع ہوتا ہے' اور ایک قوم کے ہاں رات طویل ہوتی ہے اور دوسری قوم کے ہاں رات قصیر ہوتی ہے
اور دن اور رات میں طول اور قصر کا اختلاف خط استواء کے پاس ظاہر ہوتا ہے' اور بلغار کے شہروں میں شفق کے غائب ہوتے
ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے' اور اس پر دلائل قائم ہیں کہ غروب کے وقت سورج ساکن نہیں ہوتا' ورنہ وہ طلوع کے وقت بھی ساکن
ہوگا' کیونکہ اس کا ایک افق میں غروب بعینہٖ دوسرے افق میں طلوع ہونا ہے' نیز سورج اپنے محور پر قائم رہتا ہے اور اس سے
بالکل جدا نہیں ہوتا' پس کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک آسمان سے گزر کر دوسرے آسمان تک پہنچ جائے حتیٰ کہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ
کرے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے اس پر کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں نے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء
سے یہ سوال کیا کہ یہ احادیث صحیحہ مشاہدہ اور بداہت عقل کے خلاف ہیں' لیکن ان میں سے کوئی بھی مجھے مطمئن نہیں کر سکا' پھر
علامہ آلوسی نے خود اس اشکال کا جواب دیا ہے اس کی تقریر یہ ہے:

جس طرح انسان کے لیے نفس ناطقہ ہے' اسی طرح افلاک اور کواکب کے لیے بھی نفوس ناطقہ ہیں' اور جب نفوس ناطقہ
قوت قدسیہ کے حامل ہوں تو بعض اوقات وہ اپنے ابدان معروفہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے ابدان کی صورتوں میں متمثل ہو
جاتے ہیں جیسے حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہو جاتے تھے یا اعرابی کی صورت میں متمثل ہو
جاتے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے' اس کے باوجود ان کا اپنے اصل ابدان کے ساتھ تعلق بھی برقرار رہتا ہے اور ان
سے افعال بھی صادر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ بعض اولیاء کرام سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے
تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ قوت قدسیہ کے حامل تھے ایک جگہ وہ اپنے اصلی بدن میں دکھائی دیتے تھے اور دوسری جگہ وہ ...

مثالی بدن میں دکھائی دیتے تھے۔

اور یہ چیز صوفیاء کرام کے نزدیک ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا عناد اور ہٹ دھرمی ہے' جو صرف جاہل اور معاند ہی کر سکتا ہے' حیرت ہے کہ علامہ تفتازانی نے بعض فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص اس کا اعتقاد رکھے کہ لوگوں نے ابراہیم بن ادھم کو آٹھ ذی الحجہ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن ان کو مکہ میں دیکھا وہ کافر ہے (علامہ زین الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ اس قول کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔ البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴' طبع مصر) اس تکفیر کی یہ وجہ ہے کہ ان فقہاء کا یہ گمان ہے کہ ایک شخص کا ایک وقت میں متعدد جگہ ہونا ان بڑے معجزات کی جنس سے ہے جو ولی کے لیے بہ طور کرامت ثابت نہیں ہیں اور تم کو معلوم ہوگا کہ ہمارے نزدیک جو چیز نبی کے لیے بہ طور معجزہ ثابت ہو وہ مطلقاً ولی کے لیے بہ طریق کرامت ثابت ہے۔

اور متعدد علماء نے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد کئی مرتبہ اجسام مثالیہ سے ظاہر ہوئے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت ہوئی حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے تھے اور اس پر مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے (دیکھئے الاحزاب: ۴۰' روح المعانی ج ۱۲ ص ۵۲) اور یہ صحیح ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے ان کو اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی دیکھا اور نمازوں کی تخفیف کے متعلق آپ کی ان سے طویل گفتگو ہوئی' اور یہ کسی نے نہیں کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس جسم کے ساتھ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اسی جسم کے ساتھ چھٹے آسمان پر تھے' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کے علاوہ اور بھی متعدد انبیاء علیہم السلام کو شب معراج دیکھا' حالانکہ وہ اس وقت اپنی قبروں میں بھی موجود تھے۔

پس اس قیاس پر کہا جا سکتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی طرح سورج کا بھی نفس ہے اور سورج کا وہ نفس اپنے اس معروف جسم کو اپنے حال پر چھوڑ کر عرش کی طرف چڑھتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کر کے وہاں پڑا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے طلوع کی اجازت طلب کرتا ہے اور سورج کے اس نفس کا اس کے معروف جسم کے ساتھ اس حال میں بھی تعلق قائم رہتا ہے' اور سورج کے نفس کا عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرنا اس کے خلاف نہیں ہے کہ وہ اسی وقت بغیر کسی وقفہ اور انقطاع کے دوسری جگہ طلوع ہو رہا ہے' کیونکہ طلوع اور غروب سورج کا جسم کر رہا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ اس کا نفس کر رہا ہے' اور اسی قیاس پر یہ کہا جائے گا کہ کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جاتا ہے اس کا بھی یہ معنی ہے کہ کعبہ کا جسم تو مسجد حرام میں برقرار رہتا ہے اور کعبہ کی حقیقت اور اس کا نفس اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جاتا ہے اور میں نے سورج کے سجدہ کرنے کے لیے عرش کے نیچے جانے اور مشاہدہ کے اس کے برخلاف ہونے میں کسی کی توجیہ اور تطبیق نہیں دیکھی۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۲۔ ۱۹ ملخصاً موضحاً' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کا ایک وقت میں متعدد جگہوں پر جلوہ گر ہونا احادیث سے ثابت ہے لیکن اس بناء پر یہ کہنا کہ سورج کا بھی ایک نفس ہے اور ایک جسم ہے اور اس کا نفس عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اس کا جسم مسلسل طلوع اور غروب کرتا رہتا ہے محض ایک مفروضہ اور تک بندی ہے' اس کی تائید میں کوئی حدیث نہیں ہے' خواہ وہ سند ضعیف سے ثابت ہو۔

نیز اس حدیث پر صرف یہ اشکال نہیں ہے کہ غروب کے وقت سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کے لیے جانا اور وہاں پڑے رہنا سورج کی حرکت کے تسلسل کے خلاف ہے بلکہ اشکال یہ ہے کہ سورج تو ہر وقت کسی نہ کسی جگہ دائماً غروب ہو رہا ہے تو پھر سورج کو تو مستقلاً عرش کے نیچے ہی رہنا چاہیے خواہ سورج کا جسم عرش کے نیچے رہے یا سورج کا نفس عرش کے نیچے رہے۔ ہم نے بھی شرح صحیح مسلم میں اس اشکال کا حل پیش کیا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

marfat.com

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں' ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے' حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے' جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ الٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں۔ اور اس کا ایک افق میں غروب بعینہٖ دوسرے افق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے' ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے غروبِ آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے' لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام سے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے اور جب افق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس افق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا **فلا تزال کذالک** اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا **ارجعی من حیث جئت**' جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ' اور لوٹنے کا مطلب الٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبعی کے تحت لوٹنا ہے' یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر سابق افق پر طلوع ہو جائے' اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا' قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا **للہ الحمد علی ما الھمنی من حل اشکال ھذا الحدیث**۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴۹۔ ۶۴۸' فرید بک اسٹال' لاہور)

اشکال مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب

اس اشکال کا ایک اور جواب میں اب پیش کر رہا ہوں اس کی تقریر یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں وجود باری تعالیٰ اور توحید باری پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور زمین کی روئیدگی اور اس کی پیداوار اور دن اور رات کے توارد سے یہ بتایا گیا ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہے اور اس کے احکام کے مطابق اس کائنات کا نظام چل رہا ہے اور اب اسی سلسلہ میں یہ دلیل قائم فرمائی ہے کہ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے ○ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ وضاحت فرمائی کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' اس ارشاد میں آپ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو سورج کی پرستش کرتے ہیں' اس کو خدا مانتے ہیں اور اس کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہیں' آپ نے یہ بتایا کہ خدا تو وہ ہے جس کے احکام کی اطاعت کی جائے سورج کہاں سے حاکم ہو گیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہا ہے' اور وہ عبادت کا مستحق کیسے ہو گیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بہ سجود ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنا سر عرش کے نیچے رکھ کر ہماری طرح سجدہ کرتا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حسب حال ہوتی ہے' درختوں کی ساخت

حالت قیام کے مشابہ ہے وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے حالت قیام میں عبادت کر رہے ہیں چوپایوں اور مویشیوں کی جسمانی بناوٹ حالت رکوع کے مماثل ہے وہ اس طرح حالت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور پہاڑوں کی ساخت قعود کے مشابہ ہے تو وہ اس طرح حالت قعود میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور حشرات الارض کی جسمانی بناوٹ حالت سجدہ کے مماثل ہے سو وہ اس طرح سجدہ کے کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' غرض جو چیز جس حال میں ہے وہ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' جو چیزیں متحرک ہیں وہ حالت حرکت میں اس کی عبادت کر رہی ہیں اور جو چیزیں ساکن ہیں وہ حالت سکون میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہیں' جو حقائق ناطق ہیں وہ حالت نطق میں اور جو حقائق ساکت ہیں وہ حالت سکوت میں اس کی عبادت کر رہے ہیں اور ہر چیز نے اپنی عبادت کے طریقہ کو پہچان لیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ (النور: ۴۱)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق اور صف باندھے ہوئے اڑنے والے پرندے' سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز کو اس کی نماز اور اس کی تسبیح کا علم ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر چیز ہماری طرح نماز پڑھتی ہے اور ہماری طرح تسبیح کرتی ہے' بلکہ ہر چیز اپنے حسب حال نماز پڑھ رہی ہے اور تسبیح کر رہی ہے' اسی طرح سورج جو ہر روز عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور سجدہ میں پڑا رہتا ہے تاوقتیکہ اس کو دوبارہ اپنے طلوع کی جگہ سے طلوع ہونے کا حکم دیا جائے اور قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورج حقیقۃً عرش کے نیچے پڑا رہتا ہے اور نظام شب و روز معطل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ یہ چیز مشاہدہ کے خلاف ہے اور سورج کا مسلسل ہر افق سے طلوع اور غروب اس کے تعطل کے منافی ہے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہی ہے کہ سورج اپنے معمول کے مطابق طلوع اور غروب کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے' وہ اسی کی اطاعت میں سربسجود ہے' وہ اس طلوع اور غروب میں خود مختار نہیں ہے وہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق کر رہا ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورج خود یا اس کا نفس چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ عرش الٰہی تمام کائنات کو محیط ہے اور تمام افلاک' کواکب اور عناصر عرش کے نیچے ہیں' سو سورج بھی عرش کے نیچے ہے خواہ سورج کا طلوع ہو یا غروب ہو' اور حدیث میں غروب کے وقت کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ غروب کا وقت ہیئت سجدہ کے زیادہ مشابہ ہے' اور یہ بھی درست ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج غروب ہو رہا ہے' لیکن ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سورج کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) مطالع ہیں اور ہر روز سورج کا ایک نیا مطلع ہوتا ہے کسی بھی افق پر غروب کے بعد اس کو طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' سو کسی مخصوص افق (مثلاً کراچی کے افق) پر اس کو ہر روز طلوع کا حکم دیا جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر روز سورج کا اس افق پر نئے مطلع سے طلوع ہونا یہی سورج کی عبادت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز اپنے جس حال میں ہے خواہ وہ حالت حرکت میں ہے یا حالت سکون میں اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' سو سورج حالت حرکت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے' اور سورج کا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام پر عمل کرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت کو سجدہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا زیادہ اظہار سجدہ میں ہوتا ہے' کیونکہ عبادت معبود کے سامنے اظہار تذلل کو کہتے ہیں اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھوں سے اس کائنات میں جو

marfat.com

سب سے عظیم اور قوی چیز دکھائی دیتی ہے وہ سورج ہے اور یہ عظیم ترین چیز بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سجدہ ریز ہے تو عام انسانوں کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے انہیں اس کی کس قدر اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ والحمد للہ رب العٰلمین!

قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت (یٰسٓ: ۳۸) اور حدیث مذکور پر میں نے بہت مطالعہ کیا' بے حد غور و فکر کیا اور میں نے ان کا مطلب اسی طرح سمجھا ہے' جس طرح ذکر کیا ہے' اور اشکال مذکور کو دور کرنے کی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر اس میں نقص اور قصور ہے تو دراصل یہ میری عقل کا نقص اور میری فہم کا قصور ہے' اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں!!

چاند کی منازل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں حتیٰ کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے O (یٰسٓ: ۳۹)

چاند کی ۲۸ (اٹھائیس) منزلیں ہیں' یہ روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے' پھر ایک یا دو راتوں تک اس کا ظہور نہیں ہوتا اور ۲۹ یا تمیں دن کے بعد اس کا ظہور ہو جاتا ہے' چاند جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو وہ بالکل باریک اور چھوٹا دکھائی دیتا ہے' جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ہو جو سوکھ کر ٹیڑھی ہو جاتی ہے' چاند کی اس گردش کی وجہ سے زمین پر رہنے والے اپنے دنوں' مہینوں اور سالوں کا حساب کرتے ہیں اور اپنی مخصوص عبادات کا تعین کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپ سے چاند کے (گھٹنے' بڑھنے) متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے یہ لوگوں (کی عبادات) کے اوقات اور حج کے (تعین) کے لیے ہے۔

اس آیت میں العرجون کا لفظ ہے' عرجون کھجور کی اس ٹہنی کو کہتے ہیں جس میں خوشے لگتے ہیں یہ ٹہنیاں خشک ہونے کے بعد ٹیڑھی ہو کر بالکل ایسی شکل اختیار کر لیتی ہیں جو ابتدائی اور آخری تاریخوں میں چاند کی شکل ہوتی ہے' اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو چاند کی پرستش کرتے ہیں کہ تم چاند کو مستحق عبادت قرار دیتے ہو اور تم اس چاند کو سارے جہان کا موجد اور مربی سمجھتے ہو اور اس کا آمر اور مطاع کہتے ہو حالانکہ یہ آمر نہیں مامور ہے' مطاع نہیں مطیع ہے' اس کو جس طرح منزل بہ منزل سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ اس حکم کی تعمیل میں محو سفر ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے:

اس آیت میں منازل کا لفظ ہے یہ منزل کی جمع ہے اور منزل کا معنی ہے نزول کی جگہ' اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند دونوں کی رفتار کی خاص حدود مقرر فرمائی ہیں' سورج کی تین سو ساٹھ یا تین سو پینسٹھ منزلیں ہیں وہ ایک سال میں ان منازل کو طے کرتا ہے اور پھر شروع سے اپنا دور شروع کر دیتا ہے' سورج بھی اپنے محور میں گردش کرتا ہوا اپنی منازل کو طے کرتا ہے' چاند اپنا دورہ ہر ماہ میں مکمل کر لیتا ہے' لیکن چاند ہر ماہ میں ایک یا دو دن نظر نہیں آتا اس لیے چاند کی اٹھائیس منزلیں کہی جاتی ہیں' زمانہ جاہلیت میں عربوں نے ستاروں کے نام پر ان اٹھائیس منزلوں کے نام رکھ دیئے تھے اور ان کو بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا تھا' چاند کی اٹھائیس منزلوں کے عربوں نے حسب ذیل نام رکھے تھے:

(۱) سرطان (۲) بطین (۳) ثریا (۴) دبران (۵) ھقعہ (۶) ہنعہ (۷) ذراع (۸) نثرہ (۹) طرف (۱۰) جبھہ (۱۱) خراتان (۱۲) صرفہ (۱۳) عواء (۱۴) سماک (۱۵) غفر (۱۶) زبنیان (۱۷) اکلیل (۱۸) قلب (۱۹) شولہ (۲۰) نعائم (۲۱)

بلدہ (۲۲) سعد الذابح (۲۳) سعد بلع (۲۴) سعد السعود (۲۵) سعود الاخبیہ (۲۶) الفرغ المقدم (۲۷) الفرغ المؤخر (۲۸) بطن الحوت۔

چاند ان منازل کو اٹھائیس راتوں میں طے کرتا ہے اور آخری منزل میں پہنچنے کے بعد وہ ایک یا دو دن نظر نہیں آتا پھر باریک سا ہلال کی شکل میں دکھائی دیتا ہے اور حسب سابق پہلی منزل سے سفر شروع کر دیتا ہے' یہ اٹھائیس منزلیں بارہ برجوں پر تقسیم کر دی گئیں ہیں اور ہر برج کے لیے دو اور ایک تہائی منزل ہے' مثلاً برج حمل کے لیے سرطان' بطین اور ثریا کا ایک تہائی ہے اور برج ثور کے لیے دو تہائی ثریا' دبران اور دو تہائی ہقعہ ہے' علیٰ ہذا القیاس۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۹' دار الفکر بیروت' روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۴۔۲۳' دار الفکر بیروت)

بروج کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی دیگر تفصیلات ہم نے الحجر: ۱۶ میں لکھ دی ہیں۔ دیکھیے تبیان القرآن ج ۶ ص ۲۵۳۔۲۵۲۔

سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا

اس کے بعد فرمایا: نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے (یٰسٓ: ۴۰)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حکمت کے موافق پیدا کیا ہے لہٰذا سورج اتنی تیز حرکت نہیں کر سکتا کہ چاند کو پکڑ لے ورنہ ایک ماہ میں گرمی اور سردی کے دو موسم اکٹھے ہو جائیں اور پھل پک کر تیار نہ ہو سکیں اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے' یعنی نہ رات دن کے وقت میں داخل ہو سکتی ہے۔

سورج کے غروب ہونے کے وقت چاند طلوع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے وقت چاند غروب ہو چکا ہوتا ہے' سورج کی حرکت ہر دن میں ایک درجہ ہوتی ہے' سال اور مہینہ کی حرکت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہر سیارہ میں ایک حرکت پیدا کی ہے' اور یہ اس کے ہر دن کا ایک دورہ ہے اور اس دورہ میں ہر سیارہ دوسرے سیارہ پر بالکل سبقت نہیں کرتا' کیونکہ ہر سیارہ جب طلوع ہوتا ہے تو اس کا مقابل سیارہ غروب ہو جاتا ہے' اس وجہ سے چاند سورج پر سبقت نہیں لے سکتا اور جب چاند سورج پر سبقت نہیں کر سکتا تو رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورج میں یہ قوت نہیں کہ وہ چاند کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے' یا سورج چاند کے مدار میں داخل ہو کر اس سے ٹکرا جائے' اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ سورج رات کے وقت میں طلوع ہو جائے اور دن کے وقت میں چاند طلوع ہو جائے' نہ کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ دن کے وقت مقرر سے پہلے رات آ جائے یا رات کے وقت مقرر سے پہلے دن آ جائے

قدیم فلاسفہ کے مطابق ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا

اس کے بعد فرمایا: اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے' یٰسٓ: ۴۰' الانبیاء: ۳۳ میں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفسیر کی ہے' تاہم اس کا کچھ حصہ ہم یہاں بھی نقل کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس آیت کی تفسیر پڑھنے والوں کو بھی کچھ معلومات میسر ہوں۔

اصل میں فلک ہر دائرہ اور گول چیز کو کہتے ہیں' اسی وجہ سے چرخے میں جو گول چمڑا لگا ہوتا ہے اس کو فلکۃ المغزل کہتے ہیں اور اسی وجہ سے آسمان کو بھی فلک کہہ دیا جاتا ہے' یہاں فلک سے مراد سورج اور چاند کے وہ مدار ہیں جن پر وہ گردش کرتے ہیں' قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ مدار آسمان کے اندر ہیں یا خلا میں ہیں' قدیم فلاسفہ یہ کہتے تھے کہ یہ مدار آسمانوں میں ہیں وہ کہتے تھے کہ پہلے آسمان میں قمر کی مدار ہے اور دوسرے میں عطارد کی مدار ہے' تیسرے آسمان میں

marfat.com

زہرہ کی مدار ہے' اور چوتھے آسمان میں سورج کی مدار ہے' پانچویں آسمان میں مریخ کی مدار ہے' اور چھٹے آسمان میں مشتری کی مدار ہے اور ساتویں آسمان میں زحل کی مدار ہے' یہ سات کواکب سیارہ (گردش کرنے والے ستارے) ہیں' ان کے بعد آٹھواں آسمان ہے' جس کو فلک اطلس اور فلک البروج کہتے ہیں' فلک اطلس میں وہ ستارے ہیں جو ثوابت ہیں اور گردش نہیں کرتے۔ یہ وہ ستارے ہیں جو ہم کو یہاں پر زمین سے نظر آتے ہیں' ان ستاروں کی ہیئت اجتماعیہ سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں جن کے نام پر بارہ برج فرض کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں: حمل' ثور' جوزا' سرطان' اسد' سنبلہ' میزان' عقرب' قوس' جدی' دلو اور حوت اس وجہ سے اس آسمان کو فلک البروج بھی کہتے ہیں اور نواں آسمان فلک اعظم ہے' علماء شرع کے نزدیک سات آسمان ہیں' وہ فلاسفہ کے اقوال میں تطبیق کے لیے آٹھویں آسمان کو کرسی اور نویں آسمان کو عرش کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

یہ تفصیل قدیم فلسفہ کے مطابق ہے' اب حالیہ جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ چاند اور سورج افلاک میں مرکوز نہیں ہیں' چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور کوئی سیارہ کسی آسمان میں مرکوز نہیں ہے اور زمین سمیت تمام سیارے خلاء کے اندر اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں اور جب خلانورد چاند پر پہنچے تو ان کو زمین بھی چاند کی طرح ایک روشن گولے کی طرح نظر آئی۔

ہر سیارہ کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق

ہماری زمین کے گرد چاند گردش کر رہا ہے اور زمین سورج کے گرد گردش کر رہی ہے۔ یہ دراصل بڑے سیارے یا ستارے کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں چاند کی گردش کا مرکز زمین ہے اور زمین کی گردش کا مرکز سورج ہے اسی طرح سورج کسی اور بڑے مرکز کے گرد مصروف گردش ہے۔ جب ہم زمین پر کوئی چیز پھینکتے ہیں تو وہ تھوڑی دور جا کر گر جاتی ہے اور اگر زور سے پھینکی جائے تو وہ اور دور جا کر گرے گی۔ اس کی مثال پانی کے فوارہ کی ہے کہ اگر ٹیوب کے ذریعہ اسے زمین کے متوازی چھوڑا جائے تو وہ ایک گولائی کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر پانی کو اور زیادہ دباؤ سے چھوڑا جائے تو گولائی لمبائی میں زیادہ نظر آنے لگے گی۔

پانی کی یہ خود بخود گولائی کا بن جانا دراصل زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہے کیونکہ زمین اپنی کشش ثقل کی وجہ سے ہر چیز کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے۔ زمین چونکہ گول ہے اس لیے اگر کسی پتھر یا چیز کو زمین کے متوازی (Horizontly) اس رفتار سے پھینکا جائے کہ اس پتھر کے گرنے کا عمل زمین کی گولائی کے مطابق بن جائے تو وہ پتھر زمین پر نہیں گرے گا بلکہ زمین کے اردگرد گردش کرنے لگے گا۔ دراصل پتھر ہر لحہ زمین پر گرے گا مگر زمین گول ہونے کی وجہ سے اور پتھر بھی خاص رفتار کی طرف سے زمین کی گولائی کے متوازی ہر لحہ جھکے گا۔ آج کل کے سائنسدانوں نے زمین کے گرد جو سیارے (Satellites) بلندی پر چھوڑے ہیں وہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر چھوڑے ہیں تا کہ زمین کے اوپر بلندی پر ہوا ان کی رفتار پر اثر انداز نہ ہو بلکہ ایک ہی رفتار (Orbital Velocity) برقرار رہے۔ جس رفتار سے ان کو راکٹ کے ذریعے چھوڑ گیا ہے۔

چاند بھی زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہر لحہ اس کے مرکز کی طرف گرتا ہے مگر چاند کی خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے زمین کی بلندی پر اس کی خاص کشش ثقل کی وجہ سے زمین کے گرد اس کا مدار (Orbit) بن جاتا ہے۔ جو کہ تقریباً گول ہے اور اس گولائی پر ہر دوسرا نقطہ پہلے نقطہ سے نیچا ہوتا ہے۔ دائرے پر ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ کا یہ فرق یا جھکاؤ (Fall of Curve) زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے

marfat.com

ہوتا ہے۔ کشش ثقل بلندی پر کم ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے رفتار (Orbital Velocity) بھی سطح زمین سے قریب کی نسبت کم درکار ہوتی ہے۔

کسی چیز کو سورج کے کسی سیارہ (Planet) کے گرد چلانے (Orbiting) کے لیے خاص بلندی (Particular Height) پر خاص رفتار (Particular Orbital Velocity) اور خاص سمت (Particular Direction) اس بلندی پر بڑے سیارہ کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کے پیش نظر درکار ہوتی ہے۔ اسی اصول سے سورج کے گرد سیارے گردش کر رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ سیارے سورج کے مرکز کی طرف ہر لحہ گرتے ہیں یا جھکتے ہیں مگر خاص بلندی پر خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے اور اس بلندی پر اثر انداز سورج کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کی وجہ سے اپنے دائرے (Orbit) میں جھکتے چلے جاتے ہیں اور دائرہ برقرار رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان سیاروں کو جو سورج کے گرد متحرک ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں خلا میں خاص حساب سے بنایا ہے یہ بغیر حساب کے نہیں بن گئے یا خود بخود نہیں بن گئے۔ اگر ان کی رفتار مقررہ حساب سے بہت زیادہ ہوتی تو یہ سورج کی کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے یعنی Escape Velocity اختیار کر لیتے اور کسی دیگر ستارے سے منسلک ہو جاتے۔ لہٰذا یہ سیارے خلا میں مختلف بلندیوں پر بڑے حساب سے بنائے گئے ہیں اور یہ آج سے چودہ سو سال پہلے اس کے نازل کردہ قرآن مجید کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (الزمر ۵)

اس نے آسمان اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے' سب ایک مقررہ وقت تک چلتے رہیں گے' سنو وہی غالب' بہت بخشنے والا ہے۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ. (الرحمٰن ۵)

سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے چل رہے ہیں۔

فلکیاتی سائنس کی اصطلاح میں ان کو گرتے ہوئے اجسام یعنی (Falling Bodies) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات میں جو اور سیارے یا ستارے متحرک ہیں وہ ایک مرکز کے گرد مصروف گردش ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اپنے مرکز کی طرف جھکتے ہیں' یہ ستارے یا تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش (مرکز) کے گرد متحرک ہیں جس کا قطر یا وسعت تقریباً ۳۲ ارب میل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا. (فاطر ۴۱)

بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو تھامے رکھتا ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں (اپنے محور سے ہٹ نہ جائیں) اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ان کو تھام سکے' بے شک وہ بہت بردبار اور بہت بخشنے والا ہے۔

زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) نے چاند کو پکڑے رکھا ہے کہ چاند زمین کی طرف گرتا ہے مگر اس کی خاص رفتار کی وجہ سے اس کا ہر لحہ جھکاؤ زمین سے چاند کی اونچائی پر دائرے کے مطابق ہے لہٰذا وہ زمین پر نہیں گرتا بلکہ اس کے گرد گردش میں مصروف ہے۔ اسی طرح زمین یا دیگر سیارے سورج کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے اس کے گرد مصروف گردش ہیں۔ سورج ایک اور مرکز کے گرد اس مرکز کی کشش ثقل کی وجہ سے چکر لگا رہا ہے اور ایک ستارہ

marfat.com

کسی اور دوسرے طاقتور ستارے کے گرد حتیٰ کہ آخری ستارہ یا ستارے اللہ تعالیٰ کے زبردست طاقت والے عرش یا مرکز نور کے گرد مصروف گردش ہیں۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ مرکز نور یا اللہ تعالیٰ کا عرش کس قدر طاقت سے بھرپور ہے کہ وہ تمام کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا آیت کی وضاحت پوری طرح ہو جاتی ہے کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. (یٰسٓ: ۳۸) اور سورج اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے' یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو بہت غالب بہت علم والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ. (الانبیاء: ۳۳) اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا' یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

ان آیات سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ سورج کی طرح دوسرے ستارے بھی ایک مرکز کے گرد متحرک ہیں۔ جو ستارے مرکز سے دور ہیں ان کی رفتار مشاہدہ میں بہت زیادہ ہو گی اور جوں جوں ستارے مرکز (عرش) کے نزدیک آتے جائیں گے ان کی رفتار کم نظر آئے گی۔ یہ زاویہ نما رفتار (Angular Velocity) کی وجہ سے ہو گی۔ اس کی مثال سائیکل کے پہیے کی سی ہے کہ اس کے ایکسل (Axle) کی رفتار کم ہو گی جب کہ ایکسل (مرکز) سے باہر کی طرف رم (Rim) کی رفتار بہت زیادہ ہو گی۔ ماہرین فلکیات کے مشاہدہ کے مطابق جو کہکشائیں بہت دور ہیں وہ بہت تیزی سے حرکت کر رہی ہیں اور جو نزدیک ہیں ان کی رفتار کم ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش یعنی مرکز نور کے گرد متحرک ہے۔

(قرآن اور کائنات ص ۱۲۳۔ ۱۱۶ ملخصاً)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے اس بھری ہوئی کشتی میں نشانی ہے جس میں ہم نے ان کی اولاد کو سوار کر دیا O اور ہم نے ان کے لیے اس کشتی کی مثل اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں O اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں' پھر ان کا کوئی فریاد رس نہیں ہو گا' اور نہ ان کو بچایا جا سکے گا O سوا اس کے کہ ہماری طرف سے ان پر رحمت ہو اور ایک مقرر میعاد تک فائدہ پہنچانا ہو O (یٰسٓ: ۴۴۔ ۴۱)

بنیادی ضروریات اور سہولت اور تعیش کی نعمتیں

ان آیتوں کی سابقہ آیتوں سے مناسبت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یٰسٓ: ۳۳ میں اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا تھا: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں O اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر صرف یہ احسان نہیں ہے کہ اس نے زمین میں اور خشکی پر ان کے زندہ رہنے کے لیے غلہ اور پھل پیدا کیے ہیں' بلکہ اس کا ان پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے دریاؤں اور سمندروں میں سفر کے ذرائع اور وسائل پیدا کیے تا کہ انسان اپنے رشتہ داروں اور احباب سے ملنے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے اور تجارت اور ملازمت کے لیے سفر کر سکے' اب تو ہوائی سفر کی سہولت ہے' لیکن ایک زمانہ تھا کہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقے تک جانے کے لیے کشتی کے علاوہ کوئی اور سفر کا ذریعہ نہ تھا' کیونکہ اگرچہ زمین پر غلہ اور پھل ہوں لیکن ان کے حصول کے لیے انسان کے پاس رقم نہ ہو تو وہ اپنی حیات کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے غلہ اور پھل حاصل نہیں کر سکتا اور رقم کا حصول یا

تجارت سے ہوتا ہے یا ملازمت سے یا صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ سے' اور بعض اوقات اس کے لیے سفر ناگزیر ہوتا ہے اور اگر دریا پار جانا ہو یا سمندر پار جانا ہو تو پھر انسان کشتی کے ذریعہ ہی سفر کر سکتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کا انسان کے سفر کرنے کے لیے کشتیوں کو پیدا کرنا بھی اس کا بہت بڑا احسان ہے' کیونکہ جس طرح بعض اوقات زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے اسی طرح بعض اوقات کھانے کے اسباب کے حصول کے لیے سفر بھی ضروری ہوتا ہے اور دریائی اور سمندری سفر کے لیے صرف کشتی ہی سہل الحصول ذریعہ ہے' خصوصاً جزائر میں تو آج کل بھی کشتی کے بغیر سفر ناممکن ہے' سو کشتیوں کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا بہت بڑا احسان ہے۔

(۲) یٰسٓ: ۴۰ میں یہ فرمایا تھا کہ ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کشتیاں سمندروں میں تیر رہی ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں' ان میں سے بعض ایسی ہیں جو بہت ضروری ہیں جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے جن پر زندگی بسر کرنا اور زندہ رہنا موقوف ہے' اور بعض نعمتیں ایسی ہیں جو آسائی اور سہولت کے لیے ہیں اور زیب وزینت کے لیے ہیں' مثلاً آج کل کے اعتبار سے کسی کی ماہانہ آمدنی اتنی ہو کہ وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو صبح کا ناشتہ اور دو وقت کا کھانا کھلا سکے' تین چار جوڑے کپڑے ہوں' علاج معالجہ کے لیے' گیس اور بجلی کا بل ادا کرنے کے لیے پیسے ہوں' ماہانہ کرایہ ادا کرنے کے لیے رقم ہو' سودا سلف لانے کے لیے سائیکل ہو' بچوں کی تعلیم کی فیس ادا کرنے کے لیے پیسے ہوں' دھوبی کی دھلائی حجامت اور صابن تیل وغیرہ کے اخراجات ادا کرنے کے لیے رقم ہو' تو یہ وہ ضروریات زندگی ہیں جن کے بغیر اس دور میں کوئی چارہ کار نہیں ہے اور ہر شخص ان معمولات میں اپنے طبقہ اور اپنی آمدنی کے اعتبار سے کمی بیشی کر کے گزارہ کر سکتا ہے' سو جس شخص کی اتنی آمدنی ہو جس سے وہ اپنی زندگی کی ان بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے بہ قدر ضرورت نعمتیں عطا فرمادی ہیں' اور جس شخص کی آمدنی اس سے زیادہ ہو جس سے وہ ذاتی مکان خرید سکے' گھر میں بجلی کے پنکھے اور ایئر کنڈیشن چلا سکے' ٹیلی فون' کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت رکھ سکے' بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا سکے' بیماری میں ہر مرض کے اسپیشلسٹ سے علاج کرا سکے' اس کا اپنا ذاتی کاروبار ہو یا اٹھارہ' انیس گریڈ کی ملازمت ہو تو یہ نچلے طبقہ کے اعتبار سے سہولت کی اور پُرتعیش زندگی ہے' اور درمیانی طبقہ کے اعتبار سے یہ بنیادی ضروریات کی حامل زندگی ہے' اسی طرح بہ تدریج سہولت اور تعیش کا معیار بڑھتا جاتا ہے اور بہر حال یہ نعمتیں قدر ضرورت سے زائد ہیں' سو اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو بہ قدر ضرورت نعمتیں عطا کیں اور بعض انسانوں کو اس سے زائد نعمتیں عطا کی ہیں جن سے وہ سہولت اور تعیش کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے چند آیتیں نازل فرمائیں ان کا تعلق انسان کی بنیادی ضروریات زندگی اور حوائج اصلیہ سے ہے مثلاً یہ آیتیں ہیں:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ. (یٰسٓ: ۳۳)

اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں۔

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ نہ کرتا اور اس کو بارش کے ذریعہ زرخیز نہ بناتا تو انسان کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوتا' اسی طرح درج ذیل آیت میں بھی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کے بغیر انسان کا جینا مشکل ہے' فرمایا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے' ہم اس سے دن کھینچ

marfat.com

مُّظْلِمُوْنَ ○ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ (یٰس: ۳۸-۳۷)

لیتے ہیں تو یکا یک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج ا
مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم وا
بنایا ہوا نظام ہے۔

کیونکہ انسان اپنے وجود میں ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں کا محتاج ہے' اگر اس کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو
تو وہ کس طرح رہ سکتا تھا اور اگر زمانہ نہ ہوتا تو وہ اپنے کھانے پینے' سونے جاگنے' چلنے پھرنے اور دوسرے معمولات کا تعی
کیسے کرتا وایة لهم الارض میں مکان اور جگہ کی نعمت عطا کرنے کا ذکر فرمایا' وایة لهم الیل میں وقت اور زمانہ کی نعمت ع
کرنے کا ذکر فرمایا اور حسب ذیل آیت میں اس نعمت کا ذکر ہے جس کا تعلق سہولت' تعیش اور زیب و زینت کے ساتھ ہ
فرمایا:

وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ . (یٰس: ۳۴)

اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں
باغات پیدا کیے اور ان میں ہم نے کچھ چشمے جاری کر دیے۔

روٹی اور چاول وغیرہ کھانا بھوک دور کرنے اور رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے ہوتا ہے' یہ نعمتیں حوائج اصلیہ اور بنیاد
ضروریات سے ہیں اور میوے اور پھل وغیرہ کھانا تلذذ اور توانائی کے حصول کے لیے ہوتا ہے اور یہ نعمتیں تعیش اور سہولت
قبیل سے ہیں۔ اور جن زیر تفسیر آیتوں کی ہم آیات سابقہ سے مناسبت بیان کر رہے ہیں ان میں بھی اسی نوع کی نعمتوں کا ذ
فرمایا ہے:

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ○ (یٰس: ۴۲-۴۱)

اور ان کے لیے اس بھری ہوئی کشتی میں نشانی ہے جس
ہم نے ان کی اولاد کو سوار کر دیا ○ اور ہم نے ان کے لیے اس ک
کی مثل اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

کیونکہ سفر کے لیے کشتیوں کی اور دیگر سواریوں کی نعمتیں سہولت اور زیب و زینت کی قسم سے ہیں' اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں

وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (فاطر: ۱۲)

اور یہ سمندر ایک جیسے نہیں یہ سمندر میٹھا ہے' پیاس بجھاتا
اس کا پینا خوش گوار ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے' تم ان دونوں
تازہ گوشت کھاتے ہو اور ان سے پہننے کے لیے زیورات نکالتے
اور آپ سمندر میں پانی کو چیرنے والی بڑی کشتیاں دیکھتے ہی
تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ۸)

اس نے گھوڑوں کو' خچروں کو اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ا
پر سوار ہو اور وہ تمہارے لیے باعث زینت بھی ہیں' اور وہ تمہار
لیے ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم ہی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ یٰس کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنی دو قسم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک وہ نعمتی
ہیں جن کا تعلق حوائج اصلیہ اور بنیادی ضروریات سے ہے اور دوسری وہ نعمتیں ہیں جن کا تعلق سہولت اور وسعت اور عیش
عشرت سے ہے۔

انسانوں کو کشتی کے ذریعہ سفر کی سہولت عطا کرنے کی خصوصی نعمت

اس آیت میں ہے حملنا ذریتھم 'ہم نے ان کی ذریت کو سوار کر دیا' علامہ راغب اصفہانی ذریت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الذرء کا معنی ہے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کو ظاہر کرنا' اور ذریت کا معنی ہے کم سن اولاد' اور عرف میں اس کا اطلاق تمام چھوٹی اور بڑی اولاد پر ہوتا ہے اور واحد اور جمع اس کا استعمال سب کے لیے ہوتا ہے' اور اصل جمع ہے' قرآن مجید میں ہے:

ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ. (آل عمران: ۳۴) یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۳۷۔۲۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے' آپ نے قتل کی ہوئی ایک عورت کو دیکھا تو فرمایا افسوس ہے یہ کسی کو قتل کرنے والی تو نہ تھی' خالد سے مل کر اس سے کہو کہ وہ نہ کسی ذریت کو قتل کرے اور نہ کسی مزدور کو' اس حدیث میں ذریت کا اطلاق عورت پر کیا گیا ہے۔

(الفائق ج ۱ ص ۳۹۶۔۳۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ ذریت سے مراد بیٹے اور ان کی نسل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ذریت کا اطلاق ابناء اور آباء دونوں پر ہوتا ہے' یہ ابوعثمان کا قول ہے اور ابن عطیہ اندلسی نے کہا یہ دو معنوں کو خلط ملط کرنا ہے' اور یہ معنی لغت میں معروف نہیں ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے آباء واجداد کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار کرایا تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت کا قول ہے۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۶۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نہ ہو بلکہ جنس کشتی ہو اور اس سے مراد یہ ہو کہ اللہ عزوجل نے اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہو کہ جن بچوں اور کمزور انسانوں کا سفر کرنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو کشتی میں سوار کرا دیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول پہلی تفسیر کی بناء پر اہل مکہ کے آباء پر ذریت کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ہی آباء سے یہ ذریت وجود میں آئی ہے' اور علامہ ماوردی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ذریت سے مراد نطفے ہیں اور بھری ہوئی کشتی سے مراد عورتیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے پیٹوں میں ان کے نطفوں کو ڈال دیا' ورنہ ان سے حاملہ ہو گئیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۳۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عیش و آرام کے حال میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ان کے لیے اس کشتی کی مثل اور چیزیں پیدا کیں جن میں وہ سوار ہوتے ہیں ○ (یٰسٓ: ۴۲)

مفسرین نے کہا ہے کہ کشتی کی مثل سے مراد اونٹ ہیں کیونکہ اونٹ بھی صحرائی جہاز ہیں' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اہل مکہ پر قیامت اور حشر ونشر کی صحت پر دلیل قائم کی جائے' اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد حیات پر پہلے

marfat.com

مردہ زمین کو زندہ کرنے سے استدلال فرمایا کیونکہ زمین کی پیداوار ان کی مادی حیات کا سبب ہے پھر یہ دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہواؤں اور سمندروں کو مسخر کر دیا اور ان میں کشتیوں اور بحری جہازوں کو رواں دواں کر دیا جن میں بیٹھ کر وہ تجارتی سفر کرتے ہیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جاتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۰)

اور بے شک ہم نے بنی آدم کو بہت عزت دی ہے اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سفر کی سواریاں دی ہیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا ہے اور ان کو ہم نے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

قدیم زمانہ میں انسان اونٹوں' گھوڑوں' خچروں' گدھوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے اور اب ٹرینوں' بسوں' ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں اور دخانی کشتیوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔

اگر یہ شبہ ہو کہ کشتیوں' بحری جہازوں اور ایٹمی آب دوزوں کو تو انسان نے بنایا ہے تو اس کا ازالہ اس طرح ہوگا کہ خود انسان کو کس نے بنایا ہے اور اس کو عقل اور فہم و فراست کس نے عطا کی ہے وہ اللہ ہی تو ہے جس نے نطفہ کی ایک بوند سے جیتا جاگتا انسان کھڑا کر دیا اور اس کو ایسی عقل اور فہم عطا فرمائی جس سے کام لے کر وہ ایسی عجیب و غریب اشیاء بنا رہا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں' پھر ان کا کوئی فریاد رس نہیں ہوگا اور نہ ان کو بچایا جا سکے گا ۝ سوا اس کے کہ ہماری طرف سے ان پر رحمت ہو اور ایک مقرر میعاد تک فائدہ پہنچانا ہو ۝ (یٰسٓ: ۴۴۔۴۳)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی حفاظت اور بقاء کے مادی سہاروں پر غرور نہ کرے' اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے آن کی آن میں انسان کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیتا ہے' کسی شہر کو مضبوط ترین بنیادوں پر اٹھایا جاتا ہے اچانک زلزلہ آتا ہے اور سارا شہر ملیا میٹ ہو جاتا ہے' یا سمندری طوفان آتا ہے اور تمام مکان تہس نہس ہو جاتے ہیں' اس آیت میں دہریوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کشتیاں سمندروں میں اپنی طبعی تقاضوں سے چلتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کشتیوں کو غرق کر دے' ان کشتیوں اور جہازوں کا سمندروں میں غرق نہ ہونا ان کے مادے اور ان کی طبیعت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔

ان آیتوں میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب انسان عیش و آرام میں ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور اس کے عذاب سے بے خوف اور غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ گزشتہ امتوں کے کافروں کا طریقہ تھا وہ دنیاوی عیش و آرام میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل رہتے تھے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے تھے اور اس کی نافرمانی پر کمربستہ رہتے تھے پھر اچانک وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آ جاتے تھے' اسی طرح جو لوگ دخانی کشتیوں اور بحری جہازوں میں امن اور اطمینان سے سفر کر رہے ہوں وہ اچانک کسی سمندری طوفان کی لپیٹ میں آ جائیں یا جو کسی ہوائی جہاز میں سفر کر رہے ہوں' وہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائیں' انسان کسی نعمت کی قدر اسی وقت کرتا ہے جب وہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور صحت اور عافیت کی نعمت کی اہمیت اسی وقت اس کو معلوم ہوتی ہے جب وہ بیماری اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

عارفین نے یہ کہا ہے کہ بھری ہوئی کشتی میں انسان کو سوار کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو دنیاوی عیش و آرام اور لذتوں کے سمندر میں سوار کر دیا ہے اور مسلمانوں کو احکام شریعت کی کشتی میں سوار کر دیا ہے اور اپنے اولیاء کو اسرار حقیقت کی معرفت کے سمندر میں سوار کر دیا ہے' نفسانی خواہشوں کی موجیں ان کی خواہشوں سے ٹکراتی ہیں سو جو احکام شریعت پر عمل

کرنے کی کشتی میں سوار نہیں ہوتے یا جن کی کشتی ان کی خواہشوں کی موجوں سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتی ہے وہ ڈوب جاتے ہیں' ان کا کوئی فریادرس نہیں ہوتا اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچایا نہیں جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے تم اس (عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور تمہارے بعد ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ اس پر غور نہیں کرتے) O اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں تو کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم اس کو کھلائیں جس کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا تم تو صرف کھلی گم راہی میں ہو O

(یٰسٓ ۴۷-۴۵)

سامنے اور بعد کے عذاب کے متعدد محامل

یٰسٓ: ۴۵ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' جبیر اور مجاہد نے کہا تم اپنی گزشتہ زندگی کے گناہوں پر اللہ کے عذاب سے ڈرو اور آئندہ زندگی میں گناہوں سے بچو اور نیکی کے کام کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے' اور قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے تم اس عذاب سے ڈرو جو تم سے پہلی قوموں پر ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے آیا تھا اور آخرت کے عذاب سے ڈرو اور ایمان لے آؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے' اور جب ان کو یہ نصیحت کی جاتی تو وہ اس نصیحت سے اعراض کرتے' اس جملہ کو ذکر نہیں کیا گیا اور اس پر دلیل آیت: ۴۶ ہے: اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں O

اس آیت میں نشانیوں کے لیے آیات کا لفظ ہے' اس آیت میں آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات بھی ہو سکتی ہیں اور آیات سے مراد وہ معجزات اور دلائل بھی ہو سکتے ہیں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور اپنی نبوت پر بہ طور دلیل پیش کرتے تھے' یعنی وہ عقلی دلائل سے نصیحت حاصل کرتے تھے اور نہ حواس سے کوئی بات سمجھتے تھے۔

اللہ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کی تفصیل

یٰسٓ: ۴۵ میں مشرکین سے یہ کہا گیا تم اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور تمہارے بعد ہے' یعنی موت کے وقت جس عذاب کا خطرہ ہے اس سے ڈرو اور موت کے بعد آخرت میں جس عذاب کا خطرہ ہے اس سے ڈرو' اور اس عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر اور اس کی ذات اور صفات پر ایمان لاؤ اور شرک اور کفر کو اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب کو ترک کر دو تا کہ تمہارے سامنے اور تمہارے آگے جس عذاب کا خطرہ ہے تم اس عذاب سے محفوظ ہو جاؤ' سو اس آیت میں ان کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا گیا اور یٰسٓ: ۴۶ میں ان سے یہ کہا گیا کہ ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں' سو اس آیت میں ان کو مخلوق پر شفقت کرنے کا حکم دیا گیا اور تمام احکام شرعیہ کا رجوع ان ہی دو چیزوں کی طرف ہوتا ہے' خالق کی تعظیم کرنا اور مخلوق پر شفقت کرنا' یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنا' اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور دن رات اس کی عبادت کر کے اس کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں اور اس کی مخلوق پر اس کے حکم کے مطابق شفقت اور مہربانی کرتے ہیں' زکوٰۃ' صدقات واجبہ اور نفلی صدقات ادا کرتے ہیں' اور بعض بندگان راہِ خدا تو اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں' اور ان کفار اور مشرکین نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لیے کفر اور شرک کو ترک کیا اور تقویٰ کو اختیار کر کے اپنی موت کے وقت اور آخرت کے عذاب کو ٹالنے کی کوشش کی' اور نہ غریبوں اور ناداروں کی ضروریات پر خرچ کر کے ان پر شفقت کے اظہار کے لیے کوئی

marfat.com

اقدام کیا حالانکہ اگر یہ خالق کی تعظیم کرتے یا مخلوق پر شفقت کرتے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہ تھا بلکہ ان ہی کا فائدہ
کہ وہ اس عمل سے موت کے وقت اور آخرت کے عذاب سے بچ جاتے' اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم کرنے سے مستغنی ہے اس کی تعظ
کرنے کے لیے ملائکہ' انبیاء اور اولیاء بہت ہیں' اسی طرح اگر وہ مخلوق پر شفقت نہ کریں اور مسکینوں اور ناداروں کی ضروریا
پوری نہ کریں تو اس سے ان کو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا' ان کے رزق اور ان کی ضروریات کا اللہ تعالیٰ کفیل اور ضامن ہے' پتھ
کے نیچے جو کیڑا ہے وہ اس کو بھی روزی فراہم کرتا ہے' اگر تو نگر اور خوش حال کسی مفلس اور بدحال کی امداد سے اپنا ہاتھ کھینچ لی
ہے تو اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کے دل میں اس کی امداد کی تحریک پیدا کر دیتا ہے اور کوئی اور شخص اس کی مدد کے لیے اپنا ہاتھ بڑ
دیتا ہے۔

خرچ کرنے کی ترغیب میں عقلی وجوہات

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں' اس حکم میں یہ بتایا ہے ک
اللہ تعالیٰ نے تمہیں غریبوں پر اپنی سب چیزیں خرچ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے' پھر تمہارے لیے اس حکم پر عمل کرنے میں ک
دشواری ہے' مشکل تو تب ہوتی جب تمہیں اپنا سارا مال ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا اگر تم چالیس چیزوں می
سے ایک چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو تم کو کیا فرق پڑے گا۔

دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے' تمہاری اپنی چیزوں میں س
کوئی چیز خرچ کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا' جو شخص اپنی چیز میں سے خرچ نہ کرے وہ بخیل ہوتا ہے تو جو شخص دوسرے کی دی ہو
چیز میں سے خرچ کرنے سے بھی بخل کرتا ہو اس کے بخل کا کون اندازہ کر سکتا ہے! پھر یہ بھی تو سوچو کہ تمہاری کوئی اپنی چیز
بھی! جب تم دنیا میں آئے تو کیا لے کر آئے تھے' تمہارے بدن پر تو کپڑے کا ایک تار بھی نہ تھا' اب جو کچھ تمہارے پاس
وہ سب اسی کا دیا ہوا ہے اور وہ اپنے دیئے میں سے سب نہیں صرف بعض مانگ رہا ہے تو اس بعض کو دینے میں کیوں تنگ
ہوتے ہو اور کیوں بخل کر رہے ہو!

اور اس میں تیسرا نکتہ یہ ہے کہ تم یہ نہ سوچو کہ اگر تم اپنے مال میں سے ضرورت مندوں کو دو گے تو تمہارا مال کم ہو جائے گ
نہیں جب تم اللہ کی راہ میں دوسرے ضرورت مندوں کو دو گے تو اللہ تمہاری ضروریات کو پورا کر دے گا' اس سلسلہ میں حسب
ذیل احادیث ہیں:

خرچ کی فضیلت اور بخل کی مذمت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں
فرشتے نازل ہو کر دعا کرتے ہیں' ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو خرچ شدہ چیز کا بدل عطا فر
اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے اے اللہ بخیل نے جو مال بچا کر رکھا ہے اس کو ضائع کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۷۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان د
شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر سینہ سے ہنسلی تک لوہے کا جبہ ہو' خرچ کرنے والا جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ کھل ک
پھیل جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے قدموں کے نشانوں کو مٹا دیتا ہے اور بخیل جب ک
چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس جبہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے بخیل اس کو کھولنا اور کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشاد

نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۲۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۰۴۵، عالم الکتب)

اس حدیث میں خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال لوہے کے جبہ یعنی زرہ کی کشادگی اور تنگی' اور خرچ کرنے والے کی زرہ کی لمبائی اور چوڑائی اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ڈھانپنے اور قدموں کے نشانات کو مٹانے سے دی گئی ہے' اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جب سخی آدمی خرچ کرتا ہے تو اس خرچ کے لیے اس کا سینہ کشادہ ہوتا ہے اور عطا کرنے کے لیے اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں' اور بخیل کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ بندھ جاتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ دینے اور عطا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سخی کے عیوب پر دنیا اور آخرت میں پردہ رکھتا ہے' جس طرح یہ زرہ پہننے والے کے جسم کو چھپاتی ہے اور جس طرح بخیل کی زرہ اس کے پستانوں تک رہتی ہے اور اس کے باقی جسم کو نہیں چھپاتی اسی طرح وہ دنیا اور آخرت میں بے آبرو ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا جب سخی صدقہ کرتا ہے تو وہ صدقہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور ان کو مٹا دیتا ہے اور بخیل کے گناہ اسی طرح باقی رہتے ہیں' علامہ مہلب نے کہا سخی دنیا اور آخرت میں خوش رہتا ہے اور بخیل دنیا اور آخرت میں غمگین رہتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ سخی کا مال خرچ کرنے کے باوجود بڑھتا رہتا ہے اور بخیل کا مال روکنے کے باوجود کم ہوتا رہتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہی کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے اپنے خزانے کا منہ بند رکھے گا۔ ایک روایت میں ہے تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۴۶۱، عالم الکتب بیروت)

مشیت اور رضا میں فرق کرنا چاہیے

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں۔ الایۃ (یٰس: ۴۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مومنین نے کفار مکہ سے کہا کہ تم نے اپنے کھیتوں اور مویشیوں میں سے جو حصہ اللہ کے لیے رکھا ہے اس کو مسکینوں اور ناداروں پر خرچ کرو تو انہوں نے جواب میں کہا کیا ہم ان کو کھلائیں جن کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا' پھر کہتے جن کو اللہ محروم رکھنا چاہتا ہے ان کو ہم کھلانا نہیں چاہتے' اور یہ بخیل لوگوں کا حیلہ ہے' اور ان کا یہ حیلہ باطل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض لوگوں کو وسعت' فراغت اور خوش حالی میں رکھا ہے اور بعض لوگوں کو فقر اور فاقہ میں مبتلا کیا ہے تاکہ خوش حال اور فراخ دست لوگ بدحالوں اور تنگ دستوں پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور فقراء اور غرباء اپنے فقر اور فاقہ پر صبر کریں' اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں حکمت اور مشیت ہے' وہ ہر چیز کا مالک ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کسی کو اس کے کسی فعل پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کی نظیر مشرکین کا یہ قول ہے:

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ (الانعام: ۱۴۸)

عنقریب مشرکین یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے' اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔

اسی طرح آج کل کے دہریہ اور بے دین لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نیک کام نہیں کر رہے ہیں اور گناہ کر رہے ہیں تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے' اگر اللہ چاہتا تو ہم نیک کام کرتے اور برے کاموں کو ترک کر دیتے کیونکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ

marfat.com

چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا' ان لوگوں کی گم راہی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی
میں فرق نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' انسان جس ف
ارادہ کرتا ہے اللہ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے' اور اسی کے مطابق جزا اور سزا دیتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک کام کر
سے راضی ہوتا ہے اور کفر سے اور نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق اور ہمت د
برائیوں سے مجتنب رکھے' دراصل یہ سوچ اور فکر شیطان کی ہے جس نے کہا تھا:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ . (الحجر: ۳۹) ابلیس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گم راہ کیا

اور نبی کی سوچ اور فکر یہ ہے کہ اگر بھولے سے بھی اجتہادی خطا ہو جائے تو کہتے ہیں:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف ۲۳)
دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں کیا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقص پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مرض کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اور شفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ (الشعراء: ۸۰) اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہ (اللہ) مجھے شفاء عطا فرماتا

پس حسن اور کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور عیب اور نقص کی نسبت اپنی طرف کی جائے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط (النساء: ۷۹)
(اے مخاطب!) جو تجھ کو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف ہے اور جو تجھ کو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

دہریوں کا رد اور ابطال

یٰسٓ: ۴۷ کے آخر میں ہے: تم تو صرف کھلی گم راہی میں ہو ○

ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی کفار کا قول ہے جو انہوں نے مومنوں سے کہا تھا' جب مومنوں نے کفار سے کہا تھا کہ تم
کی راہ میں خرچ کرو تو انہوں نے کہا ہم ان کو کیسے کھلائیں جن کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا' تم تو صرف کھلی گم راہی
ہو' اور تمہارا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرنا بھی صریح گم راہی ہے' اور مقاتل وغیرہ نے کہا کہ یہ نبی صلی
علیہ وسلم کے اصحاب کا قول ہے جو انہوں نے کفار سے کہا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس نے ک
کے جواب کو رد کرنے کے لیے فرمایا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان مسکینوں کو کھانا کھ
کرتے تھے' تو ابوجہل نے ان کے پاس جا کر کہا اے ابوبکر! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کھانا کھلانے پر قا
ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! ابوجہل نے کہا پھر کیا وجہ ہے ان کو کیوں نہیں کھلا رہا؟ حضرت ابوبکر نے کہا اللہ تعالیٰ
ایک قوم کو تنگ دستی میں مبتلا کیا ہے اور ایک قوم کو خوش حالی میں مبتلا کیا ہے' اور فقراء کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور امراء کو
حکم دیا ہے کہ وہ ان کو عطا کریں' تب ابوجہل نے کہا اللہ کی قسم! اے ابوبکر تم صرف صریح گم راہی میں ہو' تم یہ سمجھتے ہو کہ ا
انہیں کھلانے پر قادر ہے اور وہ ان کو نہیں کھلا رہا' پھر تم ان کو کھلا رہے ہو! تب یہ آیت نازل ہوئی اور مزید یہ آیات نا
فرمائیں

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ (اللیل: ۵-۷)
پس جس نے (فقراء کو) دیا اور اللہ سے ڈرا ○ اور نیکی تصدیق کی ○ تو ہم اس کے لیے سہولت کو آسان کر دیں گے۔

marfat.com

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت دہریوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ مشرکین میں دہریے بھی تھے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تھے اور مسلمانوں کی اس بات کا مذاق اڑاتے تھے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۲-۲۱' زاد المسیر ج ۷ ص ۲۵-۲۴ ملخصا)

اس آیت میں دہریوں کا رد اور ابطال اس وجہ سے ہے کہ کسی شخص کا فقیر یا غنی ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمتوں کی وجہ سے جس کو چاہتا ہے فقیر بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتا دو O اور وہ صرف ایک ہولناک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو اس وقت پکڑے گی جب وہ جھگڑ رہے ہوں گے O پس وہ اس وقت نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے O

کفار قیامت کی خبر کو وعد کیوں کہتے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین نے اہل مکہ سے فرمایا تھا کہ قیامت قائم کی جائے گی اور اس کے بعد نیکوں اور بروں اور مومنوں اور کافروں کا حساب لیا جائے گا' اور نیک لوگوں کو جزاء اور برے لوگوں کو سزا دی جائے گی' تو مکہ کے کفار اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے' یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتا دو!

اس آیت میں وعد کا لفظ ہے' وعد کا لفظ خیر اور شر اور نفع اور نقصان دونوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اور وعید کا لفظ صرف شر اور نقصان کی خبر سنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اور اس آیت میں وعد کا لفظ ثواب اور عذاب دونوں خبروں کے لیے ہے' کیونکہ قیامت کے بعد نیک لوگوں کو ثواب عطا کیا جائے گا اور برے لوگوں کو عذاب دیا جائے گا' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قیامت کے دن کفار کو صرف عذاب کی خبر دی گئی تھی اس کے باوجود انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان سے کیا ہوا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا زعم یہ تھا کہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں اگر واقعی قیامت قائم ہوگی تو پھر ان کو ان نیک کاموں کی جزا ملے گی۔

اس کے بعد فرمایا: وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں۔

کفار تو قیامت کے منکر تھے' وہ کس طرح قیامت کا انتظار کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دنیا میں قیامت تک کی مہلت دی گئی تھی اور وہ کھلے ہوئے معجزات اور واضح دلائل پیش کیے جانے کے باوجود ایمان نہیں لا رہے تھے' تو ان کے انکار کی اس حالت کو اور ان کو دی جانے والی مہلت کو قیامت کے انتظار سے تعبیر فرمایا۔

اور ایک چیخ سے مراد پہلی بار پھونکے جانے والی آواز ہے کیونکہ وہ بہت عظیم چیخ ہوگی' جس کی دہشت اور ہولناکی سے سب لوگ اچانک مر جائیں گے۔

قیامت کا اچانک آ جانا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان کو اس وقت پکڑے گی جب وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے دنیاوی معمولات میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور قیامت اچانک ان پر آ جائے گی O

قرآن مجید کی دیگر آیات میں ہے:

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً O (الاعراف: ۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس

marfat.com

اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (یوسف: ۱۰۷) اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب آ جائے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو شعور نہ ہو۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً. (الحج: ۵۵) کافر اس وحی میں ہمیشہ شک کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان پر قیامت اچانک آ جائے گی۔

لوگ اپنی تجارات' اپنے معاملات اور اپنی خرید و فروخت میں ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے' بحث کر رہے ہوں گے' اور جھگڑ رہے ہوں گے دنیاوی امور میں مشغول ہوں گے اور اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے گی اور وہ اس سے بالکل غفلت میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے' جب لوگ اس علامت کو دیکھیں گے تو سب لوگ قیامت پر ایمان لے آئیں گے اور یہ وہ وقت ہو گا:

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا. (الانعام: ۱۵۸) اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہیں پہنچائے گا اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔

قیامت ضرور آئے گی اس وقت دو آدمی (خرید و فروخت کے لیے) کپڑے پھیلائے ہوئے ہوں گے' ابھی انہوں نے خرید و فروخت مکمل کر کے کپڑے لپیٹے نہ ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی اور ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر جا رہا ہو گا اور ابھی اس نے وہ دودھ پیا بھی نہ ہو گا کہ قیامت آ جائے گی' اور ایک شخص اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا ابھی اس نے اپنے حوض سے پانی پیا بھی نہ ہو گا کہ قیامت آ جائے گی' اور ایک شخص اپنا لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کو کھانے سے پہلے اس پر قیامت آ جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۴۰' عالم الکتب)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس وہ اس وقت نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ سکیں گے ○ (یٰس: ۵۰)

وصیت زبانی بھی کر دی جاتی ہے لیکن قیامت کا آنا اس قدر اچانک ہو گا کہ ان کو زبان سے وصیت کرنے کی مہلت نہ مل سکے گی اور وہ اچانک مر جائیں گے اور دنیا کی طرف ان کا لوٹنا نہ ہو گا' لوگ جس حال میں ہوں گے اسی حال میں مر جائیں گے' لوگ بازاروں میں مر جائیں گے' گھروں کو جانے والے اپنے گھروں میں پہنچ نہ سکیں گے اور مر جائیں گے' کسی کو اپنا منصوبہ یا پروگرام پورا کرنے کی مہلت نہیں ملے گی اور درمیان میں ہی سب مر جائیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا

اور صور پھونک دیا جائے گا' پس اچانک وہ (سب) قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے ○ وہ کہیں گے ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' یہ وہ وعدہ

وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً

ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا O اور وہ صرف ایک ہولناک

وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ

چیخ ہو گی' پس اچانک وہ سب ہمارے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے O سو آج کے دن کسی

نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ

شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو صرف ان ہی کاموں کا صلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے O بے شک اہل جنت

الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ

آج دل چسپ مشغلوں میں خوش و خرم ہوں گے O وہ اور ان کی بیویاں

ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا

گھنے سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہوں گے O ان کے لیے اس جنت میں میوے ہوں گے اور ہر وہ چیز جس کی وہ

يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ

خواہش کریں گے O رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہو گا O اے مجرمو! آج

اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا

الگ ہو جاؤ O اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا'

الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ

بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے O اور یہ کہ تم میری (ہی) عبادت کرنا یہی سیدھا

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

راستہ ہے O اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گم راہ کر دیا پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے! O

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ

یہ ہے وہ جہنم جس کی تم کو وعید سنائی گئی تھی O اس میں داخل ہو جاؤ

وقف غفران

marfat.com

تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ

کیونکہ تم کفر کرتے تھے O ہم آج ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے او

تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى

ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے O اور اگر ہم چاہتے تو ان کی

اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

بصارت زائل کر دیتے' پھر وہ راستے کی طرف دوڑتے تو وہ کہاں دیکھ سکتے تھے O اور اگر ہم چاہتے

لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

تو ان کی جگہ پر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتے تو پھر وہ نہ جا سکتے تھے نہ لوٹ سکتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور صور پھونک دیا جائے گا' پس اچانک وہ (سب) قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چل لگیں گے O وہ کہیں گے ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا' اور رسولوں نے سچ کہا تھا O اور وہ صرف ایک ہولناک چیخ ہوگی' پس اچانک وہ سب ہمارے سامنے پیش کر دیے جائیں گے O (یٰسٓ: ۵۳-۵۱)

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں صور کا لفظ ہے' صور کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: یہ سینگ کی ہیئت اور شکل کی کوئی چیز ہے جس میں پھونک ماری جاتی ہے' حضرت اسرافیل کی پھونک کو اللہ تعالیٰ صورتوں اور روحوں کو ان کے اجسام میں منتقل ہونے کا سبب بنا دے گا۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۷۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں دوسرا مشکل لفظ اجداث ہے' اجداث' جدث کی جمع ہے' اس کا معنی قبر ہے۔

(مختار الصحاح ص ۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس آیت میں تیسرا مشکل لفظ "ینسلون" ہے' اس کا مادہ نسل ہے' نسل کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے منفصل اور جدا ہونا ہے' جب اونٹ کے بال جھڑ جاتے ہیں تو کہتے ہیں نسل الوبر عن البعیر' بیٹے کو بھی نسل کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے باپ سے منفصل ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ. (البقرہ: ۲۰۵) وہ کھیت اور (لوگوں کی) اولاد کو برباد کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

تیزی سے چلنے اور دوڑتے بھاگنے کو بھی نسل کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O (الانبیاء: ۹۶) حتیٰ کہ یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے بھاگتے ہوئے آئیں گے۔

اس آیت میں بھی ینسلون کا یہی معنی مراد ہے یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا تو وہ سب اپنی قبروں سے نکل کر بھاگتے ہوئے اپنے رب کی طرف جائیں گے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۳۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

صور پھونکنے کی تعداد

اس حدیث میں جو صور پھونکنے کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری بار صور پھونکنا ہے' پہلی بار صور پھونکنے کا ذکر یٰسٓ: ۴۹ میں گزر چکا ہے کہ وہ صرف ایک ہولناک آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو (اچانک) پکڑ لے گی' اس سے مراد یہ ہے کہ اس صور کو پھونکنے سے قیامت واقع ہو جائے گی' اور اس کے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے' دوسری بار صور پھونکنے کا ذکر اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا' لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ یا چالیس ماہ! انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا چالیس سال! انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۸۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۴۵۹)

صور پھونکنے کی تعداد میں اختلاف ہے' جمہور علماء اور محققین کے نزدیک صور صرف دو بار پھونکا جائے گا' اور علامہ ابو بکر بن العربی کے نزدیک صور تین بار پھونکا جائے گا پہلی بار صور پھونکنے سے لوگ گھبرا جائیں گے اس کو نفخۃ الفزع کہتے ہیں اور دوسری بار صور پھونکنے سے سب لوگ مر جائیں گے اس کو نفخۃ الصعق کہتے ہیں' جمہور کے نزدیک یہ دونوں صور ایک ہیں' اور شیخ ابن حزم کے نزدیک صور چار بار پھونکا جائے گا' علامہ قرطبی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ جلال الدین سیوطی وغیرہم نے اس قول کو رد کر دیا ان تمام ابحاث کو ہم نے النمل: ۸۷ کی تفسیر میں لکھا ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اس کی تحقیق کہ صور پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے کون' کون افراد مستثنیٰ ہوں گے

ان آیات میں بھی دو مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر فرمایا ہے پہلے صور کا ذکر صیحۃ واحدۃ (ایک ہولناک چیخ) کے عنوان سے فرمایا جس کے بعد کسی کو وصیت کرنے کی بھی مہلت نہ مل سکے گی' اور دوسرے صور کا صراحۃً ذکر فرمایا جس کے بعد سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے' اور درج ذیل آیت میں دونوں مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر ہے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (الزمر: ۶۸)

اور صور میں پھونکا جائے گا' پس آسمانوں اور زمینوں کے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا' پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ زندہ ہو کر اور ہوش میں آ کر کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔

اس بے ہوشی سے مراد یہ ہے کہ جن عام لوگوں اور عام فرشتوں پر پہلے موت نہیں آئی تھی وہ اس بے ہوشی کے اثر سے مر جائیں گے' اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء جن پر موت آ چکی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات عطا فرما دی تھی وہ صرف بے ہوش ہوں گے اور جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو وہ پھر ہوش میں آ جائیں گے' باقی رہا یہ کہ اس آیت میں جن لوگوں کا بے ہوش ہونے سے استثناء فرمایا اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے صحیح البخاری: ۶۵۱۷ میں

marfat.com

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حسب ذیل دس اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) علامہ ابو العباس قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ کا میلان اس طرف ہے کہ اس سے مراد تمام مردے ہیں کیونکہ ان کو احساس اور شعور نہیں ہوتا اور بے ہوش وہ ہو گا جس کا شعور ہو اور اس کے شعور کو سلب کیا جائے (المفہم) یہ قول موجب اشکال ہے' اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اس استثناء کی تعیین میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے' اور ان کے تلمیذ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے التذکرہ میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس استثناء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے' اور امام ہناد نے کتاب الزہد میں سعید بن جبیر سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں' اور اس حدیث کی سند سعید بن جبیر تک صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں اس کے بعد ذکر کروں گا۔

(۲) اس استثناء سے مراد شہداء ہیں' جیسا کہ سعید بن جبیر کی مذکور الصدر روایت سے ثابت ہے۔

(۳) اس استثناء سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں' امام بیہقی نے اسی طرف میلان کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جائز ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں' انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' پس جب صور میں پہلی مرتبہ پھونکا جائے گا تو تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے اور یہ ان کے حق میں مکمل موت نہیں ہو گی صرف ان کے حواس معطل ہو جائیں گے اور ان کا شعور ماؤف ہو جائے گا' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہو' اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو پھر ان کے حواس اور شعور برقرار رہیں گے' اور طور پر تجلی کے وقت جو وہ بے ہوش ہو گئے تھے اسی بے ہوشی کو اس بے ہوشی کے قائم مقام کر دیا ہو' پھر امام بیہقی نے شہداء کے متعلق سعید بن جبیر کا اثر ذکر کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق یہ سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش کرنا نہیں چاہا تو حضرت جبریل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے شہداء ہیں' اس حدیث کی سند کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام ابن جریر طبری نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔

(۴) یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو لوگ آخر میں بچ جائیں گے وہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت ہیں' پھر اول الذکر تین حضرات فوت ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت سے فرمائیں گے تم (بھی) فوت ہو جاؤ سو وہ بھی فوت ہو جائیں گے' میں کہتا ہوں کہ اس کی مثل حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اور امام ابن مردویہ نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل' میکائیل اور ملک الموت تین کا استثناء کیا ہے' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' اور امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے اس کو ایک اور سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے یحییٰ بن سلام کی مثل روایت کیا ہے اور امام ابن جریر نے اس کو سعید بن میسب سے بھی روایت کیا ہے کہ ان مستثنیٰ افراد میں حاملین عرش نہیں ہیں کیونکہ وہ آسمانوں کے اوپر ہیں اور اس آیت میں زمینوں اور آسمانوں کے لوگوں کا استثناء ہے۔

(۵) آسمانوں اور زمینوں کے لوگ بے ہوش ہوں گے اور حاملین عرش ان میں داخل نہیں ہیں' جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔

(۶) رسل ملائکہ اربعہ مذکورہ اور حاملین عرش بے ہوش نہیں ہوں گے' حضرت ابو ہریرہ کی طویل حدیث میں اس کا ذکر ہے جو

معروف اور مشہور ہے' اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف اور مضطرب ہے' کعب الاحبار سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور انہوں نے کہا وہ بارہ افراد ہیں' اس کو امام بیہقی اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے مقطوعاً روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۷) امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں اور امام ثعلبی نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۸) بے ہوش ہونے سے جنت کے غلمان اور بڑی آنکھوں والی حوریں مستثنیٰ ہیں۔

(۹) جنت کے حور وغلمان اور جنت اور دوزخ کے خازن اور دوزخ کے سانپ اور بچھو اس سے مستثنیٰ ہیں' اس قول کو امام ثعلبی نے الضحاک بن مزاحم سے روایت کیا ہے۔

(۱۰) محمد بن حزم نے الملل والنحل میں جزم کے ساتھ کہا ہے کہ تمام ملائکہ بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے انہوں نے کہا کہ ملائکہ خود ارواح ہیں ان میں اور روحیں داخل نہیں ہیں لہٰذا ان پر بالکل موت نہیں آئے گی۔

امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بے ہوش ہونے سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مستثنیٰ ہے ورنہ ہر شخص کو اللہ نے موت کا ذائقہ چکھانا ہے' اور اس کو ایک مستقل قول بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اہل نظر نے ان اقوال میں سے اکثر کو ضعیف قرار دیا ہے' کیونکہ اس آیت میں بے ہوش ہونے سے ان لوگوں کا استثناء فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے ہیں' کیونکہ عرش آسمانوں کے اوپر ہے سو حاملین عرش ان میں رہنے والے نہیں ہیں' اور حضرت جبریل اور حضرت میکائیل عرش کے گرد صف باندھنے والوں میں سے ہیں' اور جنت آسمانوں کے اوپر ہے اور جنت اور دوزخ منفرد عالم ہیں جن کو بقاء اور دوام کے لیے تخلیق کیا گیا ہے' اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس آیت میں جن کا استثناء کیا گیا ہے وہ فرشتوں کے غیر ہیں' کیونکہ امام عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: تم زمین میں ٹھہرو گے جب تک ٹھہرو گے' پھر ایک ہولناک چیخ بھیجی جائے گی سو تمہارے معبود کی قسم! وہ چیخ زمین کے ہر شخص پر موت طاری کر دے گی حتیٰ کہ وہ فرشتے بھی مر جائیں گے جو تمہارے رب کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۸۰۔۱۷۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی صحیح البخاری: ۶۵۱۷ کی تشریح میں ان دس اقوال کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے' لیکن ان پر تبصرہ نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صور سے متعلق سورۂ یٰسٓ اور سورۂ زمر کی آیتوں کے تعارض کا جواب

ابھی ہم نے صور کے متعلق الزمر: ۶۸ کا ذکر کیا ہے' اس میں فرمایا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے' اور زیر تفسیر آیت یٰسٓ: ۶۸ میں ہے اور صور پھونک دیا جائے گا' پس اچانک وہ (سب) قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے ٥ اور بہ ظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے کیونکہ ایک آیت میں کھڑے ہوئے دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں تیزی سے چلنے اور بھاگنے کا ذکر ہے' اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ کھڑا ہونا تیز چلنے اور بھاگنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ تیز چلنے والا بھی کھڑے ہو کر چلتا ہے اور دیکھنا بھی اس کے خلاف نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے تیزی سے چلنے میں کئی امور جمع ہوں گے گویا کہ وہ سب ایک آن میں ہو

marfat.com

رہے ہیں' کیونکہ جو امور تیزی سے ایک دوسرے کے بعد ہو رہے ہوں اور ان کے درمیان زمانہ کا وقفہ نہ ہو گویا وہ سب اسی وقت میں ہو رہے ہیں' اسی لیے فرمایا سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔

جب صور کی آواز جانداروں کی ہلاکت کا سبب ہے تو پھر دوسرے صور ...... کی آواز سے لوگ زندہ کیوں کر ہوں گے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دونوں دفعہ جو صور پھونکا جائے گا اس کی حقیقت ایک ہولناک چیخ ہو گی' پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک چیخ کی آواز سن کر سب لوگ مر جائیں گے اور دوسری چیخ کی آواز سن کر سب لوگ زندہ ہو جائیں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ موت اور حیات میں اصل موثر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے وہ جس چیز میں جو چاہتا ہے تاثیر پیدا فرما دیتا ہے' وہ چاہے تو آگ میں جلانے اور ہلاکت کی تاثیر پیدا فرما دے اور وہ چاہے تو آگ میں ٹھنڈک اور سلامتی کی تاثیر پیدا فرما دے' ہم دیکھتے ہیں کہ درخت ایک ہی قسم کی لکڑی پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس کا تنا اوپر کی طرف بڑھتا ہے اور اس کی جڑیں نیچے کی طرف جاتی ہیں' معلوم ہوا کہ لکڑی کی اپنی تاثیر کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ جس حصہ کو چاہتا ہے اوپر کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے نیچے کر دیتا ہے' بعض علماء نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ صور کی ہولناک آواز سے اجسام میں تزلزل' اضطراب اور انتقال پیدا ہوتا ہے پس زندہ اجسام اس ہولناک چیخ سے متزلزل ہو کر پھٹ جاتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور پھر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو وہ متفرق اجزاء پھر متزلزل اور متحرک ہو جائیں گے اور یوں وہ سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ سب اپنی قبروں سے نکل کر بھاگ رہے ہوں گے' اس وقت قبریں کہاں ہوں گی کیونکہ قیامت آنے کے بعد تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے تو قبریں کہاں باقی رہیں گی! اس کا جواب یہ ہے کہ قبروں سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مردوں کو دفن کیا جائے گا' ان کے اجسام تو گل سڑ چکے ہوں گے' لیکن اللہ تعالیٰ ان کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھے گا اور قبروں سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں ان کے اجزاء اصلیہ ہوں گے اور یہ اجسام زندہ ہو کر بھاگتے ہوئے ارض محشر کی طرف جائیں گے اور اس جگہ لوگوں کا حساب ہو گا۔

کفار اپنی قبروں کو خواب گاہوں سے کیوں تعبیر کریں گے؟

اس کے بعد فرمایا: وہ کہیں گے ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا○ (یٰسٓ: ۵۲)

جب کفار کو ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ان پر رنج اور غم کی شدید کیفیت طاری ہو گی' اس وقت وہ اپنی مصیبت اور ہلاکت کو پکار کر کہیں گے یاویلنا' یعنی اے ہماری مصیبت اور ہماری ہلاکت یہی تمہارے نزول اور آنے کا وقت ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کلام میں منادی محذوف ہو' یعنی اے لوگو! یہ ہماری مصیبت اور ہلاکت کا وقت ہے۔

اس کے بعد کفار کہیں گے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار قبروں میں سوئے ہوئے تھے اور اس سے بہ ظاہر عذاب قبر کی نفی ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان جو چالیس سال کا وقفہ ہو گا اس میں ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی' اور اس تخفیف کی وجہ سے اس عرصہ میں ان پر نیند طاری ہو جائے گی' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۰۹' رقم الحدیث: ۳۵۳۵۹) پس جب چالیس سال بعد ان کو اٹھایا جائے گا اور وہ اچانک قیامت کے آثار اور احوال دیکھیں گے تو گھبرا کر کہیں گے کہ ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' دوسرا جواب یہ ہے

کہ قیامت کے ہولناک امور کو دیکھ کر ان کا ذہن اس قدر ماؤف ہو جائے گا کہ وہ عذاب قبر کو بھول جائیں گے اور اپنی موت کو نیند سے تعبیر کریں گے' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ جب وہ دوزخ کے عذاب اور اس کی شدت کو دیکھیں گے تو اس کے مقابلہ میں ان کو عذاب قبر بہت کم اور آسان معلوم ہوگا اور وہ قبروں کو خواب گاہیں کہیں گے۔

کفار نے اللہ تعالیٰ کا ذکر رحمٰن کے نام سے کیوں کیا تھا؟

اس کے بعد اس آیت میں مذکور ہے یہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول ہے کہ یہ فرشتوں کا یا مومنوں کا قول ہے' کیونکہ جب کفار اپنی قبروں سے اٹھ کر یہ کہیں گے کہ ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا تو' مومنین یا فرشتے ان کا رد کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم خواب گاہوں میں سوئے ہوئے نہیں تھے جیسا کہ تمہارا وہم ہے بلکہ تم کو دنیا میں رسولوں نے یہ بتایا تھا کہ قیامت آئے گی اور تم کو فنا کر دیا جائے گا پھر دوسرا صور پھونکنے کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا' سو یہ وہی موت کے بعد کی دوسری زندگی ہے اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بات کفار کہیں گے کہ یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا۔

کفار کو جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا گیا انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر وصف رحمٰن سے کیا ہے' اس میں ان کی محرومی کی طرف اشارہ ہے کہ بعث کا وعدہ اجر و ثواب عطا فرمانے اور انعام و اکرام دیئے جانے کے لیے ہوتا ہے اور آثار رحمت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے دنیا میں اللہ اور رسول کی خبروں کی تصدیق نہیں کی اور ایسے کام نہیں کیے جن کی بناء پر وہ بھی رحمت کے مستحق ہوتے' اس لیے وہ حسرت سے کہیں گے کہ مرنے کے بعد زندہ کیا جانا وہ امر ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا یعنی اس دن اس کی رحمت کا ظہور ہوگا اور ایمان لانے والوں اور نیکی کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کا صلہ دیا جائے گا اور رسولوں نے جو اس کی خبر دی تھی وہ سچی تھی' لیکن کفار چونکہ اس سے محروم تھے اس لیے انہوں نے حسرت اور تاسف کے اظہار کے لیے اس طرح کہا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار نے ایک دوسرے سے اس بات کو کہا ہو اور اللہ تعالیٰ کو رحمٰن کے نام سے اس امید اور طمع کی وجہ سے یاد کیا ہو کہ شاید اس دن اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے' اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن ہے یعنی دنیا میں مومنوں اور کافروں دونوں پر رحم فرماتا ہے اور آخرت میں رحیم ہے یعنی صرف مومنوں پر رحیم ہے تو علامہ آلوسی نے یہ کہا ہے کہ احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ یا رحمن الدنیا و الاخرة اور یا رحیم الدنیا و الاخرة اور اگر یہ مومنوں کا قول ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا رحمٰن کے نام سے اس لیے ذکر کیا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف ان کے حصہ میں آئے گی۔

دوسرے صور کی تفصیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ صرف ایک ہولناک چیخ ہوگی پس اچانک وہ سب ہمارے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے O (یٰسٓ: ۵۳)

جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو صرف ایک زبردست چیخ سے وہ تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور تمام لوگ عرصۂ محشر میں زندہ ہو کر پیش ہو جائیں گے' اس چیخ کے متعلق علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ قول ہوگا: اے گلی ہوئی ہڈیو اور اے گوشت پوست کے ذرات اور اے خراب شدہ بالوں کی باقیات! اللہ تعالیٰ تمہارا فیصلہ فرمانے کے لیے

marfat.com

تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم مجتمع ہو جاؤ! (روح المعانی جز۲۳ ص۴۹) حسب ذیل آیات بھی دوسرے صور کے متعلق ہیں:

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ○ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ○ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۲۱۔۱۹)

وہ صرف ایک زور دار جھڑکنا ہے' سو وہ اچانک دیکھنے لگیں گے ○ اور کہیں گے ہائے ہماری مصیبت یہی جزا اور سزا کا دن ہے ○ یہی وہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے رہے تھے۔

یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۵۲)

جس دن وہ تم کو بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے حاضر ہو گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم بہت کم دیر ٹھہرے تھے۔

تاء کی آٹھ قسمیں

صیحة میں تا مبالغہ کے لیے ہے' اور حشر کے جس قدر اسماء ذکر کیے گئے ہیں سب کے آخر میں تا مبالغہ کے لیے ہے جیسے القیامة' بہت ثابت شدہ چیز' القارعة' بہت دل دہلانے والی' الحاقة' بہت زیادہ برحق اور بہت زیادہ واقع ہونے والی' الطامة' سب سے بڑی آفت یا مصیبت' الصاخة' کانوں کو بہت بہرا کرنے والی' وغیرھا۔

عربی میں تاء صرف تانیث کے لیے نہیں آتی بلکہ متعدد امور کے لیے آتی ہے (۱) تانیث کے لیے جیسے قائمة (۲) تذکیر کے لیے جیسے اربعة (۳) مبالغہ کے لیے جیسے علامة (۴) وحدت کے لیے جیسے درة' تمرة (۵) عوض کے لیے جیسے عدة' زنة (۶) اسمیت کے لیے جیسے کافیة' شافیة (۷) مصدریت کے لیے جیسے ضاربیة' مضروبیة (۸) زائدہ جیسے ملائكة' حجارة۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آج کے دن کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو صرف ان ہی کاموں کا صلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے ○ بے شک اہل جنت آج دل چسپ مشغلوں میں خوش و خرم ہوں گے ○ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہوں گے ○ ان کے لیے اس جنت میں میوے ہوں گے اور ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے ○ رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہو گا ○ (یٰسٓ: ۵۸۔۵۶)

مسلمان کسی مرض کی وجہ سے مقررہ نفلی عبادت نہ کر سکیں...... تو اللہ اپنے فضل سے ان کو اجر عطا فرماتا رہتا ہے

یٰسٓ: ۵۴ میں فرمایا: آج کے دن کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا' آیت کے اس حصہ میں عموم مراد ہے' کسی مومن پر ظلم کیا جائے گا نہ کسی کافر پر' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جو اجر و ثواب عطا فرمائے گا وہ اس کا فضل ہے' اور کفار کو جو عذاب دے گا وہ اس کا عدل ہے' سو وہ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا' مومن پر نہ کافر پر' اور آیت کے دوسرے حصہ میں جو فرمایا ہے اور تم کو صرف ان ہی کاموں کا صلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے بعض مفسرین نے کہا اس آیت میں صلہ سے مراد جزا ہے اور آیت کے اس حصہ میں صرف کفار سے خطاب ہے' کیونکہ کفار کو صرف ان ہی کاموں کی جزا دی جائے گی جو انہوں نے کیے ہیں اور یہ عدل ہے' جب کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کاموں کی بھی جزا دے گا جو انہوں نے نہیں کیے۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۲۹۳)

ہماری تحقیق یہ ہے کہ کفار کو آخرت میں کسی نیکی کی جزا نہیں دی جائے گی کیونکہ ہر نیکی کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے بغیر ایمان کے کسی شخص کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہو گا' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۹۷)

جس نے بھی نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو' شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور بہ ضرور پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے' اور اس کے نیک اعمال کا اس کو ضرور بہ ضرور اچھا

اجر عطا فرمائیں گے۔

البتہ کفار کو ان کے نیک کاموں کا دنیا میں اجر عطا فرما دیا جائے گا' البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے فضل سے بعض ان کاموں کا بھی اجر عطا فرمائے گا جو انہوں نے نہیں کیے۔ اور حسب ذیل احادیث میں اس پر دلیل ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن بھی کوئی عمل ہو اس دن کا اختتام اسی عمل پر کیا جاتا ہے' پس جب مومن بیمار ہو تو فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنے فلاں بندے کو بیماری میں قید کر لیا ہے' تو رب عزوجل فرماتا ہے اس بندے کا (صحیفۂ اعمال) اسی عمل پر مکمل کرو' حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے یا فوت ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۴ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۲۸۴' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۴۲۸' امام احمد اور امام طبرانی کی سند میں ابن لہیعہ ہے' وہ ضعیف راوی ہے اور امام بغوی کی سند صحیح ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے جسم میں بھی کوئی مرض پیدا ہوتا ہے' تو اللہ عزوجل اس کے صحیفہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرا بندہ جب تک میرے مسلط کیے ہوئے مرض کی قید میں ہے اس کے نیک عمل کو ہر روز لکھتے رہو۔

(مسند احمد ج ۲ص ۱۵۹' احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' اسی طرح حافظ الہیثمی نے کہا' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۸۲' مجمع الزوائد ج ۲ص ۳۰۲' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کر رہا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی صحت کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو (بہ دستور) لکھتے رہو۔

(مسند احمد ج ۲ص ۲۰۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۹۰۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ' اس حدیث کی سند حسن ہے)

ابو الاشعث الصنعانی بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد دمشق کی طرف جا رہے تھے راستہ میں ان کی ملاقات حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اور الصنابحی سے ہوئی' میں نے ان سے پوچھا آپ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک بھائی مصر سے یہاں آیا ہوا ہے ہم اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں' میں بھی ان کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم اس شخص کے پاس گئے' ان دونوں نے اس سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھ پر صبح سے اللہ کا انعام ہے' حضرت شداد نے کہا تمہیں اپنے گناہوں کے کفارہ کی بشارت ہو' اور اپنے گناہوں کے ساقط ہونے کی' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو' کسی مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری آزمائش پر میری حمد کرتا ہے تو میں فرشتوں سے کہتا ہوں کہ تم اس کی صحت کے ایام میں اس کا جو اجر لکھتے تھے اس کا وہی اجر لکھتے رہو۔

(مسند احمد ج ۴ص ۱۲۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۱۳۶' السلسلۃ الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۱۶۱۱' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کسی مسلمان بندے کو کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو فرشتے سے فرماتا ہے اس کے اسی نیک عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا' اگر وہ اس بندے کو اس مرض سے شفاء دے دے تو اس کو گناہوں سے دھو کر پاک کر دیتا ہے' اور اگر اس کی روح قبض کر لے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

marfat.com

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۸، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث ۱۳۶۴۷، دارالحدیث القاہرہ ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس بندہ کو بھی کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو اس کے صحیفہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اس شخص نے جو برا عمل کیا ہے اس کو مت لکھو اور اس شخص نے جو نیک عمل کیا ہے تو وہ نیک عمل دس گنا لکھ دو اور صحت کے ایام میں یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو حسب دستور لکھتے رہو خواہ وہ یہ عمل نہ کرے۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ۱۱ رقم الحدیث: ۶۶۳۸، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴، اس کی سند ضعیف ہے)

بعض مفسرین نے جو یہ کہا ہے کہ کفار کو صرف ان کے کیے ہوئے کاموں کی جزا دی جائے گی اور مومنین کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کاموں کی بھی جزا دیتا ہے جو انہوں نے نہیں کیے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث سے واضح ہو رہا ہے ان کی یہ نکتہ آفرینی اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اللہ آخرت میں کافروں کو ان کی کسی نیکی کا اجر نہیں دے گا کیونکہ نیکی کے قبول ہونے کی شرط ایمان ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کے اس دوسرے حصہ کا کیا محمل ہے جس میں یہ فرمایا ہے تم کو صرف انہی کاموں کی جزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جزاء کا لفظ سزا کے معنی میں بھی آیا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ (النباء: ۲۶-۲۴)

وہ دوزخ میں کسی قسم کی ٹھنڈک پائیں گے اور نہ کوئی مشروب ۝ ماسوا کھولتے ہوئے پانی اور دوزخیوں کی پیپ کے ۝ (یہ ان کی) پوری پوری سزا ہوگی۔

جس طرح اس آیت میں جزا کا لفظ سزا کے معنی میں آیا ہے اسی طرح زیر تفسیر آیت **ولا تجزون الا ما کنتم تعملون** میں بھی جزا کا لفظ سزا کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کفار سے فرما رہا ہے: پس آج کے دن تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں صرف انہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ جو کام تم نے نہ کیے ہوں ان کی بھی تمہیں سزا دی جائے۔ جس طرح اس کے مقابلہ میں مومنوں کو ان کاموں کا بھی اجر و ثواب دیا جائے گا جو انہوں نے نہیں کیے تھے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث کے حوالہ سے ہم واضح کر چکے ہیں۔

بعض مفسرین نے جو آیت کے اس دوسرے حصہ میں جزا کو اجر و ثواب کے معنی میں لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ آیت کے اس حصہ میں کفار سے خطاب کر کے یہ بتایا ہے کہ کافروں کو صرف انہی کاموں کی جزا ملے گی جو انہوں نے کیے ہیں، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مومنوں کو ان کاموں کی بھی جزا دے گا جو انہوں نے نہیں کیے۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مومنوں نے جو کام کیے ہیں ان پر بھی جو اجر و ثواب ملے گا وہ اللہ کے فضل ہی سے ملے گا پھر اللہ کے فضل کو ان کاموں کے ساتھ خاص کرنے کی کیا وجہ ہے جو انہوں نے نہیں کیے؟ البتہ اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جو کام انہوں نے کیے ہیں اس کے اجر کا صورۃً سبب ان کے کام ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر اجر و ثواب کا سبب صورۃً بھی اللہ کا فضل ہے اور حقیقۃً بھی اللہ کا فضل ہے۔

شغل اور فاکہون کے معانی اور ان کی تفسیریں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اہل جنت آج دلچسپ مشغلوں میں خوش و خرم ہوں گے (یٰسٓ: ۵۸-۵۵)

اس سے پہلے یٰسٓ: ۵۲ میں کفار کی حسرت اور افسوس کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں مسلمانوں کے جنت میں خوش و خرم ہونے کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ مسلمانوں کا جنت میں ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا کفار کے لیے مزید رنج و

غم اور حسرت اور افسوس کا باعث ہے' کیونکہ جب کسی شخص کو اپنے دشمنوں کی ان راحتوں اور مسرتوں کا علم ہو جن سے وہ خود محروم ہو تو یہ چیز اس کے لیے زیادہ افسوس اور مایوسی کا موجب ہوتی ہے۔

اس آیت میں شغل کا لفظ ہے' شغل کی تعریف یہ ہے کہ کوئی ایسا اہم کام جس میں غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے آدمی دوسری چیزوں سے غافل ہو جائے' خواہ وہ اہم کام پر مسرت ہو یا رنج اور غم والا ہو یا از قبیل عبادت ہو' مثلاً کسی شخص کے ماں باپ مر جائیں تو وہ ان کی تجہیز و تکفین اور ان کے رنج اور غم میں اس قدر منہمک ہوتا ہے کہ دوسری چیزوں سے غافل ہو جاتا ہے' یا کسی شخص کی شادی ہو رہی ہو تو وہ شادی کی تیاری میں اس قدر مصروف ہوتا ہے کہ باقی کاموں کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی' یا جس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق اور منہمک ہوتے یا اس کی عبادت میں اور یاد میں مشغول ہوتے تو کسی چیز کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی تھی جیسا کہ اس حدیث میں ہے

لی مع اللہ وقت لا یسع فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ — میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا خاص وقت ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کی۔

(الاسرار المرفوعہ رقم الحدیث ۷۶۴' کشف الخفاء رقم الحدیث ۲۱۵۹)

نیز اس آیت میں فاکھون کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ فاکھون کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہر قسم کے میوے اور پھل کو فاکھۃ کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ انگور اور انار کے ماسوا کو فاکھۃ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ. (الواقعہ ۲۰) — اور (جنت میں) ایسے میوے ہوں گے جن کو وہ پسند کریں گے۔

ہنس ہنس کر اور اترا اترا کر باتیں کرنے کے لیے بھی اس مادے کا استعمال ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ. (الواقعہ ۶۵) — اگر ہم چاہیں تو اس (کھیت) کو ریزہ ریزہ کر ڈالیں پھر تم باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔

عیش و آرام اور نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے والے کو بھی فاکہ کہا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے۔

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ. (الطور ۱۸) — وہ ان نعمتوں اور اس عیش و آرام پر خوش ہیں جو ان کو ان کے رب نے عطا فرمایا ہے۔

زیر تفسیر آیت میں بھی فاکھون اسی معنی میں ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے شغل کی تفسیر میں چار قول ہیں۔

(۱) حسن' سعید بن جبیر' حضرت ابن مسعود اور قتادہ نے کہا اس سے مراد ہے پاکیزہ حوروں سے لذت مباشرت حاصل کرنا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مسافع بن ابی شریح نے کہا اس سے مراد ہے آلات موسیقی بجانا۔

(۳) مجاہد نے کہا اس سے مراد ہے وہ نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے۔

(۴) اسماعیل بن ابی خالد اور ابان بن تغلب نے کہا وہ کفار کو دوزخ میں ڈالنے سے خوش ہو رہے ہوں گے۔

علامہ الماوردی نے کہا کہ فاکھون کی تفسیر میں بھی چار قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے وہ خوش ہوں گے (۲) قتادہ نے کہا اس سے مراد ہے وہ نعمتوں میں ہوں

marfat.com

گے (۲) مجاہد نے کہا وہ متعجب ہوں گے (۴) ایک قول یہ ہے کہ وہ کھانے پینے کی لذتوں میں ہوں گے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۵۔۲۴ دار الکتب العلمیہ بیرو

جنت کی نعمتوں سے اہل جنت کے محظوظ ہونے کے متعلق احادیث

اہل جنت کی نعمتوں کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت میں سے ایک م
کھانے' پینے' جماع اور شہوت میں سو مردوں کی قوت دی جائے گی' ایک یہودی نے کہا جو شخص کھائے گا اور پئے گا اس کو
حاجت کی ضرورت بھی ہوگی' آپ نے فرمایا اس کی کھال سے پسینہ بہے گا جس سے اس کا پیٹ سکڑ جائے گا۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱۔۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۰۹۔۱۰۸' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۴۷۸'
البزار رقم الحدیث: ۳۵۲۳۔۳۵۲۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۰۰۴' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۶' کتاب البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث: ۳۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت جوان' بے ریش اور سرمگ
آنکھوں والے ہوں گے' ان کے کپڑے میلے ہوں گے اور نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۳' ۲۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۱۴' کتا
البعث والنشور رقم الحدیث: ۴۲۰' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۴۲ قدیم' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۶۴' رقم الحدیث: ۱۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت نہ پیشاب کریں گے نہ ان کی ناک
سے رینٹ نکلے گی' نہ وہ پاخانہ کریں گے' ان کو صرف ایک ڈکار آئے گی' اور جس طرح ان میں سانس ڈالا جاتا ہے اس طر
ان کو تسبیح اور حمد کا الہام کیا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۴۔۳۴۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۹' مسند ابویعلیٰ
الحدیث: ۱۹۰۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۳۵' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۳۷۵' کتاب البعث والنشور رقم الحدیث: ۳۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں ا
اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ا
کا خیال آیا ہے' اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ: ۱۷)

سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈ
کے لیے کیا نعمتیں چھپا کر رکھی ہیں جو ان کے نیک اعمال کی جزاء ہیں

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۳۰

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ایک (جنتی) شخص
ستر (۷۰) کنواری حوروں سے ایک دن میں لذت مباشرت حاصل کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ کنواری حوریں بنا دے گ

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۲۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۴۹' کنز العمال ج ۱۴ ص ۴۸۳' رقم الحدیث: ۳۹۳۵۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جس طرح ہم اپنی ازواج کے
ساتھ دنیا میں مباشرت کرتے ہیں آیا ہم جنت میں بھی اپنی ازواج کے ساتھ اس طرح مباشرت کریں گے؟ آپ نے فر
اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ایک شخص ایک دن میں سو کنوار
حوروں کے ساتھ جماع کرے گا۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۳۶' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۷۴۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا گیا آیا اہل جنت مباشرت کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ بغیر شہوت میں کمی یا ڈھیلے پن کے یہ عمل کریں گے' اور ایک روایت میں ہے اور بغیر انزال کے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۷۲۱' ۷۶۷۴' ۷۴۷۹)

جنت میں حوروں اور نیک خواتین کی صفات کے متعلق احادیث

حضرت سعید بن عامر بن حدیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اگر جنت کی حوروں میں سے کوئی حور زمین والوں کی طرف جھانک کر دیکھے تو تمام روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۵۱۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۲۸' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۷۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے وَحُوْرٌ عِيْنٌ (الواقعہ ۲۲) اور ''بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں'' آپ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی بڑی آنکھوں والی فربہ حوریں ہیں جن کی پلکیں کرگس کے پروں کی طرح ہیں' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (رحمٰن ۵۸) ''وہ حوریں یاقوت اور مونگے کی طرح ہوں گی'' آپ نے فرمایا جس طرح اس سیپ میں صاف اور اور چمک دار موتی ہوتا ہے جس کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو وہ اسی طرح صاف اور شفاف ہوں گی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے: فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (رحمٰن: ۷۰) ''ان جنتوں میں نیک' حسین حوریں ہیں'' آپ نے فرمایا ان کے عمدہ اخلاق اور حسین چہرے ہوں گے'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (الصّٰفّٰت ۴۹) ''وہ حوریں ایسی ہیں جیسے چھپائے ہوئے انڈے'' آپ نے فرمایا وہ اس طرح نرم اور رقیق ہوں گی جس طرح انڈے کی اندرونی جھلی رقیق اور باریک ہوتی ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے عُرُبًا اَتْرَابًا (الواقعہ ۳۷) ''وہ حوریں محبت کرنے والی ہم عمر ہیں'' آپ نے فرمایا اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس حال میں دنیا سے اٹھائے گا کہ وہ بوڑھی ہو چکی ہوں گی' ان کی آنکھیں چیپڑ زدہ ہوں گی اور ان کے بال کھچڑی ہو چکے ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو کنواری بنا دے گا عرباً کے معنی ہے محبت کرنے والیاں اور اترابا کے معنی ہیں ہم عمر' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا بڑی آنکھوں والی حوریں' آپ نے فرمایا دنیا کی عورتیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح جسم کا ظاہر جسم کے باطن سے افضل ہوتا ہے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے لیے نمازیں پڑھیں اور اللہ کے لیے روزے رکھے' اللہ عزوجل ان کے چہروں پر نور پہنا دے گا' اور ان کے اجسام ریشم کی طرح ہوں گے' ان کا رنگ گورا ہو گا ان کے کپڑے سبز رنگ کے ہوں گے' ان کے زیورات سونے کے ہوں گے' ان کی خوشبو کی انگیٹھیاں موتیوں کی ہوں گی اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' وہ کہیں گی سنو! ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں اور ہم کبھی نہیں مریں گی' سنو! ہم ہمیشہ نعمتوں سے مالا مال رہیں گی اور ہم کبھی غم زدہ یا خوف زدہ نہیں ہوں گی' سنو! ہم ہمیشہ یہاں پر قیام کریں گی اور کبھی یہاں سے سفر نہیں کریں گی' سنو! ہم ہمیشہ راضی رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی' اس کو خوشی اور مبارک ہو' جس کے حصہ میں ہم آئیں گی اور وہ ہمارے لیے ہو گا! (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۶۵' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۷۵۵)

جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا کے متعلق احادیث

جنت اور اس کی تمام نعمتیں بہت عظیم ہیں حتیٰ کہ حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک ج
کی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۱۸)

تاہم جنت میں سب سے بڑی نعمت جو حاصل ہوگی وہ اللہ عزوجل کا دیدار اور اس کی رضا کا حصول ہوگا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ. (یونس: ۲۶) — جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں ان کے لیے نیک
اور زیادہ انعام ہے۔

آپ نے فرمایا جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا بے شک اللہ کے پاس تمہار
ایک وعدہ ہے' وہ کہیں گے کیا ہمارا چہرہ سفید نہیں کیا گیا! اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی گئی! اور ہم کو جنت میں داخل نہی
گیا! وہ کہیں گے کیوں نہیں! پھر (ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان) حجاب کو کھول دیا جائے گا' آپ نے فرمایا: پس اللہ کی
اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے زیادہ محبوب ان کو کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' مسند احمد ج ۴ ص
ج ۶ ص ۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۹۶۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۵
۷۳۱۴' کتاب البعث والنشور رقم الحدیث: ۴۴۶' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۷' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۳۹۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ اس
کا ہے جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات کی طرف دیکھ رہا ہوگا اور اپنی ازواج کی طرف اور اپنی نعمت کی طرف
اپنے خادموں کی طرف اور اپنی مسہریوں کی طرف' اور اہل جنت میں سے جو اللہ کے نزدیک مکرم ہوگا وہ ہر صبح اور شام
عزوجل کے چہرے کی طرف دیکھے گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامۃ: ۲۲-۲۳) — اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے ۝ وہ
رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳-۶۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۷۱۲' ۵۷۲۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۹' حلیۃ ا
ج ۵ ص ۸۷' کتاب البعث والنشور رقم الحدیث: ۴۳۳-۴۳۲' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۳۹۶-۴۳۹۵)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے
(ماہ تمام' چودھویں رات کا چاند) کی طرف دیکھا' پھر آپ نے فرمایا بے شک تم اپنے رب کو عنقریب اس طرح دیکھو گے
طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تم کو اس کو دیکھنے میں کوئی تنگی نہیں ہوگی' پس اگر تم طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے
نماز پڑھنے کی طاقت رکھو تو ضرور ان نمازوں کو پڑھو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ. (قٓ: ۳۹) — طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب
حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۱' سنن ابن م
الحدیث: ۱۷۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۱۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۳

الکبیر رقم الحدیث: ۲۲۲۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۰۵۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۷۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے ہم تیرے پاس حاضر ہیں اور تیری اطاعت پر کمربستہ ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے راضی نہ ہونے کی کیا وجہ ہوگی تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں عطا کیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تم کو اس سے بھی افضل نعمت عطا نہ کروں! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے افضل اور کون سی نعمت ہوگی! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا کو حلال کر دیتا ہوں' اس کے بعد میں تم پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۴۲' کتاب البعث والنشور رقم الحدیث: ۴۴۵' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۳۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک شفاف آئینہ تھا جس میں ایک سیاہ نشان تھا' میں نے پوچھا اے جبریل یہ کیسا آئینہ ہے؟ انہوں نے کہا یہ جمعہ ہے جس کو آپ کا رب آپ پر پیش فرمائے گا تاکہ یہ دن آپ کے لیے عید ہو جائے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لیے' اور آپ (اس دن کے ملنے میں) اول ہیں اور یہود اور نصاریٰ کے لیے اس کے بعد کا دن ہے' آپ نے پوچھا ہمارے لیے اس دن میں کیا ہے؟ حضرت جبریل نے کہا آپ کے لیے اس دن میں خیر ہے' اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس ساعت میں جو شخص بھی اپنے رب سے کسی خیر کی دعا کرے جو اس کا مقسوم ہو تو اس کا رب اس کو وہ عطا فرما دے گا' اور اگر وہ چیز اس کے مقسوم میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عظیم چیز کو اس کے لیے مقدر فرما دے گا' اور اگر اس نے کسی چیز سے پناہ طلب کی اور وہ اس کے مقدر میں ہو تو اللہ اس کو اس چیز سے پناہ میں رکھے گا اور اگر اس سے پناہ اس کے مقدر میں نہ ہو تو اس سے زیادہ مضر چیز سے اس کو پناہ میں رکھے گا' میں نے ان سے پوچھا اس آئینہ میں یہ سیاہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہوگی' اور ہمارے نزدیک جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے' اور ہم آخرت میں اس کو یوم المزید کہتے ہیں (اس سے مراد ہے زیادہ انعام کا دن اور وہ زیادہ انعام اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے) میں نے پوچھا آپ اس کو یوم المزید کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیونکہ آپ کے رب نے جنت میں ایک سفید وادی بنائی ہے جو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے' پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہوگا حتیٰ کہ نور کے منبر کرسی کا احاطہ کرلیں گے اور انبیاء آ کر ان منبروں پر بیٹھ جائیں گے' پھر سونے کی کرسیاں ان منبروں کا احاطہ کرلیں گی' پھر صدیقین اور شہداء آ کر ان کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے پھر اہل جنت آ کر ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے' پھر ان کے سامنے ان کا رب تبارک و تعالیٰ جلوہ فرما ہوگا' حتیٰ کہ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھیں گے اور وہ فرمائے گا: میں وہ ہوں جس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا' اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا' اور یہ میری کرامت کی جگہ ہے' سو تم مجھ سے سوال کرو' تو وہ اس سے اس کی رضا کا سوال کریں گے' پس اللہ عزوجل فرمائے گا' میں نے تم پر اپنی رضا کو حلال کر دیا' اور میری کرامت تمہارے ہی لیے ہے سو تم مجھ سے سوال کرو' پھر وہ اس سے سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کی رغبت ختم ہو جائے گی' پھر ان کے لیے ایسی نعمتیں کھول دی جائیں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا' یہ مجلس اتنی دیر رہے گی جتنی دیر میں لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہیں' پھر رب تبارک و تعالیٰ اپنی کرسی پر چڑھ جائے گا اور اس کے ساتھ شہداء اور صدیقین بھی چڑھ جائیں گے' اور بالا

marfat.com

خانے والے بالا خانوں میں چلے جائیں گے‘ (جنت میں) ایک سفید موتی ہے جس میں کوئی شگاف نہیں ہوگا‘ یا سرخ یاقوت
یا سبز زمرد ہے‘ اس میں بالا خانے اور ان کے دروازے ہوں گے‘ اس میں دریا ہوں گے‘ اس میں پھل لٹکے ہوئے ہوں گے‘
اس میں ان کی بیویاں اور ان کے خادم ہوں گے‘ تاہم جمعہ کے دن سے زیادہ ان کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہوگی‘ تاکہ اس دن
کو زیادہ کرامت حاصل ہو‘ اور اس دن میں اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف زیادہ نظر بھر کر دیکھیں اسی وجہ سے اس دن کا نام
المزید ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۵۳‘ المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۷۱۳‘ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۲۸‘ المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۹
حافظ الہیثمی نے کہا امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی کی سند صحیح ہے‘ اور امام بزار کی سند میں اختلاف ہے‘ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۲۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنت والے‘ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ عزوجل فرمائے
اے میرے بندو! کیا تم مجھ سے کسی چیز کا سوال کرو گے تاکہ میں تم کو وہ چیز زیادہ دوں‘ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے
کو جو چیزیں عطا فرمائی ہیں‘ ان میں سے کس چیز میں زیادہ خیر ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا بہت بڑی چیز ہے۔
(المعجم الاوسط ج ۱۰ ص ۹۰۲۱‘ دار المعارف ریاض‘ اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے‘ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۷۷۳

اہل جنت پر اللہ کا سلام اور اس کی عظمت اور انفرادیت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہوگا○ (یٰس: ۵۸)
اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: ان کے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے (یٰس: ۵۷) اور ا
آیت میں ان کی اس خواہش کی تکمیل کا ذکر فرمایا ہے‘ کیونکہ جنتیوں کی اس سے بڑھ کر اور کیا خواہش ہوگی کہ ان کا رب ا
سے فرمائے تم پر سلام ہو‘ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں بھی اہل جنت پر سلام پیش فرمانے کا ذکر ہے:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ (الاحزاب: ۴۴)

جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کو سلام کا تحفہ پیش
کیا جائے گا۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: ۳۲)

جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ
پاکیزہ ہوتے ہیں وہ فرشتے (ان سے) کہتے ہیں تم پر سلام ہو تم ا
نیک کاموں کے عوض جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم دنیا میں کر
تھے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ (الرعد: ۲۳-۲۴)

دائمی جنتوں میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے باپ
دادا‘ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو نیک ہو
گے اور جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئی
گے○ (اور کہیں گے) تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا‘ پس کیا ا
اچھی آخرت کی جزا ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ (الزمر: ۷۳)

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ در گر
جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا‘ حتیٰ کہ جب وہ جنت میں
جائیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ا
جنت کے محافظ ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ

کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ازخود اہل جنت کو سلام کرے گا اور فرشتوں کی زبان سے اہل جنت کو سلام کہلوائے گا' جس طرح اس نے انبیاء علیہ السلام کو ازخود بھی سلام فرمایا ہے اور فرشتوں کی زبان سے بھی سلام کہلوایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۷۹) — تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰۹) — ابراہیم پر سلام ہو۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۲۰) — موسیٰ و ہارون پر سلام ہو۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۳۰) — الیاس پر سلام ہو۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۸۱) — اور تمام رسولوں پر سلام ہو۔

اور یہ اہل جنت کے لیے بہت فضیلت اور کرامت کا مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عزت اور تحیت رسولوں کو عطا فرمائی اور جو سلام ان کو پیش فرمایا وہی عزت اور تحیت اور وہی سلام اہل جنت کو پیش فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ ۝ اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ۝ اور یہ کہ تم میری (ہی) عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے ۝ (یٰسٓ: ۶۱-۵۹)

مجرمین کے دوسروں سے الگ اور جدا ہونے کی متعدد تفسیریں

اس آیت میں وامتازوا کا لفظ ہے' اس کا مصدر امتیاز ہے' امتیاز اور تمیز کا معنی ہے مشابہ اور ملی جلی چیزوں کے درمیان فصل اور تفریق کرنا اور ان کو جدا جدا کرنا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجرموں کو جو الگ الگ اور متفرق ہونے کا حکم دے گا یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ محشر میں مومن اور کافر' موحد اور مشرک' مخلص اور منافق' اور فاسق اور صالح ملے جلے کھڑے ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک فریق کو دوسرے فریق سے الگ اور جدا کر دے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ (الروم: ۱۴) — اور جس دن قیامت قائم ہو گی (تو) سب جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کافروں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مومنوں سے الگ ہو جائیں کیونکہ کفار دیکھیں گے کہ مومنوں کے چہرے سفید ہیں اور ان کے چہرے سیاہ ہیں' مومنوں کے صحائف اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہیں' مومنوں کے چہرے تروتازہ' ہنستے مسکراتے ہوئے اور بشاش ہیں اور ان کے چہرے پژمردہ اور تاریک ہیں' مومنوں کا نور ان کے سامنے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے اور ان کی پیشانی ان کی پشت کے ساتھ جکڑی ہوئی ہے' مومن کی میزان کے پلڑے بھاری ہوں گے اور ان کی میزان کے پلڑے ہلکے ہوں گے' مومن پل صراط پر ثابت قدم رہیں گے اور کافر پل صراط سے پھسل جائیں گے' اس لیے کافروں سے کہا جائے گا تم دنیا میں مومنوں سے مل جل کر رہتے تھے آج ان سے الگ ہو جاؤ' ان مومنوں کو اجر و ثواب اور انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور کافروں کو ذلت اور خواری کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مومنین صالحین سے فاسقین کو نکال کر الگ کھڑا کر دیا جائے گا تو پھر اس آیت سے مسلمانوں کو بہت زیادہ ڈرنا چاہیے' کیونکہ دنیا میں تو استاذ اور شاگرد' باپ اور بیٹے' پیر اور مرید سب مل جل کر رہتے ہیں' حالانکہ کئی شاگرد استاذ سے اور کئی بیٹے باپ سے اور کئی مرید پیر سے زیادہ نیک ہوتے ہیں' دنیا میں شاگرد استاذ کو اور بیٹا باپ کو اور

marfat.com

مرید پیر کو زیادہ قابل احترام اور زیادہ متقی اور نیک سمجھتا ہے اور جب قیامت کے دن بدکار استاذ' فاسق باپ اور گنہ گار پیر کو حکم د
جائے گا کہ اے مجرمو! آج نیکوں سے الگ کھڑے ہو جاؤ تو ان کی کس قدر ذلت اور رسوائی ہو گی' جب شاگرد' بیٹا اور مر
نیکوں کی صف میں کھڑے اپنے استاذ' باپ اور پیر کو مجرموں کی صف میں کھڑے ہوئے حیرت سے دیکھ رہے ہوں گے! اور
سب سے بڑا عذاب ہے کیونکہ کسی شخص کو تنہائی میں عذاب دیا جائے اس سے اتنا دکھ نہیں ہوتا جتنا عقیدت مندوں کے سامن
رسوائی سے دکھ اور غم ہوتا ہے' اے اللہ تو نے ہمیں دنیا میں عزت دی ہے تو آخرت میں ہمیں ذلت اور رسوائی سے محفوظ رکھنا!

اس آیت کا تیسرا معنی یہ ہے کہ مجرموں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا جائے گا' یہودیوں کو عیسائیوں سے الگ کر
دیا جائے گا' اور مجوسیوں کو صابئین سے الگ کر دیا جائے گا' ہندوؤں کو سکھوں سے اور دہریوں کو بھکشوں سے الگ کر دیا جائے
گا' ضحاک سے یہ بھی روایت ہے کہ کفار کے ہر فرقہ کے لیے دوزخ میں الگ الگ طبقہ ہے اور ہر فرقہ کو دوزخ کے الگ الگ
طبقہ میں رکھا جائے گا۔

اس آیت کا چوتھا معنی یہ ہے کہ مومن تو اپنے بھائیوں' اپنی بیویوں' اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ واصل ہوں
گے اور کفار اپنے بھائیوں' رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ الگ اور جدا ہوں گے' سو کافروں کو آگ کا دردناک عذاب بھی ہو
گا اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے جدا اور الگ ہونے کا قلق بھی ہو گا' اور دوستوں سے علیحدگی اور جدائی کا قلق آگ میں
جلنے سے زیادہ ہو گا کیونکہ آگ میں جلنے کا عذاب جسمانی ہے اور دوستوں اور محبوبوں سے جدائی کا عذاب قلبی اور عقلی ہے۔

اس آیت کا پانچواں معنی یہ ہے کہ آج تم اپنے خود ساختہ معبودوں سے الگ ہو جاؤ اور جن کو تم اپنا شفیع اور مددگار قرار
دیتے تھے ان سے الگ اور جدا ہو جاؤ۔

اس آیت کا چھٹا معنی یہ ہے کہ تم اپنی توقعات اور آرزوؤں سے الگ ہو جاؤ' بلکہ ہر خیر سے الگ ہو جاؤ' اور دوزخ میں
بھی الگ الگ اور جدا جدا رہو' کیونکہ ہر کافر کی دوزخ میں الگ الگ کوٹھڑی ہو گی۔

تمام کافروں کی اقسام کا مجرمین کے عموم میں داخل ہونا

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے التاویلات الماتریدیہ میں ذکر کیا ہے کہ بعض اکابرین نے فرمایا جو لوگ دوام اور
خلود کے ساتھ دوزخ میں رہیں گے' ان کے چار گروہ ہیں' متکبرین' دہریے (منکر خدا)' منافقین اور مشرکین' اور مجرمین کا لفظ ان
چاروں گروہوں کو شامل ہے' اور جب فرمایا اے مجرمو! تم دوسروں سے الگ ہو جاؤ' تو اس میں ان سے خطاب فرمایا ہے جو دائما
دوزخ میں رہنے کے مستحق ہیں' اور یہ چار گروہ اس وجہ سے ہیں کہ شیطان وسوسہ اندازی کے لیے چار اطراف سے حملہ آور ہوتا
ہے سامنے سے' پیچھے سے' دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے
اللہ تعالیٰ سے کہا:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۷۔۱۶)

شیطان نے کہا چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے' اس لیے میں ضرور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے آپ کے سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤں گا○ پھر میں ان پر ان کے سامنے سے حملہ کروں گا اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں جانب سے اور آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔

لہٰذا جو بھی دوام اور خلود کے لیے دوزخ میں داخل ہو گا وہ شیطان ہی کے واسطے سے داخل ہو گا' وہ مشرکین پر وسوسہ

ڈالنے کے لیے ان کے سامنے سے حملہ آور ہوگا' اور متکبرین پر ان کی دائیں جانب سے حملہ آور ہوگا' اور منافقین پر حملہ کے لیے ان کی بائیں جانب سے حملہ آور ہوگا اور دہریوں پر حملہ کرنے کے لیے ان کے پیچھے سے حملہ آور ہوگا' مشرکین پر سامنے سے اس لیے وسوسہ ڈالے گا کیونکہ اس کے سامنے کی جانب غائب ہوتی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے اور اس کا انکار نہیں کر سکتا' تو ابلیس اس کو سامنے سے کوئی ایسی چیز دکھاتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہی تمہارا خدا ہے سو وہ اس کی پرستش کرنے لگتا ہے' اور متکبرین کی طرف ان کی دائیں جانب سے اس لیے آتا ہے کہ دائیں جانب بائیں جانب سے قوی ہوتی ہے سو وہ اس کے دل و دماغ میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ قوی ہے' پھر وہ تکبر کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے بڑا گمان کرتا ہے' اور منافقین کے دل و دماغ میں بائیں جانب سے وسوسہ ڈالتا ہے' کیونکہ بائیں جانب' دائیں سے کمزور ہوتی ہے اور منافق تمام گروہوں میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے اس میں اپنے کفر کے اظہار کی قدرت نہیں ہوتی وہ اپنے کفر کو دل میں چھپاتا ہے اور اپنے اعتقاد کے خلاف ایمان کو اور مسلمانوں کی موافقت کو ظاہر کرتا ہے' اور خدا کے منکرین اور دہریوں کے دل و دماغ پر ان کے پیچھے سے حملہ آور ہوتا ہے کیونکہ انسان کو اپنے پس پشت کچھ دکھائی نہیں دیتا' اسی طرح دہریوں کو اور منکرینِ خدا کو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل اور نشانیاں نظر نہیں آتیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات خود بہ خود وجود میں آ گئی ہے' اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے' پس کفار اور مجرمین کے یہ چار گروہ ہیں' یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' دوزخ کے سات دروازے ہیں اور جب سات کو چار سے ضرب دیں تو حاصل ضرب اٹھائیس ہے اور چاند کی منزلیں بھی اٹھائیس ہیں اور جس طرح چاند اپنی اصل اور اپنی ذات میں بے نور ہے اسی طرح کفار بھی اپنی اصل اور ذات میں بے نور ہیں دنیا میں ان کے اندر جو عیش و عشرت کی روشنی نظر آتی ہے وہ چاند کی روشنی کی طرح مستعار اور عارضی ہے پس چاند کی منازل کی طرح ان کے عذاب کے بھی اٹھائیس مخصوص حصص بنا دیئے گئے ہیں۔

عہد کا معنی اور اس کی اقسام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے O (یٰسٓ ۶۰)

عہد کا معنی ہے کسی ایسے کام کی پیشگی وصیت کرنا جس میں خیر اور منفعت ہو اور اس کام کا وعدہ لینا' یعنی کسی ایسے کام کا پختہ قول و اقرار لینا جس کی رعایت کرنا اور اس کو پورا کرنا لازم ہو' اللہ نے جو ہم سے عہد لیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ہماری عقلوں میں یہ بات جاگزیں اور مرکوز کر دی ہے کہ ہم اس کو واحد مستحق عبادت مانیں گے' اور یا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمیں جو احکام دے گا ہم ان کی اطاعت کریں گے' سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم شیطان کی عبادت نہیں کریں گے' اور شیطان کی عبادت سے مراد ہے شیطان کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے قدم بہ قدم چلنا' اور ان آیات میں ہم سے یہ عہد لیا گیا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O (الانعام: ۱۴۲)

اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ . (الاعراف: ۲۷)

اے اولادِ آدم! شیطان تم کو آزمائش میں نہ ڈال دے' جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے جنت سے نکلنے کا سبب بن گیا تھا۔

marfat.com

شیطان کی عبادت تو کوئی نہیں کرتا تو اس کی ممانعت کا محمل

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم سے شیطان کی عبادت نہ کرنے کا عہد لیا گیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شیطان کی عبادت تو دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا' پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت سے کس لیے منع فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کے وسوسوں کو قبول کرنا' اس کی موافقت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے برخلاف اس کے احکام کی تصدیق کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت کرنا ہے' اور اس پر دلیل یہ آیت ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ . (الجاثیہ:۲۳) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کے برخلاف اپنے نفس کی خواہشات اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے وہ دراصل اپنے نفس کی عبادت کرتا ہے' سو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں کسی اور کے احکام کی اطاعت کرنا دراصل اس کی عبادت کرنا ہے' پس اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں شیطان کے احکام کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ اللہ کے رسول کی اطاعت کرنا' اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرنا ہے' کیونکہ اللہ کا رسول اسی چیز کا حکم دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشا اور اس کی مرضی ہوتی ہے' اسی لیے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ . (النساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حکام کی اطاعت کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کی اطاعت کے علاوہ اولی الامر (علماء اور حکام) کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ . (النساء:۵۹) اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمیں علماء اور حکام کے احکام کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے پس اگر اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کے احکام کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں علماء اور حکام کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوسروں کے احکام کی اطاعت کرنا ان کی عبادت نہیں ہے' بلکہ جب اللہ تعالیٰ کے احکام کے برعکس دوسروں کی اطاعت کی جائے یا اللہ اور رسول کے احکام کی نافرمانی میں دوسروں کی اطاعت کی جائے تو یہ ان کی عبادت کرنا ہے' جیسا کہ حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر لازم ہے کہ وہ حکام کے احکام سنیں اور ان کی اطاعت کریں خواہ وہ احکام ان کی خواہش کے موافق ہوں یا خلاف' ماسوا اس صورت کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دیا جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۶۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۷۲۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۲۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان پر ایک انصاری کو امیر

marfat.com

بنادیا' اور مسلمانوں سے فرمایا تم اس کے حکم کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' وہ لوگوں کی کسی بات سے غضب ناک ہو گیا' اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ لکڑیاں جمع کریں' سو لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں' پھر حکم دیا کہ آگ جلاؤ سو لوگوں نے آگ جلائی' پھر کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم میرا حکم سننا اور میری اطاعت کرنا' مسلمانوں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا سو اب تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ! پھر مسلمانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ہم آگ سے بھاگ کر ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں آئے ہیں' وہ اسی طرح کھڑے رہے حتیٰ کہ اس کا غضب ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بجھ گئی' جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر نکل نہیں سکتے تھے' اطاعت صرف نیکی میں کی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۴۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۲۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۰۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۷۲۱)

صرف اعضاء ظاہرہ سے شیطان کی اطاعت اور دل سے شیطان کی اطاعت کرنے کا فرق

ان احادیث سے ہمیں یہ معیار معلوم ہو گیا کہ جو حکم قرآن اور حدیث کے موافق ہو وہ اللہ کا حکم ہے اور اس پر عمل کرنا اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت ہے اور جو حکم قرآن اور حدیث کے مخالف اور منافی ہو وہ شیطان کا حکم اور اس پر عمل کرنا شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت ہے خواہ ہمارا نفس ہمیں ایسا حکم دے یا کوئی اور شخص ہمیں ایسا حکم دے' مثلاً ہمارا جی چاہے کہ ہم نماز نہ پڑھیں اور اس وقت میں کاروبار کریں' یا ہمارا کوئی دوست ہم کو شراب پینے' جوا کھیلنے یا کسی اور برے کام کی دعوت دے اور اس پر اصرار کرے تو یہ شیطان کا حکم ہے جو کبھی ہماری خواہش کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی ہمارے کسی دوست اور تعلق والے کے مشورے اور اس کی ترغیب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے' اور ایسے احکام پر عمل کرنا درحقیقت شیطان کی اطاعت ہے اور اس کی عبادت ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اطاعت اور عبادت سے منع فرمایا ہے۔

پھر شیطان کی اطاعت کی بھی دو قسمیں ہیں' ایک قسم وہ ہے کہ انسان برے کام کو دل سے برا جانتا ہے لیکن شامت نفس سے' غلبہ شہوت سے یا غلبہ غضب سے وہ برا کام کر بیٹھتا ہے' مثلاً رقم کی وقتی ضرورت سے چوری کر لیتا ہے' لیکن دل سے اس کو برا سمجھتا ہے یا کوئی شخص دوستوں کے کہنے میں آ کر شراب پی لیتا ہے' یا جوا کھیلتا ہے یا خواہش نفس کے غلبہ سے بدکاری کر لیتا ہے' لیکن دل سے ان سب کاموں کو برا جانتا ہے اس قسم کی برائیوں میں صرف اس کے اعضاء ظاہرہ ملوث ہوتے ہیں اور اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا رہتا ہے' اور اس کا دل ان گناہوں سے پاک' صاف اور بے غبار ہوتا ہے تو اس قسم کے گناہوں میں یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس پر جو مصائب آتے ہیں اور بیماریاں طاری ہوتی ہے ان سے ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا' اور اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے خواہ اس کے پیر میں کانٹا چبھے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے لیے کفارہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۴۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ ہو یا کمزوری ہو' یا بیماری ہو یا فکر ہو یا پریشانی ہو یا تکلیف ہو یا غم ہو حتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ

فرماتا ہے اس کو اللہ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو شدید درد میں نہیں دیکھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۰۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۲۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بیماری میں گیا' اس وقت آپ کو بہ تیز بخار تھا میں نے کہا آپ کو تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے اور بے شک آپ کو اس سے دوہرا اجر ملے گا' آپ نے فرمایا: ہاں مسلمان جو بھی تکلیف پہنچتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح ساقط کر دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۱' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۴۸۳

سو ان احادیث کی بنیاد پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کے اعضاء ظاہرہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائیں اور اس کا دل ضمیر اس کو اس گناہ پر ملامت کرتا ہو تو اس کا نفس لوامہ ہے اور یہ توقع کی جانی چاہیے کہ اس پر جو مصائب اور آلام آئیں اور جو بیماریاں آئیں گی ان سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا' اور جس شخص کا دل کسی برے کام یا گناہ کرنے کے خوش ہو اور وہ اس پر اظہار مسرت اور فخر کرے اس کا نفس امارہ ہے' اس کے گناہوں کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ا گناہوں پر نادم ہو اور توبہ کرے اور اپنے رب سے رو رو کر اور گڑ گڑا کر معافی مانگے' اللہ تعالیٰ ہمارے پچھلے تمام گناہو معاف فرما دے' اور ہماری آئندہ کی زندگی کو گناہوں سے محفوظ اور مامون رکھے (آمین) اور ہمارے نفس کو نفس مطمئنہ دے۔

ان احادیث کا ذکر جن سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ بھی اللہ کا مطلوب ہیں

قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں شیطان کی عبادت اور اس کی اطاعت سے منع فرمایا ہے اور بندہ جس قدر بھی گناہ ک ہے وہ تمام گناہ شیطان کی اطاعت اور اتباع کے نتیجہ میں وجود میں آتے ہیں' اس سے واضح ہوا کہ گناہوں سے اجتناب ک لازم ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی اسی لیے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو گناہوں کے ارتکاب سے روکیں اور ڈرائیں' اس پر خلجان ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے گناہوں کا کرنا بھی مطلوب ہوتا ہے وہ احادیث یہ ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ پر جب موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں نے تم سے ایک ایسی حدیث چھپائی تھی ج کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم لو گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسی مخلوق کو پیدا کرے گا جو گناہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۷۴۸' الرقم المسلسل: ۶۸۳۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث ۳۹۹۱' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۱۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۷' جامع المسانید والسنن رقم الحدیث: ۱۰۶۴۷' ۱۰۶۰۲)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں کے گناہ ہوں جن کو اللہ تمہارے لیے بخش دے' تو اللہ ایسی قوم کو پیدا کرے گا جن کے گناہ ہوں گے اور اللہ ان کو بخش دے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۷۴۸' الرقم المسلسل: ۶۸۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۹' الترغیب والترہیب ج ۵ ص ۲۲۹' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۳۰۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۲۲۳' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۱۷' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۶۶۲' اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۲۱۳۔۱۸۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے گا اور ایسی قوم کو لے آئے گا جو گناہ کرے گی پھر ا

سے استغفار کرے گی تو اللہ ان کو بخش دے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۹، الرقم المسلسل: ۶۸۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۹۹)

شارحین حدیث کی طرف سے احادیث مذکورہ کی توجیہ

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور اس کے بے حد کرم کا تقاضا ہے‘ حضرت ابوایوب نے اپنی زندگی میں اس حدیث کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ لوگ اس کے ظاہر پر اعتقاد کرلیں گے اور ان پر بخشش کی امیدیں غالب ہو جائیں گی اور وہ نیک عمل کرنے کو ترک کر دیں گے اور گناہوں پر دلیر ہو جائیں گے‘ پھر موت سے پہلے وہ علم کو چھپانے کی وعیدوں سے ڈرے اور مرنے سے پہلے انہوں نے اس حدیث کو بیان کر دیا تا کہ ان پر علم کو چھپانے کی گرفت نہ ہو‘ علاوہ ازیں یہ کہ اب چونکہ ان کی اپنی موت کا وقت آ گیا تھا‘ اس لیے ان کے دل میں بھی اپنی مغفرت کی شدید خواہش اور آرزو تھی اس لیے اس موقع پر مغفرت کے حصول کی طمع میں انہوں نے یہ حدیث بیان کی۔

اسی طرح مقررین‘ خطباء اور واعظین پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ مغفرت کی نوید اور بخشش کی بشارت سے متعلق زیادہ احادیث نہ بیان کیا کریں تا کہ عام لوگ ان احادیث پر تکیہ کر کے نیک اعمال کو ترک نہ کر دیں اور گناہوں میں ڈوب نہ جائیں اور ان کو چاہیے کہ وہ خطبات اور مواعظ میں گناہوں پر گرفت اور عذاب کی وعیدوں پر مشتمل آیات اور احادیث کو زیادہ بیان کیا کریں‘ لیکن اس قدر زیادہ نہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے ناامید اور مایوس ہو جائیں اور جو شخص کسی قریب المرگ شخص کے پاس جائے تو اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرنا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کی آیات اور احادیث سنانا مستحب ہے‘ اسی طرح جس شخص پر مرض کا غلبہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے انعام و اکرام کی آیات اور احادیث سنانا مستحب ہے‘ تا کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے کی خوشی محسوس کرے اور اس کو یہ حسن ظن ہو کہ اس کی آخرت اچھی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۴۸-۲۴۷‘ دارالوفاء بیروت‘ ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ قاضی عیاض کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابوسلیمان الدارانی پر جب موت کا وقت آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو و کرم کی احادیث سنائیں اور ان سے کہا گیا کہ اب تم بخشنے والے مہربان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے آگے بڑھو تو انہوں نے کہا تم یوں نہیں کہتے کہ اس کے پاس جانے کی تیاری کرو‘ جو سخت سزا دینے والا ہے‘ اور گناہ کبیرہ پر عذاب دیتا ہے اور گناہ صغیرہ پر گرفت فرماتا ہے‘ یہ ان کا حال ہے جن پر خوف خدا کا غلبہ ہو۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۵۸‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو لوگ گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کو ان کے حال پر برقرار رکھا گیا ہے اور ان کی تحسین کی گئی‘ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو گناہوں سے روکیں‘ بلکہ اس حدیث کا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے جب بندے اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں تو وہ ان کو معاف فرما دیتا ہے‘ نیز اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اجر و ثواب دینے کو پسند فرماتا ہے اسی طرح وہ بدکاروں سے درگزر کرنے کو بھی پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ غفار‘ حلیم‘ تواب اور عفو کرنے والا ہے اور اس نے ایسا نہیں کیا کہ تمام بندوں کو فرشتوں کی طرح گناہوں سے معصوم بنا دیتا‘ بلکہ اس نے اپنے بندوں میں ایسے لوگ بھی پیدا کیے جو اپنی طبیعت سے گناہوں کی طرف مائل ہونے والے

marfat.com

ہیں اور فتنوں میں مبتلا ہونے والے ہیں' پھر اس نے ان کو گناہوں سے اجتناب کرنے کا مکلف کیا اور ان کو گناہوں کی سزا
ڈرایا اور ان کو یہ بتایا کہ اگر ان سے گناہ ہو جائے تو وہ اس پر توبہ کر لیں' اگر وہ گناہوں سے بچے تو وہ ان کو اجر عطا فرمائے گا'
اگر ان سے کوئی لغزش ہو گئی تو پھر ان کے سامنے توبہ کا راستہ ہے' اور اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اگر
فرشتوں کی جبلت اور ان کی فطرت پر ہوتے اور تم سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دیتا جن
گناہوں کا صدور ہو سکتا کیونکہ وہ غفار ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی مغفرت کی جائے جیسے اس کے رازق ہونے کا تقا
یہ ہے کہ کسی کو رزق دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ . اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پا
(البقرہ:۲۲۲) رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا ظہور اس وقت ہو گا جب توبہ کرنے والے ہوں۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج۹ ص ۹۸' ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۳ھ

حسب ذیل احادیث میں بھی علامہ طیبی کی تقریر کی تائید ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا
پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۱۴۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۷۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلا
ہے تا کہ دن کے گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کے گناہ کرنے والے کی تو
قبول فرمائے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۵۹' السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۹۱۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کو اپنے بندہ کی توبہ کرنے سے ا
سے زیادہ خوشی ہوتی ہے' جتنی تم میں سے کسی ایک کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب جنگل کی زمین میں تمہاری اونٹنی بھاگ جا
جس پر تمہارے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو' وہ اس کے ملنے سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں سر رکھ کر سو جائے'
اسی مایوسی کی حالت میں ہو کہ اچانک وہ اونٹنی اس کے سامنے کھڑی ہوئی ہو وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت سے کہے: ا
اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں' خوشی کی شدت کی وجہ سے اس کے منہ سے الٹ بات نکل جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۴۷' صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۰۹' مسند احمد رقم الحدیث:۳۲۵۹

حدیث مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہ

میرے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے حساب اور بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور اگر
انسان تسلسل کے ساتھ ساری عمر اس کا شکر ادا کرتا رہے اور بغیر انقطاع کے اس کی عبادت کرتا رہے' تب بھی اس کی کسی ایک
نعمت کا بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا اور شکر ادا نہ کرنا بھی گناہ ہے' سو بندوں پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے سامنے نادم اور شرمسا
رہیں کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکے اور اپنے آپ کو خطا کار اور گنہ گار سمجھتے رہیں' اور حدیث میں جو ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو
ایسے بندوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور توبہ کریں گے اس کا معنی ہے اگر خود کو گنہ گار نہ سمجھو تو وہ ایسے بندوں کو
کرے گا جو خود کو گنہ گار سمجھیں گے اور توبہ کریں گے اور وہ ان کی توبہ قبول کر کے ان کو معاف کر دے گا! اور اس توجیہ کے

marfat.com

سے اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

شیطان اللہ کے نیک بندوں سے گناہ کرا کر بھی نا کام اور نامراد رہتا ہے

بعض علماء نے کہا ہے کہ شیطان جب اللہ کے کسی بندہ کے دل میں کسی گناہ کی ترغیب پیدا کر کے اس کو کسی گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے کہ میں نے اس بندہ کو اللہ کے قرب کے راستہ سے دور کر دیا لیکن درحقیقت اس بندہ کی لغزش اس کے درجات کی بلندی اور اللہ کے مزید قرب کا سبب بن جاتی ہے' کیونکہ اس گناہ کی وجہ سے وہ بندہ غمگین ہوتا ہے اور اگر اس سے پہلے وہ اپنی عبادتوں اور نیکیوں پر خوش تھا اور اپنی اطاعت اور ریاضت پر نازاں تھا تو اپنی نیکیوں پر ناز اس کے دل سے نکل جاتا ہے اور ندامت اور پچھتاوے سے اس کا خوشی سے اٹھا ہوا سر جھک جاتا ہے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے وہ اشک ندامت بہاتا ہے اور بے اختیار صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو خطا کار اور مجرم قرار دیتا ہے' سو جب وہ گناہ کرنے کے بعد نادم ہوتا ہے اور اپنے گناہ پر توبہ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ. (البقرہ: ۲۲۲) — بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور یوں اللہ کے نیک بندوں سے شیطان گناہ کرانے کے بعد بھی ناکام اور ذلیل و خوار ہوتا ہے کیونکہ گناہ سرزد ہونے کے بعد وہ اس گناہ پر بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرتے ہیں' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنی اس لغزش کی وجہ سے ان کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دلوں کے قریب ہوتا ہے' حدیث میں ہے' مالک بن دینار روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

یا رب این ابغیک قال ابغنی عند المنکسرة قلوبھم. — اے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۶۴' رقم الحدیث: ۲۷۷۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ' علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور شاید کہ یہ حدیث اسرائیلیات سے ہے' اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۲۹۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اور یوں اللہ کے نیک بندوں سے شیطان جب کسی گناہ کو صادر کرا لیتا ہے تو یہ سوچ کر ان کا دل ٹوٹ جاتا ہے کہ لوگ ان کو کس قدر نیک گمان کرتے ہیں اور وہ یہ گناہ کر بیٹھے ہیں اور ان کی جلوت اور خلوت میں کس قدر تضاد ہے اور وہ بے اختیار یہ شعر پڑھتے ہیں:

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بہ خلوت مے رسند آں کار دیگر مے کنند

اور جن آیات اور احادیث میں گناہوں پر وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کر کے خوف خدا سے روتے ہیں اور اپنے معتقدین کے سامنے سر اٹھا کے چلنے سے گریز کرتے ہیں' سو ان کے دلوں کا ٹوٹنا اور ارتکاب معصیت پر ان کا رنج اور افسوس کرنا ان کے درجات میں اور زیادہ بلندی کا باعث ہوتا ہے اور شیطان ان سے گناہ کا صدور کرا کر بھی خائب و خاسر اور ناکام اور نامراد رہتا ہے' اور ایسے لوگ ان آیات کے مصداق ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ. (الانفال: ۲) — ایمان والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال: ۴) — یہی سچے ایمان والے ہیں' ان کے رب کے پاس ان کے بلند درجات ہیں اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

marfat.com

انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا

اور غالباً اسی مرتبہ کو عطا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے بہ طریق نسیان یا بہ طریق اجتہادی خطاء کو ظاہری خطا صادر کرادیتا ہے' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اشک ندامت بہائیں' توبہ اور استغفار کریں اور تواضع وانکسار کے کلمات کہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے بھولے سے شجر ممنوعہ سے کھالیا تو کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارا اور وہ مر گیا تو کہا:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (القصص: ۱۶)

اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی سو تو مجھے معاف فرمادے تو اللہ نے انہیں معاف فرمادیا' بے شک وہی بہت معاف فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنے اجتہاد سے بغیر اذن مخصوص کے اپنی قوم کے پاس سے چلے گئے تو کہا:

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۷۔۸۸)

انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے' پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ (اے اللہ!) تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے ○ تو پاک ہے بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ○ سو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیں گے۔

انبیاء علیہم السلام نے اپنے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت پر اپنی تحسین اور خودستائی نہیں فرمائی اور نہ کبھی اللہ کے سامنے اپنے علم کا اظہار کیا بلکہ یہی کہا:

لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ (المائدہ: ۱۰۹)

ہمیں کسی چیز کا علم نہیں' بے شک تو ہی تمام غیوب کا جاننے والا ہے۔

اس کے برخلاف فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے علم کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے کہا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ (البقرہ: ۳۰)

کیا تو زمین میں اس کو پیدا کرے گا جو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔

نیز فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے تقویٰ اور طہارت کا ذکر کیا اور خودستائی کی:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (البقرہ: ۳۰)

اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے علم کا اظہار کیا نہ اپنی عبادت اور ریاضت کا ذکر کیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا نسیان اور اجتہاد سے ظاہری خطائیں کرنا اس لیے تھا کہ وہ استغفار کریں' تواضع اور انکسار کریں اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو حاصل کریں اور اپنی امتوں کو توبہ اور استغفار کی تعلیم دیں اور ان کی امتوں کو استغفار کرنے میں اسوہ اور نمونہ فراہم ہو

اوران کی اقتداء کا شرف حاصل ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب اور عجز کے باب میں انبیاء علیہم السلام کا مقام فرشتوں سے بہت اونچا ہے۔

شیطان کی انسانوں سے دشمنی کے اثرات اوران سے محفوظ رہنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو شیطان کی عبادت اوراس کی اطاعت کرنے سے منع فرمایا' اس کے بعد اس کی وجہ بیان فرمائی کہ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

شیطان نے انسان سے جو دشمنی رکھی اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کرے' اور حضرت آدم کو فرشتوں سے زیادہ علم عطا فرمایا ان کو مسجود ملائک بنایا اور اپنا نائب اور خلیفہ بنایا' اور عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب باپ اپنے بیٹوں میں سے کسی ایک بیٹے کو یا جب استاذ اپنے شاگردوں میں سے کسی ایک شاگرد کو زیادہ اہمیت اور خصوصیت عطا کرے تو باقی بیٹے اور شاگرد اس بیٹے اور شاگرد سے دشمنی رکھتے ہیں اور ایسے لوگ درحقیقت شیطان کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں۔

شیطان نے انسان کے ساتھ اپنی کھلی ہوئی دشمنی کا اظہار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہا:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (الاعراف ۱۷۔۱۶)

چونکہ تو نے مجھے گم راہ کر دیا ہے اس لیے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ضرور ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا○ پھر میں ضرور ان کے سامنے سے اوران کے پیچھے سے اوران کی دائیں جانب اور بائیں جانب سے ان پر حملہ کروں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل ۶۲)

شیطان نے کہا اچھا دیکھ! یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو نے مجھ کو قیامت تک کی مہلت دے دی تو میں اس کی اولاد میں سے چند لوگوں کے سوا سب کو (رشد و ہدایت کی) جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصوصاً مسلمانوں کو یہ بتا دیا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے تو چاہیے تھا کہ انسان ایسے کام نہ کرتا جن سے شیطان راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے' حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان ناجائز قتل کرتے ہیں' زنا کرتے ہیں' شراب پیتے ہیں' سود کھاتے ہیں اور بہ کثرت کاموں میں شیطان کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں قوت غضبیہ رکھی ہے تاکہ اس قوت سے کفار کے خلاف جہاد کیا جائے' اور قوت شہوانیہ رکھی ہے تاکہ انسان نکاح کرے اور اولاد صالحہ کے حصول کی کوشش کرے' اور شیطان انسان کے دل و دماغ میں وسوسے ڈال کر انسان کو اس پر اکساتا ہے کہ وہ قوت غضبیہ سے کام لے کر اپنے دنیاوی مخالفوں سے انتقام لے' اور خوب صورت عورتوں اور بے ریش حسین لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر کے انسان کو اس پر اکساتا ہے کہ وہ قوت شہوانیہ سے کام لے کر ان کے ساتھ اپنی ناجائز خواہش کو پورا کرے' اسی طرح انسان میں قوت ذائقہ رکھی ہے کہ وہ حلال اور جائز چیزیں کھا کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور شیطان اس کو شراب اور دیگر حرام چیزوں کی لذت کی طرف راغب کرتا ہے' اور انسان میں مال کی طرف میلان پیدا کیا ہے تاکہ وہ جائز ذرائع سے مال کما کر اپنی ضروریات کو پورا کرے اور شیطان

marfat.com

اس کو اس پر اکساتا ہے کہ نا جائز ذرائع سے مال کمانے میں زیادہ سہولت اور آسانی ہے اور زیادہ مقدار میں مال حاصل ہوتا ہے
اس لیے انسان سود کے ذریعہ اور نقلی اور جعلی اشیاء کی فروخت کے ذریعہ زیادہ مال حاصل کرتا ہے۔ سو جس انسان میں اللہ اور
رسول کی محبت کا غلبہ نہ ہو یا اللہ اور رسول کا خوف نہ ہو وہ شیطان کی ترغیبات اور اس کے بہکانے کے دام میں بہت جلد پھنس
جاتا ہے اور جس کا ایمان قوی ہو اس پر شیطان کے بہکانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص زکام' کھانسی اور
نمونیہ میں مبتلا ہو اس کو ڈاکٹر ٹھنڈی اور کھٹی چیزوں کے کھانے سے منع کرتا ہے اس کے سامنے ٹھنڈی اور کھٹی چیزیں کھائی جائیں
تو اس کے نادان دوست اس کو ان چیزوں کے کھانے اور بد پرہیزی کرنے پر اکسائیں تو اگر اس کو ڈاکٹر پر کامل اعتماد ہو اور
پرہیزی کے عواقب اور نتائج پر پوری بصیرت ہو تو وہ ان نادان دوستوں کے کہنے میں نہیں آئے گا' اور اگر اس کو ڈاکٹر پر اعتماد نہ
ہو اور زبان کے چٹخارے اور لذت کا حصول اس پر غالب آ جائے تو وہ بد پرہیزی کرے گا اور اپنی صحت کو تباہ کر لے گا' اسی
طرح شوگر کے مریض کو میٹھی اور نشاستہ والی چیزوں سے پرہیز کی تاکید کی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اگر آپ نے بد پرہیزی
کی تو آپ کی بینائی متاثر ہو جائے گی' آپ کے گردے فیل ہو جائیں گے آپ کو انجائنا ہو جائے گا جسم کے اندر ناسور ہو جائے
گا' اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض سے کہا جاتا ہے اگر آپ نے باقاعدگی سے دوا نہ لی اور نمکیات سے پرہیز نہ کیا تو آپ کو فالج
ہو جائے گا یا آپ کے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی لیکن جس کو ڈاکٹر کی نصیحت پر اعتماد نہ ہو یا اس کو منع کی ہوئی چیزوں کے
کھانے کا غالب شوق ہو وہ باقاعدگی سے دوا نہیں لیتا اور بد پرہیزی کرتا ہے' انجام کار اس کے گردے فیل ہو جاتے ہیں اس کی
بینائی چلی جاتی ہے اس کے دل کی شریانیں بند ہو جاتی ہیں یا اس کو فالج ہو جاتا ہے یا اس کے دماغ کی رگ پھٹ جاتی ہے' بالکل
اسی طرح انسان کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرے اور شیطان کی ترغیبات پر عمل نہ کرے لیکن جس
کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور اس پر نفسانی خواہشوں کا غلبہ ہوتا ہے وہ اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کرتا اور شیطان کی ترغیبات پر
عمل کرتا ہے اور اخروی عذاب کا مستحق بن جاتا ہے اور جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور وہ نفسانی خواہشوں پر ضبط کر سکتا ہے تو وہ
اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے اور شیطان کی موافقت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سیدھے راستہ کے معانی اور مطالب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہ کہ تم میری (ہی) عبادت کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے (یٰسٓ: ۶۱)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا
ہے اور جب کوئی ماہر ڈاکٹر کسی مریض کو پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر پرہیز کے ساتھ اس کو باقاعدگی سے دوا استعمال کرنے کا
حکم دیتا ہے' سو اسی طرح پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان کی عبادت کرنے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کے
ساتھ اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا' اور پہلے شیطان کی عبادت سے منع فرمایا اور پھر اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا' کیونکہ پہلے رذائل
سے خالی ہونا چاہیے پھر فضائل سے آراستہ ہونا چاہیے' پھر شیطان کی عبادت سے متنفر کرنے کے لیے فرمایا تھا کہ وہ تمہارا دشمن
ہے تو بہ ظاہر رحمٰن کی اطاعت پر راغب کرنے کے لیے کہنا چاہیے تھا کہ وہ تمہارا دوست ہے یا تمہارا محب ہے' لیکن اس طرح
نہیں فرمایا کیونکہ عام طور پر انسان اپنے دوستوں اور محبین کی اطاعت یا عبادت نہیں کرتا' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ یہی سیدھا راستہ ہے
یعنی اگر اس راستہ پر چلو گے تو ہدایت پا لو گے اور اگر اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ پر چلو گے تو گم راہ ہو جاؤ گے اور گم راہی
کے راستہ پر چلنا حرام ہے تو سیدھے راستے پر چلنا واجب قرار پایا۔

سیدھا راستہ فرمانے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ انسان اس دنیا میں مسافر ہے' اس نے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا' یہ دنیا منزل

...ہے راستہ ہے یہاں سے گزر کر آخرت کی طرف جانا ہے' سو اس دنیا کے ساتھ دل نہ لگایا جائے اور یہاں رہتے ہوئے ایسے انتظامات نہ کیے جائیں جیسے یہی منزل مقصود ہو' اور منزل تک پہنچنے کے لیے اس راستہ کو اختیار کرنا چاہیے جو راستہ سیدھا ہو' پرخطر اور ٹیڑھا نہ ہو اور وہ راستہ یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت کرنے سے منع فرمایا اور اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا' اور عبادت کا معنی ہے کسی کے سامنے انتہائی تذلل کرنا اور اس کے سامنے تکبر نہ کرنا اور بڑا نہ بننا' پس شیطان کی عبادت سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان شیطان کے سامنے تذلل نہ کرے بلکہ اس کے سامنے تکبر کرے' اور اللہ کی عبادت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سامنے ذلت اور انکسار کے ساتھ رہے اور اللہ کے ماسوا سے تکبر کرے' اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے ماسوا سے بہتر جانے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے ماسوا میں سے کسی کی اطاعت نہ کرے اور چونکہ اس کا نفس بھی اللہ کے ماسوا میں داخل ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کا بھی حکم نہ مانے اور اس کی خواہش کے آگے بھی سر نہ جھکائے' اسی طرح امراء' حکام اور دیگر لوگوں کے احکام جب اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہوں تو ان کی اطاعت بھی نہ کرے تب ہی یہ معنی صادق ہوگا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے حکم کے خلاف اور کسی کی اطاعت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اس سے جو عہد کیے ہیں ان کو پورا کرے اور اس کی حدود کی حفاظت کرے' جب اللہ کسی آزمائش میں ڈالے تو اس کی شکایت نہ کرے' عبادت کرنے سے غافل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جو نعمت عطا فرمائے اس کی ناشکری نہ کرے اور کسی حال میں بھی اس کی معصیت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کتنے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے لیکن وہ اللہ کی نصیحت کو قبول نہیں کرتے اور اس کے حکم پر عمل نہیں کرتے بلکہ شیطان کے وسوسوں کو قبول کرتے ہیں اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے O یہ ہے وہ جہنم جس کی تمہیں وعید سنائی گئی تھی O اس میں داخل ہو جاؤ' کیونکہ تم کفر کرتے تھے O ہم آج ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے' اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے O (یٰسٓ ۶۵-۶۲)

جبل اور عقل کے معانی

اس آیت میں ایک لفظ ہے جبلا' اس کا معنی ہے خلق' بڑی جماعت' جبل کا معنی ہے پہاڑ' اور چونکہ پہاڑ میں بڑائی اور عظمت کا معنی ہے اس لیے بڑی جماعت کو جبل کہنے لگے' یعنی ایسی بڑی جماعت جو اپنے بڑے ہونے میں پہاڑ کی مثل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا O (یٰسٓ: ۶۲) اور بے شک شیطان نے تمہاری بہت بڑی جماعت کو گمراہ کر دیا۔

نیز فرمایا:

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ. (الشعراء: ۱۸۴) اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے بڑے بڑے گروہوں کو پیدا کیا۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۱۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com

نیز اس آیت میں فرمایا: افلم تکونوا تعقلون 'اور تعقلون کا لفظ عقل سے بنا ہے' عقل کی تعریف یہ ہے کہ: وہ قوت جو علم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' اور انسان جس علم کو اس قوت سے حاصل کرے اس کو بھی عقل کہا جاتا ہے' اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عقل کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ عقل ہے جو دماغ میں مرکوز ہے اور ایک وہ عقل ہے جو سن کر حاصل ہوتی ہے' اور جب تک دماغ میں عقل مرکوز نہ ہو اس وقت تک سنی ہوئی باتوں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا' جس طرح جب تک آنکھ میں روشنی نہ ہو' سورج کی روشنی سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا' عقل کے پہلے معنی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل سے افضل کسی چیز کو پیدا نہیں کیا' اور عقل کے دوسرے معنی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے: انسان نے اس عقل سے افضل کسی چیز کو حاصل نہیں کیا جو اس کو کسی نیکی کی طرف رہنمائی کرے یا کسی برائی سے روک دے' قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ. (العنکبوت: ۴۳) علماء کے سوا قرآن مجید کی مثالوں کو کوئی نہیں سمجھتا۔

اس آیت میں عقل کا یہی دوسرا معنی مراد ہے' اسی طرح قرآن مجید میں جہاں بھی کفار کے پاس عقل نہ ہونے کی مذمت کی ہے اس سے بھی عقل کا یہی دوسرا معنی مراد ہے نہ پہلا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. (البقرہ: ۱۷۱) وہ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں' پس وہ نہیں سمجھتے۔

اور ہر وہ مقام جہاں عقل نہ ہونے کی وجہ سے بندوں کو مکلف نہیں کیا گیا وہاں عقل سے پہلے معنی کا ارادہ کیا گیا ہے' اور عقل کا لغوی معنی ہے روکنا اور منع کرنا' عقل کو عقل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ بری باتوں سے روکتی ہے' رسی کو بھی عقل کہتے ہیں اور رسی سے باندھنے کو بھی عقل کہتے ہیں' مقتول کی دیت ادا کرنے والوں کو عاقلہ کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۴۵-۴۴۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

عقل کی تعریفات اور اس کی اقسام

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے عقل کی حسب ذیل تعریفات کی ہیں:

(۱) عقل ایسا جوہر ہے جو اپنی ذات میں مادہ سے مجرد ہے اور اپنے فعل میں مادہ سے مقارن ہے (۲) عقل وہ نفس ناطقہ ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے (۳) عقل ایک جوہر روحانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بدن سے متعلق کر کے پیدا کیا ہے (۴) عقل دل میں ایک نور ہے جو حق اور باطل کی معرفت رکھتا ہے (۵) عقل ایسا جوہر ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور بدن کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتا ہے (۶) عقل نفس ناطقہ کی قوت ہے' اور اس میں تصریح ہے کہ قوت عاقلہ نفس ناطقہ کی مغائر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فاعل نفس ہے اور عقل اس کا آلہ ہے' جیسے کاٹنے والے کے ہاتھ میں چھری آلہ ہوتی ہے (۷) عقل' نفس' ذہن تینوں ایک چیز کے مختلف نام ہیں' جس حیثیت سے وہ ادراک کرتی ہے اس کو عقل کہتے ہیں' اور جس حیثیت سے وہ تصرف کرتی ہے اس کو نفس کہتے ہیں اور جس حیثیت سے وہ ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو ذہن کہتے ہیں۔ جس چیز سے حقائق اشیاء کا ادراک کیا جائے اس کا محل سر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل دل ہے۔

عقل کی چار قسمیں ہیں (۱) عقل مستفاد: جس کے سامنے تمام معلومات نظریہ حاضر ہوں اور کوئی چیز غائب نہ ہو (یہ انبیاء علیہم السلام کی عقل ہے) (۲) عقل بالفعل: قوت عاقلہ میں تمام نظریات مخزون ہوں اور اس میں ان کے حصول کا ملکہ اور مہارت ہو۔

(۳) عقل بالملکہ: اس کو بدیہیات حاصل ہوں اور اس میں نظریات کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہو۔

marfat.com

(۴) عقل ہیولانی: اس میں معقولات کو حاصل کرنے کی صرف استعداد اور صلاحیت ہو' اور یہ محض ایک قوت ہے جو فعل سے خالی ہو' جیسے بچوں کی عقل ہوتی ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۱۰۹۔۱۰۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

...نبیاء علیہم السلام کا کام صرف تبلیغ اور شیطان کا کام صرف...... ...تزیین ہے' پیدا ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا قصور صرف یہی ہے ...کہ وہ شیطان کے احکام پر عمل کرتے ہیں' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ان کا قصور صرف یہی نہیں ہے' بلکہ پچھلی امتوں کے ...زوال سے عبرت نہ پکڑنا اور ان پر عذاب کے آثار دیکھ کر بھی نصیحت حاصل نہ کرنا یہ بھی ان کا قصور ہے۔ اس آیت میں فرمایا ...ہے اس نے تم میں سے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے' کسی شخص کو گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو اس کے مقصد سے منحرف کر دیا ...ائے' اور انسان کا مقصد یہ ہے کہ وہ نیک کام کرے اور برے کام نہ کرے اور جب شیطان انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ عبادت ...کرے اور ناجائز اور حرام کام کرے اور انسان اس کے حکم پر عمل کر لیتا ہے تو وہ گم راہ ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں گمراہ کرنے کا اسناد شیطان کی طرف فرمایا ہے' اسی طرح بعض آیات میں ہدایت دینے کی نسبت نبی صلی ...اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے' لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام صرف اللہ کا راستہ دکھاتے ہیں اور نیکی کی دعوت دیتے ہیں ...ہدایت کو پیدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اسی طرح شیطان صرف برے کام کا وسوسہ ڈالتا ہے اور برے کاموں کی دعوت دیتا ہے اور گم ...راہی کو پیدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں صرف (نیکی کی) دعوت دینے اور تبلیغ کرنے ...کے لیے مبعوث ہوا ہوں اور کسی بھی ہدایت کو پیدا کرنا میری طرف مفوض نہیں ہے' اور شیطان کو صرف (برائی کو) مزین کرنے ...کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور کسی بھی گم راہی کو پیدا کرنا اس کی طرف مفوض نہیں ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۰۹۴' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۹' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۲۷۱' جمع الجوامع رقم الحدیث ۹۹۵۴' ...مع الصغیر رقم الحدیث: ۳۱۵۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۴۶' حافظ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کی سند کے ضعف کی طرف رمز کی ہے)

نیز حافظ سیوطی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

امام عقیلی متوفی ۳۲۲ھ نے کہا ہے اس حدیث کی سند میں خالد ہے وہ نقل میں غیر معروف ہے' اور اس کی حدیث غیر محفوظ ...ہے اور اس کی اصل معروف نہیں ہے' اور امام ابن عدی متوفی ۳۶۵ھ نے کہا یہ خالد خراسانی ہے اور یہ حدیث اس کی سماک سے ...مرسل روایت ہے' (الکامل ج ۳ ص ۴۷۲) حافظ سیوطی فرماتے ہیں خالد خراسانی سے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے احادیث روایت کی ...ہیں اور امام ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے' اور امام ابوحاتم نے کہا ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور اب اس حدیث کی ...سند پر اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ سند مرسل ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ حدیث مرسل امام حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مطلقاً مقبول ہوتی ہے' سو اس حدیث کا مرسل ہونا بھی ...ہمارے نزدیک کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

...عقل کے اجزاء اور حصص

اس کے بعد فرمایا: کیا پس تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے! عقل سے مراد ایسا نور ہے جس سے معنوی روشنی حاصل کی جاتی ...ہے' اور یہاں مراد یہ ہے کہ جب تم مکہ سے باہر سفر کرتے ہو تو کیا تم پچھلی امتوں کے کافروں پر عذاب کے آثار کا مشاہدہ نہیں

marfat.com

کرتے تاکہ تم اپنے کفر اور اپنی سرکشی سے باز آ جاؤ۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے
اللہ عزوجل نے عقل کو تقسیم کر کے اس کے تین حصے کیے ہیں' پس جس شخص میں یہ تینوں حصے ہوں اس کی عقل کامل ہے اور ج
شخص میں ان میں سے کوئی حصہ نہ ہو اس میں بالکل عقل نہیں ہے' ایک حصہ یہ ہے کہ اس کو اللہ عزوجل کی اچھی معرفت ہو
دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی اچھی طرح اطاعت کرے' اور تیسرا حصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام بجالانے میں ا
کو جو مشقت اٹھانی پڑی اس پر صبر کرے۔
(حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۲۱' دار الکتب العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' اتحاف ج ا ص ۴۷۳' دار احیاء التراث العربی بیرو
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں اس کی سند میں سلیمان بن عیسیٰ بن نجیح السجزی ہے' امام ابو حاتم نے کہ
کذاب ہے' امام ابن عدی نے کہا یہ حدیث وضع کرتا تھا' حاکم نے کہا اس کی اکثر احادیث منکر اور موضوع ہیں' حکیم ترمذی
نوادر الاصول میں اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' امام عقیلی نے کہا اس کا کوئی متابع نہیں ہے' امام ابن حبان
اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (اللئالی المصنوعہ ج ا ص ۱۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)
پس جو شخص عقل سے کام نہ لے وہ مطلقاً گم راہ ہو جاتا ہے' اس کی لگام شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ جدھر چاہتا
اسے کھینچتا پھرتا ہے' اور اگر وہ اپنی عقل سے کام لے اور یہ جان لے کہ اس کی عبادت کا مستحق صرف اللہ عزوجل ہے اور وہی ا
کا اور ساری کائنات کا مالک اور خالق ہے تو اللہ اس کو اپنے سایہ رحمت میں لے لیتا ہے۔

دوزخ کے عذاب کی شدت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہے وہ جہنم جس کی تمہیں وعید سنائی گئی تھی (یٰس: ۶۳)
یعنی اے مجرمو! تمہیں دنیا میں رسولوں کی زبان سے دوزخ سے ڈرایا گیا تھا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تم کو دوزخ م
جھونک دیا جائے گا۔
جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا:
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ . میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر د
(ص: ۸۵) گا۔
اس کے بعد کفار کو مخاطب کر کے فرمایا: اس (جہنم) میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کرتے تھے ○ (یٰس: ۶۴)
اس آیت میں اصلوھا فرمایا ہے' اس کا مادہ صلی ہے' صلی اللحم صلیا کا معنی ہے' گوشت کو آگ میں ڈال کر ج
اور بھون ڈالا' اور ان کو دوزخ میں ڈالنے کا جو حکم دیا ہے' یہ حکم بہ طور توہین ہے جیسے اس آیت میں ہے:
ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ○ (الدخان: ۴۹) لے عذاب (کا مزہ) چکھ تو (اپنے نزدیک) بڑا معزز
مکرم تھا۔
اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مجرمو! تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ اور اس کی تپش اور اس کے انواع و اقسام کے عذاب
مزا چکھو' تم دنیا میں جو تسلسل کے ساتھ کفر اور سرکشی کرتے رہے تھے آج اس کفر اور شرک کی سزا پانے کا دن ہے' دوزخ
عذاب کی شدت کا ذکر ان احادیث میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دنیا کی آگ' دوزخ

marfat.com

آگ کی بہ نسبت ستر میں سے ایک حصہ ہے' آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ تحقیق دوزخ کی آگ دنیا کی آگ جتنی ہوتی پھر بھی کافی تھی' آپ نے فرمایا دوزخ کی آگ کو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ رکھا گیا اور اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ہزار سال تک دوزخ میں آگ جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی اس کو پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی پس دوزخ سیاہ اور اندھیری ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۳۵۵)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چٹان کو جہنم کے کنارے لڑھکایا جائے گا وہ ستر سال تک نیچے گرتی رہے گی لیکن جہنم کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دوزخ کو یاد کیا کرو' کیونکہ اس کی گرمی بہت سخت ہے' اور اس کی تہہ بہت بعید ہے اور اس کے گرز لوہے کے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۵۷۵' المسند الجامع رقم الحدیث ۹۶۲۵)

قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعضاء ان کی نیکیاں بیان کریں گے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم آج ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے' اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے O (یٰسٓ ۶۵)

اس آیت میں نختم کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے ہم مہر لگا دیں گے' پھر اس لفظ کو منع کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اور افواہ' فم کی جمع ہے اس کی اصل فوہ ہے' اور اس کا معنی منہ ہے۔

پھر فرمایا ہے ان کے ہاتھ اور پیر ہم سے کلام کریں گے' اس آیت میں صرف ہاتھوں اور پیروں کے کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور مراد یہ ہے کہ مجرموں کے تمام اعضاء کلام کریں گے اور ان اعضاء سے جس قدر برے کام کیے جاتے تھے ان کا ذکر کریں گے' بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جس طرح مجرموں کے اعضاء ان کی برائیوں کو بیان کریں گے اسی طرح نیک مسلمانوں کے اعضاء ان کی نیکیوں کو بیان کریں گے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تسبیح اور تہلیل اور تقدیس پڑھنے کو لازم کرلو' اور پوروں (انگلیوں کے سروں) سے ان کا شمار کیا کرو' کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان سے کلام طلب کیا جائے گا' اور تم (ان کو پڑھنے سے) غافل نہ ہو اور اللہ کی رحمت کو بھول نہ جانا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۴۲' المعجم الکبیر ج ۲۵ رقم الحدیث: ۱۸۱' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے سروں سے تسبیحات کو شمار کرنے کا حکم دیا تاکہ انہوں نے ان سے جو گناہ کیے ہیں وہ ساقط ہو جائیں' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خواتین گنتی اور شمار کو جانتی تھیں۔ تسبیح کا معنی ہے سبحان اللہ پڑھنا' اور تہلیل کا معنی ہے **لا الہ الا اللہ** پڑھنا' اور تقدیس کا معنی ہے **سبحان الملک القدوس** یا **سبوح قدوس رب الملائکۃ و الروح** پڑھنا۔ آپ نے فرمایا: ان سے سوال کیا جائے گا' یعنی قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان انگلیوں سے کیا کام لیا تھا' اور آپ نے فرمایا ان سے کلام طلب کیا جائے گا' یعنی یہ انگلیاں قیامت کے دن اپنے صاحب کے موافق یا مخالف گواہی دیں گی' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (النور: ۲۴) جب ان کے متعلق ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پیر گواہی دیں گے وہ دنیا میں کیا عمل کرتے رہے تھے۔

اس آیت میں اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ ان اعضاء کو ان کاموں میں استعمال کیا جائے جن کاموں سے ان کا رب تعالیٰ راضی ہو اور اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے اعضاء کو بے حیائی اور برائی کے اور گناہوں کے کاموں سے محفوظ رکھا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم غافل نہ ہونا یعنی ان اذکار' اوراد اور وظائف کے پڑھنے کو ترک نہ کرنا' اور تم رحمت کو بھول نہ جانا یعنی ان کلمات کے پڑھنے سے جو اجر و ثواب ملتا ہے اس کو فراموش نہ کر دینا۔

مجرمین کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کی توجیہ

قیامت کے دن مجرمین کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کی جائے گی' کیونکہ قیامت کے دن نیک لوگوں کو مجرمین اپنا دشمن کہیں گے اور دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں کی جاتی خواہ وہ دشمن صالح اور نیک ہو اور خود مجرمین فساق ہیں اور فساق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف گواہی کے لیے ان کے اپنے اعضاء میں کلام پیدا فرما دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان اعضاء سے گناہ صادر ہوئے تھے سو یہ اعضاء فاسق قرار پائے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی گواہی کو رد کرنے سے بھی مدعا ثابت ہوگا' کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ مجرمین نے گناہ کیے تھے' اگر ان کے اعضاء کی اس گواہی کو قبول کر لیا جائے کہ انہوں نے گناہ کیے تھے' تب بھی مدعا ثابت ہے اور اگر ان کی گواہی کو اس وجہ سے مسترد کر دیا جائے کہ ان اعضاء نے گناہ کیے ہیں یہ فاسق ہیں' تب بھی یہ بات مان لی گئی کہ مجرمین نے گناہ کیے ہیں۔

مجرموں کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کے متعلق احادیث

مجرموں کے اعضاء جو مجرموں کے خلاف گواہی دیں گے اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہنس پڑھے' آپ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ کو اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا مجھے بندہ کی اپنے رب سے اس بات پر ہنسی آئی ہے کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی! اللہ فرمائے گا کیوں نہیں! بندہ کہے گا آج میں اپنے خلاف' اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہوگی' یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی' اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا تم بتاؤ' پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے' پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا' پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا' دور ہو' دفع ہو! میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو کیا سورج کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم کو اپنے رب کو دیکھنے سے صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تم کو سورج یا چاند کے دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی! کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی! اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے! اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا ہوا تھا' اللہ تعالیٰ

فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا! پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندہ سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی تھی! کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی! کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے! اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوش حال زندگی میں نہیں چھوڑا تھا' وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرا یہ گمان تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ تیسرے بندہ کو بلا کر اسی طرح فرمائے گا' وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر' تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا' میں نے نماز پڑھی' روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ابھی پتا چل جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں! وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا! پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی' اور اس کی ران' اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو' اور جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ منافق ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۶۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۷۳۰' سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۴۲۸)

مجرموں کے مونہوں پر مہر لگانے کی توجیہات

قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر جو مہر لگا دی جائے گی اس کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا:

(۱) چونکہ قیامت کے دن مشرکین یہ کہیں گے کہ:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ. (الانعام: ۲۳) اور ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم! ہم مشرک نہ تھے!

تو چونکہ مشرکین اپنے شرک کرنے کا انکار کریں گے اور جھوٹ بولیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا حتیٰ کہ ان کے اعضاء کلام کریں گے اور وہ بتائیں گے کہ وہ شرک کرتے تھے۔ دنیا میں کفار کی سرکشی اور گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دلوں پر مہر لگا دی تھی اور آخرت میں ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا۔

(۲) ابن زیاد نے کہا جب ان کے اعضاء بتائیں گے کہ وہ شرک کرتے تھے تو تمام اہل محشر کو ان کے مشرک ہونے کا علم ہو جائے گا۔

(۳) جب غیر ناطق نطق کرے گا تو ناطق کی بہ نسبت اس کا انکار ان کے خلاف زیادہ مؤثر حجت ہوگا کیونکہ جب وہ کلام کرے گا جو عادۃً کلام نہیں کرتا تو یہ معجزہ کے قائم مقام ہوگا ہر چند کہ اس دن کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۴) جب مجرمین کے اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے خلاف ان کے جرائم کی شہادت دیں گے تو یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ان جرائم کے صدور میں یہ اعضاء ان کے مددگار تھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مجرموں کے ہاتھوں کی طرف کلام کرنے کی نسبت کی ہے اور پاؤں کی طرف

marfat.com

گواہی دینے کی نسبت کی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھوں کے ذریعہ مجرمین گناہ کا عمل کرتے تھے' اور پیر گناہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور دوسروں کے سامنے حاضر کا قول شہادت ہوتا ہے اور فاعل کا اپنے نفس کے متعلق کلام کرنا اقرار ہوتا ہے' اس لیے ہاتھوں نے جو کچھ کہا اس کو کلام سے تعبیر فرمایا اور پیروں نے جو کچھ کہا اس کو شہادت سے تعبیر فرمایا۔

حکیم بن معاویہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ گے کہ تمہارے مونہوں پر پٹی باندھی ہوئی ہوگی اور کسی آدمی کا جو عضو سب سے پہلے کلام کرے گا وہ اس کی بائیں ران اور اس کی ہتھیلی ہوگی۔ (مسند احمد ج ۵ص ۳ قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۹۰۹' دار الحدیث قاہرہ)

انسان جب شہوانی گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے تو جو عضو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ لذت حاصل کرتا ہے وہ اس کی ران ہوتی ہے اور بائیں عضو کی اس لیے تخصیص کی گئی ہے کیونکہ بائیں ران کی شہوت دائیں ران کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ص ۲۸۔ ۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم چاہتے تو ان کی بصارت کو زائل کر دیتے پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے تو کہاں دیکھ سکتے تھے○ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتے تو پھر وہ نہ جا سکتے تھے نہ لوٹ سکتے تھے○ (یٰسٓ: ۶۷۔۶۶)

طمس اور مسخ کا معنی

اس آیت میں لطمسنا کا لفظ ہے' اس کا مادہ طمس ہے' طمس کا معنی ہے کسی چیز کو مٹا کر اس کا اثر زائل کر دینا' قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ. (المرسلات: ۸) اور جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ (یٰسٓ: ۶۶) اس کا معنی ہے اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کی صورت کو مٹا دیتے اور ان کی روشنی کو زائل کر دیتے۔ (المفردات ج ۲ص ۴۰۰' مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اگر ہم مشرکین مکہ کو دنیا میں سزا دینا چاہتے تو ہم ان کی آنکھوں کی جگہ کو سپاٹ اور ہموار بنا دیتے اور اس میں آنکھوں کے ڈھیلوں کے رکھنے کی جگہ ختم کر دیتے' یا ان کی بصارت کو بالکل سلب کر لیتے پھر وہ کسی جگہ جانے کے لیے اِدھر اُدھر جاتے' دوڑتے اور بھاگتے اور انہیں کچھ نظر نہ آتا' اور جس طرح ان کے دل بے نور اور بے بصیرت ہیں اسی طرح ہم ان کی آنکھوں کو بھی بے نور اور بے بصارت بنا دیتے۔

نیز فرمایا اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ان کی صورت کو مسخ کر دیتے۔

مسخ کا معنی ہے صورت بگاڑ دینا' اور ایک صورت کو دوسری صورت سے تبدیل کر دینا' خواہ ایک جاندار کی صورت کسی دوسرے جاندار سے تبدیل کر دی جائے یا جاندار کی صورت کو کسی بے جان سے تبدیل کر دیا جائے' مسخ جس طرح صورتوں میں ہوتا ہے اسی طرح صفات میں ہوتا ہے' صورت کی مثال یہ ہے جیسے بنی اسرائیل کے بعض افراد کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کر دیا تھا اور صفات کو مسخ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کسی انسان کے اوصاف کسی حیوان کے مذموم اوصاف کے ساتھ تبدیل کر دیئے جائیں' مثلاً کسی انسان میں کتے کی طرح شدت حرص پیدا کر دی جائے یا کسی انسان میں خنزیر کی طرح بے غیرتی پیدا کر دی جائے یا کسی انسان میں گدھے کی طرح بے وقوفی پیدا کر دی جائے۔

(المفردات ج ۲ص ۶۰۵' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو مشرکین اہل مکہ کی صورتوں کو مسخ کر کے کسی قبیح جانور کی صورت سے تبدیل کر دیں جیسے بعض بنی اسرائیل کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور بعض کی صورتوں کو مسخ کر کے خنزیر کی شکل سے تبدیل کر دیا تھا اور ان کو درجہ انسانیت سے گرا کر حیوانیت کے درجہ میں لا کھڑا کریں' اور یا ان کو پتھر کی شکل سے تبدیل کر دیں اور ان کو درجہ حیوانیت سے بھی گرا دیں' پھر وہ کسی جگہ جانا چاہیں تو جا نہ سکیں اور لوٹنا چاہیں تو لوٹ نہ سکیں۔ کیونکہ بصارت سے محروم ہونے کے بعد انہیں راستہ کس طرح دکھائی دیتا' یہ تو ہمارا رحم اور حلم ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا اور اگر ہم انہیں پتھر بنا دیتے تو وہ پتھر کی طرح ایک جگہ پڑے رہتے اور ان کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن نہ ہوتا۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ

اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) الٹ دیتے ہیں' پس کیا وہ نہیں سمجھتے ہیں O

الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ

اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے O تاکہ

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

وہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں اور کافروں پر حق ثابت ہو جائے O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست

خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی بنائے جن کے یہ مالک ہیں O اور ہم نے ان

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا پس ان میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں O اور ان کے لیے ان میں

وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ

اور بھی فوائد ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں' کیا پس وہ شکر ادا نہیں کرتے O اور انہوں نے اللہ کے سوا اور چیزوں کو معبود قرار دیا

يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا

تاکہ ان کی مدد کی جائے O حالانکہ وہ (بت) کسی کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (بلکہ) وہ (مشرکین) خود (ان کی مدافعت کے لیے) کمربستہ لشکر ہیں O

وقف لازم

يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ

سو ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں' بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں O کیا انسان

marfat.com

أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ

نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا تھا پھر یکا یک وہ کھلا ہوا جھگڑالو بن گیاO وہ ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے

نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ

لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟O آپ کہیے کہ ان کو وہی

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا' اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جاننے والا ہےO جس نے سرسبز درخت سے

الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ

تمہارے لیے آگ پیدا کی پھر تم اس سے یکا یک آگ سلگا لیتے ہوO اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ   وقف غفران

اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا سب سے زیادہ جاننے والا

الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾

ہےO جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کا اس چیز سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ''بن جا'' سو وہ بن جاتی ہےO

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع   ع ١٦ ٤

پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) الٹ دیتے ہیں' پس کیا وہ سمجھتے نہیں ہیںO اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہےO تاکہ وہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں اور کافروں پر حق ثابت ہو جائےO (یٰسٓ: ٧٠-٦٨)

انسان کی عمروں کے مختلف ادوار

کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم دنیا میں بہت کم عرصہ رہے تھے اگر ہم دنیا میں زیادہ عرصہ رہتے تو اے ہمارے رب! ہمارے ایمان و عمل میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ ہوتی' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس عذر کا رد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ تم دنیا میں اپنی عمر کے اس حصہ تک پہنچے تھے جب تمہارے قویٰ کمزور ہو چکے تھے' اور ہم نے تم کو اتنی لمبی زندگی دی تھی جس میں تم اگر چاہتے تو غور و فکر کر کے ایمان لا سکتے تھے' اور نیک اعمال کر سکتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ   کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں جو شخص نصیحت

marfat.com

النَّذِيْرُ ؕ . (فاطر: ٣٧) قبول کرنا چاہتا وہ نصیحت قبول کر لیتا اور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آ چکا تھا۔

اسی طرح اس آیت میں فرمایا اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) لوٹا دیتے ہیں۔

انسان کی زندگی مختلف ادوار میں گزرتی ہے اور اس کے جسم پر متعدد اور مختلف کیفیات کا ترتب ہوتا ہے' اس کی ابتداء تراب (مٹی) سے ہوتی ہے پھر یہ مٹی نبات (سبزہ) کی شکل میں ڈھل جاتی ہے' اور سبزہ اس کی غذا بنتا ہے' اور غذا خون بناتی ہے' پھر نطفہ بناتی ہے پھر نطفہ رحم میں جا کر علقہ (جما ہوا خون) بن جاتا ہے' پھر مضغہ (گوشت کی بوٹی) بن جاتا ہے' پھر اس کو ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں اور اس میں روح ڈال دی جاتی ہے' اور جب ماں کے پیٹ میں بچہ کی شکل مکمل ہو جائے تو اس کو جنین کہتے ہیں' جب وضع حمل ہو جائے تو اس کو ولید کہتے ہیں' ماں کا دودھ پینے لگے تو اس کو رضیع کہتے ہیں' ٹھوس غذا کھانے لگے تو اس کو فطیم کہتے ہیں' کھیلنے کودنے کی عمر کو پہنچے تو اس کو صبی کہتے ہیں' آنکھوں کو بھانے لگے تو اس کو غلام کہتے ہیں' چہرے پر سبزہ پھوٹنے لگے تو اس کو مراھق کہتے ہیں' بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کو بالغ کہتے ہیں' جوان ہو جائے تو شاب کہتے ہیں' پختہ عمر ہو جائے تو رجل کہتے ہیں' جب تیس سال کی عمر ہو جائے تو کہول کہتے ہیں اور چالیس سال کی عمر ہو تو شیخ کہتے ہیں' ساٹھ سال کی عمر ہو تو شیخ فانی اور عمر ڈھلتے ڈھلتے جب موت کی دہلیز تک پہنچ جائے' ہڈیاں کمزور ہو جائیں' جسم لاغر ہو جائے' حافظہ خراب ہو جائے تو اس کو ارذل عمر کہتے ہیں' اور پھر اس کے بعد وہ میت ہو جاتا ہے اور مرنے کے بعد پھر تراب (مٹی) ہو جاتا ہے' مٹی سے اس کی ابتدا ہوئی تھی اور پھر بالآخر مٹی بن جاتا ہے۔

سو انسان کی عمر کا کارآمد حصہ وہ ہوتا ہے جب وہ جوان ہوتا ہے لہٰذا عمر کے اس حصہ کی قدر کرنی چاہیے اور اس عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہئیں' حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو' اپنی زندگی کو موت آنے سے پہلے اور اپنی فراغت کو اپنے مشغول ہونے سے پہلے اور اپنی خوش حالی کو اپنی تنگ دستی سے پہلے اور اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٩٩' رقم الحدیث: ٣٤٣٠٨' المستدرک ج ٤ ص ٣٠٦' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٤٨' الترغیب والترہیب ج ٤ ص ٢٥١' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ٥١٧٤' کنز العمال رقم الحدیث: ٤٣٤٩٠)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم قیامت کے دن اس وقت تک اپنے رب کے سامنے سے اپنے قدم ہٹا نہیں سکے گا جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے' اس نے اپنی عمر کس چیز میں فنا کی' اس نے اپنی جوانی کو کن کاموں میں بوسیدہ کیا' اس نے کہاں سے مال حاصل کیا اور کن مصارف میں خرچ کیا' اور اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٤١٦' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ٥٢٧١' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٩٧٧٢' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ٧٦٠)

انسان کی مختلف عمروں کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی عمر اسلام میں چالیس سال تک پہنچا دے' اللہ تعالیٰ اس سے کئی قسم کی بلاؤں کو دور کر دیتا ہے' جذام کو' برص کو اور شیطان کے غضب ناک کرنے کو' اور

marfat.com

اللہ تعالیٰ جس شخص کی عمر اسلام میں پچاس سال تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ اس پر حساب کو آسان کر دیتا ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۸۷ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۵۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے اللہ تعالیٰ جس شخص کی عمر اسلام میں پچاس سال تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ اس سے تخفیف کے ساتھ حساب لیتا ہے اور اس کو اللہ کی طرف ایسی توبہ اور رجوع عطا فرماتا ہے جو اس کو پسند ہے اور جس شخص کی عمر اللہ تعالیٰ اسلام میں ستر سال تک پہنچا دے اس سے تمام آسمان والے اور زمین والے محبت کرتے ہیں اور جس شخص کی عمر اللہ تعالیٰ اسلام میں اسّی (۸۰) سال تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کی نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جس شخص کی عمر اللہ تعالیٰ اسلام میں نوے سال تک پہنچا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا قیدی ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۸۸ حافظ الہیثمی نے کہا یہ حدیث امام بزار نے دو سندوں سے روایت کی ہے اور ان میں سے ایک سند کے رجال ثقات ہیں مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۵۶۲ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۴۹۔۴۲۴۸۔۴۲۳۶ مسند احمد ج ۲ ص ۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی عمر ساٹھ سال تک پہنچا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر حجت پوری کر دی اور اس کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۷ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۰ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۳۶۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی عمر ستر (۷۰) سال تک پہنچا دی تو عمر میں اس پر اپنی حجت پوری کر دی اور اس کا کوئی عذر نہیں رہا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۲۸ حافظ سیوطی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۸۶۷)

ارذل عمر کی تحقیق

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۔ (النحل: ۷۰)

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تم کو وفات دے گا اور تم میں سے بعض کو ارذل (ناکارہ) عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ انجام کار وہ حصول علم کے بعد کچھ بھی نہ جان سکے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان چیزوں سے پناہ طلب کرتے تھے اے اللہ میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ مجھے ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جائے اور میں دنیا کی آزمائش سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۲۲ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۴۵)

ارذل العمر کی تشریح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یعنی انسان اس قدر بوڑھا ہو کہ کمزور ہو کر اپنے بچپن کی ابتدائی حالت کی طرف لوٹ جائے اس کی سماعت اور بصارت کمزور ہو جائے اس کی عقل کام نہ کرے اور سمجھ میں کوئی بات نہ آئے وہ فرائض کو ادا نہ کر سکے اور اپنے ذاتی کام نہ کر سکے اپنی پاکیزگی اور صفائی کا خیال نہ رکھ سکے اور اپنے گھر والوں پر بوجھ ہو جائے اور وہ اس کی موت کی تمنا کرنے لگیں اور اگر اس شخص کا گھر بار نہ ہو اور وہ بالکل تنہا ہو تو اس سے بڑی اور کیا مصیبت ہوگی!

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۸۔۱۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن قتیبہ نے کہا ارذل عمر کا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کا اسے پہلے علم تھا بڑھاپے کی شدت کی وجہ سے اس کا وہ علم زائل ہو جائے۔

زجاج نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس قدر بوڑھے ہو جائیں گے کہ ان کی عقل فاسد اور خراب ہو جائے گی اور وہ عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جائیں گے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۶۸۔۴۶۷ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ)

علماء عاملین اور اولیاء اللہ کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا

یہ عام لوگوں کا حال ہے کہ چالیس سال کے بعد ان کا دور انحطاط شروع ہو جاتا ہے' ان کی سماعت اور بصارت معمول پر نہیں رہتی اور ان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کا بدن لاغر ہو جاتا ہے' ان کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے اور ان کی عقل کام نہیں کرتی وہ بچوں کی سی باتیں کرنے لگتے ہیں اور ان کی ذہانت اور فطانت ختم ہو جاتی ہے' اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے جیسے علماء اور اولیاء اللہ ہیں وہ ساٹھ سال کے بعد بھی مضبوط اور توانا ہوتے ہیں' ان کے حواس قائم رہتے ہیں اور ان کا بدن متحرک اور فعال ہوتا ہے' ان کے اعصاب قوی اور ان کی عقل وقاد' روشن اور نکات آفریں ہوتی ہے' الحمد للہ علی احسانہ خود راقم الحروف کی عمر سرسٹھ (۶۷) سال سے متجاوز ہے اس کے باوجود اس کے اعصاب اور حواس قائم' متحرک اور فعال ہیں' سترہ اٹھارہ سال پہلے جب میں کراچی آیا تھا تو میری دائیں آنکھ کا نمبر ۵. ۳ اور بائیں آنکھ کا نمبر ۵. ۴ تھا اب دائیں آنکھ کا نمبر ۵. ۲ اور بائیں آنکھ کا نمبر ۵. ۳ ہے اور قریب کا لکھنے' پڑھنے کا کام میں چشمہ کے بغیر کر لیتا ہوں' ۱۹۸۵ء سے شوگر' ہائی بلڈ پریشر اور کولسٹرول کی زیادتی کا عارضہ ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حافظہ صحیح ہے' ان عوارض کی وجہ سے کوئی توانائی بخش غذا نہیں کھا سکتا' بران بریڈ کے دو یا تین سلائس اور بغیر گوشت کے ابلی ہوئی سبزی پر گزارہ ہے اس کے باوجود ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کا کام شروع کیا اور ۱۹۹۳ء میں آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل اس عظیم شرح کو مکمل کر دیا' اور ۱۹۹۴ء میں تبیان القرآن کو شروع کیا اور اب ۲۰۰۳ء میں اس کی نویں جلد قریب الاختتام ہے' ظاہر ہے کہ عام مادی اسباب سے تو یہ ممکن نظر نہیں آتا' یہ صرف اللہ کے خصوصی فضل و احسان اور اس کی اعانت سے ہی ممکن ہے' یہ تو مجھ ایسے بے عمل اور ناکارہ طالب علم اور دین کے ادنیٰ خادم کا حال ہے کہ ڈھلتی ہوئی عمر اس کے اعصاب' حواس اور عقل پر اثر انداز نہیں ہوئی تو سوچئے جو صالح اور باکردار علماء ہیں اور اولیاء اللہ ہیں ان کی عمر کی زیادتی اور ان کا بڑھاپا انہیں کب کمزور اور بے فیض کر سکتا ہے بلکہ ان کے اعصاب' حواس اور ان کی عقل ہر آن میں پہلے سے زیادہ متحرک اور فعال ہوتے ہیں۔

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ (النحل: ۷۰) مسلمانوں کے لیے نہیں ہے مسلمان کی عمر جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عزت اور کرامت بڑھتی جاتی ہے اور اس کی عقل اور معرفت بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے' اور عکرمہ نے کہا جو شخص قرآن عظیم پڑھتا رہتا ہے وہ ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

(زاد المسیر ج ۴ ص ۴۶۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ)

میرا گمان یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی جو بے عمل اور بدکردار ہوتے ہیں' حاسد اور متکبر ہوتے ہیں' منتقم' مفحش اور بداخلاق ہوتے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ضائع کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو بہ طور عقوبت اور سزا دنیا میں ارذل (ناکارہ) عمر کی طرف لوٹا دیتا ہے' اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سزا کو ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا' اور آخرت میں ان کو بخش دے گا' اے اللہ! مجھے ارذل عمر سے محفوظ رکھنا' مجھے کسی پر بوجھ اور بار نہ بنانا' صرف اپنا محتاج رکھنا اور کسی

marfat.com

کا محتاج نہ کرنا اور اس دنیا میں چلتے ہاتھ پیروں کے ساتھ اٹھالینا اور یہی دعا میں اپنی والدہ محترمہ اور ان تمام احباب کے لیے
ہوں جنہوں نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں میرے ساتھ تعاون کیا اور اسی طرح اپنے قارئین اور محبین کے لیے بھی
دعا کرتا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ مؤثر اور فعال ہونا

میں نے یہ لکھا ہے کہ صالح علماء اور اولیاء اللہ کی عمر جوں جوں بڑھتی جاتی ہے' ان کے حواس' اعصاب اور ان کی عقل
میں زیادتی ہوتی جاتی ہے' سو انبیاء علیہم السلام کی عمر میں زیادتی تو اس سے کہیں زیادہ ان کی قوتوں میں اضافہ کی موجب
دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور اخیر عمر میں ان کی قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ملک الموت
ایک تھپڑ مارا تو ان کی آنکھ نکل گئی۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے متعلق لکھتے ہیں:

اہل کتاب وغیرھم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۴۲۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸

تورات میں مذکور ہے:

پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی ○ اور اس نے ا
موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں ○ اور موسیٰ اپنی وفات
وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی ○

(کتاب مقدس ص ۲۰۲' استثناء باب: ۳۴' آیت: ۷۔۵' بائبل سوسائٹی' انار کلی لاہور' ۱۹۹۲

اور ملک الموت کو تھپڑ مار کر ان کی آنکھ نکالنے کا واقعہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہما السلام کے پاس بھیجا گیا' جب وہ ا
کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ نے ان کو تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی' ملک الموت اپنے رب کے پاس واپس گئے اور کہا تو
مجھے ایسے بندہ کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا ان کے پاس جا کر کہو
اپنے ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں اور جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال ان کی عمر بڑھا دی جائے گی' حضر
موسیٰ نے پوچھا اے میرے رب! پھر کیا ہے؟ فرمایا پھر موت ہے! حضرت موسیٰ نے کہا پھر ابھی سہی! اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا
کہ وہ ان کو ارض مقدسہ (بیت المقدس کی سرزمین) کے اتنے قریب کر دے جتنا پتھر پھینکے جانے کا فاصلہ ہوتا ہے' تب رسو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو سرخ ریت کے ٹیلے کے نیچے راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھا تا

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۸۹' مسند احمد ج ۲ص ۳۱۵ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۹۳' دار الکتب العلم
رقم الحدیث: ۸۰۵۳' دار احیاء التراث العربی' رقم الحدیث: ۸۱۵۷' دار الحدیث قاہرہ' رقم الحدیث: ۷۷۹۴' دار الفکر بیروت' صحیح ابن حبان ر
الحدیث: ۶۲۲۳)

امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس میں تھپڑ مارنے کا ذکر ہے' آنکھ نکالنے کا ذکر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۹۔۳۴۰۷

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے کہا ہے کہ ان کی صرف آنکھ نکلی کیونکہ وہ ملک الموت تھے ورنہ حضرت موسیٰ کے

marfat.com

غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہوجاتے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶ مصر ۱۳۵۷ھ)

اللہ اللہ! یہ بازوئے کلیم کی طاقت تھی سوچئے پھر بازوئے حبیب کی قوت کا کیا عالم ہوگا!

خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس اور عقل کا...... ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ موثر اور فعال ہونا

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے زیادہ قوی تھے' شوال پانچ ہجری میں آپ کی عمر مبارک اٹھاون سال تھی اس وقت غزوہ خندق واقع ہوا' صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے کھدائی کے وقت ایک چٹان نکل آئی وہ کسی سے نہیں ٹوٹ رہی تھی لیکن آپ کی ایک ضرب سے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا' حضرت البراء بن عازب نے کہا کہ خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی' جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی' مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی عوف نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے' آپ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے' آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں' آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں' آپ نے پھر بسم اللہ پڑھ کے دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے' آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں' اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں! آپ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی' آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں' اور آپ نے فرمایا میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۶۰۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۶۸۵' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۳۱' المستدرک ج ۳ ص ۵۹۸' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۹-۲۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ آپ کے چہرے میں آفتاب تیرتا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سرعت کے ساتھ کسی کو چلتے ہوئے نہیں دیکھا' گویا کہ زمین آپ کے سامنے لپٹتی جاتی تھی' ہم آپ کے ساتھ چلتے ہوئے تھک جاتے تھے اور آپ کو پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۰۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے گویا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج مطہرات کو عمل زوجیت سے مشرف کرآتے تھے اور اس وقت آپ کے عقد میں گیارہ ازواج مطہرات تھیں' قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کی طاقت رکھتے تھے' حضرت انس نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۲۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۲۲۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۸۳۳۵-۱۸۶۸۵)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

انہیں پچھاڑ دیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۷۸۴‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۷۸‘ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۱۴۱۲)

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی التوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن خربوذ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رکانہ کسی سفر سے آئے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی خبر دی گئی‘ پھر مکہ کی بعض پہاڑیوں میں ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی‘ انہوں نے کہا: اے بھتیجے! مجھے تمہارے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی‘ اگر تم نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں جان لوں گا کہ تم اپنے دعویٰ سے سچے ہو‘ پھر انہوں نے آپ سے کشتی لڑی‘ آپ نے ان کو پچھاڑ دیا‘ حضرت رکانہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے‘ ایک قول یہ ہے کہ وہ کشتی میں پچھڑنے کے بعد اسلام لے آئے تھے۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۴۱۳‘ رقم الحدیث: ۲۶۹۵‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

شعر کی تحقیق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے لائق ہے‘ یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے O (یٰس: ۶۹)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شعر کا معنی بال ہے‘ قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا. (النحل: ۸۰) اور بھیڑوں کے اون سے اور اونٹوں کے پشم سے اور بکریوں کے بالوں سے۔

اور شعرت کا معنی ہے میں نے بالوں کو حاصل کر لیا یعنی گھنے بال کر لیے‘ اور اسی سے استعارہ کیا گیا ہے: شعرت کذا‘ یعنی میں نے ایسا علم حاصل کیا جو بال کی طرح باریک ہے‘ اور شاعر کو اس کی باریک بینی ژرف نگاہی اور دقت نظر کی وجہ سے شاعر کہتے ہیں۔ پس شعر اصل میں دقیق اور باریک علم کا نام ہے‘ عربی میں کہتے ہیں لیت شعری‘ کاش مجھے اس کی گہرائی اور گیرائی کا علم ہوتا۔

یہ شعر کا لغوی معنی ہے‘ اور اصطلاح میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو موزون اور مقفّٰی ہو یعنی جس کلام میں ردیف اور قافیہ کی رعایت کی گئی ہو۔ (المفردات ج ا ص ۳۴۵)

قرآن مجید کی بعض آیتوں پر شعر ہونے کا شبہ اور اس کا جواب

شعر کے آخری حروف جو وزن میں ایک دوسرے کے مطابق ہوں ان کو قافیہ کہتے ہیں اور آخری سے پہلے حروف جو ایک دوسرے کے وزن میں مطابق ہوں ان کو ردیف کہتے ہیں‘ اس کی مثال اس شعر میں ہے:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

اس شعر میں نیاز اور ایاز ردیف ہے اور میں قافیہ ہے۔

اور جو شخص ردیف اور قافیہ کی رعایت سے کلام موزون پیش کرنے پر قادر ہو اس کو شاعر کہتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے کہ کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور قرآن مجید کو شعر کہتے تھے:

بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ. (الانبیاء: ۵) بلکہ انہوں نے (اس قرآن کو) جھوٹ گھڑ لیا ہے‘ بلکہ وہ شاعر ہیں۔

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ (الصّٰفّٰت: ۳۶) اور وہ کہتے تھے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ (الطور: ۳۰) یا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان پر زمانہ کے حوادث اور مصائب کا انتظار کر رہے ہیں۔

اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات بہ ظاہر موزون ہیں اور ان سے کفار کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ کلام مقفٰی ہے جیسے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (الکوثر: ۳۔۱) یا جیسے: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ (تبت: ۴۔۱) اس وجہ سے قرآن مجید کو شعر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے' یہ شبہ اس لیے درست نہیں ہے کہ شعر میں قصداً دو جملوں کے آخری الفاظ ایک وزن پر ہوتے ہیں اور قرآن مجید اس طرح نہیں ہے ورنہ قرآن مجید کی تمام آیات اسی طرح نازل ہوتیں۔

بعض مفسرین نے کہا عرب کے لوگ شعر کی یہ تعریف کرتے تھے: وہ کلام جو خیالی اور جھوٹی باتوں پر مشتمل ہو اور ان کا زعم یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا ہے کہ قیامت آئے گی اور سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور تمام زندہ انسان مر جائیں گے پھر تمام مردوں کو زندہ کیا جائے گا اور ان سے حساب کتاب لیا جائے گا' ان کے اعمال کو وزن کیا جائے گا' پھر کافروں کو دوزخ میں اور مومنوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا' جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ محض جھوٹ ہے' ایسا کچھ نہیں ہو گا' اور یہ جو انہوں نے کہا کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر درجہ زیادہ تیز ہے' اور اس میں زقوم (تھوہر) کا درخت ہے' اور دوزخ بہت گہری ہے' اور اس میں دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی اور دوزخیوں کا لہو اور پیپ پینے کے لیے دیا جائے گا' اور جب ان کا جسم جل جائے گا تو اس کو دوبارہ پیدا کر دیا جائے گا' اور جنت کے بارے میں جو بتایا ہے کہ اس میں باغات ہیں جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں' اور ان میں محلات ہیں' حوریں ہیں اور غلمان ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور وہاں پاکیزہ مشروبات ہیں جن کو پی کر کبھی پیاس نہیں لگے گی' وغیرھا یہ سب خیالی باتیں ہیں' واقع میں ایسا کچھ نہیں ہے سو وہ اس معنی کے اعتبار سے قرآن مجید کو شعر و شاعری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے' اور یہ شبہ بداہۃً باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں قیامت اور جنت اور دوزخ کی جو خبریں دی گئی ہیں وہ سب سچی اور واقعی ہیں جھوٹی اور خیالی نہیں ہیں اور ان کے صدق پر خود قرآن مجید میں بہ کثرت عقلی دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

گمراہ کن اشعار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ (الشعراء: ۲۲۵۔۲۲۴) گمراہ لوگ شاعروں کی پیروی کرتے ہیں' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شاعر لوگ گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کے اشعار گمراہ کن ہوتے ہیں' ہمارے زمانہ کے بعض شعراء کا کلام بھی اسی طرح ہے' غالب کا مشہور شعر ہے:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

marfat.com

ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار بھی ایسے ہی ہیں:

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی — خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا

اللہ کو خطاوار کہنا صریح کفر ہے۔

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن — زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

اللہ تعالیٰ کے لیے نقصان پانے کا لفظ خواہ استفہاماً کہا جائے بہر حال کفر ہے۔ (کلیات اقبال ص ۱۷۹ مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

ترے شیشہ میں مے باقی نہیں ہے — بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم — بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

(کلیات اقبال ص ۷۹)

اللہ تعالیٰ کو بخیل کہنا اللہ تعالیٰ کی سخت توہین ہے اور صریح کفر ہے۔

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا — یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

(کلیات اقبال ص ۹۲)

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال — کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

(کلیات اقبال ص ۸۵)

اللہ تعالیٰ کی گستاخی کر کے اس پر فخر کرنا یہ بھی کفر وضلال اور سرکشی ہے۔

مجھے فریفتہ ساقیِ جمیل نہ کر — بیان حور نہ کر ذکر سلسبیل نہ کر

مقام امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں — شباب کے لیے موزوں ترا پیام نہیں

شباب، آہ کہاں تک امیدوار رہے — وہ عیش، عیش نہیں، جس کا انتظار رہے

(کلیات اقبال ص ۸۸)

جنت کو ناموزوں کہنا اور اس کی تنقیص اور تحقیر کرنا بھی بدترین گمراہی ہے۔

تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ — اپنے لیے لامکاں، میرے لیے چارسو

(کلیات اقبال ص ۲۱۴)

اس شعر کی گمراہی اور اس کا کفر محتاج بیان نہیں۔

مجھ کو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیدا کیا — نقش ہوں اپنے مصور سے گلا رکھتا ہوں میں

(کلیات اقبال ص ۸۶)

ہندوؤں کے دیوتا، رام چندر کی منقبت میں درج ذیل اشعار کہے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز — اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

اعجاز اس چراغ ہدایت کا ہے یہی — روشن تراز سحر ہے زمانے میں شام ہند

تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا — پاکیزگی میں جوش محبت میں فرد تھا

(کلیات اقبال ص ۱۱۸)

اسی قسم کے اشعار کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۵' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۱۷-۸۱۶-۷۹۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوئے کلام موزون کے شعر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے ترجمان تھے۔ آپ شاعر تھے نہ قرآن شعر و شاعری ہے' کیونکہ شعر و شاعری میں الفاظ مقصود ہوتے ہیں اور معانی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور نبی کا مقصود معانی ہوتے ہیں اور الفاظ ان کے تابع ہوتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے آخری الفاظ ایک وزن پر ہیں جن سے کفار کو ان آیات پر اشعار ہونے کا شبہ ہوتا تھا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کلام موزون کہا ہے جیسے بعض احادیث میں ہے: حضرت براء بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودتے وقت فرما رہے تھے:

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا	**و لا تصدقنا و لا صلینا**
اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا	**وثبت الاقدام ان لا قینا**
سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما	اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا
ان الاولی قد بغوا علینا	**اذا ارادوا فتنۃ ابینا**
ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے	جب یہ ہمارے خلاف فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۸۵۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۵۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۰۷)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے اور آپ نے فرمایا:

اللھم لا خیر الاخیر الاخرۃ	**فاغفر للانصار و المھاجرۃ**
اے اللہ آخرت کے سوا اور کوئی خیر نہیں ہے	سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۰۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴۲)

رجز کا معنی ہے: جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لیے کلام موزون پیش کرنا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کلام موزون کی یہ تمام مثالیں رجز ہیں' اور اس میں اختلاف ہے کہ رجز شعر ہے یا نہیں' اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رجز شعر نہیں ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر جو رجزیہ کلام فرمایا وہ شعر نہیں ہے اور نص قرآن سے آپ پر شعر کہنا حرام ہے' اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ رجز شعر ہے۔ اور نبی نے جو نادراً دو چار شعر کہے ہیں اس سے

marfat.com

آپ کا شاعر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ دو چار شعر کہنے سے کوئی شخص شاعر نہیں ہو جاتا اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ شا[عر]
تھے' یا آپ کو شعر گوئی کا علم تھا (یعنی مہارت تھی)۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۵ اص ۲۶۳)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ رجز پر شعر کا اطلاق نہیں کیا جاتا' کیونکہ رجز یہ کلام کہنے والے کو راجز کہا جاتا ہے' شاعر نہیں
کہا جاتا' اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شعر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اگر آپ کے لیے شعر کہنا جا[ئز]
نہیں ہے تو آیا آپ کسی کا شعر نقل کر سکتے ہیں یا نہیں! ایک قول یہ ہے کہ آپ اگر کسی کا شعر نقل بھی کریں گے تو اس میں تغیر
دیں گے کیونکہ آپ نے ایک شعر اس طرح پڑھا:

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا ویاتیک من لم تزود بالاخبار

عنقریب زمانہ تم پر وہ چیزیں ظاہر کرے گا جن سے تم غافل تھے اور تمہارے پاس ایسی خبریں لائے گا جو تم نے سنی نہ تھیں

تو حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! یہ شعر اس طرح نہیں ہے' بلکہ اس طرح ہے: ویاتیک بالاخبار من لم تزو[د]
آپ نے فرمایا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے' حضرت ابوبکر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ شاعر نہیں ہیں اور نہ مہارت کے
ساتھ شعر کہہ سکتے ہیں' اور جب آپ نے تغیر کے ساتھ شعر پڑھا تو پھر آپ شاعر نہیں رہے اور قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ
الشِّعْرَ (یٰسٓ: ۶۹) اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر کا فن اور اس کی صنعت نہیں سکھائی' اور رہا یہ کہ آپ کو لوگوں کے اشعا[ر]
یاد ہوں تو یہ آپ کے حق میں ممنوع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۴-۲۶۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام موزون صادر ہوا ہے' اس کے متعلق علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ جب تک شعر کہنے کا قصد اور ارادہ نہ ہو اس وقت تک وہ شعر نہیں ہوتا' اور جب کلام موزون بغیر قص[د]
اور ارادہ کے کہا جائے تو وہ شعر نہیں ہوتا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام موزون صادر ہوا ہے اس کا یہی محمل ہے کیونکہ ن[بی]
صلی اللہ علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۳ ص ۶۷۱' مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے لائق ہے (یٰسٓ: ۶۹) اس آیت میں کفار کا ر[د]
ہے جو آپ کو شاعر کہتے تھے اور قرآن کو شعر کہتے تھے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شعر نہیں کہتے تھے اور نہ آپ کا کلا[م]
فنی طور پر وزن کے موافق ہوتا تھا' اور جب کبھی آپ پرانے شعر کو پڑھنے کا قصد فرماتے تو اس کا وزن ٹوٹ جاتا تھا' آپ ک[ی]
توجہ صرف معانی کی طرف ہوتی تھی۔

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصرعہ اس طرح پڑھا:

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا اسلام اور بڑھاپا انسان کو برے کاموں سے روکنے کے لیے
کافی ہے۔

تو حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! شاعر نے اس طرح کہا ہے: کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا۔ پھر حضرت ابوبکر
یا حضرت عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھا[یا]
اور نہ وہ ان کے مناسب ہے۔ اور خلیل بن احمد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام میں شعر کہنا بہت پسند تھا لیکن آپ کو شعر
کہنے کی مہارت نہیں تھی۔

کبھی کسی کلام کا وزن کے موافق ہو جانا اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ وہ کلام شعر ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین

کے دن فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت — وفي سبيل الله ما لقيت

تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے — جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۵)

انا النبی لا كذب انا ابن عبد المطلب. میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں' میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۹۱۳' عالم الکتب)

ابوالحسن الاخفش نے کہا ہے کہ انا النبی لا کذب شعر نہیں ہے اور خلیل بن احمد فراہیدی نے کتاب العین میں کہا ہے کہ جن فقروں میں دو جز وزن کے موافق ہوں وہ شعر نہیں ہوتا' اور معتمد علیہ قول یہ ہے کہ کلام موزون کی ان مثالوں کو اگر شعر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعر کے عالم ہوں یا شاعر ہوں جیسا کہ اگر کوئی شخص ایک دو کپڑے سی لے تو اس سے اس کا درزی ہونا لازم نہیں آتا۔

ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما علمناه الشعر اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو شاعر نہیں بنایا' اور اس میں آپ کے چند شعر کہنے کی ممانعت نہیں ہے' النحاس نے کہا یہ اس مسئلہ میں بہترین قول ہے' اور اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص شعر کہنے کے قصد کے بغیر کوئی کلام موزون کہے وہ شعر نہیں ہوتا وہ کلام صرف شعر کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ کلام بالکل واضح ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے علم' اس کی اصناف' اس کی اعاریض' اس کے قوافی وغیرہ دیگر امور کی نفی کی ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ آپ ان علوم کے ساتھ متصف نہیں تھے' یہی وجہ ہے کہ جب حج کے ایام میں عرب کے مختلف علاقوں سے لوگ مکہ میں آئے اور بعض اہل مکہ نے کہا کہ آپ شاعر ہیں تو ان میں سے بعض ذہین لوگوں نے کہا اللہ کی قسم' عرب تمہاری تکذیب کریں گے' کیونکہ وہ شعر کی اصناف کو جانتے ہیں اور آپ کا کلام اس کے بالکل مشابہ نہیں ہے' اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر کے بھائی انیس نے کہا میں نے آپ کے قول کو ماہر شعراء کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا یہ شعر نہیں ہے (مجھے یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی سعیدی غفرلہ) اور حضرت انیس عرب کے ماہر شعراء میں سے تھے' اور اسی طرح عتبہ بن ابی ربیعہ نے جب آپ سے کلام سنا تو کہا اللہ کی قسم! ان کا کلام شعر ہے نہ کہانت ہے نہ سحر ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ سورۃ حٰم السجدۃ: ۴۱ میں آئے گی۔

اسی طرح زبان عرب کے فصحاء اور دیگر ماہرین کلام نے کہا کہ کلام موزون کو شعر نہیں کہا جاتا' شعر صرف اس کلام موزون کو کہا جاتا ہے جو شعر کہنے کے قصد سے کہا جائے اسی طرح امام کسائی نے بھی کہا کہ مطلقاً کلام موزون کو شعر نہیں کہا جاتا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۵۱-۴۹ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ نے بھی اختصار کے ساتھ اسی تحقیق کا خلاصہ لکھا ہے' اور علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ' حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ' علامہ احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اسی تحقیق کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۴۰-۳۹' البحر المحیط ج ۹ ص ۸۱-۸۰' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۳۵-۶۳۳' عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۴۰۔

marfat.com

۳۹'روح المعانی جز ۲۳ ص ۶۷-۶۹'بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کہنے کی صنعت اور اس فن کا علم تھا یا نہیں

علامہ اسماعیل حقی البروسوی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا اور نہ شعر کہنے پر قدرت تھی' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو فرمایا ہے اور نہ شعر کہنا ان کی شان کے لائق ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نبی اور صادق القول ہونے کی حیثیت سے شعر نہیں کہتے' کیونکہ جو شخص اللہ کی طرف سے معلم ہو وہ حق کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا' اور یہ چیز اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ کو فی نفسہٖ نظم اور نثر پر قدرت ہو' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کو اچھے اور برے شعر اور موزون اور غیر موزون کلام کی تمیز حاصل تھی' اور جس شخص کو اس پر تمیز حاصل ہو اس کو الٰہیات اور احکام شرعیہ کو نظم اور نثر سے ادا کرنے پر قدرت کیوں نہیں ہوگی ہاں قدرت فعل کو مستلزم نہیں ہوتی اور آپ نے اعتقادات اور احکام شرعیہ کو نظم اور کلام موزون کے ساتھ اس لیے ادا نہیں کیا کہ آپ کے کلام پر شعر کا اور آپ کی ذات پر شاعر کا اطلاق نہ کر دیا جائے' کیونکہ شعر کا لفظ یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کلام میں خیالی باتیں ہیں یا جھوٹی باتیں ہیں' اور تحقیق یہ ہے کہ عربوں کو آپ کی فصاحت اور بلاغت اور آپ کے کلام کی سلاست اور شیرینی کا خوب علم تھا' خلاصہ یہ ہے کہ ہر کمال آپ ہی کی ذات سے حاصل ہوتا ہے اور جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء' نیک اعمال کی ترغیب' محاسن اخلاق' اسلام کی عظمت اور نصرت اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر مشتمل ہوں وہ آپ کو بہت پسند تھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں کفار کی ہجو کرتے تھے تو آپ ان کے لیے مسجد میں منبر بچھا دیتے تھے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اچھے اور پسندیدہ اشعار کا بیان

حضرت حسان بن ثابت انصاری' حضرت ابو ہریرہ کو قسم دے کر پوچھتے تھے کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو؟ اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۰۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھ دیتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان مشرکین کی ہجو کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے رہتے ہیں روح القدس ان کی تائید کرتے رہتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۷۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۵۹۱' المستدرک ج ۳ ص ۴۸۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے' حضرت کعب بن مالک آپ کے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	الیوم نضربکم علی تنزیلہ
اے کافروں کی اولاد آپ کا راستہ چھوڑ دو	آج ہم قرآن مجید کے حکم سے تم کو ضرب لگائیں گے

maktabah.org

ضربا یزیل الهام عن مقیله — ویذهل الخلیل عن خلیله

ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے الگ کر دے گی — اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی

حضرت عمر نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو یہ اشعار ان پر تیروں کے زیادہ تیزی کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۷۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۹۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۸۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۱۵۷، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۹۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۴۰۴، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۳۲۳۔۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے شعر سے استدلال کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے: ویاتیک بالاخبار من لم تزود (اس کا معنی گزر چکا ہے)۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۶۴، شرح السنہ رقم الحدیث ۳۴۰۲)

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس شعر کو ابن طرفہ کی طرف منسوب کیا ہے (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۰۸) یہ نسبت اس حدیث کے خلاف ہے۔

عقل کا زندگی کا سبب ہونا اور زندہ وہ ہے جو اللہ کے لیے زندہ ہو

اس کے بعد فرمایا: یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے O تاکہ وہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں اور کافروں پر حق ثابت ہو جائے O (یٰسٓ: ۷۰)

یعنی یہ قرآن تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ O — قرآن مجید تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

(یوسف: ۱۰۴، ص: ۸۷، التکویر: ۲۷)

اور یہ قرآن مبین ہے، یعنی آسمانی کتاب ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ متعدد بار چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر یہ قرآن کسی بشر کا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ لیکن کوئی شخص بھی اس کی مثل کلام بنا کر نہ لا سکا اور بالآخر تھک ہار کر یہ کہہ دیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

پھر فرمایا تاکہ وہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں، یعنی یہ قرآن زندہ لوگوں کو ڈرائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ لوگوں کو ڈرائیں، زندہ لوگوں سے مراد عقل والے ہیں۔ حافظ سیوطی نے امام ابن جریر اور امام بیہقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ضحاک نے کہا ہے کہ زندہ لوگوں سے مراد عقل والے ہیں اور علامہ آلوسی نے بھی ان ہی سے نقل کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۷ ص ۶۲، داراحیاء التراث العربی، روح المعانی جز ۲۳ ص ۷۳، دار الفکر)

اس آیت میں عقل کو حیات سے تشبیہ دی ہے اور عقل سے مراد عقل صحیح ہے بیمار عقل مراد نہیں ہے کیونکہ عقل صحیح ہی حیات ابدیہ کا سبب ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کفار حقیقت میں مردہ ہیں کیونکہ زندہ وہ ہے جو اپنے دل و دماغ میں اپنے خالق کی معرفت رکھتا ہو اور اس معرفت کے تقاضوں پر عمل کرتا ہو۔ عاقل وہ شخص ہے جو صلاح اور فساد اور صحیح اور غلط اور حق اور باطل میں تمیز رکھتا ہو اور اپنے اعضاء کو صلاح، صحیح اور حق کے تقاضوں پر چلائے اور فساد، غلط اور باطل سے باز رکھے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جس قلب میں اللہ کی معرفت کا نور ہو وہی قلب زندہ ہوتا ہے اور اسی کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا مفید ہوتا ہے وہی اس ڈرانے کا اثر قبول کرتا ہے اور دنیا سے اعراض کر کے آخرت اور اپنے مولیٰ اور پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

marfat.com

بعض مفسرین نے کہا زندہ لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان لانے والے ہوں کیونکہ دائمی حیا
تو صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہے اور در حقیقت زندہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام کی اطاعت کے ساتھ ز
رہے اور اس کی عبادت کے ساتھ زندہ رہے وہ ظاہری حیات میں بھی زندہ ہوتا ہے اور اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے
جو اپنی نفسانی خواہشوں کے ساتھ زندہ ہو وہ در حقیقت مردہ ہے۔ اور اس آیت میں زندہ لوگوں کو ڈرانے کا ذکر فرمایا ہے کی
وہی ڈرانے سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور کفار کے دل حقیقت میں مردہ ہیں وہ ڈرانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے
پر صرف حجت قائم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے نبی اور رسول بھیجے تھے ان کو ایمان لانے اور اعمال صالحہ کر
کی دعوت دی تھی تا کہ وہ بھی جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہو جائیں اور ان کو اس لیے دعوت دی کہ کل قیامت کے دن
یہ شکوہ نہ کریں کہ ہم کو کسی نے ایمان لانے کی دعوت نہیں دی ورنہ ہم بھی ایمان لے آتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے
مویشی بنائے جن کے یہ مالک ہیں ○ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا پس ان میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے
اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں ○ اور ان کے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں اور پینے کی چیزیں کیا پس وہ شکر ادا نہیں کرتے ○
(یٰسٓ: ۷۳۔۷

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کو یاد دلایا ہے کہ اس نے مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا ہے قو
ہیکل بیلوں سے انسان ہل چلواتا ہے کنویں پر رہٹ چلواتا ہے لمبے چوڑے اونٹوں کی ناکوں میں نکیل ڈال دیتا ہے مضب
اور توانا گھوڑوں کے منہ میں لگام ڈال دیتا ہے گایوں بھینسوں اور بکریوں سے دودھ نکالتا ہے ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت
کھاتا ہے ان کے جسموں پر جو اون ہوتا ہے ان سے اپنے لیے گرم کپڑے تیار کر لیتا ہے نوزائیدہ بھیڑ کے بچوں کی کھالوں
قراقلی ٹوپیاں بناتا ہے بکرے اور گائے کی کھالوں سے جوتیاں مشک اور ڈول بنا لیتا ہے اور ان سے دیگر اور بہت فائد
حاصل کرتا ہے۔

آخر میں فرمایا کیا پس وہ شکر ادا نہیں کرتے! یعنی دن رات وہ ان نعمتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان نعمتوں سے فائ
اٹھاتے ہیں پھر بھی ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کا شکر ادا نہیں کرتے بایں طور کہ وہ اس کو واحد لاشریک مانیں اور ان نعمتو
کے عطا کرنے میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں صرف اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں ان نعمتوں کا شکر ادا کر
کے لیے کسی اور کے آگے سجدہ ریز نہ ہوں اپنی حاجات میں صرف اللہ عزوجل کو پکاریں اور اسی سے مدد طلب کریں اس
آگے ہاتھ پھیلائیں اسی سے منتیں اور مرادیں مانگیں کہ سب اسی کے محتاج ہیں سب اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں:

یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ. (الرحمٰن: ۲۹)

آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہیں سب اسی سے سوا کرتے ہیں وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے۔

سو تم بھی اسی سے مانگو اسی سے سوال کرو اسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ!

ہر چند کہ کسی نعمت کے ملنے کے بعد زبان سے الحمد للہ رب العلمین کہہ دینا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے لیکن اس
ساتھ ساتھ ادائیگی شکر کے لیے انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت جس مصرف میں خرچ کرنے کے لیے دی ہے ا
نعمت کو اس مصرف میں خرچ کرے اور اگر وہ اس نعمت کو اس مصرف میں خرچ نہیں کرے گا تو یہ ناشکری ہے اور اگر اس مصرف

کے خلاف اس نعمت کو خرچ کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہے' گناہ کبیرہ ہے اور بغاوت ہے اور نہایت سنگین بات ہے' مثلاً آنکھیں دی ہیں تاکہ ان سے ماں باپ کو' علماء کو' روضہ انور کو اور کعبۃ اللہ کو دیکھے' اگر ان کو دیکھے گا تو آنکھوں کا شکر ادا ہوگا' نہیں دیکھے گا تو ناشکری ہوگی' اور اگر ان آنکھوں سے پرائی بہو بیٹیوں کو' ننگی فلموں کو اور دیگر فحش چیزوں کو دیکھے گا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کے سوا اور چیزوں کو معبود قرار دیا تاکہ ان کی مدد کی جائے O حالانکہ وہ (بت) کسی کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (بلکہ) وہ (مشرکین) خود ان (کی مدافعت) کے لیے کمر بستہ لشکر ہیں O سو ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں' بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں O (یٰسۤ: ۷۴-۷۶)

توحید کی ترغیب اور شرک کی مذمت

ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کے ان عظیم احسانات کو فراموش کر دیا اور اس کی قدر ناشناسی کی' اور اللہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کے بجائے ایسے بتوں کی پرستش شروع کر دی جو اپنے وجود میں خود ان کے محتاج تھے انہوں نے پتھروں کی تراش خراش کر کے مورتیاں بنائیں اور کہا یہ پچھلے زمانہ کے نیک بندوں کی صورتیں ہیں' انہوں نے لات' منات عزیٰ اور ہبل کے نام سے بت بنا ڈالے اور کہا یہ اللہ کے مقبول بندوں کے مجسمے ہیں ان کی پرستش کرنے سے وہ راضی ہوگا پھر ان کی پوجا کرنی شروع کر دی' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے نیک بندوں کی مورتیاں بناؤ اور ان کی عبادت کرو اور نہ نیک بندوں نے اپنی زندگی میں کبھی لوگوں سے یہ کہا تھا کہ جب ہم اس دنیا سے گزر جائیں تو پھر تم ہماری عبادت شروع کر دینا' اس کے عوض ہم قیامت کے دن خدا کے سامنے تمہاری شفاعت کریں گے یہ مشرکین اپنے شرک کرنے اور مشرکانہ عقائد پر زور دینے کے لیے ایسا ضرور کہتے ہیں لیکن ان کے پاس اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ (یوسف: ۴۰)

اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کر رہے ہو وہ محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی گھڑ لیے ہیں' اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

یہ تمہارے خود ساختہ معبود تمہاری مدد کرنے کی سر مو طاقت نہیں رکھتے بلکہ یہ اپنے وجود میں تمہارے محتاج ہیں تم نے ان کو بنایا' پھر ان کے معبود ہونے کا پروپیگنڈا کیا' تم نے ان کے سامنے چڑھاوے پیش کیے منتیں اور مرادیں مانیں' ان کے سامنے نذریں گزاریں ان کے آستانوں پر ان کے چرنوں میں جانوروں کا خون بہایا اور بھینٹ چڑھائی یہ تمہاری مدد کیا کریں گے تم تو خود ان کی مدد کرنے پر ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہو۔

ہندوستان میں رام چندر' سیتا اور کرشن کے بت بنائے جاتے ہیں اور ان کی پرستش کی جاتی ہے' ان کے نام کی دہائی دی جاتی ہے' عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم کے بت بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں' حالانکہ ان میں سے کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے' ان بتوں کی خدائی ان مشرکین کے پروپیگنڈے کی مرہون منت ہے' اور اصل میں خدا وہ ہے جس کی خدائی کا ثبوت کائنات کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے' کوئی مانے یا نہ مانے' کوئی اس کو پکارے یا نہ پکارے' کوئی اس کی عبادت کرے یا نہ کرے وہ بہر حال رب العلمین ہے اور ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

کفار آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو کبھی شاعر کہتے' کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنون کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں' جب ان کا اپنے خالق اور مالک اور اپنے محسن' منعم اور پروردگار کے ساتھ یہ حال ہے کہ وہ

marfat.com

اس کی الوہیت میں بے جان مورتیوں کو درختوں کو اور عناصر کائنات کو شریک کرتے ہیں اور اللہ کا حق کم تر چیزوں کو دے رہے ہیں تو آپ تو پھر بہرحال اس کے بندے ہیں اور نبی ہیں اس کا پیغام لانے والے اور داعی ہیں یہ اگر آپ کو نہیں پہچان رہے تو کیا گلہ ہے یہ تو اپنے رب کو بھی نہیں پہچان رہے!

فرمایا بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں' یعنی ہم ان کو اس کی پوری پوری سزا دیں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کے چھپانے کا پہلے ذکر فرمایا' کیونکہ اللہ کا علم غیب اس کے علم شہادت پر مقدم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جواب غیب ہے وہ بعد میں ظاہر ہو جائے گا' اور اس میں یہ ارشاد ہے کہ اے میرے بندو! باطن کی اصلاح کو ظاہر کی اصلاح پر مقدم رکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا تھا پھر یکا یک وہ کھلا ہوا جھگڑالو بن گیا O وہ ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ O آپ کہیے ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جاننے والا ہے O جس نے سرسبز درخت سے تمہارے لیے آگ پیدا کی پھر تم اس سے یکا یک آگ سلگا لیتے ہو O

(یٰسۤ: ۸۰۔۷۷)

انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا اعتراض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہڈی لے کر آیا پس کہنے لگا: اے محمد! کیا اللہ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد پھر اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو اٹھائے گا' تجھ کو موت دے گا' پھر تجھ کو زندہ کرے گا' پھر تجھ کو جہنم کی آگ میں داخل کر دے گا' حضرت ابن عباس نے کہا پھر یٰسۤ: ۸۰۔۷۷ آیات نازل ہوئیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۲۹' قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۰۶ جدید' حاکم نے کہا امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا' ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو امام ابن مردویہ' امام سعید بن منصور' امام ابن المنذر' امام بیہقی' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام عبد الرزاق وغیرھم کے حوالوں سے متعدد اسانید اور متعدد الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے' امام ابن مردویہ کی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابی بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرانی اور بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور کہنے لگا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہمیں اس سے ڈراتے ہیں کہ جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل سڑ جائیں گی تو خدا ہم کو نئی زندگی دے کر دوبارہ پیدا کرے گا! پھر اس نے اس ہڈی کو چورا چورا کر کے اس کا برادہ ہوا میں اڑا دیا اور کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو کون زندہ کرے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ تجھ کو موت دے گا پھر تجھ کو زندہ کرے گا اور تجھ کو جہنم میں ڈال دے گا' اس موقع پر یٰسۤ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۳۹۔۳۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۰۳۔۳۲۰۲' الدر المنثور ج ۷ ص ۶۷۔۶۶)

مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلائل

ان آیات میں اور ان سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر متنبہ کیا ہے اور حیات بعد الموت پر دلائل قائم کیے ہیں' اس سے پہلے فرمایا تھا: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے

marfat.com

بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی بنائے جن کے یہ مالک ہیں ○ کیا یہ مویشیوں کی خلقت پر غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کو کیسی حکمت اور مصلحت سے پیدا کیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ان اشیاء کو پیدا کرنا اس کے اختیار اور اس کی قدرت پر دلالت کرتا ہے اور جب وہ ان مختلف الحقائق مویشیوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو قیامت کے بعد تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار اور قدرت کو ایک اور طریقہ سے واضح فرمایا ہے' اس نے فرمایا: ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور نطفہ انسان کی منی کی ایک بوند ہے جس کے اگر اجزاء فرض کیے جائیں تو وہ سب مساوی اور متشابہ ہیں' پھر اس سے انسان کو بنایا جس میں خون بھی ہے' گوشت بھی ہے بال بھی ہیں اور رگیں اور پٹھے بھی ہیں اور ہڈیاں بھی ہیں' اگر نطفہ میں مختلف اجزاء ہوتے تو کہا جا سکتا تھا کہ فلاں جز سے خون بن گیا اور فلاں جز سے گوشت بن گیا اور فلاں جز سے رگیں اور پٹھے بن گئے اور فلاں جز سے بال بن گئے اور فلاں جز سے ہڈیاں بن گئیں' لیکن یہاں پر تو اس پانی کی بوند کے اجزاء ایک جیسے ہیں ان سے یہ مختلف چیزیں کیسے وجود میں آ گئیں' پھر زبان بھی گوشت کا ٹکڑا ہے اور ناک بھی گوشت کا ٹکڑا ہے' زبان میں لمس اور ذائقہ کی حس ہے اور ناک میں سونگھنے کی حس ہے' نیز زبان میں بولنے کی قوت ہے کان میں سننے کی قوت ہے اور یہ سب اعضاء گوشت کے ہیں' پھر ایک ہی گوشت کے ٹکڑے میں ایک جگہ ایک اثر ہے اور دوسری جگہ اس سے مختلف اثر ہے' آنکھ میں بھی چربی ہے اور انسان کے جسم میں اور بھی چربی ہے' ایک چربی سے دکھائی دیتا ہے تو دوسری چربی سے کیوں دکھائی نہیں دیتا' تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس قادر و قیوم کی قدرت اور اس کی حکمت ہے وہ گوشت کے جس ٹکڑے سے چاہے سنوا دے' جس سے چاہے گویائی کرا دے' جس سے چاہے سونگھنے کے اثرات پیدا کر دے' جب انسان اپنے اعضاء میں غور کرے تو ہر عضو کے خواص اور اس کے اثرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرتے ہیں تو دوبارہ ایسے ہی انسان کو پیدا کرنے کو تم کیوں اس کی قدرت سے بعید سمجھتے ہو کیا اس نے تم کو پانی کی ایک بے جان بوند سے نہیں بنایا' پھر جب تم بے جان ہو جاؤ گے تو وہ تم کو کیوں نہیں بنا سکے گا' کیا اس نے تم کو مٹی سے نہیں بنایا تو جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے تو وہ تم کو کیوں نہیں بنا سکے گا۔

منکرین حشر کے شبہات اور ان کے جوابات

منکرین حشر کے دو گروہ تھے' ایک وہ تھے جو بغیر کسی دلیل کے محض انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بعید سمجھتے تھے' اور دوسرے وہ تھے جو یہ شبہ پیش کرتے تھے کہ جب انسان مر جائے گا اور اس کا گوشت گل سڑ جائے گا اور اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور انسان کا جسم مٹی کے ذرات سے تبدیل ہو جائے گا اور جب بہت سے اجسام مٹی کے ذرات بن کر بکھر جائیں گے اور ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے تو ان مختلف اور مختلط اجزاء کو کیسے الگ الگ کیا جائے گا' پھر ان کو کس طرح جوڑ کر وہی پہلے والا جسم بنایا جائے گا۔

منکرین حشر کا پہلا گروہ جو مرنے کے بعد انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو بغیر کسی دلیل کے بعید جانتا تھا ان کا ذکر حسب ذیل آیات میں ہے:

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ. (السجدہ: ۱۰)

اور کفار نے کہا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم ضرور از سر نو پیدا کیے جائیں گے؟

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ○ (الصّٰفّٰت: ۵۳)

کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا ضرور ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور منکرین حشر کا دوسرا گروہ جس کو وقوع حشر میں شبہات تھے ان کا ذکر سورۃ یٰسٓ کی ۷۷۔۷۸ آیات میں کیا گیا ہے'

marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: آپ کہیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا! اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جاننے والا ہے O رہا ان کا یہ شبہ کہ جب یہ ذرات ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے تو ان کو کون باہم ممتاز کرے گا تو یہ اشکال اس پر ہو سکتا ہے جس کا علم ناقص ہو اور جو علیم ہو اور اس کا علم کامل ہو جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہو اس کے لیے ان مخلوط ذرات کی الگ الگ پہچان اور شناخت کیا مشکل ہے اور رہا یہ کہ ان ذرات کو کس طرح جمع کیا جائے گا تو یہ اشکال بھی اس پر ہو سکتا ہے جس کی قدرت ناقص ہو اور جس نے اس عظیم الشان کائنات کو ایک لفظ کن سے بنا دیا اس کے لیے اس جیسی کائنات کو دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہے!

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر متنبہ کرنے کے لیے فرمایا: جس نے سرسبز درخت سے تمہارے لیے آگ پیدا کی پھر تم اس سے یکایک آگ سلگا لیتے ہو O (یٰسٓ: ۸۰)

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آگ کی حرارت پانی کو بخارات بنا کر اڑا دیتی ہے' سرسبز درخت میں پانی کی نمی ہوتی ہے اور آگ اس کو جلا دیتی ہے' انسان کے جسم میں حیات اسی طرح جاری ہے جس طرح سرسبز درخت میں پانی کی نمی جاری ہوتی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اس کی ضد آگ کو قبول کرنے کی تاثیر رکھی ہے اور یہ بھی اس کی قدرت کا ثمرہ ہے تو ایسے قادر و قیوم اور خلاق علیم سے تم اس کائنات کا دوبارہ بنانا کیوں مستبعد قرار دیتے ہو۔

ہڈیوں کے پاک ہونے پر دلائل

یٰسٓ: ۷۸ میں بوسیدہ ہڈیوں کا ذکر ہے اور ایک کافر کے اس قول کا ذکر فرمایا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا' گویا اس آیت میں یہ مقرر رکھا ہے کہ ہڈیوں میں موت نفوذ کر جاتی ہے' اور اس میں بہ ظاہر امام شافعی کے قول کی تائید ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ جس طرح جسم کے گوشت اور پوست میں موت حلول کر جاتی ہے اسی طرح ہڈیوں میں بھی موت حلول کر جاتی ہے اور جس طرح مردہ نجس ہوتا ہے اس طرح اس کی ہڈیاں بھی نجس ہوتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ اور فقہاء جو کہتے ہیں کہ ہڈیاں پاک ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ہڈیوں میں موت نفوذ نہیں کرتی' کیونکہ موت کا نفوذ کرنا اس پر موقوف ہے کہ پہلے ہڈیوں میں حیات ہو' اور حیات احساس کو مستلزم ہے اور ہڈیوں میں کوئی احساس نہیں ہوتا' کیونکہ ہڈی کو کاٹنے سے کوئی درد نہیں ہوتا جیسا کہ جانوروں کے سینگھ اور ان کے کھروں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے' اور انسان کی ہڈی کو کاٹنے سے جو درد ہوتا ہے وہ درد ہڈی میں نہیں ہوتا بلکہ ہڈی سے متصل جو گوشت ہے دراصل اس میں درد ہوتا ہے' اور اس آیت میں کافر کا جو قول مذکور ہے کہ ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد ان کو کون زندہ کرے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہڈیوں سے مراد ہڈیوں والا انسان ہے۔

ہڈیوں کے پاک ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ مردہ اپنی ذات میں نجس نہیں ہوتا بلکہ وہ اس لیے نجس ہوتا ہے کہ اس میں بہنے والا خون ہوتا ہے اور وہ نجس ہے اور اس میں دیگر رطوبتیں ہوتی ہیں جو نجس ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ اتصال کی وجہ سے مردہ بھی نجس ہو جاتا ہے جب کہ ہڈیوں میں نہ خون ہوتا ہے اور نہ دیگر رطوبتیں ہوتی ہیں' اس لیے ہڈیاں پاک ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۳ ص ۸۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے اس موقف پر کہ ہڈیاں پاک ہیں حسب ذیل آثار میں صراحت ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ فرماتے ہیں:

زہری نے مردار کی ہڈیوں مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا میں نے بہ کثرت متقدم علماء کو دیکھا وہ ہاتھی دانت کی

بنی ہوئی کنگھیوں سے کنگھی کرتے تھے اور ہڈیوں کے بنے ہوئے برتنوں میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح البخاری ص ۶۷' دارارقم بیروت)

انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد بال کے پاک ہونے کے متعلق احادیث

اسی طرح امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو بال الگ ہو جاتا ہے وہ بھی نجس اور ناپاک ہے اگر وہ بال پانی میں گر جائے گا تو وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے' امام بخاری نے اس قول کے رد میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک بال ہے جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے گھر والوں کی جانب سے ملا تھا' عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس آپ کا کوئی بال ہوتا تو وہ مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۷۰' دارارقم بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ کا بال حاصل کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۹۸۲۔۱۹۸۱' سنن الترمذی رقم الحدیث ۹۱۲' السنن الکبریٰ رقم الحدیث ۴۱۱۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک المعروف بابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام شافعی کے اس قول کے رد کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ انسان کا بال جب جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور جب وہ بال پانی میں گر جائے تو وہ پانی بھی نجس ہو جائے گا' اور عطا کے قول کا ذکر کیا ہے کہ انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر انسان کا بال نجس ہوتا تو اس سے دھاگے اور رسیاں بنانا جائز نہ ہوتا۔ اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال رکھنا اور اس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا بال طاہر ہے' اور عطا کے قول کے موافق جمہور علماء کا مذہب ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کے جسم سے جو بال یا ناخن الگ ہو جائے وہ نجس نہیں ہے' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک رکھا ہوا تھا جنگ یمامہ میں ان کی ٹوپی گر گئی' ان کو اس سے بہت رنج ہوا اور انہوں نے اس ٹوپی کو عین حالت جنگ میں اٹھا لیا' ان کے اصحاب نے اس وجہ سے ان کو کافی ملامت کی کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں کے قاتلوں سے جنگ کر رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے اس کو اٹھانے میں جلدی نہیں کی لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں جائے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال ہو۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۲۶۵' مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

بال' ہڈی اور دیگر سخت اور ٹھوس اجزاء کی طہارت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال پاک ہے' اسی طرح تمام مردہ جانوروں کے بال پاک ہیں اور ان کے وہ سخت اور ٹھوس اجزاء بھی پاک ہیں جن میں خون نہیں ہوتا' مثلاً سینگھ' ہڈی' دانت' کھر' اون' پشم' بال اور پر وغیرہ' بدائع الصنائع' تحفۃ الفقہاء اور فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی طرح مذکور ہے' امام مالک' امام احمد' اسحاق' مزنی' عمر بن عبدالعزیز' حسن'

marfat.com

حماد اور داؤد نے بھی ہڈیوں کے پاک ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے شرح المہذب میں حسن' عطا' اوزاعی اور لیث سے یہ نقل کیا ہے کہ ہڈی موت سے نجس ہو جاتی ہے لیکن دھونے سے پاک ہو جاتی ہے اور قاضی ابو الطیب سے نقل کیا ہے کہ بال' پشم' اون' ہڈی' سینگ اور کھر میں حیات کا حلول ہوتا ہے' اور یہ چیزیں موت سے نجس ہو جاتی ہیں اور یہی مذہب ہے' مزنی' بویطی' ربیع اور حرملہ نے اس مذہب کو امام شافعی سے روایت کیا ہے' اور مزنی نے امام شافعی سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے کہ آدمی کا بال نجس ہوتا ہے' ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آدمی کا بال اس کی کھال کے تابع ہے اگر کھال پاک ہے تو اس کے بال پاک ہیں اور اگر کھال نجس ہے تو اس کے بال نجس ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے متعلق قطعی اور صحیح مذہب یہ ہے کہ آپ کے بال پاک ہیں' جو شخص اس کے خلاف کوئی بات کہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا' آپ کے مبارک بالوں کا مرتبہ تو الگ رہا آپ کے تو فضلات کریمہ بھی طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۲۔۵۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کو اپنے پاس بہ طور تبرک رکھا' تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مکرم ہے اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں' کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا' اور حق یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں آپ کا وہی حکم ہے جو تمام مکلفین کا ہے' ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو اور آپ کے فضلات (خون' منی' بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے' اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فُضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے' پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی' آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۷ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۶۹۵۰ طبع جدید المکتبہ العصریہ ۱۴۲۰ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۴۲۵۳' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید' ۱۴۱۸' علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ نے کہا اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے' نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱' طبع جدید ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے اس کو نگل لے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۴۳' جمع الجوامع رقم الحدیث ۸۰۳۶' کنز العمال رقم الحدیث ۳۲۲۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں[1] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا' آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے' ایک رات میں اٹھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو' میں نے کہا اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں' پھر آپ نے فرمایا: سنو اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۴-۶۳ قدیم' المستدرک رقم الحدیث ۶۹۱۲ جدید' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۸۹' رقم الحدیث ۲۳۰' کنز العمال رقم الحدیث ۳۴۲۵۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۷۵۴۹' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۳۰۲-۳۰۱ ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۱' طبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے' آپ نے اس میں پیشاب کیا' پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی' ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھیں' آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا' انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا' آپ نے فرمایا تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۹' رقم الحدیث ۴۷۷' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۰۶-۲۰۵' رقم الحدیث: ۵۲۷' السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۷' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۳۸' رقم الحدیث ۵۲۰۰' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۲-۳۲۱' الطبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی' آپ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے اس کو غائب کر دیا' آپ نے فرمایا شاید تم نے پی لیا! میں نے کہا میں نے اس کو پی لیا۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث: ۲۴۳۶' حافظ الہیثمی نے کہا بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی آپ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں' پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو' میں نے اس کو

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا' ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴

marfat.com

چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۴۳۴' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰' التاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۸۰' رقم ۵۴۱۸۔ ۲۵۲۴' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۸۴۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۲)

عبدالرحمٰن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا' ان سے کہا گیا کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی لیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۰۹۸' دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴) (حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہو گیا' ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو' انہوں نے کہا نہیں! خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے' پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳' رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبداللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی' جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبداللہ اس خون کو ایسی جگہ گرا دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے' حضرت ابن الزبیر کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہو گا! دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں ہو! آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہو گا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۶ طبع جدید' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۸۷۱ طبع جدید' المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۶۳۴۳ طبع جدید' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۰ ص ۱۲۵' ۱۲۴' رقم الحدیث: ۶۲۲۵۔ ۶۲۲۴۔ ۶۲۲۳۔ ۶۲۲۲' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳۔ ۴۲' رقم الحدیث: ۱۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۷۲۳۴۔ ۳۳۵۹۱' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹۔ ۹۸' الطبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہو گا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہو گا' اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے' حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کر دی تھی' بنوامیہ کو اس پر افسوس ہوا' یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا' پھر عبدالملک

بن مروان نے اپنے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنو امیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے یہ جو فرمایا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ○ (مریم: ۷۲-۷۱)

اور بے شک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دہرا عذاب ہو' ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو رہا' حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی:

جزیا مومن فقد اطفاء نورک لھبی.

اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھا دیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۸۴۴۶)

حضرت ابوسمینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں ورود کا معنی دخول ہے' پس ہر نیک اور بد شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مومنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوگئی تھی' پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۸۴۴۷)

اس کی پوری بحث تبیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲-۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کریمہ کی طہارت کی احادیث پر ملا علی قاری نے چند فنی اعتراضات کیے ہیں ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۸۹-۷۸۳ میں ان اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں قارئین کی علمی ضیافت کے لیے ہم ان اعتراضات اور جوابات کو یہاں بھی ذکر کر رہے ہیں۔

فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے جو یہ روایت ذکر کی ہے زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی' اس کو امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ موضوع ہے (اس کا جواب جمع الوسائل کے حوالے سے خود ملا علی قاری کی عبارت میں آ رہا ہے) قاضی عیاض نے دوسری روایت جو امام محمد بن سعد کے حوالے سے ذکر کی

marfat.com

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے الحدیث' ابن دحیہ نے کہا کہ اس کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں قوی ترین حدیث ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث فضلات کی طہارت پر نہیں بلکہ اس کی ضد پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ زمین کے نگلنے سے معلوم ہوتا ہے' البتہ پاکیزہ خوشبو ان کی طہارت پر دلالت کرتی ہے۔ امام بغوی نے فضلات کی طہارت پر یہ دلیل قائم کی کہ آپ کے پیشاب اور خون سے شفاء حاصل کی گئی ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس چیز سے شفاء حاصل کی جائے اس کا طاہر ہونا لازم نہیں ہے' کیونکہ اونٹوں کے پیشاب سے بھی شفاء حاصل کی گئی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب نجس ہے۔ (شرح الشفاء ج ۱ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی قاری نے امام بیہقی کے حوالے سے حضرت عائشہ کی روایت کو جو موضوع کہا ہے' ہم نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا ہم نے امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی الطبقات الکبریٰ (ج ۱ص ۱۳۵) کی روایت کو ذکر کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور اس بات میں قوی ترین حدیث ہے' اور انہوں نے اونٹوں کے پیشاب سے جو معارضہ کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے! کہاں حضور کا بول مبارک اور کہاں اونٹوں کا پیشاب! اونٹوں کا پیشاب سخت بدبودار ہوتا ہے اور جہاں آپ کا بول و براز گرتا تھا اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی' اس حدیث کی قوت خود علی قاری کو بھی تسلیم ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک پر اونٹوں کے پیشاب سے معارضہ کرنا' سخت حیرت کا باعث ہے۔

نیز ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی چیز ناپسندیدہ اور ناپاک نہیں تھی' ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی دھوتی تھیں' آپ پتھر اور ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے نیز اگر آپ سے خارج ہونے والی چیزیں پاک ہوتیں تو وہ چیزیں حدث ناقص (وضو اور غسل کا سبب) نہ ہوتیں' جیسے پسینہ' تھوک اور رینٹ وغیرہ ہیں' اور اس پر اجماع ہے کہ وضو ٹوٹنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مثل ہیں سوا اس چیز کے جس کا استثناء ہے مثلاً نیند' کیونکہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ (شرح الشفاء ج ۱ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے' آپ کے فضلات کریمہ کے طاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت کے لیے طاہر ہیں' باقی آپ کے حق میں ان کا خروج موجب حدث ہے' اسی وجہ سے آپ استنجاء' وضو اور غسل فرماتے تھے امت کے لیے ان کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ اور صحابیات نے آپ کا پیشاب اور خون پیا اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوس کر پی لیا۔

ملا علی قاری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مثل کو حاکم' بزار' بیہقی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے لیکن قاضی عیاض نے اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی طہارت پر جو استدلال کیا ہے اس پر ملا علی قاری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے۔ (شرح الشفاء ج ۱ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آسکا کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوسنے کی کون سی طبعی یا شرعی ضرورت تھی' جس کی وجہ سے ان کے لیے خون چوسنا مباح ہو گیا تھا! حقیقت یہ ہے کہ حضرت مالک بن

سنان رضی اللہ عنہ نے کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ غلبہ محبت کی بناء پر آپ کے زخم سے خون چوسا تھا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون یا پیشاب پیا' آپ نے ان میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ اپنا منہ دھوؤ' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا خون اور پیشاب پاک ہے' ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے' نہ عدم حکم پر دلالت ہے' علاوہ ازیں پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا اور اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا' تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو۔ یا آپ کا اعتماد ہو کہ وہ منہ دھولیں گے' ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت کیا اور اس کو برقرار رکھا تب طہارت ثابت ہو جائے گی۔ (شرح الشفاء ج ا ص ۱۷۱' بیروت ۱۴۲۱ھ)

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے نہ عدم حکم پر دلالت ہے' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ فضلات نجس ہوتے تو آپ پر لازم تھا کہ آپ انہیں دھونے کا حکم دیتے اور جب دھونے کا حکم نہیں دیا تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ فضلات طاہر ہیں جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا' سوال یہ ہے کہ کس کے پیشاب لگنے سے؟ عام آدمی کے؟ تو بے شک یہ انہیں معلوم تھا کہ عام آدمی کے پیشاب لگنے سے اس جگہ کو دھونا لازم ہے' لیکن یہ عام آدمی کا پیشاب تو نہیں تھا! اگر ان کے نزدیک اس پیشاب کا حکم بھی عام آدمی کے پیشاب کی طرح ہوتا تو وہ اس کو کیوں پیتے؟ ظاہر ہے کہ وہ آپ کے پیشاب کو طاہر سمجھتے تھے جبھی تو انہوں نے اس کو پیا تھا' اب اگر بالفرض یہ پیشاب ان کے گمان کے برخلاف ناپاک ہوتا تو آپ پر لازم تھا کہ آپ بتاتے کہ اپنا منہ دھولو۔

ملا علی قاری نے کہا اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو یا آپ کو اعتماد ہو کہ وہ خود دھولیں گے۔

اگر مان لیا جائے کا کیا مطلب ہے؟ فی الواقع آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تھا' اور یہ صرف طہارت کا احتمال نہیں ہے بلکہ طہارت پر قوی دلیل ہے کیونکہ نبوت کے منصب کا یہ تقاضا ہے کہ جب بھی کوئی شخص غلط کام کرے تو نبی اس کی اصلاح کرے' اس وجہ سے نبی کا کسی چیز پر خاموش رہنا اس کے جواز کی دلیل ہوتا ہے کیونکہ نبی کسی غلط کام پر خاموش نہیں رہ سکتا' اور یہ جو کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو سو یہ بھی غلط ہے' کیونکہ امور تبلیغیہ میں ذہول نہیں ہوتا' پھر یہ ایک دفعہ کا واقعہ تو نہیں ہے متعدد مرتبہ آپ کے سامنے خون پیا گیا اور آپ نے کسی مرتبہ منہ دھونے کا حکم نہیں دیا کیا ہر بار ذہول ہو گیا تھا؟ اور یہ جو کہا ہے کہ آپ کو یہ اعتماد تھا کہ وہ خود دھولیں گے' یہ بھی غلط ہے آپ کو یہ اعتماد تو تب ہوتا جب آپ یہ جانتے کہ صحابہ کے نزدیک آپ کے فضلات نجس ہیں' وہ تو آپ کے فضلات کو پاک سمجھتے تھے اور ان کو پیتے تھے تو پھر آپ کو ان کے دھونے پر اعتماد کیسے ہوتا! ملا علی قاری نے لکھا ہے ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کو مقرر رکھا تو پھر طہارت ثابت ہوگی۔

یعنی اگر کوئی شخص مثلاً صبح سے ظہر تک' یا ظہر سے عصر تک اپنے منہ پر کوئی ناپاک چیز لگائے رکھے تو ملا علی قاری کے نزدیک حضور اس کو اس لیے منع نہیں کریں گے کہ یہ ابھی نماز نہیں پڑھ رہا' کیا نماز کے علاوہ باقی اوقات میں منہ پر ناپاک چیز لگائے رکھنا جائز ہے؟ اور نماز کے علاوہ کوئی شخص اپنے منہ پر خون یا پیشاب مل لے تو کوئی حرج نہیں ہے؟ اس لیے فضلات

marfat.com

کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پیشاب یا خون دوبارہ پینے سے منع نہیں فرمایا اور یہ ان کی طہارت کی دلیل ہے' ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منع کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی جب کسی شخص نے عمداً اور بلاضرورت یہ کام کیا ہوتا' اور عنقریب روایت میں رہا ہے کہ حضرت برکہ نے لاعلمی میں پیشاب پیا تھا (یعنی ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ پیشاب ہے) اور ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے؟ اور ایک روایت میں ہے دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔ (شرح الشفاء ج ا ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

صحابہ میں سے جس نے بھی آپ کا خون یا پیشاب پیا تھا وہ کسی ضرورت سے نہیں پیا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کی وجہ سے پیا تھا اور عمداً پیا تھا' خون اور پیشاب پینے کے متعدد واقعات ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

حاکم اور دار قطنی نے روایت کیا ہے اور حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک جانب رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا' میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو پی لیا درآں حالیکہ مجھے پتا نہیں تھا' جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے ام ایمن! اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو' میں نے کہا اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا' آپ ہنسے اور فرمایا بخدا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا' اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالے میں پیشاب کرتے تھے جس کو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا' ایک دن آپ نے وہ پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہیں تھا' ایک عورت جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ کی خادمہ تھی اور ان کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی آپ نے اس سے پوچھا اس پیالہ میں جو پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اس کو میں نے پی لیا' آپ نے فرمایا اے ام یوسف! تم صحت مند رہو گی' ابن دحیہ نے کہا یہ دو مختلف عورتوں کے دو مختلف واقعے ہیں پہلی عورت برکہ ام ایمن ہیں اور دوسری عورت برکہ ام یوسف ہیں۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی قاری نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ (شرح الشفاء ج ا ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ دو واقعے ہیں' اور یہ قول کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا حضرت برکہ ام ایمن کا ہے' اور حضرت برکہ ام یوسف کے واقعہ میں یہ قول نہیں ہے کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا۔ اس لیے ملا علی قاری کا مطلقاً یہ کہنا درست نہیں ہے کہ پینے والوں نے عمداً اور بلاضرورت نہیں پیا۔

اسی طرح حضور کا خون پینے کے بھی متعدد واقعات ہیں' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا' ان میں ابوطیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا' یہ روایات بزار' طبرانی' حاکم' بیہقی اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث میں سے کسی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے لاعلمی میں خون پیا' صرف حضرت ام ایمن کی روایت سے

"لا اشعر" کا لفظ دیکھ کر مطلقاً یہ کہنا کہ "حضور دوبارہ پینے سے اس وقت منع کرتے جب پینے والوں نے بلا ضرورت اور عمداً پیا ہوتا" سخت مغالطہ آفرینی ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ: سالم بن الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔

ہر خون کا حرام ہونا اور اسی طرح آپ کے خون کا بھی حرام ہونا طہارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ حرمت کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے' دراصل اس عبارت سے ملا علی قاری' قاضی عیاض پر یہ رد کرنا چاہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے یہ استدلال کیا تھا کہ اگر آپ کے فضلات نجس ہوتے تو آپ کسی کو دوبارہ پینے سے منع کرتے' سو ملا علی قاری نے ابن عبد البر کے حوالے سے یہ لکھا کہ ایک روایت میں ہے: **لا تعد فان الدم کله حرام** ۔"دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ابن عبد البر کی کتاب کو دیکھا اس میں سالم کے تذکرہ میں فصد کا یہ واقعہ مذکور ہے لیکن " **لا تعد فان الدم کله حرام** " کا ذکر نہیں اور ملا علی قاری کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہی ہے' ابن عبد البر کی اصل عبارت یہ ہے:

(سالم) رجل من الصحابة حجم النبی صلی اللہ علیه وسلم و شرب دم المحجم فقام له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اما علمت ان الدم کله حرام. (الاستیعاب ج ۲ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سالم ایک صحابی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد کا خون پی لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ن سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے **فی روایة لا تعد** نہیں لکھا' اور اگر ملا علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور نے لکھا ہے یا کسی اور روایت میں ہے تو ملا علی قاری نے اس کا حوالہ نہیں دیا اور جو چیز مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کا مختار ہو اور مستند احادیث سے ثابت ہو اس کو ایک بے سند اور مجہول روایت کی بنیاد پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ ملا علی پر رحم فرمائے' ہوسکتا ہے کہ اس تمام بحث سے ان کا مقصود یہ ہو کہ فضلات کریمہ کی طہارت ایک ظنی مسئلہ ہے اس پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے' کیونکہ جن وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے ان پر اعتراضات ہو سکتے ہیں' ملا علی قاری کی طرف سے اس توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اپنی دوسری تصانیف میں اس کے برخلاف لکھا ہے۔

فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف

ملا علی قاری حنفی شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق امام طبرانی نے سند حسن یا سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو بیت الخلاء میں جاتے ہوئے دیکھتی ہوں' پھر جو شخص آپ کے بعد بیت الخلاء میں جاتا ہے وہ آپ سے خارج ہونے والی کسی چیز کا کوئی اثر نہیں دیکھتا' آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو یہ حکم دیا ہے کہ انبیاء سے جو کچھ خارج ہو وہ اس کو نگل لے' اس حدیث کو امام ابن سعد نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے' علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بیہقی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث حسن ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے اور اس کا ذکر مناسب نہیں ہے' کیونکہ احادیث صحیحہ مشہورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر معجزات کا ذکر ہے جو حسن بن علوان کے کذب سے مستغنی کر دیتے ہیں (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ امام بیہقی کی یہ عبارت بالخصوص ابن علوان کے روایت کردہ متن پر محمول ہے اور وہ یہ

marfat.com

ہے: "کیا تم نہیں جانتیں کہ ہمارے اجسام ارواح اہل جنت کے مطابق پیدا ہوئے ہیں اور جو کچھ ان سے نکلتا ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے"۔ یا اس حدیث پر موضوع کا حکم لگانا صرف ابن علوان کی سند کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری جن سندوں سے یہ حدیث مروی ہے ان پر موضوع کا حکم نہیں ہے' یا امام بیہقی ان اسانید پر مطلع نہیں ہوئے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے (یعنی امام طبرانی' امام ابن سعد' اور امام حاکم کی ذکر کردہ اسانید) اور یہ جواب زیادہ ظاہر ہے۔

امام بیہقی کا یہ تبصرہ براز کے متعلق تھا' اور پیشاب کا تو بہت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے' آپ کی خادمہ برکہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا' اور حضرت ام حبیبہ کی خادمہ بَرَکہ ام یوسف نے آپ کا پیشاب پیا' آپ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا' آپ اس میں پیشاب کرتے تھے' اور دوسری بَرَکہ نے اس کو پی لیا' تو آپ نے ان سے فرمایا: اے ام یوسف تم تندرست ہوگئیں' اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں ہوئیں' اور پہلی بَرَکہ سے یہ روایت ہے کہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا' وہ کہتی ہیں میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھ کو پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے)' صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن جو کچھ ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو' میں نے کہا بہ خدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں' پھر آپ نے فرمایا: سنو خدا کی قسم تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا' علامہ ابن حجر نے کہا ہمارے ائمہ متقدمین اور دوسرے ائمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۶' بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر اور آپ کے باطن کو دھونا ہے۔

(جمع الوسائل ج ۲ ص ۳۔۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کردے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا' سب سے زیادہ جاننے والا ہے ○ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کا اس چیز سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "بن جا" سو وہ بن جاتی ہے ○ پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکمت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ (یٰسٓ: ۸۳۔۸۱)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ کا معنی

یٰسٓ: ۸۱ کا معنی یہ ہے کہ جس ذات نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا اور جس نے سرسبز درخت کو آگ بنا دیا اور جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا جس نے اس قدر عظیم الشان' وسیع و عریض اور قوی ہیکل چیزوں کو ابتداءً پیدا کیا' کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ دوبارہ انسانوں کو پیدا کردے' جب کہ آسمانوں' زمینوں اور اس پر نصب پہاڑوں کے مقابلہ میں جسمانی طور پر انسان بہت چھوٹی مخلوق ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا ضرور انسانوں کو (دوبارہ) پیدا کرنے سے بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(المومن: ۵۷)

پھر خود ہی فرمایا کیوں نہیں! وہ ضرور انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے' وہ ہر چیز کی جسامت اور مقدار اور اس کی صفات

کوسب سے زیادہ جاننے والا ہے' اور وہ ہر چیز کو بار بار پیدا کرنے والا ہے تو وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خلاق کا صیغہ استعمال فرمایا' اللہ تعالیٰ کی جو صفات مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ ہوں وہ سب مجاز ہیں' کیونکہ مبالغہ کا معنی ہے نفس صفت پر زیادتی' مثلاً جب کسی شخص کو علامہ کہا جائے تو اس کا معنی ہے جتنا اس کا علم ہے اس سے زیادہ اس کا علم بیان کیا جارہا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں ان پر زیادتی ممکن ہی نہیں ہے' نیز اس شخص کی صفات میں مبالغہ ممکن ہے جس کی صفت میں زیادتی اور کمی ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں زیادتی اور کمی ممکن ہی نہیں ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کی صفات پر مبالغہ کے صیغہ کا اطلاق کیا جائے گا تو وہ مجاز ہوگا۔

علامہ زرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مبالغہ کے صیغہ کا معنی ہے کہ اس کا فعل زیادہ ہو' یا اس کا معنی ہے جن پر اس کا فعل واقع ہو رہا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً خلاق کا معنی ہے وہ بہت زیادہ تخلیق فرماتا ہے' یا اس کا معنی ہے اس کی مخلوق کی تعداد بہت زیادہ ہے' اسی طرز پر علامہ زمخشری نے الکشاف میں لکھا ہے کہ تواب کا معنی ہے جن کی وہ توبہ قبول فرماتا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے' یا اس کا معنی ہے وہ بندہ کی اس قدر زیادہ توبہ قبول فرماتا ہے کہ اس پر گناہ کا بالکل اثر نہیں رہتا اور وہ بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔

کن فیکون پر خطاب بالمعدوم اور تحصیل حاصل کے اعتراض کا جواب

اس کے بعد فرمایا جب وہ کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہتا ہے تو اس کا اس چیز سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ''بن جا'' سو وہ بن جاتی ہے۔

اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز سے یہ فرماتا ہے کہ ''بن جا'' اس وقت وہ چیز موجود ہے یا نہیں ہے اگر وہ چیز موجود ہے تو پھر اس کو بننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے اور اگر وہ چیز موجود نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا معدوم سے کلام اور خطاب کرنا لازم آئے گا' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت سے صرف یہ تمثیل بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ کسی چیز کو کوئی کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتی ہے' اور جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز بنانا چاہتا ہے تو اس کا بنانا کسی چیز پر موقوف نہیں ہوتا' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے' اللہ تعالیٰ اس چیز کے علم کی طرف توجہ فرماتا ہے لہٰذا معدوم سے خطاب لازم نہیں آتا اور اس چیز کو معلوم کے درجہ میں لاتا ہے لہٰذا تحصیل حاصل لازم نہیں آتی' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے وہ چیز بالقوۃ موجود ہوتی ہے اس لیے معدوم سے خطاب لازم نہیں آتا اور پھر بالفعل موجود ہوتی ہے اس لیے تحصیل حاصل لازم نہیں آتی۔

ملکوت کا معنی

اس کے بعد فرمایا: پس سبحان ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکوت ہے۔ (یٰسٓ: ۸۳)

ملکوت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی مِلک کے ساتھ مخصوص ہے' یہ مصدر ہے اور اس میں تا کو داخل کر دیا گیا ہے' جیسے رحموت اور رھبوت میں ہے' اور ملکوت کا معنی اللہ تعالیٰ کی مملکت اور اس کی سلطنت ہے یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۱۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اس کے قبضہ اور اس کے تصرف میں ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اور پھر وہ تم کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا' اس میں صالحین کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ اور بشارت ہے اور مجرموں کے لیے سزا اور عذاب کی وعید ہے۔

سورۃ یٰسٓ کا اختتام

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں پر سورۃ یٰسٓ قرأت کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۔ ۲۶' المعجم الکبیر ج رقم الحدیث: ۵۱۰' المستدرک ج ۱ ص ۵۶۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۳)

مردوں کے پاس سورۃ یٰسٓ پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ اس وقت انسان کے قُویٰ کمزور ہوتے ہیں اور اعضاء بھی نحیف ہوتے ہیں لیکن اس کا دل اللہ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوتا ہے اور جب اس کے سامنے سورۃ یٰسٓ پڑھی جاتی ہے تو اس کے قلب کی قوت بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ اس کی تصدیق مزید قوی ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں ان کا نور اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

جب انسان پر عالم نزع طاری ہوتا ہے اس وقت اس کی روح عالم ناسوت سے عالم لاہوت کی طرف مائل بہ پرواز ہو ہے اور جب اس کو یہ سنایا جاتا ہے پس سبحان ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

آج ۲۲ محرم ۱۴۲۴ھ/ ۲۶ مارچ ۲۰۰۳ء بہ روز بدھ قبیل العصر سورۃ یٰسٓ کی تفسیر ختم ہوگئی' **فالحمد لله علی ذالک حمدا کثیرا وصلی الله تعالی علی حبیبه صلوة جزیلا** ۔ ۱۵ جنوری ۲۰۰۳ء کو اس سورت کی ابتداء کی تھی اس طرح دو اور بارہ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوئی' اس دوران میں کافی بیمار رہا' کئی بار بخار آیا' کولیسٹرول کے عوارض بھی رہے' بل پریشر بھی بڑھتا رہا اور کافی پریشانیوں کا سامنا رہا۔ میرے ایک ہمدرد اور مہربان ہیں شفیق بھائی انہوں نے مجھے پرہیزی غذائیں مہیا کیں' اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور جس طرح انہوں نے دنیا میں میری مشکل حل کی ہے' اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کی تمام مشکلات حل فرمائے۔

الٰہ العٰلمین! آپ کا اس ناکارہ اور گنہ گار پر بے حد احسان ہے اور بہت فضل و کرم ہے کہ عمر کے اس آخری حصہ میں آپ نے مجھے وہ تمام سہولتیں عطا فرمائیں جن سے میں اس تفسیر کو لکھنے کے قابل ہو سکا اور مجھے ایسی ہمت دی کہ میں اس تفسیر کو لکھ سکا اے میرے مالک اور معبود! جس طرح آپ نے سورۃ یٰسٓ کی یہ تفسیر مکمل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی تفسیر کو بھی مکمل کرا دینا' اس تفسیر کو تا قیام ساعت قائم' باقی' مقبول اور اثر آفرین رکھنا' موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دینا' مجھے' میرے والدین کو' میرے اساتذہ کو' اس تفسیر کے ناشر' مصحح اور کمپوزر کو اور اس کے معاونین' محبین اور قارئین کو محض اپنے فضل و کرم سے بخش دینا' دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں اور مصائب و آلام سے محفوظ اور مامون رکھنا اور دارین کی نعمتوں اور سعادتوں کو ہمارا مقدر بنا دینا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام علی حبیبه سیدنا محمد افضل خلقه و نور عرشه وعلی آله واصحابه وازواجه واولیاء امته وامته اجمعین.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سورة الصّٰفّٰت

سورة الصّٰفّٰت کی وجہ تسمیہ اور اس کا زمانہ نزو

اس سورت کا مشہور اور متفق علیہ نام الصّٰفّٰت ہے' کتب احادیث' کتب تفاسیر اور تمام مصاحف میں اس کا یہی نام ہے' اس سورت کے نام کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے' اس سورت کا نام الصّٰفّٰت رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۔ (الصّٰفّٰت: ۱) صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم! جو صف باندھتی ہیں۔

سورۃ الملک میں بھی صٰٓفّٰت کا لفظ آیا ہے:

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقۡبِضۡنَ ۔ (الملک: ۱۹) اور کیا انہوں نے اپنے اوپر صفیں باندھے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا جو پر پھیلاتے ہیں اور (کبھی) پر سمیٹ لیتے ہیں۔

لیکن ہم اس سے پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' تعداد نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۳۷ ہے۔ یہ سورۃ الانعام کے بعد اور سورۃ لقمان سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جمہور کے نزدیک اس میں ایک سو بیاسی آیات ہیں اور بصریوں کے نزدیک اس میں ایک سو اکیاسی آیات ہیں۔

سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تخفیف کے ساتھ امامت کرنے کا حکم دیتے تھے اور جب ہم کو نماز پڑھاتے تھے تو سورۃ الصّٰفّٰت کی قرأت کرتے تھے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۲۵' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سورۃ الصّٰفّٰت میں پانچ رکوع ہیں اور یہ ربع پارہ سے کچھ زائد ہے' اب اگر یہ اشکال ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے میں کم قرأت کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود زیادہ قرأت کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کہاں نمازوں میں ہمارا قرآن پڑھنا اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پڑھنا' جب ہم نماز میں زیادہ قرأت کرتے ہیں تو لوگ اکتا جاتے ہیں مقتدیوں میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے' کوئی بوڑھا اور ضعیف ہوتا ہے' کسی نے کہیں کام جانا ہوتا ہے' سو لوگ اس کے

منتظر ہوتے ہیں کہ کسی طرح امام قرأت ختم کرے تو ہم کو آرام حاصل ہو یا ہم اپنے کام پر جا سکیں' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن مجید پڑھتے تو سننے والوں کو اس طرح کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ کاش ساری عمر آپ یونہی قرآن مجید پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں' اور اگر ہمیں قیامت تک کی بھی عمر ملے تو وہ یونہی آپ کی اقتداء میں قرآن مجید سنتے ہوئے بسر ہو جائے' اور نماز میں جب' بیمار' کمزور اور کسی کام پر جانے والے ہوتے تھے تو جب وہ آپ سے قرآن سنتے تھے تو بیماروں کو اپنی بیماری بھول جاتی تھی' ضعیفوں کو ضعف بھول جاتا تھا اور کام پر جانے والوں کو کام بھول جاتا تھا۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ جب بیمار آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ان کی بیماری جاتی رہتی تھی ضعیفوں کا ضعف جاتا رہتا تھا اور جو کسی کام کے لیے جانے والے ہوتے تھے ان کا کام بن جاتا تھا۔

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرموت کے سرداروں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' ان میں بنو ولیعہ جمد' مخوس' مشرح' ابضعہ اور ان کی بہن العمردہ بھی شامل تھی اور ان میں الاشعث بن قیس بھی تھا اور وہ ان میں سب سے کم عمر تھا' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں' میں تو صرف محمد بن عبداللہ ہوں' انہوں نے کہا ہم آپ کو آپ کے نام کے ساتھ نہیں پکاریں گے' آپ نے فرمایا لیکن میرا نام اللہ نے رکھا ہے' اور میں ابوالقاسم ہوں' انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے آپ کو آزمانے کے لیے ایک عبارت چھپائی ہے' بتایئے وہ عبارت کیا ہے؟ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے یہ عبارت چھپائی تھی: عين جرادة فی حميت سمن۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ہوں گے' انہوں نے کہا پھر ہم کو کیسے علم ہوگا کہ آپ رسول اللہ ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تب آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی' تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کے سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے اور وہ میزان میں بہت بڑے پہاڑ سے بھی بھاری ہے' اور اندھیری رات میں ستاروں کے نور کی مانند ہے' انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنایئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا سے لے کر وَرَبُّ الْمَشَارِقِ تک تلاوت فرمائی (الصّٰفّٰت: ۵-۱) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک پر آنسو بہہ رہے تھے' انہوں نے کہا ہم آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں کیا آپ اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں' اس نے مجھے اس صراط مستقیم پر بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح ہے اگر میں اس سے سرمو بھٹک جاؤں تو ہلاک ہو جاؤں گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۷-۸۶)

اور اگر بالفرض ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے' پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے ۝ ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے' بے شک آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ا ص ۲۳۸-۲۳۷' رقم الحدیث: ۱۹۰' مطبوعہ دار النفائس)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' امام ابن داؤد کی فضائل القرآن اور امام ابن النجار کی تاریخ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن

marfat.com

یٰسٓ اور الصّٰفّٰت کو پڑھا پھر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ سوال پورا کردے گا۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۶۹ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

سورۃ الصّٰفّٰت کے مشمولات

اس سورت کے شروع میں یہ بتایا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے ہیں وہ اس کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں' جنات اور شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے ہیں تاکہ وہ کاہنوں کو غیب کی باتوں پر مطلع کریں' اور فرشتے ان پر آگ کے گولے برساتے ہیں جو شہاب ثاقب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

جو کفار قیامت کا انکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو بعید سمجھتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے ان کی مذمت کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ان کافر سرداروں سے ان کے پیروکار برأت کا اظہار کریں گے' اور آپ کے ان اصحاب کو اچھی جزا دی جائے گی جو اس کڑے وقت میں آپ کا ساتھ دے رہے تھے۔

پچھلی امتوں کے احوال کا ذکر جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا' اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جنہوں نے اپنے رسولوں کی پیروی کی تھی۔

بعض انبیاء سابقین کے احوال بیان کیے گئے ہیں' جن میں حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت موسیٰ' حضرت ھارون' حضرت الیاس' حضرت لوط اور حضرت یونس علیہم السلام ہیں' تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے' جس میں ان کی بت شکنی اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر زیادہ نمایاں ہے' اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی بھی تفصیل کی گئی ہے۔

اس سورت کے اختتام میں بھی سورت کی ابتداء کی طرح فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ وہ فرشتے خود کہتے ہیں کہ ہم صف باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے ہیں۔

سورۃ الصّٰفّٰت کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے بارالہ! مجھ پر اس سورت کے اسرار کو منکشف کر دینا اور وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو چیزیں غلط ہوں ان سے مجھ کو مجتنب رکھنا اور ان کے بطلان کو مجھ سے واضح کر دینا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم' علیہ توکلت والیہ انیب

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ کراچی

۲۴ محرم ۱۴۲۴ھ/ ۲۸ مارچ ۲۰۰۳ء

فون: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۸۲ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۃ الصّٰفّٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے ○ اس میں ایک سو بیاسی آیات' پانچ رکوع ہیں

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾

صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو صف باندھتی ہیں! ○ پھر ان ڈانٹنے والے فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو ڈانٹتی ہیں ○ پھر قرآن کی

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ

تلاوت کرنے والی ان جماعتوں کی قسم جو ذکر کرتی ہیں ○ بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کا اور ان

الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا

تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں' وہی تمام مشرقوں کا رب ہے ○ بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرما دیا ○ اور (اس کو)

مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ

ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا ○ وہ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے اور

يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖۗ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا

ان پر ہر جانب سے ضرب لگائی جاتی ہے ○ ان (کو بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے ○ مگر جو

مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ

شیطان کوئی بات اُچک لے تو فوراً چمکتا ہوا انگارہ اس کا پیچھا کرتا ہے ○ سو آپ ان (کافروں)

اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ

سے پوچھیے آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جن کو ہم نے ان کے علاوہ پیدا کیا' بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے ○ بلکہ

عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۪﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۪﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً

آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑا رہے ہیں ○ اور جب انہیں نصیحت کی جائے تو وہ قبول نہیں کرتے ○ اور جب کوئی معجزہ

يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۪﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ

دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں ○ اور کہتے ہیں یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے ○ کیا جب ہم

marfat.com

كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾ قُلۡ

مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم کو ضرور اٹھایا جائے گا؟O اور کیا ہمارے آباء و اجداد کو بھی؟O

نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دٰخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾

آپ کہیے ہاں! اور تم ذلیل و خوار ہو گے O وہ صرف ایک زور دار جھڑک ہو گی پھر وہ یکا یک دیکھنے لگیں گے O

وَقَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا هٰذَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ

وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہی سزا کا دن ہے O یہی اس فیصلہ کا دن ہے جس

بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ع

ع-۱ (۲۱) ۵

کی تم تکذیب کرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم! جو صف باندھتی ہیں! O پھر ان ڈانٹنے والے فرشتوں کی جماعتوں کی قسم! جو ڈانٹتی ہیں O پھر قرآن کی تلاوت کرنے والی ان جماعتوں کی قسم جو ذکر کرتی ہیں O بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے O آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں' وہی تمام مشرقوں کا رب ہے O (الصّٰفّٰت: ۵-۱)

نماز میں صف بستہ کھڑے ہونے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

والصّٰفّٰت صفًّا کی تین تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) حضرت ابن مسعود' عکرمہ' سعید بن جبیر' مجاہد اور قتادہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں (۲) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آسمان میں عبادت کرنے والے ہیں (۳) نقاش نے کہا اس سے مراد مومنوں کی جماعت ہے جب وہ صف باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے خلاف جہاد کرنے والے صف بستہ مجاہدین ہوں' اور یہ زیادہ واضح ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ O (الصف: ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۶' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو آسمانوں میں صف باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' فرشتوں کے صف باندھنے پر دلیل یہ حدیثیں ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا تم اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف باندھتے ہیں! ہم نے پوچھا یا رسول

marfat.com

اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف باندھتے ہیں' آپ نے فرمایا وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں پھر اس سے متصل صفوں کو پورا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۱۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۸۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں اور ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور تمام روئے زمین کی مٹی کو ہمارے لیے تیمم کا آلہ بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں فرشتوں کی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے' اور اس آیت میں نماز میں صف باندھنے کی فضیلت ہے اور نماز میں صفیں باندھنے کی فضیلت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں درست کرتے تھے گویا تیروں کو سیدھا کر کے رکھا جاتا ہے' حتیٰ کہ آپ کے خیال میں ہم نے اس کو سمجھ لیا' پھر ایک دن آپ باہر نکلے اور تکبیر پڑھنے والے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا' آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندو تم اپنی صفوں کو ہموار رکھا کرو ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو الٹا کر دے گا (یا مسخ کر دے گا)۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لائے اور فرمایا تم اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ' پس بے شک میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے نماز میں صف کو قائم کرو کیونکہ صف کو قائم کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۹۔۷۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۳۸)

زجر کا معنی اور فرشتوں کے زجر کرنے کی تفصیل

دوسری آیت میں فرمایا: پھر ان ڈانٹنے والے فرشتوں کی جماعت کی قسم! جو ڈانٹتی ہیں O

اس آیت میں الزاجرات کا لفظ ہے' زجر کا معنی ہے کسی شخص کو ڈرا دھمکا کر کسی برے کام سے باز رکھنا' پھر اس کو مطلقاً ڈانٹ ڈپٹ کی آواز یا کسی کو بھگانے اور دور کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے' علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود' مسروق' قتادہ' عکرمہ' سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا ہے کہ یہ زجر کرنے والے فرشتے ہیں اور وہ بادلوں کو زجر کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں' اور بندوں کو گناہوں سے زجر اور ملامت کرتے ہیں' امام رازی نے کہا ہے کہ فرشتوں کی بنو آدم کے دلوں میں تاثیر ہوتی ہے وہ ان کے دلوں میں الہامات کے ذریعہ تاثیر کر کے ان کو گناہوں سے روکتے ہیں اور ان پر ملامت کرتے ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شیاطین کو زجر اور ملامت کرتے ہوں کہ تم کیوں انسانوں کو برے کاموں پر اکساتے ہو۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷' تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۱۴)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے علماء صالحین کی جماعتیں مراد ہوں جو وعظ اور نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو برے کاموں سے روکتے ہیں' اور اس سے مجاہدین کی جماعتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں جو میدان جہاد میں دشمنان اسلام کی سرکوبی کرتے ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے صف بستہ فرشتوں کی قسم کیوں کھائی؟

تیسری آیت میں فرمایا: پھر قرآن کی تلاوت کرنے والی ان جماعتوں کی قسم جو ذکر کرتی ہیں O

marfat.com

اس سے وہ مسلمان مراد ہیں جو نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس سے وہ مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں جو خارج از نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں' اور اس سے وہ علماء مبلغین بھی مراد ہو سکتے ہیں جو عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کی تبلیغ کے مواعظ اور خطبات میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں' اور اس سے حمد اور تسبیح کرنے والوں کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صف باندھنے والے اور زجر کرنے والے فرشتوں اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کی قسم کھائی ہے' پھر اس حدیث کا کیا محمل ہوگا جس میں غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت ہے؟ وہ حدیث حسب ذیل ہے:

سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر نے کہا غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۳۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۱۵۹۲۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۲۵۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۶۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳۵۸' المستدرک ج ۱ ص ۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان چیزوں سے پہلے رب کا لفظ محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے صف بستہ فرشتوں کی جماعتوں کے رب کی قسم' پھر زجر کرنے والے فرشتوں کی جماعتوں کے رب کی قسم' قرآن کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کے رب کی قسم۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قسم کا معنی ہے شہادت یعنی اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو اپنی توحید پر شاہد بنا رہا ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھانے کا شرعی حکم ہمارے لیے ہے' ہم احکام شرعیہ کے مکلف ہیں' اللہ تعالیٰ کسی حکم شرعی کا مکلف نہیں ہے' وہ مالک مطلق ہے' جس طرح چاہے کلام فرمائے وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی دلیل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں' وہی تمام مشرقوں کا رب ہے ○ (الصّٰفّٰت: ۵۔۴)

بعض کفار فرشتوں کی عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے' یعنی جن کو تم اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ تو خود اس کے شاہد ہیں کہ تمہاری عبادت کا مستحق صرف ایک ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے۔

پھر فرمایا وہی آسمانوں اور زمینوں کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کے نظام کا ایک نہج اور ایک طریقہ پر جاری اور باقی رہنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اس نظام کا وضع کرنے والا بھی واحد ہے' اسی لیے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ — اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ متعدد خدا ہوتے تو ضرور ان کا نظام فاسد ہو جاتا۔ (الانبیاء: ۲۲)

اس کے بعد فرمایا: آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں۔ گویا کہ جب لوگ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کے نظام اور ان کی معمول کی کارکردگی اور طریقہ واحدہ پر ان کے چلن پر غور کریں گے تو ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کہ وہ یہ کہیں کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ایک ہے جو اس سارے جہان کا

marfat.com

خالق اور مدبر ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہی تمام مشرقوں کا رب ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مشارق متعدد ہیں' مشرق کا معنی ہے سورج کے چمکنے اور روشن ہونے کی جگہ' اور سورج ایک خاص جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور دوسرے دن اس سے اگلے درجہ سے طلوع ہوتا ہے۔ سال میں جتنے دن ہوتے ہیں سورج کے طلوع اور غروب کے اتنے درجات ہوتے ہیں اس لیے کہا گیا ہے کہ سورج کے تین سو ساٹھ درجات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرما دیا اور (اس کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا O وہ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر جانب سے ضرب لگائی جاتی ہے O ان (کو بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے O مگر جو شیطان کوئی بات اچک لے تو فوراً چمکتا ہوا انگارہ اس کا پیچھا کرتا ہے O (الصّٰفّٰت: ۱۰۔۶)

آسمان دنیا کا ستاروں سے مزین ہونا

الصّٰفّٰت: ۶ میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو جو ستاروں سے مزین کیا ہے اس کی دو وجہیں ہیں ایک زینت اور آرائش اور دوسری وجہ ہے آسمان کو چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے والے سرکش شیطانوں سے محفوظ کرنا۔ آسمان دنیا کو جو ستاروں سے مزین فرمایا ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم الملک: ۵ میں بیان کریں گے۔

آسمان دنیا کی ستاروں سے مزین ہونے کی کیفیت کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نور اور روشنی آنکھوں کو بھاتی ہے اور جب آسمان کی سطح پر یہ روشنیوں کا جال نظر آتا ہے تو بہت حسین و جمیل لگتا ہے۔

(۲) مختلف ستاروں کے اجتماع سے عجیب و غریب اشکال بن جاتی ہیں کہیں پر شیر کی شکل بن جاتی ہے' کہیں بکری کی کہیں میزان کی اور کہیں ڈول کی علیٰ ہذا القیاس ان ہی شکلوں کے اعتبار سے بارہ برجوں کے نام رکھے گئے ہیں۔

(۳) جب اندھیری رات میں انسان آسمان کی نیلی سطح پر ان چمکتی ہوئی روشنیوں کو دیکھتا ہے تو یہ اس کو بہت حسین لگتی ہیں۔

آسمان پر ستاروں کے متعلق جدید ترین تحقیق یہ ہے:

یہ کائنات ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ وسیع و عریض ہے' مٹھی بھر ریت میں بھی دس ہزار ذرات ہوتے ہیں اور یہ تعداد برہنہ آنکھ سے نظر آنے والے ستاروں سے زیادہ ہے' لیکن جو بھی ستارے ہم دیکھ سکتے ہیں وہ دراصل ستاروں کی تعداد سے انتہائی کم ہیں۔ رات کو ہم جو کچھ آسمان پر ملاحظہ کرتے ہیں' وہ قریبی ستاروں کا افق ہے' جب کہ کون و مکاں کا دامن لا محدود ستاروں سے لبریز ہے۔ کائنات میں موجود کل ستارے زمین پر موجود تمام ساحلوں کے تمام ریت کے ذرات سے بھی زیادہ تعداد میں ہیں۔

ماہرین فلکیات کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ ہماری اور دوسری کہکشاؤں میں ایسے سورج موجود ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے سیاروں پر مشتمل اپنے نظام شمسی بھی تشکیل دیئے ہوں' جن میں شاید زمین جیسے سیارے ہوں اور ان میں حیات اور نشو و نما کے لیے سازگار ماحول بھی موجود ہو۔ ۱۹۶۰ء کے عشرے میں امریکی ماہر فلکیات فرینک ڈریگ نے ہماری دودھیا کہکشاں میں ایسے سیاروں کی تعداد کے تعین کے لیے کہ جہاں حامل فہم و ادراک مخلوق پائی جا سکتی ہے ایک کلیہ وضع کیا۔ اس بنیاد پر بہت سے ایسے ماہرین نے جو دوسرے سیاروں میں غیر ارضی تہذیب کی موجودگی کے بارے میں خاصے پُر امید ہیں' صرف ملکی وے میں جس کے ایک کنارے پر ہمارے نظام شمسی کا وجود ہے' ایک لاکھ پچیس ہزار سیاروں کا اندازہ لگایا ہے جہاں

marfat.com

زندگی پائی جاسکتی ہے۔ ہماری کہکشاں میں تقریباً چار سو بلین سورجوں کی موجودگی اور ان کے درمیان نامیاتی سالمات کا پایا جانا اسی خیال کو مزید تقویت عطا کرتا ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق نظام شمسی کی پیدائش چار ارب سال قبل ہوئی تھی۔ اس عرصے کے دوران مادر ارض پر "ہومیو اپیین" یعنی زیرک انسان وجود میں آیا۔ اس طرح دوسرے سیاروں پر بھی اس طرح کی زندگی پروان چڑھ سکتی ہے۔ (جنگ سنڈے میگزین ۳۰ مارچ ۲۰۰۳ء)

الصّٰفّٰت: ۱۰۔ ۷ میں شیطانوں پر شہاب ثاقب سے ضرب لگانے کا ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری نے بیان کیا کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیلی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم اس حادثہ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' ہم یہ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بہت بڑا آدمی فوت ہو گیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے' لیکن ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں' پھر جو ان کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں سبحان اللہ کہتے ہیں' حتیٰ کی ان کی تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچتی ہے' پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے' پھر آسمان کے بعض فرشتے بھی دوسروں کو بتاتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے) حتیٰ کہ آسمان دنیا تک خبر پہنچتی ہے پھر جن اس سنی ہوئی بات کو لے اڑتے ہیں اور اسے (کاہنوں کے کانوں میں) پھونک دیتے ہیں' پس اگر وہ اسی طرح خبر دیں تو وہ سچ ہوتی ہے' لیکن وہ اس میں اپنی مرضی سے کچھ اور ملا دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۲۲۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۲۷۲)

کاہنوں کی اقسام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب میں کہانت کی تین قسمیں تھیں:

(۱) کسی انسان کا جن دوست ہوتا تھا وہ آسمان سے خبریں سن کر آتا اور اس شخص کو بتا دیتا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد یہ قسم باطل ہو گئی۔

(۲) جن زمین کے گرد و نواح اور اطراف میں پھر کر اس کی خبریں اپنے دوستوں کو بیان کرتا' اس قسم کا وجود بعید نہیں ہے' معتزلہ اور بعض متکلمین نے ان دونوں قسموں کا انکار کیا ہے' لیکن اس قسم کے وجود میں کوئی استحالہ اور بعد نہیں ہے' اور ان کی خبر کبھی سچ ہوتی ہے اور کبھی جھوٹ اور شرعاً ان کی خبر سننا اور اس کی تصدیق کرنا ممنوع ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں میں ایک قوت پیدا کی ہے (جس سے وہ مستقبل کے امور کو جان لیتے ہیں) لیکن ان کی خبروں میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے' اس فن کے ماہر کو عراف کہتے ہیں' عراف وہ شخص ہے جو بعض اسباب اور مقدمات سے بعض چیزوں کی معرفت حاصل کرتا ہے' ان تمام اقسام کو کہانت کہا جاتا ہے اور شریعت نے ان سب کی تکذیب کی ہے اور ایسے لوگوں کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳۔۲۳۲' نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

کاہن کی تعریف اور کاہن کے پاس جانے کا شرعی حکم

علامہ نووی شافعی نے قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ کی پوری شرح نقل نہیں کی ہم قاضی عیاض کی شرح سے وہ

marfat.com

حصہ پیش کر رہے ہیں جس کو علامہ نووی نے نقل نہیں کیا۔

قاضی عیاض نے پہلے کہانت کی تعریف کی ہے وہ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ کاہن وہ لوگ ہیں جن کے متعلق مشرکین کا یہ زعم تھا کہ ان کے دلوں میں جو امور ڈالے جاتے ہیں ان سے ان کو غیب کا علم ہو جاتا ہے' اور جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے شریعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے' اور ان کی تصدیق کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کے بعد قاضی عیاض نے کاہنوں کی چار قسمیں بیان کی ہیں' جن میں سے تین کا علامہ نووی نے ذکر کیا ہے اور جو قسم انہوں نے نہیں ذکر کی وہ یہ ہے:

کاہن قیاس سے کسی ہونے والے کام کا اندازہ لگاتے ہیں اور اس قیاس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک قوت پیدا کی ہے' لیکن اس باب میں ان کے اندازے اکثر جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی عیاض لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن) کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا اس کی چالیس دنوں کی نمازیں نہیں قبول کی جاتیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۰) اس کی شرح میں قاضی عیاض لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں اور کفر اور ارتداد کے سوا اور کسی چیز سے عمل ضائع نہیں ہوتے' سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کی چالیس دن کی نمازوں سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اور ان کے اجر کو زیادہ نہیں کرتا' البتہ ان دنوں کی نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی مثل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خمر (انگور کی شراب) کو پیا اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں' اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے' اور اگر وہ دوبارہ شراب پیے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا' پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر پھر سہ بارہ شراب پیے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا' پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے' پھر اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا' پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا اور اس کو (آخرت میں) الخبال کے دریا سے پلائے گا' ان سے کہا گیا اے ابو عبد الرحمٰن! الخبال کا دریا کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ دوزخیوں کی پیپ کا دریا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۶۲' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۷۵۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۴۴۱' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۰۱۶)

ان دونوں حدیثوں میں خصوصیت کے ساتھ چالیس دنوں کا ذکر ہے' سو یہ حکمت شرعیہ کے اسرار سے ہے کیونکہ چالیس کے بعد رحم میں نطفہ بنتا ہے اور پھر چالیس دن کے بعد وہ نطفہ جما ہوا خون بنتا ہے اور پھر چالیس دن کے بعد اس پر گوشت پہنایا جاتا ہے اور پھر چالیس دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۶)

اسی طرح انسان کے طبعی اوصاف چالیس دن میں متغیر ہوتے ہیں اور چالیس دن بعد ایک صفت سے دوسری صفت میں منتقل ہوتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۱۵۴۔۱۵۳' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شہاب ثاقب سے مراد آگ کے گولے ہیں یا آسمان دنیا کے ستارے

الصّٰفّٰت: ۶ میں مذکور ہے: بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرما دیا۔ اس آیت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے شیطانوں کو جو شہاب ثاقب مارتے ہیں آیا وہ شہاب ثاقب ان ستاروں سے ہیں یا نہیں؟ اگر فرشتے ان

ہی ستاروں سے شیطانوں پر ضرب لگاتے ہیں تو پھر ستاروں کی تعداد بہ تدریج کم ہونی چاہیے نیز اس سے آسمان کی زینت میں بھی بہ تدریج کمی آنی چاہیے' اور اگر وہ شہاب ثاقب ان ستاروں سے نہیں ہیں بلکہ فرشتے کوئی اور آگ کے گولے اٹھا کر ان فرشتوں پر مارتے ہیں تو یہ سورۃ الملک کی اس آیت کے خلاف ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ. (الملک:۵) اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرمایا ہے اور ان کو شیطان کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے شیطانوں کو جس شہاب ثاقب سے مارا جاتا ہے وہ یہ ستارے نہیں ہیں جن سے آسمان دنیا کو مزین فرمایا ہے بلکہ کسی اور قسم کے آگ کے گولے ہیں' اور سورۃ الملک میں جو فرمایا ہے ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرمایا ہے اور ان کو شیطان کو مارنے کا ذریعہ بنایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو فضا کی بلندیوں میں روشن اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے وہ زمین والوں کو روشن چراغوں اور ستاروں کی طرح نظر آتی ہیں' سو الملک:۵ میں شہاب ثاقب کو چراغ اور آسمان دنیا کی زینت لوگوں کو دکھائی دینے کے اعتبار سے فرمایا ہے۔

شہاب ثاقب گرانے پر چند دیگر شبہات کے جوابات

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب شیطانوں کو یہ پتا ہے کہ جیسے ہی وہ آسمان دنیا کے قریب پہنچیں گے تو ان پر شہاب ثاقب پھینکا جائے گا اور ان کو ان کا مقصود حاصل نہیں ہو سکے گا تو پھر وہ آسمانوں کے قریب کیوں جاتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ آسمان دنیا سے ان پر شہاب ثاقب مارنے کی ایک معین جگہ نہ ہو اور وہ ہر بار اس امید سے جگہ بدل کر جاتے ہوں کہ یہاں سے ان پر شہاب ثاقب نہیں گرایا جائے گا' یا اس کی وجہ یہ ہو کہ ان پر شہاب ثاقب گرائے جانے کے واقعات شاذ و نادر ہوں اور جنات اور شیاطین کے درمیان وہ اس قدر مشہور نہ ہوں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ جنات اور شیاطین آگ سے بنائے گئے ہیں تو ان پر آگ کے گولے مارنا یا ان کو دوزخ کی آگ سے آخرت میں عذاب دینا ان کے لیے موجب عذاب کس طرح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے اس کے باوجود جب اس کو اینٹیں اور پتھر مارے جائیں تو اس سے انسان کو بہرحال درد اور تکلیف ہوتی ہے سو اسی قیاس پر جنات اور شیاطین کو بھی سمجھنا چاہیے۔

مارد' الملأ الاعلیٰ اور شہاب ثاقب وغیرہ کے معانی اور ان کی وضاحت

اس آیت میں شیطان کے ساتھ اس کی صفت مارد کا ذکر ہے' مارد کا معنی ہے جو ہر قسم کی خیر اور بھلائی سے خالی ہو' جس درخت پر پتے نہ ہوں اس کو شجر امرد کہتے ہیں' ریت کے جس ٹکڑے پر کوئی سبزہ یا روئیدگی نہ ہو اس کو رملۃ مرداء کہتے ہیں' اور جس لڑکے کے چہرے پر ڈاڑھی نہ آئی ہو اس کو امرد کہتے ہیں اور اس آیت میں مارد کا معنی ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری سے خالی ہو۔

الصّٰفّٰت:۸ میں مذکور ہے: **لا یسمعون** اس کا معنی ہے وہ سننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سن نہیں سکتے۔

نیز اس آیت میں الملأ الاعلیٰ کا ذکر ہے' الملاء اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی رائے پر متفق ہو جائے اور اس کا اطلاق مطلق جماعت اور مطلق اشراف پر بھی کیا جاتا ہے اور الملأ الاعلیٰ' الملأ الاسفل کے مقابلہ میں ہے: آسمان کے نیچے رہنے والوں کی جماعت جو انسانوں اور جنات پر مشتمل ہے وہ الملأ الاسفل ہے اور آسمان کے اوپر رہنے والوں کی جماعت جو فرشتوں پر مشتمل ہے وہ الملأ الاعلیٰ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد اشراف ملائکہ ہیں' اور ایک تفسیر یہ

marfat.com

ہے کہ اس سے مراد کراماً کاتبین ہیں۔

الصّٰفّٰت: ۹ میں دحور اور واصب کے الفاظ ہیں' دحور کا معنی ہے دھتکارنا اور اگر دحور کی دال پر زبر ہو تو اس کا معنی دھتکارا ہوا' دفع کیا ہوا جیسے مردود کا معنی ہے اور واصب کا معنی ہے' دائم۔

الصّٰفّٰت: ۱۰ میں الخطفة کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کو اچک لینا' کسی شخص کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس سے کوئی چیز اچک لی جائے' یہاں اس سے مراد ہے وہ جلدی سے فرشتوں کی باتوں کو اچک لیتے تھے۔

(عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۱۔۵۷' روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۰۵۔۱۰۲' بیروت)

نیز اس آیت میں شہاب ثاقب کا لفظ ہے' علامہ ابو الحسن الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

شہاب کا معنی ہے آگ کا شعلہ' اور دوسرا قول ہے اس کا معنی ہے ستارہ' اور ثاقب کے معنی میں چھ قول ہیں:

زید رقاشی نے کہا جو کسی چیز میں سوراخ کر دے وہ ثاقب ہے' ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے روشن' ابن عیسیٰ نے کہا اس کا معنی ہے گزرنے والا' الفراء نے کہا اس کا معنی ہے بلند' السدی نے کہا اس کا معنی ہے جلانے والا' زید بن اسلم اور اخفش نے کہا اس کا معنی ہے روشن ہونے والا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ شہاب ثاقب اصل میں آگ کے روشن شعلہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جو فضاء میں اس طرح دکھائی دیتی ہے جیسے آسمان سے کوئی ستارہ ٹوٹ کر گرا ہو۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۰۶۔۱۰۵)

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب شیطان پر شہاب ثاقب مارا جاتا ہے تو وہ اس سے خطا نہیں کرتا۔ (رقم الحدیث: ۱۸۱۳۷)

یزید رقاشی نے کہا شہاب شیطان میں سوراخ کر کے دوسری جانب سے نکل جاتا ہے۔ (رقم الحدیث: ۱۸۱۳۸)

آیا جنات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے .... کبھی آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب شیطان کو آ کر شہاب ثاقب لگتا ہے تو آیا وہ اس سے ہلاک ہو جاتا ہے یا اس کو اس سے صرف ایذاء پہنچتی ہے' حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب شیطان کو شہاب ثاقب آ کر لگتا ہے تو نہ وہ اس سے قتل ہوتا ہے نہ ہلاک ہوتا ہے' لیکن وہ اس سے جل جاتا ہے اور اس کے بعض اعضاء ضائع ہو جاتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی شیاطین پر شہاب ثاقب مارے جاتے تھے یا نہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نہیں ہوئی شیاطین پر ستارے نہیں مارے جاتے تھے حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوگئی تو شیاطین پر ستارے مارے گئے' اور لوگوں نے اپنے بندھے ہوئے مویشی کھول دیئے اور اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا' وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ قیامت آ گئی' پھر لوگ عبد یالیل کاہن کے پاس گئے جو نابینا ہو چکا تھا' انہوں نے اس کو ستاروں کے ٹوٹنے کی خبر دی' اس نے کہا یہ غور کرو کہ جو ستارے ٹوٹ کر گرے ہیں اگر وہ معروف سیارے اور ثوابت ہیں تو یہ قیامت ہے ورنہ پھر یہ کوئی نئی چیز حادث ہوئی ہے۔ لوگوں نے غور کیا تو ٹوٹنے والے

ستارے معروف سیارے اور ثوابت نہیں تھے' پھر کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر آ گئی۔

امام ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ ھ نے بھی المنتظم میں یہی لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بیس دن بعد ستارے ٹوٹنے کا واقعہ رونما ہوا' لیکن صحیح یہ ہے کہ ستارے ٹوٹنے کے واقعات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے بھی ہوتے تھے' اور زمانہ جاہلیت کے اکثر اشعار میں اس کا ذکر ہے' لیکن ان سے شیاطین کو بھگایا نہیں جاتا تھا' یا ان سے شیاطین کو بھگایا تو جاتا تھا' لیکن اس سے شیاطین کے آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے چوری چھپے جانے کا مکمل خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

اس سلسلہ میں راجح قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی شیاطین چوری چھپے آسمانوں پر جاتے تھے اور کبھی کبھی وہ کامیاب بھی ہو جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں اچک لیتے تھے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی تو ان پر بہت سختی کی گئی اور ان کو آسمانوں پر جانے سے بالکلیہ روک دیا گیا' بعض سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ابلیس آسمانوں پر چلا جاتا تھا اور ان کی ولادت کے بعد اس کو تین آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا' اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے تو ابلیس کو تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا' اور شیاطین پر ستارے مارے گئے' تب قریش نے کہا کہ قیامت آ گئی۔

بعض علماء نے کہا کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ستارے پہلے بھی گرائے جاتے تھے لیکن ظہور اسلام کے بعد آسمانوں کو سختی سے محفوظ کر دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے جنات کے اس قول کا ذکر فرمایا ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ (الجن ۹۔۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں کو چھوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت پہرے داروں سے اور شہابوں سے بھرا ہوا ہے ○ اور ہم (اس سے پہلے فرشتوں کی باتیں) سننے کے لیے چند جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے' سو اب جو کوئی شخص کان لگاتا ہے تو وہ اپنی گھات میں آگ کا شعلہ (شہاب) تیار پاتا ہے۔

(روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۰۹۔۱۰۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اور خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ اس زمانے میں جو شہاب ٹوٹ کر گرتے ہیں آیا ان سے شیاطین کو مارنے کا قصد کیا جاتا ہے یا نہیں' اور قطعی طور پر اس طرح کہنا غیب پر حکم لگانے کے مترادف ہے۔

جنات کے فرشتوں کی باتیں سننے پر علامہ آلوسی کے اشکالات

شیاطین آسمانوں پر چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے ہیں اس پر یہ اشکال ہے کہ آسمانوں میں فرشتے مختلف قسم کی عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور ان چیزوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے' آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے' اس میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پر کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ ریز نہ ہو' الحدیث۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۳' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۰' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۳۶)

سو آسمان میں ہر قدم پر کوئی فرشتہ قیام میں ہے' کوئی رکوع میں یا سجدہ میں ہے' تو شیاطین ان کی کون سی باتوں کو چوری چھپے سن رہے ہیں؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض فرشتے مستقبل میں ہونے والے واقعات کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور شیطان

marfat.com

آسمان کے نچلے کنارے سے ان کی باتوں کو سن لیتے ہیں تو اس پر یہ اشکال ہے کہ آسمان کے نچلے کنارے کی موٹائی اور اس کے اوپر کے کنارے کی سطح کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے تو اتنے دور کی مسافت سے شیاطین ان کی باتوں کو کس طرح سن لیتے ہیں خصوصاً اس لیے کہ جب فرشتے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو اتنے زور سے تو نہیں بولتے کہ شیاطین سن لیں اور نہ ان کے زور سے بولنے کی کوئی وجہ ہے اور اگر بالفرض وہ زور سے بھی بولتے ہوں تب بھی پانچ سو سال کی مسافت سے تو ان کی آواز سنائی نہیں دے گی! پھر علامہ آلوسی نے کہا کہ اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب فرشتے آسمان سے نیچے اترتے ہیں اس وقت وہ ایک دوسرے سے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے متعلق باتیں کرتے ہیں اور جنات اور شیاطین اس وقت فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں پھر اس جواب کو مسترد کر دیا کہ امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جنات فرشتوں کی باتوں کو آسمانوں میں چراتے ہیں پھر ان کا اشکال بدستور قائم رہا۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۰۱ ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ آلوسی کے اشکالات کے جوابات

قرآن مجید کی صریح آیات اور صریح احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شیاطین اور جنات آسمانوں پر چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے ہیں اور میں چونکہ قرآن مجید اور احادیث کا ادنیٰ خادم اور وکیل ہوں اس لیے مجھ پر لازم ہے کہ علامہ آلوسی کی طرف سے قرآن اور حدیث پر وارد کیے گئے ان اعتراضات اور اشکالات کا جواب لکھوں!

علامہ آلوسی کا پہلا اشکال یہ ہے آسمان کے ہر قدم پر فرشتے رکوع اور سجدہ میں مشغول ہیں تو جنات اور شیاطین فرشتوں کی کون سے باتوں یا کون سی چیزوں کو چرا کر لے جا رہے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کا آسمانوں پر ہر جگہ سجدہ میں پڑا ہونا سنن ترمذی سنن ابن ماجہ اور اسی طبقہ کی دیگر کتابوں سے ثابت ہے اور جنات کا فرشتوں کی باتیں سننا اس سے کہیں زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیات اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے ہے اور سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں اتنی قوت کہاں ہے کہ وہ قرآن کی صریح آیات اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کے معارض اور مزاحم ہو سکیں اب ہم ان آیات اور احادیث کو پیش کر رہے ہیں **فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔**

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں یہ تصریح ہے کہ شیاطین پہلے آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے تھے پھر ان پر شہاب ثاقب سے مار لگائی جانے لگی تاہم اب بھی وہ کوئی ایک آدھ بات اچک لیتے ہیں تو پھر شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جنات نے کہا:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ (الجن: ۹-۸)

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو ہم نے اس کو اس حال میں پایا کہ اس کو سخت پہرہ داروں اور آگ کے انگاروں سے بھر دیا گیا ہے ۝ اور ہم پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لیے آسمان کی کچھ جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے پس اب جو کان لگا کر سنتا ہے تو وہ اپنی گھات میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۲)

بے شک شیاطین (فرشتوں کی گفتگو) سننے سے دور کیے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ. (الملک: ۵)

اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمادیا اور ان ستاروں کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ (بھی) بنایا۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

(الصّٰفّٰت: ۱۰-٦)

بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمادیا۝ اور اسے ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنا دیا۝ وہ شیاطین اوپر کے فرشتوں کی بات نہیں سن سکتے اور ان کو ہر طرف سے مار لگائی جاتی ہے۝ دور کرنے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۝ سوا اس شیطان کے جو کوئی بات اچک لے تو شہاب ثاقب (چمکتا ہوا انگارہ) اس کا پیچھا کرتا ہے۝

اسی طرح حسب ذیل احادیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ جنات فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جایا کرتے تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے' پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کیا چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں' انہوں نے کہا ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا۔ ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے قرآن کو سنا تو انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز جو تمہارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے' پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے' ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں قرار دیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۷۳-۴۹۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹' سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۳۲۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۶۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے' جب فرشتوں کے دلوں سے کچھ خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں' تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہتے ہیں اس نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے' پھر فرشتوں کی گفتگو کو چرانے والے شیطان ان باتوں کو چوری سے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دکھایا اور کہا شیطان اس طرح ایک دوسرے کے اوپر تلے ہوتے ہیں اور یہ فرشتوں کی گفتگو کو چوری سے سننے والے ہیں' بعض اوقات اس چوری سے سننے والے کو آگ کا ایک شعلہ آ کر لگتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ساتھی کو یہ بتائے کہ اس نے کیا سنا تھا وہ شعلہ اس سننے والے کو جلا ڈالتا ہے اور بعض اوقات وہ شعلہ اس کو نہیں لگتا حتیٰ کہ وہ سننے والا اپنے قریب

marfat.com

والے کو بتا دیتا ہے' پھر وہ اس کو بتا دیتا ہے جو اس سے نیچے ہوتا ہے' حتیٰ کہ وہ ان باتوں کو زمین تک پہنچا دیتے ہیں' پھر و
باتیں جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں' وہ ان باتوں کے ساتھ سو جھوٹ اور ملا لیتا ہے' پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ل
کہتے ہیں کہ کیا اس جادوگر نے ہم کو فلاں دن ایسی ایسی خبر نہیں دی تھی! اور ہم نے اس کی خبر کو سچا پایا تھا اور یہ اس وجہ سے
ہے کہ اس نے آسمان کی خبر سن لی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۲۳_۴۷۲۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹ
ہوئے تھے' اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جب تم زمانہ جاہلیت میں
منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ کرام نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی م
ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی حیات پر' لیکن ہمارا ر
عزوجل جب کسی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں' پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں' پھ
ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ پھر جو ان کے قریب ہیں' وہ سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ اس آسمان تک تسبیح پہنچ ج
ہے' پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے' پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں'
ہر نچلے آسمان والا اپنے سے اوپر آسمان والے سے پوچھتا ہے' حتیٰ کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہے اور شیاطین چوری ـ
اس خبر کو سن لیتے ہیں' پھر وہ یہ خبر اپنے چیلوں اور دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں' پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو وہ حق ہے لیکن
اس میں تحریف کرتے ہیں اور اس میں کچھ اور باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۸ ص ۳۸

رہا یہ سوال کہ پھر سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی اس حدیث کا کیا محمل ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ آسمان پر ہر جگہ کوئی
کوئی فرشتہ سجدہ میں پڑا ہوا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے' حالانکہ
فرشتے قیام میں ہوتے ہیں اور کچھ فرشتے تسبیح کر رہے ہوتے ہیں' اور کچھ فرشتے مومنین کے لیے استغفار کر رہے ہو۔
ہیں قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ حَوۡلَہٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ (المومن: ۷)

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس ـ اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں ا مومنین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

اور بعض فرشتے زمین و آسمان کے درمیان تیرتے ہیں اور بعض اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے میں سبقت کرتے ہیں' ا
بعض اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظام عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو بندوں کے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ می
پہنچاتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ (النّٰزعٰت: ۵_۳)

اور ان فرشتوں کی قسم! جو (زمین و آسمان کے درمیان تیزی سے تیرتے ہیں○ پھر ان کی قسم! جو (اللہ کے احکام سننے ـ لیے) سبقت کرتے ہیں○ پھر ان کی قسم! جو نظام عالم کی تدب کرتے ہیں۔

marfat.com

لہٰذا سنن ترمذی کی حدیث عام مخصوص البعض ہے' فرشتے انواع و اقسام کی عبادات کرتے ہیں اور بے شمار احکام بجا لاتے ہیں' اس حدیث میں ان کی صرف ایک عبادت کا ذکر ہے کہ وہ آسمان پر ہر جگہ سجدے کرتے ہیں اور یہ ان کی دیگر عبادات اور ان کے دوسرے افعال کے منافی نہیں ہے' سو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق ان کا آپس میں باتیں کرنا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

علامہ آلوسی کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ فرشتے اس قدر زور سے تو نہیں بولتے کہ جنات اور شیاطین ان کی باتوں کو سن لیں' نیز جنات آسمان کے نچلے کنارے کے نیچے ہوتے ہیں اور آسمان کے نچلے کنارے اور اس کے اوپر والے کنارے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ اتنی دور سے فرشتوں کی باتیں کیسے سن لیتے ہیں!

شاید علامہ آلوسی نے شیطان کی قوتوں کو انسانی قوت پر قیاس کر لیا ہے شیطان کے دیکھنے کی قوت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۚ شیطان اور اس کا لشکر تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔ (الاعراف: ۲۷)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان کو غیر معمولی دیکھنے کی قوت دی ہے کوئی بعید نہیں ہے کہ اسی طرح اس کو سننے کی قوت بھی دی ہو۔

نیز الاعراف: ۱۸۔۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا شیطان سے مکالمہ مذکور ہے' اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ الآیات۔

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ شیطان سے بہ راہ راست کلام کرے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے واسطے سے کلام کیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام فرشتوں کو القاء کیا اور فرشتوں نے اس کلام کو شیطان تک پہنچایا اور شیطان نے فرشتوں کی زبانی اس کلام کو سنا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی الاعراف: ۱۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو فرشتوں نے شیطان تک پہنچایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ ابلیس سے کلام نہیں کیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی سے بھی بلاواسطہ کلام نہیں فرماتا' اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے بہ طور اکرام بلاواسطہ کلام فرماتا ہے اور ابلیس سے بہ طور اہانت بلاواسطہ کلام فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خود علامہ آلوسی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (روح المعانی جز ۸ ص ۱۴۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی نے الاعراف: ۱۷ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا تو اپنے اکثر بندوں کو شکر ادا کرنے والا نہیں پائے گا۔

علامہ آلوسی نے لکھا شیطان نے قطعی طور پر یہ اس لیے کہا تھا کہ اس نے فرشتوں سے سن لیا تھا کہ اکثر بنو آدم شکر ادا نہیں کریں گے' یا پھر اس نے لوح محفوظ میں یہ لکھا ہوا دیکھ لیا تھا۔

(روح المعانی جز ۸ ص ۱۴۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com

اور یہ واضح ہے کہ شیطان نے فرشتوں کا جو بھی کلام سنا اور جب بھی سنا تو آسمان کے نیچے سے ہی سنا کیونکہ کفار کے لیے
آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ ۔ (الاعراف: ۴۰) جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا ان کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ شیطان آسمان کے نیچے سے فرشتوں کا کلام سن لیتا ہے تو پھر اس میں کیا استبعاد ہے کہ آسمانوں میں فرشتے جو باتیں کرتے ہیں ان کو جنات اور شیاطین چوری چھپے سن لیں! اور اس طرح علامہ آلوسی کے قائم کردہ تمام اشکالات اٹھ گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ ان (کافروں) سے پوچھیے آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جن کو ہم نے ان کے علاوہ پیدا کیا' بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے O بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑا رہے ہیں O اور جب انہیں نصیحت کی جائے تو وہ قبول نہیں کرتے O اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں O اور کہتے ہیں یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے O (الصّٰفّٰت: ۱۵۔۱۱)

مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے پر دلیل

الصّٰفّٰت: ۱۱' میں فاستفتھم کا لفظ ہے' اس کا مادہ فتویٰ ہے' یہ فتیٰ سے ماخوذ ہے' فتی قوی جوان کو کہتے ہیں' مفتی کسی سوال کا جو جواب لکھتا ہے اس کو بھی فتویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اس جواب کو دلائل سے مضبوط اور قوی کر کے لکھتا ہے۔ اور استفتاء کا معنی ہے سوال کرنا۔ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ مشرکین مکہ سے سوال کیجئے' اور ان سے سوال کسی حکم کے معلوم کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان پر حجت قائم کرنے کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو اور پہاڑوں اور سمندروں کو سیاروں اور ستاروں کو پیدا کیا' فرشتوں' جنات اور شیاطین کو پیدا کیا ہے' اب بتاؤ ان کو پیدا کرنا مشکل ہے یا دوبارہ انسانوں کو پیدا کرنا مشکل ہے' تو بتاؤ تم انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے کو کیوں مشکل اور بعید سمجھتے ہو!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو گیلی اور لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے' اسی کو عربی میں طین لازب کہتے ہیں اور کسی چیز کا پیدا کرنا اس لیے مشکل ہوتا ہے کہ یا تو مادہ میں استعداد اور صلاحیت نہ ہو اور یا فاعل میں قدرت نہ ہو' لیس دار مٹی میں تمہارے خمیر بنائے جانے کی صلاحیت ہے سو تم جب مٹی ہو جاؤ گے تب بھی اس مٹی میں بنائے جانے کی صلاحیت رہے گی' اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے اس کی قدرت میں کیا کلام ہو سکتا ہے وہ تم سے بہت بڑی بڑی چیزیں بنا چکا ہے پھر تم اپنے دوبارہ پیدا کیے جانے کو کیوں مشکل اور مستبعد سمجھتے ہو!

تعجب کا معنی

قتادہ نے کہا جب یہ قرآن نازل ہو گیا اور کافروں کے لیے ہدایت کے تمام امور بتا دیئے گئے اور پھر بھی کفار اپنی گمراہی پر ڈٹے رہے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان یہ تھا کہ جو شخص بھی قرآن مجید کو سنے گا وہ ہدایت کو پا لے گا' اور کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑا رہے ہیں' (الصّٰفّٰت: ۱۲) کسی غیر معروف اور غیر مانوس چیز کے ادراک کرنے سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو تعجب کہتے ہیں' علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

کسی چیز کے سبب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو تعجب کہتے ہیں' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر تعجب کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں آپ اس پر تعجب کرتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک یہ امر محقق اور ثابت ہے اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے آپ کا مذاق اڑاتے ہیں' اور یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کی نبوت کا اور قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں اور آپ کو ان کے انکار پر تعجب ہے کیونکہ بہ کثرت دلائل اور معجزات سے آپ کی نبوت اور قرآن مجید ثابت ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

بعض احادیث میں اللہ تعالیٰ پر تعجب کا اطلاق کیا گیا ہے مگر وہ اطلاق مجازی ہے' ان احادیث میں تعجب کا معنی راضی ہونا اور خوش ہونا ہے۔

مثلاً اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس قوم پر تعجب ہوتا ہے جو زنجیروں میں جکڑی ہوئی جنت میں داخل ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۰۱۰' مسند احمد رقم الحدیث ۸۰۰۰' عالم الکتب)

اس حدیث کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) وہ قوم زنجیروں میں جکڑی ہوئی اسلام میں داخل ہوگی' اور جنت کا اطلاق اسلام پر ہے' کیونکہ اسلام جنت کا سبب ہے۔

(۲) مسلمانوں کا وہ گروہ جس کو کفار نے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر رکھا ہوگا اور وہ اسی حال میں مر جائیں گے اور وہ حشر میں اس حال میں داخل ہوں گے یا ان کو اسی حال میں قتل کر دیا جائے گا اور ان کا اسی حال میں حشر ہوگا اور اس جنت کا اطلاق حشر پر ہے' کیونکہ وہ حشر سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔

(۳) وہ دنیا میں کافروں کی قید میں زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے اور آخرت میں جنت میں ہوں گے۔

(۴) زنجیروں سے مراد ہے ان کو کھینچنا' وہ دنیا میں گمراہی میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی سے کھینچ کر ہدایت کے راستہ پر لے آیا جو در اصل جنت کا راستہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۵۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مشرکین کا قیامت کے انکار پر اصرار کرنا

اس کے بعد فرمایا: اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ قبول نہیں کرتے O اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں O اور کہتے ہیں یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے O (الصّٰفّٰت ۱۵۔۱۳)

کفار مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو اور حشر کو بہت بعید گردانتے تھے' جب ان کو نصیحت کی جاتی اور کہا جاتا کہ بتاؤ آسمان اور زمین زیادہ سخت ہیں یا تم کو دوبارہ پیدا کرنا! اور یہ بتاؤ کہ جو سخت اور دشوار چیزوں کے بنانے پر قادر ہو وہ آسان چیزوں کے بنانے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے یا نہیں! یہ دلیل بہت واضح اور قوی ہے' لیکن منکرین اپنے جہل اور عناد کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں حاصل کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت پر معجزات پیش کیے اور فرمایا کہ جب معجزات سے میرا صادق ہونا واضح ہو گیا تو میں تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور قیامت اور حشر و نشر اور حساب و کتاب اور جزاء اور سزا کی خبر دیتا ہوں میری اس خبر کو برحق مان لو تو وہ آپ کے معجزات کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (کافر کہتے ہیں) کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم کو ضرور اٹھایا

marfat.com

جائے گا؟O اور کیا ہمارے آباء واجداد کو بھی؟O آپ کہیے ہاں! اور تم ذلیل وخوار ہو گے O وہ صرف ایک زوردار جھڑک ہو گی' پھر وہ یکا یک دیکھنے لگیں گے O وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہی سزا کا دن ہے O یہی اس فیصلہ کا دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے O (الصّٰفّٰت :۲۱۔۱۶)

انکار حشر کا شبہ اور اس کا ازالہ

الصّٰفّٰت : ۱۸۔۱۶ میں کفار اور مشرکین کے اس شبہ کو بیان فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ان کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا' پھر ان کے ذرات خاک میں مل کر آندھیوں سے اڑ جائیں گے اور اسی طرح دوسرے مردوں کے ذرات سے خلط ملط ہو جائیں گے پھر ان مخلوط ذرات کو کیسے الگ الگ اور متمیز کیا جائے گا' اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ ان مخلوط ذرات کو متمیز کرنا اور ان کو پھر سے جوڑ دینا امر ممکن ہے اور تمام ممکنات پر اللہ تعالیٰ قادر ہے' سو وہ ان مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینے پر بھی قادر ہے' سو وہ ان کفار کو بھی زندہ کر دے گا اور ان کے آباؤ اجداد کو بھی۔ اور اس وقت تم ذلیل وخوار ہو گے۔

زجرۃ کا معنی

الصّٰفّٰت : ۱۹ میں زجرۃ کا لفظ ہے' اس کا معنی جھڑکنا ہے' جیسے بکریوں اور اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے زور سے ڈانٹتے ہیں' پھر یہ لفظ چیخ کے معنی میں استعمال ہونے لگا' اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو ایک زوردار چیخ کی آواز آئے گی جس سے مردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے' اور اس صور کی آواز کو زجرۃ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ آواز جھڑکنے کی آواز کی طرح ہوگی جو مردوں کو قبروں سے اٹھا دے گی اور ان کو ہنکا کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس چیخ یا جھڑک کا کیا فائدہ ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض ڈرانے کے لیے ہوگی' اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اس جھڑک کی مردوں کو زندہ کرنے میں کوئی تاثیر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے صور کی آواز سے سب زندہ لوگ مر جائیں گے اور دوسرے صور کی آواز سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے' نہ پہلے صور کی موت میں کوئی تاثیر ہے نہ دوسرے صور کی حیات میں کوئی تاثیر ہے۔ بلکہ موت اور حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ. (الملک:۲) وہ ذات جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

ایک سوال یہ ہے کہ یہ چیخ فرشتوں کی آواز ہوگی یا اس آواز کو اللہ تعالیٰ ابتداءً پیدا فرمائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ ندا کریں گے کہ اے بوسیدہ اجسام! اور اے گلی سڑی ہڈیو اور اے منتشر اجزاء! اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجتمع ہو جاؤ۔

الصّٰفّٰت : ۲۰ میں ہے' مردہ کافر زندہ ہونے کے بعد کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! اس آیت میں وَیل کا لفظ ہے' زجاج نے کہا کسی مصیبت یا ہلاکت کے وقت یہ لفظ کہا جاتا ہے' انہیں افسوس ہوگا کہ دنیا میں وہ جو شرک' کفر اور ظلم کرتے رہے تھے اب اس کی باز پرس اور سزا کا دن آ گیا ہے۔

الصّٰفّٰت : ۲۱ میں ہے یہ اس فیصلہ کا دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہو جو اس نے فرشتوں سے کہلوایا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کلام براہ راست فرشتوں نے کیا ہو' کہ انبیاء علیہم السلام جب تم کو اس دن کی خبر سناتے تھے تو تم ان کی تکذیب کرتے تھے لو اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اپنے کانوں سے سن لو وہ دن آ گیا ہے اور اس دن میں تمہارے ایک ایک دن کا حساب لیا جائے گا۔

احشروا الذين ظلموا وازواجهم وما كانوا يعبدون ﴿٢٢﴾

ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (ان سب کو) جمع کرو ○

من دون الله فاهدوهم الى صراط الجحيم ﴿٢٣﴾ الربع وقفوهم

پھر ان سب کو دوزخ کے راستہ پر لے جاؤ ○ اور ان کو ٹھہراؤ

انهم مسئولون ﴿٢٤﴾ ما لكم لا تناصرون ﴿٢٥﴾ بل هم اليوم

بیشک ان (سب) سے سوال کیا جائے گا○ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے !○ بلکہ وہ سب آج

مستسلمون ﴿٢٦﴾ واقبل بعضهم على بعض يتساءلون ﴿٢٧﴾

گردن جھکائے کھڑے ہیں ○ وہ ایک دوسرے کی طرف ملتفت ہو کر سوال کریں گے ○

قالوا انكم كنتم تاتوننا عن اليمين ﴿٢٨﴾ قالوا بل لم تكونوا

(پیروکار) کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے ○ (پیشوا) کہیں گے بلکہ تم خود

مؤمنين ﴿٢٩﴾ وما كان لنا عليكم من سلطان بل كنتم قوما

ایمان لانے والے نہ تھے ○ اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا' بلکہ تم خود سرکش

طاغين ﴿٣٠﴾ فحق علينا قول ربنا انا لذائقون ﴿٣١﴾ فاغويناكم

لوگ تھے○ سو ہمارے رب کا قول ہم پر ثابت ہو گیا' بے شک ہم ضرور عذاب کو چکھنے والے ہیں○ ہم نے تم کو

انا كنا غاوين ﴿٣٢﴾ فانهم يومئذ في العذاب مشتركون ﴿٣٣﴾ انا

گمراہ کیا تھا بے شک ہم خود بھی گم راہ تھے○ پس بے شک وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے○ بے شک

كذلك نفعل بالمجرمين ﴿٣٤﴾ انهم كانوا اذا قيل لهم لا اله

ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں○ بے شک وہ ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا

الا الله يستكبرون ﴿٣٥﴾ ويقولون ائنا لتاركوا الهتنا لشاعر

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے○ اور وہ کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول کی وجہ سے اپنے

marfat.com

مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

معبودوں کو ترک کر سکتے ہیں! ○ نہیں! بلکہ وہ حق لے کر آئے تھے اور انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی تھی ○ بے شک

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ

تم ضرور درد ناک عذاب کو چکھنے والے ہو ○ اور تم کو صرف تمہارے کرتوتوں کی ہی سزا دی جائے گی ○ ماسوا اللہ کے

اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ

برگزیدہ بندوں کے ○ ان کے لیے مقررہ روزی ہے ○ عمدہ میوے ہیں اور وہ عزت

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ

دار ہوں گے ○ نعمت والی جنتوں میں ○ وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر مسند نشیں ہوں گے ○ ان پر

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا

چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کر رہا ہو گا ○ وہ (شراب) سفید اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی ○ نہ اس سے

غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

درد سر ہو گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے ○ اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں

عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

ہوں گی ○ گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں ○ پس وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف مڑ

يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ

کر سوال کریں گے ○ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا بے شک دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا ○ جو کہتا تھا

ءَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

کیا تو ضرور (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ

تو کیا اس وقت ضرور ہم کو بدلہ دیا جائے گا؟ ○ وہ کہے گا کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ ○ سو وہ اس کو جھانک کر دیکھے

فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا

گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا○ سو وہ (اس سے) کہے گا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا○ اور اگر

نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾

مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا○ (جنتی لوگ فرشتوں سے کہیں گے) کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟○

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

سوا اس پہلی موت کے اور کیا ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا؟ ○ (پھر تو) بے شک یہ بہت بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا

کامیابی ہے ○ ایسی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے ○ آیا یہ زیادہ اچھی مہمانی

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

ہے یا تھوہر کا درخت؟○ بے شک ہم نے اس کو ظالموں کے لیے عذاب بنا دیا ہے○ بے شک وہ ایسا درخت

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے ○ اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں ○

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

(دوزخی) ضرور اسی درخت سے کھائیں گے سو اسی سے پیٹ بھریں گے ○ پھر بے شک ان کے لیے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ

(پیپ) ملا ہوا گرم پانی ہو گا ○ پھر بے شک ان کا ضرور دوزخ کی طرف لوٹنا ہو گا○ بے شک

اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ

انہوں نے اپنے آباء واجداد کو گم راہ پایا○ سو وہ ان ہی کے نقش قدم پر بھگائے جاتے رہے ○ اور ان

ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾

سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گم راہ ہو چکے ہیں○ اور بے شک ہم نے ان میں عذاب سے ڈرانے والے بھیجے تھے○

marfat.com

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

سو آپ دیکھئے کہ جن کو ڈرایا گیا ان کا کیسا انجام ہوا O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (ان سب کو) جمع کرو O پھر ان سب کو دوزخ کے راستہ پر لے جاؤ O اور ان کو ٹھہراؤ' بے شک ان (سب) سے سوال کیا جائے گا O تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے! O بلکہ وہ سب آج گردن جھکائے کھڑے ہیں O (الصّٰفّٰت: ۲۶-۲۲)

ظالموں کے ازواج کی تفسیر کے متعدد محامل

الصّٰفّٰت: ۲۲ میں احشروا کا لفظ ہے' حشر کا معنی ہے لوگوں کی ایک جماعت کو ان کے گھروں سے نکال کر میدان جنگ میں لے جانا' امام ابن جارود نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے النساء لا یحشرن عورتوں کو میدان جنگ میں نہیں لے جایا جائے گا' اور قیامت کے دن کو بھی یوم حشر کہا جاتا ہے جیسے مردوں کے زندہ کرنے کے دن کو یوم نشر کہا جاتا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۵۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں الذین ظلموا کا لفظ ہے' ظلم کا معنی ہے غیر کی ملک میں تصرف کرنا' یا کسی چیز کو اس کے اصل محل اور مقام کے خلاف دوسری جگہ رکھنا' اور یہاں ظلم سے مراد کفر اور شرک ہے' یعنی وہ لوگ جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ O (لقمان: ۱۳) شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O (البقرہ: ۲۵۴) اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اور زیادہ تر قرآن مجید میں ظالموں کے متعلق جو وعیدیں آئی ہیں اس سے مراد کفار ہی ہوتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے ظالموں کو اور ان کے ازواج کو جمع کرو' ازواج کی تفسیر میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے امثال اور نظائر ہیں' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ازواج سے مراد ان کے نظائر ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد ان کے امثال ہیں' قیامت کے دن ہر شخص اپنی مثل کے ساتھ آئے گا' سود خور سود خوروں کے ساتھ آئے گا اور زنا کرنے والا زنا کرنے والوں کے ساتھ آئے گا اور شراب خور شراب خوروں کے ساتھ آئے گا' کچھ جوڑے جنت میں ہوں گے اور کچھ جوڑے دوزخ میں ہوں گے۔

(البعث والنشور رقم الحدیث: ۹۸-۹۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۳۰ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۰۹' الدر المنثور ج ۷ ص ۸۴-۸۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد ظالموں کے پیروکار ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت یہ ہے کہ ازواج سے مراد کفار کی وہ بیویاں ہیں جو کفر میں ان کی موافقت کرتی تھیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اس کے بعد فرمایا اور ان کو بھی جمع کرو جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے۔

اس سے مراد وہ شیاطین ہیں جو ان کو ان کے معبودوں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے تھے' اور اس طرح وہ شیاطین بھی

حکما ان کے معبود ہو گئے۔ پھر فرشتوں سے فرمایا ان سب کو ہانک کر دوزخ کی طرف لے جاؤ۔

پل صراط پر کفار اور مومنین اور فساق اور صالحین کے احوال کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کو ٹھہراؤ' بے شک ان (سب) سے سوال کیا جائے گا O
یعنی ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ دنیا میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اور کیا عمل کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب تک ابن آدم سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے وہ اپنے رب کے سامنے سے قدم اٹھا نہیں سکے گا' اس نے اپنی عمر کس چیز میں فنا کی اور اس نے اپنی جوانی کن کاموں میں گزاری اور اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا اور کن مصارف میں خرچ کیا اور اس نے اپنے علم کے تقاضوں پر کتنا عمل کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۷۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث ۹۷۷۲' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۷۶۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۳۷' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کسی شخص کو کسی چیز کی دعوت دے گا وہ چیز اس کے ساتھ لازم رہے گی اور اس سے جدا نہیں ہو گی پھر آپ نے الصّٰفّٰت کی یہ آیتیں پڑھیں۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۲۲' المستدرک رقم الحدیث ۳۶۱۰)

فرشتوں سے کہا جائے گا ان کو پل صراط پر روک لو حتیٰ کہ ان سے ان کے ان اقوال اور اعمال کے متعلق سوال کیا جائے جو ان سے دنیا میں صادر ہوئے ہیں۔

پھر ان سے کہا جائے گا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے! O بلکہ وہ سب آج گردن جھکائے کھڑے ہیں O (الصّٰفّٰت: ۲۶-۲۵)

یعنی جس طرح تم دنیا میں اپنے معبودوں کے متعلق یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ آخرت میں ہم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے تو آج تم ان سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ تم کو عذاب سے چھڑا لیں۔ اس سوال کو مؤخر کیا جائے گا اور جب ان کو مدد کی سخت ضرورت ہو گی اس وقت ان سے یہ سوال کیا جائے گا۔

آخرت میں سوال کا مرحلہ بہت سخت ہو گا' بعض لوگوں کے ایسے عمل ہوں گے جو لوگوں کے دکھانے کے لائق نہیں ہوں گے' اور بعض لوگوں کے ایسے عمل ہوں گے جو لوگوں کے سامنے پیش کیے جانے کی صلاحیت رکھیں گے' مومنوں سے جو لغزشیں ہوئی ہوں گی اللہ تعالیٰ ان پر پردہ رکھے گا اور ان کو اپنی رحمت سے شرمندہ ہونے نہیں دے گا' اور کفار کے برے اعمال کو دکھا کر رسوا کر دے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مومن اپنے رب کے قریب ہو گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا پر رکھ دے گا' پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا: تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے' وہ دو مرتبہ کہے گا میں پہچانتا ہوں' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تجھ پر ستر کیا تھا اور آج تجھ کو بخش دیتا ہوں' اور اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور کفار کو لوگوں کے سامنے پکار کر کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۵-۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۴۲)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس بندہ کا دنیا میں پردہ

marfat.com

رکھتا ہے اس کو آخرت میں رسوا نہیں کرے گا۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث:۱۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن کوئی دوست اپنے دوست کو یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا (۱) میزان پر حتیٰ کہ وہ بھاری ہو جائے یا ہلکی ہو جائے (۲) اور جب اعمال نامے دیئے جائیں گے، جس وقت اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا (۳) اور جب دوزخ سے ایک گردن نکل کر چنگھاڑ رہی ہوگی اور وہ گردن کہے گی میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں (پھر دوسری بار کہے گی) میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں، میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور شخص کو عبادت کا مستحق قرار دیتا تھا، اور میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا تھا اور میں ہر متکبر اور معاند کے حوالے کی گئی ہوں، وہ گردن ایسے لوگوں کو اٹھا کر دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دے گی۔ اور دوزخ کا ایک پل ہے جو بال سے زیادہ باریک ہے اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اس پر آنکڑے (ہک) اور کانٹے لگے ہوئے ہیں، وہ جس کو چاہیں گے پکڑ لیں گے، بعض لوگ اس پل پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض لوگ بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے اور بعض اونٹوں کی طرح، اور فرشتے دعا کر رہے ہوں گے رب سلم رب سلم (اے رب سلامت رکھنا، اے رب سلامت رکھنا) کوئی اس پل پر سے سلامتی کے ساتھ نجات پا جائے گا، کوئی زخمی ہو کر گزر جائے گا اور کوئی منہ کے بل دوزخ میں گر جائے گا۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۶۴۷، دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پل صراط پر عالم اور عابد جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کی وجہ سے نعمتیں پاؤ اور عالم سے کہا جائے گا یہاں ٹھہرو اور جن سے تم محبت کرتے تھے ان کی شفاعت کرو، کیونکہ تم جس کی بھی شفاعت کرو گے اس کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی اور اس وقت وہ انبیاء کا قائم مقام ہوگا۔ (مسند الفردوس للدیلمی رقم الحدیث: ۱۳۰۰، الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۲۹۳، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۸۷۰۸، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۵۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۸۸)

اس حدیث میں عالم سے مراد احکام شرعیہ کا عالم ہے جو اپنے علم کے تقاضوں پر عمل بھی کرتا ہو، اور اپنے نفیس اوقات کو دین کی تبلیغ میں خرچ کرتا ہو، وہ چونکہ دنیا میں لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کی کوشش کرتا تھا اور فسق و فجور سے باز رکھنے کی سعی کرتا تھا اور اللہ کے دین کی سربلندی میں لگا رہتا تھا اس لیے اس کو آخرت میں منصب شفاعت عطا کر کے انبیاء کا نائب بنایا جائے گا، حدیث میں ہے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶) اور یہ کہ علماء کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حشر کیا جائے گا۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۸۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ایک دوسرے کی طرف ملتفت ہو کر سوال کریں گے O (پیروکار) کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے O (پیشوا) کہیں گے بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے O اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا، بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے O سو ہمارے رب کا قول ہم پر ثابت ہو گیا بے شک ہم ضرور عذاب کو چکھنے والے ہیں O ہم نے تم کو گم راہ کیا تھا، بے شک ہم خود بھی گم راہ تھے O پس بے شک وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے O بے شک ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں O بے شک وہ ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے O اور وہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول کی وجہ سے اپنے معبودوں کو ترک کر سکتے ہیں! O

نہیں! بلکہ وہ حق لے کر آئے تھے اور انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی تھی O بے شک تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو O اور تم کو صرف تمہارے کرتوتوں کی ہی سزا دی جائے گی O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O (الصّٰفّٰت ۴۰۔۲۷)

نیک کاموں کو دائیں جانب سے شروع کرنے کے متعلق احادیث

الصّٰفّٰت: ۲۷ میں فرمایا وہ ایک دوسرے کی طرف ملتفت ہو کر سوال کریں گے O پھر الصّٰفّٰت: ۲۸ میں سوال اور جواب کی کیفیت بتائی: کہ پیروکار کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے O

اس آیت میں بتایا ہے کہ پیروکار اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے' دائیں جانب کی تخصیص کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف اور فضیلت حاصل ہے تمام نیک' مستحسن اور مبارک کام دائیں ہاتھ سے کیے جاتے ہیں اور گھٹیا اور نامبارک کام بائیں ہاتھ سے کیے جاتے ہیں' اس سلسلے میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتی پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضو کرنے میں اور تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا پسند تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۸' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۶۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۱۴۰' سنن الترمذی رقم الحدیث ۶۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۹۳۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۹۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۴۸۵۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۷۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۹۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۶' شرح السنہ رقم الحدیث ۱۱۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب کا پیالہ لایا گیا' آپ کی دائیں جانب لوگوں میں سب سے کم عمر ایک لڑکا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا اے لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں (اپنا تبرک) بڑی عمر کے لوگوں کو دے دوں؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے بچے ہوئے تبرک لینے کو میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے (وہ تبرک) اس لڑکے کو عطا فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۳۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۰۳۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۶۸۶۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہ کر لایا گیا' وہ بکری حضرت انس بن مالک کے گھر میں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالہ میں دودھ پیش کیا گیا' آپ نے اس میں سے کچھ دودھ پیا حتیٰ کہ آپ نے منہ سے پیالہ ہٹا لیا' اس وقت آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی (دیہاتی) تھا' حضرت عمر کو یہ خدشہ ہوا کہ آپ اپنا تبرک اس اعرابی کو دے دیں گے انہوں نے جلدی سے کہا: یا رسول اللہ! ابوبکر آپ کے پاس بیٹھے ہیں ان کو عطا فرما دیں! آپ نے اپنا تبرک اس اعرابی کو عطا فرما دیا جو آپ کی دائیں جانب تھا پھر آپ نے فرمایا دائیں جانب سے ابتدا کرو' اس کے بعد پھر دائیں جانب سے ابتدا کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۲۶' سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۸۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے تو دائیں جانب سے ابتداء کرے اور جب جوتی اتارے تو بائیں جانب سے ابتداء کرے تاکہ جوتی پہننے کی ابتداء بھی دائیں

marfat.com

جانب سے ہو اور انتہاء بھی دائیں جانب سے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۵۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۹۷ سنن ابو داؤد رقم الحد...
۴۱۳۹ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۷۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۱۶ مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۴۳ عالم الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرتے تھے۔
(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱...

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو...
جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۷۹۱ طبع جدید)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو دایاں پیر پہلے داخل کرتے اور جب باہر نکلتے تو بایاں پیر...
نکالتے۔ (صحیح البخاری باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ رقم: ۴۷)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نوخیز لڑکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھا ہو...
اور میں پلیٹ میں ہر طرف سے لے کر کھا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہا...
سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ' پھر میں ہمیشہ اسی طرح سے کھاتا رہا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۷۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۲ سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۶۷۵۹ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۶۷...

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لباس پہنو یا وضو کرو تو دا...
جانب سے ابتدا کرو۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۱۴۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲)

دائیں ہاتھ کے شرف اور فضیلت کی وجہ سے کوئی گھٹیا اور بے توقیر کام دائیں ہاتھ سے نہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے...
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پانی پ...
برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلا میں جائے تو اپنی شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استن...
کرے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۳ صحیح مسلم الحدیث: ۲۶۷ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵ سنن النسائی رقم الحد...
۲۴-۲۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۰ السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۴۱)

دائیں جانب کی شرف اور فضیلت کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال کو وہ فرشتہ لکھتا ہے جو اس کی دائیں جانب ہوتا...
اور اس کے برے اعمال کو وہ فرشتہ لکھتا ہے جو اس کی بائیں جانب ہوتا ہے۔

کافر پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا آخرت میں مکالمہ

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی ہوتا ہے' اس لیے کافر سرداروں کے پیروکار اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم افضل...
قوی جانب سے ہمیں حکم دیتے تھے اس لیے ہم تمہارے احکام کی پیروی کرتے تھے اور تم نے ہم کو کفر اور شرک پر مجبور کر...
پھر کافر پیشوا اپنے پیروکاروں کو جواب دیں گے' نہیں بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے' ہمارے پاس ایسی کوئی قدرت ا...
طاقت نہ تھی کہ ہم تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے دل و دماغ پر تصرف کر کے تم کو کافر اور مشرک بنا دیتے' بلکہ تم خود اللہ تعا...
کی نافرمانی اور سرکشی میں انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ہم کو عذاب دینے کی خبر دی ہے اور اس کی دی ہوئی خبر صاد...
اور برحق ہے سو ہم کو یہ عذاب ضرور ہوگا' ان کے اس قول میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے' اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فر...
تھا:

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (ص: ۸۵۔۸۴)

فرمایا تو یہ حق ہے اور میں حق ہی فرماتا ہوں ۝ میں ضرور تجھ سے اور ان سب لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گے۔

پھر ان کے پیشواؤں نے اعتراف کیا کہ بے شک ہم نے تم کو گم راہ کیا تھا' بے شک ہم خود بھی گمراہ تھے' اگر یہ اعتراض ہو کہ اس سے پہلے تو انہوں نے پیروکاروں کے الزام کے جواب میں کہا تھا بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے' ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا' اور اب یہ کہا کہ ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا' اور ان دونوں باتوں میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے زبردستی اور جبراً تم کو مشرک نہیں بنایا تھا۔ اور اس آیت میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم نے تم کو صرف گمراہی کی دعوت دی تھی اور ہم تمہاری گم راہی کا سبب تھے اور اس میں انہوں نے زبردستی کرنے اور جبر کرنے کا اعتراف نہیں کیا۔

کافروں کے متعلق اللہ کی وعیدات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس بے شک وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے' یعنی پیشوا اور پیروکار اور تابع اور متبوع دونوں عذاب میں شریک ہوں گے' جس طرح دنیا میں دونوں کفر اور شرک میں مشترک تھے' آخرت میں عذاب میں مشترک ہوں گے' نیز فرمایا بے شک ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں یعنی کفر اور شرک پر جو ان کو عذاب دیا جائے گا' کوئی نئی بات نہیں ہے' نہ یہ سزا ان کے ساتھ خاص ہے' ہمارا ہمیشہ سے یہی دستور ہے' پھر ان کا جرم بیان فرمایا کہ جب بھی ان سے کہا جاتا کہ یہ مان لو اور اس کا اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے اور اس کو نہیں مانتے تھے' اسی طرح انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننے سے بھی انکار کیا اور کہا کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول کی وجہ سے اپنے معبودوں کو ترک کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا' نہیں بلکہ وہ حق لے کر آئے تھے یعنی وہ دیوانے شاعر کیسے ہو سکتے ہیں' انہوں نے تو گزشتہ رسولوں کی تصدیق کی ہے' جس طرح گزشتہ رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی تھی انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی ہے اور اس کے شریک کی نفی کی ہے' ان کی نبوت کا انکار کرکے اور ان کو دیوانہ شاعر کہنے کی وجہ سے تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو' اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ کسی کو بلا وجہ عذاب نہیں دیتا اور بغیر جرم کے کسی کو سزا نہیں دیتا اور تم کو صرف تمہارے کرتوتوں کی ہی سزا دی جائے گی' اللہ تعالیٰ نے نیک اور اچھے کاموں کا حکم دیا ہے' اور قبیح اور برے کاموں سے روکا ہے اور نیک کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے اور برے کاموں پر عذاب سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور پسندیدہ بندے آخرت میں نجات پائیں گے اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے لیے مقررہ روزی ہے ۝ عمدہ میوے ہیں اور وہ عزت دار ہوں گے ۝ نعمت والی جنتوں میں ۝ وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر مسند نشین ہوں گے ۝ ان پر چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کر رہا ہوگا ۝ وہ (شراب) سفید اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی ۝ نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے ۝ اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ۝ گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں ۝ (الصّٰفّٰت: ۴۹۔۴۱)

مومنوں کے متعلق اللہ کی بشارتیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ آخرت میں کافروں اور متکبروں کے کیا احوال ہوں گے' اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ آخرت میں مومنین اور صالحین کے کیسے احوال ہوں گے۔

الصّٰفّٰت: ۴۱ میں بتایا کہ ان کی روزی معلوم ہے' اس میں مختلف اقوال ہیں کہ ان کی روزی کی کون سی صفت معلوم ہے؟

marfat.com

بعض نے کہا کہ روزی ملنے کا وقت معلوم ہے' ہر چند کہ صبح اور شام کا تحقق نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں ہے کہ ان کو صبح اور شا
روزی ملے گی۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا. (مریم:۶۲) اور ان کے لیے جنت میں صبح اور شام ان کی روزی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ معلوم ہے کہ جنت کا رزق خوش ذائقہ اور خوش بودار ہوگا' اور دیکھنے میں بہت حسین معلوم
گا۔اور ایک قول یہ ہے کہ جنتیوں کو معلوم ہوگا کہ ان کا رزق دائمی ہے ان کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ دنیا کے رزق کی طرح وہ فانی ا
زائل ہونے والا ہے۔

الصّٰفّٰت :۴۲ میں فرمایا: ان کے لیے میوے اور پھل ہوں گے' میووں اور پھلوں کو لوگ حصول لذت کے لیے کھاتے ہیں
پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھاتے' اور فرمایا کہ ان کو وہ رزق عزت کے ساتھ دیا جائے گا اس طرح نہیں ہوگا جس طرح جانوروں
کے آگے چارا ڈال دیا جاتا ہے۔

الصّٰفّٰت :۴۴۔۴۳ میں فرمایا: جنت میں مومنوں کو کوئی کلفت اور پریشانی نہیں ہوگی وہ اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہو
ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ باتیں کر رہے ہوں گے۔

الصّٰفّٰت : ۴۵ میں فرمایا: ان پر چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کر رہا ہوگا۔اس آیت میں کاس کا لفظ ہے کاس شیشے کے
پیالے کو کہتے ہیں اگر پیالے میں مشروب نہ ہو تو اس کو کاس نہیں کہتے بلکہ کوب یا ابریق کہتے ہیں اور جب وہ پیالہ مشروب سے
بھرا ہوا ہو تو اس کو کاس کہتے ہیں لیکن توسعاً ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

الصّٰفّٰت :۴۶ میں فرمایا: وہ شراب سفید اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی' جنت کی شراب کا رنگ دودھ سے بھی زیادہ
سفید ہوگا اور یہ صرف جنت کی شراب کی خصوصیت ہے دنیا کی شرابیں مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں' اسی طرح جنت کی شراب لذیذ
ہوگی اس کے برخلاف دنیا کی شرابیں بدذائقہ اور کڑوی ہوتی ہیں۔

غول بیابان کی تحقیق

الصّٰفّٰت :۴۷ میں فرمایا: نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے O اس آیت میں غول کا لفظ ہے' غول کا معنی ہے دردس
مستی' نشہ' یعنی جنت کی شراب سے دردسر اور بدمستی نہیں ہوگی' اس شراب کو پینے سے سر میں چکر نہیں آئیں گے' ناگہانی ہلاک
کر دینے والی چیز کو بھی غول کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۷۸۔۴۷۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خمر میں چار اوصاف ہوتے ہیں (۱) نشہ آور ہونا (۲) سر درد پیدا کر
(۳) قے آور ہونا (۴) اور پیشاب آور ہونا اور جنت کی شراب ان چاروں اوصاف سے پاک ہوگی۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۱۷۷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرض (خود بہ خود) متعدی نہیں ہوت
اور نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے اور نہ غول کی کوئی تاثیر ہے۔
(صحیح مسلم کتاب السلام رقم حدیث الباب: ۱۰۷' رقم بلاتکرار: ۲۲۲۲' رقم المسلسل: ۵۶۸۷)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ عرب یہ گمان کرتے تھے کہ جنگلات میں غول رہتے ہیں اور غول جنات اور شیاطین کی جنس سے
ہوتے ہیں وہ لوگوں کو مختلف رنگ کی صورتوں میں نظر آتے ہیں اور مسافروں کو راستے سے بہکا کر ہلاک کر دیتے ہیں' نبی صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان کے اس گمان کو باطل کیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ غول کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عربوں کا یہ گمان باطل ہے کہ غول رنگ برنگی صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور لوگوں کو راستے سے بہکا دیتے ہیں' لیکن جنات میں جادوگر ہوتے ہیں وہ لوگوں کے ذہنوں میں اپنے خیالات ڈال دیتے ہیں اور ان کو شبہات اور تلبیس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم زرخیز اور سرسبز علاقوں میں سفر کرو تو اپنی سواریوں کو چرنے دو' اور اپنی منزل کھوٹی نہ کرو' اور جب تم خشک اور بنجر علاقوں سے گزرو تو جلدی گزر جاؤ اور اندھیرا پھیلنے سے بچو کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے' اور جب غیلان (جنات) تم کو پریشان کریں تو جلدی سے اذان دو (تاکہ ان کا شر دور ہو) اور تم راستہ کے وسط میں سواری سے اترنے اور نماز پڑھنے سے پرہیز کرو کیونکہ وہاں سانپ اور درندے ہوتے ہیں اور وہاں قضاء حاجت سے بھی اجتناب کرو کیونکہ لوگ ان پر لعنت کرتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث ۱۳۸۶۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غول بیاباں کا بہر حال وجود ہے۔

(شرح مسلم للنووی ج ۹ ص ۵۹۶۳-۵۹۶۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے دراصل یہ تقریر کی ہے۔

(نہایہ ج ۳ ص ۳۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' مسلم: ۲۲۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ کسی کی کوئی صفت متغیر کر سکتا ہے' اسی طرح حضرت عمر نے فرمایا کوئی شخص کسی کی کوئی صفت متغیر نہیں کر سکتا لیکن جنات میں جادوگر ہوتے ہیں جب وہ تم کو پریشان کریں تو نماز کی اذان دو۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۱۴۶-۱۴۵' دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ محمد بن محمد السنوسی المتوفی ۸۹۵ھ نے بھی علامہ ابن الاثیر اور علامہ نووی کی تقریر نقل کی ہے اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے:

یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے غول بیاباں ہوتے تھے اور اس کے بعد اللہ سبحانہ نے ان کو اپنے بندوں سے رفع کر دیا اور یہ آپ کی بعثت کے خصائص میں سے ہے' جس طرح آپ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں سے فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن لیا کرتے تھے اور آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۴۴۴' مکمل الاکمال مع الاکمال ج ۷ ص ۴۴۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اس آیت میں ینزفون کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کا ختم ہو جانا نزف الماء کہتے ہیں جب کنویں کا تمام پانی نکال لیا جائے اور اس میں بالکل پانی نہ رہے' نزف فی الخصومة اس وقت کہتے ہیں جب کسی شخص کے اپنے موقف پر تمام دلائل مسترد کر دیئے جائیں اور اب اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے' اور اس آیت میں لا ینزفون سے مراد یہ ہے کہ جنت کی شراب پینے سے مومنوں کی عقل کام کرتی رہے گی ختم نہیں ہو گی اور وہ بہکی بہکی باتیں نہیں کریں گے۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۳۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

marfat.com

حوروں کو پوشیدہ انڈوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

الصّٰفّٰت: ۴۹۔۴۸ میں فرمایا: اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی O گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں O

اس آیت میں قاصرات الطرف کا لفظ ہے قصر کا معنی ہے روکنا اور بند کرنا' اور طرف کا معنی ہے دیکھنا اور نظر کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی نظروں کو روک کر بند رکھیں گی اور اپنے خاوندوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھیں گی' اور اس میں عین کا لفظ ہے زجاج نے کہا اس کا معنی ہے بڑی بڑی آنکھوں والی حسین و جمیل عورتیں۔

اور اس میں بیض کا لفظ ہے یہ بیضۃ کی جمع ہے اور مکنون کا معنی ہے چھپی ہوئی اور پوشیدہ چیز' انڈے میں سفیدی اور زردی اس کے چھلکے کے خول میں پوشیدہ ہوتی ہے اور جب تک وہ چھپی رہے وہ گرد و غبار اور بیرونی تغیرات سے محفوظ رہتی ہے' مراد یہ ہے کہ جس طرح انڈے کی سفیدی اور زردی بیرونی تغیرات سے محفوظ اور مامون ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی بیرونی تغیرات سے محفوظ اور مامون ہیں' اور جس طرح انڈے کی اندرونی سطح سفید' پردے میں بند ہوتی ہے اسی طرح حوریں سفید' پردے میں بند اور ان چھوئی ہوں گی۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ. ان کو اس سے پہلے کسی انسان نے چھوا ہے نہ جن نے۔

(الرحمٰن: ۷۴۔۵۶)

جسمانی اور روحانی لذتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی اور روحانی لذتوں کا ذکر فرمایا ہے' میووں' پھلوں اور شراب طہور کے کھانے اور پینے سے انسان کو جسمانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں اور حسین و جمیل عورتوں کے قرب سے بھی اس کو جسمانی لذت حاصل ہوتی ہے' اور ان آیات میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں مومنوں کی تکریم کی جائے گی اور اس کی اپنے دوستوں سے ملاقات ہوگی وہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے اور ان چیزوں سے روحانی لذت حاصل ہوتی ہے' اسی طرح حسین چہروں کو دیکھنے سے بھی انسان خوش ہوتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں آنکھ کو روشن کرتی ہیں (ایک روایت میں آنکھ کی قوت میں اضافہ کرتی ہیں) سبزہ کی طرف دیکھنا' جاری پانی کی طرف دیکھنا اور حسین چہرے کی طرف دیکھنا۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۲۸۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۸۱۰' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۴۸۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۳۱۳' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

انڈوں کا پاک اور حلال ہونا

مرغی کے انڈوں کو کھانے کا مسلمانوں میں بہت رواج ہے اور تمام حلال پرندوں کے انڈے حلال ہیں' بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ انڈا در حقیقت نر پرندے کا مادہ منویہ ہوتا ہے اور منی ناپاک اور نجس ہے اس لیے انڈا حلال نہیں ہونا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ انڈے کے پاک ہونے کی یہ دلیل ہے کہ احادیث میں انڈے کو صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور نجس اور ناپاک چیز کا صدقہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر وہ جمعہ کی نماز پڑھنے چلا گیا' گویا اس نے ایک اونٹ کو صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا

گائے کو صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگھوں والے مینڈھے کو صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کو صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کو صدقہ کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۱ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۹۹ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۸۸ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۶)

اس حدیث میں انڈے کو صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور صدقہ پاک چیزوں کا کیا جاتا ہے' اور انڈے کے حلال ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن الحارث بن نوفل الہاشمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شتر مرغ کے انڈے لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم لوگ محرم ہیں تم یہ انڈے غیر محرم لوگوں کو کھلاؤ اور بارہ مسلمانوں نے اس واقعہ کی شہادت دی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۸۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۷۸۴' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انبیاء سابقین میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے کمزوری کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۱۰۲' رقم الحدیث: ۵۹۵۰' اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۹۸' کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۳' رقم الحدیث: ۲۸۴۲۷)

حافظ ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ تازہ انڈوں کو باسی انڈوں پر ترجیح دی جائے اور مرغی کے انڈوں کو دیگر پرندوں کے انڈوں پر ترجیح دی جائے' حافظ ابن قیم اور حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۲۳۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

انڈے کے غذائی اجزاء اور بد پرہیزی کے نقصانات

سو گرام انڈے میں ۱۴۷ حرارے' ۱۲ اعشاریہ تین گرام پروٹین' ۱۰ اعشاریہ ۹ کلو گرام چکنائی' ۱۴۰ ملی گرام سوڈیم' ۱۴۰ ملی گرام پوٹاشیم' ۵۲ ملی گرام کیلشیم' ۲ ملی گرام فولاد' ایک اعشاریہ ۵ ملی گرام جست' صفر نو ملی گرام وٹامن ب' اعشاریہ ۴۷ ملی گرام ب ۲' ایک اعشاریہ ۶ ملی گرام وٹامن ای' ۱۴۰ مائکرو گرام وٹامن الف' ایک اعشاریہ ۷۵ مائکرو گرام وٹامن ڈی' ایک اعشاریہ ۷ مائکرو گرام ب ۱۲ ہوتے ہیں۔

انڈے میں کولیسٹرول زیادہ مقدار میں ہوتا ہے' جو لوگ ہائی بلڈ پریشر یا قلب کی دیگر بیماریوں میں مبتلا ہوں ان کو انڈے نہیں کھانے چاہئیں' انڈوں میں کولیسٹرول کی زیادتی کا اندازہ اس سے کریں کہ ۱۰۰ گرام انڈوں کی زردیوں میں ۱۵۰۰ ملی گرام کولیسٹرول ہوتا ہے' اور جب خون میں کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہو تو خون بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور جسم کی شریانوں میں خون کی روانی بہت مشکل سے ہوتی ہے' جوڑوں میں اور خصوصاً کمر میں درد اسی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ گوشت میں بھی کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہوتی ہے' ۱۰۰ گرام بکری کے گوشت میں ۹۹ ملی گرام' ۱۰۰ گرام گائے کے گوشت میں ۸۹ ملی گرام اور ۱۰۰ گرام مرغی کے گوشت میں ۸۷ ملی گرام کولیسٹرول ہوتا ہے' مغز' پائے اور کلیجی میں سو فی صد کولیسٹرول ہوتا ہے' یہ جسم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' سو ہم کو مضر صحت اشیاء کھا کر اس جسم کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے اگر ہم نے مضر صحت چیزیں کھائیں تو دنیا میں تو ہم کو تکالیف کا سامنا ہوگا ہی ہم آخرت میں بھی گرفت کے مستحق ہوں گے' بعض لوگ بد پرہیزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا نا کہ ہم مر جائیں گے' یہ زیادہ سے زیادہ نہیں کم سے کم ہے' فرض کیجئے شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں بد پرہیزی سے انسان کو فالج ہو جائے اور اس کے بعد وہ شخص پچاس سال بھی زندہ رہا تو یہ زندگی کس کام کی! کیا یہ زندگی

marfat.com

جیتے جی عذاب نہیں ہے! تھوڑی دیر کے زبان کے چٹخارے کے لیے ساری زندگی کا عذاب مول لینا کون سی دانش مندی ہے!

میں بہت پرہیز کرتا ہوں مجھے ۱۹ سال سے شوگر اور ہائی بلڈ پریشر ہے' میں ایک وقت میں زیادہ تر دال اور کبھی بران بریڈ کے تین سلائس اور ابلی ہوئی سبزی یا ابلی ہوئی دال اور بہت کم مقدار میں کبھی کبھی گوشت لیتا ہوں' نمک بھی بہت کم استعمال کرتا ہوں' جو شخص خود عمل کرتا ہو اس کی زبان اور قلم میں اثر ہوتا ہے اس لیے میں اپنے قارئین کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو صحت مند ہیں وہ اپنی صحت کی قدر کریں اور سادہ غذا کھائیں اور جو اس قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں وہ میری طرح پرہیز کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف مڑ کر سوال کریں گے O ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا بے شک دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا O جو کہتا تھا کیا تو ضرور (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے O کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ضرور ہم کو بدلہ دیا جائے گا؟ O وہ کہے گا کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ O سو وہ اس کو جھانک کر دیکھے گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا O سو وہ (اس سے) کہے گا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا O اور اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا O (جنتی لوگ فرشتوں سے کہیں گے) کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ O سوا اس پہلی موت کے اور کیا ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا؟ O پھر تو بے شک بہت بڑی کامیابی ہے O اسی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے O (الصّٰفّٰت: ۶۱-۵۰)

مومن کا اپنے واقف کافر کو دوزخ میں دیکھنا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا تھا جو تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے اور انکار نبوت پر اصرار کرتے تھے' پھر ان مومنین کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کو واحد مانتے تھے اور اس کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں عطا فرمائے گا' اور جنت کی صفات اور اس کے خواص کا ذکر فرمایا اور اب اس کے بعد جنت میں اہل جنت کی ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کا ذکر فرما رہا ہے۔

الصّٰفّٰت: ۵۰ میں ہے: پس وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف مڑ کر سوال کریں گے O اس کا عطف ان آیتوں پر ہے: وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر مسند نشین ہوں گے O ان پر چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کر رہا ہو گا O اس وقت وہ شراب طہور پیتے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کریں گے' اور پھر الصّٰفّٰت: ۵۷-۵۱ میں ان کی ایک دوسرے سے باتوں کا ذکر ہے' ایک جنتی دوسرے سے کہے گا دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر میرے ایمان لانے کی مذمت کرتا تھا اور حیرت اور تعجب سے کہتا تھا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ہم کو ضرور بدلہ دیا جائے گا؟ یعنی ہم نے زندگی میں جو اچھے یا برے کام کیے ہیں ان کا حساب لیا جائے گا اور اچھے کاموں کے عوض ثواب دیا جائے گا اور برے کاموں کے بدلہ میں عذاب دیا جائے گا!' پھر وہ جنتی شخص اس دوسرے جنتی شخص سے کہے گا: کیا تم اس قیامت کے منکر کو جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو' بعض مفسرین نے کہا وہ جنت کے ایک کنارے میں جا کر وہاں سے دوزخ میں جھانک کر دیکھے گا تو وہ منکر قیامت دوزخ کے درمیان پڑا ہو گا' پھر وہ جنتی شخص اس منکر قیامت کو زجر و توبیخ اور ملامت کرتے ہوئے کہے گا اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا اور اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا!

marfat.com

اس مومن اور کافر کا ماجرا' امام ابن جریر کی روایت سے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند سے فرات بن ثعلبہ البھرانی سے ان آیات کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

دو آدمی ایک دوسرے کے شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہو گئے' انہوں نے آپس میں ان کو تقسیم کر لیا پھر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے' پھر ان میں سے ایک نے ایک ہزار دینار کا ایک محل خرید لیا اور دوسرے کو بلا کر اپنا محل دکھایا' دوسرے نے کہا واقعی یہ بہت خوبصورت محل ہے' پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار کا یہ محل خرید لیا ہے اور میں اپنے حصہ کے ایک ہزار دینار کے عوض تجھ سے جنت میں ایک محل خریدتا ہوں' پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد پہلے شخص نے ایک ہزار دینار کے عوض ایک عورت سے شادی کر لی اور اس دوسرے شخص کو اپنی بیوی دکھائی اس نے کہا واقعی یہ بہت خوب صورت عورت ہے! وہ وہاں سے چلا گیا پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار میں ایک حسین عورت سے شادی کی ہے' میں تجھ سے اپنے ایک ہزار کے بدلہ میں جنت کی بڑی آنکھوں والی حور کا سوال کرتا ہوں اور اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے' پھر کچھ دنوں بعد اس پہلے شخص نے دو ہزار میں دو باغ خرید لیے اور اس دوسرے شخص کو اپنے دونوں باغ دکھا کر کہا میں نے دو ہزار دینار میں یہ دو باغ خریدے ہیں' اس نے کہا یہ واقعی بہت خوب صورت باغ ہیں' اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ میں تجھ سے جنت میں دو باغوں کا سوال کرتا ہوں' پھر اس نے بقیہ دو ہزار دینار صدقہ کر دیئے' پھر موت کے فرشتہ نے ان دونوں کی روح کو قبض کر لیا' اور اس دوسرے شخص کو جنت کے محل میں لے جا کر ایک محل دکھایا پھر ایک حسین وجمیل حور دکھائی اور اس کو جنت میں دو باغ دکھائے اور اس کو بتایا یہ محل' یہ حور اور یہ دونوں باغ تمہارے ہیں' پھر اس کو یاد آیا کہ دنیا میں اس کا ایک ساتھی اور شریک تھا جس نے اپنے حصہ کے چار ہزار دینار دنیا میں ہی خرچ کر لیے تھے اور آخرت کے لیے کوئی نیکی نہیں کی تھی اور وہ آخرت اور آخرت میں اعمال کی جزا اور سزا کا انکار کرتا تھا' وہ فرشتہ سے اس کے متعلق پوچھے گا تو فرشتہ اس کو دکھائے گا وہ دوزخ میں جل رہا ہوگا پھر وہ جنتی اس دوزخی کو ملامت کرے گا اور کہے گا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا' اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو آج میں بھی دوزخ میں ہوتا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۵۲۲' جز ۲۳ ص ۷۱۔۷۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبد الرحمان بن محمد الثعالبی المالکی المتوفی ۸۷۵ھ اور حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

(الجواہر الحسان ج ۵ ص ۳۰' بیروت ۱۴۱۸ھ' الدر المنثور ج ۷ ص ۸۱' بیروت ۱۴۲۱ھ' روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۳۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس مومن اور کافر کا ماجرا امام ابن ابی حاتم کی روایت سے

امام عبد الرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ اسماعیل السدی سے روایت کرتے ہیں:

بنو اسرائیل میں دو شخص ایک دوسرے کے شریک تھے' ان میں سے ایک مومن تھا اور دوسرا کافر تھا' ان دونوں کو چھ ہزار دینار مل گئے' ان میں سے ہر ایک اپنے حصہ کے تین ہزار دینار لے کر الگ ہو گیا' کچھ عرصہ کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے اس کے احوال پوچھے' کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں زمین' باغات اور نہر کو خریدا' مومن نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین' باغات اور نہر خریدتا ہوں' پھر اس نے صبح کو اٹھ کر وہ ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کر دیئے' کچھ عرصہ بعد ان کی

marfat.com

دوبارہ ملاقات ہوئی کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار کے غلام (نوکر چاکر) خرید لیے جو اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتے ہیں' مومن نے اس رات کو نماز کے بعد ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ! میں ایک ہزار دینار کے جنت میں غلام خریدتا ہوں اور اس نے صبح کو ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کر دیئے' کچھ عرصہ بعد پھر ان کی ملاقات ہوئی کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی' مومن نے اس رات نماز کے بعد ایک ہزار دینار اپنے سامنے رکھے اور دعا کی کہ اے اللہ! میں ان ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں بڑی آنکھوں والی حور سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور پھر صبح اٹھ کر اس نے وہ ایک ہزار دینار مسکینوں میں تقسیم کر دیئے۔

دوسری صبح کو مومن اٹھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا اس نے ایک شخص کے مویشیوں کو چارا ڈالنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے پر ملازمت کر لی' ایک دن اس کے مالک نے ایک جانور کو پہلے سے دبلا پایا تو اس پر الزام لگایا کہ تم اس کا چارا بیچ کر کھا جاتے ہو اور اس کو ملازمت سے نکال دیا' اس نے سوچا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاتا ہوں اور اس سے ملازمت کی درخواست کرتا ہوں' اس نے اس سے ملنا چاہا مگر اس کے ملازموں نے اس سے ملاقات نہیں کرائی اور اس کے اصرار پر کہا تم یہاں راستہ پر بیٹھ جاؤ وہ اس راستہ پر سواری سے گزرے گا تم ملاقات کر لینا' وہ کافر شریک اپنی سواری پر نکلا تو اس مومن کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کیا تمہارے پاس میری طرح مال نہیں تھا پھر تمہارا اس قدر گیا گزرا حال کیوں ہے؟ مومن نے کہا اس کے متعلق سوال نہ کرو' کافر نے پوچھا اب تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم مجھے دو وقت کی روٹی اور دو کپڑوں کے عوض محنت مزدوری پر ملازم رکھ لو' کافر نے کہا میں تمہاری اس وقت تک مدد نہیں کروں گا جب تک کہ مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے ان تین ہزار دینار کا کیا کیا؟ مومن نے کہا میں نے وہ کسی کو قرض دے دیئے' کافر نے پوچھا کس کو؟ مومن نے کہا ایک وعدہ وفا کرنے والے غنی کو' کافر نے پوچھا وہ کون ہے؟ مومن نے کہا اللہ! اس وقت مصافحہ کی صورت میں مومن کا ہاتھ کافر کے ہاتھ میں تھا اس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا کیا تم قیامت اور آخرت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کی جزا دی جائے گی؟ پھر کافر اس کو چھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا گیا' وہ مومن بڑے عرصہ تک تنگی اور ترشی کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور کافر عیش و طرب میں اپنی زندگی گزارتا رہا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اس مومن کو جنت میں داخل کر دیا اور اس کو زمین باغات' پھل اور نہریں دکھائیں' اس نے پوچھا یہ کس کی ہیں؟ فرمایا تمہاری ہیں۔ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے تھوڑے سے عمل کی کیا اتنی عظیم جزا ہے! پھر اس کو بے شمار غلام دکھائے اس نے پوچھا یہ کس کے ہیں؟ فرمایا تمہارے ہیں' اس نے کہا سبحان اللہ! میرے معمولی عمل کا اتنا بڑا ثواب ہے! پھر اس کو بڑی آنکھوں والی حور دکھائی گئی اس نے پوچھا یہ کس کی ہے؟ فرمایا تمہاری ہے' اس نے کہا سبحان اللہ! میرے اس حقیر عمل کا ثواب یہاں تک پہنچا ہے! پھر اس کو اپنا کافر شریک یاد آیا اس نے کہا دنیا میں میرا ایک صاحب تھا جو کہتا تھا کیا تم آخرت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا! پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کا' کافر شریک دکھائے گا جو دوزخ کے درمیان میں پڑا ہو گا' مومن اس کو دیکھ کر کہے گا: اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۱۹۱' ج ۱۰ ص ۳۲۱۵۔۳۲۱۳ 'ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۔۱۰' دار الفکر ۱۴۱۹ھ' الدر المنثور ج ۷ ص ۸۳۔۸۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قتادہ نے بیان کیا کہ جنت میں ایک کھڑکی ہے جب کوئی جنتی شخص دوزخ میں اپنے کسی واقف کو دیکھنا چاہے گا تو اس کو دیکھ لے گا اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۱۹۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

عذاب قبر پر ایک اشکال کا جواب

الصّٰفّٰت: ۶۱۔۵۸ میں ہے: (جنتی لوگ فرشتوں سے کہیں گے) کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں ؟O سوا اس پہلی موت کے اور کیا ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا ؟O پھر تو بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے!O اسی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے O

ان آیات میں جنتیوں کی آپس کی گفتگو کا پھر ذکر فرمایا ہے ان کو جب فرشتوں سے معلوم ہو گا کہ وہ اب جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت نہیں آئے گی تو وہ اس نعمت سے بہت زیادہ خوش ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے اسی نعمت کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے' کیونکہ اگر انسان کو عیش و آرام اور اس کی دل پسند چیزیں مہیا کی جائیں اور اس کو یہ بتا دیا جائے کہ چند دن بعد اس سے یہ نعمتیں لے لی جائیں گی تو وہ عین حالت نعمت میں بھی فکر مند اور غم زدہ رہے گا اور صحیح معنی میں وہ اسی وقت خوش ہو گا جب اس کو معلوم ہو کہ یہ نعمتیں اس کے پاس دائماً رہیں گی' سو جنتیوں کو جب یہ بتا دیا جائے گا کہ اب ان پر موت نہیں آئے گی تب وہ حقیقت میں خوش ہوں گے۔

اہل جنت کو دنیا میں جو موت آئی تھی اس پہلی موت کے سوا ان کو اور کوئی موت نہیں آئے گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پھر قبر میں ان کو زندہ نہیں کیا جائے گا ورنہ پھر دو موتیں ہو جائیں گی اور جب ان کو قبر میں زندہ نہیں کیا جائے گا تو پھر عذاب قبر کی بھی نفی ہو جائے گی کیونکہ عذاب تو درد کے ادراک کو کہتے ہیں اور ادراک زندہ آدمی کرتا ہے' مردہ ادراک نہیں کرتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے ان کو اس پہلی موت کے سوا اور موت نہیں آئے گی اس سے مراد دنیا کی موت ہے خواہ وہ قبر میں جانے سے پہلے آئی ہو یا قبر میں جانے کے بعد آئی ہو' اسی طرح اس آیت میں بھی یہی مراد ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ. جنت میں وہ پہلی موت کے سوا اور کسی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ (الدخان: ۵۶)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک فرشتوں کے سوالات کے جوابات کے لیے مردہ کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے لیکن یہ حیات تام اور مکمل نہیں ہوتی اور اس کا زمانہ بہت کم ہوتا ہے' اہل جنت کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنت میں موت نہیں آئے گی کیونکہ انبیاء علیہم السلام ان کو دنیا میں ہی بتا دیتے ہیں کہ جنت میں دائمی حیات ہو گی یا جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتے ان سے کہتے ہیں: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ O (زمر: ۷۳) تم پر سلام ہو' تم نے اچھی زندگی گزاری' اب جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ' ایک قول یہ ہے کہ اہل جنت کو ابتداءً یہ علم نہیں ہو گا کہ ان کو موت نہیں آئے گی' حتیٰ کہ موت کو ایک سرمئی مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا' پھر ندا کی جائے گی اے اہل جنت! اب بغیر موت کے ہمیشہ رہنا ہے اور اے اہل دوزخ اب بغیر موت کے ہمیشہ رہنا ہے' تب انہیں علم ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے خوشی سے کہیں گے: کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں O سوا اس پہلی موت کے اور کیا ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O پھر تو بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے O (روح المعانی جز ۲۳ ص ۱۳۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com

امام احمد نے سند صحیح سا تھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قبر میں میت کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے' پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور مومن کے لیے جنت سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کافر کے لیے دوزخ سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸۔ ۲۸۷ طبع قدیم)

لیکن قبر کی یہ حیات برزخی ہوتی ہے' اس سے صرف ثواب کی لذتوں کا یا عذاب کی کلفتوں کا ادراک کیا جاتا ہے' یہ دنیاوی حیات کی طرح تام اور مکمل نہیں ہوتی اور اس میں حواس اور حرکت ارادیہ کے آثار مرتب نہیں ہوتے' اور دنیاوی حیات کے مقابلہ میں یہ کالعدم ہوتی ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا اس لیے قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے کہ اہل جنت' جنت میں سوا اس پہلی موت کے اور کسی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اور اس پہلی موت سے مراد وہ موت ہے جو دنیا میں روح کو قبض کرنے سے واقع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیا یہ زیادہ اچھی مہمانی ہے یا تھوہر کا درخت؟ O بے شک ہم نے اس کو ظالموں کے لیے عذاب بنا دیا ہے O بے شک وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے O اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں O دوزخی ضرور اسی درخت سے کھائیں گے۔ سو اسی سے پیٹ بھریں گے O پھر بے شک ان کے لیے (پیپ) ملا ہوا گرم پانی ہو گا O پھر بے شک ان کا ضرور دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا O بے شک انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گم راہ پایا O سو وہ ان ہی کے نقش قدم پر بھگائے جاتے رہے O اور ان سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں O اور بے شک ہم نے ان میں عذاب سے ڈرانے والے بھیجے تھے O سو آپ دیکھئے کہ جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O (الصّٰفّٰت: ۷۴۔۶۲)

شجرۃ الزقوم کی تحقیق

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے جنت میں احوال اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر فرمایا تھا اور ان آیات میں اہل دوزخ کے احوال اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر فرما رہا ہے' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ آپ اہل مکہ کو ان کے اخروی انجام سے ڈرائیں تاکہ وہ اپنے کفر اور شرک سے باز آئیں۔

الصّٰفّٰت: ۶۲ میں فرمایا: آیا یہ زیادہ اچھی مہمانی ہے یا تھوہر کا درخت؟

اس آیت میں نـزل کا لفظ ہے' نزل کا معنی ہے کسی چیز کا بلندی سے نیچے گرنا' گھر آنے والے یعنی مہمان کو نازل کہا جاتا ہے اور مہمان کی ضیافت کے لیے جو کھانے پینے کی چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان کو نزل کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ. (آل عمران: ۱۹۸) یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے۔

اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى ۙ نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ O (السجدہ: ۱۹) رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کی رہائش کے لیے باغات ہیں یہ ان کے نیک کاموں کی جزاء کی مہمانی ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۳۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اور اس آیت میں شجرۃ الزقوم کا لفظ ہے اس کا معنی ہے تھوہر کا درخت' یہ دوزخ میں سخت بدذائقہ درخت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر درخت زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرا دیا جائے تو ان کی زندگی فاسد ہو جائے گی تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا طعام ہی زقوم ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۷۰' المعجم الکبیر رقم

الحدیث: ۱۱۰۶۸، المستدرک ج ۲ ص ۲۹۴، البعث والنشور رقم الحدیث: ۵۴۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۴۰۸)

اس میں اختلاف ہے کہ شجرۃ الزقوم دنیا کے درختوں سے ہے یا نہیں اور اہل عرب اس کو پہچانتے تھے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ دنیا کا معروف درخت ہے یہ سخت کڑوا اور بد ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کو توڑنے سے اس میں سے زہریلا دودھ نکلتا ہے جو اگر جسم پر لگ جائے تو وہاں پر ورم آ جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دنیا میں معروف درخت نہیں ہے، جب شجرۃ الزقوم کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش نے کہا ہم اس درخت کو نہیں پہچانتے، ابن الزبعری نے کہا زقوم بربر والوں کی زبان میں مکھن اور کھجور کو کہتے ہیں، ابوجہل لعنہ اللہ نے اپنی باندی سے کہا: میرے لیے مکھن اور کھجور لاؤ، پھر اپنے اصحاب سے کہا لو اس کو کھاؤ، (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اس سے ڈراتے ہیں کہ یہ درخت دوزخ میں اگتا ہے حالانکہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے اس نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا جس چیز سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرا رہے ہیں وہ تو دراصل مکھن اور کھجور ہے۔

الصّٰفّٰت: ۶۳ میں ہے: بے شک ہم نے اس کو فتنہ (عذاب) بنا دیا ہے O

اس آیت میں فتنہ کا لفظ ہے اور ان پر اس درخت کی وجہ سے شدید عذاب ہونا یہی ان کے لیے فتنہ ہے۔

الصّٰفّٰت: ۶۴ میں ہے: بے شک وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے O

کفار وغیرہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آگ تو درخت کو جلا دیتی ہیں پھر دوزخ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو پیدا ہی دوزخ کی جڑ میں کیا ہے چونکہ اس درخت کی اصل آگ ہے اس لیے یہ آگ میں ہی پھلا پھولا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ مچھلی پانی میں زندہ رہتی ہے اور پانی میں غرق نہیں ہوتی جب کہ دوسرے جاندار پانی میں غرق ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ مالک اور خالق ہے وہ چاہے تو پانی میں زندہ مخلوق پیدا کر دے اور وہ چاہے تو آگ میں زندہ مخلوق پیدا کر دے۔

الصّٰفّٰت: ۶۵ میں ہے: اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں O

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار نے شیطانوں کے سروں کو تو نہیں دیکھا تھا پھر شجرۃ الزقوم کے شگوفوں کو شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دینے کا کیا فائدہ ہے! اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) شیطانوں کے سروں کی بدہیئتی اور بدصورتی ان کے دلوں اور دماغوں میں جاگزین تھی ہر چند کہ انہوں نے شیطانوں کے سروں کو نہیں دیکھا تھا پھر بھی ان کے خیالوں میں وہ بہت بھیانک اور ڈراؤنے تھے جیسے لوگ ان دیکھے غول بیابان سے ڈرتے ہیں اور بچے بھوتوں، چڑیلوں اور ڈائنوں سے ڈرتے ہیں، اور جس طرح لوگوں کے دماغوں میں یہ مرکوز ہے کہ پری بہت حسین ہوتی ہے اس لیے وہ کسی حسین لڑکی کو پری کہتے ہیں اگرچہ انہوں نے پری کو نہیں دیکھا یا جس طرح وہ کسی نیک آدمی کو فرشتہ کہتے ہیں اگرچہ انہوں نے فرشتہ کو نہیں دیکھا۔

(۲) اس سے مراد سانپ کے سر ہیں اور عرب کے لوگ سانپ کے سر کو بہت دہشت ناک خیال کرتے تھے۔

(۳) مقاتل نے کہا کہ مکہ اور یمن کے راستہ میں ڈراؤنے درخت ہیں جن کو عرب کے لوگ شیطان کے سر کہتے تھے۔

الصّٰفّٰت: ۶۶ میں ہے: دوزخی ضرور اس درخت سے کھائیں گے سو اسی سے پیٹ بھریں گے O

دوزخی پیٹ بھر کر زقوم کے درخت سے کھائیں گے اس کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ بہت کڑوا اور بہت بد ذائقہ ہوگا لیکن ان کو اس قدر شدید بھوک لگی ہوگی کہ وہ اپنی بھوک دور کرنے کے لیے اس درخت کے کڑوے کسیلے بد ذائقہ پھلوں

marfat.com

کو بھی کھا جائیں گے جیسے کوئی شخص شدید بھوک کے عالم میں مردار بھی کھا لیتا ہے اور ایسی کئی گندی اور گھناؤنی چیزیں کھا لیتا ہے
اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوزخ کے فرشتے ان کو جبراً اس درخت کے پھل کھلائیں گے تا کہ ان کو زیادہ عذاب ہو۔

الصّفّت: ۶۷ میں ہے: پھر بے شک ان کے لیے (پیپ) ملا ہوا گرم پانی ہو گا O

جب شجرۃ الزقوم کے پھل کھا کر ان کا پیٹ بھر جائے گا تو پھر ان کو پیاس لگے گی' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیاس دور کرنے کے لیے پیپ ملا ہوا گرم پانی مہیا کیا' اس آیت میں **شوبا من حمیم** فرمایا ہے' شوبا کے معنی ہیں کسی چیز سے ملا ہوا' عام ازیں کہ وہ خون سے ملا ہوا ہو' یا پیپ سے ملا ہوا ہو' یا شجرۃ الزقوم سے ملا ہوا ہو' وہ پانی اس قدر سخت گرم ہو گا کہ ان کے پیٹوں کو جلا دے گا اور ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا' یہ پانی ان کو کافی تاخیر سے پلایا جائے گا تا کہ ان کو مزید عذاب ہو' پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کا عذاب ہونا بتایا اور اس آیت میں ان کے مشروب کا عذاب ہونا بتایا۔

الصّفّت: ۶۸ میں ہے: پھر بے شک ان کا ضرور جحیم کی طرف لوٹنا ہو گا O

مقاتل نے کہا شجرۃ الزقوم سے ملے ہوئے گرم پانی کو پینے کے بعد پھر ان کا جحیم کی طرف لوٹنا ہو گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ گرم پانی پیتے وقت جحیم میں نہیں ہوں گے' اس سے پتا چلا کہ گرم پانی کسی ایسی جگہ پر ہے جو عام دوزخ سے خارج ہے اور وہ دوزخ کا کوئی خاص مقام ہے' جس طرح اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے کسی خاص مقام پر لے جاتے ہیں اسی طرح ان کو دوزخ میں پانی پلانے کے لیے دوزخ ہی کی کسی خاص جگہ پر لے جایا جائے گا۔

الصّفّت: ۶۹ میں ہے: بے شک انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گم راہ پایا O

کفار کو جو شجرۃ الزقوم اور پیپ ملا ہوا گرم پانی کا عذاب دیا گیا اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے گم راہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرتے تھے اور دلائل اور معجزات سے ان پر جو حق پیش کیا جاتا تھا اس کا انکار کرتے تھے۔

الصّفّت: ۷۰ میں فرمایا: سو وہ ان ہی کے نقش قدم پر بھگائے جاتے رہے O

اس آیت میں **یھرعون** کا لفظ ہے جو اھراع سے بنا ہے' الاھراع بہت تیز بھاگنے کو کہتے ہیں' یعنی وہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں سرپٹ بھاگ رہے ہیں اور ان کے خلاف کسی دلیل پر غور و فکر کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

الصّفّت: ۷۱ میں فرمایا: اور ان سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گم راہ ہو چکے ہیں O

یعنی آپ کی قوم قریش سے پہلے جو سابقہ امتیں گزری ہیں ان کو بھی ابلیس نے گم راہ کر دیا تھا' اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کی ہدایت کو قبول نہیں کر رہی تو اس میں کوئی رنج اور تشویش کی بات نہیں ہے' آپ سے پہلے جو اقوام گزری ہیں انہوں نے بھی انبیاء سابقین کی ہدایت کو قبول نہیں کیا تھا۔

الصّفّت: ۷۲ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے ان میں عذاب سے ڈرانے والے بھیجے تھے O

اس سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا جاتا رہا تھا اور ان کی قومیں ان کی تکذیب کرتی رہی تھیں' سو جس طرح گزشتہ رسول اپنی قوموں کی ہٹ دھرمی اور حق سے انحراف اور اندھی تقلید پر صبر کرتے تھے سو آپ بھی اسی طرح صبر کریں' اور جس طرح ان رسولوں نے اپنی قوم کے انکار اور عناد کے باوجود اللہ کی طرف دعوت دینے اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دینے کو ترک نہیں کیا تھا' سو آپ بھی اسی طریقہ سے اپنے مشن کو جاری رکھیں اور رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم رکھیں۔

الصّفّت: ۷۳ میں فرمایا: سو آپ دیکھئے کہ جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا O

ہر چند کہ اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن اس سے مقصود کفار کو خطاب کرنا ہے' کیونکہ

marfat.com

ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد اور ثمود نے اپنے اپنے نبیوں کی تکذیب کی تو ان پر کیسا عذاب آیا اور انہوں نے مکہ سے مختلف مقامات پر سفر کے دوران ان کے عذاب کے آثار کا مشاہدہ بھی کر لیا ہے تو وہ اس سے نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔

الصّٰفّٰت :۴۰ میں فرمایا: ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O

اس آیت میں کس آیت سے استثناء فرمایا ہے' بعض علماء نے کہا اس میں الصّٰفّٰت :۷۱ سے استثناء ہے اور پورا معنی اس طرح ہے: اور ان سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گم راہ ہو چکے ہیں O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے' اور بعض علماء نے کہا اس کا استثناء الصّٰفّٰت :۷۳ سے ہے' اور مکمل معنی اس طرح ہے: سو آپ دیکھئے کہ جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

اور ہم کو نوح نے پکارا' (سو دیکھو) ہم کتنی اچھی طرح پکار کا جواب دینے والے ہیں O اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت

الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾

بڑی مصیبت سے نجات دی O اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیا O اور ہم نے ان کا ذکر بعد والوں میں باقی رکھا O

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ

سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں O ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O بے شک

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ

وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں O پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا O اور بے شک ابراہیم

شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

بھی ان کے گروہ سے ہیں O کیونکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے O جب انہوں نے اپنے (عرفی)

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟ O کیا تم اللہ کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کر رہے ہو؟ O

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ

تو رب العٰلمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ O پھر انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی O پھر کہا میں بے شک بیمار

وقف لازم

marfat.com

سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا

ہونے والا ہوں O سو وہ پیٹھ موڑ کر ان کے پاس سے چلے گئے O پھر وہ خاموشی سے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور ان سے کہا

تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾

تم کیوں نہیں کھاتے ؟O تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں ؟O پھر انہوں نے خاموشی کے ساتھ دائیں ہاتھ سے ان پر ضرب لگائی O

فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ

پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے O ابراہیم نے کہا تم اپنے ہی تراش کیے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو!O حالانکہ

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾

تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے O انہوں نے کہا ان کے لیے عمارت بناؤ اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو O

فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ

انہوں نے ابراہیم کے خلاف سازش کا ارادہ کیا تو ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا O اور ابراہیم نے کہا میں

إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ

اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری رہ نمائی کرے گا O اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما O سو ہم نے ان کو

بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي

ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے! میں

الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا

نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا اے ابا جان! آپ وہی

تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا

کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے

وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ

سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم!O بے شک آپ

الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا

نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیںO بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش

الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ہےO اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیاO اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھاO

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

ابراہیم پر سلام ہوO ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیںO بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا

بندوں میں سے ہیںO اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیںO اور ہم نے

عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ

ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے (بھی) ہیں اور اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم

مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

۳ع ۲۹ ۷

کرنے والے بھی ہیںO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم کو نوح نے پکارا (سو دیکھو) ہم کتنی اچھی طرح پکار کا جواب دینے والے ہیںO اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دیO اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیاO اور ہم نے ان کا ذکر بعد والوں میں باقی رکھاO سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میںO ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیںO بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے ہیںO پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیاO (الصّٰفّٰت: ۸۲۔۷۵)

بعض انبیاء سابقین کے قصص

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے الصّٰفّٰت: ۷۱ میں فرمایا تھا: اور بے شک ان (مشرکین مکہ) سے پہلے اکثر پہلے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں' نیز الصّٰفّٰت: ۷۳ میں فرمایا تھا' سو آپ دیکھئے جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا' ان کا کیسا انجام ہوا' تو اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ مشرکین مکہ سے پہلے وہ کون لوگ تھے جو گم راہ ہو چکے تھے اور ان پہلوں کو جو عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ ڈرنے والے کون کون تھے' سو سب سے پہلے عذاب سے ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا' پھر حضرت موسیٰ' حضرت ہارون اور حضرت الیاس علیہم السلام کو بھیجا اور حضرت لوط اور حضرت یونس علیہما السلام کو بھیجا' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے' سورۃ ہود اور سورۃ انبیاء میں ان کا تفصیل سے ذکر گزر چکا ہے' ہم ان آیات کی تفسیر میں ان انبیاء علیہم السلام کے ان مذکورہ واقعات کا

اختصار اور اجمال کے ساتھ ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

الصّٰفّٰت: ۷۵ میں ہے: اور ہم کو نوح نے پکارا (سو دیکھو) ہم کتنی اچھی طرح پکار کا جواب دینے والے ہیں O

اس کا معنی ہے حضرت نوح علیہ السلام نے ہم سے دعا کی سو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا' یہ دعا اس وقت کی تھی جب وہ سالہا سال تبلیغ کرنے کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تھے وہ دعا یہ تھی:

وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ (نوح: ۲۷۔۲۶)

اور نوح نے دعا کی اے میرے رب! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے والا نہ چھوڑ O بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گم راہ کریں گے اور یہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے۔

دعاؤں کے قبول ہونے کی شرائط

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا دو وجہوں سے کی تھی' ایک وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کو ناپاک بندوں سے پاک کر دے' دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کے ہلاک ہونے کی وجہ سے بعد میں آنے والے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈریں اور ان کو نصیحت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم ان کی پکار کا اچھی طرح جواب دینے والے ہیں' اس کا ایک محمل یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح کی دعا بہت اچھی طرح قبول کی' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہم ہر دعا کرنے والے کی دعا کو اچھی طرح قبول کرنے والے ہیں' دعا کے قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ حضور قلب سے دعا کی جائے' غفلت اور بے پرواہی سے دعا نہ کی جائے' دوسری شرط یہ ہے کہ اگر فوراً دعا قبول نہ ہو تو دعا کرنے کو ترک نہ کیا جائے' تیسری شرط یہ ہے کہ دعا کرنے والا صرف مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے بلکہ راحت کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہو' چوتھی شرط یہ ہے کہ دعا کرنے والا خود بھی اللہ تعالیٰ کی بات مانتا ہو یعنی اس کا اطاعت گزار ہو اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا ہو' پانچویں شرط یہ ہے کہ دعا کے اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھے' چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ دعا میں حد سے تجاوز نہ کرے اور ساتویں شرط یہ ہے کہ اس کی دعا تقدیر سے متصادم نہ ہو۔

الصّٰفّٰت: ۷۶ میں فرمایا: اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات د O

قتادہ نے کہا حضرت نوح علیہ السلام کے گھر والوں میں سے آٹھ افراد ایمان لائے تھے' حضرت نوح علیہ السلام' ان کے تین بیٹے اور ان کی ازواج چار مرد اور چار عورتیں' اور ان کی قوم میں سے کل اسی (۸۰) افراد اسلام لائے تھے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۵۳)

جو شخص اللہ کے دین کی تبلیغ کرتا ہے اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اسلام میں تعداد کی زیادتی مطلوب نہیں ہے بلکہ لوگوں میں ایمان اور تقویٰ کی اعلیٰ صفات مطلوب ہیں' حضرت نوح علیہ السلام نے نو سو سے زیادہ سال تک تبلیغ کی اور صرف اسی آدمی اپنے پیروکار بنائے' اس لیے علماء مبلغین اور صالحین کو چاہیے کہ وہ اس کے درپے نہ ہوں کہ ان کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہو بلکہ اس کی کوشش کریں گے ان کے پیروکار ایمان اور اخلاق کی اعلیٰ اقدار کے حامل ہوں۔

اس آیت میں فرمایا ہے ان کو بڑی مصیبت سے نجات دی' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ان کو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رکھا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کی قوم کے کافر سردار جوان کو تنگ کرتے رہتے تھے اس مصیبت سے ان کو نجات دی۔

marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا مصداق اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعض فضائل

الصّٰفّٰت: ۷۷ میں فرمایا: اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیا O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دنیا میں جس قدر لوگ ہیں وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' ان کے تین بیٹے تھے' سام' حام اور یافث' تمام عرب اور عجم سام کی اولاد ہیں اور روم' ترک اور صقالبہ یافث کی اولاد ہیں اور سوڈانی حام کی اولاد ہیں۔ (معالم التنزیل ج۴ص ۳۴)

الصّٰفّٰت: ۷۸ میں فرمایا: اور ہم نے ان کا ذکر بعد والوں میں باقی رکھا O

قتادہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ بعد میں آنے والی نسلوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو جاری رکھا' مجاہد نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ بعد میں آنے والے انبیاء ان کی تعریف اور تحسین فرماتے رہے۔

الصّٰفّٰت: ۷۹ میں ہے: سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں O

الفراء نے کہا اس سے وہ ذکر خیر مراد ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں کیا گیا ہے' اور اس کا معنی ہے ہماری طرف سے نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو' اور اس کا ایک معنی یہ ہے کہ قیامت تک لوگ ان پر صلوٰۃ پڑھتے رہیں گے ان کا ذکر برائی سے نہیں کیا جائے گا' اور بعد میں آنے والے ہر نبی کو وہی وصیت کی گئی جو حضرت نوح کو کی گئی تھی۔ (الشوریٰ ۱۳)

الصّٰفّٰت: ۸۰ میں فرمایا: ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O

مقاتل نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو نیک کام کیے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس کی جزاء میں ان کے ذکر خیر کو دنیا میں شائع کر دیا۔

الصّٰفّٰت: ۸۱ میں فرمایا: بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں O

اس آیت میں پہلی آیت کا بیان ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی نیکی ان کا اعلیٰ درجہ کا کامل ایمان تھا۔

الصّٰفّٰت: ۸۲ میں فرمایا: پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا O

اس سے مراد کافر ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے لفظ ثم اس آیت میں تراخی کے لیے نہیں' بلکہ حضرت نوح علیہ السلام پر متعدد نعمتیں گنوانے کے لیے ہے' یعنی پھر میں تم کو ان لوگوں کی خبر دیتا ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام کی پیہم تبلیغ اور ان کی بسیار سعی کے باوجود ایمان نہیں لائے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ابراہیم بھی ان کے گروہ سے ہیں O کیونکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے O جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟ O کیا تم اللہ کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کر رہے ہو! O تو اب رب العٰلمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ O پھر انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی O پھر کہا بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O سو وہ پیٹھ موڑ کر ان کے پاس سے چلے گئے O پھر وہ خاموشی سے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور ان سے کہا تم کیوں نہیں کھاتے؟ O تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ O پھر انہوں نے خاموشی کے ساتھ دائیں ہاتھ سے ان پر ضرب لگائی O پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے O ابراہیم نے کہا تم اپنے ہی تراش کیے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو! O حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے O انہوں نے کہا ان کے لیے عمارت بناؤ اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو O انہوں نے ابراہیم کے خلاف

marfat.com

سازش کا ارادہ کیا تو ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا O (الصّٰفّٰت: ۹۸۔۸۳)

شیعہ کا لغوی معنی اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت

الصّٰفّٰت: ۸۳ میں ہے: اور بے شک ابراہیم بھی ان کے شیعہ (گروہ) سے ہیں O

شیعۃ کا مادہ 'شیع' ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کا پھیلنا اور قوی ہونا' اگر کوئی خبر پھیل جائے اور قوی ہو جائے تو کہا جاتا ہے شاع الخبر' اور جب کوئی قوم پھیل جائے اور اس کی تعداد کثیر ہو جائے تو کہا جاتا ہے شاع القوم' انسان جن لوگوں سے قوت حاصل کرے اور جو لوگ اس سے محبت کرنے والے اور اس کے ہم خیال ہوں ان کو اس کا شیعہ کہا جاتا ہے۔

(المفردات ج اص ۳۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ علی بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

شیعہ کا معنی ہے تبعین' یہ ابن بحر کا قول ہے' اور الاصمعی نے کہا ہے کہ شیعہ کا معنی ہے اعوان اور مددگار' یہ لفظ شیاع سے ماخوذ ہے' شیاع ان چھوٹی لکڑیوں کو کہا جاتا ہے جن کو بڑی لکڑیوں کے ساتھ ملا کر جلایا جاتا ہے اور وہ چھوٹی لکڑیاں جلانے میں مددگار ہوتی ہیں' اور اس آیت کا معنی ہے حضرت ابراہیم' حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تھے اور ان کے منہاج اور ان کے طریقہ پر تھے۔ (النکت والعیون ج ۵ص ۵۴)

علامہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کے جو عقائد مشہور تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام ان ہی عقائد پر تھے' اگرچہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں' یا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کے دین پر متصلب اور متشدد ہونا بہت شائع ہو چکا تھا یعنی پھیل چکا تھا اور مکذبین کی سختیوں پر ان کا صبر کرنا بھی بہت مشہور ہو چکا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے اکثر احکام شرعیہ میں اتفاق ہو' حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دو نبی تھے' حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام' اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کا عرصہ تھا (قرآن مجید میں ان دو نبیوں کا ذکر ہے' اتنے لمبے عرصہ میں اور نبی بھی آئے ہوں گے)۔ (الکشاف ج ۴ص ۵۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قلب سلیم کا معنی

الصّٰفّٰت: ۸۴ میں ہے: کیونکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے O

مقاتل وغیرہ نے کہا قلب سلیم کا معنی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' اور اصولیین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جتنا عرصہ زندہ رہے ان کا دل گناہوں کے میل کچیل سے بالکل پاک اور صاف تھا' ان کے دل میں شرک تھا' نہ توحید کے متعلق کوئی شک تھا نہ کسی کے خلاف کینہ اور حسد تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ لوگوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرتے تھے جس کو اپنے لیے پسند کرتے تھے' اور تمام لوگ ان کے ضرر اور زیادتیوں سے سلامت اور محفوظ تھے۔

اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آئے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل میں اپنے رب کے لیے اخلاص تھا اور مخلوق اور دنیا کی چیزوں کی طرف سے ان کا دل فارغ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی کواکب پرستی

الصّٰفّٰت: ۸۷۔۸۵ میں فرمایا: جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟O

حضرت ابراہیم کا اس قول سے ان کے طریقہ عبادت کی مذمت کرنا مقصود تھا' پھر فرمایا: کیا تم اللہ کو چھوڑ کر خود ساختہ

marfat.com

معبودوں کی عبادت کر رہے ہو؟ O اس کلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود یہ تھا کہ اپنی قوم کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ انہوں نے پتھر کے جن بتوں کو اپنا معبود قرار دے لیا ہے وہ محض غلط ہے واقع کے خلاف ہے اور باطل ہے' پھر فرمایا: تو اب رب العلمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ یعنی اب تمہارے گمان میں عبادت کا مستحق کون ہے؟ اور اب تم کس کو رب العلمین قرار دیتے ہو؟ کیا تمہیں اللہ سبحانہ کے رب العلمین ہونے کے متعلق کوئی شک ہے؟ حتیٰ کہ تم نے صرف ایک خدا کی عبادت کو ترک کر دیا ہے' یا تم کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ذات عبادت کی مستحق ہے اس لیے تم نے اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دی ہے' اور تم نے جو اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان تراشے ہیں کہ اس کے کئی شرکاء ہیں اور وہ سب عبادت کے مستحق ہیں اور اس لیے تم ان کی عبادت کر رہے ہو تو آخر اس کے جاننے کا کیا ذریعہ ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم چند معین سیاروں کی تعظیم اور ان کی پرستش کرتی تھی اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اس جہان میں خیر اور شر اور سعادت اور نحوست کے جو واقعات رونما ہوتے ہیں وہ سب ان سیاروں ہی کی تاثیرات ہیں' اور انہوں نے ان میں سے ہر سیارے کی ایک شکل بنالی تھی اور اس کی صورت کے موافق ایک بت بنالیا تھا پھر وہ ان بتوں کی تعظیم اور عبادت کو سیاروں کی تعظیم اور عبادت کا ذریعہ قرار دیتے تھے وہ سات سیارے ہیں: قمر' عطارد' زحل' شمس' مریخ' مشتری اور زہرہ' جو حرکت کرتے رہتے ہیں اور اپنے اپنے مدار میں گردش کرتے رہتے ہیں اور ہر سیارے کی گردش ایک مخصوص وضع اور ہیئت سے ہوتی ہے' ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس جہان میں جس قدر حوادث رونما ہوتے ہیں وہ ان ہی سیاروں کی گردش کی مخصوص وضع کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہیں' ان ہی سے موسمی تغیرات ہوتے ہیں' بارشوں کا آنا' سمندروں میں طوفانوں کا اٹھنا' زمین میں زلزلوں کا آنا' لوگوں کا پیدا ہونا اور مرنا' صحت مند اور بیمار ہونا' فصلوں کا سرسبز ہونا یا ویران ہونا' اسی طرح معین اشخاص پر جو راحت اور مصائب کے' تنگی اور فراخ دستی کے اور خوشی اور ناخوشی کے ایام آتے ہیں وہ بھی ان سیارگان (متحرک ستاروں) کی تاثیرات ہیں اس لیے انہوں نے ان مخصوص سیاروں کی شکل کے بت بنا لیے تھے اور ان کی تعظیم اور عبادت کرتے تھے تا کہ ان پر راحت' سعادت' خوشی اور خوشحالی کے ایام سایہ فگن رہیں اور وہ مصیبت' نحوست' رنج و غم اور تنگ دستی کے اثرات سے محفوظ رہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف دیکھنے کا محمل

الصّٰفّٰت: ۸۸ میں فرمایا: پھر انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی O

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہ ظاہر ستاروں (کواکب سیارہ) کی طرف دیکھ کر تامل اور غور و فکر کیا' جس سے ان کی قوم نے یہ سمجھا کہ حضرت ابراہیم ستاروں کی چال اور ان کی مخصوص گردش کی وضع اور ہیئت سے مستقبل میں پیش آنے والے کسی واقعہ یا سانحہ کو اخذ کر رہے ہیں' اور دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمانوں اور زمینوں کی خلقت اور بناوٹ پر غور و فکر کر رہے تھے اور کاملین کے طریقہ کے مطابق آثار سے موثر اور مخلوق سے خالق پر استدلال فرمارہے تھے۔ اور یہی چیز حضرت ابراہیم کی شان کے لائق ہے لیکن آپ نے اپنی قوم کے ذہنوں میں یہ وہم ڈالا کہ آپ سیاروں کی گردش کی وضع میں غور کر کے' مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کو معلوم کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خود کو بیمار کہنے کا پس منظر

الصّٰفّٰت: ۸۹ میں فرمایا: پھر کہا بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار نہیں تھے لیکن انہوں نے فرمایا میں بیمار ہوں بہ ظاہر یہ کلام جھوٹ ہے' لیکن حقیقت میں یہ تعریض اور توریہ ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ کہنے کی وجہ مفسرین نے اس طرح بیان کی ہے:

marfat.com

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

سفیان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اس کا معنی ہے: مجھے طاعون ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۲۱۷)

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ کل ہماری عید ہے تم اس میں حاضر ہونا (یعنی میلے میں شریک ہونا) حضرت ابراہیم نے ستارے کی طرف دیکھ کر کہا: یہ ستارہ جب بھی طلوع ہوتا ہے تو میں بیمار ہو جاتا ہوں' تو بادشاہ کے کارندے چلے گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۲۱۹)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ان کی قوم ستارہ شناس اور ستارہ پرست تھی' اس لیے آپ نے ان کے ساتھ ان کے طریقہ کے مطابق معاملہ کیا اور اس طور سے حیلہ کیا جو ان کی رسم و رواج کے مطابق تھا' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان کے بتوں کو توڑنے کے لیے حیلہ کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کی بت پرستی کو باطل کیا جا سکے' دوسرے ان کی عید اور میلہ تھا' اور وہ لوگ میلہ میں جانے سے پہلے بتوں کے سامنے قربانیاں پیش کرتے تھے اور کھانے پینے کی چیزیں رکھتے تھے تاکہ اس سے بتوں کا تقرب اور تبرک حاصل ہو اور وہ میلہ سے واپس آنے کے بعد ان چیزوں کو کھائیں' انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا آپ ہماری عید اور ہمارے میلے میں ہمارے ساتھ چلیں' حضرت ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا میں بیمار ہوں' حضرت ابن عباس نے فرمایا سقیم سے مراد طاعون زدہ ہونا ہے' اور وہ لوگ طاعون سے بہت گھبراتے تھے اور اس سے بہت دور بھاگتے تھے حسن بصری نے کہا سقیم سے مراد مریض ہے اور مقاتل نے کہا اس سے مراد ہے مجھے درد ہے اور ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے: میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں' پھر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ ڈالا۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین بہ ظاہر جھوٹ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (بہ ظاہر) جھوٹ بولے' ان میں سے دو جھوٹ اللہ کی خاطر تھے' انہوں نے کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ (الصّٰفّٰت: ۸۹) میں بیمار ہوں' اور انہوں نے کہا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ (الانبیاء: ۶۳) بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے' (بہ ظاہر آپ نے چھوٹے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی اور در حقیقت آپ نے خود ان بتوں کو توڑا تھا' کیونکہ ان چھوٹے بتوں کو توڑنے کا سبب وہ بڑا بت تھا' آپ اس کی خدائی کو باطل کرنا چاہتے تھے اور اس کے عجز کو ثابت کرنا چاہتے تھے اور سبب کی طرف بھی فعل کی نسبت کی جاتی ہے جیسا کہا جاتا ہے جارج بش نے افغانستان اور عراق پر حملہ کیا اور بڑی تعداد میں قتل و غارت کی جب کہ جارج بش نے صرف حکم دیا تھا حملہ اس کی فوجوں نے کیا تھا' سو جس طرح یہاں فعل کا اسناد سبب کی طرف ہے اسی طرح اس آیت میں فعل کا اسناد سبب کی طرف ہے) اور ایک دن حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی سارہ سفر کر رہے تھے' ان کا گذر ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں ہوا' اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص آ رہا ہے اور اس کی بیوی سب سے زیادہ حسین ہے' اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ میری بہن ہے' اور کہا اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن (جوڑا) نہیں ہے' اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اس کو بتایا کہ تم میری بہن ہو (یعنی دینی بہن ہو' یہ کلام بھی بہ ظاہر جھوٹ ہے اور حقیقت میں تعریض اور توریہ ہے) سو تم مجھ کو جھٹلانا نہیں۔

marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۸۷، رقم الحدیث: ۱۶۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

"میں بیمار ہوں" کہنے کی توجیہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر جو فرمایا تھا میں بیمار ہوں اس کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ بیمار ہو جاتے تھے، ہر چند کہ اس وقت آپ بیمار نہ تھے لیکن بیماری کا وقت آرہا تھا۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔

(۳) تمہارے کفر اور شرک اور بے راہ روی سے میرا دل پژمردہ اور بیمار ہے۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہ طور توریہ اور تعریض کہا کہ میں بیمار ہوں منشاء یہ تھا کہ میری قوم بیمار ہے۔

(۵) سقیم سے مراد موت ہے جیسے قرآن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے: انک میت (الزمر: ۳۰) بے شک آپ فوت شدہ ہیں یعنی آپ کی روح قبض کی جانے والی ہے اسی طرح اس کا معنی ہے کہ میری روح قبض کی جانے والی ہے۔

(۶) میں بیمار ہوں یعنی عنقریب جب میرا وقت پورا ہو جائے گا تو میں مرض الموت میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

تعریض اور توریہ کی تعریفات اور ان کے ثبوت میں احادیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۹۹، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا وہ فوت ہو گیا، حضرت ابوطلحہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے، ان کی بیوی حضرت ام سلیم نے جب دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا تو انہوں نے اس کو گھر کی ایک جانب لٹا دیا، اور جب حضرت ابوطلحہ گھر آئے اور بچہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس کو آرام ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ راحت میں ہے اور حضرت ابوطلحہ نے ان کو سچی گمان کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۰۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴۴)

حضرت ام سلیم نے اپنے بچہ کی موت کو دائمی سکون سے تعبیر کیا، اس حدیث میں موت کا توریہ سکون سے کیا ہے، توریہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں قریب اور بعید، متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی کو القاء کرے، جیسے آرام اور راحت کا بعید معنی موت ہے جس کا حضرت ام سلیم نے ارادہ کیا تھا اور اس کا قریب معنی بیماری سے شفا یاب ہونا اور آرام پانا تھا جس کا القاء حضرت ام سلیم نے حضرت ابوطلحہ کے ذہن میں کیا تھا، اسی طرح سقیم کا بعید معنی قوم کا بیمار ہونا ہے اس کا حضرت ابراہیم نے ارادہ کیا تھا اور اس کا قریب معنی خود بیمار ہونا ہے جو ان کی قوم نے سمجھا تھا۔

اسی طرح تعریض کا معنی ہے صراحۃً فعل کا اسناد جس کی طرف ہو وہ مراد نہ ہو بلکہ کسی قرینہ کی بناء پر کسی اور کا ارادہ کیا جائے جیسے کوئی عورت اپنی بیٹی سے کہے کہ تم سالن خراب پکاتی ہو اور مراد اس کی بہو ہو، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صراحۃً بت توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی تھی لیکن مراد خود ان کی اپنی ذات تھی۔

ضرورت اور مصلحت کے وقت جھوٹ بولنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے اور اپنی ذات سے ظلم کو دور کرنے کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے اور اس سے مراد تعریض ہے کیونکہ بعینہٖ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ج ۹ ص ۵۳۵، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

marfat.com

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جھوٹ بولنا کبھی مباح ہوتا ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے' احیاء علوم الدین میں اس کا یہ ضابطہ مذکور ہے کہ ہر وہ نیک مقصود جس کو صدق اور کذب دونوں سے حاصل کیا جا سکتا ہو ان کے حصول کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے' اور اگر اس نیک مقصود کو صرف جھوٹ بول کر حاصل کیا جا سکتا ہو تو اس کے حصول کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے' اور اگر اس نیک مقصود کا حصول واجب ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے' مثلاً کوئی شخص ایک بے قصور شخص کو دیکھے جو ایسے ظالم سے چھپا ہوا ہے جو اس کو قتل کرنا یا اس کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی امانت چھیننا چاہے تو اس کو چھپانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا واجب ہے' اور اگر جنگ کا یا دو شخصوں میں صلح کرانے کا مقصود یا کسی تکلیف زدہ شخص کو آرام پہنچانے کا مقصود بھی جھوٹ کے سوا حاصل نہ ہو تو اس کے حصول کے لیے بھی جھوٹ بولنا مباح ہے' اور اگر کسی شخص نے چھپ کر زنا کیا ہو یا شراب پی ہو اور حاکم اس سے تفتیش کرے تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' اس لیے کہ کسی بے حیائی کا اظہار بھی بے حیائی ہے' اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے بھائی کے راز کو فاش کرنے سے انکار کر دے اور اس کو چاہیے کہ وہ مقابلہ کرے کہ جھوٹ بولنے کی خرابی زیادہ ہے یا سچ بولنے کی خرابیاں زیادہ ہیں' اگر سچ بولنے کی خرابیاں زیادہ ہوں تو اس کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یا اس کو شک ہو تو پھر جھوٹ بولنا حرام ہے' اور اگر معاملہ اس کے اپنے نفس کے ساتھ ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۱۴۴۔۱۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

احتیاط اس میں ہے کہ جن مقامات پر جھوٹ بولنا مباح ہے وہاں پر جھوٹ بولنے کو ترک کر دیا جائے' عادۃً جو مبالغہ کیا جاتا ہے وہ جھوٹ نہیں ہے' جیسے کوئی شخص کہے میں تمہارے پاس ایک ہزار مرتبہ آیا ہوں' کیونکہ اس کلام سے مبالغہ کو بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد کو' اور مبالغہ کے جواز پر یہ حدیث صحیح دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا رہے ابوجہم تو وہ تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتے ہی نہیں (یعنی بہت مارتے ہیں)۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰)

علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ اشعار میں جو جھوٹ ہوتا ہے جب اس کو مبالغہ پر محمول کیا جا سکے تو اس کو بھی حرام قرار دینے سے مستثنیٰ کرنا چاہیے' جیسے ایک شعر میں ہے میں دن رات تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اور میں کسی مجلس کو تمہارے شکر سے خالی نہیں رکھتا' کیونکہ جھوٹے شخص کا قصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی جھوٹی بات کو سچا بنا کر پیش کرے اور شاعر کا قصد شعر میں سچ کا اظہار نہیں ہوتا' بلکہ شعر میں جھوٹ بولنا تو ایک فن ہے۔ علامہ رافعی اور علامہ نووی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

صاحب المجتبیٰ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مقامات کے سوا ہر جگہ لامحالہ جھوٹ لکھا جاتا ہے' مرد اپنی بیوی یا اپنے بچے سے جو بات کرتا ہے اور مرد دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جو بات کرتا ہے اور جنگ میں' کیونکہ جنگ ایک دھوکا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۹۲۔۳۰۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰۵۔۱۷۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۲۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۸)

امام طحاوی وغیرہ نے کہا ہے کہ جن صورتوں میں کذب مباح ہے یہ صورتیں تعریض پر محمول ہیں' (علامہ شامی فرماتے ہیں:) یہ قول برحق ہے' میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید میں وہ حدیث ہے جو حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین وغیرہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۹۹)

marfat.com

اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ جانا نہ چاہتا ہو تو کہہ دے: میں کھانا کھا چکا ہوں' اور یہ ارادہ کرے کہ میں کل کھانا کھا چکا ہوں' حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کلام جو بہ ظاہر جھوٹ ہے دراصل اسی طرح تعریض اور توریہ پر مشتمل ہے' لہٰذا جس حدیث میں تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی اس طرح صورۃً جھوٹ بولنے پر محمول ہے جو درحقیقت تعریض یا توریہ ہو اور حقیقۃً جھوٹ بولنا حرام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ پر دردناک عذاب کی وعید فرمائی ہے اور جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے: وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (البقرہ:۱۰) اور فرمایا: أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (النور:۷) اور حدیث میں بھی اس پر وعید ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے' اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے' اور ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور کذب فجور (برے کاموں) کی طرف لے جاتا ہے اور برے کام دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۸۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۳۸' عالم الکتب' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۳۸)

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں فرمایا ہے غرض حقیقی کے لیے تعریض کے ساتھ کلام کرنا جائز ہے' جیسے مذاق میں دوسرے کا دل خوش کرنے کے لیے کوئی بات کہنا' حدیث میں ہے:

حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک بڑھیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے' آپ نے فرمایا اے ام فلاں! بے شک جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی' وہ عورت پیٹھ پھیر کر روتے ہوئے جانے لگی تو آپ نے فرمایا اس کو بتاؤ کہ کوئی بڑھیا بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی' بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ (الواقعہ: ۳۷-۳۵)

بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طرز سے پیدا کیا ہے ۝ سو ہم نے ان کو کنواری بنایا ۝ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں اور آپس میں ہم عمر۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۵۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۷۶)

حضرت انس اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے کسی سواری پر سوار کر دیجئے آپ نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے' اس نے کہا میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اونٹ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۹۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۰۵)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام ام ایمن تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کا خاوند آپ کو بلا رہا ہے' آپ نے فرمایا کیا وہ وہی شخص ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے' آپ کی مراد وہ سفیدی تھی جو آنکھ کی پتلی میں ہوتی ہے! (احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۱۱۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

marfat.com

علامہ محمد بن محمد زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: العراقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو الزبیر بن بکار نے کتاب الفکاھۃ والمزاح میں روایت کیا ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۰۰ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ایسی تمام صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ شارح ابن الشحنہ نے کہا ہے کہ بزازیہ میں یہ منقول ہے کہ اس کذب سے مراد تعریض اور توریہ ہے نہ کہ کذب خالص۔

(ردالمحتار ج ۹ ص ۵۲۶۔۵۲۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تحقیق یہ ہے کہ مواضع ضرورت میں بھی صراحۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہم سے (بعض اوقات) خوش طبعی بھی کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۰)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینے کے لیے' بیوی کو راضی کرنے کے لیے اور صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان مواقع پر بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے' کیونکہ جھوٹ بولنا فی نفسہٖ قبیح ہے اور جو چیز فی نفسہٖ قبیح ہو وہ اختلاف احوال سے حسن نہیں ہو جاتی' ان مواقع پر بھی تاویل' توریہ' تعریض کے طور پر جھوٹ بولنا جائز ہے صراحۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت نہ کرتا ہو تو وہ اس کو راضی کرنے کے لیے یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں حالانکہ وہ اس سے بغض رکھتا ہو تو یہ خالص جھوٹ ہوگا اور اس کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی علاقے میں جہاد کے لیے جاتے اور لوگوں کو اس علاقہ پر مطلع کرنا نہ چاہتے تو صراحۃً کسی اور علاقے کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ کسی اور علاقہ کا ذکر تاویل اور توریہ سے کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ غزوہ کے لیے جائیں اور اس جگہ کا نام بتا دیں آپ بہ طور توریہ کسی اور جگہ کا ذکر فرماتے تھے سوائے غزوہ تبوک کے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں غزوہ تبوک کے لیے گئے' اور دور دراز کا سفر اختیار کیا اور بڑی تعداد میں دشمنوں کا سامنا کیا اور مسلمانوں کو ان کا حال بتا دیا تاکہ وہ اچھی طرح دشمن سے مقابلہ کی تیاری کر لیں اور آپ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ آپ کہاں جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۸۸۲' عالم الکتب بیروت)

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی بیماری کو طاعون سمجھا تھا؟

الصّٰفّٰت: ۹۰ میں ہے: سو وہ پیٹھ موڑ کر ان کے پاس سے چلے گئے۔

سو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا میں بیمار ہوں تو وہ پیٹھ موڑ کر آپ کے پاس سے چلے گئے' ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیماری متعدی ہو کر ان کو نہ لگ جائے' بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس بیماری سے مراد طاعون کی بیماری تھی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں طاعون پھیلا ہوا تھا اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ طاعون ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہوتا ہے طاعون کی ابتداء بنی اسرائیل سے ہوئی تھی ان پر طاعون عذاب کی صورت میں نازل کیا گیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے اوپر بھیجا گیا تھا یا تم سے پہلے لوگوں پر پس جب تم یہ سنو کہ کسی علاقے میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو تم وہاں نہ جاؤ' اور جب تم کسی علاقے میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو تم وہاں سے نکل کر نہ بھاگو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۱۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۵)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بہ طور شک روایت ہے کہ طاعون بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا' یا ہم سے پہلے لوگوں پر' لیکن صحیح ابن خزیمہ میں جزم کے ساتھ روایت ہے کہ طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی جماعت پر بھیجا گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۳۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

بنی اسرائیل کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے بہت بعد ہے' اور جب طاعون کی ابتداء بنی اسرائیل پر عذاب سے کی گئی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم پر طاعون کا پھیلنا بہت بعید از قیاس ہے' اغلب یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے یہ سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار ہیں تو انہوں نے عید کے میلہ میں آپ کے نہ جانے کو ایک عذر خیال کیا اور وہ آپ کے پاس سے چلے گئے۔

یمین اور یزفون کا معنی

الصّٰفّٰت: ۹۴۔۹۰ میں فرمایا: سو وہ پیٹھ موڑ کر ان کے پاس سے چلے گئے ○ پھر وہ خاموشی سے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور ان سے کہا تم کیوں نہیں کھاتے؟ ○ تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ ○ پھر انہوں نے خاموشی کے ساتھ دائیں ہاتھ سے ان پر ضرب لگائی ○ پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے ○

اس آیت میں راغ کا لفظ ہے اس کا مصدر روغ ہے' روغ کا معنی ہے چپکے سے کسی کی طرف جانا اور خفیہ داؤ گھات لگانا' جب لومڑی مکر اور فریب سے کوئی چال چلتی ہے تو کہتے ہیں راغ الثعلب' کوئی شخص مکر و فریب سے کسی شخص سے کام نکالے تو اس کو بھی راغ کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۷۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے ان کے بت خانہ میں گئے اور ان بتوں سے استہزاء فرمایا: تم کیوں نہیں کھاتے؟ تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ ان کی قوم کے کافر لوگ بتوں کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں لے جا کر رکھتے تھے تاکہ ان کو ان بتوں کا تقرب حاصل ہو اور وہ طعام ان کے پاس رکھے جانے سے متبرک ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ بتوں کے پاس طعام رکھ کر گئے تھے کہ وہ میلہ سے واپس آ کر اس طعام کو کھالیں گے اور ان بتوں کے پاس وہ طعام اس لیے چھوڑا تھا کہ وہ طعام متبرک ہو جائے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے بت خانے کے خادموں کے لیے وہ طعام چھوڑا تھا اور ایک قول یہ ہے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس وہ کھانے پینے کی چیزیں رکھیں اور ان بتوں سے استہزاء فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟

اس آیت میں یمین کا لفظ ہے اس کی کئی تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ یمین سے مراد دایاں ہاتھ ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائیں ہاتھ سے کلہاڑا اٹھا کر ان بتوں پر ضربات لگائیں' دائیں ہاتھ کا اس لیے ذکر فرمایا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں یمین سے مراد دایاں ہاتھ نہیں ہے بلکہ یمین سے مراد قسم ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے قسم کھا کر فرمایا تھا:

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ○ اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں ضرور

marfat.com

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ○ تمہارے معبودوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا○ پھر انہوں نے ان تمام بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ماسوا (ان کے) بڑے بت کے تا کہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ (الانبیاء: ۵۸۔۵۷)

ان کی قوم یا عید یا جشن منانے گئی تھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ موقع غنیمت جان کر ان تمام بتوں کو توڑ دیا صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا' بعض نے کہا کہ کلہاڑی اس کے ہاتھ میں چھوڑ دی تا کہ جب وہ عید کے میلہ یا جشن سے فارغ ہو کر آئیں تو اس کارروائی کے متعلق اس بڑے بت سے ہی پوچھیں۔

اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں یمین سے مراد عدل ہے جیسا کہ اس آیت میں یمین سے مراد عدل ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ○ اور اگر اس نبی نے ہم پر کوئی بات گھڑی ہوتی○ تو ہم نے ضرور ان کو عدل کے ساتھ پکڑ لیا ہوتا۔ (الحاقۃ: ۴۴)

عدل کے لیے یمین کا لفظ لایا جاتا ہے اور ظلم کے لیے شمال کا لفظ لایا جاتا ہے' اسی طرح معاصی کے لیے شمال کا لفظ لایا جاتا ہے اور اطاعت کے لیے یمین کا لفظ لایا جاتا ہے' پس مسلمان کے لیے یمین عدل کی جگہ ہے اور شمال ظلم کی جگہ ہے' اس لیے قیامت کے دن مسلمان کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کیونکہ اس نے اللہ سے جو بیعت کی تھی اس کو پورا کر دیا اور عدل کیا اور کافر کے بائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا کیونکہ اس نے بیعت کو توڑ دیا اور ظلم کیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کی قوم کے لوگ ان کی طرف بھاگتے ہوئے آئے۔

اس آیت میں یزفون کا لفظ ہے: زف الابل کا معنی ہے اونٹ تیز تیز چلے' اصل میں زفیف کا معنی ہے تیز ہوا چلنا' شتر مرغ جو پرندوں سے ملنے کے لیے بھاگتا ہے اس کو بھی زفیف کہتے ہیں' دلہن کو جو دولہا کے پاس بھیجا جاتا ہے اس کو بھی زفیف کہتے ہیں (المفردات ج ۱ ص ۲۸۱)۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تیز رفتاری اور آہستہ آہستہ چلنے کے مابین درمیانی رفتار سے چلنا' ضحاک نے کہا اس کا معنی ہے وہ بھاگ رہے تھے' یحییٰ بن سلام نے کہا وہ غیظ و غضب سے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے' مجاہد نے کہا اس کا معنی ہے وہ تکبر سے چلتے ہوئے آ رہے تھے۔

اس پر عقلی اور نقلی دلائل کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے

الصّٰفّٰت: ۹۶۔۹۵ میں ہے: ابراہیم نے کہا تم اپنے ہی تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو○ حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے○

ان کی قوم نے جب اپنے خود ساختہ خداؤں کے ٹکڑوں کو ٹوٹنے کے بعد بکھرے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے ہی تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے یعنی تم جن بتوں کی پرستش کر رہے ہو ان کو جن لکڑیوں' پتھروں اور مٹی سے تم نے بنایا ہے ان چیزوں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اور تمہارے کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے تو یہ بت بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوئے۔

اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ بندہ اپنے افعال کا' کاسب ہے اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' اور قدریہ کا مذہب یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ بندہ مجبور محض ہے' اس کے افعال میں اس کا کوئی کسب اور اختیار نہیں

marfat.com

ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ہر صانع اور اس کی صفت کا خالق ہے۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے۔

(المستدرک ج ۱ص ۳۱ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۸۵ جدید' الاحسان ج ۲ص ۵۰' کنز العمال ج ۱ص ۲۶۳)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے' خواہ بندہ کا فعل کفر ہو یا ایمان' اطاعت ہو یا معصیت' اس کے برعکس معتزلہ کا یہ فاسد گمان ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے' ان میں سے متقدمین تو بندہ کو خالق کہنے سے اجتناب کرتے تھے اور بندہ کو موجد اور مخترع کہتے تھے' لیکن جبائی اور اس کے متبعین نے یہ دیکھا کہ ان تمام الفاظ کا معنی ایک ہی ہے اور وہ ہے کسی چیز کو عدم سے وجود کی طرف نکالنا تو انہوں نے دلیری سے بندہ پر خالق کا اطلاق کر دیا' اور اہل حق جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر بندہ اپنے افعال کا خالق ہو تو وہ اپنے افعال کی تفاصیل کا ضرور عالم ہوگا' کیونکہ جب تک کسی چیز کی تفاصیل کا علم نہ ہو انسان اس کو وجود میں نہیں لا سکتا' اور انسان کو اپنے افعال کی تفاصیل کا علم نہیں ہوتا' کیونکہ جب انسان ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ جاتا ہے تو اس کے چلنے میں معین تعداد میں قدم اٹھتے ہیں کبھی تیز اور کبھی آہستہ اور اس کو بالکل شعور نہیں ہوتا کہ اس کے چلنے میں کتنے قدم اٹھے اور اس میں کتنا وقت صرف ہوا' کتنے قدم تیز تھے اور کتنے آہستہ' اور اس سے اس کے متعلق اگر سوال بھی کیا جائے تو وہ جواب نہیں دے سکتا یہ تو ان افعال کا حال ہے جو بالکل ظاہر ہیں' اور اگر وہ اس پر غور کرے کہ کسی چیز کو پکڑنے اور چھوڑنے میں اس کے کتنے اعضاء نے حرکت کی اس کے اعصاب سکڑنے اور پھیلنے کا عمل کتنی بار ہوا تو اس کی بے شعوری اور لاعلمی اور بھی زیادہ ہوگی۔

(۲) اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ. (الصّٰفّٰت: ۹۶) اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے کاموں کو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ. (المومن: ۶۲) یہی ہے اللہ! جو تمہارا رب ہے' جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔

اور ہر چیز میں بندے کے اعمال بھی داخل ہیں' سو وہ ان کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ. (النحل: ۱۷) کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو کچھ پیدا نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کو اپنی مدح میں اور اپنی عبادت کے استحقاق میں بیان فرمایا ہے یعنی عبادت کا مستحق وہی ہے جو خالق ہو۔

معتزلہ نے یہ کہا کہ ہم خود سے چلنے والے اور رعشہ والے کی حرکت میں فرق کو دیکھتے ہیں' خود سے چلنے والا اپنے اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ والا بغیر اختیار کے حرکت کرتا ہے' نیز اگر بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہو تو نیک افعال پر مدح اور برے افعال پر مذمت' اور نیک افعال پر ثواب اور برے افعال پر عذاب کی کوئی وجہ نہیں ہوگی کیونکہ نیک اور برے افعال سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جبریہ پر وارد ہوتا ہے جو کسب اور اختیار کی

marfat.com

بالکل نفی کرتے ہیں' رہے ہم تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جس فعل کا کسب کرتا ہے اور اس کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا کر دیتا ہے۔ (شرح العقائد ص ۶۲۔۶۰' ملخصاً مطبوعہ کراچی)

حضرت ابراہیم پر آگ کے ٹھنڈی ہونے کی تفصیل

الصّٰفّٰت: ۹۸۔۹۷ میں ہے: انہوں نے کہا ان کے لیے عمارت بناؤ اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو O انہوں نے ابراہیم کے خلاف سازش کا ارادہ کیا تو ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا O

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے بتوں کی الوہیت کے باطل ہونے پر قوی دلیل پیش کی اور وہ اس دلیل کا جواب دینے پر قادر نہ ہوئے تو انہوں نے آپ کو ضرر پہنچانے کا طریقہ اختیار کیا اور کہا ان کے لیے ایک عمارت بناؤ' قرآن مجید میں اس عمارت کی ساخت اور اس کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے البتہ امام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اور امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے اس سلسلہ میں یہ روایت ذکر کی ہے:

مقاتل نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا ان کے لیے ایک پتھر کی عمارت بناؤ جس کا طول تیس ہاتھ ہو اور اس کا عرض بیس ہاتھ ہو اور اس کو لکڑیوں سے بھر دو پھر اس میں آگ لگا دو' پھر ابراہیم کو اس آگ میں پھینک دو۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۴۹' معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۵)

اس آگ کے لیے قرآن مجید میں جحیم کا لفظ ہے اور جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو بہت عظیم آگ ہو' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کافروں کے متعلق فرمایا تو ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحث کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بحث اور مناظرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غالب اور ان کو مغلوب کر دیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگ کا ضرر دور کر دیا اور ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ امام ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں اور اس حدیث کو حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے بھی روایت کیا ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور ان کے لیے لکڑیوں کو جمع کیا' حتیٰ کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ نذر مانتی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں ابراہیم کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کروں گی' پھر انہوں نے اتنی زیادہ لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی کہ اگر اس کی سمت سے پرندے گزرتے تو آگ کی تپش سے جل جاتے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو' آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور فرشتوں نے فریاد کی کہ اے خدا! تیرے نام کی سربلندی کی پاداش میں ابراہیم کو جلایا جا رہا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس کا علم ہے اگر وہ تم کو پکارے تو تم اس کی فریاد رسی کرنا' اور حضرت ابراہیم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: اے خدا! تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں واحد ہوں' اور میرے سوا زمین پر کوئی اور بندہ نہیں ہے جو تیری عبادت کرے' مجھے اللہ کافی ہے اور وہ سب سے اچھا کارساز ہے' تب اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا۔

(الانبیاء: ۶۹)

(الدر المنثور ج ۷ ص ۹۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۹۵۔۱۹۴' رقم الحدیث: ۱۶۵۰۔۱۶۳۹)

فاکہ بن مغیرہ کی باندی بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو میں نے ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا' میں نے پوچھا اے ام المومنین! آپ اس نیزہ سے کیا کرتی ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس سے چھپکلیوں کو مارتی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو چھپکلی کے سوا زمین کا ہر جانور ان کی آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی پھونک مار کر اس آگ کو بھڑکا رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۸۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۳۱' مسند احمد ج ۶ ص ۸۳' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۹۳-۱۹۲' رقم الحدیث: ۱۶۴۶-۱۶۴۵-۱۶۴۳-۱۶۴۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چھپکلی کو مار دیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ جلائی گئی تو اس نے آگ جلانے میں مدد کی تھی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۹۲' رقم الحدیث: ۱۶۴۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی حکمتیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا گیا' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ابتداءً آپ کے مخالف کفار کو اس پر قدرت نہ دیتا کہ وہ آپ کو آگ میں ڈالتے' یا آگ میں ڈالے جانے سے پہلے کوئی ایسی تدبیر فرما دیتا کہ آپ اس شہر سے نکل جاتے اور آپ کے مخالف بت پرستوں کو آپ پر غلبہ حاصل نہ ہوتا اور وہ آپ کو گرفتار کر کے اس مکان میں بند نہ کر پاتے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور بت پرستوں کے لیے یہ موقع مہیا کیا کہ وہ آپ کو اس بہت بڑی آگ میں ڈال دیں' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) لوگوں کے سامنے یہ مثال اور یہ نمونہ مہیا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص اور مقرب بندے اللہ کی راہ میں جان دینے سے نہیں گھبراتے اور توحید کی سربلندی کے لیے ہر امتحان سے سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔

(۲) ان کی قوم سورج' چاند' ستاروں کی پرستش کرتی تھی اور بعض لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے یہ دکھا دیا کہ آگ اپنی ذات میں کوئی طاقت نہیں رکھتی نہ اس میں فی نفسہ کوئی تاثیر ہے اس کا جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے' وہ چاہے تو اس میں جلانے کی تاثیر ہوگی اور وہ نہ چاہے تو اس میں یہ تاثیر نہیں ہوگی' وہ اپنی ذات میں ٹھنڈی ہے نہ گرم ہے' وہ جب چاہے اس میں گرمی پیدا کر دے اور جب چاہے اس میں ٹھنڈک پیدا کر دے۔

(۳) جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں موجود تھے اور جب آپ ان کی پشت میں موجود تھے تو آگ ان کو کیسے جلا سکتی تھی' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں چند اشعار پڑھے ان میں یہ شعر بھی تھا:

وردت نار الخلیل مستترا   فی صلبه انت کیف یحترق

حضرت خلیل اللہ کی آگ میں آپ بھی پوشیدہ طور پر وارد تھے اور جس کی پشت میں آپ موجود ہوں اس کو آگ کیسے جلا سکتی ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے ان اشعار کو المستدرک اور دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے' المستدرک ج ۳ ص ۳۲۷' اور دلائل النبوت ج ۵ ص ۲۶۸ میں ان اشعار کا ذکر ہے' لیکن ان میں مذکور الصدر شعر ذکر نہیں ہے' یقیناً حافظ

marfat.com

سیوطی کے سامنے ان کتابوں کا جو نسخہ ہوگا ان میں یہ شعر بھی مذکور ہوگا اور ان کتابوں کے ناشر کو جو مخطوطہ ملا ہوگا ان میں یہ شعر مذکور نہیں ہوگا یا کسی وجہ سے طباعت سے رہ گیا ہوگا بہرحال حافظ سیوطی کے درج ذیل اشعار میں اس شعر کا بھی ذکر ہے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۶۷٬ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو یہ بھی ظاہر ہوا کہ آگ بھی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی ہے اور جب آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں موجود تھے تو آگ آپ کو کیسے جلا سکتی تھی٬ ہر چیز آپ کو پہچانتی ہے اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء الا یعلم انی رسول الله الا کفرة او فسقة الجن والانس.

ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوا فاسق جنات اور انسانوں کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲٬ رقم الحدیث: ۶۷۲)

(۵) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالنے اور آگ کے آپ کو ضرر نہ پہنچانے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہو وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے اور کائنات کی کسی چیز سے نہیں ڈرتا٬ حضرت ابراہیم کا اس پر ایمان تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر ان کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی اور موت اپنے مقرر وقت سے پہلے نہیں آ سکتی اس لیے جب ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ان کو آگ میں ڈال دو٬ تو حضرت ابراہیم ذرا نہیں گھبرائے اور کسی قسم کے خوف اور پریشانی کا اظہار نہیں کیا٬ اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر زہر کھا لیا تھا اور آپ کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا تھا۔ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۸۸٬ دار احیاء التراث العربی بیروت٬ ۱۴۱۸ھ)

(۶) اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ نبی اپنے وطن سے دوسرے علاقے کی طرف ہجرت اس وقت کرتا ہے جب اس کے وطن میں اس کے مخالف کفار اس کی جان کے دشمن ہو جائیں اور اس کو سلامتی کے ساتھ اپنے وطن میں نہ رہنے دیں٬ جیسے جب مصر میں لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان کے دشمن ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں ہونے لگیں تو وہ مصر سے مدین کی طرف ہجرت کر گئے٬ اور اسی طرح جب زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ان کو قتل کرنے لگے تو انہوں نے آسمانوں کی طرف ہجرت کی٬ اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قتل کرنے کی سازشیں کی جانے لگیں تو آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی٬ اسی قاعدہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفار سے دشمنی جب ان کو جلانے کی سازش کی صورت میں ظاہر ہوئی تو آپ کو عراق سے شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا٬ سو آپ کو آگ میں ڈالے جانے کا یہ واقعہ آپ کی ہجرت کا سبب بنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی زیادہ تفصیل الانبیاء: ۶۸٬ تبیان القرآن ج ۷ ص ۶۱۲-۶۰۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری رہ نمائی کرے گا O اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما O سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے٬ آپ ان شاء اللہ

marfat.com

مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم! O بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے O اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا O اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا O (الصّٰفّٰت: ۱۰۸۔۹۹)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اولین مہاجر ہونا

الصّٰفّٰت: ۹۹ میں ہے: اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری رہ نمائی کرے گا O

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اسلام دشمن لوگ زیادہ ہوں اور ایمان اور اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے انسان کی جان' اس کی عزت اور اس کا مال خطرہ میں ہو' اس پر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن کے لوگوں سے شدید عداوت اور خطرہ محسوس کیا تو آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کرنے کا قصد فرما لیا۔

قرآن مجید کی یہ آیت ہجرت اور ایام فتنہ کی عزلت نشینی کی اصل ہے' اور جس شخص نے اس پر سب سے پہلے عمل کیا وہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ سے نجات دی تو آپ نے کہا ''میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں'' یعنی اپنی قوم اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے اس جگہ جانے والا ہوں جہاں میں آسانی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکوں' عنقریب میرا رب میری اس چیز کی طرف رہ نمائی کرے گا جس کا میں نے نیک نیتی سے قصد کیا ہے' مقاتل نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی مخلوق میں سے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط اور حضرت سارہ کے ساتھ عراق سے ارض مقدسہ یعنی شام اور فلسطین کی طرف ہجرت کا قصد کیا' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حران کی طرف ہجرت کی تھی اور ایک مدت تک وہاں رہے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۸۹)

عزلت نشینی کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے اچھا شخص کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنی جان اور مال سے جہاد کرے اور وہ شخص جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں چلا جائے' وہاں اپنے رب کی عبادت کرے اور لوگوں کے شر کی وجہ سے ان کو چھوڑ دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۸۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۸' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۶' المستدرک ج ۲ ص ۷۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۶۲۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مسلمان شخص کا سب سے بہترین مال ایک بکری ہوگی جس کے ساتھ وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش نازل ہونے کی جگہوں پر جائے گا' اپنے دین کو بچانے کے لیے فتنوں کے شر سے بھاگے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۴۶)

حضرت ام مالک البھز یہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور ان کو بہت قریب بتایا' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ایام فتنہ میں سب سے بہتر شخص کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اللہ کے دشمنوں کا پیچھا کرے وہ ان کو بھگائے اور وہ اس کو بھگائیں (یعنی ان سے مقابلہ کرے) اور وہ شخص جو جنگل میں

marfat.com

عزلت نشینی کرے اور اس پر جو حق ہے وہ ادا کرے)۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ص ۳۶۷ طبع قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۹۲۶' المستدرک ج ۴ص ۴۹۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۷' مسند احمد ج ۶ص ۴۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! تم کو فتنے اس طرح ڈھانپ لیں گے جس طرح اندھیری رات میں اوپر تلے اندھیرے آتے ہیں اس زمانہ میں سب سے زیادہ نجات یافتہ شخص وہ ہوگا جو (جنگل میں) اپنی بکریوں کے دودھ پر گزارہ کرے یا وہ شخص دروازہ سے باہر اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر جائے اور اپنی تلوار سے کھائے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ص ۳۶۸ قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۹۲۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت کرز بن علقمہ الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اسلام (کے درجات) کی کوئی انتہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں عرب یا عجم کے جس گھر والوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے ان کے اوپر اسلام کو داخل فرما دیتا ہے' پھر اس طرح فتنے برپا ہوں گے گویا کہ وہ سائبان ہیں اور فرمایا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ان فتنوں میں لوٹ جاؤ گے گویا کہ سانپ ڈسنے کے لیے پھن اٹھائے کھڑا ہو! تم میں سے بعض' بعض کی گردنوں پر وار کریں گے' اور ایک روایت میں ہے تم میں سے سب سے افضل وہ مومن ہوگا جو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں عزلت نشین ہوگا وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہوگا اور لوگوں کو ان کے شر کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ۳ص ۴۷۷' المعجم الکبیر ج ۱۹ص ۱۹۹۔۱۹۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۳۵۵۔۳۳۵۴۔۳۳۵۳)

عزلت نشینی کی فضیلت اور استحباب کے متعلق فقہاء اسلام کے مختلف اقوال

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں لوگوں سے الگ اور علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی کی فضیلت ہے' اور ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کے بعد فتنے رونما ہوں گے تو اس وقت لوگوں سے میل جول رکھنے کی بہ نسبت ان سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی میں فضیلت ہے' خصوصاً جو لوگ جہاد کرنے پر قدرت نہ رکھتے ہوں' یا وہ زمانہ جہاد کا نہ ہو' یا مسلمانوں کو ان کے علوم سے استفادہ کرنے کی ضرورت نہ ہو' ان احادیث میں پہاڑوں کی گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے اور خصوصاً ان جگہوں پر جانا مراد نہیں ہے ان کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ عام طور پر عزلت نشینی کے لیے لوگ ایسی جگہوں پر جاتے ہیں کیونکہ عموماً ایسے مقامات پر لوگوں کا اجتماع نہیں ہوتا' ایک اور حدیث میں گھر میں گوشہ نشین رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ص ۳۱۰' دارالوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نجات کس طرح حاصل ہوگی؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنے گھر میں رہو اور اپنی خطاؤں پر رؤو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۶' مسند احمد ج ۴ص ۱۴۸' الکامل لابن عدی ج ۴ص ۱۶۳۲' حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر عزلت نشینی کو ترجیح دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف مشہور ہے' امام شافعی اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر فتنہ سے سلامتی کی توقع ہو تو گوشہ نشین رہنے کی بہ نسبت لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے' اور بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ عزلت نشینی افضل ہے' اور جمہور علماء نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں عزلت نشینی افضل ہے' اور ان احادیث کا یہی محمل ہے' یا یہ احادیث ان لوگوں کے لیے

ہیں جو لوگوں کے ضرر سے محفوظ نہ رہ سکیں' یا جو لوگ فتنہ بازوں کے ضرر پر صبر نہ کر سکیں' انبیاء علیہم السلام' جمہور صحابہ' تابعین' علماء اور زہاد وغیرھم لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے اور اجتماعی منافع کو حاصل کرتے تھے' پانچوں نمازیں با جماعت پڑھتے تھے اور جمعہ' نماز جنازہ اور عیدین پڑھتے تھے' مریضوں کی عیادت کرتے تھے' وعظ و نصیحت کرتے اور ذکر کی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۸ ص ۵۲۳۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر عزلت نشینی کا صرف یہی فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے انسان غیبت کرنے سے محفوظ رہتا ہے اور اس برائی کے دیکھنے سے بچا رہتا ہے' جس کے ازالہ پر وہ قادر نہیں ہے تو یہ بھی عزلت نشینی کی فضیلت کے لیے بہت کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فتنوں کے ایام میں گوشہ نشین ہونا افضل ہے' سوا اس صورت کے کہ انسان ان فتنوں کو زائل کرنے پر قادر ہو اس وقت اس پر واجب ہے کہ وہ ان فتنوں کے ازالہ کے لیے سعی اور جدوجہد کرے' اور یہ ازالہ اس کے حال اور اس کی قدرت کے اعتبار سے فرض عین ہوگا یا فرض کفایہ ہوگا' اور جب فتنوں کے ایام نہ ہوں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اب عزلت نشینی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے' علامہ نووی نے کہا کہ امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد کا حصول ہے' اور شعائر اسلام میں حاضر ہونے کا موقع ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں کثرت کا اظہار ہے اور ان کو خیر پہنچانے کا فائدہ ہے' بیماروں کی عیادت' جنازوں کا پڑھنا' ایک دوسرے کو سلام کرنا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا' نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاون کرنا' ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور اس طرح کے اور بہت سے ایسے کام ہیں جن پر ہر مسلمان قادر ہوتا ہے' اور اگر وہ شخص عالم دین اور صاحب طریقت ہو تو اجتماعی معاشرہ میں رہنے کی فضیلت اور بھی مؤکد ہو جاتی ہے۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ان ایام میں بھی عزلت نشینی افضل ہے بشرطیکہ اس کو ان عبادات کرنے کے طریقوں کا علم ہو جو اس پر لازم ہیں اور جن کو ادا کرنے کا وہ مکلف ہے' اور مختار یہ ہے کہ اجتماعی معاشرہ میں رہنا افضل ہے جب کہ اس کا ظن غالب یہ ہو کہ وہ لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہمارے زمانہ میں مختار یہ ہے کہ انسان گوشہ تنہائی میں رہے کیونکہ بہت کم مجلسیں گناہوں سے خالی ہوتی ہیں (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں بھی اس قول کے موافق ہوں' کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا صرف برائیوں میں مبتلا ہونے کا سبب ہے' ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں سے احتراز کرنا چاہیے' اور متقدمین کی ایک جماعت فتنوں کے خوف سے اپنے وطن سے نکل گئی' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں مدینہ سے نکل کر ربذہ میں چلے گئے تھے' اور ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی کہ آخر زمانہ میں لوگوں میں فتنہ اور فساد ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۴-۲۶۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غور فرمائیے علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کے

marfat.com

ساتھ مل جل کر رہنے میں فسق و فجور اور انواع واقسام کے گناہوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اس لیے اب گوشہ نشینی میں عافیت ہے اور خلوت گزینی افضل ہے' تو سوچئے کہ اب ۱۴۲۴ھ میں حالات کس قدر دگرگوں ہو چکے ہیں اور اب عزلت نشینی کس قدر اہم اور ضروری ہوگئی ہے' اس لیے اس ناکارہ نے بھی اب گوشہ نشینی کو اختیار کر لیا ہے' دارالعلوم کے گوشہ عافیت میں بیٹھ کر درس بخاری اور تصنیف و تالیف کو لازم کرلیا ہے اور اجتماعی مجالس اور محافل میں جانے کو بالکل ترک کر دیا ہے۔

میری زندگی اب فاضل بریلوی کی اس رباعی کے مصداق ہے:

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن	نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
نہ مجھے کسی کی تعریف وتحسین سے خوشی ہوتی	نہ میں کسی کی تعریف سنتا ہوں نہ مجھے کسی کی
ہے نہ کسی کے طعنوں سے رنج ہوتا ہے	مذمت کرنے کا ہوش ہے
منم وکنج خمولی کہ نگنجد دروے	جز من و چند کتابے و دوات و قلمے
میں ایک گوشہ گمنامی میں ہوں کہ اس میں	چند کتابوں اور قلم دوات کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے

بعض محبین مجھے اپنی محافل اور مجالس میں بہ اصرار بلاتے ہیں ان سے گذارش ہے کہ مجھے اپنے حال میں رہنے دیں۔

الصّٰفّٰت: ۹۹ کے بعد الصّٰفّٰت: ۱۱۱-۱۰۰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کی قربانی کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں ہم ان شاءاللہ دلائل سے واضح کریں گے کہ آپ کے یہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے' اور اس کے بعد قربانی سے متعلق تمام امور کو احادیث اور مذاہب اربعہ کی کتب سے بیان کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صالح بیٹے کو طلب کرنا اور اس کی توجیہ

الصّٰفّٰت: ۱۰۰ میں ہے: اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرماO

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے رب مجھے نیک بیٹا عطا فرما جو ان لوگوں میں سے ہو جو تیری اطاعت کرتے ہیں اور تیری نافرمانی نہیں کرتے اور زمین میں اصلاح کرتے ہیں اور فساد نہیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ایک صالح کو ہبہ کرنے کا سوال ہے' ہر چند کہ قرآن مجید میں بھائی کے لیے بھی ہبہ کا لفظ آیا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا. (مریم: ۵۳) اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون نبی ہبہ فرمائے۔

لیکن قرآن مجید میں زیادہ تر بیٹے کے لیے ہبہ کا لفظ ہے جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ. (الانبیاء: ۷۲) اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب ہبہ فرمائے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى. (الانبیاء: ۹۰) اور ہم نے زکریا کو یحییٰ ہبہ فرمائے۔

سو اسی اسلوب سے اس آیت میں بھی ہبہ کا لفظ بیٹے کے لیے ہے اور اس آیت کا معنی ہے اے میرے رب! مجھے ایسا بیٹا ہبہ فرما جو صالحین میں سے ہو' اور اپنے بیٹے کے لیے صالح ہونے کی اس لیے دعا کی کیونکہ انہوں نے خود اپنے لیے بھی صالحیت کی دعا کی تھی:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۔ اے میرے رب مجھے قوت فیصلہ عطا فرمادے اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔ (الشعراء:۸۳)

حلیم کا معنی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلیم ہونا

الصّٰفّٰت:۱۰۱ میں ہے: سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی O

اس آیت میں غلام کا لفظ ہے' جب بچہ پالنے میں ہو تو اس کو طفل کہتے ہیں اور جب اس کی عمر دس سال سے کم ہو تو اس کو صبی کہتے ہیں اور جب اس کی عمر دس سال سے متجاوز ہو اور وہ بلوغت کے قریب ہو تو اس کو غلام کہتے ہیں اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کو شاب (نوجوان) کہتے ہیں اور بیس سال سے تیس سال تک کی عمر والے کو رجل (مرد) کہتے ہیں اور تیس سال سے چالیس سال تک کی عمر والے کو کہول (ادھیڑ عمر والا) کہتے ہیں اور چالیس سال سے ساٹھ سال کی عمر والے کو شیخ کہتے ہیں اور ساٹھ سال سے ستر اسّی سال والے کو شیخ فانی کہتے ہیں' مصنف اب ۶۸ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے دیکھئے اب کب بلاوا آتا ہے' اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی کے ساتھ اور چلتے ہاتھ پیروں کے ساتھ اپنے جوار رحمت میں بلائے۔ (آمین)

اور اس آیت میں اس لڑکے کی صفت حلیم (بردبار) ذکر فرمائی ہے' حلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کام سکون اور اطمینان سے کرے' جلدی نہ کرے۔ اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اضطراب اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرے اور اگر کوئی کام اس کے مزاج اور مرضی کے خلاف ہو جائے تو غصہ اور غضب میں نہ آئے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تین بشارتیں ہیں ایک یہ کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا یعنی مذکر ہوگا' دوسری یہ کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے گا کیونکہ بچہ کو حلم اور بردباری سے متصف نہیں کیا جاتا اور تیسری بشارت یہ ہے کہ وہ حلیم اور بردبار ہوگا۔

اور اس بیٹے میں اس سے بڑھ کر اور کون سا حلم ہوگا کہ جب انہوں نے اس بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں' اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (الصّٰفّٰت:۱۰۲) اور انہوں نے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم اور بردبار بیٹے کی اس لیے بشارت دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی حلیم تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیۡمٌ O (التوبہ:۱۱۴) بے شک ابراہیم بہت سوز و گداز والے حلیم تھے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیۡبٌ O (ھود:۷۵) بے شک ابراہیم ضرور حلیم تھے' بہت سوز و گداز والے' اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

الصّٰفّٰت:۱۰۲-۱۱۱ میں ہے: پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں' اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بیٹے نے کہا اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! عنقریب مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم! O بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے O اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا O اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا O ابراہیم پر سلام ہو O ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار بندوں

میں سے ہیں O

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا پس منظر اور پیش منظر

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجر سے ملاقات کے لیے جاتے تو صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کو مکہ پہنچ کر آرام کرتے اور شام کے وقت مکہ سے روانہ ہوتے اور رات کے وقت شام میں اپنی بیوی (حضرت سارہ) کے پاس پہنچ جاتے حتیٰ کہ ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل) جب کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچ گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر اپنے رب کی عبادت کریں گے اور اس کے حرم کی تعظیم کریں گے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

نیز امام محمد بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ رسی اور چھری لو اور ہمارے ساتھ اس گھاٹی میں چلو تاکہ ہم گھر والوں کے لیے لکڑیاں چن کر لائیں' انہوں نے اپنے بیٹے سے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کس لیے اس گھاٹی میں جا رہے ہیں' تب اللہ کا دشمن ابلیس ایک آدمی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر ملا' تاکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رکھے اور آ کر کہا اے بزرگ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم نے کہا میں اپنے ایک کام سے اس گھاٹی میں جا رہا ہوں! شیطان نے کہا میرا گمان ہے کہ آپ کے پاس خواب میں شیطان آیا ہے اور اس نے آپ کو اس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن میرے پاس سے دفع ہو جا! پس اللہ کی قسم! میں اللہ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا! جب اللہ کا دشمن ابلیس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مایوس ہو گیا تو پھر وہ ان کے بیٹے کے پاس پہنچا وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے' ان سے اس نے کہا اے بیٹے! کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس گھاٹی سے لکڑیاں چننے جا رہے ہیں! شیطان نے کہا اللہ کی قسم! وہ تم کو صرف ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں! انہوں نے پوچھا کیوں؟ شیطان نے کہا ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں یہ حکم دیا ہے' انہوں نے کہا پھر ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کریں۔

پھر وہ ایک آدمی کے بھیس میں اس بیٹے کی ماں کے پاس گیا اور ان سے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم تمہارے بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں' انہوں نے کہا وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں چننے گئے ہیں' شیطان نے کہا نہیں! اللہ کی قسم! وہ صرف اس کو ذبح کرنے کے لیے ساتھ لے کر گئے ہیں' ان کی والدہ نے کہا نہیں وہ اپنے بیٹے پر بہت شفقت کرتے ہیں اور اس سے بہت محبت کرتے ہیں' شیطان نے کہا ان کا یہ گمان ہے کہ ان کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں' ان کی والدہ نے کہا اگر ان کے رب نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو انہوں نے بہت اچھا کیا کہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا! اور اللہ کا دشمن ابلیس ناکام اور نامراد ہو کر غیظ و غضب میں مبتلا ہو کر واپس لوٹ گیا اور اس لعین نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو بہکانے کا جو ارادہ کیا تھا اس میں وہ خائب و خاسر رہا۔

جب حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گھاٹی میں پہنچے اور وہ ثبیر نامی پہاڑ کی گھاٹی تھی' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں' اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ ان کے بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ مجھے صبر

marfat.com

کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

امام محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اے ابا جان! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں' اور میرا اجر کم نہ ہو' کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور میں ذبح کے وقت اپنے تڑپنے اور پھڑ کنے سے مامون نہیں ہوں اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لیے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں اور مجھے پہلو کے بل نہ لٹائیں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے مانع ہو گی' اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں' اس سے ان کو تسلی ہو گی اور ان کو مجھ پر صبر آ جائے گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے تم اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے عمدہ مددگار ثابت ہو رہے ہو! پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا ان کو اچھی طرح باندھ دیا' پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور پھر ان کو پیشانی کے بل گرا دیا' اور ان کے چہرے کی طرف سے اپنی نظر ہٹا لی' پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا' حضرت ابراہیم نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تا کہ اس عمل سے فارغ ہوں' تو ایک ندا کی گئی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا' یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے' اپنے بیٹے کے بدلہ میں اس کو ذبح کر دو' اللہ عزوجل نے فرمایا جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا' حالانکہ ذبیحہ کو چہرے پر گرایا جاتا ہے اور یہ اس کے مطابق ہے جو حضرت اسماعیل نے اپنے والد کو مشورہ دیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث صادق ہے اور قرآن مجید کے مطابق ہے۔ (تاریخ الامم والسلوک ج ۱ ص ۱۹۵' الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۶۳' تفسیر ثعلبی ج ۸ ص ۱۵۴' معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۶' خازن ج ۴ ص ۲۲' المستدرک ج ۲ ص ۲۵۵' الکشاف ج ۴ ص ۵۷)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق

الصّٰفّٰت: ۱۰۷ میں ہے: اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت سے ایک مینڈھا باہر لایا گیا جو چالیس سال سے جنت میں چر رہا تھا' حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو بھیج دیا پھر جمرہ اولیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں' پھر جمرہ وسطیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں' پھر جمرہ کبریٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں' پھر منیٰ میں قربانی کی جگہ گئے اور وہاں اس مینڈھے کو ذبح کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' بے شک اوائل میں اس مینڈھے کا سر اس کے دو سینگوں کے ساتھ میزاب کعبہ کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور اس کا سر سوکھ کر خشک ہو چکا تھا۔

نیز امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کو حج کے افعال ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو شیطان آپ کے پاس آیا' پھر حضرت جبریل آپ کو جمرۃ العقبہ پر لے گئے آپ کے پاس پھر شیطان آیا آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا' پھر آپ چلے گئے تو جمرہ وسطیٰ کے پاس شیطان آیا آپ نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں' تو وہ چلا گیا' پھر آپ نے حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل گرا دیا' اور حضرت اسماعیل پر سفید قمیص تھی' انہوں نے کہا اے ابا جان میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی قمیص نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں' آپ اس کو اتار کر رکھ لیں اور اسی میں مجھ کو کفن دیں' پھر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک بڑی آنکھوں والا اور

marfat.com

سفید سینگوں والا مینڈھا کھڑا ہوا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کردیا' حضرت ابن عباس نے کہا ہم اسی وجہ سے اسی طرح کا مینڈھا قربانی کے لیے تلاش کرتے ہیں۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس مینڈھے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا وہ اسی کی نسل سے تھا جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے قربانی کی تھی اور ان کی قربانی قبول کرلی گئی تھی اور وہ مینڈھا سرمگیں تھا اور اس کا اون سرخ رنگ کا تھا۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۱۹۵۔۱۹۲ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ اور امام محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی حضرت اسماعیل کو ذبح کیے جانے کے واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(المنتظم ج ۱ ص ۱۶۸۔۱۶۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۶۴۔۶۳' دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

مفسرین میں سے امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی ۴۲۷ھ اور امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ' اور علامہ علاؤ الدین علی بن الخازن المتوفی ۷۲۵ھ' نے بھی اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے' اور امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۵۵۔۱۵۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ' معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۷۔۳۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ' لباب التاویل ج ۴ ص ۲۴۔۲۲' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ' المستدرک ج ۲ ص ۵۵۶۔۵۵۵ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۰۴۰۔۴۰۳۹' الکشاف ج ۴ ص ۵۷)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جس مینڈھے کو ذبح کیا گیا ہے اس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ اس کے سینگ کعبہ میں میزاب کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا' میں نے حضرت عثمان بن طلحہ سے پوچھا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بلوایا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں پر ایک مینڈھے کے دو سینگ دیکھے' میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم ان سینگوں کو ڈھانپ دو' سو اب تم ان کو ڈھانپ دو' کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کرالے' سفیان نے کہا وہ دونوں سینگ بیت اللہ میں رکھے رہے حتیٰ کہ جب بیت اللہ میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۶۹ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۳۰۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۶۳۷' دارالفکر بیروت' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۳۵' دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ' الدرالمنثور ج ۷ ص ۱۰۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے ذبیح تھے......

حضرت اسماعیل یا حضرت اسحاق علیہما السلام!

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں' (۱) حضرت عباس بن عبدالمطلب (ایک روایت کے مطابق) (۲) حضرت عبداللہ بن عباس (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) حضرت جابر بن عبداللہ (۵) حضرت علی بن ابی طالب (۶) حضرت عبد

اللہ بن عمر اور (۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم' ان سات صحابہ کا یہ نظریہ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں' اور تابعین وغیرھم میں سے علقمہ' سعید بن جبیر' کعب الاحبار' عکرمہ' القاسم بن ابی بزہ' عطاء' مقاتل' عبد الرحمان بن سابط' زہری' سدی' عبد اللہ بن الہذیل' مالک بن انس وغیرھم نے کہا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں' اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا بھی اس پر اتفاق ہے' النحاس اور طبری وغیرہما کا بھی یہی مختار ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے اصحاب اور تابعین سے قوت کے ساتھ یہی منقول ہے۔

دوسرے علماء کا یہ مختار ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابو الطفیل' حضرت عامر بن واثلہ (اور دوسری روایت کے مطابق) حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار قول ہے' اور تابعین میں سے سعید بن المسیب' الشعبی' یوسف بن مہران' مجاہد' الربیع بن انس' محمد بن کعب القرظی' الکلبی اور علقمہ وغیرہم کا یہی قول ہے۔

ابو سعید الضریر سے ذبیح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

ان الذبیح ھدیت اسمعیل — نطق الکتاب بذاک و التنزیل

تم کو ہدایت دی جائے ذبیح حضرت اسماعیل ہیں — کتاب اسی پر ناطق ہے اور یہی قرآن میں نازل ہوا ہے

شرف بہ خص الالہ نبینا — واتی بہ التفسیر و التاویل

یہ ان کا شرف ہے اور اللہ نے ہمارے نبی کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے — اور قرآن کی یہی تفسیر اور تاویل ہے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن العلاء سے پوچھا کہ ذبیح کون ہے تو انہوں نے کہا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں چلی گئی! حضرت اسحاق مکہ میں کب آئے تھے؟ مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل تھے' انہوں نے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی اور قربان گاہ بھی مکہ میں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صابرین میں سے ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی: فرمایا:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الانبیاء: ۸۵)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذو الکفل یہ سب صابر (نبی) تھے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صبر یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ذبح کیے جانے پر صبر کیا تھا' اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ صادق الوعد تھے' فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○ (مریم: ۵۴)

اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں' وہ وعدہ کے بہت سچے تھے اور وہ رسول اور نبی تھے۔

حضرت اسماعیل کو صادق الوعد اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ذبح کے وقت صبر کریں گے سو انہوں نے اپنے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں

marfat.com

سے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۱۲)

پس اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کے حکم کیوں کر دیتا جب کہ وہ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو نبی بنانے کی بشارت دے چکا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ. سو ہم نے (ابراہیم کی زوجہ سارہ کو) اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ (ھود:۷۱)

تو حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا کیسے حکم دیا جا سکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ اسحاق کی پشت اور ان کی نسل سے یعقوب پیدا ہوں گے' ظاہر ہے کہ اس بشارت کے پورا ہونے سے پہلے ان کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا۔

نیز احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کے بیٹے کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح ہوا تھا اس کے سینگ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں اگر حضرت اسحاق ذبیح ہوتے تو اس مینڈھے کے سینگ بیت المقدس میں رکھے ہوئے ہوتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ص ۹۲۔۹۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر مزید دلائل

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

الصّٰفّٰت:۱۰۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بردبار بیٹے کی بشارت دی ہے وہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں' کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں' اور تمام مسلمانوں کا اور تمام اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں' بلکہ اہل کتاب کی کتابوں میں (مثلاً تورات میں) یہ تصریح ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی' اور جس وقت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے (۹۹) سال تھی' اور ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں' اس کے باوجود انہوں نے کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے حضرت اسحاق کو ذبیح کہا' اور ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ خود تورات کی تصریحات کے خلاف ہے' اور انہوں نے حضرت اسحاق کو اس لیے ذبیح کہا کہ وہ اسرائیلیوں کے والد ہیں اور حضرت اسماعیل عربوں کے والد تھے' اس لیے انہوں نے عربوں سے حسد رکھنے کی بناء پر یہ تحریف کی' اور انہوں نے اکلوتے بیٹے کا یہ معنی کیا کہ اس وقت وہ بیٹا باپ کے پاس نہ ہو' کیونکہ اس وقت حضرت اسماعیل مکہ مکرمہ میں اپنی ماں ہاجر کے پاس تھے' حالانکہ اکلوتے کا معنی یہ ہے کہ اس وقت باپ کا صرف ایک بیٹا ہو اور جب حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا اس وقت آپ کے صرف ایک ہی بیٹے تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ نیز پہلوٹھی کا بیٹا دوسرے بیٹوں کی بہ نسبت زیادہ پیارا اور عزیز ہوتا ہے اس لیے اگر بیٹے کو ذبح کرانے سے باپ کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے تو آزمائش کے زیادہ قریب یہ ہے کہ پہلوٹھی کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے اور چونکہ پہلوٹھی کے بیٹے حضرت اسماعیل ہیں اس لیے ذبیح بھی وہی ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں حتیٰ کہ یہ قول بعض صحابہ اور تابعین سے بھی منقول ہے اس کا ذکر قرآن میں ہے نہ سنت میں' اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ قول اسرائیلیات سے منقول ہے۔ اور بعض مسلم علماء نے بغیر کسی دلیل کے اس قول کو اختیار کر لیا' اور یہ اللہ کی کتاب اس طرف رہ نمائی کر رہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ

اس میں حضرت ابراہیم کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی ہے اور پھر ان کے ذبح ہونے کا واقعہ ذکر کیا ہے' اور اس کے بعد حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے اور جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو کہا ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

القرظی بیان کرتے ہیں کہ علماء یہود میں سے ایک عالم مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلام میں بہت نیک کام کیے' اس سے عمر بن عبد العزیز نے پوچھا حضرت ابراہیم کے دو بیٹوں میں سے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اس نے کہا حضرت اسماعیل کو' پھر اس نے کہا اے امیر المومنین! یہود کو بھی اس حقیقت کا علم ہے لیکن وہ آپ عرب لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ آپ کے باپ کو ذبح کا حکم دیا گیا ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ذبیح اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جس مینڈھے کو بہ طور فدیہ ذبح کیا گیا اس کے سینگ خانہ کعبہ میں بنو اسماعیل کے ہاتھوں میں رہے تھے اور حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی جنگ میں وہ سینگ جل گئے۔

شعبی نے کہا میں نے اس مینڈھے کے دونوں سینگوں کو کعبہ میں لٹکا ہوا دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے اس مینڈھے کے سر کو سینگوں سمیت کعبہ کے پرنالہ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا ہے وہ سر خشک ہو چکا تھا۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے ابوعمرو بن العلاء سے سوال کیا کہ ذبیح کون تھے حضرت اسماعیل یا حضرت اسحاق علیہما السلام؟ تو انہوں نے کہا اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے؟ حضرت اسحاق مکہ میں کب آئے تھے! مکہ میں تو حضرت اسماعیل آئے تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے دلائل کی توضیح

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کی مزید وضاحت حسب ذیل امور سے ہوتی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ. پس ہم نے (ابراہیم کی بیوی سارہ کو) اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ (ہود: ۷۱)

پس اگر ذبیح حضرت اسحاق ہیں تو ان کو ذبح کرنے کا حکم حضرت یعقوب کے پیدا ہونے سے پہلے دیا جائے گا یا ان کے ذبح ہونے کے بعد دیا جائے گا' پہلی صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو حضرت اسحٰق کی بشارت دی تو اس کے ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ حضرت اسحاق سے ان کے بیٹے حضرت یعقوب پیدا ہوں گے تو حضرت یعقوب کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے ورنہ حضرت اسحاق کے بعد ان سے حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کی خبر صحیح نہیں رہے گی' اور اگر حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کے بعد حضرت ابراہیم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے اسحاق کو ذبح کر دیں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے بیٹے کے بالغ ہونے سے پہلے اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا نہ کہ اس کے ایک بچہ کے باپ ہونے کے بعد اس کو یہ حکم دیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

marfat.com

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ. (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ عنقریب میری رہ نمائی فرمائے گا O (الصّٰفّٰت: ۹۹)

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس مسافرت میں ان کو ایک نیک بیٹا عطا فرمائے جس سے وہ مانوس ہوں (الصّٰفّٰت: ۱۰۰) اور یہ سوال اسی وقت صحیح ہو گا جب ان کا اس سے پہلے بیٹا نہ ہو ورنہ یہ تحصیل حاصل ہوگی' اور مسلمانوں اور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق سے پہلے پیدا ہوئے تھے' پس ثابت ہو گیا کہ اس دعا سے مطلوب حضرت اسماعیل کی پیدائش ہے پھر اس دعا کے بعد الصّٰفّٰت: ۱۰۷-۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے ذبح کا قصہ بیان فرمایا ہے پس ثابت ہو گیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا تورات سے ثبوت

(۳) ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ تورات کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' اب ہم ان آیات کو پیش کر رہے ہیں: درج ذیل آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے اور پہلوٹھی کے بیٹے تھے۔

اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی O اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا O اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا' شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابرام نے ساری کی بات مانی O اور ابرام کو ملکِ کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے O اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہوئی تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی O (پیدائش باب: ۱۶' آیت: ۴-۱' تورات ص ۱۶' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا' اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ (پیدائش' باب: ۱۶' آیت: ۱۱' تورات ص ۱۶' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسماعیل رکھا O اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا O (پیدائش' باب: ۱۶' آیت: ۱۶-۱۵' ص ۱۶' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں اور اب جو آیات ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل کے پیدا ہونے کے بعد حضرت سارہ سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے:

اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا' اس کا نام سارہ ہو گا O اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا' یقیناً میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے O تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہو گا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہو گی؟ O اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے O تب خدا نے فرمایا بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا تو ان کا نام اضحاق رکھنا اور

میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھوں گاO

(پیدائش۔ باب: ۱۷' آیت: ۱۹۔۱۵' تورات ص ۱۷۔۱۶' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور۔۱۹۹۲ء)

حسب ذیل آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم دیا گیا:

ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابراہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں O تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھاO

(پیدائش' باب ۲۲' آیت: ۲۔۱' تورات ص ۲۱' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

اب آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا' اور حضرت اسحاق ان کے اکلوتے بیٹے نہ تھے کیونکہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی موجود تھے جو ان سے چودہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور وہی اکلوتے تھے' یہودیوں نے تورات کی اس آیت میں تحریف کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق کا نام ڈال دیا لیکن اس آیت میں اکلوتے کا لفظ ان کی تحریف کی چغلی کھا رہا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا

الصّٰفّٰت: ۱۰۵ میں ہے: بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خواب تو سچا تب ہوتا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل کو ذبح کر دیتے' واقع میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوئے تھے پھر ان کا خواب کس طرح سچا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب میں انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ انہوں نے حضرت اسماعیل کو ذبح کر دیا ہے انہوں نے خواب میں صرف اتنا دیکھا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں سو انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیری' اب اگر چھری نے گلا نہیں کاٹا اور خون نہیں بہا تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل ذبح میں کوئی کمی نہیں آئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اسی طرح تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل پھیلے کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اب حضرت اسماعیل علیہ السلام میں منتقل ہو چکا تھا' اور جس میں آپ کا نور ہو اس کو چھری کیسے کاٹ سکتی ہے' آپ نے خود فرمایا ہے کہ ہر چیز کو یہ علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۶۲) نیز ابھی آپ کا نور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے دوسرے نفوس قدسیہ میں منتقل ہونا تھا اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام بلوغت سے پہلے ہی ذبح کر دیئے جاتے تو تقدیر الٰہی اور منشاء الٰہی کیسے پورا ہوتا اس لیے ابھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ رکھنا تھا تا کہ ان کی نسل سے ہمارے نبی خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اس عالم آب وگل میں رونق افروز ہوں جیسا کہ آپ کا خود ارشاد ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کر لیا' اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو منتخب کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱' رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۲۷۶' الرقم المسلسل: ۵۸۲۸)

امام ترمذی کی روایت اس طرح ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو چن لیا اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا۔ اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵ مس
یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۸۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۲، المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۱۶۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۶۶، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۱۳)

سو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی ت میں تھا تو بلوغت سے پہلے حضرت اسماعیل کس طرح ذبح ہو سکتے تھے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت سیدنا اسماعیل السلام کی جان کا محفوظ رہنا یہ بھی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدق تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں

امام ابوالقاسم الحسن بن علی ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کریں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا ابن الذبیحین "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں"۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۲۰۵، رقم الحدیث: ۱۶۶۹، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۴۲۱

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن سعید الصنابحی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ بن ابوسفیان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، بعض لوگ نے کہا کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ لوگوں نے اس شخص کے سامنے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے جس کو اس کی خبر ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پا بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا میرے پیچھے شہر خشک ہو چکے ہیں ان کا پانی سوکھ گیا ہے اور بچے ضائع اور ہلاک چکے ہیں تو یا ابن الذبیحین (اے دو ذبیحوں کے بیٹے) آپ کو جو اللہ نے مال عطا کیا اس میں سے ہم کو کچھ عنایت فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا، پھر ہم نے کہا اے امیر المومنین دو ذبیح کون ہیں حضرت معاویہ نے کہا جب حضرت عبدالمطلب نے زمزم کو کھودنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لیے زمزم کی کھدائی کو آسان کر دیا تو وہ اپنے کسی بیٹے کو ذبح کر دیں گے، جب انہوں نے اپنے بیٹوں کے ناموں کی قرعہ انداز کی تو حضرت عبداللہ کا نام نکل آیا، انہوں نے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو بنو مخزوم میں جوان کے ماموں انہوں نے اس سے منع کیا اور کہا آپ کے رب کی زمین بہت وسیع ہے آپ اپنے بیٹے کا فدیہ دے دیجئے تو حضرت عبدالمطل نے حضرت عبداللہ کے فدیہ میں سو اونٹ ذبح کر دیئے تو حضرت معاویہ نے کہا دو ذبیحوں میں سے ایک ذبیح حضرت عبدا ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل ہیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۵۴ طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۰۳۶)

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھ ہے انا ابن الذبیحین "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں" حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں، اسی طرح حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(الکشاف ج ۴ ص ۵۸، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰، الدر المنثور ج ۷ ص ۱۳

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ اور حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے حضرت عبدالمطلب کی نذر ماننے کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ جب زمزم کی کھدائی کے وقت حضرت عبدالمطلب کی قریش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دس بیٹے عطا کیے اور وہ سب جوان اور صحت مند ہو کر ان کی مہمات میں ان کے معاون ہوئے تو وہ ان میں سے کسی ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں گے' سب سے چھوٹے اور محبوب بیٹے حضرت عبداللہ تھے' جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو حضرت عبدالمطلب نے ان کے سامنے اپنی نذر کا تذکرہ کیا' ان سب نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہم سے جس کو بھی حکم دیں گے وہ اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دے گا' سب مل کر بیت اللہ میں جمع ہوئے اور فال نکالنے والے کو بلایا گیا' ہر بیٹے کا نام ایک تیر پر لکھ دیا گیا' جب فال نکالی گئی تو حضرت عبداللہ کے نام والا تیر نکل آیا' حضرت عبدالمطلب ان کو ذبح کرنے کے لیے اور حضرت عبداللہ ذبح ہونے کے لیے تیار تھے مگر قریش کے سرداروں نے مزاحمت کی اور کہا اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی یہ رسم چل پڑی تو پھر کسی شخص کا بیٹا سلامت نہیں رہے گا' غرض حجاز کی ایک کاہنہ سے فیصلہ کرایا گیا اس نے کہا دس اونٹوں اور حضرت عبداللہ کے نام میں قرعہ اندازی کرو' اگر دس اونٹ نکل آئیں تو ان کو ذبح کر دینا اور اگر پھر بھی حضرت عبداللہ کا نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا دینا اور پھر دوبارہ قرعہ اندازی کرنا' اور اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے رہنا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ کے بجائے سواونٹوں کے نام قرعہ فال نکل آئے' غرض جب سواونٹوں اور حضرت عبداللہ کے نام کا قرعہ نکالا گیا تو سواونٹ نکل آئے اور حضرت عبداللہ کی جگہ سواونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۲۔۱۸۸ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ' الروض الانف ج ۱ ص ۲۷۲۔۲۷۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۰ ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جب حضرت عبداللہ کے فدیہ میں سواونٹ ذبح کر دیئے گئے تو عرب میں یہ رسم مقرر ہو گی کہ انسان کی دیت سواونٹ ہو گی' سواونٹ ذبح کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر خوشی خوشی گھر لوٹ گئے اور اس وقت سے حضرت عبداللہ ذبیح کے نام سے مشہور ہو گئے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا ابن الذبیحین ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں'' ایک ذبیح حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں اور دوسرے ذبیح آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبد المطلب ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی فضل اور انعام ہے۔

(اعلام النبوۃ ص ۲۳۳۔۲۳۲ ملخصاً دار احیاء العلوم بیروت' ۱۴۰۸ھ)

صرف حضرت اسمٰعیل نہیں بلکہ ہر مسلمان آپ کی وجہ سے ذبح ہونے سے محفوظ رہا

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اس وقت قبول ہوئی جب انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توبہ کی' بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا' حدیث میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا: میں تجھ سے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ محمد کیا ہے! اور کون ہیں؟ تب انہوں نے کہا تیرا نام برکت والا ہے تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا شخص کون ہو گا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہے'

marfat.com

اور اے آدم اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا۔
(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۴۹۸، ریاض المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۹
البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۸۱، ج ۲ ص ۳۲۲، دار الفکر، مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲ ص ۹۶، دار الجیل، ۱۴۱۸ھ)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام جو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ان کی پشت میں جلوہ گر تھے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ بھی اس آگ میں جلنے سے اس لیے محفوظ رہے کہ اب آپ ان کی پشت میں موجود تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر بھی چھری اس لیے نہیں چلی کہ اب آپ ان کے اندر موجود تھے اور آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو ذبح ہونے سے بچ گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اب آپ کا نور ان میں منتقل ہو چکا تھا' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جناب عبداللہ تک اپنے تمام آباء کے وجود سے مشرف ہونے میں آپ وسیلہ ہیں' ہوتا یہ ہے کہ باپ کی وجہ سے بیٹے کا وجود ہوتا ہے اور بیٹے کے وجود پر اس کے باپ کا احسان ہوتا ہے مگر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے منفرد بیٹے ہیں کہ آپ کا اپنے تمام آباء پر احسان ہے اور حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جس قدر آباء ہیں ان میں سے جو بھی وجود سے مشرف ہوا وہ آپ کے وسیلہ سے اور آپ کی وجہ سے موجود ہوا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۔ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ حق کی طرف مائل تھے۔

اس آیت میں ہمیں بھی حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کا حکم ہے' اور حدیث میں ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔
(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۷، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، المعجم الطبرانی رقم الحدیث: ۵۰۷۵

اس کا معنی یہ ہوا کہ اگر حضرت ابراہیم کے ہاتھوں حضرت اسماعیل ذبح ہو جاتے تو پھر حضرت ابراہیم کی سنت یہ ہوتی کہ ہر باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور ہمیں ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو ہم پر بھی لازم ہوتا کہ ہم اپنے بیٹوں کو ذبح کریں' سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے صرف ان کی جان نہیں بچی بلکہ قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے بیٹوں کی گردنیں بچ گئیں اور ہر شخص کی بقا میں اس کی گردن پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے' یہ صرف حضرت آدم کی تخلیق اور حضرت اسماعیل کی بقا کی بات نہیں ہے کائنات کے ہر شخص کی تخلیق اور اس کی بقا آپ کی وجہ سے ہوئی بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے زیر احسان ہے۔

حضرت ابراہیم کے خواب کا سچا ہونا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا سچا ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور بیداری میں یہ حکم نہیں دیا گیا' اس کی حکمت یہ تھی کہ اس حکم پر عمل کرنے میں ذبح کرنے والے اور ذبح کیے جانے والے دونوں کے لیے بے حد مشقت تھی' اس لیے پہلے انہیں خواب میں یہ دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں پھر اس کی تاکید کے لیے خواب میں ان کو یہ حکم دیا گیا تاکہ اس پُر مشقت حکم کا ان کو بہ تدریج مکلف کیا جائے اور اس حکم پر عمل کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی حق اور وحی ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ. (الفتح: ۲۷)
بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔

اور واقع میں ایسا ہی ہوا سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ حدیبیہ کی قضاء کرنے کے لیے مسجد حرام میں اپنے اصحاب کے ساتھ داخل ہو گئے' اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اس طرح مذکور ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ. (یوسف: ۴)
میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے دیکھا کہ وہ میرے لیے سجدہ ریز ہیں۔

پھر اس خواب کا صدق اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائیوں اور ان کے ماں باپ نے آپ کو سجدۂ تعظیم کیا' اور یہ خواب معنوی طور پر صادق ہو گیا کہ گیارہ ستاروں کی جگہ ان کے گیارہ بھائیوں نے سجدہ کیا اور سورج اور چاند کی جگہ ان کے والدین نے ان کو سجدہ کیا' اور ان کا یہ خواب معنوی طور پر صادق ہوا۔

اور حضرت ابراہیم کا خواب اس طرح مذکور ہے:

یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ. (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)
اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس خواب کا صدق اس طرح ظاہر ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلا رہے تھے کہ ان کی چھری کے نیچے مینڈھا لا کر رکھ دیا گیا اور حضرت اسماعیل کی جگہ مینڈھا ذبح کر دیا گیا اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب بھی معنوی طور پر صادق ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف دونوں کے خواب صادق تھے لیکن معنوی طور پر اور تاویل سے صادق ہوئے' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے واقع میں بھی ایسا ہی ہوا اور آپ عمرۃ القضاء کے موقع پر اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ سو دیگر انبیاء علیہم السلام کے خواب معناً اور تاویلاً صادق ہیں اور آپ کے خواب ظاہراً اور حسّاً صادق ہیں' اسی طرح آپ نے خواب میں اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۳) پھر آپ نے شب معراج واقع میں اپنے رب کو دیکھ لیا اور آپ کا یہ خواب بھی ظاہراً اور حساً صادق ہے' سو خوابوں کے اعتبار سے جیسے آپ صادق ہیں کائنات میں ایسا کوئی صادق نہیں ہے' سب نبیوں اور ولیوں نے سن کر کہا اللہ ایک ہے اور آپ نے دیکھ کر کہا اللہ ایک ہے' سب نے سن کر اس کے واحد ہونے کی شہادت دی اور آپ نے دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی شہادت دی' سو واضح ہو گیا کہ کائنات میں نہ آپ ایسا کوئی صادق ہے نہ آپ ایسا کوئی شاہد ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے اسرار اور نکات بیان کرنے کے بعد اب ہم قربانی کے فضائل اور احکام سے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

قربانی کے فضائل کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید الاضحیٰ کے دن قربانی کے جانور کا

marfat.com

خون بہانے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل محبوب نہیں ہے' اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں' اپنے بالوں اور اپنے کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے سو تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قربانی کرنے والے کو قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ملے گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۱' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۱۲۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور آپ ہر سال قربانی کرتے تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے جانور کی نگہبانی کرو اور اس کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ اجر صرف ہم اہل بیت کے لیے خاص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے' آپ نے فرمایا بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۵۹۳۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند میں عطیہ بن قیس ہے اس پر کافی جرح کی گئی ہے' لیکن اس کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ تمہارے ہر کیے ہوئے گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی' اور تم یہ دعا کرو: **ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین**

حضرت عمران نے پوچھا یا رسول اللہ! آیا یہ فضیلت آپ اور آپ کے اہل بیت کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۳۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ابوحمزہ الثمالی' ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ روپیہ ہے جو قربانی کرنے کے لیے خرچ کیا جائے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۸۹۴' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ابراہیم بن یزید الخوزی ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن فرمایا: اس دن اللہ کے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ قربانی کے جانور کا خون بہایا جائے ماسوا اس کے کہ کوئی شخص کٹے ہوئے رشتہ کو جوڑے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۹۳۹' حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں الحسن بن یحییٰ الخشنی ضعیف ہے لیکن ایک جماعت نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں! مسلمانوں نے پوچھا ان میں ہمارے لیے کیا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی قربانیوں کے لیے عمدہ جانور تلاش کرو

marfat.com

کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۶۸' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۹۲۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۲۱۷۷' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۳۸۴)

قربانی کے فضائل میں ہم نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کی اسانید ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

قربانی کے شرعی حکم سے متعلق احادیث

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں وقوف کر رہے تھے' میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں اضحیہ (قربانی) اور عتیرہ ہے' کیا تم جانتے ہو عتیرہ کیا چیز ہے؟ یہ وہی ہے جس کو تم رجبیہ کہتے ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۸۸' سنن ترندی رقم الحدیث: ۱۵۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۸۱۵۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ عتیرہ تو ابتدائے اسلام میں مشروع تھا بعد میں منسوخ ہو گیا تھا' اور اس حدیث میں عتیرہ کے وجوب کا حجۃ الوداع کے موقع پر ذکر کیا گیا اور وہ عہد رسالت کا اخیر زمانہ ہے۔

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

عرب نذر مانتے تھے کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو وہ رجب میں ایک قربانی کریں گے اس کو وہ عتیرہ اور رجبیہ کہتے تھے' عتیرہ ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا' علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں عتیرہ کی تفسیر یہ ہے کہ جو بکری رجب میں ذبح کی جاتی تھی اس کو عتیرہ اور رجبیہ کہتے تھے' یہ ابتداء اسلام میں مشروع تھا اور جو عتیرہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا یہ وہ ذبیحہ تھا جو بتوں کے لیے ذبح کیا جاتا تھا اور اس کا خون بتوں کے سروں پر ڈال دیا جاتا تھا۔ (جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۳ ص ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا اضحیہ (قربانی) واجب ہے' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی ہے' اس نے اپنا سوال دہرایا تو حضرت ابن عمر نے کہا کیا تم کو عقل ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور آپ قربانی کیا کرتے تھے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸' مسند احمد ج ۲ ص رقم الحدیث: ۴۹۵۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس امت کے لیے (یوم الاضحیٰ کو) عید کا دن قرار دوں' ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر مجھ کو منیحہ (عاریۃً لی ہوئی بکری) کے سوا اور کوئی بکری نہ ملے تو کیا میں اسی کو ذبح کر دوں! آپ نے فرمایا نہیں! لیکن تم اپنے بالوں کو اور ناخنوں کو کاٹ لینا اور مونچھوں کو تراش لینا اور زیر ناف بال مونڈ لینا تو اللہ کے نزدیک یہ تمہاری پوری قربانی ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۸۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۷۷)

ایک جانور کی قربانی میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا ہم نے گائے کی قربانی کی اور اس میں سات آدمی شریک ہوئے۔

marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۱۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۷ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس عیدالاضحیٰ کا دن آ گیا سو ہم گائے میں سات افراد شریک ہوئے اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۰۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۳۱ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۹۱۴ مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۵)

اسحٰق بن راھویہ نے اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ اونٹ میں دس آدمیوں کی شرکت کو جائز کہتے ہیں' اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اونٹ میں بھی صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے کی قربانی بھی سات افراد کی طرف سے ہو سکتی ہے اور اونٹ کی قربانی بھی سات افراد کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نفلی) قربانی کی اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۹)

حجیہ بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے' میں نے پوچھا اگر وہ بچہ دے دے؟ فرمایا کہ اس کے بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کر دو' میں نے کہا اگر وہ لنگڑی ہو؟ فرمایا جب وہ قربانی کی جگہ تک چل کر جا سکے (تو جائز ہے) میں نے پوچھا اگر اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو؟ فرمایا کوئی حرج نہیں' ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اس کی آنکھوں کو اور اس کے کانوں کو اچھی طرح دیکھ لیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۳ سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۰۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۳ سنن الداری رقم الحدیث: ۱۹۵۷ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۹۱۳ مسند احمد ج ۱ ص ۹۵)

جو جانور لنگڑا ہو اور اس کا لنگ ظاہر ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے جیسا کہ عنقریب اس کی تصریح آئے گی۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قربانی کے جانور ثنی یا اس سے زیادہ عمر کے ہونے چاہئیں۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۸۷۰ کتاب الحج باب العمل فی الھدی حین یساق)

ثنی سے مراد ہے دو دانت والا' اور اس کا مصداق ایک سال کا بکرا ہے اور دو سال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ۔

(جامع الاصول ج ۳ ص ۳۵۰)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں صرف ایک بکری ذبح کرتے تھے' ایک آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا' پھر اس کے بعد لوگوں نے اس پر فخر کرنا شروع کر دیا اور قربانی فخر اور امارت کے اظہار کا ذریعہ ہو گئی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۷ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۰۶۹ باب الشرکۃ من الضحایا)

امام احمد کا مسلک اس ظاہر حدیث کے مطابق ہے کہ ایک بکری میں بھی کئی افراد شریک ہو سکتے ہیں' غیر مقلدین کا بھی یہی مسلک ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے' اور فقہاء احناف اور جمہور فقہاء کے نزدیک ایک بکری میں متعدد افراد شریک نہیں ہو سکتے صرف گائے اور اونٹ میں سات افراد تک شریک ہو سکتے ہیں (تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۷۶ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ) جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا محمل یہ ہے کہ گھر کے متعدد افراد جن پر قربانی واجب نہ ہو ان سب کی طرف سے ایک بکری کی قربانی جائز ہے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔

marfat.com

لیکن جن پر قربانی واجب ہے تو ایک شخص ایک بکری کی قربانی کرے گا یا گائے اور اونٹ میں ایک حصہ ڈالے گا اور جن متعدد افراد پر قربانی واجب ہے وہ ایک بکری میں شریک نہیں ہو سکتے۔

اس حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ لوگ قربانی کو فخر کے اظہار کا ذریعہ بنالیں گے' جیسا کہ ہمارے زمانہ میں لوگ پچاس ساٹھ ہزار کا بہت قد آور اور بہت فربہ بکرا خریدتے ہیں یا کئی کئی لاکھ کا بہت اونچا اور بہت جسیم بیل خریدتے ہیں اس کو قالین پر بٹھاتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر اس کی نمود اور نمائش کرتے ہیں اور صاحب حیثیت لوگ ایسے کئی کئی جانور خریدتے ہیں اور ان کی وڈیو بنواتے ہیں لیکن یہی لوگ جب صدقہ فطر ادا کرتے ہیں تو دو کلو گندم فی نفر کے حساب سے دیتے ہیں چار کلو کھجوریں یا کشمش کے حساب سے نہیں دیتے کیونکہ خاموشی سے تنگ دست اور غریب کے ہاتھ پر پیسے رکھ دینے سے ان کے امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ اور شان و شوکت کا اظہار نہیں ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں حضرت عائشہ کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۸)

حنش بن المعتمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے دو مینڈھے ذبح کیے اور کہا یہ ایک مینڈھا میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا یا کہا اس کی وصیت کی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' رقم الحدیث: ۸۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

قربانی کے جانور کی کم از کم کتنی عمر ضروری ہے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم صرف ایک سال کا بکرا ذبح کرو اگر وہ تم پر دشوار ہو تو چھ ماہ کا دنبہ (مینڈھا) ذبح کر دو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۹۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۹۰)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں بکریاں تقسیم کیں میرے حصہ میں صرف چھ ماہ کی بکری آئی آپ نے فرمایا اس کی صرف تم قربانی کر سکتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۰۰۔ ۲۳۰۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۳۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹)

عاصم بن کلیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت مجاشع بن سلیم کے ساتھ تھے کہ ایک منادی نے ندا کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں چھ ماہ کا دنبہ ثنی کے بدلہ میں کافی ہوتا ہے (ثنی کا معنی ہے دو دانت والا' یہ ایک سال کا بکرا اور دو سال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ ہے)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۰)

وہ عیوب جن کی وجہ سے کسی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے

عبید بن فیروز بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کون سے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو' ایسا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو' ایسا لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہو' جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو' میں نے کہا جس کی عمر کم ہو وہ مجھے ناپسند ہے انہوں نے کہا جو تم کو ناپسند ہو اس کی قربانی نہ کرو اس کو کسی اور کے لیے حرام نہ کرو۔ سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے نہ اتنی کمزور اور لاغر ہو جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۲' سنن الترمذی رقم الحدیث:

marfat.com

۱۴۹۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۸۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۹۵۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور اس کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ اس کی قربانی کریں جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو' اور نہ اس کی قربانی کریں جس کا کان چرا ہوا ہو' اور نہ اس کی قربانی کریں جس کے کان میں سوراخ ہو اور نہ اس کی قربانی کریں جس کے سینگ کا نصف حصہ یا اس سے زائد ٹوٹا ہوا ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۶-۲۸۰۵-۲۸۰۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۸۷-۴۳۸۶-۴۳۸۵' نمبر

یزید ذومصر بیان کرتے ہیں کہ میں عتبہ بن عبد السلمی کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابو الولید! میں قربانی کے جانور ڈھونڈنے کے لیے گیا مجھے صرف ایک جانور پسند آیا جس کے دانت گر چکے تھے' سو میں نے اس کو ناپسند کیا تو آپ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا تم اس کو لے آؤ' میں نے کہا سبحان اللہ! وہ قربانی آپ کے لیے جائز ہو گی جو میرے لیے جائز نہیں ہے! انہوں نے کہا ہاں! کیونکہ تم شک کر رہے ہو اور میں شک نہیں کر رہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس کی قربانی سے منع کیا ہے جس کا کان جڑ سے کٹا ہو اور صرف اس کا سوراخ ہو اور اس سے منع فرمایا ہے جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹا ہوا ہو' اور اس سے منع فرمایا ہے جس کی آنکھ پھوٹی ہوئی ہو اور اس سے منع فرمایا ہے جو اس قدر دبلی ہو کہ بکریوں کے ساتھ چل کر نہ جا سکے اور جس کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۵)

نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کرنے کی ممانعت

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کے بدلہ میں دوسری قربانی کرو' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس تو اب چھ ماہ کا بکرا ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کی قربانی کر دو' لیکن تمہارے بعد یہ قربانی کسی اور کے لیے کافی نہیں ہو گی' اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن جو کام ہم سب سے پہلے کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد واپس آ کر قربانی کرتے ہیں' جس نے اس طرح کیا تو اس نے ہمارے طریقہ کو پا لیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے گوشت مہیا کیا ہے اور یہ قربانی بالکل نہیں ہے' ایک اور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہماری (فرض کردہ) نماز پڑھی اور ہماری (واجب کردہ) قربانی کی وہ نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے' تو میرے ماموں نے کہا میرے بیٹے نے تو قربانی کر دی ہے' آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی مہیا کی ہے' انہوں نے کہا میرے پاس ایک بکری ہے جو دو بکریوں سے بہتر ہے' آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کر دو وہ تمہاری بہترین قربانی ہے۔ یہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایات ہیں اور امام ترمذی کی روایت ہے: انہوں نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک قربانی نہ کرے حتیٰ کہ نماز عید پڑھ لے' میرے ماموں نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! اس دن میں یہ گوشت پسندیدہ ہے اور میں نے اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے (نماز عید سے پہلے) جلدی سے قربانی کر لی' آپ نے فرمایا: تم دوسری قربانی کرو' میرے ماموں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دودھ پیتا بکری کا بچہ ہے اس میں دو بکریوں سے بہتر گوشت ہے کیا میں اس کو ذبح کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ تمہاری سب سے بہترین قربانی ہے اور تمہارے بعد وہ اور کسی سے کفایت نہیں کرے گی۔ اور امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایت اس طرح

marfat.com

ہے: انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اس نے ہماری قربانی کو پالیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کی بکری کا گوشت ہے' پس حضرت ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے تو میں نے جلدی سے قربانی کر کے کھالی اور میں نے خود کھایا اور اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو کھلایا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بکری کا گوشت ہے' انہوں نے کہا میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے بہتر گوشت ہے کیا یہ مجھ سے کفایت کرے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں' اور تمہارے بعد اور کسی سے کفایت نہیں کرے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۷۳-۵۵۶۳-۵۵۶۰-۵۵۵۷-۵۵۵۶-۹۸۳-۹۷۶-۹۶۸-۹۶۵-۹۵۵-۹۵۴-۹۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۱' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۸۸-۱۵۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۲)

حضرت جندب بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے نماز عید سے پہلے قربانیاں کر دی ہیں' آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۰' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۵۲' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۷۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نماز عید پڑھائی' کچھ لوگوں نے پہلے نحر کر لیا تھا (اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا ایک پیر باندھ کر اس کے سینہ کے بالائی حصہ پر نیزہ مار کر قربانی کی جاتی ہے اس کو نحر کہتے ہیں) ان کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نحر کر چکے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے آپ سے پہلے نحر کیا ہے وہ دوبارہ نحر کرے' اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نحر نہ کر لیں وہ نحر نہ کریں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۸' ج ۳ ص ۲۹۴' ج ۳ ص ۳۲۴)

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کے پیر سیاہ ہوں' آنکھیں سیاہ ہوں اور باقی جسمانی اعضاء سیاہ ہوں' وہ آپ کے پاس قربانی کرنے کے لیے لایا گیا' آپ نے فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ' پھر فرمایا اس کو پتھر پر تیز کرو' پھر چھری لے کر مینڈھے کو پکڑ کر گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے اور پڑھا بسم اللہ! اے اللہ اس کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور امت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن دو سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کیے جب آپ نے ان کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا تو یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین' لا شریک له وبذالک امرت	میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے یہ حضرت ابراہیم کی ملت پر ہے جو ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے تھے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں' بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری

marfat.com

وانا من المسلمین اللھم منک ولک اللھم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر۔

موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اور مجھے اسی (کی عبادت) کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں' اے اللہ یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے ہے اے اللہ (اس کو قبول فرما) (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اور ان کی امت کی طرف سے' اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر آپ نے اس کو ذبح کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۱' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۹۵۲' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۸۹۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۵)

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس گئے وہ اس وقت اپنے اونٹ کو بٹھا کر اس کو نحر کر رہا تھا' حضرت ابن عمر نے فرمایا اس کو کھڑا کر و اس حال میں کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو' یہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۸' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۸۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۲۳۶' دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اونٹنی کو نحر کرتے تھے اس کا الٹا پیر بندھا ہوا ہوتا تھا اور وہ اپنے باقی پیروں پر کھڑی ہوتی تھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۷)

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن قربانی کا دن ہے پھر اس کے بعد دوسرا دن' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ اونٹنیاں لائی گئیں وہ سب آپ کے قریب ہو رہی تھیں کہ آپ کس سے قربانی کی ابتداء کرتے ہیں' جب وہ سب پہلو کے بل گر گئیں تو آپ نے آہستہ سے کوئی بات کہی جس کو میں نہیں سمجھ سکا' میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا ہے؟ فرمایا جو چاہے ان کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۵' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۸۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰)

ہم لوگ رسیوں سے قربانی کے جانور کو باندھ کر زبردستی اپنے قریب کرتے ہیں پھر اس کو ذبح کرتے ہیں' اور اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی تھیں اس لیے از خود آگے بڑھ بڑھ کر اپنی گردنیں آپ کے سامنے پیش کر رہی تھیں کہ کون سب سے پہلے آپ کے ہاتھوں ذبح ہونے کا شرف حاصل کرتی ہے۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف ··· بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

جنگل کی تمام ہرنیاں اپنے سروں کو اپنی ہتھیلیوں پر لیے پھر رہی ہیں اس امید پر کہ کسی روز وہ محبوب شکار کرنے کے لیے آئے گا (تو اس کو ہمارا سر کاٹنے کی زحمت نہ ہو ہم خود ہی اپنے سروں کو اپنی ہتھیلیوں پر لیے پھر رہی ہیں)۔

قربانی کی کوئی چیز قصائی کو اجرت میں نہ دی جائے

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا میں نے قربانی کی اونٹنیوں کی نگہبانی کی اور ان کے گوشت کو تقسیم کیا' پھر مجھے حکم دیا کہ ان کی جھول (قربانی کے جانور کے اوپر ڈالا ہوا کپڑا) اور ان کی کھال کو بھی تقسیم کر دوں' اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کی اونٹنیوں کی حفاظت کروں اور اس میں سے کوئی چیز قصائی کی اجرت میں نہ دوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہمیں اس کے گوشت' کھال اور جھول کو صدقہ

marfat.com

کرنے کا حکم دیا اور اس میں سے قصاب کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور ہم اپنے پاس سے اس کو اجرت دیتے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۱۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۱۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۶۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۹۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۹۳، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳۷۴)

قربانی کے فضائل اور احکام سے متعلق احادیث بیان کرنے کے بعد اب قربانی کے حکم میں مذاہب فقہاء بیان کر رہے ہیں اور اس کے بعد ان شاء اللہ قربانی کے ایام کی تعداد کی تحقیق کریں گے۔

قربانی کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

قربانی کرنا سنت ہے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے، حضرت انس نے کہا میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۱۲۔ ۱۷۱۴ اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے سرمئی مینڈھوں کی قربانی کی اور ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور ان کے سینوں پر اپنا پیر رکھا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۶۵) اور قربانی کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس لیے قربانی نہیں کرتے تھے کہ قربانی کو واجب نہ سمجھ لیا جائے۔ (السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴، معرفۃ السنن والآثار ج ۷ ص ۱۹۷)

(المہذب ج ۱ ص ۲۳۷، دار الفکر بیروت)

اس اثر کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی نے اس کو سند منقطع سے روایت کیا ہے اس لیے یہ حجت نہیں ہے ثانیاً اس کی توجیہ یہ ہے کہ جن سالوں میں حضرت ابوبکر اور عمر نے قربانی نہیں کی ان سالوں میں ان پر قربانی واجب نہیں تھی کیونکہ ان سالوں میں وہ صاحب نصاب نہیں تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے اصحاب کے نزدیک قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے اور یہ شعار ظاہر ہے اور جو شخص قربانی کرنے پر قادر ہو اس کو قربانی کی حفاظت کرنی چاہیے۔ (شرح المہذب ج ۹ ص ۳۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ شیرازی نے قربانی کے سنت ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو استدلال کیا ہے اس سے وجوب کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ فرض اور واجب کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے مثلاً حج کیا ہے، فرض نمازیں پڑھی ہیں تو اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ حج اور پانچوں وقت کی نمازیں سنت ہیں، اسی طرح آپ نے جو قربانی کی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ صرف سنت ہو اور واجب نہ ہو، رہا یہ کہ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر قربانی نہیں کرتے تھے تو یہ روایت بلاغات سے ہے اور منقطع ہے اور منقطع اثر حجت نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ان سالوں میں ان پر قربانی واجب نہیں تھی جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں۔

قربانی کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے (پہلی دلیل وہی ہے جس کا علامہ شیرازی شافعی نے ذکر کیا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذوالحجہ کے دس دن داخل ہوں اور تم میں

marfat.com

سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو وہ قربانی کرنے تک نہ اپنے بال کاٹے نہ ناخن کاٹے (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۴۹، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۶۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۹) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کو قربانی کرنے والے کے ارادہ کی طرف مفوض کیا ہے اگر قربانی واجب ہوتی تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

(الکافی ج ۱ ص ۵۴۳۔۵۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ جس شخص نے اس قربانی کو ادا کرنے کا ارادہ کیا جو واجب ہے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، جس طرح کہا جاتا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ دینے کا ارادہ کرے تو ان فقراء سے ابتدا کرے جو اس کے رشتہ دار ہوں یا جو شخص نماز فجر پڑھنے کا ارادہ کرے تو رات کو جلدی سو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زکوٰۃ اور نماز فجر فرض نہ ہوں۔

قربانی کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالبرکات احمد الدردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ لکھتے ہیں:

آزاد شخص خواہ مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، اپنے وطن میں ہو یا سفر میں، اس پر قربانی کرنا بعینہٖ سنت ہے، بہ شرطیکہ وہ حج کرنے والا نہ ہو۔ (الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۸، دار الفکر بیروت)

اور علامہ محمد عرفۃ الدسوقی المالکی المتوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

مشہور قول یہی ہے کہ قربانی کرنا سنت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

(حاشیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۸، دار الفکر بیروت)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ قربانی کرنے تک نہ اپنے بال کاٹے نہ ناخن، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قربانی کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ واجبات ارادہ پر موقوف نہیں ہوتے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ائمہ ثلاثہ جو قربانی کے وجوب کی نفی کرتے ہیں ان سب کی دلیل یہی حدیث ہے، اور ہم اس کا جواب ذکر کر چکے ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کرنا واجب ہے اب ہم فقہاء احناف کا مذہب اور ان کے دلائل پیش کریں گے۔

قربانی کے حکم میں فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

قربانی غنی (صاحب نصاب) پر واجب ہے نہ کہ فقیر پر، بغیر نذر کے اور بغیر قربانی کا جانور خریدنے کے، بلکہ یہ زندگی کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے واجب ہے، اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی میراث کو زندہ کرنے کے لیے، جب ان کو اللہ عزوجل نے مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ ان کے فرزند ارجمند کا فدیہ ہو جائے اور مسلمانوں کے لیے پل صراط پر سواری ہو جائے، اور ان کے گناہوں کی بخشش اور ان کی خطاؤں کا کفارہ ہو جائے، اس معنی پر احادیث کثیرہ ناطق ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد کا قول ہے اور امام ابو یوسف سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام ابو یوسف کی دوسری روایت یہ ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے، اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور تم پر فرض نہیں کی گئیں، وتر، چاشت کی نماز

اور قربانی۔ (مسند احمد ج ا ص ۲۳۱' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۱' المستدرک ج ا ص ۳۰۰' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام احمد' امام بیہقی' امام ابن الصلاح' امام ابن الجوزی اور علامہ نووی وغیرھم نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۵۰۳)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث کی سند ضعیف ہے ثانیاً اس میں قربانی کی فرضیت کی نفی ہے وجوب کی نفی نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ . (الکوثر: ۲) آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔

اس دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وانحر کا معنی جس طرح ہے: قربانی کیجئے اسی طرح اس کا معنی یہ بھی ہے کہ نماز میں اپنے ہاتھ سینہ پر رکھیے یا نماز میں اپنا سینہ قبلہ کی طرف رکھیے' اس کا جواب یہ ہے کہ موخر الذکر دونوں معنی تو فصل سے حاصل ہو گئے اب اگر وانحر کا بھی یہی معنی ہو تو تکرار ہو گی اور جب وانحر کا معنی کیا جائے گا قربانی کیجئے تو اس سے فائدہ جدیدہ حاصل ہو گا سو وانحر کو قربانی پر محمول کرنا واجب ہے۔

اور قربانی کرنے کا وجوب حسب ذیل احادیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ضحوا وطیبوا بها انفسکم. خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۳' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۸۱۶۷-۱۲۲۳۴ قدیم' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۱' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۱۲۴)

اس حدیث میں آپ نے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور امر اصل میں وجوب کے لیے آتا ہے' خصوصاً جب کہ قرائن صارفہ سے خالی ہو۔ نیز آپ نے فرمایا:

علی اهل کل بیت فی کل عام اضحیة وعتیرة. ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۲۲۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۵)

اور علیٰ وجوب کے لیے آتا ہے یعنی ہر گھر والے پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے' اور عتیرہ ابتدائے اسلام میں منسوخ ہو گیا تھا' نیز آپ کا ارشاد ہے:

من لم یضح فلا یقربن مصلانا. جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹' ج ۴ ص ۲۳۱' سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۶۰)

اس حدیث میں قربانی نہ کرنے پر وعید ہے اور وعید صرف واجب کے ترک پر ہوتی ہے' نیز آپ کا ارشاد ہے:

من ذبح قبل الصلاة فلیعد اضحیته. جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کی وہ اپنی قربانی دہرائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۷)

اس حدیث میں آپ نے قربانی دوبارہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ واجب کی علامت ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۸۰-۲۷۵' ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قربانی کے حکم میں مذاہب فقہاء بیان کرنے کے بعد اب ہم قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید بیان کر رہے ہیں' ائمہ ثلاثہ

marfat.com

(امام ابوحنیفہ' امام احمد اور امام مالک) کے نزدیک قربانی صرف تین دن (۱۲'۱۱'۱۰ تاریخوں) میں کرنا جائز ہے اور امام شافعی او[ر] غیر مقلدین کے نزدیک چوتھے دن قربانی کرنا بھی جائز ہے' اب ہم اس مسئلہ کی تفصیل اور تحقیق کر رہے ہیں:

قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

قربانی کرنے کے ایام قربانی کا دن (دس ذوالحجہ) اور تین ایام تشریق ہیں' یہ ہمارا مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت جبیر بن مطعم' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' عطاء' حسن بصری' عمر بن عبدالعزیز' مکحول اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کرنے کا جواز قربانی کے دن اور اس کے بعد دو دن تک ہے' حضرت عمر بن الخطاب' دوسری روایت کے مطابق حضرت علی' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک اور ان کے موافقین کی یہ دلیل ہے کہ دنوں کی تعیین اور تحدید نص سے ثابت ہوتی ہے یا اتفاق سے' اور اتفاق صرف تین دنوں کی تحدید پر ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل ایام التشریق ایام ذبح. تمام ایام تشریق ایام ذبح ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۸۲' رقم الحدیث: ۱۶۷۵۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۰۰۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۲۶)

حضرت جبیر کی حدیث کو امام بیہقی نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' سلیمان بن موسیٰ نے اس حدیث کو حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے اور اس نے ان کا زمانہ نہیں پایا' امام بیہقی نے اس حدیث کو اسانید متصلہ سے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ تمام اسانید ضعیف ہیں (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۹۶) کیونکہ ان اسانید کا مدار معاویہ بن یحییٰ الصدفی پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا قربانی صرف ایک دن یعنی یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو کرنا جائز ہے۔

(شرح المہذب ج ۹ ص ۳۱۹۔۳۱۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ صرف تین دن تک قربانی کرنا جائز ہے' دس ذوالحجہ اور دو دن بعد' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ (الحج: ۲۸)

اور ان معروف اور معین دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کے نام کا ذکر کریں جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں پھر تم خود بھی ان جانوروں کے گوشت سے کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

اس آیت میں ان لوگوں (محمد بن سیرین اور ان کے متبعین) کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف دس ذوالحجہ کے دن جائز ہے کیونکہ اس آیت میں ایام کا لفظ ہے اور یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کو یوم واحد سے تعبیر نہیں کیا جاتا اور اکثر اہل اصول کے نزدیک جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر کیا جاتا ہے پس تین دن تک قربانی کرنا یقینی ہے' لہٰذا اس آیت کو یقینی مقدار پر محمول کیا جائے گا اور تین دن سے زیادہ ایام مراد لینے کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور وہ ہے نہیں سو قربانی کرنے کا جواز

marfat.com

صرف تین دن میں منحصر رہے گا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۴۰۲ 'دارالوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

صرف تین دن قربانی کرنا جائز ہے' دس ذوالحجہ اور اس کے بعد دو دن' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بکثرت صحابہ سے یہ منقول ہے کہ قربانی تین دن ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا بھی یہی مسلک ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت آخر ایام تشریق کی بھی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام منی کلها منحر ''تمام ایام منیٰ قربانی کے دن ہیں'' نیز ان تمام دنوں میں تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اور روزہ نہیں رکھا جاتا۔ پس یہ تمام ایام قربانی کا محل ہیں' ابن سیرین نے کہا قربانی کرنا صرف یوم نحر میں جائز ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا ہے' اور جس دن گوشت کو ذخیرہ کرنا جائز نہیں اس دن قربانی کرنا بھی جائز نہیں ہوگا' نیز چوتھے دن رمی کرنا بھی واجب نہیں ہے' لہٰذا اس دن قربانی کرنا بھی جائز نہیں ہے' اور انہوں نے جو حدیث روایت کی ہے'' منی کلها منحر '' اس میں ایام کا ذکر نہیں' اور تکبیر قربانی سے عام ہے اسی طرح روزہ نہ رکھنا بھی قربانی سے عام ہے کیونکہ ایام تشریق کا پہلا دن جو یوم عرفہ ہے وہ بھی تکبیرات اور روزہ رکھنے کا دن ہے حالانکہ اس دن قربانی جائز نہیں ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۵۹ 'دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء احناف کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

قربانی کا ادا کرنا صرف ایام نحر میں جائز ہے اور ہمارے نزدیک ایام نحر صرف تین دن ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام نحر تین دن ہیں ان میں پہلا دن افضل ہے' اور جب تیسرے دن سورج غروب ہو جائے تو پھر اس کے بعد قربانی جائز نہیں ہے' اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چوتھے دن بھی قربانی جائز ہے' اور یہ ضعیف ہے' کیونکہ یہ قربانی ایام نحر کے ساتھ خاص ہے نہ کہ ایام تشریق کے ساتھ' کیا تم نہیں دیکھتے کہ پہلے دن یعنی دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے اور وہ یوم نحر ہے۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۱۲ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قربانی کے جواز کے لیے صرف تین دنوں کی تخصیص اور تحدید کے متعلق احادیث

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا قربانی صرف قربانی کے دن اور اس کے دو دن بعد تک ہے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۰۷۷ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ' جامع الاصول رقم الحدیث: ۱۶۶۹)

تین دن تک قربانی کی تخصیص پر حسب ذیل احادیث میں ثبوت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے بعد بھی گوشت کھانے اور لے جانے کی اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن تک قربانی کا گوشت

marfat.com

کھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۸۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۹)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی قربانی کرے تو تین دن کے بعد اس کے پاس گوشت میں سے کوئی چیز بچی نہ رہے، جب دوسرا سال آیا تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم اس سال بھی پچھلے سال کی طرح کریں؟ آپ نے فرمایا تم خود کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، اس سال لوگ تنگی میں تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ تم تنگی میں ان کی مدد کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۶۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم قربانی کے گوشت میں نمک لگا کر رکھتے تھے، اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ میں پیش کرتے تھے، آپ نے فرمایا تم اس کو صرف تین دن کھایا کرو، اور آپ نے سختی سے منع نہیں فرمایا، لیکن آپ کا ارادہ یہ تھا کہ اس گوشت میں سے تنگ دستوں کو کھلایا جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۱۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۵۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۴۷۵، عالم الکتب بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی میں سے تین دن تک کھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷۰)

اس طرح کی اور بہت احادیث ہیں، اور ان تمام احادیث میں تین دن کی تخصیص میں اس پر دلیل ہے کہ قربانی کرنے کا جواز تین دنوں میں منحصر ہے، نیز ہم کہتے ہیں کہ چوتھے دن قربانی کرنا بہرحال مشکوک ضرور ہے، سو غیر مقلدین حضرات کو چاہیے کہ اس دن قربانی کریں جس دن یقینی طور پر قربانی ہو جائے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات دانستہ چوتھے دن قربانی کرتے ہیں۔

قربانی کے منکرین کے شبہات کا ازالہ

قربانی کے منکرین کہتے ہیں کہ قربانی صرف حجاج کے لیے مشروع ہے، اور ہر سال اور ہر شہر میں قربانی کرنا، سنت ابراہیمی ہے نہ سنت محمدی ہے۔

اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قربانی ادا کرنے کا امر عموم اور اطلاق سے فرمایا ہے۔ حج کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا **فصل لربک وانحر** (اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر) (الکوثر: ۲) اور احادیث رسول میں اس عموم کی تائید موجود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف ایک بار حج کیا اور مدینہ میں قیام کی پوری مدت میں ہر سال قربانی ادا فرماتے رہے (ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ بعض لوگوں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے تو آپ نے فرمایا تمہیں دوبارہ قربانی کرنی ہوگی (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۰) حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے مدینہ طیبہ میں دو مینڈھوں کی قربانی کی ہے (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۵) پس ظاہر ہو گیا کہ قربانی کا حکم حجاج اور مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ہر شہر میں ہے۔ ثانیاً چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی غذا اور دوسرے فوائد کے لیے جانوروں کو مسخر کر دیا ہے اس لیے اس نعمت کے شکر کے طور پر جانوروں کی قربانی کا حکم دیا اور یہ نعمت چونکہ حجاج اور غیر حجاج دونوں پر ہے، اس لیے قربانی کا حکم بھی دونوں کے لیے ہے۔ ثالثاً قربانی سنت ابراہیم ہے لقولہ علیہ السلام **سنة ابیکم ابراهیم** (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۷) اور سنت ابراہیم کی پیروی حجاج و غیر حجاج دونوں کے لیے لازم ہے **ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا** (النحل: ۱۲۳)

ملت ابراہیم کی پیروی کرو، پس قربانی بھی حجاج و غیر حجاج دونوں پر لازم ہے۔

رہا مال کو ضائع کرنے کا شبہ، تو اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں جو مال خرچ ہوتا ہے وہ اسی شخص کے نزدیک ضائع کہلایا جاسکتا ہے جو خدا اور آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو، ثانیاً قربانی کا گوشت خود کھایا جاتا ہے، احباب کو کھلایا جاتا ہے اور غرباء کو صدقہ کیا جاتا ہے۔ اب اس میں ضائع کیا چیز ہوئی، اپنے کھانے کو تو ضائع نہیں کہہ سکتے اور احباب کے ہدیہ اور غرباء پر صدقہ کو ضائع وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کے دل میں نہ اپنے رشتہ داروں کی محبت ہو اور نہ غرباء کے لیے ہمدردی۔

فقہاء احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار

عالم گیری میں ہے:

☆ قربانی کا جانور تمام عیوب فاحشہ سے سلامت ہونا چاہیے۔ (بدائع الصنائع)

☆ جس جانور کا خلقۃً سینگ نہ ہو یا اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ (کافی)

☆ اگر سینگ کی ٹوٹ ہڈی کے جوڑ تک پہنچ گئی تو پھر قربانی جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع)

☆ اگر جانور اندھا، کانا یا لنگڑا ہو اور اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں یا جس کی چکتی یا دم بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، جس کا کان چھوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے، جس کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر کان، چکتی، دم اور آنکھ کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور کم ضائع ہوا ہو تو پھر جائز ہے، تہائی یا اس سے کم حصہ اگر ضائع ہوا تو جائز ہے اور تہائی سے زیادہ حصہ ضائع ہو گیا تو ناجائز ہے۔ (جامع صغیر و کافی)

☆ جس جانور کے دانت نہ ہوں تو اگر وہ چارا کھالیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (محیط سرخسی)

☆ جس جانور کے دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اگر اتنے دانت باقی ہیں جن سے وہ چارا کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری ج ۳ ص ۳۵۳)

☆ جو جانور مجنون ہو گیا ہو تو اگر وہ چارا کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں، خارش زدہ جانور اگر فربہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ جس جانور کا کان طول کی جانب سے چیرا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے اسی طرح جس کے کان کا اگلا حصہ یا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا جس کا کان پھٹا ہوا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ حدیث میں جو ایسے جانوروں کی قربانی کی ممانعت ہے وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔ (بدائع الصنائع)

☆ جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (ظہیریہ)

☆ جو جانور بھینگا ہو یا جس کا اُون کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ (قاضی خاں)

☆ جس کے تھن کاٹ لیے گئے ہوں، یا جس کے تھن خشک ہو گئے ہوں یا جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکے اس کی قربانی جائز نہیں۔ (محیط سرخسی)

☆ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (تاتارخانیہ)

☆ اگر بکری کی زبان نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے کی زبان نہ ہو تو پھر جائز نہیں۔ (خلاصہ)

marfat.com

☆ (جلالہ) جو جانور لید اور گوبر وغیرہ کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں' اگر جلالہ اونٹ ہو تو اس کو چالیس دن بند کرنا ضروری ہے' گائے کو بیس دن' بکری کو دس دن اور مرغی کو تین دن۔ (قاضی خاں)

☆ جس جانور کی چار ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (خزانہ وتتارخانیہ)

☆ مشائخ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو کسی منفعت کا بالکل زائل کر دے یا جمال کو بالکل ضائع کر دے اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں ہے۔

☆ صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خریدا یا خریدنے کے بعد اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ (محیط) (فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۲۹۹۔ ۲۹۷ ملخصاً مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک افضل قربانی کا بیان اور قربانی کے گوشت کے احکام

☆ خصی جانور کی قربانی نر کی بہ نسبت افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ (محیط)

☆ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اونٹ کا ساتواں حصہ افضل ہے یا بکری؟ تحقیق یہ ہے کہ جس کی قیمت زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (ظہیریہ)

☆ اگر قیمت برابر ہو تو گائے کے ساتویں حصہ سے بکری افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ (خلاصہ)

☆ زیادہ فربہ' زیادہ حسین اور زیادہ عظیم جانور کی قربانی مستحب ہے' اور بکریوں کی جنس میں سرمئی رنگ کا سینگوں والا خصی مینڈھا افضل ہے' نیز یہ مستحب ہے کہ چھری تیز ہو اور گلے پر چھری پھیرنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اس کے تمام اعضاء ٹھنڈے ہو جائیں اور اس کے تمام جسم سے جان نکل جائے اور اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع)

☆ قربانی کے جانور سے خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ تیسرا حصہ صدقہ کرے اور تیسرے حصہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کرے اور باقی تیسرے حصہ کو ذخیرہ کرے اور غنی اور فقیر سب کو کھلائے۔ (بدائع الصنائع)

☆ قربانی کے گوشت کو جسے چاہے ہبہ کرے' غنی کو' فقیر کو' مسلم کو اور ذمی کو۔ (غیاثیہ)

☆ اگر قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا یا سارا گوشت اپنے لیے رکھ لیا تو جائز ہے' اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ بھی گوشت کو ذخیرہ کر کے رکھے لیکن اس کو کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے' البتہ اگر کوئی شخص کثیر العیال ہو تو اس کے لیے افضل اپنے اہل و عیال کو کھلانا ہے۔ (بدائع الصنائع)

☆ اگر قربانی کے جانور کی نذر مانی تھی تو پھر اس کے گوشت کو خود کھانا جائز ہے اور نہ اس میں سے اغنیاء کو کھلانا جائز ہے عام ازیں کہ نذر ماننے والا امیر ہو یا فقیر ہو' کیونکہ اس کا طریقہ اس کو صدقہ کرنا اور صدقہ کرنے والے کے لیے اپنے صدقہ کو خود کھانا جائز ہے نہ اغنیاء کو کھلانا جائز ہے۔ (فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹ ملخصاً مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

قربانی کے دیگر مسائل

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

(۱) قربانی کرنے سے چند ایام پہلے قربانی کے جانور کو باندھنا اس کے گلے میں ہار ڈالنا اور اس پر جل ڈالنا مستحب ہے' اس کو

marfat.com

آہستہ آہستہ قربان گاہ کی طرف لے جایا جائے اس کو سختی سے یا گھسیٹ کر قربان گاہ کی طرف نہ لے جایا جائے۔ (بدائع الصنائع)

(۲) قربانی کے بعد اس کے ہار اور اس کی جُل کو صدقہ کر دے۔ (سراجیہ)

(۳) جب کوئی بکری (یا گائے) قربانی کے لیے خریدے تو اس کا دودھ دوھ کر یا اس کے بال کاٹ کر نفع حاصل کرنا مکروہ ہے' بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جو صاحب نصاب نہ ہو اور صاحب نصاب کے لیے قربانی کے جانور کے دودھ یا اُون سے نفع حاصل کرنا جائز ہے (بدائع) اور صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحب نصاب اور غیر نصاب دونوں برابر ہیں۔ (غیاثیہ)

(۴) قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک یا جراب بنالے (یا مصلّے اور موزے بنالے) اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحساناً جائز ہے جس کو بعینہٖ کام میں لایا جا سکے (مثلاً کتاب یا پنکھا خرید لے) اور اس سے ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہٖ کام میں نہ لایا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ' اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تا کہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے' کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۵) قربانی کے گوشت کے بدلہ میں جراب (چمڑے کا ظرف) خریدنا جائز نہیں ہے' البتہ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں غلہ یا گوشت خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۶) قربانی کرنے کے بعد اس کی چربی' اس کی سری پائے اس کا اُون' اس کے بال اور دودھ وغیرہ کو ایسی چیز کے عوض فروخت نہ کرے جس سے بعینہٖ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے روپے پیسے اور کھانے پینے کی چیزیں' اسی طرح ان چیزوں کو قصاب کی اجرت میں بھی نہ دے' اور اگر اس نے ان چیزوں کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرے۔ (بدائع الصنائع)

(۷) اگر قربانی کے جانور کے بچہ ہو جائے تو اس بچہ کو بھی اس جانور کے ساتھ ذبح کر دیا جائے اور اگر اس کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے' اور اگر ایام نحر گذر گئے تو اس بچہ کو زندہ صدقہ کر دیا جائے اور اگر بچہ کو ماں کے ساتھ ذبح کیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا گوشت صدقہ کر دیا جائے۔ (خلاصہ)

(۸) صاحب نصاب قربانی کے جانور کو فروخت کر کے اس کے بدلہ میں دوسرا جانور خرید سکتا ہے اور اگر کچھ پیسے بچ جائیں تو ان کو صدقہ کر دے۔ (سراجیہ) (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۲-۳۰۰ ملخصاً' مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

قربانی کے اسرار و رموز

اسوۂ اسماعیل کو تازہ کیا جاتا ہے۔

(۱) اسلامی سال کا آغاز محرم اور اختتام ذوالحج پر ہوتا ہے اور دس محرم کو حضرت حسین کی اور دس ذوالحج کو حضرت اسماعیل کی قربانی ہے۔ پتہ چلا اسلام ابتداء سے انتہا تک قربانیوں کا نام ہے۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم — نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

(۲) اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لیے دی ہیں' وہ چاہتا ہے کہ ان نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے سال بھر ہم اپنی خواہش سے جانور ذبح کرتے ہیں' اللہ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی مرضی سے ذبح کر دیں۔

marfat.com

(۳) اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرنے سے خاک و خون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اس سے جہاد کی استعداد حاصل ہو
ہے کیونکہ جو شخص ایک جانور کو بھی ذبح نہ کر سکے اس سے کفار کو ہلاک کرنے کی توقع کب کی جا سکتی ہے۔

(۴) قربانی کے ذریعہ ہمیں یہ عادت ڈالی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے ہم نے آج اس جانور کی جان پیش کی
وقت آنے پر اپنی جان کو بھی اللہ کے حضور پیش کر دیں۔

(۵) جس طرح بدن کا شکر نماز سے مال کا زکوٰۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح جانوروں کا شکر قربانی سے ہوتا ہے۔

(۶) کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لیے کرتے ہیں ہم قربانی اللہ کے لیے کر کے ان کے لیے صحیح راہِ عمل متعین کرتے ہیں۔

(۷) قربانی اور تکبیراتِ تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

(۸) قربانی سے وحدت ملی کو تقویت ملتی ہے اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں متحد ہوتے ہیں۔

(۹) قربانی اقارب اور احباب سے ملاقات ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

(۱۰) احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

(۱۱) انسان کی جسمانی نشو و نما کے لیے گوشت ایک ضروری عنصر ہے بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا
سکتے قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

(۱۲) قربانی کے ذریعہ ان کفار کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔

(۱۳) قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس خارجی حیوان کو آہنی چھری سے ذبح کیا ہے۔ اس
طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی مخالفتِ نفس کی چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو
جائے اور آیاتِ آفاق کی معرفت کا مقتضیٰ حیوان ظاہر کی قربانی سے اور آیاتِ انفس کی معرفت کا مدعیٰ حیوان باطن کی
قربانی سے پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں O اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر
برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے (بھی) ہیں اور اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے (بھی)
ہیں O (الصّٰفّٰت: ۱۱۳-۱۱۲)

حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام پر یہ برکتیں نازل فرمائیں کہ قیامت تک دنیا میں ان کی ثناء جمیل اور تعریف
اور تحسین ہوتی رہے گی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پشت سے تمام انبیاء بنی اسرائیل پیدا فرمائے اور یہ بھی ان دونوں
برگزیدہ نبیوں پر برکتوں کا نزول ہے اور فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین
اہل کتاب ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں اور اس ارشاد میں یہ تنبیہ ہے
کہ باپ کے فضائل سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیٹے میں بھی وہ فضائل ہوں تا کہ یہ چیز یہود کے لیے فخر و مباہات کا سبب نہ ہو
جائے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا O اور ہم نے ان دونوں کو

marfat.com

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِينَ ﴿۱۱۶﴾

اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی ○ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی سو وہ غالب رہے ○

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾

اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی ○ اور ہم نے ان کو سیدھی راہ پر چلایا ○

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّا

اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان دونوں کا ذکر خیر چھوڑا ○ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ○ ہم نیکی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾

کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں ○ بے شک وہ دونوں ہمارے کامل مومن بندوں میں سے ہیں ○

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾

اور بے شک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو! ○

أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ

کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو! ○ اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ

رَبَّ اٰبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ

دادا کا رب ہے ○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس بے شک وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے ○ ماسوا اللہ

اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

کے برگزیدہ بندوں کے ○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر خیر چھوڑا ○ آل یاسین

إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا

پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں ○ بے شک وہ ہمارے کامل

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِذْ نَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ

بندوں میں سے ہیں ○ اور بے شک لوط ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب ہم نے ان کو اور ان کے تمام

marfat.com

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

گھر والوں کو نجات دی O ماسوا ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانے والوں میں سے ہوئی O پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا O

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع ۲۵ ۸

اور (اے مکہ والو!) تم ضرور صبح کے وقت ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو O اور رات کو بھی تو کیا تم نہیں سمجھتے! O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا O اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی O اور ہم نے ان کی مدد فرمائی سو وہی غالب رہے O اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی O اور ہم نے ان کو سیدھی راہ پر چلایا O اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان دونوں کا ذکر خیر چھوڑا O موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو O ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں O بے شک وہ دونوں ہمارے کامل مومن بندوں میں سے ہیں O

(الصّٰفّٰت: ۱۲۲۔۱۱۴)

حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام کا قصہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام پر کیا کیا انعامات فرمائے' ان دونوں کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا' ان کو اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات عطا فرمائی اس نے ان کو غلام بنا رکھا تھا' ان کے بیٹوں کو قتل کرا دیتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو فرعون اور اس کی قوم پر غلبہ عطا فرمایا' اور انہوں نے فرعون کی زمین اور اس کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک آسمانی کتاب نازل فرمائی جس میں وضاحت کے ساتھ احکام شرعیہ بیان فرمائے۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے' احسان سے مراد ہے نفع پہنچانا' اور نفع کی دو قسمیں ہیں دنیاوی نفع اور دینی نفع' دنیاوی منافع میں حیات' عقل' حواس اور مشاعر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پرورش فرمانا ہے' اور صحت اور عافیت کے ساتھ قابل ذکر عمر عطا فرمانا ہے' اور دینی نفع میں علم اور عمل صالح ہے اور اس کا اعلیٰ درجہ نبوت اور رسالت ہے جس کی تائید معجزات اور دلائل سے ہو۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۵ میں ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات عطا فرمانے کا ذکر ہے' اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو سلامتی سے سمندر کے پار گزار دیا۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۶ میں ان کی مدد فرمانے اور ان کو غلبہ عطا فرمانے کا ذکر ہے یعنی وہ دلائل اور معجزات کے اعتبار سے ہر دور اور ہر حال میں فرعون اور اس کی قوم پر غالب رہے اور آخر کار ان کو سلطنت اور حکومت بھی عطا فرمائی۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۷ میں ان کو روشن کتاب عطا فرمانے کا ذکر ہے' اس سے مراد تورات ہے جو ان کی ضرورت کے تمام علوم اور احکام پر مشتمل ہے۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۸ میں ان کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا ذکر ہے' ان کو عقلی اور سمعی دلائل سے دین حق پر مضبوطی سے قائم رکھا اور ان کو باطل سے مجتنب رہنے اور حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الصّٰفّٰت: ۱۱۹ میں بتایا کہ ہم نے بعد والوں میں ان کا ذکر خیر چھوڑا بعد والوں سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

ہے اور ذکر خیر سے مراد ان کی تعریف و تحسین اور ثناء جمیل ہے۔

الصّٰفّٰت: ۱۲۰ میں حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون پر سلام بھیجنے کا ذکر ہے اس میں ان کی تعظیم اور توقیر کا بیان ہے' اور ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ہم بھی جب ان کا نام لیں تو ان پر سلام بھیجیں اور کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام۔

الصّٰفّٰت: ۱۲۱ میں فرمایا: ہم نیکی کرنے والوں کو اچھی جزا دیتے ہیں' عذاب سے نجات' جنت میں دخول اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا۔

الصّٰفّٰت: ۱۲۲ میں فرمایا: وہ دونوں ہمارے کامل مومن بندوں میں سے ہیں' اس سے مقصود اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ سب سے بڑی فضیلت اور سب سے بڑا شرف ایمان کامل سے حاصل ہوتا ہے' ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات اور اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنا ہے' اور ایمان کا کمال یہ ہے کہ اس کے تمام احکام پر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو! ○ کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو' اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو! ○ اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے ○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس بے شک وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے ○ ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر خیر چھوڑا ○ ال یاسین پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں ○ بے شک وہ ہمارے کامل بندوں سے ہیں ○ (الصّٰفّٰت ۱۲۳۔۱۳۲)

حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ اور ان کی مفصل سوانح

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت الیاس علیہ السلام کا نام و نسب اس طرح ہے: الیاس بن یاسین بن فنحاس بن العیزار بن ھارون' اور ایک قول اس طرح ہے: الیاس بن العاذر بن العیزار بن ھارون بن عمران بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو دمشق میں اہل بعلبک کی طرف بھیجا' ایک قول یہ ہے کہ آپ دمشق کے ایک پہاڑ قاسیون میں دس سال کفار سے چھپے رہے۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام دمشق میں اپنی قوم کے ایک بادشاہ سے دس سال چھپے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو ہلاک کر دیا' اور دوسرا شخص اس کا جانشین ہوا' پھر حضرت الیاس علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اس پر اسلام پیش کیا' سو وہ مسلمان ہو گیا اور اس کی قوم میں سے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے' ماسوا دس ہزار آدمیوں کے پھر بادشاہ کے حکم سے ان سب کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔

محمد بن السائب الکلبی بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو نبی مبعوث کیے گئے وہ حضرت ادریس ہیں' پھر حضرت نوح' پھر حضرت ھود' پھر حضرت صالح' پھر حضرت ابراہیم' پھر حضرت لوط' پھر حضرت اسماعیل' پھر حضرت اسحاق' پھر حضرت یعقوب' پھر حضرت یوسف' پھر حضرت شعیب' پھر حضرت موسیٰ' پھر حضرت ھارون' پھر حضرت الیاس بن نمیس بن العاذر بن ھارون بن عمران بن قاھث بن لاوی بن یعقوب۔ (تاریخ دمشق ج ۹ ص ۱۵۴' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۴۳' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۱' جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۰۹' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۰۲' روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۰۳)

marfat.com

کعب بیان کرتے ہیں کہ آج بھی چار نبی (دنیاوی حیات کے ساتھ) زندہ ہیں دو زمین پر ہیں اور دو آسمان میں' جو دو زمین پر ہیں وہ حضرت الیاس اور حضرت خضر ہیں اور جو دو آسمان پر ہیں وہ حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ ہیں علیہم السلامؑ۔
(تاریخ دمشق ج ۹ ص ۱۵۵' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت الیاس علیہ السلام کی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی روایات

امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' ہم ایک جگہ ٹھہرے تو وہاں وادی میں ایک شخص یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دے جو مرحومہ اور مغفورہ ہے اور ثواب پانے والی ہے' پس میں نے وادی میں جھانک کر دیکھا تو ایک آدمی کھڑا تھا جس کا قد تین سو ذراع (ساڑھے چار سو فٹ) تھا' اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں انس بن مالک ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں' اس نے پوچھا وہ کہاں ہیں' میں نے کہا وہ یہیں ہیں اور تمہاری باتیں سن رہے ہیں' اس نے کہا تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کا بھائی آپ کو سلام کہہ رہا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ آئے اور آپ نے ان سے ملاقات کی اور ان سے معانقہ کیا اور سلام کیا پھر دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں سال میں صرف ایک دن کھانا کھاتا ہوں اور آج میرے کھانے کا دن ہے' پس آپ اور میں دونوں کھاتے ہیں' پھر آسمان سے ایک دستر خوان نازل ہوا اس میں روٹی' مچھلی اور اجوائن تھی' ان دونوں نے وہ کھانا کھایا اور مجھے بھی کھلایا اور ہم نے عصر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے ان کو الوداع کیا وہ بادل میں بیٹھ کر آسمان کی طرف چلے گئے' امام عساکر کہتے ہیں کہ حافظ بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔
(تاریخ دمشق ج ۹ ص ۱۵۹' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۷ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۴۲۲۱ طبع جدید)

اس روایت پر حافظ بیہقی کے تبصرہ کی اصل عبارت یہ ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جو قصہ ذکر کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لحاظ سے ممکن ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا فرمائے ہیں یہ ان کے مشابہ ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور آپ کے جو معجزات احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں وہ کافی ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں یہ قصہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے وہ کہتے ہیں ہم غزوہ تبوک میں ایک جگہ پہنچے جس کا نام الحوزۃ تھا' تہائی رات کے بعد ہمیں ایک غم ناک آواز سنائی دی: اے اللہ! مجھے امت محمد سے بنا دے جو مرحوم اور مغفور ہے اور جس کی دعا قبول ہوتی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! اور اے انس! تم اس گھاٹی میں جاؤ اور دیکھو یہ کیسی آواز ہے' اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کے قصہ کو حافظ ابن عساکر نے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' اور اس کے آخر میں لکھا ہے یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔
(تاریخ دمشق ج ۹ ص ۱۶۰۔۱۵۹' رقم الحدیث: ۲۲۷۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان روایات کو صحیح قرار دینے پر حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر کے تبصرے

حاکم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد جو لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے (المستدرک ج ۲ ص ۱۱۶) اس پر شمس

الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذھبی متوفی ۸۴۸ھ نے تلخیص المستدرک میں یہ تبصرہ کیا ہے:
بلکہ یہ حدیث موضوع ہے' اللہ تعالیٰ اس کو خراب کرے جس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے' مجھے یہ گمان نہ تھا کہ حاکم کا جہل اس حد تک پہنچے گا کہ وہ ایسی حدیث کو صحیح الاسناد کہیں گے۔
(تلخیص المستدرک مع المستدرک ج ۲ ص ۶۱۷' دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

اور میزان الاعتدال میں یہ تبصرہ کیا ہے:
پس حاکم کو اس سے حیاء نہیں آئی کہ اس نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ (میزان الاعتدال ج ۷ ص ۲۶۴' دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۶ھ)
حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ نے اس روایت پر یہ تبصرہ کیا ہے:
حاکم نیشاپوری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی مستدرک میں درج کیا ہے' حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے اور احادیث صحیحہ کے حسب ذیل وجوہ سے مخالف ہے:
(۱) حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے' بے شک اللہ نے آدم کو پیدا کیا آسمان میں ان کے جسم کا طول ساٹھ ذراع (نوے فٹ) تھا' (الی قولہ) پھر مخلوق کا قد کم ہوتے ہوتے اتنا رہ گیا جتنا اب ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۶۲' الاسماء والصفات ص ۲۹۰۔۲۸۹' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۸' المستدرک ج ۱ ص ۶۴' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۴۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵' رقم الحدیث ۸۱۷۱' دار الفکر' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۸۰) اور اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت الیاس کا قد تین سو ذراع (ساڑھے چار سو فٹ) تھا۔
(۲) اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت الیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گئے حتیٰ کہ آپ خود ان کے پاس گئے اور یہ صحیح نہیں کیونکہ ان پر یہ حق تھا کہ وہ خود خاتم الانبیاء کی خدمت میں حاضر ہوتے۔
(۳) اور اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت الیاس سال میں صرف ایک مرتبہ کھاتے تھے' اور وہب بن منبہ سے یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کھانے اور پینے کی لذت سلب کر لی تھی اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ سال میں صرف ایک بار زمزم کا پانی پیتے تھے اور یہ تمام اشیاء متعارض اور باطل ہیں ان میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔
(۴) حافظ ابن عساکر نے اس حدیث کو واثلہ بن الاسقع سے بھی روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت انس بن مالک اور حضرت حذیفہ بن یمان کو بھیجا تھا اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ان کا قد ان سے دو یا تین ذراع زیادہ تھا' اور اس میں یہ ذکر ہے کہ جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہوئے تو انہوں نے جنت کا کھانا کھایا' اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت الیاس نے کہا میں ہر چالیس دن کے بعد کھانا کھاتا ہوں' اور اس میں یہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والے دسترخوان میں روٹی' انار' انگور' بادام' تازہ کھجوریں اور سبزیاں تھیں' اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خضر کے متعلق سوال کیا تو حضرت الیاس نے کہا میں سال کی ابتداء میں ان سے ملاقات کروں گا اور آپ نے فرمایا کہ جب آپ کی ان سے ملاقات ہو تو آپ ان سے میرا سلام کہیں' اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس موجود ہیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ نو ہجری تک حضرت خضر اور حضرت الیاس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی اور یہ وہ چیز ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بھی موضوع ہے۔

marfat.com

(البدایہ والنہایہ ج۱ ص ۳۳۵ ـ ۳۳۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت الیاس علیہ السلام سمیت چار نبیوں کے ابھی تک زندہ ...... ہونے پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ اور مصنف کی توجیہ

کعب نے روایت کیا ہے کہ آج بھی چار نبی زندہ ہیں دو زمین پر ہیں اور دو آسمان میں ہیں' جو دو زمین پر ہیں وہ حضرت الیاس اور حضرت خضر ہیں اور جو دو آسمان پر ہیں وہ حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ ہیں۔ (تاریخ دمشق ج۹ ص ۱۵۵)

اس روایت کے متعلق حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہم اس سے پہلے بعض لوگوں کا یہ قول ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر ہر سال ماہ رمضان میں بیت المقدس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور وہ ہر سال حج کرتے ہیں اور زمزم سے پانی پیتے ہیں جو ان کو اگلے سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے' اور ہم وہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ وہ دونوں ہر سال میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے' اور جو چیز دلیل سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اسی طرح حضرت الیاس بھی' اور وہب بن منبہ نے جو یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم نے ان کی تکذیب کی اور ان کو ایذاء پہنچائی تو حضرت الیاس نے اپنے رب سے دعا کی' پھر آگ کے رنگ کا ایک جانور آیا' حضرت الیاس اس پر سوار ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کو نور کا لباس پہنا دیا اور ان سے کھانے اور پینے کی لذت کو منقطع کر دیا اور وہ فرشتہ اور بشر کی صورت میں زمین اور آسمان پر گئے' اور انہوں نے الیسع بن اخوطب کو وصیت کی' سو اس روایت پر اعتراضات ہیں اور یہ اسرائیلیات میں سے ہے جس کی تصدیق واجب ہے نہ تکذیب' بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ روایت بہت بعید ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص ۳۴۴ ـ ۳۴۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام پر ابھی تک طبعی موت نہیں آئی' لیکن بہر حال قیامت سے پہلے ان پر موت آئے گی اور واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد پھر حیات عطا کر دی جاتی ہے اور انبیاء علیہم السلام پر صرف ایک آن کے لیے موت آتی ہے' اسی طرح حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی تک موت نہیں آئی لیکن قیامت سے پہلے ان پر بہر حال موت آئے گی۔

حضرت الیاس کے لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایت

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عساکر نے کئی سندوں سے یہ روایت ذکر کی ہیں کہ حضرت الیاس کی اللہ کے بندوں سے ملاقات ہوئی' یہ تمام روایات ضعیف یا مجہول ہیں اور بہترین حدیث وہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

ثابت بیان کرتے ہیں کہ ہم مصعب بن الزبیر کے ساتھ کوفہ کے مضافات میں تھے' میں ایک باغ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی سو میں نے سورۃ المومن کی یہ تین آیتیں تلاوت کیں حم ○ تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم ○ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول اس وقت میرے پیچھے ایک شخص سرخ خچر پر سوار کھڑا تھا اور اس نے یمن کا لباس پہنا ہوا تھا' اس نے کہا جب تم غافر الذنب پڑھو تو یہ دعا کرو یا غافر الذنب اغفرلی ذنبی (اے گناہ بخشنے والے میرے گناہ بخش دے) اور جب تم پڑھو قابل التوب تو یہ دعا کرو یا قابل التوب تقبل توبتی (اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما) اور جب تم پڑھو شدید العقاب تو یہ دعا کرو یا شدید العقاب لا تعاقبنی (اے سخت سزا

دینے والے مجھے سزا نہ دینا) اور جب تم پڑھو ذی الطول تو یہ دعا کرنا یا ذا الطول تطول علی برحمتی (اے قدرت والے! اپنی قدرت سے مجھ پر رحمت نازل فرما) میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا' میں باغ سے باہر نکل آیا اور لوگوں سے پوچھا کیا تم نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو سرخ خچر پر سوار تھا اور اس نے یمنی لباس پہنا ہوا تھا' لوگوں نے کہا یہاں پر ایسا کوئی شخص نہیں تھا' اور ان کا یہ گمان تھا کہ وہ شخص حضرت الیاس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ا ص ۴۴۵' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو حسن کے بجائے احسن لکھا ہے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت الیاس ابھی تک زندہ ہیں۔

بعل کا معنی اور اس کی پرستش کا پس منظر اور پیش منظر

الصّٰفّٰت: ۱۲۵ میں ہے: (حضرت الیاس نے اپنی قوم سے کہا) کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو!

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما الصّٰفّٰت: ۱۲۶۔۱۲۳' کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں' اس شہر کا نام بعل بک اس لیے رکھا گیا کہ یہاں کے لوگ بعل کی عبادت کرتے تھے اور اس جگہ کا نام بک تھا پھر اس کا نام بعل بک پڑ گیا۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت الیاس کو بعل بک کے لوگوں کی طرف بھیجا یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے' اور بنی اسرائیل کے بادشاہ عام لوگوں سے الگ رہتے تھے' جس بادشاہ کے ساتھ حضرت الیاس رہتے تھے' وہ حضرت الیاس کے مشوروں پر عمل کرتا تھا اور ان کی ہدایت کی پیروی کرتا تھا' ایک دن اس کے پاس اس کی قوم کے بت پرست لوگ آئے اور کہا یہ شخص تمہیں گمراہی اور جھوٹ کی دعوت دے رہا ہے تم ان بتوں کی عبادت کرو جن کی اور بادشاہ عبادت کرتے ہیں اور اس دین کو چھوڑ دو' پھر بادشاہ ان کے کہنے میں آ گیا اور حضرت الیاس سے کہا: اے الیاس! تم میری جھوٹے دین کی طرف رہنمائی کر رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بنو اسرائیل کے تمام بادشاہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں سے مزے اٹھا رہے ہیں اور ان کی نعمتوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہمیں ان پر کوئی فضیلت نہیں ہے' پھر وہ لوگوں کے دین کی طرف لوٹ گیا اور حضرت الیاس اس سے الگ ہو گئے۔

بعل کی ناکامی اور اس کی پرستش کو چھوڑ کر لوگوں کا حضرت الیاس کی طرف متوجہ ہونا

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی اپنی سندوں سے روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ اس بادشاہ کو بعل کی پرستش پر اس کی بیوی نے آمادہ کیا تھا' وہ بہت دراز قد اور حسین و جسیم عورت تھی اس کا پہلا خاوند فوت ہو گیا تھا تو اس نے بعل کی صورت پر سونے کا بت بنا لیا' وہ اس کو سجدہ کرتی تھی پھر اس نے اس بادشاہ سے شادی کر لی جس کے ساتھ حضرت الیاس تھے' وہ بہت بدکار عورت تھی' اس نے ایک بت خانہ بنایا اور اس میں بعل کو رکھ دیا اور اس نے اپنے ستر موافقین کو جمع کر لیا جو اپنے آپ کو انبیاء کہتے تھے' حضرت الیاس نے ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا' تب حضرت الیاس نے دعا کی: اے اللہ بنی اسرائیل نے کفر پر اصرار کیا اور تیرے غیر کی عبادت کے سوا اور کسی چیز پر راضی نہیں ہوئے' تو ان کو دی ہوئی نعمتیں واپس لے لے' حسن نے کہا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس کی طرف وحی کی کہ میں نے ان کا رزق آپ کے اختیار میں دے دیا ہے' جب تک آپ اجازت نہیں دیں گے ان کو رزق نہیں ملے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سال تک بارش نازل نہیں کی اور حضرت الیاس نے اپنے شاگرد الیسع بن حطوب کو اس بادشاہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اگر تو اللہ کی عبادت پر بعل کی عبادت کو ترجیح دیتا رہا اور تیری قوم کے سرکش

marfat.com

لوگ ان جھوٹے مدعیان نبوت کی پیروی کرتے رہے اور اس بدکار عورت کا کہا مانتے رہے جس نے تیری خیانت کی ہے تو پھر تو عذاب اور مصائب کے لیے تیار ہو جا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا اور انسان' حیوان اور حشرات الارض بھوک سے مرنے لگے' حضرت الیسع اس بادشاہ کے پاس گئے اور اس کو پیغام پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا' وہ واپس آ کر حضرت الیاس کے پاس پہنچ گئے' حضرت الیاس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے' اللہ تعالیٰ ان کو وہیں رزق دیتا تھا اور ان کے لیے اس پہاڑ پر پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا' اور جب قحط کی شدت کی وجہ سے لوگ مردار اور کتوں کے کھانے پر مجبور ہو گئے تو بادشاہ نے ان ستر جھوٹے نبیوں سے کہا کہ تم اب بعل سے فریاد کرو کہ وہ قحط کی اس مصیبت کو ہم سے دور کر دے' وہ اپنے بتوں کے پاس معتکف ہو کر بیٹھے اور جانوروں کو بھینٹ چڑھایا اور کافی دیر تک ان سے فریاد کرتے رہے' تب بادشاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ الیاس کا معبود تو ان لوگوں کے معبود سے بہت جلد دعا قبول کر لیتا ہے' حضرت الیاس نے ان سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارا رب تم سے ناراض ہو چکا ہے' اس لیے اس نے بارش کو تم سے روک لیا ہے' اور تم کو قحط میں مبتلا کر دیا ہے' تم اپنے ان بتوں کو نکالو جن کی تم عبادت کرتے تھے پھر ان سے بارش طلب کرو دیکھیں وہ بت تمہاری فریاد کو پہنچتے ہیں یا نہیں! ورنہ میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں جو تم سے یہ مصیبت دور کر دے گا' انہوں نے کہا ہم ایسا کرتے ہیں' پھر انہوں نے اپنے بتوں کو نکالا اور ان کے سامنے زار و قطار روتے رہے اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعا کرتے رہے' تو ان کی دعا قبول نہیں ہوئی' پھر انہوں نے حضرت الیاس سے کہا: اے الیاس اب تم اپنے رب سے دعا کرو' حضرت الیاس نے دعا کی تو اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہو گئے اور بارش شروع ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے جل تھل ایک ہو گیا' الحسن نے کہا پھر ان تمام نے رجوع کر لیا اور حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (تاریخ دمشق ج ۹ ص ۱۵۷۔۱۵۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۶۹۱)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ نے کہا اہل یمن کی لغت میں بعل کا معنی رب ہے اور اتدعون بعلا کا معنی ہے کیا تم رب کو پکارتے ہو یعنی کیا تم اللہ کے سوا کسی اور رب کو پکارتے ہو اور اس کی عبادت کرتے ہو۔ اور ابن زید نے کہا بعل نام کا ایک بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے' اسی بت کے نام پر ایک شہر کا نام رکھا گیا جس کو بعلبک کہتے تھے اور یہ شہر دمشق کے پار تھا۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۱۱۔۱۱۰)

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کی روح قبض کر لی تو بنی اسرائیل میں بہت بڑے مصائب آئے اور بنی اسرائیل اللہ سے کیے ہوئے عہد کو بھول گئے' انہوں نے بت نصب کر دیئے اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس بن یاسین بن فنحاس بن العیزار بن ھارون کو نبی بنا کر بھیجا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات کے احکام کی تجدید کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے تھے تاکہ تورات کے جن احکام پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا تھا ان پر عمل شروع کرایا جائے اور حضرت الیاس بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے' جس کا نام احاب تھا اور اس کی بیوی کا نام اربل تھا' وہ بادشاہ حضرت الیاس کے مشوروں پر عمل کرتا تھا اور باقی بنی اسرائیل ایک بت کی پرستش کرتے تھے جس کا نام بعل تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۶۹۰)

آل یٰسین سے مراد آل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

الصّٰفّٰت: ۱۲۸۔۱۲۵ میں ہے: کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو! اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ ○ اللہ کو جو تمہارا

marfat.com

اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے O تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس بے شک وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے O ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O

آیت: ۱۲۷ میں عذاب کا ذکر نہیں ہے' کیونکہ قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو عذاب پر پیش کیا جائے گا' نیز کسی کو پیش کیا جانا عموماً سزا کے موقع پر بولا جاتا ہے' اور قرآن مجید میں اس کا استعمال عذاب دینے کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

الصّٰفّٰت: ۱۳۰ میں فرمایا: ال یاسین پر سلام ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

یاسین حضرت الیاس کے باپ کا نام تھا اور ال یاسین سے مراد حضرت الیاس ہیں اور حضرت الیاس کو کنایہ سے تعبیر کرنے میں ان کی تعظیم ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آل ابراہیم سے تعبیر کرنے میں آپ کی تعظیم ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یاسین سے مراد خود حضرت الیاس ہوں اور ال کا لفظ زائد ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں یاسین سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ہے اور آل یاسین سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے۔ امام ابن ابی حاتم' امام ابن مردویہ اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے **سلام علی الیاسین** کی تفسیر میں کہا ہم آل محمد آل یاسین ہیں اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب یاسین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہو۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے امام ابن ابی حاتم' امام ابن مردویہ اور امام طبرانی کے حوالے سے جو روایت ذکر کی ہے اس کو انہوں نے الدر المنثور ج ۷ ص ۱۰۵ سے نقل کیا ہے۔

تفسیر امام ابن مردویہ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۲۵ پر یہ روایت مذکور ہے رقم الحدیث: ۱۸۲۵۴۔

اسی طرح امام طبرانی کی المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۵۶ پر بھی یہ روایت مذکور ہے رقم الحدیث: ۱۱۰۶۴۔

بعض مفسرین نے کہا کہ الیاسین' الیاس ہی کا ایک تلفظ ہے جیسے طور سینا کو طور سینین بھی کہتے ہیں' حضرت الیاس کو ایلیا بھی کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک لوط ضرور رسولوں سے ہیں O جب ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دی O ماسوا ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانے والوں میں سے ہوئی O پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا O اور اے مکہ والو! تم ضرور صبح کے وقت ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو O اور رات کو بھی تو کیا تم نہیں سمجھتے O (الصّٰفّٰت: ۱۳۸۔۱۳۳)

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے مقدس بندے حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی' ماسوا ان کی بیوی کے' کیونکہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوگئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو انواع واقسام کی سزائیں دے کر ہلاک کیا۔ اور زمین کے جس خطہ پر وہ آباد تھے وہ انتہائی بدبودار اور قبیح المنظر ہوگیا تھا اس جگہ کے سمندر کا پانی سخت کڑوا اور بد ذائقہ ہوگیا تھا' اور وہ جگہ ایک عام شاہراہ پر تھی وہاں سے دن رات مسافر گزرتے رہتے تھے اس لیے فرمایا تم اس جگہ کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے' اللہ تعالیٰ نے ان کو کس طرح ہلاک کر دیا سوائے مکہ والو! تم بھی اگر کفر پر اصرار کرتے رہے تو

marfat.com

تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

الاعراف: ۸۴۔۸۰ اور ھود: ۸۳۔۷۳ میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے ○

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾

پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ مغلوبوں میں سے ہو گئے ○ پس ان کو مچھلی نے نگل لیا اس وقت وہ خود کو ملامت کرنے والے تھے ○

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ

پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے ○ تو وہ ضرور روز حشر تک مچھلی

يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ

کے پیٹ میں رہتے ○ سو ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بہت کمزور ہو چکے تھے ○ اور ہم نے ان پر

شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

بیل دار (لوکی کا) درخت اگا دیا ○ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ○

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ

سو وہ ان پر ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا ○ پس آپ ان سے پوچھیے کہ آپ کے

لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

رب کے لیے بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے ہوں! ○ کیا ہم نے جب فرشتوں کو مونث بنایا تھا اس وقت یہ موجود تھے ○

اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

سنو وہ اپنی افتراء پردازی سے ضرور کہتے ہیں کہ ○ اللہ کے ہاں اولاد ہوئی اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا

کیا اس نے بیٹوں کی بہ نسبت بیٹیوں کو اختیار کیا! ○ تم کو کیا ہو گیا تم کیسی خبر دے رہے ہو! ○ کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

سمجھتے نہیں ہو! ○ یا تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہے؟ ○ تو تم اپنی کتاب لے آؤ

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ

اگر تم سچے ہو○ اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت داری بنا دی حالانکہ جنات کو علم ہے کہ

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ

وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے○ اللہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے رہے ہیں○ ماسوا اللہ

اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ

کے مخلص بندوں کے (ان کو عذاب نہیں ہوگا)○ سو بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو○ تم کسی کو گمراہ

بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ

نہیں کر سکتے○ سوا اس کے جو دوزخی ہے○ (فرشتوں نے کہا) اور ہم میں سے

مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ

ہر ایک کا مقام مقرر ہے○ اور بے شک ہم صف بستہ ہیں○ اور بلاشبہ ہم ضرور تسبیح کرنے والے ہیں○ اور

اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

بے شک وہ لوگ (مشرکین) کہا کرتے تھے○ اور اگر ہمارے پاس پہلوں کی کوئی نصیحت ہوتی○

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

تو ہم ضرور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے○ پس انہوں نے اللہ کا کفر کیا سو وہ عنقریب جان لیں گے○

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں○ کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی○

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ

اور بے شک ہمارا ہی لشکر ضرور غالب ہوگا○ سو آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے○ اور

marfat.com

اَبۡصِرۡهُمۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا

ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے O کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں! O پس

نَزَلَ بِسَاحَتِهِمۡ فَسَآءَ صَبَاحُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتّٰى

وہ عذاب جب ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ان لوگوں کی کیسی بُری صبح ہوگی جن کو عذاب سے ڈرایا جاچکا تھا O اور آپ ایک معین مدت

حِيۡنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا

تک ان سے اعراض کرتے رہیے O اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے O آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب

يَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۸۲﴾ ع ۵ ۴۴ ۹

سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں O اور رسولوں پر سلام ہو O اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں O جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے O پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ مغلوبوں میں سے ہو گئے O پس ان کو مچھلی نے نگل لیا اس وقت وہ خود کو ملامت کرنے والے تھے O پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے O تو وہ ضرور روزِ حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے O سو ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بہت کمزور ہو چکے تھے O اور ہم نے ان پر بیل دار (لوکی کا) درخت اگا دیا O اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا O سو وہ ان پر ایمان لائے تو ہم نے ایک معین مدت تک ان کو فائدہ پہنچایا O (الصّٰفّٰت: ۱۴۸-۱۳۹)

حضرت یونس علیہ السلام کا حسب و نسب اور ابتدائی حالات

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت یونس بن متی' لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی اولاد سے ہیں' یہ شام کے رہنے والے تھے اور بعلبک کے عمال سے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کم سنی میں فوت ہو گئے تھے' پھر ان کی ماں نے اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو زندہ کر دیا' چالیس سال کی عمر میں حضرت یونس علیہ السلام کو نبوت دی گئی' وہ نبی اسرائیل کے عابدوں میں سے تھے' وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے شام سے چلے گئے اور دجلہ کے کنارے اتر گئے' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل نینویٰ کی طرف رسول بنا کر بھیج دیا (نینویٰ کوفہ کے مضافات میں کربلا وغیرہ پر مشتمل موصل کے مشرق میں ایک علاقہ ہے)۔

اسحاق بن بشیر نے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت یونس ایک نیک اور عبادت گزار بندے تھے' انبیاء علیہم السلام میں ان سے زیادہ اور کوئی عبادت کرنے والا نہیں تھا' وہ ہر روز کھانے سے پہلے تین سو رکعات نماز پڑھا کرتے تھے' اور ہر رات سونے سے پہلے تین سو رکعات نماز پڑھا کرتے تھے اور بہت کم زمین پر بستر بچھاتے تھے' جب اہل نینویٰ میں گناہ بہت

marfat.com

زیادہ ہونے لگے تو انہیں وہاں رسول بنا کر بھیج دیا گیا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عجائب میں سے یہ تھا کہ جب بھی ان میں کوئی نبی فوت ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے نبی کو بھیج دیتا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۶۹' ص ۲۴۷۔۲۴۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینویٰ کی طرف مبعوث کیا جانا

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کسی نبی کے ساتھ تھے' اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف یہ وحی کی کہ حضرت یونس کو اہل نینویٰ کی طرف بھیج دیں تاکہ وہ ان کو میرے عذاب سے ڈرائیں' اور انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کی طرف تورات کے احکام نافذ کرنے کے لیے بھیجا جاتا تھا' حضرت یونس علیہ السلام کو بہت جلد غصہ آ جاتا تھا' وہ اہل نینویٰ کے پاس گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا' ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کی نصیحت کو مسترد کر دیا' اور پتھر مار مار کر ان کو اپنے علاقہ سے نکال دیا' حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے چلے گئے' بنی اسرائیل کے نبی نے کہا آپ دوبارہ ان کے پاس جائیں' آپ دوبارہ گئے انہوں نے آپ کے ساتھ پھر پہلے جیسا سلوک کیا پھر آپ تیسری بار گئے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' انہوں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو۔

(تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۴۹۔۲۴۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف اپنے رب سے دعا کی اور اپنی قوم سے یہ وعدہ کیا کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ جائے گا' اور اپنی اہلیہ اور اپنے دو چھوٹے بیٹوں کو لے کر اس علاقے سے نکل گئے اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر اہل نینویٰ کی طرف دیکھنے لگے اور عذاب کا انتظار کرنے لگے' اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم اس وقت کا انتظار کر رہی تھی جو حضرت یونس علیہ السلام نے ان پر عذاب آنے کے لیے معین کیا تھا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب عذاب آنے والا ہے تو انہیں حضرت یونس علیہ السلام کے صدق کا یقین ہو گیا۔ پھر انہوں نے بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرف اپنے نمائندوں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ اس آزمائش کے موقع پر وہ کیا کریں' انہوں نے کہا تم حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈو وہ تمہارے لیے دعا کریں گے کہ تم سے یہ عذاب ٹل جائے' کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف عذاب کی دعا کی تھی' قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن وہ ان کو نہ مل سکے' پھر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے کہا آؤ اب ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں' سو ان کے مرد' عورتیں اور بچے سب باہر نکلے انہوں نے اپنے سروں پر راکھ ڈالی' اور پیروں کے نیچے کانٹے رکھے' ٹاٹ اور اُون کے موٹے کپڑے پہنے اور بہ آواز بلند روئے اور گڑگڑائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کی اور اللہ تعالیٰ کو ان کے صدق کا علم تھا سو اس نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ○ (یونس: ۹۸)

سو کسی بستی کے لوگ کیوں نہ ایمان لائے تاکہ ان کو ایمان لانا مفید ہوتا' ماسوا یونس کی قوم کے' جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے عذاب کو ان سے دور کر دیا اور ان کو ایک معین وقت تک فائدہ پہنچایا۔

marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام کا غضب ناک ہو کر چلے جانا اور مچھلی کا آپ کو نگل لینا

ان کی قوم نے یکم ذوالحج کو عذاب کے آثار کا معائنہ کیا تھا اور دس محرم کو ان سے عذاب دور کر دیا گیا' جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو اللہ کا دشمن ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے یونس! جب تم اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تم پر تہمت لگائیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے وہ کہیں گے کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ عذاب آئے گا' دیکھو عذاب نہیں آیا' حضرت یونس اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر چلے گئے اور ان کا گمان تھا کہ اللہ سے اجازت لیے بغیر جانے پر اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس نہیں کرے گا' وہ دجلہ کے کنارے پہنچ گئے ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور ان کے بیٹے بھی تھے' وہاں ایک کشتی آئی' حضرت یونس نے کہا ہم کو سوار کر لو' کشتی والوں نے کہا ہمارے پاس گنجائش کم ہے آپ اگر چاہیں تو ہم آپ میں سے بعض کو سوار کر لیں اور باقی لوگ دوسری کشتی سے آ جائیں' آپ نے اپنی اہلیہ کو سوار کرا دیا' اور حضرت یونس اور ان کے بیٹے رہ گئے' حضرت یونس اس کشتی کی طرف بڑھے' ان کے ایک بیٹے نے کشتی میں پیر رکھا اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دریا میں گر کر ڈوب گیا' اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور ان کے دوسرے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا' اس سے حضرت یونس کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر چلے آنے کی ان کو سزا ملی ہے' پھر وہ کشتی میں سوار ہوئے تا کہ اپنی اہلیہ سے جا ملیں' جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو وہ دائیں بائیں گردش کرنے لگی' لوگوں نے کشتی والوں سے پوچھا تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا پتا نہیں! حضرت یونس علیہ السلام نے کہا مجھے معلوم ہے کیا ہوا ہے' کشتی والوں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا ایک غلام اپنے مالک سے بھاگ کر آ گیا ہے' یہ کشتی اس وقت تک نہیں روانہ ہو گی جب تک تم اس غلام کو دریا میں پھینک نہیں دو گے! انہوں نے پوچھا وہ غلام کون ہے؟ حضرت یونس نے کہا وہ غلام میں ہوں! انہوں نے کہا ہم آپ کو دریا میں نہیں پھینکیں گے' اللہ کی قسم! ہم کو صرف آپ کے وسیلہ سے نجات کی توقع ہے' حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا اچھا قرعہ اندازی کر لو' جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو دریا میں پھینک دینا' انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس کے نام کا قرعہ نکل آیا' انہوں نے آپ کو پانی میں پھینکنے سے انکار کیا اور کہا قرعہ کبھی غلط ہوتا ہے اور کبھی صحیح' پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی تو پھر حضرت یونس کا نام نکلا' حضرت یونس نے فرمایا اب مجھے دریا میں پھینک دو' اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کے دل میں ڈالا ابھی میرے ایک بندے کو دریا میں ڈالا جائے گا تو اس کو نگل لینا' تم اس کے گوشت میں کوئی خراش ڈالنا نہ اس کی ہڈی کو توڑنا' وہ میرا نبی اور پسندیدہ بندہ ہے' مچھلی نے کہا اے میرے رب! میں اپنے پیٹ کو اس کا مسکن بنا دوں گی اور اس کی اس طرح حفاظت کروں گی جس طرح ماں اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے' حضرت یونس کو دریا میں پھینکنے کے لیے کشتی کے ایک کنارے پر لے جایا گیا' مچھلی بھی اسی سمت آ گئی' لوگوں نے کہا اس طرف بہت بڑی مچھلی ہے ان کو کشتی کے دوسرے کنارے پر لے چلو' وہ دوسرے کنارے لے کر گئے تو مچھلی اس طرف بھی پہنچ گئی' الغرض وہ حضرت یونس کو کشتی کی جس جانب لے جاتے مچھلی بھی اس جانب پہنچ جاتی' حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا اب مجھے پھینک دو' سو انہوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا' مچھلی نے آپ کو پکڑ کر نگل لیا اور دریا کی گہرائی میں اپنے مسکن کی طرف لے گئی' وہ حضرت یونس کو اپنے پیٹ میں رکھ کر چالیس دن تک گھومتی رہی' حضرت یونس اس کے پیٹ میں جنات اور مچھلیوں کی تسبیح پڑھنے کی آوازیں سنتے تھے' پھر حضرت یونس بھی تسبیح اور تہلیل پڑھنے لگے اور جب چالیس دن پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس غم سے نجات دی اور یہ اتنی ہی مدت تھی جتنی مدت آپ کی قوم آثار عذاب میں مبتلا رہی تھی'

قرآن مجید میں ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ اور مچھلی والے (حضرت یونس) کو یاد کیجئے' جب وہ (اپنی

عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۸ـ۸۷)

قوم پر) غضب ناک ہو کر چلا گیا' اور اس نے یہ گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے' سو اس نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو (ہر نقص سے) پاک ہے' بے شک میں زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ۝ پس ہم نے اس کی پکار سن لی اور اس کو غم سے نجات دے دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو مچھلی کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حضرت یونس کو وہیں اگل دے جہاں سے اس نے ان کو نگلا تھا' حضرت جبریل مچھلی کے منہ کے قریب پہنچے اور کہا اے یونس! السلام علیک! آپ کو رب العزت سلام کہتا ہے' حضرت یونس نے کہا مرحبا! یہ وہ آواز ہے کہ مجھ کو خوف تھا کہ اس آواز کو میں پھر کبھی نہیں سن سکوں گا۔ (تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۴۹ـ۲۴۸)

حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا

حضرت یونس جو مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے اس کی مدت میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے' اور ایک روایت میں سات دن کا ذکر ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۷ـ۱۴۳)

پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ۝ تو وہ ضرور روز حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے ۝ سو ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بہت کمزور ہو چکے تھے ۝ اور ہم نے ان پر بیل دار (لوکی کا) درخت اگا دیا ۝ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ۝

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل' حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے منہ سے نکال کر چٹیل میدان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک پہاڑی بکری بھیجی جو اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے منہ سے لگا دیتی تھی اور حضرت یونس اس کو چوس کر دودھ پیتے تھے اس وقت ان کا جسم نحیف اور لاغر ہو کر بالکل چوزے کی طرح ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ ان کی طاقت اور توانائی بحال ہوتی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی' اور ظہر کی نماز کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی' اور عصر کی نماز کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی' اور مغرب کی نماز کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بشارت دی تھی' اور عشاء کی نماز کے وقت حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا' اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی اور آسمان پر ستاروں کا جال بن چکا تھا' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے چار رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کو میرے اور میری امت کے لیے خالص کر دیا تاکہ یہ نمازیں میری امت کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوں۔

شہر بن حوشب نے بیان کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی رسالت اس وقت سے ہوئی تھی جب مچھلی نے ان کو اگل دیا تھا اور مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف گئے تھے۔ (تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۵۲ـ۲۴۹)

marfat.com

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد رسول بنایا گیا تھا یا اس سے پہلے رسول بنایا گیا تھا' شہر بن حوشب کی روایت ہے کہ اس کے بعد رسول بنایا گیا تھا اور جمہور کا مختار یہ ہے کہ مچھلی کے واقعہ سے پہلے آپ کو رسول بنایا گیا تھا اور حسب ذیل روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واپس اپنی قوم کی طرف جانا

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ ھ روایت کرتے ہیں:

الحسن بیان کرتے ہیں کہ صحت مند ہونے کے بعد حضرت یونس کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا' آپ نے اس سے پوچھا یونس کا کیا حال ہے' اس نے کہا مجھے ان کا حال معلوم نہیں البتہ وہ سب سے نیک اور سب سے زیادہ سچے آدمی تھے' انہوں نے ہمیں عذاب آنے کی خبر دی تھی' پھر ان کے کہنے کا مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے' پھر ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اب ہم یونس کو ڈھونڈھ رہے ہیں کہ وہ کہاں ہیں' ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی' حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس کو عزت دی ہے' جب سے حضرت یونس ہمارے پاس سے گئے ہیں بارش ہوئی ہے نہ سبزہ اگا ہے' حضرت یونس نے فرمایا تم میرے پاس کوئی دنبی لاؤ' پھر حضرت یونس نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اب اللہ کا نام لے کر اس کا دودھ دوہو' اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس نے وہ دودھ پیا' اس چرواہے نے کہا اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو پھر آپ ہی حضرت یونس ہیں' آپ نے فرمایا میں ہی یونس ہوں تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو' چرواہے نے کہا بادشاہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے یونس کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا' اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا' حضرت یونس نے کہا تم یہ بکری لے جاؤ یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے' وہ چرواہا اس بکری کو لے کر گیا اور اس بکری نے شہادت دی' پھر وہ چرواہا قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا جہاں اس نے حضرت یونس کو دیکھا تھا' ان لوگوں نے حضرت یونس کو تلاش کیا تو آپ اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے' وہ لوگ مارے خوشی کے رو پڑے اور بڑی عزت اور بہت اہتمام سے حضرت یونس کو اپنے شہر میں لے کر آئے' ان لوگوں نے اس چرواہے سے کہا تم ہمارے سردار ہو تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے' ہم کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے اور وہ چرواہا چالیس سال تک ان پر حکومت کرتا رہا۔

فضیل بن عیاض نے کہا جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! ہمارے گناہ بہت زیادہ اور بہت بڑے ہیں اور تو سب سے عظیم اور سب سے بلند ہے تو وہ کر جس کا تو اہل ہے اور وہ نہ کر جس کے ہم اہل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا۔

کعب نے بیان کیا اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے اور شعیا حضرت یونس علیہ السلام کے شاگرد تھے وہ اللہ کے نیک بندے تھے اللہ نے ان کو چن لیا اور پاکیزہ بنا دیا اور حضرت یونس علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کو بنی اسرائیل کی دینی رہنمائی کرنے کا حکم دیا گیا' اور بنی اسرائیل میں جو بادشاہ ہوتا تھا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک نبی کو مبعوث کرتا تھا جو اس کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور وہ اس کے اور اللہ کے درمیان سفیر ہوتا تھا' اور حضرت شعیا علیہ السلام ہی وہ نبی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی تھی اور بنی اسرائیل کو بتایا تھا کہ ایک مقدس کنواری سے بغیر مرد کے ایک نبی پیدا ہوں گے ان کے ہاتھ سے بہت عجائب کا ظہور ہوگا اور وہ اس رسول کی بشارت دیں گے جو ان کے بعد آئے گا اور

اس کا نام احمد ہوگا' وہ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوں گے ان کی میلاد کی جگہ مکہ ہے اور ان کی ہجرت کی جگہ طیبہ ہے' ان کی امت تمام امتوں سے افضل ہوگی آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ان کو عزت اور سلطنت سے سرفراز کرے گا اور ان کے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے گا خواہ مشرکین کو یہ بات ناگوار خاطر ہو۔

(تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۵۴_۲۵۲ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اور حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح میں ان امور کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۴۶۲_۴۵۷ ملخصاً موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۴۰۹ھ' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۲۵_۳۲۰ ملخصاً دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل میں احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں یونس بن متّٰی سے افضل ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۴۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۹۸' دار الفکر' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۵۳' جامع المسانید والسنن ج ۲۰ ص ۱۳۶_۱۳۵' رقم الحدیث: ۲۵۴_۲۵۳_۲۵۲_۲۵۱_۲۵۰' دار الفکر ۱۴۲۰ھ' تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۱۴۶۸۶)

عباد بن کثیر اور الحسن دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور میرے بھائی نبیوں کے درمیان فضیلت مت دو اور کسی شخص کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ یونس بن متّٰی سے کسی کو افضل کہے۔

(تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۵۳' رقم الحدیث: ۱۴۶۸۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق پر گئے' آپ نے فرمایا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں حضرت موسیٰ وادی سے اترتے ہوئے بہ آواز بلند اللھم لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں پھر آپ ثنیہ پر آئے اور آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان پر دو سفید عبائیں ہیں وہ بلند آواز سے اللھم لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں اور پہاڑ بھی ان کے جواب میں تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جواب میں فرما رہا ہے لبیک اے یونس! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۵۳)

عثمان بن اسود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فم الروحاء کے مقام سے ستر نبی سرخ اونٹوں پر سوار گزرے انہوں نے عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور وہ پڑھ رہے تھے لبیک لبیک' ان میں حضرت یونس بن متّٰی بھی تھے اور وہ بھی تلبیہ پڑھ رہے تھے اے مصائب کے نجات دینے والے اور مشکلات کو حل کرنے والے لبیک لبیک۔

(تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۵۳' رقم الحدیث: ۱۴۶۹۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس آپ ان سے پوچھیے کہ آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے ہوں! O کیا جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا تھا اس وقت یہ موجود تھے؟ O سنو! وہ اپنی افتراء پردازی سے ضرور کہتے ہیں کہ O اللہ کے ہاں اولاد ہوئی اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں O کیا اس نے بیٹوں کی بہ نسبت بیٹیوں کو اختیار کیا! O تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسی خبر دے رہے ہو! O کیا تم سمجھتے نہیں ہو O یا تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہے؟ O تو تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو O (الصّٰفّٰت: ۱۵۷_۱۴۹)

marfat.com

کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں اور رسولوں کے قصص اور واقعات کا ذکر فرمایا تا کہ مشرکین کو معلوم ہو کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچایا ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول آتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرتے رہے ہیں اور تم جو میری رسالت کی تکذیب کر رہے ہو یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے مشرکین رسولوں کی تکذیب کرتے رہے ہیں اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پھر مشرکین مکہ کے باطل نظریات اور غلط اقوال کا رد فرمایا وہ اللہ سبحانہ کے لیے اولاد کو ثابت کرتے تھے اور اولاد بھی مؤنث ثابت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

جہینہ خزاعہ بنو ملیح بنوسلمہ عبد الدار وغیرھا دیگر کفار مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: پس آپ ان سے پوچھیے کہ آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے ہوں ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۹)

یہ کس قدر قابل افسوس اور قابل مذمت بات ہے کہ کفار اپنے لیے بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے بلکہ بیٹیوں کو باعث عار سمجھتے تھے اور بعض شقی القلب تو بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اس کو زندہ دفن کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں سے ان کی نفرت کا حال بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (النحل: ۵۹۔۵۷)

اور جب ان میں سے کسی ایک کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا منہ سیاہ اور غصہ سے بھرا رہتا ہے ○ وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (وہ سوچتا ہے) کہ ذلت اٹھا کر اس بیٹی کو رکھ لے یا اس کو مٹی میں دبا دے سنو وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔

پھر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیٹی کا وجود ان کے لیے اس قدر برا اور باعث عار اور نفرت انگیز ہے اس کے باوجود وہ بیٹیوں کے وجود کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ (النجم: ۲۲۔۲۱)

کیا تمہارے لیے بیٹا ہونا چاہیے اور اللہ کے لیے بیٹی !○ پھر تو یہ بہت ظالمانہ تقسیم ہے۔

کفار نے جو یہ کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ان کی اس خبر کے صادق ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں (۱) انہوں نے فرشتوں کی تخلیق کے عمل کا مشاہدہ کیا تھا (۲) ان کو کسی مخبر صادق نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (۳) ان کے پاس اس پر کوئی نقلی دلیل اور شہادت تھی۔ اور یہ تینوں وجوہ ثابت نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ کفار کا یہ قول غلط اور باطل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے فرشتوں کی تخلیق کے عمل کا مشاہدہ نہیں کیا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا جب ہم نے فرشتوں کو مونث بنایا تھا اس وقت یہ موجود تھے !○ (الصّٰفّٰت: ۱۵۰) اسی طرح فرمایا:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ○ (الزخرف: ۱۹)

فرشتے جو رحمٰن کی عبادت کرنے والے ہیں ان کو انہوں نے عورتیں قرار دے دیا کیا انہوں نے ان کے عمل تخلیق کا مشاہدہ کیا تھا عنقریب ان کی یہ شہادت لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کی باز

پرس کی جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ان کو کسی مخبر صادق نے یہ خبر دی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور وہ بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا: سنو وہ اپنی افتراء پردازی سے ضرور کہتے ہیں کہ O اللہ کے ہاں اولاد ہوئی اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں O کیا اس نے بیٹوں کی بہ نسبت بیٹیوں کو اختیار کیا! O اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا O (بنی اسرائیل: ۴۰) کیا تمہارے رب نے بیٹوں کے لیے تم کو منتخب کر لیا اور خود اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا' بے شک تم بہت سنگین بات کہہ رہے ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسی خبر دے رہے ہو! (الصّٰفّٰت: ۱۵۴۔۱۵۱)

تیسری صورت یہ تھی کہ ان کے پاس کوئی واضح دلیل ہوتی کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور وہ ہے نہیں' سو معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ قول بالکل غلط اور امر باطل ہے اس کے متعلق فرمایا: کیا تم سمجھتے نہیں ہو O یا تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہے؟ O تو تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو O (الصّٰفّٰت: ۱۵۷۔۱۵۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت قرار دی' حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے O اللہ (ان تمام عیوب سے) پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں O ماسوا اللہ کے مخلص بندوں کے (ان کو عذاب نہیں ہوگا) O (الصّٰفّٰت: ۱۶۰۔۱۵۸)

اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کے مدعیان کے محامل

کفار نے کہا تھا کہ اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت ہے' وہ نسبی قرابت کیا ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مشرکین نے یہ کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان نسبی رشتہ قائم کر دیا' اور فرشتے بھی جنات ہیں کیونکہ جن کا معنی ہے مستور اور مخفی ہونا اور اللہ اور فرشتوں کے درمیان نسبی رشتہ کہنا دراصل اللہ اور جنات کے درمیان نسبی رشتہ کہنا ہے (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۷۶۶) لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کا پہلے قول پر عطف کیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بعض مشرکین یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بعض مشرکین اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کی تہمت لگاتے تھے۔

(۲) مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا کہ کفار قریش نے یہ کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا پھر فرشتوں کی مائیں کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا بڑی بڑی جنات یعنی سردارنیاں ان کی مائیں ہیں' گویا ان مونث جنات کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیویاں قرار دیا (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۳۰۳) لیکن اس پر بھی یہ اشکال ہے کہ بیویوں کو نسب نہیں کہا جاتا۔

(۳) قتادہ نے کہا کہ یہود یہ کہتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنات سے نکاح کیا اور ان جنات سے فرشتے پیدا ہوئے (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۷۶۵) اس پر بھی یہی اعتراض ہے کہ بیویوں کو نسب نہیں کہا جاتا۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ کے دشمن یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں نسبا بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ خیر کریم ہے وہ صرف خیر کے کام کرتا ہے اور ابلیس شر خسیس ہے وہ صرف برے کام کرتا ہے جیسے مجوسی یزداں اور اہرمن

marfat.com

کہتے ہیں (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۷۶۳، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۳۰۲) اور اس قول پر کوئی اشکال نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسب کے قول کا یہی صحیح محمل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے، اس میں کفار کے قول کا رد ہے کیونکہ اگر جنات اللہ تعالیٰ کے قرابت دار اور اس کے نسبی رشتہ دار ہوتے تو ان کو عذاب پر کیوں پیش کیا جاتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ اس سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں O (الصّٰفّٰت: ۱۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی رشتہ بیان کرتے تھے۔

پھر فرمایا: ماسوا اللہ کے مخلص بندوں کے، اس میں ان سے استثناء ہے جو آگ پر پیش کیے جائیں گے، یعنی جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کو آگ پر پیش نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو O تم کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے O سوا اس کے جو دوزخی ہے O (الصّٰفّٰت: ۱۶۳۔۱۶۱)

کسی کو گم راہ کرنے کی قدرت شیطان میں ہے نہ کفار میں، اس مسئلہ میں .... اہل سنت کے موقف پر دلائل اور تقدیر کا ثبوت

اس آیت میں اہل سنت کے اس موقف کی دلیل ہے کہ شیطان کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، اور ہدایت اور گمراہی دونوں فعلوں کا خالق اللہ عزوجل ہے، اللہ تعالیٰ کو ازل میں جس شخص کے متعلق یہ علم تھا کہ وہ ایمان اور تقویٰ کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایمان اور تقویٰ کو پیدا کر دیا، اور جس کے متعلق اس کو علم تھا کہ وہ کفر اور گمراہی کو اختیار کرے گا اس کے لیے اس نے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیا، خلاصہ یہ ہے جس کے متعلق ازل میں دوزخی لکھ دیا گیا وہی گمراہ ہوتا ہے شیطان کسی شر اور گمراہی کو پیدا نہیں کر سکتا، ہر شخص کا سعید اور شقی ہونا ازل میں مقدر ہو چکا ہے۔

حسب ذیل احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ انسان کا شقی یا سعید ہونا یا جنتی اور دوزخی ہونا ازل میں مقدر ہو چکا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں، تم میں سے کسی ایک کی تخلیق اس کے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کی جاتی ہے، پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، وہ اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کے اعمال اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیتا ہے، پس اس ذات کی قسم! جس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر کتاب (تقدیر) غالب آ جاتی ہے پس وہ اہل نار کا عمل کرتا ہے اور نار میں داخل ہو جاتا ہے، اور تم میں سے کوئی شخص اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور نار کے درمیان ایک ذراع رہ جاتا ہے پھر اس پر کتاب (تقدیر) غالب آ جاتی ہے پس وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے سلسلہ میں بقیع الغرقد میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے پاس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک تنکا تھا آپ نے سر جھکا لیا اور آپ

marfat.com

اس تنکے سے زمین کریدنے لگے‘ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی سانس لینے والا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت یا دوزخ میں ایک مقام لکھ دیا ہے اور اس کا شقی ہونا یا سعید ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے‘ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس لکھے ہوئے پر ٹھہر نہ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ نہ دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہے وہ اہل سعادت کے عمل کرتا رہے گا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہے وہ اہل شقاوت کے عمل کرتا رہے گا‘ آپ نے فرمایا تم عمل کرتے رہو تم میں سے ہر شخص کے لیے عمل کرنا آسان کر دیا گیا ہے‘ جو اہل سعادت ہیں ان کے لیے اہل سعادت کے اعمال آسان کر دیئے گئے ہیں اور جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے اہل شقاوت کے اعمال آسان کر دیئے گئے ہیں پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت کی:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۝ (اللیل: ۱۰-۵)

رہا وہ شخص جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور وہ (اللہ سے) ڈرا ۝ اور اس نے نیک باتوں کی تصدیق کی ۝ تو ہم اس کے لیے آسان راستے کو سہل بنا دیں گے ۝ اور رہا وہ شخص جس نے بخل کیا اور بے پرواہی کی ۝ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ۝ تو ہم اس کے لیے تنگی اور مشکل کے راستے مہیا کر دیں گے ۝

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۷‘ صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۳۶۲‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۴‘ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۶‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸‘ السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۶۷۸)

تقدیر پر وارد ہونے والے اشکالات کو دور کرنے کے لیے علامہ عینی اور دیگر علماء کی تقاریر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ازل میں انسان کا سعید یا شقی ہونا مقدر ہو چکا ہے اور انسان اس لکھی ہوئی تقدیر کے موافق ہی عمل کرتا ہے تو پھر دنیا میں نیک عمل کی تحسین اور آخرت میں اس پر اجر وثواب کیوں ہوتا ہے‘ اسی طرح دنیا میں برے کاموں کی مذمت اور آخرت میں اس پر عذاب کیوں ہوتا ہے‘ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اچھے اور برے کاموں پر انسان کی تحسین یا مذمت اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ وہ ان کاموں کا فاعل ہے بلکہ اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ ان کاموں کا محل ہے‘ اور اشاعرہ جو بندے کے کسب کے قائل ہیں ان کی بھی اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ان کاموں کا محل ہے جیسے حسین آدمی کی تعریف کی جاتی ہے کیونکہ وہ حسن کا محل ہے اور بدشکل آدمی کی مذمت کی جاتی ہے کیونکہ وہ بدصورتی کا محل ہے‘ اور رہا ثواب اور عذاب تو وہ باقی امور عادیہ کی طرح ہے‘ جس طرح ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے مس کرنے کے بعد جلانا کیوں پیدا کیا ہے اسی طرح ہمارے نزدیک یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برے کاموں پر عذاب کو کیوں مترتب فرمایا ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی حکمت سے صحابہ کے سوال کا جواب دیا ہے کہ تم تقدیر پر تکیہ کر کے عمل کو ترک نہ کرو‘ اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ عبودیت کے تقاضے سے ان پر جو کام واجب ہیں ان کو لازم رکھیں‘ اور اس الجھن میں نہ پڑیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا‘ اور عبادت کے کرنے اور عبادت کے ترک کرنے کو جنت اور دوزخ میں دخول کا مستقل سبب اور علت نہ قرار دیں بلکہ یہ قرار دیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت کرنا جنت میں دخول کی علامت ہے اور اس کی نافرمانی کرنا اور اس کی عبادت کو ترک کرنا دوزخ میں دخول کی علامت ہے۔

علامہ خطابی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ بتایا کہ اللہ کا لکھا ہوا بندے کے

marfat.com

عمل اور اس کی سعادت پر سبقت کرتا ہے تو صحابہ نے یہ قصد کیا کہ اس چیز کو عمل ترک کرنے کی دلیل بنالیں تو آپ نے ان کو یہ بتایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی' ایک چیز باطن ہے اور ایک چیز ظاہر ہے' باطن وہ چیز ہے جو حکم الٰہی میں علت موجبہ ہے' یعنی تقدیر اور دوسری چیز ظاہر ہے اور وہ حق عبودیت کا تتمہ لازمہ ہے اور یہ مطلق انجام کی علامت ہے اور یہ حقیقت کے لیے غیر مفید ہے' اور یہ بتایا کہ انسان کو جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس عمل کا کرنا انسان کے لیے آسان کر دیا گیا ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت میں اس کے انجام کی علامت ہے' اسی لیے آپ نے سورۃ اللیل کی پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی' اور اس کی مثال یہ ہے کہ انسان کے لیے رزق کو مقدر کر دیا گیا اس کے باوجود اس کو رزق کے حصول کے لیے کسب کرنے کا حکم دیا ہے' اور انسان کی مدت حیات معین اور مقدر فرما دی ہے اس کے باوجود اس کو بیمار ہونے کی صورت میں طب سے علاج کرنے کا حکم دیا ہے' تم ان دونوں چیزوں میں سے باطن کو صورت واقعیہ حقیقیہ پر پاؤ گے اور ظاہر کو سبب مخیل کی صورت پر پاؤ گے۔

علامہ ابن بطال نے کہا یہ حدیث اہل سنت کے اس عقیدہ کی دلیل ہے کہ سعادت اور شقاوت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے' اس کے برخلاف قدریہ یہ کہتے ہیں کہ شر (برے کام) اللہ کی مخلوق نہیں ہے' اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تقدیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ تمام واقعات اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے واقع ہوتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے ان پر تقدیر کا راز منکشف نہیں ہوگا' اور اس حدیث میں اہل جبر کا رد ہے' کیونکہ جو شخص مجبور ہوتا ہے وہ اس کام کو جبر اور ناگواری اور اپنی خواہش کے خلاف کرتا ہے' اور اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لیے اس کے کاموں کو سہل اور آسان بنا دیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بے شک اللہ نے میری امت کے ان کاموں کو معاف فرما دیا جن پر ان کو مجبور کیا گیا (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۵' المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۰۸۱) اور کسی کام کو آسان کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس کام کو کرے جو اس کو پسند ہو اور جس کے کرنے کو اس کا دل چاہتا ہو۔

اس میں اختلاف ہے کیا انسان کے شقی یا سعید ہونے کا دنیا میں علم ہو سکتا ہے' بعض علماء نے کہا ہاں! ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے جو شخص بغیر کسی دشواری کے آسانی سے نیک کام کرے گویا نیک کام کرنا اس کی طبیعت کا تقاضا اس کی سرشت اور اس کا مزاج ہو یہ اس کے سعید ہونے کی علامت ہے' اور جس شخص پر نیک عمل کرنا تنگ اور دشوار ہو اور گناہ کرنا اس پر آسان ہو اور اس کی طبیعت کا تقاضا ہو' یہ اس کے شقی ہونے کی علامت ہے' اور ہر عمل اس کی جزاء کی علامت ہے' اور بعض علماء نے کہا دنیا میں اس کا پتا نہیں چل سکتا' اور تحقیق یہ ہے کہ اس کا علم درجہ ظن میں ہو سکتا ہے درجہ جزم اور یقین میں نہیں ہو سکتا' اور شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اس امت کے جن صالحین کے متعلق لوگوں کی زبانوں پر ذکر خیر جاری ہے آیا ان کو قطعی طور پر جنتی کہا جائے گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں (میں کہتا ہوں کہ ان کو بھی ظنی طور پر جنتی کہا جائے گا قطعی طور پر ان کو جنتی کہنا جائز نہیں ہے)۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب سعادت اور شقاوت ازل میں واجب ہو چکی ہے اور یہ تقدیر الٰہی ہے پھر بندوں کو مکلف کرنے کا کیا فائدہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عمل کرنے کا حکم دیا ہے' پس ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کے حکم پر عمل کریں اور تقدیر کو ہم سے مخفی رکھا ہے اور اعمال کو انسان کے انجام کی علامت قرار دیا ہے پس ہم کو اس میں توقف کرنا چاہیے۔ جس شخص نے اس طریقہ سے انحراف کیا وہ گم راہ ہو گیا' کیونکہ تقدیر اللہ کے اسرار میں سے ایک سر (راز) ہے' اللہ کے سوا اس راز پر کوئی مطلع نہیں ہے' اور جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان پر یہ راز کھل جائے گا۔

marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۴۔۲۷۲ ملخصاً مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تقدیر پر وارد ہونے والے اشکال کو دور کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تقدیر پر بہت وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے اور تقدیر پر جو اشکال ہوتے تھے ان کے بہت شافی جوابات دیئے ہیں لیکن انہوں نے خلق اور کسب کے متعلق صحیح نہیں لکھا' انہوں نے لکھا ہے کہ نیک کاموں کی اس لیے تحسین کی جاتی ہے کہ بندہ ان کاموں کا محل ہے جیسے کسی انسان کے خوب صورت ہونے کی تعریف کی جاتی ہے کہ وہ حسن کا محل ہے اسی طرح بدصورت ہونے کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بدصورتی کا محل ہے' اور یہی اشاعرہ کے نزدیک کسب کا معنی ہے۔ لیکن علامہ عینی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے' کسی انسان کا حسن یا اس کی بدصورتی اس کا اختیاری فعل نہیں ہے جب کہ نیک یا برے کام اس کے اختیاری افعال ہیں' اس لیے ان کا ان پر قیاس صحیح نہیں ہے' درحقیقت کسب کا معنیٰ ہے بندہ کا ارادہ کرنا اور خلق کا معنیٰ ہے اس کام کو پیدا کرنا اور وجود عطا کرنا' بندہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کام کو پیدا فرما دیتا ہے' کسی کام کو اختیار بندہ کرتا ہے اور اس کو پیدا اللہ کرتا ہے' بندہ کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کو جزاء اور سزا اس کے اختیار کی وجہ سے ملتی ہے اللہ تعالیٰ علاّم الغیوب ہے اس کو ازل میں علم تھا کہ وہ بندہ کو کسب اور اختیار عطا فرمائے گا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان اور نیک اعمال کا ارادہ کرے گا یا اپنے اختیار سے کفر اور برے کاموں کو اختیار کرے گا' اور اس کے ارادہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اس میں ایمان اور اعمال صالحہ پیدا کرے گا یا کفر اور اعمال خبیثہ پیدا کرے گا اور وہ ان اعمال کے اعتبار سے سعید اور جنتی ہوگا یا شقی اور دوزخی ہوگا' مثلاً اس کو ازل میں علم تھا کہ حضرت ابوبکر ایمان کو اختیار کریں گے اور ابوجہل کفر کا اختیار کرے گا سو اس کو ازل میں حضرت ابوبکر کے مومن ہونے اور ابوجہل کے کافر ہونے کا علم تھا اور اسی طرح اس کو ازل میں ہر شخص کے مومن یا کافر ہونے اور جنتی یا دوزخی ہونے کا علم تھا اور اسی علم کا نام تقدیر ہے' اور اس کا یہ علم مخلوق کے اختیار کردہ اعمال کے مطابق ہے' مخلوق کے اعمال اس کے علم کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے' معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کو لوح محفوظ میں لکھ دیا سو یہی تقدیر ہے قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ (القمر: ۵۲) ہر وہ کام جس کو لوگوں نے کیا ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

یعنی جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ لوگوں نے نہیں کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' سو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ان کے عمل کے تابع ہے ان کا عمل لکھے ہوئے کے تابع نہیں ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا' اور اس تفصیل کو جان لینے کے بعد یہ اشکال نہیں ہوگا کہ جب اللہ نے پہلے ہی ہمارا جنتی یا دوزخی ہونا لکھ دیا ہے تو ہم نیک عمل کیوں کریں' یا پھر ہمیں اعمال کا مکلف کیوں کیا ہے' یا جب پہلے ہی کسی کے متعلق لکھ دیا ہے کہ وہ کفر کرے گا تو پھر کفر کرنے میں اس کا کیا قصور ہے' اس لیے اللہ نے ازل سے وہی لکھا ہے جس کو ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا اس کا علم ہمارے کاموں کے تابع ہے ہمارے کام اس کے علم کے تابع نہیں ہیں' ہمیں کیا معلوم کہ اس کا علم کیا ہے اور کیا نہیں ہے' اور اب امید ہے تقدیر پر اشکال بالکلیہ دور ہو جائے گا۔ والحمد للہ رب العلمین۔

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ

اس مسئلہ کی مزید وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ میں ان کے رب کے سامنے مباحثہ ہوا' پس حضرت آدم' حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے' حضرت موسیٰ نے کہا آپ وہ آدم ہیں کہ آپ

marfat.com

کو آپ کے رب نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' اور آپ کے لیے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی خطا کے سبب لوگوں کو جنت سے زمین کی طرف اتارا' پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی اور آپ کو تورات کی وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور آپ کو قریب کر کے سرگوشی کی' آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے تورات کو لکھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے' حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے اس میں یہ آیت پڑھی ہے:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى. (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ (جنت کی رہائش سے) بے راہ ہوگئے۔

حضرت موسیٰ نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

(صحیح مسلم القدر: ۱۵' رقم الحدیث: ۲۶۵۲' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۵_۶۶۱۴_۴۷۳۸_۴۷۳۶_۳۴۰۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۰' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۱۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸)

آیا تقدیر میں لکھا ہوا ہونا ارتکاب معصیت پر ملامت کے سقوط کا سبب ہے یا نہیں!

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملامت کو اٹھانے اور ان کے اعتراض کا مسکت جواب دینے میں ان پر غالب آ گئے' کیونکہ آدمیوں میں سے کسی کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں ہے' اور جس کام میں ان کا مباحثہ ہوا تھا اس میں وہ دونوں برابر ہیں' کیونکہ تقدیر کو ساقط کرنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے' اور نہ اس کے سبب کو باطل کرنے پر قادر ہے ورنہ وہ میانہ روی سے نکل کر قدریہ یا جبریہ کے مذہب میں چلا جائے گا' حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کی کمی کو ظاہر فرمایا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام سے سرفراز فرمایا تو آپ کے لیے یہ کیسے جائز ہے کہ آپ مجھے تقدیر کے لکھے ہوئے پر ملامت کریں جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا' اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کے اعتراض کو ان پر ہی لوٹا دیا' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہی حضرت آدم پر اعتراض کر کے بحث کی ابتداء کی تھی۔

علامہ نووی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کے قول کا معنی یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا شجر ممنوع سے کھانا مقدر ہو چکا تھا' سو آپ مجھ کو اس پر ملامت نہ کریں' کیونکہ یہ ملامت شرعی ہے عقلی نہیں ہے' اور جب کوئی شخص اپنی خطاء پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے' اور جب اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے تو پھر کسی کو اس پر ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے' اور جو ملامت کرے گا تو شرعاً اس کی ملامت جائز نہیں ہوگی' پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص معصیت کر کے یہ کہے کہ اس کا یہ معصیت کرنا اللہ کی تقدیر میں تھا تو اس شخص سے تو ملامت ساقط نہیں ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابھی دار التکلیف میں باقی ہے اور اس پر مکلفین کے احکام جاری ہیں' اور اس کو ملامت کرنا صحیح ہے کیونکہ اس ملامت سے مقصود اس کو اور دوسروں کو معصیت کے کاموں سے باز رکھنا ہے' اور حضرت آدم علیہ السلام دار التکلیف سے جا چکے تھے اور

اب ان کو ملامت کرنے سے سوا ان کو شرمندہ کرنے کے اور کوئی حاصل نہیں تھا۔

علامہ تورپشتی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطا کو میرے لیے مقدر کر دیا تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو میرے لیے لازم اور واجب کر دیا تھا اور میرے لیے اس درخت سے کھانے یا نہ کھانے کا اختیار باقی نہیں رہا تھا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں میرے اس فعل کو لکھ دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا' اور چونکہ اللہ کے علم ازلی میں یہ ثابت تھا کہ میں نے یہ کام کرنا ہے اور اپنے اختیار اور کسب سے اس کام کو کرنا ہے تو اللہ کے علم کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا' آپ اللہ کے علم ازلی کی طرف توجہ نہیں کر رہے اور صرف میرے کسب اور قصد کو دیکھ رہے ہیں اور اصل تقدیر کو فراموش کر رہے ہیں حالانکہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اپنے خاص بندوں میں منتخب فرما لیا ہے جو پردے کی اوٹ سے اللہ تعالیٰ کے اسرار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (فرشتوں نے کہا) اور ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے O اور بے شک ہم صف بستہ ہیں O اور بے شک ہم ضرور تسبیح کرنے والے ہیں O (الصّٰفّٰت: ۱۶۶-۱۶۴)

فرشتوں کا صفیں باندھ کر عبادت کرنا

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ فرشتوں کا قول ہے' انہوں نے کہا ہم صف بستہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' وہ قیام کرتے ہیں' رکوع اور سجود کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں' اور اس سے ان مشرکین کا رد کرنا مقصود ہے جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتے تو وہ بھی خدا ہوتے کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرتے حالانکہ وہ صف باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' فرشتوں کی عبادت کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور ان چیزوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے' آسمان چر چرا رہا ہے اور اس پر حق ہے کہ وہ چر چرائے' آسمان میں ہر چار انگشت کی جگہ پر ایک فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں جھکائے ہوئے ہیں' اللہ کی قسم اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور تم زیادہ روؤ' اور تم بستروں پر عورتوں کے ساتھ لذت حاصل نہ کرو اور تم جنگلوں میں اللہ کی طرف فریاد کرتے ہوئے نکل جاؤ' حضرت ابوذر نے کہا کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۳' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۰' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۳۶)

نیز اس آیت میں فرشتوں کے صف بستہ کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور فرشتوں کے صف بنانے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں' نماز سکون سے پڑھا کرو' پھر آپ تشریف لائے تو آپ نے ہمیں مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو متفرق طور پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں' پھر آپ تشریف لائے تو فرمایا: تم اس طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے صفیں باندھتے ہیں' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف باندھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ پہلی صف باندھتے ہیں اس کے بعد اس سے متصل دوسری صف باندھتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۱۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۸۴)

marfat.com

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اور ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے' جیسے ہم نے بتایا جمہور کے نزدیک یہ فرشتوں کا قول ہے' اور بعض مفسرین نے کہا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کا ہے' جو انہوں نے مشرکین سے کہا تھا یعنی ہم میں سے ہر ایک کا اور تمہارا آخرت میں مقام معلوم ہے اور وہ مقام حساب ہے' اور بعض نے کہا ہم میں سے بعض کا مقام خوف ہے اور بعض کا مقام رجاء ہے اور ہم میں سے بعض کا مقام اخلاص ہے اور بعض کا مقام شکر ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے ایمان کے درجات اور اس کے اعمال صالحہ کے اعتبار سے مختلف درجات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک وہ لوگ (مشرکین) کہا کرتے تھے ○ اور اگر ہمارے پاس پہلوں کی کوئی نصیحت ہوتی ○ تو ہم ضرور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ○ پس انہوں نے اللہ کا کفر کیا سو وہ عنقریب جان لیں گے ○ (الصّٰفّٰت: ۱۷۰۔۱۶۷)

کفار مکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نبی احکام شرعیہ دے کر بھیجا جاتا تو ہم اس کی پیروی کرتے' یعنی جس طرح پہلی قوموں کے پاس رسول آئے تھے اگر ہمارے پاس بھی اس طرح رسول آتے تو ہم ان کی اخلاص کے ساتھ اتباع کرتے' پھر جب ان کے پاس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت اور احکام شرعیہ لے کر آئے تو انہوں نے آپ کا انکار کیا' اور ان کو عنقریب پتا چل جائے گا کہ ان کو ان کے کفر اور انکار کی کیسی سزا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں ○ کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی ○ اور بے شک ہمارا ہی لشکر ضرور غالب ہوگا ○ سو آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے ○ اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے ○ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں ○ پس وہ عذاب جب ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ان لوگوں کی کیسی بری صبح ہوگی جن کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا ○ اور آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے ○ اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے ○ (الصّٰفّٰت: ۱۷۹۔۱۷۱)

رسولوں کے غلبہ سے مراد ان کا دلائل کے اعتبار سے غلبہ ہے

الصّٰفّٰت: ۱۷۱ میں ہے: اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں' یعنی ہم ان کو یہ بتا چکے ہیں کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ○ (المجادلہ: ۲۱)
اللہ لکھ چکا ہے' بے شک میں اور میرے سب رسول ضرور غالب ہوں گے' بے شک اللہ بہت قوی اور بے حد غالب ہے۔

اور اس آیت میں غلبہ سے مراد عام ہے خواہ وہ مادی غلبہ ہو یا معنوی غلبہ ہو' مادی غلبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا عروج اور اقتدار ہو جیسا کہ ایک زمانہ میں تین براعظموں افریقہ' ایشیا اور یورپ کے علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت تھی' اور معنوی غلبہ یہ ہے کہ دلائل اور براہین کے اعتبار سے مسلمانوں کا غلبہ ہو خواہ وقتی طور پر مسلمان اسلحہ کی کمی اور مادی قوت کے نہ ہونے کی وجہ سے شکست کھا جائیں لیکن ان کے دین اور ان کے معتقدات اپنے دلائل کی قوت سے تمام ادیان پر غالب ہیں' اس لیے اب اس آیت پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ بعض انبیاء کو شہید کر دیا گیا اور بعض مواقع پر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو پھر رسولوں کو اور مسلمانوں کو غلبہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دلائل کے اعتبار سے اس وقت اللہ کے رسول اور مسلمان ہی غالب تھے۔

الصّٰفّٰت: ۱۷۵۔۱۷۴ میں ہے: سو آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے ○ اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ

marfat.com

بھی عنقریب دیکھ لیں گے O

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ایک وقت معین تک ان سے درگزر کرتے رہیے اور ان سے قتال نہ کیجئے اور ہماری مدد کے وعدہ پر بھروسا رکھیے' جب ان کو اپنی زیادتیوں اور اپنے کفر و شرک پر ندامت ہوگی اور آپ پر ایمان لانے کی حسرت ہوگی' وہ وقت معین بعض مفسرین کے مطابق یوم بدر ہے اور بعض کے مطابق فتح مکہ ہے اور بعض نے کہا اس سے یوم قیامت مراد ہے۔

اور آپ دیکھتے رہیے کہ ان کافروں کو بعض غزوات میں قتل کیا جائے گا اور ان کو قید کیا جائے گا اور میدان جنگ میں ان کا چھوڑا ہوا متاع اور اسلحہ بہ طور مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگا' اور وہ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ آپ کی کیسی عظیم نصرت کرتا ہے اور آپ کی تائید فرماتا ہے اور آخرت میں بھی وہ آپ کی عزت' سرخ روئی اور اللہ کے نزدیک آپ کی وجاہت کا مشاہدہ کریں گے۔

الصّٰفّٰت: ۱۷۷-۱۷۶ میں ہے: کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں! O پس وہ عذاب جب ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ان لوگوں کی کیسی بری صبح ہوگی جن کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو عذاب سے ڈراتے تھے اور ان کو اپنے سامنے کوئی عذاب آتا دکھائی نہیں دیتا تھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آپ جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے ہیں وہ اب تک آیا کیوں نہیں؟ اور ان کا یہ مذاق اڑانا ان کی جہالت کی وجہ سے تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے وہ کام اس وقت سے پہلے ہوسکتا ہے اور نہ اس وقت سے موخر ہوسکتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عذاب کو وہ جلد طلب کر رہے ہیں جب وہ عذاب ان کے صحن میں نازل ہوگا تو وہ ان کی نہایت بری صبح ہوگی' اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور دنیا میں کفار کی مادی شکست اور ان کی ذلت اور رسوائی کا عذاب بھی ہوسکتا ہے' اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے اور جب آپ کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے اس پر حملہ نہیں کرتے تھے' جب صبح ہوئی تو یہود اپنے کدال اور اپنی ٹوکریاں لے کر نکلے' جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا محمد' اللہ کی قسم محمد (آ گئے ہیں) اور وہ لشکر کے ساتھ ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر تباہ اور برباد ہوگیا' ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو اس قوم کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے جن کو عذاب سے ڈرایا جا چکا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۹۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۶۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۴۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۱۷۱' عالم الکتب بیروت' جامع المسانید والسنن ج ۲۳ ص ۱۶۰' رقم الحدیث: ۲۵۷۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

الصّٰفّٰت: ۱۷۹-۱۷۸ میں ہے: اور آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے O

ان دونوں آیتوں کو کفار کو ڈرانے میں مبالغہ کرنے کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی آیت میں ان کو دنیاوی عذاب سے ڈرایا ہو اور اس آیت میں ان کو اخروی عذاب سے ڈرایا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں O اور رسولوں پر سلام ہو O اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O (الصّٰفّٰت: ۱۸۲-۱۸۰)

marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے اور رسولوں پر سلام بھیجنے میں مناسبت

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت کو ان تین آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو تمام اہم مطالب کی جامع ہیں' کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ جو معرفت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور نقائص سے بری اور پاک ہے اس پر لفظ سبحان ربک دلالت کرتا ہے اور یہ کہ تمام محاسن اور تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اس پر رب العزت دلالت کرتا ہے۔

تمام مخلوق ناقص ہے اور ناقص کو کسی مکمل کی احتیاج ہوتی ہے جو اس کو حصول کمال کی طرف رہ نمائی کرے اور اس کو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی ہدایت دے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام ہیں اس لیے جو ناقص ہیں ان پر کامل کی اتباع واجب ہوتی ہے اس لیے مخلوق پر واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں اور ان کی اتباع کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں' سو اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیس اور اپنی حمد وثنا کے بعد اپنے رسولوں پر سلام بھیجا اور اس میں ہم کو بھی یہ ہدایت دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد رسولوں کو سلام بھیجا کریں' اور آخر میں الحمد للہ رب العلمین فرمایا' کیونکہ حمد کا استحقاق کسی عظیم انعام کی وجہ سے ہوتا ہے' سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ منعم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ تمام العلمین سے غنی ہے' کیونکہ انعام وہی کرتا ہے جو غنی ہو اور غنی کی شان یہ ہے کہ وہ ناداروں اور مسکینوں پر فضل اور احسان کرتا ہے' ضرورت مندوں پر اور اپنے قصور پر معافی چاہنے والوں پر رحم اور کرم فرماتا ہے ان کو معاف کر دیتا ہے' بخشتا ہے اور نوازتا ہے' سو اس میں تنبیہ فرمائی ہے کہ لوگو! اس سے اپنی خطاؤں پر معافی چاہو اپنی حاجات کو اس سے طلب کرو' اور اس سورت کے آخر میں اس آیت کو ذکر کر کے یہ اشارہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرو کہ تمہارا آخر اور تمہارا خاتمہ بھی اللہ تعالیٰ کی حمد پر ہو۔

ان تین آیات کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر سلام بھیجو کیونکہ میں بھی تمام رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے سے پہلے یہ تین آیتیں پڑھا کرتے تھے: **سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ○ وسلام علی المرسلین ○ والحمد للہ رب العلمین ○**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن بڑے آلہ پیمائش میں کیا جائے اسے چاہیے کہ وہ اپنی گفتگو کے آخر میں یہ تین آیتیں پڑھا کرے: **سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ○ وسلام علی المرسلین ○ والحمد للہ رب العلمین ○**

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۷۴' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۳۴' جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۳۹۔۱۳۸' النکت والعیون ج ۵ ص ۷۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۲۸۔۱۲۷' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۔۲۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۲۳۔۱۲۲' روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۳۳)

اختتامی کلمات

الحمد للہ رب العلمین آج ۶ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ/ ۹ مئی ۲۰۰۳ء بعد نماز جمعہ سورۃ الصّٰفّٰت کی تفسیر ختم ہو گئی' اس سورت کی تفسیر ۲۴ محرم ۱۴۲۴ھ/ ۲۸ مارچ ۲۰۰۳ء کو شروع کی تھی۔ اس طرح ایک ماہ اور تیرہ دنوں میں سورۃ الصّٰفّٰت کی تفسیر مکمل

marfat.com

ہوگئی۔

اس کے ساتھ ہی تبیان القرآن کی نویں جلد بھی مکمل ہوگئی' ۲۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس جلد کی ابتداء کی تھی اور آج ۹ مئی ۲۰۰۳ء کو یہ جلد مکمل ہوگئی اس طرح تقریباً دس ماہ ۱۷ دن میں نویں جلد کی تکمیل ہوگئی' فالحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً۔

میں دس رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ/۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوا تھا' قمری تقویم کے اعتبار سے میری عمر ۶۸ سال ہو چکی ہے اور شمسی تقویم کے اعتبار سے میری عمر ۶۶ سال ہو چکی ہے' اور یہ سن انحطاط ہے' اس سال دوران تصنیف میں کافی بیمار رہا ہوں' شوگر' بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کے مسلسل پرہیز کی وجہ سے وزن کافی کم ہوگیا ہے' کچھ عمر کا تقاضا اور کچھ پرہیز کی بناء پر غذا کے کم استعمال کی وجہ سے بہت زیادہ ضعف رہتا ہے' میں شہر کی دینی اور سماجی تقریبات میں شرکت نہیں کرتا پچھلے پانچ' چھ سال سے میں نے جمعہ کا خطاب بھی چھوڑ دیا ہے' کمر میں شدید درد رہتا ہے' اور جسمانی تھکاوٹ بہت جلد ہو جاتی ہے اور اب پہلی رفتار سے لکھنے کا کام نہیں ہو پاتا' بہرحال جب تک جسمانی اعضاء ساتھ دیتے رہیں گے' میں ان شاء اللہ اس کام کو کرتا رہوں گا' ہو سکتا ہے کہ قارئین کرام تک دسویں جلد اس معروف وقفہ کی بہ نسبت تاخیر سے پہنچے۔ بہرحال قارئین کرام سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے رب کریم جس طرح آپ نے الصّٰفّٰت تک تفسیر مکمل کرادی ہے باقی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے موجب طمانیت اور استقامت اور مخالفین کے لیے سبب رشد و ہدایت بنادیں' اور محض اپنے فضل کو مصنف کے لیے ذریعہ نجات بنادیں' اے مولائے رحیم! مجھے' میرے اساتذہ کو' میرے والدین کو' میرے اقرباء' احباب' میرے تلامذہ' اس کتاب کے ناشر' مصحح' کمپوزر' جلد ساز' جملہ معاونین' اس کتاب کے قارئین اور تمام مسلمین کو دنیا اور آخرت کے مصائب اور آلام سے اور آخرت کے عذاب اور عتاب سے محفوظ اور مامون رکھ' اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت کو مقدر فرمادے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد قائد المرسلین امام المتقین شفیع المذنبین وعلی اصحابہ الراشدین والہ الطاھرین وازواجہ المطھرات امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسائر امتہ اجمعین۔

marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۴ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۴- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۵- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com

۲۱- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ ' سنن دارمی ' مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۷ھ ' دارالمعرفۃ بیروت ' ۱۴۲۰ھ
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ' متوفی ۲۵۶ھ ' صحیح بخاری ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۲ھ دارارقم بیروت
۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ' متوفی ۲۵۶ھ ' خلق افعال العباد ' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ' ۱۴۱۱ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ' متوفی ۲۵۶ھ ' الادب المفرد ' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ' ۱۴۱۲ھ
۲۵- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری ' متوفی ۲۶۱ھ ' صحیح مسلم ' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ ' ۱۴۱۷ھ
۲۶- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ' متوفی ۲۷۳ھ ' سنن ابن ماجہ ' مطبوعہ دارالفکر بیروت ' ۱۴۱۵ھ ' دارالجیل بیروت ' ۱۴۱۸ھ
۲۷- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ' متوفی ۲۷۵ھ ' سنن ابوداؤد ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۴ھ
۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ' متوفی ۲۷۵ھ ' مراسیل ابوداؤد ' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب ' کراچی
۲۹- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ' سنن ترمذی ' مطبوعہ دارالفکر بیروت ' ۱۴۱۴ھ ' دارالجیل بیروت ' ۱۹۹۸ء
۳۰- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ' شمائل محمدیہ ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ ' مکہ مکرمہ ' ۱۴۱۵ھ
۳۱- امام علی بن عمر دارقطنی ' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی ' مطبوعہ نشر السنہ ملتان ' دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۷ھ
۳۲- امام ابن ابی عاصم ' متوفی ۲۸۷ھ ' الاحاد والمثانی ' مطبوعہ دارالرایہ ' ریاض ' ۱۴۱۱ھ
۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار ' متوفی ۲۹۲ھ ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار ' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن ' بیروت
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ ' سنن نسائی ' مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ' ۱۴۱۲ھ
۳۵- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ ' عمل الیوم واللیلۃ ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ' ۱۴۰۸ھ
۳۶- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ ' سنن کبریٰ ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۱ھ
۳۷- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی ' متوفی ۳۰۷ھ ' مسند الصحابہ ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی ' المتوفی ۳۰۷ھ ' مسند ابویعلیٰ موصلی ' مطبوعہ دارالمامون التراث بیروت ' ۱۴۰۴ھ
۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری ' متوفی ۳۰۷ھ ' المنتقیٰ ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۷ھ
۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ' ۱۳۹۵ھ
۴۱- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی ' متوفی ۳۱۲ھ ' مسند عمر بن عبدالعزیز
۴۲- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق ' متوفی ۳۱۶ھ ' مسند ابوعوانہ ' مطبوعہ دارالباز ' مکہ مکرمہ
۴۳- امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی ' المتوفی ۳۲۰ھ ' نوادر الاصول ' مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ ' ۱۴۰۸ھ
۴۴- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی ' متوفی ۳۲۱ھ ' شرح مشکل الآثار ' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ' ۱۴۱۵ھ
۴۵- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ' متوفی ۳۲۱ھ ' تحفۃ الاخیار ' مطبوعہ داربلنسیہ ریاض ۱۴۲۰ھ
۴۶- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی ' متوفی ۳۲۱ھ ' شرح معانی الآثار ' مطبوعہ مطبع مجتبائی ' پاکستان لاہور ' ۱۴۰۴ھ
۴۷- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ ' کتاب الضعفاء الکبیر ' دارالکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۱۸ھ
۴۸- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی ' متوفی ۳۲۷ھ ' مکارم الاخلاق ' مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر ' ۱۴۱۱ھ
۴۹- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی ' متوفی ۳۵۴ھ ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ' ۱۴۰۷ھ

marfat.com

۵۰- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ۳۶۰ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام' ریاض' ۱۴۱۳ھ

۵۱- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ

۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۳- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' مسند الشامیین' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۹ھ

۵۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' کتاب الدعاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ

۵۶- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی' متوفی ۳۶۴ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ

۵۷- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۸- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۹- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۶۰- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبہ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۶۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۶۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت

۶۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ

۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ

۷۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع شعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۳ھ

۷۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۲- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۳- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت'

marfat.com

۱۴۰۶ھ
۷۴- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۷۵- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
۷۶- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ
۷۷- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ جامع الاصول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۷۸- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ الاحادیث المختارۃ، مطبوعہ مکتب النہضۃ الحدیثیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
۷۹- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۸۰- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ التذکرۃ فی امور الآخرہ، مطبوعہ دار البخاری، مدینہ منورہ
۸۱- حافظ شرف الدین عبد المومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ المتجر الرابح، مطبوعہ دار خضر بیروت، ۱۴۱۹ھ
۸۲- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم بیروت
۸۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۸۴- حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ جامع المسانید والسنن، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ
۸۵- امام محمد بن عبد اللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ اللآلی المنثورۃ، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۸۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
۸۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۸۸- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ موارد الظمآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۹- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۹۰- امام محمد بن محمد جزری، متوفی ۸۳۳ھ حصن حصین، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ
۹۱- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۹۲- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ الجواہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
۹۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۵- امام عبد الرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ کنوز الحقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۶- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰ھ
۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ مسند فاطمۃ الزہراء
۹۸- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ

٩٩- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، البدور السافرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٦ھ، دار ابن حزم بیروت، ١٤١٤ھ

١٠٠- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ

١٠١- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٠٥ھ

١٠٢- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ٩١١ھ، الدرر المنتثرہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ١٤١٥ھ

١٠٣- علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ٩٧٣ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ، مصر، ١٣٠٣ھ، دار الفکر بیروت، ١٤٠٨ھ

١٠٤- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ٩٧٥ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

١٠٥- علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء، متوفی ١٣٧٨ھ، الفتح الربانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب تفاسیر

١٠٦- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، متوفی ٦٨ھ، تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران

١٠٧- امام حسن بن عبداللہ البصری، المتوفی ١١٠ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، ١٤١٣ھ

١٠٨- امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ٢٠٤ھ، احکام القرآن، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت، ١٤١٠ھ

١٠٩- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء، متوفی ٢٠٧ھ، معانی القرآن، مطبوعہ بیروت

١١٠- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ٢١١ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

١١١- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ٣٠٧ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دار الکتاب ایران، ١٤٠٦ھ

١١٢- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ٣١٠ھ، جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ١٤٠٩ھ، دار الفکر بیروت

١١٣- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ٣١١ھ، اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران، ١٤٠٦ھ

١١٤- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ٣٢٧ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ

١١٥- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ٣٧٠ھ، احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ١٤٠٠ھ

١١٦- علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ٣٧٥ھ، تفسیر سمرقندی، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٣ھ

١١٧- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ٣٨٥ھ، التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

١١٨- امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی، متوفی ٤٢٧ھ، تفسیر الثعلبی دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢٢ھ

١١٩- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ٤٣٧ھ، مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور ایران، ١٤١٢ھ

١٢٠- علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی، متوفی ٤٥٠ھ، النکت والعیون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

١٢١- علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ٤٦٥ھ، تفسیر القشیری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ

١٢٢- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ٤٦٨ھ، الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٥ھ

١٢٣- امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی، المتوفی ٤٦٨ھ، اسباب نزول القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

marfat.com

۱۲۴- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی التوفی ۴۸۹ھ تفسیر القرآن مطبوعہ دار الوطن ریاض ۱۴۱۸ھ
۱۲۵- علامہ عماد الدین طبری الکیا الہراسی متوفی ۵۰۴ھ احکام القرآن دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۲۶- امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی التوفی ۵۱۶ھ معالم التنزیل مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۲۷- علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ الکشاف مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۲۸- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۲۹- علامہ ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ المحرر الوجیز مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۳۰- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ مجمع البیان مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶ھ
۱۳۱- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ زاد المسیر مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۳۲- خواجہ عبد اللہ انصاری من علماء القرن السادس کشف الاسرار و عدۃ الابرار مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۳۳- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۳۴- شیخ ابو محمد روز بہان بن ابو النصر البقلی شیرازی متوفی ۶۰۶ھ عرائس البیان فی حقائق القرآن مطبع منشی نو الکشور لکھنو
۱۳۵- علامہ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ تفسیر القرآن الکریم مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۹۷۸ء
۱۳۶- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۳۷- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
۱۳۸- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۱۳۹- علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ لباب التاویل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
۱۴۰- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ۷۲۸ھ تفسیر نیشاپوری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۴۱- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ التفسیر الکبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۹ھ
۱۴۲- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ بدائع التفسیر مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۴۳- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ البحر المحیط مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ
۱۴۴- علامہ ابو العباس بن یوسف السمین الشافعی متوفی ۷۵۶ھ الدر المصون مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۴۵- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ تفسیر القرآن مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ
۱۴۶- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی متوفی ۸۶۰ھ حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۴۷- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ تفسیر الثعالبی مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۴۸- علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی التوفی ۸۸۵ھ نظم الدرر مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی قاہرہ ۱۴۱۳ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۴۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدر المنثور مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران دار احیاء التراث العربی بیروت

marfat.com

۱۴۲۱ھ
۱۵۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' جلالین' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' لباب النقول فی اسباب النزول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۲- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی' متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- شیخ فتح اللہ کاشانی' متوفی ۹۷۷ھ' منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسروایران
۱۵۴- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ' تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۵- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ' عنایۃ القاضی' مطبوعہ دارصادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۶- علامہ احمد جیون جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی
۱۵۷- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۵۸- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل' متوفی ۱۲۰۴ھ' الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبع البہیۃ' مصر ۱۳۰۳ھ
۱۵۹- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' تفسیر صاوی' مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ' مصر' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶۰- قاضی ثناء اللہ پانی پتی' متوفی ۱۲۲۵ھ' تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۶۱- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' متوفی ۱۲۳۹ھ' تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۶۲- شیخ محمد بن علی شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' دارالوفا بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۳- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۶۴- نواب صدیق حسن خان بھوپالی' متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۰۱ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۲ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۶۵- علامہ محمد جمال الدین قاسمی' متوفی ۱۳۳۲ھ' تفسیر القاسمی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ
۱۶۶- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۶۷- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ ریاض
۱۶۸- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
۱۶۹- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۷۰- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۷۱- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس
۱۷۲- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ
۱۷۳- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات

marfat.com

۱۷۴- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ معارف القرآن مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۹۷ھ
۱۷۵- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ تفہیم القرآن مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۷۶- علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ التبیان مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان
۱۷۷- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی اضواء البیان مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۷۸- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی تفسیر المراغی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۷۹- آیت اللہ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران ۱۳۶۹ھ
۱۸۰- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۸۱- شیخ امین احسن اصلاحی تدبر قرآن مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۸۲- علامہ محمود صافی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ مطبوعہ انتشارات زرین ایران۔
۱۸۳- استاذ محی الدین درویش اعراب القرآن وبیانہ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۸۴- ڈاکٹر وھبہ زحیلی تفسیر منیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ
۱۸۵- سعیدی حوی الاساس فی التفسیر مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۸۶- علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ البرہان فی علوم القرآن مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۸۷- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الاتقان فی علوم القرآن مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۸۸- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی مناہل العرفان مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
۱۹۰- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ
۱۹۱- حافظ ابوعمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۹۲- علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ المنتقی مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ
۱۹۳- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ عارضۃ الاحوذی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۹۴- قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ القبس فی شرح موطا ابن انس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۹۵- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم مطبوعہ دار الوفا بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۹۶- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

marfat.com

۱۹۷- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ
۱۹۸- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفھم' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۹۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ
۲۰۰- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۲۰۱- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی ریاض' ۱۴۱۷ھ
۲۰۲- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۰۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۰۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت
۲۰۵- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۲۰۶- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۲۰۷- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۰۸- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ
۲۰۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۱۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ
۲۱۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۲- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۲۱۳- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۱۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۱۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۱۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۱۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۲۱۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۱۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۲۲۰- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ

marfat.com

۲۲۱- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۲۲۲- شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۲۲۳- شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۲۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی، متوفی ۱۳۹۴ھ، التعلیق الصبیح، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور
۲۲۵- مولانا محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۱ھ نزہۃ القاری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۲۱ھ

کتب اسماء الرجال

۲۲۶- امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۲ھ
۲۲۷- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۲۸- علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناھیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ
۲۲۹- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۳۰- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۲۳۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۳- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۲۳۵- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۳۶- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ
۲۳۷- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ
۲۳۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۳۹- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۴۰- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، الفوائد المجموعہ، مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
۲۴۱- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ، اسنی المطالب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۴۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران، ۱۴۱۴ھ
۲۴۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ
۲۴۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
۲۴۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

marfat.com

۲۴۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۴۷- علامہ محمد بن ابو بکر بن عبد الغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ مختار الصحاح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۲۴۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ قم ایران
۲۵۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ القاموس المحیط مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۵۱- علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ مجمع بحار الانوار مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ ۱۴۱۵ھ
۲۵۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر
۲۵۳- لوئیس معلوف الیسوعی المنجد مطبوعہ المطبعہ الکاثولیکہ بیروت ۱۹۲۷ء
۲۵۴- شیخ غلام احمد پرویز متوفی ۱۴۰۵ھ لغات القرآن مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۲۵۵- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری قائد اللغات مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۲۵۶- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری دستور العلماء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ سیرت و فضائل

۲۵۷- امام محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ کتاب السیر والمغازی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۲۵۸- امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ السیرۃ النبویہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۲۵۹- امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۶۰- علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ اعلام النبوت دار احیاء العلوم بیروت ۱۴۰۸ھ
۲۶۱- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ دار القلم بیروت
۲۶۲- حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۶۳- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۲۶۴- علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۶۵- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۶۶- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۶۷- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاریخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۶۸- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۶۹- علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام مطبوعہ کراچی
۲۷۰- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ

marfat.com

۲۷۱- حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۷۲- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ' تاریخ ابن خلدون' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۷۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۷۴- علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ

۲۷۵- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۲۷۶- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۷۷- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ

۲۷۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۲۷۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' مدارج النبوت' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۲۸۱- علامہ محمد عبدالباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ

۲۸۲- علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی' متوفی ۱۳۰۴ھ' السیرۃ النبویۃ' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ

۲۸۳- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۸۴- علامہ احمد بن علی الجصاص الرازی' متوفی ۳۷۰ھ' مختصر اختلاف العلماء' دارالبشائر الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۲۸۵- علامہ ظہیر الدین بن ابی حنیفہ الولوالجی' متوفی ۵۴۰ھ' الفتاویٰ الولوالجیہ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ

۲۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۲۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ

۲۸۸- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری' متوفی ۵۴۲ھ' خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ

۲۸۹- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۹۰- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

۲۹۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین وآخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

۲۹۲- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ - ایم سعید کمپنی کراچی' ۱۴۲۱ھ

۲۹۳- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

۲۹۴- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ۷۸۶ھ' فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ

۲۹۵- علامہ ابوبکر بن علی حداد' متوفی ۸۰۰ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۹۶- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ۸۲۷ھ' فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

marfat.com

۲۹۷- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ
۲۹۸- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' شرح العینی' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۲۹۹- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۳۰۰- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۰۱- علامہ معین الدین الھروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۳۰۲- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۳۰۳- علامہ محمد خراسانی' متوفی ۹۶۲ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ۱۲۹۱ھ
۳۰۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۰۵- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ' حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ
۳۰۶- علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ۹۸۵ھ' فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ
۳۰۷- امام سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ' النہر الفائق' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۰۸- علامہ حسن بن عمار بن علی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ امداد الفتاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' موسسۃ التاریخ العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۳۰۹- علامہ عبد الرحمٰن بن محمد' متوفی ۱۰۷۸ھ' مجمع الانہر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۱۰- علامہ خیر الدین رملی' متوفی ۱۰۸۱ھ' فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۱۱- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۱۲- علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ۱۰۹۸ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ
۳۱۳- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۱۴- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۱۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۱۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی کوئٹہ
۳۱۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ
۳۱۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ
۳۱۹- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' جد الممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۳۲۰- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۳۲۱- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۳۲۲- علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۷۶ھ' بہار شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۳۲۳- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ' اعلاء السنن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۲۴- علامہ نور اللہ نعیمی' متوفی ۱۴۰۳ھ' فتاویٰ نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور' ۱۹۸۳ء

marfat.com

کتب فقہ شافعی

۳۲۵- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ
۳۲۶- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۲۷- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ
۳۲۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ
۳۲۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
۳۳۰- علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۳۳۱- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ، نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۳۲- علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملی، متوفی ۱۰۸۷ھ، حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۳۳۳- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۳۴- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۳۵- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی، متوفی ۷۶۷ھ، مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۳۶- علامہ ابوعبداللہ محمد بن لحطاب المغربی، التوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل، مطبوعہ مکتبہ النجاح، لیبیا
۳۳۷- علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی التوفی ۱۱۰۱ھ، الخرشی علی مختصر خلیل، مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۳۸- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۳۹- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۴۰- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۴۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۴۲- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۴۳- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۴۴- علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۴۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

marfat.com

٣٤٦- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
٣٤٧- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ٣٢٩ھ الاصول من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
٣٤٨- شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ٣٢٩ھ الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
٣٤٩- شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس، الاحتجاج، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ١٤٠٣ھ
٣٥٠- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، المتوفی ٦٧٩ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
٣٥١- شیخ فاضل مقداد متوفی ٨٢٦ھ، کنز العرفان، مطبوعہ مکتب نوید اسلام - قم ١٤٢٢ھ
٣٥٢- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ١١١٠ھ، حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ١٣٤٧ھ
٣٥٣- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ١١١٠ھ، حیات القلوب، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
٣٥٤- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ١١١٠ھ، جلاء العیون، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

٣٥٥- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ٥٠٥ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ١٤٠٥ھ
٣٥٦- علامہ ابو البرکات عبد الرحمن بن محمد الانباری، المتوفی ٥٧٧ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت، ١٤٠٩ھ
٣٥٧- شیخ احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، متوفی ٧٢٨ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دار السلام ریاض، ١٤١٤ھ
٣٥٨- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ٧٩١ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
٣٥٩- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ٧٩١ھ، شرح المقاصد، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
٣٦٠- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ٨١٦ھ، شرح المواقف، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
٣٦١- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ٨٦١ھ، مسائرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
٣٦٢- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی، المتوفی ٩٠٦ھ، مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر
٣٦٣- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ، شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ١٣٧٥ھ
٣٦٤- علامہ محمد بن احمد السفارینی، المتوفی ١١٨٨ھ، لوامع الانوار البہیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ١٤١١ھ
٣٦٥- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ١٣٦٧ھ، کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

٣٦٦- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی ٦٠٦ھ، المحصول، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ
٣٦٧- علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری، المتوفی ٧٣٠ھ، کشف الاسرار، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ١٤١١ھ
٣٦٨- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ٧٩١ھ، توضیح و تلویح، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
٣٦٩- علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد الشہیر بابن ہمام، متوفی ٨٦١ھ، التحریر مع التیسیر، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض
٣٧٠- علامہ محب اللہ بہاری، متوفی ١١١٩ھ، مسلم الثبوت، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

marfat.com

۳۷۱- علامہ احمد جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' نور الانوار' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۷۲- علامہ عبدالحق خیر آبادی' متوفی ۱۳۱۸ھ شرح مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۷۳- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ' قوت القلوب' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۷۴- امام محمد بن محمد غزالی' متوفی ۵۰۵ھ' احیاء علوم الدین' مطبوعہ دار الخیر بیروت' ۱۴۱۳ھ
۳۷۵- امام ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی' متوفی ۵۹۷ھ' ذم الھوی' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۷۶- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ' مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ
۳۷۷- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی' متوفی ۷۲۸ھ' قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ
۳۷۸- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ' مصر
۳۷۹- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸۰- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللھفان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۸۱- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۸۲- علامہ عبداللہ بن اسد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ
۳۸۳- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۳۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۸۵- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۸۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۸۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۸۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۸۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۹۰- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۹۱- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۹۲- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۹۳- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۹۴- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۳۹۵- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الزواجر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۹۶- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی' متوفی ۱۰۳۴ھ' مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۰ھ

marfat.com

۳۹۷- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۹۸- شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۳۹۹- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ، کشف الظنون، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران، ۱۳۷۸ھ
۴۰۰- امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور
۴۰۱- شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۴۸ھ، ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ
۴۰۲- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ
۴۰۳- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۴۰۴- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۴۰۵- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، نداء یارسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

marfat.com

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ
اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے
جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

(مکمل بارہ ۱۲ جلد)

تصنیف

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی
دار العلوم نعیمیہ، کراچی

دسویں جلد

انشاء اللہ جون 2005ء میں دستیاب ہوگی

تفسیر ابن عباس (مکمل ۲ جلد)

(ترجمہ و حواشی)

عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے
از ترجمانِ قرآن حضرت عبد اللہ ابنِ عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ترجمہ

مولانا شاہ محمد عبد المقتدر قادری بدایونی
رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ قرآن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل

مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی رحمہ اللہ

المواہب اللدنیہ

(مترجم ۳ جلد)

مع حواشی

شرح زُرقانی

تصنیف

الشیخ احمد بن قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

ترجمہ

مولینا مفتی محمد صدیق ہزاروی
(جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فقہِ حنفی کے عظیم مآخذ اور احادیث شریف کے
اہم ذخیرے کی شرح

بنام

شرحِ موطا امام محمدؒ

(مکمل ۳ جلد)

تصنیف

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

محققِ اسلام علامہ محمد علی رحمۃ اللہ تعالےٰ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم
احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم
محمود صلی اللہ علیہ وسلم
قاسم صلی اللہ علیہ وسلم
عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم
شاہد صلی اللہ علیہ وسلم
حاشر صلی اللہ علیہ وسلم
رشید صلی اللہ علیہ وسلم
مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
نذیر صلی اللہ علیہ وسلم
داع صلی اللہ علیہ وسلم
شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ہاد صلی اللہ علیہ وسلم
ماح صلی اللہ علیہ وسلم
منج صلی اللہ علیہ وسلم
تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم
امی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم
حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم
رؤف صلی اللہ علیہ وسلم
رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم
طٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتضٰی صلی اللہ علیہ وسلم

حٰمٓ صلی اللہ علیہ وسلم
مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم
یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم
اولٰی صلی اللہ علیہ وسلم
مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم
مدثر صلی اللہ علیہ وسلم
متین صلی اللہ علیہ وسلم
مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم
ناصر صلی اللہ علیہ وسلم
منصور صلی اللہ علیہ وسلم
مصباح صلی اللہ علیہ وسلم
امر صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
سحیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمہ حقوق بحق ناشر

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله — الذي لا إله جل جلاله

الإله جل جلاله — الرحمن جل جلاله — الرحيم جل جلاله — الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله — السلام جل جلاله — المؤمن جل جلاله — المهيمن جل جلاله — العزيز جل جلاله

الجبار جل جلاله — المتكبر جل جلاله — الخالق جل جلاله — البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله — الغفار جل جلاله — القهار جل جلاله — الوهاب جل جلاله — الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله — العليم جل جلاله — القابض جل جلاله — الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله — الرافع جل جلاله — المعز جل جلاله — الحكم جل جلاله — البصير جل جلاله

السميع جل جلاله — المذل جل جلاله — العدل جل جلاله — اللطيف جل جلاله

الخبير جل جلاله — الحليم جل جلاله — العظيم جل جلاله — الغفور جل جلاله — الشكور جل جلاله

العلي جل جلاله — الكبير جل جلاله — الحفيظ جل جلاله — المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله — الجليل جل جلاله — الكريم جل جلاله — الرقيب جل جلاله — المجيب جل جلاله

الواسع جل جلاله — الحكيم جل جلاله — الودود جل جلاله — المجيد جل جلاله

الباعث جل جلاله — الشهيد جل جلاله — الحق جل جلاله — الوكيل جل جلاله — القوي جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

Marfat.com

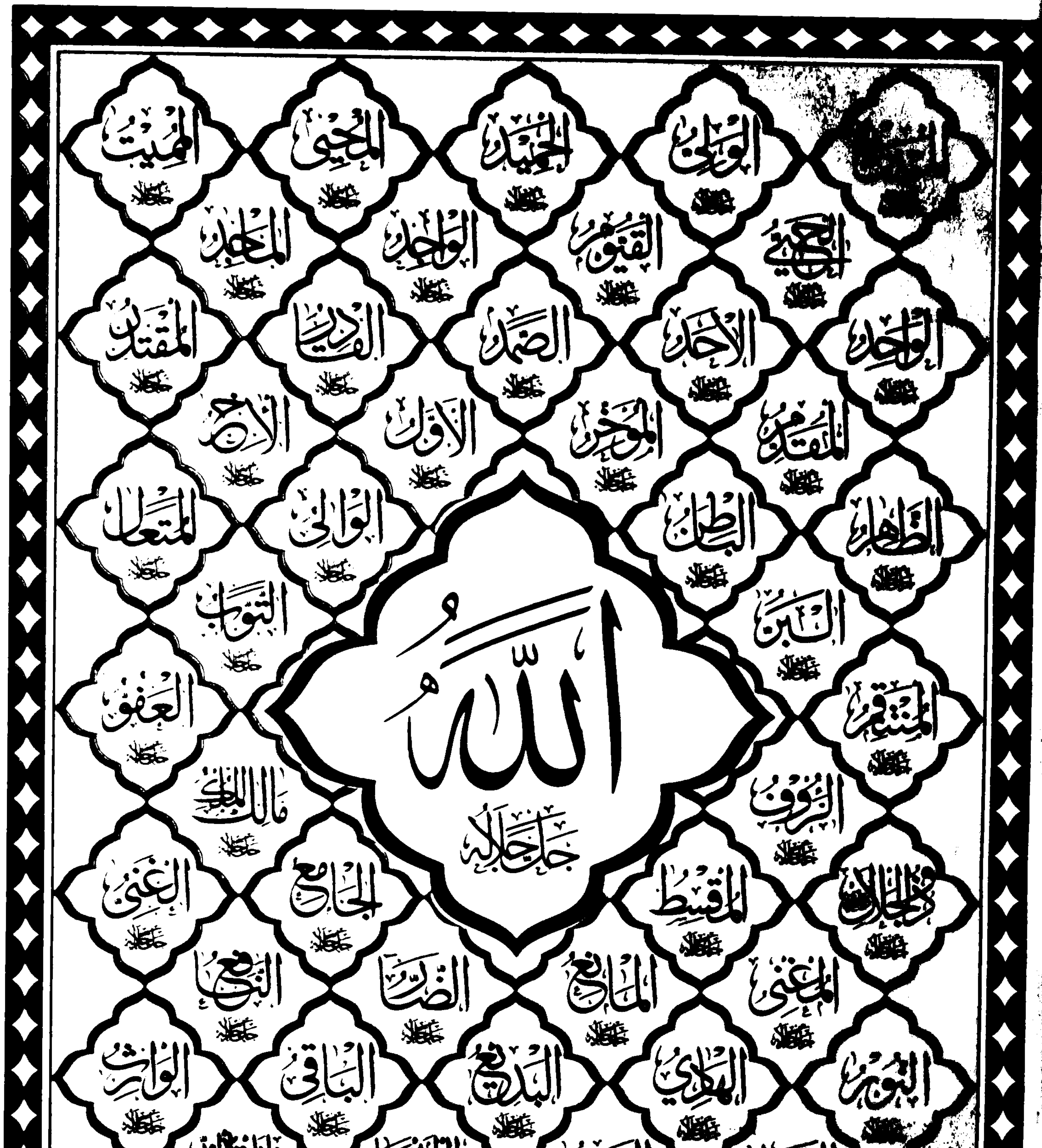

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸- اُردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

تصحیح : محمد فیاض احمد رضوی
کمپوزنگ : NRehanN ALi
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : رجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : *info@faridbookstall.com*
ویب سائٹ : *www.faridbookstall.com*

marfat.com
Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۂ ص	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۹
۲	ص کا زمانۂ نزول	۲۹
۳	ص کے اغراض و مقاصد	۳۰
۴	ص کے مضامین اور مشمولات	۳۱
۵	تحقیق یہ ہے کہ امام رازی نے ہی تفسیر کو مکمل کیا ہے	۳۲
۶	ص والقرآن ذی الذکر (۱۴_۱)	۳۵
۷	ص کے معانی اور محامل	۳۶
۸	اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کیا فرمایا؟	۳۶
۹	ولات حین مناص کی تفسیر	۳۷
۱۰	کفار کا تکبر اور ان کی مخالفت کس سبب سے تھی؟	۳۸
۱۱	کفار کی ابو طالب سے شکایت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب	۳۹
۱۲	کفار کا اپنے بتوں کی عبادت پر صبر کرنے کا محمل	۴۰
۱۳	خلق مخلق اور اختلاق کے معانی	۴۰
۱۴	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ محمد تو ذات اور صفات میں ہماری مثل ہیں، پھر ان کو وحی رسالت کے لیے کیوں منتخب کیا گیا؟	۴۱
۱۵	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے متعلق کفار کے شکوک وشبہات کا ازالہ	۴۳
۱۶	سابقہ امتوں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے عذاب کا نازل ہونا	۴۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	فرعون کو میخوں والے کہنے کی وجہ تسمیہ	۴۶
۱۸	سابقہ امتوں کے عذاب کو بیان کر کے اہل مکہ کو نزول عذاب سے ڈرانا	۴۷
۱۹	وما ینظر ھؤلاء (۲۶_۱۵)	۴۷
۲۰	لفظ فواق کا معنی اس کا محمل اور اس سے متعلق حدیث	۴۹
۲۱	چیخ اور چنگھاڑ کے تین محمل	۵۰
۲۲	قط کا معنی	۵۱
۲۳	موت کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث	۵۱
۲۴	اللہ سے ملاقات اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کا جواز	۵۲
۲۵	حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ	۵۲
۲۶	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی دس وجوہ	۵۳
۲۷	چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۵۵
۲۸	اشراق کی نماز کا وقت	۵۶
۲۹	نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت	۵۷
۳۰	پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرنا	۵۸
۳۱	حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت	۵۹
۳۲	حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا	۵۹

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	حکمت کی تعریفات	۶۰
۳۴	فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۲
۳۵	مشکل الفاظ کے معانی	۶۳
۳۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے؟	۶۳
۳۷	آنے والوں کے فرشتے ہونے پر علامہ ابوبکر بن العربی کے دلائل	۶۴
۳۸	آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل	۶۴
۳۹	آنے والوں کے فرشتے ہونے کی توجیہ	۶۵
۴۰	مذکور توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب	۶۵
۴۱	مذکور توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب	۶۶
۴۲	آنے والوں کے انسان ہونے پر علامہ ابوالحیان اندلسی کے دلائل	۶۶
۴۳	حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟	۶۶
۴۴	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات	۶۷
۴۵	سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلافِ فقہاء	۶۸
۴۶	سورۂ ص کے سجدہ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار	۶۹
۴۷	نماز اور خارج از نماز رکوع سے سجدہ تلاوت کا ادا ہونا	۶۹
۴۸	حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی اس کے متعلق تورات کا بیان	۷۰
۴۹	بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کرکے اس سے استدلال کرنا	۷۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کردیا	۷۴
۵۱	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل	۷۴
۵۲	خلیفہ کا معنیٰ اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال	۷۶
۵۳	انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت	۷۷
۵۴	انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا	۷۸
۵۵	خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذاب شدید کا موجب ہے؟	۷۹
۵۶	خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تحقیق	۸۰
۵۷	آیت استخلاف کی تحقیق	۸۰
۵۸	خلافت کی تعریف	۸۱
۵۹	خلافت کی شرائط	۸۲
۶۰	خلافت منعقد کرنے کے طریقے	۸۳
۶۱	خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط	۸۵
۶۲	موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق	۸۵
۶۳	وما خلقنا السماء والارض (۲۷-۴۰)	۸۶
۶۴	حشر ونشر کے ثبوت پر دلائل	۸۷
۶۵	تدبر اور تذکر کا معنیٰ	۸۸
۶۶	قرآن مجید کے معانی پر غور وفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے کلام کی ناقدری کرنا ہے	۸۸
۶۷	قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب	۸۹
۶۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ	۹۰
۶۹	مشکل الفاظ کے معانی	۹۰
۷۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال	۹۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی توجیہ	۹۱
۷۲	جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت	۹۲
۷۳	جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت پر امام رازی کا رد	۹۳
۷۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی صحیح توجیہ	۹۵
۷۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کا آزمائش میں مبتلا ہونا	۹۶
۷۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق اسرائیلی روایات	۹۶
۷۷	اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری سے	۹۹
۷۸	اسرائیلی روایات کا رد امام رازی سے	۱۰۰
۸۹	اسرائیلی روایات کا رد علامہ ابوالحیان اندلسی سے	۱۰۱
۸۰	اسرائیلی روایات کا رد علامہ اسمٰعیل حقی سے	۱۰۲
۸۱	اسرائیلی روایات کا رد علامہ آلوسی سے	۱۰۳
۸۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا محمل	۱۰۴
۸۳	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر حجاب اور آپ کی توبہ اور استغفار کا محمل	۱۰۴
۸۴	ایک دن میں ایک سو بار توبہ کرنے کی توجیہ اور توبہ کی اقسام	۱۰۵
۸۵	دعا میں اُخروی مطالب کو دنیاوی مطالب پر مقدم رکھنا	۱۰۶
۸۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ دعا کرنا کہ ان کو ایسی سلطنت دی جائے جو دوسروں کو نہ ملے آیا یہ قول حسد کو مستلزم ہے؟	۱۰۶
۸۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الرسل ہونا	۱۰۸
۸۸	ہواؤں اور جنات پر تصرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے	۱۰۸
۸۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو ہوائیں مسخر کی گئی تھیں وہ نرم و ملائم تھیں یا تند و تیز؟	۱۱۰
۹۰	جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیے گئے تھے ان کے مختلف النوع فرائض	۱۱۰
۹۱	جن جنات کو زنجیروں سے جکڑا گیا ان کی جسامت پر ایک اعتراض کا جواب	۱۱۱
۹۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی و اُخروی قرب	۱۱۱
۹۳	واذکر عبدنا ایوب (۴۱-۶۴)	۱۱۲
۹۴	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ	۱۱۴
۹۵	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا	۱۱۴
۹۶	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	۱۱۴
۹۷	بعض مفسرین کا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو شیطان کی تاثیر قرار دینا	۱۱۶
۹۸	محققین کے نزدیک شیطان کو کسی انسان کے جسم پر تسلط اور تصرف حاصل نہیں ہے	۱۱۷
۹۹	حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کو شیطان کی طرف جو منسوب کیا تھا اس کی توجیہات	۱۱۷
۱۰۰	حضرت ایوب علیہ السلام کے نقصانات کی تلافی کرنا	۱۱۹
۱۰۱	حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت	۱۱۹
۱۰۲	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	۱۲۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۳	مشکل حالات میں انبیاء علیہم السلام کی استقامت یاد دلا کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمانا	۱۲۰
۱۰۴	انبیاء علیہم السلام کا خالص دار آخرت کے ساتھ مشغول ہونا	۱۲۱
۱۰۵	عصمت انبیاء پر دلیل	۱۲۲
۱۰۶	مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا گناہ نہ ہونا	۱۲۲
۱۰۷	عصمت کی تعریف اور معصوم اور محفوظ کا فرق	۱۲۳
۱۰۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اپنے والد اور بھائی سے منفصل کرنے کی توجیہ	۱۲۶
۱۰۹	جنت عدن کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۷
۱۱۰	جنت کے دروازے کھلے رکھنے کے اسرار اور نکات	۱۲۸
۱۱۱	متقین کے لیے جنت کی نعمتیں	۱۲۹
۱۱۲	اس پر دلائل کہ طاغین سے مراد کفار ہیں نہ کہ اصحاب کبائر	۱۳۰
۱۱۳	غساق کی تفسیر میں حدیث اور آثار	۱۳۱
۱۱۴	من شکلہ ازواج کا معنیٰ	۱۳۱
۱۱۵	دوزخ میں کافروں کے سرداروں اور پیروکاروں کا مناظرہ	۱۳۱
۱۱۶	قل انما انا منذر (۶۵۔۸۸)	۱۳۳
۱۱۷	آیات سابقہ سے ارتباط	۱۳۵
۱۱۸	اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے سے اس کی توحید پر استدلال	۱۳۵
۱۱۹	اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کے متعلق احادیث	۱۳۶
۱۲۰	بار بار گناہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا بخش دینا	۱۳۷
۱۲۱	تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب	۱۳۹
۱۲۲	اولیاء کرام کی وجاہت	۱۳۹
۱۲۳	بہت بڑی خبر کے مصداق میں متعدد احتمالات	۱۴۰
۱۲۴	الملاء الاعلیٰ سے مراد وہ فرشتے ہیں جن سے تخلیق آدم کے متعلق مشورہ لیا گیا	۱۴۰
۱۲۵	الملاء الاعلیٰ کی دوسری تفسیر کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو گناہوں کے کفارے میں بحث کر رہے تھے	۱۴۲
۱۲۶	اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کی تفسیر میں متقدمین اور متاخرین کے نظریات	۱۴۳
۱۲۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم دیا جانا	۱۴۴
۱۲۸	منکرین عموم علم رسالت کا آپ کے علم کلی پر اعتراض	۱۴۴
۱۲۹	اعتراض مذکور کے جوابات	۱۴۵
۱۳۰	اگر آپ کو علم کلی دے دیا گیا تھا تو پھر بعد میں قرآن مجید کیوں نازل ہوتا رہا؟	۱۴۶
۱۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر امت کے علم کے عموم سے معارضہ اور اس کا جواب	۱۴۶
۱۳۲	بشر کا معنیٰ اور اس کی تخلیق کا مادہ	۱۴۷
۱۳۳	روح کا معنیٰ ' روح پھونکنے کا محمل اور ہماری شریعت میں سجدہ تعظیم کا عدم جواز	۱۴۸
۱۳۴	ابلیس کا معنیٰ اور اس کا جنات میں سے ہونا	۱۴۹
۱۳۵	حضرت آدم کو دونوں ہاتھوں سے بنانے کی توجیہ	۱۴۹
۱۳۶	مٹی کا آگ سے افضل ہونا	۱۵۰
۱۳۷	ابلیس کے اس زعم کا بطلان کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے	۱۵۱
۱۳۸	تکبر کی مذمت میں احادیث	۱۵۱
۱۳۹	امام رازی کے اس پر دلائل کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ہو رہا ہے	۱۵۳

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۴۰	امام رازی کے دلائل کے جوابات اور بحث ونظر	۱۵۴
۱۴۱	تکلف اور متکلفین کا معنی	۱۵۶
۱۴۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت اٹھا کر جو پیغام پہنچایا اس کی تفصیل	۱۵۷
۱۴۳	تکلف اور تصنع کرنے کی مذمت میں احادیث	۱۵۷
۱۴۴	قرآن مجید کا جن اور انس کے لیے نصیحت ہونا	۱۵۸
۱۴۵	سورۂ ص کا اختتام	۱۵۹
	سورۃ الزمر	
۱	سورت کا نام	۱۶۰
۲	الزمر کا زمانہ نزول	۱۶۰
۳	الزمر اور ص میں مناسبت	۱۶۰
۴	الزمر کے مشمولات	۱۶۱
۵	تنزیل الکتب من اللہ (۹_۱)	۱۶۳
۶	انزال اور تنزیل کا فرق	۱۶۵
۷	اخلاص کا لغوی معنی	۱۶۶
۸	اخلاص کا اصطلاحی معنی	۱۶۶
۹	اخلاص کی حقیقت	۱۶۶
۱۰	اخلاص کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق احادیث	۱۶۶
۱۱	اخلاص کے متعلق اقوال علماء	۱۶۸
۱۲	جاہل صوفیاء کے خود ساختہ احکام کا رد	۱۷۰
۱۳	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۱۷۱
۱۴	اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ستر فرمانا	۱۷۲
۱۵	انسان کو پیدا کرنا اور اس کو انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے	۱۷۴
۱۶	اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونا	۱۷۶
۱۷	اللہ تعالیٰ کو تمام افعال کا خالق ماننے پر معتزلہ کا اعتراض اور امام رازی کے جوابات	۱۷۷
۱۸	معتزلہ کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور رضا بالقدر کی تحقیق	۱۷۸
۱۹	اللہ تعالیٰ کا کفر اور معصیت کو پسند نہ فرمانا	۱۸۱
۲۰	جزاء کا مدار اعمال پر بھی ہے اور ان کے اسباب پر بھی	۱۸۱
۲۱	راحت اور مصیبت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور اس سے دعا کرنا ضروری ہے	۱۸۲
۲۲	تہجد کی نماز کے فضائل	۱۸۳
۲۳	تہجد کی نماز کے فضائل میں احادیث	۱۸۳
۲۴	سجدہ کی فضیلت پر دلائل	۱۸۶
۲۵	نماز میں قیام کی فضیلت پر دلائل	۱۸۶
۲۶	سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصادیق	۱۸۸
۲۷	طلب ثواب کے لیے عبادت کرنے کا جواز اور طلب رضا کے لیے عبادت کرنے کا افضل ہونا	۱۸۹
۲۸	حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	۱۹۱
۲۹	محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	۱۹۱
۳۰	علم دین کی تفصیل	۱۹۲
۳۱	علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	۱۹۲
۳۲	علم کی فضیلت میں احادیث	۱۹۳
۳۳	قل یعباد الذین امنوا (۲۱_۱۰)	۱۹۵
۳۴	نیک اعمال کے اجر حسن سے مراد دنیا کا اجر نہیں' آخرت کا اجر ہے	۱۹۷
۳۵	اللہ کی زمین کی وسعت کے تین محامل: دنیا کی زمین کی وسعت' جنت کی زمین کی وسعت اور رزق کی وسعت	۱۹۹
۳۶	صبر کے معانی	۲۰۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	صبر کا بے حساب اجر عطا فرمانے کی وجوہ	۲۰۱
۳۸	صبر کی جزاء کے متعلق احادیث اور آثار	۲۰۱
۳۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اسلام لانے کے حکم کی توجیہ	۲۰۳
۴۰	کفار کے نقصان زدہ ہونے کے متعلق احادیث اور آیات میں باہم ظاہری تعارض کا جواب	۲۰۴
۴۱	کفار کے نقصان زدہ ہونے کی عقلی وجوہ	۲۰۵
۴۲	آگ کے اوپر تلے حصوں کو آگ کے سائبان کہنے کی توجیہ	۲۰۶
۴۳	اے میرے بندو! آیا اس کے مخاطب مومن ہیں یا کافر؟	۲۰۶
۴۴	طاغوت کا معنیٰ اور مصداق	۲۰۷
۴۵	اس کا بیان کہ بشارت کس نعمت کی ہے' کون بشارت دے گا' کب دے گا اور کس کو دے گا؟	۲۰۸
۴۶	باب عقائد میں باطل نظریات کو ترک کر کے برحق نظریات کو اپنانا	۲۰۹
۴۷	معاملات اور عبادات میں صحیح افعال اور احسن افعال	۲۱۰
۴۸	گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت پر ایک اعتراض کا جواب	۲۱۲
۴۹	جنت کے بالا خانے	۲۱۳
۵۰	وعد اور وعید کا فرق	۲۱۴
۵۱	مشکل الفاظ کے معانی	۲۱۴
۵۲	انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حال کو زمین کی پیداوار کے حال پر قیاس کرے	۲۱۵
۵۳	افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام (۳۱-۲۲)	۲۱۵
۵۴	انسان کے دل میں اللہ کے نور کا معیار اور اس کی علامتیں	۲۱۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۵	دل کی سختی کے اسباب	۲۱۸
۵۶	قرآن مجید سن کر جن کے خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے لیے بشارتیں	۲۱۹
۵۷	قرآن مجید سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کی آراء	۲۱۹
۵۸	قرآن مجید سننے سے رقت طاری ہونے کی فضیلت اور مترنم آواز اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر اظہار وجد کرنے کی مذمت	۲۲۰
۵۹	عذاب کی چہرے کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ	۲۲۱
۶۰	قرآن مجید کے تین اوصاف	۲۲۲
۶۱	اللہ تعالیٰ کی توحید پر آسان' سادہ اور عام فہم دلیل	۲۲۳
۶۲	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت کا فرق	۲۲۳
۶۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے متعلق دیگر مفسرین کی تقاریر	۲۲۴
۶۴	اس پر دلائل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت آنی ہے' یعنی قلیل وقت کے لیے	۲۲۵
۶۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث	۲۲۷
۶۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	۲۲۹
۶۷	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	۲۳۱
۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	۲۳۳
۶۹	اجسام مثالیہ کا تعدد	۲۳۵
۷۰	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	۲۳۶

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	۲۳۸
۷۲	عام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	۲۴۰
۷۳	نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنے کا جواز اور استحسان	۲۴۲
۷۴	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار	۲۴۳
۷۵	نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۴۶
۷۶	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑنے والوں کے مصادیق	۲۴۹
۷۷	فمن اظلم ممن کذب (۴۱-۳۲)	۲۵۱
۷۸	اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والوں کے متعدد مصادیق	۲۵۳
۷۹	سچے دین کو لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے کے مصداق میں متعدد اقوال	۲۵۳
۸۰	ان اقوال میں راجح قول کا بیان	۲۵۴
۸۱	اہل جنت کے دلوں کا کینہ اور حسد سے پاک ہونا	۲۵۴
۸۲	کفارہ کا معنی اور زیادہ نیک کاموں کی تفسیر	۲۵۵
۸۳	الزمر: ۳۵ میں علامہ قرطبی کی ''اسوأ'' کی تفسیر پر بحث ونظر	۲۵۶
۸۴	الزمر: ۳۵ میں علامہ زمخشری اور علامہ آلوسی کی ''اسوأ'' کی تفسیر پر بحث ونظر	۲۵۷
۸۵	الزمر: ۳۵ میں امام رازی کی اسوأ کی تفسیر پر بحث ونظر	۲۵۹
۸۶	الزمر: ۳۵ میں بعض اردو تفاسیر پر تبصرہ	۲۶۲
۸۷	کفار کی دھمکیوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مرعوب نہیں ہونا چاہیے	۲۶۳
۸۸	متوکلین کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا	۲۶۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام حق سنانے میں کامل جانفشانی کی	۲۶۶
۹۰	اللہ یتوفی الانفس (۵۲-۴۲)	۲۶۷
۹۱	نفس کے معنی کی تحقیق	۲۷۰
۹۲	نفس اور روح کے ایک ہونے پر دلائل	۲۷۰
۹۳	نفس اور روح کے مغایر ہونے پر دلائل	۲۷۱
۹۴	نفس اور روح کے اتحاد اور تغایر میں حافظ ابن عبدالبر کی تحقیق	۲۷۲
۹۵	نفس اور روح کے متعلق امام رازی کی تحقیق	۲۷۲
۹۶	نفس اور روح کے متعلق مصنف کی تحقیق	۲۷۳
۹۷	بتوں کی شفاعت کرنے کا رد اور ابطال	۲۷۴
۹۸	آخرت میں کفار کے عذاب کی تفصیل	۲۷۴
۹۹	راحت اور مصیبت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا	۲۷۶
۱۰۰	قل یعبادی الذین اسرفوا (۶۳-۵۳)	۲۷۷
۱۰۱	الزمر: ۵۳ کے شان نزول میں متعدد روایات	۲۷۹
۱۰۲	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	۲۸۰
۱۰۳	قنوط کا معنی اور عفو اور مغفرت کا فرق	۲۸۱
۱۰۴	اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوسی کی ممانعت کے متعلق آیات' احادیث اور آثار	۲۸۲
۱۰۵	اس کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا تو پھر توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟	۲۸۵
۱۰۶	احسن نازل شدہ چیز کی متعدد تفسیریں	۲۸۵
۱۰۷	قیامت کے دن فساق کی اپنی بد اعمالیوں پر ندامت اور اظہار افسوس	۲۸۷
۱۰۸	تکبر کی تعریف اور متکبرین کا حشر	۲۸۷
۱۰۹	اللہ تعالیٰ کو بندروں اور خنزیروں کا خالق کہنا ممنوع ہے	۲۸۸

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۰	یہ کہنا کفر ہے کہ میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں اور دیگر کفریہ محاورے	۲۸۹	۳	المومن کی الزمر سے مناسبت	۳۱۲
۱۱۱	مقالید کا معنی اور اس کی تفسیر میں درج حدیث کی تحقیق	۲۸۹	۴	سورۃ المومن کے مشمولات	۳۱۲
۱۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانوں کا مالک ہونا	۲۹۰	۵	حٰمٓ تنزیل الکتب من اللہ (۹۔۱)	۳۱۴
۱۱۳	قل افغیر اللہ تامرونی اعبد (۷۰۔۶۴)	۲۹۱	۶	حٰمٓ کا معنی	۳۱۵
۱۱۴	الزمر: ۶۵ کی توجیہ جس میں فرمایا ہے: اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے	۲۹۳	۷	العزیز اور العلیم کا معنی	۳۱۶
۱۱۵	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں اللہ کے جسمانی اعضاء کا ثبوت ہے	۲۹۴	۸	غافر الذنب ' قابل التوب اور شدید العقاب کے معانی	۳۱۶
۱۱۶	صور پھونکنے کی تحقیق	۲۹۶	۹	جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور جدال کی اقسام	۳۱۷
۱۱۷	قیامت کے دن جو امور سب سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے	۲۹۶	۱۰	ربط آیات	۳۱۸
۱۱۸	رب کے نور سے کیا مراد ہے' نور عقلی یا نور حسی؟	۲۹۸	۱۱	حاملین عرش کی صورت اور ان کی تعداد	۳۱۹
۱۱۹	رب کے نور کی تفسیر میں امام رازی سے اختلاف	۲۹۸	۱۲	امام رازی کی طرف سے نبیوں کے اوپر فرشتوں کی فضیلت کی ایک دلیل	۳۲۰
۱۲۰	ہر نفس کے مکمل حساب کی وضاحت	۲۹۹	۱۳	امام رازی کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	۳۲۰
۱۲۱	وسیق الذین کفروا الی جھنم (۷۵۔۷۱)	۲۹۹	۱۴	آیا فرشتوں کی شفاعت سے صرف ثواب میں اضافہ ہوتا ہے یا بغیر توبہ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں؟	۳۲۲
۱۲۲	قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت	۳۰۱	۱۵	حاملین عرش کی دعا کے نکات	۳۲۳
۱۲۳	قیامت کے دن مومنوں کے ثواب کی کیفیت	۳۰۱	۱۶	ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم (۲۰۔۱۰)	۳۲۴
۱۲۴	سورۃ الزمر کا اختتام	۳۰۴	۱۷	قیامت کے دن کفار کے اپنے اوپر غصہ کی وجوہ	۳۲۶
۱۲۵	مصنف کی والدہ کی وفات	۳۰۴	۱۸	المومن: ۱۰ کے بعض تراجم	۳۲۷
۱۲۶	قرآن وحدیث سے ماں کا مقام	۳۰۵	۱۹	دو موتوں اور دو حیاتوں کی تفسیر میں متقدمین کے اقوال	۳۲۸
۱۲۷	جن احادیث سے امی کی مغفرت متوقع ہے	۳۰۶	۲۰	دو موتوں اور دو حیاتوں پر اعتراضات کے جوابات	۳۲۹
۱۲۸	جن واقعات سے امی کے مقرب ہونے کا پتا چلتا ہے	۳۰۷	۲۱	المومن: ۱۱ کی تفسیر میں امام رازی کا سدی کی تفسیر کو اختیار کرنا	۳۲۹
	سورۃ المومن	۳۱۱			
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۱۱	۲۲	دیگر مفسرین کا حضرت ابن عباس کی طرف منسوب تفسیر کو اختیار کرنا	۳۳۰
۲	المومن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث	۳۱۱			

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳	مذکورہ مفسرین کے جواب کا صحیح نہ ہونا	۳۳۱
۲۴	حضرت ابن عباس کی طرف منسوب' سدی اور ابن زید کی تفسیر کا صحیح نہ ہونا	۳۳۱
۲۵	المومن: ۱۱ کی تفسیر میں مصنف کا مؤقف	۳۳۲
۲۶	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	۳۳۲
۲۷	خوارج کے متعلق احادیث	۳۳۳
۲۸	آفاق اور انفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۳۴
۲۹	اللہ تعالیٰ خود بلند ہے اور مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے	۳۳۴
۳۰	روح کو وحی سے تعبیر کرنے کی وجوہ	۳۳۵
۳۱	قیامت کے دن لوگوں کی مستور چیزوں کا ظاہر ہونا	۳۳۶
۳۲	قیامت کے دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی	۳۳۷
۳۳	ظلم کی اقسام اور اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے ظلم کی نفی	۳۳۸
۳۴	الا زفة اور کاظمین کا معنیٰ	۳۳۸
۳۵	مرتکب کبیرہ کی شفاعت پر معتزلہ کے اعتراض کا جواب	۳۳۹
۳۶	آنکھوں کی خیانت اور دل کی چھپی ہوئی باتیں	۳۳۹
۳۷	اولم یسیروا فی الارض فینظروا (۲۷_۲۱)	۳۴۰
۳۸	کفار مکہ کو دنیا کے عذاب سے ڈرانا	۳۴۲
۳۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا قصہ بیان فرمانا	۳۴۲
۴۰	فرعون کی قوم' فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے کیوں باز رکھنا چاہتی تھی؟	۳۴۴
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اسرار و رموز	۳۴۵
۴۲	وقال رجل مومن من ال فرعون (۳۷_۲۸)	۳۴۶
۴۳	قوم فرعون کے مرد مومن کا تعارف اور اس کی فضیلت اور اس کے ضمن میں حضرت ابو بکر کی فضیلت	۳۴۹
۴۴	مدعی نبوت کو قتل نہ کرنے پر ایک اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب	۳۵۰
۴۵	اعتراض مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب	۳۵۰
۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے بعض حصہ کے پورا نہ ہونے پر اعتراض کا جواب	۳۵۲
۴۷	اس مرد مومن کی حضرت موسیٰ کو بچانے کی ایک اور کوشش	۳۵۳
۴۸	مرد مومن کا قوم فرعون کو بار بار نصیحت کرنا	۳۵۳
۴۹	حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے زمانہ کے کافروں میں مماثلت	۳۵۴
۵۰	جبار اور متکبر کا معنیٰ اور ان کے متعلق احادیث	۳۵۵
۵۱	فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لیے جو بلند عمارت بنوائی تھی اس کی توجیہ	۳۵۶
۵۲	وقال الذی امن یا قوم اتبعون (۵۰_۳۸)	۳۵۷
۵۳	آل فرعون کے مرد مومن کی قوم فرعون کو توحید اور دنیا سے بے رغبتی کی نصیحتیں	۳۶۰
۵۴	بہ قدر جرم سزا دینا	۳۶۱
۵۵	اعمال کے ایمان سے خارج ہونے کی دلیل	۳۶۱
۵۶	جنت کی نعمتیں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار	۳۶۱
۵۷	لا جرم کا معنیٰ	۳۶۲
۵۸	تفویض کا معنیٰ	۳۶۳
۵۹	آل فرعون کے مرد مومن کو فرعون کے شر سے محفوظ رکھنا	۳۶۴
۶۰	آل فرعون کو قبر میں اور آخرت میں عذاب پر پیش کرنا	۳۶۵
۶۱	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۳۶۵
۶۲	عذاب قبر کے ثبوت میں احادیث	۳۶۶
۶۳	عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات	۳۷۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴	عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات	۳۷۴
۶۵	عذاب قبر کی مزید وضاحت	۳۷۶
۶۶	دوزخ میں کافروں کا مباحثہ	۳۷۷
۶۷	آخرت میں کفار کی دعاؤں کو قبول نہ فرمانا' آیا اللہ تعالیٰ کے رحیم و کریم ہونے کے منافی ہے یا نہیں؟	۳۷۸
۶۸	انا لننصر رسلنا و الذین امنوا (۵۱۔۶۰)	۳۷۹
۶۹	رسولوں اور مؤمنوں کی نصرت کے محامل	۳۸۱
۷۰	کفار اور مشرکین کے اعذار کا نا قابل قبول ہونا	۳۸۲
۷۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی دنیا میں نصرت	۳۸۲
۷۲	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت	۳۸۳
۷۳	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی مفسرین کے نزدیک توجیہات	۳۸۴
۷۴	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک توجیہات	۳۸۵
۷۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز کتنی بار استغفار کرتے تھے اور آپ کے استغفار کا محمل	۳۸۹
۷۶	نیک اعمال کا مشکلات سے بچانا اور عذاب سے چھڑانا	۳۹۰
۷۷	فتنہ باز لوگوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا	۳۹۲
۷۸	حشر و نشر پر دلیل	۳۹۳
۷۹	ایمان کامل کا معیار	۳۹۴
۸۰	المومن: ۶۰ میں دعا کا معروف معنی مراد ہے یا دعا سے عبادت کرنے کا معنی مراد ہے؟	۳۹۵
۸۱	دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث	۳۹۵
۸۲	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی شرائط	۳۹۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۳	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور دعا کی شرائط اور اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال	۴۰۱
۸۴	بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعلق امام رازی کی توجیہ	۴۰۲
۸۵	امام رازی کے جواب پر مصنف کی نقد و نظر	۴۰۲
۸۶	اللہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ (۶۱۔۶۸)	۴۰۶
۸۷	رات کو عبادت' غفلت اور معصیت میں گزارنے والے	۴۰۸
۸۸	اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں	۴۰۹
۸۹	قرآن اور ذکر میں مشغول ہونا زیادہ افضل ہے یا دعا کرنے میں؟	۴۱۰
۹۰	تخلیق انسان کے مراحل	۴۱۱
۹۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کے آثار	۴۱۲
۹۲	الم تر الی الذین یجادلون فی ایات اللہ (۶۹۔۷۸)	۴۱۳
۹۳	المومن: ۶۹ میں مجادلین سے مراد مشرکین ہیں یا منکرین تقدیر؟	۴۱۴
۹۴	منکرین تقدیر کے متعلق احادیث اور ان سے تعلقات کا شرعی حکم	۴۱۵
۹۵	مشکل الفاظ کے معانی	۴۱۶
۹۶	آخرت میں کفار کا عذاب	۴۱۶
۹۷	مشرکین کے فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجہ	۴۱۷
۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی اور علم ما کان و ما یکون پر ایک اعتراض کا جواب	۴۱۷
۹۹	نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۴۱۸
۱۰۰	جن نبیوں کا قرآن مجید میں صراحتاً نام ہے اور جن کا اشارتاً نام ہے	۴۲۰

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۱	اللہ الذی جعل لکم الانعام (۷۹_۸۵)	۴۲۰
۱۰۲	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انعامات اور احسانات	۴۲۲
۱۰۳	توحید اور رسالت پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۴۲۳
۱۰۴	کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت	۴۲۳
۱۰۵	موت کے فرشتہ یا آثار عذاب کو دیکھ کر توبہ قبول نہ ہونے کی تحقیق	۴۲۴
۱۰۶	سورت المؤمن کا خاتمہ	۴۲۶
	سورۂ حٰم السجدۃ	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۲۷
۲	حٰم السجدہ کا زمانہ نزول	۴۲۷
۳	حٰم السجدہ کے مشمولات	۴۲۹
۴	حٰم ○ تنزیل من الرحمان الرحیم (۱_۸)	۴۳۰
۵	حٰم کے معانی	۴۳۱
۶	قرآن مجید کی دس صفات	۴۳۱
۷	کفار کے دلوں پر پردوں اور کانوں میں ڈاٹ کا سبب	۴۳۳
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق	۴۳۴
۹	استقامت کا معنی اور اس کی اہمیت	۴۳۶
۱۰	استقامت کو استغفار پر مقدم کرنے کی توجیہ	۴۳۷
۱۱	زکوٰۃ نہ دینے پر مشرکین کی مذمت کی توجیہ	۴۳۸
۱۲	آیا کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۴۳۸
۱۳	مومن کی صحت کے ایام کے نیک اعمال کا سلسلہ مرض اور سفر میں بھی منقطع نہیں ہوتا	۴۳۹
۱۴	قل ائنکم لتکفرون بالذی (۹_۱۸)	۴۴۰
۱۵	مشرکین کے کفر کی تفصیل	۴۴۲
۱۶	زمین آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کی تفصیل	۴۴۲
۱۷	زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۴۴۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	کفار مکہ کو آسمانی عذاب سے ڈرانے کی توجیہ	۴۴۵
۱۹	امام رازی کی توجیہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۴۴۵
۲۰	اس امت سے صرف آسمانی عذاب اٹھایا گیا ہے مسخ اور دھنس کا عذاب نہیں اٹھایا گیا	۴۴۶
۲۱	قوم عاد کی طرف متعدد رسول آنے کے محامل	۴۴۷
۲۲	قوم عاد کا تکبر	۴۴۸
۲۳	ریح صرصر کا معنی	۴۴۹
۲۴	قوم عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنے کے متعلق احادیث	۴۴۹
۲۵	اطلاقات قرآن میں ریح اور ریاح کا معنوی فرق اور اس پر بحث و نظر	۴۵۰
۲۶	ایام نحسات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۴۵۲
۲۷	بعض ایام کے منحوس ہونے کے ثبوت میں احادیث	۴۵۳
۲۸	بعض ایام کے مبارک ہونے کے ثبوت میں احادیث	۴۵۴
۲۹	بعض ایام کی نحوست کے ثبوت میں پیش کی گئی احادیث کی تحقیق	۴۵۵
۳۰	بعض دنوں کے منحوس ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۴۵۵
۳۱	منحوس کا معنی	۴۵۶
۳۲	نحوست اور بدشگونی کے رد میں قرآن مجید کی آیات	۴۵۶
۳۳	نحوست اور بدشگونی کے رد میں احادیث اور ان کی شروح کی عبارات	۴۵۷
۳۴	عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کی روایت کے جوابات	۴۶۰
۳۵	نحوست اور بدشگونی کے بحث میں خلاصہ کلام	۴۶۲

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶	اس سوال کا جواب کہ قوم ثمود ہدایت پانے کے بعد کیسے گمراہ ہوگئی	۴۶۴
۳۷	صاعقہ کا معنیٰ	۴۶۵
۳۸	**ویوم یحشر اعداء اللہ الی النار (۲۵_۱۹)**	۴۶۵
۳۹	انسان کے اعضاء کے نطق کے ثبوت میں احادیث	۴۶۷
۴۰	انسان کے اعضاء کے نطق کی کیفیت میں اقوال مفسرین	۴۶۸
۴۱	کان، آنکھ اور کھال کی خصوصیت کی توجیہ	۴۶۸
۴۲	اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس گمان کی مذمت کہ اس کو بندوں کے اعمال کا علم نہیں ہوگا	۴۶۹
۴۳	اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کے متعلق احادیث	۴۶۹
۴۴	عتاب کا معنیٰ اور دوزخ میں کفار کے عذاب کا لزوم	۴۷۰
۴۵	قیض کا معنیٰ	۴۷۱
۴۶	جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث	۴۷۱
۴۷	مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو قول ثابت ہے اس کا بیان	۴۷۲
۴۸	اللہ تعالیٰ کے گناہ کا ارادہ کرنے کے متعلق امام رازی اور ابوعلی جبائی کی معرکہ آرائی	۴۷۳
۴۹	امام رازی اور ابوعلی جبائی کے درمیان مصنف کا محاکمہ اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تعظیم	۴۷۴
۵۰	**وقال الذین کفروا لا تسمعوا (۳۲_۲۶)**	۴۷۶
۵۱	کفار کے جرائم اور ان کی سزا	۴۷۷
۵۲	استقامت کا لغوی اور شرعی معنیٰ	۴۷۹
۵۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استقامت کی تفسیر	۴۷۹
۵۴	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے استقامت کی تفسیر	۴۸۰
۵۵	استقامت کے حصول کا دشوار ہونا	۴۸۱
۵۶	**عباد صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات**	۴۸۲
۵۷	فرشتوں کا مؤمنین کے لیے معاون اور مددگار ہونا	۴۸۴
۵۸	فرشتے موت کے وقت مؤمنین کو جن انعامات کی بشارت دیتے ہیں	۴۸۵
۵۹	**ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ (۴۴_۳۳)**	۴۸۷
۶۰	سابقہ آیات سے مناسبت	۴۸۹
۶۱	واعظ اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعظ پر خود بھی عمل کرے	۴۸۹
۶۲	''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' یا ''میں بالیقین مومن ہوں'' کہنے کی تحقیق	۴۹۰
۶۳	قرآن اور سنت سے انبیاء اور مرسلین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۲
۶۴	قرآن اور سنت سے علماء دین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۲
۶۵	علماء دین کی اقسام	۴۹۳
۶۶	قرآن اور سنت سے امراء اور حکام کی دعوت کا ثبوت	۴۹۴
۶۷	قرآن اور سنت سے مؤذنین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۵
۶۸	اذان کی فضیلت میں احادیث	۴۹۶
۶۹	اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا	۴۹۷
۷۰	مسجد میں اذان دینے کا شرعی حکم	۴۹۹
۷۱	قرآن اور سنت سے عام مؤمنین کی دعوت کا ثبوت	۵۰۲
۷۲	نیکی اور بدی کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۰۳
۷۳	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	۵۰۴
۷۴	لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا اور انہیں جواب نہ دینا اولوالعزم لوگوں کا طریقہ ہے	۵۰۵

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنا	۵۰۶
۷۶	غصہ نہ کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلت میں قرآن اور سنت کی تصریحات	۵۰۷
۷۷	غصہ کرنے کے دینی اور دنیاوی نقصانات	۵۰۹
۷۸	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر دلیل	۵۰۹
۷۹	سورج گہن کے وقت نماز پڑھنا	۵۱۰
۸۰	سورج گہن کی نماز کے طریقہ میں مذاہب ائمہ	۵۱۰
۸۱	فقہاء احناف کے نزدیک سورج گہن کی نماز کا طریقہ	۵۱۱
۸۲	آیت سجدہ	۵۱۲
۸۳	فرشتوں کی دائمی تسبیح پر ایک اشکال کا جواب	۵۱۲
۸۴	بشر اور فرشتوں میں باہمی افضلیت کی تحقیق اور امام رازی کی تفسیر پر بحث ونظر	۵۱۲
۸۵	حشر ونشر کے امکان پر ایک دلیل	۵۱۳
۸۶	الحاد کا معنیٰ اور اس کا مصداق	۵۱۴
۸۷	جعلی پیروں اور بناوٹی صوفیوں کا الحاد	۵۱۵
۸۸	قرآن مجید کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہ آنے کے محامل	۵۱۶
۸۹	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۵۱۶
۹۰	قرآن مجید کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا قرآن کی ہدایت سے محروم ہونا	۵۱۷
۹۱	ولقد اتینا موسی الکتب (۴۵-۴۶)	۵۱۷
۹۲	اہل مکہ کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۵۱۸
۹۳	ظلم کی مذمت میں احادیث	۵۱۸
۹۴	الیہ یرد علم الساعۃ (۴۷-۵۴)	۵۱۹
۹۵	اللہ تعالیٰ کا علم غیب قطعی اور ذاتی ہے اور مخلوق کو بالواسطہ غیب کا علم ہو سکتا ہے	۵۲۱
۹۶	انسان کی ناسپاسی اور ناشکری	۵۲۲
۹۷	قرآن پر ایمان لانے کی کافروں کو نصیحت	۵۲۳
۹۸	انسان کے اپنے نفسوں میں اور اس کائنات میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں	۵۲۳
۹۹	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا	۵۲۴
۱۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا	۵۲۵
۱۰۱	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کے غیر معتبر ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات	۵۲۷
۱۰۲	آفاق اور انفس کی نشانیوں کا تجزیہ	۵۲۸
۱۰۳	حم السجدہ کا خاتمہ	۵۲۹
	سورۃ الشوریٰ	۵۳۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۳۳
۲	الشوریٰ کا زمانۂ نزول	۵۳۵
۳	الشوریٰ کے مقاصد اور مباحث	۵۳۵
۴	حٰم ○ عٓسٓقٓ (۱-۹)	۵۳۷
۵	حٰم ○ عٓسٓقٓ کی تاویلات	۵۳۸
۶	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۵۳۹
۷	وحی کے متعلق احادیث	۵۴۰
۸	اللہ تعالیٰ علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے	۵۴۲
۹	فرشتوں کا تسبیح اور حمد کرنا	۵۴۲
۱۰	فرشتے صرف مؤمنین کے لیے استغفار کرتے ہیں یا تمام روئے زمین والوں کے لیے؟	۵۴۳
۱۱	اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مستقل مددگار بنالینا گمراہی ہے	۵۴۳

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۲	مکہ کو ام القریٰ فرمانے کی توجیہ	۵۴۴
۱۳	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم	۵۴۴
۱۴	ایک فریق کے جنتی اور دوسرے فریق کے دوزخی ہونے کے ثبوت میں احادیث	۵۴۵
۱۵	بتوں کو ولی اور کارساز بنانے کی مذمت	۵۴۷
۱۶	وما اختلفتم فیه من شیء فحکمه الی الله (۱۰-۱۹)	۵۴۸
۱۷	نزاعی اور اختلافی امور کو اللہ پر چھوڑ دینے کی متعدد تفسیریں	۵۵۰
۱۸	قیاس کی نفی پر امام رازی کے نقل کردہ دلائل	۵۵۱
۱۹	نفی قیاس کی امام رازی کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ	۵۵۱
۲۰	قیاس کی مشروعیت پر دلائل	۵۵۲
۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کی تحقیق	۵۵۳
۲۲	عہد رسالت میں اجتہاد کے ثبوت پر دلائل	۵۵۴
۲۳	صریح حدیث پر عمل کرنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہات	۵۵۶
۲۴	عہد رسالت میں اجتہاد کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث	۵۵۸
۲۵	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے مماثلت کی نفی	۵۶۰
۲۶	آسمانوں اور زمینوں کی چابیوں کے محامل اور رزق کی اقسام	۵۶۱
۲۷	تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور شریعتوں کا متعدد ہونا	۵۶۱
۲۸	دین اور شریعت کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۵۶۲
۲۹	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ	۵۶۲
۳۰	اجتباء کا معنیٰ	۵۶۳

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۱	مجذوب اور سالک کی تعریفات	۵۶۳
۳۲	امام رازی کے نزدیک اصول اور عقائد میں قیاس جائز نہیں اور فروع اور احکام میں قیاس جائز ہے	۵۶۴
۳۳	انبیاء علیہم السلام کے بعد دین میں تفرقہ ڈالنے والے کون تھے عرب یا اہل کتاب؟	۵۶۶
۳۴	الشوریٰ: ۱۵ سے دس مسائل کا استنباط	۵۶۷
۳۵	اسلام کے خلاف یہود کا اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب	۵۶۹
۳۶	یہود کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	۵۶۹
۳۷	داحضة کا معنیٰ	۵۷۱
۳۸	الشوریٰ: ۱۸-۱۷ کا خلاصہ	۵۷۲
۳۹	میزان کا لغوی اور شرعی معنیٰ	۵۷۲
۴۰	عجلت کی مذمت اور اطمینان سے کام کرنے کی فضیلت	۵۷۳
۴۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکمت کی وجہ سے وقوع قیامت کی خبر نہ دینا	۵۷۳
۴۲	کون سا علم باعث فضیلت ہے؟	۵۷۴
۴۳	بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کا معنیٰ	۵۷۴
۴۴	من کان یرید حرث الاخرة نزد له فی حرثه (۲۹-۲۰)	۵۷۵
۴۵	حرث کا معنیٰ	۵۷۷
۴۶	دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا فرق	۵۷۸
۴۷	دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کے متعلق احادیث	۵۷۹
۴۸	خود ساختہ شریعتوں کی مذمت	۵۸۰
۴۹	اپنی عبادات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنا	۵۸۱
۵۰	تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے اجر کے سوال پر ایک اعتراض	۵۸۲

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱	اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد رحم کی قرابت ہے اور اس کی تائید میں مستند احادیث	۵۸۳
۵۲	اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد اہل بیت کی محبت ہے اور فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ	۵۸۴
۵۳	فضائلِ اہل بیت میں سابقین کی نقل کردہ موضوع احادیث	۵۸۵
۵۴	اس اعتراض کا یہ جواب کہ قربیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے	۵۸۷
۵۵	محبت اہل بیت اور تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہل سنت وجماعت کی خصوصیت ہے	۵۸۸
۵۶	محبت اہل بیت اور تعظیمِ صحابہ کے متعلق احادیث	۵۸۸
۵۷	اقتراف اور شکر کا معنیٰ	۵۸۹
۵۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	۵۹۰
۵۹	توبہ کا لغوی اور عرفی معنیٰ	۵۹۱
۶۰	توبہ کے متعلق احادیث	۵۹۱
۶۱	مسلمانوں کی بعض دعائیں قبول نہ فرمانے کی حکمتیں	۵۹۲
۶۲	الشوریٰ: ۲۷ کا شانِ نزول	۵۹۳
۶۳	آیا ایک سے زائد لباس رکھنا سرکشی اور بغاوت ہے؟	۵۹۴
۶۴	ایک سے زائد لباس رکھنے کے ثبوت میں احادیث	۵۹۴
۶۵	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق	۵۹۵
۶۶	اسراف اور اقتار کا محمل	۵۹۶
۶۷	لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے	۵۹۶
۶۸	مال و دولت کی تقسیم میں مساوات کی خرابیاں	۵۹۹
۶۹	مال کی زیادتی کی خرابیاں	۵۹۹
۷۰	بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو فقیر بنانے کی مصلحتیں	۶۰۰
۷۱	کشادگی رزق کی وجہ سے سرکشی کی وجوہات	۶۰۱
۷۲	غیث اور قنوط کا معنیٰ	۶۰۱
۷۳	بارش ہونے اور بارش نہ ہونے کی وجوہ کے متعلق احادیث	۶۰۱
۷۴	''ولی حمید'' کا معنیٰ	۶۰۳
۷۵	مشکل الفاظ کے معانی	۶۰۳
۷۶	الشوریٰ: ۲۹ کے اسرار	۶۰۳
۷۷	وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم (۳۰_۴۳)	۶۰۴
۷۸	مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارۂ ذنوب نہ ہونے پر امام رازی کے پیش کردہ دلائل اور ان کے جوابات	۶۰۵
۷۹	مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارۂ ذنوب ہونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۶۰۷
۸۰	خلاصہ بحث	۶۰۹
۸۱	سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں	۶۱۰
۸۲	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل	۶۱۰
۸۳	دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا فرق	۶۱۱
۸۴	اثم، کبیرہ اور فحش کا معنیٰ	۶۱۱
۸۵	چند کبائر کا بیان	۶۱۲
۸۶	حالت غضب میں معاف کرنے کی فضیلت	۶۱۵
۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں	۶۱۶
۸۸	نماز نہ پڑھنے پر وعید	۶۱۶

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	شوریٰ کا معنیٰ	۶۱۷
۹۰	مشورہ کرنے کے متعلق احادیث	۶۱۷
۹۱	الشوریٰ: ۳۸ کا شان نزول	۶۱۸
۹۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا باہمی مشاورت سے اہم کاموں کو انجام دینا	۶۱۸
۹۳	بدلہ لینے اور بدلہ نہ لینے کی آیتوں میں بہ ظاہر تعارض کا جواب	۶۱۹
۹۴	قرض خواہ اپنا حق مقروض کی لاعلمی میں بھی لے سکتا ہے	۶۲۰
۹۵	بدلہ لینے کے جواز میں احادیث	۶۲۱
۹۶	بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث	۶۲۲
۹۷	عام مسلمان اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کو خود سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟	۶۲۴
۹۸	ظلم اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے مصادیق	۶۲۵
۹۹	انکم ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی تحقیق	۶۲۵
۱۰۰	اپنے مال کے حق اور عزت کے حق کو معاف کرنے کے سلسلہ میں علماء کے نظریات	۶۲۶
۱۰۱	عزم، عزیمت اور رخصت کا معنیٰ	۶۲۸
۱۰۲	ومن یضلل اللہ فما لہ من ولی من بعدہ (۵۳-۴۴)	۶۲۹
۱۰۳	اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دینے کی نسبت کرنی چاہیے اور گمراہ کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کرنی چاہیے	۶۳۱
۱۰۴	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں قیامت کے دن کفار کے بینا ہونے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں نابینا ہونے کا ذکر ہے	۶۳۲
۱۰۵	وعد اور وعید سنانے کے بعد انسان کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت	۶۳۳
۱۰۶	انسان کے کفر کا سبب	۶۳۳
۱۰۷	مذکر اور مؤنث کی پیدائش کی علامات	۶۳۴
۱۰۸	انبیاء علیہم السلام کو اولاد عطا فرمانے کی تفصیل	۶۳۴
۱۰۹	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	۶۳۴
۱۱۰	اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں	۶۳۵
۱۱۱	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۶۳۶
۱۱۲	ضرورت وحی اور ثبوت وحی	۶۳۷
۱۱۳	وحی کی اقسام	۶۳۹
۱۱۴	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق شارحین حدیث کی تحقیق	۶۴۱
۱۱۵	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق مفسرین کی تحقیق	۶۴۶
۱۱۶	نزول قرآن سے پہلے آپ کو اجمالی طور پر قرآن عطا کیا جانا	۶۴۷
۱۱۷	اس اشکال کے جوابات کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کو کتاب کا پتا تھا نہ ایمان کا	۶۴۷
۱۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب اور ایمان کے علم کی نفی کی دیگر مفسرین کی طرف سے توجیہات	۶۴۷
۱۱۹	اشکال مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہات	۶۴۸
۱۲۰	سورۃ الشوریٰ کا اختتام	۶۴۹
	سورۃ الزخرف	۶۵۱
۱	سورت کا نام	۶۵۱
۲	سورت کے مقاصد	۶۵۱
۳	حٰمٓ ○ والکتب المبین (۱۵-۱)	۶۵۳
۴	حم والکتب المبین کی تفسیریں	۶۵۴
۵	کتاب کو قرآن عربی فرمانے کی وجوہ	۶۵۵
۶	لوح محفوظ میں قرآن مجید اور مخلوق کے اعمال کا ثابت ہونا	۶۵۵

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذا رسانی	۶۵۶
۸	انسان کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا کرم	۶۵۷
۹	انسان کی فطرت میں اللہ کی معرفت کا ہونا	۶۵۸
۱۰	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	۶۵۸
۱۱	بارش نازل کرنے سے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر استدلال	۶۵۸
۱۲	ازواج کی تخلیق سے توحید پر استدلال	۶۵۹
۱۳	چوپایوں اور کشتیوں کی تخلیق سے توحید پر استدلال	۶۶۰
۱۴	سفر پر روانہ ہونے کے وقت سواری پر بیٹھنے کے بعد کی دعا	۶۶۰
۱۵	سفر سے واپسی کی دعا	۶۶۱
۱۶	جمال کا معنیٰ اور مویشیوں کا جمال	۶۶۲
۱۷	بکریوں، گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت	۶۶۲
۱۸	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	۶۶۳
۱۹	ام اتخذ مما یخلق بنت (۲۵_۱۶)	۶۶۴
۲۰	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے	۶۶۵
۲۱	عورتوں کے ناقص ہونے کی وجوہ	۶۶۶
۲۲	کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں	۶۶۷
۲۳	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے	۶۶۷
۲۴	معتزلہ کا جبریہ پر اعتراض اور امام رازی کا جبریہ کی طرف سے جواب	۶۶۸
۲۵	جبریہ کی حمایت میں سورۃ الانعام کی تقریر	۶۶۹
۲۶	جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل	۶۶۹
۲۷	انسانوں کے لیے اختیار کے ثبوت میں مصنف کی تقریر	۶۷۰
۲۸	جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل کے جوابات	۶۷۱
۲۹	''مستمسکون'' کا معنیٰ	۶۷۲
۳۰	امت کے معانی	۶۷۲
۳۱	دنیاوی مال و متاع کا مذموم ہونا	۶۷۳
۳۲	''اھدیٰ'' کے معنیٰ میں مترجمین کی آراء	۶۷۴
۳۳	تقلید کی تحقیق	۶۷۵
۳۴	واذ قال ابراهیم لابیه وقومه (۳۵_۲۶)	۶۷۶
۳۵	کفار مکہ کی بت پرستی کے خلاف اسوۂ ابراہیم سے استدلال	۶۷۷
۳۶	اہل مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان کا کفر اور استہزاء	۶۷۸
۳۷	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا	۶۷۹
۳۸	دنیا کی زیب و زینت کفار کے لیے ہے	۶۸۱
۳۹	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا حقیر ہونا	۶۸۱
۴۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر کو پسند کرنے کی وجوہ	۶۸۲
۴۱	ومن یعش عن ذکر الرحمن (۴۵_۳۶)	۶۸۳
۴۲	اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے کا وبال	۶۸۴
۴۳	معصیت میں شیطان کی اتباع دوزخ میں شیطان کی اتباع کو مستلزم ہے	۶۸۵
۴۴	کفار مکہ کی ضد اور عناد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۶۸۵
۴۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے متعلق احادیث	۶۸۶
۴۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیے قرآن مجید کا شرف عظیم ہونا	۶۸۷

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷	گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کی توجیہات	۶۸۸
۴۸	ولقد ارسلنا موسی بایتنا (۵۶_۴۶)	۶۹۰
۴۹	حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ کو یہاں ذکر کرنے کے مقاصد اور فوائد	۶۹۱
۵۰	ولما ضرب ابن مریم مثلا (۶۷_۵۷)	۶۹۵
۵۱	الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں پہلی روایت	۶۹۶
۵۲	الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں دوسری روایت	۶۹۷
۵۳	سید مودودی کا شان نزول میں حدیث وضع کرنا	۶۹۹
۵۴	مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی بہ نسبت اپنے بتوں کی عبادت کو افضل قرار دینا	۷۰۰
۵۵	آیا کفار نے اپنے بتوں کو بہتر قرار دیا تھا یا حضرت عیسیٰ کو؟	۷۰۱
۵۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے' خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے	۷۰۲
۵۷	فرشتوں کے اللہ کی بیٹیاں نہ ہونے کی ایک اور دلیل	۷۰۳
۵۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تحقیق	۷۰۳
۵۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے متعلق احادیث	۷۰۳
۶۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۰۴
۶۱	یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا	۷۰۴
۶۲	یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا	۷۰۴
۶۳	''بل رفعه الله اليه'' پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات	۷۰۵
۶۴	''انی متوفیک ورافعک الی'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۶
۶۵	''انی متوفیک ورافعک الی'' پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۰۸
۶۶	''ومکروا مکر الله'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۸
۶۷	اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا	۷۰۸
۶۸	''یکلم الناس فی المهد و کهلا'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۹
۶۹	''وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۱۰
۷۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	۷۱۰
۷۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	۷۱۱
۷۲	مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۱۱
۷۳	''وما محمد الا رسول'' سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۱۲
۷۴	مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال	۷۱۳
۷۵	مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال	۷۱۵
۷۶	حضرت عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا	۷۱۶
۷۷	خلیل کے معانی	۷۱۸
۷۸	دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا	۷۱۸
۷۹	یعباد لا خوف علیکم الیوم (۸۹_۶۸)	۷۱۹
۸۰	مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں	۷۲۲
۸۱	سونے اور چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	۷۲۲
۸۲	سونے اور چاندی کے ظروف آرائش اور چارانگل سونے' چاندی اور ریشم کے کام والے کپڑوں کا جواز	۷۲۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۳	سونے اور چاندی کے ظروف کی تفصیل	۴۲۴
۸۴	چار انگل ریشم کے کام کے جواز کی مزید تفصیل	۴۲۵
۸۵	مرد کے زیور پہننے کی تفصیل	۴۲۶
۸۶	جنت کی وراثت کی توجیہ	۴۲۷
۸۷	دوزخ کے نگران فرشتے مالک سے اہل دوزخ کا کلام	۴۲۸
۸۸	آپ کے خلاف سازش کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا	۴۲۹
۸۹	الزخرف: ۸۰ کا شان نزول	۴۲۹
۹۰	اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک کی مذمت اور اس پر وعید	۴۲۹
۹۱	اس پر دلائل کہ حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہیں	۴۳۰
۹۲	غیر اللہ کی عبادت کا باطل ہونا	۴۳۱
۹۳	مشرکین کو بت پرستی پر ملامت کرنا	۴۳۱
۹۴	الزخرف: ۸۸ کی نحوی تراکیب	۴۳۲
۹۵	کافروں کو سلام کرنے کا مسئلہ	۴۳۲
۹۶	الزخرف کا خاتمہ	۴۳۲
	سورۃ الدخان	۴۳۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۳۷
۲	سورۃ الدخان کی فضیلت میں احادیث	۴۳۷
۳	سورۃ الدخان کے مقاصد اور مسائل	۴۳۸
۴	حٰمٓ ○ والکتب المبین (۲۹-۱)	۴۳۹
۵	حامیم کا معنی	۴۴۱
۶	"لیلة مبارکة" سے لیلة القدر مراد ہونے کے ثبوت میں آثار	۴۴۱
۷	"لیلة مبارکة" سے لیلة القدر مراد ہونے پر دلائل	۴۴۲
۸	لیلہ مبارکہ سے نصف شعبان کی شب مراد ہونے کے متعلق روایات	۴۴۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹	نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق صحاح کی احادیث	۴۴۴
۱۰	نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق امام بیہقی کی احادیث	۴۴۵
۱۱	نصف شعبان کی شب کے فضائل میں حافظ سیوطی کی روایات	۴۴۷
۱۲	کثرت مغفرت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۴۷
۱۳	کثرت مغفرت کے متعلق احادیث صحیحہ	۴۴۷
۱۴	توبہ اور استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	۴۴۸
۱۵	والدین اور اعزہ کے لیے استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	۴۴۹
۱۶	توبہ پر اصرار کرنے اور استغفار کو لازم رکھنے کے متعلق احادیث صحیحہ	۴۵۰
۱۷	دعا قبول نہ ہونے سے نہ اکتائے نہ مایوس ہو بلکہ مسلسل دعا کرتا رہے	۴۵۱
۱۸	شرک زنا اور قتل ناحق کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۱
۱۹	کینہ اور بغض کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۲
۲۰	والدین کی نافرمانی کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۳
۲۱	قطع رحم کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۶
۲۲	عادی شرابی کا شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۷
۲۳	چغلی کھانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۴۵۷
۲۴	تصویریں بنانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۸
۲۵	شب برأت میں شب بیداری کرنا اور مخصوص عبادات کرنا	۷۵۹
۲۶	شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کو باجماعت پڑھنا	۷۵۹
۲۷	فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادائیگی پر مقدم کرنا	۷۶۰
۲۸	کفار کا اللہ کو خالق ماننا محض ان کا مشغلہ اور دل لگی ہے	۷۶۱
۲۹	آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے قرب قیامت میں دھوئیں کا ظاہر ہونا	۷۶۱
۳۰	دوسری روایت میں ہے: آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے کفار کی بھوک کی کیفیت	۷۶۲
۳۱	آسمان کو دھوئیں سے تعبیر کرنے کی توجیہ	۷۶۳
۳۲	دونوں روایتوں میں اصح روایت کا بیان	۷۶۳
۳۳	دھوئیں کی دو تفسیروں کے محامل	۷۶۴
۳۴	سخت گرفت کے ساتھ پکڑنے کی متعدد تفسیریں	۷۶۵
۳۵	قوم فرعون کو آزمائش میں ڈالنے کی توجیہ	۷۶۵
۳۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ماجرا	۷۶۵
۳۷	نیک آدمی کی موت پر آسمان اور زمین کا رونا	۷۶۸
۳۸	ولقد نجینا بنی اسرائیل (۵۹-۳۰)	۷۶۸
۳۹	بنی اسرائیل کی فضیلت اور ان کی آزمائش	۷۷۱
۴۰	کفار کے مطالبہ پر ان کے مرے ہوئے باپ دادا کو کیوں نہیں زندہ کیا گیا' الماوردی اور القرطبی کا جواب	۷۷۲
۴۱	اعتراض مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے	۷۷۲
۴۲	تبع اور اس کی قوم کا بیان	۷۷۳
۴۳	روز قیامت کو فیصلہ کا دن فرمانے کی توجیہات	۷۷۵
۴۴	آخرت میں کفار کے عذاب کی وعید	۷۷۶
۴۵	آخرت میں متقین کے اجر و ثواب کی بشارت	۷۷۷
۴۶	امام رازی کا فاسق کو جنت کی بشارت میں داخل کرنا اور مصنف کا اس سے اختلاف	۷۷۸
۴۷	اہل جنت کے درمیان بغض اور کینہ کا نہ ہونا	۷۷۸
۴۸	حور کا معنیٰ اور جنت میں حوروں سے عقد کا محمل	۷۷۹
۴۹	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	۷۸۰
۵۰	اہل جنت کی دائمی نعمتیں	۷۸۱
۵۱	اس کی تحقیق کہ موت وجودی ہے یا عدمی	۷۸۲
۵۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار اور کفار مکہ کے انتظار کے الگ الگ محمل	۷۸۲
۵۳	قرآن مجید کے آسان ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۷۸۳
۵۴	سورۃ الدخان کا خاتمہ	۷۸۳
	سورۃ الجاثیہ	۷۸۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۷۸۴
۲	سورۃ الجاثیہ کے مشمولات	۷۸۴
۳	حٰمٓ○تنزیل الکتب من اللہ العزیز (۱-۱۱)	۷۸۶
۴	حدیث ''کنت کنزا مخفیا'' کی تحقیق	۷۸۷
۵	تنزیل قرآن کے مقاصد	۷۸۸
۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے استدلال	۷۸۸
۷	اللہ تعالیٰ کی توحید پر انسانوں' حیوانوں اور درختوں سے استدلال	۷۸۹
۸	اللہ تعالیٰ کی توحید پر رات اور دن کے اختلاف' بارش سے روئیدگی اور ہواؤں سے استدلال	۷۸۹
۹	یومنون' یوقنون اور یعقلون فرمانے کی توجیہ	۷۹۰
۱۰	عقل کی تعریف' عقل کی اقسام اور عقل کے متعلق احادیث	۷۹۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	ان لوگوں کی مذمت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سننے کے باوجود ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں کی مدح جو آپ سے قرآن سنے بغیر ایمان لے آئے	۷۹۱
۱۲	ان لوگوں کی مدح میں احادیث جو آپ کو بن دیکھے آپ پر ایمان لے آئے	۷۹۲
۱۳	ویل کا معنی	۷۹۳
۱۴	اصرار کا معنی	۷۹۳
۱۵	آیات مذکورہ کے اشارات	۷۹۴
۱۶	اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک (۲۱-۱۲)	۷۹۵
۱۷	بحری جہازوں کا سمندر میں چلنا اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں پر موقوف ہے؟	۷۹۷
۱۸	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۷۹۷
۱۹	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی صفات میں غور وفکر کے متعلق احادیث	۷۹۸
۲۰	الجاثیہ: ۱۴ کے شان نزول کی تحقیق	۷۹۸
۲۱	فجور ظاہر اور فجور باطن	۸۰۰
۲۲	بنو اسرائیل کو دی گئی نعمتیں	۸۰۰
۲۳	بغض وعناد کی بناء پر بنو اسرائیل کا حق سے انکار کرنا	۸۰۱
۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ممتاز اور منفرد ہونا	۸۰۱
۲۵	آپ کی شریعت کے بعد کسی اور شریعت کی طرف التفات کرنا جائز نہیں	۸۰۲
۲۶	آپ کو جاہلوں کی اتباع سے منع کرنے کا محمل	۸۰۳
۲۷	بعض مفسرین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب سے محروم تفسیر	۸۰۴
۲۸	بصیرت کے معنی کی تحقیق	۸۰۵
۲۹	قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا	۸۰۵
۳۰	توحید کے مراتب	۸۰۶
۳۱	جرح اور اجتراح کا معنی	۸۰۷
۳۲	کفار کی زندگی اور موت کا مسلمانوں کے برابر نہ ہونا	۸۰۷
۳۳	وخلق اللہ السموات والارض بالحق (۲۶-۲۲)	۸۰۹
۳۴	اللہ سبحانہ کا کفار اور فجار کو عذاب دینا اس کا ظلم نہیں عدل ہے	۸۱۰
۳۵	اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنی خواہشوں پر عمل کرنا اپنی خواہشوں کی عبادت کرنا ہے	۸۱۱
۳۶	بعض بندوں کو رسول بنانے اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	۸۱۱
۳۷	کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی توجیہ	۸۱۲
۳۸	سورۃ البقرہ اور سورۃ الجاثیہ دونوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ محامل	۸۱۳
۳۹	جو اللہ رسول اور ائمہ کو ہادی نہیں مانے گا وہ شیطان کا متبع ہوگا	۸۱۴
۴۰	کفار کے نقل کردہ قول پر ایک اعتراض کا جواب	۸۱۴
۴۱	دہر کا لغوی اور عرفی معنی	۸۱۵
۴۲	دہر کے متعلق احادیث	۸۱۵
۴۳	کلمات حدیث کی تشریح	۸۱۶
۴۴	کفار اور دہریے بلا دلیل اللہ سبحانہ کا انکار کرتے ہیں	۸۱۶
۴۵	حشر ونشر کے انکار پر کفار کی حجت کا جواب	۸۱۶
۴۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی توحید قیامت اور حشر ونشر پر دلیل	۸۱۷

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۷	وللہ ملک السموات والارض (۲۷۔۳۷)	۸۱۷			
۴۸	کفار کا خسارہ	۸۱۹			
۴۹	آیا قیامت کے دن سب گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے یا صرف کفار؟	۸۱۹			
۵۰	جاثیہ کی تاویلات	۸۲۰			
۵۱	لوگوں کو ان کے صحائف اعمال کی طرف بلانا	۸۲۱			
۵۲	مؤمنوں اور کافروں کی جزاء کے متعلق احادیث	۸۲۱			
۵۳	اللہ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعارض کا جواب	۸۲۲			
۵۴	حقیقی کامیابی کا مصداق	۸۲۳			
۵۵	جو لوگ دور دراز کے علاقے میں رہتے ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو آیا وہ مکلّف ہیں یا نہیں؟	۸۲۳			
۵۶	قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ	۸۲۴			
۵۷	بُرے کاموں کی آخرت میں بُری اور ڈراؤنی صورتیں	۸۲۵			
۵۸	اللہ تعالیٰ کے بھلا دینے کی توجیہ	۸۲۵			
۵۹	آخرت سے ڈرانا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرنا	۸۲۵			
۶۰	سورۃ الجاثیہ کا اختتام	۸۲۶			
۶۱	ماخذ و مراجع	۸۲۷			

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا
لکل شیٔ عند العارفین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوٰۃ اللہ
عن صلوٰۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القران وبین
لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القران وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس
والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواء ہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین
امام الاولین والاٰخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ
فی کتاب مبین وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ
الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الٰہ
الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور
نفسی ومن سیئات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللھم ارنی
الحق حقا وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی
فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ
والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہ اللھم الق فی
قلبی اسرار القراٰن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القراٰن ونورنی بانوار
الفرقان واسعدنی لتبیان القراٰن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی
مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا
عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم
الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی
زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام
بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی
وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت
ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اٰمین
یارب العالمین۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے؛ جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا' اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں' قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کر دے' اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ صٓ

(۳۸)

سُورَةُ الزُّمَرِ

(۳۹)

marfat.com
Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورۂ صٓ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

تمام مروجہ مصاحف' احادیث' آثار اور کتب تفسیر میں اس سورت کا نام "صٓ" معروف اور مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کا پہلا کلمہ صٓ ہے' اور جس طرح قرآن مجید کی کئی سورتوں کا نام ان کے شروع میں مذکور حرف تہجی پر رکھا گیا ہے جیسے طٰہٰ' یٰس اور ق' اسی طرح اس سورت کے اول میں جو "صٓ" مذکور ہے اسی پر اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔

حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ "صٓ" کی سورت ہے' البتہ الجعبری کا قول ہے کہ یہ مدنی سورت ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۶۵' مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۹ھ' بیروت)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۸ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے بھی اس سورت کا نمبر ۳۸ ہی ہے' یہ سورت الاعراف سے پہلے اور "اقتربت الساعۃ" کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اہل کوفہ کے نزدیک اس کی ۸۸ آیتیں ہیں اور ہمارے مصاحف میں یہی تعداد معروف ہے اور اہل حجاز' شام اور بصرہ کے نزدیک اس کی ۸۶ آیتیں ہیں اور ایوب بن التوکل بصری کے نزدیک اس کی ۸۵ آیتیں ہیں۔

صٓ کا زمانۂ نزول

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب بیمار ہو گئے تو قریش ان کے پاس ملنے کے لیے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت تشریف لے آئے' ابوطالب کی مجلس میں ایک آدمی تھا' ابوجہل اس کو منع کرنے کے لیے کھڑا ہوا' حضرت ابن عباس نے کہا: لوگوں نے ابوطالب سے آپ کی شکایت کی' ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ صرف ایک کلمہ پڑھ لیں' پھر پورا عرب ان کے زیر تسلط ہو جائے گا اور عجم کے لوگ ان کو خراج ادا کریں گے' ابوطالب نے پوچھا: صرف ایک کلمہ؟! آپ نے فرمایا: صرف ایک کلمہ' آپ نے فرمایا: اے میرے چچا! یہ کہیں: "لا الٰہ الا اللہ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' ان لوگوں نے کہا: صرف ایک خدا! ہم نے کسی اور دین میں ایسی بات نہیں سنی' یہ محض جھوٹ ہے' تب ان کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ○ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ○ ... مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ○ (صٓ: ۱-۷)

صاد' اس نصیحت والے قرآن کی قسم ○ بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ○ (کافروں نے کہا:) ہم نے کسی اور دین میں یہ بات نہیں سنی' یہ محض (ان کی) من

marfat.com
Marfat.com

گھڑت بات ہے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۱۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۹۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۳۵۹' مسند احمد ج ۱ص ۲۲۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۸۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۸۶' المستدرک ج ۲ص ۴۳۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ص ۱۸۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۸۴۰)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

زہری کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے یہ دیکھا کہ اسلام غلبہ پا رہا ہے اور مسلمان کعبہ کے گرد بیٹھنے لگے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' وہ اکٹھے ہو کر ابو طالب کے پاس گئے اور کہا: آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سے افضل ہیں اور آپ نے دیکھا ہے کہ ان بے وقوف نوجوانوں نے آپ کے بھتیجے کے کہنے میں آ کر ہمارے معبودوں کی عبادت چھوڑ دی ہے اور ہم پر طعن و تشنیع شروع کر دی ہے' وہ اپنے ساتھ ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو لے کر آئے تھے' انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس قریش کا سب سے حسین و جمیل اور سب سے عمدہ نسب کا لڑکا لے کر آئے ہیں' ہم اس کو آپ کے حوالے کرتے ہیں' یہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کا وارث ہو گا' اس کے بدلہ آپ اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دیں' پھر ہم اس کو قتل کر دیں گے' اس فیصلہ سے تمام قبائل مطمئن ہو جائیں گے۔ یہ سن کر ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا' تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو تا کہ میں کھلا پلا کر اس کی پرورش کروں اور اس کے بدلہ میں تم کو اپنا بھتیجا دے دوں تا کہ تم اس کو قتل کر دو' یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے' انہوں نے کہا: تم اپنے بھتیجے کو بلاؤ' ہم اس سے انصاف کی بات کہتے ہیں' ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو ابو طالب نے آپ سے کہا: اے بھتیجے! یہ لوگ آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ لوگ ہیں اور یہ آپ سے کوئی انصاف کی بات کرنا چاہتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کہو میں سن رہا ہوں' انہوں نے کہا: آپ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں' ہم آپ کے خدا کو برا نہیں کہیں گے۔ ابو طالب نے کہا: آپ کی قوم نے بہت انصاف کی بات کہی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہارے سامنے ایک کلمہ پیش کرتا ہوں' اگر تم اس کلمے کو پڑھ لیتے ہو تو تمام عرب تمہارے زیر تسلط ہو جائے گا اور عجم تمہارے سامنے سرنگوں ہو جائے گا' ابو جہل نے کہا: یہ کلمہ تو بہت نفع آور ہے' ہاں! آپ کے باپ کی قسم! ہم اس کلمے کو ضرور پڑھیں گے بلکہ دس بار پڑھیں گے' آپ نے فرمایا: تم پڑھو: ''لا الہ الا اللہ'' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ سب بپھر گئے' غصہ اور غضب سے تلملانے لگے اور وحشیوں کی طرح وہاں سے بھاگنے لگے' عقبہ بن ابی معیط نے کہا: اپنے خداؤں پر صبر کرو اور ہم دوبارہ ان کے پاس نہیں آئیں گے' اس کے بعد ان کافروں نے آپ کے خلاف سازش کی اور دھوکے سے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ناکام اور نامراد کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۱۵۸۔۱۵۹ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ' طبع جدید)

ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ سورۂ صٓ ابو طالب کی حیات کے آخری حصہ میں نازل ہوئی ہے' جب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا تھے' لہٰذا یہ سورت ہجرت سے تین سال پہلے نازل ہوئی ہے۔

صٓ کے اغراض و مقاصد

(۱) مشرکین مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور آپ کی مخالفت کرتے تھے' اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت اور زجر و توبیخ کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين.

اس تعارف کے آخر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعض اکابر اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ امام رازی کی تفسیر کو علامہ قمولی نے مکمل کیا ہے' ہر چند کہ ان اکابر علماء کے نام بہت بڑے بڑے ہیں اور میں ان کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم ہوں' تاہم تحقیق یہ ہے کہ مکمل تفسیر کبیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ امام رازی نے ہی تفسیر کبیر کو مکمل کیا ہے

علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ (وفیات الاعیان ج ۴ ص ۲۴۹)' حاجی خلیفہ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۵۶)' حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ (تاریخ الاسلام ج ۱۴ ص ۲۱۳)' علامہ تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۵ ص ۱۶) اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۳۰۴) نے لکھا ہے کہ امام رازی نے تفسیر کبیر مکمل نہیں فرمائی' بلکہ اس کو علامہ نجم الدین قمولی متوفی ۷۲۷ھ نے مکمل کیا ہے۔

میں سورۃ الانبیاء کے بعد بھی مسلسل تفسیر کبیر کا مطالعہ کرتا رہا ہوں اور اس دوران مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ تفسیر کبیر امام رازی نے ہی مکمل فرمائی ہے' کیونکہ سورۃ الانبیاء کے بعد کی سورتوں میں بھی امام رازی کا وہی انداز ہے اور جن چیزوں کی وہ پہلے تفسیر اور تحقیق کر چکے ہیں جب بعد کی آیتوں میں ان کا ذکر آئے تو فرماتے ہیں: ہم اس سے پہلے فلاں سورت میں اس کی تحقیق کر چکے ہیں' مثلاً وہ یٰس: ۳۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہم پھلوں کی لذت اور نفع اندوزی کے متعلق سورۃ الانعام میں لکھ چکے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

الصّٰفّٰت: ۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہم "مارد" کی تفسیر التوبہ: ۱۰۱ میں لکھ چکے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

الصّٰفّٰت: ۱۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہم "داخرون" کی تفسیر النمل: ۴۸ کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۲۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

اگر علامہ قمولی نے الانبیاء کے بعد تفسیر کبیر لکھی ہوتی تو وہ اس طرح نہ لکھتے بلکہ لکھتے کہ امام اس کی تفسیر فلاں سورت میں لکھ چکے ہیں۔ ہم نے تین آیتوں کی مثالیں دی ہیں' ایسی اور بھی بہت مثالیں ہیں۔

دوسری بہت واضح دلیل یہ ہے کہ امام رازی نے بعض سورتوں کے آخر میں وہ تاریخ بھی لکھی ہے جس تاریخ کو اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی ہے' ہم امام رازی کی لکھی ہوئی تمام اختتامی تاریخوں کو یہاں نقل کر رہے ہیں۔

سورۂ آل عمران کے آخر میں لکھتے ہیں: اللہ کے فضل اور احسان سے یکم ربیع الثانی ۵۹۵ھ بہ روز جمعرات اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

سورۃ النساء کے آخر میں لکھتے ہیں: ۱۲ جمادی الثانیہ ۵۹۵ھ بہ روز منگل میں اس سورت کی تفسیر سے فارغ ہوگیا۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۷۵)

سورۃ الانفال کے آخر میں لکھتے ہیں: لله الحمد و الشكر یکم رمضان بہ روز اتوار ۶۰۱ھ میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۰)

سورۃ التوبہ کے آخر میں لکھتے ہیں: ۱۴ رمضان ۶۰۱ھ بہ روز جمعہ میں اس کی تفسیر سے فارغ ہوگیا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۸۰)

سورۂ یونس کے آخر میں لکھتے ہیں: میں اس سورت کی تفسیر سے رجب ۶۰۱ھ بہ روز ہفتہ فارغ ہوگیا تھا اور میں ان دنوں

marfat.com
Marfat.com

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ ان کی تکذیب اور مخالفت سے نہ گھبرائیں' آپ سے پہلے حضرت داؤد' حضرت ایوب اور دیگر رسولوں کی بھی تکذیب اور مخالفت ہوتی رہی ہے۔

(۳) لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دینے کے لیے قیامت اور دار آخرت کا برپا کرنا ضروری ہے۔

(۴) سب سے پہلی گمراہی وہ تھی جو شیطان کے انکار سجود کی وجہ سے وجود میں آئی۔

صٓ کے مضامین اور مشمولات

(۱) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ کفار مکہ صرف تکبر کی وجہ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کر رہے ہیں ان کو صرف یہ بات ناگوار گزری ہے کہ ان ہی میں سے اور ان کی ہی نوع سے ایک شخص کو منصب رسالت پر سرفراز کر دیا گیا اور جن بتوں کی وہ اور ان کے آباء واجداد ایک بڑے عرصہ سے عبادت کر رہے تھے اس نے ان سب بتوں کی خدائی کو باطل قرار دے دیا' سو وہ آپ کو ساحر اور کذاب کہتے تھے' وہ سمجھتے تھے کہ منصب رسالت ہو یا کوئی اور بڑی نعمت ہو اس نعمت کے مستحق وہ ہیں اور وہ اس خبط میں مبتلا تھے کہ اگر اللہ نے اپنی کوئی کتاب نازل فرمانی ہوتی تو ان جیسے کسی امیر و کبیر اور سردار پر اپنی کتاب نازل کرتا نہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی کوئی ظاہری شان و شوکت' ٹھاٹھ باٹھ اور طمطراق نہ تھا۔

(۲) گزشتہ بعض سرکش اور متکبر امتوں کا ذکر فرمایا' جنہوں نے آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ اسی طرح کا تکبر کیا اور بالآخر وہ امتیں ملیامیٹ ہو گئیں۔

(۳) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ یہ دنیا محض عبث اور فضول نہیں ہے' اس دنیا میں انسان نیک یا بد جو بھی کام کرتا ہے اس کو آخرت میں اس کی سزا یا جزاء ملتی ہے اور اسی لیے قیامت کا آنا ضروری ہے۔

(۴) حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا کا ذکر فرمایا اور اس پر ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر جو ان کو معاف فرمایا اس کا ذکر فرمایا تاکہ لوگ گناہ کرنے کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اس سے استغفار کرتے رہیں۔

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی وسعت اور ان کی دولت اور حشمت کا ذکر فرمایا اور ان نعمتوں پر ان کی شکر گزاری کو بیان فرمایا تاکہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فراہم کی کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو آپ فکر اور غم نہ کریں کہ ہمیشہ اولوالعزم انبیاء کی مخالفت کی جاتی رہی ہے اور وہ اس پر صبر کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہمیشہ ناکام اور نامراد کیا اور اپنے نبیوں کو دارین میں سرخ روئی عطا فرمائی۔

(۷) آخر میں یہ بتایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور جو لوگ آپ کے پیغام توحید کی تکذیب کر رہے ہیں اور تکبر کی بناء پر آپ پر ایمان نہیں لا رہے ہیں وہ ابلیس کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا وہی انجام ہوگا جو ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔

صٓ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت سے صٓ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہے ہیں' الٰہ العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق و صواب پر قائم رکھنا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باتیں غلط ہوں ان کی غلطیوں اور ناصواب ہونے پر مطلع فرمانا اور ان کا رد کرنے کی ہمت اور توفیق دینا۔ واخر دعوانا ان الحمد

marfat.com

Marfat.com

گویا المؤمن سے الفتح تک تمام سورتوں کی تفسیر امام رازی نے ذوالحجہ ۶۰۳ھ میں لکھی ہے۔ اور یہ تفسیر کبیر کے کل ۱۲۷ صفحات ہیں اور عربی میں ایک ماہ میں ۱۲۷ صفحات لکھ لینا بعید نہیں ہے' اردو میں مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں ترجمہ کرنا ہوتا ہے اور ۱۲۰ صفحات کے لگ بھگ تو میں نے بھی ایک ماہ میں لکھے ہیں۔ سورۃ الفتح کے بعد امام رازی نے کسی سورت کے خاتمہ کی تاریخ نہیں لکھی۔ الفتح کا نمبر ۴۸ ہے اور اس کے بعد ساڑھے چار پاروں کی تفسیر باقی ہے۔ اور امام رازی کی وفات ۶۰۶ھ میں ہے اور اس کے بعد وہ مزید تین سال زندہ رہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پوری تفسیر ان ہی کی لکھی ہوئی نہ ہو' لہٰذا صحیح یہی ہے کہ پوری تفسیر کبیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے اور ابن خلکان' حاجی خلیفہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

عمر رضا کحالہ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ تفسیر کبیر مکمل امام رازی کی تصنیف ہے۔

(معجم المؤلفین ج ۱۱ص ۷۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اگر تفسیر کبیر علامہ قمولی نے مکمل کی ہوتی تو وہ اپنے تکملہ کے دوران کہیں تو امام رازی کا نام لیتے اور بتاتے کہ یہ امام رازی کا اسلوب ہے اور یہ میرا طریقہ ہے۔

نیز سورت مجادلہ کا نمبر ۵۸ ہے اور یہ قرآن مجید کی آخری سورتوں میں ہے' اس کی آیت: ۱۱ ''وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' (المجادلہ: ۱۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جان لو کہ ہم نے ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' (البقرہ: ۳۱) کی تفسیر میں علم کی فضیلت پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر سورۃ الانبیاء کے بعد علامہ قمولی نے تفسیر کبیر کو مکمل کیا ہوتا تو یہ عبارت اس طرح ہوتی کہ امام رازی نے ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' کی تفسیر میں علم کی فضیلت پر بہت تفصیل سے لکھا ہے اور جب کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ ہم نے البقرہ: ۳۱ میں علم کی فضیلت پر بہت تفصیل سے لکھا ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ تفسیر کبیر مکمل امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

اور امام رازی ''فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ'' (الحشر: ۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہم نے اپنی کتاب ''المحصول من اصول الفقہ'' میں اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیاس حجت ہے' ہم اس تقریر کا یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس عبارت سے مزید واضح ہو گیا کہ تفسیر کبیر مکمل امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ء فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۴۵-۲۱۲۰۶۱۷
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

marfat.com
Marfat.com

اپنے نیک بیٹے محمد کی وفات سے بہت غم زدہ ہوں اور قارئین سے اس کی مغفرت کی درخواست ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۱)

سورۂ یوسف کے آخر میں لکھتے ہیں: میں سات شعبان ۶۰۱ ھ بہ روز بدھ اس سورت کی تفسیر سے فارغ ہو گیا' آج کل میں اپنے نیک بیٹے محمد کی وفات سے بہت غم گین ہوں' اس کی مغفرت کی دعا کریں اور میرے لیے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دعا کریں اور جو میرے لیے یہ دعا کرے گا میں بھی اس کے لیے بہت دعا کروں گا اور پھر حمد و صلوٰۃ پڑھی۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۲۳)

سورۂ رعد کے آخر میں لکھتے ہیں: آج ۱۸ شعبان ۶۰۱ ھ بہ روز اتوار کو اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی' بیٹے کی وفات کا غم تازہ ہے' اس کی دعا کے لیے درخواست کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۵)

سورۂ ابراہیم کے آخر میں فرماتے ہیں: اواخر شعبان ۶۰۱ ھ بہ روز جمعہ اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۱۵)

سورۃ الکہف کے آخر میں فرماتے ہیں: ستر و صفر ۶۰۲ ھ بہ روز منگل شہر غزنین میں اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۰۳)

سورۃ الصّٰفّٰت کے آخر میں لکھتے ہیں: ستر و ذوالقعدہ ۶۰۳ ھ میں بہ روز جمعہ بہ وقت چاشت اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۶۴)

امام رازی نے الزمر: ۷ کی تفسیر میں ایک سوال کے متعدد جواب ذکر کیے ہیں۔ ان کے تیسرے جواب میں لکھا ہے کہ یہ جواب میرے والد شیخ ضیاء الدین عمر نے دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۲۶) یہ عبارت اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ سورۂ انبیاء سے آگے بھی تفسیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے۔ نیز سورۂ زمر کے آخر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ اس کی تفسیر ذوالقعدہ ۶۰۳ ھ میں مکمل ہوئی۔

''وفیات الاعیان'' اور ''کشف الظنون'' وغیرہما میں لکھا ہوا ہے کہ امام رازی نے سورۃ الانبیاء تک تفسیر لکھی ہے۔ الانبیاء کا نمبر ۲۱ ہے اور الزمر کا نمبر ۳۹ ہے' گویا کہ الانبیاء کے بعد ۱۸ سورتوں کی تفسیر بھی امام رازی نے لکھی ہے اور یہ سورت ۶۰۳ ھ میں لکھی گئی ہے اور ۶۰۶ ھ میں امام رازی کی وفات ہوئی ہے گویا اس کے تین سال بعد تک امام رازی تفسیر کبیر لکھتے رہے اور آخری سورتوں کی تفسیر امام رازی نے بہت سرعت کے ساتھ لکھی ہے' جیسا کہ بعد کی تاریخوں سے اندازہ ہوتا ہے۔

سورۂ صٓ کے آخر میں فرماتے ہیں: ۲ ذوالقعدہ ۶۰۳ ھ بہ روز منگل اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۱۷)

سورۃ الزمر کے آخر میں فرماتے ہیں: آخر ذوالقعدہ ۶۰۳ ھ بہ روز منگل اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۸۱)

سورۃ المؤمن کے آخر میں فرماتے ہیں: ۲ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز ہفتہ اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۳۶)

سورۂ حٰم السجدۃ کے آخر میں فرماتے ہیں: ۴ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ کو ظہر کے وقت اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۷۴)

سورۃ الشوریٰ کے آخر میں فرماتے ہیں: آخر ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز جمعہ اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۱۵)

سورۃ الزخرف کے آخر میں فرماتے ہیں: ۱۱ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز اتوار اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۵۰)

غالباً ان دونوں سورتوں کی تفسیریں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اور سورۃ الدخان اور الجاثیہ کی تفسیر بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

سورۃ الدخان کے آخر میں لکھتے ہیں: بارہ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز منگل اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۶۷)

سورۃ الجاثیہ کے آخر میں لکھتے ہیں: پندرہ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز جمعہ اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۸۳)

سورۃ الاحقاف کے آخر میں لکھتے ہیں: ۲۰ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ کو اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۱)

سورۃ الفتح کے آخر میں لکھتے ہیں: ۱۷ ذوالحجہ ۶۰۳ ھ بہ روز جمعرات کو اس سورت کی تفسیر ختم ہوگئی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۹۰)

marfat.com
Marfat.com

وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝١٠ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ

تو ان کو چاہیے کہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں O یہ اسی جگہ کفار کا شکست خوردہ

مِّنَ الْأَحْزَابِ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ

حقیر لشکر ہے O ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والے فرعون کی قوم

ذُو الْأَوْتَادِ ۝١٢ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ

تکذیب کر چکی ہے O اور ثمود اور لوط کی قوم اور اصحاب ایکہ یہ کفار کے

الْأَحْزَابُ ۝١٣ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝١٤ ع ۱

گروہ ہیں O ان میں سے ہر گروہ نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صٓ 'اس نصیحت والے قرآن کی قسم! O بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں O ہم ان سے پہلے بھی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں' انہوں نے بہت فریاد کی مگر وہ وقت نجات کا نہ تھا O (صٓ: ۳۔۱)

صٓ کے معانی اور محامل

اس سورت کو بھی حرف تہجی صٓ کے ساتھ شروع کیا گیا ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اور بھی کئی سورتوں کو حرف تہجی کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اور اس میں اس چیز پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور وحی الٰہی ہے' کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو جن حروف تہجی سے یہ کلام مرکب ہے تم ان ہی حروف سے کلام بناتے ہو' سو تم بھی ان حروف سے ایسا کلام بنالاؤ اور اگر تم ایسا معجز کلام نہ بنا سکو اور اس سے عاجز ہو جاؤ تو پھر مان لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ حرف صاد کو ابتداءً لانے میں حسب ذیل امور کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے:

(۱) صٓ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء ہیں جو حرف صاد سے شروع ہوتے ہیں جیسے صادق الوعد' صانع المخلوقات اور صمد۔

(۲) اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر خبر پہنچانے میں صادق ہیں۔

(۳) سعید بن جبیر نے کہا: صٓ سے مراد وہ بحر ہے جس سے اللہ تعالیٰ دو صوروں کے درمیانی وقفہ میں مردوں کو زندہ فرمائے گا' ضحاک نے کہا: صٓ سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے' قتادہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن کا اسم ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۳۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کیا فرمایا؟

ہم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت والے قرآن کی قسم کھائی ہے' اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کیا فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جواب قسم یہاں پر مذکور نہیں ہے لیکن مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کلام معجز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صٓ 'اس نصیحت والے قرآن کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرآن معجز ہے اور ان کا یہ دعویٰ برحق ہے یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تبلیغ رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچانے میں صادق ہیں

marfat.com
Marfat.com

سورۃ صٓ مکیۃ ۳۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | ایاتہا ۸۸ رکوعاتہا ۵

سورۂ صٓ مکی ہے ۔ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس کی اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ

صٓ' اس نصیحت والے قرآن کی قسم! O بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے

شِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ

ہوئے ہیں O ہم ان سے پہلے بھی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں' انہوں نے بہت فریاد کی اور وہ وقت

مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

نجات کا نہ تھا O اور کافروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک شخص عذاب سے ڈرانے والا آگیا اور کافروں

هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ

نے کہا: یہ جھوٹا جادوگر ہے O کیا اس نے بہت سے معبودوں کو معبود واحد بنا دیا ہے' بے شک یہ بہت عجیب

عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ

بات ہے O کافروں کے سردار (اس رسول کے پاس سے) چلے (اور کہا:) چلو اب اپنے خداؤں پر صبر کر لو

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ

بے شک اس بات کا بھی کوئی معنیٰ ہے O ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں نہیں سنی' یہ صرف

هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ

ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے O کیا ہم میں سے صرف ان پر ہی نصیحت نازل کی گئی ہے' بلکہ یہ کفار میری نازل کی ہوئی

شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ

وحی کے متعلق شک میں مبتلا ہیں' بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا ہی نہیں ہے O یا ان کے پاس آپ کے

رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

غالب اور فیاض رب کے خزانے ہیں O یا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز ان کی ملکیت میں ہے

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہو سکتی تھی۔

اس آیت کی نظیر حسب ذیل آیات ہیں:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ۝ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المومن: ۸۵-۸۴)

پس جب بھی کافر ہمارا عذاب دیکھتے تو کہتے کہ ہم اللہ کے واحد ہونے پر ایمان لے آئے اور جن جن کو ہم نے اس کا شریک بنایا تھا ہم ان کا اب کفر اور انکار کرتے ہیں ۝ جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو پھر ان کا ایمان ان کو نفع دینے والا نہ تھا' یہ اللہ کا طریقہ مستمرہ ہے جو اس نے پہلی قوموں میں جاری کیا ہوا ہے اور کفار ایسے وقت میں (ہمیشہ) خراب وخوار ہوئے ۝

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ۝ لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (المومنون: ۶۵-۶۴)

حتیٰ کہ جب ہم نے کافروں کے عیش پرست لوگوں کو عذاب میں گرفتار کر لیا تو لگے وہ فریاد کرنے اور بلبلانے ۝ آج تم فریاد نہ کرو' آج ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ۝

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (یونس: ۹۱-۹۰)

فرعون جب ڈوبنے لگا تو اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۝ (فرمایا:) اب (ایمان لایا ہے) حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا ۝

سو اس وقت فرعون کی توبہ قبول نہیں کی گئی اور اس کو غرق کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک شخص عذاب سے ڈرانے والا آ گیا اور کافروں نے کہا: یہ جھوٹا جادوگر ہے ۝ کیا اس نے بہت سے معبودوں کو معبود واحد بنا دیا ہے' بے شک یہ بہت عجیب بات ہے ۝ کافروں کے سردار (اس رسول کے پاس سے) چلے (اور کہا:) چلو اب اپنے خداؤں پر صبر کر لو' بے شک اس بات کا بھی کوئی معنیٰ ہے ۝ ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں نہیں سنی' یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے ۝ (ص: ۷-۴)

کفار کا تکبر اور ان کی مخالفت کس سبب سے تھی؟

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بے شک کفار تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں' ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ وہ کس وجہ سے تکبر اور مخالفت کرتے تھے' ان کے تکبر اور ان کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ ان ہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا دیا گیا اور وہ ان کو عذاب سے ڈرانے کے لیے آ گیا۔

کفار یہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہری صورت اور باطنی قوتوں میں ہماری مثل ہیں' ان کی شکل و صورت ہماری طرح ہے' ان کی پیدائش بھی ہماری طرح ہوئی ہے' پھر یہ کس طرح معقول ہوگا کہ ہم میں سے صرف ان کو منصب رسالت پر فائز کر دیا جائے اور ان کو اتنے عظیم الشان مرتبہ کے لیے چن لیا جائے اور یہ کفار کی جہالت تھی' کیونکہ ان کے پاس ایک ایسا شخص آیا جو ان کو یہ دعوت دے رہا تھا کہ وہ اللہ کو واحد مانیں اور کسی کو اس کا شریک نہ قرار دیں اور فرشتوں کی تعظیم کریں' ان کو مؤنث نہ کہیں' دنیا کی فانی لذتوں سے کنارہ کش ہوں اور آخرت کی دائمی نعمتوں سے وابستہ ہوں۔ جھوٹے اور

marfat.com
Marfat.com

اور کفار جو آپ کے رسول ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا' آپ کی رسالت کا اور قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار اور کفر کر رہے ہیں تو ان کا یہ انکار محض تکبر اور عناد کی وجہ سے ہے' ان کا گمان یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول بناتا تو اس شخص کو بناتا جو بہت امیر وکبیر ہوتا۔ جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی' اس کے بہت نوکر چاکر ہوتے اور اس کا بہت بڑا جتھا ہوتا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ ظاہری جاہ وحشم اور بہت سرمایہ نہیں تھا جب کہ وہ سرمایہ دار اور سردار تھے' اس لیے وہ اپنے زعم فاسد میں آپ کو کمتر اور حقیر سمجھتے تھے اور آپ پر ایمان لانا اور آپ کا کلمہ پڑھنا اور آپ کی اطاعت کرنا اپنی بڑائی اور اپنی امارت و ریاست کے خلاف سمجھتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

''ولات حین مناص'' کی تفسیر

اس کے بعد فرمایا: ''ہم ان سے پہلے بھی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں' انہوں نے بہت فریاد کی مگر وہ وقت نجات کا نہ تھا O''۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ کافر قوموں پر دنیا میں عذاب نازل فرمایا تو وہ اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے چیخے چلائے اور انہوں نے بلند آواز کے ساتھ نداء کی' انہوں نے نداء میں کیا کہا یہ اس آیت میں نہیں بیان فرمایا' مفسرین نے اس کے حسب ذیل محامل ذکر کیے ہیں' انہوں نے نداء کرتے ہوئے کہا:

(۱) انہوں نے فریاد کی کہ ان سے یہ عذاب دور کر دیا جائے۔

(۲) جب انہوں نے عذاب دیکھا تو انہوں نے بہ آواز بلند اپنے کفر شرک اور تکبر سے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے۔

(۳) وہ اپنے غم اور اندوہ کو ظاہر کرنے کے لیے اور درد اور بے چینی کی وجہ سے محض چیخ و پکار کر رہے تھے جیسا کہ درد اور بے چینی میں مبتلا شخص اس طرح کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ولات حین مناص'' یعنی یہ وقت عذاب سے فرار اور نجات کا نہ تھا۔

خلیل اور سیبویہ نے کہا: اس آیت میں لات' لا المشبھة بلیس ہے اور اس میں تا زائدہ ہے اور اس تا کو زیادہ کرنے کی وجہ سے اس میں دو خصوصی حکم آ گئے' ایک یہ کہ لات صرف ان اسماء پر داخل ہوگا جن میں احیان اور اوقات کا معنی ہو جیسے مناص کا معنی مدد کا وقت ہے یا نجات کا وقت ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو لا المشبھة بلیس دو جزءوں یعنی اسم اور خبر پر داخل ہوتا ہے لیکن لات صرف ایک جز پر داخل ہوگا' صرف اسم پر یا صرف خبر پر جیسا کہ آیت میں ہے۔

الاخفش نے کہا: لات میں لا نفی جنس کا ہے اور اس پر تا کا اضافہ کیا گیا ہے اور یہ نفی احیان اور اوقات کی نفی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس آیت کا معنی ہے' اور یہ ان کی نجات کا وقت نہ تھا' اور مناص کا معنی ہے نجات اور مدد کی جگہ۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۶۷-۳۶۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حسن بصری نے کہا: انہوں نے توبہ کے ساتھ نداء کی اور یہ وقت توبہ کے قبول ہونے کا نہ تھا کیونکہ عذاب آنے کے بعد عمل نفع نہیں دیتا۔

القشیری نے کہا: جس چیز کی وہ نداء کر رہے تھے' وہ وقت اس کی نداء کا نہ تھا' ہر چند کہ انسان اسی وقت چیخ و پکار اور فریاد کرتا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے لیکن یہ وقت اس مصیبت سے نجات کا نہ تھا۔

الجرجانی اور الفراء نے کہا: انہوں نے ایسے وقت میں عذاب سے فرار اور نجات کو طلب کیا جب عذاب سے ان کی نجات

marfat.com
Marfat.com

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۶۷، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۳۶)

امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ ھ نے مقاتل سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ ھ نے سدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش سے کہا: اگر تم میرے ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دو پھر بھی میں تم سے یہی مطالبہ کروں گا کہ تم **لا الہ الا اللہ** پڑھو۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ ھ)

اس کے بعد فرمایا: ”کافروں کے سردار (اس رسول کے پاس سے) چلے (اور کہا:) چلو اب اپنے خداؤں پر صبر کرلو اس بات کا بھی کوئی معنیٰ ہے“۔ (صٓ: ۶)

کفار کا اپنے بتوں کی عبادت پر صبر کرنے کا محمل

عقبہ بن ابی معیط نے کہا تھا: چلو! یعنی تم اپنے طریقہ پر عمل کرتے رہو اور اس مجلس سے نکل چلو، کیونکہ یہاں اب ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور اس نے کہا: اب اپنے خداؤں پر صبر کرلو یعنی اب تم اپنے بتوں کی عبادت پر ثابت قدم رہو اور ان کی عبادت کو جو یہ بُرا اور گناہ کہتے ہیں اس کو برداشت کرتے رہو۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ ھ نے کہا: جب کفار اپنے بتوں کی عبادت کرنے پر صبر سے راضی ہو گئے حالانکہ بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے تو مسلمان اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ صبر کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کرتے رہیں اور اس راہ میں کسی ملامت یا کسی طعن تشنیع یا کسی بھی مصیبت کی پرواہ نہ کریں۔

انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کو واحد مانو اور ہمارے بتوں کی خدائی کی نفی کر رہے ہیں، وہ ضرور اس حکم کو نافذ کرنے والے ہیں، یہ محض ان کی زبانی بات نہیں ہے، وہ کسی کی سفارش کرنے سے اور کسی کے سمجھانے سے اپنے اس عزم سے باز نہیں آئیں گے۔ اس لیے تم یہ طمع نہ رکھو کہ ابو طالب کے کہنے سننے سے اور ان کے سفارش کرنے سے وہ اپنے موقف کو ترک کر دیں گے۔ پس تمہارے لیے یہ غنیمت ہے کہ تم اپنے بتوں کی عبادت کر رہے ہو اور اس پر کوئی بندش عائد نہیں ہے، سو تم ان کی باتیں برداشت کرتے ہوئے صبر و سکون سے اپنے بتوں کی عبادت کرتے رہو اور اپنے طریقہ پر سختی سے قائم رہو۔

اس کے بعد فرمایا: ”(اور کافروں نے کہا:) ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں نہیں سنی، یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے“۔ (صٓ: ۷)

خَلق، خُلق اور اختلاق کے معانی

اس بات سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، اور انہوں نے کہا: ”اور ہم نے اس سے پہلے دین میں توحید کی دعوت کو نہیں سنا“، یعنی ہمارے آباؤ اجداد جس دین کے پیروکار تھے اس میں توحید کا عقیدہ نہ تھا، اس آیت میں دین کے لیے ملت کا لفظ ہے، احکام شرعیہ جب اس لحاظ سے ہوں کہ ان کی اطاعت کی جائے تو ان احکام شرعیہ کو دین کہا جاتا ہے اور جب احکام شرعیہ اس لحاظ سے ہوں کہ ان کو لکھ کر محفوظ کیا جائے اور وہ منضبط اور مدون ہوں تو ان کو ملت کہا جاتا ہے اور توسعاً دین اور ملت کا ایک

marfat.com
Marfat.com

بے حیائی کے کام نہ کریں' رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں اور وہ شخص ان کا نسبی قرابت دار ہے' ان کو معلوم ہے کہ وہ شخص جھوٹ اور جھوٹ کی تہمت سے بہت دور ہے' یہ تمام صفات ایسی ہیں جو اس شخص کے دعویٰ کی تصدیق کو واجب کرتی ہیں' لیکن یہ کفار اپنی حماقت کی وجہ سے اس شخص کے دعویٰ رسالت پر تعجب کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان کی قوم اور ان کے قبیلہ کے ایک فرد ہیں۔ دنیاوی اسباب کے اعتبار سے ان کو ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اس لیے وہ ان کی اطاعت میں داخل ہونے اور ان کا امتی کہلانے میں اپنی سبکی محسوس کرتے تھے اور اس پر تعجب کرتے تھے کہ کسی دنیاوی فضیلت اور بڑائی کے بغیر ان کو کیسے پیغام الٰہی پہنچانے کے لیے چن لیا گیا اور ان کا یہ تعجب کرنا محض ان کے حسد کی وجہ سے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کافروں نے کہا: یہ جھوٹا جادوگر ہے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ کہنے والے کافر تھے' کیونکہ جو اللہ کے رسول کو جھوٹا کہے اور جادوگر کہے وہ کافر ہے' ان کا یہ کہنا خود بداہتہً جھوٹ تھا' کیونکہ جادوگر وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کرتا ہے اور شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت سے منع کرتے تھے' اسی طرح ان کا آپ کو جھوٹا کہنا بھی بجائے خود جھوٹ تھا' کیونکہ جھوٹا شخص وہ ہوتا ہے جو واقع کے خلاف خبر دے اور آپ نے یہ خبر دی کہ یہ جہاں یونہی خود بہ خود وجود میں نہیں آ گیا' اس کا کوئی بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد ہے' کیونکہ اس تمام جہان کا نظام طرز واحد اور نظم واحد پر چل رہا ہے اور اس کا نظم واحد پر چلنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس قول کو نقل فرمایا: ''کیا اس نے بہت سے معبودوں کو معبود واحد بنا دیا ہے''۔ (ص: ۵)

کفار کی ابو طالب سے شکایت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ بیان کرتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو قریش پر یہ واقعہ بہت دشوار گزرا اور مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے' ولید بن مغیرہ نے قریش کی ایک جماعت سے کہا' جن میں ان کے صنادید اور اشراف موجود تھے: ابو طالب کے پاس چلو' پھر انہوں نے ابو طالب سے کہا: آپ ہمارے شیخ اور بزرگ ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ان نادان لڑکوں نے کیا کیا ہے' ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان کوئی معتدل راہ نکال دیں' ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور آپ کے آنے کے بعد آپ سے کہا: اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم ہے' یہ چاہتی ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی قابل عمل فیصلہ ہو جائے اور تم اپنی قوم سے ذرہ برابر بھی زیادتی نہ کرو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ کفار قریش نے کہا: آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیں' ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک کلمہ پڑھ کر مان لو' تمام عرب تمہارے زیر نگیں ہو جائے گا اور عجم بھی تمہارے ماتحت ہو جائے گا۔ ابو جہل نے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے' ایسا کلمہ تو ہم دس بار پڑھنے پر بھی تیار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پڑھو لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) یہ بات سن کر وہ متوحش ہوئے اور اس مجلس سے اٹھ گئے اور کہنے لگے: یہ تمام معبودوں کو ملا کر ایک معبود قرار دے رہے ہیں' تمام لوگ یہ بات کیسے مان لیں گے کہ ان کا معبود صرف ایک معبود ہے' تب اللہ تعالیٰ نے سورت ص کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

(اسباب النزول ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اور کفار مکہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسی طرح کا اعتراض کیا تھا:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ (الزخرف: ۳۱) اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی عظیم آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟

ان کے اس اعتراض کی مکمل تقریر اس طرح ہے کہ نبوت اور رسالت سب سے عظیم مرتبہ ہے' اس لیے یہ مرتبہ سب سے عظیم اور مشرف انسان کو ملنا چاہیے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے عظیم اور مشرف انسان نہیں ہیں' کیونکہ ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے نہ جاہ وحشم ہے' نہ ان کے ماتحت کوئی جتھا ہے' نہ یہ کسی قبیلہ کے سردار ہیں' اس لیے نبوت اور رسالت کا منصب ان کو نہیں ملنا چاہیے اور نہ یہ اس کے لائق ہیں۔ کفار کا یہ کہنا تو صحیح تھا کہ نبوت بلند تر اور بالاتر مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ اس شخص کو ملنا چاہیے جو مرتبہ میں سب سے بلند اور بالا ہو' لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند اور بالا نہیں ہیں۔ کیونکہ سعادت' شرافت اور سیادت کی تین قسمیں ہیں' اعلیٰ درجہ کی سیادت' سعادت نفسانیہ ہے یعنی اس شخص کا نفس اور قلب سب سے پاکیزہ ہو اور نفس کی طہارت اور پاکیزگی اللہ پر ایمان اور تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے' آپ ایمان باللہ پر پیدا ہوئے اور کفار آپ کی چالیس سالہ گزاری ہوئی حیات میں دیکھ چکے تھے' آپ سب سے زیادہ عفت مآب' عبادت گزار' عمدہ اخلاق کے مالک اور تمام لوگوں میں صادق اور امین مشہور تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (یونس: ۱۶) میں اس سے پہلے عمر کا ایک بہت بڑا حصہ تم میں گزار چکا ہوں' کیا پس تم عقل نہیں رکھتے ○

سیادت اور سعادت کا دوسرا مرتبہ جسمانی اور بدنی ہے اور آپ قبائل عرب میں سب سے افضل قبیلہ قریش اور اس کی سب سے افضل شاخ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے اور آپ کے دادا حضرت عبد المطلب تمام اہل مکہ میں بزرگ اور برتر مانے جاتے تھے اور آپ کا جسمانی حسن و جمال اور آپ کی وجاہت سب پر فائق تھی' سو نفسانی اور جسمانی شرف کے لحاظ سے آپ ہی سب سے افضل اور برتر تھے' اور رہا سیادت کا تیسرا مرتبہ وہ خارجی اور اضافی وجوہ سے ہے یعنی مال و دولت اور دنیاوی شان وشوکت کے اعتبار سے کسی کا زائد ہونا اور یہ اضافی فضیلت ہے' حقیقی فضیلت نہیں ہے' ایک وقت تھا کہ آپ کے پاس زیادہ مال و دولت نہیں تھا' پھر اسلامی فتوحات کی کثرت ہوئی اور بہ کثرت مال غنیمت اور مال فے آپ کے پاس آ گیا' حتیٰ کہ آپ ازواج مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کر دیا کرتے تھے۔ سو مشرکین مکہ کا آپ پر یہ اعتراض بالکل بے جا' غلط اور جھوٹا تھا کہ آپ عرب کے افضل اور برتر انسان نہیں ہیں تو آپ کو نبوت اور رسالت کے لیے چن لینا کس طرح صحیح ہوگا۔

مشرکین مکہ نے جو یہ کہا تھا کہ آپ شکل وصورت میں ہماری طرح ہیں اور انہوں نے آپ کو اپنے اوپر قیاس کیا تھا' تو ان کا یہ قیاس بالکل فاسد تھا' کہاں آپ اور کہاں وہ' آپ اوّل خلائق' اصل موجودات اور روح الارواح ہیں' ہر کمال کی آپ اصل ہیں بلکہ حسن اور کمال وہی ہے جس کو آپ کے ساتھ نسبت ہو اور جس چیز کی آپ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں وہ کمال سے محروم ہے اور رہا یہ کہ آپ کی اور ان کی صورت ایک نوع اور ایک طرح کی ہے تو یہ نوع میں مماثلت حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے ہے' ورنہ آپ کے شخص کریم اور ان کے اشخاص میں کوئی مماثلت نہیں ہے' اگر کوئی کہے کہ ان کی بھی دو آنکھیں اور آپ کی بھی دو آنکھیں تھیں تو ہم کہیں گے کہ تمہیں ان آنکھوں سے کیا نظر آتا ہے؟ آپ تو اپنی آنکھوں سے سامنے' پس پشت' دائیں' بائیں' اوپر' نیچے یکساں دیکھتے تھے۔ زمین پر کھڑے ہوتے تو زمین کے نیچے قبر والوں کو اور ان کے احوال کو دیکھتے تھے' آسمانوں کے پار جنت کو دیکھتے تھے' شاہد اور غائب کو دیکھتے تھے' جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ

marfat.com
Marfat.com

دوسرے پر اطلاق کر دیا جاتا ہے' اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ان کافروں کے دل و دماغ پر اندھی تقلید غالب تھی' انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر عمل کرنے کو صحیح جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں توحید کی دعوت دی تھی اس کو غلط جانا۔

انہوں نے کہا: "یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے" اس آیت میں اس کے لیے اختلاق کا لفظ ہے۔ انسان اپنے پاس سے بنا کر جو جھوٹی بات کہتا ہے اس کو خلق اور اختلاق کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے کہ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان کے پیغام کو سن کر کہا:

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ (الشعراء: ۱۳۸-۱۳۷)

یہ صرف پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں ○ ہم ہرگز عذاب نہیں ہوگا ○

اور اس آیت میں فرمایا:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ○ (ص: ۷)

ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں نہیں سنی' یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے ○

خلق' مخلوق کو بھی کہتے ہیں اور خلق (خ پر زبر) اور خلق (خ پر پیش) کی اصل واحد ہے' لیکن خلق کا لفظ ان ہیئات اشکال اور صورتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا بصر سے ادراک کیا جاتا ہے اور خلق کا لفظ ان قوتوں اور خصلتوں کے ساتھ خاص ہے جن کا بصیرت سے ادراک کیا جاتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴)

بے شک آپ بہت بلند اخلاق پر فائز ہیں ○

(المفردات ج اص ۲۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (کافروں نے کہا:) کیا ہم میں سے صرف ان پر ہی نصیحت نازل کی گئی ہے' بلکہ یہ لوگ میری نازل کی ہوئی وحی کے متعلق شک میں مبتلا ہیں ○ بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا ہی نہیں ہے ○ کیا ان کے پاس آپ کے غالب اور فیاض رب کے خزانے ہیں ○ یا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز ان کی ملکیت میں ہے تو ان کو چاہیے کہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں ○ (ص: ۱۰-۸)

کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ محمد تو ذات اور صفات میں ہماری مثل ہیں پھر ان کو وحی رسالت کے لیے کیوں منتخب کیا گیا؟

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اوپر یہ کفار کا تیسرا شبہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ محمد ذات اور صفات اور جسمانی بناوٹ میں دوسرے لوگوں کے برابر ہیں' اسی طرح آپ کی باطنی قوتیں بھی دوسروں کے برابر ہیں' پھر یہ کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ آپ کو نبوت اور رسالت کا وہ درجہ عالیہ اور عظیم مرتبہ دیا جائے جو آپ جیسی ذات اور صفات رکھنے والے دوسرے لوگوں کو نہیں دیا گیا۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق اسی طرح کا اعتراض کیا تھا' انہوں نے کہا تھا کہ:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ (القمر: ۲۵-۲۴)

اور (کافروں نے) کہا: کیا ہم اپنوں میں سے ہی ایک شخص کی پیروی کریں' بے شک پھر تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے ○ کیا ہم سب میں سے صرف اسی شخص پر وحی نازل کی گئی ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ بہت جھوٹا اور شیخی بگھارنے والا ہے ○

marfat.com
Marfat.com

صرف نظر کرتے ہیں جو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے حق ہونے تک پہنچاتے ہیں اور خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ یہ دیوانے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے پر جو دلائل قائم کیے اگر یہ کشادہ آنکھوں اور کھلے ذہنوں کے ساتھ ان دلائل کو دیکھ لیتے تو آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لے آتے اور آپ کی رسالت کے متعلق ان کے جتنے شبہات تھے وہ سب زائل ہو جاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا ہی نہیں ہے''۔

یعنی کفار مکہ اس خطرہ میں ہیں کہ ان پر میرا عذاب آ جائے اور اگر انہوں نے وہ عذاب چکھ لیا تو پھر ان کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی اور اس میں یہ تہدید اور وعید ہے کہ عنقریب آخرت میں ان پر میرا عذاب آئے گا اور پھر وہ مجبور ہو کر مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا ان کے لیے مفید نہیں ہوگا اور اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ میرا عذاب چکھ لیتے اور اس کے درد کا ادراک کر لیتے تو میری وحی کے انکار کی جرأت نہ کرتے۔

علامہ العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: تمام لوگ خواب میں ہیں، جب وہ مر جائیں گے تو بیدار ہوں گے۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۳۱۲، رقم الحدیث: ۲۷۹۵، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی، دمشق)

اس آیت کی دوسری تقریر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جس قدر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے وہ اسی قدر اپنے کفر اور تکبر پر اصرار کرتے تھے، پھر وہ اپنے کفر پر مسلسل اصرار کرتے رہے اور ان پر عذاب نہیں آیا اور یہ چیز آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے میں ان کے زیادہ شک کا باعث بن گئی اور انہوں نے کہا:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الانفال: ۳۲)

اور جب ان کافروں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے، تو (ہمارے انکار کی وجہ سے) ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب نازل کر دے ○

اور ان کے شبہ کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مزید یہ فرمایا:

''یا ان کے پاس آپ کے غالب اور فیاض رب کے خزانے ہیں ○'' (ص: ۹)

اس جواب کی تقریر یہ ہے کہ نبوت کا منصب بہت عظیم منصب ہے اور بہت بلند درجہ ہے اور اس منصب کو عطا کرنے پر وہی قادر ہوگا جو بہت غالب ہو اور بہت فیاض اور جواد ہو اور وہ جب کسی کو عطا فرماتا ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ جس کو وہ عطا کر رہا ہے وہ غنی ہے یا فقیر ہے اور نہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کو عطا کرنا اس کے دشمنوں کو پسند ہوگا یا ناپسند ہوگا۔

اس جواب کی دوسری تقریر یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ان کافروں کے پاس ہیں؟ وہ جس طرح چاہیں اس کے خزانوں میں تصرف کرتے ہیں، جس کو وہ چاہتے ہیں اس کو دیتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اس کو نہیں دیتے اور اپنی رائے کے مطابق اس کے خزانوں میں حکم نافذ کرتے ہیں اور اپنے صنادید اور سرداروں کو نبوت عطا کرتے ہیں، اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ نبوت تو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کا انعام ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ انعام کرتا ہے، اس کو دینے اور نوازنے سے کوئی روکنے والا اور منع کرنے والا نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نے اپنی کھلی آنکھوں سے بیداری میں اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دکھائی دینے والے نے بھی داد دی اور کہا: **مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى** ○ (النجم: ۱۷) نہ (آپ کی) نگاہ بھٹکی نہ حد سے بڑھی۔

موسیٰ زہوش رفت بہ یک جلوہ صفات **تو عین ذات مے نگری ودر تبسمی**

اسی طرح تمہارے بھی کان ہیں اور آپ کے بھی کان ہیں' لیکن تم دور کی بات نہیں سن سکتے' آپ دور و نزدیک کی باتیں یکساں سنتے تھے۔ تم بہ مشکل انسانوں کی باتیں سنتے ہو' آپ انسانوں کی' حیوانوں کی' شجر و حجر کی' جنات کی' فرشتوں کی حتیٰ کہ رب کائنات کی باتیں سنتے تھے۔ تمہاری بھی زبان ہے مگر تم صرف انسانوں سے بات کر سکتے ہو' آپ انسانوں سے' حیوانوں سے' شجر و حجر سے' جنات سے' فرشتوں سے حتیٰ کہ خدائے لم یزل سے کلام فرماتے تھے۔ ہاتھ تمہارے بھی ہیں لیکن تمہارے ہاتھوں کی پہنچ کہاں تک ہے؟ تم کہاں تک تصرف کر سکتے ہو؟ آپ کے تصرفات کی زد میں پوری کائنات تھی' چاند کو دو نیم کیا' سورج کو لوٹایا' درختوں کو بلایا' انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے' بتاؤ کس چیز میں ہمارے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مثل ہیں' تم کیا چیز ہو؟ تمہاری ہستی کیا ہے؟ تم کس شمار و قطار میں ہو؟ ان کی مثال تو نبیوں اور رسولوں میں بھی نہیں ہے حضرت جبریل نے کہا:

قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد.

میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کھنگال ڈالے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی شخص نہیں پایا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث ۶۲۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۶' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷' الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶)

جبریل سے کہنے لگے ایک روز یہ شاہ امم تم نے تو دیکھے ہیں جہاں بتاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامین کہنے لگے اے مہ جبیں تیری قسم آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

پس دریں صورت کفار کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذات اور صفات میں ہماری ہی مثل ہیں تو پھر ان کو وحی رسالت کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔

اس آیت میں ہمارے زمانہ کے اکثر علماء کے حال کی طرف اشارہ ہے' جب وہ کسی عالم کے قول کے دلائل سے آنکھیں چرا لیتے ہیں یا اس کے کلام کی گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے تو اس کے قول اور اس کے دلائل کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کوئی ہم سے بڑا عالم تو نہیں ہے کہ اس پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے اور ہماری نظروں سے یہ بات اوجھل رہی' اس ناکارہ کے ساتھ اس کے معاصرین اور معترضین کا یہی معاملہ ہے۔ الحمد للہ رب العلمین وہ اس فقیر کی کسی دلیل کا آج تک جواب نہیں دے سکے' غیظ و غضب میں آکر غراتے تو بہت ہیں لیکن فقیر کے دلائل کی ہڈی ان کے گلے میں اسی طرح پھنسی ہوئی ہے کہ ان کی لاکھ کوشش کے باوجود نکلتی نہیں ہے۔ اچھلتے ہیں' تلملاتے ہیں' لیکن اپنے حلقوم سے اس ہڈی کو نکال نہیں پاتے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے متعلق کفار کے شکوک وشبہات کا ازالہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ یہ کفار میری نازل کی ہوئی وحی کے متعلق شک میں مبتلا ہیں بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا ہی نہیں ہے○''۔ (ص: ۸)

اس آیت میں ''ذکری'' یعنی میرا ذکر فرمایا ہے اور اس سے مراد قرآن مجید ہے یا وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں اور ان دلائل سے

marfat.com
Marfat.com

سابقہ امتوں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے عذاب کا نازل ہونا

اس کے بعد فرمایا: ''ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والے فرعون کی قوم تکذیب کر چکی ہے O'' (ص:۱۲)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور وفکر سے کام نہیں لیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر جو معجزات تھے ان کو کھلی آنکھوں اور کھلے دل و دماغ سے نہیں پرکھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان پر عذاب نازل نہیں کیا گیا تھا۔ اب ان آیات میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیاء سابقین کی قوموں کا یہی حال رہا ہے وہ اپنے نبیوں کی نبوت کا کفر اور انکار کرتے رہے اور ان کے پیغام کا انکار کرتے رہے تا آنکہ ان پر عذاب نازل ہو گیا اور اس سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں کو ڈرانا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے پیغام کا مسلسل انکار کر رہے تھے' اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے چھ کافر قوموں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے نبیوں کی نبوت کا انکار کیا تھا' ان میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا' جب انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیغام کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیج کر ان کو غرق کر دیا اور دوسری حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد تھی' جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آندھیوں کا عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا اور تیسری فرعون کی قوم تھی' جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا اور چوتھی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود تھی' جب اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دہشت ناک چیخ بھیج کر اس قوم کو ہلاک کر دیا اور پانچویں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی' جب اس نے حضرت لوط کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے اوپر اس کی زمین کو پلٹ دیا اور چھٹی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جس کو اصحاب ایکہ فرمایا ہے۔ ایکہ کا معنیٰ ہے گھنا جنگل' یہ قوم گھنے جنگل میں رہتی تھی' جب اس نے تکذیب کی تو اس پر وہیں بادلوں سے عذاب نازل کر دیا گیا۔ بعض روایات کے مطابق سات دن تک ان پر سخت گرمی اور دھوپ مسلط کر دی گئی' اس کے بعد بادلوں کا سایہ آیا اور وہ سب گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے اس کے سائے تلے جمع ہو گئے لیکن چند لمحے بعد ہی آسمان سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو گئے' زمین زلزلہ سے لرزنے لگی اور ایک سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیا' یہ عذاب ان پر اس دن آیا تھا جب ان پر بادل سایہ فگن تھا' اس لیے اس کو ''یوم الظلة'' کا عذاب فرمایا ہے' یعنی سائبان والے دن کا عذاب۔

فرعون کو میخوں والے کہنے کی وجہ تسمیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ میخوں والا تھا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) جب کسی چیز میں کیلیں ٹھونک دی جاتیں ہیں تو وہ چیز پختہ اور مضبوط ہو جاتی ہے' فرعون نے بھی اپنی سلطنت کو مضبوط اسلحہ اور بہت بڑے لشکر سے بہت مضبوط اور مستحکم بنایا ہوا تھا' اس لیے اس کو میخوں والا فرمایا۔

(۲) اس نے فضا میں چار لکڑیاں نصب کر دیں تھیں' اس نے جب کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی تو اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو کیلوں سے ان چار لکڑیوں میں ٹھونک کر اس مجرم کو فضا میں معلق کر دیتا' پھر اس کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ وہ مر جاتا۔

(۳) جس کو اس نے سزا دینی ہوتی اس کو زمین میں لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھونک دیتا' پھر اس کے اوپر سانپ' بچھو اور حشرات الارض چھوڑ دیتا۔

marfat.com

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: "یا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز ان کی ملکیت میں ہے تو ان کو چاہیے کہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں O" (ص: ۱۰)

پہلی آیت میں مطلقاً خزانوں کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں بالخصوص زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا ذکر فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی خزانہ نہیں ہے' عام نہ خاص' تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہر خزانے کی تقسیم سے عاجز ہیں اور اس کے کسی خزانے پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہے' پھر ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دینے اور اس کے عطا فرمانے پر اعتراض کریں' وہ مالک اور مختار ہے' وہ جس کو چاہے اپنی نبوت اور رسالت عطا فرمائے۔

اس کے بعد فرمایا: اگر بالفرض آسمان اور زمین کی چیزیں ان کی ملکیت ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں۔ یعنی وہ آسمان پر چڑھ کر پھر عرش پر پہنچ جائیں اور عرش پر پہنچ کر نظام عالم کی تدبیر کریں اور اللہ کی سلطنت میں تصرف کریں' پھر جس کو وہ چاہیں اس پر وحی نازل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اسی جگہ کفار کا شکست خوردہ حقیر لشکر ہے O ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والے فرعون کی قوم تکذیب کر چکی ہے O اور ثمود اور لوط کی قوم اور اصحاب ایکہ یہ کفار کے گروہ ہیں O ان میں سے ہر گروہ نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیا O (ص: ۱۴۔۱۱)

ص: ۱۱ میں "جند" کا لفظ ہے' جند اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی سے جنگ کے لیے تیار ہوتی ہے' اس کے بعد "ما" کا لفظ ہے' یہ تحقیر اور تقلیل کے لیے ہے' یعنی یہ بہت چھوٹی اور حقیر جماعت تھی' اس کے بعد "ھنالک" کا لفظ ہے' اس سے اس جنگ کرنے والی حقیر جماعت کی جگہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد "مھزوم" کا لفظ ہے' ہزم کا معنی ہے کسی چیز کو توڑنا' ھزم العدو کا معنی ہے دشمن کو شکست دینا اور مھزوم کا معنی ہے شکست خوردہ اور حزب کا معنی ہے بڑی بھاری جماعت۔

اس آیت کا معنی ہے کہ جس جگہ کفار کی یہ جماعتیں مل کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر زبان طعن دراز کر رہی تھیں اسی جگہ ان کی لڑنے والی ایک قلیل اور حقیر جماعت شکست کھائے گی۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تھا کہ اگر بالفرض یہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کے مالک ہیں تو پھر یہ رسیاں باندھ کر آسمانوں پر چڑھ جائیں اور عرش پر قبضہ کر کے دنیا کے نظم و نسق کو چلائیں' پھر جس کو چاہیں اپنی مرضی سے نبی بنائیں اور اس پر وحی نازل کریں' اب اس آیت میں حقیقت حال بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ آسمانوں اور زمینوں کے کیا مالک ہوں گے یہ تو ایک کم تعداد کی حقیر جماعت ہے جو عنقریب اسی جگہ شکست کھا جائے گی' جس جگہ یہ ہمارے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت پر اعتراض کر رہی ہے اور یہ لوگ مکہ میں آپ کی نبوت پر اعتراض کر رہے تھے تو فتح مکہ کے دن معمولی سی جنگ کے بعد کفار کی تمام جماعتیں شکست کھا گئیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والی جماعت سابقہ رسولوں کی نبوت پر اعتراض کرنے والی جماعتوں کی طرح ہے سو آپ ان کے اعتراضات کی پرواہ نہ کریں اور ان کے طعن اور ملامت سے افسردہ اور غمگین نہ ہوں' سابقہ زمانوں میں کافروں کی وہ جماعتیں بھی شکست کھا چکی تھیں' سو کافروں کی یہ جماعت بھی ایک دن اسی جگہ آپ سے مقابلہ میں شکست کھا جائے گی اور فتح مکہ کے دن اسی طرح ہوا' اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ کفار بھی عاجز ہیں اور ان کے خود ساختہ معبود بھی عاجز ہیں۔ ان کے پاس اپنے معبودوں کے حق ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کے معبود ان سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی نفع کو پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ

ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے O آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے طاقت ور

عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ

بندے داؤد کو یاد کیجئے' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے O ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ

شام کو اور دن چڑھے ان کے ساتھ تسبیح پڑھیں O اور جمع شدہ پرندے بھی سب ان کی طرف رجوع کرنے

اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

والے تھے O اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت اور قول فیصل عطا فرمایا O

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا　وقف لازم

اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی؟ جب وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے O جب وہ داؤد کے پاس

عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا

پہنچے تو وہ ان سے گھبرا گئے' انہوں نے کہا: آپ نہ گھبرائیں' ہم دو لڑنے والے فریق ہیں' ہم میں سے ایک نے

عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ

دوسرے پر زیادتی کی ہے' آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہمیں

الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

سیدھی راہ بتائیں O بے شک یہ میرا بھائی ہے' اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی

وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ

ہے' اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے اور مجھ پر بات میں دباؤ ڈال رہا ہے O داؤد نے کہا: اس نے تجھ

ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ

سے دنبی کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا تاکہ اس کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملائے اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ضرور

marfat.com
Marfat.com

(۴) اس کے لشکر کی بہت بڑی تعداد تھی اور اس کی فوجیں بڑی تعداد میں خیمے نصب کرتی تھیں جن کو کیلوں سے ٹھونکا جاتا تھا۔
(۵) اس کے کارندے اس کے احکام پر اس قدر پختگی اور مضبوطی سے عمل کرتے تھے جس طرح کسی چیز کو کیلوں سے ٹھونک کر مضبوط کیا جاتا ہے۔

سابقہ امتوں کے عذاب کو بیان کر کے اہل مکہ کو نزول عذاب سے ڈرانا

اس کے بعد فرمایا: ''اور ثمود اور لوط کی قوم اور اصحاب ایکہ یہ کفار کے گروہ ہیںO ان میں سے ہر گروہ نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیاO'' (صٓ: ۱۴۔۱۳)

ثمود' قوم لوط اور اصحاب ایکہ کے عذاب کی تفصیل اس سے پہلے عنوان کے تحت ذکر کی جا چکی ہے' صٓ: ۱۳ کے آخر میں فرمایا ہے: ''اولئک الاحزاب'' اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) ہم نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے خلاف محاذ بنا لیا تھا' ہم ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کر چکے ہیں' سو اسی طرح اہل مکہ آپ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو وہ اس خطرے میں ہیں کہ ان پر عذاب نازل کر دیا جائے اور چونکہ آپ کے رحمۃ للعلمین ہونے کی وجہ سے ان پر اب آسمانی عذاب نہیں آئے گا تاہم کسی جنگ میں ان پر شکست مسلط کر کے ان کو ضرور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا' جیسے جنگ بدر میں' جنگ خندق میں اور بالآخر فتح مکہ کے موقع پر ان کی کمر بالکل توڑ دی گئی۔

(۲) ''اولئک الاحزاب'' کا معنیٰ ہے: یہ بہت بڑی اور بہت کثیر جماعتیں ہیں اور جب سابقہ زمانہ میں اتنی بڑی بڑی اور اتنی کثیر جماعتیں عذاب سے ہلاک کر دی گئیں تو اہل مکہ تو ان کے مقابلے میں بہت کمزور اور مسکین ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کب ٹھہر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں مثلاً حضرت نوح' حضرت ہود اور حضرت لوط علیہم السلام کی قوموں کو عذاب سے ہلاک کرنے کی خبر دی ہے' اگر کفار مکہ اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں تو یہ ان کو نصیحت اور زجر و توبیخ کرنے کے لیے کافی ہے اور اگر وہ اس خبر کی تصدیق نہیں کرتے پھر بھی اس خبر کے ساتھ ان کو ڈرانا اور نصیحت کرنا صحیح ہے' کیونکہ ان قوموں پر نزول عذاب کے آثار اب بھی موجود ہیں اور جب کفار مکہ' مکہ سے شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو ان وادیوں کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا' تبوک کے اردگرد پہاڑوں میں ان کے بنائے ہوئے گھروں کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں اور دیکھنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنے ہوئے ہیں۔

اس لیے فرمایا: ''ان میں سے ہر گروہ نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیاO'' (صٓ: ۱۴)

انبیاء علیہم السلام جب انہیں عذاب سے ڈراتے تھے یا ثواب کی ترغیب دیتے تھے تو یہ ان کی تکذیب کرتے تھے تو پھر ضروری ہو گیا کہ ان پر عذاب نازل کیا جائے' ہر چند کہ ان کو کافی ڈھیل دی گئی اور ان کو ایمان لانے کے لیے کافی وقت دیا گیا لیکن جب بالآخر یہ ایمان نہیں لائے تو پھر ان پر عذاب نازل کر دیا گیا اور اس سے مقصود سننے والوں کو ڈرانا اور دھمکانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ امتوں کی روش قائم رکھی تو ان پر بھی عذاب کا نزول ناگزیر ہو جائے گا۔

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا

اور یہ (کفار) صرف ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہو گیO اور انہوں نے کہا: اے

marfat.com
Marfat.com

دھکیل دیا جائے گا' ہر چند کہ کفار واقع میں صور پھونکے جانے کا انتظار نہیں کر رہے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت ظاہرہ کے اعتبار سے استہزاء فرمایا اور یہ بتایا کہ جب وہ صور پھونک دیا جائے گا تو پھر ان کے اور نزول عذاب کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہوگی۔ اس آیت میں ''فواق'' کا لفظ ہے' فواق اسم فعل واحد ہے' اس کی جمع افوقہ اور افقہ ہے' اس کا معنیٰ ہے درمیانی وقفہ' دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے اس کو فواق کہتے ہیں' دودھ دوہنے والا ایک مرتبہ دودھ دوہ چکتا ہے پھر بچے کے پینے کے لیے دوہنا چھوڑ دیتا ہے' بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتر آتا ہے' دودھ دوہنے والا بچہ کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ دوہ لیتا ہے' اس درمیانی وقفہ کا نام اصل لغت میں فواق ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

لفظ فواق کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے گزرا جن میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا' اس پانی کی لذت کی وجہ سے اس کو وہ چشمہ اچھا لگا' اس نے دل میں کہا: کاش! میں لوگوں کے درمیان سے نکل جاؤں اور اسی گھاٹی میں رہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کیے بغیر ہرگز ایسا نہیں کروں گا' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو' کیونکہ تم میں سے کسی ایک شخص کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا' اپنے گھر میں ستر سال نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور تم کو جنت میں داخل کر دے' اللہ کی راہ میں جہاد کرو' جس شخص نے اونٹنی کے فواق (دودھ دوہنے کے وقت) کے برابر بھی اللہ کی راہ میں قتال کیا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۷۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' السنۃ لابی العاصم رقم الحدیث: ۱۳۵' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۶۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۰' اس حدیث کی سند حسن ہے)

چیخ اور چنگھاڑ کے تین محمل

اس آیت میں جس چیخ اور چنگھاڑ کا ذکر ہے اس کے تین محمل ہیں' ایک یہ ہے کہ اس چیخ اور چنگھاڑ کی صورت میں ان پر فوراً عذاب آ جائے گا اور عذاب آنے سے پہلے ان کو اتنی مہلت بھی نہیں ملے گی جتنا دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔

اس چیخ اور چنگھاڑ سے مراد پہلی بار صور پھونکنے کی آواز ہے' اس صور کے پھونکتے ہی قیامت کا زلزلہ برپا ہو جائے گا اور صور پھونکنے کے بعد ان کو اتنا وقفہ بھی نہیں ملے گا جتنا وقفہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اس چیخ اور چنگھاڑ سے دوسری بار صور پھونکا جانا مراد ہے' اس کے فوراً بعد کافروں کو دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور صور کی اس آواز اور چنگھاڑ کے بعد ان کو اتنے وقفہ کی بھی مہلت نہیں ملے گی جتنی دودھ دوہنے کے درمیان مہلت ہوتی ہے۔

ان دونوں آیتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو تسلی دینا مراد ہے' تاکہ کفار کی تکذیب سے آپ کا دل تنگ نہ ہو اور ان کے کفر سے آپ غمگین نہ ہوں کیونکہ سابقہ امتوں نے اپنے رسولوں کی اس طرح تکذیب کی تھی جس طرح اہل مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اور ان کافروں کی بھی بھاری اکثریت تھی اور اس کے مقابلہ میں ان رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ کفار اپنے کفر اور تکذیب کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور اس کے عذاب کا شکار ہو گئے اور ان کی جمعیت اور ان کی کثرت اور ان کی جسمانی قوت اور مال و اسباب کی کثرت ان کے کسی کام نہ آ سکی' سو یہی حال کفار مکہ کا بھی ہوگا اور ان کا اخروی عذاب کا انتظار کرنا' اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور اس کی دوزخ کے عذاب کے آثار سے ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

زیادتی کرتے ہیں' سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ

کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے' سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی

سجدہ ۱۰ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

طرف رجوع کیا O تو ہم نے ان کی اس بات کو معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں خاص

وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ

تقرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے' سو آپ لوگوں کے درمیان

بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ

حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے' ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا

اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ

دے گی' بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے

ع ۲ / ۱۲ / ۱۱ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

کیونکہ وہ روز حساب کو بھول جاتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (کفار) صرف ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہوگی O اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے O (ص ۱۶-۱۵)

لفظ ''فواق'' کا معنی' اس کا محمل اور اس کے متعلق حدیث

اس آیت میں کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل تکذیب کر رہے ہیں اور عذاب کے لیے صرف قیامت کے منتظر ہیں' وہ اس کے مستحق تھے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر دنیا میں ہی فوراً عذاب آ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان کو عذاب دے جس وقت آپ ان میں موجود ہوں۔ (الانفال: ۳۳)

اس لیے اب ان پر عذاب اسی وقت ہوگا جب دوسرا صور پھونکا جائے گا اور سب کافروں کو زندہ کر کے دوزخ کی طرف

marfat.com

Marfat.com

تمنا نہ کرے اگر وہ نیک شخص ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ توبہ کر لے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۳۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۱۸)

اللہ سے ملاقات اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کا جواز

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے اشتیاق اور حصول شہادت کے لیے موت کی تمنا کے جواز میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات کرنے کو محبوب رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور زوجہ نے کہا: بے شک ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کے پاس موت آتی ہے تو اس کو اللہ کی رضا اور اس کی کرامت کی بشارت دی جاتی ہے، پھر مومن کو موت کے بعد ملنے والے انعامات سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، سو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کے پاس جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے اور اس کو موت کے بعد پیش آنے والے امور سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند اور ناگوار نہیں ہوتی، وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۴_۲۶۸۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۸۳۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۰۷۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۸۴، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۵۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مؤمنوں کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور یہ بات نہ ہوتی کہ میں ان کے لیے سواریاں مہیا نہیں کر سکتا تو میں کسی ایسے لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۵۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۱۷۶)

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی: اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں میری موت مقدر کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۹۰)

نفوس خبیثہ سفلیہ ادنیٰ اور ارزل چیزوں کی طرف راغب ہوتے ہیں، دنیا میں ان کا مطمح نظر شہوات حیوانیہ اور مرغوبات نفسانیہ ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ ہے اور بلند ہمت اور اولوالعزم لوگ اعلیٰ اور اطیب چیزوں کی طرف راغب ہوتے ہیں، دنیا میں ان کا مطمح نظر عبادات کی لذتیں اور اطاعات کی حلاوتیں ہوتی ہیں اور آخرت میں ان کے لیے اعلیٰ علیین کے درجات اور جنات کے مقامات ہوتے ہیں اور ارواح قدسیہ اللہ عزوجل کے جلال اور جمال کی تجلیات کے مشاہدہ اور اس کی صفات کے مطالعہ میں مشغول اور منہمک رہتی ہیں اور ان میں سے ہر فریق اپنے مطلوب کی طرف اس طرح بے اختیار ملصوق اور مجذوب رہتا ہے، جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف بے اختیار کھنچا ہوا اور چپکا ہوا رہتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو یاد کیجئے، بے شک وہ بہت رجوع

marfat.com
Marfat.com

’’قط‘‘ کا معنی

اس کے بعد فرمایا: ’’اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روزِ حساب سے پہلے ہی جلد دے دے۔‘‘ (صٓ ۱۶)

اس قول کے قائل النضر بن الحارث بن علقمہ بن کندہ الخزاعی اور اس کے موافقین تھے انہی لوگوں نے یہ بھی کہا تھا:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (الانفال: ۳۲)

اور جب ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن واقعی تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب نازل کر دے۝

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو واحد اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنے والا نہیں مانتے تھے اس کے باوجود انہوں نے اس دعا کے شروع میں کہا: اے ہمارے رب! اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ صدقِ دل اور حضورِ قلب اور انتہائی دل سوزی سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روزِ حساب سے پہلے ہی جلد دے دے۔

اس آیت میں ’’قطنا‘‘ کا لفظ ہے القط کا معنی ہے کسی چیز کو کاٹنے کے بعد اس کا حاصل شدہ ٹکڑا اور اس سے مراد ان کا حصہ اور مقسوم ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہم کو جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں اس عذاب میں سے جو حصہ ہمارے لیے مقدر ہے وہ حصہ ہمیں دنیا میں دلوا دیں اور اس کو روزِ حساب تک مؤخر نہ کریں۔ اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارے صحائف اعمال ہمارے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے تو ہمارے اعمال نامہ کا جو حصہ اور کاغذ کا ٹکڑا ہے وہ ہم کو روزِ حساب سے پہلے دنیا میں ہی دے دیں تاکہ ہم دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: موت کی تمنا صرف تین شخص کرتے ہیں: ایک وہ شخص جو موت کے بعد پیش آنے والے عواقب سے جاہل ہو دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے متنفر ہو اور تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہو اور اس سے ملاقات کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرے اسی طرح جو شخص مرتبہ شہادت کے حصول کی تمنا کرنے والا ہو وہ بھی شہادت کی صورت میں موت کی تمنا کرتا ہے۔

موت کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث

موت کی تمنا کرنے کی ممانعت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۷۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۷۱، سنن نسائی ۱۸۱۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۶۸، جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۱۹۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن کی صرف نیکیوں کو زندہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے تھے' وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی' وہ نصف شب تک سوتے' پھر تہائی شب قیام کرتے' پھر رات کے (بقیہ) چھٹے حصہ میں سوتے (فرض کیجئے کہ چھ گھنٹے کی رات ہے تو وہ پہلے تین گھنٹے سوتے' پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے اور آخری ایک گھنٹہ میں پھر سو جاتے)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۹' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن عمرو رقم الحدیث: ۶۵۳)

(۴) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اس آیت میں ''انہ اواب'' فرمایا' یعنی وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے' وہ اپنی تمام حاجات میں' تمام مہمات میں اور تمام کاموں میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

(۵) نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ شام کو اور دن چڑھے ان کے ساتھ تسبیح کریں' پہاڑوں کے تسبیح کرنے کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں حیات' عقل' قدرت اور نطق کو پیدا کر دیا تھا اور اس وقت وہ پہاڑ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جس طرح زندہ اور عقل والی مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ پہاڑ میں حیات کی دلیل اس آیت میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ (الاعراف: ۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھائیے' میں اس کو ایک نظر دیکھوں گا' فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھ سکتے' لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو' اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ لو گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس پہاڑ میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی ہوئی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا تھا' یہ اور بات ہے کہ وہ دیکھنے کی تاب نہ لا سکا اور دیکھتے ہی ریزہ ریزہ ہو گیا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ (البقرہ: ۷۴)

اور بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔

سو پہاڑوں میں دیکھنے کی صفت اور صلاحیت بھی ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو غیر معمولی جسامت اور حسن عطا فرمایا تھا اور بہت شیریں آواز عطا فرمائی تھی' ان کے حسن اور ان کی آواز سے متاثر ہو کر تمام پہاڑ اور تمام پرندے ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے تھے اور پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت کا اثر بھی رکھا ہے اور نطق اور تسبیح کرنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے' پہاڑوں میں محبت کی کیفیت رکھی ہے' اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احد جبل یحبنا نحبہ.

احد ایک پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

کرنے والے تھے O ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ شام کو اور دن چڑھے ان کے ساتھ تسبیح پڑھیں O اور جمع شدہ پرندے بھی سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے O اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت اور فصل خطاب عطا فرمایا O (ص: ۲۰۔۱۷)

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی دس وجوہ

کفار مکہ کے انکار اور ان کی معاندانہ باتوں کے سننے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا تھا اس کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا اور گویا کہ یوں فرمایا: اگر یہ کفار آپ کا انکار کر رہے ہیں تو آپ کو کیا کمی ہے' اکابر انبیاء علیہم السلام آپ کی موافقت کرتے ہیں' نیز آپ اس پر غور کریں کہ مخالفین آپ کو یتیم اور فقیر کہتے ہیں تو مال و دولت کی کثرت کسی کو غم سے نجات نہیں دیتی' حضرت داؤد علیہ السلام عظیم الشان سلطنت کے مالک تھے اس کے باوجود وہ رنج اور غم سے محفوظ نہیں رہ سکے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی حسب ذیل وجوہ ذکر فرمائی ہیں:

(۱) ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور قائد المرسلین ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے مکارم اخلاق کو یاد کریں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے'' یوں تو تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن قابل ذکر اور لائق تعریف وہ بندہ ہے جس کو مالک خود فرمادے یہ ہمارا بندہ ہے' سو حضرت داؤد کے متعلق فرمایا: ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے اور یہ حضرت داؤد کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا ہے:

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا. (البقرہ: ۲۳)
اگر تمہیں اس کلام کے وحی ہونے میں شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ (الفرقان: ۱)
برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان کو نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو O

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ. (بنی اسرائیل: ۱)
سبحان ہے وہ جو رات کو ہی اپنے بندہ کو لے گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ہمارے بندے ہیں' اور خود کو فرماتا ہے: میں ان کا رب ہوں۔

فَلَا وَرَبِّكَ. (النساء: ۶۵)
آپ کے رب کی قسم!

اللہ تعالیٰ رب العلمین' رب عرش عظیم ہے' رب کعبہ ہے' مگر اس کو نہ العلمین کے رب ہونے پر ناز ہے' نہ عرش عظیم کے رب ہونے پر ناز ہے' نہ کعبہ کے رب ہونے پر ناز ہے' اگر اس کو ناز ہے تو اے محمد مصطفیٰ! تمہارے رب ہونے پر ناز ہے۔

سو وہ آپ کے متعلق فرماتا ہے: میرا بندہ اور اپنے متعلق فرماتا ہے: تمہارا رب' اور یہ آپ کی وہ فضیلت ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ''ذا الاید'' طاقت ور فرمایا یعنی وہ عبادت کو انجام دینے سے اور گناہوں سے باز رہنے میں بہت طاقت ور تھے۔ قتادہ نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قوت اور دین کی فقہ عطا کی گئی تھی' ان کی عبادت کے متعلق حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

الحدیث: ۱۰۹۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی دو رکعت نماز کی حفاظت کی اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا' خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۲' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۲۳ طبع قدیم' المسند الجامع ج ۱۶ ص ۸۰۹' رقم الحدیث: ۱۳۴۹۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے' حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ اس نماز کو ترک نہیں کریں گے اور آپ اس نماز کو ترک کر دیتے تھے' حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ اس نماز کو نہیں پڑھیں گے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۰۰۲' جامع المسانید والسنن ج ۳۳ ص ۴۴۳' رقم الحدیث: ۷۲۶-۷۲۷' المسند الجامع ج ۶ ص ۲۴۷' رقم الحدیث: ۴۲۹۲)

القاسم الشیبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: ان لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ چاشت کی نماز کو اس وقت کے غیر میں پڑھنا افضل ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اوابین (رجوع کرنے والوں) کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے جسم کی کھال اور ان کے پیر گرم ریت کی شدت کی وجہ سے جلنے لگتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۳۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۴۹' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۲۲۷' مسند ابو عوانہ ج ۲ ص ۲۷۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۳۰۰' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۵۵' معرفۃ السنن والآثار رقم الحدیث: ۵۵۸۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۸۳۲)

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) اس وقت پڑھنی چاہیے جب ریت خوب گرم ہو کر تپنے لگتی ہے اور اونٹ کے پاؤں ریت کی گرمی کی شدت سے جلنے لگتے ہیں' اونٹ کے بچوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ان کے جسم اور ان کے پاؤں کی کھال نازک ہوتی ہے اور گرمی تھوڑی سی بھی زیادہ ہو تو ان کے پاؤں جلنے لگتے ہیں' ہمارے اعتبار سے یہ وقت دن کے دس اور گیارہ بجے کے درمیان ہوتا ہے' سو اس وقت چاشت کی نماز پڑھنی چاہیے۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ جس وقت گرمی کی شدت ہوتی ہے تو اس وقت لوگوں کا دل آرام اور استراحت کو چاہتا ہے اور جو لوگ اوابین یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے ہیں وہ اس وقت آرام اور استراحت کے بجائے چاشت کی نماز پڑھتے ہیں اور ان کو صرف اس چیز میں اطمینان اور سکون ملتا ہے کہ وہ ہر مطلوب اور مرغوب چیز سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور اس کی عبادت میں مشغول ہو جائیں۔

اشراق کی نماز کا وقت

اشراق کا معنیٰ ہے سورج کا طلوع ہونا اور اس کا چمکنا اور نماز اشراق کا اوّل وقت وہ ہے جب سورج ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد بیس منٹ گزر جاتے ہیں اور نماز اشراق کا آخر وقت وہ ہوتا ہے جب چاشت کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے' اس لیے چاشت کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب سورج خوب گرم اور سفید ہو جاتا ہے اور اس کا نور خوب روشن ہو جاتا ہے۔

حضرت ام ہانی ء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آئے' آپ نے وضو کیا اور پھر صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھی' پھر فرمایا: اے ام ہانی ء! یہ اشراق کی نماز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۸۲ صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۳۹۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۷۹)

اور پہاڑ کے تسبیح کرنے کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا' ہم مکہ کے کسی راستہ میں جارہے تھے' آپ کے سامنے جو بھی پہاڑ آتا یا درخت آتا وہ یہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث ۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۴۔۱۵۳' شرح السنہ رقم الحدیث ۳۷۱۰' جامع المسانید والسنن مسند علی بن ابی طالب رقم الحدیث ۳۹۹)

امام فخر الدین رازی نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا' جہاں حضرت داؤد علیہ السلام جاتے تھے' پہاڑ بھی ان کے ساتھ جاتے تھے اور پہاڑوں کا حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ چلنا ان کی تسبیح قرار دیا گیا کیونکہ پہاڑوں کا حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ چلنا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرتا ہے۔

(۶) اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی چھٹی فضیلت یہ ہے کہ پہاڑ آپ کے ساتھ العشی یعنی شام کے وقت اور الاشراق یعنی صبح کے وقت تسبیح کرتے تھے۔

چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' پھر وہ طلوع آفتاب تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا' پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو حج اور عمرہ کا پورا پورا اجر ہوگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۵۸۶' جامع المسانید والسنن ج ۲۳ ص ۴۹۴' رقم الحدیث ۳۳۰۸' لابن کثیر' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ' المسند الجامع ج ۱ ص ۳۰۲' رقم الحدیث: ۴۱۷' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث ۳۳۰۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی نماز کی بارہ رکعات پڑھیں' اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۴۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۳۸۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۶۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۶' شرح السنہ رقم الحدیث ۱۰۰۶' جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۲۱ ص ۲۹۰' رقم الحدیث: ۶۰۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ' المسند الجامع ج ۱ ص ۳۸۸' رقم الحدیث ۵۶۰)

حضرت ام ہانی ء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئیں' اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو پردہ سے چھپایا ہوا تھا۔ حضرت ام ہانی نے کہا: میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ہوں' ام ہانی ء بنت ابی طالب' آپ نے فرمایا: ام ہانی ء کو خوش آمدید ہو' غسل سے فارغ ہو کر آپ نے آٹھ رکعات نماز پڑھیں۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: یہ چاشت کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۲۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۲۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میرے لیے دن کے شروع میں چار رکعات نماز پڑھو' میں دن کے آخر میں تمہارے لیے کافی ہوں گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۵' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۰' جامع المسانید والسنن ج ۱۳ ص ۵۹۴' رقم الحدیث: ۱۱۰۷۳' المسند الجامع ج ۱۴ ص ۳۳۲' رقم

marfat.com
Marfat.com

نیز علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) کا وقت سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال سے پہلے تک ہے اور اس کا مستحب وقت وہ ہے جب دن کا چوتھائی حصہ گزر جائے' کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب گرم ریت کی شدت سے اونٹ کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں۔

(غنیۃ المستملی ص ۳۹۰۔۳۸۹' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ)

مثلاً آج ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء کو طلوع آفتاب ۵:۴۱ پر ہے اور غروب ۷:۱۶ پر ہے' اس طرح دن تیرہ گھنٹے کا ہے اور اس کا چوتھائی حصہ سوا تین گھنٹے ہے اور زوال کا وقت ۱۱:۴۶ ہے' پس نماز چاشت کا وقت آج صبح چھ بجے سے گیارہ بج کر ۴۶ منٹ تک ہے اور اس کو پڑھنے کا مستحب وقت سوا نو بجے ہے۔

پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرنا

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ یعنی پہاڑ اور پرندے سب حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے تھے' حضرت داؤد علیہ السلام جب تسبیح کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور اس سے پہلے جو فرمایا تھا: ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ شام کو اور دن چڑھے ان کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور جمع شدہ پرندے بھی' پہلے جملے میں اور اس جملے میں فرق یہ ہے کہ پہلے جملے سے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اور پرندے ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں' لیکن اس جملے سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ تسبیح پڑھتے ہیں اور جب جملہ اسمیہ کے ساتھ فرمایا: ''کل لہ اواب'' سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے تو معلوم ہوا کہ پہاڑ اور پرندے ان کے ساتھ ہمیشہ تسبیح کرتے تھے۔

مذکور الصدر تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ ''کل لہ'' میں ضمیر حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہو اور اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہو تو پھر اس کا معنیٰ ہوگا: حضرت داؤد علیہ السلام' پہاڑ اور پرندے سب اللہ کی طرف لوٹنے والے اور اس کی تسبیح کرنے والے تھے۔

امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ حسین آواز دی گئی تھی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۹ ص ۲۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

پس جب حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز پہاڑوں تک پہنچتی تو وہ ان کی آواز کی لذت سے جھومنے لگتے اور جب پرندے ان کی آواز سنتے تو وہ بھی ان کے ساتھ سُر سے سُر ملانے لگتے۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ اس لیے تسبیح کرتے تھے تا کہ ان کی تسبیحات کا اجر و ثواب بھی حضرت داؤد علیہ السلام کو مل جائے' حضرت داؤد علیہ السلام جب حمد اور تسبیح کے معنیٰ میں بہت غور کرتے تھے تو وہ حمد اور تسبیح آپ کے اعضاء میں سرایت کر جاتی تھی' کیونکہ یہ اعضاء آپ کی روح کے مظاہر تھے' پھر آپ کے اعضاء سے حمد اور تسبیح کی صورت پہاڑوں اور پرندوں میں سرایت کر جاتی تھی' اس وجہ سے پہاڑ اور پرندے بھی آپ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' اس وجہ سے ان کی تسبیح کا فائدہ بھی آپ کی طرف لوٹتا تھا' شام کے وقت اور دن چڑھنے کے وقت اس تسبیح کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انوار اور اس کی برکت کے آثار بہت عظیم ہوتے ہیں کیونکہ جو مقربین اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں مستغرق اور مخمور ہوتے ہیں وہ اس وقت اپنے استغراق اور خمار سے باہر آ جاتے ہیں اور شام

marfat.com
Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۴۰۵ المعجم الاوسط رقم الحدیث ۴۲۵۸)

اس حدیث میں آپ نے چاشت کی نماز پر اشراق کا اطلاق فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اشراق کا آخر وقت ہے اور اوّل وقت کے اعتبار سے یہ چاشت کی نماز ہے۔

نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت

علامہ ابراہیم الحلبی الحنفی المتوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کی فضیلت میں بہت احادیث ہیں اور اس کی رکعات دو سے لے کر بارہ تک ہیں' ان کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے' پس ہر تسبیح کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر لا الٰہ الا اللہ کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر اللہ اکبر کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے سے یہ صدقہ ادا ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۲۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۹۰۲۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور اللہ جتنی چاہتا آپ اتنی رکعات زیادہ کر دیتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۱۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۳' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم ۳۶۹۲)

چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کے متعلق حضرت ام ہانی کی حدیث گزر چکی ہے' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۴ وغیرھا۔

چاشت کی بارہ رکعات کے متعلق حضرت انس بن مالک کی حدیث گزر چکی ہے' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۶۷ وغیرھا۔

امام اسحٰق بن راھویہ نے کتاب ''عدد رکعات السنۃ'' میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن چاشت کی نماز دو رکعت پڑھی اور ایک دن چار رکعات پڑھیں اور ایک دن چھ رکعات پڑھیں اور ایک دن آٹھ رکعات پڑھیں تاکہ امت پر وسعت اور آسانی ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: جب تم دو رکعت چاشت کی نماز پڑھو گے تو تم غافلین میں نہیں لکھے جاؤ گے اور جب تم چار رکعات پڑھو گے تو تم عابدین میں لکھے جاؤ گے اور جب تم چھ رکعات پڑھو گے تو اس دن کوئی گناہ تمہارا پیچھا نہیں کرے گا اور جب تم آٹھ رکعات پڑھو گے تو تمہیں خاشعین میں لکھا جائے گا اور جب تم دس رکعات پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا جنت میں گھر بنا دے گا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۴۹۔۴۸)

امام ترمذی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۷۳' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۶۰۹)

ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے مگر فضائل میں حدیث ضعیف السند پر عمل کرنا جائز ہے۔

(علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ کے مطابق چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعات آٹھ ہیں اور جو بارہ رکعات کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۴۰۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

marfat.com

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ:۶۷) اور اللہ لوگوں (کے شر) سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی جاتی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی ''اور اللہ لوگوں (کے شر) سے آپ کی حفاظت فرمائے گا''۔(المائدہ:۶۷) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا: اے لوگو! واپس جاؤ' بے شک اللہ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۰۵۷ المستدرک ج ۲ ص ۳۱۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اور اللہ لوگوں (کے شر) سے آپ کی حفاظت فرمائے گا'' (المائدہ:۶۷) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حفاظت کے انتظام کو ترک فرما دیا۔
(المعجم الصغیر رقم الحدیث:۴۱۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۳۵۳۳)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت فرمانے کی ایک مثال یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ آپ کے ساتھ واپس آئے۔ ایک وادی جس میں خار دار درخت بہت زیادہ تھے اس میں دوپہر کے وقت انہوں نے قیام کیا۔ مسلمان منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اس میں تلوار لٹکا دی' حضرت جابر نے کہا: ہم لوگ سو گئے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا' ہم آپ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا' اس شخص نے میری تلوار نکال لی' میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' وہ مجھ سے کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! لو وہ یہ بیٹھا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۱۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۴۳' مسند احمد رقم الحدیث:۶۳۷۸' عالم الکتب جامع المسانید والسنن مسند جابر عبد اللہ رقم الحدیث:۱۱۹۲)

(۹) حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی نویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا فرمائی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''واتیناہ الحکمۃ'' ہم نے ان کو حکمت عطا فرمائی۔

حکمت کی تعریفات

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

حکمت کا معنیٰ ہے: علم اور عقل کے ذریعہ حق بات تک رسائی حاصل کرنا' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا معنیٰ یہ ہے: اشیاء کی معرفت اور ان کو نہایت مضبوطی کے ساتھ پیدا کرنا اور انسان کی حکمت کا معنیٰ یہ ہے: موجودات کی معرفت اور نیک اور اچھے کاموں کا کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہوتی ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۱۴۵) یعنی ان اشعار کا مضمون صحیح اور صادق ہوتا ہے۔(المفردات ج ۱ ص ۱۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

فلسفیوں نے حکمت کی تعریف اس طرح کی ہے: موجودات خارجیہ کے احوال کا واقع کے مطابق طاقت بشریہ کے اعتبار سے علم' اس کو حکمت کہتے ہیں' یہ علم نظری ہے اور یہ علم کسی دوسرے علم کا آلہ نہیں ہے۔

حکمت کی دوسری تعریف یہ ہے: یہ وہ قوت عقلیہ عملیہ ہے جو غریزہ اور بلادت کے درمیان متوسط ہوتی ہے' غریزہ اس

marfat.com
Marfat.com

کے وقت میں نماز پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے ہیں اور اس سے مناجات کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت

(۸) حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وشددنا ملکہ" "اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا" ان کی سلطنت کو مضبوط کرنے کا ایک محمل یہ ہے کہ چار ہزار آدمیوں کا لشکر دن رات ان کی سلطنت کی حفاظت کرتا تھا اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جن مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے ان کی وجہ سے تمام لوگوں پر ان کی ہیبت چھائی تھی۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ان کے ایک بڑے آدمی پر کوئی زیادتی کی' پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے' جس نے زیادتی کی تھی اس نے اپنے فریق مخالف کے متعلق کہا: اس شخص نے میری ایک گائے غصب کر لی ہے' حضرت داؤد نے اس سے پوچھا تو اس نے اس بات کا انکار کیا' پھر آپ نے مدعی سے کہا: تم گواہ پیش کرو' اس کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا' پھر حضرت داؤد نے ان دونوں سے کہا: ابھی تم چلے جاؤ' میں تمہارے معاملہ میں غور کروں گا' وہ دونوں چلے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں یہ وحی کی کہ جس شخص کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے آپ اس کو قتل کر دیں۔ حضرت داؤد نے سوچا یہ تو خواب ہے' میں اس معاملہ میں جلدی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان کو خواب میں وحی کی کہ اس شخص کو قتل کر دیں' پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری بار ان کو خواب میں حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں' ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوگا' پھر حضرت داؤد نے اس شخص کو بلوا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ میں تجھ کو قتل کر دوں۔ اس شخص نے کہا: آپ مجھے بغیر گواہ کے اور بغیر کسی ثبوت کے قتل کر دیں گے؟ حضرت داؤد نے فرمایا: ہاں! میں تم میں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کروں گا' جب اس شخص کو یہ یقین ہو گیا کہ حضرت داؤد اس کو قتل کر دیں گے تب اس شخص نے کہا: آپ عجلت نہ کریں حتیٰ کہ میں آپ کو اصل واقعہ کی خبر دے دوں' بے شک اللہ کی قسم! میں نے اس معاملہ میں کوئی جرم نہیں کیا اور نہ اس وجہ سے میں گرفت میں آیا ہوں' بلکہ میں نے اس شخص کے والد کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا' سو اس وجہ سے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے: **وشددنا ملکہ**۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۲۸۹۹)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے داؤد کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور یہ قید نہیں لگائی کہ ان کی سلطنت کو لشکر سے مضبوط کیا ہے اور نہ یہ قید لگائی ہے کہ بنی اسرائیل پر ان کی ہیبت طاری کر کے ان کے لشکر کو مضبوط کیا ہے' اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ ان کی سلطنت کی مضبوطی کو کسی خاص قسم کے ساتھ مقید نہ کیا جائے اور اس کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۶۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے جامع البیان کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حفاظت چار ہزار نفوس پر مشتمل لشکر کیا کرتا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت کے لیے کسی لشکر کی ضرورت نہ تھی' آپ کی حفاظت خود خدائے لم یزل کرتا تھا' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہے اور اپنے گناہوں پر توبہ نہیں کرتا' ان کو دوزخ میں ڈالنا آپ کے ارشاد کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح پہلی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا رحم ماں اپنے بچوں پر کرتی ہے تو وہ اپنے بندوں کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا' کافر اور مشرک اپنے آپ کو بتوں کا بندہ کہلواتے ہیں یا حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کا بندہ کہلواتے ہیں' یا سورج کا یا آگ کا یا کسی درخت کا یا کسی دیوی یا دیوتا کا بندہ کہلواتے ہیں اور فساق اور فجار اپنی خواہشات کی بندگی کرتے ہیں سو جو اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دیتا ہو اور اس کے علاوہ اور کسی کی بندگی نہ کرتا ہو' اللہ تعالیٰ اس پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے اور وہ اپنے بندوں کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا' لیکن افسوس اس پر ہے کہ لوگ اپنے آپ کو صرف اس کا بندہ نہیں کہلاتے اور اگر اس کا بندہ کہلائیں بھی سہی تو اس کی بندگی نہیں کرتے' اپنے نفس کی بندگی کرتے ہیں۔

فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال

(۱۰) حضرت داؤد علیہ السلام کی دسویں فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فصل خطاب عطا فرمایا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں: فصل الخطاب کی تفسیر میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری نے کہا کہ فصل خطاب سے مراد ہے عدل اور انصاف سے فیصلے کرنا۔

(۲) قاضی شریح اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے مدعی کو گواہ پیش کرنے کا مکلف کرنا اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم کرنا۔

(۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری اور شعبی نے کہا: اس سے مراد ہے خطبہ کے بعد اما بعد کہنا اور سب سے پہلے اما بعد کے کلمات حضرت داؤد نے کہے تھے۔

(۴) اس سے مراد ہے ہر غرض مقصود میں کافی بیان پیش کرنا۔

(۵) کلام سابق اور کلام لاحق کے درمیان فصل کرنا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

حکمت سے مراد ہے نبوت اور کمال علم اور پختہ عمل' ایک قول ہے: اس سے مراد زبور ہے اور علم الشرائع اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو حکمت کے موافق ہو وہ حکمت ہے۔

اور فصل خطاب سے مراد ہے دو فریقوں کے درمیان حق کو باطل سے متمیز اور ممتاز کر دینا' یا اس سے مراد وہ کلام ہے جو صحیح اور فاسد کے درمیان فارق اور فیصلہ کن ہو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا وہ کلام ہے جو وہ مقدمات کے فیصلوں اور سلطنت کی تدبیروں اور مشوروں کے متعلق کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فصل خطاب سے مراد ایسا کلام ہو جو متوسط ہو' نہ اس قدر مختصر ہو کہ اس سے اصل مراد واضح نہ ہو اور نہ اس قدر طویل ہو جس سے مخاطب اکتا جائے اور ملول خاطر ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور دیلمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اما بعد کے کلمات ہیں اور سب سے پہلے حضرت داؤد نے یہ کلمات کہے تھے' اما بعد کے کلمات حمد اور صلوٰۃ یا اللہ عزوجل کے ذکر کے بعد کہے جاتے ہیں اور ان کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ حمد اور صلوٰۃ کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے یا حمد اور صلوٰۃ کے بعد یہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اما بعد سے مراد یہ مخصوص کلمات نہیں ہیں' کیونکہ یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام خود عرب تھے نہ عربوں کے نبی تھے اور نہ وہ عربی زبان میں کلام کرتے تھے۔

بلکہ اس سے مراد ان کی زبان کے وہ کلمات ہیں جو ''اما بعد'' کا مفہوم ادا کرتے ہوں اور میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

قوت کا افراط ہے اور بلادت اس قوت کی تفریط ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کی حکمت ہے: حلال اور حرام کو جاننا۔
ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ علوم شریعت اور طریقت کو حکمت کہتے ہیں۔
نیز حکمت کی تعریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) لغت میں حکمت کا معنیٰ ہے: علم کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے۔
(۲) انسان اپنی طاقت کے مطابق اس چیز کو حاصل کرے جو نفس الامر اور واقع میں برحق ہو۔
(۳) ہر وہ کلام جو حق کے موافق ہو وہ حکمت ہے۔
(۴) ہر وہ کلام جو معقول ہو اور فضولیات سے خالی ہو وہ حکمت ہے۔
(۵) ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنا حکمت ہے۔
(۶) جس چیز کا انجام قابل تعریف ہو وہ حکمت ہے۔
(۷) **الحکمة الالهية**: جس علم میں ان موجودات خارجیہ کے احوال سے بحث کی جائے جو مادہ سے مجرد ہوں اور ہماری قدرت اور اختیار میں نہ ہوں۔
(۸) حقائق اشیاء جس طرح ہیں ان کا اسی طرح علم ہو اور علم کے مطابق عمل ہو۔
(۹) جس حکمت سے سکوت کیا گیا ہے: یہ حقیقت کے وہ اسرار ہیں جن پر رسمی علماء اور عوام کماحقہ مطلع نہیں ہوتے تا کہ وہ ان کو ضرر پہنچائیں یا ان کو ہلاک کر دیں' جیسا کہ روایت ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدی باندیوں کے پاس گئے تو ایک قیدی عورت اپنا پستان نچوڑ کر ایک بچے کو دودھ پلا رہی تھی' پھر اس نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اس کو اٹھالیا اور اپنے پیٹ کے ساتھ چمٹایا اور اس کو دودھ پلایا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے' کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا: نہیں' بہ شرطیکہ اس کو آگ میں نہ ڈالنے پر قدرت ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا یہ اپنے بچوں پر رحم کرنے والی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۹۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۷۵۴' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن خطاب رقم ۱۷' کتاب التعریفات ص ۶۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مقارب المعنیٰ یہ حدیث بھی ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے' ان کے راستہ میں ایک بچہ پڑا ہوا تھا' جب اس کی ماں نے ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو اس کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کا بچہ لوگوں کے پاؤں تلے روندا جائے گا' وہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہہ رہی تھی: میرا بیٹا' میرا بیٹا اور اس نے دوڑ کر اپنے بیٹے کو اٹھالیا' لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ اپنے بیٹے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چپ کراتے ہوئے فرمایا: اور اللہ کی قسم! اللہ اپنے حبیب (دوست) کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۷۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۷۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۵۸' ج ۴ ص ۱۷۷' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۳۶۷)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو دوزخ میں نہیں ڈالے' اور کافر اللہ تعالیٰ کا حبیب نہیں ہے'

marfat.com
Marfat.com

الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ' علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ' امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ' علامہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ' علامہ عبدالرحمان بن علی ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ' علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ' علامہ علی بن محمد الخازن المتوفی ۷۲۵ھ' علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' قاضی ابوسعود محمد بن محمد المتوفی ۹۸۲ھ' علامہ احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اور دیگر مفسرین نے اس آیت کے تحت یہ تصریح کی ہے کہ یہ فرشتے تھے۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۶۸' الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۸۸' النکت والعیون ج ۵ ص ۸۶' الوسیط ج ۳ ص ۵۴۷' معالم التنزیل ج ۴ ص ۶۰' الکشاف ج ۴ ص ۸۴' زادالمسیر ج ۷ ص ۱۱۸' انوار التنزیل مع الخفاجی ج ۸ ص ۱۳۹' لباب التاویل ج ۴ ص ۳۴' الدرالمنثور ج ۷ ص ۱۳۹' تفسیر ابوسعود ج ۵ ص ۳۵۵' حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۱۳۹)

آنے والوں کے فرشتے ہونے پر علامہ ابوبکر بن العربی کے دلائل

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس رات کو دیوار پھاند کر آنے والے فرشتے تھے' انسان نہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

نقاش نے کہا: یہ دونوں شخص انسان تھا اور مفسرین کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ آنے والے فرشتے تھے اور انہوں نے یہ بھی معین کر دیا ہے کہ وہ دونوں حضرت جبریل اور میکائیل تھے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے' حضرت داؤد علیہ السلام کی محراب (بالا خانہ) بہت بلند تھی اور کسی آدمی کی قدرت میں یہ نہیں تھا کہ وہ اسباب اور وسائل کے بغیر اس بلند محراب تک پہنچ سکے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ دروازہ سے محراب تک پہنچ گئے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی خبر دیتے ہوئے یہ نہ فرماتا: ''جب وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے'' اور اگر کہا جائے کہ انہوں نے سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعہ چڑھ کر محراب میں داخل ہو گئے تو یہ مجاز ہوگا اور اگر یہ کہا جائے گا کہ وہ کھڑکی یا روشن دان کے ذریعہ محراب میں داخل ہو گئے تو پھر لازماً اور قطعاً یہ ماننا ہوگا کہ وہ آنے والے فرشتے تھے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۴۷' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ کا یہ نظریہ ہے کہ جو دیوار پھاند کر آئے وہ انسان تھے' فرشتے نہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ دو فرشتے تھے جو آسمان سے نازل ہوئے تھے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر تنبیہ کریں کہ جب ان کے عقد میں پہلے ہی ننانوے بیویاں موجود ہیں تو پھر ان کا اوریا سے یہ کہنا نامناسب ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تا کہ میں اس سے عقد کر لوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں انسان تھے اور وہ دونوں بُری نیت سے حضرت داؤد علیہ السلام کی محراب میں گئے تھے اور ان کا ارادہ حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل کرنے کا تھا' ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام تنہا ہوں گے اور وہ آسانی سے حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل کر سکیں گے' لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لوگوں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے تو انہوں نے جان لیا کہ اب وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے' پس انہوں نے جان چھڑانے کے لیے فی الفور یہ بات گھڑ لی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے فریق مخالف ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں اور یہ کہا کہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک دنبی ہے' اس کے باوجود ننانوے دنبیوں والا دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ تمہارے پاس جو ایک دنبی ہے وہ بھی مجھے دے دو۔

جو مفسرین اس کے قائل ہیں کہ وہ آنے والے فرشتے نہ تھے بلکہ انسان تھے ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ دونوں فرشتے تھے

marfat.com
Marfat.com

فصل خطاب سے مراد ایسا خطاب ہے جو کسی مقدمہ کے فریقین کے درمیان حق کو باطل سے اور صواب کو خطاء سے اور صحیح کو غلط سے متمیز اور ممتاز کر دے اور یہ بہت زیادہ علم اور فہم اور افہام اور تفہیم کی خداداد صلاحیت پر موقوف ہے۔

(روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۶۱۔۲۶۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی؟ جب وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے O جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ ان سے گھبرا گئے' انہوں نے کہا: آپ نہ گھبرائیں' ہم دو لڑنے والے فریق ہیں' ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں O بے شک یہ میرا بھائی ہے' اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے' اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے اور مجھ پر بات میں دباؤ ڈال رہا ہے O داؤد نے کہا: اس نے تجھ سے دنبی کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے تاکہ اس کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملائے اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ضرور زیادتی کرتے ہیں سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے' سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا O تو ہم نے ان کی اس بات کو معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں خاص تقرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے O (ص: ۲۵۔۲۱)

مشکل الفاظ کے معانی

ص: ۲۱ میں ''نبوء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے خبر' اس کے بعد ''الخصم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے جھگڑنے والا' اس کا استعمال واحد' تثنیہ' جمع' مذکر' مؤنث سب کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ''تسوروا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انہوں نے دیوار کو پھاندا' تسور کا معنی ہے دیوار پر چڑھنا اور بلندی سے کودنا' اس کے بعد ''محراب'' کا لفظ ہے' محراب کا معنی ہے گھر یا مجلس کا صدر مقام' سب سے بلند اور مقدم جگہ۔ حرب کا معنی ہے جنگ کرنا سو محراب کا معنی ہے جنگ کرنے کی جگہ' مسجد اور عبادت کی جگہ کو محراب کہتے ہیں کیونکہ وہاں انسان اپنے نفس اور شیطان سے جنگ کرتا ہے یا اس لیے کہ وہاں انسان دنیا کے مشاغل اور افکار پریشان سے منقطع ہو کر یکسوئی کے ساتھ یاد الٰہی میں بیٹھ جاتا ہے' بالاخانہ اور چوبارہ کو بھی محراب کہتے ہیں۔ محراب کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے سبا: ۱۳' تبیان القرآن ج ۹ ص ۶۱۰ میں کی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے؟

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جس حجرے میں عبادت کرتے تھے' اس کے عام اور معروف راستہ کے بجائے دیوار کو پھاند کر آنے والے کون تھے؟ بعض مفسرین نے کہا: وہ دو انسان تھے جو ایک معاملہ میں ایک دوسرے کے مخالف تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے فیصلہ کرانے کے لیے آئے تھے اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ وہ دو فرشتے تھے جو ایک فرضی مناقشہ بیان کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی اس اجتہادی خطا یا لغزش پر متنبہ کرنا چاہتے تھے کہ جب ان کے عقد میں پہلے سے ننانوے بیویاں موجود تھیں تو پھر انہوں نے اوریا سے یہ کیوں کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس سے نکاح کر لوں' پھر ان کے عقد میں سو بیویاں ہو جائیں گی اور جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی اجتہادی خطا یا لغزش پر متنبہ ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا اور ان کو اپنا قرب خاص اور بلند درجہ عطا فرمائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ' علامہ ابو الحسن علی بن محمد

marfat.com
Marfat.com

صحیح معنی ہو سکتا ہے تو پھر مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مذکور توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب

مصنف کے نزدیک علامہ زمخشری اور ان کے موافقین کی تاویل اس لیے درست نہیں ہے کہ ان آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ کہا تھا: ''ہم دو لڑنے والے فریق ہیں' ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور بے انصافی نہ کریں''۔ اس کلام سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کر رہے ہیں یا کسی فرضی صورت کا جواب معلوم کر رہے ہیں بلکہ وہ خود اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرا رہے ہیں اور اس کو یہ مطلب پہنانا کہ وہ کسی فرضی صورت کا جواب معلوم کر رہے ہیں ان آیات میں زبردستی خود ساختہ معنی کو ٹھونسنا ہے۔

آنے والوں کے انسان ہونے پر ابوالحیان اندلسی کے دلائل

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ کا بھی یہ مختار ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنے مقدمہ کا تصفیہ کرانے کے لیے آنے والے فرشتے نہیں تھے' دو انسان تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی ظاہر آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی محراب میں غیر معروف طریقہ سے داخل ہونے والے دو انسان تھے اور یہ ان کی محراب میں اس وقت داخل ہوئے جو ان کے فیصلہ کرنے کے اوقات نہیں تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر اس لیے گھبرا گئے کہ وہ عام معروف راستہ سے نہیں آئے تھے اور اس وقت آپ عبادت میں مصروف تھے' انہیں دیکھ کر آپ کو یہ خیال آیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے کے ارادے سے آئے ہیں' کیونکہ آپ اس وقت بالکل اکیلے تھے اور عبادت میں مصروف تھے اور جب یہ واضح ہو گیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے کے ارادہ سے نہیں آئے' بلکہ آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر افسوس ہوا اور ندامت ہوئی کہ انہوں نے ان دو انسانوں کے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ کسی شر اور بدی کے ارادہ سے آئے ہیں' لہٰذا انہوں نے اپنے اس گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گمان پر معافی چاہی سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔

(البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟

ص: ۲۴ میں فرمایا: ''داؤد نے کہا: اس نے تجھ سے دنبی کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے تاکہ اس کو اپنی دنبیوں سے ملائے''۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محض ایک فریق کا بیان اور الزام سن کر حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے یہ کس طرح جائز ہو گیا کہ انہوں نے دوسرے فریق کو قصور وار اور ظالم قرار دیا' اس کے حسب ذیل جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) امام محمد بن اسحاق نے کہا: جب فریق اوّل اپنے دعویٰ اور الزام سے فارغ ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فریقِ ثانی کی طرف دیکھا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہتا ہے اور جب وہ بالکل خاموش رہا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جان لیا کہ فریق اوّل کا دعویٰ اور الزام برحق ہے اور فریق ثانی واقعی ظالم ہے۔

(۲) علامہ ابن الانباری نے کہا: جب فریقِ اوّل نے فریقِ ثانی کے خلاف دعویٰ کیا تو فریقِ ثانی نے اعتراف کر لیا کہ واقعی اس نے ظلم کیا ہے اور اس کے اعتراف کی بناء پر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو ظالم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے اعتراف کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ کلام کے سیاق و سباق سے اس کا اعتراف بالکل ظاہر ہے۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے کلام کی توجیہ یہ ہے کہ اگر واقعی فریق ثانی نے فریق اوّل سے اس کی دنبی کا مطالبہ کیا ہے تو

marfat.com
Marfat.com

تو ان کا یہ قول جھوٹا ہوگا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے خصم ہیں کیونکہ فرشتوں کی آپس میں مخاصمت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان دونوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' اگر وہ فرشتے تھے تو ان کا یہ قول بھی جھوٹا تھا' کیونکہ فرشتے کسی پر زیادتی نہیں کرتے نہ کسی کے خلاف بغاوت کرتے ہیں' اسی طرح انہوں نے کہا: "بے شک یہ میرا بھائی ہے' اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے' اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے اور مجھ پر بات میں دباؤ ڈال رہا ہے○" اگر وہ فرشتے تھے تو ان کا یہ قول بھی جھوٹا ہے کیونکہ کسی فرشتے کے پاس دنبیاں نہیں تھیں اور نہ ننانوے دنبیوں والا ایک دنبی والے سے اس کی دنبی مانگ رہا تھا' سو اگر حضرت داؤد کی محراب پھاند کر آنے والے فرشتے تھے تو لازم آئے گا کہ انہوں نے تین جھوٹی باتیں کہیں اور فرشتے جھوٹ نہیں بول سکتے' کیونکہ جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کی معصیت ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کرتے' قرآن مجید میں ہے:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ○ (التحریم ۶)

دوزخ پر مضبوط دل فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی معصیت (نافرمانی) نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے○

نیز فرمایا:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ○ (النحل ۵۰)

وہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے○

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ○ (الانبیاء ۲۷)

وہ کسی بات میں اللہ سے تجاوز نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں○

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۳-۳۹۲ ملخصاً وموضحاً' داراحیاء التراث العربی بیروت)

آنے والوں کے فرشتے ہونے کی توجیہ

علامہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ ھ نے ملائکہ کے قائلین کی طرف سے یہ جواب لکھا ہے:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ملائکہ علیہم السلام نے ایسی بات کیوں کہی جو واقعہ کے خلاف تھی اور جو کام انہوں نے نہیں کیے تھے اس کی کیوں خبر دی اور یہ ان کی شان کے لائق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کے وقوع کو فرض کر لیا اور انہوں نے اپنے اوپر اس صورت کی تصویر کشی کی اور وہ حضرت داؤد کے پاس انسانوں کی صورت میں آئے تھے جیسے تم کسی مسئلہ کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہو کہ زید کی چالیس بکریاں ہیں اور عمرو کی بھی چالیس بکریاں ہیں اور ان دونوں نے اپنی بکریوں کو خلط ملط کر دیا اور ان کے اوپر ایک سال گزر چکا ہے' اب ان پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ یا تم اس طرح صورت بنا کر سوال کرو کہ میری چالیس بکریاں ہیں اور تمہاری بھی چالیس بکریاں ہیں اور ہم نے ان بکریوں کو ملا دیا ہے' ان پر سال گزر چکا ہے اب ہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ (الکشاف ج ۴ ص ۸۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

مذکور توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ اس جواب کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی ان آیات کو اس معنیٰ پر محمول کرنا کہ فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک فرضی صورت پیش کر کے صورت مسئلہ کا جواب جاننا چاہا تھا' یہ ان آیات کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور جب ان آیات کو حقیقت پر محمول کر کے ان کا

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابوالحیان اندلسی نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دو انسانوں کے متعلق جو شر کا گمان کیا تھا انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔

سورۂ صٓ کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء

صٓ :۲۴ میں ہے: ''اور (داؤد) سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا''۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: ''اور داؤد گر گئے رکوع کرتے ہوئے اور انہوں نے رجوع کیا''۔ مفسرین اور فقہاء نے کہا ہے کہ اس آیت میں رکوع بہ معنیٰ سجدہ ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک یہ دسواں سجدہ تلاوت ہے۔

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

سورۂ صٓ کا سجدہ ہمارے نزدیک سجدۂ تلاوت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدۂ شکر ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۂ صٓ پڑھی اور سجدۂ تلاوت کیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدۂ تلاوت کیا' صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ یہ سجدہ ہوا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا' اگر یہ سجدہ واجب نہ ہوتا تو اس کو نماز میں داخل کرنا جائز نہ ہوتا۔ نیز روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں' جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بہ نسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' پھر آپ نے اس مسجد میں سورۂ صٓ کو پڑھنے کا حکم دیا' پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس آیت پر سجدہ کیا' اس حدیث کو امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں دوات اور قلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے: اے اللہ! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد سے قبول کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۷۹' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۰۔ ۲۱۹)

علامہ محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

سورۂ صٓ کا سجدہ' سجدۂ تلاوت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سجدہ شکر ہے' کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سورۂ صٓ کی تلاوت کی تو لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں سجدہ کے لیے تیار ہو گئے' یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۳۲' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۸' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱) اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ صٓ کے متعلق فرمایا: حضرت داؤد صلوٰت اللہ علیہ نے توبہ کرنے کے لیے یہ سجدہ کیا اور زمین پر گر گئے اور ہم شکر کرنے کے لیے یہ سجدہ کرتے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴۲' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۷)۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں سورۂ صٓ کو لکھ رہا ہوں' جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بہ نسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' حتیٰ کہ آپ کی مجلس میں اس کی تلاوت کی گئی اور آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس پر سجدہ کیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۳۲' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۵۳) اور وہ جو اس سے پہلے المستدرک اور سنن دار قطنی کی روایت سے گزرا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سورۂ صٓ کی تلاوت کی اور اس پر سجدہ نہیں کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ یہ بیان کرنا چاہتے تھے کہ سجدۂ تلاوت کرنا فوراً واجب نہیں ہوتا اور اس کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے' کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ سورۂ صٓ کی خطبہ میں تلاوت کی اور اس پر سجدہ کیا (یہ روایت عنقریب آ رہی ہے) اور یہ سجدہ تلاوت کے وجوب کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے خطبہ کو منقطع کر کے سجدہ کیا۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ج ۲ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

marfat.com
Marfat.com

پھر وہ یقیناً ظالم ہے۔

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: "اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ضرور زیادتی کرتے ہیں"۔
اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ زیادتی کرنے میں شرکاء کی کیا تخصیص ہے' غیر شرکاء بھی ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرکت کے معاملہ میں زیادتی اور عدوان کا داعیہ بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ایک انسان اپنے شریک کے پاس عمدہ اور نفیس چیزیں دیکھتا ہے اور شریک ہونے کی وجہ سے اس کو اپنے شریک کے مال میں تصرف کرنے کے بھی مواقع حاصل ہوتے ہیں' اس وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ شرکاء کے متعلق فرمایا: "اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ضرور زیادتی کرتے ہیں"۔ پھر مومنین صالحین کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ فرمایا اور کہا: "سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں" یہ اس طرح ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سبا: ۱۳) اور شکر ادا کرنے والے میرے بندے بہت کم ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے' سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا ○ تو ہم نے ان کی اس بات کو معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں تقرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے ○ (ص: ۲۵-۲۴)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو استغفار کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) دو انسان دیوار پھاند کر آپ کے حجرے میں آپ کو قتل کرنے کے قصد سے داخل ہوئے' آپ بہت قوی بادشاہ تھے اور ان دونوں کو سزا دینے پر پوری طرح قادر تھے' اس کے باوجود آپ نے درگزر فرمایا تو ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل میں اپنی اس نیکی پر عُجب اور فخر کا احساس پیدا ہو جاتا' تو آپ نے اس کیفیت سے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور یہ اعتراف کیا کہ ان کو یہ نیکی محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوئی ہے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کے دل میں جو خیال آیا تھا اس سے درگزر فرمایا۔

(۲) ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان آنے والے انسانوں کو سخت سزا دیں' پھر خیال آیا کہ ان کے سامنے کوئی ایسی قطعی دلیل قائم نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تھے یا کسی اور شر کے ارادہ سے آئے تھے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو بلا دلیل جو سزا دینے کا خیال آیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دو انسانوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ درخواست کی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی مغفرت کے لیے شفاعت کریں' پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے استغفار کیا اور گڑگڑا کر دعا کی' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شفاعت کی وجہ سے ان کو معاف فرما دیا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں: یہ تمام وجوہ یہاں مراد ہو سکتی ہیں اور قرآن مجید میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور جب ان آیات کو صحیح معانی پر محمول کیا جا سکتا ہے اور ان اسرائیلی روایات کے حق میں کوئی دلیل قائم نہیں ہے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اوریا کو قتل کرانے اور اس کی بیوی کے ساتھ آپ کے زنا کی نسبت کی گئی ہے تو بلا دلیل ایسی فحش اور منکر روایات کی اللہ کے برگزیدہ نبی کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہنا کہ آپ نے ان فحش کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا تھا کب جائز اور درست ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

marfat.com
Marfat.com

دونوں کا سجدۂ تلاوت رکوع کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا سجدہ شکر تھا اور کلام سجدۂ تلاوت میں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ہم حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل سے استدلال نہیں کر رہے بلکہ ہم اس سے استدلال کر رہے ہیں کہ شارع علیہ السلام نے اس رکوع کو سجدہ سے کفایت کرنے والا قرار دیا ہے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ سجدۂ تلاوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف یہ ہے کہ آپ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے سجدہ کرتے تھے اور کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے سجدہ کے بجائے رکوع کر لیا ہو' خواہ ایک مرتبہ ہی کیا ہو' اسی طرح آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی کبھی سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے رکوع نہیں کیا اور استدلال میں جو قیاس ذکر کیا گیا ہے وہ اتنا قوی نہیں ہے' اس لیے زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ سجدۂ تلاوت کو سجدہ سے ہی ادا کیا جائے جیسا کہ احادیث میں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے ایک ایسا فعل صادر ہو گیا تھا جو خلاف اولیٰ تھا اور ان کی شان کے لائق نہ تھا' انہوں نے اس پر توبہ کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور ہم اس قبول توبہ کے شکر میں سجدہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۷۰-۲۶۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی التوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین' شامی' حنفی' متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع اور سجود کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں: سجدۂ تلاوت کے ادا کرنے میں اصل سجدہ کرنا ہے اور وہی افضل ہے' اگر اس نے آیت سجدہ پڑھنے کے بعد علی الفور رکوع کر لیا تو رکوع میں سجدہ ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں اور اگر اس نے علی الفور رکوع نہیں کیا تو پھر خصوصیت کے ساتھ سجدہ ادا کرنا ہوگا) اسی طرح اگر اس نے نماز کے باہر آیت سجدہ تلاوت کی ہے' تب بھی رکوع کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ (بزازیہ) (علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے' یہ قیاساً صحیح ہے نہ استحساناً)۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۵۱۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

نماز کا سجدۂ تلاوت سجدہ سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور رکوع سے بھی' مگر رکوع سے جب ادا ہوگا کہ فوراً کرے' فوراً نہ کیا تو سجدہ کرنا ضروری ہے اور جس رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا کیا خواہ وہ رکوع' رکوعِ نماز ہو یا اس کے علاوہ' اگر رکوعِ نماز ہے تو اس میں اداء سجدہ کی نیت کرے اور اگر خاص سجدہ ہی کے لیے یہ رکوع کیا تو اس رکوع سے اٹھنے کے بعد مستحب یہ ہے کہ دو تین آیتیں یا زیادہ پڑھ کر رکوع نماز کرے فوراً نہ کرے اور اگر آیت سجدہ پر سورت ختم ہے اور سجدہ کے لیے رکوع کیا تو دوسری سورت کی آیتیں پڑھ کر رکوع کرے۔ (غنیہ' عالم گیری' رد المحتار' در مختار) (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۴۰' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی اس کے متعلق تورات کا بیان

صٓ: ۲۵-۲۴ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار اور توبہ کرنے کا ذکر ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو گیا تھا جس پر انہیں توبہ کرنے کی ضرورت پیش آئی' ان کے اس فعل کا بیان تورات میں بھی

marfat.com
Marfat.com

فائدہ: المحیط البرہانی ۱۴۲۴ھ میں دنیا میں پہلی بار طبع ہوئی ہے' اس سے پہلے ہم نے متعدد کتب فقہ میں اس کے حوالہ جات پڑھے تھے جو اس کے مخطوطات سے فراہم کیے گئے تھے' ۳۱ مئی ۲۰۰۳ء کو مکتبہ عثمانیہ سے میرے پاس فون آیا کہ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب آ گئی ہے اور اس کی قیمت ۹ ہزار روپے ہے' میں نے اسی وقت رقم بھیج کر یہ کتاب منگوالی اور آج ۴ جون ۲۰۰۳ء کو اس کا حوالہ بھی درج کر دیا' فالحمد للہ علی ذالک۔

سورۂ ص کے سجدۂ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص کا سجدہ کیا تھا۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۶' رقم الحدیث ۱۴۹۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا' آپ نے سورۂ ص کی تلاوت کی' جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے منبر پر سے اتر کر سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ نے ایک مرتبہ اور اس کی تلاوت کی' جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو ہم سجدہ کرنے کے لیے تیار ہوئے' جب آپ نے ہم کو دیکھا تو فرمایا: یہ ایک نبی کی توبہ ہے' لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کے لیے تیار ہوئے' پھر آپ منبر سے اترے پس آپ نے سجدہ کیا اور ہم نے بھی سجدہ کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۴۱۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۰۹۹' المستدرک ج ۱ ص ۲۸۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۴۵۵' سنن دارقطنی رقم الحدیث ۱۵۰۴' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم ۱۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورۂ ص کی تلاوت کی' پھر انہوں نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور پھر منبر پر چڑھ گئے۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۶' رقم الحدیث ۱۵۰۲' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورۂ ص کی تلاوت کی' پھر منبر سے نیچے اتر کر سجدۂ تلاوت ادا کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۷' رقم الحدیث ۱۵۰۳)

ان احادیث اور آثار میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے خطبہ منقطع کر کے سورۂ ص کا سجدہ کیا اور یہ اس سجدۂ تلاوت کے وجوب کی دلیل ہے۔

نماز اور خارج از نماز رکوع سے سجدہ تلاوت کا ادا ہونا

ص: ۲۴ میں ہے: ''اور داؤد رکوع کرتے ہوئے گر گئے''۔ اس آیت میں سجدہ کو رکوع سے تعبیر فرمایا ہے' اس سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ رکوع کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں رکوع کرنا سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہو جاتا ہے جب کہ نیت کی جائے''۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مجازاً سجدہ پر رکوع کا اطلاق کیا گیا' کیونکہ رکوع کا معنیٰ ہے جھکنا اور جھکنا سجدہ کا سبب ہے' یا یہ مجاز بالاستعارہ ہے کیونکہ سجدہ میں خضوع اور خشوع ہوتا ہے اور جھکنا بھی خضوع اور خشوع کے مشابہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ سجدۂ تلاوت میں رکوع سجدہ کے قائم مقام ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہوا ہے کہ اس میں نماز اور غیر نماز میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی نماز میں آیت سجدہ پڑھی ہو یا غیر نماز میں'

marfat.com
Marfat.com

قاصد سے کہا کہ تو یوآب سے یوں کہنا کہ تجھے اس بات سے ناخوشی نہ ہو اس لیے کہ تلوار جیسا ایک کو اڑاتی ہے ویسا ہی دوسرے کو۔ سو تو شہر سے اور سخت جنگ کر کے اسے ڈھا دے اور تو اسے دم دلاسا دینا O

جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لیے ماتم کرنے لگی O اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کا ایک لڑکا ہوا' پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا O

باب ۱۲: اور خداوند نے ناتن کو داؤد کے پاس بھیجا۔ اس نے اس کے پاس آ کر اس سے کہا: کسی شہر میں دو شخص تھے۔ ایک امیر دوسرا غریب O اس امیر کے پاس بہت سے ریوڑ اور گلے تھے O پر اس غریب کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ نہ تھا جسے اس نے خرید کر پالا تھا اور وہ اس کے اور اس کے بال بچوں کے ساتھ بڑھی تھی۔ وہ اسی کے نوالہ میں سے کھاتی اور اس کے پیالہ سے پیتی اور اس کی گود میں سوتی تھی اور اس کے لیے بطور بیٹی کے تھی O اور اس امیر کے ہاں کوئی مسافر آیا۔ سو اس نے اس مسافر کے لیے جو اس کے ہاں آیا تھا پکانے کو اپنے ریوڑ اور گلہ میں سے کچھ نہ لیا بلکہ اس غریب کی بھیڑ لے لی اور اس شخص کے لیے جو اس کے ہاں آیا تھا پکائی O تب داؤد کا غضب اس شخص پر بشدت بھڑکا اور اس نے ناتن سے کہا کہ خداوند کی حیات کی قسم کہ وہ شخص جس نے یہ کام کیا واجب القتل ہے O سو اس شخص کو اس بھیڑ کا چوگنا بھرنا پڑے گا کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اور اسے ترس نہ آیا O

تب ناتن نے داؤد سے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور میں نے تجھے ساؤل کے ہاتھ سے چھڑایا O اور میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کر دیں اور اسرائیل اور یہوداہ کا گھرانا تجھ کو دیا اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو اور اور چیزیں بھی دیتا O سو تو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اس کے حضور بدی کی؟ تو نے حتی اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی بنے اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے قتل کروایا O سو اب تیرے گھر سے تلوار کبھی الگ نہ ہو گی کیونکہ تو نے مجھے حقیر جانا اور حتی اوریاہ کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی ہو O سو خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا O کیونکہ تو نے تو چھپ کر یہ کیا' پر میں سارے اسرائیل کے روبرو دن دہاڑے یہ کروں گا O تب داؤد نے ناتن سے کہا: میں نے خداوند کا گناہ کیا۔ ناتن نے داؤد سے کہا کہ خداوند نے بھی تیرا گناہ بخشا' تو مرے گا نہیں O تو بھی چونکہ تو نے اس کام سے خداوند کے دشمنوں کو کفر بکنے کا بڑا موقع دیا ہے اس لیے وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہو گا مر جائے گا O پھر ناتن اپنے گھر چلا گیا اور خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی بیوی کے داؤد سے پیدا ہوا تھا مارا اور وہ بہت بیمار ہو گیا O اس لیے داؤد نے اس لڑکے کی خاطر خدا سے منت کی اور داؤد نے روزہ رکھا اور اندر جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا O اور اس کے گھرانے کے بزرگ اٹھ کر اس کے پاس آئے کہ اسے زمین پر سے اٹھائیں پر وہ نہ اٹھا اور نہ اس نے ان کے ساتھ کھانا کھایا O اور ساتویں دن وہ لڑکا مر گیا اور داؤد کے ملازم اسے ڈر کے مارے یہ نہ بتا سکے کہ لڑکا مر گیا کیونکہ انہوں نے کہا کہ جب وہ لڑکا ہنوز زندہ تھا اور ہم نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ہماری بات نہ مانی' پس اگر ہم اسے بتائیں کہ لڑکا مر گیا تو وہ بہت ہی کڑھے گا O پر جب داؤد نے اپنے ملازموں کو آپس میں پھسپھساتے دیکھا تو داؤد سمجھ گیا کہ لڑکا مر گیا۔ سو داؤد نے اپنے ملازموں سے پوچھا: کیا لڑکا مر گیا؟ انہوں نے جواب دیا: مر گیا O تب داؤد زمین پر سے اٹھا اور غسل کر کے اس نے تیل لگایا اور پوشاک

marfat.com
Marfat.com

ہے اور بعض قدیم مفسرین کی عبارات میں بھی ہے اور بعض محتاط مفسرین کی عبارات میں بھی اور بعض محققین کی عبارات میں بھی ہے ہم ترتیب وار ان سب کی عبارات پیش کریں گے' پہلے ہم تورات کی عبارت پیش کر رہے ہیں:

''باب ۱۱: اور ایسا ہوا کہ دوسرے سال جس وقت بادشاہ جنگ کے لیے نکلتے ہیں داؤد نے یوآب اور اس کے ساتھ اپنے خادموں اور سب اسرائیلیوں کو بھیجا اور انہوں نے بنی عمون کو قتل کیا اور ربہ کو جا گھیرا پر داؤد یروشلیم ہی میں رہا O

اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی O تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا: کیا وہ الیعام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے؟ O اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اُس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی)۔ پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی O اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں O اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حتی اوریاہ کو میرے پاس بھیج دے۔ سو یوآب نے اوریاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا O اور جب اوریاہ آیا تو داؤد نے پوچھا کہ یوآب کیسا ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے اور جنگ کیسی ہو رہی ہے؟ O پھر داؤد نے اوریاہ سے کہا کہ اپنے گھر جا اور اپنے پاؤں دھو اور اوریاہ بادشاہ کے محل سے نکلا اور بادشاہ کی طرف سے اس کے پیچھے پیچھے ایک خوان بھیجا گیا O پر اوریاہ بادشاہ کے گھر کے آستانہ پر اپنے مالک کے اور سب خادموں کے ساتھ سویا اور اپنے گھر نہ گیا O اور جب انہوں نے داؤد کو یہ بتایا کہ اوریاہ اپنے گھر نہیں گیا تو داؤد نے اوریاہ سے کہا: کیا تو سفر سے نہیں آیا؟ پس تو اپنے گھر کیوں نہ گیا؟ O اوریاہ نے داؤد سے کہا کہ صندوق اور اسرائیل اور یہوداہ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور میرا مالک یوآب اور میرے مالک کے خادم کھلے میدان میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں تو کیا میں اپنے گھر جاؤں اور کھاؤں پیوں اور اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں؟ تیری حیات اور تیری جان کی قسم! مجھ سے یہ بات نہ ہوگی O پھر داؤد نے اوریاہ سے کہا کہ آج بھی تو یہیں رہ جا۔ کل میں تجھے روانہ کر دوں گا۔ سو اوریاہ اس دن اور دوسرے دن بھی یروشلم میں رہا O اور جب داؤد نے اسے بلایا تو اس نے اس کے حضور کھایا پیا اور اس نے اسے پلا کر متوالا کیا اور شام کو وہ باہر جا کر اپنے مالک کے اور خادموں کے ساتھ اپنے بستر پر سو رہا پر اپنے گھر کو نہ گیا O صبح کو داؤد نے یوآب کے لیے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا O اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تا کہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو O اور یوں ہوا کہ جب یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اوریاہ کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ بہادر مرد ہیں O اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریاہ بھی مر گیا O تب یوآب نے آدمی بھیج کر جنگ کا سب حال داؤد کو بتایا O اور اس نے قاصد کو تاکید کر دی کہ جب تو بادشاہ سے جنگ کا سب حال عرض کر چکے O تب اگر ایسا ہو کہ بادشاہ کو غصہ آ جائے اور وہ تجھ سے کہنے لگے کہ تم لڑنے کو شہر کے ایسے نزدیک کیوں چلے گئے؟ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ دیوار پر سے تیر ماریں گے؟ O یُربست کے بیٹے ابیملک کو کس نے مارا؟ کیا ایک عورت نے چکی کا پاٹ دیوار پر سے اس کے اوپر ایسا نہیں پھینکا کہ وہ تیبض میں مر گیا؟ سو تم شہر کی دیوار کے نزدیک کیوں گئے؟ تو پھر تو کہنا کہ تیرا خادم حتی اوریاہ بھی مر گیا ہے O سو وہ قاصد چلا اور آ کر جس کام کے لیے یوآب نے اسے بھیجا تھا وہ سب داؤد کو بتایا O اور اس قاصد نے داؤد سے کہا کہ وہ لوگ ہم پر غالب ہوئے اور نکل کر میدان میں ہمارے پاس آ گئے' پھر ہم ان کو رگیدتے ہوئے پھاٹک کے مدخل تک چلے گئے O تب تیر اندازوں نے دیوار پر سے تیرے خادموں پر تیر چھوڑے۔ سو بادشاہ کے تھوڑے سے خادم بھی مرے اور تیرا خادم حتی اوریاہ بھی مر گیا O تب داؤد نے

marfat.com
Marfat.com

جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کر دیا

اکثر محتاط مفسرین نے اس روایت کو رد کر دیا اور کہا: یہ روایت انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی ہے اور انہوں نے سورۂ ص کی ان آیات کا یہ محمل بیان کیا کہ انہوں نے حتی اوریاہ سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تاکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس سے نکاح کر لیں اور یہ چیز ان کی شریعت میں معروف اور مروج تھی۔ امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شخص سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو ان کے لیے چھوڑ دے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں مباح تھا' لیکن اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے راضی نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی عورتیں ان کے نکاح میں دی تھیں اس کی وجہ سے ان کو اس کی ضرورت نہ تھی۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۵۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس اسرائیلی روایت کو رد کر کے سورۂ ص کی ان آیات کا یہی محمل لکھا ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ' علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' علامہ محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ' علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد المالکی القرطبی متوفی ۶۶۸ھ' قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف متوفی ۷۵۴ھ' علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ' علامہ محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ' علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی المتوفی ۸۶۰ھ' علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ' علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ' علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ۷۲۸ھ' علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ' علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ' شیخ صدیق بن حسن بن علی البخاری المتوفی ۱۳۰۷ھ۔

ان تمام مفسرین نے ص: ۲۵-۲۴ کی تفسیر میں اس بات کو ذکر کیا ہے' مفصل حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۳۷۹' کشاف ج ۴ ص ۸۳' احکام القرآن لابن العربی ج ۴ ص ۵۴-۵۳' زاد المسیر ج ۷ ص ۱۱۶-۱۱۵' تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۱۴۳-۱۴۲' البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱' شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۷ ص ۱۹۴-۱۹۳' الکازرونی علی البیضاوی ج ۵ ص ۴۳-۴۲' مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۳۴' لباب التاویل للخازن ج ۴ ص ۳۷-۳۴' غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۵ ص ۵۹۰' نظم الدرر ج ۶ ص ۳۷۶-۳۷۵' تفسیر ابوالسعود ج ۵ ص ۳۵۸-۳۵۷' روح البیان ج ۸ ص ۲۹-۲۸' فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶۲' روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۷۲' فتح البیان ج ۶ ص ۱۹)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی' البتہ انہوں نے اس اسرائیلی روایت کا بہت سختی کے ساتھ رد کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مفسرین کرام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی جو توجیہات اور محامل بیان کیے ہیں اب ہم ان کو اختصار اور تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

بدلی اور خداوند کے گھر میں جا کر سجدہ کیا۔ پھر وہ اپنے گھر آیا اور اس کے حکم دینے پر انہوں نے اس کے آگے روٹی رکھی اور اس نے کھائی O" (سموئیل باب:۱۱ آیت:۲۷۔۲ باب:۱۲ آیت:۲۱۔۱ کتاب مقدس پرانا عہد نامہ ص ۳۰۵۔۳۰۳ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۹۲ء)

ص ا: سموئیل باب:۱۲ آیت ایک سے آیت بیس تک یہ کچھ تحریف اور رنگ آمیزی کے ساتھ وہی قصہ ہے جس کو قرآن مجید نے ص: ۲۵۔۲۱ میں بیان فرمایا ہے تورات کی اس عبارت میں بھی ناتن سے مراد کوئی انسان ہے فرشتہ نہیں ہے۔

تورات کی ان آیات میں تحریف کر کے حضرت داؤد علیہ السلام پر حتی اور یاہ کو قتل کرانے اور اس کی بیوی سے زنا کرنے کا بہتان تراشا گیا ہے۔ العیاذ باللہ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں اور ان کا دامن اس فحش کام اور گناہ کبیرہ سے پاک ہے حضرت داؤد علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے تمام نبی معصوم ہیں ان سے کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوتا صغیرہ نہ کبیرہ نہ سہواً نہ عمداً صورتاً نہ حقیقتاً البتہ اجتہادی خطاء سے ان سے بعض خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کام صادر ہو جاتے ہیں اور خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی عصمت کے خلاف ہیں نہ گناہ ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام سے ان کا صدور اس لیے ہوتا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ان کاموں کا کرنا فی نفسہ جائز ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام پر چونکہ شریعت کا بیان کرنا فرض ہے اس لیے ان کو ان کاموں پر فرض کا اجر و ثواب ملتا ہے اور یہ کام بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہوتے ہیں حقیقت میں درجہ فرض میں ہوتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔

بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کر کے اس سے استدلال کرنا

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے تورات کی اس روایت میں کچھ تخفیف کر کے اس طرح لکھا ہے:

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت داؤد بیٹھے ہوئے زبور پڑھ رہے تھے کہ روشن دان سے ایک کبوتر اترا آیا حضرت داؤد اس کو دیکھنے لگے وہ اڑ کر چلا گیا۔ حضرت داؤد یہ دیکھنے لگے کہ وہ کبوتر کہاں جاتا ہے پھر ایک نظر ایک عورت پر پڑی جو غسل کر رہی تھی وہ بے حد حسین اور جمیل عورت تھی جب اس نے دیکھا کہ حضرت داؤد اس کی طرف دیکھ رہے ہیں تو اس نے اپنے سر کے بالوں سے اپنا جسم چھپا لیا حضرت داؤد کے دل میں مسلسل اس عورت کا خیال آتا رہا اور وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئے انہوں نے اس کے شوہر کو ایک جنگ میں بھیج دیا اور سپہ سالار کو حکم دیا کہ اس کو ایسی جگہ بھیج دینا جہاں یہ مارا جائے حتیٰ کہ وہ اس جنگ میں مارا گیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۲۲۹۳۹)

علامہ ابن جریر نے دوسری روایت حسن بصری سے ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے: جب حتی اور یاہ جنگ سے واپس نہیں آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بیوی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس سے نکاح کر لیا اور قتادہ نے کہا: جب وہ مارا گیا تو آپ نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور وہی عورت حضرت سلیمان علیہ السلام کی ماں تھی۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۲۲۹۳۸)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۳۴۴۔۱۸۳۴۳ ج ۱۰ ص ۳۲۳۹۔۳۲۳۸)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ امام ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ اور علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے اس اسرائیلی روایت کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۸۶۔۱۸۵ النکت والعیون ج ۵ ص ۸۶۔۸۵ تفسیر القشیری ج ۳ ص ۱۰۲۔۱۰۱ الدر المنثور ج ۷ ص ۱۳۹۔۱۳۸)

marfat.com
Marfat.com

بھی ہیں تو انہوں نے یہ بہانا کیا کہ وہ آپ کے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کی اصل غرض کیا تھی' آپ نے ان سے انتقام لینے کا ارادہ کیا' پھر انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے کہ آیا وہ اپنے نفس کی وجہ سے غضب میں آتے ہیں یا نہیں' تب انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا کہ انہوں نے اپنے نفس کے لیے انتقام لینے کا ارادہ کیا تھا' جب کہ ان کے لائق عفو و درگزر تھا جس سے انہوں نے عدول کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو دو آدمی آپ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آئے تھے آپ نے ان کے لیے اپنے رب سے استغفار کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے یہی شایانِ شان ہے۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۷۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

موجودہ محرف تورات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے کردار کو بہت بدنما بنا کر پیش کیا گیا ہے' مجھے عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ میں اس موضوع کی چھان پھٹک کروں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے بطلان کو واضح کروں' فالحمد للہ رب العٰلمین' اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش پوری کی اور مجھے حضرت داؤد علیہ السلام کے دامن عصمت سے مخالفین کی گرد جھاڑنے کی توفیق' ہمت اور سعادت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے' سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی' بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ حساب کو بھول جاتے ہیں O

خلیفہ کا معنیٰ اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال

خلیفہ کا لغوی معنیٰ ہے جانشین' نائب' قائم مقام۔ علامہ راغب اصفہانی اس کا عرفی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلافت کا معنیٰ ہے دوسرے شخص کی نیابت کرنا' یا اس وجہ سے کہ اصل شخص کہیں چلا گیا تو یہ غیر موجودگی میں اس کا نائب ہے اور یا اس وجہ سے کہ اصل شخص فوت ہو گیا ہے اور اب یہ اس کے قائم مقام ہے اور یا اس وجہ سے کہ اصل شخص اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے تو یہ اس کی ذمہ داریوں کو پورا کر رہا ہے اور یا اس وجہ سے کہ جس کو خلیفہ بنایا گیا ہے اس کو ان لوگوں پر عزت' فضیلت اور شرف عطا کرتا ہے جن پر اس کو خلیفہ بنایا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام کو اور اپنے نیک بندوں کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے اس کی یہی چوتھی وجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب ہونے سے' فوت ہونے سے اور عاجز ہونے سے پاک ہے' سو اللہ تعالیٰ نے جن کو لوگوں کا خلیفہ بنایا ہے وہ ان کو دوسرے لوگوں پر عزت اور شرف عطا فرمانے کے لیے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ. وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ (فاطر: ۳۹)

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ. اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے۔ (ص: ۲۶)

(المفردات ج ۱ ص ۲۰۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں بھی یہودیوں کی وضع کی ہوئی اس روایت کا رد ہے اور ان لوگوں کا بھی رد ہے جنہوں نے ص: ۲۵۔۲۱ سے یہ سمجھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاہ کی بیوی سے نکاح کرنے کی خاطر اس کو جنگ میں بھیج کر قتل کروا دیا' اگر ان آیات کا یہ مطلب ہوتا تو اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت داؤد کو عزت اور وجاہت عطا فرمانے کا

marfat.com
Marfat.com

اس اسرائیلی روایت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) اوریاہ کو قتل کرایا اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کرلیا اور یہ ایسا فعل ہے جس کو عام نیک مسلمان کے متعلق بھی سخت عیب' باعث مذمت اور گناہ کبیرہ قرار دیا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس فعل کو اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم نبی کے ساتھ منسوب کیا جائے۔

سعید بن میتب اور حارث اعور روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے حضرت داؤد کے متعلق اس روایت کو بیان کیا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا اور انبیاء علیہم السلام پر بہتان لگانے والے کی یہی سزا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک شخص نے کہا: یہ جھوٹی روایت ہے۔ قرآن مجید میں اس قصہ کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے اس کے خلاف بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا: اس شخص کی بات سننا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

(الکشاف ج ۴ ص ۸۴۔۸۳ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یہ اسرائیلی روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور معنی کے اعتبار سے جائز نہیں ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسے فعل سے منزہ ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام پر جس وجہ سے عتاب کیا گیا تھا اس کے چار محمل ہیں:

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاہ سے کہا: تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اس کو میرے سپرد کر دو۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو دیکھ کر یہ تمنا کی تھی: کاش! وہ میری بیوی ہوتی' پھر اتفاق سے اس کا خاوند جہاد میں گیا اور ہلاک ہو گیا' اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی کارروائی کا دخل نہیں تھا۔ جب آپ کو اس کی موت کی خبر پہنچی تو آپ کو اس کی موت پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا دوسرے سپاہیوں کی موت پر افسوس ہوتا تھا' پھر آپ نے اس کی بیوی سے عقد کر لیا۔

(۳) اس کی بیوی پر آپ کی نظر اتفاقاً پڑی' پھر آپ نے نظر نہیں ہٹائی اور اس کو دیکھتے رہے۔

(۴) اوریاہ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کے علم کے باوجود حضرت داؤد نے اس کو نکاح کا پیغام دیا' اس سے اوریاہ کو رنج ہوا۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۱۱۶۔۱۱۵' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرائیلی روایت کا رد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عتاب کے چار محمل ذکر کیے ہیں' تین محمل وہ ہیں جن کو علامہ ابن جوزی نے نمبر ا' نمبر ۳ اور نمبر چار میں بیان کیا ہے اور چوتھا محمل یہ بیان کیا ہے کہ اوریاہ کی بیوی کی وجہ سے آپ پر عتاب نہیں ہوا' بلکہ اس وجہ سے آپ پر عتاب ہوا کہ آپ نے ایک فریق کی بات سنے بغیر دوسرے فریق کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۱۔۳۸۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے لکھا ہے کہ آنے والے دو آدمیوں کے متعلق آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں' لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو آپ نے ان کے متعلق غلط گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔

(البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے:

جو دو آدمی آئے تھے وہ آپ کو قتل کرنے یا ایذاء پہنچانے آئے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پاس اور لوگ

marfat.com

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا

اب یہ سوال ہے کہ یہ قانون کس کا بنایا ہوا ہو؟ اگر انسان اس قانون کو بنائے گا تو اوّل تو وہ ناقص ہوگا' کامل اور جامع نہیں ہوگا اور زندگی کے تمام شعبوں پر محیط اور حاوی نہیں ہوگا' ثانیاً جو انسان بھی اس قانون کو بنائے گا وہ اس قانون میں اپنی رعایت اور اپنے تحفظ کا دروازہ رکھے گا' اس میں تمام انسانوں کے لیے مساوات اور یکسانیت کے اصول نہیں ہوں گے' اس لیے ضروری ہے کہ اس قانون کی خالق کوئی انسانوں سے ماوراء ذات ہو' جس کے پیش نظر اپنا کوئی ذاتی مفاد نہ ہو اور اس کی نظر انسانیت کے تمام شعبوں پر ہو اور قیامت تک کے بدلتے ہوئے حالات اس کے علم میں ہوں اور ایسے کامل علم والی اور بے غرض ذات صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ عزوجل کی ذات ہے' جو انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کی تمام ضروریات کو' انسانیت کے تمام شعبوں کو اور قیامت تک کے بدلتے ہوئے حالات کو جاننے والا ہے' اسی کا بنایا ہوا قانون تمام انسانوں کے لیے یکساں قابل عمل ہے اور قیامت تک کے تمام ادوار کی ضرورتوں اور تقاضوں کا متکفل ہے اور اس قانون کو اللہ تعالیٰ ہر دور میں وحی کے ذریعہ اپنے نبیوں اور رسولوں پر نازل فرماتا رہا ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو نبی اور رسول بھیجے جاتے تھے وہ ایک مخصوص علاقے' مخصوص زمانے اور مخصوص قوم کے رسول ہوتے تھے تو ان پر ان کی عبادات اور معاملات کے لیے جو احکام نازل کیے جاتے تھے وہ احکام بھی ایک مخصوص وقت تک کے لیے ہوتے تھے' ان کی تہذیب و تمدن اور ان کی ثقافت اور ان کے زمانہ کے مخصوص حالات کے تقاضوں کے اعتبار سے وہ احکام نازل کیے جاتے تھے اور وہ احکام وقتی اور عارضی ہوتے تھے اور جب کوئی دوسرا نبی آتا اور حالات بدل جاتے تو وہ سابقہ احکام منسوخ کر کے نئے احکام نازل کر دیئے جاتے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تا آنکہ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے اور آپ کو رنگ و نسل' علاقہ اور زمانہ کی تمیز اور تخصیص کیے بغیر قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. (سباء: ۲۸)

ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام انسانوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۝ (الفرقان: ۱)

وہ بہت برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی' تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو۝

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۝

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت تک قائم اور نافذ رہنے والے احکام دے کر بھیجا اور جو احکام تمام انسانوں کے لیے قیامت تک نافذ العمل ہیں ان کا نام اس نے اسلام رکھا اور فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے لیے اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ.

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو

marfat.com
Marfat.com

کیوں ذکر فرماتا۔

امام رازی فرماتے ہیں: خلیفہ کا معنی ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرتا ہے اگر اس سے متصل پہلی آیتوں کا معنی یہ ہوتا کہ حضرت داؤد نے اوریاہ کی بیوی پر قبضہ کرنے کے لیے اس کو مروادیا تو اس کے متصل بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا کیوں ذکر فرماتا' کیونکہ خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین سے فتنہ فساد اور خونریزی کو دور کرے نہ کہ اس شخص کو خلیفہ بنایا جاتا ہے جو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے کسی کو ناحق قتل کرائے۔

(تفسیر کبیر ج۹ ص۳۹۶ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ مل جل کر زندگی گزارتا ہے کیونکہ ایک انسان تنہا اپنی تمام ضروریات کا متکفل نہیں ہوسکتا' اس کو زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہے اور غذا گوشت اور زمین کی پیداوار پر مشتمل ہوتی ہے' زمین کی پیداوار میں گندم' جو' چنا اور چاول ہیں اور گرمیوں اور سردیوں میں پیدا ہونے والی مختلف قسم کی سبزیاں ہیں اسی طرح متعدد اقسام کے پھل ہیں جو سال کے مختلف موسموں اور ایام میں پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حلال گوشت مختلف جانوروں سے حاصل ہوتا ہے' انسان کو اپنی نشوونما اور بقا میں مختلف اجناس کی روٹی' چاول' سبزیاں اور پھلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک انسان تنہا ان تمام ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتا' پھر انسان کو اپنا ستر ڈھانپنے کے لیے لباس کی ضرورت ہوتی ہے لباس روئی کو کات کر کپڑا بننے سے حاصل ہوتا ہے اور اب کپڑا نائیلون سے بھی بنتا ہے جو پٹرولیم سے حاصل ہوتا ہے اور ان کی بھی ان گنت اقسام ہیں اور کھانا پکانے اور روٹی اور پٹرولیم سے کپڑا بنانے کے لیے مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے جو لوہے اور مختلف دھاتوں سے حاصل ہوتی ہے' اور یہ انواع واقسام کی مشینیں اور ان کے کارخانے ہیں' پھر انسان کو سردی' گرمی اور برسات سے محفوظ رہنے کے لیے مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور اب مکان سیمنٹ' بجری' پتھر' مٹی' ریت' لوہے اور لکڑی سے بنتے ہیں' ان کو بنانے کے لیے ایک الگ نوع کے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کو اپنی نوع کے تحفظ اور اپنی نسل کو بڑھانے کے لیے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان بیمار بھی پڑ جاتا ہے تو اس کے لیے علاج اور معالجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے علم طب کی ضرورت ہوتی ہے اور جن اجناس سے دوائیں بنتی ہیں' ان اجناس کو تلاش کرنا' ان سے دوائیں بنانا اور سرجری کے آلات بنانا ان کے لیے کارخانے بنانے اور چلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم کے حصول اور تحصیل کے لیے کتابیں لکھنے اور چھاپنے کی ضرورت ہے' درس گاہیں بنانے کی ضرورت ہے' پھر جب انسان مر جائے تو اس کو غسل دینے' کفن پہنانے' اس کی نماز جنازہ پڑھنے' اس کی قبر کھودنے اور اس کو دفن کرنے کے لیے ایک الگ نوع کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے' غرض یہ کہ ایک انسان تنہا اپنی تمام ضروریات کا متکفل نہیں ہوسکتا' اکیلا زندگی نہیں گزار سکتا' اس کو پیدا ہونے' جینے اور مرنے میں دوسرے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے' اس لیے لامحالہ انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنی ہے۔

پھر ایک انسان اپنی ضرورت کی چیزیں دوسرے انسان سے حاصل کرتا ہے' اگر ان چیزوں کے حصول کے لیے کوئی اصول اور قانون نہ ہو تو ہر زور آور قہر اور جبر کے ذریعہ اپنی ضرورت کی چیزیں دوسرے انسان سے حاصل کرلے گا۔ لہٰذا ظلم کا دور دورہ ہوگا' پھر مظلوم کاہے کو ظالم کے لیے اس کی ضرورت کی چیزیں فراہم کرتا رہے گا اور یوں ظلم اور بربریت کے باوجود ظالم چین سے زندگی بسر کرسکے گا نہ مظلوم' اور ظلم اور جبر کی وجہ سے انسانوں کا معاشرہ عملاً جانوروں کا جتھا بن جائے گا' جس طرح جنگل میں بھیڑیوں کا ریوڑ' بھیڑوں کے گلے پر حملے کرکے زندگی گزارتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

میں خواہش کی اتباع کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے تو تم اس وعید کے زیادہ مستحق ہو' اللہ کا نبی تو پہلے ہی خواہش کی اتباع سے بہت دور ہوتا ہے اور اس کے دل میں بے پناہ اللہ کا ڈر اور خوف ہوتا ہے' سو اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب ہے اور مراد ان کی امت اور بعد کے لوگوں کو تعریض کرنا ہے۔

خلافت علی منہاج النبوت کی تحقیق

عن جابر بن سمرة يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يزال الاسلام عزيزا الى اثنى عشر خليفة (الى قوله) كلهم من قريش.

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۲۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۲۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بارہ خلیفہ پورے ہونے تک اسلام کو غلبہ رہے گا اور فرمایا: وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں' ایک حیثیت سے آپ مہبط وحی الٰہی تھے' اس حیثیت سے آپ احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے اور فرائض رسالت بجالاتے اور دوسری حیثیت سے آپ مسلمانوں کے امیر' قائد اور رہنما تھے' اس حیثیت سے آپ اسلامی ریاست کے خارجی اور داخلی اُمور کی تدبیر فرماتے' تبلیغ اسلام کے لیے جہاد فرماتے' مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھواتے اور اندرونِ ملک احکام الٰہیہ کو عملی طور پر نافذ فرماتے' آپ کے وصال کے بعد آپ کی پہلی حیثیت کا سلسلہ بطور نبوت تو منقطع ہو گیا لیکن آپ کی دوسری حیثیت خلفاء کے روپ میں قائم و دائم رہی اور آپ کی اسی حیثیت کی جانشینی کا نام خلافت ہے۔

آیت استخلاف کی تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ

(النور:۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے اس دین کو بھی غالب کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو ضرور امن اور چین سے بدل دے گا۔

خلافت کے موضوع پر اس آیت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم خلافت کی تحقیق میں اس آیت کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ہر ہر مسلمان سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے یا بعض مسلمانوں سے؟ ہر ہر مسلمان سے اس وعدہ کا ہونا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ واقع میں ہر ہر مسلمان کو روئے زمین کا خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ مثلاً جس طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو خلیفہ بنایا گیا یا جس طرح فرعون کے بعد بنی اسرائیل کو زمین پر غلبہ دیا گیا اس طرح ہر مسلمان کو زمین کا خلیفہ نہیں بنایا گیا بایں طور کہ امت مسلمہ کا ہر فرد زمین پر خلیفہ اور صاحبِ اقتدار ہو' ثانیاً یہ عقلاً بھی باطل ہے کیونکہ جب ہر شخص خلیفہ' صاحبِ اقتدار اور حاکم ہو تو پھر محکوم کون ہوگا؟ بلکہ اس سے ہر شخص کا حاکم اور محکوم ہونا لازم آئے گا اور یہ بداہۃً باطل ہے' اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت میں خلافت سے اقتدار مُراد نہیں ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے تصرف کرنا مراد ہے تو اس معنی میں مسلمانوں اور نیکوکاروں کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

اس سے ہرگز اس دین کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران: ۸۵)

اس لیے اب قیامت تک صرف اسلام کے احکام ہی قابل عمل ہیں اور وہی صحیح حاکم ہو گا جو اسلام کے احکام نافذ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھی زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اور نیک مسلمانوں کو بھی زمین میں خلیفہ بنایا ہے' انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرہ: ۳۰)

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص ۲۶)

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا۔

اور نیک مسلمانوں کو زمین میں خلیفہ بنانے کے متعلق فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (الانعام: ۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنا دیا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو ضرور اسی طرح زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

اصالۃً تو خلیفۃ اللہ انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں اور نیک مسلمانوں کو انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے خلیفۃ اللہ قرار دیا جاتا ہے۔

خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذاب شدید کا موجب ہے؟

ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ انسان' دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور جب بہت سے لوگ ایک جگہ مل جل کر رہتے ہیں تو ان کے درمیان اختلافات اور تنازعات بھی پیدا ہوتے ہیں' اس وقت کسی ایسے صاحب اقتدار انسان کا ہونا ضروری ہے جو ان کے تنازعات کے درمیان فیصلہ کرے اور یہ ضروری ہے کہ وہ انسان اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ میں اپنی خواہش کی پیروی نہ کرے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جو دو فریق اس کے پاس مقدمہ لے کر آئے ہوں ان میں سے ایک اس حاکم کا عزیز یا رشتہ دار ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی' بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے' کیونکہ وہ روزِ حساب کو بھول جاتے ہیں O'' (ص: ۲۶)

خواہش کی اتباع کرنا انسان کو لذات جسمانیہ میں منہمک رکھتا ہے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے سے غافل ہو جاتا ہے اور وہ نفس کے مرغوبات کو حاصل کرنے میں معصیت کی دلدل میں ڈوبنے لگتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ یوم حساب کو بھول جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک امر آخرت کے عذاب شدید کا موجب ہے۔ اس آیت میں ہر چند کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے خطاب کیا گیا اور ان کو خواہش کی اتباع کرنے پر آخرت کے عذاب کی وعید سنائی ہے' لیکن اس خطاب میں ان کی امت اور بعد کے مسلمانوں کو اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی مقدمات کے فیصلے

marfat.com
Marfat.com

هی الریاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة واقامة ارکان الاسلام والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفیٔ والقیام بالقضاء واقامة الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابة عن النبی صلی الله علیه وسلم.

علوم دینیہ کی ترویج اور اشاعت سے دین کو قائم کرنے' ارکان اسلام کو قائم کرنے' جہاد اور اس کے متعلق امور یعنی لشکروں کو ترتیب دینے' مجاہدین کے حصے مقرر کرنے اور مال غنیمت سے ان کو حصے دینے' قاضیوں کے تقرر کرنے' ظالموں کو سزا دینے اور حدود قائم کرنے' نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارت عامہ کو خلافت کہتے ہیں۔

(ازالۃ الخفاء ج ا ص ۲' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

پھر ریاست عامہ کی تفصیل کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور وعظ ونصیحت کرتے تھے' جمعہ' عید اور پانچوں نمازوں کی جماعت کراتے تھے' ہر محلہ میں نماز کا امام مقرر کرتے تھے' مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر خرچ کرتے تھے' ہلال رمضان اور ہلال عید کی شہادت قبول کرتے اور اس کے مطابق رمضان اور عید کا اعلان فرماتے تھے' حج کو قائم کرتے' نو ہجری میں حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور مسلمانوں کے حج کا انتظام فرمایا' جہاد کا اہتمام فرماتے اور لشکر تیار کرتے' اس کا امیر مقرر فرماتے۔ لوگوں کے مقدمات میں فیصلہ فرماتے' اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کر کے بھیجتے' حدود قائم فرماتے' نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے۔ اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے تب بھی دین کو اسی تفصیل کے ساتھ قائم کرنا واجب ہے اور دین کو اس تفصیل کے ساتھ قائم کرنا اس پر موقوف ہے کہ ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو ان احکام کو نافذ کرنے کا اہتمام کرے اور اپنے نائبین کو دیگر شہروں میں بھیجے اور ان کی کارگزاری سے باخبر رہے اور وہ نائبین اس کے احکام سے تجاوز نہ کریں اور اس کی ہدایات کے مطابق کام کریں اور ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور آپ کا نائب مطلق ہو گا اور ہم نے جو خلافت کی تعریف میں کہا ہے کہ خلیفہ کو اقامت دین کے لیے ریاست عامہ حاصل ہو اس سے ہماری یہی مراد ہے۔ نیز ہم نے خلافت کی تعریف میں جو یہ کہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو کر ریاست عامہ کا حامل ہو اس قید سے ہم نے نبوت سے احتراز کیا ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام استقلالاً ریاست عامہ کے حامل ہوتے ہیں نیابۃً نہیں ہوتے۔ ہر چند کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ فرمایا ہے لیکن اس سے خلافتِ الٰہیہ مراد ہے کیونکہ اللہ کا خلیفہ نبی ہوتا ہے اور ہماری بحث خلافت نبوت میں ہے' اسی لیے حضرت ابوبکر فرماتے تھے: مجھے اللہ کا خلیفہ نہ کہو' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ (ازالۃ الخفاء ج ا ص ۳-۲' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

علامہ میر سید شریف جرجانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے جو خلافت کی تعریف کی ہے وہ امامت کبریٰ اور ریاست عامہ ہے جس میں امام اور خلیفہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا فرمانروا اور تمام ممالک اسلامیہ کا امیر ہوتا ہے اور تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہوتی ہے' خیال رہے کہ ممالک اسلامیہ میں سے ہر ملک کا سربراہ خلیفہ نہیں ہوتا اور نہ وہ امامت کبریٰ اور ریاست عامہ کا حامل ہوتا ہے جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

خلافت کی شرائط

علامہ ابوالحسن علی ماوردی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اس معنی میں تمام اولاد آدم اللہ کی خلیفہ ہے۔ ثالثاً اس آیت میں "من" تبعیضیہ ہے کیونکہ من ابتدائیہ بیانیہ یا زائدہ یہاں متصور نہیں ہے اور یہ اس بات کی واضح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بعض صالح مومنوں سے فرمایا ہے نہ کہ سب مسلمانوں سے اور اس آیت کے بلا واسطہ مخاطب حضرات صحابہ کرام تھے اور جس وقت سورۂ نور نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی' کیونکہ اس وقت تک سرزمین حجاز میں اسلام کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں' اس کے کچھ عرصہ بعد یہ وعدہ پورا ہوا جب نہ صرف یہ کہ اسلام سرزمین حجاز میں پھیلا بلکہ خطہ عرب سے لے کر براعظم افریقہ' براعظم ایشیا اور براعظم یورپ میں اندلس تک اذانیں گونجنے لگیں اور اسلام کا یہ عظیم الشان غلبہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں حاصل ہوا۔ اس لیے آیت استخلاف کے اولین مصداق خلفاء ثلاثہ ہیں کیونکہ انہیں کے دور میں اسلام کو فتوحات حاصل ہوئیں' حضرت علی کا دور خلافت مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال میں گزرا اور ان کے دور میں اسلام کو فتوحات کے ذریعہ غلبہ حاصل نہیں ہو سکا۔

اگر "من" تبعیضیہ سے صرف نظر کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے تو یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اقتدار اعلیٰ کا حامل نہیں ہو سکتا' اس لیے اب یہ معنی مراد ہوگا کہ ہر مومن اپنی جگہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہر شخص فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی' مرد اپنے اہل خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی اور نوکر اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے اور اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی' سنو! تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۸۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۷۰۵) اس معنی کے لحاظ سے اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی حکومت میں تمام مسلمان اقتدار میں شریک ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا امیر صرف انتظامی سربراہ ہوتا ہے' ریاست کا یا مسلمانوں کا مالک نہیں ہوتا اور یہ کہ ریاست کا ہر باشندہ خلافت اور حکومت میں برابر کا شریک ہوتا ہے' ریاست میں نسلی یا طبقاتی امتیازات کا کوئی تصور نہیں ہوتا' اس لیے ریاست کے تمام باشندے ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے اور جس شخص میں ترقی کی جس قدر صلاحیت اور قابلیت ہوگی وہ اس قدر آگے بڑھ سکے گا۔

خلافت کی تعریف

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

قال قوم من اصحابنا الامامة رياسة عامة في امور الدين والدنيا ونقض هذا التعريف بالنبوة والاولى ان يقال هي خلافة الرسول في اقامة الدين وحفظ حوزة الملة بحيث اتباعه على كافة الامة.

(شرح مواقف ص ۶۷۹' مطبع منشی نولکشور' لکھنؤ)

ہمارے بعض علماء نے امامت کی یہ تعریف کی ہے کہ دین اور دنیا کی ریاست کو امامت کہتے ہیں' لیکن یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے' اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ دین کے قائم کرنے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کو امامت کہتے ہیں' اس حیثیت سے کہ تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہو۔

شاہ ولی اللہ دہلوی خلافت عامہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

کر کے اس کی بیعت کر لیں جو شرائط خلافت کے مطابق ہو' اس کے لیے ان لوگوں کا بیعت کرنا ضروری ہے جو اس وقت میسر ہوں اور تمام ممالک اسلامیہ کے ارباب حل و عقد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ یہ عادۃً محال ہے اور ایک دو آدمیوں کا بیعت کرنا کافی نہیں ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس طریقہ سے بیعت کی گئی تھی۔

(۲) خلیفۂ وقت کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کر دے جو شرائط خلافت کے مطابق ہو اور لوگوں کو جمع کر کے اس کو خلیفہ بنانے کی تصریح کر دے اور لوگوں کو اس کی اتباع کی وصیت کر دے اور قوم پر اس شخص کو خلیفہ بنانا لازم ہے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طریقہ سے ثابت ہے۔

(۳) تیسرا طریقہ شوریٰ کا ہے یعنی خلیفہ چند اہل لوگوں کی ایک جماعت کو منتخب کرے اور یہ کہے کہ اس جماعت میں سے جس فرد کو بھی منتخب کر لیا جائے وہ خلیفہ ہو گا۔ یعنی خلیفۂ وقت کی موت کے بعد لوگ مشورہ کریں اور کسی ایک کو خلافت کے لیے معین کریں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی طرح ہوا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلافت کے لیے چھ افراد کا اعلان کر دیا تھا اور ان چھ افراد نے یہ معاملہ حضرت عبد الرحمان بن عوف کے سپرد کر دیا تھا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا۔

(۴) چوتھا طریقہ غلبہ کا ہے یعنی ایک شخص بغیر بیعت کے اور بغیر کسی کے خلیفہ بنانے کے از خود خلافت پر قابض ہو جائے اور تمام لوگوں کو تالیفِ قلوب یا جبر اور طاقت کے ذریعے اپنا تابع کر لے' اس طرح بھی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور لوگوں پر اس کے احکام کی اطاعت لازم ہوتی ہے' بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں اور اس کی (یعنی متغلب کی) پھر دو قسمیں ہیں:

(ا) متغلب ایسا شخص ہو جو شرائط خلافت کے مطابق ہو اور وہ صلح اور حسن تدبیر سے اپنے مخالفین کو تابع کرے اور اس کے لیے کسی امر حرام کا ارتکاب نہ کرے' خلافت کی یہ قسم جائز ہے اور اس میں رخصت ہے۔ حضرت علی کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت اسی قسم کی تھی۔

(ب) متغلب شرائط خلافت کے مطابق نہ ہو اور محرمات کا ارتکاب کر کے اور بزور جنگ لوگوں کو تابع کرے۔ خلافت کی یہ قسم جائز نہیں ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہے' لیکن اگر اس کے احکام شریعت کے مطابق ہوں تو ان کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر مال دار لوگ اس کے کارندوں کو زکوٰۃ دیں تو ان سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اس کے مقرر کردہ قاضیوں کے فیصلے نافذ ہوں گے اور اس کی معیت میں جہاد کرنا جائز ہو گا' اس خلافت کو منعقد قرار دینا ضرورت کی بناء پر ہے' کیونکہ اس کے معزول کرنے کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو اس سے قتل و غارت اور خونریزی ہو گی اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ بسیار قتل و غارت کے بعد اگر اس کو معزول کر بھی دیا جائے تو دوسرا متغلب شرائط خلافت کا اہل ہو گا' بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا متغلب پہلے متغلب سے زیادہ بُرا ہو' اس لیے اس کو معزول کرنے میں فتنہ اور فساد یقینی ہے اور خیر اور اصلاح کا حصول موہوم ہے' عبد الملک بن مروان اور خلفاء عباسیہ میں سے اوائل کی خلافت اسی قسم کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا چند اشخاص کی جماعت اپنے زمانہ میں خلافت کی شرائط کے حامل ہوں یا ایک شخص سب سے افضل ہو تب بھی اس کی خلافت اس وقت تک منعقد نہیں ہو گی جب تک اس کی بیعت نہ کر لی جائے یا وہ غلبہ سے حکومت حاصل نہ کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور فقط ان کے افضل ہونے پر اکتفاء نہیں کی۔ اہل علم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت علی کی

marfat.com
Marfat.com

امامت کی اہلیت کے لیے سات شرطیں معتبر ہیں:

(۱) عدالت اپنی جامع شرائط کے ساتھ موجود ہو (یعنی وہ شخص مسلمان ہو اور فرائض اور واجبات پر دائما عمل کرتا ہو سنن اور مستحبات پر بکثرت عمل کرتا ہو اور محرمات اور مکروہات تحریمیہ سے دائما اجتناب کرتا ہو اور مکروہات تنزیہیہ سے بکثرت بچتا ہو۔ سعیدی غفرلہ)۔

(۲) اس کو اس قدر علم حاصل ہو جس سے وہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کر سکتا ہو۔

(۳) اس کے حواس سلامت ہوں یعنی سماعت بصارت اور گویائی پوری طرح کام کرتی ہو۔

(۴) اس کے اعضاء صحیح اور سلامت ہوں تاکہ وہ بخوبی کام کر سکے۔

(۵) وہ صاحب رائے ہو جس سے وہ ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا سکے۔

(۶) وہ شجاع اور بہادر ہو تاکہ ملت بیضاء کی حفاظت اور دشمنوں سے جہاد میں دلیری سے حصہ لے سکے۔

(۷) وہ شخص نسباً قریشی ہو کیونکہ بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔

(الاحکام السلطانیہ ص ۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۹۳ھ)

علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ نے ان شرطوں کے علاوہ چھ مزید شرطیں بھی بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) وہ شخص آزاد ہو کیونکہ غلام اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہوتا ہے۔

(۲) وہ شخص مرد ہو کیونکہ (حدیث صحیح کے مطابق) عورتیں ناقصات عقل اور ناقصات دین ہیں۔

(۳) وہ شخص عاقل اور بالغ ہو کیونکہ بچہ اور مجنون ملک اور عوام کی مصلحتوں کو سمجھنے اور ان میں تصرف کرنے سے قاصر ہے۔

(۴) خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ خلفاء راشدین معصوم نہیں تھے۔

(۵) خلیفہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو کیونکہ حضرت عمر نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھ شخص مقرر کیے تھے اور ان میں بعض بعض سے افضل تھے۔

علامہ تفتازانی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خلیفہ فسق و فجور کے ارتکاب سے معزول ہونے کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ خلفاء راشدین کے بعد ائمہ (خلفاء) اور حکام سے ظلم اور فسق ظاہر ہوا اور صحابہ اور اخیار تابعین ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کی اجازت سے جمعہ اور عید کی نمازوں کو قائم کرتے تھے اور ان کے خلاف خروج (بغاوت) کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔

(شرح عقائد ص ۱۱۰-۱۰۹ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

واضح رہے کہ یہ امام اور خلیفہ کی شرائط ہیں جو تمام ممالک اسلامیہ اور تمام عالم اسلام کا سربراہ ہوتا ہے کسی ایک ملک کے سربراہ کے تقرر کے لیے یہ شرائط نہیں ہیں' ہمارے زمانے میں بعض ثقہ علماء نے بھی اس معاملہ میں دھوکا کھایا اور خلافت کبریٰ کی شرائط کو ایک ملک کی سربراہی پر محمول کیا اور مملکت پاکستان کی سربراہی کے لیے بھی قریشی ہونے کو لازمی شرط قرار دیا' حالانکہ قریشی ہونا تمام عالم اسلام کی سربراہی کے لیے شرط ہے' کسی ایک ملک کی سربراہی کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے۔

خلافت منعقد کرنے کے طریقے

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

خلافت کا انعقاد چار طریقوں سے ہوتا ہے:

(۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ علماء' قضاۃ' امراء اور دیگر قابل ذکر لوگوں میں جو لوگ حل و عقد کے اہل ہوں وہ کسی ایسے شخص کو منتخب

marfat.com
Marfat.com

کوئی شخص منتخب ہو کر حکمران بن جاتا ہے تو اس کی حکومت صحیح ہوگی جس طرح متغلب کی حکومت صحیح ہوتی ہے اور اس کے جو احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں ان میں اس کی اطاعت لازم ہوگی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ

اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا' یہ تو کافروں کا گمان ہے' پس

كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے O کیا ہم ایمان والوں کو جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں'

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ

زمین میں فساد کرنے والوں کی مثل بنا دیں گے یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی مثل بنا دیں

كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ

گے O یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ یہ (لوگ) اس کی آیتوں میں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾

غور و فکر کریں اور صاحبان عقل اس سے نصیحت حاصل کریں O اور ہم نے داؤد کو سلیمان (نام کا بیٹا) عطا فرمایا' وہ کیسا اچھا

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ

بندہ ہے' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے O جب اس کے سامنے پچھلے پہر سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے O

اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾

تو اس نے کہا: بے شک میں نے نیک مال کی محبت اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کی ہے حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا

ہو گئے O تو اس نے حکم دیا کہ ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ' پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے O اور ہم

سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ

نے سلیمان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' پھر انہوں نے (ہماری طرف) رجوع کیا O انہوں نے دعا کی:

marfat.com
Marfat.com

خلافت ان طریقوں میں سے کس طریقہ سے منعقد ہوئی ہے؟ اکثر علماء کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں جو مہاجرین اور انصار موجود تھے انہوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ حضرت علی شوریٰ کے فیصلہ کے نتیجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے' کیونکہ شوریٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ خلیفہ یا عثمان ہوں گے یا علی اور جب حضرت عثمان کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی خلافت کے لیے متعین ہو گئے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔ (ازالۃ الخفاء ج ا ص ۶۔۵ لاہور)

خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط

علامہ ابوالحسن ماوردی نے خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے بھی تین شرطیں مقرر کی ہیں:

(۱) انتخاب کرنے والے عادل ہوں (یعنی فرائض وغیرہ پر دائمی عمل کرنے والے اور محرمات سے دامن بچنے والے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲) ان کو اس قدر علم ہو کہ استحقاق خلافت کی کیا شرائط ہیں اور کون شخص منصب کا اہل ہے اور کون نہیں۔

(۳) وہ صحیح رائے اور حسن تدبیر کے حامل ہوں تا کہ وہ صحیح تر اور موزوں تر شخص کو منتخب کر سکیں۔

(الاحکام السلطانیہ ص ۶' مصر ۱۳۹۳ھ)

موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق

موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کے درمیان کئی وجہ سے فرق ہے جس کو ہم یہاں اختصار سے بیان کر رہے ہیں:

(۱) مغربی جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہے' جب کہ اسلام میں اقتدار اور حاکمیت صرف اللہ کی ہے' سربراہ مملکت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ کرنے کا مجاز ہے۔

(۲) مغربی جمہورت میں قانون وضع کرنے کی اتھارٹی اور معیار ''اکثریت'' ہے اور اسلام میں معیار ''حق'' ہے جس کا فیصلہ امام اور مستند علماء کتاب' سنت' اجماع اور اقوال مجتہدین کی روشنی میں کریں گے۔

(۳) مغربی جمہوریت میں مدت انتخاب پوری ہونے کے بعد یا اس سے پہلے اکثریت کے فیصلہ کی بناء پر سربراہ مملکت کو معزول کیا جا سکتا ہے' اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہے گا جب تک وہ اسلام پر قائم ہے۔

(۴) جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ دار کو منتخب کرنے کے لیے کوئی معیار نہیں اور ہر کس و ناکس کو ووٹ دینے کا حق ہے جب کہ اسلام میں یہ حق صرف ارباب حل وعقد کو حاصل ہے۔

(۵) جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ کے امیدوار کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ تعلیمی اہلیت اور صالحیت کی کوئی شرط نہیں ہے جس کے نتیجہ میں عورت ہو یا مرد' پڑھا لکھا ہو یا جاہل' نیک ہو یا بدمعاش' پیسے اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر قانون ساز اتھارٹی کا ممبر بن جاتا ہے' اسی طرح وزارت عظمیٰ کے امیدوار کے لیے بھی کوئی معیار نہیں ہے اور قومی اسمبلی میں پہنچنے والا ہر ممبر وزارت عظمیٰ کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے' دفتر میں کلرک بھرتی ہونے کے لیے بھی کم از کم میٹرک پاس ہونے کا معیار ہے اور ملک کے اتنے بڑے عہدے کے لیے کوئی معیار نہیں رکھا گیا' اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(۶) مغربی جمہوریت کے طریقہ انتخاب میں امیدوار اپنے آپ کو منصب کے لیے پیش کرتا ہے اور اس کے لیے کنویسنگ کرتا ہے جب کہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ ابواب میں آئے گی۔

ہر چند کہ مغربی جمہوریت اور اس کا طریقہ انتخاب متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے' لیکن اگر اس طریقہ سے

marfat.com
Marfat.com

ہے نہ نقصان پہنچانے کے لیے۔ دوسری صورت باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نقصان پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے اور یہ چیز اس کی رحمت کے منافی ہے اور تیسری صورت بھی باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نہ نفع پہنچانے کے لیے پیدا کیا نہ نقصان پہنچانے کے لیے' کیونکہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نہ نقصان پہنچایا تھا نہ نفع' اگر پیدا کرنے کے بعد بھی مخلوق اسی صفت پر ہو تو مخلوق کا پیدا کرنا اور نہ کرنا دونوں حال برابر ہوں گے اور پھر مخلوق کو پیدا کرنا عبث ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہوتا' اس لیے اب تیسری صورت متعین ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو یہ نفع اس دنیا میں پہنچائے گا یا آخرت میں' اس دنیا میں نفع پہنچانا تو مراد ہو نہیں سکتا' کیونکہ اس دنیا میں منافع کم ہیں اور ضرر رساں چیزیں بہت ہیں اور تھوڑے نفع کے لیے زیادہ نقصان برداشت کرنا حکمت کے خلاف ہے' پس متعین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ نفع آخرت میں پہنچائے گا' اس لیے قیامت کا آنا اور حشر ونشر کا ہونا اور جنت اور دوزخ کا ہونا ضروری ہے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مخلوق میں تو کفار بھی ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ نے کون سا نفع پہنچایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی دائمی نفع پہنچانے کے لیے بنایا تھا لیکن انہوں نے دائمی نفع کے اوپر دائمی نقصان کو اختیار کرلیا۔

ص ٓ: ۲۸ میں یہ بتایا ہے کہ مومن اور کافر اور صالح اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے' اس آیت میں بھی حشر اور نشر کے ثبوت پر دلیل ہے' کیونکہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ فقر اور فاقہ میں مبتلا رہتے ہیں اور طرح طرح کے مصائب اور آلام میں گرفتار رہتے ہیں اور کفار اور فساق بہت عیش اور آرام میں رہتے ہیں اور قابل رشک زندگی گزارتے ہیں' اس طرح نیک آدمی کی زندگی بدآدمی کے مقابلہ میں بہت تکلیف سے گزرتی ہے' پس اگر قیامت اور حشر و نشر اور حساب و کتاب نہ ہو تو بُرے لوگوں کو نیک لوگوں پر ترجیح دینا لازم آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے رحم کے خلاف ہے اور وہ حکیم اور رحیم ہے' اس لیے وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس سے واضح ہوگیا کہ قیامت اور حشر ونشر ثابت ہے۔

تدبر اور تذکر کا معنیٰ

ص ٓ: ۲۹ میں قرآن مجید میں غور وفکر کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اس آیت میں تدبر اور تذکر کے الفاظ ہیں' تدبر کا معنیٰ ہے قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر کیا جائے اور اگر ان آیات کے ظاہری معنیٰ پر کوئی اشکال ہو تو اس کی مناسب تاویل تلاش کی جائے اور اس آیت سے عقائد اور احکام شرعیہ کی جو ہدایت حاصل ہو اس پر عمل کیا جائے۔ تدبر کا معنیٰ ہے: کسی چیز کے نتیجہ اور انجام پر نظر رکھنا اور تفکر کا معنیٰ ہے: الفاظ کے مطلوبہ معانی کی تلاش میں ذہن کو متوجہ کرنا۔

تذکر کا معنیٰ ہے: نصیحت حاصل کرنا' اس کو صاحبان عقل کے ساتھ مخصوص کیا ہے' کیونکہ تذکر کا تعلق عقل کے ساتھ ہے اور کسی چیز سے نصیحت اس وقت حاصل کی جاتی ہے جب دل میں اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہوتا ہے اور یہ چیز صاحبان عقل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اکابر علماء کے ساتھ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دل پر معصیت کے حجابات ہوں اس وقت تفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور جب یہ حجابات اٹھ جائیں اس وقت تذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے معانی پر غور وفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا' اللہ تعالیٰ کے کلام کی ناقدری کرنا ہے

آج کل لوگ قرآن مجید کی تلاوت بہت کرتے ہیں لیکن اس کے معانی میں غور وفکر نہیں کرتے اور جب معانی میں غور وفکر نہیں کریں گے تو اس سے نصیحت کیسے حاصل کریں گے' ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس اگر عربی زبان میں کسی کمپنی سے کوئی خط آ

marfat.com
Marfat.com

اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو بے شک تو ہی بہت دینے والا

اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ

ہے O سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی سے چلتی

اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ

تھی O اور قوی جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا' ہر معمار اور غوطہ خور کو O اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے رہتے

فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

تھے O یہ ہمارا عطیہ ہے آپ (جس کو چاہیں) بہ طور احسان عطا کریں یا (جس سے چاہیں) روک لیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا O

ع ۱۴ ۱۲ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا' یہ تو کافروں کا گمان ہے' پس کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے O کیا ہم ایمان والوں کو جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں زمین میں فساد کرنے والوں کی مثل بنا دیں گے یا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کی مثل بنا دیں گے O یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ (یہ لوگ) اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور صاحبانِ عقل اس سے نصیحت حاصل کریں O (ص: ۲۹-۲۷)

حشر و نشر کے ثبوت پر دلائل

ص: ۲۷ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے وہ لغو عبث اور بے مقصد نہیں پیدا فرمایا' اس نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے اس میں بے شمار حکمتیں ہیں خواہ وہ حکمتیں ہمیں سمجھ آئیں یا نہ آئیں' اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیات میں بھی بیان فرمایا ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O (آل عمران: ۱۹۱)

اے ہمارے رب! تو نے ان چیزوں کو بے فائدہ نہیں بنایا' تو سبحان ہے سو تو ہم کو دوزخ کی آگ سے بچالے O

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ. (الحجر: ۸۵)

اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

ان آیتوں میں حشر و نشر اور قیامت کے ثبوت پر بھی دلیل ہے اور اس دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جو پیدا کیا ہے تو یا اس کو نفع پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے یا نقصان پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے یا نہ نفع پہنچانے کے لیے پیدا کیا

marfat.com
Marfat.com

کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو علم کو حاصل کریں گے اور علم ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا' ان کی خلوت ان کی جلوت کے خلاف ہوگی اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا' وہ مختلف حلقوں میں بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے' حتیٰ کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی پر اس لیے غضب ناک ہوگا کہ وہ دوسرے شخص کے پاس کیوں بیٹھا ہے' یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ان کی مجالس سے اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچیں گے۔

(کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲' رقم الحدیث: ۲۹۴۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کا ایک گروہ دوزخ میں جھانک کر دوزخیوں کے ایک گروہ کو دیکھ کر کہے گا: تم دوزخ میں کیسے داخل ہوگئے' ہم تو تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم لوگوں کو (نیکی کا) حکم دیتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲' رقم الحدیث: ۲۹۴۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ وہ قرآن مجید کے صحیح محمل کے خلاف تاویل کریں گے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۰' رقم الحدیث: ۲۹۴۱۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو سلیمان (نام کا بیٹا) عطا فرمایا' وہ کیسا اچھا بندہ ہے' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے O جب اس کے سامنے پچھلے پہر سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے O تو اس نے کہا: بے شک میں نے نیک مال کی محبت اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کی ہے حتیٰ کہ وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہوگئے O تو اس نے حکم دیا کہ ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ' پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے O (صٓ: ۳۳۔۳۰)

مشکل الفاظ کے معانی

صٓ: ۳۰ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ''اوّاب'' ہیں' اس سے پہلے صٓ: ۱۷ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ ''اوّاب'' ہیں' نیک بیٹا اپنے نیک باپ کے مشابہ ہوتا ہے' ''اوّاب'' کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا اور بہت تسبیح کرنے والا۔

صٓ: ۳۱ میں ''العشی'' کا لفظ ہے۔ زوال آفتاب کے بعد سے لے کر دن کے آخر وقت تک کو العشی کہتے ہیں۔

اس آیت میں ''الصافنات'' کا لفظ ہے' یہ صافنة کی جمع ہے اور اس کا مادہ صفون ہے اور اس کا معنیٰ ہے: قیام کرنا اور کھڑا ہونا اور اس کا دوسرا معنیٰ ہے: گھوڑے کا اگلا ایک پیر اٹھا کر پچھلے تین پیروں پر کھڑا ہونا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ سدھے ہوئے گھوڑے تھے' چپ چاپ کھڑے رہتے تھے۔ بلاوجہ اچھل کود نہیں کرتے تھے اور جیاد کا معنیٰ ہے تیز رو اور تیز رفتار گھوڑے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال

مقاتل نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف سے ایک ہزار گھوڑوں کے وارث ہوئے تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے' اس کا جواب یہ ہے کہ وراثت سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک ہزار گھوڑوں کے انتظام کے متولی تھے۔

حسن بصری' ضحاک' ابن زید اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے ایک سو گھوڑے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۷۴)

marfat.com
Marfat.com

جائے تو ہم صرف اس کے الفاظ کی تلاوت کرنے پر قناعت نہیں کرتے بلکہ کسی عربی زبان جاننے والے کو تلاش کرتے ہیں اور جب تک ہمیں اس کا معنی نہ معلوم ہو جائے اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھتے' تو ہم قرآن مجید کے صرف الفاظ کی تلاوت کر کے اس کا معنی اور مطلب سمجھے بغیر کیوں مطمئن ہو جاتے ہیں؟ کیا ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے پیغام کی اتنی بھی قدر و منزلت نہیں ہے' جتنی قدر و منزلت کسی کمپنی سے آئے ہوئے مکتوب کی ہوتی ہے یا کسی عزیز کے بھیجے ہوئے ٹیلی گرام کی ہوتی ہے؟

اسی طرح جب ہم بیمار پڑ جاتے ہیں اور کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہمیں چند دوائیں لکھ کر دیتا ہے مثلاً Vibramycin 1+1 اور Panadol 1+1+1 تو کیا ہم صرف اس نسخہ کی تلاوت کرتے ہیں یا ڈاکٹر کی لکھی ہوئی دواؤں کو خرید کر کھاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے مطابق پرہیز کرتے اور دن میں جتنی بار دوا کھانے کی ہدایت لکھی ہوتی ہے اس ہدایت کے مطابق دوا کھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم صرف اس نسخہ کی تلاوت کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے' بلکہ اس نسخہ کا مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں' سو جس طرح جسمانی بیماری کے لیے ہم دنیاوی ڈاکٹر کے نسخہ کو سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں تو ہم تندرست ہو جاتے ہیں' اسی طرح خالق کائنات اور حکیم مطلق نے ہماری روحانی بیماریوں اور دائمی فوز و فلاح کے لیے ہمیں قرآن مجید کی صورت میں ایک نسخہ لکھ کر بھیجا ہے تو ہم اس کے معانی اور مطالب میں غور کر کے اس نسخہ پر عمل کیوں نہیں کرتے اور صرف اس کی تلاوت پر قناعت کیوں کر لیتے ہیں؟ کیا ہمارے دلوں میں اس حکیم مطلق اور شافی حقیقی کی اتنی قدر بھی نہیں ہے جتنی ہمارے دلوں میں M.B.B.S ڈاکٹر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا:

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام ۹۱) انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا۔

قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب

قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: قرآن پر عمل کرو' اس کے حلال کو حلال کرو اور اس کے حرام کو حرام کرو اور اس کی اقتداء کرو اور اس کی کسی چیز کا انکار نہ کرو اور اس کی جو چیز تم پر مشابہ ہو اس کو اللہ کی طرف لوٹا دو' یا میرے بعد جو صاحبان علم ہیں ان کی طرف لوٹا دو' وہ جس طرح تم کو اس کی خبر دیتے ہوں اور تورات' انجیل اور زبور پر ایمان لاؤ اور انبیاء کو جو کچھ ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ تا کہ قرآن تم کو شفا دے اور اس کا بیان تم کو شفا دے کیونکہ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی ہوئی ہے اور وہ تصدیق کرنے والا وکیل ہے اور اس کی ہر آیت قیامت تک کا نور ہے۔ الحدیث

(المستدرک ج ۱ ص ۵۶۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن مجید کو پڑھا اور رات میں اور دن کی نمازوں کے قیام میں قرآن مجید کو پڑھا اور اس کے حلال کو حلال کہا اور اس کے حرام کو حرام کہا تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور خون کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے گا اور کراماً کاتبین کو اس کا رفیق بنا دے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن قرآن اس کے حق میں حجت ہو جائے گا۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۱۲۰' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۰)

علماء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ ان کو جس قدر علم ہے جب وہ اس پر عمل نہیں کرتے تو پھر مزید علم کس لیے حاصل کرتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حاملینِ قرآن! قرآن پر عمل کرو' کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے تقاضوں پر عمل

marfat.com
Marfat.com

پھر آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ کا ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنا ان کے اکرام کے لیے تھے۔ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی بڑا اور باوقار آدمی گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرے تو یہ کام اس کے مقام اور وقار کے خلاف نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۷۵ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۰)

جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت

زیادہ تر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کی نماز قضاء ہو گئی‘ پھر اس کے غم اور غصہ میں آپ نے ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں کو کاٹ ڈالا۔

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی التوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑے دکھائے جاتے رہے اور وہ ان کے معائنہ میں اس قدر منہمک ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور ان کی عصر کی نماز قضاء ہو گئی اور ان کی لوگوں پر اس قدر ہیبت تھی کہ کوئی شخص یہ جرأت نہ کر سکا کہ ان کو عصر کی نماز یاد دلاتا‘ پس حضرت سلیمان علیہ السلام بھول گئے اور جب سورج غروب ہو گیا تو ان کو یاد آیا کہ انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی اور اس وقت انہوں نے یہ کہا: بے شک میں نے نیک مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کے ذکر پر ترجیح دی‘ حتیٰ کہ جب سورج ان کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو دوبارہ ان کے سامنے لاؤ‘ پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ مارنے لگے۔

مذکور الصدر تفسیر سعید بن جبیر‘ ضحاک‘ قتادہ‘ زجاج اور سدی سے مروی ہے‘ مفسرین نے کہا ہے کہ اپنے رب کے ذکر سے ان کی مراد عصر کی نماز ہے‘ حضرت علی‘ حضرت ابن مسعود اور قتادہ وغیرہم کا یہی قول ہے‘ زجاج نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ عصر کی نماز ان پر فرض تھی یا نہیں‘ مگر یہ کہ جس وقت ان پر گھوڑے پیش کیے گئے تھے اس وقت وہ اپنے رب کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اور قرآن مجید میں جو مذکور ہے ”حتی توارت بالحجاب“ اس سے مراد ہے کہ سورج ان کی نظروں سے چھپ گیا‘ ہر چند کہ اس سے پہلے اس آیت میں سورج کا ذکر نہیں حتیٰ کہ اس کی طرف ”توارت“ کی ضمیر مستتر لوٹائی جائے‘ مگر سورج کے ذکر پر اس آیت میں قرینہ ہے کیونکہ صٓ: ۳۱ میں ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ۝ جب اس کے سامنے دن ڈھلے سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے ۝ (صٓ: ۳۱)

زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک کے وقت کو العشی کہا جاتا ہے‘ اس کا معنیٰ ہے: غروب آفتاب تک ان کو گھوڑے دکھائے جاتے رہے‘ اس کے بعد جس کے متعلق فرمایا ہے: ”وہ چھپ گیا“ تو ظاہر ہے وہ سورج ہی ہو سکتا ہے‘ پس سورج کا ذکر اس سے پہلے العشی کے ضمن میں موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا: ”ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ“۔ مفسرین نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی نماز قضاء ہو گئی اور انہوں نے وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھی‘ اس پر غم اور غصہ کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ‘ پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ مارنے لگے اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے

marfat.com
Marfat.com

پروں والے گھوڑوں کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ خیبر سے واپس آئے اور ان کے طاق (الماری) پر پردہ پڑا ہوا تھا' ہوا کے جھونکے سے طاق پر پڑے ہوئے پردہ کی ایک جانب کھل گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی الماری میں رکھی ہوئی گڑیاں نظر آئیں' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ میری بیٹیاں ہیں اور آپ نے گڑیوں کے درمیان کپڑے کی دھجیوں سے بنائے ہوئے گھوڑے کو دیکھا جس کے دو پر بھی بنائے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: میں ان گڑیوں کے وسط میں کیا چیز دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عائشہ نے کہا: یہ گھوڑا ہے' آپ نے پوچھا: اس کے اوپر یہ چیز بنی ہوئی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: یہ اس کے دو پر ہیں' آپ نے پوچھا: گھوڑے کے پر ہیں؟ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تھے' حضرت عائشہ نے کہا: یہ سن کر آپ اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۹۳۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی توجیہ

صٓ: ۳۲ میں ہے: (حضرت سلیمان نے کہا:) ''بے شک میں نے خیر (نیک مال) کی محبت اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کی ہے''۔ اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں پر خیر کا اطلاق فرمایا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھوڑوں پر خیر کا اطلاق فرمایا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۴۴' سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۶۹۴' سنن النسائی رقم الحدیث ۳۵۷۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۷۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر رکھ دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۴۵' سنن النسائی رقم الحدیث ۳۵۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۸۷۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ چونکہ گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کیا جاتا ہے اور گھوڑوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہوتا ہے اس لیے میں گھوڑوں سے محبت رکھتا ہوں۔

صٓ: ۳۳۔۳۲ میں ہے: ''حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے O تو اس نے حکم دیا کہ ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ' پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے O''

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک گول میدان تھا جس میں وہ گھوڑوں کا مقابلہ کرایا کرتے تھے' حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے دور نکل کر ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سورج غائب ہو گیا اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا' کیونکہ اس آیت میں پہلے سورج کا ذکر نہیں ہے کہ اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے' البتہ گھوڑوں کا ذکر ہے' اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے غائب اور اوجھل ہو گئے اور نحاس نے یہ ذکر کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے پاس مال غنیمت سے حاصل شدہ گھوڑے لائے گئے تاکہ وہ ان کا معائنہ کریں' حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اشارہ کیا کہ ان گھوڑوں کو ان کے اصطبلوں میں پہنچا دیا جائے' حتیٰ کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ'

marfat.com
Marfat.com

حسب ذیل وجوہ سے رد کر دیا ہے:

(۱) یہ تفسیر اس پر مبنی ہے کہ "توارت بالحجاب" کی ضمیر مستتر سورج کی طرف لوٹائی جائے اور اس سے پہلے اس آیت میں سورج کا ذکر نہیں ہے بلکہ سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کا ذکر ہے اور اگر کوئی بعید تاویل کر کے سورج کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو اس سے بہتر ہے کہ بغیر تاویل کے گھوڑوں کی طرف ضمیر لوٹائی جائے' یعنی جب وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے تو انہوں نے ان کو دوبارہ بلوایا۔

(۲) اس آیت میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: میں نے اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے خیر (گھوڑوں) سے محبت کی ہے کیونکہ یہ گھوڑے جہاد میں استعمال ہوتے ہیں تو جب ان کی گھوڑوں سے محبت اللہ کے ذکر کی وجہ سے تھی تو پھر یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ وہ گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو بھول گئے یا اللہ کے ذکر کو بھول گئے کیونکہ گھوڑوں کا معائنہ کرنا بھی تو اللہ کے ذکر سے محبت کی وجہ سے تھا' تو وہ معائنہ کے وقت بھی اللہ کے ذکر میں مشغول تھے' لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

(۳) اس روایت کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب کہا: "ردوھا" تو اس کا معنیٰ تھا کہ آپ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ سورج کو لوٹا دیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام سے نماز عصر قضا ہو گئی تھی تو ان پر لازم تھا کہ وہ توبہ اور استغفار کرتے اور اللہ کی بارگاہ میں روتے اور گڑگڑاتے اور اظہار ندامت کرتے' جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ اگر ان سے بھولے سے بھی کوئی لغزش ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں نہ کہ وہ اپنی شان دکھانے کے لیے فرشتوں پر حکم چلاتے اور ان سے کہتے کہ سورج کو دوبارہ لوٹاؤ تاکہ میں عصر کی قضا نماز پڑھ لوں۔

(۴) قرآن مجید میں ہے: "فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○". اس روایت میں اس کا معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان نے تلوار سے گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں' جب کہ مسح کا معنیٰ ہاتھ پھیرنا ہے نہ کہ تلوار سے کاٹنا' ورنہ لازم آئے گا کہ "وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ" (المائدہ:۶) کا معنیٰ ہوگا کہ تلوار سے اپنے سروں اور اپنے پیروں کو کاٹ دو اور کوئی عاقل بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔

(۵) جو لوگ اس معنیٰ اور اس روایت کے قائل ہیں انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف متعدد افعال مذمومہ کی نسبت کی ہے (۱) نماز کو ترک کرنا (۲) ان پر دنیاوی مال کی محبت اس قدر غالب تھی کہ اس کی محبت میں وہ نماز پڑھنا بھول گئے' حالانکہ حدیث میں ہے' حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حب الدنیا راس کل خطیئة. دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۱۰۵۰۱' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۵۲۱۳' کنز العمال رقم الحدیث:۶۱۱۴' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۵۷)

(۳) اس خطا کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام توبہ اور استغفار میں مشغول نہیں ہوئے (۴) اس فعل کے بعد حضرت سلیمان گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنے لگے' حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے سوا جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۶) جب کفار نے یہ کہا تھا کہ:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ○ (ص:۱۶) اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے○

marfat.com
Marfat.com

گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے وار کیے اور ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو کاٹ ڈالا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث ۶۹۹۳ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۹۹)

امام الحسین بن مسعود البغوی التوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے:

الحسن المصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سمندر سے پروں والے گھوڑے نکالے گئے' وہ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور ان کا معائنہ کرنے لگے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ان کی عصر کی نماز فوت ہو گئی' ان کی ہیبت اور ان کے رعب کی وجہ سے کسی نے ان کو عصر کی نماز پر متنبہ نہیں کیا' جب نماز قضاء ہو گئی تو انہوں نے دوبارہ گھوڑوں کو منگوایا اور اللہ عزوجل کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور ان کی گردنوں کو تلوار سے کاٹ ڈالا کیونکہ ان میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی عصر کی نماز رہ گئی تھی اور گھوڑوں کو کاٹنا ان کے لیے مباح تھا' اگرچہ ہم پر حرام ہے۔ جیسا کہ ہمارے لیے جانوروں کو ذبح کرنا مباح ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۷۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ' علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ' علامہ ابوبکر بن العربی التوفی ۵۴۳ھ' علامہ ابن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' علامہ عبدالرحمن بن محمد الثعالبی المالکی التوفی ۸۷۵ھ' علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ وغیرھم نے اس آیت کی تفسیر میں اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

(۲) اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی محبت کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر پیار سے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ یہ علی بن ابی طلحہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' امام ابن جریر اور ابویعلیٰ کا قول ہے۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوہے کو گرم کر کے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر داغ لگایا' اس قول کو ثعلبی نے نقل کیا ہے۔ مفسرین نے اول قول پر اعتماد کیا ہے' انہوں نے کہا کہ گھوڑوں کے معائنہ کی مشغولیت کی وجہ سے نماز قضا ہونے اور بعد میں ان ہی گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے میں کیا مناسبت ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہلا قول اس لیے فاسد ہے کہ جانوروں کا کیا قصور ہے' پھر ان کو قتل کر کے سزا دینے اور اپنا غم اور غصہ دور کرنے کی کیا توجیہ ہے اور یہ فعل تو جابر بادشاہوں کے حال کے مناسب ہے' انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے مناسب نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فعل اس وجہ سے کیا تھا کہ اس کا کرنا ان کے لیے مباح تھا اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک فعل ان کی شریعت میں جائز ہو اور وہ فعل ہماری شریعت میں جائز نہ ہو' علاوہ ازیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ان گھوڑوں کا گوشت کھانے کے لیے ان کو ذبح کیا ہو اور گھوڑوں کا گوشت کھانا جائز ہے' پس حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں ہے' وہب بن منبہ نے کہا: جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر وار کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو مشکور فرمایا اور گھوڑوں کے بدلہ میں ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا اور ہوا گھوڑوں کی بہ نسبت زیادہ تیز رفتار تھی اور اس کے ذریعہ سفر کرنا زیادہ باعث تعجب تھا۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۱۳۲۔۱۲۹' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت پر امام رازی کا رد

جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ جمہور مفسرین نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے' لیکن امام رازی نے اس تفسیر کو

marfat.com
Marfat.com

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جمہور علماء اور مفسرین نے اس تفسیر کو اختیار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ان حکایات کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر خبر واحد صحیح بھی ہو تو وہ دلائل قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو اس ضعیف روایت میں کب اتنا دم ہے کہ وہ عصمت انبیاء کے دلائل قطعیہ کے مزاحم ہو سکے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۲-۳۹۰، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے سلیمان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر انہوں نے ہماری طرف رجوع کیاO (ص: ۲۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا آزمائش میں مبتلا ہونا

اس آیت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور وہ کیا آزمائش تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس طرح اس آزمائش سے نجات ملی، قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور ان کے استغفار کرنے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ص: ۲۵ میں عنقریب آئے گا۔ اسی طرح احادیث میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ ذکر نہیں ہے کہ فلاں تقصیر کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور نہ یہ بیان ہے کہ وہ کیا آزمائش تھی۔ البتہ بعض احادیث صحیحہ میں صرف اتنا مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا اور ہر زوجہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا بیٹا پیدا ہوگا لیکن وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو صرف ایک ناتمام اور ادھورا بچہ پیدا ہوا، لیکن ظاہر ہے کہ اس واقعہ کا کسی بڑی آزمائش اور ابتلاء سے کوئی تعلق نہیں ہے جو اس آیت کی تفسیر بن سکے۔

پس جب اللہ اور اس کے رسول نے اس آزمائش کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا تو ہمیں بھی اس کی تفتیش کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ وہب بن منبہ اور کعب احبار نے اس سلسلہ میں اسرائیلی روایات بیان کی ہیں جن کو امام محمد بن اسحاق، سدی، مجاہد اور قتادہ وغیرہم نے ان سے روایت کیا ہے اور ہمارے مفسرین نے ان روایات کو اپنی تفسیروں میں درج کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تفسیریں محض جھوٹ اور باطل ہیں، تاہم میں ان بعض روایات کو یہاں نقل کر رہا ہوں، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اسرائیلی روایات میں انبیاء علیہم السلام کی شان کے خلاف کیا کچھ لکھا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق اسرائیلی روایات

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

جس فتنہ کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام پر عتاب کیا گیا اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بعض ازواج کے ساتھ حالت حیض میں قربت کی تھی۔

حسن بصری کی یہ روایت بہت مستبعد ہے، اللہ کا نبی جس کو اللہ تعالیٰ نے حکومت اور نبوت سے سرفراز کیا ہو وہ ایسا قبیح فعل نہیں کرتا جس کی جرأت عام مسلمان بھی نہیں کر سکتے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جرادہ نام کی ایک بیوی تھی۔ جرادہ اور ایک قوم کے درمیان کوئی خصومت تھی، انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا، لیکن ان کی خواہش یہ تھی کی ان کی بیوی جرادہ کے حق میں یہ فیصلہ ہو

marfat.com
Marfat.com

جب کافروں نے ایسی جہالت کی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کی جہالت پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے' پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا اور پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا اور گویا کہ یوں فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کافروں کی جاہلانہ باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے سلیمان کو یاد کیجئے اور یہ کلام اس وقت مناسب ہوگا جب اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ ذکر فرمائے ہوں اور یہ ذکر فرمایا ہو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت پر صبر کیا اور دنیاوی لذتوں سے اعراض کیا اور اگر اس قصہ سے مقصود یہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی محبت میں مشغول ہو کر نماز کو ترک کر دیا اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج کو لوٹائیں اور اپنا غصہ گھوڑوں پر نکالا اور ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ ڈالیں تو پھر یہ قصہ اس جگہ ذکر کرنے کے لائق نہیں ہے' کیونکہ اس قصہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سیرت میں مخالفین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرنے یا عبادت کی مشقت پر صبر کرنے کا کوئی پہلو نہیں ہے' حتیٰ کہ اس قصہ سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے پر ترغیب دی جائے کہ آپ اس طرح صبر کیجئے جس طرح حضرت سلیمان نے صبر کیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی صحیح توجیہ

اس لیے اس قصہ کی توجیہ صرف اس طرح صحیح ہے کہ گھوڑوں کو پالنا اور ان کو اصطبل میں رکھنا ان کے دین میں اس طرح پسندیدہ تھا جس طرح ہمارے دین میں گھوڑوں کو جہاد کے لیے رکھنا پسندیدہ ہے' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جب جہاد کے لیے جانے لگے تو وہ ایک مجلس میں بیٹھے اور گھوڑوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور گھوڑوں کی مشق کرانے کے لیے ان کو دوڑانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ میں دنیا کی وجہ سے ان گھوڑوں سے محبت نہیں کرتا' بلکہ میں اللہ کے ذکر کی اشاعت اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے گھوڑوں سے محبت کرتا ہوں' کیونکہ جہاد میں ان پر سواری کی جاتی ہے' پھر آپ نے جب گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا اور وہ آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو آپ نے ان کو حکم دیا جو گھوڑوں کو مشق کرا رہے تھے کہ وہ گھوڑوں کو واپس لائیں اور جب وہ گھوڑے واپس آ گئے تو آپ شفقت سے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ان پر ہاتھ پھیرنے سے حسب ذیل امور مطلوب تھے:

(۱) گھوڑوں کی تکریم کرنا اور ان کی قدر و منزلت کو واضح کرنا' کیونکہ دشمنان اسلام سے جنگ کرنے میں گھوڑوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام یہ بتانا چاہتے تھے کہ ملک کا نظم و نسق چلانے میں وہ بعض کاموں کو خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے ہیں۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے احوال' ان کی بیماریوں اور ان کے عیوب کو دوسروں کی بہ نسبت خود سب سے زیادہ جانتے تھے' اس لیے وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیر کر یہ جانچ رہے تھے کہ ان میں کوئی عیب یا مرض تو نہیں ہے۔

قرآن مجید کی ان آیتوں کی یہ تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے' یہ قرآن مجید کے الفاظ کے بالکل مطابق اور موافق ہے اور اس تفسیر پر ان اعتراضات میں سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا جو اکثر مفسرین کی تفسیر پر لازم آتے ہیں اور مجھے اس پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ ان مفسرین نے ان کمزور وجوہ اور اس روایت کو کیسے قبول کر لیا جب کہ اس روایت کی تائید میں ان کے پاس کوئی شبہ بھی نہیں ہے چہ جائیکہ کوئی دلیل ہو۔

marfat.com
Marfat.com

جس سے وہ بے بس ہو گیا' حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی' آپ نے صخر کو اس طرح بیت المقدس کی تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کی تعمیر شروع کر دی' حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء یا حمام میں جاتے تھے تو انگوٹھی اتار کر جاتے تھے' ایک دن آپ حمام میں جا رہے تھے اور یہ صخر نامی شیطان بھی آپ کے ساتھ تھا' اس وقت آپ فرض غسل کرنے جا رہے تھے' آپ نے انگوٹھی اس کو دی اور خود غسل کرنے چلے گئے' اس نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور اس شیطان پر حضرت سلیمان کی شکل وصورت ڈال دی گئی اور آپ سے تاج و تخت چھن گیا اور ان سب چیزوں پر اس شیطان نے قبضہ کر لیا۔ ماسوا آپ کی ازواج کے' ادھر اس شیطان سے بہت سی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات کے خلاف تھیں' اس زمانہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت میں ایک شخص ایسے صاحب فراست اور صاحب الہام تھے جیسے ہماری امت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے سوچا: یہ شخص حضرت سلیمان معلوم نہیں ہوتا' انہوں نے اس سے سوال کیا: اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور سردی کی وجہ سے طلوع آفتاب تک غسل نہ کر سکے تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ صخر چالیس دن تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتا رہا' پھر حضرت سلیمان کو مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی مل گئی' اس انگوٹھی کو پہنتے ہی آپ پھر تمام چیزوں پر قابض اور متصرف ہو گئے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام عبد الرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اپنی بیوی جرادہ کو دے دی' وہ آپ کو اپنی تمام ازواج میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ شیطان حضرت سلیمان کی صورت میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: لاؤ میری انگوٹھی دے دو' انہوں نے اس کو انگوٹھی دے دی' جب اس نے وہ انگوٹھی پہن لی تو تمام جن' انسان اور شیاطین اس کے تابع ہو گئے' ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء سے آئے تو آپ نے جرادہ سے کہا: لاؤ میری انگوٹھی دو۔ اس نے کہا: میں وہ انگوٹھی سلیمان کو دے چکی ہوں۔ انہوں نے کہا: میں سلیمان ہوں' جرادہ نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو' تم سلیمان نہیں ہو۔ حضرت سلیمان جس کے پاس بھی جا کر کہتے کہ میں سلیمان ہوں وہ آپ کو جھٹلاتا' حتیٰ کہ بچے آپ کو پتھر مارتے' جب آپ نے یہ حال دیکھا تو آپ نے سمجھ لیا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے' ادھر شیطان حکومت کرتا رہا' جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت سلیمان کو ان کی سلطنت لوٹا دے تو اس نے لوگوں کے دلوں میں اس شیطان کی نفرت ڈال دی' سو لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں سے یہ معلوم کرایا کہ آپ نے سلیمان کے افعال میں کوئی نیا فعل بھی دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ حیض کے ایام میں بھی ہم سے مقاربت کرتے ہیں اور وہ اس سے پہلے ایسا نہیں کرتے تھے اور جب شیطان نے یہ دیکھا کہ اس کی پول کھل گئی ہے تو اس نے جان لیا کہ اس کے دن پورے ہو گئے' پھر شیاطین نے کتابوں میں جادو کرنے کے طریقے لکھے اور ان کتابوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا' پھر لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کے زور سے حکومت کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے ان کی کرسی کے نیچے سے وہ کتابیں نکال کر پڑھوائیں اور کہا: اس کی بناء پر مسلمان لوگوں پر غالب تھے اور ان پر حکومت کرتے تھے۔ پھر لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا کفر کیا اور لوگ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا کفر کرتے رہے۔ ادھر ایک آدمی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلایا اور کہا: یہ مچھلیاں اٹھا کر میرے لیے لے چلو گے؟ پھر وہ اس کے گھر گئے اور اس آدمی نے وہ مچھلی اٹھا کر ان کو اجرت میں دے دی جس کے پیٹ میں وہ انگوٹھی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی کو کاٹا تو اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکل آئی' حضرت سلیمان

marfat.com
Marfat.com

جاتا، تب ان سے یہ کہا گیا کہ عنقریب آپ پر ایک مصیبت آئے گی حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ آسمان کی طرف سے یہ مصیبت آئے گی یا زمین کی طرف سے۔

ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس حدیث کی سند قوی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس قصہ کو یہودی علماء سے سنا ہے اور یہودیوں میں ایک ایسا فرقہ بھی تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا معتقد نہیں تھا' اس لیے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے اور ان کا سب سے بڑا جھوٹ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج پر ایک جن مسلط تھا اور تمام ائمہ سلف نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس جن کے تسلط سے محفوظ رکھا اور یہ آپ کی ازواج کی تکریم کے لیے تھا۔

(۳) سعید بن میسب نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تین دن لوگوں سے محتجب رہتے تھے اور ان کے کسی مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتے تھے اور نہ انصاف کر کے مظلوم کا حق ظالم سے دلواتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ میں نے آپ کو اس لیے خلیفہ نہیں بنایا کہ آپ میرے بندوں سے چھپے رہیں' بلکہ میں نے آپ کو اس لیے خلیفہ بنایا ہے کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں اور مظلوم کا حق ظالم سے لے کر دیں۔

یہ اثر سعید بن میسب تک سند ضعیف سے ثابت ہے اور دلائل قطعیہ کے معارض نہیں ہو سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ اثر ضعیف ہے۔

(۴) شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندر کے جزائر میں سے کسی جزیرہ میں بادشاہ غزان کی بیٹی کو گرفتار کیا تھا' جس کا نام صیدون تھا' حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں اس کی محبت ڈال دی گئی تھی اور وہ آپ سے اعراض کرتی تھی' بہت کم آپ کی طرف دیکھتی تھی اور بہت کم آپ سے بات کرتی تھی' پھر ایک دن اس نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ اس کے باپ کی صورت کا ایک مجسمہ بنا دیں' حضرت سلیمان نے اس کی خواہش کے مطابق اس کے باپ کی صورت کا مجسمہ بنا دیا' وہ اس مجسمہ کی بہت تعظیم کرتی تھی اور اس کو سجدہ کرتی تھی اور اس کی سہیلیاں بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتی تھیں' اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر میں ایک بت کی پرستش کی جاتی تھی اور وہ اس سے لاعلم تھے' حتیٰ کہ چالیس دن گزر گئے اور یہ خبر بنی اسرائیل میں پھیل گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اس کی خبر ہو گئی' آپ نے اس بت کو توڑ کر اس کو جلا ڈالا اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی۔

شہر بن حوشب کی یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اور عقائد قطعیہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(۵) مجاہد نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف نامی شیطان سے پوچھا: تم لوگوں کو کس طرح گمراہ کرتے ہو؟ شیطان نے کہا: آپ مجھے اپنی انگوٹھی دیں' پھر میں آپ کو اس کا جواب دوں گا' حضرت سلیمان نے اس کو اپنی انگوٹھی دے دی' اس نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی حتیٰ کہ آپ کا ملک چلا گیا۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۹۵-۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے قتادہ سے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ بیت المقدس کی تعمیر اس طرح کریں کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنائی دے' آپ نے اس طرح بنانے کی کئی تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی' پھر آپ کو معلوم ہوا کہ سمندر میں صخر نام کا ایک شیطان ہے' وہ کسی ترکیب سے بیت المقدس کی اس طرح تعمیر کر سکتا ہے' اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دی گئی یا اس کے کندھوں کے درمیان اس انگوٹھی کی مہر لگا دی گئی

marfat.com
Marfat.com

ہے:

يَعْمَلُونَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ۔ قلعے اور مجسمے جو کچھ سلیمان چاہتے تھے جنات ان کے لیے بنا دیتے تھے۔ (سبا: ۱۳)

(الکشاف ج ۳ ص ۹۶ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اسرائیلی روایات کا رد امام رازی سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے حسب ذیل وجوہ سے ان روایات کو رد کر دیا ہے:

(۱) اگر شیطان انبیاء علیہم السلام کی صورت کی مثل بنانے پر قادر ہو تو پھر شریعت پر کوئی اعتماد نہیں رہے گا' کیونکہ لوگوں نے سیدنا محمد' حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ہے' ہو سکتا ہے کہ یہ وہ انبیاء نہ ہوں بلکہ شیطان نے ان کی صورت بنالی ہو اور اس طرح پھر دین بالکلیہ باطل ہو جائے گا۔

(۲) اگر شیطان اس قسم کے کام اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بن کر' کر سکتا ہے تو پھر وہ علماء اور زاہدوں کے ساتھ بھی ایسی کارروائی کر سکتا ہے اور اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ ان علماء کو قتل کر دے' ان کی تصانیف کو پھاڑ دے اور ان کے گھروں کو منہدم کر دے اور جب علماء کے ساتھ اس کی یہ کارروائی باطل ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس کی یہ کارروائی بہ طریقہ اولیٰ باطل ہے۔

(۳) یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیطان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کے ساتھ بدکاری پر قدرت حاصل ہو گئی ہو۔

(۴) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیوی جرادہ نے حضرت سلیمان کی اجازت سے بت کی پرستش کی تھی تو یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کفر ہو گا اور اگر کہا جائے کہ اس نے آپ کی اجازت کے بغیر بت کی پرستش کی تھی تو یہ اس کا گناہ ہے اور اس کی وجہ سے حضرت سلیمان کو اس فتنہ میں مبتلا کیا گیا' وہ فتنہ یہ ہے کہ شیاطین نے یہ کہا کہ اگر یہ حضرت سلیمان کا بیٹا زندہ رہا تو اپنے باپ کی طرح یہ ہم پر مسلط ہو جائے گا تو اب نجات کی یہی صورت ہے کہ ہم اس کو قتل کر دیں اور جب حضرت سلیمان کو شیاطین کے اس منصوبہ کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو پرورش کے لیے بادلوں میں رکھ دیا' پھر جب حضرت سلیمان کسی کام سے واپس آئے تو تخت پر ان کا بیٹا مردہ پڑا ہوا تھا اور ان کو بتایا گیا کہ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل نہیں کیا تھا اس لیے ایسا ہوا' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور استغفار کیا۔

(۵) نیز حدیث صحیح میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: آج رات میں سو یا ننانوے عورتوں سے مقاربت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا پیدا ہو گا' ان کے صاحب نے کہا: ان شاء اللہ! حضرت سلیمان نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان ازواج میں سے صرف ایک زوجہ حاملہ ہوئی اور اس سے ایک ناتمام (کچا اور ادھورا) بچہ پیدا ہوا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان سب سے ایسے بچے پیدا ہوتے جو سب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۵۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۸۴۰' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۷۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۲۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۴۴)

پس حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس آزمائش میں مبتلا کیا گیا وہ یہ آزمائش تھی نہ کہ وہ چیز جس کا اسرائیلی روایات میں

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام نے وہ انگوٹھی پہن لی' انگوٹھی پہنتے ہی تمام جن' انسان اور شیاطین سب آپ کے تابع ہو گئے اور آپ اپنے حال کی طرف لوٹ آئے اور وہ شیطان بھاگ کر سمندر کے کسی جزیرہ میں چلا گیا' حضرت سلیمان نے اس کو تلاش کرایا' ایک دن وہ سویا ہوا تھا تو آپ کے کارندوں نے اس کو زنجیروں میں جکڑ لیا' آپ نے اس کو لوہے کے ایک صندوق میں بند کر کے سمندر میں پھنکوا دیا اور وہ قیامت تک وہیں رہے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۸۳۵۵ ج ۱۰ ص ۳۲۴۴۔۳۲۴۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس واقعہ کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے' اس میں اس طرح مذکور ہے کہ اس شیطان نے چالیس دن لوگوں پر حکومت کی' جب لوگوں کو اس پر شبہ ہو گیا اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں سے اس کی تفتیش کرائی تو وہ ڈر کر سمندر کی طرف بھاگ گیا اور اسی اثناء میں وہ انگوٹھی اس سے سمندر میں گر گئی جس کو ایک مچھلی نے نگل کر منہ میں ڈال لیا۔ ادھر حضرت سلیمان سمندر کے کنارے محنت مزدوری کرتے تھے' ایک دن ان کو اجرت میں وہ مچھلی ملی جس کے پیٹ میں وہ انگوٹھی تھی' اس انگوٹھی کی وجہ سے ان کی حکومت ان کو واپس مل گئی اور انہوں نے اس شیطان کو گرفتار کرا کر لوہے کے ایک صندوق میں بند کروا کر سمندر میں پھنکوا دیا' وہ قیامت تک وہیں رہے گا' اس شیطان کا نام حبقیق تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث ۲۲۹۹۲ ج ۲۳ ص ۱۹۵۔۱۹۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے' اس میں ہے کہ جب لوگوں نے اس شیطان کے غیر مانوس اور غیر شرعی احکام سنے تو آصف اس کی تحقیق کے لیے حضرت سلیمان کی بیویوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: آیا تم نے سلیمان بن داؤد میں کوئی غیر مانوس فعل دیکھا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! وہ ایام حیض میں ہم سے مجامعت کرتے ہیں اور غسل جنابت نہیں کرتے۔ آصف نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ضرور کوئی آزمائش ہے' اس کے بعد حسب سابق قصہ ہے۔ امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ اس شیطان کا نام صخر تھا۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۰۴۔۲۰۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ' امام ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ وغیرہم مفسرین نے اس روایت کا ذکر کیا ہے' ان کی کتب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۷۰' زاد المسیر ج ۷ ص ۱۳۶۔۱۳۵' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۰۔۳۹)

یہ تمام اسرائیلی روایات ہیں' ان میں سے کوئی بھی صحیح اور قابل قبول نہیں ہے' ہم نے ان روایات کو ان تفاسیر کے حوالوں سے اس لیے ذکر کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص ابن جریر' ابن ابی حاتم' الماوردی' الثعلبی اور ابن کثیر کے حوالوں سے ان روایات کو بیان کرے تو آپ ان تفسیروں کے حوالے سن کر مرعوب نہ ہوں اور یہ یقین رکھیں کہ یہ روایات باطل ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہے یہ روایات اس کے خلاف اور متصادم ہیں اور قابل اعتماد مفسرین نے ان روایات کو رد کر دیا ہے۔

اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری سے

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

محققین علماء نے ان روایات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ یہودیوں کی باطل روایات میں سے ہیں اور شیاطین اس قسم کے کام کرنے پر قادر نہیں ہیں جن کا ان روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بندوں پر اس طرح مسلط نہیں کرتا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو متغیر کر سکیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کی ازواج پر اس طرح مسلط کر دیا جائے کہ وہ ان سے بدکاری کریں' رہا مجسموں کا بنانا تو وہ بعض شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قرآن مجید میں

marfat.com
Marfat.com

ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذہنوں اور ہماری عقلوں کو ان روایات کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

(البحر المحیط ج ۹ص ۱۵۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اسرائیلی روایات کا رد علامہ اسماعیل حقی سے

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قصہ میں ان شاء اللہ کیوں نہیں کہا تھا تو اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے پورے ہوں۔

(۲) جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے صاحب نے ان کو ان شاء اللہ کہنا یاد دلایا تھا وہ اس وقت کسی کام میں مشغول تھے اور اس کی بات پر توجہ نہیں کر سکے۔ (الشفاء ج ۲ص ۱۴۸) بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بھول پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اور اس بات پر استغفار کیا کہ وہ کسی اور کام میں کیوں اس قدر زیادہ مشغول ہوئے کہ ان کو ان شاء اللہ کہنا یاد نہیں رہا اور یہ ترک اولیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام ترک اولیٰ کو بھی اپنی لغزش قرار دیتے ہیں کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک برائیوں کے حکم میں ہوتی ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق' اصحاب کہف کے متعلق اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں کل اس کے متعلق خبر دوں گا' اور آپ نے ان شاء اللہ نہیں کیا' تو کئی روز تک آپ سے وحی روک لی گئی' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ ۔ (الکہف: ۲۴۔۲۳) اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اس کام کو کل کرنے والا ہوں ۝ مگر اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہیں اور اپنے رب کو یاد کریں جب آپ بھول جائیں۔

نیز علامہ اسماعیل حقی اس بحث میں لکھتے ہیں:

ص: ۳۴ میں ہے: ''اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا'' ان اسرائیلی روایات میں اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ صخر نامی شیطان چالیس دن تک حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھ کر حکومت کرتا رہا' یہ تاویل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) قرآن مجید میں القاء کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے ایک جسم کو تخت پر ڈال دیا' اس کا معنیٰ یہ کرنا کہ ایک شیطان کرسی پر بیٹھ گیا بغیر ایک بعید تاویل اور تکلف کے درست نہیں ہو سکتا اور اس تاویل اور تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) اس اسرائیلی روایت میں ہے کہ شیطان حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنا کر ان کی بیوی جرادہ کے پاس گیا اور ان سے انگوٹھی لے لی' یہ بات اس لیے غلط اور باطل ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس چیز سے معصوم ہیں کہ شیطان ان کی صورت اختیار کر سکے خواہ نیند میں' خواہ بیداری میں' تا کہ حق باطل کے ساتھ مشتبہ نہ ہو' کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اسم ہادی کے مظہر ہیں اور شیطان اللہ تعالیٰ کے اسم مضل (گمراہ کرنے والا) کا مظہر ہے اور ہدایت اور ضلالت دونوں ضدیں ہیں اور دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتی' اس لیے ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی صورت میں نہیں آ سکتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ عزوجل کی عظمت ہر عظمت والے سے بڑھ کر ہے اور جب شیطان انبیاء علیہم السلام کی

marfat.com
Marfat.com

ذکر ہے۔

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شدید بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس مرض کی شدت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تخت پر ڈال دیا تھا اور جس شخص کا جسم کسی بیماری کی وجہ سے بہت نحیف اور لاغر ہو جائے اس کو عرب کہتے ہیں: یہ گوشت کا لوتھڑا ہے یا یہ بے جان جسم ہے' پس اس آیت میں جس آزمائش اور ابتلاء کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد ان پر اس بیماری کا مسلط ہونا ہے اور اس کے بعد جو فرمایا ہے: ''انہوں نے رجوع کیا'' تو اس سے مراد بیماری کے حال سے صحت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

(۷) اور میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بھی مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی کا خوف مسلط کر دیا تھا یا ان کو خطرہ تھا کہ کسی طرف سے ان پر کوئی مصیبت آنے والی ہے اور اس خوف کی شدت سے وہ بہت کمزور ہو گئے اور ان کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے ایک بے جان جسم تخت پر پڑا ہوا ہو' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس خوف کو دور کر دیا اور ان کی قوت اور ان کے دلی اطمینان کو دوبارہ ان پر لوٹا دیا' قرآن مجید کی اس آیت کا معنی مؤخر الذکر تینوں صورتوں میں صادق آ سکتا ہے اور ان صورتوں پر اس آیت کو محمول کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کو ان اسرائیلی روایات پر محمول کیا جائے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی صریح توہین کو مستلزم ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۴۔۳۹۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اسرائیلی روایات کا رد علامہ ابوالحیان اندلسی سے

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس فتنہ میں مبتلا کیا گیا تھا اور ان کے تخت پر جس جسم کو ڈالا گیا تھا' اس کی تفسیر میں مفسرین نے ایسے اقوال نقل کر دیئے ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی تنزیہ اور برأت واجب ہے اور یہ ایسے اقوال ہیں جن کو نقل کرنا جائز نہیں ہے اور ان اقوال کو یہودیوں اور زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وہ آزمائش کیا تھی اور نہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جو اس نے جسم ڈال دیا تھا اس کا مصداق کون ہے (اور نہ احادیث صحیحہ میں ان چیزوں کا بیان ہے) اس کی تفسیر کے زیادہ قریب وہ حدیث ہے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کا ذکر ہے کہ میں آج رات ایک سو بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوگا' انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا اور اس کی پاداش میں ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا' سو یہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش تھی کہ وہ ان شاء اللہ کہتے ہیں یا نہیں' اسی تقصیر کے سبب سے وہ ادھورا بچہ تخت پر ڈال دیا گیا اور جب انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ سخت بیمار پڑ گئے اور وہ تخت پر بے جان جسم کی طرح پڑے ہوئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی صحت اور قوت کو دوبارہ لوٹا دیا' اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ کفار قریش وغیرہ کی باتوں پر صبر کریں' پھر آپ کو حکم دیا کہ آپ حضرت داؤد' حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے قصوں کو یاد کریں' تاکہ ان کی سیرت پر عمل کریں اور یاد کریں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کس قدر قرب عطا کیا تھا اور ظاہر ہے کہ ان مفسرین نے ان انبیاء علیہم السلام کی طرف جن افعال کو ان روایات کی بناء پر منسوب کر دیا ہے وہ ایسے افعال نہیں ہیں جو سیرت کا بہترین نمونہ ہوں۔ نہ وہ افعال لائق فخر اور قابل تقلید ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض افعال عقلاً اور شرعاً محال ہیں۔ مثلاً شیطان کا نبی کی صورت میں آنا حتیٰ کہ لوگ شیطان کو نبی سمجھ لیں اور اگر یہ چیز ممکن ہو تو پھر کسی نبی کا آنا لائق اعتماد اور قابل بھروسا نہیں ہوگا' ان روایات کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے' ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے

marfat.com
Marfat.com

متوجہ رکھے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے O (ص: ۳۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا محمل

جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ہے اور مغفرت اس وقت طلب کی جاتی ہے جب کوئی گناہ ہو چکا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی گناہ کیا تھا جس پر انہوں نے استغفار کیا تھا' امام رازی اس کے جواب میں فرماتے ہیں: انسان اس حال سے خالی نہیں ہے کہ اس سے کوئی افضل اور اولیٰ کام ترک ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ مغفرت طلب کرنے کا محتاج ہوتا ہے' کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک برائیوں کے درجہ میں ہوتی ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر حجاب اور آپ کی توبہ اور استغفار کا محمل

اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر ایک ابر چھا جاتا ہے اور بے شک میں ایک دن میں اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۵)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غین کا معنیٰ ہے حجاب یعنی میرے دل پر اس طرح حجاب چھا جاتا ہے جس طرح آسمان پر ابر چھا جاتا ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ آپ جو اپنے معمول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' بعض اوقات کسی شغل یا تکلیف یا امت کے معاملات میں غور و فکر یا دنیاوی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ ذکر رہ جاتا تھا تو اس وجہ سے آپ کے دل کے انوار پر حجاب چھا جاتا تھا سو آپ اس پر استغفار کرتے تھے' کیونکہ آپ کی خواہش تھی کہ آپ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ اپنے وصال کے بعد امت کے احوال پر مطلع ہوتے تو ان کی خطاؤں سے آپ کے دل پر ایک ابر چھا جاتا اور آپ اپنی امت کے لیے استغفار کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ امت کی مصلحتوں میں غور و فکر کرتے اور امت کی آپس کی لڑائیوں پر مطلع ہوتے تو آپ اس پر استغفار کرتے تھے' ہر چند کہ امت کی مصلحت کی کوشش کرنا بھی بہت عظیم عبادت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقام تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرنا اور اس کی صفات کا مطالعہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے منقطع ہو کر صرف اس کی ذات میں مستغرق ہونا ہے۔ اس لیے آپ اپنے اس بلند مقام کے اعتبار سے اس کو کم درجہ خیال فرما کر اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو استغفار کرنے کا حکم دیا ہے آپ اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے اور تواضع اور اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار کا اظہار کرنے کے لیے اور اللہ کی بارگاہ میں دائماً عجز کرنے کے لیے اور اس کی نعمتوں کا کماحقہ شکر ادا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔

علامہ محاسبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اور اس کے جلال سے خوف زدہ رہتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی ڈر اور خوف کی حالت میں ان کے دلوں پر ابر چھا جاتا ہو اور آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کی عظمت کے خیال سے استغفار کرتے ہوں

marfat.com
Marfat.com

صورت میں نہیں آسکتا تو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں بہ طریق اولیٰ نہ آسکے' حالانکہ بہ کثرت لوگوں کے خواب میں وہ لعین اللہ تعالیٰ کی صورت میں آیا اور اس نے ان کو یہ بتایا کہ وہ حق تعالیٰ ہے تاکہ وہ ان کو گمراہ کر سکے اور ان لوگوں نے اس کا کلام سن کر یہ گمان کیا کہ ان سے اللہ عزوجل ہم کلام ہو رہا ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ہر صاحب عقل کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صورت معینہ معلومہ نہیں ہے کہ اگر کوئی اس صورت میں آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا اشتباہ ہو' اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں آیا دیکھنا جائز ہے' خواہ وہ کسی صورت میں نظر آئے' کیونکہ خواب میں جو صورت نظر آئے گی وہ اللہ تعالیٰ کی غیر ہے' اس کی کوئی صورت نہیں ہے' اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی معین اور معلوم صورتیں ہیں جو اشتباہ اور التباس کی موجب ہیں۔

(۳) یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کو نبی کی کرسی پر بٹھا دے اور وہ اس کرسی پر بیٹھ کر مسلمانوں پر مسلط ہو جائے اور ان پر اپنے احکام جاری کرتا رہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ○ اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں پر غلبہ کی کوئی صورت ہرگز نہیں بنائے گا ○ (النساء: ۱۴۱)

(۴) وہ انگوٹھی نورانی تھی' پس کیسے ممکن ہے کہ وہ شیطان کے ظلماتی ہاتھوں میں رہے' جب کہ یہ ثابت ہے کہ نور شیطان کو جلا دیتا ہے' جیسا کہ شہاب ثاقب مارنے سے شیطان جل جاتا ہے۔

(۵) اس اسرائیلی روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے تھی اور شیطان نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی تھی تو پھر وہ شیطان اس انگوٹھی کے بغیر چالیس دن تک کیسے حکومت کرتا رہا۔

(روح البیان ج ۸ ص ۳۹-۷۵، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اسرائیلی روایات کا رد علامہ آلوسی سے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسی نے کہا ہے کہ اس مقالہ کو بے دین یہودیوں نے گھڑ لیا ہے اور کسی صاحب عقل کے لیے اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نبی کی صورت میں آجائے حتیٰ کہ لوگ اس کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ یہ نبی ہے اور اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو کسی نبی پر اعتماد نہ ہوتا اور سب سے قبیح بات یہ ہے کہ ان روایات میں مذکور ہے کہ شیطان نے نبی کی ازواج سے حالت حیض میں مباشرت کی' اللہ اکبر! یہ بہتان عظیم ہے اور اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے' نیز خواص اور عوام میں یہ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے تھی اور یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک عطا کیا تھا اس کی عطا ایک انگوٹھی کے ساتھ مربوط تھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عطا اس انگوٹھی کے ساتھ مربوط ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کا قرآن مجید میں ضرور ذکر فرماتا۔

اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سخت بیمار ہو گئے تھے اور وہ جس حال میں اس تخت پر پڑے ہوئے تھے اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ ایک بے روح جسم تخت پر پڑا ہوا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ صحت اور توانائی عطا فرما دی۔

(روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۹۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں نے اس آیت کی تفسیر میں زیادہ دلائل اور حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دامن عصمت اچھی طرح بے غبار ہو جائے' اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے فیوضات کو میری طرف

marfat.com
Marfat.com

پھٹ گئے' حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام) کی مغفرت فرمادی ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۵۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہونے کے باوجود ہر روز سو مرتبہ توبہ کرتے تھے تاکہ آپ کے امتی بھی آپ کی اتباع کریں' کیونکہ جن کی مغفرت متحقق ہے جب وہ اس قدر توبہ کر رہے ہیں تو جن کو اپنی مغفرت میں شک ہے ان کو کس قدر زیادہ توبہ کرنی چاہیے۔

توبہ کرنے کی کئی اقسام ہیں' عوام اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص اپنی غفلتوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص الخواص اس سے توبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی نیک کام یا جائز فعل میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے مشاہدہ اور اس کی صفات کے مطالعہ سے اعراض کرتے ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دن میں سو بار توبہ کرتے تھے وہ اسی قسم کی توبہ تھی۔

(المفہم ج ۷ ص ۲۸۔ ۲۶' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ' علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ' اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی عبارات کو نقل کیا ہے۔

(شرح مسلم للنواوی ج ۱۱ ص ۶۷۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' اکمال المعلم و مکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دعا میں اخروی مطالب کو دنیاوی مطالب پر مقدم رکھنا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے اپنے لیے مغفرت کی دعا کی اور پھر یہ دعا کی: ''اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا میں یہ دلیل ہے کہ دنیاوی مقاصد اور مطالب پر اخروی مطالب اور مقاصد کو مقدم رکھنا چاہیے' کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے اپنے لیے مغفرت کی دعا کی اور پھر اپنے لیے سلطنت کی دعا کی' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہے' حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اپنی امت کو یہ تلقین کی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح: ۱۲۔ ۱۰)

اپنے رب سے مغفرت طلب کرو' بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے ○ وہ تمہارے اوپر موسلا دھار بارش بھیجے گا ○ اور تمہارے اموال اور اولاد میں خوب اضافہ کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنا دے گا اور تمہارے لیے دریا نکال دے گا ○

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ دعا کرنا کہ ان کو ایسی سلطنت دی جائے جو دوسروں کو نہ ملے' آیا یہ قول حسد کو مستلزم ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا: ''اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو'' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ چاہنا کہ جو نعمت ان کو ملے وہ اور کسی کو نہ ملے' حسد کی خبر دے رہا ہے اور حسد کرنا تو مذموم صفت ہے' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

marfat.com
Marfat.com

اور یہ اعتقاد نہ کیا جائے کہ آپ کا استغفار اس ابر کی وجہ سے تھا بلکہ ابر اور وجہ سے ہے اور استغفار اور وجہ سے ہے اور یہ استغفار اس ابر کے ساتھ مربوط نہیں ہے' جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو' کیونکہ میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں اور ہر چند کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام) کی مغفرت کر دی گئی ہے' اس کے باوجود آپ کا استغفار کرنا اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے اور اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ میں معصوم اور مغفور ہونے کے باوجود اس سے استغفار کرتا ہوں اور بعض علماء نے کہا: اس ابر سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات پاک اور صاف دلوں میں بھی غفلت اور بعض دنیاوی مباح چیزوں کی طرف رغبت کی وجہ سے انوار الہیہ پر حجاب چھا جاتے ہیں سو آپ اس حجاب کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۱۹۸۔ ۱۹۰ مطبوعہ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

ایک دن میں ایک سو بار توبہ کرنے کی توجیہ اور توبہ کی اقسام

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غین کا لفظ ہے اور غین کا معنی ہے ڈھانپنا' بادل کو بھی غین اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آسمان کو ڈھانپ لیتا ہے اور کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ گناہوں کے اثر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر زنگ چڑھ گیا تھا جس نے آپ کے قلب کے انوار کو ڈھانپ لیا تھا' کیونکہ جن کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا صدور جائز ہے وہ بھی اس کے قائل نہیں ہیں کہ صغائر کے صدور سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ایسے حجاب آ جاتے ہیں جیسے عام گناہ گاروں کے قلوب پر حجاب آ جاتے ہیں' بلکہ وہ مغفور اور مکرم ہیں اور ان سے کسی چیز کا مواخذہ نہیں ہوگا' پس اس سے معلوم ہوا کہ غین (ابر یا حجاب) گناہ کے سبب سے نہیں ہے' پھر اس غین کے سبب میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) آپ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات کسی مشغولیت یا کسی اور سبب سے وہ ذکر نہیں کر سکتے تھے تو اس وجہ سے آپ کے دل پر حجاب آ جاتا تھا اور آپ اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۲) آپ امت کے احوال پر مطلع ہوتے اور آپ کے بعد امت جن حالات سے گزرے گی اس پر آپ استغفار کرتے تھے۔

(۳) آپ امت کی اصلاح کے لیے جن کاموں میں مشغول ہوتے تھے' یا جہاد میں مصروف ہوتے تھے' اگرچہ یہ امور بھی عظیم عبادات ہیں تاہم آپ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے' اس سے ایک درجہ کم ہیں' اس لیے آپ کے قلب پر حجاب آ جاتا تھا اور آپ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴) آپ اپنے احوال میں دائماً ترقی کرتے رہتے تھے' جب آپ ایک مقام سے ترقی کر کے اس سے بلند مقام پر پہنچتے تو پہلے مقام کو نئے اور بلند مقام کی بہ نسبت ناقص قرار دیتے اور اللہ تعالیٰ سے اس پر مغفرت کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ایک سو بار توبہ کرتے تھے' اس میں توبہ کے دوام پر دلیل ہے اور انسان جب بھی اپنے گناہ کو یاد کرے تو نئی توبہ کرے' کیونکہ اس نے گناہ تو یقینی طور پر کیا ہے اور گناہ کی سزا سے نکلنا مشکوک ہے' اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ توبہ کرتا رہے' حتیٰ کہ اس کے گناہ کا معاف ہونا یقینی ہو جائے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خوف کو لازم رکھیں اور اپنے افعال پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہیں اور یہ عزم رکھیں کہ ہم دوبارہ اس گناہ کو نہیں کریں گے اور اس گناہ کا تدارک اور اس کی تلافی کریں اور اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ہمارا وہ گناہ معاف ہو چکا ہے تو ہم پر واجب ہے کہ پھر بھی اس کا شکر ادا کرتے رہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر

marfat.com
Marfat.com

کی عبادت میں کیوں مشغول اور منہمک رہتے' پس دنیا کچھ نہیں ہے' اصل چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الرسل ہونا

اس جگہ ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا: ''اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' آیا اس عموم میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں یا نہیں' اگر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عموم میں شامل ہیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمت عطا فرمائی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں فرمائی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے کے خلاف ہے' آپ کے افضل الرسل ہونے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں ہے اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں ہے اور اس دن آدم اور ان کے ماسوا جتنے نبی ہوں گے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور جب زمین پھٹے گی تو سب سے پہلے میں زمین سے نکلوں گا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۵-۳۱۴۸' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۱۰۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے فضائل بیان کر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں سنیں اور تمہارے تعجب کو سنا' بے شک ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں اور موسیٰ نجی اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور وہ اسی طرح ہیں' سنو! میں حبیب اللہ ہوں اور فخر نہیں ہے' قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا میں ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ میرے لیے کھولے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور فخر نہیں ہے اور میں اکرم الاولین والآخرین ہوں اور فخر نہیں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں ہے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور فخر نہیں ہے۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۵۰)

ہواؤں اور جنات پر تصرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو سلطنت دی گئی تھی اور جس سلطنت کے متعلق انہوں نے دعا کی تھی کہ اس میں ان کا کوئی شریک نہ ہو وہ ان کی ہوا اور جنات پر حکومت تھی' جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ (ص: ۳۷-۳۶)

سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی سے چلتی تھی ۝ اور قوی جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا' ہر معمار اور غوطہ خور کو ۝

ہوا اور جنات دونوں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

marfat.com
Marfat.com

(۱) اس آیت میں ملک سے مراد ہے قدرت اور اس آیت کا معنیٰ ہے: مجھے ان چیزوں پر قدرت عطا فرما جن پر اور کوئی قادر نہ ہو' تا کہ ان چیزوں پر قدرت میرا معجزہ ہو جائے اور وہ میری نبوت اور رسالت کی صحت پر دلیل ہو جائے' کیونکہ معجزہ کی یہی تعریف ہے کہ نبی ایسا کام کر کے دکھائے جس پر اس زمانہ میں کوئی دوسرا قادر نہ ہو اور وہ چیلنج کرے کہ یہ ہے کہ میرے نبی ہونے کی یہ دلیل ہے' اگر تم مجھے نبی نہیں مانتے تو تم بھی ایسا کام کر کے دکھاؤ' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو اژدھا بنا کر پیش کیا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا تھا اور اس معنیٰ پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ○ (ص: ۳۶)

سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی سے چلتی تھی ○

پس ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلنا ان کی زبردست قدرت تھی اور ان کی عظیم سلطنت تھی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ان کا معجزہ تھا اور ان کی نبوت پر نہایت مضبوط اور مستحکم دلیل تھی' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا: "اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو" اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مجھے ایسی چیز پر قدرت عطا فرما جس کے معارضہ کرنے پر کوئی اور قادر نہ ہو اور اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۲) جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیمار ہوئے پھر اس کے بعد صحت مند ہو گئے تو انہوں نے جان لیا کہ دنیا کی نعمتیں دوسروں کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں' خواہ وراثت سے خواہ کسی اور سبب سے' اس لیے انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے ایسی نعمت عطا فرما جو مجھ سے منتقل نہ ہو سکے' سو اس دعا کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ نعمت کسی دوسرے کو نہ ملے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ وہ نعمت ان سے زائل نہ ہو۔

(۳) دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونا مطلوب ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: دنیا کی پسندیدہ چیزوں پر قدرت کے باوجود ان سے آخرت کی طرف منتقل ہونا' یا دنیا کی پسندیدہ چیزوں پر قدرت نہ ہو اور پھر ان کو چھوڑ کر آخرت کی طرف منتقل ہونا اور ظاہر ہے ان میں افضل پہلی قسم ہے' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو تمام انسانوں کی سلطنت سے فزوں تر ہو اور کسی کے پاس ایسی سلطنت نہ ہو' حتیٰ کہ میں اس پر قدرت کے باوجود اس سے احتراز کر کے آخرت کی طرف راغب ہوں تا کہ میرا ثواب زیادہ کامل اور زیادہ افضل ہو۔

(۴) عبادت کی بھی دو قسمیں ہیں' ایک یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی نعمت میسر نہ ہو اور دنیا کی طرف راغب کرنے والی کوئی چیز اس کو حاصل نہ ہو اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کو انتہائی مرغوب اور لذیذ چیزیں حاصل ہوں اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ظاہر ہے کہ عبادت کا یہ دوسرا مرتبہ زیادہ افضل اور زیادہ کامل ہے' اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ ان کو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں سے بڑی اور عظیم سلطنت عطا فرمائے اور پھر وہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تا کہ ان کی عبادت زیادہ افضل اور زیادہ کامل ہو۔

(۵) جو آدمی دنیا پر قادر نہیں ہوتا اس کا دل دنیا کی نعمتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اصل نعمت تو دنیا ہی ہے۔ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! مجھے دنیا کی عظیم سلطنت عطا فرما' ایسی عظیم سلطنت جو اور کسی کے پاس نہ ہو' پھر جب میں اتنی عظیم سلطنت کے باوجود تیری اطاعت اور عبادت کروں گا۔ تب ارباب عقل پر یہ منکشف ہوگا کہ دنیا مقصود نہیں ہے' ورنہ اتنی عظیم سلطنت رکھنے کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس

marfat.com
Marfat.com

سے چلتی تھی O اور قوی جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا' ہر معمار اور غوطہ خور کو O اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے رہتے تھے O یہ ہمارا عطیہ ہے' آپ (جس کو چاہیں) بہ طور احسان عطا کریں یا (جس سے چاہیں) روک لیں' آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا O اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O (صٓ: ۴۰-۳۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو ہوائیں مسخر کی گئی تھیں وہ نرم اور ملائم تھیں یا تند و تیز؟

صٓ: ۳۶ میں ''رخاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے نرمی اور ملائمت' یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو جب کسی جگہ جانے کا حکم دیتے تھے تو وہ بہت نرمی اور آسانی سے چلتی ہوئی ان کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بہت تیز ہوا کو مسخر کر دیا تھا تھا۔ وہ آیت یہ ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (الانبیاء: ۸۱)

ہم نے سلیمان کے لیے تیز اور تند ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے حکم کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔

اور اس طرح ان دونوں آیتوں میں بہ ظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جس ہوا کو نرمی اور ملائمت سے مسخر کیا ہوا تھا وہ قوت اور طاقت میں تند اور تیز ہوا کے برابر تھی' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی منشاء کے مطابق کبھی وہ ہوا نرمی اور ملائمت سے چلتی تھی اور کبھی تیزی اور تندی سے چلتی تھی۔

جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیے گئے تھے ان کے مختلف النوع فرائض

صٓ: ۳۷ میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے قوی جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا' ان میں سے بعض حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق قلعے اور اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے اور بعض ان کے حکم کے مطابق سمندر میں غوطے لگاتے تھے۔

قلعے اور اونچی اونچی عمارتیں بنانے کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (سباء: ۱۳)

سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ جنات ان کے لیے بنا دیتے تھے' قلعے' مجسمے' حوضوں کے برابر لگن (ٹب) اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں۔

اور غوطہ لگانے والے جنات کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ O (الانبیاء: ۸۲)

اور بعض شیاطین سلیمان کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت کام کرتے تھے اور ہم ہی ان کے محافظ تھے O

وہ جنات سمندر میں غوطہ لگا کر موتی' جواہر اور دوسری ایسی چیزیں نکال کر لاتے تھے جو زیورات میں کام آتی ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کے لیے ایسے جنات بھی مسخر کر دیئے تھے جو اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے اور ایسے جنات بھی مسخر کیے تھے جو سمندر میں غوطے لگاتے تھے اور دوسری قسم کے ایسے جنات بھی مسخر کیے تھے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یعنی وہ بہت سرکش جن تھے' جن کو لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جکڑ کے رکھا ہوا تھا تاکہ ان کو شر اور فساد سے روکا جا سکے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیموں کو حلال کر دیا گیا ہے اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلۂ تیمم اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ: ۵٦۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں اور تمام مخلوق میں ہوا اور جنات بھی شامل ہیں۔ پس ہوا اور جنات بھی آپ کی امت ہیں اور رسول اپنی امت پر غالب اور متصرف ہوتا ہے' سو اس سے لازم آیا کہ جنات اور ہوائیں بھی آپ کے زیر تصرف ہیں اور جنات پر آپ کے تصرف کی واضح دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گذشتہ شب ایک بہت بڑا جن مجھ پر حملہ آور ہوا' تا کہ وہ میری نماز کو فاسد کر دے' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' سو میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں' حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھو تو تم سب اس کی طرف دیکھ رہے ہو' پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: "اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' پھر آپ نے اس کو دھتکارا ہوا چھوڑ دیا۔(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴٦۱' صحیح مسلم رقم الحدیث ۵۴۱)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبیث جن پر غلبہ اور تصرف حاصل تھا' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان کی دعا کی رعایت کرتے ہوئے اپنے اس غلبہ اور تصرف کو ظاہر نہیں فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں جو یہ کہا ہے کہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' اس کے عموم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں اور تمام مخلوق کے رسول ہیں' خود حضرت سلیمان علیہ السلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہ منزلہ امتی اور مقتدی ہیں اور ایک امتی کے لیے کب زیبا ہے کہ وہ اپنے نبی سے فائق ہونے کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ضرور قبول فرمائی اور آپ کو ہواؤں اور جنات پر تصرف عطا فرمایا' لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان کو ایک نعمت عطا فرماتا اور اپنے محبوب کو اس نعمت سے محروم رکھتا' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ نعمت عطا فرمائی جبھی تو آپ نے اس حملہ آور جن کو ناکام اور نامراد لوٹا دیا اور اگر آپ چاہتے تو اس کو مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیتے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات شیطان کو دیکھا اور چونکہ شیطان ایک جسم ہے' اس لیے آپ کو اس پر قدرت دی گئی' کیونکہ تمام جسموں پر قدرت ممکن ہے۔ لیکن آپ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو چیز دی گئی ہے اس کو ان کے ساتھ مخصوص رکھا جائے' اس لیے ہر چند کہ آپ اس کو گرفتار کرنے پر قادر تھے آپ نے اس کو گرفتار نہیں کیا' کیونکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس نعمت کے ساتھ انفراد قائم رہے اور آپ اس پر حریص تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا برقرار رہے۔(شرح البخاری لابن بطال ج ۲ ص ۱۰۹' مکتبۃ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴٦' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی

marfat.com
Marfat.com

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ

اور ہمارے (خاص) بندے ایوب کو یاد کیجئے' جب انہوں نے اپنے رب سے ندا کی کہ بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت

بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ

اور درد پہنچایا ہے O (ہم نے انہیں حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مارو' یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے

وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ

اور پینے کا O اور ہم نے انہیں ان کے گھر والے عطا فرما دیئے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ' ہماری طرف سے

ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا

رحمت اور عقل والوں کی نصیحت کے لیے O اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ

تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ

توڑیں' بے شک ہم نے ان کو صابر پایا' وہ کیا خوب بندے ہیں' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O اور ہمارے

عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾

(دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے' ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو قوت والے اور بصیرت والے ہیں O

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ ۚ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ

ہم نے ان کو خالص آخرت کی یاد کے ساتھ چن لیا تھا O بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے

الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ ۭ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ

اور نیک ترین ہیں O اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجئے

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ ۭ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ

اور یہ سب نیک ترین ہیں O یہ (قرآن) نصیحت ہے اور بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور اچھا ٹھکانا

مَاٰبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا

ہے O (وہ) دائمی جنتیں ہیں' جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں O وہ ان میں تکیے لگائے

marfat.com
Marfat.com

جن جنات کو زنجیروں سے جکڑا گیا ان کی جسامت پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان دو آیتوں میں جن جنات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت سخت کام کر لیتے تھے' اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے' سمندر میں غوطے لگاتے تھے اور بعض کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا تھا' ان جنات کے جسم کثیف تھے یا لطیف تھے۔ اگر ان کے اجسام کثیف تھے تو ہم کو نظر آنے چاہیے تھے۔ کیونکہ جسم کثیف کو انسان کی آنکھ دیکھ لیتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کثافت کے باوجود نظر نہیں آتے تھے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور جنگلات ہوں اور ہمیں نظر نہ آ رہے ہوں تو جس طرح یہ صحیح نہیں ہے اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ہمارے سامنے جنات جسم کثیف میں موجود ہوں اور ہمیں نظر نہ آ رہے ہوں اور اگر یہ کہا جائے کہ ان جنات کا جسم لطیف ہے اور لطافت سختی کے منافی ہے تو پھر یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ وہ جنات قوت شدیدہ کے حامل ہیں اور وہ ان کاموں کو کر گزرتے ہیں جن پر عام بشر اور انسان قادر نہیں ہوتے' کیونکہ جسم لطیف کا قوام بہت ضعیف ہوتا ہے اور معمولی سی مزاحمت کے بعد اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں' لہٰذا وہ ثقیل اشیاء کو اٹھانے اور سخت کاموں کے کرنے پر قادر نہیں ہوگا' نیز جب ان جنات کا جسم لطیف ہوگا تو پھر ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان جنات کے اجسام لطیف ہیں لیکن لطافت' صلابت اور سختی کے منافی نہیں ہے' پس چونکہ وہ اجسام لطیف ہیں اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے اور چونکہ ان میں صلابت اور سختی ہے اس لیے ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا ممکن ہے' اسی طرح ان کا بھاری چیزوں کو اٹھانا اور سخت اور دشوار کاموں کو کرنا بھی ممکن ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ سخت اور تیز آندھی بڑے بڑے تناور درختوں کو جڑ سے اٹھا کر پھینک دیتی ہے اور مضبوط بجلی کے کھمبوں کو گرا دیتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان جنات کے اجسام کثیف ہوں اور وہ سخت اور دشوار کاموں پر قادر ہوں اور ان کو طوق اور زنجیروں کے ساتھ جکڑنا بھی ممکن ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں وہ لوگوں کو دکھائی دیتے ہوں اور ہمارے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی وجہ سے ان کا دکھائی دینا ممتنع کر دیا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی واخروی قرب

صٓ: ۳۹ میں فرمایا: ''یہ ہمارا عطیہ ہے آپ (جس کو چاہیں) بہ طور احسان عطا کریں' یا (جس سے چاہیں) روک لیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا O''

یعنی ہم نے آپ کے لیے ہواؤں کو اور جنات کو مسخر کر دیا ہے اور آپ کو ملک عظیم عطا کیا ہے' یہ خاص ہمارا عطیہ ہے کوئی اور اس کے دینے پر قادر نہیں ہے' آپ ان میں سے جو چیز جس کو چاہیں عطا کر دیں اور جس سے چاہیں روک لیں' آپ کے لیے دونوں امر مباح ہیں اور آپ سے آپ کے تصرفات کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کہ آپ نے فلاں کو کیوں عطا کیا اور فلاں کو کیوں عطا نہیں کیا۔

صٓ: ۴۰ میں فرمایا: ''اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O''

یعنی اس کے باوجود کہ ان کو دنیا میں عظیم ملک عطا کیا گیا وہ آخرت میں ضرور ہمارے مقرب ہوں گے اور دنیا میں ان کو جو عظیم ملک عطا کیا گیا تھا اس کی وجہ سے ان کے قرب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور ان کا بہترین ٹھکانا ہوگا یعنی جنت۔

marfat.com
Marfat.com

۴۴ ع ۱۳

النّار (۴۴)

ضرور برحق ہے O

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمارے (خاص) بندے ایوب کو یاد کیجئے' جب انہوں نے اپنے رب سے ندا کی کہ بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے O (ہم نے انہیں حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مارو' یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا O اور ہم نے انہیں ان کے گھر والے عطا فرما دیئے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ' ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کی نصیحت کے لیے O اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کی ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں' بے شک ہم نے ان کو صابر پایا' وہ کیا خوب بندے ہیں' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں O (ص: ۴۴-۴۱)

حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا

علماء التفسیر اور علماء التاریخ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب بہت مال دار شخص تھے' ان کے پاس ہر قسم کا مال تھا' مویشی اور غلام تھے اور زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی بہت تھی' پھر ان کے پاس سے یہ تمام نعمتیں جاتی رہیں اور ان کے دل اور زبان کے سوا ان کے جسم کا کوئی عضو سلامت نہ رہا جن سے وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے تھے اور وہ ان تمام مصائب میں صابر تھے اور ثواب کی نیت سے صبح و شام اور دن اور رات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ان کے مرض نے بہت طول کھینچا' حتیٰ کہ ان کے دوست اور احباب ان سے اُکتا گئے' ان کو اس شہر سے نکال دیا گیا اور کچرے اور کوڑے کی جگہ ڈال دیا گیا' ان کی بیوی کے سوا ان کی دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ تھا' ان کی بیوی لوگوں کے گھروں میں کام کرتی اور اس سے جو اُجرت ملتی اس سے اپنی اور حضرت ایوب کی ضروریات کو پورا کرتی۔

وہب بن منبہ اور دیگر علماء بنی اسرائیل نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور ان کے مال اور اولاد کی ہلاکت کے متعلق بہت طویل قصہ بیان کیا ہے۔ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو چیچک ہوئی تھی' ان کی بیماری کی مدت میں کئی اقوال ہیں' وہب بن منبہ نے کہا: وہ مکمل تین سال تک بیماری میں مبتلا رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ سات سال اور کچھ ماہ بیماری میں مبتلا رہے' ان کو بنی اسرائیل کے گھورے (کچرا ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا گیا تھا اور ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بیماری کو دُور کر دیا اور ان کو صحت اور عافیت عطا فرمائی۔ حمید نے کہا: وہ اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا رہے' ان کے سارے جسم سے گوشت گل کر گر گیا تھا اور جسم پر صرف ہڈیاں اور گوشت باقی رہ گیا تھا' ایک دن ان کی بیوی نے کہا: اے ایوب! آپ کی بیماری بہت طول پکڑ گئی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو صحت اور عافیت عطا فرمائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ستر سال صحت اور عافیت کے ساتھ رہا ہوں' حق تو یہ ہے کہ میں اب ستر سال صبر کروں۔ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص ۳۰۹-۳۰۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے حضرت ایوب کی بیماری کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

زبان اور دل کے علاوہ حضرت ایوب کے تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے' ان کا دل اللہ کی مدد سے غنی تھا اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھا لیا حتیٰ کہ ان کی صرف پسلیاں اور رگیں باقی رہ گئیں تھیں' پھر کیڑوں کے

marfat.com
Marfat.com

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ

ہوئے ہوں گے وہ ان میں بکثرت پھلوں اور مشروبات کو طلب کریں گے O اور ان کے پاس نیچی

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ الثلثة

نظر والی ہم عمر حوریں ہوں گیO یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روزِ حساب کے لیے وعدہ کیا گیا تھاO بے شک

هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ

یہ ضرور ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا O یہ (مؤمنین کی جزاء ہے) اور بے شک سرکشوں کا ضرور

لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ

بُرا ٹھکانہ ہےO (یعنی) جہنم، جس میں وہ داخل ہوں گے، کیا ہی بُرا بچھونا ہےO یہ ہے، پس وہ کھولتے ہوئے پانی

حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

اور پیپ کو چکھیںO اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہےO (وہ دیگر دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے) یہ ایک اور گروہ ہے

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا

جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے، ان کو خوش آمدید نہ ہو، بے شک یہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیںO (آنے والے کہیں گے:)

بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لیے خوش آمدید نہیں ہے، تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لیے پیش کیا ہے، سو وہ کیسی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہےO وہ

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى

کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لیے اس عذاب کو مہیا کیا ہے اس کے عذاب کو دوزخ میں دگنا کر کے زیادہ کر دےO

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ

دوزخی کہیں گے: کیا سبب ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جنہیں ہم (دنیا میں) بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھےO کیا ہم نے ان کا

زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ

ناحق مذاق اڑایا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئیں ہیں O بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا

marfat.com
Marfat.com

کھلیان سے باہر گرنے لگا اور دوسرا بادل جَو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے بھر دیا حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔
(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۹۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳۵۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷۵۔۳۷۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۶۱۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۸۲۔۵۸۱' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام بزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۸)

بعض مفسرین کا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو شیطان کی تاثیر قرار دینا

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ ندا کی کہ بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے۔ ان کا جو مال و متاع ضائع ہو گیا تھا اس سے ان کو رنج پہنچا تھا اور ان کے جسم میں جو بیماری پیدا ہو گئی تھی اس سے ان کو درد ہو گیا تھا۔ ص: ۴۱ میں اس رنج اور درد پہنچانے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے اور اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ شیطان کی طرف یہ نسبت حقیقتاً ہے یا مجازاً ہے۔ بعض مفسرین نے کہا: شیطان کی طرف یہ نسبت حقیقتاً ہے اور وہ اس سلسلہ میں یہ روایت بیان کرتے ہیں:

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ایک دن ابلیس نے اپنے رب سے یہ کہا کہ کیا تیرے بندوں میں کوئی ایسا بندہ ہے کہ اگر تو مجھ کو اس پر مسلط کر دے تو وہ پھر بھی میرے فریب میں نہیں آئے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! میرا بندہ ایوب ہے' ابلیس آ کر حضرت ایوب کو وسوسے ڈالنے لگا' حضرت ایوب اس کو دیکھ رہے تھے' لیکن آپ نے اس کی طرف بالکل التفات نہیں کیا' تب ابلیس نے کہا: اے رب! وہ میری طرف بالکل التفات نہیں کر رہے' تو اب مجھے ان کے مال پر مسلط کر دے' پھر ابلیس آ کر حضرت ایوب سے کہتا کہ تمہارا فلاں فلاں مال ہلاک ہو گیا' حضرت ایوب علیہ السلام اس کے جواب میں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی وہ مال دیا تھا' اسی نے ہی وہ مال لے لیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے' پھر ابلیس نے کہا: اے رب! ایوب کو اپنے مال کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو مجھے اس کی اولاد پر مسلط کر دے' پھر وہ آیا اور اس نے ان کے گھر کو منہدم کر دیا اور ان کی تمام اولاد ہلاک ہو گئی' ابلیس نے آ کر حضرت ایوب کو ان کی اولاد کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو حضرت ایوب نے اس خبر پر کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا' تب ابلیس نے کہا: اے میرے رب! ایوب کو اپنے مال کی پرواہ ہے نہ اپنی اولاد کی' سو تو مجھے ان کے جسم پر مسلط کر دے' اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی' اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی کھال میں پھونک ماری تو ان کے جسم میں بہت سخت بیماریاں پیدا ہو گئیں اور بہت سخت درد ہو گیا اور وہ کئی سال ان بیماریوں میں مبتلا رہے' حتیٰ کہ ان کے شہر کے لوگ ان سے نفرت کرنے لگے اور وہ جنگل میں چلے گئے' ان کے قریب کوئی نہیں جاتا تھا' پس ایک دن شیطان ان کی بیوی کے پاس گیا اور کہا: اگر آپ کا خاوند مجھ سے مدد طلب کرے تو میں اس کو اس تکلیف سے نجات دے دوں گا' ان کی بیوی نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے ان کو شفا دے دی تو وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: بے شک مجھے شیطان نے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے پیر کے نیچے سے ایک ٹھنڈا اور پاکیزہ چشمہ پیدا کر دیا' انہوں نے اس میں غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام ظاہری اور باطنی تکلیفوں کو دور فرما دیا اور ان کے اموال اور ان کی اولاد کو بھی ان پر واپس کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۳۶۰' ملخصاً)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اور علامہ علی بن محمد خازن المتوفی ۷۲۵ھ نے بھی اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۰۴' تفسیر الخازن ج ۴ ص ۲۴۴)

marfat.com

Marfat.com

کھانے کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہا' پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھانے لگے' دو کیڑے باقی رہ گئے تھے' انہوں نے بھوک کی شدت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور ایک کیڑا دوسرے کو کھا گیا' پھر ایک کیڑا ان کے دل کی طرف بڑھا تا کہ اس میں سوراخ کرے' تب حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا کی: بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کا واقعہ حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن کثیر دونوں نے بنی اسرائیل کے علماء سے نقل کیا ہے اور ان کی اتباع میں مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ واقعہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ایسے حال میں مبتلا نہیں کرتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو اور وہ ان سے گھن کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ○ یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں ○

(ص: ۴۷)

حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں۔ حدیث صحیح مرفوع میں بھی اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مر جانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے۔ علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے۔ اب ہم اس سلسلہ میں حدیث صحیح مرفوع کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' ان کے بھائیوں میں سے دو شخصوں کے سوا سب لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اور لوگ ہوں۔ وہ دونوں روز صبح و شام ان کے پاس آتے تھے۔ ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ ایوب نے کوئی ایسا بہت بڑا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا: کیونکہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں فرمایا حتیٰ کہ اس سے اس کی بیماری کو دُور فرما دیتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے' میں اپنے گھر گیا تا کہ ان کی طرف سے کفارہ ادا کروں' کیونکہ مجھے یہ ناپسند تھا کہ حق بات کے سوا اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی ضروریات کے لیے جاتے تھے اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آتی۔ ایک دن ان کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ○ (زمین پر) اپنی ایڑی ماریے یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے ○

(ص: ۴۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری بیماری کو اس پانی میں نہانے سے دُور کر دیا (اور پانی پینے سے ان میں طاقت آ گئی) اور وہ پہلے سے بہت صحت مند اور حسین ہو گئے۔ ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا: اے شخص! اللہ تمہیں برکت دے' کیا تم نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو بیمار تھے' اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے' ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جَو کا کھلیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے' ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا

marfat.com

Marfat.com

اس بیماری کے پیدا کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کر دی' حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے' تمام افعال خواہ نیک ہوں یا بد ایمان ہو یا کفر' اطاعت ہو یا معصیت' ان سب افعال کا خالق اللہ عزوجل ہے اور ان افعال کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' لیکن ذکر اور کلام میں اس کی طرف شر کی نسبت نہیں کی جاتی' اگرچہ شر کو بھی اس نے ہی پیدا کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ادب اور اس کی تعظیم کا یہی تقاضا ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو دعائے قنوت کی تعلیم دی اس میں یہ جملہ ہے:

والخیر فی یدیک والشر لیس الیک. اور ہر خیر تیرے قبضہ میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۶۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۹۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۵۴)

اسی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ (الشعراء: ۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے ۝

بیماری کی نسبت اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی اور اسی طریقہ کے مطابق حضرت یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ. (الکہف: ۶۳) مجھے (مچھلی کا واقعہ بتانے کو) صرف شیطان نے بھلایا تھا۔

اور اسی طریقہ کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام نے بہ طور ادب ایک بار بیماری کی نسبت اپنی طرف کر کے کہا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ. اور ایوب کی اس حالت کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا' بے شک مجھے بیماری پہنچ گئی ہے۔ (الانبیاء: ۸۳)

اور دوسری بار بیماری لگنے کی نسبت شیطان کی طرف کی:

اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝ بے شک شیطان نے مجھے اذیت اور درد کے ساتھ مس کیا ہے (یعنی یہ تکلیف پہنچائی ہے) ۝ (ص: ۴۱)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیماری کے متعلق کوئی حرف ثابت نہیں ہے' اس سلسلہ میں صرف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ایوب برہنہ غسل کر رہے تھے ان کے اوپر سونے کی ایک ٹڈی گر پڑی' حضرت ایوب اس کو کپڑے سے پکڑنے لگے تو ان کو ان کے رب نے ندا کی: اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس سے غنی نہیں کر دیا' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۴۴' عالم الکتب)

قرآن اور سنت میں اس کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق اور کوئی ذکر نہیں ہے' پھر ان لوگوں کے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے ان کو یہ معلوم ہوا کہ ابلیس نے حضرت ایوب کے بدن میں پھونک مار کر ان کو بیمار کر دیا تھا' جس سے ان کے پھنسیاں نکل آئی تھیں اور وہ زخم خراب ہو گئے تھے اور ان میں کیڑے پڑ گئے تھے اور کس کی زبان سے انہوں نے یہ روایات سنی ہیں' سو یہ اسرائیلی روایات ہیں جن کو علماء نے چھوڑا ہوا ہے' تم اپنے کانوں کو ان کے سننے سے بند کر لو' ان سے تمہارے دل و دماغ میں سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

محققین کے نزدیک شیطان کو کسی انسان کے جسم پر تسلط اور تصرف حاصل نہیں ہے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

شیطان کو کسی انسان کے جسم میں مرض اور درد پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں ہے اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر شیطان کو انسان کے جسم میں صحت اور بیماری پیدا کرنے پر قدرت ہو تو پھر اس کو انسان کی موت اور حیات پر بھی قدرت ہوگی' تو پھر ہمارے لیے یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا کہ تمام نعمتوں اور سعادتوں اور تمام خیرات اور سعادات کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) اگر شیطان کو اس پر قدرت ہوتو اس نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے اور ان کی اولاد کو ہلاک کرنے اور ان کے گھروں کو تباہ کرنے کا اقدام کیوں نہیں کیا؟

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ شیطان قیامت کے دن لوگوں سے یہ کہے گا:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ. (ابراہیم:۲۲)

اور مجھے تم پر اس کے سوا اور کوئی تصرف حاصل نہ تھا کہ میں نے تم کو (گناہ کی طرف) بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

شیطان نے اپنے اس قول میں یہ تصریح کر دی ہے کہ اس کو انسان پر صرف بُرائی کی طرف راغب کرنے کی اور گناہوں کا وسوسہ ڈالنے کی قدرت حاصل ہے اور ان لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ شیطان نے اپنی تاثیر سے حضرت ایوب علیہ السلام میں بیماری پیدا کر دی تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ایوب نے بیماری کو شیطان کی طرف جو منسوب کیا تھا اس کی توجیہات

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا تھا کہ بے شک شیطان نے مجھے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیطان کی تاثیر سے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں بیماری اور درد پیدا ہو گیا تھا' بلکہ بیماری اور درد تو ان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا' لیکن اس بیماری اور درد میں شیطان ان کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا تھا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے خلاف شکایت کرنے پر ابھارتا رہتا تھا جس سے ان کے درد اور ان کی تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا' اس لیے انہوں نے مجازاً اس بیماری اور درد کی نسبت شیطان کی طرف کر دی' جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا' لوگ ان سے متنفر ہو گئے اور وہ ایک جنگل میں چلے گئے تو اس وقت شیطان ان سے آ کر کہتا تھا: دیکھو تمہارے پاس کس قدر مال و دولت تھی' تم کس قدر عیش و عشرت سے رہتے تھے' تمہاری بہ کثرت اولاد تھی' تم صحت مند اور توانا تھے اور اب نہ وہ مال و دولت ہے' نہ اولاد ہے' نہ وہ صحت ہے' اگر تمہارا دین صحیح ہوتا اور تمہارا معبود واحد اور برحق ہوتا تو تمہاری کثرت عبادت کی وجہ سے تمہاری نعمتوں میں اور اضافہ ہوتا نہ یہ کہ تمہاری پہلی نعمتیں بھی واپس چلی جاتیں' شیطان کی اس قسم کی باتیں سن کر حضرت ایوب علیہ السلام کے درد اور ان کی تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا' اس لیے انہوں نے کہا: بے شک شیطان نے مجھے سخت اذیت اور درد پہنچایا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اس مسئلہ پر لکھتے ہیں:

قاضی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری مسلط کی تھی ان کو یہ جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں کہا کہ مجھے اذیت اور عذاب کے ساتھ شیطان نے مس کیا ہے (یعنی اس نے یہ تکلیف پہنچائی ہے) انہوں نے یہ دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے مس شیطان کی شکایت کی تو اس بناء پر انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کرنے کے بعد ان کا حسن و شباب بھی لوٹا دیا تھا اور ان کے ہاں اس کے بعد چھبیس بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے بعد ستر سال تک مزید زندہ رہے۔ تاہم اس کے خلاف مؤرخین کا یہ قول ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ۹۳ سال تھی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۳۱۲۔۳۱۱ ملخصاً 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس میں بھی مختلف روایات ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اس بھاری ابتلاء میں مبتلا کرنے کی کیا وجہ تھی۔ بہر حال صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقبول بندوں کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء علیہم السلام مبتلا ہوتے ہیں' پھر صالحین' پھر جو ان کے قریب ہو اور جو ان کے قریب ہو۔ انسان اپنی دین داری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے' اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۱ص ۱۷۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات

حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں یہ نہیں فرمایا: میری بیماری کو زائل فرما اور مجھ پر رحم فرما' بلکہ رحمت کی ضرورت اور اس کا سبب بیان کیا اور کہا: اے رب! مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور اپنے مطلوب کو کنایۃً بیان فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بہر حال اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا اور یہ صبر کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے مصائب کی لوگوں سے شکایت کرنا صبر کے خلاف ہے۔ مثلاً لوگوں سے کہا جائے کہ دیکھو اللہ نے مجھ پر کتنی مصیبتیں نازل کی ہیں اور مجھے کیسی سخت بیماریوں میں مبتلا کیا ہے اور اس پر بے چینی اور بے قراری اور آہ و فغاں کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے دل کا حال کہنا اور اپنے مصائب کا ذکر کرنا اور اسی سے شکایت اور فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ. میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

(یوسف: ۸۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمارے (دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے' ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو قوت والے اور بصیرت والے ہیں ○ ہم نے ان کو خالص آخرت کی یاد کے ساتھ چن لیا تھا ○ بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور نیک ترین ہیں ○ اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجئے اور یہ سب نیک ترین ہیں ○ (ص: ۴۸۔۴۵)

مشکل حالات میں انبیاء علیہم السلام کی استقامت یاد دلا کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمانا

ص: ۴ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر' کذاب (جادوگر' جھوٹا) کہتے ہیں' ص: ۷ میں فرمایا: یہ لوگ کہتے ہیں: ایسا پیغام ہم نے پچھلے دینوں میں نہیں سنا' یہ محض ان کی من گھڑت بات ہے' ص: ۸ میں فرمایا: کیا ہم میں سے صرف ان کو اس پیغام کے پہنچانے کے لیے خاص کر لیا گیا ہے۔ ص: ۱۷ میں فرمایا: آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کیجئے' پھر ص: ۲۹ تک حضرت داؤد علیہ السلام کا مفصل قصہ بیان فرمایا کہ ان کو کس قدر سنگین حالات پیش آئے اور انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

حضرت ایوب کے نقصانات کی تلافی کرنا

قرآن مجید میں ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ○ (ص: ۴۳)

اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اپنی رحمت سے اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ اور یہ عقل والوں کے لیے نصیحت ہے ○

بعض کہتے ہیں کہ پہلا کنبہ جو بہ طور آزمائش ہلاک کر دیا گیا تھا اسے زندہ کر دیا گیا اور اس کی مثل اور مزید کنبہ عطا کر دیا گیا اور اللہ نے پہلے سے زیادہ مال اور اولاد سے انہیں نواز دیا جو پہلے سے دُگنا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا بھی علاج کر دو گے؟ اس نے کہا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفا دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفا دی ہے' اس کے سوا میں تم سے کوئی اور اُجر نہیں طلب کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے فرمایا: تم پر افسوس ہے' یہ تو شیطان ہے اور اللہ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (ص: ۴۴)

اور اپنے ہاتھ سے (سو) تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) پکڑ لیں اور اس سے ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں' بے شک ہم نے ان کو صابر پایا' وہ کیا ہی خوب بندے تھے بہت زیادہ رجوع کرنے والے ○

سو حضرت ایوب نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر دمشق ج ۵ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ رعایت صرف ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص تھی یا کوئی دوسرا شخص بھی سو کوڑوں کی جگہ سو تنکوں کی جھاڑو مار کر قسم توڑنے سے بچ سکتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا' جس کی خلقت ناقص تھی۔ وہ اپنے گھر کی ایک باندی (نوکرانی) سے زنا کرتا تھا۔ یہ قصہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو سو کوڑے مارو۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے' اگر ہم نے اس کو سو کوڑے مارے تو یہ مر جائے گا۔ آپ نے فرمایا: پھر اس کے لیے سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور وہ جھاڑو اس کو ایک مرتبہ مار دو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۵۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۲۸۱' عالم الکتب' بیروت' المسند الجامع رقم الحدیث: ۴۸۲۴' علامہ بوصیری نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے)

قرآن اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمزور اور بیمار شخص پر قسم پوری کرنے کے لیے یا حد جاری کرنے کے لیے سو کوڑے مارنے کے بجائے سو تنکوں کی جھاڑو ماری جا سکتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت بنت منشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۰۵)

marfat.com
Marfat.com

کی عبادت کریں گے' تو ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت میں مستغرق اور منہمک رہنا بھی خالص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق کی وجہ سے ہے۔

امام ابومنصور ماتریدی نے ''التاویلات النجمیہ'' میں بیان کیا کہ ہم نے ان نبیوں اور رسولوں کو نفس کی صفات کی آمیزش سے مصفیٰ کر لیا اور انانیت کی کدورت سے پاک کر دیا اور ان کے دلوں میں خالص اپنی محبت کو ڈال دیا اور اب ان کے دلوں میں ہمارے غیر کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے اور اب وہ ہمارے غیر کی طرف مائل نہیں ہوتے' حتیٰ کہ اپنی ذوات کی طرف بھی ان کا میلان نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ظلمت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی مظہر ہے اور آخرت نور ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی مظہر ہے۔

عصمت انبیاء پر دلیل

صٓ: ۴۷ میں فرمایا: ''بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور نیک ترین ہیں''۔

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں اور بنی نوع انسان میں سے ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے' وہ شر اور معصیت کی آمیزش سے مبرا اور منزہ ہیں۔ اس آیت میں ان کو اخیار فرمایا ہے' اخیار خیّر کی جمع ہے اور صفت مشبہ ہے یا یہ اسم تفضیل ہے یعنی وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ نیکی کے حامل ہیں۔

اس آیت سے ہمارے علماء نے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علی الاطلاق اخیار فرمایا ہے' اگر کسی وجہ سے بھی ان کی زندگی میں معصیت اور گناہ در آئے تو وہ علی الاطلاق خیّر نہیں رہیں گے' اس لیے ان سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوتی' نہ صغیرہ نہ کبیرہ' نہ سہواً نہ عمداً' نہ حقیقتاً نہ صورتاً' ہاں انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہیں اور بعض مصلحتوں کو پورا کرنے کے لیے اور امت کے لیے شرعی احکام میں نمونہ فراہم کرنے کے لیے ان سے بعض اوقات ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی یا بہ ظاہر خلافِ اولیٰ ہوتے ہیں اور ان کا مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہونا امت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وہ افعال فرض کے حکم میں ہوتے ہیں' کیونکہ شریعت کا بیان کرنا انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مکروہ تنزیہی کسی قسم کا گناہ نہیں ہے' نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کا گناہ نہ ہونا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلاف اولیٰ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰۔۴۴۹' طبع جدید' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۹۹۶ء)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷ طبع قدیم' مکتبہ رضویہ' کراچی)

اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو' علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے' جانب ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا' کہ مستحب کیجئے تو بہتر' نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

صبر کیا اور استقامت کے ساتھ دین کی تبلیغ میں مصروف رہے' سو آپ بھی اس طرح کیجئے' پھر صٓ: ۳۰ سے صٓ: ۴۰ تک حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا' ان کو بھی سخت آزمائش سے گزرنا پڑا' سو آپ بھی صبر و سکون کے ساتھ اپنے مشن کو پورا کرتے رہیں' پھر صٓ: ۴۱ سے صٓ: ۴۴ تک حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ ان پر بھی سخت آزمائش کا دور آیا اور وہ کامیابی کے ساتھ اس امتحان سے گزر گئے' سو آپ بھی کفار مکہ کی دل آزار باتوں سے نہ گھبرائیں اور تن دہی اور سرگرمی کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں' اسی طرح اب صٓ: ۴۵ میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ آپ حضرت ابراہیم کا صبر یاد کیجئے کہ ان کو آگ میں ڈالا گیا' حضرت اسحاق کا صبر یاد کیجئے اور حضرت یعقوب کا صبر یاد کیجئے جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۰۰) حالانکہ الصّٰفّٰت: ۱۰۷ کی تفسیر میں انہوں نے اس قول کا رد کیا تھا' علامہ قرطبی اور بعض دیگر مفسرین کا بھی یہ مختار ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں نہ کہ حضرت اسماعیل علیہما السلام اور یہی قول صحیح ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''الاعلام بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بیان کیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۹۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم الصّٰفّٰت: ۱۰۷ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دینا یہودیوں کا قول ہے' اس کی تفصیل اور اس قول کا رد ہم وہاں بیان کر چکے ہیں۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ ''اولی الایدی والابصار'' تھے یعنی ہاتھوں اور آنکھوں والے' ہاتھوں اور آنکھوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان اکثر کام ہاتھوں سے انجام دیتا ہے اور آنکھوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ معلومات کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ ہے اور انسان کی دو قوتیں ہیں: قوت عاملہ اور قوت عاقلہ' قوت عاملہ کا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور قوت عاقلہ کا سب سے افضل عمل ادراک' اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور قوت عاملہ اور قوت عاقلہ کے جو کام ان کے ماسوا ہیں وہ ان کے مقابلہ میں قابل ذکر نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا خالص دار آخرت کے ساتھ مشغول ہونا

صٓ: ۴۶ میں فرمایا: ہم نے ان کو خالص آخرت کی یاد کے لیے چن لیا تھا' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) وہ آخرت کی یاد میں اس قدر زیادہ مشغول اور مستغرق ہیں کہ گویا دنیا کو بھول چکے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ دارِ آخرت میں ان کے ذکر جمیل کو بلند فرمائے گا اور ان کی تعریف اور تحسین کی جائے گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کی نیکیوں کا چرچا کرے گا اور آخرت میں ان کو سر بلند فرمائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے قرار دینا کس طرح صحیح ہو گا جب کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اطاعت اور عبادت میں مشغول رہنا صرف اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کے دیدار کا شوق ہے اور وہ تب ہی حاصل ہو گا جب اللہ ان سے راضی ہو گا اور اللہ تعالیٰ ان سے اسی وقت راضی ہو گا جب وہ اس کے احکام کی اطاعت اور اس

marfat.com
Marfat.com

کی عبادت کریں گے' تو ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت میں مستغرق اور منہمک رہنا بھی خالص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق کی وجہ سے ہے۔

امام ابو منصور ماتریدی نے "التاویلات النجمیہ" میں بیان کیا کہ ہم نے ان نبیوں اور رسولوں کو نفس کی صفات کی آمیزش سے مصفیٰ کر لیا اور انانیت کی کدورت سے پاک کر دیا اور ان کے دلوں میں خالص اپنی محبت کو ڈال دیا اور اب ان کے دلوں میں ہمارے غیر کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے اور اب وہ ہمارے غیر کی طرف مائل نہیں ہوتے' حتیٰ کہ اپنی ذوات کی طرف بھی ان کا میلان نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ظلمت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی مظہر ہے اور آخرت نور ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی مظہر ہے۔

عصمت انبیاء پر دلیل

صٓ: ۴۷ میں فرمایا: "بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور نیک ترین ہیں"۔

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں اور بنی نوع انسان میں سے ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے' وہ شر اور معصیت کی آمیزش سے مبرا اور منزہ ہیں۔ اس آیت میں ان کو اخیار فرمایا ہے' اخیار خیر کی جمع ہے اور صفت مشبہ ہے یا یہ اسم تفضیل ہے یعنی وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ نیکی کے حامل ہیں۔

اس آیت سے ہمارے علماء نے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علی الاطلاق اخیار فرمایا ہے' اگر کسی وجہ سے بھی ان کی زندگی میں معصیت اور گناہ در آئے تو وہ علی الاطلاق خیر نہیں رہیں گے' اس لیے ان سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوتی' نہ صغیرہ نہ کبیرہ' نہ سہواً نہ عمداً' نہ حقیقتاً نہ صورتاً' ہاں انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہیں اور بعض مصلحتوں کو پورا کرنے کے لیے اور امت کے لیے شرعی احکام میں نمونہ فراہم کرنے کے لیے ان سے بعض اوقات ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی یا بہ ظاہر خلافِ اولیٰ ہوتے ہیں اور ان کا مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہونا امت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وہ افعال فرض کے حکم میں ہوتے ہیں' کیونکہ شریعت کا بیان کرنا انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مکروہ تنزیہی کسی قسم کا گناہ نہیں ہے' نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کا گناہ نہ ہونا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلاف اولیٰ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹' طبع جدید' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۹۹۶ء)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷' طبع قدیم' مکتبہ رضویہ' کراچی)

اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو' علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے' جانب ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا' کہ مستحب کیجئے تو بہتر' نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر' کیجئے تو گناہ نہیں' پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا جیسا کہ فاضل لکھنوی سے صادر ہوا' پھر سید مشہدی' پھر کردی اس کے تابع ہوئے' سخت لغزش وخطائے فاسد ہے' یارب! مکروہ گناہ ہے کون سا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمیٰ بہ ''جمل مجلیه ان المکروہ تنزیها لیس بمعصیة'' تحریر کی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴ طبع قدیم' مکتبہ رضویہ' کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس موضوع پر عربی میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ''جمل مجلیه ان المکروہ تنزیها لیس بمعصیة'' رکھا ہے' اس کے ص ۳۷ سے ص ۴۴ تک اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے' یہ رسالہ غیر مطبوعہ ہے' ہم نے اس کا عکس حاصل کیا' اس کی ابتدائی چند سطور کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

جس چیز پر ہمیں کامل یقین اور اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی بالکل گناہ نہیں ہے' نہ کبیرہ نہ صغیرہ اور اس کے ارتکاب سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا' نہ ہلکی نہ بھاری اور یہی خالص حق ہے' جس سے انحراف کی کوئی صورت نہیں' بہ کثرت علماء نے اس کی تصریح کی ہے' رد المحتار کے حظر و اباحت کی بحث میں علامہ شامی نے تلویح کے حوالے سے لکھا ہے: رہا مکروہ تنزیہی تو وہ اتفاقاً جواز کے زیادہ قریب ہے' اس معنیٰ میں کہ مکروہ تنزیہی کے مرتکب کو اصلاً سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ اس کے ترک کرنے والے کو کچھ ثواب ملے گا اور علامہ ابو سعود کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ (علامہ شامی نے یہ ابن حاجب کے حوالے سے لکھا ہے نہ کہ ابو سعود کے حوالے سے' رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۸' سعیدی غفرلہ)

(جمل مجلیه ان المکروہ تنزیہی لیس بمعصیة (غیر مطبوعہ) ص ۳۷)

اعلیٰ حضرت نے تلویح کا جو حوالہ دیا ہے اس کی تخریج یہ ہے: تلویح مع التوضیح ج ۱ ص ۲۳' مطبوعہ اصح المطابع' کراچی اور اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کے جو حوالے ذکر کیے ہیں' ان کی تفصیل اس طرح ہے' علامہ شامی فرماتے ہیں:

مکروہ تنزیہی مباح کو بھی شامل ہوتا ہے کیونکہ مکروہ تحریمی لازماً ممنوع ہوتا ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۸' ملخصاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۱) پھر آگے چل کر لکھا ہے:

مستحب کو ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۳) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فعل پر ملامت نہیں کی جاتی۔

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

مکروہ تنزیہی جواز کے زیادہ قریب ہے' یعنی اس کے فاعل کو بالکل سزا نہیں دی جائے گی اور اس کے تارک کو کچھ ثواب ملے گا' تلویح۔ (رد المحتار ج ۹ ص ۴۰۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

عصمت کی تعریف اور معصوم اور محفوظ کا فرق

عصمت پر بحث کے دوران مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عصمت کی تعریف بھی کر دی جائے۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

(کتاب التعریفات ص ۱۰۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' وحاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶' لکھنؤ)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

عصمت کی تعریف یہ ہے: گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کا ملکہ اور اس کی دوسری تعریف یہ ہے: اللہ کی طرف سے بندہ میں ایک ایسی قوت جو بندہ میں گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود اسے گناہوں اور مکروہات کے فعل سے روکتی ہے' گناہوں سے اجتناب کے ملکہ کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ یہ بندہ میں اللہ کی طرف سے ایک ایسی صفت ہے جو اس کو خیر اور نیکی پر ابھارتی ہے اور اس کو شر اور بُرائی سے روکتی ہے' اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے تاکہ اس میں امتحان اور ابتلاء کا معنیٰ متحقق ہو' اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عصمت آزمائش اور مکلف ہونے کی صفت کو زائل نہیں کرتی۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ شیعہ اور معتزلہ کی عصمت کی بیان کردہ تعریف فاسد اور باطل ہے۔ انہوں نے یہ تعریف کی ہے: کسی شخص کے نفس ناطقہ میں ایسی خاصیت یا اس کے بدن میں ایسی صفت ہو جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو اس کو عصمت کہتے ہیں۔ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر بندہ سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے پر ثواب عطا کرنا صحیح ہو گا' علامہ تفتازانی نے شرح العقائد (ص ۱۰۹' کراچی) میں اسی طرح لکھا ہے اور جنہوں نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا' اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ پر قدرت اور اختیار باقی ہو' اس تعریف کا مآل بھی وہی ہے' کیونکہ عصمت کی حقیقت صرف گناہوں سے بچنے کا ملکہ ہے۔

انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء دونوں میں گناہوں پر قدرت اور اختیار ہوتا ہے' لیکن انبیاء جب گناہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں گناہ پیدا نہیں کرتا اور اولیاء اگر گناہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں گناہ پیدا کر دیتا' لیکن وہ گناہ کا ارادہ کرتے ہی نہیں ہیں۔

(دستور العلماء ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عبد النبی نے معصوم اور محفوظ میں جو فرق بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ گناہ کبیرہ کا ارادہ کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء اس سے معصوم ہیں' لہٰذا وہ گناہ کا ارادہ نہیں کرتے' نیز یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ انبیاء گناہ کبیرہ کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اللہ ان میں گناہ کبیرہ پیدا نہیں کرتا' کیونکہ بندہ جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام گناہ کا ارادہ کریں اور اللہ ان میں گناہ پیدا نہ کرے تو پھر وہ دنیا میں گناہوں کے ترک پر تحسین اور آخرت میں اس پر اجر کے مستحق نہیں ہوں گے اور علامہ عبد النبی نے محفوظ ہونے کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ اگر اولیاء گناہ کا ارادہ کرتے تو اللہ ان میں گناہ کو پیدا کر دیتا لیکن وہ گناہ کا ارادہ کرتے ہی نہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر تو اولیاء اللہ انبیاء سے بڑھ گئے' کیونکہ علامہ عبد النبی کے نزدیک انبیاء تو گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور جب اولیاء گناہ کا ارادہ نہیں کرتے تو وہ انبیاء سے بڑھ گئے۔

اس لیے انبیاء کے معصوم ہونے اور اولیاء کے محفوظ ہونے میں صحیح فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کبھی بھی کسی حال میں کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوتا' صغیرہ نہ کبیرہ' سہواً نہ عمداً' صورتاً نہ حقیقتاً اور اولیاء کرام سے بعض اوقات گناہ صادر ہو جاتا ہے' لیکن وہ اس سے جلد توبہ کر لیتے ہیں یا ان پر حد جاری ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں' جیسے حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی' پھر ان پر حد جاری ہوئی اور وہ پاک ہو گئے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۷۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶۷' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۳۵۴۷) بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۸۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۳۷۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۰' سنن

marfat.com
Marfat.com

النسائی رقم الحدیث: ۴۹۱۴ ٗ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۴۷) حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو زنا کی وجہ سے رجم کیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۲۶ ٗ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۹۱ ٗ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۲۰ ٗ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۹) جہینہ کی ایک خاتون زنا سے حاملہ ہوگئیں تو ان کو رجم کیا گیا۔ (صحیح رقم الحدیث: ۱۶۲۶ ٗ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۴۰ ٗ سن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۵ ٗ سنن نسائی رقم الحدیث ۱۹۵۶ ٗ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۵۵) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے ٗ ان کا لقب حمار تھا وہ بار بار شراب پیتے تھے اور بار بار ان پر حد لگائی جاتی تھی ٗ ایک شخص نے ان کے متعلق کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر ٗ اس کو کتنی بار سزا دی گئی ہے (اور یہ باز نہیں آتا!) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لعنت نہ کرو ٗ مجھ کو صرف یہ علم ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۷۸۰)

یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ٗ ان سے معصیت کا صدور ہوا اور پھر وہ اس معصیت سے تائب ہوئے ٗ ان پر حد جاری ہوئی اور وہ اس معصیت سے پاک ہوگئے اور صحابہ کرام تمام بعد کے اولیاء کرام سے زیادہ افضل اور مکرم اولیاء اللہ ہیں۔

اس لیے گناہوں سے محفوظ ہونے کی صحیح تعریف یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ سے کبھی کبھی کسی گناہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جلد ہی توبہ کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتے ہیں اور عام لوگ ان کی بہ نسبت زیادہ گناہوں میں اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں مبتلا ہوتے ہیں اور توبہ کرنے میں سستی کرتے ہیں اور توبہ کرنے کے بعد بھی بار بار گناہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا گناہوں سے محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ بہ کثرت گناہوں کا ارتکاب کرنے اور توبہ میں سستی کرنے سے محفوظ ہوتے ہیں اور توبہ کو توڑنے سے محفوظ ہوتے ہیں ان کی توبہ توبۃ النصوح ہوتی ہے اور وہ ان آیات کے مصداق ہوتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○

(آل عمران: ۱۳۶۔۱۳۵)

اور جب یہ (محسنین) کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا کوئی اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا ٗ اور انہوں نے جو (گناہ) کیا ہے اس پر دانستہ اصرار نہیں کرتے ○ ان لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں ٗ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے ○

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کے دل میں کسی شیطانی کام کا خیال آتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں ٗ پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (النساء: ۱۷)

اللہ پر صرف ان ہی لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا ہے جو (عذاب سے) جہالت کی بناء پر گناہ کے کام کرتے ہیں ٗ پھر جلد ہی اس کام سے توبہ کر لیتے ہیں تو ان لوگوں کی توبہ کو اللہ قبول فرماتا ہے ٗ اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے ○

marfat.com

Marfat.com

اور جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ کو مؤخر کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی موت آ جاتی ہے وہ اس آیت کا مصداق بننے کے خطرہ میں ہیں:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ

اور اللہ پر ان لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا نہیں ہے جو مسلسل بُرے کام کرتے رہے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی۔ (النساء: ۱۸)

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور اولیاء کے محفوظ ہونے میں یہ فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کو گناہ پر قدرت ہی نہیں اور گناہ کرنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں، اس کے برخلاف اولیاء کرام کو گناہوں پر قدرت تو ہوتی ہے لیکن وہ کبھی بھی گناہ کا فعل نہیں کرتے۔

یہ دونوں تعریفیں باطل ہیں، اوّل اس لیے کہ اگر انبیاء علیہم السلام گناہ کے فعل پر قادر نہ ہوں تو ان کو گناہ کے ترک کرنے کا مکلّف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ گناہ کے ترک کرنے پر وہ دنیا میں تحسین اور آخرت میں اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے اور ثانی اس لیے کہ اگر محفوظ ہونے کا یہ معنیٰ ہو کہ وہ گناہ پر قادر تو ہوں لیکن کبھی اس کا فعل نہ کریں تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام اولیاء نہ ہوں کیونکہ انہوں نے گناہ کا فعل کیا اور بعد میں اس پر توبہ کی اور صحابہ کرام سے بڑھ کر تو کوئی اللہ کا ولی ہو نہیں سکتا۔

اس لیے انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ ہرچند کہ وہ گناہ کے فعل پر قادر ہوتے ہیں لیکن ان پر خوفِ خدا کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی قصداً گناہ کا فعل نہیں کرتے اور اولیاء کرام کے محفوظ ہونے کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ ہرچند کہ بشری تقاضے سے وہ کبھی گناہ کا فعل کر بیٹھتے ہیں لیکن فوراً خدا کو یاد کر کے سنبھل جاتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں اور بالعموم وہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرتے اور وہ بہت کم گناہ کا فعل کرتے ہیں، اس کے برخلاف عام لوگ بہ کثرت گناہ کرتے ہیں اور توبہ کرنے میں سستی کرتے ہیں اور بالعموم وہ توبہ کرنے کے بعد اس گناہ کا اعادہ کرتے ہیں۔

بہت عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور اولیاء کرام کے محفوظ ہونے کو تفصیل سے لکھوں اور اب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ مضامین القاء کیے اور میں نے اس فرق کو دلائل کے ساتھ تفصیل سے لکھا۔ فالحمد للہ رب العلمین

میرا دل اور دماغ ان پاکیزہ نکات کے لائق تو نہیں لیکن وہ رب کریم ناپاک کھاد سے پاکیزہ رزق اور حسین و جمیل پھل اور پھول پیدا کر دیتا ہے، قطرہ نیساں کو گہر آب دار بنا دیتا ہے، اندھیرے سے روشنی نکال لاتا ہے سو وہ مجھ ایسے سیہ کار اور گنہ گار کے دل و دماغ میں ایسے پاکیزہ اور لطیف نکات پیدا کر دیتا ہے۔ فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم

عصمت انبیاء علیہم السلام پر مفصل بحث اور عصمت پر اعتراضات کے جوابات شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۴۶-۲۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں، شاید اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق آپ کو اور کہیں نہ ملے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اپنے والد اور بھائی سے منفصل کرنے کی توجیہ

ص ٓ: ۴۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجئے اور یہ سب نیک ترین ہیں''۔

اور اسماعیل بن ابراہیم کو یاد کیجئے، اس سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کا ذکر فرمایا تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ان کے والد گرامی اور ان کے بھائی سے منفصل کیا ہے، متصل نہیں کیا۔ اس میں یہ تنبیہ کرنا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صبر میں سب سے بڑھ کر تھے اور یہاں صبر کی صفت کا ہی بیان مقصود ہے اور وہ صبر میں سب سے

marfat.com

Marfat.com

بڑھ کر اس لیے ہیں کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں ذبح کے لیے پیش کر دیا تھا' یا اس لیے کہ وہ تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ افضل الانبیاء والمرسلین یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم ہیں۔

الیسع بن اخطوب: ان کو حضرت الیاس نے بنی اسرائیل پر خلیفہ بنایا تھا' پھر ان کو نبی بنایا گیا۔ وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ حضرت الیسع حضرت الیاس کے صاحب تھے' یہ دونوں حضرت زکریا سے پہلے گزرے ہیں' ان کی تفصیل تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ذوالکفل: یہ حضرت الیسع کے عم زاد ہیں' ان کو ان کے والد کی وفات کے بعد شام کی طرف مبعوث کیا گیا' ان کی نبوت میں اختلاف ہے' اللہ تعالیٰ نے جس طرح تعریف و تحسین کے ساتھ ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی ہیں۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ الیسع اور ذوالکفل دونوں بھائی تھے اور ذوالکفل ایک نیک آدمی کے نیک اعمال کے کفیل ہو گئے تھے' جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا' ان کا مفصل حال ہم نے تبیان القرآن ج ۷ ص ۶۵۵۔۶۵۴ میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (قرآن) نصیحت ہے اور بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور اچھا ٹھکانا ہے O (وہ) دائمی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں O وہ ان میں تکیے لگائے ہوئے ہوں گے' وہ ان میں بہ کثرت پھلوں اور مشروبات کو طلب کریں گے O اور ان کے پاس نیچی نظر والی ہم عمر حوریں ہوں گی O یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روزِ حساب کے لیے وعدہ کیا گیا تھا O بے شک یہ ضرور ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا O (صٓ: ۵۴۔۴۹)

جنت عدن کے متعلق احادیث اور آثار

صٓ: ۴۹ میں فرمایا: یہ ذکر ہے۔ یعنی قرآن مجید کہ وہ آیات جن میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر ہے' ان آیات میں ان کی تعریف اور تحسین ہے اور ان کا ذکر خیر ان کی وفات کے بعد کیا جاتا رہے گا اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کے واقعات سے نصیحت حاصل کی جائے اور ان کی سیرت کی اقتداء کی جائے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور اچھا ٹھکانا ہے۔

صٓ: ۵۰ میں فرمایا: ''وہ جنات عدن ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے جنت عدن کو پیدا کیا تو اس میں ایسی نعمتیں پیدا کیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے' پھر جنت عدن سے فرمایا: تم بات کرو تو اس نے کہا: ''قد افلح المؤمنون'' الآیۃ۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۴۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۴۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جنت عدن کو پیدا فرمایا اور اس میں اس کے پھل لٹکا دیئے اور اس میں اس کے دریا جاری کر دیئے' پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم کلام کرو تو اس نے کہا: ''قد افلح المؤمنون'' (بے شک مومن کامیاب ہو گئے) پھر کہا: مجھے اپنی عزت کی قسم! مجھ میں کوئی بخیل نہیں رہے گا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۶۴۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۲۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ زندہ رہے گا اور اس کو موت نہیں آئے گی' اس کو اس میں نعمتیں ملیں گی اور وہ خوف زدہ نہیں ہو گا'

marfat.com
Marfat.com

اس کے کپڑے میلے ہوں گے اور نہ اس کا شباب کبھی ختم ہو گا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ فرمایا: اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے اور اس کی لپائی کا گارا مشک ہے اور اس کی مٹی زعفران ہے اور اس کی بجری موتی اور یاقوت ہیں۔

(حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی نے اس حدیث کو سند حسن سے روایت کیا ہے: مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۶۴۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۶۱۶)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے پوچھا: جنت عدن کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ جنت میں سونے کے محل ہیں' جن میں انبیاء' صدیقین' شہداء اور ائمہ عدل رہیں گے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۰۵۴)

جنت کے دروازے کھلے رکھنے کے اسرار اور نکات

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں'' اس ارشاد کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) جب متقین جنت عدن کے پاس پہنچیں گے تو ان کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے' ان کو جنتوں کے دروازے کھلوانے کے لیے کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور نہ فرشتوں سے اجازت لینے کا مرحلہ پیش آئے گا' بلکہ فرشتے ان کی پیشوائی کے لیے مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہوئے ان سے ملیں گے۔

(۲) یہ قول اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی کی تکریم اور تعظیم کے اظہار کے لیے کہتا ہے: میرے گھر کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

(۳) اس میں متقین کے بلند حوصلہ کی طرف اور نفسانی خواہشوں اور لذتوں سے ان کے دور رہنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنت کو نفس کی ایسی ناپسندیدہ چیزوں نے گھیرا ہوا ہے کہ اس میں کسی کے داخل ہونے کی توقع نہیں ہے تو ان لوگوں کی سیرت کی عمدگی اور پاک دامنی کا کیا عالم ہو گا جن کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبریل کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کو دیکھو اور ان نعمتوں کو دیکھو جو میں نے جنت میں اہل جنت کے لیے تیار کی ہیں' حضرت جبریل آئے اور جنت کو دیکھا اور ان نعمتوں کو دیکھا جو جنت میں اہل جنت کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ وہ اللہ کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا: تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کی ہر طرف کا ان چیزوں سے احاطہ کر دیا جائے جو نفس کے لیے باعث مشقت اور ناپسندیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ' اب جنت کو دیکھو اور جنت کی ان نعمتوں کو دیکھو جن کو میں نے اہل جنت کے لیے تیار کیا ہے۔ حضرت جبریل دوبارہ گئے تو جنت کا احاطہ ان چیزوں نے کیا ہوا تھا جو نفس کے لیے باعث مشقت اور ناپسندیدہ ہیں' حضرت جبریل لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور کہا: تیری عزت کی قسم! اب مجھے خدشہ ہے کہ اس جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہو گا۔ الحدیث (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۲۶' البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث: ۱۶۶' شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۱۵)

سبحان اللہ! جنت میں داخل ہونے کے لیے اس قدر مشکل اور صبر آزما کام کرنے پڑتے ہیں کہ حضرت جبریل کو بھی یہ خطرہ تھا کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا تو ان لوگوں کے تقویٰ اور طہارت' بلند حوصلہ اور کردار کی پاکیزگی کا کیا عالم ہو گا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کے دروازے پہلے سے کھول رکھے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے کہا ہے کہ جنت کے دروازے دو قسم کے ہیں: بعض دروازوں کا رخ مخلوق کی طرف ہوگا اور بعض دروازوں کا رخ خالق کی طرف ہوگا' جن دروازوں کا رخ مخلوق کی طرف ہوگا ان دروازوں سے جنت میں دخول ہوگا اور جن دروازوں کا رخ خالق کی طرف ہوگا ان دروازوں سے جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا' متقین کے لیے دونوں قسم کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے' وہ مخلوق کے دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھی ہیں ان سے بہرہ اندوز ہوں گے' پھر وہ جنت میں خالق کے دروازہ سے نکل کر اس جگہ پہنچیں گے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ۝ (متقین جنت میں) قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کی نشست میں بیٹھے ہوں گے ۝ (القمر: ۵۵)

متقین کے لیے جنت کی نعمتیں

صٓ: ۵۱ میں فرمایا: ''وہ ان میں تکیے لگائے ہوں گے' وہ ان میں بہ کثرت پھلوں اور مشروبات کو طلب کریں گے ۝''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقین جنتوں میں تکیے لگائے ہوں گے اور دوسری آیات میں تکیہ لگانے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے' جو حسبِ ذیل ہیں:

هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ ۝ جنتی اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ۝ (یٰسٓ: ۵۶)

مُتَّكِـِٕیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّعَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ وہ سبز مسندوں پر اور غیر معمولی حسین بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ۝ (الرحمٰن: ۷۶)

اور وہ انواع و اقسام کے پھلوں اور میووں کو اور طرح طرح کے مشروبات کو طلب کریں گے' ان میں دودھ' شہد اور غیر نشہ آور شراب کے مشروبات ہوں گے۔

صٓ: ۵۲ میں فرمایا: ''اور ان کے پاس نیچی نظر والی ہم عمر حوریں ہوں گی ۝''

اس سے پہلی آیت میں جنت میں کھانے پینے کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں جنت میں منکوحات کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان حوروں کے لیے ''قاصرات الطرف'' فرمایا ہے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حوریں اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی اور ان کے دلوں میں صرف اپنے شوہروں کی محبت ہوگی اور کسی کی محبت نہیں ہوگی۔

''اتراب'' کا معنیٰ ہے وہ سب حوریں ہم سن ہوں گی' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حوریں اپنی صفات میں اور حسن و جمال میں اور عمر میں سب ایک جیسی ہوں گی تو ان سب سے برابر محبت ہوگی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایک دوسرے پر غیرت نہ آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو اتنی اور اتنی جماع کی قوت دی جائے گی' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا مومن کو اتنی طاقت ہوگی؟ فرمایا: اس کو سو کی طاقت دی جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۶)

صٓ: ۵۴-۵۳ میں فرمایا: ''یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روزِ حساب کے لیے وعدہ کیا گیا تھا ۝ بے شک یہ ضرور ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ۝''

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ جنت میں دائمی ثواب ہوگا اور جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی' جنتی درخت سے ایک پھل توڑ کر کھائیں گے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا' وہ ایک پرندہ کا گوشت کھائیں گے تو فوراً اس جیسا دوسرا پرندہ

marfat.com
Marfat.com

پیدا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ (مؤمنین کی جزاء ہے) اور بے شک سرکشوں کا ضرور بُرا ٹھکانا ہے O (یعنی) جہنم' جس میں وہ داخل ہوں گے' کیا ہی بُرا بچھونا ہے O یہ ہے' پس وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کو چکھیں O اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہے O (وہ دیگر دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے:) یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے' ان کو خوش آمدید نہ کہو' بے شک یہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں O (آنے والے کہیں گے:) بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لیے خوش آمدید نہیں ہے' تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لیے پیش کیا ہے' سو وہ کیسی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے O وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لیے اس عذاب کو مہیا کیا ہے اس کے عذاب کو دوزخ میں دگنا کر کے زیادہ کر دے O دوزخی کہیں گے: کیا سبب ہے کہ ہم کو وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جن کو ہم (دنیا میں) بُرے لوگوں میں سے شمار کرتے تھے O کیا ہم نے ان کا ناحق مذاق اڑایا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئیں ہیں O بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے O (صٓ: ۶۴-۵۵)

اس پر دلائل کہ طاغین سے مراد کفار ہیں نہ کہ اصحاب کبائر

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے ثواب کا ذکر فرمایا تھا اور اس کے بعد اب ان آیتوں میں سرکش کافروں کا ذکر فرمایا ہے' تاکہ وعدے کے بعد وعید کا اور ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر ہو۔

صٓ: ۴۹ میں فرمایا تھا: متقین کے لیے حسن مآب (اچھا ٹھکانا) ہے اور صٓ: ۵۵ میں فرمایا ہے: طاغین (سرکشوں) کے لیے شر مآب (برا ٹھکانا) ہے۔

معتزلہ نے کہا ہے کہ طاغین (سرکشوں) سے مراد اصحاب کبیرہ یعنی فساق ہیں' خواہ وہ مومن ہوں یا کافر' ان کے نزدیک جو مومن بغیر توبہ کے مر گیا وہ بھی کافر کی طرح دائماً دوزخ میں رہے گا اور جمہور اہل سنت نے کہا: طاغین سے مراد کفار ہیں اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے طاغین کے ٹھکانے کے متعلق فرمایا ہے' وہ شر مآب ہے یعنی سب سے بُرا ٹھکانا اور سب سے بُرا ٹھکانا اس کا ہوگا جس کا جرم سب سے بڑا ہو اور سب سے بڑا جرم کافر کا ہے اور مومن مرتکب کبیرہ کا گناہ بہرحال کافر سے کم ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان طاغین کے متعلق فرمایا کہ وہ دوزخ میں کہیں گے کہ ہم کو یہاں وہ لوگ (مسلمان) نظر نہیں آ رہے جن کا ہم دنیا میں مذاق اڑاتے تھے اور مومن مرتکب کبیرہ کسی مسلمان کا اس کے اسلام کی وجہ سے مذاق نہیں اڑاتا' مسلمانوں کا ان کے اسلام کی وجہ سے کفار ہی مذاق اڑاتے تھے' اس لیے طاغین سے مراد کفار ہی ہیں۔

(۳) طاغین صفت کا صیغہ ہے اور جب صفت کا بغیر کسی قید کے اطلاق کیا جائے تو اس سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور طغیان (سرکشی) میں کامل کافر ہوتا ہے۔ مومن مرتکب کبیرہ کے صرف عمل میں طغیان ہے' عقیدہ میں طغیان نہیں ہے اور کافر کے عقیدہ میں بھی طغیان ہے اور عمل میں بھی طغیان ہے' اس لیے طاغین سے مراد صرف کفار ہیں۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی اس طرح ہے: جن لوگوں نے اللہ کے احکام سے تجاوز کیا اور سرکشی کی اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی ان کے لیے سب سے بُرا ٹھکانا ہے۔

صٓ: ۵۶ میں فرمایا: ''جہنم' جس میں وہ داخل ہوں گے' کیا ہی بُرا بچھونا ہے O''

ان کے نیچے جو دوزخ کی آگ ہوگی اس کو اللہ تعالیٰ نے اس بستر سے تشبیہ دی ہے جس پر سونے والا لیٹتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ص: ۵۷ میں فرمایا: ''یہ ہے' پس وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کو چکھیں''۔

''غساق'' کی تفسیر میں حدیث اور آثار

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں بعض مقدم الفاظ کو مؤخر کر دیا ہے اور بعض مؤخر الفاظ کو مقدم کر دیا ہے' اصل عبارت اس طرح ہے یہ حمیم (کھولتا ہوا پانی) ہے اور غساق (دوزخیوں کی پیپ) ہے۔

حمیم کا معنیٰ ہے سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی اور غساق اس کی ضد ہے' یعنی انتہائی ٹھنڈا پانی جس کی ٹھنڈک کی شدت کی وجہ سے اس پانی کو پیا نہ جا سکے' اسی وجہ سے ص: ۵۷ میں فرمایا: ''اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہے''۔ غساق کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں الٹ دیا جائے تو تمام دنیا بدبودار ہو جائے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۸۱' المستدرک ج ۴ ص ۶۰۲' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۲۸۸)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے غساق کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: دوزخیوں کی کھال اور ان کے گوشت کے درمیان سے جو پانی بہتا ہوا نکلے گا وہ غساق ہے۔

(۲) سدی نے کہا: دوزخیوں کی آنکھوں سے جو آنسو بہتے ہوئے نکلیں گے وہ غساق ہے۔

(۳) ابن زید نے کہا: دوزخیوں کی پیپ کو گرم کر کے ایک حوض میں جمع کر دیا جائے گا اس کو غساق کہتے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا: وہ بہت گاڑھی پیپ ہے' اگر اس کا ایک قطرہ مغرب میں ڈال دیا جائے تو اس سے پورا مشرق بدبودار ہو جائے گا اور اگر اس کا ایک قطرہ مشرق میں ڈال دیا جائے تو اس سے پورا مغرب بدبودار ہو جائے گا۔

(۵) مجاہد نے کہا: وہ اتنا زیادہ ٹھنڈا پانی ہے کہ وہ ٹھنڈک کی وجہ سے پیا نہیں جا سکتا۔

(۶) عبداللہ بن بریدہ نے کہا: وہ سخت بدبودار پانی ہے۔

(۷) کعب نے کہا: وہ ہر زہریلے جانور مثلاً سانپ اور بچھو کا پسینہ ہے' یہ زہریلا پسینہ ایک چشمہ میں بہتا ہوا آئے گا۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۲۱۲۔۲۰۹' ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

''من شکله ازواج'' کا معنیٰ

ص: ۵۸ میں فرمایا: ''اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد زمہریر ہے' یعنی سخت ٹھنڈک کا طبقہ۔

اس آیت میں ''شکل'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے اس قسم کا اور شکل کا معنیٰ عورت کا بناؤ سنگھار بھی ہوتا ہے اور اس کا میک اَپ۔ ابن زید نے کہا: ''شکل'' کا معنیٰ ہے: شبیہ' یعنی اس کے مشابہ عذاب' جس کا نام اللہ نے ازواج رکھا ہے اور اس کا الگ نام نہیں رکھا۔ حسن بصری نے کہا: ''من شکله ازواج'' کا معنیٰ ہے رنگا رنگ کے عذاب' مختلف اقسام کے عذاب' قتادہ نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: عذاب کے جوڑے' ابن زید نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: دوزخ میں عذاب کے جوڑے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۲۱۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دوزخ میں کافروں کے سرداروں اور پیروکاروں کا مناظرہ

ص: ۵۹ میں فرمایا: ''(وہ دیگر دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے:) یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے' ان کو خوش آمدید نہ کہو' بے شک یہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں O''

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے سرکشو! یہ تمہارے عقیدہ کا ایک اور گروہ ہے جو تمہارے بعد دوزخ میں داخل ہو رہا ہے' جو کافر پہلے دوزخ میں داخل ہو چکے تھے وہ بعد والے کافروں کو دیکھ کر کہیں گے: تم کو مرحبا اور خوش آمدید نہ ہو۔ ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا: فوج سے مراد وہ قوم ہے جو گروہ در گروہ داخل ہوتی ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف: ۳۸)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے جو فرقے پہلے دوزخ میں داخل ہو چکے ہیں ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ' جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں داخل ہوگا وہ اپنی مثل دوسرے گروہ کو لعنت کرے گا' حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلے والے لوگوں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے رب! ان ہی لوگوں نے ہم کو گم راہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سب ہی کا دگنا عذاب ہے لیکن تم کو علم نہیں ہے۔

ص: ۶۰ میں فرمایا: "(آنے والے کہیں گے:) بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لیے خوش آمدید نہیں ہے' تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لیے پیش کیا ہے' سو وہ کیسی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے ○"

ان کے پیروکار کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف جو بددعا کی ہے' در اصل تم خود ہی اس بددعا کے زیادہ مستحق ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم جس کفر اور شرک کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئے ہیں اور عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں اس عذاب کا سبب تم ہی ہو۔

ص: ۶۱ میں فرمایا: "وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لیے اس عذاب کو مہیا کیا ہے اس کے عذاب کو دوزخ میں دگنا کر کے زیادہ کر دے ○"

کافروں کے پیروکار کہیں گے کہ چونکہ یہ سردار ہمارے کفر کا سبب ہیں' ہم نے ان کے کہنے کی وجہ سے کفر اور شرک کیا تھا لہٰذا تو ان کے عذاب کو دگنا کر دے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○ (الاحزاب: ۶۸-۶۷)

اور (پیروکار) کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی پیروی کی جنہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا ○ اے ہمارے رب! تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما ○

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان سرداروں پر جو عذاب نازل کیا جائے گا اگر وہ ان کے جرم کے مطابق ہو تو دگنا نہیں ہوگا اور اگر ان کے جرم سے زائد ہو تو پھر یہ ظلم ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے سرداروں کو ایک عذاب تو ان کے کفر اور شرک کا ہوگا اور اس عذاب میں ان کے پیروکار بھی ان کے شریک ہوں گے اور دوسرا عذاب دوسروں کو گم راہ کرنے کا ہوگا جس میں ان کے پیروکار شریک نہیں ہوں گے۔ اس اعتبار سے ان کے سرداروں کو پیروکاروں کی بہ نسبت دوگنا عذاب ہوگا۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں کسی

marfat.com
Marfat.com

نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اس نیکی کا اجر ملے گا اور جو اس کے بعد اس نیک طریقہ پر عمل کرے گا اس کی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو ایجاد کیا خود اس کو بھی اس بُرے طریقہ کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس بُرے طریقہ پر عمل کریں گے ان کی بُرائی کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳، جامع المسانید والسنن مسند جریر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۱۴۷۲)

صٓ: ۶۲ میں فرمایا: ''دوزخی کہیں گے: کیا سبب ہے کہ ہم کو وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جن کو ہم (دنیا میں) بُرے لوگوں میں سے شمار کرتے تھے؟''

اس سے پہلی آیتوں میں کفار کا وہ حال بیان کیا تھا جو دنیا میں ان کے احباب کے ساتھ تھا اور اس آیت میں کفار کا وہ حال بیان فرما رہا ہے جو دنیا میں ان کے اعداء اور مخالفین کے ساتھ تھا۔ یعنی کفار جب جہنم کی تمام اطراف اور جوانب میں نظر ڈالیں گے تو ان کو فقراء مسلمین نظر نہیں آئیں گے۔ جن کے ایمان اور اسلام کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے، وہ ان کو اشرار اور بُروں میں اس لیے شمار کرتے تھے کہ وہ ان کے دین کے خلاف تھے اور ایسے دین کی پیروی کر رہے تھے جس سے ان کو کوئی دنیاوی منفعت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔

صٓ: ۶۳ میں فرمایا: ''(کفار کہیں گے:) کیا ہم نے ان کا ناحق مذاق اڑایا تھا، یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئیں ہیں O''

ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مذاق اڑاتے تھے، آخرت میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور ان لوگوں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

صٓ: ۶۴ میں فرمایا: ''بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے''۔

دوزخیوں میں سے کافروں کے سرداروں اور ان کے پیروکاروں میں مناظرہ ہوا، سرداروں نے پیروکاروں کے متعلق کہا: ان کو خوش آمدید نہ ہو اور پیروکاروں نے سرداروں کے متعلق کہا: بلکہ تم کو خوش آمدید نہ ہو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ ﴿٦٥﴾ رَبُّ

آپ کہیے کہ میں تو صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو واحد ہے اور سب پر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا

غالب ہے O وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے، بے حد عزت والا اور بہت بخشنے والا ہے O

عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ

آپ کہیے وہ بہت بڑی خبر ہے O تم جس سے اعراض کر رہے ہو O جب ملائکہ مقربین بحث کر رہے تھے

الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾

تو مجھے (اس کا) کوئی علم نہ تھا O میری طرف صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ میں صاف صاف عذاب سے ڈرانے والا ہوں O

marfat.com
Marfat.com

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَإِذَا

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گیلی مٹی سے بشر بنانے والا ہوں O سو جب میں

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ

اس کا پتلا بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا O تو سب

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ إِلَّآ إِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ

کے سب تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا O سوا ابلیس کے' اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

ہو گیا O فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں

بِيَدَيَّ ۭ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ

سے بنایا تھا؟ کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (پہلے سے ہی) تکبر کرنے والوں میں سے تھا؟ O اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں'

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے O فرمایا: تو اس (جنت) سے نکل جا

فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ

بے شک تو دھتکارا ہوا ہے O بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے O اس نے کہا:

رَبِّ فَأَنْظِرْنِيْٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾

اے میرے رب! پھر مجھے حشر کے دن تک کی مہلت دے O فرمایا: بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے O

إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾

اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے O اس نے کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گم راہ کر دوں گا O

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ أَقُوْلُ ﴿۸۴﴾

سوا ان کے جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں O فرمایا: پس یہ برحق ہے اور میں حق بات ہی فرماتا ہوں O

marfat.com
Marfat.com

لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ

کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گاO آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو

عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ﴿۸۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ

پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوںO یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں

لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ ﴿۸۸﴾ ع

۵ ع ۲۴ ۱۴

کے لیے نصیحت ہےO اور تم اس کی خبر کو ضرور کچھ عرصہ بعد جان لو گےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں تو صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' جو واحد ہے اور سب پر غالب ہےO وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے' بے حد عزت والا اور بہت بخشنے والا ہےO (صٓ: ۶۶۔۶۵)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو توحید اور رسالت کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ قیامت برحق ہے تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کا مذاق اڑایا اور آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہا اور کہا: ہم نے اس سے پہلے یہ بات کسی دین میں نہیں سنی' یہ محض ان کی من گھڑت بات ہے' نیز یہ کہا کہ کیا ہم میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دل آزار باتوں سے رنج پہنچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے رنج کو زائل کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے انبیاء سابقین کے واقعات آپ پر نازل کیے اور اس لیے بھی کہ کفار کو ان واقعات سے یہ اندازہ ہو کہ آپ نے کسی عالم کی شاگردی نہیں کی' کسی مکتب میں نہیں گئے' کسی کتاب کو نہیں پڑھا' پھر آپ نے انبیاء سابقین کے یہ واقعات ٹھیک ٹھیک بیان کر دیئے ہیں تو سوائے اللہ کی وحی کے آپ کے پاس علم کا اور کون سا ذریعہ تھا؟ ہوسکتا ہے یہ سوچ کر وہ اپنے کفر اور شرک سے باز آ جائیں' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے اخروی ثواب کو اور کفار کے اخروی عذاب کو بیان فرمایا تاکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اخروی عذاب سے ڈر کر یا اخروی ثواب کی طمع میں ایمان لے آئیں۔

اس بیان کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان ہی مطالب اور مقاصد کو دہرایا جن کو اوّل سورت میں بیان فرمایا تھا اور توحید' رسالت اور وقوع قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور فرمایا کہ آپ کہیے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں' یعنی جو شخص اللہ کی توحید' میری رسالت اور وقوع قیامت کا انکار کرے گا میں اس کو بتاؤں گا کہ ایسے منکروں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں کس قسم کا عذاب پہنچائے گا اور فرمایا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے سے اس کی توحید پر استدلال

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو جو علم اور قدرت میں اس کے مساوی ہو اور وہ غالب اور قاہر ہو تو فرض کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی وقت اس کا شریک یہ چاہتا ہے کہ اس چیز کو پیدا نہ

marfat.com

Marfat.com

کیا جائے تو اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دونوں کا چاہا ہوا پورا ہو جائے' بہ یک وقت وہ چیز ہو اور نہ ہو' اس لیے لامحالہ کسی ایک کا چاہا ہوا پورا ہو گا' یا اللہ کا یا اس کے شریک کا اور جس کا چاہا ہوا پورا ہو گا وہی غالب ہو گا اور دوسرا مغلوب ہو گا' پس یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا کوئی شریک ہو' جو علم اور قدرت میں اس کے مساوی ہو اور سب پر غالب ہو' نیز ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اللہ تو سب پر غالب اور قاہر ہے' اب اس کا شریک بھی سب پر غالب اور قاہر ہے یا نہیں' اگر وہ سب پر غالب ہے تو اللہ پر بھی غالب ہے یا نہیں' اگر وہ اللہ پر غالب نہیں ہے تو سب پر غالب نہیں ہے اور اللہ کا مساوی نہیں ہے اور اگر وہ اللہ پر بھی غالب ہے تو اللہ مغلوب ہو گا اور غالب نہیں ہو گا اور جو مغلوب ہو وہ خدا اور سارے جہان کا خالق نہیں ہو سکتا' اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خدا نہ رہے اور سارے جہان کا خالق اور مالک نہ ہو' حالانکہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا خالق اور مالک ہے اور وہ سب پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کا سب پر غالب ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ہو' جو علم اور قدرت میں اس کے مساوی ہو اور سب پر قاہر اور غالب ہو۔

اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کے متعلق احادیث

صٓ: ۶۶ میں فرمایا: ''وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان سب کا رب ہے' بے حد عزت والا اور بہت بخشنے والا ہے O''

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ واحد اور قہار ہے اور قہار ایسی صفت ہے جو ترہیب اور تخویف پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کو یاد کرے گا تو خوف زدہ ہو جائے گا' اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان صفات کا ذکر فرمایا جو کہ ترغیب اور امید پر دلالت کرتی ہیں' کیونکہ ایمان اس کیفیت کا نام ہے جو کہ عذاب کے خوف اور مغفرت کی امید کے درمیان ہے۔ سو اس آیت میں پہلے اپنے رب ہونے کا ذکر فرمایا' اس کا رب ہونا اس معنیٰ کی خبر دیتا ہے کہ وہ پرورش کرتا ہے' احسان اور کرم فرماتا ہے اور رحمت فرماتا ہے اور اس کا غفار ہونا اس معنیٰ کی خبر دیتا ہے کہ وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے' پس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور اس کی مغفرت اور اس کی بخشش کی امید رکھنی چاہیے۔

حسب ذیل احادیث میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کو بیان کیا گیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک بندہ گناہ کر لیتا ہے' پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرا گناہ معاف فرما دے' (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) کیا میرے بندہ کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کی مغفرت بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے' میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا' پھر وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا تو مجھ کو معاف فرما' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا میرے بندہ کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی فرماتا ہے' میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا' پھر جتنا وقت اللہ چاہتا ہے وہ بندہ گزارتا ہے' پھر گناہ کر لیتا ہے' پھر دعا کرتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرے گناہ کو بخش دے۔ پھر اللہ فرماتا ہے: کیا میرے بندہ کو علم ہے کہ اس کا رب ہے' جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی فرماتا ہے' میں نے اپنے بندہ کو تین بار معاف کر دیا' وہ جو چاہے عمل کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۳۸۴' عالم الکتب)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر بندہ بار بار گناہ کرے' سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ بار اور ہر بار توبہ کرے تو

marfat.com
Marfat.com

اس کی توبہ قبول ہوگی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے اور اگر تمام گناہوں کی ایک ہی بار توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے: تو جو چاہے عمل کر' میں نے تجھ کو بخش دیا ہے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک تو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتا رہے گا میں تجھ کو بخشتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ص ۶۸۸۲۔۶۸۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ)

بار بار گناہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا بخش دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے (یعنی بغیر توبہ کے بار بار گناہ کرتا ہے) اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے' اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے' اس کی نیکی کو غلبہ دیتے ہوئے اور اس بندہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کا رب ہے جو خالق ہے' وہ عذاب بھی دیتا ہے اور بخشتا بھی ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا اس کے اس عقیدہ پر دلالت کرتا ہے' اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جس گناہ کی وہ مغفرت طلب کر رہا ہے اس گناہ سے وہ توبہ کر چکا ہے' کیونکہ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ سے رجوع کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے اور اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرے اور فقط گناہ پر استغفار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اس معنیٰ میں توبہ بھی کی ہے اور بعض علماء نے توبہ کی تعریف میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس کو اپنے فعل پر ندامت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ توبہ کے لیے صرف ندامت کافی ہے کیونکہ گناہ کا تدارک اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ندامت سے ہی پیدا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے: ندامت توبہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۵۶۸)

(اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ استغفار کرنے اور توبہ کرنے میں فرق ہے اور کسی گناہ پر استغفار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اس گناہ سے توبہ بھی کر رہا ہو' لیکن اس بحث کے آخر میں حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ لوگوں میں معروف یہ ہے کہ استغفار کرنا توبہ کرنے کو مستلزم ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابو العباس قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے: یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور اس کی وسیع رحمت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس حدیث میں جس استغفار کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے استغفار کرے' حتیٰ کہ اس سے اصرار کی گرہ کھل جائے اور اس کو ندامت ہو اور ایسا استغفار اس کی توبہ کا ترجمان ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو فتنہ میں پڑنے کے بعد توبہ کریں۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۱۲۰) اور اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرے' پس جب اس سے گناہ سرزد ہوگا تو وہ توبہ کرے گا اور اس سے مراد ایسا شخص نہیں ہے جو زبان سے تو استغفار کر رہا ہو اور اس کا دل اس گناہ پر مصر ہو اور یہ ایسا استغفار ہے کہ اس استغفار سے بھی استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو اور جو شخص اس حال میں استغفار کرے کہ وہ گناہ پر قائم ہو' وہ اس شخص کی مثل ہے جو اپنے رب سے مذاق کر رہا ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۱۷۸)

میں نے جو پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ استغفار توبہ کا غیر ہے اور مغفرت طلب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اس گناہ سے توبہ کر رہا ہو' یہ محض لفظی اعتبار سے ہے لیکن اکثر لوگوں کی استغفر اللہ سے مراد توبہ کرنا ہوتی ہے' پس جو شخص کسی گناہ پر استغفار کرتا ہے وہ اس گناہ سے لازماً توبہ بھی کرتا ہے۔ (المفہم ج ۷ص ۸۵۔۸۴' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(فتح الباری ج ۱۵ص ۴۴۱۔۴۴۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کے متعلق دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل کا ایک حل اور ہر مصیبت سے ایک نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۳۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو یہ آیت پڑھتے تھے:

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ (صٓ: ۶۶-۶۵)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے ۝ وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان سب کا رب ہے' بے حد عزت والا اور بہت بخشنے والا ۝

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۷۰۰' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۰' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۶۱۵' یہ حدیث صحیح السند ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم خطا کرتے رہو' حتیٰ کہ تمہاری خطائیں آسمان تک پہنچ جائیں' پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤمن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کرلے اور اس گناہ کو اتار دے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو وہ نکتے زیادہ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پورے دل کو ڈھانپ لیتے ہیں اور یہی وہ "ران" (زنگ) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (المطففین: ۱۴)

نہیں' بلکہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ۝

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۳۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۷)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے' (یہ سلسلہ چلتا رہے گا) حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کرنے والا ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۱' المستدرک ج ۴ ص ۲۴۴' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۶۲۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک بندہ کی روح نکلتے وقت اس کے حلقوم تک نہ پہنچ چکی ہو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۸۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: تم حتی

marfat.com
Marfat.com

الوسع اللہ تعالیٰ کے خوف کو لازم رکھو اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اگر تم نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو' پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرو اور علی الاعلان گناہ کی علی الاعلان توبہ کرو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور اس کے اعضاء اور زمین کی نشانیوں (مثلاً شجر وحجر) سے بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہوگا۔

(الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۴۶۰۲' الترغیب والترہیب للاصبہانی رقم الحدیث: ۷۵۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے' پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتا بتایا گیا' وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں' کیا اس کی توبہ ہو سکتی؟ اس نے کہا: نہیں' اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیئے' پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا' اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں' کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے' جاؤ فلاں' فلاں جگہ پر جاؤ' وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے' وہ شخص روانہ ہوا' جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آ لیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا' رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا' پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا' انہوں نے اس کو اپنے درمیان حَکَم بنا لیا' اس نے کہا: دونوں زمینوں کی پیمائش کرو' وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا' جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا' پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا' حسن نے بیان کیا ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۲۲' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۴۶)

تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب

اس حدیث میں ہے: عالم نے کہا: تم فلاں فلاں علاقے میں جاؤ' وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری زمین ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کیے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں اور گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں ان سے مقاطعہ کرے تاوقتیکہ وہ لوگ بھی تائب نہ ہو جائیں اور یہ کہ علماء' صلحاء' عبادت گزاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔

اولیاء کرام کی وجاہت

اس حدیث سے اولیاء کرام کی اللہ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت معلوم ہوئی کہ اگر کوئی گناہ گار ان کے پاس جا کر توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرے' ابھی وہاں گیا نہ ہو اور توبہ نہ کی ہو تب بھی بخش دیا جاتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے

marfat.com

Marfat.com

ہاتھ پر بیعت ہوں‘ توبہ کریں اور ان کے وظائف پر عمل کریں‘ ان کے مرتبہ اور مقام کا کیا عالم ہوگا اور یہ تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی وجاہت ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کرام خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور وجاہت کا کیا عالم ہوگا اور جو مسلمان ان کے سلسلہ سے وابستہ ہیں ان کے لیے حصول مغفرت اور وسعت رحمت کی کتنی قوی امید ہوگی۔

لیلۃ القدر کا بڑا مرتبہ ہے‘ ایک رات میں عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کا درجہ ایک ہزار راتوں کی عبادتوں سے زیادہ ہے‘ لیکن اگر کوئی اس رات کو پا کر عبادت نہ کرے تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا‘ لیکن اولیاء اللہ کی کیا شان ہے کہ کوئی ان کے پاس جا کر عبادت اور توبہ نہیں کرتا‘ صرف جانے کی نیت کر لیتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے‘ یہی حال کعبہ کا ہے۔ کوئی شخص کعبہ کی زیارت اور اس میں عبادت کرے گا تو اجر و ثواب ملے گا‘ اگر کعبہ تک نہیں پہنچا تو اجر و ثواب نہیں ملے گا‘ پھر لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے‘ بخشش کی ضمانت نہیں ہے‘ لیکن جو شخص اللہ والوں کے پاس جا کر توبہ کرنے کی نیت کر لے بخش دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ وہ بہت بڑی خبر ہے O تم جس سے اعراض کر رہے ہو O جب ملائکہ مقربین بحث کر رہے تھے تو مجھے (اس کا) کوئی علم نہ تھا O میری طرف صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ میں صاف صاف عذاب سے ڈرانے والا ہوں O (ص: ۷۰۔ ۶۷)

بہت بڑی خبر کے مصداق میں متعدد احتمالات

ص: ۶۸۔ ۶۷ میں فرمایا: ”آپ کہیے کہ وہ بہت بڑی خبر ہے O تم جس سے اعراض کر رہے ہو O“

اس آیت میں کس خبر کو فرمایا ہے وہ بہت بڑی خبر ہے‘ اس میں کئی احتمال ہیں (ا) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے‘ وہ واحد ہے اور سب پر غالب ہے‘ یہ بہت بڑی خبر ہے (ب) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اور رسول ہیں‘ یہ بہت بڑی خبر ہے (ج) قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور یہ معجز کلام ہے‘ یہ بہت بڑی خبر ہے (د) قیامت برحق ہے‘ صور پھونکنے کے بعد یہ تمام کائنات فنا ہو جائے گی‘ پھر دوسرے صور کے بعد سب لوگ زندہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب اور کتاب کے لیے پیش کیے جائیں گے‘ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء اور سزا دی جائے گی‘ یہ بہت بڑی خبر ہے۔

اس سورت کے شروع میں ان چاروں چیزوں کی خبر دی گئی ہے اور یہ بہت عظیم اور اہم خبر ہے اور کفار مکہ ان خبروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سننے کے باوجود ان خبروں سے اعراض کرتے تھے‘ بلکہ ان خبروں کا انکار اور ان کی تکذیب کرتے تھے‘ ان چیزوں کی خبر اس قدر اہم اور اس قدر عظیم ہے کہ اگر ان کا انکار کر دیا جائے تو انسان دنیا میں مذمت اور ملامت کا اور آخرت میں عقاب اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور اگر ان چیزوں کی تصدیق کرے‘ ان پر ایمان لے آئے اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرے تو دنیا میں اس کی تعریف کی جاتی ہے اور آخرت میں اللہ اپنے فضل سے اس کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور جنات الفردوس میں اس کو داخل فرمائے گا۔ اس لیے عقل سلیم یہ واجب کرتی ہے کہ ان کے متعلق سستی اور تساہل سے کام نہ لیا جائے‘ ان پر کامل غور و فکر کیا جائے اور محض باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے ان کا انکار نہ کیا جائے۔

”الملاء الاعلیٰ“ سے مراد وہ فرشتے ہیں جن سے تخلیق آدم کے متعلق مشورہ لیا گیا

ص: ۷۰۔ ۶۹ میں فرمایا: ”(آپ کہیے:) جب ملائکہ مقربین بحث کر رہے تھے تو مجھے (اس کا) کوئی علم نہ تھا O میری طرف صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ میں صاف صاف عذاب سے ڈرانے والا ہوں O“

اس آیت میں ”الملاء الاعلیٰ“ کا لفظ ہے‘ الملاء کا معنیٰ ہے: وہ جماعت جو کسی ایک نظریہ اور ایک رائے پر متفق ہو

marfat.com
Marfat.com

جائے اور وہ جماعت دیکھنے والوں کے نزدیک عظیم ہو جب وہ اس جماعت کو دیکھیں تو سیر ہو کر اور نظر بھر کر دیکھیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۱۲) اور ''الملاء الاعلیٰ'' کا معنیٰ ہے: بہت بلند اور بہت عظیم جماعت اور اس کا مصداق ہے فرشتوں کی عظیم جماعت اور ملائکہ مقربین۔

یہ ملائکہ مقربین کس چیز میں اور کس سے بحث کر رہے تھے اس کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بحث کر رہے تھے کہ آدم کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس کو پیدا کرنے کا کیا فائدہ ہے تیری تسبیح اور تحمید کرنے کے لیے ہم کافی ہیں اور رہا یہ آدم تو اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زمین میں فتنہ وفساد کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کا خون بہائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔

امام رازی نے اللہ تعالیٰ کے جواب کی تقریر اس طرح کی ہے کہ عقلی اعتبار سے مخلوقات کی چار اقسام ہیں:

(۱) وہ مخلوق جس کو عقل اور حکمت حاصل ہو اور اس کا نفس شہوانی نہ ہو اور نہ اس میں قوت غضبیہ ہو یہ فرشتے ہیں۔

(۲) وہ مخلوق جس میں شہوت اور غضب کی قوت ہو اور اس میں عقل اور حکمت نہ ہو یہ بہائم اور حیوانات ہیں۔

(۳) وہ مخلوق جس میں نہ عقل اور حکمت ہو اور نہ شہوت اور غضب ہو یہ جمادات ہیں۔

(۴) وہ مخلوق جس میں عقل اور حکمت بھی ہو اور شہوت اور غضب بھی ہو اور یہ انسان اور بشر ہیں۔

انسان کی تخلیق سے مقصود ایک دوسرے کی اندھی تقلید نہیں ہے نہ تکبر اور سرکشی ہے۔ کیونکہ یہ حیوانات اور درندوں کی صفات ہیں بلکہ اس کی تخلیق سے مقصود علم اور حکمت کے تقاضوں کا ظہور ہے اور انسان کی سرشت میں اگرچہ شہوت رکھی گئی ہے جس کے نتیجہ میں فساد کا ظہور ہوتا ہے اور اس کی سرشت میں غضب کو بھی رکھا جس کی وجہ سے وہ خون ریزی کرتا ہے لیکن اس کی فطرت میں عقل بھی رکھی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی محبت اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے کی محرک ہے گویا اللہ تعالیٰ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اے فرشتو! تم نے انسان کی شہوت اور غضب کے تقاضوں کو دیکھا اور میں نے انسان میں جو عقل اور حکمت رکھی ہے تم نے اس کے تقاضوں کو نہیں دیکھا۔ میری اطاعت اور عبادت اور تسبیح اور تقدیس تم بھی کرتے ہو لیکن تمہارے خمیر میں اس سے کوئی مانع اور مزاحم نہیں ہے سو تمہاری اطاعت اور عبادت سے اس کی عبادت اور اطاعت زیادہ قابل قدر ہے جس کے خمیر میں اطاعت اور عبادت سے مانع اور مزاحم بھی ہے۔

حسب ذیل مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ ''الملاء الاعلیٰ'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو تخلیق آدم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے بحث کر رہے تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (ص: ۶۹) کی تفسیر میں فرمایا: الملاء الاعلیٰ سے مراد وہ فرشتے ہیں جن سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مشورہ لیا تو انہوں نے اس میں بحث کی ان کی رائے یہ تھی کہ آدم کو پیدا نہ کیا جائے۔ سدی اور قتادہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۲۱۹ رقم الحدیث: ۲۳۰۹۹۔ ۲۳۰۹۸۔ ۲۳۰۹۷ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ علامہ ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ وغیرہم نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

''الملاء الاعلیٰ'' کی دوسری تفسیر کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو گناہوں کے کفارے میں بحث کر رہے تھے

الملاء الاعلیٰ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس چیز میں بحث کر رہے تھے کہ وہ کون سے نیک کام ہیں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے پاس میرا رب تبارک وتعالیٰ بہت حسین صورت میں آیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی خواب میں' پس فرمایا: یا محمد! کیا تم کو معلوم ہے کہ الملاء الاعلیٰ (ملائکہ مقربین) کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا' حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی' پھر مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں' فرمایا: یا محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ الملاء الاعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! کفارات میں' اور نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا کفارات ہیں اور زیادہ قدم چل کر مسجد میں جانا اور تکلیف اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنا کفارات ہیں اور جس نے یہ کام کیے وہ خیریت سے زندہ رہے گا اور خیریت سے مرے گا اور وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں سے پیدا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب تم نماز پڑھو تو یہ دعا کرو: اے اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے ترک کرنے کا اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو میری روح کو اپنی طرف اس حال میں قبض کرنا کہ وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو اور فرمایا: بلند درجات ان کاموں سے حاصل ہوتے ہیں: سلام کو پھیلانا' کھانا کھلانا اور رات کو اٹھ کر اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۳' تفسیر عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۶۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۲۰' الشریعۃ للآجری ص ۳۹۶' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۴۶۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۳۵۱)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرا رب بہت حسین صورت میں آیا' پس فرمایا: یا محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت پر کمر بستہ ہوں' فرمایا: الملاء الاعلیٰ (ملائکہ مقربین) کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! مجھے معلوم نہیں' پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا' میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی' پھر مجھے مشرق اور مغرب کے درمیان کی تمام چیزوں کا علم ہو گیا' پھر فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: میں تیرے سامنے حاضر ہوں اور تیری اطاعت پر کمر بستہ ہوں' فرمایا: الملاء الاعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: درجات میں اور کفارات میں اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کر جانے میں اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنے میں اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں اور جو ان کاموں کی حفاظت کرے گا وہ خیریت سے زندہ رہے گا اور خیریت سے مرے گا اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا' جیسے اس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۴۶۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۰۸' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۱۷' الشریعۃ للآجری ص ۴۹۶' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۳۵۱)

امام ترمذی نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

marfat.com

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز کے لیے آنے میں کافی تاخیر ہوگئی' حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے' پھر آپ جلدی جلدی تشریف لائے' پس نماز کی اقامت کہی گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصار کے ساتھ نماز پڑھائی' سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ہم سے بلند آواز میں فرمایا: جس طرح بیٹھے ہو اسی طرح اپنی صفوں میں بیٹھے رہو' پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کس وجہ سے مجھے نماز فجر کے لیے آنے میں تاخیر ہوگئی' میں رات کو اٹھا' میں نے وضو کیا اور جتنی نماز میرے مقدر میں تھی میں نے اتنی نماز پڑھی' پھر مجھے اونگھ آ گئی تو اچانک میرے سامنے میرا رب تبارک وتعالیٰ نہایت حسین صورت میں تھا۔ پس فرمایا: یا محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں' فرمایا: الملاء الاعلیٰ (ملائکہ مقربین) کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! مجھے معلوم نہیں' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا' حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی' پھر ہر چیز میرے لیے منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو پہچان لیا' پس فرمایا: یا محمد! میں نے کہا: لبیک اے میرے رب! فرمایا: الملاء الاعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: کفارات میں' فرمایا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کر جانا ہے اور نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھنا ہے اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنا ہے۔ فرمایا: پھر کس چیز میں کفارہ ہے؟ میں نے کہا: کھانا کھلانے میں اور نرمی سے بات کرنے میں اور رات کو جب لوگ سوئے ہوں اس وقت نماز پڑھنے میں' پھر فرمایا: سوال کرو' تو میں نے کہا: اے اللہ! میں تجھ سے نیک کام کرنے کا اور برے کاموں کے ترک کرنے کا اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے بغیر فتنہ میں ڈالے اٹھا لینا اور میں تجھ سے تیری محبت کا اور جو تجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت کا اور جو عمل تیری محبت کے قریب کر دے اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کلمات برحق ہیں' تم ان کو یاد کرو' پھر ان کو پڑھاؤ۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے' میں نے امام محمد بن اسماعیل سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۵۴' المعجم الکبیر ج ۲۰' رقم الحدیث: ۲۱۶' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۴۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۶۸' المستدرک ج ۱ ص ۵۲۱' شرح السنہ رقم الحدیث: ۹۱۹)

مفسرین میں سے الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱۶ھ' علامہ خازن متوفی ۷۲۵ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور قاضی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' نواب صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' وغیرہم نے بھی اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۷۷' لباب التاویل للخازن ج ۴ ص ۴۷' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۷۶' فتح القدیر ج ۴ ص ۵۸۴' فتح البیان ج ۶ ص ۴۱)

اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کی تفسیر میں متقدمین اور متاخرین کے نظریات

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے رب عزوجل کو نہایت حسین صورت میں دیکھا' اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت کا کیا معنیٰ ہے؟ اس میں امام ابوحنیفہ اور دیگر متقدمین کا مذہب یہ ہے کہ ہم صورت میں کوئی تاویل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی صورت سے مراد اس کی وہ صورت ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے' لیکن متاخرین نے جب یہ دیکھا کہ مخالفین اسلام نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ صورت تو کسی جسم کی ہوتی ہے' اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہو اور جسم مرکب ہوتا ہے اور اپنے تحقق اور وجود میں اپنے اجزاء کا

marfat.com
Marfat.com

محتاج ہوتا ہے تو اللہ کی صورت ماننے سے اس کا محتاج ہونا لازم آئے گا تو متاخرین نے اس کے دو جواب دیئے: ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ میں نے اپنے رب کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اس سے مراد اللہ عزوجل کی صورت نہیں ہے' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صورت ہے' یعنی جب میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا تو میری بہت حسین صورت تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ صورت کا معنیٰ صفت ہے یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ بہت حسین و جمیل صفت میں تھا' یعنی وہ حسن و جمال عطا کرنے والا تھا اور اکرام اور افضال کرنے والا تھا۔

اسی طرح اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا' متقدمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور متاخرین کے نزدیک اس میں تاویل ہے اور ہاتھ سے مراد اس کی قوت اور اس کا جود و کرم اور اس کی عطا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم دیا جانا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کلی عطا فرمایا اور تمام حقائق اشیاء پر آپ کو مطلع فرما دیا' کیونکہ بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: پس میں نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو جان لیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲۳۳) اور بعض میں یہ الفاظ ہیں: مجھے مشرق اور مغرب کے درمیان کی تمام چیزوں کا علم ہو گیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲۳۴) اور بعض میں یہ الفاظ ہیں: پس ہر چیز میرے لیے منکشف ہو گئی اور میں نے (ہر چیز کو) جان لیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۲۳۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ پہلی دو حدیثوں میں لفظ ''ما'' ہے' **فعلمت ما فی السموت وما فی الارض** '' اور ''**فعلمت ما بین المشرق والمغرب**'' اور تیسری حدیث میں لفظ ''کل'' ہے (**فتجلی لی کل شیء وعرفت**) اور ''ما'' اور ''کل'' کے الفاظ کی وضع عموم کے لیے کی گئی ہے اور ان کی عموم پر دلالت قطعی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی اور علم کے عموم پر دلیل ہے:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:۱۱۳) آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' ہے اور ''ما'' کی عموم پر قطعی دلالت ہے' مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی حاصل ہوتا تو پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی تو آپ فوراً اس کا رد کر دیتے' حالانکہ جب تک وحی نازل نہیں ہوئی تقریباً ایک ماہ تک آپ اس معاملہ میں پریشان اور غمگین رہے' اسی طرح جب ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو آپ اس کو تلاش نہ کراتے اور فوراً بتا دیتے کہ ہار فلاں جگہ پڑا ہوا ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام واقعات اخبار احاد سے ثابت ہیں جو ظنی ہیں اور ہمارا استدلال اس آیت سے ہے جو قطعی ہے اور اس آیت میں اور جن احادیث سے ہم نے استدلال کیا ہے ان میں لفظ ''ما'' ہے اور اس کا عموم قطعی ہے اور قطعی کے خلاف ظنی سے معارضہ کرنا باطل ہے۔

منکرین عموم علم رسالت کا آپ کے علم کلی پر اعتراض

ہم نے جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر استدلال کیا ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے منکرین عموم علم رسالت یہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت پر ہاتھ رکھا تو آپ کو سب چیزوں کا علم ہو گیا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت سے ہاتھ اٹھایا تو پھر وہ سب علم زائل ہو گیا۔ جیسے جب اندھیرے میں بجلی چمکے یا ٹارچ جلائی جائے تو ہم کو

marfat.com
Marfat.com

چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور جب بجلی غائب ہو جائے یا ٹارچ بجھ جائے تو پھر اندھیرا ہو جاتا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

اعتراض مذکور کے جوابات

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ (الضحیٰ:۴) آپ کی بعد والی ساعت پہلے والی ساعت سے افضل اور بہتر ہے ○

اور جب پہلی ساعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم دے دیا گیا تو بعد والی ساعت میں اس سے زیادہ علم دیا جائے گا' اس سے کم علم ہونا اس آیت کے خلاف ہے۔

(۲) علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت کا شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ○ (ابراہیم:۷) اور جب تمہارے رب نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشاکرین ہیں' کائنات میں سب سے زیادہ شکر ادا کرنے والے ہیں' اس لیے یہ تو ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ بعد کی ساعت میں آپ کو اور علم عطا کیا جائے' یہ ممکن نہیں ہے کہ دیا ہوا علم بھی واپس لے لیا جائے جیسا کہ مخالفین کا قول ہے' کیونکہ یہ اس وقت ہوگا جب آپ شکر گزار نہ ہوں اور آپ سید الشاکرین ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۴) آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرا علم زیادہ کر ○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مطلوب یہ ہے کہ آپ کے علم کو زیادہ کرے اور علم عطا فرما کر اس کو واپس لے لینا اس آیت اور اس مطلوب کے خلاف ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کی پشت سے ہاتھ اٹھا لیا تو آپ کا علم جاتا رہا' ان احادیث کی صراحت کے خلاف ہے' کیونکہ ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ کو علم نہیں تھا کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں اور اللہ کے ہاتھ رکھنے کے بعد آپ کو علم ہو گیا کہ فرشتے ان کاموں کے متعلق بحث کر رہے ہیں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور آپ کا یہ علم برقرار رہا کیونکہ بعد میں آپ نے صحابہ کرام کو وہ کام بتائے جو گناہوں کا کفارہ ہیں۔

(۵) ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم دیا گیا ہے' اب منکرین وہ حدیث بیان کریں جس میں یہ تصریح ہو کہ آپ سے یہ علم واپس لے لیا گیا۔

(۶) منکرین نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت پر ہاتھ رکھا تو آپ کو علم ہو گیا اور جب آپ کی پشت سے ہاتھ اٹھایا تو آپ کا علم چلا گیا' ان کا یہ قول بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کا حال بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷) پس جب آگ نے ان کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا' تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور ان کو ایسے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھ سکتے ○

marfat.com
Marfat.com

منکرین عموم علم رسالت نے اپنے اس قول میں' جو آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کیا ہے اور یہ بہت سخت جسارت ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو اللہ کی بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں یہ ان کو مسلمانوں پر منطبق کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری باب قتل الخوارج ص ۱۴۶۲' دار ارقم بیروت' صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴' اصح المطابع' کراچی)

خوارج تو صرف کفار کی آیات کو مؤمنوں پر منطبق کرتے تھے تو ان کا کیا درجہ ہوگا جو منافقین کی آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کریں۔

اگر آپ کو علم کلی دے دیا گیا تھا تو پھر بعد میں قرآن مجید کیوں نازل ہوتا رہا؟

ہم نے النساء: ۱۱۳ (**علمک ما لم تکن تعلم**) سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر استدلال کیا ہے' اس پر اعتراض کرتے ہوئے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اگر اس آیت کا یہ معنیٰ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے وہ سب آپ کو بتلا دیا اور آپ کو علم کلی حاصل ہو گیا اور تمام احکام شرعیہ آپ کو معلوم ہو گئے' تو چاہیے تھا کہ اس کے بعد مزید قرآن مجید نازل نہ ہوتا' کیونکہ آپ کو تمام احکام شرعیہ معلوم ہو چکے تھے' پھر باقی قرآن مجید کیوں نازل ہوتا رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول صرف احکام شرعیہ کی تعلیم کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس کی اور بھی بہت حکمتیں ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں نماز کی فرضیت سے متعلق ''اقیموا الصلوٰۃ'' بارہ مرتبہ نازل ہوئی ہے' ظاہر ہے کہ ایک آیت کے نازل ہونے سے ہی نماز کی فرضیت کا علم ہو گیا تھا' اب باقی گیارہ مرتبہ یہ آیت' دیگر وجوہ کی بناء پر نازل ہوئی ہے' اس لیے ''**علمک ما لم تکن تعلم**'' کے نزول کے بعد باقی قرآن کا نازل ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ اس آیت سے علم کلی حاصل ہو گیا تھا۔ اس کی اور بھی بہت نظائر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر امت کے علم کے عموم سے معارضہ اور اس کا جواب

اس دلیل پر مخالفین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق النساء ۱۱۳ میں ہے کہ آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے' اسی طرح عام مسلمانوں کے متعلق ہے:

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ○ (البقرہ: ۱۵۱)　(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان تمام باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے○

پس اس سے یہ لازم آئے گا کہ امت کا علم' آپ کے علم کے مساوی ہو جائے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں پر ''ما'' عموم کے لیے نہیں ہے' بلکہ مجازاً خصوص کے لیے ہے' یعنی آپ نے ان کو احکام شرعیہ اور بہ قدر ضرورت غیب کی خبروں کی تعلیم دی اور اگر یہ کہا جائے کہ جب یہاں ''ما'' کو عموم پر محمول نہیں کیا تو النساء: ۱۱۳ میں بھی اس کو اس عموم پر محمول نہ کیا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی قرینہ کی بناء پر کسی لفظ کو حقیقت پر محمول نہ کیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ اس کو مجاز پر محمول کیا جائے' حدیث میں ہے:

لا صلوة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب.　جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷)

marfat.com

Marfat.com

لا نفی جنس کے لیے آتا ہے' اس لیے اس حدیث کا معنیٰ یہ ہونا چاہیے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز بالکل نہیں ہوتی' لیکن چونکہ سورۂ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض نہیں ہے اس لیے اس حدیث میں لا مجازاً نفی کمال پر محمول ہے' یعنی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ اب ہر جگہ لا نفی کمال کے لیے ہو حتیٰ کہ کوئی شخص یہ کہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی لا نفی کمال کے لیے ہے اور اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کامل خدا نہیں ہے اور ناقص خدا موجود ہیں' بلکہ یہاں پر اپنی اصل کے مطابق لا نفی جنس کے لیے ہے اور اس کا معنیٰ ہے: اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ''یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون'' میں ضمیر خطاب ''کم'' جمع ہے اور ''مالم تکونوا تعلمون'' میں ما بھی عموم کے لیے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کے مقابلہ میں جمع ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں: لبس القوم ثیابھم' قوم نے اپنے کپڑے پہن لیے' اسی طرح اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ نے تمام امت کو مجموعی احکام شرعیہ سکھا دیئے اور النساء: ۱۱۳ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تنہا آپ کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا' اس سے امت کی آپ کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی۔

اس جواب کی زیادہ تفصیل ''مقام ولایت ونبوت'' ص ۱۰۵۔۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گیلی مٹی سے بشر بنانے والا ہوں○ سو جب میں اس کا پتلا بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا○ تو سب کے سب تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا○ سوا ابلیس کے' اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا○ فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا؟ کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (پہلے سے ہی) تکبر کرنے والوں میں سے تھا؟○ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے○ (صٓ ۷۶۔۷۱)

بشر کا معنیٰ اور اس کی تخلیق کا مادہ

صٓ: ۷۱ میں فرمایا ہے: ''میں بشر کو گیلی مٹی سے بنانے والا ہوں'' اور ایک اور جگہ فرمایا ہے:

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ○ (الحجر: ۲۸) — میں کھنکھناتے ہوئے سیاہ سڑے ہوئے گارے سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں○

بشر کی خلقت کا مادہ پہلے گیلی مٹی تھی' پھر وہ مٹی پڑے پڑے سیاہ سڑا ہوا گارا ہو گئی اور خشک ہونے کے بعد وہ کھنکھناتی ہوئی مٹی ہو گئی جیسے ٹھیکرا ہوتا ہے۔

بشر کا معنیٰ ہے: ظاہری جلد اور کھال' انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد صاف اور ظاہر ہوتی ہے' اس کے برخلاف حیوانات کی جلد بالوں سے یا اون سے یا پشم سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے' بعض مفسرین نے کہا: انسان کو بشر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی تخلیق کے لیے اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھوں سے مباشر ہوا تھا' یعنی خود اپنے ہاتھوں سے متصف ہوا تھا' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران: ۵۹) — بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے جس کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔

گویا انسان کی خلقت کا ابتدائی مادہ مٹی ہے' پھر اس میں پانی ملا کر اس کو گوندھا گیا تو وہ گیلی مٹی بنا' پھر وہ پڑے پڑے سیاہ

marfat.com
Marfat.com

بدبودار گارا ہو گیا اور سوکھ کر ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی ہو گیا۔

روح کا معنیٰ ' روح پھونکنے کا محمل اور ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیم کا عدم جواز

ص :۷۲ میں فرمایا: سو جب میں اس کا پتلا بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جاناO

''سویتہ'' کا لغوی معنی ہے: میں اس کو درست بنالوں اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ میں اس کا پتلا بنالوں اور اس کو انسانی صورت میں ڈھال لوں۔

اس کے بعد فرمایا: اور اس میں اپنی طرف سے خاص روح پھونک دوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب قالب پوری طرح درست اور مکمل ہو جائے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' یہی وجہ ہے کہ پہلے رحم میں نطفہ ہوتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ گوشت بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳) اور عارفین نے کہا ہے کہ اسی طرح انسان میں حقیقت کی روح اس وقت پھونکی جاتی ہے جب وہ شریعت اور طریقت کے تقاضوں پر عمل کر کے درست اور کامل ہو جاتا ہے۔ روح پھونکنا ایک استعارہ ہے' حقیقت میں کوئی پھونک نہیں ہوتی' بلکہ روح کو جسم میں جاری کر دیا جاتا ہے اور جسم کے تمام اعضاء میں روح کا نفوذ اس طرح ہوتا ہے جس طرح انگارہ میں آگ کا حلول ہوتا ہے یا جس طرح پتے میں پانی کی نمی کا حلول ہوتا ہے یا پھول میں خوشبو کا حلول ہوتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روح کی اپنی طرف اضافت کی ہے' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہے اور یا اس روح کا مرتبہ بڑھانے اور اس کی تعظیم اور تکریم ظاہر کرنے کے لیے اپنی طرف اضافت کی ہے۔

روح کے دو معنیٰ ہیں: ایک معنیٰ یہ ہے: وہ ایک جسم لطیف ہے جس کا بخار کی شکل میں تمام جسم میں حلول ہے' وہ حواس ظاہرہ' حواس باطنہ اور جسم کی تمام قوتوں کی حامل ہوتی ہے۔ بدن کے فانی ہونے سے یہ روح بھی فانی ہو جاتی ہے اور روح کا دوسرا معنیٰ ہے: نفس ناطقہ اور لطیفہ ربانیہ' یہ نفس حیوانی کی قوتوں کی حامل ہوتی ہے' اس روح پر فنا نہیں ہے' یہ بدن کے فانی ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے بنو اسرائیل: ۸۵ میں کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تبیان القرآن ج ۶ ص ۷۹۳-۷۸۶۔

اس کے بعد فرمایا: تو تم سب سجدہ میں گر جانا' سجدہ کا اطلاق حد رکوع تک جھکنے پر بھی ہوتا ہے اور زمین پر چہرہ رکھنے پر بھی سجدہ کا اطلاق ہوتا ہے' چونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: تم سب سجدہ میں گر جانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سجدہ سے مراد حد رکوع تک جھکنا نہیں ہے بلکہ زمین پر چہرہ رکھنا مراد ہے۔

یہ سجدۂ تعظیم تھا' سجدہ عبودیت نہیں تھا' سجدۂ تعظیم سابقہ شریعتوں میں جائز تھا' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور ان کے والدین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا تھا اور سجدہ عبودیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ عبودیت کرنا جائز نہیں ہے اور ہماری شریعت میں مخلوق کے سامنے سجدۂ تعظیم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

قیس بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں حیرہ (کوفہ سے تین میل دور ایک شہر جس کو آج کل نجف کہتے ہیں) میں گیا' میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں' تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس

marfat.com
Marfat.com

کوسجدہ کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: تو پھر نہ کرو' اگر میں کسی کو دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ان کے خاوندوں کا حق رکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۴۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱' ج ۵ ص ۲۲۷' ج ۶ ص ۷۶)

ابلیس کا معنیٰ اور اس کا جنات میں سے ہونا

صٓ: ۷۴۔۷۳ میں فرمایا: ''تو سب کے سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیاO سوا ابلیس کے' اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیاO

پہلے فرمایا: ''فسجد الملائکۃ '' فرشتوں نے سجدہ کیا۔ الملائکۃ جمع کا صیغہ ہے' لیکن اگر چند فرشتے سجدہ کر لیتے اور سب فرشتے سجدہ نہ کرتے' پھر بھی جمع کے صیغہ کا اطلاق درست تھا' اس لیے اس کے بعد ''کلھم '' فرمایا' تاکہ ظاہر ہو کہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا ہے' لیکن اگر سب فرشتوں میں سے پہلے کچھ فرشتے سجدہ کرتے اور بعد میں کچھ اور فرشتے سجدہ کرتے اور متفرق اوقات میں سب فرشتے سجدہ کرتے' تب بھی یہ بات صادق آتی کہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا ہے' اس لیے اس کے بعد ''اجمعون '' فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ سب فرشتوں نے اکٹھے اور بہ یک وقت سجدہ کیا ہے۔

ابلیس اپنی نوع اور حقیقت کے اعتبار سے جن ہے' قرآن مجید میں ہے:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ وہ جنات میں سے تھا' سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ (الکہف: ۵۰)

لیکن چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا' اس لیے اس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا' اس سے پہلے اس کا نام عزازیل اور الحارث تھا' بعد میں جب وہ راندۂ درگاہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تو پھر اس کا نام ابلیس ہو گیا ''کان من الکافرین '' کا معنیٰ ہے: وہ کافروں میں سے تھا' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں وہ کافروں میں سے تھا یا یہ کان' صار کے معنیٰ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کی وجہ سے وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

حضرت آدم کو دونوں ہاتھوں سے بنانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: فرمایا: ''اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا؟ کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (پہلے سے ہی) تکبر کرنے والوں میں سے تھا؟O اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہےO'' (صٓ: ۷۶۔۷۵)

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے' اللہ تعالیٰ ہر چیز کو لفظ ''کن '' سے پیدا فرماتا ہے' لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت اور کرامت کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا: میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے' ان کی پیدائش کے لیے ماں باپ کو واسطہ نہیں بنایا' نہ کسی ایک کے نطفہ کا ان کی تخلیق میں دخل ہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے' اس کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اگر آدم کو آگ سے پیدا کیا جاتا تو میں پھر بھی اس کو سجدہ نہ کرتا کیونکہ وہ اس صورت میں میری مثل ہوتا' چہ جائیکہ وہ مٹی سے بنایا گیا ہے اور مجھ سے کم تر ہے۔ کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہوتی اور اس کو کھا جاتی ہے اور برتر کا کم تر کو سجدہ کرنا اور اس کی

marfat.com
Marfat.com

تعظیم کرنا درست نہیں ہے۔

مٹی کا آگ سے افضل ہونا

ابلیس کا یہ زعم تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے' حالانکہ حسب ذیل وجوہ سے مٹی آگ سے افضل ہے۔

(۱) مٹی آگ پر غالب ہے کیونکہ آگ پر مٹی ڈالنے سے آگ بجھ جاتی ہے اور آگ مٹی کو ختم نہیں کر سکتی۔

(۲) مٹی امین ہے' مٹی میں بیج دبا دیا جائے تو وہ اس سے درخت اگا کر بیج کو پھر کئی گنا کر کے لوٹا دیتی ہے اور آگ خائن ہے آگ میں جو کچھ ڈالا جائے آگ اس کو بھسم کر دیتی ہے۔

(۳) آگ کی طبیعت میں جوش اور غضب ہے اور مٹی کی طبیعت میں سکون اور ثبات ہے۔

(۴) مٹی کی طبیعت میں تخلیق اور تکوین کی صلاحیت ہے' مٹی سے انسانوں اور حیوانوں کا رزق حاصل ہوتا ہے' روئی حاصل ہوتی ہے جس سے انسان کو لباس اور زینت فراہم ہوتی ہے' اس میں معدنیات ہیں جن سے مختلف آلات اور مشینیں بنتی ہیں اور آگ سے کسی چیز کا حصول نہیں ہوتا' بلکہ وہ حاصل شدہ چیزوں کو فاسد اور فنا کر دیتی ہے۔

(۵) مٹی سے انسان اپنی رہائش کے لیے گھر بناتا ہے جو اس کو دھوپ اور بارش سے بچاتا ہے اور آگ سے گھر بنتا نہیں ہے' بگڑ جاتا ہے۔

(۶) آگ خود بہ خود قائم نہیں ہو سکتی' اس کو اپنے قیام کے لیے کسی محل اور جگہ کی ضرورت ہے اور وہ محل اور جگہ زمین اور مٹی ہے' سو آگ محتاج ہے اور مٹی محتاج الیہ ہے اور محتاج الیہ محتاج سے افضل ہوتا ہے۔

(۷) ہر چند کہ آگ سے بعض فوائد حاصل ہوتے ہیں' مثلاً اس سے کھانا پکتا ہے' روشنی حاصل ہوتی ہے' لیکن اس کو کنٹرول کرنا پڑتا ہے' کنٹرول نہ کیا جائے تو وہ کھانا جلا دے اور گھر جل کر راکھ ہو جائے' سو اس کی خیر میں بھی شر مضمر ہے اور مٹی سراپا خیر ہے' اس میں شر بالکل نہیں ہے۔

(۸) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مٹی کے بہت فوائد اور منافع بیان فرمائے ہیں' زمین کے متعلق فرمایا: ہم نے اس کو فراش' بساط اور قرار بنایا ہے اور زمین کے عجائبات میں انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے اور آگ کا ذکر زیادہ تر ڈرانے دھمکانے اور عذاب دینے کے لیے فرمایا ہے اور مٹی کو اجر و ثواب کا منبع بنایا ہے اور وہ جنت ہے جس میں باغات ہیں اور محلات ہیں اور یہ مٹی کے ثمرات ہیں اور آگ صرف دوزخ میں ہے اور جنت دوزخ سے افضل ہے تو مٹی آگ سے افضل ہوئی۔

(۹) مٹی کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ اس سے اللہ کا گھر بنایا گیا' انبیاء علیہم السلام کو بنایا گیا ہے اور آگ کے لیے یہ مذمت بہت ہے کہ اس سے شیطان کو بنایا گیا ہے۔

(۱۰) مٹی سے تواضع ہوتی ہے اور آگ سے سرکشی اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درجہ تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جو اللہ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرا دیتا ہے' حتیٰ کہ اس کو اسفل السافلین میں کر دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۶' مسند احمد ج ۳ ص ۷۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۷۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے میری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم انکسار اور تواضع کرو' حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷)

ابلیس کے اس زعم کا بطلان کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے

ہم نے پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ ابلیس لعین کا یہ زعم تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہوتی ہے اور وہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں' اس لیے وہ حضرت آدم سے افضل ہے اور افضل کو یہ حکم دینا صحیح نہیں ہے کہ وہ مفضول کو سجدہ کرے' اس لیے اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابلیس کا یہ زعم صحیح نہیں ہے کہ آگ مٹی سے افضل ہے' لیکن اگر بالفرض اس کا یہ زعم صحیح بھی ہو تو کسی مرکب کے تحقق کی چار علتیں ہوتی ہیں: علت مادی' علت صوری' علت فاعلی اور علت غائی اور مادہ کے علاوہ بقیہ تین علتوں کی وجہ سے بہر حال حضرت آدم علیہ السلام افضل ہیں۔

علت صوری کے اعتبار سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ. آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۱۵۶' عالم الکتب' بیروت)

اور علت فاعلی سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے صرف لفظ ''کن'' سے بنایا اور حضرت آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا' فرمایا: ''خَلَقْتُ بِيَدَيَّ''. (ص: ۷۵) جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور علت غائی کے اعتبار سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنی خلافت اور نیابت کے لیے بنایا' فرمایا: ''اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً'' (البقرہ: ۳۰)

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر اعتبار سے ابلیس سے افضل تھے اور اس کا ''انا خیر منہ'' کہنا بے جا غرور اور جھوٹا تکبر تھا۔

تکبر کی مذمت میں احادیث

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے تکبر کا ذکر کیا ہے اور اس کے تکبر کی وجہ سے اس کو ملعون اور مردود قرار دیا' حسب ذیل احادیث میں تکبر کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۳' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۴۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے' جو ان میں کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۴' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۱۱۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مدینہ میں جہاں چاہتے لے جاتے اور اپنی حاجت پوری کرتے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۸۲' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۲۹۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کرتے تھے' جنازہ کے ساتھ جاتے تھے' نوکر اور خادم کی دعوت قبول کر لیتے تھے' جنگ قریظہ اور نضیر کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے اور جنگ خیبر کے دن دراز گوش پر سوار تھے اور کھجور کی چھال کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اور آپ کے نیچے کھجور کی چھال کی گدی تھی۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۸' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۳۱۸۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرمایا: تو اس جنت سے نکل جا بے شک تو دھتکارا ہوا ہے O بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے O اس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے حشر کے دن تک کی مہلت دے O فرمایا: بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے O اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے O اس نے کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گم راہ کر دوں گا O سوا ان کے جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں O فرمایا: پس یہ برحق ہے اور میں حق بات ہی فرماتا ہوں O کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا O (ص: ۸۵-۷۷)

ص: ۷۷ میں فرمایا: ''تو اس سے نکل جا'' اس سے مراد ہے: تو اس جنت سے نکل جا اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے: تو آسمانوں سے نکل جا' نیز فرمایا: بے شک تو رجیم ہے' رجیم بہ معنی مرجوم ہے' یعنی تو دھتکارا ہوا ہے' اس سے مراد ہے: تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دھتکارا ہوا ہے یا ہر خیر سے دھتکارا ہوا ہے' یا اس کا معنیٰ ہے: جب تو آسمانوں کے قریب آئے گا تو تجھے آگ کے گولوں سے رجم کیا جائے گا۔

ص: ۷۸ میں فرمایا: ''بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے'' اس کا معنیٰ ہے: تو قیامت تک میری رحمت سے دور رہے گا اور اس کا یہ معنیٰ بھی ہے: قیامت تک لعنت کرنے والے تجھ پر لعنت کرتے رہیں گے۔

ص: ۷۹ میں فرمایا: ''اس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے حشر کے دن تک کی مہلت دے''۔

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''الی یوم یبعثون'' جس دن جزاء کے لیے لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا' اس کی مراد یہ تھی کہ شیطان کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مدت مل جائے' نیز اس کی مراد یہ تھی کہ اس کو موت سے نجات مل جائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول جھوٹا ہو جائے کہ ہر شخص کو موت آئے گی' کیونکہ حشر کے دن کے بعد موت نہیں ہے۔

ص: ۸۱-۸۰ میں فرمایا: ''بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے O اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے''

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے' لیکن قرآن مجید میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کی اولاد اور اس کے چیلوں کو بھی قیامت تک کی مہلت ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ شیاطین میں توالد اور تناسل ہوتا ہے اور ان کی اولاد قیامت تک زندہ رہے گی اور جنات میں بھی توالد ہوتا ہے لیکن ان پر موت بھی آتی ہے۔ شیطان نے یہ دعا کی تھی کہ اس کو حشر تک موت نہ آئے' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو قیامت تک موت نہیں آئے گی اور اس لعین کا جو یہ مقصد تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول کو جھوٹا کر دے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

ص: ۸۳-۸۲ میں فرمایا: اس نے کہا: ''پس تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گم راہ کر دوں گا O سوا ان کے جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں O''

marfat.com

Marfat.com

اگر ابلیس چاہتا تو مطلقاً یوں کہہ دیتا: ''میں ضرور ان سب کو گم راہ کر دوں گا'' اور اگر وہ ایسا کہتا تو اس کا یہ قول جھوٹ ہو جاتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خاص اور مخلص بندوں مثلاً انبیاء علیہم السلام کو وہ گم راہ نہیں کر سکتا تھا' اس لیے اس نے جھوٹ سے بچنے کے لیے یہ استثناء کیا اور کہا: میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گم راہ کر دوں گا۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جھوٹ ایسی برائی ہے کہ شیطان بھی اس سے بچنا چاہتا ہے' تو پھر انسان کو بلکہ مسلمان کو تو اس سے بہت زیادہ بچنا چاہیے۔

اس آیت میں مخلص بندوں کا ذکر ہے' مخلص (لام پر زبر کے ساتھ) بندے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خالص کر لیا اور ان کو گم راہی سے محفوظ رکھا اور اگر مخلص میں لام پر زیر ہو تو اس کا معنیٰ ہے: اللہ کے وہ بندے جنہوں نے اپنے دلوں کو اور اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا اور اس میں ریا کاری کا شائبہ بھی نہیں ہونے دیا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ مخلص بندے وہ ہیں جو دل سے اللہ کو یاد کرتے ہیں' ان کے ذکر پر فرشتے بھی مطلع نہیں ہوتے کہ اس کو لکھ سکیں اور نہ شیطان اس پر مطلع ہوتا ہے کہ اس کو فاسد کر سکے' شیطان ان کو گم راہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ اس کے شر سے مطلقاً محفوظ ہوتے ہیں۔

ص: ۸۵-۸۴ میں فرمایا: ''فرمایا: پس یہ برحق ہے اور میں حق بات ہی فرماتا ہوں O کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا O''

امام رازی کے اس پر دلائل کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ہو رہا ہے

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: ''تو اس جنت سے نکل جا' بے شک تو دھتکارا ہوا ہے O بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے O'' (ص: ۷۸-۷۷) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ابلیس ایمان نہیں لائے گا' پس اگر ابلیس ایمان لے آئے تو اللہ کی خبر صادق کاذب ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے' پس ابلیس کا ایمان لانا محال ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے (یعنی ابلیس کا ایمان نہ لانا' اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کے حکم سے ہے)۔

(۲) ابلیس نے کہا: ''پس تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گم راہ کر دوں گا O'' (ص: ۸۲) اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابلیس اس کے بندوں کو گم راہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا دعویٰ سنا اور وہ ابلیس کو اس سے منع کرنے اور روکنے پر قادر تھا اور جب کوئی شخص کسی کو کسی کام سے روکنے پر قادر ہو اس کے باوجود اس کو منع نہ کرے تو وہ اس کام سے راضی ہوتا ہے (یعنی اللہ اس سے راضی ہے کہ ابلیس لوگوں کو گم راہ کرے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ جہنم کو کافروں سے بھر دے گا' پس اگر لوگ کفر نہ کرتے تو اس کے کلام کا صدق کذب سے بدل جائے گا اور اس کا علم جہل سے بدل جائے گا اور یہ محال ہے (یعنی لوگوں کا کفر کرنا اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے ہے)۔

(۴) اگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوتا کہ کافر کفر نہ کرے تو واجب تھا کہ دنیا میں انبیاء اور صالحین ہی رہتے اور ابلیس اور شیطان مر جاتے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا کہ لوگ کفر کریں۔

(۵) اگر ان کافروں کو ایمان کا مکلف کیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ ان آیات پر بھی ایمان لائیں جن کا تقاضا ہے کہ وہ ایمان

marfat.com
Marfat.com

نہ لائیں اور اس وقت یہ لازم آئے گا کہ وہ ایمان لانے اور ایمان نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ یعنی انسان کو اس چیز کا مکلف کرنا ہے جس کی اس میں طاقت نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۱۶، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے دلائل کے جوابات اور بحث ونظر

امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز علم اور حکمت میں ایک بحر ناپیدا کنار ہیں اور میں ان کے علوم وافرہ کے سامنے بہ مشکل ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہوں' اگر میں ان کے زمانہ میں ہوتا اور مجھے ان کے تلامذہ کی صف میں بھی بیٹھنے کی جگہ مل جاتی تو میں اس کو اپنے لیے باعثِ صد افتخار گردانتا' میں نے اپنی اس تفسیر میں ان کی تحقیقات' تدقیقات اور نکات آفرینیوں سے بہت استفادہ کیا ہے اور میں ہمیشہ ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو رہتا ہوں' مجھے ان سے بہت محبت اور بے حد عقیدت ہے' اس کے باوجود بعض مسائل میں' میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ ان سے اختلاف کرتا ہوں' سو زیر بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ہو رہا ہے' شیطان کا سجدہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے تھا' اس کا لوگوں کو گم راہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے تھا۔ لوگوں کا کفر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ہے اور یہی وہ تقریر ہے جو عام طور پر دہریے اور زندیق کرتے ہیں' ہم اس قسم کے عقائد اور نظریات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اگر یہ نظریہ اور عقیدہ درست ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کی اس قدر مذمت کیوں کی' اس کو لعنتی کیوں قرار دیا اور شیطان کو اور اس کے متبعین کو دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید کیوں سنائی۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی تبلیغ کرنے کے لیے کیوں بھیجا۔ نیکی کرنے والوں کو دائمی اجر وثواب کی بشارت کیوں دی اور بُرائی کرنے والوں کو ابدی عذاب کی وعید کیوں سنائی' جنت اور دوزخ کو کیوں بنایا' آسمانی کتابیں کیوں نازل فرمائیں۔ اگر دنیا میں کفر اور معصیت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے عمل پذیر ہو تو ان سوالات کا جواب نہیں دیا جا سکتا' پھر شرعی نظام بالکل فضول اور عبث ہو گا اور رشد و ہدایت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔

اب آئیے امام رازی کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں:

امام رازی کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے' اگر وہ ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہو جائے گی اور اس کی خبر کا کاذب ہونا محال ہے' لہٰذا ابلیس کا ایمان لانا محال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ ابلیس کا ایمان لانا ممکن ہے' یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے اور جب یہ ملحوظ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے تو پھر اس کا ایمان لانا محال ہے' سو اس کا ایمان لانا ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے اور ابلیس فی نفسہٖ ایمان لانے کا مکلف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خبر سے قطع نظر کر کے اور جب یہ لحاظ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے تو پھر اس کا ایمان لانا محال بالغیر ہے اور اس لحاظ سے وہ ایمان لانے کا مکلف نہیں ہے۔

امام رازی کی تقریر پر نقض اجمالی یہ ہے کہ اس طرح ہر شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ایمان لانا محال ہو گا یا واجب

marfat.com
Marfat.com

ہو گا' مثلاً ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکر ایمان لائیں گے۔ اب اگر وہ ایمان نہ لاتے تو اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے بدل جاتا اور اللہ تعالیٰ کا جہل محال ہے' پس حضرت ابو بکر کا ایمان لانا ضروری اور واجب ہوا اور ان کا ایمان نہ لانا محال ہو گیا اور واجب یا محال کا انسان کو مکلّف نہیں کیا جاتا' بلکہ انسان کو اس کام کا مکلّف کیا جاتا ہے جس کو کرنا اس کے لیے ممکن ہو۔ اسی طرح مثلاً ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابو جہل ایمان نہیں لائے گا' اب اگر وہ ایمان لے آتا تو اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے بدل جاتا اور یہ محال ہے' پس اس کا ایمان لانا محال ہوا اور اس کا ایمان نہ لانا ضروری اور واجب ہوا اور مکلّف اس کام کا کیا جاتا ہے جو فی نفسہٖ ممکن ہو نہ کہ وہ جس کا ہونا ضروری ہو یا محال ہو' لہٰذا حضرت ابو بکر کو ایمان لانے کا مکلّف کرنا صحیح ہوا نہ ابو جہل کو بلکہ کائنات میں کسی شخص کو بھی ایمان لانے کا مکلّف کرنا صحیح نہ ہوا' کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے متعلق علم ہے کہ وہ ایمان لائے گا یا نہیں لائے گا اور اس کے علم کے اعتبار سے اس کا ایمان لانا ضروری اور واجب ہو گا یا محال ہو گا اور مکلّف ممکن کا کیا جاتا ہے اور اس کا حل یعنی نقض تفصیلی یہ ہے کہ ابلیس ہو یا کوئی اور شخص ہو' ہر شخص کا ایمان لانا فی نفسہٖ ممکن ہے یعنی اس سے قطع نظر کر کے کہ اللہ کے علم میں اس کا ایمان لانا ہے یا ایمان نہیں لانا۔ اسی طرح ابلیس ہو یا کوئی اور شخص ہو' ہر شخص کا ایمان لانا فی نفسہٖ ممکن ہے یعنی اس سے قطع نظر کر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان لانے کی خبر دی ہے یا ایمان نہ لانے کی۔

امام رازی کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہا کہ وہ لوگوں کو گم راہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو منع نہیں کیا اور روکا نہیں اور نہ روکنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گم راہ کرنے پر راضی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابلیس نے یہ کہا کہ وہ نفوس قدسیہ کے سوا سب لوگوں کو گم راہ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ وعید سنائی کہ میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا اور یہی روکنا اور منع کرنا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ روکنے اور منع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو وسوسہ ڈالنے اور برائی کی ترغیب دینے کی قدرت سلب کر لیتا تو یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کی حکمت یہ تھی کہ ابلیس انسان کو برائی کی ترغیب دے اور انبیاء اس کو نیکی کی ترغیب دیں اور انسان کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ چاہے تو ابلیس کی پیروی کرے اور چاہے تو نبیوں کی پیروی کرے' پھر جو ابلیس کی پیروی کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہو گا اور جو نبیوں کی پیروی کرے گا وہ ثواب کا مستحق ہو گا' اب بتائیے اس میں کیا اشکال ہے۔

امام رازی کا تیسرا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ جہنم کو کافروں سے بھر دے گا' پس اگر لوگ کفر نہ کرتے تو اس کے کلام کا صدق' کذب سے بدل جاتا اور اس کا علم جہل سے بدل جائے گا' اس لیے لوگوں کا کفر کرنا ضروری اور ایمان لانا محال ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ فی نفسہٖ ایمان لانے کے مکلّف ہیں یعنی اس سے قطع نظر کر کے کہ ان کے ایمان کے متعلق اللہ کا کیا علم ہے اور اللہ نے ان کے ایمان لانے کے متعلق کیا خبر دی ہے۔

امام رازی کا چوتھا استدلال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوتا کہ کافر کفر نہ کرے تو پھر ضروری تھا کہ دنیا میں انبیاء اور صالحین ہی رہتے اور ابلیس اور شیطان مر جاتے اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا کہ لوگ کفر کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً مومن بنانا چاہتا ہے نہ جبراً کافر بنانا چاہتا ہے' انسان اگر ایمان لانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس میں ایمان پیدا کر دیتا ہے اور اگر کفر کرنا چاہتا ہے تو وہ اس میں کفر پیدا کر دیتا ہے اور اس کے ارادہ کے اعتبار سے ہی اس کو جزاء اور سزا ملتی ہے اور ازل میں اس کو علم تھا کہ کون ایمان کا ارادہ کرے گا اور کون کفر کا ارادہ کرے گا اور جن کے ایمان لانے یا نہ لانے کی اس نے خبر دی ہے وہ اپنے اس علم کے اعتبار سے دی ہے اور جزاء اور سزا کا ملنا ان کے ارادہ کے

marfat.com
Marfat.com

اعتبار سے ہے' اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً مومن بنانا نہیں چاہتا' اس لیے اس کو ابلیس اور شیطانوں کو مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام رازی کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اگر ان کافروں کو ایمان کا مکلف کیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ ان آیات پر بھی ایمان لائیں جن کا تقاضا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں اور اس وقت یہ لازم آئے گا کہ وہ ایمان لانے اور ایمان نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

اس کا جواب بھی حسب سابق یہی ہے کہ کفار جو ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی دی ہوئی خبروں سے قطع نظر کر کے مکلف ہیں اور ہر شخص اسی طرح مکلف ہوتا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا مکلف کیا ہے اور ہمیں کچھ علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہمارا ایمان ہے یا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے ایمان لانے یا ایمان نہ لانے کی کسی کو خبر دی ہے یا نہیں' اسی طرح کفار کو بھی ایمان لانے کا مکلف کیا ہے اور ان کو یہ علم نہیں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان کے ایمان لانے کے متعلق کیا علم تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان نہ لانے کی کسی کو خبر دی ہے یا نہیں' اس لیے یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اگر کفار ایمان لانے کے مکلف ہوں تو ضروری ہوگا کہ وہ ایمان لانے اور نہ لانے دونوں کے مکلّف ہوں اور یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے' نجانے خیال کی کس رو میں اور کس موڈ میں انہوں نے اس مسلک پر دلائل قائم کیے' ورنہ مجھے یقین ہے کہ امام رازی کا یہ عقیدہ نہیں ہے' وہ توحید کے علم بردار ہیں اور شریعت کے پاسبان ہیں' امام رازی کے بعد کے مفسرین امام رازی کی فکری غلطیوں پر مواخذہ کرتے رہتے ہیں' ان میں علامہ علاء الدین خازن متوفی ۷۲۵ھ' علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ کے نام قابل ذکر ہیں' لیکن اس مقام سے سب خاموشی سے گزر گئے' ایک بار میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی یہاں سے خاموشی سے گزر جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور دین اور شریعت سے وابستگی اس خیال پر غالب آ گئی اور میں نے یہ عزم کیا کہ یہ بتاؤں کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو پیدا اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کی مشیت سے ہوتا ہے لیکن وہ ہر چیز اور ہر کام سے راضی نہیں ہوتا' وہ کفر اور معصیت کا حکم دیتا ہے نہ ان سے راضی ہوتا ہے' وہ ایمان لانے اور عبادت اور اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسی سے راضی ہوتا ہے' اس نے تمام انسانوں اور جنات کو پیدا کیا اور ان کو اختیار دیا' وہ جس کام کو اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں وہی کام پیدا کر دیتا ہے اور اسی اختیار کے اعتبار سے ان کو جزاء اور سزا دیتا ہے۔ وللہ الحمد علی ذالک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں○ یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے○ اور تم اس کی خبر کو ضرور کچھ عرصہ بعد جان لو گے○ (ص: ۸۸۔۸۶)

تکلف اور متکلفین کا معنیٰ

اس آیت میں متکلفین کا لفظ ہے' یہ تکلف کا اسم فاعل ہے' کسی مشکل کو ناگواری کے ساتھ برداشت کرنے کو تکلف کہتے ہیں جب کہ اس ناگوار کام کو کرتے وقت چہرہ پر بدنمائی کے آثار ظاہر ہوں' پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسی مشکل کام کو کرتے وقت چہرے پر بناوٹی دشواری اور ناگواری کے آثار نمایاں کر لینا' تکلف کی یہ قسم مذموم ہے اور اس آیت میں متکلفین کی نفی سے یہی معنیٰ مراد ہے یعنی میں تصنع اور بناوٹ کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) بلند حوصلہ اور وسعت ظرف کی بناء پر کسی بڑے مقصد کے حصول کے لیے دشواری اٹھانا اور اس کام کی دشواری کی وجہ سے

marfat.com

Marfat.com

غیر اختیاری طور پر چہرے سے تکلیف اور مشقت اٹھانے کے آثار ظاہر ہوں تو یہ تکلف محمود ہے۔ بندے جب اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتے ہیں تو اس کی مشقت کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ چیز قابل تعریف ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۶۵ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت اٹھا کر جو پیغام پہنچایا اس کی تفصیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتے تھے کہ وہ یہ مانیں کہ اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد لاشریک ہے' اس کی اولاد نہیں ہے' نہ اس کی بیوی ہے' وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے' وہ ازلی ابدی ہے' وہ حیات' کلام' علم' قدرت' سمع' بصر اور ارادہ سے متصف ہے اور اس کی دیگر صفات کمالیہ میں سے رحمت' مغفرت' عطا اور نوال ہے اور آپ اس کی دعوت دیتے تھے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانو اور اس کے احکام پر عمل کرو' بتوں کی عبادت نہ کرو' وہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں' فرشتوں کی اور نبیوں اور رسولوں کی تعظیم کرو' قیامت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حساب' کتاب' سزا اور جزاء اور جنت اور دوزخ پر ایمان لاؤ' نیک عمل کرو' نماز پڑھو' رمضان کے روزے رکھو' بہ قدر نصاب مال ہو تو زکوٰۃ ادا کرو' استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرو' پاک دامنی برقرار رکھو' جھوٹ' ظلم' شراب نوشی اور دوسروں کا مال کھانے کے قریب نہ جاؤ' دنیا سے بے رغبتی کرو اور آخرت میں رغبت کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پیغام کو سناتے تھے' اس میں کوئی بناوٹ نہیں تھی' کوئی تصنع نہیں تھا' کوئی دکھاوا نہیں تھا' ہر عقل سلیم اور طبع مستقیم اس بات کی شہادت دے گی کہ یہ پیغام صحیح اور برحق تھا' آپ اس پیغام کے پہنچانے پر لوگوں سے کسی اجر کے طالب نہیں تھے' محض اللہ کا فرض سمجھ کر اس پیغام کو اخلاص کے ساتھ پہنچا رہے تھے اور اس پیغام کے پہنچانے میں آپ کو جو مشکلات پیش آ رہی تھیں اور لوگ جو آپ کو اذیتیں پہنچا رہے تھے' ان سب کو آپ خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے تھے' کبھی آپ کی زبان پر حرف شکایت نہیں آتا تھا' ماتھے پر شکن نہیں آتی تھی اور چہرے سے ناگواری کا اظہار نہیں ہوتا تھا' بعض اوقات انسان سچائی کی راہ میں اخلاص سے مشکلات برداشت کرتا ہے' زبان سے کچھ نہیں کہتا' لیکن اس کے چہرے سے غیر اختیاری طور پر دکھ اور پریشانی کا اظہار ہو جاتا ہے' لیکن آپ تسلیم و رضا کے ایسے پیکر تھے کہ غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے چہرے سے ناگواری کا اظہار نہیں ہوتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کے پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

تکلف اور تصنع کرنے کی مذمت میں احادیث

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے درمیان لیٹے ہوئے تھے' اسی دوران ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوعبدالرحمان! کندہ کے دروازوں پر ایک قصہ گو بیان کر رہا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ قرآن مجید میں جو دخان (دھویں) کی آیت ہے' وہ دھواں آنے والا ہے اور وہ کفار کے سانسوں کو روک لے گا اور مسلمانوں کو اس سے صرف زکام جیسی کیفیت ہوگی' حضرت عبداللہ بن مسعود غصہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے' انہوں نے کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو' تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو وہ اس کو بیان کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے ''اللہ زیادہ جاننے والا ہے'' کیونکہ علم کی یہی دلیل ہے کہ جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو وہ کہے: ''اللہ زیادہ جاننے والا ہے''۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ

marfat.com
Marfat.com

(ص: ۸۶) طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۳۴ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۹۸ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۴)

ارطاہ بن منذر بیان کرتے ہیں کہ تکلف کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں: وہ ان چیزوں میں کلام کرتا ہے جن کا اس کو علم نہ ہو جو اس سے بڑے درجہ کا ہو اس سے جھگڑا کرتا ہے جن چیزوں کو وہ لے نہیں سکتا ان کو دینے کی کوشش کرتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۰۶۴)

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک شاگرد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے ہم کو روٹی اور نمک پیش کیا اور کہا: اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلف سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمہارے لیے تکلف کرتا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۲۳ قدیم المستدرک ج ۷ رقم الحدیث: ۷۱۴۶ الدر المنثور ج ۷ ص ۱۸۰)

دوسری روایت میں ہے شقیق بیان کرتے ہیں کہ میرے شاگرد نے حضرت سلمان سے کہا: کاش! آپ ہمارے لیے ایسا نمک لاتے جس میں پودینا ہوتا' پھر حضرت سلمان نے بقال (سبزی فروش) کے پاس اپنا لوٹا رہن رکھوا کر پودینا منگوایا اور نمک میں وہ پودینا ڈالا' جب ہم نے کھانا کھا لیا تو میں نے اپنے شاگرد سے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اپنے رزق پر قناعت کرنے والا بنا دیا' تب حضرت سلمان نے فرمایا: اگر تم اللہ کے رزق پر قناعت کرنے والے ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ رکھا ہوا ہوتا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۵۹۸ ج ۷ ص ۹۴)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص مہمان کے لیے اپنی قدرت سے زیادہ کا تکلف نہ کرے۔ (شعب الایمان: ۹۵۹۹)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مہمان کے لیے اس چیز کا تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہیں ہے اور جو چیز ہمارے پاس موجود ہو اس کو پیش کر دیں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۶۰۱)

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: یہ جھوٹ بولنے والے ہیں' اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والے ہیں اور تکلف کرنے والے ہیں۔ (الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۶' المستدرک ج ۱ ص ۶۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن سعد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس شخص نے کوئی علم حاصل کیا ہے وہ اس علم کی تعلیم دے دے اور وہ بات نہ کہے جس کا اسے علم نہ ہو ورنہ وہ متکلفین میں سے ہو جائے گا اور دین سے نکل جائے گا۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۱۸۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کا جن اور انس کے لیے نصیحت ہونا

ص: ۸۸-۸۷ میں فرمایا: ''یہ قرآن تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O اور تم اس کی خبر کو ضرور کچھ عرصہ بعد جان لو گے O''

اس آیت میں ''العلمین'' سے مراد جن اور انس ہیں۔ یعنی یہ قرآن تمام مکلفین کے لیے نصیحت ہے' سو جو شخص عذاب سے نجات چاہتا ہو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرے اور اے مشرکین قریش! تم کو عنقریب اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی' یعنی قرآن مجید نے جو نیک کاموں پر ثواب کی بشارت سنائی ہے اور بُرے کاموں پر عذاب کی وعید سنائی ہے' عنقریب تم آخرت

marfat.com
Marfat.com

میں خود دیکھ لو گے کہ مؤمنوں کو ثواب ہو رہا ہے اور کافروں کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور مکذبین کو اس قرآن کے ذریعہ یہ خبر دی ہے کہ عنقریب ان پر قرآن مجید کی وعد اور وعید کا صدق ظاہر ہو جائے گا' کب ہو گا اس کا تعین نہیں فرمایا' بعض مشرکوں کو اس کا علم اس وقت ہوا جب وہ معرکہ بدر میں مارے گئے اور بعض کو اس کا علم اس وقت ہوا جب موت کے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے آئے اور بعض کو اس کا علم آخرت میں ہو گا

سورۂ صٓ کا اختتام

الحمد للہ علی احسانہ آج ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ/۷ جولائی ۲۰۰۳ء کو سورۂ صٓ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے وہ باقی قرآن مجید کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دے' میری صحت اور توانائی کو برقرار رکھے اور مجھے ناگہانی آفتوں اور مصائب اور ظاہری اور باطنی امراض سے محفوظ رکھے اور محض اپنے فضل سے دارین کی سعادتیں عطا فرمائے' اس تفسیر کو اور میری باقی تصانیف کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنا دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین' قائد الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین و اصحاب الکاملین و ازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ و المؤمنین و المسلمین اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

الزمر

سورت کا نام

اس سورت کا نام الزمر ہے' زُمـر کا لفظ زَمْـرٌ سے بنا ہے' اس کا لفظی معنیٰ آواز ہے' اس سے مراد جماعت اور گروہ ہے' الـزمـر کا معنیٰ ہے: کئی جماعتیں اور کئی گروہ' الزمر: ۷۳-۷۱ میں زمر کا لفظ آیا ہے اور قرآن مجید کی صرف اسی سورت میں زمر کا لفظ آیا ہے' اس مناسبت سے اس کا نام الزمر ہے۔ حسب ذیل آیتوں میں زمر کا لفظ آیا ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ (الزمر:۷۱) اور کافروں کے گروہوں کو جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ (الزمر:۷۳) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

الزمر کا زمانۂ نزول

جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" الآیات. الزمر: ۵۵-۵۳ یہ تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ سات آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں' یہ آیات سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں' مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے' "وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ" (الزمر:۱۰) اس موقع پر نازل ہوئی جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' یہ مدینہ کی طرف ہجرت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۹ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۹ ہے' یہ سورۂ مومن سے پہلے اور سورۂ سبا کے بعد نازل ہوئی ہے۔

الزمر اور صٓ میں مناسبت

اللہ تعالیٰ نے سورۂ صٓ کو قرآن مجید کے اس وصف پر ختم کیا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (ص:۸۷) یہ قرآن تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے ○

اور سورۃ الزمر قرآن مجید کے اس وصف سے شروع ہو رہی ہے:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ (الزمر:۱) اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب اور بے حد حکمت والا ہے ○

marfat.com

Marfat.com

نیز سورۂ صٓ میں اللہ تعالیٰ نے آیت: ۷۵۔۷۱ میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور الزمر: ۶ میں بھی انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا فرمایا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ (الزمر: ۶)

الزمر کے مشمولات

اس سورت کا موضوع اللہ تعالیٰ کی توحید ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کیے گئے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے اور مشرکین کے ان شبہات کا ازالہ فرمایا ہے جن کی بنیاد پر وہ بتوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والا قرار دیتے تھے اور ان کو وسیلہ بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے آنے کا سلسلہ قائم کیا' سورج اور چاند کو مسخر کیا' انسان کو بہ تدریج مرحلہ وار پیدا کیا' مشرکین کو اس پر ملامت کی کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور جب ان سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر خدا کو بھول جاتے ہیں۔

آخرت میں مؤمنوں اور کافروں کا حال بیان کیا کہ مومن جنت میں ہوں گے اور بہت آسودگی میں ہوں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے اور عذاب کی تکلیف سے بلبلا رہے ہوں گے اور وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! وہ فدیہ دے کر اپنے آپ کو اس عذاب سے چھڑا لیتے۔

قرآن کریم کی عظمت اور جلالت بیان فرمائی ہے کہ جب مؤمنوں پر قرآن مجید کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو خوف خدا سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پگھل جاتا ہے' اس کے برعکس جب کفار کے سامنے توحید کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں تو ان پر انقباض طاری ہو جاتا ہے۔

جو مسلمان ایمان لانے کی پاداش میں کفار کے ظلم اور جور کا ہدف بنے ہوئے تھے ان کو تسلی دی ہے کہ آخرت میں فوز و فلاح ان ہی کو حاصل ہوگی' وہ ہراساں نہ ہوں' اگر یہ زمین ان پر تنگ کر دی گئی ہے تو کیا غم ہے' اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔

آخر میں بتایا کہ جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے' پھر حساب و کتاب ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی رہ نمائی اور ہدایت پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے سورۃ الزمر کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

الٰہ العٰلمین! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں حق و صواب پر مطلع کرنا اور اسے لکھنے کی توفیق دینا اور جو باتیں غلط اور

marfat.com

Marfat.com

باطل ہوں ان کو منکشف کر دینا اور ان سے اجتناب کی توفیق دینا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' کراچی-۳۸
۹ ربیع الثانی' ۱۴۲۴ھ/۱۰ جون ۲۰۰۳ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹_۰۳۰۰
۰۳۴۵_۲۱۲۰۶۱۷
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

marfat.com
Marfat.com

(٣٩) سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (٥٩) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٧٥ رُكُوْعَاتُهَا ٨

سورۂ زمر مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O — اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ

(اس) کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O بے شک ہم نے (اس) کتاب کو آپ کی

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ؕ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ

طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے' سو آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے O سنو! خالص

الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا

وقف لازم

اطاعت اللہ ہی کے لیے ہے' اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے

لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ

عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں' بے شک اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ فرما دے گا جس میں یہ اختلاف

يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ

کر رہے ہیں' بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہو O اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا

اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ

تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا' وہ پاک ہے' واحد ہے' سب

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ

پر غالب ہے O اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا' وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے

الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے' اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے'

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ

ہر ایک مدت مقرر تک گردش کر رہا ہے' سنو وہی بہت غالب' بے حد بخشنے والا ہے O اس نے تم کو

marfat.com

Marfat.com

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ

ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس نے چوپایوں میں سے تمہارے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ

لیے آٹھ نر اور مادہ اتارے' وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری تخلیق فرماتا ہے' ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق'

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

تین تاریکیوں میں' یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' اسی کی سلطنت ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ وَلَا

کہاں بھٹک رہے ہو○ اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے

يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ تم سے راضی ہو گا' اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے

وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ

کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' پھر تمہارے رب کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم

اِنَّهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ

(دنیا میں) کرتے تھے' بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ

تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ اپنی طرف سے اس کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ بھول جاتا

مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ

ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کرتا رہا تھا اور اللہ کے شریک بنا لیتا ہے تا کہ (دوسروں کو)

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

اس کی راہ سے منحرف کرے' آپ کہیے کہ تم اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو' بے شک تم دوزخ والوں میں سے ہو○ بے شک جو

marfat.com
Marfat.com

اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ

رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے' آخرت (کے عذاب) سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے

رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ

(کیا وہ بدعمل کافر کی مثل ہو سکتا ہے؟) آپ کہیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں'

ع ۱ / ۹ / ۱۵

اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ؑ ﴿۹﴾

صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اس) کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O بے شک ہم نے (اس) کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے' سو آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے' اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے' سنو! خالص اطاعت اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں' بے شک اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ فرما دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں' بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہو O اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا' وہ پاک ہے' واحد ہے' سب پر غالب ہے O (الزمر: ۴-۱)

انزال اور تنزیل کا فرق

الزمر: ا میں تنزیل کا ذکر ہے' قرآن مجید کو نازل کرنے کے لیے انزال کا لفظ بھی ہے اور تنزیل کا لفظ بھی ہے' انزال کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو یک بارگی نازل کرنا اور تنزیل کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف قرآن مجید کو یک بارگی نازل کیا گیا اور آسمان دنیا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا۔

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے تا کہ تم اس کی تلاوت کرو' اس کو غور سے سنو اور سمجھو اور اس کے احکام پر عمل کرو۔

الزمر: ۲ میں فرمایا: ''ہم نے (اس) کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے''۔

اس کا معنیٰ ہے: اس کتاب میں جو ماضی اور مستقبل کی خبریں دی گئیں ہیں وہ سب حق اور صادق ہیں اور کتاب میں جو احکام شرعیہ بیان کیے گئے ہیں وہ سب حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''سو آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے' اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے' سنو! خالص اطاعت اللہ ہی کے لیے ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے ساتھ اپنی اطاعت اور عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' ہم اس کی تفسیر میں اخلاص کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ' اخلاص کی حقیقت' اخلاص کے متعلق احادیث اور اقوال علماء بیان کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

اخلاص کا لغوی معنیٰ

جس چیز کو کاٹ چھانٹ کر اور تراش خراش کے بعد درست اور مہذب کر لیا جائے یا میل کچیل سے صاف کر لیا جائے یا جو چیز دوسری چیزوں کی آمیزش اور ملاوٹ سے مجرد ہو اس کو خالص کہتے ہیں۔

اخلاص کا اصطلاحی معنیٰ

دل کو ہر اس چیز کی آمیزش سے خالی رکھنا جو اس کو مکدر اور میلا کرتی ہو اخلاص ہے اور کسی چیز کو ہر اس چیز کی ملاوٹ سے محفوظ رکھنا جس کی اس میں ملاوٹ ہو سکتی ہو اخلاص ہے۔ ایک قول ہے: نیت' قول اور عمل کو صاف رکھنا اخلاص ہے۔

(التوقیف علی مہمات التعاریف للمناوی ص ۴۲)

علامہ جرجانی نے کہا: جب تم اپنے عمل پر اللہ کے سوا کسی اور کو گواہ نہ بناؤ تو یہ اخلاص ہے۔ (التعریفات ص: ۱۳)

اخلاص کی حقیقت

اللہ کے ماسوا سے بری ہونا اخلاص ہے' دین میں اخلاص یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ نے جو الوہیت میں دوسروں کو ملا رکھا ہے اس سے برأت کا اظہار کیا جائے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو الوہیت میں ملا رکھا ہے اور اطاعت اور عبادت میں اخلاص یہ ہے کہ صرف اللہ کے لیے عمل کیا جائے' مخلوق کو دکھانے اور سنانے کے لیے عمل نہ کیا جائے' دنیا کی جن چیزوں کی طرف دل مائل ہوتا ہے اور دنیا کی جن چیزوں سے نفس کو راحت ملتی ہے' جب انسان کے کسی عمل میں ان چیزوں کی آمیزش ہو جاتی ہے تو اس سے اس عمل کی صفائی مکدر اور میلی ہو جاتی ہے اور اخلاص زائل ہو جاتا ہے اور انسان ایسی چیزوں کے اشتیاق اور حصول میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کے افعال اس قسم کی اغراض سے بہت کم خالی ہوتے ہیں' اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کی پوری زندگی میں اللہ کے لیے اخلاص کا ایک لمحہ بھی نصیب ہو جائے اس کی نجات ہو جاتی ہے اور دل کو ان چیزوں کی آمیزش سے خالی کرنا بہت مشکل ہے اور اخلاص یہ ہے کہ دل میں اللہ عزوجل کے قرب کے سوا اور کسی چیز کی طلب نہ ہو۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۳۰۔ ۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ قول اور عمل کو دکھاوے اور شہرت کی آمیزش سے خالی کرنا اخلاص ہے' چہ جائیکہ اس پر کسی عوض کو طلب کیا جائے۔

اخلاص کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق احادیث

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یہ بتائیے' ایک شخص نے اجرت اور شہرت کی طلب میں جہاد کیا ہو اس کو کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا' اس نے تین مرتبہ سوال دہرایا' آپ نے ہر بار یہی جواب دیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے کیا جائے اور اس عمل سے صرف اس کی رضا کو طلب کیا جائے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۴۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام مشرکوں کے شرک سے مستغنی ہوں' جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے غیر کو شریک کیا میں اس کے عمل کو اور اس کے شرک کو ترک کر دیتا ہوں' وہ عمل اس کے لیے ہے جس کو اس نے شریک کیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۹۳۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۹۵)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے' پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف محسوب ہوگی اور جس کی ہجرت اس دنیا کی طرف ہو جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار کی جائے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۷' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن الخطاب: ۳۹۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے' آپ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جس منزل پر پہنچے اور جس وادی میں بھی گئے وہ تمہارے ساتھ تھے' وہ کسی بیماری کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں جا سکے تھے' ایک روایت میں ہے: وہ اجر میں تمہارے شریک ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱۱' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۱۱۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے اگلے اور پچھلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۰۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور وہ اس کے عوض دنیا کی کوئی چیز طلب کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا' لوگوں پر یہ جواب بہت شاق گزرا' اس شخص نے دوبارہ پوچھا' آپ نے فرمایا: اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ حاکم اور ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۸۵ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۲۴۴۴)

حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ اولین اور آخرین کو قیامت کے اس دن جمع فرمائے گا جس دن کے تحقق میں کوئی شبہ نہیں ہے تو ایک منادی یہ نداء کرے گا: جس نے اللہ کے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں کسی کو شریک کیا وہ اس کے ثواب کو اللہ کے غیر سے طلب کرے کیونکہ اللہ تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۴' المعجم الکبیر ج ۲۲' رقم الحدیث: ۷۸۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے' ایک شخص نماز پڑھتا ہے' پھر وہ دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو وہ زیادہ اچھی نماز پڑھنے لگتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۴' المسند الجامع ج ۶ ص ۱۸۰' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۴۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے

marfat.com

Marfat.com

زیادہ خطرہ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سورج یا چاند یا بت کی پرستش کریں گے لیکن وہ غیر اللہ کے لیے عمل کریں گے اور شہوت خفیہ (ریا کاری) کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے اللہ اس (کی سزا) کو دکھائے گا اور جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کرتا ہے اللہ اس (کی سزا) کو سنائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۶' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۷۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۵۲۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۳۴' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۷۰۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے صحائف اعمال کو لایا جائے گا جن پر مہر لگی ہوگی' پس ان کو اللہ عزوجل کے سامنے رکھ دیا جائے گا' اللہ عزوجل فرشتوں سے فرمائے گا: ان صحائف کو پھینک دو اور ان کو قبول کرلو' فرشتے عرض کریں گے: تیری عزت کی قسم! ہم نے تو سوا خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور وہ بہت جاننے والا ہے: یہ اعمال میرے غیر کے لیے کیے گئے تھے اور آج میں صرف اسی عمل کو قبول کروں گا جو میری رضا کی طلب کے لیے کیا گیا ہو۔

(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۵۰' رقم الحدیث: ۱۲۹' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۱۸' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۸۳۱۵' اتحافات رقم الحدیث: ۳۰۴)

ضحاک بن قیس فہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس نے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو وہ عمل میرے شریک کے لیے ہے' اے لوگو! اللہ عزوجل کے لیے اخلاص سے عمل کرو' کیونکہ اللہ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اس کے لیے اخلاص سے کیا گیا ہو اور یوں نہ کہا کرو کہ یہ عمل اللہ کے لیے ہے اور یہ رشتہ داروں کے لیے ہے' کیونکہ پھر وہ عمل رشتہ داروں ہی کے لیے ہوگا' اللہ کے لیے نہیں ہوگا اور نہ یوں کہا کرو کہ یہ عمل اللہ کے لیے ہے اور یہ تمہارے لیے ہے کیونکہ پھر وہ تمہارے ہی لیے ہوگا اور اللہ کے لیے بالکل نہیں ہوگا۔

(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۵۰' رقم الحدیث: ۱۳۰)

شمر بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص کو حساب کے لیے لایا جائے گا اور اس کے صحیفۂ اعمال میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی' رب العزت فرمائے گا: تو نے فلاں فلاں دن نمازیں پڑھیں تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ نمازی ہے' میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میرے لیے صرف وہ عبادات ہیں جو خالص میرے لیے ہوں۔ تو نے فلاں فلاں روزے رکھے تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ روزہ دار ہے' میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میرے لیے صرف وہ عبادات ہیں جو خالص میرے لیے ہوں۔ تو نے فلاں فلاں دن صدقہ کیا تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں بندہ نے صدقہ کیا' میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میرے لیے صرف وہ عبادات ہیں جو خالص میرے لیے ہوں۔ پھر وہ اس کے صحیفہ میں سے ایک کے بعد ایک عمل کو مٹاتا رہے گا' حتیٰ کہ اس کے صحیفہ میں کوئی عمل باقی نہیں رہے گا' پھر اس سے فرشتہ کہے گا: اے فلاں شخص! تو اللہ کے غیر کے لیے عمل کرتا تھا۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۲۲۷' رقم الحدیث: ۲۳۱۱۶)

اخلاص کے متعلق اقوال علماء

اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا ہے کہ تذلل' عاجزی اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت اور عبادت کی جائے اور یہ آیت اعمال کے اخلاص اور ریا کاری سے برأت میں اصل ہے' حتیٰ کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کیا یا وزن کم کرنے کے لیے روزے رکھے اور اس کے ساتھ عبادت کی بھی نیت کی تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے

marfat.com
Marfat.com

عبادت میں دنیاوی فوائد کی نیت شامل کرلی ہے اور یہ اللہ کے لیے خالص عمل نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. (الزمر: ۳) سنو! خالص اطاعت اللہ ہی کے لیے ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ. (البینۃ: ۵) اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اخلاص سے اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔

اسی طرح فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس کرے تو اس کے جماعت میں شامل ہونے کے لیے اپنی مقررہ تسبیحات میں اضافہ نہ کرے‘ کیونکہ وہ زائد تسبیحات اللہ کے لیے نہیں ہوں گی‘ بلکہ اس شخص کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے ہوں گی۔

سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ عنہ نے کہا: ریا کی تین قسمیں ہیں:

(۱) کوئی شخص اصل فعل کو غیر اللہ کے لیے کرے اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ یہ فعل اللہ کے لیے کر رہا ہے‘ یہ نفاق کی ایک قسم ہے اور اس شخص کا ایمان مشکوک ہے۔

(۲) انسان کوئی نیک کام کرے اور جب لوگوں کو اس کی نیکی کا علم ہو تو وہ خوش ہو‘ اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ اس عمل کو دہرائے۔

(۳) کسی شخص نے اخلاص کے ساتھ کوئی کام کیا‘ لوگوں کو اس کام کا علم ہو گیا اور انہوں نے اس کی تعریف اور تحسین کی اور وہ اس تعریف کو سن کر خاموش رہا تو یہ بھی ریا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

مؤخر الذکر ریا کی دونوں قسموں کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے چھٹ گئے تو اہل شام میں سے ناتل نامی ایک شخص نے کہا: اے شیخ! آپ مجھے وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو‘ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہو گا‘ اس کو بلایا جائے گا اور اسے ان کی نعمتیں دکھائی جائیں گی‘ جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے‘ بلکہ تو نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے‘ سو تجھے بہادر کہا گیا‘ پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا‘ حتیٰ کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا‘ اس کو بلایا جائے گا اور اس کو اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی‘ جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھلایا اور تیرے لیے قرآن مجید پڑھا‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے‘ تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تاکہ تو قاری کہلائے‘ سو تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا‘ پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا‘ حتیٰ کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص پر اللہ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا‘ اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور وہ نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے‘ تو نے یہ کام اس لیے کیے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے‘ سو تجھ کو سخی کہا گیا‘ پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اور پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلے تین بار خوف سے بے

marfat.com
Marfat.com

ہوش ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۷، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۸۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۰۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن سے پناہ مانگا کرو۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ فرمایا: وہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز سو مرتبہ پناہ طلب کرتا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا: وہ قاری جو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۶، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۲۷)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

کسی آدمی کے نیک اعمال پر اس کی تعریف اور تحسین کی جائے اور وہ تعریف اور تحسین سن کر اس لیے خوش ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت بیٹھ جائے اور وہ اس کو نیک اور بزرگ جانیں اور وہ ان سے دنیاوی مال و متاع حاصل کرے تو اس کی یہ نیت مذموم ہے اور جو شخص یہ پسند نہ کرتا ہو کہ لوگ اس کے نیک کاموں پر مطلع ہوں اور اللہ اس کی نیکیوں پر لوگوں کو مطلع کر دے پھر وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ یہ اس پر اللہ کا فضل اور انعام ہے تو پھر اس کی یہ خوشی مستحسن اور محمود ہے قرآن مجید میں ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (یونس: ۵۸)

آپ کہیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہی لوگوں کو خوش ہونا چاہیے (اس کا فضل) اس سے بہت بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں ○

اس مسئلہ کو پوری تفصیل سے محاسبی نے کتاب ''الرعایۃ'' میں لکھا ہے ایک حدیث میں ہے: میں عمل کو مخفی رکھتا ہوں پھر لوگ اس پر مطلع ہوتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے، سہل نے اس حدیث کی تشریح میں کہا: خوش اس وجہ سے ہو کہ اللہ نے اپنی نعمت کو اس پر ظاہر کر دیا۔

سہل بیان کرتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: ریا یہ ہے کہ تم اپنے عمل کا ثواب دنیا میں طلب کرو اور لوگ اپنا عمل آخرت کے لیے کرتے ہیں، لقمان سے پوچھا گیا کہ ریا کی دوا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس کی دوا عمل چھپانا ہے، ان سے پوچھا گیا: عمل کس طرح چھپایا جائے؟ انہوں نے کہا: تمہیں جس عمل کے اظہار کا مکلف کیا گیا ہے اس عمل کو اخلاص کے بغیر نہ کرو اور تم کو جس عمل کے اظہار کا مکلف نہیں کیا گیا اس میں یہ پسند کرو کہ اللہ کے سوا کوئی اس عمل پر مطلع نہ ہو سکے اور تمہارے جس عمل پر لوگ مطلع ہو جائیں اس کو اپنے اعمال میں شمار نہ کرو اور ایوب سختیانی نے کہا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے عمل کو جانیں وہ شخص صاحب عقل نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ملخصاً و موضحاً جز ۵ ص ۱۵۹، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

جاہل صوفیاء کے خود ساختہ احکام کا رد

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں''۔

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا کارساز اور حاجت روا بنایا ہوا ہے اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے ان معبودوں سے یہ کہتے تھے کہ ہم تمہاری صرف اس لیے پرستش کرتے ہیں کہ تم ہمیں اللہ کا مقرب بنا دو۔

مجاہد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قریش بتوں کے لیے ایسا کہتے تھے اور ان سے پہلے کے کفار فرشتوں کے لیے، حضرت عزیر کے لیے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لیے ایسا کہتے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۱۲۰، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ سیوطی نے امام ابن جریر کے حوالے سے لکھا ہے کہ عرب کے تین قبیلے: عامر' کنانہ اور بنو سلمہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ کہتے تھے کہ ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۱۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ فرما دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہو O''

انسان کی فطرت میں اپنے صانع اور خالق کی معرفت رکھی گئی ہے اور اس کائنات کے خالق کی عبادت کرنا بھی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے لیکن اس فطری معرفت اور عبادت کا اعتبار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس معرفت اور عبادت کا اعتبار ہے جو بندوں تک نبیوں اور رسولوں کے واسطے سے پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعہ جو احکام بندوں تک پہنچائے ہیں' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی وہ اطاعت اور عبادت مطلوب ہے جو شریعت کے موافق ہو خواہ وہ طبیعت کے مخالف ہو' شیطان کی طبیعت میں اللہ کو سجدہ کرنا راسخ تھا اور حضرت آدم کو سجدہ کرنا اس کی طبیعت کے خلاف تھا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کرے تو یہی سجدہ اس کے لیے عبادت تھا' اس نے اپنی طبیعت کے تقاضے کے خلاف سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو وہ کافر ہو گیا' اسی طرح جو عقل والے عقلی دلائل سے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی متابعت نہیں کرتے' ان کی معرفت اور اطاعت بھی معتبر نہیں ہے' اسی طرح جو اپنی عقل سے حضرت عزیر کی' حضرت عیسیٰ کی اور فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو بتوں کی پرستش کرتے تھے ان میں سے کسی کی پرستش اور عبادت معتبر نہیں ہے خواہ وہ اس کے جائز اور معقول ہونے کی کتنی ہی تاویلات کیوں نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں''۔

اسی طرح ہمارے دور میں جاہل صوفیاء نے اللہ تعالیٰ سے تقرب کے حصول کے متعدد طریقے اپنی طرف سے بنا لیے ہیں اور احکام شرعیہ میں من مانے اضافے کر لیے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے اپنی پناہ میں رکھے' اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کا صحیح ذریعہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا اور ائمہ اور مجتہدین نے اس سے احکام شرعیہ کو منضبط کیا اور ہر دور میں اہل علم اور ارباب فتویٰ نے عصری تقاضوں اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بتلایا۔

اس کے بعد فرمایا: ''اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا' وہ پاک ہے' واحد ہے' سب پر غالب ہے O'' (الزمر: ۴)

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ اس کی اولاد کا ہونا محال ہے' پہلے یہ فرمایا کہ اگر وہ اولاد بنانا چاہتا تو جس کو چاہتا چن لیتا تو اے مشرکو! پھر تم یہ تخصیص کیوں کرتے ہو کہ عزیر اس کا بیٹا ہے یا عیسیٰ اس کا بیٹا ہے یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور اس میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد بناتا تو سب سے افضل اور اکمل نوع کی اولاد بناتا اور بیٹیوں کی بہ نسبت بیٹے افضل اور اکمل نوع کے ہیں تو اگر اس نے اولاد بنانی ہوتی تو بیٹوں کو اولاد بناتا تم بیٹیوں کی اس کی طرف نسبت کرتے ہو؟ پھر اللہ تعالیٰ نے واحد قہار فرما کر اس دلیل کی طرف اشارہ فرمایا' اس کی اولاد کا ہونا محال ہے۔

اس دلیل کی ایک تقریر یہ ہے کہ اگر اس کی اولاد فرض کی جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے ایک جز منفصل ہوا' پھر اس جز سے اس کی مساوی صورت بن گئی اور اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اجزاء ہوں اور جس کے اجزاء ہوں وہ اپنے

marfat.com
Marfat.com

اجزاء کی طرف محتاج ہوتا ہے اور جس کے اجزاء ہوں وہ واحد حقیقی نہیں ہوتا اور جو محتاج ہو وہ قہار نہیں ہوتا' پس اللہ تعالیٰ کا واحد اور قہار ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی اولاد محال ہو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کا وجود واجب اور قدیم ہے' پس لازم آئے گا کہ اس کی اولاد بھی واجب اور قدیم ہو اور متعدد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب والد اور اولاد دونوں واجب اور قدیم ہیں تو ان میں کوئی ایسا جز ضرور ہو گا جس سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور کہا جا سکے: یہ والد ہے اور یہ ولد ہے' پھر ان میں سے ہر ایک دو جزؤں سے مرکب ہو گا اور جو مرکب ہو گا وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہو گا اور یہ اس کے واحد اور قہار ہونے کے منافی ہے' پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب واحد اور قہار ہے تو اس کی اولاد نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا' وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے' اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے' ہر ایک مدت مقرر تک گردش کر رہا ہے' سنو! وہی بہت غالب اور بے حد بخشنے والا ہے O اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس نے چوپایوں میں سے تمہارے لیے آٹھ نر اور مادہ اتارے' وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری تخلیق فرماتا ہے' ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق' تین تاریکیوں میں' یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' اسی کی سلطنت ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم کہاں بھٹک رہے ہو O اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ تم سے راضی ہو گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' پھر تمہارے رب کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم (دنیا میں) کرتے تھے' بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O (الزمر: ۷۔۵)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ستر فرمانا

الزمر: ۵ میں فرمایا: ''وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے''۔

اس آیت میں تکویر کا لفظ ہے' تکویر کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو دوسری چیز پر اس طرح گھمانا یا بل دینا جس طرح پیچ کو گھماتے ہیں یا جس طرح عمامہ کو سر کے گرد لپیٹ کر گھماتے ہیں اور بل دیتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ رات دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے اور دن رات کی تاریکی کو چھپا لیتا ہے یا دن رات کی تاریکی کو غائب کر دیتا ہے اور رات دن کی روشنی کو غائب کر دیتی ہے۔

پھر فرمایا: ''اس نے سورج اور چاند کو اپنے کام میں لگا رکھا ہے' ہر ایک مدت مقرر تک گردش کر رہا ہے''۔

اس مدت مقرر سے مراد وہ مدت ہے جس میں سورج یا چاند اپنی منتہاء مسافت کو طے کر لیتا ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند قیامت تک یونہی گردش کرتے رہیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''سنو! وہی عزیز اور غفار ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے عزیز ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر کام پر قادر ہے' وہ اس کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں اور کافروں کو سزا دینے پر قادر ہے۔

اور اس کے غفار ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرتا ہے' یہی وجہ ہے کہ وہ نافرمانی کرنے والوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اچھائیوں اور نیک کاموں کو ظاہر فرماتا ہے اور ان کی برائیوں اور گناہوں کو چھپا لیتا ہے اور آخرت میں ان کی خطاؤں کو بخش دیتا ہے۔

غفر کا معنیٰ ستر ہے اور اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر ستر فرماتا ہے' اس کے حسب ذیل مراتب ہیں:

marfat.com
Marfat.com

(۱) انسان کے بدن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے' اس کے بدن کے باطن میں خون کی شریانیں ہیں' پھیپھڑا ہے اور کلیجہ ہے' معدہ ہے' آنتیں ہیں' مثانہ ہے جس میں پیشاب جمع ہوتا ہے' بڑی آنت ہے جس میں فضلا ہوتا ہے' اوجھڑی ہے' گردے ہیں اور ہڈیاں ہیں' ان اعضاء کی شکلیں اس قدر بُری اور ہیبت ناک ہوتی ہے کہ دیکھنے سے کراہت آتی ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس بدصورت باطن کو خوب صورت جلد کے ساتھ ڈھانپ دیا' اگر انسان کے سر کے اندونی حصہ کو یا اس کے پیٹ کے اندورنی حصہ کو دیکھ لیا جائے تو قے آجائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بدصورتی پر خوب صورت جلد کے ساتھ ستر کر دیا' یہ انسان پر ستر کا پہلا مرتبہ ہے۔

(۲) انسان کے ذہن میں بعض اوقات بُرے خیالات آتے ہیں' وہ کوئی شرمناک فعل کرنا چاہتا ہے' کسی کے ساتھ فراڈ کرنا چاہتا ہے' چوری کرنا چاہتا ہے' جوا کھیلنا چاہتا ہے یا کسی کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتا ہے' اس کے یہ عزائم اس کے ذہن میں ہوتے ہیں اور اللہ اس کے عزائم اور منصوبوں کو کسی دوسرے پر ظاہر نہیں فرماتا' یوں اللہ تعالیٰ اس کے بُرے ارادہ کو اس کے ذہن میں چھپا کر رکھتا ہے اور یہ اس کے ستر کا دوسرا مرتبہ ہے۔

(۳) انسان جب اپنے بُرے منصوبوں پر عمل کر کے کوئی گناہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دوسروں سے چھپاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض اوقات وہ اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے اور اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے' ارشاد فرماتا ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان:۷۰)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا' اللہ بہت بخشنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے○

اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو چھپاتا ہے اور ان پر ستر کرتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندے بھی ایک دوسرے کے عیوب اور قبائح کو چھپائیں اور کسی کی غیبت کر کے اس کے عیب کو ظاہر نہ کریں' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے عزت کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ اس سے قیامت کے مصائب کو دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا ستر رکھتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کا ستر رکھے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۲۹۱' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۳۹۴)

جو شخص مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے' ان کے عیوب تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے اور نیکی کرنے والے کا بدلہ برائی سے دیتا ہے وہ مسلمانوں کے اوصاف سے کس قدر دور ہے' مسلمانوں کے اوصاف سے وہ شخص متصف ہوگا جو خلق خدا کا ذکر نیکی کے سوا نہ کرے۔ لوگوں میں نیک اور بد' اچھے اور بُرے ہر قسم کے اوصاف ہوتے ہیں' ان میں عیوب اور محاسن بھی ہوتے ہیں' اسلام کے اوصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ لوگوں کے عیوب سے اپنی آنکھیں بند کر لیں' صرف ان کے محاسن پر نظر ڈالیں' کسی کی برائی کا چرچا نہ کریں' صرف اس کی اچھائیوں کا تذکرہ کریں۔

اس سے پہلے ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ستر کرنے کی تفصیل کی تھی اور آخرت میں اس کے ستر کرنے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) مومن اپنے رب کے نزدیک ہوگا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر اپنی حفاظت کا بازو رکھ دے گا' پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور اس سے پوچھے گا: تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں' اللہ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر ستر کیا تھا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں' پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور رہے کفار تو تمام لوگوں کے سامنے ان کو ندا کی جائے گی: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۶۵۷)

اللہ تعالیٰ غفار ہے' بہت زیادہ مغفرت فرماتا ہے' اس کے سیلاب مغفرت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شخص کا علم ہے جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا' ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس شخص پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو اس سے دور رکھو' پھر اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے' پھر اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا اور فلاں دن فلاں اور فلاں گناہ کیا تھا' وہ کہے گا: ہاں اور وہ ان گناہوں کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے خوف زدہ ہوگا کہ اب اس کے سامنے اس کے بڑے بڑے گناہ بھی پیش کر دیئے جائیں گے' پھر اس سے کہا جائے گا: تیرے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے' پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اور بھی بہت گناہ کیے ہیں جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے' میں نے دیکھا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۰' جامع المسانید والسنن مسند ابوذر رقم الحدیث: ۱۱۴۵۲)

انسان کو پیدا کرنا اور اس کو انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ـــ

اللہ کی عبادت کرے

الزمر: ۶ میں فرمایا: ''اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا' پھر حضرت آدم کی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔

پھر فرمایا: ''اور اس نے چوپایوں میں سے تمہارے لیے آٹھ نر اور مادہ اتارے''۔

اس آیت میں چوپایوں کے لیے ''انعام'' کا لفظ ہے اور عربی میں انعام کا لفظ چار قسم کے جانوروں کے لیے مخصوص ہے (۱) اونٹ (۲) بیل (۳) دنبہ (۴) بکرا اور چار ان کی مادہ ہیں' پس نر اور مادہ مل کر یہ آٹھ جوڑے ہو گئے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اس نے تمہارے لیے آٹھ نر اور مادہ نازل کیے ہیں۔ حالانکہ یہ جانور اوپر سے نہیں نازل ہوئے بلکہ زمین پر ہی ان کی پیداوار اور افزائش ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس پانی سے ہی زمین سے سبزہ اور چارا اگتا ہے جس کو کھانے کی وجہ سے ان جانوروں کی افزائش ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری تخلیق فرماتا ہے' ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق' تین تاریکیوں میں''۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں انسان کی بہ تدریج تخلیق کی ہے' پہلے انسان کے نطفہ کو جما ہوا خون بناتا ہے' پھر اس کو گوشت کی بوٹی بنا دیتا ہے' پھر اس میں ہڈیاں پہنا دی جاتی ہیں' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پھر فرمایا: یہ تخلیق تین تاریکیوں میں ہوتی ہے' ایک تاریکی پیٹ کی ہوتی ہے' دوسری تاریکی رحم کی ہوتی ہے اور تیسری تاریکی اس جھلی کی ہوتی ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک تاریکی صلب (پیٹھ) کی ہو' دوسری تاریکی پیٹ کی ہو اور تیسری تاریکی رحم کی ہو۔

پھر فرمایا: ''یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' اسی کی سلطنت ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے''۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے: جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو حسین وجمیل صورت دی اور تم پر انواع واقسام کی ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل کیں اور تم کو اپنی توحید کی دعوت دی اور تم کو یہ بشارت دی کہ اگر تم نے میری اطاعت اور عبادت کی تو میں تم کو جنت عطا کروں گا اور جنت میں تمہیں میری رضا اور میرا دیدار حاصل ہوگا' پھر کیا وجہ ہے کہ تم میری بشارت پر کان نہیں دھرتے اور میری دعوت کو قبول نہیں کرتے۔

اس کے بعد فرمایا: ''سو تم کہاں بھٹک رہے ہو''۔

تم کو بتا دیا ہے کہ ساری کائنات میں میری ہی سلطنت ہے اور میرا ہی تصرف ہے' میرے سامنے سب عاجز اور مجبور ہیں' قادر اور قہار میں ہی ہوں۔ پھر تم جن بتوں کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہو' جن سے مدد طلب کرتے ہو اور مرادیں مانگتے ہو' وہ سب بے جان اجسام ہیں' تو تم کہاں بھٹک رہے ہو' اللہ ہی خالق اور مالک ہے' اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر کس کی پرستش کر رہے ہو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' ایک دن جب ہم سواری پر جا رہے تھے میں آپ کے قریب ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور دوزخ سے دور کردے' آپ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے' یہ کام اس شخص کے لیے آسان ہو گا جس پر اللہ اس کو آسان کردے گا' تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج کرو' پھر فرمایا: کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر تمام نیکی کے دروازوں کا مدار ہے' روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی' پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (السجدہ:۱۶)

جن کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں ○

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدہ:۱۷)

کوئی شخص نہیں جانتا کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کن نعمتوں کو چھپا کر رکھا ہوا ہے' یہ ان کے کاموں کی جزاء ہے ○

پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو ان تمام چیزوں کا رئیس ہے اور جو ان کا ستون ہے اور ان کے کوہان کی بلندی ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کا رئیس اسلام ہے اور ان کا ستون نماز ہے اور ان کے کوہان کی بلندی جہاد ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں کہ ان تمام چیزوں کا کس پر مدار ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے نبی! آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا: اپنی زبان کو روک کر رکھو' میں نے عرض کیا: یا نبی

marfat.com
Marfat.com

اللہ! ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا ان کی وجہ سے ہمارا مواخذہ کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تمہیں تمہاری ماں روئے لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل یا نتھنوں کے بل صرف ان کی زبانوں کی فصل کی کٹائی کی وجہ سے ہی ڈالا جائے گا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۳' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۰۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۲۶۶)

اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونا

الزمر: ۷ میں فرمایا: "اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے پرواہ ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تم دن رات اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا مشاہدہ کرتے ہو' ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کا شکر ادا کرو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں تمام لوگوں سے عمومی خطاب ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (ابراہیم: ۸)

موسیٰ نے کہا: اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بے شک اللہ بے نیاز' حمد کیا ہوا ہے ۝

غنی اور بے نیاز کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات اور صفات میں کسی چیز کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو احکام شرعیہ کا مکلف کیا ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے کوئی نفع حاصل کرنا چاہتا ہے یا اپنی ذات سے کسی ضرر کو دور کرنا چاہتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی علی الاطلاق ہے اور جو غنی علی الاطلاق ہو اس کا اپنے نفس کے لیے کسی نفع کو حاصل کرنا یا اپنے نفس سے کسی ضرر کو دور کرنا محال ہے' کیونکہ اگر وہ کسی چیز کا محتاج ہو تو اس کی حاجت قدیم ہو گی یا حادث ہو گی' اگر اس کی حاجت قدیم ہو تو وہ اس کو ازل میں پیدا کرے گا اور جو چیز پیدا کی جائے وہ حادث ہوتی ہے قدیم نہیں ہو سکتی اور اگر اس کی حاجت حادث ہو اور وہ حاجت اس کے ساتھ قائم ہو تو پھر اللہ محل حوادث ہو جائے گا اور یہ بھی محال ہے' اور دوسری دلیل یہ ہے کہ محتاج ہونا نقص ہے' اگر اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج ہو تو پھر وہ ناقص ہو گا اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

نیز ہم کو بداہۃً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے' اسی طرح سورج' چاند' ستاروں' سیاروں' عرش' کرسی' عناصر اربعہ اور موالیہ ثلاثہ کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور جو اتنا عظیم قادر اور قاہر ہو اس کے حق میں یہ کہنا کس طرح جائز ہو گا کہ اس کے بندوں کے نماز پڑھنے' روزے رکھنے اور دیگر احکام پر عمل کرنے سے اس کو نفع ہوتا ہے اور ان احکام پر عمل نہ کرنے سے اس کو نقصان ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ روایت کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا' لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو' اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں' سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو' میں تم کو ہدایت دوں گا' اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں' پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو' میں تم کو کھلاؤں گا' اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں' لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو' میں تم کو لباس پہناؤں گا' اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں' تم مجھ سے بخشش طلب کرو' میں تم کو بخش دوں گا' اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں کہ مجھے نفع پہنچا سکو' اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو

marfat.com
Marfat.com

ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے' اے میرے بندو! تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں' پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزاء دوں گا' پس جو شخص خیر کو پائے اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ ابوادریس خولانی جس وقت یہ حدیث بیان کرتے تھے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۴' جامع المسانید والسنن مسند ابوذر رقم الحدیث: ۱۱۳۹۵)

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے: اگر میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے کمی ہوتی ہے۔ یہ مثال لوگوں کو سمجھانے کے لیے دی ہے' کیونکہ ہمارے مشاہدہ میں سب سے بڑی چیز سمندر ہے اور سوئی کو ڈبو کر نکالنے سے اس کی وسعت میں کوئی اثر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اپنی پہلی مخلوق سے لے کر قیامت تک آخری مخلوق کو جو کچھ دیتا رہا ہے اور دیتا رہے گا اس سے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: تم (لوگوں پر) خرچ کرو' میں تم پر خرچ کروں گا اور آپ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے' خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی' رات اور دن کا مسلسل خرچ اس میں کمی نہیں کر سکتا۔ یہ بتاؤ کہ جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ تب سے خرچ کر رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی' اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں ترازو ہے' جس (کے وزن) کو وہ پست کرتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲۔۵۰۰)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمیشہ ایجاد کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس کی قدرت میں عجز اور قصور جائز نہیں ہے اور ممکنات غیر منحصر اور غیر متناہی ہیں اور کسی ایک ممکن کے وجود میں آنے سے باقی ممکنات کے ایجاد کی قدرت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کو تمام افعال کا خالق ماننے پر معتزلہ کا اعتراض اور امام رازی کے جوابات

اس کے بعد فرمایا: ''اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا''۔

یعنی ہر چند کہ کسی بندہ کے ایمان لانے سے اللہ کو کوئی نفع نہیں ہوتا اور نہ کسی کے کفر اور ناشکری سے اس کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تاہم وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

معتزلہ نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کفر اور ناشکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا' ان افعال کو بندے خود پیدا کرتے ہیں' کیونکہ اگر کفر اور ناشکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے راضی ہونا واجب ہے' تو پھر کفر سے بھی راضی ہونا واجب ہوتا' حالانکہ کفر سے راضی ہونا

marfat.com

Marfat.com

بجائے خود کفر ہے۔ امام رازی نے اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''اللہ اپنے بندوں کے کفر اور ناشکری سے راضی نہیں ہوتا'' اس آیت میں بندوں سے مراد مؤمنین ہیں' کیونکہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ عباد سے مراد مؤمنین لیتا ہے' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا . اور رحمان کے بندے جو زمین پر وقار سے چلتے ہیں۔

(الفرقان: ۶۳)

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ . (اے شیطان!) بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہے۔ (الحجر: ۴۲)

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۲۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی نہیں ہوتا اور کافروں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی ہوتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کفر اور ناشکری سے مطلقاً راضی نہیں ہوتا' خواہ وہ مومن کرے یا کافر۔

امام رازی نے معتزلہ کے اعتراض کا دوسرا جواب یہ دیا ہے:

(۲) ہم یہ کہتے ہیں کہ کفر اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے' اس کی رضا سے نہیں ہے' کیونکہ رضا کا معنیٰ ہے: کسی کام کی مدح کرنا اور اس کی تعریف و تحسین کرنا' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ . (الفتح: ۱۸) بے شک اللہ مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کفر اور ناشکری کی تعریف و تحسین نہیں کرتا' اس لیے وہ ان افعال سے راضی نہیں ہے۔

(۳) امام رازی فرماتے ہیں: میرے استاذ اور والد ضیاء الدین عمر رحمہ اللہ اس اعتراض کا یہ جواب دیتے تھے کہ رضا کا معنیٰ ہے: کسی فعل پر ملامت نہ کرنا اور اعتراض نہ کرنا اور رضا کا معنیٰ ارادہ کرنا نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے کافروں میں کفر اور ناشکری کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے' وہ ان افعال سے راضی نہیں ہے کیونکہ اس نے کفر کرنے اور شکر نہ کرنے پر ملامت کی ہے۔

(۴) چلو ہم مان لیتے ہیں کہ رضا اور ارادہ ایک ہے اور اس آیت کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے لیے کفر کا ارادہ نہیں کرتا' لیکن اس عموم سے کفار کو خاص کر لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کافروں کے کفر کا ارادہ کرتا ہے اور کافروں کے مخصوص اور مستثنیٰ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ . (الدھر: ۳۰) اور تم کسی چیز کو نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ اس چیز کو چاہے۔

یعنی تمہاری مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے' لہٰذا کافر کا کفر بھی اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۲۶-۴۲۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

معتزلہ کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور رضا بالقدر کی تحقیق

امام رازی کے ان تینوں جوابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے کفر اور ناشکری سے راضی نہیں ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ جس بندہ میں کفر اور عدم شکر پیدا کرتا ہے تو اس کے کفر اور عدم شکر کا ارادہ فرماتا ہے اور کفر اور عدم شکر اللہ تعالیٰ کی قضاء اور

marfat.com

Marfat.com

کی تقدیر سے ہے اور اس سے معتزلہ کا یہ اعتراض دور نہیں ہوا کہ تقدیر پر راضی ہونا واجب ہے' لہٰذا کفر اور عدم شکر پر راضی ہونا بھی واجب ہے' لہٰذا مان لو کہ اللہ تمام افعال کا خالق نہیں ہے' بلکہ کفر اور ظلم کا خالق انسان ہے۔

مصنف کے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تقدیر کا تعلق دو قسم کی چیزوں سے ہے: ایک تکوین اور دوسری تشریع۔

تکوین سے مراد ہے: وہ امور جن میں انسان کا اختیار اور ارادہ نہیں ہوتا اور جو خالص اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں جیسے انسان کا پیدا ہونا' مر جانا' صحت مند' خوب صورت اور قوی ہونا' بیمار' بدصورت اور کمزور ہونا' دولت مند یا مفلس ہونا' انسان کا مرد یا عورت ہونا' اسی طرح قدرتی آفات اور مصائب' بارش کا ہونا یا نہ ہونا' طوفانوں کا اٹھنا' زلزلوں کا آنا' فصل کا زرخیز ہونا یا زرعی پیداوار کا نہ ہونا' اولاد کا ہونا یا نہ ہونا' اس قسم کی اور دوسری چیزیں جو خالص اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں ان میں بندہ کا کوئی دخل نہیں ہے' اور ان میں تقدیر کے لکھے ہوئے پر راضی ہونا واجب ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا ہے سو آپ تشریف لائیں' آپ نے جواب میں ان کو سلام بھیجا اور فرمایا: اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ وہ لیتا ہے اور جو کچھ وہ عطا فرماتا ہے' اور اس کے نزدیک ہر چیز کی مدت معین ہے' اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا' بوسہ دیا' سونگھا اور فرمایا: آنکھ سے آنسو بہ رہے ہیں اور دل غمزدہ ہے اور ہم صرف وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق سے غم زدہ ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۲۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی سعادت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر پر راضی ہو اور ابن آدم کی شقاوت یہ ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ (خیر طلب کرنے کو) ترک کر دے اور ابن آدم کی شقاوت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ناخوش اور ناراض ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۱' مسند احمد ج ا ص ۱۶۸)

اور تقدیر کا دوسرا تعلق تشریع سے ہے' تشریع سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے یا جن کاموں کے کرنے سے روکا ہے' اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر عمل کرے یا نہ کرے' ایمان لائے یا کفر کرے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ. سو جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔

(الکہف: ۲۹)

اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ انسان کو اختیار دے گا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان اور اعمال صالحہ کو اختیار کرے گا یا کفر اور اعمال سیئہ کو اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے اسی علم کا نام وہ تقدیر ہے جس کا تعلق تشریع سے ہے اور تقدیر کی اس قسم پر رضا مطلوب نہیں ہے بلکہ کفر اور ناشکری پر غیظ و غضب مطلوب ہے اور جو شخص کافروں اور ظالموں سے محبت اور میل جول رکھے اس پر عذاب کی وعید ہے' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ جلائے گی۔ (ھود:۱۱۳)

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل میں اللہ کی نافرمانی کا ظہور ہوا تو ایک آدمی اپنے بھائی کو کوئی گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو اس گناہ سے منع کرتا' پھر دوسرے دن اس کے ساتھ کھانے' پینے اور میل جول سے اس کو کوئی چیز مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ کر دیئے اور ان کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ (المائدہ:۷۹۔۷۸)

بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی' کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ○ وہ ایک دوسرے کو اس بُرے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا' وہ کیسا بُرا کام تھا جو وہ کرتے تھے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا' آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' پھر آپ کھڑے ہو گئے' پھر فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ تم اس کو حق کی طرف موڑ کر پھیر دو اور اس کو گناہوں سے روک دو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۰۴۸' ۳۰۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۳۳۷' ۴۳۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۰۶' مسند احمد ج۱ ص۳۹۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۰۳۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۲۶۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۵۲۳)

کفر' ظلم اور معاصی بھی اللہ کی تقدیر میں ہیں اور لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں' قرآن کریم میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○ (القمر:۵۳۔۵۲)

ہر وہ کام جو انہوں نے کیا ہے لوحِ محفوظ میں ہے ○ ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے ○

لیکن کفر' ظلم اور معاصی پر راضی ہونا بھی کفر ہے' یہ اللہ کی وہ تقدیر ہے جس سے ناراض ہونا اور غضب ناک ہونا مطلوب ہے' یعنی ان مقدرات سے ناراض ہونا مطلوب ہے جو کفر اور ظلم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس تقدیر کا تعلق تکوین سے ہے یعنی ان امور سے جو بندہ کے اختیار میں نہیں ہیں جیسے پیدائش اور موت وغیرہ' اس تقدیر اور مقدر سے راضی ہونا مطلوب ہے اور اس سے ناراض ہونا شقاوت ہے اور جس تقدیر کا تعلق ان مقدرات سے ہے جو کفر اور ظلم ہوں' ان سے ناخوش اور ناراض ہونا مطلوب ہے' لہٰذا اب معتزلہ کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ ''جب تمام افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو کفر اور ظلم کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے' پھر یہ اللہ کی تقدیر میں ہیں اور مقدرات سے ہیں اور اللہ کی تقدیر سے راضی ہونا واجب ہے' لہٰذا کفر اور ظلم سے بھی راضی ہونا واجب ہے' حالانکہ کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے اور یہ خرابی اس لیے لازم آئی کہ تم جماعت اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ تمام افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے' سو اس خرابی سے چھٹکارے کے لیے یہ مان لو کہ ایمان اور اعمال صالحہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کفر اور ظلم کا خالق انسان ہے''۔ اور مصنف کی تقریر سے معتزلہ کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کیونکہ ہر مقدر سے راضی ہونا واجب نہیں ہے' صرف اس مقدر سے راضی ہونا واجب ہے جس کا تعلق تکوین سے ہو اور جس مقدر کا تعلق تشریع سے ہو اور جو مقدر کفر اور شرک ہو اس سے ناراض ہونا واجب ہے' ہاں جس کے مقدر میں ایمان اور اعمال صالحہ ہوں اس کا بھی اپنے مقدر سے راضی ہونا مطلوب ہے۔

marfat.com
Marfat.com

عام طور پر مطلقاً کہا جاتا ہے کہ تقدیر پر راضی ہونا واجب ہے اور تکوین اور تشریع کا فرق نہیں کیا جاتا اور تشریع میں بھی ایمان اور کفر کے فرق کی وضاحت نہیں کی جاتی' میں نے کسی تفسیر اور حدیث کی شرح میں یہ فرق نہیں دیکھا' یہ خالص وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف میرے دل میں القاء کی ہے اور یہ میری اس تفسیر کے خصائص میں سے ہے۔ وللہ الحمد علی ذالک

اللہ تعالیٰ کا کفر اور معصیت کو پسند نہ فرمانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ خواہ وہ بندے مومن ہوں یا کافر' اسی طرح وہ کفر کو بھی پسند نہیں کرتا' اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کفر اور معصیت کو پسند نہیں کرتا تو وہ اس کو پیدا نہ کرتا اور جب اللہ تعالیٰ نے کفر اور معصیت کو پیدا کیا ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے اس کو پسند کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ارادہ اور رضا میں فرق ہے' جب کوئی انسان کفر اور معصیت کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے لیکن وہ کفر اور معصیت سے راضی نہیں ہوتا' وہ راضی صرف ایمان اور اطاعت سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ راضی ان کاموں سے ہوتا ہے جن کاموں کی دنیا میں اس نے تعریف اور تحسین کی ہے اور جن کاموں پر آخرت میں وہ اجر اور ثواب عطا فرمائے گا اور کفر اور معصیت پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ملامت اور مذمت کی ہے اور آخرت میں ان پر سزا اور عذاب دے گا' پس کفر اور معصیت سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا' ہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا' جب بندوں نے کفر اور معصیت کو اختیار کیا تو اس نے ان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا' کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتی ہے۔

جزاء کا مدار اعمال پر بھی ہے اور ان کے اسباب پر بھی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' پھر تمہارے رب کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم (دنیا میں) کرتے تھے''۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ حالانکہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت تک جتنے قتل ہوتے رہیں گے ان سب کے گناہوں کا بوجھ قابیل کی گردن پر ہوگا' جو پہلا قاتل تھا' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی قتل کیا جائے گا اس کے گناہوں میں سے ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۶۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۴۲' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۷۴۴)

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جس فعل کا خود مرتکب ہو اس کو اس کی جزاء بھی ملتی ہے اور جس فعل کا وہ دوسروں کے لیے سبب بنے اس کو اس کی جزاء بھی دی جاتی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو شروع کیا اس کو اپنے فعل کا اجر بھی ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ملے گا اور بعد والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو شروع کیا اسے اپنے فعل کا بھی گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور بعد والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳' جامع المسانید والسنن مسند جریر بن عبداللہ رقم

marfat.com
Marfat.com

الحدیث: ۱۴۷۲)

نیک اعمال میں اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ماں باپ کے ایمان کی وجہ سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل فرما دے گا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ○ (الطور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی' ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے' ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں کے عوض گروی رکھا ہوا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ اپنی طرف سے اس کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کرتا رہا تھا اور اللہ کے شریک بنالیتا ہے' تاکہ (دوسروں کو) اس کی راہ سے منحرف کرے' آپ کہیے کہ تم اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو' بے شک تم دوزخ والوں میں سے ہو ○ بے شک جو رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے' آخرت (کے عذاب) سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتا ہے (کیا وہ بدعمل کافر کی مثل ہو سکتا ہے؟) آپ کہیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں' صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں ○ (الزمر: ۹۔۸)

راحت اور مصیبت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور اس سے دعا کرنا ضروری ہے

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے' اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ہے' اسی نے دن اور رات کے توارد اور تعاقب کا سلسلہ قائم کیا ہے اور اپنی الوہیت اور استحقاق عبادت کے دیگر دلائل بیان فرمائے تھے اور مشرکین کے شرک اور ان کی ناشکری کی مذمت کی تھی اور ان آیتوں میں ان کے عقائد کی مزید مذمت فرما رہا ہے کہ ان کے عقائد میں تضاد ہے' ایک طرف تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کا یہ حال ہے کہ جب ان کے جسم یا مال یا ان کی بیوی یا ان کی اولاد پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت کی نجات کو طلب کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو دور فرما دیتا ہے تو پھر وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کو ترک کر دیتے ہیں' گویا کہ انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ سے فریاد کی ہی نہ تھی اور پھر دوبارہ اپنے بتوں اور خودساختہ خداؤں کی پرستش میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس تضاد کو بیان کر کے یہ ظاہر فرمانا چاہتا ہے کہ عقل والوں کو مشرکوں کی ان دو حالتوں پر تعجب کرنا چاہیے اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے' اسی کو پکارنا چاہیے اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک طویل نصیحت فرمائی اس میں آپ کا یہ ارشاد ہے:

اذا سئلت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله.

جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۸۸' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۴۲۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۴)

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور راحت میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا یہ مشرکوں کا طریقہ

marfat.com
Marfat.com

اگر انسان یہ چاہتا ہو کہ مصیبت میں اس کی دعا قبول ہو تو وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ کو بہ کثرت یاد کرے۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ مصائب کے اوقات میں اس کی دعاؤں کو قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعائیں کرے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۲' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۳۹۶' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۹۰ طبع قدیم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو کیونکہ اللہ عزوجل اس سے محبت کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۸۸' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۶۵' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب فرماتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۵۵' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۱' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۸۹)

تہجد کی نماز کے فضائل

الزمر: ۹ میں فرمایا: ''بے شک جو رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے''۔

اس آیت میں ''قانت'' کا لفظ ہے' قانت کا معنیٰ ہے: جس شخص پر جو اطاعت اور عبادت واجب ہے وہ اس کے لیے قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: القنوت کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا' قرآن مجید میں ہے: ''کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ○''۔ (البقرہ: ۱۱۶) نیز اس آیت میں ہے ''اناء اللیل'' اس کا معنیٰ ہے: رات کے اوقات' خواہ وہ رات کا اوّل وقت ہو' اوسط وقت ہو یا آخر وقت ہو۔ حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل الصلوة طول القنوت. سب سے افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۱' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبداللہ رقم الحدیث: ۲۰۲)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نماز میں قیام کرنا دن کی نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کو عبادت کرنا عام لوگوں کی نماز سے مخفی ہوتا ہے' اس لیے رات کی عبادت ریا کاری سے زیادہ دور ہے۔

(۲) اندھیرا لوگوں کو دیکھنے سے مانع ہے اور لوگوں کا محوِ خواب ہونا ان کے سننے سے مانع ہے اور جب انسان کا دل باہر کے عوارض سے فارغ ہو تو وہ یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔

(۳) رات کا وقت نیند اور آرام کے لیے ہوتا ہے' انسان طبعی طور پر رات کو سونا چاہتا ہے اور طبعی تقاضوں کو ترک کرکے اللہ کی عبادت کرنا نفس پر زیادہ شاق اور مشکل ہے۔

تہجد کی نماز کے فضائل میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز میں اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ کے

marfat.com

Marfat.com

دونوں پیر سوج گئے تھے' تو حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں' حالانکہ اللہ نے آپ کے
تمام اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرمادیئے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ
کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں' پھر جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے
کھڑے ہو جاتے' پھر رکوع کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۴۸' صحیح مسلم
رقم الحدیث: ۱۱۱۸' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کی گئی ہے اور ذنب کا معنی ہے گناہ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم معصوم ہیں' پھر ذنب کا کیا محمل ہے؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حسنات الابرار سیئات المقربین'' نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترک اولیٰ
بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے' حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷' دارالعلوم امجدیہ' کراچی)

نیز ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلاف اولیٰ ہے' نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے قصداً اس
کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰۔۴۴۹ طبع جدید' رضا فاؤنڈیشن لاہور' اپریل ۱۹۹۶ء)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک
سب سے پسندیدہ نماز' حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے
ہیں' وہ نصف رات سوتے تھے' پھر تہائی رات نماز میں قیام کرتے تھے' پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے (مثلاً اگر چھ گھنٹے
کی رات ہو تو تین گھنٹے سوتے تھے' پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے تھے' پھر ایک گھنٹہ سوتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس) اور ایک دن روزہ رکھتے
تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۴۸' سنن النسائی رقم
الحدیث: ۲۳۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۱۲' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۶۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے' ان رکعات میں وتر
اور سنت فجر شامل ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۳۴)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں کس طرح
نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے
زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر چار رکعات نماز پڑھتے' تم ان کے
حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر تین رکعات (نماز وتر) پڑھتے تھے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ
وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹' سنن النسائی رقم
الحدیث: ۱۶۹۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۳' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۳۱۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب سوتا ہے
شیطان اس کی گدی پر یہ پڑھ کر تین گرہیں لگا دیتا ہے: ''تمہاری رات بہت لمبی ہے سو جاؤ'' جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا
ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی

marfat.com
Marfat.com

ہے پھر صبح کو وہ تروتازہ اور خوش گوار حال میں اٹھتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سوتا رہتا ہے اور نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۱۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں' کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں' کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ پہلے رات کو نماز میں قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کے قیام کو ترک کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۵۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۴۴۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۱۲' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۸۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جس بندہ کو مل جائے وہ اس گھڑی میں دنیا اور آخرت کی جس چیز کا بھی سوال کرے تو اللہ اس کو عطا کر دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۷' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبداللہ رقم الحدیث: ۱۵۴۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو' کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۵۰۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عبسہ نے کہا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے' اگر تم اس وقت میں اللہ کو یاد کر سکتے ہو تو یاد کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۷۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۴۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو نماز کے لیے اٹھا اور اس نے اپنی بیوی کو جگایا' پھر اس نے نماز پڑھی' اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے' اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے' پھر وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ اٹھنے سے منع کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۴۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۶۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۰۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۵۰۱)

marfat.com

Marfat.com

سجدہ کی فضیلت پر دلائل

اس آیت کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے عمل سے کی ہے اور اس کی انتہاء علم پر کی ہے' اس میں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی علم قابل شمار ہوتا ہے جو عمل کے ساتھ ہو کیونکہ بے علم شخص بالقوۃ گمراہ ہے' اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جہل کی وجہ سے کسی بُرے عقیدہ کو یا بُرے عمل کو اختیار کرے اور بے عمل شخص بالفعل گمراہ ہے۔

پھر اس آیت میں "قانت" کا لفظ ذکر فرمایا' جس کا معنی ہے: دوام کے ساتھ اطاعت اور عبادت کرنے والا اور اس میں یہ بتایا ہے کہ عمل اس وقت مفید ہوتا ہے جب وہ دائمی ہو اور "ساجدا و قائما" کا ذکر فرمایا اور سجدہ کو قیام پر مقدم فرمایا' کیونکہ عبادت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز کا اعتراف کرنا اور ذلت کو اختیار کرنا اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے' کیونکہ سجدہ میں انسان اپنے سب سے معزز عضو یعنی سر کو مٹی پر رکھ دیتا ہے۔ نیز عبادت سے مقصود ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور سب سے زیادہ اللہ کا قرب سجدہ میں ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (العلق: ۱۹) — سجدہ کر اور اللہ کے قریب ہو جا ۝

سجدہ کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: مجھے وہ عمل بتایئے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ کو بہ کثرت سجدے کرو' کیونکہ تم جب بھی اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہو تو وہ اس سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۹۔۳۸۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا' میں آپ کے پاس آپ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لے کر آیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: کوئی سوال کرو' میں نے عرض کیا: میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: کسی اور چیز کا بھی' میں نے کہا: مجھے یہ کافی ہے' آپ نے فرمایا: تم بہ کثرت سجدے کر کے (اس سوال کو پورا کرنے میں) میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۲۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

نماز میں قیام کی فضیلت پر دلائل

سجدہ کے بعد اس آیت میں قیام کا ذکر ہے اور نماز کے ارکان میں قیام کی بھی بہت فضیلت ہے' ہم قیام کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں: سب سے افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۶)

نماز میں قیام کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان کی ادائیگی میں سب سے زیادہ مشقت قیام میں ہوتی ہے اور جس عبادت کی ادائیگی میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ اجر و ثواب ہوتا ہے۔

امام المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ میں بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

marfat.com
Marfat.com

ای الاعمال افضل فقال احمزھا. کون سے عمل میں سب سے زیادہ فضیلت ہے؟ فرمایا: جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو۔

(النہایہ ج ۱ ص ۴۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اس روایت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں (حج اور عمرہ) کر کے واپس جائیں گے اور میں ایک عبادت (صرف حج) کر کے واپس جاؤں گی' آپ نے فرمایا: تم انتظار کرو' پس جب تم حیض سے پاک ہو جاؤ تو تنعیم کی طرف جانا' پھر احرام باندھنا' پھر فلاں مقام پر آ کر ہم سے مل جانا' لیکن تمہارا عمرہ بہ قدر خرچ یا بہ قدر مشقت ہوگا (یعنی جس قدر عمرہ میں تمہارا خرچ ہوگا یا جس قدر اس میں مشقت ہوگی تم کو اس قدر اجر ملے گا)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۸۷' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۲۳)

ایک اور حدیث میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ان لک من الاجر قدر نصبک ونفقتک. بے شک تم کو بہ قدر مشقت اور بہ قدر خرچ اجر ملے گا۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۷۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۱ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۷۳۳ طبع جدید)

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ لیلۃ القدر میں نماز پڑھنے میں مشقت کم ہوتی ہے اور اجر زیادہ ہوتا ہے' اسی طرح مسجد حرام میں نماز پڑھنے میں مشقت کم ہوتی ہے اور اجر زیادہ ہوتا ہے' اس لیے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جس عبادت میں مشقت زیادہ ہو اس میں اجر زیادہ ملتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ لیلۃ القدر اور کعبہ میں جو اجر زیادہ ملتا ہے وہ نفس عبادت کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ لیلۃ القدر اور کعبہ کی خصوصیت کی وجہ سے اجر زیادہ ملتا ہے' لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ ہی ہے کہ جس عبادت میں زیادہ مشقت ہو اس میں اجر زیادہ ملتا ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ ہر نیک کام میں جس قدر زیادہ خرچ ہو یا جس قدر زیادہ مشقت ہو اس میں اس قدر زیادہ اجر ملتا ہے' اسی لیے امام شافعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا مستحب ہے' اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا' ان کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ (التوبہ: ۲۰)

ان کا درجہ دوسرے مؤمنوں سے اس لیے بہت بڑا ہے کہ انہوں نے جہاد کے لیے اپنا مال خرچ کیا اور اپنے نفس پر مشقت برداشت کر کے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے متعلق فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ. صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا○

(الزمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کو بھی بے حساب اجر اسی وجہ سے دیا جائے گا کہ باقی عبادات کی بہ نسبت صبر کرنے میں زیادہ مشقت ہے' اسی طرح جو شخص زیادہ دور سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لیے جائے گا یا زیادہ دور سے چل کر نماز پڑھنے جائے گا اس کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۵-۱۷۶' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور میں کہتا ہوں کہ چونکہ نماز کے باقی ارکان کی بہ نسبت قیام میں زیادہ مشقت ہے اس لیے باقی ارکان کی بہ نسبت قیام

marfat.com
Marfat.com

میں زیادہ فضیلت ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سجدہ اور قیام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب الفردوس نے حضرت عثمان بن عفان سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ افضل عبادت وہ ہے جس میں سب سے زیادہ خفت اور آسانی ہو' تو میں کہوں گا: یہ غلط ہے' اصل میں اس حدیث میں عبادت کی جگہ عیادت کا لفظ ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۲۹۸' کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۵۵)

اور عیادت میں اصل یہ ہے کہ بہت تخفیف کے ساتھ عیادت کی جائے اور مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ اجر اس عیادت میں ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ تخفیف ہو اور تعزیت ایک مرتبہ کی جائے۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۵۴۲' رقم الحدیث: ۹۲۱۹)

سعید بن میسب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل عیادت وہ ہے جس میں عیادت کرنے والا مریض کے پاس سے جلدی اٹھ کر کھڑا ہو۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۵۴۳' رقم الحدیث: ۹۲۲۱)

امام ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ غالب القطان ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر جانے کے لیے کھڑے ہو گئے تو ابو العالیہ نے کہا: عرب کس قدر عمدہ عیادت کرتے ہیں کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے' کیونکہ کبھی مریض کو کوئی کام ہوتا ہے اور وہ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی وجہ سے حیاء کرتا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۲۲۴)

خلاصہ یہ ہے کہ عیادت اور تعزیت آسان اور خفیف طریقہ سے کرنی چاہیے اور عبادت کرنے میں جتنی مشقت ہو گی اتنا زیادہ اجر ہوگا اور نماز کے قیام میں چونکہ زیادہ مشقت ہوتی ہے اس لیے اس میں زیادہ اجر ہوتا ہے اور سجدہ میں ہر چند کہ مشقت زیادہ نہیں ہوتی لیکن اس میں چونکہ تواضع اور تذلل زیادہ ہے اس لیے اس میں بھی زیادہ اجر ہوتا ہے' اس وجہ سے اس آیت میں سجدہ اور قیام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''بے شک جو رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے'' پس سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصداق کون ہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصادیق

امام عبد الرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عمر نے یہ اس لیے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رات کو بہ کثرت نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے حتیٰ کہ وہ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۴۸' رقم الحدیث: ۱۸۳۷۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال بیان کیے ہیں:

(۱) یحییٰ بن سلام نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(۲) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔
(۳) حضرت ابن عمر نے کہا: اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔
(۴) الکلبی نے کہا: اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر' حضرت صہیب' حضرت ابو ذر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے مصداق کو متعین نہیں فرمایا' سو جو شخص بھی اپنی راتیں سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حسب ذیل آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقرب بندوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی راتیں سجدے اور قیام میں گزرتی ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ (الفرقان: ۶۵۔۶۳)

اور رحمٰن کے (مقرب) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ کلام کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: سلام! ۝ اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں ۝ اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھنا' کیونکہ اس کا عذاب چمٹنے والا ہے ۝

اسی طرح زمر: ۹ میں بھی فرمایا ہے: ''بے شک جو رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے' آخرت (کے عذاب) سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے (کیا وہ بدعمل کافر کی مثل ہو سکتا ہے؟)''۔

ان آیتوں میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ عذاب کے خوف سے عبادت کرنا یا جنت کی امید سے عبادت کرنا مذموم ہے' اللہ کی عبادت صرف اللہ کے لیے کرنی چاہیے' بے شک اعلیٰ مرتبہ یہی ہے کہ صرف اللہ کی رضا کے لیے عبادت کی جائے' لیکن دوزخ کے ڈر سے اور جنت کی طلب کے لیے بھی عبادت کرنا صحیح ہے' انبیاء علیہم السلام اور صالحین نے دوزخ سے پناہ اور جنت کی طلب کے لیے دعائیں کی ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے اور یہ جاہل صوفیاء ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے' حافظ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے:

طلب ثواب کے لیے عبادت کرنے کا جواز اور طلب رضا کے لیے عبادت کرنے کا افضل ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس اس وقت گئے جب وہ مرض موت میں تھا' آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں اللہ سے (بخشش کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندہ کے دل میں بھی یہ کیفیات جمع ہوں گی اللہ اس کو وہ عطا کر دے گا جس کی اسے امید ہے اور اس چیز سے اس کو محفوظ رکھے گا جس سے وہ ڈر رہا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۱' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۶۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۹۲)

ہم گنہ گار لوگوں کے لیے اس حدیث میں بہت اطمینان اور سکون ہے۔

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو عذاب کے خوف اور بخشش کی امید سے عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں اور وہ امام رازی ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۳۶۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں: یہ امام رازی پر بہتان ہے' امام رازی نے ایسا کہیں نہیں لکھا' اس آیت کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں:

جب انسان اللہ تعالیٰ کی دائمی عبادت کرتا ہے تو پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کی صفت قہر منکشف ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ''وھو یحذر الاخرۃ'' اور وہ آخرت سے ڈرتا ہے' پھر اس کے بعد اس پر مقام رحمت منکشف ہوتا ہے' جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ''ویرجو رحمۃ ربہ'' اور وہ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے' پھر اس پر دیگر علوم منکشف ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ''ھل یستوی

marfat.com

Marfat.com

الذین یعلمون و الذین لا یعلمون''. کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

نیز لکھتے ہیں: مقام خوف میں فرمایا: وہ بندہ آخرت سے ڈرتا ہے اور خوف کی اس بندہ کی طرف نسبت کی اور امید کے مقام میں فرمایا: اور وہ بندہ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے اور امید کی نسبت اپنے رب کی طرف کی' اس میں یہ دلیل ہے کہ خوف کی بہ نسبت امید کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جناب کے زیادہ لائق ہے اور زیادہ کامل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۲۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غور فرمایئے! کہاں امام رازی کی تفسیر کے یہ عارفانہ نکات اور کہاں علامہ آلوسی کا بے سروپا بہتان۔

ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق نہیں ہے اور وہ صرف جنت کی طلب اور دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرے اور وہ اللہ کی رضا کا طالب نہ ہو تو اس کا یہ عقیدہ کفریہ ہے اور ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا۔

امام رازی فرماتے ہیں: اہل تحقیق نے کہا ہے کہ عبادت کے تین درجات ہیں:

(۱) بندہ صرف ثواب کی طمع اور عذاب سے نجات کے لیے عبادت کرے اور یہ درجہ بہت گرا ہوا ہے کیونکہ اب حقیقت میں اس کا معبود طلب ثواب اور طلب نجات ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کو اس مطلوب کے لیے وسیلہ بنایا ہے اور جو مخلوق کے احوال کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنائے وہ بہت خسیس ہے۔

(۲) بندہ اللہ کی عبادت سے مشرف ہونے کے لیے عبادت کرے' یہ عبادت کا پہلے درجہ سے بلند درجہ ہے' تاہم یہ بھی کامل نہیں ہے' کیونکہ اس کا مقصود اللہ کی طرف نسبت کو حاصل کرنا ہے اور یہ نسبت اللہ تعالیٰ کی غیر ہے۔ سو اس کا مقصود اللہ تعالیٰ نہیں' اللہ تعالیٰ کا غیر ہے۔

(۳) بندہ اللہ تعالیٰ کی اس لیے عبادت کرے کہ وہ عبادت کا مستحق ہے اور خالق اور مالک ہے اور وہ بندہ اس کا عبد اور مملوک ہے اور معبود ہونا ہیبت اور غلبہ کا تقاضا کرتا ہے اور عبد ہونا عجز اور ذلت کا تقاضا کرتا ہے اور جو شخص اس قصد سے اللہ کی عبادت کرے گا اس کی عبادت' عبادت کا سب سے اشرف اور افضل مرتبہ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم اپنی اس تفسیر میں کئی جگہ پر لکھ چکے ہیں کہ عبادت کا سب سے افضل مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اس لیے اللہ کی عبادت کرے کہ اللہ نے اس کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور بندگی کا یہی تقاضا ہے کہ بندہ اللہ کے حکم کی اطاعت کرے اور دوسرا مرتبہ ہے کہ بندہ اللہ کی رضا کے حصول اور اس کے دیدار کی طلب کے لیے عبادت کرے' قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: ۲۰۷)

اور بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے اپنی جان کو فروخت کر دیا۔

اور عبادت کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ جنت کی طلب اور دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرے' مگر محض جنت دوزخ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنت کے طلب کرنے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین ہیں' جس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے○

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ اوسط جنت اور اعلیٰ جنت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۴۲۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم والمغرم والمأثم اللھم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنة النار. الحدیث

اے اللہ! میں سستی اور بڑھاپے اور قرض اور گناہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۷۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۸۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۸، جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۴۵۶۰)

عبادت کے ان تین مراتب کی جس طرح ہم نے تفصیل اور تحقیق کی ہے شاید کہ قارئین کو اور کسی کتاب میں نہ مل سکے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم. (الجمعۃ: ۴)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں" ہم اس آیت کی تفسیر میں علم کی تعریف ذکر کریں گے اور علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو پیش کریں گے۔

حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

حصول صورة الشیء فی العقل. کسی شے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا۔

یہ تعریف وہم، شک، ظن، جہل مرکب، تقلید اور یقین کو شامل ہے۔

متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

ھو صفة یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی بہ. عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف، علم ہے۔

اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ علم انکشاف ذہنی کا نام ہے، یہ انکشاف تام اور غیر مشتبہ ہونا چاہیے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے یا مقولہ اضافت سے یا مقولہ انفعال سے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے، کیونکہ علم کیفیت نفسانیہ کا نام ہے۔ علم کی یہ دونوں تعریفیں ذوی العقول کے ساتھ خاص ہیں اور حیوانات کے ادراکات پر حقیقتاً علم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علم کا اطلاق علوم مدونہ پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً نحو اور فقہ وغیرہ پر، اسی طرح مسائل مخصوصہ پر بھی علم کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو نحو کا یا فقہ کا علم ہے، یعنی اس شخص کو نحو یا فقہ کے مسائل کا علم ہے اور کبھی علم کا اطلاق ملکہ استحضار پر کیا جاتا ہے یعنی کسی شخص کو مثلاً فقہ کے مسائل کی بہ کثرت تکرار سے ایسی مہارت ہو جائے کہ جب بھی اس سے فقہ کا کوئی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے تو اس کی اس مہارت (ملکہ، پختہ صلاحیت) کو علم سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص فقہ کا عالم ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ)

محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علم، مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے، یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال،

marfat.com

Marfat.com

افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے' اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔

علم لدنی کی تین قسمیں ہیں: وحی' الہام اور فراست' وحی کا لغوی معنی ہے: سرعت سے اشارہ کرنا اور اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام الٰہی جو نبی کے دل میں حاصل ہو جس کلام کے الفاظ اور معانی کا حضرت جبرائیل کے واسطے سے نبی پر نزول ہو' وہ کلامِ الٰہی یعنی قرآن مجید ہے اور جس کلام کے صرف معانی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نزول ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس معنیٰ کو اپنے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمائیں' وہ حدیث نبوی ہے' الہام کا لغوی معنیٰ ابلاغ ہے اور اصطلاح میں وہ علم حق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر القاء کرتا ہے اور ان کو امور غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے اور فراست وہ علم ہے جس میں ظاہری صورت کو دیکھ کر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں' الہام میں ظاہری صورت کا واسطہ نہیں ہوتا' بلا واسطہ کشف ہوتا ہے اور فراست میں ظاہری صورتوں کا واسطہ ہوتا ہے اور الہام اور وحی میں یہ فرق ہے کہ الہام وحی کے تابع ہے اور وحی الہام کے تابع نہیں (نیز وحی سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اور الہام سے حاصل ہونے والا علم ظنّی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علم یقین دلائل سے حاصل ہوتا ہے' عین الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین تجرد سے واصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۲۶۴' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علم دین کی تفصیل

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی معرفت کا علم' اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔

(۲) اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم' اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔

(۳) کتاب وسنت کی نصوص اور ان کے معانی کا علم' اس میں مراتب نصوص' ناسخ اور منسوخ' اجتہاد' قیاس' صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم اور ان کے اتفاق اور اختلاف کا علم بھی داخل ہے۔

(۴) جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو' اس میں لغت عرب' نحو' صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔

جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اور وہ اہل عرب سے نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پیدا کرے' پھر قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے اور بغیر احادیث کی معرفت کے قرآن مجید کے معانی کی وضاحت ممکن نہیں ہے اور احادیث کا علم' آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور آثار صحابہ کی معرفت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے' کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بہ درجہ پہنچا ہے اور جب قرآن' سنت' آثار صحابہ اور اقاویل تابعین کا علم حاصل ہو جائے تو پھر اجتہاد کرے اور مقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہو اس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعہ عمل تلاش کرے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۱)

علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے (یہ گواہی دی) درآں حالیکہ

marfat.com
Marfat.com

قائم بالعدل تھے○

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی شہادت کا ذکر کیا' پھر فرشتوں کی شہادت کا اور پھر اہل علم کی شہادت کا اور یہ اہل علم کی بڑی عزت افزائی ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. (المجادلہ:۱۱)

تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجہ بلند ہوں گے۔

(احیاء العلوم وقوت القلوب)

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. (الزمر:۹)

آپ فرما دیجئے: کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے' برابر ہیں؟

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. (فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔

قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ○ (الرعد:۴۳)

آپ فرما دیجئے: میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے○

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ○ (العنکبوت:۴۳)

اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں○

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ. (النساء:۸۳)

اور اگر وہ اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف لوٹا دیتے تو اس (کی مصلحت) کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے استنباط کر سکتے ہیں۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ. (العنکبوت:۴۹)

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں روشن آیتیں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْكَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا○ (النساء:۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور جن چیزوں کا آپ کو (پہلے) علم نہیں تھا ان کا علم دے دیا' اور (یہ) آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے○

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا○ (طٰہٰ:۱۱۴)

اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما○

علم کی فضیلت میں احادیث

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے (یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے)۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۷' مسند احمد ج۱ ص۳۰۶' سنن الدارمی رقم الحدیث:۲۳۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۷... شرح السنہ رقم الحدیث:۱۳۲' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث:۹۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم ڈھونڈنے کے لیے کسی

marfat.com
Marfat.com

راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی طرف راستہ کو آسان کر دیتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ واپس آنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۳۸۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ص ۲۹۰' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۴۷۴)

حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب کے لیے نکلا تو اس کا نکلنا اس کے پچھلے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۸' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۶۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۶۱۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر گیا اللہ جنت کے راستوں کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر جھکاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق طالب علم کی مغفرت کے لیے دعا کرتی ہے' حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی' اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے' وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' مسند احمد ج ۵ص ۱۹۶)

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طالب کی رضا کو طلب کرنے کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۷ص ۱۳' رقم الحدیث: ۱۷۷۶' جمع الجوامع ج ۵ص ۱۷' رقم الحدیث: ۱۳۸۸۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۷۲۵' اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ص ۹۶)

امام ابن الاثیر الجزری التوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: فرشتوں کے پر جھکانے یا پر بچھانے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ طالب علم کی تعظیم اور توقیر کرتے ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنا اڑنا موقوف کر کے طالب علم کے ساتھ رہنے کو اختیار کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے پروں پر طالب جہاں جانا چاہے اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں یعنی اس کی مدد کرتے ہیں۔

(جامع الاصول ج ۸ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی تین قسمیں ہیں' اس کے ماسوا زائد ہیں (۱) آیت محکمہ (۲) سنت محکمہ (۳) یا فریضہ عادلہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۵۸۳۳' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۵۹۷)۔

آیت محکمہ سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات کا علم ہو جن میں کوئی اشتباہ یا اختلاف نہ ہو اور وہ منسوخ نہ ہوں اور سنت قائمہ سے مراد یہ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور فرائض عادلہ سے مراد ہے: اس کو احکام شرعیہ کا علم ہو' خلاصہ یہ ہے کہ عالم وہ شخص ہے جس کو قرآن مجید' احادیث اور فقہ کا علم ہو اور جب اس سے دین کی کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے تو وہ قرآن مجید' کتب احادیث اور کتب فقہ سے اس کو بتا سکے۔

کثیر بن عبداللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر عمل کو لوگ ترک کر چکے تھے اس کو بھی اس کے بعد لوگوں کے اس پر عمل کرنے کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہ کام والی بدعت کو ایجاد کیا جس سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو' اس کو اس کے بعد لوگوں کے اس پر عمل کرنے کا گناہ ہوگا اور لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی

marfat.com
Marfat.com

...ہو گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ (احکام شرعیہ کا عالم) شیطان پر ایک ہزار عابدوں کی بہ نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۰۴، جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۲۰۲)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۹، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹیاں بھی اپنے بلوں میں اور حتیٰ کہ مچھلیاں بھی پانی میں نیکی کی تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں (اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور باقی رحمت کی دعا کرتے ہیں)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۹۱۱)

حسان بن سنان بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طالب علم، جاہلوں کے درمیان اس طرح ہے جس طرح زندہ مُردوں کے درمیان ہو۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۸۸۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۷۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طالب علم، طالبِ رحمت ہے، طالب علم، اسلام کا رکن ہے، اس کو نبیوں کے ساتھ اجر دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۸۸۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۸۳۴_۸۷۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے علم کو طلب کرنے والا، اللہ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۸۸۵)

حضرت عمار اور حضرت انس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے علم کی طلب کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو اللہ کے لیے صبح اور شام جہاد کرنے والا ہو۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۳۸۸۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا علم، اس نے کہا: یا رسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا علم، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ سے عمل کے متعلق سوال کر رہا ہوں اور آپ مجھے علم کی خبر دے رہے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کم عمل علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہل کے ساتھ نفع نہیں دیتا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ رقم الحدیث: ۲۱۴، دار ابن الجوزیہ، ریاض، ۱۴۱۹ھ)

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ

آپ کہیے: اے میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں

marfat.com
Marfat.com

هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى

ان کے لیے اچھا اجر ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے' صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا

الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا ○ آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس کی

اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے ○ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں ○

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ

آپ کہیے: اگر میں نے (بالفرض) اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے (بھی) بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے ○ آپ کہیے:

اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ

میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں' اسی کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے ○ پس تم اس کے سوا جس کی عبادت

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

کرتے ہو کرتے رہو' آپ کہیے: بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جو خود اور ان کے اہل وعیال قیامت کے دن

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ

نقصان اٹھائیں گے' سو یہی کھلا ہوا نقصان ہے ○ ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے

وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ

اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے' یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اے میرے بندو!

فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا

سو تم مجھ سے ڈرتے رہو ○ اور جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا

اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

ان ہی کے لیے بشارت ہے' سو آپ میرے بندوں کو بشارت دیجیے ○ جو غور سے بات سنتے ہیں' پھر احسن بات کی

marfat.com
Marfat.com

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ

پیروی کرتے ہیں‘ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ

اور یہی عقل والے ہیں O جس کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ

تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿١٩﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ

اس کو دوزخ سے چھڑا لیں گے؟ O لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے

فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ

(جنت میں) بالا خانے ہیں‘ ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں‘ ان کے نیچے سے دریا جاری ہیں‘ یہ اللہ کا وعدہ ہے

اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ

اور اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا O کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے‘

يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ

پھر اس سے زمین میں چشمے جاری کرتا ہے‘ پھر اس سے مختلف قسم کی فصل اگاتا ہے‘ پھر آپ دیکھتے ہیں

فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى

کہ وہ فصل پک کر زرد ہو جاتی ہے‘ پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے‘ بے شک اس میں

ع ٢ / ١٢ / ١٦ لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع

عقل والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اے میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو‘ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں ان کے لیے اچھا اجر ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے‘ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں O (الزمر: ۱۲-۱۰)

نیک اعمال کے اجر حسن سے مراد دنیا کا اجر نہیں‘ آخرت کا اجر ہے

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں اور اب مومنین کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

ایمان لانے کے بعد تقویٰ کو حاصل کریں' تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں یعنی فرائض کو ترک نہ کریں اور حرام کا ارتکاب نہ کریں' یہ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے اور تقویٰ کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہوں سے اجتناب کریں یعنی واجبات کو ترک نہ کریں اور مکروہات تحریمہ کا ارتکاب نہ کریں اور تقویٰ کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کا ارتکاب نہ کریں۔

چونکہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ کے حصول کا حکم دیا ہے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں اور فسق سے ایمان زائل نہیں ہوتا اور معتزلہ اور خوارج کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فسق سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اچھے اجر سے مراد صحت اور عافیت ہے اور خوش حالی اور فارغ البالی ہے' لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیا میں صحت' عافیت اور خوش حالی تو کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے' اکثر مؤمنین اور صالحین تو تنگی اور مفلسی میں زندگی گزارتے ہیں۔

اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۴)

اور بلاؤں اور بیماریوں میں صالحین کے مبتلاء ہونے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء' پھر جوان کے قریب ہو' پھر جوان کے قریب ہو' ہر شخص اپنے دین کی مقدار کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے' اگر وہ اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے' بندہ پر اسی طرح مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۰۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۱' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۷۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۳۴)

ابراہیم بن مہدی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۴۰۱)

اس لیے اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں ان کے لیے اچھا اجر ہے'' اس اچھے اجر سے مراد دنیا میں اچھا اجر ملنا مراد نہیں ہے کہ نیک کام کرنے والے بہت صحت مند اور خوشحال ہوتے ہیں' جیسا کہ مذکور الصدر احادیث سے واضح ہو گیا ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو آخرت میں اچھا اجر ملے گا' اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمائے گا اور اپنی رضا اور اپنے دیدار سے نوازے گا۔

marfat.com
Marfat.com

اور رزق کی وسعت

اس کے بعد فرمایا: ''اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مسلمان کافروں کے ملک میں ہوں اور وہاں ان کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو اور وہاں رہنے کی وجہ سے ان کے ایمان' ان کی عزت اور ان کی جان کو خطرہ ہو تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے' وہ کافروں کے ملک سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے ملک میں چلے جائیں یا کسی ایسے کافر ملک میں چلے جائیں جہاں انہیں اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہو اور کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کی زیادہ وضاحت حسب ذیل آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۝

جب فرشتوں نے ان لوگوں کی روحوں کو قبض کیا جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتوں نے کہا: تم کس کیفیت میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم زمین میں کم زور تھے' فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے' یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ۝ (النساء: ۹۷)

یہ آیت ان مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں رہتے تھے اور اپنے وطن اور خاندان کی محبت کی وجہ سے ہجرت سے گریز کر رہے تھے' ابتداء میں ہجرت کرنا فرض تھا تا کہ مدینہ میں مسلمانوں کو قوت حاصل ہو اور ان کی مرکزیت قائم ہو' پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو پھر ہجرت فرض نہیں رہی' اس پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی اور آپ سے ہجرت کے حکم کے متعلق سوال کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے' مسلمان اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کی طرف اس خطرہ سے بھاگتے تھے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں' اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور مسلمان جہاں چاہے اللہ کی عبادت کر سکتا ہے' لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۰۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۶۴' جامع الاصول رقم الحدیث: ۹۲۱۶' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۴۰۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۷۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۹۲۱۷' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن الخطاب رقم الحدیث: ۴۷۰)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں مہاجر کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو گا' آپ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے' جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو چلے جاؤ۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۸۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: یا رسول اللہ! کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ان کاموں سے ہجرت کر لو (یعنی ان کاموں کو ترک کر دو) جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔ الحدیث

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۱۷۶' جامع الاصول رقم الحدیث: ۹۲۱۸)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ابتداء اسلام میں ہجرت کرنا فرض تھا اور اب ہجرت کرنا فرض نہیں ہے' ہاں جس جگہ

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کے ایمان ان کی عزت اور ان کی جان کا خطرہ ہو اور جہاں اسلام کے احکام پر عمل کرنا مشکل اور دشوار ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے کا معنیٰ یہ ہے کہ جس جگہ بھی انسان اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لیے جائے وہ جگہ بہت وسیع ہے۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اللہ کی زمین سے مراد ہے: جنت کی زمین یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے نیک عمل کی وجہ سے اچھا اجر عطا فرمائے گا اور جنت کی عطا سے نوازے گا اور جنت کی زمین بہت وسیع ہے۔ جنت کی زمین پر اس آیت میں دلیل ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○ (الزمر: ۷۴)

اور انہوں نے کہا: اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جہاں چاہیں جنت میں قیام کر لیں پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے○

ان دو تفسیروں میں پہلی تفسیر راجح ہے یعنی زمین کی وسعت سے مراد دنیا کی زمین کی وسعت ہے یعنی دنیا کی زمین بہت وسیع ہے تم جس جگہ جا کر اسلام کے احکام پر آزادی کے ساتھ عمل کر سکو وہاں رہو۔ اس کی زیادہ تفسیر ہم نے النساء: ۹۷ میں کی ہے۔

اس آیت کی تفسیر کا تیسرا محمل یہ ہے کہ زمین کی وسعت سے مراد ہے رزق کی وسعت' کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کو زمین سے رزق دیتا ہے' سو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کا رزق بہت وسیع ہے اور یہ معنیٰ اس لیے مناسب ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمت اور اپنے احسان کا ذکر فرما رہا ہے۔

صبر کے معانی

اس کے بعد فرمایا: "صرف صبر کرنے والوں کو ہی پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا"۔

صبر کا معنیٰ ہے: نفس کو شریعت اور عقل کے تقاضوں پر جمائے رکھنا' اختلاف مواقع کے اعتبار سے اس کے مختلف معانی ہیں:

(۱) کسی مصیبت اور غم کے برداشت کرنے کو صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں ہے ماتم کرنا' واویلا کرنا' نوحہ کرنا' رونا پیٹنا' بے چینی اور بے قراری کا اظہار کرنا۔

(۲) میدان جنگ میں بہادری کے ساتھ ثابت قدم رہنے کو بھی صبر کہتے ہیں' اس کے مقابلہ میں ہے بزدلی۔

ان دونوں معنیٰ میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ. (البقرہ: ۱۷۷)

تنگ دستی' مصیبت اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے۔

(۳) عبادت کی مشقت پر اپنے نفس کو جمائے رکھنا' اس کے مقابلہ میں معصیت اور نافرمانی ہے۔

(۴) غلبہ شہوت کے وقت اپنے آپ کو گناہ سے روکنا' اس کے مقابلہ میں فحشاء اور فسق و فجور ہے۔

(۵) غلبۂ غضب کے وقت اپنے آپ کو زیادتی سے روکنا' اس کے مقابلہ میں عدوان اور سرکشی ہے۔

ان معانی کے استعمال میں قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا. (آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! عبادت کی مشقت پر ثابت قدم رہو اور جنگ کی شدت میں جمے رہو اور جہاد کے لیے تیار رہو۔

marfat.com
Marfat.com

"صابروا" کا یہ معنیٰ بھی ہے: اپنی ناجائز خواہشات کے خلاف جہاد کرتے رہو۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ. (مریم:۶۵) سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی کی عبادت پر جمے رہیں۔

(۶) صبر کا ایک معنیٰ روزہ بھی ہے یعنی طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے نفس کو کھانے پینے اور عمل زوجیت سے روکے رکھنا' اس کے مقابلہ میں افطار ہے' حدیث میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صوم شهر الصبر وثلاثة ايام من كل شهر يذهبن وحر الصدر. صبر کے مہینہ کے روزے اور ہر ماہ کے تین روزے سینہ کے کینہ اور غصہ کو دور کر دیتے ہیں۔

(مسند البزار رقم الحدیث:۱۰۵۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۴۴۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں)

صبر کا بے حساب اجر عطا فرمانے کی وجوہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت حساب سے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو حساب سے اجر دے گا' مثلاً اس کی زکوٰۃ ۲۵۵ روپے بنتی ہے تو وہ ۲۵۵ روپے ہی اللہ کی راہ میں دے گا ۲۵۶ روپے نہیں دے گا اور اس کا صدقہ فطر ۳۱ روپے بنتا ہے تو وہ ۳۱ روپے ہی دے گا ۳۲ روپے نہیں گا' اس کے ذمہ ایک جانور کی قربانی ہے تو وہ ایک جانور ہی کی قربانی کرے گا دو جانوروں کی قربانی نہیں کرے گا' وہ پانچ وقت کی فرض نمازیں ہی پڑھے گا' اس سے زائد نمازیں نہیں پڑھے گا' اسی طرح ایک ماہ کے فرض روزے ہی رکھے گا' اس سے زیادہ روزے نہیں رکھے گا' صرف ایک فرض حج ادا کرے گا' اس کے بعد حج نہیں کرے گا۔ سو جو شخص اللہ کی عبادت حساب سے کرے گا وہ اس کو حساب سے اجر دے گا اور جو اللہ کی عبادت بے حساب کرے گا اس کو وہ بے حساب اجر دے گا' وہ زکوٰۃ' نماز' روزہ اور حج میں حساب نہیں رکھے گا' وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے گا اور اس کی عبادت کرتا رہے گا خواہ مقدار فرض سے کسی قدر زیادہ ادا ہو جائے۔

امام رازی نے اس کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے استحقاق عبادت کے لحاظ سے اجر دیتا تو یہ حساب سے اجر ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے فضل سے اجر عطا فرمائے گا اور اس کا فضل بے حساب ہے' اس لیے وہ بے حساب اجر دے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۳۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے بھی عمدہ معنیٰ بیان کیا ہے لیکن اس میں بے حساب اجر کے ساتھ صبر کرنے والوں کی خصوصیت ظاہر نہیں ہوتی اور ہم نے جو معنیٰ بیان کیا ہے اس سے بے حساب اجر کی صبر کرنے والوں کے ساتھ خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔

صبر کی جزاء کے متعلق احادیث اور آثار

صبر پر اجر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس مسلمان پر بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کہے: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرہ:۱۵۶) اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها" "اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ اس کو اس فوت شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا' سو جب (میرے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا: مسلمانوں میں ابوسلمہ سے بہتر کون ہو گا؟ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ

marfat.com
Marfat.com

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاتم بن ابی بلتعہ کے ذریعہ مجھے نکاح کا پیغام بھیجا۔ میں نے عرض کیا: میری ایک بیٹی بھی ہے اور میں بہت غیرت والی ہوں' آپ نے فرمایا: رہی تمہاری بیٹی تو ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ اس سے مستغنی کر دے اور رہی تمہاری غیرت تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری غیرت کو دور کر دے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندہ کا بچہ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح کو قبض کر لیا' وہ کہیں گے: جی ہاں! وہ فرمائے گا: تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کر لیا' وہ کہیں گے: جی ہاں! وہ فرمائے گا: پھر بندہ نے کیا کہا؟ وہ کہیں گے: اس نے تیری حمد کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا' اللہ فرمائے گا: میرے اس بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۲۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵' جامع الاصول رقم الحدیث: ۴۶۲۴)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں ایک چادر سے تکیہ لگائے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کریں گے' کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کو پکڑ لیا جاتا تھا' پھر اس کے لیے زمین کھودی جاتی تھی اور اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا تھا' پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھی سے اس کے بدن کو چھیل کر اس کے گوشت اور خون سے کاٹ کر گزارا جاتا تھا اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہیں کرتا تھا اور اللہ کی قسم! اللہ ضرور اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا اور بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کرے گا لیکن تم لوگ عجلت کرتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۴۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹)

یحییٰ بن وثاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معمر صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان لوگوں سے مل جل کر رہتا ہو اور ان کی پہنچائی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتا ہو وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۵' جامع الاصول رقم الحدیث: ۴۶۳۹)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں' اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا' جو شخص اپنی حفاظت لا الہ الا اللہ سے کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو کہے: انا للہ و انا الیہ راجعون اور جب اسے کوئی چیز دی جائے تو وہ کہے: لا الہ الا اللہ اور جب اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو کہے: استغفر اللہ۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۶۹۲' ج ۷ ص ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حسن بصری نے کہا: ایمان صبر اور سخاوت ہے یعنی اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر کرنا اور اس کے فرائض کو ادا کرنا۔

(شعب الایمان ج ۷ ص ۱۲۲' رقم الحدیث: ۹۷۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے دو نصف ہیں: نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۱۵)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے' وہ جب

marfat.com
Marfat.com

بھی اس مصیبت کو یاد کر کے کہے: انا للہ وانا الیہ راجعون تو اللہ اس کو نیا ثواب عطا فرماتا ہے' اس دن کی طرح جب اس پر پہلی بار مصیبت آئی تھی خواہ کتنا عرصہ گزر چکا ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۳۶' دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اہل عافیت مصائب پر صبر کرنے والوں کا اجر وثواب دیکھیں گے تو یہ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کی کھال کو قینچی کے ساتھ کاٹ دیا جاتا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۲' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۴۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۵' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۱۱۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن شہید کو لایا جائے گا اور اس کو حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا' پھر ان کو لایا جائے گا جنہوں نے دنیا میں مصائب پر صبر کیا تھا' ان کے لیے میزان کو قائم کیا جائے گا نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائے گا' پھر ان پر ان کا اجر اس قدر انڈیلا جائے گا حتیٰ کہ اہل عافیت حشر کے دن یہ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے جسم کو قینچی کے ساتھ کاٹ ڈالا جاتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو بہت اچھا ثواب عطا فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۹۱' طبع قدیم' دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۸' رقم الحدیث: ۳۳۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے O'' (الزمر: ۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اسلام لانے کے حکم کی توجیہ

مقاتل نے کہا: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ہمارے پاس جو پیغام لائے ہیں اس پر آپ کو کسی نے برانگیختہ کیا ہے؟ کیا آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی ملت کو نہیں دیکھا' آپ اس پر کیوں نہیں عمل کرتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۱۶۹' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس آیت میں ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی عبادت شرک جلی اور شرک خفی سے خالص ہونی چاہیے اور اس میں کئی فوائد ہیں:

(۱) گویا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میں ان جابر اور متکبر بادشاہوں میں سے نہیں ہوں جو لوگوں کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے' بلکہ میں تم کو جس چیز کا حکم دیتا ہوں سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتا ہوں۔

(۲) پہلے عبادت کرنے کا ذکر کیا اور پھر اخلاص کا ذکر کیا' کیونکہ عبادت ظاہری اعضاء اور ارکان سے ہوتی ہے اور اخلاص کا تعلق دل سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں O'' (الزمر: ۱۲)

یعنی اس امت میں مجھے سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے' کیونکہ رسول کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہوتی ہے' اس لیے سب سے پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت واجب ہوگی۔ ان آیتوں میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جنید نے کہا: اخلاص یہ ہے کہ خلوت اور جلوت کے تمام کام صرف اللہ کے لیے ہوں اور اس میں کوئی اور شریک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اگر میں نے (بالفرض) اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے (بھی) بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے O آپ کہیے کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں' اسی کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O پس تم اس

marfat.com
Marfat.com

کے سوا جس کی عبادت کرتے ہو کرتے رہو' آپ کہیے: بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جو خود اور ان کے اہل و عیال قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے' سنو یہی کھلا ہوا نقصان ہے O ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے' یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اے میرے بندو! سو تم مجھ سے ڈرتے رہو O (الزمر: ۱۶۔۱۳)

کفار کے نقصان زدہ ہونے کے متعلق احادیث اور آیات میں باہم ظاہری تعارض کا جواب

الزمر: ۱۳ میں فرمایا ہے: ''آپ کہیے: اگر میں نے (بالفرض) اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے (بھی) بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے O''

اس آیت سے مقصود امت کو اللہ کی نافرمانی سے باز رکھنا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور تمام رسولوں کے قائد اور سب سے افضل ہیں' اس کے باوجود جب آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں عذاب کا خطرہ ہے تو عام لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کتنا عذاب کا خطرہ ہوگا' نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ معصیت کی صورت میں عذاب کا خطرہ ہے' یہ نہیں کہ معصیت کی صورت میں یقینی عذاب ہوگا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے امر پر عمل نہیں کیا گیا تو اس سے عذاب کا خطرہ ہے۔

الزمر: ۱۴' میں فرمایا: ''آپ کہیے کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں' اسی کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O''

الزمر: ۱۱ میں بھی فرمایا تھا: ''آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں اللہ کی عبادت کروں' اسی کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O'' اور الزمر: ۱۴ میں بھی یہی فرمایا ہے اور یہ تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکرار نہیں ہے' کیونکہ الزمر: ۱۱ میں یہ بتایا ہے کہ آپ کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور الزمر: ۱۴ میں یہ بتایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کر رہے ہیں۔ تکرار نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ الزمر: ۱۱ میں یہ بتایا ہے کہ آپ کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں حصر اور تخصیص نہیں ہے اور الزمر: ۱۴ میں فرمایا ہے: ''اللّٰہ اعبد'' مفعول کو فعل پر مقدم کیا ہے اور اس سے حصر اور تخصیص حاصل ہوتی ہے اور اس کا معنیٰ ہے: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور ان دونوں آیتوں کے معنیٰ میں واضح فرق ہے اور اب بالکل تکرار نہیں ہے۔

الزمر: ۱۵ میں فرمایا: ''پس تم اس کے سوا جس کی عبادت کرتے ہو' کرتے رہو''۔

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ مشرکین کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے' بلکہ اس سے مراد ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ اور لعنت ملامت کرنا ہے' جیسے کوئی شخص کسی کو بار بار سمجھائے اور وہ پھر بھی نہ مانے تو وہ کہتا ہے: اچھا جو تمہارا دل چاہے کرو۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے: ''بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جو خود اور ان کے اہل و عیال قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے' سنو یہی کھلا ہوا نقصان ہے O''

مشرکین کو اور ان کے اہل و عیال کو جو نقصان ہوگا اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) مجاہد اور ابن زید نے کہا: ان کا اپنا نقصان یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہوں گے اور ان کے اہل کا نقصان یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں ان کے اہل و عیال تھے اس طرح دوزخ میں ان کے اہل و عیال ہوں گے۔

(۲) حسن اور قتادہ نے کہا: ان کا اپنا نقصان یہ ہے کہ وہ جنت سے محروم ہو گئے اور اہل کا نقصان یہ ہے کہ ان کو جنت میں

marfat.com

Marfat.com

حوریں ملتیں وہ ان سے محروم ہو گئے۔

(۳) ان کا اپنا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے دوزخ میں گئے اور اہل کا نقصان یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کے اہل ایمان لے آئے تو وہ جنت میں ہوں گے اور یہ دوزخ میں ہوں گے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۱۹' زاد المسیر ج ۷ ص ۱۶۹)

آخرت میں کفار کے نقصان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے تاکہ وہ زیادہ شکر ادا کرے اور کوئی شخص اس وقت تک دوزخ میں نہیں داخل ہوگا حتیٰ کہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے' اگر وہ (اسلام لاکر) نیک عمل کرتا تو جنت میں داخل ہوتا۔ تاکہ اس کی حسرت زیادہ ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۰' البعث والنشور رقم الحدیث: ۲۴۴)

امام ابواسحٰق الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اور امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے جنت میں گھر اور اہل بنائے ہیں۔ پس جو شخص اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا ہے اس کو وہ گھر اور اہل مل جاتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا کفر اور نافرمانی کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور جنت میں اس کا جو گھر ہوتا ہے وہ مومن کو بہ طور میراث دے دیا جاتا ہے اور یہ اس کا کھلا ہوا نقصان ہے۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۲۷' معالم التنزیل ج ۴ ص ۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

کفار کے نقصان زدہ ہونے کی عقلی وجوہ

کفار کے نقصان کی عقلی وجوہ یہ ہیں کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیات اور عقل عطا کی ہے اور اس کو عقل کے ساتھ اپنے اعضاء پر تصرف کرنے کی قدرت عطا کی ہے تاکہ وہ اس زندگی میں ایمان لائے اور نیک کام کرے اور آخرت میں اس کو اجر و ثواب حاصل ہو' پھر جب اس نے اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کی اور نہ اس نے نیک کام کیے تو اس کو کمائی کرنے کے لیے جو پونجی ملی تھی وہ اس نے ضائع کر دی۔

(۲) بعض اوقات انسان اپنی جمع پونجی سے کوئی نفع تو حاصل نہیں کر پاتا لیکن وہ نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور آفات و بلیات سے بچا رہتا ہے' انسان کا نفع جنت ہے اور اس کا نقصان دوزخ ہے اور یہ کفار نہ صرف یہ کہ جنت سے محروم رہے بلکہ دوزخ کا ایندھن بنے اور یہ ان کا کھلا ہوا نقصان ہے۔

(۳) انہوں نے اپنی گمراہی پر جمے رہنے کے لیے بہت مشکلات اٹھائیں اور جب سے دنیا بنی ہے انہوں نے اپنے باطل خداؤں کی حمایت میں متعدد جنگیں لڑیں اور ہر جنگ میں یہ قید ہوئے اور مارے گئے اور اب تک یہ اپنے باطل مذہب کی حمایت اور مدافعت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اور مر رہے ہیں اور ان کی یہ جسمانی قربانیاں بالکل بے سود اور رائیگاں ہیں اور یہ ان کا کھلا ہوا نقصان ہے۔

(۴) جیسے ہی فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں ان کی اصل پونجی ان کے ہاتھوں سے جاتی رہتی ہے اور اس کے مقابلہ میں ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

الزمر: ۱۶ میں فرمایا: "ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے"۔

marfat.com
Marfat.com

آگ کے اوپر تلے حصوں کو آگ کے سائبان کہنے کی توجیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذاب کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کی آگ ان کو تمام اطراف سے گھیر لے گی۔ جس طرح دنیا میں کافر کا احاطہ اس کے کفر اور اس کے بُرے اعمال نے کیا ہوا تھا' اسی طرح آخرت میں دوزخ کی آگ اس کا ہر طرف سے احاطہ کر لے گی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سائے بان تو اوپر ہوتا ہے' انسان کے نیچے تو سائبان نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ایک ضد کا اطلاق دوسری ضد پر کیا گیا ہے اور سائے بان سے مراد ہے: آگ' یعنی ان کے اوپر بھی آگ ہو گی اور ان کے نیچے بھی آگ ہو گی' جیسا کہ درج ذیل آیت میں حسنہ پر سیئہ کا اطلاق کیا گیا ہے:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ: ۴۰) بُرائی کا بدلہ اتنی ہی بُرائی ہے۔

جب کہ بُرائی کا بدلہ تو انصاف اور نیکی ہے لیکن صورتاً مماثل ہونے کی وجہ سے اس کو بھی بُرائی فرمایا گیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں پیاز کے چھلکوں کی طرح متعدد طبقات ہیں اور ایک طبقہ والوں کے لیے جو دوزخ کا فرش ہے وہ اس سے نچلے طبقہ والوں کے لیے سائبان ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نچلا سائبان بھی گرمی' جلانے اور اذیت پہنچانے میں اوپر والے سائبان کی مثل ہے' اس مماثلت اور مشابہت کی بناء پر نیچے والے کو بھی سائبان فرمایا' جیسے جرم اور عدل دونوں کو مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے سیئہ فرمایا' جب کسی شخص نے کسی بے قصور کو گھونسا مارا تو یہ جرم ہے اور اس کے بدلہ میں مارنے والے کو جو گھونسا مارا' وہ عدل ہے لیکن صورتاً دونوں مماثل ہیں' اس لیے الشوریٰ: ۴۰ میں دونوں کو سیئہ فرمایا' اسی طرح دوزخ کا اوپر والا حصہ اور نچلا حصہ حرارت' سوزش اور ایذاء میں یکساں ہیں' اس لیے دونوں کو سائے بان فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سایہ تو گرمی سے ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور یہ دونوں حصے تو گرم اور سوزاں ہوں گے' پھر ان کو سائبان کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سائے بان اس قدر دبیز اور موٹا ہوتا ہے کہ جو شخص اس کے نیچے کھڑا ہو وہ اس کے پار نہیں دیکھ سکتا' اسی طرح دوزخ کے ہر طبقہ کا اوپری حصہ اس قدر کثیف اور غلیظ ہو گا کہ اس کے پار کچھ دکھائی نہیں دے گا' اس مناسبت سے اس کو سائبان فرمایا۔ دوزخ کے اوپر تلے جو حصص ہوں گے ان کو اسی طرح سائبان فرمایا ہے جیسا کہ حسب ذیل آیات میں ہے:

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۵۵)

جس دن عذاب ان کو ڈھانپ لے گا ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے اور اللہ فرمائے گا: اب اپنے (بُرے) اعمال کا مزا چکھو ○

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاعراف: ۴۱)

ان کے لیے دوزخ کی آگ کا بستر ہو گا اور ان کے اوپر (اسی آگ کا) اوڑھنا ہو گا اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ○

اے میرے بندو!' آیا اس کے مخاطب مومن ہیں یا کافر؟

اس کے بعد فرمایا: ''یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اے میرے بندو! سو تم مجھ سے ڈرتے رہو'' ○ (الزمر: ۱۶)

marfat.com
Marfat.com

اس عذاب سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ڈرایا ہے اور قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے مؤمنوں کو فرماتا ہے تو پھر یہاں کس وجہ سے فرمایا ہے: ''یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اے میرے بندو! سو تم مجھ سے ڈرتے رہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذاب کافروں کو ہی دیا جائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے اپنے مومن بندوں کو ڈرایا ہے کہ تم کافروں کے سے کام نہ کرنا' مبادا تم بھی اس عذاب میں گرفتار ہو جاؤ اور مقصود یہ ہے کہ کفار کے عذاب کو بیان کر کے مؤمنوں کو ڈرایا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بہت زیادہ ڈرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان ہی کے لیے بشارت ہے' سو آپ میرے بندوں کو بشارت دیجئے O جو غور سے بات سنتے ہیں' پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے اور یہی عقل والے ہیں O جس کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ اس کو دوزخ سے چھڑا لیں گے؟ O لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے (جنت میں) بالا خانے ہیں' ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں' ان کے نیچے سے دریا جاری ہیں' یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا O

(الزمر: ۲۰۔۱۷)

طاغوت کا معنیٰ اور مصداق

اس آیت میں طاغوت کا لفظ ہے' یہ لفظ طغٰی سے بنا ہے' اس کا مصدر طغیان ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّهٗ طَغٰیO '' (طٰہٰ: ۲۴) فرعون نے سرکشی کی ہے'' اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰیO '' (العلق: ۶) بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے۔ طغیان کا معنیٰ ہے: نافرمانی میں حد سے تجاوز کرنا' طاغوت مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: حد سے تجاوز کرنے والا اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا جاتا ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے' ساحر' کاہن' سرکش جن اور نیک راستہ سے روکنے والے کو طاغوت کہا جاتا ہے' اس وزن پر اور بھی مبالغے کے صیغے ہیں جیسے جبروت اور ملکوت وغیرہ۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس میں ''تا'' زیادہ مبالغہ کے لیے ہے' رحموت کا معنیٰ ہے: رحمت واسعہ اور ملکوت کا معنیٰ ہے: بہت بڑا ملک اور جبروت کا معنیٰ ہے: بہت بڑا جبر۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے کہا ہے کہ طاغوت کی تفسیر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ لات اور عزیٰ طاغوت ہیں' عکرمہ اور زجاج نے کہا ہے کہ کاہن اور ساحر طاغوت ہیں' ابو العالیہ' شعبی' عطاء اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ طاغوت شیطان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ سرکش جن طاغوت ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ گمراہ کرنے والوں کا رئیس طاغوت ہے۔ اخفش نے کہا: اصنام (بت) طاغوت ہیں۔ زجاج نے کہا: طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۲۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں طاغوت سے مراد شیطان ہے یا بت ہیں' اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار شیطان کی عبادت نہیں کرتے تھے' وہ تو بتوں کی عبادت کرتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

بتوں کی عبادت کی دعوت شیطان نے دی تھی تو بتوں کی عبادت کرنا دراصل شیطان ہی کی عبادت کرنا ہے۔ تواریخ میں مذکور ہے کہ بتوں کی عبادت کی اصل یہ ہے کہ وہ لوگ مشتبہ تھے' ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اِلٰہ نور عظیم ہے اور فرشتوں میں چھوٹے اور بڑے مختلف انوار ہیں' پھر انہوں نے اپنے خیالات کے مطابق ان انوار کے مختلف صورتوں میں مجسمے بنا لیے' وہ ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے اور اپنے اعتقاد میں اللہ کی اور فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۳۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کا بیان کہ بشارت کس نعمت کی ہے' کون بشارت دے گا' کب دے گا اور کس کو دے گا؟

الزمر: ۱۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان ہی کے لیے بشارت ہے'' اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تمام معاملات میں اس کی اطاعت کی اور اسی کی عبادت کی' ان ہی کے لیے بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت موت کے وقت حاصل ہوتی ہے یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بندہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے یا میدان محشر میں حاصل ہوتی ہے یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک فریق کو جنت میں جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور دوسرے فریق کو دوزخ میں جانے کا حکم دیا جاتا ہے' یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب مؤمنوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس بشارت میں مسلمانوں کو دائمی فوز و فلاح اور خوشی اور راحت کی بشارت دی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیتوں میں اس بشارت کا تفصیل سے ذکر ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ (حٰم السجدۃ: ۳۲۔۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر ڈٹے رہے' ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں: نہ تم خوف زدہ ہونا نہ غمگین ہونا' تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ۝ ہم دنیا میں بھی تمہارے مددگار تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لیے اس جنت میں وہ سب ہوگا جس کی تم خواہش کرو گے اور جس کو تم طلب کرو گے ۝ یہ بہت بخشنے والے بے حد مہربان کی طرف سے مہمانی ہے ۝

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ بشارت دینے والے فرشتے ہیں اور حسب ذیل آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت موت کے وقت حاصل ہوگی یا جنت میں:

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل: ۳۲)

جن لوگوں کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاکیزہ ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں: تم پر سلام ہو' تم جو (دنیا میں) نیک اعمال کرتے تھے ان کے عوض جنت میں داخل ہو جاؤ ۝

اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنت میں بھی بشارت دی جائے گی:

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

اور جو لوگ اپنے رب کی رضا کی طلب کے لیے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دور

marfat.com
Marfat.com

صٰلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍۚ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِؕ ○ (الرعد: ۲۲-۲۴)

کرتے ہیں ان ہی کے لیے آخرت کا گھر ہے ○ دائمی جنتیں ہیں' جن میں وہ خود داخل ہوں گے اور ان کے آباء اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس جنت کے ہر دروازہ سے یہ کہتے ہوئے آئیں گے ○ تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا' پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے ○

الزمر: ۱۷ میں فرمایا ہے: ''جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان ہی کے لیے بشارت ہے'' اور الرعد: ۲۲ میں فرمایا ہے: ''یہ بشارت ان کو حاصل ہوگی جو اللہ کی رضا کی طلب کے لیے گناہوں سے اجتناب اور عبادت کی مشقت پر صبر کریں گے' ہمیشہ نماز پڑھیں گے' پوشیدہ اور ظاہر صدقہ وخیرات دیں گے اور برائی کا بدلہ نیکی سے دیں گے'' اور الزمر میں جو اجمال ہے یہ اس کی تفصیل ہے یعنی الزمر میں جو بتوں سے اجتناب کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: خواہشات نفسانیہ کے بتوں کی اطاعت سے کلیتاً اجتناب کرنا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے سے مراد ہے: تمام احکام شرعیہ پر عمل کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت کے اس حصہ میں جس بشارت کا ذکر کیا گیا ہے وہ بشارت دینے والے فرشتے ہیں اور وہ جنت کی دائمی نعمتوں کی بشارت دیں گے اور فرشتے یہ بشارت روح قبض کرتے وقت دیں گے اور یہ بشارت مؤمنین کاملین کو دی جائے گی جو باطل عقائد اور حرام کاموں سے اجتناب کریں گے اور فرائض' واجبات اور سنن پر عمل کریں گے۔

الزمر: ۱۸ میں فرمایا: ''جو غور سے بات سنتے ہیں' پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے اور یہی عقل والے ہیں ○''

باب عقائد میں باطل نظریات کو ترک کر کے برحق نظریات کو اپنانا

اس سے مراد وہ بندے ہیں جو بتوں کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ بتوں سے مراد عام ہے' خواہ یہ ظاہری بت ہوں یا باطنی بت ہوں' انسان نے باطل اور ناجائز خواہشات اپنے سینہ میں چھپا رکھی ہیں جن کی وہ پرستش کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جن خواہشوں کی اطاعت کرتا ہے وہ بھی طاغوت اور بت ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ○ (الفرقان: ۴۳)

آپ بتائیے کہ جس شخص نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے' کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟

سو جو شخص عقائد' معاملات اور عبادات میں خواہشاتِ نفسانیہ سے اجتناب کرے گا اور عقل اور نظر صحیح سے کام لے کر عقائد صحیحہ کو اپنائے گا' وہ عقائد میں صحیح اور درست نظریہ کو اپنائے گا اور غلط اور باطل نظریہ کو ترک کر دے گا' اس کی عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ بغیر کسی موجد کے اس جہان کو خود پیدا شدہ ماننا غلط اور باطل ہے اور صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس جہان کا کوئی موجد ہے' پھر اس جہان کے متعدد موجد ماننا غلط اور باطل ہے اور صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس جہان کا موجد واحد ہے اور اللہ کا کوئی بیٹا یا بیوی ماننا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ بیٹے اور بیوی اور ہر حاجت' ہر عیب اور ہر نقص سے مجرد اور پاک ہے اور اللہ کو مجبور اور معطل ماننا باطل ہے وہ قادر ہے اور مختار ہے' رسولوں کی بعثت کا انکار کرنا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ رسولوں کو بھیجنے والا ہے۔ اس طرح قیامت تک رسولوں کی بعثت کا سلسلہ جاری ماننا غلط اور باطل ہے اور صحیح یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے بعثت کا سلسلہ منقطع کر دیا اور آپ پر نبوت کو ختم کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

معاملات اور عبادات میں صحیح افعال اور احسن افعال

اور احکام شرعیہ میں بعض اعمال صحیح اور حسن ہوتے ہیں اور بعض اعمال اصح اور احسن ہوتے ہیں' سو جو شخص عقل اور نظر صحیح سے کام لے گا وہ صحیح اور حسن کے مقابلہ میں اصح اور احسن پر عمل کرے گا اور اس آیت میں احسن افعال کی اتباع کی تحسین کی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے اپنے مقتول کا قصاص لیا اور قاتل کو قتل کر دیا تو یہ صحیح ہے اور احسن یہ ہے کہ وہ اپنے قاتل کو معاف کر دے' اسی طرح بُرائی کے بدلہ میں اتنی ہی بُرائی کرنا صحیح ہے اور بُرا سلوک کرنے والے کو معاف کر دینا اور اس سے جواب میں نیک سلوک کرنا احسن ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الشوریٰ: ۴۰)

بُرائی کا بدلہ اتنی ہی بُرائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے' بے شک اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا○

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۳)

اور جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے○

ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر ولی قصاص میں اپنے مقتول کے قاتل کو قتل کر دے تو یہ فعل صحیح ہے اور اگر اس کو معاف کر دے تو یہ فعل اصح اور احسن ہے اور سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے مقتول کو معاف فرما دیا۔

آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا:

سنو! جو شخص بھی زیادتی کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے' کوئی شخص اپنی اولاد پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی اپنے والد پر زیادتی کرے' سنو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے' سوا اس چیز کے جس کو اس نے خود حلال کر دیا ہو' سنو زمانہ جاہلیت کا ہر سود ساقط کر دیا گیا ہے۔ تمہیں اپنے اصل زر کو لینے کا حق ہے' نہ تم ظلم کرنا اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا' ماسوا عباس بن عبد المطلب کے سود کے' وہ سارے کا سارا ساقط کر دیا گیا ہے اور سنو! زمانہ جاہلیت کے ہر خون کو ساقط کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں جس خون کو معاف کرتا ہوں وہ حارث بن عبد المطلب کا خون ہے' وہ بنو لیث میں دودھ پیتے تھے' ان کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

اسی طرح جس شخص سے جتنی رقم قرض لی ہے اس کو اتنی ہی رقم واپس کرنا صحیح اور حسن فعل ہے اور اس سے زیادہ رقم واپس کرنا احسن فعل ہے۔ بشرطیکہ وہ زیادتی پہلے سے مشروط نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معین عمر کا اونٹ قرض دیا تھا' وہ آپ کے پاس اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے آیا' آپ نے صحابہ سے فرمایا: اس کو اونٹ ادا کر دو' صحابہ نے اس اونٹ کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو وہ نہیں ملا' البتہ اس سے افضل اونٹ تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' اس قرض خواہ نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض دیا ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا اجر دے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح قرض ادا کیا کریں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۹۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۱۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲۳)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدے اور بعد میں اس کی قیمت ادا کر دے تو یہ صحیح فعل ہے اور اگر بعد میں اس کو

marfat.com
Marfat.com

قیمت بھی دے دے اور وہ چیز بھی دے دے تو یہ احسن فعل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' میرا اونٹ بہت دیر لگا رہا تھا اور مجھ کو تھکا رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس آئے اور فرمایا: جابر! میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: کیا ہوا؟ میں نے کہا: میرا اونٹ بہت سست چل رہا ہے اور مجھے تھکا رہا ہے' سو میں سب سے پیچھے رہ گیا ہوں' آپ نے اتر کو اس کو ایک ڈھال سے مارا اور فرمایا: اب اس پر سوار ہو' میں اس پر سوار ہوا' پھر وہ اس قدر تیز چل رہا تھا کہ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت سے بہ مشکل روک رہا تھا' آپ نے پوچھا: تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: بیوہ سے' آپ نے فرمایا: تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی' تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی؟ میں نے عرض کیا: میری چند بہنیں ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کی تربیت اور اصلاح کرے' ان کی کنگھی چوٹی کرے' ان کو ادب سکھائے' آپ نے فرمایا: اب تم گھر جا رہے ہو' جب گھر میں داخل ہو تو بہت احتیاط سے کام لینا' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے مجھ سے وہ اونٹ ایک اوقیہ (ڈیڑھ اونس سونا' یا چالیس درہم' آج کل کا تقریباً ایک ہزار روپیہ) میں خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور میں صبح کو پہنچا' ہم مسجد میں گئے تو آپ مسجد کے دروازے پر تھے' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اچھا تم اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھو' میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اوقیہ وزن کر کے دو' حضرت بلال نے میزان میں وزن کیا اور پلڑا جھکتا ہوا رکھا۔ میں چلا گیا حتیٰ کہ میں نے پیٹھ پھیر لی' آپ نے فرمایا: جابر کو بلاؤ' میں نے دل میں سوچا کہ اب آپ مجھے اونٹ واپس کر دیں گے اور مجھے یہ بات سخت ناپسند تھی کہ یہ بیع فسخ ہو جائے' آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ لے جاؤ اور یہ قیمت بھی تمہاری ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۳۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۵۷۸' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۷۱)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو خریدنا ہے کہ بیچنے والے کو چیز کی قیمت بھی دے دی اور وہ چیز بھی دے دی۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے ساتھ زیادتی کی جائے اور اس سے اتنا ہی بدلہ لے لیا جائے تو یہ صحیح فعل ہے اور حسن فعل یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے اور احسن فعل یہ ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کی جائے اور اس کو انعام واکرام سے نوازا جائے اور قرآن مجید نے ہمیں احسن فعل کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے اور اس نوع کے احسن افعال کی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت مثالیں ہیں۔

عبداللہ بن ابی نے ایک دن آپ سے کہا: اپنی سواری ایک طرف کریں' اس سے بدبو آتی ہے' وہ جنگ احد میں عین لڑائی کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لشکر سے نکل گیا' اس نے ایک دن کہا: مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' عزت والوں سے مراد اس کی اپنی ذات تھی اور ذلت والوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے' اس نے آپ کے حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سخت ناپاک تہمت لگائی' لیکن جب یہ مرنے لگا اور اس نے اپنے کفن کے لیے آپ کی قمیص مانگی اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو آپ نے اس کو اپنی قمیص عطا کر دی اور حضرت عمر کے روکنے کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

امام ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے اس حسن خلق کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے

marfat.com
Marfat.com

آئے۔(جامع البیان ج ۹ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کیے اس کی بیوی ہند نے آپ کے محبوب عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا فتح مکہ کے بعد جب آپ ان سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر تھے آپ نے ان دونوں کو معاف فرما دیا ابوسفیان کو یہ عزت بخشی کہ جو اس کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہوگی۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۷۱-۱۲۳ دار الکتب العربیہ بیروت)

ہجرت کی شب سراقہ بن مالک نے سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں آپ کا تعاقب کیا' اس کی گھوڑی کے دونوں اگلے پیر زمین میں دھنس گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس کو نجات ملی' اس نے معافی چاہی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا اور ایک چمڑے کے ٹکڑے پر اس کو امان لکھ کر دے دی۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۰۶ ملخصاً)

عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ آیا آپ نے نور نبوت سے جان لیا کہ یہ آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا ہے آپ نے اس کو یہ بتایا تو وہ خوف سے لرزنے لگا' آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے اس کو قتل کرنا چاہا' آپ نے ان کو منع کیا۔ عمیر آپ کی دی ہوئی غیب کی خبر سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا' آپ نے اس کی سفارش سے اس کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔(السیرت النبویہ ج ۲ ص ۲۷۲)

قرآن مجید میں ہے:" جو غور سے بات کو سنتے ہیں اور احسن بات کی اتباع کرتے ہیں"۔(الزمر: ۱۸) سو اگر ہم نے احسن افعال کی اتباع کرنی ہے تو وہ احسن افعال صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہیں' انسان کی حیات کے ہر شعبہ کے لیے آپ کی زندگی میں احسن افعال ہیں' ان کو تلاش کیجئے اور ان ہی کی اتباع کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ اس کو دوزخ سے چھڑا لیں گے؟O لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے (جنت میں) بالا خانے ہیں' ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں' ان کے نیچے دریا جاری ہیں' یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا O کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے بادل نازل فرماتا ہے پھر اس سے زمین میں چشمے جاری کرتا ہے' پھر اس سے مختلف قسم کی فصل اگاتا ہے' پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ فصل پک کر زرد ہو جاتی ہے پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے O(الزمر: ۲۱-۱۹)

گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت پر ایک اعتراض کا جواب

الزمر: ۱۹ میں فرمایا ہے:"جس کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ اس کو دوزخ سے چھڑا لیں گے؟O"

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ کی شفاعت جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کے متعلق فرمایا ہے:"کیا آپ ان کو عذاب سے چھڑا لیں گے" اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے طاغوت کی عبادت کرنے والوں کا ذکر فرمایا تھا اور طاغوت کی عبادت کرنے والے کفار اور مشرکین ہیں اور کفار اور مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا' فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کو بخش دے تو خود اس کے قول کے خلاف ہو گا اور اس سے اس کے کلام میں کذب اور جہل لازم آئے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں اور محال تحت قدرت نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام کی شفاعت ان کے لیے

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے جن کی مغفرت ممکن ہو اور وہ مؤمنین ہیں جن سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے النساء: ۴۸ میں خود فرمایا ہے کہ وہ شرک سے کم گناہ کو اس کے لیے بخش دے گا جس کے لیے چاہے گا اور گناہ کبیرہ شرک سے کم درجہ کا گناہ ہے' سو اس کی مغفرت ممکن ہے اور تحت قدرت ہے اور جس کی مغفرت ممکن ہو اس کے لیے انبیاء علیہم السلام کی شفاعت بھی ممکن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ الزمر: ۱۹ میں مرتکبین کبائر کا ذکر ہے یعنی گناہ کبیرہ کرنے والوں کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کبیرہ گناہ شرک سے کم ہے اور اللہ تعالیٰ النساء: ۴۸ میں فرما چکا ہے کہ شرک سے کم گناہ کرنے والوں میں سے جن کو وہ چاہے بخش دے گا' خواہ انہوں نے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ ان کی شفاعت کی جائے یا نہیں' بلکہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مرتکبین کبیرہ کو شفاعت کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے بخش دے گا' اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مؤمنوں کی بخشش کی تین صورتیں ہیں: اللہ تعالیٰ ان گنہ گاروں کو ان کی توبہ سے بخش دے' بغیر توبہ کے ان کو انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے بخش دے اور یا توبہ اور شفاعت کے بغیر ان کو محض اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

الزمر: ۲۰ میں فرمایا: ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے' ان کے لیے (جنت میں) بالا خانے ہیں' ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں' ان کے نیچے سے دریا جاری ہیں' یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا O''

جنت کے بالا خانے

اس آیت میں ان لوگوں پر انعام و اکرام کا بیان ہے جنہوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا' انہوں نے شرک کیا نہ گناہ کبیرہ یا صغیرہ کیا۔ وہ ظاہری بتوں کی عبادت سے بھی مجتنب رہے اور باطنی بت یعنی نفس امارہ کی اطاعت اور عبادت سے بھی مجتنب رہے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنے نفس کی خواہشوں پر عمل نہیں کیا ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے لیے جنت میں بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان بالا خانوں کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں' اس سے پہلی آیت الزمر: ۱۶ میں فرمایا تھا کہ کفار کے لیے دوزخ میں آگ کے سائبان ہیں اور ان کے اوپر اور آگ کے سائبان ہیں اور یہ اس لیے فرمایا تھا کہ ان کو ان کے اوپر اور نیچے ہر طرف سے زیادہ سے زیادہ آگ کا عذاب پہنچتا رہے اور جنت میں جو بالا خانے اوپر ہوں گے اور جو نیچے ہوں گے وہ اہل جنت کو زیادہ سے زیادہ نعمتیں اور راحتیں پہنچانے کے لیے ہوں گے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ بالا خانے تو اوپر بنے ہوئے ہوتے ہیں تو جو عمارت ان کے نیچے بنی ہوگی اس پر بالا خانے کا اطلاق کس طرح درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عمارت نچلی منزل کے اہل جنت کے اعتبار سے بالا خانہ ہوگی۔

جنت کے بالا خانوں کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت اپنے اوپر بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح مشرق یا مغرب سے آسمان کے اوپر چمکتے ہوئے ستارہ کو دیکھا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت کے درجات اور مراتب میں فرق ہوگا' صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ (بالا خانے) انبیاء علیہم السلام کی منازل ہیں' جن تک ان کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچے گا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' ان میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۲۶۴' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۶۰۰)

marfat.com
Marfat.com

وعد اور وعید کا فرق

اس کے بعد فرمایا: "یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور اطاعت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور جو اس کے دیدار کے مشتاق ہیں اور محب صادق ہیں ان سے اپنے قرب' اپنی رضا اور اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اور وعید میں فرق ہے' انعام و اکرام کی خبر دینے کو وعد کہا جاتا ہے اور سزا کی خبر دینے کو وعید کہا جاتا ہے' وعد کے خلاف کرنا بخل ہے اور یہ اللہ کے لیے جائز نہیں ہے اور وعید کے خلاف کرنا کرم ہے اور یہ اللہ کے لیے جائز ہے' اشاعرہ کہتے ہیں: جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے سزا کی خبر دی ہے اگر وہ اس کے خلاف کرے اور سزا نہ دے تو یہ اس کا کرم ہے اور یہ جائز ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خبر کے خلاف نہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ خبر کاذب تھی اور کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے خلف وعید جائز نہیں ہے' اشاعرہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں: کافروں کی سزا کی جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ حتمی اور لازمی ہے اور گناہ گار مسلمانوں کے عذاب کی جو خبر دی ہے وہ حتمی نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر میں چاہوں' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون: ۵۔۴) ان نمازیوں کے لیے عذاب ہوگا ۝ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں ۝

اس جگہ یہ شرط ملحوظ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب ہوگا ورنہ نہیں ہوگا یا اگر اللہ ان کو معاف نہ کرے تو ان کو عذاب ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اور اس شرط کے ملحوظ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت آیات میں اللہ تعالیٰ نے گنہ گاروں کو بخشنے اور معاف کرنے کا ذکر فرمایا ہے' مثلاً فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر: ۵۳) اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

پس جن آیات میں گنہ گار مسلمانوں کے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اگر یہ شرط ملحوظ نہ رکھی جائے تو مغفرت کی آیات کے خلاف ہوگا' اس آیت کی زیادہ تحقیق ہم نے آل عمران: ۹ میں کی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۹۔۶۸۔

الزمر: ۲۱ میں فرمایا: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے بادل نازل فرماتا ہے' پھر اس سے زمین میں چشمے جاری کرتا ہے۔ پھر اس سے مختلف قسم کی فصل اگاتا ہے' پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ فصل پک کر کمزور ہو جاتی ہے' پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں "ینابیع" کا لفظ ہے' اس کا واحد ینبوع ہے' اس کا معنیٰ ہے: چشمہ' زمین کے وہ سوتے جن سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے' اس کا معنیٰ چھوٹی اور بھرپور نہر بھی ہے۔ نبع اور نبوع کا معنیٰ ہے: کنویں یا چشمہ سے پانی پھوٹ کر نکلنا۔

اور اس میں "یھیج" کا لفظ ہے' اس کا مصدر ھیج ہے' اس کا معنیٰ ہے: سوکھ جانا' خشک ہو جانا۔ یوم ھیج کا معنیٰ ہے: لڑائی' بارش' ابر یا آندھی کا دن' ھائجہ اس زمین کو کہتے ہیں جس کی گھاس سوکھ گئی ہو' ھیجا کا معنیٰ ہے: لڑائی' ھیجان کا معنیٰ ہے: برانگیختہ کرنا' غصہ دلانا' اھاجہ کا معنیٰ ہے: ہوا کا گھاس کو خشک کر دینا۔

اور اس آیت میں "حطاما" کا لفظ ہے: اس کا معنیٰ ہے ریزہ ریزہ' چورا چورا ہونا' یہ لفظ حطم سے بنا ہے' اس کا معنیٰ ہے: توڑنا۔

marfat.com
Marfat.com

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حال کو زمین کی پیداوار کے حال پر قیاس کرے

اس آیت کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ آسمان سے (یعنی بادلوں سے) پانی نازل فرماتا ہے اور اس پانی کو زمین کے مختلف حصوں میں پہنچا دیتا ہے' یہ پانی زمین کے اندر نفوذ کر جاتا ہے' پھر کسی جگہ زمین کو پھاڑ کر نکل آتا ہے اور چشمہ کی صورت میں بہنے لگتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے مختلف رنگوں کی فصلیں پیدا فرماتا ہے۔ بعض سبز ہوتی ہیں اور بعض میں سرخ پھول ہوتے ہیں۔ بعض میں زرد اور بعض میں سفید اور ان سے گندم' جو' چنا' چاول' کپاس اور سرسوں وغیرہ پیدا فرماتا ہے' پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ فصلیں پک جاتی ہیں' پھر پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔

زمین کی اس پیداوار کا انسان مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ کس طرح بیج سے ایک ننھی سی کونپل نکلتی ہے' پھر وہ سرسبز پودا بن جاتا ہے' پھر اس میں پھول کھلتے ہیں' پھر اس میں غلہ پک جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے' اسی طرح انسان نطفہ سے علقہ اور مضغہ بنتا ہے (یعنی جما ہوا خون اور گوشت کا ٹکڑا) پھر اللہ اس گوشت میں ہڈیاں پہناتا ہے' پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے' پیٹ میں اس بچہ کو جنین کہتے ہیں' پیٹ سے باہر نکل آئے تو ولید کہتے ہیں' دودھ پیتا ہو تو رضیع کہتے ہیں' ٹھوس غذا کھانے لگے تو فطیم کہتے ہیں' کھیلنے کودنے لگے تو صبی کہتے ہیں' آٹھ نو سال کو پہنچ جائے تو غلام کہتے ہیں' قریب بہ بلوغ ہو تو مراہق کہتے ہیں' پھر بالغ کہتے ہیں' نوجوان کو فتیٰ اور شاب کہتے ہیں' جوان کو رجل کہتے ہیں' ادھیڑ عمر کو پہنچے تو کہول کہتے ہیں۔ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو شیخ کہتے ہیں اور ساٹھ سال کے بعد پھر شیخ فانی کہا جاتا ہے اور جب عمر طبعی پوری کرلے اور مر جائے تو میت کہتے ہیں۔

سو جس طرح زمین کی پیداوار وقفہ وقفہ سے متغیر ہوتی رہتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ مردہ ہو جاتی ہے' یہی انسان کا حال ہے' وہ بھی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ مر جاتا ہے' سو جس طرح یہ زمین اور اس کی پیداوار فانی ہے اسی طرح انسان بھی فانی ہے' پس انسان کو چاہیے کہ وہ اس فانی دنیا سے دل نہ لگائے' ورنہ وہ بھی فنا کے گھاٹ اتر جائے گا' اس کو چاہیے کہ وہ اس ذات کے ساتھ دل لگائے جو باقی ہے تاکہ وہ بھی باقی رہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ

پس کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر قائم ہو (وہ اس شخص کی طرح

لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ

ہو سکتا ہے جس کے دل پر اللہ نے گمراہی کی مہر لگا دی ہو؟) پس ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جن کے دل اللہ کو یاد کرنے کے بجائے

نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ

سخت ہو گئے ہیں' وہی کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں O اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں بار بار دہرائے ہوئے

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

اس سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں' پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے

marfat.com
Marfat.com

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

لیے نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گم راہی پر چھوڑ

مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ

دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O کیا جو شخص قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرتا ہے (اس شخص کی طرح

لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ

ہو سکتا ہے جو بے خوفی سے جنت میں داخل ہو؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم ان کاموں کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے O

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ

ان سے پہلے لوگوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا O پھر اللہ نے ان کو دنیا کی

الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا (وقف لازم)

زندگی میں رسوائی کا مزا چکھایا اور آخرت کا عذاب ضرور تمام عذابوں سے بڑا ہے، کاش! وہ جانتے O بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ قُرْاٰنًا

قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O ہم نے انہیں عربی زبان میں قرآن عطا فرمایا جس میں

عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ

کوئی کجی نہیں ہے تاکہ وہ اللہ سے ڈریں O اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے، ایک غلام ہے جس میں کئی متضاد خیالات کے لوگ شریک ہیں

شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ

اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک شخص ہی مالک ہے، کیا ان دونوں غلاموں کی مثال برابر ہے؟ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہیں بلکہ ان (مشرکین) میں سے اکثر نہیں جانتے O بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں O

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۲ / ۱۷

پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر قائم ہو (وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر اللہ نے گم راہی کی مہر لگا دی ہو؟) پس ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جن کے دل اللہ کو یاد کرنے کے بجائے سخت ہو گئے ہیں' وہی کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں O اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں' بار بار دہرائے ہوئے' اس سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں' پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں' یہ اللہ کی ہدایت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گم راہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O (الزمر: ۲۳-۲۲)

انسان کے دل میں اللہ کے نور کا معیار اور اس کی علامتیں

اسلام کے لیے سینہ کھولنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احکام قبول کرنے کی اس کے دل میں مکمل استعداد پیدا کر دی ہو اور جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اس میں وہ فطرت صحیح اور سالم موجود ہو اور اس کی غلط روش کی وجہ سے وہ فطرت ضائع نہ ہوئی ہو۔ نیز فرمایا: ''وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر قائم ہو' اس نور سے مراد یہ ہے کہ اس باہر کی کائنات میں اور انسان کے اپنے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود' اپنی توحید اور اپنی قدرت پر جو نشانیاں رکھی ہیں وہ ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کی امنگ اور جذبہ پیدا ہو اور جب اس کا یہ نور قوی ہو جاتا ہے تو وہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی مجلس میں بیٹھنے والوں اور اس کی گفتگو سننے والوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کا ذوق اور شوق پیدا ہو جاتا ہے' لوگ اگر کسی کا سرخ و سفید چہرہ دیکھیں تو کہتے ہیں کہ فلاں کا بڑا نورانی چہرہ ہے' یہ نور کا معیار نہیں ہے۔ نور کا معیار یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے' جس کی باتیں سن کر دل میں رقت پیدا ہو' جس کی سیرت و کردار دیکھ کر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کا داعیہ پیدا ہو تو اس شخص میں اللہ کا نور ہے۔

ایک اور معیار یہ ہے کہ فحش کاموں کے ارتکاب اور گناہوں کی کثرت سے انسان کے چہرے پر پھٹکار برسنے لگتی ہے' اس کا چہرہ خرانٹ ہو جاتا ہے اور جو گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور نیک کام بہ کثرت کرتا ہو اس کے چہرے سے سادگی اور بھولپن ظاہر ہوتا ہے اور اس کا چہرہ بارونق ہوتا ہے اور یہ نور کے آثار میں سے ایک اثر ہے' لیکن اصل نورانیت یہی ہے کہ اس پر عبادت اور خوف خدا کا غلبہ ہو' وہ یادِ الٰہی سے غافل کرنے والے کاموں سے بچتا ہو' ہنستا کم ہو اور روتا زیادہ ہو' اس کی مجلس میں لطیفے اور چٹکلے نہ ہوں' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہوں' ایسے شخص کا نور دوسروں کے دلوں کو بھی یاد خدا سے روشن کرتا ہے' وہ جس قدر عبادت و ریاضت میں قوی ہو گا اس کا نور اس قدر قوی ہو گا' عام مومنوں کے دل کا نور چراغ کی طرح ہے' اولیاء اللہ کا نور ستاروں کی طرح ہے' صحابہ کا نور چاند کی طرح ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کی طرح بلکہ سورج سے بھی زیادہ قوی ہے' اس نور کا فیضان نبیوں اور رسولوں پر ہے' ولیوں پر ہے' عام مسلمانوں پر ہے اور ہر صاحب ہدایت کو اسی نور سے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ''. (الزمر: ۲۲) ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب بندہ کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے' ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دار الخلد (آخرت) کی طرف رجوع کرتا ہے اور دار الغرور (دنیا) سے بھاگتا ہے اور موت

marfat.com
Marfat.com

آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۳۱۱ شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۵۲۲ معالم التنزیل رقم الحدیث: ۱۸۱۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ تین اوصاف ہوں گے اس کا ایمان کامل ہوگا' کیونکہ دارالخلد اور آخرت کی طرف رجوع وہی شخص کرتا ہے جو نیک کام کرتا ہے کیونکہ نیک کاموں کی جزاء دارالخلد اور جنت ہے اور جب دنیا کی حرص کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو وہ دنیا کی صرف اتنی چیزوں پر کفایت اور قناعت کرتا ہے جو اس کی رمق حیات قائم کرنے کے لیے ضروری ہوں' لہٰذا وہ دنیا سے دور بھاگتا ہے اور جب اس کا تقویٰ مکمل اور مستحکم ہو جاتا ہے تو وہ ہر چیز میں احتیاط کرتا ہے اور جن چیزوں میں عدم جواز کا شک بھی ہو ان کے قریب نہیں جاتا اور یہی موت سے پہلے موت کی تیاری ہے اور یہ اس کے شرح صدر کی ظاہری علامت ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کو موت کی فکر ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ دنیا دھوکے کا گھر ہے اور یہ سمجھ اس وقت آتی ہے جب اس کے دل میں نور داخل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''پس ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جن کے دل اللہ کو یاد کرنے کے بجائے سخت ہو گئے ہیں' وہی کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں''۔

دل کی سختی کے اسباب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ خطرناک چیز وہ ہے جس کا مجھے اپنی امت پر خطرہ ہے۔(۱) پیٹ کا بڑا ہونا (۲) ہمیشہ سوتے رہنا (۳) سستی (۴) اور یقین کا کم زور ہونا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۷۳۳۴)

بڑے پیٹ سے مراد یہ ہے کہ انسان کھانے پینے میں زیادہ منہمک رہتا ہو اور کھانے پینے کا لازمی نتیجہ قضاء حاجت ہے۔ تو جب انسان کا مطمح نظر قضاء حاجت نہیں ہوتا تو جو اس کا لازمی سبب ہے یعنی کھانا پینا وہ بھی اس کا مطمح نظر نہیں ہونا چاہیے۔ سو جو شخص اپنے تہائی پیٹ سے زیادہ کھاتا ہے اور لذیذ کھانوں کی تلاش میں رہتا ہے اور جو رزق میسر ہو اس پر قناعت نہیں کرتا تو یہ وہی چیز ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر خطرہ تھا اور جو آدمی ہمیشہ سوتا رہتا ہے تو وہ ان حقوق کو ضائع کر دیتا ہے جو شریعت میں اس سے مطلوب ہیں اور وہ اپنے رب کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور اس سے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور سستی اور کاہلی کی وجہ سے انسان اہم امور کو انجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور پر مشقت عبادات اور نیک کاموں کے کرنے سے گھبراتا ہے اور فرائض اور نوافل ادا نہیں کر پاتا' اس کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کی عقل تاریک ہو جاتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جو دل کو سخت کرتی ہیں: کھانے پینے کی محبت' سونے کی محبت اور راحت کی محبت۔ (دیلمی)

اسی وجہ سے سلف صالحین جاگ کر راتیں عبادت میں گزارتے تھے اور نیند اور آرام کو ترک کر دیتے تھے' حتیٰ کہ ان کے پیر سوج جاتے تھے اور چہرہ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا اور یقین کے کمزور ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی رنگینیوں اور عیش و آرام میں منہمک رہنے کی وجہ سے اس کے دل میں نور داخل نہ ہو سکے اور بندہ کا جس قدر یقین پختہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے' انبیاء علیہم السلام چونکہ ہر وقت آخرت کے امور پر غور کرتے رہتے تھے اس وجہ سے ان کا ایمان بہت پختہ اور

marfat.com
Marfat.com

الزمر: ۲۳ میں فرمایا: ''اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں' بار بار دہرائے ہوئے''۔

قرآن مجید کے مضامین فصاحت اور بلاغت میں ایک جیسے ہیں اور حسن اسلوب اور حکمت میں ایک جیسے ہیں اور اس کی آیات باہم ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں' ان میں کوئی تناقض اور اختلاف نہیں ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ گزشتہ آسمانی کتابوں کے اس بات میں مشابہ ہے کہ اس میں بھی احکام شرعیہ ہیں' گزشتہ اقوام کے واقعات ہیں اور غیب کی خبریں ہیں۔

نیز فرمایا: ''اس کے مضامین بار بار دہرائے ہوئے ہیں'' مثلاً احکام شرعیہ کو بار بار دہرایا گیا ہے' خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کے حکم کو' آسمانوں اور زمینوں کے احوال کو بار بار دہرایا گیا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا گیا ہے' اسی طرح جنت اور دوزخ' لوح اور قلم' ملائکہ اور شیاطین' عرش اور کرسی' وعد اور وعید' امید اور خوف کے مضامین کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اس سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں' پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں''۔

قرآن مجید سن کر جن کے خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے لیے بشارتیں

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جب اللہ کے نیک بندے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں جب وہ قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں تو ان پر خوف اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے' ان کا جسم لرزنے لگتا ہے اور خوف کے غلبہ سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خوف خدا سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا سبب ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب خوف خدا سے کسی بندہ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے بوسیدہ پتے جھڑتے ہیں۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۲۱۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۰۴-۸۰۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ زور سے ہوا چلی تو اس درخت کے بوسیدہ پتے گر گئے اور سرسبز پتے قائم رہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس درخت کی کیا مثال ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ درخت مومن کی مثال ہے' جب خوف خدا سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۰۴)

قرآن مجید سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کی آراء

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ قرآن سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بتایا کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے اور ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے' حضرت اسماء کو بتایا گیا کہ آج کل ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو ان میں کوئی شخص بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے' حضرت اسماء نے کہا: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

marfat.com

Marfat.com

اور سعید بن عبد الرحمان الحجی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اہل قرآن میں سے ایک شخص گزرا اور گر گیا' حضرت ابن عمر نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: جب اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو گر جاتا ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو نہیں گرتے' پھر آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

عمر بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین کے نزدیک ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جن کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے سامنے چھت کے اوپر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھیں' پھر ان کے سامنے اوّل سے لے کر آخر تک قرآن پڑھا جائے' پھر اگر انہوں نے اپنے آپ کو چھت سے گرا دیا تو ہم مان لیں گے۔

ابو عمران الجونی نے بتایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کیا تو ایک آدمی نے اپنی قمیص پھاڑ لی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس قمیص والے سے کہیے کہ میں ان ڈرنے والوں کو پسند نہیں کرتا جو مجھے اپنا دل کھول کر دکھاتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۲۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید سننے سے رقت طاری ہونے کی فضیلت اور مترنم آواز اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر اظہار وجد کرنے کی مذمت

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

نیک اور متقی لوگ جب قرآن مجید سنتے ہیں تو اس میں وعد اور وعید اور تخویف اور تہدید کی آیات پر جب غور کرتے ہیں تو ڈر اور خوف کے غلبہ سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کی امید رکھتے ہیں اور ان کی یہ صفت فجار کی صفات کی حسب ذیل وجوہ سے مخالف ہے:

(۱) یہ ابرار قرآن مجید کی آیات سن کر خوف خدا سے لرزتے ہیں اور یہ فجار خوش گلوئی اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر جھومتے ہیں اور وجد کرتے ہیں۔

(۲) جب متقین کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے معانی سمجھ کر ڈرتے ہیں اور خوف خدا سے روتے ہیں اور ادب کے ساتھ سجدہ میں گر جاتے ہیں جیسا کہ ان آیات میں ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ○ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ○ (الانفال: ۴-۲)

(کامل) مؤمنین تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ صرف اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں ○ وہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو چیزیں ان کو دی ہیں ان میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ○ یہی لوگ برحق ہیں' ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس (بلند) درجات ہیں اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے ○

اور ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو بے پرواہی سے قرآن مجید کو سنتے ہیں اور اس کی آیات میں غور و فکر نہیں کرتے:

marfat.com
Marfat.com

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ○ (الفرقان:۷۳) اور جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے ○

یعنی جب وہ قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں تو لہو و لعب اور دیگر دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر ان سے اعراض نہیں کرتے' بلکہ کان لگا کر غور سے ان آیات کو سنتے ہیں اور ان کے معانی پر غور و فکر کر کے ان کو سمجھتے ہیں' اسی لیے ان آیات کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ ان آیات کو سن کر سجدہ کرتے ہیں اور جاہلوں کی طرح اندھی تقلید میں ان آیات پر سجدہ نہیں کرتے۔

(۳) یہ نیک اور متقی لوگ با ادب ہو کر قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تھے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم پڑ جاتے تھے' وہ قرآن سن کر چیختے چلاتے نہیں تھے اور نہ تکلف سے وجد کرتے تھے بلکہ سکون اور ادب اور خوفِ خدا سے ان آیات کو سنتے تھے۔

قتادہ نے الزمر:۲۳ کی تفسیر میں کہا: اس آیت میں اولیاء اللہ کی منقبت ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس طرح تعریف نہیں کی کہ اللہ کی آیات سن کر ان کی عقل جاتی رہتی ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں' یہ اہل بدعت کا طریقہ ہے اور یہ شیطان کی صفت ہے۔

سدی نے کہا: ان متقین کے دل اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں اور یہی اللہ کی ہدایت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت دیتا ہے اور جس کا طریقہ اس کے خلاف ہو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو اللہ نے گم راہ کر دیا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۔۵۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا جو شخص قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرتا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو بے خوفی سے جنت میں داخل ہو؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم ان کاموں کا مزا چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے ○ ان سے پہلے لوگوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا ○ پھر اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزا چکھایا اور آخرت کا عذاب ضرور تمام عذابوں سے بڑا ہے' کاش! وہ جانتے ○ (الزمر:۲۶۔۲۴)

عذاب کی چہرے کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ

جن لوگوں کے دل سخت ہیں ان کے متعلق اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ ان کو آخرت میں شدید عذاب ہو گا اور دنیا میں وہ مکمل گم راہ ہیں اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ آخرت میں ان کے چہرے کو بدترین عذاب دیا جائے گا' ہر چند کہ ان کے پورے جسم کو عذاب دیا جائے گا' لیکن خصوصیت کے ساتھ چہرے کا اس لیے ذکر فرمایا کہ چہرہ انسان کا سب سے اشرف عضو ہے' وہ اس کے حسن و جمال اور اس کے رنگ و روپ کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے حواس کے آلات بھی چہرے میں ہی مرکوز ہوتے ہیں اور ایک انسان دوسرے انسان سے ظاہری طور پر چہرے سے ہی ممتاز ہوتا ہے اور سعادت اور شقاوت کے آثار بھی چہرے پر ہی ظاہر ہوتے ہیں' اسی وجہ سے قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○ (العبس:۴۲۔۳۸) اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے ○ ہنستے ہوئے خوش و خرم ہوں گے ○ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے ○ ان پر سیاہی طاری ہو گی ○ وہی لوگ کافر بدکار ہیں ○

marfat.com

Marfat.com

اسی وجہ سے دنیا میں بھی کسی شخص کے چہرے پر اگر کوئی گھونسے یا طمانچے مارے تو وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر چہرے کو تکلیف سے بچاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ افضل اور اشرف عضو انسان کا چہرہ ہی ہے' اس لیے عذاب تو کفار کے تمام اجسام کو ہوگا لیکن خصوصیت کے ساتھ چہرے کا ذکر فرمایا ہے۔

الزمر: ۲۶۔۲۵ میں فرمایا: ''ان سے پہلے لوگوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا''۔

ان پر یہ عذاب رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے آیا' وہ بہت اطمینان اور امن اور چین سے رہ رہے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان پر اچانک کوئی افتاد آسکتی ہے اور پھر اچانک ان پر ایسا عذاب آیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے اور اس عبرت ناک عذاب سے مسلمان خوش ہوئے کیونکہ وہ مسلمانوں کا' ان کے ایمان اور اسلام کی وجہ سے مذاق اڑاتے تھے اور کفار ان کی نگاہوں کے سامنے ذلیل اور رسوا ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بہت بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں O ہم نے انہیں عربی زبان میں قرآن عطا فرمایا جس میں کوئی کجی نہیں ہے تا کہ وہ اللہ سے ڈریں O اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے: ایک غلام ہے جس میں کئی متضاد خیالات کے لوگ شریک ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک شخص ہی مالک ہے' کیا ان دونوں غلاموں کی مثال برابر ہے؟ O تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بلکہ ان مشرکین میں سے اکثر نہیں جانتے O بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں O پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے O (الزمر: ۳۱۔۲۷)

قرآن مجید کے تین اوصاف

الزمر: ۲۸۔۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ یہ قرآن ہے یعنی اس کی بہت زیادہ قرأت اور تلاوت کی جاتی ہے' دوسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ عربی زبان میں ہے اور اس کی عربی ایسی ہے کہ اس نے عرب کے بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء کو فصاحت اور بلاغت میں عاجز کر دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا O (الاسراء: ۸۸)

آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ ہوں۔

اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں کوئی کجی نہیں ہے' کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ جب انسان کوئی بہت طویل کلام کرتا ہے تو اس میں ضرور کچھ باتیں ایک دوسرے سے متصادم اور ایک دوسرے سے متعارض ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی کوئی آیت دوسری آیت سے متعارض نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا O (النساء: ۸۲)

اگر یہ کلام اللہ کے سوا کسی اور کا ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف ہوتا۔

قرآن مجید میں کجی نہ ہونے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو سابقہ امتوں اور ان کے نبیوں کی خبریں دی گئی ہیں وہ سب صادق ہیں اور ان کے صدق پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو عقائد اور احکام بیان کیے گئے ہیں وہ سب

marfat.com

Marfat.com

عقل اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہیں اور ان میں کوئی چیز خلاف عقل نہیں ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر' رسولوں کی بعثت پر' قیامت پر اور جزاء اور سزا پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کی قطعیت میں کوئی ضعف اور جھول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر آسان' سادہ اور عام فہم دلیل

الزمر: ۲۹ میں فرمایا: ''اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے' ایک غلام ہے جس میں کئی متضاد خیالات کے لوگ شریک ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک شخص ہی مالک ہے' کیا ان دونوں غلاموں کی مثال برابر ہے؟O''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر ایک سادہ' آسان اور عام فہم دلیل بیان فرمائی ہے کہ یہ مشرکین یہ بتائیں کہ ایک غلام کے کئی مالک ہوں اور ان مالکوں کے درمیان اختلاف اور تنازع ہو اور ہر مالک اس کا مدعی ہو کہ وہ شخص اس کا غلام ہے اور ہر مالک اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو' ایک مالک اس کو ایک وقت میں کوئی حکم دیتا ہے اور دوسرا مالک اسی وقت اس کے خلاف حکم دیتا ہے اور تیسرا مالک اسی وقت اسے دونوں کے خلاف کوئی اور حکم دیتا ہے تو وہ ان سب کی اطاعت کیسے کرے گا اور اطاعت نہ کرنے کی صورت میں اپنے مالکوں کے قہر و غضب اور ان کی سزا سے کیسے بچے گا' مثلاً ایک مالک حکم دیتا ہے کہ آج دن کے چار بجے فلاں زمین کو کھود ڈالو' دوسرا مالک حکم دیتا ہے: اس زمین کو اس وقت ہرگز نہ کھودنا اور اس زمین کے ٹکڑے میں فلاں جگہ سے سامان لا کر رکھ دینا اور تیسرا مالک حکم دیتا ہے: فلاں جگہ سے ہرگز سامان نہ لانا بلکہ فلاں فلاں جگہ سے سامان لانا۔ بتائیے وہ ان تینوں مالکوں کی کیسے اطاعت کرے گا اور کیسے ان کو راضی کرے گا اور ان کی حکم عدولی کی صورت میں ان سب کے غضب اور ان کی سزا سے کیسے بچے گا' اس کے برخلاف جو شخص صرف ایک مالک کا غلام ہو' اس کے لیے اپنے مالک کی اطاعت کرنا اور اس کو راضی کرنا بہت آسان ہے۔

اسی طرح کا استدلال قرآن مجید کی ان آیتوں میں بھی ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (الانبیاء: ۲۲)

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا متعدد عبادت کے مستحق ہوتے تو آسمان اور زمین فاسد ہو جاتے۔

یعنی متعدد خداؤں کے تنازع اور ان کی باہمی کشاکش کی وجہ سے ابتداءً آسمان اور زمین وجود میں نہ آ سکتے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۹۱)

اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی عبادت کا مستحق ہے' ورنہ ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ضرور ان میں سے ہر ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا' اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جو (مشرکین) اس کے متعلق بیان کرتے ہیںO

الزمر: ۳۰ میں فرمایا: ''بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیںO''

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''انک میت'' میں میت نکرہ ہے اور ''انهم میتون'' میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے

marfat.com
Marfat.com

گی وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی' پھر آپ کو حیات جاودانی عطا فرمادی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطا کی گئی اور کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں' صرف عذاب قبر پہنچانے کے لیے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطا کی جاتی ہے۔

ہم پہلے اس آیت کی تفسیر میں متقدمین کی تفاسیر کو نقل کریں گے' پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات پر عموماً اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر خصوصاً دلائل کو پیش کریں گے۔ **فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق**

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے متعلق دیگر مفسرین کی تقاریر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

یعنی آپ اور کفار ہر چند کہ اب زندہ ہیں لیکن آپ کا اور ان کا شمار موتی (مردوں) میں ہے' کیونکہ ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آنے والی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی اور کفار کی موت کی خبر دی ہے اور اس کی پانچ توجیہات ہیں: (۱) اس آیت میں آخرت سے خبردار کیا ہے (۲) اس آیت میں آپ کو عمل پر ابھارا ہے (۳) موت کی تمہید کے لیے اس کو یاد دلایا ہے (۴) آپ کی موت کا اس لیے ذکر فرمایا تاکہ مسلمان آپ کی موت میں اس طرح اختلاف نہ کریں جیسے پچھلی امتوں نے اپنے نبیوں کی موت میں اختلاف کیا تھا' حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی موت کا انکار کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے آپ کی موت پر استدلال فرمایا (۵) اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کی خبر دے کر یہ بتایا ہے کہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لیکن موت میں تمام مخلوق برابر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے' المفردات میں مذکور ہے: قوت حساسیہ حیوانیہ کے زوال کا نام موت ہے اور جسم کے روح سے الگ ہو جانے کو بھی موت کہتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق قریب آ پہنچا تو ہم سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جمع ہوئے' آپ نے ہماری طرف دیکھا' پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' آپ نے فرمایا: تم کو خوش آمدید ہو' اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے اور اللہ تم پر رحم فرمائے' میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اب فراق قریب آ گیا ہے اور یہ وقت ہے اللہ کی طرف لوٹنے کا اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کی طرف جانے کا' میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے اور مجھے کفن ان کپڑوں میں پہنائیں گے اگر وہ چاہیں یا حلہ یمانیہ میں' پس جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میرے اس تخت پر میرے حجرے میں رکھ دینا میری لحد کے کنارے پر' پھر کچھ دیر کے لیے میرے اس حجرے سے نکل جانا' سب سے پہلے میرے حبیب حضرت جبریل میری نماز جنازہ پڑھیں گے' پھر حضرت میکائیل' پھر حضرت اسرافیل' پھر ملک الموت اپنے لشکر کے ساتھ میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم گروہ در گروہ آ کر میری نماز جنازہ پڑھنا' مسلمانوں نے جب آپ کے فراق کا سنا تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ ہمارے رب کے

marfat.com

Marfat.com

رسول ہیں اور ہماری جماعت کی شمع ہیں اور ہمارے معاملات کی برہان ہیں' جب آپ چلے جائیں گے تو ہم اپنے معاملات میں کس کی طرف رجوع کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو صاف اور شفاف راستے پر چھوڑا ہے' جس کی رات بھی اپنے ظہور میں دن کی طرح ہے اور اس رہ نمائی کے بعد وہی شخص گم راہ ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہو اور میں نے تمہارے لیے دو نصیحت کرنے والے چھوڑے ہیں' ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے' رہا ناطق تو وہ قرآن کریم ہے اور رہا ساکت تو وہ موت ہے' پس جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو تم قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرنا اور جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو تم مُردوں کے احوال پر غور کرنا' پھر اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو دردسر کا عارضہ ہوا' آپ اٹھارہ روز تک بیمار رہے اور مسلمان آپ کی عیادت کرتے رہے' پھر پیر کے دن آپ کا وصال ہو گیا اور اسی دن آپ کی بعثت ہوئی تھی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور بدھ کی شب جب نصف گزر چکی تھی آپ کو دفن کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ منگل کی شب آپ کو دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۸ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۹۶' دارالکتب العلمیہ' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۷)

حضرت سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص پر کوئی مصیبت آئے تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کیونکہ وہ سب سے بڑی مصیبت تھی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۷۱۸)

(روح البیان ج ۸ ص ۱۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لیے ہوتی ہے' پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے' اس پر بہت سی شرعی براہین قائم ہیں۔ (حاشیہ کنز الایمان مسمی بہ خزائن العرفان ص ۷۳۷' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور)

مفتی احمد یار خان متوفی ۱۳۹۱ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حقیقتاً ایک آن کے لیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے' ورنہ قرآن کریم شہداء کے بارے میں فرماتا ہے: ''بل احیاء ولکن لا تشعرون○''

خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں: روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا' پرورش ختم کر دینا' انبیاء کی موت پہلے معنی میں ہے یعنی خروج روح عن الجسم اور عوام کی موت پہلے دوسرے دونوں معنی میں ہے' لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے جس بناء پر ان کا دفن' کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش کرتی رہتی ہے' اسی لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں' ان کا سلام سنتے ہیں' ان کی فریاد رسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔

(حاشیہ کنز الایمان مسمی بہ نور العرفان ص ۷۳۶' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ' گجرات)

اس پر دلائل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت آتی ہے' یعنی قلیل وقت کے لیے

ہم نے جو کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی' اس کی تقریر اس طرح ہے کہ ہر مومن کی روح اس کے جسم سے ایک قلیل وقت کے لیے نکالی جاتی ہے' پھر اس کی روح کو علیین کی طرف لے جایا جاتا ہے' پھر حکم دیا جاتا ہے کہ اس کی روح کو پھر اس کے جسم میں داخل کر دو' سو اس کی روح کو اس کے جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور یوں ہر مومن کو قبر میں برزخی حیات حاصل ہوتی ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کو اقل قلیل وقت کے لیے آپ کے جسم مکرم سے نکالا گیا تھا اور اس بہت کم وقت کو آن سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ کو آپ کے مرتبہ کے لحاظ سے پھر

marfat.com
Marfat.com

جسمانی حیات عطا کر دی گئی تھی اور ہر مومن کی روح کو قلیل وقت کے لیے نکالنے پر دلیل یہ حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے' ہم قبر تک پہنچے' اس کی لحد بنائی جا رہی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد اس طرح بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے' آپ نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' یہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا' اس کے بعد آپ نے فرمایا: جب مسلمان بندہ دنیا سے آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں' ان کے چہرے آفتاب کی طرح سفید ہوتے ہیں اور ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے' حتیٰ کہ وہ منتہائے بصر تک بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس کے سرہانے آ کر بیٹھ جاتے ہیں' پھر کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف روانہ ہو' پھر اس کی روح اس کے جسم سے اس قدر آسانی سے نکلتی ہے جس طرح آسانی سے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے' روح نکلنے کے بعد وہ پلک جھپکنے میں اس روح کو پکڑ کر اس جنتی کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس میں روئے زمین کی سب سے زیادہ اچھی مشک سے بھی اچھی خوشبو ہوتی ہے' وہ اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ ان کو فرشتوں کی جو جماعت بھی ملتی ہے وہ پوچھتی ہے: یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اس کا سب سے اچھا نام ہو وہ بتاتے ہیں' حتیٰ کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں' ان کے لیے وہ آسمان کھول دیا جاتا ہے' پھر ساتویں آسمان تک ہر آسمان کے فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں' پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے اس بندہ کا صحیفۂ اعمال علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو' کیونکہ میں نے اس کو زمین سے ہی پیدا کیا ہے اور میں اس کو زمین میں ہی لوٹاؤں گا اور میں اس کو دوبارہ زمین سے ہی نکالوں گا' آپ نے فرمایا: پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جائے گی' پھر اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے' وہ اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے' پھر وہ اس سے کہیں گے: وہ کون شخص ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' وہ کہیں گے: تمہیں ان کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی' سو میں اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر ایک ندا کرنے والا آسمان میں ندا کرے گا: میرے بندہ نے سچ کہا: اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دو' آپ نے فرمایا: پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بصر تک اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی' آپ نے فرمایا: پھر اس کے پاس ایک خوب صورت شخص' خوب صورت لباس میں' عمدہ خوش بو کے ساتھ آئے گا' وہ اس سے کہے گا: تمہیں اس چیز کی بشارت ہو جس سے تم خوش ہو گے۔ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' وہ کہے گا: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ بہت حسین ہے جو خیر کے ساتھ آیا ہے' وہ کہے گا: اے میرے رب! تو قیامت کو قائم کر دے حتیٰ کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ الحدیث۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۵۰۱۔۴۹۹' رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۹۴' ج ۳ ص ۳۸۲۔۳۸۰۔۳۷۴۔۳۱۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۔۳۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۴۹' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰۔۴۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے)

marfat.com
Marfat.com

اس صحیح حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر مومن کی روح کو بہت قلیل وقت کے لیے اس کے جسم سے نکالا جاتا ہے' پھر اس کو برزخی حیات عطا کر دی جاتی ہے اور شہداء کو جسمانی حیات عطا کی جاتی ہے' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو بھی جسمانی حیات عطا کی جاتی ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء اور سید الانبیاء والمرسلین ہیں' اس لیے آپ کو سب سے افضل جسمانی حیات عطا کی گئی اور نہایت قلیل وقت کے لیے ان کے جسم سے جو روح قبض کی جاتی ہے وہ اس لیے ہے کہ ان کے اوپر غسل' کفن' دفن اور نماز جنازہ کے احکام پر عمل کیا جا سکے۔

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے' ہاں فرق ذاتیت وعرضیت متصور نہیں' وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے' یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے' اس لیے وقت موت حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہو گی' ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سو در صورت تقابل عدم وملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہوتا' یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سر پوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔ (آب حیات ص ۱۸۵۔۱۸۴' مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان' ۱۴۱۳ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آنے سے آپ کی حیات زائل نہیں ہوئی' لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر احادیث' آثار اور اقوال علماء سے دلائل پیش کریں گے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اور نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت کو تفصیل سے بیان کریں گے' ان شاء اللہ العزیز!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابویعلیٰ نے اپنی ''مسند'' میں اور امام بیہقی نے کتاب ''حیات الانبیاء'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۶۲۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۴۵۲' تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۵ ص ۱۵۹' رقم الحدیث: ۳۵۱۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۲۵۶۷' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳

marfat.com
Marfat.com

ص ۲۴۹ المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۳۳۰۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۸' دار الفکر' بیروت ۱۴۱۸ھ' سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۷' البدایہ ج ۴ ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود سن نہیں سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا درود کے اعزاز و اکرام کے لیے ہے' جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں)۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۸۳' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۹۳۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۶۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۳۵۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے' وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری رقم الحدیث: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے' ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۲۲۴۲' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۲۳۵۵' اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۲۴۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۴۹۹۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابو القاسم کی جان ہے' عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' در آں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۴' رقم الحدیث: ۴۵۷۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے آتی تھی۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۹۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی' اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں' ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی

marfat.com
Marfat.com

دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۰۷ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۔۴ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱ المستدرک ج ۳ ص ۵۸ جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تھے اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا (اس طعام میں زہر ملا ہوا تھا) اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۲۸ جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۵۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی روحوں کو لوٹا دیا جاتا ہے' پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے' وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں' ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے' وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے' جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۶۵۔۲۶۴' مطبوعہ دار البخاری' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ کے شیخ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ''المفہم شرح مسلم'' ج ۶ ص ۲۳۴۔۲۳۳' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور

marfat.com
Marfat.com

آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے' آپ اس کو سنتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو' دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں' اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب بُرا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔۲۲' کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷' الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۶۶' دار الفکر' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: مسند البزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو نیک عمل ہوتے ہیں میں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۴۵' دار الفکر' الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۶۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابو بکر بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تاکہ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۸۱' مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث: ۴۲۱۰' دار الفکر' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۲' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۹۹)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو' ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام ص ۶۴' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام.

جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۲۰۰۰)

سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنیٰ میں ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے' جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں:

(۱) ''الا رد الله علی روحی'' جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے ''قد'' کا لفظ محذوف ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ''. (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ ''قد'' محذوف ہے اور اس کا معنیٰ ہے' یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں' اسی طرح اس حدیث کا بھی معنیٰ ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے۔ اور اب یہاں پر ''رد الله'' کا جملہ ماضی کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب ''رد الله'' حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا' اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے' نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے' کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنیٰ قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ ''رد'' ''صیرورۃ'' کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ'' (الاعراف: ۸۹) ''عدنا'' کا لفظ عود سے بنا ہے اور عود کا معنیٰ ہے: لوٹنا' اگر یہاں عود اپنے معنیٰ میں ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنیٰ باطل ہے' اس لیے اس آیت میں ''عدنا'' کا لفظ ''صِرنا'' کے معنیٰ میں ہے یعنی اگر ہم

marfat.com

Marfat.com

تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے' اسی طرح اس حدیث کا معنیٰ ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ''فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ'' (الواقعہ:۸۹) یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لیے راحت اور خوشی ہے' اسی طرح اس حدیث کا معنیٰ ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) ردّ روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے ''رد'' کا ایک معنیٰ تفویض بھی لکھا ہے' اس صورت میں حدیث کا معنیٰ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو' جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے' یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔

(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے' یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمال برزخ میں مشغول ہوتے ہیں' مثلاً اعمال امت کا ملاحظہ فرماتے ہیں' ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں' ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں' اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں' یہ تمام امور اشغال برزخ سے ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں' تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغال برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳' حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے ہم نے تلخیص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے)

marfat.com

Marfat.com

(۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔
(۱۴) ہوسکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی' بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔
حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائے ہیں' ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا' یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے' ہم نے اس جواب کا ذکر نہیں کیا اور دوسرے جواب سے ابتداء کی' اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے اور یہ جوابات ''انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء'' میں ص ۸۔۱۶ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے' بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے' شیخ سراج الدین بن الملقن نے ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو' پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا' میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا' میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے' پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔
نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی سترہ مرتبہ زیارت کی' ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے' انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا' اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔
بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول

marfat.com
Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہوگئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کے سلسلہ میں تمام احادیث' آثار اور نقول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں' جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں' حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے' اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے' انہوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی' اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں' امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

(۲) امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

(۳) امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے' امام الحرمین نے کہا: یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے' عالم ملکوت میں ہوتے ہیں' جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے' علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے' نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں' صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں' جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں' علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں' یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے' اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے اور چونکہ یہ رؤیت' رؤیت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے' اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے' یہ رؤیت قلبی ہے جو رؤیت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ کی قبر انور میں موجود ہے' جیسا کہ

marfat.com

Marfat.com

حضرت جبرائیل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے' اس کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے' جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق ہوتی ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں (اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو' اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے' ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طبخی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان' زمین' عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آ رہے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا (یعنی انہوں نے آپ کے اجساد مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی)۔

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے' مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں' اذان اور اقامت پڑھتے ہیں' جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کرسکتا ہے نہ اس کا ادراک کرسکتا ہے اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو تمام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی' ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا' کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابو یعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۵۔۵۱ ملخصاً' دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے' جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ا ص ۴۴' لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷' سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا' (الیٰ قولہ) امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی' امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا' ان میں سے ایک حنفی تھا' اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ (فیض الباری ج ا ص ۲۰۴' مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ)

(''جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا'' اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کردی ہے)۔

اجسام مثالیہ کا تعدد

صوفیاء اور فقہاء جو اجساد مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں' اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶' مکتبہ اسلامیہ' بیروت)

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فيه اشارة الى خرق العادة من تعدد الاجساد المكتسبة حيث ان الولد موجود فى كل باب من ابواب الجنة.

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مکتسبہ متعدد ہوتے ہیں' کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔

(مرقات ج ۴ ص ۱۰۹' مکتبہ امدادیہ' ملتان)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولياء حيث طويت لهم الارض وحصل لهم ابدان مكتسبة متعددة وجدوها فى اماكن مختلفة فى آن واحد.

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

(مرقات ج ۴ ص ۳۱' مکتبہ امدادیہ' ملتان)

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔ (جذب القلوب ص ۱۵۳' مکتبہ نعیمیہ' لاہور)

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل

marfat.com
Marfat.com

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷ مدنی کتب خانہ لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی شہروں میں ایک ہی شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء ص ۱۸۸ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرود میں تھی' آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔

(جمال الاولیاء ص ۲۰۲)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں' اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے' جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں' اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا' شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ (فتح الملہم ج ا ص ۳۰۶-۳۰۵ مطبع الحجاز کراچی)

علامہ جلال الدین سیوطی' علامہ سید آلوسی' علامہ ابن حجر ہیتمی مکی' علامہ عبدالوہاب شعرانی' ملا علی قاری' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور احوال برزخ میں ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں' حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہ ہیں تو یہ تکثر جزئی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے' سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بہرحال تغایر ہے' اس لیے یہ تکثر ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

الحمد للہ علیٰ احسانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور باد
ذکر کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے توشہ آخرت' موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب
ہدایت بنا دے۔ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کرتے ہیں' اس کے آخر میں ہے:

صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے صاحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پس انہوں نے آپ کے صدق کو جان لیا۔ پھر پوچھا: کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ایک جماعت داخل ہو کر تکبیر پڑھے' دعا مانگے' درود شریف پڑھے' پھر وہ چلے جائیں' پھر ایک جماعت داخل ہو کر تکبیر پڑھے' درود پڑھے اور دعا مانگے' پھر وہ چلے جائیں۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۳۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۶۲۴۔۱۵۴۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۳۶۷' حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۱۷۱' ۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۲۵۹)

نماز جنازہ میں اصل اور فرض قیام اور تکبیرات اربعہ ہیں' باقی ثناء' صلوٰۃ اور دعا وغیرہ ثانوی حیثیت اور استحباب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس حدیث صحیح میں تکبیرات کا ذکر موجود ہے اور وہی نماز جنازہ کی اصل ہیں۔ باقی دعا اور صلوٰۃ کا بھی ذکر ہے اور واضح رہے کہ دعا سے مراد یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلمات طیبات کا عرض کرنا ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی التوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر ولی اور حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار ہے کہ حق اولیاء کا ہے اور اگر ولی نے جنازہ پڑھ لی تو اب دوبارہ کسی شخص کو نماز جنازہ پڑھنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر تمام جہان کے مسلمانوں نے جنازہ پڑھنی چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی (زندہ اور تر و تازہ) ہیں جیسے اس دن تھے جب آپ کو قبر مبارک میں رکھا گیا تھا۔ (ہدایہ اولین ص ۱۸۰' مطبوعہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

علامہ عبد الواحد ابن الہمام التوفی ۸۶۱ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر نماز جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء و صلحاء اور حضرات ہیں جو طرح طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو سلف سے لے کر خلف تک تمام مسلمانوں کا حضور کی قبر انور پر نماز جنازہ نہ پڑھنا نماز جنازہ کے تکرار کے عدم جواز کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور اس کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہدایہ اور فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ وہ نماز جنازہ کے عدم تکرار کی مشروعیت اس بنیاد پر رکھتے ہیں کہ کل جہان کے مسلمان' علماء اور صلحاء آپ کی قبر انور پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے اور یہ استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ نماز جنازہ سے معروف نماز جنازہ ہو اور اگر اس سے مراد محض صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہو تو وہ آج تک قبر انور پر پڑھا جاتا ہے۔ اس صورت میں احناف کثر ہم اللہ تعالیٰ کا یہ استدلال کس طرح صحیح ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ درج ذیل سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

سئلہ ۸۴: از شہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی مستری مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل ۱۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کتنی مرتبہ پڑھی گئی اور اوّل کس شخص نے پڑھائی تھی؟ **بینوا توجروا**

جواب: **صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ والہ وبارک وسلم**. سائل کو جوابِ مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یاع یام یاص یا صللم لکھا کرتے ہیں، محض مہمل وجہالت ہے۔ **القلم احدی اللسانین** (قلم دوزبانوں میں سے ایک ہے۔ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ "**فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم**" (تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ت) میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے گا **صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم**۔ جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے، بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں **کما بیناھا فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلوۃ الجنائز** (جیسا کہ انہیں ہم نے اپنے رسالہ "**النھی الحاجز عن تکرار صلوۃ الجنائز**" میں بیان کیا ہے۔ت) اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں، امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی **کما فی شرح الموطا للزرقانی** (جیسا کہ علامہ زرقانی کی شرح موطا میں ہے۔ت) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکینِ فتن وانتظامِ امت میں مشغول، جب تک ان کے دستِ حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہولی، ولی شرعی صدیق ہوئے، انہوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی، پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلٰوۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیلِ قلیل، فقیر کے رسالہ مذکورہ میں ہے۔

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے:

ان ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد علیہ. (مبسوط ج ۲ ص ۶۷، دار المعرفۃ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں مشغول تھے لوگ ان کی آمد سے پہلے آکر صلٰوۃ پڑھتے جاتے اور حق ان کا تھا اس لیے کہ وہ خلیفہ تھے، تو جب فارغ ہوئے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔ (ت)

بزار وحاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت بجنودہ من الملائکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما.

جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلٰوۃ کریں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ، پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔

marfat.com

Marfat.com

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم.

(المستدرک ج ۳ ص ۶)

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۱۵ ' ۳۱۴ ' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۹۹۶ء)

عام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں اور اجماع حجت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھی ہیں اور ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور فرض نمازیں چار رکعات سے زیادہ نہیں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز جنازہ پڑھی اس میں چار تکبیریں تھیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں' حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں۔

پہلی تکبیر کے بعد اللہ عزوجل کی ثناء پڑھے اور وہ یہ ہے: "سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک" اور دوسری تکبیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھے اور وہ معروف درود شریف ہے "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد... انک حمید مجید" تک اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے استغفار کرے اور ان کے لیے شفاعت کرے کیونکہ نماز جنازہ میت کے لیے دعا ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۴۱ ـ ۳۴۰ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کی اصل یہ حدیث ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی اصحمۃ النجاشی فکبر اربعا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۷۰)

اور نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا کرنے کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

وعن فضالۃ بن عبید' قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد اذ دخل رجل فصلی' فقال اللھم اغفر لی وارحمنی. فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجلت ایھا المصلی! اذا صلیت فقعدت' فاحمد اللہ بما ھو اھلہ' وصل علی' ثم ادعہ. قال ثم صلی رجل اخر بعد ذلک' فحمد اللہ' وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت کر اور مجھ پر رحم فرما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! تم نے جلدی کی۔ جب تم نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ تو اللہ کی شان کے لائق حمد کرو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو' پھر اللہ سے دعا کرو' پھر اس کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے اللہ کی حمد کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! اب تم دعا کرو' تمہاری دعا قبول

marfat.com
Marfat.com

ایها المصلی! ادع تجب. ہوگی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۶، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۲۸۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۷۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۱۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۶۰، المعجم الکبیر ج ۱۸، رقم الحدیث: ۷۹۴۔۷۹۳۔۷۹۲۔۷۹۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۳۰، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۷)

وعن عبد الله بن مسعود، قال كنت اصلي والنبي صلى الله عليه وسلم وابو بكر و عمر معه، فلما جلست بدات بالثناء على الله (تعالى)، ثم الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، ثم دعوت لنفسي. فقال النبي صلى الله عليه وسلم، سل تعطه، سل تعطه.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میرے ساتھ تھے، جب میں بیٹھ گیا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوال کرو، تمہیں دیا جائے گا، تم سوال کرو تمہیں دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۳، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۰۱، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۸۷۰)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبد الرزاق عن الثوری عن ابی هاشم عن الشعبی قال التكبيرة الاولى على الميت ثناء على الله، والثانية صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، والثالثة دعاء للميت، والرابعة تسليم.

امام شعبی نے کہا: پہلی تکبیر میں میت پر ثناء ہے، دوسری تکبیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے اور تیسری تکبیر میں میت کے لیے دعا ہے اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیرنا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۱۶، رقم الحدیث: ۶۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں فرض دو چیزیں ہیں: پہلی چیز چار تکبیریں ہیں اور دوسری چیز قیام ہے، علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے: اس میں سنت تین چیزیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور میت کے لیے دعا۔

(الدر المختار و رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰۔۹۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی حنفی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: نماز جنازہ میں دو رکن ہیں: چار بار اللہ اکبر کہنا، قیام، بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی، نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی، ہوگئی۔ (درمختار رد المحتار) مسئلہ: نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں: (۱) اللہ عزوجل کی حمد و ثناء (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود (۳) میت کے لیے دعا۔ نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثناء پڑھے، یعنی: "سبحنك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك وجل ثناؤك ولا اله غيرك". پھر ہاتھ بغیر اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے، بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں، پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے لیے دعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہے اور دعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دعا چاہے، پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امور آخرت سے متعلق ہو۔ (جوہرہ نیرہ

marfat.com
Marfat.com

عالمگیری درمختار وغیرہا) بعض ماثور دعائیں یہ ہیں:

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم لا تحرمنا اجره (ها) ولا تفتنا بعده (ها). اللهم اغفر (له لها) وارحمه (ها) وعافه (ها) واعف عنه (عنها) واكرم نزله (ها) ووسع مدخله (ها) واغسله (ها) بالماء والثلج والبرد ونقه (ها) من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله (ها) دارا خيرا من داره (ها). (بہارِ شریعت حصہ چہارم ص ۸۱ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنے کا جواز اور استحسان

اہل سنت کا معمول ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد صفیں توڑ لیتے ہیں اور لوگ منتشر ہو جاتے ہیں' اس کے بعد امام ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھتا ہے اور لوگوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہتا ہے' پھر اس کا میت کے لیے ایصالِ ثواب کرتا ہے اور مغفرت کے لیے دعا کرتا ہے اور لوگ اس پر آمین کہتے ہیں' علماء دیو بند اس عمل سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کی جا چکی ہے' اب اس دعا کے تکرار کی کیا ضرورت ہے' نیز اس دعا سے نماز جنازہ میں زیادتی کا وہم پیدا ہوتا ہے' وغیرہ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً دعا کرنے کا حکم ہے اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے' ہم اختصار کے پیش نظر صرف دو آیتیں اور تین حدیثوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المومن: ۱۴) پس تم اللہ سے دعا کرو اخلاص سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے خواہ کافروں کو ناگوار ہو ○

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. (المومن: ۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

دعا کے اس عمومی حکم میں نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی شامل ہے اور قرآن مجید کی کسی آیت میں اور کسی حدیث صحیح میں نماز جنازہ کے بعد دعا پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا۔ پھر بغیر کسی شرعی ممانعت کے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کرنا نہیں ہے اور اپنی طرف سے شریعت وضع کرنے کے مترادف ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنے اور منع کرنے کی جسارت ہے اور اس کی قرآن اور حدیث میں سخت مذمت ہے۔

دعا کرنے کے عموم اور اطلاق میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۲۰' مشکوۃ رقم الحدیث: ۲۲۳۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۱۴' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر مکرم چیز نہیں ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۷۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۷۱۸_۲۵۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴' الادب المفرد رقم الحدیث: ۷۱۲' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۳۰۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۰' شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۳۸۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۳۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ص۲۰۰' مسند احمد ج۲ص۴۷۷_۴۴۳_۴۴۲' الادب المفرد رقم الحدیث:۶۵۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۶۶۵۵' المستدرک ج۱ص۴۹۱)

ان احادیث میں بھی عموم اور اطلاق کے ساتھ دعا کرنے کا حکم ہے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جب صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو جائیں یا جنازہ کے گرد جمع ہو جائیں اس وقت میت کے لیے دعا کرنا بھی ان اوقات کے عموم اور اطلاق میں داخل ہے اور کسی حدیث میں اس وقت میت کے لیے دعا کرنے سے ممانعت نہیں ہے' سو بغیر کسی شرعی دلیل کے محض ہوائے نفس سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کرنا بدعت اور گم راہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے' جب کہ خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے سلسلہ میں احادیث اور آثار بھی وارد ہیں جن کو ہم پیش کر رہے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ھریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۱۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۴۹۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۳۰۷۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج۴ص۴۰)

اس حدیث میں "فاخلصوا" پر "فا" ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے' اس کا معنیٰ ہے: میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ (النحل:۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں بھی "فاستعذ" پر "فا" ہے' جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اور اس صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو' حالانکہ اعوذ باللہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنیٰ متعذر ہے' اس لیے اس میں مجاز بالحذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: "اذا اردت ان تقرا القران". جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو' اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے اس کے معنیٰ میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد الله بن ابی اوفی و کان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له و کان یتبع جنازتها علی بغلة خلفها' فجعل النساء یبکین' فقال لا ترثین' فان رسول الله صلی الله علیه وسلم نھی عن المراثی' فتفیض احداکن من

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی' وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے' تم میں سے کوئی

marfat.com
Marfat.com

عبرتها ما شاء ت' ثم کبر علیها اربعا' ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعو' ثم قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنع فی الجنازة هکذا.

عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے' پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں' پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے۔ پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ص ۳۵۶ قدیم' مسند احمد ج ۳۱ص ۴۸۰' رقم الحدیث: ۱۹۱۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۴۰۴' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۳۰۲' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۶۸' المستدرک ج ۱ص ۳۶۰_۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ص ۴۳_۴۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ نے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور نماز جنازہ کے اندر جو دعا کی تھی وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی اوفیٰ نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے' باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے' پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر اور اگر یہ بُرا ہے تو تو اس کی برائی سے درگزر فرما' پھر جو اللہ چاہتا آپ اس کے لیے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ص ۲۴۹' رقم الحدیث: ۶۴۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن حمید ہے' اس میں کلام کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ص ۳۴)

اس حدیث میں بھی چار تکبیروں کے بعد دعا کا ذکر ہے' اس لیے اس دعا سے مراد بھی وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ تین تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ دعا چار تکبیروں کے بعد پڑھی گئی ہے اور اگر کوئی مخالف اس پر اصرار کرے کہ چار تکبیروں کے بعد یہ دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی گئی تھی اور اس کے بعد سلام پڑھا گیا تو لازماً سلام سے پہلے بھی ایک تکبیر پڑھی جائے گی اور اس طرح نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہو جائیں گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ ہم اس سے پہلے بدائع الصنائع ج ۲ص ۳۴۱ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں' رہا یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں چار تکبیروں کے بعد سلام کا ذکر نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ راوی نے اس کا ذکر اس لیے نہ کیا ہو کہ چار تکبیروں کے بعد سلام کا پڑھنا مسلمانوں میں بالکل ظاہر اور معروف تھا' اس لیے اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہرحال چار تکبیروں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا دعا کرنا ہمارے مطلوب پر بہت واضح دلیل ہے۔

اور یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر بہت واضح اور صریح دلیل ہے:

عن جبیر بن نفیر سمعه یقول سمعت عوف بن مالک یقول صلی رسول الله صلی

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی' میں نے

marfat.com
Marfat.com

الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتى تمنيت ان اكون انا ذلك الميت. (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶۳ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۲۵ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۸۴)

اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے وہ یہ ہیں (ترجمہ:) اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما' اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر' اس کے مدخل کو وسیع کر' اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال' اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے۔ اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اس سے بہتر گھر عطا فرما' اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں بہتر گھر والے عطا فرما۔ اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلہ میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما' اس کو جنت میں داخل فرما' اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

نمازِ جنازہ کے اندر جو دعا ہو اس کو سراً (آہستہ) پڑھا جاتا ہے اور اس دعا کو حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا جہراً پڑھی تھی اور جہراً دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے' لہٰذا یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین نے اس دعا کو نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے باب میں ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ حضرت عوف بن مالک کا اس دعا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کرنا اس پر ظاہر اور واضح قرینہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی تھی اور محدثین کا اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر پڑھنے پر محمول کرنا محض ان کی رائے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو نہیں فرمایا تھا کہ تم اس حدیث کو اس باب میں درج کرو۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم آثارِ صحابہ کا ذکر کر رہے ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمير بن سعيد قال صليت مع على على يزيد بن المكفف فكبر عليه اربعا ثم مشى حتى اتاه فقال اللهم عبدك ابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله ثم مشى حتى اتاه وقال اللهم عبدك ابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله فانا لا نعلم منه الا خيرا وانت اعلم به.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

عمیر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن المکفف کی نماز جنازہ پڑھی' انہوں نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں' پھر کچھ چلے حتیٰ کہ جنازہ کے پاس آئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے' آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے' پھر کچھ چل کر اس کے پاس آئے اور دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے' آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے کیونکہ ہمیں اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ علم نہیں ہے اور اس کا خوب علم تجھ کو ہی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک نماز جنازہ رہ گئی' جب وہ اس جنازہ پر آئے تو انہوں نے میت پر صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی' جب وہ ان کے جنازہ پر آئے تو کہا: اگر تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں تو مجھ پر سبقت نہ کرو۔ (المبسوط ج ۲ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی' جب آپ نماز جنازہ پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور یہ ارادہ کیا کہ ان پر نماز جنازہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبار نہیں پڑھی جاتی۔ لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو اور یہ حدیث اس باب میں نص (صریح) ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک جنازہ پر نماز رہ گئی' جب وہ آئے تو انہوں نے میت کے لیے صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی' جب وہ آئے تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان کی نماز جنازہ میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔

(بدائع الصنائع ج ۲ص ۳۳۸ ـ ۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن احمد البخاری التوفی ۶۱۶ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبار نہیں پڑھی جاتی لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو۔

(المحیط البرہانی ج ۲ص ۳۳۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں معمول اور مشروع تھا۔ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ہم فقہاء کی ان عبارات کی تنقیح کرنا چاہتے ہیں جن سے مخالفین نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے عدم جواز پر استدلال کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ص ۱۷۰' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

ہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملا علی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے' نہ حدیث ہے' نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے' تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہ اس وقت ہو گا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں' پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہ ہو گا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ کا جز ہے۔ لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصال ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل و خرد سے عاری شخص ہی ہو گا جو یہ

marfat.com
Marfat.com

کہ یہ دعا نماز جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے اور نوادر میں ہے: یہ دعا جائز ہے۔

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے اور نوادر کی روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے' اسی طرح خلاصۃ الفتاوی (ج ۱ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فضلی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے یہ ظاہر مذہب ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ دعا کرے: ''ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة'' اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: ''اللھم لا تحرمنا اجره ولا تفتن بعده واغفرلنا وله'' اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: ''ربنا لا تزغ قلوبنا..... الی اخره''۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۳۹۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخی زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶۔۵۸۵' سہیل اکیڈمی' لاہور' مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۷۱' مکتبہ غفاریہ' کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارات میں' امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:

سوال (۳۰۷): نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں لما فی البزازیہ لا یقوم بالدعا بعد صلوة الجنازة لانه دعا مرة لان اکثرها دعا.

(بزازیہ علی ہامش العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰)' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۲ (اعداد المفتین کامل) ص ۴۴۴' دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۷۷ء)

دراصل بزازیہ کی یہ عبارت عالم گیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے' اس کا ترجمہ یہ ہے: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے' صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

نماز جنازہ کے متصل بعد اسی حال میں میت کے لیے مزید دعا کی ممانعت کی نظیر وہ احادیث ہیں جن میں فرض نماز کے

marfat.com
Marfat.com

متصل بعد بغیر فصل کیے ہوئے نفل نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

نافع بن جبیر نے ایک شخص کو سائب کے پاس بھیجا اور ان سے اس چیز کے بارے میں دریافت کیا جس کو حضرت معاویہ نے لاۃ میں دیکھا تھا' سائب نے کہا: ہاں! میں نے ان کے ساتھ المقصورۃ میں جمعہ پڑھا تھا' جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' حضرت معاویہ نے مجھے بلوا کر فرمایا: تم نے جو کیا ہے دوبارہ ایسا نہ کرنا' جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اس وقت تک دوسری نماز نہ پڑھو' حتیٰ کہ تم کسی سے بات کر لو' یا وہاں سے چلے جاؤ' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملایا جائے' حتیٰ کہ ہم کسی سے بات کر لیں یا اس جگہ سے چلے جائیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۲۹)

نماز جنازہ میں اصل چیز میت کے لیے دعا ہے' سو نماز جنازہ کی دعا کے بعد بغیر فصل کے دوسری دعا نہ کی جائے' ہاں کسی سے باتیں کر کے یا اس جگہ سے فصل کر کے دوبارہ دعا کی جائے تو پھر جائز ہے جیسے فرض نماز کے بعد فصل کر کے نفل نماز پڑھنا جائز ہے اور متصلاً پڑھنا ممنوع ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہم کو ایک امام نے نماز پڑھائی جس کی کنیت ابو رمثہ تھی' ابو رمثہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نماز کی مثل نماز پڑھی تھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پہلی صف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھے اور ایک شخص نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ موجود تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا' حتیٰ کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی' پھر جس شخص نے پہلی تکبیر کے ساتھ نماز پڑھی تھی وہ اٹھ کر فوراً دو رکعت نماز پڑھنے لگا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف لپکے اور اس کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر جھنجھوڑا' پھر کہا: بیٹھ جاؤ' کیونکہ سابقہ اہل کتاب صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں کہ وہ اپنی نمازوں میں فصل نہیں کرتے تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر حضرت عمر کو دیکھا اور فرمایا: اے ابن الخطاب! اللہ تم کو صواب پر برقرار رکھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۰۷)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ فرض نماز اور نفل نماز میں کوئی فصل ہونا چاہیے' خواہ کوئی بات کر لی جائے یا جگہ بدل لی جائے اور نماز جنازہ کے متصل بعد اگر اسی جگہ دوبارہ میت کے لیے دعا کی جائے تو وہ بھی اسی حکم میں ہے' لہٰذا جن فقہاء نے نماز جنازہ کے متصل بعد میت کے لیے دعا کرنے سے منع کیا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا اور جب صفیں ٹوٹنے اور نمازیوں کے جگہ بدلنے کے بعد دعا کی جائے گی تو پھر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بہرحال مستحسن ہوگا

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۴۴): بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا کما صرح به الفقهاء فقط. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل مکمل ج ۵ ص ۴۳۵۔۴۳۴' دارالاشاعت' کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔ لیکن مثل واجبات کے التزام کا معنیٰ یہ ہے کہ نہ کرنے والے کو ملامت اور

marfat.com

Marfat.com

مذمت کی جائے اور اس کو کبھی بھی ترک نہ کیا جائے اور کبھی ترک ہو جائے تو اس کی قضاء کی جائے اور اہل سنت اس طرح نہیں کرتے۔

مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی تھی کہ میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے مسئلہ پر لکھوں' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کی سابقہ جلدوں میں یہ مسئلہ نہیں لکھ سکا تھا۔ اب ''انک میت'' کی تفسیر میں اس مسئلہ کی ایک گونہ مناسبت تھی سو حسب مقدور لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

الزمر: ۳۱ میں فرمایا: ''پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے O''

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑنے والوں کے مصادیق

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں میں جھگڑا ہوگا' انبیاء علیہم السلام کہیں گے کہ ہم نے اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائے اور ان کی امتیں اس کا انکار کریں گی اور عام کفار اپنے کافر سرداروں سے جھگڑا کریں گے' عوام کہیں گے کہ ہمیں ان سرداروں نے گم راہ کیا ہے' ہم نے ان کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا کفر کیا تھا اور وہ اس کا کفر کریں گے' مسلمانوں کے بعض گروہ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے' حتیٰ کہ جانور بھی ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے' قیامت کے دن مختلف فریق اپنے رب کے سامنے جھگڑا کریں گے' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ O پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے O (الزمر: ۳۱)

حضرت زبیر نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم دنیا میں جھگڑے کے بعد قیامت کے دن پھر جھگڑا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر تو یہ معاملہ بہت سخت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۶' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۹۶۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ صحابہ نے کہا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو' آپ نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے اس کو گالی دی' اس پر تہمت لگائی اور اس کا مال کھایا' اس کا خون بہایا اور اس کو مارا' پھر اس کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور اس کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت یا اس کی کسی بھی چیز پر ظلم کیا ہو وہ آج ہی اس سے معاف کرالے' اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں اس کے پاس درہم ہوگا نہ دینار ہوگا' اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے وہ نیک عمل لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیک عمل نہیں ہوگا تو جس پر اس نے ظلم کیا ہے اس کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۵۸۰' عالم الکتب)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسی جھگڑا کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۱ (طبع قدیم) مسند احمد ج ۲۸ ص ۱۰۱ طبع جدید مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۹ھ المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۸۵۲)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ظالم حاکم کو لایا جائے گا اور اس کی رعایا اس سے جھگڑا کرے گی اور وہ اس پر غلبہ حاصل کرے گی' پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کے ارکان میں سے ایک رکن کو بھر دو۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۶۴۴' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۲۲۱ طبع جدید' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ضرور حق داروں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگھ والی بکری سے بے سینگھ کی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ آپس میں جھگڑا کریں گے حتیٰ کہ روح جسم کے ساتھ جھگڑا کرے گی' پس روح جسم سے کہے گی: تم نے یہ کام کیے تھے اور جسم روح سے کہے گا: تم نے یہ منصوبہ بنایا تھا اور تم نے حکم دیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا' وہ کہے گا: تم دونوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک دیکھنے والا اپاہج شخص ہو اور دوسرا اندھا ہو' وہ دونوں ایک باغ میں گئے' اپاہج نے اندھے سے کہا: میں یہاں پر بہت پھل دیکھ رہا ہوں لیکن میں ان تک پہنچ نہیں سکتا' تب اندھے نے کہا: تم مجھ پر سوار ہو جاؤ اور ان پھلوں کو توڑ لو' پس اس اپاہج نے اندھے پر سوار ہو کر پھل توڑ لیے' بتاؤ ان دونوں میں سے کون مجرم ہے؟ روح اور جسم دونوں نے کہا: وہ دونوں مجرم ہیں۔ تب فرشتہ ان دونوں سے کہے گا: تم دونوں نے خود اپنے خلاف فیصلہ کر دیا' یعنی جسم روح کے لیے بہ منزلہ سواری ہے اور روح بہ منزلہ سوار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۹۶' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۷۵' روح البیان ج ۸ ص ۱۴۵۔۱۴۴)

امام محمد بن جعفر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: صادق کاذب سے' مظلوم ظالم سے' ہدایت یافتہ گمراہ سے اور کمزور متکبر سے جھگڑا کرے گا۔ ابن زید نے کہا: مسلمان کافر سے جھگڑا کرے گا۔

ابراہیم نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا: ہم کیسے جھگڑا کریں گے' ہم آپس میں بھائی ہیں اور جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مسلمانوں نے کہا: اس قتل کے متعلق ہمارا جھگڑا ہو گا۔

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۴۔۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ (ق: ۲۸) تم میرے سامنے جھگڑا نہ کرو۔

پھر مسلمان کیسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑا کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کا دن بہت بڑا دن ہو گا' اس کی بعض ساعتوں میں لوگ ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کریں گے اور بعض دوسری ساعات میں جھگڑا کریں گے' اس کی نظیر حسب ذیل آیات ہیں:

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (القصص: ۶۶) لوگ ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے ۝

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ (الصافات: ۲۷) وہ ایک دوسرے کی طرف پلٹ کر سوال کریں گے ۝

یعنی قیامت کے دن وہ کسی وقت ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے اور دوسرے وقت میں سوال کریں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ اس دن کسی انسان سے اس کے گناہ کا سوال کیا جائے گا نہ

marfat.com
Marfat.com

(الرحمٰن: ۳۹) کسی جن سے ○

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (الحجر: ۹۲) سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے ○

یعنی قیامت کے دن ایک وقت میں کسی سے سوال نہیں کیا جائے گا اور دوسرے وقت میں سب سے سوال کیا جائے گا۔
ہم قیامت کے دن کی آزمائشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

الجزء ۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ
پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس

اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْ
کو جھٹلائے! کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے ○ اور جو

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ
سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں ○ ان کے لیے

مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴ج صلے
ان کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزاء ہے ○

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ
تاکہ اللہ ان (محسنین) سے ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے

بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ
نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائے ○ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے' یہ لوگ آپ

عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ
کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں) سے ڈرا رہے ہیں اور جس کو اللہ گم راہی پر چھوڑ دے

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ج وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ○ اور جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے اس کو کوئی گم راہ

marfat.com
Marfat.com

مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ

کرنے والا نہیں ہے' کیا اللہ غالب منتقم نہیں ہے؟ ○ اور اگر آپ ان

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ نے' آپ کہیے: بھلا تم یہ

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ

بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو' اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا یہ

اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ

اس کے پہنچائے ہوئے ضرر کو دور کر سکیں گے؟ یا اگر وہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا وہ

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ

اللہ کی رحمت کو دور کر سکیں گے' آپ کہیے: مجھے اللہ کافی ہے' اسی پر توکل کرنے والے

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

توکل کرتے ہیں ○ آپ کہیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو' بے شک میں

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

(بھی) عمل کر رہا ہوں' پس عنقریب تم جان لو گے ○ کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہو گا ○ بے شک ہم نے لوگوں کے لیے آپ

لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

پر برحق کتاب نازل کی ہے' سو جس نے ہدایت اختیار کی تو اپنے ہی فائدہ کے لیے اور جس نے

فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع ۴

گمراہی اختیار کی تو اس گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں ○

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس کو جھٹلائے' کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟O اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیںO ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزاء ہے O تا کہ ان (محسنین) سے اللہ ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے زیادہ نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائےO (الزمر: ۳۵۔۳۲)

اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والوں کے متعدد مصادیق

ان آیتوں میں اللہ عزوجل ان مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اور اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرلیا اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے اللہ کے لیے اولاد کو ثابت کیا اور جب اللہ کے رسل کرام صلوات اللہ علیہم ان کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے تو انہوں نے اس پیغام کو جھٹلایا' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس کو جھٹلائے''یعنی وہ سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے' کیونکہ اس نے اللہ کے ساتھ بھی کفر کیا اور رسولوں کے ساتھ بھی کفر کیا اور اللہ کی بھی تکذیب کی اور اس کے رسولوں کی بھی تکذیب کی' انہوں نے باطل کا قول کیا اور حق کا انکار کیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ''کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے''۔

اس وعید میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور واقع میں وہ نبی اور رسول نہ ہوں اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء والرسل کی بعثت کے بعد جس نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔ اسی طرح جس نے اپنے مریدین اور معتقدین کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ وہ اللہ کا ولی ہے یا غوث اور قطب ہے یا اس پر الہام ہوتا ہے وہ اس وعید میں داخل ہے کیونکہ وہ بھی اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

اس آیت سے بعض علماء نے اہل قبلہ میں سے اپنے نظریات اور عقائد کے مخالف کو کافر قرار دینے پر استدلال کیا ہے' کیونکہ جو شخص مسائل قطعیہ کی مخالفت کرے گا وہ مذہب حق کا مخالف ہوگا اور نصوص قطعیہ کا مکذب ہوگا سو وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

الزمر: ۳۳ میں فرمایا: ''اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیںO''

سچے دین کو لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے کے مصداق میں متعدد اقوال

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے اس آیت کے حسب ذیل مصادیق ذکر کیے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صدق سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کو لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ سب سے پہلے آپ نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور سچے دین کی تصدیق کی۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچے دین کو لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۳) قتادہ نے کہا: صدق سے مراد قرآن مجید ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے تمام مؤمنین ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۴) مجاہد نے کہا: صدق سے مراد قرآن کریم ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے اہل قرآن ہیں۔

(۵) سدی نے کہا: صدق سے مراد قرآن مجید ہے' اس کو لانے والے حضرت جبریل ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۶۔۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ان اقوال میں راجح قول کا بیان

جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ صدق کو لانے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

چھٹی صدی کے مشہور شیعہ مفسر ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں:

قوی قول یہ ہے کہ صدق کو لانے والے اور تصدیق کرنے والے دونوں سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابو العالیہ اور کلبی سے یہ قول منقول ہے کہ صدق کو لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور مجاہد' ضحاک اور ائمہ اہل بیت سے مروی ہے کہ صدق کو لانے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصدیق کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (مجمع البیان جز ۸ ص ۷۷۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ صدق کو لانے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت ابو بکر کا مراد ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی تھی اور جو سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہو وہی سب سے افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابو بکر کو اس آیت سے مراد لینا زیادہ راجح ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت علی کم سن تھے جیسے گھر میں کوئی بچہ ہوتا ہے اور حضرت علی کے اسلام لانے سے اسلام کو' کوئی زیادہ قوت اور شوکت حاصل نہیں ہوئی اور حضرت ابو بکر بڑی عمر کے تھے اور معاشرہ میں ان کی بہت عزت اور وجاہت تھی اور جب انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی تو اس سے اسلام کو بہت زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوئی' اس وجہ سے اس آیت میں ''وصدق بہ'' سے حضرت ابو بکر صدیق کو مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: ''وہی لوگ متقی ہیں'' یعنی جن لوگوں نے سچے دین کی تصدیق کی' وہی متقی ہیں اور وہی کفر اور شرک اور اللہ تعالیٰ کی معصیت کو ترک کرنے والے ہیں۔

الزمر: ۳۴ میں فرمایا: ''ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزاء ہے O''

اہل جنت کے دلوں کا کینہ اور حسد سے پاک ہونا

کیونکہ ان متقین نے اللہ کی معصیت کو ترک کیا تھا اور ہر اس کام کو ترک کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے تقاضائے کرم سے ان کو بہترین جزاء عطا فرمائی اور انہوں نے اپنے رب سے جس چیز کو بھی چاہا اس کو ان کے رب نے انہیں عطا فرما دیا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب جنت میں عام مؤمنین انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کرام کے بلند درجات اور اعلیٰ

marfat.com
Marfat.com

مقامات دیکھیں گے تو لازماً ان کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوگی کہ ان کو بھی ایسے ہی درجات اور مقامات حاصل ہوں تو اس آیت کے اعتبار سے ان کو بھی وہ مقامات ملنے چاہئیں تو ان کو رنج پہنچے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے دلوں سے کینہ اور حسد اور سفلی خواہشات کو زائل کر دے گا اور جنت والوں کے احوال دنیا والوں کے احوال سے مختلف ہوں گے' نیز ایسی باطل خواہشوں کے وسوسے تو شیطان دلوں میں ڈالتا ہے اور اس وقت وہ لعین دوزخ کے کسی طبقہ میں پڑا جل رہا ہوگا' نیز اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنا دیدار عطا فرمائے گا اور جب اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیں گے تو اس کے دیدار کے بعد ان کے دلوں میں کسی اور نعمت کی خواہش پیدا نہیں ہوگی۔

الزمر: ٣٥ میں فرمایا: ''تا کہ اللہ ان (محسنین) سے ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے زیادہ نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائے O''

کفارہ کا معنیٰ اور زیادہ نیک کاموں کی تفسیر

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جن متقین اور محسنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ان سے عذاب من کل الوجوہ ساقط ہو جائے گا' اس مطلوب کی تقریر یہ ہے کہ لوگ جب انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے پیغام کی تصدیق کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ان کے کیے ہوئے کبیرہ گناہوں کو مٹا دے گا۔

اس آیت میں ''لیکفر اللہ'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر تکفیر ہے اور اس کا حاصل مصدر کفارہ ہے' کفارہ اس چیز کو کہتے ہیں جو گناہ کو چھپا لے' جیسے قسم کا کفارہ' قتل خطاء کا کفارہ' عمداً روزہ توڑنے کا کفارہ اور ظہار کا کفارہ اور تکفیر کا معنیٰ ہے: کسی گناہ کو اس طرح چھپا دینا گویا اس شخص نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تکفیر میں باب تفعیل سلب ماخذ کے لیے ہو جیسے تمریض کا معنیٰ ہے: مرض کو زائل کرنا' اسی طرح تکفیر کا معنیٰ ہے: کفران نعمت اور ناشکری کے کاموں کو زائل کرنا اور اس کا معنیٰ پہلی آیت سے متصل ہو کر اس طرح ہوگا کہ یہ ان متقین اور محسنین کی جزاء ہے جنہوں نے زیادہ نیک کام اس لیے کیے کہ اللہ ان کے زیادہ نیک کاموں کی وجہ سے ان کے زیادہ بُرے کاموں کو مٹا دے اور ان کی حسنات کفارہ سیئات ہو جائیں۔ اس آیت میں ''اسوء'' کا لفظ ہے' یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے' اس کا معنیٰ ہے: زیادہ بُرا کام اور وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس آیت میں ''احسن'' کا لفظ ہے' یہ بھی اسم تفضیل کا صیغہ ہے' اس کا معنیٰ ہے: زیادہ نیک کام اور وہ فرائض اور واجبات کو بہت اچھے طریقہ سے ادا کرنا ہے۔

ان محسنین کو جو بہترین جزاء دی جائے گی اور ان کے بُرے کاموں کو مٹایا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے پیغام کی تصدیق کی اور اپنے اقوال' افعال اور اموال سے اس تصدیق کا ثبوت فراہم کیا' جو بات کہی سچی کہی' جو وعدہ یا عہد کیا اس کو پورا کیا اور ہر کام میں ان کی نیت صادق رہی' یعنی انہوں نے ہر نیک کام جذبہ صادقہ اور عبادت کی نیت سے کیا اور تصدیق کے یہ ثمرات ہر چند کہ بندہ کے افعال اختیاریہ ہیں اور اسی وجہ سے ان پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن حقیقت میں یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور صدق بندوں کے دلوں میں اللہ کا عطیہ ہے اور وہی صفت ہے انسان کے نفس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: تم اپنے دین میں اخلاص رکھنا (اخلاص اور صدق نیت سے اللہ کی اطاعت کرنا) پھر تم کو کم عمل بھی کافی ہوں گے۔

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا' لیکن یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(المستدرک ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۸۴۴۷ طبع جدید' کنز العمال ج ۳ ص ۶۳ الترغیب والترھیب للمنذری ج ۱ ص ۲۳ حافظ سیوطی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۴۴)

علامہ عبدالرؤف المناوی التوفی ۱۰۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

روح جب نفس کی شہوات سے خالی ہو اور انسان محض اللہ کی رضا کے لیے عبادت کرے اور اس کی عبادت میں اس کے دل اور اس کے نفس یا اس کی روح کا کوئی حصہ نہ ہو تو وہ صدق ہے اور اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اور عمل مقبول کم ہو اور عمل مردود کثیر ہو تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ تورات میں مذکور ہے کہ جو عمل میری رضا کے لیے کیا گیا وہ قلیل عمل بھی کثیر ہے اور جس عمل میں میری رضا کی نیت نہیں کی گئی وہ کثیر عمل بھی قلیل ہے' عارفین نے کہا ہے کہ عبادت میں کثرت کے بجائے اخلاص کی نیت کیا کرو' امام غزالی نے کہا: وہ قلیل عبادت جو ریا کاری اور فخر وغرور سے خالی ہو اور اخلاص کے ساتھ ہو اس کی اللہ کے نزدیک بے شمار قدر و قیمت ہے اور وہ کثیر عبادت جو صدق اور اخلاص سے خالی ہو اس کی اللہ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ماسوا اس کے کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے اس کا تدارک کر دے۔ عارفین نے کہا ہے کہ صفاء قلب کے ساتھ جو عمل کیا جائے خواہ کم ہو اس میں اور بغیر صفاء قلب کے کثیر عمل میں وہ فرق ہے جو ایک جوہر اور بہت سیپیوں میں فرق ہوتا ہے۔

امام رازی نے کہا ہے کہ جب کسی عمل کا باعث اور محرک صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور اس کے دل میں دنیا کی محبت کا ایک ذرہ بھی نہ ہو' حتیٰ کہ اس کا کھانا پینا بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور ان کی محبت کی وجہ سے ہو اور اپنے جسمانی تقاضوں کی وجہ سے نہ ہو' حتیٰ کہ اس کی یہ نیت ہو کہ اگر اللہ اور اس کے رسول نے کھانے پینے کا حکم نہ دیا ہوتا تو وہ ہرگز کھانے پینے کو اختیار نہ کرتا تو اس کے عمل میں صدق اور اخلاص ہے اور وہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے دعویٰ میں مخلص اور صادق ہے۔

(فیض القدیر ج ۱ ص ۴۱۵۔۴۱۶' ملخصاً و موضحاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

الزمر: ۳۵ میں علامہ قرطبی کی ''اسوء'' کی تفسیر پر بحث و نظر

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت ان متقین اور محسنین سے مرتبط ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کی تصدیق کی اور اللہ اور رسول پر ایمان لائے' اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ بُرے کاموں کے لیے ان کے زیادہ نیک کاموں کو کفارہ بنا دے گا اور اس سے مراد یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ کفر میں جو انہوں نے شرک کیا تھا اور دوسرے گناہ کیے تھے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو مٹا دے گا اور انہوں نے ایمان لانے کے بعد جو احسن (زیادہ نیک) کام کیے ہیں ان کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور وہ اجر و ثواب جنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۲۹' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی نے اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا ہے: ''وصدق بہ کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو اگر اس آیت کی یہ تفسیر کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان متقین اور محسنین کے زمانۂ کفر کے بُرے کاموں کو مٹا دے گا تو پھر حضرت علی پر یہ تفسیر صادق نہیں آئے گی' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کفر کیا ہی نہیں تھا''۔ (روح المعانی جز ۲۴ ص ۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس تفسیر پر علامہ آلوسی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ قرآن مجید میں محسنین اور متقین کے الفاظ ہیں اور ان کے عموم میں حضرت علی بھی داخل ہیں۔ ثانیاً اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے' خصوصیت مورد کا نہیں ہوتا اور ثالثاً اس لیے کہ قرآن مجید میں ''اسوء'' کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے: زیادہ بُرا کام' خواہ وہ کفر و شرک ہو یا گناہ کبیرہ ہو' اس کو بالخصوص کفر

marfat.com
Marfat.com

کے ساتھ مقید کرنا صحیح نہیں ہے' تاہم علامہ قرطبی کی تفسیر بھی صحیح نہیں ہے' انہوں نے اپنی تفسیر میں متقین اور محسنین کو ان لوگوں کے ساتھ مقید کر دیا جو کفر وشرک کو ترک کر کے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور انہوں نے ''اسوأ'' کو کفر کے ساتھ اور احسن کو ایمان کے ساتھ مقید کر دیا' حالانکہ ''اسوأ'' کا معنیٰ ہے: زیادہ بُرا کام' خواہ وہ کفر وشرک ہو یا کوئی اور گناہ کبیرہ ہو اور ''احسن'' کا معنیٰ ہے: زیادہ نیک کام' خواہ وہ ایمان لانا ہو یا ایمان لانے کے بعد فرائض اور واجبات کو زیادہ حسن وخوبی سے ادا کرنا ہو' کیونکہ اس آیت کا معنیٰ ہے: ''تا کہ اللہ ان (محسنین) سے ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے زیادہ نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائے'' اور یہ آیت جس طرح ان محسنین پر صادق آتی ہے جو کفر کو ترک کر کے اسلام لائے ہوں اسی طرح ان محسنین پر بھی صادق آتی ہے جو گناہ کبیرہ کو ترک کر کے توبہ اور استغفار کریں اور بڑھ چڑھ کر نیک کام کریں اور محققین نے اس آیت کو اسی طرح عموم پر رکھا ہے۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بُرے کاموں سے مراد ہے: اہل جاہلیت کا کفر اور اہل اسلام کے معاصی اور ان کا کفارہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان سے عذاب اکمل وجوہ سے ساقط ہو جائے گا اور زیادہ نیک کاموں کی جزاء اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو اجر وثواب بھی اکمل وجوہ سے حاصل ہوگا۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۲۰۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ' امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ' علامہ علاء الدین خازن متوفی ۷۲۵ھ و دیگر محققین نے بھی اس آیت کو عموم پر رکھا ہے' امام ابن جریر کی عبارت یہ ہے:

ان محسنین کو ان کے رب نے ان کے نیک کاموں کی یہ جزاء دی ہے کہ انہوں نے دنیا میں جو زیادہ بُرے کام کیے تھے جن کا صرف ان کے رب کو علم تھا اور جو انہوں نے ظاہر اُبرے کام کیے اور ان پر توبہ کی اور استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا اور انہوں نے دنیا میں جو زیادہ نیک کام کیے تھے ان پر اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا فرمائے گا اور ان سے راضی ہوگا۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۸' زاد المسیر ج ۷ ص ۱۸۳' تفسیر الخازن ج ۴ ص ۵۸)

الزمر: ۳۵ میں علامہ زمخشری اور علامہ آلوسی کی ''اسوأ'' کی تفسیر پر بحث ونظر

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ نے اس آیت کی تفسیر اپنے نظریہ اعتزال کی بناء پر کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ اسوأ (زیادہ بُرے کام) اور احسن (زیادہ نیک کام) کی ان کے کیے ہوئے کاموں کی طرف اضافت کی کیا توجیہ ہے؟ اور ان کاموں کی تفضیل کا کیا معنیٰ ہے؟ تو میں کہوں گا: اس میں تفضیل کا معنیٰ ملحوظ نہیں ہے' جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ الاشج بنو مروان میں اعدل تھا یعنی سب سے زیادہ عدل کرنے والا تھا (الاشج کا لغوی معنیٰ ہے: جس کے سر پر چوٹ لگی ہو اور اس سے مراد عمر بن عبد العزیز ہیں کیونکہ ان کے سر میں چوٹ لگی تھی اور اس جملہ میں اعدل کا تفضیل والا معنیٰ مراد نہیں ہے' ورنہ یہ معنیٰ ہوگا کہ تمام بنو مروان عدل کرنے والے تھے اور عمر بن عبد العزیز ان میں سب سے زیادہ عدل کرنے والے تھے' حالانکہ تمام مروانی ظالم اور فاسق تھے' اس لیے اس جملہ میں اعدل' عادل کے معنیٰ میں ہے اور اس میں تفضیل ملحوظ نہیں ہے) اس طرح اسوأ میں بھی تفضیل ملحوظ نہیں ہے اور اس کا معنیٰ زیادہ بُرے کام یعنی گناہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے: صرف بُرے کام یعنی گناہ صغیرہ' رہا یہ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اسم تفضیل سے کیوں تعبیر فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان محسنین سے جو صغیرہ گناہ اور لغزشیں صادر ہوتیں تو وہ اپنے بلند درجہ کی وجہ سے ان کو بھی کبائر میں سے شمار کرتے اور اسوأ یعنی زیادہ بُرے کام قرار

marfat.com
Marfat.com

دیتے اور جو حسن (نیک کام) وہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے حسن اخلاص کی وجہ سے ان کو احسن قرار دیتا ہے' اس لیے ان کے حسن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے احسن فرمایا' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے کاموں (صغائر) کو زیادہ بُرے (کبائر) ان کے اعتبار سے فرمایا کہ وہ اپنے بُرے کاموں کو زیادہ بُرے قرار دیتے تھے اور ان کے نیک کاموں کو زیادہ نیک اپنے اعتبار سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حسن اخلاص کی وجہ سے ان کے عام نیک کاموں کو بھی زیادہ نیک قرار دیتا ہے۔

(الکشاف ج ۴ص ۱۳۱' موضحاً و مفصلاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ زمخشری کی اس نکات آفریں تفسیر کے حسن اور اس کی خوبی میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن ان حسین نکات میں ان کی بدعقیدگی چھپی ہوئی ہے' کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبائر کو بغیر توبہ کے معاف نہیں فرمائے گا' اس لیے انہوں نے کہا: اس آیت میں اسوأ سے حقیقت میں کبائر مراد نہیں ہیں صغائر مراد ہیں' لیکن وہ محسنین اپنے بلند درجہ کی وجہ سے ان صغائر کو بھی کبائر گردانتے تھے' اس لیے ان کے اعتبار سے ان کے صغائر کو اسوأ فرمایا۔

علامہ آلوسی علامہ زمخشری کی عبارت کی تہ تک نہیں پہنچ سکے' انہوں نے کہا کہ علامہ زمخشری کی مراد یہ ہے کہ وہ متقین اپنے تقویٰ میں اس قدر کامل ہیں کہ ان کے کاموں میں کوئی بُرائی صرف فرضاً ہی داخل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کاموں کو اسوأ فرمایا ہے اس کا معنیٰ ہے: ان متقین نے بالفرض جو بُرے کام کیے' پس معلوم ہوا کہ زمخشری کی یہ تفسیر ان کے نظریہ اعتزال پر مبنی نہیں ہے۔ (واضح رہے کہ علامہ زمخشری معتزلی ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب توبہ نہ کرے تو اس کی مغفرت ممکن نہیں ہے) (روح المعانی جز ۲۴ص ۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ زمخشری کی تفسیر اس لیے صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اسوأ (زیادہ بُرے کام' یعنی گناہ کبیرہ) کو بلا ضرورت شرعی مجاز پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ "یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے مگر اس میں تفضیل کا معنیٰ مراد نہیں ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ الاشج (عمر بن عبد العزیز) بنو مروان میں اعدل ہے' لہٰذا اسوأ سے مراد صغیرہ گناہ ہیں" اور جب یہاں اسوء کا حقیقی معنی (گناہ کبیرہ) لینا درست ہے تو پھر اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور حقیقی معنی مراد لینا اس لیے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس سے کم گناہ کو معاف فرما دیتا ہے خواہ گناہ صغیرہ ہو یا گناہ کبیرہ اور خواہ ان گناہوں پر توبہ کی ہو یا نہ کی ہو' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء: ۴۸)	بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم جو گناہ ہو گا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر: ۵۳)	اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

اور علامہ زمخشری کی دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسوأ کو مجاز پر محمول کرنے کے لیے قرآن اور حدیث سے دلائل دینے کے بجائے اس کو لوگوں کے اس قول پر قیاس کیا ہے کہ "الاشج بنو مروان میں اعدل ہے" اس قول میں اعدل' عادل کے معنیٰ میں ہے اور تفضیل اور عدل کی زیادتی مراد نہیں ہے' لہٰذا اسوأ میں بھی بُرے کام کی نفس الامر و واقع میں زیادتی کا ارادہ نہیں کیا گیا بلکہ محسنین کے نزدیک زیادتی مراد ہے" اور قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر لوگوں کے اقوال سے قرآن مجید کے معنیٰ متعین کرنا باطل ہے' خصوصاً جب کہ وہ معنیٰ قرآن مجید کی صریح آیات کے خلاف ہو۔

علامہ زمخشری کی تائید میں علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ اسوأ سے مراد یہ نہیں ہے کہ نفس الامر اور واقع میں وہ زیادہ بُر-

marfat.com
Marfat.com

کام ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ متقین کے جو کام بالفرض زیادہ بُرے ہوں اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف کر دے گا' میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر اور تاویل بھی غلط ہے کیونکہ ان متقین اور محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور ظاہر ہے یہ متقین نبی اور رسول تو نہیں ہیں اور ان سے گناہ کبیرہ کا صدور متعذر اور بعید نہیں ہے' پھر اس تاویل کی کیا ضرورت ہے کہ اگر بالفرض ان سے گناہ کبیرہ ہو گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف فرما دے گا' سب سے بڑے متقی اور محسن تو صحابہ کرام ہیں' کیا بعض صحابہ نے زیادہ بُرے کام نہیں کیے' جن پر حد جاری ہوئی' انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا' پھر عام متقین کے لیے زیادہ بُرے کام کرنا کب محال ہے' جو قرآن مجید کے صریح لفظ میں تاویل کی جائے اور اس کو بغیر شرعی دلیل کے مجاز پر محمول کیا جائے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ علامہ قرطبی' علامہ زمخشری اور علامہ آلوسی کے ذکر کردہ نکات پر تبصرہ تھا' یہ بحث نامکمل رہے گی اگر امام رازی کے نکات پر تبصرہ نہ کیا جائے' سو اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے امام رازی کے نکات پر تبصرہ کرتے ہیں۔

الزمر: ۳۵ میں امام رازی کی ''اسوأ'' کی تفسیر پر بحث ونظر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب محسنین نے انبیاء علیہم السلام کے پیغام کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے زیادہ بُرے اعمال کو مٹا دیا اور وہ بُرے اعمال ان کے ایمان لانے سے پہلے کا کفر وغیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو سب سے اچھی قسم کا ثواب پہنچائے گا۔

(اس تفسیر پر وہی کلام ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ قرطبی کی تفسیر پر کر چکے ہیں)

اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں: مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کی جزاء عطا فرمائے گا اور ان کے بُرے اعمال کی ان کو سزا نہیں دے گا اور یہ مقاتل مرجئہ کا شیخ ہے اور مرجئہ یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے بُرے کاموں سے کوئی ضرر نہیں ہوگا' جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیک کاموں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اس نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس نے کہا کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے انبیاء اور رسل کی تصدیق کی تو اللہ اس سے اس کے کیے ہوئے بُرے کاموں کو مٹا دے گا اور اس آیت میں اسوأ (زیادہ بُرے کام) کو کفر سابق پر محمول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ متقین کے اسوأ (زیادہ بُرے کام) اس حال میں مٹائے گئے ہیں جس حال میں وہ تقویٰ سے متصف تھے یعنی شرک سے مجتنب تھے اور اس صورت میں واجب ہے کہ اسوأ سے مراد وہ کبائر ہوں جن کا ان متقین نے ایمان لانے کے بعد ارتکاب کیا ہو' پس یہ آیت اس بارے میں نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے کے بعد ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں کو مٹا دیتا ہے اور وہ زیادہ بُرے کام گناہ کبیرہ ہیں' پس واضح ہو گیا کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی نے مقاتل کے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا' ان پر لازم تھا کہ وہ مقاتل کی اس دلیل کا رد کرتے تا کہ کوئی یہ وہم نہ کرتا کہ مرجئہ کا مسلک برحق ہے' جب ہی ان کی اس دلیل کا امام رازی ایسے متکلم سے کوئی جواب نہیں ہو سکا۔

اور میں اللہ کی توفیق اور اس کی تائید سے یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو پڑھ کر کوئی نتیجہ اخذ کرنا یا کوئی قاعدہ وضع کر لینا صحیح نہیں ہے' جب تک کہ اس موضوع پر قرآن مجید کی تمام آیتوں کو نہ پڑھ لیا جائے۔ مثلاً بعض آیات میں کفار کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض آیات میں ان کے ساتھ سختی کرنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے' مثلاً سورۂ بقرہ میں

marfat.com
Marfat.com

ہے:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ. (البقرہ:۱۰۹)
پس معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ اپنے حکم کو لے آئے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ. (التوبہ:۵)
پس تم مشرکین کو قتل کردو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔

اسی طرح انگوری شراب کے متعلق پہلے فرمایا:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (البقرہ:۲۱۹)
یہ آپ سے خمر (انگور کی شراب) اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: ان دونوں میں بہت گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فوائد بھی ہیں۔

اور اس کے بعد فرمایا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ. (المائدہ:۹۰)
خمر' جوا' بت اور فال کے تیر' سب ناپاک ہیں' شیطان کے کاموں سے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں بُرے کاموں پر سزا دینے کا بھی ذکر ہے اور ان کو معاف کرنے کا بھی ذکر ہے' سزا دینے کی آیات کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ پر لازماً سزا دے گا اور معاف نہیں کرے گا جیسا کہ زمخشری اور دیگر معتزلہ کا عقیدہ ہے اور معاف کرنے کی آیتوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ کو لازماً معاف کردے گا اور سزا نہیں دے گا جیسا کہ مقاتل اور دیگر مرجئہ کا عقیدہ ہے اور مذہب حق اہل سنت و جماعت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہ گار مسلمانوں کو ان کی توبہ سے معاف کردے گا' بعض کو نبیوں اور خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف فرمائے گا اور بعض کو اپنے فضل محض سے معاف فرمائے گا اور بعض کو سزا دے کر پھر معاف فرما دے گا۔

بعض نماز نہ پڑھنے والے مسلمانوں کو سزا دینے کے متعلق یہ آیات ہیں:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (الماعون:۷-۴)
ان نمازیوں کے لیے ویل (جہنم کی جگہ) ہے ۝ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں ۝ جو ریاکاری کرتے ہیں ۝ اور استعمال کی چیزوں کے دینے سے منع کرتے ہیں ۝

زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمانوں کی سزا کے متعلق یہ آیات ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (التوبہ:۳۴)
اے ایمان والو! بے شک بہ کثرت علماء اور پیر لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے ۝

بعض سود خور مسلمانوں کی سزا کے متعلق یہ آیات ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو

marfat.com
Marfat.com

الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (البقرہ: ۲۷۹۔۲۷۸)

چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان والے ہو○ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں گناہ کبیرہ کرنے والے مسلمانوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور یہ آیات مرجئہ کے مذہب کو باطل کرتی ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد مومنوں کو کسی گناہ سے ضرر نہیں ہوگا خواہ ان کا گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو۔

اور جن آیات میں مسلمانوں کے گناہ کبیرہ کو بغیر توبہ کے معاف کرنے کی بشارت دی گئی ہے ان کو بھی ہم نے علامہ زمخشری کے مذہب کے رد میں ذکر کیا ہے اور اسی سلسلہ کی سورۂ زمر کی زیر تفسیر آیت: ۳۵ ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ. (الرعد: ۶)

بے شک آپ کا رب لوگوں کو ان کے ظلم (گناہ کبیرہ) کے ارتکاب کے حال میں بھی بخشنے والا ہے۔

اور ایسی تمام آیات معتزلہ کے خلاف حجت ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر گناہ کبیرہ کے مرتکب نے توبہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ پر اس کو عذاب دینا لازم ہے اور اس کی مغفرت ہرگز نہیں ہوگی۔

اور جو آیت ان دونوں کے مذہب کو باطل کرتی ہے اور مذہب اہل سنت کے برحق ہونے کی دلیل ہے وہ یہ ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال: ۸۔۷)

سو جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیک کام کیا وہ اس کی جزاء پائے گا○ اور جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی بُرا کام کیا وہ اس کی سزا پائے گا○

اگر ایمان کے بعد گناہ کبیرہ سے ضرر نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام گناہوں سے کیوں منع کرتے اور بعض صحابہ پر زنا' چوری اور تہمت کی حدود کیوں جاری ہوتیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ بعض آیات میں مسلمانوں کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر سزا کی وعید سنائی ہے' اس لیے گناہ کے ارتکاب کے محرک اور باعث کے وقت ان آیات کو یاد کر کے ارتکاب معصیت سے باز رہنا چاہیے اور خوف خدا سے معصیت کو ترک کر دینا چاہیے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (الملک: ۱۲)

بے شک جو لوگ اپنے رب سے تنہائی میں ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے○

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کے دل میں شیطان کی طرف سے گناہ کی کوئی تحریک آتی ہے تو اچانک وہ خدا کو یاد کرتے ہیں' پھر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں○

اور جب وہ کسی لغزش میں مبتلا ہو کر گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر وہ نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہ کی معافی طلب کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر گزریں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں' پھر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا اور وہ اپنے کیے ہوئے کاموں پر دانستہ اصرار نہیں کرتے○ ان لوگوں کی

marfat.com

Marfat.com

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ۝ جزاء ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک کاموں کا کیا ہی اچھا اجر وثواب ہے ۝ (آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵)

اور اگر کسی وجہ سے مسلمان گناہ کبیرہ پر توبہ نہ کر پائیں تو ان کے لیے انبیاء علیہم السلام کی عموماً اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً شفاعت ہے اور اگر کسی سبب سے ان کی شفاعت بھی نہ ہو سکے تو ان کے کلمہ پڑھنے کی برکت سے محض اللہ کے فضل سے ان کی مغفرت متوقع ہے اور اگر وہ اس سے بھی محروم رہیں تو پھر وہ اپنے گناہ کی سزا بھگت کر بخش دیئے جائیں گے کیونکہ جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی نیکی کی تو وہ اس کی جزاء پائے گا۔

سو یہ ہے اہل سنت کا مذہب' جو قرآن مجید کی ان تمام آیات کے مطابق ہے' نہ معتزلہ کی طرح جنہوں نے صرف سزا کی آیات کو پڑھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ گنہ گار کو سزا دے اور نہ مرجئہ کی طرح جنہوں نے صرف گناہوں کے مٹانے کی آیات کو پڑھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ مسلمان گناہگاروں کو سزا نہ دے' اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے' جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دے' اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

ہماری اس تحقیق کے مطابق الزمر: ۳۵ کا ترجمہ اور تفسیر اس طرح ہے:

''تا کہ اللہ ان (محسنین) سے ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے کاموں (گناہ کبیرہ) کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے زیادہ نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائے ۝''

اور ان محسنین کے کیے ہوئے گناہ کبیرہ اس سے عام ہیں کہ وہ گناہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے کیے ہوں یا اسلام لانے کے بعد کیے ہوں' امام رازی' علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی نے ان گناہوں کو قبل از اسلام کے ساتھ مقید کیا' علامہ زمخشری نے کہا: ان گناہوں سے مراد صغائر ہیں اور مقاتل نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا کہ مسلمان مرتکب کبیرہ کو بالکل سزا نہیں ہوگی' ہمارے نزدیک یہ تمام تفاسیر غلط ہیں۔ اسی ضمن میں اب ہم اردو کی بعض مشہور تفاسیر پر بھی تبصرہ کر رہے ہیں تا کہ یہ بحث مکمل ہو جائے۔

الزمر: ۳۵ میں بعض اردو تفاسیر پر تبصرہ

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ متقین ومحسنین کو ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے گا اور غلطی سے جو بُرا کام ہو گیا معاف کرے گا۔ شاید ''اسوأ'' اور ''احسن'' صیغہ تفضیل اس لیے اختیار فرمایا کہ بڑے درجہ والوں کی ادنیٰ بھلائی اوروں کی بھلائیوں سے اور ادنیٰ برائی اوروں کی برائیوں سے بھاری سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم (حاشیہ عثمانی ص ۶۱۵' مطبوعہ مملکت سعودی عربیہ)

یہ تفسیر بھی صحیح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ صرف بہتر کاموں کی جزاء نہیں دے گا بلکہ تمام نیک کاموں کی جزاء دے گا اور صرف غلطی سے کیے جانے والے بُرے کاموں کو معاف نہیں کرے گا بلکہ دانستہ کیے جانے والے بُرے کاموں کو بھی معاف فرمائے گا' توبہ سے بھی معاف فرمائے گا اور بغیر توبہ کے بھی۔ نیز یہ زمخشری کی تفسیر کا چربہ ہے جس کا ہم پہلے رد کر چکے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے وہ بدترین اعمال جو جاہلیت میں ان سے سرزد ہوئے تھے ان کے حساب سے محو کر دیئے جائیں گے اور ان کو انعام ان اعمال کے لحاظ سے دیا جائے گا جو ان کے نامۂ اعمال میں سب سے بہتر ہوں گے۔

marfat.com
Marfat.com

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۷۳' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۸۳ء)

یہ تفسیر بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ جاہلیت کے گناہوں کو بھی معاف فرمائے گا اور زمانہ اسلام کے گناہوں کو بھی معاف فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمام نیک کاموں کی جزاء عطا فرمائے گا' البتہ زیادہ نیک کاموں پر خصوصی انعام واکرام سے نوازے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے' یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں) سے ڈرا رہے ہیں اور جس کو اللہ گم راہی پر چھوڑ دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O اور جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے اس کو کوئی گم راہ کرنے والا نہیں ہے' کیا اللہ غالب منتقم نہیں ہے؟O اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' آپ کہیے: بھلا تم یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو' اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے پہنچائے ہوئے ضرر کو دور کر سکیں گے یا اگر وہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کو دور کر سکیں گے؟ آپ کہیے: مجھے اللہ کافی ہے' اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں O (الزمر: ۳۸۔۳۶)

کفار کی دھمکیوں سے اللہ کے بندوں کو مرعوب نہیں ہونا چاہیے

زمر: ۳۶ میں فرمایا: ''کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے؟'' اس آیت میں بندہ سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا: کیوں نہیں' اللہ آپ کو کافی ہے' وہ اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو غلبہ عطا فرمائے گا اور آپ کی مدد فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ''یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں) سے ڈرا رہے ہیں''۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بسقام (یہ حجاز کی ایک وادی ہے جس میں قریش نے عزیٰ نام کے ایک بت کی حفاظت کے لیے ایک مکان بنا رکھا ہے اور اس مکان کو خانہ کعبہ کا درجہ دیتے تھے) کی گھاٹیوں میں بھیجا تا کہ وہ عزیٰ نام کے بت کو توڑ دیں' اس کے محافظ نے حضرت خالد سے کہا: اے خالد! میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں' عزیٰ بے پناہ قوت کا مالک ہے' کوئی شخص اس کی طاقت کا اندازہ نہیں کر سکتا' حضرت خالد نے کلہاڑا اٹھا کر اس کی ناک پر مارا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

ابن زید نے کہا: یہ اپنے بتوں سے آپ کو ڈراتے ہیں کہ وہ آپ کو ضرور ضرر پہنچائیں گے۔

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اہل باطل ہمیشہ سے اہل حق کو دھمکاتے رہے ہیں اور ان کو پیغام حق پہنچانے سے روکتے رہے ہیں' فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ۝ (الشعراء: ۲۹)

اگر تو نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھ کو قیدیوں میں ڈال دوں گا O

اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے اور تمام ممکنات پر قادر ہے' وہ اپنے بندوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے پر قادر ہے' وہ ان سے تمام نقصان دہ چیزوں کے دور کرنے اور تمام راحت کے امور پہنچانے پر غالب قدرت رکھتا ہے' سو وہ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے' سو اس کے بندہ کو اس کے غیر سے ڈرانا اور دھمکانا محض باطل ہے' ایک قرأت میں 'عبدہ'' کی جگہ 'عبادہ'' ہے اس کا معنیٰ ہے: کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے؟ یعنی ضرور کافی ہے' اس نے حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفین کو غرق

marfat.com

Marfat.com

کر دیا اور ان کو مخالفین سے نجات دی' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ کو گلزار کر دیا' حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا' حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے مظالم سے نجات دی' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو فرعون کے جبر اور استبداد سے بچایا تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مخالفین اور دشمنوں سے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافی ہے جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کے لیے اللہ تعالیٰ کافی تھا۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ہر نبی کی کافر قوم نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ان کو دھمکیاں دیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو اس قوم کے ضرر سے محفوظ رکھا جس طرح اس آیت میں ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ ۖ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ (المومن: ۵)

اس سے پہلے نوح کی (کافر) قوم نے تکذیب کی اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے (تکذیب کی) اور ہر (کافر) قوم نے اپنے رسول پر قابو پانے کا ارادہ کیا اور حق کو مغلوب کرنے کے لیے باطل کے بل بوتے پر کج بحثی کی' سو میں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا تو دیکھو میری سزا کیسی تھی۔

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنے تمام معاملات اور تمام افعال اور احوال میں صرف اللہ تعالیٰ کو کافی سمجھیں تو ان کی ہر مہم میں اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے تمام تفکرات کو صرف ایک فکر بنا دیا اور وہ فکر آخرت ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے تفکرات سے کافی ہوگا اور جو شخص دنیا کے احوال کے تفکرات میں منہمک رہا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۳۹)

زمر: ۳۷ میں فرمایا: ''اور جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے' اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے' کیا اللہ غالب منتقم نہیں ہے؟ ۝''

اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بشارتوں کو اور کفار کے لیے عذاب کی خبروں کو بہت تفصیل سے بیان فرمایا تھا اور اب اس مضمون کو اس آیت پر ختم فرمایا ہے اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے غیر سے کسی افتاد کا خطرہ محسوس کرنا یا اس سے کسی فائدہ پہنچنے کی توقع رکھنا اللہ پر توکل کے خلاف ہے اور کسی کو نیک کاموں کے کرنے پر اللہ کے غیر سے خصوصاً باطل خداؤں سے ڈرانا بہت بڑی گمراہی ہے' پھر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے زبردست انتقام لینے والا ہے۔

الزمر: ۳۸ میں فرمایا: ''اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' آپ کہیے: بھلا تم یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے پہنچائے ہوئے ضرر کو دور کر سکیں گے یا اگر وہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کو دور کر سکیں گے؟ آپ کہیے: مجھے اللہ کافی ہے' اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں ۝''

متوکلین کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کے مذہب کو باطل فرمایا ہے کیونکہ تمام مخلوق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور اس کو ہر چیز پر قدرت ہے اور انسان کی فطرت اور اس کی عقل اس پر شہادت دیتی ہے اور جو شخص بھی آسمانوں اور زمینوں کے عجیب و غریب احوال میں اور انسان کے بدن کی اندرونی مشین اور اس کی کارکردگی میں غور کرے گا اس

marfat.com
Marfat.com

پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ پتھر کے بے جان بت جن کو انسان نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے' جو اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی کو بھی اڑانے پر قادر نہیں ہیں وہ کب کسی سے ضرر کو دور کر سکتے ہیں یا کسی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دور کر سکتے ہیں' سو کسی صاحب عقل کو ان دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے کہ یہ بت اس کا کچھ بگاڑ لیں گے یا اس کے کسی فائدہ کو روک لیں گے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: "آپ کہیے: مجھے اللہ کافی ہے' اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں"۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص کافی سے غیر کافی کی طرف منتقل ہو گا اس کا مقصود پورا نہیں ہو گا' اس لیے ضروری ہے کہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے' تمام امور اسی کو سونپ دیئے جائیں اور صرف اسی کی اطاعت کی جائے اور جب بندہ صرف اللہ عزوجل کی اطاعت کرے گا تو کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت کرے گی' حدیث میں ہے:

ابن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے' ایک مرتبہ وہ روم کی سر زمین میں لشکر سے بھٹک گئے یا ارض روم میں قید کر لیے گئے' پس وہ مسلمانوں کے لشکر کو ڈھونڈنے کے لیے بھاگے تو اچانک ان کے سامنے ایک شیر آ گیا' حضرت سفینہ نے اس شیر سے کہا: اے ابو الحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں اور میرے ساتھ اس' اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے۔ پس شیر ان کی طرف دم ہلاتا ہوا بڑھا اور ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' جب وہ کوئی خوف ناک آواز سنتا تو اس کی طرف متوجہ ہوتا' پھر ان کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا حتیٰ کہ لشکر تک پہنچ گیا' پھر شیر واپس چلا گیا۔ (شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۳۲' المصنف رقم الحدیث: ۲۰۵۴۴' المستدرک ج ۳ ص ۶۰۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۹۴۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۱۶۶)

اس حدیث میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) حضرت سفینہ نے شیر سے بے خوف و خطر کلام کیا' کیونکہ ان کو یقین تھا کہ وہ شیر ان کو ضرر نہیں پہنچائے گا اور وہ ان کا کلام سنے گا' اس کو سمجھے گا اور ان کی مدد کرے گا اور ان کو لشکر اسلام تک پہنچائے گا' یہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

(۲) جب کوئی مسلمان اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے تو درندے بھی اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتے تو جمادات کب ضرر پہنچا سکیں گے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور ہر معاملہ میں اس پر توکل کرنا مصائب سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۴) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر کو یہ بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں تو اس نے آپ کو لشکر اسلام تک پہنچا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی مسلمان راستہ بھٹک جائے یا اس کو کوئی اور افتاد پیش آ جائے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے اس سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے اور یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتا ہے اس کو دنیا میں سیدھا راستہ مل جاتا ہے تو ان شاء اللہ آخرت میں بھی وہ سیدھے راستے کی ہدایت حاصل کرے گا۔

(۵) صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ توحید کے تقاضوں پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے اعراض کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو ہر حال میں کافی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو' بے شک میں (بھی) عمل کر رہا ہوں' پس

marfat.com

Marfat.com

عنقریب تم جان لوگے O کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا O بے شک ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر برحق کتاب نازل کی ہے' سو جس نے ہدایت اختیار کی تو اپنے ہی فائدہ کے لیے اور جس نے گم راہی اختیار کی تو اس گم راہی کا وبال اسی پر ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں O (الزمر: ۴۱۔۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام حق سنانے میں کامل جانفشانی کی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی توحید پر دلائل قائم فرمائے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو آخرت میں جنت اور دائمی اجر و ثواب کی بشارت سنائی تھی اور اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کے لیے دائمی عذاب کی وعید سنائی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے کفر پر اصرار کرنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی تھی جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا O (الکہف: ٦)
اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ فرط غم سے جان دے دیں گے O

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ O (الشعراء: ۳)
ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ اس قدر مغموم ہیں کہ لگتا ہے کہ آپ جان دے دیں گے O

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ. (فاطر: ۸)
ان پر حسرت اور فرط غم کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ چلی جائے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے قوی اور مستحکم دلائل کے ساتھ کفار کا رد کر دیا اور وہ پھر بھی آپ کی رسالت اور آپ کے پیغام پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''آپ کہیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو' بے شک میں (بھی) عمل کر رہا ہوں' پس عنقریب تم جان لوگے O کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا O بے شک ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر برحق کتاب نازل کی ہے' سو جس نے ہدایت اختیار کی تو اپنے ہی فائدہ کے لیے اور جس نے گم راہی اختیار کی تو اس گم راہی کا وبال اسی پر ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں O'' (الزمر: ۴۱۔۳۹)

ان آیتوں میں یہ اشارہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت اور عبادت کے جس حق کو بھول بیٹھے تھے' قرآن کریم ان کو وہ حق یاد دلا رہا ہے' پس جس نے قرآن مجید کے یاد دلانے سے اس حق کو پہچان لیا اور اس کی نصیحت پر عمل کر لیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی گزاری تو اس ہدایت کے فوائد اسی کو حاصل ہوں گے' کیونکہ اس ہدایت کے نور سے اس کا دل منور ہو جائے گا۔

اور اس کی حیوانی اور شیطانی صفات کے جو آثار ہیں وہ محو ہو جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دل تاریک ہو سکتا تھا اور ان صفات کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا سکتا تھا اور جس شخص نے اپنی گم راہی پر اصرار کیا اور اپنے نفس امارہ کے احکام کی اطاعت کی اور اس پر حیوانی اور شیطانی صفات مذمومہ غالب آ گئیں تو وہ شخص جہنم میں جا گرے گا اور اس کی اس روش سے آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ آپ نے اس کو دوزخ سے گھسیٹ کر نکالنے کی بہت کوشش کی اور اس سلسلہ میں بہت مشقت اٹھائی' اس کے باوجود اگر کوئی شخص کفر پر اصرار کر کے دوزخ کو اپنا ٹھکانا بناتا ہے تو آپ اس سلسلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔

اس مضمون کی حسب ذیل احادیث سے وضاحت ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور لوگوں کی مثال اس شخص

marfat.com
Marfat.com

کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر حشرات الارض اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے سو میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور لوگ اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۷۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے' اس کی مثال اس بادل کی طرح ہے جو زمین پر برسا' زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کر لیا اور اس نے چارا اور بہت سبزا اگایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا' اس نے پانی کو روک لیا' جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا' لوگوں نے وہ پانی خود پیا اور جانوروں کو پلایا اور ان کو (سبزے سے) چرایا اور زمین کا بعض حصہ چٹیل میدان تھا' جس پر جب بارش ہوئی تو زمین کے اس حصہ نے پانی روکا اور جمع کیا اور نہ اس میں سبزا اور گھاس اگائی' یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اس کا فیض پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے اس کا علم حاصل کیا اور وہ علم آگے پہنچایا اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے اس علم کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کی طرف دیکھا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور اس کو قبول نہیں کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۴۳)

اس مثال میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ زمین کی تین قسمیں ہیں' اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں' زمین کی پہلی قسم یہ ہے کہ زمین پہلے مردہ ہو' پھر بارش ہونے سے اس میں سبزا پیدا ہو جائے' جس سے انسان اور مویشی دونوں فائدہ حاصل کریں' اسی طرح لوگوں کی پہلی قسم یہ ہے کہ ان کے پاس ہدایت اور علم پہنچے اور وہ خود بھی علم پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی تعلیم دیں' اس قسم میں فقہاء اور مجتہدین شامل ہیں' زمین کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ بارش کے پانی سے سبزہ تو نہیں اگاتی لیکن وہ پانی کو جمع کر لیتی ہے جس سے ضرورت مند اس پانی کو حاصل کر لیتے ہیں' اسی طرح لوگوں کی دوسری قسم یہ ہے کہ ان میں احادیث سے مسائل کو مستنبط کرنے کی صلاحیت تو نہیں ہوتی لیکن وہ احادیث کو محفوظ اور منضبط کر لیتے ہیں جس سے مجتہدین استفادہ کرتے ہیں' اس قسم میں محدثین اور راویان حدیث ہیں اور زمین کی تیسری قسم وہ ہے جو نہ سبزہ اگاتی ہے اور نہ پانی کو محفوظ رکھتی ہے اور اسی طرح لوگوں کی تیسری قسم وہ ہے جنہوں نے آپ کے لائے ہوئے دین کو بالکل قبول نہیں کیا اور یہ کفار اور منافقین ہیں۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَ الَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا ۚ

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کی موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے)

فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ وَ یُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤی اِلٰۤی

پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک چھوڑ دیتا ہے'

اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ

بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں O کیا انہوں

marfat.com
Marfat.com

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ

نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے سفارشی بنا رکھے ہیں، آپ کہیے: خواہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں

شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ

اور نہ عقل و خرد رکھتے ہوں O آپ کہیے: تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے، تمام آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

زمینوں کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا

وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا

جائے تو ان لوگوں کے دل متنفر ہوتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا

ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں O آپ دعا کیجیے: اے اللہ!

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں O اور اگر ظالموں کے پاس روئے زمین کی

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ

تمام چیزیں ہوتیں اور اتنی ہی اور بھی ہوتیں تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے

سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا

بچنے کے لیے اس کو ضرور فدیہ میں دے دیتے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہو گا

يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا O اور ان کے کیے ہوئے بُرے کام ان کے لیے ظاہر ہوں گے اور جس عذاب کا

marfat.com
Marfat.com

كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۸ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ

وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گا O پس جب انسان کو' کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ

پھر جب ہم اس کو اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے

هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۹ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ

صرف ایک علم کی بناء پر دی گئی ہے' بلکہ درحقیقت یہ آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O بے شک اس سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۵۰ فَاَصَابَهُمْ

لوگوں نے یہ بات کہی تھی سو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی O پس ان کے بُرے کاموں

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ

کا عذاب انہیں آ پہنچا اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں انہیں بھی ان کے

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ

بُرے کاموں کا وبال پہنچے گا اور وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں O کیا انہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ جس کے

اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے' بے شک اس میں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ ع

ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کی موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک چھوڑ دیتا ہے بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں O کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے سفارشی بنا رکھے ہیں؟ آپ کہیے: خواہ وہ کسی کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل وخرد رکھتے ہوں O آپ کہیے کہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے' تمام آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے' پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O (الزمر: ۴۴-۴۲)

marfat.com
Marfat.com

نفس کے معنیٰ کی تحقیق

اس آیت میں ''انفس'' کا لفظ ہے' یہ نفس کی جمع ہے' نفس کے معنیٰ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

نفس روح ہے اور کسی چیز اور اس کی حقیقت کو بھی نفس کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا''. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں' ایک نفس عقل ہے جس سے اشیاء میں باہم تمیز ہوتی ہے اور دوسرا نفس روح ہے' جس سے جسم کی حیات ہوتی ہے۔ ابن الانباری نے کہا: بعض اہل لغت نے نفس اور روح کو مساوی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں' ان میں صرف لفظی فرق ہے' نفس مؤنث ہے اور روح مذکر ہے اور دوسرے علماء نے کہا: روح وہ ہے جس سے حیات ہوتی ہے اور نفس وہ ہے جس سے عقل ہوتی ہے' پس جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح کو قبض نہیں کرتا اور اس کی روح صرف موت کے وقت قبض کی جاتی ہے اور زجاج نے کہا ہے کہ ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں' ایک وہ نفس ہے جس سے اشیاء میں باہم تمیز ہوتی ہے اور یہ وہی نفس ہے جو نیند کے وقت انسان سے الگ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے کسی چیز کا تعقل نہیں کر سکتا' اللہ تعالیٰ اس کو وفات دے دیتا ہے اور دوسرا نفس حیات ہے اور حیات زائل ہوتی ہے تو یہ نفس بھی زائل ہو جاتا ہے اور سونے والا شخص سانس لیتا رہتا ہے اور سونے والے شخص کی حالت نیند میں نفس کی وفات اور زندہ شخص کے نفس کی وفات میں یہی فرق ہے اور حیات کا نفس یہی روح ہے اور انسان کی حرکت اور اس کی نشوونما ہے اور حق یہ ہے کہ نفس اور روح میں فرق ہے' اگر ان دونوں کا معنیٰ ایک ہوتا تو ہر ایک کو دوسرے کی جگہ رکھنا جائز ہوتا' حالانکہ ایسا نہیں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ونفخت فیہ من روحی'' اور ''من نفسی'' نہیں فرمایا اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''تعلم ما فی نفسی'' اور ''فی روحی'' نہیں فرمایا' روح اور نفس میں اعتباری فرق ہے' علامہ ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں یہ حدیث نقل کی ہے:

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور اس میں نفس اور روح کو رکھا' اس کی روح کے آثار سے اس کی پاکیزگی ہے اور اس کی فہم ہے اور اس کا حلم ہے اور اس کی وفا ہے اور اس کے نفس کے آثار سے اس کی شہوت ہے اور اس کا طیش ہے اور اس کے جاہلانہ افعال ہیں اور اس کا غضب ہے' اس لیے بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ نفس روح ہے اور نہ یہ کہا جائے گا کہ روح نفس ہے۔ (تاج العروس ج ۴ ص ۲۶۰۔۲۵۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

نفس اور روح کے ایک ہونے پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قبض روح کے لیے قبض نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور احادیث اور آثار میں روح اور نفس کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں' آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں' پھر فرمایا: جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی ہے۔ الحدیث

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۱۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۲۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۴)

دوسری حدیث میں آپ نے روح کی جگہ نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی نظر اوپر اٹھی ہوئی ہوتی ہے' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی نظر اس

marfat.com
Marfat.com

کے نفس کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۲۱)

اسی طرح درج ذیل حدیث میں روح کے لیے نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں جب مرنے والا شخص نیک ہو تو اس سے کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس! باہر نکلو جو پاک جسم میں تھی۔ الحدیث

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۲۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۹)

دوسری حدیث میں اس موقع کے لیے نفس کے بجائے روح کا لفظ استعمال فرمایا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اس سے دو فرشتے ملاقات کرتے ہیں جو اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں (یہ حدیث حکماً مرفوع ہے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۷۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۲۶۶)

امام مالک نے دو حدیثیں روایت کی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ ہم کو صبح کی نماز کے وقت جگا دینا، حضرت بلال پر نیند غالب آ گئی، سورج نکلنے کے بعد سب بیدار ہوئے، آپ نے حضرت بلال سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث:۲۵)

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا، اگر وہ چاہتا تو وہ اس وقت کے سوا ہماری روحوں کو لوٹا دیتا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث:۲۶)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر قرطبی المتوفی ۴۶۳ھ ان دونوں حدیثوں کے متعلق لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے ان حدیثوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہے اور انہوں نے الزمر:۴۲ (زیر تفسیر آیت) سے بھی استدلال کیا ہے۔

حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر نے الزمر:۴۲ کی تفسیر میں کہا ہے: جب مردے مرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض فرما لیتا ہے اور جب زندہ سوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض فرما لیتا ہے، پھر جس کی موت کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس کی موت کا فیصلہ نہیں فرمایا اس کی روح کو ایک وقت معین تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ نفس اور روح ایک چیز ہیں کیونکہ اس آیت میں ''انفس'' کا لفظ ہے اور انہوں نے اس کا معنیٰ ارواح کیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ موطا کی حدیث:۲۶ میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور حضرت بلال نے جو فرمایا تھا: میرے نفس کو اس چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا، آپ نے حضرت بلال کے اس قول کا رد نہیں فرمایا، پس قرآن اور سنت نے ایک چیز کو کبھی نفس سے تعبیر فرمایا ہے اور کبھی اسی چیز کو روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۲ ص ۵۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نفس اور روح کے مغائر ہونے پر دلائل

حافظ یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نفس روح کا غیر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفس سے خطاب فرمایا ہے، اس کو برے کاموں سے منع فرمایا ہے اور نیک کاموں کا حکم دیا ہے اور انہوں نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر:۲۷-۲۸)

اے مطمئن نفس! ۝ اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو ۝

marfat.com
Marfat.com

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ . (ایسا نہ ہو کہ) کوئی نفس یہ کہے: ہائے افسوس! اس بات پر
(الزمر: ۵۶) کہ میں نے اللہ کے حق کو ادا کرنے میں تقصیر کی۔

اور روح کو نہ خطاب کیا گیا ہے اور نہ اس کو قرآن مجید میں کسی چیز سے منع کیا گیا ہے اور نہ کسی کام پر اس کی مذمت کی گئی ہے' آدمیوں کا نفس چوپایوں کے نفس کی طرح ہے' وہ جنسی عمل کی خواہش کرتا ہے اور بُرے کام کی تحریک کرتا ہے اور نفس کا مسکن پیٹ ہے' مگر انسان کو روح کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اس کا مسکن دماغ ہے' اسی کی وجہ سے انسان بُرے کاموں سے حیاء کرتا ہے اور روح اس کو نیک کاموں کی دعوت دیتی ہے اور نیک کاموں کا حکم دیتی ہے۔

عبدالرحمان بن قاسم نے الزمر: ۴۲ کی تفسیر میں کہا کہ نفس یک مجسم چیز ہے اور روح اس پانی کی طرح ہے جو جاری ہو' جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح اوپر جا رہی ہے اور نیچے اتر رہی ہے اور نفس ہر وادی میں چر رہا ہوتا ہے اور ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو انسان خواب میں دیکھتا ہے' پھر جب اللہ اس کو جسم میں لوٹنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ جسم میں لوٹ جاتا ہے اور اس کے لوٹنے سے جسم کے تمام اعضاء بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ سننے اور دیکھنے لگتا ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ علماء کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں اور اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں صحیح کیا چیز ہے اور قوم نے جو کچھ کہا ہے وہ واضح دلائل نہیں ہیں اور نہ ان دلائل کی صحت یقینی ہے اور نہ کوئی ایسی صحیح حدیث ہے جس سے عذر اٹھ جائیں اور حجت واجب ہو جائے اور نہ قیاس سے اس کو مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ عقول اس مسئلہ میں سوچ و بچار کر کے تھک جاتی ہیں اور اس کے علم سے عاجز ہیں۔ (تمہید ج ۲ ص ۸۸۔ ۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نفس اور روح کے اتحاد اور تغایر میں حافظ ابن عبد البر کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کے بعض دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں اور بعض دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس باہم مغائر ہیں' لیکن ان کا مختار یہ ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں' جیسا کہ انہوں نے ''تمہید'' میں اس مبحث کے شروع میں لکھا ہے' اسی طرح انہوں نے موطا امام مالک کی شرح ''الاستذکار'' میں بھی لکھا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو تہجد کی نماز کے لیے جگانے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے نفوس تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲۷) اور حضرت بلال نے کہا: میرے نفس کو اس نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۵) اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۶) اور حضرت ابو جحیفہ کی حدیث میں ہے: بے شک تم مردہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف تمہاری روحوں کو لوٹا دیا۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۹۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۲) اور قرآن مجید میں ہے: ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ'' (الزمر: ۴۲) ان سب میں یہ واضح دلیل ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں۔ اس مسئلہ میں سلف صالحین کے اقوال ہم نے ''تمہید'' میں ذکر کیے ہیں۔ (الاستذکار ج ۱ ص ۳۱۴' مؤسستہ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نفس اور روح کے متعلق امام رازی کی تحقیق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

انسان کا نفس ایک جوہر ہے جو منور اور روحانی ہے' جب اس کا بدن سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی روشنی تمام بدن میں حاصل

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے اور اس روشنی کا نام حیات ہے' پس ہم یہ کہتے ہیں کہ موت کے وقت اس بدن کے ظاہر اور باطن سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور اس انقطاع کا نام موت ہے اور نیند کے وقت اس روشنی کا تعلق صرف ظاہر بدن سے بعض اعتبار سے منقطع ہوتا ہے اور اس کی روشنی بدن کے باطن سے منقطع نہیں ہوتی' پس ثابت ہو گیا کہ موت اور نیند ایک جنس سے ہیں' مگر موت میں اس کی روشنی کا انقطاع تام اور کامل ہوتا ہے اور نیند میں اس کا انقطاع ناقص اور بعض وجوہ سے ہوتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نفس اور روح کے متعلق مصنف کی تحقیق

قرآن مجید اور احادیث کے عمیق مطالعہ سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ روح اور نفس متحد بالذات ہیں اور ان میں تغایر اعتباری ہے' انسان کے جسم میں ایک قوت مجردہ ہے' وہ قوت اس لحاظ سے کہ وہ انسان کے حواس میں مؤثر ہے یعنی اس کی تاثیر سے انسان دیکھتا ہے' سنتا ہے' سونگھتا ہے' چکھتا ہے اور چھوتا ہے نفس ہے اور اس لحاظ سے کہ اس قوت سے انسان بولتا ہے اور دیگر افعال اختیاریہ کرتا ہے' وہ روح ہے' خلاصہ یہ کہ جس قوت کے لحاظ سے انسان محسوس کرتا ہے اور افعال کرتا ہے وہ قوت روح ہے اور وہ قوت اس لحاظ سے کہ انسان اس قوت سے تعقل اور ادراک کرتا اور کسی بھی کام کرنے کا منصوبہ بناتا ہے تو یہ قوت نفس ہے اور اس کو نفس ناطقہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

پھر اگر نفس بُرے اور ناجائز کام کا منصوبہ بنائے تو یہ نفس امارہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (یوسف: ۵۳) بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے۔

اور بُرے کام کرنے کے بعد نفس اس پر ملامت کرے تو وہ نفس لوامہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ۝ (القیامۃ: ۲) اور میں ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۝

اور اگر نفس نیک کام کرنے کا حکم دے تو وہ نفس مطمئنہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ۝ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً۝ (الفجر: ۲۸۔۲۷) اے مطمئن نفس! ۝ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۝

اور جس قوت کے لحاظ سے انسان محسوس کرتا ہے اور افعال اختیاریہ کرتا ہے وہ روح ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ. (الحجر: ۲۹) پس جب میں آدم کا پتلا پورا بنالوں اور اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دوں۔

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی المتوفی ۵۱۶ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی روح پھونکنے کے بعد وہ پتلا زندہ ہو جائے اور روح جسم لطیف ہے جس سے انسان زندہ ہوتا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور درج ذیل حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی حرکات ارادیہ اور اس کے تمام تصرفات کا منشاء روح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم میں روح پھونکی' جب روح ان کے سر میں پہنچی تو ان کو چھینک آئی' حضرت آدم نے کہا: الحمد للہ رب العلمین اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: یرحمک اللہ۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۶۵۔۶۱۶۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۲۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۸' المستدرک ج ۲ ص ۲۶۱ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۰۳۶ جدید' الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۶۳' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۳۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۵۸۰' مجمع الزوائد رقم

marfat.com
Marfat.com

الحدیث: ۱۳۷۴۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۲۲۸، الدر المنثور ج۱ص ۱۰۹، جامع البیان رقم الحدیث: ۵۱۰)

روح اور نفس کی بحث ہم نے تبیان القرآن ج۶ص ۷۹۱-۷۹۰ میں بھی کی ہے' اس مقام کا بھی مطالعہ کرلیا جائے۔

الزمر: ۴۴-۴۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے سفارشی بنار کھے ہیں' آپ کہیے: خواہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل وخرد رکھتے ہوں O آپ کہیے کہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے' تمام آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے' پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O''

بتوں کی شفاعت کرنے کا رد اور ابطال

یہ آیت اہل مکہ کے رد میں نازل ہوئی' کیونکہ وہ یہ زعم کرتے تھے کہ بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مشرکین سے یہ کہیے: کیا تم بتوں کو سفارشی بنا رہے ہو' خواہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور انہیں کسی چیز کی عقل نہ ہو اور جب وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں تو اللہ کے پاس تمہاری شفاعت کرنے کے کیسے مالک ہوں گے اور وہ اس بات کو کیسے سمجھیں گے کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو۔

پھر مشرکین کو دلیل سے ساکت کرنے کے بعد فرمایا: ''تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے'' یعنی کوئی شخص کسی کی شفاعت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' جب تک کہ جس کی شفاعت کی جائے وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ نہ ہو اور شفاعت کرنے والے کو شفاعت کا اذن نہ دیا گیا ہو اور بتوں کی شفاعت کے معاملہ میں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے اس آیت سے مطلقاً شفاعت کی نفی پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو شفاعت کرنے کا اذن نہ دے تو وہ شفاعت نہیں کرسکتا۔ (تفسیر کبیر ج۹ص ۴۵۷-۴۵۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل متنفر ہوتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں O آپ دعا کیجئے: اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں O اور اگر ظالموں کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں اور اتنی ہی اور بھی ہوتیں تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے اس کو ضرور فدیہ میں دے دیتے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہوگا جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا O اور ان کے کیے ہوئے بُرے کام ان کے لیے ظاہر ہوں گے اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کا احاطہ کرلے گا O (الزمر: ۴۸-۴۵)

آخرت میں کفار کے عذاب کی تفصیل

الزمر: ۴۵ میں مشرکین کے ایک اور بُرے عمل کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے مثلاً کہے: لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ تو ان کے چہروں سے ان کی نفرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جب ان کے بتوں کا ذکر کیا جائے تو ان کے چہروں سے خوشی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

اس آیت میں ''اشمازت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر اشمئزاز ہے' اس کا معنیٰ ہے: جب کسی شخص کو کسی بات سے بہت زیادہ غم اور غصہ پہنچے تو اس کا چہرہ تاریک ہو جاتا ہے' اس کے برعکس جب کسی خبر سے وہ بہت زیادہ خوش ہو تو اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے۔

کفار کو اللہ کا ذکر ناگوار ہوتا ہے اور مسلمان اللہ کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور اس کے ذکر کو محبوب رکھتے ہیں' حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰ جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۱۰۴ الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۳۱۲ کنز العمال رقم الحدیث: ۱۸۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سخت گرمی کا دن ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ **لا الٰہ الا اللہ** آج کے دن کس قدر سخت گرمی ہے اے اللہ! مجھے جہنم کی گرمی سے اپنی پناہ میں رکھ تو اللہ عزوجل جہنم سے فرماتا ہے: میرے ایک بندے نے تیری گرمی سے میری پناہ طلب کی ہے تو گواہ رہنا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی ہے اور جب سخت سردی کا دن ہو اور ایک بندہ یوں کہے کہ: **لا الٰہ الا اللہ** آج کے دن کس قدر سخت سردی ہے اے اللہ! مجھے جہنم کے زمہریر (سرد طبقہ) سے اپنی پناہ میں رکھنا تو اللہ عزوجل جہنم سے فرماتا ہے: میرے ایک بندے نے تیرے زمہریر سے میری پناہ طلب کی ہے اور تو گواہ رہنا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی ہے مسلمانوں نے پوچھا: جہنم کا زمہریر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم میں ایک گھر ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا اس کی سخت ٹھنڈک سے اس کے بعض اعضاء بعض سے الگ ہو جائیں گے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للدینوری رقم الحدیث: ۳۰۶ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

الزمر: ۴۶ میں فرمایا: ''اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں O''

یعنی کفار کا اللہ کی توحید کے ذکر سے متوحش اور متنفر ہونا اور بتوں کے ذکر سے اور شرک کی باتوں سے خوش ہونا ایسی چیز ہے جس کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ موحدین اور مشرکین میں اختلاف ہے موحدین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں اور مشرکین اپنی خواہش اور ہوس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان دنیا میں بھی فیصلہ فرمائے گا اور آخرت میں بھی فیصلہ فرمائے گا دنیا میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے گا اور آخرت میں مسلمانوں کو بخش دے گا اور ان کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمائے گا اور کفار اور مشرکین سے آخرت میں انتقام لے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان آخرت میں فیصلہ فرما دے۔ حدیث میں ہے:

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں کیا دعا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جب آپ رات میں دعا کے لیے اٹھتے تھے تو نماز کے شروع میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! جبریل میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور شہادت کے جاننے والے! تیرے بندے جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو ان میں فیصلہ فرمائے گا اے اللہ! جس چیز میں حق بات سے اختلاف کیا گیا ہے تو اس میں مجھ کو ہدایت دے بے شک تو جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۲۴ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۷۶۷۔۷۶۸ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۲۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۵۷)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ان ہی صفات کا ذکر ہے جن صفات کا ذکر الزمر: ۴۶ میں ہے۔

الزمر: ۴۷ میں فرمایا: ''اور اگر ظالموں کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں اور اتنی ہی اور بھی ہوتیں تو وہ قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچنے کے لیے اس کو ضرور فدیہ میں دے دیتے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہو گا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا O''

اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کی جو وعید سنائی ہے اس میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ بالفرض روئے زمین کی تمام دولت کے بھی مالک ہوتے اور اس کو آخرت کے عذاب سے نجات کے لیے خرچ کر دیتے تو وہ اس عذاب سے

marfat.com

Marfat.com

نجات نہیں پا سکتے تھے' دوسری چیز یہ ہے کہ حدیث میں جنت کی صفت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۷)

سو جس طرح مؤمنوں کو جنت میں ایسی نعمتیں ملیں گی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی اسی طرح کافروں کو دوزخ میں ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔

الزمر: ۴۸ میں فرمایا: "اور ان کے کیے ہوئے بُرے کام ان کے لیے ظاہر ہوں گے اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گاO"

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دنیا میں انہوں نے جو بُرے کام کیے تھے آخرت میں ان پر عذاب کے آثار مرتب ہوں گے اور وہ عذاب ہر طرف سے ان کا احاطہ کر لے گا۔

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

ابو اللیث نے کہا: انہوں نے کچھ ایسے اعمال کیے ہوں گے جن کے متعلق ان کا گمان یہ ہوگا کہ ان کو ان کاموں پر اجر و ثواب ملے گا' لیکن ان کے شرک اور کفر کی وجہ سے ثواب کے بجائے انہیں ان کاموں پر عذاب ہوگا۔

بعض علماء نے کہا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے کام کرتے ہیں' وہ لوگ قیامت کے دن رسوا ہوں گے اور جن اعمال کے متعلق ان کا گمان تھا کہ وہ میزان میں نیکیوں کے پلڑے میں ہوں گے اس دن وہ اعمال برائیوں کے پلڑے میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے' پھر جب ہم اس کو اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف ایک علم کی بناء پر دی گئی ہے' بلکہ درحقیقت یہ آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتےO بے شک اس سے پہلے بھی لوگوں نے یہ بات کہی تھی سو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہیں آئیO پس ان کے بُرے کاموں کا عذاب انہیں آ پہنچا اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں انہیں بھی ان کے بُرے کاموں کا وبال پہنچے گا اور وہ اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہیںO کیا انہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے' بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیںO (الزمر: ۵۲۔۴۹)

راحت اور مصیبت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا

زمر: ۴۹ میں فرمایا: "پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے' پھر جب ہم اس کو اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف ایک علم کی بناء پر دی گئی ہے"۔

اس آیت میں "خوّلنٰہ" کا لفظ ہے' اس کا مصدر تخویل ہے' اس کا معنیٰ ہے: ضرورت کی چیز عطا کرنا' بخشنا' بعض چیزوں کو بہ طور جزاء اور صلہ عطاء کیا جاتا ہے اور بعض چیزوں کو محض فضل اور احسان کے طور پر عطا کیا جاتا ہے' تخویل کا اطلاق دوسرے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

اس آیت میں کفار کے بُرے اعمال میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ان کو تنگ دستی یا بیماری لاحق ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں' پھر جب اللہ اپنے فضل سے وہ مصیبت ان سے دور فرما دیتا ہے اور ان کو مال و دولت کی فراوانی یا صحت اور

marfat.com
Marfat.com

عافیت کی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نعمت ان کو ان کی اپنی ذہانت اور محنت اور مشقت کی بناء پر حاصل ہوئی ہے یا ان کو صحیح علاج کی وجہ سے صحت حاصل ہوئی ہے۔

کافر یہ کہتا ہے کہ ''یہ نعمت تو مجھے ایک علم کی بناء پر حاصل ہوئی ہے'' اس کی کئی تفسیریں ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ کے علم میں یہ تھا کہ میں اس نعمت کا مستحق ہوں' اس وجہ سے مجھے یہ نعمت حاصل ہوئی ہے' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجھے یہ علم تھا کہ میں اس نعمت کا مستحق ہوں اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ مجھے یہ علم تھا کہ مجھے کس ذریعہ سے مال حاصل ہوگا یا مجھے یہ علم تھا کہ کون سے علاج سے مجھے شفا حاصل ہوگی یا کس طریقہ سے مجھ سے یہ مصیبت دور ہوگی۔

الزمر: ۵۰ میں فرمایا: ''بے شک اس سے پہلے بھی لوگوں نے یہ بات کہی تھی سو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہیں آئی O''

اس سے مراد پچھلی امتیں ہیں یا اس سے مراد قارون ہے' اس نے بھی اپنے خزانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ. (القصص: ۷۸) مجھے یہ خزانے صرف میرے علم کی وجہ سے دیئے گئے ہیں۔

الزمر: ۵۱ میں فرمایا: ''پس ان کے بُرے کاموں کا عذاب انہیں آ پہنچا اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں انہیں بھی ان کے بُرے کاموں کا وبال پہنچے گا اور وہ اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہیں O''

انہوں نے جو یہ باطل قول کہا تھا کہ ان کے علم اور ان کی تدبیر کی وجہ سے ان کی مصیبت دور ہوئی ہے اور ان کو یہ نعمت حاصل ہوئی ہے ان کو ان کے اس باطل عقیدہ اور فاسد قول کی سزا آخرت میں ملے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کو دنیا یا آخرت میں سزا دینے سے روک نہیں سکتے۔

الزمر: ۵۲ میں فرمایا: ''کیا انہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے''۔ یعنی رزق میں تنگی اور کشادگی کا مدار انسان کے علم اور اس کی عقل پر نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علم اور عقل والے تنگ دست اور قلاش ہوتے ہیں اور بہت سے جاہل اور بے وقوف لوگ خوش حال اور مال دار ہوتے ہیں۔ پس مال کی کثرت اور قلت کا مدار اللہ کے فضل اور اس کی حکمت پر ہے' وہ اپنی حکمت کی وجہ سے یا کسی کو آزمائش میں مبتلا کرنے کے لیے اس کو مال کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے اور کسی کو ڈھیل دینے کے لیے یا اس پر فضل فرمانے کے لیے اس کو مال کی کثرت سے نوازتا ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو بھول جانا یہ کفار کا طریقہ ہے' سو مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ سے رابطہ رکھیں اور ہر حال میں اس کو یاد رکھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ مصائب اور شدائد میں اللہ اس کی دعا کو قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۳۹۶' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۹۰)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو'

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' بے شک وہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O

marfat.com

Marfat.com

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

مدد نہ کی جائے، تم اسلام لے آؤ ○ اور تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو احکام نازل

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ

کیے گئے ان میں سے سب سے اچھے احکام پر عمل کرو، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں

لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ

اس کا شعور بھی نہ ہو ○ (پھر ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص یہ کہے: ہائے افسوس! میری ان کوتاہیوں پر جو

اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ

میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں، بے شک میں ضرور مذاق اڑانے والوں میں سے تھا ○ یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو

لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ

میں ضرور متقین میں سے ہو جاتا ○ یا عذاب دیکھتے وقت یہ کہے کہ کاش! میرا دنیا میں لوٹنا ممکن ہوتا

كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ

تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاتا ○ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں سو تو نے

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى

ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہو گیا ○ اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ان کا منہ کالا ہو گا، کیا تکبر کرنے والوں کا

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟ ○ اور اللہ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب سے (عذاب سے)

marfat.com

Marfat.com

لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ز

نجات دے گا' ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اللہ ہر چیز کا خالق ہے

وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O اسی کے پاس آسمانوں او زمینوں کی چابیاں ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہے وہی نقصان اٹھانے والے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' بے شک وہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے' تم اسلام لے آؤ O اور تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو احکام نازل کیے گئے ہیں' ان میں سب سے اچھے احکام پر عمل کرو' اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو O (پھر ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص یہ کہے: ہائے افسوس! میری ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں' بے شک میں ضرور مذاق اڑانے والوں میں سے تھا O یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقین میں سے ہو جاتا O یا عذاب دیکھتے وقت یہ کہے: کاش! میرا دنیا میں لوٹنا ممکن ہوتا تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاتا O کیوں نہیں' بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں' سو تو نے ان کی تکذیب کی اور تو کافروں میں سے ہو گیا O

(الزمر: ۵۹۔۵۳)

الزمر: ۵۳ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

الزمر: ۵۳ کے شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان تینوں اقوال کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو" تو اہل مکہ نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور ناحق قتل کرتے ہیں' اس کی بخشش نہیں ہوگی' تو ہم کیسے ہجرت کریں اور اسلام لائیں' حالانکہ ہم نے بتوں کی عبادت کی ہے اور جن کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا تھا ہم نے ان کو قتل کیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ بتایا کہ تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ الحدیث (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۲۴۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے تھے کہ ہماری ہر نیکی قبول کی جائے گی' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

marfat.com

Marfat.com

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ (محمد: ۳۳) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو ۝

پھر ہم نے کہا: ہمارے نیک اعمال کس چیز سے باطل ہوں گے؟ تو ہم نے کہا: ناجائز کام اور بے حیائی کے کام ہمارے نیک کاموں کو باطل کر دیں گے' پھر جب ہم کسی شخص کو کوئی ناجائز کام یا بے حیائی کا کام کرتے دیکھتے تو کہتے: یہ ہلاک ہو گیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۱۱۶۔۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے اس طرح کہنا چھوڑ دیا' پھر اگر ہم کسی شخص کو ناجائز یا بے حیائی کا کام کرتے ہوئے دیکھتے تو ہمیں اس پر عذاب کا خطرہ ہوتا اور اگر وہ کوئی بُرا کام نہ کرتا تو ہم اس کی مغفرت کی امید رکھتے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۲۵۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کی طرف کسی کو بھیج کر بلوایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' اس نے یہ جواب دیا کہ اے محمد! آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں' حالانکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ جس نے قتل کیا یا شرک کیا' زنا کیا' اس کو بہت گناہ ہو گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا اور میں یہ سب کام کر چکا ہوں' کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰) مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو اللہ اس کی برائیوں کو بھی نیک اعمال سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا' بہت مہربان ہے ۝

وحشی نے کہا: اے محمد! یہ بہت سخت شرط ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرے' ہو سکتا ہے کہ میں اس شرط پر پورا نہ اتر سکوں' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

وحشی نے کہا: اے محمد! میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں بھی مغفرت اللہ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہو گی یا نہیں۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور صورت ہے؟ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر: ۵۳) اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' بے شک وہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

وحشی نے کہا: اب ٹھیک ہے' پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا (رضی اللہ عنہ)۔ لوگوں نے کہا: یا رسول

marfat.com
Marfat.com

اللہ! اگر ہم بھی وحشی کی طرح گناہ کر بیٹھیں۔ آپ نے فرمایا: یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰ 'شعب الایمان ج ۵ ص ۴۲۴' رقم الحدیث: ۷۱۴۰ 'تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۵ ص ۳۱۶' رقم الحدیث: ۱۴۱۴۸' مختصر تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۲۶۳' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۰۱)

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۵۳' رقم الحدیث: ۱۸۴۰۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۴۰' زاد المسیر ج ۶ ص ۱۰۴' النکت والعیون ج ۵ ص ۱۳۱' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۰۲' روح البیان ج ۸ ص ۱۷۱' روح المعانی جز ۲۴ ص ۲۳' اسباب النزول رقم الحدیث: ۶۶۰)

قنوط کا معنیٰ اور عفو اور مغفرت کا فرق

اس آیت میں ''لا تقنطوا'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر قنوط ہے' قنوط کا معنیٰ ہے: سب سے بڑی ناامیدی' قنوط کی تعریف یہ ہے: اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہونا اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب فطرت سلیمہ اور اللہ پر ایمان لانے کی صلاحیت بالکل زائل ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے بندہ کو غرغرہ موت تک توبہ کرنے کی مہلت دی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے' خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں' خواہ ان کی تعداد سمندر کے جھاگ' درختوں کے پتوں ریت کے ذروں اور آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہو اور یہ مغفرت عام ہے۔ خواہ یہ مغفرت کچھ سزا دینے کے بعد ہو یا بغیر سزا کے ہو اور یہ مغفرت بندوں کی توبہ سے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء اور مقربین یا ملائکہ کی شفاعت سے ہو یا بغیر کسی کی شفاعت کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو۔

مفسرین نے عفو اور مغفرت میں بھی فرق کیا ہے' عفو کا معنیٰ ہے: گناہوں کو مٹا دینا' جیسے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور مغفرت کا معنیٰ ہے: عذاب کو اٹھا دینا اور رحمت کا معنیٰ ہے: ثواب عطا فرمانا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (النجم: ۳۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں' ماسوا کسی چھوٹے گناہ کے' بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔

النجم: ۳۲ کی تفسیر میں یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفر اللھم تغفر جما وای عبد لک لا الما. (یہ حدیث حسن صحیح ہے' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۸-۳۹۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۰۱۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۰۵۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جب تو مغفرت کرے تو سب کی مغفرت کر دینا' تیرا وہ کون سا بندہ ہے جس نے کوئی چھوٹا موٹا گناہ نہیں کیا۔

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں حسب ذیل اصولی باتیں ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر چند کہ کلام موزوں ہے تاہم یہ شعر نہیں ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا: وہ تیرا کون سا بندہ ہے جس نے کوئی چھوٹا گناہ نہ کیا ہو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں

marfat.com
Marfat.com

کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھ دیا ہے' پس کو وہ لامحالہ پائے گا پس آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے اور زبان کا زنا (فحش) کلام ہے اور نفس تمنا کرتا ہے اور بُری خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۱۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۵۲) پس یہ گناہ جو انسان کے لیے مقدر کیے گئے ہیں یہ ان کثیر گناہوں میں داخل ہیں جو معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے' اس سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں' ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں۔

(۴) شرم گاہ کے علاوہ جو زنا ہے وہ عبادات سے معاف ہو جائے گا اور شرم گاہ کا زنا توبہ سے یا زیادہ عبادت سے یا محض اللہ کے فضل سے یا کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکال کر معاف کر دیا جائے گا' یا محض اللہ کے فضل سے معاف کر دیا جائے گا اور انسان کا چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ عادت بشری اور خلقت جبلی ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۱۲ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوسی کی ممانعت کے متعلق آیات' احادیث اور آثار

اس آیت کریمہ میں تمام گناہ گاروں کو خواہ وہ مومن ہوں یا کافر توبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرما دے گا' خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس آیت کو بغیر توبہ کے مغفرت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ بغیر توبہ کے شرک کی مغفرت نہیں ہوتی اور اس مطلوب پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے تھے اور بہت زنا کیا تھا' وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں وہ بہت خوب ہے' کاش! آپ ہمیں یہ بتاتے کہ ہماری بداعمالیوں کا کوئی کفارہ ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰-۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور وہ کسی ایسے شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص ان کاموں کو کرے گا اس کو سخت عذاب ہوگا ۝ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کیا جائے گا اور وہ ذلت کے ساتھ اس میں ہمیشہ رہے گا ۝ سوا ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں' اللہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

اور یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۰۲)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مجھے اس آیت: (الزمر: ۵۳) کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے پسند نہیں ہے' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور جو شخص مشرک ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' پھر آپ نے تین بار فرمایا: ماسوا مشرکین کے (یعنی اس آیت کے عموم میں مشرکین کی مغفرت داخل نہیں ہے)۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۷ ص ۴۵ رقم الحدیث: ۲۲۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الفرقان: ۷۰۔۶۸ میں توبہ کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ دعوت مؤمنین اور مشرکین دونوں کو عام ہے اور الزمر: ۵۳ میں صرف مغفرت کا ذکر ہے خواہ وہ مغفرت توبہ کے ساتھ ہو یا بغیر توبہ کے اور یہ مغفرت مؤمنوں کے ساتھ مخصوص ہے' مشرکین کو شامل نہیں ہے جیسا کہ مسند احمد کی مذکور الصدر حدیث سے واضح ہو گیا۔ اس سلسلہ میں تیسری حدیث یہ ہے:

(۳) حضرت عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بہت بوڑھا شخص آیا جو ایک لاٹھی کے سہارے آیا تھا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بہت عہد شکنیاں کی ہیں اور بہت گناہ کیے ہیں' کیا میری مغفرت ہو جائے گی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا: تمہاری عہد شکنیوں اور گناہوں کی مغفرت کر دی گئی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۲ ص ۱۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۰ھ' رسائل ابن ابی الدنیا' حسن الظن باللہ رقم الحدیث: ۱۴۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۸۴۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۳۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۴۲' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۲۵' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۲۷۱۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۴۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۲۳۵)

اور حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ. (التوبہ: ۱۰۴)

کیا ان لوگوں کو یہ علم نہیں کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (النساء: ۱۱۰)

جو شخص کوئی بُرائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے' پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا' بے حد مہربانی کرنے والا پائے گا ○

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○

(المائدہ: ۷۴-۷۳)

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور ایک معبود کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہیں آئے تو ان میں سے کفر کرنے والوں پر ضرور عذاب عظیم آئے گا ○ یہ لوگ اللہ کی طرف توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے استغفار کیوں نہیں کرتے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت میں عیسائیوں کو توبہ کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی توبہ اور استغفار کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا

marfat.com
Marfat.com

ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کر دیا' پھر وہ لوگوں سے سوال کرنے نکلا' اس نے ایک راہب (پیر) سے سوال کیا: آیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' اس شخص نے اس کو بھی قتل کر دیا' پھر وہ شخص سوال کرنے کے لیے نکلا تو ایک شخص (مسلم کی روایت میں ہے' عالم) نے اس سے کہا: فلاں فلاں بستی میں جاؤ' تو اس کو موت نے آ لیا' اس نے اپنا سینہ اس بستی کے قریب کر لیا' پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے متعلق بحث ہوئی تو اللہ نے اس زمین کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس زمین کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے اور فرمایا: ان دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو' تو وہ زمین ایک بالشت زیادہ قریب تھی سو اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۲۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷۲۔۲۰ قدیم' مسند احمد ج ۷ اص ۲۴۴' رقم الحدیث: ۱۱۱۵۴' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۱)

اللہ کی رحمت اور مغفرت اس قدر وسیع ہے کہ سو آدمیوں کا قاتل بھی اس سے توبہ کرے تو وہ معاف فرما دیتا ہے' اس لیے انسان سے خواہ کتنا بڑا گناہ کیوں نہ ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

قرآن مجید میں مؤمنین کی مغفرت کے متعلق متعدد آیات ہیں اور یہ ان میں سے سب سے اہم آیت ہے۔ بعض علماء نے کہا: موحدین کے لیے سب سے زیادہ امید افزاء یہ آیت ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخشش کے متعلق سب سے امید افزاء یہ آیت ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ: ۵) عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: آپ کی رضا یہ ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل کر دی جائے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۶۴' رقم الحدیث: ۱۴۴۵)

الخطیب نے ایک اور سند کے ساتھ "تلخیص المتشابہ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر آپ کی امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہو تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۹۸' روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۸۸)

امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل سے فرمائے گا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۶۹)

حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حرب بن شریح روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین سے کہا: میں آپ پر فدا کیا جاؤں' یہ بتائیے کہ یہ شفاعت جس کا اہل عراق ذکر کرتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟ امام نے پوچھا: کس کی شفاعت؟ میں نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی' امام نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! مجھے میرے چچا محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا' حتیٰ کہ میرا رب عزوجل ندا فرمائے گا:

marfat.com
Marfat.com

اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہو گیا' پھر امام نے مجھ سے کہا: اے اہل عراق کی جماعت! تم یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے امید افزاء آیت یہ ہے: "یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا" (الزمر: ۵۳) اور میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بھی ہے لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزاء یہ آیت ہے: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ○" (الضحیٰ: ۵) اور یہ شفاعت کی آیت ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۷۹ قدیم' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۹' رقم الحدیث: ۳۷۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۲' الترغیب والترہیب للمنذری ج ۴ ص ۴۶۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۷۵۸' معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۶۷' الدر المنثور ج ۸ ص ۴۹۸' روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۸۸)

اس کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا پھر توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

الزمر: ۵۴ میں فرمایا: "اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے' تم اسلام لے آؤ ○"۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کی فرماں برداری اور اطاعت کی طرف رجوع کرو اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے اخلاص کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرو' توبہ اور انابت میں یہ فرق ہے کہ تائب اللہ کے عذاب کے خوف سے معصیت کو ترک کر کے اس کی اطاعت کرتا ہے اور منیب اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر حیاء کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنے سے باز رہتا ہے اور ذوق وشوق سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے۔

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے الزمر: ۵۳ میں مغفرت کا ذکر فرمایا کہ وہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا' اس کے بعد الزمر: ۵۴ میں فرمایا: "اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو"' یعنی توبہ کرو' تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ بغیر توبہ کے بھی مغفرت ہو جائے گی۔

(الکشاف ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ زمخشری کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ زمخشری کا یہ کلام بہت ضعیف ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک معصیت پر توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمانے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر طعن کیا جائے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی تو پھر توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر چند کہ گناہوں کو معاف فرمانا اور مغفرت کرنا قطعی ہے مگر یہ عفو اور مغفرت دو طرح حاصل ہوتی ہے' ایک یہ کہ کچھ عرصہ دوزخ میں رکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر کے دوزخ سے نکال لے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً معاف فرما دے اور بالکل سزا نہ دے اور توبہ کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بالکل عذاب نہ دے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۶۵-۴۶۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

احسن نازل شدہ چیز کی متعدد تفسیریں

الزمر: ۵۵ میں فرمایا: "اور تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو احکام نازل کیے گئے ہیں' ان میں سب سے اچھے احکام پر عمل کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو ○"

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: ''تمہارے رب کی طرف سے جو سب سے اچھی چیز نازل کی گئی ہے اس کی اتباع کرو اس کی کئی تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد قرآن ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم قرآن کی اتباع کرو اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ اللہ نے سب سے احسن کلام نازل فرمایا جس کی آیتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ (الزمر: ۲۳)

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کو لازم رکھو اور اس کی معصیت سے مجتنب رہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے افعال بیان فرمائے ہیں:

(۱) بُرے کام بیان فرمائے تا کہ ان کو ترک کیا جائے (۲) مکروہ کام بیان فرمائے تا کہ ان سے اعراض کیا جائے اور نہایت عمدہ کام بیان فرمائے تا کہ ان پر عمل کیا جائے۔

اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان احکام کا بھی ذکر ہے جو منسوخ ہو چکے ہیں اور ناسخ احکام کا بھی ذکر ہے۔ سو ناسخ پر عمل کیا جائے اور منسوخ پر عمل نہ کیا جائے۔

یہ اس آیت کی تین تفسیریں ہیں جن کو امام رازی نے بیان فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۶۶) اسی طرح دیگر مفسرین نے بھی صرف یہی لکھا ہے اور میرے ناقص ذہن میں اس آیت کی ایک اور تفسیر ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو قسم کے احکام ہیں' ایک وہ ہیں جو فی نفسہٖ صحیح اور درست ہیں لیکن زیادہ بہتر اور احسن نہیں ہیں' پس تم احسن اور زیادہ اچھے احکام پر عمل کرو۔

مثلاً رمضان میں کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے اور بعد میں ان کی قضاء کرے اور اگر وہ ان ایام میں روزے رکھ لے تو اس کے لیے زیادہ بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ: ۱۸۴) تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے ایام میں ان کی جگہ روزے رکھے اور اگر تم روزے رکھ لو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح نفلی صدقات کو دکھا کر دینا جائز ہے لیکن چھپا کر دینے میں زیادہ فضیلت ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم صدقات مسکینوں کو چھپا کر دو تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح مقروض کو اتنی مہلت دینا واجب ہے کہ وہ قرض کو آسانی کے ساتھ ادا کر سکے اور قرض خواہ مقروض کو قرض کی رقم معاف کر دے تو یہ زیادہ بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۸۰) اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کی خوش حالی تک اس کو مہلت دینا ہے اور (اگر) تم قرض کی رقم اس پر صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' اگر تم کو علم ہو○

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الشوریٰ: ۴۰) زیادتی کا بدلہ اتنی ہی زیادتی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور نیکی کی' اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا○

marfat.com
Marfat.com

یہ چند مثالیں ہیں جن میں قرآن مجید میں ایک کام کا حکم دیا ہے جو صحیح اور درست ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کام کا بھی حکم دیا ہے جو اس سے زیادہ اچھا اور احسن ہے اور الزمر: ۵۵ میں ہمیں قرآن مجید کے احسن کاموں پر عمل کی ترغیب دی ہے۔

قیامت کے دن فساق کی اپنی بداعمالیوں پر ندامت اور اظہار افسوس

الزمر: ۵۶ میں فرمایا: ''(پھر ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص یہ کہے: ہائے افسوس! میری ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں' بے شک میں ضرور مذاق اڑانے والوں میں سے تھاO''

یعنی تم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے' اخلاص سے اس کی اطاعت کرنے اور قرآن مجید کی اتباع کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہیں کیا اور اس کے نتیجہ میں تم کو آخرت میں عذاب ہوا تو پھر تم کہو گے کہ ہائے افسوس! میری ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں۔

اس آیت میں ''جنب'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: پہلو اور کروٹ اور معاندین اسلام اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے اللہ کے لیے اعضاء کا ثبوت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جنب کا اصل معنیٰ ہے: جانب' کروٹ اور پہلو کو بھی جنب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک جانب میں ہوتے ہیں یعنی ایک جانب بندہ ہے اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں تو بندہ کو اس پر افسوس ہو گا کہ اس نے اللہ کے احکام میں بہت کوتاہیاں کیں نیز اس وقت وہ بندہ کہے گا کہ بے شک میں ضرور مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یعنی اس نے صرف اس پر اکتفاء نہیں کی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوتاہیاں کیں بلکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں لگے رہتے تھے وہ ان کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

الزمر: ۵۷ میں فرمایا: ''یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقین میں سے ہو جاتاO''

اس سے پہلی آیت میں ذکر ہے کہ وہ شخص پہلے اپنی اطاعت میں کمی پر اظہار افسوس کرے گا اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ ''اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقین میں سے ہو جاتا'' اور:

الزمر: ۵۸ میں فرمایا ہے: ''یا عذاب دیکھتے وقت یہ کہے کہ کاش! میرا دنیا میں لوٹنا ممکن ہوتا تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاتاO'' پھر اللہ تعالیٰ اس کے ان اعذار کے جواب میں فرمائے گا:

الزمر: ۵۹: ''کیوں نہیں' بے شک تیرے پاس میری ہدایتیں آئیں سو تو نے ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا تو کافروں میں سے ہو گیا۔

اس کا یہ عذر باطل ہے کہ اس کو ہدایت حاصل نہیں ہوئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رسولوں کو بھیجا' انہوں نے اسے اللہ کا پیغام پہنچایا اور اپنی رسالت پر دلائل اور معجزات پیش کیے' لیکن اس نے دانستہ انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ان کا منہ کالا ہو گا' کیا تکبر کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟O اور اللہ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب سے عذاب سے نجات دے گا' ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گےO اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا نگہبان ہےO اسی کے پاس آسمانوں اور زمینوں کی چابیاں ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہے وہی نقصان اٹھانے والے ہیںO (الزمر: ۶۳۔۶۰)

تکبر کی تعریف اور متکبرین کا حشر

الزمر: ۶۰ میں متکبرین کا ذکر ہے' تکبر کی تعریف ہے: حق کا انکار کرنا اور دوسرے لوگوں کو اپنے سے حقیر جاننا (صحیح مسلم رقم

marfat.com

Marfat.com

الحدیث:۹۱) متکبرین کے متعلق اس حدیث میں وعید ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن متکبرین کا حشر چیونٹیوں کی صورتوں میں کیا جائے گا' ان کو ہر جانب سے ذلت ڈھانپ لے گی' ان کو اس جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے' آگ کے شعلے ان کے اوپر بھڑک رہے ہوں گے اور جہنم کی پیپ سے ان کو پلایا جائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۹۲' مسند الحمیدی رقم الحدیث:۵۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۹ص۹۰' مسند احمد ج۲ص۱۷۹' الادب المفرد رقم الحدیث:۵۵۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۸۰۰)

اللہ تعالیٰ کو بندروں اور خنزیروں کا خالق کہنا ممنوع ہے

الزمر:۶۲۔۶۱ میں فرمایا: ''اور اللہ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب سے عذاب سے نجات دے گا' ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غم گین ہوں گے' اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا نگہبان ہے O''

اس آیت سے پہلی آیت میں مشرکین اور مکذبین کی وعید کا ذکر تھا اور اس آیت میں مؤمنین اور مصدقین کے وعد کا ذکر ہے' اس میں ان کے لیے بشارت ہے کہ نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ غم گین ہوں گے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہیں گے۔

الزمر:۶۲ میں فرمایا ہے: ''اللہ ہر چیز کا خالق ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی حمد میں یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ گندگی' کیڑے مکوڑوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف حسن اور اچھائی کی تخلیق کی نسبت کرنا صحیح ہے اور بُرائی کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ ہماری کتب عقائد میں اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

یقال انه خالق الکل ولا یقال خالق القاذورات والقردة والخنازیر.

یہ کہا جائے گا کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ گندگیوں اور بندروں کا اور خنزیروں کا خالق ہے۔

(شرح المقاصد ج۴ص۲۷۵' ایران' ۱۴۰۹ھ)

میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

انما لا یطلق لفظ الشریر علیه کما لا یطلق لفظ خالق القردة والخنازیر مع کونه خالقالهما.

اللہ تعالیٰ پر لفظ شریر کا اطلاق نہیں کیا جائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ پر یہ اطلاق نہیں کیا جائے گا کہ وہ بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے' حالانکہ وہ ان کا خالق ہے۔

(شرح المواقف ج۸ص۶۳' مطبوعہ ایران)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

ولا یصح ان یقال خالق القاذورات وخالق القردة والخنازیر مع کونها مخلوقة له اتفاقا.

اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ گندگیوں' بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے' حالانکہ بالاتفاق یہ تمام چیزیں اسی کی مخلوق ہیں۔

(المسامرہ شرح المسایرہ ص۱۲۷' دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ خالق الاجسام ہے لیکن اس کو کیڑے مکوڑوں اور بندروں کا خالق کہنا جائز نہیں ہے' بلکہ اس قسم کے الفاظ سے

marfat.com
Marfat.com

اس کی تنزیہ واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۱۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ کہنا کفر ہے کہ میری آنتیں ''قل ھو اللہ'' پڑھ رہی ہیں اور دیگر کفریہ محاورے

بعض لوگ شدید بھوک کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں: میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں یہ کلمہ کفریہ ہے کیونکہ آنتوں میں فضلہ اور براز ہوتا ہے اور یہ نجس چیز ہے اور نجس چیز کی طرف اللہ کے کلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

من قال لاخر طبخ القدر بقل ھو اللہ احد کفر.

جس نے دوسرے شخص سے کہا: ''پتیلی نے قل ھو اللہ احد سے کھانا پکایا'' اس شخص کی تکفیر کی جائے گی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مذاق سے یا استہزاء سے یا تخفیف کرتے ہوئے کلمۂ کفر کہا' وہ سب کے نزدیک کافر ہو جائے گا خواہ اس کا اعتقاد اس کلمہ کفر کے برخلاف ہو۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الہندیہ ج ۳ ص ۵۷۷، البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۰، المحیط البرہانی ج ۵ ص ۵۶۲)

بعض لوگ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا کی حمد اور تسبیح کرتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(بنو اسرائیل: ۴۴)

اور ہر چیز کے عموم میں آنتیں بھی داخل ہیں' سو ان کا قل ھو اللہ پڑھنا بھی جائز ہونا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے عموم میں تو لید اور پیشاب بھی داخل ہے تو کیا ان کی طرف بھی حمد اور تسبیح کی نسبت کی جائے گی؟ اس لیے اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر جو چیز طاہر اور طیب ہو اور مبتذل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے' فقہاء نے ہانڈی اور دیگچی کی طرف بھی قل ھو اللہ پڑھنے کی نسبت کو کفر قرار دیا ہے' حالانکہ ہانڈی نجس ہے نہ نجاست کا محل ہے اور آنتیں نجاست کا محل ہیں تو ان کی طرف قل ھو اللہ پڑھنے کی نسبت کرنا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا' اسی طرح یہ محاورات بھی کفریہ ہیں: فلاں نے فلاں کو صلوٰتیں سنائیں۔ اس میں گالم گلوچ اور فحش کلام پر صلوٰت کا اطلاق ہے' اسی طرح یہ محاورہ بھی کفریہ ہے: نمازیں بخشوانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے' اس میں روزوں سے بیزاری کا اظہار ہے۔

الزمر: ۶۳ میں فرمایا: ''اسی کے پاس آسمانوں اور زمینوں کی چابیاں ہیں''۔ الآیۃ

مقالید کا معنیٰ اور اس کی تفسیر میں درج حدیث کی تحقیق

اس آیت میں ''مقالید'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: مفاتیح یعنی چابیاں' اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سدی نے کہا: اس سے مراد ہے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے (۲) آسمانوں کے خزانوں سے مراد ہے بارش اور زمین کے خزانوں سے مراد ہے زمین کی پیداوار (۳) اس کی تفسیر میں حسبِ ذیل حدیث بھی روایت کی گئی ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلے مجھ سے اس کی تفسیر کے متعلق کسی نے دریافت نہیں کیا' اس کی تفسیر ہے'' لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ' الاول والاخر والظاھر والباطن وبیدہ الخیر ویحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر''۔

جس شخص نے صبح اٹھ کر ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھا اس کو چھ خصال عطا کی جائیں گی۔ پہلی خصلت کی وجہ سے وہ ابلیس

marfat.com
Marfat.com

اور اس کے لشکر سے محفوظ رہے گا اور دوسری خصلت کی وجہ سے اس کو بے شمار اجر عطا کیا جائے گا اور تیسری خصلت کی وجہ سے اس کا جنت میں درجہ بلند کیا جائے گا اور چوتھی خصلت کی وجہ سے بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا عقد کیا جائے گا اور پانچویں خصلت کی وجہ سے اس کے پاس بارہ ہزار فرشتے آئیں گے اور چھٹی خصلت کی وجہ سے اس کو اس شخص کا اجر ملے گا جس نے قرآن مجید' تورات' انجیل اور زبور کی تلاوت کی ہو اور ان کے علاوہ اے عثمان! اس کو حج مقبول اور عمرہ کا اجر ملے گا اور اگر اسی دن وہ مر گیا تو اس پر شہداء کی مہر ہو گی۔ (عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث:۴۷' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۲۳۱' رقم الحدیث:۱۸۲۳' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۳' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں الاغلب بن تمیم ہے' مفسرین میں سے اس کو امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ' امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ' علامہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے)۔

ان مفسرین کی کتب کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۵۴' رقم الحدیث:۱۸۴۰۵' الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۴۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۴۵' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۶۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۱۰' روح البیان ج ۸ ص ۱۷۹' روح المعانی جز ۲۴ ص ۳۵)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں اسناد ضعیفہ سے مروی احادیث کا بھی اعتبار ہوتا ہے۔

روئے زمین کے خزانوں کی چابیوں کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانوں کا مالک ہونا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے شہداء احد پر وہ نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے' پھر آپ منبر پر واپس آئے' سو آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور بے شک میں اللہ کی قسم! ضرور اپنے حوض کی طرف اب دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں یا فرمایا: مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بے شک مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم مال دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۲۲۳' مسند احمد رقم الحدیث:۱۷۴۷۷)

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے' امام شافعی اس صریح اور صحیح حدیث کے خلاف قیاس پر عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ ہم کہتے ہیں کہ زندہ کو قبر میں دفن بھی نہیں کیا جاتا اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کی جاتی۔ جب خلاف قیاس یہ امور جائز ہیں تو اس کی نماز جنازہ کیوں جائز نہیں ہے جب کہ وہ سنت سے ثابت ہے۔

اور اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام زمین کے خزانوں کے مالک ہیں' جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرما دیں اور اس حدیث کی یہ توجیہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت ان خزانوں کی مالک ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کی تشریح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

آپ کا یہ ارشاد اپنے ظاہر پر محمول ہے گویا اس حالت میں آپ پر وہ حوض منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ حوض پیدا کیا جا چکا ہے اور اب بھی حقیقت میں موجود ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے دنیا میں اس حوض کو دیکھ لیا جو آپ کو آخرت میں دیا جائے گا اور آپ نے اس کی خبر دی اور اس میں آپ کا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ آپ کو تمام روئے زمین کی چابیاں دے دی گئیں اور آپ کے بعد آپ کی امت ان خزانوں کی مالک ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۵ھ لکھتے ہیں: آسمانوں اور زمینوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ ہی کی ملک میں ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے لطف کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں اور یہ دلوں کے آسمانوں میں چھپی ہوئی ہیں اور اس کے قہر کی چابیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور یہ نفوس کی زمینوں میں رکھی ہوئی ہیں' یعنی اس کے لطف اور اس کے قہر کے خزانوں کی چابیوں کا اس کے سوا اور کوئی مالک نہیں ہے۔ وہ اپنے لطف کے خزانوں کو جس کے دل پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے جس سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور اخلاق حسنہ کے جواہر نکلتے ہیں اور وہ اپنے قہر کے خزانوں کو جس کے نفس پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے' پھر اس نفس سے افعال مذمومہ صادر ہوتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے:

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک. اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لا چکے ہیں' کیا آپ کو ہم پر کوئی خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمام قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں' وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو الٹا پلٹتا رہتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۹' ج ۱۱ ص ۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۲۔ ۲۵۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۱۶۰' رقم الحدیث: ۱۲۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۸ھ' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۴' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۸' الشریعۃ للآجری ص ۳۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۹' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۱۷' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۳۳۵۵)

اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ کون شخص اپنے اختیار سے کیسے کام کرے گا' وہ اپنے اس علم کے اعتبار سے دلوں کو پلٹتا رہتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا سے مستغنی نہیں ہیں تو ہم لوگوں کو بہ طریق اولیٰ بہ کثرت یہ دعا کرنی چاہیے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ

آپ کہیے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا بہ زور حکم دے رہے ہو O بے شک آپ کی طرف

اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

(توحید کی) وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف کہ اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے

عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ

عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت

marfat.com
Marfat.com

كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ

کریں اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں O اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر

جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ

کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن سب زمینیں اسی کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ

ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور صور میں پھونکا

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ

جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا

نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے O اور زمین اپنے رب

بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ

کے نور سے چمکے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور تمام شہداء کو لایا جائے گا

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا O اور ہر نفس کو اس کے

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کے سب کاموں کو خوب جاننے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا بہ زور حکم دے رہے ہو؟O بے شک آپ کی طرف (توحید کی) وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف کہ اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں O (الزمر: ۶۶-۶۴)

marfat.com

Marfat.com

الزمر: ۶۵ کی توجیہ جس میں فرمایا ہے: اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے

الزمر: ۶۴ میں مشرکین مکہ کو جاہل اس لیے فرمایا ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا بلکہ وہ اقرار بھی کرتے تھے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' اس کے باوجود وہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کی مورتیوں کی عبادت کرتے تھے' جو ان کو نقصان پہنچا سکتے تھے نہ نفع دے سکتے تھے اور جو شخص عالم اور قادر کو چھوڑ کر جاہل اور عاجز کی عبادت کرے وہ محض جاہل ہی ہو سکتا ہے۔

الزمر: ۶۵ میں فرمایا: ''اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے''۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس کے تمام رسول اور بالخصوص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک نہیں کریں گے اور ان کے اعمال ضائع نہیں ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ ''اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے'' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے صدق کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے دونوں جز صادق ہوں' دیکھئے یہ جملہ صادق ہے کہ اگر پانچ کا عدد جفت ہو تو وہ بغیر کسر کے برابر تقسیم ہوگا' حالانکہ اس کے دونوں جز کاذب ہیں اور قرآن مجید میں اس کی یہ مثالیں ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ اگر زمین اور آسمان میں متعدد خدا ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام فاسد ہو جاتا۔ (الانبیاء: ۲۲)

یہ جملہ صادق ہے حالانکہ اس کے دونوں جز کاذب ہیں' آسمان اور زمین میں متعدد خدا ہیں نہ ان کا نظام فاسد ہوا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ آپ کہیے: اگر رحمان کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کا عبادت گزار ہوتا (الزخرف: ۸۱)

یہ جملہ صادق ہے حالانکہ اس کے دونوں جز کاذب ہیں' رحمٰن کا بیٹا ہے نہ آپ اس کے عبادت گزار ہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تعریض ہے' ذکر آپ کا ہے اور مراد آپ کی امت ہے' یعنی اگر بالفرض آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے تو اگر آپ کی امت کے کسی شخص نے شرک کیا تو اس کے اعمال تو بہ طریق اولیٰ ضائع ہو جائیں گے۔

الزمر: ۶۶ میں فرمایا: ''بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں ○''

اس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ آپ ان کے بتوں کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کے اس باطل قول کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ وحدہٗ کی عبادت کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو توحید پر قائم رہنے کی ہدایت دی ہے اور ہدایت کی اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن سب زمینیں اسی کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے' وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ○ اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے' پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے ○ (الزمر: ۶۸۔۶۷)

marfat.com
Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں اللہ کے جسمانی اعضاء کا ثبوت ہے

الزمر: ۶۷ میں فرمایا: ''انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا'' کیونکہ انہوں نے اللہ وحدہٗ کی عبادت کو ترک کر کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرنی شروع کر دی اور انہوں نے اپنے سے بھی گھٹیا اور ادنیٰ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا' فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا' قیامت اور بعثت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا' سو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسی اس کی تعظیم کا حق تھا۔

پھر فرمایا: ''اور قیامت کے دن سب زمینیں اسی کے قبضہ وقدرت میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علماء یہود میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر رکھے گا اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا' پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' آپ کا ہنسنا اس عالم کی تصدیق کے لیے تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے' وہ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں''۔ (الزمر: ۶۷)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۳۸۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۴۰۸۷' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۴۵۲)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو اپنی انگلیوں پر اٹھایا ہوا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی تصدیق کے لیے ہنسے' کیونکہ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے' علامہ ابن فورک نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انگلیوں سے مراد بعض مخلوقات کی انگلیاں ہوں اور بعض احادیث میں رحمان کی انگلیوں کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی قدرت کے تحت ہیں اور اس کی ملکیت ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انگلی یا اسی طرح کے دوسرے اعضاء کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق نہ کیا جائے' ماسوا اس کے کہ ان اعضاء کا ذکر قرآن مجید میں ہو یا کسی حدیث قطعی میں ہو اور اگر ان میں کسی عضو کا ذکر نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ پر ان اعضاء کے اطلاق کرنے سے توقف کرنا واجب ہے اور انگلیوں کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ سنت قطعیہ میں ہے اور جن آیات اور احادیث میں ید (ہاتھ) کا لفظ ہے اس سے مراد انسان کا عضو نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کے ثبوت سے انگلیوں کا ثبوت لازم آئے' صحیح البخاری: ۴۸۱۱ کی یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود کے اکثر اصحاب سے مروی ہے اور اس حدیث میں اس

marfat.com
Marfat.com

یہودی عالم کے قول کی تصدیق نہیں ہے اور یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب تم کو جو حدیث بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۱۶۰ قدیم' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۰' شرح السنۃ ج ۵ ص ۱۹۶) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا جس سے یہود کے اس قول کی تصدیق یا تکذیب ہو' البتہ اس حدیث میں آپ کے ہنسنے کا ذکر ہے' جس میں اس قول پر آپ کی رضا کا بھی اشارہ ہوسکتا ہے اور ان کے اس قول پر تعجب اور انکار کا اشارہ بھی ہوسکتا ہے اور ایسی صورت میں انگلیوں کے اثبات پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو انگلیوں کو مجاز پر محمول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کام جو بہت مشکل سمجھا جاتا ہو اور کسی آدمی کے نزدیک وہ بہت آسان ہو تو وہ کہتا ہے کہ اس کام کو تو میں ایک انگلی سے کرسکتا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یہودی عالم کی تحریف کا ذکر ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اس پر تعجب اور انکار کی وجہ سے تھا۔

علامہ تیمی نے کہا کہ علامہ خطابی کی یہ تقریر محض تکلف ہے اور اسلاف کے عقائد اور ان کی تصریحات کے خلاف ہے' صحابہ کرام اپنی روایت کردہ احادیث کو زیادہ بہتر جانتے تھے اور آپ کا ہنسنا اس یہودی عالم کی تصدیق کے لیے تھا اور سنت صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے' حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے' اگر وہ چاہے تو وہ اس دل کو سیدھا رکھے اور اگر وہ چاہے تو اس دل کو ٹیڑھا کردے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۲' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۲۱۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۴۳' الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: ۳۱۷' المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۹)

علامہ نووی نے بھی کہا ہے کہ ظاہر حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اس کی تصدیق کے لیے تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے اس حدیث میں انگلیوں کے ذکر کو مجاز پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے جیسے کوئی شخص کسی مشکل کام کے متعلق کہے کہ اس کام کو تو میں ایک انگلی سے کرسکتا ہوں' اسی طرح فرمایا کہ تمام آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو اللہ تعالیٰ اپنی ایک انگلی سے روک لیتا ہے۔

(الکشاف ج ۱ ص ۱۴۶۔۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ علامہ زمخشری کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں جو مٹھی اور دائیں ہاتھ کا اور حدیث میں انگلیوں کا ذکر ہے اس سے مراد ہماری طرح اعضاء نہیں ہیں' ہمیں ان الفاظ پر ایمان رکھنا چاہیے اور ان الفاظ سے کیا مراد ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا چاہیے اور ان کی تاویلات نہیں کرنی چاہیے' یہی سلف صالحین کا مسلک ہے جو تاویلات سے اعراض کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۷۵۔۴۷۳ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''قیامت کے دن تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر اپنی ذات کو جسمانی اعضاء سے منزہ کیا کہ وہ ان چیزوں سے پاک ہے اور برتر ہے جن کو وہ

marfat.com
Marfat.com

اس کا شریک قرار دیتے ہیں اور مٹھی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور سب چیزیں اس کی قدرت میں ہیں۔ کیونکہ جب لوگ کسی چیز پر اپنی ملکیت اور قدرت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: فلاں چیز تو میری مٹھی میں ہے اور میرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۴۸۔۲۴۷ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مٹھی، دائیں ہاتھ اور انگلیوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ملکیت ہے۔ (روح المعانی جز ۲۴ ص ۴۲۔۳۹ ملخصاً دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہم الاعراف: ۵۴ اور الرعد: ۲ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ صحابۂ کرام، فقہاء تابعین، ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ آنکھیں، چہرہ، ہاتھ، پنڈلی اور ایسی دوسری صفات کا جو قرآن اور حدیث میں ذکر ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں، وہ جسمانی اعضاء سے پاک اور منزہ ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے، ان صفات کی نفی کرنا جائز ہے اور نہ ان کی کوئی تاویل کرنا جائز ہے، امام رازی، حافظ عسقلانی اور حافظ عینی نے اس کی تصریح کی ہے، علامہ خطابی اور علامہ قرطبی وغیرھم نے جو ان صفات کی تاویل کی ہے وہ ہر چند کہ غیر مختار ہے لیکن اس تاویل سے ان کا مقصد ملحدین کے اس اعتراض کو دور کرنا ہے کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے جسمانی اعضاء کا ثبوت ہے۔

صور پھونکنے کی تحقیق

الزمر: ۶۸ میں فرمایا: ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے، پھر جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے''۔

ہم النمل: ۸۷ میں ان امور کی تفسیر کر چکے ہیں: صور کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ، صور پھونکنے کے متعلق احادیث، کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟ تین بار صور پھونکنے کے دلائل اور ان کے جوابات، دوبار صور پھونکنے کے دلائل، نفخة الصعق سے کون کون افراد مستثنیٰ ہیں؟ کیا حضرت موسیٰ کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آنا ان کی افضلیت کو مستلزم ہے؟ نفخة الصعق سے استثناء میں علامہ قرطبی کا آخری قول۔

ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ صور میں صرف دوبار پھونکا جائے گا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوبار صور پھونکنے کے درمیان چالیس (سال) کا وقفہ ہوگا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹)

اس کی زیادہ تفصیل النمل: ۸۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قیامت کے دن جو امور سب سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے

قیامت کے دن حسب ذیل امور سب سے پہلے واقع ہوں گے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے زمین مجھ سے شق ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱، المستدرک ج ۲ ص ۴۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۹۸، کامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۸۷۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۷۹، جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۱۰۴۷)

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن وہ شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوگا جو اپنے تنگ دست مقروض کو کشادگی تک مہلت دے گا یا اپنے قرض کو اس پر صدقہ کر دے گا اور اس سے کہے گا: تم پر جو میری رقم تھی وہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ

marfat.com
Marfat.com

ہے۔الحدیث (المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۶۷، رقم الحدیث: ۳۷۷، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جو سب سے پہلے میرے حوض پر آئیں گے یہ وہ شخص ہوں گے جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۴۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۴۷۱۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مخلوقات میں سے جس کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۸۳۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جس کو آگ کا حلّہ پہنایا جائے گا وہ ابلیس ہے۔(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۹۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے بندوں کے درمیان جس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۳۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۶۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۰۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۴۴، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۲۲۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور جس مقدمہ کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل ہے۔(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۰۲، المستدرک ج ۱ ص ۲۶۳، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۸۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۵، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۲۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سے سب سے پہلے اس کی نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اس سے کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا اور تجھے ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۶۴، المستدرک ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے عورت سے اس کی نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا، پھر اس کے شوہر کے حقوق کے متعلق سوال کیا جائے گا۔(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۰۹۴)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر شہداء شفاعت کریں گے، پھر موذنین شفاعت کریں گے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۷۱، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا، پھر ان کی جو قریش میں سے قریب ہیں، پھر جو انصار میں سے قریب ہیں، پھر جو اہل یمن میں سے مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری اتباع کی، پھر باقی عربوں کی، پھر عجمیوں کی اور میں سب سے پہلے اصحاب فضیلت کی شفاعت کروں گا۔(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۳۵۵۰، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۵۳۸)

نوٹ: ان میں سے بعض احادیث میں اول سے مراد اضافی اول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین اپنے رب کے نور سے چمکے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور تمام شہداء کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا O اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کے سب کاموں کو خوب جاننے والا ہے O (الزمر: ۷۰۔۶۹)

marfat.com

Marfat.com

رب کے نور سے کیا مراد ہے نور عقلی یا نور حسی؟

الزمر:۶۹ میں رب کے نور کا ذکر ہے' نور کی دو قسمیں ہیں: نور عقلی اور نور حسی' نور عقلی وہ ہے جس کا بصیرت اور عقل سے ادراک کیا جاتا ہے' جیسے نور عقل اور نور قرآن اور نور حسی وہ ہے جو روشن اجسام مثلاً چاند اور سورج سے حاصل ہوتا ہے' یہ وہ روشنی ہے جس کا آنکھیں ادراک کرتی ہیں' نور عقلی یا نور معنوی کا اطلاق قرآن مجید کی ان آیتوں میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدہ:۱۵) بے شک اللہ کی جانب سے تمہارے پاس نور آ گیا اور کتاب مبین ○

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر:۲۲) کیا پس جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔

اور نور حسی یعنی وہ پھیلی ہوئی روشنی جس کی مدد سے آنکھیں دیکھتی ہیں' اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس:۵) وہی ہے جس نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا۔

ضیاء اور ضوء اس روشنی کو کہتے ہیں جو اصلی ہو اور نور عام ہے خواہ وہ روشنی اصلی ہو یا کسی اور سے مستفاد ہو' اس لیے سورج کی روشنی کو ضیاء فرمایا اور چاند کی روشنی کو نور فرمایا۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (الحدید:۲۸) اور اللہ تمہارے لیے ایک روشنی پیدا کردے گا جس کے ذریعہ تم چلو گے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر:۶۹) اور زمین اپنے رب کے نور سے چمکے گی۔

(محصلہ مفردات امام راغب ج ۲ ص ۶۵۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

رب کے نور کی تفسیر میں امام رازی سے اختلاف

بعض ملحدین کہتے ہیں کہ نور روشن جسم کو کہتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے' کیونکہ اس کے نور سے زمین چمکے گی' امام رازی نے ان کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہاں نور کا مجازی معنی مراد ہے اور وہ عدل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عدل سے زمین چمکے گی اور اس سے نور حسی اور نور مشاہد مراد نہیں ہے بلکہ نور معنوی اور نور عقلی مراد ہے۔ جیسے عادل بادشاہ کے لیے کہتے ہیں کہ اس کے عدل سے آسمان چمک اٹھے اور دنیا اس کے عدل سے روشن ہو گئی' جیسے کہتے ہیں کہ تمہارے ظلم سے اندھیرا چھا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن اندھیروں (کی صورت میں) ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۳۰' مسند احمد ج ۱۰ ص ۳۴۲' رقم الحدیث: ۶۲۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ) باقی رہا کہ اس پر کیا قرینہ ہے کہ یہاں نور سے مراد عدل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا' یعنی اللہ تعالیٰ عدل فرمائے گا اور اسی سے زمین چمکے گی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۷۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ممکن ہے امام رازی کا یہ جواب صحیح ہو لیکن میرے نزدیک اس نور سے مراد حسی نور ہے کیونکہ زمین کے روشن ہونے اور چمکنے کا آنکھیں ادراک کرتی ہیں' یہ ادراک عقلی نور کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نور سے زمین چمکے گی کہ اس نور کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت اس کی تعظیم کی وجہ سے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ہر نفس کے مکمل حساب کی وضاحت

زمین کے چمکنے کے بعد اس آیت میں کتاب کا ذکر ہے ''اور کتاب رکھ دی جائے گی'' کتاب سے مراد ہو سکتا ہے کہ لوح محفوظ ہو' جس میں قیامت تک کے تمام دنیا کے احوال لکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے صحائف اعمال مراد ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ○ (بنو اسرائیل: ۱۳)

ہم نے ہر انسان کے مقسوم (یا اعمال) کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کا صحیفہ اعمال نکال لیں گے جس کو وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا○

اس کے بعد تمام نبیوں اور شہداء کو لایا جائے گا' انبیاء علیہم السلام کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ہم نے تمہیں دنیا میں اپنا پیغام دے کر بھیجا تھا پھر تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ اور شہداء سے مراد ہو سکتا ہے کہ آپ کی امت ہو' کیونکہ قیامت کے دن جب پچھلی امت کے کفار یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تو آپ کی امت یہ شہادت دے گی کہ ان نبیوں نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہداء سے مراد کراماً کاتبین ہوں جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں' وہ قیامت کے دن انسان کے اعمال پر گواہ ہوں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ○ (ق: ۲۱)

ہر شخص کے ساتھ ایک لانے والا ہو گا اور ایک گواہ○

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ مؤمنین ہوں جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

وہ تمام مقدمات جن کا دنیا میں صحیح فیصلہ نہیں ہو سکا' خواہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہو یا بندوں کے حقوق سے' قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

الزمر: ۷۰ میں فرمایا: ''اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے○''۔

اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ہر نفس کو اس کے بُرے اعمال کی ضرور سزا دی جائے گی' کیونکہ اس آیت سے وہ گناہ گار مسلمان مستثنیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے اور اللہ تعالیٰ کے معاف فرمانے والی آیات اس عموم کی مخصص ہیں' اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال اور ان کی کیفیات کو خوب جاننے والا ہے' وہ ہر مومن کو اس کے نیک اعمال کی اچھی جزاء دے گا اور اس کے بُرے اعمال کو وہ چاہے گا تو معاف فرما دے گا اور چاہے تو ان پر مواخذہ فرمائے گا' ہم اس کے مواخذہ سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں اور کفار اور مشرکین کو پکڑے گا اور ان کو دوزخ میں دائمی عذاب دے گا' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جہنم پر پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے

marfat.com
Marfat.com

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے محافظ کافروں سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے

يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

وہ کہیں گے: کیوں نہیں، لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا O

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

کہا جائے گا: اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم وہاں ہمیشہ رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ

ہے O اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا حتیٰ کہ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ

جب وہ جنت پر پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو جنت کے محافظ ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم

عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

پاک اور صاف ہو، تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ O اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ

الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ

ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا، ہم جہاں چاہیں جنت میں

حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

رہتے ہیں پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے O اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ

کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے

marfat.com
Marfat.com

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ جہنم پر پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں اور جہنم کے محافظ کافروں سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے' جو تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے' وہ کہیں گے: کیوں نہیں' لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا O کہا جائے گا: اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' تم وہاں ہمیشہ رہو گے' سو تکبر کرنے والوں کا کیسا بُرا ٹھکانا ہے O (الزمر: ۷۲۔۷۱)

قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: ''ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا''۔ (الزمر: ۷۰) اور ان آیتوں میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کفار کو کس طرح جہنم میں ہانک کر زبردستی بھیجا جائے گا اور مؤمنوں کو کس طرح اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں بھیجا جائے گا۔

اس آیت میں زمر کا لفظ ہے' یہ زمرۃ کی جمع ہے' اس کا معنیٰ ہے: لوگوں کی جماعت اور گروہ اور زمر کا معنیٰ ہے: لوگوں کی متعدد جماعتیں اور متعدد گروہ۔

قیامت کے دن کفار کے گروہوں کو زبردستی دھکے دے کر جہنم کی طرف ہانکا جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا O (الطور: ۱۳) جس دن ان کو دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف بھیجا جائے گا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''حتیٰ کہ جب وہ جہنم پر پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے''۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جہنم کے دروازے پہلے بند ہوں گے' جب کافروں کے گروہ جہنم پر پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور جہنم کے محافظ کافروں سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے؟''

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ رسول کے آنے سے پہلے انسان کسی حکم کا مکلّف نہیں ہوتا' ورنہ فرشتے ابتداءً یہ کہتے کہ تم نے اپنے رب کو واحد کیوں نہیں مانا اور اس کی عبادت کیوں نہیں کی اور رسول کے آنے کے بعد ہی انسان مواخذہ کا مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ جنت پر پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو جنت کے محافظ ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو' تم پاک اور صاف ہو' تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ O اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا' ہم جہاں چاہیں جنت میں رہتے ہیں' پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے O (الزمر: ۷۴۔۷۳)

قیامت کے دن مؤمنوں کے ثواب کی کیفیت

الزمر: ۷۳ میں فرمایا ہے: ''اور متقین کو گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا'' یعنی شہداء' علماء' عاملین اور عابدین اور زاہدین اور ہر وہ مومن جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہتا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

کافروں کو ذلت اور رسوائی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور متقین کو عزت و کرامت کے ساتھ سواریوں پر سوار کرا کے جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

کافروں کے متعلق فرمایا: جب وہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو "فتحت ابوابها" جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور مؤمنوں کے متعلق فرمایا: جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو "وفتحت ابوابها" "اور جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے" کافروں کے لیے جو آیت ذکر کی ہے اس سے پہلے واؤ کا ذکر نہیں ہے اور مؤمنوں کے لیے جو آیت ذکر کی ہے اس سے پہلے واؤ کا ذکر ہے علامہ ابوعبداللہ قرطبی اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

کوفیوں نے کہا: مؤمنوں کی آیت میں جو واؤ مذکور ہے یہ زائد ہے اور بصریوں نے کہا: یہ کہنا خطاء ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ واؤ کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ مؤمنوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ مؤمنوں کی عزت اور کرامت ظاہر ہو اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ (ص: ۵۰)　　دائمی جنتیں جن کے دروازے متقین کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے ۝

اور کافروں کے حصہ میں واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ دوزخ کے باہر کھڑے ہوں گے اور ان کے پہنچنے کے بعد دوزخ کے دروازے کھولے جائیں گے تاکہ ان کی ذلت اور رسوائی ظاہر کی جائے۔

النحاس نے کہا کہ کافروں کے قصہ میں واؤ کو حذف کرنا اور مؤمنوں کے قصہ میں واؤ کو ذکر کرنا اس لیے ہے کہ کافروں کے آنے سے پہلے دوزخ کے دروازے بند تھے اور مؤمنوں کے آنے سے پہلے جنت کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور عرب جب سات چیزوں کے بعد کسی آٹھویں چیز کا ذکر کریں تو اس کے ساتھ واؤ کا ذکر کرتے ہیں اور جب صرف سات چیزوں کا ذکر ہو تو اس کے ساتھ واؤ کا ذکر نہیں کرتے اس کی مثال قرآن مجید میں بھی ہے:

"اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ" (التوبہ: ۱۱۲) یہ سات اوصاف ہیں ان کے درمیان واؤ نہیں لیکن اس کے بعد جب آٹھواں وصف ذکر کیا تو اس کے بعد واؤ ہے: "والناهون عن المنكر"۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے:

"مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ" یہاں تک سات اوصاف بغیر واؤ کے ذکر فرمائے اور جب آٹھواں وصف آیا تو اس کو واؤ کے ساتھ ذکر فرمایا: "وَّاَبْكَارًا ۝" (التحریم: ۵)

اور اس کی تیسری مثال یہ ہے:

"وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا" یہاں "فُتِحَتْ" سے پہلے واؤ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ جہنم کے سات دروازے ہیں پھر فرمایا: "وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا" یہاں "فُتِحَتْ" سے پہلے واؤ کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور سات عدد ذکر کرنے کے بعد واؤ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (الزمر: ۷۳-۷۱)

لیکن اس پر قفال اور قشیری وغیرہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہو گیا ہے کہ سات کا عدد ان کے نزدیک عدد کی انتہا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

''هُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُہَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ ؕ '' (الحشر:۲۳) اس آیت میں ''المتکبر'' آٹھواں لفظ ہے اور اس کو واؤ کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۴۳)

سورۂ حشر کی آیت کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے قواعد اکثری ہوتے ہیں' کلی نہیں ہوتے۔

جہنم کے سات دروازوں کا ذکر اس آیت میں ہے: ''لَہَا سَبۡعَۃُ اَبۡوَابٍ'' دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ (الحجر:۴۴)

اور جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی مکمل وضو کرنے کے بعد یہ پڑھے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۴' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۷۰۔۱۶۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۸' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن الخطاب رقم الحدیث: ۴۷۹)

پھر فرمایا: ''جنت کے محافظ ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو' تم پاک اور صاف ہو' تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ O'' جنت کے محافظ ان کو سلام کہیں گے' اس میں ان کے لیے ہر قسم کی آفات سے سلامتی کی بشارت ہے' اس کا معنی ہے: تم خطاؤں کی کدورت سے اور گناہوں کی خباثت سے پاک اور صاف ہو' تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ' یعنی جنت میں گناہوں سے پاک لوگ ہی داخل ہوں گے اور اگر مؤمنوں کے گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو دخول جنت سے پہلے گناہوں سے پاک کر دے گا' مؤمنوں کی توبہ سے' نبیوں کی خصوصاً سید الانبیاء کی شفاعت سے اور اپنے فضل محض سے یا کچھ سزا دے کر۔

الزمر: ۷۴ میں فرمایا: ''اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا۔ ہم جہاں چاہیں جنت میں رہتے ہیں' پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے O''

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اس نے ہمیں زمین کا وارث بنا دیا'' اس زمین سے مراد جنت کی زمین ہے اور جنت کی زمین عطا کرنے کو حسب ذیل وجوہ سے وارث بنانے سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۱) ابتداءً اس جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا اور آخرت میں ان کی اولاد میں سے متقین ان کے وارث ہو کر جنت میں جائیں گے۔

(۲) جو شخص جس چیز کا وارث ہو وہ اس میں بلا روک ٹوک تصرف کرتا ہے اور متقین بھی جنت میں بلا روک ٹوک تصرف کریں گے' گویا کہ وہ جنت کے وارث ہیں۔

(۳) جنت میں بہت سی جنتیں وہ ہوں گی جو کافروں کے لیے بنائی گئی تھیں' اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ جنتیں دے دی جاتیں' جب وہ ایمان نہیں لائے تو مسلمانوں کو ان کی چھوڑی ہوئی جنتوں کا وارث بنا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O (الزمر: ۷۵)

اس سے پہلی آیت میں مؤمنین کے ثواب کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں فرشتوں کے درجات کا ذکر فرمایا ہے' جس

marfat.com

Marfat.com

طرح مؤمنین کا اعلیٰ مقام جنت ہے اسی طرح فرشتوں کا اعلیٰ مقام عرش ہے اور فرشتے عرش کے گرد اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا'' امام رازی نے کہا: یہ ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے یعنی فرشتوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۸۱)

اور دیگر مفسرین نے کہا: اہل جنت اور اہل نار کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا یا انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گواہی کے برحق ہونے کی گواہی دیں گے اور مؤمنین کہیں گے: **الحمد لله رب العلمين۔**

سورۃ الزمر کا اختتام

آج بہ روز بدھ ۱۹ رجب ۱۴۲۴ھ/۱۷ ستمبر ۲۰۰۳ء بعد نماز عصر سورۃ الزمر کا اختتام ہو گیا' فالحمد للہ رب العلمین۔
اے بار الٰہ! جس طرح آپ نے یہاں تک قرآن مجید کی تفسیر مکمل کرا دی ہے قرآن مجید کی بقیہ تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔
اس سورت کی تفسیر کے دوران میری والدہ محترمہ شفیق فاطمہ رحمہا اللہ کا انتقال ہو گیا' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی' میرے والد کی' میری اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرمائے۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۝ (بنی اسرائیل: ۲۴) اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۝

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ (ابراہیم: ۴۱) اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنین کی جس دن حساب لیا جائے۝

میری والدہ بہت عابدہ اور زاہدہ تھیں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بہت مقربہ تھیں' میں ان سطور میں پہلے اپنی والدہ کی وفات کا ذکر کروں گا' پھر قرآن اور حدیث سے ماں کا مقام بیان کروں گا اور آخر میں وہ واقعات ذکر کروں گا جن سے ان کے مقربہ ہونے کا علم ہوتا ہے۔

مصنف کی والدہ کی وفات

۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ/۷ اگست ۲۰۰۳ء کو میری امی محترمہ شفیق فاطمہ رحمہا اللہ' اس دار الفناء سے کوچ کر کے دار البقاء کی طرف روانہ ہو گئیں' انا للہ وانا الیہ راجعون' وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸۶ برس تھی اور اب میری عمر ۶۶ برس ہے' گویا ۶۶ برس تک میں ان کی شفیق نگاہوں اور مستجاب دعاؤں کے زیر سایہ رہا۔
وہ عابدہ زاہدہ خاتون تھیں' شب بیدار اور تہجد گزار تھیں' وہ اس آیت کا مصداق تھیں:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵) اور ایمان والے اللہ سے سب سے شدید محبت کرتے ہیں۔

وہ ہر نیک کام اور ہر نعمت خواہ کسی سے ملی ہو اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتی تھیں' وہ نفل نماز پڑھ رہی ہوں یا اوراد اور وظائف پڑھ رہی ہوں' اس دوران کوئی ملنے آ جائے تو وہ اس کی طرف بالکل التفات نہیں کرتی تھیں' ایک دفعہ وہ دن میں نوافل پڑھ رہی تھیں کہ میری خالہ (امی کی بڑی بہن) ان سے ملنے آ گئیں' سلام پھیرنے کے بعد جب وہ دوبارہ نیت باندھنے لگیں تو خالہ بیگم نے ان سے کہا: ابھی تو تم نے نماز پڑھی تھی' پھر نماز پڑھنے لگیں' امی نے بہت ناگواری سے کہا: آپ میری نماز کو نہ ٹوکا کریں' ان کا سب سے زیادہ دل اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگتا تھا' انہوں نے اپنے بچپن سے قرآن مجید پڑھانا شروع

marfat.com
Marfat.com

کیا اور وفات سے چند سال پہلے تک قرآن مجید پڑھاتی رہی' ان گنت لڑکوں اور لڑکیوں کو انہوں نے قرآن مجید پڑھایا' میں نے بھی قرآن مجید ان ہی سے پڑھا تھا اور جب تک ان کے پڑھائے ہوئے قرآن مجید پڑھتے رہیں گے ان کو ثواب پہنچتا رہے گا' وہ خود قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرتی تھیں' ایک دن میں سترہ سترہ پارے تلاوت کر لیا کرتی تھیں' سورۂ یٰسین' سورۂ رحمان' سورۂ واقعہ' سورۂ ملک اور سورۂ مزمل بہت دل گداز اور دل سوز آواز میں پڑھتی تھیں' قاری غلام رسول صاحب کا ترتیل سے پڑھا ہوا قرآن مجید جو ۵۷ کیسٹ میں تھا' وہ میں نے امی کو لا کر دے دیا تھا' وہ قرآن مجید کو ان کیسٹس میں سنتی بھی تھیں' پھر جب ان کی نظر بہت کمزور ہوگئی اور وہ دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے معذور ہوگئیں تو پھر وہ ان کیسٹس سے قرآن مجید سنتی رہتی تھیں' پھر ایک وقت آیا کہ ان کی سماعت اس قدر کمزور ہوگئی کہ وہ کیسٹس سے بھی نہیں سن سکتی تھیں اور ہر وقت ملول اور افسردہ رہتی تھیں کہ اب میں قرآن مجید پڑھ سکتی ہوں نہ سن سکتی ہوں' میں نے ان کو یہ حدیث سنائی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے جسم میں کوئی بیماری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کی حفاظت کرنے والے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرا بندہ جو نیک عمل کرتا تھا اس کے صحیفۂ اعمال میں ہر روز وہ عمل لکھتے رہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۴)

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کسی اچھے طریقے سے عبادت کر رہا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مامور ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تندرستی کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کا وہ عمل لکھتے رہو حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۶۸۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۳)

لیکن قرآن مجید پڑھنے اور سننے کی لذت سے جو وہ محروم ہوگئیں تھیں' اس کی وجہ سے ان کا غم نہیں جاتا تھا' اس کے بعد وہ ہر وقت تسبیح پڑھتی رہتی تھیں۔ اس کے باوجود وہ رات کو اٹھتی تھیں اور جس قدر ہو سکتا تھا اس قدر نمازیں پڑھتی تھیں' ان کو ۱۹۷۵ء سے شوگر ہوگئی تھی' وہ بہت سخت پرہیز کرتی تھیں' شوگر کی وجہ سے ان کو کوئی خطرناک عارضہ نہیں ہوا' آخری سات سالوں میں ان کی شوگر لو رہتی تھی اور ڈاکٹروں نے ان کی شوگر کنٹرول کرنے والی دوا بند کرا دی تھی' البتہ عمر کے تقاضے سے اور مقوی خوراک نہ کھا سکنے کی وجہ سے بے حد کمزور' نحیف اور لاغر تھیں۔

قرآن و حدیث سے ماں کا مقام

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ○ (لقمان: ۱۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ) میرا اور والدین کا شکر ادا کرو' میری ہی طرف لوٹنا ہے ○

ماں اور باپ دونوں کی اطاعت واجب ہے' لیکن ماں کی اطاعت کا حق چار میں سے تین حصہ ہے اور باپ کی اطاعت کا حق ایک حصہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں' اس نے پوچھا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں! اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اس کے ساتھ چمٹے رہو' کیونکہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے' وہ پھر دوبارہ کسی اور وقت گئے' پھر سہ بارہ کسی اور وقت گئے تو آپ نے یہی جواب دیا۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۴ ص ۲۹۹' رقم الحدیث: ۱۵۵۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' اس حدیث کی سند حسن ہے' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۶' مصنف عبد الرزاق' رقم الحدیث: ۹۲۹۰' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۴' المستدرک ج ۲ ص ۱۰۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۳۳' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۱۳۷۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۲۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۹۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔
(جمع الجوامع ج ۴ ص ۱۸۵' رقم الحدیث: ۱۱۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی ماں کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو یہ بوسہ اس کے لیے (دوزخ کی) آگ سے حجاب بن جائے گا۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۱۸۷' رقم الحدیث: ۷۸۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے فوت شدہ جسم کو بوسہ دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۶)

الحمد للہ رب العلمین! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے ان تمام احادیث پر عمل کیا ہے' میں امی سے رخصت ہوتے وقت ہمیشہ ان کے پاؤں کو ہاتھ لگاتا تھا کہ یہ میری جنت ہیں اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا تھا اور ان کی وفات کے بعد کئی بار میں نے ان کے ماتھے پر اور ان کے پیروں پر بوسہ دیا' اس وقت وہ کفن میں ملفوف تھیں' ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اشک بار آنکھوں سے ان کے لیے دعا کی اور تدفین کے بعد دعا کی' ان کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء اور طلباء شامل تھے اور ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے جن کی تعداد آٹھ سو کے لگ بھگ تھی اور اس میں بھی ان کی مغفرت کی بشارت ہے۔

جن احادیث سے امی کی مغفرت متوقع ہے

حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی فوت ہو اور اس کی نماز جنازہ میں چالیس مسلمان ایسے ہوں جو اللہ سے بالکل شرک نہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ اس میت کے حق میں ان کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۸۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۷ طبع جدید' رقم الحدیث: ۲۵۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۰۸۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۱۵۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۲۴۹' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۵۰۵' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۱۱۳)

میری امی جمعہ کی شب تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات فوت ہوئیں اور جمعہ کی شب فوت ہونے میں بھی ان کی مغفرت کی بشارت ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی جمعہ کے دن فوت ہوتا ہے یا جمعہ کی شب فوت ہوتا ہے' اللہ اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۰۷۴' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۵۵۹۴' مسند احمد ج ۲ص ۱۶۹طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۱ص ۱۴۷' رقم الحدیث: ۶۵۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۲۰ھ' الترغیب والترہیب للمنذری ج ۴ص ۳۷۳' ۳۷۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۱۳۶۷' کنز العمال رقم الحدیث:۲۱۰۴۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔(المعجم الصغیر رقم الحدیث:۴۷۱' الکامل لابن عدی ج ۷ص ۲۵۵۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو یا جمعہ کی شب فوت ہو اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہو گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ص ۱۸۱' رقم الحدیث:۳۶۲۹' تقریب البغیۃ ج ۱ص ۴۳۳' رقم الحدیث:۱۲۱۶)

جن واقعات سے امی کے مقرب ہونے کا پتا چلتا ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری امی کا بہت بڑا درجہ تھا' اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا تھا اور ان کی خواہشوں کو بھی پورا فرماتا تھا' کوئی دس سال پہلے کی بات ہے' آدھی رات کو میری اچانک آنکھ کھل گئی اور دل میں سخت بے چینی تھی' لگتا تھا کہ کسی کی یاد آ رہی ہے' میں سوچتا رہا کہ مجھے کس کی یاد آ رہی ہے' کئی نام لیے لیکن دل مطمئن نہیں ہوا' آخر میں سوچا کہ امی کی وجہ سے دل بے چین ہے' میں نے فیصلہ کیا کہ کل میں امی کے پاس جاؤں گا' پھر دل مطمئن ہو گیا اور میں سو گیا' دوسرے روز میں امی کے پاس پہنچا تو امی نے کہا: میں نے رات کو تہجد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ کل نجمی (میرا گھریلو نام) کو میرے پاس بھیج دینا۔

امی کی ایک خواہش تھی کہ ان کو چلتے پھرتے موت آئے' کسی کی محتاج نہ ہوں' سو ایسا ہی ہوا' ان کی خواہش تھی کہ ان کی وفات کے وقت ان کی بڑی بیٹی بھی موجود ہوں' مجھے رات 12 بجے موبائل پر فون کر کے میری چھوٹی بہن نے بتایا کہ امی کا انتقال ہو گیا' میں بڑی بہن کو فون کرتا رہا لیکن ان کا فون خراب تھا' انہوں نے نیا گھر لیا تھا' وہ میرا دیکھا ہوا نہیں تھا' بڑی مشکل سے رات کو اڑھائی بجے میں نے اپنی خالہ زاد بہن کو فون کر کے ان کا پتا معلوم کیا اور میں اپنے ایک کرم فرما محترم محمد شمیم خان کے ساتھ اللہ پر بھروسا کر کے رات تین بجے ان کا گھر ڈھونڈنے نکلا' ہم اس علاقہ میں گھر ڈھونڈ رہے تھے کہ ایک شخص جو دس سال پہلے شمیم صاحب کے ساتھ سعودی عرب میں کام کر چکا تھا وہ ان کی آواز سن کر چونکا اور اس نے شمیم صاحب کو پہچان لیا' وہ اس علاقہ میں رہتا تھا' اس کے تعاون سے ہم نے گھر ڈھونڈ لیا اور اس طرح حیرت انگیز طریقہ سے امی کی یہ خواہش پوری ہوئی اور میں نے بڑی بہن کو امی کے پاس پہنچا دیا۔

اس سلسلہ میں دوسری انہونی یہ ہوئی کہ میں رات کو اپنا موبائل آف کر دیتا تھا' امی کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے میری چھوٹی بہن صبیحہ نے مجھے فون کر کے کہا کہ آپ موبائل آف نہ کیا کریں' پھر میں نے موبائل آف نہیں کیا' اگر اس رات میرا موبائل آف ہوتا تو رات بارہ بجے صبیحہ بہن مجھے مدرسے کے فون پر اطلاع دیتیں اور رات بارہ بجے مدرسہ کے فون کو اٹینڈ کرنے والا کوئی نہ ہوتا اور شاید پھر میرے بہنوئی امی کی تجہیز و تکفین کرتے اور مجھے یہ سعادت نہ ملتی اور امی کی یہ خواہش پوری نہ ہوتی کہ ان کی تجہیز و تکفین ان کے بیٹے کریں' وہ بار بار کہتی تھیں اور دعا کرتی تھیں کہ میرے بیٹے میری تجہیز و تکفین اور تدفین کریں۔

اس سلسلہ میں تیسری انہونی یہ ہوئی کہ میرے چھوٹے بھائی محمد خلیل' ریاض میں تھے' امی کی خواہش یہ تھی کہ ان کی تدفین میں ہم دونوں شریک ہوں' جمعہ کی شب رات بارہ بجے میرے پاس صبیحہ بہن کا فون آیا تھا کہ امی فوت ہو گئی ہیں' اس کے دس منٹ بعد میرے بھائی محمد خلیل کا فون آیا کہ آپ تدفین مؤخر کر دیں' میں ہر صورت ہفتہ کو کراچی پہنچوں گا' اگلے دن جمعہ تھا' جمعہ کو سعودی عرب میں تمام دفاتر بند ہوتے ہیں اور جب تک ان کے پاسپورٹ پر ایگزٹ ری اینٹری ویزا نہ لگ جائے وہ

marfat.com
Marfat.com

سعودی عرب سے نکل نہیں سکتے تھے' بھائی کا پاسپورٹ کمپنی کے آفس میں تھا' اس کے لیے ایک فارم بھرنا پڑتا ہے' وہ فارم بھی آفس میں تھا' آفس جمعہ کی وجہ سے بند تھا' اس فارم پر ان کی کمپنی کے ڈائریکٹر کے دستخط ہونا لازمی تھے' وہ ڈائریکٹر اس وقت جرمنی میں تھا' اس کا موبائل نمبر بھائی کے پاس نہیں تھا' اس کے سیکرٹری کے پاس اس کے موبائل کا نمبر تھا' وہ جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے اردن روانہ ہو چکا تھا نیز اس دن ریاض سے کراچی کی کوئی فلائٹ نہیں تھی' بہ ظاہر یہ ایسے عوارض تھے کہ بھائی کا ہفتہ کے دن کراچی پہنچنا ناممکن تھا اور ہم تدفین میں زیادہ تاخیر کرنا نہیں چاہتے تھے' لیکن اللہ اپنے نیک بندوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رکاوٹ دور کر دیتا ہے' بھائی کو معلوم ہوا کہ ڈائریکٹر کے سیکرٹری کی فلائٹ کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی ہے' وہ بس سے اردن جا رہا تھا' بھائی نے اس کو موبائل پر فون کیا' اس نے ڈائریکٹر کا فون نمبر لیا' پھر ڈائریکٹر سے بات کی' اس نے غیر معمولی تعاون کیا' بھائی نے متعلقہ یمنی شخص کی مدد سے آفس کھلوایا' اپنا پاسپورٹ نکلوایا اور وہ فارم نکلوا کر عربی میں بھروایا' ادھر ان کی کمپنی کے ڈائریکٹر نے اپنے ایک دوست کے ذمہ لگایا تو وہ جمعہ کی نماز کے بعد بھائی کا پاسپورٹ لے کر پاسپورٹ آفس گیا' پاسپورٹ آفس کھلوا کر اس پر ری اینٹری ایگزٹ ویزا لگوایا اور شام چار بجے بھائی کو پاسپورٹ جس پر ایگزٹ ری اینٹری ویزا لگا ہوا تھا دے دیا' ریاض سے کراچی کی کوئی فلائٹ نہیں تھی' جدہ سے تھی' بھائی نے جدہ اپنے دوست کو فون کیا' انہوں نے بھائی کا ٹکٹ لیا' بھائی ریاض سے جدہ پہنچے اور جدہ ائرپورٹ پر اپنے دوست سے ٹکٹ لے کر جہاز میں سوار ہو گئے اور ہفتہ کو صبح ساڑھے چار بجے کراچی پہنچ گئے اور ساڑھے آٹھ بجے میں نے امی کی نماز جنازہ پڑھائی اور دس بجے ہم تدفین سے فارغ ہو گئے۔

امی کی تعزیت کے لیے کراچی کے جو مشاہیر اور قابل ذکر علماء میرے پاس آئے ان کے اسماء یہ ہیں: قائد ملتِ اسلامیہ سینیٹر علامہ شاہ احمد نورانی' مفتی محمد حسن حقانی' شاہ فرید الحق' مفتی منیب الرحمٰن' مہتمم دارالعلوم نعیمیہ' مولانا غلام محمد سیالوی' مولانا غلام دستگیر افغانی' مولانا غلام ربانی' مفتی محمد اطہر نعیمی' مولانا جمیل احمد نعیمی' علامہ خالد محمود سیالوی' مفتی محمد اسماعیل نورانی' مولانا سید ناصر علی قادری' مفتی رفیق حسنی' مفتی منظور احمد فیضی' مفتی ابوبکر صدیق' مفتی فیض رسول' مولانا محمد الیاس رضوی اور کراچی کے دینی مدارس کے دیگر علماء اور فضلاء' صاحب زادہ محمد حبیب الرحمٰن نے بریڈفورڈ برطانیہ سے اور ثمینہ بہن اور مولانا عبد المجید نے برٹل برطانیہ سے اور سید محسن اعجاز نے لاہور سے ٹیلی فون کے ذریعہ تعزیت کی' مولانا الیاس قادری بانی دعوتِ اسلامی نے دبئ سے مکتوب بھیجا' مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری' ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی' مولانا محب اللہ نوری نے بصیر پور سے' مولانا غلام نصیر الدین نے لاہور سے' مولانا محمد حفیظ نیازی ایڈیٹر ماہنامہ رضاء مصطفیٰ نے گوجرانوالہ سے' مولانا محمد عارف چشتی نے لندن سے اور دیگر احباب نے تعزیتی مکاتب لکھے' میں ان سب علماء اور احباب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری غم گساری کی' میں اپنے قارئین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میری امی کو ثواب پہنچائیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

اور آخر میں مولانا محمد نصیر اللہ نقشبندی' محترم محمد شمیم خان اور مولانا محمد اعظم نورانی صاحب کے لیے دعا کرتا ہوں جو آدھی رات کو اٹھ کر نماز فجر تک امی کی تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں میرے ساتھ رہے اور سید معراج بھائی کے لیے دعا کرتا ہوں جنہوں نے تدفین کے مراحل میں میری مدد کی اور خصوصاً شفیق بھائی کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری غم گساری کی۔ قاری عامر حسین' سید محمد علی' مولانا عبد المجید ہزاروی' مولانا وکیل حسین' حافظ اکرام اللہ' حافظ محمد اویس' حافظ محمد جمشید' حافظ محمد فاروق' بابر نفیس' سید امجد اور سید عمیر کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں بہت تعاون کیا۔

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ المُؤمِن

(۴۰)

سُورَةُ حٰمٓ السَّجدَةِ

(۴۱)

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

المؤمن

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے دو مشہور نام ہیں: المومن اور الغافر' برصغیر کے مطبوعہ قرآن مجید کے نسخوں میں اس کا نام المؤمن ہے اور عرب ممالک کے مطبوعہ نسخوں میں اور عربی تفاسیر میں اس کا نام الغافر ہے۔ المومن کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ. آل فرعون میں سے وہ مردِ مومن کہنے لگا جو اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (المومن:۲۸)

اور سورت کا نام الغافر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایک آیت یہ ہے:

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوْلِ. (المومن:۳) گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول فرمانے والا' سخت عذاب والا' قدرت والا۔

ہر چند کہ المومن اور الغافر کے الفاظ دیگر سورتوں میں بھی ہیں' لیکن ہم کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔ اس سورت کا نام المومن اور الغافر رکھنے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس سورت میں یہ الفاظ آ گئے ہیں۔

المؤمن کے بعد چھ سورتیں ہیں' سب کی ابتداء حٰمٓ (حامیم) سے ہوئی ہے' سو سات سورتوں کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی ہے۔ وہ سورتیں یہ ہیں:

(۱) المومن (۲) حٰمٓ السجدہ (۳) الشوریٰ (۴) الزخرف (۵) الدخان (۶) الجاثیہ (۷) الاحقاف

المومن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات الحوامیم مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تورات کے بدلہ میں مجھے سات چیزیں عطا فرمائیں اور انجیل کے بدلہ میں ۱۴۱ الرا آت سے الطّواسین تک عطا فرمائیں اور زبور کے بدلہ میں الطواسین سے الحوامیم تک عطا فرمائیں اور مجھے الحوامیم اور المفصل سے فضیلت دی اور مجھ سے پہلے ان کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۲۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

Marfat.com

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے اہل کے لیے کوئی گھر ڈھونڈنے کے لیے نکلا' وہ ایک سبزہ زار قطعہ کے پاس سے گزرا' وہ اس کی خوب صورتی پر تعجب کر رہا تھا کہ وہ سرسبز باغات سے گزرا' اس نے کہا: میں تو پہلی جگہ کی خوب صورتی پر تعجب کر رہا تھا' یہ تو اس سے بھی زیادہ خوب صورت ہے' تو اس سے کہا گیا کہ پہلا قطعہ زمین قرآن مجید کی مثل ہے اور یہ باغات قرآن مجید میں الحوامیم کی مثل ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام عبد الرحمان الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۲۴۰)

امام ابوعبید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز الحوامیم ہیں۔ (فضائل القرآن ص ۲۵۴' الاتقان ج ۲ ص ۳۵۸' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحوامیم قرآن کا دیباچہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۳' کراچی' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۰۲۸۳' بیروت' فضائل القرآن ص ۲۵۵' مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۸۱' رقم الحدیث: ۶۰۳۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۴۳۷' شعب الایمان ج ۲ ص ۴۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص صبح اٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھے اور "حٰمٓ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم" سے دو آیتیں پڑھے' اس دن صبح و شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور اگر اس نے شام کو ان آیتوں کو پڑھا تو شام سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۴۸۳' رقم الحدیث: ۲۴۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر آیۃ الکرسی اور حٰمٓ سے لے کر "الیہ المصیر" (المؤمن: ۳-۱) تک پڑھا اس کی صبح سے شام تک حفاظت کی جائے گی اور جس نے ان کو شام میں پڑھا اس کی صبح تک حفاظت کی جائے گی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۷۹' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۳۸۹' العقیلی ج ۲ ص ۳۲۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۱۹۸)

المومن کی الزمر سے مناسبت

سورۂ الزمر میں بھی زیادہ تر یوم قیامت کے احوال اور حشر کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت اور مؤمنوں کی جزاء کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سورت کا بھی یہی موضوع ہے۔

سورۂ الزمر کے آخر میں کفار کی سزا اور متقین کی جزاء کا ذکر ہے اور یہ سورت اس آیت سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا ہے' تاکہ کافر کو ایمان لانے کی ترغیب ہو اور کفر کو ترک کرنے کی تحریص اور تحریک ہو۔

سورۃ المومن کے مشمولات

سورۂ المومن اور باقی الحوامیم مکی سورتیں ہیں اور ان میں دیگر مکی سورتوں کی طرح عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے اور توحید کے منکروں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ جو کفار فرشتوں کی شفاعت کی امید پر بت پرستی پر جمے ہوئے تھے' ان کا رد فرمایا ہے۔

قیامت کے دن مشرکوں کا کیا حال ہوگا' وہ اپنے جرائم کا اعتراف کرلیں گے اور مشرکوں کی شفاعت کوئی نہیں کر سکے گا' گزشتہ اقوام کا تذکرہ جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی' پھر ان پر آسمانی عذاب آ کر رہا۔ اس میں قریش کو تنبیہ کی ہے کہ اگر تم نے بھی یہی روش برقرار رکھی تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو یہ بتایا ہے کہ اسلام کی دعوت

marfat.com
Marfat.com

کے سلسلہ میں آپ کو جو مشکلات پیش آ رہی ہیں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کریں' آپ اپنے مؤقف پر قائم رہیں' بالآخر کامیابی اور سرفرازی آپ کو ہی حاصل ہوگی' اسی کے ضمن میں خاندان فرعون کے ایک مرد مومن کا ذکر فرمایا' جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہا تو اس نے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر واشگاف الفاظ میں کہا: کیا تم اس لیے ایک شخص کو قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' اس میں ان لوگوں کو سرزنش ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق جاننے کے باوجود آپ کا کھل کر اس لیے ساتھ نہیں دے رہے تھے کہ ان کو قریش کی طاقت سے خطرہ تھا' ایسے لوگوں کو آل فرعون کے اس مومن کی جرأت سے سبق حاصل کرنا چاہیے' قریش کا یہ جتھ فرعون سے زیادہ طاقت ور نہ تھا' آخر میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات و صفات پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور کافروں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ المؤمن کا ترتیب مصحف کے اعتبار سے نمبر ۴۰ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۶۰ ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ المؤمن کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

الٰہ العٰلمین! اے میرے رب! مجھے اس سورت کی تفسیر میں حقائق اور معارف سے آگاہی بخشنا اور ان کو اس کتاب میں درج کرا دینا اور امور باطلہ کا بطلان مجھ پر منکشف کرنا اور ان کو اس کتاب میں درج کرنے سے مجھ کو مجتنب رکھنا اور محض اپنے فضل و کرم سے میری مغفرت فرما دینا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين قائد الغر المحجلين' شفيع المذنبين وعلى اله الطيبين واصحابه الراشدين وعلى ازواجه امهات المؤمنين وعلى جميع المسلمين الى يوم الدين.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲۰ رجب ۱۴۲۴ھ/۱۸ ستمبر ۲۰۰۳ء
خادم الحدیث دار العلوم النعیمیہ' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۴۵_۲۱۲۰۶۱۷
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

marfat.com
Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المؤمن مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ

حا میم O اس کتاب کو نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غلبہ والا، بے حد علم والا ہے O گناہوں کو بخشنے والا

وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

اور توبہ قبول فرمانے والا، بہت سخت عذاب دینے والا، صاحب فضل ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے،

اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے O اللہ کی آیتوں میں صرف کفار جھگڑا کرتے ہیں، سو شہروں میں ان کے چلنے پھرنے سے

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

اے مخاطب! تم دھوکے میں نہ آنا O ان سے پہلے نوح کی قوم نے

وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ

اور ان کے بعد دیگر گروہوں نے تکذیب کی تھی اور ہر امت نے اپنے رسول پر قابو پانے

لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ

کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ حق کو مغلوب کر دیں، پس میں نے ان کو اپنی

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ

گرفت میں لے لیا تو کیسا تھا میرا عذاب O اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کفار کے خلاف ثابت ہو گیا

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ

کہ وہ دوزخی ہیں O وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد

حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان

وقف لازم — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

رکھتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں' اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے سو تو ان

لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦

لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے O

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ

اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرما دے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا

مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو مغفرت کے لائق ہوں' بے شک تو بہت غالب

الْحَكِيْمُ ۙ⑧ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ

اور بے حد حکمت والا ہے O اور تو ان کو گناہوں سے بچا اور اس دن تو جس کو گناہوں کے عذاب سے بچا لے گا

ع ۹
رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ ع

تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیم O اس کتاب کو نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے' جو بہت غلبہ والا بے حد علم والا ہے O گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا' بہت سخت عذاب دینے والا' صاحب فضل ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے O (المومن: ۳۔۱)

حٰمٓ کا معنیٰ

حٰمٓ کے معنیٰ میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الٓر' حٰمٓ' ن کا مجموعہ الرحمٰن ہے۔

حضرت ابن عباس کی دوسری روایت ہے: حٰمٓ سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور یہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' قتادہ نے کہا: یہ حٰمٓ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۵۱۔۵۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مہلب بن ابی صفرہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تم یہ کہو: "حٰمٓ لا ینصرون" (حٰمٓ اللہ کے دشمنوں کی مدد نہ کی جائے)۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۹۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۸۲' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۴۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۱۴' مسند احمد ج ۴ ص ۶۵' المنتقی رقم الحدیث: ۱۰۶۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۰۷)

marfat.com
Marfat.com

حٰمٓ سے اللہ کی حمایت کی طرف اشارہ ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں فرمایا تھا: "حٰمٓ لا ینصرون"۔ اللہ کی حمایت کی وجہ سے دشمنوں کی مدد نہیں کی جائے گی' کیونکہ اللہ مؤمنین کا مولی اور مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے اس لیے مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور حمایت حاصل ہوگی۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے کہا ہے کہ ح اور میم' رحمٰن کے درمیانی حرف ہیں اور محمد میں بھی ح اور میم درمیانی حرف ہیں۔ سو حٰمٓ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے اسماء کے درمیانی حرف ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وہ راز ہے جس تک کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہے نہ کسی نبی مرسل کی۔ (التاویلات النجمیہ)

العزیز اور العلیم کا معنیٰ

المومن: ۲ میں العزیز اور العلیم کے الفاظ ہیں۔

العزیز کے دو معنیٰ ہیں: ایک معنیٰ ہے غالب' یعنی ایسا قادر کہ کوئی شخص بھی قدرت میں اس کے مساوی نہ ہو اور دوسرا معنیٰ ہے: جس کی کوئی مثل نہ ہو' اس کے بعد دوسری صفت العلیم کو ذکر فرمایا ہے اور یہ عالم کا مبالغہ ہے' یعنی بہت بڑا عالم' جو تمام معلومات کو محیط ہو' اللہ تعالیٰ کے علم کی چھ خصوصیات ہیں: (۱) اس کا علم ذاتی ہے یعنی کسی سے حاصل شدہ نہیں ہے (۲) اس کا علم غنی ہے' یعنی کسی آلہ کا یا غور و فکر کا محتاج نہیں ہے (۳) اس کا علم ازلی و ابدی ہے' اس کی کوئی ابتداء ہے نہ انتہاء ہے (۴) اس کا علم واجب ہے' یعنی اس کے علم کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے (۵) اس کا علم دائمی ہے' اس میں تبدل و تغیر محال ہے (۶) اس کا علم انتہائی کامل ہے یعنی ہر معلوم کی ذات' ذاتیات' صفات لازمہ' مفارقہ اضافیہ سب کا اسے تفصیلی علم ہے' مثلاً ایک ذرہ کو کتنے انسانوں نے دیکھا' کتنے پرندوں نے دیکھا' کتنے چرندوں نے دیکھا' اس پر کتنے ہوا کے جھونکے گزرے' کتنے بارش کے قطرے برسے' وہ کتنی چیزوں کے سامنے رہا' کتنی چیزوں کے پیچھے رہا' کتنی چیزوں کے اوپر' کتنی چیزوں کے نیچے' کتنی چیزوں کے دائیں اور کتنی چیزوں کے بائیں رہا۔ غرض اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا بھی غیر متناہی در غیر متناہی وجوہ سے علم ہے اور اس کا علم انسان کی عقل میں آ ہی نہیں سکتا اور ایک ذرہ کے علم میں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے علم کا مماثل نہیں ہے۔

المومن: ۳ میں غافر الذنب' قابل التوب' شدید العقاب اور ذی الطول کے الفاظ ہیں۔

غافر الذنب' قابل التوب اور شدید العقاب کے معانی

غافر کے معنیٰ ہیں: ساتر' یعنی چھپانے والا' ہر چند کہ یہ اسم فاعل کے وزن پر ہے لیکن یہ صفت مشبہ ہے۔ کیونکہ اسم فاعل کے معنیٰ میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ کے معنیٰ میں ثبوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں ہے اس کی ہر صفت دائمی اور باقی ہے' اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی خطاؤں اور ان کے گناہوں کو چھپانے والا ہے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اور ذنب کے معنیٰ ہیں: اثم اور جرم' ہر وہ فعل جو گرفت اور عذاب کا مستحق ہو' اس کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو چھپانے والا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' بندہ کی توبہ کی وجہ سے ان کو چھپالے یا مقربین کی شفاعت کی وجہ سے یا اپنے فضل محض سے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپالے گا تو پھر وہ اپنے بندے کو قیامت کے دن شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔

قابل کے معنیٰ ہیں: کسی چیز کو پکڑنے والا جیسے کوئی شخص کنوئیں سے ڈول کو نکال کر پکڑ لیتا ہے اور اس کا معنیٰ ہے: عذر قبول کرنے والا' شریعت میں توبہ کا معنیٰ ہے: گناہ کے کام کو اس کے قبح کی وجہ سے ترک کر دینا اور گناہ کرنے پر نادم ہونا اور اس کام کے دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا اور اس گناہ کی بہ قدر امکان تلافی کرنا اور جب یہ چاروں شرائط پائی جائیں گی تو توبہ مکمل ہو جائے گی اور استغفار کا معنیٰ ہے: معصیت کی برائی سمجھنے کے بعد اس کے فعل پر مغفرت طلب کرنا اور معصیت سے اعراض

marfat.com

Marfat.com

کرنا' پس استغفار توبہ کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

شدید العقاب کا معنیٰ ہے بہت سخت عذاب دینے والا' اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے لیے **غافر الذنب** اور **قابل التوب** ہے اور کفار کے لیے **شدید العقاب** ہے' اور ان کے لیے جو اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے۔

ذی الطول کا معنیٰ ہے: بہت عظیم فضل والا' بندہ اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل کی وجہ سے اس کو معاف فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لیے غافر الذنب ہے' ان کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور ان کو ان کی توبہ میں اخلاص کی توفیق دیتا ہے' کیونکہ اس کے نیک بندے اس کے لطف کے مظاہر ہیں اور جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے حضور توبہ نہیں کرتے اور گناہوں پر اصرار کرتے ہیں ان کے لیے شدید العقاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی آیتوں میں صرف کفار جھگڑا کرتے ہیں' سو شہروں میں ان کے چلنے پھرنے سے اے مخاطب! تم دھوکے میں نہ آنا O ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دیگر گروہوں نے تکذیب کی تھی اور ہر امت نے اپنے رسول پر قابو پانے کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تھا تا کہ وہ اس کے ذریعہ حق کو مغلوب کر دیں۔ پس میں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا تو کیسا تھا میرا عذاب O اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کفار کے خلاف ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں O

(المومن: ٦۔٤)

جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور جدال کی اقسام

المومن: ۴ میں فرمایا: ''اللہ کی آیتوں میں صرف کفار جدال کرتے ہیں''۔

جدل کا لغوی معنی ہے: ''رسی بٹنا اور عرف میں' اس کا معنی ہے: کسی شخص کی رائے کو دلائل الزامیہ سے اپنے موقف کی طرف پھیرنے کی کوشش کرنا' جھگڑا کرنے کو جدال کہتے ہیں۔ یعنی جب مباحثہ سنجیدگی کی حدود سے متجاوز ہو کر جھگڑے میں داخل ہو جائے تو یہ جدال ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور قرآن مجید کی آیتوں میں جدال کرنا کفر ہے۔

قرآن مجید کی آیتوں میں جدال یہ ہے کہ جیسا کہ کفار نے کہا: قرآن مجید میں مکھی اور مکڑی کا ذکر ہے اور یہ بہت چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزیں ہیں اور ان کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور انہوں نے کہا: قرآن میں شجرة الزقوم کا ذکر ہے کہ وہ دوزخ میں درخت ہے اور درخت لکڑی کا ہوتا ہے تو لکڑی آگ میں کیسے رہ سکتی ہے اور انہوں نے قرآن مجید کو سحر اور شعر کہا اور قرآن مجید میں اس طرح جدال کرنا کفر ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**جدال فی القران کفر**'' قرآن مجید میں جدال کرنا کفر ہے۔ بخاری اور مسلم کی شرائط کے موافق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۹۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۲ ص ۶۷۴' رقم الحدیث: ۷۵۰۸' مؤسسة الرسالة' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۸۹۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۷۴)

اس طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:

لا تماروا فی القران فان مراء فیه کفر. قرآن کریم میں بحث اور جھگڑا نہ کرو' کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۰ قدیم' مسند احمد ج ۲۹ ص ۸۵' رقم الحدیث: ۱۷۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۸' المعجم الکبیر ج ۵' رقم الحدیث: ۴۹۱۶' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۷' حلیة الاولیاء ج ۹ ص ۲۱۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۰)

marfat.com
Marfat.com

اور جو جدال جائز بلکہ بعض اوقات مستحب اور بعض اوقات واجب ہے' وہ یہ ہے کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے اور باطل کا رد کرنے کے لیے کافروں اور بے دینوں سے جدال کیا جائے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ. (النحل: ۱۲۵) اور ان سے عمدہ طریقہ سے بحث کیجئے۔

اس کے بعد فرمایا: ''سو شہروں میں ان کے چلنے پھرنے سے اے مخاطب! تم دھوکے میں نہ آنا''۔

مشرکین مکہ تجارت اور کسب معاش کے لیے مکہ سے نکل کر دوسرے شہروں کا سفر کرتے ہیں اور بہت آرام اور اطمینان اور خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور انہیں کسی آفت اور مصیبت کا سامنا نہیں ہوا' اس سے اے مخاطب! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ان سے راضی اور خوش ہوں' بلکہ میں نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے اور اگر یہ اپنی اسی روش پر قائم رہے تو میں وقت آنے پر ان کو اپنی گرفت میں لے لوں گا۔

المومن: ۵ میں فرمایا: ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دیگر گروہوں نے تکذیب کی تھی اور ہر امت نے اپنے رسول پر قابو پانے کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ حق کو مغلوب کر دیں' پس میں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا تو کیسا تھا میرا عذاب O''

یعنی پچھلی قوموں کے کافروں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کے خلاف باطل شبہات پیش کر کے حق کی تکذیب کی تھی سو یہ بھی اس طرح کر رہے ہیں' پھر میں نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جس نے ان کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا' پس اگر کفار مکہ بھی اپنی اسی روش پر برقرار رہے اور قرآن مجید میں جدال کرنے پر اصرار کرتے رہے تو میں ان پر بھی ایسا ہی عذاب نازل کروں گا۔

المومن: ۶ میں فرمایا: ''اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کفار کے خلاف ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں''۔

یعنی جس طرح سابقہ امتوں کے مسلسل انکار اور ان کی ہٹ دھرمی کی بناء پر ان کے متعلق آپ کے رب نے ان کے دوزخی ہونے کا فیصلہ فرما دیا تھا اسی طرح مشرکین مکہ میں سے جو مسلسل ہٹ دھرمی کر رہے ہیں اور آپ کی طرف رجوع نہیں کر رہے' آپ کے رب نے ان کے دوزخی ہونے کا بھی فیصلہ فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو ان کے گرد ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے' سو تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے O اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرما دے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو مغفرت کے لائق ہوں' بے شک تو بہت غالب اور بے حد حکمت والا ہے O اور تو ان کو گناہوں سے بچا اور اس دن تو جس کو گناہوں کے عذاب سے بچا لے گا تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے O (المومن: ۹-۷)

ربط آیات

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ کفار اور مشرکین مومنوں سے بہت زیادہ عداوت اور دشمنی رکھتے ہیں اور ان کی بد خواہی میں لگے رہتے ہیں اور ان آیتوں میں یہ بتایا کہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش جو بہت افضل مخلوق ہیں' وہ مومنوں سے بہت الفت اور محبت رکھتے اور ان کی خیر خواہی میں مشغول رہتے ہیں گویا کہ یہ بتایا کہ اگر یہ مشرکین آپ کے متبعین کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں تو آپ پرواہ نہ کریں کیونکہ افضل اور اعلیٰ مخلوق آپ کے پیروکاروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش

marfat.com
Marfat.com

...رہتے ہیں۔

حاملین عرش کی صورت اوران کی تعداد

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حاملین عرش کے پیر سب سے نچلی زمین میں ہیں اوران کے سر عرش سے اوپر نکلے ہوئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نظریں اوپر نہیں اٹھارہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کی عظمت میں تفکر نہ کرو' لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ملائکہ میں تفکر کرو۔ کیونکہ ملائکہ میں سے ایک مخلوق ہے جس کو اسرافیل کہا جاتا ہے' عرش کے کونوں میں سے ایک کونا اس کی گدی پر ہے اوراس کے دونوں قدم سب سے نچلی زمین پر ہیں اوراس کا سر سات آسمانوں سے باہر نکلا ہوا ہے اوروہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے بہت حقیر اور چھوٹا ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ چڑیا کے برابر ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ حاملین عرش کو سلام کیا کریں اور ایک قول یہ ہے کہ عرش کے گرد ستر ہزار فرشتوں کی صفیں ہیں' انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور وہ بہ آواز بلند لا اله الا الله اور الله اكبر پڑھ رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ستر ہزار فرشتے صف باندھے ہوئے ہیں اوران میں سے ہر ایک ایسی تسبیح کر رہا ہے جو دوسرا نہیں کر رہا۔

(الکشاف ج ۴ص ۱۵۶۔۱۵۵' تفسیر کبیر ج ۹ص ۴۸۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ص ۲۶۳' کتاب العظمۃ ص ۷۰۱' الکشف والبیان للثعلبی ج ۸ص ۲۶۶)

اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے' اس کا ایک راوی یحییٰ بن سعید الحمصی ہے' وہ متروک اور متہم ہے اوراس کا ایک راوی احوص بن حکیم ہے' وہ بھی متروک ہے۔ احادیث مرفوعہ میں اس متن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس نوع کی متعدد احادیث ہیں اور سب کی اسانید ضعیف ہیں۔ (المقاصد الحسنۃ ص ۱۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ص ۳۱۱' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

قرآن مجید اور حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ حاملین عرش کی تعداد آٹھ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىٕهَا ؕ وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ ؕ۝ (الحاقہ: ۱۷)	آسمانوں کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۝

اور حدیث میں ہے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بطحاء میں تھا' وہاں ایک جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے' ناگاہ ایک بادل گزرا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر پوچھا: تم اس کو کیا کہتے ہو؟ مسلمانوں نے کہا: سحاب' آپ نے فرمایا: اور مزن بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں: مزن بھی کہتے ہیں۔ فرمایا: اور عنان بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم عنان بھی کہتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین میں کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے' آپ نے فرمایا: ان کے درمیان اکہتر' بہتر یا تہتر سال کا فاصلہ ہے۔ پھر اس آسمان کے اوپر جو دوسرا آسمان ہے' ان کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے' حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنوائے' پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے' اس کی اوپری سطح اور اس کی گہرائی کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے' پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہیں (حاملین عرش) جن کے کھروں سے ان کے گھٹنوں تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اوران کی پیٹھوں کے اوپر عرش ہے' اس کی اوپر کی سطح اور

marfat.com
Marfat.com

نچلی سطح کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے' پھر عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۳' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۱۰۲-۱۰۱' المستدرک ج ۲ص ۵۰۱' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۵۷۷)

قرآن مجید اور حدیث صحیح میں حاملین عرش کی جو تعداد بیان کی گئی ہے وہ زمخشری اور ثعلبی وغیرہ کی بیان کردہ تعداد پر راجح ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''وہ فرشتے مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے' سو تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے O'' (المومن: ۷)

امام رازی کی طرف سے نبیوں کے اوپر فرشتوں کی فضیلت کی ایک دلیل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ فرشتے بشر سے افضل ہوتے ہیں' کیونکہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے جب اللہ کے ذکر اور اس کی حمد و ثناء سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر وہ مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود اپنے لیے مغفرت طلب کرنے سے مستغنی ہوتے ہیں' کیونکہ اگر ان کو اپنے لیے بھی مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ سب سے پہلے اپنے لیے مغفرت طلب کرتے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنے لیے مغفرت طلب کی' پھر اپنے والدین کے لیے اور سب مومنوں کے لیے' قرآن میں ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ O (ابراہیم: ۴۱) اے ہمارے رب! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی جس دن حساب لیا جائے O

پس فرشتے اگر مغفرت طلب کرنے کے محتاج ہوتے تو سب سے پہلے اپنے لیے استغفار کرتے اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے اپنے لیے مغفرت طلب کی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ فرشتے اپنے لیے مغفرت طلب کرنے کے محتاج نہیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام مغفرت طلب کرنے کے محتاج ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (محمد: ۱۹) اور آپ اپنے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کے لیے مغفرت طلب کیجئے O

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتے اپنے لیے مغفرت طلب کرنے سے مستغنی ہیں تو فرشتوں کا بشر سے افضل ہونا ثابت ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ص ۴۸۹ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب

امام رازی نے اکثر علماء کے حوالے سے جس نظریہ کا ذکر کیا ہے' یہ معتزلہ کا نظریہ ہے' وہ کہتے ہیں کہ فرشتے مطلقاً بشر سے افضل ہیں حتیٰ کہ نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل ہیں' اس کے برعکس اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں' حتیٰ کہ رسل ملائکہ یعنی حضرت جبریل' اسرافیل' عزرائیل اور میکائیل علیہم السلام سے بھی افضل ہیں' امام رازی نے نبیوں پر فرشتوں کی افضیلت کی یہ دلیل قائم کی ہے کہ فرشتوں نے اپنے لیے استغفار نہیں کیا اور انبیاء علیہم السلام کو اپنے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے' سو فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

میرے نزدیک امام رازی کی یہ دلیل کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔

(۱) تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں' ان سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوا' صغیرہ گناہ کا نہ کبیرہ گناہ کا' سہواً نہ عمداً' صورتاً نہ حقیقتاً' قبل از نبوت نہ بعد از نبوت' رہا انبیاء علیہم السلام کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دینا اور ان کا اپنے لیے مغفرت طلب کرنا' سو یہ امر تعبدی ہے' اس میں عقل اور قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ کی تعظیم کرنا اور کعبہ کا طواف کرنا' حالانکہ آپ کعبہ سے افضل ہیں اور جیسے موزوں کے اوپر کے حصہ کا مسح کرنا' حالانکہ گندگی لگنے کا احتمال تو موزوں کے نچلے حصہ پر ہے اور جیسے پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنا' حالانکہ چہرے اور ہاتھوں پر خاک اور مٹی ملنا صفائی کی ضد ہے لیکن یہ تمام احکام تعبدی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے سو ہم یہ کام کریں گے خواہ ان کی کوئی وجہ اور حکمت ہماری عقل میں نہ آئے' ہماری بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کو استغفار کرنے کا حکم دیا اور باوجود معصوم ہونے کے انہوں نے استغفار کیا' سو اس حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کو اجر و ثواب ملے گا اور ان کے درجات بلند ہوں گے اور معصومین کا استغفار کرنا ان کے درجات میں بلندی اور اضافہ کے لیے ہی ہوتا ہے۔

(۳) فرشتوں نے اپنے لیے استغفار نہیں کیا' مؤمنوں کے لیے استغفار کیا۔ اپنے لیے فرشتوں کے استغفار نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ ان کو اپنے لیے استغفار کرنے کی احتیاج نہیں ہے اور وہ اپنے لیے استغفار کرنے سے مستغنی ہیں جیسا کہ امام رازی نے ذکر فرمایا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے لیے اس وجہ سے مغفرت طلب نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور مؤمنوں کے لیے اس وجہ سے مغفرت طلب کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا تھا' فرشتے کوئی کام اپنی طرف سے اور اپنے اختیار سے نہیں کرتے' وہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں' کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے صرف جنات اور انسانوں کو دیا ہے' اسی لیے ان کو جزاء اور سزا ملے گی' فرشتے اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے' یہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○ (النحل: ۵۰)	فرشتے اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○
عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○ (التحریم: ۶)	دوزخ کے اوپر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں' اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ حکم دیتا کہ تم اپنے لیے مغفرت طلب کرو تو وہ ضرور اپنے لیے مغفرت طلب کرتے' لہٰذا فرشتوں کا اپنے لیے مغفرت طلب نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور انبیاء علیہم السلام کا اپنے لیے مغفرت طلب کرنا اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا' سو انبیاء کا اپنے لیے استغفار کرنے اور فرشتوں کا اپنے لیے استغفار نہ کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء اپنی مغفرت طلب کرنے کے محتاج ہیں اور فرشتے اپنی مغفرت طلب کرنے سے مستغنی ہیں لہٰذا فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

میں جانتا ہوں کہ امام رازی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ان کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں' اللہ تعالیٰ امام رازی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس نظریہ کو دلائل سے رد کر دیتے لیکن شاید ان کی اس طرف توجہ نہیں ہو سکی کیونکہ قسام ازل نے یہ سعادت صرف میرے لیے لکھ دی تھی۔ فالحمد للہ رب العلمین

آیا فرشتوں کی شفاعت سے صرف ثواب میں اضافہ ہوتا ہے یا بغیر توبہ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں؟

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ فرشتوں کی شفاعت سے مؤمنوں کے ثواب میں تو اضافہ ہوگا لیکن بغیر توبہ کے فرشتوں کی شفاعت سے ان کے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوں گے' فرشتوں نے کہا: ''سو تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے'' اور جن مسلمانوں نے گناہ کبیرہ کیا اور اس پر توبہ نہیں کی وہ ان کی اس شفاعت میں داخل نہیں ہیں۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حاملین عرش مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جو مومن گناہ کبیرہ پر توبہ کیے بغیر مر گیا وہ مؤمنین کے عموم میں داخل ہے اور فرشتوں کی شفاعت اس کو شامل ہے اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے'' اس سے مراد ہے جنہوں نے کفر سے توبہ کی ہے اور اسلام کے راستہ کی اتباع کی ہے اور یہ معنیٰ ان مؤمنوں کو بھی شامل ہے جو بغیر توبہ کے مر گئے اور اس توبہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے گناہ کبیرہ سے توبہ کی ہو کیونکہ گناہ کبیرہ سے توبہ کے بعد تو معتزلہ کے نزدیک اس کی مغفرت واجب ہے' اس کے لیے شفاعت کی حاجت نہیں ہے' نیز معتزلہ کہتے ہیں کہ المومن: ۸ میں فرمایا ہے: ''فرشتے کہیں گے: تو ان کو ان دائمی جنتوں میں داخل فرما دے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے'' اور جو مومن گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا' اس سے تو اللہ تعالیٰ نے دائمی جنتوں کا وعدہ نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی دائمی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

پس جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ اس کی جزاء پائے گا اور جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی بُرا کام کیا ہے وہ اس کی سزا پائے گا ۝

پس جو مومن گناہ کبیرہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گیا اس سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے ایمان کی جزاء پائے گا اور ایمان کی جزاء دائمی جنت ہے اور اس نے جو بُرائی کی ہے وہ اس کی سزا کا مستحق ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کو بخشنے اور معاف کرنے کی بھی بشارت دی ہے' اس لیے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا کو معاف کر دے اور وہ بغیر سزا پائے جنت میں چلا جائے اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی بُرائی کی وہ اس کی سزا پائے گا'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ نے اس کو معاف نہ کیا تو وہ اپنی بُرائی کی سزا پائے گا اور سزا بھگت کر پھر جنت میں چلا جائے گا اور وہ اپنے ایمان کی وجہ سے ضرور جنت میں جائے گا' یہ اس سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اغلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دے گا اور وہ بغیر سزا پائے جنت میں چلا جائے گا۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

مطرف بن عبداللہ نے کہا: اللہ کے بندوں میں سے مؤمنوں کے سب سے بڑے خیر خواہ ملائکہ ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے مؤمنوں کا سب سے بڑا بدخواہ شیطان ہے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے اپنے اصحاب سے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کیا

marfat.com

Marfat.com

لوگوں نے اس آیت کا معنیٰ سمجھ لیا ہے' اس آیت سے زیادہ امید افزاء اور کوئی آیت نہیں ہے' بے شک اگر ایک فرشتہ بھی تمام مؤمنوں کی مغفرت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت کس قدر عام ہو گی جب تمام فرشتے اور حاملین عرش مل کر مؤمنین کے لیے استغفار کریں گے۔ خلف بن ہشام نے کہا: میں نے یہ آیت سلیم بن عیسیٰ کے سامنے پڑھی: ''ویستغفرون للذین امنوا'' تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' انہوں نے کہا: اللہ اپنے بندوں پر کس قدر کریم ہے' مؤمنین اپنے بستروں پر سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہوتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ص ۲۶۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ فرشتوں کی دعا کی دو وجہوں سے قبولیت زیادہ متوقع ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات مانے اللہ بھی اس کی بات مانتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ. جب دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو وہ بھی تو میری بات مانا کریں۔ (البقرہ:۱۸۶)

فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے ہمارے پس پشت ہمارے لیے دعا کرتے ہیں اور جو غائب کے لیے دعا کی جائے اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کی دعا اس قدر جلد قبول نہیں ہوتی جتنی جلدی ایک غائب کی دعا دوسرے غائب کے لیے قبول ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۱۹۸' الادب المفرد رقم الحدیث: ۶۲۳)

حاملین عرش کی دعا کے نکات

حاملین عرش نے مؤمنوں کے لیے جو مغفرت کی دعا کی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں یہ کہا: ''اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے' سو تو ان لوگوں کی مغفرت فرما''۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مطلوب کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے' نیز فرشتوں نے اپنی دعا میں کہا: ''تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے اور ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرما دے'' اس سے معلوم ہوا کہ جاہل صوفیاء کا یہ کہنا غلط ہے کہ دوزخ کے عذاب سے نجات اور حصول جنت کی دعا کرنا' کم درجہ کے لوگوں کی دعا ہے' حاملین عرش اللہ تعالیٰ کے مقربین ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ مؤمنین کے لیے دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

فرشتوں نے انسان کی تخلیق سے پہلے انسان کے متعلق یہ کہا تھا کہ یہ زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے مؤمنوں کے لیے مغفرت کی دعا کرائی تاکہ تخلیق آدم پر ان کے اعتراض کا مداوا ہو جائے' فرشتوں نے دعا کے موقع پر ''اللھم'' نہیں کہا' بلکہ ''ربنا'' کہا اور انبیاء علیہم السلام نے بھی زیادہ تر دعا کے مواقع پر ''ربنا'' ہی کہا ہے' کیونکہ ''اللھم'' کا معنیٰ ہے: اے اللہ! اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر ہے اور ''ربنا'' کا معنیٰ ہے: اے ہمارے رب! اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر ہے' اے ہمیں پالنے والے! ہم اللہ تعالیٰ کو متوجہ کرتے ہیں کہ جس طرح تو نے ہمیں وجود عطا کیا' ہماری پرورش کی' ہمیں ضرر سے محفوظ رکھا اور ہمیں فوائد عطا کیے' ہماری اس دعا کو قبول فرما لے اور ہمیں دائمی ضرر سے بچا لے اور دائمی فوائد عطا فرما دے۔

المومن: ۸ میں فرمایا: ''اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرما دے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور

marfat.com
Marfat.com

ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں کو اور ان کی اولاد میں سے بھی جو مغفرت کے لائق ہوں' بے شک تو بہت غالب اور بے حد حکمت والا ہے O''

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہر مومن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس کو دائمی جنت میں داخل فرمائے کیونکہ اس نے فرمایا ہے: ''جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس کی جزاء پائے گا'' اور آیت میں حاملین عرش کی یہ دعا بھی ہے کہ مؤمنوں کے نیک آباء' ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک اولاد کو بھی جنت میں داخل فرما کیونکہ جب انسان کے اقرباء بھی اس کے ساتھ ہوں تو اس کی راحت اور خوشی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس دعا کے آخر میں فرشتوں نے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی کہ ''بے شک تو بہت غالب اور بہت حکمت والا ہے'' کیونکہ اگر غالب نہ ہو تو جزاء کیسے عطا فرمائے گا اور اگر وہ حکمت والا نہ ہو تو جنت میں درجات کس طرح مقرر فرمائے گا۔

المومن: ۹ میں فرمایا: ''اور تو ان کو گناہوں سے بچا' اس دن تو جس کو گناہوں کے عذاب سے بچالے گا تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے O''

یعنی جس کو تو دنیا میں گناہوں کے ارتکاب سے بچالے گا اسی پر تیرا آخرت میں رحم ہوگا' اس لیے بندہ کو ہر وقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی کہ وہ ہر جمعہ کی شب چار رکعات نماز پڑھیں' پھر تشہد کے بعد اللہ تعالیٰ کی احسن حمد وثناء کریں اور تمام نبیوں اور خصوصاً آپ پر اچھی طرح درود شریف پڑھیں' پھر تمام اگلے اور پچھلے مؤمنین کے لیے استغفار کریں اور اس کے بعد یہ دعا کریں:

اللھم ارحمنی بترک المعاصی ابدا ما ابقیتنی۔ اے اللہ! جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھ پر اس طرح رحم فرما کہ میں ہمیشہ گناہوں کو ترک کروں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۰' مختصراً' دار الجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۷۳۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

بے شک (قیامت کے دن) کفار سے بہ آواز بلند کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آرہا ہے' اس سے کہیں سنگین اللہ کا غصہ ہے جو

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا

تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی پھر تم کفر کرتے تھے O وہ کہیں گے: اے

اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى

ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندہ فرمایا' ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا' آیا اب دوزخ سے نکلنے کی کوئی

خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

صورت ہے؟ O اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف اللہ واحد کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۗ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿١٢﴾

کسی کو شریک کر لیا جاتا تھا تو تم اس پر ایمان لاتے تھے' پس فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے O

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۗ وَمَا

وہی تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے اور صرف وہی لوگ نصیحت

يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

قبول کرتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں O سو تم اللہ کی عبادت کرو' اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي

ہوئے' خواہ کافروں کو بُرا لگے O (وہ) بلند درجات عطا فرمانے والا' عرش کا مالک ہے' وہ اپنے بندوں

الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ

میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات

التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ

کے دن سے ڈرائے O جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے' ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہو گی'

شَيْءٌ ۗ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۗ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ

آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو واحد' سب پر غالب ہے O آج ہر شخص

تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

کو اس کی کمائی کا صلہ دیا جائے گا' آج کوئی ظلم نہیں ہو گا' بے شک اللہ بہت جلد حساب

الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

لینے والا ہے O اور آپ ان کو بہت قریب آنے والے دن سے ڈرائیے جب وفور دہشت سے دل مونہوں کو آ جائیں گے'

كٰظِمِيْنَ ۗ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ

لوگ غم کے گھونٹ بھرے ہوئے خاموش ہوں گے' ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے O خیانت

marfat.com

Marfat.com

خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

کرنے والی آنکھوں کو اور سینہ میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ خوب جانتا ہے O اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے' بے شک اللہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑳ ع ۲ ۱۱ ۷

ہی بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (قیامت کے دن) کفار سے بہ آواز بلند یہ کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے اس سے کہیں سنگین اللہ کا غصہ ہے جو تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی پھر تم کفر کرتے تھے O وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندہ فرمایا' ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراض کرلیا' آیا اب دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ O اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف اللہ واحد کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ کسی کو شریک کرلیا جاتا تھا تو تم اس پر ایمان لاتے تھے' پس فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے O (المومن: ۱۲-۱۰)

قیامت کے دن کفار کے اپنے اوپر غصہ کی وجوہ

اس سے پہلی آیتوں میں مؤمنوں کے مرتبہ اور مقام کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے حاملین عرش ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان آیتوں میں پھر کفار کے اخروی احوال بیان کیے جا رہے ہیں' کیونکہ ایک ضد کے احوال سے دوسری ضد کے احوال نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

المومن: ۱۰ میں فرمایا: ''قیامت کے دن کفار سے بہ آواز بلند یہ کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے اس سے کہیں سنگین اللہ کا غصہ ہے جو تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی پھر تم کفر کرتے تھے''۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں جھلتے ہوئے دیکھیں گے تو انہیں اپنے اوپر سخت غصہ آئے گا' اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ جب دنیا میں تمہیں اللہ کی توحید پر ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اس کا انکار کرتے تھے تو اللہ تم پر اس سے کہیں زیادہ ناراض ہوتا تھا جتنا آج تمہیں اپنے اوپر غصہ آ رہا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے غضب ہی کا ثمرہ ہے کہ آج تم دوزخ کی آگ میں جھلس رہے ہو۔

'کفار کو جو آخرت میں اپنے اوپر غصہ آئے گا' مفسرین نے اس کی حسب ذیل توجیہات بیان کی ہیں:

(۱) قیامت کے دن جب وہ جنت اور دوزخ کو دیکھیں گے تو انہیں اپنے اوپر غصہ آئے گا کہ کیوں انہوں نے دنیا میں اپنی تکذیب اور اپنے کفر پر اصرار کیا جس کے نتیجہ میں آج وہ دوزخ کی آگ میں جل رہے ہیں۔

(۲) کافر سرداروں کے پیروکار اپنے سرداروں پر غصہ کریں گے کہ کیوں انہوں نے ان کو شرک اور بت پرستی پر لگایا جس کی وجہ سے آج انہیں دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے اور ان سرداروں کو اپنے پیروکاروں پر غصہ آئے گا کہ ان پیروکاروں نے ان

marfat.com
Marfat.com

کی مخالفت کیوں نہ کی اور بت پرستی کو کیوں نہ ترک کیا' کیونکہ پیروکاروں کی پیروی کرنے کی وجہ سے آج انہیں دہرا عذاب ہو رہا ہے۔

(۳) جب دوزخ میں ابلیس کافروں سے یہ کہے گا: ''میں نے تم پر کفر کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو کفر کرنے کی دعوت دی سو تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا' لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو' تم اپنے آپ کو ملامت کرو''۔ (ابراہیم:۲۲) اس وقت کافروں کو اپنے اوپر شدید غصہ آئے گا کہ انہوں نے ابلیس کی دعوت کیوں قبول کی اور کیوں اس وجہ سے دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

کفار سے بلند آواز میں یہ خطاب جہنم کے محافظ کریں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غیب سے ان کو ندا کی جائے' باقی اس آیت میں یہ فرمایا ہے: ''اللہ کو ان پر جو غصہ ہو گا وہ ان کے غصہ سے کہیں زیادہ ہے'' غصہ کا معنیٰ ہے: خون کا جوش میں آنا اور یہ اللہ کے لیے محال ہے' اس لیے یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی ان پر انکار کرنا اور ان کو زجر و توبیخ کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔

المومن: ۱۰ کے بعض تراجم

المومن: ۱۰ کا ترجمہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے اور بہت سے مترجمین کا کیا ہوا ترجمہ غیر واضح ہے' ہم قارئین کی علمی ضیافت کے لیے بعض تراجم نقل کر رہے ہیں اور آخر میں ایک بار پھر اپنا ترجمہ ذکر کریں گے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے:

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ منکر ہیں ان کو پکار کر کہیں گے: اللہ بیزار ہوتا تھا زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے' جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو' پھر تم منکر ہوتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

بے شک جنہوں نے کفر کیا ان کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جب کہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ کافر ہوئے (اس وقت) ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسے تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جب کہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر تم نہیں مانا کرتے تھے۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی متوفی ۱۳۸۳ھ لکھتے ہیں:

بے شک جنہوں نے کفر کیا پکار دیئے جائیں گے کہ یقیناً اللہ کی بیزاری کہیں زیادہ بڑی ہے تمہاری خود اپنی ذات سے بیزاری سے کہ جب بلائے جاتے تم ایمان کی طرف تو انکار کر دیتے۔

علامہ احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

بے شک (قیامت کے دن) کافروں کو پکار کر کہا جائے گا کہ ضرور اللہ کی خفگی بہت بڑی ہے تمہاری اپنی خفگی سے تمہاری جانوں پر جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۹ھ لکھتے ہیں:

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں ندا دی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی (تم سے) بیزاری بہت زیادہ ہے اس بیزاری سے جو

marfat.com

Marfat.com

تمہیں اپنے آپ سے ہے۔ (یاد ہے) جب تم بلائے جاتے ایمان کی طرف تو تم کفر کیا کرتے۔

ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح سے کیا ہے:

(قیامت کے دن) کفار سے بہ آواز بلند یہ کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے اس سے کہیں سنگین اللہ کا غصہ ہے جو تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی پھر تم کفر کرتے تھے۔

الزمر: ۱۱ میں فرمایا: ''وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندہ فرمایا' ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا' آیا اب دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟O''

دو موتوں اور دو حیاتوں کی تفسیر میں متقدمین کے اقوال

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو موتیں اور دو حیاتیں دی ہیں' اس کی متعدد تفسیریں ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ اور ضحاک' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے آباء کی پشتوں میں (نطفہ کی صورت میں) مردہ تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں زندہ کیا' پھر ان کو دنیا میں موت دی' پھر قیامت کے دن ان کو حساب کتاب کے لیے زندہ کرے گا۔

اور سدی نے بیان کیا: اس کو دنیا میں موت دی گئی' پھر ان کو قبر میں زندہ کیا گیا اور ان سے سوال کیا گیا اور خطاب کیا گیا' پھر اس کے بعد ان کو قبر میں موت دی جائے گی' پھر ان کو آخرت میں زندہ کیا جائے گا۔

ابن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے لوگوں کو نکال کر ان کو موت دی' پھر ان کی ماؤں کے رحموں میں ان کو زندہ کیا پھر دنیا میں ان کو موت دی' پھر آخرت میں ان کو زندہ کرے گا۔

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۶۱۔۶۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ ھ' علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی التوفی ۶۶۸ ھ اور دیگر مفسرین نے دو موتوں اور دو حیاتوں کے یہی محمل بیان کیے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۴۶' الجامع لاحکام القرآن ص ۲۶۶۔۲۶۵)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ ھ نے بھی بغیر کسی ترجیح اور بحث کے ان تین اقوال کا ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۸۰' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۴۰' روح البیان ج ۸ ص ۲۲۰)

ان اقوال میں قبر میں حیات کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم قبر میں حیات کے ثبوت میں ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔

قبر میں حیات کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

فتعاد روحه في جسده فياتيه ملكان فيجلسانه. الحديث

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جائے گی' پھر اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے جو اس کو بٹھا دیں گے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۵۰۳۔۴۹۹' رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲۔۳۸۰۔۳۷۴۔۳۱۰' ج ۱۰ ص ۱۹۴' صحیح ابن خزیمہ ص ۱۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۔۳۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۴۹' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۵۲۲۱' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰۔۴۹)

marfat.com
Marfat.com

دوموتوں اور دوحیاتوں پر اعتراضات کے جوابات

اس آیت میں جو دوموتوں اور دوحیاتوں کا ذکر کیا گیا ہے اس پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ کفار کا قول ہے' اس لیے یہ دوموتوں اور دوحیاتوں پر دلیل نہیں بن سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کا یہ قول غلط ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو وہیں ردفرمادیتا۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک حیات دنیا میں ہے اور دوسری حیات قبر میں ہوگی اور تیسری حیات آخرت میں ہوگی' اس طرح تین حیاتیں ہوگئیں اور یہ اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو حیات ہوگی وہ غیر ظاہر اور غیر محسوس ہوگی' اس لیے کفار نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

اس پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ مؤمنین جنت میں داخل ہونے کے بعد کہیں گے:

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۙ○ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۵۹۔۵۸)

آیا ہم اب مرنے والے نہیں ہیں○ سوا ہماری پہلی موت کے اور نہ ہم کو عذاب دیا جائے گا○

پس سورۃ الصّٰفّٰت میں صرف ایک موت کا ذکر ہے اور سورۃ المؤمن میں دوموتوں کا ذکر ہے اور چونکہ الصّٰفت میں مؤمنین کے قول کا ذکر ہے اور المؤمن میں کفار کے قول کا ذکر ہے' اس لیے مؤمنین کے قول کو ترجیح دینی چاہیے۔ لہٰذا قیامت سے پہلے صرف ایک موت کا ثبوت ہوگا اور دوموتوں کا ثبوت نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں مؤمنین صرف اس موت کا ذکر کریں گے جو ہر شخص پر الگ الگ طاری کی گئی اور وہ ایک ہی موت ہے اور قیامت میں صور پھونکنے کے بعد جو موت آئے گی وہ اجتماعی موت ہوگی اور ہر شخص کی الگ الگ موت نہیں ہو گی۔

ان جوابات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ جو لوگوں پر دوبار موت طاری کرے گا اس سے مراد پہلی موت وہ ہے جو دنیا میں انسان کی روح قبض کیے جانے سے متحقق ہوتی ہے اور یہ ہر انسان کی انفرادی موت ہے اور دوسری موت وہ ہے جو قیامت کے دن صور پھونکنے سے عام لوگوں کی موت واقع ہوگی اور یہ تمام انسان کی اجتماعی موت ہے اور دوحیاتوں سے مراد ایک وہ حیات ہے جو انسان کے پیدا ہونے کے بعد ہوتی ہے اور یہ ہر انسان کی انفرادی حیات ہے اور دوسری حیات وہ ہے جب قیامت کے بعد سب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور یہ تمام انسانوں کی اجتماعی حیات ہے۔

المؤمن: ۱۱ کی تفسیر میں امام رازی کا سدی کی تفسیر کو اختیار کرنا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے سدّی کے قول کو ترجیح دی ہے' وہ لکھتے ہیں:

کفار نے اپنے لیے دوموتوں کو ثابت کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ مارا'' ان دو موتوں میں ایک موت وہ ہے جس کا دنیا میں مشاہدہ کیا گیا' پس ضروری ہوا کہ ان کی دوسری حیات قبر میں ہو' حتیٰ کہ اس حیات کے بعد جو موت آئے وہ ان کی دوسری موت ہو۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہلی موت سے انسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جب انسان نطفہ اور علقہ (جما ہوا خون) ہوتا ہے اور دوسری موت سے اس موت کی طرف اشارہ ہے جو انسان کو دنیا میں پیش آتی ہے تو یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ ان دوموتوں سے یہی دوموتیں مراد ہوں (جیسا کہ حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرھما کا قول ہے) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ

تم کیوں کر اللہ کا کفر کرو گے حالانکہ تم مردہ تھے' پس تم کو

marfat.com

Marfat.com

ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ (البقرہ:۲۸) زندہ کیا پھر تم کو مارے گا۔

''اور تم مردہ تھے'' اس سے مراد انسان کی وہ حالت ہے جب وہ نطفہ اور علقہ تھا۔

اس مسئلہ کی تحقیق اس طرح ہے کہ اماتت (مارنے' موت طاری کرنے) کے دو معنیٰ ہیں: (۱) کسی چیز کو مردہ پیدا کرنا (۲) کسی چیز کو پہلے زندگی دینا پھر اس پر موت طاری کرنا' جیسے کوئی شخص کہے: درزی کے لیے اس کی گنجائش ہے کہ وہ ابتداءً میرے کپڑے کو بڑا سی کر دے یا وہ پہلے اس کو چھوٹا سیئے پھر اس کو بڑا کر کے سیئے' پس اس طرح کیوں جائز نہیں ہے کہ اس آیت میں بھی یہی مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نطفہ کی حالت میں ان کو ابتداءً مردہ پیدا کیا اور یہ مراد نہ ہو کہ پہلے ان کو زندہ کیا' پھر بعد میں ان پر موت طاری کی۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ''امـاتـت'' کا لفظ ہے' جس کا معنیٰ ہے: مارنا اور موت طاری کرنا اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ موت سے پہلے حیات ہو کیونکہ اگر موت پہلے سے حاصل ہو اور پھر اس پر موت طاری کی جائے تو یہ تحصیل حاصل ہے اور ''کنتم امواتا'' کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ پہلے سے مردہ تھے' یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کی ہے اور جس آیت کی ہم تفسیر کر رہے ہیں اس میں کفار کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر دوبار موت طاری کی اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ موت طاری کرنا اسی وقت صادق ہوگا جب اس سے پہلے حیات ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۹۵-۴۹۴ ملخصاً و مجملاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دیگر مفسرین کا حضرت ابن عباس کی طرف منسوب تفسیر کو اختیار کرنا

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ ابو البرکات نسفی متوفی ۷۱۰ھ' علامہ خازن متوفی ۷۲۵ھ' علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ' قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرہما کے قول کو ترجیح دی ہے کہ لوگ اپنے آباء کی پشتوں میں (نطفہ کی صورت میں) مردہ تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں زندہ کیا' پھر ان کو دنیا میں موت دی' پھر ان کو قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے زندہ فرمائے گا

اس پر امام رازی کا یہ اعتراض ہے کہ نطفہ کی حالت میں جو موت ہے اس پر موت کا معنیٰ تو صادق آتا ہے جیسا کہ ''کنتم امـواتـا'' میں ہے' لیکن اماتت (مارنا' موت طاری کرنا) کا معنیٰ صادق نہیں آتا' کیونکہ موت طاری کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے پہلے زندگی ہو' پس ''امتنا اثنتین'' المومن: ۱۱ میں اس کا معنیٰ ہے: ''دنیا کی زندگی کے بعد موت طاری کی''۔ اس کا جواب علامہ نسفی اور علامہ ابو الحیان اندلسی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ ''کـنـتـم امـواتـا'' اور نطفہ کی حالت میں جو موت ہے اس پر اماتت (موت طاری کرنے) کا معنیٰ مجازاً صادق آتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے کہ سبحان ہے وہ ذات جس نے مچھر کا چھوٹا اور ہاتھی کا بڑا جسم بنایا اور جیسے کنواں کھودنے والے سے کہا جاتا ہے کہ کنویں کا منہ تنگ رکھنا اور اس کی تہ کو کشادہ رکھنا' اس کا یہ معنیٰ نہیں ہوتا کہ پہلے اللہ نے مچھر کا بڑا جسم بنایا پھر اس کو چھوٹا کیا یا ہاتھی کا پہلے چھوٹا جسم بنایا پھر اس کو بڑا کیا' بلکہ ابتداءً مچھر کا چھوٹا اور ہاتھی کا بڑا جسم بنایا۔

''امتـنـا اثـنـتـین'' میں (تو نے ہم پر دوبار موت طاری کی) موت طاری کرنے کا مجازی معنیٰ مراد ہے' یعنی تو نے ہمیں نطفہ کی صورت میں ابتداءً مردہ پیدا کیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب ایک مخلوق کو چھوٹا اور بڑا دونوں صفات کے ساتھ بنانا جائز ہے تو خالق اور صانع کی مرضی ہے کہ وہ اس کو ابتداءً خواہ چھوٹا بنا دے جیسے مچھر کو چھوٹا بنایا' خواہ ابتداءً بڑا بنا دے جیسے ہاتھی کو بڑا بنایا' اسی طرح کنواں کھودنے والا ابتداءً خواہ کنویں کا منہ تنگ کھودے خواہ فراخ کھودے' پس اسی طرح'' امتنا اثنتین'' (تو نے ہم پر دوبار موت طاری کی) میں موت طاری کرنے کا مجازی معنیٰ مراد ہے۔ یعنی تو نے نطفہ کی حالت میں ہمیں ابتداءً مردہ پید

marfat.com
Marfat.com

کیا۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۲۴۵۔۲۴۴' مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ۴ ص ۶۸۔۶۷' البحر المحیط ج ۹ ص ۲۴۲۔۲۴۱' تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۴۷۔۲۴۶' روح المعانی جز ۲۴ ص ۸۱)

مذکورہ مفسرین کے جواب کا صحیح نہ ہونا

مذکورہ مفسرین کا یہ جواب صحیح نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ''امتنا اثنتین'' کا حقیقی معنی مارنا اور موت طاری کرنا ہے' جس کا تقاضا ہے کہ پہلے زندگی دی جائے پھر اس کو زائل کیا جائے' اس کو بلا وجہ ابتداءً مردہ پیدا کرنے کے مجازی معنیٰ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو اور یہاں حقیقت محال نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم اس آیت کو حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرہ کے قول کے موافق کرنا چاہتے ہیں تو میں کہوں گا کہ اللہ کے کلام کو حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرہ کے قول کے تابع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ اس قول کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت بھی سند صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ نہ کسی حدیث کی کتاب میں اس کا ذکر ہے' اس لیے ان مفسرین کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔

(۲) ''امتنا اثنتین'' کا معنیٰ ہے تو نے ہم کو دو بار مارا اور دوسری موت کا معنیٰ بالاتفاق ''زندگی دے کر مارنا'' اور ''زوال حیات'' ہے' اب اگر پہلی موت کا معنیٰ ابتداءً مردہ پیدا کرنا ہو تو اس آیت میں بہ یک وقت اماتت کے دو معنوں کا مراد لینا لازم آئے گا ''ابتداءً مردہ پیدا کرنا'' یہ مجازی معنیٰ ہے اور ''حیات کو زائل کرنا'' یہ حقیقی معنیٰ ہے اور ایک لفظ سے دو معنوں کا ارادہ کرنا اور حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے ان مفسرین کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔

(۳) اگر یہ تکلف کیا جائے کہ ہم یہاں عموم مجاز مراد لیتے ہیں' یعنی مطلقاً موت خواہ ابتداءً ہو جیسے نطفہ کی صورت میں اور خواہ زوال حیات ہو جیسے دنیا کی موت ہے تو میں کہوں گا کہ جب اس تکلف بعید کے بغیر قرآن مجید کی اس آیت کا معنیٰ درست ہے تو اس بعید تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: ''تو نے ہم پر دو بار موت طاری کی'' ایک بار دنیا میں زندگی دے کر موت طاری کی اور دوسری بار قبر میں زندہ کیا اور پھر صور قیامت سے موت طاری کی اور یہ اماتت کا حقیقی معنیٰ ہے اور دو بار زندہ کیا' ایک بار دنیا میں زندہ کیا اور دوسری بار قیامت کی موت کے بعد زندہ کیا اور اگر یہ کہا جائے کہ تم قبر کی زندگی بھی مانتے ہو اس طرح تین زندگیاں ہو گئیں اور قرآن مجید میں دو بار زندہ کرنے کا ذکر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ قبر کی زندگی غیر ظاہر' غیر محسوس اور غیر مشاہد ہے' اس لیے کفار نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس کی طرف منسوب' سدی اور ابن زید کی تفسیر کا صحیح نہ ہونا

میرے نزدیک دو بار مارنے اور دو بار زندہ کرنے کی تفسیر میں مذکورہ تینوں قول درست نہیں ہیں' حضرت ابن عباس کی طرف منسوب اور قتادہ وغیرہ کا قول اس لیے درست نہیں ہے کہ انہوں نے کہا: پہلی بار مارنا نطفہ کی حالت میں موت ہے' حالانکہ مارنے کا معنیٰ حیات کو زائل کرنا ہے' ابتداءً مردہ پیدا کرنا نہیں ہے' جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے اور اس قول کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تین موتیں ہو جائیں گی' ایک موت نطفہ کی حالت میں' دوسری موت دنیا کی زندگی کے بعد طبعی موت اور تیسری موت صور اسرافیل سے قیامت کی موت حالانکہ قرآن مجید میں دو بار موت طاری کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں سدی کے قول کو اختیار کیا ہے' سدی نے کہا: ان کو دنیا میں موت دی گئی' پھر ان کو قبر میں زندہ کیا گیا' پھر اس کے بعد ان کو قبر میں موت دی جائے گی اور پھر ان کو آخرت میں زندہ کیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

سدی کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے دنیا میں زندہ کرنے کا شمار نہیں کیا اور قبر کی زندگی کا شمار کیا ہے' حالانکہ دنیا کی زندگی ظاہر اور مشاہد ہے اور قبر کی زندگی غیر ظاہر اور غیر مشاہد ہے اور اگر ان کے قول میں دنیا کی زندگی کا بھی اعتبار کر لیا جائے تو پھر تین بار زندہ کرنا لازم آئے گا اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں دو بار زندہ کرنے کا ذکر ہے۔

ابن زید کا قول اس لیے درست نہیں ہے کہ انہوں نے کہا: ان کو زندہ کرنے کا معنیٰ ہے حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالنا اور ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لینا' پھر اس کے بعد ان کو مارنا' پھر ان کو دنیا میں زندہ کرنا' پھر ان کو مارنا' پھر قیامت میں ان کو زندہ کرنا اور اس تفسیر کے اعتبار سے ان کو تین بار زندہ کرنا لازم آئے گا اور اگر قبر کی حیات کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر چار مرتبہ زندہ کرنا لازم آئے گا اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں صرف دو بار زندہ کرنے کا ذکر ہے۔

المومن: ۱۱ کی تفسیر میں مصنف کا موقف

اس لیے اس آیت کی صحیح تفسیر نہ وہ ہے جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے اور جس کو قاضی بیضاوی' علامہ ابو الحیان اور علامہ آلوسی وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور نہ اس کی وہ تفسیر صحیح ہے جو سدی نے کی ہے اور جس کو امام رازی نے اختیار کیا ہے اور نہ ابن زید کی تفسیر صحیح ہے' (اس کو کسی نے اختیار نہیں کیا) اس کی صحیح تفسیر صرف یہ ہے کہ دو بار مارنے سے مراد ہے دنیا میں زندگی دے کر مارنا اور صور اسرافیل سے مارنا اور دو بار زندہ کرنے سے مراد ہے دنیا میں زندگی دینا اور قیامت کے بعد زندہ کرنا۔ میں نے عمیق غور وفکر کے بعد اس آیت کا یہی معنیٰ سمجھا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی ہے' اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں۔ والحمد للہ رب العلمین

المومن: ۱۲ میں فرمایا: ''اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف اللہ واحد کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ کسی کو شریک کر لیا جاتا تھا تو تم اس پر ایمان لاتے تھے' پس فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے O''

خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق

اس آیت میں فرمایا ہے: ''فیصلہ صرف اللہ کا ہے'' خوارج اس آیت کے ظاہر پر اعتقاد رکھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ فیصلہ صرف اللہ کا ہے اور اگر کوئی اور فیصلہ کرے تو وہ کافر ہے۔

خوارج کوفہ کے زاہدوں کی ایک جماعت تھی' جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اس وقت نکل گئے جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان دو فیصلہ کرنے والوں کو مقرر کیا گیا' اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ طول پکڑ گئی تو دونوں فریق اس پر متفق ہو گئے کہ خلافت کس کا حق ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مقرر کر دیا جائے اور دونوں فریق ان کے فیصلہ پر راضی ہوں گے' اس وقت خوارج نے کہا: ''حکم صرف اللہ کا ہے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کلمہ برحق ہے لیکن اس سے جس معنیٰ کا ارادہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے' خوارج کی تعداد بارہ ہزار تھی' انہوں نے حضرت علی کی خلافت کا انکار کیا اور اپنی مخالفت کا جھنڈا نصب کر دیا اور خون ریزی اور ڈاکے مارنا شروع کر دیئے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیں۔ مگر یہ لوگ جنگ کرنے کے سوا کسی بات سے راضی نہیں ہوئے۔ پھر حضرت علی نے نہروان کے علاقہ میں ان سے جنگ کی' نہروان بغداد کے قریب ایک شہر ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا اور ان میں سے بہت کم زندہ بچے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوارج ایک گم راہ فرقہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو یا مستحب کا تارک ہو وہ بھی کافر ہے' بعض احادیث میں ان کی بدعقیدگی اور گمراہی کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں ان کی گم راہی میں تصریح ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے' آپ کے پاس بنو تمیم کا ایک شخص آیا جس کو ذوالخویصرہ کہتے تھے' اس نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں نے (بالفرض) عدل نہیں کیا تو پھر میں ناکام اور نامراد ہو جاؤں گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر جانے گا اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلہ میں حقیر جانے گا' یہ لوگ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا' یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اس تیر کے پھل کو دیکھا جائے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی' پھر اس کے پٹھے کو دیکھا جائے جو چھڑ میں اس کے پھل کے داخل ہونے کی جگہ سے اوپر لگایا جاتا ہے' تو وہاں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر اس کی نضی کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ (نضی تیر میں لگائی جانے والی لکڑی کو کہتے ہیں) اسی طرح اگر اس کے پَر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا' حالانکہ گوبر اور خون سے وہ تیر گزر چکا ہے' یہ لوگ مسلمانوں کے افضل طبقہ کے خلاف بغاوت کریں گے اور شر اور فساد پھیلائیں گے۔

خوارج کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان (خوارج) سے جنگ کی تھی۔ اس وقت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کی علامت کے طور پر بیان فرمایا تھا' اس کو تلاش کیا گیا' پھر وہ لایا گیا۔ میں نے اس کو دیکھا تو اس کا پورا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۸' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۱۲۲۲)

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کا ذکر کر کے فرمایا: ان میں ایک ایسا شخص ہے جس کا ہاتھ ناقص ہے یا کٹا ہوا ہے اور اگر تم اس خوشی میں نیک اعمال کو ترک نہ کرو تو میں تمہیں وہ حدیث بیان کروں جس میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے' جو خوارج سے قتال کریں گے' میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس حدیث کو سنا ہے؟ حضرت علی نے تین بار فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم!۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے) (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۷' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰۴-۳۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۳' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں یا اس امت میں سے ایک قوم نکلے گی' وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا' ان کی علامت سر (یا مونچھیں) منڈانا ہے' جب تم ان کو دیکھو تو تم ان کو قتل کر دو۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۶۶-۴۷۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷-۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۰ ص ۳۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۱۸ھ' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۷' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۶۱۶)

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے اور صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں' سو تم اللہ کی عبادت کرو' اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے' خواہ کافروں کو بُرا لگےO (وہ) بلند درجات عطا فرمانے والا' عرش کا مالک ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائےO جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے' ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہوگی' آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی' جو واحد سب پر غالب ہےO (المومن: ۱۶-۱۳)

آفاق اور انفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار پر وعید کی آیات کا ذکر فرمایا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور قدرت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ جو ایسے غالب اور قوی کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اسی وعید کے سزاوار ہیں۔

المومن: ۱۳ میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اپنے نفسوں میں اور آفاق میں اپنی توحید کے دلائل اور اپنی قدرت کے شواہد دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے جو تمہارے رزق کا سبب ہے' جس سے تمہارے بدن کے لیے غذا اور قوت فراہم ہوتی ہے' سوائے مؤمنو! تم صرف خدائے واحد کی عبادت کرو اور اپنی اطاعت اور عبادت میں کسی اور کی رضا اور خوشنودی کو شامل نہ کرو۔ کیونکہ اخلاص ہی طیب ہے اور اللہ تعالیٰ طیب ہے' وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔

المومن: ۱۴ میں فرمایا: ''(وہ) بلند درجات عطا فرمانے والا' عرش کا مالک ہے''۔

اللہ تعالیٰ خود بلند ہے اور مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے

اس آیت میں ''رفیع الدرجات'' کا لفظ ہے' اس کے معنیٰ میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ وہ بلند درجات عطا فرمانے والا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ خود بلند شان والا ہے' اگر اس کا معنیٰ یہ ہو کہ وہ بلند درجات عطا فرمانے والا ہے' تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام' اولیاء کرام' علماء عظام' عام لوگوں کو اور خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند درجات عطا فرمانے والا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرہ: ۲۵۳)

یہ رسول ہیں جن میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض نبیوں کو ہم نے بہت درجات کی بلندی عطا فرمائی۔

اور علماء کے درجات بلند کرنے کے متعلق فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ: ۱۱)

اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور علماء کے درجات بلند فرماتا ہے۔

اور اولیاء اللہ کے درجات بلند کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری جلال ذات سے محبت کرتے ہیں ان کے لیے نور کے ایسے منبر ہوں گے جن کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۳۸۴' رقم الحدیث: ۲۲۰۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۷' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۶۷' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۱)

marfat.com
Marfat.com

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ (الانعام:۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کا بعض پر درجہ بڑھایا تا کہ تمہاری ان چیزوں میں آزمائش کرے جو تم کو دی ہیں۔

اور خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ○ (الضحیٰ:۴)

اور آپ کی بعد والی ساعت ضرور پہلی ساعت سے افضل ہے ○

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (الم نشرح:۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا ○

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. (البقرہ:۲۵۳)

اور بعض نبیوں (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت درجات کی بلندی عطا فرمائی۔

اور اگر اس آیت کا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بہت بلند درجہ والا ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات' جمال اور جلال کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند اور برتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود واجب اور قدیم ہے اور وہ ہر چیز سے غنی ہے اور اس کے ماسوا سب ممکن اور حادث ہیں اور سب اس کے محتاج ہیں' سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے' وہ ازلی' ابدی اور سرمدی ہے' سب محدود ہیں وہ لامحدود ہے' ہر چیز کی ابتداء اور انتہاء ہے' اس کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہاء ہے' وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے' اس کا علم ذاتی ہے اور باقی سب کا علم اس کی عطا سے ہے' وہ سب سے زیادہ قادر اور قدیر ہے' باقی سب کی قدرت اس کی عطا کردہ ہے' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے' وہ حی اور قیوم ہے' اس پر غفلت طاری ہوتی ہے نہ اس کو نیند آتی ہے' وہ اپنی ہر صفت میں بے مثل اور بے عدیل ہے' صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور وہی واحد حاجت روا ہے۔

اور فرمایا: ''وہ عرش کا مالک ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے' عرش کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عالم اجسام میں عرش کا سب سے عظیم اور بلند جسم ہے' ہمیں جو چیز بلند معلوم ہوتی ہے' ان میں سب سے بلند چیز عرش عظیم ہے اور وہ بھی اللہ کی مملوک ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے''۔

روح کو وحی سے تعبیر کرنے کی وجہ

اس آیت میں وحی کے لیے روح کا لفظ ذکر فرمایا کیونکہ جس طرح جسم کی حیات روح سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح علوم اور معارف کی حیات وحی سے حاصل ہوتی ہے' وحی کے ذریعہ انسان کو ایسا دستور عطا کیا گیا جس پر عمل کرنے سے انسان باقی مخلوقات میں معزز اور مشرف ہوا۔

اس آیت میں قیامت کے دن کو ملاقات کا دن فرمایا ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) لوگوں کی روحیں ان کے جسموں سے منفصل اور الگ ہو جائیں گی اور جب قیامت کا دن آئے گا تو روحوں کو دوبارہ ان کے جسموں میں ڈالا جائے گا اور اس دن بچھڑی ہوئی روحوں کی اپنے جسموں سے ملاقات ہوگی۔

(۲) اس دن تمام مخلوق ایک دوسرے سے ملاقات کرے گی اور ایک دوسرے کے احوال سے واقف ہوگی۔

(۳) اس دن فرشتوں کو نازل کیا جائے گا اور فرشتوں کی انسانوں سے ملاقات ہوگی۔

marfat.com
Marfat.com

(۴) اس دن ہر انسان کو اس کے اعمال دکھائے جائیں گے اور اس کا صحیفۂ اعمال اس کے ہاتھ میں ہوگا اور ہر شخص اپنے عمل سے ملاقات کرے گا۔

(۵) اس دن انسان اپنے رب سے ملاقات کرے گا جیسا کہ قرآن مجید کی بہ کثرت آیات میں ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ . (الکہف: ۱۱۰) پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ . (الاحزاب: ۴۴) جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ . (البقرہ: ۴۶) جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

(۶) یہ وہ دن ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام اپنی تمام اولاد سے ملاقات کریں گے۔

(۷) یہ وہ دن ہے جس میں ہر انسان اپنے اعمال کی جزاء یا سزا سے ملاقات کرے گا۔

المومن: ۱۶ میں فرمایا: ''جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہوگی''۔

قیامت کے دن لوگوں کی مستور چیزوں کا ظاہر ہونا

اس آیت میں ''بارزون'' کا لفظ ہے بارزون کا معنی ہے: ظاھرون' قیامت کے دن تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی چیز ان کو چھپا نہیں رہی ہوگی' وہ کسی پہاڑ یا ٹیلے کی اوٹ میں ہوں گے نہ ان کے بدن پر لباس ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب تم کو جمع کیا جائے گا تم ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے' آپ نے فرمایا: اس دن معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہوگا کہ ان کو ایسا خیال آئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۹)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو 'بارزون'' اس لیے فرمایا ہو کہ اس دن ان کے تمام اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور تمام ڈھکی چھپی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔

ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہوگی' یعنی جب وہ اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوگا کہ ان میں سے ہر شخص نے دنیا میں کیا کام کیے' پھر وہ ان کے اعمال کے حساب سے ان کو جزاء دے گا' اگر انہوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے تو ان کو نیک جزاء دے گا اور اگر انہوں نے بُرے اعمال کیے ہوں گے تو ان کو سزا دے گا۔ جیسا کہ ان آیات میں ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ (الطارق: ۹) جس دن پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال ہوگی ۝

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ (العادیات: ۹-۱۱) کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ جب ان کو نکال لیا جائے گا جو قبروں میں ہیں ۝ اور سینوں کی چھپی ہوئی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ۝ بے شک ان کا رب اس دن ان کے تمام احوال سے باخبر ہوگا ۝

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن کی کیا تخصیص ہے' اللہ تعالیٰ تو آج بھی ان کے تمام احوال سے باخبر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں کفار کا یہ خیال تھا کہ جب وہ کسی پردے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو پتا نہیں چلتا کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

کیا کر رہے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کو بھی یقین واثق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی ہر ڈھکی چھپی بات کا علم ہے۔

قیامت کے دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی

اس کے بعد فرمایا: ''آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو واحد' سب پر غالب ہے''۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے:

قیامت کے دن جب سب ہلاک ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ اس وقت کوئی جواب نہیں دے تو خود ہی فرمائے گا' اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد' سب پر غالب ہے۔

اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ میدان محشر میں جب یہ ندا ہوگی: آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو سب پکار کر کہیں گے: اللہ ہی کی ہے جو واحد سب پر غالب ہے' مؤمنین تو بہت خوشی سے اور کیف وسرور سے کہیں گے: اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد' سب پر غالب ہے اور کفار حسرت اور ندامت سے کہیں گے کہ اللہ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد' سب پر غالب ہے۔

اس کی تفسیر میں تیسرا قول یہ ہے کہ بعض فرشتے سوال کریں گے کہ آج کس کی بادشاہی ہے اور دوسرے بعض فرشتے جواب دیں گے: آج اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا: بادشاہ میں ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۵۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا' پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۵۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور تمام زمینوں کو اپنی بائیں مٹھی میں پکڑ لے گا' پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' جبارین کہاں ہیں؟ متکبرین کہاں ہیں؟ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۲' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمر رقم الحدیث: ۲۴۹۴)

محمد بن کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ دو صوروں کے درمیانی وقفہ میں فرمائے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ اور کوئی جواب نہیں دے گا کیونکہ سب مر چکے ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ ایک منادی کہے گا: آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو اہل جنت جواب دیں گے: اللہ واحد قہار کی اور ایک قول ہے کہ منادی کے جواب میں اہل محشر یہ کہیں گے کہ اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۲۶۹۔۲۶۸' الکشاف ج ۴ ص ۱۶۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا صلہ دیا جائے گا' آج کوئی ظلم نہیں ہوگا' بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے O اور آپ ان کو بہت قریب آنے والے دن سے ڈرایئے' جب وفور دہشت سے دل مونہوں کو آجائیں گے' لوگ غم کے گھونٹ بھرے ہوئے خاموش ہوں گے' ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے O خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینہ میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ خوب جانتا ہے O اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے' بے شک اللہ ہی بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے O

marfat.com
Marfat.com

(المومن: ۲۰۔۱۷)

ظلم کی اقسام اور اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے ظلم کی نفی

المومن: ۱۷ میں قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کی جزاء کا ذکر ہے' جس شخص نے جیسے عمل کیے ہوں گے اس کو اسی حساب سے جزاء دی جائے گی اور اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اس دن کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

محققین نے کہا ہے کہ ظلم کی چار قسمیں ہیں: (۱) ایک شخص ثواب کا مستحق ہو اور اس کو ثواب نہ دیا جائے (۲) ایک شخص کو اس کا حق دیا جائے لیکن اس کو اس کا پورا حق نہ دیا جائے (۳) ایک شخص عذاب کا مستحق نہ ہو اور اس کو عذاب دیا جائے (۴) ایک شخص عذاب کا مستحق ہو لیکن اس کو اس کے جرم سے زیادہ عذاب دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ظلم کی ان اقسام میں سے کسی قسم کا ظلم نہیں کرے گا۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان میں کفر پیدا کرتا ہے' پھر اس کو کفر پر عذاب دیتا ہے اور یہ عین ظلم ہے' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی شخص میں کفر کو پیدا کرتا ہے جو شخص کفر کا ارادہ کرتا ہے' انسان جس فعل کو بھی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا کر دیتا ہے اور انسان کو اس کے اختیار اور ارادہ کے اعتبار سے جزاء اور سزا ملتی ہے۔

''الآزفة'' اور ''کاظمین'' کا معنیٰ

المومن: ۱۸ میں فرمایا: ''اور آپ ان کو بہت قریب آنے والے دن سے ڈرائیے' جب وفور دہشت سے دل مونہوں کو آ جائیں گے''۔

اس آیت میں ''آزفة'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: قریب پہنچنے والی' جس کے آنے کا بہت کم وقت رہ گیا ہو' اس سے مراد قیامت ہے' جیسا کہ ان آیتوں میں فرمایا ہے:

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ (النجم: ۵۸۔۵۷)
آنے والی گھڑی قریب آ پہنچی ہے ۝ اللہ کے سوا اس کو اپنے وقت پر کوئی منکشف کرنے والا نہیں ہے ۝

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر: ۱)
قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا ۝

اس سے مراد یہ ہے کہ کفار کے دوزخ میں داخل ہونے کا وقت قریب آ گیا' اس وقت یوں لگے گا جیسے خوف کی شدت سے ان کے دل سینے سے باہر نکل آئیں گے اور بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد موت کا وقت ہے۔ کیونکہ جب کفار موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھیں گے تو ان کو بہت زیادہ خوف ہو گا اور ان کو یوں لگے گا کہ ان کے دل اچھل کر ان کے حلق میں آ گئے ہیں اور شدت خوف کی وجہ سے وہ بالکل گم سم ہوں گے اور دنیا سے جدائی کے غم کو پی کر خاموش ہوں گے اور اس وقت اپنے رنج اور غم کو بیان کرنے کی ہمت نہیں پائیں گے' دلوں کا اچھل کر حلق میں آ جانا ایک محاورہ ہے اور اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کسی اچانک افتاد پیش آنے سے انسان پر بہت زیادہ خوف اور دہشت طاری ہو جاتی ہے اور وہ فرط غم سے لب کشائی کی جرأت بھی نہیں کر سکتا' بعض مفسرین نے کہا: یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے' یعنی شدت خوف سے واقعہ میں ان کے دل ان کے سینوں سے نکل کر حلق تک پہنچ جائیں گے اور ان کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی۔

اس آیت میں ''کاظمین'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: غصہ روکنے والے' غصہ پی جانے والے' کظوم کا اصل معنیٰ ہے: سانس روکنا' اس سے مراد ہوتا ہے: خاموش ہونا' کظم النهر کا معنیٰ ہے: نہر کا منہ بند کر دیا' کظم الوجل کا معنیٰ ہے: وہ

marfat.com
Marfat.com

آدمی خاموش ہو گیا' اس آیت میں یہی معنی مراد ہے۔(المفردات ج ۲ ص ۵۵۸ ملخصاً وموضحاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

مرتکب کبیرہ کی شفاعت پر معتزلہ کے اعتراض کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ظالموں کا کوئی ایسا شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا جس کی شفاعت قبول کی جائے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے ظالم ہیں' سو اس آیت کے بہ موجب ان کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت میں فرمایا ہے: ''ولا شفیع یطاع'' ظالموں کا ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی سفارش کی اطاعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کی اطاعت کرے۔

(۲) اس آیت کا سیاق کفار اور مشرکین کے متعلق ہے' یعنی کفار اور مشرکین کا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہوگا۔

(۳) اس کے لیے سفارش قبول کی جائے گی جس کی مغفرت ممکن ہو اور مشرکین کی مغفرت ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم جو گناہ ہوگا اس کو بخش دے گا۔

اور گناہ کبیرہ شرک سے کم گناہ ہے' اس لیے اس کی مغفرت ممکن ہے' اس لیے اس کی شفاعت کی جائے گی اور شرک کی مغفرت ممکن نہیں ہے اس لیے اس کی شفاعت ممکن نہیں ہے اور اس آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ○ (لقمان:۱۳) بے شک شرک ظلم عظیم ہے ○

لہٰذا اس آیت میں مشرکین کی شفاعت کی نفی کی گئی ہے نہ کہ ان مسلمانوں کی جنہوں نے گناہ کبیرہ کر لیا ہے اور ان کو توبہ کرنے کا موقع نہ مل سکا ہو اور جب کہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۴۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۱۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۶۷' الشریعۃ للآجری ص ۳۳۸' المستدرک ج ۱ ص ۶۹' ج ۲ ص ۳۸۲' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۰' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث:۸۳۱)

المومن:۱۹ میں فرمایا: ''خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینہ میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ خوب جانتا ہے ○''

آنکھوں کی خیانت اور دل کی چھپی ہوئی باتیں

انسان جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کا تعلق ظاہری اعضاء سے بھی ہوتا ہے اور باطنی اعضاء سے بھی ہوتا ہے' ظاہری اعضاء سے نافرمانی وہ ہے جو نظر آتی ہے اور باطنی اعضاء سے جو نافرمانی ہوتی ہے وہ سینہ میں چھپی ہوئی ہوتی ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس سے بندوں کی کوئی معصیت اور خیانت چھپی ہوئی نہیں ہے' خواہ وہ آنکھوں سے نظر آنے والی خیانت ہو خواہ سینہ میں چھپی ہوئی خیانت ہو۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آنکھوں کی خیانت وہ ہے جو انسان اجنبی عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھتا ہے' ہاں اگر اتفاقاً کسی طرف نظر پڑ جائے تو وہ انسان کے لیے معاف ہے لیکن اس کو دوسری نظر ڈالنے کی اجازت نہیں ہے' حدیث میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! اگر کسی پر اچانک نظر پڑ جائے؟ آپ نے فرمایا: اپنی نظر ہٹا لو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۶' جامع المسانید والسنن مسند جریر بن عبداللہ رقم الحدیث: ۱۵۹۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تم ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا' کیونکہ پہلی بار تمہیں معاف ہے اور دوسری بار کی تمہیں اجازت نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۷۷)

جب انسان کسی اجنبی عورت کی طرف دیکھتا ہے تو دراصل وہ اس کی نظر نہیں ہوتی بلکہ شیطان کی طرف سے چھوڑا ہوا ایک تیر ہوتا ہے' جو اس کے دل میں جا کر پیوست ہو جاتا ہے اور جب انسان کسی خوب صورت بے ریش لڑکے کی طرف دیکھتا ہے تو شیطان اس کو انسان کی نگاہ میں اجنبی عورت سے سوگنا زیادہ حسین بنا کر پیش کرتا ہے۔ کیونکہ جب کسی اجنبی عورت کی محبت اس کے دل میں گھر کر جائے تو اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ایک شرعی جائز طریقہ ہے کہ وہ اس سے نکاح کر لے لیکن اگر وہ کسی بے ریش لڑکے پر فریفتہ ہو جائے تو سوائے گناہ کے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز راستہ نہیں ہے۔

انسان کے دل میں خواہشیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں' اللہ تعالیٰ کو ان سب کی خبر ہے اور سب کا علم ہے خواہ وہ نیک خواہشیں ہوں یا بُری خواہشیں ہوں لیکن اللہ انسان پر اسی وقت گرفت فرماتا ہے جب وہ اپنی کسی ناجائز خواہش کو پورا کرنے کا عزم مصمم کر لے۔

المومن: ۲۰ میں فرمایا: ''اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے' بے شک اللہ ہی بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے O''

اس آیت سے بھی اس طرف رہ نمائی فرمائی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے اور بڑے جرم کا حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور جب مجرم اور گناہ گار کے دل میں یہ حقیقت جاگزین ہو گی تو اس کا خوف بہت زیادہ ہو گا۔ کفار کو اپنے باطل معبودوں اور بتوں پر بھروسا تھا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرما دیا کہ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہیں یہ ان کے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔ اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ ہی بہت سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے۔ یعنی کفار جو اپنے بتوں کی تعریف اور ستائش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو سن رہا ہے اور وہ جو اپنے بتوں کے آگے سجدے کر رہے ہیں اور ان کی عبادت کر رہے ہیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن ان کی بت پرستی کی ان کو سخت سزا دے گا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا ان کافروں نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ یہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ طاقت ور

الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا

تھے اور زمین میں ان کے اثرات بھی بہت زیادہ تھے' اس کے باوجود اللہ نے ان کو ان کے گناہوں

marfat.com
Marfat.com

فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ

کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ

اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

تھا ○ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے، پھر بھی انہوں نے کفر کیا

فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

تو اللہ نے ان پر گرفت کی، بے شک وہ بہت قوت والا، سخت عذاب والا ہے ○

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ لا اِلٰى

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن معجزے دے کر بھیجا ○ فرعون

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے بہت جھوٹا ○

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ

پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری طرف سے برحق دین لے کر گئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ ان پر ایمان لا چکے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ

ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی سازش

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ

محض گمراہی (پر مبنی) ہے ○ اور فرعون نے کہا: مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو

مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ

اور موسیٰ کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے دعا کرے، مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا

اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ

یا وہ اس ملک میں بڑا ہنگامہ کرے گا ○ اور موسیٰ نے کہا: میں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب

marfat.com
Marfat.com

بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع ۸

پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان کافروں نے زمین میں سفر نہیں کیا تا کہ یہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور زمین میں ان کے اثرات بھی بہت زیادہ تھے' اس کے باوجود اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا O اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے' پھر بھی انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے ان پر گرفت کی' بے شک وہ بہت قوت والا' سخت عذاب والا ہے O
(المومن: ۲۲۔۲۱)

کفار مکہ کو دنیا کے عذاب سے ڈرانا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو عذاب آخرت سے ڈرایا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا ہے' کیونکہ کفار مکہ' مکہ کی سرزمین سے شام اور یمن کی طرف سفر کرتے رہتے تھے اور وہاں پچھلی کافر قوموں کی تباہی اور بربادی کے آثار تھے' عاد' ثمود اور ان جیسی دوسری قوموں کے' اور قریش ان اطراف سے اور ان راستوں سے گزرتے تھے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو یہ بتایا ہے کہ عقل مند وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے کیونکہ سابقہ کفار ان موجودہ کافروں سے جسمانی طور پر بھی بہت طاقت ور تھے اور ان کے علاقوں میں بھی ان کی شوکت اور سطوت کے بہت آثار اور نشانات تھے' انہوں نے بہت مضبوط اور مستحکم قلعے بنائے تھے اور بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں' ان کے عظیم الشان محلات تھے اور ان کے پاس لشکر جرار تھے اور جب انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا' حتیٰ کہ یہ موجودہ کفار بھی اپنے سفروں کے درمیان ان کی تباہی اور ہلاکت کے آثار کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو ان کے احوال سے ڈرایا کہ اگر وہ اپنے کفر اور ہمارے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب سے باز نہ آئے تو ان کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے گا جس طرح پچھلے زمانہ کے کافروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو ان کو اس عذاب میں کوئی بچانے والا نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام کر دی تھی اور اپنی توحید کا پیغام دے کر رسولوں کو ان کے پاس بھیجا تھا' پھر جب انہوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن معجزے دے کر بھیجا O فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے بہت جھوٹا O پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری طرف سے برحق دین لے کر گئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی سازش محض گمراہی (پر مبنی) ہے O (المومن: ۲۵۔۲۳)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا قصہ بیان فرمانا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلی قوموں کی عمومی تکذیب کا حال سنا کر تسلی دی تھی اور ان آیتوں میں آپ کو بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال سنا کر تسلی دے رہا ہے کہ ان کو قوم فرعون کی طرف

marfat.com
Marfat.com

بھیجا گیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم نے ان کے متعدد واضح معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن معجزے دے کر بھیجا'' نشانیوں سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزے ہیں (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی گرہ کو کھول دینا' پھر وہ روانی سے بات کرنے لگے (۲) قوم فرعون یعنی قبطیوں پر طوفان کا آنا (۳) ان پر جوؤں کی کثرت (۴) ان پر مینڈکوں کی کثرت (۵) ان پر خون کی کثرت (۶) ان پر ٹڈیوں کی کثرت (۷) بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو چیر دینا (۸) پتھر پر لاٹھی مارنا جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (۹) آل فرعون کو قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کرنا۔ اس کے بعد سلطان مبین کا ذکر فرمایا' اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے' اس کا الگ ذکر فرمایا' کیونکہ یہ بہت عظیم معجزہ تھا' فرعون اور اس کی قوم اس معجزہ سے بہت خائف تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ میں اس کا بہت مؤثر کردار تھا۔

المومن: ۲۴ میں فرعون' ہامان اور قارون کا ذکر فرمایا۔ فرعون' مصر میں قوم عمالقہ کا فرماں روا تھا' اس نے اپنی حکومت اور بادشاہی کے گھمنڈ میں ربوبیت کا دعویٰ کر دیا تھا' ہامان فرعون کا وزیر تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا لیکن اس آیت میں صرف فرعون اور ہامان کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ رعایا اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتی ہے۔ قارون کا ذکر فرعون اور ہامان کے بعد فرمایا' کیونکہ قارون اسرائیلی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عم زاد تھا' یہ ابتداء میں مومن تھا اور بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم تھا اور تورات کا حافظ تھا' پھر مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے اس کا حال متغیر ہو گیا اور یہ سامری کی طرح منافق ہو گیا اور کفر کر کے فرعون اور ہامان کے ساتھ مل گیا اور ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

المومن: ۲۵ میں فرمایا: ''پھر جب ان کے پاس موسیٰ ہماری طرف سے برحق دین لے کر گئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو''۔

اس آیت میں بنو اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد ان کو دوسری بار قتل کرنے کا حکم دینا ہے' کیونکہ پہلی بار ان کو قتل کرنے کا حکم اس وقت دیا تھا جب نجومیوں نے فرعون کو یہ بتایا تھا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کی وجہ سے فرعون کی حکومت جاتی رہے گی اور اس کی الوہیت کا دعویٰ باطل ہو جائے گا' پھر جب قبطیوں نے شکایت کی کہ اگر بنی اسرائیل کی نسل ختم ہو گئی تو پھر مشکل کام ان کو کرنے پڑیں گے' تو پھر اس نے یہ حکم موقوف کر دیا' پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا علم ہوا اور اس کو یہ پتا چلا کہ کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں تو پھر اس نے غیظ و غضب میں آ کر یہ حکم دیا کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جائے' کیونکہ اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر یہ بیٹے زندہ رہے تو اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت میں اضافہ ہو گا۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور کافروں کی سازش محض گم راہی پر مبنی ہے''۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت کو کم کرنے اور ان کے دین کو نیچا دکھانے کے لیے جو تدبیریں اور سازشیں کر رہا تھا وہ انجام کار ناکام اور نامراد ہوں گی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور کامرانی حاصل ہو گی اور خود فرعون ہلاک ہو جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت فرمائے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فرعون نے کہا: مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اور موسیٰ کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے دعا کرے' مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا وہ اس ملک میں بڑا ہنگامہ کرے گا O اور موسیٰ نے کہا: میں ہر اس متکبر سے جو روزِ

marfat.com
Marfat.com

حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں O (المومن: ۲۷۔۲۶)

فرعون کی قوم فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے کیوں باز رکھنا چاہتی تھی؟

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اس کی قوم اس کو اس اقدام سے روکتی تھی' فرعون کی قوم جو فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روکتی تھی اس کی مفسرین نے حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) فرعون کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کا دل میں یہ اعتقاد تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں' وہ مختلف حیلوں اور تدبیروں سے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۲) فرعون کے مصاحبوں نے اس سے کہا: تم (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) قتل نہ کرو' وہ معمولی سے جادوگر ہیں' اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو عوام یہ سمجھیں گے کہ (حضرت) موسیٰ حق پر تھے اور تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے' اس لیے تم نے ان کو قتل کرا دیا اور عوام تم سے بدظن ہو جائیں گے۔

(۳) فرعون کے ارکان دولت نے یہ سوچا کہ ابھی فرعون حضرت موسیٰ کے معاملہ میں الجھا ہوا ہے اور اس کی ہماری طرف توجہ نہیں ہے اور ہم ملک میں اپنی من مانی کر رہے ہیں' اگر یہ حضرت موسیٰ کو قتل کر کے اس مہم سے فارغ ہو گیا تو پھر اس کی توجہ ہماری طرف ہو گی اور یہ ہمیں اپنی من مانی نہیں کرنے دے گا' اس لیے وہ فرعون سے کہتے تھے کہ تم حضرت موسیٰ کو قتل نہ کرو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ فرعون کو حضرت موسیٰ کو قتل کرنے سے کوئی منع تو نہیں کرتا تھا لیکن وہ یہ سوچتا تھا کہ اگر اس نے حضرت موسیٰ سے مقابلہ کر کے ان کو قتل کرنے کا اعلان کیا اور پھر دوران مقابلہ حضرت موسیٰ سے ایسے معجزات صادر ہوئے کہ وہ ان پر غالب نہ آ سکا تو وہ بہت ذلیل اور رسوا ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس مقابلہ میں مارا جائے سو وہ خود اپنی موت سے ڈرتا تھا لیکن اس نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے اور اپنا جعلی رعب ڈالنے کے لیے یہ کہا کہ ''مجھے (حضرت) موسیٰ کو قتل کرنے دو'' اور یہ ظاہر کیا کہ اس کی قوم اس کو حضرت موسیٰ کے قتل میں ہاتھ رنگنے سے منع کر رہی ہے' حالانکہ اس کو کوئی منع نہیں کر رہا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون کا یہ قول نقل فرمایا: ''مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا وہ اس ملک میں بڑا ہنگامہ برپا کرے گا''۔

فرعون کا اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ وہ اپنے عوام کو یہ بتائے کہ وہ حضرت موسیٰ کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے' اس نے بتایا کہ حضرت موسیٰ سے اس کو یہ خطرہ ہے کہ وہ اس کی قوم کے دین کو فاسد کر دیں گے یا ان کی دنیا کو فاسد کر دیں گے' اس کے زعم میں دین کا فساد یہ تھا کہ اس کے نزدیک صحیح دین وہی تھا جس پر وہ اور اس کی قوم تھی اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی الوہیت کا انکار کرتے تھے اور اس کے عقائد اور نظریات کے مخالف تھے' اس لیے اس کو خطرہ تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے تو اس کا اور اس کی قوم کا دین فاسد ہو جائے گا اور دنیا کے فساد کا خطرہ یہ تھا کہ اگر تم بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آواز پر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرعون کے خلاف بغاوت کر دی تو ملک میں شورش اور ہنگامہ ہو گا اور امن اور چین جاتا رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ فرعون کی قوم کو جو اب اقتدار حاصل ہے وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے' بہر حال حضرت موسیٰ کے وجود سے خطرہ ہے' ان کے دین کو یا ان کی دنیا کو اور چونکہ ان کے نزدیک دین کا ضرر دنیا کے ضرر سے زیادہ خطرناک تھا اس لیے فرعون نے پہلے ان کو ان کے دین کے ضرر سے ڈرایا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اسرار و رموز

المومن: ۲۷ میں فرمایا: ”اور موسیٰ نے کہا: میں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوںO“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں حسب ذیل نکات ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا معنیٰ یہ ہے کہ دشمن کے شر سے صرف اللہ کی پناہ میں آ کر ہی نجات ملتی ہے سو میں اللہ کی پناہ میں آ رہا ہوں اور جو اللہ کے فضل پر اعتماد کرے اللہ اس کو ہر بلا سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ہر آرزو کو پورا کرتا ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے دین اور اس کے اخلاص کی حفاظت فرماتا ہے اسی طرح جب وہ آفات اور مصائب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر رنج اور پریشانی سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں“ گویا کہ بندے کو یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اور تمہیں ہر شر سے محفوظ رکھا ہے اور ہر خیر تک پہنچایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مالک اور مولیٰ نہیں ہے تو بندہ پر لازم ہے کہ جب بھی اسے کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ اللہ کے سوا کسی اور سے اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے نہ کہے اور جب بھی اسے کوئی مہم درپیش ہو تو اللہ کے سوا اور کسی سے مدد طلب نہ کرے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں اور اپنی قوم کا ذکر فرمایا' اس قول میں انہوں نے اپنی قوم کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ہر شر اور ہر مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کریں اور جب حضرت موسیٰ اور ان کی قوم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے اور جب تمام نیک اور پاک روحیں مل کر ایک مطلوب کی دعا کریں گی تو اس دعا میں قبولیت کی تاثیر زیادہ قوی ہوگی اور باجماعت نمازیں ادا کرنے کا بھی یہی سبب ہے اور ”ایاک نعبد و ایاک نستعین“ کا بھی یہی نکتہ ہے۔

(۵) ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خصوصیت کے ساتھ فرعون کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت اور اس کے شر میں مبتلا تھے اس کے باوجود انہوں نے یوں نہیں فرمایا: میں فرعون کے شر سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں' بلکہ فرمایا: میں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں' کیونکہ خصوصیت کے ساتھ فرعون کے شر سے نجات کی دعا کی بہ نسبت عمومی دعا زیادہ مفید تھی کہ میں ہر متکبر اور ہر منکر حساب کے شر سے اللہ کی پناہ میں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرعون اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی الوہیت کا دعویٰ دار تھا اور اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلواتا تھا اس لیے آپ نے اپنی دعا میں اس گستاخ بارگاہ صمدیت کا ذکر کرنا پسند نہیں فرمایا' بلکہ بالعموم فرمایا: میں ہر متکبر اور ہر منکر حساب سے تیری پناہ میں ہوں۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں دو شخصوں سے پناہ طلب کی ہے' متکبر سے اور منکر حساب سے' اس لیے کہ جو شخص صرف متکبر ہو اور یوم حساب کا منکر نہ ہو' اس کا تکبر اس کو لوگوں کی ایذاء پر ابھارتا ہے لیکن قیامت اور روزِ حساب کا

marfat.com
Marfat.com

خوف اس کو بعض اوقات تکبر کے تقاضے پورے کرنے سے باز رکھتا ہے' لیکن جس شخص کا قیامت اور یوم حساب پر ایمان نہ ہو وہ بالکل بے مہار اور بے لگام ہوتا ہے' اس کو اپنے تکبر کے تقاضے پورا کرنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ متکبر اور منکر حساب سے پناہ میں رہنے کی دعا کی۔

(۷) فرعون نے جب کہا تھا کہ "مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اور موسیٰ کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے دعا کرے" تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کے لیے استہزاءً کہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اپنے متبعین کے لیے پناہ کی دعا کر کے یہ ظاہر فرمایا: تو جس چیز کو بہ طریق استہزاء کہہ رہا ہے وہی تو اصل دین ہے اور صریح حق ہے' میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے تیرے شر کو دور کر دے اور عنقریب تو دیکھ لے گا کہ میرا رب کس طرح تجھ پر قہر فرماتا ہے اور کس طرح مجھ کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔

یہ عالی قدر نکات امام رازی نے بیان فرمائے ہیں' ان نکات کو لکھنے کے بعد امام رازی فرماتے ہیں کہ جس شخص کی عقل ان تمام نکات کا احاطہ کر لے گی وہ یہ سمجھ لے گا کہ دشمنوں کی سازشوں سے اور ان کے شر سے بچنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ وہ اللہ سے حفاظت اور اس کی پناہ طلب کرے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۰۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ یہ دعا فرماتے تھے:

اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم۔ — اے اللہ! ان کے مقابلہ میں ہم تجھ کو لاتے ہیں اور ان کے شر اور فساد سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۳ ص ۴۹۵-۴۹۴' مؤسسة الرسالة بیروت' ۱۴۲۰ھ' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۶۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۶۵' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۵۳' اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

دشمن کے خطرہ کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی سنت ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے اور ہمیں یہ دعا آپ کی سنت کی نیت سے کرنی چاہیے کیونکہ ہمیں آپ ہی کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمارے لیے اسی میں فوز و فلاح ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ

فرعون کے متبعین میں سے ایک مرد مومن جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرد

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ

نشانیاں لا چکا ہے' اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے

marfat.com
Marfat.com

يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ

اور اگر وہ سچا ہے تو جس (عذاب) سے وہ ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تو تم پر آئے

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ

گا' بے شک جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو' اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتاO اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے

فِى الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ

کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو' لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ

فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی (راستہ) دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں صرف کامیابی کی راہ

الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِىْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

دکھا رہا ہوں O اور اس مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ ہے کہ تم پر سابقہ امتوں کی طرح

مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ

عذاب آ جائے گا O جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود

ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا

اور ان کے بعد کے لوگوں کا طریقہ تھا اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ

لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

نہیں فرماتا O اور اے میری قوم! مجھے تم پر چیخ و پکار کے دن کا خطرہ ہے O

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے' تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

جس کو اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O اور بے شک اس سے پہلے

marfat.com
Marfat.com

يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا

تمہارے پاس یوسف کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے' پس تم ان کی لائی ہوئی نشانیوں

جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ

میں شک ہی کرتے رہے حتیٰ کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا: اب اللہ ان کے بعد ہرگز کوئی

بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

رسول نہیں بھیجے گا' اور اللہ اسی طرح اس کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے متجاوز

مُّرْتَابُ ۚۖ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ

ہو' شک میں مبتلا ہو O جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں' اللہ کے نزدیک

اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ

اور مومنوں کے نزدیک ایسا جھگڑا سخت غصہ کا موجب ہے

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اللہ اسی طرح ہر جبار متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے O اور فرعون نے کہا:

يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ لا اَسْبَابَ

اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے شاید کہ میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں O جو آسمانوں کے

السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ

راستے ہیں' پھر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور بے شک میں ضرور گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

اسی طرح فرعون کے برے عمل کو اس کے نزدیک خوش نما بنا دیا گیا اور اس کو

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ؏ ﴿۳۷﴾ ع ۴/۱۰ ۹

سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی ہر سازش صرف ناکام ہونے والی تھی O

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فرعون کے متبعین میں سے ایک مردِ مومن جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے' اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب سے وہ ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تو تم پر آئے گا' بے شک جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو' اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتاO اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے' کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو' لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی (راستہ) دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں کامیابی کی راہ دکھا رہا ہوںO (المومن: ۲۹-۲۸)

قوم فرعون کے مردِ مومن کا تعارف اور اس کی فضیلت اور اس کے ضمن میں حضرت ابوبکر کی فضیلت

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

المومن: ۲۸ میں جس مردِ مومن کا ذکر ہے' سدی نے کہا: وہ فرعون کا عم زاد تھا' لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور وہ اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے مخفی رکھتا تھا کیونکہ اس کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی اور دوسرے مفسرین نے کہا: بلکہ وہ شخص اسرائیلی تھا' وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آل فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔ امام ابن جریر نے کہا: ان میں راجح قول سدی کا ہے۔

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۴۷-۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء نے کہا: اس مردِ مومن کا نام حزبیل تھا' وہب بن منبہ نے کہا: اس کا نام حزیقال تھا' ابن اسحاق نے کہا: اس کا نام خبرل تھا' ابواسحاق نے کہا: اس کا نام حبیب تھا۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۲۷۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یہ شخص ابتداء میں فرعون اور اس کے درباریوں سے اپنے ایمان کو چھپاتا تھا' بعد میں جب ایمان کی حرارت اس کے خون میں چنگاریوں کی طرح گردش کرنے لگی تو اس نے فرعون کے غیظ و غضب کی پرواہ کیے بغیر برملا اپنے ایمان کا اظہار کر دیا اور جب وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ان کو منع کیا اور وہ شخص اس حدیث کا مصداق تھا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! کسی شخص کو جب حق بات کا علم ہو تو وہ لوگوں کے دباؤ اور ان کے خوف کی وجہ سے حق بیان کرنے کو ترک نہ کر دے' سنو! ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۳ ص ۱۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۷ ص ۴۲۸' رقم الحدیث: ۱۱۱۴۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۱' المستدرک ج ۴ ص ۵۰۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۲۸۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۰' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۱۲۸)

جس طرح قوم فرعون میں سے ایک مردِ مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی' بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حمایت زیادہ قوی تھی' حدیث میں ہے:

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی سخت اذیت پہنچائی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن ابی معیط آیا اور وہ اپنی چادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال کر سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹنے لگا' اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے اس کو دھکا دیا اور اس کو آپ سے دور کر دیا اور یہ کہا: کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۹۰۸' عالم الکتب' بیروت)

اس شخص نے کہا: ''اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب سے وہ ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تو تم پر آئے گا''۔

مدعی نبوت کو قتل نہ کرنے پر ایک اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب

اس آیت پر بہر حال یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کا یہ کلام نقل فرمایا ہے کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال صرف اسی پر ہو گا یعنی اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اس آیت کے بہ موجب اگر کوئی جھوٹا نبی اپنے باطل دین کی تبلیغ کر رہا ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے حالانکہ جھوٹے نبی اور زندیق کو قتل کرنا واجب ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہم یہ نہیں مانتے کہ اس کے جھوٹ کا ضرر صرف اسی تک محدود رہے گا کیونکہ وہ لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے گا اور لوگ اس کے باطل دین اور فاسد مذہب کو اپنا لیں گے اور اس سے بہت فتنہ اور فساد ہو گا' اس لیے اس فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو زندیق لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے رہا ہو اس کو قتل کرنا واجب ہے' دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس طرح ہر زندیق اور ہر باطل کو اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ کی اجازت مل جائے گی اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو پھر کفار سے جہاد بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر ان کا کفر جھوٹ ہے تو ان کے اس جھوٹ کا ضرر صرف ان ہی کو ہو گا' پھر امام رازی نے ان تینوں اشکالوں کا یہ جواب لکھا ہے: اس مرد مومن کے کلام کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ جھوٹے ہیں تو تم کو ان کے شر کو دور کرنے کے لیے ان کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ان کو تبلیغ کرنے سے روک دو' پھر ان کو قتل کرنے سے باز رہو' پس اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا ضرر صرف ان ہی تک محدود رہے گا اور اگر یہ سچے ہیں تو تم ان سے نفع حاصل کرو' خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ جھوٹے ہیں تو تمہیں ان کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ان کو ان کے دین کے اظہار سے روک دو اور اس تقریر سے یہ تینوں اعتراض دور ہو جائیں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۱۰-۵۰۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اعتراض مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب

میرے نزدیک اس تقریر سے یہ اعتراض دور نہیں ہوں گے کیونکہ اصل اور قوی اعتراض یہ ہے کہ جھوٹے نبی اور زندیق کو قتل کرنے کے وجوب پر تمام علماء اسلام کا اجماع ہے اور اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹے نبی کو صرف تبلیغ سے روک دیا جائے اس کو قتل نہ کیا جائے' اسی طرح کفار اگر اپنے کفر کی تبلیغ نہ کریں اور اپنے کفر پر قائم رہیں تو ان کو بھی قتل نہ کیا جائے حالانکہ کفار کے خلاف مطلقاً جہاد کرنا فرض ہے خواہ وہ اپنے کفر کی تبلیغ کریں یا نہ کریں۔

میں نے نہیں دیکھا کہ امام رازی سے پہلے کسی کو یہ اشکال سوجھا ہو اور وہ اس کے جواب کے درپے ہوا ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے یہ کہتا ہوں کہ اس آیت میں اس مرد مومن نے مطلقاً کسی زندیق' جھوٹے نبی یا کفار اور منافقین کے لیے یہ حکم اور یہ قاعدہ بیان نہیں کیا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کو قتل نہ کیا جائے' اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان

marfat.com
Marfat.com

کے جھوٹ کا وبال صرف ان پر ہوگا اور اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید میں کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کے متعلق اس قدر آیات کیوں نازل ہوتیں' بلکہ اس مرد مومن نے یہ حکم صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے' کیونکہ اس کا یہ ایمان تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور آپ اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں' لیکن فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا سمجھتے تھے اور آپ کو قتل کرنے کے درپے تھے تو اس مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان بچانے کے لیے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ بالفرض جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا وبال صرف ان پر ہوگا' ان کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب سے وہ ڈرا رہے ہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ عذاب تو تم پر آئے گا۔ اس مرد مومن کا یہ کلام قضیہ شخصیہ ہے اور صرف حضرت موسیٰ کے متعلق ہے' جن کے بارے میں اس مرد مومن کا یہ ایمان تھا کہ آپ صادق ہیں اور اس کا یہ کلام قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو شخص بھی دعویٰ نبوت کرے اس کو قتل مت کرو' اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو' اگر وہ اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی' کی ہوئی عذاب کی پیش گوئی ضرور پوری ہوگی۔ پھر اپنے کلام کے آخر میں اس مرد مومن نے کہا: بے شک جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو' اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہوتے اور اپنی حد سے یعنی عام انسان کی حد سے تجاوز کر کے نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر دلائل اور معجزات پیش کرنے کی ہدایت کیوں دیتا؟ ان کو ید بیضاء اور عصا کیوں عطا فرماتا؟ ان کی مخالفت کرنے والوں پر جوؤں' مینڈکوں اور خون کیوں نازل فرماتا' اس سے واضح ہو گیا کہ اس مرد مومن کا یہ کلام بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا' بالعموم ہر مدعی نبوت کے متعلق نہیں تھا کہ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور اس کو قتل نہ کرو' جیسا کہ امام رازی قدس سرہٗ نے خیال فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ کسی زندیق کو قتل کیا جائے نہ کسی کافر کے خلاف جہاد کیا جائے۔ یہ اعتراض اس وقت لازم آتے جب اس مرد مومن نے عمومی طور پر قاعدہ کلیہ بیان کیا ہوتا۔

اور قرآن مجید میں جس طرح قضایا کلیہ ہیں اسی طرح قضایا شخصیہ بھی ہیں' مثلاً قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ (الاحزاب:۵۱)

(ان ازواج میں سے) جس کو چاہیں آپ اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جن ازواج کو آپ اپنے پاس سے الگ کر چکے ہیں ان میں سے کسی کو بھی آپ طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

جن مسلمانوں نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھی ہیں ان پر واجب ہے کہ ان میں عدل سے تقسیم کریں' ایک دن ایک بیوی کے پاس رہیں تو دوسرے دن دوسری بیوی کے پاس رہیں' ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایک بیوی کو اپنے پاس رکھ لیں اور دوسری کو نہ رکھیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ آپ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں اور یہ حکم عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے' اب اگر اس آیت سے کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے کہ عام مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے اپنے پاس رکھے اور جس کو چاہے نہ رکھے تو اس کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا' جب اس نے ایک سے چار تک متعدد شادیاں کیں ہیں اور متعدد بیویاں رکھی ہیں تو اس کو انہیں باری باری انصاف سے رکھنا ہوگا' اسی طرح اس مرد مومن کا چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان تھا تو اس نے فرعون اور اس کے درباریوں سے کہا: تم ان کو قتل کیوں کرتے ہو؟ اگر بالفرض وہ جھوٹے ہیں تو ان کے

marfat.com
Marfat.com

جھوٹ کا وبال صرف ان پر ہوگا اور اس مرد مومن نے ہر مدعی نبوت کے لیے عام حکم نہیں بیان کیا تھا کہ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اس کو قتل مت کرو' اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال خود اسی پر ہوگا' نیز اس مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صادق اور ہدایت یافتہ ہونے پر یہ دلیل بھی قائم کی تھی کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○ بے شک جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المومن: ۲۸)

وہ مرد مومن اس جملہ سے یہ بیان کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں' اگر وہ اپنی حد سے تجاوز کر کے نبوت کا دعویٰ کرتے اور دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہ دیتا اور دلائل و معجزات سے ان کی تائید نہ فرماتا اور اب آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ اس مرد مومن کے کلام میں حکم عام نہیں ہے۔

علامہ نظام الدین قمی نیشا پوری متوفی ۷۲۸ھ نے امام رازی کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر چند کہ اس مرد مومن کے کلام سے یہ بات نکلتی ہے کہ مدعی نبوت اگر جھوٹا ہو تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے جب کہ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ زندیق کو قتل کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اسلام کے احکام اس قدر واضح نہیں تھے جتنے اب واضح ہیں۔ (غرائب القرآن جز ۲۴ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب کا مآل یہ ہے کہ اس مرد مومن کا یہ کہنا صحیح نہیں تھا کہ جھوٹے نبی کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور اگر ایسا ہی تھا تو اللہ تعالیٰ اس مرد مومن کے اس کلام کو رد فرما دیتا کیونکہ اگر جھوٹے نبی کو قتل نہ کیا جائے تو ہدایت گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی' جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کے کلام کی تحسین فرمائی ہے اور آل فرعون پر اس کے کلام کے متعدد جملوں کو بہ طور حجت اور نصیحت پیش فرمایا ہے۔ لہٰذا امام رازی کا جواب صحیح تھا نہ علامہ نیشا پوری کا جواب صحیح ہے' صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے لکھا ہے۔ والحمد للہ رب العلمین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے بعض حصہ کے پورا نہ ہونے پر اعتراض کا جواب

اس مرد مومن نے کہا: ''اگر یہ سچے ہوئے تو جس عذاب سے یہ ڈرا رہے ہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تو تم پر آئے گا''۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایسا تو کاہنوں کی پیش گوئیوں میں ہوتا ہے کہ ان کی پیش گوئی میں سے کچھ نہ کچھ پورا ہو جاتا ہے' سچے نبی کی تو یہ شان ہے کہ وہ جو کچھ کہے وہ پورا کا پورا ہو جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دنیا کے عذاب سے بھی ڈرایا تھا اور آخرت کے عذاب سے بھی ڈرایا تھا' سو دنیا میں ان کی پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہوا اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور ان کی پیش گوئی کا دوسرا حصہ آخرت میں پورا ہوگا جب ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' اس لیے دنیا میں تو بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کا ایک حصہ ہی پورا ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کے قول کا یہ حصہ نقل فرمایا:

''اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے' کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو' لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی راستہ دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں کامیابی کی راہ دکھا رہا ہوں ○'' (المومن: ۲۹)

marfat.com
Marfat.com

اس مردِ مومن کی حضرت موسیٰ کو بچانے کی ایک اور کوشش

یعنی اے میری قوم! آج سرزمین مصر میں تمہارا اقتدار ہے اور اس وقت تمہاری ٹکر کی کوئی قوم نہیں ہے' لیکن اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو ہماری مدد کو کون آئے گا؟ سنو! تم حضرت موسیٰ کو قتل کر کے اپنے امن اور چین کو برباد نہ کرو' اس مردِ مومن کے خطاب سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اسرائیلی نہیں تھا قبطی تھا اور فرعون کی قوم سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ان کی نبوت پر ایمان لا چکا تھا' اس نے اپنے اس قول میں ملک اور اقتدار کی نسبت اپنی قوم کی طرف کی' تاکہ اس کی قوم خوش ہو اور عذاب کا محل اور مورد بننے کی اپنی طرف نسبت کی تا کہ ان کے دل مطمئن ہوں اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ شخص واقعی ہمارا خیر خواہ ہے اور ان کے لیے اسی نفع کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں جو نفع اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

فرعون نے اس مردِ مومن کی نصیحت سن کر کہا: میں نے جو موسیٰ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا میرے نزدیک وہی بہتر ہے تا کہ اس فتنہ کا مادہ جڑ سے ختم ہو جائے اور میں نے تم سے جو کہا ہے تمہاری کامیابی اسی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ ہے کہ تم پر سابقہ امتوں کی طرح عذاب آ جائے گا O جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد کے لوگوں کا طریقہ تھا اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا O اور اے میری قوم! مجھے تم پر چیخ و پکار کے دن کا خطرہ ہے O جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے' تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O (المومن: ۳۳۔۳۰)

مردِ مومن کا قوم فرعون کو بار بار نصیحت کرنا

المومن: ۳۰ میں فرمایا: ''اور اس مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ ہے کہ تم پر سابقہ امتوں کی طرح عذاب آ جائے گا O''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس مردِ مومن کے کہے ہوئے کئی فقرے ذکر فرمائے ہیں جو اس نے فرعون سے کہے تھے' یعنی اگر تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو تم پر بھی ان پچھلی امتوں کی طرح عذاب آ جائے گا جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تھی۔

المومن: ۳۱ میں فرمایا: ''جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد کے لوگوں کا طریقہ تھا''۔

اس سے پہلی آیت میں سابقہ امتوں کا اجمالاً ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں ان کی تفصیل فرمائی ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد اور ثمود ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: ''اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا'' یعنی اللہ کسی بندہ پر ظلم نہیں فرماتا' جن کو عذاب دیتا ہے وہ اس کا عدل ہے اور جن کو ثواب عطا فرماتا ہے وہ اس کا فضل ہے۔

المومن: ۳۲ میں اس مردِ مومن کا یہ قول ذکر فرمایا: ''اے میری قوم! مجھے تم پر چیخ و پکار کے دن کا خطرہ ہے O''

التنادی نداء کا باب تفاعل ہے اور اس کا معنیٰ ہے: ایک دوسرے کو ندا کرنا' اور قیامت کے دن اہل جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے کو ندا کریں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ ۔ اور اصحاب جنت نے اصحاب دوزخ کو ندا کی۔

(الاعراف: ۴۴)

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ ۔ اور اصحاب دوزخ نے اصحاب جنت کو ندا کی۔

(الاعراف: ۵۰)

marfat.com
Marfat.com

المومن: ۳۳ میں فرمایا: ''جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے' تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جس کو اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے''۔

جس دن کفار پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے' اس سے مراد بھی قیامت کا دن ہے' جس دن وہ ایک دوسرے کو پکاریں گے' پھر دوبارہ ان کو اس دن کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ''تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا'' اور ان کی زبردست گم راہی اور پرلے درجہ کی جہالت پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے O''

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو گمراہ کیا ہے تو پھر اس گمراہی میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب ہم اپنی اس تفسیر میں کئی بار لکھ چکے ہیں' ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے گم راہی کو اختیار کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں گم راہی کو پیدا کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں ایسی گستاخیاں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کے طور پر ان کے اندر گم راہی کو راسخ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے' پس تم ان کی لائی ہوئی نشانیوں میں شک ہی کرتے رہے' حتیٰ کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا: اب اللہ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا اور اللہ اسی طرح اس کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے متجاوز ہو' شک میں مبتلا ہو O جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں' اللہ کے نزدیک اور مؤمنوں کے نزدیک ایسا جھگڑا سخت غصہ کا موجب ہے' اللہ اسی طرح ہر جبار متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے O (المومن: ۳۵۔۳۴)

حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے زمانہ کے کافروں میں مماثلت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے خطاب فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے' ان کا اہم معجزہ یہ تھا کہ وہ خواب کی تعبیر بتاتے تھے اور ان کے صدق اور ان کی عصمت پر ایک نوزائیدہ بچے نے شہادت دی تھی' مصر کے بادشاہ کے فوت ہونے کے بعد حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا گیا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں جو مصر کا بادشاہ تھا یہ وہی فرعون تھا جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھا (مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا) یا یہ فرعون اس کی اولاد میں سے تھا' ابن قتیبہ نے ''کتاب المعارف'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان نو سو سال کا عرصہ ہے اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان چار سو سال کا عرصہ ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل مصر کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ''اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے''۔

اس زمانہ میں صرف ایک بوڑھی عورت تھی' جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا اور وہ ان کی قبر کو پہچانتی تھی' اس کے علاوہ اور کوئی شخص اس زمانہ کا نہ تھا' لہٰذا اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے آباء واجداد کے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں سے خطاب کر کے فرمایا:

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O (البقرہ: ۹۱)

آپ کہیے: اگر تم واقعی گزشتہ (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو تو تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے؟ O

اور اس آیت میں ان یہودیوں کے آباء واجداد مراد ہیں کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہودی تھے

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے نبیوں کو قتل نہیں کیا تھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے اہل مصر قبطیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے'' حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان قبطیوں کے باپ دادا کے پاس آئے تھے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اب یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو فرعون تھا یہ وہی ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔

تمام اگلے اور پچھلے انسانوں کی یہ سرشت رہی ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی نبی بھیجا گیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا' ماسوا ان چند لوگوں کے جن کو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہدایت دی' اسی وجہ سے مصر کے اکثر لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ اب ان کے بعد کوئی اللہ کا رسول نہیں آئے گا اور جس طرح یہ لوگ گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے اسی طرح ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی گم راہی میں مبتلا رہنے دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرنے میں حد سے تجاوز کرنے والے ہوں اور اس کے برحق دین میں اور اس کے نبیوں کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی نبوت میں شک کرتے ہوں۔

جبار اور متکبر کا معنیٰ اور ان کے متعلق احادیث

المومن: ۳۵ میں فرمایا: ''جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں' اللہ کے نزدیک اور مؤمنوں کے نزدیک ایسا جھگڑا سخت غصہ کا موجب ہے۔ اللہ اسی طرح ہر جبار متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے O''

اس آیت میں جبار متکبر کے الفاظ ہیں' جبر کے معنیٰ ہیں: نقصان کو پورا کرنا' جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو اللہ کی طرف سے کوئی درجہ حاصل ہے حالانکہ وہ اس درجہ کا مستحق نہ ہو اس کو جبار کہتے ہیں' اس اعتبار سے یہ لفظ بہ طور مذمت استعمال کیا جاتا ہے' بادشاہ کو جبار اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے لوگوں پر جبر اور قہر کرتے ہیں اور متکبر اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے اور فرعون کی قوم کے لوگ ایسے ہی تھے' وہ بنو اسرائیل پر قہر اور جبر کرتے تھے' ان کو حقیر جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اللہ ہر جابر متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے'' ان کے دلوں پر مہر لگانے کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کجی' گمراہی اور کفر ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں نکل سکتا اور باہر سے ان کے دلوں میں ہدایت' اخلاص اور ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ پس صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ ان اسباب کا دامن تھام لے جو اس کا سینہ کھولنے کے موجب ہوں اور ان اسباب سے مجتنب رہے جو اس کے دل پر مہر لگانے کے موجب ہوں۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ قلب کی اصلاح پانچ چیزوں سے ہوتی ہے: (۱) کم کھانا (۲) کم سونا (۳) قرآن مجید اور احادیث میں غور و فکر کرنا اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنا (۴) رات کے آخر پہر میں اٹھ کر اللہ سے توبہ اور استغفار کرنا (۵) اللہ کے نیک بندوں سے محبت کرنا اور ان کی رفاقت کو طلب کرنا۔ اس آیت میں جبار اور متکبر کی مذمت فرمائی ہے' احادیث میں بھی ان کی مذمت ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بعض لوگوں کو چیونٹیوں کی جسامت میں اٹھایا جائے گا اور لوگ انہیں اپنے قدموں سے روندیں گے' پھر کہا جائے گا: یہ چیونٹیوں کی صورت میں کون لوگ ہیں؟ تو بتایا جائے گا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں تکبر کرتے تھے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۲۹' امام بزار نے کہا: اس سند کے ساتھ حضرت جابر سے یہی حدیث مروی ہے' اس کی سند میں ایک راوی قاسم ہے'

marfat.com
Marfat.com

وہ قوی نہیں ہے اور اہل علم نے اس سے حدیث کو روایت کیا ہے۔ حافظ الہیثمی نے کہا: القاسم بن عبد اللہ العمری متروک ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن متکبرین کا حشر چیونٹیوں کی صورتوں میں کیا جائے گا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۳۰ امام بزار نے کہا: ہم نے اس حدیث کا سماع صرف العقیلی از محمد بن راشد سے کیا ہے اور حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں بعض ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا اور آپ نے فرمایا: تکبر حق کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ الحدیث

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۹۔۱۹۹۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۱' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۴۷۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی مومن کے دل میں تکبر ہو اور وہ جنت میں داخل نہ ہو تو پھر اس آیت کا کیا جواب ہو گا جس میں فرمایا ہے: ''جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس کی جزاء پائے گا''۔ (الزلزال: ۷) اور اس حدیث کا کیا جواب ہو گا جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱' الایمان: ۱۴۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے ایمان لانے سے ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر کیا اور وہ کفر پر مر گیا وہ جنت میں بالکل داخل نہیں ہو گا' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دلوں سے تکبر نکال لے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ　　　اور ان کے دلوں میں جو کچھ کینہ ہو گا ہم اس کو دور کر دیں گے۔ (الاعراف: ۴۳)

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ تکبر کی سزا بھگت کر تکبر سے صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔

اور اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ تکبر کی سزا یہ ہے کہ تکبر کرنے والے کو جنت میں داخل نہ کیا جائے لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے اور تکبر کی سزا نہ دے۔

اور اس کا پانچواں جواب یہ ہے کہ تکبر کرنے والا ابتداءً متقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گا' ان کے بعد جنت میں داخل ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے شاید کہ میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں ○ جو آسمانوں کے راستے ہیں' پھر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور بے شک میں ضرور گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح فرعون کے بُرے عمل کو اس کے نزدیک خوش نما بنا دیا گیا اور اس کو سیدھے راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی ہر سازش صرف ناکام ہونے والی تھی ○ (المومن: ۳۷۔۳۶)

فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لیے جو بلند عمارت بنوائی تھی اس کی توجیہ

ہامان فرعون کا وزیر تھا اور وہ قبطیوں میں سے تھا نہ بنی اسرائیل سے۔ فرعون نے اس سے کہا کہ میرے لیے ایک بلند محل بنا دو' فرعون نے کہا کہ میں یہ محل اس لیے بنوا رہا ہوں کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے آیا واقعی فرعون نے ایک بلند عمارت کے بنانے کا قصد کیا تھا تاکہ اس پر چڑھ کر آسمان

marfat.com

Marfat.com

تک پہنچ جائے یا نہیں، بعض مفسرین نے اس آیت کی ظاہر کے موافق تفسیر کی ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی نے روایت کیا ہے: جب وہ بلند قلعہ بنالیا گیا تو فرعون اس قلعہ پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکے اور وہ تیر خون میں ڈوبے ہوئے واپس کر دیئے گئے تو فرعون نے کہا: میں نے موسیٰ کے معبود کو قتل کر دیا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۹۱۴' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۶۹۲۱)

امام رازی نے لکھا ہے کہ فرعون نے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے پھر بھی اس کو آسمان اتنی ہی دور بلند نظر آتا ہے جتنا زمین سے بلندی پر نظر آتا ہے' سوایسی حرکت تو کوئی فاتر العقل اور مجنون ہی کر سکتا ہے اور سدی بہت ضعیف راوی ہے' اس کی مذکور الصدر روایت صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ص ۶۰۰۔ ۵۹۹' ملخصاً' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس آیت کی دو توجیہیں کی ہیں:

(۱) دراصل فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ایک بلند رصد گاہ بنائے جس میں وہ آلات رصد سے ستاروں کو دیکھ سکے اور ان ستاروں کے احوال سے زمین میں ہونے والے حوادث پر استدلال کر سکے' پھر وہ اس پر غور کر سکے کہ آیا ان ستاروں میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا واقعی اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا ہے یا نہیں۔

(۲) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے فساد کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان کی خبریں دیتے تھے' اس کا یہ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی خبریں اسی وقت موصول ہوں گی جب کسی عمارت کے ذریعہ وہ آسمان تک پہنچ سکیں' وہ ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ آیا کسی ذریعہ سے آسمان تک پہنچا جا سکتا ہے یا نہیں اور جب اس نے ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کر لیا کہ آسمان تک نہیں پہنچا جا سکتا تو اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب وہ اس بلند عمارت کے ذریعہ آسمان تک نہیں پہنچ سکے تو حضرت موسیٰ بغیر کسی عمارت کے آسمان تک کیسے پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آسمانوں تک پہنچ نہیں سکتے تو ان کی دی ہوئی آسمانوں کی خبریں کیسے صحیح ہوں گی اور اس سے اس لعین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی خبریں دی ہیں وہ جھوٹی ہیں۔

اور یہ اس لعین کی حماقت اور جہالت تھی' حضرت موسیٰ نے اس لیے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں نے حواس کے ذریعہ اللہ کو جانا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے عقلی دلائل پیش کیے تھے اور فرمایا تھا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا. (الشعراء: ۲۸) وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے

اور بہ کثرت معجزات سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر استدلال فرمایا تھا۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ج

اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو' میں نیکی کے راستہ پر تمہاری رہنمائی کروں گا O

marfat.com

Marfat.com

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ

اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی دائمی

دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ

قیام کی جگہ ہے ○ جس نے برا کام کیا تو اس کو صرف اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں

الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ

داخل ہوں گے جس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا ○ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں

اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو ○ تم مجھے اللہ کا کفر کرنے کی دعوت

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ

دے رہے ہو اور یہ کہ میں اس چیز کو اللہ کا شریک قرار دوں جس کے شریک ہونے کا مجھے علم نہیں ہے اور میں تمہیں

الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي

بہت غالب اور بے حد بخشنے والے کی دعوت دے رہا ہوں ○ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی طرف دعوت دے رہے ہو

الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں اور بے شک ہم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ

تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں ○ پس عنقریب تم ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کرتا ہوں

اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں' بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ سو اللہ نے اس کو ان کی

marfat.com

Marfat.com

مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ

سازشوں (کے شر) سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو سخت عذاب نے گھیر لیا O صبح اور شام ان کو

عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ

دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین

اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا

عذاب میں ڈال دو O اور جب وہ دوزخ میں ایک دوسرے سے بحث کریں گے، پس کمزور لوگ

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا

متکبرین سے کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے پیروکار تھے، کیا تم ہم سے آگ کا کوئی

نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ

حصہ دور کرنے والے ہو؟ O متکبرین کہیں گے: بے شک ہم سب دوزخ میں ہیں، بے شک اللہ

اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ

بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے O اور دوزخی جہنم کے محافظوں سے کہیں گے: تم اپنے

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا

رب سے دعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب کم کر دے O محافظ کہیں گے:

اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ

کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں، محافظ کہیں گے:

ع۵ ۱۳ ۱۰

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

پھر تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض گم راہی میں ہوتی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو، میں نیکی کے راستہ پر تمہاری رہ نمائی کروں گا O اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی دائمی قیام کی جگہ ہے O جس نے برا کام کیا تو اس کو صرف اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے نیک کام کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گاO اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہوO تم مجھے اللہ کا کفر کرنے کی دعوت دے رہے ہو اور یہ کہ میں اس چیز کو اللہ کا شریک قرار دوں جس کے شریک ہونے کا مجھے علم نہیں اور میں تمہیں بہت غالب اور بے حد بخشنے والے کی دعوت دے رہا ہوںO اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی طرف دعوت دے رہے ہو جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں، اور بے شک ہم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیںO پس عنقریب تم ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کرتا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہےO (المومن: ۴۴۔۳۸)

آل فرعون کے مردِ مومن کی قوم فرعون کو توحید اور دنیا سے بے رغبتی کی نصیحتیں

اس سے پہلی آیتوں میں آل فرعون کے اس مردِ مومن کے کلام کے ان حصوں کو نقل فرمایا تھا جن میں اس نے فرعون اور اس کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے منع کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل قائم کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ہے اور اللہ تعالیٰ جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے سامنے پچھلی امتوں کے کافروں پر عذاب کا ذکر کیا تھا اور اس رکوع کی آیتوں میں ان کی مزید خیر خواہی کی ہے اور مزید نصیحتیں کی ہیں۔

المومن: ۳۸ میں ہے: "اس مردِ مومن نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو، میں تم کو نیکی کے راستہ کی ہدایت دوں گا" اس میں یہ تعریض ہے کہ قوم فرعون گم راہی کے طریقہ پر ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے ولیوں کے پاس ہوتی ہے اور ولی کی اتباع کرنے سے نبی کی اتباع نصیب ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم فرعون کا وہ مردِ مومن اللہ کا ولی تھا اور اس کا مقبول بندہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حصولِ ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

المومن: ۳۹ میں ہے: "(اس مردِ مومن نے کہا:) اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی دائمی قیام کی جگہ ہےO"

متاع اور متعہ کا معنی ہے: فائدہ اٹھانا، یعنی دنیا میں بہت کم فائدہ ہے، کیونکہ یہ بہت جلد زائل ہو جاتی ہے اور لازوال تو صرف آخرت ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے تھے، آپ اٹھے تو اس چٹائی کے نشان آپ کے پہلو پر ثبت ہو گئے تھے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم آپ کے لیے ایک بستر بنا دیں، آپ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے، میں دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سائے کو طلب کرے، پھر اس درخت کے سائے کو چھوڑ کر روانہ ہو جائے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۱ص ۳۹۱، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۹۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۰۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۱۰۲، المستدرک ج ۴ص ۳۱۰، دلائل النبوۃ ج ۱ص ۳۳۷، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۴۷۰)

کثیر بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! قرآن کے پڑھنے سے غافل نہ ہو، کیونکہ قرآن قلب کو زندہ کرتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور بغاوت سے روکتا ہے اور اے میرے بیٹے! موت کو بہ کثرت یاد کیا کرو، کیونکہ جب تم قرآن کو زیادہ یاد کرو گے تو دنیا سے بے رغبتی کرو گے اور آخرت میں رغبت کرو گے، کیونکہ آخرت دار قرار ہے اور دنیا والوں کے لیے دھوکا ہے۔ (کنز العمال ج ۲ص ۲۹۱، رقم الحدیث: ۴۰۳۲)

marfat.com
Marfat.com

بہ قدر جرم سزا دینا

المومن: ۴۰ میں ہے: ''جس نے بُرا کام کیا تو اس کو صرف اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے' جس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گاO''

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کافر نے صرف ایک گھنٹہ کفر کیا تو اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا اور اگر مومن نے ایک گھنٹہ کوئی بُرا کام کیا مثلاً ایک گھنٹہ سودی کاروبار کیا تو اس کو دائمی عذاب نہیں ہوگا۔ تو پھر ہر شخص کو اس کے جرم کے برابر سزا تو نہیں ملی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کافر ہی رہے گا اس لیے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب دیا جاتا ہے اور مومن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ مومن رہے گا اس لیے اس کو جنت میں دائماً اجر و ثواب دیا جاتا ہے اور اگر وہ کبھی کوئی بُرا عمل کرتا ہے تو اس کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ وہ تاحیات یہ بُرا کام کرتا رہے گا بلکہ اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ عنقریب توبہ کرے گا اور بُرے کام کو ترک کر دے گا اور اگر اس کی یہ نیت بھی ہو کہ وہ ہمیشہ کسی بُرے کام کو کرتا رہے گا پھر بھی چونکہ اس کو اس کے ایمان کی دائمی جزاء دی جاتی ہے اس لیے اس کو کچھ عرصہ سزا دینے کے بعد پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ بھی اس وقت ہوگا جب اس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں پر توبہ نہ کی ہو اور نہ اس کو کسی کی شفاعت ملی ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے اس کی ابتداءً مغفرت ہوئی ہو اور اگر ان مراحل میں سے کوئی ایک مرحلہ بھی اس کو حاصل ہو گیا تو وہ ابتداءً بغیر کسی سزا کے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اعمال کے ایمان سے خارج ہونے کی دلیل

اس کے بعد اس آیت میں یہ ارشاد ہے: ''اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے''۔

آیت کے اس حصہ میں ایمان کو نیک اعمال کے لیے شرط قرار دیا ہے اور نیک اعمال کو مشروط قرار دیا ہے اور مشروط' شرط سے بالاتفاق خارج ہوتا ہے' جیسے نماز مشروط ہے اور وضو اس کے لیے شرط ہے اور نماز وضو سے خارج ہے' اسی طرح نیک اعمال بھی ایمان سے خارج ہیں اور یہ احناف کثرھم اللہ کی دلیل ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں' اس کے برخلاف ائمہ ثلاثہ اور محدثین یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

جنت کی نعمتیں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

اس کے بعد فرمایا: ''یہ نیک اعمال کرنے والے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے اور ان کو بغیر حساب کے جنت میں رزق دیا جائے گا'' جنت میں بے حساب رزق اور جنت کی نعمتوں کے متعلق یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ ان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کر دے' سعید نے کہا: کیا جنت میں بازار بھی ہوں گے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جنت میں جب جنتی داخل ہوں گے تو ان کو ان کے اعمال کے اعتبار سے فضیلت دی جائے گی' پھر جتنے عرصہ میں دنیا میں جمعہ کا دن آتا ہے اتنا عرصہ گزرنے کے بعد وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے اور ان کے لیے اللہ کا عرش ظاہر کیا جائے گا اور وہ عرش جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ظاہر کیا جائے گا' پھر ان کے لیے اس میں کچھ نور کے منبر رکھے جائیں گے اور کچھ موتیوں کے منبر ہوں گے اور کچھ یاقوت کے منبر ہوں گے اور کچھ زمرد کے منبر ہوں گے اور کچھ سونے کے منبر ہوں گے اور کچھ چاندی کے منبر ہوں گے' ان میں

marfat.com
Marfat.com

سے ادنیٰ درجہ کے جنتی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے حالانکہ ان میں کوئی ادنیٰ درجہ کا نہیں ہوگا اور وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے ان سے افضل ہیں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیا تمہیں سورج کو دیکھنے سے یا چودھویں رات میں چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: اسی طرح تم کو اپنے رب کے دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' اس مجلس کے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بلا حجاب گفتگو فرمائے گا' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تجھ کو فلاں دن یاد ہے جب تو نے فلاں فلاں بات کہی تھی' پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بعض گناہ یاد دلائے گا' وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا تھا؟ اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں' تم میرے بخشنے ہی کی وجہ سے تو اپنے اس درجہ تک پہنچے ہو' لوگ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ ان پر ایک بادل چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش ہوگی کہ اس جیسی خوشبو انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی ہوگی اور ہمارا رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اس انعام واکرام کی طرف اٹھو جو میں نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے' پھر جس کی تمہیں خواہش ہو وہ لے لو' پھر ہم ایک بازار میں جائیں گے جس کو فرشتوں نے گھیرا ہوا ہوگا' اس بازار میں ایسی چیزیں ہوں گی جن کو اس سے پہلے آنکھوں نے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ دلوں میں ان کا خیال آیا ہوگا' پھر جس چیز کی ہمیں خواہش ہوگی وہ ہمیں دے دی جائے گی' اس بازار میں کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ خریدی جائے گی اور اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور بلند درجہ والا خود آگے بڑھ کر اپنے سے کم درجہ والے سے ملے گا اور درحقیقت وہاں کوئی ادنیٰ نہیں ہوگا' کم درجہ والا بلند درجہ والے کا لباس دیکھ کر غمگین ہوگا' ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوگی کہ وہ دیکھے گا کہ اس کے اوپر اس سے بھی عمدہ لباس ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ جنت میں کوئی شخص غمگین نہیں ہوگا' پھر ہم اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں گے' ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کر کے کہیں گی: مرحبا خوش آمدید! جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے اس وقت کی بہ نسبت آپ کا حسن و جمال اب بہت زیادہ ہے' ہم کہیں گے: آج ہمیں اپنے رب کے دربار میں بیٹھنا نصیب ہوا تھا لہٰذا ہمیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۳۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۱۴)

''لاجرم'' کا معنیٰ

المومن: ۴۳۔۴۱ میں ارشاد ہے: ''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو O تم مجھے اللہ کا کفر کرنے کی دعوت دے رہے ہو اور یہ کہ میں اس چیز کو اللہ کا شریک قرار دوں جس کے شریک ہونے کا مجھے علم نہیں ہے اور میں تمہیں بہت غالب اور بے حد بخشنے والے کی دعوت دے رہا ہوں O اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی دعوت دے رہے ہو جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں اور بے شک ہم سب نے آخرت کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں O''

اس آیت میں قوم فرعون کو ملامت کی ہے کہ دیکھو یہ کیسا حال ہے کہ میں تمہیں خیر کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے شر کی طرف بلا رہے ہو۔

مرد مومن نے اس سے براءت کا اظہار کیا کہ وہ بغیر علم اور دلیل کے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ بغیر یقینی علم اور بغیر دلیل قطعی کے کسی کے لیے الوہیت کو ثابت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں ''لا جرم'' کا لفظ ہے' لا سے اس کی نفی مطلوب ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے یعنی ان کا مذعوم کفر اور شرک'

marfat.com
Marfat.com

اور جرم فعل ماضی ہے جو "حق" اور "ثبت" کے معنیٰ میں ہے یعنی ان کا مزعوم کفر اور شرک منتفی ہے اور اس کا بطلان حق اور ثابت ہے اور بعض علماء نے کہا: لا جرم "لا بد" کے معنیٰ میں ہے۔ قاموس میں مذکور ہے کہ "لا جرم" اصل میں لا بد اور لامحالہ کے معنیٰ میں ہے پھر اس کا کثیر استعمال قسم کے معنیٰ میں ہو گیا اس وجہ سے اس کے جواب میں لام آتا ہے جیسے "لا جرم لاتینک" اللہ کی قسم! میں تیرے پاس ضرور آؤں گا۔ (القاموس المحیط ج ۴ص ۱۲۳۔۱۲۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ) اس آیت میں "لا جرم" اصل کے اعتبار سے تحقیق کے معنیٰ میں ہے یعنی تحقیق یہ ہے کہ تم مجھے اس چیز کی عبادت کی دعوت دے رہے ہو جو دنیا میں عبادت کی مستحق ہے نہ آخرت میں۔

تفویض کا معنیٰ

المومن: ۴۴ میں ارشاد ہے: "پس عنقریب تم ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کرتا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے O"

یعنی جب تم آخرت میں دوزخ کے عذاب کو دیکھو گے تو اس وقت تم ایک دوسرے سے میری کہی ہوئی باتوں کا ذکر کرو گے اور اس وقت تم میری نصیحتوں کو یاد کرو گے لیکن اس وقت اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مرد مومن کے اس قول کا ذکر ہے: "میں نے اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا"۔ مفوض کا لفظ تفویض سے بنا ہے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے سامنے اپنے ارادہ کو معطل کر دینا اور کامل تفویض یہ ہے کہ کسی کام کے نفع اور ضرر میں اپنی قدرت کو ملحوظ رکھنا نہ کسی اور مخلوق کی قدرت کا خیال کرنا اور بعض علماء نے کہا کہ قضاء و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا دینا تفویض ہے۔

اور فرمایا: "بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے" یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور جو شخص مصائب میں اس کی پناہ طلب کرے اس کی مدد فرماتا ہے۔

تفویض کا جس طرح یہ معنیٰ ہے کہ اپنے معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے اسی طرح تفویض کا یہ بھی معنیٰ ہے کہ دوسروں کے معاملات کے انجام اور عاقبت کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بُرا کام کر رہا ہے تو اس کو حتی الوسع برائی سے روکنے کی کوشش کی جائے اگر وہ پھر بھی بُرائی سے باز نہیں آتا تو اس سے یہ نہ کہے کہ اللہ تمہیں دوزخ میں ڈال دے گا اور تم کو عذاب دے گا بلکہ اس کی عاقبت اور انجام کو اللہ پر چھوڑ دے اللہ اس کے ساتھ کیا کرے گا وہ خود ہی جانتا ہے بندہ اپنی عاقبت کو اور اس کی عاقبت کو اللہ کی طرف مفوض کر دے اس معنیٰ میں یہ حدیث ہے:

ضمضم بن جوس الیمامی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے یمامی! کسی شخص سے یہ ہرگز نہ کہنا کہ اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا اور نہ یہ کہنا کہ اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! ہمارا ایک ساتھی جب اپنے بھائی پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس سے یہ کہتا ہے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: تم نہ کہنا کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو اسرائیل میں دو شخص تھے ان میں سے ایک عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا اور دوسرا اپنے نفس پر بہت زیادتی کرتا تھا عبادت میں کوشش کرنے والا اپنے بھائی کو ہمیشہ گناہوں پر ملامت کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم گناہ کم کیا کرو اور وہ کہتا تھا کہ تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ ایک دن اس عبادت گزار نے اپنے بھائی کو ایک گناہ کرتے ہوئے دیکھا جو اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا اس نے اپنے بھائی سے کہا: تم پر افسوس ہے گناہ کم کرو اس کے بھائی نے کہا: مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو کیا تم میرے ذمہ دار ہو؟ اس عبادت

marfat.com
Marfat.com

گزار نے کہا: اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا' یا کہا: اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا' پھر اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا' وہ دونوں رب العلمین کے سامنے حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ نے اس عابد سے فرمایا: کیا تجھ کو میرے فیصلہ کا علم تھا یا میرے قبضہ اور تصرف میں جو کچھ ہے تو اس پر قادر تھا اور اس گناہ گار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور اس دوسرے شخص کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' اس عابد نے ایسی بات کہی تھی جس سے اس نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر لی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۱' مسند احمد ج ۲ص ۳۲۳طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ص ۴۷۔۴۶' رقم الحدیث: ۸۲۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۱۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۶۸۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اللہ نے اس کو ان کی سازشوں (کے شر) سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو سخت عذاب نے گھیر لیاO صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دوO (المومن: ۴۶۔۴۵)

آل فرعون کے مرد مومن کو فرعون کے شر سے محفوظ رکھنا

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیتوں میں یہ بیان فرمایا تھا کہ اس مرد مومن نے بہت جرأت اور حوصلہ کے ساتھ حق کو بیان کیا اور کسی کے دباؤ میں آئے بغیر اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلائل بیان فرمائے اور المومن: ۴۵ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کو فرعون اور اس کے درباریوں کی سازشوں کے شر سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقبول بندوں کی اسی طرح حفاظت فرماتا ہے' فرعون نے اس مرد مومن کو جو عذاب پہنچانا چاہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ عذاب دور رکھا۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مرد مومن قبطی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر پار کر گیا اور غرق ہونے سے محفوظ رہا اور فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۴۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے:
آل فرعون کا وہ مرد مومن فرعون کے پاس سے بھاگ کر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں نماز پڑھ رہا تھا' فرعون نے اس کی تلاش میں اپنے سپاہیوں کو بھیجا' جس وقت اس کے سپاہی وہاں پہنچے تو وہ مرد مومن نماز میں تھا اور جنگل کے درندے اور وحشی جانور اس پر پہرہ دے رہے تھے' وہ سپاہی ان کے پہرے کی وجہ سے اس کے قریب نہ جا سکے' انہوں نے جا کر فرعون کو اس واقعہ کی خبر دی' فرعون ان کی ناکامی کی خبر سن کر غضب ناک ہوا اور اس نے ان سپاہیوں کو قتل کر دیا۔
(النکت والعیون ج ۵ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام رازی نے اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی ہے کہ فرعون اور اس کے سرداروں نے یہ سازش کی تھی کہ اس مرد مومن کو حضرت موسیٰ سے برگشتہ کر کے فرعون کے دین کی طرف لایا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ناکام کر دیا اور آل فرعون کا وہ مرد مومن تاحیات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر قائم رہا۔
(تفسیر کبیر ج ۹ص ۵۲۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

آل فرعون کو قبر میں اور آخرت میں عذاب پر پیش کرنا

المومن:۴۶ میں ارشاد فرمایا:''صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی (یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو''۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ الہذیل بن شرحبیل سے روایت کیا ہے کہ:

آل فرعون کو دوزخ کی آگ پر پیش کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہیں' وہ ان کے ساتھ صبح اور شام دوزخ میں جاتے ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۳۴۲۴' دارالفکر' بیروت'۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: دوزخ کی آگ میں جو ان کا ٹھکانا ہے وہ صبح اور شام ان پر پیش کیا جاتا ہے اور آل فرعون کو ڈانٹتے ہوئے کہا جاتا ہے: یہ تمہارے گھر ہیں۔

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں' وہ پرندے صبح اور شام جہنم پر وارد ہوتے ہیں اور ان کو آگ پر پیش کرنے کا یہی معنیٰ ہے۔

(۳) مجاہد نے کہا: ان کو صبح اور شام ان کی قبروں میں آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور یہ عذاب خصوصاً آل فرعون کے لیے ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ص ۱۵۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح اور شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے (اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۷۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۶۶' سنن النسائی رقم الحدیث:۲۰۷۲' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۹۳)

عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

ہمارے علماء نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اس آیت میں مذکور ہے کہ آل فرعون کو صبح اور شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا کیونکہ اس عذاب پر عطف کر کے فرمایا:''اور قیامت کے دن بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا'' اور عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت کے بعد بھی ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا' نیز آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ آل فرعون کو زیادہ شدید عذاب میں داخل کرو' اس سے معلوم ہوا کہ نفس شدید عذاب انہیں پہلے دیا جا چکا ہے اور وہ قبر کا عذاب ہے۔

اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عذاب قبر کے قائلین کے نزدیک عذاب قبر قیامت تک دائمی ہو گا اور اس آیت سے صرف صبح اور شام کے وقت عذاب قبر ثابت ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دن کی دو طرفیں صبح اور شام ہیں' پس ان دو طرفوں کا ذکر فرما دیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قیامت تک دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کے متعلق ارشاد ہے:

marfat.com

Marfat.com

مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا. یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے غرق کر دیئے گئے' پس
(نوح: ۲۵) ان کو فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا گیا۔

اس آیت میں جس دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس میں کافروں کو قیامت کے بعد ڈالا جائے گا' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: "ان کو غرق ہوتے ہی فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا" اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ فوراً نہیں ہوگا' غرق ہونے کے فوراً بعد جو عذاب ہوگا وہ قبر میں ہی ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں عذاب قبر کی صاف تصریح ہے' اب ہم وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔

عذابِ قبر کے ثبوت میں احادیث

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذابِ قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۶۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۰۹)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے: (۱) اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں (۲) اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں (۳) اے اللہ! میں ارزل عمر (ناکارہ حیات) سے تیری پناہ میں آتا ہوں (۴) اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنۂ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں (۵) اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳۶۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۴۴۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۶۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۵۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں' وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے' میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا' وہ چلی گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور ان دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا' آپ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا' قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سنیں گے' پھر میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی نماز پڑھتے تو عذابِ قبر سے پناہ طلب کرتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۴۹' ۶۳۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۶۳' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۸۷۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے آپ پر یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ مؤمنوں کو بھی عذاب قبر ہوگا' آپ کو وحی سے صرف یہ علم تھا کہ یہود کو عذاب قبر ہوتا ہے اور اس موقع پر آپ کے پاس یہ وحی آئی کہ مؤمنوں کو بھی عذاب قبر ہوگا' تب آپ نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۶۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجزی سے' سستی سے' بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۶۷_۲۸۲۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۴۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۶' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۷۴۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۵۹، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۸، الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۵۲۱۲، جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۵۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی، آپ سے کہا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے، اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا، اس حدیث کی سند حسن ہے۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو گی، اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۷ ص ۴۳۴ رقم الحدیث: ۱۱۳۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۷۵، جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۳۱۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۲۱، الشریعۃ للآجری، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دیا جاتا ہے، کیا تم کو علم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۴)

اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور اسے ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے، آپ نے فرمایا: اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اس (کافر) کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے، تم کو معلوم ہے تنین کیا چیز ہیں؟ وہ ستر سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں، وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۴۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۲۲، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ شخص وہی کہے گا: جو وہ زندگی میں کہتا تھا، وہ کہے گا: وہ اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

بندے اور اس کے رسول ہیں' وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی' پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ! وہ کہے گا: میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں' فرشتے کہیں گے: تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا' مجھے کچھ علم نہیں' فرشتے کہیں گے: ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر زمین سے کہا جائے گا: اس کو دباؤ' زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۱' السنۃ لابی عاصم رقم الحدیث: ۸۶۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۷' الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: ۳۶۵)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو' اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا' میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے' اس سے کہا جائے گا: تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا' پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳۱_۴۷۵۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۵۱_۲۰۴۹)

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ" (ابراہیم: ۲۷) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس سے پوچھا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے' پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: "یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (ابراہیم: ۲۷)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۹۱۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴' بیروت' الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۸۱۱

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ'' (ابراہیم: ۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن و انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ امام احمد متوفی ۲۴۱ھ امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۷۳۷ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۳۳ الشریعہ للآجری رقم الحدیث: ۸۱۲ المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۱ المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰ شرح السنہ رقم الحدیث: ۱۵۲۳ عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۲ موارد الظمآن رقم الحدیث: ۷۷۹ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۳ جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۲۵۳)

marfat.com
Marfat.com

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جا رہے تھے' ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی' قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا' وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں' آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے' اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں' پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو' ہم نے کہا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' پھر فرمایا: عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' ہم نے کہا: ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' پھر فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو' ہم نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' پھر فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو' ہم نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۳)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے کہا: اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس امت کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں سوال اور جواب اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور امام ابو عبد اللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں کہا ہے کہ میت سے سوال کرنا اس امت کا خاصہ ہے کیونکہ ہم سے پہلی امتوں کے پاس جب رسول' اللہ کا پیغام لے کر آتے تھے اور قوم ان کے پیغام کا انکار کرتی تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر عذاب بھیج دیا جاتا اور جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا: ''وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○'' (الانبیاء: ۱۰۷) تو ان سے عذاب روک لیا اور آپ کو جہاد کا حکم دیا' حتیٰ کہ جہاد کی برکت سے لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا' پھر ان کو مہلت دی گئی' یہاں سے نفاق کا ظہور ہوا اور بعض لوگ کفر کو چھپاتے اور ایمان کو ظاہر کرتے اور مسلمانوں کے درمیان ان پر پردہ رہتا اور جب وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبر میں امتحان لینے والے بھیجے تاکہ سوال کے ذریعہ ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث' طیب سے ممتاز ہو جائے' سو جو دنیا میں اسلام پر ثابت قدم تھا اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہی پر برقرار رکھتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: امام ابو عبد اللہ ترمذی کی یہ تقریر اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ صرف مومن اور منافق سے قبر میں سوال ہوگا' حالانکہ احادیث میں تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال ہوگا۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۳۰۔۲۲۹' مطبوعہ دار البخاری' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات (مسلمانوں کی) سرحد کی حفاظت کرنا' ایک ماہ کے روزوں اور (نمازوں کے) قیام سے افضل ہے اور اگر وہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جس عمل کو وہ کیا کرتا تھا' اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۶۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۶۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۲۷' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۲۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۰۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۸۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۸' شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۶۱۷)

marfat.com

Marfat.com

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی عذاب قبر کے متعلق ایک طویل حدیث ہے جس کو ہم نے سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳ کے حوالے سے ذکر کیا ہے' مسند احمد میں اس حدیث کی بعض تفاصیل ہیں جو سنن ابو داؤد میں نہیں ہیں' اب ہم اس حدیث کے ان اجزاء کا ذکر کر رہے ہیں جو سنن ابو داؤد میں نہیں ہیں:

جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' پھر پوچھتے ہیں: وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' فرشتے پوچھیں گے: تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا' اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی' پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بصر تک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا' پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہو گا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہو گی اور وہ کہے گا: تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو' یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے' وہ مومن کہے گا: تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں' پس وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' وہ پھر پوچھیں گے: وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا' یہ جھوٹا ہے' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور (اس کی قبر میں) دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بدصورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے' اس سے سخت بدبو آ رہی ہو گی' وہ اس سے کہے گا: تمہیں وہ چیز مبارک ہو جو تم کو غم ناک کرے گی' یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا' وہ کافر پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ آنے والا کہے گا: میں تمہارا خبیث عمل ہوں' وہ کافر کہے گا: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸۔۲۸۷' ملخصاً و ملتقطاً طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۵۰۳' رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴' ملتقطاً' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲۔۳۸۰۔۳۷۴۔۳۱۰' ج ۱۰ ص ۱۹۴' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۲۱۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' صحیح ابن خزیمہ ص ۱۱۹' الشریعۃ للآجری ص ۳۷۰۔۳۶۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۔۳۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۴۹' الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۵۲۲۱' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰۔۴۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احاطہ کر لیتے ہیں' نماز اور روزہ وغیرہ' پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے' پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے لوٹا دیتا ہے' پھر فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے: بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے' پھر وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تم اس شخص یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: کون' فرشتہ کہے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں اسی عقیدہ پر زندہ رہا' اسی پر مرا اور اسی عقیدہ پر

marfat.com
Marfat.com

اٹھایا جاؤں گا اور اگر وہ انسان کافر یا فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹا سکے' وہ فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: کس شخص کے بارے میں؟ فرشتہ کہے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں' وہ کافر کہے گا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا' میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے' پھر فرشتہ کہے گا: تم اسی عقیدہ پر زندہ رہے' اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے' پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کافر کی آواز کو کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۲۵۳۔۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۴ ص ٥۳٦۔٥۳٥' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۰٥' رقم الحدیث: ۲۸۱' مجمع الزوائد ج ۳ ص ٥۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گئے' آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا' پھر فرمایا: کیوں نہیں' ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھاتا تھا' پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگا کر اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۲۱۹٦' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۲۲٦)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بنو نجار کے محلہ میں گیا' وہاں اس نے بنو نجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے اور ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔ (اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے' اس حدیث میں ایک شخص کے متعلق ذکر ہے کہ اس نے قبر سے آوازیں سنیں' یہ اس شخص کی کرامت ہے ورنہ عام لوگ یہ آوازیں نہیں سن سکتے)۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۹٦۔۲۹٥ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۲ ص ٥۸' رقم الحدیث: ۱۴۱٥۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ٦۷۴۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۸۷۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۱۴۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے' ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کے پیروں کی جانب' وہ اس کو کاٹتے رہیں گے' جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے' قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۱٥۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۲ ص ۱۰٦' رقم الحدیث: ۲٥۱۸۹' مجمع الزوائد ج ۳ ص ٥٥)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے باغ میں تھے' وہ باغ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا' آپ قضاء حاجت کے لیے گئے اور حضرت بلال آپ کے پیچھے چل رہے تھے' وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کے پہلو بہ پہلو نہیں چل رہے تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے' آپ کھڑے ہو گئے اور بلال ایک کنارے ہو گئے' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے اے بلال! کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ حضرت بلال نے کہا: میں کچھ نہیں سن

marfat.com
Marfat.com

رہا' آپ نے فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے' پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔

(مسند احمد ج ۱ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۱-۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۶)

امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی' اس میں ان لوگوں کی قبریں تھیں جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے' آپ نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ یہ کہتے ہوئے باہر آئے: عذاب قبر سے پناہ طلب کرو' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔

(مسند احمد ج ۶ص ۳۶۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۴ص ۵۹۲' رقم الحدیث: ۲۷۰۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' المعجم الکبیر ج ۲۵ص ۱۰۳' رقم الحدیث: ۲۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۳۷۴' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۷۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۲۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ص ۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (بعض) مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے' حتیٰ کہ جانور ان کی آوازوں کو سنتے ہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۵۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ص ۵۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سخت گرم دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے' جب آپ نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ ٹھہر گئے' حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تاکہ آپ کے دل میں تکبر کا کوئی ذرہ نہ آئے' حضرت ابو امامہ نے کہا: یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: یا نبی اللہ! فلاں فلاں ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا' پھر آپ نے ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ان قبروں پر گاڑ دیا' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے' صحابہ نے پوچھا: یا نبی اللہ! ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ غیب ہے' جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا جن کو میں سن رہا ہوں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۸۶۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجروح ہے' مجمع الزوائد ج ۳ص ۵۶)

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کی تواضع فرماتے تھے حتیٰ کہ اپنے متبعین کو بھی اپنے سے آگے چلنے کے لیے فرماتے تھے' اور آپ برزخ کے احوال پر بھی نظر رکھتے تھے' آپ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ کو یہ بھی علم تھا کہ ان کو کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے' اور آپ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کے عذاب میں تخفیف کر دی' اور اس کی فقہ یہ ہے کہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے برزخ کے احوال سے غافل نہیں ہیں' اسی طرح جب آپ برزخ میں چلے جائیں گے تو دنیا والوں کے احوال سے غافل نہیں ہوں گے اور جس طرح دنیا میں رہتے ہوئے برزخ والوں کی مدد فرماتے ہیں اسی طرح برزخ میں جا کر دنیا والوں کی مدد فرماتے رہیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

عذابِ قبر کے منکرین نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ. اہل جنت' جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔ (الدخان:۵۶)

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی' پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری موت قبر میں جانے کے بعد' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت' جنت میں موت کو نہیں چکھیں گے اور جس طرح دنیا میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع ہو گئی تھیں' جنت میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع نہیں ہوں گی' لہٰذا اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ دخول جنت سے پہلے ان پر کوئی اور موت نہیں آ سکتی' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے تو یہ جنت میں ان پر موت نہ آنے کی بہ طور تعلیق بالمحال تاکید ہے' یعنی اگر پہلی موت کا چکھنا ممکن ہوتا تو وہ جنت میں پہلی موت چکھ لیتے لیکن پہلی موت کا چکھنا تو ممکن نہیں ہے (کیونکہ وہ آ چکی) اس لیے اب موت کا چکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ''الموتة الاولی ''میں جنس موت مراد ہے اور یہ موت کے تعدد کے منافی نہیں ہے' کیونکہ جنس متعدد کو بھی شامل ہوتا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں کئی مُردوں کو زندہ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی جنت میں آنے سے پہلے کئی موتیں چکھ چکے تھے اس لیے ماننا پڑے گا کہ ''الموتة الاولی '' سے جنس موت مراد ہے' لہٰذا قبر میں حیات کے بعد دوبارہ موت آئی ہو اور دخول جنت سے پہلے جنتیوں نے دو موتیں چکھ لی ہوں تو یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے منکرین استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ○ (فاطر:۲۲) آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں○

قبر والے اس لیے نہیں سن سکتے کہ وہ حیات سے عاری اور مُردہ ہیں اور جب وہ مُردہ ہیں تو عذابِ قبر ثابت نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور حاسّہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے' صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔ اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہلِ قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے' قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے' یعنی جس طرح قبر والوں کے لیے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں مراد کفار ہیں اور اسماع کی نفی سے سماع کے خلق کی نفی مراد ہے' یعنی آپ کفار میں سماع کو پیدا نہیں کرتے' تو اگر کفار آپ کی نصیحت کو نہیں سنتے تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ الغرض اس آیت سے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے اس لیے یہ آیت عذاب قبر کے خلاف نہیں ہے۔

عذابِ قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات

علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے' اس کے برخلاف خوارج' جمہور معتزلہ' بعض مرجئہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں' اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح

marfat.com
Marfat.com

کولوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے' محمد بن جریر اور عبداللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں' وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے' یہ رائے فاسد ہے' کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لیے متصور ہے' اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے' لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے' اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی' آپ حضرت جبرائیل سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ ابی کہتے ہیں کہ منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے' اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ابن الباقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے' اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے۔ اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام اُمور اخروی ایسے ہی ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہم اس سے پہلے بہ کثرت احادیث کے حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ قبر میں بندہ کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے' فرشتے اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں اور وہ بندہ جوابات دیتا ہے۔ نہ جانے کیوں علامہ ابی کی ان احادیث کی طرف توجہ نہیں ہوئی' اسی طرح دیگر علماء نے بھی قبر میں روح لوٹائے جانے کے مسئلہ میں تردد کیا ہے۔ حالانکہ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸۔ ۲۸۷ اور مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۱ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے' انہوں نے کہا: حیات کے لیے روح لازم نہیں ہے' یہ صرف امر عادی ہے' بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے' وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے کہ جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے' لیکن امام ماتریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی' اسی طرح موت کے بعد

marfat.com
Marfat.com

جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا' اگر چہ اس میں روح نہیں ہوگی اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لیے کافی ہے۔ (المسائرہ مع المسامرہ ص ۲۴۳۔۲۴۲' دار المعارف الاسلامیہ' مکران)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ قونوی نے کہا کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں' ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے' جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مؤمنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے' جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔

(شرح المسائرہ مع المسامرہ ص ۲۴۳' مکران)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اوّل عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے' اسی کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آ جاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے' پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے' اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو' ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے' بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔

(مرقاۃ ج ا ص ۲۰۳' ملتان)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے' خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سُولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرّات ہوا میں منتشر ہو جائیں' جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔

(شرح الصدور ص ۷۶۔۷۵' دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

عذابِ قبر کی مزید وضاحت

ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی' پھر ان کے حق میں عذابِ قبر کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں' خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ یا جانور کا پیٹ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے' پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات جنگلی جانور انسانوں کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے

marfat.com
Marfat.com

جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اس کے اندر میت کے اجزاء پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گزر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے' مثلاً ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں' ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گزرتے ہیں اور ہم کو پتا نہیں چلتا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے: میت کو گرز سے مارا جاتا ہے' وہ چیختا چلاتا ہے' اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں' جسم جل جاتا ہے' لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے۔ کسی چوٹ کا نشان نہ جلنے کا' کوئی اور ٹوٹ پھوٹ نہ مار کی وجہ سے جسم میں حرکت اور اضطراب ہوتا ہے' اس کا جواب بھی وہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے' اسی مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا نہ چلتا' خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد و اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا' اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔ پانچواں سوال ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے' اونٹنی کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔

عذابِ قبر پر ہم نے اس قدر تفصیلی بحث اس لیے کی ہے کہ شیعہ' معتزلہ' منکرین حدیث اور بہت سے آزاد خیال لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے' اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس میں اثر آفرینی پیدا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین

دوزخ میں کافروں کا مباحثہ

المومن: ۴۷ میں ارشاد ہے: ''اور جب وہ دوزخ میں ایک دوسرے سے بحث کریں گے' پس کمزور لوگ متکبرین سے کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے پیروکار تھے' کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ دور کرنے والے ہو؟O''

یعنی اے سردارو! کیا تم اس پر قادر ہو کہ ہم سے اس عذاب کا کچھ حصہ کم کرا دو۔ ان پیروکاروں کو یہ علم تھا کہ ان کے کافر سردار اللہ تعالیٰ کے عذاب میں بالکل تخفیف نہیں کرا سکتے' اس سوال سے ان کا مقصود یہ تھا کہ کافر سرداروں کو زیادہ سے زیادہ شرمندہ کیا جا سکے اور ان کے دلوں کو تکلیف پہنچائی جائے کیونکہ ان کافر سرداروں نے ہی اپنے پیروکاروں کو انواع واقسام کی گم راہیوں میں مبتلا کیا تھا اور جب پیروکار اپنے سرداروں سے یہ فرمائش کریں گے تو وہ جواب میں کہیں گے:

المومن: ۴۸ میں ارشاد ہے: ''متکبرین کہیں گے: بے شک ہم سب دوزخ میں ہیں' بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہےO''

یعنی ہم سب دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں' اگر تمہارے عذاب میں کمی کرانا ہماری قدرت میں ہوتا تو ہم اپنے عذاب میں نہ کمی کرا لیتے' اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے اور جس کو اجر و ثواب دینا تھا اور جس کو جو سزا اور عذاب دینا تھا وہ دے چکا ہے' پھر جب پیروکار اپنے سرداروں سے مایوس ہو جائیں گے تو جہنم کے محافظوں سے کہیں گے:

المومن: ۴۹ میں فرمایا: ''اور دوزخی جہنم کے محافظوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب کم کر دےO''

جہنم کے جس حصہ میں انہیں عذاب دیا جائے گا وہاں پر سخت عذاب ہو رہا ہوگا اور وہ جہنم کا بہت ہولناک حصہ ہوگا' اسی

marfat.com
Marfat.com

لیے وہ جہنم کے محافظوں سے فریاد کریں گے۔

المومن: ۵۰ میں فرمایا: ''محافظ کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں، محافظ کہیں گے: پھر تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض گم راہی میں ہوتی ہے O''

محافظوں کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ انسان احکام کا اسی وقت مکلف ہوتا ہے جب اللہ کے رسول احکام شرعیہ لے کر آ جائیں اور رسولوں کے آنے سے پہلے انسان کے لیے ہر فعل مباح ہے اور کوئی کام اس کے لیے شرعاً ممنوع نہیں ہے کیونکہ ابھی احکام شرعیہ نازل ہی نہیں ہوئے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

آخرت میں کفار کی دعاؤں کو قبول نہ فرمانا آیا اللہ تعالیٰ کے رحیم وکریم ہونے کے منافی ہے یا نہیں؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت پر ایک اعتراض کر کے اس کا جواب لکھا ہے' امام رازی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچنا تو محال ہے' اس لیے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ان کفار اور مشرکین کے جرائم سے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچی ہو اور اس ایذاء کا انتقام لینے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر سخت اور دائمی عذاب دے' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان مشرکین کو اس قدر عظیم عذاب دینا محض ان کو ضرر پہنچانا ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہے نہ اس کے کسی بندہ کو' اور یہ ایسا ضرر ہے جس میں کسی اعتبار سے کوئی نفع نہیں ہے تو اس رحیم وکریم کے یہ کیسے لائق ہے کہ وہ ان مشرکین کو دائماً ابد الآباد تک درد اور ضرر پہنچائے اور ان کی کسی حاجت پر رحم نہ فرمائے اور ان کی کوئی دعا قبول نہ فرمائے اور ان کے گڑگڑانے اور عاجزی کرنے پر کوئی توجہ نہ فرمائے اور اگر انسانوں میں سے کوئی انتہائی سنگ دل اور شقی انسان بھی اپنے کسی غلام کو ایسی سخت سزا دیتا اور اس کا خادم اس سے رو رو کر معافی مانگتا تو وہ ضرور اس پر رحم کر کے اس کو معاف کر دیتا جب کہ اس انسان کو اپنے خادم کی خدمت سے نفع ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اس کو نقصان ہوتا ہے اور اس انسان کو اپنے اس خادم کی احتیاج بھی ہوتی ہے تو وہ اکرم الاکرمین جو اپنے بندوں سے بالکل بے نیاز ہے' جسے ان کی مطلقاً کوئی احتیاج نہیں ہے اس کو کب زیبا ہے کہ وہ ان مشرکین کو ابدالآباد تک سزا دیتا رہے اور ان کو درد پہنچاتا رہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی کوئی غرض نہیں ہوتی اور وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے'' لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ O'' (الانبیاء: ۲۳) اور جب اس نے اپنی اس کتاب میں یہ فیصلہ فرما دیا تو اس کا اقرار کرنا واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۲۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امام رازی پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے' ان کی اس تقریر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مشرکین کے اس قدر گڑگڑا کر فریاد کرنے' آہ وزاری سے معافی مانگنے اور رو رو کر توبہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا ان کو معاف نہ فرمانا اور ان کو مسلسل ابدالآباد تک درد اور اذیت میں مبتلا رکھنا اس کی شان کریمی کے لائق تو نہیں ہے' وہ بے نیاز ہے اسے مشرکین کو سزا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے' اس کے مقابلہ میں کوئی سخت سے سخت دل کا انسان ہوتا تو وہ بھی اپنے غلام کو معاف کر دیتا اور وہ اکرم الاکرمین ہو کر اپنے بندہ کو معاف نہیں کر رہا' سو ایسی بے مہری اس کے لائق تو نہیں ہے لیکن وہ حاکم مطلق ہے' اس پر کوئی اعتراض ہو نہیں سکتا' اس کی جناب میں کسی چون و چرا کی مجال نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے اللہ تعالیٰ کی بے رحمی کی تصویر تو بہت تفصیل سے کھینچی ہے کفار اور مشرکین کے جرائم کی سنگینی نہیں بیان کی' اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا' ان کی ضرورت اور راحت کی ہر چیز ان کو مہیا کی' مسلمانوں اور اپنے فرماں بردار بندوں سے زیادہ ان کو نعمتیں عطا فرمائیں۔ دنیا میں ان کو بے پناہ مادی قوتوں سے نوازا' ہر طرح کے عیش و آرام میں رکھا اور ان

marfat.com
Marfat.com

سے صرف اتنا چاہا کہ وہ اس عظیم محسن اور منعم کو مان لیں' صرف اتنا اقرار کرلیں کہ یہ تمام نعمتیں اس نے دی ہیں تو انہیں آخرت میں کوئی سزا نہیں ہوگی اور جنت کی دائمی نعمتیں ملیں گی۔ ''مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ '' (النساء:۱۴۷) لیکن ان مشرکوں نے یہ اقرار کر کے نہیں دیا کہ ان پر یہ انعام و اکرام کرنے والا وہ واحد لاشریک ہے' بلکہ اس کے برعکس وہ کبھی ان نعمتوں کے دینے کی نسبت اپنے جیسے انسانوں کی طرف کرتے' کبھی ان کی تصویروں اور ان کے مجسموں کی طرف نسبت کرتے' کبھی اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کی طرف نسبت کرتے' اللہ تعالیٰ ان سے بار بار فرماتا رہا کہ مجھے مانو' مجھ سے مدد طلب کرو' میرے آگے سر جھکاؤ' مگر یہ اوروں کو داتا اور منعم کہتے رہے' بتوں کے آگے گڑگڑاتے رہے' ان سے فریاد کرتے رہے' اس نے ان کو سمجھانے کے لیے بار بار نبیوں اور رسولوں کو بھیجا' انہوں نے ایک نہ سنی' اس نے ان کو نصیحت کرنے کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل کیے' انہوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا' اس نے بار بار کہا: یہاں اس دنیا میں توبہ کرو' یہاں معافی مانگو' مرنے سے پہلے زندگی میں صرف ایک بار شرک سے براءت کا اظہار کردو اور توحید کا اقرار کرلو' میں تم کو بخش دوں گا' پچھے سارے گناہ معاف کر دوں گا' تم نے میرے نبیوں اور رسولوں کو ستایا ہو' میرے وفادار اور اطاعت گزار بندوں پر ظلم کیا ہو' ان کو قتل کیا ہو' آسمان کے ستاروں' ریت کے ذروں' درختوں کے پتوں اور سمندر کے قطروں سے زیادہ گناہ کیے ہوں' میں سب سے درگزر کرلوں' سب گناہوں کو معاف کر دوں گا' بس زندگی میں مرنے سے پہلے صرف ایک بار توحید کا اقرار کرلو' دیکھو یہیں اس دنیا میں توبہ کرو' یہیں معافی مانگو' یہی توبہ کی جگہ ہے' آخرت میں توبہ قبول نہیں ہوگی' تم نے دنیا میں توبہ نہیں کی' اب آخرت میں توبہ کر رہے ہو' یہ چاہتے ہو کہ میں آخرت میں تمہاری توبہ قبول کر کے اپنی وعید کے خلاف کروں اور جھوٹا ہو جاؤں' سنو میں جھوٹا نہیں ہوں۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں (بھی) مدد فرمائیں گے اور اس دن (بھی) جس دن

يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ

گواہ کھڑے ہوں گے ○ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا'

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

ان کے لیے لعنت ہو گی اور ان کے لیے بُرا گھر ہو گا ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو (کتاب)

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي

ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا ○ (وہ) عقل والوں کے لیے

الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

ہدایت اور نصیحت ہے ○ سو آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر

marfat.com
Marfat.com

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ

خلاف اولیٰ کاموں کے لیے بخشش طلب کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کیجئے O بے شک جو لوگ

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ

بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کر رہے ہیں ان کے دلوں

إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے، جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے، بے شک وہ خوب سننے والا،

الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ

بہت دیکھنے والا ہے O آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے

النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي

سے ضرور بہت بڑا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O اور اندھا اور دیکھنے

الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ

والا برابر نہیں ہے اور نہ مؤمنین صالحین بدکاروں کے برابر ہیں،

لَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ

تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو O بے شک قیامت ضرور

لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ

آنے والی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے O اور تمہارے رب نے فرمایا:

رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے

عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۶۰﴾ ع ۶ ۱۰ ۱۱

تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں (بھی) مدد فرمائیں گے اور اس دن (بھی) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے O جس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' ان کے لیے لعنت ہو گی اور ان کے لیے بُرا گھر ہوگا O اور بے شک ہم نے موسیٰ کو (کتاب) ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا O (وہ) عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے O (المومن: ۵۴۔۵۱)

رسولوں اور مؤمنوں کی نصرت کے محامل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور آل فرعون کے مرد مومن کو فرعون کی سازشوں کے شر سے محفوظ رکھا اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد فرمائے گا' اس آیت میں رسولوں سے اور ایمان والوں سے کون مراد ہیں؟ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ رسولوں سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ایمان والوں سے مراد آل فرعون کا مرد مومن ہے' یہ دونوں اگرچہ واحد ہیں لیکن ان کو تعظیماً جمع سے تعبیر فرمایا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ رسل سے مراد عام رسول ہیں اور ''الذین امنوا'' سے مراد عام مؤمنین ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی جو مدد فرمائے گا اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ رسولوں اور ایمان والوں کی دلائل اور حجت سے مدد فرمائے گا کیونکہ دلائل اور حجت سے جو مدد کی جاتی ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان کی تعریف وتحسین سے مدد فرمائے گا' کیونکہ ظالم اس پر قادر نہیں ہے کہ لوگوں کی زبانوں سے ان کی تعریف و تحسین کو سلب کرلے۔

(۳) بعض اوقات مردان راہِ خدا کو حق کی راہ میں کچھ مشکلات پیش آتی ہیں لیکن وہ بالآخر ان کے لیے ترقی درجات کی موجب ہوتی ہیں۔

(۴) اہل باطل کے مرنے کے بعد ان کے آثار مٹ جاتے ہیں اور حق گو ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں' لوگ ان کے نیک اعمال کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

(۵) اس نصرت سے مراد انتصار اور انتقام بھی ہوسکتا ہے یعنی جن لوگوں نے رسولوں کو اور مؤمنوں کو اذیت پہنچائی اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا' خواہ ان کے سامنے یا ان کے پس پشت یا ان کی وفات کے بعد جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ' حضرت زکریا اور حضرت شعیا علیہم السلام کے اعداء اور قاتلوں سے انتقام لیا' اسی طرح نمرود کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا اور جن یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا تھا' ان پر اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو مسلط کردیا' جنہوں نے یہودیوں کی اہانت کی اور ان کو ذلیل کردیا اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے' وہ عدل وانصاف سے فیصلے کریں گے اور مسیح دجال کو اور یہودیوں کو قتل کریں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے اور جزیہ کو موقوف کردیں گے' اس وقت اسلام کے سوا کوئی مذہب قبول نہیں کیا جائے گا اور زمانۂ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں یہی سنت ہے' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے اور جن کو ایذاء دے اس سے انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے اعلان جنگ کردیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲) اور

marfat.com
Marfat.com

دوسری حدیث میں ارشاد ہے: میں اپنے اولیاء کے لیے اس طرح حملہ کرتا ہوں جس طرح شیر حملہ کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو اور عاد اور ثمود کو اور اصحاب الرس کو اور قوم لوط کو اور اہل مدین کو اور ان جیسے دیگر دشمنان اسلام کو ہلاک کر دیا۔ جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے درمیان جو مؤمنین تھے ان کو نجات دے دی' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی نصرت فرمائی اور جن لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ سے عداوت رکھی ان سب کو مغلوب اور آپ کو ان سب پر غالب کر دیا' آپ کے دین کو تمام ادیان پر سر بلند کر دیا' آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا' جب آپ مدینہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو آپ کا اعوان اور انصار بنا دیا' پھر جنگ بدر کے دن آپ کی مدد فرمائی اور حملہ آور کافروں کو شکست دی' ان میں سے ستر کافر مارے گئے اور ستر قید کیے گئے' پھر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے مکہ پر آپ کو اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور اپنے شہر میں پہنچ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے شہر کو کفر اور شرک سے پاک کر دیا اور تمام جزیرۂ عرب آپ کے زیر فرمان ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب خلفاء ہوئے' انہوں نے اللہ عزوجل کے دین کی تبلیغ کی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی' حتیٰ کہ زمین کے تمام مشارق اور مغارب میں دین اسلام پھیل گیا اور یوں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا کہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد فرماتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۹۱' دار الفکر' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور مشرکین کے اعذار کا نا قابل قبول ہونا

المومن: ۵۲ میں فرمایا: ''جس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا' ان کے لیے لعنت ہو گی اور ان کے لیے برا گھر ہو گا O''

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مومنوں کے عظیم ثواب کی خبر دی جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن جب اولین اور آخرین جمع ہوں گے تو مؤمنین جنت میں بلند درجات پر فائز ہوں گے اور ان کے مخالف اور دشمن ذلت میں ہوں گے۔

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے شرک پر عذر پیش کریں گے لیکن ان کے عذر سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ O (المرسلات: ۳۶) اور ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی O

ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' المومن: ۵۲ کا تقاضا ہے کہ وہ عذر پیش کریں گے اور المرسلات: ۳۶ کا تقاضا ہے کہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں ہو گی' اس کا جواب یہ ہے کہ المومن: ۵۲ کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ عذر پیش کریں گے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا عذر نہیں ہو گا جو انہیں فائدہ پہنچا سکے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے' کسی وقت میں وہ عذر پیش کریں گے اور دوسرے وقت میں وہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی دنیا میں نصرت

المومن: ۵۳ میں فرمایا: ''اور بے شک ہم نے موسیٰ کو (کتاب) ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا O وہ عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے O''

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا اور آخرت میں نصرت فرماتا ہے'' سوال

marfat.com
Marfat.com

دو آیتوں میں رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا میں نصرت فرمانے کی ایک نوع بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی۔

اس ہدایت سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دنیا میں بہت زیادہ علوم نافعہ عطا فرمائے اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت پر بہت دلائل اور معجزات عطا فرمائے اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب ہدایت عطا فرمائی' جو تورات ہے۔

المومن: ۵۴ میں ایمان والوں کی نصرت کا ذکر فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔

اس سے تورات کی وراثت بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تو بنی اسرائیل نے تورات میں مذکور احکام شرعیہ اور دیگر سورتوں اور آیتوں کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا' پھر نسل در نسل یہ علم ان میں منتقل ہوتا رہا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے صرف تورات کی وراثت مراد نہ ہو بلکہ وہ تمام کتابیں مراد ہوں جو انبیاء بنی اسرائیل پر نازل ہوئی ہیں یعنی تورات' زبور اور انجیل۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''یہ کتاب عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'' ہدایت اور نصیحت میں یہ فرق ہے کہ ہدایت کا معنیٰ ہے کہ ایک ایسی چیز بتائی جائے جو کسی دوسری چیز پر دلیل ہے اور اس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے وہ چیز یاد آ جائے جو پہلے بھول چکی ہو اور ذکری اور نصیحت سے مراد عام ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کی سابقہ کتابوں کی وہ آیات جو عقائد صحیحہ اور احکام شرعیہ پر دلیل ہیں اور وہ آیات جن میں انہیں عقائد اور احکام کو یاد دلایا ہے اور ان کو اپنانے اور ان پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں یہ دونوں چیزیں ہیں' عقائد اور احکام پر دلائل بھی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی نصیحتیں بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کیجئے O بے شک جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کر رہے ہیں' ان کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے' جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں' سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے' بے شک وہ خوب سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے O آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (المومن: ۵۷-۵۵)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد فرماتا ہے اور اس کی مثال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا' اب اس کے بعد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرما رہا ہے کہ آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی اس طرح مدد فرمائے گا جس طرح پہلے رسولوں کی مدد فرمائی تھی اور اللہ آپ سے کیا ہوا وعدہ اسی طرح پورا فرمائے گا جس طرح پہلے رسولوں سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا تھا اور آپ سے فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ رہیں جس سے آپ کو دنیا اور آخرت میں نفع ہو گا کیونکہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ پھر جامع اطاعت یہ ہے کہ جو کام نہیں کرنے چاہئیں بندہ ان سے توبہ کرے اور جو کام کرنے چاہئیں بندہ ان میں مشغول رہے' اس لیے اول الذکر کے متعلق آپ سے فرمایا: ''اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے'' اور ثانی الذکر کے متعلق فرمایا: ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کیجئے''۔

marfat.com
Marfat.com

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی مفسرین کے نزدیک توجیہات

منکرین عصمت نبوت' آریہ سماج اور دیگر ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ المومن: ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ''اور آپ اپنے ذنب کی مغفرت طلب کیجئے'' اور ذنب کا معنی ہے: جرم اور اثم' یعنی گناہ اور گناہ کی مغفرت طلب کرنے کا اس کو حکم دیا جاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گناہ کیے تھے جبھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہوں پر مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے' ہمارے متقدمین مفسرین نے اس اعتراض کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) ہم اس آیت کو ترک اولیٰ اور ترک افضل سے توبہ کرنے کے حکم پر محمول کرتے ہیں (اور افضل اور اولیٰ کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے)۔

(۲) یہ حکم تعبدی ہے' یعنی ہر چند کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اور آپ کو توبہ کرنے کا حکم دینا ماوراء عقل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی حکم عقل میں آئے یا نہ آئے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس پر عمل کیا جائے۔

(۳) اس آیت میں مصدر کی مفعول کی طرف اضافت ہے' یعنی ''**واستغفر لذنب امتک فی حقک**'' اس کا معنی ہے: آپ کی امت کے آپ کے حق میں جو ذنب ہیں ان پر استغفار کیجئے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۲۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

(۱) اس آیت کا معنی ہے: آپ اپنی امت کے گناہوں کے لیے استغفار کیجئے' اس تاویل میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کیا گیا ہے۔

(۲) آپ اپنے گناہ پر مغفرت طلب کیجئے' اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں' یہ تاویل ان کے لحاظ سے ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لیے صغیرہ گناہوں کے قائل ہیں۔ (ہمارے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے)

(۳) یہ حکم تعبدی ہے جیسا کہ اللہ کے نیک بندوں نے یہ دعا کی:

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ ۔ اے ہمارے رب! ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ (آل عمران: ۱۹۴)

ظاہر ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے وہ اس کو ضرور عطا فرمائے گا خواہ وہ اس کی دعا کرتے یا نہ کرتے لیکن انہوں نے اپنی بندگی کا اظہار کرنے کے لیے یہ دعا کی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن آپ کو استغفار کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ اپنی بندگی کا اظہار کریں۔

(۴) آپ کو دعا کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ کے بعد طلب مغفرت کی دعا آپ کی سنت ہو جائے۔

(۵) قبل نبوت جو آپ سے گناہ صادر ہوئے آپ ان پر استغفار کیجئے (یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' صورتاً ہوں یا حقیقتاً)۔

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی ۶۸۵ ھ نے اس آیت کا حسب ذیل محمل بیان کیا ہے:

آپ اپنی عبادت اور احکام کی اطاعت کی طرف متوجہ رہیں اور آپ سے جو تقصیرات ہو گئی ہیں ان کا تدارک کریں مثلاً ترک اولیٰ۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے اس عبارت کی شرح میں لکھا ہے:

قاضی بیضاوی کی ذکر کردہ تقصیرات سے مراد یہ ہے کہ جو کام آپ سے بغیر قصد اور عمد کے صادر ہو گئے' آپ ان پر استغفار کر کے ان کی تلافی کریں۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۲۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی التوفی ۹۵۱ھ نے بیضاوی کی اس عبارت کی شرح میں لکھا ہے:

ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فرماتا ہے اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم آپ کی طرف گناہ کی نسبت کریں۔ (حاشیہ شیخ زادہ ج ۷ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس آیت کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) بعض اوقات جو آپ نے جلدی میں اولیٰ کاموں کو ترک کر دیا تو آپ استغفار کر کے ان کا تدارک کیجئے۔

(۲) اگر بالفرض آپ سے کوئی گناہ ہوا ہے تو آپ اس پر استغفار کیجئے۔

(۳) یہ حکم تعبدی ہے تاکہ اس پر عمل کر کے آپ کے درجات میں اضافہ ہو اور آپ کے بعد والوں کے لیے وہ عمل سنت ہو۔

(۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں۔

(۵) جس ذنب (گناہ) کی آپ کی طرف نسبت کی گئی ہے اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس طرح کوئی شخص آپ کے سہو کی حقیقت کو نہیں جانتا' اس لیے کسی امتی کے لیے آپ کی طرف گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

(روح البیان ج ۸ ص ۲۶۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس آیت کے تحت وہی جواب ذکر کیا ہے جس کو قاضی بیضاوی نے لکھا ہے۔

(روح المعانی جز ۲۴ ص ۱۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک توجیہات

آریہ سماج (ہندو پنڈتوں) نے ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ'' (المومن: ۵۵) سے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا کہ تمہارے نبی نے گناہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے پاس یہ سوال بھیجا گیا تو انہوں نے اس کے پندرہ جواب دیئے' ہم ان میں سے گیارہ جوابات کو پیش کر رہے ہیں' چوتھا جواب یہ ہے:

(۱) (۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی۔ عبارت یہ ہے: ''لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک''۔ یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں اونکے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اوسکے لیے استغفار فرمائیے' کہاں کمی اور کہاں غفلت۔ نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں' کما حققہ المفتی ابن السعود فی ارشاد العقل السلیم قال اللہ عزوجل '' وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا'' اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے' جب اوسکی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے از دست و زبان کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید۔ شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنیٰ معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے' نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اون پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں' مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں' اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۵ مکتبہ رضویہ کراچی)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مجازاً شکر کی ادائیگی میں کمی کو ذنب فرمایا ہے اور وہ گناہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور متناہی وقت میں غیر متناہی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے یہ مجاز مرسل ہے۔

(۲) (۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنیٰ گناہ نہیں "ما تقدم" سے کیا مراد لیا وحی اترنے سے پیشتر کے اور گناہ کسے کہتے ہیں مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا وحی سے تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنیٰ اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا؟ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۵)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفتح: ۲ میں "ما تقدم" کو گناہ فرمایا ہے حالانکہ نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے وہ گناہ ہو ہی نہیں سکتے' اس لیے ان پر گناہ کا اطلاق مجازی ہے' یہ بھی مجاز مرسل ہے۔

(۳) (۶) جس طرح "ما تقدم" میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں یونہیں "ما تاخر" میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اونکے منع پر اوترا اور اونہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ اونکا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنیٰ ہی نہ رکھتا تھا یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو اونکی ممانعت اوتری اوسی طریقے سے ان کو "ما تاخر" فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۵)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفتح: ۲ میں "مـا تـاخـر" کو بھی گناہ فرمایا' حالانکہ جن کاموں کے کرنے کے بعد ان کی ممانعت نازل ہوئی وہ کیسے گناہ ہو سکتے ہیں لہٰذا "ما تاخر" پر بھی گناہ کا اطلاق مجازاً ہے' یہ بھی مجاز مرسل ہے۔

ساتواں ہندوؤں کی وید کی عبارات پر مشتمل الزامی جواب ہے اس کو ہم نے ترک کر دیا' آٹھواں جواب یہ ہے:

(۴) (۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اوس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال — کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدۂ مسلمہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" سورۂ مومن و سورۂ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیت کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مومن میں تو اتنا ہے "واستغفر لذنبک" "اے شخص! اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اوترا نہ صرف اوس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے "اقیموا الصلوٰۃ" نماز برپا رکھو یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی اسی قرآن عظیم میں ہے "لانـذركـم بـه ومـن بلغ" کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالیٰ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں خود قرآن عظیم میں فرمایا: "ارایت الـذی ینهـی عبدا اذا صلی ارایت ان کان علی الهدی ○ او امر بـالـتـقـوی ○" ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اوس پر یہ آیات کریمہ اوتریں کہ کیا تو نے دیکھا اوسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف بلکہ فرماتا ہے: "فـمـا یکذبک بعد بالدین ○" ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ اون میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہندو سے

marfat.com
Marfat.com

یونہیں دونوں سورہء کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۶)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت (المومن:۵۵) اور (محمد:۱۹) میں بالخصوص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ ہر سننے والے مسلمان سے خطاب ہے کہ تم اپنے اور سب مسلمانوں کے گناہوں کے لیے استغفار کرو۔ یہ تعریض ہے۔

(۵) (۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں اس کی ابتداء یوں ہے "فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمومنت" جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ تو یہ خطاب اوس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اے سننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ' تتمۂ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ "واللہ یعلم متقلبکم ومثوکم O" اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے اگر "فاعلم" میں تاویل کرے تو "ذنبک" میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر "ذنبک" میں تاویل نہیں کرتا تو "فاعلم" میں تاویل کیسے کرسکتا ہے دونوں پر ہمارا مطلب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۷-۷۶)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" (محمد:۱۹) میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ کافر سے خطاب ہے کہ تو اللہ کی توحید پر ایمان لا' پھر اپنے لیے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے استغفار کر۔ یہ بھی تعریض ہے۔

(۶) (۱۰) دونوں آیۂ کریمہ میں صیغۂ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا: "اکرم ضیفک" اپنے مہمان کی عزت کرنا اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۷)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال آپ سے گناہ ہو جائے تو آپ اپنے گناہ پر استغفار کریں اور یہ قضیہ واقعیہ نہیں ہے بلکہ غرضیہ انشائیہ ہے۔ یہ المومن: ۵۵ اور محمد: ۱۹ دونوں کا جواب ہے' یہ مجاز مرسل ہے۔

(۷) (۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وعصیٰ ادم ربہ" آدم نے اپنے رب کی معصیت کی حالانکہ خود فرماتا ہے: "فنسی ولم نجد لہ عزما O" آدم بھول گیا ہم نے اوسکا قصد نہ پایا لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اوس پر مواخذہ' خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: "ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا" اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۷)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ المومن: ۵۵ اور محمد: ۱۹ میں مراد یہ ہے کہ جو گناہ بھولے سے ہو جائے اس پر آپ استغفار کریں اور گناہ کی حقیقت عمداً معصیت اور نافرمانی کرنا ہے سو ان دونوں آیتوں میں ذنب کا اطلاق مجازی ہے' یہ بھی مجاز مرسل ہے۔

(۸) (۱۲) جتنا قرب زائد اوسی قدر احکام کی شدت زیادہ ع جن کے رتبے ہیں سوا اون کو سوا مشکل ہے۔ بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا شہریوں میں بازاریوں

marfat.com
Marfat.com

سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا" حسنات الابرار سیئات المقربین " نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے' حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۷)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اسی طرح " لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ " (الفتح:۲) میں خلاف اولیٰ کاموں پر ذنب کا اطلاق فرمایا ہے اور خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہوتا سو یہ اطلاق مجازی ہے' یہ بھی مجاز مرسل ہے۔

(۹) (۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی اردو ہندی سب زبانوں میں رائج ہے' مکان کو جس طرح اوس کے مالک کی طرف نسبت کریں یوہیں کرایہ دار کی طرف۔ یوہیں جو عاریت لے کر بس رہا ہے اوس کے پاس ملنے آئیگا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا: تمہارا کھیت کئے جریب ہوا یہاں نہ ملک' نہ اجارہ' نہ عاریت اور اضافت موجود یوہیں بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو " ذنبک " سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اوس کے بعد " وللمؤمنين والمؤمنين " تعیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے' اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے اب آریہ کے اوس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے: " رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمومنين والمومنت " اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۸۔۷۷)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ " وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ " (محمد:۱۹) میں اہل بیت کی لغزشیں مراد ہیں " وللمؤمنين والمومنات " سے عام مسلمان مردوں اور عورتوں کی لغزشیں مراد ہیں اور یہ تعیم بعد تخصیص ہے' اس میں مجاز بالحذف ہے۔

(۱۰) (۱۴) اسی وجہ پر کریمہ سورۂ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور " ما تقدم من ذنبک " تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثنائے انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور " ما تاخر " تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت وامت مرحومہ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العلمین (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۸)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ الفتح: ۲ میں " ما تقدم " سے آپ کے تمام آباء کرام کے گناہ اور " ماتاخر " سے آپ کے تمام اہل بیت کے گناہ مراد ہیں اور اس میں بھی مجاز بالحذف ہے۔

(۱۱) (۱۵) " ماتقدم وما تاخر " سے قبل وبعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل اور ہم ثابت کرچکے ہیں کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین وبارک وسلم الی یوم الدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۷۸)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح الفتح: ۲ میں ذنب سے مراد نزول وحی سے پہلے یا نزول وحی کے بعد کے کام مراد

marfat.com
Marfat.com

ہیں اسی طرح المومن: ۵۵ اور محمد: ۱۹ میں بھی یہ احتمال ہے کہ ان ہی کاموں پر مجازاً ذنب کا اطلاق ہو اور یہ بھی مجاز مرسل ہے۔

متقدمین‘ مفسرین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے جوابات کی بناء تعریض پر ہے یعنی ذکر آپ کا ہے اور مراد عام مخاطب ہے یا جوابات کی بناء مجاز مرسل پر ہے‘ یعنی ذنب سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں یا مجاز بالحذف پر ہے یعنی بہ ظاہر ذنب کی اضافت آپ کی طرف ہے اور مراد آپ کے اقارب یا آپ کے اگلے پچھلے (آباء اور اقارب) ہیں اور ان کے ذکر کو حذف کر دیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک راجح جواب وہ ہے جس کی بناء مجاز مرسل پر ہے یعنی گناہ کی اضافت آپ کی طرف ہے اور گناہ سے مراد حقیقتاً گناہ نہیں ہیں‘ بلکہ بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں اور باقی دونوں جواب مرجوح ہیں‘ فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس اعتراض کے اصل گیارہ جواب ذکر کیے ہیں جن میں سے دو کی بناء تعریض پر ہے دو کی بناء مجاز بالحذف پر ہے اور سات جوابات کی بناء مجاز مرسل پر ہے‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی مختار جواب یہی ہے‘ اتفاق سے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کنز الایمان میں الفتح: ۲‘ المومن: ۵۵ اور محمد ۱۹ کا ترجمہ مجاز بالحذف کے طریقہ پر کیا گیا ہے‘ اس وجہ سے عوام میں یہی جواب مشہور ہو گیا‘ حالانکہ یہ اعلیٰ حضرت کا مختار جواب نہیں ہے۔ اسی لیے فتاویٰ رضویہ میں ان جوابوں کو بالکل آخر میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اعلیٰ حضرت کا مختار جواب وہ ہے جس کی بناء مجاز مرسل پر ہے اور ان آیات میں ذنب سے مراد مجازاً بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں اور ہمارے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ کا مختار بھی یہی جواب ہے‘ اسی لیے آپ نے الفتح: ۲‘ المومن: ۵۵‘ اور محمد: ۱۹ آیات کا ترجمہ اسی اعتبار سے فرمایا ہے اور ہم نے بھی بہ غور تحقیق کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم ج ۳‘ ج ۶ اور ج ۷ میں اس ترجمہ کو راجح قرار دیا ہے اور اس ترجمہ کی وجہ ترجیح بھی وہیں بیان کر دی ہے اور تبیان القرآن میں بھی اس ترجمہ اور اسی تحقیق کو برقرار رکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب ذنب کی نسبت آپ کی طرف ہو تو اس سے مراد خلاف اولیٰ ہے یا مکروہ تنزیہی ہے اور اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں متعدد جگہ یہ تصریح کی ہے کہ مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہے۔

دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۹۔۱۸۰۔۱۷۳‘ ج ۱۱ ص ۱۴۴‘ مطبوعہ مکتبہ رضویہ‘ کراچی۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۵۶ اور ج ۹ ص ۴۵۰۔۴۴۹‘ طبع رضا فاؤنڈیشن‘ لاہور میں بھی اس کی تصریح ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کا حکم دیا اور احادیث میں ذکر ہے کہ آپ ایک دن میں ستر بار اور بعض میں ہے کہ آپ دن میں سو بار توبہ فرماتے تھے‘ اس توبہ اور استغفار سے مراد آپ کے درجات میں اضافہ اور ترقی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز کتنی بار استغفار کرتے تھے اور آپ کے استغفار کا محمل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

وہ خود کثیر التوبہ ہیں۔ صحیح البخاری میں ہے: میں روز اللہ سبحانہٗ سے سو بار استغفار کرتا ہوں۔ شرح الشفا والمرقاۃ واللمعات والمجمع بہ رمز (ط) للطیبی والزرقانی ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیکوں کی خوبیاں مقربین کے گناہ ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ترقی مقامات قرب و مشاہدہ میں ہیں۔ ''وللاخرۃ خیر لک من الاولی'' (آپ کے لیے ہر پہلی ساعت سے دوسری افضل ہے۔ ت) جب ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس کے ایک نوع تقصیر تصور فرما کر اپنے رب کے حضور توبہ و استغفار لاتے تو وہ ہمیشہ ترقی اور ہمیشہ توبہ‘ بے تقصیر میں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم مطالع مع بعض زیادات منی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۵۳۔۶۵۲‘ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے صحیح بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں روز سو بار اللہ سبحانہٗ سے استغفار کرتا

marfat.com
Marfat.com

ہوں لیکن صحیح بخاری میں سو بار استغفار کرنے کی حدیث نہیں ہے' صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰۔۳۴۱۔۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۰۴' رقم الحدیث: ۷۷۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۲۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۲۸۶' شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۸' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۴۳۸)

ایک دن میں سو بار استغفار کرنے کی حدیث ان کتابوں میں ہے:

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر ضرور ایک حجاب آ جاتا ہے اور میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۵)

نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان میں کوئی بیماری تھی جس کو میں کسی اور کے سامنے بیان نہیں کرتا تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! تم استغفار کیوں نہیں کرتے' میں ہر دن اور رات میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہے۔(اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے)۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۴ طبع قدیم' مسند احمد ۳۸ ص ۳۶۵' رقم الحدیث: ۱۴۲۱' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۹۷۰' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۲۳' کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۱۸۱۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۶۷۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۹۷' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۴۵۰' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۳۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۷۶۔۲۶۷)

صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے: میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اس کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے لیغان اور غین اس چیز کو کہتے ہیں جو دل کو ڈھانپ لے' قاضی عیاض نے کہا: آپ کی شان یہ تھی کہ آپ دائماً اللہ کو یاد کرتے اور اس کا ذکر کرتے لیکن کبھی آپ پر سستی اور غفلت طاری ہو جاتی تو آپ (اپنے بلند مقام کے اعتبار سے) اس کو گناہ شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو امت کی فکر رہتی تھی اور آپ کے بعد جو امت کے احوال تھے جب آپ ان پر مطلع ہوتے تو ان پر استغفار کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ جب آپ امت کی اصلاح میں غور و فکر کرتے اور دشمن کے خلاف جہاد میں سوچ و بچار کرتے اور نو مسلموں کی تالیف میں تدبر فرماتے تو ان امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی اور آپ کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات تھیں ان پر حجاب آ جاتا' ہر چند کہ ان امور میں مشغول ہونا بھی عظیم عبادت ہے لیکن آپ اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس مشغولیت کو گناہ قرار دیتے اور اس پر توبہ اور استغفار کرتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا استغفار کرنا اظہار عبودیت کے لیے ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کو ظاہر کرنے کے لیے ہوتا تھا اور اس کی نعمتوں کا کماحقہٗ شکر ادا کرنے کی وجہ سے ہوتا تھا' محاسبی نے کہا کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام عذاب سے مامون ہیں' لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس پر استغفار کرتے ہیں۔(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ ص ۶۷۹۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیک اعمال کا مشکلات سے بچانا اور عذاب سے چھڑانا

اس کے بعد فرمایا: ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کیجئے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے رہتے تھے' دراصل اس آیت میں مسلمانوں کو

marfat.com
Marfat.com

تعریض ہے اور ان کو اس طرح متوجہ کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حمد اور تسبیح کا حکم دے رہا ہے جو دائمی حمد اور تسبیح کرنے والے ہیں تو تم کو کتنی زیادہ حمد اور تسبیح کی ضرورت ہے۔

تسبیح کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی عیوب اور نقائص سے برأت بیان کرنا اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور ہر عیب سے بری ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو اس کا اثر ہم پر یہ ہوتا ہے کہ ہمارے عیوب اور نقائص کم ہو جاتے ہیں اور حمد کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کو بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر کمال کے ساتھ موصوف ہے بلکہ وہ ہر کمال کا خالق اور موجد ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا اثر ہم پر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی صفات کمالیہ کو پیدا فرما دیتا ہے۔

تسبیح کرنے اور حمد کرنے کا اثر یہ ہوگا کہ ہم بُرے کاموں سے باز رہیں گے اور نیک کاموں کو کریں گے اور نیک کاموں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں اور ان پر شفقت کریں اور ان نیک اعمال کی برکت سے آخرت میں ہماری مغفرت متوقع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے فرمایا: آج رات میں نے بہت تعجب خیز چیز دیکھی' میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو فرشتوں سے بہت گھبرا رہا تھا' اس کا وضو آیا اور اس نے اس کو ان سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس پر عذاب قبر مسلط کیا گیا' اس کی نماز آ گئی اور اس نے اس کو عذاب قبر سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس کو شیاطین متوحش کر رہے تھے' اس کے پاس اللہ کا ذکر آیا اور اس نے اس کو ان سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس کے آگے اندھیرا تھا اور اس کے پیچھے اندھیرا تھا اور اس کی دائیں طرف اندھیرا تھا اور اس کی بائیں طرف اندھیرا تھا اور اس کے اوپر اندھیرا تھا اور اس کے نیچے اندھیرا تھا' پھر اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس کو اندھیرے سے نکال لیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کا رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا آیا' اس نے اس فرشتہ سے بات کی اور اس کو اپنے ساتھ لے گیا' پھر میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو آگ کے شعلوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا' تو اس کے پاس اس کا صدقہ آیا' وہ اس کے سر کے اوپر سایا ہو گیا اور اس کے چہرے کی ڈھال بن گیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس کے پاس دوزخ کے عذاب کے فرشتے آئے تو اس کے پاس نیکی کے حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کا عمل آیا اور اس نے اس کو عذاب سے چھڑا لیا' پھر میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو دوزخ میں گر گیا تھا' تو اس کے پاس اس کے وہ آنسو آئے جو خوفِ خدا سے نکلے تھے' انہوں نے اس کو دوزخ سے نکال لیا' پھر میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اس کا خوف خدا آیا اور اس نے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑا دیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا' اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا تھا تو اس کا قرض دینے کا عمل آیا اور اس نے اس کی نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا' پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت کپکپا رہا تھا' پھر اس کا اللہ کے ساتھ حسن ظن آیا تو وہ پر سکون ہو گیا' پھر میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا تو اس کے مجھ پر درود پڑھنے کا عمل آیا اور اس نے اس شخص کو پل صراط سے پار کرا دیا اور میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جب وہ جنت کے نزدیک پہنچا تو اس کے دروازے بند ہو گئے' پھر اس کا کلمہ شہادت آیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے' ایک سند میں سلیمان بن احمد الواسطی ہے اور دوسری سند میں خالد بن عبدالرحمان المخزومی ہے اور یہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۰' حافظ سیوطی نے بھی اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے' الجامع الصغیر رقم

marfat.com

Marfat.com

الحدیث: ۲۶۵۲' نوادر الاصول ج ۲ ص ۳۶۷)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں' اس لیے ہم نے اس حدیث کو یہاں ذکر کیا ہے' تاکہ مسلمانوں کو نیک اعمال کے بجالانے میں رغبت ہو' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

یعنی بُرے کاموں کے نتیجہ میں جس عذاب کا خطرہ ہوتا ہے وہ نیک کاموں سے زائل ہو جاتا اور اس حدیث میں بھی یہی فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کر رہے ہیں' ان کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے' جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں' سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے' بے شک وہ خوب سننے والا بہت دیکھنے والا ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے ○ اور نہ مؤمنین صالحین بدکاروں کے برابر ہیں' تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو ○ (المؤمن: ۵۸۔۵۶)

فتنہ باز لوگوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا

اس سورت کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا:

مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا. (المؤمن: ۴) اللہ کی آیتوں میں صرف کفار ہی جھگڑتے ہیں۔

اس کے بعد اسی سے مربوط کلام کا ذکر فرمایا اور اب المؤمن: ۵۶ میں پھر ان کافروں کا ذکر فرمایا جو اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آچکی ہو' اس کے بعد اس سے متصل یہ وجہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی آیتوں میں کس مقصد کے لیے جھگڑتے ہیں۔ سو فرمایا: ''ان کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے'' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے آپ کو نبی مان لیا تو انہیں آپ کے احکام کی اطاعت کرنی ہوگی' آپ کو مقتدا اور پیشوا ماننا ہوگا اور پھر آپ کے سامنے ان کی چودھراہٹ کا چراغ نہیں جلے گا اور کل تک جن لوگوں کے سامنے وہ بڑا بنتے چلے آئے تھے اب ان کے سامنے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی ہوگی تو وہ اس لیے آپ کو نبی نہیں مانتے تھے کہ اگر آپ کو نبی مان لیا تو ان کو بڑائی نصیب نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس بڑائی کی یہ ہوس کر رہے ہیں وہ کبھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گی کیونکہ بالآخر مکہ مکرمہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا اور آج جو لوگ چودھری اور وڈیرے بنے ہوئے ہیں کل وہ سب آپ کے ماتحت ہوں گے اور ان سب کی گردنیں آپ کی تلوار کے نیچے ہوں گی' سو آپ ان کی سازشوں کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کریں' بے شک اللہ ان کی باتوں کو خوب سننے والا ہے اور ان کے کاموں کو اچھی طرح دیکھنے والا ہے' پس وہ آپ کو ان کی سازشوں کے شر سے محفوظ اور مامون رکھے گا اور آپ کو ان کے اوپر غالب کر دے گا' اس کا وعدہ ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○ (المجادلہ: ۲۱) اللہ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے' بے شک اللہ بہت قوی اور بے حد غالب ہے ○

ہر چند کہ یہ آیت ان کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو اپنی بڑائی کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے لیکن دراصل یہ آیت ان تمام بدمذہب اور مبتدعین کو شامل ہے جن کے سامنے مذہب حق پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور وہ

marfat.com
Marfat.com

ان کو صرف اس لیے نہیں مانتے کہ اگر ان دلائل کو تسلیم کر لیا تو ان دلائل پر مبنی مذہب حق کو بھی ماننا ہوگا اور اس کو ماننے سے ان کی بڑائی میں فرق آئے گا اور ایسے ہٹ دھرم لوگ صرف مکہ کے کفار نہیں تھے بلکہ ہر دور میں ایسے ضدی' معاند اور جھگڑالو لوگ ہوتے رہے ہیں' خود مصنف کو ایسے ہٹ دھرم اور جھگڑالو لوگوں کا سامنا ہے' یہ بہت بڑا فتنہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے لوگوں کے فتنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ایسے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی ہے اور ہم کو بھی ان سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے' اچانک وہ خچر لڑکھڑایا' پس قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا' وہاں پر چھ یا چار پانچ قبریں تھیں' آپ نے پوچھا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں' آپ نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ زمانہ شرک میں مر گئے تھے' آپ نے فرمایا: ان کی قبروں میں آزمائش ہوتی ہے' پس اگر تم (دہشت کی وجہ سے) مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دیتے تو میں تم کو بھی عذاب قبر کی وہ آوازیں سنوا دیتا جو میں سن رہا ہوں' پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو' مسلمانوں نے کہا: ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو' مسلمانوں نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو' مسلمانوں نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور کے ضدی' ہٹ دھرم اور معاند لوگ بہت بڑا فتنہ ہیں اور ان کا فتنہ دجال کے فتنہ سے کم نہیں ہے سو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

حشر و نشر پر دلیل

المومن: ۵۷ میں فرمایا: ''آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O''

مشرکین مکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقوع اور حشر و نشر کے متعلق بھی جھگڑا کرتے رہتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنا ممکن نہیں ہے' وہ یہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو ایک چیز کے بنانے پر قادر ہو وہ اس جیسی دوسری چیز کے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے اور جو ایک چیز کے بنانے پر قادر ہو وہ اس سے کم درجہ کی چیز کے بنانے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہوتا ہے اور یہ وہ اصول ہیں جو ہر صاحب عقل کے نزدیک مسلم ہیں اور ان اصولوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بڑا ہے اور آسمان اور زمین تم کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت ضرور بہت بڑے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے' تو تم اس مسئلہ میں کیوں جھگڑ رہے ہو؟

پھر فرمایا: ''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے' یعنی جو شخص اس کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر اور قیامت اور حشر و نشر پر استدلال کرتا ہے وہ اس شخص کے برابر نہیں ہے جو اپنے مشرک آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں ان حقائق کا انکار کرتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

المومن: ۵۸ میں فرمایا: "اور نہ مؤمنین صالحین بدکاروں کے برابر ہیں، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو O"

المومن: ۵۷ کے آخری حصہ سے مراد یہ ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں' المومن: ۵۸ کے ابتدائی حصہ سے مراد یہ ہے کہ نیک عمل کرنے والے اور بُرے عمل کرنے والے برابر نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: "تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو' یعنی ہر چند کہ انہیں معلوم ہے کہ علم اور استدلال' جہل اور اندھی تقلید سے بہتر ہے اور نیک عمل کرنا بُرے عمل کرنے سے بہتر ہے' پھر بھی یہ توحید کے دلائل اور رسالت کے معجزات سے ہدایت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور بغض رکھنے کی وجہ سے اپنے گم راہ کن نظریات پر جمے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے' اس میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے O اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں' وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O (المومن: ۶۰-۵۹)

ایمان کامل کا معیار

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے امکان پر دلائل قائم فرمائے تھے اور اس آیت (المومن: ۵۹) میں قیامت کے وقوع کی خبر دی ہے' لیکن کفار اس کی تصدیق نہیں کرتے' کیونکہ یہ اپنے مشرک آباء واجداد کی تقلید میں اس قدر راسخ ہیں کہ محسوسات سے معقولات پر استدلال نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: "لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے" کافروں میں تو اصلاً ایمان نہیں ہے' لیکن اکثر مسلمانوں میں ایمان کامل نہیں ہے' ہم یہاں پر ان احادیث کا ذکر کر رہے ہیں جن میں کمال ایمان کا معیار مذکور ہے' اس کسوٹی پر' پرکھ کر ہمیں جانچنا چاہیے کہ آیا ہمارا ایمان کامل ہے یا نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایمان سے ہیں' جس شخص میں ان میں سے کوئی چیز نہ ہو اس میں ایمان بالکل نہیں ہے: (۱) اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا (۲) اللہ کی قضاء (تقدیر) پر راضی رہنا (۳) اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا (۴) اللہ پر توکل کرنا (۵) جب پہلی بار صدمہ پہنچے تو اس پر صبر کرنا اور وہ شخص ایمان کی حقیقت کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا جس سے لوگوں کی جانیں اور ان کے مال مامون اور محفوظ نہ ہوں۔ کسی شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایمان کا کون سا وصف سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کی زبان اور اس کے ہاتھوں سے لوگ سلامت رہیں' جس طرح راستہ پر مینار علامت ہوتا ہے' اسی طرح ایمان کی علامت کے یہ مینار ہیں: (۱) لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ ادا کرنا (۴) کتاب اللہ کے موافق حکم دینا (۵) نبی امی کی اطاعت کرنا (۶) جب بنو آدم سے ملاقات ہو تو ان کو سلام کرنا۔

(حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سعید بن سنان راوی ہے جس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاتا' مجمع الزوائد ج۱ ص۵۶' دار الکتاب العربی' بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں اور جو شخص اپنے عہد کو پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' اس وقت تک کسی بندہ کا دین درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اور اس کی زبان اس وقت تک درست نہیں ہوگی جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور اس وقت تک کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے بوائق سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! بوائق کیا ہیں؟ آپ نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: اس کا دھوکا دینا اور اس کا ظلم کرنا اور جس شخص نے حرام مال حاصل کیا اور اس کو خرچ کیا اس میں برکت نہیں ہوگی اور اگر اس سے صدقہ کیا تو وہ قبول نہیں ہوگا اور اس مال میں جو اضافہ کیا وہ دوزخ میں جائے گا اور خبیث چیز سے خبیث کام کا کفارہ نہیں ہوتا۔ لیکن طیب چیز سے کفارہ ہوتا ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۵۳، حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں حصین بن مذعور ہے جو فرس تیمی سے روایت کرتا ہے' میں نے ان کا ذکر نہیں دیکھا۔ مجمع الزوائد ج ا ص ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی گلیوں میں ایک شخص سے ملے جس کا نام حارثہ بن مالک انصاری تھا' آپ نے اس سے پوچھا: اے حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی؟ اس نے کہا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں برحق مومن تھا' آپ نے فرمایا: ہر ایمان کی حقیقت ہوتی ہے' تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے' اس نے کہا: میں نے دنیا سے اپنے نفس کا منہ موڑ لیا' میں نے دن میں پیاس کو برداشت کیا اور رات کو جاگتا رہا اور گویا کہ میں نے اپنے رب کے عرش کو بالکل سامنے دیکھا اور گویا کہ میں نے اہل جنت کو جنت کی نعمتوں میں دیکھا اور اہل دوزخ کو دوزخ کے عذاب میں دیکھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے درست کہا' تم اس پر لازم رہو' مومن کے دل کو اللہ نے منور کر دیا ہے۔

(حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں یوسف بن عطیہ ہے جس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاتا' مجمع الزوائد ج ا ص ۵۷)

(ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں' لیکن فضائل اعمال میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں' نیز ان احادیث کی اصل احادیث صحیحہ میں موجود ہے)۔

المؤمن: ۶۰ میں دعا کا معروف معنیٰ مراد ہے یا دعا سے عبادت کرنے کا معنیٰ مراد ہے؟

المومن: ۶۰ میں ارشاد ہے: ''اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے O''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد دعا ہے یا اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' (المؤمن: ۶۰) کی تفسیر میں فرمایا: ہر عبادت دعا میں منحصر ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے دوزخ میں داخل ہوں گے''۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۷۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۲۹۸' رقم الحدیث: ۱۸۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۰۱' کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۴' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۴۱' المستدرک ج ا ص ۴۹۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۰)

میں کہتا ہوں کہ اگر دعا سے اس کا معروف معنیٰ مراد لیا جائے تو وہ بھی درست ہے اور اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اس کی عبادت کرنا ہے۔

دعا کرنے کی ترغیب اور اس کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا: میں

marfat.com
Marfat.com

اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۰۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز میں فضیلت نہیں ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۶۷، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر کوئی مصیبت آئے یا نہ آئے، دعا ہر حال میں تمہیں نفع دیتی ہے سوائے اللہ کے بندو! دعا کو لازم رکھو۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۸، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۷۸۴)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ بہت حیاء فرمانے والا بہت کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔
(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۷۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے، عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہوتا ہے اور انسان گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔
(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۷۲، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ اللہ سوال کرنے کو پسند فرماتا ہے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۸۔۱۲۷، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۳۲۰، جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا، اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۶۵۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۱، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۸۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے: تم دن رات اللہ سے دعائیں کیا کرو کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۸۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کیا کرو۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں' کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۶۱۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۶۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۴۸۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۵۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۱۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۳۹۴۸)

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی شرائط

اس آیت میں یہ ارشاد ہے: ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: تم مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا''۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کتنی مرتبہ لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کی چند شرائط ہیں' جب ان شرائط کے مطابق دعا کی جائے تو پھر دعا ضرور قبول ہوتی ہے' وہ شرائط اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) دعا کرنے والے کا کھانا' پینا اور لباس رزق حلال سے ہونا چاہیے' اگر اس کا رزق حرام ہو تو پھر اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ طیب (پاک) ہے' وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا: ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے' اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں' وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے' اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۸۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۸۸۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۲۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۲۶۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۰۲۸)

(۲) دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور حاضر کر کے دعا کرے' قلب غافل سے دعا نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو' یاد رکھو: اللہ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان لہو و لعب میں ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۹' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۱۰۵' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۳۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۳' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۵۶)

(۳) دعا کرنے والا راحت کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ مشکلات اور مصائب میں اس کی دعا قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ آسانی اور راحت کے ایام میں اس سے زیادہ دعا کرے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۴)

(۴) بے نیازی سے دعا نہ کرے' بلکہ اصرار سے اور گڑگڑا کر دعا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم کے ساتھ دعا کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۰۳' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۸۶۰)

(۵) دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت قبول کی جاتی ہے جب وہ دعا کی قبولت میں جلدی نہ کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵۳)

(۶) کسی گناہ کے حصول یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص بھی اللہ سے دعا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے' بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

(۷) گڑگڑا کر' عاجزی سے' ڈرتے ہوئے اور مسکین بن کر دعا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دو رکعت نماز پڑھو اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو' پھر گڑگڑاؤ' عاجزی کرو' مسکین بنو' پھر اپنے دونوں ہاتھ اللہ عزوجل کی طرف اس طرح اٹھا کر دعا کرو کہ ہتھیلیاں تمہاری طرف ہوں اور کہو: اے میرے رب! اے میرے رب! اور جو اس طرح نہیں کرے گا اس کی نماز ناقص ہوگی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۱' ج ۴ ص ۱۶۷' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۹۵' کتاب الدعا رقم الحدیث: ۲۱۰)

(۸) دنیا میں کسی مصیبت کے نزول کی دعا نہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان شخص کی عیادت کی' جو چوزے کی طرح بہت کمزور ہو چکا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اللہ سے کوئی دعا یا کوئی سوال کرتے تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی سزا دینے والا ہے تو تُو مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا' پھر آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۹۲' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۱۹۰)

(۹) اپنے مسلمان بھائی کے لیے پس پشت دعا کرے تو جو دعا وہ اس مسلمان بھائی کے لیے کرے گا وہ اس کے حق میں بھی

marfat.com
Marfat.com

قبول ہو جائے گی۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شخص اپنے بھائی کے پس پشت اس کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی اس کی مثل عطا فرما۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۲، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۵۳۴)

(۱۰) دعا کی ابتداء میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے تو اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے یہ پانچ کلمات پڑھ کر دعا کی وہ اللہ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ اس کو وہ عطا فرما دے گا' (وہ پانچ کلمات یہ ہیں:) لا الہ الا اللہ واللہ اکبر' لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ 'لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر' لا الہ الا اللہ ' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۶۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۶۳۴' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۲۶۴)

(۱۱) دعا میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے' پھر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے' پھر اس کے بعد اپنے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جو اس کے شایان شان ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے' پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا اور کامیاب ہونا زیادہ متوقع ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۴۴۱ طبع قدیم' مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۵۲' رقم الحدیث: ۱۹۸۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۷۸۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور ان کا سماع حضرت ابن مسعود سے ثابت نہیں ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۲۵' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود سے ان کا سماع ثابت ہے۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۳' مصر)

(۱۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہیں تھے۔ جب میں (نماز پڑھ کر) بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا' پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا' سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۰۱' جلاء الافہام رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

(۱۲) دعا کے اوّل اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے تو وہ دعا رد نہیں ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس کا کوئی لفظ اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۸۶' جلاء الافہام رقم الحدیث: ۵۰' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن الخطاب رقم الحدیث: ۱۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا کے اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور جب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔

marfat.com

Marfat.com

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۶۱۴۸' زہر الفردوس ج ۴ص ۲۳' الکامل لابن عدی ج ۲ص ۶۰۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۲۵'
حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۶۰)

(۱۳) روزہ دار' امام عادل اور مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی' روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے اور امام عادل اور مظلوم کی دعا' اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہے اور ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا' خواہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۶ ـ ۳۵۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۲' مسند احمد ج ۲ص ۴۴۵' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۹۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۴۱۹' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۱۱۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۵۱)

(۱۴) مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اور والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۲)

(۱۵) جس دعا کے آخر میں آمین کہا جائے اس کی قبولیت پر مہر لگ جاتی ہے۔

حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے' ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس چیز سے مہر لگے گی؟ آپ نے فرمایا: آمین سے' اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی' پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا' پھر آپ اس شخص کے پاس آئے جو دعا کر رہا تھا' پس آپ نے فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین پر ختم کرو اور بشارت لو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۸)

(۱۶) دعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ہو' قرآن مجید میں ہے:

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي (البقرہ: ۱۸۶)

جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو بھی تو چاہیے کہ یہ بھی میرا کہا مانا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سے مستغنی ہے' وہ پھر بھی ہمارا کہا مان لیتا ہے اور ہم اس کے محتاج ہیں' سو ہم کو تو بہت زیادہ اس کا کہا ماننا چاہیے' ہونا تو یہ چاہیے تھے کہ ہم اس کا کہا مانتے رہتے خواہ وہ ہمارا کہا مانتا یا نہ مانتا' کیونکہ وہ مالک ہے اور ہم مملوک ہیں۔ لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے کہا: آؤ برابر کا سلوک کرلو۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرہ: ۱۵۲)

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرلوں گا۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ: ۴۰)

تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

اور تم میرا حکم مانو میں تمہاری دعا قبول کرلوں گا (البقرہ: ۱۸۶) اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم خواہ اس کا حکم مانیں یا نہ مانیں وہ ہماری دعائیں قبول کرتا رہے' گویا ہم اس کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ . (الانعام:۹۲) انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنی چاہیے تھی۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور دعا کی شرائط اور اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: دعا کی سات شرطیں ہیں (۱) گڑگڑانا (۲) خوف (۳) امید (۴) دوام یعنی ہمیشہ دعا کرنا (۵) خشوع (۶) عموم یعنی عموم کے صیغوں سے دعا کرنا (۷) حلال رزق کھانا۔

ابن عطاء نے کہا: دعا کے ارکان ہیں یا پر ہیں اور اسباب ہیں اور اوقات ہیں' اگر دعا اپنے ارکان کے موافق ہو تو وہ قوی ہوتی ہے اور اگر اپنے پروں کے موافق ہو تو آسمان پر اڑ کر پہنچتی ہے' اگر اپنے وقت کے موافق ہو تو کامیاب ہوتی ہے اور اگر اپنے اسباب کے موافق ہو تو ظفریاب ہوتی ہے' دعا کے ارکان یہ ہیں: حضور قلب' تواضع اور انکسار اور خشوع اور اس کے پر صدق ہیں اور اس کا وقت رات کا پچھلا پہر ہے اور اس کا سبب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دعا کی چار شرطیں ہیں: (۱) تنہائی میں دل کی حفاظت کرنا (۲) لوگوں کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا (۳) نظر کی محارم سے حفاظت کرنا (۴) پیٹ کی لقمۂ حرام سے حفاظت کرنا۔

ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی' انہوں نے کہا: کیونکہ تم اللہ کو پہچانتے ہو پھر اس کی اطاعت نہیں کرتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہو پھر آپ کی اتباع نہیں کرتے اور تم قرآن کریم کو پڑھتے ہو پھر اس پر عمل نہیں کرتے اور تم اللہ کی نعمتیں حاصل کرتے ہو اور ان کا شکر ادا نہیں کرتے اور تمہیں جنت کا علم ہے اور تم اس کو طلب نہیں کرتے اور تمہیں دوزخ کی معرفت ہے اور تم اس سے نہیں بھاگتے اور تم شیطان کو جانتے ہو پھر بھی تم اس سے جنگ کرنے کے بجائے اس کی موافقت کرتے ہو اور تمہیں موت پر یقین ہے پھر بھی تم اس کی تیاری نہیں کرتے اور تم مُردوں کو دفن کرتے ہو پھر بھی تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب میں مشغول رہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نوف البکالی سے کہا: اے نوف! اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ آپ بنی اسرائیل سے کہئے: میرے گھر میں صرف پاک دل' خائف نظر اور صاف ہاتھوں کے ساتھ داخل ہوں اور جب تک کوئی شخص میری مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے سے بَری نہ ہو میں اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور نوف! تم شاعر نہ بنو (یعنی جھوٹے' خیالی قصے اور لوگوں کی خوشامد پر مشتمل اشعار کہنے والا' اس سے اللہ اور رسول کی حمد اور نعت اور وعظ ونصیحت کے اشعار مستثنیٰ ہیں) اور نہ گری پڑی چیز کا اعلان کرنے والا اور نہ (ظالم) سپاہی اور نہ (ظالم) ٹیکس وصول کرنے والا اور نہ (ظالم) عشر وصول کرنے والا' کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کی ایک ساعت میں کھڑے ہوئے اور کہا: اس ساعت میں اللہ تعالیٰ ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے' سوا اس کے جو اعلان کرنے والا ہو یا سپاہی ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو یا عشر وصول کرنے والا ہو یا ڈھول بجانے والا ہو یعنی موسیقار۔

موطا امام مالک میں ہے جب تم میں سے کوئی دعا کرے' تو پورے عزم سے دعا کرے یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ (صحیح البخاری: ۶۳۳۸' صحیح مسلم: ۲۶۷۸' موطا امام مالک: ۴۹۴-۴۹۲) ہمارے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ پورے عزم سے سوال کرے اس میں یہ دلیل ہے کہ مومن کو دعا میں خوب کوشش کرنی چاہیے اور اس کو دعا کے قبول ہونے کی امید رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کریم سے دعا کر رہا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سفیان بن عیینہ نے کہا: انسان اپنی کسی جائز خواہش کی دعا کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ بدترین خلائق ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حشر تک کی مہلت دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے اور دعا کے لیے ایسے اوقات اور احوال ہوتے ہیں جن میں دعا کے قبول ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے اور وہ اوقات یہ ہیں: وقت سحر' وقت افطار' اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت' بدھ کے دن ظہر اور عصر کا درمیانی وقت' اضطرار (مجبوری) کا وقت' حالت سفر' حالت مرض' بارش نازل ہونے کا وقت' جہاد کا وقت اور ان تمام اوقات کے متعلق آثار وارد ہیں۔(ان اوقات میں ساعت جمعہ کو بھی ذکر کرنا چاہیے تھا)

شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے شہر! کبھی خوف خدا سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا: اس وقت اللہ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعلق امام رازی کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: ''تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ امام رازی فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پس ہر وہ شخص جو اللہ سے دعا کرے اور اس کے دل میں اپنے مال' اپنے اقتدار' اپنے رشتہ داروں' اپنے دوستوں اور اپنی جدوجہد پر اگر ذرہ برابر بھی اعتماد ہو تو درحقیقت اس نے صرف زبان سے دعا کی ہے اور دل سے اس کا اعتماد ان چیزوں پر ہے جو اللہ کی غیر ہیں' تو اس شخص نے کسی وقت بھی اللہ سے ایسی دعا نہیں کی جس میں اس کے دل کی توجہ غیر اللہ کی طرف نہ ہو' پس ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دعا اسی وقت قبول ہوگی جب اس کا دل غیر اللہ سے بالکلیہ منقطع ہو اور انسان کا دل غیر اللہ سے بالکلیہ اسی وقت منقطع ہوتا ہے جب اس کی موت قریب ہو' کیونکہ اس وقت انسان کو قطعی طور پر اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کے فضل کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دے گی' لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اللہ کے نزدیک انسان کی دعا صرف اسی وقت قبول ہوگی جب اس کی موت قریب ہوگی اور ہم اللہ کے فضل اور احسان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو وہ ہمیں ایسی دعا کرنے کی توفیق دے گا جو اخلاص اور گڑگڑانے سے مقرون ہوگی۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زندگی میں بہت دفعہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں ہوتی کیونکہ ہم کو دوسری چیزوں پر بھی اعتماد ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ ہماری دعا اس وقت ہوگی جب موت قریب ہوگی اور اس وقت ہماری دعا قبول ہو جائے گی۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۲۸۔۵۲۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے جواب پر مصنف کی نقد و نظر

میرے نزدیک امام رازی کا یہ جواب حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) یہ لازم نہیں ہے کہ انسان اخلاص کے ساتھ اللہ سے صرف اسی وقت دعا کر سکتا ہے جب اس کی موت کا وقت قریب ہو اگر ایسا ہوتا تو قرآن اور حدیث میں ہم کو صرف اسی وقت دعا کرنے کی ہدایت دی جاتی جب ہماری موت کا وقت قریب ہو۔

(۲) یہ قاعدہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ زندگی میں متعدد بار ایسی صورت پیش آتی ہے کہ جب انسان کے تمام سہارے ختم ہو جاتے ہیں اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے سوا اس کی اور کسی کی طرف نظر نہیں ہوتی۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ. (الزمر: ۸)

اور انسان کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب سے رجوع کرتے ہوئے دعا کرتا ہے' پھر جب اس کو اللہ اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کرتا رہا تھا۔

اس آیت میں انسان کے دعا کرنے اور اس دعا کے قبول کیے جانے کا ذکر ہے اور یہ قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۴) وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ. (یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو لیٹے ہوئے بھی پکارتا ہے' بیٹھے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی' پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کبھی اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی تھی۔

اس آیت میں بھی انسان کے دعا کرنے اور اس کی دعا کے قبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی قرب موت کے وقت کی دعا نہیں ہے۔

(۵) أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ. (النمل: ۶۲)

وہ کون ہے جو مجبور کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اس سے مصیبت کو دور کرتا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ جب کوئی شخص مجبور ہو کر اس سے دعا کرے تو وہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ قرب موت کا وقت نہیں ہوتا۔

(۶) فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ○ (العنکبوت: ۶۵)

اور جب مشرکین کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتے ہیں' پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف بچا کرلے آتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں○

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ مشرکین بھی اخلاص کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور اللہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور کشتی میں سوار ہونے کا وقت قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۷) وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ○ (الروم: ۳۳)

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں' پھر جب اللہ ان کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھا دیتا ہے تو پھر ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے○

اس آیت میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ جو انسان بھی تکلیف کے وقت اللہ سے دعا کرے اللہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس میں بھی قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۸) وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ○ (لقمان: ۳۲)

اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتے ہیں' پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف بچا کرلے آتا ہے تو ان میں سے

marfat.com
Marfat.com

بعض اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں O

جب سمندر میں موجوں کے اٹھنے کے وقت مشرکین بھی اللہ سے اخلاص کے ساتھ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے اور یہ بھی قرب موت کا وقت نہیں ہوتا' موت اس وقت ان کے قریب ہوتی جب موجوں کے تھپیڑوں سے کشتی ان کے ہاتھ سے نکل جاتی اور وہ صرف لہروں کے رحم و کرم پر ہوتے اور ڈوب رہے ہوتے۔

(۹) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۗ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا O (بنی اسرائیل: ۶۷)

اور جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اللہ کے سوا وہ سب گم ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارا کرتے تھے پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے O

اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ جب مشرک بھی مصیبت کے وقت اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے حالانکہ وہ بھی قرب موت کا وقت نہیں ہوتا۔

(۱۰) قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ O (الانعام: ۶۳)

آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے' تم اس سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے ہو کہ اگر تو نے ہمیں ان اندھیروں سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے O

اندھیروں سے نجات کی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے' حالانکہ وہ قرب موت کا وقت نہیں ہے۔

(۱۱) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ O (الانعام: ۶۴)

آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو ان اندھیروں سے نجات دیتا ہے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے تم پھر بھی شرک کرتے ہو O

یعنی مشرکین جب مصائب سے نجات کی دعا کرتے ہیں تو اللہ قبول فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے کے موقع پر ان دس آیتوں میں سے کسی آیت میں بھی قرب موت کا وقت بیان نہیں فرمایا' کسی قسم کی تکلیف ہو' مصیبت ہو' بیماری ہو' کشتیوں میں سوار ہونے کا وقت ہو' موجوں کا سامنا ہو' بحر و بر کے اندھیرے ہوں' جس وقت بھی اس سے اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے وہ دعا قبول فرمالیتا ہے' خواہ دعا کرنے والا مومن ہو یا مشرک اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اخلاص صرف موت کو سامنے دیکھ کر ہو' کسی بھی وقت اخلاص ہو سکتا ہے اور جب بھی اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمالے گا' صرف وہ دعا قبول نہیں ہو گی جس میں اخلاص نہ ہو۔

ہم نے پہلے دس آیتوں سے امام رازی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ صرف موت کو قریب دیکھ کر جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے' اب ہم صحیح اور صریح احادیث سے اس قول کا رد کرتے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق.

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (۱) روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے اور (۲) امام عادل (۳) اور مظلوم کی دعا۔ الحدیث (سنن الترمذی: ۲۵۲۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں کی دعا کے قبول ہونے کی گارنٹی دی ہے اور ان میں سے کسی کی بھی دعا اس وقت نہیں ہے جب موت قریب ہوتی ہے۔

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں

marfat.com
Marfat.com

کوئی شک نہیں ہے (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۲)

اس حدیث میں بھی یہ قید نہیں ہے کہ جب موت قریب ہو تو ان کی دعا قبول ہو گی بلکہ مطلقاً فرمایا: ان کی دعا قبول ہو گی۔

(۱۴) حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دعا کے آخر میں آمین کہا جائے وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۸)

اس حدیث میں بھی قرب موت کی قید نہیں ہے۔

(۱۵) حضرت عمر نے فرمایا: جس دعا کے اوّل اور آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۸۶)

ان احادیث سے بھی واضح ہو گیا کہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صرف وہی دعا قبول ہوتی ہے جو قرب موت کے وقت کی جائے۔

(۱۶) امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اخلاص کے ساتھ توبہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب موت قریب ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین کی ہے کہ انسان سے جب گناہ سرزد ہو جائے وہ اسی وقت توبہ کرے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۵)

اور جب لوگ کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیں' پھر فوراً اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا اور اپنے کاموں پر دانستہ اصرار نہ کیا ہو ○

(۱۷) اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ○ (النساء: ۱۷)

اللہ پر صرف ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے' جو ناواقفیت سے کوئی گناہ کر لیں پھر فوراً توبہ کر لیں' پس اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ بہت علم والا' بے حد حکمت والا ہے۔

امام رازی نے جو قرب موت کے وقت دعا کی تلقین کی ہے وہ ان آیات کے خلاف ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(۱۸) وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ . (الشوریٰ: ۲۵)

وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

(۱۹) وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ . (طٰہٰ: ۸۲)

اور بے شک میں اس کو ضرور بے حد بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے۔

ان آیتوں کا تقاضا ہے کہ بندہ جس وقت بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس کو معاف فرما دیتا ہے اور حدیث میں ہے:

(۲۰) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے' حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۴۵)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ بندہ دن کے گناہ کی رات آنے سے پہلے توبہ کر لے اور رات کے گناہ کی دن آنے سے پہلے توبہ کر لے اور اگر اس نے بندہ کی توبہ اور اس کی دعا صرف قرب موت کے وقت قبول کرنی ہوتی

marfat.com

Marfat.com

تو وہ بندوں کو جلد توبہ کرنے کی تلقین کیوں فرماتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ

اللہ پر ان کی توبہ قبول کرنا نہیں ہے جو گناہ کرتے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت آ جائے تو وہ کہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔ (النساء: ۱۸)

امام رازی نے جو اس آیت کی تفسیر کی ہے اور بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا یہ جواب دیا ہے کہ اخلاص سے توبہ صرف قرب موت کے وقت ہوتی ہے اور اسی وقت کی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم اللہ کے فضل اور احسان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو وہ ہمیں ایسی دعا کرنے کی توفیق دے گا جو اخلاص کے ساتھ ہوگی۔ امام رازی کی یہ تقریر اور تلقین اور ان کی یہ توقع بہ کثرت آیات اور احادیث کے خلاف ہے اور اللہ ہی صحیح تفسیر کی ہدایت اور توفیق دینے والا ہے۔

ہم نے اس سے پہلے بھی دعا کے موضوع پر لکھا ہے اور اس کے یہ عنوانات ہیں:

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث' ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث' فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث' فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء' دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب۔

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۷۲۴-۷۳۶)

مانعین دعا کے دلائل' مانعین دعا کے دلائل کے جوابات' دعا قبول نہ ہونے کے فوائد' دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث' آہستہ دعا کرنے کے فوائد اور نکات' خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء' خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث' ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق حرف آخر۔ (تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۶۹-۱۸۳)

دعا کے موضوع پر تبیان القرآن میں جس قدر ابحاث آ گئی ہیں شاید کسی اور کتاب میں نہ مل سکیں اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید ہے' والحمد للہ رب العلمین۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں سکون اور آرام پاؤ اور دیکھنے کے لیے دن بنا دیا'

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے' لیکن اکثر

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

لوگ شکر نہیں کرتے ○ یہی اللہ ہے جو تم سب کا رب ہے' ہر چیز کا خالق ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق

هُوَ ۘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۶۲ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ

نہیں ہے' پس تم کہاں بھٹک رہے ہو ○ اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں کا

وقف لازم

marfat.com
Marfat.com

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا

انکار کرتے تھے O اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ

کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو سب سے اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ

چیزوں سے رزق دیا، یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، سو اللہ بہت برکتوں والا ہے جو تمام

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

جہانوں کا رب ہے O وہی (ہمیشہ) زندہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، سو تم اسی کی اطاعت کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ

اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کرو، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O آپ کہیے کہ مجھے اس سے

اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ

منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے

الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

ہو، جب کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں O

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تم کو بچہ کی حالت میں (ماں کے پیٹ سے)

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

نکالتا ہے، پھر (تمہاری پرورش کرتا ہے) تاکہ تم جوانی کو پہنچو، پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو

شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا

اور تم میں سے بعض اس سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور (تمہیں اس لیے بھی زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی

marfat.com

Marfat.com

مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۚ

مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم عقل سے کام لو O وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' پس

فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ع ۸ ۱۲

جب وہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ جاتی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں سکون اور آرام پاؤ اور دیکھنے کے لیے دن بنایا' بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے' لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے O یہی اللہ ہے جو تم سب کا رب ہے' ہر چیز کا خالق ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پس تم کہاں بھٹک رہے ہو O اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے O (المؤمن: ۶۳۔۶۱)

رات کو عبادت' غفلت اور معصیت میں گزارنے والے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اپنی ہر ضرورت کا سوال مجھ سے کرو' میں تمہارے سوال کو پورا کروں گا' اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اس پر دلائل قائم فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر سوال کو پورا کرنے پر قادر ہے' ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر' اس کی توحید پر اور اس کی قدرت پر دلائل ہیں۔ پہلی تین آیتوں کا تعلق آسمان سے ہے اور بعد کی آیتوں کا تعلق زمین اور زمین کی مخلوق سے ہے۔

المومن: ۶۱ میں فرمایا: "اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں سکون اور آرام پاؤ" کیونکہ رات میں ٹھنڈک اور تراوت ہوتی ہے اس وجہ سے انسان کی حرکت کرنے والی قوتیں رات میں ساکن ہو جاتی ہیں اور رات میں چونکہ اندھیرا ہوتا ہے اس لیے انسان کے حواس بھی کام کرنے سے رک جاتے ہیں اور یوں انسان کے اعصاب اور حواس کو آرام کا موقع مل جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: "اور دیکھنے کے لیے دن بنایا" انسان بالطبع تمدنی زندگی گزارتا ہے' اسے انسانی معاشرہ میں مل جل کر رہنے کی ضرورت ہے اور اپنی معاشی ضروریات کے حصول کے لیے کام کاج کرنے کی حاجت ہے' اس لیے اس کے کام کاج کی آسانی کے لیے دن کو روشن بنایا تاکہ وہ دن کی روشنی میں اپنے لیے رزق فراہم کر سکے۔

اللہ کے نیک بندے رات میں بہ قدر ضرورت آرام کرتے ہیں تاکہ دن کی مشقت سے جو اعصاب کو تھکاوٹ پہنچی ہے وہ زائل ہو جائے اور بہ قدر ضرورت آرام کے بعد وہ رات کے آخری حصہ میں پھر عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیں' ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا O (الفرقان: ۶۴) اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں O

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ O (الذّٰریٰت: ۱۷) (متقین) رات کو بہت کم سوتے تھے O

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ O (الذّٰریٰت: ۱۸) اور سحری کے وقت اٹھ کر وہ استغفار کرتے تھے O

اور غافل لوگ ساری رات سو کر یا اپنی ازواج کے ساتھ داد عیش میں گزار دیتے ہیں اور فساق اور فجار ساری رات لہو و

marfat.com
Marfat.com

لعب اور معصیت میں گزار دیتے ہیں' کراچی اور لاہور ایسے بڑے شہروں میں اوباش نوجوان اپنی راتیں کلبوں میں' جوئے کے اڈوں اور شراب خانوں میں گزار دیتے ہیں اور موسیقی کی دھنوں پر اپنے قماش کی لڑکیوں کے ساتھ ناچتے گاتے اور ناجائز لذت اندوزی میں گزارتے ہیں اور راتوں کی تھکاوٹ اتارنے کے لیے دن سکون آور گولیاں کھا کر گزارتے ہیں اور یوں وہ رات اور دن کے مقصد تخلیق کو بدل ڈالتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل اور احسان کرتے ہوئے دن کام کرنے کے لیے اور رات آرام کے لیے بنائی تھی لیکن وہ اس نعمت کی ناشکری کرتے ہوئے رات لہو و لعب اور معصیت میں اور دن سونے میں گزارتے ہیں' اسی لیے فرمایا: ''بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے''۔

المومن: ۶۳-۶۲ میں فرمایا: ''یہی اللہ ہے جو تم سب کا رب ہے' ہر چیز کا خالق ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پس تم کہاں بھٹک رہے ہو O اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے O''

یعنی جس طرح مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں اور اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید میں بت پرستی کر رہے ہیں اسی طرح ان سے پہلی امتوں کے کفار بھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے تھے اور بے جا ضد' عناد اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے' سو آپ ان کی تکذیب سے ملول خاطر اور افسردہ نہ ہوں' ایسا تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو سب سے اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' سو اللہ بہت برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے O وہی (ہمیشہ) زندہ ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کرو' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O آپ کہیے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں O (المؤمن: ۶۶-۶۴)

اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں

المؤمن: ۶۴ میں فرمایا: ''اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا'' اس آیت میں ٹھہرنے کی جگہ قرار کا لفظ ہے اور اس سے مراد موضع قرار اور منزل ہے جہاں انسان زندگی میں بھی سکونت رکھے اور مرنے کے بعد اس کو وہاں رکھا جائے اور یہ زمین انسانوں کے لیے بالذات موضع قرار ہے اور باقی مخلوق کے لیے بالتبع موضع قرار ہے' اسی طرح آسمان کو تمہارے لیے بالذات چھت بنایا ہے اور باقی مخلوق کے لیے بالتبع چھت بنایا ہے' یہ پہلی نعمت کا ذکر ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور تمہاری صورتیں بنائیں سو سب سے اچھی صورتیں بنائیں'' انسان کی صورت تمام مخلوق میں سب سے اچھی ہے کیونکہ انسان کی قامت سیدھی ہے' اس کے اعضاء متناسب ہیں' وہ سر اٹھا کے چلتا ہے اور اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر اپنے منہ تک لے جاتا ہے' اپنے منہ کو کھانے تک نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O — بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

(التین: ۴)

انسان کے اعضاء کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا ہے' اس کے دو' دو عضو بنائے ہیں اور ان میں مناسب فاصلہ رکھا ہے اور انسان کو حواس خمسہ ظاہرہ کے علاوہ حواس خمسہ باطنہ بھی دیئے ہیں' اس میں عقل' تدبر اور فہم وفراست رکھی ہے' حدیث میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

ابن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑے تو چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ رقم الحدیث: ۱۱۵' الرقم المسلسل: ۶۵۳۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت کی نسبت جو اپنی طرف کی ہے یہ تشریف' تکریم اور عزت افزائی کے لیے ہے' یہ دوسری نعمت کا ذکر ہے اور تم کو طیب اور پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا' یہ انسان کے اوپر تیسری نعمت کا ذکر ہے' طاہر اور طیب میں فرق ہے' طاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس میں ظاہری نجاست نہ ہو اور طیب اس چیز کو کہتے ہیں: جس میں معنوی اور باطنی نجاست نہ ہو' اللہ تعالیٰ خود طیب ہے' اس نے ہم کو رزق بھی حلال اور طیب عطا فرمایا ہے۔

پھر فرمایا: ''یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' سو اللہ بہت برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

یعنی جس ذات نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہی تمہارا رب ہے' وہ اپنی ذات اور صفات میں شرک سے منزہ ہے۔

المومن: ۶۵ میں فرمایا: ''وہی (ہمیشہ) زندہ ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے''۔

یعنی اس کی حیات منفرد ہے' وہ ازل سے ابد تک زندہ ہے' اس کی زندگی ذاتی ہے نہ کہ عطائی' وہ اپنی زندگی میں ہر قسم کے عرض اور نقص سے مبرا اور منزہ ہے۔

قرآن اور ذکر میں مشغول ہونا زیادہ افضل ہے یا دعا کرنے میں؟

اس کے بعد فرمایا: ''سو تم اس کی اطاعت کرتے ہوا خلاص کے ساتھ اس سے دعا کرو''۔

اس سے پہلے المومن: ۶۰ میں بھی دعا کی ترغیب دی تھی اور اس آیت میں بھی دعا کی ترغیب دی ہے' اس ترغیب پر ایک حدیث سے اعتراض ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن اور میرے ذکر کی مشغولیت نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا اس کو میں سوال کرنے سے افضل عطا فرماؤں گا اور اللہ کے کلام کی باقی کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسے اللہ کی تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۳۵۹' کتاب الاسماء والصفات ج ۱ ص ۳۷۲' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۷۰۰)

قرآن مجید کی آیات اور بہت احادیث میں دعا کرنے کی فضیلت ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور ذکر میں مشغول رہنا دعا کرنے سے افضل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور دعا کرنے پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اور ذکر اور دعا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ذکر دعا ہے اور دعا ذکر ہے' کیونکہ جب جب کریم کی حمد و ثناء کی جائے تو وہ دراصل اس سے اس کے کرم کا سوال ہوتا ہے اور جب کوئی شخص کسی کریم سے سوال کرتا ہے تو وہ اس سے اس کا تعریف و توصیف کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرنے سے بندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھا اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے' خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۸)

''سبحان اللہ وبحمدہ'' اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے بندہ کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دعا سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں' سو انسان اگر اللہ کا ذکر کرے اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے دعا نہ کر

marfat.com
Marfat.com

سکے پھر بھی اس کا مقصود پورا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی ہے اور اس کا ذکر بھی کیا ہے اور دونوں عظیم مقام ہیں اور ان میں باہم کسی ایک کو افضل کہنا بہت مشکل ہے پس بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ کا ذکر بھی کرے اور اللہ سے دعا بھی کرے اور ان شاء اللہ وہ ان دونوں پر کیے ہوئے وعدہ کو پالے گا۔ اس حدیث میں قرآن کی مشغولیت کو ذکر کی مشغولیت پر مقدم رکھا ہے اور قرآن میں مشغول ہونا عام ہے' خواہ قرآن پڑھنے میں مشغول ہو یا قرآن میں تدبر کرنے اور اس کی تفسیر میں مشغول ہو۔ یہ ناکارہ ۱۹۹۴ء سے قرآن مجید کی تفسیر میں مشغول ہے' دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتیں عطا فرمائی ہیں' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید واثق ہے کہ وہ آخرت میں بھی محروم نہیں فرمائے گا' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

المومن: ۶۶ میں فرمایا: "آپ کہیے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں"۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات جلال اور جمال بیان فرمائی تھیں اور مخلوق پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جن کا تقاضا تھا کہ مشرکین اپنے بتوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ واحد کی عبادت کرتے' کیونکہ ہر عقل والا جانتا ہے کہ پتھر کی جن مورتیوں کو کفار نے خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر بنایا تھا وہ ان کا خدا نہیں ہو سکتا' پھر فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں' کیونکہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ انسان اپنے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے جو ہر لحاظ سے افضل اور اکمل ہو اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے خدائے واحد کی عبادت کو پسند کیا اور اسی کو اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ اسی کی عبادت کرنا صحیح ہے' سو مشرکین پر لازم ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں جس کی آپ عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر جمے ہوئے خون سے' پھر وہ تم کو بچے کی حالت میں (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے' پھر (تمہاری پرورش کرتا ہے) تاکہ تم جوانی کو پہنچو' پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے بعض اس سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور (تمہیں اس لیے بھی زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم عقل سے کام لو O وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' پس جب وہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتی ہے O (المومن: ۶۸۔۶۷)

تخلیق انسان کے مراحل

المومن: ۶۷ میں فرمایا: "وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر جمے ہوئے خون سے"۔ الآیۃ

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر انسان کو تو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا نہیں کیا؟ اس کا مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے ضمن میں ہر انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا' کیونکہ ہر انسان حضرت آدم کی اولاد ہے اور ان کی تمام اولاد ان کی پشت میں تھی۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا ہے اور منی اور خون' انسان کے جسم میں غذا میں بنتا ہے اور غذا زمین سے حاصل ہوتی ہے اور زمین مٹی ہے' اس سے واضح ہوا کہ ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے تین مراحل بیان کیے ہیں: ایک حالت طفولیت ہے' ایک حالت جوانی ہے اور ایک حالت بڑھاپا ہے۔

حالت طفولیت میں انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وصول کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کسی حکم کا مکلف نہیں کرتا اور بلوغت سے بڑھاپے تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہوتا ہے' جوانی میں وہ بہت آسانی سے عبادت کر سکتا ہے اور بڑھاپے میں

marfat.com
Marfat.com

مشکل ہوتی ہے لیکن ہمارے ہاں لوگ جوانی کو غفلت میں گزار دیتے ہیں اور بڑھاپے میں مسجد کا رخ کرتے ہیں' جب ان کی بیویوں' بہوؤں اور بیٹیوں پر ان کا وجود ناگوار ہونے لگتا ہے' بڑھاپے میں انسان ویسے بھی چڑچڑا ہو جاتا ہے اور یہ بوڑھے لوگ مسجدوں میں آ کر بات بات پر امام اور مؤذن پر نکتہ چینی کرتے ہیں' بڑھاپے میں انسان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور اس کے چہرے سے کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کے آثار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے' آپ نے فرمایا: مجھے ھود' الواقعہ' والمرسلات اور ''عم یتساء لون'' نے اور ''واذا الشمس کورت'' نے بوڑھا کر دیا۔ (امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے) (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۲۵۷۰)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کا وقت آنے سے پہلے بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے تھے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے بال زیادہ سفید ہو گئے تھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے گنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں بیس (۲۰) سے بھی کم بال سفید تھے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۵۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بڑھاپے میں جس طرح خوف خدا کی شدت ہوتی ہے اور آدمی کا چہرہ خوف سے زرد رہتا ہے آپ پر وہ کیفیت بڑھاپے کا وقت آنے سے پہلے ہی طاری ہو گئی ہے' آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود' سورۂ الواقعہ' والمرسلات عرفا' عم یتساء لون اور ''واذا الشمس کورت'' نے بوڑھا کر دیا۔ یعنی ان سورتوں میں قیامت کے احوال اور قیامت کی سنگینیوں اور سختیوں کا ذکر ہے اور ان کے ذکر نے میرے اندر خوف خدا کی ایسی شدت پیدا کی جس نے مجھے کمہلا کر اور دہلا کر رکھ دیا اور وہ دن ایسا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ (المزمل: ۱۷) وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا ۝

المومن: ۶۸ میں فرمایا: ''وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' پس جب وہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' سو وہ ہو جاتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ انسان کو پہلے دنیا میں زندہ کرتا ہے اور پھر مرنے کے بعد آخرت میں زندہ کرے گا اور ایک مرتبہ دنیا میں مارے گا اور دوسری بار صور قیامت سے مارے گا۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی' وہ جب چاہتا ہے جس کو پیدا فرمانا چاہتا ہے اس کو پیدا فرما دیتا ہے تو پھر اس کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے' وہ قیامت کے بعد صرف ایک لفظ ''کن'' فرمائے گا اور تم سب جیتے جاگتے انسان بن کر کھڑے ہو جاؤ گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑ رہے ہیں' وہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں ۝

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ

جن لوگوں نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور اس پیغام کی تکذیب کی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا' پس

منزل ۶ — عند المتاخرین ۱۲

marfat.com
Marfat.com

يَعْلَمُوْنَ ۝٧٠ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝٧١

عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گاO جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گاO

فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝٧٢ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ

سخت گرم پانی میں، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گاO پھر ان سے پوچھا جائے گا: اب وہ کہاں ہیں

مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝٧٣ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

جن کو تم (دنیا میں اللہ کا) شریک قرار دیتے تھے؟O جو اللہ کے سوا تھے، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم

بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

اس سے پہلے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو

اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝٧٤ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ

گم راہ کرتا ہے O (اے کافرو!) تمہارا یہ عذاب اس وجہ سے ہے کہ تم زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝٧٥ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

اپنی عارضی کامیابی پر ناحق اتراتے تھے اور بے جا اکڑتے پھرتے تھے O اب جہنم کے دروازوں میں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝٧٦

ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ، پس تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے O

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

پس آپ صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، ہم نے ان کو جس عذاب سے ڈرایا ہوا ہے خواہ ہم اس میں سے آپ کو کچھ

الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝٧٧

دکھائیں یا ہم اس سے پہلے آپ کو وفات دے دیں، سو ان کو تو بہرحال ہماری طرف لوٹایا جائے گا O

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا

بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت رسول بھیجے، ہم نے ان میں سے

marfat.com
Marfat.com

عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ

بعض کے قصے آپ کے سامنے بیان کیے اور بعض کے قصے بیان نہیں کیے اور کسی رسول کے لیے

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے' پھر جب اللہ کا حکم

اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸/۱۰ ۱۴

ہوگا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل پرست نقصان اٹھانے والے ہوں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑ رہے ہیں' وہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں O جن لوگوں نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور اس پیغام کی تکذیب کی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا' پس عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا O (المومن: ۷۰۔۶۹)

المومن: ۶۹ میں مجادلین سے مراد مشرکین ہیں یا منکرین تقدیر؟

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ نے ان معاندین اور مکذبین کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا رد کرنے کے لیے بے جا حجت بازی کر رہے ہیں' جب کہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کے ثبوت میں بالکل واضح ہیں اور اگر انصاف سے ان آیات کو پڑھا جائے اور ان پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو انسان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی چارہ نہیں رہے گا' اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدال اور جھگڑا کرنے والوں کی اس سورت میں بھی کئی جگہ مذمت کی ہے اور اس کے علاوہ دیگر سورتوں میں بھی مذمت کی ہے' دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ یہ آپ کی اور اللہ کے پیغام کی تکذیب کرتے ہیں اور چونکہ وہ آپ کے مکذب تھے' اسی لیے آپ سے جھگڑا کیا کرتے تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جدال اور جھگڑا کرنے والے منکرین تقدیر ہیں جن کو قدریہ کہتے ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔

ابن سیرین نے کہا: اگر یہ آیت قدریہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں سے اہل کتاب اور اہل لین ہلاک ہو جائیں گے' حضرت عقبہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اہل کتاب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کا علم حاصل کرتے ہیں اور مسلمانوں سے جدال اور بحث کرتے ہیں' پھر حضرت عقبہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اہل لین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور نمازوں کو ضائع کرتے ہیں' ابوقبیل نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ تقدیر کے منکرین وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں سے جدال اور بحث کرتے ہیں اور اہل لین میرے گمان میں وہ لوگ ہیں جن کا کوئی امام جماعت نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ رمضان کے مہینہ کو پہچانتے ہیں۔

اور ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: مسلمانوں سے جدال اور بحث کرنے والے مشرکین تھے۔

marfat.com
Marfat.com

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۱۰۵۔۱۰۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

منکرین تقدیر کے متعلق احادیث اور ان سے تعلقات کا شرعی حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (منکرین تقدیر) اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۱، جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۶۳۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریہ کو مجوس اس لیے فرمایا کیونکہ مجوس دو خدا مانتے ہیں، یزداں اور اہرمن، یزداں نور ہے، وہ خیر کا خالق ہے اور اہرمن ظلمت ہے، وہ شر کا خالق ہے، اسی طرح قدریہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا خالق ہے اور شر کا خالق کوئی اور ہے حالانکہ اللہ سبحانہ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے اور اس نے شر کو کسی حکمت کی وجہ سے پیدا کیا ہے، نیز قدریہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کے افعال کا خود انسان خالق ہے، ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ انسان کا بھی خالق ہے اور اس کے افعال کا بھی خالق ہے، البتہ انسان کے افعال کا کسب اور قصد انسان کرتا ہے اور جس چیز کا انسان کسب اور قصد کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان کاسب ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں، ان میں سے جو مر جائے تم اس کے جنازہ پر نہ جاؤ اور جو ان میں سے بیمار ہو جائے تم اس کی عیادت نہ کرو، یہ دجال کا گروہ ہے اور اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کو دجال کے ساتھ ملا دے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریہ کا جو حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، تمام گمراہ فرقوں کا یہی حکم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمالیا اور میرے لیے میرے اصحاب کو اور میرے سسرالی رشتہ داروں اور دامادوں کو پسند فرمالیا اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے جو ان کو بُرا کہیں گے اور ان کا نقص بیان کریں گے، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا اور نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶، رقم الحدیث: ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۲۹، جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۲۸، المستدرک ج ۳ ص ۶۳۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷، السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۴۸۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا O سخت گرم پانی میں، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا O پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم (دنیا میں اللہ کا) شریک قرار دیتے تھے؟ O جو اللہ کے سوا تھے، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو گم راہ کرتا ہے O (اے کافرو!) تمہارا یہ عذاب اس وجہ سے ہے کہ تم زمین میں اپنی کامیابی پر ناحق اتراتے تھے اور بے جا اکڑتے پھرتے تھے O اب جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ، پس تکبر کرنے والوں کا کیسا بُرا ٹھکانہ ہے O پس آپ صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، ہم نے ان کو جس عذاب سے ڈرایا ہوا ہے خواہ ہم اس میں سے کچھ آپ کو دکھائیں یا ہم اس سے پہلے آپ کو وفات دے دیں سو ان کو تو بہر حال ہماری طرف لوٹایا جائے گا O (المومن: ۷۷۔۷۱)

marfat.com
Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

المومن: ۷۱ میں ''اغلال'' کا لفظ ہے یہ غُل کی جمع ہے غُل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے وسط میں اعضاء کو باندھا جاتا ہے جس چیز سے اس کے ہاتھوں اور گردن کو باندھ دیا جائے اس کو غُل کہتے ہیں اس کا معنیٰ طوق ہے۔ اعناق عنق کی جمع ہے اس کا معنیٰ گردن ہے۔ السلاسل سلسلۃ کی جمع ہے اس کا معنیٰ زنجیر ہے ''یسحبون'' سحب سے بنا ہے اس کا معنیٰ ہے: سختی کے ساتھ گھسیٹنا اسی سے سحاب بنا ہے جس کا معنیٰ بادل ہے کیونکہ ہوا بادل کو سختی کے ساتھ گھسیٹتی ہے۔ اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہے کہ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ ملا کر باندھ دیا جائے گا' پھر ان کو زنجیروں کے ساتھ باندھ کر گھسیٹا جائے گا۔

المومن: ۷۲ میں ''الحمیم'' کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے: کھولتا ہوا گرم پانی ''یسجرون'' کا لفظ سجر سے بنا ہے اس کا معنیٰ ہے: تنور میں ایندھن بھر کر اس کو گرم کرنا۔

المومن: ۷۵ میں ''تفرحون'' کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے: خوشی سے اترانا ''تمرحون'' مرح سے بنا ہے اس کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ خوش ہو کر اکڑنا۔

آخرت میں کفار کا عذاب

المومن: ۷۲-۷۱ کا معنیٰ ہے: مشرکین کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ ملا کر طوق میں جکڑ دیا جائے گا' پھر ان کو زنجیروں کے ساتھ باندھ کر کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا' پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا' قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی مشرکین کے عذاب کو بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ (القمر: ۴۸-۴۷)

بے شک مجرمین گم راہی اور عذاب میں ہوں گے ۝ جس دن ان کو ان کے مونہوں کے بل دوزخ کی آگ میں گھسیٹا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا:) لو دوزخ کی آگ کا مزا چکھو ۝

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکھف: ۲۹)

بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کا احاطہ کر لیں گی' اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا' وہ کیسا برا پانی ہے اور وہ کیسی بری آرام کی جگہ ہے ۝

وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد: ۱۵)

ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ۝

المومن: ۷۷-۷۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر مشرکین سے پوچھا جائے گا: اب وہ کہاں ہیں' جن کو تم دنیا میں اللہ کا شریک قرار دیتے تھے؟ وہ کہیں گے: اب وہ ہم کو دکھائی نہیں دے رہے کہ ہم ان کی سفارش کرائیں اور اب ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ کوئی چیز نہ تھے اور ہمارے کسی کام نہیں آ سکتے تھے اور اس وقت اس کا انکار کر دیں گے کہ وہ دنیا میں ان کی عبادت کرتے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو ان سے گمراہ کر دیا تھا یعنی ان کی آنکھوں سے دور کر دیا تھا اسی طرح اللہ ان کو بھی ان کے بتوں سے دور کر دے گا اور گم راہ کر دے گا' حتیٰ کہ اگر وہ ایک دوسرے کو طلب کریں تو اس کو نہیں پا سکیں گے اور ان کو آخرت میں ایک دوسرے سے اس لیے گم راہ کیا جائے گا کہ مشرکین دنیا میں اپنے شرک اور بت پرستی پر اتراتے تھے اور اکڑتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

الحجر: ۴۴ میں ہے: ''دوزخ کے سات دروازے ہیں' سو کافروں سے کہا جائے گا: تم ان سات دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ' پس یہ تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانا ہے''۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے والوں کا عذاب بیان فرمایا ہے' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان جھگڑنے والوں کی ایذاء پر صبر کریں' اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی نصرت فرمائے گا اور ان جھگڑنے والوں کو سزا دے گا اس کا یہ وعدہ برحق ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور غزوۂ بدر میں آپ کو فتح اور ان کو شکست سے دوچار کیا اور آخرت کا عذاب دکھانے سے پہلے ہم ان کو وفات دے دیں گے تو بہر حال انہوں نے ہماری طرف لوٹنا ہے اور ہم ان کو وہاں عذاب میں مبتلا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت رسول بھیجے' ہم نے ان میں سے بعض کے قصے آپ کے سامنے بیان کیے اور بعض کے قصے بیان نہیں کیے اور کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے' پھر جب اللہ کا حکم ہوگا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل پرست نقصان اٹھانے والے ہوں گے O (المومن: ۷۸)

مشرکین کے فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجہ

مشرکین میں سے جو آپ کی نبوت میں جدال اور بحث کرتے تھے وہ آپ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے مثلاً آپ چشمے جاری کر دیں یا انگوروں اور دیگر پھلوں کے باغ کھلا دیں یا آسمانوں پر چڑھ جائیں وغیرہ وغیرہ' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے جتنے نبی بھیجے ہیں خواہ ان کا قصہ آپ سے بیان کیا ہے یا نہیں' سب نبیوں کو اتنے ہی معجزات عطا کیے ہیں جتنے معجزات ان کی نبوت اور رسالت کو ثابت کرنے کے لیے کافی تھے اور کسی نبی کو اس کی کافر قوم کے فرمائشی معجزات عطا نہیں کیے اور نہ کسی نبی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر از خود کوئی معجزہ پیش کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی اور علم ما کان و ما یکون پر ایک اعتراض کا جواب

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے بہت رسول بھیجے ہیں اور بعض کے قصے آپ سے بیان کیے ہیں اور بعض کے قصے بیان نہیں کیے' بعض علماء اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ آیت اس باب میں نص قطعی ہے کہ آپ کو کل رسولوں کا علم نہیں تھا' تو آپ کے حق میں علم کلی کا یا علم ما کان و ما یکون کا دعویٰ کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے زمانہ ماضی میں آپ کے سامنے بعض رسولوں کے قصے بیان نہیں کیے' اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کے بعد مستقبل میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے باقی رسولوں کے قصے بیان نہیں کیے' جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ. ہم آپ کے سامنے تمام رسولوں کی خبریں بیان فرما رہے ہیں۔ (ھود: ۱۲۰)

پس زمانہ ماضی میں آپ کو بعض رسولوں کی خبریں نہیں بیان فرمائیں اور مستقبل میں آپ کو تمام رسولوں کی خبریں بیان فرما دیں' سو المومن: ۷۸ آپ کے علم کلی یا علم ما کان و ما یکون کے منافی نہیں ہے جب کہ ھود: ۱۲۰ میں تمام رسولوں کے علم کا اثبات ہے۔

اور صحابہ کرام کو بھی اس پر اعتماد تھا کہ آپ کو تمام رسولوں کا علم ہے' اس لیے وہ آپ سے پوچھتے تھے کہ نبیوں اور رسولوں

marfat.com
Marfat.com

کی تعداد کتنی ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق

امام ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند کے ساتھ ایک بہت طویل حدیث روایت کی ہے' اس موضوع سے متعلق اس روایت کا درمیانی حصہ ہم پیش کر رہے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں' میں نے کہا: بہت اچھے ہیں' میں نے کہا: یارسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' پھر ان کو اپنے سامنے بنایا' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم' شیث اور خنوخ' یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح اور چار نبی عرب ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں' آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے' خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے' ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات' انجیل' زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(موارد الظمآن ص ۵۴۔۵۲' مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ' بیروت)

امام احمد نے بھی دو سندوں سے اس حدیث کو حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے' مگر اس میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶'۱۷۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' طبع قدیم)

(مسند احمد ج ۳۵ ص ۴۳۸۔۴۳۵' رقم الحدیث: ۲۱۵۵۰' مسند احمد ج ۳۶ ص ۶۱۹۔۶۱۸' رقم الحدیث: ۲۲۲۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۷' المستدرک ج ۲ ص ۲۷۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۸۱' مشکل الاثار للطحاوی رقم الحدیث: ۴۷۸' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۹۱۔۴۲۰' ج ۲ ص ۲۹۶' ج ۴ ص ۲۰۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۹۱' المعجم الکبیر ج ۲۰ رقم الحدیث: ۲۶۹۔۲۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۸۸)

امام ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۳۵۷۔۳۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ الہیثمی نے بھی امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حافظ سیوطی نے الجامع الکبیر میں اس حدیث کو امام ابن حبان' امام اصبہانی اور امام ابن عساکر کے حوالوں سے لکھا ہے اور اس میں تین سو تیرہ رسولوں کا ذکر ہے۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۷ ص ۲۰۶۔۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ' جمع الجوامع ج ۱۵ ص ۵۴۶۔۵۴۴' رقم الحدیث: ۱۵۰۷۶)

علامہ علی متقی نے بھی اس حدیث کا حافظ سیوطی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۳۴۔۱۳۳' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ سیوطی نے الدر المنثور میں لکھا ہے: امام عبد بن حمید' امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں' امام حاکم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے تھے؟ فرمایا: ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نبی تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں سے رسول کتنے تھے؟ فرمایا: تین سو تیرہ کا جم غفیر تھا' اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے اور امام ابن الجوزی نے موضوعات میں وارد کیا ہے اور یہ دونوں متضاد ہیں اور صحیح بات یہ ہے: یہ حدیث ضعیف ہے' نہ موضوع ہے نہ صحیح ہے' جیسا کہ میں نے مختصر الموضوعات میں بیان کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۴۶' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران' الدر المنثور ج ۲ ص ۶۹۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت دو جگہ ذکر کی ہے' اس میں ذکر ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور تین سو پندرہ رسول ہیں۔ (جامع المسانید والسنن رقم الحدیث: ۱۰۲۳۲-۱۱۴۰۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث کیے۔ چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی لوگوں کی طرف۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۱۵۷' مطبوعہ دار المامون تراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت انس سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

امام ابویعلیٰ اور امام حاکم نے جن سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان میں ابراہیم اور یزید رقاشی نام کے دو راوی ہیں۔ امام ذہبی نے ان دونوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ بدر الدین عینی نے امام ابن حبان کی صحیح اور امام ابن مردویہ کی تفسیر کے حوالوں سے حضرت ابوذر کی حدیث ذکر کی ہے اور امام ابویعلیٰ اور حافظ ابوبکر اسماعیلی کے حوالوں سے حضرت انس کی روایت ذکر کی ہے اور کوئی محاکمہ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں' اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۶۱' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر نے امام ابویعلیٰ اور امام حاکم کی روایت کا ذکر نہیں کیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت ان کے نزدیک معتبر نہیں ہے اور امام ذہبی نے اس کے راویوں کی جو تضعیف کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور انہوں نے امام ابن حبان کی تصحیح کو بلا تبصرہ نقل کیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے اور حدیث کی تحقیق کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی بہت معتمد ہیں' اس لیے یہی صحیح ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں۔

(شرح عقائد ص ۹۷' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

علامہ پرہاروی نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ میں اس روایت سے واقف نہیں ہوں۔

(نبراس ص ۴۴۷' مطبوعہ مکتبہ قادریہ' لاہور' ۱۳۹۷ھ)

میں نے اس سلسلہ میں تمام متداول کتب حدیث اور علماء کی تصانیف کو دیکھا ہے لیکن دو لاکھ کی روایت کہیں نہیں ملی'

marfat.com
Marfat.com

حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے اس سلسلہ میں تمام روایات کو جمع کیا ہے' لیکن دو لاکھ کی روایت ان میں نہیں ہے اور حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی کے مقابلہ میں علم روایت حدیث پر علامہ تفتازانی کی نظر بہت کم ہے' بلکہ علامہ تفتازانی نے کئی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن کا کوئی وجود نہیں مثلاً یہ حدیث "جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

(شرح عقائد ص ۱۰۶' شرح مقاصد ج ۵ ص ۲۳۹)

حافظ ابن کثیر نے ان تمام احادیث کو تفصیل اور سندوں کے ساتھ لکھا ہے جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں اور ان سب کو ضعیف قرار دیا ہے' پھر اس کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہزار یا اس سے زیادہ نبیوں کا خاتم ہوں' امام احمد کی یہ سند زیادہ صحیح ہے اور اس حدیث کو امام بزار نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۶۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۵۴' مطبوعہ ادارۂ اندلس' بیروت' ۱۳۸۵ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق یہی ہے لیکن زیادہ تر محدثین کا اعتماد حضرت ابو ذر کی اس روایت پر ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

جن نبیوں کا قرآن مجید میں صراحتاً نام ہے اور جن کا اشارتاً نام ہے

بہر حال اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی رسول بھیجے وہ سب صادق اور برحق ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو جو پیغام دے کر بھیجا وہ صحیح اور صادق ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے معجزات دے کر بھیجا جو ان کے صدق پر دلالت کرتے تھے' پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی انبیاء پر اس طرح ایمان ہوگا کہ ان کی شریعت ان کے زمانہ میں نافذ العمل تھی اور اب ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور جو شخص آپ کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور آپ کے خاتم الرسل ہونے پر ایمان نہیں لایا وہ مومن نہیں ہوگا۔

قرآن مجید میں اٹھائیس (۲۸) انبیاء علیہم السلام کے نام مذکور ہیں: (۱) حضرت آدم (۲) حضرت نوح (۳) حضرت ادریس (۴) حضرت صالح (۵) حضرت ہود (۶) حضرت ابراہیم (۷) حضرت اسماعیل (۸) حضرت اسحاق (۹) حضرت یعقوب (۱۰) حضرت یوسف (۱۱) حضرت لوط (۱۲) حضرت موسیٰ (۱۳) حضرت ہارون (۱۴) حضرت شعیب (۱۵) حضرت زکریا (۱۶) حضرت یحییٰ (۱۷) حضرت عیسیٰ (۱۸) حضرت داؤد (۱۹) حضرت سلیمان (۲۰) حضرت الیاس (۲۱) حضرت الیسع (۲۲) حضرت ذوالکفل (۲۳) حضرت ایوب (۲۴) حضرت یونس (۲۵) حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام' ان کے علاوہ تین ناموں کا اور ذکر ہے: ذوالقرنین' عزیر اور لقمان لیکن ان کی نبوت میں اختلاف ہے' بعض نبیوں کا قرآن مجید میں اشارۃً ذکر ہے "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ" (البقرہ: ۲۴۷) اس میں الشمویل کی طرف اشارہ ہے "أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ" (البقرہ: ۲۵۹) اس میں ارمیاہ کی طرف اشارہ ہے "وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ" (الکہف: ۶۰) اس میں حضرت یوشع کی طرف اشارہ ہے۔ "فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا" (الکہف: ۶۵) میں حضرت خضر کی طرف اشارہ ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو تم کھاتے ہو O

marfat.com
Marfat.com

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ

اور تمہارے لیے ان چوپایوں میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ تم ان کے ذریعے اپنی ان ضروریات کو پورا کرو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

جو تمہارے دلوں میں ہیں اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو○ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں

فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ﴿٨١﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

دکھاتا ہے' پس تم اللہ کی کون کون سی آیتوں کا انکار کرو گے ○ کیا پس انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا

فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا

کہ وہ دیکھتے ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے

أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ

اور قوت میں بھی بہت سخت تھے اور ان کی زمین میں یادگاریں بھی بہت تھیں' پس ان کے

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم

کارناموں نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا ○ پس جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل

بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم

لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا

مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا

جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے:

آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ

ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور اب ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس کا شریک قرار دیتے تھے○ پس

يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ

ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا' یہ اللہ کا

marfat.com
Marfat.com

خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۷ ۱۴

اس کے بندوں میں قدیم دستور ہے اور اس وقت کافر بہت نقصان میں رہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے تا کہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو تم کھاتے ہو O اور تمہارے لیے ان چوپایوں میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ تم ان کے ذریعہ اپنی ان ضروریات کو پورا کرو جو تمہارے دلوں میں ہیں اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو O اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' پس تم اللہ کی کون کون سی آیتوں کا انکار کرو گے O (المومن: ۸۱۔۷۹)

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انعامات اور احسانات

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انعام اور احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے اور یہ اونٹ' گائے اور بکریاں ہیں' ان میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو' پس اونٹنیوں پر سواری بھی کی جاتی ہے اور ان کا گوشت کھایا بھی جاتا ہے اور ان کا دودھ بھی دوہا جاتا ہے' اسی طرح گایوں اور بکریوں سے بھی یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اونٹوں پر دور دراز کا سفر کیا جاتا ہے اور ان پر بوجھ بھی لادا جاتا ہے اور بیلوں سے زمین میں ہل بھی چلایا جاتا ہے اور بھیڑوں سے اون حاصل کیا جاتا ہے' جس سے سردیوں کا گرم لباس بنایا جاتا ہے اور ان کے دودھ سے گھی' مکھن اور پنیر بھی حاصل کیا جاتا ہے' ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے جانوروں کا بھی ذکر فرمایا ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۗ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O (النحل: ۸)

اور اللہ نے گھوڑوں کو اور خچروں کو اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہارے لیے باعث زینت بھی ہیں' اور وہ ان چیزوں کو پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے O

یعنی ان جانوروں کو پیدا کرنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ تم ان پر سواری کرو تاہم یہ تمہاری زینت کا باعث بھی ہیں' اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کا ذکر فرمایا تھا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ O (النحل: ۵)

اور اس نے تمہارے فائدے کے لیے چوپائے پیدا کیے جن (کے اون) میں تمہارا گرمی کا لباس ہے اور دیگر فوائد ہیں اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے ہو O

النحل: ۸ میں چوپایوں کا عمومی ذکر کرنے کے بعد گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا الگ ذکر کیا' اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح گدھا اور خچر حرام ہے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کو نحر کیا (سینہ پر نیزہ مار کر ذبح کرنا) پھر ہم نے ان کو کھایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۱۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۰۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۹۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۸۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۹۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۲۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۸۳۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عبداللہ رقم الحدیث: ۸۶۲)

ان حدیثوں سے یہ واضح ہو گیا کہ النحل: ۸ میں جو خصوصیت کے ساتھ گھوڑوں کا الگ ذکر کیا گیا ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ گھوڑوں کا کھانا حرام ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں گھوڑوں کا غالب استعمال سواری کے لیے کیا جاتا ہے اور وہ اس قدر خوب صورت' مفید اور گراں قیمت جانور ہے کہ خوراک کے طور پر اس کا استعمال بہت نادر ہے اور بھیڑوں اور بکریوں کی طرح اس کو عام طور پر ذبح کر کے کھایا نہیں جاتا۔

توحید اور رسالت پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

المومن: ۸۱ میں فرمایا: "اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' پس تم اللہ کی کون کون سی آیتوں کا انکار کرو گے O"

اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں صرف آسمانوں اور زمینوں میں بکھری ہوئی نہیں ہیں بلکہ تمہارے اپنے وجود میں بھی یہ نشانیاں سمٹی ہوئی ہیں' اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانیاں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات قدسیہ میں ہیں اور اس سے بڑھ کر منکر کون ہو گا جو ان چمکتی ہوئی واضح نشانیوں کا انکار کرے گا اور مسلمانوں کے لیے سب سے عظیم معجزہ قرآن مجید ہے' جس نے یہ چیلنج کیا کہ اس کی کوئی مثال نہیں لا سکتا اور آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی اس کی مثال نہیں لا سکا اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکی' حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ ہو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا معجزہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ ہو یہ تمام معجزات ان نبیوں کے ساتھ چلے گئے' آج کسی یہودی یا عیسائی کے پاس کوئی معجزہ نہیں ہے جس سے وہ اپنے دین کی صداقت منوا سکے' مگر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن مجید ہے' وہ جس طرح کل اسلام کی صداقت کی دلیل تھا' آج بھی اسلام کی حقانیت پر دلیل ہے اور قیامت تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا پس انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھتے ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی سخت تھے اور ان کی زمین میں یادگاریں بھی بہت تھیں' پس ان کے کارناموں نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا O پس جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے O پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور اب ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس کا شریک قرار دیتے تھے O پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا' یہ اللہ کا اس کے بندوں میں قدیم دستور ہے اور اس وقت کافر بہت نقصان میں رہے O (المومن: ۸۵-۸۲)

کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت

یعنی جب کفار مکہ سفر کرتے ہیں اور مکہ سے شام یا یمن کی طرف جاتے ہیں تو وہ پچھلی امتوں مثلاً عاد اور ثمود کی بربادی کے آثار اور ان کے کھنڈرات وغیرہ دیکھتے ہیں تو کیا وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے' ان لوگوں کے پاس بہت مال تھا' ان کی اولاد بھی بہت زیادہ تھی' بڑے بڑے لشکر تھے اور بلند و بالا عمارتیں تھیں' لیکن جب ان کے کفر اور شرک اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ان کے اوپر عذاب آیا تو ان میں سے کوئی چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

المومن: ۸۳ میں فرمایا: "پس جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان

marfat.com
Marfat.com

کے پاس تھا"۔

یعنی انہوں نے اللہ کے رسولوں کے علم کے مقابلہ میں اپنے علم کو عظیم اور برتر خیال کیا اور رسولوں کے علم کو کم تر اور حقیر جانا' ان کے علم سے مراد ان کے باطل عقائد اور اندھی تقلید ہے جو دراصل جہل ہے اور اس کو استہزاءً علم فرمایا ہے' ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے اور نہ ہم کو عذاب دیا جائے گا' نہ قیامت قائم ہوگی یا ان کے علم سے مراد ہے: ان کو اپنے پیشوں اور اپنی صنعتوں کا علم تھا یا ان کو ستارہ شناسی کا علم تھا یا ان کو شعر و شاعری کا علم تھا اور وہ ان علوم کو بہت بڑی چیز سمجھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور اپنے ان علوم کے مقابلہ میں علوم شرعیہ کو کم تر خیال کرتے تھے۔

موت کے فرشتہ یا آثار عذاب کو دیکھ کر توبہ قبول نہ ہونے کی تحقیق

المومن: ۸۴ میں فرمایا: "پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور اب ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس کا شریک قرار دیتے تھے O"

یعنی جب انہوں نے ہمارے عذاب کا معائنہ اور مشاہدہ کر لیا تو عذاب کی شدت دیکھنے کے بعد کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور جن بتوں کو ہم پہلے اللہ کی عبادت میں شریک کرتے تھے ان کا اب کفر اور انکار کرتے ہیں۔

المومن: ۸۵ میں فرمایا: "پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا' یہ اللہ کا اس کے بندوں میں قدیم دستور ہے اور اس وقت کافر بہت نقصان میں رہے O"

یعنی وہ اس وقت میں ایمان نہیں لائے جس وقت میں انہیں ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان سے پہلی امتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کا عذاب دیکھ کر اس پر ایمان لاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایمان کو قبول نہیں فرماتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان وہ معتبر ہے جو ایمان بالغیب ہو اور موت کے وقت کافر کو عذاب کے فرشتے دکھائی دیتے ہیں تو جو کافر عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے اس کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا' اسی وجہ سے فرعون جو مرتے وقت ایمان لایا تھا اس کا ایمان قبول نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ O (یونس: ۹۱-۹۰)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا' پس فرعون اور اس کے لشکر نے (ان پر) ظلم اور زیادتی کرنے کے ارادے سے ان کا پیچھا کیا' حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں O (فرمایا:) اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا O

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً توبہ قبول کرنے کی خبر دی ہے' فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ: ۲۵)

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ گناہوں کی توبہ کرنا موت سے پہلے پر محمول ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرما دیا ہے کہ اگر کوئی شخص موت کے وقت توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (النساء: ۱۸)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں' حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر پر مرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان مسلسل گناہ کرتا رہے اور مرتے وقت توبہ کرے یا جو شخص مسلسل کفر کرتا رہے اور مرتے وقت ایمان لائے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے نہ اس کا ایمان قبول ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ موت نہ ہو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲۔۱۵۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۰ ص ۳۰۰' رقم الحدیث: ۶۱۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۶۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۸' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۵۹۲' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۰' المستدرک ج ۴ ص ۲۵۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۶۳' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۳۰۶' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۸۷)

غرغرہ موت کا معنیٰ ہے: جب آدمی کی روح نکل کر اس کے حلقوم تک پہنچ جائے اور اس کو موت کا یقین ہو جائے' اس وقت آدمی کی توبہ قبول نہیں ہوتی' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب آدمی ملک الموت کو دیکھ لے لیکن یہ اکثری حکم ہے کلی نہیں ہے' کیونکہ بعض لوگ ملک الموت کو نہیں دیکھتے اور بعض موت سے پہلے دیکھ لیتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان کی روح اس کے حلقوم تک پہنچ جائے یا وہ آثار عذاب کو دیکھ لے اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اس پر اس حدیث سے اعتراض ہوتا ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا' ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی بستیوں میں پہنچ گئے' میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا' اس نے کہا: لا الہ الا اللہ' لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا' پھر مجھے اپنے اس فعل کے متعلق کچھ تردد ہوا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس شخص نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا' جس سے تم کو پتا چل جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے' حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش! میں اسی وقت اسلام لایا ہوتا (تاکہ اس شخص کا قتل زمانۂ جاہلیت کے افعال میں شمار کیا جاتا اور میرے اسلام لانے سے وہ گناہ معاف ہو جاتا)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۵۹۴' مسند ابوعوانہ رقم الحدیث: ۱۹۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۱۳۳' رقم الحدیث: ۲۱۸۰۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۸۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۹۲۔۱۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۱۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۲)

اعتراض یہ ہے کہ اس شخص پر جب حضرت اسامہ نے حملہ کیا اور اس نے موت کو اپنے سامنے دیکھا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور جب موت کو سامنے دیکھ کر ایمان قبول نہیں ہوتا تو چاہیے تھا کہ اس کا ایمان بھی قبول نہ ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے ملک الموت کو دیکھا تھا نہ آثار عذاب دیکھے تھے اور اگر حضرت اسامہ اس کو کلمہ پڑھنے کا موقع دیتے تو اس کا ایمان بالغیب

marfat.com
Marfat.com

ہی ہوتا' اس کو اپنی موت کا یقین نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس اس کو یہ یقین تھا کہ اس کے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے حضرت اسامہ اس کو قتل نہیں کریں گے۔

سورت المومن کا خاتمہ

آج ۲۲ شعبان ۱۴۲۴ھ/۱۹ اکتوبر ۲۰۰۳ء بہ روز ہفتہ بہ وقت صبح سورۃ المومن کی تفسیر ختم ہوگئی' فالحمدللہ رب العٰلمین۔ اس سورت کی ابتداء ۱۸ ستمبر کو ہوئی تھی گویا ایک ماہ میں اس کی تفسیر مکمل ہوگئی' رب العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر مکمل کرادی باقی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے موجب طمانیت و استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دیں' میری' میرے والدین کی' اس کتاب کے معاونین' اس کے مصحح' ناشر اور اس کے قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ ۷ اگست ۲۰۰۳ء شب جمعہ کو میری والدہ کا انتقال ہو گیا' قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچا دیں اور ان کی مغفرت کی دعا کریں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین
امام المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ
واولیاء امتہ و علماء ملتہ وامتہ اجمعین.

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حٰمٓ السجدہ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

برصغیر اور دیگر مشرقی ممالک میں اس سورت کا نام حٰمٓ السجدۃ مشہور ہے' حٰمٓ کی وجہ یہ ہے کہ المومن سے الاحقاف تک سات سورتوں کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی ہے اور السجدۃ اس لیے کہ اس سورت میں ایک سجدہ قرآن ہے اور مغربی ممالک اور تونس میں اس سورت کا نام فصلت ہے کیونکہ اس سورت کی تیسری آیت میں ہے:

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ. (حٰمٓ السجدۃ:۳) یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات کی تفصیل کی گئی ہے۔

تاکہ یہ سورت ان دوسری سورتوں سے ممیز اور ممتاز رہے جن کی ابتداء حٰمٓ سے کی گئی ہے۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۱ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۱ ہے' یہ سورت المومن کے بعد اور الزخرف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

حٰمٓ السجدۃ کا زمانہ نزول

یہ سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ابتدائی دورِ تبلیغ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' امام ابویعلیٰ احمد بن علی متوفی ۳۰۷ھ' امام ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ' امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ' امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اور امام علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قریش اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی بڑے جادوگر' کاہن اور شاعر کو ڈھونڈ کر لاؤ' وہ اس شخص کے پاس جائے جس نے ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمارے دین کی مذمت کی ہے' وہ ان سے بحث کرے اور دیکھے کہ وہ ان کو کیا جواب دیتے ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں تو عتبہ بن ربیعہ کے سوا کوئی شخص نظر نہیں آتا' پھر عتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: اے محمد! آیا تم افضل ہو یا عبد اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' پھر اس نے کہا: تم افضل ہو یا عبد المطلب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش رہے' اس نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ لوگ تم سے افضل ہیں تو ان لوگوں نے تو ان بتوں کی عبادت کی ہے جن کی تم مذمت کرتے ہو اور اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ان سے افضل ہو تو تم اپنی دلیل بیان کرو حتیٰ کہ ہم اس کو سنیں اور اللہ کی قسم! ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی قوم کے

marfat.com

Marfat.com

لیے تم سے زیادہ بے برکت ہو‘ تم نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور تم نے ہمارے دین کی مذمت کی اور ہم کو تمام عرب میں رسوا کر دیا‘ حتیٰ کہ پورے عرب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک جادوگر ہے اور قریش میں ایک کاہن ہے‘ اگر تمہیں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ہو تو تم ہمیں بتاؤ کہ تم قریش کی کسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو‘ ہم تمہاری اس عورت سے شادی کر دیں گے اور اگر تمہیں مال و دولت کی خواہش ہو تو ہمیں بتاؤ‘ ہم تمہیں اتنا مال دیں گے کہ تم قریش کے سب سے زیادہ مال دار شخص بن جاؤ گے‘ آپ نے عتبہ سے پوچھا: کیا تمہاری تقریر ختم ہو گئی؟ اس نے کہا: ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حٰمٓ السجدۃ کی آیتوں کو پڑھنا شروع کیا اور اس کی ابتدائی تیرہ آیتوں کی تلاوت کی (ان کا ترجمہ یہ ہے:)

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O حٰمٓ یہ الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے O یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے‘ علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے O ثواب کی خوش خبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا‘ پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ نہیں سنیں گے O اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں‘ ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے‘ سو آپ اپنا کام کیجئے‘ ہم اپنا کام کرنے والے ہیں O آپ کہیے میں محض تمہاری مثل بشر ہوں‘ میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود واحد معبود ہے‘ تم اسی کی طرف مستقیم رہو اور اسی سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا O آپ کہیے: کیا واقعی تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء قرار دے رہے ہو‘ حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے O اور اس نے زمین میں بھاری پہاڑوں کو نصب کر دیا اور اس میں برکت رکھی اور اس نے چار دنوں میں اس کے رہنے والوں کے لیے غذائیں پیدا کیں جو تمام طلب گاروں کے لیے مساوی ہیں O پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا‘ پھر اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا: تم خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو‘ ان دونوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہیں O پس اس نے دو دنوں میں پورے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اسی سے متعلق حکم بھیجا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرما دیا اور اسے محفوظ فرما دیا‘ یہ بہت غالب‘ بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے O پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا O (حٰمٓ السجدۃ: ۱۳۔۱)

عتبہ نے ان آیات کو سن کر کہا: بس کریں‘ بس کریں‘ کیا آپ کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں‘ پھر عتبہ قریش کے پاس واپس گیا‘ انہوں نے پوچھا: تم کیا جواب لائے ہو‘ عتبہ نے کہا: میں نے ان سے ہر وہ بات کہی جو تم خود ان سے اس موضوع پر کہہ سکتے تھے‘ انہوں نے پوچھا: پھر انہوں نے تم کو کیا جواب دیا؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آسمان اور زمین کو قائم کیا‘ میں ان کی کوئی بات نہیں سمجھ سکا سوا اس کے کہ انہوں نے کہا: میں تم کو ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرا رہا ہوں جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا‘ انہوں نے کہا: افسوس ہے‘ ایک شخص تم سے عربی زبان میں بات کرتا رہا اور تم نہیں سمجھ سکے کہ اس نے کیا کہا ہے‘ اس نے پھر کہا: نہیں‘ خدا کی قسم! میں اس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکا کہ انہوں نے ہولناک کڑک والے عذاب کا ذکر کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۹۷۔۲۹۴ طبع کراچی‘ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۸۱۸‘ دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۱۸۲‘ المستدرک ج ۲ ص

marfat.com
Marfat.com

۲۵۴ طبع قدیم' مکہ مکرمہ' المستدرک رقم الحدیث: ۳۰۰۲ طبع جدید' المکتبۃ العصریہ' بیروت' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۰۵۔۲۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۰ ص ۱۷۸۔۱۷۷۔۱۸۱۔۱۷۹' رقم الحدیث: ۴۲۰۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حٰمٓ السجدۃ کے مشمولات

(۱) اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تقاضے سے قرآن مجید نازل فرمایا ہے' جو نیک کام کرنے والوں کو ثواب کی بشارت دیتا ہے اور بُرے کام کرنے والوں کو عذاب سے ڈراتا ہے' چاہیے یہ تھا کہ مشرکین بُرے کاموں کو ترک کر کے عذاب سے بچ جاتے' وہ اس کے بجائے آپ سے نزول عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں' آپ کہیے کہ میں بشر ہوں خدا نہیں ہوں' عذاب کو نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

(۲) اس کائنات کو بنانا کوئی کھیل اور تماشا نہیں ہے' یہ اس عظیم الشان خالق کی حکمت کا ساختہ پرداختہ ہے' اس میں کسی دیوی یا دیوتا کا تعاون نہیں ہے' یہ صرف اس خدائے واحد کی تخلیق ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۳) کفار مکہ کو سرزنش کی ہے کہ اگر تم ہمارے رسول کی تکذیب سے باز نہ آئے تو تم پر بھی اسی طرح عذاب آئے گا جیسا عذاب تم سے پہلی تکذیب کرنے والی قوموں پر آتا رہا ہے۔

(۴) مشرکین اس امید پر بتوں کی پرستش کر رہے ہیں کہ وہ بت قیامت کے دن اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے یہ ان کا خیال خام ہے' ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

(۵) اللہ تعالیٰ دوزخ میں کافروں کو جمع کرے گا' ان کافروں میں سردار بھی ہوں گے اور ان کے پیروکار بھی' وہ اپنے عذاب کا الزام ایک دوسرے پر عائد کریں گے اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔

(۶) جو لوگ کفار کی زیادتیوں اور ان کے ظلم کے باوجود توحید پر قائم رہیں گے' قیامت کے دن فرشتے ان کو رحمت کی بشارت دیں گے۔

(۷) کفار کی ریشہ دوانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین اور شیطان کی وسوسہ اندازی پر اللہ کی پناہ طلب کرنے کی ہدایت۔

(۸) توحید' قیامت اور حشر و نشر پر دلائل۔

(۹) قرآن مجید کی عظمت کا بیان اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات۔

(۱۰) قیامت کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب کی وعید۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے حٰمٓ السجدۃ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کو شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق پر قائم اور باطل سے گریزاں رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ
بلاک-۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰/ ۲۱۲۰۶۱۷-۰۳۴۵/ ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

۲۳ شعبان ۱۴۲۴ھ/ ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء

marfat.com
Marfat.com

سورۃ حٰمٓ السجدۃ — آیاتہا ۵۴ — رکوعاتہا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ حٰم السجدۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ ﴿۲﴾ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ

حا میم O یہ الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے O یہ ایسی کتاب ہے جس کی

قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ ﴿۳﴾ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ

آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے، علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے O ثواب کی خوش خبری دینے والا اور عذاب

اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا

سے ڈرانے والا، پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ نہیں سنیں گے O اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں

تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ

بلا رہے ہیں، ہمارے دلوں میں اس پر، پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ

حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ

ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے، سو آپ اپنا کام کیجئے، ہم اپنا کام کرنے والے ہیں O آپ کہیے:

یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَ

میں محض تمہاری مثل بشر ہوں، میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود واحد معبود ہے، تم اسی کی طرف

اسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ ﴿۶﴾ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ

مستقیم رہو اور اسی سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے O جو زکوٰۃ (خیرات) ادا نہیں کرتے

الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں O بے شک جو لوگ ایمان لائے

ع ۱ ۸ ۱۵ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۸﴾ ع

اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیم O یہ الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے O یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے' علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے O ثواب کی خوش خبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا' پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ نہیں سنیں گے O اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں' ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے' سو آپ اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کرنے والے ہیں O (حٰم السجدۃ: ۵۔۱)

حٰمٓ کے معانی

وہ سات سورتیں جن کو حٰمٓ سے شروع کیا گیا ان میں حٰمٓ السجدۃ دوسری سورت ہے' مفسرین نے کہا ہے کہ حٰمٓ اس سورت کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حٰمٓ قرآن مجید کا نام ہے اور اس کا قرآن مجید پر اطلاق حقیقتاً ہے' ایک قول یہ ہے کہ ح سے حبیب کی طرف اور م سے محبوب کی طرف اشارہ ہے گویا کہ یوں فرمایا: یہ حبیب سے محبوب کی طرف خطاب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ح سے حکمت کی طرف اور میم سے منت کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر منت اور احسان ہے کہ اس نے اپنی حکمت سے معمور کلام کو ان کی طرف نازل فرمایا' اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اور اس کی رحمت ہر چیز کو محیط اور شامل ہے' اسی وجہ سے اس نے تمام موجودات کو پیدا فرمایا۔

قرآن مجید کی دس صفات

ہم نے حٰمٓ کے معانی میں ایک یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ حٰمٓ قرآن مجید کا نام ہے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین آیتوں میں قرآن مجید کی دس صفات بیان فرمائی ہیں:

(۱) قرآن مجید کا نام حٰمٓ ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ یہ منزّل ہے یعنی اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت و مصلحت نازل کیا گیا ہے۔

(۲) اس کو نازل کرنے والا الرحمٰن اور الرحیم ہے اور جس طرح اس نے اپنی رحمت کے تقاضے سے صحت مند لوگوں کے لیے مقوی غذائیں پیدا فرمائی ہیں اور بیماروں کے لیے دوائیں پیدا فرمائی ہیں اسی طرح قرآن مجید میں اپنی رحمت کے تقاضے سے بندوں کو اس واحد ذات کی طرف ہدایت دی ہے جو ان کی اطاعت اور عبادت کا مستحق ہے اور دنیا میں صالح حیات گزارنے کے لیے جامع دستور عطا فرمایا ہے جس پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) (ا) اس کلام کو کتاب فرمایا ہے اور کتاب اس چیز کو کہتے ہیں جو چند مضامین کی جامع ہو اور یہ کلام اوّلین اور آخرین کے اہم اور ضروری قصص اور واقعات کا جامع ہے (ب) یہ کلام ہدایت کی تمام انواع اور اقسام کا جامع ہے (ج) انسان کو اپنی دائمی فوز و فلاح کے حصول میں جن چیزوں سے مجتنب ہونا ضروری ہے اور جن چیزوں سے متصف ہونا ضروری ہے یہ کلام ان تمام چیزوں کا جامع ہے۔

(۴) اس کلام کی آیات کی تفصیل کی گئی ہے' یعنی اس کی آیات متعدد انواع کی ہیں: (ا) بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے وجود کا بیان ہے (ب) بعض آیات میں اللہ کی ان چیزوں سے تنزیہ بیان کی گئی ہے جو اس کے لیے موجب نقص ہیں اور اس کی شان کے لائق نہیں ہیں (ج) بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کو بیان فرمایا ہے (د) بعض آیات میں اس کے وجود پر دلائل ہیں (ہ) بعض آیات میں اس کی توحید کے دلائل ہیں اور اس کے استحقاق عبادت کے

marfat.com
Marfat.com

براہین ہیں (و) بعض آیات میں نبیوں اور رسولوں کی ضرورت اور ان کی صفات کا بیان ہے (ز) بعض آیات میں احکام شرعیہ کا ذکر ہے (ح) بعض آیات میں قیامت اور حشر و نشر کے دلائل ہیں (ط) بعض آیات میں گزشتہ امتوں کے صالحین اور فاسقین کے قصص ہیں (ی) بعض آیات میں اعمال کے حساب' میزان' شفاعت' جنت' دوزخ اور ثواب اور عذاب کی تفصیلات ہیں' سو یہ آیات کی دس انواع ہیں۔

(۵) حٰمٓ سے مراد قرآن مجید ہے اور اس کی ایک صفت یہ ہے کہ یہ قرآن ہے' قرآن لفظ قرء سے بنا ہے یا قرن سے' اگر قرء سے بنا ہو تو قرء کا معنیٰ ہے پڑھنا اور اس کو قرآن اس لیے فرمایا کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے' قرآن مجید کے سوا دنیا میں کسی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے' ایک بار پنڈت رام چند نے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے کہا کہ مجھے تمہارے قرآن کے چودہ پارے حفظ ہیں' تم بتاؤ تمہیں ہمارا وید کتنا حفظ ہے؟ صدر الافاضل نے فرمایا: یہ تو میرے قرآن کا کمال ہے کہ وہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے وید کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی وید کی عبارت حفظ نہیں ہے' مکمل وید کو حفظ کرنا تو الگ رہا تم مجھے اس کے چند صفحات کی عبارت ہی زبانی سنا دو' یہ سن کر پنڈت رام چند لاجواب ہو گیا اور اگر قرآن کا لفظ قرن سے بنا ہو تو اس کا معنیٰ ہے ملنا اور ملانا' سو اس کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی تمام سورتیں اور آیتیں باہم مربوط اور ملی ہوئی ہیں اور یہ قرآن بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔

(۶) قرآن عربی زبان میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا ہے۔ (ابراہیم: ۴)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ''اِسْتَبْرَقٍ'' کا لفظ ہے (الکہف: ۳۱) اس کا معنیٰ ہے ریشم اور سونے کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ''سِجِّيْلٍ'' کا لفظ ہے (ھود: ۸۲) اس کا معنیٰ ہے کنکر اور یہ بھی فارسی کا لفظ ہے' اور قرآن مجید میں ''مِشْكٰوةٍ'' کا لفظ ہے (النور: ۳۵) اس کا معنیٰ ہے طاق اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ''الْقِسْطَاسِ'' کا لفظ ہے (بنی اسرائیل: ۳۵) اس کا معنیٰ ہے ترازو اور یہ رومی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ''الطُّوْرِ'' کا لفظ ہے (الطور: ۱) اس کا معنیٰ ہے پہاڑ اور یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ''التنور'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے تندور اور یہ ہندی زبان کا لفظ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ لغات متداخلہ میں سے ہیں' یعنی ان زبانوں میں بھی مستعمل ہیں اور عربی میں بھی مستعمل ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہ الفاظ دوسری زبانوں کے تھے لیکن جب عربوں نے ان الفاظ کو قبول کر لیا اور عربوں میں یہ الفاظ بولے جانے لگے تو گویا کہ عربی زبان ہی کے الفاظ ہو گئے' بعض علماء نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ''قرانا عربیاً'' کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے بلکہ اس کا یہ معنیٰ ہے کہ یہ عربی اسلوب پر نازل ہوا ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے اور بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس کے تمام الفاظ عربی ہیں بلکہ اس کا یہ معنیٰ ہے کہ اس کے اکثر الفاظ عربی ہیں' یہ جواب صحیح تو ہے لیکن عمدہ جواب نہیں ہے۔

(۷) علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے' علم والوں کے لیے اس وجہ سے فرمایا کہ عربی اسلوب اور عربی قواعد کے اعتبار سے جو اس کے نکات ہیں ان کو علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں' مثلاً مبتداء کسی جگہ مقدم ہوتا ہے' کسی جگہ مؤخر ہوتا' کہیں اسم ظاہر کو لایا جاتا ہے کہیں اسم ضمیر کو لایا جاتا ہے' کہیں حصر ہوتا ہے' کہیں فصل اور وصل ہوتا ہے' کہیں اجمال اور کہیں تفصیل ہوتی

marfat.com
Marfat.com

ہے' کہیں کسی لفظ سے حقیقت مراد ہوتی ہے کہیں اس سے مجاز مرسل اور کہیں مجاز بالاستعارہ مراد ہوتا ہے' کہیں کسی چیز کو ذکر کیا جاتا ہے اور کہیں حذف کر دیا جاتا ہے' کہیں مقتضیٰ ظاہر حال کے موافق کلام ہوتا ہے کہیں خلاف مقتضیٰ ظاہر حال کلام ہوتا ہے' علیٰ ہٰذا القیاس اور یہ ایسے امور ہیں کہ ان کو فصاحت و بلاغت اور فنون عربیہ کے جاننے والے ہی سمجھ سکتے ہیں اسی لیے فرمایا ہے:

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ○ (العنکبوت: ۴۳)

ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرما رہے ہیں' ان کو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں ○

(۸) یہ قرآن بشارت دینے والا ہے' یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور بُرے کاموں سے بچتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان کے لیے قرآن مجید آخرت میں دائمی نعمتوں اور اجر و ثواب کی بشارت دینے والا ہے۔

(۹) یہ قرآن ڈرانے والا ہے' یعنی جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لاتے' شرک اور کفر کرتے ہیں اور فسق و فجور کے کام کرتے ہیں اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں' ان کے لیے قرآن مجید آخرت میں دائمی عذاب اور دوزخ کی وعید سنانے والا ہے۔

(۱۰) کافروں نے قرآن مجید کے پیغام پر کان نہیں دھرا اور اس سے اعراض کیا' بہ ظاہر وہ قرآن مجید کو سنتے ہیں لیکن وہ اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور ہدایت یافتہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دے وہ گم راہ ہے' اس سے پہلے قرآن مجید کی جو نو صفات بیان فرمائی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی میں غور و فکر کیا جائے' تدبر اور تفکر کیا جائے کیونکہ اس کو الرحمٰن اور الرحیم نے نازل کیا ہے' اس لیے اس میں لوگوں کی دائمی رحمت کا سامان ہے اور یہ عربی زبان میں ہے' اس لیے اس سے استفادہ کرنا آسان ہے اور اس میں ثواب کی خوشخبری اور عذاب کی وعید ہے' اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ ان احکام کو جانے جن پر عمل کرنے سے وہ ثواب کا مستحق ہو گا اور ان کاموں کی واقفیت حاصل کرے جن کے نتیجہ میں وہ عذاب کا مستحق ہو گا' اس کے باوجود انہوں نے قرآن مجید سے اعراض کیا اور اس کی طرف توجہ نہیں کی' اللہ تعالیٰ کو یہ شکوہ کافروں سے ہے' لیکن اب اکثر مسلمانوں نے بھی عملاً قرآن کریم سے اعراض کیا ہوا ہے' وہ قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں' اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں' مخمل کے غلاف میں اس کو لپیٹ کر رکھتے ہیں' لیکن اس کی تلاوت نہیں کرتے' کوئی عزیز فوت ہو جائے تو بس سورۂ یٰسین کی تلاوت کر لیتے یا کسی دینی مدرسہ سے کچھ طلبہ بلوا کر ختم قرآن کرا لیتے ہیں' اس کے معانی کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے اس کے احکام پر عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

کفار کے دلوں پر پردوں اور کانوں میں ڈاٹ کا سبب

حٰم السجدۃ: ۵ میں ہے: ''اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں' ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے' سو آپ اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کرنے والے ہیں ○''

اس آیت میں ''اکنہ'' کا لفظ ہے' یہ کنان کی جمع ہے' کنان اس پردے کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو چھپا لیتا ہے یعنی اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس تک دوسری چیزوں کے پہنچنے سے مانع ہوتا ہے' مشرکین کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے دلوں پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہیں جو آپ کی دعوت اور پیغام کی فہم اور اس کو سمجھنے سے مانع ہیں اور اس آیت میں ''وقر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی

marfat.com
Marfat.com

ہے ڈاٹ اور کارک' بوتل کے اوپر ایک مضبوط کارک لگا ہوا ہوتا ہے جو باہر کی کسی چیز کو بوتل کے اندر جانے نہیں دیتا' انہوں نے کہا: ہمارے کانوں میں بھی اسی طرح ڈاٹ اور کارک ہے جس کی وجہ سے آپ کی آواز ہمارے کانوں میں نہیں پہنچتی' دراصل ان کے دلوں پر دنیا کی گوناگوں رنگینیوں اور اس کی زیب و زینت کی محبت کے قفل لگے ہوئے تھے' اس لیے وہ کوئی ایسی بات سننے اور سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھے جس کی وجہ سے ان کی ناجائز خواہشوں کے پورا ہونے میں کوئی کمی آتی یا غیر شرعی لذت اندوزی میں کوئی فرق پڑتا' قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ .

اور انہوں نے کہا: بلکہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں' بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے۔ (البقرہ: ۸۸)

اور اس آیت میں فرمایا: ''اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے'' یہ حجاب ان کی اندھی تقلید اور باطل خواہشوں کا ہے اور کفر اور شرک کے ساتھ ان کی شدید وابستگی اور سخت محبت کا ہے۔

اس آیت میں صرف ان کے دلوں اور کانوں کا ذکر فرمایا ہے اور دل سے مراد عقل ہے اور عقل اور اک کا اصل ذریعہ ہے اور کانوں کے ذریعہ کوئی بات عقل تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادراک کے تمام ذرائع جو انہیں حاصل تھے وہ ان کی ناجائز خواہشوں اور اندھی تقلید کی وجہ سے معطل ہو چکے تھے' اس لیے انہوں نے کہا: ''آپ اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کر رہے ہیں' یعنی ہم آپ کے پیغام پر عمل نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے میں محض تمہاری مثل بشر ہوں' میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود واحد معبود ہے' تم اسی کی طرف مستقیم رہو اور اسی سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے O جو زکوٰۃ (خیرات) ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا O (حٰم السجدۃ: ۸۔۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ حٰم السجدۃ: ۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ یوں فرمائیں کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ میں تم کو جبر اور قہر سے ایمان کے ساتھ متصف کروں کیونکہ میں تمہاری مثل بشر ہوں اور میرے اور تمہارے درمیان صرف یہ امتیاز ہے کہ اللہ عزوجل نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے اور تمہاری طرف وحی نازل نہیں کی' پھر اگر اللہ تم کو توحید پر ایمان لانے کی توفیق دے تو تم ایمان لے آؤ اور اگر وہ تم کو اس توفیق سے محروم رکھے تو تم اس پر ایمان لانے کو رد کر دو۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۴۱ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

میں فرشتہ نہیں ہوں اولاد آدم سے ہوں۔ حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس قول سے آپ کو تواضع کی تعلیم دی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۳۰۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

میں فرشتہ یا جن نہیں ہوں کہ تمہارے لیے مجھ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہو اور نہ میں تمہیں کسی ایسی چیز کی دعوت دیتا ہوں جس سے عقل اور کان متنفر ہوں' میں تو تم کو صرف توحید کی اور نیک عمل کی دعوت دیتا ہوں' جن کی صحت پر عقل دلالت کرتی ہے اور نقل بھی اس کے درست ہونے پر شاہد ہے۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۲۹۳۔۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ سید محمود آلوسی نے علامہ بیضاوی کی اس عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۴ ص ۱۴۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

میں دیکھا بھی جاتا ہوں اور میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے اور تمہارے درمیان بہ ظاہر کوئی جنسی مغائرت بھی نہیں ہے' تو تمہارا یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے' نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے اور تمہارے درمیان کوئی روک ہو' بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ان کی بات سننے میں آئے' نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں' ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے' لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا' تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہیے اور میرے کلام کے سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہیے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے' اس لیے کہ میں وہی کہتا جو مجھے وحی ہوتی ہے

فائدہ: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہ لحاظ ظاہر "انا بشر مثلکم" فرمانا حکمت ہدایت وارشاد کے لیے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لیے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں' چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈنا' ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے' یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے' ہماری بشریت کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ (خزائن العرفان بر کنز الایمان ص ۷۵۹' تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا بھی ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اس میں بہت تفریط کی گئی ہے۔ بعض لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور آپ کو نور محض مانتے ہیں اور آپ کے بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس مسئلہ میں تفریط کرتے ہیں اور آپ کو اپنا سا بشر کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں اور آپ کے کسی وصف میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد' نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۹' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔

(کتاب العقائد ص ۸' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بشر اور انسان ہے اور آپ کا مادہ خلقت چاند اور سورج کی طرح حسی نور نہیں ہے' آپ نور ہدایت ہیں اور نور ہدایت ہی حسی نور سے افضل ہے' ہاں بعض اوقات آپ کے دانتوں کی جھریوں سے حسی نور کی شعاعیں نظر آتی تھیں' آپ بشر ہیں اور بے مثل بشر ہیں' قرآن مجید میں جو ہے: "آپ کہیے: میں تمہاری مثل بشر ہوں"۔ تو یہ مماثلت کسی وجودی وصف میں نہیں ہے' یہ مماثلت صرف عدمی وصف میں ہے یعنی آپ صرف اس چیز میں ہماری مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں اور پوری کائنات میں وجودی وصف میں کوئی آپ کا

marfat.com
Marfat.com

مماثل نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا بھی ایک اہم مسئلہ ہے' ہمارے زمانہ میں بعض واعظین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور تھی اور بشریت آپ کا لباس تھی' جب کہ اس کے برخلاف قرآن مجید کی متعدد نصوص میں تصریح ہے کہ آپ بشر تھے اور نوع انسان سے تھے' اگر آپ کی حقیقت بشر اور انسان نہ ہوتی تو آپ انسانوں کے لیے اسوۂ اور نمونہ نہ ہوتے اور آپ کے اعمال انسانوں پر حجت نہ ہوتے اور انسانوں کے لیے آپ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔

استقامت کا معنیٰ اور اس کی اہمیت

اس کے بعد فرمایا: ''تم اسی کی طرف مستقیم رہو اور اسی سے استغفار کرو''۔

اس آیت میں ہے: ''تم اسی کی طرف مستقیم رہو''۔ استقامت کا معنیٰ ہے: متوسط طریقہ پر دائم اور مستمر رہنا' یعنی تم عقیدہ توحید پر اور نیک اعمال پر مستقیم رہو اور اس سے سرمو انحراف نہ کرو' استقامت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارا سب سے اچھا عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۷ ص ۶۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۔۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۶۵۵' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۸۲' المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۶۲۷۰' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۶۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۹۴' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۹۲۵)

علامہ شمس الدین محمد عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ استقامت کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی نے کہا: استقامت سے مراد ہے حق کی اتباع کرنا' نیک کام کرنا اور سیدھے راستے کو لازم رکھنا اور یہ بہت مشکل کام ہے' اس کو وہی شخص کر سکتا ہے جس کا قلب کدورات بشریہ اور ظلمات نفسانیہ سے صاف ہو اور تجلیات قدسیہ سے روشن ہو' اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے اس کی تائید کی ہو اور اس کو شیطان کی تحریکات' تحریصات اور ترغیبات سے محفوظ رکھا ہو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ کامل استقامت سے صرف وہی شخص متصف ہو سکتا ہے جس کا بہت ارفع اور بلند مقام ہو اور یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے۔ استقامت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے' لوگوں سے خندہ پیشانی سے اور مسکراتے ہوئے ملاقات کرے اور ان کے ساتھ ایسے سلوک کے ساتھ پیش آئے جیسے سلوک کو وہ اپنے ساتھ پسند کرتا ہو' علامہ طیبی نے کہا ہے کہ استقامت کی دو قسمیں ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ استقامت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور دوسری بندوں کے ساتھ استقامت ہے یعنی بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استقامت کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے اور تم یہ حق ادا نہیں کر سکو گے' کیونکہ اس کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے اور تم اپنی پوری طاقت خرچ کرنے کے بعد بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے' پس تم حتی الوسع نیک کام کرتے رہو اور نیکی کرنے کے قریب رہو' کیونکہ تم تمام نیک اعمال کا احاطہ نہیں کر سکتے اور مخلوق سے کوئی نہ کوئی تقصیر اور کوتاہی ضرور ہوتی ہے جس پر اسے بعد میں ملال ہوتا ہے اور اس سے آپ کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ پوری کوشش کرنے کے باوجود تم سے کوئی نہ کوئی تقصیر ضروری ہوگی۔

قاضی نے کہا: آپ نے یہ اس لیے فرمایا ہے تاکہ تم اس سے غافل نہ ہو اور نیکی کے حصول میں حد سے زیادہ مشقت میں

marfat.com
Marfat.com

نہ پڑو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو تم اپنے عجز اور قصور کی بناء پر جو نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا۔

علامہ طیبی نے کہا: آپ نے جو فرمایا ہے: تم ہرگز نہ کر سکو گے یہ اس لیے ہے کہ اگر استقامت پر رہنا تمہارے لیے دشوار ہو تو سنو! اللہ تعالیٰ کی جو تم پر شفقت اور رحمت ہے وہ بے حساب ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا تھا:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ . (آل عمران: ۱۰۲) اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔

یعنی کماحقہ تقویٰ حاصل کرنا اور کماحقہ اس سے ڈرنا واجب ہے پھر اس پر تنبیہ فرمائی کہ عام مسلمانوں کے لیے اس مرتبہ کو حاصل کرنا مشکل اور دشوار ہے اس لیے ان پر آسانی کرتے ہوئے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ . (التغابن: ۱۶) سو تم اپنی طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرو اور تقویٰ حاصل کرو۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور چونکہ ہر چیز میں استقامت پر رہنا امت کے لیے مشکل اور دشوار تھا۔ اس لیے فرمایا: اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے (اور امت کے لیے آسان حکم بیان فرمایا) اور یاد رکھو تمہارے لیے سب سے اچھا عمل نماز ہے یعنی اگر ہر معاملہ میں تمہارے لیے استقامت پر رہنا دشوار ہو تو تم بعض کاموں میں استقامت کو لازم کر لو اور وہ کام نماز ہے جو عبادت کی تمام انواع کی جامع ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہے تسبیح تکبیر اور تہلیل ہے اور لوگوں سے بات چیت سے اپنے آپ کو روکنا ہے (نماز کے دوران کھانے پینے اور خواہش نفس سے رکنا ہے اور یہ روزہ کا ذائقہ ہے پاکیزہ کپڑوں کے حصول کے لیے مال خرچ کرنا ہے اور یہ زکوٰۃ کی جھلک ہے بیت اللہ کی طرف منہ کرنا ہے اور یہ حج کا نمونہ ہے آرام کاروبار اور دوستوں اور بیوی بچوں کی مجلس چھوڑ کر مسجد میں آنا ہے اور یہ نفس سے جہاد اور جہاد اکبر ہے) اور یہ مؤمنوں کی معراج ہے اور اللہ کی بارگاہِ اقدس کی طرف قریب کرنے والی ہے اور نماز کی حفاظت وہی کر سکتا ہے جس کا تقویٰ میں قدم راسخ ہو سو تم نماز کو لازم رکھو اور اس کی حدود کو قائم کرو خصوصاً نماز کے مقدمہ کو جو کہ وضو ہے اور نصف ایمان ہے اور آپ نے فرمایا: وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے ظاہری طہارت تو اعضاء وضو کو دھونا ہے اور باطنی طہارت ناجائز خواہشوں سے اپنے دل کو پاک رکھنا ہے اور اغیار کی محبت سے دل کو صاف رکھنا ہے اور استقامت کے حصول میں کوشش کبھی غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب ہوتی ہے یعنی اپنے باطن کو گناہوں کے میل کچیل سے صاف رکھنے کی کوشش اور اس میں استقامت کا کماحقہ حصول تمہارے لیے بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن تم اپنے باطن کو صاف رکھنے کے لیے بار بار کوشش کرتے رہو جیسے تمہارا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو تم پھر دوبارہ وضو کرتے ہو اسی طرح نیکی اور پاکیزگی کے حصول میں اگر تم سے لغزش ہو جائے تو پھر دوبارہ عزم صمیم سے اٹھ کھڑے ہو پھر سہ بارہ کوشش کرو اور ہمت نہ ہارو اور شیطان سے شکست کو قبول نہ کرو اور استقامت کے حصول میں تادم مرگ لگے رہو کیونکہ تم استقامت کے معاملہ میں بشریت کے عجز اور ربوبیت کی اعانت کے درمیان ہو اور غفلت اور تقصیر اور کوشش اور محنت کے مابین ہو جیسا کہ تم ہمیشہ باوضو رہنے کی لگن کے باوجود وضو توڑنے اور وضو کرنے کے درمیان رہتے ہو۔

علامہ ذہبی نے کہا: امام ابن ماجہ کی سند میں منصور اور سالم کے درمیان انقطاع ہے حافظ عراقی نے کہا: اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں حافظ مغلطائی نے کہا: اس کی سند میں کوئی خامی نہیں علامہ دمیری نے کہا: اس کی سند ثابت ہے اس حدیث کو جوامع الکلم سے شمار کیا گیا ہے۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۹۷۸۔۹۷۶ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

استقامت کو استغفار پر مقدم کرنے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: اور اسی سے استغفار کرو پہلے فرمایا: تم اسی کی طرف مستقیم رہو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت دائماً کرتے رہو

marfat.com
Marfat.com

پھر فرمایا: اور اسی سے استغفار کرو یعنی اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو' فائدہ یہ ہے کہ انسان پہلے رزائل سے خالی ہوتا ہے پھر فضائل سے متصف ہوتا ہے' اس لیے بہ ظاہر پہلے استغفار کا حکم دینا چاہیے تھے پھر مستقیم رہنے کا حکم دینا چاہیے تھے اور یہاں خلاف ظاہر اس لیے ہے کہ بندہ کو استقامت کا حکم دیا لیکن چونکہ استقامت پر رہنا بہت مشکل اور دشوار ہے اس لیے استقامت پر رہنے میں کوئی نہ کوئی خطا اور تقصیر ضرور ہوگی اس لیے یہ ہدایت دی کہ اگر استقامت پر رہنے میں تم سے کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے تو تم اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت استغفار کرتے تھے' ہر چند کہ آپ ہر نوع کی تقصیر سے مبرا اور منزہ تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بعض مباح کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے) میرے قلب پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲)

زکوٰۃ نہ دینے پر مشرکین کی مذمت کی توجیہ

حٰمٓ السجدۃ: ۷۔۶ میں فرمایا: ''اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے O جو زکوٰۃ (خیرات) ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں O''

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورۂ حٰمٓ السجدۃ مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ منورہ میں دو ہجری کو فرض ہوئی تھی' پھر اس سورت میں جو مشرکین کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) مجاہد اور ربیع نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کا معروف اور اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تزکیہ نفس ہے یعنی وہ اپنے اعمال کا تزکیہ نہیں کرتے اور ایمان لا کر اپنے اعمال کو پاک اور صاف نہیں کرتے۔

(۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے' یعنی اپنے نفسوں کو شرک سے پاک نہیں کرتے۔

(۳) اس آیت میں زکوٰۃ سے مراد نفلی صدقات ہیں یعنی وہ صدقات اور خیرات نہیں کرتے۔

(۴) ہر چند کہ تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے لیکن اجمالاً زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو گئی تھی' جس طرح آغاز اسلام میں نماز فرض ہو گئی تھی اسی طرح اجمالاً زکوٰۃ بھی ابتداء اسلام میں فرض ہو گئی تھی' ابتداء میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کا مترادف تھا' اس کی مقدار نصاب' سال گزرنے کی قید اور شرح زکوٰۃ کی تفصیلات مدینہ میں فرض کی گئیں۔ سورۂ مزمل ابتدائی سورت ہے' اس میں ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ. (المزمل: ۲۰) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

آیا کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

شوافع کا مؤقف یہ ہے کہ کافر اور مشرک جس طرح ایمان لانے کے مکلّف ہیں اسی طرح وہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے بھی مکلّف ہیں اور احناف کا مشہور مذہب اس کے خلاف ہے' اس آیت میں چونکہ مشرکین کی اس بات پر مذمت کی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین زکوٰۃ ادا کرنے کے بھی مکلّف ہیں اور یہی شافعیہ کا مذہب ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار بھی فروع اسلام کے مکلّف ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور یہ وعید شدید ان کے شرک کی بناء پر بھی ہے اور ان کے

marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے بھی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

فقہاء احناف اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں:

کفار اس چیز کے مخاطب ہیں کہ وہ زکوٰۃ اور نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھیں نہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے اور نماز پڑھنے کے مخاطب ہیں۔

اور بعض فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ وہ اس چیز کے مکلّف ہیں کہ ایمان لانے کے بعد نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں جیسے مسلمان نماز پڑھنے کے حکم کے مخاطب ہیں کہ وہ وضو کرنے کے بعد نماز پڑھیں۔

اس آیت میں مشرکین کے تین جرائم کی وجہ سے ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے' ایک جرم ان کا شرک ہے' دوسرا جرم یہ ہے کہ وہ خیرات اور صدقات نہیں دیتے تھے اور تیسرا جرم یہ ہے کہ وہ آخرت کا انکار کرتے تھے

مومن کی صحت کے ایام کے نیک اعمال کا سلسلہ مرض اور سفر میں بھی منقطع نہیں ہوتا

حٰمٓ السجدۃ: ۸ میں فرمایا: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا''۔

اس سے پہلی آیت میں کافروں کی وعید بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں مومنوں کے اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے' مومن صحت کے ایام میں جو نیک عمل کرتا ہے اگر وہ مرض یا سفر کی وجہ سے وہ نیک عمل نہ کر سکے' اللہ تعالیٰ اس کو مرض اور سفر کے ایام میں بھی ان نیک اعمال کا اجر عطا فرماتا رہتا ہے اور اس کے اجر کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا' اس پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے جسم میں کوئی بیماری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کی حفاظت کرنے والے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرا بندہ جو نیک عمل کرتا تھا' اس کے صحیفہ اعمال میں ہر روز وہ عمل لکھتے رہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۴)

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کسی اچھے طریقے سے عبادت کر رہا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مامور ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تندرستی کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کا وہ عمل لکھتے رہو حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۶۸۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۳)

عون بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اور اس کی بیماری پر بے قراری تعجب خیز ہے' اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری میں کتنا اجر ہے تو وہ یہ چاہے گا کہ وہ تا حیات بیمار ہی رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف سر اٹھا کر ہنسنے لگے' آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کس وجہ سے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا' وہ ایک جائے نماز میں اس کے نمازی کو ڈھونڈ رہے تھے' اس جگہ وہ نمازی نہیں ملا تو وہ واپس چلے گئے' پھر انہوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم تیرے فلاں بندہ کا نیک عمل دن رات لکھتے تھے' اب ہم کو معلوم ہوا تو نے اس کو اپنی (تقدیر کی) رسی سے باندھ لیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرے بندہ کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو وہ دن رات کیا کرتا تھا اور اس میں کوئی کمی نہ کرو اور میں نے جتنے ایام اس کو روک لیا ہے ان ایام کا اجر میرے ذمہ ہے اور جو عمل وہ کیا کرتا تھا اس کا اجر اس کو ملتا رہے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند البزار ج ۲ ص ۳۶۵' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ بیمار ہو جائے یا کسی
سفر پر جائے تو اس کو اس کے ان نیک اعمال کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت کے ایام میں حالت اقامت میں کیا کرتا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۹۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۹۱۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۳۳۰)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ
آپ کہیے: کیا تم واقعی اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء
وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ۝۹ وَجَعَلَ فِيْهَا
قرار دے رہے ہو' حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔ O اور اس نے زمین
رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا
کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا
فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى
بھی چار دنوں میں مقدر کی' جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے O پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا
السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا
اور وہ اس وقت دھواں تھا' پھر اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی یا ناخوشی
اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
سے حاضر ہو' ان دونوں نے کہا: ہم دونوں بہ خوشی حاضر ہیں O تو اس نے دو دن میں ان کو پورے
فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ
سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اسی کے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے آسمان دنیا کو
الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۱۲
چراغوں سے مزین فرما دیا اور اس کو محفوظ فرما دیا' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے O
فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ
پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے

marfat.com
Marfat.com

وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ

ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا O جب ان سے پہلے زمانہ میں اور ان کے بعد کے زمانہ میں

خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ

(متواتر) رسول آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا

مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ

رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل فرما دیتا سو تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں O پس رہے

فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ

عاد تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟

مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت

مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

والا ہے؟ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے O سو ہم نے (ان کے) منحوس

رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى

دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی، تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی (بالکل) مدد نہیں کی جائے گی O

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی، لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی، سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ ج وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا O اور ہم نے ان لوگوں کو

marfat.com
Marfat.com

اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

ع ۲
۱۶

(اس عذاب سے) بچالیا جو ایمان لے آئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: کیا تم واقعی اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء قرار دے رہے ہو حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے O اور اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقدر کی جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے O پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا' پھر اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو' ان دونوں نے کہا: ہم بہ خوشی حاضر ہیں O تو اس نے دو دن میں ان کو پورے سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اسی کے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرما دیا اور اس کو محفوظ فرما دیا' یہ بہت غالب بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے O پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا O (حم السجدۃ: ۱۳۔۹)

مشرکین کے کفر کی تفصیل

اس سے پہلے حم السجدۃ: ۶ میں فرمایا تھا: ''آپ کہیے میں محض تمہاری مثل بشر ہوں' میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف واحد معبود ہے O'' اب اسی کے موافق یہ فرمایا ہے کہ عبادت کے استحقاق میں تمہارا ان بتوں کو اللہ کا شریک قرار دینا جائز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے عظیم الشان آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان سب چیزوں کو بہت قلیل مدت یعنی چھ دنوں میں پیدا فرما دیا ہے' پس جس ذات کی یہ شان ہے اس کی عبادت کے استحقاق میں ان بے جان لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کو اس کا شریک قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

حم السجدۃ: ۹ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے کفر اور شرک دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے' ان کے کفر کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) مشرکین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنا کفر ہے۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ کے مکلف ہونے کا انکار کرتے تھے' رسولوں کی بعثت کا انکار کرتے تھے' خصوصاً انسان اور بشر کے رسول ہونے کا انکار کرتے تھے اور یہ تمام چیزیں کفر ہیں۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی اضافت کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور یہ تمام باتیں کفر ہیں۔

اور ان کا شرک واضح تھا' وہ اپنے ہاتھوں سے تراش کر بت بناتے تھے' پھر ان کو اللہ کا شریک کہتے تھے' اللہ تعالیٰ ان کا رد فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے چھ دنوں میں یہ پوری جیتی جاگتی کائنات کھڑی کر دی' تم ایسے عظیم الشان خالق کو چھوڑ کر لکڑی اور پتھر کے بے جان اور حقیر مجسموں کی پرستش کر رہے ہو۔

زمین' آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کی تفصیل

حم السجدۃ: ۱۲۔۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان اور اس میں رہنے والوں کی ضروریات کو پیدا کرنے کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ وہ اپنے محور پر گردش کرتی رہے اور اپنے مرکز سے ادھر ادھر نہ ہو اور اس میں برکت رکھی' برکت کا معنی ہے: کسی چیز میں خیر کثیر کا حاصل ہونا' یعنی اس نے زمین میں دریا پیدا کیے' درخت پیدا کیے اور درختوں میں پھل پیدا کیے اور مختلف قسم کے حیوانات پیدا کیے اور اس میں ہر وہ چیز پیدا کی جس کی جان داروں کو

marfat.com
Marfat.com

زندگی گزارنے کے لیے ضرورت ہو سکتی ہے۔

نیز فرمایا: ''اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقدر کی جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے O''

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جانداروں کو اپنی زندگی میں جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سب چیزیں پیدا کیں' اس نے زمین میں روئیدگی کی صلاحیت رکھی' نہروں اور دریاؤں سے پانی مہیا کیا' آسمان سے بارش نازل فرمائی' سورج کی تمازت اور حرارت سے غلہ' اناج اور پھلوں کو پکایا اور چاند کی کرنوں سے ان میں ذائقہ پیدا کیا اور یوں جانداروں کے لیے غذا فراہم کی۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمین پیدا کی' چار دنوں میں زمین والوں کے لیے غذا پیدا کی اور دو دنوں میں آسمان پیدا کیے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آٹھ دنوں میں پیدا کیا' حالانکہ دوسری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ. (السجدۃ:۴' الفرقان:۵۹' ق:۳۸)

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چار دنوں میں زمین والوں کے لیے غذا پیدا کرنے کا جو ذکر ہے اس میں وہ دو دن بھی شامل ہیں جن دو دنوں میں زمین پیدا کی گئی ہے۔

حٰمٓ السجدۃ:۱۱ میں فرمایا ہے: ''پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی' پھر آسمان بنایا گیا' حالانکہ دوسری آیت میں ہے کہ پہلے آسمان بنایا پھر زمین بنائی' ارشاد ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ (النّٰزعٰت:۳۰۔۲۹۔۲۸)

اللہ نے آسمان کو بلند کیا پھر اس کو برابر کیا O اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے روشن دن کو نکالا O اور اس کے بعد زمین کو ہموار کیا اور اس کو پھیلایا O

اس کا جواب یہ ہے کہ حٰمٓ السجدۃ:۱۱ میں جو زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نفس زمین اور اس کے مادے کو آسمان سے پہلے بنایا اور النّٰزعٰت:۳۰ میں جو آسمان کے بعد زمین کے بنانے کا ذکر ہے اس سے مراد ہے زمین کو پھیلانا اور اس کو ہموار کرنا۔

نیز حٰمٓ السجدۃ:۱۱ میں فرمایا ہے: ''پھر اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا: تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو' انہوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہیں'' اس سے زمین اور آسمان کا آنا جانا یا معروف طریقہ سے حاضر ہونا مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان سے فرمایا: تم وجود میں آ جاؤ سو وہ وجود میں آ گئے' جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے متعلق فرمایا: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

زمین' آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اتوار کے دن اس میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا فرمایا اور مکروہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا فرمایا اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور جمعرات کے دن اس میں چوپایوں کو پھیلا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سب کے بعد جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا اور وہ ساعات جمعہ میں آخری ساعت تھی۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس روایت میں آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر نہیں ہے' امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں پوری تفصیل ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین کو پیدا کیا اور منگل کے دن پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان نفع آور چیزوں کو پیدا کیا جو پہاڑوں میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو اور پانی کو اور شہروں کو اور آبادیوں کو اور ویرانوں کو پیدا کیا' یہ وہ چار دن ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے: "آپ کہیے: کیا تم واقعی اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء قرار دے رہے ہو' حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے O اور اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں برکت رکھی اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقرر کی جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے O" (حٰمٓ السجدۃ: ۱۰۔۹) اور اس نے جمعرات کے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں' چاند' سورج اور فرشتوں کو تین ساعتوں تک پیدا کیا اور ان تین ساعتوں میں سے پہلی ساعت میں لوگوں کی مدت حیات مقرر فرمائی اور دوسری ساعت میں جن چیزوں سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں ان پر آفت کو پیدا کیا اور تیسری ساعت میں حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں رکھا اور ابلیس کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرے اور آخری ساعت میں اس کو جنت سے نکال دیا' یہود نے پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! پھر کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: پھر اللہ عرش پر جلوہ فرما ہوا' یہود نے کہا: اگر آپ پوری بات بتا دیتے تو آپ کی بات صحیح تھی' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ O فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ. (ق: ۳۹۔۳۸)

ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی O سو جو کچھ یہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۴۷۸' کتاب العظمۃ ص ۲۹۱' رقم الحدیث: ۸۷۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۴۳ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۹۷' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ' الدر المنثور ج ۷ ص ۱۷۱' کنز العمال ج ۶ ص ۱۲۴)

نیز اس آیت میں ہے: "جو طلب کرنے والوں کے لیے مساوی ہے" امام ابن جریر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو بھی رزق کی حاجت ہو اور وہ اپنے رب سے اس کے متعلق سوال کرئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے اعتبار سے زمین میں اس کی روزی کو مقدر کر دیا ہے اور اس کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے رزق کو مقرر کر دیا ہے۔

(جامع البیان جز ۲۴ ص ۱۲۳)

زمین اور آسمان کو جو حاضر ہونے کا حکم دیا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرمایا: میرے سورج اور چاند کو اور میرے ستاروں کو طلوع کرو اور زمین سے فرمایا: میرے دریاؤں کو جاری کرو اور میرے پھلوں کو نکالو تو انہوں نے کہا: ہم اطاعت کرتے ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۴۹۷)

حٰمٓ السجدۃ: ۱۲ میں ہے: "اور ہر آسمان میں اسی کے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین فرما دیا اور اس کو محفوظ فرما دیا O"

marfat.com
Marfat.com

قتادہ نے کہا: آسمان میں سورج' چاند' سیاروں اور ان کے محوروں کو پیدا کیا اور ہر آسمان میں فرشتوں کو پیدا کیا اور اولوں کو اور برف کو پیدا کیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہر آسمان میں ایک بیت ہے جس کے گرد فرشتے طواف کرتے ہیں اور وہ بیت کعبہ کی سمت پر ہے اور آسمان دنیا میں البیت المعمور ہے اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کی آسمان میں وحی فرماتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ہر آسمان میں روشن سیارے ہیں اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے ان شیطانوں سے محفوظ فرما دیا جو فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے تھے' ان کے اوپر آگ کے گولے مارے جاتے ہیں جو دور سے شہاب ثاقب دکھائی دیتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۳۰۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کفار مکہ کو آسمانی عذاب سے ڈرانے کی توجیہ

حمٓ السجدہ: ۱۳ میں فرمایا: ''پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا۞''

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں کفار مکہ کو اس عذاب سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود پر آیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ''صاعقة العذاب'' فرمایا' یعنی بجلی کا ایک کڑکا آیا اور اس نے ان کو ہلاک کر دیا اور یہ آسمانی عذاب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کافروں کو آسمانی عذاب سے مامون اور محفوظ کر دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۞ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۞ (الانفال: ۳۳-۳۲)

اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل کر دے۞ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل کر دے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ انہیں اس حال میں عذاب دے جب وہ استغفار کر رہے ہوں۞

ان آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ اہل مکہ پر آسمانی عذاب آنے والا نہیں تھا' پھر ان کو عاد اور ثمود کے عذاب کی مثل سے کیوں ڈرایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ کفار مکہ اپنے کفر اور تکبر کی وجہ سے اسی عذاب کے مستحق ہیں جو عاد اور ثمود پر آیا تھا اور ان کا کفر اور تکبر فی نفسہٖ اس عذاب کا موجب ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے درمیان ہونا اس عذاب سے امان کا باعث ہے' نیز اس عذاب سے مانع یہ چیز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف فرما ہیں تو کفار مکہ کو اس بات سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے درمیان سے کہیں لے جائے اور پھر ان کے اوپر اس طرح کا آسمانی عذاب نازل کر دے' سو اللہ تعالیٰ کا کفار مکہ کو آسمانی عذاب سے ڈرانا بالکل بجا اور برمحل ہے۔

امام رازی کی توجیہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ

امام فخر الدین رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ جب کفار مکہ نے یہ جان لیا کہ اس آسمانی عذاب کے استحقاق میں وہ عاد اور ثمود کی مثل ہیں تو انہوں نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ ان پر بھی اس عذاب کی جنس سے کوئی چیز آ جائے خواہ وہ عاد اور ثمود کے عذاب سے کم درجہ کا عذاب ہو اور اتنی مقدار ان کو عاد اور ثمود کے عذاب سے ڈرانے کے لیے کافی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۴۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ ان کو عاد اور ثمود کے عذاب سے ڈرانے کے لیے اتنی مقدار کافی نہیں ہے۔ کیونکہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو اس عذاب سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود کے عذاب کی مثل ہے نہ کہ عاد اور ثمود سے کم درجہ کے عذاب سے ڈرایا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ○ (حٰم السجدة: ۱۳)

پس اگر یہ آپ (کی دعوت) سے اعراض کریں تو آپ کہیے: میں تم کو عاد اور ثمود کے عذاب کی مثل عذاب سے ڈرا رہا ہوں ○

اس لیے اس اعتراض کا صحیح اور مسکت جواب وہی ہے جس کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے ذکر کیا ہے۔

اس امت سے صرف آسمانی عذاب اٹھایا گیا ہے' مسخ اور روسخ کا عذاب نہیں اٹھایا گیا

ہم نے جو الانفال: ۳۳-۳۲ کو نقل کیا ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اس امت سے صرف آسمانی عذاب کو اٹھایا گیا ہے اور کسی اور نوع کے عذاب کو اٹھانے کی قرآن اور سنت میں تصریح نہیں کی گئی۔ ہمیں اس پر حیرت ہوتی ہے کہ عوام اور خواص میں یہ مشہور ہے کہ اس امت سے مسخ کے عذاب کو اٹھا لیا گیا ہے۔

قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے:

اس امت میں مسخ موجود نہیں ہے اور یہ امت مسخ سے مامون ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اور علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے لکھا ہے:

اس امت میں مسخ جائز نہیں ہے۔ (تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری ج ۵ ص ۴۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حالانکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ اس امت کے بعض لوگوں کی شکل مسخ کر دی جائے گی۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور باجوں (آلات موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ شام کو جب وہ اپنے مویشیوں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے: "کل آنا" اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی کے حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۹۰)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو لوگ زنا' ریشم' شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال قرار دیں گے ان کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا' اسی طرح اس امت میں مسخ اور خسف کے ثبوت میں امام ترمذی نے تین حدیثیں روایت کی ہیں' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا آنا جائز ہو جائے گا' آپ نے فرمایا: (۱) جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا (۲) اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا (۳) اور جب زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا (۴) اور جب مرد اپنی بیوی کی پیروی کرے گا (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے گا (۶) اور جب اپنے دوسرے کے ساتھ نیکی کرے گا (۷) اور باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا (۸) اور جب مسجد میں آوازیں بلند کی جائیں گی (۹) اور کمینہ شخص کو قوم کا سردار بنایا جائے گا (۱۰) اور کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی تکریم کی جائے گی (۱۱) اور شرابیں پی جائیں گی (۱۲) اور ریشم پہنا جائے گا (۱۳) اور گانے والیوں کو رکھا

marfat.com

Marfat.com

جائے گا (۱۴) اور آلاتِ موسیقی کا رواج ہوگا (۱۵) اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہیں گے' ان حالات میں تم سرخ آندھیوں کا انتظار کرو یا خسف (زمین میں دھنسائے جانے) کا اور مسخ (شکل تبدیل کرنے) کا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۰' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' رقم الحدیث: ۲۲۱۱' اور حضرت عمران بن حصین سے بھی مروی ہے' رقم الحدیث: ۲۲۱۲' جامع المسانید والسنن مسند علی بن ابی طالب رقم الحدیث: ۷۸۹)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اس امت سے صرف آسمانی عذاب اٹھایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں دو امانیں تھیں' ایک امان چلی گئی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان سے چلے گئے) اور دوسری امان باقی ہے (یعنی تمہارا اپنے رب سے استغفار کرنا) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال: ۳۳)

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۴۵' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۲' الدر المنثور ج ۴ ص ۵۲' امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' رقم الحدیث: ۳۰۸۲' اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب ان سے پہلے زمانہ میں اور ان کے بعد کے زمانہ میں (متواتر) رسول آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل فرما دیتا سو تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں ۝ پس رہے عاد تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے ۝ سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی (بالکل) مدد نہیں کی جائے گی ۝ اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی' سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا ۝ اور ہم نے ان لوگوں کو (اس عذاب سے) بچا لیا جو ایمان لے آئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے ۝ (حٰم السجدۃ: ۱۸-۱۴)

قوم عاد کی طرف متعدد رسول آنے کے محامل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور اپنی قدرت پر دلائل قائم فرمائے تھے کہ جو ذات اتنی عظیم الشان قدرت والی ہے اس کو چھوڑ کر تم ان پتھر کی بے جان مورتیوں کی پرستش کر رہے ہو اور اب بھی اگر تم اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی پر قائم رہو گے اور توحید سے اعراض کرو گے تو تم اسی طرح کے عذاب کے مستحق ہو جیسا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا۔

حٰم السجدۃ: ۱۴ کا معنیٰ علامہ قرطبی نے اسی طرح کیا ہے جس طرح ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے یعنی جب ان سے پہلے زمانہ میں اور ان کے بعد کے زمانہ میں (متواتر) رسول آئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۳۰۹) اور امام رازی نے کہا: اس کے معنیٰ کے دو محمل ہیں:

(۱) جو رسول ان کی طرف بھیجے گئے تھے وہ ان کے پاس ہر جانب سے آئے اور انہوں نے ان کے ایمان کے لیے تمام جتن کیے لیکن ان رسولوں نے ان سے سرکشی اور ہٹ دھرمی کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ — پھر میں ان پر ضرور حملہ کروں گا ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے۔ (الاعراف: ۱۷)

marfat.com
Marfat.com

یعنی میں ہر طرف سے ان پر حملہ کروں گا اور ان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر حیلہ کو بہ روئے کار لاؤں گا۔

(۲) رسول ان کے پاس ان سے پہلے زمانہ میں بھی آئے اور ان کے بعد کے زمانہ میں بھی آئے۔

اگر اس معنیٰ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو رسول ان سے پہلے زمانہ میں آئے اور ان کے بعد کے زمانہ میں آئے ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ وہ ان کے پاس آئے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے پاس حضرت ھود اور حضرت صالح اسی پیغام کو لے کر آئے تھے جو پیغام ان سے پہلے اور ان کے بعد تمام رسول لے کر آتے رہے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۵۱)

اس کے بعد فرمایا: ان رسولوں نے یہ پیغام دیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو' ان کو توحید پر ایمان لانے اور شرک کا انکار کرنے کا حکم دیا اور ان کافروں نے ان رسولوں کی تکذیب کی اور یہ کہا کہ "اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل فرما دیتا' سو تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں O" ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے دعویٰ رسالت کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر اللہ نے واقعی کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا اور جب تم بشر ہو اور فرشتے نہیں ہو تو پھر تم رسول بھی نہیں ہو' لہٰذا تمہارا کلام ہم پر حجت نہیں ہے اور ہم تمہاری رسالت کا انکار کرنے والے ہیں۔

سو اسی طرح کفار مکہ نے بھی ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا تھا اور پھر عتبہ بن ربیعہ کو آپ کے پاس مذاکرہ کرنے کے لیے بھیجا تھا جس کی تفصیل ہم متعدد حوالوں کے ساتھ اس سورت کے مقدمہ میں لکھ چکے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ربیعہ کے دلائل کے جواب میں حٰم السجدۃ کی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان کے آخر میں ہے: "پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا O"

اس آیت میں "صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود" فرمایا ہے' صاعقہ کا معنیٰ ہم حٰم السجدۃ: ۱۷ میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

قوم عاد کا تکبر

حٰم السجدۃ: ۱۵ میں فرمایا: "پس رہے عاد تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا' اور کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ O"

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد اور قوم ثمود کا اجمالی طریقہ سے کفر بیان فرمایا تھا اور اب ان آیتوں میں تفصیلی طور پر ان کا کفر بیان فرما رہا ہے' پہلے قوم عاد کا کفر بیان فرمایا کہ انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا' ان کا تکبر یہ تھا کہ وہ اپنی بڑائی' طاقت اور شان و شوکت کا اظہار کرتے تھے اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور دوسروں پر اپنا تفوق اور اپنی برتری ظاہر کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت قد آور اور جسیم تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: "کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے" یعنی ہر چند کہ وہ دوسروں سے زیادہ طاقت ور ہیں' لیکن اللہ بزرگ و برتر جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ قوت والا ہے' پس اگر زیادہ طاقت ور ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے کم طاقت والے زیادہ طاقت والے کی اطاعت اور اس کی بندگی کریں تو پھر چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہر حال ان سے زیادہ طاقت والا ہے بلکہ سب سے زیادہ طاقت والا ہے اور سب کو وہی طاقت دینے والا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسم تفضیل میں دو شخصوں کے درمیان تقابل ہوتا ہے' یعنی اللہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے حالانکہ ان کی طاقت اور تمام مخلوق کی طاقت متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت غیر متناہی ہے اور متناہی اور غیر متناہی میں کوئی

marfat.com
Marfat.com

تقابل ہی نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح فرمایا: وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب مشرکین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فہم کے اعتبار سے یہ کلام فرمایا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے کسی وصف میں بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی تقابل نہیں ہے' لیکن بعض اوقات صرف ظاہر کے اعتبار سے بھی کلام کیا جاتا ہے جیسے بہ کثرت احادیث اور آثار میں ہے اللہ اکبر' اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

نیز فرمایا: ''اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے'' اچھے اخلاق کا مدار دو چیزوں پر ہے (۱) مخلوق پر شفقت کرنا (۲) خالق کی تعظیم کرنا' وہ ناحق تکبر کرتے تھے اس لیے مخلوق پر شفقت نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے' اس لیے خالق کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

ریح صرصر کا معنیٰ

حٰمٓ السجدۃ: ۱۶ میں فرمایا: ''سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوف ناک آواز والی آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی (بالکل) مدد نہیں کی جائے گی''۔

چونکہ قوم عاد نے ناحق تکبر کیا اور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور اپنی ہٹ دھرمی سے بالکل رجوع نہیں کیا اور یہ ایسے امور تھے جو نزول عذاب کا موجب تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر خوفناک آواز والی آندھی کا عذاب بھیجا۔

اس آیت میں ریح صرصر کے الفاظ ہیں' ریح کا معنیٰ ہے: ہوا یا آندھی اور صرصر کے معنیٰ میں تفصیل ہے: اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ جب بہت تیز آندھی چلتی ہے تو کانوں میں صرصر کی آواز آتی ہے

اس لیے اس کا معنیٰ ہے: خوفناک آواز والی آندھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ ''صرۃ'' سے ماخوذ ہے اور صرۃ کا معنیٰ ہے: چیخنا' اس لیے اس کا معنیٰ ہے: ایسی آندھی جس سے زبردست چیخ کی آواز سنائی دیتی ہو۔ اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ صرصر کا لفظ ''صر'' سے ماخوذ ہے اور صر کا معنیٰ ہے: سخت سردی اور ٹھنڈک یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زیادہ سرد اور ٹھنڈی ہوا بھیجی اور ان یخ بستہ ہواؤں نے ہر چیز کو منجمد کر دیا۔ ہر چیز سے زندگی کی حرارت زائل ہو گئی اور ہر چیز خاکستر ہو گئی' ہواؤں کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قوم عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنے کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۷۰)

جو ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چلے اس کو باد صبا کہتے ہیں اور جو ہوا مغرب سے مشرق کی طرف چلے اس کو باد دبور کہتے ہیں۔ غزوۂ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باد صبا سے مدد کی گئی تھی' جب شوال ۵ھ میں قریش کی متعدد جماعتوں اور یہودیوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا' اس وقت مشرق کی طرف سے بہت زور کی آندھی آئی' جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے' ان کی دیگچیاں اوندھی ہو گئیں اور ریت اور کنکروں کے تھپیڑوں سے ان کے چہرے خراب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کو اپنی ہلاکت نظر آنے لگی' سب سے پہلے ابوسفیان واپسی کے لیے اپنی سواری پر سوار ہوا' پھر پورا لشکر وہاں سے کوچ کر گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کی مدد تھی اور اس آندھی نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا تھا'

marfat.com
Marfat.com

قوم عاد پر آندھی کا عذاب اس لیے بھیجا تھا کہ اس قوم کو اپنے لمبے قد و قامت' عظیم جسم اور زیادہ قوت پر بہت غرور تھا اور ان کا یہ گمان تھا کہ جب جسم اتنا مضبوط اور قوی ہو تو وہ اپنی جگہ قائم اور ثابت رہتا ہے اور اس کو کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی' اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سخت آندھی بھیجی اور وہ ہوا کے تند و تیز تھپیڑوں سے تنکوں کی طرح ادھر سے ادھر گر رہے تھے اور آندھی کی تاب نہ لا کر یونہی زمین پر اوندھے پڑے پڑے مر گئے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جانب سے آندھی آتے ہوئے دیکھتے تو آپ خوف زدہ ہو جاتے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز آندھی آتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کو یہ ہوا لائی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جس چیز کو یہ لائی ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جب آسمان پر بارش کے آثار ہوتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا' آپ کبھی گھر کے اندر آتے' کبھی گھر سے باہر جاتے اور جب بارش ہونے لگتی تو آپ کی یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میں اس لیے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ جب قوم عاد نے آسمان پر گرد و غبار دیکھا تو کہا تھا:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الاحقاف: ۲۴)

جب قوم عاد نے اپنی وادیوں کی طرف بادلوں کو امڈتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے: یہ بادل ہم پر برسنے والا نہیں ہے' بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کر رہے تھے' یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۝

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ بارش کو دیکھتے تو فرماتے: یہ اللہ کی رحمت ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۹' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ کے حلق کا آخری حصہ دکھائی دے' آپ مسکرایا کرتے تھے اور جب آپ بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ جب آندھی کو دیکھتے ہیں تو اس توقع سے خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہو گی اور میں دیکھتی ہوں کہ بادلوں کو دیکھ کر آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے کون سی چیز یہ اطمینان دلا سکتی ہے کہ ان بادلوں میں عذاب نہیں ہے' ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۸)

اطلاقات قرآن میں ریح اور ریاح کا معنوی فرق اور اس پر بحث و نظر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی کبھی ریح (سخت آندھی) آتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو زانو بیٹھ کر یہ دعا کرتے:

اے اللہ! اس ریح کو رحمت بنا دے اور اس کو عذاب نہ بنا' اے اللہ! اس کو ریاح بنا دے' اس کو ریح نہ بنا' حضرت ابن عباس نے کہا: اللہ کی کتاب میں ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا . (القمر: ۱۹)

بے شک ہم نے ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیج دی۔

marfat.com
Marfat.com

اور فرمایا:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً. (الحجر:۲۲)

اور ہم نے برسانے والی بوجھل ہوائیں بھیجیں پس ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیٰحَ مُبَشِّرٰتٍ. (الروم:۴۶)

اللہ کی نشانیوں میں سے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا ہے۔

(مسند الشافعی ج ۱ص ۱۷۵، رقم الحدیث: ۵۰۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۵۶، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۵۳۳، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۱۵۳۳، اس کی سند میں العلاء بن راشد مجہول ہے، اس نے اس حدیث کو ابراہیم ابن ابی یحییٰ اسلمی سے روایت کیا ہے اور وہ متہم ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن الصدر السعید الحسن التورپشتی المتوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ریاح (ہوائیں) جب کثیر ہوں تو وہ بادلوں کو کھینچ لیتی ہیں اور پھر زیادہ بارش ہوتی ہے اور اس سے غلہ اور پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور جب ریاح (ہوائیں) زیادہ نہ ہوں تو ایک ریح (ہوا) ہوتی ہے اور وہ بانجھ ہوتی ہے، عرب کہتے ہیں کہ بادل کو صرف ریاح ہی بوجھل کرتی ہیں اور میں نے دیکھا کہ امام طحاوی نے ابو عبید سے روایت کیا ہے کہ ہم نے قرآن مجید میں ریح اور ریاح کے لفظ کا تتبع کیا تو جب ریح کی جمع ریاح کا لفظ ہو تو وہ رحمت کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور جب یہ لفظ واحد ہو یعنی ریح تو یہ عذاب کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اس قاعدہ کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! اس ہوا کو ریاح بنانا، ریح نہ بنانا۔

اس کے بعد امام طحاوی نے کہا کہ ابو عبید نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں اس قاعدہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں ریح کا لفظ رحمت والی ہوا کے معنیٰ میں بھی ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ. (یونس:۲۲)

وہی اللہ ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور ان کشتیوں کو رحمت والی ہوا لے کر چلتی ہے۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریح (ہوا) کو بُرا نہ کہو، پس جب تم کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! ہم تجھ سے اس ریح (آندھی) کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا تو نے حکم دیا ہے اور ہم اس ریح کے شر سے اور جس چیز کا تو نے حکم دیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۲، مسند احمد ج ۵ص ۱۲۳ طبع قدیم، مسند احمد ج ۳۵ص ۷۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۹۳۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۲۹۹)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ریح (آندھی) آتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور جس چیز کو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جس چیز کو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۹، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۶)

marfat.com
Marfat.com

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہم نے جو قرآن مجید کی آیت پیش کی ہے (یونس: ۲۲) اور دیگر احادیث صحیحہ جو بیان کی ہیں ان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث ثابتہ میں ریح اور ریاح کا ایسا فرق نہیں ہے کہ ریح کا لفظ عذاب کے ساتھ خاص ہو اور ریاح کا لفظ رحمت کے ساتھ خاص ہو بلکہ قرآن مجید اور احادیث ثابتہ میں ریح کا لفظ جس طرح عذاب کے لیے آیا ہے اسی طرح ریح کا لفظ رحمت کے لیے بھی آیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس حدیث سے ریح اور ریاح میں فرق پر استدلال کیا گیا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ امام ابوجعفر نے جو یہ فرمایا ہے کہ ریح اور ریاح میں یہ فرق نہیں ہے کہ ریح عذاب کے ساتھ خاص ہو اور ریاح رحمت کے ساتھ خاص ہو یہ بالکل بجا اور برحق ہے لیکن ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو رد کرنے کی جرأت نہیں کرتے اور اس حدیث کی سند کے ضعیف ہونے کے باوجود یہ حدیث ساقط الاعتبار نہیں ہے اس کی تاویل ممکن ہے اور اس کا معنی صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے: اے اللہ! اس ریح کو رحمت بنا دے اور اس کو عذاب نہ بنا اور اے اللہ! اس کو ریاح بنا دے اور اس کو ریح نہ بنا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے ہلاکت سے نجات کی دعا کی ہے' کیونکہ اگر یہ ریح ہلاک کرنے والی ہے تو اس کے بعد ادھر اُدھر سے اور ہوائیں نہیں چلیں گی اور اگر یہ ہوا ہلاک کرنے والی نہیں ہے تو اس کے بعد شمال اور جنوب سے اور اِدھر اور اُدھر سے اور ہوائیں آتی رہیں گی تو گویا کہ آپ نے یوں فرمایا: اے اللہ! ہمیں اس ریح سے ہلاک نہ کر دینا کہ اس کے بعد اور کسی طرف سے ہوا نہ چلے بلکہ ہمیں زندگی میں توبہ کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کی مہلت اور توفیق دینا اور اس ریح کے بعد بھی ہم پر ریاح کثیرہ اور ہر طرف سے ہوائیں چلائے رکھنا۔

(کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۳۶۳۔۳۶۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

''ایام نحسات'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوف ناک آواز والی آندھی بھیجی''۔

اس آیت میں ''ایام نحسات'' کے الفاظ ہیں یعنی ان کے منحوس ایام' منحوس کا معنیٰ ہے: بے برکت' اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نجومیوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض ایام منحوس ہوتے ہیں اور بعض ایام مبارک ہوتے ہیں اور متکلمین نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ ''ایام نحسات'' کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ گرد و غبار والے ایام تھے اور بہ کثرت خاک اور مٹی اڑنے کی وجہ سے کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی' نیز ''ایام نحسات'' کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا تھا تو ان کے حق میں یہ ایام منحوس ثابت ہوئے' نجومیوں نے کہا: منحوس کا معنیٰ لغت میں نامبارک اور بے برکت ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں سعد کا لفظ ہے اور سعد کا معنیٰ مبارک ہے اور متکلمین کے دوسرے جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس نے منحوس دنوں میں ان پر عذاب نازل کیا' یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ ان پر ان دنوں میں عذاب ہوا اس لیے وہ دن منحوس ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ایام نحسات (منحوس دنوں میں) کی تفسیر میں چار اقوال ہیں:

marfat.com
Marfat.com

(۱) مجاہد اور قتادہ نے کہا: یہ ایام منحوس اور بے برکت تھے' ایک بدھ سے لے کر دوسرے بدھ تک ان پر عذاب آتا رہا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ (الحاقۃ: ۷-۶)

اور رہی قوم عاد تو اس کو سرکش اور بے قابو خوف ناک آواز والی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ۝ جس آندھی کو اللہ تعالیٰ نے ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دنوں تک مسلط رکھا' پس آپ اس قوم کو دیکھتے ہیں وہ زمین پر اس طرح گرے ہوئے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں (یعنی بے جان) ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر قوم کو بدھ کے دن عذاب دیا گیا تھا۔

(۲) نقاش نے کہا: **نحسات** سے مراد ہے بارادات' یعنی وہ موسم سرما کے سخت سرد ایام تھے اور سخت سردی کی وجہ سے وہ منجمد اور خاکستر ہو گئے تھے اور **نحسات** کا معروف معنی جو بے برکت ہے وہ مراد نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ نے کہا: **ایام نحسات** سے مراد ہے ''**ایام متتابعات**'' یعنی ان ایام میں مسلسل ان پر آندھی کا عذاب آتا رہا' جیسا کہ الحاقۃ: ۷ میں فرمایا ہے: ''**ثمانیة ایام حسوما**'' **حسوما** کا معنیٰ متواتر ہے اور **نحسات** کا معروف معنیٰ مراد نہیں ہے' حافظ ابن کثیر نے بھی اس کی یہی تاویل کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۰۳)

(۴) **ایام نحسات** سے مراد ہے کہ ان ایام میں بہت زیادہ گرد و غبار اڑ رہا تھا اور دیکھنے والوں کو کچھ نظر نہیں آتا تھا اور اس سے **نحسات** کا معروف معنیٰ مراد نہیں ہے کہ وہ ایام منحوس اور بے برکت تھے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۱۷۵-۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بعض ایام کے منحوس ہونے کے ثبوت میں احادیث

ایام کے منحوس اور مبارک ہونے کے سلسلہ میں احادیث اور آثار مختلف ہیں' پہلے ہم وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جن کا تقاضا ہے کہ بعض ایام منحوس ہوتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدھ کے دن میں دائمی نحوست ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۴۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۸۹۹۷' اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے' اس کی سند میں ایک راوی ہے ابراہیم بن ابی حیہ الیسع بن الاشعث' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: یہ متروک ہے۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۵۲' میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے بدھ کے دن یا ہفتہ کے دن فصد لگوائی' پھر اس نے اپنے جسم میں برص کے داغ دیکھے تو وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۴۰۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۴۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۳۲۸' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۱۱۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۱۱۶)

حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں سلیمان ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعرات کے دن فصد لگوائی اور بیمار ہو گیا تو وہ مر جائے گا۔ (علامہ سیوطی نے اس حدیث کے ضعف کی رمز کی ہے)

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۳۲۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۱۱۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۱۱۷)

کبشہ بنت ابی بکرہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منگل کا دن خون

marfat.com
Marfat.com

بہنے کا دن ہے اور اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں خون نہیں رکتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۲' السنن الکبریٰ ج ۹ ص ۳۴۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہفتہ کا دن مکر اور دھوکے کا دن ہے اور اتوار کاشت کاری اور تعمیرات کا دن ہے اور پیر سفر اور طلب رزق کا دن ہے اور منگل لوہے کے کام کا دن ہے اور بدھ کے دن میں چیزیں جانے کا دن ہے' چیزیں ملنے کا دن نہیں ہے اور جمعرات کا دن سلطان کے پاس جانے اور ضروریات طلب کرنے کا دن ہے اور جمعہ کا دن خطبہ اور نکاح کا دن ہے۔ (اس حدیث کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن العلاء ہے اور وہ متروک الحدیث ہے' سو یہ حدیث ضعیف ہے) (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۸۹۹۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۶۱۲' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہار منہ فصد لگوانا زیادہ بہتر ہے' اس سے عقل تیز ہوتی ہے اور قوت حفظ زیادہ ہوتی ہے' پس جو شخص فصد لگوائے وہ اللہ کا نام لے کر جمعرات کے دن فصد لگوائے اور جمعہ' ہفتہ اور اتوار کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو اور پیر اور منگل کے دن فصد لگواؤ اور بدھ کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو' کیونکہ یہی دن ہے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام مرض میں مبتلا ہوئے تھے اور جذام اور برص کی ابتداء جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات سے ہوتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۸۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۱۷۰' اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے اور وہ عثمان بن عبد الرحمان الطرائفی ہے' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۹۳۸' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۷۸۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۸۵' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۳۰۸)

یہ وہ احادیث ہیں جن میں بعض ایام میں کسی کام کا موجب نقصان یا موجب مرض ہونا بیان فرمایا ہے اور اب ہم وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن میں بعض ایام میں کسی کام کو موجب شفا فرمایا ہے۔

بعض ایام کے مبارک ہونے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہار منہ فصد لگوانا زیادہ بہتر ہے اور اس میں شفاء اور برکت ہے اور یہ عقل اور قوت حفظ کو زیادہ کرتی ہے پس اللہ کی برکت سے جمعرات کے دن فصد لگواؤ اور بدھ' جمعہ' ہفتہ اور اتوار کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو اور پیر اور منگل کے دن فصد لگواؤ' کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض سے صحت عطا فرمائی اور بدھ کے دن ان کو مرض میں مبتلا فرمایا تھا' کیونکہ جزام اور برص کی ابتداء بدھ کے دن یا بدھ کی رات کو ہوتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۸۷' المستدرک ج ۴ ص ۴۰۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۱۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہفتہ کے دن ناخن کاٹے اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء داخل ہوگی اور جس شخص نے اتوار کے دن ناخن کاٹے اس سے فقر و فاقہ نکل جائے گا اور تونگری داخل ہوگی اور جس نے پیر کے دن ناخن کاٹے اس سے جنون نکل جائے گا اور صحت داخل ہوگی اور جس نے منگل کے دن ناخن کاٹے اس سے مرض نکل جائے گا اور شفاء داخل ہوگی اور جس نے بدھ کے دن ناخن کاٹے اس سے وسوسہ اور خوف نکل جائے گا اور امن اور شفا داخل ہوگی اور جس نے جمعرات کے دن ناخن کاٹے اس سے جذام نکل جائے گا اور عافیت داخل ہوگی اور جس نے جمعہ کے دن ناخن کاٹے اس میں رحمت داخل ہوگی اور گناہ نکل جائیں گے۔

(اس حدیث کو امام دیلمی نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے' کشف الخفاء ج ۲ ص ۳۹۷)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مہینہ کی سترہ اور انیس اور اکیس تاریخ کو فصد لگوائی اس کو ہر بیماری سے شفا حاصل ہوگی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۶۱، المستدرک ج ۴ ص ۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۴۰، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۳۲۶، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۰۱۱۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتوار کے دن فصد لگوانا شفا ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۷۷۸، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۸۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۱۱۲)

بعض ایام کی نحوست کے ثبوت میں پیش کی گئی احادیث کی تحقیق

علامہ شمس الدین عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: جس نے بدھ کے دن یا ہفتہ کے دن فصد لگوائی اور اس کے جسم میں برص کے داغ ہو گئے وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۹۰۵)

امام دیلمی نے ابوجعفر نیشاپوری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک دن کہا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور میں نے بدھ کے دن فصد لگوائی تو مجھ کو برص ہو گیا، مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: میری حدیث کی اہانت کرنے سے احتراز کیا کرو۔ اس حدیث کی بناء پر امام احمد نے ہفتہ اور بدھ کے دن فصد لگوانے کو مکروہ کہا ہے۔

امام حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، حافظ ذہبی نے اس حدیث کو تلخیص میں رد کر دیا ہے کہ اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے، مہذب میں لکھا ہے کہ سلیمان ضعیف راوی ہے، ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے، امام ابن حبان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے: جس نے جمعرات کے دن فصد لگوائی اور وہ بیمار ہو گیا تو وہ مر جائے گا۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۳۲۹) علامہ مناوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے ان تمام احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا: ان احادیث میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے حنبل بن اسحاق نے کہا کہ امام احمد کا خون جس دن اور جس وقت بھی جوش میں آتا وہ فصد لگوا لیتے تھے۔ (فیض القدیر ج ۱۱ ص ۵۵۹۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی چیز سے بدفالی نکالی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کو ترک کر دیا اور جس کا توکل کم ہو گیا اسی کو اس کے تصرفات میں نحوست ضرر دے گی، علامہ مناوی نے کہا: حاصل یہ ہے کہ جو شخص بدفالی کی وجہ سے بدھ کے دن فصد لگوانے کو ترک کرے گا اور نجومیوں پر اعتقاد رکھے گا تو یہ بہت شدید حرام ہے، کیونکہ تمام ایام اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی چیز اپنی ذات سے نفع اور ضرر نہیں پہنچاتی اور جس کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی چیز کسی چیز میں اثر نہیں کرتی، اس پر کسی بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۴۔۱۳، مکتبۃ الغزالی، دمشق)

بعض دنوں کے منحوس ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق

نجومی اور بعض غیر محقق علماء یہ کہتے ہیں کہ بعض دن نامبارک اور منحوس ہوتے ہیں، ہم اس کی تحقیق کرتے ہوئے پہلے نحس کا معنیٰ بیان کریں گے، پھر قرآن مجید سے یہ بیان کریں گے کہ کسی چیز کو منحوس اور نامبارک اعتقاد کرنا کفار اور جاہلیت کا طریقہ ہے، پھر اس کے عدم جواز پر احادیث پیش کریں گے اور فقہاء اسلام کی عبارات پیش کریں گے اور حٰم السجدۃ: ۱۵ میں ایام نحسات کے

marfat.com
Marfat.com

جس لفظ سے نجومیوں نے بعض ایام کے منحوس ہونے پر استدلال کیا ہے اس کا محمل ہم بیان کر چکے ہیں اور اس سلسلے میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان کا جواب بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق

منحوس کا معنیٰ

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ نے لکھا ہے: نحس خلاف سعد کو کہتے ہیں یعنی بے برکت چیز۔

(کتاب العین ج ۳ ص ۱۷۶۵ قم ایران ۱۴۱۴ھ)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری التوفی ۳۹۸ھ نے لکھا ہے: نحس سعد کی ضد ہے یعنی نامبارک۔

(الصحاح ج ۳ ص ۹۸۱ دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

نحسات کا معنیٰ ہے: مشؤمات یعنی وہ چیزیں جن سے بُرا شگون لیا جائے ایک قول ہے: سخت ٹھنڈی چیزیں نحس کی اصل یہ ہے کہ آسمان کے کنارے سرخ ہو جائیں جیسے بغیر دھوئیں کے آگ کے شعلے ہوں پھر یہ لفظ نحوست اور بدشگونی کے لیے ضرب المثل ہو گیا۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۲۷ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن ابی بکر رازی متوفی ۶۶۰ھ نے لکھا ہے: نحس کا معنیٰ ہے سعد کی ضد یعنی نامبارک۔

(مختار الصحاح ص ۳۷۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ نے لکھا ہے: نحسات کا معنیٰ ہے: مشؤمات یعنی جن چیزوں سے بُرا شگون لیا جائے۔ (نشر ادب الحوزة ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں: نحسات کا معنیٰ ہے: مشؤمات یعنی نامبارک اور بُرے شگون والی چیزیں۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۶۸۹ مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

نحوست اور بدشگونی کے رد میں قرآن مجید کی آیات

ہم نے متعدد کتب لغت کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ منحوس کا معنیٰ ہے: مشؤم اور مشؤم اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بدشگونی لی جائے عربی میں اس کو طِیَرۃ طائر اور تطیر کہتے ہیں اور قرآن مجید نے تطیر کا رد فرمایا ہے:

حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق ان کی قوم ثمود نے کہا:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ○ (النمل: ۴۷)

ثمود نے کہا: ہم آپ سے اور آپ کے اصحاب سے بدشگونی لے رہے ہیں صالح نے کہا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنہ پرور ہو○

ثمود کا مطلب تھا: آپ کی نحوست سے ہم پر قحط آ گیا اور آپ کے آنے کے بعد ہم پر قحط آ گیا اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ تمہاری بدشگونی کا سبب اللہ کے پاس ہے یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی مزعومہ نحوست کی وجہ سے تم پر قحط نہیں آیا بلکہ تمہاری اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر قحط آیا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ

اور ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کی کم پیداوار میں مبتلا کیا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں○ پس جب ان کے پاس خوش حالی اور زرخیزی آتی تو کہتے: یہ ہماری محنت کا ثمرہ ہے اور جب ان

marfat.com
Marfat.com

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (الاعراف: ۱۳۱۔۱۳۰)

پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے' سنو ان کی نحوست کا سبب اللہ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے○

یعنی ان کی بدحالی اور تنگ دستی کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ نحوست نہیں ہے۔ بلکہ ان کا کفر اور فسق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ○ (یٰسین: ۱۹۔۱۸)

اہل انطاکیہ نے رسولوں سے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں' اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہم سے دردناک سزا پہنچے گی ○ رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے' کیا تم نصیحت کیے جانے کو نحوست کہتے ہو' بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو○

ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان سے بارش کو روک دیا تھا جس کو اہل انطاکیہ نے رسولوں کی نحوست کہا' رسولوں نے بتایا کہ تمہاری بدحالی تمہارے کفر کی وجہ سے ہے' جو تمہارے ساتھ ہے۔

ان آیات میں نحوست اور بدشگونی کے لیے تطیر اور طائر کا لفظ آیا ہے' اس کا مادہ طیر ہے جس کا معنیٰ اڑنا ہے' عرب جب کسی کام کا یا سفر کا ارادہ کرتے تو پرندے کو اڑاتے' اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو اس سے وہ نیک شگون لیتے تھے اور وہ کام کر گزرتے یا سفر پر روانہ ہو جاتے اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے وہ بدشگونی مراد لیتے اور اس کام سے رک جاتے' نیک شگون کو وہ تفاؤل کہتے تھے اور بدشگون اور نحوست کو وہ تطیر' طائر اور تشاؤم کہتے تھے' اسلام میں کسی چیز سے بدشگونی لینا یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ کسی چیز کو منحوس کہنا کفار اور جاہلیت کا طریقہ ہے' جیسا کہ مذکور الصدر احادیث سے واضح ہو گیا اور اسلام میں کسی دن کو یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا جائز نہیں ہے' جیسا کہ عنقریب احادیث سے واضح ہو گا۔

نحوست اور بدشگونی کے رد میں احادیث اور ان کی شروح کی عبارات

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر.

کوئی مرض خود بہ خود متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی اور نحوست کی کوئی تاثیر ہے اور نہ اُلو کی نحوست کی کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کے مہینہ کو آگے پیچھے کرنے کا کوئی فائدہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۵۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرب یہ سمجھتے تھے کہ ایک شخص بیمار ہو تو خود بہ خود اس سے بیماری دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی مرض خود بہ خود متعدی نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا: طیرہ کی کوئی تاثیر نہیں ہے' عرب جب پرندہ اڑاتے یا ہرن بھگاتے تو اگر وہ دائیں جانب اڑتا یا بھاگتا تو اسکو سوانح کہتے تھے اور اگر بائیں جانب اڑتا یا بھاگتا تو اس کو بوارح کہتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے اور اپنے مقصود کی طرف نہیں جاتے تھے' شریعت اسلام نے اس کی نفی کی' اس کو باطل قرار دیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ کسی نفع کو حاصل کرنے میں یا کسی ضرر کو دور کرنے میں اس مزعوم نحوست کے خلاف کرنے کی کوئی

marfat.com
Marfat.com

تاثیر نہیں ہے اور آپ نے فرمایا: اور نہ الو کی نحوست کی کوئی تاثیر ہے' کیونکہ عرب والے الو کو منحوس کہتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے تھے اور عرب والے صفر کے مہینے کو بھی منحوس سمجھتے تھے اور محرم کو صفر تک مؤخر کر دیتے تھے اور محرم کو صفر قرار دیتے تھے' اسلام نے اس کو باطل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا عدوی ولا طیرۃ ویعجبنی الفال الصالح الکلمۃ الحسنۃ. نہ کوئی مرض خود متعدی ہوتا ہے اور نہ بدشگونی کی کوئی تاثیر ہے اور مجھے اچھی فال پسند ہے اور وہ نیک الفاظ ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۵۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۵' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۹۶۱' جامع المسانید والسنن رقم الحدیث: ۲۴۷۸)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر طیرہ (بدشگونی) میں کوئی خیر نہیں ہے اور نیک فال میں خیر ہوتی ہے' جب کوئی شخص کوئی اچھی بات سن کر اس سے مستقبل میں کوئی بات نکالے تو وہ فال ہے' طیرہ اور فال میں فرق یہ ہے کہ فال ایک خبر ہے جو غیب سے حاصل ہوتی ہے اور طیرہ میں کسی پرندے یا جانور کی حرکت ہوتی ہے اور اس میں کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا' ایک اور فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور طیرہ میں بُرا گمان ہوتا ہے' اس لیے وہ مکروہ (تحریمی) ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ فال عام ہے خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اور طیرہ کا استعمال صرف بدشگونی میں ہوتا ہے اور شریعت میں فال خوشی کے لیے ہے اور طیرہ رنج اور افسوس کے لیے ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نیک اور اچھی بات کو سن کر خوش ہوتے ہیں جیسا کہ وہ صاف پانی اور خوشگوار منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں' سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے جاتے تو آپ یہ سننا پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کہے: **یا نجیح یا راشد** (اے کامیاب! اے ہدایت یافتہ!) اور اس سے آپ کامیابی کی فال نکالتے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۶)

اور امام ابو داؤد نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھتے' اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۲۰)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حلیمی سے روایت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: زمانۂ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کے لیے روانہ ہوتے' اس وقت کسی پرندے کو دھکیلا جاتا تو وہ اس سے بُرا شگون لیتے' اسی طرح وہ کوے کی آواز سے اور ہرن کے گزرنے سے بھی بُرا شگون لیتے تھے اور ان چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے اور ان سب کو وہ تطیر کہتے تھے اور عجم میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی کام کے لیے جاتے اور اس وقت کوئی بچہ استاذ کے پاس پڑھنے کے لیے جا رہا ہوتا تو اس کو وہ نحوست سمجھتے اور اگر وہ استاذ کے پاس سے آ رہا ہوتا تو اس کو مبارک سمجھتے' بدشگونی لینا اس وقت منع ہے جب انسان اس بدشگونی کو مؤثر جانے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدبر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کو تجربہ سے معلوم ہے کہ اس کے کام کے وقت اگر فلاں چیز پیش آ جائے تو کام نہیں ہوتا (مثلاً اگر سفر کے وقت بلی راستہ کاٹ جائے تو سفر ناکام رہتا ہے) پس اگر ایسے مواقع پر وہ اپنے کام کو ترک کر دے (اور سفر پر نہ جائے) تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایسے موقع پر وہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ طلب

marfat.com
Marfat.com

کرے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزرے' پھر خواہ اس کے دل میں یہ خیال آتا رہے کہ اب چونکہ وہ چیز پیش آ گئی ہے لہٰذا کام نہیں ہوگا تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا' (یعنی بلی کے راستہ کاٹنے کی وجہ سے سفر پر نہ جائے تو وہ عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے نحوست اور بدشگونی کو مؤثر جانا) اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اس کو وہ متوقع ضرر پیش آ جاتا ہے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور یہ دراصل اس کو نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔ علامہ حلیمی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک فال اس لیے پسند تھی کہ بدفالی اور بدشگونی میں بغیر کسی تحقیقی سبب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور نیک فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے (مثلاً وہ تجارت کرنے جا رہا ہے' کوئی شخص اس سے ملنے آیا' پوچھا: آپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: نافع' تو وہ اس سے یہ فال نکالے کہ اللہ اس کو اس تجارت میں نفع دے گا) اور مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نیک فال کی اجازت دینے اور بدشگونی سے منع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی چیز دیکھے اور اس سے یہ نیک گمان کرے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اس کو وہ کام کر لینا چاہیے اور اگر اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال آئے کہ اس کو دیکھنے یا اس کے سامنے آ جانے کی وجہ سے وہ ناکام ہو جائے گا تو اس کو اس بدگمانی کو قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے مقصود کے لیے جانا چاہیے اور اگر اس نے اس چیز کی نحوست کے اعتقاد کو قبول کر لیا اور اپنے مقصود پر جانے سے رک گیا تو یہی وہ بدفالی اور بدشگونی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن للطیبی ج ۸ ص ۳۱۴-۳۱۳) (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۷۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: الطیرہ شرک ہے (یعنی بدشگونی اور نحوست کا اعتقاد شرک ہے) حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم میں سے ہر شخص بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا ہے' لیکن اللہ اس کی وجہ سے توکل لے جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۶۹-۳۶۸' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۲۲' المستدرک ج ۴ ص ۱۱۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۳۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۳۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۶۷' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۱۱۴)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جب بدشگونی کے تقاضے پر عمل کریں گے تو ان کو نفع حاصل ہوگا اور ان سے ضرر دور ہوگا' تو گویا انہوں نے اس کو اللہ کے ساتھ شریک کر لیا اور یہ شرک خفی ہے' شارح نے کہا: یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ کے سوا کوئی چیز بالذات نفع پہنچاتی ہے یا ضرر پہنچاتی ہے تو اس نے شرک جلی کیا' علامہ طیبی نے کہا: اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو وہ منحوس سمجھتے ہیں وہ نقصان دینے میں سبب موثر ہے اور فی نفسہ اسباب کو موثر جاننا شرک خفی ہے تو جب اس کے ساتھ بدعقیدگی اور جہالت بھی شامل ہو جائے تو وہ شرک کیوں نہ ہوگی۔ (شرح الطیبی ج ۹ ص ۳۲۰) (مرقات ج ۸ ص ۳۴۹' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العیافۃ اور الطرق اور الطیرۃ جبت سے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۵۰۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۷ طبع قدیم' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۷' موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۴۲۶)

marfat.com

Marfat.com

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی التوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
العیافة کا معنیٰ ہے: پرندے کو اڑانے یا بھگانے کی کوشش کرنا تا کہ دیکھا جائے کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف اور پھر اس سے نیک یا بد فال نکالی جائے' الطرق کا معنیٰ ہے: رمل' یعنی لکیریں ڈال کر زائچہ کھینچنا اور اس سے غیب کی بات معلوم کرنا اور الطیرة کا معنیٰ ہے: نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنا اور جبت کا معنیٰ ہے: جادو اور کہانت کا عمل کرنا' یا غیر اللہ کی عبادت کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ الطیرة یعنی بدشگونی کا عمل کرنا غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے' یا شرک ہے اور اس کی تائید سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: الطیرة شرک ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۸ ص ۳۱۹۔۳۱۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ الحسن التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ افعال کاہنوں کے افعال سے ہیں (یعنی حرام ہیں)۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۳ ص ۱۰۱۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

نحوست اور بدشگونی کے رد میں دیگر احادیث یہ ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کو منحوس سمجھنے یا بدشگونی کی وجہ سے کسی کام سے رک گیا اس نے شرک کیا' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ دعا کرے: اے اللہ! تیری خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں ہے اور تیری تقدیر کے سوا اور کوئی تقدیر نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۱ ص ۶۲۳' رقم الحدیث: ۷۰۴۵' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۰۴۶' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۰۵)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے الطیرة (منحوس چیز) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان میں اچھی چیز نیک فال ہے اور وہ مسلمان کو کسی کام سے لوٹاتی نہیں ہے' پھر جب تم کوئی منحوس چیز دیکھو تو یہ دعا کرو:

اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ.

اے اللہ! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے اور صرف تو ہی برائیوں کو دور کرنے والا ہے' گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ کی مدد سے حاصل ہوگی۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۲۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۱۹' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۳۹' مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۴۰۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کہانت کا عمل کیا' یا فال کا تیر نکالا یا بدشگونی کی وجہ سے سفر پر نہیں گیا وہ قیامت کے دن جنت کے درجات کو نہیں دیکھ سکے گا۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۲ ص ۴۰۲' رقم الحدیث: ۱۱۳۴)

عورت' گھوڑے اور مکان میں نحوست کی روایت کے جوابات

نحوست اور بدشگونی کی بحث میں یہ حدیث بھی قابل غور ہے' امام محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شوم

marfat.com
Marfat.com

(نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے میں، عورت میں اور مکان میں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۲۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۲۴)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الطیرۃ (بدشگونی اور نحوست) کی بالکلیہ نفی فرمادی ہے اور آپ کا جو ارشاد ہے: شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے اس ارشاد میں آپ نے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی حکایت کی ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ نحوست ان تین چیزوں میں ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں بھی نحوست ان تین چیزوں میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نحوست کی بالکلیہ نفی کرتی تھیں۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوحسان سے روایت کیا ہے کہ بنو عامر کے دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نحوست، عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے، حضرت عائشہ یہ سن کر سخت غصہ ہوئیں، لگتا تھا کہ آپ کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے گا اور ایک آسمان پر، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بالکل نہیں فرمائی، حضرت عائشہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں کو منحوس جانتے ہیں، یہ بات آپ نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۲۳۳، رقم الحدیث: ۷۹۵، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۰، المستدرک ج ۲ ص ۴۷۹) امام ابن عبدالبر نے بھی اس روایت کا ذکر فرمایا ہے، اس روایت کے آخر میں ہے: پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝ (الحدید: ۲۲)

ہر وہ مصیبت جو دنیا میں آتی ہے یا تمہاری جانوں میں، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ کام اللہ پر بہت آسان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جو مصائب آتے ہیں، بیماریاں آتی ہیں اور مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے یا سفر میں نامرادی ہوتی ہے ان سب کا تعلق انسان کی تقدیر سے ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا، کسی چیز کی نحوست یا بدشگونی کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔

ابوحسان کی اس روایت کی یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے بہ شمول امام بخاری، سب نے ابوحسان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت کو حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ جھوٹ ہے، یہ آپ نے تغلیظاً فرمایا ہے۔

اس روایت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے، یہ آپ نے ابتداء اسلام میں زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے اعتقاد کی خبر دی تھی۔ پھر جب صریح قرآن اور سنت ثابتہ نے نحوست کا رد کر دیا تو اس حدیث سے جو حکم مستنبط ہوتا تھا وہ منسوخ ہو گیا نیز یہ حدیث خبر واحد ہے اور اخبار احاد باب عقائد میں حجت نہیں ہیں اور نحوست کے صحیح ہونے کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر عورت اور ہر گھوڑا اور ہر گھر منحوس ہوتا ہے، اس سے مراد

marfat.com

Marfat.com

بعض عورتیں' بعض گھوڑے اور بعض گھر ہیں اور بعض عورتیں بد خلق' حریص' ناشکری یا بانجھ ہوتی ہیں' یہ عورتوں کی نحوست ہے اور بعض گھوڑے سرکش اور اکھڑ ہوتے ہیں' وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے' یہ گھوڑوں کی نحوست ہے اور بعض مکان تنگ اور غیر ہوادار ہوتے ہیں یا ان مکانوں کے پڑوسی بداخلاق اور بے دین ہوتے ہیں' یہ گھروں کی نحوست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتوں' بعض گھوڑوں اور بعض مکانوں میں یہ عیوب اور نقائص ہوتے ہیں اور یہی ان کی نحوست ہے۔ اس نحوست سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آ جائے گی۔ نیز امام ترمذی نے حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بھی روایت کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لا شوم وقد یکون الیمن فی الدار والمراۃ والفرس. (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۲۴' ج ۴ ص ۵۱۵' دار الجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء)

کوئی نحوست نہیں ہے اور کبھی مکان میں' عورت میں اور گھوڑے میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اس حدیث سے ہمارے اس جواب کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے بعض عورتوں کے متعلق نحوست (بہ معنی نقص اور عیب) کی خبر دی ہے نہ کہ کل عورتوں کے بارے میں۔

اس روایت کا چوتھا جواب درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو عورت' گھوڑے اور مکان میں ہوتی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۵۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۹۴)

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان چیزوں میں نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور شوم اور طیرہ (نحوست اور بدشگونی) دونوں ایک چیز ہیں اور بدشگونی شرک ہے کیونکہ امام ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: الطیرہ (بدشگونی) شرک ہے' رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ شوم اور طیرہ واحد ہیں' تو اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے: اگر کسی چیز میں شوم ہو تو گھوڑے' مسکن اور عورت میں ہوگی۔ (صحیح مسلم کتاب السلام رقم الحدیث: ۱۱۹' رقم بلا تکرار: ۲۲۲۶-۲۲۲۵) اور امام طحاوی کی روایت میں ہے کوئی مرض (فی نفسہٖ) متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی طیرہ ہے' اگر کسی چیز میں طیرہ ہو تو عورت' گھوڑے اور مکان میں ہوگی۔

ایک حدیث میں ان تین چیزوں کے لیے شوم کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث میں طیرہ کا ثبوت ہے پس ضروری ہوا کہ ان دونوں سے مراد واحد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۳-۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نحوست اور بدشگونی کے مبحث میں خلاصہ کلام

نجومیوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ بعض ایام اپنی ذات میں منحوس ہوتے ہیں اور بعض ایام اپنی ذات میں مبارک ہوتے ہیں کیونکہ زمانہ کے اجزاء اپنی ذات میں مساوی ہیں' بعض ایام بعض لوگوں کے اعتبار سے منحوس ہوتے ہیں اور وہی ایام دوسرے لوگوں کے اعتبار سے مبارک ہوتے ہیں' مثلاً بدھ کے دن کسی شخص کو بار بار کوئی خوشی یا نعمت حاصل ہو تو وہ کہے گا: میرے لیے یہ مبارک دن ہے' جب بھی بدھ کا دن آتا ہے مجھے کوئی نعمت ملتی ہے اور کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور دوسرے شخص کو بدھ کے دن بار بار کسی نقصان یا کسی مصیبت کا سامنا ہو تو وہ کہے گا: میرے لیے بدھ کا دن منحوس ہے' جب بھی یہ دن آتا ہے میرا کو

marfat.com
Marfat.com

نقصان ہو جاتا ہے یا میرے ہاں کوئی مرگ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ فی نفسہ اس دن میں کچھ نہیں ہے' ایک شخص کے لیے اللہ نے اس دن میں خوشیاں مقدر کر دیں اور دوسرے کے لیے اس دن میں غم مقدر کر دیئے' پس بعض ایام میں غم اور خوشی کا حاصل ہونا تقدیر کے اعتبار سے ہے' اس میں دنوں کی خصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اور دنوں کو منحوس قرار دینا قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے' بعض آیات ہم نے پہلے ذکر کی ہیں اور بعض آیات اب ذکر کر رہے ہیں' جو لوگ بعض دنوں کو منحوس کہتے ہیں وہ ان دنوں میں کام کرنے کو باعث ضرر اور ان دنوں میں کام نہ کرنے کو باعث نفع سمجھتے ہیں' حالانکہ نفع اور ضرر پہنچانے کا مالک صرف اللہ عزوجل ہے' قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ آپ کہیے میں اپنی ذات کے لیے کسی ضرر اور نفع کا مالک نہیں مگر جتنا اللہ چاہے۔ (یونس: ۴۹)

نیز جب انسان بعض دنوں کو منحوس قرار دے کر ان دنوں میں کسی کام کو ترک کر دے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر توکل نہیں رہے گا' حالانکہ مومن کو صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے' قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التوبہ: ۵۱) اور مومنوں کو صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے ○

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ حامد آفندی سے سوال کیا گیا: کیا بعض دن اور راتیں منحوس یا مبارک ہوتی ہیں جو سفر اور دیگر کام کی صلاحیت نہیں رکھتیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جو شخص یہ سوال کرے کہ کیا بعض دن منحوس ہوتے ہیں اس کے جواب سے اعراض کیا جائے اور اس کو جاہل اور بے وقوف قرار دیا جائے' ایسا سمجھنا یہود کا طریقہ ہے' مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اس سلسلہ میں روایت منقول ہے وہ جھوٹ اور باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں پس ایسے عقیدے سے احتراز کرنا چاہیے۔ (العقود الدریہ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۷' المکتبہ الحسبیہ' کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا:

جو شخص فال کھولتا ہو' لوگوں کو کہتا ہو: تمہارا کام ہو جائے گا یا نہ ہو گا' یہ کام تمہارے واسطے اچھا ہو گا یا بُرا ہو گا یا اس میں نفع ہو گا یا نقصان' اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر یہ احکام قطع و یقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں' اس کی تصدیق کرنے والے کو صحیح حدیث میں فرمایا: "فقد کفر بما نزل علی محمد صلی الله تعالی علیه وسلم" اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں' ایسے شخص کی امامت ناجائز۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ ۲ ص ۱۱۹' مکتبہ رضویہ' کراچی' ۱۴۱۲ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

ابو داؤد نے عروہ بن عامر سے مرسلاً روایت کی' کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا' حضور نے فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور بُرا شگون کسی مسلمان کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جا رہا تھا اور بُرا شگون ہوا تو واپس نہ آئے' چلا جائے' جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی بُرا شگون پائے تو یہ کہے: اللهم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله. (بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۸۵' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

marfat.com
Marfat.com

حمٓ السجدۃ:۱۶ میں ''ایام نحسات'' کا لفظ وارد ہے اور اس لفظ سے نجومی یہ استدلال کرتے ہیں کہ بعض ایام منحوس ہوتے ہیں اور میں نے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں سے سنا ہے کہ فلاں دن کپڑا نہیں سلوانا چاہیے اور فلاں دن سفر نہیں کرنا چاہیے اور فلاں دن علاج نہیں کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ' اس لیے میری خواہش تھی کہ اس موضوع پر تفصیل سے لکھوں سو اس آیت کی تفسیر میں یہ موقع آیا اور میں نے اس پر بسط سے لکھا: والحمد للہ رب العلمین۔

میرے عزیز محترم علامہ صاحبزادہ حبیب الرحمان محبوبی زید علمہم و فہمہم نے مجھے بریڈفورڈ سے ایک مکتوب لکھ کر بتایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے کہ کوئی دن منحوس نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

سورۂ حمٓ السجدۃ:۱۶ میں جو ''ایام نحسات'' کا لفظ وارد ہے یہ گذشتہ امتوں کی بہ نسبت ہے اور فقیر کا عمل بھی یہی ہے' وہ کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا جب تک کہ شارع علیہ السلام سے اس کی ترجیح معلوم نہ ہو جیسا کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ ہیں۔

(مکتوب ۲۵۶' دفتر اول حصہ چہارم ص ۶۷' دار المعرفۃ)

حمٓ السجدۃ:۱۷ میں فرمایا: ''اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی' سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیاO''

اس سوال کا جواب کہ قوم ثمود ہدایت پانے کے بعد کیسے گمراہ ہوگئی

ثمود اس قبیلہ کا نام ہے جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا' اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دے دی تھی تو پھر انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر کیسے ترجیح دی' اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ تاحیات ایمان پر قائم رہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کے دو معنی ہیں:

(۱) ایسے راستے کو دکھانا جو انسان کو مطلوب تک پہنچا دے خواہ انسان اس راستے پر چل کر مطلوب تک پہنچے یا نہ پہنچے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO اور بے شک آپ ضرور سیدھا راستہ دکھاتے ہیںO

(الشوریٰ:۵۲)

(۲) ایسی رہنمائی کرنا جو انسان کو مطلوب تک پہنچانے والی ہو' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَO (البقرہ:۲۶۴) اور اللہ کافروں کو مطلوب تک نہیں پہنچاتا' یعنی ان کو صاحب ایمان نہیں بناتاO

اس تمہید کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ہدایت کا دوسرا معنی مراد نہیں ہے' بلکہ پہلا معنی مراد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر دلائل قائم کر دیئے تھے اور ان کو عقل عطا کی تھی جس سے وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر منزل تک پہنچ سکتے تھے' پھر عقل کی مدد کے لیے رسولوں کو بھیجا اور ان کی معجزات سے تائید فرمائی لیکن انہوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید میں رہنا پسند کر لیا۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہاں ہدایت کا دوسرا معنی بھی مراد لے سکتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے سے وہ ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ دیکھنے کے بعد ان کی تصدیق کر دی تھی لیکن بعد میں وہ شیطان کے بہکانے میں آ گئے اور انہوں نے حضرت صالح کی اطاعت پر ان کی نافرمانی کو ترجیح دی اور ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: "تو پھر سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا" اس آیت کے الفاظ ہیں: "صاعقة العذاب الهون"۔ هون کے معنی ہیں: اہانت اور ذلت اور صاعقة کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

اجسام علویہ (جیسے بادل اور بجلی وغیرہ) سے جو سخت گڑگڑاہٹ کی آواز آئے اس کو صاعقہ کہتے ہیں' پھر اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) صعق بہ معنی موت جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ. (الزمر:۶۸)

پس وہ سب ہلاک ہو گئے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔

(۲) صاعقہ بہ معنی عذاب جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ (حٰم السجدۃ:۱۳)

میں نے تم کو ایسے عذاب سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود کے عذاب کی مثل ہے ۝

(۳) صاعقة بہ معنی آگ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ. (الرعد:۱۳)

وہی آسمان سے آگ گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

یہ تمام چیزیں صاعقہ یعنی فضا سے آنے والی سخت گڑگڑاہٹ والی ہولناک آواز سے حاصل ہوتی ہیں۔ کبھی بجلی گرتی ہے تو اس سے فقط آگ حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر الرعد:۱۳ میں ہے اور کبھی اس ہولناک آواز کے ساتھ عذاب دیا جاتا ہے جس کا ذکر حٰم السجدۃ:۱۳ میں ہے اور کبھی اس ہولناک آواز کے نتیجہ میں موت آتی ہے جس کا ذکر الزمر:۶۸ میں ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۳۶۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حٰم السجدۃ:۱۸ میں فرمایا: "اور ہم نے ان لوگوں کو (اس عذاب سے) بچا لیا جو ایمان لے آئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے ۝"

اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لے آتے تھے' یعنی ہم نے ان کو کفار سے ممتاز اور ممیز کر دیا تھا' سو ان پر وہ عذاب نازل نہیں ہوا جو کفار پر نازل ہوا تھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم اسی طرح آپ کے متبعین کے ساتھ اور قوم کفار کے ساتھ معاملہ کریں گے' اگر کفار مکہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے اور ان پر عذاب آنا ناگزیر ہو گیا تو ہم آپ کو اور آپ کے متبعین کو ان کے درمیان سے نکال لیں گے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا

اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا' پھر ان کو جمع کیا جائے گا ۝ حتیٰ کہ جب وہ

مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا

دوزخ کی آگ تک پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی

marfat.com
Marfat.com

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا

دیں گے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے O اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ

گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی اللہ نے گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا اور اسی نے

مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ

تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ

تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا یہ گمان

لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ

تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ یہی گمان ہے جس نے

بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ

تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے O اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے

مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا

اور اگر وہ اللہ کی ناراضگی دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی O

لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ

اور ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی ان پر مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ

کے اور ان کے بعد کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا اور ان کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۷

جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا اور بے شک وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا پھر ان کو جمع کیا جائے گا O حتیٰ کہ جب وہ دوزخ کی آگ تک پہنچ جائیں گے، تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے O اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی اللہ نے گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O (حٰم السجدۃ: ۲۱۔۱۹)

انسان کے اعضاء کے نطق کے ثبوت میں احادیث

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس عذاب کو بیان فرمایا تھا جو دنیا میں ان پر نازل کیا گیا تھا اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کفار کے اس عذاب کو بیان فرما رہا ہے جو آخرت میں ان پر نازل کیا جائے گا۔

حٰم السجدۃ: ۱۹ میں فرمایا ہے: ''فھم یوزعون'' یہ لفظ وزع سے بنا ہے، اس کا معنیٰ ہے: باز رکھنا، یعنی تمام کافروں کو اوّل سے آخر تک روک لیا جائے گا اور پہلے آنے والے کافروں کو دوزخ کے پاس روک لیا جائے گا حتیٰ کہ بعد والے کافر بھی وہاں پہنچ جائیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب تمام کافر وہاں پہنچ جائیں تو پھر ان سے باز پرس کی جائے۔

حٰم السجدۃ: ۲۱۔۲۰ میں فرمایا ہے: ''حتیٰ کہ جب وہ دوزخ کی آگ تک پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں کچھ تنگی محسوس کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: جب چودھویں رات کو بادل نہ ہوں تو تم چاند کو دیکھنے میں کوئی تنگی محسوس کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، تم اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنے تنگ ہو گے جتنے سورج یا چاند کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو، پھر اللہ اپنے بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو سرداری نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو بیوی نہیں دی تھی، کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے تابع نہیں کیے تھے اور تجھ کو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ میں نہیں چھوڑا تھا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھ کو مجھ سے ملاقات کی توقع تھی؟ وہ بندہ کہے گا: نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں بھی تجھے اس طرح بھلا دوں گا جس طرح آج تو نے مجھے بھلا دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ دوسرے شخص سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی اور کیا میں نے تجھے سرداری نہیں دی تھی اور کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے اور کیا میں نے تجھے رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ میں نہیں چھوڑا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یہ توقع تھی کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ کہے گا: نہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک میں تجھے اسی طرح بھلا دیتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ تیسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے بھی اسی طرح کلام فرمائے گا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر ایمان لایا اور تیرے رسول پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور صدقہ کیا اور جتنی اس کی طاقت ہوگی وہ اتنی حمد وثناء کرے گا، پھر اس بندے سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں، وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگائی جائے گی اور اس کی ران سے اور اس کے گوشت سے اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: اب تم کلام کرو، پھر اس کی ران، اس کا

marfat.com
Marfat.com

گوشت اور اس کی ہڈیاں بتائیں گی کہ اس نے کیا کام کیے تھے اور یہ اس لیے کہ وہ خود اپنا عذر بیان کرے اور یہ شخص منافق ہوگا اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ہنسنے لگے، آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا تھا؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے، آپ نے فرمایا: میں بندہ کی اس کے رب کے ساتھ بات چیت پر ہنس رہا تھا، بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں، بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف صرف اپنے نفس کی شہادت کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج صرف تیری ہی تیرے خلاف شہادت ہوگی اور کراماً کاتبین گواہ ہوں گے، آپ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، پھر اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: اب تم کلام کرو، پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے، پھر وہ بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا: تم دور رہو، میں تمہارے لیے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۰، جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۱۷۳۳)

انسان کے اعضاء کے نطق کی کیفیت میں اقوال مفسرین

انسان کے اعضاء جو اس کے خلاف شہادت دیں گے اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ان اعضاء میں فہم، قدرت اور نطق پیدا کر دے گا اور وہ اس طرح شہادت دیں گے جس طرح انسان کسی ایسے واقعہ کی شہادت دیتا ہے جس کو وہ پہچانتا ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان اعضاء میں آوازیں اور حروف پیدا کر دے گا جو معانی پر دلالت کرتے ہیں جس طرح اللہ نے درخت میں کلام پیدا کر دیا تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء میں ایسی علامات پیدا کر دے گا جو انسان سے ان افعال کے صدور پر دلالت کریں گی۔

مؤخر الذکر دونوں قول ظاہر قرآن کے خلاف ہیں اور ہمارے نزدیک پہلا قول برحق ہے کیونکہ اعضاء سے جو تصرفات ظاہر ہوتے ہیں، ان میں اعضاء کی خصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے، مثلاً زبان جو نطق کرتی ہے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ زبان میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے اس سے نطق صادر ہوتا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبان میں نطق پیدا کر دیا، اگر وہ چاہتا تو آنکھوں میں نطق پیدا کر دیتا، کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ مکہ میں ایک پتھر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ! (صحیح مسلم: ۲۲۷۷) اور جب آپ مکہ کے راستہ میں جاتے تھے تو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ! (سنن ترمذی: ۳۶۲۶) اور صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے طعام کی تسبیح سنتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳۳) تو جب اللہ تعالیٰ پتھروں میں، پہاڑوں میں اور درختوں میں کلام پیدا کر سکتا ہے تو انسان کے اعضاء میں کلام کا پیدا کر لینا کب زیادہ تعجب انگیز ہے۔

کان، آنکھ اور کھال کی خصوصیت کی توجیہ

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں کان، آنکھ اور کھال کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ کلام کریں گی اور باقی اعضاء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حواس پانچ ہیں: قوت سامعہ، قوت باصرہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ اور قوت لامسہ اور قوت لامسہ کا آلہ کھال ہے کیونکہ جب کھال سے کوئی چیز مس ہوتی ہے تو وہ ادراک کرتی ہے کہ یہ سرد ہے یا گرم، نرم ہے یا سخت وغیرہ۔ لہٰذا کھال میں قوت لامسہ آ گئی اور قوت ذائقہ کا ادراک بھی قوت لامسہ سے حاصل ہو جاتا ہے

marfat.com
Marfat.com

ہر چند کہ کامل نہیں ہوتا اور قوت شامہ بہت کم زور حس ہے' اس کے مدرکات پر حلال اور حرام کا زیادہ تعلق نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی تو وہ کہیں گے: ہمیں اسی اللہ نے گویائی بخشی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم کو پہلی بار گویائی دی تھی' پھر اس نے تم کو دوبارہ پیدا کیا اور دوبارہ تم کو گویائی دی تو اب اس نے تمہارے اعضاء کو گویائی دے دی ہے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اس وجہ سے اپنا گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان' تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی' لیکن تمہارا گمان یہ تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ یہی گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کر دیا' پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے O اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ اللہ کی ناراضگی دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی O اور ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی ان پر مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے کے اور ان کے بعد کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا اور ان کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا اور بے شک وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O (حم السجدة: ۲۵-۲۲)

اللہ کے ساتھ اس گمان کی مذمت کہ اس کو بندوں کے اعمال کا علم نہیں ہوگا

حم السجدة: ۲۲ میں فرمایا ہے: ''اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان' تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا گمان یہ تھا کہ تم جو کچھ کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O''

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کفار کوئی برا اور شرم ناک کام کرنے لگتے تو وہ اپنے کام کو چھپاتے تھے لیکن ان کا چھپانا اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کی کھال اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے برے کاموں کی شہادت دیں گی کیونکہ وہ نہ قیامت کے قائل تھے اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے کے اور نہ حساب اور کتاب کے معترف تھے' بلکہ ان کا چھپ کر گناہ کرنا اس لیے تھا کہ ان کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان اعمال کا پتا نہیں چلتا جو چھپ کر کیے جائیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے' یہ بہت موٹے اور جسیم تھے اور ان کے دلوں میں فقہ بہت کم تھی' پس ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سن رہا ہے' دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں گے تو وہ سنے گا اور اگر آہستہ باتیں کریں گے تو وہ نہیں سنے گا' دوسرے نے کہا: اگر وہ ہماری زور سے کی ہوئی باتیں سن سکتا ہے تو وہ ہماری آہستہ سے کی ہوئی باتیں بھی سن سکتا ہے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے۔ الخ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۶۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۳۲۸)

حم السجدة: ۲۳ میں فرمایا ہے: ''اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ یہی گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کر دیا' پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے O''

اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کے متعلق احادیث

یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ کو اس کے کاموں کا علم نہیں ہوگا ان لوگوں میں سے ہوگا جو ہلاک ہونے والے ہیں اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کی دو قسمیں ہیں: ظن حسن اور ظن فاسد ظن فاسد کی ایک مثال یہی ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے اور ظن حسن کی مثال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے یہ گمان رکھے کہ وہ اس پر فضل اور رحمت فرمائے گا' اس کے گناہوں پر پردہ رکھے گا' اس کی توبہ قبول فرمائے گا' اس کو بخش دے گا اور اس کو دارین میں اجر و ثواب عطا فرمائے گا' حدیث میں ہے:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۱' ج ۴ ص ۱۰۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۵ ص ۳۹۸ رقم الحدیث: ۱۶۰۱۶' ج ۲۸ ص ۱۸۷ رقم الحدیث: ۱۶۹۷۹' موسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۹ھ' المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۲۱۱)

ایک اور سند سے یہ روایت ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں' اگر وہ خیر گمان کرے تو خیر ہے اور اگر وہ شر گمان کرے تو شر ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۰۳' ریاض' المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۲۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱)

یزید بن اسود بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا' حضرت واثلہ میری عیادت کے لیے آئے اور پوچھا: تمہارا اللہ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ میں نے کہا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ہلاکت قریب نظر آتی ہے لیکن میں اللہ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں' حضرت واثلہ نے کہا: اللہ اکبر اور گھر والوں نے بھی کہا: اللہ اکبر' حضرت واثلہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: اللہ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں' وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔ (جامع شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۵' رسائل ابن ابی الدنیا حسن الظن باللہ رقم الحدیث: ۲' الادب للبیہقی رقم الحدیث: ۱۶۰' الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۹۰۹' المستدرک ج ۴ ص ۲۴۰)

اسی طرح ایک اور حدیث ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کسی شخص پر ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۱۱۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۲ ص ۲۸ رقم الحدیث: ۱۴۱۲۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۹۰۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۱۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۸۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۱۱' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۵۵' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۱۳۹۵)

اسی طرح اللہ کے ساتھ ظن رکھنے والوں کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ان کی ہے جو نجات یافتہ ہیں جن کے متعلق فرمایا تھا:

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۝ (البقرہ: ۴۶)

جن لوگوں کا یہ ظن ہے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۝

اور جو لوگ عذاب یافتہ ہیں ان کا اللہ کے ساتھ وہ ظن ہوتا ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

حٰم السجدۃ: ۲۴ میں فرمایا: ''اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ اللہ کی ناراضگی دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی''۔

عتاب کا معنیٰ اور دوزخ میں کفار کے عذاب کا لزوم

اس آیت میں ''یستعتبوا'' اور ''معتبین'' کے الفاظ ہیں' ان کا مادہ عتب ہے' عتب کے معنیٰ ہیں: ناراض ہونا' عتبہ دراصل اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اترنے والے کو کچھ دکھ اور چبھن ہو' اسی لیے سیڑھی اور چوکھٹ کو عتبہ کہا جاتا ہے اور جب یہ باب افعال سے ہو تو اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہوتا ہے اور اس کا معنیٰ ہوتا ہے: ناراضگی اور عتاب دور کرنا' یعنی منانا اور

marfat.com

Marfat.com

معتبین باب افعال کا اسم مفعول ہے اور ''فماھم من المعتبین'' کا معنیٰ ہے: وہ ان لوگوں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی اور اگر یہ باب استفعال سے ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا: ناراضگی کے ازالہ کو طلب کرنا۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۱۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اگر یہ دوزخ کے عذاب اور تکلیف کو ضبط کر لیں اور اس پر بے چینی اور اضطراب کا اظہار نہ کریں اور درد کی شدت سے آہ و بکا اور فریاد نہ کریں تب بھی ان کا ٹھکانا وہی دوزخ کی آگ ہے اور اگر یہ اس عذاب کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے شرک اور کفر پر عذر پیش کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ازالہ کی کوشش کریں تو ان کی یہ کوشش رائیگاں جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوگا سو ان سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا' پس ان کا صبر کرنا اور بے صبری کا اظہار کرنا برابر ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے' دوزخ میں کفار یہ کہیں گے:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ○ ہمارے لیے برابر ہے خواہ ہم بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں' ہمارے لیے عذاب سے نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ (ابراہیم: ۲۱)

قیض کا معنیٰ

حٰمٓ السجدۃ: ۲۵ میں فرمایا: ''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی ان پر مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے کے اور ان کے بعد کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا اور ان کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا اور بے شک وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے ○''

''قیضنا'' کا مادہ قیض ہے' قیض کا معنیٰ ہے: انڈے کے اوپر والا چھلکا' جو انڈے کے ساتھ چپکا ہوا ہوتا ہے' اس مناسبت سے تقییض کا معنیٰ ہے: کسی کو کسی کے ساتھ لگا دینا' لازم کر دینا' چمٹا دینا' مسلط کر دینا' قیض کا معنیٰ بدل اور عوض بھی ہے۔ اسی مناسبت سے بیع مقایضہ کا معنیٰ ہے: وہ بیع جس میں سامان کا سامان کے عوض تبادلہ ہو۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۳۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت کا معنیٰ ہے: ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بعض شیاطین کو ان کافروں کا دوست بنا کر ان پر مسلط کر دیا جو ان کے لیے دنیا اور آخرت کی چیزوں کو خوش نما بنا کر دکھاتے ہیں' دنیا کی چیزوں میں سے گناہوں کی لذتوں کو اور آخرت کی چیزوں میں سے حشر و نشر اور حساب و کتاب کے انکار کو پیش کرتے ہیں' جیسے کسی ملحد نے کہا ہے: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' یعنی اے بابر! عیش و عشرت میں زندگی گزارو کہ یہ جہاں دوبارہ نہیں آئے گا۔ سامنے کے امور سے مراد دنیا ہے اور بعد کے امور سے مراد آخرت ہے۔

جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایسے خیر خواہ ساتھی مسلط کر دیتا ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور اس میں اس کی مدد کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایسے بدخواہ ساتھی مسلط کر دیتا ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی دعوت دیتے ہیں اور فسق و فجور میں اس کی مدد کرتے ہیں اور ان بدخواہ ساتھیوں میں سے لمّہ شیطان (ہم زاد) ہے' جو اس کو بُرے کاموں کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور گناہ کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے تاکہ انسان بالآخر دوزخ کے عذاب کا مستحق ہو جائے اور اس سے نجات اس طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے نفس امارہ اور اس کے احکام اور اس کی خواہشات کی مخالفت

marfat.com
Marfat.com

کرے اور اپنے نفس سے جہاد کرے۔

حدیث میں ہے' امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے اور اس کی خواہشات سے جہاد کرو۔

علاء بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سے کون افضل ہے؟ انہوں نے کہا: جو شخص اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے' سائل نے کہا: یہ آپ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؟ انہوں نے کہا: بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۲' رقم الحدیث: ۲۲۳۳۔۲۲۳۲)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ ایک روایت میں ہے: جو اللہ کے لیے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (مسند احمد) (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۔۲۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۹ ص ۳۷۵' رقم الحدیث: ۲۳۹۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۲۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ رقم الحدیث: ۸۰۳۔۸۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴۔۷۲' سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۴۱۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۷۵۳)

اور اسی معنیٰ میں یہ حدیث مشہور ہے۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین متوفی ۹۷۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجاہدین کا ایک گروہ آیا تو آپ نے فرمایا:

قدمتم خیر مقدم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر مجاهدة العبد هواه. (الدیلمی)

تم آئے ہو' تمہارا آنا مبارک ہے' تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہو اور وہ بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا ہے' اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۶۱۶' رقم الحدیث: ۱۱۷۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: جو شخص اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس پر غضب ناک ہوا' اللہ اس کو اپنے غضب سے مامون رکھے گا۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۶۱۶' رقم الحدیث: ۱۱۷۷۸)

مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو قول ثابت ہے اس کا بیان

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور ان کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا'' اس قول سے مراد یہ آیات ہیں:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ (ھود: ۱۱۹)

اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جنات اور انسانوں سب سے دوزخ کو بھر دوں گا ○

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ (السجدۃ: ۱۳)

اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ضرور ہدایت یافتہ بنا دیتے' لیکن میرا یہ قول برحق ہے کہ میں ضرور بہ ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے سب سے بھر دوں گا ○

marfat.com

Marfat.com

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (الاعراف:۱۸)

فرمایا: (اے ابلیس!) تو یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا' ان میں سے جو شخص تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور بہ ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا○

اللہ تعالیٰ کے گناہ کا ارادہ کرنے کے متعلق امام رازی اور ابو علی جبائی کی معرکہ آرائی

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی ان پر مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے کے اور ان کے بعد کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا''۔

ہمارے اصحاب نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر سے کفر کا ارادہ فرماتا ہے' انہوں نے کہا: اس موقف کی تقریر اس طرح ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ جب وہ کافروں کے لیے ایسے ساتھیوں کو ان پر مسلط فرمائے گا تو وہ ان کے لیے باطل کو خوش نما بنا دیں گے اور ہر وہ شخص جو کوئی ایسا کام کرے جس پر لامحالہ ایک اثر مرتب ہو گا تو ضروری ہے کہ اس فعل کا فاعل اس اثر کا ارادہ کرنے والا ہو' پس ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے لیے ایسے ساتھیوں کو ان پر مسلط کیا تو اس نے ان کافروں سے کفر کا ارادہ کیا۔ اس کا جبائی نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا ارادہ کرے تو پھر کفار گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہوں گے' حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کافروں سے ان کے کفر اور معصیت کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے' جب کہ اس نے خود فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذٰریٰت:۵۶)

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے صرف عبادت کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے کفر اور معصیت کا ارادہ نہیں کرتا اور رہی یہ آیت تو اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے کافروں کے لیے ان کے ساتھیوں کو ان پر اس لیے مسلط کیا ہے کہ وہ ان کے لیے دنیا اور آخرت کی چیزوں کو مزین اور خوش نما کریں' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ہم نے ان ساتھیوں کو ان کافروں پر مسلط کر دیا تو انہوں نے ان کے لیے دنیا اور آخرت کی چیزوں کو مزین کر دیا' بایں طور کہ ہر ایک نے دوسرے کی طرف اپنی جنس سے کوئی چیز نکالی۔ پس شوہر اور بیوی میں سے ایک کو دوسرے پر مسلط کر دیا اور غنی کو فقیر کے لیے اور فقیر کو غنی کے لیے مسلط کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان میں سے بعض نے بعض دوسروں کے لیے گناہوں کو مزین کر دیا۔

امام رازی نے جبائی کے رد میں پھر اپنی اس دلیل کو دہرایا ہے کہ جب ایک فاعل کو قطعی طور پر معلوم ہو کہ وہ کوئی کام کرے گا تو اس سے فلاں اثر برآمد ہو گا اور پھر وہ اس کام کو کرے تو اس کا لازماً یہی مطلب ہے کہ اس نے اس اثر کا ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ جب وہ کافروں پر ان کے ساتھیوں کو مسلط کرے گا تو وہ ساتھی ان کو کفر اور گمراہی میں مبتلا کریں گے تو اس کا لازماً یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور گمراہی کا ارادہ کیا ہے اور جبائی نے اس کے جواب میں جو یہ کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے معاصی کا ارادہ کیا اور انہوں نے وہ معاصی کر لیے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہو گئے' حالانکہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں' جبائی کے اس جواب سے ہماری دلیل کا رد نہیں ہوتا' کیونکہ اگر کوئی شخص دوسرے کے ارادہ کے موافق کام کرنے سے اس کا اطاعت گزار ہو جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے ارادہ

marfat.com
Marfat.com

کے موافق افعال کو پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ بندوں کا اطاعت گزار ہو جائے حالانکہ یہ بداہۃً باطل ہے' نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ الزام لفظی ہے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اطاعت سے اگر یہ مراد ہے کہ ارادہ کے موافق فعل کیا جائے تو جس طرح یہ لازم آ رہا ہے کہ کافر اللہ کے اطاعت گزار ہو جائیں اسی طرح یہ بھی لازم آ رہا ہے کہ اللہ بندوں کا اطاعت گزار ہو جائے اور اگر اطاعت سے کوئی اور معنیٰ مراد ہے تو اس کو بیان کیا جائے تا کہ دیکھا جائے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۵۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی اور ابو علی جبائی کے درمیان مصنف کا محاکمہ اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تعظیم

امام رازی نے جبائی کی اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے گناہ کرنے کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خود فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ (الذاریٰت: ۵۶)

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ○

دوسری بات یہ ہے کہ امام رازی کا بیان کردہ یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جب کوئی فاعل ایسا فعل کرے جس پر لامحالہ ایک اثر مرتب ہو اور وہ اس چیز کے علم کے باوجود ایسا فعل کرے تو اس کا لازماً معنیٰ یہ ہے کہ اس نے اس فعل کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن حٰمٓ السجدۃ: ۲۵ پر اس قاعدہ کا اطلاق اور انطباق صحیح نہیں ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے کے اور ان کے بعد کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا''۔ کیونکہ اگر مثلاً شیطان یا اس کے چیلوں نے انسانوں کے لیے دنیا میں گناہوں کو اور آخرت میں حشر و نشر کے انکار کو مزین کر دیا ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ انسان اس کے وسوسوں کو قبول کرلے' تمام انبیاء علیہم السلام اور اکثر صحابہ کرام' اولیاء اللہ اور اللہ کے نیک اور ثابت قدم بندوں کے لیے بھی شیطان دنیا کو اور اس کی پُر معصیت لذتوں کو خوشنما بنا کر دکھاتا ہے لیکن وہ اس کے دام فریب میں نہیں آتے اور شیطان ناکام رہتا ہے' اور شیطان نے خود اعتراف کیا کہ وہ لوگوں کے سامنے گناہوں کو مزین کرے گا اور انہیں خوش نما بنا کر دکھائے گا لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کے نیک بندوں کو راہ استقامت سے نہیں ہٹا سکے گا' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○ (الحجر: ۴۰-۳۹)

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے تو قسم ہے میں ضرور ان کے لیے زمین میں گناہوں کو مزین کروں گا اور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا ○ ان میں سے ماسوا تیرے ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیں ○

اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ شیطان جب انسانوں کے لیے گناہوں کو مزین کرتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان ضرور وہ گناہ کر بیٹھیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جب کافروں کے لیے کچھ ایسے ساتھی مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے گناہوں کو خوش نما بنا دیا تھا تو یہ لازم اور ضروری نہیں تھا کہ وہ ان کے بہکانے میں آ کر کفر یا گناہ کر لیتے اور یہ ایسا فعل نہیں کہ اس کے نتیجہ میں وہ لازماً کفر یا گناہ کریں حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ جب اللہ کو علم تھا کہ وہ اس فعل کے بعد کفر کریں گے تو ثابت ہوا کہ اللہ نے ان کے کفر کا ارادہ کر لیا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے صرف کفر اور گمراہی کے داعی نہیں بھیجے' ایمان اور اطاعت کے داعی بھی بھیجے ہیں' اگر دنیا میں شیطان اور

marfat.com
Marfat.com

اس کے چیلوں کو مسلط کیا ہے تو ان کے وسوسوں کے ازالہ کے لیے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بھی مقرر کیا ہے اور ہر انسان کے ساتھ نیکی کی ترغیب دینے کی ایک روح پیدا کی اور برائی کی تحریک کے لیے بھی ایک روح پیدا کی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴)

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد: ۱۰)

اور ہم نے اس کو دونوں راستے دکھا دیئے ۝

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (الشمس: ۱۰۔۷)

اور قسم ہے نفس کی اور اس کو درست بنانے کی ۝ پس اس کو اس کے برے کاموں کی اور برے کاموں سے اجتناب کی فہم عطا کی ۝ جس نے اپنے باطن کو صاف کر لیا وہ کامیاب ہو گیا ۝ اور جس نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت میں نہ لگایا وہ ناکام ہو گیا ۝

سو اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں کیا کہ کافر کے اوپر صرف شیطانی ساتھیوں کو مسلط کر دیا کہ وہ اس کو گمراہ کر ڈالیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کو شیطانی وسوسوں کے ازالہ کے لیے بھی بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو ہدایت دیں' اگر شیاطین انسان کے سامنے گناہوں کو مزین کر کے دکھاتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام اس کے سامنے ایمان اور نیکیوں کو مزین کر کے دکھاتے ہیں اور جس طرح انبیاء علیہم السلام کے نیکیوں کو مزین کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان ضرور مومن اور صالح ہو جائے اسی طرح شیطانوں کے گناہوں کو مزین کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان ضرور کافر اور فاسق ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر اور شر' ایمان اور کفر' اطاعت اور معصیت کے دونوں راستے دکھا دیئے اور اس کو عقل اور فہم عطا کر دی' وہ اپنے لیے جس چیز کو بھی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہی چیز پیدا کر دیتا ہے اور اسی اعتبار سے اس کو جزاء اور سزا ملتی ہے' بہر حال امام رازی نے اللہ تعالیٰ کے لیے گناہ کا ارادہ ثابت کرنے کے لیے جو بنیاد قائم کی تھی وہ منہدم ہو گئی' امام رازی نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے کفر اور ان کے گناہوں کا ارادہ کرتا ہے یہ اس لیے غلط ہے کہ پھر اس نے ہدایت دینے کے لیے انبیاء اور رسل کیوں بھیجے' گناہوں پر ملامت اور مذمت کیوں کی' جزاء اور سزا کا نظام کیوں قائم کیا' اللہ تعالیٰ امام رازی کی مغفرت فرمائے' ان کے درجات بلند فرمائے' انہوں نے بہت سنگین بات کہی ہے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔

ہم اس سے پہلے الزمر: ۶۲ میں ''اللہ خالق کل شیء'' کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ اصول یہ ہے کہ ہر چند کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ لیکن قبیح چیزوں کو خلق کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف اسناد کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ایمان اور اطاعت کا خالق ہے' لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ کفر اور معصیت کا خالق ہے' نیز اگر یہ کہا جائے گا کہ کافر کے کفر کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا تو اس سے منکروں اور ملحدوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ جب کافر کے کفر کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا اور اس میں کفر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا تو پھر کافر کے کفر کرنے میں اس کا کیا قصور ہے اور پھر اس کو کفر کی سزا دینے میں کیا اس پر ظلم نہیں ہے؟

اس لیے صحیح یہی ہے اور اسی میں سلامتی ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ ہر انسان خواہ وہ مومن ہو یا کافر وہ اپنے افعال میں آزاد اور مختار ہے' وہ جس فعل کو اختیار کرتا ہے اور جس کام کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں اسی فعل اور اسی کام کو پیدا کر دیتا ہے اور اسی اعتبار سے وہ انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ جب بندوں کو اختیار دیا جائے گا تو وہ اپنے اختیار سے کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے۔

میں نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس سے امام رازی کی تغلیط یا تنقیص مقصود نہیں ہے۔ مقصود صرف احقاق

marfat.com
Marfat.com

حق اور ابطال باطل ہے‘ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تعظیم کو بیان کرنا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم‘ والحمد للہ رب العلمین

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ

اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو مت سنا کرو اور (اس کی قرأت کے وقت) لغو باتیں کیا کرو تاکہ تم

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا

غالب آ جاؤ ○ بے شک ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے

وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ

اور ان کو ہم ان کے بدترین کاموں کی سزا ضرور دیں گے○ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا (جو) دوزخ کی

اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

آگ ہے‘ اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے‘ یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے○

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ

اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے ہمیں

وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾

گم راہ کیا تھا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رکھ کر پامال کریں تاکہ وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ سے ہو جائیں○

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ

بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے‘ پھر وہ اس پر مستقیم رہے‘ ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے)

الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ

نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ

سے وعدہ کیا گیا ہے○ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لیے اس جنت میں

marfat.com
Marfat.com

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا

ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو O (یہ) بہت

مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

ع ۱۸

بخشنے والے' بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے کہا: تم اس قرآن کو مت سنا کرو اور (اس کی قرأت کے وقت) لغو باتیں کیا کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ O بے شک ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور ان کو ہم ان کے بدترین کاموں کی سزا دیں گے O یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا (جو) دوزخ کی آگ ہے' اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے' یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے O اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رکھ کر پامال کریں تا کہ وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ سے ہو جائیں O

(حٰمٓ السجدۃ: ۲۹۔۲۶)

کفار کے جرائم اور ان کی سزا

اس آیت میں ''والغوا'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ لغو ہے' اس کا معنیٰ ہے: بے فائدہ کلام جو اس لائق ہو کہ اس کو ساقط کر دیا جائے' لغو کلام وہ ہوتا ہے جو ناقابل شمار ہو' بغیر غور و فکر کے جو کسی سے بات کی جائے اور وہ خرافات اور ہذیان پر مشتمل ہو' یا جھوٹے قصے کہانیاں جیسے کفار نے رستم اور اسفندیار کے قصے گھڑ رکھے تھے' جب مسلمان قرآن پڑھتے تھے تو وہ بلند آواز سے ایسی فضول باتیں سناتے' اشعار پڑھتے اور تالیاں بجاتے تا کہ قرآن پڑھنے والوں کو تشویش ہو' ان کا ذہن مضطرب ہو اور وہ بھول جائیں کہ وہ کیا پڑھ رہے تھے۔

ان کے لغو باتیں کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ کو یہ معلوم تھا کہ قرآن مجید لفظی اور معنوی اعتبار سے کامل ہے اور جو شخص بھی اس کے الفاظ کی فصاحت اور بلاغت میں غور کرے گا اور اس کے معانی میں تدبر کرے گا تو اس کی عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ یہ برحق کلام ہے اور کسی انسان یا جن کے بس میں ایسا کلام پیش کرنا ممکن نہیں ہے' یہ انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے' پھر جو شخص یہ کلام سنے گا وہ اپنے کفر پر قائم نہیں رہے گا' بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آئے گا۔

حٰمٓ السجدۃ: ۲۷ میں فرمایا: ''بے شک ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے O''

اس آیت میں بدترین عذاب چکھانے کا ذکر ہے' اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس چیز کو چکھا جاتا ہے وہ بہت کم ہوتی ہے تو جب اللہ کے سخت عذاب کے چکھنے کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہے تو جب ان کو اس سخت عذاب کی پوری مقدار میں مبتلا کیا جائے گا تو پھر اس کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور ان کو ہم ان کے بدترین کاموں کی سزا دیں گے''۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو ان کے زیادہ برے کاموں کی سزا دی جائے گی اور جو کام ان کے نسبتاً کم برے ہوں گے ان کی سزا نہیں دی جائے گی' بلکہ ان کو ان کے ہر قسم کے برے کاموں کی سزا دی جائے گی اور جو کام زیادہ برے ہوں گے ان میں عذاب کی کیفیت نسبتاً زیادہ شدید ہوگی اور دنیا

marfat.com
Marfat.com

میں انہوں نے جو نیکی کے کام کیے ہوں گے' مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا' بھوکوں کو کھانا کھلانا' مظلوموں کی مدد کرنا وغیرہ وہ تمام کام ضائع کر دیئے جائیں گے اور ان کو آخرت میں ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' کیونکہ توحید و رسالت پر ایمان لائے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

حٰمٓ السجدۃ: ۲۸ میں فرمایا: ''یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا (جو) دوزخ کی آگ ہے' اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے' یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھےO''

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ ان کو ان کے بُرے کاموں کی سزا دی جائے گی' اس آیت میں اس سزا کا بیان ہے کہ وہ سزا دوزخ کی آگ ہے اور فرمایا: ''اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے'' یعنی دوزخ میں ایک مخصوص طبقہ ہے جس میں ان لوگوں کو ہمیشہ عذاب دیا جائے گا' کیونکہ بعض فساق مؤمنین کو بھی تطہیر کے لیے دوزخ میں رکھا جائے گا' لیکن ان کا دوزخ میں عارضی قیام ہوگا' بعد میں ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا' اس کے برخلاف کفار کے لیے دوزخ میں دائمی عذاب کا گھر بنایا جائے گا۔

نیز فرمایا: ''یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے'' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کی قرأت کے وقت بلند آواز سے لغو باتیں کرتے تھے' اس کو جحود اور انکار سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ قرآن مجید معجز کلام ہے اور ان کو خطرہ تھا کہ جب لوگ اس کلام کو سن لیں گے تو اس پر ایمان لے آئیں گے' پس وہ جانتے تھے کہ قرآن مجید معجز کلام ہے لیکن وہ حسد' بغض اور عناد سے اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے۔

حٰمٓ السجدۃ: ۲۹ میں فرمایا: ''اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے رکھ کر پامال کریں تاکہ وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے سے ہو جائیںO''

اس آیت میں ماضی کے صیغے کا ذکر ہے: ''وقال الذین کفروا'' اور کفار نے کہا' اور اس سے مراد مستقبل کا زمانہ ہے یعنی کفار دوزخ میں یہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا' جنات میں سب سے پہلے جس نے گم راہ کیا تھا وہ ابلیس ہے اور ابن آدم میں سے جس نے سب سے پہلا گناہ کیا اور بعد کے لوگوں کو گمراہ کیا وہ قابیل ہے جس نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔

حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ میں سے ایک حصہ قابیل کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵-۶۸۶۷-۷۳۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۷۴۴)

عارفین نے کہا ہے کہ جب انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوتی ہیں تو اس وقت وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی وہ صفات دکھائے جن میں جبلی طور پر شیطانیت اور حیوانیت کے تقاضے ہوتے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ وہ ان صفات کو فنا کر دے تاکہ جب وہ اس دنیا سے جائے تو بالکل پاک اور صاف ہو اور اس کے دل میں شیطانیت اور حیوانیت کے تقاضوں میں سے کوئی ذرہ نہ ہو۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مستقیم رہے' ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے O ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور اس میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو O (یہ) بہت بخشنے والے' بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے O

(حم السجدۃ: ۳۲۔۳۰)

استقامت کا لغوی اور شرعی معنی

قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ دو ضدوں کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے' کیونکہ ایک ضد کے ذکر سے دوسری ضد پہچانی جاتی ہے اور خوب واضح ہو جاتی ہے' اس سے پہلی آیتوں میں کفار کی وعید کا ذکر تھا اور اس آیت میں مسلمانوں سے وعد کا ذکر ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی تحسین فرمائی ہے جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مستقیم رہے' یعنی اس عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہے' جمے رہے اور ڈٹے رہے۔

مستقیم اس راستہ کو کہتے ہیں جو افراط اور تفریط کے درمیان متوسط ہو' مستقیم عقیدہ وہ ہے کہ نہ تو دہریوں کی طرح خدا کا انکار کیا جائے اور نہ مشرکین کی طرح متعدد خدا مانے جائیں' بلکہ کہا جائے کہ خدا ہے اور وہ ایک ہی ہے' نہ قدریہ کی طرح یہ کہا جائے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے اور نہ جبریہ کی طرح یہ کہا جائے کہ انسان مجبور محض ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اور انسان کاسِب ہے اور نہ برہمنوں کی طرح نبوت کا انکار کیا جائے اور نہ مرزائیہ کی طرح نبوت کو قیامت تک کے لیے جاری رکھا جائے' بلکہ یہ کہا جائے کہ نبی کا آنا ضروری ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ ضرورت ختم ہوگئی اور نہ رافضیہ کی طرح صحابہ کی مذمت کی جائے اور نہ ناصبیہ کی طرح اہل بیت کو بُرا کہا جائے' بلکہ صحابہ اور اہل بیت دونوں کی تکریم کی جائے۔ وعلی ھذا القیاس

اور استقامت کا معنیٰ ہے: انسان کا صراط مستقیم کو لازم رکھنا اور ہر حال میں اس پر جمے اور ڈٹے رہنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استقامت کی تفسیر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا'' (فصلت: ۳۰) پھر آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ کہا: یعنی ہمارا رب اللہ ہے' پھر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے' پس جو شخص اسی قول پر ڈٹا رہا حتیٰ کہ مر گیا' وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر مستقیم رہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۸۸' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۵۱۱)

حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتایئے کہ میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں' آپ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر مستقیم رہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۴ ص ۱۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۱۹ھ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۹۲۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا' اس کا معنیٰ ہے کہ تم زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار کرو اور اپنے باقی اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور فرمایا: پھر اس پر مستقیم رہو یعنی تادم مرگ توحید پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ نیز آپ کا یہ ارشاد تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے رہو اور ہر اس کام

marfat.com
Marfat.com

سے اجتناب کرتے رہو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا یا کسی ایک بھی ممنوعہ کام سے باز نہیں رہا تو وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو گیا' پس جس نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے تو اس کے رب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کی رضا جوئی میں لگا رہے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں سائل کے لیے اسلام اور ایمان کے تمام معانی جمع کر دیئے ہیں' آپ نے سائل کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کرے' اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرے اور زبان سے اس کا ذکر کرے اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت پر مستقیم رہے اور ہر قسم کی نافرمانی اور حکم عدولی سے باز رہے کیونکہ اس وقت تک کسی چیز پر استقامت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی مخالف چیزوں سے رکا نہ جائے اور آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" (حم السجدة: ۳۰) یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کو واحد مانو پھر تادم مرگ اس عقیدہ پر اور اس کے احکام کی اطاعت پر جمے رہو جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی اطاعت پر مستقیم رہو اور لومڑی کی طرح فریب دہی کرتے ہوئے جادہ استقامت سے منحرف نہ ہو' یعنی اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے رہو' اس کی توحید کا اقرار کرتے رہو اور اپنے اعضاء سے دائماً اس کی بندگی کرتے رہو۔

(المفہم ج ۱ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ ہود میں فرمایا:

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ. (ہود: ۱۱۲) سو آپ اسی طرح مستقیم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۷۔۲۸۶' رقم الحدیث: ۷۹۰' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۵۸' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۴۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

تمام قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سے زیادہ سخت اور دشوار آیت اور کوئی نازل نہیں ہوئی' اسی لیے جب آپ کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ آپ پر بڑھاپا بہت جلد طاری ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۶۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مستقیم رہو اور تم مکمل استقامت ہرگز حاصل نہیں کر سکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے اور صرف مومن (کامل) ہی دائماً باوضو رہ سکتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸۔۲۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۲۔۲۷۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۶۶۱' المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۸' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۵۷' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۷۱۹)

صحابۂ کرام اور فقہاء تابعین سے استقامت کی تفسیر

حضرت ابو بکر نے یہ آیت پڑھی: "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا". (حم السجدة: ۳۰) اور کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو

marfat.com

Marfat.com

اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتے۔ایک اور روایت میں ہے: نہ کوئی اور معصیت کرتے ہیں۔

(جامع البیان جز ۲۴ص ۱۴۳' رقم الحدیث: ۲۳۵۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس آیت کی منبر پر تلاوت کی اور کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر مستقیم رہے اور لومڑی کی طرح فریب دہی سے صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر نہیں نکلے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۵۵۸)

حسن بصری جب اس آیت کو پڑھتے تو دعا کرتے: اے اللہ! تو ہمارا رب ہے' ہمیں استقامت عطا فرما۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۵۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا تقاضا ہے کہ تم فرائض کی ادائیگی پر مستقیم رہو۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۵۶۰)

ابوالعالیہ نے کہا: دین میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے پر تادم مرگ مستقیم رہو۔

ایک قول ہے: جس طرح تم اپنے اقوال میں مستقیم ہو اسی طرح اپنے اعمال میں بھی مستقیم رہو۔

ایک اور قول ہے: جس طرح تم جلوت میں مستقیم ہو اسی طرح خلوت میں بھی مستقیم رہو۔

فضیل بن عیاض نے کہا: دنیا سے بے رغبتی کرو اور آخرت میں رغبت کرو۔

نیز ایک قول یہ ہے کہ اطاعت کے تمام افعال کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے بھی مجتنب رہو' کیونکہ انسان ثواب کی رغبت میں اطاعت کرتا ہے اور عذاب کے خوف سے گناہوں سے اجتناب کرتا ہے۔ ربیع نے کہا: ماسوی اللہ سے اعراض کرو۔

(النکت والعیون ج ۵ص ۱۸۰۔۱۷۹' الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ص ۳۲۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

استقامت کے حصول کا دشوار ہونا

دو نقطوں کو ملانے والے سب سے چھوٹے خط کو لغت میں صراط مستقیم کہتے ہیں اور شریعت میں صراط مستقیم سے مراد وہ عقائد ہیں جو سعادت دارین تک پہنچاتے ہیں' یعنی وہ دین اسلام جس کو دے کر تمام انبیاء اور رسل کو مبعوث کیا گیا اور ان تمام کی نبوات اور رسالات کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ختم کر دیا گیا' جس دین سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معرفت ہو اور تمام احکام شرعیہ کا علم ہو وہ صراط مستقیم ہے۔ یہ صراط مستقیم کا خاص معنیٰ ہے اور اس کا عام معنیٰ یہ ہے: تمام اخلاق' اعمال اور امور میں افراط اور تفریط کے درمیان متوسط طریقہ۔

خواص مسلمین کے نزدیک صراط مستقیم کا معنیٰ یہ ہے:

کفر' فسق' جہل' بدعت اور ہوائے نفسانیہ کے جہنم کی پشت پر علم' عمل' خلق اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل۔

اس معنیٰ میں صراط مستقیم سے ذہن آخرت کے پل صراط کی طرف متوجہ ہوتا ہے' پل صراط کے متعلق احادیث میں ہے کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور شریعت پر استقامت بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ مثلاً ہمارے ہاں عام طور پر دیور اور بھابھی میں پردہ نہیں ہوتا' حالانکہ شریعت میں ان کے درمیان پردہ کی سخت تاکید ہے' سرکاری ملازمتیں رشوت' سود اور بے ایمانی کی آمدنی کے بغیر ممکن نہیں' یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم مخلوط طریقہ تعلیم کے بغیر ناگزیر ہے' دکاندار اور ٹھیلے والے پولیس کو بھتہ دیئے بغیر اپنا کاروبار نہیں چلا سکتے۔ نجی اداروں اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اسٹاف ہوتا ہے' استقبالیہ اور معلوماتی کاؤنٹر پر بے پردہ خواتین سے گفتگو کرنی پڑتی ہے' سرکاری ٹینڈرز پر کوئی ٹھیکہ رشوت کے

marfat.com

Marfat.com

بغیر منظور نہیں ہو سکتا' پولیس اور دیگر سرکاری محکموں میں کوئی شخص رشوت میں ملوث ہوئے بغیر ملازمت نہیں کر سکتا' غرضیکہ پورا معاشرہ شریعت کی خلاف ورزیوں اور اخلاقی پستیوں میں ڈوبا ہوا ہے' ایسے معاشرہ میں اگر کوئی شخص شریعت پر مستقیم رہنا چاہے تو یہ صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو اس صراط مستقیم پر آسانی سے گزر گیا وہ آخرت کی پل صراط سے بھی آسانی سے گزر جائے گا۔

اور عوام مسلمین کے اعتبار سے صراط مستقیم کا یہ معنیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس کام سے رکنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

خواص جب اھدنا الصراط السمتقیم کہتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہے: اے اللہ! ہمیں سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ عطا فرما اور ہم پر اپنے جمال اور جلال کی صفات غیر متناہیہ منکشف کر دے اور جب عوام اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں تو اس کا معنیٰ ہے: اے اللہ! ہمیں اپنے تمام احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

اس کے بعد فرمایا: ''ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے'' اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

مجاہد اور زید بن اسلم نے کہا: موت کے وقت ان کے اوپر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

ثابت اور مقاتل نے کہا: جب حشر کے میدان میں لے جانے کے لیے ان کو قبروں سے نکالا جائے گا اس وقت ان کے اوپر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

''ان سے کہا جائے گا: تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو' اس کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں:

عکرمہ نے کہا: جو حالات تمہارے آگے پیش آنے ہیں تم ان کا اندیشہ نہ کرو اور جو کچھ تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اس کا غم نہ کرو۔

مجاہد نے کہا: تم موت کے متعلق فکر مند نہ ہو اور اپنی اولاد کا غم نہ کرو۔

''اور جنت کی بشارت سنو'' ایک قول یہ ہے کہ جنت کی بشارت تین مواقع پر دی جائے گی: موت کے وقت' قبر میں اور حشر میں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عباد صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات

میرے ایک محترم فاضل دوست علامہ عبد المجید نقشبندی (برسٹل' برطانیہ) زید علمہ وحبہ نے مجھے چند رجال صالحین کے تراجم لکھ کر ارسال کیے ہیں جن کو موت کے بعد بشارات دی گئیں یا کسی اور نوع کی عزت اور کرامت عطا کی گئی' قارئین کی علمی ضیافت کے لیے میں ان رجال کا یہاں باحوالہ تعارف پیش کر رہا ہوں۔ ان سب کا تذکرہ حافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ ھ نے کیا ہے۔

(۱) وکیع بن جراح متوفی ۱۹۶ھ

امام احمد بن حنبل ان کے متعلق کہتے تھے کہ میں نے علم' حفظ اور اسناد میں اور خوف خدا میں وکیع کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

داؤد بن یحییٰ بن یمان نے بیان کیا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ابدال کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جنہوں نے اپنے ہاتھ سے کسی کو ضرب نہیں پہنچائی اور وکیع بھی ابدال

marfat.com
Marfat.com

میں سے ہے۔

علی بن عثام بیان کرتے ہیں کہ وکیع بن جراح بیمار ہو گئے' ہم ان کے پاس ان کی عیادت کے لیے گئے' وکیع نے کہا کہ سفیان ثوری میرے پاس خواب میں آئے تھے اور انہوں نے مجھے اپنے جوار میں مدفون ہونے کی بشارت دی سو میں ان کی طرف سبقت کرنے والا ہوں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۴۰۴۔۴۰۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۲) ثابت بن اسلم البنانی المتوفی ۱۲۳ھ

حماد بن سلمہ نے کہا کہ ثابت یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! اگر تو کسی شخص کو قبر میں نماز پڑھنے کی نعمت عطا کرے تو مجھے قبر میں نماز پڑھنے کی نعمت عطا فرمانا' کہا جاتا ہے کہ یہ دعا ان کے حق میں قبول ہو گئی اور ان کی موت کے بعد ان کو قبر میں نماز پڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳ ص ۲۲۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۳) وہب بن منبہ بن کامل متوفی ۱۳۶ھ

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں جس کا نام وہب ہو گا' اللہ تعالیٰ اس کو حکمت عطا فرمائے گا۔

المثنیٰ بن صباح نے کہا: وہب بن منبہ نے چالیس سال تک کسی کو بُرا نہیں کہا اور انہوں نے بیس سال تک نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان وضو نہیں کیا۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۴۹۰۔۴۸۹ ملخصاً)

(۴) یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۲۰ھ

زبیر بن نعیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو خواب میں دیکھا' انہوں نے جو قمیص پہنی ہوئی تھی اس کے کندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ اللہ العزیز الحکیم کی طرف سے مکتوب ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان دوزخ کی آگ سے نجات یافتہ ہے۔

عفان بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کی موت سے بیس سال پہلے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ یحییٰ بن سعید کو بشارت دو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو امان میں رکھے گا۔

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ ایک مدت سے مجھے خواہش تھی کہ میں یحییٰ بن سعید القطان کو خواب میں دیکھوں' وہ کہتے ہیں: ایک دن میں نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر وتر پڑھے' پھر میں تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا' پھر خواب میں' میں نے خالد بن الحارث کو دیکھا' میں نے کھڑے ہو کر ان کو سلام کیا اور ان سے معانقہ کیا' پھر میں نے پوچھا: آپ کے ساتھ آپ کے رب نے کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا: مجھے میرے رب نے بخش دیا' حالانکہ معاملہ بہت سخت تھا' میں نے کہا: معاذ کہاں ہیں؟ وہ بھی حدیث میں آپ کے ساتھی تھے؟ انہوں نے کہا: وہ محبوس ہیں' میں نے پوچھا: اور یحییٰ بن سعید القطان کا کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم ان کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح روشن ستارہ آسمان میں نظر آتا ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲۰ ص ۱۰۰)

(۵) امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۱۵۰ھ

مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' میں نے آپ سے امام شافعی کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: جو شخص میری محبت اور میری سنت کا ارادہ رکھتا ہو وہ محمد بن ادریس شافعی کی مجلس کو لازم رکھے کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا' میں نے پوچھا: اے

marfat.com
Marfat.com

ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور مجھ پر تر و تازہ موتی بکھیر دیئے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۶ ص ۵۳)

(۶) سلیمان بن طرخان تیمی البصری متوفی ۱۴۳ھ

رقیہ بن مصقلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں رب العزت کی زیارت کی' فرمایا: میں ضرور سلیمان تیمی کا اکرام کروں گا' اس نے میرے لیے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

ابراہیم بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ سلیمان تیمی نے ایک شخص سے عاریۃً پوستین لی اور پہننے کے بعد واپس کر دی' اس شخص نے کہا: مجھے اس سے مستقل مشک کی خوشبو آتی رہی۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۸ ص ۷۱۔۷۰)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زید بن اسلم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں جو حالات تمہارے سامنے آنے والے ہیں ان کا اندیشہ نہ کرو اور جن چیزوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کا غم نہ کرو اور اس جنت کی خوش خبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' زید بن اسلم نے کہا: یہ خوش خبری تین مواقع پر دی جائے گی' موت کے وقت' قبر میں اور حشر میں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۹۹' رقم الحدیث: ۳۵۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

منہال بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: ہر نفس پر دنیا سے نکلنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ اس کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۴۲' رقم الحدیث: ۳۵۶۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فرشتوں کا مؤمنین کے لیے معاون اور مددگار ہونا

حٰمٓ السجدۃ: ۳۲۔۳۱ میں فرمایا: ''ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور اس میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو O یہ بہت بخشنے والے' بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے O''

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے مؤمنوں سے کہیں گے: ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے اولیاء تھے اور آخرت میں بھی تمہارے اولیاء ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں: یہ آیت حٰمٓ السجدۃ: ۲۵ کے مقابلہ میں ہے جس میں فرمایا تھا: ہم نے کفار کے لیے ان کے ساتھیوں کو ان پر مسلط کر دیا اور یہ جو فرمایا ہے کہ فرشتے مؤمنین کے لیے اولیاء (مددگار) ہوں گے' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ فرشتے مومنوں میں الھامات' مکاشفات یقینیہ اور مقامات حقیقیہ کی تاثیرات کرتے ہیں' جس طرح شیاطین ارواح میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں اور باطل خیالات کا القاء کرتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے متعدد جہات سے ارواح طیبہ طاہرہ کی مدد کرتے ہیں جس کا ارباب مکاشفات اور اصحاب مشاہدات کو علم ہوتا ہے' پس فرشتے یہ کہتے ہیں: جس طرح ان کی مدد دنیا میں مؤمنوں کو حاصل تھی اسی طرح ان کی مدد ان کو آخرت میں بھی حاصل رہے گی' بلکہ مؤمنوں کی موت کے بعد ان کی مدد زیادہ قوی ہو جائے گی کیونکہ جوہر نفس ملائکہ کی جنس سے ہے اور نفس اور ملائکہ کے درمیان وہ نسبت ہے جو شعلہ اور آفتاب میں ہے' یا قطرہ اور سمندر میں ہے' نفس انسان اور ملائکہ کے درمیان تعلقات جسمانیہ اور تدبیرات بدنیہ حائل ہوتی ہیں اور انسان کی موت کے بعد یہ حجاب اٹھ جاتا ہے' پھر اثر مؤثر کے ساتھ اور قطرہ سمندر کے ساتھ اور شعلہ آفتاب کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے اور اس آیت میں فرشتوں کے جس قول کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پھر فرشتوں نے مؤمنوں سے کہا: ''اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور اس میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو O''

یعنی تم جس چیز کی بھی تمنا کرو گے وہ اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرما دے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کے پہلے جملہ میں ہے: جس چیز کو تمہارا دل چاہے اور دوسرے جملہ میں ہے: جس چیز کو تم طلب کرو' ان میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد لذات جسمانیہ ہیں جیسے جنت کے پھل اور میوے اور حور وقصور اور دوسرے جملہ سے مراد لذات روحانیہ ہیں جیسے ذکر اذکار اور تسبیح اور تہلیل وغیرہ۔

اس کے بعد فرمایا: ''یہ بہت بخشنے والے' بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے O''

اس میں یہ بتایا کہ یہ تمام نعمتیں جن کا ذکر کیا گیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی کے قائم مقام ہیں اور کریم جب کسی کی مہمانی کرتا ہے تو ضیافت کے بعد نفیس تحائف پیش کرتا ہے سو جنت میں اللہ تعالیٰ پہلے جسمانی اور روحانی لذتیں عطا فرمائے گا' پھر اس کے بعد اپنی ذات کی تجلیات دکھائے گا اور اپنا دیدار عطا فرمائے گا' میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے قارئین کو جنت کی ان تمام نعمتوں کا اہل بنا دے اور محض اپنے فضل اور کرم سے ہم کو یہ نعمتیں عطا فرمائے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۶۲۔۵۶۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مؤمنوں کی موت کے وقت فرشتے ان کے پاس آ کر کہیں گے: ہم دنیا میں بھی تمہارے معاون تھے' تم کو صحیح راہ دکھاتے تھے اور اللہ کے حکم سے تمہاری حفاظت کرتے تھے اور اسی طرح ہم تمہارے ساتھ آخرت میں رہیں گے اور قبروں کی وحشت اور گھبراہٹ میں تمہارا دل بہلائیں گے اور جس وقت صور پھونکا جائے گا اس وقت بھی تم کو تسلی دیں گے اور حشر کے دن تم کو مامون رکھیں گے اور تم کو آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزاریں گے اور تم کو جنات النعیم میں پہنچائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے گا' یعنی جس چیز کو بھی تم پسند کرو گے اور جس چیز سے بھی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور فرمایا: اس جنت میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو گے یعنی جس چیز کو بھی تم طلب کرو گے وہ تمہارے سامنے ہوگی اور جس چیز کو بھی تم پسند کرو گے اس چیز کو تم پالو گے اور فرمایا: یہ بہت بخشنے والے' بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے' یعنی اس کی طرف سے ضیافت ہے اور عطاء ہے اور انعام ہے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے' وہ تم پر رؤف اور رحیم ہے' اس نے تمہارے گناہوں پر پردہ رکھا' تم کو بخش دیا اور تم پر لطف وکرم فرمایا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۰۸' مطبوعہ دار الفکر' ۱۴۱۹ھ)

فرشتے موت کے وقت مؤمنین کو جن انعامات کی بشارت دیتے ہیں

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کر دے' میں نے پوچھا: کیا جنت میں بازار ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان کو ان کے اعمال کی فضیلت کی وجہ سے جنت ملے گی' پھر ایام دنیا کے اعتبار سے جتنے عرصہ میں جمعہ کا دن آتا ہے اتنے عرصہ بعد وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے اور ان کے لیے اللہ کا عرش ظاہر ہوگا اور جنت کے باغات میں ایک باغ ان کے سامنے ہوگا اور ان کے لیے

marfat.com
Marfat.com

نور کے منبر رکھے جائیں گے اور یاقوت کے اور زمرد کے اور سونے کے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے اور ان میں سے ادنیٰ درجہ کے شخص کو مشک اور کافور کے ٹیلے پر بٹھایا جائے گا' حالانکہ اس میں کوئی دناءت نہیں ہوگی اور ان کو یہ خیال نہیں آئے گا کہ جو لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہیں ان کی نشست ان سے زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم سورج کو دیکھنے میں اور چودھویں شب کو چاند کے دیکھنے میں کوئی تردد کرتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: اسی طرح تم اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی تردد نہیں کرو گے اور اس مجلس میں ہر شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے بالمشافہ موجود ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص سے فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے ایک دن فلاں فلاں بات کہی تھی؟ پھر اس کو اس کی دنیا میں کی ہوئی بعض عہد شکنیاں یاد دلائے گا' وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں' تو میری بخشش کی وسعت کی وجہ سے ہی تو اس مرتبہ کو پہنچا ہے' پھر جس وقت ان میں یہ گفتگو ہو رہی ہوگی' اہل جنت کو اوپر سے ایک بادل ڈھانپ لے گا' پھر ان پر ایسی خوشبو کی بارش ہوگی کہ انہوں نے اس سے پہلے ایسی خوشبو نہیں سونگھی ہوگی اور ہمارا رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اٹھو' ان اکرام وانعام کی چیزوں کی طرف جو میں نے تمہارے لیے تیار کی ہیں' پس جو چیز تمہیں پسند آئے وہ لے لو' پھر ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کا فرشتوں نے احاطہ کر رکھا ہوگا' اس بازار میں ایسی چیزیں ہوں گی کہ آنکھوں نے ایسی چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا ہوگا اور نہ کانوں نے کبھی سنا ہوگا اور نہ کبھی دلوں میں ان کا خیال آیا ہوگا' سو جو چیز ہمیں پسند آئے گی وہ ہمیں اٹھا کر دے دی جائے گی اور اس بازار میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی اور اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملیں گے' پھر جو شخص بلند درجہ والا ہوگا وہ کم درجہ والے شخص سے ملے گا حالانکہ اس شخص میں کوئی کمی نہیں ہوگی' وہ کم درجہ والا بلند درجہ والے شخص کے بہترین لباس کو دیکھ کر حیران ہوگا اور ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوگی کہ وہ دیکھے گا اس کے اوپر اس سے بھی زیادہ بہترین لباس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی شخص غمگین نہیں ہوگا' پھر ہم اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے جائیں گے۔ پھر جب ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی تو کہیں گی: مرحبا! خوش آمدید ہو! تم اس قدر حسن و جمال کے ساتھ آئے ہو کہ جب تم یہاں سے گئے تھے اس وقت اتنے حسین وجمیل نہیں تھے' وہ شخص کہے گا: آج ہم اپنے رب جبار کی مجلس سے ہو کر آئے ہیں اور ہمیں یہی چاہیے تھے کہ ہم ایسی ہی کیفیت سے واپس آئیں جیسی کیفیت سے ہم واپس ہو کر آئے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳٦' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۳۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی ملاقات سے محبت کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے' ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ موت کی ناپسندیدگی نہیں ہے' لیکن جب مومن کے پاس موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ان انعامات کی بشارت دینے والا آتا ہے جن انعامات کی طرف وہ جانے والا ہے' پھر اس مومن کے نزدیک اللہ سے ملاقات کرنے کے مقابلہ میں کوئی چیز پسندیدہ نہیں ہوتی' سو وہ اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور فاجر یا کافر کے پاس جب موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آ کر اس عذاب کی خبر دیتے ہیں جس عذاب کی طرف وہ جانے والا ہوتا ہے سو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۱۰۳' رقم الحدیث: ۱۲۰۴۷' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۹۷۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۷۷۳)

marfat.com
Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ

اور اس سے عمدہ کلام کس کا ہوسکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور نیک کام کرے اور کہے کہ بے شک

اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط

میں مسلمانوں میں سے ہوں O اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہے، سو آپ برائی کو اچھے طریقے سے دور کریں،

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ

پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے

كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا يُلَقّٰهَآ

وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے O اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہوں اور یہ صفت

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ

ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہوں O اور (اے مخاطب!) جب کبھی شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں

بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ

کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بے شک وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے O اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

دن اور سورج اور چاند ہیں اور تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ ہی کو سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو O پھر بھی اگر یہ لوگ تکبر

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں

السجدة ١٤ يَسْئَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ السجدة وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ

اور وہ تھکتے نہیں O اور (اے مخاطب!) اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو خشک اور غیر آباد

marfat.com

Marfat.com

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ إِنَّ الَّذِيٓ أَحْيَاهَا لَمُحْيِ

دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے‘ بے شک جس نے اس زمین کو

الْمَوْتٰى ۭ إِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ

زندہ کیا ہے وہی (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرنے والا ہے‘ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے○ بے شک جو لوگ ہماری

فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ أَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ

آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں‘ آیا جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص

مَّنْ يَّأْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ إِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جو اطمینان سے قیامت کے دن آئے گا‘ تم جو چاہو کرو بے شک وہ تمہارے کاموں کو

بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَإِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

خوب دیکھنے والا ہے○ بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اس وقت کفر کیا جب وہ ان کے پاس پہنچ چکا تھا (ان کو عذاب

عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ

دیا جائے گا) بے شک یہ بہت معزز کتاب ہے○ اس میں باطل کہیں سے نہیں آ سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے‘

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ

یہ کتاب بہت حکمت والے‘ حمد کیے ہوئے کی طرف سے نازل شدہ ہے○ (اے رسول مکرم!) آپ کے خلاف وہی باتیں کہی

لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ إِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ

جا رہی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کے خلاف کہی جاتی رہی ہیں‘ بے شک آپ کا رب (مؤمنوں کے لیے) ضرور مغفرت

أَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ

والا ہے اور (کافروں کے لیے) درد ناک عذاب والا ہے○ اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں کر دیتے

ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ

تو وہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں‘ کیا کتاب کی زبان

حفص بتسہیل الہمزۃ الثانیۃ

marfat.com
Marfat.com

لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ

عجمی ہو اور رسول کی زبان عربی ہو؟ آپ کہیے: یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے

مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے' ان لوگوں کو بہت دور سے ندا کی جا رہی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے عمدہ کلام اور کس کا ہو سکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور نیک کام کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں O اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہے' سو آپ بُرائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں' پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے O اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہوں اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہوں O اور (اے مخاطب!) جب کبھی شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو' بے شک وہ بہت سننے والا' خوب جاننے والا ہے O (حٰم السجدۃ: ۳۶-۳۳)

سابقہ آیات سے مناسبت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایسے اقوال نقل فرمائے تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے سخت اعراض کرتے ہیں' مثلاً انہوں نے کہا: آپ ہمیں جس دین کی طرف بلا رہے ہیں اس کے خلاف ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ (حٰم السجدۃ: ۵) اور انہوں نے کہا: اس قرآن کو مت سنو اور اس کی قرأت میں لغو باتیں کرو۔ (حٰم السجدۃ: ۲۶) اب گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا: ہر چند کہ اہل مکہ نے بہت دل آزار اور سنگین باتیں کہی ہیں لیکن آپ ان باتوں سے متاثر نہ ہوں اور ان کو اسی طرح پیہم تبلیغ کرتے رہیں کیونکہ دین حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت اور سب سے اہم اطاعت ہے' اس لیے فرمایا: اور اس سے عمدہ کلام اور کس کا ہو سکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور نیک کام کرے۔

سابقہ آیات سے مناسبت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی فضیلت کا ایک مرتبہ یہ ہے کہ وہ بُری صفات کو ترک کر کے اور نیک صفات کو اپنا کر خود کامل ہو جائے اور اس سے بھی بڑی فضیلت یہ ہے کہ خود کامل ہونے کے بعد دوسروں کو کامل بنائے' تو اس سے پہلی آیت میں انسان کے کامل ہونے کا مرتبہ بیان فرمایا تھا کہ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مستقیم رہے۔ (حٰم السجدۃ: ۳۰) اور اس آیت میں انسان کے کامل گر ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ انسان کی زیادہ بڑی فضیلت ہے۔

واعظ اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعظ پر خود بھی عمل کرے

اس آیت میں فرمایا ہے: "جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے" یعنی اللہ پر ایمان لانے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے' اس کے بعد فرمایا: "اور نیک کام کرے" کیونکہ جو شخص خود نیک کام نہ کرے اور لوگوں کو نیک کام کرنے کی دعوت دے' وہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا مستحق ہے' قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O — اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے O (الصف: ۲)

marfat.com

Marfat.com

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی والی ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ۝ (الصف: ۳)

اور جب انسان وعظ اور تبلیغ کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے تو اپنے حکم کی نافرمانی کرنے والا سب سے پہلا شخص وہ خود ہوگا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے دین کی دعوت دینے والے کے ساتھ یہ ذکر فرمایا کہ وہ نیک کام کرے۔ حدیث میں ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے نکل کر بکھر جائیں گی اور وہ ان کے ساتھ اس طرح چکر کاٹ رہا ہوگا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے' تمام دوزخی اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا بات ہے؟ کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے؟ اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں' میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک عمل نہیں کرتا تھا اور میں بُرے کاموں سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۹۸-۳۲۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جس کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا: یہ دنیا دار خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے' حالانکہ وہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے' کیا پس وہ عقل نہیں رکھتے تھے؟ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۲۴۴' رقم الحدیث: ۱۲۲۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' کتاب الزھد لوکیع رقم الحدیث: ۲۹۷ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۹۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۵۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۹۶۵' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۶۳۴)

''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' یا ''میں بالیقین مومن ہوں'' کہنے کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس قول کو سب سے عمدہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا داعی اور مبلغ کہے: میں بے شک مسلمانوں میں سے ہوں اور یہ شرط نہیں عائد کی کہ وہ کہے کہ ان شاء میں مسلمانوں میں سے ہوں' اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بالیقین مسلمانوں میں سے ہوں یا نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ کہے: ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اکثر متقدمین کا یہ مذہب ہے اور امام شافعی بھی ان ہی میں سے ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ کہنا چاہیے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں اور اکثر علماء نے منع کیا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مؤقف ہے' کیونکہ مومن وہ شخص ہے جس کو اللہ عزوجل کے واحد ہونے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق ہو اور یہ تصدیق ہر شخص کو معلوم ہوتی ہے اور اس کے تحقق میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور جس کو اس تصدیق کے حصول میں تردد ہو وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا اور جب کسی شخص کو اپنے مومن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے تو وہ یقین کے ساتھ کہے: بے شک میں مومن ہوں اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ وہ مومن نہیں ہے' کیونکہ ان شاء اللہ اس چیز کے متعلق کہا جاتا ہے جو اس وقت حاصل نہ ہو اور مستقبل میں اس کا حصول متوقع ہو' اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کو ترک کر دیا جائے۔

اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں' کہا جائے' ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۱) میں مومن ہوں کے ساتھ اللہ کا ذکر تبرک کے لیے کیا جاتا ہے اور ادب کا تقاضا یہی ہے کہ تمام کام اللہ کی مشیت کے حوالے کر دیئے جائیں اور خود ستائی سے گریز کیا جائے اور رہا یہ کہ ان شاء اللہ کہنے سے شک اور تردد کا وہم ہوتا ہے تو وہ مستقبل کے اعتبار سے ہے یعنی جس طرح میں اب مومن ہوں ان شاء اللہ مستقبل میں بھی مومن رہوں گا' لیکن یہ دلیل صرف یہ فائدہ دیتی ہے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں کہنا جائز ہے نہ یہ کہ یہ کہنا میں بے شک اور بالیقین مومن ہوں کہنے پر راجح ہے اور ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنے سے جو یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت مومن نہیں ہے' اس دلیل سے یہ وہم بھی دور نہیں ہوتا اور باقی رہا تبرک اور ادب کی وجہ سے ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنے کا جواز تو اس میں ایمان کی کیا تخصیص ہے دیگر اعمال اور طاعات کے ساتھ بھی یہ کہنا چاہیے' مثلاً ان شاء اللہ میں نمازی ہوں' ان شاء اللہ میں روزہ دار ہوں وغیرہ وغیرہ۔

(۲) جس تصدیق پر نجات کا مدار ہے وہ ایک مخفی چیز ہے اور شیطان اس کے زوال کے درپے رہتا ہے' اسی لیے انسان کو ہر چند کہ ایمان کے حصول کا یقین ہے لیکن اس کو یہ اطمینان نہیں ہے کہ اس کا ایمان سلامت رہے گا' ہوسکتا ہے کہ بے خبری میں اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو ایمان کے خلاف ہو' اس لیے اسے چاہیے کہ وہ ایمان کو اللہ کے حوالے کر دے اور یوں کہے: میں ان شاء اللہ مومن ہوں' اس دلیل میں یہ سقم ہے کہ اگر بے خبری میں اس کے منہ سے کوئی کلمہ کفر نکل گیا ہے تو ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنے سے اس کا تدارک نہیں ہوگا' اس کا تدارک صرف توبہ سے ہوگا اور کلمہ کفر نکلنے کے بعد ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنا تو صحیح ہوگا لیکن وہ فی الواقع مومن نہیں ہوگا۔

(۳) امام الحرمین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس وقت مومن ہے لیکن جس ایمان پر نجات اور فوز و فلاح کا مدار ہے وہ یہ ہے کہ اس کا ایمان پر خاتمہ ہو' پس متقدمین کہتے ہیں کہ ایمان پر خاتمہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے کر دینا چاہیے خواہ بغیر کسی شک اور تردد کے وہ فی الحال مومن ہے' اور وہ ''ان شاء اللہ میں مومن ہوں'' اسی اعتبار سے کہے' یعنی مرتے وقت کا ایمان اللہ کی مشیت پر موقوف ہے نہ کہ اس وقت کا ایمان۔ اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ جب وہ اس وقت ایمان سے متصف ہے تو ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنا صحیح نہیں ہے' جیسا کہ اس وقت وہ زندہ ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ان شاء اللہ میں زندہ ہوں' کیونکہ وہ ان شاء اللہ مومن ہوں جو کہہ رہا ہے وہ خاتمہ کے اعتبار سے کہہ رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کو اس وقت ایمان کے تحقق اور حصول میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس پر یقین نہیں ہے کہ اس کا ایمان آخر عمر تک ثابت اور قائم رہے گا' وہ بُرے خاتمہ سے ڈرتا ہے اور ایمان پر خاتمہ کی امید رکھتا ہے' اس لیے جس ایمان پر اس کی عذاب سے نجات اور اخروی فوز و فلاح کا مدار ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ اس آیت کے تقاضے پر عمل ہو۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (الکہف: ۲۴-۲۳)

اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اس کو کل کروں گا ۝ مگر اس کام کے ساتھ ان شاء اللہ کہیں۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۱۷-۲۱۵' منشورات الرضی' قم ایران' ۱۴۰۹ھ' شرح عقائد ص ۹۶' کراچی)

واضح رہے کہ اس دلیل کا مفاد بھی صرف اتنا ہے کہ ایمان پر خاتمہ کی تاویل سے ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنا صحیح ہے نہ کہ مطلقاً ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں'' کہنا صحیح ہے' کیونکہ جب وہ کہے گا: ''میں انشاء اللہ مومن ہوں'' تو اس سے متبادر یہی ہوگا کہ اس کو اس وقت ایمان کے حصول میں شک ہے اور اس آیت سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت

marfat.com
Marfat.com

میں مستقبل میں کیے جانے والے کاموں کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کی ہدایت دی ہے نہ کہ ان کاموں کے متعلق جن سے وہ اس وقت متصف ہے۔

قرآن اور سنت سے انبیاء اور مرسلین کی دعوت کا ثبوت

اس آیت میں اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے کا ذکر ہے اور اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والا سب سے پہلے (۱) انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہے (۲) اس کے بعد علماء دین اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں (۳) اور ان کے بعد حکام اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں (۴) اور ان کے بعد مؤذنین ہیں (۵) اور آخری مرتبہ ہر مومن کا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائے' سو یہ کل پانچ اقسام ہیں: ہم قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہر داعی الی الخیر کی تھوڑی تھوڑی تفصیل ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق.

(۱) انبیاء علیہم السلام لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف معجزات سے' دلائل سے اور جہاد کے ذریعہ دعوت دیتے ہیں' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۶-۴۵)

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے' گواہی دینے والا' ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا ۝ اور اللہ کے حکم سے اس کے دین کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر ۝

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (النحل: ۱۲۵)

لوگوں کو اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان کے سامنے بہترین طریقہ سے دلائل پیش کیجئے۔

اور اس سلسلہ میں بعض احادیث یہ ہیں:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور اللہ نے جس دین کو دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کسی قوم کے پاس گیا اور ان سے جا کر کہا: میں نے تمہارے خلاف ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں' سو نجات حاصل کرو' نجات حاصل کرو' پس ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور وہ اپنی سہولت سے کسی طرف نکل گئے اور انہوں نے نجات پالی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۳۳۶' عالم الکتب' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک شخص نے آگ جلائی اور جب اس آگ سے اس کے اردگرد روشنی ہوگئی تو اس پر پروانے اور حشرات الارض ٹوٹ کر گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں آگ میں گرنے سے روکنے لگا' لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے رہے' اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر تمہیں آگ سے نکالتا ہوں اور تم اس آگ میں گر رہے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۷۴)

قرآن اور سنت سے علماء دین کی دعوت کا ثبوت

(۲) اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والوں میں دوسرا درجہ علماء کا ہے' علماء کی دعوت الی الخیر اور ان کی اطاعت کرنے کے

marfat.com
Marfat.com

متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحبان امر ہیں یعنی علماء کی۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۸۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب (کے علماء) سے یہ عہد لیا کہ تم اس کتاب (کے احکام) کو ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اس میں سے کسی حکم کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اس کتاب کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لی پس بُری ہے وہ چیز جس کو وہ خریدتے تھے○

اور علماء دین کے ذمہ جو دین کی دعوت دینے کے فرائض ہیں اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صرف دو شخصوں پر رشک کرنا مستحسن ہے: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اسے اس مال کو حق کے راستے میں خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت (علم) عطا کی ہو اور وہ اس حکمت سے لوگوں کے فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۰۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۷۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کے علم کو چھپا لیا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈال دے گا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۵۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (احکام شرعیہ) سنتے ہو اور وہ تم سے بھی سنے جائیں گے اور جو تم سے (احکام شرعیہ) سنتے ہیں ان سے بھی سنے جائیں گے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۵۹، جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۵۴۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کسی حدیث کو سنے' پھر اس کو یاد رکھے حتیٰ کہ اس حدیث کی تبلیغ کرے' پس بعض حامل فقہ اس حدیث کو اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیں گے اور بعض حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۰)

سنن ابن ماجہ میں ان الفاظ کے بعد یہ اضافہ ہے:

تین مسلمانوں کے دلوں میں کھوٹ نہیں آتا' جو اللہ کے لیے اخلاص سے عمل کرے' جو ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرے اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ لازم رہے۔

علماء دین کی اقسام

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

علماء کی تین اقسام ہیں: (۱) علماء باللہ (۲) علماء بصفات اللہ اور (۳) علماء باحکام اللہ۔

marfat.com
Marfat.com

رہے علماء باللہ تو یہ وہ حکماء ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ (البقرہ:۲۶۹)
وہ جس کو چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔

اور رہے علماء بصفات اللہ تو وہ علماء اصول ہیں (اصول سے مراد اصول فقہ' اصول تفسیر اور اصول حدیث ہے اور علم کلام بھی اسی میں داخل ہے)۔

اور رہے علماء باحکام اللہ تو اس سے مراد فقہاء ہیں (یعنی وہ علماء جو احکام شرعیہ کے عالم ہیں اور ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل قرآن اور سنت سے نکال سکتے ہیں اور اپنے امام کے اصول کے موافق اجتہاد کرنے اور مسائل کے استخراج پر قادر ہیں)۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

علماء کی تین اقسام ہیں: (۱) عالم باللہ غیر عالم بامر اللہ (۲) عالم بامر اللہ غیر عالم باللہ (۳) عالم باللہ و بامر اللہ۔

عالم باللہ غیر عالم بامر اللہ سے مراد وہ علماء ہیں جن کے دل پر معرفت الٰہیہ کا غلبہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی جلال ذات کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہوں اور اس کی صفات کبریاء کے مطالعہ میں منہمک رہتے ہوں اور ان کو احکام شرعیہ کا تفصیلی علم حاصل کرنے کا موقع نہ ملے اور انہوں نے صرف قدر ضروری علم کے حصول پر اکتفاء کر لی ہو (جیسا کہ غوث عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ' یہ امی بزرگ تھے)۔

عالم بامر اللہ غیر عالم باللہ سے مراد وہ علماء ہیں جن کو حلال اور حرام کی معرفت ہو اور وہ احکام شرعیہ کے اسرار اور دقائق کے جاننے والے ہوں' لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کی جلال ذات کے اسرار کی معرفت نہ ہو اور نہ وہ اس کے جمال کے محرم ہوں' خواہ وہ عارفین کے ماننے والے ہوں یا ان کا انکار کرنے والے ہوں (ان کو ظاہر شریعت کا عالم کہا جاتا ہے جیسا کہ آج کل کے معروف علماء ہیں)۔

عالم باللہ و بامر اللہ سے مراد وہ علماء ہیں جو پہلی دونوں قسموں کے فضائل کے جامع ہوں' وہ کبھی اللہ کی محبت میں وارفتہ ہوتے ہیں اور کبھی مخلوق پر شفقت اور رحمت کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں' وہ جب اللہ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو گویا کہ مخلوق کو نہیں پہچانتے اور جب مخلوق کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں تو لگتا ہے ان ہی میں سے ایک ہیں' گویا کہ انہیں اللہ کی کوئی معرفت نہیں ہے' پس عارف مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے اسرار بیان کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت ڈالتا ہے۔ پھر اس قدر کمال سے متصف ہونے کے باوجود تواضع اور انکسار سے کہتا ہے: بے شک میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور یہ مرسلین اور صدیقین کا طریقہ ہے۔

(روح البیان ج ۸ ص ۳۴۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن اور سنت سے امراء اور حکام کی دعوت کا ثبوت

(۳) اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے والوں میں تیسرا درجہ امراء اور حکام کا ہے' یہ قوت اور اقتدار سے اور ہر دور کے مروج اور مؤثر ہتھیاروں سے کفار کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور اللہ کے دین کو سر بلند کرتے ہیں اور اسلام کی نشر و اشاعت کرتے ہیں' اسلام کی سرحدوں کا دفاع کرتے ہیں اور اپنے ملک میں اسلامی نظام کو قائم کرتے ہیں' اللہ کی حدود کو نافذ کرتے ہیں' نمازوں کی ادائیگی اور زکوٰۃ کی وصولیابی کا نظام قائم کرتے ہیں' فوج کا محکمہ' عدالتیں اور دینی درسگاہیں قائم کرتے ہیں او

marfat.com
Marfat.com

بیت المال سے ناداروں، یتیموں، بیواؤں اور بے روزگاروں کے وظائف جاری کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ (الحج: ۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا فرما دیں تو یہ نماز کی ادائیگی اور زکوٰۃ کی وصولیابی کا نظام قائم کریں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے○

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اللہ ان سے وعدہ فرما چکا ہے کہ ضرور بہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ضرور ان کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو محکم کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

حضرت زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدل اور انصاف کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کی دائیں جانب ہوں گے اور اس کی دونوں جانب دائیں ہیں، جو لوگ اپنی رعیت میں عدل کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۲۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا نظام حکومت چلاتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، عنقریب میرے خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے، پس تم اوّل کی بیعت پوری کرو، پھر اوّل کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق ادا کرو، وہ اپنے عوام کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اس کا اللہ ان سے سوال کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۱)

قرآن اور سنت سے مؤذنین کی دعوت کا ثبوت

(۴) اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والوں میں چوتھا درجہ مؤذنین کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ اذان دیتے ہیں تو ہر چند کہ یہ بالذات نماز کی دعوت دیتے ہیں، لیکن اذان کے الفاظ اپنے اندر معانی کے وسیع سمندر کو سموئے ہوئے ہیں، اول تو نماز تمام عبادات کی جامع ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت ہے، نماز کے لیے صاف اور پاک کپڑا خریدنا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور یہ زکوٰۃ کے قریب ہے، حالت نماز میں کھانے پینے اور لذات نفسانیہ سے اجتناب ہے اور یہ روزے کے قریب ہے، قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے اور اس میں حج بیت اللہ کی روح ہے، اپنے کاروبار اور آرام کو چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف جانا ہے اور یہ نفس کے ساتھ جہاد ہے اور یہ جہاد اکبر ہے، اس میں قرآن کی تلاوت ہے، تسبیحات کا پڑھنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا پڑھنا ہے، مسلمانوں کی اور فرشتوں کی خیر خواہی ہے، ذکر اذکار ہے، توبہ ہے، گناہوں سے استغفار ہے، اعتکاف ہے، اور دعا ہے، غرض اسلام کی تمام اہم عبادات کا خلاصہ نماز میں ہے، پس جب مؤذن نماز کی طرف بلاتا ہے تو وہ اسلام کی تمام عبادات کی طرف بلاتا ہے اور اذان میں مؤذن فلاح کی طرف بلاتا ہے اور دین اور دنیا کی فلاح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے، سو مؤذن جب دعوت دیتا ہے تو وہ بھی دین کی ایک اہم دعوت ہے، قرآن اور سنت میں اس کا ذکر ہے:

marfat.com
Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (الجمعہ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان کہی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم کو علم ہے ○

اذان کی فضیلت میں احادیث

اذان اور مؤذنین کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک (خلافت) قریش میں ہے اور قضاء انصار میں ہے اور اذان حبشہ میں ہے اور امانت ازد میں ہے (یعنی یمن میں)۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۹۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۳۶۸' رقم الحدیث: ۸۷۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذن سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۴۵' رقم الحدیث: ۱۲۷۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۸۰۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۱۱۸)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے منتظر ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ ان کی لمبی گردنیں اس لیے ہوں گی کہ جب قیامت کے دن زیادہ پسینہ آئے گا تو وہ پسینہ ان کے کندھوں سے متجاوز ہو کر ان کی گردنوں تک نہ پہنچ سکے' ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ رئیس اور سردار ہوں گے کیونکہ عرب سردار کو کنایۃً لمبی گردن والا کہتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے نیک اعمال سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۲ ص ۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۶' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۴۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۴۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۲۳۴' رقم الحدیث: ۱۲۲۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۲۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۱' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۰۹' کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۴۸۳' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۳۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک مؤذن کی اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز اس کی اذان سن کر اس کی گواہی دیتی ہے اور اس کو پچیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۸۳ طبع قدیم' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۴ جدید' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۲۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر جن اور انس اور پتھر اور درخت مؤذن کی اذان کی گواہی دیتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۸۴ طبع قدیم' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مسند احمد ج ۳ ص ۶

marfat.com
Marfat.com

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
زاذان نے کہا: اگر لوگوں کو اذان کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ اذان دینے کے لیے ایک دوسرے سے تلواروں کے ساتھ لڑیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۳' رقم الحدیث: ۲۳۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے اذان دینے کی طاقت ہو تو وہ میرے نزدیک حج' عمرہ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۳' رقم الحدیث: ۲۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں مؤذن ہوتا تو مجھے حج کرنے یا جہاد کرنے کی پروانہ ہوتی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۴' رقم الحدیث: ۲۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ'' الخ. (حٰم السجدۃ: ۳۳) میری رائے میں صرف مؤذنین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۴' رقم الحدیث: ۲۳۴۸۔ ۲۳۴۷)

اذان میں ''اشهد ان محمدا رسول الله'' سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی المتوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:
علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:
اذان کے کلمات سن کر ان کے جواب میں وہی کلمات کہنا مستحب ہے اور جب رسالت کی شہادت سنے تو پہلی شہادت سن کر کہے: ''صلى الله تعالى عليك يا رسول الله'' اور دوسری شہادت سن کر کہے: ''قرة عينى بك يا رسول الله'' پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے: ''اللهم متعنى بالسمع و البصر'' (اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سے مجھ کو فائدہ پہنچا)۔ (جامع الرموز ج اص ۱۲۵' ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی)
علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس عبارت کو اپنی تفسیر میں علامہ قہستانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
(روح البیان ج ۸ص ۲۴۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے مذکور الصدر عبارت کو نقل کرنے کے بعد ''کنز العباد'' کے حوالے سے لکھا ہے جو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گے اور لکھا ہے کہ اسی طرح فتاویٰ صوفیہ میں بھی ہے اور کتاب الفردوس میں ہے: جس نے اذان میں ''اشهد ان محمدا رسول الله'' سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کو چوما میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔
(رد المحتار ج ۲ص ۶۳۔ ۶۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)
علامہ سید احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے ''کنز العباد'' اور قہستانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: امام دیلمی نے ''کتاب الفردوس'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس نے اذان میں ''اشهد ان محمدا رسول الله'' سن کر انگشت شہادت کو چوم کر آنکھوں پر لگایا میں اس کی شفاعت کی شہادت کروں گا' اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور فضائل میں اس قسم کی احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۰۶۔ ۲۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)
علامہ قہستانی' علامہ اسماعیل حقی' علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے ''کنز العباد'' اور امام دیلمی کی ''مسند الفردوس'' کے حوالے سے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:
امام دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے مؤذن سے ''اشهد ان محمدا

marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ ''سنا تو اپنی دونوں انگشت شہادت کے باطن کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا اور پھر اپنی ان انگلیوں کو آنکھوں پر پھیرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے دوست کے فعل کی مثل فعل کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی اس حدیث کی سند صحیح لذاتہ نہیں ہے (یعنی صحیح لغیرہ یا حسن ہے' زیادہ سے زیادہ ضعیف ہے) اسی طرح ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی نے اپنی کتاب ''موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ'' میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں اور وہ سند منقطع ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: جب مؤذن نے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کہا تو جس شخص نے اس کو سن کر یہ کہا: ''مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' پھر اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا' پھر ایک غیر معروف سند کے ساتھ فقیہ محمد بن الباب سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ آندھی سے ان کی آنکھ میں مٹی کا کوئی ذرہ پڑ گیا جس کی وجہ سے ان کی آنکھ میں شدید تکلیف ہوئی اور وہ باوجود کوشش کے اس کو اپنی آنکھ سے نہ نکال سکے' پھر جب انہوں نے مؤذن سے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' سنا تو یہی دعا کی تو وہ ریزہ فی الفور نکل گیا' الرداد نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ہے اور الشمس محمد بن صالح نے اپنی تاریخ میں بعض مصری قدماء سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے اذان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا' پھر آپ پر درود پڑھا اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا تو اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہیں آئیں گی اور ابن صالح نے کہا: میں نے اس کو فقیہ محمد بن زرندی سے سنا ہے' وہ بعض شیوخ عراق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں پر اپنی انگلیاں پھیرتے وقت کہا: ''صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویانور بصری ویا قرۃ عینی'' اور جب سے انہوں نے یہ عمل شروع کیا ان کی آنکھیں دکھنے نہیں آئیں' ابن صالح نے کہا: اس کو سننے کے بعد میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں اور فقیہ زاہد بلالی نے حضرت حسن علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ جس نے اذان میں ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' سن کر یہ کہا: ''مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا وہ اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی دکھیں گی اور ابو نصر خواجہ نے کہا کہ جس حدیث میں ہے: جس شخص نے مؤذن سے اذان میں ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' سن کر اپنے انگوٹھوں کو چوما اور ان کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور آنکھوں پر پھیرے وقت یہ دعا کی: اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی برکت سے ان کو منور فرما' تو وہ اندھا نہیں ہوگا' ان احادیث میں سے کسی حدیث کا بھی سند مرفوع ہونا صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ (المقاصد الحسنۃ ص ۳۸۴-۳۸۳' رقم الحدیث: ۱۰۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سخاوی نے حدیث مرفوع کے صحیح لذاتہ ہونے کی نفی کی ہے' یعنی اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سند صحیح لغیرہ' سند حسن یا سند ضعیف سے ہو سکتا ہے' نیز انہوں نے حدیث مرفوع کی صحت کی نفی کی ہے یعنی حدیث موقوف کی صحت کی نفی نہیں کی' یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سند صحیح سے ثابت ہے' ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ان شاء اللہ ہم عنقریب نقل کریں گے۔

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ نے علامہ سخاوی کی مکمل عبارت من وعن نقل کی ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۰۷-۲۰۶' مکتبۃ الغزالی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے علامہ سخاوی کی عبارت کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ جب اذان میں ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' سن کر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرنے کا عمل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

marfat.com
Marfat.com

عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل کے لیے کافی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۶۷۶) ایک قول یہ ہے کہ نہ یہ عمل کیا جائے نہ اس سے منع کیا جائے اور اس قول کا غریب ہونا اصحاب فہم پر مخفی نہیں ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص ۲۱۰ رقم الحدیث: ۸۲۹ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ قہستانی متوفی ۹۶۲ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس عمل کو مستحب کہا ہے اور ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کی سنت ہے اور ہمارے عمل کے لیے کافی ہے' نیز اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس عمل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' آپ کے ادب اور اجلال کا اظہار ہے اور ہر وہ فعل جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور اجلال کا اظہار ہوتا ہو اس کا کرنا فقہاء کے نزدیک مستحسن ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ مدینہ کے قریب سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو اس کو کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مدینہ کے قریب سواری سے اتر جانا اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہونا اس فعل کی کسی حدیث میں اصل نہیں ہے' اس کے باوجود فقہاء کے نزدیک یہ فعل مستحسن ہے تو جس فعل کی احادیث میں اصل ہو اور اس فعل کا حضرت ابوبکر کی سنت ہونا ثابت ہو تو اس کا مستحسن ہونا کس قدر زیادہ ہوگا۔

مسجد میں اذان دینے کا شرعی حکم

ہمارے بعض فقہاء نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ کہا ہے' اس سلسلہ میں پہلے ہم اذان دینے کی جگہ کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے' اس کے بعد عبارات فقہاء کا ذکر کریں گے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ بنونجار کی ایک عورت نے بیان کیا کہ مسجد (نبوی) کے گرد میرا گھر سب سے اونچا تھا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے اوپر فجر کی اذان دیتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۹)

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جاتے تو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دور میں بھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۸۸)

اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت کے متعلق فقہاء کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

اذان مسجد کے مینار یا مسجد سے باہر دینی چاہیے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

(خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۴۹' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ اذان منارہ میں ہو اور اقامت مسجد میں۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۴۶' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی' پاکستان' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اذان مئذنۃ (مینار) میں دینی چاہیے اور اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی

marfat.com
Marfat.com

جائے۔(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی المتوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں اصل یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے' تاکہ سب لوگوں کو خبر ہو جائے اور یہ سنت ہے جیسا کہ قنیہ میں مذکور ہے اور یہ کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم میں ہے' لیکن جلابی میں مذکور ہے کہ مسجد میں اذان دی جائے گی یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہو اور مسجد سے بعید جگہ میں اذان نہ دی جائے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۳' ایچ۔ایم سعید کمپنی' کراچی' پاکستان)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے اور اقامت زمین پر کہی جائے۔(البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید احمد بن محمد الطحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلند جگہ پر دی جائے جیسا کہ السراج میں مذکور ہے اور مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے' جیسا کہ قہستانی نے النظم سے نقل کیا ہے اور اگر وہاں کوئی بلند جگہ اذان دینے کے لیے نہ ہو تو فناء مسجد میں اذان دی جائے' جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۸۔۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہر چند کہ فقہاء نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ کہا ہے' لیکن اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک اونچے مکان کی چھت پر چڑھ کر صبح کی اذان دیتے تھے لیکن کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اذان دینے سے منع فرمایا ہو اور فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ کوئی چیز اس وقت تک مکروہ تنزیہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس چیز سے منع نہ فرمایا ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلا بدلھا من دلیل خاص.

مستحب کو ترک کرنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی' کیونکہ ثبوت کراہت کے لیے خاص دلیل ضروری ہے۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۳' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

دوسرا اشکال یہ ہے کہ بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان مسجد کے مینار میں دی جائے' حالانکہ عہد رسالت میں مساجد میں مینار نہ تھے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں مینار نہیں تھے' نہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں نہ حضرت عمر کے زمانہ میں' حضرت عثمان کے زمانہ میں مقام زوراء پر اذان دی جاتی تھی' پھر بنو امیہ کے زمانہ میں مینار بنائے گئے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بھی چار مینار بنائے گئے۔(شرح سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۷' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

اس پر تیسرا اشکال یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی جس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال ایک بلند مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے وہ حدیث ضعیف ہے۔امام ابوداؤد نے اس حدیث کو احمد بن محمد بن ایوب سے روایت کیا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے کہا: یہ کذاب ہے' ابن الجوزی نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(شرح سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۷۰' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

اس پر چوتھا اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اذان مسجد میں بھی دی گئی ہے:

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن هشام عن ابيه قال امر النبي صلى الله عليه وسلم بلالا ان يوذن يوم الفتح فوق الكعبة.

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فتح مکہ کے دن حکم دیا کہ وہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ سید محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

حافظ سیوطی نے ''اوائل'' میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسجد کے مینار پر چڑھ کر اذان دی وہ شرحبیل بن عامر المرادی تھا اور بنو سلمہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اذان کے لیے مینار بنائے، اس سے پہلے مینار نہیں تھے، امام ابن سعد نے حضرت ام زید بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ مسجد کے گرد میرا گھر سب سے اونچا تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابتداء میں اس کے اوپر چڑھ کر اذان دیتے تھے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد تعمیر فرما لی، اس کے بعد حضرت بلال مسجد کی چھت کے اوپر اذان دیتے تھے اور چھت کے اوپر کوئی بلند چیز رکھ لیتے تھے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام ابن سعد کی اس روایت کو علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور ''الفقہ الاسلامی'' کے مخرج نے بھی ذکر کیا ہے۔

(روح البیان ج ۸ ص ۳۵۰۔۳۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حاشیۃ الفقہ الاسلامی ج ۱ ص ۵۴۶)

امام ابن سعد کی جس روایت کا علامہ شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، یہ روایت ہم کو ''الطبقات الکبریٰ'' میں نہیں ملی، لیکن امام ابن سعد کی اور بھی تصانیف ہیں مثلاً تاریخ اور الطبقات الصغریٰ، ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ان میں سے کسی کتاب میں ہو

اس پر پانچواں اشکال یہ ہے کہ بعض فقہاء نے مسجد میں اذان دینے کو بلا کراہت جائز کہا ہے جیسا کہ علامہ قہستانی نے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں چھٹی اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ فقہاء نے جو بلند جگہ پر اور مینار پر اذان دینے کا طریقہ بتایا ہے اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اذان کی آواز تمام جگہوں پر پہنچ جائے اور اب جب کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان کی آواز زیادہ آسانی سے دور دور تک پہنچ جاتی ہے تو مینار پر چڑھ کر اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے جب کہ مینار بھی چالیس ہجری کے بعد بنائے گئے ہیں، آج کل عموماً مسجد کے محراب میں اذان دینے کے لیے ایک جگہ بنالی جاتی ہے اور وہاں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اذان دینے سے منع نہیں فرمایا، یہ ممانعت صرف چھٹی صدی ہجری اور بعد کے بعض فقہاء سے منقول ہے، جب کہ اس کے برخلاف احادیث سے مسجد میں اذان دینا ثابت ہے اور بعض فقہاء نے بھی مسجد میں اذان دینے کو بلا کراہت جائز کہا ہے، نیز اذان میں اللہ کا ذکر ہے اور مسجد میں اللہ کے ذکر سے روکنے پر سخت وعید ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (البقرۃ: ۱۱۴)

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے اسم کے ذکر کرنے سے منع کرے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے، اس لیے مسجد میں آواز بلند نہیں کرنی چاہیے اور اذان بلند آواز سے دی جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے سب سے بڑی مسجد یعنی کعبہ کی چھت پر حضرت بلال سے اذان دلوائی،

marfat.com
Marfat.com

مساجد میں دینی جلسے کیے جاتے ہیں جن میں بلند آواز سے تلاوت کی جاتی ہے' نعتیں پڑھی جاتی ہیں' نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگائے جاتے ہیں جن سے ساری مسجد گونج اٹھتی ہے' نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کیا جاتا ہے' جلسوں میں اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے' مذکور الصدر حدیث اور اہل سنت کے معمولات سے معلوم ہوا کہ مساجد میں اللہ کے نام اور اس کے ذکر کو بلند آواز سے کرنا ممنوع نہیں ہے البتہ مساجد میں بلند آواز سے جو ذکر ممنوع ہے وہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص یہ سنے کہ کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز کا بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر رہا ہے' اسے چاہیے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تیری گم شدہ چیز کو واپس نہ کرے کیونکہ مساجد کو اس لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۷۰۶)

اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ گم شدہ چیزوں کا مساجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا جاتا ہے' سو اگر خطرہ ہے تو ان اعلانات کو خطرہ ہے' اللہ کے نام کے ذکر اور اذان کو کیا خطرہ ہے' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ متقدمین مسجد کے مینار میں اذان دینے کے لیے اس وجہ سے کہتے تھے کہ بلند جگہ پر اذان دینے سے آواز سب لوگوں تک پہنچ جاتی ہے اور اب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ یہ مقصد زیادہ اچھے اور بہتر طریقہ سے پورا ہو جاتا ہے' اس لیے محراب مسجد میں جو لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے یہ بالکل شرعاً جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اذان کے مباحث میں سے ایک مبحث اذان کے بعد دعا ہے' اس کی تحقیق ہم نے تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۴ میں کر دی ہے۔

ایک اور مبحث ہے: اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا' اس کی تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵۱۔۵۴۹ میں کر دی ہے' نیز ذکر بالجہر ص ۲۴۵۔۲۳۴ میں بھی ہم نے اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر مفصل بحث کی ہے

(۵) قرآن اور سنت سے عام مومنین کی دعوت کا ثبوت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے' تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور دائماً اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم: ۶)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

اور اس سلسلہ میں احادیث یہ ہیں:

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا وہ مروان تھا' اس کی طرف ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: نماز خطبہ پر مقدم ہے' مروان نے کہا: وہ طریقہ ترک کر دیا گیا' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جس شخص نے کسی برائی کو دیکھا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے اس کو بُرا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے اس کو بُرا جانے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۴۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم

marfat.com
Marfat.com

میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا' سربراہ مملکت اپنے عوام کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال ہوگا اور گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا اور بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال ہوگا اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے مالک کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے' اس سے اس کے باپ کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۹۳' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۴۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۲۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث:۱۴۹۸)

نیکی اور بدی کے متعلق مفسرین کے اقوال

حٰمٓ السجدۃ:۳۴ میں فرمایا: ''اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں' سو آپ بُرائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں' پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے O''

نیکی اور بدی کی تفسیر میں علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی نے حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) ابن عیسیٰ نے کہا: نیکی سے مراد نرم بات ہے اور بدی سے مراد سخت اور تلخ بات ہے

(۲) نیکی سے مراد صبر کرنا ہے اور بدی سے مراد انتقام لینا ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نیکی سے مراد ایمان ہے اور بدی سے مراد شرک اور کفر ہے۔

(۴) ابن عمیر نے کہا: نیکی سے مراد معاف کرنا ہے اور بدی سے مراد انتقام لینا ہے۔

(۵) ضحاک نے کہا: نیکی سے مراد حلم اور بردباری ہے اور بدی سے مراد تند خوئی' بدمزاجی اور فحش کلام ہے۔

(۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: نیکی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور بدی سے مراد ان سے بغض رکھنا ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے تم اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ' امام ابوبکر بن العربی نے کہا: نیکی سے مراد مصافحہ کرنا ہے' حدیث میں ہے:

عطاء بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' یہ کینہ کو دور کرتا ہے اور ایک دوسرے کو تحفے دو اور ایک دوسرے سے محبت رکھو اس سے بغض دور ہوتا ہے۔

(موطاء امام مالک رقم الحدیث:۱۷۳۱' ج ۲ ص ۴۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر محبت اور خیر خواہی سے مصافحہ کرتا ہے تو ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۲۱۲' سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۷۲۷' مسند احمد رقم الحدیث:۱۸۵۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت بھی ہے کہ اگر کوئی شخص تم کو بُرا کہے تو تم اس سے کہو: اگر تم صادق ہو تو اللہ مجھے معاف کرے اور اگر تم کاذب ہو تو اللہ تمہیں معاف فرمائے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے بُرا کہا تو انہوں نے اس کو اسی طرح جواب دیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۳۲۳-۳۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

حسن اخلاق کے متعلق احادیث

اس کے بعد فرمایا: ”سو آپ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں‘ پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے“۔

اس آیت میں حسن اخلاق کی تلقین کی گئی ہے اور حسن اخلاق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت اس وقت کی جب میں گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ رہا تھا‘ آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۶۷۱‘ ج ۲ ص ۴۰۳‘ دار المعرفۃ‘ بیروت‘ ۱۴۲۰ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا آپ ان میں سے آسان کام کو اختیار کرتے تھے‘ بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو‘ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس کام سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا الا یہ کہ اللہ کی حدود توڑی جائیں‘ اگر اللہ کی حدود توڑی جاتیں تو آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۹۹‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵‘ جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۸۸۲)

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ فضول اور بے مقصد باتوں اور کاموں کو ترک کر دے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۸‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۶)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ انسان اپنے حسن اخلاق سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کے اجر کو پالیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۸‘ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۲۱)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: کیا میں تم کو اس کام کی خبر نہ دوں جس میں نماز اور صدقہ سے بہت زیادہ خیر ہے؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں‘ انہوں نے کہا: دو آدمیوں میں صلح کرانا اور تم بغض رکھنے سے اجتناب کرو‘ یہ نیکیوں کو کاٹ ڈالتا ہے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۲۲‘ ج ۲ ص ۴۰۴‘ بیروت)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کو مکمل کر دوں۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۲۳‘ ج ۲ ص ۴۰۴)

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے چند ایسی باتیں بتائیں جو زندگی میں میرے کام آئیں اور زیادہ باتیں نہ بتائیں ورنہ میں بھول جاؤں گا‘ آپ نے فرمایا: تم غصہ نہ کیا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۱۶‘ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص زور آور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے‘ زور آور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۱۴‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۸۶)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے‘ وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس سے گزریں‘ ایک اس

marfat.com
Marfat.com

طرف منہ کرلے دوسرا اس طرف منہ کرلے ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کے ساتھ ابتداء کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۲)

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ فلاں شخص سے گفتگو کرے گا اور اس سے راہ و رسم رکھے گا تو اس سے اس کے دین میں ضرر پہنچے گا' یا اس کے ساتھ میل ملاپ رکھنے سے اس کو کوئی دنیاوی نقصان پہنچے گا تو وہ تین دن کے بعد بھی اس سے قطع تعلق رکھ سکتا ہے' نیز قرآن اور سنت میں یہ حکم ہے کہ ظالموں' بدعتیوں اور فساق اور فجار سے قطع تعلق کرنا لازم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ ناپسندیدگی سے ان سے پیٹھ موڑو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۳۵، جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۳۰۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بدگمانی کرنے سے بچو' کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور لوگوں کے متعلق تجسس نہ کرو اور دنیا میں رغبت نہ کرو اور حسد نہ کرو اور بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۷، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۷۳۰)

بدگمانی نہ کرنے کا محمل یہ ہے کہ بغیر کسی دلیل کے کسی کی دین داری میں بدگمانی نہ کرو اور تجسس نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے عیوب تلاش نہ کرو اور دنیا میں رغبت نہ کرو کا معنیٰ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں کی وجہ سے دوسروں کو حقیر اور کم تر نہ جانو اور حسد نہ کرو کا معنیٰ ہے: کسی کے پاس دنیاوی نعمتیں دیکھ کر اس سے حسد نہ کرو' ہاں کسی کی دینی نعمتوں پر رشک کرنا مستحسن ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت رہے اور مجھے بھی مل جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو بار پیش کیے جاتے ہیں اور پیر کو اور جمعرات کو' پھر ہر عبد مومن کی مغفرت کر دی جاتی ہے' سوا اس بندے کو جو اپنے بھائی سے (غیر شرعی) بغض رکھتا ہو (فرشتوں سے) کہا جاتا ہے: ان دونوں کو رہنے دو حتیٰ کہ یہ صلح کرلیں۔ (صحیح مسلم البر والصلۃ رقم الحدیث: ۳۲، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۸۳۳)

لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا اور انہیں جواب نہ دینا اولوالعزم لوگوں کا طریقہ ہے

حٰمٓ السجدۃ: ۳۵ میں فرمایا: ''اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہوں اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہوں O''

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی ماتحت اس کی نافرمانی کرے یا اس کے مزاج کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ جوش غضب میں آ کر اس کو سخت سزا دیتا ہے' یا کوئی شخص کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو وہ اس سے انتقام لینے پر تل جاتا ہے اور ایسے مواقع پر ضبط کرنا اور اپنے سرکش نفس کو صبر اور ضبط کے ساتھ قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے' قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ O (الشوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے اور جو معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے اور بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا O

marfat.com
Marfat.com

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (الشوریٰ: ۴۱) اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے ○

اور صبر کا یہ عظیم مقام وہی لوگ پا سکتے ہیں جو بڑے نصیب والے ہوں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے گالی دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے تھے' پہلی ساعت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا' پھر ان کا غضب جوش میں آیا اور انہوں نے بھی اس کو برا کہا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ گئے' حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے گئے اور کہا: اس شخص نے مجھے گالی دی تھی' پہلے تو میں نے اس کو معاف کر دیا اور درگزر کیا اس وقت آپ بھی تشریف فرما تھے' پھر جب میں اس سے بدلہ لینے لگا تو آپ اٹھ گئے یا نبی اللہ! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری طرف سے ایک فرشتہ اس کو جواب دے رہا تھا اور جب تم بدلہ لینے لگے تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ پس اے ابوبکر! میں شیطان کے ہوتے ہوئے وہاں پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۵۷۹' دار الفکر' بیروت)

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص فضائل نفسانیہ اور قوت روحانیہ سے متصف ہو اور وہ صاحب نفس مطمئنہ ہو وہی غضب کے موقع پر صبر کر سکتا ہے کیونکہ وہی شخص انتقام لینے میں مشغول ہوگا جس کا نفس ضعیف ہو بلکہ جو صاحب نفس امارہ ہو کیونکہ جس کا نفس قوی ہوتا ہے اور وہ صاحب نفس مطمئنہ ہو وہ ایسے واقعات سے متاثر نہیں ہوتا جو موجب غضب ہوں' خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کو صاف کرے حتیٰ کہ اس کے نزدیک تلخ اور شیریں اور پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور برابر ہو جائیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نفس قوی نہیں تھا اور وہ صاحب نفس مطمئنہ نہیں تھے' پھر انہوں نے بعد میں اس شخص کو جواب دینا کیوں شروع کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا یہ فعل بہ ظاہر خلاف اولیٰ تھا لیکن حقیقت میں ہماری نیکیوں سے افضل تھا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ہی اس کا سبب بنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ کیا کہ جب انسان کسی کی زیادتی پر صبر کرے اور خود بدلہ نہ لے تو فرشتہ اس کی طرف سے جواب دیتا رہتا ہے۔

بعض لوگوں نے بعض مسائل میں مجھ سے اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی بناء پر وہ مجھے سب وشتم کرتے رہتے ہیں اور انہوں نے میرے خلاف مضامین شائع کیے اور مختلف کتابچے بھی لکھے جن میں مجھے جی بھر کر کوسا' میں نے ان میں سے کسی کو جواب نہیں دیا' میں صرف یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنے غیظ وغضب میں برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر میں حق پر ہوں تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنا

حٰمٓ السجدۃ: ۳۶ میں فرمایا: ''اور (اے مخاطب!) جب کبھی شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو' بے شک وہ خوب سننے والا' بہت جاننے والا ہے ○''

اس آیت میں ''نزغ'' کا لفظ ہے' علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:

کسی چیز میں طعن کرنا' کسی کی غیبت کرنا' لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا' کسی کو بہکانا اور ورغلانا اور کسی کو وسوسہ ڈالنا۔

(القاموس المحیط ج ۳ ص ۱۶۶' دار احیاء التراث الاسلامی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

حم السجدۃ:۳۶ میں اس کا معنی ہے: انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنا اور اس کو گناہ کرنے کے لیے بہکانا۔

(لسان العرب ج ۸ ص ۴۵۴' نشر ادب الحوزۃ' ایران' ۱۴۰۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اے مخاطب! اگر شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ ڈالے اور تم کو اس حکم پر عمل کرنے سے روکے کہ تم بدی کا جواب نیکی سے اور بُرائی کا جواب اچھائی سے دو تو تم اس کے وسوسہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس میں عام انسان سے خطاب ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے محفوظ ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مسلط کر دیا جاتا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ بھی' مگر یہ کہ اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی' وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹' رقم الحدیث:۳۶۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۵۲۳' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث:۵۱۴۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۶۴۱۷' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۰۱' مسند البزار رقم الحدیث:۲۴۳۸' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۵' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن مسعود رقم الحدیث:۸۳۳)

قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ اور علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم میں شیطان کے ڈالے ہوئے مرض سے اور اپنے دل میں اس کے وسوسہ سے اور اپنی زبان میں اس کے کلام سے معصوم ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۵۱' صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۷۰۰۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت آدم کے اوپر دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے (۱) میرا شیطان کافر تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی' وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج میری (نیکیوں میں) مددگار رہیں۔ (۲) حضرت آدم کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۸' جمع الجوامع رقم الحدیث:۱۴۷۹۶' الجامع الصغیر رقم الحدیث:۵۸۸۵' کنز العمال رقم الحدیث:۳۱۹۳۶' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱)

غصہ نہ کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلت میں قرآن اور سنت کی تصریحات

انسان جو کسی پر غضب ناک ہوتا ہے تو دراصل یہ بھی شیطان کے وسوسہ کی وجہ سے ہوتا ہے' انسان کو چاہیے کہ جب اسے کسی بات پر غصہ آئے تو وہ اپنے غصہ کو ضبط کرے اور صبر کرے اور جس پر غصہ آیا ہے اس کو معاف کر دے اور اس کی قرآن اور سنت میں بہت فضیلت ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۳۴)

غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۝

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (الشوریٰ:۳۷)

اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے اور جب وہ (کسی بات پر) غضب ناک ہوں تو معاف کر دیتے ہیں ۝

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آئے

marfat.com
Marfat.com

اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے' پھر اگر اس کا غصہ ختم ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ لیٹ جائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۵۹' جامع المسانید والسنن مسند ابی ذر رقم الحدیث: ۱۱۴۸۶)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے' ان میں ایک غضب ناک ہوا' اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: مجھے ایک ایسے جملہ کا علم ہے کہ اگر وہ یہ جملہ کہہ دے تو اس کا غضب فرو ہو جائے گا' وہ جملہ یہ ہے: **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** 'ایک شخص جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی وہ اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا: تم جانتے ہو کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ اس نے کہا: نہیں' اس نے کہا: آپ نے فرمایا تھا: مجھے ایسے جملہ کا علم ہے کہ اگر اس نے وہ جملہ کہہ دیا تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا' وہ جملہ ہے: **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** 'اس شخص نے کہا: کیا تم مجھے دیوانہ سمجھتے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۰)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ہم عروہ بن محمد کے پاس گئے' ان سے ایک شخص نے ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گئے' پھر انہوں نے اٹھ کر وضو کیا اور کہا: میرے والد نے میرے دادا عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک غضب شیطان کی جانب سے ہوتا ہے اور بے شک شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھائی جاتی ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضو کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۶)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غصہ کے تقاضے کو پورا کرنے پر قادر ہو اس کے باوجود وہ اپنے غصے کو ضبط کرلے تو قیامت کے دن اللہ سبحانہ اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے گا: تم بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے جس حور کو چاہو لے لو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۸۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا اس کی ہم کو خبر دے دی' اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو اس کو بھول گیا وہ بھول گیا' اس اثناء میں آپ نے فرمایا: بے شک دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور بے شک اللہ تم کو اس دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے' پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم اس دنیا میں کیا کرتے ہو' سنو دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو' نیز آپ نے فرمایا: سنو کسی آدمی کا رعب تمہیں حق بات کہنے سے نہ روک دے' جب کہ تم کو اس کا علم ہو' پھر حضرت ابوسعید رونے لگے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم نے بہت سی ایسی چیزیں دیکھیں جن سے ہم مرعوب ہو گئے' آپ نے مزید فرمایا: سنو! ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا' جس کی مقدار اس کی عہد شکنی کے برابر ہوگی اور سربراہ مملکت سے عہد شکنی سے بڑی اور کوئی عہد شکنی نہیں ہے' اس کی عہد شکنی کا جھنڈا اس کی سرین کے پاس گاڑ دیا جائے گا اور اس کی احادیث میں ہم کو یاد ہے آپ نے فرمایا: سنو! بنو آدم کو مختلف طبقات میں پیدا کیا گیا ہے' سنو ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلدی چلا جاتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو جلد غصہ آتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے اور یہ برابر سرابر ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو جلد غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے' سنو ان میں سب سے افضل وہ لوگ ہیں جن کو دیر میں غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور سب سے بدتر وہ ہیں جن کو جلد غصہ آئے اور دیر میں جائے' سنو! بے شک غضب ابن آدم کے دل میں

marfat.com
Marfat.com

ایک چنگاری ہے‘ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ غضب ناک شخص کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں‘ پس جس شخص کی یہ کیفیت ہو اس کو چاہیے کہ وہ زمین پر لیٹ جائے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۱‘ مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۷۵۲‘ مسند احمد ج ۳ ص ۷‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۳‘ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۰۱‘ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۹۱‘ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۷‘ جامع المسانید والسنن مسند ابو سعید الخدری رقم الحدیث: ۱۰۴۵)

غصہ کرنے کے دینی اور دنیاوی نقصانات

غصہ نہ کرنے اور غیظ وغضب کے تقاضوں کو ترک کرنے اور معاف کرنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) غصہ کرنے سے بلڈ پریشر بڑھتا ہے اور بلڈ پریشر کا مریض غصہ کرے تو اس کو فالج ہونے کا خطرہ ہے یا دماغ کی رگ پھٹ جانے کا‘ ہمارے علاقے میں ہائی بلڈ پریشر کے ایک مریض ہیں‘ وہ کسی بات پر غصہ ہوئے اور ان کے پورے جسم پر فالج ہو گیا‘ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(۲) جب آدمی غصہ کو ترک کرتا ہے اور انتقام نہیں لیتا تو وہ صبر کرنے کی اعلیٰ صفت سے متصف ہوتا ہے۔

(۳) غیظ وغضب میں وہی شخص آتا ہے جس میں تفاخر اور تکبر ہو اور یہ جاہلیت کی صفت ہے اور غصہ میں نہ آنا انسان کے منکسر المزاج اور متواضع ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) شیطان انسان کے خون کو جوش میں لاتا ہے تاکہ انسان کو دینی اور دنیاوی نقصان ہو اور مسلمان **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پڑھ کر غصہ کو دور کرتا ہے اور حلم اور صبر کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔

(۵) غصہ روکنے پر **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** سے مدد حاصل کرنی چاہیے اور وضو کرنے سے‘ پانی پینے سے اور اپنی حالت بدلنے سے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

(۶) وہ غصہ مذموم ہے جو دنیاوی امور اور اپنے ذاتی معاملات میں ہو اور جو غصہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں اور دشمنوں پر ہو اور اللہ کی حدود کے توڑنے پر ہو اور دین کی سربلندی اور احیاء سنت کے لیے ہو وہ غصہ محمود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں اور تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے‘ اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو O پھر بھی اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں O اور (اے مخاطب!) اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو خشک اور غیر آباد دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے‘ بے شک جس نے اس زمین کو زندہ کیا ہے وہی (قیامت کے دن) مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے‘ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے O (حم السجدۃ: ۳۹۔۳۷)

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر دلیل

حم السجدۃ: ۳۳ میں یہ بیان فرمایا تھا کہ ”اور اس سے عمدہ اور کس کا کلام ہو سکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے“ اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود‘ اس کی الوہیت‘ اس کی توحید‘ اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلائل پیش کیے جائیں‘ رات اور دن اور سورج اور چاند وغیرہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ایک مقرر شدہ نظام کے تحت تسلسل سے وجود میں آ رہا ہے‘ اس سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کسی ناظم کے تابع ہیں اور چونکہ پوری کائنات میں یہ نظام واحد ہے‘ اس سے واضح ہوا کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور اس پوری دنیا میں سورج سے عظیم اور قوی چیز ہمیں کوئی نظر نہیں آتی‘ وہ اگر اپنے

marfat.com
Marfat.com

مقام سے ذرا نیچے ہوتا تو اس کی تپش سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا اور اگر اوپر ہوتا تو سب سردی سے منجمد ہو جاتے تو جس ذات نے اس عظیم سیارے کو اپنے نظام کا پابند کیا ہوا ہے وہی خلاق عالم ہے' پھر وہ جب چاہتا ہے تو اس عظیم آفتاب کو گہن لگا کر بے نور کر دیتا ہے اور یہ اس کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے اور اس میں اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جو اتنے عظیم سورج کے نور کو سلب کرنے پر قادر ہے وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو اور ہمارے دلوں سے بصیرت کے نور کو زائل کرنے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے' اس لیے سورج گہن کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صلوٰۃ کسوف پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے' حدیث میں ہے:

سورج گہن کے وقت نماز پڑھنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی اور اس میں بہت طویل قیام کیا اور سورۂ بقرہ کے لگ بھگ قرأت کی' پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھا کر بہت دیر کھڑے رہے مگر یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے (دوبارہ) رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت میں بہت طویل قیام کیا اور یہ پہلی رکعت کے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا اور یہ پہلی رکعت کے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے کھڑے ہو کر قیام کیا' یہ بھی طویل قیام تھا مگر پہلے قیام سے کم تھا' پھر اس کے بعد دوبارہ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا' اس کے بعد آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور سورج سے گہن دور ہو گیا اور سورج چمکنے لگا' پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے مقام سے کسی چیز کو پکڑنے لگے تھے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا اور میں انگوروں کا ایک خوشا پکڑنے لگا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے اس سے زیادہ دہشت ناک منظر آج تک نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: ان کی ناشکری کی وجہ سے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کے احسان کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان کے ساتھ ساری عمر احسان کرتے رہو' پھر وہ تم سے کوئی معمولی کمی دیکھ لیں تو کہتی ہیں: میں نے تو تم سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۸۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۶۱' مسند احمد ج ۶ ص ۵۳)

سورج گہن کی نماز کے طریقہ میں مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نماز کسوف (سورج گہن کی نماز) میں رکوع کی تعداد میں مذاہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے مذہب میں نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں (جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں ہے) اور امام مالک' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے اور ابراہیم نخعی' ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ نے کہا کہ نماز کسوف جمعہ کی نماز اور صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے۔

(المجموع شرح المہذب ج ۶ ص ۱۳۲۔۱۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ نماز کسوف میں رکوع کی تعداد میں اضطراب ہے' مذکور الصدر حدیث میں ہر رکعت میں

marfat.com
Marfat.com

رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں ایک رکعت میں تین رکوع کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں ایک رکعت میں چار رکوع کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں ایک رکعت میں پانچ رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مضطرب ہو وہ لائق استدلال نہیں ہے' اس لیے ہم نے ان مضطرب روایات کو ترک کر دیا اور اس حدیث پر عمل کیا جس حدیث میں اصل کے مطابق ایک رکعت میں ایک رکوع کا ذکر ہے۔

ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کی حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز میں چھ رکوع اور چار سجدے کیے۔ (صحیح مسلم :الکسوف: ۱۰۔ رقم بلا تکرار: ۹۰۴۔ الرقم المسلسل: ۲۰۶۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۳' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۵۱۸)

ایک رکعت میں چار رکوع کرنے کی یہ حدیثیں ہیں:

طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت میں آٹھ رکوع اور چار سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: کسوف: ۱۸' رقم بلا تکرار: ۹۰۸' الرقم المسلسل: ۲۰۷۶' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۸۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۵۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی' آپ نے قرأت کی' پھر رکوع کیا' پھر قرأت کی۔ پھر رکوع کیا' پھر قرأت کی پھر رکوع کیا' پھر قرأت کی' پھر رکوع کیا' پھر سجدہ کیا اور دوسری رکعت پھر اسی طرح پڑھی۔ (صحیح مسلم :الکسوف: ۱۹۔ رقم بلا تکرار: ۹۰۹۔ الرقم المسلسل: ۲۰۷۷' سنن للنسائی رقم الحدیث: ۱۴۶۷)

ایک رکعت میں پانچ رکوع کرنے کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی' آپ نے لمبی سورتوں میں سے قرأت کی اور ایک رکعت میں پانچ رکوع کیے اور دو سجدے کیے' پھر دوسری رکعت بھی آپ نے اسی طرح پڑھی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۸۲)

فقہاء احناف کے نزدیک سورج گہن کی نماز کا طریقہ

فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ نماز کسوف میں باقی نمازوں کی طرح دو رکعت میں سے ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اتنا لمبا قیام کیا کہ لگتا تھا اب رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا لمبا رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ اب رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور اتنی دیر کھڑے رہے کہ لگتا تھا کہ اب سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ اب سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اتنی دیر بیٹھے رہے کہ لگتا تھا اب دوسرا سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا اور اسی طرح دوسری رکعت پڑھی۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۱۹۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۸۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۲۹)

marfat.com

Marfat.com

آیت سجدہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور نہ تم سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے O" اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہر چند کہ وہ دو عظیم سیارے ہیں لیکن یہ ان کی ذاتی فضیلت نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ سجدہ کیے جانے کے مستحق ہوں ان کا خالق تو اللہ عزوجل ہے وہ جب چاہے سورج اور چاند کو فنا کردے یا ان کی روشنی کو زائل کردے اور تم اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور اپنے نظام قدرت کو مسخر کردیا ہے اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔

فرشتوں کی دائمی تسبیح پر ایک اشکال کا جواب

حٰم السجدۃ: ۳۸ میں فرمایا: "پھر بھی اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں تو وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں O"

یہ آیت سجدہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ قرآن مجید میں گیارہویں آیت سجدہ ہے۔

اس آیت میں فرشتوں کی صفت میں فرمایا ہے کہ وہ رات اور دن اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں تو وہ باقی کام کس وقت کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید نے ان کے اور کاموں کا بھی ذکر فرمایا ہے مثلاً:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ. (الشعراء: ۱۹۴۔۱۹۳)
جبریل امین نے قرآن مجید کو آپ کے قلب پر نازل کیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ. (النساء: ۹۷)
بے شک فرشتوں نے جن لوگوں کی روح قبض کی۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ. (القدر: ۴)
فرشتے اور جبریل اپنے رب کی اجازت سے شب قدر میں نازل ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں وہ فرشتوں کی خاص نوع ہیں وہ اکابر ملائکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسرے فرشتے ان کاموں میں مشغول رہتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ لگا دیئے ہیں۔

بشر اور فرشتوں میں باہمی افضلیت کی تحقیق اور امام رازی کی تفسیر پر بحث و نظر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

کیا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے بشر سے افضل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اعلیٰ درجہ والوں سے ادنیٰ درجہ والوں کے حال پر استدلال کیا جاتا ہے پس یوں کہا جائے گا کہ اگر یہ کفار اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے اکابر ملائکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس نوع میں اعلیٰ درجہ والوں کے حال کے حسن سے ادنیٰ درجہ والوں کے خلاف استدلال ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں: اس دلیل سے مطلقاً فرشتوں کا بشر سے افضل ہونا لازم نہیں آتا بلکہ فرشتوں کا کفار سے افضل ہونا لازم آ رہا ہے باقی فرشتوں اور بشر کے درمیان افضلیت کی تحقیق اس طرح ہے:

marfat.com
Marfat.com

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ فلاسفہ اور اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ فرشتے بشر سے افضل ہیں حتیٰ کہ نبیوں اور رسول سے بھی افضل ہیں اور جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ بشر فرشتوں سے افضل ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:

رسل بشر' رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر (یعنی مؤمنین نہ کہ کفار) عامۃ الملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے بالاجماع افضل ہیں' بلکہ بالضرورۃ افضل ہیں۔

رسل بشر کی رسل ملائکہ سے افضلیت اور عامۃ البشر کی عامۃ الملائکہ سے افضلیت پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تکریم کے لیے ان کو سجدہ کریں اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی تعظیم کا حکم دیا جاتا ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے اسماء کی تعلیم دی تو اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ حضرت آدم کی تعظیم اور تکریم کی وجہ استحقاق بیان کی جائے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے ۝

اور تمام جہان میں فرشتے بھی شامل ہیں۔

(۴) انسان میں شہوت اور غضب ہے اور اس کو کھانے پینے' رہنے اور لباس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں اس کو علمی اور عملی کمال کے حصول سے مانع ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان عوارض اور موانع کے باوجود عبادت کرنا اور علمی اور عملی کمال حاصل کرنا' ان کی عبادت سے بہت افضل ہے جن کو عبادت کرنے سے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے' اس لیے انسان کا عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت کرنے سے بہت افضل ہے۔ (شرح عقائد نسفی ملخصاً' ص ۱۲۶' کراچی)

حشر ونشر کے امکان پر ایک دلیل

حٰمٓ السجدۃ: ۳۹ میں فرمایا: ''اور (اے مخاطب!) اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو خشک اور غیر آباد دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے' بے شک جس نے اس زمین کو زندہ کیا ہے وہی (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرنے والا ہے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے ۝''

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن اور سورج اور چاند سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے کہ جو ذات مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے' وہ ذات مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے' اس لیے مشرکین کا حشر ونشر کا انکار کرنا باطل ہے' نیز جب اللہ تعالیٰ نے پہلی بار انسان کو بلکہ اس پوری کائنات کو پیدا کر دیا تو اس کے لیے دوبارہ اس انسان کو جیتا جاگتا کھڑا کر دینا کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں' آیا جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اطمینان سے قیامت کے دن آئے گا' تم جو چاہو کرو' بے شک وہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ۝ بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اس وقت کفر کیا جب وہ ان کے پاس پہنچ چکا تھا (ان کو عذاب دیا جائے گا) بے شک یہ بہت معزز کتاب ہے ۝ اس میں باطل کہیں سے نہیں آ سکتا' نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے' یہ کتاب بہت

marfat.com

Marfat.com

حکمت والے حمد کیے ہوئے کی طرف سے نازل شدہ ہے O (حٰمٓ السجدۃ: ۴۴۔۴۰)

الحاد کا معنی اور اس کا مصداق

اس سے پہلے حٰمٓ السجدۃ: ۳۳ میں یہ بتایا تھا کہ انسان کا سب سے عمدہ منصب اور مرتبہ اللہ کے دین کی دعوت دینا ہے' پھر حٰمٓ السجدۃ: ۳۷ میں یہ بتایا کہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات پر دلائل قائم کیے جائیں اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں شبہات ڈالتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہیں' پھر ان کو ڈراتے ہوئے اور دھمکاتے ہوئے فرمایا: ''تم جو چاہو کرو بے شک وہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے''۔

اس آیت میں کج بحثی کے لیے ''یلحدون'' فرمایا ہے' یلحدون الحاد سے ماخوذ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ الحاد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحاد کا مادہ لحد ہے' لحد اس گڑھے کو کہتے ہیں جو درمیان سے بغلی جانب جھکا ہوا ہوتا ہے' الحاد کا معنی ہے: حق سے انحراف کرنا' الحاد کی دو قسمیں ہیں: (۱) کسی کو اللہ کا شریک قرار دینا (۲) ان اسباب کو ماننا جو شرک کی طرف پہنچائیں' پہلی قسم ایمان کے منافی ہے اور دوسری قسم ایمان کی گرہ کو کمزور کر دیتی ہے لیکن ایمان کو باطل نہیں کرتی' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۔ (الاعراف: ۱۸۰) جو لوگ اللہ کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی دو قسمیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت بیان کی جائے جو اس کے لیے جائز نہیں ہے' مثلاً یہ کہنا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے' یا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (۲) اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں (مثلاً اللہ میاں یا اللہ سائیں کہنا)۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۷۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے: ''جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں'' یہاں الحاد سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے: جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں (۲) ابو مالک نے کہا: جو لوگ ہماری آیتوں سے انحراف کرتے ہیں (۳) ابن زید نے کہا: جو لوگ ہماری آیتوں کا کفر کرتے ہیں (۴) سدی نے کہا: جو لوگ ہمارے رسولوں سے عناد رکھتے ہیں (۵) مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: جب مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو کفار سیٹیاں بجاتے ہیں اور تالیاں پیٹتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''آیا جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اطمینان سے قیامت کے دن آئے گا''۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) عکرمہ نے کہا: جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ ابو جہل ہے اور جو شخص قیامت کے دن اطمینان سے آئے گا وہ حضرت عمار بن یاسر ہیں۔

(۲) ابن زیاد نے کہا: جس کو دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا وہ ابو جہل ہے اور جو قیامت کے دن اطمینان سے آئے گا وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۳) مقاتل نے کہا: جن کو دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا وہ ابو جہل اور اس کے ساتھی ہیں اور جو اطمینان کے ساتھ

marfat.com

Marfat.com

قیامت کے دن آئیں گے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۴) ابن بحر نے کہا: اس آیت میں عموم مراد ہے' دوزخ میں جھونکا جانے والا کافر ہے اور قیامت کے دن مطمئن ہو کر آنے والے مؤمنین ہیں۔ (النکت والعیون للماوردی ج ۵ ص ۱۸۵۔۱۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اور یہ جو فرمایا ہے: تم جو چاہو کرو' یہ دھمکانے کے لیے فرمایا ہے یعنی تمہارے کفر پر اصرار کی وجہ سے تمہارے لیے دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہے' اب تم جو چاہو کرو' تمہاری کسی کوشش سے یہ عذاب ٹل نہیں سکتا۔

جعلی پیروں اور بناوٹی صوفیوں کا الحاد

اس آیت میں فرمایا ہے: ''جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہے'' اس سے ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو علم اور معرفت سے خالی ہوتے ہیں اور زہد اور تقویٰ کا اظہار کرتے ہیں' وہ کشف اور الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو بیعت کرتے ہیں اور اپنی روحانیت اور کرامتوں کا چرچا کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اغنیاء اور حکام ان کے پاس آئیں اور ان کے زہد اور تقویٰ سے متاثر اور مرعوب ہوں' وہ علماء دین کی تحقیر کرتے اور لوگوں کو ان سے متنفر کرتے ہیں اور بغیر علم کے قرآن اور حدیث کی تفسیر کرتے ہیں اور وعظ اور تقریریں کرتے ہیں' لوگ ان سے مسائل معلوم کرتے ہیں اور وہ بغیر علم کے فتاویٰ جاری کرتے ہیں' لوگ ان کو بھاری بھاری نذرانے دیتے ہیں اور وہ مال و دولت سے اپنے مریدوں میں اضافہ کرتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو اپنے بندوں کے سینے سے نہیں نکالے گا لیکن اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا' حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنالیں گے' ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے' پس وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گم راہ کریں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۲' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۶۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلہ میں دنیا کو طلب کریں گے' وہ لوگوں کے سامنے درویشی ظاہر کرنے کے لیے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے' ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہوں گے' کیا وہ (میری مہلت دینے سے) دھوکا کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت پر) جرأت کر رہے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۶۵۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۴۴۳' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۳۲۳)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ لوگ صوفیاء اور درویشوں کا لباس پہن کر اور ریاکاری سے عبادت کر کے لوگوں کو دھوکا دیں گے اور لوگوں کو اپنا معتقد اور مرید بنانے کے لیے اور دنیا کا مال بٹورنے کے لیے' زہد و تقویٰ کا اظہار کریں گے اور وہ نیک اور خدا ترس علماء سے عداوت رکھیں گے' ان پر حیوانی صفات اور شہوات کا غلبہ ہوگا اور وہ اپنے نام و نمود کے لیے کارروائی کریں گے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۱۸۳۔۱۸۲' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے' پس میں اپنی ذات اور

marfat.com
Marfat.com

صفات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ان کے لیے ایسا فتنہ مقرر کر دیا ہے جس میں مبتلا ہو کر بردبار آدمی بھی حیران ہوگا' کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکا کھا رہے ہیں یا مجھ پر جرأت کر رہے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۰۴' المسند الجامع رقم الحدیث: ۸۲۷۹' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن عمر رقم الحدیث: ۷۶۰)

ایلوے کا معنیٰ ہے: گھیکوار کے گودے کا خشک کیا ہوا رس۔ (قائد اللغات ص ۱۳۶' فیروز اللغات ص ۱۵۰)

گھیکوار ایک قسم کا پودا ہے جس کے پتے بہت لمبے ہوتے اور ان سے لیس دار مادہ نکلتا ہے۔ (فیروز اللغات ص ۱۰۳۵)

حٰمٓ السجدۃ: ۴۱ میں فرمایا: ''بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اس وقت کفر کیا جب وہ ان کے پاس پہنچ چکا تھا (ان کو عذاب دیا جائے گا) بیشک یہ بہت معزز کتاب ہے O''

اس آیت میں قرآن مجید کو عزیز فرمایا ہے' اس کا معنیٰ ہے: اس کتاب کی کوئی مثال نہیں ہے' یا اس کا معنیٰ ہے: یہ کتاب تمام کتابوں پر غالب ہے۔

حٰمٓ السجدۃ: ۴۲ میں فرمایا: ''اس میں باطل کہیں سے نہیں آ سکتا' نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے' یہ کتاب بہت حکمت والے حمد کیے ہوئے کی طرف سے نازل شدہ ہے O''

قرآن مجید کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہ آنے کے محامل

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اس کتاب کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا'' اس کی متعدد تفسیریں ہیں:

(۱) نہ اس سے پہلی آسمانی کتابوں مثلاً تورات' زبور اور انجیل میں اس کی تکذیب ہے اور نہ اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب آئے گی کہ اس کی تکذیب ہو سکے۔

(۲) قرآن مجید نے جس چیز کے حق ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ باطل نہیں ہو سکتی اور قرآن مجید نے جس چیز کے باطل ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ حق نہیں ہو سکتی۔

(۳) قرآن مجید محفوظ ہے' نہ اس سے کوئی آیت کم ہو سکتی ہے نہ اس میں کوئی اپنی طرف سے کسی آیت کا اضافہ کر سکتا ہے۔

(۴) پچھلے زمانہ میں کوئی ایسی کتاب تھی جو اس کا معارضہ کرتی اور نہ آئندہ کوئی ایسی کتاب آ سکے گی جو اس کا معارضہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) آپ کے خلاف وہی باتیں کہی جا رہی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کے خلاف کہی جاتی رہی ہیں' بے شک آپ کا رب (مؤمنوں کے لیے) ضرور مغفرت والا ہے اور (کافروں کے لیے) دردناک عذاب والا ہے O اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں کر دیتے تو وہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں' کیا (کتاب کی زبان) عجمی ہو اور (رسول کی زبان) عربی ہو؟ آپ کہیے: یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے' ان لوگوں کو بہت دور سے ندا کی جا رہی ہے O

(حٰمٓ السجدۃ: ۴۳-۴۴)

کفار کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ملحدین کو ڈرایا اور دھمکایا تھا' پھر قرآن مجید کی آیات کی عظمت اور شرف کو بیان فرمایا اور کتاب اللہ کے درجہ کی بلندی کا ذکر فرمایا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے مضمون سابق کو دہرایا اور وہ یہ ہے: ''اور کافروں نے کہا: آپ ہمیں جس دین کی طرف بلا رہے ہیں' ہمارے دلوں میں اس پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کریں اور بے شک ہم اپنا کام کرنے

marfat.com
Marfat.com

والے ہیں ○'' (حم السجدۃ:۵) پھر اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ کے خلاف وہی باتیں کہی جا رہی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہی جاتی رہی ہیں' یعنی جس طرح پہلے رسولوں پر طعن کیا جاتا تھا اور ان کے متعلق دل آزار باتیں کی جاتی تھیں سو ایسی ہی باتیں آپ کے متعلق بھی کی جا رہی ہیں' لہٰذا آپ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیجئے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور دعوت میں مشغول رہیے۔

قرآن مجید کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا قرآن کی ہدایت سے محروم ہونا

حٰم السجدۃ: ۴۴ میں فرمایا: ''اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں کر دیتے تو وہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں کیا (کتاب کی زبان) عجمی ہو اور (رسول کی زبان) عربی ہو؟''۔

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت بیان کر دی اور اس کے احکام شرعیہ کو وضاحت سے بیان فرما دیا' اس کے باوجود کفار مکہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ ان کا کفر محض ضد' عناد' سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے' ان کے پاس ایمان نہ لانے کا کوئی منطقی جواز نہیں ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ○ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○ (الشعراء: ۱۹۸)

اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے ○ پھر وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتے ○

اسی طرح اگر ہم پورا قرآن عجمی زبان میں نازل فرما دیتے تب بھی یہ کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ یعنی وہ یہ کہتے کہ پورے قرآن کو لغت عرب میں کیوں نہیں نازل کیا گیا اور وہ اس کا انکار کرتے اور یہ کہتے کہ عربی مخاطب کے اوپر عجمی قرآن کیوں نازل کیا گیا ہے جس کو وہ سمجھ ہی نہیں سکتا' حضرت ابن عباس' مجاہد اور عکرمہ وغیرھم نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''آپ کہیے: یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے' یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے دلوں کے لیے یہ قرآن ہدایت ہے اور ان کے سینوں سے شکوک اور شبہات دور کرنے کے لیے یہ قرآن شفاء ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے' وہ قرآن مجید کی آیات میں غور کرتے ہیں نہ ان کو سمجھتے ہیں اور یہ ان پر اندھا پن ہے' وہ اس سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (بنو اسرائیل: ۸۲)

اور ہم جس قرآن کو نازل کر رہے ہیں وہ مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کے لیے صرف نقصان کو زیادہ کرتا ہے ○

''اور ان لوگوں کو بہت دور سے ندا کی جا رہی ہے ○'' مجاہد نے کہا: یہ ندا ان کے قلوب سے بہت دور ہے' امام ابن جریر نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو ان کو پکار رہا ہے اور ان سے خطاب کر رہا ہے وہ گویا کہ ان سے بہت دور ہے' ضحاک نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو ان کے بہت قبیح ناموں سے پکارا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں (بھی) اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک میعاد پہلے سے مقرر نہ ہوتی تو

marfat.com

Marfat.com

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ ۚ وَاِنَّهُمۡ لَفِيۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ﴿۴۵﴾ مَنۡ عَمِلَ

ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک یہ لوگ اس قرآن کے متعلق سخت خلجان اور شک میں ہیں O جس نے کوئی نیک کام کیا ہے تو وہ اپنے

صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿۴۶﴾

نفس کے فائدہ کے لیے کیا ہے اور جس نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو اس کا ضرر (بھی) اسی کو ہوگا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں (بھی) اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک میعاد پہلے سے مقرر نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک یہ لوگ اس قرآن کے متعلق سخت خلجان اور شک میں ہیں O جس نے کوئی نیک کام کیا ہے تو وہ اپنے نفس کے فائدہ کے لیے کیا ہے اور جس نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو اس کا ضرر (بھی) اسی کو ہوگا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے O

اہل مکہ کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

یعنی جب ہم نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا' بعض لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور بعض لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور جب ہم نے آپ کے اوپر قرآن کریم کو نازل کیا تو یہی حال آپ کی قوم کا ہے' بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اس کا کفر کیا' سو اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے کچھ لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے تو آپ اس پر غم نہ کریں' ہر صاحب کتاب نبی کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے۔

کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں تو ہماری مخالفت کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: "اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک میعاد پہلے سے مقرر نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا"۔

کفار مکہ پر ایسا عذاب نہیں آیا جس سے پورا مکہ ملیامیٹ کر دیا جاتا اور کفار مکہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جاتا اور شہر مکہ قوم عاد اور ثمود کی بستیوں کی طرح کھنڈرات اور ویرانوں میں تبدیل ہو جاتا' کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیٔ رحمت ہیں اور مکہ وہ شہر ہے جس کی طرف انبیاء اور مرسلین نے ہجرت کی ہے اور ملائکہ مقربین اس شہر میں نازل ہوتے رہے' اس شہر میں اللہ نے اپنا گھر بنایا اور اس کے خلیل اور ذبیح نے اس شہر کو بسایا' اس کے خلیل نے اس شہر کے لیے دعا کی: اے اللہ! لوگوں کے دلوں کو اس شہر کی طرف پھیر دے' اس کے کعبہ کے متعلق فرمایا: جو اس میں داخل ہوگا وہ مامون ہو جائے گا' اس لیے اللہ کی رحمت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ عاد اور ثمود کی بستیوں کی طرح اس شہر میں بھی عذاب نازل کر کے اس شہر کو تہس نہس کر دے۔

ظلم کی مذمت میں احادیث

حٰمٓ السجدۃ: ۴۶ میں فرمایا: "جس نے کوئی نیک کام کیا ہے تو وہ اپنے نفس کے فائدہ کے لیے ہے اور جس نے کوئی بُرا کام کیا ہے تو اس کا ضرر (بھی) اسی کو ہوگا O"

قرآن مجید کی متعدد آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہر شخص کو اس کے عمل کا صلہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ظلم نہیں کرے گا' اللہ سے ظلم کی نفی اور ظلم کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کر دیا' سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۵۷۷' الرقم المسلسل: ۶۴۵۰' جامع المسانید والسنن مسند ابی ذر رقم الحدیث: ۱۱۳۵۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو' کیونکہ ظلم کرنے سے قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل کرنے سے بچو' بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ بخل نے انہیں خونریزی کرنے پر اور حرام کاموں کو حلال کرنے پر ابھارا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۵۷۸' الرقم المسلسل: ۶۴۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو' آپ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہو اور اس شخص پر تہمت لگائی ہو اور اس شخص کا مال کھایا ہو اور اس شخص کا خون بہایا ہو اور اس شخص کو مارا ہو' پھر وہ اس کو اپنی نیکیاں دے' پھر جو اس پر حقوق ہیں ان کے ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۱' الرقم المسلسل: ۶۴۵۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے' پھر جب وہ اس کو اپنی گرفت میں لے گا تو پھر اس کو نہیں چھوڑے گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ط اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (ھود: ۱۰۲)

اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے' جب وہ بستیوں پر اس حالت میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے ○

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ظالم کی مدد کرنے کے لیے اس کے ساتھ گیا جب کہ اس کو علم تھا کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۶۱۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۰۴۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۷۵۹۶)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ظالم کے ساتھ گیا' اس نے ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدۃ: ۲۲)

بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ○

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۳۱۷۱)

الجزء ۲۵

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جس مادہ کو کوئی حمل ہوتا ہے

اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ط وَيَوْمَ

اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے' ان سب کا اس کو علم ہے اور جس دن اللہ ان سب (مشرکوں) کو بلا کر فرمائے گا: میرے

marfat.com
Marfat.com

يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَاءِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾

شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم تجھے بتا چکے ہیں کہ ہم میں سے تو کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے O

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ

اور ان سے وہ سب گم ہو جائیں گے جن کی اس سے پہلے وہ دنیا میں پرستش کرتے تھے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اب

مَحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ

ان کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے O انسان خیر کی دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی شر پہنچ جائے تو وہ

فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ

مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے O اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ

مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ

ضرور کہے گا کہ میں بہرصورت اس کا حق دار تھا اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہو گی اور اگر میں

رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ

اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہو گی، پس ہم ضرور کافروں کو ان کے کاموں

كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا

کی خبر دیں گے اور ہم ان کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے O اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر

عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾

لیتا ہے اور پہلو بچا کر (ہم سے) دور ہو جاتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا ہو جاتا ہے O

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ

آپ کہیے کہ بھلا یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم نے اس کا کفر کیا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون

أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ

گم راہ ہو گا جو مخالفت میں حق سے بہت دور چلا جائے O ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں بھی

marfat.com

Marfat.com

وَفِيٓ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ

دکھائیں گے اور خود ان کے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ قرآن

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ

برحق ہے' کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہے ○ سنو بے شک ان کو اپنے رب سے

اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ﴿۵۴﴾ ع

ع ۱۰/۶

ملاقات کے متعلق شک ہے' سنو وہ ہر چیز پر محیط ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جس مادہ کو کوئی حمل ہوتا ہے اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے ان سب کا اس کو علم ہے اور جس دن اللہ ان سب (مشرکوں) کو بلا کر فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم تجھے بتا چکے ہیں کہ ہم میں سے تو کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے ○ اور ان سے وہ سب گم ہو جائیں گے جن کی اس سے پہلے وہ دنیا میں پرستش کرتے تھے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے ○ انسان خیر کی دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی شر پہنچ جائے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے ○ اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ ضرور کہے گا کہ میں بہر صورت اس کا حق دار تھا ○ اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہوگی' پس ہم ضرور کافروں کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے اور ہم ضرور ان کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے ○ (حٰمٓ السجدۃ: ۵۰۔۴۷)

اللہ تعالیٰ کا علم غیب قطعی اور ذاتی ہے اور مخلوق کو بالواسطہ غیب کا علم ہوسکتا ہے

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کس وقت قائم ہوگی اس کا بالذات اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' اسی طرح اس کائنات میں جو بھی حوادث رونما ہوتے ہیں کسی مادہ کو جب بھی حمل ہوتا ہے یا وضع حمل ہوتا ہے' جب بھی باغات میں پھل نکلتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں' سب چیزوں کا اللہ کو علم ہوتا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

کیا یہ بات نہیں ہے کہ نجومی اپنے حساب سے سال میں ہونے والے اکثر واقعات کو جان لیتے ہیں' اسی طرح رمل سے اور خواب کی تعبیروں سے مستقبل میں ہونے والے اکثر واقعات کا پیشگی علم ہو جاتا ہے اور غیب کی باتوں کا پتا چل جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان علوم کے ماہرین کو یقینی اور قطعی طور پر کسی غیب کی بات کا علم نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ بات یہ ہے کہ ان کو کمزور درجہ کا ظن ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ قطعی اور یقینی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۷۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح محکمہ موسمیات والے پیشگی بتا دیتے ہیں کہ بارش کب ہوگی اور کل موسم کا درجہ حرارت کیا ہوگا' لیکن یہ پیش گوئیاں ۹۰ فی صد درست ہوتی ہیں' اس لیے ان کے معاملہ میں امام رازی کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ پیش گوئیاں قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں۔ لیکن سورج گہن لگنے اور چاند گہن لگنے کی جو سالوں پہلے خبر دی جاتی ہے اور پوری دنیا میں ان کا نظام الاوقات بتا دیا جاتا ہے یہ پیش گوئیاں سو فی صد صحیح ہوتی ہیں اور آج تک ان کی کوئی خبر غلط ثابت نہیں ہوئی' اسی طرح

marfat.com

Marfat.com

الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پیشگی بتا دیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ اور یہ پیشگی خبر بھی سوفی صد صحیح ہوتی ہے' اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم آلات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ بغیر کسی آلہ کے ہے' اسی طرح جو فرشتہ ماں کے رحم میں لکھتا ہے کہ یہ بچہ مذکر ہے یا مؤنث' اس کی مدت حیات کتنی ہے' اس کا رزق کتنا ہے اور یہ سعید ہے یا شقی ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم یقینی اور قطعی ہے اور بغیر کسی آلہ اور سبب کے ہے اور بغیر تعلیم کے اور ذاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بھی وحی اور الہام کے ذریعہ غیب کا علم ہوتا ہے اور ان کے لیے بالواسطہ غیب کا علم ماننا ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے اور اس کا انکار کرنا عناد اور گم راہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

انسان کی ناسپاسی اور ناشکری

حٰم السجدۃ: ۴۹ میں فرمایا: ''انسان خیر کی دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی شر پہنچ جائے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے O''

سدی نے کہا: خیر سے اس آیت میں مال' صحت' سلطنت اور عزت مراد ہے اور انسان سے مراد کافر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان سے ولید بن مغیرہ مراد ہے' ایک قول ہے: ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ مراد ہیں اور ایک قول ہے: امیہ بن خلف مراد ہے اور اس آیت میں جو شر کا ذکر کیا گیا اس سے فقر اور مرض مراد ہے۔

حٰم السجدۃ: ۵۰ میں فرمایا: ''اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ ضرور کہے گا کہ میں بہر صورت اس کا حق دار تھا O''

اس آیت میں ضرر اور تکلیف سے مراد بیماری' سختی اور فقر ہے اور رحمت سے مراد وسعت' کشادگی اور دولت ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے اس رحمت کا مستحق تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے اعمال سے راضی تھا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان نعمتوں کا دینا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دے کر اس کو امتحان میں مبتلا کیا ہے تاکہ مصائب پر اس کا صبر اور انعامات پر اس کے شکر کا اظہار ہو۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہوگی O''

اس آیت میں حسنیٰ اور خیر سے مراد جنت ہے' وہ بغیر کسی نیک عمل کے جن کی تمنائیں کرتا ہے۔ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب نے کہا: کافر کی دو تمنائیں ہوں گی: دنیا میں اس کی یہ تمنا ہوگی کہ اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو اس کے پاس میری خیر یعنی جنت ہوگی اور آخرت میں اس کی یہ تمنا ہوگی: اے کاش! ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور ہم مومنوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۲۷)

پھر فرمایا: ''پس ہم ضرور کافروں کو ان کے اعمال کی خبر دیں گے'' یعنی کافروں کو ان کے اعمال کی سزا دیں گے' اس آیت میں لام قسمیہ ہے' یعنی اللہ تعالیٰ قسم کھا کر یہ بات فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر (ہم سے) دور ہو جاتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا ہو جاتا ہے O آپ کہیے کہ بھلا یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم نے اس کا کفر کیا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہوگا جو مخالفت میں حق سے بہت دور چلا

marfat.com
Marfat.com

جائے O ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے نفسوں میں بھی، حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ قرآن برحق ہے، کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ان کا رب ہر چیز پر گواہ ہے O سنو بے شک ان کو اپنے رب سے ملاقات میں شک ہے، سنو! وہ ہر چیز پر محیط ہے O (حٰم السجدۃ: ۵۴۔۵۱)

حٰم السجدۃ: ۵۱ میں فرمایا ہے: ''اور جب ہم انسان (یعنی کافر) پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے O''

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں انسان سے مراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف ہیں، جنہوں نے اسلام سے منہ پھیر لیا اور اس سے دور ہو گئے اور یہ جو فرمایا ہے: ''اور پہلو بچا کر (ہم سے) دور ہو جاتا ہے'' اس کا معنیٰ ہے: وہ حق کی اطاعت اور اتباع کرنے سے خود کو بلند سمجھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے تکبر کرتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، یعنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور کافر مصیبت میں اپنے رب کو پہچانتا ہے اور راحت میں اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔

قرآن پر ایمان لانے کی کافروں کو نصیحت

حٰم السجدۃ: ۵۲۔۵۳ میں فرمایا: ''آپ کہیے! بھلا یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم نے اس کا کفر کیا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہوگا جو مخالفت حق میں بہت دور چلا جائے O ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ قرآن برحق ہے، کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ان کا رب ہر چیز پر گواہ ہے O'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یہ حجت قائم کی ہے کہ تم لوگ جب بھی قرآن مجید کو سنتے ہو تو اس سے اعراض کر لیتے ہو اور اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور توحید کو قبول کرنے سے گھبراتے ہو اور دور بھاگتے ہو اور یہ تو واضح بات ہے کہ بداہت عقل یہ نہیں کہتی کہ قرآن مجید منزل من اللہ نہیں ہو سکتا اور نہ بداہت عقل یہ کہتی ہیں کہ اللہ واحد نہیں ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول نہیں ہیں، پس دلیل سے قطع نظر یہ بات صحیح ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی، پھر جب قرآن مجید کا اللہ کی طرف سے نزول ہو سکتا ہے تو پھر تم اس کا انکار کیوں کرتے ہو اور اس کے انکار پر اصرار کر کے اللہ تعالیٰ کے عظیم عذاب کے مستحق کیوں ہوتے ہو، پھر تم کو چاہیے کہ اس معاملہ میں غور و فکر کرو، اگر دلائل سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم اس کو ترک کر دو اور اگر دلائل سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر تم اپنی ضد چھوڑ دو اور اس سے اعراض کرنے کو اور اس کے ترک پر اصرار کرنے کو ترک کر دو۔

انسان کے اپنے نفسوں میں اور اس کائنات میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں

اور اس آیت میں فرمایا ہے: ''ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ قرآن برحق ہے''۔

امام رازی نے واحدی سے نقل کیا ہے کہ آفاق افق کی جمع ہے اور افق آسمان اور زمین کے کناروں کو کہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۷۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

آفاق سے مراد ہے: آسمانوں اور ستاروں کی نشانیاں اور دن اور رات کی نشانیاں اور روشنیوں اور اندھیروں کی نشانیاں عالم عناصر اربعہ اور عالم موالید ثلاثہ کی نشانیاں اور ان میں سے اکثر کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اپنے نفسوں سے مراد یہ ہے انسان اپنی ماں کے رحم میں کس طرح نطفہ، مضغہ اور ہڈیوں کے تشکل کے مراحل سے گزر کر پیکر انسان میں ڈھلتا ہے، پھر کس

marfat.com
Marfat.com

طرح دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے' پھر کم سن لڑکا ہوتا ہے' پھر بالغ مرد' پھر جوان' پھر ادھیڑ عمر کا' پھر بوڑھا اور پھر خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں جو عجائب اور اپنی قدرت کی نشانیاں رکھی ہیں وہ غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو ان عجائب پر یوماً فیوماً مطلع فرماتا رہتا ہے اور دن بہ دن انسان کو نئے نئے حقائق معلوم ہوتے رہتے ہیں' ایک زمانہ تھا جب یہ معلوم نہیں تھا کہ شوگر اور بلڈ پریشر کیا مرض ہے' یہ انسان کو کیسے لاحق ہوتا ہے اور اس کا کیا علاج ہے اور کیا پرہیز ہے' پھر رفتہ رفتہ یہ حقائق معلوم ہو گئے' پھر ایک زمانہ تھا جب تپ دق کا علاج معلوم نہ تھا' اب اس کا علاج دریافت ہو گیا ہے۔ پہلے چیچک کا علاج معلوم نہیں تھا' اب پاکستان سے چیچک ختم کر دی گئی ہے' اگر بچہ ماں کے پیٹ میں اڑا ہو تو پہلے وضع حمل کی کسی صورت کا علم نہیں تھا اور ماں اور بچہ دونوں مر جاتے تھے' اب سرجری کے ذریعہ اس کا علاج ہو رہا ہے' اگر دل کی چاروں شریانیں بلاک ہو جائیں تو پہلے اس کا علاج ممکن نہیں تھا' اب معلوم ہوا کہ انسان کی پنڈلیوں میں کچھ شریانیں زائد ہوتی ہیں جنہیں پنڈلیوں سے نکال کر دل کی شریانوں کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے' اس کو آپریشن بائی پاس کہتے ہیں اور ایسی بہت مثالیں ہیں۔ کینسر اور ایڈز کا علاج ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ ہو سکتا ہے آئندہ اس کا علاج دریافت ہو جائے' اسی طرح پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ ہوا کہاں تک ہے اور چاند زمین سے کتنے فاصلہ پر ہے' اب یہ معلوم ہو گیا کہ دو سو میل تک ہوا ہے کہ اس کے بعد ہوا نہیں ہے' اسی وجہ سے خلانورد اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے کر جاتے ہیں اور اب یہ معلوم ہو گیا کہ چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ خلا محال ہے' اب ثابت ہو گیا ہے کہ خلا ایک حقیقت ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اشیاء کا وزن زمین کی کشش کی وجہ سے ہوتا ہے اور خلا میں کسی چیز کا کوئی وزن نہیں ہوتا' زمین کی رفتار اور سورج اور چاند کی رفتار سے پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سورج یا چاند کو گرہن کس تاریخ کو لگے گا اور کتنی دیر گہن لگا رہے گا اور دنیا کے کس کس حصے میں اور کس کس شہر میں کتنی دیر تک دیکھا جا سکے گا' غرض یہ کہ زمین اور آسمان کے متعلق' سیاروں اور ستاروں کے متعلق جو پہلے ہمیں معلومات نہیں تھیں اب حاصل ہو چکی ہیں' انسان کے جسم کے بارے میں جو معلومات پہلے نہیں تھیں وہ اب حاصل ہو چکیں' سائنسی آلات کے ذریعہ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے' یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ لنگڑا' لولا یا اپاہج ہو گا یا کسی خطرناک بیماری کا حامل ہو گا۔ انسان کے جسم میں جو سیال خون ہے اس کے ٹیسٹ کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں کون کون سی بیماریاں ہیں' غرض ہمیں اس عالم کبیر (خارجی کائنات) اور عالم صغیر (خود نفس انسان) کے متعلق دن بہ دن نئے نئے حقائق معلوم ہو رہے ہیں۔

قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا

سائنسی علوم کے ذریعہ چاند کی رؤیت اور پہلی تاریخ کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے اور اس سے ہمیں شہادتوں کے پرکھنے کا بھی موقع ملتا ہے کہ یہ شہادت سچی ہے یا جھوٹی ہے' جب سائنسی آلات کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ آج چاند کی تولید نہیں ہوئی ہے اور اس کی رؤیت ممکن نہیں ہے اور مطلع بالکل صاف ہو اور پورے ملک میں کہیں چاند نظر نہ آیا ہو اور ایسے میں چند آدمی یہ گواہی دے دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی جھوٹی ہو گی اور سائنسی تحقیقات کے خلاف ان کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرائن اور شواہد کے خلاف جو گواہی دی جائے وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔

علامہ ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے اس مسئلے پر کافی بحث کی ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ عقلی شواہد اور دلائل کے خلاف گواہوں کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن قیم جوزیہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ہمیشہ سے ائمہ اور خلفاء اس صورت میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کرتے رہے ہیں جب اس شخص سے مال برآمد ہو جائے

marfat.com

Marfat.com

جس پر چوری کا الزام ہو اور یہ قرینہ گواہوں اور اقرار سے زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ گواہوں میں صدق اور کذب کا احتمال ہے اور جب چور کے پاس سے مال برآمد ہو جائے تو یہ نص صریح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

(الطرق الحکمیہ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۲) بہت سے قرائن اور علامتیں انکار قسم سے زیادہ قوی ہوتی ہیں تو ان کو معطل کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ (الطرق الحکمیہ ص ۶)

(۳) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گواہوں کے علاوہ دوسرے دلائل گواہی سے زیادہ قوی ہوتے ہیں' جیسے وہ حال جو صدق مدعی پر دلالت کرتا ہو کیونکہ وہ گواہ کی خبر سے زیادہ قوی دلیل ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کی طرف سفر کا ارادہ کیا' جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میرا خیبر کی طرف جانے کا ارادہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے ۱۵ اوسق کھجوریں لے لینا (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلو کا ہوتا ہے) اور جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اپنے گلے پر رکھ دینا۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۳۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۰' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۹۳۵)

اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات اور قرائن کو گواہی کے قائم مقام قرار دیا ہے' پس شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرائن' علامات اور دلائل احوال کو لغو قرار نہیں دیا بلکہ ان پر احکامِ شرع کو مرتب کیا۔ (الطرق الحکمیہ ص ۱۰)

(۴) نیز اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم جوزیہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا جس پر یہ الزام تھا کہ اس نے آپ کی ام ولد سے زنا کیا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ خصی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کرنے کو ترک کر دیا۔ (الطرق الحکمیہ ص ۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا

علامہ ابن قیم جوزیہ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ اس کی گردن اڑا دو' حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: نکلو اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا' دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا' پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا اور کہا: یا رسول اللہ! اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۱ ص ۴۰۵' رقم الحدیث: ۱۳۹۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' المستدرک ج ۴ ص ۴۰-۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس ام ولد کا ذکر ہے وہ حضرت ماریہ قبطیہ تھیں' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہ شخص منافق تھا اور کسی وجہ سے قتل کا مستحق تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۲ ص ۳۶۸' اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

marfat.com

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی اور دیگر شارحین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے' کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو دوبارہ اس کو قتل کرنے کے لیے بھیجتے اور صحیح یہی ہے کہ اس شخص پر یہ تہمت تھی کہ اس نے حضرت ماریہ سے زنا کیا ہے اور آپ کے نزدیک یہ بات گواہوں سے ثابت ہوگئی تھی' اس لیے آپ نے حضرت علی کو اس کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ' علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لوگوں نے اس شخص پر حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' اس تہمت کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیے اور اس کو قتل کرنے کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیے' تہمت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص قبطی تھا اور چونکہ حضرت ماریہ بھی قبطیہ تھیں اس لیے ہم جنس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے تھے' اس وجہ سے لوگوں نے اس پر تہمت لگا دی اور رہی اس کو قتل کرنے کی وجہ تو امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اس کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کے نزدیک گواہوں سے یہ ثابت ہو گیا ہو کہ اس شخص نے حضرت ماریہ کے ساتھ زنا کیا ہے' اس لیے آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں۔ لیکن جب حضرت علی نے یہ دیکھا کہ اس کا عضو کٹا ہوا ہے تو انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور اس پورے واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم اور آپ کی ام ولد اس تہمت سے بری ہیں (جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی حالانکہ حضرت صفوان نے بعد میں بتایا کہ وہ نامرد ہیں اور اس فعل کے اہل ہی نہیں ہیں صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۷۰) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حقیقتاً اس کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہو کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے اس کے قتل کا حکم دیا ہو تاکہ اس کا معاملہ منکشف ہو جائے اور آپ کے حرم سے تہمت دور ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی طرف وحی کی گئی ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل نہیں کریں گے اور حضرت علی پر اس شخص کا نااہل ہونا منکشف ہو جائے گا' جیسا کہ اس کنویں میں اس کو برہنہ دیکھنے سے حضرت علی پر منکشف ہو گیا اور باوجود علم کے آپ نے حضرت علی کو اس لیے حکم دیا تھا تاکہ حضرت علی بھی اس چیز کو دیکھ لیں اور ان کے نزدیک بھی آپ کی حرم محترم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے برأت ثابت ہو جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۰۴' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ' اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۲۱۷۔۲۱۶' معلم اکمال الاکمال علی ہامش شرح الابی ج ۹ ص ۲۱۷۔۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عیاض مالکی کی شرح کی تائید امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ کی اس روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں ان کے بالاخانے میں ایک قبطی آیا کرتا تھا' وہ ان کو پانی اور لکڑیاں لا کر دیتا تھا' لوگ اس کے متعلق چہ مہ گوئیاں کرنے لگے کہ ایک عجمی مرد عجمی عورت کے پاس آتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا' اس وقت وہ قبطی ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا' اس نے جب حضرت علی کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو وہ گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اس کا تہبند کھل کر گر گیا اور وہ عریاں ہو گیا' حضرت علی نے دیکھا' اس کا آلہ کٹا ہوا تھا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور کہا: یا رسول اللہ! جب آپ ہم میں سے کسی شخص کو کسی

marfat.com

Marfat.com

کام کا حکم دیں' پھر وہ شخص اس کام میں اس کے خلاف کوئی معاملہ دیکھے تو کیا وہ شخص آپ کے پاس (وہ کام کیے بغیر) واپس آ جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت علی نے بتایا کہ انہوں نے دیکھا کہ اس قبطی کا تو آلہ کٹا ہوا تھا' حضرت انس نے کہا: پھر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: السلام علیک اے ابوابراہیم! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے (کہ حضرت ماریہ پاک دامن ہیں اور ان سے آپ ہی کے بیٹے کا تولد ہوا ہے)۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہر چند کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ قبطی کنویں میں نہا رہا تھا اور امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ وہ کھجور کے درخت پر تھا' لیکن بنیادی چیز میں دونوں روایتیں متحد ہیں کہ اس قبطی کی وجہ سے لوگوں نے حضرت ماریہ کو متہم کیا تھا اور لوگوں نے اس کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی جیسا کہ شارحین نے ذکر کیا ہے اور اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر کے آئیں اور اس موقع پر حضرت علی نے اس کو برہنہ دیکھ لیا اور معلوم ہو گیا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے اور اس سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت ہو گئی۔

تاہم ان دونوں حدیثوں سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ جب کوئی شہادت قرائن اور شواہد کے خلاف ہو تو اس شہادت کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاتا' فقہاء اسلام بھی اس امر پر متفق ہیں کہ اگر گواہوں کی گواہی قرائن اور شواہد کے خلاف ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہوگا۔ فقہاء اسلام کی تصریحات حسب ذیل ہیں۔

قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کے غیر معتبر ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ ابن قدامہ حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ موقف ہے کہ اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے زنا کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عورت کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اسی طرح اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

(المغنی ج ۹ ص ۷۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

فقہاء شافعیہ کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

المزنی نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چار آدمیوں نے کسی عورت کے خلاف زنا کی شہادت دی اور چار نیک عورتوں نے یہ بتایا کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ (الحاوی الکبیر ج ۱۷ ص ۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۷ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

فقہاء احناف نے اپنی متعدد کتب میں یہ لکھا ہے کہ کسی عورت کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے پھر بعد میں ثابت ہو گیا کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی مرد کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے پھر بعد میں ثابت ہوا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی' یہ تصریحات فقہاء احناف کی درج ذیل کتب میں مذکور ہیں۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۵۷' ہدایہ اولین ص ۵۲۲' الفتاویٰ الولوالجیہ ج ۴ ص ۲۳۹' المحیط البرہانی ج ۵ ص ۱۴۶' فتح القدیر ج ۵ ص ۲۷۳' البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲' تبیین الحقائق ج ۳ ص ۵۹۸' فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۴۲' مجمع الانہر ج ۲ ص ۳۵۵' اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۶۵۴' النہر الفائق ج ۳ ص ۱۴۵' البنایہ ج ۶ ص ۲۸۷' حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۴۰۰' عالم گیری ج ۲ ص ۱۵۳)

marfat.com
Marfat.com

فقہاء اسلام کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جب کوئی شہادت قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہوگا' اسی طرح اگر ماہرین فلکیات اور محکمہ موسمیات والے بتائیں کہ آج چاند کی تولید نہیں ہوئی ہے اور اس کی رؤیت ممکن نہیں ہے اور چند آدمی یہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی مردود ہوگی۔

اسی طرح اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ ہے کہ:

اگر کسی مقتول کے پاس ایک شخص پستول بدست کھڑا ہو اور دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس نے اپنے پستول سے فائر کر کے اس کو ہلاک کیا ہے اور بعد میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ہو کہ اس مقتول کے جسم سے جو گولی برآمد ہوئی ہے' وہ اس کے پستول سے نہیں چلائی گئی تو ان گواہوں کی گواہی جھوٹی قرار پائے گی اور اس شخص کو رہا کر دیا جائے گا۔

اس ضمنی بحث کے بعد اب ہم پھر اصل تفسیر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

آفاق اور انفس کی نشانیوں کا تجزیہ

اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں اور خود ان کے نفسوں میں''۔ اس آیت سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں اور حسب ذیل فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) مخلوق اس وقت تک اللہ کی نشانیوں کو از خود نہیں دیکھ سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نشانیاں نہ دکھائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آفاق کو پیدا کیا اور انسان کو اپنی آیات کا مظہر بنایا۔

(۳) انسان کا نفس اللہ تعالیٰ کی آیات کی مظہریت کے لیے آئینہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی نشانیاں دکھانا چاہتا ہے تو اس کے نفس میں اپنی نشانیاں دکھا دیتا ہے۔

(۴) عوام کے اعتبار سے جب انسان کائنات میں بار بار دن اور رات کے توارد کو دیکھتا ہے' اسی طرح اس کائنات میں واقع اور حادث ہونے والی چیزوں کو دیکھتا ہے اور اپنے اندر تغیرات کو دیکھتا ہے کہ وہ پیدا ہوا' پھر اس پر بچپن آیا' پھر جوانی آئی' پھر بڑھاپا آیا' اس سے اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی حادث ہے اور یہ سارا جہان بھی حادث ہے اور ہر حادث کا کوئی پیدا کرنے والا ہوتا ہے اور انسان کی اپنی زندگی کا یکساں نظام اور اس کائنات کے نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کائنات کا ناظم اور خالق بھی واحد ہے۔

(۵) خواص کے اعتبار سے جب وہ اپنے قلوب پر مشاہدہ حق کی مختلف تجلیات دیکھتے ہیں اور ان پر قبض اور بسط کی مختلف تجلیات وارد ہوتی ہیں' کبھی ان کے قلوب پر حجاب اور ستر ہوتا ہے اور کبھی تجلی اور انکشاف ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ ان پر غیب کے اسرار کھول دیتا ہے اور کبھی ان کو دلائل اور براہین کا مطالعہ کراتا ہے' تو ان کو اس میں شک نہیں رہتا کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

(۶) اور اخص الخواص کے اعتبار سے نفس کا بشری حجابات کے اندھیروں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلیات اور اس کی صفات کے جلال اور جمال کی روشنی کی طرف نکلنا ہے' اسی لیے فرمایا: ''کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ان کا رب ہر چیز پر شہید (گواہ) ہے'' یعنی اس نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا کر اپنی ذات اور صفات سے حجابات دور کر دیئے ہیں اور ہر چیز پر اللہ کے گواہ ہونے پر جو غفلت اور جہالت کے پردے پڑے ہوئے تھے ان پردوں کو اٹھا دیا ہے اور ان کو اس میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز کو محیط ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی چیز کے لیے

marfat.com
Marfat.com

تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے سامنے عاجزی کرتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۶۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۹۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۴۰۳)

حٰمٓ السجدۃ: ۵۴ میں فرمایا: "سنو بے شک ان کو اپنے رب سے ملاقات میں شک ہے' سنو وہ ہر چیز پر محیط ہے O"

اس آیت میں شک کے لیے "مریۃ" کا لفظ ہے۔ مریۃ اس قوی شک کو کہتے ہیں جس سے تردد پیدا ہو جائے۔ کفار مکہ کو مرکر دوبارہ اٹھنے کے متعلق بہت شکوک اور شبہات تھے' قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان شکوک اور شبہات کو اللہ تعالیٰ نے زائل فرمادیا ہے۔

نیز فرمایا: سنو وہ ہر چیز پر محیط ہے' یعنی وہ معلومات غیر متناہیہ کا عالم ہے' پس وہ کفار کے ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزاء دے گا' اگر اس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو اس کو نیک جزاء ملے گی اور اگر اس کے اعمال برے ہوں گے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

حٰمٓ السجدہ کا خاتمہ

آج بہ روز جمعہ ۲۵ رمضان ۱۴۲۴ھ/۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء بہ وقت سحر سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تفسیر ختم ہوگئی' فالحمد للہ رب العلمین۔

الٰہ العلمین! اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمانا اور قیامت تک اس کو اثر آفرین رکھنا اور موافقین کے لیے اس کو موجب طمانیت واستقامت بنانا اور مخالفین کے لیے اس کو موجب رشد و ہدایت بنانا اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دینا۔

اس سال ۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ/۷ اگست ۲۰۰۳ء شب جمعہ کو میری والدہ رحمہا اللہ رحلت فرما گئیں (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے)۔ قارئین سے التماس ہے کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچادیں اور ان کی مغفرت کی دعا کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ! جس طرح آپ نے یہاں تک قرآن مجید کی تفسیر مکمل کرادی ہے' باقی تفسیر بھی مکمل کرادیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

کراچی-۳۸

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

(۴۲)

سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ

(۴۳)

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

الشوریٰ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الشوریٰ ہے' شوریٰ کا معنی مشورہ ہے' اس سورت کی ایک آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان اپنے کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں' وہ آیت یہ ہے:

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (الشوریٰ: ۳۸)

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے احکام کو قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے (ہر) کام کو باہمی مشورے سے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں ○

اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا ہر اہم کام باہمی مشورہ سے کرنا چاہیے کیونکہ ہر شخص نہ عقل کل کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہر شخص کی ہر رائے صائب اور صحیح ہوتی ہے' ایک گھرانے کے سربراہ کو گھر کے دوسرے بڑوں سے مشورہ کرنا چاہیے' ایک شہر کے سربراہ کو اور اسی طرح ایک ملک کے سربراہ کو دوسرے بڑوں سے مشورہ کرنا چاہیے اور جو کام اور جو مہم درپیش ہو اس کام میں اس کے ماہرین اور ارباب حل وعقد سے مشورہ کرنا چاہیے' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے تقرر کے لیے ان چھ اصحاب کی کمیٹی مقرر فرمادی تھی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے' حدیث میں ہے:

عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زخمی ہونے کے بعد) فرمایا: میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس خلافت اور حکومت کا ان سے زیادہ مستحق ہو جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پس جس کو وہ لوگ خلیفہ مقرر کر دیں وہی شخص خلیفہ ہوگا' سو تم لوگ اس کے احکام کو غور سے سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر حضرت عمر نے ان اصحاب کے نام لیے: حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۹۲)

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں حکومت کی تشکیل اور اجتماعی نظام کی اساس شورائیت پر ہے' خواہ یہ حکومت عام انتخابات کے ذریعہ وجود میں آئی ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عام مسلمانوں نے منتخب کیا تھا یا سابق خلیفہ نے کسی اہل شخص کو نامزد کر دیا ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا تھا' یا ارباب حل وعقد نے کسی اہل شخص کو اپنا امیر اور سربراہ مقرر کر لیا ہو' جیسے ان چھ اصحاب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر اور سربراہ حکومت مان لیا تھا' اسلام میں حکومت کے تقرر کی یہی تین مستحسن صورتیں ہیں' تاہم ملوکیت اور بادشاہت کی بھی اسلام میں گنجائش ہے کہ کوئی مسلمان شخص اپنی طاقت سے غالب ہو کر اقتدار پر قابض ہو جائے اور مسلمان اس کو اپنا امیر اور سربراہ

marfat.com

Marfat.com

حکومت تسلیم کرلیں تو اس کی اطاعت بھی واجب ہے اور اس کی حکومت بھی صحیح ہے' جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت نبوت تیس سال تک رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک عطا فرمادے گا (اور ملوکیت ہو جائے گی)۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۴۷۔۴۶۴۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۲۶

امام احمد کی روایت میں اس میں یہ اضافہ ہے:

حضرت سفینہ نے کہا: حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال ہے' حضرت عمر کی خلافت دس سال ہے' حضرت عثمان کی خلافت بارہ سال ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت چھ سال ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۲۴۸' رقم الحدیث: ۲۱۹۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' السنۃ لابی عاصم رقم الحدیث: ۱۱۸۱' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۱۱۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۸۲۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۸۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۶' المستدرک ج ۳ ص ۱۴۵' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۴۱)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اہل مدینہ کے ایک شیخ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلا بادشاہ ہوں۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۰۸' رقم الحدیث: ۳۰۷۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

عبدالملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس وقت سے خلافت کی خواہش رہی جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق یہ فرمایا: اے معاویہ! اگر تم بادشاہ بن جاؤ تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔

(المصنف ج ۶ ص ۲۰۸' رقم الحدیث: ۳۰۷۰۶' تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۵۱۶

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ سے بڑا سردار کوئی نہیں دیکھا' حضرت معاویہ نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ! جب تم بادشاہ بن جاؤ تو نرمی کرنا' حضرت معاویہ بیس سال تک تمام لوگوں کے بادشاہ رہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۴۲' رقم الحدیث: ۱۳۴۱۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عبدالرحمان بن ابی عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو علم عطا فرما اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے اور اس کو ہدایت دے اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۵۶' رقم الحدیث: ۱۳۴۴۳' بیروت

رویم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میرے ساتھ کشتی لڑیئے حضرت معاویہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: اے اعرابی! میں تجھ سے کشتی لڑوں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی بھی مغلوب نہیں ہوگا' پھر حضرت معاویہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا' پھر جب جنگ صفین ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھ سے یہ حدیث ذکر کی جاتی تو میں حضرت معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۶۱' رقم الحدیث: ۱۳۴۶۵' بیروت

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے کہا: ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا' آپ نے میری طرف نظر اٹھا کر فرمایا: اے معاویہ! عنقریب تم کو میری امت پر حکومت کرنے کا موقع ملے گا' پس جب یہ موقع ملے تو

marfat.com
Marfat.com

نیکوں کی نیکیوں کو قبول کرنا اور بُروں کی بُرائیوں سے درگزر کرنا' حضرت معاویہ نے کہا: جب سے مجھے یہ توقع تھی کہ مجھے اقتدار ملے گا' حتیٰ کہ میں اس منصب پر فائز ہو گیا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۷۶ رقم الحدیث: ۱۳۵۱۴' بیروت)

ہمارے زمانہ میں شورائیت اور ملوکیت کی بحث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت زبان طعن دراز کی جاتی ہے اس لیے میں نے مناسب جانا کہ میں اس مقام پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں چند احادیث کا ذکر کروں۔

اس سورت کے شروع میں حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ کے الفاظ ہیں' اس وجہ سے اختصاراً اس سورت کو "عسق" بھی کہا جاتا ہے۔

الشوریٰ کا زمانۂ نزول

جمہور علماء اور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے "قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی" (الشوریٰ: ۲۳-۲۷) کو مدنی آیات میں شمار کیا ہے۔ مقاتل نے کہا ہے کہ "ولو بسط الله الرزق لعباده" (الشوریٰ: ۲۷) مدنی ہے' نیز انہوں نے کہا ہے کہ "والذین اذا اصابهم البغی...." (الشوریٰ: ۳۹-۴۰) بھی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے' الشوریٰ' سورۃ الکہف کے بعد اور سورۂ ابراہیم سے پہلے نازل ہوئی ہے' نزول قرآن کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۲ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۲ ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ اس سورت کا نزول بعثت نبوی کے آٹھویں سال میں ہوا ہے' جب اہل مکہ سے بارش روک لی گئی تھی اور بعثت نبوی کے نویں سال تک اس کا نزول جاری رہا' اس وقت نقباء انصار مدینہ سے مکہ حاضر ہو کر لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔

الشوریٰ کے مقاصد اور مباحث

اس سورت کے مقاصد اور مباحث حسب ذیل ہیں:

☆ اس سورت کے شروع میں حٰمٓ عٓسٓقٓ لا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ قرآن بھی ان ہی الفاظ سے مرکب ہے جن الفاظ سے تم کلام بناتے ہو' اگر تمہارے دعویٰ کے مطابق یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے اور اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسولوں پر وحی نازل فرماتا رہا ہے تاکہ آپ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو قیامت سے ڈرائیں۔

☆ بے شک تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی زیر سلطنت ہیں اور اس کی قدرت کا کوئی مزاحم اور مخالف نہیں ہے اور نہ اس کی حکمت میں کوئی شک ہے اور تمام زمین و آسمان اس کے حکم کے تابع فرمان ہیں' پس وہ جس شخص کو چاہے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب فرما لیتا ہے' سو جس طرح اس نے اس سے پہلے زمانوں میں رسولوں کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح اس نے اس زمانہ کے لوگوں کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لیے منتخب فرما لیا ہے' اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی رسول بھیجے تھے تو اگر اس نے اہل مکہ کے لیے ایک انسان اور بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اس میں کون سی تعجب کی یا انہونی بات ہے۔

☆ مشرکین جو آپ کی دعوت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لا رہے' ان کے پاس سوائے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل قائم فرمائے کہ جب تم سطح سمندر پر کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے ہو تو وہی تمہاری کشتیوں

marfat.com
Marfat.com

کورواں دواں رکھتا ہے اور تم کو سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچاتا ہے اور انواع واقسام کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ کفار کی تکذیب سے آپ پریشان نہ ہوں' ان کافروں کی تکذیب کا اللہ تعالیٰ حساب لے گا اور ان کی مخالفت کی ان کو سزا دے گا۔

☆ جو شخص آخرت کے لیے عمل کرے گا اور بُرے اور بے حیائی کے کاموں سے بچے گا اور انتقام پر قدرت کے باوجود معاف کر دے گا اور اپنے رب کے احکام کو مانے گا اور نماز کو قائم کرے گا اور اہل علم سے خیر کے کاموں میں مشورہ کرے گا اور ظالموں اور سرکشوں کو سزا دے گا اور اگر بدلہ لینے کی نوبت آئی تو اس میں تجاوز نہیں کرے گا سو ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

☆ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور اس کے احکام کو قبول نہیں کرتے وہی دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

سورۃ الشوریٰ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے سورۃ الشوریٰ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

الٰہ العلمین! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں حق پر قائم اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲ شوال ۱۴۲۴ھ/ ۲۷ نومبر ۲۰۰۳ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۴۵_۲۱۲۰۶۱۷
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

marfat.com
Marfat.com

(٤٢) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (٦٢) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٥٣ رُكُوْعَاتُهَا ٥

سورۃ الشوریٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہےO اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ

حٰمٓO عٓسٓقٓO اللہ بہت غالب اور بہت حکمت والا ہے، وہ اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں

اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ

کی طرف وحی نازل فرماتا رہا ہےO اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہ

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ

بہت بلند اور بہت عظیم ہےO عنقریب آسمان (اس کی ہیبت سے) اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے اور فرشتے اپنے

الْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ

رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں، سنو! بے شک اللہ ہی

اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہےO اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے

اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦ وَكَذٰلِكَ

اللہ ان سے خبردار ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں O اور ہم نے اسی طرح

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی کی ہے، تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گردونواح والوں کو عذاب

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي

سے ڈرائیں اور اسی طرح آپ یوم حشر کے عذاب سے ڈرائیں، جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ

السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ

جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگاO اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک گروہ بنا دیتا، لیکن اللہ جس کو

marfat.com

Marfat.com

مَنْ يَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝۸

چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار ○

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَهُوَ یُحْیِ

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا رکھا ہے' پس اللہ ہی مددگار ہے اور وہی

الْمَوْتٰی ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۹ ع

مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ اللہ بہت غالب اور بہت حکمت والا ہے' وہ اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی نازل فرماتا رہا ہے ○ اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہ بہت بلند اور بہت عظیم ہے ○ (الشوریٰ: ۴۔۱)

حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ کی تاویلات

الشوریٰ: ۲۔۱ میں جو حروف مقطعات ذکر کیے گئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے' ح سے حلیم' حافظ اور حکیم کی طرف اشارہ ہے' میم سے ملک' ماجد' مجید' منان' مومن اور مہیمن کی طرف اشارہ ہے اور حٰمٓ میں ان سب اسماء کے ابتدائی حروف ہیں اور عین سے عالم' علیم' عدل اور عالی کی طرف اشارہ ہے اور سین سے سید' سمیع اور سریع الحساب کی طرف اشارہ ہے اور قاف سے قادر' قدیر' قاہر' قریب اور قدوس کی طرف اشارہ ہے اور عٓسٓقٓ میں ان سب اسماء کے ابتدائی حروف کی طرف اشارہ ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے ان حروف مقطعات کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ اس روایت کا ذکر کیا ہے:

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس وقت ان کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے' اس شخص نے حضرت ابن عباس سے ان حروف کی تفسیر پوچھی' حضرت ابن عباس نے کچھ دیر سر جھکایا' پھر منہ پھیر لیا' اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا' حضرت ابن عباس نے پھر اس سے منہ پھیر لیا اور اس کے سوال کو ناگوار جانا' اس شخص نے پھر تیسری بار سوال کیا' انہوں نے اس کو پھر کوئی جواب نہیں دیا' تب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: میں تم کو ان حروف کی تفسیر بتاتا ہوں اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر کے سوال کو کیوں بُرا جانا' دراصل یہ حروف مقطعات ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئے ہیں' اس شخص کو عبدالالٰہ یا عبداللہ کہا جائے گا' وہ مشرق کے دریاؤں میں سے ایک دریا کے پاس اترے گا' وہ وہاں دو شہر بسائے گا' ان دو شہروں کے درمیان دریا بہتا ہوگا' جب اللہ تعالیٰ اس شخص کے ملک اور اس کی حکومت کے زوال کا ارادہ فرمائے گا تو ان دونوں شہروں میں سے ایک شہر پر رات کے وقت ایک آگ آئے گی جو اس شہر کو جلا کر راکھ کر دے گی' وہاں کے لوگ اس شہر کو دیکھ کر تعجب کریں گے' اسے دیکھ کر یوں لگے گا جیسے یہاں پر کبھی کچھ تھا ہی نہیں' اس شہر میں صبح کے وقت تمام سرکش اور متکبر لوگ جمع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان متکبرین سمیت

marfat.com
Marfat.com

اس شہر کے تمام لوگوں کو جلا کر خاکستر کر دے گا' حٰمٓ کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ عزیمت ہے اور ایسا ہونا ضروری ہے اور عسٓقٓ میں عین سے مراد عدل ہے' سین سے مراد ہے "سیکون" یعنی عنقریب ایسا ہو گا اور قاف سے مراد ہے یہ واقعہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حروف مقطعات میں ان دو شہروں کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے۔ (جامع البیان جز ۲۵ ص ۱۱۔۱۰' رقم الحدیث: ۲۳۶۳۵' دار الفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو اسحاق الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۰۲' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۵' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۸۹' روح البیان ج ۸ ص ۳۸۱' روح المعانی جز ۲۵ ص ۱۷)

تاہم کسی مستند ماخذ سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کون سے دو شہر ہیں جن کی ہلاکت کا ان حروف میں اشارہ ہے اور نہ کسی اور معتبر ذریعہ سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تائید مل سکی۔

علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے کہ اس دریا سے مراد دریا دجلہ ہے' عراق میں دجلہ کے کنارے دخلہ اور دجیل نام کے دو شہر تھے' ان کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا' اس روایت میں وہی مراد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ان حروف مقطعات کی سات تاویلات ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ قرآن مجید کے اسماء میں سے اسم ہیں (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے وہ اسم ہیں جن کی اس نے قسم کھائی ہے (۳) مجاہد نے کہا: یہ اس سورت کے افتتاحی الفاظ ہیں (۴) عبد اللہ بن بریدہ نے کہا: یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو تمام دنیا کو محیط ہے (۵) محمد بن کعب نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے قطعات: ہیں حا اور میم رحمٰن کا قطعہ ہے' عین علیم کا' سین قدوس کا اور قاف قاہر کا قطعہ ہے (۶) عطاء نے کہا: ان حروف میں مستقبل کے حوادث کی طرف اشارہ ہے' حا سے حرب یعنی لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے اور میم سے ملکوں کے منتقل ہونے کی طرف اشارہ ہے' عین سے عدو یعنی دشمنوں کی طرف اشارہ ہے' سین سے سنین یعنی قحطوں کے سال کی طرف اشارہ ہے اور قاف سے زمین کے بادشاہوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف اشارہ ہے (۷) ان حروف سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حکایت کی طرف اشارہ ہے کہ مشرق میں دریا کے کنارے ایک شہر ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا دے گا' حٰمٓ کی تاویل ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے عزیمت ہے یعنی ایسا ضرور ہو گا اور عین کی تاویل ہے کہ وہ اس کا عدل ہے' سین کی تاویل ہے سیکون' یعنی عنقریب ایسا ہو گا اور قاف کی تاویل ہے: یہ خبر واقع ہو گی۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۱۹۲۔۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

دراصل علماء کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر لفظ کے اسرار اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں' اس لیے ہر عالم نے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق ان حروف مقطعات کی حقیقت تک رسائی کی کوشش کی ہے اور میرا نظریہ یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رمز ہیں اور ان کا علم ان ہی کو ہے۔

وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

الشوریٰ: ۳ میں فرمایا: "اللہ بہت غالب اور بہت حکمت والا ہے' وہ اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی نازل فرماتا رہا ہے"۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی جس طرح اس سورت میں آیات کو بیان کیا گیا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام سورتوں میں آیات کو بیان فرمائے گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ پہلے رسولوں کی طرف بھی اپنی آیات کی وحی نازل فرماتا رہا ہے۔

اس آیت میں وحی کا لفظ ہے' ہم اس کی تفسیر میں وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ اور وحی کے متعلق احادیث ذکر کریں گے۔

وحی کا لغوی معنیٰ ہے: خفیہ طریقہ سے خبر دینا' نیز وحی کا معنیٰ ہے اشارہ کرنا' لکھنا' پیغام دینا' الہام کرنا اور پوشیدہ طریقہ سے کلام کرنا۔

اور اصطلاح شرع میں وحی کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کا کلام جو اس نے اپنے انبیاء میں سے کسی نبی پر نازل فرمایا اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جس پر کتاب یا صحیفہ نازل کیا گیا ہو اور نبی اسے شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے خبریں دے خواہ اس کے پاس کتاب نہ ہو' رسول کی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی کی مثال ہے جیسے حضرت یوشع علیہ السلام۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وحی کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی میرے پاس وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی تھی' جب وہ وحی مجھ سے منقطع ہوتی تو میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا تھا' وہ مجھ سے کلام کرتا رہتا اور میں اس کو یاد کرتا رہتا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سخت سردی کے دن بھی جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو وحی منقطع ہونے کے بعد آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۶۶' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۸۱۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے۔ کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور خورد و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے (جب کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں تو) حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے آ کر اور چیزیں لے جاتے۔ اسی دوران غار حرا میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آ کر آپ سے کہا: پڑھیے' آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے زور سے گلے لگا کر مجھے بھینچا' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے' میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں' حضور فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے دوبارہ مجھے پکڑ کر دبایا' حتیٰ کہ مجھے تھکا دیا' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے' میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے تیسری بار مجھے پکڑ کر دبایا حتیٰ کہ مجھے تھکا دیا' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: "اقرأ باسم ربک الذی خلق O خلق الانسان من علق O اقرأ و ربک الاکرم O الذی علم بالقلم O علم الانسان مالم یعلم" (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا' پڑھیے' آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا اور انسان کو وہ باتیں بتائیں جو وہ نہیں جانتا تھا)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کپڑا اڑھاؤ' مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ گھر

marfat.com

Marfat.com

والوں نے آپ کو کپڑے اوڑھائے' حتیٰ کہ آپ کا خوف دُور ہو گیا۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام ماجرا سنایا اور فرمایا: اب میرے ساتھ کیا ہوگا' مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا: ہرگز نہیں' آپ کو یہ نوید مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں' پھر حضرت خدیجہ حضور کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب پر تھے اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے' بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی' حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنیے' ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا' ورقہ نے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ کاش! میں جوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں۔ جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی لوگ اس کے دشمن ہو جاتے تھے' اگر زمانہ نے مجھ کو موقع دیا تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کروں گا' پھر کچھ دنوں بعد ورقہ فوت ہو گئے اور وحی رک گئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۱۷' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۳۷۹)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل اور وحی کی گئی ہے' سنو! عنقریب ایک شکم سیر آدمی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا یہ کہے گا کہ اس قرآن کے احکام کو لازم رکھو' اس میں جن چیزوں کو حلال فرمایا ہے ان کو حلال قرار دو اور اس میں جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے ان کو حرام قرار دو۔ حالانکہ جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ چیزیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح اللہ نے حرام فرمایا ہے اور سنو میں تمہارے لیے پالتو گدھوں کو حلال نہیں کرتا اور نہ تمہارے لیے کچلیوں سے کھانے والے درندوں کو حلال کرتا ہوں اور نہ ذمی کی گری پڑی چیز کو حلال کرتا ہوں' ماسوا اس صورت کے کہ اس کا مالک اس سے مستغنی ہو اور جو شخص کسی علاقے کے لوگوں کے پاس جائے اس کی ضیافت کرنا ان لوگوں پر لازم ہے' اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضیافت کی مقدار بہ طور سزا اس سے وصول کرلے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۱۔ ۱۳۰)

یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب وہ شخص حالت اضطرار میں ہو اور اس کو رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہ مل سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال کذاب ہوں گے جو تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جو تم نے اس سے پہلے نہیں سنی ہوں گی' نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے مجتنب رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں' تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم: المقدمہ ص ۷' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو لازم رکھا اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

(الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۷۴' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۰' الترغیب للمنذری ج ۱ ص ۸۰)

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے

الشوریٰ: ۴ میں فرمایا: ''اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہ بہت بلند اور بہت عظیم ہے''۔ آسمانوں اور زمینوں میں جس قدر مخلوق ہے سب کا اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی سب کا مالک ہے اور ہر ظاہر اور ہر خفی چیز کا عالم ہے اور وہ بہت بلند ہے یعنی لوگوں کے ادراک اور ان کی عقل اور فہم سے وہ بہت بلند ہے' کیونکہ کسی کی ذات اس کی ذات کی مثل ہے اور نہ کسی کی کوئی صفت اس کی صفات کی مثل ہے اور نہ کسی کا نام اس کے نام کی مثل ہے اور نہ کسی کا کوئی فعل اس کے افعال کی مثل ہے۔

نیز فرمایا کہ وہ عظیم ہے کیونکہ اس کے ذکر کے سامنے ہر چیز کا ذکر صغیر ہے' نبی اپنی امت میں عظیم ہوتا ہے اور شیخ اپنے مریدوں میں عظیم ہوتا ہے اور استاذ اپنے شاگردوں میں عظیم ہوتا ہے اور عظیم مطلق صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے' اس کائنات میں ہر چیز کی عظمت اور بلندی اضافی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عنقریب آسمان (اس کی ہیبت سے) اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں' سنو بے شک اللہ ہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مددگار بنالیا ہے' اللہ ان سے خبردار ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں O اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گردونواح والوں کو عذاب سے ڈرائیں اور اسی طرح آپ یوم حشر کے عذاب سے ڈرائیں جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا O (الشوریٰ: ۷۔۵)

فرشتوں کا تسبیح اور حمد کرنا

الشوریٰ: ۵ میں ''یتفطرن'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر تفطر ہے' اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کا طول کی جانب پھٹنا' اس کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی عظمت' اس کے جلال اور اس کی خشیت سے عنقریب آسمان پھٹ پڑیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ (الحشر: ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب!) تو دیکھتا کہ وہ اللہ کے خوف سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''آسمان اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے'' یعنی آسمان کے پھٹنے کی ابتداء اوپر کی جانب سے نیچے کی جانب ہوگی' اوپر کی جانب کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی عظمت اور جلال پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیاں اوپر کی جانب ہیں' جیسے عرش' کرسی اور عرش کے گرد تسبیح' تہلیل' تکبیر' تحمید اور تہلیل کرنے والے فرشتے' جن کی حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اس لیے مناسب یہ تھا کہ آسمانوں کے پھٹنے کی ابتداء اوپر کی جانب سے ہوتی' بایں طور کہ پہلے سب سے اوپر کا آسمان پھٹ کر نچلے آسمان پر گرتا علیٰ ہٰذا القیاس ترتیب وار سب آسمان ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے۔

اس کے بعد فرمایا: اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کا شریک اور اس کی اولاد اور دیگر صفات جسمانیہ سے اس کی تنزیہ بیان کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی حمد بیان کرتے رہتے ہیں' تسبیح کو حمد پر اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ نامناسب چیزوں سے خالی ہونا' مناسب چیزوں کے ساتھ متصف ہونے پر مقدم ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فرشتے صرف مؤمنین کے لیے استغفار کرتے ہیں یا تمام روئے زمین والوں کے لیے؟

اس کے بعد فرمایا: ''اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں'' زمین والوں میں تو مؤمنین اور کافرین سب داخل ہیں لیکن فرشتے صرف مؤمنین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا. (المومن:۷) اور فرشتے مؤمنین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

اس لیے اس آیت میں زمین والوں سے مراد مؤمنین ہیں اور مطلق مقید پر محمول ہے' یا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ فرشتے مؤمنین کے لیے تو مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور کافروں کے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ مغفرت کے اہل ہو جائیں اور ایمان لے آئیں اور کافروں اور فاسقوں سے عذاب مؤخر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا کر دے اور یوں وہ تمام زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں' مؤمنین کے لیے طلب مغفرت کی دعا کرتے ہیں' فاسقوں کے لیے توبہ کی توفیق کی دعا کرتے ہیں اور کافروں کے لیے حصول ایمان کی دعا کرتے ہیں اور ہر ایک کے لیے حسب حال دعا کرتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے کہ فرشتے کفار پر لعنت کرتے ہیں اور ان کے لیے حصول ایمان کی دعا تو لعنت کے منافی ہے' قرآن مجید میں ہے:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ (البقرہ:۱۶۱) ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○

اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت ان کافروں پر ہے جو کفر پر مر گئے' یہ پوری آیت اس طرح ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ (البقرہ:۱۶۱) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر پر ہی مر گئے ان ہی پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○

خلاصہ یہ ہے کہ مردہ کافروں پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور زندہ کافروں کے لیے حصول ایمان اور طلب توبہ کی دعا کرتے ہیں اور مؤمنین کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اس اعتبار سے اس آیت میں فرمایا کہ فرشتے زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

المومن:۷ میں فرمایا ہے: ''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرد ہیں وہ مؤمنین کے لیے استغفار کرتے ہیں'' اس آیت میں دو قیدیں ہیں اور الشوریٰ کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا ہے: ''فرشتے زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں ترقی ہے' پہلے فرمایا تھا کہ حاملین عرش استغفار کرتے ہیں' اس آیت میں فرمایا: ''تمام فرشتے مؤمنین کے لیے استغفار کرتے ہیں''۔

اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: ''سنو! بے شک اللہ ہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○''

یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کے ساتھ اور بغیر توبہ کے بھی مؤمنوں کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے بایں طور کہ ان کو جنت عطا فرماتا ہے اور اپنی رحمت سے ان کو قرب اور وصال عطا فرماتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بنو آدم کے لیے استغفار کریں کیونکہ وہ بہت زیادہ گناہ کرتے ہیں اور ہر چند کہ کفار شرک کرتے ہیں اور بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کا رزق منقطع نہیں کرتا اور نہ دنیا میں ان کے عیش اور آسائش کو ختم کرتا ہے اور دنیا میں ان سے عذاب مؤخر کر کے ان کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور آخرت میں ان کو عذاب دے گا۔

اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مستقل مددگار بنا لینا گمراہی ہے

الشوریٰ:۶ میں فرمایا: ''اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا لیا ہے' اللہ ان سے خبردار ہے اور آپ ان کے

marfat.com

Marfat.com

ذمہ دار نہیں ہیں O"

اللہ تعالیٰ ان فاسقوں کے اعمال اور احوال پر مطلع ہے' وہ ان سے غافل نہیں ہے اور عنقریب ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا' اسی طرح اس آیت میں ہے:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى O (طٰہٰ: ۵۲)
فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں موجود ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے' نہ بھولتا ہے O

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا اور اس سے کیے ہوئے عہد کو فراموش کر دیتا ہے' وہ شیاطین کو اپنا کارساز اور مددگار بنانے والا ہے اور شیاطین کے احکام پر عمل کرتا ہے اور ان کے طریقہ کی اتباع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر اور باطن کی نگرانی فرما رہا ہے' اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ ان کو ان کے بُرے اعمال سے جبراً روک دیں' پس صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ سے مدد چاہے اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب نہ کرے بلکہ خالص اللہ سے دوستی اور محبت رکھے' ہاں اللہ کے مقرب اور نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کے مقبول اور مستجاب ہونے کی دعا کرنی چاہیے' اولیاء اللہ کی تعظیم اور تکریم کرنا بھی ایمان کے تقاضوں سے ہے۔

الشوریٰ: ۷ میں فرمایا: "اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی کی تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و نواح والوں کو عذاب سے ڈرائیں اور اسی طرح آپ یوم حشر کے عذاب سے ڈرائیں جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے' (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا O"

مکہ کو ام القریٰ فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں مکہ کو ام القریٰ فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب ہر چیز کی اصل کو ام کہتے ہیں اور مکہ کو ام القریٰ اس کی عظمت اور جلال کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ مکہ مکرمہ بیت اللہ اور مقام ابراہیم پر مشتمل ہے کیونکہ روایت ہے کہ تمام زمین مکہ کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہے' پس مکہ کے مقابلہ میں تمام شہر اس طرح ہیں جس طرح ماں کے مقابلہ میں اس کی بیٹیاں ہوتی ہیں اور اس کے گرد و نواح سے مراد ہے وہ تمام بستیاں اور متعدد قبائل جو مکہ کے گرد مکانات بنا کر رہتے تھے۔

یہ آیت پچھلی آیت سے مربوط ہے اور اس کا معنیٰ ہے: جس طرح ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی ہے کہ آپ ان لوگوں کے وکیل اور حفیظ نہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و نواح والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اہل مکہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہو اور آپ تمام جہان والوں کے لیے رسول نہ ہوں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ جیسے محمد رسول اللہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول نہیں ہیں' اس طرح جب یہ فرمایا کہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و نواح والوں کو عذاب سے ڈرائیں تو اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ باقی دنیا والوں کو عذاب سے نہ ڈرائیں' خصوصاً جب کہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کی بعثت تمام دنیا والوں کے لیے ہے اور آپ کو تمام جہان والوں کے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے' قرآن مجید میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ
اللہ بہت برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر

marfat.com
Marfat.com

نَذِيْرًا ○ (الفرقان:۱)

قرآن کو نازل کیا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے عذاب سے ڈرانے والے ہو جائیں ○

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. (سبا:۲۸)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے صرف ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (الاعراف:۱۵۸)

آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی طرف صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے ○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لى الغنائم وجعلت لى الارض طهورا ومسجدا وارسلت الى الخلق كافة وختم بى النبيون. (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے مختصر اور جامع کلام دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو آلۂ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اعطيت خمسا لم يعطهن احد قبلى ' كان كل نبى يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى كل احمر واسود واحلت لى الغنائم ولم تحل لاحد قبلى وجعلت لى الارض طيبة وطهورا و مسجدا فايما رجل ادركته الصلوة صلى حيث كان ' ونصرت بالرعب بين يدى مسيرة شهر واعطيت الشفاعة. (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۰' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۱۸۶۴)

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے غنیمتیں حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاکیزہ اور آلۂ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا ہے' پس جس شخص پر جس وقت اور جس جگہ بھی نماز کا وقت آئے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

نیز قرآن مجید اور دیگر معجزات سے ثابت ہے کہ آپ صادق القول ہیں اور ان احادیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں' پس ثابت ہوا کہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں۔

ایک فریق کے جنتی اور دوسرے فریق کے دوزخی ہونے کے ثبوت میں احادیث

نیز اس آیت میں فرمایا: ''آپ یوم الجمع کے عذاب سے ڈرائیں'' یوم الجمع سے مراد یوم الحشر ہے اور یوم الحشر کو یوم الجمع فرمانے کی کئی وجوہ ہیں: (۱) اس دن تمام مخلوق جمع ہو گی جیسے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ. (التغابن: ۹) جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا۔

اس دن اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور زمین والوں کو جمع فرمائے گا (۲) اس دن اللہ تعالیٰ روحوں اور جسموں کو جمع فرمائے گا (۳) اس دن اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں اور ان کے اعمال کو جمع فرمائے گا (۴) اس دن اللہ تعالیٰ ظالم اور مظلوم کو جمع فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: "(اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا" ایک گروہ کے جنتی اور ایک گروہ کے دوزخی ہونے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس بچہ کے لیے خوشی ہو' یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے' اس نے کوئی بُرا کام کیا نہ کسی بُرائی کو پایا' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس کے سوا اور کوئی بات بھی ہو سکتی ہے' بے شک اللہ نے جنت کے لیے ایک گروہ کو پیدا کیا اور جس وقت ان کو جنت کے لیے پیدا کیا اس وقت وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور دوزخ کے لیے ایک گروہ کو پیدا کیا اور جس وقت ان کو دوزخ کے لیے پیدا کیا اس وقت وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۲' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۳۵۰۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے' اس وقت آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! ماسوا اس صورت کے کہ آپ ہم کو اس کی خبر دیں' آپ کے دائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی' آپ نے اس کے متعلق فرمایا: یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے آباء اور قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے' اب ان میں کبھی بھی کوئی زیادتی ہوگی نہ کوئی کمی ہوگی' پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی' یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں اہل دوزخ کے اسماء ہیں اور ان کے آباء اور قبائل کے اسماء ہیں اور ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے' پس اس میں کوئی زیادتی ہوگی نہ کوئی کمی ہوگی' پھر آپ کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! جب ہر چیز کو لکھ کر فراغت ہو گئی ہے تو پھر عمل کس لیے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تم درست کام کرو اور صحت کے قریب کرو کیونکہ جنتی شخص کا خاتمہ اہل جنت کے اعمال پر ہوگا' خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں اور دوزخی شخص کا خاتمہ اہل دوزخ کے اعمال پر ہوگا' خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ دیئے' پھر فرمایا: تمہارا رب فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۴۴۷)

اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کے اسماء اہل جنت کی کتاب میں لکھے ہیں جن کے متعلق اس کو ازل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے اہل جنت کے کام کریں گے' علیٰ ہذا القیاس ان ہی لوگوں کے اسماء اہل دوزخ کی کتاب میں لکھے جن کے متعلق اس کو ازل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے اہل دوزخ کے کام کریں گے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے دائیں کندھے پر ہاتھ مارا تو اس سے چیونٹیوں کی جسامت میں ان کی سفید اولاد کو نکالا اور ان کے بائیں کندھے پر ہاتھ مارا تو اس سے ان کی سیاہ اولاد کو نکالا گویا کہ وہ کوئلوں کی طرح تھے' پھر دائیں جانب والی اولاد کے متعلق فرمایا: یہ جنت کی طرف ہیں اور بائیں کندھے والی اولاد کے متعلق فرمایا: یہ دوزخ کی طرف ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۸' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۵۳۔۳۴۵۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۱۴۳)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص تھا جس کا نام ابوعبد اللہ تھا' اس کے اصحاب اس کی عیادت کے لیے گئے تو وہ رو رہا تھا' اس کے اصحاب نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ کیا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا: تم اپنی مونچھیں کم کرو پھر ان کو برقرار رکھو' حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے قیامت کے دن ملاقات ہو' اس نے کہا: کیوں نہیں' لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک مٹھی بند کی' پھر دوسری مٹھی بند کی اور فرمایا: یہ مٹھی اہل جنت کی ہے اور یہ مٹھی اہل دوزخ کی ہے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں ان دو مٹھیوں میں سے کون سی مٹھی میں ہوں گا۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

(مسند احمد ج ۴ص ۱۷۷۔۱۷۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۹' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۷۲)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں پہلے فرمایا ہے: اس دن وہ سب جمع ہوں گے' پھر فرمایا: ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا اور یہ ان کے جمع ہونے کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے وہ حساب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوں گے' پھر حساب کتاب کے بعد ایک فریق جنت میں چلا جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک گروہ بنا دیتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ کوئی مددگار O کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا رکھا ہے' پس اللہ ہی مددگار ہے اور وہی مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے O (الشوریٰ: ۹۔۸)

بتوں کو ولی اور کارساز بنانے کی مذمت

اس آیت میں الشوریٰ: ۶ کی تاکید ہے جس میں فرمایا تھا: ''اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا رکھا ہے' اللہ ان سے خبردار ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں O'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ان کو بہ زور اور جبراً مومن اور موحد بنانے والے نہیں ہیں' ہاں! اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو اپنی قدرت سے جبراً مومن اور موحد بنا دیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ قادر ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض کو مومن بنایا اور بعض کو ان کے کفر پر چھوڑ دیا' اس لیے فرمایا: ''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے'' اس قول میں یہ بتایا ہے: اللہ تعالیٰ ہی بندوں کو ایمان اور اطاعت میں داخل کرتا ہے اور اس کے بعد جو فرمایا ہے: ''اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہوگا نہ کوئی مددگار O'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو اپنی رحمت میں داخل نہیں کیا اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا گروہ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہے اس کے ولی اور نصیر ہیں' یعنی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ان کے دنیا اور آخرت میں کارساز اور مددگار ہیں جن کے وسیلہ سے ان کو دنیا میں نعمتیں حاصل ہوں گی اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی اور آخرت میں ان کی شفاعت ان کے کام آئے گی اور ان کو عذاب سے نجات ملے گی اور جنت ملے گی اور دوسرا گروہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں داخل نہیں کیا وہ آخرت میں بے یار و مددگار رہوگا۔

الشوریٰ: ۹ میں فرمایا: ''کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا رکھا ہے' پس اللہ ہی مددگار ہے اور وہی مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے O''

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا لیا ہے' پھر اس کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپ ان کے محافظ اور نگران نہیں ہیں اور نہ ان کو جبراً مومن بنانے والے ہیں اور آپ پر یہ واجب نہیں ہے کہ آپ ان کو مومن بنائیں خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں' کیونکہ اگر ان کا ایمان لانا ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو مومن بنا دیتا' اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ ان پر قادر ہے۔ اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا ولی اور کارساز بنا لیا ہے اور اگر وہ گروہ حقیقی کارساز اور

marfat.com

Marfat.com

ولی بنانے کا ارادہ کرتے تو حقیقی ولی اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی حقیقی کارساز اور ولی نہیں ہے کیونکہ وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسی کو ولی بنایا جائے نہ کہ ان کو ولی اور کارساز بنایا جائے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں' جیسا کہ کفار نے کیا ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي

اور جس چیز میں تمہارا کچھ بھی اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف راجع کرو' یہی اللہ (حاکم) ہے جو میرا رب ہے'

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ

اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں O وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے' اس نے

لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ

تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں سے جوڑے بنائے' وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے' اس کی

فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ

مثل کوئی چیز نہیں ہے' وہ ہر بات کو سننے والا' ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O آسمانوں اور زمینوں

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ

کی کنجیوں کا وہی مالک ہے' وہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے' بے شک

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا

وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O اس نے تمہارے لیے اسی دین کو مشروع (مقرر) کیا ہے جس دین کی اس

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور جس دین کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ

وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا' جس دین کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے

مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ

ہیں وہ ان پر بہت شاق اور بھاری ہے' اللہ ہی اس دین کی طرف چن لیتا ہے جس کو چاہے اور اسی کو اس دین کی طرف

marfat.com
Marfat.com

مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا

ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے O اور انہوں نے اسی وقت تفرقہ ڈالا تھا جب ان کے پاس علم آ

بَيْنَهُمْ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

چکا تھا اور وہ تفرقہ بھی باہمی سرکشی کی وجہ سے تھا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے (نزول عذاب کی)

بَيْنَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ

ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک جن لوگوں کو ان کے بعد

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ج وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ج وَلَا

کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کے متعلق الجھن میں ڈالنے والے شک میں ہیں O پس اسی قرآن کی طرف آپ دعوت

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ج وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج

دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم (برقرار) رہیں اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور آپ کہیے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ط لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

میں ان تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں اور مجھے تمہارے عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے‘ اللہ ہمارا

اَعْمَالُكُمْ ط لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ج وَاِلَيْهِ

رب ہے اور تمہارا رب ہے‘ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں‘ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی

الْمَصِيْرُ ط ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ

ذاتی جھگڑا نہیں ہے‘ اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے O اور جو لوگ اللہ کی دعوت کے مقبول ہونے

لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

کے باوجود اس میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی کٹ حجتی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور سخت عذاب

شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ط وَمَا

ہے O اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا اور میزان کو قائم فرمایا اور (اے مخاطب!)

marfat.com
Marfat.com

يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا

تجھے کیا پتا شاید کہ قیامت قریب ہو O اس کے جلد آنے کا وہی مطالبہ کرتے ہیں جو اس پر ایمان

يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

نہیں رکھتے اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں

الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ

اور ان کو یقین ہے کہ وہ برحق ہے' سنو! جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجہ کی

بَعِيدٍ ﴿١٨﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ

گم راہی میں ہیں O اللہ اپنے بندوں پر بہت نرمی کرنے والا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بہت

الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ ع

قوت والا' بے حد غلبہ والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس چیز میں تمہارا کچھ بھی اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف راجع کرو' یہی اللہ (حاکم) ہے جو میرا رب ہے' اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں O وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے' اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں سے جوڑے بنائے' وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے' اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے' وہ ہر بات کو سننے والا' ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O (الشوریٰ: ۱۱۔۱۰)

نزاعی اور اختلافی امور کو اللہ پر چھوڑ دینے کی متعدد تفسیریں

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ کافروں کو مومن بنا دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ کسی معاملہ میں بھی بحث نہیں کرنی چاہیے' ان کافروں کے ساتھ جس چیز میں بھی اختلاف ہو ان کو چاہیے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن اہل حق کو جزاء دے گا اور اہل باطل کو سزا دے گا' اس آیت کے مفسرین نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) مسلمانوں کا جس سے بھی کوئی اختلاف ہو تو وہ اس معاملہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں' کسی اور سے فیصلہ نہ کرائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ'' (النساء: ۵۹) اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

(۲) جب تمہارا کسی ایسی چیز میں اختلاف ہو جس کے علم اور اس کی حقیقت تک رسائی کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس چیز کے فیصلہ کو تم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو جیسے روح کی حقیقت کو جاننے کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ. اور یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ (بنو اسرائیل: ۸۵)

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مسلمانوں سے یہ فرمائیں کہ جب تمہارا کسی معاملہ میں کفار سے اختلاف ہو تو ان سے بحث نہ کرو اور اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو۔

(۴) اس آیت میں علماء کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی نیا مسئلہ آئے تو اس کا حل قرآن مجید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اجماع امت میں تلاش کریں۔

(۵) عام مسلمانوں کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اور ان کو اس کا شرعی حکم معلوم نہ ہو تو وہ خود اپنی عقل سے اس کا حکم نہ تلاش کریں بلکہ اہل علم اور اہل فتویٰ علماء سے اس کا حل دریافت کریں' قرآن مجید میں ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ اگر تم کو کسی چیز کا علم نہ ہو تو اہل علم سے اس کو دریافت کرو ○

(الانبیاء: ۷)

کیونکہ عقل کے ساتھ وہم اور خیال کی آمیزش اور آویزش ہے اور شیطان انسان کی عقل میں شبہات ڈالتا رہتا ہے اور توحید میں اگر معمولی سا شبہ بھی پڑ جائے تو انسان کا دین اور ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے' بدمذہب اور گمراہ فرقے اسی طرح وجود میں آئے کہ انہوں نے محض اپنی رائے اور سوچ سے نئے نئے نظریات اپنا لیے اور دین میں طرح طرح کی بدعات نکال لیں' ہمارے زمانہ میں بعض جاہل پیروں نے اپنی وضع اور اپنا تشخص قائم کرنے کے لیے مخصوص وضع کو دین میں لازم اور ضروری قرار دے دیا' خود ساختہ طریقوں کو رواج دیا۔ بعض مباحات اور مستحبات کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کیا' آج کل ان جہلاء کا غلبہ ہے اور ان کی طاقت کے سامنے اہل حق بہت کم زور دکھائی دیتے ہیں۔

قیاس کی نفی پر امام رازی کے نقل کردہ دلائل

اس آیت سے بعض علماء نے قیاس کی نفی پر استدلال کیا ہے' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں دو احتمال ہیں یا تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا حل اللہ تعالیٰ کے منصوص اور صریح حکم میں موجود ہے اور یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا حل قیاس سے ثابت ہے' دوسرا احتمال تو باطل ہے کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ ہر مسئلہ کا حل قیاس سے ثابت نہیں ہے' پس ضروری ہوا کہ ہر مسئلہ کا حل اور تمام احکام اللہ تعالیٰ کی نص اور صریح حکم سے ثابت ہوں اور اس سے قیاس کی نفی ہو جاتی ہے' اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ ہر مسئلہ کا حل اللہ تعالیٰ کے بیان اور دلیل شرعی سے حاصل ہو خواہ وہ بیان اور دلیل شرعی نص صریح پر مشتمل ہو یا قیاس پر مشتمل ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ تم اپنے اختلافات کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دو' اس سے مقصود اختلاف کو ختم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کے فیصلہ میں قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا تو اس سے اختلاف ختم نہیں ہوگا بلکہ اختلاف اور زیادہ قوی ہوگا' پس واجب ہے کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی نصوص اور صریح احکام کی طرف رجوع کیا جائے (اور قیاس کی طرف رجوع نہ کیا جائے)۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۸۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نفی قیاس کی امام رازی کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی نے یہ فرمایا ہے کہ تمام احکام اور مسائل میں اللہ تعالیٰ کی نصوص کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور کسی مسئلہ میں قیاس نہیں کرنا چاہیے' بہ ظاہر یہ بہت مشکل ہے کیونکہ تمام مسائل اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کے صریح احکام مذکور نہیں ہیں'

marfat.com
Marfat.com

بلکہ تمام مسائل اور معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات بھی مذکور نہیں ہیں اور نہ تمام پیش آمدہ مسائل میں اجماع علماء کا ثبوت ہے اور نہ ہر تازہ مسئلہ میں فقہاء متقدمین کی تصریحات مذکور ہیں' زمانہ کی تیز رفتار ترقی اور سائنس کی ایجادات سے ایسے نئے نئے مسائل سامنے آ گئے ہیں جن کے صریح ذکر سے ہماری فقہ کا ذخیرہ خالی ہے' مثلاً ٹیلی فون پر نکاح کے جواز یا عدم جواز کا معاملہ' خاندانی منصوبہ بندی کی ناگزیر صورتیں' ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ پیدائش کا حصول' ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا جواز یا عدم جواز' پرائز بانڈز اور انشورنس کے احکام' چلتی ٹرین اور اڑتے ہوئے طیارہ میں نماز پڑھنے کا معاملہ' انجکشن سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مسئلہ' انتقال خون' پوسٹ مارٹم اور ایسے بہت سے مسائل جن کے حل کا صراحت سے ذکر قرآن مجید میں ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں' نہ آثار صحابہ میں' نہ اجماع علماء میں' نہ فقہاء متقدمین کے فتاویٰ میں تو ایسے مسائل اور معاملات میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ان تمام معاملات میں قیاس سے ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور امت کی رہنمائی کی جائے اور قیاس کی مشروعیت پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

قیاس کی مشروعیت پر دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۝ (الحشر:۲) اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۝

اس آیت میں قیاس کی دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا' یعنی جو حکم اصل شئے کے لیے ثابت ہوگا' وہی حکم اس کی نظیر کے لیے ثابت ہوگا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو عبرت پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کام کے سبب سے کفار اہل کتاب پر عذاب نازل ہوا ہے تم وہ کام نہ کرنا' ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا اور یہی قیاس ہے کہ علت کے اشتراک کی وجہ سے حکم مشترک ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: میری بہن فوت ہوگئی اور اس پر مسلسل دو ماہ کے روزے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ' اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا حق ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۵۳' صحیح مسلم صیام ص ۱۵۴ (۱۱۴۸) ۲۶۵۱' سنن ترمذی ج ۲' رقم الحدیث: ۷۱۶' سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۱۰' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۵۹' سنن کبریٰ للنسائی ج ۲' رقم الحدیث: ۲۹۱۲' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۵۱۱)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور جس شخص پر روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی۔ اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ' اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا حق ادا کرو' وہ ادائیگی کے زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲' رقم الحدیث: ۱۸۵۲' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۶۹۹' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۱۵' سنن النسائی ج ۵' رقم الحدیث: ۲۶۳۱' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۵۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر (وہ مسئلہ) کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا: پھر سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر (وہ مسئلہ) سنت رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو توفیق عطا فرمائی۔ (سنن الترمذی ج ۳ رقم الحدیث: ۱۳۳۲ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۵۹۲ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶۔۲۳۰)

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوالات کیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ایک زمانہ تھا کہ ہم بالکل فیصلہ نہیں کرتے تھے اور ہم اس مقام پر فائز نہ تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے ہمارے لیے وہ چیز مقدر کر دی جو تم دیکھ رہے ہو۔ سو آج کے بعد جس شخص کو فیصلہ کرنا پڑے وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہو تو جس طرح صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو' اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا امر درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو' تو پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں اور میں خوف زدہ ہوں' کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں تو جس چیز میں تمہیں شک ہو' اس کو چھوڑ کر غیر مشکوک امر کو اختیار کرو۔ امام ابو عبدالرحمٰن نسائی نے کہا: یہ حدیث بہت جید (عمدہ) ہے۔ (سنن النسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۴۱۲۔۵۴۱۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ مسائل کے استنباط اور احکام کے اثبات کے لیے کتاب' سنت' اجماع اور قیاس کی ترتیب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں اس آیت میں یہ معنیٰ متعین نہیں ہے کہ اے مسلمانو! تم ہر پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو بلکہ یہ معنیٰ اس آیت کے متعدد محامل میں سے ایک محمل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے پہلے کفار کا ذکر تھا تو اس کا محمل یہ ہے کہ جب تمہارا کفار سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو تم ان سے بحث مت کرو بلکہ اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو اور اگر یہ آیت مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہو تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کسی آیت کی تاویل تم پر مشتبہ ہو جائے تو تم اپنی عقل سے اس کا معنیٰ تلاش نہ کرو بلکہ کتاب اور سنت کی طرف رجوع کرو یا آیات متشابہات کی تاویل نہ کرو اور ان کی مراد کو اللہ پر چھوڑ دو' یا اگر تمہارا کسی سے جھگڑا ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی اور کو حاکم نہ بناؤ' اس طرح اس آیت کے متعدد صحیح محامل ہیں اور اس آیت کا یہ معنیٰ معین نہیں ہے کہ اپنے ہر پیش آمدہ معاملہ میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرو' حتیٰ کہ پھر نہ احادیث حجت رہیں نہ اجماع نہ قیاس۔

اللہ تعالیٰ امام رازی پر رحم فرمائے انہوں نے کیسی عجیب بات کہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کی تحقیق

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ اور ان کی اتباع میں علامہ نظام الدین حسین بن محمود نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ' علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی المتوفی ۹۵۱ھ اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اجتہاد جائز نہیں ہے۔

(الکشاف ج ۴ ص ۲۱۷' غرائب القرآن جز ۲۵ ص ۶۹' حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۷ ص ۴۰۹' روح البیان ج ۸ ص ۳۹۰)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے' اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ اجتہاد عقلاً جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو محال کہا ہے اور جن علماء

marfat.com
Marfat.com

نے آپ کے زمانہ میں اجتہاد کو جائز کہا ہے ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس اجتہاد پر عمل کرنا جائز نہیں ہے' ابوعلی جبائی اور اس کے بیٹے ابو ہاشم اور زمخشری کا یہی مذہب ہے اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ اس اجتہاد پر عمل ہوا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہی صحیح ہے اور ایک قول توقف کا ہے اور ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اجتہاد کی ممانعت پر استدلال کرنا قطعی نہیں ہے ہاں اس آیت میں یہ احتمال ہے۔ (روح المعانی جز ۲۵ ص ۲۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عہدِ رسالت میں اجتہاد کے ثبوت پر احادیث

میں کہتا ہوں کہ ان تمام لوگوں کا کلام اندازوں پر مبنی ہے' ان کی احادیث پر نظر نہیں ہے' کیونکہ بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کے عہد میں اجتہاد کرتے تھے' ہم اس سلسلہ میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں جا رہے تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کر دیئے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش! آپ لوگوں کے بچے کھچے کھانے کو جمع کر کے اس پر برکت کی دعا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ پھر جس شخص کے پاس گندم تھی وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ مجاہد نے کہا: اور جس کے پاس گٹھلیاں تھیں' وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی کہتا ہے: میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کا وہ لوگ کیا کرتے تھے؟ مجاہد نے کہا: ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷' الرقم المسلسل: ۱۳۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۸۷۹۴)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی مجلس میں اجتہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف اپنی رائے پیش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی رائے پر عمل فرمایا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اکابر کو اپنی رائے کے خلاف اصاغر کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیے اور اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھا لیں اور چربی کا تیل بنا لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی' اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی' البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور اس پر برکت کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے اور ایک دسترخوان بچھا دیا' پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا' کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا' یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور

marfat.com
Marfat.com

جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۳۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی مجلس میں اجتہاد کیا اور آپ نے ان کے اجتہاد کو برقرار رکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے' سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا' میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا' اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا' میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے' آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی' اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں۔ ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرف گھسٹ کر باغ کے اندر آ گیا' باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک مجھے عطا فرمائے اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو اس حال میں ملے کہ وہ صدق دل سے یہ کہتا ہو کہ ''**اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ**'' اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! یہ کیسی جوتیاں ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں' جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے اس حال میں ملے کہ وہ صدق دل سے یہ کہتا ہو کہ ''**اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ**'' اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگا' ساتھ ہی حضرت عمر بھی پہنچ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی' میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا' انہوں نے میرے سینہ پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا: واپس چلے جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے اس حال میں ملے کہ وہ صدق دل سے یہ کہتا ہو کہ ''**اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ**'' اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر نے عرض کیا: حضور ایسا نہ کریں' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے' ان کو عمل کرنے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر انہیں عمل کرنے دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۶' مشکوۃ رقم الحدیث: ۳۹)

اس حدیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی

marfat.com
Marfat.com

مجلس میں اجتہاد کیا۔

صریح حدیث پر عمل کرنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اجتہاد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف اپنی رائے پیش کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا' اس کی توضیح اور تشریح میں شارحین حدیث کی متعدد عبارات ہیں جن کو ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بشارت پہنچانے سے منع کیا تھا اور حضور کو بھی یہی مشورہ دیا تھا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں تھا اور نہ انہوں نے آپ کے حکم کو رد کیا تھا' حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اس بشارت کو عام لوگوں سے چھپانا ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور ان کے اعمال کو زیادہ پاکیزہ کرنے والا ہے اور ان کے اجر وثواب کو زیادہ کرنے والا ہے' ورنہ یہ خدشہ ہے کہ لوگ اسی بشارت پر اعتماد کر کے نیک اعمال کو ترک کر دیں گے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس رائے کو صحیح اور درست قرار دیا۔ حضرت عمر کی رائے عام لوگوں کے اعتبار سے تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دینے کا حکم دیا تھا وہ خاص لوگوں کے اعتبار سے تھا اور حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں یہ بشارت خاص لوگوں سے نکل کر عام لوگوں تک نہ پہنچ جائے۔

اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ علماء کو چاہیے کہ وہ امام اور سربراہ مملکت کو مشورہ دیا کریں اور اس کی خیر خواہی کیا کریں' خواہ امام اور سربراہ ان سے مشورہ نہ کریں اور امام اور سربراہ کو چاہیے کہ وہ علماء اور اہل خیر کے مشورہ پر عمل کر کے اپنی سابق رائے اور سابق حکم سے رجوع کر لیا کریں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۳۶۵۔۳۶۴' دارالوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ محمد بن محمد السوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی قاضی عیاض کی اس عبارت کا خلاصہ نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۲۰۵' مکمل اکمال الاکمال ج ۱ ص ۲۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا تھا وہ ان کو ایذاء دینے کے لیے نہ تھا بلکہ اس وقت تک ان کو اس بشارت دینے سے روکنے کے لیے تھا جب تک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں مشورہ نہ کر لیں اور یہ حضرت عمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہ تھا اور نہ آپ کے حکم کو رد کرنا تھا' بلکہ وہ اس حکم کی مصلحت جاننے کی ایک کوشش تھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کا منشا اپنے اصحاب اور اپنی امت کے دلوں کو خوش کرنا تھا اور حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اس بشارت سے سکوت کرنا امت کے حق میں زیادہ مفید ہے تاکہ وہ اسی بشارت پر اعتماد کر کے اپنے نیک اعمال کو کم نہ کر لیں اور اجر وثواب سے محروم نہ ہو جائیں اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس بشارت سے سکوت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو جب آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: جو شخص بھی صدق دل سے یہ شہادت دے گا کہ ''ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا' حضرت معاذ نے پوچھا: میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی بشارت پر اعتماد کر لیں گے' تب حضرت معاذ نے موت سے پہلے یہ حدیث بیان کی تاکہ وہ علم

marfat.com
Marfat.com

کو چھپانے کی وعید میں داخل نہ ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۲) تو گویا حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا کہ آپ تو خود عام لوگوں تک اس بشارت کے پہنچانے سے منع فرما چکے تھے کہ کہیں وہ اس بشارت پر اعتماد کر کے نیک اعمال کو ترک یا کم نہ کر دیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے عام میں تخصیص کرنا جائز ہے اور یہ کہ امام اور سربراہ کو مشورہ دینا چاہیے خواہ انہوں نے مشورہ طلب نہ کیا ہو۔ (المفہم ج ۱ ص ۲۰۸۔۲۰۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جب امام اور سربراہ کوئی حکم مطلق دے اور اس کے متبعین میں سے کسی شخص کی رائے اس کے خلاف ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ امیر اور سربراہ کے سامنے اپنی رائے پیش کرے تاکہ امیر اس پر غور کرے' پس اگر امیر پر یہ منکشف ہو کہ اس متبع کی رائے صحیح ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کر لے ورنہ اس متبع کے شبہ کو زائل کرے اور اس کی تسلی کرے۔ (جیسے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے واپس ہوتے ہوئے حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز یاد دلائی تو آپ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھنی ہے یعنی مزدلفہ میں۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۹۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۱۹) (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۵۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ مخصوص لوگوں کو بشارت دیں جو اہل معرفت ہوں اور جن کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ اس بشارت پر اعتماد کر کے نیک اعمال کو ترک نہیں کریں گے اور اس بشارت سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔ (الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ج ۱ ص ۱۶۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ)

علامہ حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کا حضرت ابو ہریرہ کو روکنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی رائے پیش کرنا' آپ پر اعتراض نہیں تھا اور نہ آپ کے حکم کو رد کرنا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو صرف اس لیے بھیجا تھا کہ اس بشارت کے پہنچانے سے آپ کی امت کے دل خوش ہوں اور حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اس بشارت کو امت سے چھپانا امت کے حق میں زیادہ مفید ہے تاکہ وہ اس بشارت پر اعتماد کر کے نیک اعمال کو ترک نہ کر دیں۔

(الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۱ ص ۱۷۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ علامہ طیبی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ رحمۃ للعٰلمین ہیں اور مؤمنین پر رحیم ہیں اور بہ طریق کمال مظہر جمال ہیں اور ہر حال میں اپنی امت کے طبیب ہیں اور آپ ان کے خوف اور شدید اضطراب پر مطلع تھے' تو آپ نے اس بشارت سے ان کے علاج کا ارادہ کیا تاکہ ان کا اضطراب اور خوف زائل ہو جائے' کیونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلال کے مظہر تھے اور ان کو یہ علم تھا کہ لوگوں پر سستی اور اعتماد غالب ہے' اس لیے ان کی رائے یہ تھی کہ لوگوں کے لیے زیادہ مفید معجون مرکب ہے' بلکہ لوگوں کے حال کے اعتبار سے خوف اور اضطراب ان کے حق میں زیادہ مفید ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۰۶' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

یہاں تک ہم نے احادیث اور شارحین احادیث کی عبارات سے یہ واضح کیا ہے کہ صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

کے سامنے اجتہاد کرتے تھے' اب ہم عہد رسالت میں صحابہ کرام کے اجتہاد کرنے کے متعلق چند احادیث پیش کر رہے ہیں۔

عہدِ رسالت میں اجتہاد کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو ہم سے فرمایا: تم میں سے ہر شخص بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھے' پس مسلمانوں کو راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا' بعض نے کہا: ہم بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے اور دوسروں نے کہا: بلکہ ہم یہیں نماز پڑھیں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے ان میں کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۱۲۳)

اس حدیث میں صحابہ کرام کے دو گروہوں کے اجتہاد کا ذکر ہے' ایک گروہ نے کہا: حضور نے جو فرمایا ہے: تم بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھنا' اس سے آپ کا منشاء یہ تھا کہ تم جلدی روانہ ہونا اور آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کی جائے' لہٰذا انہوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے کہا: ہم حضور کے الفاظ کے پابند ہیں' ہم بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نماز نہیں پڑھیں گے' ہر ایک صحابی نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سرد رات میں جنبی ہو گئے' انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے ○

(النساء: ۲۹)

پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔ (صحیح البخاری کتاب التیمم باب: ۷)

اس حدیث کی تفصیل یہ ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل میں ایک رات کو مجھے احتلام ہو گیا' مجھے خطرہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا' پس میں نے تیمم کر کے اپنے اصحاب کو نماز پڑھا دی' میرے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نے اپنے اصحاب کو حالت جنابت میں نماز پڑھا دی' پھر میں نے اپنے اس عذر کا ذکر کیا جس کی وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا اور میں نے کہا: میں نے اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے ○

(النساء: ۲۹)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۴)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اجتہاد کیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک سفر میں گئے' ہم میں سے ایک شخص کے ایک پتھر آ کر لگا اور اس کا سر پھٹ گیا' پھر اس کو احتلام ہو گیا' اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا میرے لیے تیمم کی رخصت ہے؟ انہوں نے کہا: ہم تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں پاتے' کیونکہ تم پانی کے حصول پر قادر ہو' اس شخص نے غسل کیا جس سے وہ فوت ہو گیا' جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے اس کو

marfat.com
Marfat.com

کو قتل کر دیا' اللہ ان کو ہلاک کر دے' ان کو جب مسئلہ کا علم نہیں تھا تو انہوں نے کسی اور سے سوال کیوں نہیں کیا' کیونکہ لاعلمی کا علاج سوال کرنا ہے' اس کے لیے یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا یا اپنے زخم پر پٹی باندھ کر باقی جسم کو دھو لیتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۷۲' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۶۷۷)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا اور ان کو اجتہاد میں خطا ہوئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجتہد کی خطاء سے کوئی مر جائے تو اس پر تاوان نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر دیت لازم نہیں کی۔ بہر حال ان متعدد احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کے عہد میں اجتہاد ہوتا تھا۔

اسی طرح اس سلسلہ کی یہ حدیث ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سات ہجری میں) ہمیں ایک لشکر میں بھیجا' ہم نے علی الصبح جہینہ کی بستیوں پر حملہ کیا' میں نے ایک شخص کو پکڑ لیا' اس نے کہا: لا الہ الا اللہ' میں نے اس کو نیزا گھونپ دیا' پھر میرے دل میں اضطراب ہوا' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تھا' پھر تم نے اس کو قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے حملہ کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا حتیٰ کہ تم جان لیتے کہ اس نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں' آپ بار بار یہی بات فرماتے رہے' حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں اسی دن اسلام لایا ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۶۹-۶۸۷۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۵۹۴)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ پر نہ قصاص کو واجب کیا نہ دیت کو نہ کفارہ کو' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ یہ تمام چیزیں ساقط ہو گئیں لیکن کفارہ واجب ہے اور شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہے کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ وہ کافر ہے اور اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ لیا ہے' اس کلمہ پڑھنے سے وہ مسلمان نہیں ہوا اور دیت کے واجب ہونے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۸۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

بہر حال ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام اجتہاد کرتے تھے اور ان کا اجتہاد صحیح بھی ہوتا تھا اور غلط بھی۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے سامنے اجتہاد جائز نہیں تھا کیونکہ اصولیین کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اجتہاد واقع تھا۔ (حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت (الشوریٰ: ۱۰) کی تفسیر بہت طویل ہو گئی' کیونکہ "فحکمه الی الله" کی تفسیر میں امام رازی نے قیاس سے احکام ثابت کرنے کا انکار فرمایا' سو ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر دلائل پیش کیے اور علامہ زمخشری' علامہ نیشاپوری' علامہ قوجوی وغیرہم نے اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے سامنے اجتہاد کا انکار کیا تو ہم نے ان کے رد میں بہت احادیث پیش کیں۔

الشوریٰ: ۱۱ میں فرمایا: "وہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے' اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے

Marfat.com

اور مویشیوں سے جوڑے بنائے' وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے' اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے' وہ ہر بات کو سننے والا' ہر چیز کو دیکھنے والا ہےO"

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے مماثلت کی نفی

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جنس میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کی جنس میں سے بھی جوڑے بنائے' اس آیت میں فرمایا ہے: "یذرؤکم" اس کا معنیٰ ہے: وہ تم کو رحم میں پیدا کرتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ تم کو پیٹ میں پیدا کرتا ہے' الزجاج نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: وہ تمہاری کثرت کرتا ہے اور تم کو زمین میں پھیلاتا ہے' تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تمہاری نسل اور افزائش میں اضافہ ہو۔

اور فرمایا: "اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے" یعنی اللہ عزوجل اپنی عظمت اور کبریاء میں اور اپنے اسماء کی بلندی میں اور اپنی صفات کی برتری میں بے مثل اور بے نظیر ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے' ہر چند کہ بعض صفات اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں بہ ظاہر مشترک ہیں' مثلاً اس آیت میں فرمایا: "ھو السمیع البصیر" اور انسان کے متعلق فرمایا: "فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًاO" (الدھر: ۹) لیکن انسان کی سماعت اور بصارت حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت قدیم ہے' انسان کی سماعت اور بصارت کا زوال ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت کا زوال ممتنع ہے۔ انسان بھی دوسروں پر رحم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق پر رحم فرماتا ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں' تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۵۰۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۲۸۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۹۷۵' جامع المسانید والسنن مسند جریر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۱۵۸۷)

لیکن اللہ تعالیٰ بالذات اور بغیر واسطہ کے رحم فرماتا ہے اور لوگ بالعرض اور متعدد وسائط سے رحم کرتے ہیں' وہ بغیر کسی غرض اور بغیر کسی عوض کے رحم فرماتا ہے اور لوگ کسی نہ کسی غرض اور کسی نہ کسی عوض سے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کی ذات کی مثل کوئی ذات نہیں ہے اور اس کے اسم (اللہ) کی مثل کوئی اسم نہیں ہے اور اس کی صفت کی مثل کوئی صفت نہیں ہے اور اس کے فعل کی مثل کسی کا فعل نہیں ہے۔ سمیع' بصیر' ید' عین' وجہ اور رحم وغیرہ لفظ ایک جیسے ہیں لیکن ان کے معانی اور مصداق میں متعدد جہات سے فرق ہے۔

ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ "لیس کمثله شیء" کا لفظی معنی ہے اس کی مثل کے کوئی شیء مثل نہیں ہے' کیونکہ کاف کا معنی بھی مثل ہے' تو یہ اللہ تعالیٰ سے مماثلت کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کی مثل سے مماثلت کی نفی ہے۔ اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ اس آیت میں کاف زائد ہے' بعض نے کہا: یہ کاف تاکید کے لیے ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عرب کے محاورہ کے موافق ہے' عرب کہتے ہیں: "مثلک لا یبخل" آپ جیسا شخص بخل نہیں کرتا اور مراد ہوتا ہے: آپ بخل نہیں کرتے' سو یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں اور زمینوں کی کنجیوں کا وہی مالک ہے' وہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے' بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO اس نے تمہارے لیے اسی دین کو مشروع (مقرر) کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور جس دین کی ہم

marfat.com
Marfat.com

نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا' جس دین کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں' وہ ان پر بہت شاق اور بھاری ہے' اللہ ہی اس دین کی طرف چن لیتا ہے جس کو چاہے اور اسی کو اس دین کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے O (الشوریٰ: ۱۳-۱۲)

آسمانوں اور زمینوں کی چابیوں کے محامل اور رزق کی اقسام

اس آیت میں کنجیوں کے لیے ''مقالید'' کا لفظ ہے' یہ اقلید کی جمع ہے اور خلاف قیاس ہے اور کنجیاں یا چابیاں خزانوں سے کنایہ ہے اور اس سے مراد ہے: خزانوں پر قدرت اور اس کی حفاظت' اور خزانوں میں وہی تصرف کرتا ہے جس کے پاس خزانوں کی چابیاں ہوتی ہیں' رزق کی چابی اللہ کی ذات پر صحیح توکل ہے اور قلب کی چابی اللہ کی صحیح معرفت ہے اور علم کی چابی تواضع ہے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرشتوں کے دلوں میں جو غیب کے احکام ہیں وہ آسمانوں کی چابیاں ہیں اور اولیاء اللہ کے دلوں میں جو عجائب ودیعت کیے گئے ہیں وہ زمین کی چابیاں ہیں۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے کہا ہے کہ دلوں کے آسمانوں کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں اور اس میں اس کے لطف اور رحمت کے خزانے ہیں اور نفوس کی زمینوں کی چابیاں اس کے پاس ہیں اور اس میں اس کے قہر اور غلبہ کے خزانے ہیں' پس ہر قلب میں اس کے الطاف کی ایک نوع کے خزانے ہیں' بعض دلوں میں معرفت کے خزانے ہیں اور بعض دلوں میں محبت کے خزانے ہیں اور بعض دلوں میں شوق کے خزانے ہیں اور بعض دلوں میں ارادہ کے خزانے ہیں' اسی طرح احوال ہیں مثلاً توحید ہے اور ہیبت ہے اور انس ہے اور رضا ہے' اسی طرح ہر نفس میں اس کے قہر کے اوصاف کی ایک قسم ہے' بعض نفوس میں جہالت کے خزانے ہیں' بعض میں ضد اور کفر کے خزانے ہیں۔ اسی طرح مذموم اخلاق ہیں جیسے شرک اور نفاق ہے اور حرص اور تکبر ہے اور غضب اور شہوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نفوس کے رزق کو وسیع کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے' اسی طرح قلوب کے رزق کو وسیع کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے اور مخلوق کی طاقت میں یہ نہیں ہے۔ ظاہری رزق کھانے پینے کے اور عیش و عشرت کے سامان ہیں اور باطنی رزق علوم حقیقیہ اور معارف الٰہیہ ہیں۔

الشوریٰ: ۱۲ میں فرمایا: ''اس نے تمہارے لیے اسی دین کو مشروع (مقرر) کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور جس دین کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا''۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور شریعتوں کا متعدد ہونا

جن انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی ان میں حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اکابر' مشاہیر اور اولو العزم انبیاء علیہم السلام ہیں' یہ سب عظیم شریعتوں والے تھے اور ان کے متبعین اور پیروکار بہت زیادہ تھے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ان سب پر یہ وحی کی گئی تھی کہ وہ سب دین کو قائم رکھیں اور تفرقہ نہ ڈالیں۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اے محمد! ہم نے آپ کو اور نوح کو دین واحد کی وحی کی ہے۔

(صحیح البخاری' کتاب الایمان باب:۱)

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے' اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ ہم نے آپ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں ان سب کی

marfat.com

Marfat.com

اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝ (الانبیاء: ۲۵) طرف یہ وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم سب میری ہی عبادت کرو۝

لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے' البتہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۔ (المائدہ: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور دستور بنایا ہے۔

اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء اخوة لعلات امهاتهم شتی ودينهم واحد. (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۳) انبیاء آپس میں باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔

دین اور شریعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

قرآن مجید کی آیات اور مذکور الصدر اثر اور حدیث سے واضح ہو گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کی شریعتیں مختلف ہیں' اس لیے ضروری ہے کہ دین اور شریعت کی تعریف کی جائے۔ دین کا لغوی معنیٰ ہے: اطاعت اور شریعت کا لغوی معنیٰ ہے: راستہ' دین ان اصول اور عقائد کو کہتے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک رہے ہیں مثلاً اللہ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی صفات پر ایمان لانا' تمام نبیوں' رسولوں' آسمانی کتابوں پر' فرشتوں پر' تقدیر اور قیامت پر اور حشر ونشر پر ایمان لانا' اللہ کے شکر اور اس کی عبادت کا فرض ہونا' شرک' کفر' قتل' زنا اور جھوٹ کا حرام ہونا یہ تمام امور دین ہیں۔

اور شریعت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے زمانہ کی خصوصیات کے اعتبار سے عبادت کے جو طریقے مقرر کیے' چند چیزوں کو فرض کیا اور چند چیزوں کو حرام کیا اور چند چیزوں کو مستحب قرار دیا اور چند چیزوں کو مکروہ قرار دیا' مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مال غنیمت حلال نہ تھا' ہماری شریعت میں حلال ہے' ان کی شریعت میں مسجد کے سوا نماز جائز نہ تھی' ہماری شریعت میں تمام روئے زمین پر نماز جائز ہے' ان کی شریعت میں تیمم کی سہولت نہ تھی' ہماری شریعت میں عذر کے وقت تیمم کرنا جائز ہے۔

دین اور شریعت کے علاوہ ملت' مذہب اور مسلک کی بھی اصطلاحات ہیں' ان کی مفصل بحث ہم نے الفاتحہ: ۴ میں بیان کر دی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''جس دین کی آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں وہ ان پر بہت شاق اور بھاری ہے' اللہ ہی اس دین کی طرف چن لیتا ہے جس کو چاہے اور اسی کو اس دین کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے۝''

مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ

مشرکین مکہ کے اوپر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بہت بھاری تھا کیونکہ اوّل تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے اور ان کے لیے یہ بات باعث عار تھی کہ وہ اپنے جیسے انسان پر ایمان لے آئیں اور اس کی اطاعت کریں' ان کے خیال میں نبی کو انسان کی بجائے فرشتہ ہونا چاہیے تھے' دوسرے یہ کہ ان کا تکبر اس بات سے مانع تھا کہ وہ ایسے شخص کی اطاعت کریں جو بہت زیادہ دولت مند ہے نہ کسی قبیلہ کا سردار ہے۔ جب کہ ان میں بہت دولت مند اور چودھری اور وڈیرے قسم کے لوگ تھے اس لیے وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منصب رسالت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے اس رسول کی اطاعت اور اتباع

marfat.com
Marfat.com

کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب کے لیے منتخب فرمالیا۔

اجتباء کا معنیٰ

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اللہ یجتبی الیہ من یشاء ''اس کا مصدر اجتباء ہے اور اس کا مادہ جبی ہے' جبی کا معنیٰ ہے: جمع کرنا' عرب کہتے ہیں: ''حبیبت الماء فی الحوض ''یعنی میں نے حوض میں پانی جمع کرلیا' اسی طرح کہا جاتا ہے: ''حبیبت الخراج ''میں نے ٹیکس جمع کرلیا اور ٹیکس کو جبایہ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

یُجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ ۔ (القصص: ۵۷) مکہ کی طرف ہر درخت کے پھل جمع کر کے لائے جاتے ہیں۔

اور الاجتباء کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو چن کر اور منتخب کر کے جمع کرنا اور اپنے ساتھ ملانا' قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ ۔ (یوسف: ۶) اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب فرمائے گا۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۱۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

لہٰذا اس آیت کا معنیٰ ہے: اللہ جس کو چاہے منتخب فرما کر اپنے ساتھ ملالیتا ہے اور رحمت اور تکریم کے ساتھ اپنے قریب کر لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو اس دین کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اللہ کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے' اللہ اس کی طرف چار ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اللہ کی طرف چل کر آتا ہے اللہ اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۷ ص ۴۵۵' رقم الحدیث: ۱۱۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۰ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶۴۶' تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۶)

مجذوب اور سالک کی تعریفات

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے منتخب فرما کر اپنی بارگاہ میں مشرف فرماتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے منتخب فرمانے کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ کی کسی سعی اور استحقاق کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے فیض سے اس کو نعمتیں عطا فرماتا ہے' یہ مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور ان کے بعد صدیقین' شہداء اور عباد صالحین کا مرتبہ ہے۔ علامہ ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ فرماتے ہیں:

مجذوب اس خاص بندہ کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ازل میں منتخب فرمالیتا ہے اور اس کو اپنے محبوبین کے راستہ پر چلاتا ہے اور اس کو اپنے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اس کو دارین (دنیا اور آخرت) سے کھینچ کر اپنے ساتھ ملالیتا ہے۔

سالک ان عام بندوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے محبین کے راستہ پر چلاتا ہے جن کو ہدایت کی توفیق دی جاتی ہے' وہ اپنی لغزشوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔ (روح البیان ج ۸ ص ۳۹۸)

خلاصہ یہ ہے کہ صاحب الاجتباء مجذوب ہے اور صاحب الانابت سالک ہے۔

علامہ عبد النبی بن عبد الرسول الاحمد نگری لکھتے ہیں:

مجذوب مجنون ہے اور صوفیاء کے نزدیک مجذوب وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لیے پسند اور منتخب فرمالیتا ہے اور اس کو اپنی بارگاہ انس کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اس کو اپنی جناب قدس پر مطلع فرماتا ہے تو اس کو کسب کی مشقت کے بغیر تمام مقامات اور مراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔ (دستور العلماء ج ۳ ص ۱۵۴-۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

marfat.com

Marfat.com

علامہ عبدالنبی نے یہ تعریف میر سید شریف متوفی ۸۱۶ ھ کی کتاب ''التعریفات'' ص ۱۴۲ سے نقل کی ہے۔ البتہ میر سید شریف نے مجذوب کی تعریف میں مجنون کا لفظ نہیں لکھا۔

نیز علامہ عبدالنبی احمد نگری لکھتے ہیں:

سالک وہ شخص ہے جو اپنے حال کے سبب سے مقامات پر گامزن ہو نہ کہ اپنے علم کی وجہ سے' اس کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ مشاہدہ سے ہوتا ہے اور اس کے علم میں گم راہی میں ڈالنے والے شبہات نہیں ہوتے۔ (دستور العلماء ج ۲ ص ۱۱۵' بیروت)

علامہ عبدالنبی نے یہ تعریف بھی میر سید شریف کی کتاب ''التعریفات'' ص ۸۴ سے لفظ بہ لفظ نقل کی ہے۔

جذب اور سلوک کا معنی سکر اور صحو کے قریب ہے' علامہ عبدالکریم قشیری متوفی ۴۶۵ ھ نے سکر اور صحو کے معنی بیان کیے ہیں' ہم ان کا خلاصہ لکھ رہے ہیں:

جب اللہ کے بندوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور اس کے خوف کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کے دل لوگوں سے دور ہو جاتے ہیں اور یہ حالت سکر ہے' نیز لکھتے ہیں: جب ان پر اللہ تعالیٰ کے جمال کا غلبہ ہوتا ہے اور ان کی روح خوش ہوتی ہے تو یہ حالت سکر ہے اور جب بندہ کے دل پر قوی واردات ہوں تو وہ لوگوں سے منقطع ہو جاتا ہے اور یہ حالت سکر ہے اور جب یہ کیفیت منقطع ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ حالت صحو ہے اور بندہ حالت سکر میں حال کا مشاہدہ کرتا ہے اور حالت صحو میں علم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ ص ۱۰۷۔۱۰۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی لکھتے ہیں:

جب بندہ پر حال کا غلبہ اور اس کا تسلط ہو تو وہ سکر ہے اور جب وہ اپنے اقوال اور افعال کی ترتیب کی طرف لوٹ آئے تو وہ صحو ہے۔ محمد بن خفیف نے کہا: جب محبوب کے ذکر سے دل میں جوش پیدا ہو تو وہ سکر ہے اور الواسطی نے کہا: وجد کے چار مقام ہیں: (۱) ذہول (۲) حیرت (۳) سکر (۴) پھر صحو' جیسے ایک آدمی پہلے سمندر کے متعلق صرف سنتا ہے' پھر اس کے قریب ہوتا ہے' پھر اس میں داخل ہوتا ہے' پھر اس کو موجیں پکڑ لیتی ہیں' پس اس بناء پر جس شخص کے دل میں وجد کا اثر باقی رہے اس پر سکر کا اثر ہے اور جس کی ہر چیز اپنے مستقر کی طرف لوٹ آئے وہ صاحب صحو ہے۔

(عوارف المعارف ص ۲۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

امام رازی کے نزدیک اصول اور عقائد میں قیاس جائز نہیں اور فروع اور احکام میں قیاس جائز ہے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ نے نفی قیاس پر ایک اور دلیل ذکر کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

قیاس کا انکار کرنے والوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الشوریٰ: ۱۳ میں یہ خبر دی ہے کہ تمام اکابر انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ دین کو اس طرح قائم کرنا واجب ہے کہ اس سے اختلاف اور تنازع نہ پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بہ طور احسان یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کی اس دین کی طرف رہ نمائی کی ہے جو تفرق اور مخالفت سے خالی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ قیاس بہت زیادہ افتراق اور انتشار کا دروازہ کھولتا ہے' کیونکہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کی بنیاد قیاسی دلائل پر رکھی وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور قیامت تک ان کے درمیان اتفاق پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں ہے' پس واجب ہوا کہ قیاس کرنا حرام اور ممنوع ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۸۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی کی اس تفسیر سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ وہ مطلقاً قیاس کے منکر ہیں' وہ درحقیقت دین کے اصول اور عقائد میں قیاس کو باطل کہتے ہیں اور فروع اور احکام میں قیاس کو جائز کہتے ہیں' الحشر: ۲ کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

ہم نے اپنی کتاب ''المحصول من اصول الفقه'' میں یہ لکھا ہے کہ قیاس حجت ہے' سو ہم ان دلائل کو یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج۱۰ ص ۵۰۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے ''المحصول'' میں قیاس کے حجت ہونے پر جو دلائل پیش کیے ہیں' ہم بہت اختصار کے ساتھ ان کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں تا کہ اس مسئلہ میں امام رازی کا موقف واضح ہو جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

قاضی ابوبکر اور ہمارے جمہور محققین کے نزدیک قیاس کی مختار تعریف یہ ہے:

ایک معلوم کو دوسرے معلوم پر کسی حکم کے اثبات یا نفی کے لیے محمول کرنا جب کہ ان دونوں میں کوئی امر جامع اور مشترک ہو۔

اس کی دوسری تعریف حسن بصری سے منقول ہے کہ اصل کے حکم کو فرع پر لاگو کرنا کیونکہ مجتہد کے نزدیک دونوں میں حکم کی علت مشترک ہے۔ یہ تعریف زیادہ واضح ہے۔ (المحصول ج۳ ص ۱۰۷۹۔۱۰۷۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام رازی نے حسب ذیل آیات سے قیاس کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ○ (الحشر: ۲) اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ○

وجہ استدلال یہ ہے کہ اعتبار اور عبرت کا معنیٰ ہے: عبور کرنا اور تجاوز کرنا' یعنی اصل کے حکم سے فرع کے حکم کی طرف تجاوز کرو' اس کے علاوہ مزید یہ آیات ہیں:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ○ (آل عمران: ۱۳' النور: ۴۴) بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے عبرت ہے (یعنی نصیحت ہے) ○

اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً. (النحل: ۶۶' النور: ۲۱) بے شک تمہارے لیے مویشیوں میں ضرور عبرت ہے یعنی نصیحت ہے۔

(المحصول ج۲ ص ۱۰۹۰۔۱۰۸۹)

امام رازی نے حسب ذیل احادیث سے بھی قیاس کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا روزہ دار بوسا لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم پانی سے غرارے کرو' پھر کلی کرو تو کیا تم اس پانی کو پینے والے ہو؟ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص ۶۱۔۶۰' مسند احمد ج۱ ص ۲۱' المستدرک ج۱ ص ۴۳۱' سنن بیہقی ج۴ ص ۲۶۱' جامع المسانید والسنن مسند عمر بن الخطاب رقم الحدیث: ۶۲)

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غرارے کو بوسے پر قیاس فرمایا کہ جس طرح پانی کو نگلے بغیر غرارے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح بغیر انزال کے بوسے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (المحصول ج۳ ص ۱۱۰۴۔۱۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے تھے' کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۷۷۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو بندہ کے حق پر قیاس کیا ہے۔ (المحصول ج۳ ص ۱۱۰۵)

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ عبادات بدنیہ میں نیابت جائز نہیں ہے اس لیے یہ حدیث روزے کے فدیہ پر محمول ہے' عبادات بدنیہ میں نیابت جائز نہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ سکتا ہے اور نہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۷۹' کتاب الصیام رقم الحدیث: ۴۳' الرقم المسلسل: ۶۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور فدیہ کے وجوب پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۵۷' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۷۱۴)

امام رازی فرماتے ہیں:

قیاس سے استدلال کرنے پر صحابہ کا اجماع ہے' کیونکہ بعض صحابہ نے قیاس پر عمل کیا ہے اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا' بعض صحابہ کے قیاس پر عمل کرنے کی دلیل یہ ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اشباہ اور نظائر کی معرفت حاصل کرو اور اپنی رائے سے دوسرے امور کو ان پر قیاس کرو۔

(المحصول ج ۳ ص ۱۱۰۶)

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ امام رازی احکام شرعیہ فرعیہ میں قیاس سے استدلال کرنے کے قائل ہیں اور الشوریٰ: ۱۳ میں جو انہوں نے قیاس پر انکار کیا ہے اس سے مراد اصول اور عقائد میں قیاس سے استدلال کرنا ہے' البتہ انہوں نے الشوریٰ: ۱۰ میں جو قیاس کا رد کیا ہے اس کی توجیہ مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اسی وقت تفرقہ ڈالا تھا جب ان کے پاس علم آ چکا تھا اور وہ تفرقہ بھی باہمی سرکشی کی وجہ سے تھا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے (نزول عذاب کی) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کے متعلق الجھن میں ڈالنے والے شک میں ہیں ○ پس اسی قرآن کے متعلق آپ دعوت دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم (برقرار) رہیں اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور آپ کہیے: میں ان تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں اور مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے' ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے' اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ○

(الشوریٰ: ۱۵۔۱۴)

انبیاء علیہم السلام کے بعد دین میں تفرقہ ڈالنے والے کون تھے؟ عرب یا اہل کتاب؟

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس دین پر ایمان لائیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر تمام نبیوں اور رسولوں میں مشترک رہا ہے اور جن لوگوں نے بھی اس متفق علیہ دین کی مخالفت کی وہ جان بوجھ کر کی' حالانکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ یہی دین برحق ہے اور اس کی مخالفت گم راہی ہے' لیکن انہوں نے محض سرکشی اور اپنی ریاست

marfat.com
Marfat.com

قائم کرنے کے لیے اس دین کی مخالفت کی اور انہوں نے محض اپنا تفوق اور برتری ظاہر کرنے کے لیے اور لوگوں کو اپنے خود ساختہ نظریات کا پیروکار بنانے کے لیے اس دین کی مخالفت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ اس دین کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو گئے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر فوراً عذاب نازل نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عذاب کو نازل کرنے کی ایک میعاد مقرر ہے' نزول عذاب کی وہ میعاد کون سی ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا میں عذاب نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقت مقرر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے۔

باقی رہا یہ کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اس اتفاقی دین کی مخالفت کی' بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد عرب ہیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب میں سے یہود اور نصاریٰ مراد ہیں جیسا کہ حسب ذیل آیات سے واضح ہے۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۔ (آل عمران:۱۹)

اور اہل کتاب نے آپس میں سرکشی کی وجہ سے اس کے بعد ہی اختلاف کیا ہے جب ان کے پاس علم آ چکا تھا۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ (البینۃ:۴)

اور اہل کتاب نے اس کے بعد ہی تفرقہ کیا ہے جب ان کے پاس کتاب آ چکی تھی ○

اس لیے اس آیت (الشوریٰ:۱۴) سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے' وہ اس کتاب کے متعلق الجھن میں ڈالنے والے شک میں مبتلا تھے۔

الشوریٰ: ۱۵ سے دس مسائل کا استنباط

الشوریٰ: ۱۵ میں فرمایا: ''پس آپ اسی قرآن کے متعلق دعوت دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم (برقرار) رہیں اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور آپ کہیے: میں ان تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں اور مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا' اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے' ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے' اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ○''

یہ آیت کریمہ دس مستقل کلمات پر مشتمل ہے اور ہر کلمہ دوسرے سے منفصل ہے اور آیت الکرسی کے علاوہ اس آیت کی اور کوئی نظیر نہیں ہے' اس میں بھی دس فصول ہیں' اب ہم ان دس کلمات کی تفصیل کر رہے ہیں۔

(۱) پس آپ اسی قرآن کے متعلق دعوت دیں کیونکہ اہل کتاب نے اپنی ہوائے نفس سے دین میں مختلف فرقے بنا لیے ہیں' اس لیے آپ صرف ملت اسلام کی دعوت دیں' جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور آپ سے پہلے ان رسولوں کی طرف وحی کی ہے جن کی شرائع کی پیروی کی جاتی ہے اور تمام لوگوں کو اسی دین کی پیروی کی دعوت دیں۔

(۲) اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم (برقرار) رہیں۔ یعنی آپ اور آپ کے متبعین صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مستقیم رہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اور اس سے سرمو انحراف نہ کریں اور یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے' آپ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام پر اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ اس کے حکم سے بالکل ادھر ادھر نہ ہوں' ورنہ آپ نے امت کے لیے فرمایا:

استقیموا ولن تحصوا۔ مستقیم رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے۔

marfat.com
Marfat.com

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷‘ المسند ج ۱۱ ص ۱۳۰‘ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۲)

یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر اس طرح جمے نہیں رہ سکتے جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے‘ پس استقامت کی حقیقت کی طاقت صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے یا اکابر اولیاء کو۔

(۳) اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ یعنی اہل کتاب کی باطل خواہشوں اور مشرکین کے کذب و افتراء کی پیروی نہ کریں۔ کیونکہ مشرکین کی خواہش تھی کہ آپ ان کے بتوں کی تعظیم کریں یا کم از کم ان کو بُرا نہ کہیں اور یہود و نصاریٰ کی خواہش تھی کہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کریں اور تورات اور انجیل کے احکام کو منسوخ نہ کریں اور سب سے بڑی مصیبت اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنی خواہش پر عمل کرنا ہے‘ قرآن مجید میں ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ. (الفرقان: ۴۳) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ. (القصص: ۵۰) اور اس سے زیادہ گم راہ اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانائی کی آفت شیخی بگھارنا اور ڈینگ مارنا ہے اور بہادری کی آفت بغاوت ہے اور سخاوت کی آفت احسان جتلانا ہے اور جمال کی آفت تکبر ہے اور عبادت کی آفت سستی ہے اور باتوں کی آفت جھوٹ بولنا ہے اور علم کی آفت نسیان ہے اور حلم کی آفت جہالت ہے اور حسب و نسب کی آفت فخر ہے اور سخاوت کی آفت فضول خرچی ہے اور دین کی آفت نفسانی خواہشوں پر عمل کرنا ہے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۱۲۱‘ یہ حدیث المعجم الکبیر‘ شعب الایمان‘ الجامع الصغیر اور جمع الجوامع میں بھی ہے‘ لیکن ان میں دین کی آفت کا ذکر نہیں ہے)

(۴) اور آپ کہیے: میں ان تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں اور صحائف نازل کیے ہیں‘ میں ان سب پر ایمان لایا‘ ان لوگوں کی طرح نہیں جو بعض کتابوں پر ایمان لائے اور بعض پر نہیں۔

(۵) اور مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا۔ یعنی احکام شرعیہ کو نافذ کرنے میں معزز لوگوں اور پست طبقہ کے لوگوں کے درمیان فرق نہ کیا جائے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے میں کسی کی رورعایت نہ کی جائے اور امیر اور غریب کا فرق نہ کیا جائے۔

(۶) اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ یعنی ہمارا خالق اور ہمارا مالک اور ہمارے تمام معاملات کا والی اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ہماری عبادات کا مستحق ہے نہ کہ بت اور نفسانی خواہشیں۔

(۷) ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں‘ یعنی ہم نے جو نیک اعمال کیے ہیں ہم اللہ کے فضل سے ان کی جزاء کے امیدوار ہیں اور ہم نے جو بُرے کام کیے ہیں ہم ان کی سزا کے مستحق ہیں‘ الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمادے اور تم نے جو اعمال کیے ہیں تم ان کے انجام کے مستحق ہو‘ ہمیں تمہاری نیکیوں سے کسی فیض کی توقع نہیں اور نہ تمہاری برائیوں سے ہمیں کوئی ضرر ہوگا۔

(۸) ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔ یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان جو مخالفت ہے وہ صرف اللہ کے لیے ہے‘ اگر تم اللہ کی توحید کا اقرار کرلو تو تم ہمارے بھائی ہو۔ یہ حکم آیت جہاد کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے‘ اب

marfat.com
Marfat.com

ہمارے اور ان کے درمیان تلوار ہے نیز اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب کفار کے سامنے دلائل نہیں پیش کیے جائیں گے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کفار دلائل سے آپ کا صدق جان چکے ہیں اور محض ہٹ دھرمی کر رہے ہیں' اس لیے اب ان کے سامنے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۹) اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا۔ یعنی قیامت کے دن اور اس دن ان باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا جن میں تم ہماری مخالفت کرتے ہو۔

(۱۰) اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے' اس دن اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہو گا اور وہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ کی دعوت کے مقبول ہونے کے باوجود اس میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی کٹ حجتی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور سخت عذاب ہے O اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا اور میزان کو قائم فرمایا اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا شاید کہ قیامت قریب ہو O اس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ وہ برحق ہے' سنو! جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑتے ہیں' وہ پرلے درجہ کی گم راہی میں ہیں O اللہ اپنے بندوں پر بہت نرمی کرنے والا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بہت قوت والا' بے حد غلبہ والا ہے O (الشوریٰ: ۱۹۔۱۶)

اسلام کے خلاف یہود کا اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب

جب عام لوگوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا اس کے باوجود یہودی اسلام پر اعتراض کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت پر سب کا اتفاق نہیں ہے' اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اور تورات کے آسمانی کتاب ہونے پر سب متفق ہیں اور مختلف فیہ کے بجائے متفق علیہ شخص کو نبی ماننا چاہیے اور اس کے دین اور اس کی کتاب کو تسلیم کرنا چاہیے' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہود کی حجت باطل ہے' یہود کی حجت باطل ہونے کی ایک وجہ وہ ہے جو امام رازی نے بیان فرمائی ہے اور چند وجوہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء فرمائی ہیں' پہلے ہم امام رازی کی بیان کی ہوئی وجہ بیان کر رہے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ بیان فرماتے ہیں:

تمام یہود اس پر متفق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس لیے ایمان لانا واجب ہے کہ انہوں نے معجزات پیش کیے تھے اور یہود نے ان معجزات کا مشاہدہ کیا' پس اگر معجزہ کا مشاہدہ نبی کے صدق کی دلیل ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بھی واجب ہے' کیونکہ آپ نے بھی معجزات پیش کیے ہیں' ورنہ حضرت موسیٰ کی تصدیق بھی ثابت نہیں ہو گی اور جب معجزہ نبی کے صدق کو مستلزم ہے تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ثابت ہو گی تو اسی طرح معجزات کی بناء پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت ہو گی (امام رازی کے جواب سے شریعت محمد کی شریعت موسیٰ پر ترجیح ثابت نہیں ہوتی بلکہ دونوں شریعتوں کا برابر ہونا ثابت ہوتا ہے)۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۹۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہود کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے

مصنف کے نزدیک یہود کی دلیل حسب ذیل وجوہ سے باطل ہے:

(۱) یہود نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی کتاب یعنی قرآن مجید مختلف فیہ ہے' اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی کتاب یعنی تورات متفق علیہ ہے' ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ تورات کا تو

marfat.com
Marfat.com

نفس وجود اور ثبوت مختلف فیہ ہے۔ ہر چند سال بعد اس کے ایڈیشن میں ترمیم اور تحریف ہو جاتی ہے' تورات کے ۱۹۲۷ء کے ایڈیشن میں لکھا ہے: دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ (استثناء باب: ۳۳ آیت: ۲ مطبوعہ لاہور) اور ۱۹۹۲ء کے ایڈیشن میں لکھا ہے: لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ (مطبوعہ لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں خود تعارض اور اختلاف ہے' جس زبان میں یہ کتاب نازل ہوئی اب وہ زبان بھی موجود نہیں ہے' غرض یہ کہ یہ کتاب فی نفسہ مختلف فیہ ہے' اس کے برخلاف قرآن مجید متفق علیہ ہے' کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ قرآن مجید کی فلاں آیت پہلے اس طرح تھی اب اس طرح نہیں ہے اور تورات کی بہت سی آیات کے متعلق ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ بدل چکی ہیں' پس تورات کا تو اپنا وجود اختلافی ہے اور قرآن کا اپنا وجود اتفاقی ہے' لہٰذا تورات کے مقابلہ میں قرآن مجید پر ہی ایمان لانا چاہیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بجائے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان لانا چاہیے۔

(۲) موجودہ تورات میں لکھا ہے کہ: نوح نشہ میں اپنے ڈیرہ میں برہنہ ہو گیا۔ (پیدائش باب: ۱۰' آیت: ۲۰) لوط کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو شراب پلائی اور اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ (پیدائش' باب: ۱۹' آیت: ۳۸-۳۲) داؤد نے ایک عورت کو برہنہ دیکھا' اس پر عاشق ہوئے' اس کے خاوند کو لڑائی میں مروا دیا اور اس کو بیوی بنا لیا۔ (سموئیل' باب: ۱۱' آیت ۲۷-۲ ملخصاً) سلیمان اجنبی عورتوں سے محبت کرتا تھا۔ (سلاطین' باب: ۱۱' آیت: ۱) موجودہ تورات نے انبیاء علیہم السلام کو عیاش اور بدکردار بتایا ہے' سو تورات کی تعلیم سے لوگ کس طرح نیک بنیں گے' اس کے برخلاف قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرماتا ہے: ''كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝'' (الانعام: ۸۵) تمام انبیاء صالح اور نیک ہیں' اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ تورات کے مقابلہ میں قرآن مجید پر ایمان لایا جائے کہ اسی کی آیات نیکی کی تلقین میں مؤثر ہیں۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی' دنیا کے تمام لوگوں کے لیے نہ تھی' یہی وجہ ہے کہ اب بھی یہودی بنی اسرائیل کے علاوہ اور کسی شخص کو تبلیغ کرتے ہیں نہ اپنے دین میں داخل کرتے ہیں' اس کے برعکس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دنیا کے تمام لوگوں اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے' اس لیے تورات کے بجائے قرآن مجید پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سخت احکام ہیں: اگر گناہ ہو جائے تو اس کی توبہ قتل کرنا ہے اور کپڑے پر نجاست لگ جائے تو پاک کرنے کے لیے اس حصہ کا کاٹنا ضروری ہے' مال غنیمت حلال نہیں ہے' پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی سہولت نہیں' مسجد کے سوا کہیں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے برعکس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں توبہ کے لیے صرف صدقِ دل سے معافی مانگنا کافی ہے' کپڑے پر نجاست لگ جائے تو اسے پاک کرنے کے لیے صرف پانی سے دھو لینا کافی ہے' مال غنیمت حلال ہے' پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرنا کافی ہے اور تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے تو جس شریعت میں احکام آسان ہوں وہ اس شریعت پر راجح ہے جس کے احکام آسان نہ ہوں سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت جن معجزات سے ثابت ہوئی مثلاً عصا اور ید بیضاء آج دنیا میں وہ معجزات نہیں ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد علیہ السلام کی نبوت قرآن سے ثابت ہوئی اور وہ جس طرح چودہ سو سال پہلے معجز تھا آج بھی معجز ہے نہ چودہ سو سال پہلے اس کی کوئی نظیر لا سکا تھا نہ آج لا سکا' نہ چودہ سو سال پہلے اس میں کوئی کمی یا زیادتی ہوئی نہ آج تک

marfat.com
Marfat.com

ہوسکی' نہ قیامت تک ہوسکے گی۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی واجب الاتباع ہے۔

(۶) موجودہ تورات میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم موجود ہے:

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا' تم اس کی سننا O (استثناء' باب: ۱۸' آیت: ۱۵)

اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کا سوال نہ کرو وہ تم کو ہرگز ہدایت نہیں دیں گے وہ خود گم راہ ہو چکے ہیں' تم (ان کی اتباع میں) یا کسی باطل چیز کی تصدیق کرو گے یا کسی حق کا انکار کرو گے' پس بے شک اگر حضرت موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے کوئی چیز جائز نہ تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۲ ص ۴۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۲۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۱۳۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۔۱۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۱۵۸' جامع المسانید والسنن مسند جابر: ۳۱۰' اس کی بعض اسانید میں جابر جعفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے لیکن امام بزار کی سند میں جابر جعفی نہیں ہے' اس میں بزار ہے' لہٰذا اس سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے)

بہرحال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بجائے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قبول کرنا واجب ہے اور یہودیوں نے جو اسلام کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کی ترجیح پر حجت قائم کی ہے وہ باطل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ. (الشوریٰ: ۱۶) ان کی حجت زائل ہونے والی ہے۔

''داحضة'' کا معنیٰ

اس آیت میں ''داحضة'' کا لفظ ہے' یہ دحض سے بنا ہے' اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کا زائل ہونا اور پھسلنا۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے: ''دحض برجله'' کا معنیٰ ہے: اس کا پیر پھسل گیا اور ''والشمس زالت'' کا معنیٰ ہے: دھوپ زائل ہو گئی۔ ''والحجة دحوضاً'' کا معنیٰ ہے: دلیل باطل ہو گئی۔ (القاموس: ۶۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: اس کے معنیٰ ہے: باطل ہونا' زائل ہونا' قرآن مجید میں ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ. (الکہف: ۵۶) کفار باطل کے سہارے جھگڑتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ڈگمگا دیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۲۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: دحض کا معنیٰ ہے: پھسلنا' حدیث میں ہے:

ان دون جسر جهنم طريقا ذا دحض. دوزخ کے پاس پھسلنے والا راستہ ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۹)

كرهت ان اخرجكم فتمشون فى الطين الدحض. (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۹۰۱) میں نے تمہیں گھر سے نکالنے کو ناپسند کیا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو گے۔

marfat.com
Marfat.com

(لسان العرب ج ۵ ص ۲۳۴، دار صادر بیروت، ۲۰۰۳ء)

علامہ ابن منظور کی نقل کردہ احادیث دراصل علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے پیش کی ہیں۔

(النہایہ ج ۲ ص ۹۹۔۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

الشوریٰ: ۱۸۔۱۷ کا خلاصہ

الشوریٰ: ۱۸۔۱۷ میں فرمایا: ''اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا اور میزان کو قائم فرمایا اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا شاید کہ قیامت قریب ہو ۝ اس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں ۝'' الایۃ

اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کے برحق ہونے پر دلائل قائم فرما دیئے تو اسلام کے مخالفین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا، اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے جس میں انواع واقسام کے دلائل اور براہین ہیں، سابقہ امتوں کے نیک لوگوں کے اعمال صالحہ اور بدکاروں اور منکروں کے عبرت ناک انجام کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے میزان کو نازل کیا ہے جس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا اور کسی شخص کو یہ معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور قیامت آنے کے بعد کسی شخص کو بُرے کاموں سے بچنے اور ان پر توبہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کی مہلت نہیں ملے گی، اس لیے ہر صاحب عقل شخص پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی آیات میں غور وفکر کرے، اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید اور روایت پرستی کے روگ کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے، بُرے کاموں اور رسم ورواج کے جھوٹے بندھنوں کو توڑ دے اور نیک کاموں کو اختیار کرے۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں اور مشرکوں کو عموماً قیامت کے اچانک واقع ہونے سے ڈراتے رہتے تھے اور اہل مکہ نے ابھی تک وقوع قیامت کی علامات سے کوئی علامت نہیں دیکھی تھی اس لیے وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ کاش قیامت ہو جاتی حتیٰ کہ ہم کو بھی پتا چل جاتا کہ آیا ہم حق پر ہیں یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں۔

میزان کا لغوی اور شرعی معنیٰ

اس آیت میں ''میزان'' کا لفظ ہے، علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں: میزان کا معنیٰ ہے: عدل اور مقدار۔ (القاموس المحیط ص ۱۲۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

میزان اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے چیزوں کا وزن کیا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (الانبیاء: ۴۷)

قیامت کے دن ہم انصاف کی میزانوں کو رکھیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ (القارعۃ: ۹۔۶)

پس رہا وہ جس (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوں گے ۝ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ۝ اور رہا وہ جس (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوں گے ۝ تو وہ ہاویہ (دوزخ کی گہرائی) ہے

marfat.com
Marfat.com

میں ہوگا○

زجاج نے کہا: قیامت کے دن جس میزان کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے' ایک تفسیر یہ ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہیں اور دنیا میں میزان (ترازو) کو اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ عدل کریں اور قیامت کے دن اس میں لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا' بعض علماء نے کہا: میزان اس کتاب کا نام ہے جس میں مخلوق کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا: حدیث میں ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۰)

(لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۰۵' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

میزان کا شرعی معنیٰ یہ ہے: وہ چیز جس میں حقوق واجبہ کا وزن کیا جائے عام ازیں کہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں اور اس کا لغوی معنیٰ ہے: عدل کا آلہ اور وزن کا معنیٰ ہے: کسی چیز کی مقدار کی معرفت' اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر میزان عقل رکھ دی ہے جس سے خیر اور شر اور حسن اور قبح کا ادراک کیا جاتا ہے' اسی میزان عقل کو عرف میں ضمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہر مسلمان کے دل میں ایک میزان شرع ہوتی ہے جس سے وہ احکام شرعیہ کا وزن کرتا ہے اور کسی بھی کام کے ارادے کے وقت وہ میزان اس کو بتاتی ہے کہ وہ کام اس کے لیے شرعاً جائز ہے یا ناجائز' قرآن مجید میں ہے:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ○ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ○ (القیامۃ: ۱۵۔۱۴)

بلکہ انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے ○ خواہ وہ کتنی تاویلات کرے ○

عجلت کی مذمت اور اطمینان سے کام کرنے کی فضیلت

الشوریٰ: ۱۸ میں فرمایا: ''اس (قیامت) کے جلد آنے کا مطالبہ وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں جلدی کرنا مذموم ہے' حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التانی من اللہ والعجلة من الشیطان.

اطمینان سے کام کرنا اللہ کی جانب سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۵۶' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۰۴)

عجلت مذموم ہونے کے عموم سے چھ چیزیں مستثنیٰ ہیں: (۱) نماز کا مستحب وقت آنے کے بعد نماز پڑھنے میں جلدی کرنا (۲) جب جنازہ تیار ہو جائے تو اس کی تدفین میں جلدی کرنا (۳) جب کنواری لڑکی کا کفو میں رشتہ مل جائے تو اس کے نکاح میں جلدی کرنا (۴) جب قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرنا (۵) جب مہمان آئے تو اس کو کھانا کھلانے میں جلدی کرنا (۶) شامت نفس سے اگر گناہ ہو جائے تو اس کے بعد توبہ کرنے میں جلدی کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکمت کی وجہ سے وقوع قیامت کی خبر نہ دینا

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا شاید کہ قیامت قریب ہو''۔

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب اس میں 'وما ادراک'' کا لفظ ہو تو اس چیز کا بیان متوقع ہوتا ہے اور جب 'وما یدریک'' کا لفظ ہو تو اس کا بیان متوقع نہیں ہوتا' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً. (الاعراف: ۱۸۷)

قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ قیامت کب آئے گی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا اور جب بھی آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا جاتا تھا آپ طرح دے جاتے تھے اور ٹال جاتے تھے' اس سلسلہ

marfat.com

Marfat.com

میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا' پس کہا: قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں' سوا اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم جس کے ساتھ محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ رہو گے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر سے اور حضرت عمر سے اور مجھے امید ہے کہ میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا کیونکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں خواہ میں ان جیسے عمل نہ کروں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۸۸' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۱۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۰۹۹' عالم الکتب' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۹۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۳۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۶۹' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۸۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ اس وقت آپ کے پاس انصار میں سے ایک لڑکا بھی تھا' آپ نے فرمایا: اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو جب تک یہ بوڑھا نہیں ہوگا قیامت نہیں آئے گی (یعنی یہ لڑکا بوڑھا ہونے سے پہلے مر جائے گا)۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۳۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

کون سا علم باعث فضیلت ہے؟

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ قیامت کے آنے سے ڈرتے ہیں' سنو! جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گم راہی میں ہیں''۔

آیت کے اس حصہ میں علم یقین کی مدح اور فضیلت ہے اور تردد اور شک کی مذمت ہے' سو مسلمان کو چاہیے کہ وہ علم یقین کو حاصل کرے اور تردد اور شک سے نکل آئے' تاہم علم اس وقت قابل تعریف ہے جب اس کے ساتھ خوف خدا بھی ہو اور علم کے تقاضے پر عمل بھی ہو' ورنہ ابلیس کو حضرت آدم کی نبوت کا علم تھا' فرعون کو حضرت موسیٰ کی نبوت کا علم تھا' ابوجہل اور یہود کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا' لیکن چونکہ ان کو خوف خدا نہ تھا اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے اور کتنے ہی خوف خدا سے خالی علماء قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوں گے' کیونکہ وہ اپنے علم کے تقاضوں کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے۔

الشوریٰ: ۱۹ میں فرمایا: ''اللہ اپنے بندوں پر بہت نرمی کرنے والا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بہت قوت والا' بے حد غلبہ والا ہے O''

بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کا معنیٰ

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اللہ اپنے بندوں پر لطیف ہے''۔

علامہ عبد القادر رازی حنفی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں: جو چیز باریک ہو اس کو لطیف کہتے ہیں اور کسی کام میں نرمی اور ملائمت کرنے کو لطیف عمل کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کا معنیٰ ہے: وہ نیکی کی توفیق دینے والا ہے اور گناہوں سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۴۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر شفیق ہے' عکرمہ نے کہا: وہ بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے۔ سدی نے کہا: وہ ان کے ساتھ نرمی کرنے والا ہے۔ مقاتل نے کہا: وہ نیک اور بد دونوں کے ساتھ لطیف ہے' کیونکہ وہ بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے ان کو بھوکا نہیں مارتا' کیونکہ اس نے فرمایا ہے: وہ جس کو چاہتا

marfat.com
Marfat.com

ہے رزق دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مومن اور کافر میں سے جس کو چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمانے میں دو اعتبار سے لطیف ہے' ایک یہ کہ اس نے تم کو طیبات سے رزق عطا فرمایا ہے' دوسرے یہ کہ اس نے تم کو ایک ہی بار سب رزق نہیں عطا فرمایا بلکہ وہ تم کو بہ تدریج رزق عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ قوی اور عزیز ہے' یعنی وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جس کو چاہے اور وہ سب سے زیادہ اور سب پر غالب ہے۔

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۷ ص ۱۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام غزالی نے فرمایا: لطیف وہ ہے جو اشیاء کی باریک ترین مصلحتوں کو جاننے والا ہو اور ہر مصلحت کو اس کے مستحق تک نرمی اور آسانی سے پہنچانے والا ہو' اللہ تعالیٰ کے لطف کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے ماں کے پیٹ میں بچے کو رحم کے تین تاریک پردوں میں پیدا کیا اور پیٹ میں اس کی حفاظت فرماتا رہا اور ناف کے ذریعہ سے ماں کے پیٹ میں اس کو غذا پہنچاتا رہا' حتیٰ کہ وہ ماں کے پیٹ سے باہر آ گیا اور اپنے منہ کے ذریعہ غذا کو کھانے پر قادر ہو گیا' پھر اس کے اندر یہ بات ڈالی کہ وہ ماں کا دودھ پیتا رہا خواہ دن ہو یا رات ہو اور یہ کام اس بچہ کو کسی نے سکھایا تھا نہ اس نے کسی کو پہلے اس طرح دودھ پیتے ہوئے دیکھا تھا' اسی طرح مرغی کے انڈے سے جیسے ہی چوزہ باہر آتا ہے وہ دانہ دنکا چگنے لگتا ہے' کہتے ہیں کہ فطرت ہر جاندار کو جینے کے طور طریقے سکھا دیتی ہے' لیکن اس فطرت کا خالق کون ہے' انسان پر اللہ تعالیٰ کا پہلا کرم یہ ہے کہ اس نے انسان کو جمادات کے عالم سے نباتات کے عالم کی طرف منتقل کیا یعنی انسان اپنی خلقت کے پہلے مرحلہ میں قطرہ آب کی طرح جامد تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں نشو و نما رکھ کر اس کو نباتات کے عالم میں منتقل کیا۔ پھر عالم نباتات سے اس کو حیوانات کے عالم میں داخل کیا اور اس کے اندر حس اور حرکت ارادیہ رکھی' پھر اس میں نطق رکھ کر اس کو انسان بنایا' پھر اس کو قلیل مدت کی فانی اور متناہی زندگی دی اور اس قلیل مدت میں نیک اعمال کرنے کے بعد اس کو غیر متناہی اور لافانی زندگی کا حق دار بنایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا انسان پر بے حد لطف و کرم ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے

كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں

مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

کوئی حصہ نہیں ہے O کیا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے

يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ

جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر (قیامت کا) فیصلہ مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک

marfat.com
Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا

ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ○ آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے کرتوتوں سے خوف زدہ ہوں گے

كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

اور ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہو گی

الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ

جس کی وہ خواہش کریں گے' یہی بہت بڑا فضل ہے○ یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت

فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ

طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے' اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس نیکی کے حسن کو اور بڑھا دیں گے' بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ

اللہ بہت بخشنے والا اور بہت قدر کرنے والا ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان تراشا ہے؟

يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ

پس اگر اللہ چاہے گا تو آپ کے دل پر مہر لگا دے گا اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت رکھتا ہے' بے شک وہ

بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے

عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ

اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ○ اور ایمان والوں

marfat.com
Marfat.com

يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيدُهُم مِّنْ

کی اور نیک کام کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کی نعمتوں

فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ

میں اضافہ فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے ○ اگر اللہ اپنے سب بندوں پر رزق

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ

کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے‘ لیکن اللہ جتنا چاہے ایک اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے‘ بے شک

بِعِبَادِهٖ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا

وہ اپنے بندوں کی مکمل خبر رکھنے والا‘ خوب دیکھنے والا ہے ○ وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے

قَنَطُوْا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی مددگار ہے‘ بہت حمد کیا ہوا ○ اور اس کی نشانیوں میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰى

سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور ان جانداروں کو پیدا کرنا ہے جو اس نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا دیئے

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ ع

۳ ع ۱۰ ۴ الربع

ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ○ کیا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر قیامت کا فیصلہ مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ○ آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے کرتوتوں سے خوف زدہ ہوں گے اور ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے‘ وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے‘ ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے‘ یہی بہت بڑا فضل ہے ○ (الشوریٰ: ۲۲۔۲۰)

حرث کا معنیٰ

الشوریٰ: ۲۰ میں ''حرث'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم نے کھیتی کیا ہے‘ علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں: حرث کا معنیٰ ہے: زمین میں اگانے کا عمل کرنا یعنی زمین میں بیج ڈالنا اور فصل اگانے کی تیاری کرنا اور اس کا اطلاق فصل اور کھیت پر بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ. (البقرہ: ۲۰۵)

اور جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو وہ زمین میں فساد کرنے اور کھیت اور نسل کو برباد کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

اور حرث کا معنیٰ کسب کرنا بھی ہے یعنی کوئی کام کرنا اور حارث کا معنیٰ کاسب ہے' علامہ ابن منظور نے حرث کے اور بھی کئی معانی ذکر کیے ہیں۔ (لسان العرب ج ۴ ص ۴۳-۷' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے:

''احرث لدنیاک کانک تعیش ابدا' واعمل لاخرتک کانک تموت غدا''. دنیا میں اس طرح کھیتی باڑی کرو گویا کہ تم دنیا میں ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو جیسے تم کل مرجاؤ گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ دنیا کو آباد کیا جائے اور لوگ اس میں باقی رہیں اور جو لوگ تمہارے بعد دنیا میں آئیں وہ تمہاری خدمت سے اس طرح استفادہ کریں جس طرح تم اپنے سے پہلے لوگوں کی خدمات سے استفادہ کر رہے ہو' کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کی زندگی طویل ہے تو وہ دنیا کی تعمیر میں حریص ہوگا اور آخرت کے معاملہ میں آپ نے اعمال میں اخلاص کی ترغیب دی اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال پر ابھارا' کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے کل مرجانا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی کوشش کرے گا۔ بعض علماء نے کہا: اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر دنیا سے زہد اور بے رغبتی کی ترغیب دی ہے اور اس حدیث کا بھی یہی معنیٰ ہے کیونکہ جب انسان کو یہ علم ہوگا کہ اس نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے تو اس کو دنیا کی حرص نہیں ہوگی وہ سوچے گا کہ دنیا کی فلاں چیز مجھے اگر آج نہیں ملی تو کل مل جائے گی' میں کون سا ابھی مر رہا ہوں اور آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو جیسے کل مرجانا ہے سو نیک اعمال پر زیادہ سے زیادہ حرص کرو۔

(النہایہ ج ۱ ص ۳۴۷-۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا فرق

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر لطیف ہے اور ان پر بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے' اب اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بندوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں کی طلب میں بہت کوشش کریں اور برے کاموں سے بچنے کی کوشش کریں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے طالب اور دنیا کے طالب میں حسب ذیل وجوہ سے فرق کیا ہے۔

(۱) آخرت کے طالب کو دنیا کے طالب پر مقدم فرمایا۔

(۲) آخرت کے طالب کے متعلق فرمایا: ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا: ہم اس کی کھیتی میں سے اس کو کچھ حصہ دیں گے۔

(۳) آخرت کے طالب کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اس کو دنیا میں سے کچھ دیں گے یا نہیں' ہوسکتا ہے کہ اس کو دنیا میں سے کچھ حصہ دیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو دنیا میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے اور دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا کہ اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۴) دنیا کا حصہ نقد ہے اور آخرت کا حصہ ادھار ہے لیکن آخرت کے حصہ میں زیادتی اور دوام ہے اور دنیا کے حصہ میں نقصان

marfat.com

Marfat.com

اور بطلان ہے۔

(۵) کھیتی سے جو حصہ حاصل ہوتا ہے اس میں مشقت کرنی پڑتی ہے' پہلے انسان زمین میں ہل چلاتا ہے' پھر اس میں بیج ڈالتا ہے' پھر پانی لگاتا ہے' پھر فصل پکنے کے بعد دانے کو بھوسے سے الگ کرتا ہے اور جو آخرت کی کھیتی میں مشقت کرتا ہے اس کو بقا حاصل ہوتی ہے اور جو دنیا کی کھیتی میں مشقت کرتا ہے اس کو فنا حاصل ہوتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور نیک توقع کے لحاظ سے بہتر ہیں ۝ (الکہف: ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ''ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے'' اس کے دو معنی ہیں: (۱) ہم اس کو نیک کاموں کی زیادہ توفیق دیں گے (۲) ہم اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کریں گے' قرآن مجید میں ہے:

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ. تاکہ ہم ان کو پورے اجر دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں۔ (فاطر: ۳۰)

اس آیت میں دنیا کے حصول کے لیے مشقت اٹھانے کی مذمت کی ہے اور آخرت کے حصول کے لیے مشقت اٹھانے کی مدح فرمائی ہے' حسب ذیل احادیث میں بھی اس معنی کی تائید ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کے متعلق احادیث

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص (صرف) دنیا کی فکر میں رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور تنگ دستی کر دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا حصہ اس کے لیے پہلے سے مقدر کر دیا گیا ہے اور جو آخرت کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو مجتمع کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غناء رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خاک آلودہ ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۳۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۸۹۱۔۴۸۹۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اپنے تمام افکار کو صرف ایک فکر بنا دیا اور وہ آخرت کی فکر ہے' اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکر کے لیے کافی ہے اور جس کے افکار دنیا کے احوال میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۶' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے دل کو غناء سے بھر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دل کو مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۸' المستدرک ج ۲ ص ۴۴۳' ج ۴ ص ۳۲۶)

الشوریٰ: ۲۱ میں فرمایا: ''کیا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر قیامت کا فیصلہ مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ۝''

marfat.com
Marfat.com

خود ساختہ شریعتوں کی مذمت

اس سے پہلی آیت میں دنیا اور آخرت کے لیے کوشش کرنے والوں کے احوال اور ان کے انجام بتائے۔اس آیت میں گمراہی کی اصل بتائی ہے جس کی وجہ سے انسان آخرت کی بجائے دنیا کو اپنا مقصود بنالیتا ہے اور اس آیت میں کفار کے شرکاء کا ذکر فرمایا ہے' اس کی تفصیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) شرکاء سے مراد کافروں کے وہ شیاطین ہیں جنہوں نے ان کے لیے شرک اور کفر کو' قیامت کے انکار کو اور دنیا کی رنگینیوں اور زیب و زینت کو' کھانے پینے اور جنس کی ناجائز لذات کو مزین کیا۔

(۲) شرکاء سے مراد ان کے وہ بت ہیں جن کو کفار استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں' ان کی پرستش کرتے تھے' ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے' ان کے سامنے جانوروں کو قربان کرتے تھے اور مصائب اور شدائد میں ان کے نام کی دہائی دیتے تھے' رہا یہ کہ بت تو بے جان ہیں' ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ انہوں نے ان کافروں کو گمراہ کر دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بت ان کے گمراہ ہونے کا سبب تھے' اس لیے ان کی طرف گمراہ کرنے کی نسبت کر دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ
اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو راستہ سے بھٹکا دیا ہے۔ (ابراہیم: ۳۶)

(۳) اہل مکہ کو قدیم زمانے کے کفار نے گمراہ کیا اور ان کے لیے ایک شریعت بنادی جس میں بتوں کی پرستش تھی' ان کو اللہ کی بارگاہ میں سفارشی قرار دینا تھا' اللہ کے نام پر ذبح کیے بغیر مردار جانوروں کو کھانا تھا اور بحیرہ' سائبہ' حام اور وصیلہ' بتوں کے لیے نامزد جانوروں کے کھانے اور ان سے کام لینے کو حرام قرار دینا تھا' کعبہ میں برہنہ طواف کرنا تھا' عام لوگوں کے لیے حج میں عرفات کو وقوف کے لیے مقرر کرنا اور قریش کے لیے مزدلفہ کو مقرر کرنا تھا اور حج کرنے کے بعد گھروں کے اصلی دروازوں کے بجائے پچھلے دروازوں سے یا مکان کی پچھلی دیوار کو پھاند کر آنا تھا' یہ وہ کام تھے جن کو ان کے بڑوں نے بہ طور شریعت کے اپنا لیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا' بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں ان کاموں سے منع فرمایا ہے اور ان کی مذمت کی ہے۔

جب تک انسان بالغ نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ اس کو احکام شرعیہ کا مکلف نہیں کرتا' بلوغت سے پہلے انسان مختلف کاموں کا عادی ہو جاتا ہے' بالغ ہونے کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی عادتوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے' اگر انسان اپنی عادتوں اور نفسانی لذتوں میں مشغول رہا اور احکام شرعیہ پر عمل نہ کیا' بُرے کاموں کو ترک نہ کیا اور نیک کاموں کو اختیار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرتا رہا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہوگا جیسا کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ہمارے زمانہ میں بھی بعض گمراہ فرقوں نے اپنی طرف سے نئی نئی شریعتیں بنالی ہیں اور اپنے باطل نظریات کو دین میں داخل کر لیا ہے' بعض لوگوں نے مستحبات کو فرائض اور واجبات کا درجہ دے دیا ہے اور بعض لوگوں نے مباحات اور مستحبات کو حرام قرار دے دیا ہے۔

الشوریٰ: ۲۲ میں فرمایا: ''آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے کرتوتوں سے خوف زدہ ہوں گے اور ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہوگا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے' ان کے لیے ان کے رب

marfat.com
Marfat.com

کے پاس ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے' یہی بہت بڑا فضل ہے ○''

اپنی عبادات کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنا

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے یا ہر دیکھنے والے کو' کہ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے قیامت کے دن اپنے جرائم اور گناہوں سے خوف زدہ ہوں گے اور یہ جو فرمایا ہے کہ ''ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہو گا'' کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف دنیا میں اپنی خواہشوں اور اپنی شہوتوں کے تقاضوں پر عمل کرتے رہے اور باطل لذات میں ڈوبے رہے' اس کا وبال ان پر لازم ہو گا' یا تو دنیا میں بایں طور کہ ان پر مصائب اور شدائد کا نزول ہو گا اور مہلک بیماریاں ان پر حملہ آور ہوں گی یا آخرت میں ان کو اپنے جرائم کی سزا بھگتنی ہو گی' الا یہ کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کو معاف فرمادے۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس لیے قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں کے انجام کے بعد مؤمنوں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے' اس آیت کے پہلے حصہ میں کافروں یا بدکردار فاسقوں کا ذکر فرمایا تھا' اس لیے اب اس آیت کے آخری حصہ میں مؤمنوں کے نیک انجام کا ذکر فرما رہا ہے کہ وہ جنت کے باغات میں ہوں گے یعنی وہ جنت کے سب سے خوب صورت حصے میں ہوں گے' باغات میں سبزہ ہوتا ہے اور سبزہ کی طرف دیکھنے سے آنکھوں کو تراوت حاصل ہوتی ہے اور نظر تیز ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے: تین چیزیں نظر کو تیز کرتی ہیں (۱) سبزہ کی طرف دیکھنا' بہتے ہوئے پانی کی طرف دیکھنا اور خوب صورت چہرے کی طرف دیکھنا' حافظ سیوطی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۴۸۶)

نیز فرمایا: ''ان کو جنت میں ہر وہ چیز حاصل ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے'' اہل جنت کو جس چیز میں سب سے زیادہ لذت حاصل ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے' اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی تسبیح اور تہلیل سے لذت حاصل ہو گی اور کھانے پینے اور دیگر نفسانی خواہشوں کی حیثیت ثانوی ہو گی' پھر فرمایا: ''یہی بہت بڑا فضل ہے'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مومن کو اپنی عبادتوں پر جو اجر و ثواب ملے گا وہ اس کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ملے گا محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ملے گا۔

انسان دنیا میں جو بھی نیک کام کرتا ہے اور جو بھی عبادت کرتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے کرتا ہے' ۱۹۸۵ء سے پہلے میں کمر کے شدید درد میں مبتلا تھا' اس وقت میں لاہور میں تھا اور مجھے کوئی امید نہیں تھی کہ میں کوئی تحریری کام کر سکوں گا' میں نے اپنی قابل ذکر کتابیں فروخت کر دی تھیں۔ پھر چھ جولائی ۱۹۸۵ھ کو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے ٹیلی فون کر کے مجھے کراچی آنے کی دعوت دی تو میرا خیال تھا کہ میں وہاں زندگی کے باقی ماندہ دن پورے کروں گا' لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں مفتی منیب الرحمٰن کی وساطت سے ایسے اسباب اور سہولتیں فراہم کیں کہ مجھے تصنیف و تالیف کے کام کے لیے نشأۃ ثانیہ مل گئی اور آج ۱۹ دسمبر ۲۰۰۳ء تک اٹھارہ سال کے عرصہ میں' میں نے شرح صحیح مسلم کی سات ضخیم جلدیں لکھیں جو تقریباً آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اور اب میں تبیان القرآن کی دسویں جلد لکھ رہا ہوں اور اس کے بھی اب تک نو ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں اور یہ میرا کارنامہ نہیں ہے' میں تو زندگی ہار بیٹھا تھا' یہ اسی کا کام ہے اور اس کی شان ہے جو مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے' قطرہ نیساں کو گہر بنا دیتا ہے' ایک نجس قطرہ کو انسان کے حسین و جمیل پیکر میں ڈھال دیتا ہے' تو اگر میں یہ کہوں کہ میرے اس کام کے عوض اللہ مجھے اجر و ثواب عطا فرمائے تو یہ بہت غلط اور جھوٹی بات ہو گی' میں کیا ہوں' میرا کام کیا ہے' سب کچھ اسی کی توفیق سے اور اسی کے فضل سے ہوا ہے' میں اسی کے فضل سے صرف بخشش کا طلب گار ہوں' میں اجر و ثواب کا اور جنت کا طالب نہیں ہوں' یہ تو بہت بڑی نعمتیں ہیں' میں کب ان کے لائق ہوں' وہ آخرت میں میرے گناہوں پر پردہ رکھ لے اور مجھے معاف فرمادے تو

marfat.com

Marfat.com

یہی اس کا بہت بڑا کرم اور بہت عظیم فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے' جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے' اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کی نیکی کے حسن کو اور بڑھا دیں گے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بہت قدر کرنے والا ہے○ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان تراشا ہے' پس اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے گا اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت رکھتا ہے' بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے○ (الشوریٰ: ۲۵-۲۳)

تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے اجر کے سوال پر ایک اعتراض

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کو نازل کیا اور لوگوں کی ہدایت کے لیے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید کے متعلق آیات نازل کیں' اسی طرح نبوت اور رسالت کے متعلق آیات نازل کیں اور دیگر عقائد کے متعلق آیات نازل کیں' قیامت' حشر ونشر' حساب وکتاب اور جنت اور دوزخ کے متعلق آیات نازل کیں اور احکام شرعیہ کے متعلق آیات نازل کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام آیات کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا' ان آیات کی تبلیغ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سختیاں اور صعوبتیں برداشت کیں' ہوسکتا تھا کہ کوئی بدعقیدہ جاہل یہ گمان کرتا کہ شاید آپ کسی مالی منفعت یا اقتدار کے حصول کے لیے اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں' اس تہمت اور بدگمانی کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی: آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی تبلیغ رسالت پر ایک نوع کی اجرت کا ذکر ہے اور وہ قرابت کی محبت ہے' جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام نے مطلقاً اجرت طلب کرنے کی نفی کی ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (الشعراء: ۱۰۹)

میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العلمین (کے ذمہ کرم) پر ہے○

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی۔ (الشعراء: ۱۲۷) اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی۔ (الشعراء: ۱۴۵) اور حضرت لوط علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی۔ (الشعراء: ۱۶۴) اور حضرت شعیب علیہ السلام نے طلب اجر کی نفی کی۔ (الشعراء: ۱۸۰)

بلکہ قرآن مجید میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ آپ طلب اجر کی نفی کریں:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ○ (ص: ۸۶)

آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں○

نیز رسالت کی تبلیغ کرنا آپ پر واجب تھا اور جو چیز آپ پر واجب ہو آپ اس سے کیسے اجر لے سکتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۔ (المائدہ: ۶۷)

آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی اس کی تبلیغ کیجیے اور اگر آپ نے یہ تبلیغ نہیں کی تو آپ نے اپنے کار رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔

marfat.com
Marfat.com

نیز پیغام رسالت کو پہنچانے پر اجرت اور معاوضہ کو طلب کرنا آپ کے منصب نبوت میں تہمت کا موجب ہے اور یہ آپ کی شان لائق نہیں ہے' ان وجوہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تبلیغ رسالت پر اجرت کو طلب کرنا آپ کے لیے جائز نہیں ہے اور الشوریٰ:۲۳ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت پر اجرت کا سوال کیا ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد رحم کی قرابت ہے اور اس کی تائید میں مستند احادیث

(۱) اس آیت میں قربیٰ سے مراد رحم کی قرابت ہے کیونکہ مکہ کے تمام قبائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کی قرابت تھی' اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ میں تم سے صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ تم قرابت رحم کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور مجھ پر جو تبلیغ رسالت کی ذمہ داری ہے اس سے عہدہ برآ ہونے میں میری مدد کرو' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت: (الشوریٰ:۲۳) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ تمام قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی' جب قریش نے آپ کی رسالت کی تکذیب کی اور آپ کی اتباع کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! جب تم نے میری اتباع کرنے سے انکار کر دیا ہے تو تمہارے اندر جو میری قرابت ہے اس کی حفاظت کرو (یعنی اس قرابت کی وجہ سے مجھے اذیت نہ دو اور مجھے نقصان نہ پہنچاؤ) اور تمہارے علاوہ دوسرے عرب قبائل میری حفاظت کرنے میں اور میری مدد کرنے میں زیادہ راجح نہیں ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ص ۱۹۷' رقم الحدیث:۱۳۰۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

تم میری قرابت کی وجہ سے صلہ رحم کرو' یعنی مجھ سے میل جول رکھو اور میری تکذیب نہ کرو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۲ص ۲۷' رقم الحدیث:۱۲۵۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث:۱۳۰۹)

نیز حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

قریش کے ہر قبیلہ میں آپ کی قرابت اور رشتہ داری تھی' اس لیے آپ کہیے کہ میں تم سے اس کے سوا کوئی اجر طلب نہیں کرتا کہ تم میری حفاظت کرو اور مجھ سے ضرر کو دور کرو کیونکہ میری تم سے قرابت ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ص ۳۴۵' رقم الحدیث:۱۲۲۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث:۴۹۶)

ایک اور حدیث میں فرمایا: میں تم سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تمہارے ساتھ جو میری قرابت ہے اس قرابت کی وجہ سے تم مجھ سے محبت رکھو اور میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی حفاظت کرو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ص ۳۴۴' رقم الحدیث:۱۲۲۳۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث:۴۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا' سعید بن جبیر نے کہا: قربیٰ سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے جلدی کی ہے' قریش کے ہر رحم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی' آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی بناء پر تم میرے ساتھ ملاپ سے رہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۱۸' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۲۵۱' مسند احمد رقم الحدیث:۲۵۹۹' عالم الکتب' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث:۱۱۳۰)

اس جواب کی تقریر اس طرح ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات میں جو تبلیغ رسالت پر اجر لینے کی نفی ہے اس اجر سے مراد معروف اجر ہے' جیسے مال و دولت' سونا چاندی اور دیگر قیمتی چیزیں اور جس اجر کو آپ نے طلب فرمایا ہے وہ آپ کی ذات سے محبت کرنا ہے' اس قرابت کی وجہ سے جو آپ کے اور قبائل عرب کے درمیان تھی اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات سے محبت کرنا شرعاً

marfat.com

Marfat.com

مطلوب ہے' کیونکہ جب قبائل عرب آپ کی ذات سے محبت کریں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے تو اس سے ان کے اسلام قبول کرنے میں آسانی ہوگی اور یہ معروف اجر نہیں ہے اور یہ وہ اجر نہیں ہے جس کو طلب کرنے کی دیگر آیات میں نفی کی گئی ہے۔

اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد اہل بیت کی محبت ہے اور فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ

(۲) اس آیت میں قربیٰ سے مراد آپ کے قرابت دار ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت (الشوریٰ: ۲۳) نازل ہوئی تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۵۱' رقم الحدیث: ۱۲۲۵۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۰۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث صحیحہ ہیں:

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو پیدا کیا' بے شک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۴)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جس کا محبوب ہوں علی اس کے محبوب ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸' المستدرک ج ۳ ص ۱۱۰۔۱۰۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۴۰۸۹)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں تمام مؤمنوں کی جانوں کی بہ نسبت ان سے زیادہ قریب ہوں؟ مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کی جان پر اس سے زیادہ تصرف کرنے والا ہوں؟ مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں جس کا محبوب ہوں سو علی اس کے محبوب ہیں' اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے' اس کے بعد حضرت عمر کی حضرت علی سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر نے فرمایا: اے علی! تم کو مبارک ہو' تم اس حال میں صبح اور شام کرتے ہو کہ تم ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے محبوب ہوتے ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۳۴۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے' جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا' ایک روایت میں ہے: جو چیز اس کو اذیت پہنچائے وہ مجھے اذیت پہنچاتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کو کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے' آپ کے پاس کوئی چیز تھی' نہ جانے وہ کیا تھی' جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا:

marfat.com
Marfat.com

یہ کیا چیز ہے؟ تو آپ نے اپنی چادر کھول کر دکھایا تو آپ کی گود میں حضرت حسن اور حضرت حسین تھے آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں' اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر اور اس سے محبت کر جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۹' المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۸۔ ۹۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۹' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۶۷)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق فرمایا: جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح رکھے گا میں اس سے صلح رکھوں گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵' موارد الظمآن رقم الحدیث: ۲۲۴۴' المستدرک ج ۳ ص ۱۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے' آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس سے وابستہ رہے تو کبھی گم راہ نہیں ہو گے' کتاب اللہ اور میری عترت' میرے اہل بیت۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۸۰' المسند الجامع رقم الحدیث: ۲۴۴۰' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۸۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تم کو غذا دیتا ہے اور اللہ سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۸۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' الحلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۱' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۲۸۸۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے' جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۱۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۳۹۱' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کے وجوب میں یہ احادیث صحیحہ ہیں جن کو ہم نے الشوریٰ: ۲۳ میں درج کیا ہے۔

فضائل اہل بیت میں سابقین کی نقل کردہ موضوع احادیث

علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۸ھ' علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اہل بیت کی محبت کے ثبوت میں حسب ذیل روایت بیان کی ہے جس کی سند موضوع ہے' وہ روایت یہ ہے:

سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ شہید ہے' سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ بخشا ہوا ہے' سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ تائب ہے' سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ کامل الایمان ہے' سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو ملک الموت نے جنت کی بشارت دی' پھر منکر نکیر نے بشارت دی۔ سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو جنت میں اس طرح بنا سنوار کر لے جایا جائے گا جس طرح دلہن کو خاوند کے گھر میں بنا سنوار کر لے جایا جاتا ہے۔ سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں' سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کی قبر کو اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کا مزار بنا دیتا ہے' سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا

marfat.com
Marfat.com

وہ السنت والجماعت پر مرا' سنو! جو آل محمد سے بغض پر مراوہ جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے' سنو! جو آل محمد سے بغض پر مراوہ کفر پر مرا' سنو! جو آل محمد سے بغض پر مراوہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۱۴' الکشاف ج ۴ ص ۲۲۵' تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۹۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۳' روح البیان ج ۸ ص ۴۱۶)

یہ روایت' حدیث کی کسی معروف اور مستند کتاب میں مذکور نہیں ہے' اس روایت کو علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ سند یہ ہے: ابو محمد عبد اللہ بن حامد اصبہانی از عبد اللہ بن محمد بن علی بن حسین بلخی از یعقوب بن یوسف بن اسحاق از محمد بن اسلم طوسی از یعلیٰ بن عبید از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از جریر بن عبد اللہ بجلی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو!۔۔۔۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۱۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس سند کو ذکر کر کے فرمایا ہے: یہ سند موضوع ہے' اس روایت کے من گھڑت ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں' محمد بن اسلم اور اس کے اوپر کے راوی ثابت ہیں اور اس سند میں وجہ آفت ثعلبی اور محمد کے درمیان کے راوی ہیں اور اس میں علت بلخی ہے یا اس کا شیخ ہے اور میں نے ان دونوں کا ذکر اسماء الرجال کی کسی کتاب میں نہیں پایا' سو یہ روایت موضوع ہے۔

(الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۴ ص ۲۲۰' علی حامش الکشاف ج ۴ ص ۲۲۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ زمخشری نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور باقی مفسرین نے اس روایت کو کشاف کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور یہ سب لوگ اس روایت کی سند کی تحقیق کے بغیر نقل در نقل کرتے چلے گئے۔

فضائل اہل بیت میں علامہ زمخشری نے اس مقام پر ایک اور موضوع روایت ذکر کی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم چار میں سے چوتھے ہو' سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوں گے' وہ میں ہوں اور تم ہو اور حسن اور حسین ہیں اور ہماری بیویاں' ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہو گی۔ (الکشاف ج ۴ ص ۲۲۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اس روایت کو کدیمی نے ابن عائشہ سے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے' یہ سند ساقط الاعتبار ہے' کدیمی کا نام محمد بن یونس ہے۔ ابن عدی نے اس کو وضع سے متہم کیا ہے' ابن حبان نے کہا: اس نے ایک ہزار سے زائد احادیث وضع کی ہیں' ابو داؤد اور دار قطنی نے اس کو کذب سے متہم کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۷۵۔۷۴) یہ ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث گھڑتے ہیں' اس حدیث میں دوسری علت عبید اللہ بن محمد بن ابی رافع ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے' اسی طرح ابو حاتم نے کہا۔ (میزان الاعتدال رقم الحدیث: ۷۹۰۴) اور یہ روایت اس سند کے ساتھ باطل ہے' اس روایت کے موضوع ہونے کی علامات بالکل ظاہر ہیں۔

(الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۴ ص ۲۲۰' علی حامش الکشاف ج ۴ ص ۲۲۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر فضائل اہل بیت کو ثابت کرنے کے لیے ان موضوع روایات کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے حتیٰ کہ کسی طعن کرنے والے کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ

marfat.com
Marfat.com

فضائل اہل بیت تو صرف موضوع اور باطل روایات سے ثابت ہیں۔ ہم نے ان روایات کا موضوع ہونا اس لیے بیان کیا ہے کہ مبادا کوئی شخص سابقین کے ان بڑے ناموں کو دیکھ کر ان روایات کو صحیح گمان کرے اور سابقین پر اعتماد کر کے ان روایات کو آگے بیان کرے اور نادانستہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کے جرم اور گناہ میں ملوث ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کے وجوب کے ثبوت میں ہم نے احادیث صحیحہ بیان کی ہیں اور اس تمہید کے بعد جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت (الشوریٰ: ۲۳) میں اس اجر کو طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے جس کی قرآن مجید کی دوسری آیت میں نفی فرمائی ہے' کیونکہ اس اجر سے مراد معروف اجر ہے یعنی مال و دولت وغیرہ اور اس آیت میں جس اجر کے سوال کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: آپ کے قرابت داروں سے محبت کرنا' ان کی تعظیم کرنا اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا' باقی رہا یہ کہ اپنے اقارب کے ساتھ محبت کرنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تلقین کرنا اقرباء پروری ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے سو یہ آپ پر اعتراض نہیں ہے' اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی فضیلت ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کو یہ عزت اور خصوصیت عطا کی کہ بعد کا کوئی مسلمان کتنی ہی عبادت کیوں نہ کر لے وہ اس صحابی کا مرتبہ نہیں پا سکتا جس نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو یہ عزت اور خصوصیت دی کہ کوئی خاتون خواہ کتنی عابدہ زاہدہ ہو وہ آپ کی ازواج کے مرتبہ کو نہیں پا سکتی' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کو یہ عزت اور خصوصیت عطا کی ہے کہ ان کی محبت کو امت پر واجب کر دیا' ان پر صدقہ واجبہ کو حرام کر دیا اور ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ بھیجنے اور ان کے لیے برکت کی دعا کرنے کو مقرر کر دیا۔

اس اعتراض کا یہ جواب کہ قربیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے

(۳) اس آیت میں فرمایا ہے: ''میں تم سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تم قربیٰ سے محبت رکھو' اس آیت میں قربیٰ سے مراد اللہ کا قرب ہے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جو تمہارے لیے دلائل اور ہدایت کی تبلیغ کی ہے' میں اس پر تم سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تم اللہ سے محبت رکھو اور اس کی اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۰ھ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۴۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۴۴۔۴۴۳' حاکم نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۲۳۸)

الشوریٰ: ۲۳ کی اس تفسیر پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا' نہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دیگر آیات میں تبلیغ رسالت پر اجر طلب کرنے کی نفی ہے اور اس آیت میں اثبات ہے کیونکہ اللہ کے قرب کو امت سے طلب کرنا وہ اجر نہیں ہے جس کے طلب کی نفی کی گئی ہے اور نہ اس پر اقرباء پروری کا اعتراض ہوتا ہے اور اس آیت کی یہ سب سے عمدہ تفسیر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ میں نے جو تمہیں اللہ کا پیغام پہنچایا اور تبلیغ کی مشقت اٹھائی ہے اس پر میں تم سے اس کے سوا کوئی اجر طلب نہیں کرتا کہ تم اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت سے محبت رکھو اور ہمیشہ اس کے احکام پر عمل کرتے رہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان کے قریب نہ جاؤ اور جو شخص اللہ کی اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرے اس سے محبت رکھو' انسان

marfat.com
Marfat.com

اس سے محبت کرتا ہے جو اس کے محبوب سے محبت رکھے کیونکہ دونوں کا محبوب واحد ہوتا ہے' سو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا ہو گا اور اس آیت کے عموم میں داخل ہو گا کہ میں تبلیغ رسالت کی مشقت پر صرف اس اجر کا طالب ہوں کہ تم اللہ کا قرب حاصل کرنے میں محبت رکھو۔

محبت اہل بیت اور تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے' سب سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرنے والے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حصول قرب میں محبت کرنے والے تھے اور قربیٰ کی یہ تیسری تفسیر جو ہم نے کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ وابستہ رہا جائے اور قربیٰ کی جو دوسری تفسیر ہم نے ذکر کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اہل بیت کے ساتھ رہا جائے' خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام دونوں کی تعظیم و تکریم کی جائے' دونوں سے محبت رکھی جائے اور دونوں سے وابستہ رہا جائے اور یہ صرف اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے کہ وہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام دونوں سے عقیدت رکھتے ہیں' اس کے برخلاف شیعہ اور رافضی اہل بیت سے تو محبت رکھتے ہیں لیکن صحابہ پر تبرّا کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں اور ناصبی صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور اہل بیت کی مذمت کرتے ہیں اور خارجی صحابہ اور اہل بیت دونوں کی مذمت کرتے ہیں۔

ہمارے ایک کنارے پر دنیا ہے اور دوسرے کنارے پر آخرت ہے اور درمیان میں تاریک سمندر ہے اور اندھیری رات میں جب انسان نے سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارے پہنچنا ہو تو اس کے پاس صحیح و سالم کشتی بھی ہونی چاہیے اور اس کی نظر ستاروں پر ہونی چاہیے تاکہ اندھیرے میں اس کو ستاروں کی رہ نمائی حاصل ہو' دونوں میں سے ایک چیز بھی حاصل نہ ہو تو وہ سلامتی سے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکتا' اس وقت ہم احکام شرعیہ کے سمندر میں سفر کر رہے ہیں اور شیطان اور نفس امارہ کی موجیں ہم سے ٹکرا رہی ہیں اور ان کی طوفانی لہروں کے تھپیڑے ہمیں سلامتی کے ساحل سے دور رکھنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں' ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اخروی سفر کی سہولت اور آسانی کے لیے ہمیں اہل بیت سے محبت اور وابستگی کی کشتی فراہم کی اور معصیت کے اندھیروں میں رہ نمائی کے لیے صحابہ کرام کو ستارے قرار دے کر ان کی ہدایت کی روشنی فراہم کی۔

محبت اہل بیت اور تعظیم صحابہ کے متعلق احادیث

اہل بیت سے محبت کو کشتی اس حدیث میں قرار دیا ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۱۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۶۳۷' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۳۹۱' جامع الاحادیث والسنن رقم الحدیث: ۳۲۳۸)

اور صحابہ کرام کو ستارے قرار دینے کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہم نے کہا: ہم یہاں بیٹھے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز بھی پڑھ لیں' ہم بیٹھے رہے حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئے' آپ نے فرمایا: تم جب سے یہیں ہو؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہم نے کہا: ہم یہاں ٹھہر جاتے ہیں حتیٰ کہ ہم آپ کے ساتھ عشاء کی نماز بھی پڑھ لیں' آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا'

marfat.com
Marfat.com

پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ اکثر آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے' پس آپ نے فرمایا: ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے نہیں ہوں گے تو پھر آسمان بھی پھٹ جائے گا اور میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے اصحاب میری امت کے لیے امان ہیں' جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت فتنوں اور بدعات میں مبتلا ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن' رقم الحدیث: ۲۰۷' رقم الحدیث بلاتکرار: ۲۵۳۱' الرقم المسلسل: ۶۳۴۸)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ منزلہ ستارے اور امت کے لیے وجہ امان قرار دیا ہے۔ اس کی تائید میں ایک اور حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے اصحاب کی مثال اس طرح ہے جیسے ستاروں کی مثال ہے' لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جب وہ غائب ہو جاتے ہیں تو لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ (المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۴۱۹۳' اتحاف السادۃ المھرۃ رقم الحدیث: ۸۶۲' حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے' مگر ہم کو مضر نہیں کیونکہ ہم نے اس کو تائید کے طور پر ذکر کیا ہے)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ نظام الدین نیشا پوری متوفی ۷۲۸ ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے صحابہ کو ستارے قرار دینے کے متعلق یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں' تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی تم ہدایت پا جاؤ گے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۹۶' غرائب القرآن ج ۶ ص ۴۷' روح المعانی جز ۲۵ ص ۵۰)

ہم نے اس حدیث کو اس لیے درج نہیں کیا کہ اس حدیث کی سند پر بہت سخت جرح کی گئی ہے' حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں' اس کی سند میں جعفر بن عبد الواحد ہے اور وہ کذاب ہے' ابو بکر بزار نے کہا: یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں' ابن حزم نے کہا: یہ حدیث جھوٹی موضوع باطل ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۵۶۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

ہم نے اس حدیث کا ساقط الاعتبار ہونا اس لیے بیان کیا ہے کہ مفسرینِ سابقین کے ان بڑے ناموں کو دیکھ کر مبادا کوئی اس حدیث کو صحیح سمجھ لے اور اس حدیث کو بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرنے والوں میں شامل ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کی نیکی کے حسن کو اور بڑھا دیں گے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بہت قدر کرنے والا ہے O''

اقتراف اور شکر کا معنیٰ

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''ومن یقترف حسنة'' یعنی جو شخص نیکی کا کسب کرے گا' اقتراف کا معنیٰ ہے: اکتساب۔
علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں: اقتراف کا اصل معنیٰ ہے: درخت کی کھال چھیلنا' زخم کی کھال کو کریدنا' اس مجازی معنیٰ ہے: کسب کرنا' خواہ کسب اچھا ہو یا بُرا' لیکن بُرے کسب میں اقتراف زیادہ مشہور ہے' کہا جاتا ہے: ''الاعتراف

marfat.com
Marfat.com

یزیل الاقتراف ''اعتراف جرم' ارتکاب جرم کو زائل کر دیتا ہے' قرف کا معنیٰ ہے: تہمت لگانا' کسی بات کو گھڑ کر یوں ظاہر کرنا کہ اصل میں یوں ہی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ○ (الانعام: ۱۲۱)
جو لوگ گناہ کماتے ہیں ان کو عنقریب ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی ○

وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○ (الانعام: ۱۱۴)
اور تاکہ وہ بُرے کام کریں جن بُرے کاموں کو وہ کرنے والے ہیں ○

(المفردات ج ۲ ص ۵۱۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

قراف کا معنیٰ جماع کرنا بھی ہے۔ حدیث میں ہے: جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کان منکم لم یقارف اهله اللیلة فلیدخل قبرها.
تم میں سے جس شخص نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو وہ اس کی قبر میں داخل ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶) (نہایہ ج ۴ ص ۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت کے اس حصہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر دے گا اور اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شکور فرمایا ہے' شکور کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ شکر کرنے والا' اور شکر اس فعل کو کہتے ہیں جس سے منعم کی تعظیم ظاہر ہو اور اس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ پر شکور کا اطلاق محال ہے' اس لیے یہاں شکور کا معنیٰ مجازی مراد ہے' یعنی شکر کی بہت زیادہ جزاء دینے والا' اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ قدر دان کیا ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک اعتراض کا جواب

الشوریٰ: ۲۴ میں فرمایا: ''یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان تراشا ہے' پس اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے گا اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو ثابت رکھتا ہے' بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○''

اس آیت میں افتراء اور کذب کے دو لفظ ہیں' افتراء کا معنیٰ ہے: اپنی طرف سے بات گھڑ کر کسی کی طرف منسوب کرنا اور کذب کا معنیٰ ہے: خلاف واقع بات کو بیان کرنا خواہ کسی سے سن کر بیان کرے یا اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کرے۔

کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے' سو آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا: پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ آپ کے دل پر مہر لگا دے گا' یعنی اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دل پر ایسی مہر لگا دیتا کہ آپ کسی چیز کا ادراک نہ کر سکتے' نہ کسی حرف یا لفظ کا تلفظ کر سکتے حتیٰ کہ آپ کوئی بات نہ کر سکتے' پس اگر آپ بالفرض اللہ پر افتراء کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر ایسی مہر لگا دیتا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر ایسی مہر نہیں لگائی تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھا اور کفار کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔

''اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت رکھتا ہے'' اس کے دو محمل ہے (۱) اگر بالفرض سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر افتراء باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا اور حق کو ثابت کر دیتا (۲) یہ کفار جو آپ کی نبوت پر طعن کرتے ہیں کہ آپ پر حقیقت میں وحی نازل نہیں ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ پر (العیاذ باللہ) افتراء باندھا ہے ان کا یہ طعن باطل ہے

marfat.com
Marfat.com

اور آپ کی نبوت برحق ہے' اللہ تعالیٰ ان کے طعن کو مٹا دے گا اور آپ کی نبوت کو ثابت کر دے گا۔

اس کے بعد فرمایا: "بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے" حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۶۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۳' تتمہ جامع المسانید والسنن مسند ابو ہریرہ رقم الحدیث: ۵۰۱۰)

الشوریٰ: ۲۵ میں فرمایا: "اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے O"

توبہ کا لغوی اور عرفی معنیٰ

اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ جس گناہ سے بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس گناہ کی سزا نہیں دیتا اور اس پر مواخذہ نہیں کرتا اور بندے کی توبہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس سے جو گناہ ہو گیا ہے اس پر نادم ہو اور دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرے۔ اگر اس سے فرائض اور واجبات رہ گئے ہیں تو ان کو قضا کرے' اگر کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا چوری کر لیا تھا تو اس کا مال اس کو واپس کر دے اور جس طرح پہلے اس نے گناہ میں کوشش کی تھی اسی طرح اب اطاعت اور عبادت میں کوشش کرے اور جس طرح اس کو پہلے گناہ میں لذت حاصل ہوئی تھی اب عبادت میں لذت حاصل کرے اور ہنسنا کم کر دے اور روئے زیادہ۔

توبہ کے متعلق احادیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو اس طرح سمجھتا ہے گویا کہ وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو یہ خطرہ ہے کہ وہ پہاڑ اس کے اوپر گر پڑے گا اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہے اور وہ ہاتھ جھٹک کر اس مکھی کو اڑا دے گا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو اپنی سواری سے کسی مقام پر پہنچا اور اس سواری پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں تھیں' اس نے سواری سے اتر کر اپنا سر رکھا اور سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو اس کی سواری وہاں سے جا چکی تھی' گرمی بہت شدید تھی اور اس کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی' وہ پھر اپنی جگہ لوٹ آیا اور پھر سو گیا' پھر سر اٹھا کر دیکھا تو اس کی سواری وہاں موجود تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۷' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما' اس کو چاہیے کہ پورے عزم اور اصرار سے سوال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۷' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۸۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۱۸/۷' دار الفکر' بیروت' تتمہ جامع المسانید والسنن مسند ابی ہریرہ رقم الحدیث: ۴۸۸۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ حیاء دار کریم ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۸، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶۶)

ابی الجون بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی پیاسے کو پانی پر جانے سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی بانجھ عورت کو بچہ کی پیدائش سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی کسی شخص کو گم شدہ چیز کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے، پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اور اس کے اپنے اعضاء سے وہ گناہ بھلا دیتا ہے اور تمام روئے زمین سے اس کے گناہوں کے آثار مٹا دیتا ہے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۹۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۰۲۷۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کی اور نیک کام کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کی نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے O اگر اللہ اپنے سب بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے لیکن اللہ جتنا چاہے ایک اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی مکمل خبر رکھنے والا، خوب دیکھنے والا ہے O وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور وہی مددگار ہے بہت حمد کیا ہوا O اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور ان جان داروں کو پیدا کرنا ہے جو اس نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا دیئے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے O (الشوریٰ: ۲۹۔۲۶)

مسلمانوں کی بعض دعائیں قبول نہ فرمانے کی حکمتیں

الشوریٰ: ۲۶ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے، حالانکہ بعض اوقات مؤمنین صالحین کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں، اس کے مفصل جواب تو ہم "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (المومن: ۶۰) میں بیان کر چکے ہیں اور اس کے بعض جوابات پر مشتمل احادیث کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کی دعا کے بعد تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور حاصل ہوتی ہے یا تو اس کا کوئی گناہ معاف کر دیا جاتا ہے یا اس کے لیے کسی خیر کو ذخیرہ کر لیا جاتا ہے یا اس کو کسی نیک عمل کی توفیق دی جاتی ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۹۰۷، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے یا اس سے اس دعا کی مثل کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰، جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۱۱۵۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ عزوجل کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کے اوپر مصائب ڈال دیتا ہے اور جب بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو جبریل عرض کرتے ہیں: اے رب! اس کی حاجت پوری کر دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رہنے دو مجھے اس کی آواز اچھی لگتی ہے، پھر جب وہ (دوبارہ) دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندے! لبیک! مجھے میری عزت کی قسم! تو مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا میں تجھ کو وہ عطا کروں گا اور تو مجھ سے جس چیز کی بھی دعا کرے گا میں تیری وہ دعا قبول کروں گا، یا تو تجھ کو جلدی وہ چیز دے دوں گا یا تیرے لیے آخرت میں اس چیز کا ذخیرہ کر لوں گا۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۹۷۰۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۹۱۸)

اللہ تعالیٰ مومن کی دعا کیوں کر قبول نہیں فرمائے گا جب کہ وہ مومن کی دعا کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کے دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے، حدیث میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۷۱' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ بن مسعود رقم الحدیث: ۶۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۷' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے سب سے اچھا سوال یہ ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۸' جامع المسانید والسنن مسند عبداللہ ابن عمر رقم الحدیث: ۲۷۸۴)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین صالحین کی دعا قبول فرماتا ہے' اس وجہ سے اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی دعا قبول فرماتا ہے یا نہیں' بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی دعا قبول نہیں فرماتا کیونکہ دعا قبول کرنا دعا کرنے والے کی تعظیم ہے اور کافر تعظیم کے لائق نہیں ہے اور بعض علماء نے کہا کہ بعض اعتبار سے کافر کی دعا بھی قبول کرنا جائز ہے اور اس آیت میں قبولیت دعا کی مؤمنوں کے ساتھ اس لیے تخصیص فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی دعا قبول فرما کر مؤمنین کو عزت اور شرف عطا فرماتا ہے اور کافروں کی دعا کو بہ طور استدراج قبول فرماتا ہے یعنی ان کو ان کی فریب خوردگی میں بتلا رکھنے کے لیے ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے اور آخرت میں ان کو سخت عذاب ہوگا۔

الشوریٰ: ۲۷ میں فرمایا: ''اگر اللہ اپنے سب بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے' لیکن اللہ جتنا چاہے ایک اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے' بے شک وہ اپنے بندوں کی مکمل خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے O''

الشوریٰ: ۲۷ کا شانِ نزول

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ہر شخص نعمت کے ساتھ صبح کو اٹھتا تھا اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ تھا کہ ایک شخص دریائے فرات سے پانی پیتا تھا اور سائے میں بیٹھتا تھا اور گندم کی روٹی کھاتا تھا اور یہ آیت اہل صفہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ ''وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ '' (الشوریٰ: ۲۷) کیونکہ اہل صفہ نے کہا تھا: کاش! ہمارے لیے رزق کشادہ ہوتا اور انہوں نے دنیا کی تمنا کی تھی۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۴۵' المستدرک رقم الحدیث: ۳۶۶۳' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۹۸۴۸)

فقراء مسلمین نے وسعت اور فراخ دستی کی تمنا کی تھی' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر رزق فراخ اور کشادہ کر دے گا تو یہ سرکشی کریں گے اور ان کے لیے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے تجاوز کریں گے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کی سرکشی یہ ہے کہ یہ ایک گھر ملنے کے بعد دوسرا گھر طلب کریں گے' ایک چوپائے کے بعد دوسرا چوپایا اور ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور ایک لباس کے بعد دوسرا لباس طلب کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر ان کو کثیر چیزیں مل جائیں تو یہ اکثر کو طلب کریں گے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۰)

marfat.com
Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۷ ٬ دار الفکر بیروت ٬ ۱۴۱۵ھ)

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: بہترین رزق وہ ہے جو تمہارے اندر سرکشی پیدا نہ کرے اور نہ تمہیں اللہ کی عبادت سے غافل کرے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۷۱۶ ٬ دار الفکر بیروت ٬ ۱۴۱۵ھ)

آیا ایک سے زائد لباس رکھنا سرکشی اور بغاوت ہے؟

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک گھر کے بعد دوسرا گھر ٬ ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور ایک لباس کے بعد دوسرا لباس طلب کرنا زمین میں سرکشی اور بغاوت کرنا ہے ٬ اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے ٬ خصوصاً یہ کہنا کہ ایک سے زائد لباس رکھنا زمین میں سرکشی اور بغاوت ہے ٬ عقلاً اور شرعاً صحیح نہیں ہے ٬ کیونکہ اگر انسان کے پاس صرف ایک ہی لباس ہو تو اگر وہ ساری عمر اسی لباس کو پہنا رہے تو وہ بہت میلا اور گندا ہو جائے گا اور اس میں جوئیں پڑ جائیں گی اور میلے کپڑوں کو نہ دھونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اگر وہ اس کو دھو کر صاف کرے گا تو جب اس کے پاس صرف وہی ایک لباس ہے تو کیا وہ برہنہ ہو کر اپنے کپڑے دھوئے گا اور کپڑے سوکھنے تک کیا وہ برہنہ بیٹھا رہے گا ٬ حالانکہ برہنہ رہنا شرعاً مذموم ہے ٬ اسی طرح اگر رات کو کپڑا نجس ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کرے گا۔

نیز ایک سے زائد کپڑے رکھنے کے ثبوت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ایک سے زائد لباس رکھنے کے ثبوت میں احادیث

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور ان کے باقی کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے ٬ انہوں نے اس کپڑے کو اپنی گدی پر باندھا ہوا تھا ٬ ان سے کسی نے کہا: آپ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں؟ حالانکہ آپ کے پاس اور کپڑے بھی ہیں ٬ حضرت جابر نے کہا: میں نے عمداً ایسا کیا ہے تاکہ تم جیسے احمق کو بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے ٬ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہمارے پاس کب دو کپڑے ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۰ـ۳۶۱ـ۳۵۳ـ۳۵۲ ٬ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہو رہا تھا ٬ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ یہ حلہ خرید لیتے اور جمعہ کے دن اس کو پہنتے اور جب لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے تو آپ اس کو پہنتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو ٬ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ حلے آئے ٬ تو آپ نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا ٬ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلہ پہننے کو دیا ہے ٬ حالانکہ آپ اس سے پہلے عطارد کے حلوں کے متعلق وہ فرما چکے ہیں جو آپ نے فرمایا تھا ٬ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو پہننے کے لیے یہ حلہ نہیں دیا ٬ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو وہ حلہ دے دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۶ ٬ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۸ ٬ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۶ ٬ سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۸۲ ٬ جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۱۸۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش و نگار والی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی ٬ پھر آپ نے اس کے بیل بوٹوں کی طرف نظر ڈالی ٬ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: ابوجہم کی اس چادر کو لے جاؤ اور مجھے ان کی سادہ چادر لا دو۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۷۳ ٬ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۵۶ ٬ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۱۴ ٬ جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۹۱۶)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو اور اسراف نہ کرو اور

marfat.com
Marfat.com

تکبر نہ کرو اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو اور اسراف اور تکبر سے بچو۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب:۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جو یہ روایت منسوب ہے کہ ایک کپڑے کے بعد دوسرے کپڑے کو طلب کرنا اللہ کے احکام سے بغاوت اور سرکشی ہے یہ ان کی طرف غلط منسوب ہے اور رزق میں جو کشادگی بغاوت اور سرکشی کا سبب ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے پاس مال زیادہ ہو اور وہ اس مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرے' مثلاً شراب پئے' جوا کھیلے' فلمیں بنائے اور غیر محرم عورتوں سے اور ناجائز ذرائع سے اپنی جنسی تسکین کرے یا اپنی شان و شوکت دکھانے اور نام و نمود کے لیے بے تحاشا خرچ کرے اور اگر کوئی اپنا شوق پورا کرنے کے لیے اور زیب و زینت کے قصد سے چالیس پچاس کپڑوں کے جوڑے بنائے اور سال میں دس بارہ جوڑے غریبوں میں تقسیم کر دے تو وہ اسراف ہے نہ تکبر ہے' سرکشی اور بغاوت تو بہت دور کی بات ہے' وہ محض جمال اور زیبائش کے قصد سے مستحسن کام ہے اور احادیث میں اس کی تائید ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم ابھی بیان کریں گے۔

زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: زیادہ خرچ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(ا) جو کام شرعاً مذموم ہیں ان میں مال خرچ کرنا' ناجائز ہے۔

(ب) جو کام شرعاً محمود ہیں ان میں زیادہ مال خرچ کرنا محمود ہے بشرطیکہ اس میں زیادہ خرچ کرنے سے اس سے زیادہ اہم دینی کام متاثر نہ ہو۔

(ج) مباح کاموں میں زیادہ خرچ کرنا' مثلاً نفس کے آرام اور آسائش اور اس کے التذاذ کے لیے خرچ کرنا' اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) خرچ کرنے والا اپنے مال اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے تو یہ اسراف نہیں ہے۔

(۲) خرچ کرنے والا اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے' اس کی پھر دو قسمیں ہیں: اگر وہ کسی موجود یا متوقع ضرر اور خطرہ کو دُور کرنے کے لیے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر دفع ضرر کے بغیر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جمہور کے نزدیک یہ اسراف ہے اور بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ اسراف نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے بدن کے آرام اور آسائش کے حصول کا قصد کرتا ہے اور یہ غرض صحیح ہے اور جب کہ یہ کسی معصیت میں خرچ نہیں ہے تو مباح ہے۔ ابن دقیق العید' قاضی حسین' امام غزالی اور علامہ رافعی نے کہا ہے کہ یہ تبذیر ہے اور ناجائز ہے' محرر میں ہے کہ یہ تبذیر نہیں ہے' علامہ نووی کی بھی یہی رائے ہے اور زیادہ راجح یہ ہے کہ اگر زیادہ خرچ کرنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی' مثلاً لوگوں سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آتی تو پھر زیادہ خرچ کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

اپنے تمام مال کو راہِ خدا میں صدقہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو تنگی اور فقر میں صبر کر سکتا ہو' علامہ باجی مالکی نے لکھا ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا ممنوع ہے اور دنیاوی مصلحتوں میں زیادہ مال خرچ کرنا مکروہ ہے' البتہ کبھی کبھی زیادہ خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے عید یا ولیمہ کے موقع پر' اور اس پر اتفاق ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ مکان پر خرچ کرنا مکروہ ہے' اسی طرح آرائش اور زیبائش پر زیادہ خرچ کرنا بھی مکروہ ہے اور مال کو ضائع کرنا گناہ کے کاموں کے ساتھ خاص نہیں ہے' بلکہ مال کسی ناتجربہ کار کے حوالہ کر دینا اور جواہر نفیسہ پر مال خرچ کر دینا بھی اس میں داخل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ مال کو ضائع کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مال خرچ کرنے سے کوئی دینی اور دنیاوی غرض نہ ہو تو اس میں مال خرچ کرنا حرام قطعی ہے اور اگر دینی یا دنیوی غرض ہو اور اس جگہ مال خرچ کرنا معصیت نہ ہو اور خرچ اس کی حیثیت کے مطابق ہو تو یہ قطعاً جائز ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان بہت ساری صورتیں ہیں جو کسی ضابطہ کے تحت داخل نہیں ہیں۔ بہرحال معصیت میں خرچ کرنا حرام ہے اور آرام اور آسائش اور نفسانی لذتوں کے حصول کے لیے مال خرچ کرنے میں تفصیل اور اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۰۹۔ ۴۰۸ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

اسراف اور اقتار کا محمل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان: ۶۷)

وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا زیادتی اور کمی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے ۝

امام رازی نے اس آیت کی تین تفسیریں ذکر کی ہیں:

(۱) خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیا جائے' غلو ہو نہ تقصیر' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۹)

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو ۝

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' قتادہ اور ضحاک سے منقول ہے کہ اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنا اقتار ہے' مجاہد نے کہا: اگر پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو اسراف نہیں ہے اور اگر صاع (چار کلوگرام) بھی اللہ کی معصیت میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔ حسن بصری نے کہا: کبھی واجب کو ادا کرنا نہ تقتیر ہوتا ہے اور کبھی مستحب کو ادا نہ کرنا بھی تقتیر ہوتا ہے' مثلاً اگر مال دار آدمی اپنے غریب رشتہ داروں کی کفالت نہ کرے تو یہ بھی تقتیر ہے۔

(۳) دنیا کے عیش اور آسائش میں حد سے گزرنا اسراف ہے' خواہ یہ عیش مال حلال سے ہو پھر بھی مکروہ ہے' کیونکہ یہ تکبر اور اقتار کا سبب ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر زیادہ سیر ہو کر کھائے جس کی وجہ سے عبادت نہ کر سکے تو یہ اسراف ہے اور اگر بقدر ضرورت سے کم کھائے تو اقتار ہے اور اعتدال یہ ہے کہ بقدر ضرورت کھائے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صفت ہے جو لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور نہ جمال اور زینت کے لیے پہنتے تھے' وہ بس اتنا کھاتے تھے جس سے بھوک دور ہو جاتی اور اس سے ان کو عبادت کرنے کی طاقت حاصل ہوتی اور اتنا لباس پہنتے جو ستر عورت کے لیے کافی ہوتا اور ان کو گرمی اور سردی سے بچا سکتا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۵۶' دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے

امام رازی نے جو لکھا ہے کہ صحابہ لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور جمال اور زینت کے لیے نہیں پہنتے تھے یہ ان بعض صحابہ کا حال ہے جن پر زُہد کا غلبہ تھا۔ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ صاحب حیثیت کے لیے رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا' قیمتی کپڑے پہننا اور دیگر زیبائش اور آرائش کی اشیاء حاصل کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ موجب اجر وثواب ہے بشرطیکہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ان چیزوں کے حصول میں مال خرچ کرنے سے کوئی مالی عبادت فوت ہو نہ کسی کا حق تلف ہو' اللہ تعالیٰ کا

marfat.com
Marfat.com

ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۷۲)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ. (المائدہ:۸۷)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ. (الاعراف:۳۲)

آپ فرمایئے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت پیدا کی ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود عن النبی ﷺ قال لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر قال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنا ونعله حسنة قال ان الله جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس.
(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حُسن کو پسند کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۹۹۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ثم سأل رجل عمر فقال اذا وسع الله فاوسعوا. (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳' مطبوعہ کراچی)

ایک شخص نے حضرت عمر سے (دو کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق) پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت اختیار کرو۔

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فی ثوب دون فقال الک مال قال نعم قال من ای المال قال قد اتانی الله من الابل والغنم والخیل والرقیق قال فاذا اتاک الله مالا فلیر اثر نعمة الله علیک و کرامته.
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۶۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۵۲۳۹)

ابو الاحوص کے والد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معمولی کپڑوں میں گیا' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: جی! فرمایا: کون سا مال ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ' بکریاں' گھوڑے اور غلام دیئے ہیں' آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تم کو مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے

marfat.com
Marfat.com

یحب ان یری اثر نعمته علی عبده.

بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنے کو پسند کرتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال اتانا رسول الله صلی الله علیه وسلم فرای رجلا شعثا قد تفرق شعره فقال اما کان هذا یجد ما لیسکن به شعره ورای رجلا اخر علیه ثیاب وسخة فقال اما کان هذا یجد ما یغسل به ثوبه.

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۰۶۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۲۳۳' جامع المسانید والسنن مسند جابر ابن عبداللہ رقم الحدیث: ۱۶۵۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: کیا اس شخص کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے بالوں کو ٹھیک کر سکے' ایک اور شخص کو آپ نے دیکھا جس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: کیا اس کو ایسی چیز دستیاب نہیں جس سے اپنے کپڑے دھو سکے۔

ہم نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا اور قیمتی کپڑے پہننا بھی مستحسن اور مستحب ہے بشرطیکہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور مستحقین کے حقوق ادا کیے جائیں۔ باقی امام رازی نے جو یہ لکھا ہے کہ صحابہ لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور زینت کے لیے کپڑے نہیں پہنتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان بعض صحابہ کا حال ہو جن پر زہد کا غلبہ تھا ورنہ عام صحابہ کرام سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات اور صریح احادیث سے صرف نظر کر لیتے؟ اور اگر کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ بھوک مٹانا اور شرم گاہ چھپانا تو ضروری ہے اس لیے بھوک مٹانے کے لیے کھانا اور ستر پوشی کے لیے پہننا تو اجر و ثواب کا باعث ہوگا لیکن لذت کے لیے اچھے کھانے کھانا اور زیبائش کے لیے قیمتی کپڑے پہننا کس طرح اجر و ثواب کا موجب ہوگا؟ کیونکہ مقصود رمق حیات کو برقرار رکھنا ہے حصول لذت تو مقصود نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق حلال سے کھانے کی لذت حاصل کرنا اور حلال مال سے زیبائش حاصل کرنا اس لیے موجب اجر و ثواب ہے کہ اگر اس لذت کو حرام مال سے حاصل کیا جاتا تو اس پر بندہ اخروی سزا کا مستحق ہوتا' سو اگر بندہ اس لذت کو حلال مال سے حاصل کرے گا تو اخروی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کی دلیل اس حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی بضع احدکم صدقة قالوا یا رسول الله ایاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجر قال ارء یتم لو وضعها فی حرام اکان علیه وز رفکذلک اذا وضعها فی الحلال کان له اجر.

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کا جماع کرنا بھی صدقہ ہے' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اگر شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے تو کیا پھر بھی اس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ حرام طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا؟ سو اگر وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۸)

خلاصہ یہ ہے کہ رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا' قیمتی لباس پہننا' خوبصورت مکان بنانا اور دیگر زیب و زینت اور آرام اور آسائش کی چیزیں حاصل کرنا صاحب حیثیت کے لیے نہ صرف جائز ہے بلکہ اجر و ثواب کا موجب ہے بشرطیکہ ان لذتوں

marfat.com
Marfat.com

کے حصول کی وجہ سے کسی مالی عبادت میں حرج ہو اور نہ کسی حق دار کا حق تلف ہو اور ان نعمتوں پر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

مال و دولت کی تقسیم میں مساوات کی خرابیاں

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگ رزق اور مال و دولت میں مساوی ہوتے تو نہ کوئی مزدور ہوتا نہ مستری ہوتا' نہ کوئی کاریگر ہوتا نہ انجینئر ہوتا' انسان کے جسم کے تمام اعضاء مساوی نہیں ہیں' ایک آنکھ کی جو قدر و قیمت ہے وہ ایک انگلی کی نہیں ہے' سر کی جو قدر و قیمت ہے وہ ایک ہاتھ یا پیر کی نہیں ہے' خون شریانوں میں ہوتا ہے اور پیشاب مثانہ میں ہوتا ہے' اگر اس کا الٹ ہو جائے اور کسی کا خون مثانہ میں پہنچ جائے اور پیشاب شریانوں میں چلا جائے تو جسم کا نظام فاسد ہو جائے گا تو جس طرح انسان کے اعضاء میں درجات کے اعتبار سے فرق ہے اسی طرح انسانوں کے طبقات میں فرق ہے' جس طرح ایک کار یا ایک جہاز کے تمام پرزے ایک درجہ کے نہیں ہوتے اسی طرح انسانوں کے تمام طبقات بھی ایک درجے کے نہیں ہیں اور سب انسانوں کے پاس برابر کا رزق ہوتا تو معیشت' کارخانے اور کاروبار معطل ہو جاتے۔

اس کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اگر ہمیشہ بارش ہوتی رہتی تو لوگ دعا نہ کرتے' اس لیے کبھی بارش نہیں ہوتی تاکہ لوگ دعا کریں اور کبھی بارش ہو جاتی ہے تاکہ لوگ شکر کریں۔

مال کی زیادتی کی خرابیاں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے' ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق اس بات کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی خوش حالی اور اس کی زیب و زینت کھول دی جائے گی' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اچھائی بُرائی کا سبب بن جائے گی؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے' اس لیے اس شخص سے کہا گیا: تم نے ایسی کیا بات کہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بات نہیں کر رہے' پھر ہم کو ایسا لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے' پھر آپ نے پسینہ صاف کیا' پھر آپ نے پوچھا کہ وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اور گویا کہ آپ نے اس سائل کی تعریف کی' پھر آپ نے فرمایا کہ اچھائی بُرائی کا سبب نہیں بنتی' لیکن موسم بہار میں ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو جان لیوا ہوتی ہے' البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے جو خوب چرتا ہے' پھر جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہے تو وہ دھوپ میں جا کر لید یا پیشاب کرتا ہے اور پھر چرنا شروع کر دیتا ہے' اسی طرح یہ مال و دولت بھی ایک خوشگوار سبزہ زار ہے اور مسلمان کا وہ مال کس قدر عمدہ ہے جو مسکین' یتیم اور مسافر کو دیا جائے یا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مال کو ناحق طریقہ سے لے گا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا رہتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن یہ مال اس کے خلاف ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۵۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں: ایک مثال اس شخص کی ہے جو حد سے زیادہ دنیا جمع کرتا ہے اور اس مال کا حق ادا نہیں کرتا ہے اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جو اعتدال کے ساتھ مال دنیا جمع کرتا ہے۔ آپ نے جو یہ فرمایا کہ موسم بہار میں ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو جان لیوا ہوتی ہے یہ اس شخص کی مثال ہے جو ناحق طریقہ سے مال جمع کرتا ہے کیونکہ موسم بہار میں خشک گھاس کی تاثیر گرم ہوتی ہے' مویشی اس کو کثرت سے کھاتے ہیں' حتیٰ کہ ان کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور جب ان کا کھانا اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے تو ان کی انتڑیاں پھٹ جاتی ہیں اور وہ مویشی ہلاک ہو جاتے ہیں'

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح جو شخص ناحق مال دنیا جمع کرتا ہے اور حق دار کو اس کا حق نہیں دیتا تو وہ آخرت میں ہلاک ہو جاتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے جو خوب چرتا ہے الخ' یہ اعتدال سے دنیا جمع کرنے والے کی مثال ہے کیونکہ سرسبز گھاس فصل بہار کی خشک گھاس کی طرح نہیں ہے' یہ وہ سبزہ ہے جس کو فصل پکنے کے بعد مویشی کھاتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال اس شخص کی دی ہے جو اعتدال سے دنیا جمع کرتا ہے اور اس کو حرص اس بات پر برانگیختہ نہیں کرتی کہ وہ ناحق مال جمع کرے' اس لیے وہ ناحق مال جمع کرنے والے کے وبال سے نجات یافتہ ہے' جیسے سبزہ کھانے والے مویشی نجات یافتہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو فقیر بنانے کی مصلحتیں

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ اللہ سبحانہ پر لوگوں کی صلاح اور منفعت کے لیے افعال کرنا واجب نہیں ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے افعال حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ اگر اس پر دنیا کشادہ کر دی گئی تو اس کے اعمال فاسد ہو جائیں گے۔ اس لیے اس کی مصلحت اس میں ہے کہ اس پر رزق تنگ کر دیا جائے' پس کسی شخص پر رزق تنگ کرنا اس کی توہین نہیں ہے اور کسی پر رزق کشادہ کرنا اس کی فضیلت نہیں ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں پر رزق کشادہ کر دیا' حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس مال کو ناجائز کاموں میں صرف کریں گے اور اگر وہ اس کے خلاف کرتا تو وہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں اور یہ التزام نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں بندوں کی مصلحت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص نے میرے ولی کی اہانت کی اس نے مجھ سے اعلان جنگ کر دیا اور میں اپنے اولیاء کی مدد میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں اور میں ان کی خاطر اس طرح غضب ناک ہوتا ہوں جس طرح شیر غضب ناک ہوتا ہے اور میں جو کام کرنے والا ہوں اس میں کبھی اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی تاخیر اپنے بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں کرتا ہوں' وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں' حالانکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور بندہ مومن میرا سب سے زیادہ قرب فرائض کی ادائیگی سے حاصل کرتا ہے اور بندہ مومن نوافل سے میرا مزید قرب حاصل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان' آنکھ' زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور اس کا مؤید ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں اور بے شک میرے مومن بندوں میں کچھ وہ ہیں جو مجھ سے عبادت کے دروازہ کے کھولنے کا سوال کرتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کے لیے عبادت کا وہ دروازہ کھول دوں تو اس میں فخر اور تکبر پیدا ہو گا اور اس کی وہ عبادت بھی ضائع ہو جائے گی اور بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں جن کی صلاح اور فلاح صرف غناء اور خوش حالی سے ہو سکتی ہے' اگر میں ان کو فقیر بنا دوں تو فقر ان کے حال کو فاسد کر دے گا اور بے شک میرے مومن بندوں میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کی صلاح اور فلاں صرف فقر میں ہے' اگر میں ان کو غنی کر دوں تو غناء اور خوش حالی ان کے حال کو فاسد کر دے گی اور میں اپنے بندوں کی تدبیر کرتا رہتا ہوں کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

مجھے ان کے دلوں کا علم ہے' بے شک میں علیم (و) خبیر ہوں۔ پھر حضرت انس نے کہا: اے اللہ! بے شک میں تیرے ان مومن بندوں میں سے ہوں جن کی صلاح اور فلاح صرف غناء اور خوش حالی میں ہے۔

(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۴' رسالۃ الاولیاء رقم الحدیث: ۱' مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۶۰' جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی ص ۳۳۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۔۴' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵)

کشادگی رزق کی وجہ سے سرکشی کی وجوہات

رزق میں کشادگی حسب ذیل وجوہ سے طغیان اور سرکشی کا سبب ہے۔

(۱) اگر اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو رزق میں مساوی کر دیتا تو بعض لوگ دوسروں کے محتاج نہ ہوتے اور اس سے اس جہان کا کاروبار چل نہیں سکتا تھا اور تجارت' صنعت و حرفت' کارخانے' تعمیرات اور افواج وغیرہ کا نظام جاری نہ رہ سکتا۔

(۲) اگر سب لوگ سرمایہ دار ہوتے تو زکوٰۃ' صدقہ اور فطرہ لینے والا کوئی نہ ہوتا اور لوگ دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدارس دینیہ کی طرف رجوع نہ کرتے' کیونکہ زیادہ تر علم دین حاصل کرنے والے فقراء ہوتے ہیں۔

(۳) انسان فی نفسہ اپنی طبیعت کے لحاظ سے متکبر ہے' پس جب وہ غناء اور خوشحالی کو پائے گا تو اپنی خلقت اصلیہ کے تقاضے کی طرف لوٹ جائے گا اور فخر اور تکبر کرے گا اور جب وہ تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گا تو اس میں تواضع اور انکسار پیدا ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تواضع کی طرف رجوع کرے گا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ پھر چاہیے تھا کہ سب لوگ مفلس اور فقیر ہوتے تاکہ سب لوگ متواضع ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی وہ عبادات نہ ہو سکتیں جو مال و دولت پر موقوف ہیں' مثلاً پھر لوگ حج اور عمرہ نہ کر سکتے' قربانی نہ کر سکتے' زکوٰۃ' صدقات' خیرات اور فطرہ وغیرہ نہ ادا کر سکتے اور نصف ایمان صبر ہے اور نصف ایمان شکر ہے' تنگ دست لوگ مال نہ ہونے پر صبر کرتے ہیں اور خوش حال لوگ مال ہونے کی وجہ سے شکر کرتے ہیں' پس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں میں فقر و فاقہ رکھتا اور کچھ لوگوں میں مال و دولت رکھتا۔

الشوریٰ: ۲۸ میں فرمایا: ''وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی مددگار ہے بہت حمد کیا ہواO''

غیث اور قنوط کا معنی

اس آیت میں ''غیث'' کا لفظ ہے' غیث کا معنی ہے: بارش' بادل اور گھاس کو بھی غیث کہتے ہیں۔ (مختار الصحاح ص ۲۸۷)

اور اس آیت میں ''قنطوا'' کا لفظ ہے' قنوط کا معنی ہے: مایوس ہونا۔ (مختار الصحاح ص ۳۲۳)

قحط کے زمانہ میں جب لوگ بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر اچانک بارش نازل فرما دیتا ہے اور مایوسی کے بعد بارش کو نازل کرنا لوگوں کے لیے زیادہ شکر ادا کرنے کا موجب ہے کیونکہ مصیبت کے بعد جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ زیادہ شکر کا موجب ہوتی ہے۔

بارش ہونے اور بارش نہ ہونے کی وجوہ کے متعلق احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہو گئے اور بچے بھوکے ہیں' آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجئے' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: ہم اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں

marfat.com

Marfat.com

دیکھ رہے تھے' پس اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ابھی آپ نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے' حتیٰ کہ پہاڑوں کی مانند بادل امنڈ آئے' پھر ابھی آپ منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک سے بارش کے قطرے ٹپک رہے تھے' پس اس دن بارش ہوتی رہی' پھر اگلے دن بارش ہوتی رہی' پھر اس کے اگلے دن بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا' پھر وہی اعرابی یا کوئی دوسرا اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات منہدم ہو گئے' مال مویشی غرق ہو گئے' سو آپ ہمارے لیے دعا کریں' پس آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل فرما' ہم پر بارش نہ نازل فرما' پس آپ جس طرف بھی اشارہ فرماتے تھے اس طرف سے بادل ہٹتے جاتے تھے اور مدینہ خالی زمین کے ٹکڑے کی طرح ہو گیا اور جو شخص بھی کسی طرف سے آتا تھا وہ زمین کی زرخیزی کی خبر دیتا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۷۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۱۵۔۱۵۱۴۔۱۵۱۳' جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۱۶۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے شہروں کے قحط اور بارش کے دیر سے ہونے کی شکایت کرتے ہو' حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا کرو اور اس نے تم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا' تم یہ دعا کرو:

اللھم انت اللہ لا الہ الا انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت علینا قوۃ وبلاغا الی حین.

اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں' ہم پر بارش نازل فرما اور ہم پر جو بارش نازل فرمائے اس کو ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور رزق کا ذریعہ بنا دے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۷۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قحط سالی یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو لیکن قحط سالی یہ ہے کہ تم پر بارش ہو پھر تم پر بارش ہو لیکن زمین کچھ نہ اگائے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۲۰۲ رقم الحدیث: ۸۵۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۹۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی قوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا بارش نہیں ہوتی اور کسی بھی قوم پر قحط سالی اللہ کی ناراضگی کے سوا نہیں ہوتی۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۸۷۰۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۹۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صرف اسی قوم پر قحط مسلط کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کرتی ہے۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۸۶۰۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۹۲۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر غضب ناک ہوتا ہے تو ان پر زمین میں دھنسانے کا عذاب نازل نہیں کرتا اور نہ ان کی شکلیں مسخ کرتا ہے' ان کے غلے کے نرخ مہنگے ہو جاتے ہیں اور ان سے بارشیں روک لی جاتی ہیں اور ان کے بدترین لوگ ان پر حاکم بنا دیئے جاتے ہیں۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۶۶۸۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۶۷۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء میں سے ایک نبی لوگوں کو لے کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنے گئے تو ایک چیونٹی نے بھی اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا لیے تو اس نبی نے لوگوں سے کہا: واپس چلو' اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۲۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۵۸۹)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات میں ان پر بارش نازل کروں گا اور دن میں ان کے لیے دھوپ نکالوں گا اور ان کو بادل کی گرج نہیں سناؤں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۳۵۹' رقم الحدیث: ۸۷۰۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۶۶۴' المستدرک ج ۴ ص ۲۵۶)

''ولی حمید'' کا معنیٰ

اور فرمایا: ''اور وہی ولی حمید ہے''۔ ولی کا معنیٰ ہے: وہ مالک ہے اور اپنے بندوں پر احسان اور اکرام کرنے کا والی ہے اور رحمت کو پھیلانے والا ہے اور حمید کا معنیٰ ہے: وہی حمد اور ستائش کا مستحق ہے' اس کے علاوہ اور کوئی تمام کمالات اور تمام نعمتوں پر تعریف کیے جانے کے لائق نہیں ہے اور ولی کا ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ وہی بارش کو نازل کرنے کا مالک ہے اور بارش پر تصرف کرنے والا ہے' وہ جب چاہے بارش کو نازل فرماتا ہے اور جب چاہے بارش کو روک دیتا ہے اور وہی اس تکوینی نظام کو جاری رکھنے پر حمد کا مستحق ہے اور لوگ بارش کے نزول میں اس کے محتاج ہیں اور جب محتاج اور پریشان حال بارش کے حصول کے لیے اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے تو وہی اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی امید اور یاس کے حال میں پرورش فرماتا ہے' جب بندوں پر مایوسی غالب ہو اور وہ خوف زدہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو ان پر انڈیل دیتا ہے اور خشک سالی اور پانی کی فراوانی اور تنگی اور کشادگی انسان پر باری باری آتی رہتی ہے' انسان نہ ہمیشہ خوش حال رہتا ہے نہ ہمیشہ تنگ دست رہتا ہے' اسے چاہیے کہ کشادگی میں اس کا شکر ادا کرے اور تنگی میں صبر کرے اور صرف اسی سے فریاد کرے۔

الشوریٰ: ۲۹ میں فرمایا: ''اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور جان داروں کو پیدا کرنا ہے جو اس نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا دیئے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے O''

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں ''دابۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: چوپایا' اور زمینوں میں تو چوپایوں کو پھیلانا متصور ہے' آسمانوں میں چوپایوں کو پھیلانا کس طرح متصور ہوگا' اس لیے مفسرین نے کہا: اس آیت میں دابہ مجاز پر محمول ہے یعنی زندہ اور جان دار اور فرشتے بھی زندہ اور جان دار ہیں' وہ حرکات کرتے ہیں اور آسمانوں میں اڑتے ہیں اور زمین پر بھی چلتے ہیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''وما بث فیھما'' بث کا معنیٰ کسی چیز کو متفرق کرنا اور پھیلانا' جیسے ہوا مٹی کو اڑا کر پھیلا دیتی ہے اور انسان کے نفس میں غم اور خوشی کی کیفیات ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جو چیز موجود نہ ہو وہ اس کو موجود کر دیتا ہے۔

الشوریٰ: ۲۹ کے اسرار

اس آیت میں سماوات سے ارواح کی طرف اشارہ ہے اور ارض سے اجسام کی طرف اشارہ ہے اور دابۃ (چوپایوں) سے نفوس اور قلوب کی طرف اشارہ ہے اور ان میں سے کسی کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے' کیونکہ روحوں اور جسموں کے درمیان بہت فرق ہے' جسم اسفل السافلین میں سے ہے اور روح اعلیٰ علیین میں سے ہے اور نفس دنیاوی شہوات کی طرف مائل ہوتا ہے اور قلب اخروی ربانی شواہد کی طرف مائل ہوتا ہے' نفس دنیا اور اس کی زینت کو طلب کرتا ہے اور قلب اخروی درجات کو طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کے حشر پر قادر ہے۔ جسموں کا حشر یہ ہے کہ ان کو قبروں سے نکال کر محشر کی طرف

marfat.com
Marfat.com

جمع کیا جائے اور روحوں کا حشر یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں روحوں کو عالم روحانیت کی طرف جمع کیا جائے' بایں طور کہ نفسانی لذتوں اور شہوتوں کے حجابات سے روح کو معرفت کے انوار کی طرف منتقل کیا جائے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا

اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو تو وہ معاف

عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۰ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

فرما دیتا ہے O اور تم روئے زمین میں کہیں پر بھی اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے سوا تمہارا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۳۱ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ

نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار O اور اس کی نشانیوں میں سے سمندر میں رواں دواں پہاڑوں

كَالْاَعْلَامِ ۝۳۲ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى

کی مانند جہاز ہیں O اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ جہاز سطح سمندر پر ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں'

ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۳ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ

بے شک اس میں ہر بڑے صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں O یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو

بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۴ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ

ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے O اور جو لوگ ہماری آیتوں میں

اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۵ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ

جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لیے فرار کی کوئی جگہ نہیں ہے O سو تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶ ۚ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

پر ہی توکل کرتے ہیں O اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ

اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْىُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا

اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں O اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں O اور برائی کا

سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ

بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے'

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا O اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا

مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ

تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں O مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں

النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے درد ناک

اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع ۴

عذاب ہے O اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو تو وہ معاف فرما دیتا ہے O اور تم روئے زمین میں کہیں پر بھی ہو اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار O (الشوریٰ: ۳۱-۳۰)

مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارہ ذنوب نہ ہونے پر امام رازی کے پیش کردہ دلائل اور ان کے جوابات

جمہور مفسرین اور شارحین حدیث کے نزدیک مؤمنین پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے سابقہ گناہوں کا کفارہ

marfat.com
Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے (الشوریٰ: ۳۰)' اس کے برخلاف امام رازی کی یہ تحقیق ہے کہ مؤمنین پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے ایمان پر استقامت کا امتحان ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک اس آیت کا یہی محمل ہے کیونکہ مصائب تو انبیاء علیہم السلام اور مقربین پر بھی آتے ہیں حالانکہ ان کا پہلے کوئی گناہ نہیں ہوتا' اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین پر مصائب ان کے امتحان کے لیے آتے ہیں' حدیث میں ہے:

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء' پھر جو ان کے قریب ہو' پھر جو ان کے قریب ہو' ہر شخص اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے' اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں کمزور ہو تو اس پر مصیبت بھی کم درجہ کی ہوتی ہے' بندہ مسلسل مصائب میں مبتلا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۸۶' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۱۵۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۸۳۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۹۰۱' مستدرک ج ۱ ص ۴۱' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۷۷۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۴۳۴' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۰۶۹' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۵۴)

امام رازی کا اس آیت کو امتحان پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے' اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ مصائب تمہارے گناہوں کی سزائیں ہیں نہ یہ کہ یہ ایمان پر تمہاری استقامت کا امتحان ہے

اور امام رازی نے اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے وہ دو وجہوں سے صحیح نہیں ہے:

(۱) یہ حدیث ان مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے گناہ کیے ہیں اور جنہوں نے گناہ نہیں کیے' جیسے انبیاء علیہم السلام وہ اس حدیث سے خارج ہیں' انبیاء علیہم السلام پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات کی بلندی کے لیے ہوتے ہیں یا ان کے امتحان کے لیے ہوتے ہیں یا کسی اور حکمت کی وجہ سے آتے ہیں جو ہم سے مخفی ہے۔ اسی طرح بچوں اور مجنونوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ بھی اس حدیث سے خارج ہیں کیونکہ یہ حدیث مکلفین کے لیے ہے اور وہ غیر مکلف ہیں یا بچوں پر مصائب کی وجہ سے ان کے والدین کو اجر ملتا ہے بہ شرطیکہ وہ صبر کریں۔

(۲) امام رازی نے بغیر حوالے کے اس حدیث کا صرف ابتدائی حصہ ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے: مصائب کے ساتھ انبیاء مخصوص ہیں' پھر اولیاء' پھر جو ان کے قریب ہو' پھر جو ان کے قریب ہو۔ انہوں نے پوری حدیث ذکر نہیں کی جب کہ اس حدیث کے آخر میں ہے: بندہ مسلسل مصائب میں مبتلا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ حدیث کے اس آخری حصہ سے معلوم ہوا کہ عام مؤمنین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں' اگر امام رازی پوری حدیث ذکر کر دیتے تو اول مرحلہ میں ہی بات صاف ہو جاتی۔

امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (المومن: ۱۷) آج ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی جزاء دی جائے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جزاء اور سزا قیامت کے دن ہوگی' اگر دنیا میں گناہوں پر سزا دی جائے تو دنیا بھی دارِ جزاء ہو

marfat.com
Marfat.com

جائے گی "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○" (الفاتحہ:۴) کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جزاء اور سزا قیامت کے دن ہوگی اور دنیا دار تکلیف ہے' اگر دنیا میں گناہوں پر سزا دی جائے تو دنیا بھی دارِ جزاء وسزا بن جائے گی اور یہ محال ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۰۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ تمام لوگوں کو ان کے تمام گناہوں کی سزا قیامت کے دن دی جائے گی اور کسی شخص کو اس کے کسی گناہ کی سزا دنیا میں نہیں دی جائے گی تو اگر بعض مسلمانوں کو ان کے گناہوں کی سزا دنیا میں دے کر ان کو گناہوں سے پاک کر دیا جائے تو اس میں کون سا استحالہ ہے۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں:

دنیا میں مصائب صدیق پر بھی آتے ہیں اور زندیق پر بھی' اس لیے مصائب کے نزول کو گناہوں کا کفارہ قرار دینا محال ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ کافروں اور زندیقوں پر بھی مصائب کا نزول ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں اور زندیقوں پر مصائب کا نزول ان کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا' جس طرح آخرت میں بعض گناہ گار مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے عارضی طور پر دوزخ میں ڈالا جائے گا سو دوزخ کا عذاب مومنوں کے لیے گناہوں سے تطہیر کا باعث ہوگا اور کافروں کے لیے یہی عذاب تطہیر کا نہیں بلکہ توہین کا باعث ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مؤمنوں کے لیے دنیا میں مصائب کا نزول ان کے گناہوں کا کفارہ ہوگا' اس کے ثبوت میں تو بہت احادیث ہیں' کافروں اور زندیقوں کے لیے مصائب ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں اس کے ثبوت میں کون سی احادیث ہیں؟

ہر چند کہ امام رازی نے یہ تصریح نہیں کی کہ ان کا یہ مختار ہے' بلکہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مصائب کفارہ ہوتے ہیں' پھر ان کی طرف سے اس نظریہ پر دلائل قائم کیے اور ان دلائل کا جواب نہیں دیا اور یہ لکھا کہ مصائب کا کفارہ ہونا محال ہے' اس لیے ہم نے ان تمام دلائل کے جوابات ذکر کیے تاکہ امام رازی کے پیش کردہ دلائل سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہی نظریہ برحق ہے' اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ان احادیث کو پیش کر رہے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مؤمنین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارہ ذنوب ہونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے' حتیٰ کہ اس کانٹے سے بھی جو اس کو چبھتا ہے۔ امام مسلم کی روایت میں بیماری اور غم کا بھی ذکر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۴۸۸' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۱۳۵)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے' خواہ وہ تھکاوٹ ہو یا مرض ہو یا فکر ہو یا غم ہو یا اذیت ہو یا پریشانی ہو یا اس کو کوئی کانٹا چبھا ہو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۱-۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۹۶۶)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو اس آیت کی خبر نہ دوں جو اللہ کی کتاب میں سب سے افضل ہے' ہمیں رسول

marfat.com
Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ " الآیۃ (الشوریٰ: ۳۰) کی تفسیر میں یہ بتایا: اے علی! تم پر جو بیماری آتی ہے یا کوئی سزا ملتی ہے' یا دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ تم کو دوبارہ پھر آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو دنیا میں معاف فرما دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ حلیم ہے کہ وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دے۔ (مسند احمد ج ۱ص ۸۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲ص ۸۷' رقم الحدیث: ۶۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۵۳-۶۰۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو اس کے جسم میں جو بھی ایذاء پہنچتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ص ۹۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۸ص ۱۰۷' رقم الحدیث: ۱۶۸۹۹' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم الحدیث: ۸۴۱' مجمع الزوائد ج ۲ص ۳۰۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندے کے گناہ زیادہ ہوں اور اس کے ایسے اعمال نہ ہوں جن سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو اللہ عزوجل اس کو غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ وہ غم اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۶ص ۱۵۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۲ص ۱۳۴' رقم الحدیث: ۲۵۲۳۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲۶۰' حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد اور البزار کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۹۲' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۷۹۸)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہو گئے' انہوں نے کہا: میرا یہی گمان ہے کہ بیماری میرے کسی گناہ کے سبب سے ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے وہ بہت ہیں اور پھر یہ آیت تلاوت کی: " وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ " (الشوریٰ: ۳۰) (الجامع لشعب الایمان ج ۱۲ص ۲۵۳' رقم الحدیث: ۹۳۵۶' ابن ابی الدنیا' المرض والکفارات رقم الحدیث: ۱۴۹' المستدرک ج ۲ص ۴۴۶-۴۴۵' الدر المنثور ج ۷ص ۳۵۵)

ربیع بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کتاب اللہ میں ایک آیت ہے جس نے مجھ کو غم زدہ کر دیا' انہوں نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ میں نے کہا: وہ یہ ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء: ۱۲۳) جس شخص نے کوئی برا کام کیا اس کو اس کی سزا دی جائے گی۔

انہوں نے کہا: میں تم کو فقیہ سمجھتا تھا' بے شک مومن پر جو مصیبت بھی آتی ہے خواہ اس کا قدم پھسلے یا اس کو کوئی پریشانی ہو یا اسے کسی لکڑی سے خراش آئے' وہ اس کے کسی نہ کسی گناہ کے سبب سے آتی ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

قتادی نے " وما اصابكم من مصيبة " الآیہ کی تفسیر میں کہا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ ابن آدم کو جب بھی کسی لکڑی سے خراش آئے یا اس کا قدم پھسلے یا اس کو کوئی پریشانی ہو تو وہ اس کے کسی گناہ کے سبب سے ہوتی ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۱۲ص ۲۵۴-۲۵۳' رقم الحدیث: ۹۳۵۷' ابن ابی الدنیا' المرض والکفارات رقم الحدیث: ۲۲۸' کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۹۳' اس حدیث کی سند متصلاً ضعیف اور مرسلاً ثقہ ہے)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک فاحشہ عورت تھی' اس کے پاس سے ایک مرد گزرا' اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا' اس عورت نے کہا کہ چھوڑو' بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو لے گیا اور اسلام کو لے آیا' اس شخص نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور پیٹھ موڑ کر چل دیا اور مڑ کر اس کو دیکھتا رہا حتیٰ کہ اس کا چہرہ دیوار سے ٹکرا گیا' پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم وہ بندے ہو جس کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے گناہ کی سزا جلدی دیتا ہے اور جب وہ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ کو قائم رکھتا ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کو اس کی پوری سزا دیتا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان ج ۱۲ص ۲۵۵۔۲۵۴' رقم الحدیث: ۹۳۵۹' صحیح ابن حبان ج ۴ص ۲۵۰۔۲۴۹' الاسماء والصفات ص ۱۹۷' اس حدیث کی سند حسن ہے)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

پس جس شخص نے رائی کے دانے کے برابر نیکی کی وہ اس کی جزاء پائے گا ۝ اور جس شخص نے رائی کے دانے کے برابر بُرائی کی وہ اس کی سزا پائے گا ۝

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے' وہ رک گئے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اچھا یا بُرا جو کام بھی کیا ہے میں اس کا صلہ ضرور پاؤں گا' آپ نے فرمایا: تم نے رائی کے دانے کے برابر جو بُرائی کی ہے تم نے اس کی سزا پا لی ہے اور تم نے جو بھی نیکی کی ہے تم نے اس کو ذخیرہ کر لیا ہے حتیٰ کہ تم کو وہ قیامت کے دن دی جائے گی' ابوادریس نے کہا: اس کا مصداق اللہ کی کتاب میں یہ آیت ہے: ''وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ۝''۔ (الشوریٰ: ۳۰)

خلاصہ بحث

ان کثیر احادیث اور آثار سے واضح ہو گیا کہ عام بندہ مومن پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں' البتہ انبیاء علیہم السلام پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات میں ترقی کے لیے ہوتے ہیں اور صالحین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے امتحان کے لیے ہوتے ہیں اور دیوانوں اور بچوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے والدین کے لیے اجر وثواب کا باعث ہیں بہ شرطیکہ وہ صبر کریں اور کافروں اور زندیقوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کی توہین کے لیے ہوتے ہے۔

الشوریٰ: ۳۱ میں فرمایا: ''اور تم روئے زمین میں کہیں پر بھی ہو اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے نہ مددگار ۝''

اس آیت میں جماعت مشرکین کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم روئے زمین پر کہیں بھی جاؤ مجھے عاجز نہیں کر سکتے' تو تم زمین پر کہیں بھی بھاگ کر جاؤ میری گرفت سے باہر نہیں ہو گے اور جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو یہ اللہ کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے سمندر میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہاز ہیں ۝ اور اگر وہ چاہے تو

marfat.com

Marfat.com

ہوا کو روک لے اور یہ جہاز سطح سمندر پر ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں' بے شک اس میں ہر بڑے صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں ○ یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے ○ (الشوریٰ: ۳۴۔۳۲)

سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں

الشوریٰ: ۳۲ میں ''جـوار'' کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے: بڑے بڑے بحری جہاز' اس آیت سے مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کی توحید پر استدلال کیا جائے' اس نے سمندر میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ بڑے بڑے بھاری اور وزنی جہاز اس کے سینے پر تیرتے رہتے ہیں' لکڑی کا بہت بھاری اور وزنی تنا اس میں نہیں ڈوبتا اور لوہے کا چھوٹا سا ٹکڑا اس میں ڈوب جاتا ہے' سمندر زمین سے تین حصہ بڑا ہے اور تمام سمندر میں یہی خاصیت ہے' اگر اس دنیا کو پیدا کرنے والے متعدد ہوتے تو اس میں متعدد خواص ہوتے اور جب تمام سمندر کی یہی ایک خاصیت ہے تو معلوم ہوا اس کا پیدا کرنے والا بھی ایک ہی ہے۔

الشوریٰ: ۳۳ میں فرمایا: ''اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ جہاز سطح سمندر پر ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں' بے شک اس میں ہر بڑے صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں ○''

اس آیت میں ''رواکد'' کا لفظ ہے یہ راکدۃ کی جمع ہے' جو چیز اپنے مقام پر ثابت ہو اور ٹھہری ہوئی ہو اس کو راکد کہتے ہیں اور مراکد ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں انسان قیام کرتا ہے اور ٹھہرتا ہے۔ اور اس آیت میں ''صبار'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: جو مصائب پر صبر کرے اور شکور اس کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ شکر کرنے والا ہو' بہترین بندہ وہ ہے جو مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر کرے۔

الشوریٰ: ۳۴ میں فرمایا: ''یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے ○''

اس آیت کا عطف اس سے پہلی آیت پر ہے اور اس کا معنیٰ اس طرح ہے: اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ کشتیاں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں اور اگر اللہ چاہے تو ہواؤں کو چھوڑ دے اور تیز ہواؤں اور آندھیوں کی وجہ سے یہ کشتیاں تباہ ہو جائیں اور ان کشتیوں میں بیٹھنے والے ہلاک ہو جائیں اور وہ کشتی میں بیٹھنے والوں کی بہت سی خطاؤں سے درگزر فرمالیتا اور کشتی میں بیٹھنے والوں کو غرق ہونے سے بچالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل

ان آیات کے حسب ذیل فوائد ہیں اور ان سے مذکور ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس طرح کبھی اللہ تعالیٰ کشتی کو سلامتی کے ساتھ اس کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اور کبھی اس کشتی کو غرق کر دیتا ہے' اس طرح انسان کو انواع واقسام کے مصائب اور فتنوں میں مبتلا کرتا ہے' پھر کبھی انسان کو ان فتنوں اور مصائب کے بھنور سے سلامتی کے ساتھ نکال لیتا ہے اور کبھی اس کو ان فتنوں اور مصائب میں ہلاک کر دیتا ہے' سو انسان کو چاہیے کہ جب وہ مصائب میں مبتلا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے اور جب اللہ اس کو ان مصائب سے نجات دے دے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

(۲) جو ہوائیں کشتیوں کو چلاتی ہیں وہ از خود نہیں چلتیں' ان کے لیے کوئی محرک ضروری ہے' وہ محرک کون ہے؟ اگر وہ محرک اللہ کے سوا کوئی اور ہے تو پھر اس کا محرک کون ہے اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہو گا تو پھر عالم کا قدم لازم آئے اور یا پھر یہ سلسلہ

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر جا کر ختم ہو گا اور جس طرح ان کشتیوں کا چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے جو واحد' واجب اور قدیم ہے اسی طرح اس ساری کائنات کے نظام کو چلانے والا بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے' اس کے سوا کوئی اور اس نظام کو چلانے والا نہیں ہے۔

(۳) الشوریٰ: ۲۳ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ غفور اور شکور ہے اور اس آیت میں بندوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صبار اور شکور ہیں' اللہ تعالیٰ کے شکور ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ شکر کی بہت زیادہ جزاء دینے والا ہے اور بندوں کے شکور ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے ہیں اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت شکر سے متصف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لیے فرار کی کوئی جگہ نہیں ہے O سو تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں O اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O (الشوریٰ: ۳۷۔۳۵)

دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا فرق

الشوریٰ: ۳۵ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھیاں چلیں اور تمہاری کشتی طوفانی موجوں کی زد میں ہو تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو تمہیں اس طوفان میں غرق ہونے سے بچا سکے' اسی طرح حشر کے دن بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا' اس لیے اس دنیا میں یہ اعتراف کر لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع پہنچانے والا ہے نہ نقصان پہنچانے والا ہے اور اسی کو اپنا کارساز اور حاجت روا مان لو۔

الشوریٰ: ۳۶ کا معنیٰ یہ ہے: اے لوگو! تم کو جو دنیا کے اموال اور اسباب دیئے گئے ہیں اور تمہیں اولاد کی نعمت دی گئی ہے' یہ سب چیزیں دنیا کا عارضی نفع ہے اور اگر تم ان نعمتوں میں منہمک اور مستغرق ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت سے غافل رہے تو آخرت میں تم سزا کے مستحق ہو گے اور اگر تم نے دنیا کی اس متاع میں زیادہ دلچسپی نہ لی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت میں زیادہ رغبت کی تو تمہیں اس پر جو اجر و ثواب ملے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی راحتیں اور لذتیں' بہت جلد زائل ہو جانے والی ہیں اور عین لذت کے حال میں بھی انسان کو ان کے زوال کا خطرہ لگا رہتا ہے اور ایمان والے ہر حال میں اللہ پر توکل کرتے ہیں اور نعمت کے حال میں بھی ان کی نظر نعمت پر نہیں منعم پر ہوتی ہے' اس لیے اگر دنیا کی نعمت ان کے ہاتھوں سے نکل بھی جائے تو انہیں اس پر کوئی افسوس نہیں ہوتا اور جس شخص نے یہ جان لیا کہ دنیا کی نعمتیں عارضی اور فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور باقی ہیں وہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت میں دلچسپی رکھتا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے' وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

الشوریٰ: ۳۷ میں فرمایا: ''اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں''۔

اثم' کبیرہ اور فحش کا معنیٰ

اس آیت میں کبیرہ گناہوں کے لیے ''کبائر الاثم'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اثم کا معنیٰ بیان کرتے ہیں: اثم اس فعل کے ارتکاب کو کہتے ہیں جو ثواب کو مؤخر کر دے' قرآن مجید میں ہے:

فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (البقرہ: ۲۱۹) شراب پینے میں اور جوا کھیلنے میں بڑا اثم ہے اور لوگوں کے

marfat.com
Marfat.com

لیے عارضی منافع ہیں۔

یعنی شراب پینا اور جوا کھیلنا انسان کی خیرات اور حسنات کو مؤخر کر دیتا ہے' نیز قرآن کریم میں ہے:

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ. (البقرہ:۲۰۶) یعنی اس کو اس کی دنیاوی عزت گناہ کے کاموں پر ابھارتی ہے۔

اٰثِمٌ قَلْبُهٗ. (البقرہ:۲۸۳) اس کا دل اثم والا ہے۔

اِثم کا لفظ بر کے مقابلہ میں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بر اس کام کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے بعد تمہارا دل مطمئن ہو اور اثم اس کام کو کہتے ہیں جس کو کرنے کے بعد تمہارے دل میں قلق اور اضطراب ہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸۔۲۲۷' سنن دارمی رقم الحدیث:۲۵۳۳) اور قرآن مجید میں ہے:

يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدہ:۶۲) وہ اثم اور عدوان میں جلدی کرتے ہیں۔

اس آیت میں اثم کا اطلاق کفر پر ہے اور عدوان کا اطلاق معصیت کبیرہ پر ہے' اثم عام ہے' اس کا اطلاق کفر پر بھی ہوتا ہے اور معصیت کبیرہ پر بھی ہے اور عدوان کا لفظ خاص ہے' اس کا اطلاق صرف معصیت کبیرہ پر ہوتا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۲۔۱۱' لسان العرب ج ۱ ص ۵۶' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ کبیرہ کا معنیٰ بیان کرتے ہیں:

احادیث میں متعدد جگہوں میں کبائر کا ذکر ہے' کبیرہ اس قبیح کام کو کہتے ہیں جس سے شرعاً منع کیا گیا ہو اور اس کا کرنا بہت سنگین ہو' جیسے قتل کرنا' زنا کرنا' جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا وغیرھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا: کیا کبائر سات ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کبائر سات سو کے قریب ہیں اور توبہ کرنے کے بعد کوئی فعل کبیرہ نہیں ہے اور جس فعل کے ارتکاب کے بعد توبہ نہ کی جائے وہ صغیرہ نہیں ہے' جس فعل پر وعید ہو وہ کبیرہ اور واجب کے ترک اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب کو کبیرہ کہتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

نیز علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ فحش کا معنیٰ بیان کرتے ہیں:

جو کام اور بات معیوب اور قبیح ہو اس کو فحش کہتے ہیں' جو شخص عمداً اور تکلف سے لوگوں کو برا کہے اور گالیاں دے اس کو متفحش کہتے ہیں' حدیث میں فحش اور فاحشہ کا ذکر بہت ہے' ہر وہ شخص جس کے گناہوں کا قبح بہت زیادہ ہو اس کو فاحش کہتے ہیں' حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فاحش متفحش سے بغض رکھتا ہے' فاحشہ زنا کو بھی کہتے ہیں' جواب میں حد سے بڑھنے کو بھی فحش کہتے ہیں اور ہر وہ خصلت جو معیوب اور قبیح ہو اس کو بھی فاحشہ کہتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۳۴' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

چند کبائر کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کبیر الاثم' شرک ہے' امام رازی نے کہا: یہ بعید ہے' کیونکہ اس سے پہلے ایمان کی شرط کا ذکر ہو چکا ہے' اس لیے یہاں ''کبائر الاثم'' میں شرک داخل نہیں ہوگا' البتہ بدعات سیئہ اور وہ معاصی جن کا تعلق وفور شہوت یا زیادتی غضب سے ہو وہ کبائر الاثم میں داخل ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۰۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اگر شرک سے مراد شرک خفی لیا جائے یعنی ریا کاری تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر پر امام رازی کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا اور حدیث میں ریا کاری پر بھی شرک کا اطلاق کیا گیا ہے۔

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا

marfat.com
Marfat.com

خطرہ ہے' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریا کاری' جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے چکے گا تو فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے اب دیکھو' کیا تم کو ان سے کوئی جزاء ملتی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۹ ص ۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۸۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۹۳۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۳۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ '' (الشوریٰ: ۳۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (۱) سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (المائدہ: ۷۲) (۲) اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ کبیرہ ہے' اللہ نے فرمایا ہے: اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ (یوسف: ۸۷) (۳) اور والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو جباراً شقیا فرمایا ہے (۴) اور قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ناحق قتل کرنے والا دوزخ کی سزا کا مستحق ہے۔ (النساء: ۹۳) (۵) اور یتیم کا مال کھانا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (النساء: ۱۰) (۶) اور پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ (النور: ۲۳) (۷) میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جو شخص اس دن پیٹھ پھیرے گا' ماسوا اس کے جو جنگ میں محاذ بدل رہا ہو یا اپنی جماعت کی طرف آ رہا ہو (وہ مستثنیٰ ہے ان کے سوا جو بھاگے گا) وہ اللہ کے غضب سے لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (الانفال: ۱۶) (۸) اور سود کھانا گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ (البقرہ: ۲۷۵) (۹) اور جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک وہ جانتے ہیں کہ جس نے جادو کو خریدا اس کے لیے آخرت میں (اجر کا) کوئی حصہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۰۲) (۱۰) اور زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جس نے زنا کیا وہ سخت عذاب سے ملاقات کرے گا ○ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ اس عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہے گا۔ (الفرقان: ۷۰۔۶۹) (۱۱) اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے' اللہ نے فرمایا ہے: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں اجر کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (آل عمران: ۷۷) (۱۲) اور خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر خیانت کرنے والا خیانت کے مال کو قیامت کے دن لے کر حاضر ہو گا۔ (آل عمران: ۱۶۱) (۱۳) اور زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دن ان کے مال کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو تپایا جائے گا۔ (التوبہ: ۳۵) (۱۴) اور گواہی کو چھپانا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو گواہی کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہے۔ (البقرہ: ۲۸۳) (۱۵) اور خمر (انگور کی شراب) پینا گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شراب اور جوا اور بتوں کے لیے قربانی کی جگہ اور فال نکالنے کے تیر یہ سب نجس' شیطانی کام ہیں سو ان سے باز رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدہ: ۹۰) (۱۶) اور فرض نماز کو عمداً ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہو گیا (۱۷) اور عہد شکنی گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عہد پورا کرو' بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل: ۳۴) (۱۸) اور رحم کو قطع کرنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کرو اور رحم کے رشتوں کو توڑ ڈالو۔ (محمد: ۲۲)

marfat.com
Marfat.com

(المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۹۶-۱۹۵ رقم الحدیث: ۱۳۰۲۳ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن صحیح ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکور الصدر حدیث میں اٹھارہ کبائر کا ذکر فرمایا ہے' ان کبائر کے علاوہ علماء نے مزید کبائر کا بھی ذکر فرمایا ہے جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

(۱) شرک اصغر اور وہ ریا کاری ہے (۲) ناجائز غضب کرنا' کینہ رکھنا اور حسد کرنا (۳) تکبر کرنا اور اترانا (۴) ملاوٹ کرنا (۵) نفاق کرنا (۶) حاکم وقت کے خلاف بغاوت کرنا (۷) لوگوں کو حقیر جان کر ان سے اعراض کرنا (۸) غیر متعلق اور لایعنی باتوں میں مشغول رہنا (۹) حرص اور طمع (۱۰) فقر و فاقہ کا خوف رکھنا (۱۱) دولت مند لوگوں کی ان کی دولت کی وجہ سے تعظیم کرنا (۱۲) فقر کی وجہ سے فقراء کا مذاق اڑانا (۱۳) دنیا میں رغبت کرنا اور اس پر فخر کرنا (۱۴) حرام چیزوں سے بناؤ سنگھار کرنا (۱۵) مداہنت کرنا یعنی مال دنیا کی وجہ سے دنیاداروں کو حق نہ سنانا (۱۶) جو کام نہ کیا ہو اس پر تعریف و تحسین سننے کی خواہش رکھنا (۱۷) لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں مشغول رہنا (۱۸) قومیت اور زبان کی وجہ سے تعصب رکھنا (۱۹) شکر نہ کرنا (۲۰) تقدیر پر راضی نہ ہونا (۲۱) بندگان خدا کی تحقیر کرنا اور ان کا مذاق اڑانا (۲۲) خواہش نفس کی پیروی کرنا (۲۳) مکر اور سازش کرنا (۲۴) حق سے عناد رکھنا (۲۵) مسلمان سے بدگمانی رکھنا (۲۶) خواہش نفس کے خلاف حق کو قبول نہ کرنا (۲۷) گناہ پر خوش ہونا (۲۸) گناہ پر اصرار کرنا (۲۹) عبادات پر تحسین کی خواہش کرنا (۳۰) اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھول جانا (۳۱) اپنے نفس کے لیے غصہ کرنا اور معصیت پر تعاون کرنا (۳۲) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا اور گناہوں میں مشغول رہنا (۳۳) اللہ سے بدگمانی رکھنا (۳۴) علم کو چھپانا (۳۵) علم پر عمل نہ کرنا (۳۶) علماء کی تخفیف اور توہین کرنا (۳۷) اللہ اور رسول پر جھوٹ باندھنا (۳۸) ظالموں اور فاسقوں سے محبت رکھنا اور صالحین سے بغض رکھنا (۳۹) زمانہ کو برا کہنا (۴۰) محسن کا شکر نہ ادا کرنا (۴۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ پر درود نہ پڑھنا (۴۲) گناہ پر فخر ہونا (۴۳) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا (۴۴) راستہ میں پاخانہ کرنا (۴۵) ہاتھوں کو گدوانا اور اس کی اجرت (۴۶) چہرے سے بالوں کو اکھڑوانا اور اس کی اجرت (۴۷) کسی عورت کا مسافت قصر سے زیادہ تنہا سفر کرنا (۴۸) بدفالی کی وجہ سے سفر پر نہ جانا یا لوٹ آنا (۴۹) بغیر عذر کے نماز جمعہ یا جماعت کو ترک کرنا (۵۰) مردوں کا عورتوں کی یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت کرنا (۵۱) مرد کا سیاہ خضاب لگانا (۵۲) تکبر کی نیت سے ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا یا قدموں سے گھسٹتا ہوا لباس رکھنا (۵۳) ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا (۵۴) منہ پر طمانچے مارنا یا گریبان پھاڑنا (۵۵) میت کی ہڈی توڑنا یا قبر پر بیٹھنا (۵۶) قبر پر سجدہ کرنا یا چراغ جلانا (۵۷) صدقہ کر کے احسان جتانا یا طعنہ دینا (۵۸) بلا عذر روزہ نہ رکھنا (۵۹) استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا (۶۰) استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا (۶۱) ذخیرہ اندوزی کرنا (۶۲) کسی کو پھنسانے کے لیے کسی چیز کی زیادہ قیمت لگانا (۶۳) باوجود وسعت کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا (۶۴) پڑوسی کو ایذاء پہنچانا (۶۵) کسی کا مال ظلماً چھیننا (۶۶) مزدور سے کام لینے کے بعد اس کو اجرت نہ دینا (۶۷) کسی کا نام بگاڑنا (۶۸) کسی مسلمان کا مذاق اڑانا (۶۹) چغلی کرنا (۷۰) دو مونہوں والا ہونا یعنی ایک شخص کے سامنے اس کی موافقت میں اور دوسرے کے سامنے اس کی مخالفت میں باتیں کرنا (۷۱) کسی پر بہتان لگانا (۷۲) کسی شخص کا اپنی بیوی کے راز کی باتیں دوسروں کے سامنے بیان کرنا (۷۳) مہر ادا نہ کرنا (۷۴) کسی عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا (۷۵) دو بیویوں میں عدل نہ کرنا (۷۶) عورت کا بغیر شرعی عذر کے خاوند کی نافرمانی کرنا (۷۷) کسی مسلمان کو گالی دینا یا اس کو بے عزت کرنا (۷۸) کسی کے نسب میں طعن کرنا (۷۹) کسی عورت کا عدت کے دوران گھر سے باہر نکلنا (۸۰) خاوند کی موت پر سوگ نہ کرنا (۸۱) خودکشی کرنا (۸۲) کسی نجومی یا کاہن سے غیب کی باتیں معلوم کرنا

marfat.com
Marfat.com

(۸۳) فال نکلوانا (۸۴) بغیر شرعی عذر کے بیعت کر کے توڑنا (۸۵) امیر کا اپنی رعیت پر ظلم کرنا (۸۶) کسی کا ناحق مال کھانا (۸۷) رشوت لینا' معصیت پر رشوت دینا (۸۸) جانور سے خواہش پوری کرنا (۸۹) عورت کی پشت میں خواہش پوری کرنا (۹۰) ماہواری کے ایام میں دخول کرنا (۹۱) عورتوں کا عورتوں سے یا مردوں کا مردوں سے جنسی عمل کرنا (۹۲) متعہ کرنا (۹۳) چوری کرنا (۹۴) ڈاکا ڈالنا (۹۵) نشہ آور چیزوں کو کھانا یا پینا (۹۶) کسی کی مرضی کے خلاف اس کی باتیں سننا (۹۷) استطاعت کے باوجود نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کو ترک کرنا (۹۸) سلام کا جواب نہ دینا (۹۹) اپنی عزت کرانے کے لیے یہ چاہنا کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں (۱۰۰) طاعون سے بھاگنا (۱۰۱) مسلمان ملک کی حفاظت میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں یا پاسپورٹ اور ویزے کے حامل غیر مسلموں کو قتل کرنا یا ان سے عہد شکنی کرنا یا ان پر ظلم کرنا (۱۰۲) شرط لگا کر گھوڑے یا اونٹ دوڑانا یا کتے اور مرغ لڑانا (۱۰۳) جھوٹی قسم کھانا (۱۰۴) غیر ملت اسلام کی قسم کھانا' مثلاً میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی ہوں (۱۰۵) حانث ہونے کے قصد سے غیر اللہ کی قسم کھانا (۱۰۶) نذر مان کر پوری نہ کرنا (۱۰۷) کسی منصب کا اہل نہ ہو اور اس کو طلب کرے (۱۰۸) قاضی کا خلاف عدل فیصلہ کرنا (۱۰۹) قاضی کا تحائف قبول کرنا (۱۱۰) جھوٹی گواہی دینا یا اس کو قبول کرنا (۱۱۱) بلاعذر شہادت کو چھپانا (۱۱۲) کسی کو ضرر پہنچانے کے لیے جھوٹ بولنا (۱۱۳) بے ریش لڑکوں کے ساتھ مشغول رہنا (۱۱۴) مسلمان کی ہجو کرنا (۱۱۵) گناہ کبیرہ پر توبہ نہ کرنا (۱۱۶) گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا (۱۱۷) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بُرا کہنا یا ان سے بغض رکھنا (۱۱۸) علم کے باوجود کسی مسلمان کے خلاف ناحق دعویٰ کرنا۔

حالت غضب میں معاف کرنے کی فضیلت

نیز فرمایا: ''اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں' غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد عموماً لوگ معاف کر دیتے ہیں' جرأت اور ہمت کا کام یہ ہے کہ انسان عین حالت غضب میں معاف کر دے۔

اس آیت کے اس حصے کے شان نزول میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہیں مکہ میں گالیاں دی گئیں اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنا سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا تو لوگوں نے اس پر انہیں ملامت کی اور بُرا کہا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مال جمع ہو گیا' انہوں نے وہ سب مال نیکی کے راستے میں خرچ کر دیا' مسلمانوں نے ان کو ملامت کی اور کفار نے ان کی خطا نکالی' اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

''سوتم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے' اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں O اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O'' (الشوریٰ: ۳۷۔۳۶)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مشرک نے حضرت ابوبکر کو گالی دی تو آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ بہت عمدہ اخلاق ہیں' بلند ہمت والے' اپنے اوپر ظلم کرنے والوں پر بھی شفقت کرتے ہیں اور جو جہالت کے ساتھ ان

marfat.com
Marfat.com

کے خلاف کارروائی کرے اس سے درگزر کرتے ہیں اور اپنے اس عمل کا ثواب صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں O اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں O اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا O (الشوریٰ: ۴۰-۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایمان لانے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو صمیم قلب کے ساتھ قبول کر لیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں تو یہ فرمایا ہے کہ ''وہ اپنے رب کے حکم کو قبول کرتے ہیں'' اور اس کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو قبول کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہے' آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا ہے' آپ کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے اور آپ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے' اسی طرح آپ کے حکم سے ایمان لانا' اللہ کے حکم سے ایمان لانا ہے۔

نماز نہ پڑھنے پر وعید

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' اس سے مراد ہے: پانچ نمازیں اور جو شخص بھی دن اور رات میں پانچ نمازوں کے اوقات کو پائے گا اس پر ان پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے' نمازوں کی فرضیت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا بندے سے سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے' اگر اس کی نماز صحیح ہو تو وہ کامیاب اور کامران ہو جائے گا اور اگر اس کی نماز فاسد ہو تو وہ ناکام اور نامراد ہو گا اور اگر اس کے فرض میں کوئی کمی ہو تو رب تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے تو اس کے فرض میں جو کمی ہو گی اس کو نفل سے مکمل کیا جائے گا' پھر باقی عمل بھی اسی طرح ہوں گے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۳-۴۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۲۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۴۶' المستدرک ج ۲ ص ۲۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندے اور اس کے شرک اور کفر کے درمیان فرق نماز کو ترک کرنا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۸' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۱۵۷۱)

مکحول حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمداً نماز کو ترک نہ کرو کیونکہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۵ ص ۳۵۷ رقم الحدیث: ۲۷۳۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۳۴' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ مکحول اور ام ایمن کے درمیان انقطاع ہے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی ہے' آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' خواہ تم کو قتل کیا جائے یا آگ میں جلایا جائے (۲) اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال سے نکل جاؤ (۳) اور فرض نماز کو عمداً ترک نہ کرو' کیونکہ جس نے فرض نماز کو عمداً ترک کیا اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا (۴) اور شراب ہرگز نہ پیو کیونکہ شراب نوشی ہر بیماری کی اصل ہے (۵) اور معصیت سے بچو کیونکہ معصیت سے اللہ عزوجل کی ناراضگی حلال ہو جاتی ہے (۶) اور میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگو خواہ لوگ ہلاک ہو جائیں (۷) اور جب لوگوں پر طاعون آئے اور تم ان میں ہو تو ثابت قدم رہو (۸) اور اپنی اولاد پر اپنی کمائی سے خرچ کرو (۹) اور ان کو ادب سکھانے کے لیے لاٹھی سے نہ مارو (۱۰) اور ان کو اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈراؤ۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۳۹۳-۳۹۲' رقم الحدیث: ۲۲۰۷۵' المعجم الکبیر ج ۲۰' رقم الحدیث: ۱۵۶' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۲۲۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۷۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۲۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' ج ۴ ص ۲۴۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۰۲۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اور حضرت معاذ کے درمیان انقطاع ہے)

شوریٰ کا معنیٰ

نیز الشوریٰ: ۳۸ میں فرمایا ہے: ''اور ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں' اس آیت میں ''شوریٰ'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی الشوریٰ کے معنیٰ میں لکھتے ہیں:

تشاور' مشاورت اور مشوریٰ کا معنیٰ ہے: کوئی شخص کسی معاملہ میں دوسرے کی طرف رجوع کرے تو وہ اس معاملہ میں غور کر کے اپنی رائے بیان کرے اور جس معاملہ میں غور کیا جائے اس کو شوریٰ کہتے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

مشورہ کرنے کے متعلق احادیث

مشورہ کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

استشار رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الاسارى يوم بدر. (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳)

جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استشار احدكم اخاه فليشر عليه.

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے مشورہ طلب کرے تو وہ اس کو مشورہ دے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المستشار موتمن.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کسی بات کا مشورہ طلب کیا گیا ہو تو وہ اس بات کا امین ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۲۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۳۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۴)

معدن بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور اس میں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ پر تین مرتبہ

marfat.com

Marfat.com

ٹھونگیں ماریں اور میں نے اس کی صرف یہ تعبیر لی ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے اور بے شک کچھ لوگ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں اپنا جانشین مقرر کروں اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع کرنے والا نہیں ہے اور نہ اپنی خلافت کو اور نہ اس شریعت کو جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا ہے' اگر میری اجل جلد آ گئی تو خلافت ان چھ اصحاب کے مشورہ سے منعقد ہوگی جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۸-۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین لوگ ہوں اور خوش حال لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورہ سے چل رہے ہوں تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے خوش حال لوگ بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کی طرف مفوض ہوں تو زمین کے نیچے کا حصہ تمہارے لیے زمین کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۶۶)

الشوریٰ: ۳۸ کا شان نزول

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) نقاش نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں آمد سے پہلے انصار جب کوئی کام کرتے تھے تو باہم مشورہ کرتے تھے' پھر مشورہ کے بعد اس کام کو کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کام کی تحسین فرمائی۔

(۲) جو چیز مشورہ سے طے ہو جائے وہ اتفاق سے اس پر عمل کرتے تھے اور اس سے اختلاف نہیں کرتے تھے' حسن بصری نے کہا: جو لوگ کسی کام میں مشورہ کرتے ہیں وہ اس کام میں ہدایت پر پہنچ جاتے ہیں۔

(۳) الضحاک نے کہا: جب انصار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گیا ہے اور نقباء ان کے پاس آ گئے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس پر متفق ہو گئے کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں جمع ہو کر آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی نصرت کریں گے۔

(۴) ان کو جو مہم درپیش ہوتی تھی وہ اس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے تھے اور نیک کام میں کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا باہمی مشاورت سے اہم کاموں کو انجام دینا

اللہ تعالیٰ نے انصار کی اس بات پر مدح فرمائی کہ وہ باہمی مشورہ سے کام کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دینی اور دنیاوی امور میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے' دینی امور کی مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کے بعد اذان کا طریقہ مقرر فرمایا اور دنیاوی امور کی مثال یہ ہے کہ آپ نے جنگ بدر میں قیدیوں کے متعلق اپنے اصحاب سے مشورہ کیا' آیا ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور جنگ احد میں مشورہ کیا کہ شہر کے اندر رہ کر کفار سے مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کیا جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو آپ نے ان کے متعلق اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ البتہ احکام شرعیہ میں آپ کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق آپ جس چیز کو چاہتے فرض یا واجب یا حرام یا مکروہ قرار دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام باہمی مشورہ سے کتاب اور سنت سے احکام مستنبط کرتے تھے اور سب سے پہلا کام جو انہوں نے باہمی مشورہ سے کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس شخص کو اپنے دنیاوی معاملات میں امام بنانے پر کیوں نہ راضی ہوں جس کو ہمارے دینی معاملات میں امام بنانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے تھے۔

اسی طرح حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے زیر کمان لشکر بھیجنے میں انہوں نے مشورہ کیا اور مانعین زکوٰۃ اور مرتدین سے قتال کرنے میں انہوں نے مشورہ کیا اور تمام اصحاب نے بحث وتمحیص کے بعد حضرت ابوبکر کی رائے سے اتفاق کر لیا' اسی طرح قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے کے متعلق انہوں نے مشورہ کیا اور حضرت عمر کی رائے سے حضرت ابوبکر متفق ہو گئے اور خمر (انگور کی شراب) کی حد بھی باہمی مشورہ سے اسّی (۸۰) کوڑے طے کی گئی اور حضرت علی کی رائے سے سب نے اتفاق کر لیا' پہلے قرآن مجید کو سات لغات پر پڑھنے کی اجازت تھی اور ناواقف نومسلم ایک دوسرے کی قرأت پر اعتراض کرتے تھے' پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کو صرف لغت قریش پر باقی رکھا گیا اور باقی تمام لغات کو ختم کر دیا گیا۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' یعنی زکوٰۃ اور صدقات ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں میں سے صدقہ کرنا صرف مال سے صدقہ کرنے میں منحصر نہیں ہے' بلکہ ہر نیکی صدقہ ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک کام صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۰) خلاصہ یہ ہے کہ جس مال کو خرچ کرنے میں یا جس بات کو کہنے میں یا جس کام کو کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم ہو اس کام کو کرنا صدقہ ہے' لہٰذا مقربین کا لوگوں کے دلوں میں معرفت کے انوار کو پہنچانا بھی صدقہ ہے۔

بدلہ لینے اور بدلہ نہ لینے کی آیتوں میں بہ ظاہر تعارض کا جواب

الشوریٰ: ۳۹ میں فرمایا: ''اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں O''

ہجرت سے پہلے مکہ میں جب مسلمان کفار کے مظالم کا شکار ہو رہے تھے تو ان کو کافروں سے بدلہ لینے کی اجازت نہ تھی اور ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کفار سے بدلہ لینے کی اجازت دی گئی' لہٰذا جنگ بدر' جنگ احد اور جنگ خندق میں جب مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے جوابی کارروائی کی اور کفار کے دانت کھٹے کر دیئے' ان کو قتل کیا گیا اور ان کو گرفتار کیا گیا۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں ظلم اور بغاوت کا بدلہ لینے کی تعریف اور تحسین کی گئی ہے' حالانکہ اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا: ''اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں'' (الشوریٰ: ۳۷) اسی طرح اور دیگر آیات میں بھی ظلم اور زیادتی پر معاف کر دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور وہ درج ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ O (النحل: ۱۲۶)

اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو سزا دی گئی ہے اور اگر تم صبر کر لو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت بہتر ہے O

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا O (الفرقان: ۷۲)

اور جب وہ کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

(۱) ابن جریج نے کہا: مشرکین نے جو مسلمانوں پر ظلم کیا تھا اس کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کو ان کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت مل گئی۔

(۲) ابراہیم نخعی نے کہا کہ باغیوں نے جو مسلمان حکومت کے خلاف کارروائی کی اس کی ان کو سزا دینی واجب ہے' ورنہ اگر ان

marfat.com
Marfat.com

کو سزا نہ دی اور ان سے بدلہ نہ لیا گیا تو اس سے یہ تاثر قائم ہوگا کہ مسلمان حکومت کمزور ہے اور وہ اپنے خلاف سازشوں اور فتنوں کی سرکوبی پر قادر نہیں ہے اور اس سے دیگر حکومت کے مخالفوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ جرائم پر دلیر ہوں گے۔

(۴) جب مسلمانوں پر کوئی ظلم کرے تو وہ اس سے بدلہ لیں حتیٰ کہ ظالموں کی قوت کمزور اور مضمحل ہو جائے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے خلاف اجتماعی طور پر کوئی بغاوت کرے یا ظلم کرے تو اس کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر انفرادی طور پر کوئی ظلم یا زیادتی کرے اور بعد میں اس پر نادم ہو اور اپنی زیادتی پر معافی کا خواستگار ہو تو اس کو معاف کر دینا اور اس سے بدلہ نہ لینا افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (البقرہ: ۲۳۷)
اور تمہارا معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ. (المائدہ: ۴۵)
جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے اور ناک کا بدلہ ناک ہے اور کان کا بدلہ کان ہے اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور مخصوص زخموں کا بدلہ ہے' پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ۲۲)
اور تم میں سے جو لوگ صاحب حیثیت اور خوش حال ہیں' انہیں اپنے رشتہ داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہ کرنے کی قسم نہیں کھانی چاہیے' ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے' کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

قرض خواہ اپنا حق مقروض کی لاعلمی میں بھی لے سکتا ہے

الشوریٰ: ۴۰ میں فرمایا: ''اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا ○''

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: ایک وہ قسم ہے جو اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیتی' اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے: اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں۔ (الشوریٰ: ۳۷) اور دوسری قسم وہ ہے جو اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیتی ہے' لیکن ان پر یہ پابندی ہے کہ وہ صرف اتنا بدلہ لیں جتنا ان پر ظلم کیا گیا ہے' بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کریں' فرمایا: اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔ (الشوریٰ: ۴۰) مقاتل وغیرہ نے کہا ہے کہ بدلہ لینا اس صورت پر محمول ہے جب کسی شخص پر حملہ کر کے اس کو زخمی کر دیا جائے یا اس کو برا کہا جائے یا گالی دی جائے۔

ان آیات سے یہ مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کا دوسرے شخص پر حق واجب ہو اور وہ اس کا حق اس کو نہ دے رہا ہو تو اس کے مال سے وہ اپنا حق لے سکتا ہے' مثلاً کوئی مالک اپنے نوکر کو تنخواہ نہ دے رہا ہو یا مزدور کی اجرت نہ دے رہا ہو' یا کسی نے اس کا مال غصب کر لیا ہو یا خیانت کی ہو یا چوری کی ہو یا ڈاکا ڈالا ہو' یا بیوی کو اس کا شوہر خرچ نہ دے رہا ہو یا اس کا مہر نہ دے رہا ہو یا مقروض اس کا قرض واپس نہ کر رہا ہو تو حق دار کے لیے جائز ہے کہ وہ بہ قدر حق اس کے مال سے اتنی مقدار جس

marfat.com
Marfat.com

طرح بھی لے سکتا ہو وصول کرلے اور ان کے موقف کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ھند بن عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہے وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو سوا اس صورت کے کہ میں خفیہ طور پر اس کے مال سے لے لوں اور اس کو پتا نہ چلے' آپ نے فرمایا: تم اس کے مال سے اتنی مقدار لے لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۴۳۴' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۲۱۷)

اس کے بعد فرمایا: "پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے" اس آیت کے پہلے جز میں ظلم کا بدلہ لینے کے جواز کو بیان فرمایا' بہ شرطیکہ بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس آیت کے دوسرے جز میں ظلم کا بدلہ نہ لینے اور معاف کرنے کی ترغیب دی ہے' ہم پہلے ظلم کا بدلہ لینے کے جواز کے متعلق احادیث بیان کریں گے' پھر ظلم کو معاف کرنے کے متعلق احادیث بیان کریں گے۔

بدلہ لینے کے جواز میں احادیث

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ہمارے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں' اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کر رہے تھے' میں نے آپ کو اشارہ سے بتایا کہ اس وقت حضرت زینب بھی موجود ہیں' آپ اس کام سے رک گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت اور ناگوار باتیں کہنے لگیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا لیکن وہ سخت باتیں کہنے سے نہیں رکیں' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان کی سخت باتوں کا جواب دو' پھر میں نے ان کو جواب دیا تو میں ان پر غالب آ گئی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے دو گروہ تھے' ایک گروہ میں حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج تھیں اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ پس مسلمانوں میں سے جب کوئی آپ کو کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتا تو انتظار کرتا حتیٰ کہ جب حضرت عائشہ کی باری آتی اور آپ ان کے گھر جاتے تو وہ آپ کو ہدیہ پیش کرتا' پھر حضرت ام سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ آپ لوگوں سے فرمائیں: جس نے مجھے کوئی ہدیہ دینا ہو تو وہ مجھے وہ ہدیہ دے دیا کرے خواہ میں کسی زوجہ کے گھر ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے یہ بات کی تو آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' جب ان ازواج نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا؟ تو حضرت ام سلمہ نے کہا: آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا' انہوں نے کہا: آپ دوبارہ حضور سے بات کریں' حضرت ام سلمہ نے دوبارہ بات کی' آپ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے آپ کے جواب کے متعلق پوچھا' حضرت ام سلمہ نے بتایا: آپ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا' ازواج نے کہا: آپ سہ بارہ بات کریں حتیٰ کہ وہ آپ کو جواب دیں' جب حضرت ام سلمہ نے سہ بارہ بات کی تو آپ نے فرمایا: مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی زوجہ کے بستر پر میرے پاس وحی نہیں آتی۔ حضرت ام سلمہ نے کہا: میں آپ کو اذیت دینے کے عمل سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ان ازواج نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وسلم کو بلا کر کہا: آپ کی ازواج آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: کیوں نہیں' پھر حضرت سیدہ نے ان ازواج کے پاس جا کر بتا دیا' انہوں نے کہا: آپ دوبارہ جائیں' حضرت سیدہ نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بلایا' وہ آپ کے پاس گئیں اور سخت کلام کیا اور کہا کہ آپ کی ازواج آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کریں' ان کی آواز بلند ہو گئی حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بُرا کہا' اس وقت حضرت عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں اور حضرت زینب ان کو سخت سست کہہ رہی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھا کہ آیا وہ کوئی جواب دیتی ہیں' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینے شروع کیے' حتیٰ کہ حضرت زینب کو لاجواب اور ساکت کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۹۴۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۱ ص ۴۵۲۔۴۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مسند احمد ج ۲ ص ۸۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۱ ص ۱۲۴۔۱۲۳' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۷۸۸)

بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا۔

(صحیح مسلم: کتاب الزہد رقم الحدیث: ۷۴' رقم الحدیث بلا تکرار: ۳۰۰۶' الرقم المسلسل: ۷۳۷۷)

حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اہل فضل کھڑے ہو جائیں' پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے' ان سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف چلے جاؤ' راستہ میں ان کو فرشتے ملیں گے اور کہیں گے: تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے: جنت کی طرف' فرشتے کہیں گے: حساب سے پہلے؟ وہ کہیں گے: ہاں' فرشتے پوچھیں گے: تم کون ہو؟ وہ کہیں گے: ہم اہل فضل ہیں' فرشتے پوچھیں گے: تمہاری کیا فضیلت ہے؟ وہ کہیں گے: جب کوئی ہم سے جاہلانہ بات کرتا تو ہم بردباری سے کام لیتے اور جب کوئی ہم پر ظلم کرتا تو ہم معاف کر دیتے اور جب کوئی ہمارے ساتھ زیادتی کرتا تو ہم معاف کر دیتے ہیں۔ فرشتے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' نیک کام کرنے والوں کے لیے کیا خوب اجر ہے' پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں' پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف چلے جاؤ' ان کو راستہ میں فرشتے ملیں گے' ان سے بھی اسی طرح مکالمہ ہو گا' وہ کہیں گے: ہم اہل صبر ہیں' فرشتے پوچھیں گے: تم نے کس چیز پر صبر کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت پر صبر کیا اور ہم صبر کر کے اللہ کی معصیت سے بچے' فرشتے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' نیک عمل کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے' پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ کے گھر کے پڑوسی کھڑے ہو جائیں' پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ بہت کم ہوں گے' ان سے کہا جائے گا: جنت کی طرف چلو' راستہ میں ان کو فرشتے ملیں گے' ان سے اسی طرح مکالمہ ہو گا' فرشتے پوچھیں گے: تم کس سبب سے اللہ کے پڑوسی بنے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ عزوجل کی رضا کے لیے لوگوں سے ملتے تھے' ہم اللہ کی رضا کے لیے مجلس میں شریک ہوتے تھے اور ہم اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے تھے' فرشتے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' پس نیک عمل کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۰۔۱۳۹' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۴۔۱۶۳)

marfat.com
Marfat.com

الحدیث: ۳۵۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال کے لیے کافی ہے۔)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اس نے اپنے غصہ کو پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے سامنے اس کو بلا کر فرمائے گا کہ وہ جس حور کو چاہے اختیار کر لے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۲۱' مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۳۳۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۸' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۹۔ ۱۸۸' رقم الحدیث: ۴۱۶۔ ۴۱۵' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۶۱' اس حدیث کی سند صحیح ہے' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۵۰)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ پسند نہیں ہے' یا جو شخص مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیتا ہے اور اللہ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ گرتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۸۹' الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۶۷۲' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۷۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۱' الادب المفرد رقم الحدیث: ۴۶۷' مسند ابو یعلیٰ ج ۸ ص ۲۶۳' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۴۳' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۴۵' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۳۵۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۴۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۹۹' المستدرک ج ۲ ص ۴۵' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اور جس نے اپنے غصہ کو روکا' قیامت کے دن اللہ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے سامنے اپنے عذر کو پیش کیا اللہ اس کے عذر کو قبول کر لے گا۔

(تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۰۸' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۵۸' اس حدیث کی سند حسن ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) ایک منادی دو بار ندا کرے گا: جس شخص کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے' تو جس شخص نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا ہو گا وہ اٹھ کھڑا ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (الشوریٰ: ۴۰) (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۴۷۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۳۵۹' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۶۰' اس حدیث کی سند ضعیف لیکن فضائل اعمال میں معتبر ہے)

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی تا کہ وہ نماز کی تیاری کریں' ناگاہ پانی کا لوٹا اس کے ہاتھ سے گر کر ان کے چہرے پر گر گیا اور ان کا چہرہ زخمی ہو گیا' انہوں نے نظر اٹھا کر اس باندی کی طرف دیکھا' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "والکاظمین الغیظ" (غصہ کو پینے والے) آپ نے اس سے فرمایا: میں نے غصہ کو پی لیا۔ اس نے کہا: "والعافین عن الناس" (لوگوں کو معاف کر دینے والے) آپ نے فرمایا: اللہ تم کو معاف کرے' اس نے کہا: "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے) (آل عمران: ۱۳۴)' آپ نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔(الجامع لشعب الایمان ج ۱۰ ص ۵۴۵ 'رقم الحدیث: ۷۹۶۴ 'مکتبۃ الرشید' ریاض '۱۴۲۳ھ)

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ تم اپنی نیکی میں اس کو یاد رکھو' اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرو اور قرابت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ جب رشتہ دار تم سے تعلق توڑے تو تم اس سے تعلق جوڑو' وہ تم کو محروم رکھے تو تم اس کو عطا کرو اور وہ شخص معاف کرنے کا زیادہ مستحق ہے جو سزا دینے پر زیادہ قادر ہو اور جو شخص اپنے سے کمزور پر ظلم کرے اس کی عقل بہت کم ہے۔(الجامع لشعب الایمان ج ۱۰ ص ۵۴۸ 'رقم الحدیث: ۷۹۷۰ 'اس حدیث کی سند جید ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: جو شخص باوجود قدرت کے معاف کر دے۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۱۰ ص ۵۵۰ 'رقم الحدیث: ۷۹۷۴ 'اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

اس کے بعد فرمایا: ''بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا''۔

اس آیت میں ظالم سے مراد وہ شخص ہے جو بدلہ لینے میں حد سے تجاوز کرتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں O مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے O اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے O

(الشوریٰ: ۴۳-۴۱)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

مسلمان جب کافر سے بدلہ لے لے تو اس بدلہ لینے پر اس مسلمان کو ملامت کرنے کا کوئی جواز نہیں بلکہ اس کافر سے بدلہ لینے کی وجہ سے اس مسلمان کی تعریف اور تحسین کی جائے گی اور اگر مسلمان کسی ظالم مسلمان سے بدلہ لے پھر بھی اس کو ملامت نہیں کی جائے گی' پس کافر سے بدلہ لینا واجب ہے اور مسلمان سے بدلہ لینا مباح ہے اور مسلمان کو معاف کر دینا مستحب ہے۔

عام مسلمان اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کو خود سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟

اگر حکومت کے بجائے مسلمان خود اپنا بدلہ لے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر مسلمان کے بدن میں کوئی زخم آیا ہو یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوا ہو اور قاضی کے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہو کہ یہ شخص اپنا قصاص لینے کا مجاز ہے تاہم قاضی اس کو منع کرے گا کہ وہ ازخود قصاص نہ لے اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جرأت نہ کرے تاکہ کہیں خون ریزی کا دروازہ نہ کھل جائے اور اگر حکام کے نزدیک اس کے قصاص لینے کا حق ثابت نہ ہو اور وہ قصاص لے لے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا قصاص لینا جرم نہیں ہوگا اور حکام اور قانون کے نزدیک یہ جرم ہوگا اور اس کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

(۲) اگر کسی کے جرم کی سزا حد ہو جیسے زنا کی حد یا چوری کی حد تو کسی عام آدمی کو یہ سزا دینے کا حق نہیں ہے' اگر حاکم کے نزدیک اس کا جرم ثابت نہیں ہوا اور عام آدمی نے اس کو سزا دی تو اس کو پکڑ کر سزا دی جائے گی کیونکہ عام آدمی کو اپنے ہاتھ میں قانون لینے کا حق نہیں ہے اور نہ عام آدمی کو حد جاری کرنے کا حق ہے اور اگر حاکم کے نزدیک اس کا جرم ثابت ہو اور کسی نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا ہو تو اب دوبارہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ اب اس کا وہ محل قائم نہیں رہا جس

marfat.com
Marfat.com

پر حد جاری ہو سکتی ہے اور اگر اس کی حد کوڑے مارنا تھی تو پھر اس کو کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ اس پر حد جاری ہونے کا محل باقی ہے۔

(۳) اگر کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مالی حق ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے بہ زور اپنا حق وصول کرلے' مثلاً اس کی طرف تنخواہ نکلتی ہو یا اس کا اس پر قرض ہو یا دَین ہو' یہ اس صورت میں ہے کہ مقروض یا مدیون کو اس کے حق کا علم ہو اور اگر اس کو علم نہ ہو تو اگر صرف اس سے مطالبہ کرنے سے اس کا حق مل سکتا ہو تو پھر اس کو پکڑنا یا گرفتار کرنا جائز نہیں ہے اور اگر محض مطالبہ سے اس کو حق نہ مل سکتا ہو کیونکہ مقروض یا مدیون اس کے حق کا انکار کرتا ہو اور اس کے پاس اپنے حق پر گواہ نہ ہوں تو امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اب بھی اس کو پکڑنا یا اس کو گرفتار کرنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں اس کو گرفتار کرنا جائز نہیں ہے (مقروض سے مراد ہے جس نے اپنی ضرورت کے لیے نجی قرضہ لیا ہو اور مدیون سے مراد ہے جس نے مدت معین کے ادھار پر کوئی چیز خریدی ہو)۔

ظلم اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے مصادیق

الشوریٰ: ۴۲ میں فرمایا: ''مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے O''

یعنی جو لوگ اسلحہ کے زور پر لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں اور جبراً بھتہ لیتے ہیں' حکومت پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے مواخذہ کرے اور ان لوگوں کو ڈاکا ڈالنے اور جبراً بھتہ لینے سے روکے۔

مقاتل نے کہا: ظلم اور بغاوت سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ علانیہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں' کھلے عام شراب پیتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں اور دیگر گناہ کرتے ہیں' حکومت پر لازم ہے کہ ان کو لگام دے اور ان کی ناک میں نکیل ڈالے۔

مقاتل نے کہا: اس سے مراد مشرکین ہیں جو ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے اور ناحق سرکشی کرتے تھے۔

قتادہ نے کہا: یہ آیت ہر قسم کے ظلم کرنے والوں کے لیے عام ہے۔

انکم ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی تحقیق

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں: علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ یہ آیت: ''مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں'' (الشوریٰ: ۴۲) سورہ توبہ: ۹۱ کے مقابلہ میں ہے جس میں فرمایا ہے:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۚ نیکی کرنے والوں کے خلاف مواخذہ کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے والوں کے خلاف مواخذہ کی نفی فرمائی ہے اسی طرح ظلم کرنے والوں کے خلاف مواخذہ کو ثابت فرمایا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اگر سربراہ مملکت کسی ملک کے عوام پر ان کی آمدنی پر ٹیکس لگا دے اور کوئی شخص اس پر قادر ہو کہ وہ ٹیکس نہ ادا کرے تو آیا اس کے لیے ٹیکس ادا نہ کرنا جائز ہے یا نہیں' ہمارے علماء میں سے علامہ سحنون مالکی نے کہا: اگر وہ ٹیکس ادا نہ کرنے پر قادر ہے تو اس کے لیے ٹیکس ادا نہ کرنا جائز نہیں ہے اور علامہ ابوجعفر احمد بن نصر مالکی نے کہا: اس کے لیے ٹیکس ادا نہ کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۴۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

میں کہتا ہوں: حکومت ٹیکس اس لیے لگاتی ہے کہ اس کو اسلحہ خریدنے کے لیے' سڑکیں اور پل بنانے کے لیے سرمایہ چاہیے' اسی طرح فوج کو تنخواہیں دینے کے لیے' سرکاری ہسپتالوں' سرکاری اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سٹاف اور اساتذہ کو تنخواہیں دینے کے لیے عدالتوں اور ججوں کے اخراجات اور تنخواہوں کے لیے سرمایہ چاہیے۔ اسی طرح اور دیگر ملکی اور قومی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سرمایہ چاہیے اور یہ حکومت کی مجبوری اور اس کی جائز ضرورت ہے' اس ضرورت کو اموال ظاہرہ (تجارت کی خام اشیاء اور مصنوعات وغیرہ) پر زکوٰۃ اور عشر کی آمدنی سے پورا کیا جا سکتا ہے' لیکن ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی بلکہ اموال باطنہ یعنی بینک اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔

دوسرا المیہ یہ ہے کہ ملکی اور قومی ضروریات کے علاوہ مرکزی اور صوبائی وزراء اور ان کے بے تحاشا سٹاف کے اخراجات' ان کے سرکاری غیر ملکی دوروں اور ان کے تعیش اور اللّوں تللّوں کے اخراجات بھی ٹیکس کی آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں' ان کی تنخواہیں اور ان کی مراعات کے اخراجات لاکھوں سے متجاوز ہیں اور مہنگائی کے اس دور میں جس شخص کی آمدنی چھ ہزار روپے ماہانہ ہو اور اس پر پورے کنبہ کی کفالت کا بوجھ ہو اس کو بھی ان وزیروں اور مشیروں کی شاہ خرچیوں کے لیے ٹیکس دینا پڑتا ہے' جب کہ دوائیوں سے لے کر کھانے پینے کی اور دیگر ضروریات کی چیزوں پر اس کے علاوہ دہرا تہرا ٹیکس لگا ہوا ہے اور یوں عوام اپنی رگوں سے خون کو کشید کر کے سرکاری عملہ کی عیاشیوں کے لیے رقم فراہم کرتے ہیں' ایک وقت تھا کہ ۱۹۶۸ـ۱۹۵۸ تک مشرقی اور مغربی پاکستان کے کل ملا کر نو مرکزی وزراء تھے' اس وقت مشیر وغیرہ نہیں ہوتے تھے' اب مغربی پاکستان چار صوبوں پر مشتمل ہے اور ہر صوبہ میں ساٹھ سے زیادہ صوبائی وزراء ہیں' مشیروں کی تعداد الگ ہے' پھر ان کا سٹاف ہے اور پاکستان کے بجٹ کا بہت بڑا حصہ سرکاری عملہ کی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں کی نذر ہو جاتا ہے

ہونا یہ چاہیے کہ ملک کی جائز اور واقعی ضروریات کو اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کر کے پورا کیا جائے' پھر بھی اگر ضرورت پڑے تو سرمایہ داروں سے مناسب حد تک ٹیکس لگا کر اس خرچ کو پورا کیا جائے اور تنخواہ دار طبقہ سے انکم ٹیکس بالکل وصول نہ کیا جائے اور اگر ان سے بھی ٹیکس لینا ناگزیر ہو تو ان سے انکم ٹیکس لیا جائے جن کی ماہانہ آمدنی چالیس ہزار روپے سے زائد ہو اور جن ملازمین کی ماہانہ تنخواہ چھ سات ہزار روپے ہو ان سے بالکل ٹیکس نہ لیا جائے۔ اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء' دواؤں اور روز مرہ کی ضرورت کی چیزوں پر بالکل ٹیکس نہ لگایا جائے' لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے جب وزیروں اور مشیروں کی بے تحاشا بھرتی نہ کی جائے' ان کے غیر ضروری اسٹاف اور شاہ خرچیوں کو ختم کیا جائے' صدر اور وزیر اعظم کے سرکاری دوروں پر ان کے ساتھ جو بے تحاشا ان کے ٹاؤٹ جاتے ہیں اور ان کو شاپنگ کے لیے جو بے دریغ زر مبادلہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ کو ختم کیا جائے۔ ایک غریب ملک جو سود کے قرضوں سے چل رہا ہے' جس کے عوام کی فی کس آمدی چار پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے' اس کو یہ اللّے تللّے کب زیب دیتے ہیں۔

اپنے مال کے حق اور عزت کے حق کو معاف کرنے کے سلسلہ میں علماء کے نظریات

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ کسی مسلمان کا مال کسی دوسرے مسلمان پر نکلتا ہو یا اس کی عزت کسی نے مجروح کی ہو تو آیا وہ اپنے مال یا اپنی عزت کا حق معاف کر سکتا ہے یا نہیں' امام مالک کے نزدیک وہ اپنے مال کا حق تو معاف کر سکتا ہے' اپنی عزت کا حق معاف نہیں کر سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ. (الشوریٰ: ۴۲) مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ. (التوبہ:۹۱) نیکی کرنے والوں کے خلاف مواخذہ کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پس اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر اپنے مالی حق کو معاف کر دیتا تو یہ اس کی نیکی ہے اور اس سے مواخذہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی اس کی عزت کو مجروح کرتا ہے تو یہ اس کا ظلم ہے اور ظلم کرنے والے پر گرفت کرنا لازم ہے تا کہ وہ ظلم پر دلیر نہ ہو۔

سعید بن میسیب نے کہا: نہ وہ اپنا مال چھوڑے اور نہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ترک کرے' کیونکہ کسی مسلمان کے مال کو غصب کرنا اور اس کو بے عزت کرنا حرام ہے اور جب اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرنا لازم آئے گا اور یہ اللہ کے حکم کو تبدیل کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

ابن سیرین نے کہا: وہ اپنے مال کے حق کو بھی معاف کر سکتا ہے اور عزت کے حق کو بھی معاف کر سکتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انسان اپنے قصاص کے حق کو معاف کر سکتا ہے

امام مالک نے مال کے حق کو معاف کرنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

عبادہ بن الولید بن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد علم کی طلب میں انصار کے قبیلہ میں گئے' ہماری سب سے پہلے حضرت ابوالیسر سے ملاقات ہوئی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ان کے ساتھ ایک غلام تھا جس کے پاس صحائف کا ایک گٹھا تھا' حضرت ابوالیسر اور ان کے غلام دونوں نے ایک قسم کی دھاری دار چادر اور معافری کپڑا پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا: اے چچا! میں آپ کے چہرے پر غم وغصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں' انہوں نے کہا: بنوحرام کے فلاں بن فلاں شخص پر میرا مال تھا' میں اس کے گھر گیا' سلام کیا' پھر میں نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے؟ گھر والوں نے کہا: وہ یہاں نہیں ہے' پھر اچانک اس کا نوجوان بیٹا گھر سے نکلا' میں نے اس سے پوچھا: تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اس نے آپ کی آواز سنی تو وہ میری ماں کے چھپر کھٹ (پردوں والا پلنگ) میں چھپ گیا' میں نے کہا: اب نکل آؤ' مجھے پتا چل گیا ہے تم کہاں ہو؟ وہ باہر نکل آیا' میں نے پوچھا: تم مجھ سے کیوں چھپے تھے؟ اس نے کہا: میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اور میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اللہ کی قسم! میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ میں آپ سے بات کروں اور جھوٹ بولوں اور میں آپ سے کوئی وعدہ کروں اور اس کے خلاف کروں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اللہ کی قسم! میں ایک غریب آدمی ہوں' میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے کہا: اللہ کی قسم! پھر میں نے اس کے قرض کی دستاویز منگا کر اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور کہا: اگر تم ادا کر سکو تو ادا کر دینا ورنہ تم بری الذمہ ہو' پھر حضرت ابوالیسر نے اپنی دونوں آنکھوں پر انگلیاں رکھ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا: میرے اس دل نے یاد رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا۔ الحدیث

(صحیح مسلم: الزہد' رقم الحدیث: ۷۴' رقم الحدیث بلا تکرار: ۳۰۰۶' الرقم المسلسل: ۷۳۷۷)

یہ تو اس مقروض کے ساتھ نیکی ہے جو زندہ تھا اور جو قرض کی حالت میں مر گیا وہ اس نیکی کے زیادہ لائق ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۴۱۔۴۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہمارے نزدیک ان اقوال میں صحیح قول ابن سیرین کا ہے کہ انسان اپنے مال کا حق بھی معاف کر سکتا اور جان اور عزت کا حق بھی معاف کر سکتا ہے' مال کے حق کو معاف کرنے کی دلیل یہ آیت ہے: نیکی کرنے والوں کے خلاف مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے (التوبہ: ۹۱) اور حضرت ابوالیسر کی حدیث مذکور الصدر ہے اور جان اور عزت کے حق کو معاف کرنے کی دلیل یہ

marfat.com
Marfat.com

آیت ہے: پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے (الشوریٰ: ۴۰) اور حق قصاص کو معاف کرنے کی آیات ہیں اور بہ کثرت احادیث میں ہے ''واعف عمن ظلمک'' جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۷۰)

عزم' عزیمت اور رخصت کا معنیٰ

الشوریٰ: ۴۳ میں فرمایا: ''اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے''۔
یعنی جس نے اذیت اور تکلیف برداشت کرنے پر صبر کیا اور اس کو معاف کر دیا جس نے اس کے اوپر ظلم کیا تھا اور اس سے بدلہ نہیں لیا اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تو اس کا یہ صبر کرنا عزائم امور سے ہے اور یہ ایسا کام ہے جس کا بندہ کو عزم کرنا چاہیے' کیونکہ یہ ایسا کام ہے جس کی دنیا میں تعریف اور تحسین کی جاتی ہے اور آخرت میں اس پر اجر عظیم ملتا ہے۔
اس آیت میں ''عزم'' کا لفظ ہے' علامہ حسین بن راغب اصفہانی اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
عزم کا معنیٰ ہے: دل میں کسی کام کا پکا اور پختہ ارادہ کر لینا' خواہ کوئی اس کام سے کتنا ہی روکے میں یہ کام ضرور کروں گا' اسی لیے جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے اصالۃً فرض کیا ہے ان کو عزیمت کہتے ہیں اور کسی پیش آمدہ مشکل یا عارضہ کی بناء پر اس فرض میں جو آسانی کر دی جاتی ہے اس کو رخصت کہتے ہیں جیسے وطن میں ظہر' عصر اور عشاء میں چار رکعات فرض ہیں' یہ عزیمت ہے اور سفر کی مشقت کی وجہ سے ان اوقات میں دو رکعات فرض ہیں' اس کو رخصت کہتے ہیں۔
(المفردات ج ۲ ص ۴۳۴ ملخصاً و موضحاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
عزم کا معنیٰ ہے: وہ فرائض جن کو تمہارے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے عزم کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس کام کے کرنے پر تمہاری رائے پختہ اور مؤکد ہو گئی اور تم نے اس کام کو کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا۔ حدیث میں ہے:
لیعزم المسئلة. اسے چاہیے کہ وہ پوری کوشش اور قطعیت سے سوال کرے۔
(صحیح البخاری: الدعوات: ۲۱' صحیح مسلم الذکر: ۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳)

حضرت ام سلمہ نے فرمایا: ''فعزم اللہ لی''. اللہ نے میرے لیے قوت اور صبر کو پیدا کر دیا۔ (صحیح مسلم' الجنائز: ۵)
ایک اور حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اول حصہ میں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے احتیاط پر عمل کیا اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے عزیمت پر عمل کیا۔
(سنن ابوداؤد' الوتر: ۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۔۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابوبکر کو خدشہ تھا کہ کہیں نیند کے غلبہ سے وتر فوت نہ ہو جائیں' اس لیے انہوں نے احتیاط سے کام لیا اور وتر کو پہلے پڑھ لیا اور حضرت عمر کو اعتماد تھا کہ ان کو تہجد کی نماز پڑھنے کی قوت ہے' اس لیے انہوں نے اصل کے مطابق وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھے اور بغیر احتیاط کے عزم میں کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ جب تک قوت کے ساتھ احتیاط نہ ہو تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔
ایک اور حدیث میں ہے: ''الزکوۃ عزمة من عزمات اللہ'' یعنی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اور اس کے واجبات میں سے ایک واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد' الزکوٰۃ: ۵' سنن النسائی' الزکوٰۃ: ۷۔۴' مسند احمد ج ۵ ص ۴۔۲)

marfat.com
Marfat.com

ایک اور حدیث میں ہے: اللہ رخصت پر عمل کرنے کو بھی اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح عزیمت پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸' النہایہ ج ۳ ص ۲۱۰۔۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

عزم کا معنیٰ ہے: کوشش کرنا اور عزم کا معنیٰ ہے: تم نے اپنے دل میں جس کام کی گرہ باندھ لی اور عزم کا معنیٰ ہے: تم نے کسی کام کو کرنے کی قسم کھالی' "اولو العزم من الرسل" کا معنیٰ ہے: وہ رسول جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا عزم کیا' تفسیر میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اولو العزم رسل ہیں اور عزم کا معنیٰ صبر ہے' حدیث میں ہے: حضرت سعد نے کہا: "فلما اصابنا البلاء اعتزمنا لذالک" ہم پر جب مصیبت آئی تو ہم نے اس پر عزم کیا یعنی صبر کیا اور اس مصیبت کو برداشت کیا۔ ابن منظور نے عزم کے اور بھی بہت معانی لکھتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۴۰' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَ

جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے O اور

تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ

آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے

طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ

ہوں گے' کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہہ رہے ہوں گے کہ بے شک

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ

نقصان زدہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا'

عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ

سنو! بے شک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہیں O اور اللہ کے سوا ان کے کوئی حمایتی نہیں ہیں جو ان کی مدد کرسکیں

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا

اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے کوئی سیدھی راہ نہیں ہے O تم اپنے رب کا

marfat.com
Marfat.com

لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ

حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ

ہو گی اور نہ تمہارے لیے انکار کی گنجائش ہو گی ○ پس اگر یہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا

نگران بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے اور بے شک جب ہم انسان

الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

کو اپنے پاس سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

مصیبت آئے تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے ○ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے' وہ جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جس کو چاہے بیٹے

الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ

عطا فرمائے ○ یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد کر دے

عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا

وہ بے حد علم والا' بہت قدرت والا ہے ○ اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا

وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ

وحی کے یا پردے کی اوٹ سے' یا اللہ کسی فرشتہ کو بھیج دے پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے

مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

وہ وحی کرے' بے شک وہ بہت بلند' بے حد حکمت والا ہے ○ اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح

marfat.com

Marfat.com

أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ

(قرآن) کی وحی کی ہے' اس سے پہلے آپ ازخود یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' لیکن ہم نے اس

نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلٰى

کتاب کو نور بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور بے شک آپ ضرور صراط مستقیم کی

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

طرف ہدایت دیتے ہیں O اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کا مالک ہے

ع ۵ / ۶ فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللّٰهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۵۳﴾ ع

سنو! اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت ہے O اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے' کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہہ رہے ہوں گے کہ بے شک نقصان زدہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا' سنو بے شک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہیں O اور اللہ کے سوا ان کے کوئی حمایتی نہیں ہیں جو ان کی مدد کر سکیں اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے کوئی سیدھی راہ نہیں ہے O (الشوریٰ: ۴۶۔۴۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دینے کی نسبت کرنی چاہیے اور گمراہ کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کرنی چاہیے

الشوریٰ: ۴۴ کا معنیٰ ہے: اور جس کے لیے اللہ گم راہی کو پیدا کر دے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے گم راہ کرنے کے بعد اس کو سیدھی راہ پر لے آئے ماسوا اس کے جس کو اللہ تعالیٰ گم راہ کرنے کے بعد ازخود ہدایت دے دے۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ گم راہ کرنا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۰۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بندہ کے لیے اللہ تعالیٰ اسی چیز کو پیدا فرماتا ہے جس کو بندہ اختیار کرتا ہے ورنہ جزاء اور سزا بے معنیٰ ہوں گے اور بندہ جب کفر اور شرک کو اختیار کرتا ہے یا فحش اور بُرے کاموں کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ویسے افعال پیدا کر دیتا ہے' تاہم ہمارے نزدیک یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ گم راہ کرنا اللہ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف اچھائی کی نسبت کرنی چاہیے اور بُرائی کی نسبت بندہ کو اپنے نفس کی طرف کرنی چاہیے' ہر چند کہ ہدایت اور گم راہی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں لیکن کہنا یوں چاہیے کہ ہدایت اللہ کی طرف سے ہے اور گم راہی انسان کے اپنے اختیار اور اس کے نفس کے شر کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا دنیا میں واپس جانے کی

marfat.com
Marfat.com

کوئی صورت ہے؟''

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کفار آخرت میں عذاب کی شدت کو دیکھیں گے تو اس وقت وہ دوبارہ دنیا میں واپس جانے کو طلب کریں گے اور اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بہت ہیں لیکن ان کو دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اگر ان کو دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو وہ پھر وہی کام کریں گے جو وہ اس سے پہلے کرتے رہے تھے۔

الشوریٰ: ۴۵ میں فرمایا: ''اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے' کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے''۔

اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں قیامت کے دن کفار کے بینا ہونے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں نابینا ہونے کا ذکر ہے

یعنی وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر نہیں دیکھ رہے ہوں گے جس طرح کوئی شخص اس چیز کو دیکھتا ہے جو اس کو بہت پسند اور مرغوب ہو اور جس چیز سے انسان بہت خوف زدہ اور دہشت زدہ ہو اس کو تھوڑی سی پلکیں اٹھا کر دیکھتا ہے' خصوصاً اس چیز کو جس کا منظر بہت خوفناک اور بہت دہشت ناک ہو۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ پر ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور اللہ قیامت کے دن ان کو مونہوں کے بل اٹھائے گا' اس وقت یہ اندھے' بہرے اور گونگے ہوں گے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کفار قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو وہ اندھے ہوں گے اور الشوریٰ: ۴۵ سے یہ معلوم ہوا کہ اس وقت وہ بینا ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ابتداء میں وہ بینا ہوں اور بعد میں ان کی بینائی سلب کر کے ان کو اندھا کر دیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار کا ایک گروہ بینا ہو اور دوسرا گروہ اندھا ہو۔

نیز اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ''سنو! بے شک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہیں''۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں: جس طرح کفار ظالم ہیں اسی طرح فساق بھی ظالم ہیں' پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا اس کو دائمی عذاب ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جب ظالم کا لفظ مطلقاً آئے تو اس سے کافر مراد ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۵۴)

ظلم کرنے والے کافر ہی ہیں ۝

کیونکہ جب مسند اور مسند الیہ دونوں معرفہ ہوں اور ان کے درمیان ضمیر فصل ہو تو پھر مسند کا مسند الیہ میں حصر ہوتا ہے۔ اور اس کی تاکید اس کے بعد والی آیت سے ہوتی ہے:

الشوریٰ: ۴۶ میں فرمایا: ''اور اللہ کے سوا ان کے کوئی حمایتی نہیں ہیں جو ان کی مدد کر سکیں اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے کوئی سیدھی راہ نہیں ہے ۝''

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار جن بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ان کی اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے وہ قیامت کے دن ان کی شفاعت نہیں کر سکیں گے اور ان کا مقصد ناکام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے' اس

marfat.com
Marfat.com

دن نہ تمہارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی O پس اگر یہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے اور بے شک جب ہم انسان کو اپنے پاس سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آئے تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے O تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے' وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے' وہ جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرمائے O یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد کر دے' وہ بے حد علم والا' بہت قدرت والا ہے O (الشوریٰ: ۴۷۔۵۰)

وعد اور وعید سنانے کے بعد انسان کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ اور آخرت میں اجر و ثواب کی بشارت دی تھی اور ایمان نہ لانے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی پر قیامت کے دن عذاب کی وعید سنائی تھی اور ان خبروں سے مقصود یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے' اس لیے یہاں فرمایا ہے کہ تم اس دن کے آنے سے پہلے ایمان لے آؤ جو ٹلنے والا نہیں ہے' اس دن سے مراد موت کا دن ہے' یا قیامت کا دن ہے اور یہ دونوں دن ٹلنے والے نہیں ہیں اور موت کے وقت انسان عذاب کے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے اور قیامت کے دن بھی غیب کی خبروں کے وقوع کا مشاہدہ کر لیتا ہے' اس لیے موت کے وقت ایمان لانا مفید ہوگا اور نہ قیامت کے دن اور اس دن اللہ کے عذاب سے انسان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور نہ قیامت کے دن کوئی جائے پناہ ہوگی اور اگر انسان اس دن' دنیا میں کیے ہوئے بُرے کاموں کا انکار کرے تو اس کا یہ انکار کرنا بھی اس کے لیے کچھ مفید نہیں ہوگا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے' ہم نے آپ کو ان کے اوپر نگران اور محافظ بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو صرف دین اسلام کو پہنچا دینا تھا سو وہ آپ نے پہنچا دیا۔

انسان کے کفر کا سبب

اس کے بعد فرمایا: ''اور بے شک جب ہم انسان کو اپنے پاس سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آئے تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے O''

آیت کے اس حصہ میں یہ بتایا ہے کہ کفار کی اپنے مذاہب باطلہ پر اصرار کرنے کی وجہ کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں وافر مقدار میں نعمتیں حاصل ہوئیں' خوش حالی اور آسودگی ملی اور بہت سے لوگوں پر ان کو ریاست حاصل ہوئی' جس کی وجہ سے ان میں تکبر اور غرور پیدا ہو گیا اور حق کی پیروی کرنے میں ان کو عار محسوس ہونے لگا' اس لیے فرمایا: ''اور بے شک جب ہم انسان کو اپنے پاس سے رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے'' چکھانے کا لفظ اس لیے فرمایا کہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں یہ بہت معمولی نعمت ہے' جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو' پھر فرمایا: اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے' مثلاً کوئی بیماری یا تنگ دستی تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے' یعنی جب ہم اس کو نعمتیں اور راحتیں عطا فرماتے ہیں تو یہ ہمارا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ ان نعمتوں کو اپنی عقل اور فہم کا نتیجہ سمجھتا ہے اور جب ہم اس پر کوئی مصیبت نازل کرتے ہیں تو یہ اس مصیبت میں توبہ اور استغفار کر کے ہماری طرف رجوع نہیں کرتا۔

الشوریٰ: ۵۰۔۴۹ میں فرمایا: ''تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے' وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے' وہ جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرمائے یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد کر

marfat.com

Marfat.com

دے وہ بے حد علم والا بہت قدرت والا ہے O"

مذکر اور مؤنث کی پیدائش کی علامات

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور ہر چیز اس کے زیر قدرت اور زیر تصرف ہے اور اس کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ جس کو چاہے اولاد کی نعمت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہے محروم رکھتا ہے اگر شوہر اور بیوی دونوں بانجھ ہوں اور وہ یہ چاہیں کہ ان کے اپنے نطفہ اور نسوانی انڈے سے اولاد ہو تو کسی طریقہ سے بھی ان کی اولاد نہیں ہوسکتی' ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ نہ کلوننگ کے ذریعہ' اس لیے اولاد کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

ان آیتوں میں انسان کے ہاں اولاد کے مذکر یا مؤنث ہونے کا ذکر ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں فرمایا: مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد ہوتا ہے' جب یہ دونوں پانی جمع ہو جائیں تو اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غلبہ پا لے تو اللہ کے حکم سے مذکر پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غلبہ پالے تو اللہ کے حکم سے مؤنث پیدا ہوتی ہے' پھر وہ یہودی آپ کی تصدیق کر کے چلا گیا۔ (صحیح مسلم' کتاب الحیض رقم الحدیث: ۳۱۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۰۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: جب عورت کو احتلام ہو جائے اور وہ پانی کو دیکھ لے تو کیا وہ بھی غسل کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ نے اس عورت سے کہا: تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رہنے دو' بچہ جو کسی کے مشابہ ہوتا ہے تو اسی وجہ سے ہوتا ہے' جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہو تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۱۳' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۲۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰۰' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۱۲۶۲)

انبیاء علیہم السلام کو اولاد عطا فرمانے کی تفصیل

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں کہ نقاش نے کہا ہے کہ:

ہر چند کہ اس آیت کا حکم عام ہے لیکن یہ آیت بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیاں دیں' ان کو بیٹے نہیں دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے دیئے' ان کو بیٹیاں نہیں دیں اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بیٹے اور بیٹیاں دیں' اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے اور بیٹیاں دیں' آپ کو تین بیٹے دیئے: حضرت قاسم' حضرت عبداللہ ان کو الطیب اور الطاہر بھی کہا جاتا ہے' یہ دونوں صاحبزادے حضرت خدیجہ سے ہوئے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہوئے اور چار بیٹیاں دیں: حضرت زینب' حضرت ام کلثوم' حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن' یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں اور بعض انبیاء علیہم السلام سے اولاد نہیں ہوئی' جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد ہونے یا نہ ہونے یا مذکر یا مؤنث ہونے میں ہر شخص کے لیے کسی نہ کسی نبی کی زندگی میں نمونہ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۴۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ

الشوریٰ: ۴۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وہ جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرمائے" اس آیت میں

marfat.com
Marfat.com

بیٹیاں دینے کو بیٹے دینے پر مقدم فرمایا ہے' امام رازی نے اس تقدیم کی حسب ذیل وجوہ بیان فرمائی ہیں:

(۱) بیٹے کا پیدا ہونا خوشی کا باعث ہے اور بیٹی کا پیدا ہونا غم کا باعث ہے' اگر پہلے بیٹے کا ذکر فرماتا اور پھر بیٹی کا تو انسان کا ذہن خوشی سے غم کی طرف منتقل ہوتا اور جب پہلے بیٹی دینے کا ذکر فرمایا اور پھر بیٹا دینے کا تو انسان کا ذہن غم سے خوشی کی طرف منتقل ہوگا اور یہ کریم کی عطا کے زیادہ لائق ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ پہلے بیٹی دے گا تو بندہ اس پر صبر اور شکر کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور جب اس کے بعد اللہ تعالیٰ بیٹا دے گا تو بندہ جان لے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے' پھر اس کا شکر اور اس کی اطاعت زیادہ کرے گا۔

(۳) عورت کم زور اور ناقص العقل اور ناقص الدین ہوتی ہے' اس لیے عورت کے ذکر کے بعد مرد کے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ جب عجز اور حاجت زیادہ ہو تو اللہ کی عنایت اور اس کا فضل زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) عموماً ماں باپ کے نزدیک بیٹی کا وجود حقیر اور ناگوار ہوتا ہے' زمانہ جاہلیت میں عرب بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کے ذکر کو بیٹوں کے ذکر پر مقدم کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ لوگوں کے نزدیک بیٹی حقیر اور ناگوار ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیٹی مرغوب اور پسندیدہ ہے' اس لیے اس نے بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردہ کی اوٹ سے' یا اللہ کسی فرشتے کو بھیج دے پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے' بے شک وہ بہت بلند' بے حد حکمت والا ہے ○ اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے' اس سے پہلے آپ از خود یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور بے شک آپ ضرور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں ○ اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کا مالک ہے' سنو! اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹتے ہیں ○ (الشوریٰ: ۵۳۔۵۱)

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

نقاش نے بیان کیا کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہود نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ اللہ سے کلام کیوں نہیں کرتے اور اللہ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا اور اس کی طرف دیکھا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے'' یہاں وحی کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اس کے قلب میں کسی معنیٰ کو ڈال دیا جاتا ہے' پس وہ الہام ہے۔

(۲) زہیر بن محمد نے کہا: اس کو خواب میں کوئی چیز دکھائی جاتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''یا پردہ کی اوٹ سے''۔ زہیر نے کہا: جیسے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا۔

پھر فرمایا: ''یا اللہ کسی فرشتے کو بھیج دے پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے'' زہیر نے کہا: اس سے مراد حضرت جبریل ہیں اور اس وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام سے خطاب ہوتا ہے' انبیاء علیہم السلام بالمشافہہ فرشتے کو دیکھتے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں اور اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام ہر نبی پر نازل ہوئے لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت زکریا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے سوا ان کو کسی نے نہیں دیکھا اور ان کے علاوہ دوسرے نبیوں پر وحی الہام کی صورت میں نازل ہوتی تھی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ اس آیت (الشوریٰ: ۵۱) کی مختصر تفسیر ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ وحی فرمائے' پردہ کی اوٹ سے کلام فرمائے' یا فرشتہ کے ذریعہ کوئی پیغام بھیجے' اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے وحی پر مفصل بحث کی ہے' ہر چند کہ ہم تبیان القرآن کی جلد اول میں اس پر بحث کر چکے ہیں لیکن آیت کی مناسبت سے یہاں بھی کچھ ضروری امور بیان کرنا چاہتے ہیں' اس بحث میں ہم وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کریں گے' ضرورت وحی اور ثبوت وحی کو بیان کریں گے اور وحی کی اقسام بیان کریں گے۔ **فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق**

وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حدیث میں وحی کا بہ کثرت ذکر ہے' لکھنے' اشارہ کرنے' کسی کو بھیجنے' الہام اور کلام خفی پر وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(نہایہ ج ۴ ص ۱۶۳' مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

اشارہ' لکھنا' مکتوب' رسالۃ' الہام' کلام خفی' ہر وہ چیز جس کو تم غیر کی طرف القاء کرواسے اور آواز کو وحی کہتے ہیں۔

(قاموس ج ۴ ص ۵۷۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی اس کلام کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرف نازل فرماتا ہے۔ ابن الانباری نے کہا: اس کو وحی اس لیے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کلام کو لوگوں سے مخفی رکھتا ہے اور وحی نبی کے ساتھ مخصوص ہے جس کو لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے' لوگ ایک دوسرے سے جو خفیہ بات کرتے ہیں وہ وحی کا اصل معنیٰ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (الانعام: ۱۱۲)

اور اس طرح ہم نے سرکش انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا جو خفیہ طور سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں۔

اور ابو اسحٰق نے کہا ہے کہ وحی کا لغت میں معنیٰ ہے: خفیہ طریقہ سے خبر دینا' اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں' ازہری نے کہا ہے: اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں' اشارہ کے متعلق یہ آیت ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ (مریم: ۱۱)

سو زکریا اپنی قوم کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر نکلے پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام (اللہ کی) تسبیح کیا کرو ○

اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو خفیہ طریقہ سے کلام کیا گیا اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔ (الشوریٰ: ۵۱)

اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے' مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے' یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ پہنچائے جو اللہ چاہے۔

marfat.com
Marfat.com

بشر کی طرف وحی کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بشر کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر دے' یا الہام کے ذریعہ' یا خواب کے ذریعہ' یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی تھی' یا جس طرح سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور یہ سب اعلام (خبر دینا) ہیں' اگرچہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

(تاج العروس' ج ۱۰ ص ۳۸۵' مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: وحی کا اصل معنیٰ سرعت کے ساتھ اشارہ کرنا ہے' یہ اشارہ کبھی رمز اور تعریض کے ساتھ کلام میں ہوتا ہے اور کبھی محض آواز سے ہوتا ہے' کبھی اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے اور کبھی لکھنے سے ہوتا ہے' جو کلمات انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء کیے جاتے ہیں ان کو بھی وحی کہا جاتا ہے' یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے جو دکھائی دیتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے' جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی خاص شکل میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی کے دکھائی دیئے بغیر کلام سنا جاتا ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور کبھی دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے۔ جیسے حدیث میں ہے: جبرئیل نے میرے دل میں بات ڈال دی' اس کو نفث فی الروح کہتے ہیں اور کبھی یہ القاء اور الہام کے ذریعہ ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ (القصص: ۷)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔

اور کبھی یہ القاء تسخیر ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل: ۶۸)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈالا کہ پہاڑوں میں' درختوں میں اور ان چھپریوں میں گھر بنا جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں ۝

اور کبھی خواب میں القاء کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: نبوت منقطع ہوگئی ہے اور سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

(المفردات ص ۵۱۶۔۵۱۵' ملخصاً' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی وحی کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کم و بیش یہی لکھا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۸۱۔۳۷۹' مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ' قم ایران)

علامہ بدرالدین عینی نے وحی کا اصطلاحی معنیٰ یہ لکھا ہے:

اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی پر جو کلام نازل کیا جاتا ہے وہ وحی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

اور علامہ تفتازانی نے الہام کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے:

دل میں بہ طریق فیضان کسی معنیٰ کو ڈالنا' یہ الہام ہے۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی)

ضرورت وحی اور ثبوت وحی

انسان مدنی الطبع ہے اور مل جل کر رہتا ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے خوراک' کپڑوں اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور افزائش نسل کے لیے نکاح کی ضرورت ہے۔ ان چار چیزوں کے حصول کے لیے اگر کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہو تو ہر زور آور اپنی ضرورت کی چیزیں طاقت کے ذریعہ کمزور سے حاصل کرلے گا۔ اس لیے عدل اور انصاف کو قائم

marfat.com
Marfat.com

کرنے کی غرض سے کسی قانون کی ضرورت ہے اور یہ قانون اگر کسی انسان نے بنایا تو وہ اس قانون میں اپنے تحفظات اور اپنے مفادات شامل کرے گا' اس لیے یہ قانون مافوق الانسان کا بنایا ہوا ہونا چاہیے تاکہ اس میں کسی کی جانب داری کا شائبہ اور وہم و گمان نہ ہو اور ایسا قانون صرف خدا کا بنایا ہوا قانون ہو سکتا ہے۔ جس کا علم خدا کے بتلانے اور اس کے خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان عقل سے خدا کے وجود کو معلوم کر سکتا ہے' عقل سے خدا کی وحدانیت کو بھی جان سکتا ہے' قیامت کے قائم ہونے حشر و نشر اور جزاء و سزا کو بھی عقل سے معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ عقل سے اللہ تعالیٰ کے مفصل احکام کو معلوم نہیں کر سکتا۔ وہ عقل سے یہ جان سکتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور ناشکری بُری بات ہے لیکن وہ عقل سے یہ نہیں جان سکتا کہ اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے' اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ہوگا اور اسی کا نام وحی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں عبث اور بے مقصد نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور حقوق اور فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے۔ بُرے کاموں اور بُری خصلتوں سے بچے اور اچھے کام اور نیک خصلتیں اپنائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کیا کیا ہیں؟ اور وہ کس طرح ادا کی جائیں' وہ کون سے کام ہیں جن سے بچا جائے اور وہ کون سے کام ہیں جن کو کیا جائے' اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان کو بنیادی طور پر کھانے پینے کی اشیاء' کپڑوں اور مکان کی حاجت ہے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے ازدواج کی ضرورت ہے' لیکن اگر کسی قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر ان چیزوں کو حاصل کیا جائے تو یہ نری (خالص) حیوانیت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے ان کو حاصل کیا جائے تو یہ محض عبادت ہے اور اس قاعدہ اور ضابطہ کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور اس کی خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

بعض چیزوں کو ہم حواس کے ذریعہ جان لیتے ہیں جیسے رنگ' آواز اور ذائقہ کو اور بعض چیزوں کو عقل سے جان لیتے ہیں جیسے دو اور دو کا مجموعہ چار ہے یا مصنوع کے وجود سے صانع کے وجود کو جان لیتے ہیں' لیکن کچھ ایسی چیزیں جن کو حواس سے جانا جا سکتا ہے نہ عقل سے' مثلاً نماز کا کیا طریقہ ہے' کتنے ایام کے روزے فرض ہیں' زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے اور کس چیز کا کھانا حلال ہے اور کس چیز کا کھانا حرام ہے۔ غرض عبادات اور معاملات کے کسی شعبہ کو ہم حواس خمسہ اور عقل کے ذریعہ نہیں جان سکتے' اس کو جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے وحی۔

بعض اوقات حواس غلطی کرتے ہیں مثلاً ریل میں بیٹھے ہوئے شخص کو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بخار زدہ شخص کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے اور حواس کی غلطیوں پر عقل تنبیہ کرتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات عقل بھی غلطی کرتی ہے مثلاً عقل یہ کہتی ہے کہ کسی ضرورت مند کو مال نہ دیا جائے' مال کو صرف اپنے مستقبل کے لیے بچا کے رکھا جائے اور جس طرح حواس کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے' اسی طرح عقل کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیے وحی کی ضرورت ہے۔

وحی کی تعریف میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو جو چیز بتلاتا ہے وہ وحی ہے اور نبوت کا ثبوت معجزات سے ہوتا ہے' اب یہ بات بحث طلب ہے کہ وحی کے ثبوت کے لیے نبوت کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر نبوت کے بغیر وحی کا ثبوت ممکن ہوتا تو اس دنیا کا نظام فاسد ہو جاتا' مثلاً ایک شخص کسی کو قتل کر دیتا اور کہتا: مجھ پر وحی اتری تھی کہ اس شخص کو قتل

marfat.com
Marfat.com

کردو۔ ایک شخص بہ زور کسی کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا اور کہتا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ اس کے مال پر قبضہ کر لو' اس لیے ہر کس و ناکس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ وحی کا دعویٰ کرے۔ وحی کا دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا ہو۔ لہٰذا وحی کا دعویٰ صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور نبوت کا دعویٰ تب ثابت ہو گا جب وہ اس کے ثبوت میں معجزات پیش کرے گا۔

ایک سوال یہ ہوا کہ جب نبی کے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو نبی کو کیسے یقین ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے اور یہ اللہ کا کلام لے کر آیا ہے' امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرشتہ نبی کے سامنے اپنے فرشتہ ہونے اور حامل وحی الٰہی ہونے پر معجزہ پیش کرتا ہے اور امام غزالی کی بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ایسی صفت عطا فرماتا ہے جس سے وہ جن' فرشتہ اور شیطان کو الگ الگ پہچانتا ہے جیسے ہم انسانوں' جانوروں اور نباتات اور جمادات کو الگ الگ پہچانتے ہیں کیونکہ ہماری رسائی صرف عالم شہادت تک ہے اور نبی کی پہنچ عالم شہادت میں بھی ہے اور عالم غیب میں بھی ہے۔

وحی کی اقسام

بنیادی طور پر وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی متلو اور وحی غیر متلو' اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ اور معانی کا نزول ہو تو یہ وحی متلو ہے اور یہی قرآن مجید ہے اور اگر آپ پر صرف معانی نازل کیے جائیں اور آپ ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کریں تو یہی وحی غیر متلو ہے اور اس کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی متعدد صورتیں ہیں جن کا احادیث صحیحہ میں بیان کیا گیا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح (مسلسل) آتی ہے اور یہ مجھ پر بہت شدید ہوتی ہے' یہ وحی (جب) منقطع ہوتی ہے تو میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی میرے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے' وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا جاتا ہے میں اس کو یاد کرتا جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی نازل ہوتی اور جس وقت وحی ختم ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری ج ۱ص ۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کی صرف دو صورتیں بیان کی ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ بدر الدین عینی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ قائل اور سامع میں کوئی مناسبت ہونی چاہیے تاکہ ان میں تعلیم اور تعلم اور افادہ اور استفادہ متحقق ہو سکے اور یہ انصاف یا تو اس طرح ہو گا کہ سامع پر قائل کی صفت کا غلبہ ہو اور وہ قائل کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور صلصلة الجرس (گھنٹی کی آواز) سے یہی پہلی قسم مراد ہے' اور یا قائل سامع کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے جس میں فرشتہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر آپ سے کلام کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی پہلی قسم کی تشبیہ گھنٹی کی آواز کے ساتھ دی ہے' جس کی آواز مسلسل سنائی دیتی ہے اور اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا' اس میں آپ نے یہ متنبہ کیا ہے کہ جس وقت یہ وحی قلب پر نازل ہوتی ہے تو آپ کے قلب پر خطاب کی ہیبت طاری ہوتی ہے اور وہ قول آپ کو حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس قول کے ثقل کی وجہ سے اس وقت آپ کو اس کا پتا نہیں

marfat.com

Marfat.com

چلتا اور جب اس کے جلال کی ہیبت زائل ہو جاتی ہے تو پھر آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور وحی کی یہ قسم ایسی ہے جیسے ملائکہ پر وحی نازل ہوتی ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پروں کو جھڑ جھڑاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر ماری جائے اور جب ان کے دلوں سے وہ ہیبت زائل ہوتی ہے تو وہ آپس میں کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: حق فرمایا اور وہ عظیم اور کبیر ہے اور اس حدیث میں ہم پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ وحی کی پہلی قسم دوسری سے شدید ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت بشری سے فرشتہ کی حالت کی طرف منتقل ہوتے تھے' پھر آپ پر اس طرح وحی کی جاتی تھی جس طرح فرشتوں پر وحی کی جاتی ہے اور یہ آپ کے لیے مشکل تھا اور دوسری قسم میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور یہ قسم آپ کے لیے آسان تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گھنٹی کی آواز میں ہر چند کہ عام لوگوں کے لیے کوئی معنیٰ اور پیغام نہیں ہوتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس آواز میں کوئی معنی اور پیغام ہوتا تھا جیسا کہ اس ترقی یافتہ دور میں ہم دیکھتے ہیں جب ٹیلی گرام دینے کا عمل کیا جاتا ہے تو ایک طرف سے صرف ٹک ٹک کی آواز ہوتی ہے اور دوسرے طرف اس سے پورے پورے جملے بنا لیے جاتے ہیں' اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وحی کی یہ آواز بہ ظاہر صرف گھنٹی کی مسلسل ٹن ٹن کی طرح ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں پورے پورے فصیح و بلیغ جملے موجود ہوں۔

علامہ بدر الدین عینی نے نزول وحی کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) کلام قدیم کو سننا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا' جس کا ذکر آثار صحیحہ میں ہے۔

(۲) فرشتہ کی رسالت کے واسطہ سے وحی کا موصول ہونا۔

(۳) وحی کو دل میں القاء کیا جائے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: روح القدس نے میرے دل میں القاء کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اسی طرح وحی کی جاتی تھی اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے جو وحی کا لفظ بولا جاتا ہے وہ الہام یا تسخیر کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف (ج ۱ ص ۱۵۴۔۱۵۳' مطبوعہ ملتان) میں نزول وحی کی یہ سات صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی واقعہ دکھایا جائے۔

(۲) گھنٹی کی آواز کی شکل میں آپ کے پاس وحی آئے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں کوئی معنیٰ القاء کیا جائے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آئے اور حضرت جبرئیل آپ کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئیں' حضرت دحیہ کی شکل میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حسین ترین شخص تھے' حتیٰ کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر چلا کرتے تھے' مبادا عورتیں ان کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہوں۔

(۵) حضرت جبرائیل آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئیں' اس صورت میں ان کے چھ سو پر تھے جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے تھے۔

(۶) اللہ تعالیٰ آپ سے یا تو بیداری میں پردہ کی اوٹ سے ہم کلام ہو جیسا کہ معراج کی شب ہوا' یا نیند میں ہم کلام ہو' جیسے

marfat.com
Marfat.com

جامع ترمذی میں ہے: اللہ تعالیٰ میرے پاس حسین صورت میں آیا اور فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

(۷) اسرافیل علیہ السلام کی وحی' کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسرافیل کے سپرد کر دیا گیا تھا اور وہ تین سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہے اور وہ آپ کے پاس وحی لاتے تھے' پھر آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا اور مسند احمد میں سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام رہے اور وہ آپ کو بعض کلمات اور بعض چیزوں کی خبر دیتے تھے' اس وقت تک آپ پر قرآن مجید نازل نہیں ہوا تھا اور جب تین سال گزر گئے تو پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس رہے' پھر بیس سال آپ پر آپ کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا' دس سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ البتہ واقدی وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے علاوہ آپ کو اور کسی فرشتہ کے سپرد نہیں کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق شارحین حدیث کی تحقیق

مفسرین نے اس چیز میں بحث کی ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا' آیا اس وقت آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے یا نہیں؟ صاحب کشاف اور بعض دیگر مفسرین نے کہا: آپ نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا' لیکن حجاب کی اوٹ سے کلام فرمایا' کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردہ کی اوٹ سے یا اللہ کسی فرشتے کو بھیج دے''۔ الآیۃ (الشوریٰ: ۵۱)

قرآن مجید کی اسی آیت کی بناء پر حضرت عائشہ نے اس بات کا انکار کیا کہ شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۶۸)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے آیا اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے یا نہیں' اکثر مبتدعین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں ممکن ہے نہ آخرت میں ممکن ہے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں' اس میں بھی متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے' حضرت عائشہ' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مؤقف یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا اور متکلمین اور محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے اور متقدمین کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے' انہوں نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام کے ساتھ مخصوص ہیں' حضرت ابراہیم خلیل ہونے کے ساتھ مخصوص ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیدار کے ساتھ مخصوص ہیں' حضرت ابوذر' حضرت کعب اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مؤقف ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے' امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی یہی قول منقول ہے اور مشائخ کی ایک جماعت نے اس میں توقف کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کے ثبوت میں کوئی دلیل قطعی ہے نہ اس کی نفی میں کوئی دلیل قطعی ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے' جیسا کہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت ہے' دلائل عقلیہ علم کلام میں مذکور ہیں اور دلائل نقلیہ میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے دیدار کا سوال کرنا ہے۔ ''رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ'' (الاعراف: ۱۴۳) اے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف

marfat.com
Marfat.com

دیکھوں گا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا سوال کرنا جائز ہے' اگر ان کو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے تو وہ اس کو دیکھنے کا سوال نہ کرتے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ۝ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ۝ (القیامۃ: ۲۳۔۲۲)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان قرار دیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کی طرف دیکھیں گے اور جب بندوں کا آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے تو دنیا میں بھی دیکھنا ممکن ہے' کیونکہ احکام عقلیہ کے لحاظ سے دونوں وقتوں میں کوئی فرق نہیں ہے' اسی طرح احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جب آخرت میں دیکھنا ثابت ہے تو پھر دنیا میں بھی دیکھنا ثابت ہوگا۔

پھر اس میں بحث ہے کہ شب معراج ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں' اس میں بھی کسی جانب دلیل قطعی نہیں ہے' نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ شب معراج آپ نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا ہے یا نہیں' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' جعفر بن محمد اور ابوالحسن اشعری کا مؤقف ہے کہ آپ نے اپنے رب سے بلاواسطہ کلام کیا ہے اور متکلمین کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے اور ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور اس میں بھی اسی طرح طرفین کے دلائل ہیں جس طرح دیدار کے مسئلہ میں دلائل ہیں۔

بلکہ بعض مشائخ نے الشوریٰ: ۵۱ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اس سے بلاواسطہ کلام کیا ہے' انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی تین قسمیں ہیں: (۱) حجاب کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا (۲) فرشتوں کو بھیج کر جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام نے کلام کیا (۳) اس کے بعد صرف ایک قسم رہ گئی اور وہ ہے کہ مع المشاہدہ کلام ہو' تاہم اس استدلال پر نظر ہے۔

(المفہم ج ۱ ص ۴۰۵۔۴۰۱' ملخصاً' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور اس حدیث کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا' کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا" حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا اصحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جا سکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے' یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے' علامہ معمر بن راشد نے کہا: اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت

marfat.com
Marfat.com

ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ' حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں' حضرت ابن عباس کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرھا کی روایات رؤیت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رؤیت کا انکار نہیں کیا' اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے' اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رؤیت کی نفی لازم نہیں آتی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (الشوریٰ: ۵۱) اور کسی بشر کے لائق نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت میں رؤیت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

(۲) یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رؤیت ثابت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے' لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳) مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلاواسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کیا' پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے' امام ابوالحسن الواحدی نے بیان کیا: مفسرین نے کہا: ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا' حضرت ابن عباس' حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم تیمی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا' امام ابوالحسن نے کہا: اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی' یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح رؤیت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے' امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا' یہ حضرت انس' عکرمہ' حسن اور ربیع کا قول ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۹۸۵۔۹۷۴ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس رؤیت کی نفی کی گئی ہے وہ رؤیت علیٰ وجہ الاحاطہ ہے' نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معرف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے' اس لیے اس (لا تدرکہ الابصار الانعام: ۱۰۳) کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○ (المطففین: ۱۵) حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن وہی اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے ○

اور قرآن مجید میں مؤمنوں کے متعلق ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ (القیامۃ: ۲۳-۲۲) کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے ○

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں کہ دونوں وقتوں میں بہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں' علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے' امام مالک نے کہا: مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مؤمنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقاء کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رؤیت جائز ہے لیکن شرعاً ممتنع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رؤیت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا (یا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے)۔

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رؤیت کا انکار کرتے ہیں' حضور ابوذر سے روایات مختلف ہیں اور ایک جماعت کے نزدیک رؤیت ثابت ہے' امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے ہیں تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے' کعب احبار' زہری' معمر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے۔ امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؟ اس میں امام احمد کے دو قول ہیں' بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا اور بعض روایات میں ہے: آپ نے اپنے دل سے دیکھا اور مطلق روایت کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے' امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو' کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رؤیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو' اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے جواب دیا: ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: ''آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا'' اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا' اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہ کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے' بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی کو رؤیت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو رؤیت قلبی پر محمول کیا جائے

marfat.com
Marfat.com

اور رؤیت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائماً علم تھا' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح رؤیت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے رؤیت حاصل ہوتی ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۹۔ ۶۰۷' ملخصاً' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے' جیسا کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے' حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی' ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس ادراک کی نفی ہے وہ ادراک **علی وجہ الاحاطہ** ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ رؤیت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ رؤیت کی نفی لازم نہیں آتی۔ (الدیباج ج ۱ ص ۲۴۷' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رؤیت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رؤیت باری کا اثبات کرتے ہیں' ان میں کیسے موافقت ہوگی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رؤیت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رؤیت قلبی کا اثبات کرتے ہیں' امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں رؤیت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۹' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب اسراء اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے' یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم: ۱۷۔ ۱۱)

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی ○ آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی ○

امام حاکم' امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت کے ساتھ خاص کر لیا' اس سے مراد رؤیت بصری ہے نہ کہ رؤیت قلبی' کیونکہ رؤیت قلبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے' بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور ہم کلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں' پھر ہم کلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں' لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت

marfat.com
Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہم کلام ہوا۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸۔۲۸۷ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸۔۲۸۷ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق مفسرین کی تحقیق

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ الشوریٰ: ۵۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ بغیر وحی کے کسی شخص کا اللہ سے ہم کلام ہونا ممکن نہیں ہے یعنی وحی کے ذریعہ ہم کلام ہونا ممکن ہے اور یہ وحی اس سے عام ہے کہ اللہ تعالیٰ بالمشافہہ اور بالمشاہدہ بندہ سے ہم کلام ہو جیسا کہ معراج کی حدیث میں ہے یا اس صورت میں ہم کلام ہو کہ اس کا کلام تو سنائی دے اور اس کی ذات دکھائی نہ دے جیسا کہ وادی طویٰ اور پہاڑ طور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

(تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۳۶۷۔۳۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

بالمشافہہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بلا واسطہ مخاطب ہوا ہو جیسا کہ حدیث معراج میں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲) اللہ تعالیٰ نے آپ پر تجلی فرمائی اور آپ سے کلام فرمایا اور آپ پر نمازیں فرض کیں اور آپ سے یہ وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے بالمشافہہ کلام فرمائے گا۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۳۶۷ بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی سے بالمشافہہ کلام نہیں فرمائے گا اس کی تفصیل سورۂ والنجم میں آئے گی۔

(تفسیر الخازن ج ۴ ص ۱۰۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

اور سورۂ والنجم میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو شب معراج سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور یہ بات وہ اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے سو یہ حدیث آپ سے سماع پر محمول ہے (اور معراج کا واقعہ امور آخرت سے ہے اس لیے الشوریٰ: ۵۱ میں جو بالمشافہہ کلام کی نفی ہے وہ دنیا میں ہے اور وہ شب معراج بالمشافہہ کلام کرنے کے منافی نہیں ہے)۔

(تفسیر الخازن ج ۴ ص ۲۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو شب معراج دیکھا ہے کیونکہ اکثر روایات میں دیکھنے کی تصریح ہے ہاں ان روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے لیکن دیکھنے سے ظاہر یہی ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی سے اس رات بلا واسطہ کلام فرمایا اور جعفر بن محمد الباقر حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں پھر کم کرتے کرتے آخر میں پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ (روح المعانی جز ۲۵ ص ۸۶ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

marfat.com
Marfat.com

نزول قرآن سے پہلے آپ کو اجمالی طور پر قرآن عطا کیا جانا

الشوریٰ: ۵۳۔۵۲ میں فرمایا: ''اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے اس سے پہلے آپ از خود یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور آپ بے شک ضرور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں O اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کا مالک ہے' سنو اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹتے ہیں O''

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف روح کی وحی کی ہے۔ روح سے مراد قرآن ہے کیونکہ جس طرح روح بدن کی حیات کا سبب ہے' اسی طرح قرآن مجید قلب کی حیات کا سبب ہے۔

اور اس وحی سے مراد عام ہے' خواہ آپ کے قلب میں کسی معنیٰ کا القاء کیا جائے' یا حضرت جبریل آپ کے پاس اللہ کا پیغام لائیں یا اللہ تعالیٰ آپ سے بالمشافہ اور بالمشاہدہ کلام فرمائے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ عبد الوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ نے ''الکبریت الاحمر'' میں ''الفتوحات المکیہ'' کے باب ثانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبریل کے آپ پر قرآن مجید نازل کرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجمالی طور پر قرآن کریم عطا کیا گیا تھا اور اس میں آیتوں اور سورتوں کی تفصیل نہیں تھی۔ (الکبریت الاحمر ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

(روح المعانی جز ۲۵ ص ۸۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس اشکال کے جوابات کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کو کتاب کا پتا تھا نہ ایمان کا

اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' حالانکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر نبی پیدائشی مومن ہوتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی نبی تھے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم جسم اور روح کے درمیان تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰)

حضرت عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم اپنی مٹی کے پتلے میں تھے۔ الحدیث (شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۲۶)

اس لیے اس آیت کا محمل تلاش کرنا ضروری ہے جس میں فرمایا ہے: آپ نزول قرآن سے پہلے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ مفسرین نے اس آیت کے حسب ذیل محامل تلاش کیے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب اور ایمان کے علم کی نفی کی دیگر مفسرین کی طرف سے توجیہات

(۱) اس آیت میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی خبروں کی تصدیق' اقرار اور تمام احکام شرعیہ پر عمل اور ظاہر ہے کہ نزول قرآن سے پہلے تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنا متحقق نہیں ہو سکتا تھا۔

(۲) اس آیت میں ایمان سے مراد ہے: دعوت ایمان اور لوگوں کو کس طرح ایمان کی دعوت دی جائے اور ان کو ہدایت دی جائے اس کا علم آپ کو نزول کتاب کے بعد ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

(۳) ایمان سے مراد ہے: اہل ایمان اور نزول کتاب کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ آپ پر ایمان لانے والے کون ہیں اور کون ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

اشکال مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہات

اس اشکال کے اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں لیکن ان میں اکثر جواب کمزور ہیں' مصنف کے ذہن میں اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ما کنت تدری'' اور ''ما کنت تعلم'' نہیں فرمایا' یعنی علم کی نفی نہیں کی' درایت کی نفی کی ہے اور درایت کا معنیٰ ہے: اپنی عقل سے کسی چیز کو جاننا' اسی لیے ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: آپ ازخود نہیں جانتے یعنی نزول قرآن سے پہلے آپ ازخود نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' ہاں اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ نزول قرآن سے پہلے بھی اپنی رسالت کو جانتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷)

ہم نے کہا ہے کہ درایۃ کے معنیٰ ہیں: محض اپنی عقل اور قیاس سے کسی چیز کو جاننا' سو علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل. — حیلہ کی ایک قسم سے جو معرفت حاصل کی گئی ہو اس کو درایت کہتے ہیں۔

(المفردات ج ا ص ۲۲۴' القاموس ص ۱۲۸۲ (قاموس میں ختل کی جگہ حیل کا لفظ ہے)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا. — کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسب (کام) کرے گا۔ (لقمان: ۳۴)

اس آیت میں اللہ کی طرف علم کی نسبت کی ہے اور بندہ کی طرف درایت کی نسبت کی ہے' کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنیٰ ہے یعنی حیلہ سے کسی چیز کو جاننا اور دونوں علموں میں فرق ہے' جب کوئی شخص حیلہ سے کوئی عمل کرے اور اس میں پوری کوشش صرف کرے تب بھی اس کو اپنے کسب کے حق ہونے کا علم ہوگا نہ اس کے انجام کا علم ہوگا' پس اس کے بغیر اسے اپنے کسب کا کیسے علم ہوگا جب اس پر کوئی شرعی یا عقلی دلیل قائم نہ ہو' اس لیے فرمایا: کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسب (کام) کرے گا۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

درایت اس جملہ سے ماخوذ ہے ''دری رمی الدریۃ'' یہ وہ چھلہ ہے جس کو پھینکنے کا تیرانداز قصد کرتے ہیں اور وہ چیز جس کے پیچھے شکاری شکار سے چھپ کر کھڑا ہوتا ہے اور اس حیلہ سے اس کو تیر مار کر شکار کرتا ہے اور ان میں سے ہر چیز حیلہ ہے' اس وجہ سے درایت علم سے خاص ہے' کیونکہ درایت حیلہ اور تکلف سے کسی چیز کا علم ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس اعتبار سے ''ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان'' کا معنیٰ ہوگا: آپ حیلہ اور تکلف سے یعنی ازخود نہیں

marfat.com
Marfat.com

جانتے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے' ہاں! اللہ کی وحی اور اس کی تعلیم سے جانتے ہیں کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے؟ اسی طرح حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام العلاء الانصاریہ سے فرمایا:

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی. اور اللہ کی قسم! میں (ازخود) نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۳)

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: میں نہیں جانتا' اس کا محمل یہ ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو علم نہیں تھا کہ آپ کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

(شرح البخاری ج ۳ ص ۲۴۲' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ ھ' عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی اس شرح سے بھی یہ معلوم ہوا کہ درایت کا معنیٰ ہے: وحی کے بغیر کسی چیز کو اپنی عقل اور قیاس سے ازخود جاننا۔ اور اب الشوریٰ: ۵۱ کا معنیٰ اس طرح ہوا کہ آپ بغیر وحی کے ازخود نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔

علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں درایت تفصیلیہ کی نفی ہے' یعنی آپ کو اس وقت تفصیلی علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۷۴' مکتبۃ دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے بھی یہی جواب لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۲' دار الفکر' ۱۴۲۰ ھ)

اور اس صورت میں الشوریٰ: ۵۱ کا معنیٰ اس طرح ہے کہ آپ نزول کتاب سے پہلے کتاب اور ایمان کے تفصیلی علم کو نہیں جانتے تھے گو کہ اس کا اجمالی علم آپ کو حاصل تھا۔

سورۃ الشوریٰ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین آج ۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ ھ/ ۱۷ جنوری ۲۰۰۴ء' بہ روز ہفتہ بعد از نماز ظہر سورۃ الشوریٰ کی تفصیل مکمل ہو گئی۔ ۲۷ نومبر کو یہ تفسیر شروع کی گئی تھی' اس طرح ایک ماہ اور بیس دن میں یہ تفسیر مکمل ہو گئی' یہ تفسیر اس سے پہلے بھی ختم ہو جاتی لیکن دسمبر اور جنوری میں کراچی میں سردی پڑتی ہے اور میرا مزاج بہت سرد ہے اور مجھے عام لوگوں کی بہ نسبت بہت زیادہ سردی لگتی ہے' میں اپنے معمول کے مطابق جب نماز فجر سے پہلے اپنی کلاس میں تفسیر لکھنے کے لیے آتا تو مجھے بے تحاشا چھینکیں آتیں' ناک بہنے لگتی اور زکام کی شدت سے مجھے بخار چڑھ جاتا' میں ہر وقت دو سوئیٹر پہنے رہتا تھا۔

بہر حال ان عوارض کی وجہ سے سردی کے ایام میں میرے لکھنے کی رفتار ہر سال کم ہو جاتی ہے اور جوں جوں عمر زیادہ ہو رہی ہے' ضعف بڑھتا جا رہا ہے' جسم کی قوت مدافعت کمزور ہو رہی ہے اور بیماری اور زیادہ شدت سے اپنے پنجے گاڑ رہی ہے' اس دوران ۱۶ شوال ۱۴۲۴ ھ/ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو یہ سانحہ ہوا کہ حضرت العلامہ الحافظ الشاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان' صدر متحدہ مجلس عمل' قائد ملت اسلامیہ' صدر ورلڈ اسلامک مشن' سینیٹر وقائد حزب اختلاف سینٹ آف پاکستان جمعرات کو دوپہر کے وقت حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی دن پاک فضائیہ کے خصوصی طیارہ C-30 کے ذریعہ آپ کی میت اسلام آباد سے کراچی لائی گئی اور اگلے روز نشتر پارک میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی' آپ کی نماز جنازہ میں کراچی کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع تھا' آپ کی ۷۸ سالہ حیات ملی اور دینی خدمات سے

marfat.com
Marfat.com

بھر پور ہے لیکن آپ کی نمایاں خدمات میں سے یہ ہے کہ آپ نے ۱۹۷۳ھ کے آئین میں متفقہ طور پر مسلمان کی تعریف شامل کی اور اس میں یہ لکھا ہے کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو اور آپ ہی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے متعلق قرارداد پیش کی اور اس سلسلہ میں پورے ملک میں دورے کیے اور بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمینٹ نے بالاتفاق قادیانیوں (بہ شمول قادیانی و لاہوری گروپ) کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ آپ بہت سادہ تھے' بڑے وضع دار تھے' احسان کر کے نہ جتاتے تھے اور نہ ہی بتاتے تھے' انہوں نے مجھے اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بنوایا اور بڑے عرصے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ آپ ہی کی سفارش سے مجھے یہ منصب ملا تھا' مجھے تاریخ دمشق کی ضرورت تھی' اس وقت اس کی قیمت ۴۵ ہزار روپے تھی اور میرے پاس اتنی گنجائش نہ تھی' آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھے ۴۵ ہزار روپے کا ڈرافٹ بھجوا دیا اور اس کے ساتھ اپنے نوازش نامہ میں لکھا: آپ کو اور بھی جس کتاب کی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں' جو مخالفین شرح صحیح مسلم پر اپنے بغض وعناد سے بے سروپا اعتراضات کرتے تھے وہ ہمیشہ ان کے سامنے میری وکالت کرتے تھے اور میری طرف سے انہیں مسکت جوابات دیا کرتے تھے' وہ میرے مشن کے بہت بڑے حامی اور ناصر تھے' اللہ تعالیٰ ان کا آخرت میں حامی و ناصر ہو' جب ہندوستان میں شرح صحیح مسلم چھپی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا: **الفضل ما شهدت به الاعداء** ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی قبر انور کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنا دے اور ایسے ولی کامل کی محبت کے توسل سے تبیان القرآن کو مکمل کرا دے۔ **آمین بجاه سید المرسلین سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آله واصحابه وازوجه وعترته وامته اجمعین۔**

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ' کراچی-۳۸

marfat.com
Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

الزخرف

سورت کا نام

اس سورت کا نام الزخرف ہے' کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں زخرف کا لفظ آیا ہے اور یہ کُل کا نام جز کے نام پر رکھنے کے قبیل سے ہے' درج ذیل آیتوں میں زخرف کا لفظ ہے:

لَوۡلَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِہِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّۃٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیۡہَا یَظۡہَرُوۡنَ ○ وَ لِبُیُوۡتِہِمۡ اَبۡوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیۡہَا یَتَّکِـُٔوۡنَ ○ وَ زُخۡرُفًا ۔ (الزخرف: ۳۵۔۳۳)

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی نظریہ کے حامل ہو جائیں گے تو ہم رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں اور ان کے بالاخانوں کی ان سیڑھیوں کو جن سے وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے ○ اور ان کے گھروں کے دروازوں اور ان تختوں کو جن پر وہ ٹیک لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتے ○ (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا دیتے۔

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

زخرف کا معنیٰ ہے: سونا' کسی چیز کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں اور کسی چیز پر سونے کی ملمع کاری کی جائے تو اس کو مزخرف کہتے ہیں' زمین پر رنگ بہ رنگ کا سبزہ اور پھول کھلے ہوں تو اس کو بھی مزخرف کہتے ہیں۔

(القاموس المحیط ص ۸۱۵' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالسعادت المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

زخرف کا اصل میں معنیٰ ہے: سونا اور کسی چیز کے حسن کا کمال' حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى. (صحیح البخاری: باب الصلوٰۃ: ۶۲' سنن ابوداؤد: ۱۲)

تم ضرور مساجد میں سونے کے نقش ونگار بناؤ گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مساجد میں سونے کے نقش ونگار بنائے تھے۔

مسجد میں سونے کے بیل بوٹے بنانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ پھر نمازیوں کی توجہ اس طرف ہو گی اور اس سے ان کے خضوع اور خشوع میں کمی ہو گی۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۷۱' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

سورت الزخرف مکی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۶۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۴۳ ہے۔

سورت کے مقاصد

☆ اس سورت کے اہم مقاصد میں سے مشرکین کو بت پرستی سے روکنا ہے اور ان لوگوں کے حال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے جو

marfat.com
Marfat.com

یہ اعتراف کرتے تھے کہ ان کا خالق اور مالک اور ان کا اور تمام مخلوقات کا منعم اللہ تعالیٰ ہے' اس کے باوجود وہ بتوں کو اللہ کا شریک قرار دے کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

☆ مشرکین کی اس پر مذمت کہ وہ بیٹیوں کو بیٹوں سے کم درجہ کا قرار دیتے تھے' اس کے باوجود وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

☆ سابقہ امتوں کو ان کے رسولوں کے ساتھ احوال اور اہل مکہ کو سابقہ امتوں کے انجام سے ڈرانا اور ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ جو ان کو ڈھیل دے رہا ہے اس سے وہ دھوکا نہ کھائیں۔

☆ رسولوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا' حضرت ابراہیم علیہم السلام کا اس لیے کہ انہوں نے اپنی نسل میں عقیدہ توحید کو باقی رکھا اور ان کو قیامت کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور کفار مکہ حضرت ابراہیم کی اولاد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا اس لیے ذکر فرمایا کہ اہل کتاب ان کی طرف منسوب ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

☆ ان آیات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے' بارش کو نازل فرمانے' مختلف چیزوں کے جوڑے بنانے اور دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں کو رواں دواں رکھنے سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا۔

☆ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنے سے ڈرایا اور لوگوں کو آخرت کی دائمی نعمتوں کی طرف رغبت دلائی اور ان پر اپنے اس احسان کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر جو قرآن نازل فرمایا ہے وہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی فضیلت ہے اسی طرح اہل مکہ کا بھی شرف ہے اور ان کی بھی فضیلت ہے۔

☆ سورت کے آخر میں جنت کی فضیلت بیان کی ہے اور قیامت کی ہولناکیاں بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ جس طرح جنت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے اسی طرح دوزخ اہل کفر کے ساتھ خاص ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں سورۃ الزخرف کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے اللہ! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں صراط مستقیم پر قائم رکھنا اور وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو چیزیں غلط اور باطل ہوں ان سے مجھے محفوظ رکھنا۔

آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ
۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ/ ۱۸ جنوری ۲۰۰۴ء
خادم الحدیث دارالعلوم النعیمیہ'
بلاک نمبر ۱۵- فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹/ ۰۳۴۵_۲۱۲۰۶۱۷/ ۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

marfat.com
Marfat.com

(۸۹) آیاتہا — رکوعاتہا (۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزخرف (۴۳) مکیۃ

سورۃ الزخرف مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

حا میم O اور اس وضاحت کرنے والی کتاب کی قسم! O بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا دیا

تَعْقِلُوْنَ ۚ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ

تاکہ تم سمجھ سکو O بے شک یہ لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ، بہت حکمت والی ہے O تو کیا ہم اس

عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا

وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو O اور ہم (تم سے) پہلے

مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

لوگوں میں کئی نبی بھیج چکے ہیں O اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا تھا وہ اس کا مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

اڑاتے تھے O سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کی مثال گزر چکی ہے O اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے

لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے O جس نے تمہارے لیے زمین کو (آرام

الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ ﴿۱۰﴾

کا) گہوارہ بنا دیا اور تمہارے لیے اس میں متعدد راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پا سکو O

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ

اور جس نے آسمان سے معین مقدار میں پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح

مع ۱۱ عند المتقدمین ۱۲

marfat.com

Marfat.com

كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ

تم (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ○ اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیے

مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ

جن پر تم سوار ہوتے ہو ○ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو' پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ

جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے ○ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں ○

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ع

اور انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اس کا جز قرار دے دیا' بے شک انسان ضرور کھلا ہوا ناشکرا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیم ○ اور اس وضاحت کرنے والی کتاب کی قسم! ○ بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا دیا تاکہ تم سمجھ سکو ○ بے شک یہ لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ' بہت حکمت والی ہے ○ تو کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو ○ اور ہم (تم سے) پہلے لوگوں میں کئی نبی بھیج چکے ہیں ○ اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے ○ سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے ○ (الزخرف: ۸۔۱)

"حٰمٓ ○ والکتب المبین" کی تفسیریں

"حٰمٓ ○ والکتب المبین" کے مفسرین نے حسب ذیل معانی کیے ہیں:

(۱) حا' اللہ تعالیٰ کی حیات پر دلالت کرتی ہے اور میم اللہ تعالیٰ کے مجد اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے اور یہ قسم ہے اور اس کا معنی ہے: میری حیات اور میرے مجد کی قسم! یہ قرآن جس میں میں نے اپنے مومن بندوں پر رحمت کی خبر دی ہے' حق اور صدق ہے اور ہم نے اس کو عربی قرآن اس لیے بنایا ہے کہ تمہارے لیے اس کا معنی آسان ہو جائے۔

(لطائف الاشارات للقشیری ج ۳ ص ۳۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حا اور میم سے اللہ تعالیٰ کے دو اسموں کی طرف اشارہ ہے: حنان اور منان۔ علامہ فیروز آبادی نے کہا: الحنان' اللہ تعالیٰ کا اسم ہے' اس کا معنی ہے: رحیم' یا وہ جو ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس سے اعراض کرتا ہے۔ (القاموس: ۱۱۹۱) اور المنان بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے' منان کا معنی ہے: جو ابتداءً عطا کرنے والا ہو۔ (القاموس: ۱۲۳۵)

حٰمٓ قسم ہے اور "والکتب المبین" کا عطف حٰمٓ پر ہے یعنی حٰمٓ کی قسم اور کتاب مبین کی قسم' کتاب سے مراد قرآن

marfat.com
Marfat.com

مجید ہے اور اس کو مبین فرمانے کی تین تفسیریں ہیں: (۱) ابو معاذ نے کہا: قرآن مجید کے حروف واضح ہیں (۲) قتادہ نے کہا: اس کی ہدایت رشد اور برکت بالکل واضح ہے (۳) مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے احکام یعنی حلال اور حرام وضاحت سے بیان فرمادیئے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کتاب کو قرآن عربی فرمانے کی وجوہ

الزخرف: ۳ میں فرمایا: ''بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن بنادیا تاکہ تم سمجھ سکو''۔

یہ قسم کا جواب ہے اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) سدی نے کہا: ہم نے اس کو عربی میں نازل کیا ہے (۲) مجاہد نے کہا: ہم نے عربی میں کہا ہے (۳) سفیان ثوری نے کہا: ہم نے اس کو عربی میں بیان کیا ہے یہ تینوں تفسیریں متقارب ہیں۔

عربی کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں ہے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) مقاتل نے کہا: اس کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا کہ آسمان والوں کی زبان عربی ہے (۲) سفیان ثوری نے کہا: ہر نبی پر اس زبان میں کتاب نازل کی گئی جو اس کی قوم کی زبان ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''تاکہ تم سمجھ سکو'' اس کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں:

(۱) ابن عیسیٰ نے کہا: اگر یہ آیت خصوصیت سے اہل عرب کے متعلق ہے تو اس کا معنیٰ ہے: تاکہ تم سمجھ سکو۔

(۲) ابن زید نے کہا: اگر یہ عرب اور عجم دونوں سے خطاب ہے تو اس کا معنیٰ ہے: تاکہ تم غور وفکر کرسکو۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان آیتوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''حٰم والکتب المبین'' قسم ہے اور ''انا جعلنه قرآنا عربیا'' مقسم بہ ہے اور قسم اور مقسم بہ میں تغایر ہوتا ہے اور یہاں دونوں سے مراد ایک ہے کیونکہ قسم میں کتاب کا ذکر ہے اور وہ قرآن ہے اور مقسم بہ میں ''قرآنا عربیا'' کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قسم میں قرآن مجید کی ذات مراد ہے اور مقسم بہ میں اس کا وصف عربی ہونا مراد ہے لہٰذا دونوں متغائر ہوگئے۔

لوح محفوظ میں قرآن مجید اور مخلوق کے اعمال کا ثابت ہونا

الزخرف: ۴ میں فرمایا: ''بے شک یہ لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ بہت حکمت والی ہے O''

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ قرآن لوح محفوظ میں ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کے اعمال لوح محفوظ میں ہیں۔ اگر یہ مراد ہو کہ یہ قرآن لوح محفوظ میں ہے تو اس کے بلند مرتبہ ہونے کا معنیٰ یہ ہے: یہ بہت محکم اور منضبط ہے اس میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے اور حکیم کا معنیٰ ہے: اس میں حکمت آمیز کلام ہے۔ اور اس کے لوح محفوظ میں ہونے کی تائید میں یہ آیتیں ہیں:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ O — بے شک یہ قرآن بہت عزت والا ہے O یہ محفوظ کتاب میں درج ہے O (الواقعہ: ۷۸-۷۷)

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ O — بلکہ یہ عظمت والا قرآن ہے O لوح محفوظ میں مندرج ہے O (البروج: ۲۲-۲۱)

اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کے تمام اعمال خواہ وہ ایمان اور کفر ہوں یا اطاعت اور معصیت ہوں وہ سب لوح محفوظ میں ثابت ہیں اور اب بلند مرتبہ کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ اعمال ایسی جگہ لکھے ہوئے ہیں جو اس سے بلند ہے کہ کوئی شخص اس

marfat.com
Marfat.com

میں ردو بدل کر سکے اور حکیم کا معنیٰ ہے: وہ محکم ہے' اس میں کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لوح محفوظ میں مخلوق کے اعمال لکھے جانے کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عبد الواحد بن سلیم کہتے ہیں کہ میں مکہ میں آیا تو میری ملاقات عطاء بن ابی رباح سے ہوئی' میں نے ان سے کہا: اے ابو محمد! اہل بصرہ تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہیں' انہوں نے پوچھا: اے بیٹے! تم قرآن مجید پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: سورۃ الزخرف پڑھو' جب میں نے یہ آیت پڑھی: " وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝ ". (الزخرف: ۴) تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ ام الکتب کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' انہوں نے کہا: یہ وہ کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھا اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ فرعون اہل دوزخ سے ہے اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ " تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ "۔ عطاء کہتے ہیں کہ پھر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بیٹے ولید سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے والد نے موت کے وقت کیا وصیت کی تھی؟ اس نے کہا: انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ سے ڈرو اور تم اس وقت تک اللہ سے نہیں ڈر سکو گے حتیٰ کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور ہر خیر اور شر کے اللہ سے وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ' اگر تم اس کے خلاف عقیدہ پر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو گے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھو' اس نے کہا: کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو لکھو اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے اس کو لکھو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ لوح محفوظ تو ایک قسم کی یادداشت اور نوٹ بک ہے' جس میں آدمی ضروری چیزیں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی بات بھول جائے تو پھر اس میں دیکھ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اور اس کے لیے کسی چیز کو بھولنا محال ہے' پھر اس نے لوح محفوظ میں تمام چیزوں کو کیوں لکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کو پتا چل جاتا ہے کہ دنیا میں کیا ہونے والا ہے' پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کے مطابق حوادث واقع ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے متعلق ان کا ایمان اور تازہ ہو جاتا ہے' نیز انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کرام بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کو غیب کا علم ہو جاتا ہے' انبیاء علیہم السلام کے حق میں یہ معجزہ ہے اور اولیاء اللہ کے حق میں یہ کرامت ہے۔

اور چونکہ اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ یہ قرآن کریم ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن مجید بھی لوح محفوظ میں ثابت ہے پھر اس کو آسمان دنیا کی طرف نقل کیا گیا' پھر اس کو حسب ضرورت اور مصلحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کیا گیا۔

کفار مکہ کی شقاوت اور ایذاء رسانی

الزخرف: ۵ میں فرمایا: " تو کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے ہو ۝ "

اس آیت میں " افنضرب " ہے' اس کا معنیٰ ہے: کیا ہم تم کو چھوڑ دیں اور اس میں " ذکر " کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: وعظ اور نصیحت اور قرآن اور اس میں " مسرفین " کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: حد سے تجاوز کرنے والے۔

اور اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا ہم تمہارے سامنے نیکی کا حکم نہ دیں اور بُرائی سے منع نہ کریں' یا تمہارے کفر پر آخرت کے عذاب کا ذکر نہ کریں یا تمہارے سامنے قرآن مجید کی آیات کو نازل نہ کریں۔ محض اس لیے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو یعنی تمہارے حد سے گزرنے کی وجہ سے ہم قرآن مجید کے نزول کو اور تمہیں نصیحت کرنے کے سلسلے کو موقوف نہیں کریں گے۔

marfat.com
Marfat.com

قتادہ نے کہا: اس امت کے پہلے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے اگر اس قرآن کو اٹھا لیا جاتا تو یہ امت ہلاک ہو جاتی' لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قرآن مجید کو بار بار نازل فرماتا رہا اور لگاتار تیئس سال تک انہیں اسلام کی طرف بلاتا رہا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زجر و توبیخ کرنے میں مبالغہ کیا ہے' یعنی کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہارے نصیحت سے بیزار ہونے کی وجہ سے ہم تمہیں نصیحت کرنا بند کر دیں گے' ہرگز نہیں' بلکہ ہم تمہیں دین کی طرف بلاتے رہیں گے اور تم پر اعمال صالحہ کو لازم کرتے رہیں گے اور تم کو یہ بتاتے رہیں گے کہ اگر تم نے نیک کام نہیں کیے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کیا تو تمہیں آخرت میں عذاب کا سامنا ہوگا۔

الزخرف: ۸۔۶ میں فرمایا: ''اور ہم (تم سے) پہلے لوگوں میں کئی نبی بھیج چکے ہیں O اور ان کے پاس جو بھی نبی آتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے O سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے O''

یعنی پچھلی امتوں کا اپنے نبیوں کے ساتھ یہ طریقہ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو دین حق کی دعوت دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ تم اللہ کی توحید پر اور ہماری نبوت پر ایمان لاؤ اور ان کی امتیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتی تھیں اور انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑاتی تھیں اور اس میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ اگر کفار مکہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی نبوت کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ اس سے ملول خاطر نہ ہوں' یہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے' کیونکہ انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ دوسروں پر بھی آتی رہی ہے تو پھر اس کو وہ مصیبت اتنی شدید نہیں معلوم ہوتی۔

الزخرف: ۸ میں ''بطشا'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو شدت سے پکڑنا' یا کسی پر حملہ کر کے اس کو پکڑنا۔

نیز اس میں فرمایا ہے: اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے' یعنی قرآن مجید میں ان قوموں کا تذکرہ کئی مرتبہ گزر چکا ہے اور وہ قوم نوح' عاد' ثمود اور بنو اسرائیل وغیرہ ہیں۔

انسان کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا کرم

ان آیات میں یہ اشارہ ہے کہ انسان بہت ظالم اور جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ بہت حلیم اور کریم ہے اور یہ اس کی ربوبیت کا فضل ہے کہ کفار اپنے مذموم اوصاف اور اپنے قبیح اخلاق کا بہت زیادہ اظہار کرتے ہیں اور انبیاء اور مرسلین کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کو بہت ایذاء پہنچاتے ہیں' ان کا استہزاء کرتے ہیں' ان کو جسمانی اذیتیں پہنچاتے ہیں حتیٰ کہ ان کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے' اسی طرح وہ اولیاء کرام کو بھی اذیتیں دیتے ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے رحم اور فضل کو منقطع نہیں کیا' ان کی طرف اپنے نبیوں کو مبعوث فرماتا رہا اور ان پر اپنی آسمانی کتابیں اور صحائف نازل فرماتا رہا اور ان کو اپنی طرف بلاتا رہا اور اپنی مغفرت اور اپنے عفو سے ان کو نوازتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے O جس نے تمہارے لیے زمین کو (آرام کا) گہوارہ بنا دیا اور تمہارے لیے اس میں متعدد راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پا سکو O اور جس نے آسمان سے معین مقدار میں پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح تم زندہ کر کے نکالے جاؤ گے O (الزخرف: ۱۱۔۹)

marfat.com

Marfat.com

انسان کی فطرت میں اللہ کی معرفت کا ہونا

یعنی اے رسول مکرم! اگر آپ کفار مکہ سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو اور تمام اجرام علویہ اور سفلیہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور اعتراف کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ ان سب کو اس نے پیدا کیا ہے جو اپنے ملک میں اپنے حکم کو نافذ کرنے پر قادر ہے اور جو اپنی مخلوق کے تمام احوال کو جاننے والا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار یہ کہیں گے کہ "خلقھن العزیز العلیم". ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے۔ آیا کفار نے بعینہ یہ کہا تھا یا اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب کو اپنے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے' اس میں مفسرین کی دو رائیں ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ کفار ایسا فصیح و بلیغ کلام کہنے پر قادر نہیں ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے ان کے قول کو تعبیر کیا ہے اور یہی رائے برحق ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ انہوں نے اسی طرح کہا تھا جس طرح اللہ نے اس کو نقل فرمایا ہے۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت مرکوز ہے' یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا: کیوں نہیں! اس سے معلوم ہوا کہ سب انسانوں کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید مرکوز ہے' لیکن اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو اپنی ذات کی طرف رہ نمائی کرتا ہے جنہوں نے اس معرفت کو سلامت رکھا ہے اور اس معرفت کو جہالت' اندھی تقلید اور عناد سے ضائع نہیں کیا۔

الزخرف: ۱۰ میں فرمایا: "جس نے تمہارے لیے زمین کو (آرام کا) گہوارہ بنا دیا اور تمہارے لیے اس میں متعدد راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پا سکو O"

زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں

اس کا معنیٰ ہے کہ زمین کو تمہارے لیے پھیلا دیا تاکہ تم اس پر استقرار کر سکو اور زمین کو تمہارے لیے مسکن بنا دیا تاکہ تم اس پر بیٹھ سکو اور سو سکو اور تم اس پر اس طرح کروٹیں بدل سکو جس طرح تم اپنے بستر پر کروٹیں بدلتے ہو اور اس زمین میں تمہارے لیے متعدد راستے بنا دیئے' تاکہ جب تم کسی جگہ سفر پر روانہ ہو تو سہولت سے اپنی منزل تلاش کر سکو اور اپنے مقاصد کو حاصل کر سکو۔

الزخرف: ۱۱ میں فرمایا: "اور جس نے آسمان سے معین مقدار میں پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح تم زندہ کر کے نکالے جاؤ گے O"

بارش نازل کرنے سے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر استدلال

اس کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ نے اتنی مقدار میں آسمان سے بارش نازل فرمائی ہے جس سے اس کے بندوں اور شہروں کو فائدہ پہنچے اور ان کو نقصان نہ ہو' جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں آسمان سے بہت سخت بارش نازل ہوئی تھی' جس سے بہت مہیب طوفان آیا اور اس میں تمام کافر غرق ہو گئے اور عام اور غالب اوقات میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اتنی مقدار میں بارش نازل فرماتا ہے جس سے عام بندگان خدا اور مویشی فائدہ اٹھا سکیں اور کبھی بہت زیادہ بارش ہوتی ہے جس سے دریاؤں میں سیلاب آ جاتے ہیں اور اس سے فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے اور کئی شہر زیر آب آ جاتے ہیں' بارش کا زیادہ ہونا' طوفانوں کا اٹھنا' زلزلوں کا آنا اور اسی طرح کی اور قدرتی آفات دراصل بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ فطرت

marfat.com
Marfat.com

کے تازیانے ہیں جو ان کی اجتماعی کوتاہیوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے مسلسل روگردانی اور بغاوت کی وجہ سے ظہور میں آتی ہیں۔

اس آیت میں ''انشرنا'' کا لفظ ہے' علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

النشر کا معنی ہے: پاکیزہ ہوا' عورت کے منہ کی ہوا اور نیند کے بعد سانس چھوڑنا اور میت کو زندہ کرنا اور نشور اور انشار کا معنی حیات ہے' خشک گھاس پر گرمیوں میں جب بارش ہو اور وہ گھاس سرسبز ہو جائے تو اس کو بھی نشر کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط ص ۴۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۴ھ) یعنی بارش کے پانی سے ہم نے زمین کو زندہ کر دیا اور جس طرح بارش کے پانی سے زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قبروں سے مُردوں کو نکال کر ان کو زندہ فرمائے گا۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے آسمان سے ہدایت کا پانی نازل کیا اور اس سے مردہ دل کے شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کے وجود کی زمین کے اندھیروں سے نکال کر اللہ کے نور کی طرف نکال کر لاتا ہے اور جب تک ہدایت کے پانی سے اس کے مردہ دل کو زندہ نہ کر دیا جائے اس وقت تک وہ اپنے وجود کی زمین کے اندھیروں سے نہیں نکل سکتا اور جس طرح جب تک زمین کے اندر دبے ہوئے بیج تک بارش کا پانی نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس میں روئیدگی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اسی طرح جب تک ہدایت اور رشد سے بندہ کا دل زندہ نہ ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے نور کا فیضان نہیں ہوتا۔

حسن بصری کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی باندی تھیں' ایک دفعہ وہ کسی کام سے گئی ہوئی تھیں۔ حسن بصری رو رہے تھے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بہلانے کے لیے اپنا پستان مبارک ان کے منہ میں دے دیا' وہ اس کو چوسنے لگے' اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اور حکمت سے نوازا۔

(تہذیب الکمال ج ۴ ص ۲۹۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ' نبراس ص ۴۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیے جن پر تم سوار ہوتے ہو ○ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو' پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے ○ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں ○ اور انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اس کا جز قرار دے دیا' بے شک انسان ضرور کھلا ہوا ناشکرا ہے ○ (الزخرف: ۱۵۔۱۲)

ازواج کی تخلیق سے توحید پر استدلال

الزخرف: ۱۲ میں فرمایا: ''اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے'' اس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) سعید بن جبیر نے کہا: ازواج سے مراد اقسام ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔

(۲) ابن عیسیٰ نے کہا: اس سے مراد ہے: حیوانات میں سے مذکر اور مؤنث پر مشتمل جوڑے پیدا فرمائے۔

(۳) حسن بصری نے کہا: ہر چیز کا اپنے مقابل سے مل کر ایک جوڑا ہے' جیسے سردی اور گرمی' رات اور دن' آسمان اور زمین' سورج اور چاند' جنت اور دوزخ وغیرہ۔

ایک چوتھی صورت بھی ہو سکتی ہے اور اس سے مراد انسانوں کے وہ احوال اور صفات ہیں جن میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہیں' مثلاً خیر اور شر اور ایمان اور کفر' خوش حالی اور تنگ دستی اور صحت اور بیماری وغیرہ۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۱۷' بیروت)

marfat.com
Marfat.com

بعض محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز زوج ہے' کیونکہ کسی چیز کا زوج (جوڑا) ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فی نفسہ ممکن ہے اور اس کے وجود سے پہلے اس کا عدم ہے اور اللہ سبحانہ فرد ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا مساوی یا اس کا مقابل ہو اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ فرد ہے اور زوجیت سے منزہ ہے' علماء نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ فرد (طاق) زوج (جوڑے) سے افضل ہے۔

(۱) کم سے کم زوج (جوڑا) دو ہے اور دو کا عدد دو وحدتوں سے حاصل ہوتا ہے' پس زوج اپنے تحقق میں فرد کا محتاج ہوتا ہے اور فرد اپنے تحقق میں زوج سے مستغنی ہوتا ہے اور مستغنی محتاج سے افضل ہوتا ہے۔

(۲) زوج دو مساوی قسموں میں بلا کسر منقسم ہو جاتا ہے اور فرد بلا کسر منقسم نہیں ہوتا اور تقسیم کو قبول کرنا انفعال اور تاثر ہے اور تقسیم کو قبول نہ کرنا قوت' شدت اور مقاومت ہے۔ پس فرد زوج سے افضل ہے۔

(۳) زوج کی دو قسمیں ذات' صفت اور مقدار میں مساوی ہوں گی اور ایک قسم میں جو کمال اور خوبی ہو گی وہ دوسری قسم میں بھی ہو گی اور فرد چونکہ دو قسموں پر منقسم نہیں ہو گا اس لیے اس میں جو کمال اور خوبی ہو گی وہ بے نظیر اور بے مثال ہو گی اور جو کمال بے نظیر اور بے مثال ہو وہ اس کمال سے افضل ہے جس کی نظیر اور مثال بھی ہو لہٰذا فرد' زوج سے افضل ہے۔

چوپایوں اور کشتیوں کی تخلیق سے توحید پر استدلال

اس کے بعد فرمایا: ''اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو O''

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ توحید پر دلائل قائم فرما رہا ہے اور بندوں کو نعمتیں عطا فرمانا بھی توحید کی دلیل ہے' کیونکہ انسان اپنی تمدنی اور معاشی ضروریات کی وجہ سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف سفر کرتا ہے اور یہ سفر خشکی میں ہوتا ہے یا سمندر میں اور خشکی میں سفر کے لیے اس نے چوپائے مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ پیدا کیے اور سمندری سفر کے لیے اس نے کشتیاں اور بحری جہاز پیدا کیے اور چونکہ تمام دنیا میں سفر کا یہی واحد نظام رائج ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کا خالق بھی واحد ہے' کیونکہ نظام کی وحدت ناظم کے واحد ہونے کی دلیل ہے' ہر چند کہ سائنس کی تیز رفتار ترقی کی وجہ سے اب سفر کے اور ذرائع اور وسائل بھی حاصل ہو گئے ہیں' جیسے ٹرین اور طیارے لیکن بنیادی طور پر سفر کے اب بھی یہی ذرائع اور وسائل ہیں خصوصاً سمندری سفر کا عام اور ہمہ گیر ذریعہ اب بھی بحری جہاز ہی ہیں۔

الزخرف: ۱۴-۱۳ میں فرمایا: ''تا کہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو' پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے O اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں O''

سفر پر روانہ ہونے کے وقت سواری پر بیٹھنے کے بعد کی دعا

اس آیت میں فرمایا ہے: پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو' نعمت کو یاد کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نعمت کا اپنے دل میں ذکر کرو اور اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدہ کے لیے سمندر کو پیدا کیا اور ہواؤں کو پیدا کیا اور ان چیزوں کو پیدا کیا جن سے تم کشتیاں اور جہاز بناتے ہو اور تمہارے دماغ میں ایسی سوچ اور فکر رکھی جس سے وہ جہاز بنا سکے اور ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد ہر ایک کے دل میں بے اختیار یہ داعیہ اور باعثہ پیدا ہو کہ ایسے عظیم محسن کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔

اور سواری پر سوار ہونے کے بعد یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں

marfat.com
Marfat.com

کر دیا اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے۔

عن علی ازدی ان ابن عمر علمهم رضی الله تعالی عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا استوی علی بعیره خارجا الی سفر کبر ثلاثا ثم قال سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اللهم نسئلک فی سفرنا هذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی اللهم هون علینا سفرنا هذا واطوعنا بعده اللهم انت الصاحب في السفر والخلیفة فی الاهل اللهم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکابة المنظر وسوء المنقلب فی المال والاهل واذا رجع قالهن وزاد فیهن ائبون تائبون عابدون لربنا حامدون. (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۹۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۴۷)

علی ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: (ترجمہ:) سبحان ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا' ہم اس کو مسخر کرنے والے نہ تھے اور ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافت تہہ کر دے' اے اللہ! اس سفر میں تو ہی ہمارا رفیق ہے اور ہمارے گھر میں نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں سے' رنج و غم سے اور اپنے اہل اور مال سے بُرے انجام سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جب آپ سفر سے لوٹ کر آتے تب بھی یہ دعا پڑھتے اور ان میں ان کلمات کا اضافہ کرتے: ہم واپس آنے والے ہیں' اللہ سے توبہ کرنے والے ہیں' اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

اس دعا کے بعد قرآن مجید میں مذکور اس دعا کو بھی پڑھے:

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ○ (المؤمنون: ۲۹)

اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے○

سفر سے واپسی کی دعا

عن عبد الله قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قفل من الجیوش او السرایا او الحج او العمرة اذا اوفی علی ثنیة او فد فد کبر ثلثا ثم قال لا اله الا الله وحده لا شریک له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر. ائبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده. (جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر' جہاد' حج یا عمرہ سے واپس آتے اور کسی ٹیلے یا ہموار میدان پر پہنچتے تو تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد فرماتے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم لوٹ کر آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا' اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔

marfat.com
Marfat.com

جمال کا معنیٰ اور مویشیوں کا جمال

ہر چند کہ سائنس کی تیز رفتار ترقی کی وجہ سے اب طیاروں' ٹرینوں' بسوں اور کاروں کے ذریعہ سفر ہوتا ہے اور پہلے زمانہ کی طرح اب اونٹوں' گھوڑوں اور خچروں پر سفر کرنا متروک ہو گیا ہے لیکن اب بھی دیہاتوں میں' دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں اور ریگستانوں میں ان مویشیوں پر سفر کیا جاتا ہے' اس لیے ہم مویشیوں کے بعض احکام بیان کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے النحل: ۹ میں فرمایا: ''ان مویشیوں میں تمہارے لیے جمال ہے'' حدیث میں ہے: اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۱) علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ بہت زیادہ حسن کو جمال کہتے ہیں اور جمال کی دو قسمیں ہیں: ایک جمال وہ ہے جو اس کے نفس یا اس کے بدن یا اس کے افعال میں ہو اور جمال کی دوسری قسم وہ حسن ہے جس کو وہ دوسروں تک پہنچائے' حدیث میں جو ارشاد ہے: اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے' اس میں بھی اس امر پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسروں تک خیر اور خوبی کو پہنچاتا ہے اور ان ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو دوسرے لوگوں تک نیکیوں اور اچھائیوں کو پہنچائیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۷' طبع مکہ مکرمہ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: جس چیز سے حسن اور زیبائش حاصل ہو وہ جمال ہے اور جمال حسن کو کہتے ہیں' ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جمال جسمانی بناوٹ اور صورت میں بھی ہوتا ہے اور اخلاق باطنہ اور افعال میں بھی ہوتا ہے' شکل و صورت کا جمال وہ ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور دل میں وہ صورت نقش ہو جاتی ہے اور اخلاق باطنہ کا جمال یہ ہے کہ انسان کی صفات خوب صورت ہوں' اس میں علم اور حکمت ہو' عدل اور عفت (پاک دامنی) ہو' وہ غصہ ضبط کرتا ہو اور ہر شخص کے ساتھ اچھائی کرتا ہو اور افعال کا جمال یہ ہے کہ اس کے افعال سے مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہو اور وہ لوگوں کی مصلحتیں تلاش کرنے میں کوشاں رہتا ہو اور ان سے ضرر اور نقصان کو دور کرنے کے درپے رہتا ہو۔

مویشیوں کا جمال یہ ہے کہ ان کی جسمانی بناوٹ اور ان کی شکل و صورت دیکھنے میں اچھی لگتی ہو اور مویشیوں کی تعداد کا زیادہ ہونا بھی ان کے جمال میں داخل ہے کہ لوگ دیکھ کر یہ کہیں کہ یہ فلاں کے مویشی ہیں' کیونکہ جب مویشی زیادہ تعداد میں اکٹھے ہو کر چلتے ہیں تو اچھے لگتے ہیں' اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور ان میں تمہارے لیے حسن اور زیبائش ہے جب تم شام کو انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہو''۔

بکریوں' گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ چوپائے تمہارا سامان لاد کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود نہیں پہنچ سکتے تھے''۔

اللہ سبحانہ نے مویشی پیدا کرنے کا بالعموم احسان فرمایا اور ان میں سے اونٹوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' کیونکہ وہ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت بار برداری اور بوجھ اٹھانے کے زیادہ کام آتے ہیں' بکریوں کا دودھ دوہا جاتا ہے اور ان کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہے اور بھیڑوں سے اون بھی حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے چمڑے سے بہت کارآمد اور مفید چیزیں بنائی جاتی ہیں اور گائے اور بیلوں سے ان فوائد کے علاوہ ہل بھی چلایا جاتا ہے اور اونٹنیوں سے ان کے علاوہ ان پر بوجھ بھی لادا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص گائے کو لے کر جا رہا تھا جس پر اس نے سامان لادا ہوا تھا' گائے نے اس کی طرف مڑ کر کہا: میں اس لیے پیدا نہیں کی گئی' لیکن میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! اور انہوں نے تعجب اور خوف سے کہا: کیا گائے نے کلام کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور ابوبکر

marfat.com
Marfat.com

اور عمر اس پر ایمان لے آئے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۸۸،السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۱۴۱۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ گائے کو اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ اس کے اوپر سواری کی جائے یا اس پر سامان لادا جائے وہ صرف ہل چلانے' نسل بڑھانے' اس کا دودھ پینے اور اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مویشیوں پر سواری کر کے سفر کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے' لیکن ان کی قوت برداشت سے زیادہ ان پر سامان نہ لادا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ بھی نرمی اور ملائمت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور ان کے چارہ اور دانہ کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم فصلوں کے سرسبز اور زرخیز ہونے کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو بھی زمین کی پیداوار سے حصہ دو اور جب تم قحط کے ایام میں سفر کرو تو سفر جلدی طے کرو اور جب تم رات کے پچھلے حصہ میں ہو تو راستہ میں قیام کرنے سے احتراز کرو کیونکہ رات میں وہ زمین کیڑے مکوڑوں کی آماجگاہ ہوتی ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۲۶،السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۸۱۴)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ مسیب بن آدم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا: حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شتربان کو مارا اور فرمایا: اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان نہ لادا کرو۔

جانوروں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ جب وہ کسی جانور سے ساری عمر کام اور خدمت لیں اور جب وہ جانور بوڑھا ہو جائے اور کام کے قابل نہ رہے تو اس کی دیکھ بھال میں کمی نہ کریں جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھی ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا' میں آپ کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا' آپ ایک عورت اور اس کے بیٹے کے پاس سے گزرے' اس کے بیٹے پر جنون کی کیفیت تھی' میں نے اس سے زیادہ جنون کسی میں نہیں دیکھا۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرے بیٹے کی حالت دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اس کے لیے دعا کروں' آپ نے اس کے لے دعا کی' پھر وہاں سے چلے گئے' آپ کے پاس سے ایک اونٹ گزرا' وہ اپنی گردن دراز کر کے آپ سے بڑبڑا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس اونٹ کے مالک کو لاؤ' وہ آیا تو آپ نے فرمایا: یہ اونٹ کہہ رہا ہے: میں ان کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ مجھ سے کام لیتے رہے' حتیٰ کہ اب جب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو یہ مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں' پھر آپ چلے گئے' آپ نے دو الگ الگ درخت دیکھے۔ آپ نے مجھ سے کہا: جاؤ ان درختوں سے جا کر کہو کہ آپس میں مل جائیں' وہ درخت مل گئے' آپ نے قضاء حاجت کی' آپ نے مجھ سے فرمایا: ان درختوں سے کہو کہ پھر الگ الگ ہو جائیں' پھر آپ چلے گئے' جب واپس اس بچہ کے پاس سے لوٹے تو وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور اس کی ماں نے چھ مینڈھے مہیا کیے تھے جس میں سے دو مینڈھے آپ کو ہدیہ کیے اور کہنے لگی کہ اس کے بچہ کو پھر جنون نہیں ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس.

کافر جنات اور انسانوں کے سوا ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲-۲۶۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

الزخرف: ۱۵ میں فرمایا: "اور انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اس کا جز قرار دے دیا' بے شک انسان ضرور کھلا ہوا ناشکرا

marfat.com
Marfat.com

ہے O"

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ایک یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کا جز یعنی اس کی اولاد قرار دے دیا۔ جیسے یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور مشرکین نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور عرب میں اولاد کے اوپر جز کا اطلاق کیا جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر فرمایا: بنو ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں' میں (اس کی) اجازت نہیں دیتا' میں پھر اجازت نہیں دیتا' میں پھر اجازت نہیں دیتا' سوا اس کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور وہ ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا جز ہے' جو چیز اس کو اذیت دے وہ مجھ کو اذیت دیتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۷۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۹۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۳۷۰)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مشرکین نے جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود مان لیے تو انہوں نے تمام بندوں کو اللہ کے لیے نہیں مانا بلکہ انہوں نے کہا کہ بعض بندے ان کے خودساختہ معبودوں کے ہیں اور بعض بندے اللہ کے ہیں' گویا اللہ کے بندوں کا ایک جز یا ایک حصہ تو اللہ کے لیے ہے اور باقی جز ان کے خودساختہ خداؤں کا ہے۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ

تو کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں بنائیں اور تمہارے لیے بیٹے مختص کر دیئے O حالانکہ ان میں سے کسی کو

اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ

جب اس کی بشارت دی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ پیتا

كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾

رہتا ہے O اور کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہو اور دوران بحث اپنا موقف واضح نہ کر سکے (وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟) O

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ

اور انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جو رحمٰن کے بندے ہیں' کیا یہ لوگ ان کی پیدائش کے وقت گواہ تھے' ان کی

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا

یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور عنقریب اس کے متعلق باز پرس ہوگی O اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت

عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ

نہ کرتے' انہیں اس کا کچھ علم نہیں' وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں O کیا ہم نے اس سے

marfat.com

Marfat.com

كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

پہلے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیںO نہیں! بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیںO اور اسی طرح ہم نے

قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ

باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیںO (اس نبی نے) کہا: خواہ

بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

میں اس کی بہ نسبت ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے انہوں نے کہا: جس دین کو دے کر

كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع النصف

تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا کفر کرنے والے ہیںO پھر ہم نے ان سے انتقام لیا' سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہواO

ع ۲ النصف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں بنائیں اور تمہارے لیے بیٹے مختص کر دیئےO حالانکہ ان میں سے کسی کو جب اس کی بشارت دی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ پیتا رہتا ہےO اور کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہو اور دوران بحث اپنا موقف واضح نہ کر سکے (وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟)O (الزخرف: ۱۸۔۱۶)

اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان مشرکین کا رد فرمایا ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور اس رد کے دو حصے ہیں: ایک حصہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا مطلقاً محال ہے کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے' اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوگی اور اولاد والد سے مؤخر ہوتی ہے اور واجب اور قدیم کسی چیز سے مؤخر نہیں ہو سکتا' جو مؤخر ہو وہ حادث اور ممکن ہوتا ہے' نیز اس صورت میں تعدد وجباء لازم آئیں گے اور یہ بھی محال ہے' نیز ولد والد کا جز ہوتا ہے اور اس سے منفصل ہوتا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ذو اجزاء ہو اور پہلے اس سے کوئی جز متصل ہو اور پھر منفصل ہو جائے اور جس چیز کے اجزاء ہوں اور وہ اتصال اور انفصال کا محل ہو وہ مرکب ہوتا ہے' پس اللہ تعالیٰ کا مرکب ہونا لازم آئے گا اور ہر مرکب حادث اور ممکن ہوتا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانی جائے تو

marfat.com

Marfat.com

اس کا حادث اور ممکن ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے' پس اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا بھی محال ہے۔

اور اس دلیل کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا ممکن ہو تب بھی اس کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے' کیونکہ بیٹا بیٹیوں سے افضل ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہوں اور مخلوق کے لیے بیٹے بنائے ہوں تو لازم آئے گا کہ مخلوق خالق سے افضل ہو اور یہ بداہت عقل کے نزدیک محال ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ (النجم: ۲۲-۲۱)
کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہوں ○ یہ تو بہت ظالمانہ تقسیم ہے ○

عورتوں کے ناقص ہونے کی وجوہ

الزخرف: ۱۷ میں فرمایا: ''حالانکہ ان میں سے کسی کو جب اس کی بشارت دی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ پیتا رہتا ہے ○''

اس آیت میں بھی بیٹیوں کی کمی اور ان کا نقص بیان فرمایا ہے کہ جیسے ہی کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے' بعض اوقات وہ اپنا گھر چھوڑ کر نکل جاتا ہے اور بعض اوقات وہ بیٹی کو زندہ در گور کر دیتا ہے' وہ اس میں عار محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کا رشتہ دے اور کسی کو اپنا داماد بنائے' وہ سمجھتا ہے کہ بیٹی کی وجہ سے اس کا سر ہمیشہ جھکا ہوا رہے گا' پھر بیٹی کے ناقص ہونے کی ایک اور وجہ یہ ہے:

الزخرف: ۱۸ میں فرمایا: ''اور کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہو اور دوران بحث اپنا مؤقف واضح نہ کر سکے (وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟) ○''

عورت کے ناقص الخلقت ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر پڑھانے کے لیے عید گاہ میں گئے' آپ کا عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو' کیونکہ مجھے تمہاری بڑی تعداد دوزخ میں دکھائی گئی ہے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم سے زیادہ کوئی ناقص عقل اور ناقص دین ایسی نہیں دیکھی جو کسی ہوشیار مرد حاذق کی عقل کو سلب کرنے والی ہو' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے دین کا نقصان کیا ہے اور ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کی مثل ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورت کی عقل کا نقصان اور اس کی کمی ہے اور کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کی ماہواری کے ایام ہوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان اور اس کی کمی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰-۷۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۹-۱۵۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۰۳-۱۲۸۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۷۳۹)

الزخرف: ۱۸ میں فرمایا ہے کہ عورت اپنے مؤقف کو وضاحت سے نہیں بیان کر سکتی' حالانکہ بعض عورتیں بہت ذہین ہوتی ہیں اور بہت فصاحت اور بلاغت سے اپنا مؤقف بیان کرتی ہیں اور بحث مباحثہ میں غالب رہتی ہیں' احنف نے کہا: میں نے حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو بلیغ نہیں پایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گفتگو کے جس دروازہ کو حضرت عائشہ نے بند کر دیا ہو اس دروازہ کو ان کے سوا اور کوئی نہیں کھول سکتا اور جب ایک مجلس میں حضرت عائشہ نے حضرت زینب کو لاجواب

marfat.com
Marfat.com

کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۸۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۴۴۲)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بہت ذہین ہیں اور ان کی فصاحت و بلاغت بہت قوی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے تمام عورتوں کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنا مؤقف وضاحت سے نہیں بیان کر سکتیں' بلکہ یہ حکم اکثر عورتوں کے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا جو رحمٰن کے بندے ہیں' کیا یہ لوگ ان کی پیدائش کے وقت گواہ تھے' ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور عنقریب اس کے متعلق باز پرس ہو گی O اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے' انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں O کیا ہم نے اس سے پہلے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں O نہیں! بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں O (الزخرف: ۲۲۔۱۹)

کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں

اس آیت میں فرشتوں کے متعلق فرمایا ہے: جو رحمٰن کے بندے ہیں' اس میں کفار کا رد ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ رحمٰن کے بندے ہیں اور جو بیٹا یا بیٹی ہو اس کو غلام یا باندی نہیں بنایا جا سکتا' اگر کوئی شخص ناواقفی میں کسی غلام یا باندی کو خرید لے اور بعد میں پتا چلے کہ وہ اس کا بیٹا یا بیٹی ہے تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا' اس لیے کفار کا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنا غلط ہے کیونکہ درحقیقت وہ اللہ کے بندے ہیں۔

دوسرا رد یہ ہے کہ فرشتے اللہ کے پاس ہیں نہ کہ کفار کے پاس' پھر ان کو کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نے یہ بات اپنے باپ دادا سے سنی ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس قول میں جھوٹے نہیں ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی شہادت لکھ لی جائے گی اور ان سے اس شہادت کے متعلق آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۶۸۔۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے

الزخرف: ۲۰ میں فرمایا: ''اور انہوں نے کہا: اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے' انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں O''

مشرکین نے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ بات کہی' اللہ تعالیٰ کسی انسان کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا نہیں چاہتا' اگر وہ جبراً ہدایت یافتہ بنانا چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى (الانعام: ۳۵)
اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ (المائدہ: ۴۸)
اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا' لیکن وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ (الانعام: ۱۰۸)
اور اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کے اوپر نگران نہیں بنایا۔

marfat.com
Marfat.com

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا (یونس:۹۹)

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے لوگوں میں سے سب کے سب ایمان لے آتے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ تھا کہ اگر وہ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو سب کو ہدایت یافتہ بنا دیتا' یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے لیکن اس کی حکمت میں نہیں ہے' اس کی حکمت کا منشاء یہ تھا کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں' اس نے تمام انسانوں کو اختیار دیا ہے اور جو انسان جس چیز کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے' وہ ایمان کو اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے ایمان کو پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ کفر کو اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کفر کو پیدا کر دیتا ہے' تو یہ کفار بھی اگر ایمان کو اختیار کرتے اور ایمان لانے کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایمان کو پیدا کر دیتا' اس لیے آخرت میں ان کا یہ قول غلط اور باطل ہے کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے' کیونکہ رحمان کسی کو جبراً مومن بنانا نہیں چاہتا۔

معتزلہ کا جبریہ پر اعتراض اور امام رازی کا جبریہ کی طرف سے جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ آیت جبریہ کے قول کے فساد پر دلالت کرتی ہے' جبریہ یہ کہتے ہیں کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے اور اس آیت میں مذکور ہے کہ کفار نے کہا: اگر رحمان چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ان کو کچھ علم نہیں ہے' وہ صرف اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں' اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ گویا کفار نے کہا: ہم نے اللہ کے چاہنے اور اس کے ارادہ کی وجہ سے بتوں کی عبادت کی اور یہی جبریہ کا مذہب ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو صراحتاً رد کر دیا کہ ان کو کچھ علم نہیں ہے' وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کر رہے ہیں' لہٰذا جبریہ کا مسلک باطل ہو گیا۔ اس آیت کی نظیر سورۃ الانعام کی یہ آیت ہے:

سَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكۡنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمۡنَا مِنۡ شَىۡءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ حَتّٰى ذَاقُوۡا بَاۡسَنَا ؕ قُلۡ هَلۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا ؕ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ ○ (الانعام:۱۴۹)

عنقریب مشرکین یہ کہیں گے: اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے' اسی طرح ان سے پہلوں نے تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھ لیا' آپ کہیے: کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے سامنے لاؤ' تم لوگ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہو اور تم محض اٹکل پچو سے باتیں کر رہے ہو○

امام رازی فرماتے ہیں: معتزلہ کے اس اعتراض کا برحق جواب وہ ہے جس کو ہم نے سورۃ الانعام کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر کا ارادہ کیا اور جب اس نے ان سے کفر کا ارادہ کیا تو اب اس کا ان کو ایمان لانے کا امر کرنا اور ایمان لانے کا حکم دینا جائز نہیں اور کفار کا اعتقاد یہ تھا کہ امر اور ارادہ کو مطابق ہونا چاہیے اور ہمارے نزدیک کفار کا یہ استدلال باطل ہے' پس کفار صرف اس وجہ سے مذمت کے مستحق نہیں ہوئے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کافر سے کفر کا ارادہ کرتا ہے' بلکہ وہ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر کا ارادہ کر لیا تو اب ان کو ایمان لانے کا حکم دینا اس کے لیے قبیح ہے اور جائز نہیں ہے اور جب ہم نے کفار کی مذمت کرنے کو اس طرف راجع کیا تو اب معتزلہ کا جبریہ پر جو اعتراض تھا وہ ساقط ہو گیا اور اس کی پوری تقریر سورۃ الانعام میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۲۷ ـ ۶۲۶ ملخصاً 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جبریہ کی حمایت میں سورۃ الانعام کی تقریر

سورۃ الانعام میں امام رازی نے جو تقریر کی ہے وہ اس طرح ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار سے یہ حکایت کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر استدلال کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ان کا استدلال باطل اور فاسد ہے' کفار کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اگر تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں تو پھر انسانوں کو احکام شرعیہ سے مکلف کرنا عبث ہو گا اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنا بھی بے فائدہ ہوگا' کیونکہ جب سب کام اللہ تعالیٰ کے چاہنے اور اس کے ارادہ سے ہو رہے ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام تبلیغ کریں یا نہ کریں لوگ وہی عمل کریں گے جو اللہ تعالیٰ چاہے گا' پھر انبیاء علیہم السلام کا دعویٰ نبوت کرنا باطل ہو گا۔ بلکہ ان کی نبوت اور رسالت بھی باطل ہوگی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ باطل فرمایا کہ کفار کا اس طریقہ سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو باطل کرنا بجائے خود باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معبود ہے' وہ جو چاہے کرے اور جس چیز کا ارادہ کرے وہ حکم دے' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کافر سے کفر کا ارادہ کرتا ہے' اس کے باوجود وہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا ہے اور کافر کو ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور ارادہ کے خلاف حکم دینا ممتنع نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے استدلال کر کے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو باطل کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ان کا استدلال باطل اور فاسد ہے کیونکہ تمام کاموں کا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہونا' انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو باطل نہیں کرتا' پس معتزلہ کا جبریہ کے خلاف استدلال ساقط ہو گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۷۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل

اس کے بعد امام رازی اسی بحث میں یہ فرماتے ہیں:

پس ثابت ہو گیا کہ ظاہر قرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر سے ایمان کا ارادہ نہیں کرتا اور عقلی دلیل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کفار کو جبراً مومن بنا دیتا تو یہ کئی وجوہ سے باطل ہے:

(۱) ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ ہدایت دینا چاہتا تو تم کو ہدایت دے دیتا اور تم یہ کہتے ہو کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو تم کو ہدایت دے دیتا' سو تم اس آیت کا معنیٰ کرنے کے لیے اس میں جبراً کا لفظ محذوف مانتے ہو' لہٰذا تمہارا کیا ہوا معنیٰ مرجوح ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان اختیاری کا ارادہ کرتا ہے اور جبر سے جو ایمان حاصل ہو گا وہ ایمان غیر اختیاری ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے اور اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مراد کے حصول پر قادر نہیں ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مراد ایمان اختیاری ہے اور وہ اس کو حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ کے عجز کا قول کرنا لازم ہو گا۔

(۳) اس بحث کا سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ ایمان بالاختیار اور ایمان بالجبر کے درمیان فرق کیا جائے اور متکلمین نے ان کے درمیان جو فرق کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان بالاختیار کے لیے بندہ کے دل میں ایمان کے داعی اور محرک کا ہونا ضروری ہے

marfat.com
Marfat.com

اور یہ داعی اور محرک یا تو اس حیثیت سے ہوگا کہ اس کے بعد ایمان کا حصول واجب اور ضروری ہوگا یا اس داعیہ کے بعد ایمان کا حصول واجب نہیں ہوگا' اگر اس داعی کے بعد ایمان کا حصول واجب نہیں ہے تو اس داعی اور محرک کے بعد کبھی ایمان حاصل ہوگا اور کبھی ایمان حاصل نہیں ہوگا' پھر ایمان کے حصول کے لیے ایک اور داعی اور محرک کے وجود کو فرض کرنا پڑے گا اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور اگر اس داعی اور محرک کے بعد ایمان کا حصول واجب ہو تو پھر وہ داعی اور محرک اختیاری نہیں رہے گا بلکہ واجب اور ضروری ہو جائے گا اور متکلمین نے جو داعی ضروری اور داعی اختیاری میں فرق کیا ہے وہ فرق باطل ہو جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۶۷۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انسانوں کے لیے اختیار کے ثبوت میں مصنف کی تقریر

اس مقام پر تین چیزیں ہیں: ایک مشیت ہے' دوسری چیز اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور تیسری چیز اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت راضی ہوتا ہے جب اس کے امر اور اس کے حکم پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ اس کی رضا اور اس کے حکم سے عام ہے۔

اس کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی نہیں ہوتا اور نہ ہر چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

جہاں تک انسانوں کے افعال کا تعلق ہے' انسانوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ انسان کے اسی فعل کو پیدا کرتا ہے جس فعل کو انسان خود اختیار کرتا ہے' اور اسی اختیار کی بناء پر اس کو جزاء اور سزا دی جاتی ہے' اگر انسان کو اختیار نہ دیا گیا ہوتا تو پھر رسولوں کو بھیجنا' حساب اور کتاب لینا' میزان قائم کرنا' جزاء اور سزا دینا یہ تمام امور عبث اور بے کار ہو جائیں گے۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اس پر دلیل ہے کہ انسان کو اچھے اور بُرے کاموں اور ایمان اور کفر کا اختیار دیا گیا ہے اور اس کے نیک کاموں پر اس کو جزاء ملے گی اور بُرے کاموں پر وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (الشمس: ۱۰-۷)

قسم ہے نفس کی اور اس کو صحیح بنانے کی ۝ پھر اللہ نے اس نفس میں اس کی بُرائی اور بھلائی کا ادراک پیدا کر دیا ۝ جس نے نفس کو (گناہوں سے) پاک رکھا وہ کامیاب ہو گیا ۝ اور جس نے نفس کو ضائع کر دیا وہ ناکام ہو گیا ۝

اگر انسان کے نیک کام کرنے یا بُرے کام کرنے میں اس کا کوئی دخل اور اختیار نہ ہو تو یہ آیات عبث قرار پائیں گی۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد: ۱۰-۸)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ۝ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ۝ اور کیا ہم نے اس کو (نیکی اور بدی کے) دونوں راستے نہیں دکھائے ۝

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ کہیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی ۝

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (البقرہ: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور کسی بھی شخص کو مکلف کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے احکام کا مکلف کیا ہے' وہ اس کے احکام پر عمل کریں گے تو ان کو اجر و ثواب ملے گا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کو اس کی سزا ملے گی' اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور درختوں کو اختیار نہیں دیا تو ان کو اپنے احکام کا مکلف بھی نہیں فرمایا اور انسانوں کو اختیار دیا ہے تو ان کو مکلف بھی فرمایا ہے۔

انسان کے با اختیار ہونے کی واضح مثال یہ ہے کہ جو انسان رعشہ میں مبتلا ہوتا ہے وہ چاہے نہ چاہے اس کے ہاتھ حرکت کرتے رہتے ہیں اور لرزتے اور کپکپاتے رہتے ہیں اور تندرست انسان اپنے اختیار سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے' اسی طرح جس انسان کے ہاتھوں پر فالج ہو اس کے ہاتھ ساکت رہتے ہیں' وہ اپنے اختیار سے اپنے ہاتھوں کو حرکت نہیں دے سکتا اور تندرست انسان کا معاملہ اس طرح نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی مذکور الصدر آیات اور عقلی دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو نیک اور بد افعال کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے اور وہ جس فعل کو اختیار کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے اور انسانوں کو جمادات کی طرح بے اختیار اور مجبور پیدا نہیں فرمایا اور اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ جبریہ کی حمایت میں امام رازی کا یہ فرمانا درست نہیں ہے کہ کافر کے کفر کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اور اس کے چاہنے سے کافر کفر کرتا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ کافر کفر کو اختیار کرتا ہے اور کفر کا ارادہ اور کسب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اختیار اور ارادہ کے مطابق کفر کو پیدا کرتا ہے' پس کفر کا' کاسِب کافر ہے اور کفر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اعمال کا اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے لیکن ایمان اور اعمال صالحہ کے خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے اور کفر اور فسق کے خلق کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ دونوں کو اللہ تعالیٰ ہی خلق کرتا ہے۔

جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل کے جوابات

اب ہم امام رازی کے عقلی دلائل کا جائزہ لیتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

فَلَوْشَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ○ (الانعام:۱۴۹) پس اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا○

ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا' امام رازی فرماتے ہیں: تم اس میں جبراً کا لفظ محذوف مانتے ہو اور ہم اس میں جبراً کا لفظ محذوف نہیں مانتے اور جو معنیٰ بغیر حذف مانے کیا جائے وہ بہتر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات قرآن مجید کی کسی آیت میں کوئی لفظ محذوف ہوتا ہے اور جب تک اس لفظ کو محذوف نہ مانا جائے تو معنیٰ صحیح نہیں بنتا' جیسے فرمایا ہے: ''وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ'' (یوسف:۸۲) آپ اس بستی سے سوال کیجئے' یعنی بستی والوں سے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہاں مراد ہے: اهل قرية (بستی والوں) سے سوال کیجئے اور یہاں اختصار کی بناء پر مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے اور مجاز کی یہ قسم لغت عرب میں مشہور ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۹۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سو اسی طرح الانعام: ۱۴۹ میں جبراً کا لفظ محذوف ہے' ورنہ ان تمام آیات کا خلاف لازم آئے گا جن میں انسان کے لیے اختیار ثابت فرمایا ہے۔

امام رازی کی دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان اختیاری کا ارادہ کرتا ہے اور جبر سے جو ایمان حاصل ہو گا

marfat.com
Marfat.com

وہ غیر اختیاری ہوگا' اس سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مراد کے حصول پر قادر نہ ہو اور عاجز ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مراد ایمان اختیاری ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایمان بالاختیار اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے کہ بندے اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں اور وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہوتا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ (الزمر: ۷) اللہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہوتا۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد حاصل نہ ہو البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی رضا حاصل نہ ہو۔

امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ ایمان اختیاری داعیہ جازمہ اور ارادہ لازمہ پر موقوف ہے الخ' ہم کہتے ہیں کہ اس داعی اور محرک سے کیا مراد ہے' اللہ کے لیے داعی اور محرک ہو تو یہ صحیح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کو اپنے افعال کے لیے کسی داعی اور محرک کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مخلوق کا داعی اور اس کا ارادہ جازمہ مراد ہے تو مخلوق اپنے افعال کی خالق نہیں ہے' وہ صرف اپنے افعال کی کاسِب ہے اور کسب کا معنیٰ ہے: ارادہ کرنا' مخلوق جس فعل کا ارادہ کرتی ہے اللہ اس میں وہ فعل پیدا کردیتا ہے' اس کے لیے ایسے داعیہ جازمہ اور ارادہ لازمہ کی ضرورت نہیں ہے جس کے بعد فعل کا حصول واجب ہو کیونکہ یہ علت تامہ کی شان ہے اور مخلوق اپنے افعال کے لیے علت تامہ نہیں ہے' وہ صرف کاسِب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ '' فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ '' کا یہی معنیٰ ہے کہ اگر اللہ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا' لیکن اللہ انسانوں کو جبراً ہدایت دینا نہیں چاہتا کیونکہ اس نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے اور اس کی رضا اس میں ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں' اس آیت کی تفسیر میں گفتگو طویل ہوگئی لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ جبریہ کی تائید میں جو کچھ بھی کہا جاسکتا ہے' اس کا مکمل جواب آجائے۔

''مستمسکون'' کا معنیٰ

الزخرف: ۲۱ میں فرمایا: '' کیا ہم نے اس سے پہلے انہیں کوئی کتاب دی ہے' جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ○ ''

یعنی نزول قرآن سے پہلے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو ایمان کی دعوت دینے سے پہلے کیا ہم نے ان کو ایسی کوئی کتاب دی تھی جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بتوں کی عبادت کرنا برحق ہے یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو وہ اس کتاب سے استدلال کرکے یا اس پر اعتماد کرکے بتوں کی عبادت کررہے ہیں یا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ رہے ہیں۔

اس آیت میں '' مستمسکون '' کا لفظ ہے' اس کا مصدر استمساک ہے اور اس کا مادہ مسک ہے' مستمسکون کا معنیٰ ہے: چنگل سے پکڑنے والے اور اس سے مراد ہے: استدلال کرنے والے اور کسی چیز سے سند لانے والے' مسک میں رکنے یا روکنے کا معنیٰ ہوتا ہے' مسکۃ کا معنیٰ ہے: پانی رکنے کی جگہ' ممسک کا معنیٰ ہے: کنجوس یعنی مال کو روکنے والا' امساک کا معنیٰ ہے: رکنا' بند رکھنا' تمسک کا معنیٰ ہے: پنجہ میں پکڑنا اور استمساک کا معنیٰ ہے: مضبوطی سے پکڑنا' سند لانا' استدلال کرنا۔

(القاموس المحیط ص ۹۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' ۱۴۲۴ھ)

امت کے معانی

الزخرف: ۲۲ میں فرمایا: '' نہیں' بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں ○ ''

اس آیت میں امت کا لفظ ہے' جس کا ترجمہ ہم نے دین کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

امت ہر اس گروہ اور جماعت کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں مجتمع ہو اور اس کا کوئی جامع ہو' خواہ اس کا جامع دین واحد ہو یا زمان واحد ہو یا مکان واحد ہو' خواہ کسی چیز نے ان کو تسخیراً اور جبراً جمع کیا ہو یا اختیاراً جمع کیا ہو۔ تسخیراً جمع کرنے کی مثال یہ آیت ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ. (الانعام: ۳۸) زمین پر چلنے والا ہر جاندار اور فضا میں اپنے پروں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مثل ایک امت (گروہ) ہے۔

یعنی ان میں سے ہر گروہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص طبیعت میں مسخر کیا ہوا ہے' جیسے مکڑیوں کا گروہ بالطبع جالا بنانے والا ہے' یا بالطبع خوراک کا ذخیرہ بنانے والا ہے جیسے چیونٹیاں' یا گھونسلا بنانے والا ہے جیسے چڑیا اور اس طرح کے اور پرندے یا پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر ایک چھتے میں جمع کرنے والا ہے جیسے شہد کی مکھیاں۔

اور یا وہ گروہ اپنے اختیار سے ایک نظریہ پر قائم ہونے والا ہو' اس کی مثال یہ آیت ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً. (البقرہ: ۲۱۳) یعنی سب لوگوں کا ایک ہی دین اور ایک ہی عقیدہ اور نظریہ تھا' وہ سب کفر اور گم راہی میں متفق اور مجتمع تھے' اسی طرح یہ آیت ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً. (ھود: ۱۱۸) اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔

یعنی سب لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے میں مجتمع اور متحد کر دیتا۔

اور زمانے اور مدت کی مثال یہ آیت ہے:

وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ. (یوسف: ۴۵) رہا ہونے والے قیدی کو ایک مدت کے بعد یاد آیا۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۸' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیں O (اس نبی نے) کہا: خواہ میں اس کی بہ نسبت ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' انہوں نے کہا: جس دین کو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں O پھر ہم نے ان سے انتقام لیا' سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا O (الزخرف: ۲۵-۲۳)

دنیاوی مال و متاع کا مذموم ہونا

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کفار اپنے آباء واجداد کی گم راہی اور کفر میں اندھی تقلید کر رہے ہیں اور اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے' نیز یہ فرمایا کہ اس بستی کے خوش حال اور آسودہ حال لوگوں نے اپنے کفر پر اپنے آباء واجداد کی تقلید کو دلیل بنایا' یعنی ان کی خوش حالی اور مال و دولت کی کثرت نے ان کو دنیا کی لذتوں اور شہوتوں میں اس قدر بدمست کر دیا کہ وہ آخرت سے بالکل بے بہرہ ہو گئے اور احادیث میں بھی اس کا بیان ہے کہ دنیا کی رنگینیوں اور عیش و نشاط سے انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو دولت مندوں کی تکریم کرتے ہیں اور عبادت گزاروں کی تخفیف کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ان آیات پر عمل کرتے ہیں جو ان

marfat.com
Marfat.com

کی خواہشوں کے موافق ہوں اور جو آیات ان کی خواہشوں کے خلاف ہوں ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایسی صورت میں وہ قرآن کی بعض آیات پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں اور اس چیز کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں جو ان کو بغیر محنت کے حاصل ہو جائے' وہ ان کی تقدیر ہو یا رزق مقسوم ہو اور اس چیز کے حصول کے لیے کوشش نہیں کرتے جس میں محنت کرنی پڑتی ہے جو کہ آخرت میں ان کی وافر جزاء ہے اور ان کا وہ شکر ہے جس پر اجر ملتا ہے اور یہ وہ تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ١٠٤٣٢' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی عمر بن یزید الرفاء ضعیف ہے' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٧٧٠٤)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص پر بھی دنیا کھول دی جاتی ہے' اللہ تعالیٰ ان پر قیامت تک کے لیے بغض اور عداوت ڈال دیتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میں اس سے ڈرتا ہوں۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ٩٣' مسند البزار رقم الحدیث: ٣٦٠٩' امام بزار کی سند میں ابن لہیعہ نام کا ضعیف راوی ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر فقر کا خطرہ نہیں ہے' لیکن مجھے تم پر مال کی کثرت کا خوف ہے اور مجھے تم پر خطاء کا خطرہ نہیں ہے لیکن مجھے تم پر عمد کا خطرہ ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ٨٠٦٠' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٧٧٤٢)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو صرف دینار اور درہم نے ہلاک کر دیا اور یہ تم کو بھی ہلاک کرنے والے ہیں۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ٣٦١٣' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ١٠٢' امام بزار کی سند جید ہے۔ جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ٥٥٨)

الزخرف: ٢٥-٢٤ میں فرمایا: ''(اس نبی نے) کہا: خواہ میں اس کی بہ نسبت ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' انہوں نے کہا: جس دین کو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں O پھر ہم نے ان سے انتقام لیا' سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا O''

''اھدی'' کے معنیٰ میں مترجمین کی آراء

اس آیت میں ''اھدی'' کا لفظ ہے اور یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے' اس کا معنیٰ ہے: زیادہ ہدایت دینے والا' اسی لیے مترجمین نے اس کا معنیٰ اسم تفضیل کے اعتبار سے کیا ہے۔

شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ١٣٣٩ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وہ بولا اور جو میں لا دوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادوں کو۔

اور شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٤ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آباء ہی کا اتباع کیے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے اور اسم تفضیل کو مجازاً صفت مشبہ پر محمول کیا ہے:

''(اس نبی نے) کہا: خواہ میں اس کی بہ نسبت ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے''۔

تھانوی صاحب اور شیخ محمود حسن کے ترجموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کافروں کے آباء واجداد کا دین بھی ہدایت دینے والا تھا لیکن پیغمبروں کا دین زیادہ ہدایت دینے والا ہے' جب کہ ہمارے ترجمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہدایت دینے والا وہی دین

marfat.com
Marfat.com

ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے اور کافروں کے دین میں ہدایت نہیں ہے۔
دوسری آیت میں فرمایا ہے: ''ہم نے ان سے انتقام لیا''۔ یعنی ان پر قحط مسلط کیا اور ان پر عبرت ناک عذاب نازل کیا جس سے ان کافروں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور فرمایا: ''سو دیکھئے! تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا''۔
تکذیب سے مراد ہے: رسولوں کی تکذیب' یعنی جن کافروں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے لائے ہوئے دین کا مذاق اڑایا تھا اور اس کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا' ان پر کیسا عبرت ناک عذاب آیا۔

تقلید کی تحقیق

ان آیات میں تقلید کی مذمت کی گئی ہے' تقلید کی تعریف ہے: کسی دوسرے شخص کے قول کو بلا دلیل قبول کرنا' یہ تقلید احکام فرعیہ اور عملیات میں جائز ہے اور اصول دین اور اعتقادات میں جائز نہیں ہے بلکہ اصول دین اور اعتقادات میں غور و فکر کرنا اور دلائل سے کام لینا ضروری ہے' البتہ فقہاء احناف اور غیر مقلدین دونوں کے نزدیک مقلد کا ایمان صحیح ہے' مثلاً مقلد کا ایمان ہے کہ یہ جہان ممکن اور حادث ہے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود' قدیم اور واحد ہے اور تمام رسول صادق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو پیغام لے کر آئے وہ پیغام برحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کا' بچوں کا' عورتوں کا اور غلاموں اور باندیوں کا ایمان قبول فرمایا اور ان کو دلیل کی تعلیم نہیں دی اور نہ ان سے اللہ کے واحد ہونے کی یا اپنے رسول ہونے کی دلیل پوچھی' حدیث میں ہے:
حضرت عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی میری بکریاں چراتی تھی' میں اس کے پاس گیا تو میری بکریوں میں سے ایک بکری کم تھی' میں نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا' اس نے کہا: اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا' مجھے اس کا افسوس ہوا اور میں بھی بنو آدم سے ہوں' میں نے اس کو ایک تھپڑ مارا' مجھ پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے' کیا میں اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں' آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ فام باندی لے کر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ پر ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا لازم ہے' آپ دیکھیں' اگر یہ باندی مومن ہے تو میں اس کو آزاد کر دوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے کہا: کیا تم یہ شہادت دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم یہ شہادت دیتی ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین ہے' اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۳۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی کا ایمان قبول فرمایا اور اس سے اللہ اور اس کے رسول کے ماننے اور مرنے کے بعد اٹھنے کے ایمان پر کسی دلیل کو طلب نہیں فرمایا۔
البتہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر مقلد اپنے عقائد پر غور و فکر کر کے ان پر دلیل قائم نہ کر سکے تو وہ گنہ گار ہو گا' کیونکہ اس پر غور و فکر کرنا واجب ہے' اسے چاہیے کہ وہ اثر سے موثر پر اور مصنوع سے صانع پر استدلال کرے اور جو شخص مسلمانوں کے شہر

marfat.com

Marfat.com

میں پیدا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عجیب و غریب چیزوں کو دیکھ کر سبحان اللہ کہا' وہ تقلید کی حد سے نکل گیا اور وہ دلیل اور حجت سے اللہ پر ایمان لانے والا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو O

اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ

سوا اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے عنقریب (مزید) ہدایت دے گا O اور انہوں نے اس (عقیدہ توحید)

عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی

کو اپنی نسل میں باقی رکھا تا کہ ان کی اولاد اسی عقیدہ کی طرف رجوع کرے O بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا

جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا

کو (دنیاوی) فائدہ پہنچایا حتیٰ کہ ان کے پاس حق آ گیا اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول O اور جب ان کے پاس حق پہنچ

سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ

گیا تو انہوں نے کہا: یہ جادو ہے اور ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں O اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ

مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ

اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا O کیا یہ (کفار) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کی

قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ

دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے دنیاوی روزی میں بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت

بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ

دی ہے کہ انجام کار یہ ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہت بہتر ہے

خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً

جس کو یہ جمع کر رہے ہیں O اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم

marfat.com

Marfat.com

لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ

رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان

مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں O اور ان کے گھروں کے دروازے اور جن تختوں پر وہ ٹیک

يَتَّكِئُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتے O (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا دیتے اور یہ سب دنیاوی زندگی کا عارضی سامان

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ہے اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس (صرف) متقین کے لیے ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو O سوا اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے عنقریب (مزید) ہدایت دے گا O اور انہوں نے اس (عقیدہ توحید) کو اپنی نسل میں باقی رکھا تا کہ ان کی اولاد اسی عقیدہ کی طرف رجوع کرے O (الزخرف: ۲۸۔۲۶)

کفار مکہ کی بت پرستی کے خلاف اسوۂ ابراہیم سے استدلال

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار اور مشرکین کی بت پرستی اور ان کے شرک کا سبب ان کے آباء و اجداد کی اندھی تقلید ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اصول اور عقائد میں تقلید کرنا باطل ہے اور عقائد کو دلائل سے ماننا چاہیے اور اب اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور طریقہ سے بیان فرما رہا ہے۔

عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد مانتے تھے اور ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عرفی باپ یعنی ان کے چچا آزر شرک کرتے تھے' اگر عقائد میں تقلید کرنا برحق ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی اور اپنی قوم کے آباء و اجداد کی تقلید کرتے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقائد میں تقلید نہیں کی اور ان کے شرک اور ان کی بت پرستی سے اعراض کیا اور بیزاری کا اظہار کیا تو واضح ہو گیا کہ عقائد میں باپ دادا کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دلیل اور حجت کے ساتھ عقائد کو اپنانا چاہیے۔

الزخرف: ۲۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خالق کا استثناء فرمایا اور کہا: جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے میں بیزار ہوں' سوا اللہ عزوجل کے اور یہ استثناء منقطع ہے' نیز فرمایا: اور وہی مجھے عنقریب (مزید) ہدایت دے گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی ہدایت یافتہ تھے' لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ایک مرتبہ کے بعد دوسرے مرتبہ کی طرف ہدایت دے گا۔

الزخرف: ۲۸ میں فرمایا: ''اور انہوں نے اس (عقیدہ توحید) کو اپنی نسل میں باقی رکھا تا کہ ان کی اولاد اس عقیدہ کی طرف رجوع کرے''۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک ضرور ایسے لوگ رہیں گے جو عقیدہ توحید پر قائم ہوں گے اور جو ان میں سے مشرک ہو گیا اس کے متعلق بھی توقع ہے کہ وہ عقیدہ توحید کی طرف رجوع کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے متعلق یہ دعا کی تھی کہ:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَO (ابراہیم:۳۵) اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے محفوظ رکھنا کہ ہم بتوں کی عبادت کریںO

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی تھی کہ تم تادم مرگ اسلام پر قائم رہنا' قرآن مجید میں ہے:

وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَO (البقرہ:۱۳۲) ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرما لیا ہے' پس تم تادم مرگ اسلام پر ہی قائم رہناO

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی برکت سے قیامت تک ان کی نسل میں ایسے لوگ آتے رہیں گے جو عقیدہ توحید پر قائم ہوں گے۔ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص محض اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعویٰ کرے اور انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیاوی) فائدہ پہنچایا حتیٰ کہ ان کے پاس حق آ گیا اور صاف صاف بیان کرنے والا رسولO اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا تو انہوں نے کہا: یہ جادو ہے اور ہم اس کا کفر کرنے والے ہیںO اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہواO کیا یہ کفار اپنے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں' ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے دنیاوی روزی میں بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے کہ انجام کار یہ ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہت بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیںO (الزخرف:۳۲۔۲۹)

اہل مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان کا کفر اور استہزاء

الزخرف: ۲۹ میں کلام سابق سے اضراب ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ توقع پوری نہیں ہوئی کہ ان کی تمام اولاد عقیدہ توحید اور اسلام پر قائم رہے' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل مکہ تھے وہ نسل ابراہیم سے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیاوی نعمتیں اور آسائشیں دیں' وہ ان نعمتوں اور ان کی لذتوں میں ڈوب کر عقیدۂ توحید اور اسلام کے احکام سے غافل ہو گئے حتیٰ کہ جب ان لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا برحق کلام یعنی قرآن مجید آ گیا اور قرآن مجید کے احکام کو صاف صاف بیان کرنے والا رسول آ گیا جس کی رسالت اس کے پیش کردہ معجزات کی وجہ سے بالکل ظاہر تھی اور جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو دلائل سے بیان کرنے والا تھا تو۔۔۔۔۔

الزخرف: ۳۰ میں فرمایا: ''اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا تو انہوں نے کہا: یہ جادو ہے اور ہم اس کا کفر کرنے والے ہیںO'' یہ لوگ عقیدۂ توحید سے غافل ہو چکے تھے اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف رہ نمائی کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے آپ کا اور آپ کے پیغام کا اور قرآن مجید کا انکار کیا اور کہا: ''یہ جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنا اہل دوزخ کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قہر کے آثار سے

marfat.com
Marfat.com

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ اہل جنت کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لطف کے آثار سے ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا' سوا اس کے جو انکار کرے گا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو میری نافرمانی کرے گا وہ میرا انکار کرے گا۔

(المستدرک ج ۱ ص ۵۵ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث:۱۸۲' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱)

صحیح بخاری کی روایت میں یہ اضافہ ہے: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آئے' اس وقت آپ سو رہے تھے' بعض نے کہا: یہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور دل بیدار ہے' پھر انہوں نے کہا: اپنے اس صاحب کی کوئی مثال بیان کرو' پھر بعض نے کہا: یہ سوئے ہیں اور بعض نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور دل بیدار ہے' پھر انہوں نے کہا: ان کی مثال اسی طرح ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ایک دستر خوان بچھا دیا اور ایک دعوت دینے والے کو بھیجا' پس جس شخص نے اس داعی کی دعوت قبول کی وہ گھر میں داخل ہوا اور اس نے دستر خوان سے کھایا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور اس نے دستر خوان سے نہیں کھایا۔ پھر فرشتوں نے کہا: اس مثال کی وضاحت کرو تا کہ یہ اس کو سمجھیں۔ پس بعض فرشتوں نے کہا: یہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور دل بیدار ہے' تب انہوں نے کہا: دار سے مراد جنت ہے اور داعی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پس جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی اور جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۸۱' جامع المسانید والسنن مسند جابر بن عبد اللہ رقم الحدیث: ۱۰۶)

کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا

الزخرف: ۳۱ میں فرمایا: "اور انہوں نے کہا: یہ قرآن دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا O"

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے کہ ان دو شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور مکہ کے بڑے آدمی کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد الولید بن المغیرہ ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا: اس سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے۔

اور طائف کے بڑے آدمی کے متعلق چار قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حبیب بن عمر ثقفی ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا: اس سے مراد عمیر بن عبد یالیل ثقفی ہے۔

(۳) قتادہ نے کہا: اس سے مراد عروہ بن مسعود ہے۔

(۴) السدی نے کہا: اس سے مراد کنانہ عبد بن عمرو ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

marfat.com

Marfat.com

الزخرف: ۳۲ میں فرمایا: "کیا یہ کفار اپنے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے دنیاوی روزی میں بعض کو بعض پر کئی درجہ فوقیت دی ہے کہ انجام کار یہ ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں O"

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے اس کا انکار کیا' ان میں سے بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا رسول (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثل بشر ہو' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ . (یونس: ۲)

کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص پر وحی کی کہ آپ تمام لوگوں کو ڈرائیے۔

اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O (النحل: ۴۳)

ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے' پس اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے دریافت کر لو O

یعنی اہل کتاب سے دریافت کر لو کہ آیا تمہارے پاس بشر رسول بن کر آئے تھے یا فرشتے' پس اگر تمہارے پاس فرشتے آئے تھے خواہ وہ بشر ہوں تو تم کیوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کا انکار کرتے ہو اور نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى . (یوسف: ۱۰۹)

اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں والوں میں جس قدر رسول بھیجے وہ صرف مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

یعنی وہ سب رسول بستیوں والوں میں سے تھے' ان میں سے کوئی رسول آسمان والوں میں سے نہ تھا جیسا کہ تمہارا زعم ہے کہ رسول کو فرشتہ ہونا چاہیے' جب ان کے رد میں یہ متواتر آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اگر رسول کو بشر ہی ہونا ہے تو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ دوسرے لوگ رسالت کے زیادہ مستحق ہیں' انہوں نے کہا:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ O (الزخرف: ۳۱)

یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا O

ان کی مراد یہ تھی کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ اشرف مکہ کا ولید بن مغیرہ مخزومی ہے اور طائف کا مسعود بن عمرو ثقفی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ کے رب کی رحمت یعنی اس کی رسالت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ بلکہ اپنی رحمت اور کرامت کو ہم ہی تقسیم کرتے ہیں' پس ہم جس کو چاہتے ہیں رسول بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں صدیق بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں خلیل بنا دیتے ہیں' جس طرح ہم دنیاوی زندگی میں جس کو چاہتے ہیں جتنی چاہتے ہیں اس کو اتنی روزی عطا فرماتے ہیں اور ہم نے دنیاوی روزی میں بعض کو بعض سے زیادہ بلند درجہ عطا فرمایا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۸۴۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دنیاوی زندگی کی معیشت میں بعض فاضل ہیں اور بعض مفضول ہیں' بعض رئیس ہیں بعض مرؤوس ہیں' بعض غنی ہیں اور بعض فقیر ہیں' بعض حکام ہیں اور بعض عوام ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

نیز فرمایا: ''اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں'' ایک تفسیر یہ ہے کہ اس رحمت سے مراد نبوت ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس رحمت سے مراد جنت ہے اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ تمام فرائض کی ادائیگی بہ کثرت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے' چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں کو جو اجر عطا فرمائے وہ اس سے بہتر ہے جو بندے اس سے اپنے اعمال کی جزاء کو طلب کریں۔

کفار مکہ نے یہ کہا تھا کہ قرآن کسی عظیم آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا' ان کا یہ کہنا اس لیے غلط اور باطل تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ عظیم آدمی وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس مال اور دولت زیادہ ہو اور جس کے ماتحت زیادہ آدمی ہوں اور جس کے پاس اسلحہ اور ہتھیار بہت ہوں' ان کا یہ سمجھنا غلط اور باطل تھا' ان چیزوں سے کوئی شخص بڑا آدمی نہیں بنتا' بڑا آدمی اور عظیم انسان وہ شخص ہوتا ہے جس کا کردار عظیم ہو' جس کے اخلاق بلند ہوں' جس کو دنیا صادق اور امین کے نام سے پہچانتی ہو' جو یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتا ہو' جو کمزوروں کا سہارا ہو' جو پاک باز اور عفت مآب ہو' جو مہمانوں کی تکریم کرتا ہو' مظلوموں کی دادرسی کرتا ہو' جو جان کے دشمنوں پر بھی قابو پانے کے بعد ان کو معاف کر دیتا ہو' جو حق بات کہتا ہو' جو اس قدر بہادر ہو کہ حق بات کے خلاف بڑی سے بڑی طاقت اس کو جھکا نہ سکتی ہو اور مکہ اور طائف کی دو پہاڑیوں کے درمیان سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا ان صفات کا حامل اور کوئی نہیں تھا' ریگ زار عرب کا ذرہ ذرہ ان پر شاہد عادل ہے کہ ایسا عظیم انسان اور اتنا بڑا آدمی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا تو پھر قرآن مجید آپ پر ہی نازل ہونا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں O اور ان کے گھروں کے دروازے اور جن تختوں پر وہ ٹیک لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتے O (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا دیتے اور یہ سب دنیاوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس صرف متقین کے لیے ہے O (الزخرف: ۳۵۔۳۳)

دنیا کی زیب وزینت کفار کے لیے ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بہت حقیر ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے لوگ کفر کو اختیار کر لیتے تو اللہ تعالیٰ کافروں کے گھر اور ان کے گھروں کا ساز وسامان چاندی اور سونے کا بنا دیتا۔

ان آیات کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ نہ ہوتی کہ جب لوگ کافروں کے گھروں میں انواع واقسام کی نعمتیں اور عیش وعشرت کا سامان دیکھ کر کفر کی طرف رغبت کریں گے اور یہ وہم کریں گے کہ فضیلت کفر میں ہے اور پھر سب لوگ کفر کو اختیار کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور کافروں کے گھر اور ان کا ساز وسامان چاندی اور سونے کا بنا دیتا۔

اس آیت میں ''بیوت'' کا لفظ ہے' اس کا واحد بیت ہے' اس کے معنیٰ گھر اور رہنے کی جگہ ہے اور ''باب'' کا لفظ ہے۔ کسی گھر میں داخل ہونے کی جگہ کو باب کہتے ہیں اور ''سرر'' کا لفظ ہے' یہ سریر کی جمع ہے' سریر اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر امیر اور عیاش لوگ سرور اور خوشی سے بیٹھتے ہیں۔ میت کے تخت کو بھی سریر کہتے ہیں اور اس میں یہ نیک شگون ہے کہ اس پر میت کو لٹا کر اسے اللہ کے پاس لے جائیں گے تو اس کو اللہ کی جانب سے سرور حاصل ہوگا اور اس میں ''زخرف'' کا لفظ ہے' اس کا اصل میں معنیٰ سونا ہے اور اس کو استعارہ زینت سے بھی کیا جاتا ہے' پھر ہر نقش ونگار والی مزین چیز کو زخرف کہا جانے لگا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا حقیر ہونا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک

marfat.com

Marfat.com

مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۰ المستدرک ج ۴ ص ۳۰۶ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۹۲۲)

المستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں کی جماعت میں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرے ہوئے بکری کے بچے پر کھڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ یہ بکری کا بچہ اس کے مالکوں کے نزدیک کتنا حقیر تھا جب انہوں نے اس کو ڈال دیا تھا' ان لوگوں نے کہا: اس کے حقیر ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو ڈال دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ مرا ہوا بکری کا بچہ اس کے مالکوں کے نزدیک حقیر تھا۔ (شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۹۲۰ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۶ مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۹ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن پر ظلم نہیں کرتا' اس کی نیکی اس کو دنیا میں دی جاتی ہے اور اس پر اس کو آخرت میں اجر دیا جائے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی جس کا اجر اس کو آخرت میں دیا جائے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۸ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۷ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۳ طبع قدیم مسند احمد ج ۱۹ ص ۲۶۶ رقم الحدیث: ۱۲۲۳۷ جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۲۸۱۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر کو پسند کرنے کی وجوہ

اس جگہ پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کافروں پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیتا تو یہ تمام لوگوں کے کفر پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کے دروازے مسلمانوں پر کیوں نہ کھول دیئے تاکہ یہ تمام لوگوں کے اسلام پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں لوگ دنیا کو طلب کرنے کے لیے اسلام کو قبول کرتے اور یہ منافقین کا ایمان ہے' اس لیے حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کے اوپر دنیا تنگ کر دی جائے حتیٰ کہ جو شخص بھی اسلام کو قبول کرے وہ اسلام کی حقانیت کی وجہ سے اسلام کو قبول کرے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور اب اس کو عظیم ثواب ملے گا' کیونکہ اب اس کا اسلام اخلاص پر مبنی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر کو پسند کیا غنا کو پسند نہیں کیا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اغنیاء کی زندگی گزارتے تو لوگ مال دنیا کی وجہ سے آپ کا قصد کرتے اور جب کہ آپ نے فقر و فاقہ کی زندگی گزاری ہے تو لوگ آخرت اور عقبیٰ کی وجہ سے آپ کا قصد کرتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فقر کو اس لیے پسند کیا تاکہ فقراء کو تسلی ہو کہ اگر ہم فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں تو کیا ہوا' دو عالم کے مختار نے فقر و فاقہ کی زندگی گزاری ہے

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس کے نزدیک مال دنیا بہت حقیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال دنیا کے حقیر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ مال دنیا مقصود بالذات نہیں ہے' مقصود بالذات تو آخرت ہے اور مال دنیا اجر آخرت کا وسیلہ ہے' یہ دنیا دائمی قیام کی جگہ ہے نہ نیک اعمال کی جزاء ہے' یہ دنیا تو امتحان کی جگہ ہے اور سفر کی جگہ ہے' دنیا میں وہی لوگ دل لگاتے ہیں جو علم اور ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور ولیوں کو دنیا کی محبت سے محفوظ اور مامون رکھتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے، ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، سو وہی اس کا ساتھی ہے O

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور بے شک وہ شیاطین انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں O

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ

حتیٰ کہ جب وہ (اندھا کافر) ہمارے پاس آئے گا تو وہ (شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور

فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي

مغرب کی دوری ہوتی سو وہ کیسا بُرا ساتھی ہے! O اور (اے کافرو!) تمہیں آج اس (پشیمانی) سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہو گا

الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ

کیونکہ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تم سب عذاب میں شریک ہو O کیا آپ بہروں کو (وعظ) سنائیں گے اور اندھوں کو (سیدھی راہ) دکھائیں

وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ

گے اور ان لوگوں کو جو کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں O پس اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بے شک ہم پھر بھی ان سے انتقام

مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

لینے والے ہیں O یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے سو بے شک ہم ان پر بہت قدرت رکھنے والے ہیں O

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾

سو آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، بے شک آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں O

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ

اور بے شک یہ قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے ضرور شرف عظیم ہے اور عنقریب تم سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا O

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ ۚ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

اور آپ ان رسولوں سے پوچھیے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا

marfat.com

Marfat.com

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع

کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں' سو وہی اس کا ساتھی ہے O اور بے شک وہ شیاطین انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں O حتیٰ کہ جب وہ (اندھا کافر) ہمارے پاس آئے گا تو وہ (شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی سو وہ کیسا بُرا ساتھی ہے O اور اے کافرو! تمہیں آج اس (پشیمانی) سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم سب عذاب میں شریک ہو O (الزخرف: ۳۹۔۳۶)

اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے کا وبال

الزخرف: ۳۶ میں ''یعشو'' کا لفظ ہے' عشا یعشو کا معنیٰ ہے: آنکھوں کی بیماری' رتوندیا اس کی وجہ سے اندھا پن ہونا' جب اس کا صلہ 'الی'' ہو تو اس کا معنیٰ ہے: قصد کرنا اور جب اس کا صلہ 'عن'' ہو تو اس کا معنیٰ ہے: اعراض کرنا' اور جب اس کا صلہ 'علی'' ہو تو اس کا معنیٰ ہے: ظلم کرنا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۳۶' لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۶۳)

اس آیت سے دنیا کی آفتوں پر تنبیہ کرنا مراد ہے کہ جس شخص کے پاس زیادہ مال و متاع ہوتا ہے اور وہ کسی اونچے منصب پر بھی فائز ہوتا ہے' وہ طاقت اور اقتدار کے نشہ میں کسی بدمست ہاتھی کی طرح کمزوروں اور غریبوں کو روندتا چلا جاتا ہے اور وہ اللہ کی یاد سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ شیطان کے ہم نشینوں کی طرح ہو جاتا ہے' خود بھی گم راہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گم راہ کرتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: شیطان اس کا دنیا میں ساتھی ہو جاتا ہے' اس کو فرائض' واجبات اور سنن کی ادائیگی سے روکتا ہے اور اس کو اللہ کی اطاعت اور عبادت سے منع کرتا ہے اور حرام اور ممنوع کاموں کی اس کو ترغیب دیتا ہے۔

سعید الجریری نے کہا: شیطان آخرت میں اس کا قرین بن جاتا ہے' جب وہ قبر سے اٹھتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور قشیری نے یہ کہا کہ شیطان اس کا دنیا اور آخرت میں قرین ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی موت سے ایک سال پہلے اس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے' وہ جب بھی کسی نیک چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو بُری معلوم ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور وہ جب بھی کسی بُری چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۲۴۵' رقم الحدیث: ۹۴۸)

یہ شیطان اس شیطان کا غیر ہوتا ہے جو ہر انسان کا قرین ہے' جس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پر ایک شیطان کو قرین بنا کر مسلط کیا گیا اور ایک فرشتہ کو قرین بنا کر مسلط کیا گیا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھ پر بھی' لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی' میرا وہ قرین مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

marfat.com
Marfat.com

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۸۳۳)

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا ہے شیطان اس کے قریب نہیں جاتا اور جو شخص فرائض اور واجبات کی ادائیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد نہیں رکھتا اور معصیت اور گناہ کے ارتکاب کے وقت اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں کرتا' تو اس پر اللہ تعالیٰ شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ اس کا قرین اور ساتھی بن جاتا ہے اور اس کو ناجائز خواہشوں کی طلب پر اکساتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی عقل اور اس کے علم پر حاوی اور غالب ہو جاتا ہے اور یہ اس کی سزا ہے جو قرآن اور سنت سے اعراض کرتا ہے۔

معصیت میں شیطان کی اتباع دوزخ میں شیطان کی اتباع کو مستلزم ہے

الزخرف: ۳۷ میں فرمایا: ''اور بے شک وہ شیاطین انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں O''

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں اور ان پر شیاطین مسلط ہو چکے ہیں وہ ان لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر گام زن ہیں اور جب ان لوگوں سے قیامت کے دن ان شیاطین کی ملاقات ہوگی تو وہ لوگ ان شیاطین سے کہیں گے کہ کاش! ہمارے اور تمہارے درمیان اتنی دوری ہو جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ہے۔

الزخرف: ۳۸ میں فرمایا: ''اور (اے کافرو!) تمہیں آج اس (پشیمانی) سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم سب عذاب میں شریک ہو''۔

یعنی تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا کیونکہ تم نے شیطان کی اتباع میں کفر کیا تھا اور جس طرح تم دنیا میں شیطان کی اتباع کرتے ہوئے کفر اور معصیت کر رہے تھے اسی طرح آج تم شیطان کی اتباع کرتے ہوئے دوزخ میں جاؤ گے۔

پس عقل والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور شیطان کی اتباع میں ان سے جو گناہ ہو چکے ہیں ان کا تدارک کریں اور شیطان سے بھاگیں اس سے قبل کہ وہ وقت آئے جب شیطان ان سے بھاگ رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ بہروں کو (وعظ) سنائیں گے اور اندھوں کو (سیدھی راہ) دکھائیں گے اور ان لوگوں کو جو کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں O پس اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بے شک ہم پھر بھی ان سے انتقام لینے والے ہیں O یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے' سو بے شک ہم ان پر بہت قدرت رکھنے والے ہیں O

(الزخرف: ۴۲۔۴۰)

کفار مکہ کی ضد اور عناد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

الزخرف: ۳۶ میں یہ فرمایا تھا کہ ان کی آنکھوں میں رتوند ہے یعنی ضعف بصر ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ یہ اندھے اور بہرے ہیں اور واقع میں اسی طرح ہوتا ہے' جب انسان ابتداء میں دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ اس کی بینائی کمزور ہے' پھر جب وہ دنیا کی زیب و زینت میں زیادہ محو ہو جاتا ہے اور نیک اعمال کو ترک کر کے شہوانی لذتوں کے حصول میں زیادہ سرگرم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کو ترک کر دیتا ہے اور جب وہ اسی حال پر مستمر رہتا ہے تو وہ ضعف بصر سے عدم بصر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور مشرکین کو دن رات اسلام کی طرف بلانے کی جدوجہد میں لگے رہتے تھے اور وہ اپنی گم راہی

marfat.com

Marfat.com

اور سرکشی میں اور زیادہ پختہ ہو رہے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یعنی ان لوگوں کے کانوں پر کفر اور گم راہی کی ڈاٹ لگ چکی ہے اور فرمایا: کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے۔ یعنی یہ آپ سے اور آپ کے دین سے بہت دور ہو چکے ہیں' جب آپ انہیں قرآن سناتے ہیں تو لگتا ہے یہ بہرے ہیں اور جب آپ انہیں معجزات دکھاتے ہیں تو لگتا ہے یہ اندھے ہیں' پھر اللہ نے بتایا کہ ان کا بہرا ہونا اور اندھا ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں۔

الزخرف: ۴۱ میں فرمایا: ''پس اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بے شک ہم پھر بھی ان سے انتقام لینے والے ہیں O''

جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو دین کی طرف بلانے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو فرمایا کہ جب ہم آپ کو دنیا سے لے جائیں گے تو اگر اس وقت ہم نے ان سے انتقام نہیں لیا ہوگا تو ہم آپ کے بعد ان سے انتقام لیں گے یا ہم آپ کی حیات میں ان کی ذلت اور رسوائی دکھائیں گے کہ متعدد جنگوں میں ان کو قید کیا جائے گا یا ان کو قتل کیا جائے گا' سو ایسا ہی ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکہ فتح ہو گیا اور آپ کے وصال کے بعد پورا جزیرۃ العرب مشرکین سے خالی ہو گیا اور بعد ازاں مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب بڑھتا رہا حتیٰ کہ دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی' براعظم ایشیا' براعظم افریقہ اور براعظم یورپ' یہ اور بات ہے کہ مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی اور طوائف الملوکی کی وجہ سے بعض علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتے رہے۔

الزخرف: ۴۲ میں فرمایا: ''یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے' سو بے شک ہم ان پر بہت قدرت رکھنے والے ہیں O''

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے منکروں اور دشمنوں سے انتقام لے گا' آپ کی زندگی میں یا آپ کے وصال کے بعد۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے متعلق احادیث

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس امت سے پہلے اس نبی کی روح کو قبض فرما لیتا ہے' پھر اس نبی کو اس امت کے سامنے مہربان پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی کی زندگی میں اس کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور وہ نبی اس کو عذاب میں دیکھتا ہے' پھر ان کی ہلاکت سے اس نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے کیونکہ انہوں نے اس نبی کو جھٹلایا تھا اور اس کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۸)

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم احادیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے احادیث بیان کی جاتی ہیں اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی' تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے' پس اگر میں نے نیک اعمال دیکھے تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اگر میں نے برے اعمال دیکھے تو میں تمہارے لیے استغفار کروں گا۔ حافظ سیوطی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۷۱' الطبقات الکبریٰ: ج ۲ ص ۱۴۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۰۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ جب تک چاہیں زندہ رہیں کیونکہ آپ بہر حال فوت ہونے والے ہیں اور آپ جو چاہے عمل کریں کیونکہ آپ کو جزاء دی جائے گی اور آپ جس سے چاہیں محبت کریں' کیونکہ آپ اس سے جدا ہونے والے ہیں اور یاد رکھئے! مومن

marfat.com
Marfat.com

کا شرف رات کے قیام میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۵ ص ۱۵۱، مطبوعہ ریاض، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں زافر بن سلیمان ہے، اس کی امام احمد، ابن معین اور امام ابوداؤد نے توثیق کی ہے اور ابن عدی اور ابن حبان نے اس میں کلام کیا ہے لیکن وہ مضر نہیں ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۳۔۲۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، بے شک آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں O اور بے شک یہ قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے ضرور شرف عظیم ہے اور عنقریب تم سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا O اور آپ ان رسولوں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے O (الزخرف: ۴۵۔۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیے قرآن مجید کا شرف عظیم ہونا

الزخرف: ۴۳ کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اس قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہیے جس کو ہم نے آپ کے اوپر نازل کیا ہے اور اس کے احکام پر عمل کیجئے، آپ بہر حال سیدھے راستے پر ہیں جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور وہ عقیدہ توحید ہے اور دین اسلام کے باقی عقائد اور احکام ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے، آپ اس کو پکڑے رہیے اور قرآن نے جو اخلاق بتائے ہیں آپ ان اخلاق سے متصف رہیں۔

الزخرف: ۴۴ میں فرمایا: ''اور بے شک یہ قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے ضرور شرف عظیم ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۸۸۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۰۳۰، الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۱۵۰۲)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ مجھے اپنی قوم سے کتنی محبت ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قوم میں یہ شرف عطا کیا کہ فرمایا: ''وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ O'' (الزخرف: ۴۴) اس قرآن میں آپ کا ذکر ہے اور آپ کی قوم کا ذکر ہے اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا، پس اللہ کی کتاب میں میری قوم کا ذکر اور اس کا شرف ہے، اور فرمایا: ''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O'' (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے اور فرمایا: ''وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O'' (الشعراء: ۲۱۵) جو ایمان والے آپ کی پیروی کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آئیں یعنی میری قوم کے ساتھ، پس تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری قوم سے صدیق بنایا اور میری قوم سے شہید بنایا، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کے ظاہر اور باطن کو پلٹ دیا، تو عرب میں سے بہتر قریش تھے اور یہی وہ مبارک درخت ہے جس کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ''مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ'' (ابراہیم: ۲۴) پاکیزہ کلمہ کی مثال پاکیزہ درخت ہے، اس سے مراد قریش ہے، اس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دین اسلام کے ساتھ مشرف کیا، ان کو ہدایت دی اور ان کو حضرت ابراہیم کا خاندان بنایا، پھر ان کے متعلق کتاب اللہ میں ایک سورت نازل کی: ''لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ O'' (قریش: ۴۔۱) حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کا ذکر نیکی کے ساتھ کیا جاتا تو آپ خوش ہو جاتے تھے اور آپ اس آیت کی بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے: ''وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ O'' (الزخرف: ۴۴)

(الدر المنثور ج ۷ ص ۳۳۰۔۳۲۹، حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام طبرانی اور امام ابن مردویہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ''اور عنقریب تم سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا'' اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید آپ کے اور آپ کی امت کے شرف اور عظمت کا ذریعہ ہے تو تم سب سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے اس کا حق ادا کیا اور تم نے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے کیا کوششیں کیں یا تم اس قرآن کے ذریعہ صرف دنیا کماتے رہے اور مطالب نفسانیہ کی تحصیل کرتے رہے۔

عارفین کا علم کشف اور مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے اور علماء ظاہر کا علم ان کی ذہنی قوت پر مبنی ہوتا ہے' عارفین کی ابتداء تقویٰ اور نیک اعمال سے ہوتی ہے اور علماء ظاہر کی ابتداء کتابوں کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔

الزخرف: ۴۵ میں فرمایا: ''اور آپ ان رسولوں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا' کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے O''

گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کی توجیہات

کفار مکہ جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے اس کا سبب قوی یہ تھا کہ وہ اس وجہ سے آپ سے سخت بغض رکھتے تھے کہ آپ ان کو بتوں کی عبادت سے منع کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ بتوں کی عبادت سے منع کرنا صرف (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء اور رسل بتوں کی عبادت سے منع کرنے پر متفق اور مجتمع تھے' اس لیے فرمایا کہ آپ ان رسولوں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا' کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو رسول آپ سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے آپ کے سوال کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی متعدد توجیہات کی ہیں' ایک یہ ہے کہ گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ گزشتہ رسولوں کی امتوں سے سوال کیا جائے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا: آپ اہل تورات اور اہل انجیل سے سوال کیجئے' آیا ان کے پاس ان کے رسول صرف توحید کا پیغام لے کر آئے تھے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے یا اس کے علاوہ کسی اور خدا کی عبادت کا بھی پیغام لے کر آئے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۸۸۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس توجیہ کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۳۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۸۸' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۳۹۴' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۰' روح البیان ج ۸ ص ۵۰۱' روح المعانی جز ۲۵ ص ۱۳۲)

اس سوال کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں کو مسجد اقصیٰ میں جمع فرمایا اور وہاں جبریل نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ سے پہلے جن رسولوں کو بھیجا گیا ہے آپ ان سے سوال کیجئے: کیا اللہ تعالیٰ نے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کے متعلق سوال نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن زید الزخرف: ۴۵ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا' آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ان کو نماز پڑھائی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے سوال کیجئے اور آپ کا اللہ تعالیٰ پر بہت کامل اور بہت پختہ یقین تھا اور آپ کو اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں تھا' اس لیے آپ نے انبیاء علیہم السلام سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ آپ نے ان کی امتوں سے کوئی سوال کیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۸۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اور علامہ زمخشری نے بھی اس جواب کا ذکر کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۳۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۸۸۔۸۷' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۳۹۴' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۰' روح البیان ج ۸ ص ۵۰۱' روح المعانی جز ۲۵ ص ۱۳۲' الکشاف ج ۴ ص ۲۵۸)

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ نے اس جواب کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب راتوں رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ لے جایا گیا تو وہاں آپ کے لیے حضرت آدم اور ان کی اولاد سے تمام رسولوں کو جمع کیا گیا' پھر حضرت جبریل نے اذان دی اور اقامت کہی اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آگے بڑھیے اور ان سب کو نماز پڑھایئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین کو نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ سے حضرت جبریل نے کہا: اے محمد! آپ ان رسولوں سے پوچھیے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا' کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے۔ (الزخرف: ۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سوال نہیں کرتا کیونکہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ نہیں ہوں جو شک کروں اور میں وہ نہیں ہوں جو سوال کروں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوال کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کے باوجود آپ نے سوال نہیں فرمایا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ پر سوال کرنا واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سوال کسی شک اور شبہ کو دور کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں کوئی اشتباہ نہیں تھا کہ بتوں کی عبادت کرنی جائز نہیں ہے اور عبادت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی کرنی واجب ہے' اس سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے صرف یہ مراد ہے کہ مشرکین قریش وغیرہم کو یہ باور کرایا جائے کہ کسی رسول نے یہ کہا ہے نہ کسی کتاب میں یہ مذکور ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۷ ص ۴۷۱۔۴۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبیاء سابقین سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے حقیقتاً سوال کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مجازاً انبیاء سابقین کی شریعتوں میں غور و فکر کرنا مراد ہے' آیا کسی سابق نبی کی شریعت میں غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم تھا یا نہیں۔

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

الزخرف: ۴۵ میں انبیاء سابقین سے حقیقتاً سوال کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ ان سے آپ کا سوال کرنا محال ہے بلکہ اس سے مجازاً ان کی ملتوں اور شریعتوں میں غور و فکر کرنا مراد ہے کہ آیا کسی شریعت سابقہ میں بتوں کی عبادت کرنے کا حکم ہے یا نہیں' اور ان کی ملتوں اور شریعتوں میں غور و فکر کرنا کافی ہے۔ اور آپ کے اوپر جو کتاب نازل کی گئی ہے جس کا صادق ہونا معجزہ سے

marfat.com
Marfat.com

ثابت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ (الحج: ۷۱) اور یہ آیت فی نفسہا کافی ہے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے اس سے واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام سے حقیقتاً سوال کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مجازاً ان کی شریعتوں میں غور و فکر کرنا مراد ہے اور کتنی مرتبہ شعراء کہتے ہیں کہ گھروں اور ٹیلوں سے سوال کرو جیسے کہتے ہیں کہ تمہارے اندر دریاؤں کو کس نے جاری کیا اور نہروں کو کس نے کھودا اور درختوں کو کس نے اگایا اور تمہارے پھلوں کو کس نے پیدا کیا؟ پھر وہ زمین حیرت سے زبان سے کوئی جواب نہیں دے گی وہ تمہیں اعتبار اور قیاس سے جواب دے گی۔ (الکشاف ج ۴ ص ۲۵۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام رازی علامہ قرطبی اور علامہ اسماعیل حقی نے بھی اس تفسیر کا کشاف کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس سوال کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ سابقہ رسولوں کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کرو جس طرح قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ (النساء: ۵۹)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں اگر تمہارا اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف رجوع کرو اسی طرح اس آیت میں بھی گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جو سابقین رسول دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں ان سب کے پاس جا کر ان سے سوال کرو بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے رسول دنیا میں جو اپنی کتابیں اور اپنی تعلیمات چھوڑ گئے ہیں ان سب میں تلاش کر کے دیکھو کہ آیا کسی رسول نے یہ تعلیم دی تھی کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی بھی عبادت کا مستحق ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىِٕهٖ فَقَالَ اِنِّیْ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا پھر انہوں نے کہا: میں اس کا رسول

رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے O سو جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو اسی وقت وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے O

وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ

اور ہم ان کو جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ اس سے پہلے دکھائی ہوئی نشانیوں سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے ان کو (بار بار)

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا

عذاب سے پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں O اور انہوں نے کہا: اے جادوگر! آپ ہمارے لیے اس عہد کے وسیلے سے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

دعا کیجیے جو آپ کے پاس ہے بے شک ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں O پھر جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا

marfat.com
Marfat.com

إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۵۰﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَٰقَوْمِ أَلَيْسَ

تو وہ اسی وقت اپنے عہد کو توڑنے والے تھے O اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا: اے میری قوم! کیا یہ مصر کا ملک

لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَٰرُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۵۱﴾

میرا نہیں ہے اور یہ دریا جو میرے محل کے کنارے بہہ رہے ہیں کیا تم نہیں دیکھ رہے O

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿۵۲﴾

(کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ) میں اس شخص سے بہتر ہوں جو بہت بے وقعت ہے اور جو اپنا مافی الضمیر صاف طرح بیان نہیں کر سکتا O

فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَٰئِكَةُ

(اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے یا اس کے پاس متواتر

مُقْتَرِنِينَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا

فرشتے آتے O فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی' بے شک وہ نافرمان

فَٰسِقِينَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَٰهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۵﴾

لوگ تھے O پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا' پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا O

ع ۵ ۱۱ / ۱۱ فَجَعَلْنَٰهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ ﴿۵۶﴾

پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا O پھر انہوں نے کہا: میں اس کا رسول ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے O سو جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو اسی وقت وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے O اور ہم ان کو جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ اس سے پہلے دکھائی ہوئی نشانیوں سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے ان کو (بار بار) عذاب سے پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں O (الزخرف: ۴۸-۴۶)

حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ کو یہاں ذکر کرنے کے مقاصد اور فوائد

اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ جو ذکر کیا گیا ہے' اس سے اس مضمون کی تاکید کرنا مقصود ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے کیونکہ کفار مکہ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ کے پاس مال کی کثرت نہیں ہے اور نہ معاشرہ میں آپ کو کوئی بڑا منصب حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے ایسے قوی معجزات پیش کیے جن کے صحیح ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہ تھا تو اس وقت فرعون نے بھی حضرت موسیٰ پر

marfat.com

Marfat.com

ایسا ہی اعتراض کیا تھا جیسا کہ کفار مکہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا' اس نے کہا: میں غنی ہوں اور میرے پاس بہت مال ہے اور میرے ماتحت بہت بڑی فوجیں ہیں اور تمام مصر کے ملک پر میری حکومت ہے اور محل کے کنارے دریا بہہ رہے ہیں اور رہے موسیٰ تو وہ فقیر ہیں اور معاشرہ میں کم حیثیت ہیں' ان کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت نہیں ہے اور جو شخص فقیر اور کم حیثیت ہو اس کو اتنے بڑے بادشاہ کے دربار میں سفیر بنا کر کیسے بھیجا جا سکتا ہے اور یہ ایسا ہی شبہ ہے جیسا کہ کفار مکہ نے کہا تھا کہ یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔ (الزخرف: ۳۱) اور ایسا ہی اعتراض فرعون نے حضرت موسیٰ پر کیا تھا' پھر ہم نے فرعون سے انتقام لیا اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا اور اس قصہ کو یہاں ذکر کرنے سے تین چیزوں کی تاکید کرنا ہے:

(۱) کفار اور مشرکین ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کے رکیک اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں' لہٰذا ان اعتراضات کی پرواہ نہ کی جائے۔

(۲) فرعون روئے زمین کا بہت بڑا بادشاہ تھا' اس کے باوجود وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خائب و خاسر اور ناکام اور نامراد ہوا' اسی طرح مکہ میں آپ کے مخالف کفار اور مشرکین ناکام اور نامراد رہیں گے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف فرعون بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت بہت بڑا لشکر تھا اور اس کے درباری اور معاون اس زمانہ کے بہت بڑے جادوگر تھے اور اس کی پوری قوم اس کی خدائی کو مانتی تھی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخالفین تھے وہ فرعون کی طرح طاقت ور نہ تھے۔ وہ سب مختلف قبائل اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کوئی فوج تھی نہ طاقت اور اقتدار تھا تو جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا تو یہ کفار مکہ تو فرعون کی طرح اقتدار والے نہ تھے' ان کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پسپا ہونا بہت یقینی ہے اور یہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

الزخرف: ۴۷ میں فرمایا کہ فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ معجزات پر ہنسنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا زمین پر ڈالتے تو وہ اژدھا بن جاتا' پھر اس کو ہاتھ میں لے کر پکڑتے تو وہ پھر لاٹھی بن جاتا۔ وہ اپنا ہاتھ اپنی بغل کے اندر ڈالتے تو وہ چمکنے لگتا اور دوبارہ جب اس کو بغل میں ڈالتے تو وہ پھر اصلی حالت پر آ جاتا' فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے کے لیے ان پر ہنستے تھے اور وہ ان کا مذاق اڑا کر اپنے متبعین کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ کے یہ افعال جادو ہیں' انہوں نے لوگوں کے خیالوں پر اثر کیا ہے اور وہ بھی اس کا مقابلہ کرنے پر قادر ہیں۔

الزخرف: ۴۸ میں فرمایا: ''حضرت موسیٰ کی دکھائی ہوئی ہر نشانی پہلی نشانی سے بڑی ہوتی تھی''۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہر معجزہ پہلے معجزہ سے بڑا ہوتا تھا' ایک قول یہ ہے کہ بعد کا معجزہ پہلے معجزہ سے مل کر بڑا ہوتا تھا' کیونکہ پہلا معجزہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہوتا تھا اور بعد کا معجزہ بھی ان کی نبوت پر دلیل ہوتا تھا اور کثرت دلائل زیادہ علم اور زیادہ یقین کے حصول کو مستلزم ہوتے ہیں' اس آیت میں فرمایا ہے: ہر بعد کا معجزہ اپنی بہن سے بڑا ہوتا تھا' معجزوں کو ایک دوسرے کی بہن اس لیے فرمایا ہے کہ ہر معجزہ خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی مثل تھا۔

نیز فرمایا: ''ہم نے ان کو بار بار عذاب سے پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں''۔

marfat.com
Marfat.com

عذاب سے پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ اذیت ناک چیزیں ان پر مسلط کر دیں' ان پر طوفان بھیجا' ان پر ٹڈیاں اور جوئیں برسائیں' مینڈکوں اور خون کو ان پر مسلط کیا تا کہ وہ اپنے کفر کو ترک کر کے ایمان کی طرف رجوع کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا: اے جادوگر! آپ ہمارے لیے اس عہد کے وسیلہ سے دعا کیجئے جو آپ کے پاس ہے' بے شک ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں O پھر جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ اسی وقت اپنے عہد کو توڑنے والے تھے O اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا: اے میری قوم! کیا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے اور یہ دریا جو میرے محل کے کنارے بہہ رہے ہیں' کیا تم نہیں دیکھ رہے O (الزخرف: ۵۱۔۴۹)

جب قوم فرعون نے عذاب کا معائنہ کر لیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے جادوگر! اور وہ چونکہ پہلے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہتے تھے تو اب بھی انہوں نے آپ کو اپنی عادت کے مطابق جادوگر کہا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ علماء کو جادوگر کہتے تھے تو بر سبیل تعظیم کہا: اے جادوگر! حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے جادوگر کا معنیٰ ہے: اے عالم! اور ان کے دور میں جادوگر بہت عظیم شخص ہوتا تھا اور وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے نزدیک جادو کرنا مذمت کی صفت نہیں تھی' اس کی ایک اور توجیہ یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ اے وہ شخص جو ہم پر اپنے جادو کی وجہ سے غالب آ گیا۔

انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے اس عہد کے وسیلہ سے دعا کیجئے جو آپ کے پاس ہے' یعنی آپ ہمیں یہ بتائیے کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو یہ عذاب ہم سے دور ہو جائے گا اور اس عہد کی بناء پر آپ اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ ہم سے یہ عذاب دور کر دے' پھر بے شک آئندہ ہدایت پر قائم رہیں گے۔

الزخرف: ۵۰ میں فرمایا: ''پھر جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ اسی وقت اپنے عہد کو توڑنے والے تھے O''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی سو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا' تو انہوں نے فوراً اپنے عہد کو توڑ دیا اور عذاب دور ہو جانے کے بعد وہ ایمان نہیں لائے۔

الزخرف: ۵۱ میں فرمایا: ''اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا: اے میری قوم! کیا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے اور یہ دریا جو میرے محل کے کنارے بہہ رہے ہیں' کیا تم نہیں دیکھ رہے O''

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ ہوا' اب یہ بتا رہا ہے کہ فرعون کا اپنی قوم کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی معرکہ آرائی کو کس طرح اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔

اس نے کہا: کیا دریائے نیل میرے محل کے نیچے نہیں بہہ رہا' یا اس کا مطلب تھا کہ دریائے نیل سے چار نہریں نکال کر میرے محل کے ساتھ ساتھ جاری نہیں کی گئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مال کی کثرت اور اپنے عیش و عشرت کی فراوانی سے اپنی فضیلت پر استدلال کیا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ جب میں افضل ہوں تو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں' میں ہی حق پر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ) میں اس شخص سے بہتر ہوں جو بہت بے وقعت ہے اور جو اپنا مافی الضمیر صاف طرح بیان نہیں کر سکتا O (اور اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے یا اس کے پاس متواتر فرشتے آتے O فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی' بے شک وہ نافرمان لوگ تھے O پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا' پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا O پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا O (الزخرف: ۵۶۔۵۲)

marfat.com

Marfat.com

فرعون نے اپنی قوم سے کہا: بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جس کا اس ملک میں کوئی غلبہ اور اقتدار نہیں ہے جو اپنی کم مائیگی کی وجہ سے اپنی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتا اور نہ اپنا مافی الضمیر آسانی سے اور صاف طرح بیان کر سکتا ہے' فرعون کا مطلب یہ تھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی جس کی وجہ سے آپ کو بولنے میں مشکل پیش آتی تھی' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس گرہ کو کھول دیا تھا' فرعون آپ کے پچھلے حال کے اعتبار سے طعنہ دے رہا تھا۔

الزخرف: ۵۳ میں فرمایا: ''(اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے' یا اس کے پاس متواتر فرشتے آتے O'' اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جو شخص قوم کا رئیس ہوتا تھا اس کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے' فرعون نے حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض کیا کہ اگر حضرت موسیٰ اپنے دعویٰ کے مطابق نبی ہیں تو چاہیے تھا کہ ان کے ہاتھوں میں بھی سونے کے کنگن ہوتے' فرعون کا یہ اعتراض بالکل لغو تھا کیونکہ ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہونا نبوت کی دلیل نہیں ہے' امیر اور دولت مند لوگ چاہیں تو جتنے سونے کے زیورات پہن لیں اس سے وہ نبی نہیں بن جائیں گے' سونے کے کنگن پہننا امارت اور دولت کی دلیل ہے' نبوت کی دلیل نہیں ہے' نبوت کی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسا خلاف عادت کام کر کے دکھایا جائے جس کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہ کر سکے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو اژدھا بنا کر دکھایا جس سے فرعون اور اس کے تمام درباری خوف زدہ ہو گئے اور ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے' پھر آپ نے اس اژدھے پر اپنا ہاتھ ڈالا تو وہ پھر لاٹھی بن گیا' پھر آپ نے ید بیضاء دکھایا' پھر جب یہ لوگ اپنے کفر پر مصر رہے تو ان پر مینڈکوں کی' جوؤں کی اور ٹڈیوں کی بارش ہوئی اور ان پر طوفان آیا اور ان تمام آسمانی آفتوں سے نجات کے لیے انہوں نے حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کی۔ کیا یہ امور نبوت کی دلیل ہیں یا ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہننا؟

پھر فرعون نے حضرت موسیٰ کے خلاف دوسری دلیل یہ دی کہ اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ان کے پاس بہ کثرت فرشتے کیوں نہیں آئے' اگر ان کے پاس فرشتے آتے اور وہ ان کی نبوت کا اعلان کرتے تو سب کو پتہ چل جاتا کہ یہ واقعہ نبی ہیں۔ فرعون کا یہ اعتراض بھی غلط تھا کیونکہ فرشتوں کو ان کی اصل صورت میں عام انسان دیکھ نہیں سکتے اور اگر وہ انسانی پیکر میں آتے تو وہ لوگ یہ یقین نہ کرتے کہ یہ فرشتے ہیں۔

الزخرف: ۵۴ میں فرمایا: ''فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی' بے شک وہ نافرمان لوگ تھے'' فرعون کے متبعین کم عقل اور جاہل لوگ تھے' ان کی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے فرعون نے ان کو اپنا ہم نوا بنا لیا اور ویسے بھی وہ لوگ فاسق تھے' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج تھے۔

الزخرف: ۵۵ میں فرمایا: ''پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا' پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا O''

اس آیت میں ''اسفونا'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسف کا معنیٰ ہے: غم و غصہ اور کبھی یہ صرف غم اور صرف غضب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور اس کا حقیقی معنیٰ ہے: انتقام لینے کے لیے خون کا جوش میں آنا' اگر انسان کو اپنے سے کم مرتبہ اور کم زور شخص پر غصہ آئے تو اس کو غضب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور اگر اپنے سے طاقت ور شخص پر افسوس ہو تو اس کو غم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں' اسف کا حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق محال ہے' اس لیے یہاں پر اسف کا معنیٰ ہے: کراہت کا اظہار کرنا اور کسی چیز کو ناپسند کرنا اور اس سے ناراض ہونا' سو اس آیت کا معنیٰ ہے: پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا یعنی ان کو سزا دی۔ اور اس کی دوسری توجیہ

marfat.com
Marfat.com

یہ ہے کہ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو غضب ناک کیا اور ان کو متاسف کیا اور اللہ کے محبوب بندے کو غضب ناک کرنا درحقیقت اللہ کو غضب ناک کرنا ہے۔ (المفردات ج۱ص ۲۱' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

الزخرف: ۵۶ میں فرمایا: ''پھر ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا''۔

یعنی فرعون اور ان کے متبعین کو ہم نے بھولا بسرا واقعہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت بنا دیا۔

سَلَف ان متقدم لوگوں کو کہتے ہیں جن کے اعمال نیک ہوں اور اس کی جمع اسلاف ہے اور سُلُف ان متقدم لوگوں کو کہتے ہیں جن کے بُرے اعمال ہوں اور اس کی جمع سلوف ہے اور اس آیت میں سَلَف بہ معنی سُلُف ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم (خوشی سے) چلانے لگی O

وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ

اور انہوں نے کہا: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ ان کا اس مثال کو بیان کرنا محض جھگڑنے کے لیے ہے'

قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي

بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ O ابن مریم محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں' ہم نے ان پر انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو

إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ

بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا ہے O اور اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد

يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ

زمین میں رہتے O اور بے شک وہ (ابن مریم) ضرور قیامت کی نشانی ہیں' سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا

هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ

اور میری پیروی کرتے رہنا' یہی صراط مستقیم ہے O اور شیطان تم کو روکنے نہ پائے' بے شک وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ

کھلا ہوا دشمن ہے O اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے (تو انہوں نے) کہا: بے شک میں تمہارے پاس

بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا

حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کا بیان کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو' پس تم اللہ سے

marfat.com
Marfat.com

اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ؕ ھٰذَا

ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرتے رہو O بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو تم

صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِہِمْ ۚ فَوَیْلٌ

اسی کی عبادت کرو' یہی صراط مستقیم ہے O پھر (بنی اسرائیل کے) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا'

لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۶۵﴾ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا

پس ظالموں کے لیے درد ناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے O وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں

السَّاعَۃَ اَنْ تَاْتِیَہُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ

کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ چلے O اس دن گہرے دوست

بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ ع ؕ ع ۶ ۱۱ ۱۲

ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم خوشی سے چلانے لگی O اور انہوں نے کہا: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ' ان کا اس مثال کو بیان کرنا محض جھگڑنے کے لیے ہے' بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ O ابن مریم محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں' ہم نے ان پر انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا ہے O (الزخرف: ۵۹-۵۷)

الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں پہلی روایت

اس آیت کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم خوشی سے چلانے لگی اور بہ آواز بلند نعرے لگانے لگی' حضرت عیسیٰ ابن مریم کی کیا مثال بیان کی گئی تھی اور کفار مکہ نے اس سے کیا مطلب نکالا تھا جس پر وہ خوشی سے بغلیں بجانے لگے تھے' مفسرین نے اس کی کئی توجیہات بیان کی ہیں اور کئی محامل ذکر کیے ہیں' ہم ان کا ترتیب سے ذکر کر رہے ہیں:

امام عبد الرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی اس میں کوئی خیر نہیں ہے' تو کفار مکہ نے یہ کہا: کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ نبی تھے اور اللہ کے بندوں میں سے ایک صالح بندے تھے اور ان کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب بھی ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم خوشی سے چلانے لگی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۸۴' رقم الحدیث: ۱۸۵۱۴' النکت والعیون ج ۵ ص ۲۳۳' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۳-۱۴۲)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابن عباس کی اس حدیث کو امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(مسند احمد ج ۱ص ۳۱۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۵ص ۸۶' رقم الحدیث: ۲۹۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۲۷۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۱۷)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے تو کفار مکہ نے اس پر یہ معارضہ کیا کہ حضرت عیسیٰ کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں ہے۔ پھر خوشی سے چلانے لگے اور شور مچانے لگے کہ ہم نے آپ کو لاجواب کر دیا اور ہمارے معارضہ کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے' حالانکہ یہ کوئی لاینحل معارضہ نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ غیر اللہ کی عبادت میں کوئی خیر نہیں ہے اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے' اس پر عبادت کرنے والوں کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس کی عبادت کی گئی ہے اس سے بھی مواخذہ ہو گا اور اس کی گرفت ہو گی' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی زد نہیں پڑتی اور کفار قریش کا اس پر شور مچانا اور بغلیں بجانا بالکل فضول اور لایعنی تھا' قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ؟ حضرت عیسیٰ عرض کریں گے: تو سبحان ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں ہے' اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھ کو اس کا علم ہوتا' تو جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے دل میں کیا ہے' بے شک تو تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے O (المائدہ: ۱۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس سے زائد کوئی معاملہ نہیں کیا کہ ان سے صرف دریافت فرمایا۔

الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں دوسری روایت

اس آیت کے متعلق جو دوسرا شان نزول ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۖ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ O (الانبیاء: ۹۸)

بے شک تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں' تم (سب) اس میں داخل ہونے والے ہو O

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الزبعری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اوپر یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ: ''بے شک تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں''۔ (الانبیاء: ۹۸) ابن الزبعری نے کہا: بے شک سورج اور چاند کی اور فرشتوں کی اور عزیر کی اور عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کی گئی ہے تو یہ سب بھی ہمارے بتوں کے ساتھ دوزخ میں داخل کیے جائیں گے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اور جب ابن مریم کی مثال دی گئی تو آپ کی قوم خوشی سے چلانے لگی O اور انہوں نے کہا: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ ان کا اس مثال کو بیان کرنا محض جھگڑے کے لیے ہے' بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ O (الزخرف: ۵۸-۵۷) اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزاء پہلے سے مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۱)

حافظ عبد اللہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب ''الاحادیث المختارہ'' میں ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۲۲۰)

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ امام ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولید بن المغیرہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو النضر بن الحارث دیگر کفار قریش کے ساتھ آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء: ۹۸) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور وہاں عبد اللہ بن الزبعری آ گیا اور الولید بن المغیرہ نے عبد اللہ بن الزبعری سے کہا: عبد المطلب کے بیٹے یہ کہتے ہیں کہ ہم جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں' عبد اللہ بن الزبعری نے کہا: سنو اللہ کی قسم! اگر مجھے وہ مل جاتے تو میں ان سے بحث کرتا' پس (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ سوال کرو کہ کیا ہر وہ شخص جس کی اللہ کو چھوڑ کی عبادت کی گئی ہے وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہوگا؟ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں۔

تب ولید بن مغیرہ اور تمام اہل مجلس عبد اللہ بن زبعری کے کلام سے حیران ہوئے اور ان کو یہ یقین تھا کہ ابن الزبعری نے لاجواب کلام کیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابن الزبعری کا اعتراض ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جائے تو وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہو گا' یہ لوگ صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں اور جن کی عبادت کرنے کا شیطان حکم دیتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزاء پہلے سے مقرر ہو چکی ہے' وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے''۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۸۷۷۶' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۳۹' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۲۴۹' روح المعانی جز ۱۷ ص ۱۴۰۔۱۳۹' السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۳۹۷)

اس آیت کے شان نزول میں جامع البیان' المعجم الکبیر اور السیرۃ النبویہ میں ابن الزبعری کا (قبل از اسلام) جو اعتراض ذکر کیا گیا اس کا جواب قرآن مجید کی آیات میں آ گیا ہے' اس کے اعتراض کے جواب کی مفصل تقریر اس طرح ہے:

شرک کے رد اور بتوں کی بے وقعتی اور بے بسی ظاہر کرنے کے لیے جب مشرکین مکہ سے یہ کہا گیا کہ تم خود اور جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو' دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (الانبیاء: ۹۸) تو ان چیزوں سے مراد پتھر کے وہ بت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے نہ کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین جو اپنی تمام زندگی لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے' مگر ان کی وفات کے بعد ان کے معتقدین نے ان کو معبود سمجھنا شروع کر دیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ وہ دوزخ سے دور رہیں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۱) کیونکہ ان کی جو پرستش کی گئی تھی اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا' اسی لیے قرآن نے اس کے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ لفظ ''ما'' ہے جو غیر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے اس آیت کے عموم (لفظ ما) سے انبیاء علیہم السلام اور وہ صالحین نکل گئے جن کو لوگوں نے از خود معبود بنا لیا تھا' لیکن مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر سن کر یہ مجادلہ اور کٹ حجتی کرتے تھے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائق مدح ہیں حالانکہ عیسائی ان کی عبادت کرتے ہیں تو پھر ہمارے بت کیوں قابلِ مذمت ہیں آیا وہ بھی بہتر نہیں ہیں' اگر ہمارے معبود دوزخ میں جائیں گے تو پھر حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے' اللہ تعالیٰ نے سورۂ زخرف کی ان آیتوں میں فرمایا: ان کا خوشی سے چلانا محض ان کا جدل' کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''انکم وما تعبدون'' ''بے شک تم اور جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو' یہاں پر بالعموم یہ

marfat.com
Marfat.com

نہیں فرمایا کہ اللہ کے سوا جن کی بھی عبادت کی گئی ہے وہ دوزخ کا ایندھن ہیں' بلکہ بالخصوص اہل مکہ کو خطاب ہے اور وہ صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے اور عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا وہ اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔ ثانیاً اس آیت میں "ما" کا لفظ ہے جو غیر عقلاء کے لیے وضع کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام ذوی العقول ہیں' لہٰذا وہ اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہیں اور عربی زبان جاننے والے کے لیے یہ امور بالکل واضح اور بدیہی ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امور مخفی ہوں جو افصح العرب ہیں اور اہل عرب بھی زبان دان اور فصیح تھے لہٰذا ان کا یہ اعتراض کرنا اور اس اعتراض کو لاینحل سمجھنا محض ان کا جدل اور ہٹ دھرمی ہے۔

ہم نے اس آیت کے دو شان نزول ذکر کیے ہیں: ایک شان نزول مسند احمد' المعجم الکبیر اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے ذکر کیا ہے' جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے' اس پر کفار نے یہ اعتراض کیا کہ حضرت عیسیٰ کی بھی تو عبادت کی گئی ہے اور دوسرا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تم جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (الانبیاء: ۹۸) اس پر ابن الزبعری نے یہ اعتراض کیا کہ پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی بھی عبادت کی گئی ہے' اس اعتراض کو ہم نے معجم طبرانی' السیرۃ النبویہ' ابن جریر اور ابن کثیر کے حوالوں سے بیان کیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ کفار کا ایک اعتراض حدیث پر ہے اور ایک اعتراض قرآن مجید کی آیت پر ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ عام کفار نے آپ کی حدیث پر کیا ہو اور ابن الزبعری نے قرآن مجید کی آیت پر کیا ہو اور الزخرف: ۵۸۔۵۷ میں دونوں اعتراضوں کا جواب ہے کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض کرنا محض ان کا جدل اور ہٹ دھرمی ہے اور ہم نے دونوں اعتراضوں کے جوابوں کی الگ الگ تقریر بھی کر دی ہے۔

سید مودودی کا شان نزول میں حدیث وضع کرنا

سید مودودی نے اپنی طرف سے الزخرف: ۵۸۔۵۷ کا شان نزول وضع کیا ہے اور گھڑ لیا ہے' انہوں نے اپنی طرف سے جو صورت واقعہ بنائی ہے اس کا ذکر کسی حدیث کی کتاب میں ہے نہ کسی تفسیر میں' وہ ان کی خالص خود ساختہ پرداختہ ہے۔

سید مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے آیت ۴۵ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تم سے پہلے جو رسول ہو گزرے ہیں ان سب سے پوچھ دیکھو' کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ ان کی بندگی کی جائے؟ یہ تقریر جب اہل مکہ کے سامنے ہو رہی تھی تو ایک شخص نے جس کا نام روایات میں عبداللہ بن الزبعری آیا ہے' اعتراض جڑ دیا کہ کیوں صاحب' عیسائی مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں؟ پھر ہمارے معبود کیا بُرے ہیں؟ اس پر کفار کے مجمع سے ایک زور کا قہقہہ بلند ہوا اور نعرے لگنے شروع ہو گئے کہ وہ مارا' پکڑے گئے۔ اب بولو اس کا کیا جواب ہے۔ لیکن ان کی اس بیہودگی پر سلسلۂ کلام توڑا نہیں گیا' بلکہ جو مضمون چلا آ رہا تھا' پہلے اسے مکمل کیا گیا اور پھر اس سوال کی طرف توجہ کی گئی جو معترض نے اٹھایا تھا (واضح رہے کہ اس واقعہ کو تفسیر کی کتابوں میں مختلف طریقوں سے روایت کیا گیا ہے جن میں بہت کچھ اختلاف ہے لیکن آیت کے سیاق وسباق اور ان روایات پر غور کرنے کے بعد ہمارے نزدیک واقعہ کی صحیح صورت وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کی ہے)۔

(تفہیم القرآن ج ۴ ص ۵۴۶' طبع لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

کتب حدیث اور کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ ابن الزبعری نے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" (الانبیاء: ۹۸) پر یہ اعتراض کیا تھا اور سید مودودی نے لکھا ہے کہ اس نے یہ اعتراض الزخرف: ۴۵ پر کیا تھا اور حدیث اور تفسیر کی

marfat.com
Marfat.com

کسی کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ابن الزبعری کا یہ اعتراض الزخرف: ۴۵ پر تھا' یہ محض سید مودودی کا مفروضہ اور ایجاد بندہ ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ کتب حدیث اور کتب تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ ابن الزبعری نے الانبیاء: ۹۸ پر یہ اعتراض کیا کہ کیا ہر وہ شخص جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہوگا؟ تو ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں (یعنی اگر عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام دوزخ میں جائیں تو ہمارے بتوں کے دوزخ میں جانے سے کیا خرابی ہوگی؟)۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۷۳۹ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۹۷)

اور سید مودودی نے جو اپنی طرف سے حدیث بنا کر لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ابن الزبعری نے الزخرف: ۴۵ پر اعتراض کیا۔ الزخرف: ۴۵ میں مذکور ہے کہ آپ ان رسولوں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا: کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ اس آیت پر ابن الزبعری نے یہ اعتراض کیا: کیوں صاحب! عیسائی مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں' پھر ہمارے معبود کیا بُرے ہیں؟ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۵۴۶)

اگر کسی مسئلہ میں مختلف احادیث ہوں تو ایک محقق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دلائل کی بناء پر کسی ایک حدیث کو راجح اور دوسری حدیث کو مرجوح قرار دے یا سند کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دے لیکن کسی بھی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی مسئلہ کے متعلق اپنی طرف سے کوئی نئی حدیث وضع کرے' سید مودودی نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنی طرف سے ایک حدیث وضع کر لی بلکہ انہوں نے اپنی من گھڑت حدیث کو مسند احمد' معجم طبرانی اور صحیح ابن حبان کی روایت کردہ احادیث پر ترجیح بھی دی اور ان کی احادیث کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہے کہ آیت کے سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد واقعہ کی صحیح صورت وہی ہے جس کو انہوں نے وضع کیا ہے نہ کہ وہ روایات جو کتاب احادیث اور کتب تفسیر میں درج ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سلسلہ میں مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ '' اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ '' (الانبیاء: ۹۸) کی تفسیر میں سید مودودی نے اسی روایت کو بیان کیا ہے جس کو الزخرف: ۵۷ کی تفسیر میں وہ رد کر چکے ہیں' سید مودودی لکھتے ہیں:

روایات میں آیا ہے کہ اس آیت پر عبداللہ بن الزبعری نے اعتراض کیا کہ اس طرح تو صرف ہمارے ہی معبود نہیں' مسیح اور عزیر اور ملائکہ بھی جہنم میں جائیں گے کیونکہ دنیا میں ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نعم کل من احب ان یعبد من دون اللہ فھو مع من عبدہ '' ہاں ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ کے بجائے اس کی بندگی کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہوں نے اس کی بندگی کی۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۸۷' مطبوعہ لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

سید مودودی نے جو یہ روایت ذکر کی ہے یہ وہی روایت ہے جس کو ہم نے جامع البیان' المعجم الکبیر اور السیرۃ النبویہ کے حوالوں سے ذکر کیا ہے' غالباً الزخرف میں پہنچ کر سید مودودی بھول گئے تھے کہ وہ الانبیاء میں کیا لکھ چکے ہیں۔اس سے پہلے سورۃ الکہف کے دیباچہ میں بھی سید مودودی نے ایک روایت وضع کی ہے۔اس کی تفصیل تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۵۔۳۴' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی بہ نسبت اپنے بتوں کی عبادت کو افضل قرار دینا

الزخرف: ۵۸ میں فرمایا: ''اور انہوں نے کہا: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ' ان کا اس مثال کو بیان کرنا محض جھگڑے کے لیے ہے' بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ O''

marfat.com
Marfat.com

مشرکین کے اس قول کی متعدد تقریریں ہیں: علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

(۱) ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتے ہوئے کہا: ہر وہ جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی وہ دوزخ میں ہوگا تو ہم اس بات سے راضی ہیں کہ ہمارے معبود بھی' عیسیٰ' ملائکہ اور عزیر کے ساتھ دوزخ میں چلے جائیں۔

(۲) قتادہ نے کہا: ہمارے معبود بہتر ہیں یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' قتادہ نے کہا: ان کا مطلب یہ تھا کہ ان کے معبود بہتر ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۹۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے ''الھتنا خیر ام ھذا''. ان کی مراد تھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' قریش یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف یہ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم ان کی اس طرح عبادت کریں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کی عبادت کی تھی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ صرف جدل اور جھگڑا کرنا چاہتے ہیں' امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم بھی ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی اس کو وراثت میں جھگڑا دیا گیا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۶) اور حضرت ابوامامہ سے ایک اور روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امت بھی اپنے نبی کے بعد گمراہ ہوئی اس کی پہلی گم راہی تقدیر کی تکذیب کرنا ہے اور جو امت بھی اپنے نبی کے بعد گم راہ ہوئی اس کو جدل اور جھگڑا دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

کفار مکہ نے کہا: ہمارے معبود افضل ہیں یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد ہم کو اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور ہمارے آباء واجداد یہ کہتے ہیں کہ ان بتوں کی عبادت واجب ہے اور جب دو باتوں میں سے ایک بات ہوئی ہے تو ان بتوں کی عبادت افضل ہے کیونکہ ہمارے آباء اور اسلاف کا اسی طریقہ پر اتفاق ہے اور رہے (سیدنا) محمد تو ہمارے معاملہ میں ان کی عبادت پر تہمت ہے' لہٰذا بتوں کی عبادت کرنا زیادہ افضل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

آیا کفار نے اپنے بتوں کو بہتر قرار دیا تھا یا حضرت عیسیٰ کو؟

ایک بحث یہ ہے کہ مشرکین نے جو کہا تھا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ' اس سے ان کی مراد اپنے معبودوں کو حضرت عیسیٰ سے افضل قرار دینا تھا' یا حضرت عیسیٰ کو اپنے معبودوں سے افضل قرار دینا تھا' اس کے متعلق مفسرین کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہمارے معبود حضرت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہے' پس اگر حضرت عیسیٰ دوزخ میں ہوں کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی گئی ہے تو اسی طرح ہمارے معبود ہوں گے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ ھ لکھتے ہیں:

ان کی مراد یہ تھی کہ ہمارے معبود آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہیں تو جب حضرت عیسیٰ (العیاذ باللہ) دوزخ کا ایندھن بنیں گے تو ہمارے معبودوں کا معاملہ تو آسان ہے۔ (الکشاف ج ۴ ص ۲۶۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

ان کی مراد یہ تھی: ہمارے معبود حضرت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہیں' پس حضرت عیسیٰ (العیاذ باللہ) دوزخ کا ایندھن بنیں گے تو ہمارے معبودوں کا معاملہ تو آسان ہے۔ (مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۱۰۸' مطبوعہ پشاور)

قاضی ابوسعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی الحنفی المتوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

یعنی حضرت عیسیٰ ہمارے معبودوں سے بہتر ہیں' پس جب وہ دوزخ میں ہوں گے تو کوئی حرج نہیں ہے اگر ہم بھی اپنے معبودوں کے ساتھ دوزخ میں ہوں۔ (تفسیر ابوسعود ج ۶ ص ۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ ہمارے معبودوں سے بہتر ہیں' پس جب وہ دوزخ میں ہوں گے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے معبودوں کے ساتھ دوزخ میں ہوں۔ (روح البیان ج ۸ ص ۵۱۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بتوں سے بہتر ہیں' پس جب وہ دوزخ میں ہوں گے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ ہمارے معبود اور ہم بھی دوزخ میں ہوں۔

(روح المعانی جز ۲۵ ص ۱۴۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین حنفی مراد آبادی لکھتے ہیں:

مطلب یہ تھا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہتر ہیں تو اگر وہ (معاذ اللہ) جہنم میں ہوئے تو ہمارے معبود یعنی بت بھی ہوا کریں کچھ پرواہ نہیں۔ (خزائن العرفان بر کنز الایمان ص ۷۸۵)

الزخرف: ۵۹ میں فرمایا: ''ابن مریم محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں' ہم نے ان پر انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا ہے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے' خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا اس کے بیٹے نہ تھے' وہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندے تھے اور بہت مقدس اور مقرب بندے تھے' ہم نے ان کو شرف نبوت سے سرفراز کیا' ان کو کتاب عطا فرمائی اور وہ جہاں کہیں بھی ہوں ان کو برکت والا بنایا' ان کو پالنے اور پنگوڑے میں لوگوں سے کلام کرنے والا بنایا اور ان کو ہم نے اور بہت انعامات عطا کیے اور بنی اسرائیل کے لیے ہم نے ان کو اپنی قدرت کا نمونہ بنا دیا' اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا' پھر ان کو ایسے معجزات عطا فرمائے جو اس سے پہلے اور کسی کو عطا نہیں فرمائے تھے۔ وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ جیتا جاگتا پرندہ بن کر فضا میں اڑنے لگتا' وہ مادر زاد اندھے کو بینا کر دیتے تھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے' انہوں نے دو قدیم اور دو جدید مُردوں کو زندہ کیا' انہوں نے جس طرح بچپن میں کلام کیا تھا اسی طرح آسمان سے نازل ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں کلام کریں گے' تاہم ان عظیم الشان معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبدیت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ان کی عبادت کرنا درست ہے' البتہ ان معجزات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی مکرم اور مقرب بندے اور عظیم الشان رسول تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد زمین میں رہتے O اور بے شک وہ

marfat.com
Marfat.com

(ابن مریم) قیامت کی نشانی ہیں سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا' یہی صراط مستقیم ہےO اور شیطان تم کو روکنے نہ پائے' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہےO (الزخرف: ۶۲۔۶۰)

فرشتوں کے اللہ کی بیٹیاں نہ ہونے کی ایک اور دلیل

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ زمین پر فرشتوں کو آباد کر دیتے جو تمہارے بعد زمین میں رہتے' بستے اور فرشتوں کے آسمانوں پر رہنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی عبادت کی جائے یا یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۹۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اے مردو! ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے اور تمہارے بعد زمین پر فرشتے اس طرح رہتے جس طرح تمہاری اولاد تمہارے بعد رہتی ہے اور جس طرح ہم نے عیسیٰ کو عورت سے بغیر مرد کے پیدا کر دیا تاکہ تم ہماری عظیم قدرت کو پہچانو اور تم یہ جان لو کہ فرشتوں کا بھی اسی طرح پیدا ہونا ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہوں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تحقیق

الزخرف: ۶۳۔۶۲ میں فرمایا: ''اور بے شک وہ (ابن مریم) قیامت کی نشانی ہیں' سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا یہی صراط مستقیم ہےO اور شیطان تم کو روکنے نہ پائے' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہےO''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' ضحاک اور قتادہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج مراد ہے کیونکہ وہ قیامت کی علامتوں میں سے ہیں' وقوع قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو آسمان سے نازل فرمائے گا' جیسا کہ خروج دجال بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عیسیٰ کے آسمان سے نزول کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا اور تم چاہو تو اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھو: ''اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا''۔ (النساء: ۱۵۹)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۸)

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں' اس میں ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے تذکرہ میں فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے' جب آپ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔ الحدیث

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۴۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے

marfat.com
Marfat.com

درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہو گا قد متوسط ہو گا وہ ہلکے زرد حلے پہنے ہوئے ہوں گے ان پر تری نہیں ہو گی لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے جزیہ موقوف کر دیں گے اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں لوگوں کی بہ نسبت ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۹ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۵ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۳)

حضرت عیسیٰ کے آسمان سے نزول کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۱۵۸-۱۵۷)

(اور یہود کا کفر) ان کے اس قول کی وجہ سے ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا اور بے شک جنہوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں انہیں اس کا بالکل یقین نہیں ہے ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ۝ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے ۝

یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا

اس آیت میں یہود کے ایک اور کفریہ قول کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان کا بہت بڑا کفر ہے کیونکہ اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے اور اس میں بہت کوشش کرتے تھے ہر چند کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل نہیں تھے لیکن چونکہ وہ فخریہ طور پر یہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اس لیے ان کا یہ قول کفریہ قرار پایا۔

یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انہوں نے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا نہ انہوں نے ان کو سولی دی لیکن ان کے لیے کسی شخص کو (عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا''۔

امام ابوجعفر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سترہ حواریوں کے ساتھ ایک گھر میں اس وقت داخل ہوئے جب یہودیوں

marfat.com
Marfat.com

نے ان کو گھیر لیا تھا' جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورت حضرت عیسیٰ کی صورت کی طرح بنا دی' یہودیوں نے ان سے کہا: تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے' تم یہ بتلاؤ کہ تم میں سے عیسیٰ کون ہے ورنہ ہم سب کو قتل کر دیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے کون آج اپنی جان کو جنت کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے؟ ان میں سے ایک حواری نے کہا: میں! وہ یہودیوں کے پاس گیا اور کہا: میں عیسیٰ ہوں' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ کی طرح بنائی ہوئی تھی' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا' اس وجہ سے وہ شخص ان کے لیے حضرت عیسیٰ کے مشابہ کر دیا گیا تھا' یہودیوں نے گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسائیوں نے بھی یہی گمان کر لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اسی دن اٹھا لیا تھا۔ (جامع البیان جز ۶ ص ۱۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ یہودی سرداروں نے ایک انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کو ایک اونچی جگہ پر سولی دے دی اور کسی شخص کو اس کے قریب جانے نہیں دیا حتیٰ کہ اس کا حلیہ متغیر ہو گیا اور ان یہودیوں نے کہا: ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا تاکہ ان کے عوام اس وہم میں رہیں' کیونکہ یہودیوں نے جس مکان میں حضرت عیسیٰ کو بند کر رکھا تھا جب وہ اس میں داخل ہوئے تو وہ مکان خالی تھا اور ان کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں یہ واقعہ یہودیوں کے ایمان لانے کا سبب نہ بن جائے' اس لیے انہوں نے ایک شخص کو قتل کر کے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری منافق تھا' اس نے یہودیوں سے تیس درہم لے کر یہ کہا کہ میں تم کو بتا دوں گا کہ عیسیٰ کہاں چھپے ہیں' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کے اوپر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی' یہودیوں نے اس کو اس گمان میں قتل کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ ہے۔

(امام ابن جریر نے جامع البیان جز ۶ ص ۱۸ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی ج ۲ ص ۴۳۱۔۴۳۰ پر اس روایت کو وہب بن منبہ سے بہت تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے) (روح المعانی جز ۶ ص ۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

"بل رفعه الله اليه" پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا" مرزائی اس آیت سے استدلال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں رفع سے مراد ہے: روح کا اٹھا لینا' ان کا یہ کہنا اس لیے غلط اور باطل ہے کہ "بل رفعه الله اليه" میں کلام سابق سے اضراب ہے' کلام سابق میں جس چیز کی نفی کی ہے "بل" سے اضراب کر کے اس چیز کا اثبات کیا ہے' کلام سابق میں مذکور ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور ان کو سولی دی ہے' ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کے جسم مع روح کو قتل کیا ہے اور ان کے جسم مع روح کو سولی دی ہے' کیونکہ روح کو قتل کرنا اور اس کو سولی دینا غیر معقول ہے اور نہ یہ یہود کا دعویٰ تھا۔ پس "بل" سے پہلے جسم مع روح کو قتل کرنے کا ذکر تھا تو "بل" کے بعد جسم مع روح کے رفع اور اس کے اٹھانے کا ذکر ہے اور اس کو صرف روح کے رفع اور اٹھانے پر محمول کرنا سیاق وسباق اور قواعد نحو کے خلاف ہے اور غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کے جسم مع روح کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

اس آیت سے استدلال پر مرزائیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تواضع لله رفعه الله. جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ اس کا مرتبہ بلند فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۹ العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۳۲۵ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۱۹)

سو جس طرح اس حدیث میں رفع کا معنیٰ رفع درجات ہے اسی طرح ''بل رفعه الله اليه'' کا معنیٰ بھی یہ ہے: اللہ نے حضرت عیسیٰ کے درجات بلند کیے' نہ کہ یہ کہ ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

اس حدیث کی سند بہت رقیق ہے' اس میں ایک راوی ہے سعید بن سلام' ابن نمیر نے کہا: یہ کذاب ہے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔ امام نسائی نے کہا: یہ ضعیف ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ کذاب ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق سے یہ متعین ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنیٰ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا نہ یہ کہ ان کے درجہ کو بلند فرمایا۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنیٰ ان کا درجہ بلند کرنا مجاز ہے اور مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو اور یہاں حقیقت محال نہیں ہے' نیز ''بل رفعه الله'' کے ساتھ ''اليه'' بھی مذکور ہے' اگر اس کا معنیٰ درجہ بلند کرنا ہوتا تو پھر الیہ کی ضرورت نہ تھی۔

مرزائیہ کا اس استدلال پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا حالانکہ تمہارا مدعیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان والے سے تعبیر کیا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ (الملک: ۱۶)

کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمان والا تم کو زمین میں دھنسا دے اور زمین اچانک لرزنے لگے ۝

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے منتظر ہوتے تو آسمان کی طرف دیکھتے تھے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ (البقرہ: ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے چہرہ کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

اس لیے زیر بحث آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے آسمانوں کا کنایہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا اور اس کی تائید اور تقویت ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا اور قرب قیامت میں وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور اس پر اجماع امت ہے' مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی براہین احمدیہ میں یہی لکھا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

''انی متوفیک ورافعک الی'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: ۵۵)

(اے رسول مکرم! یاد کیجئے) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کو کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت میں "متوفیک" کا لفظ ہے اس کا مصدر "توفی" ہے اور اس کا مادہ وفات ہے۔ وفات کے معنیٰ ہیں: پورا کرنا' موت کو بھی وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ عمر پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

وافی اس چیز کو کہتے ہیں جو تمام اور کمال کو پہنچ جائے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ. (بنو اسرائیل: ۳۵) اور جب تم ناپو تو پورا ناپو۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ. (الزمر: ۷۰) اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

موت پر وفات کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ موت کے ذریعہ زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے اور نیند بھی موت کی بہن ہے' کیونکہ نیند میں بھی اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں' اس لیے نیند پر بھی وفات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (المفردات ص ۵۲۹۔ ۵۲۸' مطبوعہ المکتبۃ الرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا. (الزمر: ۴۲) اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جنہیں موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند میں۔

امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو زمین پر نہیں چھوڑوں گا تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں بلکہ اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس آیت کے متعدد محامل بیان کیے ہیں:

ربیع بیان کرتے ہیں کہ اللہ آپ پر نیند کی وفات طاری کرے گا اور آپ کو نیند میں آسمان پر اٹھا لے گا۔

کعب احبار نے بیان کیا کہ اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ میں آپ کو جسم مع روح کے قبض کر لوں گا اور آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور میں عنقریب آپ کو کانے دجال کے خلاف بھیجوں گا' آپ اس کو قتل کریں گے' پھر اس کے بعد آپ چوبیس سال تک زندہ رہیں گے۔ پھر میں آپ پر موت طاری کروں گا۔ کعب احبار نے کہا: یہ معنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے' آپ نے فرمایا: وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں' میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا: واؤ مطلق جمع کے لیے آتی ہے' ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی' اس لیے اس آیت کا معنیٰ یہ ہے: اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تمہیں کافروں (کی تہمت) سے پاک کروں گا اور اس کے بعد دنیا میں نازل کر کے تم پر وفات طاری کروں گا۔

امام ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ ان اقوال میں میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ میں آپ کو روح مع جسم کے قبض کر لوں گا' پھر آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے' پھر ایک مدت تک زمین پر رہیں گے' پھر وفات پائیں گے' پھر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کریں گے۔ پھر امام ابو جعفر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے' وہ زمین پر نازل ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو پہچان لو گے۔ وہ متوسط الخلق ہیں' ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہوگا' ان کے بال سیدھے ہوں گے گویا ان سے

marfat.com
Marfat.com

پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے۔ وہ صلیب توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' فیاضی سے مال تقسیم کریں گے' اسلام کے لیے لوگوں سے جہاد کریں گے حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں تمام باطل دین مٹ جائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کر دے گا اور تمام روئے زمین پر امن ہو گا' اونٹ سانپوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے' بیل چیتوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ' اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ چالیس سال تک زمین میں رہیں گے' پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم ضرور زمین پر نازل ہوں گے وہ برحق فیصلہ کریں گے اور نیک امام ہوں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے وہ بڑی فیاضی سے مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی شخص اس مال کا لینے والا نہیں ہو گا اور وہ مقام روحاء پر حج یا عمرہ کرنے کے لیے جائیں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۴۔۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

"انی متوفیک و رافعک الی" پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

مرزائی اس آیت سے استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے "انی متوفیک" کا ذکر ہے اور پھر "رافعک الی" کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے وفات یعنی موت دے گا' پھر آپ کی روح کو اپنی طرف اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وفات کا معنی ہے: پورا کرنا اور اس کا معنی موت نہیں ہے اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ میں آپ سے اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کو دشمنوں سے بچائے گا اور اگر بالفرض "انی متوفیک" کا معنی یہ ہو کہ میں آپ کو وفات دینے والا ہوں' تب اس آیت کا معنی یوں ہو گا کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کو وفات دینے والا ہوں' یعنی پہلے آسمان کی طرف آپ کو اٹھاؤں گا اور پھر وفات دوں گا' رفع پہلے ہے اور وفات بعد میں ہے لیکن ذکر میں وفات کو مقدم کیا ہے اور رفع کو مؤخر کیا کیونکہ واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کے لیے نہیں آتی' جیسے واقع میں رکوع پہلے ہے اور سجدہ بعد میں ہے لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ ہے "واسجدی وارکعی" (آل عمران: ۴۳) سجدہ کر اور رکوع کر۔

"ومکروا ومکر الله" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی ○ (آل عمران: ۵۴)

اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا

مکر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے کسی شخص کو مخفی طریقہ سے ضرر پہنچایا جائے یا ضرر رسانی کو ملمع کاری سے نفع رسانی بنایا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے۔ فراء نے بیان کیا ہے کہ کافروں کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی اور اللہ کا مکر یہ تھا کہ اللہ نے ان کو ڈھیل دی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب بھی وہ کوئی گناہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک نئی نعمت دیتا۔ زجاج نے کہا: اللہ کے مکر سے مراد انہیں ان کے مکر کی سزا دینا ہے' جس طرح قرآن مجید میں ہے: "الله یستھزیء بھم" یعنی اللہ ان کو ان کے استہزاء کی سزا دیتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

marfat.com
Marfat.com

سدی بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے انیس (۱۹) حواریوں کو ایک گھر میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے کون شخص میری صورت کو قبول کرے گا؟ سو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کو جنت مل جائے گی' ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت کو قبول کر لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھ گئے اور یہ اس کا معنیٰ ہے کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی شبہ کسی اور پر ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے بچنے کے لیے بھاگ کر ایک گھر میں آئے' حضرت جبریل نے اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ ان کے بادشاہ نے ایک خبیث شخص یہوذا سے کہا: جاؤ گھر میں داخل ہو اور ان کو قتل کر دو۔ وہ روشن دان سے گھر میں داخل ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر پایا' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا' پھر انہوں نے کہا کہ اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے' اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا' پھر ان کے درمیان لڑائی ہوئی اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے کہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۹۹' ایران' ۱۳۸۷ھ)

''یکلم الناس فی المهد و کهلا'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (آل عمران: ۴۶)

وہ (مسیح ابن مریم) لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی' اور نیکوں میں سے ہوگا○

''کہل'' کا معنیٰ ہے: جب شباب پختہ اور تام ہو جائے اور یہ چالیس سے ساٹھ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس آیت پر یہ سوال ہے کہ پنگوڑے میں باتیں کرنا تو قابل ذکر امر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ پختہ عمر میں بات کرنا کون سی خصوصیت ہے جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ذکر کیا ہے' اس سوال کے متعدد جوابات ہیں: ایک یہ کہ اس آیت سے مقصود نجران کے عیسائی وفد کا رد کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مدعی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بچپن سے کہولت تک کا زمانہ گزاریں گے اور اس زمانہ میں ان پر جسمانی تغیرات آتے رہیں گے اور خداوہ ہوتا ہے جس پر کوئی تغیر اور تبدل نہ آسکے کیونکہ تغیر حدوث کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھا لیا گیا' پھر کئی ہزار سال بعد جب وہ آسمان سے اتریں گے تو وہ کہولت اور پختہ عمر کے ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ کئی ہزار برس گزرنے کے بعد چالیس سال کے ہوں گے' سو ان کا پنگوڑے میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے اور پختہ عمر میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے کیونکہ لیل و نہار کی گردش اور ہزاروں سال کا گزرنا ان کی جسمانی ساخت پر اثر انداز نہیں ہوا اور جس طرح پختہ عمر میں وہ اٹھائے گئے تھے آسمانوں سے اترنے کے بعد بھی وہ اسی طرح پختہ عمر کے ہوں گے۔

marfat.com

Marfat.com

''وان من اھل الکتب الالیومنن بہ'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۝ (النساء: ۱۵۹)

اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے ۝

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ''قبل موتہ'' کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

پہلی صورت میں اس آیت کا معنیٰ ہوگا: اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے ضرور حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علی بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کوئی یہودی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے۔ (جامع البیان جز ۶ ص ۲۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہودی محل کے اوپر سے گرے تو وہ زمین پر پہنچنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہر یہودی اور نصرانی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لے آئے گا' ان پر ان کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا: جو شخص ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو' یا اس پر اچانک دیوار گر جائے' یا اس کو درندہ کھا جائے' وہ مرنے سے پہلے کیسے ایمان لائے گا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کے جسم سے اس کی روح اس وقت تک نہیں نکلے گی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے۔

(جامع البیان جز ۶ ص ۲۸۔۲۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

یہ تفسیر مرجوح ہے کیونکہ جو یہودی یا نصرانی لڑائی میں اچانک دشمن کے حملہ سے مر جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے یا وہ کسی بھی حادثہ میں اچانک مر جاتا ہے اس کو کب حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا موقع ملے گا اور راجح دوسری تفسیر ہے جس میں یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے' امام ابن جریر نے بھی اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے' واضح رہے کہ مرزائی پہلی تفسیر کو راجح قرار دیتے ہیں' تاکہ نزول مسیح نہ ثابت ہو' بہرنوع اس صورت میں معنیٰ یہ ہے: ''اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لے آئے گا''۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے۔

ابو مالک نے اس کی تفسیر میں کہا: جب حضرت عیسیٰ بن مریم کا زمین پر نزول ہوگا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔

حسن نے اس کی تفسیر میں کہا: حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے' بہ خدا وہ اب بھی زندہ ہیں لیکن جب وہ زمین پر نازل ہوں گے تو ان پر سب ایمان لے آئیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

ابن زید نے کہا: جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو دجال کو قتل کر دیں گے اور روئے زمین کا ہر یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان جز ۶ ص ۲۶-۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل کرنے کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) یہود کے اس زعم اور دعویٰ کا رد کرنا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے' اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کر کے ان کے جھوٹ کو ظاہر فرما دے گا۔

(۲) جب ان کی مدت حیات پوری ہونے کے قریب ہو گی تو زمین پر ان کو نازل کیا جائے گا تاکہ ان کو زمین میں دفن کیا جائے کیونکہ جو مٹی سے بنایا گیا ہو اس میں یہی اصل ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کیا جائے۔

(۳) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور آپ کی امت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ کو ان میں سے کر دے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو باقی رکھا حتیٰ کہ آپ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے' احکام اسلام کی تجدید کریں گے اور آپ کا نزول دجال کے خروج کے زمانہ کے موافق ہو گا' سو آپ اس کو قتل کریں گے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے نصاریٰ کے جھوٹے دعووں کا رد ہو گا جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کرتے رہے' وہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ کہ یہودیوں نے ان کو سولی دی اور وہ مرنے کے بعد تین دن بعد زندہ ہو گئے۔

(۵) نیز حضرت عیسیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارت دی تھی اور مخلوق کو آپ کی تصدیق اور اتباع کی دعوت دی تھی' اس لیے خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمایا۔

مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (آل عمران: ۵۵)

(اے رسول مکرم! یاد کیجئے) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کے پیروکاروں کو (دلائل کے ذریعہ) قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا ہوں' پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا' جس میں تم اختلاف کرتے تھے ○

اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ قیامت تک کفار رہیں گے' تبھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو قیامت تک کفار پر فوقیت حاصل رہے گی اور دوسری چیز یہ ہے کہ قیامت تک اہل کتاب ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہیں گے' حالانکہ آپ نے النساء: ۱۵۹ کے ترجمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ: ''اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے''۔ پس اعتراض یہ ہے کہ جب سب مومن ہو جائیں گے تو حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کا غلبہ کن کافروں پر ہو گا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آل عمران: ۵۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں قیامت تک اختلاف رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے

marfat.com
Marfat.com

درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور النساء: ۵۹ کی جو آپ نے تقریر کی ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے سب مومن ہو جائیں گے پھر ان میں اختلاف نہیں رہے گا اور یہ آل عمران: ۵۵ کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پر سب لوگوں کے ایمان لانے سے پہلے اہل کتاب میں اختلاف بھی ہوگا اور ان میں کفار بھی ہوں گے جن پر اہل ایمان دلائل کے اعتبار سے غالب رہیں گے اور یہ واقعہ قیامت سے کچھ پہلے ہوگا' اس لیے اس کو مجازاً قیامت تک سے تعبیر کر دیا' جیسا کہ آل عمران: ۵۵ میں ہے اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان کے عبد ہونے اور ان کے رسول ہونے پر ایمان لے آئیں گے۔

''ومامحمد الا رسول'' سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۞ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں' تو اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزاء دے گا۞

مرزائی اس آیت کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں' اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ رکھنا اور قرب قیامت میں ان کے نزول کا عقیدہ رکھنا اس آیت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ''ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں'' یہ نہیں فرمایا کہ ان سے پہلے اور رسول فوت ہو چکے ہیں اور اگر بالفرض اس کا یہ معنیٰ ہو کہ ان سے پہلے اور رسول فوت ہو چکے ہیں' تب بھی اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں' حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی فوت ہونا لازم آئے اور اگر بالفرض اس کا یہ معنیٰ ہو کہ: ''اور ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں'' تب بھی اس عمومی قاعدہ سے حضرت علیہ السلام مستثنیٰ ہوں گے اور استثناء کی دلیل قرآن مجید کی وہ متعدد آیات اور احادیث ہیں جن سے حیات مسیح اور نزول مسیح ثابت ہے جن کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو خاندان اور قبیلے بنا دیئے تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۚ (الدھر: ۲)

بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت کے مخلوط پانی سے پیدا کیا ہے' لیکن اس قاعدہ کلیہ سے حضرت عیسیٰ مستثنیٰ ہیں کہ ان کو بغیر مرد کے پیدا کیا اور حضرت حواء مستثنیٰ ہیں کہ ان کو بغیر عورت کے پیدا کیا اور حضرت آدم بھی مستثنیٰ ہیں کہ ان کو مرد اور عورت دونوں کے بغیر پیدا کیا اور اس استثناء کی قرآن مجید میں اور بھی بہت نظائر ہیں' پس اگر'' وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ '' (آل عمران: ۱۴۴) کا یہ معنیٰ ہو کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں تب بھی اس عموم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں' کیونکہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کا آسمان سے نزول ثابت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال

مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ھ نے لکھا ہے:

سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص ہی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔

(حاشیہ در حاشیہ براھین احمدیہ ص ۳۶۱ طبع قدیم ص ۴۷۷ طبع جدید نظارت اشاعت ربوہ ۱۲۹۷ھ)

اس عبارت میں غلام احمد قادیانی نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔

نیز مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے: "هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ" (الفتح: ۲۸) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

(حاشیہ در حاشیہ براہین احمدیہ ص ۴۹۹ طبع قدیم ص ۵۳۹ طبع جدید نظارت اشاعت ربوہ ۱۲۹۷ھ)

اس عبارت میں غلام احمد قادیانی نے یہ تصریح کی ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے زمین کی طرف نزول ہوگا اور اس سے بھی زیادہ صراحت مرزا غلام احمد قادیانی کی ان عبارات میں ہے، مرزا نے لکھا ہے:

عسی ربکم ان یرحم علیکم، وان عدتم عدنا، وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا ○ (یہ مرزا کی خود ساختہ عبارت ہے کیونکہ قرآن مجید میں "ان یرحمکم" ہے۔منہ) خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے، یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لیے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔

(حاشیہ در حاشیہ براھین احمدیہ ص ۵۰۶-۵۰۵ طبع قدیم ص ۵۴۸-۵۴۷ طبع جدید نظارت اشاعت ربوہ ۱۲۹۷ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی نے چالیس سال کی عمر میں "براھین احمدیہ" لکھی تھی، پھر وہ بارہ سال تک حیات مسیح اور نزول مسیح کے عقیدہ پر جما رہا، پھر باون سال کی عمر میں اس نے اپنا پرانا عقیدہ تبدیل کیا جو دراصل تمام دنیا کے مسلمانوں کا عقیدہ تھا چنانچہ اس نے لکھا ہے:

پھر میں قریباً بارہ سال تک جو ایک زمانہ دراز ہے، بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے "براہین احمدیہ" میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا اور جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

(اعجاز احمدی ص ۷ طبع قدیم، ص ۹ طبع جدید، نومبر ۱۹۰۲ء)

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

marfat.com

Marfat.com

میں نے براہین احمدیہ میں یہ اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے‘ مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو ”براہین احمدیہ“ میں ہی لکھا گیا تھا‘ کیونکہ اس الہام میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خاص تھی‘ وہ آیت یہ ہے: ”هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ“۔ (ایام الصلح ص ۴۶‘ خزائن ۲۷۲ ص ۱۴)

نیز مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ء نے لکھا ہے:

اور مجھے یہ کب خواہش تھی کہ میں مسیح موعود بنتا اور اگر مجھے یہ خواہش ہوتی تو ”براہین احمدیہ“ میں اپنے پہلے اعتقاد کی بنا پر کیوں لکھتا کہ مسیح آسمان سے آئے گا؟ حالانکہ اسی براہین میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے‘ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے پہلے اعتقاد کو نہیں چھوڑا تھا جب تک خدا نے روشن نشانوں اور کھلے کھلے الہاموں کے ساتھ نہیں چھڑایا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۶۳-۱۶۲‘ مطبع میگزین قادیان‘ ۱۹۰۷ء)

نیز مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ء نے لکھا ہے:

میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے ”براہین احمدیہ“ کے حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے‘ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا‘ اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔

(براھین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵‘ نظارت اشاعت‘ ربوہ‘ دسمبر ۱۹۷۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے تسلیم کر لیا ہے کہ ”براھین احمدیہ“ کے پہلے چار حصص میں اس نے تمام مسلمانوں کی طرح یہ عقیدہ رکھا اور اس کو شائع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات نہیں آئی اور وہ آسمانوں پر زندہ ہیں (واضح رہے کہ اس نے چالیس سال کی عمر میں یہ کتاب لکھی) اور پھر لکھا ہے کہ بارہ سال تک وہ اسی عقیدہ پر جما رہا اور بارہ سال بعد اس کو یہ الہام ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہ اس کے کلام میں صریح تناقض ہے اور اس کو خود بھی یہ اعتراف ہے کہ اس کے کلام میں تناقض ہے‘ اس نے لکھا ہے:

میں نے ان متناقض باتوں کو براھین میں جمع کر دیا ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۸ طبع قدیم‘ ص ۱۰ طبع جدید)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحکیم خان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۸۴‘ مطبع میگزین قادیان‘ ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں تناقض ہے اور اس کے نزدیک جس انسان کے کلام میں تناقض ہو وہ مخبوط الحواس ہے‘ تو اپنے تحریری اقرار کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی مخبوط الحواس ضرور ہوا۔

اس تناقض سے جان چھڑانے کے لیے مرزائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح قرآن اور حدیث میں ناسخ اور منسوخ آیات

marfat.com
Marfat.com

اور احادیث ہیں اسی طرح مرزا کی عبارات میں بھی ناسخ اور منسوخ ہیں اور براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں کی وہ عبارات جن سے حیات مسیح ثابت ہے بعد کی عبارات سے منسوخ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ احکام میں مثلاً امر اور نہی میں ہوتا ہے' اخبار اور عقائد میں نسخ نہیں ہوتا' مثلاً پہلے مسجد اقصیٰ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم تھا بعد میں اس کو منسوخ کر دیا یا پہلے کافروں سے نرمی کرنے کا حکم تھا بعد میں اس کو منسوخ کر کے جہاد کا حکم دے دیا' عقائد میں نسخ نہیں ہوتا کہ پہلے یہ عقیدہ ہو کہ مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں اور بعد میں یہ عقیدہ ہو کہ نہیں وہ وفات پا چکے ہیں' خود مرزا غلام احمد نے بھی اس کو نسخ نہیں کہا بلکہ یہ لکھا ہے کہ یہ میری غلطی تھی اور میرے کلام میں تناقض ہے۔

نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے ''براہین احمدیہ'' میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا' مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی' مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے' اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا' بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں' ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے ''براہین احمدیہ'' میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت سے آئے گا (الیٰ ان قال) اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لیے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹۔۱۴۸' مطبع میگزین قادیان ۱۵ مئی' ۱۹۰۷ء)

اس کتاب کے آخر میں مرزا قادیانی نے اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی موت واقع ہوئی' گویا یہ کتاب اس کی آخری تصانیف میں سے ہے اور مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ وہ باون سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ مانتا رہا اور باون سال کے بعد اس کو الہام ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال

اب صورت حال یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت کا انکار کفر ہوتا ہے اور مرزا قادیانی ان آیات قطعیۃ الدلالت کے برخلاف باون سال تک عام مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر جما رہا' لہٰذا یہ خود اپنے قول اور اپنی تصریح کے مطابق باون سال تک کفر پر جما رہا' بعد میں اسے الہام ہوا کہ وہ خود مسیح موعود اور دیگر کتب میں لکھا کہ وہ نبی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کافر کا الہام کب معتبر ہوتا ہے اور کیا کافر کے دل میں جو بات ڈالی جائے اس کو الہام کہنا صحیح ہے؟ کافر کے دل میں جو بات ڈالی جائے وہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے اور شیطان کے وسوسے سے قرآن مجید

marfat.com
Marfat.com

کی آیات قطعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف مسیح موعود یا نبوت کا دعویٰ کرنا محض باطل ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی جو اپنے قول کے مطابق قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت کے خلاف عقیدہ رکھ کر کافر ہو چکا تھا اس کا بعد میں یہ دعویٰ کرنا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں اور خود کے لیے مسیح موعود اور نبوت کے الہام اور وحی کا دعویٰ کرنا بالکل باطل ہے کیونکہ کافر کو الہام نہیں ہوتا' اس کو وسوسہ شیطان ہوتا ہے۔

نوٹ: ہمارے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی یا رسول ماننا کفر ہے اور حیات مسیح اور نزول مسیح کا انکار کرنا شدید ترین گمراہی ہے' البتہ غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود ماننا کفر ہے بلکہ اس کو مسلمان ماننا بھی کفر ہے۔

میں حضرت مولانا عبد المجید صاحب مدظلہ وزیدحبہ وعلمہ ولطفہ واسعدہ اللہ تعالیٰ فی الدارین کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ کتابیں مہیا کیں جن کی مدد سے میں نے یہ مضمون مکمل کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو (انہوں نے) کہا: بے شک میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو بیان کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو' پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرتے رہو O بے شک اللہ ہی میرا رب ہے سوتم اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے O (الزخرف: ۶۴-۶۳)

حضرت عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان معجزات سے مراد ہے: مردوں کو زندہ کرنا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا' مٹی کے پرندے بنا کر ان کو فضا میں اڑا دینا اور آسمان سے دستر خوان نازل کرنا اور غیب کی خبریں دینا۔ قتادہ نے کہا: ''بینات'' سے مراد انجیل ہے اور سدی کی روایت ہے: اس سے مراد ہے نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

نیز اس میں فرمایا: ''اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کا بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو''۔

زجاج نے کہا: وہ لوگ اس میں اختلاف کرتے تھے کہ تورات میں تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔

بعض نے کہا: وہ تورات کے اور احکام کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ ان کو جواب دیتے تھے۔

بعض نے کہا: وہ اکثر ایسی چیزوں کا سوال کرتے تھے جن کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو ان ہی چیزوں کا جواب دیتے تھے جن کے جاننے میں ان کا فائدہ تھا۔

الزخرف: ۶۴ میں فرمایا: ''بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے' سوتم اسی کی عبادت کرو''۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو یعنی میری عبادت نہ کرو' اس آیت سے ان عیسائیوں کا رد کرنا مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر (بنی اسرائیل کے) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا' پس ظالموں کے لیے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے O وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ چلے O اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے O (الزخرف: ۶۷-۶۵)

اس آیت میں ''احزاب'' کا لفظ ہے' یہ حزب کی جمع ہے' حزب کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت اور گروہ' یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد انہوں نے آپس میں اختلاف کیا' یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا: وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور عیسائیوں میں سے بعض نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں اور بعض نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہا: وہ تین میں کے تیسرے ہیں اور بعض مومن تھے جنہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے' اس آیت میں جو دردناک عذاب کے دن کی وعید ہے وہ پہلے فرقوں کے متعلق ہے یعنی ان یہودیوں کے بارے میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرتے تھے اور ان عیسائیوں کے متعلق ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

الزخرف:٦٦ میں فرمایا: ''وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ چلے O''

جس وقت قیامت آئے گی تو وہ اچانک آئے گی اور اس سے پہلے قیامت کے آنے کا کسی کو علم نہیں ہوگا اور سب لوگ اس سے غافل ہوں گے' اس لیے اس وقت کے آنے سے پہلے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے' قیامت کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے:

(۱) ہر انسان کی موت پر' اس کے حق میں قیامت ہے' یہ قیامت صغریٰ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے' سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اس سے ہر وقت استغفار کرتے رہو۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۲۸۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۵۸۰' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۷۴۸)

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج۴ص ۲۳۸' مجمع الزوائد ج۳ص ۲۴۶)

(۲) جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص فوت ہو جائے گا' یہ قیامت لوگوں پر اچانک آئے گی' کسی کو اس کے وقوع کا وقت معلوم نہیں ہے' یہ قیامت وسطیٰ ہے' اس کا علم ان علامات سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا' جہل کا غلبہ ہوگا' کھلے عام زنا ہوگا' عورتیں زیادہ ہوں گی' مرد کم ہوں گے' حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۵' جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۲۳۸۸)

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا ہم اس وقت قیامت کا ذکر کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول (۶) یاجوج ماجوج (۷) تین دفعہ زمین کا دھنسنا' ایک دفعہ مشرق میں' ایک دفعہ مغرب میں اور ایک دفعہ جزیرۃ العرب میں (۱۰) اور اس کے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ قرار دیا جائے اور دین کے علاوہ علم حاصل کیا جائے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے اور مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں اور قبیلہ کا سردار ان میں سب سے بڑا فاسق ہو اور قوم کا سردار رذیل ترین شخص ہو اور

marfat.com

Marfat.com

کسی شخص کے شر کے خطرہ سے اس کی عزت کی جائے اور فاحشہ عورتیں موسیقی کا اظہار کریں اور شرابیں پی جائیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں تو تم اس وقت سرخ آندھی کا انتظار کرو اور زلزلہ کا اور زمین کے دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا اور ان بڑی بڑی نشانیوں کا جو پے در پے آئیں گی جیسے وہ نشانیاں ایک ڈوری میں پروئی ہوئی ہوں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۱، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۲۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہو گی جب زمین میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸، جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۹۰۱)

(۳) قیامت کبریٰ اس کا اطلاق یوم حشر پر ہے، جس دن تمام مردوں کو محشر کی طرف جمع کیا جائے گا، اس کا ذکر ان آیات میں ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ. (البقرہ: ۸۵)

اور قیامت کے دن ان کو زیادہ سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۱۳)

سو اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے ○

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (البقرہ: ۱۷۴)

اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا ○

خلیل کے معانی

الزخرف: ۶۷ میں فرمایا: ''اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے''۔

اس آیت میں ''الاخلاء'' کا لفظ ہے، یہ خلیل کی جمع ہے، خلیل کا معنی ہے: وہ دوست جس کی محبت دل کی گہرائی میں جا گزین ہو، یہ خلة سے بنا ہے اور خلة خلال سے مشتق ہے، اس کا معنی اندرون اور درمیان ہوتا ہے اور خلة اس محبت کو کہتے ہیں جو نفس کے اندر پیوست ہو یا یہ لفظ خلل سے مشتق ہے کیونکہ جب دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے خلل کو روکتا ہے، یا یہ لفظ ''خل'' سے مشتق ہے، اس کا معنی ریگستانی راستہ ہے کیونکہ جو دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہوں وہ راستہ میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں یا یہ لفظ خَلّة سے بنا ہے جس کا معنی خصلت اور عادت ہے اور جو دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہوں ان کی خصلتیں اور عادتیں ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں، حضرت ابراہیم کو خلیل اس لیے فرمایا ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی محبت پیوست ہو چکی تھی اور خلت کا ایک معنی حاجت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنی تمام حاجات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی تھیں اور تمام مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہو چکے تھے اور جب خلیل کے لفظ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہو تو اس کا معنی ہے: احسان کرنے والا یا اکرام اور افضال کرنے والا۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا

جن لوگوں کے درمیان دنیاوی رشتوں اور تعلق کی وجہ سے محبت تھی، قیامت کے دن وہ رشتے اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، قرآن مجید میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ (العبس: ۳۷-۳۴)

جس دن ہر مرد اپنے بھائی سے بھاگے گا ○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ○ اور اپنی بیوی اور اولاد سے (بھاگے گا) ○ اور اس دن ہر شخص کو صرف ایسی فکر ہوگی جو اس کو عذاب سے دور کر سکے ○

اس کے برعکس جو متقین ہیں ان کی جس کے ساتھ گہری دوستی ہوتی ہے وہ صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے' اس لیے ان کی وہ گہری دوستی آخرت میں بھی قائم رہے گی اور وہ ایک دوسرے کو نفع پہنچاتے رہیں گے' جو مسلمان اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں ان کے فضائل میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا (۱) امام عادل (۲) اور وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے پروان چڑھا (۳) اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہو (۴) اور وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں ملتے ہوں اور اللہ کی محبت میں الگ ہوتے ہوں (۵) اور وہ شخص جس کو کسی مقتدر اور حسین عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) اور وہ شخص جس نے اس طرح صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (۷) اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۱' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۰۰۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۸' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: وہ مسلمان کہاں ہیں جو محض میری ذات کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرمائے گا: جو مسلمان میری ذات کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے' ان کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۷' المعجم الکبیر ج ۲۰' رقم الحدیث: ۱۶۸-۱۶۷' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۱)

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۶۸ اَلَّذِيْنَ

اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے ○ وہ بندے جو ہماری

اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۶۹ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے ○ تم اور تمہاری بیویاں ہنسی خوشی جنت میں

تُحْبَرُوْنَ ۝۷۰ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ

داخل ہو جاؤ ○ ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا

marfat.com
Marfat.com

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا

اور جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں

خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾

ہمیشہ رہو گے O اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو O

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي

اور اس جنت میں تمہارے لیے بہ کثرت پھل ہیں جن کو تم کھاتے رہو گے O بے شک جرم کرنے والے ہمیشہ دوزخ

عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾

کے عذاب میں مبتلا رہیں گے O ان سے وہ عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوسی سے پڑے رہیں گے O

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ

ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے O اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے

عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ

مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے وہ کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو O بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾

تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے O کیا انھوں نے کسی کام کو پکا کر لیا ہے، بے شک ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں O

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ

یا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے' کیوں نہیں! (ہم سن رہے ہیں) اور ان کے پاس

يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾

ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لکھ رہے ہیں O آپ کہیے: اگر رحمان کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا O

سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ

آسمانوں اور زمینوں کا رب جو عرش کا رب ہے وہ ان عیوب سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں O آپ ان کو ان کے

marfat.com
Marfat.com

يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ

مشغلوں اور لغویات میں پڑے رہنے دیں، حتیٰ کہ ان کا سابقہ اس دن سے پڑ جائے جس دن سے ان کو ڈرایا گیا ہے O وہی

الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾

آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی بہت حکمت والا اور بے حد علم والا ہے O

وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

اور بہت برکت والا ہے وہ جس کی آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ

اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ

عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں جو حق کی شہادت دیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى

اور انہیں اس کا یقین ہو O اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر

وقف لازم

يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ

وہ کہاں بھٹک رہے ہیں O اور قسم ہے رسول مکرم کے اس قول کی کہ اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے O

ع ۷/۱۲

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ ع

آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا اسلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے O وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے O تم اور تمہاری بیویاں ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ، ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا اور جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے O اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے نیک اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو O اور اس جنت میں تمہارے لیے بہ کثرت پھل ہیں جن کو تم کھاتے رہو گے O (الزخرف: ۶۸-۷۳)

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں

مقاتل نے بیان کیا ہے کہ میدان حشر میں ایک منادی یہ ندا کرے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے O جب اہل محشر یہ ندا سنیں گے تو سب سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے' پھر جب منادی یہ کہے گا: وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے O یہ سن کر مسلمانوں کے سوا تمام مذاہب والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور محاسبی نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب منادی قیامت کے دن یہ ندا کرے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے تو تمام لوگ اپنے سر اٹھا کر کہیں گے: ہم اللہ کے بندے ہیں' وہ پھر دوسری بار ندا کرے گا: وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے O تو کفار اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور موحدین اسی طرح سر اٹھائے ہوئے ہوں گے' پھر وہ منادی تیسری بار ندا کرے گا: جو لوگ ایمان لائے اور وہ متقی رہے تو تمام کبیرہ گناہ کرنے والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور اہل تقویٰ اسی طرح اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ان سے خوف اور حزن کو دور کر دے گا کیونکہ وہ اکرم الاکرمین ہے' وہ اپنے اولیاء کو شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۰۲۔۱۰۱)

الزخرف: ۷۰۔۶۹ میں فرمایا: ''تم اور تمہاری بیویاں ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ' ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا اور جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے O''

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کو عزت والے مقامات پر ٹھہرایا جائے گا' حسن نے کہا: ان کے دل خوش رہیں گے۔ قتادہ نے کہا: ان کو جسمانی لذتیں حاصل ہوں گی' مجاہد نے کہا: وہ خوش ہوں گے اور ان کی آنکھوں سے خوشی ظاہر ہو گی۔

سونے اور چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا

جنت میں ان کو انواع واقسام کے کھانے اور مشروبات پیش کیے جائیں گے۔ جنت میں سونے اور چاندی کے برتنوں کا ان احادیث میں ذکر ہے:

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ مدائن میں تھے' ان کو پیاس لگی تو ایک دہقان ان کے لیے چاندی کے ایک پیالے میں پانی لے کر آیا' انہوں نے وہ پیالہ اٹھا کر پھینک دیا' پھر انہوں نے کہا کہ میں نے یہ پیالہ اس لیے اٹھا کر پھینکا ہے کہ میں نے اس کو کئی مرتبہ چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع کیا ہے لیکن یہ باز نہیں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ریشم اور دیباج پہننے سے منع فرمایا ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: یہ ان کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۰۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کے پاس بھی ستر ہزار غلام' ستر ہزار سونے کے گلاس لے کر گھومیں گے اور ہر گلاس میں الگ الگ ذائقہ کا مشروب ہو گا اور اعلیٰ درجہ کے جنتی کے پاس سات لاکھ غلام سات لاکھ سونے کے پیالے لے کر گردش کریں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہو گا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گا' وہ اس میں تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہو جنت میں رفع حاجت کریں گے۔ ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کے ہوں گے' ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) سلگتی ہو گی' ان کا

marfat.com
Marfat.com

پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا' ان میں ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلیوں کا مغز حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا' ان میں کوئی اختلاف نہ ہوگا نہ بغض' سب کے دل ایک دل جیسے ہوں گے' وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۱۸)

حضرت ام سلمہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ گڑگڑاتی رہے گی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۶۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۱۳)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

برتنوں کے علاوہ سونے اور چاندی کی مصنوعات کے استعمال میں علماء کا اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ مردوں کے لیے سونے اور چاندی کا استعمال مطلقاً جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کے متعلق فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۴۳) اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے کی ممانعت ان کے استعمال کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی متاع ہے' اس لیے ان کا استعمال مطلقاً جائز نہیں ہے' اس لیے ان کا ہر قسم کا استعمال جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چیزیں ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہوں گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۳۳)

سونے اور چاندی کے ظروف آرائش اور چار انگل سونے' چاندی اور ریشم کے کام والے کپڑوں کا جواز

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

''مجتبیٰ'' میں مذکور ہے کہ مرد کے لیے جائز ہے کہ اپنے گھر کو ریشم کے ساتھ مزین کرے اور سونے اور چاندی کے برتنوں سے گھر کو سجائے اور اس میں تفاخر کی نیت نہ ہو اور ''شرح وہبانیہ'' میں منتقی سے منقول ہے: قمیص کا گریبان اور اس کا بٹن ریشم کا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ کپڑے کے تابع ہے اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ ریشم اور سونے کے بٹن بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی میں مختصر الطحاوی سے منقول ہے: چاندی کے تاروں سے کپڑے پر نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور سونے کے تاروں سے نقش و نگار بنانا مکروہ ہے' فقہاء نے کہا: اس میں اشکال ہے کیونکہ شریعت میں کف پر کام کرانے کی رخصت ہے اور کف پر کبھی سونے کا کام کیا جاتا ہے۔

(الدر المختار علی ھامش الرد ج ۹ ص ۴۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کی شرح میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے پر نقش و نگار بنائے جائیں یا کپڑے کے کف پر ریشم سے کام کیا جائے وہ اس لیے جائز ہے کہ وہ قلیل اور تابع ہے اور غیر مقصود ہے اور سونا' چاندی اور ریشم حرام ہونے میں سب برابر ہیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جبہ پہنا ہے جس کے گریبان اور کفوں پر ریشم سے کام کیا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم: لباس' رقم الحدیث: ۱۰) تو پھر کفوں پر سونے اور چاندی سے بھی کام کرانا جائز ہے' کیونکہ ان کا حکم برابر ہے اور ان میں فرق نہ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو کپڑا چار انگل کی مقدار سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہو وہ جائز ہے۔ (صحیح مسلم: لباس' رقم الحدیث: ۱۵) اسی طرح اتنی مقدار میں سونے اور چاندی کے پانی سے کپڑے اور برتن پر لکھنا بھی جائز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سونے اور چاندی کے ظروف کی تفصیل

صدرالشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے' عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے زیور کے سوا دوسری طرح سونے' چاندی کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔ (درمختار) مسئلہ: سونے چاندی کے چمچے سے کھانا' ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا' ان کے آئینہ میں مونھ دیکھنا' ان کی قلم دوات سے لکھنا' ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا' یا ان کی کرسی پر بیٹھنا مرد و عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: سونے چاندی کی آرسی پہننا عورت کے لیے جائز ہے مگر اسی آرسی میں مونھ دیکھنا عورت کے لیے بھی ناجائز ہے۔ مسئلہ: سونے چاندی کی چیزوں کے استعمال کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ ان کو استعمال کرنا ہی مقصود ہو اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو ممانعت نہیں' مثلاً سونے چاندی کی پلیٹ یا کٹورے میں کھانا رکھا ہوا ہے' اگر یہ کھانا اسی میں چھوڑ دیا جائے تو اضاعت مال ہے' اس کو اس میں سے نکال کر دوسرے برتن میں لے کر کھائے یا اس میں سے پانی چلو میں لے کر پیا یا پیالی میں تیل تھا سر پر پیالی سے تیل نہیں ڈالا' بلکہ کسی برتن میں یا ہاتھ پر تیل اس غرض سے لیا کہ اس سے استعمال ناجائز ہے لہٰذا تیل کو اس میں سے لے لیا جائے اور اب استعمال کیا جائے یہ جائز ہے اور اگر ہاتھ میں تیل کا لینا بغرض استعمال ہو جس طرح پیالی سے تیل لے کر سر یا ڈاڑھی میں لگاتے ہیں اس طرح کرنے سے ناجائز استعمال سے بچنا نہیں ہے کہ یہ بھی استعمال ہی ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے' اسی طرح سونے چاندی کی گھڑی ہاتھ میں باندھنا بلکہ اس میں وقت دیکھنا بھی ناجائز ہے کہ گھڑی کا استعمال یہی ہے کہ اس میں وقت دیکھا جائے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش و زینت کے لیے ہوں مثلاً قرینہ سے یہ برتن و قلم و دوات لگا دیئے کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یونہی سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے' ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔ (درمختار ردالمحتار)

مسئلہ: بچوں کو بسم اللہ پڑھانے کے موقع پر چاندی کی دوات قلم تختی لا کر رکھتے ہیں' یہ چیزیں استعمال میں نہیں آتیں بلکہ پڑھانے والے کو دے دیتے ہیں' اس میں حرج نہیں۔ مسئلہ: سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے' مثلاً تانبے' پیتل' سیسہ' بلور وغیرہ مگر مٹی کے برتنوں کا استعمال سب سے بہتر ہے کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے گھر کے برتن مٹی کے بنوائے فرشتے اس کی زیارت کو آئیں گے' تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قلعی ہونی چاہیے' بغیر قلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: جس برتن میں سونے چاندی کا کام بنا ہوا ہے اس کا استعمال جائز ہے جبکہ موضع استعمال میں سونا چاندی نہ ہو مثلاً کٹورے یا گلاس میں چاندی کا کام ہو تو پانی پینے میں اس جگہ مونھ نہ لگے جہاں سونا یا چاندی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہاں ہاتھ بھی نہ لگے اور قول اول اصح ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: چھڑی کی موٹھ سونے چاندی کی ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے کیونکہ استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ موٹھ پر ہاتھ رکھا جاتا ہے' لہٰذا موضع استعمال میں سونا چاندی ہوئی اور اگر اس کی شام سونے چاندی کی ہو دستہ سونے چاندی کا نہ ہو تو استعمال میں حرج نہیں' کیونکہ ہاتھ رکھنے کی جگہ پر سونا چاندی نہیں ہے' اسی طرح قلم کی نب اگر سونے چاندی کی ہو تو اس سے لکھنا ناجائز ہے کہ وہی موضع استعمال ہے اور اگر قلم کے بالائی حصہ میں ہو تو ناجائز نہیں۔ مسئلہ: چاندی سونے کا کرسی یا تخت میں کام بنا ہوا ہے یا زین میں کام بنا ہوا ہے تو اس پر بیٹھنا جائز ہے جبکہ سونے چاندی کی جگہ سے بچ کر بیٹھے' محصل یہ ہے کہ جو چیز خالص سونے چاندی کی ہے اس کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے

marfat.com

Marfat.com

اور اگر اس میں جگہ جگہ سونا ہے تو اگر موضع استعمال میں ہے تو ناجائز ورنہ جائز' مثلاً چاندی کی انگیٹھی سے بخور کرنا مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ دھونی لیتے وقت اس کو ہاتھ بھی نہ لگائے' اسی طرح اگر حقہ کی فرشی چاندی کی ہے تو اس سے حقہ پینا ناجائز ہے اگرچہ یہ شخص فرشی پر ہاتھ نہ لگائے' اسی طرح حقہ کی مونھ نال سونے چاندی کی ہے تو اس سے حقہ پینا ناجائز ہے اور اگر نیچہ پر جگہ جگہ چاندی سونے کا تار ہو تو اس سے حقہ پی سکتا ہے جب کہ استعمال کی جگہ پر تار نہ ہو۔ کرسی میں استعمال کی جگہ بیٹھنے کی جگہ ہے اور اس کا تکیہ ہے جس سے پیٹھ لگاتے ہیں اور اس کے دستے ہیں جن پر ہاتھ رکھتے ہیں' تخت میں موضع استعمال بیٹھنے کی جگہ ہے اسی طرح زین میں اور رکاب بھی سونے چاندی کی ناجائز ہے اور اس میں کام بنا ہوا ہو تو موضع استعمال میں نہ ہو یہی حکم لگام اور دمچی کا ہے۔ (ہدایہ درمختار ردالمحتار) مسئلہ: برتن پر سونے چاندی کا ملمع ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔ (ہدایہ) مسئلہ: آئینہ کا حلقہ جو بوقت استعمال پکڑنے میں نہ آتا ہو اس میں سونے چاندی کا کام ہو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ (ہدایہ درمختار)

(بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۴۵-۴۴' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

چار انگل ریشم کے کام کے جواز کی مزید تفصیل

مسئلہ: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ (عامہ کتب) مسئلہ: مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو' لمبائی کا شمار نہیں' اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ (درمختار ردالمحتار) یعنی جب کہ اس کی کنارہ کی بناوٹ بھی ریشم کی ہو اور اگر سوت کی بناوٹ ہو تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے' عمامہ یا چادر کے پلو ریشم سے بنے ہوں تو چونکہ بانا ریشم کا ہونا ناجائز ہے لہٰذا یہ پلو بھی چار انگل تک کا ہی ہونا چاہیے زیادہ نہ ہو۔ مسئلہ: آستین یا گریبان یا دامن کے کنارہ پر ریشم کا کام ہو تو وہ بھی چار انگل ہی تک ہو صدری یا جبہ کا ساز ریشم کا ہو تو چار انگل تک جائز ہے اور ریشم کی گھنڈیاں بھی جائز ہیں۔ ٹوپی کا طرہ بھی چار انگل کا جائز ہے' پائجامہ کا نیفہ بھی چار انگل تک کا جائز ہے' اچکن یا جبہ میں شانوں اور پیٹھ پر ریشم کے پان یا کیری چار انگل تک کے جائز ہیں۔ (ردالمحتار) یہ حکم اس وقت ہے کہ پان وغیرہ مغرق ہوں کہ کپڑا دکھائی نہ دے اور اگر مغرق نہ ہوں تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔ مسئلہ: ریشم کے کپڑے کا پیوند کسی کپڑے میں لگایا' اگر یہ پیوند چار انگل تک کا ہو جائز ہے اور زیادہ ہو تو ناجائز' ریشم کو روئی کی طرح کپڑے میں بھر دیا گیا مگر ابرا اور استر دونوں سوتی ہوں تو اس کا پہننا جائز ہے اور اگر ابرا یا استر دونوں میں سے کوئی بھی ریشم ہو تو ناجائز ہے اسی طرح ٹوپی کا استر بھی ریشم کا ناجائز ہے اور ٹوپی میں ریشم اور کنارہ چار انگل تک جائز ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: ٹوپی میں لیس لگائی گئی یا عمامہ میں گوٹا لچکا لگایا گیا' اگر یہ چار انگل سے کم چوڑا ہے جائز ہے ورنہ نہیں۔ مسئلہ: متفرق جگہوں پر ریشم کا کام ہے تو اس کو جمع نہیں کیا جائے گا یعنی اگر ایک جگہ چار انگل سے زیادہ نہیں ہے مگر جمع کریں تو زیادہ ہو جائے گا یہ ناجائز نہیں لہٰذا کپڑے کی بناوٹ میں جگہ جگہ ریشم کی دھاریاں ہوں تو جائز ہے جب کہ ایک جگہ چار انگل سے زیادہ چوڑی کوئی دھاری نہ ہو۔ یہی حکم نقش و نگار کا ہے کہ ایک جگہ چار انگل سے زیادہ نہ ہونا چاہیے اور اگر پھول یا کام اس طرح بنایا ہے کہ ریشم ہی ریشم نظر آتا ہے جس کو مغرق کہتے ہیں جس میں کپڑا نظر ہی نہیں آتا تو اس کام کو متفرق نہیں کہا جا سکتا' اس قسم کا ریشم یا زری کا کام ٹوپی یا اچکن یا صدری یا کسی کپڑے پر ہو اور چار انگل سے زائد ہو تو ناجائز ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: دھاریوں کے لیے چار انگل سے زیادہ نہ ہونا اس وقت ضروری ہے کہ بانے میں دھاریاں ہوں اور اگر تانے میں ہوں اور بانا سوت ہو تو چار انگل سے زیادہ ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے۔ مسئلہ: کپڑا اس طرح بنایا گیا کہ ایک تاگا

marfat.com
Marfat.com

سوت اور ایک ریشم مگر دیکھنے میں بالکل ریشم معلوم ہوتا ہے یعنی سوت نظر نہیں آتا یہ ناجائز ہے۔ (ردالمحتار)

(بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۴۲ ۔ ۴۱ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

مرد کے زیور پہننے کی تفصیل

مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے' تلوار کا حلیہ چاندی کا جائز ہے یعنی اس کے نیام اور قبضہ یا پرتلے میں چاندی لگائی جاسکتی ہے' بشرطیکہ وہ چاندی موضع استعمال میں نہ ہو۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے' مثلاً لوہا' پیتل' تانبا' جست وغیرہا ان دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں فرق اتنا ہے کہ عورت سونا بھی پہن سکتی ہے اور مرد نہیں پہن سکتا۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں پیتل کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے' فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بت کی بُو آتی ہے' انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی' پھر دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے' فرمایا: کیا بات ہے کہ تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں' انہوں نے اس کو بھی اتار دیا اور عرض کی: یارسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا کہ چاندی کی اور اس کو ایک مثقال پورا نہ کرنا۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: بعض علماء نے یشب اور عقیق کی انگوٹھی جائز بتائی اور بعض نے ہر قسم کے پتھر کی انگوٹھی کی اجازت دی اور بعض ان سب کی ممانعت کرتے ہیں' لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چاندی کے سوا ہر قسم کی انگوٹھی سے بچا جائے' خصوصاً جب کہ صاحب ہدایہ جیسے جلیل القدر کا میلان ان سب کے عدم جواز کی طرف ہے۔ مسئلہ: انگوٹھی سے مراد حلقہ ہے نگینہ نہیں' نگینہ ہر قسم کے پتھر کا ہوسکتا ہے عقیق' یاقوت' زمرد' فیروزہ وغیرہ سب کا نگینہ جائز ہے۔ (درمختار) مسئلہ: جب ان چیزوں کی انگوٹھیاں مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں تو ان کا بنانا اور بیچنا بھی ممنوع ہوا کہ یہ ناجائز کام پر اعانت ہے' ہاں بیع کی ممانعت ویسی نہیں جیسی پہننے کی ممانعت ہے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا خول چڑھا دیا کہ لوہا بالکل نہ دکھائی دیتا ہو' اس انگوٹھی کے پہننے کی ممانعت نہیں۔ (عالمگیری) اس سے معلوم ہوا کہ سونے کے زیوروں میں جو بہت لوگ اندر تانبے یا لوہے کی سلاخ رکھتے ہیں اور اوپر سے سونے کا پتر چڑھا دیتے ہیں اس کا پہننا جائز ہے۔ مسئلہ: انگوٹھی کے نگینہ میں سوراخ کر کے اس میں سونے کی کیل ڈال دینا جائز ہے۔ (ہدایہ) مسئلہ: انگوٹھی انہیں کے لیے مسنون ہے جن کو مہر کرنے کی حاجت ہوتی ہے جیسے سلطان وقاضی اور علماء جو فتویٰ پر مہر کرتے ہیں' ان کے سوا دوسروں کے لیے جن کو مہر کرنے کی حاجت نہ ہو مسنون نہیں مگر پہننا جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: مرد کو چاہیے کہ اگر انگوٹھی پہنے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے اور عورتیں نگینہ ہاتھ کی پشت کی طرف رکھیں کہ ان کا پہننا زینت کے لیے ہے اور زینت اسی صورت میں زیادہ ہے کہ نگینہ باہر کی جانب رہے۔ (ہدایہ) مسئلہ: داہنے یا بائیں جس ہاتھ میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں اور چھنگلیا میں پہنی جائے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کرا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک بھی کندہ کرا سکتا ہے مگر محمد رسول اللہ یعنی یہ عبارت کندہ نہ کرائے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری پر تین سطروں میں کندہ تھی' پہلی سطر محمد' دوسری رسول' تیسری اسم جلالت اور حضور نے فرمادیا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے' نگینہ پر انسان یا کسی جانور کی تصویر کندہ نہ کرائے۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: انگوٹھی وہی جائز ہے جو مردوں کی انگوٹھی کی طرح ہو یعنی ایک نگینہ کی ہو اور اگر اس میں کئی نگینے ہوں تو اگرچہ وہ چاندی ہی کی ہو مرد کے لیے ناجائز ہے۔ (ردالمحتار) اسی طرح مردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا یا چھلے پہننا بھی ناجائز ہے کہ یہ انگوٹھی نہیں' عورتیں چھلے پہن سکتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ: ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوانا جائز ہے اور اگر کسی کی ناک کٹ گئی ہو تو سونے کی ناک بنوا کر لگا سکتا ہے' ان دونوں صورتوں میں ضرورت کی وجہ سے سونے کو جائز کہا گیا' کیونکہ چاندی کے تار سے دانت باندھے جائیں یا چاندی کی ناک لگائی جائے تو اس میں تعفن پیدا ہوگا۔ (عالمگیری) مسئلہ: دانت گر گیا' اسی دانت کو سونے یا چاندی کے تار سے بندھوا سکتا ہے۔ دوسرے شخص کا دانت اپنے منہ میں نہیں لگا سکتا۔ (عالمگیری) مسئلہ: لڑکوں کو سونے چاندی کے زیور پہنانا حرام ہے اور جس نے پہنایا وہ گنہگار ہوگا' اسی طرح بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلا ضرورت مہندی لگانا ناجائز ہے' عورت خود اپنے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتی ہے' مگر لڑکے کو لگائے گی تو گنہگار ہوگی۔ (درالمختار ردالمحتار)

(بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۴۹۔۴۸' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

جنت کی وراثت کی توجیہ

الزخرف: ۷۳۔۷۲ میں فرمایا: ''اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے نیک اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو O اور اس جنت میں تمہارے لیے بہ کثرت پھل ہیں جن کو تم کھاتے رہو گے O''

اہل جنت سے جنت میں یہ کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں ذکر کیا جاتا تھا' انسان عموماً اس چیز کا وارث کیا جاتا ہے جو کوئی اس کے لیے چھوڑ جاتا ہے' سو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جو جنتیں بنائی تھیں وہ ان جنتوں کو چھوڑ کر دوزخ میں چلے جائیں گے اور ان کی جنتیں وراثت میں مسلمانوں کو دے دی جائیں گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے جنت اور دوزخ بنائی ہے' پس کافر مسلمان کی دوزخ کا وارث ہوگا اور مسلمان کافر کی جنت کا وارث ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ایک مسکن جنت میں بنایا ہے اور ایک مسکن دوزخ میں بنایا ہے' پس مومنوں کو اپنے مساکن بھی ملیں گے اور کفار کے مساکن کے وہ وارث ہوں گے اور کفار کو ان کے مساکن دوزخ میں ملیں گے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۴۱)

اس آیت میں فرمایا ہے: تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو اور ایک اور جگہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النساء: ۷۰۔۶۹)

اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور رسول کی' وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو نبی ہیں' صدیق ہیں' شہید ہیں اور صالح ہیں اور یہ بہترین رفیق ہیں O یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کافی ہے' بہت جاننے والا O

ان آیتوں میں اس طرح موافقت ہے کہ جنت میں دخول کا حقیقی سبب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا ظاہری سبب بندہ کے نیک اعمال ہیں۔

الزخرف: ۷۳ میں جن پھلوں کا ذکر فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ہر قسم کے پھل ہیں خواہ وہ تر و تازہ پھل ہوں یا خشک پھل ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جرم کرنے والے ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے O ان سے وہ عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوسی سے پڑے رہیں گے O ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے O اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے' وہ کہے گا: تم اس

marfat.com

Marfat.com

میں ہمیشہ رہنے والے ہو○ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے○ (الزخرف: ۷۸۔۷۴)

دوزخ کے نگران فرشتے مالک سے اہل دوزخ کا کلام

اس سے پہلی آیتوں میں اہل جنت کے احوال بیان فرمائے تھے اور اب وہ آیتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں اہل دوزخ کے احوال بیان فرمائے ہیں کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ ترغیب اور ترہیب کی آیتیں ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے تاکہ نیک اعمال کی طرف رغبت ہو اور بُرے کاموں سے نفرت ہو اور اطاعت گزار کی نافرمان پر فضیلت ظاہر ہو۔

نیز فرمایا: اور ان سے وہ عذاب کم نہیں کیا جائے گا' اور وہ عذاب میں کمی سے مایوس ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ کافروں اور بدکاروں کو سزا دے گا' اوّل تو یہ ہے کہ کافر ہوں یا مومن اور بدکار ہوں یا نیکوکار' سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مخلوق ہیں اور خالق اپنی مخلوق کے ساتھ یا مالک اپنی مملوک کے ساتھ جو معاملہ بھی کرے وہ ظلم نہیں ہے' دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار عطا فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ کفر اور معصیت سے اجتناب کریں ورنہ ان کو دوزخ میں عذاب ہوگا' اس حکم کے باوجود جنہوں نے اپنے اختیار سے کفر اور معصیت کا ارتکاب کیا تو یہ خود ان کا اپنے اوپر ظلم ہے' اللہ تعالیٰ کا ان پر ظلم نہیں ہے۔

مالک دوزخ کے نگران فرشتے کا نام ہے' اس سے کفار کہیں گے اور دوزخ کے عذاب کی شکایت کریں گے' محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچائی گئی ہے کہ کفار دوزخ کے نگران سے فریاد کریں گے اور ہر روز اس سے شکایت کریں گے' جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو کہیں گے: اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ ہم کو موت ہی دے دے' تو مالک اسّی سال تک ان کو جواب نہیں دے گا اور ایک سال تین سو تریسٹھ دن کا ہوگا اور اور ایک دن ہزار سال کا ہوگا' پھر اس کے بعد ان سے کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ ص ۱۰۸)

امام ترمذی نے اعمش کا قول نقل کیا ہے کہ ان کافروں کے سوال اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ لگے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۶)

الزخرف: ۷۸ میں فرمایا ہے: "(مالک یا دوسرے فرشتوں نے) کہا: بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے○"

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مالک کا قول ہو اور اس نے کافروں کو یہ جواب دیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے کفار سے خود فرمایا ہو کہ ہم نے تمہارے پاس نشانیاں نازل کی تھیں اور ہم نے تمہاری طرف اپنے رسول بھیجے تھے' لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام اہل دوزخ ہی حق کو ناپسند کرنے والے تھے لیکن اس آیت میں اکثر کا ذکر فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اکثر اہل دوزخ سے مراد تمام اہل دوزخ کے سردار اور نمائندے ہیں' گویا کہ یہ کل اہل دوزخ سے خطاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے کسی کام کو پکا کر لیا ہے' بے شک ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں○ یا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے' کیوں نہیں! (ہم سن رہے ہیں) اور ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لکھ رہے ہیں○ آپ کہیے: اگر رحمان کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا○ آسمانوں او

marfat.com
Marfat.com

زمینوں کا رب جو عرش کا رب ہے وہ ان عیوب سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں O آپ ان کو ان کے مشغلوں میں پڑے رہنے دیں' حتیٰ کہ ان کا سابقہ اس دن سے پڑ جائے جس دن سے ان کو ڈرایا گیا ہے O (الزخرف: ۸۳۔۷۹)

آپ کے خلاف سازش کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا

اس آیت میں ''ابرموا'' کا لفظ ہے' ابرام کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو پکا کرنا اور مستحکم اور مضبوط بنا دینا' مقاتل نے کہا: یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نے دار الندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ سازش کی تھی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد مل کر اچانک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دے' تا کہ تمام قبائل آپ کو قتل کرنے میں مشترک ہوں اور کسی ایک قبیلہ پر الزام نہ آئے اور آپ کی دیت اور خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں' یعنی ان تمام لوگوں کو چن چن کر غزوۂ بدر میں قتل کرنے والے ہیں' اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے: ہم نے ان کے پاس پیغام حق بھیجا لیکن انہوں نے اس کو نہیں سنا یا اس کو سن کر اس سے اعراض کیا' کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں میں بات پکی کر لی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اس پکی بات سے ان سے اس عذاب کا خطرہ ٹل جائے گا جو عذاب کفر اور انکار کی صورت میں آخرت میں ان پر پیش آنے والا تھا۔

الزخرف: ۸۰ کا شان نزول

الزخرف: ۸۰ میں فرمایا: ''یا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سازشوں کو نہیں سنتے اور جو وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں''۔ روایت ہے کہ یہ آیت تین ان آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جو کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا عقیدہ ہے کہ اللہ ہمارا کلام سن رہا ہے؟ دوسرے نے کہا: اگر تم زور سے بولو گے تو وہ سن لے گا اور اگر تم آہستہ بولو گے تو وہ نہیں سن سکے گا' تیسرے نے کہا: جب وہ تمہاری یہ آواز بلند باتوں کو سن سکتا ہے تو وہ تمہاری سرگوشیوں کو بھی سن سکتا ہے۔

الزخرف: ۸۱ میں فرمایا: ''آپ کہیے: اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا O''

اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک کی مذمت اور اس پر وعید

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس' حسن بصری اور سدی نے کہا: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے: رحمٰن کا بیٹا نہیں ہے اور یہاں پر یہ آیت مکمل ہو گئی' پھر فرمایا: میں رحمٰن کا سب سے پہلا عبادت گزار ہوں اور سب سے پہلا موحد ہوں اور اہل مکہ میں سب سے پہلے یہ کہنے والا ہوں کہ رحمٰن کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

(۲) اگر رحمان کا کوئی بیٹا ثابت ہوتا تو سب سے پہلے میں اس بیٹے کی عبادت کرنے والا ہوتا کیونکہ بیٹے کی تعظیم باپ کی تعظیم ہے۔

(۳) مجاہد نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں صرف اس بیٹے کی عبادت کرتا اور جب کہ میں نے اس کی عبادت نہیں کی تو واضح ہوا کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

الزخرف: ۸۲ میں فرمایا: ''آسمانوں اور زمینوں کا رب جو عرش کا رب ہے وہ ان عیبوں سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں O'' یعنی اللہ سبحانہٗ ان چیزوں سے بری' منزہ اور پاک ہے جن کا یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور عیسیٰ اور عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور بت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے شریک ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

الزخرف: ۸۳ میں فرمایا: ''آپ ان کو ان کے مشغلوں میں پڑے رہنے دیں' حتیٰ کہ ان کا سابقہ اس دن سے پڑ جائے جس دن سے ان کو ڈرایا گیا ہے O''

آپ ان کو ان کی باطل کارروائیوں میں مصروف رہنے دیں اور دنیا کے لہو ولعب میں مشغول رہنے دیں' تاکہ آخرت میں یہ اس کے نتیجہ میں عذاب میں مبتلا ہوں' ایک تفسیر یہ ہے کہ جہاد کی آیتوں سے اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ یہ حکم اس وقت تھا جب ابتداء میں مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی کوئی جمعیت نہیں تھی' ان کی ریاست تھی اور نہ کوئی حکومت تھی اور جب مسلمانوں کی ریاست قائم ہوگئی تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں اور سرکشوں کے خلاف جہاد کریں اور کلمہ حق بلند کریں۔

اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں اہل مکہ کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر تم یونہی اپنی باطل کارروائیوں میں مشغول رہے تو وہ دن آنے والا ہے کہ تمہیں ان تمام باطل کارروائیوں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی بہت حکمت والا' بے حد علم والا ہے O اور بہت برکت والا ہے وہ جس کی آسمانوں اور زمینوں میں اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا یقین ہو O

(الزخرف: ۸۶۔۸۴)

اس پر دلائل کہ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہیں

آسمان اور زمین میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کا ظرف نہیں ہے' اللہ تعالیٰ زمین میں مستقر ہے نہ آسمان میں مستقر ہے' بلکہ زمین میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے اور آسمان میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے' آسمانوں میں فرشتے اس کی عبادت کرتے ہیں اور زمین میں تمام نبیوں اور رسولوں نے اس کی عبادت کی ہے' حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر سمیت سب مقدس انسان اس کی عبادت کرنے والے تھے' اس سے واضح ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں نہ حضرت عیسیٰ اور عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ نیز نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے پر ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو کسی مرد کے واسطے کے بغیر محض کلمہ کن سے پیدا فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی واسطے کے محض کلمہ کن سے پیدا فرمایا اور جب اس بلا واسطہ تخلیق سے یہ آسمان اور زمینیں اللہ کی اولاد نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں۔

الزخرف: ۸۵ میں فرمایا: ''اور بہت برکت والا ہے وہ جس کی آسمانوں میں اور زمینوں میں اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O''

اس آیت میں بھی اس پر دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں' کیونکہ اس آیت اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا ہے: وہ بہت برکت والا ہے اور یہاں برکت سے مراد دو معنیٰ ہو سکتے ہیں: ایک معنیٰ ہے ثبوت اور بقاء اور دوسرا معنیٰ ہے: کثرت خیر۔ اگر پہلا معنیٰ مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ثابت ہے اور باقی ہے تو اس کو اولاد کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ اولاد کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو فانی ہو اور مرنے والا ہو' وہ چاہتا ہے کہ اس کے بعد اس کی اولاد اس کے مشن کو جاری رکھے اور جب

marfat.com
Marfat.com

وہ ہمیشہ ثابت اور باقی ہے اور لافانی اور لازوال ہے تو اس کو اولاد کی کیا ضرورت ہے نیز بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے' اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہوتے تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتے حالانکہ حضرت عیسیٰ ممکن اور حادث ہیں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق ان کو موت آ چکی ہے اور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق قیامت سے پہلے ان پر موت آئے گی اور اگر برکت کا معنیٰ کثرت خیر ہو تو اس آیت کا معنیٰ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ بہت خیر کثیر کا مالک ہے' اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہوتے تو وہ بھی بذاتہ خیر کثیر کے مالک ہوتے' حالانکہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج تھے۔ اور فرمایا: ''اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے''۔ یعنی جس طرح اس کی قدرت کامل ہے اسی طرح اس کا علم بھی کامل ہے۔

غیر اللہ کی عبادت کا باطل ہونا

الزخرف: ۸۶ میں فرمایا: ''اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے' ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا یقین ہو O''

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کی نفی فرمائی تھی اور اس آیت میں اللہ سبحانہ اپنے شرکاء کی نفی فرما رہا ہے' اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ سن لیں کہ قیامت کے دن وہ ان ہی لوگوں کی شفاعت کریں گے جو حق کی شہادت دیں گے یعنی جو یقین کے ساتھ اس بات کی شہادت دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی کی بھی عبادت کرتے ہیں خواہ وہ عیسیٰ ہوں یا عزیر ہوں' یا فرشتے ہوں' یا دوسرے خود ساختہ معبود ہوں' مثلاً ستارے ہوں یا درخت ہوں یا پتھر کے تراشیدہ بت ہوں' ان میں سے کوئی بھی از خود کسی کی شفاعت کرنے کا مالک نہیں ہے' مگر جو یقین کے ساتھ اللہ کے واحد ہونے کی شہادت دے اور وہ فرشتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام ہیں اور اولیاء کرام اور علماء عظام ہیں کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور وجاہت ہے اور سب سے زیادہ کرامت اور وجاہت ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور وہی سب سے زیادہ شفاعت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں O اور قسم ہے رسول مکرم کے اس قول کی کہ اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے O آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے O (الزخرف: ۸۹۔۸۷)

مشرکین کو بت پرستی پر ملامت کرنا

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف: ۹ کے شروع میں بھی فرمایا تھا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ O (الزخرف: ۹)

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو بے حد غالب اور بہت جاننے والے نے پیدا کیا ہے O

اور اب اس سورت کے آخر (الزخرف: ۸۷) میں بھی یہی فرمایا ہے: ''اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں O''

اور اس سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ جب ان کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کو اور تمام جہانوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو وہ

marfat.com

Marfat.com

اس اعتقاد کے باوصف کیوں پتھر کے بے جان بتوں کے آگے سر جھکا رہے ہیں اور اپنا ماتھا ٹیک رہے ہیں اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کو کیوں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور آفات اور مصائب میں کیوں ان کو پکار رہے ہیں اور کیوں ان کے نام کی دہائی دے رہے ہیں۔

نیز فرمایا: ''وہ کہاں بھٹک رہے ہیں'' یعنی وہ کیوں جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

الزخرف: ۸۸ کی نحوی تراکیب

الزخرف: ۸۸ میں فرمایا: ''اور قسم ہے رسول مکرم کے اس قول کی کہ اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے O''

اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں ''وقیلہ'' ہے اور اس پر تین اعراب ہیں: جر' نصب اور رفع' وقیلِہ' وقیلَہ و وقیلُہ۔ پہلی صورت میں اس کا عطف ''علم الساعة'' پر ہے یعنی ''وعنده علم الساعة وعلم قيله'' اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کو اپنے نبی کے قول کا علم ہے اور دوسری صورت میں اس کا عطف ''انا لا نسمع سرهم ونجواهم'' پر ہے یعنی وقیلَہ ان کافروں کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے اور نہ اپنے نبی کی بات کو سنتے ہیں اور تیسری صورت میں یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ''وامانة الله قيله'' یا ''ويمين الله قيله''. اللہ کی امانت یا اللہ کی قسم اس کے نبی کا قول ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ بہترین صورت اس طریقہ پر جر یا نصب کی ہے' یعنی حرف قسم مقدر ہے' قسم ہے اللہ کے نبی کے اس قول کی۔ پھر قول کا ذکر ہے: اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے' ہم نے اسی ترکیب کے موافق اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

کافروں کو سلام کرنے کا مسئلہ

الزخرف: ۸۹ میں فرمایا: ''آپ ان سے درگزر کیجئے اور کہیے: بس ہمارا اسلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے O''

اس آیت میں کفار کی زیادتیوں کا بدلہ لینے سے منع فرمایا ہے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔

بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار کو سلام کرنا جائز ہے لیکن صرف سلام کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ سلام علیکم اور مسلمانوں کو سلام کرتے وقت کہا جائے: السلام علیکم یا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الزخرف کا خاتمہ

الحمد للہ رب العلمین آج ۴ محرم ۱۴۲۵ھ/۲۵ فروری ۲۰۰۴ء بہ روز بدھ بعد نماز ظہر' سورۃ الزخرف کی تفسیر مکمل ہو گئی' اس تفسیر کی ابتداء ۱۸ جنوری ۲۰۰۴ء کو ہوئی تھی' اس طرح ۳۸ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی' فالحمد لله حمدا كثيرا والشكر لله شكرا جزيلا۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم اور فضل سے یہاں تک تفسیر مکمل کرا دی ہے اپنے لطف اور عنایت سے باقی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول بنا دیں اور قیامت تک اس کتاب کو فیض آفریں رکھیں' مجھے جملہ امراض سے شفا عطا فرمائیں اور مجھے ارزل عمر سے محفوظ رکھیں اور جب میرا وقت پورا ہو تو اسلام اور ایمان پر میرا خاتمہ فرمائیں' مجھے صحت اور عافیت کے ساتھ چلتے پھرتے اپنے پاس بلائیں' میری والدہ محترمہ اور میرے والد گرامی کی مغفرت فرمائیں اور ان کی قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیں' میرے اساتذہ مولانا محمد نواز اویسی' مولانا مفتی محمد حسین نعیمی' مولانا ولی

marfat.com
Marfat.com

النبیؐ مولانا مختار احمدؒ استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیالوی اور میرے مرشد گرامی علامہ سید احمد سعید کاظمی کی مغفرت فرمائیں' ان سب کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين
قائد الغر المحجلين امام الانبياء والمرسلين وعلى اصحابه الراشدين واله الطيبين
وعلى ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين وعلى جميع اولياء امته
وعلماء ملته وسائر المسلمين.

marfat.com
Marfat.com

سُورَةُ الدُّخَانِ

(۴۴)

سُورَةُ الجَاثِيَةِ

(۴۵)

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

الدخان

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الدخان ہے اور اس کا نام الدخان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں الدخان کا لفظ ہے' وہ آیت یہ ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ○ سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا○ (الدخان:١٠)

الدخان کا لفظ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے' ایک اس سورت میں اور دوسرا اس آیت میں:

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا۔

(حٰم السجدۃ:١١)

سورۃ الدخان مکی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چونسٹھ (٦٤) ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر چوالیس (٤٤) ہے' اس سورت کے مضامین کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت آپ کی مکی زندگی کے وسط میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الدخان کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر حٰم الدخان کی تلاوت کی' اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٨٢٨' الکامل لابن عدی ج ٥ ص ١٧٢٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کی شب حٰم الدخان کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٨٨٩' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ٦٢٣٢۔٦٢٢٤)

عبد اللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ جس شخص نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ جمعہ کی شب حٰم الدخان پڑھی وہ صبح کو بخشا ہوا اٹھے گا' ابورافع کی روایت میں ہے: اس کی بڑی آنکھوں والی حور سے شادی کر دی جائے گی۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ٣٤٢٢۔٣٤٢١' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں حٰم الدخان کی تلاوت کی۔ (الدر المنثور ج ٧ ص ٣٤٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

marfat.com

Marfat.com

سورۃ الدخان کے مقاصد اور مسائل

اس سورت کی ابتداء سورۃ الزخرف کی ابتداء کے مشابہ ہے' کیونکہ دونوں سورتوں کے شروع میں قرآن مجید کی عظمت اور شان بیان کی گئی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا ہے' اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام تقسیم کیے جاتے ہیں' قرآن مجید کو نازل کرنے کا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ غفلت اور لہو ولعب میں زندگی گزار رہے ہیں ان کو جگایا جائے کہ وہ روز حساب کی تیاری کرلیں۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لیے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ ان کو عذاب دکھا دیا جائے' ان کو یہ بتایا ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد جو ایمان لایا جائے وہ ایمان بالغیب نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ کفار مکہ کی عبرت کے لیے فرعون اور اس کی قوم کی مثال دی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے' انجام کار ان سب کو غرق کر دیا گیا اور بنی اسرائیل ان کی غلامی سے نجات پا کر دنیا کی ایک عظیم قوم بن گئے۔

قریش کے کفر اور ان کی ہٹ دھرمی کا سبب یہ تھا کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے آخرت کا تفصیل سے بیان فرمایا' اس دن کافروں کو ان کے کفر پر عذاب دیا جائے گا اور مومنوں کو ان کے ایمان اور ان کے اعمال صالحہ کی بہترین جزاء دی جائے گی۔

آخر میں پھر قرآن مجید کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ کفار مکہ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں سورۃ الدخان کے ترجمہ اور تفسیر کو اس دعا کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ اے مولائے کریم! آپ کی توفیق اور عنایت سے میں نے اس عظیم کام کو شروع کیا ہے' آپ اس میں میری مدد فرمائیں اور اس کام میں مجھے غلطی میں پڑنے سے محفوظ رکھیں اور مجھ سے وہی بات لکھوائیں جو حق اور صواب ہو۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ خادم الحدیث
دار العلوم النعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۴۵_۲۱۲۰۶۱۷
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴
۶ محرم' ۱۴۲۵ھ/ ۲۷ فروری' ۲۰۰۴ء

marfat.com
Marfat.com

سورة الدخان مكية — آیاتها ۵۹ — رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الدخان مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

حٰمٓ ۚ (١) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (٢) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

حامیم O اس واضح کتاب کی قسم! O بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا' بے شک ہم عذاب

مُنْذِرِيْنَ (٣) فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (٤) اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا

سے ڈرانے والے ہیں O اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے O ہمارے پاس سے ایک حکم (کا فیصلہ کیا جاتا ہے)

كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ (٥) رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (٦) رَبِّ

بے شک ہم ہی (رسولوں کو) بھیجنے والے ہیں O آپ کے رب کی رحمت سے' بے شک وہی بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے O

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (٧) لَآ اِلٰهَ

جو آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین کرنے والے ہو O اس کے سوا

اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (٨) بَلْ هُمْ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے' وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا O بلکہ

فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (٩) فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (١٠)

وہ شک میں ہیں' کھیل رہے ہیں O سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O

يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (١١) رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ

جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا' یہ ہے دردناک عذاب O (اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک

اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (١٢) اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (١٣)

ہم ایمان لانے والے ہیں O اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے' حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھے O

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (١٤) اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا

پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں O (اگر) ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو

marfat.com
Marfat.com

إِنَّكُمْ عَآئِدُونَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿١٦﴾

بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو O جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے' بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں O

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ

بے شک ہم اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں' ان کے پاس معزز رسول آئے تھے O کہ اللہ کے بندوں

أَدُّوٓا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى

(بنو اسرائیل) کو میرے سپرد کر دو' بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں

اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ

سرکشی نہ کرو' بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں O اور بے شک میں تمہارے سنگسار کرنے سے اپنے رب

أَن تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِن لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا

اور تمہارے رب کی پناہ میں آ چکا ہوں O اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ O پس انہوں نے اپنے رب

رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا

سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں O (ہم نے حکم دیا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' بے شک

إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾

تمہارا تعاقب کیا جائے گا O آپ سمندر کو یوں ہی ساکن چھوڑ کے چلے جائیں' بے شک ان کا لشکر غرق کر دیا جائے گا O

كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَ

وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے O اور کھیت اور خوش رنگ عمارتیں O اور

نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾

وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے O اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسروں کو وارث بنا دیا O

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾

سو ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی O

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیم O اس واضح کتاب کی قسم! O بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا' بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں O اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے O ہمارے پاس سے ایک حکم (کا فیصلہ کیا جاتا ہے) بے شک ہم ہی (رسولوں کو) بھیجنے والے ہیں O (الدخان: ۵۔۱)

حامیم کا معنیٰ

الدخان: ۱ میں فرمایا: حامیم O اس کا معنیٰ ہے: یہ حامیم ہے۔ حامیم کی تفسیر اس سے پہلے المومن' حٰمٓ السجدۃ' الشوریٰ اور الزخرف میں گزر چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کا اسم ہے' حٰمٓ اور الکتٰب المبین دونوں قرآن مجید کے عنوان ہیں اور ان کا معنون واحد ہے' ایک قول یہ ہے کہ حا سے مراد ہے وحی اور میم سے مراد ہے محمد یعنی یہ وہ خاص وحی ہے جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل ہوئی ہے جیسے کہ اس آیت میں فرمایا:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى O (النجم: ۱۰) پس اس نے اپنے مکرم بندہ کی طرف وحی کی جو وحی کی O

''لیلۃ مبارکۃ'' سے لیلۃ القدر مراد ہونے کے ثبوت میں آثار

الدخان: ۳۔۲ میں فرمایا: ''اس واضح کتاب کی قسم! O بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا' بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں O''

اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے اس کتاب کو ''لیلۃ مبارکۃ'' میں نازل فرمایا ہے' لیلہ مبارکہ کا مصداق رمضان کی شب قدر ہے یا شعبان کی پندرھویں شب' اس میں مفسرین کا اختلاف ہے' بیشتر مفسرین کا رجحان یہ ہے کہ اس سے مراد رمضان کی شب قدر ہے اور بعض کا مختار ہے کہ اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے' ہم ان دونوں تفسیروں کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ) پہلے ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اس رات سے مراد رمضان کی شب قدر ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس سلسلہ میں حسب ذیل روایات بیان کی ہیں:

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحائف رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئے اور تورات چھ رمضان کو نازل ہوئی اور زبور سولہ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔ نیز قتادہ نے کہا: لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۹۹۸)

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ رات لیلۃ القدر ہے' اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو لوح محفوظ سے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا' پھر لیلۃ القدر کے علاوہ دوسری راتوں اور دنوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۳۹۹۹)

اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے بھی ان دونوں روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۴۴)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

قتادہ اور ابن زید نے کہا: اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے' اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا' پھر بیس سال تک حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کرتے رہے اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی

marfat.com
Marfat.com

تفسیر میں فرمایا: لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کتنا رزق دیا جائے گا' کتنے لوگ مریں گے' کتنے لوگ زندہ رہیں گے' کتنی بارشیں ہوں گی' حتیٰ کہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۸۷' رقم الحدیث: ۱۸۵۲۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

قتادہ اور ابن زید نے کہا: یہ لیلۃ القدر ہے' اللہ سبحانہ نے لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف قرآن مجید کو نازل فرمایا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر راتوں اور دنوں میں قرآن مجید کو نازل فرماتا رہا اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے' عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے' ان کی یہ حدیث مرسل ہے جب کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ یہ شب' لیلۃ القدر ہے۔ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک زندگی کی مدتیں منقطع ہو جاتی ہیں' حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا نام مردوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

''لیلۃ مبارکۃ'' سے لیلۃ القدر مراد ہونے پر دلائل

امام فخر الدین محمد عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے بہ کثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ لیلہ مبارکہ رمضان کی لیلۃ القدر ہے' وہ لکھتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر: ۱) بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے ۝

اور یہاں فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ. (الدخان: ۳) بے شک ہم نے قرآن کو لیلہ مبارکہ میں نازل کیا ہے۔

اسی لیے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر اور لیلہ مبارکہ سے مراد واحد شب ہو تا کہ قرآن مجید میں تضاد اور تناقض لازم نہ آئے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ. (البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کو نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنا رمضان کے مہینہ میں واقع ہوا ہے اور یہاں فرمایا ہے: ''انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ''۔ بے شک ہم نے قرآن کو لیلہ مبارکہ میں نازل کیا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ یہ رات بھی رمضان کے مہینہ میں واقع ہو اور اسی طرح جس شخص نے بھی کہا کہ لیلہ مبارکہ رمضان کے مہینہ میں واقع ہے' اس نے یہ کہا کہ یہ لیلہ مبارکہ ہی لیلۃ القدر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی صفت میں فرمایا:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر: ۵-۴) اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں ۝ وہ رات سلامتی ہے' طلوع فجر

marfat.com
Marfat.com

ہونے تک ○

اور سورۃ الدخان کی اس آیت میں فرمایا:

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ○ . (الدخان: ۴) اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اور یہ اس آیت کے مناسب ہے:

تنزل الملائكة والروح. اس رات میں فرشتے اور جبریل نازل ہوتے ہیں۔

نیز یہاں الدخان: ۵ میں فرمایا:

امرا من عندنا. ہمارے پاس ایک حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اور سورۃ القدر میں فرمایا:

باذن ربهم من كل امر. اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔

اور اس سورت کی آیات میں فرمایا:

امرا من عندنا. ہمارے پاس سے ایک حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اس سورت میں فرمایا ہے:

رحمة من ربك. آپ کے رب کی رحمت سے۔

اور سورۃ القدر میں فرمایا ہے:

سلم هي حتى مطلع الفجر. وہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے۔

(۴) امام محمد بن جریر طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صحائف ابراہیم رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئے' تورات رمضان کی چھٹی شب میں نازل ہوئی' زبور رمضان کی بارھویں شب میں نازل ہوئی اور انجیل رمضان کی اٹھارویں شب میں نازل ہوئی اور قرآن رمضان کی چوبیسویں شب میں نازل ہوا اور لیلۃ المبارکۃ یہی لیلۃ القدر ہے۔

(۵) لیلۃ القدر کا معنیٰ ہے: قدر والی شب اور اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی قدر اور اس کا شرف اللہ کے نزدیک بہت عظیم ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی قدر اور اس کا شرف زمانہ کے اس مخصوص جز اور اس مخصوص شب کی وجہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ زمانہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے متصل واحد چیز ہے' اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ زمانہ کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء کے اعتبار سے افضل ہوں۔ پس اگر زمانہ کا کوئی ایک جز دوسرے جز سے افضل ہو تو اس کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ زمانہ کے اس جز میں کوئی ایسی افضل چیز حاصل ہوتی ہے جو دوسرے جز میں حاصل نہیں ہوتی اور یہ واضح ہے کہ دین کی چیزوں کا مرتبہ دنیا کی چیزوں سے زیادہ شرف اور مرتبہ والا ہے اور دین کی چیزوں میں سب سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم کا ہے کیونکہ وہ اللہ سبحانہٗ کا کلام ہے اور اسی سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوئی ہے اور اسی سے حق اور باطل کا فرق معلوم ہوا ہے اور اسی سے منکشف ہوا کہ اصحاب سعادات کے مراتب اصحاب شقاوات سے بہت بلند ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا مرتبہ اور شرف ہر چیز سے بلند اور بالا ہے' سو جس رات میں قرآن مجید نازل ہوا اس رات کا مرتبہ ہر رات سے بلند اور بالا ہوگا اور جب اس پر اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے تو ہمیں یقین ہوگیا کہ قرآن مجید بھی اسی شب میں نازل ہوا ہے اور یہی لیلہ مبارکہ ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سورت میں جس لیلہ مبارکہ کا ذکر ہے وہ شعبان کی پندرھویں شب ہے میں نے ان کی

marfat.com

Marfat.com

کوئی ایسی دلیل نہیں دیکھی جس پر اعتماد کیا جا سکے' ان لوگوں نے بعض اقوال پر قناعت کر لی ہے' اگر اس کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث صحیح ہے تو پھر لیلہ مبارکہ سے شعبان کی پندرھویں شب کا مراد ہونا متعین ہے اور اگر اس کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے تو پھر حق یہ ہے کہ اس سورت میں جس لیلہ مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ لیلۃ القدر ہی ہے نہ کہ کوئی اور شب۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۵۳۔۶۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

لیلہ مبارکہ سے نصف شعبان کی شب مراد ہونے کے متعلق روایات

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے' اس میں ایک سال کے معاملات پختہ کر دیئے جاتے ہیں اور زندوں کا نام مردوں سے لکھ دیا جاتا ہے اور حج کرنے والوں کا نام لکھ دیا جاتا ہے پس اس میں کوئی زیادتی ہوگی نہ کوئی کمی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۰۰۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۸۷' رقم الحدیث: ۱۸۵۳۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۱۴' رقم الحدیث: ۳۵۱۷۷' معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۳' الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۴۹)

عثمان بن محمد بن المغیرہ الاخنس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگوں کی) زندگیاں ایک شعبان سے دوسرے شعبان میں منقطع ہوتی ہیں' حتیٰ کہ ایک آدمی نکاح کرتا ہے اور اس کی اولاد ہوتی ہے اور اس کا نام مردوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۰۰۹' الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۴۹' کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۹۴' رقم الحدیث: ۴۲۷۸۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی لوگوں کے درمیان چل رہا ہوتا ہے' حالانکہ وہ مردوں میں اٹھایا ہوا ہوتا ہے' پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کی: "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ○ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ○" (الدخان: ۴۔۳) پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس رات میں ایک سال سے دوسرے سال تک دنیا کے معاملات کی تقسیم کی جاتی ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۰۱۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۳۳۸۸)

ابوالضحیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو معاملات کے فیصلے فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں ان فیصلوں کو ان کے اصحاب کے سپرد کر دیتا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق صحاح کی احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا' میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپ بقیع کے قبرستان میں تھے' آپ نے فرمایا: کیا تم کو یہ خطرہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نصف شعبان کی شب کو آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۹' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۹۹' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۷' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۳۴۶)

امام محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی

marfat.com
Marfat.com

رات ہوتو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو' کیونکہ اللہ سبحانہٗ اس رات میں غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' پس فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں' سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں' سنو کوئی' سنو کوئی (وہ یونہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۸۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۳۶' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۵' جامع المسانید والسنن مسند علی رقم الحدیث: ۴۰۷' اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں معتبر ہے)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہٗ شعبان کی شب کو متوجہ ہوتا ہے اور تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے' ماسوا مشرک اور کینہ پرور کے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۰' شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۰۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۹۱' صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۴۷۰' اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے)

نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق امام بیہقی کی احادیث

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے' مومنوں کو بخش دیتا ہے اور کافروں کو مہلت دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو ان کے کینہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ اپنے کینہ کو ترک کر دیں۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۵' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۴' الترغیب للمنذری ج ۲ ص ۱۱۹)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی شب ہوتی ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' کوئی سائل ہے تو میں اس کو عطا کروں' پس جو شخص بھی سوال کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ماسوا فاحشہ رنڈی کے یا مشرک کے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۱۷۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نصف شعبان کی شب ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر سے نکل جاتے' پھر حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے بستر کی چادر ریشمی تھی نہ سوتی تھی۔ ہم نے کہا: سبحان اللہ! پھر وہ کس چیز کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ اونٹ کے بالوں کی تھی' آپ نے فرمایا: مجھے یہ خدشہ ہوا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواج کے پاس چلے گئے ہیں' میں آپ کو گھر میں ڈھونڈ رہی تھی کہ میرا پیر آپ کے پیروں سے ٹکرایا' اس وقت آپ سجدہ ریز تھے' اس وقت جو آپ دعا پڑھ رہے تھے میں نے اس کو یاد رکھا' وہ یہ دعا تھی: میرا جسم اور ذہن تجھے سجدہ کر رہا ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لا چکا ہے' میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے بڑے بڑے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو تو مجھے بخش دے' بے شک تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا' میں تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رحمت کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں' میں تیری ایسی حمد وثناء نہیں کر سکا جیسی تو خود اپنی حمد وثناء کرتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور آپ کے مبارک پاؤں سوج گئے تھے۔ میں آپ کے پیر دبا رہی تھی اور میں نے کہا: آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' آپ نے اپنے آپ کو بہت تھکا یا ہے' کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ سبحانہٗ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کو معاف فرما چکا ہے' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں' اے عائشہ! تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ

marfat.com
Marfat.com

بنو' کیا تم جانتی ہو کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس رات میں اس سال اولاد آدم سے ہر پیدا ہونے والے کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور اس سال اولاد آدم سے ہر مرنے والے کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور اس رات میں لوگوں کے اعمال اوپر لے جائے جاتے ہیں اور اس سال ان کا رزق نازل کیا جاتا ہے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص بھی اللہ سبحانہٗ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟ آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر تین مرتبہ فرمایا: میں بھی نہیں' الا یہ کہ اللہ سبحانہٗ مجھے اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے۔ (فضائل الاوقات رقم الحدیث: ۲۶' الدر المنثور ج ۷ ص ۳۵۰۔۳۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نصف شعبان کی شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ کر میرے بستر میں داخل ہو گئے' رات کے کسی وقت جب میں بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو بستر میں نہیں پایا' پھر میں اٹھ کر آپ کی ازواج کے حجروں میں ڈھونڈتی پھری' آپ مجھے وہاں نہیں ملے' میں نے سوچا کہ شاید آپ اپنی باندی ماریہ قبطیہ کے پاس چلے گئے ہیں' میں پھر نکلی اور مسجد میں سے گزری' پھر میرا پیر آپ کے پیروں سے ٹکرایا' اس وقت آپ سجدہ میں یہ دعا کر رہے تھے: میرا جسم اور ذہن تیرے لیے سجدہ ریز ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لا چکا ہے اور یہ میرا وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے' سوائے عظیم! عظیم گناہ کو تو عظیم رب ہی معاف کر سکتا ہے' پس تو میرے عظیم گناہ کو معاف فرما دے۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر آپ اپنا سر اٹھا کر یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! تو مجھے ایسا دل عطا فرما جو پاکباز ہو' برائی سے بری ہو' نہ کافر ہو نہ شقی ہو' پھر آپ دوبارہ سجدہ میں گئے اور یہ دعا کی: میں تجھ سے اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح میرے بھائی داؤد نے دعا کی تھی: اے میرے مالک! میں اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہوں اور تمام چہروں کا حق یہی ہے کہ وہ اس کے چہرے کے سامنے خاک آلودہ ہوں' پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' آپ کس وادی میں ہیں؟ اور میں کس وادی میں تھی؟ آپ نے فرمایا: اے حمیراء! کیا تم جانتی ہو کہ یہ رات نصف شعبان کی رات ہے اور بے شک اس رات میں اللہ کے لیے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگ دوزخ سے آزاد ہونے والے ہیں' مین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کی بکریوں کے بال ان سے زیادہ نہیں ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: چھ آدمیوں کی اس رات بھی بخشش نہیں ہوگی عادی شرابی' ماں باپ سے قطع تعلق کرنے والا' زنا پر اصرار کرنے والا' رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا' تصویر بنانے والا اور چغل خور۔ (فضائل الاوقات رقم الحدیث: ۲۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۳۵۰)

امام بیہقی فرماتے ہیں: جن احادیث میں وارد ہے کہ اللہ سبحانہٗ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے' یہ صحیح احادیث ہیں' اسانید صحیحہ سے منقول ہیں اور ان کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ (الفجر: ۲۲) اور آپ کا رب (خود) آ جائے گا اور فرشتے بھی صف بستہ آ جائیں گے۔

اور آسمان سے نازل ہونا اور آنا اگر حرکت کے ساتھ ہو اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت کے ساتھ ہو تو ایسی صفات اللہ سبحانہٗ سے منتفی ہیں بلکہ یہ اللہ عزوجل کی ایسی صفات ہیں جو مخلوق کی کسی صفت کے ساتھ مماثل اور مشابہ نہیں ہیں اور نہ ان صفات کی کوئی تاویل ہے جیسا کہ معطلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ اس طرح آتا ہے جس طرح آنا اس کے شایانِ شان ہے اور اس طرح نزول فرماتا ہے جو اس کو زیبا ہے۔ (فضائل الاوقات ص ۱۳۴۔۱۳۳' مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

marfat.com
Marfat.com

نصف شعبان کی شب کے فضائل میں حافظ سیوطی کی روایات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ متعدد کتب احادیث کے خوالوں سے بیان کرتے ہیں:

امام الدینوری نے "المجالسة" میں حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کی رات کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سال جس بندہ کی روح قبض کرنا چاہتا ہے ملک الموت کو اس رات اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات آتی ہے تو ملک الموت کو ایک صحیفہ دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: اس صحیفہ کو پکڑ لو ایک بندہ بستر پر لیٹا ہوگا اور ازواج سے نکاح کرے گا اور گھر بنائے گا اور اس کا نام مردوں میں لکھا جا چکا ہوگا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے' وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کو کھولتا ہے بقرعید کی رات' عید الفطر کی رات' نصف شعبان کی رات جس میں لوگوں کی زندگیوں اور رزق کے متعلق لکھا جاتا ہے اور اس میں حج کرنے والے کا نام لکھا جاتا ہے اور عرفات کی شب میں فجر کی اذان تک۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۳۴۹۔ ۳۴۸' ملتقطاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

کثرت مغفرت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

متعدد احادیث میں یہ بشارت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ مسلمانوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے' ہم اس کی تائید اور توثیق میں قرآن مجید سے مغفرت کے عموم کی آیات اور دیگر احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' بے شک وہ بہت معاف کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۲)

اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے ○

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الرعد: ۶)

بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود بھی ان کی مغفرت کرنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب سخت سزا دینے والا بھی ہے ○

کثرت مغفرت کے متعلق احادیث صحیحہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ

marfat.com
Marfat.com

سبحانہ سے مغفرت طلب کریں گے تو اللہ عزوجل ان کو بخش دے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۴۹)

اس حدیث سے مقصود اللہ تعالیٰ کے عفو اور مغفرت کا بیان کرنا ہے کیونکہ جب مغفرت کا سبب ہوگا تو مغفرت ہوگی اور اس سے مقصود گناہ کرنے کی ترغیب دینا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور انبیاء کو بھی اسی لیے بھیجا ہے واضح رہے کہ بندہ گناہوں سے بچتا رہے اور نیکیاں کرتا رہے پھر بھی یہ سمجھتا رہے کہ اس نے کماحقہ عبادت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کا پورا شکر ادا نہیں کیا اور اس پر اپنے آپ کو گناہ گار قرار دیتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے کامل شکر ادا نہ کرنے پر معافی مانگتا رہے اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے اور اگر وہ گناہوں سے باز رہ کر اور نیکیاں کرکے اپنے آپ کو اللہ سے استغفار کرنے سے مستغنی سمجھے گا تو ایسے لوگوں کے لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لائے گا جو گناہوں سے اجتناب کرنے اور نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اور اس سے استغفار کرتے رہیں گے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور اولیاء کاملین کا طریقہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک بندہ گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کرلیا تو مجھ کو معاف کردے تو اس کا رب فرماتا ہے: کیا میرے بندہ کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کا گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندہ کو معاف کردیا پھر جب تک اللہ چاہتا ہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر وہ کوئی گناہ کرتا ہے پس وہ کہتا ہے: اے میرے رب! میں نے گناہ کرلیا تو اس کو معاف کردے اس کا رب فرماتا ہے: کیا میرے بندہ کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کا گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو معاف کردیا پھر جب تک اللہ چاہتا ہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر وہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے پھر کہتا ہے: اے میرے رب! میں نے ایک اور گناہ کرلیا ہے تو مجھے معاف فرمادے۔ پس اللہ فرماتا ہے: کیا میرے بندہ کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کا گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو معاف کردیا پس وہ جو چاہے کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۸)

یہ جو فرمایا ہے: پس وہ جو چاہے کرے اس میں اس بندہ کو گناہ کرنے کی کھلی چھٹی نہیں دی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خواہش نفس یا اغواء شیطان سے مغلوب ہو کر جب بھی گناہ کرے گا پھر اس پر نادم ہو کر توبہ کرے گا تو میں اس کو بخشتا رہوں گا۔

توبہ اور استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب بندہ گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ سبحانہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گناہ سے توبہ کر لی اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۵۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۴ جامع المسانید والسنن مسند ابی بکر رقم الحدیث: ۱۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے توبہ کرنے کو لازم کرلیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے ایک راستہ نکال دیتا ہے اور ہر غم سے ایک خوشی نکال دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

marfat.com

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۹' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۳۸۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔ (الطلاق: ۲۔۳)

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں گناہوں پر توبہ کرنے والوں کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو متقین کے مرتبہ میں رکھے گا' یا یہ بشارت ہے کہ گناہوں پر توبہ کرنے والے متقین میں شمار ہیں اور جو شخص دائماً توبہ اور استغفار کرے وہ گویا متقین میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو گناہوں پر توبہ کرتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ص ۱۹۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۱' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۶۲۱)

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر بنی آدم خطا کار ہے' اس عموم سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جن کاموں پر قرآن مجید میں ذنب اور خطاء کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے مراد بہ ظاہر ترک اولیٰ یا خلاف اولیٰ ہے یا ان کی اجتہادی خطاء ہے' گناہ اس کو کہتے ہیں کہ قصداً معصیت کی جائے' انبیاء علیہم السلام کبھی قصداً اللہ جل مجدہٗ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

والدین اور اعزہ کے لیے استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ

برأت کے معنیٰ ہیں: نجات' شب برأت کا معنیٰ ہے: گناہوں سے نجات کی رات اور گناہوں سے نجات توبہ سے ہوتی ہے' سو اس رات میں اللہ سبحانہٗ سے بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس رات میں اپنے گناہوں پر بھی توبہ کریں اور اپنے والدین کے لیے بھی استغفار کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وہ ایک نیک بندہ کا جنت میں درجہ بلند کرے گا' وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے یہ درجہ کہاں سے ملا' اللہ سبحانہٗ فرمائے گا: تیرے بیٹے کے تیرے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے۔

(مسند احمد ج ۲ص ۳۶۳' ج ۲ص ۵۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۰' الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث: ۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مردہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح دریا میں ڈوبنے والا اپنے بچاؤ کے لیے فریاد کر رہا ہو' وہ مردہ قبر میں باپ' ماں' بھائی یا دوست کی دعا کا انتظار کر رہا ہوتا ہے کہ کوئی اس کے لیے (مغفرت کی) دعا کرے' پھر جب اسے کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو اس کو وہ دعا دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں پر پہاڑوں کی مثل (ہدیے) داخل فرماتا ہے اور مردوں کے لیے زندوں کا ہدیہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۲۹۵)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں بہ کثرت استغفار ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۸' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۹۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا

marfat.com

Marfat.com

دے جو کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۹-۱۴۵-۱۸۸-۲۳۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۲۶-۳۴۴-۲۷۴۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۵۷' جمع الجوامع: ۹۸۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ سبحانہٗ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس نے دنیا میں کسی چیز کو اللہ کے برابر قرار نہیں دیا تھا' پھر اگر اس پر گناہوں کے پہاڑ بھی ہوں تو اللہ عزوجل ان کو معاف فرمادے گا۔

(کتاب البعث والنشور' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۳۶۲)

توبہ پر اصرار کرنے اور استغفار کو لازم رکھنے کے متعلق احادیث صحیحہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۹۶' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۸۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سوال کرے تو پورے عزم اور وثوق سے سوال کرے اور یہ ہرگز نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما کیونکہ کوئی شخص اللہ سبحانہٗ کو مجبور کرنے والا نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۳۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۱۸' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۱۸۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ! مجھے معاف کر دے' اے اللہ! مجھے معاف کر دے اگر تو چاہے' اس کو چاہیے کہ پورے عزم اور زور سے سوال کرے' کیونکہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ دعا قبول ہونے میں جلدی نہ کرے' وہ کہے: میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۵' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۸۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵۳)

حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھولے سے شجر ممنوع سے کھا لیا' پھر تین سو سال تک اس پر روتے رہے اور استغفار کرتے رہے' تب جا کر اللہ تعالیٰ نے انہیں مغفرت کی نوید سنائی' حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں مبعوث فرمانے کے لیے یہ دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (البقرہ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں ایک (عظیم) رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا باطن صاف کرے' بے شک تو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے○

حضرت ابراہیم کی اس دعا کو دو ہزار سے زیادہ برس گزر گئے' اس کے بعد مکہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی' یہ تو مقبولان بارگاہ کی دعائیں ہیں جو اس قدر طویل عرصہ گزر جانے کے بعد قبول ہوئیں تو ہماری اور آپ کی کیا حیثیت ہے' اس لیے دعا کرنے کے فوراً بعد یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ ہماری دعا قبول ہو جائے گی اور اگر دعا جلد قبول نہ ہو تو پھر دعا کرنے کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

marfat.com
Marfat.com

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ گناہ کی دعا نہ کرے یا قطع رحم کی دعا نہ کرے یا جب تک جلدی نہ کرے' کہا گیا کہ جلدی کا کیا معنیٰ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ کہے کہ میں نے دعا کی اور دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر اس کو افسوس ہو اور وہ دعا کرنا چھوڑ دے۔ اس حدیث میں دعا کے آداب کی تعلیم ہے کہ وہ بار بار طلب کرتا رہے اور مایوس نہ ہو۔ علماء نے کہا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی اس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو جائے گا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۲۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

دعا قبول نہ ہونے سے نہ اکتائے نہ مایوس ہو بلکہ مسلسل دعا کرتا رہے

ایک عارف نے کہا: میری دعا قبول ہو جائے پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر میری دعا قبول نہ ہو پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں' کسی نے کہا: اگر آپ کی دعا قبول ہو پھر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی وجہ سمجھ آتی ہے اور اگر آپ کی دعا قبول نہ ہو تو پھر کس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں؟ عارف نے کہا: ہر چند کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ کرم کم تو نہیں ہے کہ اس نے مجھے اپنے در کا منگتا بنایا ہوا ہے' کسی اور کے دروازہ پر گدائی کرنے کے لیے نہیں چھوڑا ہوا۔

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

ایک بوڑھا آدمی ایک نوجوان کے ساتھ حج کرنے کے لیے گیا' بوڑھے نے احرام باندھ کر کہا: لبیک (میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں) غیب سے آواز آئی: لا لبیک (تیری حاضری قبول نہیں)' نوجوان نے بوڑھے سے کہا: کیا تم یہ جواب نہیں سن رہے؟ بوڑھے نے کہا: میں تو ستر سال سے یہ جواب سن رہا ہوں' میں ہر بار کہتا ہوں: لبیک' جواب آتا ہے: لا لبیک' نوجوان نے کہا: پھر تم کیوں آتے ہو اور سفر کی مشقت برداشت کرتے ہو اور تھکتے ہو؟ وہ بوڑھا رو کر کہنے لگا: پھر میں کس کے دروازہ پر جاؤں؟ مجھے رد کیا جائے یا قبول کیا جائے میں نے تو یہیں آنا ہے' اس گھر کے سوا میری اور کہیں پناہ نہیں ہے' پھر غیب سے آواز آئی: جاؤ تمہاری ساری حاضریاں قبول ہو گئیں۔ (روح البیان ج ۸ ص ۴۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سو شب برأت کے عبادت گزاروں اور توبہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اس رات بار بار اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہیں اور اپنے گناہوں پر معافی چاہتے رہیں' اشک ندامت بہاتے رہیں' یہ وہی رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات سجدہ میں گزارتے تھے' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے قبرستان جاتے تھے اور مردوں کے لیے مغفرت طلب کرتے تھے اور امت کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے تھے' سو اس رات ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ اپنے لیے بھی' اپنے والدین کے لیے بھی' دیگر قرابت داروں کے لیے بھی اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی اور اس شب میں قبرستان جا کر اپنے اعزہ کی قبروں کی زیارت کرنی چاہیے اور ان کے لیے بخشش کی دعائیں کرنی چاہئیں۔ اس سے پہلے احادیث میں آ چکا ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے شب برأت میں مسلمانوں کی مغفرت نہیں ہوتی اور ان کی دعائیں قبول ہونے سے محروم رہتی ہیں' وہ گناہ یہ ہیں: شرک' زنا' قتل ناحق' کینہ اور بغض' والدین کی نافرمانی' قطع رحم' عادۃً شراب پینا' چغلی کھانا اور تصویریں بنانا' اب ہم ان میں سے ہر گناہ کی سنگینی کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔

شرک' زنا اور قتل ناحق کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان گناہوں سے اجتناب کریں جن کی وجہ سے اس رات بھی بندہ کی مغفرت نہیں ہوتی حالانکہ

marfat.com
Marfat.com

اس رات اللہ تعالیٰ کی عطا ونوال بہت عام ہوتی ہے اور غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک اس کی رحمت کی برسات ہوتی رہتی ہے۔

ان گناہوں میں شرک ہے' قتل ناحق ہے اور زنا ہے اور ان تینوں گناہوں کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی شخص کو ناحق قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ زنا کرتے ہیں۔ (الفرقان: ۶۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کو اللہ کا شریک قرار دو حالانکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے' انہوں نے سوال کیا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا' انہوں نے کہا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۴۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۱۹۹)

کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوتا ہے' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت لاڈلے صحابی تھے' انہوں نے اجتہادی خطا سے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تو آپ حضرت اسامہ پر بہت ناراض ہوئے اور آپ کو بہت رنج ہوا' حدیث میں ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف جہاد کے لیے روانہ کیا' ہم نے صبح کو ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دے دی' میرا اور ایک انصاری کا ان میں سے ایک شخص سے ٹکراؤ ہوا' جب ہم اس پر چھا گئے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ' یہ سن کر انصاری تو رک گیا' میں نے اس کو نیزہ گھونپ کر قتل کر دیا' جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ تک یہ خبر پہنچ چکی تھی' آپ نے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی اس کو قتل کر دیا' میں نے عرض کیا: اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا' (مسلم کی روایت میں ہے: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ اس نے اخلاص سے کلمہ پڑھا ہے یا جان بچانے کے لیے) آپ بار بار یوں ہی فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو اگر خطاء سے بھی ناحق قتل کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج ہوتا ہے' ہمارے دور میں مسلمان محض زبان اور علاقے کے اختلاف کی وجہ سے یا مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو ناحق قتل کرتے رہتے ہیں اور آئے دن بوری میں بند لاشیں ملتی رہتی ہیں' مساجد اور مدارس میں نمازیوں پر گھات لگا کر فائرنگ کی جاتی ہے' سوچیے! اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر رنج ہوتا ہوگا' آپ کی قبر انور میں آپ کے سامنے امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب آپ کے سامنے یہ قتل ناحق پیش کیے جائیں گے تو آپ کو ان پر کس قدر رنج ہوگا' مکہ کے کافر تو آپ کو زندگی میں رنجیدہ کرتے تھے ہم آپ کو قبر میں بھی دکھ پہنچا رہے ہیں۔

کینہ اور بغض کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

جو گناہ شب برأت میں مغفرت سے مانع ہیں ان میں ایک گناہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے کینہ اور بغض رکھنا ہے' یعنی ایک مسلمان محض اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر یا نفسانی عداوت کی بناء پر دوسرے مسلمان سے کینہ اور بغض رکھے۔ اس

marfat.com
Marfat.com

سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو' ماسوا اس شخص کے جو اپنے بھائی کے خلاف اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھتا ہو' پس کہا جائے گا: ان دونوں کو ٹھہراؤ حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے سے صلح کرلیں' یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے خلاف کینہ نہ رکھنا' اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفیق اور مہربان ہے ○

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے تین دن یہ فرمایا: اب تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا' پھر ایک شخص آیا' حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو مہمان بنایا' سو وہ تین دن ان کے پاس رہا' حضرت عبد اللہ بن عمرو اس کے عمل کو دیکھتے رہے' انہوں نے اپنے گھر میں اس کا کوئی خاص بڑا عمل نہیں دیکھا' انہوں نے اس شخص سے پوچھا: اس نے کہا: واقعہ اسی طرح ہے' مگر میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف بغض یا کینہ نہیں ہوتا' حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا: اسی وجہ سے یہ شخص اس مرتبہ کو پہنچا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں کون سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا دل محموم ہو اور اس کی زبان صادق ہو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! زبان صادق ہو اس کا معنیٰ تو ہم جانتے ہیں اور دل کے محموم ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ دل ہے جو بالکل صاف اور اجلا ہو' اس میں کوئی گناہ نہ ہو' کوئی سرکشی نہ ہو' کینہ نہ ہو اور حسد نہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۱۶' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رقم الحدیث: ۷۷)

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ افضل عمل یہ ہے کہ سینہ کو صاف اور سالم رکھا جائے' نفس میں سخاوت ہو اور تمام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کی جائے۔ ان گناہوں سے بچا جائے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے اس رات میں محروم رکھتے ہیں جس رات میں اس کی رحمت عام ہوتی ہے اور وہ بہ کثرت گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

والدین کی نافرمانی کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

شب برأت میں مسلمان جن گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت سے محروم رہتے ہیں' ان گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ ہم اس سے پہلے قرآن مجید سے والدین کی اطاعت کی اہمیت میں آیات پیش کریں گے اور اس کے بعد اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ (نیک سلوک کی) وصیت کی' اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اس کو حمل

marfat.com

Marfat.com

الْمَصِيْرُ○ (لقمان: ۱۴) میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے' (ہم نے یہ وصیت کی کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو' تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے○

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا. (الاحقاف: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی ماں نے دکھ جھیل کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دکھ برداشت کر کے اس کو جنا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا. (البقرہ: ۸۳)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے مجھے یہ احکام بیان فرمائے' اگر میں اور پوچھتا تو آپ اور بتا دیتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۷۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۶۱۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود رقم الحدیث: ۶۳۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو جہاد پر مقدم کیا ہے۔

ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے کہ نہ براہِ راست ان کی گستاخی کرے اور نہ کوئی ایسا کام کرے جو ان کی گستاخی کا موجب ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے یا لعنت کرے۔ کہا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کرے گا' فرمایا: ایک شخص دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ دوسرا شخص اس کے ماں باپ کو گالی دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۲' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمرو رقم الحدیث: ۴۹)

اغراض صحیحہ: جائز کاموں میں ماں باپ کی نافرمانی کرنا حرام ہے اور جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرنا واجب ہے جب کہ ان کا حکم کسی معصیت کو مستلزم نہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے پوچھا: تمہارے ماں باپ ہیں' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۹' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۵۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۶۷۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۳' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۲۸۴' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۸۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۶۵۴۴' عالم الکتب' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۳' جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن عمرو رقم الحدیث: ۸۱)

معاویہ بن جاہمہ السلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا:

marfat.com
Marfat.com

میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اس کے ساتھ لازم رہو کیونکہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے' وہ پھر دوبارہ کسی اور وقت گئے' پھر سہ بارہ کسی اور وقت گئے تو آپ نے یہی جواب دیا۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۶۲۳' عالم الکتب' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۲۹۰' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۹۳۵' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۴)

ایک روایت میں ہے: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۴۳۹' بہ حوالہ تاریخ بغداد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے' پھر فرمایا: آمین' آمین' آمین' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس چیز پر آمین کہی؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس ابھی جبرائیل آئے تھے انہوں نے کہا: یا محمد! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا' آپ کہیے: آمین تو میں نے کہا: آمین! پھر اس نے کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی مغفرت کے بغیر وہ مہینہ گزر گیا' آپ کہیے: آمین تو میں نے کہا: آمین' پھر اس نے کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا' آپ کہیے: آمین تو میں نے کہا: آمین۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۵۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۴۴' عالم الکتب' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۹۰۸' المستدرک ج ۱ ص ۵۴۹)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں' یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۷۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک جس وقت فوت ہوتے ہیں وہ اس وقت ان کا فرمان ہوتا ہے' پھر وہ ان کے لیے مسلسل مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو نیکو کار لکھ دیتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہوتا ہے' اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا اطاعت گزار ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جو شخص شام کے وقت اس حال میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے تو صبح کے وقت اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک کا نافرمان ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کہا: خواہ اس کے ماں باپ اس پر ظلم کریں' فرمایا: اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں' اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں' اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۹۱۶)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیک شخص اپنے ماں باپ کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے' اللہ تعالیٰ اس کو ہر نظر کے بدلہ میں حج مبرور عطا فرماتا ہے' صحابہ نے پوچھا: خواہ وہ ہر روز سو مرتبہ رحمت کی نظر کرے؟ آپ نے فرمایا: اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۵۹)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی کے سوا اللہ ہر گناہ میں سے جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا اور ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو زندگی میں موت سے پہلے مل جائے گی۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۹۰)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ایک جوان آدمی قریب المرگ ہے' اس سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکا' آپ نے فرمایا: وہ نماز پڑھتا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے' آپ اس جوان کے پاس گئے اور فرمایا: کہو لا الہ الا اللہ' اس نے کہا: مجھ سے نہیں پڑھا جارہا' آپ نے اس کے متعلق پوچھا' کسی نے کہا: یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس کی والدہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ' وہ آئی' آپ نے پوچھا: یہ تمہارا بیٹا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر آگ جلائی جائے اور تم سے کہا جائے کہ اگر تم شفاعت کرو تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو کیا تم اس کی شفاعت کرو گی؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس وقت میں اس کی شفاعت کروں گی' آپ نے فرمایا: تب تم اللہ کو گواہ کرو اور مجھ کو گواہ کر کے کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو' اس عورت نے کہا: اے اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! اب کہو: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اس لڑکے نے کلمہ پڑھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو میری وجہ سے آگ سے نجات دی۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ج ۳ ص ۳۳۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۸۹۲)

قطع رحم کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

جن گناہوں کی وجہ سے مسلمان شب برأت میں دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں ان گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا ہے' قطع رحم پر حسب ذیل احادیث میں وعید ہے:

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ. اور اللہ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ ان کو کاٹ دیتے ہیں۔ (البقرہ: ۲۷)

قطع رحم کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۲۳۸' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے (رشتہ داروں سے میل جول اور ملاپ رکھے)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو چکا تو رحم نے کہا: یہ اس کی جگہ ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ طلب کرے' اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے ملاپ رکھوں جو تم سے ملاپ رکھے اور اس سے قطع تعلق کروں جو تم سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے کہا: کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہ تمہارے لیے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ (محمد: ۲۲)
پس تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو اقتدار حاصل ہو جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتوں کو توڑ دو گے ۝

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۷)

عادی شرابی کا شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

جن گناہوں کی وجہ سے مسلمان شب برأت میں دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں ان گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ دائماً شراب نوشی کرنا ہے' دائماً شراب نوشی پر حسب ذیل احادیث میں وعید ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور جو دنیا میں شراب نوشی کرتے ہوئے مر گیا اور اس نے دائماً شراب نوشی سے توبہ نہیں کی وہ آخرت میں شراب نہیں پی سکے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۳' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۱۴۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ لوگ اپنے علاقے میں جوار کی شراب پیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ شراب نشہ لاتی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ سبحانہ نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیئے گا اللہ تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے گا' صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخیوں کا پسینہ ہے یا ان کا نچڑا ہوا عرق ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۲' جامع المسانید والسنن مسند جابر رقم الحدیث: ۱۴۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہ' شراب پر لعنت فرماتا ہے اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کی فروخت کرنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے نچڑوانے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس وہ اٹھا کر لائی جائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۸۰' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۹۹۱)

چغلی کھانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

جن گناہوں کی وجہ سے مسلمان شب برأت میں دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں ان گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ چغلی کھانا ہے۔

غیبت اور چغلی میں فرق ہے' کسی مسلمان کو رسوا کرنے کے لیے اس کے پس پشت اس کا عیب بیان کرنا غیبت ہے اور دو مسلمانوں میں فساد ڈالنے یا ان کو لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا چغلی ہے۔ چغلی پر وعید ان آیتوں میں ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (الہمزۃ: ۱)
ہر اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو عیب جو اور چغل خور ہے ۝

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝ (القلم: ۱۱)
کمینہ' عیب جو' چغل خور ۝

marfat.com
Marfat.com

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے کون لوگ ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب یہ دکھائی دیتے ہیں تو خدا یاد آ جاتا ہے' پھر فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بُرے لوگ کون ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں اور دوستوں میں فساد ڈالتے ہیں اور جو لوگ بے قصوروں کے خلاف غم وغصہ پیدا کرتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۵ ص ۵۷۵' رقم الحدیث: ۲۷۵۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۹' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۴۲۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۱۰۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۱۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے کسی باغ سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا' آپ نے فرمایا: انہیں کسی ایسی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا بہت دشوار ہو' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲' جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۱۲۲۶)

تصویریں بنانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا

جن گناہوں کی وجہ سے مسلمان شب برأت میں دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑا گناہ تصویریں بنانا ہے' تصویریں بنانے کی تحریم کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک تصویروں والا گدا خریدا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے رہے' میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کو پہچان لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں' میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس کو اس لیے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ان کو زندہ کرو جن کو تم نے پیدا کیا تھا اور فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۷' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۷۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو تصویر بنانے والے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۹' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۷۳۲)

یہ حدیث ان مصوروں پر محمول ہے جو بت بناتے ہیں تاکہ ان کی عبادت کی جائے اور عام مصورین فاسق ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو میری تخلیق کی مثل تخلیق کرتا ہے' وہ ایک جوار پیدا کریں یا ایک دانہ پیدا کریں یا جو پیدا

marfat.com
Marfat.com

کریں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۱)

شب برأت میں شب بیداری کرنا اور مخصوص عبادات کرنا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ ''قوت القلوب'' سے نقل فرماتے ہیں:

پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا:) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سو رکعت ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد کے ساتھ ادا کرتے' ہر رکعت میں دس دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھتے' اس نماز کا نام انہوں نے صلوٰۃ الخیر رکھا تھا' اس کی برکت مسلّمہ تھی' اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۱۸' طبع جدید لاہور' قوت القلوب ج ۱ ص ۶۲' دار صادر' بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی' علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ کی ''لطائف المعارف'' سے نقل فرماتے ہیں:

یعنی اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیرھم شب برأت کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اس کا فضل ماننا اور اس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے' کوئی کہتا ہے: انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے' خیر جب ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف ہو گئے' ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برأت کے موافق ہوئے' ان میں سے ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرھم ہیں اور اکثر علماء نے اس کا انکار کیا' ان میں سے ہیں: امام عطاء و ابن ابی ملیکہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرھم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے' علمائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے' خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرھما اکابر تابعین اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے' بخور کا استعمال کرتے' سرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے' امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی الخ' دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۳۳ طبع جدید لاہور' لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح سے نقل فرماتے ہیں:

اہل حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے' ان میں سے ہیں: امام عطاء و ابن ابی ملیکہ و فقہاء مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرھم۔ یہ علماء کہتے ہیں: یہ سب نو پیدا ہے' نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے اور علماء شام بیداریِ شبِ برأت میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے: ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے' امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے' یہ قول اہل شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۳۴' طبع جدید لاہور' حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح' ص ۲۲۰-۲۱۹' طبع کراچی)

شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کو باجماعت پڑھنا

برصغیر میں معمول یہ ہے کہ شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھی جاتی ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے' اعلیٰ حضرت نے باحوالہ لکھا ہے کہ یہ کراہت تحریمی نہیں ہے صرف تنزیہی ہے اور اگر دوام کے ساتھ نوافل کی

marfat.com
Marfat.com

جماعت نہ کرائی جائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی ہو تو صدر شہید کی ''اصل'' میں ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان و تکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح کراہت ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۳۱ طبع جدید' خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۴ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفۃ التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ت) نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو' ردالمحتار میں ہے:

''حلیہ'' میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں' پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعتِ مکروہہ ہے اھ کی تائید بدائع کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ جماعت' قیام رمضان کے علاوہ نوافل میں سنت نہیں اھ کیونکہ نفیِ سنیت کراہت کو مستلزم نہیں' پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت ومکروہ ہوگی' خیر رملی نے حاشیۂ بحر میں کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہیں کرائی اھ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تامل اھ اھ اختصاراً۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۳۲۔۴۳۱ لاہور' ردالمحتار ج ۲ ص ۴۳۷۔۴۳۶ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادائیگی پر مقدم کرنا

ہر چند کہ شب برأت اور دیگر شب ہائے مقدسہ میں نفلی عبادات کرنا بلا کراہت جائز ہیں بلکہ مستحسن اور مستحب ہیں' تاہم جن لوگوں کی کچھ فرض نمازیں چھوٹی ہوئی ہوں وہ ان مقدس راتوں میں اپنی قضاء نمازوں کو پڑھیں' اسی طرح نفلی روزوں کے بجائے جو فرض روزے چھوٹ گئے ہوں ان روزوں کی قضاء کریں' اصل یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اس کی جتنی نمازیں قضاء ہوں ان کا حساب کر کے تمام کاموں سے مقدم ان نمازوں کی قضاء کرے اور کم از کم درجہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز پڑھے اور اس کی نیت یوں کرے: میں آخری نماز فجر کی نیت کرتا ہوں جس کو میں نے ادا نہیں کیا' پھر اسی طرح آخری ظہر اور آخری عصر کی نیت کرے' ہر روز وتر کی بھی قضاء کرے اور جب بھی اس کو عبادت کرنے کا موقع ملے زیادہ سے زیادہ فرض نمازوں کی قضاء کرے' خصوصاً جب حج یا عمرہ کے لیے جائے' اسی طرح جو روزے چھوٹ گئے ہوں' ان روزوں کو بھی جلد از جلد قضاء کر لے اور بہر حال ترک کیے ہوئے فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادا پر مقدم کرے' کیونکہ اگر وہ نوافل نہیں پڑھے گا تو اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی اور نہ اسے کسی عذاب کا خطرہ ہوگا اور اگر اس کے ذمہ فرائض رہ جائیں گے تو اس سے باز پرس ہوگی اور اس کو بہر حال عذاب کا خطرہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کے رب کی رحمت سے' بے شک وہی بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہےO جو آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین کرنے والے ہوO اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے' وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کاO بلکہ وہ شک میں ہیں' کھیل رہے ہیںO (الدخان: ۹۔۶)

marfat.com
Marfat.com

کفار کا اللہ کو خالق ماننا محض ان کا مشغلہ اور دل لگی ہے

نقاش نے کہا: اس آیت میں امر سے مراد قرآن ہے‘ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے نازل کیا ہے اور ابن عیسیٰ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک رات میں اپنے بندوں کے متعلق جو احکام نازل کیے ہیں وہ سب احکام اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں اور فراء نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ کی رحمت ہیں‘ زجاج نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: آپ کو رحمت کرنے کے لیے بھیجا ہے‘ زمخشری نے کہا: اس آیت کا معنیٰ ہے: جو امر (حکم) ہمارے پاس سے حاصل ہوا ہے وہ ہمارے علم اور ہماری تدبیر کے موافق ہے اور وہ امر بہت عظیم ہے۔

الدخان: ۷ میں فرمایا: ”جو آسمانوں‘ زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے O“

اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ یہ کلام از سر نو کیا گیا ہے‘ یعنی آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہو جو اس کے معترف ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے‘ یعنی اگر تم اس کا یقین کرنے والے ہو تو جان لو کہ اللہ سبحانہٗ اس پر قادر ہے کہ وہ رسولوں کو بھیجے اور کتابوں کو نازل فرمائے۔

الدخان: ۸ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے‘ وہی تمام جہانوں کا خالق ہے‘ لہٰذا اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا جائز نہیں ہے‘ جو کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور زندوں پر موت طاری کر دیتا ہے‘ وہ تمہارا بھی رب اور مالک ہے اور تم سے پہلوں کا بھی رب اور مالک ہے اور تم ہمارے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کرنے سے ڈرو کہیں تم پر بھی عذاب نازل نہ ہو۔

الدخان: ۹ میں فرمایا: ”بلکہ وہ شک میں ہیں‘ کھیل رہے ہیں O“

یعنی مشرکین مکہ اور کفار جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے‘ اس پر ان کو یقین نہیں ہے‘ وہ محض اپنے آباء واجداد کی تقلید میں ایسا کہتے ہیں‘ لہٰذا ان کا یہ قول شک پر مبنی ہے اور اگر ان کو یہ وہم ہو کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر ایمان ہے تو ان کا یہ ایمان محض مشغلہ اور دل لگی کے طور پر ہے‘ وہ اپنے دین سے کھیل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا O جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا‘ یہ ہے دردناک عذاب O (اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے‘ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں O اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے‘ حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھے O پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں O (الدخان: ۱۴۔۱۰)

آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے: قرب قیامت میں دھوئیں کا ظاہر ہونا

قتادہ نے کہا: اس آیت کا معنیٰ ہے: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ ان کافروں کے ساتھ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان پر واضح دھواں چھا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: آپ کافروں کے اقوال کو یاد رکھئے تا کہ آپ ان کے خلاف اس دن شہادت دے سکیں جس دن آسمان پر واضح دھواں چھا جائے گا اور ارتقاب کا معنیٰ یاد رکھنا بھی آتا ہے‘ اسی لیے حافظ کو نگرانی کرنے والا اور رقیب بھی کہتے ہیں۔ اس آیت میں دخان (دھواں) کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

marfat.com

Marfat.com

(۱) حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور زید بن علی، حسن اور ابن ابی ملیکہ وغیرھم فرماتے ہیں: دخان (دھواں) قیامت کی علامتوں میں سے ہے، یہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا، یہ قرب قیامت میں چالیس روز تک ظاہر ہوگا اور آسمان اور زمین کی فضاء کو بھر لے گا، مومن پر اس کا اثر زکام کی صورت میں ظاہر ہوگا اور کافر و فاجر کی ناکوں میں داخل ہو کر ان کے کانوں کے سوراخوں سے نکلے گا، ان کا دم گھٹنے لگے گا او یہ دھواں جہنم کے آثار سے ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دھواں قیامت کے دن لوگوں میں ہیجان پیدا کرے گا۔ مومن پر اس کا اثر زکام کی صورت میں ظاہر ہوگا اور کافر کے جسم میں داخل ہو کر اس کے کانوں کے سوراخوں سے نکلے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ص ۳۲۸۷، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۳، النکت والعیون ج ۵ص ۲۴۷)

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے، ہم اس وقت مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: تم کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟ صحابہ نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا: (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا (۶) یاجوج اور ماجوج کا نکلنا (۷) تین بار زمین کا دھنسنا، مشرق میں دھنسنا (۸) مغرب میں (۹) اور جزیرۃ العرب میں (۱۰) اور اس کے آخر میں ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر میدان محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

دوسری روایت میں ہے: آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے کفار کی بھوک کی کیفیت

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دخان (دھوئیں) سے مراد کفار کی بھوک کی کیفیت ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مسلسل سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے خلاف دعا کی تو ان پر قحط آ گیا، بھوک کی شدت میں جب وہ آسمان کی طرف دیکھتے تو وہ ان کو دھوئیں کی طرح نظر آتا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ان سے وہ کیفیت دور کر دی، اگر اس سے مراد قیامت کا دھواں ہوتا تو وہ ان سے دور نہ ہوتا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دھواں اس لیے ظاہر ہوا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل نافرمانی کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا، پھر ان پر قحط آ گیا اور ان پر سخت مصیبت آ گئی، حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیاں کھالیں، ان میں کا ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اس کو آسمان دھوئیں کی طرح نظر آتا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الدخان: ۱۱-۱۰)

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا ۝ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب ۝

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ لوگ لائے گئے اور آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! مضر کے لیے بارش کی دعا کیجئے، یہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں، آپ نے فرمایا: مضر کے لیے؟ تم تو بہت جری ہو، پھر آپ نے بارش کی دعا کی تو بارش نازل ہوگئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝ (الدخان: ۱۵)

بے شک تم کفر کی طرف لوٹنے والے ہو ۝

پھر جب یہ (بارش ہونے سے) مطمئن ہو گئے تو پھر کفر کی طرف لوٹ گئے، پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ○ جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے' بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں○ (الدخان:۱۶)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس سے مراد یوم بدر کا انتقام ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۲۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۹۸، سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۲۵۴)

امام بخاری کی اس سلسلہ میں ایک اور روایت یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ مشرکین آپ کے پیغام توحید سے اعراض کر رہے ہیں تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کر دے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں پر قحط کے سات سال مسلط کیے تھے' پھر ان پر قحط آ گیا' ان کے تمام کھیت جل گئے' حتیٰ کہ انہوں نے جانوروں کی کھالوں کو' مردہ جانوروں کو اور مردہ انسانوں کو کھایا' ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے آسمان دھوئیں کی طرح دکھائی دیتا تھا' پھر آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت کرنے اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے' آپ اللہ سبحانہ سے ان کے حق میں دعا کیجئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ''فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ○'' الآیۃ (الدخان: ۱۰۔۱۶)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۰۷، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۸۱)

آسمان کو دھوئیں سے تعبیر کرنے کی توجیہ

اس دھویں سے مراد یہ ہے کہ بھوک کی شدت سے آنکھوں کے آگے جو اندھیرا چھا جاتا ہے اس اندھیرے کو دھویں سے تعبیر فرمایا ہے اور ابن قتیبہ نے دھویں کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ قحط کے ایام میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین خشک ہو جاتی ہیں اور گرد و غبار اڑنے کی وجہ سے فضا مٹیالی اور مکدر ہو جاتی ہے اور اندھیرا سا لگتا ہے اس کو مجازاً دھویں سے تعبیر فرمایا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ جو شر پھیل جائے اس کو دھویں سے تعبیر کرتے ہیں۔

دونوں روایتوں میں اصح روایت کا بیان

پہلی روایت کے مطابق آسمان کے دھواں لانے کا محمل یہ ہے کہ قرب قیامت میں آسمان پر دھواں ظاہر ہوگا اور یہ قرب قیامت کی علامت ہے اور دوسری روایت کے مطابق ایام قحط میں کفار کی بھوک کی کیفیت کو مجازاً دھوئیں سے تعبیر فرمایا ہے' اس لیے پہلی روایت راجح ہے کیونکہ وہ حقیقت پر محمول ہے اور دوسری مجاز پر' ثانیاً اس لیے کہ پہلی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا نظریہ ہے اور دوسری روایت صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کے بعد کی آیتوں میں ہے کہ کفار نے دھوئیں کو دیکھ کر کہا: اے اللہ! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے' ہم ایمان لانے والے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ہم تم سے اس عذاب کو دور کر دیں تو تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے اور قیامت کے وقت کفار کا یہ کہنا اور اللہ تعالیٰ کا ان سے جواب میں اس طرح فرمانا متصور نہیں ہے' امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ یہ علامت قیامت کی باقی علامتوں کے قائم مقام ہو اور اس علامت کے ظہور کے وقت بندوں سے تکلیف منقطع نہ ہو' تاہم اگر اس آیت کی تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق کی جائے تو پھر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

الدخان: ۱۲ میں فرمایا: ''(اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے' بے شک ہم ایمان

marfat.com

Marfat.com

لانے والے ہیں O"

کفار یہ کہیں گے: اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے' ایک قول یہ ہے کہ قریش نے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: اگر اللہ نے ہم سے اس عذاب کو دور کر دیا تو ہم اسلام لے آئیں گے' پھر انہوں نے اپنے وعدہ کے خلاف کیا' قتادہ نے کہا: اس عذاب سے مراد دھواں ہے' نقاش نے کہا: اس سے مراد ان کی بھوک ہے۔

ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے' کیوں کہ دھوئیں سے مراد وہ اندھیرا ہے جو بھوک کی وجہ سے ان کے آگے چھا گیا تھا اور بھوک اور قحط کو دھوئیں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

الدخان: ۱۴۔۱۳ میں فرمایا: "اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے' حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے ہیں O پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں O"

عذاب آ چکنے کے بعد نصیحت کے قبول کرنے کا موقع نہیں ہوتا' کیونکہ ایمان وہ معتبر ہوتا ہے جو بن دیکھے ہو اور جب غیب مشاہد ہو جائے تو پھر ایمان کا اعتبار نہیں ہوتا اور ان کے پاس رسول آ چکے ہیں اور انہوں نے رسول سے اعراض کیا تھا۔

حضرت ابن عباس نے کہا: وہ کب نصیحت کو قبول کریں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت قبول کرنے سے دور کر دیا' کیونکہ انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام سے اعراض کیا اور آپ کی تکذیب کی اور جب کل وہ عذاب کا ظہور دیکھ لیں گے یا قیامت کی علامت کو دیکھ لیں گے تو پھر کہیں گے: بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں لیکن عذاب یا قیامت کی علامتوں کو دیکھ لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری اور بدیہی ہو جاتی ہے اور اس میں انسان کی آزمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور ایسا ایمان اللہ سبحانہٗ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور ان کافروں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کہ یہ سکھائے ہوئے ہیں اور لوگوں نے ان کو سکھایا اور پڑھایا ہے' تب ہی یہ قرآن مجید کی آیتیں بناتے ہیں یا جنات اور کاہنوں نے سکھایا پڑھایا ہے' پھر یہ دیوانے ہیں اور یہ رسول نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم (پھر کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو O جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے' بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں O بے شک ہم اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں' ان کے پاس معزز رسول آئے تھے O کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے سپرد کر دو' بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو' بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں O اور بے شک میں تمہارے سنگسار کرنے سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آ چکا ہوں O (الدخان: ۲۰۔۱۵)

دھوئیں کی دو تفسیروں کے محامل

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ سبحانہٗ کو علم ہے کہ انہوں نے جو عذاب دیکھتے وقت وعدہ کیا ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے یہ اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے بلکہ عذاب کے ٹلتے ہی پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کفار قریش پر قحط کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ان سے یہ قحط کا عذاب دور کر دیا گیا اور بارش نازل ہوگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے' لیکن جیسے ہی ان سے قحط دور ہوا اور بارش ہوگئی تو یہ اپنے سابق کفر کی طرف لوٹ گئے۔

اور جنہوں نے یہ کہا کہ دھوئیں سے مراد قیامت کی نشانی ہے اور قیامت آنے سے پہلے آسمان پر دھواں چھا جائے گا انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اگر بالفرض ہم تم سے عذاب دور کر دیں تو تم پھر کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ ایک قول

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: بے شک تم مرنے کے بعد ہماری طرف لوٹنے والے ہو اور ایک قول یہ ہے کہ تم دوزخ کے عذاب کی طرف لوٹنے والے ہو۔

سخت گرفت کے ساتھ پکڑنے کی متعدد تفسیریں

الدخان: ۱۶ میں فرمایا: ”جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے‘ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں O“

اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ اگر تم عذاب دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور تم نے اپنے وعدہ کو پورا نہ کیا تو ہم تم سے اس دن انتقام لیں گے جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے‘ اسی وجہ سے اس قصہ کو فرعون کے قصہ کے ساتھ متصل ذکر فرمایا ہے کیونکہ جب قوم فرعون پر انواع واقسام کے عذاب نازل کیے گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ اگر ان سے یہ عذاب دور کر دیا گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے‘ پھر وہ ایمان نہیں لائے حتیٰ کہ انہیں غرق کر دیا گیا۔

دوسرا محمل یہ ہے کہ جس دن ہم سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے اس دن ہم تمام کافروں سے انتقام لیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ دھوئیں کا انتظار کیجئے اور سخت گرفت والے دن کا انتظار کیجئے۔

حضرت ابن عباس‘ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ سخت گرفت والے دن سے مراد جنگ بدر کا دن ہے اور حسن اور عکرمہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن جہنم کا عذاب ہے۔

الماوردی نے کہا ہے کہ دھواں دنیا میں ہو گا یا بھوک اور قحط قیامت سے پہلے ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سخت گرفت والے دن سے مراد قیامت کا وقوع ہو کیونکہ وہ دنیا میں گرفت کا آخری دن ہے۔

انتقام سے مراد سزا ہے‘ اسی طرح عقوبت سے مراد بھی سزا ہے۔

الدخان: ۱۷ میں فرمایا: ”بے شک ہم اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں‘ ان کے پاس معزز رسول آئے تھے O“

قوم فرعون کو آزمائش میں ڈالنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی تھی‘ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امتحان اور آزمائش تو وہ شخص لیتا ہے جس کو عواقب امور کا پتہ نہ ہو کہ آیا وہ شخص کامیاب ہو گا یا ناکام‘ اللہ سبحانہٗ تو علام الغیوب ہے‘ اس کو معلوم تھا کہ جب وہ فرعون اور اس کی قوم کو اپنے احکام کی اطاعت کا حکم دے گا تو وہ اس کی اطاعت کریں گے یا نہیں کریں گے‘ پھر اللہ تعالیٰ کے انہیں آزمانے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قوم فرعون کے ساتھ وہ عمل کیا جو کسی قوم کے ساتھ اس کا امتحان لینے والا کرتا ہے‘ ہم نے ان کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا‘ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو غرق کر کے ہلاک کر دیا‘ سو اسی طرح اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ کی قوم آپ پر ایمان نہیں لائی تو ہم اس کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

باقی رہا یہ کہ اللہ سبحانہٗ کو تو پہلے معلوم تھا کہ فرعون کی قوم ایمان نہیں لائے گی‘ وہ اس قوم کو ویسے ہی ہلاک کر دیتا‘ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر اس کا امتحان اس لیے لیا تا کہ قیامت کے دن وہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجا ہی نہیں‘ اگر ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجا جاتا تو ہم اس پر ایمان لے آتے اور دنیا میں غرق کیے جانے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ماجرا

الدخان: ۱۹۔۱۸ میں فرمایا: ”(اس معزز رسول نے کہا:) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے سپرد کر دو‘ بے شک

marfat.com
Marfat.com

میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو' بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں O"

مجاہد نے کہا: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ تم میرے ساتھ اللہ کے ان بندوں کو بھیج دو اور تم نے ان کو غلام بنا کر ان کو جس جسمانی مشقت اور عذاب میں ڈال رکھا ہے اس سے ان کو نجات دے دو' ایک قول یہ ہے کہ تم غور کے ساتھ میری بات سنو حتیٰ کہ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں اور کہا: میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں' یعنی میں اللہ سبحانہٗ کے پیغام اور اس کی وحی پر امین ہوں' سو تم میری نصیحت کو قبول کرو۔

اس کے بعد فرمایا: اور تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور اس کی اطاعت کرنے سے اعراض نہ کرو۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: تم اللہ کے خلاف بغاوت نہ کرو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنیٰ ہے: تم اللہ کے خلاف افتراء نہ کرو اور بغاوت اور افتراء میں یہ فرق ہے کہ بغاوت فعل سے ہوتی ہے اور افتراء قول سے ہوتا ہے۔ ابن جریج نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: اللہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بڑا نہ قرار دو' یحییٰ بن سلام نے کہا: اللہ کی عبادت کرنے سے تکبر نہ کرو' تعظیم اور تکبر میں یہ فرق ہے کہ تعظیم کا معنیٰ ہے: خود کو بڑا سمجھنا اور تکبر کا معنیٰ ہے: دوسروں کو حقیر جاننا اور اس رسول نے کہا: بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں' یعنی معجزات لایا ہوں۔

الدخان: ۲۰ میں فرمایا: "اور بے شک میں تمہارے سنگسار کرنے سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آ چکا ہوں O"

قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی تھی کہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے' قتادہ نے کہا: انہوں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا: تم مجھے بُرا کہو گے اور یہ کہو گے کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے' میں تمہارے اس سب وشتم اور قتل کرنے کی دھمکیوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اس معزز رسول نے کہا:) اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ O پس انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں O (ہم نے حکم دیا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا O آپ سمندر کو یونہی ساکن چھوڑ کر چلے جائیں' بے شک ان کا لشکر غرق کر دیا جائے گا O (الدخان: ۲۴۔۲۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون سے کہا: اگر تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور میرے دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو مجھ کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ' یعنی مجھ کو برابر سرابر چھوڑ دو' مقاتل نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تم مجھ سے الگ رہو اور میں تم سے الگ رہتا ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے' ایک قول یہ ہے کہ تم میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے اذیت پہنچانے سے باز رہو۔

الدخان: ۲۲ میں فرمایا: "پس انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں O"

جب قوم فرعون نے کفر کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا تو حضرت موسیٰ نے ان کے خلاف دعا کی کہ یہ لوگ مجرم اور مشرک ہیں' انہوں نے ایمان لانے سے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا۔

الدخان: ۲۳ میں فرمایا: "(ہم نے حکم دیا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا O"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کی طرف یہ وحی کی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' یعنی بنو اسرائیل میں سے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اور راتوں رات کا

marfat.com
Marfat.com

مطلب ہے: صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکل جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ تم رات کو روانہ ہو اور عموماً رات کا سفر کسی خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو وجہوں سے ہوتا ہے: ایک تو دشمن کا خوف ہوتا ہے تو رات کا اندھیرا اس کے لیے ساتر اور حجاب ہو جاتا ہے یا دن میں گرمی کی شدت ہوتی ہے تو اس سے بچنے کے لیے رات کی ٹھنڈک میں سفر کو اختیار کیا جاتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات رات کے سفر کو اختیار کرتے تھے' بنی اسرائیل اگر دن میں سفر کرتے تو قوم فرعون کو پتا چل جاتا اور وہ بنی اسرائیل سے مزاحمت کرتے بلکہ بنی اسرائیل پر قوم فرعون کی اس قدر دہشت تھی کہ وہ دن میں سفر کرنے پر ہرگز تیار ہی نہ ہوتے۔

الدخان: ۲۴ میں فرمایا: ''آپ سمندر کو یونہی ساکن چھوڑ کر چلے جائیں' بے شک ان کا لشکر غرق کر دیا جائے گاO''

اس آیت میں ''رھو'' کا لفظ ہے' رھو کے معنیٰ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

کعب اور حسن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''رھـــواً'' کا معنیٰ ہے: راستہ اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: سمت اور ضحاک اور ربیع نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: سہل اور عکرمہ سے روایت ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: خشک کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا. (طٰہٰ: ۷۷) ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا لیجئے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے لیے سمندر میں متفرق راستے بنائیں' مجاہد نے کہا: کشادہ راستے بنائیں اور ان سے ایک روایت ہے: خشک راستے بنائیں اور ان سے ایک روایت ہے: ساکن راستہ بنائیں اور لغت میں ''رھواً'' کا یہی معنی معروف ہے' قتادہ اور ہروی کا بھی یہی قول ہے اور دوسروں نے کہا: کشادہ راستہ بنائیں اور ان کا مآل ایک ہی ہے کیونکہ جب سمندر ساکن ہو تو وہ کشادہ ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر ساکن اور کشادہ ہو گیا تھا اور اہل عرب کے نزدیک الرھو کا معنیٰ الساکن ہے۔

الـــرھو کا معنیٰ آہستہ آہستہ اور نرمی سے چلنا بھی ہے نیز الـــرھو اور الـــرھـوۃ کا معنیٰ بلند جگہ بھی ہے اور جس نشیب میں پانی جمع ہو جائے اس کو بھی الرھو کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یمنع نقع ماء ولا رھو بئر. صاف پانی سے منع کیا جائے اور نہ کنویں کے نشیب سے۔

(مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۶۵' دار الفکر' بیروت)

لیث نے کہا کہ رھو کا معنیٰ سکون سے چلنا بھی ہے' اس صورت میں معنیٰ ہے: آپ بغیر کسی خوف' دہشت اور گھبراہٹ کے سکون کے ساتھ سفر پر روانہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے O اور کھیت اور خوش رنگ عمارتیں O اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے O اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسروں کو وارث بنا دیا O سو ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی O (الدخان: ۲۹۔۲۵)

الدخان: ۲۸۔۲۵ کی تفسیر الشعراء: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دریائے نیل کے دونوں طرف باغات اور کھیتوں کی کثرت تھی' بلند و بالا عمارتیں اور خوش حالی کے آثار تھے' وہ یہ تمام نعمتیں یہیں دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے اور بہ طور نشان عبرت کے صرف فرعون اور اس کی قوم کا نام رہ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

الدخان: ۲۹ میں فرمایا: "سو ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی"۔

نیک آدمی کی موت پر آسمان اور زمین کا رونا

عرب میں دستور ہے کہ جب کسی قبیلہ کا سردار مر جائے تو کہتے ہیں کہ اس کی موت پر آسمان اور زمین رو رہے ہیں یعنی اس کی موت ایسی مصیبت ہے جو تمام چیزوں پر چھا گئی ہے حتیٰ کہ اس مصیبت پر آسمان اور زمین اور ہوا اور فضا سب چیزیں رو رہی ہیں اور گرم اور سرد راتیں بھی اس پر رو رہی ہیں اور یہ مقولہ اس چیز کو ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ اس کی موت پر گریہ وزاری کرنا واجب ہے اور اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ قوم فرعون ہلاک ہوگئی اور کسی نے بھی اس کی موت کو کوئی بڑا حادثہ نہیں سمجھا اور ان کے نہ ہونے سے لوگوں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس آیت میں مضاف مقدر ہے جیسے "واسئل القریۃ" (یونس: ۸۲) میں ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے غرقاب ہونے پر اور ان کے مرنے پر نہ آسمان والے فرشتے روئے اور نہ زمین والے انسان روئے، بلکہ ان کی ہلاکت پر خوش ہوئے البتہ مومن کی موت پر آسمان روتا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مومن کے لیے آسمان میں دو دروازے ہوتے ہیں، ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا کلام اور اس کا عمل داخل ہوتا ہے پس جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ" (الدخان: ۲۹)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵۳، ج ۸ ص ۳۲۷، تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۱۲)

یعنی قوم فرعون نے زمین میں ایسے نیک اعمال نہیں کیے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد زمین ان نیک اعمال کے فراق پر روتی اور نہ آسمان کی طرف ان کے نیک اعمال لے جائے جاتے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد ان نیک اعمال کے فراق پر آسمان روتا۔

مجاہد نے کہا: مومن کے مرنے پر آسمان اور زمین چالیس روز تک روتے رہتے ہیں، ابویحییٰ نے کہا: مجھے ان کے اس قول پر تعجب ہوا تو انہوں نے کہا: تم اس پر کیوں تعجب کرتے ہو، زمین اس شخص کی موت پر کیوں نہ روئے جب کہ بندہ مومن زمین پر رکوع اور سجود کر کے اس کو آباد رکھتا ہے اور آسمان اس کی موت پر کیوں نہ روئے جب کہ اس کی تسبیح اور تکبیر کی آوازیں آسمان تک پہنچتی تھیں، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: زمین پر مومن جس جگہ نماز پڑھتا تھا وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے اور آسمان کی جس جگہ پر اس کے نیک اعمال پہنچتے تھے وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۳۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

شریح بن عبید الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور وہ اجنبیت ہی میں لوٹ جائے گا، سنو! مومن پر کوئی اجنبیت نہیں ہے، جو مومن بھی کسی سفر میں مرتا ہے جہاں اس پر کوئی رونے والا نہ ہو تو اس پر آسمان اور زمین روتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ" (الدخان: ۲۹) پھر فرمایا: زمین اور آسمان کافر پر نہیں روتے۔ (جامع البیان جز ۲۵ ص ۱۶۲، رقم الحدیث: ۲۴۰۷۸)

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ

اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے عذاب سے نجات دی تھی O (وہ عذاب) فرعون کی جانب

marfat.com
Marfat.com

إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ

سے تھا' بے شک وہ متکبر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا O اور ہم نے بنی اسرائیل کو دانستہ

عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾

(اس وقت) تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی O اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں تھیں جن میں صریح آزمائش تھی O

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ

بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے O ہماری صرف یہی موت ہے جو دنیا میں پہلی بار آئی تھی اور ہمارا حشر نہیں

بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ

کیا جائے گا O اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے کر آؤ O کیا یہ لوگ بہتر ہیں

أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

یا قوم تبع کے لوگ اور وہ جو ان سے بھی پہلے تھے' ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا' بے شک وہ مجرمین تھے O

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا

اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بہ طور کھیل کے نہیں پیدا کیا O ہم نے ان کو

إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے

مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا

مقرر کیا ہوا ہے O جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آ سکے گا

هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ إِنَّ

ع ۲

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے' بے شک وہ بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے O بے شک

شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾

تھوہر کا درخت O گنہ گاروں کا کھانا ہے O جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا O

marfat.com
Marfat.com

كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ

جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے O (اللہ فرمائے گا:) اس کو پکڑو پس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ O پھر

صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ

اس کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو O لے چکھ تو بہت معزز

الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ

مکرم بنتا تھا O بے شک یہ ہے وہ عذاب جس میں تم شک کیا کرتے تھے O بے شک متقین مقام

فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ

امن میں ہوں گے O جنتوں اور چشموں میں O وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس

وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾

پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے O ایسا ہی ہو گا' اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گے O

يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا

وہ وہاں سکون سے ہر قسم کے میووں کو طلب کریں گے O وہ جنت میں دنیا کی پہلی موت

الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا

کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا O آپ کے

مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ

رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے O ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں ہی آسان کیا ہے تا کہ

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع ۳ ع۱۷ ۱۶

وہ نصیحت حاصل کریں O سو آپ انتظار کیجئے' بے شک وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے عذاب سے نجات دی تھی O (وہ عذاب) فرعون کی جانب سے تھا' بے شک وہ متکبر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا O اور ہم نے بنی اسرائیل کو دانستہ (اس وقت) تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی O اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں تھیں جن میں صریح آزمائش تھی O (الدخان: ۳۳-۳۰)

marfat.com

Marfat.com

بنی اسرائیل کی فضیلت اور ان کی آزمائش

فرعون کے حکم سے قبطی بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور ان سے نہایت مشقت اور ذلت والے کام کراتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو قبطیوں اور فرعون دونوں سے نجات دے دی اور فرعون بہت ظالم اور سرکش تھا' وہ مشرکین میں سے تھا بلکہ خود خدائی کا دعویٰ دار تھا اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔

اللہ کو چونکہ علم تھا کہ بنی اسرائیل سے کثیر نبیوں کو اس نے مبعوث کرنا ہے' اس لیے اس نے بنی اسرائیل کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی' ان کے زمانہ کی قید اس لیے ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ (آل عمران: ۱۱۰)

اور بنو اسرائیل کے بعد سب سے افضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

اور اللہ نے بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے سرفراز کیا' وہ معجزات یہ ہیں: بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات دینا اور ان کے لیے سمندر کو چیر کر ان کے لیے اس میں بارہ راستے بنا دینا' میدان تیہ میں ان پر بادل کا سایہ کرنا اور ان پر من اور سلویٰ نازل کرنا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی اور ید بیضاء عطا کرنا اور اس طرح کے اور بہت معجزت عطا فرمائے جو بنی اسرائیل کے لیے باعث فخر اور فضیلت تھے اور ان میں ان کے لیے صریح آزمائش تھی' کیونکہ ہر نعمت میں آزمائش ہوتی ہے' بندہ اگر نعمتوں کا شکر ادا کرے اور وہ نعمتیں جس لیے دی گئی ہیں ان مصارف میں ان نعمتوں کو خرچ کرے تو اللہ سبحانہٗ ان نعمتوں میں اور اضافہ فرماتا ہے اور اگر ان نعمتوں کی ناشکری اور ان کو بے جا محل میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں کو واپس لے لیتا ہے بلکہ مزید عذاب میں مبتلا کرتا ہے

مسلمانوں نے جب حصول پاکستان کے لیے جدوجہد کی تو یہ نعرہ لگایا تھا: پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اور یہ کہا تھا کہ ہمیں اسلام کے احکام نافذ کرنے کے لیے ایک الگ ریاست چاہیے' اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک الگ ریاست دے دی' لیکن جب تیئس سال گزرنے کے بعد بھی انہوں نے اسلامی احکام نافذ نہیں کیے تو آدھا پاکستان ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور باقی ماندہ پاکستان کی بقا بھی خطرہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے O ہماری صرف یہی موت ہے جو دنیا میں پہلی بار آئی تھی اور ہمارا حشر نہیں کیا جائے گا O اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے کر آؤ O کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ اور وہ جو ان سے بھی پہلے تھے' ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا بے شک وہ مجرمین تھے O اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بہ طور کھیل کے نہیں پیدا کیا O ہم نے ان کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (الدخان: ۳۹-۳۴)

یہ کہنے والے کفار قریش تھے جو صرف اسی دنیا کی زندگی کے قائل تھے اور اسی دنیا میں آنے والی موت کے قائل تھے اور حشر اور نشر کا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور میدان محشر میں جمع کیے جانے کا انکار کرتے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ اگر لوگ واقعی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو آپ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھائیں۔

marfat.com
Marfat.com

کفار کے مطالبہ پر ان کے مرے ہوئے باپ دادا کو کیوں نہیں زندہ کیا گیا' الماوردی اور القرطبی کا جواب

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس قول کا قائل ابوجہل تھا' اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمارے مرے ہوئے آباء میں سے دو آدمیوں کو زندہ کر کے دکھائیں' ان میں سے ایک قصی بن کلاب ہے وہ سچا آدمی تھا' ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ابوجہل کا یہ کہنا بہت ضعیف شبہ تھا' کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزاء اور سزا کے لیے ہوتا ہے' مکلف کرنے کے لیے نہیں ہوتا اور اس کے قول کا منشاء یہ تھا کہ اگر آپ مُردوں کو زندہ کرنے کے دعویٰ میں سچے ہیں تو ان کو مکلف کرنے کے لیے زندہ کریں اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ اگر ہمارے بعد ہمارے بیٹے دنیا میں آئیں گے تو پھر ہمارے مرے ہوئے باپ دادا ہی واپس کیوں نہیں آ جاتے اس جواب کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۳۴)

اعتراض مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے

اس شبہ کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے فرمائشی مُردوں کو زندہ کر دیا جاتا تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خبروں پر بن دیکھے ایمان لایا جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان کے پچھلے آباء واجداد کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتاتے تو پھر اللہ کی خبروں پر ایمان لانے میں ان کی عقل کی کوئی آزمائش اور امتحان نہ ہوتا اور مقصود یہ ہے کہ انسان اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرے' اسی لیے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے تو پھر وہ دوبارہ انسانوں کو کیوں نہیں پیدا فرما سکتا اور کسی چیز کا ابتداءً پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اور اس کو دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا' بلکہ نسبتاً آسان ہوتا ہے تو جب تم یہ مانتے ہو کہ اس کائنات کو ابتداءً اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو یہ کیوں نہیں مانتے کہ وہ دوبارہ بھی اس کائنات کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس شبہ کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ قدیمہ یہ ہے کہ جب وہ کافروں کی فرمائش پر کسی معجزہ کو ظاہر فرماتا ہے اور پھر بھی وہ قوم ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عام عذاب نازل کر کے اس قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس قوم کا نام ونشان تک مٹا دیتا ہے جیسا کہ قوم ثمود کی فرمائش پر ایک چٹان سے اونٹنی نکالی اور جب انہوں نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عام اور ہمہ گیر عذاب نازل فرما کر اس قوم کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرما چکا ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان لوگوں پر عام عذاب نازل نہیں فرمائے گا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ — اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ اللہ اس حال میں ان پر عذاب نازل فرمائے کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ (الانفال: ۳۳)

الدخان: ۳۷ میں فرمایا: ''کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ اور وہ جو ان سے بھی پہلے تھے' ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا' بے شک وہ مجرمین تھے O''

یہ استفہام انکار ہے' یعنی وہ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں اور وہ اپنے اس قول کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں کیونکہ وہ قوم تبع اور دیگر ہلاک شدہ اقوام سے بہتر نہیں ہیں اور جب ہم ان قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں تو ان کو ہلاک کر دینا بھی مستبعد

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ کیا ان کے پاس دنیا کی نعمتیں اور مال واسباب زیادہ ہیں یا قوم تبع زیادہ نعمتوں والی تھی یا یہ زیادہ طاقت ور اور مستحکم ہیں یا قوم تبع زیادہ طاقت ور اور قوی تھی۔

تبع اور اس کی قوم کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ قتادہ سے روایت کرتے ہیں:

ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ تبع قبیلہ حمیر کا ایک شخص تھا' وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا حتیٰ کہ اس نے یمن کو عبور کر لیا' پھر شہروں کو فتح کرتا ہوا اور تخت و تاراج کرتا ہوا سمرقند تک پہنچا اور اس کو بھی منہدم کر دیا اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ جب یہ کوئی چیز لکھتا تو اس کے نام سے لکھتا جو بہت بلند ہے اور بحر و بر کا مالک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تبع کو بُرا نہ کہو' وہ نیک آدمی تھا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۰۸۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

تبع کا پورا نام اس طرح ہے: تبع بن حسان بن ملکی کرب بن تبع بن الاقرن۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تبع کو بُرا نہ کہو بے شک وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ (تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۲۶۵۸۔۲۶۵۷۔۲۶۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (تاریخ دمشق رقم الحدیث: ۲۶۵۹)

قتادہ نے الدخان: ۳۷ کی تفسیر میں کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تبع نیک آدمی تھا' کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کی مذمت کی ہے' اس کی مذمت نہیں کی۔ (تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۷۲)

کعب احبار نے الدخان: ۳۷ کی تفسیر میں کہا: قرآن مجید میں تبع کی قوم کا ذکر ہے اور تبع کا ذکر نہیں ہے' انہوں نے کہا: تبع بادشاہ تھا اور اس کی قوم کاہن تھی اور اس کی قوم میں اہل کتاب بھی تھے اور کاہن اہل کتاب کے خلاف سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اہل کتاب نے تبع سے کہا: یہ ہم پر جھوٹ بولتے ہیں' تبع نے کہا: اگر تم سچے ہو تو دونوں فریق قربانی پیش کریں' جو فریق بھی سچا ہوگا آگ اس کی قربانی کو کھالے گی' پھر اہل کتاب اور کاہنوں دونوں نے قربانی پیش کی' پھر آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور اس نے اہل کتاب کی قربانی کو کھالیا' پھر تبع اہل کتاب کے تابع ہو کر مسلمان ہو گیا' سو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تبع کی قوم کا ذکر کیا ہے اور تبع کا ذکر نہیں کیا۔ (تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تبع کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نکلا حتیٰ کہ جب وہ کراع الغمیم پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک زبردست آندھی بھیج دی جس کے زور سے لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے' پھر تبع نے اپنے دو عالموں کو بلا کر پوچھا کہ یہ میرے خلاف کیا چیز مسلط کی گئی ہے' انہوں نے کہا: اگر تم ہمیں جان کی امان دو تو ہم تمہیں بتاتے ہیں' تبع نے کہا: تم کو امان ہے' انہوں نے کہا: تم اس گھر پر حملہ کرنے آئے ہو جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے رکھا ہے اور جو شخص اس گھر پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے جنگ کرے گا' تبع نے کہا: پھر مجھے اس کے قہر سے کیا چیز بچا سکتی ہے؟ انہوں نے کہا: تم احرام باندھ کر اس کے گھر میں اللھم لبیک کہتے ہوئے داخل ہو اور اس کے گھر کا طواف کرو' جب تم نے اخلاص سے اس پر عمل کیا تو یہ آندھی کا طوفان فرو ہو جائے گا' تبع نے اسی طرح کیا' پھر آندھی کا طوفان وہاں سے گزر گیا۔

(تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۷۳۔۷۲)

تبع نے کہا: میری نیت تھی کہ میں اس گھر کو ویران کر دوں گا' اس شہر کے مردوں کو قتل کروں گا اور عورتوں کو قید کروں گا' اس

marfat.com
Marfat.com

کے بعد وہ ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا کہ تمام دنیا کے حکماء سر توڑ کوشش کے باوجود اس کا علاج نہ کر سکے' پھر اس کے پاس ایک عالم نے آ کر کہا: تمہاری بیماری کی ساری جڑ تمہاری اس نیت کے فساد میں ہے' اس گھر کا مالک بہت قوی ہے' دلوں کی باتیں جانتا ہے' پس ضروری ہے کہ تم اس گھر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ اپنے دل سے نکال دو' تبع نے کہا: میں نے ایسی تمام باتیں دل سے نکال دیں اور میں نے یہ عزم کر لیا کہ میں ہر قسم کی خیر اور نیکی اس گھر کے ساتھ اور یہاں کے رہنے والوں کے ساتھ کروں گا' ابھی وہ نصیحت کرنے والا عالم اس کے پاس سے اٹھ کر نہیں گیا تھا کہ وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اس کو شفایاب کر دیا' اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو قبول کر لیا اور صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے گھر پہنچ گیا اور تبع وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا اور اہل مکہ کو کعبہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ (تاریخ دمشق ج ۱۱ص ۷۵۔۷۴)

پھر تبع مدینہ منورہ گیا اور وہاں سے ہندوستان کے کسی شہر میں چلا گیا اور وہیں فوت ہو گیا اور تبع کی وفات کے ٹھیک ایک ہزار سال بعد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور جن اہل مدینہ نے ہجرت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی تھی وہ سب ان علماء کی اولاد سے تھے جو مدینہ میں تبع کے بنائے ہوئے گھروں میں رہتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہ لوگ آپ کی اونٹنی کے گرد آ کر اکٹھے ہو گئے اور آپ کو اپنے گھر لے جانے پر اصرار کرنے لگے' آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ سبحانہٗ کے حکم کی پابند ہے' حتیٰ کہ وہ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں قیام پذیر ہوئے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' اس عالم کی اولاد سے تھے جس نے خیر خواہی کے جذبہ سے تبع کو نصیحت کی تھی اور اس کو کعبہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے باز رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب کے جس گھر میں ٹھہرے تھے یہ تبع ہی کا بنایا ہوا تھا۔ (رقم الحدیث: ۲۶۶۱)

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ص ۷۷۔۶۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

تبع سے مراد ایک معین شخص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یمن کے بادشاہ ہیں اور یمن کے لوگ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ پس تبع ان کے بادشاہ کا لقب ہے' جیسے مسلمانوں کے بادشاہ کو خلیفہ کہتے ہیں اور ایران کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے ہیں اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تبع ایک معین شخص کا نام ہے' امام احمد نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تبع کو بُرا نہ کہو' وہ مومن تھا۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۹۴۳' دار الفکر) اس نے پہلے مدینہ منورہ کو برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ایک نبی کی ہجرت کی جگہ ہے' جس کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا تو یہ واپس ہو گیا۔ زجاج' ابن ابی الدنیا اور زمخشری وغیرہم نے کہا ہے کہ صنعاء میں اس کی قبر ہے' امام ابن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنے وارثوں کے پاس جو کتاب رکھوائی تھی اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا تھا: میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا اور آپ کے دین پر ایمان لایا اور آپ کی سنت پر اور آپ کے رب پر ایمان لایا' جو ہر چیز کا رب ہے اور شرائع اسلام میں سے ہر اس چیز پر ایمان لایا جو آپ کے رب کے پاس سے آئی ہے' اگر میں نے آپ کو پا لیا تو فبہا اور اگر میں آپ کو نہ پا سکا تو آپ میری شفاعت کریں اور قیامت کے دن مجھ کو نہ بھولیں کیونکہ میں آپ کی پہلی امت سے ہوں اور آپ کی بعثت سے پہلے میں نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور میں آپ کی ملت پر ہوں اور آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں' پھر اس مکتوب کو ختم کر کے اس پر اپنی مہر لگا دی اور اس مکتوب کے شروع میں بہ طور عنوان لکھا تھا" (سیدنا) محمد بن عبد اللہ نبی اللہ و رسول اللہ' خاتم النبیین و رسول رب العلمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب تبع

marfat.com
Marfat.com

الاول کی طرف سے" اہل یمن الدخان: ۳۷ کی وجہ سے فخر کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل یمن کو قریش سے بہتر قرار دیا ہے' اس نے لشکر کے ساتھ مشرق کی جانب سفر کیا اور حیرہ کو عبور کر کے سمرقند تک پہنچا اور بہت سے شہروں کو منہدم کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ٹھیک ایک ہزار سال پہلے اس کی وفات ہوئی تھی (یہ احوال تاریخ دمشق میں بھی مذکور ہیں)۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ص ۱۳۶۔۱۳۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الدخان: ۳۹۔۳۸ میں فرمایا: "اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بہ طور کھیل کے نہیں پیدا کیا O ہم نے ان کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O"

کھیل کود میں انسان دوسری چیزوں سے غافل ہو جاتا ہے' سو اس آیت کا معنیٰ ہے: ہم نے ان چیزوں کو غفلت کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ اس کی تفسیر ان آیتوں سے ہوتی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ (ص: ۲۷) ہم نے آسمان اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (المومنون: ۱۱۵) کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقرر کیا ہوا ہے O جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے' بے شک وہ بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الدخان: ۴۲۔۴۰)

روزِ قیامت کو فیصلہ کا دن فرمانے کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے الدخان: ۳۸ میں فرمایا ہے: "اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بہ طور کھیل کے پیدا نہیں کیا" اس آیت میں قیامت کا اور حشر ونشر کا اثبات ہے' اس لیے اس آیت کے بعد فرمایا: بے شک فیصلہ کا دن سب کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اور قیامت کے دن کو فیصلہ کا دن حسب ذیل وجوہ سے فرمایا ہے:

(۱) اس دن اللہ تعالیٰ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

(۲) یہ دن مؤمنوں کے حق میں اس لیے فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور ان کی ناپسندیدہ چیزوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کفار کے حق میں اس لیے فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن اللہ سبحانہ' ان کے اور ان کے ارادوں کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔

(۳) اس دن ہر شخص کا حال جیسا ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور کسی شخص کے حال میں کوئی شک اور شبہ نہیں رہے گا اور ہر شخص کے خیالات اور شبہات اس سے الگ ہو جائیں گے اور حقائق اور دلائل باقی رہ جائیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس دن اللہ سبحانہ' لوگوں کے درمیان فصل کر دے گا اور نیک اور بد کو الگ الگ کر دے گا' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ O (یٰسین: ۵۹) اے مجرمو! آج (نیکوں سے) الگ ہو جاؤ O

الدخان: ۴۱ میں فرمایا: "جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O"

اس سے مراد یہ ہے کہ دوست خواہ قریب ہو یا بعید وہ اس کے کسی کام نہیں آ سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی' یعنی ان کا

marfat.com
Marfat.com

کوئی مددگار نہیں ہوگا' اس کا معنی یہ ہے کہ جس سے مدد متوقع ہوتی ہے وہ یا دین میں قریب ہوتا ہے یا نسب میں قریب ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو مولیٰ اور مددگار کہا جاتا ہے اور جب قیامت کے دن کسی کو ان کی مدد نہیں حاصل ہو سکے گی تو ان کے علاوہ دوسروں کی مدد تو بہ طریق اولیٰ حاصل نہیں ہوگی' یہ آیت اس آیت کے مشابہ ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ○ (البقرہ: ۱۲۳)

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی فدیہ (جرمانہ) قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے سکے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○

الدخان ۴۲ میں فرمایا ''سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے' بے شک وہ بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○''

جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا ان کے متعلق انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا' سب سے پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے' پھر دیگر انبیاء علیہم السلام شفاعت فرمائیں گے' پھر اولیاء کرام شفاعت کریں گے اور مومنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تھوہر کا درخت ○ گنہ گاروں کا کھانا ہے ○ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا ○ جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے ○ (اللہ فرمائے گا) اس کو پکڑو پس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ ○ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو ○ لے چکھ تو بہت معزز مکرم بنتا تھا ○ بے شک یہ ہے وہ عذاب جس میں تم شک کرتے تھے ○ (الدخان: ۵۰-۴۳)

آخرت میں کفار کے عذاب کی وعید

الدخان ۴۴-۴۳ میں فرمایا ''بے شک تھوہر کا درخت ○ گنہ گاروں کا کھانا ہے'' اس سے مراد وہ زقوم ہے جس کو دوزخیوں کا طعام فرمایا ہے' اثیم کا معنی گنہ گار ہے یعنی یہاں گناہ سے مراد کفر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی [illegible] خراب کر دے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: [illegible] سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: [illegible] مسند احمد [illegible] حلیۃ الاولیاء ج [illegible] صفۃ جہنم لابن ابی الدنیا باب ۲۸)

الدخان ۴۵ میں فرمایا ''کالمہل'' مہل کا معنی ہے پگھلا ہوا تانبا' آگ میں پگھلی ہوئی چیز یا تیل وغیرہ کے نیچے جو تلچھٹ [illegible] رہ جاتی ہے۔

الدخان ۴۶ میں فرمایا ''جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے'' یعنی زقوم کی خوراک کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارے گی۔

[illegible] وہ شخص ہے جو اپنی خواہش سے [illegible] کی پرستش کرتا ہو اور حرص کے درخت کا کھانا [illegible] تو آخرت میں وہ اپنی [illegible] خوراک ہو گی۔

الدخان ۴۷ میں فرمایا ''(اللہ فرمائے گا) اس کو پکڑو پس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ''۔

[illegible] اس کی پیشانی اس کے قدموں سے [illegible] کہتے ہیں [illegible] فاعتلوہ' عتل کا معنی ہے کسی کو کھینچ [illegible] گھسیٹتے ہوئے [illegible] کے وسط میں لے جائیں گے جس جگہ

marfat.com
Marfat.com

دوزخ کے سب راستے جار ہے ہوں گے۔

الدخان: ۴۸ میں فرمایا: "پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو"۔

کافر جب دوزخ میں داخل ہوگا تو اس کو زقوم کا طعام کھلایا جائے گا' پھر دوزخ کا داروغہ اس کے سر کے اوپر گرز مارے گا جس سے اس کا دماغ اس کے جسم کے اوپر بہنے لگے گا' پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا' جو اس کے پیٹ تک نفوذ کر جائے گا اور اس کی آنتوں اور پیٹ کے دیگر اجزاء کو کاٹتا ہوا اس کے قدموں تک پہنچ جائے گا۔

الدخان: ۴۹ میں فرمایا: "لے چکھ تو بہت معزز مکرم بنتا تھاO"

اس عذاب کو چکھ جو بہت ذلیل کرنے والا ہے' تو اپنی نظروں میں بہت معزز تھا اور اپنی قوم کے نزدیک بہت مکرم تھا' فرشتے اس سے استہزاءً یہ قول کہیں گے: تو اپنے آپ کو بہت معزز سمجھتا تھا حالانکہ تو بہت ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے یہ کہوں: "اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰیO" (القیامۃ: ۳۴) تیری موت کے وقت خرابی ہو' پھر قبر میں تیری خرابی ہو' ابوجہل نے کہا: آپ کس وجہ سے مجھے دھمکا رہے ہیں' اللہ کی قسم! آپ اور آپ کا رب دونوں مل کر میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے' بے شک میں اس وادی میں ان دو پہاڑوں کے درمیان سب سے مکرم ہوں' اللہ سبحانہٗ نے جنگ بدر میں اس کو ہلاک کر دیا اور اس کو ذلیل وخوار کر دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اس وجہ سے فرشتے اس سے کہیں گے: لے چکھ یہ کھولتا ہوا پانی تو اپنے گمان میں بہت معزز اور مکرم بنتا تھا' فرشتوں کا اس سے یہ کلام کرنا اس کی توہین اور اس کے استخفاف کے لیے ہوگا اور اس کو جھڑکنے کے لیے اور اس کی تنقیص کرنے کے لیے ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۴۰' جامع البیان جز ۲۵ ص ۱۷۴)

الدخان: ۵۰ میں فرمایا: "بے شک یہ ہے وہ عذاب جس میں تم شک کیا کرتے تھےO"

یعنی یہ عذاب جو آج تم کو دیا جا رہا ہے یہ وہی عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور اس میں شک کرتے تھے اور اس کے وقوع کے متعلق بحثیں اور جھگڑے کیا کرتے تھے اور اس پر یقین نہیں کرتے تھے اور اب تم نے یہ عذاب دیکھ لیا ہے سو تم اس عذاب کو چکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین مقام امن میں ہوں گےO جنتوں اور چشموں میںO وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گےO ایسا ہی ہوگا' اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گےO وہ وہاں سکون سے ہر قسم کے میووں کو طلب کریں گےO وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گاO آپ کے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہےO ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں ہی آسان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریںO سو آپ انتظار کیجئے' بے شک وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیںO

(الدخان: ۵۹-۵۱)

آخرت میں متقین کے اجر وثواب کی بشارت

متقین سے مراد ہے: جو لوگ کفر سے اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور وہ مؤمنین صالحین ہیں اور مقام کا معنیٰ ہے: موضع قیام یعنی جگہ' اس مقام کی صفت "امین" فرمائی ہے یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں پر رہنے والا آفات اور بلیات سے' عذاب اور تکلیف دہ چیزوں سے مامون اور محفوظ رہے گا' اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو ایسی جگہ رکھے گا جہاں وہ ہر قسم کے ڈر اور خوف سے مامون اور محفوظ ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

مقام امین وہ جگہ ہے جہاں انبیاء' اولیاء' صدیقین اور شہداء کی مجلس ہوتی ہے' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں' دنیا میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں معصیت اور نافرمانی سے امن ہوتا ہے اور جو شخص ان کی مجلس میں آ کر بیٹھ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم نہیں ہوتا اور آخرت میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں عذاب سے امن ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۳)

حشر کے دن کی بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی' فرشتے ان سے مل کر کہیں گے: یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ○

امام رازی کا فاسق کو جنت کی بشارت میں داخل کرنا اور مصنف کا اس سے اختلاف

امام رازی محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے: ہر وہ شخص جو شرک کو ترک کر دے متقی کا مصداق ہے' پس واجب ہے کہ فاسق بھی اس بشارت میں داخل ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۶۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ وصف کے اعتبار سے مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے اور اس آیت میں متقین کا ذکر مطلقاً ہے خواہ وہ شرک سے متقی (مجتنب) ہوں یا گناہ کبیرہ سے متقی ہوں یا گناہ صغیرہ سے متقی ہوں یا خلاف سنت اور خلاف اولیٰ ہر قسم کے ممنوع کام سے متقی اور مجتنب ہوں' لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں پر متقین سے مراد وہ مسلمان ہیں جو گناہ کبیرہ سے متقی ہوں یا جنہوں نے موت سے پہلے اپنے تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کر لی ہو اور وہ مسلمان مراد نہیں ہیں جن کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اصرار اور دوام کے ساتھ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہوں ورنہ لازم آئے گا کہ صالحین اور فاسقین دونوں کے لیے یہ بشارت ہو کہ وہ دونوں مقام مامون میں ہوں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○ (ص: ۲۸)

کیا ہم ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ان کی مثل کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یا ہم متقین کو فاسقین کی مثل کر دیں گے ○

ہاں یہ درست ہے کہ جن مسلمانوں کا بغیر توبہ کے فسق پر خاتمہ ہوا اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کی بھی مغفرت فرما دے گا اور اس کی کئی صورتیں ہیں' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء اور صالحین کی شفاعت سے ان کی مغفرت ہو جائے' یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے ان کی مغفرت فرما دے یا میدان محشر میں آخر وقت تک ان کو روکے رکھے اور پھر ان کو جنت میں داخل فرما دے یا کچھ عرصہ دوزخ میں داخل کرنے کے بعد ان کو جنت میں داخل فرما دے۔ بہر حال ابتداءً فاسقین کا جنت میں اور اس بشارت میں داخل ہونا واجب نہیں ہے اور مؤمنین صالحین کا جنت میں اور اس بشارت میں ابتداءً داخل ہونا قطعی اور ضروری ہے۔

اہل جنت کے درمیان بغض اور کینہ کا نہ ہونا

الدخان: ۵۳ میں فرمایا: "وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ○"

اس آیت میں "سندس" اور "استبرق" کے الفاظ ہیں' سندس باریک ریشم کو کہتے ہیں اور استبرق دبیز ریشم کو کہتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ سندس متقین کے اندر کا لباس ہو اور استبرق ان کے اوپر کا لباس ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سندس مقربین کا لباس ہو

marfat.com
Marfat.com

اور استبرق عام اہل جنت کا لباس ہو۔

وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے یعنی ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے' ایک دوسرے کی طرف محبت سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے نہیں بیٹھے ہوں گے کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف ان کے دلوں میں کینہ اور بغض نہیں ہوگا' کیونکہ جنت میں دخول کے وقت اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ اور بغض نکال لے گا' سو جنت میں ان شاء اللہ حضرت علی اور حضرت معاویہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص سب ایک دوسرے کی طرف محبت سے دیکھ رہے ہوں گے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لشکر کے شہداء اور معاویہ کے لشکر کے شہداء دونوں جنت میں ہوں گے اور جب آپ نے جنگ جمل میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی لاشوں کو دیکھا تو روتے ہوئے فرمایا: کاش! میں اس سانحہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔

حور کا معنیٰ اور جنت میں حوروں سے عقد کا محمل

الدخان: ۵۴ میں فرمایا: ''ایسا ہی ہوگا' اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گے O''

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

جس سفید عورت کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہوں اس کو حور کہتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۴ ص ۲۶۵' دار صادر' بیروت)

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حور کا معنیٰ ہے: حسین وجمیل' روشن چہرے والی عورت' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: حور کی پنڈلی کا مغز ستر حلوں اور گوشت اور ہڈی کے پار سے بھی نظر آتا ہے جیسے سفید شیشے کے جگ میں سرخ مشروب ہو تو وہ دور سے نظر آتا ہے' مجاہد نے کہا: حور کو حور اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے گورے رنگ' صاف اور شفاف چہرے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر آنکھیں حیران ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو حور اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی آنکھیں بہت سفید ہوتی ہیں اور پتلی بہت سیاہ ہوتی ہے جیسے ہرن اور گائے کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۴۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی آنکھوں والی حور کا مہر چند مٹھی کھجوریں ہیں اور روٹی کے ٹکڑے ہیں۔ (الکشف والبیان للثعلبی رقم الحدیث: ۲۱۷' ج ۸ ص ۳۵۶)

(اس حدیث کی سند میں ابان بن محبر ہے' ابو حاتم بن حبان نے کہا: اس کی حدیث باطل ہے اور دار قطنی نے کہا: ابان متروک ہے' ابن جوزی نے کہا: یہ حدیث موضوع ہے' کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۳)

ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد مسجد سے چھڑیوں کو نکال کر صاف کرنا بڑی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔

(الکشف والبیان للثعلبی رقم الحدیث: ۲۱۸' ج ۳ ص ۲۵۳)

اس حدیث کی سند میں عبد الواحد بن زید ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری' فلاس اور امام نسائی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے' ابن جوزی نے کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۵۴۔۲۵۳)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ سعدی المفتی نے کہا ہے کہ جنت میں عقد نکاح نہیں ہوگا' کیونکہ اس کا فائدہ ایک عورت کے اعضاء کو حلال کرنا ہے اور جنت دار تکلیف نہیں ہے اور وہاں حلال اور حرام کے احکام نہیں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت حواء کا مہر یہ مقرر کیا تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دس مرتبہ درود پڑھا جائے اور مہر اس وقت رکھا جاتا ہے جب عقد نکاح ہو' لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ عقد نکاح دنیاوی عقود کی طرح نہیں تھا اور اس سے مقصود صرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور آپ کا تعارف کرانا تھا اور اس مہر کے عوض حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام پر حلال کرنا نہیں تھا اور اس عقد سے مقصود صرف حضرت آدم اور حضرت حواء کے درمیان انس پیدا کرنا تھا اور ان کے درمیان دنیا کی طرح جماع نہیں تھا۔

(روح البیان ج ۸ ص ۵۷۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟

اس میں اختلاف ہے کہ دنیا کی مسلمان عورتیں افضل ہیں یا حوریں افضل ہیں؟ امام ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جو عورتیں جنت میں داخل ہوں گی وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے حوروں سے افضل ہوں گی اور حدیث میں ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ پڑھائی' میں نے یاد رکھا تھا' آپ نے اس کی دعا میں فرمایا تھا: اے اللہ! اس کی مغفرت کر دے' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ' اس کو معاف فرما' اس کو اچھی مہمانی عطا فرما' اس کی قبر کو وسیع فرما' اس کے گناہوں کو (رحمت کے) پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال اور اس کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے اور اس کو دنیا کے گھر سے اچھا گھر عطا فرما اور اس کی دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر دے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھ' عوف کہتے ہیں کہ حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی: کاش! میں وہ میت ہوتا جس کے لیے یہ دعائیں فرمائی تھیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۰۲۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۹۸۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۸)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اس کی دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی آنکھوں والی حوریں دنیاوی عورتوں سے افضل ہوں گی۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے حوروں کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث بیان کی ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی آنکھوں والی حوریں زعفران سے پیدا کی گئیں ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۵۵۹)

امام ابن ابی الدنیا اور امام ابن ابی حاتم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک حور کسی کڑوے پانی کے سمندر میں تھوک دے تو اس کے لعاب کی مٹھاس سے پورا سمندر میٹھا ہو جائے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۵۵۸)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بڑی آنکھوں والی حور کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آتی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۵۶۰)

امام ابن المبارک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی آنکھوں والی حوروں کو مٹی سے پیدا نہیں کیا' ان کو مشک' کافور اور زعفران سے پیدا کیا ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی آنکھوں والی حوروں

marfat.com
Marfat.com

کو فرشتوں کی تسبیح سے پیدا کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۳۶۵۔۳۶۴ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ حوروں کو مشک' کافور اور زعفران سے پیدا کیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے: ان کو فرشتوں کی تسبیح سے پیدا کیا ہے' ان میں تعارض نہیں ہے' اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی تسبیح کو مشک' کافور اور زعفران سے ڈھال دیا ہو اور پھر اس سے حوروں کو پیدا کر دیا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ حوروں سے مراد یہاں دنیا کی بیویاں ہیں اور یہی جنت میں حوریں ہوں گی جو کہ مشک' زعفران اور کافور سے بنی ہوں گی' بلکہ یہ دنیاوی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی اور انسان کی جو دنیا میں بیویاں ہوں گی وہ اس کو جنت میں مل جائیں گی اور ان کے علاوہ حوریں بھی ملیں گی اور اگر کافر کی بیوی جنت میں گئی تو اللہ تعالیٰ اس کو جس مسلمان کو چاہے گا عطا فرما دے گا اور حدیث میں ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ جنت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوگی۔ (روح المعانی جز ۲۵ ص ۲۰۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ مسلمان جنتی عورت بڑی آنکھوں والی حوروں سے ستر درجہ افضل ہوگی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ حدیث مجھ کو نہیں ملی اور صحیح مسلم کی جو حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس میں یہ تصریح ہے کہ حور دنیاوی عورت سے افضل ہے۔

اہل جنت کی دائمی نعمتیں

الدخان: ۵۵ میں فرمایا: ''وہ وہاں سکون سے ہر قسم کے میووں کو طلب کریں گے O''

جس قسم کے پھلوں اور میووں کو کھانے کی اہل جنت کی خواہش ہوگی وہ اس کو طلب کریں گے اور وہ پھل یا میوہ فوراً ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اور کوئی پھل کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگا' بلکہ ہر پھل ہر وقت اور ہر جگہ دستیاب ہوگا' دنیا کی طرح نہیں ہوگا کہ ہر پھل کا ایک موسم ہوتا ہے اور وہ مخصوص علاقے میں پیدا ہوتا ہے' مثلاً آم گرمیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور سنترے اور مالٹے سردیوں میں پیدا ہوتے ہیں' چلغوزے' اخروٹ اور بادام وغیر بلوچستان اور کشمیر میں پیدا ہوتے ہیں اور انناس بنگلہ دیش میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جنت میں ایسا نہیں ہوگا وہاں ہر قسم کا پھل ہر جگہ دستیاب ہوگا۔

اور جنتی ہر وقت امن اور چین سے ہوں گے' ان کو کسی وقت بھی نہ کوئی بیماری ہوگی نہ پریشانی ہوگی' دنیا میں انسان بعض بیماریوں میں بعض پھل نہیں کھا سکتا' مثلاً جس کو شوگر کا مرض ہو وہ کیلا' آم' کھجور اور انگور وغیرہ نہیں کھا سکتا اور جس کو نمونیا یا دمہ ہو یا کالی کھانسی ہو وہ سنترہ' موسمی اور فروٹر وغیرہ نہیں کھا سکتا لیکن جنتی بغیر کسی پریشانی اور تشویش کے ہر وقت ہر قسم کے پھل کھا سکے گا۔ ان کو یہ خوف نہیں ہوگا کہ ان کو کوئی بیماری ہوگی یا موت آئے گی یا ان کے پاس سے یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی' جس طرح دنیا میں ان کو یہ خطرہ رہتا تھا۔ وہ کبھی کھانے پینے کی چیزوں سے لذت حاصل کریں گے' کبھی حوروں سے التذاذ حاصل کریں گے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں ہوں گے اور سب سے زیادہ ان کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرور حاصل ہوگا اور وہ ذوق و شوق سے اس کے مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق ہوں گے۔

الدخان: ۵۶ میں فرمایا: ''وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا O''

marfat.com

Marfat.com

اس کی تحقیق کہ موت وجودی ہے یا عدمی

اس آیت میں ''الموتۃ'' کا لفظ ہے' موت اور الموتۃ دونوں مصدر ہیں' الموتۃ میں تا وحدت کی ہے' اس کا معنیٰ ہے: ایک موت اور موت جنس ہے اور ایک موت کے معنیٰ میں زیادہ بلاغت ہے' یعنی جنت میں انہیں ایک مرتبہ بھی موت نہیں آئے گی۔

اس میں اختلاف ہے کہ موت عدمی ہے یعنی زوال حیات ہے یا موت وجودی ہے اور وہ میت کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور میت کو اس کا احساس ہوتا ہے' قرآن مجید کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت وجودی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ. (الملک: ۲) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

خلق کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو وجود عطا کرنا' اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو وجود عطا کیا۔ سو موت وجودی ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ. (آل عمران: ۱۸۵) ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔

اور چکھا وجودی چیز کو جاتا ہے اور زیر تفسیر آیت میں بھی فرمایا ہے: اور وہ جنت میں پہلی موت کے سوا (جو دنیا میں آ چکی تھی) اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیند موت کی بہن ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۸۱۶-۹۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

الدخان: ۵۷ میں فرمایا: ''آپ کے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہےO''

یہ سب سے بڑی کامیابی ہے' اس سے بڑی اور کوئی کامیابی نہیں ہے' کیونکہ جنت میں ہونا تمام ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں سے خالی ہونا ہے اور جب کہ موت اس عظیم کامیابی کا وسیلہ اور دروازہ ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ موت مومن کا تحفہ ہے' ہر چند کہ موت ایک وجہ سے ہلاکت ہے' تو دوسرے طریقہ سے کامیابی ہے' اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ موت میں ہر شخص کے لیے خیر ہے' رہا مومن تو اس کے لیے اس وجہ سے خیر ہے کہ وہ دنیا کے قید خانہ سے آزاد ہو کر جنت کی دائمی راحتوں اور نعمتوں میں پہنچ جائے گا' رہا کافر تو اس کے لیے موت میں اس لیے خیر ہے کہ جب تک وہ دنیا میں رہے گا گناہ کرتا رہے گا اور اس وجہ سے زیادہ عذاب میں گرفتار ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌO (آل عمران: ۱۷۸)

کفار یہ نہ گمان کریں کہ ہمارا ان کو ڈھیل دینا ان کے حق میں خیر ہے' ہم ان کو صرف اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کریں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہےO

الدخان: ۵۸ میں فرمایا: ''ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریںO''

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو آپ کی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ اہل مکہ اس قرآن کو آسانی سے سمجھ سکیں اور اس کے احکام اور اس کے پیغام پر عمل کریں اور اگر وہ اس کے پیغام پر عمل نہیں کرتے تو ----

الدخان: ۵۹ میں فرمایا: سو آپ انتظار کیجئے بے شک وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیںO

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار اور کفار مکہ کے انتظار کے الگ الگ محمل

آپ انتظار کیجئے کہ کفار کے لیے جو سزا مقدر کی گئی ہے وہ ان کو کب ملتی ہے' کیونکہ ان کی سزا سے متقین کو نصیحت حاصل ہوگی اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کے اوپر آفات اور مصائب نازل ہوں' پس عنقریب آپ کی امید پوری ہوگی اور ان

marfat.com
Marfat.com

کو سزا ملے گی اور آپ پر کوئی آفت اور مصیبت نازل نہیں ہوگی اور وہ جس چیز کا انتظار کر رہے ہیں وہ ان کو حاصل نہیں ہوگی اور وہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی: آپ نے تبلیغ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے پیغام اٹھانے پر جو مشقت اٹھائی ہے آپ اس پر اجر و ثواب کا انتظار کیجئے اور انہوں نے اللہ سبحانہٗ کے پیغام کو مسترد کر کے جس ہٹ دھرمی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید کو جھٹلایا ہے اور بار بار کہا ہے کہ وہ عذاب کب نازل ہوگا سو وہ اس عذاب کا انتظار کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید کے آسان ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ الدخان: ۵۸ میں فرمایا ہے: ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کیا ہے اور المزمل: ۵ میں فرمایا ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝ (المزمل: ۵) بے شک ہم آپ پر بہت بھاری بات نازل کریں گے۔

بہ ظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید بہت آسان بھی ہے اور بہت ثقیل اور دشوار بھی ہے' قرآن مجید پڑھنے میں آسان ہے اور چونکہ اس کے احکام پر عمل کرنا نفس پر بہت دشوار ہے اس لیے یہ عمل کے لحاظ سے ثقیل ہے۔

امام جعفر صادق نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر قرآن مجید کا پڑھنا آسان نہ کر دیا ہوتا تو مخلوق میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ خالق لم یزل کا کلام اپنی زبان پر لاسکتی۔

سورۃ الدخان کا خاتمہ

الحمد للہ رب العلمین! آج مورخہ ۲۱ محرم ۱۴۲۵ھ/ ۱۳ مارچ ۲۰۰۴ء بہ روز ہفتہ بعد نماز ظہر' سورۃ الدخان کی تفسیر ختم ہوگئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر مکمل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے موجب ہدایت بنا دیں اور محض اپنے فضل و کرم سے میری' میرے والدین اور میرے اساتذہ کی مغفرت فرمائیں' اس کتاب کو تا روز قیامت فیض آفریں رکھیں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام
علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ
وازواجہ وعترتہ اجمعین.

marfat.com
Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم

الجاثیہ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

جثا یجثوا کا معنیٰ ہے: دوزانو اور گھٹنوں کے بل بیٹھنا' جاثیة اسم فاعل کا صیغہ ہے' اس کا معنیٰ ہے: دوزانو یا گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی۔اس سورت کا نام الجاثیة اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت کی ایک آیت میں یہ لفظ ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤی اِلٰی كِتٰبِهَا ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (الجاثیہ: ۲۸) اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہو گی' ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' آج تمہیں اپنے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا○

یعنی قیامت کے دن' اس دن کے خوف کی شدت سے ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہوگی اور اس انتظار میں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کر دے اور جو نیک لوگ ہیں وہ جنت میں چلے جائیں اور جو کفار اور بدکار ہیں وہ دوزخ میں چلے جائیں۔

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر پینسٹھ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر پینتالیس ہے اور یہ سورت الدخان کے بعد اور الاحقاف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

یہ سورت الدخان کے مشابہ ہے' الدخان اس مضمون پر ختم ہوئی ہے کہ قرآن مجید کو اہل مکہ کی زبان میں نازل کیا گیا ہے تا کہ ان پر اس کا پڑھنا آسان ہو جائے اور اس سورت کی ابتداء بھی قرآن مجید کے تعارف سے کی گئی ہے:

تَنۡزِیۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَكِیۡمِ ○ (الجاثیہ: ۲) اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے○

دوسری مشابہت یہ ہے کہ سورۃ الدخان میں بھی اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا تھا اور مشرکین کے عقائد فاسدہ کا رد کیا گیا تھا اور اس سورت میں بھی ان ہی مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الجاثیہ کے مشمولات

جس طرح مکی سورتوں کا موضوع ہوتا ہے' اسی طرح اس سورت کا بھی موضوع ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنا اور یہ تسلیم کرنا کہ قرآن مجید اللہ سبحانہٗ کا کلام ہے اور اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس کا اعتراف کرنا کہ قیامت آنے والی ہے اور سب مُردوں کو زندہ کیا جائے گا اور میدان حشر

marfat.com
Marfat.com

میں جمع کیا جائے گا' پھران کا حساب لیا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء یا سزا دی جائے گی۔

آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے اور حیوانوں اور مویشیوں کی تخلیق اور دن کے بعد رات لانے' بارش کو نازل کرنے اور ہواؤں کو فضا میں جاری کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ان لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

جاہلیت مشرکین کے مقابلہ میں اسلام کی ملت بیضاء اور شریعت معتدلہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لے کر آئے اور ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ صرف اس شریعت کی اتباع کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس جو دستور حیات بھیجا ہے اس پر عمل کریں' جس میں فطرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں اور حکیمانہ نظام ہے اور وہ قرآن مجید ہے جو سراپا نور اور ہدایت ہے اور مؤمنین کے لیے شفاء ہے اور جو شخص عمداً اندھا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ دیکھے اور نہ ان پر غور وفکر کرے اور اپنے اوپر ہدایت کے تمام منافذ اور ذرائع کو بند کردے اور اپنے کانوں اور دل پر ڈاٹ لگالے اور زبان سے کلمۂ حق نہ کہے وہ دنیا اور آخرت میں اپنے نقصان کا خود ذمہ دار ہے۔

اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد کیا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے منکر تھے اور حشر ونشر اور حساب و کتاب کا شدت سے انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عظیم الشان قدرت کا مالک ہے' آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے اس نے جب ابتداءً ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے تو اس کے لیے دوبارہ ان سب چیزوں کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

اس سورت کے اختتام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہٗ سب لوگوں کو جمع فرمائے گا اور حق اور عدل کے ساتھ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو بہترین جزاء عطا فرمائے گا اور کفر اور شرک کرنے والوں اور بُرے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا دے گا' اس دن مؤمنین اور صالحین جنت میں جائیں گے اور اللہ سبحانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر اور انکار کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے' اسی کے لیے عظمت ہے اور اسی کا غلبہ ہے اور وہ بے حد حکمت والا ہے۔

السورۃ الجاثیہ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے اور ہدایت پر برقرار رکھے' مجھے حق کی حقانیت پر مطلع فرمائے اور وہی مجھ سے لکھوائے اور باطل کے بطلان سے مجھے آگاہ فرمائے اور مجھے اس سے مجتنب رکھے اور اس کا رد کرنے کی توفیق اور ہمت دے۔ آمین

والحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين امام الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين وعلى آله الطيبين واصحابه الراشدين وازواجه امهات المومنين واولياء امته وعلماء ملته وسائر امته اجمعين.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم النعیمیہ' ۱۵- فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹/ ۰۳۴۵-۲۱۲۰۶۱۷/ ۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

۲۲ محرم ۱۴۲۵ھ/ ۱۴ مارچ ۲۰۰۴ء

marfat.com

Marfat.com

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۴۵ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیاتہا ۳۷ رکوعاتہا ۴

سورۃ الجاثیہ مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَكِیۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ

حامیم O اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O بے شک آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ وَفِیۡ خَلۡقِكُمۡ وَمَا یَبُثُّ مِنۡ

اور زمینوں میں مومنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O اور تمہاری تخلیق میں اور ان جانداروں میں جن کو زمین

دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ وَ

میں پھیلایا گیا ہے یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اللہ نے

مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ

آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے' پھر اس (پانی) سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کیا (اس میں)

بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾ تِلۡكَ

اور ہواؤں کو چلانے میں اصحاب فہم و فراست کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O یہ اللہ کی

اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتۡلُوۡہَا عَلَیۡكَ بِالۡحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ

آیتیں ہیں جن کی ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں' سو اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان

وَاٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ وَیۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیۡمٍ ﴿۷﴾ یَّسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ

لائیں گے O ہر بہتان تراشنے والے بدکار کے لیے ہلاکت ہے O وہ اللہ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی

تُتۡلٰی عَلَیۡہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ

ہیں' پھر تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) ڈٹا رہتا ہے جیسے اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں' سو (اے رسول مکرم!) آپ

اَلِیۡمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰیٰتِنَا شَیۡئَا ۨاتَّخَذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَہُمۡ

اس کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے O اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنا

marfat.com
Marfat.com

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا

لیتا ہے ان ہی کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے O ان کے پیچھے دوزخ ہے اور ان کے کیے ہوئے عمل ان کے کسی کام نہیں

شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰ؕ

آئیں گے اور نہ وہ ان کے کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار بنالیا ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے O

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ

یہ (کتاب) ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لیے شدید

ع ۱ ۱۱ ۱۷

اَلِيْمٌ ۝۱۱ ع

دردناک عذاب ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیم O اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O بے شک آسمانوں اور زمینوں میں مؤمنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O اور تمہاری تخلیق میں اور ان جانداروں میں جن کو زمین میں پھیلایا گیا ہے' یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے' پھر اس (پانی) سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کیا (اس میں) اور ہواؤں کے چلانے میں' اصحاب فہم وفراست کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O یہ اللہ کی آیتیں ہیں' جن کی ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں' سو اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے O (الجاثیہ: ۶۔۱)

حدیث ''کنت کنزا مخفیا'' کی تحقیق

الجاثیہ: ۱ میں فرمایا: حامیم' اس کا معنیٰ ہے: اس سورت کی ابتداء حامیم سے ہے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حٰمٓ کی حا سے اللہ تعالیٰ کی حیات کی طرف اشارہ ہے اور اس کی میم سے اس کی مؤدت اور محبت کی طرف اشارہ ہے' گویا کہ فرمایا: مجھے اپنی حیات اور اپنی محبت کی قسم! مجھے اپنے اولیاء اور احباء سے ملاقات کی بہ نسبت اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حا سے حب ازلی کی طرف اشارہ ہے جو مقدم ہے اور میم سے معرفت ابدیہ کی طرف اشارہ ہے جو مؤخر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا تھا:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.

میں ایک مخفی خزانہ تھا' پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس حدیث قدسی سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت معرفت پر مقدم ہے۔ (روح البیان ج ۸ ص ۵۸۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کے متعلق حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المنتشر ۃ ص ۲۲۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

marfat.com

Marfat.com

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بالکل نہیں ہے' اس کی کوئی سند معروف نہیں ہے' صحیح نہ ضعیف' علامہ زرکشی اور علامہ عسقلانی نے بھی اس کی اتباع کی ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے اور قرآن مجید کی اس آیت سے مستفاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O میں نے جن اور انسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں O (الذاریات: ۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ میری معرفت حاصل کریں۔

(الاخبار الموضوعہ ص ۱۷۹' رقم الحدیث: ۶۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی التوفی ۱۱۶۲ھ' ملا علی قاری کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اکثر صوفیاء کے کلام میں یہ حدیث ہے' انہوں نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے اور اس پر اپنے قواعد کی بنیاد رکھی ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۱۳۲' مکتبۃ الغزالی دمشق)

تنزیل قرآن کے مقاصد

الجاثیہ: ۲ میں فرمایا: ''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ذکر کی ہیں: (۱) بہت غالب (۲) بہت حکمت والا' اللہ تعالیٰ کا بہت غالب ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور اس کا بہت حکمت والا ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کا عالم ہو وہ کوئی بے فائدہ اور فضول کام نہیں کرتا اور اس نے جب قرآن مجید کو نازل کیا ہے تو اس سے مقصود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل فراہم کرنا ہے اور قیامت تک کے لوگوں کو توحید کا پیغام سنانا ہے اور ان کی بدعقیدگیوں کا رد کرنا ہے' انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ہدایت دینا ہے اور ان کی صالح حیات کے لیے ایک دستور عطا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے استدلال

الجاثیہ: ۳ میں فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمینوں میں مومنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O''

کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کے ایسے احوال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں' آسمان اور زمین دونوں اجسام مخصوصہ ہیں' ان کی جسامت کی مقدار معین ہے' ان کی وضع اور سمت معین ہے' ان کی حرکت معین ہے' اب ضروری ہے کہ اس مخصوص مقدار' مخصوص وضع اور سمت اور مخصوص حرکت کا کوئی مخصص ہو' کیونکہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اور ضروری ہے کہ وہ مرجح ممکن نہ ہو واجب ہو' کیونکہ اگر وہ مخصص ممکن ہوا تو اس کے وجود کے لیے پھر کسی مرجح کی ضرورت ہوگی اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل محال ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ مرجح واجب اور قدیم ہو اور ضروری ہے کہ وہ مرجح واحد ہو ورنہ تعدد وجباء لازم آئے گا اور ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ تعدد وجباء محال ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آسمانوں میں سورج' سیارے (چاند اور مریخ وغیرہ) اور ستارے ہیں اور زمینوں میں پہاڑ' سمندر' درخت اور انواع واقسام کے حیوانات ہیں اور یہ تمام کے تمام ایک نظام کے تحت ہیں' ہزاروں سال سے سورج کا طلوع اور غروب ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں' کچھ لوگ حضرت عزیر کو خدا کہتے ہیں' کچھ لوگ دیوی اور دیوتاؤں کو خدا کہتے ہیں مگر سورج اور چاند کا طلوع اور غروب تو ان کے وجود اور ظہور سے بہت پہلے تھا تو وہ اس نظام کے خالق نہیں ہو سکتے' پھر

marfat.com
Marfat.com

ہم دیکھتے ہیں کہ اس تمام کائنات کا نظام ایک نہج پر چل رہا ہے' سورج اور چاند ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتے ہیں اور اس کی مقابل جانب میں غروب ہو جاتے ہیں' گلاب کے پھولوں کے درخت میں گلاب ہی لگتے ہیں کبھی چنبیلی کے پھول نہیں کھلتے' آم کے درخت سے آم ہی پیدا ہوتا ہے کیلا یا انناس پیدا نہیں ہوتا' اس تمام کائنات کا نظام واحد ہے اور یہ نظام کی وحدت زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا ناظم اور خالق بھی واحد ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں مؤمنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں' دراصل یہ نشانیاں تو مومن اور کافر سب کے لیے ہیں لیکن ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کی کوشش صرف مؤمنین ہی کرتے ہیں اور ان نشانیوں سے فائدہ صرف مؤمنین ہی اٹھاتے ہیں' اس لیے فرمایا: ان میں مؤمنین کے لیے ضرور نشانیاں ہیں' اس کی نظیر یہ ہے کہ فرمایا: ''هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ○ '' (البقرہ:۲) یہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے حالانکہ قرآن مجید تو سب کے لیے ہدایت ہے جیسے فرمایا ہے: ''هُدًى لِّلنَّاسِ '' (البقرہ:۱۸۵) یعنی قرآن مجید فی نفسہ تو سب کے لیے ہدایت ہے مگر اس کی ہدایت سے فائدہ متقین ہی اٹھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر انسانوں' حیوانوں اور درختوں سے استدلال

الجاثیہ:۴ میں فرمایا: ''اور تمہاری تخلیق میں اور ان جانداروں میں جن کو زمین میں پھیلایا گیا ہے یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ ''

تخلیق سے مراد ہے: انسانوں کی تخلیق میں' اور ان جانداروں میں جن کو زمین میں پھیلایا گیا ہے' اس سے مراد تمام حیوانوں کی تخلیق ہے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلیل ہے' کیونکہ انسان اور حیوان دونوں حیوان ہیں' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے جسم میں مختلف جسامت کے اعضاء ہیں' اسی طرح حیوانوں کے اجسام میں بھی مختلف جسامت کے اعضاء ہیں' پھر ان اعضاء کی قوت کار بھی الگ الگ ہے' اب جب کہ جسم ہونے میں یہ تمام اجسام مساوی ہیں تو پھر ہر جسم میں ان مختلف اعضاء اور ان کی مختلف قوت کار کی تخصیص کا موجب کون ہے؟ پس اسی بیان سابق سے ضروری ہے کہ یہ مخصص واحد ہو اور واجب الوجود اور قدیم ہو۔

امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ نے فرمایا ہے: جب انسان اپنی ظاہری اور باطنی استعداد کے حسن پر غور کرے اور اس پر غور کرے کہ اس کو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے اور اپنی قامت کی استقامت کو دیکھے اور اپنی صورت اور سیرت کے حسن کو دیکھے اور اپنی عقل اور سوجھ بوجھ پر غور کرے اور اپنے اعضاء کی خصوصیات پر غور کرے' پھر اس کے مقابلہ میں حیوانوں کے اعضاء' ان کی ساخت' ان کے اوصاف اور ان کی طبائع پر غور کرے تو اس پر یہ منکشف ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے اس کو بہت امتیاز اور شرف عطا فرمایا ہے اور جیسی اس کو عقل اور فہم عطا فرمائی ہے کسی اور مخلوق کو عطا نہیں فرمائی' پھر انسان کو فرشتوں پر بھی فضیلت عطا فرمائی ہے' اس کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور مسجود ملائکہ مقربین بنایا ہے اور انسانوں میں سے جو اہل اصفیاء ہیں ان کو انواع و اقسام کے مکاشفات' مشاہدات اور تجلیات عطا فرمائی ہیں تو اس کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام مخلوقات میں مکرم اور مشرف بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر رات اور دن کے اختلاف' بارش سے روئیدگی اور ہواؤں سے استدلال

الجاثیہ:۵ میں فرمایا: ''اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے''۔ الآیۃ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کے اختلاف کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں بھی اللہ سبحانہٗ کی توحید کی دلیل ہے کیونکہ کبھی دن رات سے لمبا ہوتا ہے اور کبھی رات دن سے لمبی ہوتی ہے اور ضروری ہے کہ اس اختلاف کا کوئی مرجح ہو اور وہ

marfat.com
Marfat.com

مرجح واجب ہے اور واحد ہے جیسا کہ ہم پہلے اس کی تقریر کر چکے ہیں۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بارش کو نازل کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل ہے' کیونکہ اس بارش سے زمین میں پودے اگتے ہیں اور درخت بن جاتے ہیں اور درخت میں تنا ہوتا ہے' شاخیں ہوتی ہیں اور پتے ہوتے ہیں اور پھول اور پھل ہوتے ہیں' ان سب کی جسامت مختلف ہوتی ہے' رنگ مختلف ہوتا ہے اور خوشبو مختلف ہوتی ہے اور ہر ایک کی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہیں' پس ضروری ہے کہ ان خصوصیات کا کوئی موجد ہو اور ضروری ہے کہ وہ موجد واجب اور واحد ہو جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کے چلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل ہے کیونکہ ہوائیں کبھی مشرق سے مغرب کی جانب چلتی ہیں اور کبھی مغرب سے مشرق کی جانب چلتی ہیں' پس ضروری ہے کہ اس اختلاف کا کوئی مرجح ہو اور ضروری ہے کہ وہ مرجح واجب اور واحد ہو۔

یومنون' یوقنون اور یعقلون فرمانے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے الجاثیہ: ۳ میں فرمایا: '' آسمانوں اور زمینوں میں مؤمنوں کے لیے نشانیاں ہیں'' اور الجاثیہ: ۴ میں فرمایا: '' تمہاری اور حیوانوں کی تخلیق میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' اور الجاثیہ: ۵ میں فرمایا: '' رات اور دن کے اختلاف' بارش اور ہواؤں میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' پہلے ایمان والوں کا ذکر فرمایا' پھر یقین کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور پھر عقل والوں کا ذکر فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم مومن ہو تو ان دلائل میں غور کرو اور اگر تم مومن نہیں لیکن حق کے متلاشی اور یقین کے طالب ہو تو ان دلائل کو سمجھ لو اور اگر تم حق کے متلاشی اور یقین کے طالب نہیں ہو تو کم از کم تم عقل تو رکھتے ہو' تو تم اپنی عقل سے ان دلائل میں غور کرو اور ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل' قیامت' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حشر ونشر' حساب و کتاب' مؤمنوں کے لیے شفاعت' کفار کی شفاعت سے محرومی' مؤمنین اور صالحین کے جنت میں دخول' کفار اور فجار کے عذاب اور ان کے دوزخ میں دخول تمام عقائد کا ذکر ہے اور فقہی احکام کے اصول اور کلیات کا بیان ہے' سابقہ امتوں اور ان کے نبیوں کے احوال کا ذکر ہے' فرشتوں اور جنات کا ذکر ہے' غرض اسلام کے تمام عقائد اور احکام شرعیہ کا بیان ہے' لیکن قرآن مجید تمام دنیا کی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا نہیں ہے' نہ قرآن مجید تاریخ اور جغرافیہ کی کتاب ہے نہ سائنس کی کتاب ہے اور یہ جو بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں تمام علوم مذکور ہیں بلکہ بعض نے کہا: اس میں ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات مذکور ہیں اور اس میں ہر حادثہ اور ہر واقعہ کا ذکر ہے یہ صحیح نہیں ہے' قرآن مجید صرف ہدایت کی کتاب ہے اور عقائد اور احکام شرعیہ سے متعلق اس میں تمام احکام مذکور ہیں اور غیب کی خبریں ہیں۔

عقل کی تعریف' عقل کی اقسام اور عقل کے متعلق احادیث

اس آیت میں عقل کا ذکر ہے کہ عقل والوں کے لیے ان چیزوں میں توحید کی نشانیاں ہیں' اس لیے یہاں ہم عقل کی تعریف کر رہے ہیں: عقل اس قوت کو کہتے ہیں جو علم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس علم کو انسان اس قوت سے حاصل کرتا ہے اس کو بھی عقل کہتے ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ عقل کی دو قسمیں ہیں: ایک عقل طبعی ہے اور ایک عقل سمعی ہے اور جب تک عقل سمعی نہ ہو عقل طبعی سے فائدہ نہیں ہوتا' عقل طبعی سے مراد وہ قوت ہے جو انسان کے دماغ میں مرکوز ہے جس سے انسان اچھے اور برے اور نیک اور بدکام میں تمیز کرتا ہے اور عقل سمعی سے مراد وہ علوم ہیں جو

marfat.com
Marfat.com

انسان کو لوگوں سے سن کر اور کتابوں میں پڑھ کر حاصل ہوتے ہیں' مثلاً سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا بُرا ہے' محنت سے کما کر روزی حاصل کرنا اچھا ہے اور چوری' ڈکیتی' لوٹ مار اور بھتوں سے روزی حاصل کرنا بُرا ہے' نکاح سے اولاد کا حصول اچھا ہے اور زنا سے اولاد کا حصول بُرا ہے۔

عقل کے پہلے معنیٰ کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا: کھڑی ہو' وہ کھڑی ہو گئی' پھر اس سے فرمایا: پیٹھ پھیر تو اس نے پیٹھ پھیر لی' پھر اس سے فرمایا: سامنے ہو تو وہ سامنے ہو گئی' پھر فرمایا: بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی' پھر اس سے فرمایا: میں نے تجھ سے عمدہ اور تجھ سے افضل اور تجھ سے اچھی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی' میں تیرے سبب سے لیتا ہوں اور تیرے سبب سے عطا کرتا ہوں اور تیرے سبب سے پہچانا جاتا ہوں اور تیرے سبب سے ناراض ہوتا ہوں اور تیرے سبب سے ہی ثواب ہے اور تجھ پر ہی عقاب ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۳۴' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۱۳' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۸' کتاب العقل لابن ابی الدنیا ص ۱۲' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

اس عقل سے مراد عقل طبعی ہے جو انسان کے دماغ میں مرکوز ہے اور عقل سمعی کی طرف اشارہ ان احادیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنی عقل کی مقدار کے مطابق ہی اہل جہاد سے ہوتا ہے اور اہل صلوٰۃ سے اور اہل صیام سے اور اپنی عقل کے مطابق ہی نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے اور قیامت کے دن اس کی عقل کے مطابق ہی اس کو جزاء دی جائے گی۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۳۶' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۴۳۱۵' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۸۰-۷۹' کتاب العقل لابن ابی الدنیا ص ۱۲' الموضوعات لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۷۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۲۴' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان نے عقل کی مثل کسی چیز کو حاصل نہیں کیا جو اس کو نیکی طرف ہدایت دیتی ہے اور بُرائی سے روکتی ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۶۰' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۳۸' المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۴۱' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۱' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: توفیق بہترین قائد ہے' حسن خلق بہترین قرین ہے' عقل سب سے عمدہ صاحب ہے' ادب بہترین میراث ہے' تکبر سے زیادہ کسی چیز میں وحشت نہیں۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۶۱' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۳۹' تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۱-۱۷۰' اس حدیث کی سند حسن ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاقل وہ ہے جو اللہ کے حکم سے کسی بُرے کام سے رک گیا اور جس نے زمانہ کے مصائب پر صبر کیا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۸۳' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۵۹' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں: زبان کو روکنا اور نرم گفتاری عقل مندی ہے اور بدزبانی اور سخت کلامی بے عقلی ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۴۶۸۵' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۴۳۶۱' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

ان لوگوں کی مذمت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سننے کے باوجود ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں کی مدح جو آپ سے قرآن سنے بغیر ایمان لے آئے

الجاثیہ:۶ میں فرمایا: "یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کی ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں' سو اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے O"۔

marfat.com
Marfat.com

اس آیت میں فرمایا ہے: ان آیتوں کی ہم آپ کے سامنے تلاوت کرتے ہیں' اس کا معنی ہے: ہم جبرئیل کے واسطے سے آپ کے سامنے ان آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں کیونکہ آپ کے سامنے ان آیتوں کی حضرت جبریل نے تلاوت کی تھی اور یہ آیات حق اور صدق کے ساتھ مقرون ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں ان دلائل توحید کی طرف اشارہ ہو جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے اور اس کتاب کی عبارت اور اس کے احکام قیامت تک محفوظ اور غیر منسوخ ہیں اور اس کے بعد کوئی کتاب نازل ہونی ہے نہ کوئی وحی آنی ہے تو جب تم اس کتاب پر ایمان نہیں لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لاؤ گے' کیونکہ ہمارے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب ہے اور اس کتاب کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور اس نبی کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا' پس اگر تم اس نبی پر ایمان نہیں لائے اور اس کتاب پر ایمان نہیں لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لاؤ گے۔

اس آیت میں حدیث کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم نے کتاب کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں کتاب پر حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ. (الزمر: ۲۳) اللہ نے سب سے عمدہ حدیث (کتاب) نازل کی ہے۔

اس آیت میں کفار مکہ کی مذمت کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے: وہ لوگ باعث فضیلت اور لائق حمد ہیں جو قرآن مجید کو سن کر ایمان لائے' فرشتے قرآن مجید سن کر ایمان لائے لیکن ان کا ایمان لانا اس قدر قابل تعریف نہیں ہے کیونکہ وہ امور غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب قرآن مجید کو سن کر اس پر ایمان لائے لیکن ان کا ایمان لانا بھی اس قدر باعث تحسین اور موجب حیرت نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن مجید کو سنا' آپ کے بے شمار معجزات کا مشاہدہ کیا' کمال تو ان کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بن دیکھے ایمان لائے' جنہوں نے نبوت کو چلتے پھرتے نہیں دیکھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن نہیں سنا اس کے باوجود قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر ایمان لے آئے' اس معنی پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے۔

ان لوگوں کی مدح میں احادیث جو آپ کو بن دیکھے آپ پر ایمان لے آئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے' ان میں سے ایک شخص یہ چاہے گا کہ کاش! اس کا سارا مال اور اس کے سارے اہل جاتے رہیں اور وہ مجھے ایک نظر دیکھ لے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے' کوئی از خود نہیں جانتا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا اس کے آخر میں خیر ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) پوچھا: تمہارے نزدیک مخلوق میں سب سے عمدہ ایمان لانے والے کون ہیں؟ صحابہ نے کہا: فرشتے' آپ نے فرمایا: وہ ایمان کیوں کر نہیں لائیں گے حالانکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں' صحابہ نے کہا: پھر انبیاء علیہم السلام ہیں' آپ نے فرمایا: وہ ایمان کیوں کر نہیں لائیں گے حالانکہ ان کے اوپر وحی نازل ہوتی ہے' صحابہ نے کہا: پھر ہم ہیں' آپ نے فرمایا: تم

marfat.com
Marfat.com

ایمان کیوں کر نہیں لاؤ گے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے عمدہ ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے' وہ ان صحیفوں کو پائیں گے جن میں اللہ کی کتاب ہوگی اور وہ اس پوری کتاب پر ایمان لائیں گے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۳۸)

عبدالرحمٰن بن العلاء الحضرمی روایت کرتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کرنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا: اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جن کو پہلوں کی طرح اجر ملے گا' وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور فتنہ باز لوگوں سے قتال کریں گے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۱۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس شخص کے لیے ایک خوشی ہو جس نے مجھ کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لیے سات خوشیاں ہوں جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔

ابو محیریز بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک صحابی رسول ابی جمعہ سے کہا: ہمیں ایسی حدیث سنائیں جس کو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' انہوں نے کہا: ہاں! میں تم کو ایک جید حدیث سناتا ہوں' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کیا اور ہمارے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے افضل بھی کوئی ہے' ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا' آپ نے فرمایا: ہاں! جو لوگ تمہارے بعد آئیں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھ کو دیکھا نہیں ہوگا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۷۴۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہر بہتان تراشنے والے بدکار کے لیے ہلاکت ہے ○ وہ اللہ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں' پھر تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) ڈٹا رہتا ہے' جیسے اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں' سو (اے رسول مکرم!) آپ اس کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ○ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنا لیتا ہے' ان ہی کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے ○ ان کے پیچھے دوزخ ہے اور ان کے کیے ہوئے عمل ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور نہ وہ ان کے کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار بنا لیا ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○ یہ (کتاب) ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہے ○

(الجاثیہ: ۱۱۔۷)

ویل کا معنیٰ

''ویل'' فارسی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: سخت عذاب۔ امام ابن جریر نے کہا: ویل دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے۔ (جامع البیان جز ۲۵ ص ۱۸۴) ''افاک'' افک سے بنا ہے' اس کا معنیٰ ہے: کسی پر تہمت لگانا' اس پر بہتان تراشنا' ''اثیم'' مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ اثم (گناہ) کرنے والا۔

الجاثیہ: ۸ میں فرمایا: ''وہ اللہ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں' پھر تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) ڈٹا رہتا ہے' جیسے اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں' سو (اے رسول مکرم!) آپ اس کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ○''

اصرار کا معنیٰ

الجاثیہ: ۸ میں فرمایا: ''وہ اللہ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں' پھر تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) ڈٹا رہتا ہے ○'' الآیۃ

اس آیت میں ''یصر'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر اصرار ہے' اس کا معنیٰ ہے: گناہ کو منعقد کرنا اور اس پر ڈٹے رہنا اور اس

marfat.com

Marfat.com

گناہ سے توبہ اور اس سے رجوع کرنے سے انکار کرنا' اس کی اصل صَــرٌّ ہے جس کا معنیٰ ہے: رقم اور دینار و درہم کی تھیلی کو باندھنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کفار قرآن مجید کی تلاوت کو سنتے ہیں اور اس کے انکار پر اصرار کرتے ہیں' اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے اور اپنے اس قول پر جمے اور ڈٹے رہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے کہا: یہ آیت النضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ص ۲۶۲' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' بیروت)

النضر بن الحارث عجم کے شہروں میں جاتا اور وہاں سے قصہ کہانیوں کی کتابیں خرید کر لاتا تھا' مثلاً رستم اور سہراب کے قصے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قرآن مجید سناتے تو وہ اس کے مقابلہ میں مجمع لگا کر ان قصوں کو سناتا تھا۔

الجاثیہ: ۹ میں فرمایا: ''اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنا لیتا ہے' ان ہی کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے O'' جب اس شخص کو ہماری نازل کی ہوئی ان آیات میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے جو ہم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی ہیں تو یہ قرآن مجید کی تمام آیات کا مذاق اڑانے کے درپے ہو جاتا ہے اور صرف اس ایک آیت کے مذاق اڑانے پر اقتصار نہیں کرتا گویا وہ پورے قرآن مجید کا مخالف ہے۔

الجاثیہ: ۱۰ میں فرمایا: ''ان کے پیچھے دوزخ ہے اور ان کے کیے ہوئے عمل ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور نہ وہ ان کے کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار رب بنا لیا ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے O''

اس آیت میں ''الوراء'' کا لفظ ہے' وراء اس جانب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے سامنے یا پیچھے کی چیزیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ (الکشاف ج ۴ص ۲۹۰) یعنی جہنم ان کے سامنے ہے کیونکہ یہ اس عذاب کی طرف متوجہ ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے' یا ان کے پیچھے جہنم ہوگا کیونکہ یہ جہنم سے اعراض کر کے دنیا کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ان کا کوئی عمل ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا نہیں سکے گا' اور یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی یا جن شخصیات کی عبادت کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی ان کو دوزخ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

الجاثیہ: ۱۱ میں فرمایا: ''یہ (کتاب) ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہے O''

آیات مذکورہ کے اشارات

یہ قرآن مجید انتہائی ہدایت دینے والی کتاب ہے گویا کہ یہ عین ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کا کفر کیا ہے ان کے لیے بہت سخت درد پہنچانے والا عذاب ہے' ان آیات میں حسب ذیل اشارات ہیں:

(۱) بعض لوگوں کے سامنے جب قرآن مجید کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ بہ ظاہر ان آیات کو سن رہے ہوتے ہیں لیکن وہ غفلت کی وجہ سے یا قرآن مجید کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے حقیقت میں قرآن مجید کو نہیں سنتے' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے' کیونکہ وہ تکبر کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور ان آیات کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے' اس آیت کی وعید کے خطرہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو حضور قلب کے بغیر بے توجہی اور بے دھیانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یا قرآن مجید کی تلاوت کو سنتے ہیں۔

(۲) جب کوئی عالم ربانی قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی نکتہ بیان کرے تو اس کو قبول کرنا چاہیے اور عناد سے اس کو رد

marfat.com
Marfat.com

نہیں کرنا چاہیے اور جب کوئی عالم دین قرآن مجید اور احادیث سے کوئی نظریہ پیش کرے تو اس کو محض تعصب اور ہٹ دھرمی سے یا اندھی تقلید کی بناء پر رد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب عالم دین قرآن اور حدیث کے حوالے سے کوئی بات کہے تو اس کو رد کرنا درحقیقت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو رد کرنا ہے۔

(۳) قرآن مجید ہدایت ہے لیکن ان کے لیے ہدایت ہے جو قرآن مجید کو مانتے ہیں' نہ کہ ان کے لیے جو قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں' پس جو شخص قرآن مجید کی عبارات اور اس کے اشارات کا اقرار کرتا ہے وہ دوزخ کے عذاب کی رسوائی سے نجات پائے گا اور جو اس کا انکار کرے گا وہ دوزخ کے رسوا کرنے والے عذاب میں گر جائے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا

اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا ہے' اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل

مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ

کو تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکر ادا کرو O اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

زمینوں میں ہے' سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے' بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے

یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ

لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے

اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دے O جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا

وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا

نفع اس کو ملے گا اور جس شخص نے کوئی برائی کی تو اس کا وبال اس پر ہوگا' پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور بے شک

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی اور ان کو پاک چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو

وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا

(اس زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی O اور ہم نے ان کو اس دین کے متعلق واضح دلائل عطا فرمائے' اس کے

marfat.com
Marfat.com

اِخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

باوجود انہوں نے (اس دین میں) اپنی سرکشی کی بناء پر اسی وقت اختلاف کیا جب ان کے پاس (اس کا) علم آ چکا تھا'

يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ

بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے O پھر ہم نے

عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا

آپ کو اس دین کی شریعت (راہ) پر گامزن کر دیا' سو آپ اس شریعت کی اتباع کیجئے اور جاہل لوگوں کی خواہشوں کی

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

پیروی نہ کیجئے O بے شک یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آ سکیں گے اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

کے حامی ہیں اور اللہ متقین کا حامی ہیں O یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا

افروز دلائل پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O جن لوگوں نے (برسرعام) گناہ کیے ہیں

السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً

کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مؤمنین اور صالحین کے برابر کر دیں گے

مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا ہے' اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکر ادا کرو O اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے O بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دے O جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا نفع اس کو ملے گا اور جس شخص نے کوئی بُرائی کی تو اس کا وبال اس پر ہو گا' پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے O (الجاثیہ: ۱۵۔۱۲)

marfat.com
Marfat.com

بحری جہازوں کا سمندر میں چلنا اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں پر موقوف ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس نے سمندر میں کشتیوں کو رواں دواں رکھنے کے لیے سمندر کو تمہارے فوائد کے لیے مسخر کر دیا ہے اور اس کام کی تسخیر مزید حسب ذیل کاموں کی تسخیر پر موقوف ہے:

(۱) ہواؤں کو اس سمت پر چلانا جس سمت کشتی جا رہی ہو کیونکہ اگر ہوا مخالف ہو تو کشتی کا سفر دشوار ہو گا۔

(۲) پانی کو اس کیفیت پر برقرار رکھنے کہ کشتی پانی کی سطح پر ٹھہر سکے اور سفر کر سکے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوہے کا معمولی سا ٹکڑا پانی میں ڈوب جاتا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں ٹن کے بحری جہاز سطح سمندر پر سفر کرتے رہتے ہیں' پس سبحان ہے وہ ذات جو لوہے کے معمولی سے ٹکڑے کو سطح آب پر ٹھہرنے نہیں دیتا اور ہزاروں ٹن وزنی بحری جہازوں کو سمندر میں رواں دواں رکھتا ہے۔

(۳) اللہ نے ہی وہ ایندھن پیدا کیا جس سے دخانی کشتیوں کا انجن اور موٹر چلتا ہے' اس نے زمین میں قدرتی گیس پیدا کی اور تیل پیدا کیا جس سے بحری جہاز کے انجن چلتے ہیں اور اس نے یورینیم پیدا کیا جس سے ایٹمی بحری جہاز چلتے ہیں۔

(۴) اس نے انسان کو ایسی عقل اور فہم عطا کی جس نے بحری جہازوں کے انجن بنائے اور قدرتی گیس' تیل اور یورینیم کو بہ طور ایندھن استعمال کرنے کی استعداد اور صلاحیت عطا کی' ایک دور میں انسان چپوؤں سے کشتی چلاتے تھے' پھر ہوا کی طاقت سے اور اس کے زور سے بادبانی جہاز چلانے لگے' پھر اللہ نے انسانی دماغ کو مزید ترقی کی راہ پر ڈالا' وہ انجن سے جہاز چلانے لگے اور تیل اور گیس کو بہ طور ایندھن استعمال کرنے لگے اور اب یورینیم کی طاقت سے ایٹمی انجن سے بحری جہاز چلائے جاتے ہیں' پس سبحان ہے وہ ذات جس نے زمین میں ان چیزوں کو پیدا کیا اور انسان کو ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی سمجھ اور صلاحیت عطا کی۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ (آل عمران: ۱۹۱)

آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کی نعمت

الجاثیہ: ۱۳ میں فرمایا: "اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے O"

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں سورج کو اور چاند کو اور ان کی گردش کو ہمارے فوائد کے لیے مسخر کر دیا ہے' اگر سورج سے دن کی روشنی حاصل نہ ہوتی تو ہم کاروبار حیات کو کیسے انجام دیتے' پھر اگر سورج اپنے مقام سے زیادہ اونچا ہوتا تو ہم سردی سے منجمد ہو جاتے اور اگر زیادہ نیچے ہوتا تو جل کر بھسم ہو جاتے' اگر سورج کی حرارت نہ ہوتی تو فصلیں کیسے پکتیں اور اب شمسی توانائی کے حصول کا دور ہے اور شمسی توانائی سے مشینیں چلائی جا رہی ہیں۔

چاند کی کرنوں سے غلہ میں اور پھلوں میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے اور دور افتادہ دیہاتوں میں جہاں بجلی نہیں پہنچی وہاں چاند کی روشنی سے ہی رات کو گزارا کیا جاتا ہے۔

زمین اللہ تعالیٰ نے مٹی کی بنائی ہے اور اس کو قابل کاشت بنایا ہے' اس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اس میں بیج ڈال کر کھیت اور باغ تیار کیے جا سکتے ہیں' مٹی کے اجزاء سے مکان بنائے جا سکتے ہیں' فرض کیجئے' اگر اللہ تعالیٰ سونے' چاندی یا لوہے کی زمین بنا دیتا تو اس سے یہ فوائد کیسے حاصل کیے جا سکتے تھے' پس سبحان ہے وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں میں ایسی استعداد اور صلاحیت رکھی کہ وہ ہمارے کام آ سکیں اور ہم ان سے فائدے اٹھا سکیں۔

پھر فرمایا کہ یہ سب چیزیں اس کی طرف سے ہیں یعنی ان سب چیزوں کو اس نے اپنی قدرت سے اور اپنی حکمت سے پیدا کیا ہے اور ان کو ایسے نظام کا پابند کر دیا ہے جس سے اس کی مخلوق فائدہ اٹھا سکے۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی صفات میں غور و فکر کے متعلق احادیث

اس کے بعد فرمایا: ''اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں میں اور ان کے درمیان کی چیزوں میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اور جنت اور دوزخ میں ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے اور تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو اللہ سبحانہ کی نعمتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔

(جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۰۷۱۶' اتحاف ج ۱ ص ۱۶' تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۱۴۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۷۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو' خالق میں غور و فکر نہ کرو' کیونکہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

(کتاب العظمۃ رقم الحدیث: ۱' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۳۴۶' الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۷۸۸' اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرو' اللہ میں غور و فکر نہ کرو۔ (کتاب العظمۃ رقم الحدیث: ۳' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۳۴۷' الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ۱۷۸۹' اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرو' اللہ میں غور و فکر نہ کرو۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۳۱۰' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۹۵' شعب الایمان ج ۱ ص ۱۲۰' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۳۴۸' اس کی سند حسن ہے)

الجاثیہ: ۱۴ کے شان نزول کی تحقیق

الجاثیہ: ۱۴ میں فرمایا: ''آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دے O''

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ ھ اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے غزوہ بنو المصطلق میں ایک کنویں کے پاس قیام کیا جس کا نام المریسیع تھا' عبد اللہ بن ابی نے اپنے غلام کو اس کنویں سے پانی لینے کے لیے بھیجا' وہ کافی دیر بعد واپس آیا' عبد اللہ بن ابی نے پوچھا: تمہیں دیر کیوں ہوئی؟ اس نے کہا: حضرت عمر کا غلام کنویں کے منہ پر بیٹھا ہوا تھا' اس نے کسی کو کنویں سے پانی لینے نہیں دیا' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور ان کے غلام کی مشکیں نہ بھر جائیں' یہ سن کر عبد اللہ بن ابی نے کہا: ان کی اور ہماری حالت کے متعلق یہ ضرب المثل ہے: اپنے کتے کو موٹا تازہ کرو تاکہ وہ تمہیں کھا جائے' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ تلوار سونت کر ابن ابی کی طرف جانے لگے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے O (الجاثیہ: ۱۴) (اسباب نزول القرآن ص ۳۹۳' رقم الحدیث: ۷۴۳' معالم التنزیل رقم الحدیث: ۱۹۰۸' الکشاف ج ۴ ص ۲۹۱' تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۷۳' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۵۵)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علاوہ ازیں اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور غزوہ بنو المصطلق ۵ ھ میں مدینہ میں ہوا تھا' نیز اس آیت میں کفار سے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے' حالانکہ اس سے پہلے دو ہجری میں بدر کا معرکہ ہوا تھا اور کفار

marfat.com
Marfat.com

کے خلاف متعدد غزوات ہو چکے تھے۔ علامہ واحدی متوفی ۴۶۸ھ' علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ' علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس روایت کا ذکر کیا ہے' لیکن ان امور پر غور نہیں کیا' اس آیت کے شان نزول میں دوسری روایت یہ ذکر کی گئی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا. وہ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔

(البقرہ:۲۴۵)

تو مدینہ میں فنحاص نام کا ایک یہودی تھا' اس نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب محتاج ہو گیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو وہ تلوار لے کر اس شخص کو ڈھونڈنے چلے گئے' تب حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آیت لے کر آئے: "آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے"۔ (الجاثیہ:۱۴) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور جب وہ آ گئے تو آپ نے فرمایا: اے عمر! تلوار رکھ دو' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ (اسباب النزول رقم الحدیث:۷۴۳' ص۳۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ واقعہ بھی مدینہ کا ہے اور یہ سورت مکی ہے' اس روایت کو بھی مذکور الصدر مفسرین نے ذکر کیا ہے اور اس پر بھی وہی اعتراض ہوتے ہیں جو ہم نے اس سے پہلی روایت پر کیے ہیں۔

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے اس کے شانِ نزول میں لکھا ہے:

مشرکین میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دی' حضرت عمر نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر حضرت عمر اس مشرک سے انتقام لینے سے رک گئے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت (الجاثیہ:۱۴) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جب مشرکین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے تھے تو آپ ان سے اعراض کرتے تھے' وہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے' پھر اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا کہ آپ تمام مشرکین سے قتال کریں' پس گویا یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۴۱۱۹)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کو حسب ذیل آیتوں نے منسوخ کر دیا:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (الانفال:۵۷)

پس جب کبھی آپ جنگ میں ان پر غالب ہوں تو ان پر ایسی ضرب لگائیں کہ ان کے پیچھے والے بھی بھاگ جائیں تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں ○

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً. (التوبہ:۳۶)

اور تم تمام مشرکین سے لڑو جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس وقت تک ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ پڑھ لیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۲۴۱۲۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس آیت میں ایام اللہ کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: دنیا میں لوگوں پر انعام کرنے یا ان کو سزا دینے کے ایام' جیسے وہ دن

marfat.com
Marfat.com

جب بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات دی اور یہی وہ دن تھا جب فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا گیا۔

فجور ظاہر اور فجور باطن

الجاثیہ: ۱۵ میں فرمایا: ”جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا نفع اس کو ملے گا اور جس شخص نے کوئی بُرائی کی تو اس کا وبال اس پر ہوگا' پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے O“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص کے نیک عمل کا فائدہ اس کو پہنچتا ہے اسی طرح ہر شخص کے بُرے عمل کا ضرر بھی صرف اس شخص کو پہنچتا ہے۔

اس میں یہ بتایا ہے کہ جو کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مؤمنوں کو ناحق ایذا پہنچاتے ہیں تو اس کا نقصان دنیا اور آخرت میں صرف ان ہی کو ہوگا اور جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی عزت اور نصرت کرتے ہیں اس کا نفع بھی صرف ان ہی کو پہنچے گا اور آخرت میں تم سب کو اللہ سبحانہ کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ تم سب کو تمہارے اعمال کی جزاء دے گا۔

اس آیت میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے اور بُرے اعمال سے ڈرایا ہے' پس جو مسلمان مجرموں کو معاف کر دیں گے اور ان کو بخش دیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہوں گے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے وہ شیطان کی صفات کے ساتھ متصف ہوں گے' سو جو شخص ابرار اور نیکو کاروں میں سے ہوگا تو ابرار دائمی جنتوں میں ہوں گے اور جو شخص فجار اور بدکاروں میں سے ہوگا تو بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

فجور کی دو قسمیں ہیں' ایک فجور صوری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنا ہے اور شیطان کی اطاعت کرنا ہے اور دوسرا فجور معنوی ہے اور وہ اللہ کے نیک بندوں کا انکار کرنا ہے اور ان کو آزار پہنچانے کے درپے ہونا ہے اور ان کے خلاف ایسی سازشیں کرنا ہے جس سے بہ ظاہر تو یہ معلوم ہو کہ وہ ان کے خیر خواہ ہیں اور حقیقت میں وہ ان کے ساتھ بدخواہی کریں' پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جو اس کے احکام کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر راضی رہتے ہیں اور جو حرام کاموں' مشتبہ امور اور فضول اور غیر متعلق چیزوں سے احتراز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی اور ان کو پاک چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو (اس زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی O اور ہم نے ان کو اس دین کے متعلق واضح دلائل عطا فرمائے' اس کے باوجود انہوں نے (اس دین میں) اپنی سرکشی کی بناء پر اسی وقت اختلاف کیا جب ان کے پاس (اس کا) علم آ چکا تھا' بے شک آپ کا رب قیامت کے دن اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے O (الجاثیہ: ۱۷۔۱۶)

بنو اسرائیل کو دی گئی نعمتیں

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بنو اسرائیل کا طریقہ اپنے پیش رو کفار کے طریقہ کے موافق تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کو طرح طرح کی کثیر نعمتیں دیں' اس کے باوجود وہ سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔

نعمتیں دو قسم کی ہیں: دینی نعمتیں اور دنیاوی نعمتیں اور دینی نعمتیں دنیاوی نعمتوں سے افضل ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دینی نعمتوں سے ابتداء کی ہے' بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جو دینی نعمتیں عطا کی تھیں وہ یہ ہیں: کتاب' حکومت اور نبوت' کتاب سے مراد ہے تورات اور حکم کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) اس سے مراد علم اور حکمت ہے (۲) اس سے مراد مقدمات کے فیصلوں کی صلاحیت ہے (۳) اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم' یعنی فقہ کا علم اور نبوت سے مراد ہے: بنو اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمانا۔

marfat.com

Marfat.com

اور دنیاوی نعمتوں کے متعلق فرمایا: ان کو پاک چیزوں سے رزق دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی بہت وسیع چیزیں عطا فرمائی تھیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم فرعون کے اموال کا اور ان کے مکانوں کا وارث بنا دیا' پھر میدان تیہ میں ان پر من اور سلویٰ نازل فرمایا اور دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے کے علاوہ ان کو ان کے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اپنے وقت میں ان کا مرتبہ اور درجہ اس وقت کی تمام اقوام سے افضل اور اعلیٰ تھا۔

بغض وعناد کی بناء پر بنو اسرائیل کا حق سے انکار کرنا

الجاثیہ: ۱۷ میں فرمایا: ''اور ہم نے ان کو اس دین کے متعلق واضح دلائل عطا فرمائے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کو یہ بتا دیا تھا کہ آخر زمانہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی' رسول اور خاتم النبیین بنا کر بھیجا جائے گا اور وہ مکہ میں پیدا ہوں گے' چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کریں گے اور تیرہ سال بعد مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے اور اہل مدینہ ان کی نصرت اور مدد کریں گے اور ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے ان کو بہت بڑے بڑے معجزات عطا کیے جائیں گے' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے زیادہ بڑے ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اس کے باوجود انہوں نے (اس دین میں) اپنی سرکشی کی بناء پر اسی وقت اختلاف کیا جب ان کے پاس (اس کا) علم آ چکا تھا''

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ نے دین اسلام کے حق ہونے پر ان کو ایسے دلائل اور شواہد عطا کر دیئے تھے کہ اگر وہ ان دلائل اور شواہد میں غور وفکر کرتے تو ان پر حق منکشف ہو جاتا لیکن انہوں نے حسد اور بغض کی بناء پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نہیں مانا اور تورات میں آپ کی نبوت کے صدق کی جو آیتیں تھیں وہ ان کو لوگوں سے چھپاتے رہے اور آپ کی نبوت کا انکار کرتے رہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''بے شک آپ کا رب قیامت کے دن اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' O

جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ بنو اسرائیل نے بغض اور حسد کی بناء پر حق سے منہ موڑا تو بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا اور جس کو دنیا میں نعمتیں دی گئی ہوں اسے ان پر مغرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آخرت میں اس کو عذاب کا خطرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت (راہ) پر گامزن کر دیا' سو آپ اس شریعت کی اتباع کیجئے اور جاہل لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے O بے شک یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آ سکیں گے اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی ہیں اور اللہ متقین کا حامی ہے O یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O جن لوگوں نے (برسرعام) گناہ کیے ہیں' کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مؤمنین اور صالحین کے برابر کر دیں گے' یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں O (الجاثیہ: ۲۱۔۱۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ممتاز اور منفرد ہونا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ بنو اسرائیل نے دین حق' دین اسلام سے صرف حسد اور بغض کی وجہ سے منہ موڑا تھا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کے طریقہ سے احتراز کریں اور دین حق کے ساتھ وابستہ رہیں اور ماسوا اظہار حق کے اور اثبات صدق کے آپ کی کوئی اور غرض نہیں ہونی چاہیے' اس لیے فرمایا: پھر ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت پر گامزن کر دیا' یعنی ہم نے آپ کو دین اسلام کے منہاج اور اس کے طریقہ پر

marfat.com
Marfat.com

ثابت اور برقرار رکھا ہے' سو آپ صرف اپنی شریعت کی اتباع کیجئے جو دلائل اور بینات سے ثابت ہے' جاہلوں کی ناجائز خواہشیں بلا دلیل ہیں اور ان کے ادیان اور مذاہب ان کی خواہشوں اور جہل پر مبنی ہیں' سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے۔

کلبی نے کہا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب سرداران قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف رجوع کیجئے جو آپ سے افضل تھے اور آپ سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔

اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہے کہ: بنو اسرائیل کے بعد ہم نے آپ کے لیے دین اسلام کی شریعت بنائی' سو آپ اس شریعت کی اتباع کیجئے' اس دین کے احکام شرعیہ کو اپنے اوپر بھی نافذ کیجئے اور اپنے پیروکاروں کے اوپر بھی اس دین کے احکام کو جاری کیجئے۔

اور اس کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ ہم نے آپ کو متعدد خصوصیات عطا فرما کر دوسرے نبیوں اور رسولوں سے منفرد اور ممتاز بنایا ہے اور آپ کی شریعت کو بھی سابقہ شرائع سے ممتاز اور منفرد بنایا ہے اور آپ کی شریعت میں وہ خصوصی احکام رکھے ہیں جو دیگر شریعتوں میں نہیں تھے' سو آپ ان خصوصیات کی معرفت رکھیں اور اپنی شریعت پر قائم اور ثابت رہیں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور دوسروں کی متابعت کی طرف التفات نہ کریں کیونکہ اگر آپ کے زمانہ میں حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو آپ کی اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ہم نے جو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز اور منفرد شریعت عطا فرمائی ہے جس میں ایسی خصوصیات ہیں جو ان کی شرائع میں نہیں تھیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو کسی اور نبی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں: (۱) ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزگی کا آلہ (تیمم) بنا دیا گیا' لہٰذا میری امت میں سے کسی شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آئے وہ وہیں نماز پڑھ لے (۳) اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) اور مجھے شفاعت (کبریٰ) دی گئی ہے (۵) اور پہلے نبی کو ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں ہے: مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۶_۴۳۲)

آپ کی شریعت کے بعد کسی اور شریعت کی طرف التفات کرنا جائز نہیں

اور ہم نے جو کہا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو ان کے لیے آپ کی اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ان کی کوئی کتاب ملی' وہ اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے پڑھنے لگے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم کو اپنے دین میں شک ہے' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' میں تمہارے پاس صاف صاف شریعت لے کر آیا ہوں' تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو' (مبادا) وہ تمہیں کوئی حق بات بتائیں اور تم اس کی تکذیب کر دو یا وہ تمہیں کوئی باطل بات بتائیں اور تم اس کی تصدیق کر دو اور اس ذات کی قسم جس

marfat.com
Marfat.com

کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۳۴۹' رقم الحدیث: ۱۵۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۲۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۷' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۱۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۳۵)

آپ کو جاہلوں کی اتباع سے منع کرنے کا محمل

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے: ''سو آپ اس شریعت کی اتباع کیجئے اور جاہل لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ متصور نہیں ہے کہ آپ اس شریعت کی اتباع نہ کریں اور جاہل لوگوں کی یا بنو اسرائیل کی خواہشوں کی پیروی کریں' اس لیے اس آیت میں تعریض ہے' یعنی بہ ظاہر اس آیت میں جاہلوں کی پیروی کی ممانعت کا اسناد آپ کی طرف کیا گیا ہے اور مراد آپ کی امت ہے' گویا آپ کی امت سے یہ فرمایا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس شریعت اسلام کی پیروی کریں اور جاہلوں اور یہودیوں کی شریعت کی پیروی نہ کریں اور ان کی شریعت کی طرف التفات نہ کریں جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی میں تورات کو پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور یہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۵۴۲)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ فرماتے ہیں:

قرآن مجید پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ باقی آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا معاملہ اس طرح ہے جس طرح ہم اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ انبیاء سابقین علیہم السلام پر بھی ایمان لاتے ہیں اور ہم پر واجب یہ ہے کہ ہم اللہ عزوجل کے کلام کی معرفت حاصل کریں اور اس پر ایمان رکھیں کہ اس کا کلام اس کی ذات کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور ہماری قرأت کے ساتھ اس کے کلام کی قرأت ہوتی ہے اور یہ کلام ہمارے دلوں میں محفوظ ہے اور ہمارے مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور اس کا ان مصاحف میں حلول نہیں ہے' جس طرح اللہ سبحانہٗ کا ہماری زبانوں سے ذکر ہوتا ہے اور ہمارے دلوں میں اس کا علم ہے اور ہماری مساجد میں اس کی عبادت ہوتی ہے اور اس کا ان میں حلول نہیں ہے اور اللہ کے کلام کا قلیل اور کثیر میں حصر نہیں ہے' اس کو جب عربی میں پڑھا جائے تو اس کو قرآن کہتے ہیں اور اس کو جب سریانی میں پڑھا جائے تو اس کو انجیل کہتے ہیں اور جب اس کو عبرانی میں پڑھا جائے تو اس کو تورات کہتے ہیں اور ہماری اس شریعت میں اس کا نام قرآن ہے نہ کہ وہ جس کا نام تورات اور انجیل ہے' کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل تورات اور انجیل تھے' ان کی اللہ تعالیٰ نے تکذیب کی ہے اور ان کی خیانت کی خبر دی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ وہ اللہ کے کلام میں تحریف کرتے تھے اور رد وبدل کرتے تھے اور اپنی طرف سے کتاب میں عبارت بنا کر لکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ جان بوجھ کر اللہ سبحانہٗ پر جھوٹ باندھتے تھے' لہٰذا جب مسلمان ان کی کتاب سے کوئی چیز پڑھے گا تو وہ اس سے محفوظ نہیں ہے کہ درحقیقت کتاب کی وہ عبارت یہود ونصاریٰ کی گھڑی ہوئی ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں سوال کرتے ہو' حالانکہ تمہارے پاس وہ کتاب موجود ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور اس میں تم سب سے تازہ اور نئی خبروں کو پڑھتے ہو جو پرانی نہیں ہوئیں' پھر اللہ عزوجل نے تم کو ان کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی ہے

marfat.com
Marfat.com

اوراس کو بدل دیا ہے اور وہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لے لیں' سنو اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم کے متعلق ان سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم نے ان کا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو تم سے اس چیز کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۶۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۵)

بعض مفسرین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب سے محروم تفسیر

الجاثیہ: ۱۹ میں فرمایا: ''بے شک یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی ہیں اور اللہ متقین کا حامی ہےO''

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ اگر آپ ان یہودیوں کے دین کی طرف مائل ہوئے تو آپ عذاب کے مستحق ہو جائیں گے اور اس وقت یہ یہودی آپ سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے۔ (تفسیر کبیر ج۹ص ۶۷۵) میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہری معنیٰ ہے اور درحقیقت یہاں پر بھی تعریض ہے اور ذکر آپ کا ہے اور مراد آپ کی امت ہے کہ اگر آپ کی امت دین کے کسی معاملہ میں ان کی طرف مائل ہوئی تو وہ عذاب کی مستحق ہو جائے گی اور اس وقت یہ یہودی آپ کی امت کے کسی کام نہیں آسکیں گے اور ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم انہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کے دین میں کسی قسم کا ردوبدل کرو گے تو اللہ کے مواخذہ سے وہ تمہیں نہ بچا سکیں گے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ص ۵۸۷' طبع لاہور' مارچ ۱۹۸۳ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے دین میں ردوبدل کرنا کب متصور ہے؟ یہ وہی لکھ سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے ادب واحترام سے بالکل خالی ہو۔

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ان کی طرف جھکنا تم کو خدا کے ہاں کچھ کام نہ دے گا۔

دراصل الجاثیہ: ۱۹۔۱۸ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ان کی باہمی ضد اور نفسانی اختلافات کی وجہ سے بہت فرقے بن گئے تھے' حدیث میں ہے کہ ان میں بہتر فرقے تھے' ہم نے ان کے اس تفرقہ کے زمانہ میں آپ کو دین کی صحیح شاہ راہ (شریعت) پر قائم کر دیا ہے' لہٰذا آپ کو اور آپ کی امت پر لازم ہے کہ وہ دین اسلام کی اسی شریعت پر جمے رہیں اور اس سے سرمو منحرف نہ ہوں' مکہ کے جاہل قریش کی خواہش ہے کہ آپ ان کے ظلم اور ستم سے تنگ آکر ہمت ہار بیٹھیں اور ان کے ہم نوا ہو جائیں یا کم از کم ان کے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں اور اہل کتاب میں سے یہودی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے طریقہ کی موافقت کر لیں' سو آپ اپنی امت کو بتا دیں کہ اگر انہوں نے ان کی موافقت کر لی تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی گرفت کے مستحق ہو جائیں گے اور یہ یہودی اور کفار مکہ آپ کی امت سے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی ہیں اور اللہ متقین کا حامی ہےO''

دنیا میں کفار اور مشرکین ایک دوسرے کی حمایت اور نصرت کرتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حامی نہیں ہوگا جو ان کو اجر و ثواب پہنچا سکے یا ان سے عذاب کو دور کر سکے' رہے متقین اور ہدایت یافتہ لوگ تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو کامیاب اور

marfat.com
Marfat.com

سرفراز فرمائے گا' ان کے حق میں کی گئی شفاعت کو قبول فرمائے گا اور جن کی یہ شفاعت کریں گے اس کو بھی قبول فرمائے گا۔

بصیرت کے معنیٰ کی تحقیق

الجاثیہ: ۲۰ میں فرمایا: ''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O''

اس قرآن میں عقائد اور اصول ہیں اور احکام شرعیہ ہیں' رشد اور ہدایت کے لیے واضح نشانیاں ہیں' نیک کام کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کی بشارتیں ہیں اور بدکاروں کے لیے عذاب کی وعیدیں ہیں اور ان چیزوں سے دلوں میں نور اور بصیرت کا حصول ہوتا ہے اور جس طرح روح حیات کا سبب ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید نور اور بصیرت کے حصول کے سبب ہے اور جو شخص قرآن مجید کو پڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے عاری ہوتا ہے وہ نور اور بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ اس مردہ کی طرح ہوتا ہے جس میں نہ کوئی حس ہوتی ہے اور نہ حیات ہوتی ہے' قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی قرآن کریم پر بصائر کا اطلاق فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ (الانعام: ۱۰۵) بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع آ چکے ہیں۔

بصائر بصیرت کی جمع ہے' جو در اصل دل کی روشنی کا نام ہے' یہاں اس سے مراد وہ دلائل اور براھین ہیں جن کو قرآن مجید نے بار بار بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دلائل کو بار بار بیان فرمایا ہے' جو ان دلائل کو دیکھ کر ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو ان دلائل کو دیکھنے کے باوجود ہدایت کا راستہ نہیں اختیار کرے گا اس میں اسی کا نقصان ہے۔

بصر آنکھ سے ادراک کرنے کو کہتے ہیں' جیسے قرآن مجید میں ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى O (النجم: ۱۷) نہ آنکھ بہکی نہ حد سے بڑھی O

اور دل میں جو قوت مدرکہ رکھی گئی ہے اس کو بصیرت کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ ۔ (یوسف: ۱۰۸) میں پوری معرفت اور تحقیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔

اور بصر کی جمع ابصار آتی ہے اور بصیرت کی جمع بصائر آتی ہے۔ (المفردات ج ا ص ۶۳ـ۶۲ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نور کے ساتھ انسان اجسام اور محسوسات کا ادراک کرتا ہے اس کو بصر کہتے ہیں اور جس نور کے ساتھ انسان معانی اور معقولات کا ادراک کرتا ہے اس کو بصیرت کہتے ہیں۔

قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا

نیز فرمایا: یہ قرآن ہدایت ہے یعنی گم راہی کے اندھیروں سے ہدایت کا نور عطا کرنے والی ہے اور فرمایا: یہ قرآن رحمت ہے' یعنی یہ قرآن ایک عظیم رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کاملہ ہے کیونکہ تمام دنیاوی اور اخروی سعادات اس قرآن مجید پر عمل کرنے سے یقین کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہیں۔

یقین کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو نور بصیرت سے مقام یقین تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جب ان کو یہ نور حاصل ہوتا ہے تو ان کے سامنے حق اور باطل منکشف ہو جاتا ہے اور اس معاملہ میں لوگوں کے کئی مراتب اور درجات ہیں'

marfat.com

Marfat.com

بعض وہ ہیں جو اشیاء اور حقائق کو عقل کے نور سے جانچتے ہیں اور بعض ان کو فراست کے نور سے پرکھتے ہیں اور بعض ان کو ایمان کے نور سے دیکھتے ہیں اور بعض ان کو یقین کے نور سے دیکھتے ہیں اور بعض احسان کے نور سے دیکھتے ہیں اور بعض عرفان کے نور سے دیکھتے ہیں اور بعض آنکھ کے نور سے دیکھتے ہیں اور جو شخص بصیرت کے جس درجہ پر فائز ہو وہ اشیاء اور حقائق کو اسی درجہ کے اعتبار سے دیکھتا ہے۔

قرآن مجید کے ہدایت اور رحمت ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ہماری خامیوں اور ان کی اصلاح کی طرف رہ نمائی کرتا ہے۔

قتادہ نے کہا: قرآن تمہاری بیماری اور دواء دونوں کی طرف رہ نمائی کرتا ہے' رہی تمہاری بیماری تو وہ تمہارے گناہ ہیں اور رہی تمہاری دوا تو وہ استغفار ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۴۲۷' رقم الحدیث: ۷۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری بیماری اور دواء پر رہ نمائی نہ کروں' تمہاری بیماری گناہ ہیں اور تمہاری دواء استغفار ہے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۴۲۸' رقم الحدیث: ۷۱۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

توحید کے مراتب

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کا تدارک اور علاج توحید ہے اور توحید کے کئی مراتب ہیں' توحید الافعال' توحید الصفات اور توحید الذات۔

توحید الافعال کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (ابراہیم: ۱۲)   اور توکل کرنے والے اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

توکل توحید الافعال کا نتیجہ ہے' کیونکہ توکل کا معنیٰ ہے: اپنے تمام معاملات کو اپنے مالک کے سپرد کر دینا اور پھر اسی پر اعتماد کرنا۔

اور توحید الصفات کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ (الفجر: ۲۸۔۲۷)   اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو ○

کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ اور صفت قضاء وقدر پر راضی ہوتا ہے تو اس کے اوپر جو مصائب اور آلام آتے ہیں وہ ان کی شکایت نہیں کرتا اور وہ صرف یہ سوچ کر خوش اور راضی رہتا ہے کہ اس کے مالک اور مولیٰ کی طرف سے اس پر جو حال بھی طاری کیا جائے وہ اس کا کرم ہے اور اس کا لطف ہے اور تقدیر کے نافذ ہونے سے وہ خوش' مطمئن اور راضی ہوتا ہے اور یہ مرتبہ توحید الصفات کا ثمرہ ہے۔

اور توحید الذات کی طرف اشارہ ان آیتوں میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۚ (القصص: ۸۸)   اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ (الرحمان: ۲۷۔۲۶)   زمین پر جو بھی ہیں وہ سب فنا ہونے والے ہیں ○ صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور اکرام والی ہے ○

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توحید کے ان تینوں مراتب پر ایمان عطا فرمائے۔

marfat.com

Marfat.com

الجاثیہ:۲۱ میں فرمایا: "جن لوگوں نے (برسر عام) گناہ کیے ہیں' کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مؤمنین اور صالحین کے برابر کر دیں گے' یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں O"

جرح اور اجتراح کا معنیٰ

اس آیت میں "اجترحوا" کا لفظ ہے' اس کا مادہ جرح ہے' جرح کا معنیٰ ہے: زخمی کرنا' کمانا اور کسب کرنا' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الجرح کا معنیٰ ہے: کھال میں بیماری کا اثر ظاہر ہونا اور زخم "جرحہ" کا معنیٰ ہے: اس کو زخمی کیا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدہ:۴۵) اور زخموں میں بدلہ ہے۔

شکاری کتوں کو' چیتوں کو اور چیرنے پھاڑنے والے پرندوں کو جارحة کہا جاتا ہے اور اس کی جمع جوارح ہے' کیونکہ جانور دوسروں کو زخمی کرتے ہیں یا کسب کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ . (المائدہ:۴) اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھالیا اس حال میں کہ تم ان کو شکار کرنا سکھانے والے ہو۔

انسان کے کسب کرنے والے اعضاء کو جوارح کہا جاتا ہے اور ان کو ان شکاری جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے اور الاجتراح کا معنیٰ ہے: گناہ کا کسب کرنا یا گناہ کمانا' قرآن مجید میں ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ . (الجاثیہ:۲۱) کیا جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں انہوں نے گمان کیا ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۱۸۔۱۱۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

کفار کی زندگی اور موت کا مسلمانوں کے برابر نہ ہونا

سیئات سے مراد کفر اور گناہ کبیرہ ہیں' یعنی کیا کفار اور فساق نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے برابر کر دیں گے اور ان کو وہی اجر وثواب اور عزت اور مرتبہ دیں گے جو مؤمنین اور صالحین کو دیں گے اور ان کی زندگی اور موت مؤمنین اور صالحین کی زندگی اور موت کی مثل ہوگی' ہرگز نہیں' یہ دونوں فریق برابر نہیں ہیں' کیونکہ مؤمنین اور صالحین کو زندگی اور موت میں ایمان اور اطاعت کا شرف حاصل ہوتا ہے اور موت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رضا میں ہوتے ہیں۔ ان کی روح قبض کرنے کے لیے فرشتے بہت حسین وجمیل صورتوں میں آتے ہیں اور بہت آسانی سے ان کی روح قبض کرتے ہیں جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے اور کافر کی روح قبض کرنے کے لیے بہت ڈراؤنی شکل میں فرشتے آتے ہیں اور بہت سختی کے ساتھ اس کی روح نکالتے ہیں جیسے کیچڑ اور گارے میں پھنسی ہوئی کانٹوں کی شاخ کو نکالا جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں پس اگر وہ شخص نیک ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح! تو پاکیزہ جسم میں تھی تو تعریف اور تحسین کیے جانے کی حالت میں نکل آ' تجھے خوشی اور راحت کی بشارت ہو اور رب کے ناراض نہ ہونے کی خوشی ہو' اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کی روح نکل آئے گی۔ پھر اس کو آسمان کی طرف اوپر لے جایا جائے گا اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا: یہ کون ہے؟ فرشتے کہیں گے: یہ فلاں شخص ہے تو کہا جائے گا کہ پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو یہ پاکیزہ جسم

marfat.com

Marfat.com

میں تھی تو تعریف وتحسین کے ساتھ داخل ہو اور راحت کی بشارت کو قبول کر اور رب کے ناراض نہ ہونے کو' اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ اس آسمان میں پہنچ جائے گی جس میں اللہ سبحانہٗ ہے اور جب فرشتے کسی فاجر کی روح قبض کرنے کے لیے جائیں تو اس سے کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو خبیث جسم میں تھی' تو اس حال میں نکل کہ تیری مذمت کی جا رہی ہے' تیرے لیے گرم پانی اور پیپ (کے پینے) اور اسی طرح کے اور عذابوں کی بشارت ہے' اس سے یونہی کہا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ روح نکل آئے گی' پھر اس کو اوپر آسمان کی طرف لے جایا جائے گا' پھر اس کے متعلق پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ تو بتایا جائے گا کہ یہ فلاں شخص ہے' تو کہا جائے گا: یہ خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی اس کو خوش آمدید نہ ہو' تو مذموم ہونے کے حال میں واپس جا' تیرے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر اس کو آسمان سے بھیج دیا جائے گا اور وہ قبر میں چلی جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے اور انہوں نے اس کی خوشبو کا ذکر کیا' تو دو فرشتے اس روح کو اوپر لے جاتے ہیں اور آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح زمین کی جانب سے آئی ہے۔ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اور جس جسم میں تو تھی اس پر بھی اللہ کی رحمت ہو' پھر اس روح کو اس کے رب کے پاس لے جایا جائے گا' پھر اللہ فرمائے گا: اس روح کو اس کی آخری میعاد تک لے جاؤ اور جب کافر کی روح نکلتی ہے' پھر حضرت ابوہریرہ نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر کیا اور آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح زمین کی جانب سے آئی ہے' پھر کہا جائے گا: اس کو اس کی آخری میعاد تک لے جاؤ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۲)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی روح جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشک سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں اور کافر کی روح اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح لوہے کی سلاخ بھیگے ہوئے اون سے نکلتی ہے۔ الحدیث (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: (کامیاب) زندگی وہ ہے جو تمہاری زندگی ہے اور (کامیاب) موت وہ ہے جو تمہاری موت ہے۔

(صحیح مسلم' کتاب الجہاد' باب فتح مکہ' رقم الحدیث: ۸۶' الرقم بلا تکرار: ۱۷۸۰)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مومن صالح کی زندگی اور موت میں اور کافر اور فاجر کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہے اور ان دونوں کی زندگی اور موت میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ ہرگز ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہیں۔

کفار قریش یہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ اچھے حال میں ہیں' ہمارے پاس مال و دولت ہے' ہمارے ماتحت زیادہ اور ہمارے پاس زیادہ شوکت اور طاقت ہے اور جو دنیا میں زیادہ خوش حال اور طاقت ور ہو وہی آخرت میں بھی خوش حال اور طاقت ور ہوگا' لہٰذا اگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ان کی آخرت اچھی ہوگی تو ہماری آخرت بھی اچھی ہوگی' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ جن لوگوں نے (برسر عام) گناہ کیے ہیں' کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مؤمنین اور صالحین کے برابر کر دیں گے' یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں ○ اس کے علاوہ اس مضمون کی حسب ذیل آیات ہیں:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ	بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور مؤمنوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے

marfat.com

Marfat.com

وَلَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ۝ (المومن: ۵۲-۵۱)

کھڑے ہوں گے ۝ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' ان کے لیے لعنت ہی ہوگی اور ان کے لیے بُرا گھر ہوگا ۝

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝ مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ۝ (القلم: ۳۶-۳۵)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر کردیں گے ۝ تمہیں کیا ہوا' تم کیسا فیصلہ کررہے ہو ۝

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ ۝ (ص: ۲۸)

کیا ہم ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو ان کے برابر کردیں گے جو زمین میں فساد کرتے رہے ہیں یا ہم متقین کو فجار کے برابر کردیں گے ۝

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ

اور اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دیا جائے اور ان پر

بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۲ اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ

ظلم نہیں کیا جائے گا ۝ پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا

هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ

اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گم راہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ

عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا

پر پردہ ڈال دیا' پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے' تو کیا

تَذَكَّرُوۡنَ ۝۲۳ وَقَالُوۡا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا

تم نصیحت قبول نہیں کرتے ۝ اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے' ہم (اسی

وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۚ وَمَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ

دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے (اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں

اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۝۲۴ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمۡ

اس کا کچھ علم نہیں وہ محض گمان کررہے ہیں ۝ اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف

marfat.com

Marfat.com

اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ

یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے آؤ O آپ کہیے کہ اللہ ہی تم

یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ

کو زندہ کرتا ہے' پھر (وہی) تم پر موت لائے گا' پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس (کے وقوع)

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ ع

میں کوئی شک نہیں ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا O پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گم راہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا' پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے' تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O (الجاثیہ: ۲۳-۲۲)

اللہ سبحانہٗ کا کفار اور فجار کو عذاب دینا اس کا ظلم نہیں عدل ہے

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور عارفین کو کائنات کے ذرہ ذرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی آیات اور تجلیات نظر آتی ہیں اور زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور اس کی صفت رحم کا اظہار ہو' کفار کو جو اللہ سبحانہٗ ان کے گناہوں کی سزا دے گا یہ اس کا عدل ہے اور مؤمنین کو جو اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے گا یہ اس کا فضل ہے' اس لیے فرمایا: ''اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

بعض بے دین اور دہریے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم کو پیدا کیا اور اس کو کمزور اور مظلوم پر مسلط کر دیا' پھر کئی مرتبہ وہ ظالم سے مظلوم کا انتقام نہیں لیتا اور یہ اللہ کا ظلم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے' یہ اس کا ظلم نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ O اللہ سے اس کے فعل کا سوال نہیں کیا جائے گا اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا O (الانبیاء: ۲۳)

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بہ ظاہر بھی ظلم نہیں ہے' ظلم اس وقت ہوتا جب اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہوتا' اللہ تعالیٰ اس جہان کے بعد ایک اور جہان پیدا فرمائے گا' جہاں ظالم کو اس کے ظلم کرنے پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کے ظلم سہنے پر جزاء دی جائے گی اور دنیا میں اللہ تعالیٰ ظالم پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ اس کو ڈھیل دیتا رہتا ہے تاکہ اس کو رجوع کرنے کا موقع ملے' لیکن جب وہ اپنے مظالم کا تدارک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر سخت گرفت فرماتا ہے اور مظلوم کو دنیا میں جزاء نہیں دیتا تاکہ وہ اپنی مظلومیت پر مسلسل صبر کرتا رہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی ایک حکمت ہے اور اس کے افعال کی بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں اور ہم ناقص اور ناتمام علم والے اس علیم و حکیم کے علم اور حکمتوں کو مکمل طور سے کب جان سکتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنی خواہشوں پر عمل کرنا اپنی خواہشوں کی عبادت کرنا ہے

الجاثیہ: ۲۳ میں فرمایا: ''پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا''۔ الآیۃ

کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہمارا دل کسی کام کرنے کو چاہتا ہے اور ہم کو علم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے اس کام سے منع کیا ہے اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس کام کو کرتے ہیں اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرتے' سو بتائیں کہ ان مواقع پر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں یا اپنی خواہش کی اتباع اور اپنے نفس کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں' اگر ہم اپنے دن اور رات کے تمام کاموں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے دن اور رات میں کم سر جھکاتے ہیں اور اپنی خواہش کے سامنے زیادہ سر جھکاتے ہیں۔

اسی طرح کوئی شخص اپنی خواہش سے حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر کی عبادت کرتا ہے' کوئی رام اور کرشن کی عبادت کرتا ہے' کوئی لات اور منات کی عبادت کرتا ہے' کوئی ستاروں کی عبادت کرتا ہے' کوئی آگ اور پیپل کی عبادت کرتا ہے' یہ سب اپنی خواہش کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں' اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

بعض بندوں کو رسول بنانے اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: ''اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکایا' حالانکہ اس کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی نہیں ہے اور اس نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور اس نے علم کے باوجود گم راہی کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر گم راہی کو پیدا کر دیا اور اس معنیٰ کو اللہ تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا: ''اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا''۔

اللہ تعالیٰ کو اس کے متعلق علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور پرہیزگاری کو قبول نہیں کرے گا اور جب اس کو اختیار دیا جائے گا تو وہ ہدایت کے مقابلہ میں گم راہی کو اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کفر اور گمراہی کو مقدر کر دیا اور جس کے متعلق اللہ کو علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی کو اور تقویٰ اور طہارت کو قبول کرے گا وہ نہ صرف نیک ہوگا بلکہ دوسروں کو نیک بنائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے راستے میں ہر قسم کی مشقت اور صعوبت کو برداشت کرے گا' اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کو مقدر کر دیا' لہٰذا فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (الانعام: ۱۲۴) اللہ کو خوب علم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ ارواح بشریہ کے جواہر مختلف ہوتے ہیں' ان میں سے بعض مشرقہ نورانیہ علویہ الٰہیہ ہوتے ہیں جن کا اللہ کی ذات وصفات کی طرف میلان ہوتا ہے اور بعض میلے سفلیہ ہوتے ہیں جن کا جسمانی شہوتوں کی طرف بہت زیادہ میلان ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے جوہر ذات کے اعتبار سے اور اس کی حقیقت اور اس کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کے متعلق ارشاد فرمایا' پس مردودین کے متعلق فرمایا:

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (الجاثیہ: ۲۳) اور اس کو اللہ نے علم کے باوجود گم راہ کر دیا۔

اور مقبولین کے متعلق فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۚ (الانعام: ۱۲۴) — اللہ کو خوب علم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۶۷۸ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۱۵ھ)

کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: "اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا"۔

اس کے کان پر مہر لگا دی یعنی اس کے کان کو ایسا بنا دیا کہ وہ وعظ اور نصیحت کو قبول نہیں کرتا اور حق بات کو قبول نہیں کرتا اور اس کے دل پر مہر لگانے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے دلائل اور نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتا اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا اور حق کے پیغام کو قبول نہیں کرتا اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا' جو دیکھنے اور اعتبار کرنے سے مانع ہے' غشاوۃ سے مراد وہ پردہ ہے جو آنکھوں کو ڈھانپ لے اور اس کے لیے دیکھنے اور اعتبار کرنے سے مانع ہو۔ اور غشاوۃٌ میں تنکیر تنویع کے لیے ہے' یعنی یہ ایک خاص نوع کا پردہ ہے اور یا تنوین تعظیم کے لیے ہے یعنی یہ بہت عظیم پردہ ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے:

اللہ سبحانہٗ نے کفار مکہ کے کان پر مہر لگا دی' پس ان کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سننے سے محروم رکھا اور ان کے دل پر مہر لگا دی تو ان کو آپ کے خطاب کے سمجھنے اور اس کے حقائق اور دقائق' اس کے نکات اور اس کے اسرار و رموز سمجھنے سے محروم رکھا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو ان کو آپ کے حسن و جمال کے دیدار کرنے سے محروم رکھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (الاعراف: ۱۹۸)

اور اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں تو وہ نہیں سنیں گے اور آپ ان کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ (بہ ظاہر) آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور وہ (حقیقت میں آپ کو) بالکل نہیں دیکھ سکتے ○

شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبد الرحیم سے حکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شاہ عبد الرحیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ سے یہ سوال کیا کہ جمال یوسف کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر کسی نے اپنی انگلیاں نہیں کاٹیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا۔

(انفاس العارفین ص ۱۰۲ 'ملخصاً' مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن' لاہور '۱۳۹۸ھ 'الدر الثمین ص ۷' مطبوعہ دہلی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سننا اور آپ کا ادراک کرنا اور آپ کے جمال جہاں آراء کو دیکھنا ایک نعمت ہے۔ کفار کو ان کے کفر کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رکھا گیا' آپ کے کلام کو سننے کے لیے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے کان ہونے چاہئیں اور آپ کے چہرۂ انور کو دیکھنے کے لیے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی آنکھیں چاہئیں' کفار کی آنکھیں کب اس لائق تھیں کہ آپ کا دیدار کر سکتیں' کفار یہ کہتے تھے:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (حٰم السجدة: ۵)

کفار نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں اس کے متعلق غور کرنے کے لیے ہمارے دلوں میں پردے

marfat.com
Marfat.com

ہیں اور اس کو سننے کے متعلق ہمارے کانوں میں ڈاٹ (بہرہ پن) ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کہا: ہم آپ کے پیغام کے متعلق سوچتے نہیں' آپ کا کلام سنتے نہیں اور آپ کو دیکھتے نہیں' اللہ تعالیٰ نے الجاثیہ: ۲۳ میں فرمایا: اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا اور اس طرح یہ بتایا کہ واقعہ یہ نہیں ہے کہ تم ان کو سنتے نہیں ہو اور ان کو دیکھتے نہیں ہو' بلکہ ہم تمہیں ان کا کلام سناتے نہیں اور ان کا جمال دکھاتے نہیں۔

اس آیت کی ایک اور توجیہ اس طرح ہے کہ جب کوئی چیز اپنے مقصد اور غرض و غایت سے خالی ہو تو گویا کہ وہ چیز نہیں ہے' سو اللہ تعالیٰ نے کان اس لیے دیئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آپ سے بہ غور سنیں' دل اس لیے دیا تھا کہ آپ کے پیغام کو دل سے قبول کریں اور آنکھیں اس لیے دی تھیں کہ آپ کے حسن و جمال کو محبت سے دیکھیں اور جب انہوں نے آپ کے پیغام کو بہ غور نہیں سنا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "صُمٌّ" (البقرہ: ۱۸) یہ بہرے ہیں اور جب زبان سے آپ کا کلمہ نہیں پڑھا تو فرمایا: "بُكْمٌ" (البقرہ: ۱۸) یہ گونگے ہیں اور جب آپ کو محبت کی آنکھ سے نہیں دیکھا تو فرمایا: "عُمْیٌ" (البقرہ: ۱۸) یہ اندھے ہیں اور جب انہوں نے آپ کے پیغام کو دل سے قبول نہیں کیا تو فرمایا: "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (البقرہ: ۷) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ حاصل یہ ہے کہ آنکھیں اس کی ہیں جو محبت سے آپ کو دیکھے' کان اس کے ہیں جو محبت سے آپ کی باتیں سنیں اور زبان اس کی ہے جو محبت سے آپ کا کلمہ پڑھے۔

سورۃ البقرہ اور سورۃ الجاثیہ دونوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ محامل

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے کانوں اور دلوں پر مہر اور ان کی آنکھوں پر پردے کا ذکر' سورۃ البقرہ: ۷ میں بھی کیا ہے اور یہاں الجاثیہ: ۲۳ میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے' اب ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کیا فرق ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۠ (البقرہ: ۷)

اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان کے کانوں پر' اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

اور یہاں فرمایا:

وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ (الجاثیہ: ۲۳)

اللہ نے اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

سورۃ الجاثیہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کان کا ذکر فرمایا ہے اور پھر دل کا ذکر فرمایا ہے اور سورۃ البقرہ میں پہلے دل کا ذکر فرمایا ہے اور پھر کان کا' کان اور دل کے مدرکات میں فرق یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان پہلے ایک کلام کو سنتا ہے پھر اس کا دل میں اثر ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں پہلے سے کسی کے خلاف بغض اور حسد ہوتا ہے تو جب وہ اس کا کلام سنتا ہے تو اس بغض کی بناء پر بے توجہی سے سنتا ہے اور پہلی صورت میں اس کے ظاہری اعضاء کا اثر دل پر ہوتا ہے اور دوسری صورت میں اس کے دل کا اثر اس کے ظاہری اعضاء پر ہوتا ہے' سورۃ الجاثیہ میں پہلے کان کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد دل کا یعنی کان سے سننے کا اثر دل پر ہوتا ہے' کفار مکہ لوگوں سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے تھے کہ یہ کاہن اور شاعر ہیں اور انہوں نے ملک اور اقتدار کے حصول کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' پس جب ناواقف لوگ کفار مکہ سے یہ باتیں سنتے تو ان کے دلوں پر اثر ہوتا تو ان کے دلوں میں آپ کے خلاف غم و غصہ پیدا ہوتا اور وہ آپ سے منتشر ہو جاتے اور یہ کانوں

marfat.com
Marfat.com

سے دل کے متاثر ہونے کی صورت ہے اور اس پر سورۃ الجاثیہ محمول ہے اور دل کا اثر کانوں پر ہونے کا سورۃ البقرہ میں ذکر ہے کیونکہ جب دل میں کسی کے خلاف بغض اور حسد ہو تو وہ اس کی بات سنتا ہی نہیں یا بے دلی اور بے توجہی سے سنتا ہے اور اس کی طرف سورۃ البقرہ میں اشارہ ہے' اس لیے وہاں پہلے دلوں کا ذکر فرمایا اور پھر کانوں کا۔

جو اللہ' رسول اور ائمہ کو ہادی نہیں مانے گا وہ شیطان کا متبع ہوگا

اس کے بعد فرمایا: ''پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O''

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی سرکشی' ان کے عناد اور ان کی ہٹ دھرمی کی بناء پر ان کو اندھا' بہرا اور گونگا بنا دیا اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تو اب ان کو ہدایت دینے پر کون قادر ہو سکتا ہے' پس تم کو یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت دینے پر قادر نہیں ہے تو اب تم کیوں نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص صرف عقل کو رہ نما مانتا ہے اور قرآن اور حدیث کو رہ نما نہیں مانتا اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتا اور اپنے زمانہ کے اہل فتویٰ علماء کو حجت تسلیم نہیں کرتا اور قانونِ شریعت کا قلادہ اپنے گلے میں نہیں ڈالتا اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے اور دہریوں اور بے دینوں کے افکار کا تابع ہے' ان کے عقلی شبہات کو براھین قاطعہ سمجھتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے' وہ ہر قسم کی گمراہی میں بھٹکا ہوا ہے اور اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے' ہم (اسی دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے (اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں اس کا کچھ علم نہیں' وہ محض گمان کر رہے ہیں O اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے آؤ O آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے' پھر (وہی) تم پر موت لائے گا' پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس (کے وقوع) میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O (الجاثیہ: ۲۶۔۲۴)

کفار کے نقل کردہ قول پر ایک اعتراض کا جواب

ان آیتوں میں اللہ سبحانہ' نے کفار مکہ کے قیامت اور حشر ونشر کے متعلق شبہات کو زائل فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم (اسی دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان پر واجب تھا کہ وہ یوں کہتے کہ ہم اسی دنیا میں جیتے اور مرتے ہیں کیونکہ دنیا میں حیات پہلے ہے اور پھر اس کے بعد موت آتی ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے نقل کیے ہوئے قول میں پہلے موت ہے اور اس کے بعد زندگی کا ذکر ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس قول میں جس موت کا پہلے ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ نطفہ ہے جو ان کے آباء کی پشت میں تھا اور وہ نسوانی بیضہ ہے جو ان کی ماؤں کے رحم میں ہوتا ہے' ہر چند کہ نطفہ اور بیضہ میں زندہ جرثومے ہوتے ہیں لیکن ظاہری صورت میں وہ پانی غیر متحرک اور مردہ ہوتا ہے' اس لیے ظاہری طور پر اس کو موت سے تعبیر فرمایا۔

(۲) ان کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں مرتے ہیں' پھر ہماری اولاد زندہ رہتی ہے۔

(۳) ان کا مطلب یہ تھا کہ بعض لوگ مر جاتے ہیں اور بعض لوگ زندہ رہتے ہیں۔

(۴) موت سے ان کی مراد یہ تھی جو لوگ مر چکے ہیں اور حیات سے ان کی مراد ان لوگوں کی حیات تھی جو ابھی زندہ ہیں اور ان

marfat.com
Marfat.com

پر بعد میں موت آئے گی۔

دہر کا لغوی اور عرفی معنیٰ

انہوں نے کہا: ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے' اس قول میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا انکار کیا اور اس طرح انہوں نے پہلے قول میں قیامت اور حشر ونشر کا انکار کیا تھا اور اب اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا انکار کیا' ان کا کہنا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اشیاء کے طبعی خواص سے ہو رہا ہے یا افلاک کی حرکات سے ہو رہا ہے۔ اس آیت میں چونکہ دہر کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم دہر کے متعلق تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ دہر کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل میں دہر کا معنیٰ ہے: اس جہاں کے وجود میں آنے سے لے کر اس کے اختتام تک کی مدت' اسی اعتبار سے قرآن مجید میں ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○ (الدھر: ۱) بے شک انسان پر زمانہ کا ایک وقت ایسا گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ○

پھر استعمال میں ہر مدت کثیرہ کو دہر کہا جاتا ہے' اس کے برخلاف زمانہ کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں مدتوں پر ہوتا ہے' کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا دہر' اس سے مراد اس شخص کی حیات ہوتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانہ نے فلاں شخص پر مصائب نازل کر دیئے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۳۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ دہر کی مذمت کرتے ہیں اور مصائب اور حوادث کی زمانہ کی طرف نسبت کرتے ہیں اور طویل زمانہ کو دہر کہتے ہیں اور دنیا کی کل زندگی کو بھی دہر کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ کو بُرا کہنے اور اس کو سب وشتم کرنے سے منع فرمایا ہے' یعنی ان حوادث اور مصائب کے فاعل کو بُرا نہ کہو کیونکہ جب تم مصائب کے فاعل اور خالق کو برا کہو گے تو تمہارا یہ سب وشتم اللہ پر واقع ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے ارادہ کے موافق ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے نہ کہ دہر' اور تمام حوادث کو لانے والا اللہ سبحانہٗ ہے نہ کہ اس کا کوئی غیر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اس عقیدہ کا رد فرمایا ہے کہ مصائب اور حوادث کو لانے والا دھر ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۱۳۴۔۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

دہر کے متعلق احادیث

دہر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم دہر کو بُرا کہتا ہے اور میں (خالق) دہر ہوں' میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن کی گردش ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم دہر کو بُرا کہہ کر مجھے اذیت پہنچاتا ہے' میں (خالق) دہر ہوں' رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۵۷۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب

marfat.com
Marfat.com

ابن آدم کہتا ہے: اے دہر کی ناکامی! تو وہ مجھے اذیت پہنچاتا ہے' لہٰذا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے دہر کی ناکامی یا نامرادی' پس بے شک میں (خالق) دہر ہوں' میں ہی رات اور دن کو گردش میں رکھتا ہوں اور میں جب چاہوں گا تو ان کو قبض کر لوں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۵۷۵۶)

کلمات حدیث کی تشریح

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے اس پر یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اذیت پہنچانا محال ہے' پھر اللہ تعالیٰ کو کون اذیت پہنچا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے یعنی ابن آدم میرے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جو ایک اذیت پہنچانے والا کسی شخص کے ساتھ کرتا ہے۔

احادیث میں ہے کہ میں دہر ہوں' اس کا معنیٰ ہم نے کیا ہے کہ میں خالق دہر ہوں کیونکہ دہر یعنی زمانہ تو ہر لمحہ اور ہر پل جاتا اور آتا رہتا ہے اور زائل اور متبدل ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ باقی اور لافانی اور لازوال ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ جب ان پر حوادث' نوازل اور مصائب نازل ہوتے' مثلاً کسی کا مال ضائع ہو جاتا' یا وہ بوڑھا ہو جاتا یا مر جاتا تو وہ کہتے تھے کہ دہر نے ایسا کر دیا۔ اردو شاعری میں بھی مظالم اور مصائب کا اسناد زمانہ' آسمان اور فلک کی طرف کیا جاتا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دہر کو بُرا نہ کہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے' یعنی خالق دہر ہے' پس تم مصائب کے خالق کو بُرا نہ کہو کیونکہ جب تم اس کو بُرا کہو گے تو یہ بُرائی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگی' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان مصائب کو نازل کرنے والا ہے۔ رہا دہر تو وہ تو زمانہ ہے' اس کی مصائب کو نازل کرنے میں کوئی تاثیر نہیں ہے' بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔

کفار اور دہریے بلا دلیل اللہ سبحانہٗ کا انکار کرتے ہیں

اس کے بعد فرمایا: ''(اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں اس کا کچھ علم نہیں' وہ محض گمان کر رہے ہیں O''

یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اس کی توحید' قیامت اور حشر ونشر کا انکار کر رہے ہیں اور حوادث اور نوازل کا اسناد دہر اور زمانہ کی طرف کر رہے ہیں' ان کے پاس کوئی دلیل نہیں' یہ محض شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اور اسی بنیاد پر اپنے عقائد کی تعمیر کر رہے ہیں' اس کے برخلاف مسلمانوں کے عقائد دلائل قطعیہ اور نصوص صریحہ پر مبنی ہیں۔ وہ قیامت' حشر ونشر اور جنت اور دوزخ کو مانتے ہیں اور یہی انبیاء علیہم السلام اور جمیع مؤمنین کے عقائد ہیں اور جس کے یہ عقائد ہوں گے وہ نجات پالے گا اور جس کے عقائد اس کے خلاف ہوں گے وہ ہلاک ہو جائے گا اور ان عقائد کے لوازم سے یہ ہے کہ توحید پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جو چیز بھی کائنات میں حادث ہوتی ہے' اس کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے' کیونکہ وہی ہر چیز میں مؤثر ہے' اسی لیے دہر کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور تمام تصرفات اسی کی طرف راجع ہیں۔

حشر ونشر کے انکار پر کفار کی حجت کا جواب

الجاثیہ: ۲۵ میں فرمایا: ''اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے آؤ O''

جو لوگ قیامت اور حشر ونشر کے منکر ہیں جب ان کے سامنے وہ واضح آیات پڑھی جاتی ہیں جن میں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کا ذکر فرمایا ہے' مثلاً:

marfat.com
Marfat.com

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ (یٰسین: ۷۹)

ایک کافر نے کہا: ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟○ آپ کہیے: ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہے○

اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (حٰم السجدۃ: ۳۹)

بے شک جس ذات نے اس مردہ زمین کو زندہ کیا ہے وہی ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے○

ان آیات کے جواب میں کفار صرف یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو لے آؤ' اس کو ان کی حجت فرمایا' حالانکہ ان کے اس قول میں یقینی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان کی یہی حجت تھی یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جو کچھ بھی حجت تھی وہ یہی تھی اور یہ ان کا نہایت ضعیف شبہ ہے کیونکہ جو چیز ابھی تک حاصل نہیں ہوئی ہے اس کے لیے یہ کب لازم ہے کہ وہ آئندہ بھی حاصل نہیں ہو گی تو اگر ابھی تک ان کے مرے ہوئے باپ دادا زندہ نہیں ہوئے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ آخرت میں بھی نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید' قیامت اور حشر و نشر پر دلیل

الجاثیہ: ۲۶ میں فرمایا: ''آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے' پھر وہی تم پر موت لائے گا' پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا' جس (کے وقوع) میں کوئی شک نہیں ہے○''

یہ کفار کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم (اسی دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر ہلاک کرتا ہے○ (الجاثیہ: ۲۴) پس اس قول کا قائل دہریہ ہے اور وہ اللہ سبحانہٗ اور قیامت کا منکر ہے' اب اعتراض یہ ہے کہ دہریہ کے اس اعتراض کا جواب اس آیت سے کیسے ہو گا کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے' پھر وہی تم پر موت لائے گا' پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا۔ (الجاثیہ: ۲۶) دہریہ تو ان سب چیزوں کو مانتا ہی نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور اپنی توحید پر قرآن مجید کی متعدد آیات میں دلائل دیئے ہیں' اس کائنات کی تخلیق سے' آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں سے' حیوان اور انسان کی پیدائش سے اپنے وجود اور اپنی توحید پر بار بار استدلال فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں متعدد اعضاء ہیں' ان کی مقدار اور ان کی شکل و صورت ایک دوسرے سے مختلف ہے حالانکہ جسم ہونے اور جسم انسان کے اجزاء ہونے میں سب مساوی ہیں' پس ضروری ہے کہ اس مخصوص شکل اور مقدار کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے کوئی مرجح ہو اور وہ مرجح ممکن نہیں ہو گا' ورنہ اس کے لیے پھر کوئی مرجح ضروری ہو گا اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے' پس ضروری ہوا کہ انسان کے اعضاء کی مخصوص مقدار اور مخصوص شکل کا مرجح واجب ہو اور تعدد وجباء محال ہے' پس وہ مرجح واجب اور قدیم ہو گا اور واجب ہو گا اور جو مرجح واجب' قدیم اور واحد ہے وہی اللہ ہے تو واضح ہو گیا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو پہلی بار سب چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ دوبارہ بھی سب چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے' پس قیامت اور حشر کا ثبوت فراہم ہو گیا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس دن باطل پرست

marfat.com

Marfat.com

يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ

سخت خسارے میں ہوں گے O اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت (اس دن) گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی' ہر جماعت کو

إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ

اس کے صحیفۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے O یہ

عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ

ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے' تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم (اس کو) لکھتے رہتے تھے O پس جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرما لے گا' یہی واضح

الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

کامیابی ہے O اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیات نہیں پڑھی جاتی تھیں'

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے O اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بے شک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن

برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے' ہم محض

نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہ تھے O اور ان کے تمام کاموں کی برائیاں

عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ

ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گا O اور (ان سے) کہا جائے گا: آج ہم

كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن

تمہیں اسی طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا

marfat.com

Marfat.com

نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ

کوئی مددگار نہیں ہے O یہ (سزا) اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنالیا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے

الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

میں ڈال رکھا تھا' پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ کی رضا جوئی طلب کی جائے گی O

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

پس اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں کا رب ہے اور تمام زمینوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے O

وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ ع

اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے اور وہی بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے O اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت اس دن گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی' ہر جماعت کو اس کے صحیفۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے O یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے' تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم (اس کو) لکھتے رہتے تھے O (الجاثیہ: ۲۹۔۲۷)

کفار کا خسارہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ جب وہ پہلی بار زندہ کرنے پر قادر ہے تو دوسری بار بھی زندہ کرنے پر قادر ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر ونشر قائم کرنے پر اس سے بھی عام دلیل کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر اس کی حکومت ہے' وہ ان سب چیزوں کو بنانے پر بھی قادر ہے اور فنا کرنے پر بھی قادر ہے اور پھر دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے کیونکہ جب اس کی ان سب چیزوں پر حکومت ہے تو وہ ان پر ہر طرح کا تصرف کرنے پر قادر ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی تجارت میں فائدہ تب ہوتا ہے جب انسان کی اصل پونجی اور اصل زر بھی قائم رہے اور اس کے علاوہ اس کو مزید مال حاصل ہو جائے' انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے حیات' صحت اور قوت بدن اور عقل عطا کی' ان سے کام لے کر وہ جنت اور اخروی نعمتوں کو حاصل کرلیں تو ان کو اس تجارت میں فائدہ ہے اور اگر ان کی صحت اور قوت بدن بھی زائل ہو جائے اور آخرت میں ان کو عذاب دیا جائے تو یہ ان کی تجارت میں خسارہ ہے' کفار نے اپنی حیات' صحت اور قوت کو دنیا میں خرچ کر کے آخرت کا عذاب مول لے لیا تو یہ ان کی تجارت میں صراحتاً خسارہ ہے۔

آیا قیامت کے دن سب گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے یا صرف کفار؟

الجاثیہ: ۲۸ میں فرمایا: ''اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت اس دن گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی''۔ الآیۃ

اس آیت میں ''جاثیۃ'' کا لفظ ہے' جثو کا معنیٰ ہے: گھٹنوں کے بل بیٹھنا' جیسے مجرم حاکم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا

marfat.com

Marfat.com

ہے' اس دن ہر امت جس میں مومن بھی ہوں گے اور کافر بھی قیامت کے دن کے ہولناک حالات اور خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوگی اور اس بات کی منتظر ہوگی کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھنا تو صرف کفار کے لائق ہے' کیونکہ مؤمنین کو قیامت کے دن کوئی خوف نہیں ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن پہلے مرحلہ میں خوف اور دہشت میں مؤمنین بھی کفار کے ساتھ شامل ہوں گے جب اللہ تعالیٰ پُر جلال آواز میں فرمائے گا: ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ'' (المومن:۱۶) آج کس کی حکومت ہے؟ تو کسی کو مارے دہشت کے یارائے جواب نہیں ہوگا تو خود ہی فرمائے گا: ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' (المومن:۱۶) اللہ ہی کے لیے جو واحد قہار ہے۔ ایسے وقت میں سب خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے' پھر دوسرے مرحلہ میں جب شفاعت کبریٰ ہوگی اور مجرموں کو مؤمنوں سے الگ کر دیا جائے گا اس وقت مومن مطمئن ہوں گے اور کافر بدستور خوف اور دہشت میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ○ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۭ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○ (العبس:۴۲-۳۸)

اس دن بہت چہرے روشن ہوں گے○ جو ہنستے ہوئے خوش و خرم ہوں گے○ اور بہت چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے○ ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی○ وہی لوگ کافر بدکار ہوں گے○

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کے دن دس سال تک لوگ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پکار کر کہیں گے: اے میرے رب! میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ (معالم التنزیل ج۴ ص۱۸۸)

کعب احبار نے حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: قیامت کے روز دوزخ چنگھاڑ رہی ہوگی اور اس وقت ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل دو زانو بیٹھا ہوا ہوگا' حتیٰ کہ خلیل الرحمان علیہ السلام یہ کہیں گے: اے میرے رب! آج میں تجھ سے اپنے نفس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہیں گے کہ آج کے دن میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرتا' میں تجھ سے اپنی ماں مریم کے متعلق بھی سوال نہیں کرتا۔

(تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۶۵' روح البیان ج۸ ص۶۱۰)

امام سعید بن منصور' امام احمد اور امام بیہقی نے عبد اللہ بن باباہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا میں دوزخ کے قریب تمہیں ٹیلوں پر دیکھ رہا ہوں' پھر سفیان نے اس آیت کو پڑھا: ''وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً'' (الجاثیہ: ۲۸' الدر المنثور ج۷ ص۳۷۱) امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے الجاثیہ: ۲۸ کی تفسیر میں روایت کیا: ہر امت اپنے نبی کے ساتھ ہوگی' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلہ پر آئیں گے اور آپ تمام مخلوق سے بلند ہوں گے' پس یہی مقام محمود ہے۔

(الدر المنثور ج۷ ص۳۷۱)

جاثیہ کی تاویلات

امام علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے الجاثیہ کی حسب ذیل تاویلات لکھی ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: مستوفزة (اس طرح بیٹھی ہوئی کہ جلدی اٹھ سکے)' سفیان نے کہا کہ مستوفز اس شخص کو کہتے ہیں جس کے زمین پر صرف گھٹنے اور انگلیوں کی پوریں لگی ہوئی ہوں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: مجتمعہ۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) مؤرج نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: خشوع و خضوع کرنے والی جماعت۔
(۴) حسن نے کہا: اس کا معنیٰ ہے: زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی۔
پھر یحییٰ بن سلام نے کہا: یہ صرف کفار کے متعلق ہے' یعنی صرف وہی گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں گے' دوسروں نے کہا کہ یہ تمام مؤمنوں اور کافروں کے متعلق ہے' وہ سب حساب کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں گے۔
(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

لوگوں کو ان کے صحائف اعمال کی طرف بلانا

اس کے بعد فرمایا: ''ہر جماعت کو اس کے صحیفۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا''۔
اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:
(۱) ہر امت کو اس کے حساب کے لیے بلایا جائے گا۔
(۲) کلبی نے کہا: ہر امت کے صحیفۂ اعمال میں اس کے جو اعمال لکھے ہوئے ہیں' خواہ خیر ہوں یا شر ہوں اس امت کو ان کے لکھے ہوئے صحائف کی طرف بلایا جائے گا۔
(۳) جاحظ نے کہا: ہر امت کو اس کتاب کی طرف بلایا جائے گا جو اس کے رسول کے اوپر نازل کی گئی ہے۔
اس کے بعد فرمایا: ''آج تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے''۔
ان سے کہا جائے گا: جس کا عمل ایمان ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی جزاء دے گا اور جس کا عمل کفر اور شرک ہے' اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی سزا دے گا جیسا کہ حسب ذیل احادیث میں ہے:

مؤمنوں اور کافروں کی جزاء کے متعلق احادیث

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو ایمان اور شرک اپنے رب کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے' اللہ تعالیٰ ایمان سے فرمائے گا: جاؤ تم اور تمہارے اہل جنت میں چلے جاؤ۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۴۷۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۴)
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکیاں کرنے والوں کو ایک جگہ جمع فرمائے گا اور ان سے ارشاد فرمائے گا: یہ تمہاری نیکیاں ہیں' ان کو میں نے قبول فرما لیا' سو ان کو لے لو' وہ کہیں گے: اے ہمارے معبود! ہم ان نیکیوں کا کیا کریں گے' تو ہی ان نیکیوں کو لینے کا مستحق ہے' سو تو ہی لے لے' اللہ عزوجل فرمائے گا: میں ان نیکیوں کا کیا کروں گا' میں تمام نیکوں سے بڑھ کر نیک ہوں' تم ان نیکیوں کو گنہ گاروں میں تقسیم کر دو' پھر وہ شخص اپنے ایک دوست سے ملے گا جس کے گناہ پہاڑوں کی طرح ہوں گے' وہ اپنی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں اس کو دے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (تاریخ اصفہان ج ۲ ص ۴۶ (لندن)' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۴۶۸)
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع فرمائے گا' پھر ہر امت کے سامنے اس کے اس معبود کو لایا جائے گا جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتا تھا' پھر ان سب کو دوزخ میں داخل کر دے گا اور موحدین باقی رہ جائیں گے' ان سے کہا جائے گا: تم کس کے انتظار میں ہو؟ وہ کہیں گے: ہم اپنے رب کے منتظر ہیں جس کی ہم بن دیکھے عبادت کرتے تھے' ان سے کہا جائے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر ہمارا رب چاہے گا تو ہمیں اپنی پہچان کرا دے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا' تو وہ سب سجدہ میں گر جائیں گے' پھر ان

marfat.com
Marfat.com

سے کہا جائے گا: اے اہل توحید! اپنے سروں کو اٹھاؤ' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے اور تم میں سے ہر شخص کے بدلہ میں ایک یہودی یا نصرانی کو دوزخ میں داخل کر دیا ہے۔

(تاریخ اصفہان ج ا ص ۲۵۱' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۶۳' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۳۴۷۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میدان محشر میں تمام امتوں سے بلندی پر ہوں گے' پھر باقی امتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا' اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا: تم کس کو دیکھ رہے ہو؟ لوگ کہیں گے: ہم اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' لوگ کہیں گے: ہم آپ کو دیکھیں گے' اللہ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا تجلی فرمائے گا' پھر اللہ ان کو لے جائے گا اور لوگ اس کے پیچھے جائیں گے اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ منافق ہو یا مومن اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل کے اوپر کانٹے دار آنکڑے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ آنکڑے پکڑ لیں گے' پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے۔ نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے' پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی طرح ہوں گے' اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی اور صلحاء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جَو کے برابر بھی کوئی نیکی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا' پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے دانہ ہرا بھرا نکل آتا ہے' ان سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے' پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گناہ زائد علاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱' الرقم المسلسل: ۴۶۱)

اللہ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعارض کا جواب

الجاثیہ: ۲۹ میں فرمایا: ''یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے' تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم اس کو لکھتے رہتے تھے O''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اعمال کو لکھنے کا اپنی طرف اسناد فرمایا کہ ہم اس کو لکھتے رہتے تھے اور ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اسناد فرشتوں کی طرف فرمایا ہے:

بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ O (الزخرف: ۸۰) کیوں نہیں' ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں O

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ O كِرَامًا كَاتِبِيْنَ O يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ O (الانفطار: ۱۲-۱۰) بے شک تم پر نگہبانی کرنے والے مقرر ہیں O معزز لکھنے والے O وہ جانتے ہیں تم جو کچھ کرتے ہو O

بہ ظاہر ان آیتوں میں تعارض ہے' لیکن چونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھتے ہیں اس لیے ان کا لکھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے: ہمارا لکھا ہوا صحیفۂ اعمال تمہارے خلاف شہادت دے رہا ہے' اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ برحق ہے' اس میں کوئی چیز زیادہ یا کم نہیں ہے' تم دنیا میں جو بھی عمل کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں یا بد' گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' فرشتے ہمارے حکم سے اس کو لکھ لیتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرما لے گا' یہی واضح کامیابی ہے O اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیات نہیں پڑھی جاتی تھیں' پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے O اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ ہم محض گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہ تھے O (الجاثیہ: ۳۲۔۲۹)

حقیقی کامیابی کا مصداق

اللہ تعالیٰ مؤمنین اور صالحین کو اپنی رحمت میں داخل کر لے گا' رحمت سے مراد اس کی جنت ہے اور چونکہ جنت رحمت کا محل ہے اس لیے جنت پر رحمت کا اطلاق فرما دیا اور فرمایا: یہی واضح کامیابی ہے کیونکہ جنت میں اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا فرمایا جائے گا اور اس کے دیدار سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزاروں کا حال بیان فرمایا ہے اور اس کے منکروں اور مجرموں کا حال اس سے متصل دوسری آیت میں ہے:

الجاثیہ: ۳۰ میں فرمایا: ''اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیات نہیں پڑھی جاتی تھیں' پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے O''۔

جو لوگ دور دراز کے علاقے میں رہتے ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو' ---------

آیا وہ مکلّف ہیں یا نہیں؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عذاب کے استحقاق کو اس پر معلق کیا ہے کہ ان پر آیات تلاوت کی جائیں اور وہ ان کو قبول کرنے سے تکبر کریں اور اس سے یہ واضح ہوا کہ احکام شرعیہ کے وارد ہونے کے بعد سزا کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور بغیر ورود شرع کے کوئی چیز فرض یا واجب نہیں ہوتی' اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ عقل سے بھی کوئی چیز فرض یا واجب ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دنیا کے دور دراز ملکوں میں جہاں کسی زمانہ میں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت نہیں کی گئیں آیا ان کو ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب ہوگا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان سے مواخذہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور یہ لوگ معذور اور مغفور ہیں اور یہ لوگ حکماً اصحاب فترت ہیں' اسی طرح جو شخص مجنون ہو یا اس نے سخت بڑھاپے میں اسلام کو پایا ہو اور وہ سخت لاغری کی بناء پر احکام شرعیہ پر عمل نہ کر سکتا ہو یا جو شخص نابالغی کے زمانہ سے بستر پر ہو اور صرف آکسیجن پر زندہ ہو' اس کو نلکی سے غذا دی جاتی ہو اور فراغت بھی بستر پر ہوتی ہو اور جو شخص بہرا اور گونگا ہو' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا O (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور ہم ان کو اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان میں رسول نہ بھیج دیں O

اور یہاں رسول سے مراد احکام شرعیہ کی تبلیغ ہے تو جب تک کسی شخص کے پاس احکام شرعیہ نہ پہنچ جائیں وہ احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں ہوگا' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

کے سامنے عذر پیش کریں گے' ایک وہ آدمی جو زمانہ فترت میں فوت ہو گیا' دوسرا وہ آدمی جس نے سخت بڑھاپے میں اسلام کو پایا' تیسرا وہ آدمی جو بہرا اور گونگا ہو' چوتھا وہ آدمی جو بے عقل ہو' اللہ ان کی طرف ایک رسول کو بھیجے گا اور ان سے فرمائے گا: اس رسول کی اطاعت کرو' پس وہ رسول ان کے پاس آئے گا' پھر آگ بھڑکائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' سو جو اس آگ میں داخل ہو جائیں گے ان پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی اور جو اس میں داخل نہیں ہو گا اس پر عذاب ثابت ہو جائے گا۔ (الفردوس بماثور الخطاب ج۱ص ۳۷۹' رقم الحدیث: ۱۵۲۳)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آخرت دار التکلیف نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خواہش کرنے والوں کی خواہشوں کو معاف کر دے گا اور لوگوں کا حساب ان کے اعمال کے اعتبار سے لیا جائے گا۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج۱ص ۲۵۳' رقم الحدیث: ۹۸۰)

زندیق دہریہ کو کہتے ہیں جو نہ آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نہ خالق پر' وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ وہ کسی چیز کے حرام ہونے کو مانتا ہے۔

اصول میں یہ مقرر ہے کہ جس شخص تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ محض اپنی عقل کی وجہ سے مکلف نہیں ہے' پس جو شخص کسی پہاڑ کے غار میں بالغ ہوا ہو اور اس نے اتنی عمر نہ پائی ہو کہ وہ غور و فکر کر کے اپنے خالق کی معرفت حاصل کر سکے اور فوراً مر گیا ہو تو وہ ایمان لانے کا مکلف نہیں ہے اور اس کو معذور قرار دیا جائے گا' کیونکہ کسی شخص کا زندگی کی مہلت پانا اور اتنا زمانہ پالینا کہ وہ غور و فکر کر کے خالق کی معرفت حاصل کر سکے اس کے حق میں رسول کی تبلیغ کے قائم مقام ہے اور جب اس نے اپنی زندگی میں اتنی مہلت پائی اور غور و فکر نہیں کیا تو پھر وہ معذور نہیں ہے۔

قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ

الجاثیہ: ۳۱ میں فرمایا: ''اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ ہم محض گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہ تھے O''

اس آیت میں بتایا ہے کہ ان کافروں کا یہ گمان تھا کہ قیامت آئے گی اور ان کو یقین نہیں تھا' گویا ان کو قیامت کے وقوع میں شک تھا' جب کہ قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے منکر تھے' مثلاً یہ آیت ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (الجاثیہ: ۲۴) اور انہوں نے کہا: ہماری زندگی تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ تھے' ایک گروہ قیامت کا بالکل منکر تھا اور دوسرے گروہ کو قیامت کے وقوع میں شک تھا۔ اس آیت میں ''ظن'' کا لفظ ہے' ظن اس راجح اعتقاد کو کہتے ہیں جس میں اس اعتقاد کی نفی کا بھی احتمال ہو اور وہ عرف میں یقین اور شک دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یقین اس اعتقاد جازم کو کہتے ہیں جس کی نفی کا بالکل احتمال نہ ہو اور یہ اعتقاد دلیل میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہوا ہو' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کو یقین نہیں کہتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے تمام کاموں کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گا O اور (ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمہیں اس طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے O یہ (سزا) اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو

marfat.com
Marfat.com

مذاق بنالیا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا' پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ کی رضا جوئی طلب کی جائے گی O پس اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں کا رب ہے اور تمام زمینوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے O اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے اور وہی بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O (الجاثیہ: ۳۷-۲۳)

بُرے کاموں کی آخرت میں بُری اور ڈراؤنی صورتیں

کفار مکہ دنیا میں جن کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے تھے' قیامت کے دن ان پر منکشف ہوگا کہ وہ کام بُرے تھے اور ان کے کیے ہوئے کام بہت ڈراؤنی اور خراب صورتوں میں ظاہر ہوں گے' ان کے کیے ہوئے کاموں سے مراد شرک اور کفر ہے اور وہ گناہ ہیں جن کی طرف ان کی طبیعت اور ان کا نفس مائل ہوتا تھا اور جن کاموں کی ان کو خواہش ہوتی تھی اور ان کاموں میں ان کو لذت محسوس ہوتی تھی' وہ ان کاموں کو بہت اچھا سمجھتے تھے اور قیامت کے دن ان پر منکشف ہوگا کہ وہ بہت بُرے کام تھے مفسرین نے لکھا ہے کہ حرام کام خنزیر کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور حرص چوہے کی شکل میں ظاہر ہوگی اور شہوت گدھے کی صورت میں اور غضب بھیڑیے کی صورت میں اور تکبر چیتے کی صورت میں' بخل کتے کی صورت میں اور کینہ اونٹ کی صورت میں' اذیت سانپ اور بچھو کی صورت میں' لواطت ہاتھی کی صورت میں' سازش لومڑی کی صورت میں' نوحہ گیدڑ کی صورت میں' ریاکاری کوے کی صورت میں اور کھیل کود الّو کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور یہ لوگ جو قیامت میں شک کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے اس کی سزا میں ان کو جو عذاب دیا جائے گا وہ ان کا احاطہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے بھلا دینے کی توجیہ

الجاثیہ: ۳۴ میں فرمایا: "اور (ان سے) کہا جائے گا: آج تمہیں اس طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے O"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو فراموش کرنے کی نسبت ہے اس کا معنی ہے: ہم تم کو دوزخ کے عذاب میں چھوڑ دیں گے اور تم کو بھولا بسرا بنا دیں گے' جس طرح تم نے دنیا میں اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تم نے اس کی کوئی تیاری نہیں کی تھی' تم اللہ پر اور اس کی توحید پر ایمان نہیں لائے' انہوں نے دنیا کی کھیتی میں نسیان کا بیج بویا تھا اور آخرت میں اس کا پھل بھی نسیان کی صورت میں پالیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فراموش کر دیا' ان کو دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا' پھر ان کی فریاد اور چیخ و پکار کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اور جس طرح مؤمنوں کا ٹھکانا جنت بنایا ہے تمہارا ٹھکانہ دوزخ کو بنا دیا۔

آخرت سے ڈرانا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرنا

الجاثیہ: ۳۵ میں فرمایا: "یہ (سزا) اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنالیا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا' پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ کی رضا جوئی طلب کی جائے گی O"

تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور اس دنیا میں تم جو کچھ کرتے رہو گے اس پر تم سے کبھی جواب طلبی نہیں ہوگی اور کبھی تم سے مواخذہ نہیں ہوگا' اسی لیے تم اللہ سبحانہٗ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے' پس اس جرم کی پاداش میں اب تم کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور پھر دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

الجاثیہ: ۳۷-۳۶ میں فرمایا: پس اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں کا رب ہے اور تمام زمینوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے O اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے اور وہی بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے O"

marfat.com
Marfat.com

اللہ سبحانہٗ ہر چیز کا رب ہے' تمام اجسام کا' تمام ذوات کا اور تمام صفات کا' اس لیے اس کے سوا کوئی حمد کا مستحق نہیں ہے' پس تم سب اللہ کی حمد کرو کیونکہ اس کا تمام چیزوں کا رب ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام چیزیں اس کی حمد کریں۔

اور فرمایا: ''اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے'' یعنی اس کے لیے عظمت اور قدرت ہے اور اسی کا ہر چیز پر غلبہ ہے اور اس کی عظمت کے آثار ہر چیز میں ظاہر ہو رہے ہیں اور اس کا غلبہ اس کائنات کی ہر چیز میں ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ ہر چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے اور اس کے بنائے ہوئے نظام کے تحت کام کر رہی ہے' سورج اور چاند اور ستاروں کا طلوع اور غروب' دن اور رات کا لگاتار ایک دوسرے کے بعد آنا' کھیتوں اور باغات میں روئیدگی کا نظام' انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش اور ان کی نشو و نما کا ایک منضبط اور مقرر اصول یہ سب زبان حال سے بتا رہے ہیں کہ ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے اور ہر چیز میں اس کے حسن اور کمال کا ظہور ہے' یہ سب چیزیں غیر اختیاری طور سے اللہ سبحانہٗ کی حمد کر رہی ہیں اور اس کی تسبیح پڑھ رہی ہیں اور اس کی اطاعت کر رہی ہیں سو تم اپنے ارادہ اور اختیار سے اس کی حمد کرو' اس کی تسبیح پڑھو اور اس کی اطاعت کرو۔ سبحان اللہ بحمدہ وسبحان اللہ العظیم' والحمد للہ رب العلمین۔

سورۃ الجاثیہ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج مورخہ یکم صفر ۱۴۲۵ھ/ ۲۳ مارچ ۲۰۰۴ء بہ روز منگل سورۃ الجاثیہ کی تفسیر مکمل ہو گئی' ۲۲ محرم ۱۴۲۵ھ/ ۱۴ مارچ ۲۰۰۴ء کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح نو دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی' اسی طرح آج تبیان القرآن کی دسویں جلد بھی مکمل ہو گئی۔ دسویں جلد کی ابتداء ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء کو ہوئی تھی اور اس کا اختتام ۲۳ مارچ ۲۰۰۴ء کو ہوا ہے' اس طرح الحمد للہ رب العلمین ۱۰ ماہ ۹ دن میں تبیان القرآن کی دسویں جلد مکمل ہو گئی۔

اس سال کے دوران مجھ پر متعدد حوادث اور نوازل آتے رہے' اور سب سے بڑا حادثہ یہ تھا کہ اس سال سات اگست ۲۰۰۳ء/ ۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ جمعہ کی شب تقریباً رات کے گیارہ بجے میری والدہ محترمہ رحمہا اللہ کی وفات ہو گئی' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کی قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنا دے' میری جملہ تصنیفات اور تمام دینی خدمات کا ثواب اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے۔ قارئین سے میری درخواست ہے کہ وہ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا اجر و ثواب میری والدہ محترمہ کو پہنچا دیں' ان ہی کی پرورش' تعلیم و تربیت اور دینی اور تبلیغی خدمات کی مسلسل تلقین کی وجہ سے میں ان دینی خدمات کے قابل ہوا۔

اس سال کمر کے درد کی تکلیف بھی مجھے زیادہ رہی' اس وجہ سے اس کام میں تعطل آتا رہا' تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی عنایت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر التفات سے تقریباً گیارہ ماہ میں یہ جلد مکمل ہو گئی۔

الٰہ العلمین! میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما' اس کو قیامت تک فیض آفرین رکھ' میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ' میرے احباء' اس کتاب کے پبلشر سید اعجاز احمد زید حبہ کی مساعی مشکور فرما اور میرے قارئین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرما اور ہم سب کو صحت و عافیت کے ساتھ تا حیات ایمان اور اسلام پر قائم رکھ' فالج اور ایسی دوسری بیماریوں اور ارذل عمر سے اپنی امان میں رکھ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وذریاتہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وجمیع امتہ اجمعین.

marfat.com
Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۳ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۳- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۴- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۵- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دارالوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

marfat.com

Marfat.com

۲۱- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم بیروت

۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' خلق افعال العباد' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۱ھ

۲۴- مام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۵- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ

۲۶- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۷- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۹- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل بیروت' ۱۹۹۸ء

۳۰- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ

۳۱- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۲- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ

۳۳- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۳۵- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۶- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ

۳۷- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام احمد بن علی المثنی التمیمی 'التوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۹- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۴۰- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ

۴۱- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی' متوفی ۳۱۲ھ' مسند عمر بن عبدالعزیز

۴۲- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۴۳- امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی' التوفی ۳۲۰ھ' نوادر الاصول' مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ' ۱۴۰۸ھ

۴۴- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح مشکل الآثار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

۴۵- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ داربلنسیہ ریاض' ۱۴۲۰ھ

۴۶- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ

۴۷- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۸- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی' متوفی ۳۲۷ھ' مکارم الاخلاق' مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر' ۱۴۱۱ھ

۴۹- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

marfat.com
Marfat.com

٥٠- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ٣٦٠ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام' ریاض' ١٤١٣ھ
٥١- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ٣٦٠ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ١٣٨٨ھ' مکتب اسلامی بیروت' ١٤٠٥ھ
٥٢- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ٣٦٠ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤٠٥ھ دار الفکر بیروت' ١٤٢٠ھ
٥٣- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ٣٦٠ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
٥٤- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ٣٦٠ھ' مسند الشامیین' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ١٤٠٩ھ
٥٥- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ٣٦٠ھ' کتاب الدعاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٣ھ
٥٦- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی' متوفی ٣٦٤ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ١٤٠٨ھ
٥٧- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ٣٦٥ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٢ھ
٥٨- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ٣٨٥ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٢ھ
٥٩- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ٣٩٦ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
٦٠- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ٤٠٥ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤١٨ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ١٤٢٠ھ
٦١- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ٤٣٠ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ
٦٢- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ٤٣٠ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
٦٣- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
٦٤- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
٦٥- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٦٦- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٣ھ
٦٧- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٠٦ھ
٦٨- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ١٤١٠ھ
٦٩- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٠١ھ
٧٠- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ٤٥٨ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد ریاض' ١٤٢٣ھ
٧١- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ
٧٢- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ٤٦٣ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٧٣- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ٥٠٩ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت'

marfat.com
Marfat.com

۱۴۰۶ھ
۷۴- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۷۵- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
۷۶- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دلداحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ
۷۷- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، جامع الاصول، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۷۸- امام ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ، الاحادیث المختارۃ، مطبوعہ مکتب النہضۃ الحدیثیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ
۷۹- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ
۸۰- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرۃ فی امور الآخرہ، مطبوعہ دار البخاری، مدینہ منورہ
۸۱- حافظ شرف الدین عبد المومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ، المتجر الرابح، مطبوعہ دار خضر بیروت، ۱۴۱۹ھ
۸۲- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم بیروت
۸۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ
۸۴- حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ، جامع المسانید والسنن، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ
۸۵- امام محمد بن عبد اللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ، اللآلی المنثورۃ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۷ھ
۸۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
۸۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ
۸۸- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۹- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ، تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ
۹۰- امام محمد بن محمد جزری، متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ
۹۱- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، زوائد ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۹۲- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ
۹۳- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، الجواہر النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
۹۴- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ
۹۶- امام عبد الرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ، کنوز الحقائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰ھ

marfat.com
Marfat.com

98- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' مسند فاطمۃ الزہراء
99- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
100- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم بیروت' ۱۴۱۴ھ
101- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
102- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
103- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الدرر المنتثرہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
104- علامہ عبد الوہاب شعرانی' متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ' مصر' ۱۳۰۳ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
105- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت
106- علامہ احمد عبد الرحمٰن البناء متوفی ۱۳۷۸ھ' الفتح الربانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب تفاسیر

107- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' متوفی ۶۸ھ' تنویر المقباس' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران
108- امام حسن بن عبد اللہ البصری' التوفی ۱۱۰ھ' تفسیر الحسن البصری' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
109- امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' احکام القرآن' مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت' ۱۴۱۰ھ
110- امام ابو زکریا یحییٰ بن زیاد فراء' متوفی ۲۰۷ھ' معانی القرآن' مطبوعہ بیروت
111- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
112- شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی' متوفی ۳۰۷ھ' تفسیر قمی' مطبوعہ دار الکتاب ایران' ۱۴۰۶ھ
113- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر بیروت
114- امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج' متوفی ۳۱۱ھ' اعراب القرآن' مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران' ۱۴۰۶ھ
115- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
116- امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی' متوفی ۳۷۰ھ' احکام القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ
117- علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی' متوفی ۳۷۵ھ' تفسیر سمرقندی' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ
118- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی' متوفی ۳۸۵ھ' التبیان فی تفسیر القرآن' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
119- امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی' متوفی ۴۲۷ھ' تفسیر الثعلبی دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ
120- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ' مشکل اعراب القرآن' مطبوعہ انتشارات نور ایران' ۱۴۱۲ھ
121- علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' النکت والعیون' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
122- علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ' تفسیر القشیری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

marfat.com
Marfat.com

۱۲۳- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۲۴- امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی' التوفی ۴۶۸ھ' اسباب نزول القرآن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۲۵- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی التوفی ۴۸۹ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ دارالوطن' ریاض' ۱۴۱۸ھ
۱۲۶- علامہ عماد الدین طبری الکیا الہراسی' متوفی ۵۰۴ھ' احکام القرآن' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۲۷- امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی' التوفی ۵۱۶ھ' معالم التنزیل' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۲۸- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۳۸ھ' الکشاف' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۲۹- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی' مالکی' متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۳۰- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی' متوفی ۵۴۶ھ' المحرر الوجیز' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ
۱۳۱- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی' متوفی ۵۴۸ھ' مجمع البیان' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۴۰۶ھ
۱۳۲- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی' متوفی ۵۹۷ھ' زاد المسیر' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
۱۳۳- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس' کشف الاسرار وعدۃ الابرار' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران
۱۳۴- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۳۵- شیخ ابومحمد روز بہان بن ابوالنصر البقلی شیرازی متوفی ۶۰۶ھ' عرائس البیان فی حقائق القرآن' مطبع منشی نولکشور لکھنو
۱۳۶- علامہ محی الدین ابن عربی' متوفی ۶۳۸ھ' تفسیر القرآن الکریم' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۹۷۸ء
۱۳۷- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۳۸- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع مصر
۱۳۹- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور
۱۴۰- علامہ علی بن محمد خازن شافعی' متوفی ۷۴۱ھ' لباب التاویل' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' پشاور
۱۴۱- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی' متوفی ۷۲۸ھ' تفسیر نیشاپوری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۴۲- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' التفسیر الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۹ھ
۱۴۳- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ' متوفی ۷۵۱ھ' بدائع التفسیر' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ
۱۴۴- علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی' متوفی ۷۵۴ھ' البحر المحیط' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۴۵- علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی' متوفی ۷۵۶ھ' الدر المصون' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۶- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ
۱۴۷- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی' متوفی ۸۶۰ھ' حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۴۸- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی' متوفی ۸۷۵ھ' تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۴۹- علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی' متوفی ۸۸۰ھ' حاشیۃ ابن التجید علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'

marfat.com
Marfat.com

بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۵۰- علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ' نظم الدرر' مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدرالمنثور' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۵۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' جلالین' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' لباب النقول فی اسباب النزول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۴- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی' متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۵- شیخ فتح اللہ کاشانی' متوفی ۹۷۷ھ' منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران
۱۵۶- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ' تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۷- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ' عنایۃ القاضی' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۸- علامہ احمد جیون جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی
۱۵۹- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶۰- علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ' حاشیۃ القونوی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۶۱- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل' متوفی ۱۲۰۴ھ' الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبع البہیۃ' مصر ۱۳۰۳ھ
۱۶۲- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' تفسیر صاوی' مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ' مصر' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶۳- قاضی ثناء اللہ پانی پتی' متوفی ۱۲۲۵ھ' تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۶۴- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' متوفی ۱۲۳۹ھ' تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۶۵- شیخ محمد بن علی شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' دارالوفا بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۶- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۶۷- نواب صدیق حسن خان بھوپالی' متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۰۱ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۲ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۶۸- علامہ محمد جمال الدین قاسمی' متوفی ۱۳۳۲ھ' تفسیر القاسمی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ
۱۶۹- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۷۰- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ ریاض
۱۷۱- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

marfat.com
Marfat.com

۱۷۲- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۷۳- شیخ محمود الحسن دیو بندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۷۴- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس
۱۷۵- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ
۱۷۶- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات
۱۷۷- مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ
۱۷۸- سید ابوالاعلیٰ مودودی' متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۷۹- علامہ سید احمد سعید کاظمی' متوفی ۱۴۰۶ھ' التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان
۱۸۰- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۸۱- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۸۲- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۹ھ
۱۸۳- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۸۴- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور
۱۸۵- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ و بیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۱۸۶- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن و بیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت
۱۸۷- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ
۱۸۸- سعیدی حوی' الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۸۹- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرہان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۹۰- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۱۹۱- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

کتب شروح حدیث

۱۹۲- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۱۹۳- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۹۴- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹۵- علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی' متوفی ۴۶۴ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر' ۱۳۳۲ھ

marfat.com
Marfat.com

۱۹۶- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی' متوفی ۵۴۳ھ عارضۃ الاحوذی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۹۷- قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ القبس فی شرح موطا ابن انس' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹۸- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بہ فوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹۹- علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۲۰۰- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۲۰۱- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ
۲۰۲- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' التوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۰۳- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ
۲۰۴- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۲۰۵- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی ریاض' ۱۴۱۷ھ
۲۰۶- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۰۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۰۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر بیروت
۲۰۹- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۲۱۰- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض' ۱۴۲۰ھ
۲۱۱- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۱۲- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ
۲۱۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۱۴- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ
۲۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۶- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری' متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۲۱۷- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۱۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

marfat.com
Marfat.com

۲۲۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۲۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۲۲۵- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ
۲۲۶- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۲۷- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۷۵ھ
۲۲۸- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۲۹- شیخ محمد ادریس کاندھلوی' متوفی ۱۳۹۴ھ' التعلیق الصبیح' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور
۲۳۰- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۳۱- مولانا محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۱ھ نزہۃ القاری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور' ۱۴۲۱ھ

کتب اسماء الرجال

۲۳۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ
۲۳۳- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۳۴- علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ' العلل المتناہیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ
۲۳۵- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۳۶- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۳۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۹- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی' متوفی ۹۰۲ھ' المقاصد الحسنہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۴۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۴۲- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۲۴۳- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۴۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۴۵- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۴۶- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' الفوائد المجموعہ' مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض

marfat.com
Marfat.com

۲۴۷- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ اسنی المطالب 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ۱۴۱۴ھ

۲۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم بیروت' ۱۴۰۴ھ

۲۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۲۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ

۲۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران

۲۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۲۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ

۲۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر

۲۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء

۲۶۰- شیخ غلام احمد پرویز' متوفی ۱۴۰۵ھ' لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور

۲۶۱- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

۲۶۲- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۲۶۳- امام محمد بن اسحاق' متوفی ۱۵۱ھ' کتاب السیر والمغازی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۲۶۴- امام عبدالملک بن ہشام' متوفی ۲۱۳ھ' السیرۃ النبویہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

۲۶۵- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۶۶- امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ

۲۶۷- علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی' المتوفی ۴۵۰ھ' اعلام النبوت' داراحیاء العلوم بیروت' ۱۴۰۸ھ

۲۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دارالقلم بیروت

۲۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ

۲۷۱- علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی' متوفی ۵۸۱ھ' الروض الانف' مکتبہ فاروقیہ ملتان

marfat.com

Marfat.com

۲۷۲- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۴- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۵- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۷۶- علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی' متوفی ۷۴۶ھ' شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام' مطبوعہ کراچی
۲۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' تاریخ الاسلام' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۹ھ
۲۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۷۹- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۸۰- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۸۱- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۸۲- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ' تاریخ ابن خلدون' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۸۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۸۴- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ
۲۸۵- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۸۶- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۸۷- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۲۸۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۸۹- شیخ عبد الحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' مدارج النبوت' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۹۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۹۲- علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی' متوفی ۱۳۰۴ھ' السیرۃ النبویۃ' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۳- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۹۴- علامہ احمد بن علی الجصاص الرازی' متوفی ۳۷۰ھ' مختصر اختلاف العلماء' دار البشائر الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۹۵- علامہ ظہیر الدین بن ابی حنیفہ الولوالجی' متوفی ۵۴۰ھ' الفتاویٰ الولوالجیہ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ
۲۹۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

marfat.com
Marfat.com

۲۹۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۲۹۸- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ، خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ
۲۹۹- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۰۰- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۳۰۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۳۰۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۲۴ھ
۳۰۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۲۱ھ
۳۰۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۳۰۵- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی، متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ
۳۰۶- علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ المنیرہ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۰۷- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی، متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
۳۰۸- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۰۹- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، شرح العینی، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۳۱۰- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
۳۱۱- علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۱۲- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۳۱۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۱۲ھ
۳۱۴- علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ
۳۱۵- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۱۶- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ
۳۱۷- علامہ حامد بن علی قونوی رومی، متوفی ۹۸۵ھ، فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ
۳۱۸- امام سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ، النہر الفائق، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۱۹- علامہ حسن بن عمار بن علی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ امداد الفتاح، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، موسسۃ التاریخ العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
۳۲۰- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد، متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
۳۲۱- علامہ خیرالدین رملی، متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ
۳۲۲- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۲۳- علامہ سید احمد بن محمد حموی، متوفی ۱۰۹۸ھ، غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
۳۲۴- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

marfat.com
Marfat.com

۳۲۵- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۳۲۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ
۳۲۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ
۳۲۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ
۳۲۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ ۱۴۱۹ھ
۳۳۰- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ جد الممتار مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۳۳۱- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۳۳۲- امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ افریقیہ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۳۳۳- علامہ امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ بہار شریعت مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۳۳۴- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ اعلاء السنن مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۳۳۵- علامہ نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ فتاویٰ نوریہ مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۳۳۶- امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
۳۳۷- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ الحاوی الکبیر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۳۳۸- علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۳ھ
۳۳۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
۳۴۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ روضۃ الطالبین مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
۳۴۱- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الحاوی للفتاویٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۴۲- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ نہایۃ المحتاج مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۳۴۳- علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملی متوفی ۱۰۸۷ھ حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

کتب فقہ مالکی

۳۴۴- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۴۵- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دارالفکر بیروت
۳۴۶- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ۷۶۷ھ مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۴۷- علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی المتوفی ۹۵۴ھ مواہب الجلیل مطبوعہ مکتبۃ النجاح لیبیا
۳۴۸- علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی المتوفی ۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت

marfat.com
Marfat.com

۳۴۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت
۳۵۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۵۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۵۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
۳۵۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دارالجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ
۳۵۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۵۵- علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۵۶- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۵۷- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۵۸- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران
۳۵۹- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران
۳۶۰- شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس، الاحتجاج، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۴۰۳ھ
۳۶۱- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، المتوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۶۲- شیخ فاضل مقداد متوفی ۸۲۶ھ، کنز العرفان، مطبوعہ مکتب نوید اسلام-قم ۱۴۲۲ھ
۳۶۳- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ
۳۶۴- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۶۵- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

کتب عقائد و کلام

۳۶۶- امام ابوالقاسم رھبۃ اللہ طبری شافعی لالکائی متوفی ۴۱۸ھ، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ
۳۶۷- امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ
۳۶۸- علامہ ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن محمد الانباری، المتوفی ۵۷۷ھ، الداعی الی الاسلام، مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۹ھ
۳۶۹- شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، العقیدۃ الواسطیہ، مطبوعہ دارالسلام ریاض، ۱۴۱۴ھ
۳۷۰- علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

marfat.com
Marfat.com

۳۷۱- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی' متوفی ۷۹۱ھ' شرح المقاصد' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۷۲- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' شرح المواقف' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۷۳- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' مسائرہ' مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۷۴- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی' التوفی ۹۰۶ھ' مسامرہ' مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۷۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' التوفی ۱۰۱۴ھ' شرح فقہ اکبر' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۵ھ
۳۷۶- علامہ محمد بن احمد السفارینی' التوفی ۱۱۸۸ھ' لوامع الانوار البہیہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۷۷- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' کتاب العقائد' مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۷۸- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی' متوفی ۶۰۶ھ' المحصول' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۳۷۹- علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری' التوفی ۷۳۰ھ' کشف الاسرار' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ
۳۸۰- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی' متوفی ۷۹۱ھ' توضیح وتلویح' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳۸۱- علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد الشہیر بابن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' التحریک مع التیسیر' مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض
۳۸۲- علامہ محب اللہ بہاری' متوفی ۱۱۱۹ھ' مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۳۸۳- علامہ احمد جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' نور الانوار' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۸۴- علامہ عبد الحق خیر آبادی' متوفی ۱۳۱۸ھ' شرح مسلم الثبوت' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۸۵- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی التوفی ۳۸۶ھ' قوت القلوب' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۰۶ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸۶- شیخ ابو محمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ' المحلی بالآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۳۸۷- امام محمد بن محمد غزالی' متوفی ۵۰۵ھ' احیاء علوم الدین' مطبوعہ دار الخیر بیروت' ۱۴۱۳ھ
۳۸۸- امام ابوالفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی' متوفی ۵۹۷ھ' ذم الھویٰ' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۸۹- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ' مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ
۳۹۰- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی' متوفی ۷۲۸ھ' قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ
۳۹۱- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ' مصر
۳۹۲- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۹۳- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللھفان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۹۴- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۹۵- علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ

marfat.com
Marfat.com

۳۹۶- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ البازمکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۳۹۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۹۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۹۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۰۰- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۰۱- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۰۲- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ

۴۰۳- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۰۴- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۴۰۵- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ

۴۰۶- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ

۴۰۷- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ

۴۰۸- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الزواجر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۴۰۹- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی' متوفی ۱۰۳۴ھ' مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۰ھ

۴۱۰- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' اتحاف سادۃ المتقین' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۴۱۱- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' فتاویٰ رشیدیہ کامل' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۴۱۲- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ' کشف الظنون' مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران' ۱۳۷۸ھ

۴۱۳- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' الملفوظ' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور

۴۱۴- شیخ وحید الزمان' متوفی ۱۳۴۸ھ' ہدیۃ المہدی' مطبوعہ میور پریس دہلی' ۱۳۲۵ھ

۴۱۵- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' متوفی ۱۳۵۰ھ' جواہر البحار' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

۴۱۶- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' بہشتی زیور' مطبوعہ ناشران قرآن لمٹیڈ لاہور

۴۱۷- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' حفظ الایمان' مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی

۴۱۸- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی' نداء یارسول اللہ' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۵ھ

marfat.com

Marfat.com

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے

جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیانُ القرآن

(مکمل بارہ ۱۲ جلد)

تصنیف

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

دار العلوم نعیمیہ، کراچی

دسویں جلد

انشاء اللہ اگست 2005ء میں دستیاب ہوگی

تفسیر ابنِ عباس (مکمل ۲ جلد)

(ترجمہ و حواشی)

عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

از ترجمانِ قرآن حضرت عبداللہ ابنِ عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ترجمہ

مولانا شاہ محمد عبد المقتدر قادری بدایونی

رحمۃ اللہ علیہ

ترجمۂ قرآن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل

مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی رحمہ اللہ

المواھبُ اللدنیہ

(مترجم ۳ جلد)

مع حواشی

شرح زُرقانی

تصنیف

الشیخ احمد بن قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

ترجمہ

مولینا مفتی محمد صدیق ہزاروی

(جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فقہِ حنفی کے عظیم مآخذ اور احادیث شریف کے

اہم ذخیرے کی شرح

بنام

شرح موطا امام محمدؒ

(مکمل ۳ جلد)

تصنیف

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و شرح

محققِ اسلام علامہ محمد علی رحمہ اللہ تعالے

ناشر: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون: 092-42-7312173

فیکس: 092-42-7224899

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم | احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم | محمود صلی اللہ علیہ وسلم | قاسم صلی اللہ علیہ وسلم | عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم | شاھد صلی اللہ علیہ وسلم | حاشر صلی اللہ علیہ وسلم | رشید صلی اللہ علیہ وسلم | مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم | نذیر صلی اللہ علیہ وسلم | داع صلی اللہ علیہ وسلم | شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ھاد صلی اللہ علیہ وسلم | ماح صلی اللہ علیہ وسلم | منج صلی اللہ علیہ وسلم | تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم | امی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم | ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم | ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم | حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم | رؤف صلی اللہ علیہ وسلم | رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم | مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | طٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم | مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حمٓ صلی اللہ علیہ وسلم | مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | یٰسٓ صلی اللہ علیہ وسلم | اولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم | مدثر صلی اللہ علیہ وسلم | متین صلی اللہ علیہ وسلم | مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم | ناصر صلی اللہ علیہ وسلم | منصور صلی اللہ علیہ وسلم | مصباح صلی اللہ علیہ وسلم | امر صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — نزاری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — نجی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — صفی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — سحیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مجیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — شکور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مقتصد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — قوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مأمون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مطیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — ظاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — باطن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — یتیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حکیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — سراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — محرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مذکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — قریب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مدعو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — جواد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — شہیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — شہید صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — شفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤمن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مضری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حافظ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — قرشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

marfat.com

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

تبیان القرآن

جلد

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الله جل جلاله | الذي لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله | الرحمن جل جلاله | الرحيم جل جلاله | الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله | السلام جل جلاله | المؤمن جل جلاله | المهيمن جل جلاله | العزيز جل جلاله

الجبار جل جلاله | المتكبر جل جلاله | الخالق جل جلاله | البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله | الغفار جل جلاله | القهار جل جلاله | الوهاب جل جلاله | الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله | العليم جل جلاله | القابض جل جلاله | الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله | الرافع جل جلاله | المعز جل جلاله | الحكم جل جلاله | البصير جل جلاله

السميع جل جلاله | المذل جل جلاله | العدل جل جلاله | اللطيف جل جلاله

الخبير جل جلاله | الحليم جل جلاله | العظيم جل جلاله | الغفور جل جلاله | الشكور جل جلاله

العلي جل جلاله | الكبير جل جلاله | الحفيظ جل جلاله | المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله | الجليل جل جلاله | الكريم جل جلاله | الرقيب جل جلاله | المجيب جل جلاله

الواسع جل جلاله | الحكيم جل جلاله | الودود جل جلاله | المجيد جل جلاله

الباعث جل جلاله | الشهيد جل جلاله | الحق جل جلاله | الوكيل جل جلاله | القوي جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

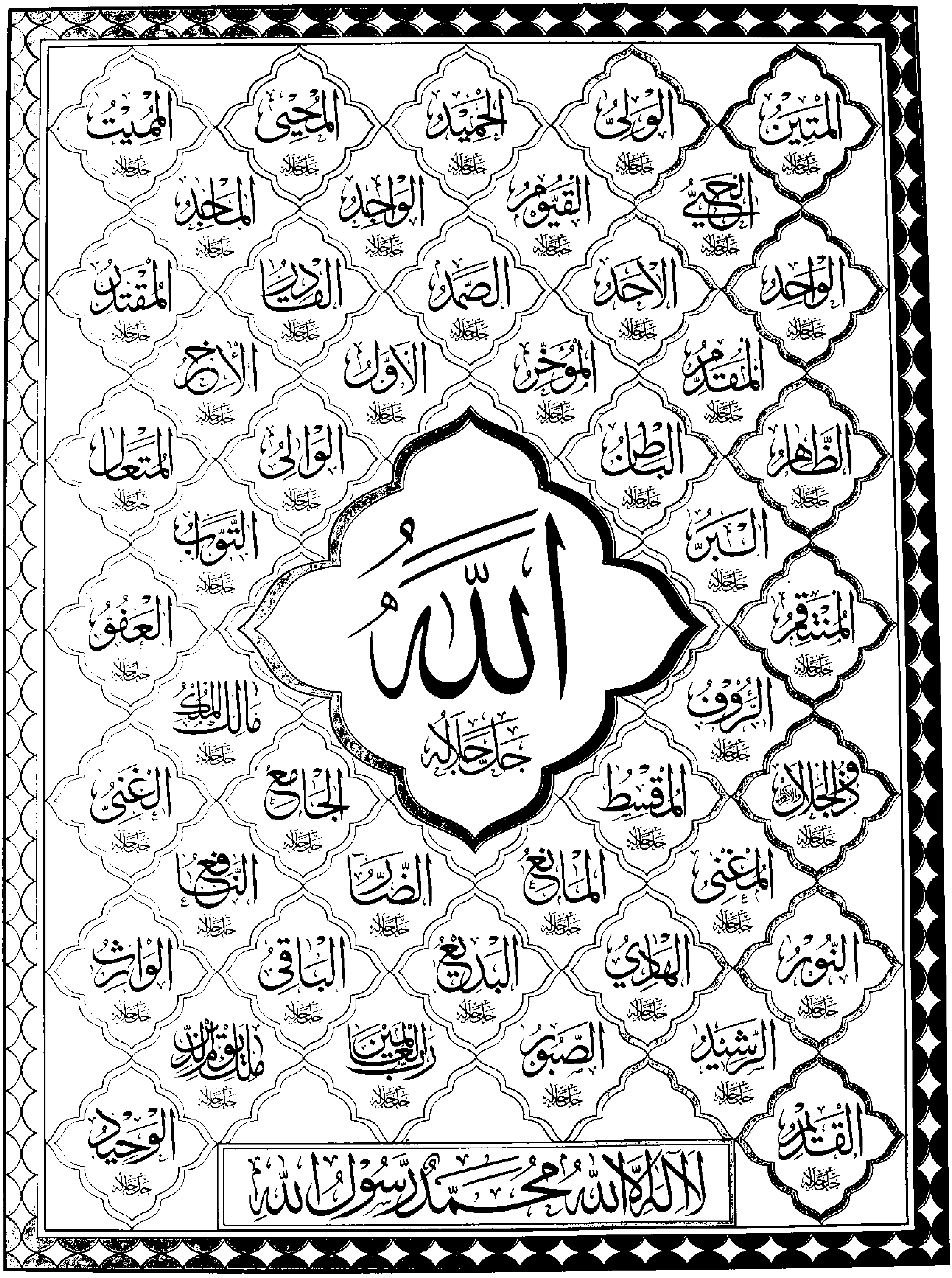
المتین
الولی
الحمید
المحیی
الممیت
الحیی
القیوم
الواجد
الماجد
الواحد
الاحد
الصمد
القادر
المقتدر
المقدم
المؤخر
الاول
الاخر
الظاهر
الباطن
الوالی
المتعالی
البر
التواب
المنتقم
العفو
الرؤف
مالک الملک
الله
جل جلاله
ذوالجلال والاکرام
المقسط
الجامع
الغنی
المغنی
المانع
الضار
النافع
النور
الهادی
البدیع
الباقی
الوارث
الرشید
الصبور
رب العالمین
مالک یوم الدین
القدیر
الوحید
لا اله الا الله محمد رسول الله

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی - ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ - اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد یازدہم

الاحقاف تا التغابن

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، شاہد محمود، عبدالقیوم
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
الطبع الاوّل : ربیع اوّل 1427ھ / مارچ 2006ء
الطبع السابع : جمادی الاولیٰ 1434ھ / مارچ 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الاحقاف	۳۵
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵
۲	الاحقاف کا معنی	۳۵
۳	الاحقاف کا محل وقوع	۳۶
۴	سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول	۳۶
۵	سورۃ الاحقاف کے اغراض و مقاصد	۳۶
۶	حٰمٓ ○ تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم. (۱۰-۱)	۳۸
۷	حامیم اور تنزیل الکتٰب کے اشارات اور اسرار و رموز	۳۹
۸	حق کا معنی اور مراد	۴۰
۹	اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا انکار' استخفاف اور استحقار کفر ہے	۴۱
۱۰	''اثارۃ'' کا معنی	۴۳
۱۱	الاحقاف:۴ کا خلاصہ	۴۳
۱۲	کاہن' عراف' بدشگونی اور رمال کی تعریفات اور ان کا شرعی حکم	۴۴
۱۳	ذاتی اور عطائی علم غیب کی تحقیق	۴۴
۱۴	بتوں کے نہ سننے کی قیامت تک کی تخصیص کی وجہ	۴۵
۱۵	بتوں کا مشرکین کی عبادت سے قیامت کے دن بے زاری کا اظہار کرنا	۴۶
۱۶	کفار قرآن مجید کو جادو کیوں کہتے ہیں؟	۴۶
۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افتراء کی تہمت کا ابطال	۴۷
۱۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب	۴۹
۱۹	الاحقاف:۹ کی تفسیر میں مفسرین کی آراء	۴۹
۲۰	الاحقاف:۹ کو دنیا کے احوال نہ جاننے پر محمول کرنے والے مفسرین	۵۰
۲۱	درایت کا معنی	۵۱
۲۲	حافظ ابن کثیر اور ان کے موافقین کا جواب مصنف کی طرف سے	۵۲
۲۳	درایت تفصیلی کی نفی پر کتب لغت' مفسرین اور شارحین حدیث کی عبارات سے استشہاد	۵۲
۲۴	خلاصہ بحث	۵۴
۲۵	الاحقاف:۹ کے منسوخ ہونے پر مستند علماء اور مفسرین کی تصریحات	۵۵
۲۶	الاحقاف:۹ سے دنیا کے احوال کے علم کی نفی مراد لینے کا بطلان	۵۹
۲۷	الاحقاف:۹ سے اُمور آخرت کے علم کی نفی مراد لینے پر امام رازی کے اعتراضات کے جوابات	۵۹
۲۸	مخالفین اعلیٰ حضرت کا اس صحیح حدیث پر اعتراض جس کی بنیاد پر الاحقاف:۹ کو منسوخ قرار دیا گیا	۶۰
۲۹	مصنف کی طرف سے متعدد حوالوں کے ساتھ حدیث مذکور کے صحیح ہونے پر دلائل	۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰	اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر	۶۴
۳۱	الاحقاف:۹ کو منسوخ ماننے پر مخالفینِ اعلیٰ حضرت کے ایک عقلی اعتراض کا جواب	۶۴
۳۲	مخالفینِ اعلیٰ حضرت کے ایک نحوی اعتراض کا جواب	۶۵
۳۳	قیاس کے ثبوت پر دلائل	۶۸
۳۴	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تحقیق	۶۹
۳۵	''شھد شاھد من بنی اسرائیل'' کے مصداق کی تحقیق	۷۰
۳۶	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح اور ان کے فضائل	۷۱
۳۷	وقال الذین کفروا (۲۰۔۱۱)	۷۳
۳۸	قرآن مجید پر کفارِ مکہ کے اعتراض کا جواب	۷۵
۳۹	اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کا خوف	۷۶
۴۰	فساق مؤمنین کی مغفرت پر دلائل	۷۶
۴۱	مغفرت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے	۷۷
۴۲	اولاد پر ماں باپ کے حقوق خصوصاً ماں کے حقوق کے متعلق احادیث	۷۸
۴۳	دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں فقہاء احناف کا مذہب	۸۰
۴۴	دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	۸۱
۴۵	چالیس سال کی عمر میں انسان کا اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جانا	۸۳
۴۶	چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد نبی کا مبعوث ہونا	۸۴
۴۷	بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کا علم تھا' اس پر دلائل	۸۵
۴۸	عالمِ ارواح میں آپ کی نبوت کا معنی	۸۶
۴۹	بعثت سے پہلے آپ کو اپنی نبوت کا علم ہونے کی تحقیق	۸۶
۵۰	الاحقاف:۱۵ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور خصوصیت	۸۷
۵۱	شام کے سفر کے متعلق حدیثِ ترمذی	۹۰
۵۲	حدیثِ ترمذی پر علامہ ذہبی کی تنقید	۹۱
۵۳	بحیریٰ راہب کا واقعہ کتب سیرت میں	۹۱
۵۴	احسن اعمال پر ایک اشکال کا جواب	۹۲
۵۵	الاحقاف:۱۵ میں حضرت ابوبکر کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب	۹۲
۵۶	الاحقاف:۱۷ کے شانِ نزول میں مختلف روایات	۹۳
۵۷	اس قول کی ترجیح کہ یہ آیت کافر کے متعلق نازل ہوئی	۹۳
۵۸	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی سوانح	۹۴
۵۹	نیکوکار اور بدکار کی پوری پوری جزاء	۹۵
۶۰	پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کے حصول کی اجازت	۹۵
۶۱	آخرت کے ثواب میں اضافہ کی خاطر پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کا ترک کرنا اور زہد کو اختیار کرنا	۹۶
۶۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زہد	۹۶
۶۳	صحابہ کرام کا زہد اختیار کرنا اور ترک زہد کی مذمت کرنا	۹۸
۶۴	واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ (۲۶۔۲۱)	۱۰۰
۶۵	کفارِ مکہ کو عبرت دلانے کے لیے حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا حال سنانا	۱۰۱
۶۶	الاحقاف اور افک کا معنی	۱۰۲
۶۷	قومِ عاد کی جہالت کی وجوہ	۱۰۲
۶۸	قومِ عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت	۱۰۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۹	قومِ عاد پر عذاب کی تفصیل	۱۰۳
۷۰	آندھیوں کے متعلق احادیث	۱۰۴
۷۱	ولقد اهلكنا ما حولكم من القرىٰ (۲۷-۳۵)	۱۰۶
۷۲	اہل مکہ کے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر کے ان کو عبرت دلانا	۱۰۸
۷۳	مشرکین کے لیے بتوں کی شفاعت کا باطل ہونا	۱۰۸
۷۴	قرآن سن کر جنات کا ایمان لانے سے اہل مکہ کو ملامت کرنا کہ وہ قرآن سُن کر کیوں ایمان نہیں لاتے؟	۱۰۹
۷۵	جنات کا نمازِ فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننا	۱۱۰
۷۶	لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابن مسعود بھی تھے یا نہیں؟	۱۱۱
۷۷	لیلۃ الجن کی مختلف روایات میں تطبیق	۱۱۲
۷۸	جنات کے قول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہ	۱۱۳
۷۹	کافر جب ایمان لے آئے تو آیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت ہوگی یا بعض گناہوں کی؟	۱۱۴
۸۰	آیا اطاعت گزار جنات کو ثواب ہوگا یا نہیں؟	۱۱۴
۸۱	اللہ کی طرف دعوت دینے والی کی احادیث میں مثالیں	۱۱۵
۸۲	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل	۱۱۶
۸۳	اولوالعزم کا معنی	۱۱۷
۸۴	اولوالعزم رسولوں کے مصادیق	۱۱۸
۸۵	الاحقاف: ۳۵ منسوخ ہے یا نہیں؟	۱۲۰
۸۶	سورۃ الاحقاف کا خاتمہ	۱۲۱
	سورۃ محمد	۱۲۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۲۲
۲	سورۂ محمد کے متعلق احادیث	۱۲۲
۳	سورۂ محمد کے اغراض	۱۲۳
۴	الذين كفروا وصدّوا عن سبيل الله اضل اعمالهم (۱-۱۱)	۱۲۴
۵	اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار کے مصادیق	۱۲۵
۶	ایمان لانے کے بعد سابقہ گناہوں کے مٹانے اور گناہوں کے بدلے میں نیکیاں عطا کرنے کی تحقیق	۱۲۶
۷	اسم محمد کی تشریح اور تحقیق	۱۲۷
۸	نام محمد کے فضائل اور خصوصیات	۱۲۷
۹	آپ کا نام محمد ہونا آپ کے کمال مطلق ہونے کی دلیل ہے	۱۲۸
۱۰	نام محمد وصف اور علمیت کا جامع ہے اور ندا یا محمد	۱۳۰
۱۱	اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عظمتیں	۱۳۱
۱۲	جن کافروں کے متعلق جہاد کا حکم ہے ان کا مصداق	۱۳۳
۱۳	کفار کا خون بہانے کے بعد ان کو گرفتار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۳۳
۱۴	جہاد کا حکم کب ختم ہوگا	۱۳۵
۱۵	اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات	۱۳۵
۱۶	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب	۱۳۶
۱۷	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات	۱۳۷
۱۸	شہداء اور صالحین کے لیے آخرت میں نعمتیں اور دخولِ جنت میں آسانیاں	۱۳۸
۱۹	اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے طریقے اور اللہ کا اُن کی مدد فرمانا	۱۳۹
۲۰	''تعساً لهم'' کے معانی	۱۳۹
۲۱	کفار کے اعمال ضائع کرنے کی وجہ	۱۴۰
۲۲	سابقہ امتوں پر عذاب کی کیفیت اور اس زمانہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے کافروں کے عذاب کی کیفیت	۱۴۰
۲۳	ان اللہ یدخل الذین اٰمنوا (۱۹۔۱۲)	۱۴۱
۲۴	دنیا کی نعمتوں سے استفادہ میں مومن اور کافر کی نیت اور عمل کا فرق	۱۴۳
۲۵	مشرکین کے ظلم وستم پر آپ کو تسلی دینا	۱۴۴
۲۶	جنت میں انواع واقسام کے مشروبات	۱۴۵
۲۷	جنت میں دخول کے بعد مغفرت کے ذکر کی توجیہات	۱۴۵
۲۸	آخرت میں کفار کا عذاب	۱۴۶
۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سننے میں منافقین کی کیفیت	۱۴۶
۳۰	ھادی' ہدایت اور تقویٰ کے مصداق کے متعلق متعدد اقاویل	۱۴۷
۳۱	قیامت کی نشانیاں	۱۴۸
۳۲	آپ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عالم تھے پھر کیوں فرمایا: جان لیجئے	۱۴۹
۳۳	علم کی فضیلت اور علم کا عمل پر مقدم ہونا	۱۴۹
۳۴	''واستغفر لذنبک'' پر آپ کی عصمت کی بناء پر اشکال	۱۵۰
۳۵	اشکال مذکور کا جواب علامہ قرطبی مالکی کی طرف سے	۱۵۰
۳۶	اشکال مذکور کا جواب امام رازی شافعی کی طرف سے	۱۵۱
۳۷	اشکال مذکور کا جواب علامہ آلوسی حنفی کی طرف سے	۱۵۱
۳۸	اشکال مذکور کا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے	۱۵۲
۳۹	ویقول الذین اٰمنوا لولا (۲۸۔۲۰)	۱۵۴
۴۰	قتال اور جہاد کی فرضیت سے مسلمانوں کا خوش ہونا اور منافقوں کا ناخوش ہونا	۱۵۶
۴۱	جہاد سے روگردانی پر منافقوں کے عذر کو رد کرنا	۱۵۶
۴۲	محمد: ۲۲ میں ''ان تولیتم'' کی دو تفسیریں	۱۵۷
۴۳	صلہ رحم کے متعلق احادیث	۱۵۸
۴۴	لعنت کی اقسام میں علامہ شامی کی تحقیق	۱۶۰
۴۵	لعنت کی اقسام میں مصنف کی تحقیق	۱۶۱
۴۶	یزید پر لعنت کرنے کی بحث اور اس مسئلے میں علامہ آلوسی کی رائے	۱۶۲
۴۷	لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے	۱۶۵
۴۸	لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے	۱۶۷
۴۹	یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف	۱۶۸
۵۰	نیک اعمال کو آخر عمر تک ملتوی کرنے کی مذمت	۱۶۸
۵۱	یہودی اور مشرکین کس چیز میں ایک دوسرے کے موافق تھے اور کس چیز میں مخالف تھے؟	۱۶۹
۵۲	بغیر ایمان کے نیک اعمال کا غیر مفید ہونا	۱۷۰
۵۳	اَمْ حسب الذین فی قلوبھم (۳۸۔۲۹)	۱۷۰
۵۴	اللہ تعالیٰ کا منافقین کے نفاق کا پردہ چاک فرمانا	۱۷۲
۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا یا نہیں؟	۱۷۳
۵۶	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی	۱۷۵
۵۷	مسلمانوں کے اعمال ضائع ہونے کی توجیہات	۱۷۵
۵۸	نفلی عبادات کا شروع کرنے کے بعد واجب ہونا	۱۷۶
۵۹	جہاد کی ترغیب اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجوہ	۱۷۶
۶۰	جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور لھو ولعب کا فرق	۱۷۸
۶۱	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے اور مخلوق کے محتاج ہونے کی وضاحت	۱۷۹
۶۲	اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی جگہ کس قوم کو دے گا؟	۱۸۰
۶۳	سورۃ محمد کا اختتام	۱۸۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الفتح	۱۸۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۸۲
۲	سورۃ الفتح کی پہلی دو سورتوں سے مناسبت	۱۸۳
۳	صلح حدیبیہ کا تذکرہ	۱۸۳
۴	ذوالقعدہ میں عمرہ کے لیے روانہ ہونے اور حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے متعلق احادیث	۱۸۴
۵	صلح حدیبیہ کی باقی ماندہ شرائط	۱۸۹
۶	بیعتِ رضوان کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۹۰
۷	بیعتِ رضوان کے متعلق احادیث	۱۹۱
۸	بیعتِ رضوان کا مفصل واقعہ	۱۹۲
۹	بشارت کی تعیین سے پہلے عمرہ حدیبیہ کی توجیہ	۱۹۳
۱۰	سورۃ الفتح کا مقامِ نزول اور زمانۂ نزول	۱۹۷
۱۱	سورۃ الفتح کے مسائل اور مقاصد	۱۹۷
۱۲	انا فتحنا لك فتحا مبينا (۱۰_۱)	۱۹۹
۱۳	(الفتح:۱) سے آیا فتح مکہ مراد ہے یا فتح حدیبیہ؟	۲۰۰
۱۴	آپ کی مغفرت کے حصول کا سبب فتح مکہ ہے یا فتح حدیبیہ یا فتح حجاب ہے	۲۰۱
۱۵	مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۰۳
۱۶	محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۰۶
۱۷	اعلیٰ حضرت کے نزدیک رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۱۰
۱۸	”لیغفرلك الله“ کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان	۲۱۲
۱۹	عطاء بن ابی مسلم خراسانی	۲۱۳
۲۰	عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو گناہ کی نسبت کی ہے اس کی تاویل کا باطل ہونا	۲۱۵
۲۱	مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی توجیہات	۲۱۷
۲۲	نسخ کی تحقیق	۲۲۲
۲۳	نسخ کا لغوی معنی	۲۲۲
۲۴	نسخ کی اصطلاحی تعریفات	۲۲۲
۲۵	الاحقاف:۹ کے الفتح:۲ سے منسوخ ہونے پر اعتراض اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا جواب	۲۲۳
۲۶	اعلیٰ حضرت کی عبارت پر خلافِ تحقیق ہونے کا الزام اور اس کا جواب	۲۲۴
۲۷	الاحقاف:۹ کے نسخ پر مولینا اویسی کی تحقیق	۲۲۴
۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرتِ کلی کے اعلان کا آپ کی عظیم خصوصیت ہونا	۲۲۵
۲۹	عشرہ مبشرہ اور اصحابِ بدر کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۷
۳۰	صاحب یٰسین کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۸
۳۱	اصحابِ حدیبیہ کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۹
۳۲	اعلیٰ حضرت، ان کے والد گرامی اور دیگر علماء اہل سنت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کو برقرار رکھنا	۲۳۰
۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کے ثبوت میں مزید احادیث	۲۳۲
۳۴	آثار صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان	۲۳۴
۳۵	اعلیٰ حضرت کے دونوں ترجموں میں محاکمہ	۲۳۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۶	''القرآن ذو وجوہ'' کا جواب	۲۳۶
۳۷	منافقوں اور مشرکوں کی ضرر رسانی اور ان کے عذاب کی نوعیت کا فرق	۲۳۷
۳۸	اللہ کے لشکر کا مصداق	۲۳۸
۳۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے اور ''وتعزروہ وتوقروہ'' کا معنی	۲۳۸
۴۰	''ید اللہ'' کی توجیہات اور ''بما عاھد علیہ اللہ'' میں ضمہ کے اشکال کا جواب	۲۳۹
۴۱	سیقول لک المخلفون من الاعراب (۱۱۔۱۷)	۲۴۰
۴۲	منافقوں کا عذر اور اس کا نامقبول ہونا	۲۴۲
۴۳	منافقوں کا بُرا گمان	۲۴۲
۴۴	منافقین کا غزوۂ خیبر میں شرکت کے لیے اصرار اور اللہ اور اس کے رسول کا منع فرمانا اور اس کی حکمتیں	۲۴۳
۴۵	سخت جنگجو قوم کے متعلق متعدد اقوال	۲۴۵
۴۶	حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اور امامت پر دلیل	۲۴۵
۴۷	مرتد کو قتل کرنے کا وجوب اور اس کو تین دن کی مہلت دینے پر دلائل	۲۴۶
۴۸	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادیٔ فکر کے خلاف ہے؟	۲۴۷
۴۹	کمزور اور معذور لوگوں کے لیے جہاد میں عدم شرکت کی رخصت	۲۴۸
۵۰	لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک (۱۸۔۲۶)	۲۴۸
۵۱	اصحاب بیعت رضوان کی فضیلت	۲۵۰
۵۲	اس بات کی تحقیق کہ جس درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی' آیا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا یا نہیں؟	۲۵۱
۵۳	بیعتِ رضوان والے درخت کے بھلا دیئے جانے کے ثبوت میں احادیث	۲۵۱
۵۴	بیعتِ رضوان والے درخت کے کٹوانے کے ثبوت میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل	۲۵۲
۵۵	درخت مذکور کے کٹوانے کے ثبوت میں پیش کردہ روایت کے رجال پر بحث ونظر	۲۵۳
۵۶	مذکورہ روایت کے مردود ہونے پر دیگر شواہد	۲۵۴
۵۷	مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا اثبات کرنے والے مفسرین	۲۵۵
۵۸	مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا انکار کرنے والے مفسرین	۲۵۵
۵۹	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت اور ان سے حصول فیض کا جواز	۲۵۵
۶۰	حدیبیہ کے بعد غزوات میں اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں	۲۵۶
۶۱	اللہ تعالیٰ کا حدیبیہ میں کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنا	۲۵۷
۶۲	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک	۲۵۸
۶۳	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	۲۵۹
۶۴	اس اشکال کا جواب کہ آپ عمرہ حدیبیہ میں اپنے ساتھ اونٹ کیوں لے گئے تھے جب کہ عمرہ میں قربانی نہیں ہے؟	۲۵۹
۶۵	حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ دینے کی توجیہات	۲۶۱
۶۶	اللہ کی رحمت میں داخل کرنے کے دو محمل	۲۶۱
۶۷	فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کفار کے خلاف جہاد کرنے سے مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو پھر ان کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا	۲۶۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۸	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ایسی صورت میں اگر جہاد کرنا ناگزیر ہو تو جہاد کیا جائے گا ورنہ نہیں	۲۶۲
۶۹	فقہاء شافعیہ کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں دو قول ہیں	۲۶۲
۷۰	فقہاء احناف کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں کفار پر گولی چلانا اور گولہ باری کرنا جائز ہے	۲۶۳
۷۱	حمیت اور حمیت جاہلانہ کا معنی	۲۶۳
۷۲	''کلمۃ التقویٰ'' کے متعلق متعدد اقوال	۲۶۳
۷۳	لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا (۲۸-۲۹)	۲۶۴
۷۴	اللہ تعالیٰ کے ''انشاء اللہ'' فرمانے کی توجیہات	۲۶۵
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈانے اور بال کتروانے کے محمل	۲۶۶
۷۶	حدیبیہ میں وہ کون سی باتیں تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے؟	۲۶۷
۷۷	حدیبیہ کے بعد کون سی فتح حاصل ہوئی؟	۲۶۷
۷۸	دین اسلام کے غلبہ کے محامل	۲۶۷
۷۹	خلفاء راشدین کے فضائل	۲۶۸
۸۰	سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان	۲۶۹
۸۱	تورات اور انجیل میں صحابہ کی صفات	۲۶۹
۸۲	صحابہ کرام کے فضائل	۲۷۰
۸۳	سورۃ الفتح کا اختتام	۲۷۱
	سورۃ الحجرات	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۷۲
۲	سورت الحجرات کے مسائل اور مقاصد	۲۷۲
۳	یا ایھا الذین امنوا (۱-۱۰)	۲۷۳
۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل پر اپنے قول اور فعل کو مقدم کرنے کی ممانعت	۲۷۵
۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے کی ممانعت	۲۷۵

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶	بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کے الگ الگ محمل	۲۷۶
۷	اپنی ضرورت اور آپ کی نعت کے کلمات کو آپ کے سامنے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز	۲۷۶
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھنے والے صحابہ	۲۷۸
۹	تقویٰ کو پرکھنے کا معنی	۲۷۸
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے نداء کرنے والوں کے مصادیق	۲۷۹
۱۱	ولید بن عتبہ کا جھوٹی خبر دینا	۲۸۰
۱۲	فاسق کی شہادت اور روایت کا شرعی حکم	۲۸۱
۱۳	مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے متعلق احادیث اور آثار	۲۸۲
۱۴	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا	۲۸۳
۱۵	حضرت معاویہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی سے جنگِ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	۲۸۴
۱۶	حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	۲۸۶
۱۷	حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ	۲۸۷
۱۸	جنگ جمل وقوع پذیر ہونے کی وجہ	۲۸۷
۱۹	حضرت علی کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے احترام کے متعلق احادیث اور آثار	۲۸۸
۲۰	جنگ جمل اور جنگ صفین کے متعلق حرفِ آخر	۲۸۹
۲۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین	۲۹۰
۲۲	حضرت عثمان کے قاتلین کا دنیا میں انجام	۲۹۱
۲۳	مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں	۲۹۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴	یا ایها الذین آمنوا لا یسخر قوم (۱۸۔۱۱)	۲۹۲
۲۵	مذاق اڑانے کی ممانعت	۲۹۴
۲۶	ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور عیب سے متصف کرنے کی ممانعت	۲۹۵
۲۷	فاسق معلن کا فسق بیان کرنے کا جواز	۲۹۶
۲۸	ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنے کی ممانعت	۲۹۶
۲۹	مسلمان کے متعلق بدگمانی کے حرام ہونے پر دلائل	۲۹۷
۳۰	ظن اور گمان بے جواز اور عدم جواز کے محمل	۲۹۸
۳۱	مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت	۲۹۹
۳۲	ملک کی داخلی اور خارجی استحکام کے لیے محکمۂ جاسوسی قائم کرنے کا جواز	۳۰۰
۳۳	غیبت کی تعریف اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینا	۳۰۰
۳۴	غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجہ	۳۰۱
۳۵	غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں	۳۰۲
۳۶	غیبت کا کفارہ	۳۰۲
۳۷	جن صورتوں میں پسِ پشت عیب بیان کرنا جائز ہے	۳۰۳
۳۸	استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	۳۰۵
۳۹	اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل	۳۰۶
۴۰	اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو	۳۰۸
۴۱	الحجرات: ۱۴ کا شانِ نزول اور ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۰۹
۴۲	سورۃ الحجرات کا خاتمہ	۳۱۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ قٓ	۳۱۱
۱	سورت کا نام	۳۱۱
۲	سورۃ الحجرات کی اس سورت سے مناسبت	۳۱۱
۳	سورۃ قٓ کے متعلق احادیث	۳۱۱
۴	قٓ والقرآن المجید (۱۵۔۱)	۳۱۲
۵	قٓ کے معانی	۳۱۳
۶	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو کفار کیوں بعید سمجھتے تھے	۳۱۴
۷	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کے اشکال کا جواب	۳۱۵
۸	مُردوں کے ذرات مختلط کے باہم ممیز ہونے پر دلیل	۳۱۵
۹	''امر مریج'' کا معنی	۳۱۶
۱۰	مردہ انسانوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل	۳۱۶
۱۱	''اصحاب الرس'' کے مصادیق	۳۱۸
۱۲	عاد کا معنی اور مصداق	۳۱۸
۱۳	ایکہ والوں کا مصداق	۳۱۸
۱۴	تبع کا معنی اور مصداق	۳۱۹
۱۵	پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تھکنے کا باطل ہونا	۳۱۹
۱۶	ولقد خلقنا الانسان (۲۹۔۱۶)	۳۲۰
۱۷	اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے قریب ہونے کا معنی	۳۲۱
۱۸	کراماً کاتبین کا صحیفۂ اعمال میں لکھنا	۳۲۲
۱۹	مرض اور سفر کی وجہ سے بندہ جو نیکیاں نہ کر سکے وہ بھی لکھی جاتی ہیں	۳۲۲
۲۰	صحیفۂ اعمال میں لکھی ہوئی نیکیوں کی برکات	۳۲۳
۲۱	موت کی سختیاں	۳۲۳
۲۲	آخرت میں چلانے والے اور گواہی دینے والے کا مصداق	۳۲۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۳	انسان کی دنیا میں غفلت اور آخرت میں اس کی نگاہ کا تیز ہونا	۳۲۴
۲۴	قیامت کے دن کافروں اور شیطان سے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام	۳۲۵
۲۵	یوم نقول لجهنم (۴۵-۳۰)	۳۲۶
۲۶	دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے متعلق احادیث	۳۲۸
۲۷	دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے محامل	۳۲۸
۲۸	دوزخ کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کر کے بغیر کسی جرم کے اس کو دوزخ میں ڈال دینا	۳۲۹
۲۹	اس حدیث پر اعتراض کا وارد ہونا	۳۳۰
۳۰	اس حدیث کی شرح علامہ ابن بطال سے	۳۳۰
۳۱	اس حدیث کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی سے	۳۳۰
۳۲	نئی مخلوق پیدا کر کے اس کو بلا جرم دوزخ میں ڈالنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۳۲
۳۳	زیر بحث حدیث کے متعلق دیگر شارحین کی آراء	۳۳۳
۳۴	''اوّاب'' کا معنی	۳۳۵
۳۵	''حفیظ'' کا معنی	۳۳۵
۳۶	اہل جنت کے لیے غیر مترقبہ نعمتیں	۳۳۶
۳۷	متقین کے لیے غیر مترقبہ نعمتوں کے علاوہ خصوصی مزید انعام	۳۳۶
۳۸	''نقبوا'' اور ''لغوب'' کا معنی اور عقل کا محل	۳۳۸
۳۹	قٓ:۳۹ کا سبب نزول	۳۳۹
۴۰	فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی خاص اہمیت	۳۳۹
۴۱	مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز سنت پڑھنے کی تحقیق	۳۳۹
۴۲	رات کو اٹھ کر تسبیح پڑھنے کے محامل	۳۴۱
۴۳	تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب	۳۴۱
۴۴	آیا سو مرتبہ ''لا اله الا الله'' پڑھنے کا اجر و ثواب زیادہ ہے یا سو مرتبہ ''سبحان الله'' پڑھنے کا؟	۳۴۲
۴۵	علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کے نزدیک اذکارِ ماثورہ کے اجر و ثواب کی بشارت صرف نیکوکاروں کے لیے ہے بدکاروں کے لیے نہیں ہے	۳۴۳
۴۶	علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کی رائے پر مصنف کا تبصرہ	۳۴۳
۴۷	''لا اله الا الله'' اور ''سبحان الله'' پڑھنے کا اجر و ثواب میں ایک اور فرق	۳۴۴
۴۸	''ادبار السجود'' کے محامل	۳۴۴
۴۹	دوسرے صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کے زندہ ہونے کی کیفیت	۳۴۵
۵۰	قبروں سے باہر نکلنے کی کیفیت	۳۴۵
۵۱	گناہ گاروں کے حشر کی کیفیت	۳۴۶
۵۲	بندہ کا جن گناہوں پر خاتمہ ہوا ان ہی گناہوں میں قیامت کے دن اس کو اٹھایا جانا	۳۴۷
۵۳	بندوں کا جن اعمال پر خاتمہ ہوا ان ہی اعمال پر ان کو اٹھائے جانے کے متعلق احادیث	۳۴۹
۵۴	آیاتِ حشر میں بہ ظاہر تعارض	۳۵۰
۵۵	آیاتِ حشر میں تعارض کا جواب	۳۵۱
۵۶	جبر کا معنی	۳۵۳
۵۷	سورۃ قٓ کا اختتام	۳۵۳
	سورۃ الذّٰریٰت	۳۵۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵۵
۲	سورۃ قٓ اور سورۃ الذّٰریٰت کی باہمی مناسبت	۳۵۵
۳	سورۃ الذّٰریٰت کے مشمولات	۳۵۵
۴	والذّٰریٰت ذروًا (۲۳-۱)	۳۵۷
۵	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۸
۶	''ذات الحبك'' کے معانی	۳۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے متعلق کفار مکہ کے مختلف اقوال	۳۶۰
۸	ازل میں کفار کو ایمان سے پھیر دینے کی توجیہ	۳۶۰
۹	''الخراصون'' کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے دعائیہ کلام کی توجیہ	۳۶۰
۱۰	کفار اور مشرکین کے استہزاء کی سزا	۳۶۱
۱۱	متقین کے آخرت میں احوال	۳۶۱
۱۲	رات کو کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے کی فضیلت	۳۶۲
۱۳	رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ طریقہ	۳۶۳
۱۴	سحر کے وقت مغفرت طلب کرنے کی فضیلت	۳۶۳
۱۵	صبح تک سونے والے کی مذمت میں احادیث	۳۶۴
۱۶	رات بھر سونے والے کے کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کی توجیہات	۳۶۴
۱۷	طلب مغفرت کے لیے وقت سحر کی خصوصیت	۳۶۵
۱۸	سحر کے وقت استغفار کے متعلق احادیث اور آثار	۳۶۶
۱۹	استغفار کے کلمات اور استغفار کی فضیلت	۳۶۷
۲۰	تہائی رات کے مستجاب وقت میں دعا قبول نہ ہونے کی وجوہ	۳۶۸
۲۱	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت	۳۶۸
۲۲	زکوٰۃ اور صدقات کی تعریفات	۳۶۹
۲۳	سائل اور محروم کی تعبیرات	۳۶۹
۲۴	اسلام میں سوال کرنے کی شرعی حیثیت	۳۷۱
۲۵	سوال نہ کرنے کے متعلق احادیث	۳۷۱
۲۶	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا معیار	۳۷۲
۲۷	موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۳۷۳
۲۸	انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	۳۷۴
۲۹	عالم کبیر کی نشانیوں کے مقابلے میں عالم صغیر کی نشانیاں	۳۷۵
۳۰	آسمان میں مخلوق کے رزق کی تفسیریں	۳۷۵
۳۱	اللہ تعالیٰ کی خبر کے برحق ہونے کو انسان کے کلام کے برحق ہونے سے تشبیہ کی وجوہ	۳۷۶
۳۲	هل اتك حديث ضيف ابراهيم (۳۰-۲۴)	۳۷۷
۳۳	حضرت ابراہیم کے پاس فرشتوں کا مہمان ہونا	۳۷۷
۳۴	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۷۸
۳۵	قال فما خطبكم ايها المرسلون (۴۶-۳۱)	۳۷۹
۳۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ	۳۸۰
۳۷	ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۸۱
۳۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۲
۳۹	قوم عاد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۲
۴۰	قوم ثمود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۳
۴۱	انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی نشان دہی	۳۸۳
۴۲	والسماء بنينها بايد (۶۰-۴۷)	۳۸۴
۴۳	''اید'' کا معنی	۳۸۵
۴۴	آسمان کی بناء کو متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت	۳۸۵
۴۵	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا اور اس کا کوئی جوڑا نہیں	۳۸۶
۴۶	اللہ کی طرف بھاگنے کے محامل	۳۸۷
۴۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۸۷
۴۸	کفار کو تبلیغ کرنے سے منع کرنے کی توجیہ	۳۸۸
۴۹	مؤمنین کے لیے آپ کی بار بار نصیحت کا مفید ہونا	۳۸۸
۵۰	''الا لیعبدون'' کے معانی اور محامل	۳۸۹
۵۱	حدیث ''کنت کنزاً مخفیاً'' کی تحقیق	۳۹۰
۵۲	''الا لیعبدون'' کے بقیہ معانی اور محامل	۳۹۲
۵۳	جب جنات اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو ان میں سے اکثر کے عبادت نہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کی توجیہ	۳۹۳
۵۴	جنات اور انسانوں کی وجہ تخلیق بیان کی گئی ہے' باقی کائنات کی وجہ تخلیق کیوں نہیں بیان کی گئی	۳۹۳
۵۵	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے میں فقہاء اسلام کے مذاہب	۳۹۳
۵۶	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	۳۹۴
۵۷	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں معتزلہ کے دلائل	۳۹۴
۵۸	شیخ ابن تیمیہ اور معتزلہ کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	۳۹۵
۵۹	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہ ہونے پر امام رازی کے دلائل	۳۹۵
۶۰	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہ ہونے پر علامہ تفتازانی کے دلائل	۳۹۶
۶۱	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے متعلق شارحینِ حدیث کا نظریہ	۳۹۸
۶۲	اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں	۳۹۸
۶۳	"رزق" کے معانی	۳۹۹
۶۴	قوت کے معانی	۴۰۱
۶۵	"متین" کا معنی	۴۰۲
۶۶	"ذنوب" کا معنی	۴۰۲
۶۷	"ذَنب" اور "ذَنَب" کا لفظی اور معنوی فرق	۴۰۲
۶۸	معصیت کا سبب دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے	۴۰۴
۶۹	سورۃ الذّٰریٰت کا اختتام	۴۰۴
	سورۃ الطور	۴۰۵
۱	سورت کا نام	۴۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲	سورۃ الطور اور سورۃ الذّٰریٰت میں مناسبت	۴۰۵
۳	سورۃ الطور کے متعلق احادیث	۴۰۵
۴	سورۃ الطور کے مشمولات	۴۰۶
۵	والطور و کتب مسطور (۱۔۲۸)	۴۰۷
۶	"الطور" کا معنی اور مصداق	۴۰۸
۷	"کتاب مسطور" کے معانی اور مصادیق	۴۰۹
۸	"رق" کے معانی اور مصادیق میں اربابِ لغت کی تصریحات	۴۱۰
۹	"رَق" کے معانی اور مصادیق میں مفسرین کی تصریحات	۴۱۱
۱۰	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید حضور کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا اس لیے اس کا وجود مشکوک ہے	۴۱۲
۱۱	عیسائیوں کی موجودہ "انجیل" کا وجود خود مشکوک ہے	۴۱۳
۱۲	اناجیلِ اربعہ کی اصلیت	۴۱۳
۱۳	انجیل متی' لوقا' مرقس	۴۱۳
۱۴	انجیلِ یوحنا مستند نہیں' اس کے دلائل	۴۱۴
۱۵	پہلی دلیل	۴۱۴
۱۶	دوسری دلیل	۴۱۴
۱۷	تیسری دلیل	۴۱۵
۱۸	چوتھی دلیل	۴۱۵
۱۹	پانچویں دلیل	۴۱۶
۲۰	چھٹی دلیل	۴۱۶
۲۱	ساتویں دلیل	۴۱۶
۲۲	آٹھویں دلیل	۴۱۶
۲۳	نویں دلیل	۴۱۶
۲۴	خطوط و مشاہدات	۴۱۷
۲۵	کتبِ مقدسہ کی حیثیت قوانین و انتظامات کی سی ہے	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	قرآن مجید کی جمع و ترتیب پر عیسائیوں کے اعتراض کا جواب	۴۲۱
۲۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا	۴۲۲
۲۸	صحابہ کرام کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا	۴۲۳
۲۹	حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں صرف چار صحابہ کے حافظِ قرآن ہونے کا ذکر کیا ہے' اس کا جواب	۴۲۴
۳۰	حافظ عسقلانی کے تتبع سے ان صحابہ کی تعداد کا بیان جن کو عہدِ رسالت میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ تھا	۴۲۵
۳۱	حضرت انس کی حدیث کے مزید جوابات اور عہد رسالت میں مزید حفاظِ قرآن کا ذکر	۴۲۷
۳۲	حضرت انس کی حدیث کے حافظ عینی کی طرف سے جوابات	۴۲۸
۳۳	حافظ عینی کے تتبع سے عہد رسالت میں حفاظِ قرآن کی تعداد	۴۲۸
۳۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات سے پہلے حفظِ قرآن پر مزید احادیث اور صحابہ کے لیے بھی	۴۲۹
۳۵	وفات سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکمل قرآن مجید کا لکھا ہوا ہونا	۴۳۰
۳۶	مذکور الصدر احادیث کی وضاحت	۴۳۱
۳۷	حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کو ایک مصحف اور ایک جلد میں جمع کرنا	۴۳۱
۳۸	اس حدیث کے راوی عبید بن السباق کی توثیق	۴۳۲
۳۹	التوبہ: ۱۲۸ کا صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملنا کیا تواتر کی شرط کے خلاف نہیں ہے؟	۴۳۲
۴۰	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	۴۳۳
۴۱	حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں صرف لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھنا اور باقی نسخوں کو جلا دینا	۴۳۴
۴۲	بقیہ مصاحف کو جلانے کی توجیہ	۴۳۴
۴۳	جمع قرآن کے متعلق حرفِ آخر	۴۳۵
۴۴	''البیت المعمور'' کا معنی اور اس کی تاریخ	۴۳۵
۴۵	''البیت المعمور'' کے مصداق اور اس کے مقام کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال	۴۳۶
۴۶	''البحر المسجور'' کے معنی اور مصداق میں اقوالِ مفسرین	۴۳۷
۴۷	عذاب کی وعید پورا کرنے پر دلائل	۴۳۸
۴۸	قیامت کی کیفیات	۴۳۹
۴۹	کفار کے عذاب کے احوال	۴۴۰
۵۰	متقین کے درجات	۴۴۱
۵۱	کافروں کی جزاء اور مؤمنوں کی جزاء میں امام رازی کی نکتہ آفرینی	۴۴۲
۵۲	امام رازی کی نکتہ آفرینی پر مصنف کا تبصرہ	۴۴۳
۵۳	مؤمنوں کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کو جنت میں داخل کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور اقوالِ تابعین	۴۴۴
۵۴	مؤمنوں کی بالغ اور کافر اولاد ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگی	۴۴۵
۵۵	اولاد پر شفقت کرنے کی ترغیب	۴۴۶
۵۶	دنیا کا دار الاسباب اور آخرت کا دار المسببات ہونا	۴۴۶
۵۷	نابالغ اولاد کا بھی اپنے مسلمان ماں باپ کو جنت میں لے جانا اور کسی شخص کو اس کے غیر کے عمل سے فائدہ پہنچنا	۴۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۸	جنت کے پھلوں اور گوشت کی صفات	۴۴۸
۵۹	اہل جنت کے مخمور ہونے کی کیفیات	۴۴۸
۶۰	غلمان کی صفات اور ان کے مصادیق	۴۴۹
۶۱	اہل جنت کا باہمی مکالمہ	۴۵۰
۶۲	فذكر فما انت بنعمتك ربك بكاهن ولا مجنون (۲۹-۴۹)	۴۵۱
۶۳	آپ کو کاہن اور مجنون کہنے کا رد	۴۵۳
۶۴	''ریب المنون'' کا معنی اور آپ کو شاعر کہنے کی توجیہ	۴۵۳
۶۵	کافروں کو آپ کی موت کا انتظار کرنے کا حکم دینے کی توجیہ	۴۵۴
۶۶	''احلام'' کا لغوی اور عرفی معنی	۴۵۴
۶۷	علامہ قرطبی کی یہ تحقیق کہ کفار کی عقلیں نہیں ہیں اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۴۵۵
۶۸	کفار کے ہذیان کا محرک ان کی عقل ہے یا ان کی سرکشی	۴۵۶
۶۹	''تقوّل'' کا معنی	۴۵۶
۷۰	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات ہیں	۴۵۶
۷۱	اللہ کی اطاعت اور عبادت نہ کرنے پر مشرکین کو ملامت	۴۵۸
۷۲	اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے محامل	۴۵۸
۷۳	''المسیطر'' کا معنی	۴۵۹
۷۴	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کو ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے	۴۵۹
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مادی اجر کے سوال کی نفی کی ہے	۴۶۰
۷۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت	۴۶۱
۷۷	کفار مکہ کے مطلوبہ معجزات محض ضد بازی اور کٹ حجتی کے لیے تھے	۴۶۱
۷۸	کفار کو ان کے حال پر چھوڑنے کے حکم کی توجیہ	۴۶۲
۷۹	کس علم کا حصول فرضِ عین ہے اور کس علم کا حصول فرضِ کفایہ ہے؟	۴۶۳
۸۰	قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے عذابِ قبر کا ثبوت	۴۶۳
۸۱	شیطان کا قبر میں آ کر مؤمنوں کو بہکانا	۴۶۴
۸۲	عذابِ قبر کے اسباب	۴۶۵
۸۳	جن صورتوں میں عذابِ قبر سے نجات ملتی ہے	۴۶۶
۸۴	کسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنا	۴۶۷
۸۵	نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت سنت کی تحقیق	۴۶۸
۸۶	سورۃ الطّور کا اختتام	۴۶۹
	سورۃ النجم	۴۷۰
۱	سورت کا نام	۴۷۰
۲	سورۃ النجم کے متعلق احادیث اور ان کی شرح	۴۷۰
۳	سورۃ النجم کے اہداف اور اغراض	۴۷۲
۴	والنجم اذا ھویٰ (۱-۲۵)	۴۷۳
۵	''نجم'' کے معانی	۴۷۴
۶	''النجم'' کے معانی اور محامل میں مفسرین کے اقوال	۴۷۵
۷	''النجم'' کی تفسیر میں مرغوب اور پسندیدہ اقوال اور ان کی توجیہات اور نکات	۴۷۶
۸	ضلال کے متعدد معانی	۴۷۷
۹	انبیاء علیہم السلام کی طرف ضلال کی نسبت کرنے کے معانی اور محامل	۴۷۸
۱۰	ایک اور اعتبار سے ضلال کے معانی	۴۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	اللہ کی طرف اضلال کی نسبت کرنے کے دو معنی	۴۷۹
۱۲	ضلال کی دو آیتوں میں تعارض کا جواب	۴۸۰
۱۳	''صاحب'' کے معنی	۴۸۰
۱۴	''غویٰ'' کے معنی	۴۸۱
۱۵	''ھویٰ'' کے معنی	۴۸۲
۱۶	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۴۸۲
۱۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق	۴۸۳
۱۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں مذاہبِ فقہاء	۴۸۳
۱۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ	۴۸۵
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاء اجتہادی میں مصنف کی تحقیق	۴۸۵
۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث	۴۸۵
۲۲	حضرت جبریل کی شدید قوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو دوبار دیکھنا	۴۸۷
۲۳	''دنا فتدلّٰی'' کی ضمیروں کے مرجع کے متعلق مفسرین کے اقوال	۴۸۸
۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے قریب ہونے کے محمل کے متعلق محدثین اور مفسرین کی تصریحات	۴۸۹
۲۵	''فکان قاب قوسین'' کا معنی قریب ہونے والے کے مصداق میں مفسرین کا اختلاف اور قولِ مختار کا تعین	۴۹۱
۲۶	''قاب قوسین'' سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہے	۴۹۲
۲۷	اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہونے پر قرآن مجید کی آیات	۴۹۲
۲۸	''فکان قاب قوسین او ادنٰی'' کی ایک تمثیل سے وضاحت	۴۹۵
۲۹	''فاوحٰی الٰی عبدہ مااوحی'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۴۹۵
۳۰	شب معراج آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا قلب سے؟ اس مسئلہ میں متعدد اقوال قولِ مختار	۴۹۶
۳۱	سدرۃ المنتہٰی کی تعریف' اس کے متعلق احادیث اور وجہ تسمیہ میں اقوال	۴۹۹
۳۲	''جنت الماویٰ'' کی تعریف میں متعدد اقوال	۵۰۰
۳۳	سدرہ کو ڈھانپنے والی چیزوں میں متعدد اقوال	۵۰۰
۳۴	شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر ایک دلیل	۵۰۱
۳۵	جن نشانیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا	۵۰۲
۳۶	شب معراج کی نشانیاں دیکھنے سے امام رازی کا یہ استدلال کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا	۵۰۳
۳۷	امام رازی کے استدلال پر علامہ اسماعیل حقی کا تبصرہ	۵۰۳
۳۸	امام رازی کے استدلال پر مصنف کا تبصرہ	۵۰۳
۳۹	دیدارِ الٰہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات	۵۰۴
۴۰	جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا	۵۰۶
۴۱	رؤیت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۵۰۷
۴۲	منکرینِ رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۰۷
۴۳	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۰۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۴	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	۵۱۰
۴۵	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات	۵۱۱
۴۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رؤیت کے جوابات	۵۱۲
۴۷	بتوں کی پرستش کا ابطال اور توحید کا استحقاق	۵۱۳
۴۸	لات‘ عزیٰ اور منات کی تحقیق	۵۱۳
۴۹	بت پرستوں کی ظالمانہ تقسیم	۵۱۴
۵۰	مشرکین کے ظن کا باطل ہونا اور مجتہدین کے ظن کا صحیح ہونا	۵۱۴
۵۱	مشرکین کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وضاحت	۵۱۵
۵۲	کفار کی تمناؤں کا پورا نہ ہونا اور دنیا اور آخرت میں ان کا خائب وخاسر ہونا	۵۱۵
۵۳	وکم من ملک فی السموات (۳۲۔۲۶)	۵۱۵
۵۴	کفار کے لیے فرشتوں کی شفاعت نہ کرنے کی توجیہ	۵۱۷
۵۵	فرشتوں اور بتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	۵۱۷
۵۶	تصدیق کی اقسام اور کفار کے باطل عقائد پر ظن کے اطلاق کی توجیہ	۵۱۸
۵۷	جو لوگ کسی بھی طریقے سے اصلاح کو قبول نہ کریں ان کا آخری حل ان کے خلاف جہاد ہے	۵۱۹
۵۸	کفار کی بدعقیدگی کو ان کا مبلغ علم قرار دینے کی توجیہ	۵۲۰
۵۹	”اللمم“ کا معنی	۵۲۱
۶۰	”اللمم“ کے متعلق احادیث	۵۲۱
۶۱	”اللمم“ کی تعریف میں صحابہ اور تابعین کے اقوال	۵۲۳
۶۲	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفات اور اس سلسلے میں احادیث	۵۲۳
۶۳	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی توجیہ	۵۲۴
۶۴	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے متعلق احادیث	۵۲۵
۶۵	خودستائی کی ممانعت	۵۲۶
۶۶	افریت الّذی تولّٰی (۶۲۔۳۲)	۵۲۶
۶۷	النجم: ۳۵۔۳۳ کے شانِ نزول کے متعلق اقوال	۵۲۸
۶۸	مشرکین پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی تقریر	۵۲۹
۶۹	”کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا“ اس پر ایک اور سوال	۵۳۰
۷۰	’کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا‘ اس قاعدہ کے بعض مستثنیات	۵۳۱
۷۱	ایصالِ ثواب کے عدم جواز پر معتزلہ کا استدلال اور اہل سنت کے جوابات	۵۳۲
۷۲	حنبلی مفسرین کے جوابات	۵۳۲
۷۳	شافعی مفسرین کے جوابات	۵۳۳
۷۴	مالکی مفسرین کے جوابات	۵۳۴
۷۵	حنفی مفسرین کے جوابات	۵۳۵
۷۶	ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث	۵۳۵
۷۷	حضرت علی کی حضور کی طرف سے قربانی کی حدیث کی سند کی تحقیق	۵۳۷
۷۸	حضرت سعد بن عبادہ کی سند کی تحقیق	۵۳۸
۷۹	ایصالِ ثواب کے متعلق بعض دیگر احادیث	۵۳۹
۸۰	ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ کی تصریحات	۵۴۰
۸۱	فقہاء احناف میں سے علامہ شامی کی ایصالِ ثواب کے متعلق تصریحات	۵۴۱
۸۲	ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء حنبلیہ میں سے علامہ ابن قدامہ کی تصریحات	۵۴۲
۸۳	شیخ ابن تیمیہ کے قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر دلائل	۵۴۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۴	شیخ ابن تیمیہ کے سنن متواترہ سے مالی صدقات اور عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب پر دلائل	۵۴۴
۸۵	شیخ ابن تیمیہ کے تلاوت قرآن سے ایصال ثواب پر دلائل	۵۴۷
۸۶	علماء غیر مقلدین میں سے شیخ ابن قیم جوزیہ کی ایصال ثواب پر تصریحات	۵۴۹
۸۷	حیلہ اسقاط کا بیان	۵۴۹
۸۸	ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن بھوپالی کی تصریحات	۵۵۰
۸۹	ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں نواب وحید الزمان حیدر آبادی کی تصریحات	۵۵۱
۹۰	ایصال ثواب کے لیے انعقاد محفل اور عرفی تعیین یوم پر دلائل	۵۵۱
۹۱	ایصال ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ	۵۵۳
۹۲	ملتان: اعظم طارق کی برسی کے اجتماع میں دھماکا' ۱۴ جاں بحق	۵۵۴
۹۳	مولانا اعظم طارق کی برسی پر کالعدم ملت اسلامیہ کا اجتماع ختم ہوتے ہی زوردار دھماکے سے افراتفری پھیل گئی	۵۵۴
۹۴	مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے لیے ایصال ثواب کا اعلان	۵۵۴
۹۵	مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی آج ہوگی	۵۵۴
۹۶	بنوری ٹاؤن میں مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی	۵۵۴
۹۷	مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصال ثواب کے لیے بنوری ٹاؤن میں قرآن خوانی	۵۵۴
۹۸	ایصال ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۵۵۴
۹۹	قرآن خوانی کی اجرت لینے کی توجیہات	۵۵۶
۱۰۰	ایصال ثواب کے ثبوت پر برطانیہ سے موصول ہونے والے اعتراضات کے جوابات	۵۵۷
۱۰۱	اس کا جواب کہ دوسرے کے عمل کے کام آنے کا ثبوت کہاں ہے؟	۵۵۷
۱۰۲	اس کا جواب کہ زندہ کے لیے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟	۵۵۷
۱۰۳	اس کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایصال ثواب کا کہاں ثبوت ہے؟	۵۵۸
۱۰۴	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں دوسرے کے لیے دعا کے ثبوت سے ایصال ثواب کا ثبوت لازم نہیں آیا	۵۵۹
۱۰۵	اس کا جواب کہ ایصال ثواب کے کھانے سے اغنیاء کیوں کھاتے ہیں؟	۵۶۰
۱۰۶	اس کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں بندوں کے اعمال میں دوسروں کے ہدیہ کئے ہوئے اعمال کا کیوں ذکر نہیں ہے؟	۵۶۰
۱۰۷	اس کا جواب کہ حضرت سعد نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا اس لیے یہ ایصال ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۱
۱۰۸	اس کا جواب کہ میت کی نذر پوری کرنا وارثوں پر لازم ہے' اس لیے یہ ایصال ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۲
۱۰۹	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے جس میں حضور کی طرف سے حضرت علی کی قربانی کرنے کا ذکر ہے	۵۶۲
۱۱۰	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی طرف سے قربانی دینا گھر کے سربراہ کی مثل ہے' یہ ایصال ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۱	اس کا جواب کہ حضرت سعد بن عبادہ کی حدیث مرسل ہے اس لیے حجت نہیں	۵۶۳
۱۱۲	کیا حضرت حسن بصری فی الواقع مدلس تھے؟	۵۶۳
۱۱۳	تدلیس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۶۵
۱۱۴	حضرت حسن بصری کے مدلس نہ ہونے پر دلائل	۵۶۶
۱۱۵	قیامت کے دن انسان کے گزشتہ اعمال دکھانے کی توجیہ	۵۶۷
۱۱۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل	۵۶۸
۱۱۷	اللہ تعالیٰ کے ہنسانے اور رلانے کی توجیہات	۵۶۹
۱۱۸	موت اور حیات کی مختلف تعبیریں	۵۶۹
۱۱۹	''اقنٰی'' کا معنی	۵۷۰
۱۲۰	''شعریٰ'' کا معنی اور مصداق	۵۷۰
۱۲۱	سابقہ امتوں میں سے مکذبین پر عذاب نازل فرمانا	۵۷۱
۱۲۲	سورۃ النجم کا اختتام	۵۷۳
	سورۃ القمر	۵۷۴
۱	سورت کا نام	۵۷۴
۲	سورۃ القمر کا زمانہ نزول	۵۷۴
۳	شق القمر کے متعلق احادیث	۵۷۴
۴	واقعہ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	۵۷۶
۵	اقتربت الساعۃ وانشق القمر (۲۲-۱)	۵۷۸
۶	قیامت کے قریب آنے کے متعلق احادیث	۵۷۹
۷	مشرکین مکہ کا چاند کے دو ٹکڑوں کا دیکھ لینا	۵۸۰
۸	ہر شخص کا انجام اس کے اعمال کے اعتبار سے ہے	۵۸۰
۹	حکمت بالغہ کے محامل	۵۸۰
۱۰	بلانے والے کے مصادیق اور ناگوار چیز کے محامل	۵۸۱
۱۱	قبر سے نکلنے والوں کی دو حالتیں	۵۸۱
۱۲	''مہطعین'' کا معنی	۵۸۲
۱۳	حضرت نوح کو ہمارا بندہ کہنے اور تکذیب کا ذکر مکرر کرنے کی وجہ	۵۸۳
۱۴	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے آپ کو مغلوب فرمانے کی توجیہ	۵۸۳
۱۵	طوفان اور کشتی کی بناوٹ کی کیفیت	۵۸۴
۱۶	اللہ تعالیٰ کی صفات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف	۵۸۴
۱۷	قرآن مجید کے آسان ہونے کے محامل	۵۸۵
۱۸	ھود کی قوم کے بجائے عاد کا ذکر کرنے کی وجہ	۵۸۶
۱۹	عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنا	۵۸۶
۲۰	معین دنوں کے منحوس یا مبارک ہونے کی تحقیق	۵۸۶
۲۱	رحمت کا غضب پر غالب ہونا	۵۸۷
۲۲	کذبت ثمود بالنذر (۴۰-۲۳)	۵۸۸
۲۳	دنیا میں فقر اور تونگری حق اور باطل کا معیار نہیں	۵۸۹
۲۴	ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت	۵۹۰
۲۵	ثمود اور اونٹنی کے درمیان پانی کی تقسیم	۵۹۱
۲۶	ثمود کا اونٹنی کو ذبح کرنا	۵۹۱
۲۷	ثمود پر عذاب کی کیفیت	۵۹۲
۲۸	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ	۵۹۲
۲۹	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	۵۹۳
۳۰	ولقد جآء آل فرعون النذر (۵۵-۴۱)	۵۹۴
۳۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر قصہ	۵۹۵
۳۲	جنگ بدر میں کفار کی شکست کی خبر	۵۹۵
۳۳	جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی دعا	۵۹۶
۳۴	مسئلہ تقدیر	۵۹۷
۳۵	تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال	۵۹۷
۳۶	تقدیر کے متعلق احادیث	۵۹۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	''مقعد صدق'' کی تفسیر	۵۹۹
۳۸	سورۃ القمر کا اختتام	۶۰۰
	سورۃ الرحمٰن	۶۰۱
۱	سورت کا نام	۶۰۱
۲	سورۃ الرحمٰن کے متعلق احادیث	۶۰۱
۳	سورۃ الرحمٰن کے مشمولات	۶۰۲
۴	الرحمن ○ علم القرآن (۱_۲۵)	۶۰۳
۵	رحمٰن کا معنی اور اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا	۶۰۴
۶	رحمٰن نے جس کو قرآن کی تعلیم دی، اس کے محامل	۶۰۵
۷	''انسان'' اور ''بیان'' کے محامل	۶۰۵
۸	سورج اور چاند کے حساب سے چلنے میں مفسرین کے اقوال	۶۰۶
۹	''النجم'' سے مراد بیلیں ہیں یا ستارے اور ان کے سجدہ کرنے کی توجیہ	۶۰۶
۱۰	میزان کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۰۷
۱۱	طغیان کا معنی	۶۰۷
۱۲	وزن صحیح کرنے کے حکم کی تکرار کی توجیہ	۶۰۷
۱۳	اعمال اور ان کی کیفیات کے وزن پر ایک اشکال کا جواب	۶۰۸
۱۴	''الانام، الاکمام، الحب، العصف'' اور ''الریحان'' کے معانی	۶۰۹
۱۵	''فبای الاء ربکما تکذبن'' کے مخاطبین	۶۰۹
۱۶	''آلاء'' کا معنی اور ''الاء'' اور ''النعماء'' کا فرق	۶۰۹
۱۷	ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق اور ان کی تفاصیل	۶۱۰
۱۸	''الآلاء'' اور ''النعماء'' دونوں مترادف ہیں اور ان میں ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق کرنا صحیح نہیں	۶۱۱
۱۹	''فبای الاء ربکما تکذبن'' کو اکتیس بار مکرر ذکر کرنے میں کوئی حکمت ہے یا نہیں؟	۶۱۲
۲۰	انسان اور جنت کی تخلیق کے اعتبار سے ان پر نعمت	۶۱۴
۲۱	دو مشرق اور دو مغرب بنانے میں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۵
۲۲	دو سمندروں کو ملانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۵
۲۳	موتی اور مونگے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۶
۲۴	سطح سمندر پر جہاز چلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۶
۲۵	کل من علیها فان (۲۶_۴۵)	۶۱۷
۲۶	تمام روئے زمین والوں کے ہلاک ہونے میں انسانوں کے لیے نعمت	۶۱۸
۲۷	ہر روز نئی شان میں ہونے کے ضمن میں اللہ کی نعمتیں	۶۱۹
۲۸	''کل یوم ھو فی شان'' کے مسئلہ تقدیر سے تعارض کا جواب	۶۱۹
۲۹	جن و انس کا حساب لینے اور ان کو جزاء دینے میں اللہ کی نعمتیں	۶۲۰
۳۰	پیشگی احوال قیامت بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۶۲۱
۳۱	''شواظ'' اور ''نحاس'' کے معنی	۶۲۲
۳۲	آسمان کے پھٹنے اور اس کے سرخ ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ''وردۃ'' اور ''دھان'' کے معنی	۶۲۳
۳۳	گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہ کرنے کا ایک آیت سے تعارض اور اس کے جوابات	۶۲۳
۳۴	روز قیامت کی ہولناکیاں	۶۲۴
۳۵	جہنم میں کفار کے گھومنے کی کیفیت	۶۲۵
۳۶	ولمن خاف مقام ربه جنتٰن (۴۶_۷۸)	۶۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٣٧	''ولمن خاف مقام ربه'' کا شانِ نزول اور اس بشارت کا ہر مومن کے لیے عام ہونا	٦٢٨
٣٨	دو جنتوں کے مصداق میں احادیث و آثار	٦٢٨
٣٩	زیرِ تفسیر آیت کے شانِ نزول میں ایک ضعیف روایت	٦٢٩
٤٠	اللہ سے نہ ڈرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ	٦٣٠
٤١	خوف خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا	٦٣٠
٤٢	''ذواتا افنان'' کا معنی	٦٣٢
٤٣	جنت کے چشموں کی کیفیت	٦٣٢
٤٤	جنت کے بستروں اور پھلوں کی کیفیت	٦٣٣
٤٥	انسان عورتوں کے ساتھ جنات کے جماع کرنے کے جواز میں مذاہب	٦٣٣
٤٦	جنات کے جنت میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	٦٣٤
٤٧	جنت کی حوروں کا حسن و جمال	٦٣٦
٤٨	نیکی اور اس کی جزاء کی تفسیر میں احادیث اور آثار	٦٣٦
٤٩	دو مزید جنتوں کی نعمت	٦٣٧
٥٠	جنت کے درختوں، چشموں اور پھلوں کی نعمت	٦٣٧
٥١	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	٦٣٨
٥٢	جس عورت کے متعدد شوہر ہوں وہ جنت میں کس شوہر کے پاس رہے گی؟	٦٣٩
٥٣	حوروں کے متعلق سید مودودی کے انوکھے نظریہ پر بحث ونظر	٦٤٠
٥٤	''مقصورات'' اور خیموں کے معانی	٦٤٢
٥٥	''رفرف'' اور ''عبقری'' کے معانی	٦٤٢
٥٦	اللہ کے نام کی برکت کا معنی اور اس کی رحمت کے تقاضے	٦٤٤
٥٧	سورۃ الرحمٰن کا اختتام	٦٤٥
	سورۃ الواقعۃ	٦٤٦
١	سورت کا نام اور وجۂ تسمیہ اور زمانۂ نزول	٦٤٦
٢	سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث	٦٤٦
٣	سورۃ الواقعہ کے مشمولات	٦٤٧
٤	اذا وقعت الواقعة (٣٨-١)	٦٤٩
٥	سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمٰن کی باہمی مناسبت	٦٥٠
٦	قیامت کا وقوع اور اس کا جھوٹ نہ ہونا	٦٥١
٧	پست اور بلند کرنے کے محامل	٦٥١
٨	''رجّت'' ''بسّت'' اور ''هباءً منبثًا'' کے معانی	٦٥٢
٩	''اصحاب الميمنه' اصحاب المشئمه'' اور ''السابقون'' کے معانی اور ان کی وجہ تسمیہ	٦٥٢
١٠	''اصحابِ الميمنه'' کے مصادیق	٦٥٤
١١	''السابقون'' کے مصادیق	٦٥٤
١٢	سبقت کا معنی	٦٥٥
١٣	''ثلة'' کا معنی اور مصداق	٦٥٥
١٤	''قليل من الآخرين'' اور ''ثلة من الآخرين'' میں تعارض کا جواب	٦٥٦
١٥	''موضونة'' کا معنی	٦٥٦
١٦	''ولدان'' اور ''غلمان'' کے معانی اور مصادیق	٦٥٧
١٧	''اکواب' اباریق' کاس'' اور ''معین'' کے معانی اور مصادیق	٦٥٨
١٨	جنت کے پرندوں کی کیفیت	٦٥٨
١٩	حوروں کا حسن اور جمال	٦٥٩
٢٠	آخرت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے	٦٦٠
٢١	لغو اور گناہ کی باتوں کا مصادیق	٦٦١
٢٢	جنت کی بیریوں' کیلوں اور درختوں کی صفات	٦٦١

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۳	اہل جنت کی بیویوں کی کیفیات	۶۶۲
۲۴	ثلة من الاولین (۷۴_۳۹)	۶۶۳
۲۵	دائیں طرف والوں کے لیے بشارتیں	۶۶۵
۲۶	بائیں طرف والوں کے لیے وعیدیں	۶۶۵
۲۷	تخلیق انسان سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حشر ونشر پر استدلال	۶۶۷
۲۸	تخلیق کے مراحل سے مرنے کے بعد اٹھنے پر استدلال	۶۶۸
۲۹	حیات بعد الموت پر ایک اور دلیل	۶۶۹
۳۰	حرث (کھیتی باڑی کرنا) مخلوق کی صفت ہے اور زرع (اگانا) اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا خاصہ ہے	۶۶۹
۳۱	اللہ تعالیٰ کے خاص افعال کا مخلوق کی طرف نسبت کرنے کا جواز	۶۷۰
۳۲	سید مودودی کے نزدیک مشرک کی تعریف	۶۷۰
۳۳	مخلوق کو سمیع وبصیر' فاعل مختار اور قادر کہنے کا جواز اور ان کا شرک نہ ہونا	۶۷۰
۳۴	سید مودودی کی مشرک کی تعریف سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مشرک ہونا	۶۷۱
۳۵	مشرک کی صحیح تعریف	۶۷۴
۳۶	شرک کرنے والوں کے متعدد گروہ	۶۷۴
۳۷	اسنادِ مجازی	۶۷۵
۳۸	اسنادِ مجاز عقلی کی تعریف اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور اس بناء پر سید مودودی اور ان کے ہم مشربوں کا ردّ	۶۷۶
۳۹	''حطام' تفکھون' مغرمون'' اور'' محرومون'' کے معانی	۶۷۹
۴۰	میٹھا پانی فراہم کرنے کی نعمت	۶۸۰
۴۱	ایندھن فراہم کرنے کی نعمت	۶۸۰
۴۲	آخرت کی آگ کی شدت	۶۸۰
۴۳	''مقوین'' کا معنی	۶۸۰
۴۴	فلا اقسم بمواقع النجوم (۷۵_۹۶)	۶۸۱
۴۵	''مواقع النجوم'' کی قسم کی توجیہ	۶۸۲
۴۶	''مواقع النجوم'' کے مصادیق	۶۸۲
۴۷	کفارِ مکہ کے علم کی نفی کی توجیہ	۶۸۳
۴۸	قرآن کریم کو کریم فرمانے کی دس وجوہ	۶۸۳
۴۹	قرآن مجید کو'' کتاب'' اور'' مکنون'' فرمانے کی توجیہ	۶۸۷
۵۰	بے وضو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں مفسرین کی تصریحات	۶۸۷
۵۱	بے وضو کو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں احادیث	۶۸۸
۵۲	بے وضو کو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں آثار صحابہ وتابعین	۶۸۹
۵۳	بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۶۸۹
۵۴	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۶۹۰
۵۵	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۶۹۰
۵۶	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے میں فقہاء احناف کا مذہب	۶۹۱
۵۷	کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو چھونے میں احناف کا مذہب اور مصنف کا مختار	۶۹۱
۵۸	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کے تلاوتِ قرآن کا جواز اور مصنف کا ردّ	۶۹۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۹	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی حائض اور بے وضو کے سجدۂ تلاوت کرنے کا جواز اور مصنف کا ردّ	۶۹۴
۶۰	جنبی، حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا استدلال اور مصنف کا ردّ	۶۹۶
۶۱	حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات	۶۹۷
۶۲	قرآن مجید کو بہ تدریج نازل کرنے کی وجوہ	۷۰۰
۶۳	مداھنت کا معنی	۷۰۱
۶۴	تکذیب کو رزق بنانے کی توجیہ اور آیت کا شانِ نزول	۷۰۱
۶۵	اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا اثبات اور مخلوق کی سلطنت کا ابطال	۷۰۲
۶۶	”رَوح“ اور ”ریحان“ کے معانی	۷۰۳
۶۷	مؤمنوں پر فرشتوں کے سلام کے مواضع اور مقامات	۷۰۳
۶۸	کافروں کے لیے آخرت میں عذاب کی مہمانی	۷۰۴
۶۹	اللہ تعالیٰ کے اسم کی تسبیح کی توجیہات	۷۰۴
۷۰	رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ اور سجدہ میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنے کی توجیہ	۷۰۵
۷۱	سورۃ الواقعہ کا اختتام	۷۰۶
	سورۃ الحدید	۷۰۷
۱	سورت کا نام اور وجۂ تسمیہ	۷۰۷
۲	سورت الحدید کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور دونوں طرف کی احادیث	۷۰۷
۳	سورت الحدید کی فضیلت	۷۱۰
۴	سورت الحدید کے مشمولات	۷۱۰
۵	سبح للہ ما فی السموات والارض (۱-۱۰)	۷۱۱
۶	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام	۷۱۳
۷	اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں	۷۱۳
۸	اللہ تعالیٰ کے اوّل و آخر، ظاہر و باطن کے معانی اور محامل	۷۱۴
۹	اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر دلائل اور نظائر	۷۱۶
۱۰	اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے	۷۱۷
۱۱	میثاق کے محامل	۷۱۷
۱۲	جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا زیادہ اجر وثواب ہوتا ہے	۷۱۸
۱۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا	۷۱۹
۱۴	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث	۷۲۰
۱۵	فضائلِ صحابہ میں احادیث	۷۲۱
۱۶	من ذا الذی یقرض اللہ (۱۱-۱۹)	۷۲۱
۱۷	قرضِ حسن کی شرائط	۷۲۴
۱۸	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمانے کی توجیہ	۷۲۵
۱۹	قیامت کے دن مؤمنوں کے نور کی مختلف مقدار	۷۲۵
۲۰	قیامت کے دن منافقین کا جنت کے راستے سے محروم ہونا	۷۲۶
۲۱	قیامت کے دن مؤمنوں اور منافقوں کا معاملہ	۷۲۶
۲۲	خضوع اور خشوع کی تعریف	۷۲۷
۲۳	ہر مؤمن کا صدیق اور شہید ہونا	۷۲۸
۲۴	ہر مؤمن کے شہید ہونے کی وجوہ	۷۲۸
۲۵	حکمی شہداء کی تعداد	۷۲۹
۲۶	صدقہ کا شوق اور شہادت کی تمنا کا اجر	۷۳۰
۲۷	اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو (۲۰-۲۵)	۷۳۱
۲۸	اس سوال کا جواب کہ دنیا میں اچھی اور مقدس	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	چیزیں بھی ہیں‘ پھر دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان کیوں ہے؟	۷۳۲
۲۹	لھو ولعب اور زینت کا معنی	۷۳۳
۳۰	تفاخر کی مذمت میں حدیث	۷۳۴
۳۱	مال اور اولاد میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	۷۳۴
۳۲	الحدید: ۲۱ اور آل عمران: ۱۳۳ میں تعارض کا جواب	۷۳۵
۳۳	مرجئہ کی دلیل اور اس کا رد	۷۳۵
۳۴	حصولِ جنت کا حقیقی اور ظاہری سبب	۷۳۵
۳۵	لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمتیں	۷۳۶
۳۶	مصیبت اور راحت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	۷۳۷
۳۷	بخل کا حکم دینے کے مصادیق اور بخل اور سخاوت کا معنی	۷۳۷
۳۸	"البینات" کا معنی اور نزولِ کتاب کی حکمت	۷۳۸
۳۹	لوہے کے فوائد	۷۳۸
۴۰	بعض مترجمین کے ترجمہ سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی بے علمی ظاہر ہونا	۷۳۹
۴۱	ولقد ارسلنا نوحاً (۲۹_۲۶)	۷۴۰
۴۲	نبی‘ کتاب اور فاسق کے معنی	۷۴۱
۴۳	"رہبانیت" کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۱
۴۴	مذاہب اربعہ کے مفسرین کا اختراع‘ رہبانیت سے بدعتِ حسنہ کے جواز پر استدلال	۷۴۲
۴۵	امام رازی شافعی کی تفسیر	۷۴۲
۴۶	علامہ قرطبی کی تفسیر	۷۴۳
۴۷	علامہ ابن جوزی حنبلی کی تفسیر	۷۴۴
۴۸	علامہ سمرقندی حنفی کی تفسیر	۷۴۴
۴۹	علامہ رومی حنفی کی تفسیر	۷۴۴
۵۰	علامہ اسمٰعیل حقی حنفی کی تفسیر	۷۴۵
۵۱	"ورهبانية ابتدعوها" (الحدید: ۲۷) کی تفسیر میں سید مودودی کی جمہور مفسرین اور احادیثِ کثیرہ کی مخالفت	۷۴۶
۵۲	سید مودودی کے رد میں مفتی شفیع کی تفسیر سے تائید	۷۴۶
۵۳	حضرت ابن مسعود کی روایت کے کتب تفسیر اور کتب احادیث سے حوالہ جات	۷۴۷
۵۴	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۸
۵۵	وہ فقہائے اسلام جن کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں‘ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ	۷۴۹
۵۶	وہ فقہاء اسلام جن کے نز یک بدعت کی پانچ قسمیں ہیں	۷۵۰
۵۷	بدعت کی تقسیم کے متعلق علمائے دیوبند کی تصریحات	۷۵۲
۵۸	بدعت کی تقسیم کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات	۷۵۳
۵۹	علامہ اسمٰعیل حقی اور شیخ ابن تیمیہ کے مؤقف کا تجزیہ	۷۵۴
۶۰	بدعت کی تقسیم کے متعلق علمائے غیر مقلدین کی تصریحات	۷۵۴
۶۱	رہبانیت کے رعایت نہ کرنے والوں کے مصادیق	۷۵۵
۶۲	اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق	۷۵۷
۶۳	آیا دو اجر صحیح مؤمن اہل کتاب کو ملیں گے یا ہر اہل کتاب کو جو اسلام قبول کرے گا؟	۷۵۸
۶۴	اہل کتاب میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو دوگنا اجر عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے	۷۵۹
۶۵	آیا مؤمنین اہل کتاب کو ہر نیک عمل کا دوگنا اجر دیا جائے گا یا نہیں؟	۷۶۰
۶۶	سورۃ الحدید کا اختتام	۷۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ المجادلہ	۷۶۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۶۲
۲	سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث	۷۶۲
۳	سورۃ المجادلہ کا زمانہ نزول	۷۶۳
۴	سورۃ المجادلہ کے مشمولات	۷۶۳
۵	قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا (۱۔۶)	۷۶۵
۶	ظہار کی تعریف اور اس کا حکم	۷۶۷
۷	ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل	۷۶۸
۸	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟	۷۶۸
۹	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل	۷۶۹
۱۰	کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث	۷۷۲
۱۱	ظہار میں فقہاء احناف کا موقف	۷۷۲
۱۲	ظہار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۷۷۳
۱۳	ظہار میں فقہاء مالکیہ کا موقف	۷۷۳
۱۴	ظہار میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۷۷۴
۱۵	فقہاء شافعیہ کی دلیل کا جواب	۷۷۴
۱۶	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	۷۷۵
۱۷	ظہار میں غیر مقلدین کا موقف	۷۷۵
۱۸	''یحادون'' کا معنی اور کفار کی دنیا اور آخرت میں رسوائی	۷۷۶
۱۹	الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض (۷۔۱۳)	۷۷۷
۲۰	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	۷۷۹
۲۱	تین اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کی تخصیص کی وجہ	۷۸۰
۲۲	یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیوں سے منع فرمانا	۷۸۰
۲۳	یہودیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کی صورت	
۲۴	میں بددعا دینا اور آپ کا جواب	۷۸۰
۲۵	اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں فقہاء کے مذاہب	۷۸۱
۲۶	یہودیوں کی گستاخیوں کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	۷۸۲
۲۷	مسلمانوں کو سرگوشی سے منع کرنے کا محمل	۷۸۲
۲۸	مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقیوں کا سرگوشیاں کرنا منع ہے	۷۸۳
۲۹	حاضرینِ بدر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے صفِ اول میں بٹھانا	۷۸۴
۳۰	امیر اور منتظم مجلس کو چاہیے کہ عام لوگوں کو صفِ اول سے اٹھا کر اصحابِ فضل کو بٹھائے	۷۸۴
۳۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں حسن ہے	۷۸۵
۳۲	اصحابِ فضل کو کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی ممانعت	۷۸۵
۳۳	اللہ کی کشادگی کرنے کا معنی	۷۸۶
۳۴	علماء کی فضیلت میں آیات اور احادیث	۷۸۶
۳۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کی حکمتیں	۷۸۷
۳۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے آیا واجب تھا یا مستحب؟	۷۸۸
۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امت کو تخفیف حاصل کرنا	۷۸۸
۳۸	اکابر صحابہ کا آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نہ کرنا آیا ان کے حق میں کسی طعن یا نقص کا موجب ہے؟	۷۸۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹	الم تر الی الذین تولوا قوما (۲۲-۱۴)	۷۸۹
۴۰	المجادلہ: ۱۴ کا شانِ نزول	۷۹۱
۴۱	منافقین کے کرتوت اور ان کی سزا	۷۹۲
۴۲	منافقین کی مذمت	۷۹۲
۴۳	دنیا اور آخرت میں منافقین کی جھوٹی قسمیں	۷۹۲
۴۴	''استحوذ'' کا معنی	۷۹۳
۴۵	کفار پر مسلمانوں کے غلبہ سے مراد دلائل کا غلبہ ہے یا مادی غلبہ؟	۷۹۳
۴۶	کافروں سے ان کے دین کی وجہ سے محبت کرنا ہے اور دیگر اغراض کی وجہ سے گناہ رکھنا گناہ ہے	۷۹۳
۴۷	اپنے کافر باپ' بیٹے اور دیگر رشتہ داروں پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ترجیح دینے والے صحابہ	۷۹۴
۴۸	اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت نہ کرنے والوں پر انعامات	۷۹۵
۴۹	المجادلہ: ۲۲ کا مشہور شانِ نزول	۷۹۶
۵۰	سورۃ المجادلہ کا اختتام	۷۹۶
	سورۃ الحشر	۷۹۸
۱	سورت کا نام	۷۹۸
۲	سورۃ الحشر کے مشمولات	۷۹۸
۳	سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم (۱۰-۱)	۸۰۰
۴	غزوۂ بنو نضیر	۸۰۲
۵	غزوۂ بنو نضیر کی مزید تفصیل	۸۰۳
۶	''اول حشر'' کا معنی	۸۰۵
۷	بنو نضیر کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل	۸۰۵
۸	اعتبار کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۰۶
۹	''الجلاء'' کا معنی	۸۰۷
۱۰	صحابہ کے اجتہاد کی تصدیق	۸۰۷
۱۱	بنو نضیر کے درختوں کا کاٹنا اور چھوڑ دینا' آیا صحابہ کے اجتہاد سے تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے	
۱۲	اجتہاد سے تھا؟	۸۰۸
۱۳	فیئ کا لغوی اور شرعی معنی	۸۰۹
۱۴	مالِ غنیمت اور مالِ فیئ کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ	۸۱۰
۱۵	مالِ غنیمت اور مالِ فیئ کا فرق	۸۱۰
۱۶	قرآن مجید سے اموال فیئ کے وقف ہونے پر دلائل	۸۱۱
۱۷	احادیث سے مالِ فیئ کے وقف ہونے پر دلائل اور باغِ فدک کا وقف ہونا	۸۱۲
۱۸	کیا حضرت علی نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جھوٹا اور عہد شکن' خائن اور گناہ گار گمان کیا تھا؟	۸۱۳
۱۹	نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات	۸۱۴
۲۰	نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث	۸۱۵
۲۱	''دولۃ'' کا معنی	۸۱۵
۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے	۸۱۵
۲۳	فقراء مہاجرین کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے	۸۱۶
۲۴	اس کی توجیہ کہ انصار نے مہاجرین سے پہلے ایمان کی جگہ بنالی	۸۱۶
۲۵	اموال بنو نضیر صرف مہاجرین کو عطا فرمانا نہ انصار کو	۸۱۷
۲۶	ایثار کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۱۷
۲۷	ایثار کے متعلق احادیث اور آثار	۸۱۸
۲۸	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے' ہر شخص کے لیے نہیں	۸۲۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۹	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	۸۲۲
۳۰	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب	۸۲۳
۳۱	ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث	۸۲۴
۳۲	صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان کا ایثار کرنا جائز ہے	۸۲۴
۳۳	"الشح" کا معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار	۸۲۶
۳۴	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	۸۲۷
۳۵	اصحاب کو سب وشتم کی ممانعت اور مذمت میں احادیث	۸۲۷
۳۶	الم تر الی الذین نافقوا (۲۴۔۱۱)	۸۲۸
۳۷	بنو نضیر کو منافقین کا ورغلانا اور دونوں کی ناکامی اور عذاب	۸۳۱
۳۸	منافقین کا بنو نضیر کو شیطان کی طرح ورغلانا اور اس کا انجام	۸۳۲
۳۹	منافقین کی مذمت کے بعد مؤمنوں کو ہدایت اور تقویٰ کی ترغیب	۸۳۳
۴۰	قرآن مجید کی عظمت	۸۳۳
۴۱	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور لفظ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	۸۳۴
۴۲	"الملک، القدوس، السلام، المؤمن، العزیز، الجبار" اور "المتکبر" کا معنی	۸۳۵
۴۳	اللہ تعالیٰ کے لیے "المتکبر" کا لفظ باعثِ مدح ہے اور مخلوق کے لیے باعثِ مذمت ہے	۸۳۵
۴۴	"الخالق، الباری" اور "المصور" کا معنی	۸۳۵
۴۵	سورۃ الحشر کا اختتام	۸۳۶
	سورۃ الممتحنہ	
۱	سورت کا نام	۸۳۷
۲	سورۃ الممتحنہ کا زمانہ نزول	۸۳۷
۳	سورۃ الممتحنہ کے مشمولات	۸۳۸
۴	یایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی (۶۔۱)	۸۳۹
۵	الممتحنہ: ۳۔۱ کا شانِ نزول	۸۴۱
۶	وہ عورت کون تھی جس کے ہاتھ حضرت حاطب نے خط روانہ کیا تھا؟	۸۴۱
۷	حضرت حاطب سے مؤاخذہ کیوں نہیں کیا گیا اور اہل بدر کی عام مغفرت کی توجیہ	۸۴۲
۸	جاسوس کا شرعی حکم اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	۸۴۲
۹	کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت میں قرآنِ مجید کی آیات	۸۴۳
۱۰	کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کا شرعی حکم	۸۴۳
۱۱	موالات ہر کافر سے حرام ہے	۸۴۳
۱۲	موالاتِ صوریہ کے احکام	۸۴۳
۱۳	مجرد معاملت کا حکم	۸۴۴
۱۴	کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ	۸۴۵
۱۵	کافروں کے لیے آزمائش کا معنی	۸۴۶
۱۶	عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین (۱۳۔۷)	۸۴۶
۱۷	غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تحقیق	۸۴۸
۱۸	غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق	۸۴۹
۱۹	سلوک مالی کی اقسام	۸۴۹
۲۰	موالات کی تقسیم اور اس کے احکام	۸۴۹
۲۱	میل طبعی کا حکم	۸۴۹
۲۲	موالاتِ صوریہ کے احکام	۸۵۰
۲۳	مدارات کا بیان	۸۵۰
۲۴	حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	حرام ہے	۸۵۱
۲۵	آیاتِ ممتحنہ میں بر و معاملات سے کیا مراد ہے؟	۸۵۱
۲۶	معنی اقسام کی تحقیق	۸۵۱
۲۷	صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی	۸۵۳
۲۸	مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت	۸۵۴
۲۹	مسلم خواتین ہجرت کر کے مدینے آئیں یا مدینہ سے مسلم عورتیں مرتد ہو کر کفار کی طرف جائیں' اختلافِ دارین سے نکاحِ سابق منقطع ہو جائے گا	۸۵۴
۳۰	مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والی مسلم خواتین	۸۵۴
۳۱	مدینہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں	۸۵۵
۳۲	فریقین کے سابق شوہروں کو اُن کے دیئے ہوئے مہر کی رقم دینا آیا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟	۸۵۵
۳۳	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کا انقطاع میں مذاہبِ ائمہ	۸۵۵
۳۴	جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئے اُس کے نکاحِ سابق کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک	۸۵۶
۳۵	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۸۵۶
۳۶	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۸۵۶
۳۷	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۸۵۷
۳۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	۸۵۸
۳۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام لانے والی خواتین سے احکامِ شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لینا	۸۵۹
۴۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت لینے کی کیفیت	۸۵۹
۴۱	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	۸۶۰
۴۲	سورۃ الممتحنۃ کا اختتام	۸۶۰
	سورۃ الصف	۸۶۲
۱	سورت کا نام	۸۶۲
۲	سورت الصف کے مشمولات	۸۶۲
۳	سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱۔۹)	۸۶۳
۴	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی منقطع نہیں ہوتی	۸۶۴
۵	نذر اور وعدہ پورا نہ کرنے والوں اور بے عمل واعظوں پر وعید	۸۶۵
۶	بلاضرورت جنگ کی صفوں کو توڑنا جائز نہیں	۸۶۶
۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی اذیتوں کی تفصیل	۸۶۶
۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دینا	۸۶۷
۹	موجودہ انجیل کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں	۸۶۷
۱۰	اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے معانی اور مصادیق	۸۶۹
۱۱	یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ (۱۰۔۱۴)	۸۷۰
۱۲	دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے	۸۷۱
۱۳	جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے	۸۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	ایمان والوں کو دین کی مدد کرنے کا حکم دینے کی توجیہ اور مدد کرنے والوں کے مصادیق	۸۷۲
۱۵	نصاریٰ کے تین فرقے	۸۷۳
۱۶	سورۃ الصف کا اختتام	۸۷۳
	سورۃ الجمعہ	
۱	سورت کا نام	۸۷۴
۲	جمعہ کے متعلق احادیث	۸۷۴
۳	سورۂ جمعہ کا زمانۂ نزول	۸۷۴
۴	سورۂ جمعہ کے مشمولات	۸۷۵
۵	یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱۱۔۱)	۸۷۵
۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات	۸۷۶
۷	آپ کی رسالت کا عموم	۸۷۸
۸	فرزندانِ فارس کا علمِ دین کی بلندیوں پر پہنچنا	۸۷۸
۹	قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کے باطن کو صاف کرنا	۸۷۹
۱۰	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	۸۸۰
۱۱	احکامِ تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	۸۸۱
۱۲	موجودہ ''تورات'' کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں	۸۸۲
۱۳	یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۸۸۲
۱۴	قرآن مجید کی پیشین گوئی کی صداقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت پر استدلال	۸۸۴
۱۵	سابقہ آیات سے ارتباط	۸۸۴
۱۶	جمعہ کی وجۂ تسمیہ	۸۸۵
۱۷	نمازِ جمعہ کے متعلق احادیث	۸۸۵
۱۸	نمازِ جمعہ کے ضروری مسائل	۸۸۶
۱۹	آیا اذانِ اول پر جمعہ کی سعی واجب ہے یا اذانِ ثانی پر؟	۸۸۷
۲۰	عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟	۸۸۸
۲۱	نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں مباح ہے	۸۸۹
۲۲	اللہ تعالیٰ کے فضل طلب کرنے کے محامل	۸۹۰
۲۳	اتوار کی چھٹی کے حامیوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۸۹۰
۲۴	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	۸۹۱
۲۵	خطبہ جمعہ کے دوران صحابہ کے اٹھ کر چلے جانے کی توجیہ	۸۹۱
۲۶	سورۃ الجمعہ کا اختتام	۸۹۲
	سورۃ المنافقون	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۹۳
۲	سورۃ المنافقون کا زمانۂ نزول	۸۹۴
۳	سورۃ المنافقون کے مشمولات	۸۹۴
۴	اذا جاءك المنافقون (۱۱۔۱)	۸۹۴
۵	نفاق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۹۵
۶	عبد اللہ بن ابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کرنا	۸۹۷
۷	غزوۂ احد میں عبد اللہ بن ابی کا اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکرِ اسلام سے نکل جانا	۸۹۹
۸	غزوۂ بنو قینقاع میں منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا	۸۹۹
۹	غزوۂ بنو المصطلق میں منافقین کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	۹۰۰
۱۰	عبد اللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمِ محترم پر بُری تہمت لگانا	۹۰۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	منافقین کا شعار جھوٹ بولنا ہے	۹۰۲
۱۲	منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا	۹۰۲
۱۳	منافقوں کے ایمان اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۹۰۳
۱۴	منافقوں کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے شہتیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۹۰۳
۱۵	منافقین کا طلب مغفرت سے انکار کرنا	۹۰۴
۱۶	غزوۂ بنو المصطلق چھ ہجری میں عبد اللہ بن ابی کا آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں گستاخی کرنا	۹۰۵
۱۷	آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کا بیان	۹۰۶
۱۸	مؤمنوں کی عزت کا معنی	۹۰۶
۱۹	اللہ کے ذکر کی مختلف تفسیریں	۹۰۷
۲۰	حج میں تاخیر کے جواز سے حضرت ابن عباس کی تفسیر پر اعتراض اور اس کا جواب	۹۰۷
۲۱	سورۃ المنافقون کا اختتام	۹۰۸
	سورۃ التغابن	۹۰۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۰۹
۲	سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن میں مناسبت	۹۰۹
۳	مسبحات اور آخری چھ صورتوں میں ارتباط	۹۱۰
۴	سورۃ التغابن کے مشمولات	۹۱۰
۵	یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱۔۱۰)	۹۱۱
۶	آسمانوں اور زمینوں کا زبان قال سے تسبیح کرنا	۹۱۲
۷	تقدیر پر ایک مشہور اشکال کا جواب	۹۱۳
۸	انسان کی صورت سب سے حسین ہے	۹۱۳
۹	کافروں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟	۹۱۴
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے کی تحقیق	۹۱۵
۱۱	قرآن مجید کو نور فرمانے کی وجہ	۹۱۶
۱۲	قیامت کے دن کو یوم التغابن فرمانے کی وجہ	۹۱۶
۱۳	غبن فاحش کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۹۱۷
۱۴	ما اصاب من مصیبة الا باذن الله (۱۸۔۱۱)	۹۱۷
۱۵	مصائب پر صبر کرنے کی تلقین اور ترغیب	۹۱۸
۱۶	اہل وعیال اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکیں یا اس کی نافرمانی کے لیے کہیں تو ان کی بات پر عمل نہ کیا جائے	۹۱۹
۱۷	اہل وعیال کا آزمائش ہونا اور اجر عظیم کی تفسیر	۹۱۹
۱۸	بہ قدر طاقت اللہ سے ڈرنے کا حکم	۹۲۰
۱۹	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کا معنی	۹۲۰
۲۰	سورۃ التغابن کا اختتام	۹۲۱
۲۱	ماخذ ومراجع	۹۲۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوۃ اللہ عن صلوۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القران وبین لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القران وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیاء والمرسلین امام الاولین والاخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہٖ اللھم الق فی قلبی اسرار القراٰن واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القراٰن ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القراٰن، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اٰمین یارب العالمین۔

Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہےO

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے' جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا' اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں' قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہو گا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے ''تبیان القرآن'' کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کر دے' اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

انڈیکس تبیان القرآن (جلد یازدہم)

نمبر شمار	سورت کا نام	صفحہ نمبر
(۴۶)	سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ	۳۵
(۴۷)	سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ	۱۲۲
(۴۸)	سُوْرَةُ الْفَتْحِ	۱۸۲
(۴۹)	سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ	۲۷۲
(۵۰)	سُوْرَةُ قٓ	۳۱۱
(۵۱)	سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ	۳۵۵
(۵۲)	سُوْرَةُ الطُّوْرِ	۴۰۵
(۵۳)	سُوْرَةُ النَّجْمِ	۴۷۰
(۵۴)	سُوْرَةُ الْقَمَرِ	۵۷۴
(۵۵)	سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ	۶۰۱
(۵۶)	سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ	۶۴۶
(۵۷)	سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ	۷۰۷
(۵۸)	سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ	۷۶۲
(۵۹)	سُوْرَةُ الْحَشْرِ	۷۹۸
(۶۰)	سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ	۸۳۷
(۶۱)	سُوْرَةُ الصَّفِّ	۸۶۲
(۶۲)	سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ	۸۷۴
(۶۳)	سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ	۸۹۴
(۶۴)	سُوْرَةُ التَّغَابُنِ	۹۰۹

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الاحقاف

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الاحقاف ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس سورت کی ایک آیت میں الاحقاف کا ذکر ہے وہ آیت یہ ہے:

وَاذۡكُرۡ اَخَا عَادٍ ؕ اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَهٗ بِالۡاَحۡقَافِ (الاحقاف:۲۱) اور عاد کے بھائی (ثمود) کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا۔

احادیث میں بھی اس سورت کو الاحقاف سے تعبیر فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آل حٰمٓ سے ایک سورت پڑھائی اور وہ ثلاثین میں سے الاحقاف ہے (جس سورت کی تیس سے زیادہ آیتیں ہوں اس کو ثلاثین کہتے ہیں)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا' وہاں ایک شخص اس سورت کو کسی اور طریقہ سے پڑھ رہا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' میں نے ایک اور شخص سے کہا: تم اس سورت کو پڑھو' اس نے ہم دونوں کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اس سورت کو پڑھا' میں ان دونوں کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا' اور میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ دونوں اس سورت کی قرأت میں میری مخالفت کر رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں تھیں کہ وہ اپنی کتاب میں اختلاف کرتی تھیں۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر شخص اس طرح پڑھے جس طرح اس کو پڑھایا گیا ہے۔ الحدیث

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۹ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۹۷۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابتداء میں قرآن مجید کو آسانی کے لیے سات لغات پر پڑھنے کی اجازت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو اس کی لغت اور قرأت کے مطابق پڑھاتے تھے' بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام مصاحف کو صرف ایک لغت قریش پر جمع کر دیا کیونکہ جب اسلام بہت علاقوں میں پھیل گیا اور لوگ مختلف قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنے لگے تو ہر ایک اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط کہنے لگا اس لیے حضرت عثمان نے محسوس کیا کہ سب کو ایک قرأت پر جمع کر دیا جائے تاکہ امت میں فتنہ نہ ہو۔

الاحقاف کا معنی

علامہ ابوالفضل محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

الاحقاف کا واحد ''الحقف'' ہے'' الحقف ''طویل اور بلند ٹیلہ کو کہتے ہیں جو قدرے ٹیڑھا ہو' الاحقاف: ۲۱ میں جو الاحقاف کا ذکر ہے اس سے مراد بلند اور طویل ٹیلے ہیں۔ جوہری نے کہا: اس سے مراد قوم عاد کے گھر ہیں' یہ ٹیلے یمن میں ہیں جہاں قوم عاد رہتی تھی۔ (لسان العرب ج ۴ ص ۱۷۵' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

الاحقاف کا محل وقوع

قوم عاد کا مرکزی مقام سرزمین احقاف ہے' یہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع خالی ہے جسے صحرائے اعظم الدہنا بھی کہا جاتا ہے' ہر چند کہ ربع خالی آبادی کے لائق نہیں ہے تاہم اس کے اطراف میں کچھ حصہ آبادی کے لائق ہے' خصوصاً وہ حصہ جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے' اگرچہ وہ بھی اس وقت مکمل آباد نہیں ہے اور اس میں ریت کے ٹیلوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ تاہم قدیم زمانہ میں اسی حضر موت اور نجران کے درمیانی حصہ میں عاد ارم کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا۔ شیخ عبدالوہاب نجار نے '' قصص الانبیاء'' میں تصریح کی ہے کہ مجھ سے حضر موت کے باشندے احمد بن عمیر یحییٰ نے بیان کیا کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ ان ہلاک شدہ قوموں کے قدیم مساکن کے کھوج میں حضر موت کے شمالی میدان میں قیام پذیر رہے' بسیار کوشش کے بعد ٹیلوں کی کھدائی سے سنگ مرمر کے کچھ برتن ملے جن پر کسی نامعلوم زبان میں کوئی تحریر کندہ تھی۔

(لغات القرآن ج ۱ ص ۳۸۔ ۳۷' ملخصاً' دارالاشاعت' کراچی)

سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' البتہ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ اس کی دو آیتیں مدنی ہیں: '' اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''. (الاحقاف: ۱۰) اور علامہ سیوطی نے '' الاتقان'' میں ان دو کے علاوہ ایک اور آیت کا بھی استثناء کیا ہے وہ ہے: '' وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ''. (الاحقاف: ۱۵) البتہ صحیح یہ ہے کہ صرف پہلی دو آیتیں مدنی ہیں۔

سورتوں کے نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۶ ہے اور اس سورت کی پینتیس آیتیں ہیں' یہ سورت الذاریات سے پہلے اور الجاثیۃ کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سورت کا وہی زمانہ نزول ہے جو الجاثیۃ کا زمانہ نزول ہے۔

سورۃ الاحقاف کے اغراض اور مقاصد

- ☆ سورۃ الاحقاف کا افتتاح بھی ان ہی آیات سے کیا گیا ہے جن سے سورۃ الجاثیۃ کا افتتاح کیا گیا ہے اور ان آیات میں قرآن مجید کے معجز ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔
- ☆ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔
- ☆ اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت کے بعد جزاء اور سزا کا نظام قائم کیا جائے گا۔
- ☆ شرک کو باطل فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کفار جن کی پرستش کرتے ہیں وہ الوہیت کی صفات سے خالی اور عاری ہیں۔
- ☆ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت فرمایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت پیش کی ہے اور بنی اسرائیل کے ایک شخص کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

☆ اس میں قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی تعریف اور تحسین کی ہے اور ان کے بعض عمدہ اوصاف بیان کیے ہیں اور اس کے مقابلہ میں کفار کے اوصاف مذمومہ بیان کیے ہیں اور ان کے حسد کرنے کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔

☆ اس میں قرآن مجید کا یہ معجزہ ذکر کیا ہے کہ جنات قرآن مجید کی آیات سن کر قرآن مجید پر ایمان لے آئے۔

☆ اس میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے اور یہی صالحین کا وصف ہے۔

☆ اور اس میں بتایا ہے کہ جو کفار اپنے زمانہ میں بہت قوی تھے اور وہ مسلسل گمراہی پر اصرار کرتے رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان پر گرفت فرمائی اور ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

☆ اس میں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا حال بیان فرمایا ہے جو اپنی قوت اور طاقت پر بہت گھمنڈ کرتی تھی اور بتوں کی عبادت پر اصرار کرتی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک زبردست آندھی بھیج کر ہلاک کر دیا جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر رہی تھی' اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر کفارِ قریش کو ڈرانے اور ان کو عبرت دلانے کے لیے فرمایا۔

☆ اور اس مضمون پر اس سورت کو ختم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور یہ بتایا کہ کفار کو دوزخ کا عذاب ضرور دیا جائے گا اور ان کو قیامت کے دہشت ناک امور سے ڈرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ عذاب صرف ان ہی لوگوں پر آئے گا جو اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے کہ ان کی اذیت ناک باتوں پر صبر کریں جیسا کہ دیگر اولی العزم رسول ان کی گستاخیوں پر صبر کرتے رہے تھے۔

سورت الاحقاف کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے رب العزت! مجھے اس سورت کی تفسیر میں راہِ حق دکھانا اور اسی پر مجھے گامزن رکھنا اور اس کی تفسیر میں باطل امور سے مجھے واقف کرنا اور مجھے اس تفسیر میں ان سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی نبینا سید محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ الطیبین واصحابہ الراشدین وازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

۳ صفر ۱۴۲۵ھ/ ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

الاحقاف مکیۃ ۴۶ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — اٰیاتہا ۳۵ رکوعاتہا ۴

سورۃ الاحقاف مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

حٰمٓ ۝۱ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۝۲

حا میم O اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ

ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا

مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ۝۳ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ

کیا ہے اور ایک معین مدت تک کے لیے' اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے O

مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ

آپ کہیے تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو کیا تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے' ذرا مجھے بھی دکھاؤ انہوں نے زمین

اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ

کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے' میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا (پہلے) علم

اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝۴ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ

کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو O اور اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہو گا جو ان کو پکارے

یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ

جو قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ ان (کافروں) کی

وَ ہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝۵ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ

پکار سے بے خبر ہیں O اور جب لوگوں کو (میدانِ حشر) میں جمع کیا جائے گا تو (ان کے خود ساختہ معبود) ان کے دشمن

اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ۝۶ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا

ہوں گے اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے O اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت

Marfat.com

بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۷ؕ

کی جاتی ہے تو کفار اس حق کے متعلق کہتے ہیں جو ان کے پاس آ چکا ہے یہ کھلا ہوا جادو ہےO

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ

یا کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اس کو گھڑ لیا ہے آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے

اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ

بالکل بچا نہیں سکتے تھے، تم اس (قرآن) کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی گواہ

بَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ

ہے اور وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہےO آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے

مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ

ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری

اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ

طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوںO آپ کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر

بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ

کر چکے ہو (تو پھر تمہارا کیا انجام ہوگا!) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو

ع ۱ ۱۰ ۱ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۱۰ ع

اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہوگی!) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حامیمO اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ایک معین مدت کے لیے اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہےO (الاحقاف: ۳-۱)

''حٰمٓ'' اور ''تنزیل الکتاب'' کے اشارات اور اسرار و رموز

حامیم: اس کے اسرار اور نکات کو ہم الجاثیہ کے شروع میں لکھ چکے ہیں' تاہم بعض مزید فوائد کا یہاں پر بھی ذکر کر رہے ہیں:

Marfat.com

بعض عارفین نے کہا ہے کہ ''حا'' سے اہل توحید کی حمایت کی طرف اشارہ ہے اور ''میم'' سے مزید راضی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ مزید راضی ہو گا ان کو جنت میں اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''حا'' سے زندہ دلوں کی حیات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ علوم اور معارف دلوں اور روحوں کی حیات کا سبب ہیں اور اس سے اللہ عزوجل کی ان سات صفات کی طرف بھی اشارہ ہے جن پر اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور وہ سات صفات یہ ہیں: حیات' علم' قدرت' ارادہ' سمع' بصر اور کلام' پس ''حا'' سے حیات کی طرف اشارہ ہے اور ''میم'' سے کلام کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا اول اور آخر صفات کی طرف صراحۃً اشارہ ہے اور باقی صفات کی طرف ضمناً اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اس لیے نازل فرمایا کہ اس کے اسماء اور صفات کی معرفت حاصل کی جائے۔

الاحقاف: ۲ میں فرمایا: اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

اس آیت کی تفسیر بھی الجاثیہ: ۲ میں ہم بیان کر چکے ہیں' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قرآن جو اس سورت پر اور باقی سورتوں پر مشتمل ہے وہ سب حق اور صدق ہے کیونکہ وہ اللہ سبحانہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ صادق ہے اس نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا O (النساء: ۱۲۲) اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے O

اور فرمایا ہے: اللہ بہت غالب ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اپنے الفاظ اور معانی کے اعتبار سے تمام کتابوں پر غالب ہے اور وہ بے حد حکمت والا ہے' یعنی اس کتاب میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل ہیں' اس کے علاوہ جو عقائد ہیں ان میں بھی بہت حکمتیں ہیں اور جو واقعات اور امثال مذکور ہیں ان میں بھی بے اندازہ حکمتیں ہیں' غرض یہ کتاب چونکہ بہت غالب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کی عبارت اور اس کی فصاحت اور بلاغت تمام کتابوں کی فصاحت اور بلاغت پر غالب ہے اور چونکہ یہ کتاب بے حد حکمت والے نے نازل کی ہے اس لیے اس کی ہر ہر آیت میں بے حد و حساب حکمتیں ہیں۔

حق کا معنی اور مراد

الاحقاف: ۳ میں فرمایا: ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے O

آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی سب چیزوں سے مراد ہیں: عناصر اربع (آگ' مٹی' پانی اور ہوا) بادل' بارش' جمادات' نباتات' حیوانات' انسان' ملائکہ اور جنات وغیرہ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' یعنی غرض صحیح اور حکمت بالغہ کے ساتھ اور اس زمین کو مکلفین کے لیے دار قرار بنا دیا تا کہ قیامت کے دن ان کو جزا دے جنہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو سزا دے جنہوں نے برے عمل کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عبث اور بے فائدہ نہیں بنایا' ہر چیز کو کسی حکمت سے بنایا ہے اور ہر چیز کو صرف حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کی ایک حقیقت ہے جس کے لیے اس کو پیدا فرمایا ہے اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے کہا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں برحق مومن تھا' آپ نے فرمایا: غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ پس بے شک ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے پس تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

Marfat.com

میں تم نے کہا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بے رغبت کر لیا اور اس کے لیے میں نے شب بیداری کی اور دن میں مطمئن رہا اور گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہوں گے' تب آپ نے تین بار فرمایا: اے حارث! تم نے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل کر لی۔

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۲۶۷۔۲۶۶' رقم الحدیث: ۳۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۹۸۸)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت حارث نے کہا کہ میں صبح کو برحق مومن تھا' پھر انہوں نے حق کی تفسیر کی جس کا خلاصہ اللہ عزوجل کی معرفت ہے' اور زیر تفسیر آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں۔

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ قیامت کا واقع ہونا اور مرنے کے بعد اٹھنا برحق ہے کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور مردوں کو زندہ نہ کیا جائے تو جن مظلوموں کا دنیا میں ظالم سے بدلہ نہیں لیا گیا وہ بغیر جزاء کے رہ جائیں گے اور ظالم بغیر سزا کے رہ جائیں گے' اسی طرح کفار بغیر عذاب کے اور مومنین بغیر ثواب کے رہ جائیں گے اور یہ اس حقیقت کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور ایک معین مدت تک کے لیے۔

آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ یہ ابد الآباد تک باقی رہے بلکہ اس جہان کو مکلفین کے لیے دار العمل بنایا ہے کہ وہ اس دنیا میں نیک عمل کریں اور آخرت میں اس کی اچھی جزا پائیں' پھر ایک وقت مقرر پر اللہ تعالیٰ اس جہان کو فنا کر دے گا اور اس آیت میں معین مدت سے وہی وقت مراد ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہےO

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات اور صفات اور اپنی توحید پر دلائل نصب فرمائے تاکہ لوگ اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور ان نشانیوں سے صاحبِ نشان تک پہنچ سکیں ان کی آسانی کے لیے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' ان کی ہدایت کے لیے کتابیں اور صحائف نازل کیے اور رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کو آخرت کے اجر و ثواب کی طرف رغبت دی اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ کفار ان دلائل میں غور و فکر کرنے سے مسلسل اجتناب اور اعراض کرتے رہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلیل سے اعراض کرنا دین اور دنیا میں مذموم ہے۔

اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا انکار' استخفاف اور استحقار کفر ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جرم اور گناہ کے عذاب سے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہو اس سے اعراض کرنا یا اس کا انکار کرنا یا اس کا استخفاف کرنا (اس کو معمولی اور ہلکا جاننا) کفر ہے۔

ہمارے فقہاء کرام نے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے انکار اور استخفاف (یعنی ان کو ہلکا اور معمولی جاننے) کو کفر قرار دیا ہے۔ اسی طرح فرائض اور سنن کے انکار اور استخفاف کو بھی کفر قرار دیا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت بیان کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم کا مذاق اڑائے یا اس کے احکام میں سے کسی حکم کا مذاق اڑائے یا اس کے وعد اور وعید کا انکار کرے یا اس کا شریک مانے یا اس کا

Marfat.com

بیٹا مانے یا اس کی بیوی مانے یا اس کی طرف جہل' عجز یا نقص کی نسبت کرے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور جب وہ کہے کہ اللہ کے فعل میں کوئی حکمت نہیں ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہوتا ہے تب بھی اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۰' مطبوعہ مصر' عالم گیری ج ۲ ص ۲۵۸' مطبوعہ مصر)

جس نے کسی نبی کی نبوت کا اقرار نہیں کیا یا جو کسی رسول کی کسی سنت سے راضی نہیں ہوا وہ کافر ہو گیا۔

(عالم گیری ج ۲ ص ۲۶۴' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمد بن محمد ابن البزار الکردری المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فی الحال ایمان لانا واجب ہے اور جو شخص یہ ایمان لایا کہ آپ رسول ہیں اور اس پر ایمان نہیں لایا کہ آپ خاتم الرسل ہیں اور آپ کا دین قیامت تک منسوخ نہیں ہو گا وہ کافر ہو گیا' ایک شخص نے کہا: جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تھے تو انگلیاں چاٹتے تھے' پھر کہا: یہ بے ادبی ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ کہا گیا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے' اس نے کہا: میں نہیں کاٹوں گا خواہ سنت ہو تو وہ کافر ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کا استخفاف کیا یا آپ کی احادیث میں سے کسی حدیث کا استخفاف کیا تو وہ کافر ہو گیا۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۲۸ ملتقطاً' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ جس شخص نے کسی حدیث کو رد کیا' تو بعض مشائخ نے یہ کہا کہ وہ کافر ہو جائے گا اور متاخرین نے کہا: اگر وہ حدیث متواتر ہو تو پھر وہ کافر ہو جائے گا' میں کہتا ہوں کہ یہی قول صحیح ہے' ہاں اگر اس نے کسی خبر واحد کو بہ طریقہ استخفاف واستحقار اور انکار رد کیا تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۶۶' مطبوعہ مصر)

قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

تمام وہ لوگ جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ کو عیب لگایا یا آپ کی ذات میں کوئی نقص ملایا' یا آپ کے نسب میں یا آپ کے دین میں یا آپ کے کسی وصف اور کسی خصلت میں نقص ملایا یا نقص کی تعریض کی یا کسی بری چیز کے ساتھ آپ کو تشبیہ دی یا آپ کی توہین کی یا آپ کو چھوٹا اور کم تر کہا یا آپ کو پست کیا اور جھکایا یا آپ کی مذمت کی تو وہ آپ کو سب وشتم کرنے والا ہے اور آپ کو گالی دینے والا ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے' اس کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے اور اس میں کسی چیز کا استثناء نہیں ہے خواہ ان چیزوں کی وہ آپ کی طرف صراحۃً نسبت کرے یا کنایۃً کرے۔ اسی طرح جو شخص آپ کو لعنت کرے یا آپ کو بددعا دے یا آپ کے نقصان کی تمنا کرے یا بہ طور مذمت آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کی شان کے لائق نہیں ہے یا آپ کا استہزاء کرے یا آپ کے متعلق ناشائستہ کلام کرے یا آپ کے عوارض بشریہ کی وجہ سے آپ پر طعن کرے تو (ایسا شخص کافر ہے اور) اس کو قتل کرنے پر عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے علماء اور ائمہ فتویٰ کا اجماع ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز قاضی عیاض لکھتے ہیں:

جس شخص نے قرآن مجید کا یا مصحف میں سے کسی چیز کا استخفاف کیا یا اس کو گالی دی یا اس کا انکار کیا یا اس کے کسی حرف کا انکار کیا یا کسی آیت کا انکار کیا یا اس کی کسی چیز کی تکذیب کی یا قرآن مجید میں مذکور کسی حکم یا کسی خبر کی تکذیب کی یا قرآن نے جس چیز کی نفی کی ہے اس کو ثابت کیا یا قرآن کریم نے جس چیز کو ثابت کیا ہے اس کی نفی کی یا اس کی کسی چیز میں شک کیا تو اہل

Marfat.com

علم کا اس پر اجماع ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا۔ (الشفاء ج ٢ ص ٢٥٠ 'دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ٧٩١ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بعض معاصی ایسے ہیں جن کو شارع علیہ السلام نے تکذیب کی علامت قرار دیا ہے اور ان کا اس طرح ہونا دلائل شرعیہ سے معلوم ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا اور مصحف (قرآن مجید) کو گندگی میں پھینک دینا اور کلمات کفریہ بولنا جن کا دلائل سے کفر ہونا ثابت ہے۔ (شرح عقائد نسفی ص ٨٣ 'مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو' کیا تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے' ذرا مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے' میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا پہلے علم کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو O اور اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہو گا جو ان کو پکارے جو قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ ان (کافروں) کی پکار سے بے خبر ہیں O اور جب لوگوں کو (میدانِ حشر) میں جمع کیا جائے گا تو (ان کے خود ساختہ معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے O اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار اس حق کے متعلق کہتے ہیں جو ان کے پاس آ چکا ہے یہ کھلا ہوا جادو ہے O یا کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اس کو گھڑ لیا ہے' آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے بالکل بچا نہیں سکتے تھے' تم اس (قرآن) کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے' میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی گواہ ہے اور وہ بہت بخشنے والا' بے حد مہربان ہے O (الاحقاف: ٨۔٤)

''اثارۃ'' کا معنی

الاحقاف: ٤ میں ''اثارۃ'' کا لفظ ہے جس کا ایک معنی خط اور لکیریں ہے' اس کا دوسرا معنی کسی چیز کا بقیہ حصہ ہے۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: مخصوص علم۔ مجاہد نے کہا کہ اس کا معنی ہے: تمہارے پاس کوئی ایسی روایت ہے جو تم سے پہلے لوگوں سے منقول ہو۔ عکرمہ اور مقاتل نے کہا: کیا انبیاء سابقین سے اس سلسلہ میں کوئی روایت ہے؟ حسن نے کہا: کیا تم نے کسی چیز سے اس کو مستنبط کیا ہے کہ زمین اور آسمان کے بنانے میں کسی اور کا بھی حصہ ہے؟ زجاج نے کہا: ''اثارۃ'' ''شجاعۃ'' اور ''سماحۃ'' کی طرح مصدر ہے اور اس کا معنی علامت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٦ ص ١٧١' جامع البیان جز ٢٦ ص ٥۔٤)

الاحقاف: ٤ کا خلاصہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''او اثارۃ من علم'' کی تفسیر میں فرمایا: عرب میں ایک طریقہ تھا کہ وہ زمین پر لکیریں ڈال کر کسی چیز کو معلوم کرتے تھے۔ اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا بھی حصہ ہے تو تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ کیا تمہارے پاس انبیاء سابقین کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے یا تم نے زمین پر لکیریں ڈال کر رمل کے طریقہ سے اس کو معلوم کر لیا ہے یا تم نے اس کو کاہنوں سے معلوم کیا ہے یا تم نے اس کو کسی اور چیز سے مستنبط کیا ہے' آخر تمہارا ذریعہ علم کیا ہے؟ (جامع البیان جز ٢٦ ص ٥۔٤ 'دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

زمین پر لکیریں ڈال کر غیب کی باتیں معلوم کرنے کے سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نیا نیا زمانہ جاہلیت سے نکلا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل کیا ہے' بے شک

Marfat.com

ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم ان کے پاس نہ جایا کرو' اور انہوں نے کہا: اور ہم میں سے بعض لوگ براشگون نکالتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو صرف ان کے سینوں میں ہے' پس وہ اس کے درپے نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم میں سے بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچتے ہیں' آپ نے فرمایا: انبیاء سابقین میں سے ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے' سو جس کی لکیریں ان کے موافق ہو جائیں وہ ٹھیک ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۸)

کاہن' عراف' بدشگونی اور رمال کی تعریفات اور ان کا شرعی حکم

اس حدیث میں کاہن کا ذکر ہے' کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی باتیں بتاتا ہے اور معرفت اسرار کا دعویٰ کرتا ہے اور عراف وہ شخص ہے جو چرائی ہوئی چیز اور گم شدہ چیز کا پتا بتاتا ہے۔ عرب میں کاہن ہوتے تھے جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ انہیں بہت سی چیزوں کی معرفت ہے اور بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کا جنات سے رابطہ ہے اور وہ آ کر ان کو غیب کی خبریں بتاتے ہیں اور بعض نجومی کو کاہن کہتے ہیں۔ اور حدیث میں کاہن کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی وہ اس چیز سے بری ہو گیا جس کو اللہ عزوجل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔

اور اس حدیث میں بدشگونی کا ذکر ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو لوگ ازخود اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے اور تم جو کام کرنے جارہے ہو کسی بدشگونی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس حدیث میں لکیریں کھینچنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے پس جس کی لکیریں اس کے موافق ہوئیں' اس کا فعل درست ہے۔ اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی وہ مباح ہے اور ہمارے پاس اس موافقت کو جاننے کا کوئی علم یقینی نہیں ہے لہٰذا لکیریں کھینچ کر غیب کی باتیں معلوم کرنا جائز نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی وہ درست ہے اور موافقت پر معلق کیے بغیر یہ نہیں فرمایا کہ وہ حرام ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس ممانعت میں اس نبی کا فعل بھی داخل ہے جو لکیریں کھینچتے تھے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبی کے احترام میں صرف ہمارے فعل کا حکم بیان فرمایا' سو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس نبی علیہ السلام کا فعل ممنوع نہیں ہے اسی طرح تمہارا فعل بھی ممنوع نہیں ہوگا بہ شرطیکہ تمہیں اس کی موافقت کا علم ہو جائے لیکن تمہارے پاس اس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں۔

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث میں لکیریں کھینچ کر علم حاصل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس نبی کے فعل کی کوئی علامت نہیں ہے تو ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: مختار یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو ہمارے لیے مباح نہیں کیا۔ (شرح مسلم للنووی ج ۳ ص ۱۸۰۷۔۱۸۰٦' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ذاتی اور عطائی علم غیب کی تحقیق

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی ٥٤٣ھ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے غیب پر دلالت کرنے والے کوئی اسباب باقی نہیں رکھے جن سے غیب پر استدلال کیا جائے' ماسوا سچے خوابوں کے' کیونکہ ان سے غیب پر استدلال کرنے کی اجازت دی گئی ہے' اور یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے' اس سلسلے میں یہ حدیث ہے اس کی عبارت امام ترمذی کی ہے اور متعدد ائمہ حدیث نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے لہٰذا میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی ہوگا' لوگوں پر یہ بات شاق گزری تو آپ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی ہیں' مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ مسلمان کا خواب ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٨٨' صحیح مسلم الرقم المسلسل: ٥٨٦٩' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 5018' مسند احمد ج ٣ ص ٢٦٧)

اور اسی طرح فال کی بھی حدیث میں اجازت دی گئی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور ان میں بہترین چیز فال ہے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اچھی اور نیک بات جس کو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے (جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو سہل کر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٧٣٢) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کا نام سن کر اس لفظ سے سہل کی فال نکالی)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٥٧٥٤' مسند احمد رقم الحدیث: ٧٦٠٧' عالم الکتب' بیروت)

اور رہی بدشگونی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے' جیسا کہ اس حدیث مذکور میں اس کی تصریح ہے اور فال اس کو کہتے ہیں کہ انسان کوئی کام کرنا چاہتا ہو اس موقع پر کوئی کلام سن کر اس سے اس کام کے نیک اور اچھے ہونے پر استدلال کرے اور اگر اس موقع پر کوئی بات سن کر اس سے اس کام کے برے ہونے پر استدلال کرے یا اس کام میں ناکام ہونے پر استدلال کرے تو یہ بدشگونی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ فال سے خوش ہونا چاہیے اور خوشی خوشی اپنی پیش آمدہ مہم کی طرف روانہ ہونا چاہیے اور جب اپنی مہم پر روانہ ہوتے وقت کوئی ایسا کلام سنے جس سے اس مہم میں ناکامی پر استدلال کیا جائے تو اس بدشگونی سے اعراض کرے اور اس کی وجہ سے اپنی مہم کو ترک نہ کرے۔ (احکام القرآن لابن العربی ج ٤ ص ١٢٥)

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٦ ص ١٦٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ غیب کا علم صرف مومن کے سچے خواب کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے یا فال کے ذریعہ اور اولیاء اللہ کے الہامات سے بھی غیب کا علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ تمام غیوب ظنی ہیں' قطعی علم غیب صرف وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی وحی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور یہ علم غیب عطائی ہے جس کو علماء کی اصطلاح میں مالیہ دلیل یا علم غیب بالواسطہ کہا جاتا ہے' رہا وہ غیب جو بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے ہو اور جس کے حصول کی کوئی دلیل اور سبیل نہ ہو وہ غیب ذاتی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بتوں کے نہ سننے کی قیامت تک کی تخصیص کی وجہ

الاحقاف: ٥ میں فرمایا: اور اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہوگا' جو ان کو پکارے جو قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ ان (کافروں) کی پکار سے بے خبر ہیں O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ سب سے گم راہ اور جاہل ہیں جو اپنے مصائب میں بتوں کو پکارتے ہیں جو قیامت تک

Marfat.com

ان کی پکار اور فریاد کو سن نہیں سکتے' وہ ان کی پکار کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ قیامت تک ان کی پکار کو نہیں سنتے' حالانکہ وہ بت ان کی پکار کو دنیا میں بھی کبھی نہیں سنتے' پھر قیامت کا ذکر کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے مصائب کی بہ نسبت قیامت کے دن کی مصیبت ان کے لیے بہت سخت ہوگی اس دن وہ بت ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے جن کی وہ دنیا میں عبادت کرتے رہے تھے' یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ○ (ص: ۷۸) بے شک قیامت کے دن تک میری تجھ پر لعنت ہے ○

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی ابلیس پر ابدی لعنت ہے لیکن اس کا قیامت کے دن اظہار بہت سخت ہوگا۔

اور اس آیت میں فرمایا: وہ بت ان کی فریاد اور چیخ و پکار سے غافل ہیں' کیونکہ وہ بت جمادات ہیں وہ کس طرح ان کی فریاد کا جواب دے سکتے ہیں؟ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مشرکین تو فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے اور وہ زندہ ہیں اور ان کی فریاد کو سنتے ہیں ان کو مشرکین کی فریاد سننے سے غافل کہنا کس طرح درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مسخر ہیں وہ مختار نہیں ہیں' ان کو جس کام پر لگا دیا ہے وہ اسی کام کو کر رہے ہیں وہ از خود کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب تک اس چیز کی طرف اللہ سبحانہٗ ان کو متوجہ نہ فرمائے اس لیے وہ بھی مشرکین کی فریاد سننے سے غافل ہیں۔

بتوں کا مشرکین کی عبادت سے قیامت کے دن بے زاری کا اظہار کرنا

الاحقاف: ۶ میں فرمایا: اور جب لوگوں کو (میدانِ حشر) میں جمع کیا جائے گا' تو (ان کے خودساختہ معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے ○

اس آیت میں ''حُشِرَ'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے: ''حشر'' کا معنی ہے: کسی جماعت کو اس کے ٹھکانے سے نکال کر کسی میدان میں جمع کرنا اور اس کا اطلاق صرف جماعت پر ہوتا ہے اور قیامت کے دن کو یوم نشر اور یوم البعث بھی کہا جاتا ہے جس طرح اس کو یوم حشر کہا جاتا ہے' اس دن یہ بت جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے ان مشرکوں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور وہ بت یہ کہیں گے کہ انہوں نے ہماری عبادت نہیں کی' انہوں نے درحقیقت اپنی خواہشوں کی پرستش کی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

مَّا كُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ○ (یونس: ۲۸) (وہ شرکاء یہ کہیں گے کہ) تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○

کفار قرآن مجید کو جادو کیوں کہتے تھے؟

الاحقاف: ۷ میں فرمایا: اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار اس حق کے متعلق کہتے ہیں جو ان کے پاس آچکا ہے یہ کھلا ہوا جادو ہے ○

اور جب کفار کے سامنے ہماری ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں الوہیت کی نشانیاں ہیں اور توحید پر دلائل ہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت ہے' قرآن مجید کے معجز اور اللہ سبحانہٗ کے کلام ہونے کا بیان ہے اور حلال اور حرام کے واضح احکام ہیں' قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حشر و نشر اور جزاء اور سزا کے براہین ہیں تو کفار ان آیات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اور ان کو جادو کہنے سے ان کا منشاء یہ تھا کہ جس طرح جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس طرح ان آیات کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

Marfat.com

الاحقاف: ٨ میں فرمایا: یا کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہے' آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے بالکل بچا نہیں سکتے تھے' تم اس (قرآن) کے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے' میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی گواہ ہے اور وہ بہت بخشنے والا' بے حد مہربان ہے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افتراء کی تہمت کا ابطال

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ حق کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے اور حق کو سننے سے بہرے بن گئے اور انہوں نے رسولوں کے وارثوں پر جادو کی تہمت لگائی اور ان کے کلام پر افتراء کی تہمت لگائی اور اس کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں رسوا کر دے گا اور ان کو عذاب شدید میں مبتلا کرے گا' اس لیے ضروری ہے کہ ظاہر اور باطن کو بدعقیدگی اور برے اعمال کی نجاست سے پاک اور صاف کیا جائے' اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اور کامل اتباع کی جائے اور جادو اور کرامت میں اسی سے امتیاز ہوتا ہے کیونکہ جادو کا اظہار کافروں' زندیقوں اور فاسقوں سے ہوتا ہے جو احکام شرعیہ اور متابعت سنت نبویہ کا التزام اور اہتمام نہیں کرتے۔ کفار یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود قرآن کو گھڑ لیا ہے اور خود ایک کلام بنا کر اس کی اضافت اللہ سبحانہٗ کی طرف کر دی ہے (العیاذ باللہ) ' ان کا یہ قول باطل ہے اور سخت تعجب خیز ہے کیونکہ قرآن مجید کلام معجز ہے اور ایسا کلام بنانا انسان کی قدرت سے خارج ہے' آپ کہیے کہ اگر بہ فرض محال میں نے یہ کلام از خود بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑانے پر قادر نہ تھے' کیونکہ ایسی صورت میں یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیتا اور میں اس عذاب میں مبتلا ہو جاتا جس سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر بالفرض میں دل سے بناتا اور اس کو اللہ کا کلام بتاتا تو وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہوتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے افتراء کرنے والے کو جلد عقوبت میں گرفتار کرتا ہے۔ تمہیں تو یہ قدرت نہیں کہ تم مجھے اس کی عقوبت سے بچا سکو یا اس کے عذاب کو دفع کر سکو تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں O آپ کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر کر چکے ہو (تو پھر تمہارا کیا انجام ہوگا!) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو' اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہوگی!) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O

(الاحقاف: ١٠۔٩)

الاحقاف: ٩ میں جس لفظ کا معنی ہم نے انوکھا کیا ہے' اس آیت میں اس کے لیے ''بدیع'' کا لفظ ہے اس کا مادہ ''بدع'' ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ابداع'' کا معنی ہے: کسی چیز کو ابتداءً بنانا' بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کسی اور نے اس چیز کو بنایا ہو' جو کنواں نیا نیا کھودا گیا ہو عرب اس کو ''رکیتہ بدیع'' کہتے ہیں اور جب اس لفظ کو اللہ سبحانہٗ کے لیے استعمال کیا جائے تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو آلہ' مادہ اور زمان و مکان کے بغیر پیدا کرنا اور یہ کام تو صرف اللہ عزوجل ہی کر سکتا ہے اور بدیع ابداع کرنے والے کو کہتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے: ''بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''۔ (البقرہ: ١١٧' الانعام: ١٠١) اور قرآن مجید میں ہے: ''قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا

Marfat.com

مِّنَ الرُّسُلِ '' (الاحقاف:۹) اس آیت میں '' بدعا '' کا معنی ہے: '' مبدعا '' یعنی یہ بات نہیں ہے کہ میں سب سے پہلا رسول ہوں اور مجھ سے پہلے کوئی رسول نہ آیا ہو اور اس وجہ سے تم میری رسالت کو رد کر دو اور ایک قول یہ ہے کہ میں تم سے کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا۔

مذہب میں بدعت کا معنی یہ ہے کہ کوئی ایسا قول پیش کرنا جس کی بنیاد شریعت پر نہ ہو اور شریعت میں اس سے پہلے ایسی مثال نہ ہو۔ حدیث میں ہے: دین میں ہر نیا کام نکالنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۸) (المفردات ج ۱ ص ۴۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

'' سنن نسائی '' کی حدیث میں جس بدعت کا ذکر ہے اس سے مراد بدعت سیئہ ہے کیونکہ مطلقاً بدعت مذموم نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (مسلمان) نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کیا اس کو اس ایجاد کا اجر ملے گا اور ان کا اجر بھی ملے گا جنہوں نے اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا اور ان کے اجور میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اس ایجاد کا گناہ ہوگا اور ان کا گناہ بھی ہوگا جنہوں نے اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی وجہ سے اس حدیث میں تخصیص کی جائے گی جس میں مذکور ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور اس سے مراد وہ نئے کام ہیں جو باطل ہوں اور وہ بدعات مراد ہیں جو مذموم ہوں' اس کی تفصیل '' کتاب الجمعۃ '' میں گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے لکھا ہے کہ بدعت کی پانچ اقسام ہیں: بدعت واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۸۰۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی نے '' کتاب الجمعۃ '' میں بدعت کی حسب ذیل شرح کی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر بدعت گمراہی ہے۔ یہ عام مخصوص البعض ہے اور اس سے مراد غالب بدعات ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ اقسام ہیں: (۱) واجبہ (۲) مستحبہ (۳) محرمہ (۴) مکروہہ (۵) مباحہ۔

واجبہ: بے دینوں' بدمذہبوں اور اصحاب بدعات سیئہ کے رد پر دلائل قائم کرنا۔

مستحبہ: علوم دینیہ کی کتابوں کو تصنیف کرنا' مدارس اور سرائے وغیرہ کو تعمیر کرنا (اسی طرح ہسپتال اور دارالامان بنانا)۔

مباحہ: نئے نئے قسم کے عمدہ کھانے کھانا اور نئے نئے خوب صورت لباس پہننا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۴۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ)

علامہ نووی نے بدعت مکروہہ اور بدعت محرمہ کی تعریفات کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا ہے کہ ان کی تعریفیں ظاہر ہیں لیکن ہم اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سے ان کی تعریفیں ذکر کر رہے ہیں:

بدعت مکروہہ: جیسے مساجد کو مزین کرنا (یا نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو لازم سمجھنا یا عمامہ باندھنے کو لازم سمجھنا)۔

بدعت محرمہ: وہ اعتقاد یا وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اعتقاد یا عمل کے خلاف ہو اور اس کی بنیاد کسی قسم کا شبہ

Marfat.com

یا استحسان ہو اور اس کو دین قویم اور صراطِ مستقیم بنالیا ہو جیسے شیعہ کا پیروں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کرنا یا معتزلہ کا موزوں پر مسح کرنے کا انکار کرنا (یا جیسے علماء دیوبند کا سوئم' چہلم اور عرس کی فاتحہ اور ایصالِ ثواب کو ناجائز اور حرام کہنا)۔

(ردالمحتارج ۲ ص ۲۵۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب

کفار نے قرآن مجید کے متعلق یہ کہا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ازخود گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان تراش کر یہ کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' پھر انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اور طرح طرح کے شبہات پیش کیے' ایک شبہ یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز معجزات طلب کرتے تھے' مثلاً یہ کہ آپ ان کے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا آپ خود اپنے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ بنالیں جس کے درمیان بہت سی نہریں جاری کر کے دکھائیں یا آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرائیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دیں یا آپ کے لیے اپنا سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں یا آپ کوئی کتاب نازل کر کے دکھائیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں۔ (دیکھئے بنی اسرائیل: ۹۳۔۹۰) اور وہ آپ سے یہ بھی مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ان کو غیب کی خبریں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کا یہ جواب دیا کہ آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں' یعنی میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں کہ تم مجھ سے اس طرح کے معجزات طلب کر رہے ہو اس لیے تمہیں میرے دعویٰ رسالت کو رد کرنا نہیں چاہیے اور نہ میرے اس پیغام کو مسترد کرنا چاہیے کہ اللہ سبحانہٗ ہی واحد مستحق عبادت ہے اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہیں کرنا چاہیے اور مجھ سے پہلے تمام رسول اسی پیغام کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے تھے اور میں اپنی رسالت پر معجزہ پیش کر چکا ہوں جو اللہ کا کلام ہے جس کی نظیر تم سب مل کر بھی لانے سے عاجز ہو۔

اور تم نے مجھ سے جو حیرت انگیز معجزات اور غیب کی خبروں کا مطالبہ کیا ہے تو سنو! اللہ سبحانہٗ کے اذن اور اس کی اجازت کے بغیر میں کوئی معجزہ پیش کر سکتا ہوں نہ کوئی غیب کی خبر دے سکتا ہوں' از خود میں کسی چیز پر قادر نہیں ہوں اور نہ مجھ سے پہلے کوئی رسول ازخود معجزہ پیش کرتا تھا' نہ ازخود غیب کی خبر دیتا تھا اور میں بھی ان رسولوں کی جنس میں سے ایک رسول ہوں تو جن چیزوں پر دوسرے رسول قادر نہیں تھے ان پر میں کیسے قادر ہو سکتا ہوں؟

نیز کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ طعن کرتے تھے کہ آپ کھانا کھاتے ہیں' بازاروں میں چلتے ہیں اور آپ کے اکثر متبعین فقراء ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں' تمام گزشتہ رسولوں کی یہی صفات تھیں جو میری صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے کے بغیر وہ کسی چیز پر قادر تھے نہ میں قادر ہوں اور اس کے علم دیئے بغیر نہ وہ غیب کی خبر دینے پر قادر تھے نہ میں قادر ہوں اور رہا کھانا کھانا' بازاروں میں چلنا اور متبعین کا نادار ہونا تو یہ اوصاف پہلے نبیوں میں بھی تھے اور مجھ میں بھی ہیں تو جس طرح یہ اوصاف گزشتہ انبیاء کی نبوت میں موجب طعن نہیں تھے اسی طرح میری نبوت میں بھی موجب طعن نہیں ہیں۔

الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں مفسرین کی آراء

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور آپ کہیے) اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے تین قول ہیں: (۱) بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود یہ

Marfat.com

نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (۲) اور اکثر اور جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (۳) اور بعض کا قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود نہیں جانتا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

ہم ان تینوں اقوال کی تفسیر باحوالہ بیان کریں گے اور جمہور کے قول پر دلائل پیش کریں گے اور اس تفسیر پر جو اعتراضات ہیں ان کے مسکت جوابات پیش کریں گے۔ سب سے پہلے ہم ان بعض مفسرین کی تفسیر کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس آیت کو دنیا کے احوال نہ جاننے پر محمول کیا ہے۔ فنقول وباللہ التوفیق

الاحقاف: ۹ کو دنیا کے احوال نہ جاننے پر محمول کرنے والے مفسرین

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ضحاک نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس چیز کا حکم دیا جائے گا اور کس چیز سے منع کیا جائے گا اور حسن بصری نے کہا: ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ آپ کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا' بے شک آپ کو معلوم تھا کہ آپ جنت میں ہوں گے' لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے ازخود نہیں معلوم کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' آیا مجھے اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا' جس طرح مجھ سے پہلے انبیاء کو نکال دیا گیا تھا یا مجھے قتل کر دیا جائے گا جس طرح مجھ سے پہلے انبیاء کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں ازخود یہ نہیں جانتا کہ آیا تم کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا یا تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے اور اسی قول پر امام ابن جریر نے اعتماد کیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور قول جائز نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق یہی قول ہے' کیونکہ آخرت کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پختہ یقین تھا کہ آپ جنت میں ہوں گے اور اسی طرح آپ کے پیروکار بھی' اور رہا دنیا کا حال تو آپ کو علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا' اسی طرح مشرکین قریش کے متعلق بھی آپ کو علم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ دنیا میں کیا ہوگا آیا وہ ایمان لے آئیں گے یا اپنے کفر پر برقرار رہیں گے' پھر ان کو عذاب دیا جائے یا ان کے کفر کی وجہ سے ان کو بالکل جڑ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ رہی وہ حدیث جس کو امام بخاری اور امام احمد نے روایت کیا ہے وہ بھی اس آیت کے مناسب ہے:

خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام العلاء انصار کی ایک خاتون تھیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب مہاجرین کو تقسیم کیا گیا تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ فال ہمارے نام نکلا' ہم نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' پھر وہ اس درد میں مبتلا ہو گئے جس درد میں ان کی وفات ہوئی تھی' وفات کے بعد ان کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو سائب! (حضرت عثمان بن مظعون کی کنیت) میں تمہارے لیے گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت دی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ازخود کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! پھر اللہ کس کو عزت دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا وہ تو اللہ کی قسم! اس کے پاس یقین آچکا ہے اور اللہ کی قسم! میں اس کے لیے اچھے انجام ہی کی امید رکھتا ہوں' اور اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا' حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں اب کبھی بھی کسی کی

Marfat.com

(ایسی) تعریف و تحسین نہیں کروں گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۳۔ ۱۲۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۶)

اس حدیث میں اور اس طرح کی دیگر احادیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص معین کے لیے یقین اور قطعیت کے ساتھ جنت کی خبر دینی جائز نہیں ہے' ماسوا اس صورت کے کہ شارع علیہ السلام نے معین طور پر اس کے جنتی ہونے کی خبر دی ہو جیسے عشرہ مبشرہ (وہ دس اصحاب جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے) اور حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عمیصاء اور حضرت بلال اور حضرت سراقہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام' حضرت جابر کے والد اور وہ ستر (۷۰) قاری جن کو بیر معونہ کے پاس بلا کر دھوکے سے شہید کیا گیا اور حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ اور جوان کی مثل ہیں رضی اللہ عنہم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حسبِ ذیل مفسرین نے بھی ان کی موافقت کی ہے:

(۱) بحر العلوم نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ۔ (تفسیر سمرقندی ج ۳ ص ۲۳۰' دارالباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۳ھ)

(۲) علامہ علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۳) علامہ منصور بن احمد ابوالمظفر السمعانی متوفی ۴۸۹ھ۔ (تفسیر القرآن ج ۵ ص ۱۵۰' دارالوطن' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

(۴) علامہ حسن بن محمود قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ۔ (غرائب القرآن ورغائب الفرقان جز ۲۶ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

(۵) علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۴۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

(۶) علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی التوفی ۸۸۵ھ۔ (نظم الدرر ج ۷ ص ۱۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۷) علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ۔ (روح البیان ج ۸ ص ۶۲۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علم کی نفی کی ہے وہ دنیا کے احوال پر محمول ہے یعنی آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور کافروں کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ آخرت کے متعلق تو آپ کو قطعی طور پر علم تھا کہ آپ جنت میں ہوں گے اور آپ کے وہ اصحاب بھی جنت میں ہوں گے جن کے جنتی ہونے کی آپ نے بشارت دی ہے۔ البتہ دنیا کے متعلق آپ کو علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور کافروں کے ساتھ کیا کیا جائے گا' اس لیے اس آیت میں علم کی نفی سے مراد دنیا کے علم کی نفی ہے نہ کہ آخرت کے علم کی نفی ہے۔

درایت کا معنی

میں کہتا ہوں: اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے' درایت کی نفی ہے اور درایت کا معنی ہے: کسی چیز کو اٹکل پچو سے' حیلہ سے یا قیاس سے جاننا' اسی لیے ہم نے اس کا معنی کیا ہے' میں از خود نہیں جانتا۔ اور کتب لغت سے اس پر حسب ذیل شواہد ہیں:

دری: حیلہ سے جاننا۔ (المنجد اردو ص ۳۲۱)

دری: وہ معرفت جو کسی قسم کے حیلہ سے حاصل کی گئی ہو۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۲۴)

دری: کسی قسم کے حیلہ سے جاننا۔ (القاموس ص ۱۲۸۲)

کسی چیز کو قیاس سے اور حیلہ سے جاننا درایت ہے اور کسی چیز کو مطلقاً جاننا علم ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لقمان: ۳۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علم کے بجائے درایت کا لفظ اس لیے استعمال فرمایا کہ درایت میں کسی چیز کو حیلہ سے جاننے کا معنی ہے۔

Marfat.com

(روح المعانی جز۲۶ ص ۱۶۵ 'دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن کثیر اوران کے موافقین کا جواب مصنف کی طرف سے

اب ہمارے جواب کی تقریر اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر از خود نہیں جانتے تھے کہ آپ کے ساتھ اور آپ کے متبعین کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا اور کفار کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا' اس لیے اس آیت میں آپ سے درایت کی نفی کرائی ہے یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا اور اس آیت میں آپ سے علم کی نفی نہیں کرائی کیونکہ اللہ کی وحی سے آپ کو علم تھا کہ آپ آخرت میں مقام محمود پر فائز ہوں گے' آپ کو شفاعت کبریٰ عطا کی جائے گی' سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے اور آپ کی شفاعت سے ہم جیسے لاتعداد گناہ گار جنت میں داخل ہوں گے اور کفار میدانِ حشر میں اللہ سبحانہٗ کے دیدار سے محروم ہوں گے' ان کے چہرے سیاہ اور ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور بالآخر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ حافظ ابن کثیر اور دیگر وہ مفسرین جنہوں نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ آپ کہیے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' ان کی یہی دلیل ہے کہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور کفار کے ساتھ کیا کیا جائے گا اس کا تو آپ کو قطعی طور پر علم تھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب قطعی طور پر جنت میں ہوں گے اور مشرکین اور کفار دوزخ میں ہوں گے' سو آیت میں اس علم کی نفی کیسے مراد ہو سکتی ہے؟ لہٰذا لازماً اس سے یہی مراد ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ کیا ہوگا اور کافروں کے ساتھ کیا ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے حتیٰ کہ اس آیت کی یہ تاویل کی جائے بلکہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے یعنی آپ اپنا اور کفار کا آخرت میں انجام از خود نہیں جانتے تھے اگرچہ اللہ کی وحی سے آپ قطعی طور پر جانتے تھے کہ آپ اور آپ کے متبعین جنتی ہیں اور کفار دوزخی ہیں اور آپ کا جو بھی علم تھا وہ اللہ کی وحی سے تھا از خود نہیں تھا۔ اور یہی جواب حضرت ام العلاء کی حدیث کا بھی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا: اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس حدیث میں بھی آپ نے ''ما ادری'' فرمایا ہے' ''ما اعلم'' نہیں فرمایا اور آپ نے درایت کی نفی کی ہے علم کی نفی نہیں کی۔

اور اگر بالفرض اس آیت میں اور اس حدیث میں درایت سے مراد علم ہو تو پھر جواب یہ ہے کہ آپ نے آخرت کے علم تفصیلی کی نفی کی ہے علم اجمالی کی نفی نہیں کی' یعنی آپ کو اجمالی طور پر تو معلوم تھا کہ آخرت میں آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور کفار کے ساتھ کیا کیا جائے گا لیکن تفصیلی طور پر معلوم نہیں تھا کہ آخرت میں جنت میں آپ کے اور آپ کے اصحاب کے کیا مقامات ہوں گے اور کتنے درجات ہوں گے اور کفار آخرت میں دوزخ کے کون کون سے طبقات میں ہوں گے اور بعد میں آپ کو ان چیزوں کا تفصیلی علم دے دیا گیا' جس پر قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث شاہد ہیں۔

درایت تفصیلی کی نفی پر کتب لغت' مفسرین اور شارحین حدیث کی عبارات سے استشہاد

کتب لغت' کتب تفسیر اور شروح حدیث میں بھی یہ جواب مذکور ہے کہ اگر درایت سے مراد علم ہو تو حضرت ام العلاء کی حدیث میں اور اس آیت میں درایت کی نفی سے علم تفصیلی کی نفی مراد ہے نہ کہ علم اجمالی۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وما ادری وانا رسول اللہ.'' اس میں درایت تفصیلیہ کی نفی ہے ورنہ یہ معلوم ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت ہو چکی ہے اور آپ کے وہ مقامات ہیں جو کسی اور کے نہیں

Marfat.com

ہیں (الی قولہ) یا یہ حدیث ''لیغفرلک اللہ'' سے منسوخ ہے۔ (مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسن بن محمد قمی نیشا پوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تفصیلی درایت حاصل نہیں تھی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کو اس وقت تفصیلی درایت حاصل تھی' تو آپ نے اس وقت اس درایت کی نفی کی تھی جو آپ کو ازخود اپنی عقل سے حاصل ہو اور آپ نے اس درایت کی نفی نہیں کی تھی جو آپ کو وحی سے حاصل ہوئی ہو۔ (غرائب القرآن ورغائب الفرقان جز ۲۶ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''ما ادری'' میں درایت مفصلہ کی نفی کی گئی ہو۔

(الکشاف ج ۴ ص ۳۰۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کو میں اختیار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس آیت سے اس درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی میں ازخود نہیں جانتا)۔ عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اخروی امور سے ہو اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ دنیا کے بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا' مثلاً یہ کہ زید آج اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے اور کل کیا کرے گا اور میں کسی قائل کے اس قول کو اچھا نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اس کو اس کے بجائے یہ کہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمادیا ہے یا اللہ سبحانہٗ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرمادیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنی چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷۔ ۱۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ام العلاء کی حدیث کا علامہ آلوسی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''ما ادری ما یفعل بی'' فرمانا اس آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے' یعنی ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲)

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۹' دار الفکر)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا ''ما ادری'' فرمانا الاحقاف: ۹ کے موافق ہے کیونکہ اس میں بھی ''ما ادری ما یفعل بی'' ہے اور یہ واقعہ ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲) سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحقاف مکی ہے اور سورۃ الفتح بالاتفاق مدنی ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا' اس کے علاوہ اور صریح احادیث ہیں' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اخروی احوال اور مقامات کا علم تھا سو جن احادیث میں آپ کے اخروی علم کا ثبوت ہے وہ آپ کے علم اجمالی پر محمول ہیں اور جن آیات اور احادیث میں آپ کے علم اخروی کی نفی ہے وہ علم محیط اور علم تفصیلی پر محمول ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۲ ۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عثمان بن مظعون غزوۂ بدر کے بعد فوت ہوئے اور انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرمادی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس

Marfat.com

حدیث میں جو "ما ادری" فرمایا ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور اہل بدر کے جنتی ہونے کی خبر آپ کو بعد میں دی گئی' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غزوۂ احد میں آپ نے حضرت جابر کے والد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کر رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد کا حال آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی احوال کی جو خبر دی ہے' اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے از خود تو آپ کو بھی اپنے اخروی حال کا علم نہیں ہے تو حضرت ام العلاء قطعیت کے ساتھ حضرت عثمان بن مظعون کے نیک انجام کی بشارت کیسے دے سکتی ہیں؟ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴-۲۳ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے "ما ادری" فرمایا ہے وہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف مکی ہے اور الفتح مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرت کلی کا علم نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال)

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفاصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۴۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ جن علماء نے الاحقاف: ۹ میں درایت کی نفی کو دنیا کے احوال پر محمول کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ آپ آخرت میں جنت میں ہوں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے اس لیے آیت کا یہی معنی ہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا اور یہ معنی نہیں ہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ آپ کو اپنے اخروی انجام کے اچھے ہونے اور کفار کے اخروی انجام کے برے ہونے کا قطعی طور پر علم تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو یہ قطعی علم تھا وہ وحی سے تھا اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے تھا اور اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے خبر دینے کے بغیر از خود آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ کو اپنی آخرت کا اور کفار کی آخرت کا اجمالی علم تھا اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا تفصیلی علم عطا فرما دیا اور الاحقاف: ۹ میں درایت تفصیلی کی نفی ہے' یعنی آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا مجھے اس کا تفصیلی علم نہیں ہے۔

اور اس آیت کو دنیا کے علم کی نفی پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا اور ان کو آخرت کے اجر و ثواب کی ترغیب دی جاتی تھی دنیا کے عذاب کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال: ۳۳)
اور یہ اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ ان کو اس حال میں عذاب دے جب آپ ان میں موجود ہوں۔

اور جنگوں میں کبھی مسلمانوں کو فتح ہوتی تھی اور کبھی کفار کو اور اب تک یہی ہو رہا ہے' سو آسمانی عذاب تو کفار پر آنے کا نہیں اور دنیاوی مصائب اور جنگوں میں شکست یہ کافروں اور مسلمانوں میں سے کسی ایک کی بھی خصوصیت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بشیر و نذیر تھے وہ آخرت کے اعتبار سے ہی تھے' لہٰذا اس آیت کو دنیاوی احوال کے علم کی نفی پر محمول کرنا صحیح نہیں

Marfat.com

اور آیت کا صحیح محمل صرف یہی ہے کہ: (اور آپ کہیے کہ:) اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ آخرت میں تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

الاحقاف: ۹ کے منسوخ ہونے پر مستند علماء اور مفسرین کی تصریحات

(۱) امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق، معمر سے اور وہ قتادہ سے الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ سب کاموں) کی مغفرت کردی گئی ہے۔ (تفسیر القرآن العزیز ج ۲ ص ۱۷۵، دار المعرفت بیروت، ۱۴۱۱ھ)

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ الاحقاف: ۹، الفتح: ۲ سے منسوخ ہوگئی ہے کیونکہ الاحقاف: ۹ میں یہ فرمایا تھا کہ آپ کہیے کہ میں ازخود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (الخ) (یعنی آپ کو اپنی مغفرت ازخود معلوم نہیں تھی) اور الفتح: ۲ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمادیا کہ آپ کی مغفرت کردی گئی۔ سو اس سے معلوم ہوگیا کہ الفتح: ۲ سے الاحقاف: ۹ منسوخ ہوگئی ہے۔

(۲) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ اور حسن بصری الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: اس آیت کو سورۃ الفتح کی اس آیت نے منسوخ کردیا: "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ..." الآیۃ (الفتح: ۱-۲) جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنب کی مغفرت فرمادی ہے تو بعض مؤمنوں نے آپ سے کہا: آپ کو مبارک ہو یا نبی اللہ! ہم کو معلوم ہوگیا کہ اللہ سبحانہٗ آپ کے ساتھ کیا کرے گا پس ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب اللہ عزوجل نے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۷)

اور آپ مؤمنین کو یہ بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ۝

اور یہ آیت نازل فرمائی:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ۵)

تاکہ اللہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے، جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو ان سے مٹادے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے ۝

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۱۶۵، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ہر چند کہ امام ابن جریر نے اسی طرح لکھا لیکن ان کا مختار یہ ہے کہ الاحقاف: ۹ منسوخ نہیں ہے۔

(۳) امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ" (الاحقاف: ۹) کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۵-۲) اور اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اللہ آپ کے ساتھ اور مؤمنوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۵۶۵، ج ۱۰ ص ۳۲۹۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مدینہ منورہ)

(۴) امام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کو الفتح: ۲ سے بتادیا کہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا اور الاحقاف: ۹ منسوخ ہوگئی۔
(الکشف والبیان ج ۹ ص ۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۵) علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:
اس آیت میں چار تاویلیں ہیں' دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہوگئی ہے۔
(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۶) علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:
الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (تفسیر القشیری ج ۳ ص ۱۹۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۷) امام ابو الحسن الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (اسباب النزول ص ۳۹۸)

(۸) امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے کہا: اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض علماء نے یہ کہا: جب الاحقاف: ۹ نازل ہوئی تو مشرکین خوش ہوئے اور انہوں نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! ہمارا اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ایک جیسا ہے اور ان کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے' پھر جب الفتح: ۲ نازل ہوئی تو اس نے اس آیت کو منسوخ کردیا۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۹۱ 'ملخصاً)

(۹) علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (الکشاف ج ۴ ص ۳۰۲)

(۱۰) قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیۃ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:
الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس' حضرت انس بن مالک' الحسن' قتادہ اور عکرمہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں از خود نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام) کی مغفرت فرمادی ہے اور مؤمنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے اور وہ جنت ہے اور کافروں کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱۵ ص ۱۳ 'المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ)

(۱۱) علامہ عبد الرحمن ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ جب الاحقاف: ۹ نازل ہوئی تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک جیسا معاملہ ہے اگر یہ واقعی رسول ہوتے تو یہ اس بات کی خبر دیتے کہ ان کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے الفتح: ۲ نازل فرمائی' یہ تفسیر حضرت انس' عکرمہ اور قتادہ سے مروی ہے (علامہ ابن عطیہ اور علامہ ابن جوزی نے دنیا کے علم کی نفی کا قول بھی ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت ابو صالح از ابن عباس کی طرف کی ہے)۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۳۷۳)

(۱۲) امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے حضرت ابن عباس کی دو روایتیں ذکر کی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا کے علم کی نفی کی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں آخرت کے علم کی نفی ہے اور الفتح: ۲ نے اس آیت کو منسوخ کردیا اور اس روایت پر (امام رازی نے) اعتراضات کیے ہیں جن کے جوابات ہم مفسرین کے حوالہ جات کے بعد ذکر کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۹)

(۱۳) علامہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے دو قول ذکر کیے ہیں' پہلے یہ قول ذکر کیا ہے کہ الاحقاف: ۹ میں آخرت کے علم کی

Marfat.com

نفی ہے اور الفتح: ۲ سے منسوخ ہے' پھر حسن بصری اور سدی کے حوالوں سے دوسرا قول ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں دنیا کے علم کی نفی ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۷۶۔ ۱۷۳ 'ملخصاً)

(۱۴) علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں دنیا اور آخرت کے تفصیلی علم کی نفی ہے۔
(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۴۶۴)

(۱۵) علامہ علی بن محمد الخازن التوفی ۷۲۵ھ نے پہلے تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ الاحقاف: ۹ 'الفتح: ۲ سے منسوخ ہے اور اخیر میں اختصار سے دنیا کے علم کی نفی کا قول ذکر کیا ہے۔ (لباب التاویل ج ۴ ص ۱۲۸)

(۱۶) علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف الثعالبی التوفی ۸۷۵ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے' لیکن راجح یہ ہے کہ یہ الفتح: ۲ سے منسوخ ہے' اور یہ حضرت ابن عباس اور ایک جماعت کا قول ہے۔ (تفسیر الثعالبی ج ۵ ص ۲۱۴)

(۱۷) حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے امام ابوداؤد کی ''ناسخ'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے اور اس کی تائید میں کئی احادیث ذکر کی ہیں اور اخیر میں حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے کہ اس میں دنیا کے علم کی نفی ہے۔
(الدرالمنثور ج ۷ ص ۳۷۸۔ ۳۷۷)

(۱۸) علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ نے لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (تفسیر ابوالسعود ج ۶ ص ۶۹)

(۱۹) علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے: یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۴۶۴)

(۲۰) علامہ سلیمان الجمل التوفی ۱۲۰۴ھ نے لکھا ہے: یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (تفسیر الجمل ج ۴ ص ۱۲۵)

(۲۱) علامہ احمد بن محمد صاوی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں: اس آیت کو الفتح: ۲ نے منسوخ کر دیا۔
(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۵ ص ۱۹۲۳)

(۲۲) شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد نے اپنی ''ناسخ'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۲۱)

(۲۳) علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے پہلے یہ قول نقل کیا کہ اس آیت میں دنیا کے علم کی نفی ہے پھر یہ لکھا اور امام ابوداؤد نے اپنی کتاب ''ناسخ'' میں عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس آیت کو ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲) نے منسوخ کر دیا۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۵' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۲۴) مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی امام ابوداؤد کی ''ناسخ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔ (فتح البیان ج ۶ ص ۲۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(۲۵) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے' چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

''خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: ''واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم'' الحدیث۔ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے' سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن

Marfat.com

عظیم واحادیثِ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیتِ کریمہ:
"لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" تاکہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ۔ (نازل ہوئی)۔
صحابہ نے عرض کی:
"هنيا لك يا رسول الله لقد بين الله لك ماذا يفعل بك فما ذا يفعل بنا" یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔
اس پر یہ آیت اتری:
"ليدخل المؤمنين (الٰی قوله تعالٰی) فوزًا عظيما" تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔
یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر' ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔
(انباء المصطفیٰ ص ۹۔ ۸' نوری کتب خانہ لاہور)
اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے "انباء الحی" ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکاتِ رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

(۲۶) صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

(۲۷) نیز صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں: "ملا عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالۂ ناسخ ومنسوخ میں لکھتے ہیں: قوله تعالٰی ما ادری ما يفعل بی ولا بكم الاية نسخ بقوله تعالٰی انا فتحنا لك فتحنا مبينا ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر الاية. اور اسی صفحہ میں اس سے کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: سورة الفتح وفيها ناسخ وليس فيها منسوخ فالناسخ قوله تعالٰی ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر والمنسوخ قوله تعالٰی وما ادری ما يفعل بی ولا بكم. ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ آیۂ کریمہ "ما ادری ما يفعل بی ولا بكم" منسوخ اور اس کا ناسخ "انا فتحنا لك فتحا مبينا الاية" ہے۔ جس میں دنیا میں فتح مبین کا اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا رب جل وعلا دنیا وآخرت میں کیا کرے گا"۔
(الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' ص ۱۴۷' مکتبہ فریدیہ ڈرگ کالونی' کراچی' ۱۹۷۷ء)

(۲۸) مشہور دیوبندی مفسر شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

(۲۹) مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۱ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

(۳۰) مفتی اویسی صاحب اپنی کتاب "ناسخ ومنسوخ" میں لکھتے ہیں: "بعض ناسخ ایسے تھے کہ منسوخ پر عمل سے پہلے ہی نازل

Marfat.com

ہو جاتے تھے' جیسے آیت نجویٰ اور بعض ایسے بھی تھے کہ جن کے لیے کئی سال گزر جاتے' مثلاً آیت '' قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف ۹) کا نزول ابتدائے اسلام میں ہوا لیکن اس کا نسخ سورۃ الفتح '' لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ '' (الفتح: ۲)۔ تیرہ سال بعد سال حدیبیہ میں ہوا''۔ (ناسخ و منسوخ ص ۲۹۔ ۲۸ 'فیض رضا پبلی کیشنز' کراچی)

ہم نے امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ کی تفاسیر سے لے کر مفتی اویسی صاحب کی '' الناسخ والمنسوخ '' تک تیس کتابوں کی عبارات سے واضح کر دیا ہے کہ الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے منسوخ ہو چکی ہے۔

اور ہمارے بعض مخالفین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ '' نہ سورۂ فتح کی آیت: ۲ کے پہلے جملہ نے سورۂ احقاف کی آیت: ۹ کے دوسرے جملہ کو منسوخ کیا''۔ شاید یہ بات بعد میں لوگوں نے اپنی عقل سے تجویز کی ہے اور وہ دراز ہوتے ہوتے ہمارے دور تک آ گئی۔ قارئین کرام پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ الاحقاف: ۹ کے منسوخ ہونے کی بنیاد صحیح حدیث اور مفسرین کرام کی ٹھوس روایات پر ہے۔

الاحقاف: ۹ سے دنیا کے احوال کے علم کی نفی مراد لینے کا بطلان

ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس آیت میں دنیا کے علم کی نفی مراد ہے' یعنی اے رسول مکرم! آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں از خود یہ نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اصل اور اہم چیز آخرت کے احوال ہیں اور کفار کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین جنت میں ہوں گے اور کفار اور مشرکین دوزخ کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے اور یہی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے ورنہ جس طرح کفار اور مشرکین دنیا میں جنگوں میں شکست اور مصائب و آلام میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی جنگوں میں شکست اور مصائب و آلام میں مبتلا رہتے ہیں اور اب تک ہیں' بلکہ کفار اور مشرکین سے زیادہ زبوں حال ہیں۔ اس لیے ان مفسرین کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے اور یہ محض عقلی توجیہ ہے اور اس کی بنیاد کسی حدیث پر نہیں ہے' اس لیے صحیح یہی ہے کہ الاحقاف: ۹ کا معنی یہ ہے کہ آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' پھر قرآن مجید کی دیگر آیات میں وحی جلی سے اور آپ کو وحی خفی سے یہ بتا دیا گیا کہ آخرت میں آپ اور آپ کے متبعین جنت کے بلند مقامات اور دائمی نعمتوں میں ہوں گے اور کفار اور مشرکین دوزخ کے دائمی عذاب میں ہوں گے۔

الاحقاف: ۹ سے امورِ آخرت کے علم کی نفی مراد لینے پر امام رازی کے اعتراضات کے جوابات

ہم نے پہلے کہا تھا کہ ہماری مختار تفسیر پر امام رازی کے جو اعتراضات ہیں ہم ان کا آخر میں جواب دیں گے۔ امام رازی نے اس آیت کو آخرت کے احوال کے علم کی نفی پر محمول کرنے پر تین اعتراضات کیے ہیں' ہم ان اعتراضات کا ذکر کر کے ان کا جواب ذکر کر رہے ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ آپ نبی ہیں اور جب آپ کو اپنے نبی ہونے کا علم ہوگا تو آپ کو یہ علم ہوگا کہ آپ سے گناہ کبیرہ کا صدور نہیں ہوگا اور آپ کو علم ہوگا کہ آپ مغفور ہیں اور پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کو اس میں شک ہو کہ آپ کی مغفرت ہوگی یا نہیں۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اولیاء کرام سے بلند ہے اور اولیاء کرام کے متعلق یہ فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ (الاحقاف: ۱۳)	جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر جمے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O

Marfat.com

تو پھر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رئیس الاتقیاء ہیں اور انبیاء کے پیشوا ہیں ان کو اس بات میں شک ہو کہ ان کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (الانعام: ۱۲۴) اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہے اور جس کی یہ شان ہو اس کے یہ کب مناسب ہے کہ وہ اس چیز میں متردد رہے کہ وہ مغفورین میں سے ہے یا معذبین میں سے ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۰۔۹ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۱۵ھ)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قطعی علم تھا کہ آپ مغفور ہیں اور آپ کو اپنے مغفور ہونے میں کوئی تردد اور شک نہیں تھا لیکن آپ کو یہ قطعی علم وحی سے حاصل ہوا تھا اور بغیر وحی کے آپ کو محض اپنی عقل یا قیاس سے یہ قطعی علم حاصل نہیں تھا اور اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے' درایت کی نفی ہے اور درایت کا معنی ہے: از خود جاننا' لہٰذا اس آیت کا معنی ہے: آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کو وحی کے بغیر پہلے اپنے مغفور ہونے کا اجمالی علم حاصل تھا اور وحی نازل ہونے کے بعد آپ کو اس کا تفصیلی علم حاصل ہوا اور اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے: آپ کہیے: میں تفصیل سے نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ علامہ قرطبی' حافظ ابن کثیر اور دوسرے جن مفسرین نے اس آیت کو احوالِ دنیا کے علم کی نفی پر محمول کیا ہے اور احوالِ آخرت کے علم کی نفی پر محمول کرنے کا رد کیا ہے ان کے بھی آخرت کے علم کی نفی مراد لینے پر یہی اعتراضات ہیں اور دنیا کے احوال کے علم کی نفی مراد لینے پر ان کے یہی دلائل ہیں اور ہم نے امام رازی کے اعتراضات کے جو جوابات ذکر کیے ہیں ان میں ان تمام مفسرین کے اعتراضات کے جوابات آگئے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذالک

مخالفین اعلیٰ حضرت کا اس صحیح حدیث پر اعتراض جس کی بنیاد پر الاحقاف: ۹ کو منسوخ قرار دیا گیا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جس حدیث سے استدلال کر کے اس حدیث کو الاحقاف: ۹ کے لیے ناسخ قرار دیا ہے' بعض مخالفین نے اس حدیث کو مدرج قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ شعبہ نے اس حدیث کا بعض حصہ از قتادہ از انس سنا اور بعض حصہ عکرمہ سے سنا اور دونوں کو ملا کر ایک حدیث بنا دیا سو یہ حدیث مدرج ہے اور اس بناء پر یہ حدیث ضعیف ہے' لہٰذا یہ حدیث استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی چہ جائیکہ اس حدیث کی بنیاد پر یہ ثابت کیا جائے کہ الفتح: ۲ کی آیت الاحقاف: ۹ کے لیے ناسخ ہے؟ اور اس کے ثبوت میں وہ یہ روایت پیش کرتے ہیں:

از شعبہ از قتادہ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ (الفتح: ۲) حضرت انس نے کہا: اس فتح سے مراد حدیبیہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: آپ کو یہ (مژدہ مغفرت) مبارک ہو' پھر ہمارے لیے کیا (بشارت) ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: '' لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ''۔ (الفتح: ۵) تاکہ اللہ مؤمنوں اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔ شعبہ نے کہا: جب میں کوفہ گیا تو میں نے یہ پوری حدیث قتادہ سے روایت کر دی' پھر جب میں واپس آیا تو میں نے اس کا قتادہ سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ اس حدیث کا یہ حصہ جس میں '' اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا '' (الفتح: ۲) ہے یہ حضرت انس سے مروی ہے اور حدیث کا یہ حصہ جس میں '' هنيا مرنيا '' ہے یہ عکرمہ سے مروی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۴۔۴۱۷۲)

Marfat.com

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر گفتگو ان شاء اللہ سورۃ الفتح کی تفسیر میں آئے گی' امام بخاری نے یہاں پر یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا بعض حصہ شعبہ نے از قتادہ از انس روایت کیا ہے اور بعض حصہ عکرمہ سے روایت کیا ہے اور اسماعیلی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے: از حجاج بن محمد از شعبہ اور حدیث میں حضرت انس اور عکرمہ کی روایت کو جمع کر دیا ہے اور حدیث کے دونوں حصوں کو ملا کر حدیث واحد کے طور پر روایت کیا ہے اور میں نے اس کی وضاحت '' کتاب المدرج '' میں کی ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۱ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

اور سورۃ الفتح کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے صرف اتنا اضافہ کیا ہے:

شعبہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا جو حصہ حضرت انس سے مروی ہے وہ سند متصل کے ساتھ ہے اور اس کا جو حصہ عکرمہ سے مروی ہے وہ سند مرسل کے ساتھ مروی ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

واضح رہے کہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی کچھ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۷' طبع جدید)

اسی طرح علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ نے بھی اس کی شرح میں صرف اتنا ہی لکھا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۹ ص ۲۳۴' طبع جدید)

یہاں تک ہم نے مخالفین اعلیٰ حضرت کے اس اعتراض کی تقریر کی ہے جو انہوں نے اس حدیث پر کیا ہے' جس سے اعلیٰ حضرت نے استدلال کیا ہے اور اس کو صحیح حدیث قرار دیا حتیٰ کہ اس حدیث کی بنیاد پر الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے۔

اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے اس اعتراض کا جواب بیان کرتے ہیں اور قوی دلائل سے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مصنف کی طرف سے متعدد حوالوں کے ساتھ حدیث مذکور کے صحیح ہونے پر دلائل

قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۸ ھ کے متعدد شاگردوں نے ان سے اس حدیث کو سنا ہے اور ان سے اس کو روایت کیا ہے۔ جب کہ قتادہ کے دوسرے شاگرد جو ثقہ اور ثبت ہیں' وہ قتادہ سے اس حدیث کو مکمل روایت کرتے ہیں اور کوئی استثناء نہیں کرتے اور مستند محدثین ان کی روایت کو اپنی صحیح اور معتبر کتب میں درج کرتے ہیں تو ان کی یہ روایت کیوں صحیح نہیں ہوگی اور کیوں غیر مقبول ہوگی؟ جب کہ محققین نے ان روایات کے صحیح ہونے کی تصریح بھی کر دی ہے۔

قتادہ بن دعامہ کے ایک شاگرد ہیں معمر بن راشد ازدی متوفی ۱۵۴ ھ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں چودہ سال کی عمر سے قتادہ کی مجلس میں بیٹھ رہا ہوں اور میں نے ان سے جو حدیث بھی سنی وہ میرے سینے میں نقش ہے۔ ابو حاتم' احمد بن حنبل' یحییٰ بن معین' العجلی' یعقوب بن شیبہ' نسائی وغیرہم نے ان کو اثبت' اصدق' ثقہ اور صالح لکھا ہے اور ائمہ ستہ ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۲۶۷۔ ۲۶۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

اور معمر بن راشد نے اس مکمل حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے۔

از معمر از قتادہ از انس یہ حدیث ان کتابوں میں ہے: سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۳' اور امام ترمذی نے لکھا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اپنی '' صحیح '' میں از معمر از قتادہ اس حدیث کو روایت کیا ہے' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰' امام احمد نے بھی از معمر از قتادہ اس کو روایت کیا ہے' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷' طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث:

Marfat.com

۱۲۹۶۹' مطبوعہ قاہرہ اس کے حاشیہ میں حمزہ احمد زین نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام ابو یعلیٰ تمیمی نے بھی از معمر از قتادہ اس حدیث کو روایت کیا ہے' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۰۴۵' اس کے مخرج اور محقق حسین سلیم اسد نے بھی لکھا ہے اس کی سند صحیح ہے۔ امام ابن جریر نے بھی اسی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۳۴۵' امام ابن عبد البر نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۱۶۵)

''مسند احمد'' ج ۲۰ ص ۳۳۵' رقم الحدیث: ۱۳۰۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور اس کے محقق شیخ شعیب الارنؤط اور ان کے ساتھ دیگر محققین نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور یہ حدیث ''تفسیر عبد الرزاق'' ج ۳ ص ۲۲۵ میں بھی مذکور ہے' (ہمارے پاس ''تفسیر عبد الرزاق'' کا جو نسخہ ہے اس کی جلد ۲ ص ۱۸۳ پر یہ حدیث اس سند کے ساتھ مذکور ہے' عبد الرزاق از معمر از قتادہ) اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ''ترمذی'' رقم الحدیث: ۳۲۶۳ اور ''مسند ابو یعلیٰ'' رقم الحدیث: ۳۰۴۵ میں مذکور ہے اور اسی سند کے ساتھ اس کو طبری نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی سند یہ ہے: امام احمد از امام عبد الرزاق از معمر از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ

اور اس حدیث کا متن یہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی' مسلمانوں نے کہا: آپ کو مبارک ہو یا رسول اللہ! بے شک اللہ عزوجل نے بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ''۔ (الفتح: ۵)

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں ہمام بن یحییٰ بن دینار العوذی المتوفی ۱۶۳ھ امام احمد بن حنبل' ابن مہدی' یحییٰ بن معین' عثمان بن سعید دارمی' محمد بن سعد وغیرہم نے ہمام کو اثبت' احفظ اور ثقہ لکھا ہے۔ ائمہ ستہ ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۱۹ ص ۳۰۵۔ ۳۰۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو از ہمام از قتادہ از انس روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۲۔ ۱۲۲ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۵۷۵۔ ۱۲۱۶۶' طبع قاہرہ) اس کے حاشیہ پر حمزہ احمد زین نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ امام واحدی نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (اسباب النزول ص ۳۹۸) امام بیہقی نے بھی اس سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۵۸) امام بغوی نے بھی اس حدیث کو ہمام از قتادہ روایت کیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۰)

''مسند احمد'' ج ۱۹ ص ۲۵۷' رقم الحدیث: ۱۲۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اس کے محقق اور مخرج شیخ شعیب الارنؤط دیگر محققین کے ساتھ اس حدیث کی تحقیق اور تخریج میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اس حدیث کو اس سند کے ساتھ امام واحدی نے ''اسباب النزول'' ص ۲۵۶ میں روایت کیا ہے (ہمارے پاس ''اسباب النزول'' کا جو نسخہ ہے اس کے ص ۳۹۸ پر یہ روایت ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ امام مسلم نے رقم الحدیث: ۱۷۸۶ میں اس کو روایت کیا ہے' امام طبری نے اس کو امام ابو داؤد طیالسی اور امام ابو عوانہ سے روایت کیا ہے ان کی سند یہ ہے: عمرو بن عاصم از ہمام۔ امام

Marfat.com

عبد بن حمید نے اس کو رقم الحدیث: ١١٨٨ میں اس کو روایت کیا ہے اور امام ابوعوانہ نے ''مسند ابوعوانہ'' ج ٤ ص ٢٤٨۔ ٢٤٧ میں اور امام ابن حبان نے رقم الحدیث: ٣٧١ میں از حسن بصری از انس' اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں علامہ احمد عبد الرحمٰن البنا نے بھی اس سند کے ساتھ اس حدیث کو ''الفتح الربانی'' ج ١٨ ص ٢٧٦ میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی سند یہ ہے: امام احمد از یزید بن ہارون از ہمام از قتادہ از انس اور اس کا متن یہ ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا'' الایۃ (الفتح:١) تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو جو اللہ نے آپ کو عطا کیا پس ہمارے لیے کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: ''لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' الایۃ۔ (الفتح:٥)

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں سعید بن ابی عروبہ العدوی المتوفی ١٥٧ھ۔ امام احمد' یحییٰ بن معین' ابوزرعہ' نسائی' ابوداؤد طیالسی وغیرہم نے ان کو ثقہ اور احفظ کہا ہے۔ ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ٧ ص ٢٦٥۔ ٢٦٢' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

امام احمد نے از سعید از قتادہ از انس اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٢١٥ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ١٣١٧٩' طبع قاہرہ) اس کے حاشیہ میں حمزہ احمد زین نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ٣٢٠٤۔ ٢٩٣٢ میں بھی ہے۔ اس کے محقق نے بھی لکھا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔

(اسباب النزول للواحدی ص ٣٩٩' جامع البیان رقم الحدیث: ٢٤٣٤٤' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩ ص ٢٢٢)

یہ حدیث مسند احمد ج ٢٠ ص ٤٥٢' رقم الحدیث: ١٣٢٤٦ میں بھی موجود ہے۔ اس کے محقق اور مخرج شیخ شعیب الارنؤط لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے رقم الحدیث: ٣٢٠٤۔ ٣٢٠٢۔ ٢٩٣٢ میں روایت کیا ہے' امام طبری نے اپنی تفسیر میں اور امام ابن حبان نے رقم الحدیث: ٣٧٠ میں اور امام بیہقی نے ج ٩ ص ٢٢٢ میں۔

اس حدیث کی سند یہ ہے کہ امام احمد از محمد بن بکر' از سعید و عبد الوہاب از سعید از قتادہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اس حدیث کا متن یہ ہے: جب یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا'' الایۃ (الفتح:١) تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا پس ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: ''لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' الایۃ۔ (الفتح:٥)

قتادہ بن دعامہ کے ایک شاگرد ہیں شیبان بن عبد الرحمٰن تمیمی متوفی ١٦٤ھ۔ مشہور ائمہ حدیث نے ان کو ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور ائمہ ستہ ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ٨ ص ٤١٧۔ ٤١٤' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

امام بیہقی نے اس حدیث کو از شیبان از قتادہ از انس روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ٥ ص ٢١٧)

قتادہ بن دعامہ کے ایک اور شاگرد ہیں حکم بن عبد الملک القرشی۔ امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں' امام نسائی نے ''خصائص نسائی'' میں' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں ان سے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ اگرچہ ضعیف راوی

Marfat.com

ہیں لیکن ان کی جن روایات کی متابعت کی گئی ہے' ان سے استدلال کرنا جائز ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۵ ص ۹۳۔ ۹۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام بیہقی نے از حکم بن عبد الملک از قتادہ از انس اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ قتادہ بن دعامہ کے شاگردوں میں سے معمر' ہمام' سعید' شیبان اور حکم بن عبد الملک نے اس پوری حدیث کو قتادہ سے سنا ہے اور اس پوری حدیث کو روایت کیا ہے اور صحاح اور سنن کے مصنفین نے ان کی روایات کو اپنی تصانیف میں درج کیا ہے اور ان کی اسانید کے متعلق محققین نے تصریح کی ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ ماسوا حکم کی روایت کے لیکن ہم نے اس کو بطور تائید درج کیا ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث قتادہ بن دعامہ کے علاوہ از ربیع بن انس بھی مروی ہے۔ لہٰذا اب اعتراض کی بنیاد ہی منہدم ہو گئی۔ امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ از ربیع از انس روایت کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: '' وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ '' (الاحقاف: ۹) تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: '' لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ '' (الفتح: ۲) تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے جان لیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: '' وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِاَنَّ لَہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَضۡلًا کَبِیۡرًا ؀ '' (الاحزاب: ۴۷) آپ نے فرمایا: فضل کبیر جنت ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

نیز امام ابن جریر نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ عکرمہ اور الحسن البصری سے روایت کیا ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۱۶۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''انباء المصطفیٰ'' میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور اس کو الاحقاف: ۹ کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔ بعض مخالفین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے کیونکہ شعبہ نے اس حدیث کا صرف ایک جملہ قتادہ سے سنا تھا اور باقی حصہ عکرمہ سے اور انہوں نے دونوں کو ملا کر قتادہ کی طرف منسوخ کر دیا۔ لیکن اس وجہ سے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ معمر' ہمام' سعید اور شیبان بھی قتادہ کے شاگرد ہیں اور صحاح ستہ کے راوی ہیں اور ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے قتادہ سے یہ پوری حدیث نہیں سنی اور ان کی اس حدیث کو صحاح اور سنن کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور محققین نے ان کی ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے' لہٰذا امام احمد رضا کا اس حدیث کو صحیح لکھنا برحق ہے۔ حدیث کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حدیث کی صحت پر جو اعتراض کیا جائے اس کو دور کر دوں۔ لہٰذا میں نے یہاں پر اس اعتراض کا جواب لکھ دیا ہے اور اعلیٰ حضرت سے قلت فہم حدیث کی تہمت دور کر دی ہے۔

الاحقاف: ۹ کو منسوخ ماننے پر مخالفین اعلیٰ حضرت کے ایک عقلی اعتراض کا جواب

یہاں تک جو ہم نے گفتگو کی اس میں یہ مباحث پوری تفصیل سے باحوالہ دلائل کے ساتھ آ گئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے الاحقاف: ۹ کے منسوخ ہونے پر ''لیغفر لک اللہ'' سے استدلال کیا اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس آیت میں مغفرت کا تعلق آپ کے ساتھ ہے'' ترمذی'' کی صحیح حدیث سے استدلال کیا۔ اس پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کے ہم نے شافی جوابات ذکر کر دیئے۔ پھر اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس استدلال پر عقلی طور سے یہ اعتراض

Marfat.com

کیا کہ الاحقاف: ۹ مکی ہے اور سورۃ الفتح مدنی ہے' اس سے لازم آئے گا کہ ایک طویل عرصہ تک تقریباً تیرہ سال تک آپ کو اپنی مغفرت کا علم نہیں ہوا۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ یہ صرف اعلیٰ حضرت نے نہیں کہا بلکہ بہت سے مفسرین اور محدثین نے کہا ہے' جن میں سے اکثر کے حوالے اس بحث کے شروع میں آچکے ہیں۔ ثانیاً: کسی چیز کا علم اور چیز ہے اور اس کا بیان دوسری چیز ہے۔ دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ میں بھی نماز پڑھتے تھے اور وضو کر کے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وضو کی آیت سورۃ المائدہ میں مدینہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ آپ کو وضو کا علم بہت پہلے تھا لیکن اس کا بیان بہت بعد میں ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کو اپنی کلی مغفرت کا علم بہت پہلے تھا لیکن اس کا بیان بعد میں کیا گیا۔

ثالثاً: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ''ما ادری'' میں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں ہے یعنی آپ کو از خود اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا یہ علم آپ کو اللہ سبحانہٗ کی وحی سے حاصل ہوا تھا۔ رابعاً: اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ درایت کا معنی علم ہے تو اس آیت سے علم تفصیلی کی نفی ہے یعنی اس وقت آپ کو اپنی مغفرت اور دیگر مسلمانوں کی مغفرت اور کفار کے عذاب کا تفصیلی علم نہیں تھا بلکہ ان تمام چیزوں کا اجمالی علم حاصل تھا' پھر بعد میں بہ تدریج ان چیزوں کا تفصیلی علم حاصل ہوا۔

مخالفین اعلیٰ حضرت کے ایک نحوی اعتراض کا جواب

بعض مخالفین لکھتے ہیں: اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ ''لیغفرلك الله'' کے جملہ سے ''وما ادری ما یفعل بی ولا بکم'' کا جملہ منسوخ ہوا تو اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ جملہ ثانی جملہ اول (جملہ ثانیہ' جملہ اولیٰ لکھنا چاہیے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ) ''قل ما کنت بدعا من الرسل'' سے ملا ہوا ہے تو کیا عربی قواعد کی رو سے صرف معطوف کو منسوخ کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ضابطہ کے لحاظ سے معطوف' معطوف علیہ دونوں ایک ہی حکم میں آتے ہیں ''جاء نی زید و عمرو'' میں مجیئت کا اطلاق دونوں پر ہے' (الیٰ قولہ) اسی طرح منسوخ کا حکم بھی دونوں جملوں پر تو ہونا ہی چاہیے' جب کہ اس طرح ہو نہیں سکتا' جملہ اوّل کے نسخ کا کوئی بھی قائل نہیں اور وہ خبر ہے ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ معترض نے مفرد کے مفرد پر عطف سے معارضہ کیا ہے اور ہماری بحث جملہ کے جملہ پر عطف میں ہے' اور جب جملہ کا جملہ پر عطف ہو تو اصولیین نے یہ تصریح کی ہے کہ ان کی خبر میں مشارکت واجب نہیں ہے۔

علامہ عبدالعزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ ھ ''اصول البزدوی'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وقد تدخل الواو علی جملۃ کاملۃ بخبرھا فلا تجب بہ المشارکۃ فی الخبر مثل قول الرجل ھذہ طالق ثلاثا وھذہ طالق ان الثانیۃ تطلق واحدۃ.

کبھی واؤ اس جملہ پر داخل ہوتی ہے جو اپنی خبر کے ساتھ مکمل ہوتا ہے' پس اس صورت میں خبر میں مشارکت واجب نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص کہے: اس عورت کو تین طلاقیں ہیں اور اس عورت کو طلاق ہے تو دوسری عورت کو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

(کشف الاسرار ج ۲ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴' دار الکتاب العربی' ۱۴۱۱ ھ)

حسب ذیل علماء اصول نے بھی اس قاعدہ کی تصریح کی ہے۔

علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ ھ (تلویح ص ۱۸۸)' ملاجیون متوفی ۱۱۳۰ ھ (نور الانوار ص ۱۲۲) اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ (شرح شرح المنار ص ۱۱۹)۔

اور جب ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہو اور معطوف اور معطوف علیہ کی خبر میں اختلاف جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ معطوف یعنی جملہ ثانیہ منسوخ ہو اور جملہ اولیٰ یعنی معطوف علیہ منسوخ نہ ہو۔

Marfat.com

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو تب بھی ان میں مشارکت واجب نہیں' یہ ہو سکتا ہے کہ معطوف میں مجاز مراد ہو اور معطوف علیہ میں حقیقت مراد ہو اور اس کی قرآن مجید میں دو واضح مثالیں ہیں:

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ (النساء: ۴۳)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں موضع نماز (مسجد) کے قریب جاؤ مگر راستہ عبور کرنے کے لیے حتیٰ کہ تم غسل کرلو۔

اس آیت میں معطوف میں ''صلوٰۃ'' سے مراد موضع صلوٰۃ (مسجد) مراد ہے' جو مجاز ہے اور معطوف علیہ میں ''صلوٰۃ'' سے مراد ارکانِ مخصوصہ ہیں جو حقیقت ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں' حضرت ابن عباس نے اس آیت میں ''جنبا'' کی تفسیر میں فرمایا: ''لا تقرب المسجد'' جب تو جنبی ہو تو مسجد کے قریب نہ جا مگر راستہ سے گزرنے کے لیے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۷۵۷۴)

علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے: اصحاب رائے یعنی فقہاء احناف نے کہا ہے: جو مسافر جنبی ہو وہ مسجد سے گزر سکتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۵ ص ۱۸۰)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ خازن متوفی ۷۲۵ھ نے بھی کہا ہے: اس آیت میں معطوف میں ''صلوٰۃ'' سے مراد موضع صلوٰۃ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۶' تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۷۸)

(۲) وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ. (المائدہ: ۶)

اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو دھوؤ۔

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

مسح کا حقیقی معنی ہے: گیلا ہاتھ پھیرنا اور مجازی معنی ہے: دھونا' عرب کہتے ہیں: ''مسح الارض المطر'' بارش نے زمین کو دھو ڈالا۔ سو اس آیت میں ''ارجلکم'' سے پہلے ''وامسحوا'' مقدر ہے اور معطوف میں مسح سے مجاز مراد ہے یعنی دھونا اور معطوف علیہ میں مسح سے حقیقت مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور یہ جائز ہے کہ معطوف میں مجاز مراد ہو اور معطوف علیہ میں حقیقت مراد ہو جیسے اس آیت میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ (النساء: ۴۳)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں موضع نماز (مسجد) کے قریب جاؤ مگر راستہ عبور کرنے کے لیے' حتیٰ کہ تم غسل کرلو۔

اس آیت میں ''صلوٰۃ'' سے معطوف میں مراد ہے محل صلوٰۃ اور معطوف علیہ میں ''صلوٰۃ'' سے مراد ارکانِ مخصوصہ ہیں اسی طرح آیت وضو میں مسح سے معطوف میں مجازاً دھونا مراد ہے اور معطوف علیہ میں مسح سے حقیقتاً گیلا ہاتھ پھیرنا مراد ہے۔

(روح المعانی جز ۶ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ الاحقاف: ۹ میں معطوف ''ما ادری ما یفعل بی ولا بکم'' منسوخ ہو اور معطوف علیہ ''ما کنت بدعا من الرسل'' منسوخ نہ ہو۔

Marfat.com

اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ معترض نے لکھا ہے کہ ضابطہ کے لحاظ سے معطوف' معطوف علیہ دونوں ایک ہی حکم میں آتے ہیں'' جاء نی زید و عمرو '' میں مجیئت کا اطلاق دونوں پر ہے (الٰی قولہ) اسی طرح منسوخ کا حکم بھی دونوں جملوں پر تو ہونا ہی چاہیے۔

معترض نے اپنی سادہ لوحی سے نحوی حکم اور اصولی حکم دونوں کو ایک سمجھ لیا ہے جب کہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے منسوخ ہونا یا نہ ہونا اصولی حکم ہے اس کا تعلق اصول تفسیر اور اصول فقہ سے ہے اور'' جاء نی زید و عمرو '' میں دونوں پر آنے کا حکم لگایا ہے یہ نحوی حکم ہے اور نحوی حکم کا منشاء یہ ہے کہ معطوف علیہ میں جو عامل مذکور ہے وہی عامل معطوف میں بھی مقدر مانا جائے جیسے'' جاء نی زید و عمرو '' میں زید سے پہلے عامل'' جاء '' مذکور ہے تو وہی عامل عمرو سے پہلے بھی مقدر مانا جائے تبھی دونوں پر آنے کا حکم لگے گا اور جب معترض نے الاحقاف: ۹ میں دونوں جملوں کو معطوف اور معطوف علیہ قرار دے دیا تو معطوف علیہ سے پہلے جو عامل'' قل '' مذکور ہے وہی عامل'' قل '' معطوف سے پہلے بھی مقدر ماننا ہوگا اور دونوں جملوں پر ایک حکم لگے گا یعنی آپ کہیے اور پوری آیت کا معنی ہوگا: آپ کہیے کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں اور آپ کہیے کہ میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور دوسرا جملہ منسوخ کر دیا گیا اور یہ نسخ'' قل '' پر وارد ہے یعنی اب آپ کو بھی یہ کہنے سے منع کر دیا گیا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ کو اپنا اور آپ کے متبعین کا تفصیلی علم دے دیا گیا ہے اور دوسرے جملہ کا منسوخ ہونا اور پہلے جملہ کا منسوخ نہ ہونا یہ اصولی حکم ہے اس کا نحوی حکم سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ معترض نے اپنی سادہ لوحی سے سمجھ لیا ہے۔

معترض نے بڑے طمطراق سے لکھا ہے کہ علم تفسیر ہو یا علم حدیث' عربی زبان کے قواعد کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' بہرصورت نسخ کا حکم دونوں جملوں پر ہونا چاہیے۔ (مغفرت ذنب ص ۲۶۴)

اور ہم نے واضح کر دیا کہ عربی زبان کے قواعد اور نحو کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ دونوں جملے منسوخ ہوں' عربی زبان کا قاعدہ اور نحو کا تقاضا یہ ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے جو عامل مذکور ہے معطوف سے پہلے بھی اس عامل کو مقدر مانا جائے' علامہ محمود صافی اور علامہ محی الدین درویش نے قرآن مجید کی صرفی نحوی تفسیر لکھی ہے اور اس میں ان دونوں نے تصریح کی ہے کہ'' وما ادری ما یفعل بی ولا بکم '' کا عطف'' وما کنت بدعا من الرسل '' پر ہے۔

محمود صافی نے لکھا ہے کہ'' ما کنت بدعا '' الایۃ محل نصب میں ہے اور قول (قل) کا مقولہ ہے اور'' ما ادری '' الایہ محل نصب میں ہے اور اس کا عطف پہلے جملہ پر ہے جو قول کا مقولہ ہے۔

(اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ جز ۲۶ ص ۱۷۳' انتشارات مدین' اعراب القرآن الکریم وبیانہ ج ۹ ص ۱۷۰' ایران)

اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ'' وما ادری '' بھی قول کا مقولہ ہے کیونکہ معطوف علیہ اور معطوف کا حکم واحد ہوتا ہے اس لیے اس جملہ سے پہلے بھی'' قل '' مقدر ہے اور اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ خبر کا نسخ نہیں ہوتا' امر یا نہی کا نسخ ہوتا ہے کیونکہ'' قل '' امر کا صیغہ ہے اور نسخ اسی پر وارد ہے اور نسخ کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جس کو امام ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور جمہور مفسرین نے اس آیت کے دوسرے جملہ کے منسوخ ہونے کی تصریح کی ہے اور پہلے جملہ کے منسوخ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے محکم ہونے پر دلائل ہیں تو وہ جملہ کیوں منسوخ ہوگا؟

علامہ خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ نسخ'' قل '' پر وارد ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۴۶۴' روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۵)

Marfat.com

اور نسخ لغوی (تغییر حکم) اور نسخ اصطلاحی میں کوئی فرق نہیں ہے۔
ہم نے ٹھوس نحوی دلائل سے یہ واضح کر دیا ہے کہ ان دونوں جملوں کے ایک حکم کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں جملے "قل" کے مقولے ہیں اور صرف دوسرے جملہ کے منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح حدیث اسی جملہ کے متعلق ہے۔ وللہ الحمد علی ذالک
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور آپ کہیے:) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

قیاس کے ثبوت پر دلائل

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں جو بات بھی کہتا ہوں اور جو کام بھی کرتا ہوں وہ صرف وحی کے تقاضے سے اور اسی کی پیروی میں کہتا ہوں یا کرتا ہوں' جو علماء قیاس کی نفی کرتے ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کی وحی اور اس کی نص پر عمل کرتے ہیں' یعنی از خود قیاس نہیں کرتے سو ہم پر بھی واجب ہے کہ ہم بھی قیاس نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (الاعراف:۱۵۸) اور تم سب نبی امی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ○

اور آپ کے حکم کے خلاف کرنے سے ہم کو منع فرمایا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ. (النور:۶۳) پس ان لوگوں کو (عذاب سے) ڈرنا چاہیے جو آپ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔

منکرین قیاس کی اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کرنے اور قیاس سے حکم معلوم کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اس لیے آپ کا قیاس کرنا بھی اتباع وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ○ (الحشر:۲) سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو○

یعنی اس میں غور و فکر کرو کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے اس پر کس طرح عذاب نازل ہوتا ہے سو تم اس پر قیاس کرو کہ اگر تم نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو تم پر بھی اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احکام کو قیاس سے بھی معلوم کیا ہے' جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی' حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' وہ عورت کہنے لگی: یا رسول اللہ! بے شک حج بندوں پر اللہ کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا' آیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی والدہ نے نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں' آپ نے ان کو یہ جواب دیا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے نذر پوری کر دیں۔ پھر بعد میں یہ طریقہ مشروع ہو گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۰۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بہن نے

Marfat.com

حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو تم اس کے قرض کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر اللہ کا قرض ادا کرو وہ قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۸۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری بہن فوت ہوگئی اور اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۹۔ ۲۶۸۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۸)

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حق کو بندوں کے حق پر قیاس کر کے مسئلہ بتایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تحقیق

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ سبحانہٗ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے مبعوث ہوئے اور آپ کو اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ آپ لوگوں کو ہدایت یافتہ بنا دیں' لوگوں کو ہدایت یافتہ بنانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ کہ غیب کا علم بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور انبیاء علیہم السلام نے جو غیب کی خبریں دیں ہیں وہ وحی کے واسطے سے دی ہیں اور اولیاء کرام نے جو غیب کی خبریں دی ہیں وہ الہام کے واسطے سے دی ہیں اور اللہ سبحانہٗ کے علم عطا کرنے سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قیامت کی علامتیں بتائیں کہ آخر زمانہ میں بدعات کا غلبہ ہوگا' یہ بھی وحی سے بتائی ہیں' اسی طرح آپ نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ جنتی ہوگا' پھر حضرت عبد اللہ بن سلام داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کے پاس گئے اور ان کو اس بشارت کی خبر دی اور ان سے پوچھا: آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کون سا عمل ہے جس پر آپ کو بہت اعتماد ہے؟ انہوں نے کہا: میں بہت کمزور شخص ہوں اور مجھ کو جس عمل پر زیادہ اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ میرا سینہ صاف ہے (میں کسی کے خلاف کینہ نہیں رکھتا) اور میں بے مقصد کاموں میں نہیں پڑتا۔

اور سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ نے کہا: مجھ سے میرے ماموں السری السقطی نے کہا: لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کرو اور میں اپنے آپ کو وعظ اور نصیحت کے لائق نہیں سمجھتا تھا' پھر مجھے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور وہ جمعہ کی شب تھی' آپ نے فرمایا: لوگوں کو وعظ کیا کرو' میں بیدار ہوا اور اپنے ماموں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: تم نے اس وقت تک میری بات کی تصدیق نہیں کی جب تک کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حکم نہیں دیا گیا دوسرے دن میں لوگوں کو نصیحت کرنے بیٹھ گیا' میرے سامنے ایک نصرانی لڑکا آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے شیخ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے بچو' کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ○ بے شک گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے اس (قوم لوط کے عذاب) میں ضرور بہت نشانیاں ہیں ○ (الحجر: ۷۵)

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۲۷' تاریخ کبیر للبخاری رقم الحدیث: ۱۵۲۹' الضعفاء العقیلی ج ۴ ص ۱۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۸۲۔ ۲۸۱'

Marfat.com

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۹۱۔ ج ۷ ص ۲۴۲)

جنید بغدادی نے پہلے اپنا سر جھکایا پھر سر اوپر اٹھا کر کہا: تم اب اسلام قبول کر لو تمہارے اسلام قبول کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنید کو اس مقام کی معرفت کرا دی تھی۔

(روح البیان جز ۸ ص ۱۴۳ ٬ دار احیاء التراث العربی بیروت ٬ ۱۴۲۱ ھ)

علامہ اسماعیل حقی نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب وحی سے عطا فرماتا ہے اور اولیاء کرام کو غیب الہام سے عطا فرماتا ہے٬ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک مثال حدیث سے دی ہے اور ایک مثال جنید کے واقعہ سے دی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

الاحقاف: ۹ میں ان لوگوں کا رد ہے جو بعض اولیاء کے لیے ہر چیز کا علم ٬ کلیات اور جزئیات سے ثابت کرتے ہیں اور مجھ سے ایک شخص نے کہا: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو ہر چیز کا علم ہے ٬ حتیٰ کہ ان کو میرے بالوں کے اگنے کی جگہ کا بھی علم ہے ٬ حالانکہ اس قسم کا دعویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی نہیں کرنا چاہیے ٬ چہ جائیکہ آپ کے غیر کی طرف ایسی بات منسوب کی جائے۔ پس بندہ کو اپنے مولیٰ سے ڈرنا چاہیے اور حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق جو حدیث گزر چکی ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو حضرت عثمان بن مظعون سے کم درجہ کے لوگوں کے لیے جنت اور کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان لوگوں کے متعلق جن کے حق میں مخبر صادق علیہ السلام نے بشارت نہیں دی ٬ ہاں! مسلمان زندہ ہوں یا مردہ ان کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے اور ہر ایک کے لیے خیر کی امید رکھنی چاہیے۔ پس اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷ ٬ دار الفکر بیروت ٬ ۱۴۱۷ ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر کر چکے ہو (تو پھر تمہارا کیا انجام ہو گا!) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہو گی!) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ (الاحقاف: ۱۰۔ ۹)

”شھد شاھد من بنی اسرائیل“ کے مصداق کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے: اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ایک شخص سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے ہیں تو انہوں نے کہا: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا ٬ (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ (۲) اہل جنت کا پہلا طعام کون سا ہو گا؟ (۳) بچہ اپنے باپ یا ماں کے کیسے مشابہ ہوتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی اور اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہو گا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا: ”اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ“ یا رسول اللہ! بے شک یہود بہت بہتان تراش قوم ہے ٬ اگر ان کو میرے اسلام کا اس سے پہلے علم ہو گیا کہ آپ ان سے میرے متعلق سوال کریں تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے ٬ پھر یہود آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ تم میں عبد اللہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں ٬

Marfat.com

ان کے والد بھی ہم میں سب سے بہتر ہیں' وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر عبد اللہ بن سلام مسلمان ہو جائیں؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے' پھر حضرت عبد اللہ باہر نکلے اور کہا: ''اشهد ان لا اله الله وان محمدا رسول الله'' تو یہود نے کہا: وہ ہم میں سب سے بُرے ہیں' سب سے بُرے شخص کے بیٹے ہیں اور ان کی برائیاں کیں۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۰)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا ہے:

شعبی' مسروق اور ایک جماعت نے اس تفسیر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت میں بنی اسرائیل کے جس شاہد کا ذکر کیا ہے وہ حضرت عبد اللہ بن سلام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے اسلام لائے تھے اور یہ سورت مکی ہے پس مکی آیت کو اس واقعہ پر محمول کرنا کس طرح درست ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے پیش آیا تھا؟ پھر لکھا ہے کہ کلبی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر چند کہ یہ سورت مکی ہے لیکن اس کی آیت: ۱۰ اس عموم سے مستثنیٰ ہے (جیسا کہ مصنف نے بھی اس سورت کے تعارف میں ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ الاحقاف: ۱۰ اور الاحقاف: ۱۵ مدنی آیتیں ہیں)۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے اسلام لائے تھے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن سلام اس وقت اسلام لائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے' وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے تھے اور قیس بن الربیع از عاصم از شعبی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے اسلام لائے تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے اور قیس ضعیف ہے۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ' حافظ ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''شهد شاهد من بنی اسرائیل'' حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۵۴' اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۵' الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۴)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح اور ان کے فضائل

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن سلام بن الحارث کو جنت کی بشارت دی گئی تھی' یہ بہت بڑے اسرائیلی عالم تھے' انصار کے حلیف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب میں سے تھے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ان کا نام پہلے الحصین تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عبد اللہ رکھ دیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۱۴' تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۷۴) شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے اسلام لائے تھے۔ یہ قول شاذ اور مردود ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے حضرت عبد اللہ بن سلام اسی وقت اسلام لے آئے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۳۸)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جب میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ

Marfat.com

نہیں ہے اور میں نے آپ سے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی: اے لوگو! بہ کثرت سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھا کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو رات کو اٹھ کر نماز پڑھا کرو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف حضرت عبد اللہ بن سلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ جنتی ہیں اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: " وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ عَلٰى مِثْلِهٖ. "
(الاحقاف: ۱۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس راستہ پر چلنے والا شخص اہل جنت میں سے ہے' تو اسی وقت حضرت ابن سلام آ گئے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۵۸ ' دار الفکر' المستدرک ج ۳ ص ۴۱۶)

متعدد سندوں کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے درمیان میں ایک ستون ہے اور ستون کی بلندی پر ایک دستہ ہے' مجھ سے کہا گیا: اس ستون پر چڑھو' میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' پھر ایک لڑکا آیا' اس نے میرے کپڑے اوپر کیے پھر میں اس پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا' پھر میں بیدار ہو گیا' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا' آپ نے فرمایا: اس باغ سے مراد سلام ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور اس دستہ سے مراد "العروة الوثقى" (مضبوط دستہ) ہے اور تم تا حیات اسلام کے ساتھ وابستہ رہو گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۴ ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۸۴ ' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۸۴۸)

یزید بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو یزید ان کے سر کے پاس بیٹھ کر رو رہے تھے' انہوں نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ یزید نے کہا: مجھ سے جو علم جاتا رہا میں اس پر رو رہا ہوں' حضرت معاذ نے کہا: علم جس طرح تھا اسی طرح ہے وہ کہیں نہیں گیا۔ تم چار آدمیوں کے پاس علم کو تلاش کرو' پھر ان چاروں کے نام لیے اور ان میں حضرت عبد اللہ بن سلام بھی تھے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: وہ دس جنتیوں میں سے دسویں ہیں۔ (سنن الترمذی: ۳۸۰۴ ' المستدرک ج ۳ ص ۴۱۶ ' تاریخ کبیر للبخاری ج ۱ ص ۷۳ ' الاصابۃ ج ۶ ص ۱۰۹)

عبد اللہ بن حنظلۃ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بازار میں لکڑیوں کا ایک گٹھڑا اٹھا کر جا رہے ہیں' ان سے کہا گیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں تکبر کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۲۵۲ ' المستدرک ج ۳ ص ۴۱۶)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ یہود کے معبد میں گئے' آپ نے فرمایا: اے یہود! مجھے بارہ ایسے آدمی دکھاؤ جو یہ گواہی دیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو تم سے اللہ کا غضب دور ہو جائے گا' وہ خاموش رہے' آپ نے دوبارہ فرمایا' پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حشر برپا کرنے والا ہوں' میں سب نبیوں کے بعد آنے والا ہوں اور میں مصطفیٰ ہوں' خواہ تم ایمان لاؤ' خواہ تکذیب کرو' جب آپ واپس جانے لگے تو ایک شخص نے کہا: آپ ٹھہریں یا محمد! پھر اس شخص نے یہود سے پوچھا: تمہارے نزدیک میں کیسا شخص ہوں؟ سب نے کہا: ہم میں تم سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے' اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے نبی ہیں جن کا ذکر تم "تورات" میں پڑھتے ہو' پھر انہوں نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا' ہم تینوں باہر نکل آئے اور یہ آیت نازل ہوئی: " أَرَءَيْتُمْ

Marfat.com

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ ... " (الاحقاف: ۱۰)۔ (المستدرک ج ۴ ص ۴۱۵)

حضرت عبد اللہ بن سلام تینتالیس (۴۳ ھ) ہجری میں فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۷۳۔۶۵ ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ ھ)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ

اور کافروں نے مؤمنوں کے متعلق کہا اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت

اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ

نہ کرتے، اور جب انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہ کی تو عنقریب یہ کہیں گے: یہ قدیم جھوٹ ہے O حالانکہ اس

قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

سے پہلے موسیٰ کی (آسمانی) کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آ چکی ہے، اور یہ کتاب عربی زبان میں (اس کی) تصدیق

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ

کرنے والی ہے تاکہ ظالموں کو (عذاب سے) ڈرائے اور نیکوکاروں کو بشارت دے O بے شک

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اسی پر جمے رہے، سو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءً ۢ

وہ غمگین ہوں گے O یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے (یہ) ان کے (نیک)

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ

کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے O اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا،

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ

اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا

شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

تیس ماہ میں تھا، حتیٰ کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو کہا اے میرے رب!

Marfat.com

أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ

مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ

وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِيٓ ۚ إِنِّي تُبْتُ

کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور تو میری اولاد میں بھی نیکی رکھ دے' بے شک میں نے

إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۵﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ

تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک کاموں کو ہم

أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيٓ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۖ

قبول فرماتے ہیں اور جن کی لغزشوں سے ہم درگزر کرتے ہیں (یہ) جنتی لوگوں میں سے ہیں

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِي قَالَ

(یہ اللہ کا) سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا○ اور جس نے اپنے ماں باپ

لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِيٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ

سے کہا: تم پر اُف ہے' تم مجھے اس سے ڈراتے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا'

الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ

حالانکہ مجھ سے پہلے بہت صدیاں گزر چکی ہیں' اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لیے ہلاکت ہو! ایمان لے آ'

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُولُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۷﴾

بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں○

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی حجت پوری ہو چکی ہے' (یہ) جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ

جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یہ لوگ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے○ اور ہر فریق کے لیے ان کے اعمال

Marfat.com

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ

کے مطابق درجات ہیں اور ان کو ان کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O اور جس دن

يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ

کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو

الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا

اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا

٢ع ١٠ كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾

کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں نے مومنوں کے متعلق کہا: اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ کرتے اور جب انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہ کی تو عنقریب یہ کہیں گے: یہ قدیم جھوٹ ہے O حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی (آسمانی) کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آ چکی ہے اور یہ کتاب عربی زبان میں (اس کی) تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ظالموں کو (عذاب سے) ڈرائے اور نیکو کاروں کو بشارت دے O بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اسی پر جمے رہے، سو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے O یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے (یہ) ان کے نیک کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے O (الاحقاف: ١۴۔١١)

قرآن مجید پر کفار مکہ کے اعتراض کا جواب

الاحقاف: ١١ کے تین محمل ہیں:

(١) کافروں نے مومنوں کو مخاطب کر کے کہا، پھر خطاب کو ترک کر کے ان کے متعلق یہ کہا: اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس پر ایمان لانے میں ہم پر سبقت نہ کرتے۔

(٢) کفار نے ایمان لانے والوں کے ایمان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے ایمان نہ لاتے۔

(٣) کفار نے جب یہ سنا کہ ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئی ہے تو انہوں نے ان مسلمانوں سے کہا: جو ان کے سامنے حاضر تھے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو جو لوگ اس پر ایمان لا چکے ہیں وہ ہم پر سبقت نہ کرتے۔

پھر جب یہ کفار قرآن مجید کے معجز ہونے کو نہ پہچان سکے تو پھر یہ اپنے کفر پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب انہوں نے اس قرآن سے ہدایت حاصل نہ کی تو عنقریب یہ کہیں گے کہ یہ قرآن تو بہت پرانا جھوٹ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی (آسمانی) کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آ چکی ہے۔

اس کتاب سے مراد ''تورات'' ہے، امام کا معنی ہے: مقتدیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت میں ''تورات'' کے احکام کی پیروی کی جائے گی، جس طرح نماز میں امام کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کتاب کو رحمت فرمایا یعنی جو شخص اس پر ایمان

Marfat.com

لائے گا اور ''تورات'' میں مذکور احکام پر عمل کرے گا تو وہ اس کے لیے رحمت ہے۔

اس آیت کا پہلی آیت سے ربط اس طرح ہے کہ اس سے پہلی آیت میں کفارِ مکہ کے اس طعن کا ذکر کیا تھا کہ اگر اس قرآن میں کوئی خیر ہوتی تو یہ فقراء اس قرآن پر ایمان لانے میں ہم پر سبقت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ قرآن مجید کے برحق ہونے پر دلیل یہ ہے کہ تم کو بھی یہ تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ''تورات'' نازل کی تھی اور ''تورات'' کو امام اور مقتداء بنایا تھا اور ''تورات'' میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہو کر مبعوث ہونے کی بشارت ہے' پس جب تم نے ''تورات'' کو امام اور مقتداء مان لیا تو ''تورات'' کے اس حکم کو بھی مانو کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ ہونا برحق ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور یہ کتاب عربی زبان میں (اس کی) تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ظالموں کو (عذاب سے) ڈرائے اور نیکوکاروں کو بشارت دے O

یعنی یہ قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی اس چیز میں تصدیق کرتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جو کفار قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے اور مؤمنین جو قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کو ان کے نیک اعمال پر آخرت کے اجر و ثواب کی بشارت دی جائے۔

الاحقاف: ۱۴۔ ۱۳ میں فرمایا: بے شک جن لوگوں نے کہا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ اسی پر جمے رہے' سو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے O یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے (یہ) ان کے نیک کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کا خوف

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت کے دلائل کی تقریر فرمائی اور منکرین کے شبہات کے جوابات دیئے' اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ توحید اور رسالت کے ماننے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے اور ان آیات میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے' حشر کے بعد نہ اس کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوگا اور قیامت کے دن کی ہول ناکیوں سے وہ محفوظ رہے گا اور تحقیق یہ ہے کہ عذاب کا خوف تو ان کو نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی ہیبت کا خوف کسی بندہ سے زائل نہیں ہوگا' کیونکہ فرشتے معصوم ہیں' ان کے درجات بلند ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بہت مقرب ہیں اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں:

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩ فرشتے اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے O (النحل: ۵۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے (یہ) ان کے نیک کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے O

فساق مؤمنین کی مغفرت پر دلائل

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں حصر ہے کہ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر جمے رہے تو وہی لوگ جنتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ کر لیے اور ان پر توبہ نہیں کی وہ جنتی نہیں

Marfat.com

ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کسی کا کوئی نیک عمل ضائع نہیں فرمائے گا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

پس جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی نیکی کی تو وہ اس کا صلہ پائے گا اور جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی برائی کی تو وہ اس کی سزا بھگتے گا ۝

تو اگر ایمان لانے کے بعد کسی نے کبیرہ گناہ کیے اور ان پر توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر بہر حال اپنے ایمان لانے کی جزا پانے کے لیے جنت میں جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس کی توبہ نہ کرنے کے باوجود محض اپنے فضل سے معاف فرما دے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہوگا' اس کو وہ جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شفاعتی لاهل الکبائر من امتی'' میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شفاعت سے بھی اس کی مغفرت متوقع ہے۔

مغفرت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ ان کے نیک کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا سبب اس کے نیک اعمال ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس کو اجر و ثواب اللہ کے فضل کی وجہ سے ملتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ظاہری سبب اس کے نیک اعمال ہیں اور یہاں ظاہری سبب کا ذکر ہے' اس سے حقیقی سبب کی نفی نہیں ہوتی' حقیقی سبب کا ذکر ان آیات میں ہے:

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی ۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (الدخان: ۵۷۔۵۶)

وہ جنت میں کوئی موت نہیں چکھیں گے سوا (دنیا کی) پہلی موت کے اور اللہ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ۝ یہ صرف آپ کے رب کا فضل ہے' یہی بڑی کامیابی ہے ۝

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور رہے نیک اعمال تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی نصیب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا' اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا' اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا' حتیٰ کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور تو میری اولاد میں بھی نیکی رکھ دے' بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں ۝ یہ وہ

Marfat.com

لوگ ہیں جن کے نیک کاموں کو ہم قبول فرماتے ہیں اور جن کی لغزشوں سے ہم درگزر کرتے ہیں (یہ) جنتی لوگوں میں سے ہیں' یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا O (الاحقاف:۱۶۔۱۵)

اولاد پر ماں باپ کے حقوق خصوصاً ماں کے حقوق کے متعلق احادیث

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا تھا: ''وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ''(بنی اسرائیل:۲۳) احسان کا معنی ہے: کسی کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا' اس کی مفصل تفسیر وہاں گزر چکی ہے اور العنکبوت:۸ میں فرمایا: ''وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا ''اور حسن کا معنی اچھائی اور نیکی ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھائی اور نیکی کی جائے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ اٹھایا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں' اس نے مجھ سے سوال کیا اور میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی' میں نے اس کو وہی ایک کھجور دے دی' اس نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور اس میں سے خود کچھ نہیں کھایا' پھر وہ چلی گئی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں کی پرورش میں مبتلا ہوا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۹۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۹۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۶۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۸۷۔ ج ۶ ص ۹۲)

اس آیت میں ماں کا ذکر تین بار ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی ہے اور چوتھی بار باپ کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا: یا رسول اللہ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۴۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث:۱۱۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کس کی؟ فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کے بڑھاپے کو پایا اور جنت میں داخل نہیں ہوا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۵۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی' آپ نے پوچھا: تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۷۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۴۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۵۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۶۷۱' سنن نسائی رقم الحدیث:۳۱۰۳' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۳۲۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۵' مسند الحمیدی رقم الحدیث:۵۸۵' الادب المفرد رقم الحدیث:۲۰)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یا رسول

Marfat.com

اللہ! میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے اور میں آپ کے پاس مشورہ کرنے کے لیے آیا ہوں' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس لازم رہو کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ٣١٠٤' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٧٨١' مسند احمد ج ٣ ص ٤٢٩' مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٣٨)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے' انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس کو طلاق دے دو' میں نے انکار کیا۔ پھر حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اس کو طلاق دے دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٣٨' سنن ترمذی رقم الحدیث: ١١٨٩' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٠٨٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٠' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ١٦٠)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ مشرکہ تھیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس میری ماں آئیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں کیا میں ان سے حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں سے حسن سلوک کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٦٢٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٠٠٣' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٦٦٨' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ٣١٨' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کر لیا ہے' کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کرو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٩٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ١٣)

حضرت مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! کوئی ایسی نیکی ہے جو میں اپنے والدین کے فوت ہونے کے بعد ان کے ساتھ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نمازِ جنازہ پڑھو' ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو' ان کے کیے ہوئے عہد کو ان کے بعد پورا کرو اور ان کی وجہ سے ان کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٤٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٦٤' مسند احمد ج ٣ ص ٤٩٧)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے تھے اور میں اس وقت نوجوان تھا اور اونٹ کی ہڈیاں اٹھا رہا تھا' ایک عورت آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی' آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ آپ کی وہ ماں ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٤٤' الادب المفرد رقم الحدیث: ١٢٩٥)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور ان کی روح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور اللہ کے نزدیک اس شخص کو نیک لکھا جائے گا خواہ وہ ان کا عاق شدہ ہو' ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کے لیے حج کیا تو ان کے لیے ایک حج لکھا جائے گا اور اس کے لیے سات حج لکھے جائیں گے۔

(جامع الاصول رقم الحدیث: ٢١٠' مجمع الزوائد ج ٣ ص ٢٨٢)

Marfat.com

میں نے اس آیت کی تفسیر میں تلاش کر کے ماں کے اولاد پر عظیم حقوق کی احادیث درج کی ہیں' میری والدہ ماجدہ بہت عابدہ زاہدہ تھیں سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے محبت کرتی تھیں۔ ۷ اگست ۲۰۰۳ء شب جمعہ کو وہ وفات پا گئیں' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میری والدۂ محترمہ کو پہنچا دیں' میں بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔

دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں فقہاء احناف کا مذہب

اس کے بعد فرمایا: اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

دودھ پلانے کی مدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیس ماہ ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ آیت ہے اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔ (الاحقاف:۱۵)

اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال بچے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو سال کے بعد دودھ پلانا (شرعاً معتبر) نہیں ہے۔

(سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۲' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۱۰۳)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا (یعنی حمل کا اور دودھ چھڑانے کا) اور دونوں کی مدت تیس ماہ بیان کی' پس ان میں سے ہر ایک (حمل اور دودھ چھڑانے) کی مدت مکمل تیس ماہ ہے' جیسے دو قرضوں کی مدت بیان کی جائے' لیکن ان میں سے ایک (یعنی حمل) کی مدت اڑھائی سال سے چھ ماہ کم ہونے پر دلیل قائم ہے (اور وہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے) تو دوسرے (یعنی دودھ چھڑانے) کی کل مدت اپنے ظاہر پر تیس ماہ رہے گی اور اس لیے بھی کہ غذا کا متغیر ہونا ضروری ہے' تاکہ بچہ کے جسم کی نشو و نما جو دودھ سے ہو رہی تھی وہ غذا کی طرف منتقل ہو سکے اور اتنی مدت گزر جائے کہ بچہ کا جسم دوسری غذا کا عادی ہو سکے اس لیے اس کی مدت کا اندازہ دو سال کے بعد کم از کم مدت حمل سے کیا گیا' اس لیے کہ وہ مدت تغیر کرنے والی ہے' کیونکہ پیٹ کے بچہ کی غذا دودھ پیتے بچے کی غذا کے مغائر ہے' جس طرح دودھ پیتے بچے کی غذا روٹی کھانے والے بچے کی غذا کے مغائر ہے اور حدیث میں جو ارشاد ہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے' اس کا مطلب ہے دو سال کے بعد دودھ پلانے کا استحقاق نہیں ہے۔ سو یہ مدت استحقاق ہے مدت جواز نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو ہے: ''وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ'' (البقرہ:۲۳۳) اور مائیں مکمل دو سال دودھ پلائیں' یہ دو سال کی مدت بھی بچہ کے استحقاق کی مدت ہے' دودھ پلانے کے جواز کی مدت نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ . (البقرہ:۲۳۳)

پھر اگر ماں باپ اپنی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں' اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔

(ہدایہ اوّلین ص ۳۵۰' موضحاً' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

علامہ محمد بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۷ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پلانے کی انتہائی مدت اڑھائی سال ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ مدت

Marfat.com

فقط دو سال ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (علامہ شامی نے علامہ طحطاوی کے حوالے سے لکھا ہے: ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک پر فتویٰ دیا گیا ہے)۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ آیت ہے: '' حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ '' (الاحقاف: ١٥) یعنی حمل اور دودھ چھڑانے' ان میں سے ہر ایک کی مدت تیس ماہ ہے۔ البتہ حضرت عائشہ کی حدیث کی بناء پر حمل کی مدت سے چھ ماہ کم کیے گئے ہیں' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کی مدت دو سال سے صرف اتنی زیادہ ہے جتنی مدت میں چرخے کا سایہ پھرتا ہے یعنی بہت کم۔

ایک روایت میں ہے جتنی دیر چرخے کی لکڑی کا سایہ پھرتا ہے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ٣٨١٤۔ ٣٨١٣' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٤٣)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر اس مدت کو نہیں بیان کر سکتیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اس آیت میں حمل کی کم از کم مدت کا بیان ہے اور وہ چھ ماہ ہے اور دودھ چھڑانے کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے اور وہ دو سال ہے اور آیت میں دونوں کی مجموعی مدت کا بیان ہے اور وہ تیس ماہ ہے' اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر عمل کرے خواہ اس کی دلیل ظاہر نہ ہو خواہ مفتی امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دے' خواہ صاحبین کے قول پر فتویٰ دے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ٤ ص ٢٩٤۔ ٢٩٢' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ١٣٧٦ھ لکھتے ہیں:

بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں' دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو اڑھائی برس تک دودھ پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں' یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے اڑھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے' مگر اڑھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی حرمتِ نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمتِ نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔

(بہار شریعت حصہ ٧ ص ١٩' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

قاضی ضیاء الدین ابو عمرو مارانی شافعی التوفی ٦٠٢ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور ایک روایت میں امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے کی انتہائی مدت دو سال ہے اور صحابہ میں سے حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر امہات المؤمنین کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی مدت پچیس ماہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی مدت تیس ماہ ہے اور امام زفر کے نزدیک اس کی مدت تین سال یعنی چھتیس ماہ ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ (البقرہ: ٢٣٣)

اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں' یہ (مدت) ان کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو مکمل کرنے کا ارادہ کریں۔

Marfat.com

اور امام بیہقی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت صرف دو سال ہے۔
(سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۲)

اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ . (لقمان: ۱۴) دودھ چھڑانا دو سال میں ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ . (الاحقاف: ۱۵) اور حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے تو پھر واجب ہے کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہو اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس آیت سے یہ استنباط کرنا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے بہت قوی استنباط ہے۔

امام محمد بن اسحٰق نے بعجہ بن عبد اللہ الجہنی سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے جہینہ کی عورت سے نکاح کیا' نکاح کے پورے چھ ماہ بعد اس نے بچہ کو جنم دیا' اس کے شوہر نے حضرت عثمان کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا' حضرت عثمان نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا' جب حضرت علی کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عثمان سے فرمایا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان نے کہا: اس نے نکاح کے پورے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دیا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے! کہا: کیوں نہیں! حضرت علی نے فرمایا: قرآن میں ہے: ''حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ .'' (الاحقاف: ۱۵) حمل کی مدت اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے اور دوسری آیت میں فرمایا: ''وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ .'' (لقمان: ۱۴) دودھ چھڑانا دو سال میں ہے' اور جب تیس ماہ میں سے دودھ چھڑانے کے دو سال نکال لیے تو حمل کی مدت کے لیے چھ ماہ بچے تب حضرت عثمان نے فرمایا: میں اس نکتہ کو پہلے نہیں سمجھا تھا۔

(حافظ سیوطی نے اس واقعہ کو امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم سے روایت کیا ہے۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۳۸۲) اور امام عبد الرزاق نے اس واقعہ کو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۵۱۷۔ ۱۳۵۱۶' طبع جدید ۱۴۲۱ھ)) اور امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح الاحقاف: ۱۵ اور لقمان: ۱۴ سے استدلال کر کے ثابت کیا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حکم سے رجوع کر لیا اور اس عورت پر حد جاری نہیں کی۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۵۱۴۔ ۱۳۵۱۳۔ ج ۷ ص ۲۸۰۔ ۲۷۹' طبع جدید)

اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ الاحقاف: ۱۵ میں حمل سے مراد بچے کو پیٹ میں اٹھانا نہیں ہے' کیونکہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۸۱۳' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳) بلکہ حمل سے مراد بچہ کو ہاتھ میں یا گود میں اٹھانا ہے یعنی بچہ کو ہاتھ میں اٹھانے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حمل کی یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے اور اس کے معارض حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں جنہوں نے تصریح کی ہے کہ حمل سے مراد بچہ کو پیٹ میں اٹھانا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے۔

(تکملۃ المجموع من شرح المہذب ج ۲۲ ص ۱۵۰۔ ۱۴۸ ملخصاً و موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جس دودھ پلانے سے تحریم ثابت ہوتی ہے اس کی مدت دو سال ہے' یہ اکثر اہل علم کا قول ہے۔ حضرت عمر' حضرت علی'

Marfat.com

حضرت ابن عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی امہات المؤمنین کا بھی یہی مذہب ہے' ائمہ میں سے شعبی' ابن شبرمہ' اوزاعی' شافعی' اسحاق' ابویوسف' محمد اور ابویوسف کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (المغنی ج ۸ ص ۱۴۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

چالیس سال کی عمر میں انسان کا اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جانا

اس کے بعد فرمایا: حتیٰ کہ جب وہ پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اشد (پوری قوت کو پہنچا) کی تفسیر میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد اٹھارہ سال ہے اور اکثر مفسرین نے کہا: اس سے مراد تینتیس (۳۳) سال ہے۔ فراء نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اٹھارہ کی بہ نسبت تینتیس سال چالیس سال کے زیادہ قریب ہے۔ زجاج نے کہا: تینتیس سال اس لیے راجح ہے کہ اس عمر میں انسان کے بدن کی قوت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انسان کی عمر کے تین درجات ہیں: (۱) عمر کا وہ حصہ جس میں انسان کی رطوبت غریزۃ حرارت غریزۃ سے زیادہ ہوتی ہے اس وقت وہ اپنی ذات میں طول' عرض اور عمق میں زیادتی کے قابل ہوتا ہے اور یہ اس کی نشو ونما کی عمر ہوتی ہے۔ (۲) یہ متوسط مرتبہ ہے اس عمر میں رطوبت غریزہ' حرارت غریزہ کی حفاظت کے لیے کافی ہوتی ہے اور یہ سن شباب ہے۔ (۳) یہ سن انحطاط ہے اس عمر میں رطوبت غریزہ' حرارت غریزہ کی حفاظت کے لیے ناکافی ہوتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ چاند کا دوران چار ہفتوں میں مکمل ہوتا ہے' ان چار ہفتوں کو انسان کی عمر پر تقسیم کیا تو عمر کے پہلے ہفتہ یعنی پہلے سات سال مکمل ہونے پر اس کا لڑکپن ہوتا ہے اور عمر کے دوسرے ہفتہ یعنی چودہ سال مکمل ہونے پر وہ بالغ ہوتا ہے اور اس وقت وہ احکامِ شرعیہ کا مکلف کیا جاتا ہے' اس عمر میں اس کی حرارت غریزہ قوی ہو جاتی ہے اور رطوبات کم ہو جاتی ہیں اور علاماتِ بلوغ ظاہر ہونے لگتی ہیں اور عمر کے تیسرے ہفتہ میں جب وہ اکیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس کی قوت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے اور اس کی ڈاڑھی آ جاتی ہے اور عمر کے چوتھے ہفتہ میں اس کی قویٰ اور بڑھ جاتی ہیں اور اپنے کمال کو پہنچتی ہیں اور جب اس کی عمر کا پانچواں ہفتہ مکمل ہوتا ہے اور وہ پینتیس (۳۵) سال ہو جاتا ہے تو اس کا شباب اپنے تمام و کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس کی نشو ونما رک جاتی ہے اور اس کی قوتوں میں مزید اضافہ نہیں ہوتا اور بعض مزاجوں کے اختلاف سے کبھی اس کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور کبھی کمی ہوتی ہے اس لیے قوت میں اضافہ کی غایت چالیس سال مقرر کر دی گئی اور یہی عمر کا وہ حصہ ہے جس میں انسان شرعی اور طبعی طور سے اپنے تمام اور کمال کو پہنچ جاتا ہے اور یہ اس کے شباب کی آخری حد ہے اور چالیس سال کی عمر کے بعد انسان کا جسم گھٹنے لگتا ہے اور اس کی قوتوں کا زوال شروع ہو جاتا ہے اور ہم نے جو یہ تقریر کی ہے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے' کیونکہ اس میں فرمایا ہے: "حتیٰ کہ جب وہ پوری قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو معمر شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنون' جذام اور برص سے محفوظ کر دیتا ہے اور جب وہ پچاس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس سے حساب آسان کر دیتا ہے' اور جب وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور جب اس کی عمر ستر سال کی ہو جائے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور جب اس کی عمر اسی سال کی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو برقرار رکھتا ہے اور اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور جب اس کی عمر نوے

Marfat.com

سال کی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کو اس کے گھر والوں کے حق میں شفاعت کرنے والا بنا دیتا ہے اور آسمان میں لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ زمین میں اللہ کا قیدی ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۱ ص ۱۲۔ رقم الحدیث: ۱۳۲۷۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی متعدد اسانید ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۷۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ ھ' مسند احمد ج ۲ ص ۸۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۶۶۲' القول المسدد ص ۸۔ ۷)

چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد نبی کا مبعوث ہونا

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا حتیٰ کہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ ھ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو آپ کو نبی بنایا گیا۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۰۷)

امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کو پہنچ گئے تو آپ کو نبی بنایا گیا۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۹۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا ہے تو اس کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا گیا ہے' میں کہتا ہوں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی عمر کے اول میں ہی نبی بنا دیا تھا' مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اغلب یہ ہے کہ ان پر وحی آنے کا سلسلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوا ہو اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی معاملہ اسی طرح ہوا تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جس کو بھی نبی بنایا گیا ہے چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کا اکرام کیا اور آپ کو رسالت کے ساتھ خاص کر لیا۔ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲۵' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور)

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اسی وجہ سے چالیس سال کی عمر انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا وقت ہے۔ (نظم الدرر ج ۷ ص ۱۴۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوتا ہے کہ ان کو بچپن کی ابتداء ہی میں نبی بنا دیا گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اغلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی چالیس سال کے بعد کی جاتی ہے' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا تھا۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۷ ص ۵۹۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد الحنفی المتوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر ابوالسعود ج ۶ ص ۷۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا گیا اس پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ سے اعتراض ہوتا ہے کیونکہ ان کو چالیس سال سے پہلے مبعوث کیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غالب اور اکثری قاعدہ ہے' کلیہ نہیں ہے۔

(روح البیان ج ۸ ص ۶۳۹ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ اعم اور اغلب یہ ہے کہ نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقع ہوا۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۳۰ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ (خزائن العرفان علی ہامش کنز الایمان ص ۸۰۱ 'تاج کمپنی لمیٹڈ)

بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت اور رسالت کا علم تھا اس پر دلائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہٗ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کئی وجوہ سے نبوت کو واجب فرمایا: (۱) آپ کی نبوت اس لیے واجب ہے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم سے واجب ہے اور آپ کی نبوت اس وقت واجب ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ' تو اس نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو لکھا' سو اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی صفاتِ کریمہ اور آپ کے حلیہ شریفہ کے ساتھ ذکر تھا اور آپ کے لیے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر زمین پر رکھا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت آپ کی نبوت کے وجوب کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے آپ کی نبوت قول میں تھی' فعل میں نہیں تھی اور جب حضرت آدم کی تخلیق ہوئی تو آپ کی نبوت بالفعل ہوگئی کیونکہ اصل کی تخلیق فرع کی تخلیق ہے' خصوصاً جب حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو وہ سب زندہ موجود تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی ربوبیت پر شاہد بنایا

Marfat.com

(اور ان میں آپ بھی اپنے وصف نبوت کے ساتھ موجود تھے)۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۷ جز ۱۳ ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت بھی اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

(شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۲۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۹۳' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰)

عالم ارواح میں آپ کی نبوت کا معنی

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم سے پہلے تھی اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ اللہ سبحانہٗ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس وقت بالفعل نبی تھے تو آپ کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے وجود عنصری سے پہلے آپ کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں میں اظہار ہے' جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ آپ کا اسم شریف عرش پر' آسمان پر' جنت کے محلات اور بالا خانوں پر' حورانِ بہشت کے سینوں پر' درختوں کے پتوں پر' جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا تھا اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس وقت آپ کی روح شریف نبی تھی اور عالمِ ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم عنصری میں آپ کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۷۵ ـ ۴۷۴' مطبع تیج کمار لکھنؤ)

بعثت سے پہلے آپ کو اپنی نبوت کا علم ہونے کی تحقیق

اب ایک یہ بحث رہتی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو مبعوث کیا گیا یعنی اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا تو اس سے پہلے بھی آپ نبی تھے یا نہیں اور آپ کو اپنی نبوت کا علم تھا یا نہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اس سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کو اپنی نبوت کا علم تھا۔ امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۳)

اس صحیح حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے اپنے نبی بنائے جانے کا علم تھا اور آپ نے بعثت سے پہلے ابو طالب کے ساتھ شام کا جو سفر کیا تھا' اس میں بھی یہ تصریح ہے کہ راہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ سید العلمین ہیں' یہ رسول رب العلمین ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ رحمۃ للعلمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۰) عنقریب ہم اس حدیث کو متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کریں گے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ میں ایک پتھر تھا جو ان راتوں میں مجھ پر سلام پیش کیا کرتا تھا جن میں مجھ کو مبعوث کیا گیا میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۴' مسند ابو داؤد الطیالسی رقم الحدیث: ۷۶۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۶۳' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹ـ۱۰۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۰' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۸۲' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۹۰۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث:

Marfat.com

٢٠٣٣، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ١٦٧، دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ٣٠٠، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ١٥٣، شرح السنۃ رقم الحدیث: ٣٧٠٩)

اور جب آپ کی بعثت سے پہلے پتھروں کو آپ کی نبوت کا علم تھا تو آپ کو بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم کیوں نہیں ہو گا؟

اس پر سید مودودی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر آپ کو پہلے سے یہ علم تھا کہ آپ نبی ہیں تو غارِ حراء میں جب حضرت جبریل آپ کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو آپ پر اس قدر خوف اور گھبراہٹ کیوں طاری ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ پر اب نبوت کی ذمہ داری بالفعل ڈال دی گئی تھی‘ اس وجہ سے فطری طور پر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں فرائض نبوت کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی تقصیر نہ ہو جائے۔ جیسے جب کسی انسان کو ابتداءً کوئی اہم اور بڑی ذمہ داری سپرد کر دی جائے تو اس کو خوف ہوتا ہے اور وہ گھبراتا ہے‘ سو ایسا ہی خوف اور گھبراہٹ آپ پر طاری تھی۔

الاحقاف: ١٥ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور خصوصیت

اس آیت میں فرمایا ہے: اور جب وہ (انسان) اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور تو میری اولاد میں بھی نیکی رکھ دے‘ بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں O

بہ کثرت مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں انسان کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اس آیت میں ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس آیت میں اس انسان کی فضیلت بیان فرمائی ہے جس نے چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اڑتیس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے جو چالیس سال کے قریب ہیں اور اس آیت میں جس انسان کا ذکر فرمایا ہے اس کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے اور عہد رسالت میں صرف ابوبکر واحد انسان تھے جن کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے اور اس آیت میں جس انسان کا ذکر ہے اس نے اپنی اولاد کے لیے نیکی کی دعا کی ہے اور تمام اصحاب میں صرف حضرت ابوبکر ایسے تھے کہ عہدِ رسالت میں ان کا بیٹا بھی مسلمان تھا اور ان کا پوتا بھی مسلمان تھا‘ اس لیے یہ اوصاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی میں متحقق نہیں ہیں‘ حضرت علی بچپن میں اسلام لائے تھے‘ ان کے والد یعنی ابوطالب اسلام نہیں لائے اور ان کے بیٹے تو صحابی تھے‘ ان کے پوتے صحابی نہیں تھے‘ سو یہ آیت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے اور ان کی ایسی خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشا پوری المتوفی ٤٦٨ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں‘ ان کا حمل اور ان کا دودھ چھوٹنا اسی مدت میں تھا اور یہ پوری آیت ان ہی کے متعلق ہے اور اس سے بعینہٖ حضرت ابوبکر صدیق مراد ہیں۔ عطاء نے کہا: اس آیت میں ہے: ”حتی اذا بلغ اشدہ“ حتیٰ کہ جب وہ اپنی قوت کو پہنچ گیا اس سے مراد ان کی عمر کے اٹھارہ سال ہیں اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال تھی جب آپ تجارت کے لیے شام کے علاقے میں گئے اور حضرت ابوبکر سفر اور حضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ پس جب حضرت ابوبکر کی عمر چالیس سال کی ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کر دی گئی تو حضرت ابوبکر نے اپنے رب سے دعا کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہے‘ یعنی تو نے مجھے ہدایت دی اور ایمان لانے کی

Marfat.com

توفیق دی حتیٰ کہ میں تیرا شرک نہ کروں اور میرے باپ ابوقحافہ عثمان بن عمرو اور میری ماں ام الخیر بنت صخر بن عمرو پر بھی یہ انعام کیا کہ وہ بھی ایمان اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہو گئے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں' ان کے ماں باپ دونوں نے اسلام قبول کیا اور صحابہ میں سے کسی کے ماں باپ دونوں مسلمان نہیں ہوئے اور انہوں نے دعا کی: اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ابوبکر نے ان متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو چکے تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان کو عذاب دیا جا رہا تھا۔

(حافظ علی بن الحسن ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سات غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا' جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا' حضرت بلال' حضرت عامر بن فہیرہ' زنیرہ' ام عبس' ہندیہ اور ان کی بیٹی اور بنی عمرو بن مومل کی باندی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۲ ص ۴۶' بیروت))

نیز امام واحدی لکھتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی اولاد کے متعلق ان کی دعا قبول فرمائی' انہوں نے دعا کی تھی: اور میری اولاد میں بھی نیکی رکھ دے' پس ان کی اولاد' ان کی والدہ اور ان کے والد سب ایمان لے آئے۔ امام واحدی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت ابوبکر خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایمان لائے' ان کے والد حضرت ابوقحافہ بھی آپ کے عہد میں ایمان لائے' ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر بھی آپ کے عہد میں مسلمان ہوئے اور ان کے پوتے ابوعتیق بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر بھی آپ کے عہد میں اسلام لائے۔ امام بخاری نے کہا: ابوعتیق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور وہ عبدالرحمان بن ابی بکر کے بیٹے ہیں۔

علامہ علی بن محمد الجزری ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں: صحابہ میں صرف چار شخص نسل بعد نسل مسلمان ہوئے اور انہوں نے شرف صحابیت پایا: حضرت ابوقحافہ' ان کے بیٹے حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور ان کے بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن ابوعتیق۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۲۴۔ رقم الحدیث: ۳۳۴۴) لہٰذا تمام صحابہ میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ خود بھی صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی ہیں' ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں اور ان کے پوتے بھی صحابی ہیں اور ان کی چار نسلوں میں صحابیت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس انسان (یعنی حضرت ابوبکر) نے کہا: بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: میں نے ہر اس کام کی طرف رجوع کیا جس کو تو پسند فرماتا ہے اور میں نے اپنے دل اور زبان سے تیری اطاعت کی۔ (الوسیط ج ۴ ص ۱۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دیگر مستند مفسرین نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بیان میں نازل ہوئی ہے:

(۱) علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' ان کے والد ابوقحافہ' ان کی والدہ ام الخیر اور ان کی اولاد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کی دعا کے مقبول ہونے کے بیان میں ہے اور مہاجرین اور انصار میں کوئی صحابی ایسا نہیں تھا جو خود بھی اسلام لایا ہو' اس کے والدین بھی اسلام لائے ہوں اور اس کے بیٹے اور بیٹیاں بھی اسلام لائے ہوں' ماسوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔

Marfat.com

(الکشاف ج ۴ ص ۳۰۷-۳۰۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۲) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ میں سے کسی کے لیے بھی یہ اتفاق نہیں ہوا کہ اس کے والدین بھی اسلام لائے ہوں اور اس کی تمام اولاد بھی اسلام لائی ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۳) علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے لکھا ہے کہ شام کے سفر میں حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور وہاں راہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا: یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور اللہ کی قسم! یہ نبی ہیں۔ اس وقت سے حضرت ابوبکر کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تھی' حتیٰ کہ اس واقعہ کے بیس سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا دیا گیا۔ (الیٰ قولہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے ماں باپ دونوں اسلام لائے اور حضرت ابوبکر کے سوا مہاجرین میں سے کسی کے ماں باپ دونوں اسلام نہیں لائے' اس آیت میں ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر نے دعا کی: اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو' ان کی یہ دعا قبول ہوئی' انہوں نے نو غلام آزاد کیے جن میں حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ بھی تھے اور ہر نیک کام میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی' صحیح حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے آج کون شخص روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں ہوں' آپ نے پوچھا: آج تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' آپ نے پوچھا: آج تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ اوصاف جمع ہوں گے وہ جنتی ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو خود بھی ایمان لایا ہو' اس کے ماں باپ بھی ایمان لائے ہوں اور اس کے تمام بیٹے اور بیٹیاں بھی ایمان لائی ہوں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۸۲-۱۸۱' ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۴) قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کے سوا مہاجرین اور انصار میں سے کوئی بھی ایسا صحابی نہیں ہے جو خود بھی اسلام لایا ہو اور اس کے ماں باپ بھی اسلام لائے ہوں۔

(تفسیر البیضاوی مع الکازرونی ج ۵ ص ۱۸۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حسب ذیل مفسرین نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

(۵) امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۶) امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۹۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

(۷) امام عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۳۷۶-۳۷۵' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

(٨) علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ٧١٠ ھ۔(مدارک علی ھامش الخازن ج ۴ ص ١٢٦' دارالکتب العربیہ' پشاور)

(٩) علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ٧٢٥ ھ۔(لباب التاویل ج ۴ ص ١٣١۔ ١٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(١٠) علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی متوفی ٧٢٨ ھ۔(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ٦ ص ١٢١' دارالمعرفۃ' بیروت' ١۴٠٩ ھ)

(١١) حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ ھ۔(جلالین ص ۵٠۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(١٢) شیخ سلیمان بن عمر الجمل المتوفی ١٢٠۴ ھ۔(الفتوحات الالٰہیہ ج ۴ ص ١٢٩' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(١٣) علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ١٢٢٣ ھ۔(تفسیر صاوی ج ۵ ص ١٩٣٧' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ)

(١۴) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ مہاجرین اور انصار میں سے حضرت ابوبکر کے سوا کوئی صحابی ایسا نہیں تھا جو خود بھی اسلام لایا ہو اور اس کے والدین بھی اسلام لائے ہوں۔ امام واحدی نے بیان کیا ہے کہ ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال تھی جب وہ تجارت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے۔ راہب نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے سائے میں آپ کے سوا کوئی نہیں بیٹھا' تب حضرت ابوبکر کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بیٹھ گئی اور وہ کبھی سفر اور حضر میں آپ سے جدا نہیں ہوئے اور جب حضرت ابوبکر کی عمر ٣٨ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴٠ سال تھی تو آپ کو نبی بنا دیا گیا۔

(روح المعانی جز ٢٦ ص ٣٠' دارالفکر' بیروت' ١۴١٧ ھ)

شام کے سفر کے متعلق حدیث ترمذی

مفسرین کی عبارات میں شام کے تجارتی سفر کا ذکر آیا ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب شام کی طرف گئے' ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے شیوخ تھے' جب وہ ایک راہب کے پاس پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنا سامانِ سفر کھول دیا' ان کے پاس وہ راہب آیا' اس سے پہلے وہ وہاں سے گزرتے تھے تو وہ راہب ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ ابھی وہ اپنا سامان کھول رہے تھے کہ وہ راہب ان کے درمیان آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ سید العٰلمین ہے' یہ رسول رب العٰلمین ہے' ان کو اللہ رحمۃ للعٰلمین بنا کر مبعوث فرمائے گا' قریش کے شیوخ نے راہب سے کہا: تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ راہب نے کہا: جب تم گھاٹی سے اترے تھے تو ہر پتھر اور درخت سجدہ میں گر گیا تھا اور وہ نبی کے علاوہ اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کے پٹھے کے نیچے سیب کی طرح ابھری ہوئی ہے' پھر وہ لوٹ گیا اور ان سب کے لیے کھانا بنا کر لایا' پھر جب وہ ان کے پاس پہنچا تو وہ اونٹوں کو چرا رہے تھے' اس نے کہا: ان کو بلاؤ' آپ آئے اور اس وقت بادل آپ کو سایہ کر رہا تھا جب آپ لوگوں کے پاس پہنچے تو سب لوگ درخت کے سائے میں پہلے ہی بیٹھ چکے تھے' جب آپ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف مڑ گیا' جب راہب لوگوں کے پاس کھڑا تھا تو وہ ان سے کہنے لگا: ان کو روم کی طرف نہ لے جانا' کیونکہ اگر رومیوں نے ان کو دیکھ لیا تو ان کی صفت سے ان کو پہچان کر قتل کر دیں گے' پھر اس نے دیکھا تو سات رومی ان کے سامنے آ گئے' اس نے کہا: تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم کو معلوم ہوا کہ وہ نبی اس مہینہ آنے والا ہے اور ہم نے ہر راستہ میں اس کی تلاش میں لوگوں کو مامور کر دیا ہے اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ وہ

Marfat.com

اس راستہ میں آنے والا ہے' راہب نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہتا ہو کیا اس کو کوئی شخص رد کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' پھر انہوں نے آپ کی بیعت کی اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے کہا: میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ ان کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ابوطالب ہیں' پھر وہ راہب ان سے باتیں کرتا رہا' حتیٰ کہ ابوطالب نے اس کو واپس بھیج دیا اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کو بھی بھیج دیا اور روٹی اور زیتون بہ طور زادِ راہ دی۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۴)

حدیث ترمذی پر علامہ ذہبی کی تنقید

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ حدیث سخت منکر ہے اور اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خریدا تھا اور اس وقت تو حضرت بلال پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور جب بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ درخت کا سایہ آپ کی طرف مڑ گیا ہو کیونکہ بادل کے سایے کی وجہ سے درخت کا سایہ معدوم ہو جاتا ہے جو اس کے نیچے تھا اور ہم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ابوطالب کو راہب کے قول کا حوالہ دیا ہو اور نہ کبھی قریش نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی قریش کے شیوخ نے اس کا ذکر کیا' حالانکہ راہب کے قول کو نقل کرنے کے لیے ان کے پاس بہت ذرائع تھے' اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ ان کے درمیان مشہور ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت کا احساس ہو جاتا اور پھر جب آپ کے پاس غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تھی تو وہ آپ کو اس قدر عجیب و غریب نہ معلوم ہوتی اور آپ حضرت خدیجہ کے پاس اس قدر گھبرائے ہوئے نہ آتے اور وحی نہ آنے پر اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ نہ کرتے' نیز اگر ابوطالب کو شام کے رومیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خطرہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حضرت خدیجہ کے تجارتی سفر کے لیے آپ کو شام کی طرف لے جاتے؟ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۸-۴۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بحیریٰ راہب کا واقعہ کتب سیرت میں

اس کے بعد علامہ ذہبی نے متعدد کتاب سیرت کے حوالوں سے اس واقعہ کا بیان کیا ہے اور اس واقعہ پر علامہ ذہبی کے مذکور الصدر اعتراضات وارد نہیں ہوتے' علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ''السیرۃ النبویہ'' میں کہا ہے کہ ابوطالب شام کی طرف تجارتی سفر میں گئے اور ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے اور اس وقت آپ کم عمر تھے' جب وہ لوگ مقام بصریٰ پر ٹھہرے تو بحیرا راہب اپنے گرجے میں گیا اور وہ نصرانیت کا بڑا عالم تھا' بحیرا نے ان لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا' ان لوگوں پر بادل سایہ کر رہا تھا' ابوطالب ایک درخت کے سائے میں ٹھہر گئے' بحیرا نے ان لوگوں کو کھانے کی دعوت دی اور کہا: آپ لوگ ہمارے مہمان ہیں' کھانے کے وقت قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کم عمر ہونے کی وجہ سے ساتھ نہیں لے گئے' بحیرا نے آپ کو بلوایا' بحیرا آپ کو غور سے دیکھتا رہا' اور تنہائی میں اس نے آپ سے کہا: میں تم کو لات اور عزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میں تم سے جو بھی سوال کروں تم اس کا جواب دینا' آپ نے اس سے فرمایا: تم مجھے لات اور عزیٰ کی قسم نہ دو' میں سب سے زیادہ ان سے بغض رکھتا ہوں' پھر اس نے آپ سے آپ کے احوال کے متعلق متعدد اشیاء پوچھیں اور اس کو آپ کی صفات کے متعلق جو علم تھا وہ اس کے موافق تھیں' پھر اس نے آپ کی مہر نبوت دیکھی' پھر اس نے ابوطالب سے پوچھا: ان کا تم سے کیا رشتہ ہے؟ ابوطالب نے کہا: وہ میرے بیٹے ہیں' اس نے کہا: ان کے باپ تو زندہ نہیں ہونے چاہئیں' تب ابوطالب نے کہا: وہ میرے بھتیجے ہیں' اس نے کہا: اب تم واپس چلے جاؤ اور یہودیوں سے

Marfat.com

ان کی حفاظت کرنا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۹۷۔۹۶ ملخصاً ٗ دار الکتب العلمیہ بیروت ٗ ۱۴۱۸ھ ٗ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۱ ص ۲۱۸۔ ۲۱۷ ٗ دار احیاء التراث العربی بیروت ٗ ۱۴۱۵ھ ٗ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۴۴۔۲۴۳ ٗ دار الفکر بیروت ٗ ۱۴۱۸ھ) (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۵۱۔۴۹ ٗ دار الفکر بیروت ٗ ۱۴۱۷ھ)

احسن اعمال پر ایک اشکال کا جواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک کاموں کو ہم قبول فرماتے ہیں ٗ اور جن کی لغزشوں سے ہم درگزر کرتے ہیں ٗ (یہ) جنتی لوگوں میں سے ہیں ٗ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھاO

اس آیت میں فرمایا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے احسن کاموں کو ہم قبول فرماتے ہیں اور احسن اسم تفضیل کا صیغہ ہے ٗ اس کا معنی ہے: زیادہ اچھے اور زیادہ نیک کام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے زیادہ اچھے اور زیادہ نیک کام مقبول ہوتے ہیں اور جو کام فی نفسہٖ اچھے اور نیک ہوں وہ قبول نہیں ہوتے ٗ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات احسن ٗ حسن کے معنی میں ہوتا ہے یعنی ان کے اچھے اور نیک کام مقبول ہوتے ہیں ٗ جیسا کہ مذکور ذیل آیت میں بھی احسن ٗ حسن کے معنی میں ہے:

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ . (الزمر: ۵۵) اور اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

اس آیت میں بھی احسن کا لفظ ہے اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے: جو سب سے اچھے احکام تمہاری طرف نازل کیے گئے ہیں ٗ حالانکہ اللہ کی طرف سے جو بھی احکام نازل کیے گئے ہیں وہ سب اچھے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں احسن کا معنی صحیح ہے۔ امام رازی نے فرمایا: اس آیت میں اسم تفضیل زیادتی کے معنی سے مجرد ہے جیسے ضرب المثل ہے: ''الناقص'' (ٹنڈا یا لنگڑا) اور ''اشج'' (جس کے سر پر چوٹ لگی ہو اس سے مراد عمر بن عبد العزیز ہیں) بنو مروان میں اعدل ہیں ٗ یعنی بنو مروان میں سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں ٗ حالانکہ بنو مروان میں عادل لوگ نہیں تھے سب ظالم تھے ٗ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل میں زیادتی کا معنی نہیں ہے اور اعدل کا لفظ عادل کے معنی میں ہے۔

الاحقاف: ۱۵ میں حضرت ابوبکر کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب

اس آیت پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں جمع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک کاموں کو ہم قبول فرماتے ہیں اور اس سے اشارہ پہلی آیت میں مذکور ''ووصینا الانسان'' کی طرف ہے ٗ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں انسان سے مراد عام مسلمان ہیں جو چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر یہ دعا کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنی ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے جو تو نے مجھ کو اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور میری اولاد کو بھی نیکی عطا فرما اور یہ آیت خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم قوی دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ آیت صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور کسی شخص پر یہ آیت صادق نہیں آتی اور اس کے بعد والی زیر تفسیر آیت میں جو جمع کے صیغے ہیں وہ اس کے منافی نہیں ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ بھی حضرت ابوبکر کی سیرت پر عمل کرتے یا کریں گے ہم ان کے نیک کاموں کو قبول فرمائیں گے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں گے۔

الٰہ العٰلمین! میرے بھی نیک کاموں کو قبول فرما اور میری لغزشوں سے درگزر فرما۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اُف ہے ٗ تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا

Marfat.com

جاؤں گا' حالانکہ مجھ سے پہلے بہت صدیاں گزر چکی ہیں' اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لیے ہلاکت ہو' ایمان لے آ' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی حجت پوری ہو چکی ہے' یہ جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یہ لوگ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O اور ہر فریق کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں اور ان کو ان کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو' پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O (الاحقاف: ۲۰۔۱۷)

الاحقاف: ۱۷ کے شانِ نزول میں مختلف روایات

اس سے پہلے الاحقاف: ۱۵ میں اس شخص کا ذکر فرمایا تھا جو اپنے ماں باپ کا فرماں بردار اور اطاعت گزار تھا اور اس آیت: ۱۷ میں اس شخص کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان اور سرکش تھا اور یہ آیت کس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ اس میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ہیں' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم ایمان لے آؤ! تو انہوں نے کہا: کیا آپ مجھے اس بات سے ڈراتے ہیں کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا اور مجھے میدانِ حشر میں لایا جائے گا؟ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۱۹۱)

(۲) حسن بصری نے کہا: یہ آیت ایک کافر اور فاجر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور میدانِ محشر میں جمع کیے جانے کا منکر تھا' وہ اپنے مسلمان ماں باپ سے کہتا تھا کہ تم مجھے حشر سے ڈراتے ہو' حالانکہ مجھ سے پہلے کتنی صدیاں گزر چکی ہیں اور کتنے لوگ مر چکے ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں اٹھایا گیا اور اگر مجھ کو بھی موت کے بعد اٹھایا جائے گا' جیسا کہ تم کہتے ہو تو مجھ سے پہلے جو لوگ مر چکے ہیں ان کو بھی اٹھایا جائے گا اور اس کے ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرے لیے ہلاکت اور بربادی ہو تو ایمان لے آ' تو اللہ کی وعید کی تصدیق کر اور یہ مان لے کہ تو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو ان کی قبروں سے نکالے گا' ان کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے۔ پھر وہ اللہ کا دشمن اپنے ماں باپ کی نصیحت کو رد کرتے ہوئے کہے گا کہ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ مجھے مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا' یہ محض پہلے لوگوں کی کہی ہوئی جھوٹی اور من گھڑت باتیں ہیں' انہوں نے ان باتوں کو لکھ لیا تھا اور تم تک یہ لکھی ہوئی باتیں پہنچ گئیں اور تم نے ان کی تصدیق کر دی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۱۹۲۔ جز ۲۶ ص ۲۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے فرمایا کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر سچے مسلمان تھے اور یہ آیت کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کی دلیل بعد والی آیت میں ہے:

الاحقاف: ۱۸ میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی حجت پوری ہو چکی ہے' یہ جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں' یہ لوگ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O

اس قول کی ترجیح کہ یہ آیت کافر کے متعلق نازل ہوئی

اللہ تعالیٰ نے الاحقاف: ۱۵ میں اس بیٹے کا ذکر فرمایا تھا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا تھا اور اس

Marfat.com

آیت میں اس بیٹے کا ذکر فرمایا ہے جو انتہائی سرکش اور ماں باپ کا اس قدر نافرمان تھا کہ جب اس کے ماں باپ نے اس کو دین حق کی دعوت دی اور قیامت اور حشر ونشر کو تسلیم کرنے کے لیے کہا تو اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور انتہائی رکیک شبہات کو قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے انکار پر پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا: یہ جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں' یہ لوگ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ایمان لائے اور انہوں نے اسلام میں بہت نیک کام کیے' لہٰذا یہ آیت جو ایک کافر اور منکر حشر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کو ان پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر کی سوانح

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبۃ تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عبد الرحمان رکھ دیا' انہوں نے اسلام لانے کو مؤخر کیا اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور اسلام میں بہت نیک کام کیے۔ ابو الفرج نے ''اغانی'' میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی کیونکہ یہ اس وقت کم عمر تھے اور فتح مکہ سے پہلے قریش کے چند جوانوں کے ساتھ ہجرت کی ان میں حضرت معاویہ بھی تھے اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ جنگ بدر میں یہ کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑے تھے' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ بہت بہادر تھے اور بہت ماہر تیر انداز تھے' جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور سات بڑے کافروں کو قتل کیا' جنگ جمل میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے متعلق ان سے مشورہ کیا اور کہا: یہ حضرت ابوبکر اور عمر کی سنت ہے' حضرت عبد الرحمان نے کہا: نہیں یہ ہرقل اور قیصر کی سنت ہے۔ جب ایک قیصر مر جاتا تو دوسرا قیصر اس کی جگہ تخت نشین ہوتا' اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے۔

مروان نے ان کے متعلق کہا تھا: یہ وہی ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ'' (الاحقاف: ۱۷) تو حضرت عائشہ نے پردے کی اوٹ سے اس کا سخت انکار کیا اور کہا: اگر میں چاہوں میں نام لے کر بتا سکتی ہوں کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ (دینار یا درہم) بھیجے مگر حضرت عبد الرحمٰن نے ان کو واپس کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا۔

پھر حضرت عبد الرحمان مکہ چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی' مکہ سے دس میل دور ایک مقام پر ان کی وفات ہوئی' یہ سوئے ہوئے تھے اور نیند میں ہی ان کو موت آ گئی' پھر ان کو مکہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو جب وہ حج کرنے کے لیے گئیں تو ان کی قبر پر کھڑے ہو کر روئیں' پھر کہا: اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو میں تم کو وہیں دفن کر دیتی جہاں تم کو موت آئی تھی اور تم پر نہ روتی۔ امام ابن سعد اور متعدد محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت عبد الرحمان ۵۳ھ میں فوت ہوئے تھے۔ یحییٰ بن بکیر نے کہا: ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ اور بھی کئی اقوال ہیں' ابو زرعہ دمشقی نے کہا: جس سال حضرت معاویہ یزید کی بیعت لینے کے لیے مدینہ میں آئے تھے اس سال فوت

Marfat.com

ہوئے تھے اور حضرت عائشہ اس کے ایک سال بعد ۵۹ھ میں فوت ہوئیں تھیں۔ امام ابن حبان نے کہا: حضرت عبدالرحمان ۵۸ھ میں فوت ہوئے۔ (الاصابۃ ج ۴ ص ۲۷۶ 'رقم الحدیث: ۵۱۶۷' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۶۲ 'رقم الحدیث: ۳۳۴۴' دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

نیکوکار اور بدکار کی پوری پوری جزاء

الاحقاف: ۱۹ میں فرمایا: اور ہر فریق کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں اور ان کو ان کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ذکر کیا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے مختلف درجات ہیں' سو جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ جس مرتبہ اور جس درجہ کی نیکی کرے گا اس کو اسی مرتبہ اور اسی درجہ کا آخرت میں اجر وثواب حاصل ہوگا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے پہلے دو آیتوں میں دو شخصوں کا ذکر فرمایا ہے ایک مومن ہے جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے اور ایک کافر ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہے اور دونوں کو آخرت میں اپنے اپنے اعمال کی جزاء ملے گی۔ بعض آثار میں وارد ہے کہ جنت میں درجات ہیں اور دوزخ میں درکات ہیں۔

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اہل دوزخ کے درجات نیچے کی جانب ہیں اور اہل جنت کے درجات اوپر کی جانب ہیں' اللہ تعالیٰ ہر فریق کو اس کے دنیا میں کیے ہوئے کاموں کا پورا پورا صلہ دے گا' نیک کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق عزت اور کرامت عطا فرمائے گا اور برے کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی وعید کے مطابق سزا دے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا' برے کام کرنے والے کو اسی کی برائی کے مطابق ہی سزا دے گا اور جو کام اس نے نہیں کیے اس کو ان کی سزا نہیں ملے گی اور نہ دوسروں کے گناہ اس پر لادے جائیں گے اور نہ نیکی کرنے والے کی نیکیوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۱۹۵)

الاحقاف: ۲۰ میں فرمایا: اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو' پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O

پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کے حصول کی اجازت

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس دن کفار دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن کفار کو دوزخ دکھائی جائے گی تاکہ وہ دوزخ کے ہولناک عذاب کو دیکھیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہاری پسندیدہ اور لذیذ چیزیں جو مقدر کی گئی تھیں تم ان کو دنیا میں لے چکے ہو اور جب تم دنیا میں اپنا حصہ پورا پورا لے چکے ہو تو آخرت میں تمہارے لیے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

امام رازی نے کہا ہے کہ نیک لوگ دنیا میں تقشف اور زہد کو اختیار کرتے ہیں تاکہ ان کا آخرت میں ثواب زیادہ کامل ہو' لیکن اس آیت میں مؤمنوں کے لیے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت نہیں ہے' کیونکہ یہ آیت کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کافروں کی مذمت کی ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے

Marfat.com

اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے تھے اور نہ اس کی طاعت اور عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے' رہا مؤمن تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے لہٰذا وہ اس زجر و توبیخ اور مذمت میں داخل نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ جس زینت کو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے اور پاکیزہ رزق کو اس کو کس نے حرام کیا ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زیب و زینت کی چیزوں اور پاکیزہ رزق اور لذیذ چیزوں کو استعمال کرنے اور انہیں کھانے اور پینے کی ترغیب دی ہے' البتہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آرام اور آسائش اور مرغوبات نفس سے احتراز کرنا افضل اور اولیٰ ہے کیونکہ انسان جب عیش و عشرت کا عادی ہو جاتا ہے تو اس پر ان چیزوں کا چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے اور اگر اس پر تنگی اور تنگ دستی کے ایام آ جائیں تو وہ ناشکری کے کلمات کہنے کے خطرہ میں ہوتا ہے اور عیش و عشرت میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اس خطرہ میں بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت اور عبادت سے غافل ہو جائے۔

آخرت کے ثواب میں اضافہ کی خاطر پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کا ترک کرنا اور زہد کو اختیار کرنا

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لذات اور عیش و عشرت کے حصول کی مذمت کی ہے اور اس بات پر کافروں کو ملامت کی ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ اور دیگر صالحین امت دنیا کے عیش و عشرت اور لذتوں سے کنارہ کش رہتے تھے اور تقشف اور زہد کو اختیار کرتے تھے تاکہ آخرت میں ان کا ثواب زیادہ کامل ہو۔

(الوسیط ج ۴ ص ۱۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زہد

حسب ذیل احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی دنیا کے عیش اور لذتوں سے اجتناب کی دلیل ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ان چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق نہیں ہے: اس کے رہنے کے لیے گھر ہو' اتنا کپڑا جو اس کی شرم گاہ چھپانے کے لیے کافی ہو' روٹی اور پانی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۶۲)

مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" (التکاثر: ۱) زیادہ کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال' میرا مال اور تمہارا مال صرف وہی ہے جس کو تم نے صدقہ کر کے روانہ کر دیا' یا جس کو تم نے کھا کر فنا کر دیا یا جس کو تم نے پہن کر پرانا کر دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۲' صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۳۴۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۶۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴)

حضرت محصن خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کو اٹھے کہ اس کی جگہ پُر امن ہو اور اس کا جسم عافیت سے ہو اور اس کو اس دن کی روزی میسر ہو تو گویا اس کے لیے تمام دنیا اکٹھی کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۴۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادی سونے کی بنا دے' میں نے کہا: نہیں' اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا

Marfat.com

رہوں گا' پھر جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو میں تیرا شکر کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۲)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے میرے لیے کھانا منگایا اور فرمایا: میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی پھر میں رونا چاہتی ہوں تو روتی ہوں' میں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حال یاد کرتی ہوں جس حال میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے تھے' اللہ کی قسم! آپ نے کبھی لگاتار دو دن روٹی اور گوشت سیر ہو کر نہیں کھایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۸' صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۳۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں خون بہایا اور میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہم صرف درخت کے پتے اور اس کی چھال کھاتے تھے اور ہم میں سے ہر شخص بکری کی طرح مینگنیاں کرتا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۲۸' صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۳۵۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان گر پڑتا تھا۔ (الحدیث) یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے تو بھوک کی شدت کی وجہ سے وہ نماز میں گر جاتے تھے' حتیٰ کہ اعرابی لوگ ان کو مجنون کہتے تھے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ان کی طرف مڑ کر فرماتے: اگر تم کو یہ پتا چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارا کتنا اجر ہے تو تم یہ ضرور چاہو گے کہ تمہارے فقر اور فاقہ میں اور زیادتی کی جائے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین کے ساتھ لگائے ہوئے تھا اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھے ہوئے تھا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر آپ کو پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر دکھائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہلا طعام ہے جس کو تمہارے باپ نے تین دن کے بعد کھایا ہے (اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا حیات چھلنی نہیں دیکھی نہ کبھی چھنے ہوئے

Marfat.com

آٹے کی روٹی کھائی (اس کی سند میں سلیمان بن رومان غیر معروف ہے' باقی تمام راوی ثقہ ہیں)۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٧١)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوئے) کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپ کے پاس ڈکار لی تو آپ نے فرمایا: اے ابو جحیفہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھاتے تھے (اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ٣٦٧٠-٣٦٦٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ میں دودھ اور شہد آیا' آپ نے فرمایا: تم ایک گھونٹ پی کر ایک پیالہ میں رکھ دو' مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے' میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دنیا کی زائد چیز کے متعلق سوال کرے' میں اللہ کے لیے تواضع کرتا ہوں اور جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اس کو سر بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عزوجل اس کو سرنگوں کرتا ہے اور جو میانہ روی کرے اللہ اس کو مستغنی کر دیتا ہے اور جو موت کو زیادہ یاد کرے اللہ اس سے محبت کرتا ہے (اس حدیث کی سند میں ایک راوی نعیم بن مورع عنبری ہے اس کی توثیق میں اختلاف ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں)۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٨٢٩٤)

صحابہ کرام کا زہد اختیار کرنا اور ترک زہد کی مذمت کرنا

امام عبد الرزاق' ابن عیینہ سے اور وہ مدینہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک شخص کو دیکھا وہ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھا' حضرت عمر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ گوشت ہے جس کو میں نے ایک درہم کا خریدا ہے' حضرت عمر نے کہا: تم میں سے ایک شخص گوشت کھانے کے شوق میں ایک درہم خرچ کر کے گوشت خریدتا ہے کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِىْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ　　تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو۔

(الاحقاف: ٢٠)

(تفسیر عبد الرزاق ج ٢ ص ١٧٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤١١ھ)

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے ان کے پاس کھانا لایا گیا' انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے' وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا' اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے' پھر ہمارے لیے دنیا میں وسعت کی گئی جو وسعت کی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں جلدی سے دنیا میں ہی دے دیا گیا ہے' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رونے لگے اور کھانے کو چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٢٧٥' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٧٠١٨' دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٩٩' شرح السنۃ رقم الحدیث: ٣٩٧٩)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے خوب صورت لباس پہنوں' لیکن میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو آخرت کے لیے باقی رکھتا ہوں اور جب حضرت عمر ملک شام میں گئے تو ان کے لیے ایسا لذیذ کھانا تیار کیا گیا کہ اس سے پہلے اتنا لذیذ کھانا دیکھا نہیں گیا تھا' حضرت عمر نے کہا: یہ کھانا ہمارے لیے ہے تو ان فقراء مسلمین کے لیے کیا تھا جو اس حال میں فوت ہو گئے کہ انہوں نے کبھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں

Marfat.com

کھائی؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے لیے جنت ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' حضرت عمر کہنے لگے: کاش! ہمارے لیے دنیا کا حصہ چند لکڑیاں ہوتیں' وہ فقراء مسلمین اپنے حصے میں جنت لے گئے اور ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے' اور ''صحیح مسلم'' وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' آپ اس وقت اپنے مچان میں تھے' جب آپ اپنی ازواج سے الگ تھے' حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے ایک کچی کھال نظر آئی جس کی بو متغیر ہو چکی تھی' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب سے بہتر ہیں اور یہ قیصر اور کسریٰ ہیں جو ریشم کا لباس پہنتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم کو (اپنے دین میں) شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسند کی چیزیں ان کی دنیا کی زندگی میں دے دی گئیں' میں نے کہا: میرے لیے استغفار کیجئے' آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو معاف کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩١٣' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٤٧٩)

حفص بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صبح کو کھانا کھا رہا تھا جس کھانے میں روٹی اور زیتون کا تیل تھا اور روٹی اور سرکہ تھا اور روٹی اور دودھ تھا اور روٹی اور سکھایا ہوا گوشت تھا اور تھوڑا سا تازہ گوشت تھا اور حضرت عمر فرما رہے تھے: آٹے کو چھانا نہ کرو کیونکہ وہ پورے کا پورا طعام ہے' پھر ان کے پاس ان چھانے آٹے کی سخت موٹی روٹی لائی گئی' حضرت عمر اس کو کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: کھاؤ' اور ہم نہیں کھا رہے تھے' فرمایا: تم کیوں نہیں کھاتے؟ ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! ہم یہاں سے واپس جا کر آپ کے کھانے سے زیادہ نرم روٹیاں کھائیں گے' آپ نے فرمایا: اے ابو العاص کے بیٹے! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر میں چاہوں تو ایک فربہ بکرے کو بھنواؤں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر میں چاہوں تو چار کلو یا آٹھ کلو منقیٰ منگواؤں اور ان کو ایک مشک پانی میں ڈال کر نبیذ بنواؤں؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ قیامت کے دن میری نیکیاں کم ہو جائیں گی تو میں خوش گوار زندگی میں تمہارا شریک ہو جاتا لیکن میں نے کچھ لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا ۚ تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو۔ (الاحقاف: ٢٠)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر والوں کو گوشت کی خواہش ہوئی تو میں نے ان کے لیے گوشت خریدا' پھر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا' آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اے جابر! تو میں نے ان کو خبر دی' آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے جب بھی کسی کو خواہش ہو تو وہ گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے' کیا تم کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم اس آیت کا مصداق بن جاؤ: ''اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ'' (الاحقاف: ٢٠)۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا: یہ حضرت عمر کا حضرت جابر پر عتاب تھا کہ انہوں نے گوشت خریدنے کی وسعت کو اختیار کیا اور روٹی اور پانی کی سادہ غذا سے خروج کیا' کیونکہ جب انسان رزق حلال سے لذیذ اور پسندیدہ غذاؤں کو کھانے کی عادت بنالے اور پھر کبھی اس کو حلال رزق کی بجائے مشتبہ رزق ملے گا تو وہ اس سے بھی اپنی خواہش پوری کرے گا اور اگر پھر اس کو مشتبہ رزق کے بجائے حرام رزق ملے گا تو وہ اس سے بھی اپنی خواہش پوری کرے گا کیونکہ اس پر عادت اور نفس امارہ کا غلبہ ہو گا' اس لیے حضرت عمر نے ابتداء سے ہی اپنے آپ کو لذیذ اور پسندیدہ چیزوں سے دور رکھا۔

اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ انسان کو جو چیز ملے وہ اس کو کھالے خواہ وہ لذیذ ہو یا نہ ہو اور لذیذ چیزوں کے حصول میں

Marfat.com

تکلف نہ کرے اور ان کو عادت نہ بنائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز مل جاتی تو اس کو سیر ہو کر کھا لیتے اور جب نہیں ملتی تو صبر کرتے اور جب آپ کو قدرت ہوتی تو میٹھی چیز کھاتے اور جب اتفاق سے شہد ملتا تو اس کو پی لیتے اور جب گوشت میسر ہوتا تو اس کو کھا لیتے اور ان کو کھانے کی عادت نہ بناتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت معلوم ہے اور صحابہ کا طریقہ منقول ہے اور آج لوگوں پر حرام خوری کا غلبہ ہے اور اس سے چھٹکارا مشکل ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات عطا فرمائے۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی لذیذ اور پسندیدہ حلال چیزوں کو حاصل کرنا مذموم نہیں ہے' مذموم یہ ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا جائے اور یہ قول بہت عمدہ ہے' کیونکہ حلال اور طیب چیز کے حصول اور اس سے نفع اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے لیکن بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور ان کا شکر ادا نہ کرے تو اس کی مذمت فرمائی ہے یا حلال چیزوں کے بجائے حرام چیزوں سے فائدہ اٹھائے تو اس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۸۸۔ ۱۸۷ ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ

اور (اے رسول مکرم!) عاد کے ہم قبیلہ (ہود) کو یاد کیجئے' جب انہوں نے اپنی قوم کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ان

بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ

سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آنے والے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تم پر

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۲۱ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ

بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے O انہوں نے کہا: کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں' سو

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۲ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ

آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں O ہود نے کہا: اس کا علم تو صرف اللہ

عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۳

کے پاس ہے' میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہارے متعلق گمان کرتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو O

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ

پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے'

مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۴ ۙ

(نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا' یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے O

Marfat.com

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ

یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو برباد کردے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا'

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ

ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیںO اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا

فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ

جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان' آنکھیں

وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ

اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آسکے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھےO

ركوع ۳

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) عاد کے ہم قبیلہ (ہود) کو یاد کیجئے' جب انہوں نے اپنی قوم کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ان سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آنے والے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہےO انہوں نے کہا: کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں' سو آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیںO (الاحقاف: ۲۲۔۲۱)

کفار مکہ کو عبرت دلانے کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا حال سنانا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلائل قائم فرمائے تھے اور اہل مکہ چونکہ دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں میں کھوئے ہوئے تھے' اس لیے وہ ان دلائل میں غور وفکر کرنے سے اعراض کرتے تھے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو' پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھےO (الاحقاف: ۲۰) اور اسی طرح قوم عاد بھی بہت مال دار اور قوت اور طاقت والی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی نحوست کی وجہ سے ان پر عذاب نازل فرمایا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا قصہ بیان فرمایا تا کہ اہل مکہ اس سے عبرت حاصل کریں اور دنیا کے مال و دولت اور دنیا کی طاقت پر غرور اور تکبر کرنا چھوڑ دیں اور رشد و ہدایت کو طلب کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

Marfat.com

الاحقاف اور افک کا معنی

الاحقاف: ۲۱ میں فرمایا ہے: آپ قوم عاد کے بھائی کو یاد کیجئے' اس سے مراد ہے: قوم عاد کے نسبی بھائی' اس سے دینی بھائی مراد نہیں ہے اور وہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں' ان کا پورا نام ہے ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلو د بن عاد۔ اور قوم عاد' عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد ہیں۔

پھر اس آیت میں فرمایا ہے: جب انہوں نے اپنی قوم کو احقاف میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

الاحقاف قوم عاد کی ریگستانی بستیوں کا نام ہے۔ الاحقاف' حقف کی جمع ہے' ریت کا بلند اور ٹیڑھا ٹیلہ جو بلندی میں پہاڑ کی مثل معلوم ہوتا ہو' یہ جگہ عمان اور عدن کے درمیان سمندر کا ساحل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ یمن میں حضر موت کے پاس ایک وادی ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے تھے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

الاحقاف: ۲۲ میں فرمایا: انہوں نے کہا: کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں' سو آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں' اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔

اس آیت میں ایک لفظ ہے: ''لتافکنا'' اس کا مادہ افک ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو کسی چیز سے پھیرنا یا کسی پر تہمت لگانا' کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہم کو ہمارے بتوں کی عبادت سے پھیرنا اور باز رکھنا چاہتے ہیں یا ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہم پر یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ ہمارا ان بتوں کی عبادت کرنا باطل اور بے فائدہ ہے اور ہم پر کفر اور شرک کی تہمت لگا رہے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا: آپ ہم کو جس عذاب کی وعید سنا رہے ہیں' وہ عذاب لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہود نے کہا: اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں' جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہارے متعلق گمان رکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو○ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○ (الاحقاف: ۲۴۔ ۲۳)

قوم عاد کی جہالت کی وجوہ

جب حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا: آپ جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہیں وہ عذاب لے آئیں تو حضرت ہود علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ عذاب کس وقت آئے گا' اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' میں تم کو صرف وہی بات بتاتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی نہیں کی کہ تم پر یہ عذاب کس وقت آئے گا۔

نیز فرمایا: میں یہ گمان رکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو' حضرت ہود علیہ السلام کے اس قول کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) تم اس لیے جاہل ہو کہ تم کو یہ معلوم نہیں کہ رسول' اللہ سبحانہٗ سے صرف اسی چیز کا سوال کرتے ہیں جس چیز کے سوال کی انہیں اجازت ہوتی ہے' ان کو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

(۲) تم اس لیے جاہل ہو کہ تم اپنے کفر اور جہل پر اصرار کر رہے ہو اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ تمہاری جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تم پر عذاب آنے کا وقت آ پہنچا ہے۔

Marfat.com

(۳) اور یہ بھی تمہاری جہالت ہے کہ تم عذاب کے مطالبہ پر اصرار کر رہے ہو' ہر چند کہ تم پر میری رسالت کا صدق ظاہر نہیں ہوا' لیکن تم پر میرے دعویٰ رسالت کا کذب بھی تو ظاہر نہیں ہے' تو تمہارے نزدیک بھی یہ ممکن تو ہے کہ میں صادق ہوں اور میری پیشین گوئی کا پورا ہونا بھی ممکن ہے اور میری خبر کے مطابق تم پر عذاب کا آنا بھی ممکن ہے تو پھر تم اپنے آپ کو نزول عذاب کے خطرے میں ڈال رہے ہو یہ تمہاری جہالت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

الاحقاف: ۲۴ میں فرمایا: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○ (الاحقاف: ۲۴۔۲۳)

قوم عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ بہت دنوں سے قوم عاد پر بارش نہیں ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سیاہ بادل بھیجا' وہ ان کی وادی کی طرف سے آنے لگا وہ اس بادل کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے: یہ بادل ہم پر برسنے کے لیے آیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم میں بیٹھے ہوئے تھے' جب ایک گہرا بادل آیا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہم پر برسنے کے لیے آیا ہے' حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: نہیں' بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا' پھر انہوں نے اس عذاب کی حقیقت بیان کی' یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ اس بادل کے عذاب ہونے کا انہیں اس وقت پتا چلا جب زور سے آندھی چلنی شروع ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام ان کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور آندھی کی شدت سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے اونٹوں کے اوپر سے ان کے پالان گر گئے اور آندھی کے زور سے ان کے خیمے اور پالان ہوا میں ٹڈیوں کی طرح اڑنے لگے اور اُڑ اُڑ کر ان پر برسنے لگے اور آندھی کی شدت سے وہ خود اور ان کے مویشی زمین اور آسمان کے درمیان پرندوں کے پروں کی طرح اڑنے' پھر گرنے لگے' پھر وہ گھبرا کر اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے' آندھی کے زور نے ان کے دروازوں کو توڑ دیا اور ان کو اوندھا کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ریت سے ان کو ڈھانپ دیا' وہ سات راتیں اور آٹھ دن اسی طرح آندھی کے زور تلے دفن رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ان کے اوپر سے ریت کو ہٹا دیا اور ان کے مردہ اجسام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ان کے عذاب کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو برباد کر دے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا' ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان' آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آ سکے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے○ (الاحقاف: ۲۶۔۲۵)

قوم عاد پر عذاب کی تفصیل

یعنی قوم عاد کے ہر فرد کو اور ان کی تمام سواریوں' مویشیوں اور ان کے تمام مال و متاع کو اس آندھی نے تباہ و برباد کر دیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر کسی بادل کو دیکھتے تو آپ گھبرا کر کبھی باہر جاتے اور کبھی اندر آتے اور جب وہ بادل برس جاتا تو آپ سے گھبراہٹ دور ہو جاتی اور فرماتے: مجھے از خود پتا نہیں ہے' شاید کہ یہ

Marfat.com

بادل وہی ہو جیسا کہ قوم عاد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ (الاحقاف: ۲۴) پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۸ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۶ مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری باد صبا (مشرق سے چلنے والی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو باد دبور (مغرب سے چلنے والی ہوا) نے ہلاک کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۰ جامع المسانید والسنن مسند ابن عباس رقم الحدیث: ۳۱۷۵)

امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت ہود علیہ السلام اور مؤمنین میں سے جو ان کے اصحاب تھے وہ آندھی کے اس عذاب سے محفوظ رہے اور آندھی اپنے غیظ و غضب سے قوم عاد کو اٹھا اٹھا کر پٹک رہی تھی اور پتھروں سے ان کو کچل رہی تھی اور وہ ریت کے نیچے اس طرح دفن ہو گئے تھے کہ ان کے اجسام نہیں دکھائی دے رہے تھے صرف ان کے گھر دکھائی دے رہے تھے۔

آندھیوں کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آندھی اللہ تعالیٰ کی خوشی کے آثار سے ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی لاتی ہے تم آندھی کو برا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ حکم الٰہی کے تابع ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۸ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آندھی کو برا نہ کہو جب تم کوئی ناگوار چیز دیکھو تو کہو: اے اللہ! ہم تجھ سے اس آندھی کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور جو اس میں خیر ہے اس کا سوال کرتے ہیں اور جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور جو شر اس میں ہے اور جس شر کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۵۲ مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے کہ: اے اللہ! اس آندھی کو رحمت بنا دے اور اس کو عذاب نہ بنا اے اللہ! اس کو ریاح (خوشگوار ہوا) بنا دے اور اس کو ریح (ناگوار آندھی) نہ بنا حضرت ابن عباس نے فرمایا: قرآن مجید میں آندھی کے متعلق یہ آیتیں ہیں:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۙ (القمر: ۱۹) بے شک ہم نے ان پر (ان کے حق میں) منحوس دن میں تیز لگاتار چلنے والی آندھی بھیجی O

بدھ کی شام کو سخت سرد آندھی چلنی شروع ہوئی پھر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی یہ آندھی گھروں میں بند انسانوں کو ان کے گھر کے دروازے توڑ کر اٹھاتی اور انہیں زمین پر اس طرح پٹختی کہ ان کے سر دھڑ سے الگ ہو جاتے۔

Marfat.com

وَفِیۡ عَادٍ اِذۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الرِّیۡحَ الۡعَقِیۡمَ ۝ (الذاریات: ۴۱)
اور قوم عاد میں عبرت ہے' جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ۝

وَاَرۡسَلۡنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡہُ ۚ (الحجر: ۲۲)
اور ہم پانی سے بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں' پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پانی پلاتے ہیں۔

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ یُّرۡسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیۡقَکُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِہٖ (الروم: ۴۶)
اور اللہ کی بعض نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت سے چکھائے۔

حضرت ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر طور پر ''ریح'' کا لفظ ضرر پہنچانے والی آندھی کے لیے آیا ہے اور ''ریاح'' کا لفظ نفع پہنچانے والی اور برسانے والی ہواؤں کے لیے آیا ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے کہ: اے اللہ! تو اس آندھی کو ریاح بنا دے اور ریح نہ بنا۔

(مسند شافعی ص ۱۷۵۔ رقم الحدیث: ۵۰۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۵۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۵۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے ہمیں بادل دکھاتے' تو اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اگر وہ بادل چھٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع پہنچانے والا پانی بنا دے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۰' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ رقم الحدیث: ۲۴۶۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت میں رکھ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۰)

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آندھی آنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر گھبرا جاتے اور خوف زدہ ہو جاتے کہ کہیں آپ کی قوم پر بھی ایسا عذاب نہ آ جائے جیسا عذاب قوم عاد پر آیا تھا' حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اطمینان دلا چکا ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں آئے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡہِمۡ ؕ (الانفال: ۳۳)
اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان پر عذاب نازل فرمائے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے گھبرانے اور دعا کرنے کے واقعات اس آیت کے نزول سے پہلے کے ہیں۔

الاحقاف: ۲۶ میں ارشاد فرمایا: اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا' جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان' آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آ سکے' کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اہل مکہ کو یہ بتایا جائے کہ قوم عاد ان سے زیادہ قوت اور اقتدار والی تھی اور ان سے زیادہ مال اور دولت والی تھی' اس کے باوجود ان کی قوت اور طاقت اور مال و دولت ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی تو تم جو ان کے ہم پلہ نہیں ہو تو تم اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو؟ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں میں قوم عاد کا زیادہ مقتدر ہونا بیان فرمایا ہے:

Marfat.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ○ (مریم: ٧٤)

ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو سازو سامان اور شان و شوکت میں ان سے بہت بڑھ کر تھیں ○

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المؤمن: ٨٢)

کیا انہوں نے زمین میں سفر کر کے اپنے سے پہلی قوموں کا انجام نہیں دیکھا' جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی زیادہ تھے اور انہوں نے زمین میں بہت یادگاریں چھوڑی تھیں' سو ان کے کیے ہوئے کام ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے ○

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ان کے کان' آنکھیں اور دل بنائے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کو کان اس لیے دیئے تھے کہ وہ اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام کو سنیں اور ان کو آنکھیں اس لیے دی تھیں کہ وہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھیں اور ان نشانیوں سے صاحب نشان یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی قدرت پر استدلال کریں اور ان کو دل اس لیے دیا تھا کہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طلب پر استدلال کریں' لیکن انہوں نے اپنی ان تمام قوتوں کو دنیا کی رنگینیوں اور اس کی لذتوں اور عیش و عشرت کی طلب میں استعمال کیا اور ان کی یہ تمام قوتیں ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کام نہ آسکیں اور جس عذاب کا وہ یہ کہہ کر مذاق اڑاتے تھے کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ جب وہ عذاب آیا تو اس نے ان کا پوری طرح احاطہ کر لیا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

اور بے شک ہم نے تمہارے اردگرد کی بستیاں ہلاک کر دیں اور ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ حق کی

يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

طرف رجوع کریں ○ پس اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا' انہوں نے

قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا

ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ (معبود) تو ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا' اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے

يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ

تھے ○ اور (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو آپ سے بہ غور قرآن سنتے تھے

الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى

پس جب وہ (نبی کے پاس) پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: چپ ہو جاؤ' پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم

Marfat.com

قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ

کی طرف عذاب سے ڈراتے ہوئے واپس گئےO انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى

جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف

الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ

ہدایت دیتی ہے اور سیدھے راستہ کی طرفO اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام

وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ میں رکھے گاO

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ

اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے اور

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَ

اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیںO اور کیا

لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ

انہوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں

بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے پر (بھی) قادر ہے، کیوں نہیں وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا

قادر ہےO اور جس دن کافروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (ان سے کہا جائے گا:) کیا یہ برحق

بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! (اللہ) فرمائے گا: پس تم اس عذاب کو چکھو جس کا تم

Marfat.com

تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا

کفر کرتے تھے O سو (اے رسول!) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان کے لیے (طلب عذاب کی)

تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

جلدی نہ کریں' جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے' (اس وقت وہ گمان کریں گے) کہ

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

وہ دنیا میں صرف دن کی ایک گھڑی رہے تھے' (یہ قرآن کا) پیغام ہے' لہٰذا صرف نافرمان لوگوں کو ہی ہلاک کیا جائے گا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے تمہارے اردگرد کی بستیاں ہلاک کردیں اور ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ حق کی طرف رجوع کریں O پس اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا' انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی' بلکہ وہ (معبود) تو ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے تھے O (الاحقاف: ۲۸۔۲۷)

اہل مکہ کے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر کے ان کو عبرت دلانا

اردگرد کی بستیوں سے مراد ہے: یمن اور شام میں عاد اور ثمود کی بستیاں' جب کفار مکہ حجاز سے یمن اور شام کا سفر کرتے تھے تو ان کو ان تباہ شدہ بستیوں کے آثار نظر آتے تھے' اور عاد اور ثمود کی بستیوں کی ہلاکت کی خبریں ان تک صدیوں سے پہنچ رہیں تھیں اور گویا کہ ان کو تواتر سے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہ لانے اور رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ان پر ہولناک عذاب آیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ حق کی طرف رجوع کریں یعنی ان بستیوں میں رہنے والوں کے لیے ان کو ہلاک کرنے سے پہلے ہم نے طرح طرح کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ ایمان لے آئیں۔ الاحقاف: ۲۸ میں فرمایا: پس اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا' انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ (معبود) تو ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے تھے O

مشرکین کے لیے بتوں کی شفاعت کا باطل ہونا

اس آیت میں ''قربان'' کا لفظ ہے' ''قربان'' کا معنی ہے: ہر وہ مالی اور بدنی عبادت یا کسی جانور کا ذبیحہ جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ مشرکین یہ کہتے تھے:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (یونس: ۱۸) یہ بت اللہ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

نیز وہ کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (الزمر: ۳) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ (بت) ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ قیامت کے دن ان مشرکین کو اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لیے ان بتوں نے ان مشرکین کی مدد کیوں نہ کی' جن کی یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان

Marfat.com

بتوں کے لیے قربانی پیش کیا کرتے تھے بلکہ ان کے وہ خودساختہ معبود تو ان کے سامنے سے غائب ہو گئے۔
یا اس کا محمل یہ ہے کہ جب عاد اور ثمود پر اللہ کا عذاب آیا اس وقت ان بتوں نے ان کو اللہ کے عذاب سے کیوں نہ چھڑایا جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے بلکہ مدد کے وقت وہ ان کے سامنے سے غائب ہو گئے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے بتوں کا ان کی سفارش کرنا محال ہے اور مشرکین کے حق میں بتوں کی سفارش اس لیے نہیں ہو سکی کہ ان مشرکین نے ان بتوں کو اللہ کا شریک بنا کر اور عبادت میں ان کو اللہ کا شریک قرار دے کر جھوٹ بولا تھا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا تھا کہ وہ اس کے شرکاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو آپ سے بہ غور قرآن سنتے تھے' پس جب وہ نبی کے پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: چپ ہو جاؤ' پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف عذاب سے ڈراتے ہوئے واپس گئے O انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت دیتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف O اور ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ میں رکھے گا O اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے' اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں O (الاحقاف: ۳۲-۲۹)

قرآن سن کر جنات کے ایمان لانے سے اہل مکہ کو ملامت کرنا کہ وہ قرآن سن کر کیوں ایمان نہیں لاتے؟

اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا تھا: آپ اپنی قوم کو قوم عاد کا تذکرہ سنایئے تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ جب قوم عاد نے نافرمانی اور سرکشی کی اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور اللہ کی توحید پر ایمان نہیں لائی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھیوں کا عذاب مسلط کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ قصہ سنایئے جب ہم نے جنات کے ایک نفر (وفد یا جماعت) کو آپ کی طرف متوجہ کیا تاکہ وہ آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنیں اور وہ اپنے جہل پر متنبہ ہوں اور قرآن کریم سن کر اپنے کفر سے تائب ہوں' وہ پہلے اس چیز سے ناواقف تھے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ سبحانہ' کے رسول ہیں' اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زبان اور آپ کی جنس سے انسان اور بشر تھے' اس کے برخلاف جنات نہ آپ کے ہم زبان تھے اور نہ آپ کی جنس سے انسان اور بشر تھے تو جب وہ قرآن کریم سن کر آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لے آئے تو اہل مکہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ آپ سے قرآن مجید سن کر اس پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کا اقرار کریں۔

اس آیت میں ''نفر'' کا لفظ ہے' مشہور یہ ہے کہ اس کا اطلاق تین مردوں سے لے کر دس مردوں تک پر کیا جاتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس کا اطلاق دس سے زیادہ افراد پر بھی کیا جاتا ہے اور ''رھط'' اور ''نفر'' کا اطلاق چالیس افراد تک پر کیا جاتا ہے اور ''نفر'' کا لفظ انسانوں اور مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اس کا اطلاق جنات پر کیا گیا ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''فلما حضروہ'' اس کا معنی ہے: وہ قرآن مجید کی تلاوت پر حاضر ہوئے اگرچہ یہ اطلاق مجازی ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے موقع پر حاضر ہوئے۔

Marfat.com

اور انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ''خاموش رہو'' اس میں یہ تعلیم ہے کہ علم حاصل کرتے وقت خاموشی سے استاذ کی تقریر سننی چاہیے اور استاذ کی تقریر کے درمیان ایک دوسرے سے باتیں نہیں کرنی چاہیے اور آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سننے کے بعد وہ مختلف شہروں میں چلے گئے اور راستے میں ان کو جنات میں سے جو بھی ملتا اس کو وہ اللہ عزوجل کے غضب اور اس کے عذاب سے ڈراتے تھے۔

جنات کا یہ نفر یا وفد کون سے جنات پر مشتمل تھا؟ اس سلسلے میں زیادہ روایات یہ ہیں کہ یہ نصیبین کے جنات تھے اور یہ علاقہ شام کے قریب دیار بکر کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ نینوی کا علاقہ ہے اور یہ بھی دیار بکر ہے لیکن یہ علاقہ موصل کے قریب ہے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ جنات شیصان سے تھے اور جنات کی زیادہ تعداد ان ہی سے ہے اور ابلیس کا عام لشکر بھی یہی ہیں اور جس مقام پر یہ گئے تھے وہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر وادی نخلہ ہے (یعنی وہاں کھجوروں کا باغ ہے)۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۴۷۔۴۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اب ہم ان احادیث کا ذکر کر رہے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات کی ایک جماعت کے آنے اور آپ سے قرآن مجید سننے' اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے اور واپس جا کر دوسرے جنات کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا ذکر ہے۔

جنات کا نمازِ فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے' اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے' پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے' وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں' انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے' تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی نئی چیز ظہور میں آئی ہے' پھر وہ روانہ ہوئے اور انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ (الجن: ۲۔۱)

ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے ○ جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے' ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے ○

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلۡ اُوۡحِىَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ (الجن: ۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا اور کہا۔

اور آپ کی طرف جنات کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:

Marfat.com

۳۲۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۱۷۰۲۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۲۵۔ ۱۱۶۲۴' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۶۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۶۔ ۲۲۵)

لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابن مسعود بھی تھے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات ہوئی اس رات آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے یا نہیں؟

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا' لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا' یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا' ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری' جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غارِ حراء کی طرف سے آتے دیکھا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی' آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا' میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا' پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے۔ شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا۔ عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے' آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا' پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے جانوروں کی) خوراک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۷ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۴۱۴۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۳۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۲۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے' آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو' پھر آپ نے وضو کیا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

شعیب الارنوط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۳۔ رقم الحدیث: ۳۷۸۲ طبع جدید' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۷۸ طبع قدیم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے ملاقات کی رات میں حضرت ابن مسعود کے گرد ایک خط کھینچ دیا' اور فرمایا: تم اس جگہ سے کہیں نہ جانا' پھر آپ نے جنات کو اللہ عزوجل کی کتاب پڑھائی جب ابن مسعود نے مکھیوں کی طرح بھنبھناہٹ دیکھی تو انہوں نے دل میں کہا: گویا کہ یہی جنات ہیں اور نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ نبیذ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اس کے ساتھ وضو کیا۔

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں علی بن زید ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' اور اس کے باقی راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۷ ص ۳۶۷۔ رقم الحدیث: ۴۳۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۷۷' طبع قدیم)

عبد اللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے یہ بتایا گیا کہ جنات سے ملاقات کی رات آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: ہاں! ابن غیلان نے پوچھا: اس رات کیا ہوا تھا؟ حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا: اس جگہ سے نہ جانا' اور انہوں نے بتایا کہ سیاہ دھوئیں کی مثل ایک چیز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور حضرت ابن مسعود تین بار خوف زدہ ہوئے' صبح کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے پوچھا: کیا تم سو گئے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! اور اللہ کی قسم! میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ میں لوگوں کو مدد کے لیے بلاؤں حتیٰ کہ میں نے سنا' آپ اپنی لاٹھی سے ان کو ضرب لگا کر فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس خط سے باہر نکلتے تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تم کو اچک کر لے جاتے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے کوئی چیز دیکھی؟ میں نے کہا: میں نے سیاہ فام مردوں کو دیکھا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: وہ نصیبین کے جن تھے' انہوں نے مجھ سے ناشتہ کا سوال کیا تو میں نے ان کو ہر ہڈی' مینگنی اور لید دی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان کو اس سے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی ہڈی ان کے ہاتھ میں آئے گی تو اس میں پہلے کی طرح گوشت آ جائے گا' اسی طرح لید پر دانے آ جائیں گے' سو تم میں سے کوئی شخص ہڈی' لید اور گوبر سے استنجاء نہ کرے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۲۳۰)

لیلۃ الجن کی مختلف روایات میں تطبیق

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے' بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً انہیں تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی اور ان کے لیے وہ احکام شرعیہ بیان کیے جن کی انہیں ضرورت تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے خطاب فرما رہے تھے' اس اثناء میں حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ ''سنن بیہقی'' کی روایت میں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف تشریف لے

Marfat.com

گئے اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ ''مسند احمد'' کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کے سامنے سورۂ رحمٰن اوّل سے آخر تک پڑھی' صحابہ نے خاموش ہو کر آپ کی تلاوت سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے لیلۃ الجن میں جنات کے سامنے یہ سورت پڑھی تو وہ تمہاری بہ نسبت اچھی طرح اس کو لوٹا رہے تھے' میں جب بھی ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' (پس اے جن اور انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) تو وہ جواب میں کہتے: ''لا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد'' (اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے' سو تیرے لیے ہی حمد ہے)۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۱' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۷۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۷۳' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۲)

الاحقاف: ۳۰ میں فرمایا: انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت دیتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف O

جنات کے قول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہ

جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سن کر اپنی قوم کی طرف واپس جاتے ہوئے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے عظیم اور جلیل کتاب سے سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے' انہوں نے یہ نہیں کہا: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے' اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) وہ جنات یہودی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے اس لیے انہوں نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔

(۲) تورات یہود و نصاریٰ دونوں کے نزدیک متفق علیہ ہے' جب کہ یہودی ''انجیل'' کو نہیں مانتے تھے اور عیسائی ''انجیل'' کے علاوہ ''تورات'' کو بھی مانتے تھے۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ''تورات'' کے احکام پر عمل کریں۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ جنات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے متعلق نہیں سنا تھا' اس لیے انہوں نے صرف ''تورات'' کا ذکر کیا' مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت بہت مشہور تھی اور ان کی رسالت کا جنات سے مخفی ہونا بہت مستبعد ہے۔ اس لیے علامہ ابوحیان اندلسی نے کہا: حضرت ابن عباس سے اس روایت کی نقل صحیح نہیں ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے: یہ کتاب حق کی طرف ہدایت دیتی ہے' اس سے مراد اصول اور عقائد ہیں اور فرمایا: اور سیدھے راستے کی طرف اس سے مراد فروع اور احکامِ شرعیہ عملیہ ہیں۔

الاحقاف: ۳۱ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور دردناک عذاب سے تمہیں پناہ میں رکھے گا O

Marfat.com

کافر جب ایمان لے آئے تو آیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت ہوگی یا بعض گناہوں کی؟

اللہ کی طرف دعوت دینے والے سے ان کی مراد اللہ کا پیغام ہے یعنی اللہ کا پیغام مان لو اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو مان لو اور یہ کہ صرف وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے' یا اس سے مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: "یغفرلکم من ذنوبکم" اس پر یہ اشکال ہے کہ بہ ظاہر "من" تبعیضیہ ہے اور اس کا معنی ہے: اللہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے گا' حالانکہ ایمان لانے کے بعد زمانہ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اس اشکال کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت میں "من" زائدہ ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ فصیح و بلیغ کلام میں کوئی لفظ زائد نہیں ہوتا۔

(۲) اللہ ان بعض گناہوں کو بخش دے گا جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان کو نہیں بخشے گا' لیکن ابن المنیر نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کافر جب لوگوں کا مال لوٹے یا خون ریزی کرے اور حقوق العباد کو ضائع کرے تو اس کے اسلام لانے سے یہ گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' اس نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں' حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جس نے شرک کیا یا قتل ناحق کیا یا زنا کیا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا' قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ (الفرقان: ۶۸۔ ۶۹) اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں' کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی: سوا اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (الفرقان: ۷۰) الحدیث (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۰۱۳۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۵۴۱۷) خلاصہ یہ ہے کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو خواہ حقوق العباد سے ہو' تو پھر اصل اعتراض باقی رہا کہ ان جنات نے دوسرے جنات سے یہ کہا کہ تم اسلام لے آؤ تمہارے بعض گناہ بخش دیئے جائیں گے جب کہ کافر کے اسلام لانے سے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۳) انہوں نے دوسرے جنات سے یہ کہا کہ ایمان لانے سے تمہارے بعض گناہ بخشے جائیں گے اور یہ نہیں کہا کہ ایمان لانے سے تمہارے کل گناہ بخشے جائیں گے تاکہ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ ایمان لانے کے بعد کل گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یعنی ایمان لانے سے پہلے کے گناہ اور ایمان لانے کے بعد کے گناہ بھی' بلکہ یہ کہا کہ ایمان لانے سے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ایمان لانے کے بعد کے گناہ یا توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

آیا اطاعت گزار جنات کو ثواب ہوگا یا نہیں؟

نیز انہوں نے دوسرے جنات سے کہا: اور اللہ دردناک عذاب سے تمہیں پناہ میں رکھے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف ہیں اور کفر کی وجہ سے وہ بھی دائمی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں' اس آیت میں صرف یہ بتایا کہ وہ کفر کی وجہ سے دائمی عذاب کے مستحق ہیں اور یہ بتایا ہے کہ ایمان لانے سے ان کو دائمی عذاب سے نجات مل جائے گی۔ لیکن آیا ایمان لانے اور اطاعت کرنے کی وجہ سے ان کو ثواب بھی ہوگا یا نہیں؟ یہ نہیں بتایا لیکن جن آیات میں عمومی

Marfat.com

طور پر نیک اعمال کی جزا جنت بتائی ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو بھی نیک اعمال کی نیک جزا دی جائے' جیسے یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (الکہف: ۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے جنات الفردوس کی مہمانی ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کو نیک کاموں پر ثواب ہوگا اور بُرے کاموں پر عذاب ہوگا اور اس آیت میں صرف دوزخ کے عذاب سے نجات کا ذکر فرمایا ہے اور ثواب کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ مقام ان کو عذاب سے ڈرانے کا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جنات میں سے اطاعت گزاروں کو صرف دوزخ سے نجات ہوگی اور ان کو ثواب نہیں ہوگا اور ان سے صرف یہ کہا جائے گا: کہ تم مٹی ہو جاؤ سو وہ مٹی ہو جائیں گے اور یہ لیث بن ابی سلیم اور ایک جماعت کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہی مذہب منسوب ہے اور علامہ نسفی نے ''تیسیر'' میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جنات کے ثواب کے متعلق توقف کیا ہے کیونکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے صرف مغفرت کا اور عذاب سے پناہ میں رکھنے کا وعدہ کیا ہے اور جنت کی نعمتوں کا عطا فرمانا ایک الگ دلیل پر موقوف ہے۔

عمر بن عبد العزیز نے یہ کہا ہے کہ مؤمنین جن' جنت کے گرد ہوں گے جنت میں نہیں ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کو تسبیح اور ذکر کا الہام کیا جائے گا اور وہ اس سے لذت پائیں گے اور علامہ نووی نے ''صحیح مسلم'' کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جنات جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کی نعمتوں سے لذت پائیں گے اور کھائیں گے اور پئیں گے اور حسن بصری' مالک بن انس' ضحاک اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کا یہی مذہب ہے۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۵۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے یہ تمام مذاہب علامہ قرطبی کی ''الجامع لاحکام القرآن'' جز ۱۶ ص ۲۰۱ سے نقل کیے ہیں' س بحث میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ مؤمنین جن بھی جو اطاعت گزار ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور تفصیلی دلائل کے لیے ''تبیان القرآن'' ج ۳ ص ۶۵۷۔۶۵۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

الاحقاف: ۳۲ میں فرمایا: اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں O

اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی احادیث میں مثالیں

اس آیت کے مضمون پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے آپ کے پاس چند فرشتے آئے' انہوں نے آپس میں کہا: تمہارے اس پیغمبر کی ایک مثال ہے' تم وہ مثال بیان کرو۔ بعض نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں' بعض دوسرے فرشتوں نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے' پھر انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں عام دعوت دی اور ایک دعوت دینے والے کو بھیج دیا پس جس نے اس دعوت کو قبول کیا وہ اس گھر میں داخل ہوگا اور ان کے ساتھ اس دعوت سے کھائے گا اور جس نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا اور اس دعوت سے کھانا نہیں کھائے گا' پھر انہوں نے کہا: اس مثال کی وضاحت کرو تاکہ یہ اس کو سمجھیں' بعض فرشتوں نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے' پس انہوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پس جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

Marfat.com

کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان تفریق کر دی یعنی مسلمان اور کافر کو الگ الگ کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۸۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس دین کو دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس گیا اور کہا: اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں' پس بچو' بچو۔ قوم میں سے ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی پس وہ سکون سے اندھیرے میں آ گئے اور نجات پا گئے اور ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح کے وقت اپنی جگہ پہنچے' پس صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کیا اور سب کو ہلاک کر ڈالا' یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میرے دین کی پیروی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے دین کی تکذیب کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس سے اس کا اردگرد روشن ہو گیا تو پروانے اور حشرات الارض اس آگ پر آ آ کر گرنے لگے اور وہ ان کو روک رہا ہے اور وہ پروانے اس پر غالب آ کر اس آگ میں گر رہے ہیں' پھر میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے منع کر رہا ہوں اور تم زبردستی آگ میں گر رہے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۴، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

حضرت ربیعہ الجرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی (فرشتے) کو لایا گیا' پس آپ سے کہا گیا کہ آپ کی آنکھ کو سو جانا چاہیے اور آپ کے کان کو سننا چاہیے اور آپ کے دل کو غور کرنا چاہیے' آپ نے فرمایا: پھر میری آنکھ سو گئی اور میرے کان سنتے رہے اور میرا دل غور کرتا رہا' پھر مجھ سے کہا گیا: ایک سردار نے گھر بنایا اور اس میں دسترخوان بچھایا اور ایک دعوت دینے والے کو بھیج دیا' پس جس نے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کر لی' وہ گھر میں داخل ہو جائے گا اور دسترخوان سے کھائے گا اور اس کا سردار راضی ہو جائے گا اور جس نے دعوت دینے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہو گا اور دسترخوان سے نہیں کھا سکے گا' آپ نے فرمایا: پس سردار اللہ ہے اور دعوت دینے والے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا انہوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے پر (بھی) قادر ہے' کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے O اور جس دن کافروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' (ان سے کہا جائے گا:) کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! (اللہ) فرمائے گا: پس تم اس عذاب کو چکھو جس کا تم کفر کرتے تھے O (الاحقاف: ۳۴-۳۳)

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل

قرآن مجید کے تین اہم مقاصد ہیں: توحید' رسالت اور حشر یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنا' اس سے پہلی آیات میں توحید و رسالت کو ثابت فرمایا تھا اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ

Marfat.com

مرے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا بہت مشکل‘ دشوار اور عظیم کام ہے اور جو زیادہ مشکل اور زیادہ دشوار کام پر قادر ہو وہ اس سے کم مشکل اور کم دشوار کام پر بہ طریق اولیٰ قادر ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس جملہ پر ختم کیا: کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے‘ یعنی ہر ممکن پر قادر ہے اور انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے سو اللہ تعالیٰ مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

الاحقاف: ۳۴ میں فرمایا: اور جس دن کافروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا‘ (ان سے کہا جائے گا:) کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! اللہ فرمائے گا: پس تم اس عذاب کو چکھو جس کا تم کفر کرتے تھے O

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا میں کفار اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کا جو مذاق اڑاتے تھے اس پر ان کو زجر و توبیخ کی جائے‘ کفار کہتے تھے: ”وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ“ (الصّٰفّٰت: ۵۹) ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا‘ سو اب ان سے کہا جائے گا: اب بتاؤ یہ عذاب ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو (اے رسول!) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان کے لیے (طلبِ عذاب کی) جلدی نہ کریں‘ جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے‘ (اس وقت وہ گمان کریں گے) کہ وہ دنیا میں صرف دن کی ایک گھڑی رہے تھے‘ یہ (قرآن کا) پیغام ہے‘ لہٰذا صرف نافرمان لوگوں ہی کو ہلاک کیا جائے گا O (الاحقاف: ۳۵)

اولوا العزم کا معنی

الاحقاف: ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے اولی العزم (ہمت والے) رسولوں کا ذکر فرمایا ہے‘ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اولی العزم رسول کتنے ہیں اور کون کون ہیں؟ سب سے پہلے ہم اولی العزم کا معنی بیان کریں گے‘ پھر یہ بیان کریں گے کہ مفسرین نے اولی العزم رسولوں میں کن کن رسولوں کو شمار کیا ہے؟

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

عزم اور عزیمت کا معنی ہے: کسی کام کو کر گزرنے کے لیے دل کا پختہ ارادہ کر لینا‘ اس سے مراد وہ عمل ہے جس کے حسن‘ خوبی اور نیکی کی وجہ سے ہر شخص کو اسے کر گزرنے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیے یا اس کام کی عظمت کی وجہ سے اس کام کو انجام دینا اللہ کی طرف سے بندوں پر پختہ اور لازم کر دیا گیا ہو‘ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا O (طٰہٰ: ۱۱۵)　اور ہم نے اس سے پہلے ہی آدم کو پختہ حکم دے دیا تھا پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم نہیں پایا O

(المفردات ج ۲ ص ۴۳۴‘ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز‘ مکہ مکرمہ‘ ۱۴۱۸ھ)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ہم نے معصیت کے ارتکاب پر ان کا کوئی عزم نہیں پایا‘ اور یہ معنی مدح کے قریب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا معنی ہو: ہم نے ترکِ معصیت پر آپ کا عزم نہیں پایا‘ یا ہم نے غفلت سے احتراز اور حفاظت پر آپ کا عزم نہیں پایا‘ یا کیفیت اجتہاد میں احتیاط کرنے پر آپ کا عزم نہیں پایا‘ یہ تمام محامل اس صورت میں ہیں جب یہ کہیں کہ آپ سے اجتہادی خطاء واقع ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۰۶‘ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

کسی کام پر عزم کرنے کا یہ معنی ہے کہ اس کام کو کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا یا اس کام میں پوری کوشش اور جدوجہد کی‘ اولی

Marfat.com

العزم رسولوں کا معنی ہے: اللہ نے ان سے جس کام کو کرنے کا عہد لیا تھا اس کو کرنے کا انہوں نے عزم کیا اور یہ رسول حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ زمخشری نے کہا: یہ رسول اصحاب جدوجہد' ثابت قدم رہنے والے اور صبر کرنے والے ہیں اور یہ حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت ایوب' حضرت موسیٰ' حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (القاموس المحیط ص ۱۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

عزم کا معنی ہے: جس کام کو کرنے کا تمہارے دل نے پختہ ارادہ کرلیا اور تم نے اس کام کو کرنے کی اپنے دل میں گرہ باندھ لی۔ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے ابتدائی حصہ میں' حضرت عمر سے پوچھا: تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے حزم (احتیاط) پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے عزم پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۔۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ حضرت ابوبکر نے یہ احتیاط کی کہ کہیں ان کی آنکھ نہ کھلے اس لیے انہوں نے وتر پہلے پڑھے اور حضرت عمر کو تہجد پڑھنے کی اپنی قوت پر اعتماد تھا' اس لیے انہوں نے وتر کو مؤخر کیا اور بغیر احتیاط کے کسی عزم میں خیر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ." (محمد: ۲۱)

زجاج نے کہا: اس کا معنی ہے: جب امر مؤکد ہو جائے اور قتال لازم ہو جائے' حدیث میں ہے: "خیر الامور عوازمھا." (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۲۵' قدیم) یعنی جس چیز پر تمہاری رائے پختہ اور مؤکد ہو جائے اور تم اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور عزم کا معنی صبر کی طاقت ہے اور اولی العزم رسولوں کا معنی ہے: جن رسولوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور یہ حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور سیدنا حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۴۰۔۱۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' العنایۃ ج ۳ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اولوالعزم رسولوں کے مصادیق

اولی العزم رسولوں کا معنی بیان کرنے کے بعد اب ہم یہ بیان کرتے ہیں اولی العزم رسول کتنے ہیں اور کون کون ہیں؟

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے الاحقاف: ۳۵ کی تفسیر میں کہا: یہ رسول حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ہیں صلوات اللہ علیہم۔ (تفسیر امام عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے عطاء خراسانی سے روایت کیا ہے اولی العزم رسول یہ ہیں: حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلوٰت اللہ علیہم والتسلیمات۔ (رقم الحدیث: ۲۴۲۴۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اولی العزم رسول وہ ہیں جو بہت احتیاط کرنے والے ہوں' بہت جدوجہد اور صبر کرنے والے ہوں' ان کی رائے درست ہو' ان کی تعداد میں اختلاف ہے' ابن زید نے کہا: تمام رسول اولی العزم ہیں' اللہ تعالیٰ نے صرف اولی العزم ہی کو رسول بنایا ہے' علی بن مہدی الطبری کا بھی یہی مختار ہے اور آیت "اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" (الاحقاف: ۳۵) میں "مِنْ" تجنیس کے لیے ہے تبعیض کے لیے نہیں ہے اور بعض مفسرین نے کہا: حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام اولوالعزم ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ:

Marfat.com

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ (القلم: ۴۸)

سو آپ اپنے رب کے حکم سے صبر کیجئے اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے غم کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا۝

اور ابو منصور جمشاذی نے ابوبکر رازی سے اور انہوں نے ابو القاسم الحکیم سے نقل کیا ہے کہ اولوا العزم رسول اٹھارہ ہیں جن کا ذکر الانعام: ۸۶۔ ۸۲ میں ہے وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابراہیم (۲) حضرت اسحاق (۳) حضرت یعقوب (۴) حضرت نوح (۵) حضرت داؤد (۶) حضرت سلیمان (۷) حضرت ایوب (۸) حضرت یوسف (۹) حضرت موسیٰ (۱۰) حضرت ہارون (۱۱) حضرت زکریا (۱۲) حضرت یحییٰ (۱۳) حضرت عیسیٰ (۱۴) حضرت الیاس (۱۵) حضرت اسماعیل (۱۶) حضرت الیسع (۱۷) حضرت یونس اور (۱۸) حضرت لوط علیہم السلام' ان انبیاء علیہم السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الانعام: ۸۴) ہم اسی طرح محسنین کو جزاء دیتے ہیں۝

كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (الانعام: ۸۵) یہ سب صالح رسول ہیں۝

كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام: ۸۶) ہم نے ان سب رسولوں کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۝

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ (الانعام: ۹۰) ان تمام نبیوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے (یعنی ان کے تمام انفرادی محاسن اور کمالات کو اپنی سیرت میں جمع کر لیجئے)۔

ابو علی جبش مقری نے کہا: اولوا العزم بارہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شام میں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا اور ان کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میں تمہیں نافرمان بنی اسرائیل کی طرف بھیج رہا ہوں' ان پر یہ حکم دشوار ہوا تو ان کی طرف اللہ سبحانہٗ نے یہ وحی فرمائی کہ تم جس چیز کو چاہو اختیار کر لو اگر تم چاہو تو میں تم پر عذاب (مصائب) نازل کروں اور بنی اسرائیل کو نجات دے دوں اور اگر تم چاہو تو میں بنی اسرائیل پر اپنا عذاب بھیجوں' انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ان پر مصائب کو نازل کیا جائے اور بنی اسرائیل کو بچا لیا جائے سو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بچا لیا اور ان پر مصائب نازل کیے ان پر دنیاوی بادشاہ مسلّط کر دیئے' سو بعض نے ان کو آرے سے چیر ڈالا اور بعض کے چہرے اور باقی جسم کی کھال اتار لی اور بعض کو سولی پر چڑھا دیا اور بعض کو آگ میں جلا دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اولوا العزم رسول سات ہیں: حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت موسیٰ علیہم السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا ذکر ''الشعراء'' میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اولی العزم رسول پانچ ہیں جن پر شریعت (جدیدہ) نازل ہوئی: حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقاتل نے کہا: اولوا العزم چھ رسول ہیں: حضرت نوح علیہ السلام جن کو ان کی قوم نے اذیت پہنچائی حتیٰ کہ ان کی قوم ان کو اس قدر مارتی کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور انہوں نے اس اذیت رسانی پر صبر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے آگ میں جلائے جانے پر صبر کیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام جنہوں نے ذبح کیے جانے پر صبر کیا (صحیح یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ہم نے الصّٰفّٰت میں بیان کیا) اور حضرت یعقوب علیہ السلام جنہوں نے اپنے بیٹے کے گم ہونے

Marfat.com

پر صبر کیا اور بینائی کے جانے پر صبر کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام جنہوں نے کنویں میں ڈالے جانے پر صبر کیا اور قید میں ڈالے جانے پر صبر کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام جنہوں نے اپنی بیماری پر صبر کیا۔

حسن بصری نے کہا: اولوالعزم چار رسول ہیں: حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عزم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''اسلم'' اسلام لاؤ' تو انہوں نے کہا: ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' (البقرہ:۱۳۱) میں نے رب العلمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا' پھر ان کو ان کے مال' ان کی اولاد' ان کے وطن اور ان کی جان کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو وہ ہر آزمائش میں سچے اور پورے اترے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عزم یہ ہے کہ جب ان سے ان کی قوم نے کہا: ''اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ'' (الشعراء:۶۱) ہم کو پکڑ لیا جائے گا' تو انہوں نے فرمایا: ''كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ'' (الشعراء:۶۲) ہرگز نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب وہ عنقریب مجھے ہدایت دے گا' اور رہے حضرت داؤد علیہ السلام تو ان کا عزم یہ ہے کہ ان سے ایک خطا ہو گئی پھر ان کو اس پر تنبیہ کی گئی اور چالیس سال تک وہ اپنی خطا پر نادم رہے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ایک درخت اگ گیا اور وہ اس کے سائے میں بیٹھ گئے اور رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا عزم یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہیں رکھی اور کہا: یہ دنیا عبرت کی جگہ ہے تم یہاں پر تعمیر نہ کرو' تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا: آپ اس طرح صبر کیجئے جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔ (الاحقاف:۳۵) یعنی حضرت ابراہیم کی طرح آزمائش میں پورے اتریں اور حضرت موسیٰ کی طرح اللہ کی نصرت پر اعتماد رکھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح کثرت سے استغفار کریں اور حضرت عیسیٰ کی طرح دنیا سے بے رغبت رہیں۔

ابو العالیہ نے کہا: اولوالعزم رسول تین ہیں: حضرت نوح' حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے چوتھے ہیں' آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ بھی ان کی طرح صبر کریں۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۔ ۲۴ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اولوالعزم رسولوں پر سب سے زیادہ تفصیل سے ان ہی (علامہ ثعلبی) نے لکھا ہے اور بعد والوں نے ان کی خوشہ چینی کی ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ نے ان کی پوری تفسیر کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳) اور علامہ سید محمود آلوسی نے ان کی تفسیر کا اکثر حصہ اپنی تفسیر میں نقل کر دیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۵۴۔ ۵۳) امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ان کی تفسیر میں سے مقاتل' حسن بصری اور ابن زید کے اقوال نقل کیے' لیکن قائلین کی طرف نسبت نہیں کی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۱۔ ۳۰) علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے مقاتل اور ابن زید کا نام لیے بغیر ان کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۴۸۵۔ ۴۸۳)

الاحقاف: ۳۵ منسوخ ہے یا نہیں؟

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ قتال اور جہاد کی آیتوں سے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے' کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے لیے (طلب عذاب کی) جلدی نہ کریں' کیونکہ ان کے آخری عذاب کی مدت قیامت کا دن ہے۔

پھر فرمایا: جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے' جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے (اس وقت وہ گمان کریں گے) کہ وہ دنیا میں صرف دن کی ایک گھڑی رہے تھے۔

Marfat.com

یعنی قیامت کے ہولناک امور کو جب وہ دیکھیں گے تو ان کو دنیا میں اپنا قیام صرف ایک گھنٹہ کا معلوم ہوگا۔
اس کے بعد فرمایا: یہ (قرآن کا) پیغام ہے۔
اور فرمایا: لہٰذا صرف نافرمان لوگوں کو ہی ہلاک کیا جائے گا۔ یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے خود کو اللہ سبحانہٗ کی اطاعت سے باہر رکھا ہوا ہے۔

سورۃ الاحقاف کا خاتمہ

الحمد للہ رب العٰلمین! آج سات ربیع الاول ۱۴۲۵ھ/ اٹھائیس اپریل ۲۰۰۴ء بہ روز جمعرات کو سورۃ الاحقاف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ ۲۴ مارچ ۲۰۰۴ء کو اس سورت کی تفسیر شروع کی گئی تھی اس طرح ایک ماہ اور چار دن میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے باقی قرآن مجید کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں' اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائیں اور ہر خاص و عام کے نزدیک اس کو مقبول بنا دیں اور قیامت تک اس کو فیض آفریں رکھیں اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دیں' میری امی کی' میرے والد گرامی کی اور میری مغفرت فرما دیں' قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دیں' میں بھی ان کے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میرے قارئین کو' اس کتاب کے ناشر کو اور مجھ کو دنیا اور آخرت کے ناگہانی حوادث' مصائب اور عذاب سے محفوظ رکھے اور محض اپنے فضل سے ہماری مغفرت فرما دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۳ صفر ۱۴۲۵ھ/ ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

سورۂ محمد

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام محمد ہے' یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ قرآن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے' علاوہ ازیں اس سورت کی دوسری آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذکور ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ۙ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ○ (محمد: ۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے' اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی○

ہر چند کہ تین اور سورتوں میں بھی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مذکور ہے اور ان سورتوں کا نام محمد نہیں رکھا گیا کیونکہ ہم کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی۔ جن اور تین سورتوں میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مذکور ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ‌ۚ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (مستحق عبادت نہیں ہیں) صرف رسول ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ‌ؕ (الاحزاب: ۴۰)

اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن (وہ) اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں آخری رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ‌ؕ (الفتح: ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اس سورت کا نام سورۃ القتال بھی ہے کیونکہ اس سورت میں کفار کے ساتھ میدانِ جہاد میں قتال کے احکام اور ان کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الۡحَـرۡبُ اَوۡزَارَهَا ۛۚ ذٰ لِكَ ‌ؕ (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنوں پر وار کرو' حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کر لو (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو' حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے' یہی حکم ہے۔

سورۂ محمد کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے سورۂ محمد کے متعلق حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

Marfat.com

النحاس' ابن مردویہ اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۂ محمد کی ایک آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے اور ایک آیت بنوامیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں یہ آیت پڑھتے تھے: ''اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ '' (محمد:۱)۔

(الدر المنثور ج ۷ ص ۳۹۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن عطیہ اور حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور علامہ قرطبی نے ثعلبی' ضحاک اور ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے' یہ سورت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے' تعداد نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ہے: ۹۶ اور تعداد مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ہے: ۴۷ اور اس کی ۳۸ آیات ہیں۔

سورۂ محمد کی اغراض

☆ اس سورت میں زیادہ تر مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا گیا ہے اور جہاد کا ثواب بیان فرمایا ہے۔

☆ اس سورت کا افتتاح اس سے کیا گیا ہے کہ جن کافروں نے (لوگوں) کو اللہ کے راستہ سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد اور قتال میں مدد کرنے کی بشارت دی ہے۔

☆ اس سورت میں مجاہدوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور مشرکین کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

☆ اس سورت میں منافقین کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔

☆ جنت اور اس کی نعمتوں کو اور دوزخ اور اس کے عذاب کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

☆ منافقین کو دھمکایا ہے کہ ان کی ریشہ دوانیوں سے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مطلع فرمادے گا اور مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ منافقوں کی سازشوں کا شکار نہ ہو جائیں۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔

اے بار الٰہ! اس تفسیر میں مجھ سے وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو چیزیں غلط اور باطل ہوں ان کا رد کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمانا۔

آمین! یا رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

۸ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ/ ۲۹ اپریل ۲۰۰۴ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ / ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سورۃ محمد مدنی ہے — آیاتہا ٣٨ — رکوعاتہا ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورہ محمد مدنی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں اڑتیس آیات، چار رکوع ہیں

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَ

جن کافروں نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیاO اور جو لوگ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے

وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②

اور وہی ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دیO

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اس کی پیروی کی

اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

جو ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کو ان کے احوال بیان فرماتا ہےO

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ

(پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ اپنے

اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا

ہتھیار رکھ دے، یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو (از خود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے

بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ

ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں اللہ ان کے

معی ١٣

Marfat.com

أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا

اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا○ عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا○ اور ان کو جنت میں

لَهُمْ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

داخل کردے گا جس کی ان کو پہچان کرادی ہے○ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو

أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾

ثابت قدم رکھے گا○ اور کافروں کے لیے ہلاکت ہو' اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے○

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ أَفَلَمْ

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا○ کیا انہوں

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ

نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ

لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کے لیے ایسی بہت مثالیں ہیں○ اس کی وجہ یہ ہے کہ

مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿١١﴾ ع ۱۱/۵

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کافروں نے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے' اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی○ (محمد: ۲-۱)

اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار کے مصادیق

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: ان کافروں سے مراد اہل مکہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور انہوں نے خود اپنے آپ کو بھی دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکا اور دوسرے ان لوگوں کو بھی دین اسلام میں داخل ہونے سے روکا اور شدت سے منع کیا جو دین اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے اور ضحاک نے کہا: اس سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو عمرہ کے قصد سے بیت اللہ میں داخل ہونے سے حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو حدود حرم میں داخل ہونے نہیں دیا' یہ چھ ہجری کا واقعہ ہے اور بعد میں ایک صلح نامہ کے

Marfat.com

ذریعہ یہ طے پایا تھا کہ اس سال تو آپ اور آپ کے اصحاب عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال اس عمرہ کی قضاء کر لیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا' اس کی حسب ذیل تفسیریں کی گئیں ہیں:

(۱) کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے اور آپ کو قتل کرنے کی جو سازشیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کو ناکام کر دیا اور ان کی سازشوں کو خود ان کے اوپر الٹ دیا' یہ تمام سازشی کفار غزوۂ بدر میں مارے گئے اور قید کیے گئے۔

(۲) کفار اپنی دانست میں جو نیک کام کرتے تھے' بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے' غلام آزاد کرتے تھے' پڑوسیوں سے حسن سلوک کرتے تھے' مہمان نوازی کرتے تھے اور ایسی دوسری سماجی خدمت کرتے تھے لیکن چونکہ وہ اللہ سبحانہٗ کی توحید پر ایمان نہیں لائے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی ان تمام مزعومہ نیکیوں کو باطل کر دیا اور قیامت میں ان کو ان نیکیوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ بارہ کفار ہیں جنہوں نے بدر کے لشکر کفار کی خوراک کا ذمہ لیا تھا وہ یہ تھے: ابوجہل' الحارث بن ہشام' عتبہ' شیبہ (ربیعہ کے دو بیٹے)' ابی اور امیہ (خلف کے دو بیٹے) منبہ' نبیہ (حجاج کے دو بیٹے)' ابوالبختری بن ہشام' زمعۃ بن الاسود' حکیم بن حزام' الحارث بن عامر بن نوفل۔ ان کو اس کھانا کھلانے کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۹۱)

(۴) ان کے کفر پر اصرار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے ہدایت اور ایمان لانے کی توفیق کو سلب کر لیا۔

محمد: ۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔

ایمان لانے کے بعد سابقہ گناہوں کے مٹانے اور گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا کرنے کی تحقیق

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے: ان ایمان لانے والوں سے مراد انصار ہیں' جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی غم گساری کی اور ان کی مدد کی' ان کو رہنے کے لیے مکان دیئے اور مال سے ان کی مدد کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عموم ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے اور وہ اس کتاب پر بھی ایمان لائے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے انہوں نے جو گناہ کیے تھے اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کو مٹا دیا اور یہ جو فرمایا ہے: اور ان کے حال کی اصلاح کر دی' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے بدلہ میں ان کو نیکیاں عطا فرمائے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيۡهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝ (الفرقان: ۷۰۔۶۹)

(مشرک' زانی اور قاتل) کو قیامت کے دن دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت کے ساتھ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا' سوا اس شخص کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ان لوگوں کی برائیوں کو بھی اللہ نیکیوں سے بدل دے گا' اور اللہ بہت

Marfat.com

بخشنے والا' بے حد مہربان ہے○

ہر چند کہ اس آیت میں مشرک کے متعلق فرمایا ہے کہ جب وہ توبہ کر لے' ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا لیکن بعض مسلمانوں کے گناہوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا' حدیث میں ہے:

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا' اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا: اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا' اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کیے تھے' وہ ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور وہ دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا' پھر کہا جائے گا: اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی دے دو' تب وہ کہے گا: اے میرے رب! میرے تو اور بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں پر نہیں دیکھ رہا' حضرت ابوذر نے کہا: میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۷۵' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۶۹۔۱۷۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو! اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۷۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۸)

اسم محمد کی تشریح اور تحقیق

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور جو اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے۔

ہم نے اس سورت کے تعارف میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں چار جگہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے' آل عمران: ۱۴۴' الاحزاب: ۴۰' محمد: ۲ اور الفتح: ۲۹' سو ہم یہاں پر تفصیل کے ساتھ اسم محمد کی تشریح کرنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں' اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں' اللہ تعالیٰ میرے بعد حشر قائم کرے گا اور میں عاقب ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰)

اس حدیث کی شرح میں علامہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

نام محمد کے فضائل اور خصوصیات

علامہ ابی مالکی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اتنے ہی

Marfat.com

اسماء ہیں اور ساٹھ سے زیادہ اسماء کا انہوں نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

''محمد'' حمد سے ماخوذ ہے اور مفعّل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حمد کیا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اسم کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور کی نہیں کی اور آپ کو وہ محامد عطا کیے ہیں جو کسی اور کو عطاء نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو وہ چیزیں الہام کرے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کرے گا' جس شخص میں خصال محمودہ کامل ہوں اس کو محمد کہا جاتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ باب' تکثیر کے لیے ہے یعنی جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے وہ محمد ہے' ابن قتیبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا' جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا تھا۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

''محمد'' تحمید کا اسم مفعول ہے' اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف مبالغۃً نقل کیا گیا ہے' بہ کثرت خصال محمودہ کی بناء پر آپ کا نام محمد رکھا گیا ہے یا اس لیے کہ آپ کی بار بار حمد کی جاتی ہے یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بہت حمد کرے گا' اسی طرح ملائکہ' انبیاء اور اولیاء آپ کی حمد کریں گے' یا نیک فال کے لیے آپ کا نام محمد رکھا گیا' یا اس لیے کہ اوّلین اور آخرین آپ کی حمد کریں گے اور قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین آپ کی حمد کے جھنڈے تلے ہوں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کے دل میں یہ الہام کیا کہ وہ آپ کا نام ''محمد'' رکھیں۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں: احادیث میں آپ کے اسماء کے بیان میں ''محمد'' کو احمد پر مقدم کیا گیا ہے' کیونکہ ''محمد'' ''احمد'' سے زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور ہے' بلکہ ابونعیم نے روایت کیا کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نام محمد رکھا گیا اور کعب احبار نے روایت کیا ہے کہ عرش کے پائے پر' سات آسمانوں' جنت کے محلات اور بالا خانوں پر' حوروں کے سینوں پر' جنت کے درختوں پر اور درختوں کے پتوں پر' سدرۃ المنتہیٰ اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان ''محمد'' لکھا ہوا ہے' اس نام کو تمام ناموں پر فضیلت ہے' ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جو شخص تمہارا نام رکھے گا میں اس کو جہنم میں نہیں ڈالوں گا اور یہ بھی روایت ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہو گا میں اس کو آگ میں نہیں ڈالوں گا اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس دستر خوان پر محمد یا احمد نام کا شخص ہو گا میں اس گھر کو دن میں دو بار پاک کروں گا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ آپ کی نبوت کی علامات میں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام ''محمد'' نہیں رکھا گیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''لم نجعل له من قبل سميا'' ان سے پہلے ہم نے یہ نام نہیں رکھا' البتہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ کی ولادت کے زمانہ کے قریب آنے کی بشارت دی تو بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید ان میں سے کوئی وہ نبی ہو' لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس کو رسول بنانا ہے' زیادہ مشہور یہ ہے کہ پندرہ بچوں کا نام ''محمد'' رکھا گیا۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۶' نور محمد اصح المطابع' کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

آپ کا نام محمد ہونا آپ کے کمال مطلق ہونے کی دلیل ہے

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احمد تھے اور اس کے بعد محمد ہوئے' کیونکہ پہلی کتابوں میں آپ کا نام احمد تھا اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے اور آپ نے لوگوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' اسی طرح آپ

Marfat.com

آخرت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اس کے بعد شفاعت کریں گے اور آپ سے سن کر لوگ اللہ کی حمد کریں گے' آپ سورۃ الحمد' لواء حمد (حمد کے جھنڈے) اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں' کھانے' پینے' دعا اور سفر سے واپسی کے بعد آپ کے لیے حمد مشروع کی گئی ہے' آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے اور آپ کے لیے حمد کے تمام معانی اور اقسام جمع کیے گئے ہیں۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۵۵۵' لاہور)

حمد کسی حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علی الاطلاق حسن اور کمال ہیں' اگر آپ میں کسی وجہ یا کسی اعتبار سے کوئی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے کیونکہ نقص اور عیب کی مذمت ہوتی ہے' حمد نہیں ہوتی اور آپ کو کسی زید یا بکر نے محمد نہیں کہا' آپ کو اللہ تعالیٰ نے محمد کہا ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی نقص یا عیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو مطلقاً محمد کہنا صحیح نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ کا کلام غلط ہو سکتا ہے' نہ آپ میں کوئی نقص اور عیب ہو سکتا ہے۔ یہ بات مشرکین عرب کو بھی معلوم تھی' وہ آپ میں عیب نکالتے' پھر آپ کو محمد کہتے' انہیں خیال آیا کہ محمد کہہ دینے سے تو آپ سے ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے اس لیے وہ آپ کو مذمّم (مذمت کیا ہوا) کہنے لگے کہ مذمّم میں یہ عیب ہے اور مذمّم ایسا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: وہ مجھ میں عیب نہیں نکالتے کسی مذمّم میں عیب نکالتے ہیں' میں مذمّم نہیں' محمد ہوں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنھم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد.

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے سب و شتم کو کس طرح دُور کر دیا؟ وہ مذمّم کو بُرا کہتے ہیں اور مذمّم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

ایک دفعہ میں نے تقریر میں آپ کے مطلقاً حسن اور کمال ہونے میں آپ کے محمد ہونے سے استدلال کیا اور کہا کہ آپ کا محمد ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہ ہو' اس پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ بتلاؤ غیر کا محتاج ہونا حسن ہے یا عیب؟ اگر یہ حسن ہو تو تمام محاسن اور کمالات کا جامع اللہ تعالیٰ ہے پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے اور اگر یہ عیب ہو تو آپ میں یہ عیب ثابت ہو گیا کہ آپ اپنے غیر کے محتاج ہیں کیونکہ آپ بہرحال اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں' میں نے کہا: یہ آپ کے لیے کمال ہے اور اللہ کے لیے نقص ہے جیسے عبادت کمال ہے مگر یہ مخلوق کے لیے کمال ہے اللہ کے لیے عبادت کرنا نقص اور عیب ہے' بعض چیزیں حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہوتی اور بعض چیزیں قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہوتی ہیں' غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے اور حسن لغیرہ ہے' کیونکہ بندہ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مولیٰ کا محتاج ہونا آپ کا حسن اور کمال ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ازلاً ابداً محمد ہیں' سراہے ہوئے اور تعریف کیے ہوئے ہیں اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر ہوتی ہے' اس لیے آپ ہمیشہ سے حسن اور کمال ہیں' بلکہ تمام محاسن اور کمالات کی اصل ہیں' حسن اور کمال وہی ہے جو آپ میں ہے اور جو چیز آپ میں نہیں ہے وہ حسن ہے نہ کمال۔ باقی انبیاء اور رسل اپنی عظمت میں کسی خیر اور نیکی کے حصول کے تابع تھے یہاں معاملہ الٹ ہے' یہاں خیر اور نیکی اپنے خیر اور نیکی ہونے میں آپ کی طرف نسبت کے تابع ہے جس کو آپ نے کر لیا وہ خوب ہے اور جس سے آپ نے منع کر دیا وہ ناخوب ہے۔

Marfat.com

نام محمد وصف اور علمیت کا جامع ہے اور نداء یا محمد

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ اسم محمد کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

ویقال حمد فهو محمد كما يقال علم فهو معلم وهذا علم وصفة اجتمع فيه الامران في حقه صلى الله عليه وسلم.

کہا جاتا ہے: اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے جس طرح کہا جاتا ہے: اس نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے لہٰذا یہ (لفظ محمد) علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے حق میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔

(جلاء الافہام ص ۹۳' دار الکتاب الاسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

والوصفية فيهما لاتنافي العلمية وان معناهما مقصود.

محمد اور احمد میں وصفیت علَمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان دونوں معنوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

(جلاء الافہام ص ۹۳' دار الکتاب الاسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفي دون المعنى العلمي. (مرقات ج ۱ ص ۵۱' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

(جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا) تو اس سے لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علَمی (نام کے) معنی کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی ملا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۴)

لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو' لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہارِ محبت اور ذوق و شوق سے محض آپ کے نام کا نعرہ لگانا مقصود ہو تو یا محمد کہنا جائز ہے۔

امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں' اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطريق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله.

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے: یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد' یا رسول اللہ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۹' الحدیث المسلسل: ۷۳۸۷)

حافظ ابن کثیر' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يا محمداه.

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۶' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد. (الادب المفرد ص ۲۵۰' لائل پور)

عبد الرحمٰن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پیر سُن ہو گیا' ایک شخص نے کہا: اس کو یاد کرو' جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو' حضرت ابن عمر نے کہا: یا محمد۔

Marfat.com

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عظمتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں' ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے' وہ کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ آپ کو دنیا میں جو کچھ کہتا تھا وہی کہے گا' وہ کہے گا: یہ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' فرشتے کہیں گے: ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر (۷۰×۷۰) وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کے لیے اس کی قبر منور کر دی جائے گی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۱' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۸۶۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۱۷' الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: ۳۶۵' سنن بیہقی رقم الحدیث: ۵۶)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ میت کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' پھر پوچھتے ہیں: وہ شخص کون تھا جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' (الیٰ قولہ) پھر آسمان سے نداء کی جائے گی میرے بندے نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دو' الحدیث بطولہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۵۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۶۹)

دیکھئے! قبر میں نورانی فرشتے آتے ہیں تو قبر منور نہیں ہوتی' قبر والا' اللہ کا نام لیتا ہے' تب بھی قبر منور نہیں ہوتی' نہ قبر میں جنت کی کھڑکی کھلتی ہے' وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے پھر بھی قبر منور نہیں ہوتی' نہ جنت کی کھڑکی کھلتی ہے' وہ جب نام محمد لیتا ہے تو اس کی قبر منور ہو جاتی ہے اور جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے' اگر کوئی ان حدیثوں پر اعتراض کرے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ سے بڑھ جائے' اس کے دو جواب ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص ساری عمر صرف ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتا رہے اور ''محمد رسول اللہ'' نہ پڑھے تو وہ جنتی نہیں ہوگا اور اگر مرنے سے پہلے صرف ایک بار ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' پڑھ لے تو وہ جنتی ہو جائے گا' اس سے معلوم ہوا کہ جنت تو آپ کے نام سے ملتی ہے اور یہ سب کے نزدیک متفق علیہ اور مسلّم ہے۔

(۲) قبر اللہ کے نام سے ہی منور ہوتی ہے لیکن اللہ کے نزدیک اس کا نام لینا اس وقت مقبول ہوتا ہے جب اس کے نام کے ساتھ نام محمد لیا جائے' اسی طرح انسان ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے سے ہی جنتی ہوتا ہے لیکن اللہ سبحانہٗ کے نزدیک ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنا مقبول اس وقت ہوتا ہے جب ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

سو اسلام کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلتا ہے اور اسلام لانے کے بعد اگر کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کا دروازہ بھی آپ کے نام سے کھلتا ہے اور آپ کی قبر انور پر حاضری سے کھلتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ۶۴)

اور اگر یہ مسلمان اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر بیٹھتے تو یہ آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو ضرور یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا پاتے ○

Marfat.com

اور شب معراج جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کے دربان سے کہا کہ آسمان کا دروازہ کھول دو تو دروازہ نہیں کھلا' اس وقت دروازہ کھلا جب انہوں نے کہا: میرے ساتھ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کو بلایا گیا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳)

اسی طرح قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ کا دروازہ اسی وقت کھلے گا جب آپ شفاعت کریں گے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دوزانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے' حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں قیامت کے دن عرش کے نیچے سجدہ کروں گا' اللہ تعالیٰ اس دن مجھے اپنی حمد و ثناء کے چند کلمات کا الہام کرے گا' وہ کلمات مجھ سے پہلے کسی کو الہام نہیں فرمائے' پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے' آپ سوال کیجئے' آپ کو عطا کیا جائے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۴' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۸۶)

اسی طرح جنت کا دروازہ بھی آپ کے نام سے کھلے گا' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا خازن کہے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' وہ خازن کہے گا: مجھے آپ ہی کے نام سے جنت کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے' آپ سے پہلے میں کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھولوں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۷' رقم حدیث الباب: ۳۳۳' رقم المسلسل: ۴۷۸' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۲۰۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں دخول اسم محمد سے ہوتا ہے' توبہ اسی نام سے قبول ہوتی ہے' قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے' قبر میں جنت کی کھڑکی اسی نام سے کھلتی ہے' آسمان کے دروازے اسی نام سے کھلتے ہیں' شفاعتِ کبریٰ اسی نام سے ہوگی اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اس کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے حق ہے' اسی طرح اللہ لوگوں کو ان کے احوال بیان فرماتا ہے O سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو' حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کر لو (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے' یہی حکم ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو (از خود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں' اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا O (محمد: ۴۔۳)

محمد: ۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کو گم راہی پر برقرار رکھنا اور مؤمنوں کو ہدایت سے نوازنا اس لیے ہے کہ کافروں نے باطل کی اتباع کی اور مؤمنوں نے حق کی اتباع کی' باطل سے مراد شرک ہے اور حق سے مراد توحید' یا باطل سے مراد شیاطین اور کفار کے آباء و اجداد ہیں اور حق سے مراد انبیاء اور رسل ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان کی ہے' اسی طرح

Marfat.com

اللہ سبحانہ نیکیوں اور برائیوں اور مؤمنوں اور کافروں کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔
محمد: ۴ میں فرمایا: سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو۔

جن کافروں کے متعلق جہاد کا حکم ہے ان کا مصداق

جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں کو ممیز اور ممتاز کر دیا تو ان کو کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا: کفار سے مراد وہ مشرک ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ کفار سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے مخالف ہیں خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب ہوں' بہ شرطیکہ ان کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو' نہ وہ ذمی ہیں' الماوردی اور ابن العربی کا بھی یہی مختار ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۹۳' احکام القرآن ج ۴ ص ۱۲۹)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی گردنیں مارو' یہ نہیں فرمایا کہ ان کو قتل کرو' کیونکہ گردنیں مارنے میں شدت اور سختی کا مبالغہ ہے۔
پھر فرمایا: حتیٰ کہ جب تم ان کو خون بہا چکو یعنی جب تم ان کو بہ کثرت قتل کر چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کرلو' تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔
اس کے بعد فرمایا: (پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو بلا معاوضہ چھوڑ دو' یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو' حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے' یہی حکم ہے۔

کفار کا خون بہانے کے بعد ان کو گرفتار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل پانچ اقوال ہیں:
(۱) قتادہ' ضحاک' ابن جریج اور العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت بت پرستوں کے متعلق ہے' ان کو فدیہ لے کر چھوڑنا جائز ہے اور نہ ان پر احسان کر کے انہیں بلا معاوضہ چھوڑنا جائز ہے' ان کے نزدیک اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی ناسخ حسب ذیل آیتیں ہیں:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ. (التوبہ: ۵) — پس مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ. (الانفال: ۵۷) — پس اگر آپ کا میدانِ جنگ میں ان سے سامنا ہو تو ان لوگوں کو مار مار کر بھگا دیں جو ان کے پیچھے ہیں۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً. (التوبہ: ۳۶) — اور تمام مشرکین سے قتال اور جہاد کرو۔

بہ کثرت کوفیوں کا یہی قول ہے' عبدالکریم جوزی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کی طرف لکھا گیا کہ چند مشرکین کو قید کرلیا گیا ہے اور یہ لکھا گیا کہ انہوں نے اتنے اتنے فدیہ کی پیش کش کی ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ان کو قتل کردو' مشرکین میں سے ایک شخص کو قتل کرنا ان کے نزدیک اتنے اتنے فدیہ سے زیادہ بہتر ہے۔
(تفسیر عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۸۶۴)
(۲) امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب اور مجاہد اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ آیت تمام کفار کے متعلق ہے اور یہ آیت منسوخ ہے' انہوں نے کہا: جب مشرک کو قید کرلیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کہ اس پر احسان کر کے یا اس سے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا جائے اور مشرکین کی طرف اس کو واپس کر دیا جائے' البتہ قیدی عورتوں کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ عورتوں کو قتل

Marfat.com

کرنا جائز نہیں ہے' اور اس آیت کی ناسخ یہ آیت ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۔ پس مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

(التوبہ: ۵)

کیونکہ سورۂ توبہ آخر میں نازل ہوئی ہے' پس ہر مشرک کو قتل کرنا واجب ہے' سوا عورتوں اور بچوں کے کیونکہ حدیث میں ہے کہ عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۱)

اسی طرح جن اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے ان کو بھی قتل نہ کیا جائے' کیونکہ اگر ان مشرکین کو فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا گیا تو یہ خدشہ ہے کہ وہ پھر مسلمانوں سے جنگ کرنا شروع کر دیں گے۔ امام عبد الرزاق نے بھی اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ''**فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ**'' الانفال: ۵۷ اور التوبہ: ۵ سے منسوخ ہے۔

(تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۸۷۰)

(۳) ضحاک اور ثوری نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ ''**فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم**'' کے لیے ناسخ ہے' ابن المبارک نے از ابن جریج از عطا روایت کیا ہے کہ قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دیا جائے یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور کسی مشرک قیدی کو قتل نہ کیا جائے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد: ۴ میں فرمایا ہے۔ اشعث نے کہا کہ حسن بصری قیدی کے قتل کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور انہوں نے کہا کہ سربراہ مملکت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اس کے پاس قیدی آئیں تو وہ ان کو قتل کر دے' لیکن اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز کا اختیار ہے' یا ان کو بلا معاوضہ چھوڑ دے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے یا ان کو غلام بنا لے۔

(۴) سعید بن جبیر نے کہا: جب تک مشرکین کو اچھی طرح قتل کر کے ان کا خون نہ بہایا جائے اس وقت تک ان کو قید کرنا جائز نہیں ہے اور جب ان کو قید کر لیا جائے تو پھر سربراہِ مملکت جو مناسب سمجھے ان کے متعلق وہ فیصلہ کرے۔

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حسن' عطاء' امام مالک' امام شافعی' ثوری' اوزاعی' ابوعبید اور بہ کثرت علماء کا یہ مذہب ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور سربراہ مملکت کو ہر حال میں اختیار ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے تمام صورتوں پر عمل کیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث کو جنگ بدر میں قتل کر دیا تھا اور بدر کے باقی قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا تھا اور ثمامہ بن اثال پر احسان کر کے اس کو بلا معاوضہ چھوڑ دیا تھا جب کہ وہ آپ کی قید میں تھا اور حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک قیدی باندی لے کر اس کے بدلہ میں مشرکین کے قبضہ سے مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرفتار کر لیا اور ان پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دیا اور آپ نے ہوازن کے قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دیا اور یہ تمام واقعات احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں' سوۃ الانفال: ۶۷ کی تفسیر میں ہم نے ان تمام چیزوں کو باحوالہ بیان کیا ہے' النحاس نے کہا ہے کہ ان دونوں آیتوں پر عمل کیا گیا ہے اور یہ محکم ہیں منسوخ نہیں ہیں اور یہ بہترین قول ہے کیونکہ نسخ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے' پس جب ان دونوں آیتوں (التوبہ: ۵ اور محمد: ۴) پر عمل کرنا ممکن ہے تو پھر ان میں سے کسی ایک کو منسوخ قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب کفار سے مقابلہ ہوگا تو ہم کافروں کو قتل کریں گے اور جب کفار ہماری قید میں ہوں گے تو ہم انہیں قتل بھی کر سکتے ہیں اور فدیہ لے کر یا ان پر احسان کر کے ان کو آزاد بھی کر سکتے ہیں اور جس صورت میں مسلمانوں کا فائدہ ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے۔ یہ قول اہل مدینہ' امام شافعی اور ابوعبید

Marfat.com

سے منقول ہے اور امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور مشہور ان کا وہ قول ہے جس کو ہم نے پہلے نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۱۱۔۲۰۹ ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جہاد کا حکم کب ختم ہو گا؟

اس کے بعد فرمایا: حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے۔

مجاہد اور ابن جبیر نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم کفار کے خلاف اسی طرح جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو۔ اور حسن بصری نے کہا: حتیٰ کہ ہر یہودی' عیسائی اور ہر دین والا اسلام لے آئے اور بکری بھیڑیے کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ الفراء نے کہا: حتیٰ کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں اور کفر چلا جائے۔ کلبی نے کہا: حتیٰ کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اس وقت تک ان کو قید میں رکھو حتیٰ کہ کفار سے تمہاری جنگ ختم ہو جائے اور تمہارے دشمن اپنے ہتھیار رکھ دیں یا ان کو کھلی شکست ہو جائے یا تمہارا ان سے صلح کا معاہدہ ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا: اور اگر اللہ چاہتا تو (ازخود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق کے ذریعہ آزمائے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں' اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا○

اللہ تعالیٰ ان سے ازخود بدلہ لے لیتا' اس کا ایک محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بغیر جنگ کے ہلاک کر دیتا اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کا ایک لشکر بھیج کر ان کو ہلاک کر دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ تم کو آزمائے اور تم میں سے اطاعت گزاروں کو ظاہر کرے کہ کون جنگ کی مصیبتوں پر صبر کر کے اجر و ثواب کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے میدانِ جہاد میں شرکت کرتا ہے اور کون جنگ کی ہولناکیوں اور مصائب سے گھبرا کر جہاد میں شرکت سے گریز کرتا ہے۔

اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات

ہر چند کہ اسیرانِ جنگ کو غلام بنانا جائز ہے لیکن اسلام میں جنگی قیدیوں کے بارے میں دو صورتیں اور بھی ہیں' قرآن مجید میں ہے: "فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا" (محمد: ۴) "جب تم کافروں سے نبرد آزما ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ گرفتار ہوں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو' پھر یا تو ان پر محض احسان رکھ کر ان کو چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دو"۔

ائمہ ثلاثہ' امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس آیت کے مطابق قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور مال کے بدلہ میں یا جنگی قیدیوں سے تبادلہ میں ہر طرح چھوڑ دینا جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ آیت: "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ" (توبہ: ۵) "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" سے منسوخ ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی جنگی قیدیوں کو قیدیوں سے تبادلہ میں یا بلا معاوضہ چھوڑ دینا جائز ہے' اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس طرح یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: اگر جنگی قیدی اسلام قبول نہ کریں تو امیر چاہے تو ان کو قتل کر دے یا ان کو غلام بنا لے یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دے یہ حکم مشرکینِ عرب اور مرتدین کے ماسوا میں ہے اور قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا

Marfat.com

حرام ہے۔ امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فاما منا بعد واما فداء'' ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت ''فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم'' سے منسوخ ہے۔ (شرح مجمع) اسی طرح جنگ کے ختم ہونے کے بعد ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑنا بھی حرام ہے' البتہ جنگ کے اختتام سے پہلے مال کے بدلہ میں چھوڑنا جائز ہے' لیکن مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے۔ (درر وصدر الشریعۃ) امام محمد اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہی روایت زیادہ ظاہر ہے۔ (شمنی) (الدر مع الرد ج ۶ ص ۱۷۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ ''سیر کبیر'' میں لکھا ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلے میں چھوڑ دینا جائز ہے اور ان سے منقول دو روایتوں میں یہی زیادہ ظاہر روایت ہے اور ''فتح القدیر'' میں ہے کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور ''صحیح مسلم'' اور دیگر کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے دو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک مشرک کو چھوڑ دیا اور مکہ میں قید کیے جانے والے مسلمانوں کے بدلہ میں ایک عورت کو چھوڑ دیا' (علامہ شامی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ فدیہ لے کر قیدی چھوڑنا حرام ہے اس سے مراد مالی فدیہ ہے' جب کہ مال کی ضرورت نہ ہو اور ضرورت کے وقت مالی فدیہ کے عوض بھی جنگی قیدی چھوڑنا جائز ہے اور مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں چھوڑنا بھی جائز ہے۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۱۵۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ: ''فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم'' کا حکم جنگی قیدیوں سے متعلق نہیں ہے کیونکہ ان کو غلام بنانا بالاجماع جائز ہے' اس سے ثابت ہوا کہ یہ آیت ''فاما منا بعد واما فداء'' کے لیے ناسخ نہیں ہے۔ لہٰذا جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور قیدیوں سے تبادلہ میں رہا کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب

غلاموں کے بارے میں اسلام نے جو احکام دیئے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ واضح ہوگا کہ اسلام کی نظر میں انسان کو انسان کا غلام بنانا ایک ناپسندیدہ فعل ہے' چونکہ بعثت سے پہلے جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا ایک عام دستور تھا اور قیدیوں کے تبادلہ میں یا انہیں احساناً رہا کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے اسلام نے قیدیوں کے غلام بنانے کو اباحت کے درجہ میں جائز رکھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دو اور صورتیں بھی بیان کر دیں کہ مال کے بدلہ میں یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کر دیئے جائیں یا بطور احسان بلا معاوضہ جنگی قیدی چھوڑ دیئے جائیں۔ اس سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنایا ہو تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ کافر ملک کے جنگی قیدیوں کو غلام بنالیں کیونکہ ''وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (الشوریٰ: ۴۰) ''اور برائی کا بدلہ تو اسی کی مثل برائی ہے''' اور اگر کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام نہ بنایا ہو' بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو قید کر رکھا ہو اور ان کی رہائی کے عوض وہ اپنے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو تبادلہ میں جنگی قیدی چھوڑ دینے چاہئیں اور اگر کافروں نے ہمارے قیدیوں کو تبرعاً بلا معاوضہ چھوڑ دیا ہو تو ان کی بہ نسبت مکارم اخلاق سے متصف ہونے کے ہم زیادہ لائق ہیں۔ اس لیے ایسے موقع پر ہمیں بھی ان کے قیدیوں کو احساناً اور تبرعاً بلا معاوضہ چھوڑ دینا چاہیے' اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کی عام اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو ایک خاص ضرورت میں بوجہ مجبوری جائز کیا گیا ہے۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ''شرح صحیح مسلم' کتاب الجہاد'' (جلد خامس) میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات

پہلی چیز تو یہ ہے کہ جب کوئی جنگی قیدی غلام بن کر کسی مسلمان کے پاس رہے گا تو اس کو مسلمانوں کے مکارم اخلاق کو دیکھنے کا موقع ملے گا اور یہ محسوس کرے گا کہ قید خانہ کی ہولناک اذیتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا غلام بن کر رہنا کہیں بہتر ہے' کیونکہ اسلام نے غلاموں کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنے کے بعد غلامی کا صرف نام رہ جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط'' (النساء: ۳۶) ''ماں باپ' قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' رشتہ دار ہمسایوں' اجنبی ہمسایوں' رفقاء مجلس' مسافروں اور غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے' پس جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اس کو وہ چیز کھلائے جس کو وہ خود کھائے اور وہ کپڑے پہنائے جن کو وہ خود پہنے اور ان کو ان کی قوت برداشت سے زیادہ مکلف نہ کرے۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۹' کراچی) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے غلاموں کی اپنی اولاد کی طرح عزت اور توقیر کرو اور ان کو وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو' وہ پہناؤ جو خود پہنتے ہو' ان کی قوتِ برداشت سے زیادہ ان کو مکلف نہ کرو اگر ان کو کوئی مشکل کام سونپو تو اس میں ان کی مدد کرو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۴' کراچی) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے یا پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷' کراچی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے جاتے وقت نماز کے بعد اگر کسی کی فکر تھی تو وہ لونڈیوں اور غلاموں کی تھی' رفیق اعلیٰ سے وصال کے وقت جو آخری کلمہ آپ کی زبان پر تھا وہ یہی تھا: ''الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۵' کراچی) ''نماز اور لونڈی' غلام''۔ کسی مسلم معاشرہ میں جب کوئی کافر غلام مسلمانوں کو ان احکام پر عمل کرتے ہوئے دیکھے گا تو وہ یقیناً اسلام سے متاثر ہوگا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ لوگوں کا اسلام سے دُور رہنا اور اسلام کو قبول نہ کرنا زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات اور اسلام کے احکام سے ناواقف ہوتے ہیں اور جب کسی کافر شخص کو غلام ہونے کی وجہ سے اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ مسلمانوں کے مثالی معاشرہ کا مطالعہ کرے گا اور اسلام کی حقانیت کے دلائل سے آگاہ ہو گا تو وہ اپنے کفر پر قائم نہ رہ سکے گا' یہی وجہ ہے کہ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بہ کثرت کافر غلام مسلمان ہو گئے اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور ترغیبات کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی شخص کو ہمیشہ اپنی غلامی میں نہیں رکھتا اور جلد یا بدیر اس کو بالآخر آزاد کر دیتا ہے۔

اس بحث کے تمام عنوانات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اسلام نے لونڈیوں اور غلاموں کو فروغ نہیں دیا' بلکہ اسلام نے ایسی ہدایات دی ہیں جن پر عمل کرنے سے بتدریج غلامی ختم ہو جاتی ہے اور فی الواقع دنیا میں اسی طرح ہوا' رہا جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے جواز کا معاملہ تو وہ اس زمانہ کے حالات کی وجہ سے تھا۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا لازم اور واجب نہیں ہے' بلکہ چار مباح صورتوں (جزیہ لے کر آزاد کرنا' بلا معاوضہ رہا کرنا' معاوضہ لے کر رہا کرنا اور غلام بنانا) میں سے ایک صورت ہے اور اب چونکہ تمام دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور اسلام باقی مذاہب کی بہ نسبت مکارمِ اخلاق اور حقوقِ انسانیت کا زیادہ محافظ ہے' اس لیے اب اسلام میں اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ جن حالات میں اسلام نے غلام بنانے کی اجازت دی تھی اب مہذب دنیا میں وہ حالات نہیں رہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا O اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا' جس کی ان کو پہچان کرادی ہے O اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا O (محمد: ۷۔۵)

شہداء اور صالحین کے لیے آخرت میں نعمتیں اور دخول جنت میں آسانیاں

محمد: ۴ کے آخر میں فرمایا تھا: اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں' اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اور اس آیت میں ان ہی کی فضیلت میں فرما رہا ہے: (اللہ) عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہدایت کی ضرورت تو دنیا میں ہوتی ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو چکا ہے وہ ہدایت یافتہ تھا تب ہی تو اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ہدایت دے گا یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ کے راستہ میں کافروں سے جہاد کے لیے نکلے ان میں سے جو قتل کر دیئے گئے ان کو تو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا اور جو باقی رہ گئے' ان کو اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا' اس کے دو محمل ہیں: (۱) ان کے مصائب اور ان کی پریشانیوں کو ان سے دور فرمائے گا (۲) ان سے جو گناہ سرزد ہو گئے ان کو معاف کر دے گا۔ اور اگر اس کا تعلق شہداء سے ہو تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو منکر اور نکیر کے جواب میں ہدایت پر رکھے گا اور قبر میں ان کے لیے آسانیاں اور راحتیں مہیا فرما دے گا۔

محمد: ۶ میں فرمایا: اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا جس کی ان کو پہچان کرادی ہے۔

اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں شہداء کو جنت کے راستہ کی ہدایت دے گا اور ان کو عزت اور کرامت کا لباس پہنائے گا اور فرمایا: جس کی ان کو پہچان کرادی ہے' ان شہداء میں سے ہر ایک جنت میں اپنے مقام کو اس طرح پہچاننے والا ہو گا' جس طرح جمعہ پڑھنے کے بعد نمازی جب زمین میں پھیل جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے ٹھکانے اور اپنے گھر کا پتا ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمنین دوزخ سے نجات پا جائیں گے' جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل ہے' اس پر ان کو روک لیا جائے گا' پھر دنیا میں ان میں سے بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہو گی اس کا ان سے بدلہ لیا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک اور صاف ہو جائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنے ٹھکانے کو دنیا میں اپنے ٹھکانے کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۳۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۵۷ طبع قدیم' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۷۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۹۲۰' عالم الکتب' بیروت' جامع المسانید والسنن مسند ابی سعید الخدری رقم الحدیث: ۸۰۹)

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی اس طرح پہچان کرا دے گا' وہ بغیر غور وفکر اور سوچ بچار کے جنت میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے جنت کے مقام کی ان کو اس طرح پہچان کرادی ہے کہ جب وہ جنت

Marfat.com

میں داخل ہوں گے تو ان نشانیوں کی وجہ سے جنت میں اپنے ٹھکانے کو پہچان لیں گے۔
ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے راستوں اور مقامات کی پہچان کرادے گا۔
محمد: ۷ میں فرمایا: اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گاO

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے طریقے اور اللہ کا ان کی مدد فرمانا

اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے کے حسب ذیل طریقے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت میں سعی اور جدوجہد کی جائے اور اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی جائے' انسان خود اللہ کے احکام پر عمل کرے اور اس کے خاندان اور اس کی ملازمت اور کاروبار میں جو لوگ اس کے ماتحت ہوں ان سے بھی اللہ کے احکام پر عمل کرائے۔

(۲) اللہ کے نیک بندوں' علماء دین' مبلغین اور اولیاء اللہ کی مدد کرے اور ان کے نیک مقاصد کی تکمیل میں ان کے ساتھ تعاون کرے۔

(۳) شیطان اللہ کا دشمن ہے وہ کفر کو پھیلانے اور فسق و فجور کو عام کرنے میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کفر کو مٹانا چاہتا ہے اور کفار کو ہلاک کرنا چاہتا ہے' سو جو مسلمان اللہ کی مدد کرنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس مطلوب کی تکمیل میں اپنی توانائیاں صرف کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا یعنی جب مومن اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادے گا' اس کو اس مہم میں ثابت قدم رکھے گا' اس کو ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے گا۔ میں بہت بیمار تھا مارچ: ۸۶ء میں میں نے ''شرح صحیح مسلم'' لکھنی شروع کی' میری کمر میں بہت درد رہتا تھا' مجھے شوگر' ہائی بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کی زیادتی کی بیماریاں لاحق تھیں' میں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ دین کی خدمت کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ میرے کام میں آسانیاں پیدا فرماتا رہا' اب عمر کا آخری دور ہے' اب شمسی تقویم کے لحاظ سے میری عمر سڑسٹھ سال ہو چکی ہے' بیماریوں کی وجہ سے کوئی توانائی کی چیز کھا نہیں سکتا' کمزوری بہت بڑھ گئی ہے' اب کام کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کی توقع پر مشکلات کے باوجود کام میں لگا رہتا ہوں' کیونکہ اس نے فرمایا ہے: اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا' سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس مشن میں ثابت قدم رکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کافروں کے لیے ہلاکت ہو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہےO اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیاO کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کے لیے ایسی بہت مثالیں ہیںO اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہےO (محمد: ۱۱۔۸)

''تعسًا لھم'' کے معانی

محمد: ۸ میں فرمایا ہے: ''تعسًا لھم'' اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج نے کہا: ان کافروں کے لیے دوری ہو (۲) سدی نے کہا: ان کے لیے غم ہو (۳) ابن زید نے کہا: ان کے لیے بدبختی ہو (۴) حسن بصری نے کہا: اللہ کا ان پر غضب ہو (۵) ثعلب نے کہا: ان کے لیے

Marfat.com

ہلاکت ہو(۶) ضحاک نے کہا: ان کے لیے ناکامی ہو(۷) نقاش نے کہا: ان کے لیے خرابی ہو(۸) ثعلب کا دوسرا قول ہے: ان کے لیے شر ہو(۹) ضحاک کا دوسرا قول ہے: ان کی ناک خاک آلود ہو(۱۰) ابوالعالیہ نے کہا: ان کی بدنصیبی ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ "التعس" کا معنی ہے: گرنا اور پھسلنا' ابن السکیت نے کہا: "التعس" کا معنی ہے: منہ کے بل گرنا اور "النکس" کا معنی ہے: سر کے بل گرنا اور "التعس" کا معنی ہلاکت بھی ہے اور الجوہری نے کہا: "التعس" کا معنی ہے: اوندھے منہ گرنا۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تعس عبد الدينار والدرهم والقطيفة والخميصة ان اعطی رضي وان لم يعطی لم يرض. (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۳۶)

درہم اور دینار اور مخملی چادر اور سیاہ نقشین چادر کے بندے ہلاک ہو گئے ان کو اگر کچھ مل جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا' کیونکہ وہ شیطان کی اطاعت میں عمل کرتے تھے۔

کفار کے اعمال ضائع کرنے کی وجہ

محمد: ۹ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

یعنی کافروں کو ہلاک اور نامراد کرنا اور ان کے اعمال کو ضائع کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور شریعتیں نازل کی تھیں وہ ان کو ناپسند کرتے تھے اور برا جانتے تھے' تو انہوں نے اپنی دانست میں جو بھی نیک کام کیے تھے مثلاً وہ لوگوں کو خیرات دیتے تھے' مہمان نوازی کرتے تھے اور حرم کی تعمیر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے ان تمام کاموں کو ضائع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

سابقہ امتوں پر عذاب کی کیفیت اور اس زمانہ کے کافروں کے عذاب کی کیفیت

محمد: ۱۰ میں فرمایا: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کے لیے ایسی بہت مثالیں ہیں O

اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی متاع دنیا کو ہلاک کر دیا' ان کے اموال' اولاد' ازواج اور ان کے اجسام تباہ اور برباد ہو گئے۔

اور کافروں کے لیے ایسی بہت مثالیں ہیں' یعنی جس طرح اہل مکہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا کفر کر رہے ہیں اور اسلام کا انکار کر رہے ہیں' اسی طرح سابقہ امتوں میں بھی کفار تھے جن پر انواع و اقسام کے عذاب آئے تھے' بعض پر زلزلے آئے' بعض پر سخت تند و تیز آندھیاں آئیں' بعض پر آگ برسی' بعض پر پتھر برسے اور بعض پر طوفان آیا۔ ان سابقہ امتوں پر آسمانی عذاب آئے تھے اور آپ کے زمانہ میں جو کفار تھے آپ کی رحمت کے سبب سے ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا' لیکن زمین میں ان پر ذلت اور رسوائی کا عذاب آیا' انہوں نے آپ کے ساتھ جو جنگیں لڑیں ان میں ان کو قتل کیا گیا اور وہ قید کیے گئے۔

محمد: ۱۱ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے O

قتادہ نے کہا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم احد کی کسی گھاٹی میں تھے' اس وقت کفار نے چیخ

Marfat.com

کر کہا: یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے' ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے' یعنی اللہ کی طرف سے ان کے لیے کوئی مدد نہیں آئے گی' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن (غزوۂ احد میں) ہمارا مشرکین سے مقابلہ ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک لشکر بٹھا دیا تھا اور ان پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم اس جگہ سے نہ ہٹنا' خواہ تم یہ دیکھو کہ ہم ان پر غالب ہو گئے ہیں تب بھی تم یہاں سے نہ ہلنا اور خواہ تم یہ دیکھو کہ وہ (مشرکین) ہم پر غالب ہو گئے ہیں' تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' اور ہماری مدد کے لیے نہ آنا' جب ہمارا مقابلہ ہوا تو کفار شکست کھا گئے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں دوڑ رہی تھیں اور انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے اپنا کپڑا اٹھایا ہوا تھا اور ان کی پازیب ظاہر ہو رہی تھی' تو جن تیر اندازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا تھا وہ کہنے لگے: مال غنیمت ہے' مال غنیمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا: تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً نصیحت فرمائی تھی کہ تمہیں یہاں سے ہٹنا نہیں' وہ نہیں مانے اور جیسے ہی انہوں نے انکار کیا' ان کے چہرے پھر گئے اور ستر مسلمان قتل کر دیئے گئے اور ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا: کیا قوم میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پھر کہا: کیا قوم میں ابن ابوقحافہ (حضرت ابوبکر) ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پھر کہا: کیا قوم میں خطاب کا بیٹا (حضرت عمر) ہے؟ پھر کہنے لگا: یہ سب قتل کر دیئے گئے' اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے' پھر حضرت عمر ضبط نہ کر سکے' انہوں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ رکھا ہے جو تجھے غم گین کریں گے' ابوسفیان نے کہا: ہبل بلند ہوا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو' مسلمانوں نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو' مسلمانوں نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ فرمایا: تم کہو: اللہ ہمارا مولا (مددگار) ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ (مددگار) نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ ایک ڈول ہے' عنقریب تم ایک مثلہ دیکھو گے نہ میں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ مجھے اس سے رنج ہوا ہے (مثلہ کا معنی ہے: جس کو قتل کر کے اس کے اعضاء کاٹ دیئے جائیں)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۰۴۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۶۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۷۹۴' عالم الکتب)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنگوں میں شکست ہونا اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی علامت ہے تو اگر جنگ بدر میں کفار کو شکست ہوئی تو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو جو عذاب کفار پر آیا تھا وہ عذاب مسلمانوں پر بھی آیا' اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وجہ سے شکست ہوئی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی' آپ نے فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے نہ ہٹنا' وہ مال غنیمت کو حاصل کرنے کے شوق میں وہاں سے ہٹ گئے تو انہوں نے جیتی ہوئی بازی ہار دی اور آج بھی مسلمانوں کی زبوں حالی اور کمزوری کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی اتباع سے منہ موڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت نے ان سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کا مدار آپ کی اتباع پر ہے اور بدر اور احد کی جنگوں میں ان کی واضح دلیل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' بے شک اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل

Marfat.com

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ

فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اور جن لوگوں نے کفر کیا

يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعٰمُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ وَكَأَيِّنْ مِّنْ

وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے O اور کتنی ہی بستیاں آپ

قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ ۚ أَهْلَكْنٰهُمْ

کی اس بستی سے زیادہ قوت والی تھیں جس (کے باشندوں) نے آپ کو وہاں سے نکالا' تو جب ہم نے ان کو ہلاک کر دیا

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ

تو ان کا کوئی مددگار نہ تھا O تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے

لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ

جس کے برے عمل کو اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی O جس جنت کا متقین

الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ

سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسے دودھ کے دریا ہیں

لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَأَنْهٰرٌ

جن کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسی شراب کے دریا ہیں جو پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ ہیں'

مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ

اور اس میں صاف ستھرے شہد کے دریا ہیں اور اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے رب کی مغفرت

مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خٰلِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ

ہے' کیا یہ (متقین) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا

أَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتّٰىٓ إِذَا خَرَجُوا مِنْ

جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا O اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو غور سے آپ کی بات سنتے ہیں حتیٰ کہ جب

Marfat.com

عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۚ اُولٰٓئِكَ

وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں

الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيۡنَ

پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی ہے O اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت

اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّاٰتٰهُمۡ تَقۡوٰٮهُمۡ ﴿۱۷﴾ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا

کو زیادہ کر دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرما دیا O یہ لوگ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے'

السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً ۚ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمۡ اِذَا

سو بے شک اس کی نشانیاں آ چکی ہیں' پس جب وہ (قیامت) ان کے پاس آ چکے گی تو ان کو نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں

جَآءَتۡهُمۡ ذِكۡرٰٮهُمۡ ﴿۱۸﴾ فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ

میسر ہو گا O پس آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجئے

وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ﴿۱۹﴾ ع

۲
ع ۸
۶

اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے اور اللہ تم سب لوگوں کی آمد و رفت اور آرام کی جگہ کو خوب جانتا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے بے شک اللہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے O اور کتنی ہی بستیاں آپ کی اس بستی سے زیادہ قوت والی تھیں جس کے باشندوں نے آپ کو وہاں سے نکالا تو جب ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان کا کوئی مددگار نہ تھا O تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے بُرے عمل کو اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی O (محمد: ۱۴۔۱۲)

دنیا کی نعمتوں سے استفادہ میں مومن اور کافر کی نیت اور عمل کا فرق

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں کی دنیا کے احوال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں ان کی آخرت کے احوال بیان فرما رہا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مؤمن آخرت میں جنت میں داخل ہو گا اور کافر آخرت میں دوزخ میں داخل ہو گا۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ کافر دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے تو مومن بھی تو دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی

Marfat.com

طرح کھا رہے ہیں یعنی جس طرح جانوروں کا مطمحِ نظر کھانے سے صرف کھانے کی لذت حاصل کرنا' پیٹ بھرنا اور اپنی نسل بڑھانا ہوتا ہے' اسی طرح کافروں کا بھی کھانے سے مقصود صرف لذت اندوزی اور افزائشِ نسل ہے' اس کے برخلاف مومن کا کھانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی توانائی حاصل کر سکے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کر سکے۔ نیز جس طرح جانور اپنے طعام کے حصول میں جائز اور ناجائز ذرائع' حلال اور حرام' پاک اور ناپاک چیزوں کا فرق نہیں کرتے' اسی طرح کفار بھی اپنے طعام اور مشروب میں ان امور کا لحاظ نہیں کرتے' اس کے برخلاف مومن حلال اور پاک چیز کھاتا ہے اور ان چیزوں کو کھاتا ہے اور اس طرح کھاتا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے اور جن چیزوں کو آپ کھاتے تھے اسی طرح دنیا کی باقی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا معاملہ ہے' مومن دنیا کی جس چیز سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے اس کے پیش نظر اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت ہوتی ہے اور کافر دنیا کی جس چیز سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے اس کے سامنے محض اپنے نفس کی اطاعت اور دنیا ہوتی ہے' سو دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں مومن اور کافر کی نیت اور عمل میں بہت فرق ہے۔

مشرکین کے ظلم وستم پر آپ کو تسلی دینا

محمد: ۱۳ میں فرمایا: اور کتنی بستیاں آپ کی اس بستی سے زیادہ قوت والی تھیں' جس کے باشندوں نے آپ کو وہاں سے نکالا تو جب ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

محمد: ۱۰ میں فرمایا تھا: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی آپ کی تسلی کے لیے فرمایا ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے اگر آپ کو آپ کے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو آپ اس پر صبر کریں' جس طرح سابقہ امتوں کے رسولوں نے کافروں کے مظالم پر صبر کیا تھا' ہم نے ان کی بستیوں سے زیادہ قوت والی بستیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اگر یہ لوگ بھی آپ پر ایمان نہ لائے تو یہ ہلاکت کے خطرہ میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر غار کی طرف گئے تو آپ نے مکہ کی طرف مڑ کر فرمایا: تو اللہ کے نزدیک سب سے محبوب شہر ہے اور میرے نزدیک بھی تو سب سے محبوب شہر ہے اور اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔ (الکشف والبیان للثعلبی ج ۹ ص ۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

محمد: ۱۴ میں فرمایا: تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے بُرے عمل کو اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی O

جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور دلیل سے مراد اللہ کی وحی ہے جو آپ پر لگاتار نازل ہو رہی تھی۔

جس کے بُرے عمل کو اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے' اس سے مراد ابوجہل اور دیگر کفار ہیں' اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' اس سے مراد ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور بتوں کو اپنا حاجت روا ماننا ہے اور اس قسم کی اور خرافات۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسے دودھ کے دریا ہیں جن کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا' اور اس میں ایسی شراب کے دریا ہیں جو پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ ہیں' اور اس میں صاف ستھرے شہد کے دریا ہیں' اور اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے رب کی مغفرت ہے' کیا یہ (متقین) ان

Marfat.com

لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا○ اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو غور سے آپ کی بات سنتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی ہے○ (محمد: ۱۶۔۱۵)

جنت میں انواع و اقسام کے مشروبات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اب اس جنت کی صفت بیان فرما رہا ہے جس کا متقین سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس جنت کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کے پانی کی بو متغیر نہیں ہوگی' جیسے دنیا کا پانی پڑے پڑے بدبودار ہو جاتا ہے' جنت کا پانی اس طرح نہیں ہوگا اور جنت کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جنت میں دودھ کے دریا ہوں گے اور اس کے دودھ کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا جیسے دنیا کے دودھ کا ذائقہ تبدیل ہو کر ترش ہو جاتا ہے اور جنت کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جنت کی شراب لذیذ ہوگی' دنیا کی شراب کی طرح نہیں ہوگی' جس طرح دنیا کی شراب بدذائقہ ہوتی ہے' جنت کی چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ اس میں صاف ستھرے نتھرے ہوئے شہد کے دریا ہوں گے' یعنی اس شہد میں موم کے ذرات ہوں گے نہ موم کے اثرات ہوں گے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک پانی کا دریا ہے' ایک شہد کا دریا ہے' ایک دودھ کا دریا ہے اور ایک شراب کا دریا ہے پھر اس سے اور دریا نکلتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۷۱' مسند احمد ج ۵ ص ۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان اور جیحان' اور فرات اور نیل جنت کے دریاؤں میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۹)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ سیحان اور جیحان' یہ ارمن کے شہروں میں ہیں اور یہ بہت بڑے دریا ہیں' اور نیل مصر میں ہے اور فرات عراق میں اور ان دریاؤں کے جنت میں ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصل جنت میں ہے۔

جنت میں دخول کے بعد مغفرت کے ذکر کی توجیہات

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے رب کی مغفرت ہے۔

اس سے پہلے مشروبات یعنی پینے کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اب ماکولات یعنی کھانے کی چیزوں کا ذکر فرمایا اور چونکہ جنت میں کسی کو بھوک اور پیاس نہیں لگے گی سب جنتی محض لذت کے لیے کھائیں گے' اس لیے کھانے کی چیزوں میں روٹی اور سالن کا ذکر نہیں فرمایا' بلکہ پھلوں کا ذکر فرمایا' کیونکہ پھلوں کو بھوک ختم ہونے کے بعد لذت کے لیے کھایا جاتا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہاں فرمایا ہے: اور ان کے رب کی مغفرت ہے' حالانکہ جنت میں دخول مغفرت کے بعد ہی ہوتا ہے تو جنت میں دخول اور جنت کی نعمتیں دینے کے بعد مغفرت کے ذکر کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: ان کو جنت میں پھل ملیں گے اور جنت میں دخول سے پہلے ان کو مغفرت مل چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت سے مراد رفع تکلیف ہے' یعنی اب وہ مکلف نہیں ہیں اور ان سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا سو وہ جنت کے مشروبات سے پئیں اور جنت کے پھلوں سے بے فکر ہو کر کھائیں ان سے کھانے پینے کا بلکہ جنت کی کسی بھی نعمت کا حساب نہیں ہوگا' اس کے

Marfat.com

برخلاف دنیا میں وہ جو کچھ کھاتے اور پیتے تھے اور دوسری نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے اس میں سے ہر چیز کا آخرت میں حساب ہونا تھا اور جنت میں کسی نعمت سے فائدہ اٹھانے کا حساب نہیں ہوگا اور اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا معنی ہے: ستر یعنی جب بندے کی مغفرت ہوتی ہے تو اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے' دنیا میں کھانے پینے کے بعد چند قبیح اور بُری چیزوں کا ظہور ہوتا ہے' مثلاً پیشاب اور پاخانہ آتا ہے' بدبودار ہوا خارج ہوتی ہے' بعض اوقات غذا ناموافق ہوتی ہے اور مختلف بیماریاں ہو جاتی ہیں' جنت میں کھانے پینے کے بعد ایسا کچھ نہیں ہوگا اور کھانے پینے کے یہ تمام قبیح اور بُرے عوارض مستور ہو جائیں گے' گویا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے لوازم کی مغفرت کر دی ہے اور دنیا میں کھانے پینے کے لوازم بہرحال پیش آتے ہیں' اس لیے فرمایا: جنت میں کھانے اور پینے کی لذیذ چیزیں اور ان کے لوازم کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت کر دی ہے۔

آخرت میں کفار کا عذاب

اس کے بعد فرمایا: کیا یہ (متقین) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ○

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کفار آخرت میں مؤمنین کے ہر حال کے مخالف ہوں گے' مؤمنین جنت کے باغات' محلات اور عیش و آرام میں ہوں گے اور کفار دوزخ کی آگ میں جل رہے ہوں گے' مؤمنین کے پینے کے لیے طرح طرح کے انواع واقسام کے لذیذ مشروبات ہوں گے اور کفار کے لیے ایسا کھولتا ہوا پانی ہوگا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سننے میں منافقین کی کیفیت

محمد: ۱۶ میں فرمایا: اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو غور سے آپ کی بات سنتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی ہے ○

محمد: ۱۵ کے اخیر میں یہ بیان فرمایا تھا کہ کفار کا آخرت میں کیا حال ہوگا ان کو پینے کے لیے ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اس آیت: (محمد: ۱۶) میں یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں منافقین کے کیا کرتوت ہیں جن لوگوں کے لیے ان کے اعمال دنیا میں مزین کر دیئے گئے ہیں ان میں سے بعض کفار ہیں جو دنیا کی نعمتوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور اور مویشی کھاتے ہیں اور ان میں سے بعض منافقین ہیں جیسے عبد اللہ بن ابی ابن سلول' رفاعۃ بن التابوت' زید بن الصلت' حارث بن عمرو' مالک بن دخشم وغیرہم یہ لوگ جمعہ کے خطبہ میں حاضر ہوتے تھے اور خطبہ کو غور سے سنتے تھے اور جب آپ خطبہ میں منافقین کا ذکر فرماتے تو پھر خطبہ سننے سے اعراض کرتے اور جب مسجد سے باہر آتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا' یہ کلبی اور مقاتل کا قول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنتے' مسلمان آپ کے ارشادات کو یاد رکھتے تھے اور کفار یاد نہیں رکھتے تھے اور جب آپ کی مجلس سے اٹھتے تو اہل علم سے آپ کے ارشادات کے متعلق سوال کرتے تھے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا' عکرمہ نے کہا: اہل علم سے مراد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان اہل علم سے ہوں جن سے سوال کیا جاتا تھا' ایک روایت یہ ہے کہ اہل علم سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' قاسم سے روایت ہے کہ اس سے مراد حضرت

Marfat.com

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں اور ابن زید نے کہا: اس سے مراد عام صحابہ ہیں' اور وہ یہ کہتے تھے کہ ابھی آپ نے کیا فرمایا ہے' یہ استہزاء کہتے تھے یعنی ہم نے آپ کے قول کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ گویا آپ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی دو قسمیں تھیں' ایک وہ لوگ تھے جو آپ کے ارشادات کو سمجھتے تھے اور آپ کے ارشادات کو سن کر نفع اٹھاتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے' یہ مسلمان تھے اور دوسرے وہ تھے جو آپ کے ارشادات کو غفلت اور بے توجہی سے سنتے تھے اور ان پر عمل کر کے ان سے نفع نہیں اٹھاتے تھے اور یہ منافقین تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے۔ یعنی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے' پھر فرمایا: ان لوگوں نے (کفر میں) اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرما دیا O یہ لوگ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے' سو بے شک اس کی نشانیاں آ چکی ہیں' پس جب وہ (قیامت) ان کے پاس آ چکے گی تو ان کو نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں میسر ہوگا O پس آپ یاد رکھئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے اور اللہ تم سب لوگوں کی آمد و رفت اور آرام کی جگہ کو خوب جانتا ہے O (محمد: ۱۹۔۱۷)

ھادی' ہدایت اور تقویٰ کے مصداق کے متعلق متعدد اقاویل

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا' اس میں ہدایت دینے والے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ان میں زیادہ ہدایت کو پیدا کر دیا (۲) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو ہدایت پیدا کی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدایت کو جاری اور نافذ کر دیا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تلاوت کی سماعت نے ان کی ہدایت کو مزید مستحکم کر دیا (۴) منافقین کے اعراض کرنے اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے سے ان کی ہدایت پر گرفت اور مضبوط ہو گئی (۵) آیات ناسخہ کے نزول سے ان کی ہدایت زیادہ ہو گئی۔

ان کی جو ہدایت زیادہ ہوئی اس کے مصداق میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ان کا علم دین زیادہ ہو گیا (۲) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات توجہ اور غور سے سن کر علم حاصل کرتے اور علم کے تقاضوں پر عمل کرتے (۳) ان کی دین اسلام پر بصیرت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق زیادہ ہو گئی (۴) ان کا اپنے ایمان پر شرح صدر زیادہ ہو گیا۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور ان کو تقویٰ عطا فرما دیا' یعنی ان کو تقویٰ کا الہام کر دیا' اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خوف عطا فرما دیا (۲) ان کے تقویٰ کا آخرت میں ان کو ثواب عطا فرما دیا (۳) ان کو فرائض پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دی (۴) ان کو یہ الہام فرما دیا کہ وہ محرمات اور مکروہات کے ارتکاب سے اور فرائض اور واجبات کے ترک سے اجتناب کریں (۵) منسوخ شدہ احکام پر عمل کرنے کو ترک کر دیں اور احکام ناسخہ پر عمل کرنے کو اپنائیں (۶) جب سہولت ہو تو عزیمت پر عمل کریں اور جب ضرورت ہو یا سختی اور تنگی ہو تو رخصت پر عمل کریں' مثلاً سفر خوشگوار اور آسان ہو تو روزہ رکھیں اور سفر مشکل اور سخت ہو تو روزہ نہ رکھیں اور بعد میں قضا کر لیں' اسی طرح جب صحت مند ہوں تو روزہ رکھیں اور جب بیمار ہوں تو روزہ ترک کر دیں اور بعد میں اس کی قضاء کر لیں اور اگر دائمی مرض ہو تو روزہ کی جگہ فدیہ دے دیں۔

محمد: ۱۸ میں فرمایا: یہ لوگ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے' سو بے شک اس کی

Marfat.com

نشانیاں آ چکی ہیں پس جب وہ (قیامت) ان کے پاس آ چکے گی تو ان کو نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں میسر ہوگا O

قیامت کی نشانیاں

ضحاک اور حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں' پس آپ کو دنیا میں مبعوث فرمانا قیامت کی علامتوں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے' حدیث صحیح میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۰۔۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۰۶' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۸۳' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۱' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۴۰۷' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۸۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۷۸۵' جامع المسانید والسنن مسند انس رقم الحدیث: ۷۷۰)

قیامت کی نشانیوں میں حسب ذیل امور کو بیان کیا گیا ہے:

(۱) باندیوں سے مالکوں کا پیدا ہونا (۲) ننگے پیر' ننگے بدن' فقراء اور بکریوں کے چرانے والوں کا بڑی بڑی عمارتیں بنانا اور بادشاہ بن جانا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹)

(۳) علم کا اٹھ جانا (۴) جہل کا زیادہ ہونا (۵) زنا بہ کثرت ہونا (۶) شراب کا زیادہ پیا جانا (۷) مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا زیادہ ہونا حتیٰ کہ ایک مرد کا پچاس عورتوں کی کفالت کرنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۵۶)

(۸) نااہل کو منصب دیا جانا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۹)

(۹) کثرتِ مال کی وجہ سے زکوٰۃ کو قبول نہ کرنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۲۰)

(۱۰) سرزمینِ حجاز سے آگ کا نکلنا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۲)

(۱۱) مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنا لینا (۱۲) امانت کو مالِ غنیمت بنا لینا (۱۳) زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھنا (۱۴) دین کے لیے علم حاصل نہ کرنا (۱۵) مرد کا اپنی بیوی کی اطاعت کرنا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنا (۱۶) دوست کو قریب کرنا اور اپنے باپ کو دور کرنا (۱۷) مساجد میں شور مچانا (۱۸) سب سے بدکار شخص کو قبیلہ کا سردار بنانا (۱۹) کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کرنا (۲۰) گانے والیوں اور آلاتِ موسیقی کا ظہور (۲۱) اس امت کے آخری لوگوں کا پہلے لوگوں کو برا کہنا (۲۲) شرابوں کا پیا جانا (۲۳) سرخ آندھیوں کا' زلزلوں کا' زمین میں دھنسنے کا' شکل مسخ ہونے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا ظہور۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۱)

(۲۴) امام مہدی کا ظہور اور ان کا دنیا میں عدل قائم کرنا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۸۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

(۲۵) دھویں کا ظہور (۲۶) دجال کا ظہور (۲۷) دابۃ الارض کا نکلنا (۲۸) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲۹) حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۳۰) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۳۱) تین بار زمین کا دھنسنا' مشرق میں' مغرب میں' جزیرۃ العرب میں (۳۲) آگ کا لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جانا (۳۳) آندھی کا لوگوں کو سمندر میں گرا دینا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۱۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۸۳)

محمد: ۱۹ میں فرمایا: پس آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے اور اللہ تم سب لوگوں کی آمد ورفت اور آرام کی

Marfat.com

جگہ کو خوب جانتا ہے O

آپ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عالم تھے پھر کیوں فرمایا: جان لیجئے؟

اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے: ''فاعلم انه لا اله الا الله'' یعنی آپ علم یقین کے ساتھ جان لیجئے' اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کو تو پہلے ہی علم تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پھر کیوں فرمایا کہ آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کو جو توحید کا علم حاصل ہوا ہے یہ نظر و استدلال سے حاصل نہیں ہوا' یہ علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست الہام اور القاء فرمایا ہے۔

(۲) یہ نظر و استدلال سے حاصل شدہ ظنی علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم یقینی ہے۔

(۳) یقین کی تین قسمیں ہیں: علم الیقین' عین الیقین' حق الیقین' جو علم خبر صادق سے حاصل ہو وہ علم الیقین ہے اور جو علم مشاہدہ سے اور دیکھ کر حاصل ہو وہ عین الیقین ہے اور جو علم تجربہ سے حاصل ہو وہ حق الیقین ہے' پہلے آپ کو وحی کے ذریعہ توحید کا علم الیقین حاصل ہوا' پھر جب شب معراج آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اور اس کی توحید کا مشاہدہ کر لیا تو پھر آپ کو توحید کا عین الیقین حاصل ہو گیا' سو اس آیت میں علم الیقین سے عین الیقین کی ترقی کی طرف اشارہ ہے یعنی پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر علم الیقین تھا اور اب عین الیقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کو جان لیجئے۔

(۴) اس آیت میں علم سے مراد ذکر ہے یعنی یاد کرنا یا یاد رکھنا' پس آپ کو توحید کا علم تو ہے مگر اس کو ہمیشہ یاد رکھئے۔

(۵) علم سے مراد ہے: ذکر کرنا' یعنی آپ اس کا ذکر کیجئے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

علم کی فضیلت اور علم کا عمل پر مقدم ہونا

اس آیت میں علم کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ پہلے علم کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد استغفار کرنے کا ذکر فرمایا ہے یعنی علم' عمل پر مقدم ہے' پہلے یہ جان لیجئے کہ صرف اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے' پھر اس کی عبادت کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اسی طرح دیگر آیات میں بھی ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ. (الحدید: ۲۰)

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے اور زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الحدید: ۲۱)

لو دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی پہنائی (وسعت) آسمان اور زمین کی پہنائی کی مثل ہے۔

اس آیت میں پہلے دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کے علم کا ذکر فرمایا' پھر اس علم کے تقاضے پر عمل کا ذکر فرمایا کہ اپنے رب کی مغفرت اور جنت کو طلب کرو۔ نیز فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال: ۴۱)

جان لو کہ تم جو کچھ بھی مالِ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور قرابت داروں کا' اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔

Marfat.com

اس آیت میں بھی پہلے علم کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد عمل کا ذکر فرمایا ہے' یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے روانہ کرنے کا۔ نیز فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ . اور جان لو کہ اللہ کو تمہارے دل کی باتوں کا بھی علم ہے سو تم (البقرہ: ۲۳۵) اس سے ڈرتے رہا کرو۔

پہلے یہ حکم دیا کہ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتوں کا بھی علم ہے' پھر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہا کرو۔

''واستغفر لذنبك'' پر آپ کی عصمت کی بناء پر اشکال

اس آیت میں فرمایا ہے: واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی ایک کتاب میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے۔

(احسن الوعاص ص ۲۶' مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز' کھارادر' کراچی)

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں آپ کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں' خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو خطاء اجتہادی سے بھی معصوم ہیں پھر آپ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے کا کیا محمل ہے؟ علماء کرام نے اس آیت کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

اشکال مذکور کا جواب علامہ قرطبی مالکی کی طرف سے

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں:

(۱) اگر (بالفرض) آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

(۲) آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کے لیے کافروں اور مومنوں کا حال بیان کیا گیا تھا اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ایمان پر ثابت قدم رہیں یعنی آپ توحید اور استغفار پر جمے رہیں اور ان کاموں سے احتراز کریں جن کے ارتکاب پر استغفار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے اور مراد آپ کی امت ہے اور اس قول کی وجہ سے انسان پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے استغفار کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ کفار اور منافقین کے کفر سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی: یعنی آپ کو جو غم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا' سو آپ اللہ کے سوا اور کسی کے ساتھ اپنے دل کا تعلق نہ رکھیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں تعلیم امت کے لیے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے استغفار کیجئے۔

اس کا معنی ہے: ان کے گناہوں کے لیے استغفار کیجئے' اس آیت میں آپ کو شفاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

Marfat.com

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سرجس مخزومی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کے طعام سے کھایا' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت کرے' میرے شاگرد نے کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے استغفار کیا؟ میں نے کہا: ہاں! پھر یہ آیت پڑھی: ''واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات'' پھر میں واپس مڑا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھی' اس پر مسوں کی طرح تل جمع تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۴۶)(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اشکال مذکور کا جواب امام رازی شافعی کی طرف سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: اس آیت کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت میں خطاب آپ کے ساتھ ہے اور مراد مؤمنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مؤمنین اور مؤمنات کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''لذنبك'' سے مراد ہے: آپ اپنے اہل بیت کے لیے استغفار کیجئے اور عام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں۔

(۲) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترکِ افضل (خلافِ اولیٰ) ہے جو آپ کے مرتبہ کے بلندی کے اعتبار سے ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ بَری ہیں اور بہت دور ہیں۔

(۳) اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نیک عمل کرنے اور بُرے عمل سے اجتناب کی توفیق طلب کریں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا معنی ہے: مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا معنی ہے: برے کام پر پردہ ڈالنا اور جو معصوم ہوتا ہے اس کی بُری خواہشوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اب مغفرت طلب کرنے کا معنی یہ ہے کہ تو ہمیں شرمندہ نہ کرنا۔ اور یہ مرتبہ کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے' پس وہ شخص گناہ نہیں کرتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ درجہ حاصل ہے اور کبھی گناہ ہونے کے بعد اس پر مغفرت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے' جس طرح مؤمنین اور مؤمنات کو یہ درجہ حاصل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''فاستغفر لذنبك'' کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے لیے عصمت پر ثبات اور دوام کو طلب کیجئے اور ''وللمؤمنين والمؤمنات'' کا معنی یہ ہے کہ آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اشکالِ مذکور کا جواب علامہ آلوسی حنفی کی طرف سے

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس اشکال کے حسبِ ذیل جوابات لکھے ہیں:

(۱) اس آیت میں استغفار کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد ہے: تواضع' انکسار اور تقصیر کا اعتراف (یعنی بندے میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کا کماحقہٗ شکر ادا کر سکے سو اس تقصیر کا اعتراف مراد ہے) اور یہ معانی استغفار کرنے کو لازم ہے۔

(۲) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقت استغفار مراد ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت استغفار کرتے تھے۔ امام احمد' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن حبان' حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ہر روز سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۵)

اور امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم شمار

Marfat.com

کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سو مرتبہ یہ دعا کرتے تھے: اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۱۶' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۱۴)

(۳) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے: ترک اولیٰ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو' جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر لحظہ پہلے مقام سے زیادہ بلند مقام ہوتا ہے (جیسے اجتہادی خطاپر ہمیں ثواب ملتا ہے اور انبیاء علیہ السلام اس کو ذنب قرار دے کر اس پر استغفار کرتے ہیں' مثلاً حضرت آدم کا شجر ممنوع سے کھانے پر استغفار کرنا اور حضرت موسیٰ کا قبطی کو تادیباً گھونسا مارنے پر اس کو ذنب قرار دے کر استغفار کرنا)۔

(۴) "وللمؤمنین والمؤمنات" میں حرف جر کے اعادہ میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب سے مراد ہے: ترک اولیٰ اور عام مؤمنوں کے ذنوب سے مراد معاصی صغیرہ اور کبیرہ یعنی دونوں ذنوب میں تغائر ہیں' حرف جر کے اعادہ سے اسی کو ظاہر کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۸۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اشکالِ مذکور کا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے' آریہ بیچارہ کیا کھا کر اوس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے:

نباشد بہ آئین تحقیق دال ۔۔۔ کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" سورۂ مومن و سورۂ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ مومن میں تو اتنا ہے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ" (محمد:۱۹) اے شخص! اپنی خطا کی معافی چاہ' کسی کا خاص نام نہیں' کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں' قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اوترا نہ صرف اوس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے "اقیموا الصلوٰۃ" نماز برپا رکھو' یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی' اسی قرآن عظیم میں ہے: "لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ" (الانعام:۱۹) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے "بدان اسعدك الله تعالیٰ" میں کوئی خاص شخص مراد نہیں' خود قرآن عظیم میں فرمایا: "اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰىۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ" (العلق:۱۲۔۹) ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا' اوس پر یہ آیات کریمہ اتریں کہ کیا تو نے دیکھا اوسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے' بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے' یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف' بلکہ فرماتا ہے: "فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِؕ" (التین:۷) ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے' یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ اون میں بھی خاص منکرانِ قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے۔ یوں ہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ (۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں' اس کی ابتداء یوں ہے: "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

Marfat.com

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ''(محمد:١٩) جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ' تو یہ خطاب اوس سے ہے جو ابھی '' لا الٰہ الا اللہ '' نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ تتمۂ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ '' وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ '' (محمد:١٩) اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے' اگر '' فاعلم '' میں تاویل کرے تو '' ذنبك '' میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر '' ذنبك '' میں تاویل نہیں کرتا تو '' فاعلم '' میں تاویل کیسے کرسکتا ہے' دونوں پر ہمارا مطلب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔ (١٠) دونوں آیۂ کریمہ میں صیغۂ امر ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا: '' اکرم ضیفك '' اپنے مہمان کی عزت کرنا' اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی' بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔ (١١) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ '' وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ '' (طٰہٰ:١٢١) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' حالانکہ خود فرماتا ہے: '' فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ '' (طٰہٰ:١١٥) آدم بھول گیا' ہم نے اس کا قصد نہ پایا' لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اوس پر مواخذہ' خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: '' رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا '' (البقرہ:٢٨٦) اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (١٢) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا اون کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا' شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے' اس لیے وارد ہوا '' حسنات الابرار سیئات المقربین '' نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (١٣) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی' اردو' ہندی سب زبانوں میں رائج ہے' مکان کو جس طرح اوس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یوں ہی کرایہ دار کی طرف۔ یوں ہی جو عاریۃً لے کر بس رہا ہے اوس کے پاس ملنے آئے گا' یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں' ایک دوسرے سے پوچھے گا: تمہارا کھیت کئے جریب ہوا' یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود' یوں ہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی' باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے ہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو '' ذنبك '' سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اوس کے بعد '' وللمؤمنين والمؤمنات '' تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے' اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے' اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے: '' رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ '' (نوح:٢٨) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٩ ص ٦٦-٧٨' دار العلوم امجدیہ' کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی عبارت چونکہ مشکل اور غیر مانوس ہے اس لیے ہم سطور ذیل میں ان کے جوابات کی تسہیل

Marfat.com

اور تنقیح کر رہے ہیں:

(۱) اس آیت سے قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ذنب سے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ یہ اعتراض ہو کہ آپ تو معصوم ہیں پھر آپ کو گناہ سے استغفار کا حکم کس لیے دیا ہے؟ یہ خطاب ہر سننے والے کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۲) بلکہ اس آیت میں اس پر واضح قرینہ ہے کہ اس خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں کیونکہ اس میں فرمایا ہے: جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اپنے اور اپنے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ۔ پس معلوم ہوا کہ یہ خطاب اس شخص سے ہے جو ابھی یہ بھی نہیں جانتا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی کیا ہے' لہٰذا اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہو سکتا۔

(۳) سورۃ المؤمن اور سورۂ محمد دونوں میں امر کا صیغہ ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع کو مستلزم نہیں تو خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے ذنب واقع ہو تو آپ اپنے ذنب پر استغفار کریں اور آپ سے ذنب واقع ہو نہیں سکتا' کیونکہ آپ معصوم ہیں۔

(۴) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ معصیت قصداً اور عمداً ہو' بھولے سے بھی معصیت سرزد ہو جاتی ہے' جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے بھولے سے شجر ممنوع سے کھا لیا تھا اور اس کو ذنب نہیں کہتے' ذنب قصداً نافرمانی کو کہتے ہیں۔

(۵) جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اس پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے' نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں' مقربین کے نزدیک ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے' حالانکہ ترکِ اولیٰ گناہ نہیں ہوتا۔

(۶) ''ذنبک'' سے مراد اہل بیت کی لغزشیں ہیں اور آیت کا معنی اس طرح ہے: اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے شفاعت فرمائیے۔

ہمارے نزدیک ان جوابات میں راجح جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد بہ ظاہر ترکِ اولیٰ یا خلافِ اولیٰ ہے کیونکہ یہ جواب قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث کے مطابق ہے' خصوصاً اس حدیث کے جس کا ہم نے الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ

اور ایمان والے کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی' سو جب کوئی واضح سورت نازل کر دی

مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے رسول مکرم!) آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو وہ آپ کی طرف

يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۗ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ ﴿٢٠﴾

اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس کے دل پر موت کی غشی طاری ہو پس ان کی ہلاکت بہت قریب ہے O

Marfat.com

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ

اللہ کی اطاعت کرنا اور نیک بات کہنا (زیادہ بہتر ہے) پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ کے ساتھ سچے رہتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا

تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا○ تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد

فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ

کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو

اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا○ تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ

یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں○ بے شک جو لوگ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد (اسلام سے)

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى

پیٹھ موڑ کر پیچھے لوٹ گئے شیطان نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو طویل زندگی کی امید

لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ

دلائی○ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے نازل کردہ کلام کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض

فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ

کاموں میں تمہاری موافقت کریں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے○ پس اس وقت ان کا کیا حال

الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا

ہو گا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی سرینوں پر ماریں گے○ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں

مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ ع

نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والے کہتے ہیں کہ (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی' سو جب کوئی واضح سورت نازل کر دی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے رسول مکرم!) آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس کے دل پر موت کی غشی طاری ہو پس ان کی ہلاکت بہت قریب ہےO اللہ کی اطاعت کرنا اور نیک بات کہنا (زیادہ بہتر ہے)' پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ کے ساتھ سچے رہتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھاO (محمد: ۲۱۔۲۰)

قتال اور جہاد کی فرضیت سے مسلمانوں کا خوش ہونا اور منافقوں کا ناخوش ہونا

اس سے پہلی آیات میں مؤمنوں اور کافروں اور منافقوں کے معتقدات اور نظریات کو بیان فرمایا تھا اور ان آیتوں میں مؤمنوں اور منافقوں کے اعمال سے متعلق کیفیات کو بیان فرمایا ہے۔

جو مؤمنین اصحاب اخلاص ہیں وہ وحی کے شوق میں اور جہاد اور اس کے ثواب کی حرص میں یہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی' ان کی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی ایسی سورت نازل ہو جس میں کفار کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا جائے اور جب کوئی سورت محکمہ نازل ہوتی جو بالکل واضح ہوتی اور جس کی کوئی آیت منسوخ نہ ہوتی اور اس میں کفار کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا جاتا تو اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے' وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھیں گے جسے موت کا یا پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا گیا ہو اور اس حکم کے صدمہ سے اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے' سو ایسے لوگوں کی ہلاکت بہت قریب ہے یا ایسے لوگوں کے لیے عذاب بہت مناسب ہے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کا آخری حصہ دوسری آیت کے ابتدائی حصہ کے ساتھ مربوط ہے' یعنی ایسے لوگوں کے لیے زیادہ لائق یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان لیتے اور اس کی اطاعت کرتے اور نیک اور اچھی بات کہتے۔

اور پہلی تفسیر کے مطابق محمد: ۲۱' محمد: ۲۰ سے منفصل اور الگ ہے یعنی اللہ کی اطاعت کرنا اور نیک اور اچھی بات کہنا زیادہ بہتر ہے۔

پس جب کفار کے خلاف قتال کو فرض یا واجب کر دیا گیا تو اس وقت اگر یہ لوگ اللہ کے اس حکم اور جہاد کے فرض ہونے کی تصدیق کرتے تو زیادہ بہتر تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے یہ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گےO یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیاO تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیںO (محمد: ۲۴۔۲۲)

جہاد سے روگردانی پر منافقوں کے عذر کا رد کرنا

اس آیت میں منافقین کے قول کے رد کی طرف اشارہ ہے' جب ان کو مشرکین کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اپنے جہاد میں نہ شریک ہونے کے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکین کے خلاف کیسے قتال کریں کیونکہ ایک تو انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے' دوسرے یہ کہ مشرکین عرب ہمارے رشتہ دار ہیں اور ہمارے قبیلوں کے ہیں سو ان سے قتال کرنا رحم کے رشتوں کو منقطع کرنا ہے اور قطع رحم کرنا اور رشتوں کو منقطع کرنا اچھا کام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو یہ فرما کر رد کر دیا کہ اگر تم کو زمین میں حکمران بنا دیا جائے تو تم اپنی مرضی سے زمین میں فساد پھیلاؤ گے جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کرے گا تو تم فوراً اس کو قتل کر دو گے اور وہ تمہارے رشتہ دار اور تمہارے قبیلہ ہی کے افراد ہوں گے تو تم قتل کر

Marfat.com

کے زمین میں فساد ہی کرو گے اور رشتوں کو منقطع کرو گے اللہ کے حکم سے جہاد کرنے کو تو تم زمین میں فساد پھیلانا کہتے ہو اور اپنی خواہش سے زمین میں فساد پھیلاتے رہو گے اور کیا تم زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے رہے تھے' کیا تمہارا یہ فعل زمین میں فساد کرنا اور رشتوں کو منقطع کرنا نہیں تھا۔

محمد: ۲۲ میں ''ان تولیتم'' کی دو تفسیریں

اس آیت میں فرمایا ہے: ''ان تولیتم'' اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) یہ لفظ ولایت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: حکومت' یعنی اگر تم ولایت اور حکومت کو حاصل کر لو اور لوگوں پر تمہیں اقتدار حاصل ہو جائے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں کو منقطع کرو گے۔

(۲) یہ لفظ ''تولّی'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: اعراض کرنا اور روگردانی کرنا' یعنی تم کفار کے خلاف قتال اور جہاد سے اعراض کر رہے ہو اور یہ کہتے ہو کہ جہاد کی وجہ سے زمین میں فساد ہو گا اور رشتوں کو منقطع کیا جائے گا' کیونکہ کفار ہمارے رشتہ دار ہیں حالانکہ جب تم کو اقتدار مل جائے گا تو تم بھی یہی کچھ کرو گے۔

امریکا اور امریکا نواز حکومتیں بھی جہاد کی اسی وجہ سے مخالف ہیں حتیٰ کہ امریکا نواز مسلم حکومتیں نصاب سے جہاد کے متعلق آیتوں کو نکال رہی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ جہاد کی وجہ سے انسانی خون بہایا جاتا ہے' اس لیے پاکستان میں جہادی تنظیموں پر پابندی لگا دی گئی ہے اور مسلمان فلسطین میں اسرائیلیوں کے تسلّط کے خلاف اور مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کے جبر کے خلاف جو جہادی کارروائی کر رہے ہیں' یہ لوگ اس کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان افغانستان اور عراق میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جو جہادی کارروائی کرتے ہیں اس کو بھی دہشت گردی کہتے ہیں اور کوئی ان سے یہ نہیں کہتا کہ تم نے جو افغانستان کی بے قصور آبادیوں پر ہزاروں ٹن وزنی بم برسائے اور متعدد ملکوں کے اشتراک سے افغانستان پر حملہ کر کے غاصبانہ قبضہ کیا اور ہنوز وہاں پر بے قصور مسلمانوں کا خون بہا رہے ہو' اسی طرح تم نے برطانیہ اور دیگر یورپی ملکوں کے ساتھ مل کر بلاجواز عراق پر حملہ کیا اور غاصبانہ قبضہ کیا اور ہزاروں عراقیوں کا خون بہایا اور وہاں پر مہلک بم برسائے اور گوانتا ناموبے میں افغانستان کے جنگی قیدیوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کر کے رکھا اور عراق کے جنگی قیدیوں کو ابوغریب جیل میں عراقی مسلمانوں کو مادر زاد برہنہ کر کے ان پر خون خوار کتے چھوڑے اور ان کی گردن میں پٹہ ڈال کر ان کو زمین پر گھسیٹا اور قیدی خواتین کو برہنہ کر کے ان پر تشدد کیا' جس ظلم اور بربریت پر ساری دنیا کا پریس اور میڈیا چیخ رہا ہے۔ (کیم مئی ۲۰۰۴ء ذی مررکی رپورٹ) کیا یہ زمین میں فساد پھیلانا نہیں ہے' تم اپنے آپ کو مہذب قوم کہتے ہو' کیا یہی تہذیب اور شائستگی ہے' کیا یہی انسانی خون اور انسانی جان کا احترام ہے؟

اسی طرح ان منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ظالموں نے تم کو اقتدار سونپ دیا اور تم ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تو تم ان ظالموں کے ساتھ مل کر زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں کو قطع کرو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اصلاح کرنے کا' امن کے ساتھ رہنے کا اور رشتے داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتے ہیں' پھر تم کفار کے خلاف جہاد میں حصہ کیوں نہیں لیتے اور کیوں دور کی گمراہی میں جا رہے ہو؟

اس آیت میں چونکہ صلہ رحم کرنے کا اور قطع رحم کی مذمت کا ذکر آ گیا ہے اس لیے اس مناسبت سے ہم صلہ ارحام کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

Marfat.com

صلہ رحم کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو مہمان کی تکریم کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو صلہ رحم (رشتہ داروں سے حسن سلوک) کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو اچھی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۳۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے' اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحم کرے (رشتہ داروں سے میل جول رکھے)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بُری موت دور کی جائے' پس اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۳، المستدرک ج ۴ ص ۱۶۰)

خثعم کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے' میں نے سوال کیا: آیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا' میں نے کہا: یارسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر صلہ رحم ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ عزوجل کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ ناراضگی کا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون سا عمل مبغوض ہے؟ فرمایا: رشتوں کو توڑنا' میں نے کہا: یارسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: بُرائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۱، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۶۸۳۹، حافظ منذری نے کہا: امام ابو یعلیٰ کی سند بہت اچھی ہے۔ الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۷۰۰)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! مجھے وہ عمل بتلایئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے' آپ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا: اس کو (اچھے) سوال کی توفیق دی گئی ہے' پھر اعرابی سے پوچھا: تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس نے اپنا سوال دہرایا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحم کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے: جو مجھ سے ملاپ رکھے گا' اللہ اس سے ملاپ رکھے گا اور جو مجھ کو قطع کرے گا اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۵)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں اللہ ہوں' میں رحمٰن ہوں' میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اس (رحم) کا نام اپنے نام (رحمٰن)

Marfat.com

سے بنایا جو اس سے وصل (ملاپ) رکھے گا میں اس سے وصل (ملاپ) رکھوں گا اور جو اس سے قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۴ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۷ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہو گیا اور کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں تجھ سے قطع کرنے سے پناہ مانگی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ جو تجھ سے وصل رکھے میں اس سے وصل رکھوں اور جو تجھ سے قطع کرے میں اس سے قطع کروں رحم نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ تم کو مل گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○ (محمد: ۲۳۔۲۲)

تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ○

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۴)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا سود یہ ہے کہ مسلمان کی عزت کو ناحق پامال کیا جائے اور یہ رحم رحمٰن کی پیچیدہ شاخوں سے ہے جس نے اس کو قطع کیا' اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۵۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۵۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۹۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک کی پیروی کرنے والے نہ بن جاؤ اور یہ کہو کہ اگر لوگوں نے نیک سلوک کیا تو ہم بھی نیک سلوک کریں گے اور اگر لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے' لیکن اپنے آپ کو مشقت برداشت کرنے کا عادی بناؤ' اگر لوگ نیک سلوک کریں تو تم نیک سلوک کرو اور اگر لوگ ظلم کریں تو ظلم نہ کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برابر کا سلوک کرے وہ صلہ رحم کرنے والا نہیں ہے' صلہ رحم کرنے والا وہ ہے جب اس سے رشتہ قطع کیا جائے تو وہ رشتہ جوڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۷' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ایسے رشتہ دار ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں' میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں' وہ میرے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں اور میں برداشت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے تو گویا کہ تم ان پر گرم راکھ مل رہے ہو اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کے خلاف تمہاری مدد کرتا رہے گا جب تک تم اسی طرزِ سلوک پر قائم رہو گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۸)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل عمل یہ ہے کہ جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم رکھے اس کو عطا کرو اور جو تم کو گالی دے (یا برا کہے) اس سے درگزر کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۸' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۸)

محمد: ۲۳ میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

Marfat.com

اس آیت میں منافقین کے متعلق پچھلے مضمون کی یاد دہانی فرمائی' چونکہ منافقین عمل کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہیں سنتے تھے' اس لیے ان کو بہرا فرمایا اور جب ان کو جہاد کا حکم دیا جاتا تو وہ یہ کہتے تھے کہ جہاد اور قتال سے زمین میں فساد پھیلے گا اور اس سے رشتے منقطع ہوں گے اس لیے وہ جہاد کے حکم پر عمل نہیں کرتے تھے اور چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو محبت اور عقیدت سے نہیں دیکھتے تھے اور اللہ کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو غور سے نہیں دیکھتے تھے اس لیے ان کو اندھا قرار دیا۔

لعنت کی اقسام میں علامہ شامی کی تحقیق

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس سے کوئی شخص اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کہ وہ صحبت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا تاکہ وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے تو یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا (دونوں پر) لعنت فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۷۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۳۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۸)

ہر چند کہ یہ نکاح صحیح ہو گا لیکن یہ شرط باطل ہو گی اور دوسرے شوہر کو صحبت کے بعد طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' ہاں! اگر عورت نکاح کے وقت تفویض طلاق کی شرط رکھ لے اور صحبت کے بعد خود پر طلاق نافذ کر دے تو اس شوہر کی عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۔۴۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لعنت پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لعنت کی حقیقت اللہ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور یہ صرف کافر پر کی جاتی ہے' اس لیے جس معین شخص کی کفر پر موت کا دلیل سے علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ مشہور فاسق ہو جیسے یزید ہے' معتمد قول کی بنیاد پر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' اس کے برخلاف ابلیس' ابولہب اور ابوجہل پر لعنت کرنا جائز ہے اور غیر معین شخص پر بہ طور وصف لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت ہو اور ظالموں پر لعنت ہو' یعنی یہ کافروں کا وصف ہے اس سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس وصف پر لعنت کی جائے جو گناہ کبیرہ ہو' کیونکہ گناہ کبیرہ کے علاوہ گناہ صغیرہ اور مکروہ تنزیہی پر بھی لعنت کی گئی ہے' جیسے تصویر بنانے والوں پر اور اس شخص پر جو لوگوں کی کراہت کے باوجود ان کی امامت کرے اور جو شخص راستہ میں قضاء حاجت کرے اور جو عورت اپنے ہاتھوں پر مہندی نہ لگائے اور جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے اور مشت زن پر اور قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر' وغیرہا۔ لیکن جو کہتے ہیں کہ معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' ان پر یہ اشکال وارد ہو گا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھائے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے:

اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝ — اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(النور: ۷)

یہ لعنت مشروع کی گئی ہے اور یہ معین شخص پر لعنت ہے' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اس کے جھوٹے ہونے کی صورت

Marfat.com

میں اس پر لعنت ہے' لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ بہر حال یہ معین شخص پر لعنت ہے۔

پھر میں نے علامہ قہستانی کی بحث لعان میں دیکھا کہ لعن کا معنی لغت میں دور کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: کفار کو اللہ کی رحمت سے دور کرنا اور مؤمنین کے حق میں اس کا معنی ہے: درجہ ابرار سے ان کو ساقط کرنا۔

''البحر الرائق'' کی لعان کی بحث میں مذکور ہے' اگر تم یہ پوچھو کہ آیا کاذب معین پر لعنت کرنا مشروع ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ''غایۃ البیان'' کی عدت کی بحث میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس سے چاہوں مباہلہ کر سکتا ہوں اور مباہلہ کا معنی ہے: ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور ان کا جب کسی سے اختلاف ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے: ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو' اور انہوں نے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں بھی جائز ہے اور اس بحث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی صورتوں میں لعنت سے مراد ہے: ابرار یعنی نیک لوگوں کے درجہ سے دور کرنا نہ کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا' اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں پر لعنت کی حقیقت مراد نہیں' بلکہ اس سے مقصود حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے کی خساست کو ظاہر کرنا ہے۔

پھر قہستانی نے یہ کہا ہے کہ اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ حلالہ کرنے والے پر لعنت کرنے سے اگر صرف اس کے فعل کی خساست کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا تو پھر اس کے فعل کو مکروہ تحریمی کہنے کی کیا وجہ تھی؟

(رد المحتار ج ۵ ص ۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

لعنت کی اقسام میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علامہ قہستانی' علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کی عبارت سے مسلمان شخص معین پر لعنت کی تنقیح نہیں ہو سکی اور لعان میں جو بیوی پر تہمت لگانے والا مسلمان شخص معین یہ کہتا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اس کی توجیہ نہیں ہو سکی' اس لیے میں اللہ کی توفیق اور اس کی تائید سے لعنت کی اقسام اور ان کے احکام بیان کرتا ہوں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنے کی دعا کرنا' یہ صرف اس معین شخص پر جائز ہے جس کی کفر پر موت کا دلیل قطعی سے علم ہو اور اس کے سوا کسی معین مسلمان پر اسی درجہ کی لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے ابلیس' ابولہب اور ابوجہل وغیرہم پر لعنت کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے دور کرنے کی دعا کرنا جس کا تقاضا ہے کہ کسی معین مسلمان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے' یہ لعنت صرف ان مسلمانوں پر کرنا جائز ہے جو کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں اور اس پر توبہ نہ کریں جیسا کہ النور: ۷ میں لعان کی آیت ہے' ایک مسلمان شخص یہ کہے: اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کی یا جس طرح آپ نے سود کھانے والے' سود کھلانے والے اور اس کی معاونت کرنے والوں پر لعنت کی اور جو شخص اس سے کم درجہ کی برائی میں ملوث ہو' اس پر اس درجہ کی لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے دور کرنے کی دعا کرنا' جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی معین مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا قرب خاص اور اس کی رضا حاصل نہ ہو' خواہ اس کو عذاب سے نجات حاصل ہو جائے' اس درجہ کی لعنت صرف ان مسلمانوں پر کرنا جائز ہے جو حرام اور مکروہ تحریمی سے کم درجہ کی برائی میں ملوث ہوں' جیسا کہ حدیث میں ان لوگوں پر لعنت کی گئی ہے: جو شخص لوگوں کی کراہت کے باوجود امامت کرائے' جو شخص راستہ میں قضاء حاجت کرے' جو عورت اپنے ہاتھوں پر مہندی نہ لگائے اور جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے وغیرھا' اس قسم کے افراد کے علاوہ اس درجہ کی لعنت کرنا جائز

Marfat.com

نہیں ہے۔
یہ لعنت کی وہ اقسام ہیں جو شخص معین پر کی جاتی ہیں اور چوتھی قسم وہ ہے جو افراد پر علی العموم کی جاتی ہے:
(۴) جو لوگ کسی ایسی صفت کے حامل ہوں جو شریعت میں مذموم ہے' سو ایسی صفات کے حاملین پر عموم اور اطلاق کے لحاظ سے لعنت کرنا جائز ہے' اس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں بہت ہے جیسے ''لعنة الله على الكاذبين' لعنة الله على الظالمين' لعنة الله على الفاسقين'' وغیرھا۔ میں نے قرآن مجید کی آیات' احادیث اور عبارات فقہاء میں بہت غور وفکر کے بعد لعنت کی یہ اقسام' ان کی تعریفات اور ان کے احکام بیان کیے ہیں' اگر یہ حق ہیں تو یہ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہیں ورنہ اللہ اور اس کا رسول ان سے بَری ہیں۔

محمد: ۲۴ میں فرمایا: تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں O

یعنی یہ لوگ قرآن مجید پڑھتے نہیں اور اس میں برے کاموں پر جو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اس وعید سے ان پر خوف طاری نہیں ہوتا' تا کہ وہ ان کاموں کو نہ کریں جو عذاب اور ہلاکت کا موجب ہیں اور نیک کاموں پر جو ثواب کا وعدہ کیا ہے اور دائمی جنتوں' نعمتوں اور اللہ کے دیدار اور اس کی بشارت دی گئی ہے اس کو پڑھ کر ان کے دلوں میں آخرت کے اجر وثواب کے حصول کا شوق پیدا نہیں ہوتا تا کہ ان کے دلوں میں نیک کام کرنے کی تحریک ہو یا ان لوگوں کے دلوں پر ان کی ضد' عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے قفل ڈال دیئے گئے اور ان پر اس طرح مہر لگا دی گئی ہے کہ نصیحت اور ہدایت کی کوئی بات ان کے دلوں میں جا ہی نہیں سکتی۔

امام رازی نے اس جگہ یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو اندھا اور بہرا کر دیا ہے تو وہ قرآن میں کس طرح غور کر سکتے ہیں؟ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس کام کی طاقت نہ ہو اس کا مکلف کرنا جائز نہیں ہے' ہمارے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ ان منافقوں کا قرآن مجید میں غور کرنا ممکن ہے' اسی اعتبار سے وہ قرآن مجید میں تدبر کرنے کے مکلف ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل اور ابولہب وغیرہم کے متعلق خبر دے دی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس کے باوجود وہ ایمان لانے کے مکلف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے۔

یزید پر لعنت کرنے کی بحث اور اس مسئلہ میں علامہ آلوسی کی رائے

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے محمد: ۲۲ کی تفسیر میں یزید پر لعنت کرنے کے جواز یا عدم جواز کی بحث کی ہے' ہم پہلے علامہ آلوسی کا کلام نقل کریں گے اور اس کے بعد اس بحث میں دیگر اکابر علماء کی آراء نقل کریں گے اور اس کے آخر میں ہم اپنا مؤقف بیان کریں گے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

اس آیت سے یزید علیہ مایستحقہ پر لعنت کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' علامہ برزنجی نے ''الاشاعۃ'' میں اور علامہ ہیتمی نے ''الصواعق'' میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبل سے ان کے بیٹے عبد اللہ نے یزید پر لعنت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر لعنت کرنا کیوں کر جائز نہیں ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے؟ عبد اللہ نے کہا: میں نے تو اللہ عزوجل کی کتاب پڑھی ہے' مجھے تو اس میں یزید پر لعنت کرنے کا ذکر کہیں نہیں ملا' امام احمد نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ. (محمد: ۲۳۔۲۲)

تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے O یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔

Marfat.com

اور یزید نے جو کچھ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اس سے بڑھ کر فساد اور رشتوں کو توڑنا اور کیا ہوگا؟

امام احمد کا یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے' جمہور اس پر متفق ہیں کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی' زندہ ہو یا مردہ' جس کی کفر پر موت دلیل سے معلوم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اسلام لے آئے' بہ خلاف اس شخص کے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل وغیرہ۔

شیخ الاسلام السراج البلقینی کا مذہب یہ ہے کہ فاسق معین پر لعنت کرنا جائز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور اس کا شوہر اس پر غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۹۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۳۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹)

لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ملائکہ علیہم السلام خصوصیت سے اس عورت پر لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ وہ بالعموم لعنت کرتے ہوں کہ جو عورت اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر کے رات گزارے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

علامہ ابن حجر مکی نے ''الزواجر'' میں لکھا ہے کہ اگر شخص معین پر لعنت کے جواز میں درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جائے تو زیادہ واضح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرہ پر لوہا گرم کر کے داغ لگایا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس پر داغ لگایا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۷' الرقم المسلسل: ۵۴۴۸)

بہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اس معین شخص پر لعنت کی ہے جس نے اس گدھے پر داغ لگایا تھا' تاہم اس میں یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ آپ کی مراد وہ معین شخص نہیں تھا بلکہ جانوروں کے منہ پر داغ لگانے والے بالعموم لوگ مراد تھے۔

اور اس قول کی بناء پر کہ فاسق معین پر لعنت کرنی جائز ہے' یزید پر لعنت کرنے کے مسئلہ میں زیادہ توقف نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس میں بہ کثرت اوصاف خبیثہ تھے اور وہ بہت کبائر کا ارتکاب کرتا تھا اور امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو دھمکائے تو اس کو دھمکا' اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو' اس کا فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ (المعجم الطبرانی رقم الحدیث: ۶۶۳۷۔ ۶۶۳۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر ظلم کیا اور ان کو دھمکایا' اہل مدینہ کو قتل کیا' ان کے اموال لوٹ لیے' مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور تین دن اذان نہ ہو سکی اور سب سے بڑی قیامت یہ ہے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور حضرت حسین علیہ السلام کے قتل پر راضی ہوا اور ان کے گھر والوں کی اہانت کی اور یہ خبر تواتر سے ثابت ہے' اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں' اس سلسلہ میں ایک اور حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چھ شخصوں پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے: (۱) جو اللہ کی کتاب میں زیادتی کرے (۲) جو اللہ کی تقدیر کا انکار کرے (۳) جو جبر سے لوگوں پر مسلّط ہو جائے تاکہ ان کو عزت دے جن کو اللہ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ نے عزت دی (۴) جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو حلال کرے (۵) اور میری اولاد پر ان کاموں کو حلال کرے جن کو اللہ نے حرام کیا (۶) اور میری سنت کو (بہ طور اہانت) ترک کرے۔

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۴، المستدرک ج ۱ ص ۳۶، الجامع الصغیر، السنۃ لابی العاصم رقم الحدیث: ۴۴، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۹)
(ان دونوں حدیثوں سے استدلال کرنے پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی سند ضعیف ہے۔)

اور یزید کے کفر اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے، ان میں سے حافظ ابن جوزی ہیں اور ان سے پہلے امام ابویعلیٰ ہیں اور علامہ تفتازانی نے (شرح عقائد) میں لکھا: ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں، اس پر اور اس کے حامیوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس پر لعنت کے جواز کی تصریح کی ہے اور ابن الوردی کی ''تاریخ'' میں اور ''کتاب الوافی'' میں بھی یہ تصریح ہے۔

اور جب اہل بیت قید کر کے عراق میں یزید کے پاس لائے گئے تو وہ حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد اور خواتین سے ملا، اس وقت شہداء کربلا کے مبارک سر نیزوں پر تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی میں تھے، یزید نے ان کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے:

لما بدت تلك الحمول واشرفت — تلك الرؤوس على شفا جيرون
جب اونٹوں کا یہ قافلہ ظاہر ہوا — اور جیرون کے کنارے پر ان کے سر نیزوں پر بلند ہوئے
نعب الغراب فقلت قل او لم تقل — فقد اقتضبت من الرسول ديوني
کوّا بولنے لگا تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول — میں نے تو رسول اللہ سے اپنے قرضے وصول کر لیے

یزید کی مراد یہ تھی کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نانا عتبہ کو اور اس کے ماموں ولید بن عتبہ کو اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور نواسے کے بیٹوں، بھانجوں اور بھتیجوں کو قتل کر کے بدلہ لے لیا اور پرانے قرضے وصول کر لیے۔ اور یہ کفر صریح ہے، پس جب یہ اشعار اس سے صحت کے ساتھ ثابت ہوں تو اس کا کفر ثابت ہو جائے گا۔

(اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے کہ یہ یزید کے کہے ہوئے اشعار ہیں۔)

امام غزالی نے یہ فتویٰ دیا کہ یزید پر لعنت کرنا حرام ہے اور علامہ سفارینی حنبلی اور ابن جوزی حنبلی نے ان کی مخالفت کی، اور ''کتاب الفروع'' میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے حجاج کو اسلام سے خارج کر دیا، ان پر اعتراض ہوا کہ پھر یزید کو کیا کہا جائے گا اور امام احمد کی تصریح اس کے خلاف ہے اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے کہا: امام احمد کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا مکروہ ہے۔ (علامہ سفارینی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مختار وہ ہے جو علامہ ابن جوزی، ابوحسین قاضی اور ان کے موافقین نے کہا، یعنی یزید پر لعنت کرنی جائز ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''اسرالمصون'' میں لکھا ہے کہ عام لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یزید کا مؤقف صحیح تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی اور اگر وہ تاریخ کی کتابوں کو پڑھتے کہ اس کی بیعت کس طرح لی گئی تھی اور کس طرح لوگوں کو مجبور کیا گیا اور اس نے اس دور میں ہر قسم کے قبیح کام کیے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ اس کی بیعت صحیح تھی تو بعد میں اس نے ایسے کام کیے کہ ان میں سے ہر کام اس کی بیعت کے فسخ کو واجب کرتا ہے اور یزید کی طرف وہی مائل ہوگا جو جاہل ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کے متعلق اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اس نے اہل بیت کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے وہ گناہ گار ہوا لیکن اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا: وہ اسی طرح تھا لیکن اس پر لعنت کرنا مکروہ ہے یا بغیر کراہت کے جائز ہے اور بعض نے کہا: وہ کافر ملعون ہے اور بعض نے کہا: اس نے کوئی گناہ نہیں

Marfat.com

کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس قول کا قائل یزید کے حامیوں کے سلسلہ میں منسلک ہے (ہمارے زمانہ میں محمود عباسی اور اس کے حامیوں کا یہی مذہب ہے)۔ (علامہ آلوسی لکھتے ہیں:) اور میں کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق نہیں تھا اور اللہ کے حرم (کعبہ مکرمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم (اہل مدینہ) کے ساتھ اس کے افعال کا مجموعہ اور آپ کی عترت طیبہ طاہرہ کے ساتھ جو اس کا سلوک رہا' اس سے اس کا اتنا ایمان بھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا اس کا ایمان ہو' جو قرآن مجید کو گندگی میں ڈال دے۔ العیاذ باللہ۔ اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اس کا حال اکابر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ حضرات مجبور اور مقہور تھے اور صبر کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا اور اگر مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ اتنے زیادہ گناہ ہائے کبیرہ کے ساتھ مسلمان تھا جن کا شمار بیان میں نہیں آ سکتا اور میرا مذہب یہ ہے کہ اس جیسے شخص پر معین کر کے لعنت کرنا جائز ہے اور یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ فاسقوں میں اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنے افعال پر توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابن زیاد' ابن سعد اور ان کے متبعین بھی اسی کے ساتھ لاحق ہیں' اللہ تعالیٰ کی ان سب پر لعنت ہو اور ان کے انصار و اعوان پر اور ان کی جماعت پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ کی لعنت ہو اور جو ان پر شخصی لعنت کرنے سے احتیاط کی وجہ سے گریز کرتا ہو' اس کو یوں کہنا چاہیے کہ جو شخص قتل حسین سے راضی ہوا اور جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت طاہرہ کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس شخص نے ان کا حق غصب کیا' ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو اور اب وہ یزید اور اس کے موافقین پر صراحت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہوگا اور ان الفاظ کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا' سوا علامہ ابوبکر ابن العربی اور ان کے موافقین کے جیسا کہ ان سے منقول ہے وہ اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور یہ ایسی گمراہی ہے جو یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۱۱۔۱۰۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہم علامہ آلوسی کی اس آخری عبارت سے سو فی صد متفق ہیں' جیسا کہ عنقریب ہمارے مؤقف سے واضح ہوگا۔

لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو' اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے' کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے' اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن فاسق' شریر اور ظالم تھا۔

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید کے فسق پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب ''الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید'' میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا: کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا: نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں۔ انہوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے: اس پر لعنت ہو۔ پھر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابویعلیٰ الفراء نے اپنی کتاب ''المعتمد فی الاصول'' میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو

Marfat.com

میرے والد (امام احمد) نے فرمایا: اے بیٹے! کیا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس آیت میں: "فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝" (محمد: ۲۳۔۲۲) "پھر تم سے بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو (اقتدار کے نشہ میں) تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا"۔ اور قتل اور خون ریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں' اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث ذکر کی ہے: جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا (ڈرایا) اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابویعلیٰ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ "صحیح مسلم" میں ہے' اس لشکر نے بہت قتل اور خون ریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا' لوگوں کو قید کیا اور مدینہ کو مباح کیا' یہ سب چیزیں مشہور ہیں' حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی' تقریباً تین سو صحابہ قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے' کئی دن تک مدینہ مباح رہا' مسجد نبوی میں کئی دن تک جماعت معطل رہی۔ کسی شخص کے لیے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا' حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیئے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کر لیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچ دے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے اور جن مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی' یہ واقعہ حرہ تھا' پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے گیا اور انہوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگا دی' ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی بُرائی ہوگی؟

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام غزالی کا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی چیز ہمارے ائمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے۔ کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے' حتیٰ کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اور یہ چیز اسی کے لیے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے' نیز انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے' اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا' پھر بھی وہ کافر نہیں ہے' کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے' علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے' بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم' وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس

Marfat.com

اجمعین '' سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔اور گفتگو اسی میں ہے۔البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لیے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو' جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو اور یہی چیز آیت اور حدیث میں ہے' کیونکہ آیت میں کسی کا نام لیے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو' اسی طرح حدیث میں نام لیے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' لہٰذا امام احمد وغیرہ کا اس آیت سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ پس واضح ہو گیا کہ بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص ۲۲۳۔۲۲۱' مصر)

لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں لکھتے ہیں: یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر وجری علی الکبائر تھا۔اسی قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے' صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں: '' فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○ '' (محمد: ۲۳۔۲۲) کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا' حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں' مسجد کریم میں گھوڑے باندھے' ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے' تین دن مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی' مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے' کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔غلاف شریف پھاڑا اور جلایا' مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا' مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تنِ نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخواں مبارک چور ہو گئے' سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا' کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا' حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے' اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے' قرآن مجید میں صراحۃً اس پر '' لعنهم الله '' فرمایا' لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں' کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال' نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔لقوله تعالیٰ: '' فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ '' (مریم: ۶۰۔۵۹) اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے' مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو' '' وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ '' (الشعراء: ۲۲۷)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۰۸۔۱۰۷' مکتبہ رضویہ کراچی)

Marfat.com

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا مؤقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں' اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں؟ اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے' لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جب کہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایماء سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم و ستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی' انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد' علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے' ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار' قتل و غارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے' اس وجہ سے بھی علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے ''العواصم من القواصم'' میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ''کتاب الزہد'' میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے ''کتاب الزہد' پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس شخص نے آل رسول پر ظلم کیے' حرم مدینہ کی بے حرمتی کی' خانہ کعبہ کو جلایا' ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے' یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق و فاجر تھا' اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔

یزید پر لعنت کرنے کی مکمل بحث ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۷۶۳ ۔ ۶۱۴ میں لکھی ہے جو قارئین اس موضوع پر زیادہ تفصیل جاننا چاہتے ہوں وہ اس بحث کا وہاں مطالعہ فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد (اسلام سے) پیٹھ موڑ کر پیچھے لوٹ گئے' شیطان نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو طویل زندگی کی امید دلائی O اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے کلام کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری موافقت کریں گے' اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے O پس اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی سرینوں پر ماریں گے O اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوا اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا O (محمد: ۲۸۔ ۲۵)

نیک اعمال کو آخر عمر تک ملتوی کرنے کی مذمت

اس آیت میں ان اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے جو ''تورات'' کے مطالعہ سے یہ جان چکے تھے کہ آپ ہی آخری نبی ہیں کیونکہ ''تورات'' میں آپ کی صفات بیان کی گئی تھیں اور آپ کے مبعوث ہونے کا ذکر تھا' اس کے باوجود انہوں نے تعصب کی وجہ سے یا دنیاوی نذرانوں کے فوت ہو جانے کے خدشہ سے آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا اور اسلام لانے سے اعراض کیا' اسی طرح اس آیت سے ہر اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کی حقانیت واضح ہونے کے باوجود اسلام قبول نہ کرے۔

Marfat.com

اس آیت (محمد: ۲۵) میں جو فرمایا ہے کہ شیطان نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو طویل زندگی کی امید دلائی' اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ابھی تمہاری زندگی بہت زیادہ ہے' تم جہاں تک ہو سکے اس دنیا کی لذتوں سے فیض یاب ہو' پھر عمر کے آخری حصہ میں اسلام قبول کر لینا' جیسے بعض نوجوان کہتے ہیں: ہم ابھی سے ڈاڑھی کیوں رکھیں' جب بوڑھے ہو جائیں گے تو ڈاڑھی رکھ لیں گے' بعض لوگ کالا خضاب لگا کر ڈاڑھی کالی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے تو کالا خضاب ترک کر کے مہندی لگا لیں گے' اسی طرح بعض لوگ نمازوں کے سلسلہ میں یہی کہتے ہیں' اسی طرح بعض امیر لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے اور وہ آخر عمر تک حج کو ٹالتے رہتے ہیں' جب میں ۱۹۹۴ء میں حج کرنے گیا تو میں نے تمام اسلامی ملکوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ پاکستان' ہندوستان اور بنگلہ دیش کے بوڑھے لوگوں کو حج کرتے ہوئے دیکھا اور سب سے زیادہ نوجوانوں کو حج کرتے ہوئے جو دیکھا وہ انڈونیشیا اور ملائشیا کے مسلمان تھے۔

محمد: ۲۶ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے کلام کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری موافقت کریں گے' اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے O

یہودی اور مشرکین کس چیز میں ایک دوسرے کے موافق تھے اور کس چیز میں مخالف تھے؟

اس آیت میں ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے مشرکین سے یہ کہا تھا کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری موافقت کرتے ہیں یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول نہیں ہیں اور یہ کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے' لیکن ہم اس میں تمہاری موافقت نہیں کرتے کہ اللہ کے ساتھ بتوں کی بھی عبادت کرنی چاہیے اور اس میں کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے اور اس میں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت کے لیے رسول نہیں بھیجتا اور نہ اس میں کہ موت کے بعد حشر ونشر' حساب و کتاب' جزاء و سزا اور جنت اور دوزخ نہیں ہو گی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین نے یہودیوں سے کہا ہو کہ ہم اس چیز میں تمہاری موافقت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں اور قرآن اللہ کا نازل کیا ہوا کلام نہیں ہے لیکن ہم اس بات میں تمہاری موافقت نہیں کرتے کہ بت پرستی باطل ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہو گی اور حساب و کتاب' جزاء و سزا اور جنت اور دوزخ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے کہ یہ ضد اور عناد سے آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں ورنہ ان کو خوب علم ہے کہ آپ اپنی نبوت کے دعویٰ میں صادق ہیں' لیکن یہ تکبر کی وجہ سے اور اپنے آباء و اجداد کی تقلید کی وجہ سے مانتے نہیں ہیں۔

محمد: ۲۷ میں فرمایا: پس اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی سرینوں پر ماریں گے۔

منافقین قتال اور جہاد سے اس لیے گریز کر رہے ہیں کہ جہاد میں ہو سکتا ہے یہ زخمی ہو جائیں اور دنیا میں ضرب اور الم کا شکار ہوں' اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ دنیا میں ضرب اور الم سے تمہیں چھٹکارہ نہیں ہو گا کیونکہ موت کے وقت فرشتے آ کر تمہارے چہروں اور سرینوں پر ضرب لگائیں گے' جہاد میں شرکت سے انکار کر کے تم عارضی طور پر اپنے آپ کو دنیا کی ضرب سے بچا رہے ہو اور موت کے وقت جب دنیا میں فرشتے تم پر ضرب لگائیں گے اس سے کیسے بچاؤ کرو گے اور آخرت میں جو عذاب ہو گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

محمد: ۲۸ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوا ہے اور اللہ کی رضا کو

Marfat.com

انہوں نے ناپسند کیا' سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا O

بغیر ایمان کے نیک اعمال کا غیر مفید ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کی یہ سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوا۔ یہ آیت اگر یہودیوں کے متعلق ہو تو اس کا معنی ہے کہ انہوں نے ''تورات'' میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی نعت کو چھپایا اور اس سے اللہ ناراض ہوا اور اگر یہ آیت منافقین کے متعلق ہو تو اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنے دل میں کفر کو چھپایا اور اس سے اللہ ناراض ہوا' اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا' یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کو۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا' یعنی جن اعمال کو یہ اپنے زعم میں نیک گمان کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اعمال ان کی مغفرت اور ان کے ثواب کا سبب ہیں' جیسے بھوکوں کو کھانا کھلانا' غلاموں کو آزاد کرنا' مہمانوں کی تکریم کرنا' بیواؤں' یتیموں اور ناداروں کی کفالت کرنا' کیونکہ یہ اعمال اسی وقت مفید ہیں جب ایمان کے ساتھ یہ اعمال کیے جائیں۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ

کیا جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ ان کے دلوں کے کینہ کو ظاہر

أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَ

نہیں فرمائے گا O اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے چہروں

لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَ

سے پہچان لیتے' اور آپ ضرور ان کو ان کے طرزِ گفتگو سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب جانتا ہے O اور

لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ

ہم ضرور تم کو امتحان میں ڈالیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر دیں اور تمہاری خبروں

أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَ

کو پرکھ لیں گے O بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور ہدایت واضح ہونے کے

شَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا

بعد رسول کی مخالفت کی' وہ کبھی بھی اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عنقریب اللہ

اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا O اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

Marfat.com

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کروO بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو)

وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ

اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں

اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ

بخشے گاO سو (اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور ان کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گاO دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۗ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا

ہے اور اگر تم ایمان پر برقرار رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور

يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ

تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گاO اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کرے پس شدت سے طلب کرے تو تم بخل کرو گے

اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کر دے گاO ہاں! تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو

فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۗ وَاللّٰهُ

پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے اور اللہ

الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ

غنی ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو اور اگر تم نے دین حق سے روگردانی کی تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم

۴ ع ۸ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

کو لے کر آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گےO

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ ان کے دلوں کے کینہ کو ظاہر نہیں فرمائے گا○ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے' اور آپ ضرور ان کو ان کی طرزِ گفتگو سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے○ اور ہم ضرور تم کو امتحان میں ڈالیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر دیں گے اور تمہاری خبروں کو پرکھ لیں گے○ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کی' وہ کبھی بھی اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عنقریب اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا○ (محمد: ۳۲-۲۹)

اللہ تعالیٰ کا منافقین کے نفاق کا پردہ چاک فرمانا

اس آیت میں ''اضغان'' کا لفظ ہے یہ ''ضغن'' کی جمع ہے' دل میں جو ناپسندیدہ بات چھپائی جائے اس کو ''ضغن'' کہتے ہیں' سدی نے کہا: اس کا معنی ہے: دل کا کھوٹ اور زنگ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: ان کا حسد۔ قطرب نے کہا: اس کا معنی ہے: ان کی عداوت۔ جوہری نے کہا: ''ضغن'' اور ''ضغینہ'' کا معنی ہے: کینہ۔

اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا منافقین یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر منافقین کے باطن کو منکشف نہیں فرمائے گا' نہیں نہیں بلکہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو منکشف فرما دے گا اور تمام اہل فہم پر ان کا حال واضح ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں ایسی آیات نازل فرما دیں جن سے ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا' سورۂ توبہ کی وہ آیات یہ ہیں:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (التوبہ: ۸۸-۸۱)

جن کو جنگ میں رسول اللہ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی گئی تھی وہ اللہ کی راہ میں اپنے بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا: گرمی میں نہ نکلو' آپ کہیے کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھتے○ پس ان کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے○ سو (اے رسولِ مکرم!) اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور یہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ ان سے کہیں کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جا سکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے تم پہلی بار بیٹھنے پر راضی ہوئے' سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو○ اور جو ان میں سے مر جائے تو آپ کبھی بھی ان میں سے کسی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں' بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے○ آپ ان کے اموال اور اولاد پر تعجب نہ کریں اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور حالتِ کفر میں ان کی جانیں نکلیں○

Marfat.com

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ (مل کر) جہاد کرو تو ان میں سے متمول لوگ آپ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے' ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں○ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے○ لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور ان ہی کے لیے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں○

سورۂ توبہ کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا پردہ فاش کر دیا اور جہاد سے کترانے اور ان کی بزدلی کو بیان فرمایا ہے اسی وجہ سے سورۂ توبہ کا ایک نام الفاضحہ بھی ہے یعنی رسوا کرنے والی۔

محمد: ۳۰ میں فرمایا: اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور آپ ضرور ان کو ان کی طرزِ گفتگو سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا یا نہیں؟

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن زید سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ مسجد سے نکل جائیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۳۱۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱٦ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں رہا' آپ منافقوں کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۱۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦۰٦ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کو ان کی بات کے لہجہ سے پہچان لیتے تھے اور کوئی دوسرا نہیں پہچان پاتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کو پہچان لیتے اور ان کے باطن کو آپ نے اس وقت تک ظاہر نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی اور آپ کو ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا (دیکھئے التوبۃ: ۸۴)۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦۸ھ لکھتے ہیں:

کلبی نے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب بھی آپ سے کوئی منافق بات کرتا تھا آپ اس کو پہچان لیتے تھے' حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی منافق آپ سے مخفی نہیں رہا' اللہ تعالیٰ آپ کو وحی سے بتا دیتا تھا یا آپ اس علامت سے منافق کو پہچان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمائی تھی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱٦ ص ۲۳۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بھی پوشیدگی میں کوئی کام کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے آثار اور اس کی زبان کی لغزشوں سے اس کام کو ظاہر فرما دیتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کسی کام کو پوشیدگی سے کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس کی چادر پہنا دیتا ہے اگر وہ اچھا کام ہو تو اچھی چادر اور برا کام ہو تو بُری چادر۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۷۰۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۶۷۶)

اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے ''مسند احمد'' کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں سو میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے' پھر فرمایا: اے فلاں! تم کھڑے ہو' اے فلاں! تم کھڑے ہو' اے فلاں! تم کھڑے ہو' حتیٰ کہ آپ نے چھتیس آدمیوں کا نام لیا' پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں سو تم اللہ سے ڈرو' پھر حضرت عمر کا ان میں سے ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جن کا آپ نے نام لیا تھا' حضرت عمر اس کو پہچانتے تھے انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے یہ حدیث بیان کی' حضرت عمر نے فرمایا: تمہارے لیے سارا دن دوری ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۷ ص ۳۶۔ رقم الحدیث: ۲۲۳۴۸ طبع جدید' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۸۶' تاریخ کبیر ج ۷ ص ۲۳۔ ۲۲) (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۹۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی منافق مخفی نہیں رہا' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقوں کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے تھے اور ہم ایک غزوہ میں تھے جس میں نو منافق تھے' لوگ ان کی شکایت کرتے تھے' ایک رات وہ سو گئے' صبح اٹھے تو ہر ایک کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا' یہ منافق ہے۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۱۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اپنے تفسیری حاشیہ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت سے منافقین کو نام بہ نام پکارا اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا' ممکن ہے کہ وہ شناخت ''لحن القول'' اور ''سیما'' وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو یا آیت ہٰذا کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل اور تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں ''ابن کثیر'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مسند احمد'' کی حدیث میں عقبہ بن عمر کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں خاص خاص منافقین کے نام لے کر ان کو مجلس سے اٹھا دیا' اس میں چھتیس آدمیوں کے نام شمار کیے گئے۔

(معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۴ھ)

محمد: ۳۱ میں فرمایا: اور ہم ضرور تم کو امتحان میں ڈالیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر دیں گے اور تمہاری خبروں کو پرکھ لیں گے O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی

یعنی ہر چند کہ ہمیں تمام کاموں کے انجام کا علم ہے اس کے باوجود ہم تم پر حجت قائم کرنے کے لیے اور سب پر ظاہر کرنے کے لیے تم کو احکامِ شرعیہ کا مکلف کر کے آزمائیں گے' اور تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے جو ایک آزمانے والا دوسرے کے ساتھ کرتا ہے اور تم میں سے صبر کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو دوسروں سے الگ کرلیں گے اور اسی بناء پر جزا اور سزا کا معاملہ کریں گے اور تمہاری خبروں کو ظاہر کر دیں گے۔

محمد: ۳۲ میں فرمایا: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا' اور ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کی وہ کبھی بھی اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عنقریب اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔

اس آیت میں یہودیوں یا منافقوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں پر دلائل اور معجزات سے آپ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا' اس کے باوجود انہوں نے آپ کی مخالفت کی تو وہ اپنے کفر سے اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور انہوں نے اپنے خیال میں جو نیک کام کیے تھے' ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ان تمام نیک کاموں کو ضائع فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو○ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا○ سو (اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور ان کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا○ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان پر برقرار رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گا○ (محمد: ۳۶۔۳۳)

مسلمانوں کے اعمال ضائع ہونے کی توجیہات

اس سے پہلی آیتوں میں یہودیوں اور منافقوں سے خطاب تھا ان کی بُری روش پر تنبیہ کی گئی تھی اور اصلاح کی کوشش کی گئی تھی' اور اس آیت (محمد: ۳۳) میں اہل ایمان سے خطاب ہے اور ان سے ارشاد فرمایا ہے: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ اپنے اعمال کو ضائع نہ کرنے کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

(۱) تم اپنے ایمان اور اللہ اور رسول کی اطاعت پر برقرار رہو اور شرک نہ کرنا ورنہ تمہارے اعمال باطل ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ. (الزمر: ۶۵) اگر آپ نے (بھی بالفرض) شرک کیا تو آپ کے اعمال باطل ہو جائیں گے۔

(۲) تم رسول کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کی تعظیم کو برقرار رکھنا' اگر کسی موقع پر تم سے تعظیم رسول میں فرق آ گیا تو تمہارے اعمال باطل ہو جائیں گے' قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (الحجرات: ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ (ان سے) اونچی آواز میں بات کرو جیسے تم آپس میں اونچی آواز سے بات کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال باطل ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا○

(۳) تم جب کسی مسلمان بھائی کی مدد کے لیے اس کو صدقہ یا خیرات دو تو بعد میں اس پر احسان نہ جتاؤ' یا اس کو طعنہ دے کر

Marfat.com

اذیت نہ پہنچاؤ' مثلاً کہو: تم وہی تو ہو جو کل تک بھوکے مر رہے تھے اور میں تمہیں کھانا کھلاتا تھا' قرآن مجید میں ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ. (البقرہ: ۲۶۴)

اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کرو۔

(۴) اپنے اسلام لانے کا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہ جتانا' قرآن مجید میں ہے:

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ (الحجرات: ۱۷)

(اعراب) اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں' آپ کہیے: تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ' بلکہ یہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی' اگر تم سچے ہو۝

نفل عبادات کا شروع کرنے کے بعد واجب ہونا

اس آیت سے فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ نے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا ہے کہ نفل نماز یا نفل روزہ شروع کر کے اس کو پورا کرنا لازم اور واجب ہے' کیونکہ اگر نفل نماز یا روزہ شروع کر کے اس کو پورا نہ کیا اور توڑ دیا تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اعمال باطل کرنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے اگر اس نے نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس پر واجب ہے کہ اس کو قضاء کر کے دوبارہ پڑھے' نفل کے شروع کرنے میں تو اس کو اختیار تھا لیکن شروع کرنے کے بعد اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کو پورا کرے یا نہ کرے اور اگر کسی وجہ سے اس کو پورا نہیں کیا تو پھر اس کو قضاء کرنا لازم ہے' امام شافعی کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ فرض عبادات کے ثواب کو باطل نہ کرو' اور اگر فرض کو شروع کر کے فاسد کر دیا تو اس فرض کو دوبارہ ادا کرو' اور نفل اس طرح نہیں ہے' کیونکہ وہ اس پر واجب نہیں ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا لفظ ہے اور اعمال کا لفظ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے اور فقہاء شافعیہ اس آیت کی فرائض کے ساتھ جو تخصیص کرتے ہیں اس تخصیص پر قرآن اور حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

محمد: ۳۴ میں فرمایا: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۝

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر اور شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم گناہ جو ہوگا اس کو بخش دے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ. (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ جو ہوگا وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

محمد: ۳۵ میں فرمایا: سو (اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور ان کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے' اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا۝

جہاد کی ترغیب اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجوہ

چونکہ اس سے پہلی آیات میں یہ بتایا تھا کہ منافقین کفار کے خلاف جہاد کرنے کو زمین میں فساد پھیلانے اور رشتوں کو توڑنے سے تعبیر کرتے تھے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد

Marfat.com

کرنے پر ابھارا کہ تم منافقوں کی طرح موت سے ڈر کر جہاد سے نہ کترانا اور ہمت نہ ہارنا اور کفار کو صلح کی دعوت نہ دینا۔

اور اس وقت مسلمان کمزور تھے اور ان کے پاس جنگ کے مادی اسباب اور آلات بہت کم تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حوصلہ اور ہمت کو بڑھانے کے لیے فرمایا: اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو تم کو ہی غلبہ حاصل ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ (المجادلہ: ۲۱) ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول غالب ہوں گے۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت ۱۷۳) بے شک ہمارے لشکر والے ضرور غالب ہوں گے ○

اس کے بعد فرمایا: اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

یعنی جب کافروں سے جنگ ہوگی اور وہ مارے جائیں گے تو ان کے دنیا میں کیے ہوئے وہ کام جو ان کے نزدیک نیک کام تھے وہ سب ضائع ہو جائیں گے' اس کے برخلاف جو مؤمنین جہاد میں شہید ہو جائیں گے ان کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس وقت دنیا میں مسلمان بہت کمزور ہیں اور مادی اسلحہ جو اس دور کی جنگی ضروریات کے لیے کفیل ہے وہ ان کے پاس نہیں ہے تو اب ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی اور ان کو کفار کے خلاف غلبہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اگر آج کے مسلمانوں کا بھی صحابہ کرام ایسا پختہ ایمان ہو اور ان کے اعمال بھی صحابہ کرام ایسے ہوں تو یقیناً ان کو بھی اللہ کی مدد حاصل ہوگی اور وہ بھی دنیا میں غالب ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام کے خلاف قوت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے' سو ہم پر لازم ہے کہ ہم ایٹمی ہتھیار بنانے کی قوت حاصل کریں اور وہ آلاتِ حرب تیار کریں جو اس دور کی جنگوں کا تقاضا ہے' اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم سائنسی علوم حاصل کریں اور مختلف سائنسی علوم پر تحقیقات کریں اور مقالے لکھیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے نوجوان اب علم حاصل کرنے کے بجائے ٹی ٹی کے بل بوتے پر نقل کر کے امتحان پاس کرتے ہیں اور دیگر عیاشیوں میں مبتلا ہیں' بھتہ خوری کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں' آج دنیا میں مسلمان دہشت گردی کی علامت بن گئے ہیں' دنیا کے کسی اسلامی ملک میں علمی اور سائنسی تحقیقات نہیں ہوتیں' کسی اسلامی ملک میں صنعت و حرفت اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں ہوتی' تمام اسلامی ممالک اپنی ضرورت کی اشیاء دوسرے ملکوں سے منگواتے ہیں' چین ہمارے بعد آزاد ہوا تھا اور آج وہ دنیا کی پانچویں ایٹمی طاقت ہے' چین اور ہندوستان اپنی ضرورت سے زیادہ گندم پیدا کرتے ہیں اور دیگر ممالک کو فروخت کرتے ہیں' ہم سائنسی ایجادات کیا کریں گے ہم تو اپنی ضرورت کے مطابق گندم بھی پیدا نہیں کر پاتے اور ہر سال جب آٹے کا کال پڑ جاتا ہے تو ہم دوسرے ملکوں سے گندم خرید کر منگواتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان ہی قوموں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد خود کرتے ہیں' ہم کو شکوہ ہے کہ اب اللہ کفار کے مقابلہ میں ہماری مدد نہیں فرمارہا' سوال یہ ہے کہ ہم اللہ کے دین کی مدد کے لیے کب کھڑے ہوئے' جہاد کے جذبہ سے ہم نے موجودہ فنونِ حرب کے حصول کی تیاری کب کی؟ ہم نیک جذبہ سے اسلام کی تبلیغ اور دین کی نصرت کے لیے عصر حاضر کے جنگی تقاضوں کے مطابق آلاتِ حرب کا علم حاصل کرنے اور انہیں بنانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد فرمائے گا' وہ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ (محمد: ۷) اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تم کو (میدانِ جنگ) میں ثابت قدم رکھے گا ○

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ

(الرعد:۱۱) اپنی دلی کیفیات اور رجحانات کو تبدیل نہ کرے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت خود بدلنے کا

محمد: ۳۶ میں فرمایا: دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے' اور اگر تم ایمان پر برقرار رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گاO

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور لہو ولعب کا فرق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی ہے کہ دنیا کا مال ومتاع تمہیں جہاد کرنے سے کس طرح مانع ہو سکتا ہے' کیونکہ جہاد کرنے سے تمہارا مال خرچ نہیں ہوتا' کیونکہ زیادہ تر جہاد میں تم کو فتح حاصل ہوتی ہے اور تم کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے اور اگر مال خرچ بھی ہو جائے تو تمہارے نیک اعمال اور ان کا اجر وثواب تو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں' اس لیے اگر بالفرض جہاد کرنے سے تمہارا مال خرچ ہو جائے یا کم ہو جائے تو تم اس کی پروا نہ کرو کیونکہ دنیا کا مال اور دنیا کی زندگی بہر حال لہو ولعب ہے۔

لہو اور لعب میں یہ فرق ہے کہ لہو ولعب اس کام کو کہتے ہیں جس سے نہ تمہیں اب کوئی فائدہ ہو نہ مستقبل میں کوئی فائدہ متوقع ہو' پھر اگر اس کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان کے دوسری ضروری کاموں میں یا اس کی عبادات میں غفلت اور حرج نہ ہو تو وہ لعب ہے اور اگر اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کے ضروری کام اور عبادات نہ ہو سکیں تو پھر وہ لہو ہے۔ اس وجہ سے آلاتِ موسیقی کو ملاھی (لہو کے آلات) کہتے ہیں اور شطرنج اور کبوتر بازی کو لعب کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۲)

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گا۔

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) جہاد کرنے کے لیے اس میں مال کو خرچ کرنا تو ضروری ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے جہاد میں مال کی معین مقدار کو فرض نہیں کیا' جیسے زکوٰۃ میں مال کی معین مقدار کو سال پورا ہونے کے بعد مالک نصاب پر فرض کیا ہے یا جیسے مالک نصاب پر عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کو فرض کیا ہے یا جیسے صاحب نصاب پر صدقہ فطر کو فرض کیا کہ اگر کسی مسلمان نے ان مدات میں مال کی ایک معین مقدار کو خرچ نہیں کیا تو اس سے قیامت کے دن سوال ہو گا' البتہ انسان اپنی مرضی اور خوشی سے جہاد میں جس قدر مال خرچ کرے گا اس کو اجر وثواب ملے گا۔

(۲) تمہارے ہاتھوں میں جو مال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور وہی اس مال کا مالک ہے' لیکن اس نے تمہیں اس مال کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے' اس لیے جب وہ تم سے جہاد میں مال خرچ کرنے کے لیے کہے تو تم اس میں بخل نہ کرو۔

(۳) اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کل اموال کا سوال نہیں کر رہا' وہ تم سے تمہاری ضروریات میں صرف ہونے کے بعد تمہارے اموال کا بہت قلیل حصہ طلب کرتا ہے جیسے زکوٰۃ میں اڑھائی فی صد اور عشر میں بارانی زمین میں دس فی صد اور نہری پانی سے سیراب ہونے والی زمین میں پانچ فی صد اور جہاد میں تو معین بھی نہیں فرمایا جتنا تم اپنی خوشی سے خرچ کر سکتے ہو کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کرے پس شدت سے طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کر دے گاO ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو' پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم سب اس کے

Marfat.com

محتاج ہو اور اگر تم نے دینِ حق سے روگردانی کی تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے O

(محمد: ۳۸۔۳۷)

اس آیت میں ہے: ''فیحفکم'' اس کا مصدر ''احفاء'' ہے' ''احفاء'' کا معنی ہے: کسی کام میں زیادتی کرنا' بہت زیادہ پوچھ گچھ اور تفتیش کرنا' ''احفٰی شاربه'' کا معنی ہے: اس نے اپنی مونچھیں بہت زیادہ تراشیں' ''احفی السوال'' کا معنی ہے: اس نے بار بار سوال کیا۔ ''حفی یحفی'' معنی ہے: ننگے پاؤں ہونا۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۶۵۔ ۱۶۴ 'ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تم سے شدت کے ساتھ تمہارے اموال کا سوال کرے تو تم بخل کرو گے اور اس کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے' اور اللہ تمہارے دلوں کے زنگ اور میل کو ظاہر کر دے گا۔

محمد: ۳۸ میں فرمایا: ہاں! تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو' پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے اور مخلوق کے محتاج ہونے کی وضاحت

یعنی تم سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم اپنے دینی دشمنوں کو شکست دینے کے لیے یا اپنے تنگ دست مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے خرچ کرو تو تم بخل کرتے ہو۔ درحقیقت یہ تم اپنے ساتھ بخل کرتے ہو کیونکہ اگر تم اپنے دشمنوں سے جہاد کے لیے مال خرچ نہیں کرو گے اور مجاہدین کی مدد نہیں کرو گے تو آل کار دشمنانِ اسلام تمہارے ملک پر قبضہ کرلیں گے اور تم کو اپنا غلام بنالیں گے' جیسے برصغیر کے مسلمان ڈیڑھ سو سال تک انگریزوں کے غلام رہے اور یہ مسلمانوں ہی کا نقصان تھا' اور اگر تم نے اپنے تنگ دست مسلمان بھائیوں کی زکوٰۃ' عشر اور قربانی سے مدد نہیں کی تو ان کی دعائیں تمہارے شامل حال نہیں رہیں گی' جس کی وجہ سے تمہارا مال نقصان سے محفوظ نہیں رہے گا اور ہو سکتا ہے جس مال کو بچانے کے لیے تم زکوٰۃ سے ہاتھ روک رہے ہو وہ سارا مال تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ غنی ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اموال کا محتاج نہیں ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو' اس لیے تم یہ نہ کہنا کہ ہم کو کفار سے قتال اور جہاد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور نہ یہ کہنا کہ ہم کو فقراء کی ضروریات پوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تم نے کفار کے خلاف قتال نہ کیا تو وہ تم کو قتل کر دیں گے اور اگر تم نے فقراء کی ضروریات پوری نہ کیں تو وہ بھوک سے مجبور ہو کر تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کی تعداد زیادہ ہے' سو تم ان کے ہاتھوں مارے جاؤ گے اور پھر کمیونزم اور سوشلزم تمہارے ملک میں در آئے گا۔

اس کے بعد فرمایا: اور اگر تم نے دین حق سے روگردانی کی تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا استغناء بیان فرمایا ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍۙ O اور اگر اللہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے O (ابراہیم: ۱۹)

گویا کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے مستغنی ہے اس کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے' اگر کوئی

Marfat.com

اس پر یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت تو بندوں سے ظاہر ہوتی ہے' بندوں کو رزق دینے سے اس کا رازق ہونا ظاہر ہوتا ہے' بندوں کو سزا دینے سے اس کا قاہر ہونا ظاہر ہوتا ہے اور بندوں کو معاف کرنے سے اس کا غفور و رحیم ہونا ظاہر ہوتا ہے تو اس کو بندوں کی ضرورت تو ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو بندوں کی کسی معین قسم کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی قوم یہ سمجھتی ہے کہ اس کو خاص اس قوم کی ضرورت ہے تو وہ اس قوم کو فنا کر کے دوسری قوم لے آئے گا جو اس کی طرح سرکش نہیں ہو گی اور وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخیل نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی جگہ کس قوم کو لائے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمایا:

وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ۝ (محمد: ٣٨)

اور اگر تم نے دین حق سے روگردانی کی تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

صحابہ نے پوچھا: اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کن لوگوں کو لے آئے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ اور اس کی قوم' یہ اور اس کی قوم۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٢٦٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم پھر گئے تو ہماری جگہ ان کو لایا جائے گا پھر وہ ہماری طرح نہیں ہوں گے؟ اور حضرت سلمان فارسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ اور اس کے اصحاب ہیں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (ایک ستارہ) پر بھی معلق ہوتا تو فارس کے مردوں میں سے اس کو کوئی شخص حاصل کر لیتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٨٩٧' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٥٤٦' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٢٦١' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٧١٢٣)

حسن بصری نے کہا: اس سے مراد عجم ہیں' عکرمہ نے کہا: اس سے مراد فارس اور روم ہیں' محاسبی نے کہا: عرب کے بعد عجم میں علماء فارس سے بڑھ کر کسی کا اچھا دین نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ یمن میں رہنے والے انصار ہیں' حضرت ابن عباس نے بھی کہا کہ یہ انصار ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اس سے مراد تابعین ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٦ ص ٢٣٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

سورۂ محمد کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ٢ ربیع الثانی ١٤٢٥ھ/ ٢٢ مئی ٢٠٠٤ء بہ روز ہفتہ بعد نمازِ فجر' سورۂ محمد کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ٢٩ اپریل کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی اور ٢٢ مئی کو اس کی تفسیر اختتام کو پہنچی۔ اس طرح تین ہفتوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی' الٰہ العلمین! آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے جس طرح یہاں تک پہنچا دیا' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔

اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں' اپنے رسول معظم کی جناب میں اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول اور مشکور بنا دیں' مخالفین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت اور موافقین کے لیے موجب طمانیت بنا دیں۔

میری' میرے والدین کی' میرے اقرباء کی' میرے اساتذہ' تلامذہ اور احباب کی' اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح اور بائنڈر کی اور تمام مسلمانوں کی محض اپنے فضل و کرم اور اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مغفرت فرمائیں اور ہم

Marfat.com

سب کوصحت وعافیت کے ساتھ تاحیات ایمان پرقائم رکھیں اور اسلام کے احکام پر عامل رکھیں، ہم کوعلوم وافرہ ونافعہ عطا فرمائیں اور گناہوں، دنیاوآخرت کی رسوائی، عذاب، مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ اور مامون رکھیں اور دارین کی سعادتیں اور مسرتیں اور جنت الفردوس عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین، قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ الطاھرین وعلی اصحابہ الراشدین وعلی ازواجہ امھات المؤمنین وعلماء ملتہ واولیاء امتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الفتح

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الفتح ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ (الفتح:۱) (اے رسول مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی ہے ○

اس سورت کا نام الفتح رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ ''اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا'' (الفتح:۱) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس فتح سے مراد حدیبیہ ہے' آپ کے اصحاب نے کہا: آپ کو مبارک ہو یارسول اللہ! پس ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''لِیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ.'' (الفتح:۵) شعبہ نے کہا: میں کوفہ گیا اور میں نے یہ پوری حدیث قتادہ سے روایت کی اور جب میں واپس ہوا تو میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ''انا فتحنا لك'' یہ حصہ حضرت انس سے مروی ہے اور ''هنيئا مرئيا'' یہ حصہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۱۷۲)

اس حدیث کی زیادہ تفصیل ''سنن ترمذی'' میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ''لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ.'' (الفتح:۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے سب سے زیادہ محبوب ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی' مسلمانوں نے کہا: آپ کو مبارک ہو یارسول اللہ! بے شک اللہ عزوجل نے بیان فرمادیا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا' پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''لِیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ.'' (الفتح:۵) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۰۴۵' تمہید ابن عبد البر ج ۲ ص ۱۶۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۹۶۹' طبع دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۱۶ھ اس کے حاشیہ میں حمزہ احمد زین نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے' مؤسسۃ الرسالۃ نے ۵۰ جلدوں میں ''مسند احمد'' شائع کی' اس کے مخرج اور محقق شعیب الارنؤط ہیں اور ان کے ساتھ محققین کی ایک جماعت ہے انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے ''مسند احمد'' ج ۲۰ ص ۳۳۵' رقم الحدیث: ۱۳۰۳۶' اس کے علاوہ یہ حدیث تین مزید سندوں کے ساتھ مروی ہے اور ان تمام کے متعلق حمزہ احمد زین اور شعیب الارنؤط نے تصریح کی ہے کہ یہ اسانید صحیحہ ہیں اور ''مسند ابویعلیٰ'' کے

Marfat.com

مخرج اور محقق حسین سلیم اسد نے بھی تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس کی زیادہ تفصیل ہم الاحقاف: ۹ میں بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس پر مزید گفتگو اس سورت کی تفسیر میں آئے گی۔

سورۃ الفتح کی پہلی دو سورتوں سے مناسبت

(۱) اس سے ایک سورت پہلے الاحقاف ہے' اس میں فرمایا تھا: ''وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ'' (الاحقاف: ۹) آپ کہیے کہ میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' اس آیت کو اس سورت کی آیت: ۲ نے منسوخ کر دیا' جس میں فرمایا ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام۔ (الفتح: ۲)

اور اس آیت میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کلی مغفرت فرمادی ہے۔

اور سورۂ محمد میں جس کو سورۃ القتال بھی کہا جاتا ہے اس میں مسلمانوں کو کیفیت قتال کی تعلیم دی تھی' فرمایا:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِؕ. پس جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنوں پر وار کرو۔ (محمد: ۴)

(۲) سورۂ محمد اور سورۃ الفتح دونوں میں مؤمنین' مشرکین اور منافقین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

(۳) سورۂ محمد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے اور مؤمنین اور مؤمنات کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس سورت میں اس دعا کے مقبول ہونے کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور مؤمنین کی اور مؤمنات کی مغفرت فرمادی ہے۔

صلح حدیبیہ کا تذکرہ

''سنن ترمذی'' کی حدیث سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر یہ سورت نازل ہوئی تو ہم تھوڑا سا تذکرہ صلح حدیبیہ کا کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں: غزوۂ حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہجرت کرنے کے بعد چھ سال تک مسلمان مشرکینِ مکہ کے ساتھ مختلف جنگوں میں مشغول رہے اور مہاجرین اور انصار اس عرصہ میں مشرکین کی دشمنی کے باعث مکہ مکرمہ میں جا کر حج اور عمرہ کی سعادت حاصل نہ کر سکے' ہجرت کے چھٹے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرنے کا قصد فرمایا' یہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۳۰) اور یہ مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے اور عربوں کی ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ وہ ذوالقعدہ' ذوالحج' محرم اور رجب میں باہمی لڑائیاں موقوف کر دیتے ہیں' کیونکہ پہلے تین مہینوں میں لوگ حج کے لیے سفر کرتے تھے اور حج کے بعد واپس جاتے تھے اور رجب کے مہینہ میں عمرہ کا سفر کرتے تھے' اس لیے یہ امن کا زمانہ تھا اور اس مہینہ میں مشرکین سے بہ ظاہر جنگ کا کوئی خطرہ نہ تھا اس لیے آپ اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے قصد سے روانہ ہوئے' آپ کے اکثر اصحاب نے احرام باندھا ہوا تھا اور اپنے اونٹوں کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر لوہے کا نعل بھی ڈالا ہوا تھا' جب مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے آپ کو اور آپ

Marfat.com

کے اصحاب کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور اس شرط پر آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دی کہ اس سال تو آپ واپس جائیں اور اگلے سال بغیر ہتھیاروں کے آئیں اور صرف تلوار کو میان میں رکھنے کی اجازت ہے' پھر آپ صرف تین دن مکہ میں قیام کر کے واپس چلے جائیں اور دس سال کے لیے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان صلح کا معاہدہ کیا اور اس میں یہ شرطیں رکھیں: (۱) اگر اہل مکہ میں سے کوئی مسلمان آپ کے ساتھ جانا چاہے تو آپ اس کو ساتھ نہیں لے جاسکیں گے (۲) اگر مکہ سے کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو آپ کو اسے مکہ واپس بھیجنا ہوگا (۳) اگر مدینہ سے کوئی شخص مکہ چلا آیا تو ہم اس کو واپس نہیں کریں گے (۴) مکہ کے گرد جو قبائل ہیں ان کو اختیار ہوگا خواہ وہ آپ کے حلیف بن جائیں یا ہمارے حلیف بن جائیں' سو بنوخزاعہ آپ کے حلیف بن گئے اور بنوبکر مشرکین کے حلیف بن گئے' ان تمام شرائط کی تفصیل اور ان کا پس منظر اور پیش منظر عنقریب باحوالہ احادیث آ رہا ہے۔

ذوالقعدہ میں عمرہ کے لیے روانہ ہونے اور حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے متعلق احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو' بے شک فتح مکہ بھی فتح تھی' لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں' جو حدیبیہ کے دن ہوئی تھی' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے' ہم نے اس سے پانی نکالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی' آپ اس کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا آپ نے اس سے وضو کیا' پھر کلی کی اور دعا کی پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا' پھر اس کنویں میں اس قدر پانی آ گیا جو ہمیں اور ہماری سواریوں کے لیے کافی تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۵۰)

مسور بن مخرمہ اور مروان بیان کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے' حتیٰ کہ جب وہ ایک مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: خالد بن ولید (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) قریش کے چند سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں (تاکہ ہماری جاسوسی کریں) سو تم ذات الیمین کی جانب سے سفر کرو' پس خالد کو مسلمانوں کے حال کا کوئی پتا نہیں چلا' پھر جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو قریش کو خبر پہنچانے گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ دستور سفر کرتے رہے' حتیٰ کہ جب آپ ثنیۃ المراء پر پہنچے' جس گھاٹی سے لوگ مکہ میں اترتے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ مسلمانوں نے اس کو اٹھانے کے لیے کہا: ''حلِ حلِ'' لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی' مسلمانوں نے کہا: قصواء اڑ گئی ہے (قصواء آپ کی اونٹنی کا نام تھا)' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے' لیکن اس کو اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ میں داخل ہونے سے روک لیا تھا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کے مطالبہ کو پورا کر دوں گا' پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کھڑی ہوگئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے ایک طرف نکل گئے' حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے پہنچ گئے جہاں ثمد (کم پانی کا چشمہ) تھا' مسلمان اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے حتیٰ کہ پانی ختم ہوگیا۔ پس مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی' تو آپ نے اپنے لشکر میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس کو پانی میں ڈال دیں' پس اللہ کی قسم! اس چشمہ سے پانی ابلنے لگا اور اس سے لوگ سیراب ہو گئے' وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقا خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند افراد کے ساتھ آئے' یہ تہامہ کے رہنے والے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ تھے' انہوں نے بتایا کہ میں اپنے

Marfat.com

پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں' جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیرہ پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ان کے ساتھ بہ کثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں اور ان کے ساتھ اور اونٹنیاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور وہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں اور وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے' بلکہ ہم یہاں پر عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اور بے شک جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے اور اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لیے ایک مدت کا تعین کر دیتا ہوں اور اس مدت میں وہ مجھے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیں' پھر اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں اور اگر میں اس دین کی تبلیغ میں (بالفرض) کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھ سے مامون ہو جائیں گے اور اگر وہ میری اس پیش کش کو قبول نہیں کرتے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تو میں اس دین کی تبلیغ پر ان سے ضرور جنگ کروں گا' حتیٰ کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ فرمائے گا۔ بدیل نے کہا: میں آپ کا پیغام قریش تک پہنچا دوں گا' پھر وہ قریش کے پاس گئے اور کہا: میں تمہارے پاس اس شخص (کریم) کے پاس سے آیا ہوں' اور ہم نے ان سے ان کا پیغام سنا ہے' اگر تم چاہو تو میں وہ پیغام تم کو سناؤں' قریش کے نادان لوگوں نے کہا: ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ان کے سمجھ دار لوگوں نے کہا: بتاؤ! تم نے ان سے کیا سنا ہے؟ بدیل نے کہا: میں نے ان کو اس طرح' اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پیغام سنایا' پھر عروہ بن مسعود (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: کیا تم میری اولاد کے حکم میں نہیں ہو؟ قریش نے کہا: کیوں نہیں! پھر کہا: کیا میں تمہارے باپ کے حکم میں نہیں ہوں؟ پھر کہا: کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں' پھر کہا: کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے تمہاری خاطر اہل عکاظ کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی تھی اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے تمام گھر والوں کو تمہاری حمایت میں لا کر کھڑا کر دیا تھا؟ قریش نے کہا: کیوں نہیں! تمہاری سب باتیں درست ہیں' تب اس نے کہا: اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے سامنے مناسب پیش کش کی ہے' تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں ان سے بات کروں' قریش نے کہا: تم جاؤ' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی طرح بات کی جس طرح بدیل سے بات کی تھی' اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ فرمایئے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا ہو اور اگر اس کے برخلاف صورتِ حال ہوئی یعنی آپ کے اور قریش کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو میں آپ کے ساتھ جن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں یہ سب بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے' اس موقع پر حضرت ابوبکر نے عروہ کو شتم کرتے ہوئے کہا: تو لات کی فرج کو چوس' کیا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ ابوبکر ہیں' تب اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک جواب نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا۔ اور عروہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تھا تو آپ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑتا تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا' پس جب بھی عروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے اور اس کے ہاتھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف بڑھنے سے روکتے' عروہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مسلمانوں

Marfat.com

نے کہا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں‘ عروہ نے کہا: اے عہد شکن! کیا میں اب تک تیرے بھرنے بھر نہیں رہا‘ اور حضرت مغیرہ زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جو لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیتے تھے‘ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے‘ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں‘ رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا‘ پھر عروہ کن انکھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھتے رہے‘ پس اللہ کی قسم! جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم تھوکا تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا‘ پھر اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا‘ پھر جب آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لیے جھپٹ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو وہ سب آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے لیے ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو سر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ عروہ واپس اپنے اصحاب کے پاس گئے اور کہا: اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کسی بادشاہ کے اصحاب اس بادشاہ کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ کی قسم! وہ جب بھی بلغم تھوکتے ہیں تو وہ ان کے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر ملتا ہے اور جب وہ انہیں کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لیے جھپٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں‘ گویا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ سب ان کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک قابل عمل تجویز رکھی ہے‘ تم کو چاہیے کہ تم اس کو قبول کر لو‘ پھر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا: مجھے ان کے پاس جانے دو‘ قریش نے کہا: اچھا تم جاؤ‘ پس جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے‘ سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لے آؤ (تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں) پھر قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لائے گئے اور مسلمان ”اللهم لبيك اللهم لبيك“ کہنے لگے‘ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ جانے سے نہیں روکنا چاہیے‘ پھر قریش میں سے مکرز بن حفص نام کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: مجھے ان کے پاس جانے دو‘ قریش نے کہا: اچھا تم جاؤ‘ جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور یہ بہت بُرا آدمی ہے‘ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگا‘ پس جس وقت وہ آپ سے بات کر رہا تھا تو سہیل بن عمرو آ گیا۔ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا۔ زہری کی روایت میں ہے: پھر سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا: آپ اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھیں‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: لکھو: ”بسم الله الرحمن الرحيم“ سہیل نے کہا: رہا رحمٰن تو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے؟ لیکن آپ لکھیں ”باسمك اللهم“ جیسا کہ آپ پہلے لکھتے تھے‘ مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ”بسم الله الرحمن الرحيم“ کے سوا اور کچھ نہیں لکھیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ”باسمك اللهم“ لکھ دو‘ پھر آپ نے فرمایا: لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے‘ سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے‘ لیکن

Marfat.com

آپ لکھیں: محمد بن عبد اللہ' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں' اگر چہ تم نے مجھے جھٹلایا ہے' تم محمد بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔ زہری نے کہا: آپ کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہو گی تو میں ان کا مطالبہ پورا کر دوں گا' پھر اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شرط پر کہ تم ہمارے لیے بیت اللہ کو خالی کر دو گے اور ہم اس کا طواف کر لیں گے' سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا' ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم نے دباؤ میں آ کر صلح کی ہے' لیکن آپ آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے' سو اس کو لکھ دیا گیا اور اس شرط پر کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہو گا' مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! ایک مسلمان کو کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا؟ حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آیا ہے' ابھی ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو آ گئے' ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ ان کو گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے' وہ مکہ کے نشیبی علاقوں کی طرف سے بھاگ کر آئے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے گرا دیا' سہیل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں اس معاہدہ کے مطابق آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہماری طرف واپس کر دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے ابھی تک اس شرط کو معاہدہ میں درج نہیں کیا ہے' سہیل نے کہا: پھر اللہ کی قسم! میں آپ سے کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو' سہیل نے کہا: میں اس کو آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا' آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم ایسا کر لو' اس نے کہا: میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا' مکرز نے کہا: چلو ہم اس کو آپ کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں' حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا' حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں' کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کس مصیبت کا سامنا ہے اور ان کو اللہ کا دین قبول کرنے کی پاداش میں سخت عذاب دیا گیا تھا؟

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا' میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عن قریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تو بے شک تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے ابو بکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں' میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: کیوں نہیں' میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ تب حضرت ابو بکر نے کہا: اے شخص! وہ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اللہ ان کی مدد فرمائے گا' پس تم ان کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو' پس اللہ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابو بکر نے کہا: کیوں نہیں! لیکن کیا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ تم اس سال بیت اللہ جا کر اس کا طواف کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں' حضرت ابو بکر نے کہا: تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں نے اپنی اس عجلت کی تلافی کے لیے بہت نیک اعمال کیے اور جب

Marfat.com

معاہدہ لکھنے سے فراغت ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا: اٹھو اور اونٹوں کو نحر کرو (یعنی ان کی قربانی کرو)' پھر اپنے سر مونڈ لو' اللہ کی قسم! آپ کے اصحاب میں سے (رنج کی وجہ سے) کوئی شخص نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین بار یہ ارشاد دہرایا' پس جب ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' پھر آپ نے ان کو صحابہ کے طرزِ عمل کی خبر دی' حضرت ام سلمہ نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ باہر جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں (اس کی قربانی کر دیں)' پھر آپ اپنے حجام کو بلائیں اور وہ آپ کا سر مونڈ دے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر گئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی' حتیٰ کہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر (ذبح) کر دیا اور آپ نے اپنے حجام کو بلایا اور اس نے آپ کا سر مونڈ دیا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ نحر کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کا حال دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ وہ مارے رنج و غم کے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے' پھر آپ کے پاس عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انہیں آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ' وہ مؤمن عورتیں کفار کے لیے حلال نہیں' اور نہ وہ کفار ان مؤمن عورتوں کے لیے حلال ہیں' اور کفار نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ تم ان کو ادا کر دو' اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بہ شرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر دو' اور اے مسلمانو! تم کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو' اور تم نے جو ان کے مہر پر خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ اس کو طلب کریں' یہ اللہ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے ۝

اسی دن حضرت عمر نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی جو اب تک شرک کی حالت میں تھیں' ان میں سے ایک نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ چلے گئے' پھر قریش میں سے ایک شخص مسلمان ہو کر مدینہ آئے وہ حضرت ابوبصیر تھے' قریش نے ان کی تلاش میں دو آدمی بھیجے اور کہا: آپ نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے اس کے مطابق ان دونوں کو واپس کر دیجئے' آپ نے معاہدہ کے موافق حضرت ابوبصیر کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا' وہ دونوں حضرت ابوبصیر کو لے کر روانہ ہوئے' حتیٰ کہ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو کھجوریں کھانے کے لیے سواریوں سے اترے' حضرت ابوبصیر نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ ہے' دوسرے آدمی نے وہ تلوار میان سے نکالی اور کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! یہ تلوار بہت عمدہ ہے' میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں' حضرت ابوبصیر نے کہا: ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ' اس شخص نے وہ تلوار ان کے قبضہ میں دے دی' حضرت ابوبصیر نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا حتیٰ کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دوسرا آدمی فرار ہو گیا' حتیٰ کہ وہ بھاگ کر مدینہ پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے' اس نے کہا: اللہ

Marfat.com

کی قسم! میرا ساتھی تو مارا گیا اور لگتا ہے میں بھی مارا جاؤں گا' پھر حضرت ابو بصیر آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی ذمہ داری سے بَری کر دیا' آپ مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلا دی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہاری ماں تم پر افسوس کرے! اگر اس کے ساتھ اس کا کوئی مددگار ہوتا تو تم نے تو جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی' حضرت ابو بصیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پھر مشرکین کی طرف لوٹانے والے ہیں' پھر حضرت ابو بصیر مدینہ سے چلے گئے اور ساحل سمندر کی طرف آ گئے اور حضرت ابو جندل بن سہیل بھی اپنے گھر والوں کی قید سے چھوٹ کر ان کے ساتھ آ ملے' پھر قریش کا جو شخص بھی اسلام قبول کرتا وہ مدینہ جانے کے بجائے ساحل سمندر کی طرف چلا جاتا' اس طرح وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت بن گئی' پس اللہ کی قسم! ان کو مشرکین کے جس قافلہ کے متعلق بھی یہ خبر ملتی کہ وہ (تجارت کے لیے) شام جا رہا ہے' تو وہ راستہ میں اس قافلہ پر حملہ کر کے قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کا مال و متاع بہ طور مالِ غنیمت کے لے آتے' پھر قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپ کو اللہ کا نام لے کر دہائی دی اور صلہ رحم کا واسطہ دیا اور (اپنی شرط واپس لے لی) اور کہا: اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ مامون ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ○ (الفتح: ۲۴)

وہی اللہ ہے جس نے سرزمین مکہ میں تم کو کافروں کے ہاتھوں سے بچایا اور کافروں کو تمہارے ہاتھوں سے (ساحل سمندر میں) بچایا' اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ○

اور یہ آیتیں یہاں تک نازل ہوئیں:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ . (الفتح: ۲۶)

جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی اور وہ زمانہ جاہلیت کا تعصب تھا۔

اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ انہوں نے یہ اقرار نہیں کیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور انہوں نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کا اقرار نہیں کیا اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

صلح حدیبیہ کی باقی ماندہ شرائط

''صحیح البخاری'' کی اس طویل حدیث میں صرف ان شرائط کا ذکر ہے' (۱) مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لیے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں' اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ (۲) جو مسلمان مکہ سے مدینہ چلا جائے' مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس کو مکہ واپس کر دیں۔

ان کے علاوہ اور شرائط بھی ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (چھ ذی الحجہ) ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس پر صلح کی کہ آپ (اگلے سال) مکہ میں صرف تین دن رہیں' جب یہ شرائط لکھی گئیں تو مسلمانوں نے لکھا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر (سیدنا) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی ہے' مشرکین نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے' اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو (عمرہ کرنے سے) بالکل منع نہ کرتے' لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد

Marfat.com

بن عبداللہ ہوں' پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا: ''رسول اللہ'' کے لفظ کو کاٹ دو' حضرت علی نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں ''رسول اللہ'' کے لفظ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب کو اٹھایا اور آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے' پھر آپ نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ نے لکھا ہے۔(۱) مکہ میں کوئی شخص (کھلے) ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا' مگر تلوار میان میں ہوگی (۲) اور اہل مکہ میں سے کسی شخص کو نکالا نہیں جائے گا خواہ وہ آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہو (۳) اور اگر آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا' پھر جب آئندہ سال آپ مکہ میں داخل ہوئے اور تین دن گزر گئے تو مشرکین حضرت علی کے پاس گئے اور کہا: تم اپنے نبی سے کہو کہ وہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں۔الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۵۱)

معاہدہ میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ یہ معاہدہ دس سال کے لیے ہے اور اس کے علاوہ اور بھی کئی امور کا ذکر تھا ان سب کا ذکر ''سیرت ابن ہشام'' میں ہے' جس سے دیگر کتب سیر نے نقل کیا ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے کہ دس سال تک لوگوں کو جنگ سے دور رکھا جائے اور ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے فتنہ کو روکیں کہ جو شخص قریش میں سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس قریش کی اجازت کے بغیر چلا جائے گا اس کو قریش کے پاس واپس بھیجا جائے گا اور جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے قریش کے پاس چلا جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور ہم ایک دوسرے کے خلاف عداوت ظاہر نہیں کریں گے' اور جو قبیلہ چاہے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف ہو جائے اور جو چاہے وہ قریش کا حلیف ہو جائے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو جائے' پھر خزاعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ مع الروض الانف ج ۴ ص ۵۲۔۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

بیعت رضوان کے متعلق قرآن مجید کی آیات

معاہدہ کو تحریر کرنے سے پہلے ایک اہم واقعہ رونما ہوا تھا جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے' قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں بیعت رضوان کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ (الفتح: ۲۰۔۱۸)

بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے' پس اس کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا' سو اس نے ان پر سکون اور اطمینان نازل فرمایا اور ان کو عنقریب (حاصل ہونے والی) فتح عطا فرمائی ۝ اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غالب' بہت حکمت والا ہے ۝ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم حاصل کرو گے' سو یہ (فتح حدیبیہ) تو تمہیں جلدی عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تا کہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو جائے اور وہ تم کو سیدھے راستے پر چلائے ۝

Marfat.com

اور اس آیت میں بھی بیعت رضوان کا ذکر ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح: ۱۰)

بے شک جو لوگ (بہ ظاہر) آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ (درحقیقت) اللہ سے ہی بیعت کر رہے تھے' اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا' سو جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس کے خلاف عہد شکنی کرتا ہے ۝

بیعت رضوان کے متعلق احادیث

اور ان حدیثوں میں بھی بیعت رضوان کا ذکر ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ کو ہم چودہ سو افراد تھے' ہم نے آپ سے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ کیکر کے درخت کے نیچے پکڑا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۶)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جس دن درخت کے نیچے بیعت ہو رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بیعت کر رہے تھے اور میں آپ کے سر سے درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہٹا رہا تھا اور ہم اس دن چودہ سو افراد تھے' انہوں نے کہا: ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی لیکن ہم نے یہ بیعت کی تھی کہ ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۸)

یزید بن ابی عبید' سلمہ بن اکوع کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ سے پوچھا کہ حدیبیہ کے دن آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کس چیز کی بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۶۰)

ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ سے اس پر بیعت لی ہو کہ وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں اور بعض صحابہ سے اس پر بیعت لی ہو کہ وہ تادم مرگ آپ کے ساتھ رہیں گے۔

عثمان بن موہب بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ کا حج کیا' اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا' اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا: یہ قریش ہیں' اس نے پوچھا: ان میں جو بوڑھا آدمی ہے وہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں' آپ مجھے بتایئے: کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان جنگ اُحد میں بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ وہ جنگ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس موقع پر حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر نے فرمایا: سنو! اب میں تمہیں اس کی وجوہ بیان کرتا ہوں' رہا جنگ احد میں بھاگنے کا معاملہ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی اور رہا جنگ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کو اس شخص کا اجر ملے گا جو جنگ بدر میں حاضر ہوا اور مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ بھی نکالا اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت کوئی اور شخص سرزمین مکہ میں اہل مکہ کے نزدیک معزز ہوتا تو آپ اس کو سفارت کے لیے بھیج دیتے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو سفارت کے لیے بھیج دیا اور

Marfat.com

حضرت عثمان کے جانے کے بعد بیعت رضوان منعقد ہوئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے' پھر آپ نے اس کے اوپر دوسرا ہاتھ مارا' پھر فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' پھر حضرت ابن عمر نے اس شخص سے فرمایا: جا! اب ان جوابات کو لے کر چلا جا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۹۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۱)

بیعت رضوان کا مفصل واقعہ

بیعت رضوان کا مفصل واقعہ اور اس کا پس منظر اور پیش منظر کتب سیرت میں مرقوم ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان فرمایا کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تاکہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو پکڑ لیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے' ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو مکہ بھیجیں اور وہ آپ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں' لیکن میں آپ کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا' تاکہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ آپ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر حضرت عثمان مکہ گئے جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص سے ہوئی' اس نے ان کو پناہ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا' پھر حضرت عثمان' ابوسفیان اور قریش کے دیگر سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا' انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کر لو' حضرت عثمان نے کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں میں طواف کرنے والا نہیں ہوں' پھر قریش نے حضرت عثمان کو پکڑ کر بند کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس قوم سے جنگ میں مقابلہ نہ کریں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کرنے کے لیے بلایا' پھر ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے کے لیے بیعت کی ہے یعنی تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے' حضرت جابر بن عبداللہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی' ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ

Marfat.com

کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔

(السیرۃ النبویہ علی حامش الروض الانف ج ۴ ص ۴۸۔۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

پھر حاضرین میں سے تمام مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد آپ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کرنے کی جو خبر آئی تھی وہ باطل تھی۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۸۰' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت)

امام عبدالرحمان بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے اس کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(المنتظم ج ۲ ص ۲۹۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن محمد شیبانی' ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اور علامہ اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۳۸' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۰ھ' البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام محمد بن عمر بن واقد المتوفی ۲۰۷ھ نے حضرت عثمان کے سلسلہ میں بہت ایمان افروز واقعہ لکھا ہے:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفارت کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے تو مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! عثمان تو مکہ پہنچ گئے اب وہ طواف کر لیں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم کو یہاں مکہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہو اور عثمان مکہ میں پہنچ کر ہمارے بغیر بیت اللہ کا طواف کر لیں۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! جب عثمان مکہ میں پہنچ گئے ہوں گے تو ان کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے کیا چیز مانع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا گمان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک کہ ہم طواف نہ کر لیں۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا: تم نے بیت اللہ کا طواف کر کے اپنی پیاس بجھالی؟ حضرت عثمان نے فرمایا: تم نے میرے متعلق بہت بُرا گمان کیا ہے' اگر میں وہاں مکہ میں ایک سال بھی رہتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ کے بغیر کبھی طواف نہ کرتا' مجھے قریش نے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا' تب مسلمانوں نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہیں اور ہم سب سے اچھا گمان کرنے والے ہیں۔ (کتاب المغازی ج ۲ ص ۶۰۲۔۶۰۱' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

بشارت کی تعیین سے پہلے عمرہ حدیبیہ کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ ۶ھ میں عمرہ کرنے کا جو قصد کیا تھا اور چودہ سو اصحاب کے ساتھ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے تھے' اس کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے واقعہ حدیبیہ سے پہلے خواب میں یہ دکھایا تھا کہ آپ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ انتہائی امن اور بے خوفی کے ساتھ عمرہ کرنے جا رہے ہیں' نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے' ہر چند کہ اس خواب میں یہ تعیین نہیں تھی کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے کب روانہ ہوں گے' لیکن چھ سال سے آپ نے اور مسلمانوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا' نہ اس کی زیارت کی تھی تو آپ اور سب مسلمان بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کے لیے بے چین تھے' اس لیے خواب میں جب بیت اللہ کی زیارت اور اس کے طواف کرنے کا مژدہ اور اس کی بشارت ملی تو آپ نے عمرہ کے لیے رختِ سفر باندھنے میں ذرا تاخیر نہ کی اور فوراً عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے اور اس کے لیے مسلمانوں میں اعلان عام کرایا گیا اور آپ اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے' یہی وجہ ہے کہ جب کفار نے ایسی شرائط عائد کیں جن سے بہ ظاہر مسلمان مغلوب معلوم ہوتے تھے اور کفار قریش غالب نظر آتے تھے اور سب

Marfat.com

مسلمان ان شرائط کے ماننے پر ملول اور افسردہ تھے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جب ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر ہیں تو ہم ان سے دب کر شرائط کیوں مانیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا' حضرت عمر نے کہا: کیا آپ نے ہم سے یہ بات نہیں بیان فرمائی تھی کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے؟ حضرت عمر نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تو بے شک تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ امن کے ساتھ عمرہ کریں گے آپ کو اس وحی پر اعتماد تھا کہ یہ خواب کی پیش گوئی ضرور پوری ہوگی' سو اگلے سال یہ پیش گوئی پوری ہوگئی اور آپ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ کرنے گئے اور جب آپ کا خواب سچا ہوگیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ (الفتح: ۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا' تم ان شاء اللہ ضرور بہ ضرور مسجد حرام (کعبہ) میں بے خوفی سے داخل ہو گے' اپنے سروں کے بال منڈواتے ہوئے اور کترواتے ہوئے اور تم کسی سے نہیں ڈرو گے' پس اللہ کو ان چیزوں کا علم ہے جن کو تم نہیں جانتے پس اس نے اس سے پہلے تمہیں ایک قریب کی فتح عطا کی○

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے تعیین کے بغیر ایک سال پہلے عمرہ کے لیے روانہ کیوں ہو گئے' کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعیین کر دی جاتی کہ عمرہ کی بشارت فلاں سال میں پوری ہوگی تب آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوتے تاکہ مسلمانوں کو دب کر کافروں کی شرائط ماننے کی ذلت نہ اٹھانا پڑتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا' قرآن مجید میں ہے: "قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ" (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف وہی کام کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے' آپ کا چھ ہجری میں عمرہ کے لیے روانہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا اور اس سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوئے:

(۱) اس سفر کے نتیجہ میں بیعت رضوان منعقد ہوئی اور حضرت عثمان کا مقام ظاہر ہوا کہ ان کا قصاص لینے کے لیے تمام مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ظاہر ہوا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کو اللہ نے اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔

(۲) صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اطاعت کا ظہور ہوا کہ کفار سے دب کر شرائط ماننا ان کی آن اور خودداری کے خلاف تھا لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اپنی آن' خودداری اور جذبات کو قربان کر دیا۔

(۳) کفار قریش نے جو یہ شرط رکھی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان مدینہ جائے گا اس کو مسلمان واپس کریں گے ان کو نقصان اٹھا کر یہ شرط واپس لینی پڑی اور حقیقت میں وہ ذلیل ہوئے۔

(۴) صلح حدیبیہ بعد کی فتوحات کے لیے پیش خیمہ بنی' ۶ ھ میں آپ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے اور دو سال بعد آپ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا۔

Marfat.com

(۵) صلح حدیبیہ سے مکہ کے گرد قبائل کو معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امن پسند شخص ہیں اور قریشِ مکہ ہٹ دھرم اور ظالم ہیں یہ حرم مکہ کے خادم اور متولی تھے لیکن انہوں نے حرم شریف کو اپنی ذاتی جاگیر بنا لیا' جس کو یہ چاہیں عمرہ کرنے دیں اور جس کو چاہیں عمرہ نہ کرنے دیں' اس سے اسلام کی تبلیغ کی راہ ہموار ہو گئی اور بہ کثرت فتوحات ہوئیں' ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر اور غزوۂ موتہ میں فتح ہوئی اور آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا' پھر طائف فتح ہوا' پھر فتوحات حاصل ہوتی گئیں اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

(۶) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کفار کی شرائط پر صلح نہ کرتے تو جنگ چھڑ جاتی' اگرچہ مسلمانوں کی طرف سے یہ مدافعانہ جنگ ہوتی لیکن حرمت والے مہینہ میں احرام باندھے ہوئے حدودِ حرم میں جنگ کرنا مسلمانوں کے لیے مناسب نہ تھا جب کہ اس جنگ سے بچنے کی صورت موجود تھی کہ مسلمان آئندہ سال امن سے عمرہ کر لیتے ورنہ کفار مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ انہوں نے حرمت والے مہینہ' احرام اور حدودِ حرم کا لحاظ نہیں کیا۔

(۷) اگر یہ جنگ چھڑ جاتی تو اس وقت جو مسلمان مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے ان کے لیے زیادہ مشکل ہوتی اور مسلمان ذہنی طور پر کسی جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں چلے تھے وہ احرام باندھ کر صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

(۸) سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں آیا تھا' اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو مسلمانوں کا صبر اور ضبط' مسلمانوں کی اطاعت رسول اور ان کی امن پسندی دکھانا چاہتا تھا۔

(۹) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتا تھا اور اپنے رسول کی زندگی میں یہ نمونہ رکھنا چاہتا تھا کہ مسلمان حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوں اور دشمن کے خوف یا کسی مرض کی وجہ سے یا کسی بھی ناگہانی افتاد کی وجہ سے سفر جاری نہ رکھ سکیں تو وہ اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیں اور اپنے سر مونڈ لیں اور احرام کھول دیں۔

(۱۰) بعض مدینہ کے قبائل (غفار' مزینہ' جہینہ اور اسلم وغیرہ) یہ سوچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے نہیں گئے کہ مسلمان عمرہ کے لیے مسلح ہو کر تو جا نہیں سکتے' اگر ایسے میں کفار نے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کا فیصلہ کر لیا تو نہتے مسلمان ان کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ○ (الفتح: ۱۲۔۱۱)

دیہاتیوں میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب آپ سے یہ کہیں گے کہ ہم اپنے مال اور گھر والوں میں مشغول رہے' آپ (ہمارے ساتھ نہ جانے پر) مغفرت طلب کریں' وہ اپنی زبانوں سے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے' آپ کہیے کہ تمہیں اللہ کے مقابلہ میں کون بچا سکتا ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا نفع پہنچانے کا ارادہ کرے' بلکہ اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے○ بلکہ (حقیقت میں) تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اب اپنے گھروں میں کبھی واپس نہ آ سکیں گے اور یہ چیز تمہارے دلوں میں خوش نما بن چکی تھی' تم نے برا گمان کیا تھا اور تم لوگ ہو بھی ہلاک ہونے والے○

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ہر چند کہ آپ کو خواب میں عمرے کی بشارت کی یہ تعیین نہیں کی تھی کہ آپ کس سال عمرہ

Marfat.com

کریں گے پھر بھی حصولِ تعیین سے پہلے آپ کا عمرہ کے لیے روانہ ہونا صحیح تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان اعراب کی مذمت فرمائی جو اپنی ہلاکت کے ڈر سے آپ کے ساتھ نہیں گئے اور ان کو ہلاک ہونے والی قوم قرار دیا۔

اور آپ کا بہ ظاہر دب کر کفار کی شرائطِ صلح کو قبول کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کی اتباع میں تھا' لوگ سمجھ رہے تھے کہ اس معاہدہ میں کفار کا پلہ بھاری تھا لیکن حقیقت میں آپ کا اور مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور بعد کے واقعات نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا۔

(۱۱) تعیین بشارت سے پہلے عمرہ کے سفر کو اختیار کرنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ کامل تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مصدق تھے کیونکہ حضرت ابوبکر کو شرائطِ صلح کے متعلق بال برابر بھی تردّد نہیں ہوا۔

(۱۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا عکاس اور مظہر تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جو جوابات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے' بعد میں وہی جوابات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی دیئے۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا' بعد میں جب حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے یہی سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے شخص! وہ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اللہ ان کی مدد فرمائے گا' باقی سوالات کے جوابات میں بھی اسی طرح یکسانیت ہے۔

''صحیح بخاری'' میں اسی طرح ہے لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کے بالکل الٹ لکھا ہے کہ پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے سوالات کیے اور ان کے جوابات سننے کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیے۔

چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی' مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا' وہ بے چین ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا۔۔۔۔۔ پھر ان سے صبر نہ ہوا جا کر یہی سوالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیے اور حضور نے بھی ان کو ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکر نے دیا تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۳۹' ترجمان القرآن' لاہور' اپریل ۱۹۸۲ء)

(۱۳) نیز اس سے حضرت عثمان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی شدت معلوم ہوئی' کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارت کے لیے انہیں مکہ جانے کا حکم دیا تو انہوں نے کوئی عذر پیش نہیں کیا اور بے خوف و خطر دشمن کے علاقہ میں چلے گئے۔

(۱۴) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک عبادت کا درجہ بعد میں ہے' پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور آپ کی تعظیم کا درجہ ہے' انہیں بیت اللہ کے طواف کی پیش کش کی گئی' لیکن انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کعبہ کا طواف نہیں کروں گا۔

(۱۵) اور اس سے حضرت عثمان کی یہ فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کی طرف سے خود بیعت کی' اس وقت بیعت رضوان میں سب حضور کے طالب تھے اور حضور حضرت عثمان

Marfat.com

کے طالب تھے تمام صحابہ اس وقت بیعت کے طالب اور حضرت عثمان بیعت کے مطلوب تھے اور یہ ان کی اس اطاعت اور جاں نثاری کا صلہ تھا کہ وہ آپ کے حکم پر بغیر کسی عذر کے بے خوف وخطر دشمن کے علاقہ میں چلے گئے تھے۔

سورۃ الفتح کا مقامِ نزول اور زمانۂ نزول

سورۃ الفتح مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں انتیس آیتیں ہیں' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر اڑتالیس ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ایک سو تیرہ (۱۱۳) ہے' یہ سورۃ الصف کے بعد اور سورۃ التوبہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

واحدی نے بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ میں حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئی' اس وقت مسلمان عمرہ کے لیے جانا چاہتے تھے اور کفار مکہ ان کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور ان کو بیت اللہ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ جانے نہیں دے رہے تھے اور اس وقت بہت رنج اور افسوس میں تھے' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ'' (الفتح: ۱) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

سورۃ الفتح کے مسائل اور مقاصد

☆ سورۃ الفتح میں اس چیز کی بشارت ہے کہ حدیبیہ کی صلح مسلمانوں کے لیے فتح مکہ کی تمہید ہے اور اب وہ وقت قریب ہے جب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا' اور اس مہم سے مسلمانوں کو جنت اور فوز عظیم حاصل ہو گی اور ان منافقوں کے لیے یہ اللہ کے غضب کا سبب بنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو لے کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔

☆ مسلمانوں کو یہ بتایا کہ اللہ کی طرف سے جو عظیم الشان رسول آیا ہے' مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم اور توقیر کریں اور تمام مہمات میں اس کے ساتھ تعاون کریں اور جو لوگ اس رسول کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

☆ جو منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کے اس سفر میں نہیں گئے تھے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اب یہ مختلف حیلے بہانے کر کے آپ کے پاس مغفرت کی درخواست لے کر آئیں گے' آپ انہیں بتا دیں کہ ان کا معاملہ اب اللہ کے سپرد ہے اور ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ کسی غزوہ کے متعلق اگر انہیں یہ یقین ہو کہ اس میں کوئی لقمہ تر ان کے ہاتھ آنے والا ہے تو ان کی پوری خواہش ہوتی ہے کہ یہ اس غزوہ میں شریک ہوں اور جب ان کو یہ معلوم ہو کہ اس غزوہ میں کسی طاقت ور دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے تو یہ اس میں شرکت سے پہلو تہی کرتے ہیں اور جان چراتے ہیں۔

☆ اس سورت میں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر اس موقع پر کفار مسلمانوں سے جنگ کرتے تو منہ کی کھاتے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق اور اس کی تعبیر میں تاخیر کی حکمت۔

☆ تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ یقینی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی تورات میں تصویر اور حق کے تدریجی غلبہ کی ''انجیل'' میں تمثیل۔

سورۃ الفتح کا تعارف کافی طویل ہو گیا اور یہ اب تک کی سورتوں میں بیان کیے گئے تعارف میں سب سے طویل تعارف

Marfat.com

ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں بہت اہم اور معرکہ آراء مباحث ہیں تو ہم نے چاہا کہ قارئین کو شروع میں ہی ان مباحث سے مکمل آ گاہی حاصل ہو جائے۔

اور اب میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کرتا ہوں' اے بارِ الٰہ! مجھ سے اس سورت کی تفصیل میں وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باطل اور غلط ہو اس کا رد کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ/ ۳ جون ۲۰۰۴ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ الفتح مدنیۃ ۴۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتہا ۲۹ رکوعاتہا ۴

سورۃ الفتح مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیتیں چار رکوع ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائیO تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے

ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا

آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو

مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

صراطِ مستقیم پر برقرار رکھےO اور اللہ آپ کی نہایت قوی مدد فرمائےO وہی ہے جس نے مومنوں

السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ

کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کا ایمان ان کے پہلے ایمان سے اور زیادہ ہو،

وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٤﴾

اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہےO

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

تاکہ اللہ مومنوں اور مومنات کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے

الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ

دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کی برائیوں کو ان سے مٹا دے، اور یہ اللہ کے

عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ

نزدیک بہت بڑی کامیابی ہےO اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۗ عَلَيْهِمْ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر

Marfat.com

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ

بُری گردش ہے' اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور لعنت فرمائی اور ان کے لیے دوزخ کو تیار کیا

وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ

اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہےO اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں' اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾

والا ہےO بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا' ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہےO

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۗ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ کی

وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۗ يَدُ

تسبیح پڑھوO بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا ہاتھ

اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ

ہے ان کے ہاتھوں پر' سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہو گا'

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ ع ١٠/٩

اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائیO تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھےO اور اللہ آپ کی نہایت قوی مدد فرمائےO وہی ہے جس نے مؤمنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کا ایمان ان کے پہلے ایمان سے اور زیادہ ہو' اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں' اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہےO تاکہ اللہ مؤمنوں اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کی برائیوں کو ان سے مٹا دے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہےO (الفتح: ۵۔۱)

(الفتح: ۱) سے آیا فتح مکہ مراد ہے یا فتح حدیبیہ؟

الفتح: ۱ میں جس فتح کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد کون سی فتح ہے؟ اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (۱) فتح مکہ (۲) فتح روم (۳) صلح حدیبیہ کی فتح (۴) دلائل اور براہین سے اسلام کی فتح (۵) اسلحہ سے اسلام کی فتح (۶) حق اور باطل کے اختلاف

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حدیبیہ کی فتح ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے الفتح: ۱ کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۴) حضرت جابر نے کہا: ہم فتح مکہ کا شمار نہیں کرتے تھے مگر حدیبیہ کے دن اور فراء نے کہا: حضرت جابر نے فرمایا: تم لوگ فتح مکہ کو فتح کہتے ہو' فتح مکہ بھی فتح تھی اور ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو افراد تھے' اور حدیبیہ ایک کنواں ہے' ضحاک نے کہا: یہ فتح بغیر جنگ کے حاصل ہوئی اور یہ صلح بھی فتح تھی' مجاہد نے کہا: اس سے مراد حدیبیہ میں اونٹوں کو نحر کرنا اور سروں کو مونڈنا ہے اور کہا: فتح حدیبیہ میں بہت عظیم نشانیاں ہیں' حدیبیہ کا پانی تقریباً ختم ہو گیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی تو اس کا پانی کناروں سے چھلکنے لگا' حتیٰ کہ آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے وہ پانی پی لیا' اور موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت کہا: یہ فتح نہیں ہے' ہم کو بیت اللہ کی زیارت کرنے سے روک دیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ سب سے عظیم فتح ہے' مشرکین اس بات سے راضی ہو گئے کہ وہ تم کو اپنے شہروں سے دور رکھیں اور تم سے مقدمہ کا سوال کریں اور امان کے حصول میں تمہاری طرف رغبت کریں اور انہوں نے تم سے وہ چیزیں دیکھیں جو ان کو ناپسند ہیں۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۱۱) شعبی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اس فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتح میں وہ چیزیں حاصل ہوئیں جو کسی اور غزوہ میں حاصل نہیں ہوئیں' آپ کو اس میں اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ سب کاموں پر مغفرت حاصل ہوئی' آپ کو بیعتِ رضوان حاصل ہوئی' اسی غزوہ کے بعد خیبر فتح ہوا اور رومی ایرانیوں پر غالب ہوئے اور مسلمانوں کو اس سے خوشی ہوئی کہ اہل کتاب کو مجوسیوں پر غلبہ ہوا اور زہری نے کہا کہ حدیبیہ کی فتح سب سے بڑی فتح تھی' حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے اور اس کے صرف دو سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۳۹-۲۳۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آپ کی مغفرت کے حصول کا سبب فتح مکہ ہے یا فتح حدیبیہ ہے یا فتح حجاب ہے؟

الفتح: ۲ میں فرمایا: تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے ○

اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فتح مغفرت کا سبب ہے اور فتح مغفرت کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی' اس سوال کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس آیت میں صرف اعلان مغفرت کو فتح کا سبب نہیں فرمایا بلکہ فتح کا سبب اعلان مغفرت' نعمت کو پورا کرنا' ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور اللہ تعالیٰ کا مدد فرمانا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چاروں امور فتح حدیبیہ سے حاصل ہوئے' کیونکہ جب فتح حدیبیہ ہوئی تو آپ پر نعمت مکمل ہوئی اور دوسری فتوحات کا دروازہ کھلا اس کے ایک سال بعد ۷ھ میں خیبر فتح ہوا اور دو سال بعد ۸ھ میں مکہ فتح ہوا اور فتح حدیبیہ کے بعد آپ پر اللہ تعالیٰ کی لگاتار نصرت کا ظہور ہوا۔

(۲) اگر اس فتح سے مراد فتح مکہ ہو تو مکہ کا فتح ہونا بیت اللہ کے بتوں سے خالی اور پاک ہونے کا سبب بنا اور بیت اللہ کی تطہیر بندوں کی تطہیر کا سبب بنی' کیونکہ بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے سے بندوں کے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

(۳) فتح حدیبیہ حج کرنے کا سبب اور وسیلہ بنی اور حج کرنا گناہوں سے پاک ہونے اور مغفرت کلی کا سبب ہے' حدیث میں

Marfat.com

ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں کوئی بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ گناہ کیا تو وہ حج کر کے اس طرح لوٹے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۲۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۱۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۸۹، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۲۶)

اور فتح حدیبیہ میں بھی آپ کو مغفرت کلی حاصل ہوگئی اور مؤمنین اور مؤمنات کو جنت کی بشارت حاصل ہوگئی۔

(۴) فتح مبین سے مراد ہے: فتح حجاب۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ آپ جمال الوہیت کی تجلیات کے مطالعہ اور مشاہدہ میں منہمک اور مستغرق رہیں لیکن بسا اوقات دین کی تبلیغ، امت کی اصلاح کے کاموں اور بشری تقاضوں کو پورا کرنے کی وجہ سے آپ کے دل پر حجاب چھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے یہ حجابات دور کر دیئے تاکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر سکیں اور آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو حجاب کا موجب ہو اور آپ کو اپنی اگلی اور پچھلی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کلی مغفرت حاصل رہے اور آپ کے اعتبار سے مغفرت کا معنی ہے: بلند درجات کا حصول اور ہماری طرح مغفرت کا یہ معنی نہیں ہے کہ گناہوں کو معاف کر دیا جائے یا بخش دیا جائے۔ اس توجیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ایک دن میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۰۲)

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر جو حجاب چھا جاتا تھا وہ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھا، علماء نے اس حجاب کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ دائماً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تھی، کبھی اس میں سستی اور غفلت ہو جاتی تھی تو آپ اس پر استغفار کرتے تھے۔

(۲) آپ امت کے احوال پر مطلع ہوتے اور آپ کے بعد آپ کی امت جو کام کرے گی اس پر مطلع ہوتے تو آپ اس پر امت کے لیے استغفار کرتے تھے۔

(۳) آپ امت کی مصلحتوں اور دشمن سے جنگ کے معاملات پر غور کرتے تھے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی تجلیات کے مشاہدہ میں کمی آجاتی تھی تو آپ اس پر استغفار کرتے تھے، ہر چند کہ امت کی مصلحتوں اور دشمن سے جنگ کے معاملات میں غور و فکر کرنا بھی عظیم مقام اور افضل عبادت ہے لیکن آپ اپنے درجات کی بلندی اور رفعتِ مقام کے اعتبار سے اسے کم تر خیال کرتے، اس لیے اس پر استغفار کرتے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت سے آپ کے دل پر حجاب آجاتا تھا تو آپ استغفار کرتے تھے۔

(۵) بعض ارباب اشارات نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقامات میں ہمیشہ ترقی کرتے رہتے تھے اور جب آپ پہلے مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے، تو دوسرے مقام کے اعتبار سے پہلے مقام کو ناقص قرار دیتے، پھر اس سے پہلے مقام پر استغفار کرتے اور اس سے توبہ کرتے، جنید رحمہ اللہ نے اسی طرف یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے: ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' نیکوں کی نیکیاں بھی ابرار کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

Marfat.com

(المفہم ج ۷ ص ۲۷-۲۶ 'دار ابن کثیر' بیروت '۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی مصلحتوں اور دشمن کے ساتھ لڑائیوں میں غور فرماتے اور اس کی وجہ سے اپنے عظیم مقام کی طرف توجہ نہ کر پاتے تو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے اس کو بھی گناہ قرار دیتے اور اس پر استغفار کرتے' ہرچند کہ یہ امور بہت عظیم عبادات اور افضل اعمال ہیں لیکن یہ آپ کے عظیم مقام سے نیچے ہیں اور آپ کے عظیم مقام سے یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوں اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ کریں اور اللہ کے ماسوا سے فارغ رہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ ص ۶۷۹۰ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ '۱۴۱۷ھ)

سو اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کر دی ہے' اس سے مراد فتح حجاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول مکرم کے درمیان کوئی حجاب نہیں رکھا اور آپ کو دائمی مشاہدہ عطا فرمایا تاکہ آپ کی اگلی زندگی میں یا پچھلی زندگی میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو آپ کے لیے حجاب ہو جائے اور یہ آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی ہے' ذنب کا معنی ہے: اثم (گناہ)۔ (القاموس المحیط ص ۸۵ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۲۴ھ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا' صغیرہ نہ کبیرہ' اعلانِ نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد' سہواً نہ عمداً' حقیقۃً نہ صورۃً' اس وجہ سے مفسرین نے اس آیت کی تاویلات اور توجیہات کی ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) اس آیت سے مراد مؤمنین کے گناہ ہیں۔

یعنی یہ آیت مجاز عقلی پر محمول ہے' یہ توجیہ عطاء خراسانی سے منقول ہے' علامہ سیوطی نے اس توجیہ کو تین وجوہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی عبارت حسب ذیل ہے:

ساتواں قول عطاء خراسانی کا ہے کہ ''ما تقدم'' سے مراد آپ کے باپ آدم اور حوا کے گناہ ہیں اور ''ما تاخر'' سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں' یہ قول تین وجوہ سے ضعیف ہے:

(۱) حضرت آدم نبی معصوم ہیں ان کی طرف کسی گناہ کی اضافت نہیں کی جائے گی' سو یہ تاویل خود ایک تاویل کی محتاج ہے۔

(۲) کسی گناہ کی اضافت دوسرے کی طرف ضمیر خطاب سے نہیں کی جاتی (پھر امت کے گناہوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے کی جائے گی)۔

(۳) تمام امت کے گناہ معاف نہیں کیے گئے' بلکہ ان سے بعض کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بعض کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے (بلکہ ان کو گناہوں کی سزا دی جائے گی)۔ (جواہر البحار ج ۴ ص ۲۵۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۹ھ)

عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ''کنز الایمان'' میں ترجمہ بھی عطاء خراسانی کے ترجمہ

Marfat.com

کی فرع ہے' یہ بات درست نہیں ہے صرف اتنی بات میں اعلیٰ حضرت اور عطاء خراسانی میں مماثلت ہے کہ دونوں نے مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی' اعلیٰ حضرت نے مغفرت ذنب کی نسبت آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا ہے اور عطاء خراسانی نے ذنب کی نسبت نبی معصوم حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

عطاء خراسانی نے کہا: ''ما تقدم من ذنبك'' سے مراد ہے: آپ کے باپ اور ماں' آدم اور حوا کے گناہ آپ کی برکت سے بخش دیئے گئے اور ''ما تاخر'' سے مراد ہے' آپ کی دعا سے آپ کی امت کے گناہ بخش دیئے گئے۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۳)

عطاء خراسانی کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کسی آیت یا حدیث کے ترجمہ کے بغیر حضرت آدم کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے اور امام ابن الحاج مکی نے کہا ہے: ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ جس شخص نے قرآن اور حدیث کی تلاوت کے بغیر کہا کہ کسی نبی نے گناہ کیا یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وہ کافر ہو گیا۔ نعوذ بالله من ذالك.

(المدخل ج ۲ ص ۱۴)

اور اس پر دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ آپ کی تمام امت کے گناہ الفتح: ۲ کے نزول کے وقت نہیں بخشے گئے' بلکہ بعض لوگوں کے گناہ آپ کی شفاعت سے قیامت کے دن بخشے جائیں گے اور بعض لوگوں کے گناہ عذاب قبر بھگتنے کے بعد بخشے جائیں گے اور بعض کے گناہ دوزخ کی سزا کاٹنے کے بعد بخشے جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے ہر چند کہ اپنی دوسری تصانیف میں اس آیت کا ''کنز الایمان'' سے مختلف ترجمہ کیا ہے اور ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قائم رکھی ہے' لیکن آپ نے عطاء خراسانی کی طرح یہ نہیں لکھا کہ آپ کے باپ اور ماں' آدم اور حوا کے گناہ آپ کی برکت سے بخش دیئے گئے۔ بلکہ آپ نے لکھا ہے کہ تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ اور معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ نہیں لکھا۔ اور اس میں اہل سنت کے عقیدہ کی مخالفت نہیں ہے اور جب یہ کہا جائے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تو یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے' کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور کسی نبی نے کوئی گناہ نہیں کیا اور قرآن مجید کی تصریح کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے نسیان سے شجر ممنوع سے کھایا تھا'' فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۝ ''پس آدم بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم (معصیت) نہیں پایا۔ (طٰہٰ: ۱۱۵) اور جو کام نسیان سے کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا' گناہ وہ ہوتا ہے کہ ممنوع کام قصد و ارادہ سے کیا جائے۔

بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے یہ تصریح کی ہے ''تمہارے اگلوں میں'' نہ حضرت آدم علیہ السلام داخل ہیں نہ آپ کے آباء کرام میں سے کوئی اور نبی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

''ما تقدم من ذنبك'' تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۷' دار العلوم امجدیہ' کراچی)

امام فخر الدین رازی کی دوسری توجیہ یہ ہے:

(۲) ذنب سے مراد ترک افضل ہے (یہ جواب صحیح ہے)۔

Marfat.com

(۳) ذنب سے مراد گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام پر سہواً اور عمداً جائز ہیں اور گناہ صغیرہ کا ارتکاب ان کو تفاخر اور تکبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

امام رازی کا یہ تیسرا جواب بھی پہلے جواب کی طرح صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر انبیاء علیہم السلام سے خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ صغیرہ واقع ہوں تو وہ مطلقاً معصوم نہیں رہیں گے اور ان کا اپنی امت کو گناہ صغیرہ سے روکنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ اللہ کے نزدیک یہ بات ناراضگی کا موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے○ (الصف: ۳)

(۴) اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کے اعلان سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا اظہار ہے (یہ جواب صحیح ہے)۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اس آیت کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) طبری نے کہا: آپ نے اعلانِ رسالت سے پہلے اس آیت کے نزول تک جو ذنوب کیے وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے۔

یہ توجیہ باطل ہے کیونکہ آپ اپنی پوری زندگی میں معصوم ہیں۔

(۲) سفیان ثوری نے کہا: ''ما تقدم'' سے مراد یہ ہے کہ آپ نے زمانۂ جاہلیت میں نزول وحی سے پہلے جو ذنوب کیے' ان سب کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ واحدی نے کہا: ''ما تاخر'' سے مراد یہ ہے کہ جن احکام پر آپ نے عمل نہیں کیا ان کو معاف کر دیا ہے۔

یہ توجیہ بھی حسب سابق باطل ہے۔

(۳) عطاء خراسانی نے کہا: ''ما تقدم'' سے مراد ہے آپ کے والدین آدم اور حوا کے گناہ' اور ''ما تاخر'' سے مراد ہے: آپ کی امت کے گناہ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کے باپ ابراہیم کے گناہ مراد ہیں۔

یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ اس میں انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار قرار دیا ہے' حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

(۴) ''ما تاخر'' سے مراد ہے: نبیوں کے گناہ اور ایک قول ہے: ''ما تقدم'' سے مراد ہے: یومِ بدر کا گناہ اور ''ما تاخر'' سے مراد ہے: یومِ حنین کا گناہ' اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم بدر کا گناہ مقدم ہے اور وہ آپ کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین میں تیری کبھی بھی عبادت نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۳) آپ بار بار یہ دعا کرتے رہے تو اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی' آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو کبھی بھی میری عبادت نہیں ہو گی؟ سو یہ آپ کا وہ گناہ ہے جو مقدم ہے (علامہ قرطبی کی ذکر کردہ اس وحی کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ یہ صحیح ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور آپ کا جو گناہ مؤخر ہے وہ یہ ہے کہ جب حنین کے دن مسلمانوں کو شکست ہوئی تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس اور اپنے عم زاد سے کہا: مجھے وادی کی کچھ کنکریاں لا کر دو پھر آپ نے وہ کنکریاں اپنی مٹھی میں لے کر مشرکین کے چہروں پر ماریں اور فرمایا: ان کے منہ بگڑ جائیں: ''حٰمٓ لا ینصرون'' تو تمام مشرکوں کو شکست ہو گئی اور ہر مشرک کی آنکھوں میں ریت اور کنکریاں بھر گئیں' پھر آپ نے بھاگے ہوئے مسلمانوں کو بلایا تو وہ آ گئے اور آپ نے کہا: اگر میں ان کو کنکریاں نہ مارتا تو ان کو شکست نہ ہوتی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

Marfat.com

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ (الانفال:۱۷) آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے پھینکی تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے پھینکی تھیں۔

سو یہ آپ کا وہ گناہ ہے جو بعد میں ہوا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۱۶ ص۲۴۱۔۲۴۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

چوتھی توجیہ میں علامہ قرطبی نے بدروحنین کے متعلق جو روایت ذکر کی ہے وہ بالکل بے اصل ہے' اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کا ذکر کیا گیا ہے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' علامہ قرطبی پر واجب تھا کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں ان اقوال کا ذکر نہ کرتے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل توجیہات ذکر کی ہیں:

(۱) آپ سے جو اولیٰ کاموں کا ترک ہوا' ہر چند کہ ترک اولیٰ ذنب نہیں ہے' لیکن آپ کی نظر جلیل میں وہ ذنب تھا اس لیے اس کو ذنب سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ابوسعید خراز نے کہا ہے کہ "**حسنات الابرار سیئات المقربین**" نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

(۲) اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں' یہ توجیہ صحیح نہیں ہے۔

(۳) سفیان ثوری کا قول ذکر کیا ہے کہ اس سے زمانۂ جاہلیت کے گناہ مراد ہیں۔

(۴) بدروحنین کے گناہ ذکر کیے ہیں' جس کی تفصیل علامہ قرطبی کے آخری قول میں گزر چکی ہے

آخری تینوں توجیہات صحیح نہیں ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(روح البیان ج۹ ص۱۲۔۱۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس سے مراد خلاف اولیٰ کام ہیں اور ان کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب فرمایا ہے یا پھر وہ "**حسنات الابرار سیئات المقربین**" کے قبیل سے ہیں' پھر دو باطل توجیہات کا ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔ (روح المعانی جز۲۶ ص۱۳۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی' علامہ اسماعیل حقی اور علامہ آلوسی تینوں کے نزدیک اس آیت میں ذنب کا اطلاق ترکِ اولیٰ یا خلاف اولیٰ کاموں پر کیا گیا ہے۔

محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ کی قسم! میں دن میں ستر سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۰۷' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۲۵۹' سنن نسائی رقم الحدیث:۴۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۱۵)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ مغفرت طلب کرتے تھے اور توبہ کا عزم کرتے تھے۔ ابوداؤد (حافظ ابن حجر نے امام نسائی لکھا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے) نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے:

استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ. میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے

Marfat.com

اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۱۷' سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۵۷۷)

آپ مجلس میں کھڑے ہونے سے پہلے سو مرتبہ یہ دعا کرتے تھے۔

اور نافع نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ہم گنا کرتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سو مرتبہ یہ دعا کرتے تھے:

اللھم اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور . اے اللہ! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث:۱۰۶)

''صحیح بخاری'' میں ہے: میں دن میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرتا ہوں اور امام نسائی نے روایت کیا ہے: میں ہر روز سو مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث:۴۳۸) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو' کیونکہ میں ہر روز اللہ سے سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث:۴۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۰۲) اور امام مسلم نے اغر مزنی سے روایت کیا ہے: بے شک میرے دل پر غین (حجاب) چھا جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ سے سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۰۲) قاضی عیاض نے کہا: غین (حجاب) سے مراد وہ سستی ہے جو دائماً ذکر کرنے سے مانع ہے' اور آپ جب کسی سستی یا کسی اور وجہ سے ذکر نہ کر سکتے تو اس کو گناہ قرار دیتے اور اس پر مغفرت طلب کرتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس حجاب سے مراد دنیاوی کاموں کے منصوبے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سکون ہے جو آپ کے دل پر چھا جاتا ہے اور آپ اظہارِ عبودیت کے لیے استغفار کرتے تھے' یا خوفِ خدا کے غلبہ سے استغفار کرتے تھے۔ محاسبی نے کہا: آپ اللہ کی جلال ذات سے ڈرتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا: آپ کے دل پر حجاب کا آنا نقص نہیں ہے' بلکہ کمال ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ آپ معصوم ہیں اور استغفار معصیت کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے' اس کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کے دل پر جو حجاب چھا جاتا تھا آپ اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۲) ابن جوزی نے کہا: بشری کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں' انبیاء علیہم السلام اگرچہ گناہ کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں لیکن گناہ صغیرہ سے معصوم نہیں ہیں' تاہم یہ جواب صحیح نہیں ہے' انبیاء علیہم السلام کبائر اور صغائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) ابن بطال نے کہا: انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے اور وہ سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں پھر بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے کی وجہ سے اور مباح امور مثلاً کھانے پینے' جماع کرنے' سونے' آرام کرنے' مسلمانوں سے باتیں کرنے' ان کی مصلحتوں میں غور و فکر کرنے' دشمنوں سے جنگ کی تدبیر کرنے اور ایسے دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعا اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ نہیں کر پاتے اور آپ اپنے عظیم مقام کی وجہ سے اس کو بھی گناہ خیال فرماتے تھے کیونکہ آپ کا مقام عالی تو یہ ہے کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں۔

(۴) آپ کا استغفار کرنا امت کی تعلیم کے لیے تھا یا امت کے گناہوں پر استغفار اور ان کی شفاعت کے لیے تھا۔

(۵) آپ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تھے اور بعد والا حال پہلے حال سے بلند ہوتا تھا' تو آپ

Marfat.com

بعد کے حال کے مقابلہ میں پہلے حال کو گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

(۶) شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا: آپ کا ہر آن اللہ سے قرب رہتا تھا اور ہر بعد والی آن میں پہلی آن سے زیادہ قرب ہوتا تھا اور آپ پہلی آن کو بعد والی آن کے مقابلہ میں گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۸۱۔۳۷۹ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی کا خلاصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ استغفار ترکِ اولیٰ پر تھا یا تواضعاً تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۳۴ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱۳ ص ۳۶۲۔۳۶۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں' حتیٰ کہ آپ صغائر سے بھی معصوم ہیں' اس کا یہ جواب ہے کہ استغفار کرنے سے گناہ کا صدور لازم نہیں آتا' بلکہ استغفار میں اپنے رب کی طرف حاجت کا اظہار ہوتا ہے اور تواضع ہوتی ہے اور امت کے لیے تعلیم ہوتی ہے تاکہ ان کے لیے بھی استغفار کرنا سنت ہو جائے۔

(التوشیح ج ۵ ص ۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیئے' کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا' حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا' نہ آئندہ کرے گا لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ ''**لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر**'' کا معنی ہے: ''**لیعصمک اللہ فیما تقدم من عمرک وفیما تاخر منہ**'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے بچائے رکھے گا اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا' اس آیت میں مغفرت' عصمت سے کنایہ ہے اور قرآن مجید میں بعض مقامات پر مغفرت سے عصمت کا کنایہ کیا گیا ہے۔

شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اپنی کتاب ''نہایۃ السؤل فیما سنح من تفضیل الرسول'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے' پھر انہوں نے فضیلت کی وہ وجوہات ذکر کی ہیں اور ان فضیلت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب (یعنی بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کی خبر نہیں دی' یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو سب ''**نفسی نفسی**'' کہیں گے اور ہیبتِ الٰہی سے شفاعت نہیں کریں گے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرا کام ہے' اور اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کو ثابت کیا' پھر مغفرت ذنوب کا ذکر کیا' پھر اپنی

Marfat.com

نعمت پوری کرنے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت پر ثابت رکھنے اور نصر عزیز کا ذکر کیا' جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس آیت سے مقصود گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ گناہوں کی نفی کرنا ہے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا ہے' فتح مبین عطا فرمائی جو اجابت کی علامت ہے' مغفرت عطا فرمائی جو محبت کی علامت ہے' اتمام نعمت سے سرفراز کیا جو آپ کے اختصاص کی نشانی ہے اور ہدایت عطا فرمائی جو ولایت کی علامت ہے' پس مغفرت سے مراد تمام عیوب اور نقائص سے آپ کی تنزیہ ہے اور اتمامِ نعمت سے مراد آپ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا ہے اور ہدایت سے مراد آپ کو مشاہدہ ذات وصفات کے اس مرتبہ پر پہنچانا ہے جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۲۔ ۷۳' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

ہم نے جو شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ سب نبیوں کے پاس جائیں گے اور سب ''نفسی نفسی'' کہیں گے' سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے' اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث میں تو صرف حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کا ذکر ہے اور یہ کل پانچ نبی ہیں' سب نبیوں کے پاس جانے کا تو حدیث میں ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ سب نبیوں کے پاس جانے کا بھی حدیث میں ذکر ہے' ملاحظہ فرمائیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا اسمعیل بن ابان' حدثنا ابو الاحوص' عن ادم بن علی' قال سمعت ابن عمر رضی اللہ عنھما یقول ان الناس یصیرون یوم القیامۃ جثا' کل امۃ تتبع نبیھا یقولون یا فلان اشفع حتی تنتھی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود.

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۱۸' طرفہ فی: ۱۴۷۵' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۱۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے' حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہو گی۔ پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۸۶' طبع کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بھی تمام انبیاء کا ذکر فرمایا ہے:

اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ''نفسی نفسی'' فرمائیں گے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''انا لھا انا لھا'' ''میں ہوں' شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے'' انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم سب سر بہ گریباں وہ ساجد و قائم سب محلِ خوف میں آمن و ناعم سب اپنی فکر میں' انہیں فکرِ عوالم' سب زیرِ حکومت وہ مالک وحاکم بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے' ان کا رب انہیں فرمائے گا: ''یا محمد ارفع رأسک وقل تسمع''۔ (تجلی الیقین ص ۳۵)

شیخ عز الدین' علامہ سیوطی اور شیخ عبد الحق سب کے کلام کا حاصل یہی ہے کہ تمام نبیوں کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہو گی۔

حافظ ابن کثیر دمشقی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے' آپ کے علاوہ اور کسی

Marfat.com

شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے اور اطاعت' نیکی اور پارسائی میں اوّلین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کے مقام کو نہیں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو حضور کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر حضور کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ مغفور ہیں اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا' بعض علماء نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(الشفاء ج ۱ ص ۳۱' عبد التواب اکیڈمی' ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ تجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے' جیسے کوئی شخص کسی سے اظہارِ محبت کے لیے کہے' اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ذنب کا معنی ستر ہے جو نہ دکھائی دینے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو لازم ہے عدم ذنب' یعنی جب گناہ ہے ہی نہیں تو کیسے دکھائی دے گا' کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو دکھائی دیتا؟ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدم اور مؤخر دونوں کا ذکر کیا ہے' حالانکہ مؤخر کا وجود ہی نہیں ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا گناہ مقدم ہے نہ مؤخر سو آپ سے مطلقاً گناہ سرزد نہیں ہوا۔

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳' دار الفکر' بیروت)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بناء پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت میں غفلت واقع ہوتی ہے' حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳' دار الفکر' بیروت)

اعلیٰ حضرت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات

ایک ہندو شخص راما سنگم نے قرآن مجید کی تین آیتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گار ثابت کیا' پہلی آیت یہ ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۚ (محمد: ۱۹)

آپ اپنے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں پر معافی طلب کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ. (المؤمن: ۵۵)

آپ اپنے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں پر معافی طلب کیجئے۔

Marfat.com

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔ (الفتح:۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ان تینوں آیات کی توجیہات بیان کی ہیں' پہلی دو آیتوں میں اعلیٰ حضرت کی توجیہ ہم ان آیتوں کی تفسیر میں بیان کرچکے ہیں اور یہاں پر ہم الفتح: ۲ میں اعلیٰ حضرت کی توجیہ کا ذکر کررہے ہیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

قال اللہ عزوجل ''وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها'' اگر اللہ کی نعمتیں گنناچاہو تو نہ گن سکو گے' جب اوس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہرنعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے۔

از دست و زبان که برآید کز عهدهٔ شکرش بدرآید

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے' نعمائے الٰہیہ ہروقت ہرلحہ ہرآن ہرحال میں متزائد ہیں' خصوصاً خاصوں پر' خصوصاً اون پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور' اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں ''ما تقدم'' سے کیا مراد لیا' وحی اترنے سے پیشتر کے' اور گناہ کسے کہتے ہیں؟ مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا؟ وحی سے تو جب تک وحی نہ اوتری تھی' فرمان کہاں تھا' جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

جس طرح ''ماتقدم'' میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں' یوں ہی ''ما تاخر'' میں نقد وقت ہے قبل بتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان اون کے منع پر اترا اور اونہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ اون کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا' یو ہیں بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد میں اون کی ممانعت اوتری' اوسی طریقے سے ان کو ''ماتاخر'' فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ''وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ'' (طٰہٰ:۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' حالانکہ خود فرماتا ہے: ''فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۞'' (طٰہٰ:۱۱۵) آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا' لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ' خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا'' (البقرہ:۲۸۶) اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ' اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

ع
جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔

جن کے رتبے ہیں سوا اون کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا' ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا' شہریوں میں' بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے' اس لیے وارد ہوا: ''حسنات الابرار سيئات المقربين'' نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے' حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

اسی وجہ پر کریمۂ سورۂ فتح میں لام ''لك'' تعلیل کا ہے اور ''ما تقدم من ذنبك'' تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا

Marfat.com

عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثناء انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ''ما تاخر'' تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت' امت مرحومہ۔تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

''ما تقدم'' و''ما تأخر'' سے قبل وبعد نزولِ وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا' آیت میں قطعاً محتمل اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع'' ولله الحمد وصلى الله تعالٰى على شفيع المذنبين وبارك وسلم الى يوم الدين وعلٰى آله وصحبه اجمعين والله تعالٰى اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ ص ۸۷۔۷۵' طبع دار العلوم امجدیہ' کراچی)

''ليغفرلك الله'' کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان

علامہ سیوطی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے:''القول المحرر علی قولہ تعالیٰ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر'' اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے بارہ وہ جوابات بیان کیے ہیں' جو غیر مقبول ہیں۔ علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ نے ''الجواہر البحار'' جلد رابع میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے' ہم اختصار کے ساتھ علامہ سیوطی کے بیان کردہ بارہ غیر مقبول جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱) مقاتل نے کہا: ذنب سے مراد وہ اُمور ہیں جو آپ سے زمانۂ جاہلیت میں سرزد ہوئے' یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ آپ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں۔

(۲) ذنب سے مراد وہ اُمور ہیں جو قبل از نبوت صادر ہوئے' یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ آپ قبل از نبوت بھی معصوم ہیں۔

(۳) سفیان ثوری نے بھی ذنب سے امورِ جاہلیت مراد لیے' یہ جواب بھی باطل ہے۔

(۴) مجاہد نے کہا: ''ما تقدم'' سے مراد حدیث ماریہ اور ''ما تاخر'' سے مراد زید کی عورت کا قصہ ہے' یہ قول باطل ہے کیونکہ ان واقعات میں کوئی گناہ نہیں۔

(۵) زمخشری نے کہا: اس سے مراد آپ کی تقصیرات ہیں' یہ قول باطل ہے' کیونکہ آپ کی کوئی تقصیر نہیں' اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور تفریط اور تقصیر میں اتباع جائز نہیں۔

(۶) ذنب سے مراد بچپن میں آپ کا لڑکوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانا ہے' یہ قول باطل ہے کیونکہ جب آپ کو لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا: میں کھیل کے لیے پیدا نہیں ہوا۔

(۷) عطاء خراسانی نے کہا: ''ما تقدم'' سے مراد آپ کے باپ آدم اور حواء کے گناہ ہیں اور ''ما تاخر'' سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں' یہ قول تین وجوہ سے ضعیف ہے۔(ا) حضرت آدم نبی معصوم ہیں ان کی طرف کوئی گناہ منسوب نہیں ہے سو یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔(ب) جس شخص سے گناہ صادر نہ ہوئے ہوں اس کی طرف خطاب کے صیغہ سے دوسروں کے گناہ منسوب نہیں کیے جاتے۔(ج) تمام امت کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے بلکہ بعض کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور بعض کے معاف نہیں کیے جائیں گے۔

(۸) حضرت ابن عباس نے کہا: ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آئندہ ہوں گے' علامہ سبکی نے کہا: اس میں یہ تاویل ہے کہ اگر بالفرض آپ کے ماضی اور مستقبل میں گناہ ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجاہت کی وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔

(۹) قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں کہا: آپ سے گناہ ہوئے یا نہیں ہوئے' اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔

Marfat.com

(۱۰) ''ما تقدم'' سے مراد ہے: نبوت سے پہلے اور ''ما تاخر'' سے مراد ہے: نبوت کے بعد آپ کو معصوم رکھنا۔

(۱۱) علامہ طبری اور علامہ قشیری نے کہا: آپ سے جو اُمور سہو' غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے' ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(۱۲) مکی نے کہا: اس آیت میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں' ان میں سے بعض مردود' بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔

(جواہر البحار ج ۴ ص ۲۱۳۔۲۱۱' مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۷۹ھ)

علامہ سیوطی نے عطاء خراسانی کے قول کو ضعیف کہا ہے' لیکن ہمارے نزدیک یہ قول بالکل صحیح نہیں ہے اور ہم اس کی وجوہات اور روایت حدیث میں عطاء خراسانی کی حیثیت کو آئندہ صفحات میں بیان کر رہے ہیں' فنقول وباللہ التوفیق۔

عطاء بن ابی مسلم خراسانی

ہمارے ہاں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ''کنز الایمان'' میں الفتح: ۲ کا ترجمہ عطاء خراسانی کی اتباع میں کیا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ عطاء خراسانی کی تاویل اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں صرف یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں نے ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف برقرار نہیں رکھی جیسا کہ ظاہر قرآن میں آپ کی طرف نسبت ہے۔ ورنہ عطاء خراسانی کی تاویل یہ ہے کہ آپ کے باپ آدم اور آپ کی ماں حواء کے گناہ آپ کی برکت سے بخش دیئے گئے اور عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے اور اعلیٰ حضرت نے یہ نسبت آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۸' طبع قدیم' کراچی)

اس کو ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں یہاں پر ہم اس قدر بتانا چاہتے ہیں کہ عطاء خراسانی کی روایت حدیث میں کیا حیثیت ہے اور ان کا تعارف کیا ہے؟

ان کا پورا نام عطاء بن عبد اللہ ہے' یہ پچاس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳ھ یا ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے' یہ شام میں سکونت پذیر رہے۔ (میزان الاعتدال ج ۵ ص ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱٦ھ)

یہ محدث اور واعظ تھے' دمشق اور قدس میں رہے اور دراصل یہ بلخ کے رہنے والے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۳۵۹' دار الفکر' بیروت)

روایت حدیث کے اعتبار سے ان کا شمار ضعفاء میں ہوتا ہے' چند اقوال ان کی تعدیل اور تعریف میں بھی ہیں' لیکن زیادہ تر اقوال ان کی جرح اور مذمت میں ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ لکھتے ہیں:

قاسم بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے کہا کہ عطاء خراسانی آپ سے یہ حدیث روایت کرتا ہے کہ جس شخص نے رمضان میں جماع کیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ کفارہ ظہار ادا کرے۔ سعید بن المسیب نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' میں نے اس کو یہ حدیث بیان نہیں کی۔ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا (عطاء خراسانی نے حضور کی طرف جھوٹ منسوب کیا)۔

(التاریخ الکبیر ج ٦ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علی بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے ابن جریج از عطاء خراسانی کے متعلق پوچھا' انہوں نے کہا: وہ ضعیف راوی ہے' میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ ابن جریج نے مجھے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: وہ "لاشئی" ہے (کوئی چیز نہیں)' ابن جریج نے اس کو صرف اپنی کتاب دی تھی۔ (کتاب العلل ص ۲۴۷۔۲۴۶' مع الجامع الکبیر ج ۶' دار الجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء)

حافظ محمد بن عمرو عقیلی مکی متوفی ۳۲۲ھ نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب نے کہا: عطاء خراسانی نے جھوٹ بولا' میں نے اس کو یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رمضان میں جماع کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارۂ ظہار ادا کرنے کا حکم دیا تھا' مجھے صرف یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صرف صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا (یعنی عطاء خراسانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کیا)۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۴۰۶۔۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ عبداللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ نے بھی عطاء خراسانی کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور انہوں نے بھی مذکور بالا قول تفصیل سے لکھا ہے کہ سعید بن میتب نے کہا کہ عطاء خراسانی نے جھوٹ بولا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' طبع جدید' ۱۴۱۸ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے عطاء خراسانی کی تعدیل بھی کی ہے' لیکن زیادہ تر جرح کے اقوال لکھے ہیں:

☆ امام نسائی نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں' احمد' یحییٰ اور عجلی وغیرہ نے کہا: وہ ثقہ ہے۔

☆ امام عقیلی نے ذکر کیا ہے کہ اس نے سعید بن المسیب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑنے والے کو کفارۂ ظہار ادا کرنے کا حکم دیا' سعید نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' میں نے اس سے یہ حدیث نہیں بیان کی' مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

☆ امام بخاری نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ عطاء خراسانی نے سعید بن المسیب سے جھوٹی حدیث روایت کی۔

☆ امام ابن حبان نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں شمار کیا ہے' اور کہا ہے کہ وہ نیک شخص تھا مگر اس کا حافظہ ردی تھا' وہ بہت وہمی تھا اور روایت میں خطا کرتا تھا۔

☆ امام ابن ابی حاتم نے کہا: وہ ثقہ تھا۔ شعبہ نے کہا: عطاء خراسانی بھلکڑ تھا۔

☆ امام ترمذی نے "کتاب العلل" میں کہا: امام بخاری نے بتایا کہ میں امام مالک کی روایات میں عطاء خراسانی کے علاوہ اور کسی ایسے راوی کو نہیں جانتا جس کی حدیث ترک کیے جانے کی مستحق ہو۔ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: اس کی احادیث الٹ پلٹ ہوتی ہیں' پھر امام ترمذی نے کہا: عطاء ثقہ ہے (میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تحقیق کے مقابلہ میں امام ترمذی کا کیا اعتبار ہے' ہاں! ہوسکتا ہے کہ امام ترمذی کی عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہو)۔ (میزان الاعتدال ج ۵ ص ۹۴۔۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے تقریباً یہی تمام اقوال بیان کیے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۸۶۔۱۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو گناہ کی نسبت کی ہے اس کی تاویل کا باطل ہونا

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو گناہ کی نسبت کی ہے وہ بہ طور مثال ہے لیکن یہ تاویل مردود ہے' کیونکہ تاویل اس وقت کی جاتی ہے جب قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت ہو اور قرآن اور حدیث کے ترجمہ کے بغیر جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرے اس کو بعض علماء نے کفر لکھا ہے اور بعض علماء نے اس کو حرام لکھا ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: جس نے قرآن اور حدیث کی تلاوت کے بغیر کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ اس نبی نے معصیت کی یا اللہ کی مخالفت کی تو وہ نعوذ باللہ کافر ہو گیا۔ (المدخل ج ۲ ص ۴۴' دار الفکر' بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ تحریر فرماتے ہیں:

تنبیہ مہم: یہ کہ ہم نے سلسلۂ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمۂ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اُسے کفر بتایا۔ مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے' فرمائے۔ دوسرا کہے تو اس کی زبان گُدّی کے پیچھے سے کھینچی جائے "للّٰہ المثل الاعلی" بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے' ادب دینے' حزم و عزم و احتیاط اتم سکھانے کے لیے مثلاً بیہودہ' نالائق' احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا' باپ کو اس کا اختیار تھا' اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے' حاشا اگر کہے گا تو سخت گستاخ و مردود و ناسزا و مستحق عذاب و تعزیر و سزا ہوگا' جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کر کے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی شان میں ایسے الفاظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ امام ابو عبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ "وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ" (الاعراف: ۲۲) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال القاضی ابو بکر بن العربی رحمه الله تعالٰی لا یجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلك عن ادم علیه الصلٰوة والسّلام الا اذ ذکرناه فی اثناء قوله تعالٰی عنه او قول نبیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاما ان نبتدی ذلك من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی ابائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین.

قاضی ابو بکر بن عربی فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بابت اس کی خبر دے' ہاں! اللہ تعالیٰ کے قول کے ضمن میں ہو تو حرج نہیں یا کسی حدیث میں ہو تو حرج نہیں' اپنی طرف سے تو اس قسم کے امور کو کوئی شخص اپنے ماں باپ کی طرف سے بھی منسوب کرنا پسند نہ کرے گا' تو حضرت آدم جو ہمارے جدِ اعلیٰ اکبر و اعظم اور اللہ کے تمام انبیاء و مرسلین سے پہلے نبی ہیں' ان کی بابت یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور تمام انبیاء اور مرسلین پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

(المدخل ج ۲ ص ۱۴' بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج "مدخل" میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالٰی ان من قال عن نبی من الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزش کا ذکر بغیر تلاوت یا حدیث کے کیا یا ان کی

Marfat.com

نافرمانی کا ذکر کیا تو اس نے کفر کیا' ہم اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں پناہ مانگتے ہیں۔	فی غیر التلاوة والحدیث انه عصٰی او خالف فقد کفر نعوذ باللّٰہ من ذلك. (المدخل ج ۲ ص ۱۴)

ایسے اُمور میں سخت احتیاط فرض ہے' اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسنِ ادب عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارك وسلم واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم.

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۸۲۴۔ ۸۲۳' طبع لاہور' فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۴۔ ۳۳۳' دار العلوم امجدیہ' کراچی)

صدر الشریعۃ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ لکھتے ہیں:

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے' اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔ مولیٰ عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے' وہ اس کے پیارے بندے ہیں' اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں' دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ ہوگا' پھر ان کے یہ افعال جن کو لغزش وزلت سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حِکَم ومصالح پر مبنی' ہزار ہا فوائد وبرکات کے مثمر ہوتے ہیں' ایک لغزش ابینا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی' جنت سے نہ اترتے' دنیا آباد نہ ہوتی' نہ کتابیں اترتیں' نہ رسول آتے' نہ جہاد ہوتے' لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ مبارکہ وثمرہ طیبہ ہے' بالجملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزش من وتو کس شمار میں ہیں' صدیقین کی حسنات سے افضل واعلیٰ ہے (حسنات الابرار سیئات المقربین)۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۳' ضیاء الدین پبلی کیشنز' لاہور)

ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف گناہ کی نسبت کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا سخت ترین حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کی' سو ایسا شخص کسی تعظیم کے لائق نہیں ہے' لیکن ہمارے زمانہ میں بعض لوگ اپنے ناقص مطالعہ کی بناء پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے الفتح: ۲ کے ''کنز الایمان'' والے ترجمہ میں عطاء خراسانی کی اتباع کی ہے جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہایت افسوس اس بات پر ہے کہ بعض مؤلفین نے اپنے مقالہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ اس روایت (انباء المصطفیٰ میں ''بخاری و مسلم'' کے حوالہ سے ذکر کردہ حدیث یا ''انباء الحی'' میں ذکر کردہ روایت ابن عباس) کے بل بوتے پر حضرت خراسانی کے موقف (حضرت آدم علیہ السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرنے) کو ''مردود اور غیر صحیح'' قرار دینا بازار علم میں اپنی اہمیت کم کرنا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

بعض لوگوں نے عطاء خراسانی سے عقیدت کے غلو میں یہ لکھا ہے کہ عطاء خراسانی نے سعید بن المسیب کے حوالہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے اور صدقہ کرنے کی بجائے کفارۂ ظہار ادا کرنے کو روایت کیا ہے' یہ نہ جھوٹ ہے نہ کوئی بڑی غلطی ہے' آخر روایت بالمعنی بھی تو کوئی چیز ہے۔ سو انہوں نے روایت بالمعنی کر کے صدقہ کی جگہ کفارۂ ظہار کہہ دیا کیونکہ کفارۂ ظہار بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ باقی رہا ائمہ حدیث کا ان کو ضعفاء میں شمار کرنا اور ان کے حافظہ کو ردی قرار دینا اور یہ کہنا کہ وہ روایت میں بھلکڑ تھے' وہمی تھے اور خطا کرتے تھے یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ آخر امام بخاری سے بھی لوگوں کو شکایت ہے کہ وہ روایت کو قبول کرنے میں بہت سخت تھے۔ تو اگر عطاء خراسانی سے بھی لوگوں کو شکایت ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن ان غالی معتقدین نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام بخاری روایت کے قبول میں کڑی شرطیں لگاتے تھے تا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کذب راستہ نہ پا سکے۔ اور عطاء خراسانی روایت کے بیان کرنے میں بہت کمزور تھے اور بہت بھلکڑ

Marfat.com

اور وہی تھے اور اس قدر غیر محتاط تھے کہ روایت کرنے میں جھوٹ بھی بول دیتے تھے۔ اور اس کی یہ تاویل کرنا کہ وہ روایت بالمعنی ہے تو سعید بن المسیب' امام بخاری' امام عقیلی' امام عدی جر جانی' امام احمد بن حنبل اور علامہ ذہبی وغیرہ کو بھی روایت بالمعنی کا علم تھا اس کے باوجود ان سب نے عطاء خراسانی کو اس روایت میں جھوٹا ہی کہا اور روایت بالمعنی کا سہارا نہیں لیا اور یہ ائمہ حدیث یقیناً علم اور تحقیق میں ان غالی معتقدین سے بہت آگے تھے۔

اسی طرح بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ عطاء خراسانی کی عبارت میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے اس میں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے۔ یہ تاویل اس لیے باطل ہے کہ اگر قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت ہو تو اس کی تاویل خلافِ اولیٰ سے کرنا درست ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص از خود انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرتا ہے تو اس کے کلام کی تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے کلام کو کفر یا سخت حرام پر محمول کیا جائے گا اور اس کو مردود بارگاہ قرار دیا جائے گا' جیسا کہ علامہ ابن الحاج اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی قدس سرہما نے تصریح فرمائی ہے۔

مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی توجیہات

ہم نے الفتح: ۲ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام۔ اس ترجمہ میں ہم نے ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف برقرار رکھی ہے اور اس کا معنی بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کا صدور خود احادیث سے ثابت ہے۔ خلافِ اولیٰ اور مکروہِ تنزیہی کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت مجدد ملت امام احمد رضا خان قادر قدس سرہٗ العزیز کی بہ کثرت تصریحات ہیں' جن میں سے بعض تصریحات کو میں پیش کر رہا ہوں۔ **فاقول وباللہ التوفیق**

بہ ظاہر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ حقیقت میں آپ کا کوئی کام خلافِ اولیٰ یا مکروہِ تنزیہی نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ نے کسی کام سے منع فرمایا پھر خود اس کام کو کیا تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا اس کام سے منع کرنا تحریم کے لیے نہیں تھا بلکہ تنزیہہ کے لیے تھا۔

مثلاً آپ نے فصد لگانے (رگ کاٹ کر خون چوس کر نکالنا) کی اجرت دینے سے منع فرمایا اور حضرت ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے ان کو دو صاع (آٹھ کلو گرام) طعام دینے کا حکم دیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۰۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اگر آپ ابوطیبہ کو فصد لگانے کی اجارت نہ دیتے تو ہم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ اجرت دینا جائز ہے اور ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فصد کی اجرت دینا ہمارے لیے مکروہِ تنزیہی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں ہے اور اس میں آپ کا اجر وثواب فرض کا اجر وثواب ہے۔ اس نکتہ کے پیشِ نظر اس کو بہ ظاہر خلافِ اولیٰ لکھا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات آپ نے کسی کام کا افضل اور اولیٰ طریقہ بتایا اور پھر اس کے خلاف کیا' یہ بھی اسی طرح بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہے' حقیقت میں خلافِ اولیٰ نہیں ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا: سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ہوتا ہے اور آپ نے خود منہ اندھیرے بھی فجر کی نماز پڑھی ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اگر آپ کسی کام سے منع فرما کر یہ بتلا دیتے کہ اس کا خلاف بھی جائز ہے اور خود اس کام کو نہ کرتے' تب بھی مسئلہ تو معلوم ہو جاتا لیکن اس کام میں آپ کی اقتداء کا شرف حاصل نہ ہوتا' بہر حال قرآن مجید اور احادیث میں جہاں آپ کی طرف

Marfat.com

عزوجل نے یہ تو صاف صاف فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا' اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر یہ آیت اتری: ''لیدخل المؤمنین (الٰی قولہ تعالٰی) فوزا عظیما'' تا کہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے ہاں بڑی مراد پانا ہے۔ یہ آیت اور ان کی امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل شہیر ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔

(انباء المصطفٰی ص ۹۔۸' نوری کتب خانہ لاہور)

اعلیٰ حضرت کے نزدیک یہ حدیث اس درجہ قوی ہے کہ آپ اسے الاحقاف:۹ کے لیے ناسخ قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف:۹ کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ نے ''نور العرفان'' میں الاحقاف:۹ کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کو الاحقاف:۹ کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔

ایک طرف تو اعلیٰ حضرت سے لے کر مفتی احمد یار خان تک ہمارے سب علماء نے اس کو انتہائی درجہ کی صحیح حدیث فرمایا ہے' دوسری طرف بعض علماء نے اس حدیث کی سند کو نا قابل اعتبار' نا قابل استدلال اور ضعیف کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ روایت انتہائی نحیف و نزار ہے۔ ہم نے ''تبیان القرآن'' ج ۶ ص ۳۴۳۔۷ ۳۳ میں ان کے اعتراض کے متعدد جواب لکھ کر یہ واضح کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا اس حدیث کو صحیح اور الاحقاف:۹ کے لیے ناسخ فرمانا درست ہے اور حدیث کو رد کرنے سے ہمارے ترجمہ کے برحق ہونے پر جو گرد پڑی تھی' الحمد للہ! وہ گرد دور ہو گئی اور الاحقاف:۹ کی تفسیر میں بھی اس حدیث کی صحت پر بہت دلائل لکھے ہیں۔

ہمارے اس ترجمہ کی اصل وہ احادیث بھی ہیں جن سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ''انباء الحیّ'' میں استدلال فرمایا ہے' اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

واخرج ابوداود فی کتاب الناسخ عن عکرمة رضی اللہ تعالی عنه فی قوله تعالی (وما ادری ما یفعل بی ولا بکم)' قال نسختها اية الفتح' فقال رجل من المؤمنین هنیئا لك یا نبی الله قد علمنا الان ما یفعل بك فما ذا یفعل بنا' فانزل الله تعالی فی سورة الاحزاب (وبشر المؤمنین بان لهم من الله فضلا کبیرا)' وقال (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات)...الایة ' فبین الله ما یفعل به وبهم. (انباء الحیّ ص ۳۸۸)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب الناسخ میں (وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کو الفتح:۲ نے منسوخ کر دیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا نبی اللہ! آپ کو مبارک ہو ہم نے اب جان لیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا' سو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل فرمائی: (و بشر المؤمنین بان لهم من الله فضلا کبیرا) اور یہ آیت نازل فرمائی: (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات) پس اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

''انباء المصطفٰی'' اور ''انباء الحی'' ان دونوں کتابوں میں اعلیٰ حضرت کی عبارات سے یہ بات وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ الاحقاف:۹' الفتح:۲ سے منسوخ ہے۔

بعض لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی مستدل بہ حدیث کو اس لیے ضعیف کہا تھا کہ عکرمہ کی روایت مرسل ہے' انہوں نے اپنا

Marfat.com

ذریعہ علم نہیں بیان کیا' اس اعتراض کا اولاً جواب یہ ہے کہ حدیث مرسل احناف اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہوتی ہے اور ثانیاً جواب یہ ہے کہ عکرمہ کی یہ حدیث مرسل نہیں' متصل ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متصلاً مروی ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ اس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے استدلال فرمایا ہے۔

نیز اعلیٰ حضرت نے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے انباء الحیٔ میں ان احادیث کو بھی ذکر فرمایا ہے:

اخرج الشيخان وجماعة عن انس رضى الله تعالى عنه قال انزلت على النبى صلى الله عليه وسلم (ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) مرجعه من الحديبية فقال لقد انزلت على اية هى احب الى مما على الارض' ثم قرء عليهم' فقالوا هنيئا مريئا يا رسول الله! قد بين الله لك ماذا يفعل بك؟ فماذا يفعل بنا؟ فنزلت عليه (ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجرى من تحتها الانهار) حتى بلغ (فوزا عظيما).

امام بخاری اور امام مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت نازل کی گئی (ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) جب آپ حدیبیہ سے لوٹے تو آپ نے فرمایا: بے شک مجھ پر ایسی آیت نازل کی گئی ہے جو مجھے روئے زمین پر موجود تمام چیزوں سے محبوب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت صحابہ کے سامنے تلاوت فرمائی' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا' تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: (ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجرى من تحتها الانهار) یہاں تک کہ (فوزا عظیما) تک پہنچے۔

واخرج بنو جرير ومنذر وابى حاتم ومردوية عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وما ادرى ما يفعل بى ولا بكم فانزل الله تعالى بعد هذا (ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر)' وقوله تعالى (ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات).... الاية' فاعلم الله سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم ما يفعل به وبالمؤمنين جميعا.

(انباء الحی ص ۳۸۸)

امام ابن جریر' امام ابن منذر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے: وما ادرى ما يفعل بى ولا بكم. تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد نازل کیا: ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر. اور ليدخل المؤمنين والمؤمنات. الاية. تو اللہ سبحانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمام مؤمنین کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام ابوداؤد کی ''کتاب الناسخ'' سے عکرمہ از ابن عباس والی روایت کو تحریر فرمانے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

''اخرج ابن جرير عن عكرمة وعن الحسن مثله وعن قتادة نحوه.'' (انباء الحی ص ۳۸۸)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے حوالہ کے مطابق امام ابن جریر کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا ابن بشار وابن المثنى قالا ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن قتادة عن عكرمة.''

(جامع البیان لابن جریر جز ۲۶ ص ۹۲۔ رقم الحدیث: ۲۴۳۴۶' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

ان تمام احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت ہے اور یہ احادیث ہمارے ترجمہ کی اصل ہیں۔

اور امام ابن جریر کی ثقاہت کے متعلق مخالفین اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے:

امام ابوجعفر طبری کی تفسیر بعد کی تمام تفاسیر میں سب سے زیادہ جلیل و عظیم ترین تفسیر ہے۔ نیز اس تفسیر کو تفسیر ابن ابی حاتم' تفسیر ابن ماجہ' تفسیر حاکم' تفسیر ابن مردویہ' تفسیر ابوالشیخ ابن حبان اور تفسیر ابن منذر پر فوقیت حاصل ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۰)

ہمارے لیے اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ امر کافی تھا کہ اعلیٰ حضرت نے اس حدیث کو الاحقاف: ۹ کے لیے ناسخ قرار دیا۔ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت نے ''انباء الحی'' ص ۳۸۸ میں از عکرمہ از ابن عباس والی روایت کو تین مرتبہ ذکر کیا ہے' دو مرتبہ امام ابن جریر کے حوالے سے اور ایک مرتبہ امام ابوداؤد کی ''کتاب الناسخ'' کے حوالے سے۔ سو واضح ہو گیا کہ گفتگو از عکرمہ از ابن عباس کی حدیث میں ہو رہی ہے' جس کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے الاحقاف: ۹ کو منسوخ قرار دیا ہے۔

نسخ کی تحقیق

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ نے الاحقاف: ۹ کو ان احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے اس پر بعض مخالفین اعلیٰ حضرت نے یہ کہا ہے کہ اس نسخ سے مراد نسخ لغوی ہے' نسخ اصطلاحی نہیں ہے' سو ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ نسخ لغوی اور نسخ اصطلاحی میں کوئی تخالف نہیں ہے' اس لیے ہم نسخ لغوی کا معنی اور نسخ اصطلاحی کی تعریف ذکر کر رہے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان دونوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

نسخ کا لغوی معنی

علامہ مجد الدین محمد یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نسخ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نسخه ازاله وغيّره وابطله واقام شيئا مقامه.

(القاموس المحیط ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کسی چیز کو منسوخ کر دیا یعنی اس کو زائل کر دیا اور تبدیل کر دیا اور اس کو باطل کر دیا اور دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

امام محمد بن ابی بکر حنفی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:

نسخت الشمس الظل ازالته.

(مختار الصحاح ص ۳۷۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دھوپ نے سائے کو منسوخ کر دیا یعنی زائل کر دیا۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

النسخ ابطال الشیء واقامة اخر مقامه.

(لسان العرب ج ۱۴ ص ۲۴۳' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

ایک چیز کو باطل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کرنا' نسخ ہے۔

نسخ کی اصطلاحی تعریفات

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم کی دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۳)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: نسخ یہ ہے کہ ایک دلیل شرعی کے بعد ایک اور دلیل شرعی آئے جو پہلی دلیل شرعی کے حکم کے

Marfat.com

خلاف کو واجب کرے۔ (توضیح تلویح ج ۲ ص ۳۱)

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں: صاحب شرع کے حق میں کسی حکم شرعی کی انتہاء کو بیان کرنا نسخ ہے' اس حکم کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک معلوم ہوتی ہے' مگر ہمارے علم میں اس حکم کا دوام اور استمرار ہوتا ہے اور ناسخ سے ہمیں اس حکم کی انتہاء معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے حق میں نسخ تبدیل اور تغییر سے عبارت ہے۔ (التعریفات ص ۱۰۶)

الاحقاف: ۹ کے الفتح: ۲ سے منسوخ ہونے پر اعتراض اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا جواب

اما ما نقل من اعتراضه علی ترجمان القرأن سیدنا عبد الله بن عباس رضی الله تعالی عنهما فی قوله بانتساخ الکریمة بآیات الفتح والاحزاب' بان النسخ علی تقدیر صحة تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار' انتهی' فاقول غفلة عن اصطلاح السلف فربما یطلقون النسخ علی تغیر نسبة الفعلیة وذالك لانه بیان مدة الحکم وبه یتبین انتهاء مدة تلك النسبة. وقد قال هذا الناقل نفسه فی هذه الرسالة ص ۴۵ ان الله تعالی وصف النبی صلی الله علیه وسلم بالامی توصیفا لم ینسخه قط. انتهی.

وما اضمر فی قوله "علی تقدیر صحة التاخیر" فذهول عن ان الاحقاف مکیة بلا خلاف ولم تستثن منها الکریمة ' ومدنیة الفتح والاحزاب من البدیهیات' علی ان علم التقدیم والتاخیر انما یرجع فیه الی بیان الصحابة رضی الله تعالی عنهم' لو علم ان ابن عباس رضی الله عنهما صرح بالتاخیر' لم یرض باتهامه وبالله العصمه.

ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ الاحقاف: ۹ سورۂ فتح اور احزاب سے منسوخ ہے' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے' اگر یہ بات مان لی جائے کہ الاحقاف: ۹' الفتح اور الاحزاب سے مؤخر ہیں اور اس کے لیے ناسخ ہیں تو نسخ تو احکام میں ہوتا ہے' اخبار میں نہیں ہوتا؟ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ متقدمین کی اصطلاح سے غفلت ہے' کیونکہ وہ بسا اوقات نسبت فعلیہ کی تغییر پر بھی نسخ کا اطلاق کر دیتے ہیں اور یہ اس لیے کہ نسخ مدت حکم کا بیان ہے اور اسی سے اس نسبت کی مدت کی انتہاء معلوم ہو جاتی ہے۔ اور خود یہی ناقل اس رسالہ کے ص ۴۵ میں کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ''امی'' ایسا وصف بیان فرمایا ہے کہ جس کو کبھی بھی اس نے منسوخ نہیں کیا۔

(اس کے بعد فرماتے ہیں:) معترض نے اپنے اعتراض کے جواب میں یہ جو اشارہ کیا ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ الفتح اور الاحزاب' الاحقاف: ۹ سے مؤخر ہیں' (گویا کہ یہاں ناسخ کا مؤخر ہونا واضح نہیں ہے) تو معترض اس بات کو بھول گیا کہ الاحقاف کا مکی ہونا اتفاقی ہے اور اس سے آیت: ۹ مستثنیٰ نہیں ہے اور سورۂ فتح اور سورۂ احزاب کا مدنی ہونا بدیہیات سے ہے۔ علاوہ ازیں آیات کے تقدم اور تاخر کا علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیان سے ہوتا ہے۔ اگر معترض کو یہ معلوم ہوتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (الفتح اور احزاب کے) مؤخر ہونے کی تصریح کر چکے ہیں تو وہ ان پر اعتراض کرنے کو پسند نہ کرتا۔

(ترجمہ ملخصاً انباء الحی' ص ۳۸۹)

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ نسخ لغوی اور نسخ اصطلاحی میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ اعلیٰ حضرت نے نسخ کی تعریف میں وہی عبارت ذکر کی ہے جو نسخ اصطلاحی کی تعریف میں ہے اور علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی نے جو لکھا ہے کہ نسخ سے مراد مطلق تغییر ہے یعنی نسخ کے ذریعہ یہ معلوم ہو گیا کہ منسوخ کے حکم کی مدت ختم ہو گئی اور اب اس پر عمل نہیں ہو گا' بلکہ اب

Marfat.com

ناسخ کے حکم پر عمل ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علامہ خفاجی' علامہ آلوسی اور اعلیٰ حضرت کی مراد یہ ہو کہ نسخ اصطلاحی احکام میں جاری ہوتا ہے اور نسخ لغوی جو مطلق تغیر ہے وہ اس سے عام ہے۔ نیز اس آیت میں نسخ کو نسخ اصطلاحی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس آیت کے آغاز میں ''قل'' کا لفظ ہے اور نسخ ''قل'' کی طرف راجع ہے۔

اعلیٰ حضرت کی عبارت پر خلاف تحقیق ہونے کا الزام اور اس کا جواب

مخالفین اعلیٰ حضرت نے کہا ہے:

یہ بھی واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالہ ''انباء المصطفیٰ'' میں گنگوہی کے اعتراض کا جواب مناظرانہ انداز میں دیا ہے: ''**کما هو دأب الامام وقد قال: من لم يتأمل قولي على سنن المناظرة فليدندن بما شاء كذا في الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية**'' اور جمع اقوال کرتے ہوئے نسخ کا قول ذکر فرمایا ہے۔ یہ ان کا مختار نہیں ہے اور یہ بات خود مولانا سعیدی کو بھی تسلیم ہے' وہ لکھتے ہیں: کیونکہ مفسرین کی عادت ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں تمام اقوال جمع کر دیتے ہیں' خواہ صحیح ہوں یا غلط۔ (شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۲۱)

گویا مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مناظرانہ انداز میں مخالف کا منہ بند کرنے کے لیے ایک سطحی اور خلافِ تحقیق بات کہی ہے اور یہی ان کی عادت ہے۔ پھر اس مفہوم کو ''شرح صحیح مسلم'' کی یہ عبارت نقل کر کے مزید مؤکد کیا ہے کہ ''مفسرین کی عادت ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں تمام اقوال جمع کر دیتے ہیں خواہ صحیح ہوں یا غلط''۔ گویا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا نسخ کا جواب دینا غلط ہے۔

الاحقاف: ۹ کے نسخ پر مولانا اویسی کی تحقیق

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں' اور میں (ازخود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

مولانا فیض احمد اویسی اس آیت پر پیدا ہونے والے اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس آیت کے نزول پر کفار بہت خوش ہوئے یا آج وہابی' دیوبندی خوش ہیں' چنانچہ ''تفسیر خازن'' میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم! ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے' اُن کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں' اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو اُن کو بھیجنے والا خدا اُنہیں بتادیتا کہ اُن سے کیا معاملہ کرے گا' تو رب نے یہ آیت اتاری: ''**ليغفر لك الله ما تقدم**'' پس صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا' ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اُتری'' کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں' اور یہ آیت اُتری کہ'' خوشخبری دیجئے کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے''۔ یہ حضرت انس اور قتادہ وعکرمہ کا قول ہے' یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے' جب کہ حضور علیہ السلام کو اُن کی مغفرت کی خبر دی گئی۔ مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

فائدہ: دیکھئے کفار حضور علیہ السلام کی لاعلمی از خاتمہ پر کتنا خوش ہوئے' ایسے ہی یہ لوگ آیت دلیل کے طور پر پیش کر کے ضمناً

Marfat.com

خوشی کا اظہار کرتے ہیں' اس سے سمجھ لیجئے کہ یہ کون ہوئے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ آیت ''وَمَا اَدْرِیْ'' خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی جیسے قواعد النسخ میں تم نے خود لکھا ہے؟

جواب: بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے ''وَاِنْ تُبْدُوْا الایۃ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا'' سے منسوخ۔ ایسے ہی ''لَا اَدْرِیْ'' کو ابن عباس وانس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ'' سے منسوخ مانا۔ مزید تفصیل وتحقیق فقیر نے کتاب ''ناسخ منسوخ'' میں لکھی ہے۔

یہاں گویا فرمایا گیا: ''قُلْ وَمَا اَدْرِیْ'' اور ''قل'' امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔

بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں امر ہیں' جیسے ''کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ''. (البقرہ: ۱۸۳) یا ''لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ'' (آل عمران: ۹۷) وغیرہ۔ (غایۃ المامول فی علم الرسول ص ۳۳۲۔ ۳۳۰' مکتبہ اویسیہ رضویہ' بہاولپور)

مولانا فیض احمد اویسی کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت انس کی روایت سے منسوخ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ الفتح: ۲ میں مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور ان ہی دو چیزوں میں مخالفین ہم سے اختلاف کرتے ہیں اور یہ تمام مخالفین مولانا اویسی کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کے اعلان کا آپ کی عظیم خصوصیت ہونا

سورۂ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے' قرآن مجید میں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی' رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے' یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے' لیکن آپ کی یہ خصوصیت صرف اسی وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا اس کو برقرار رکھا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے اور اگر بغیر کسی عقلی اور شرعی استحالہ کے اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو بدل کر اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا تو پھر اس مغفرت کلی کا قطعی اعلان اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہوگا' حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہوگا' اور مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور یہ حدیث کے خلاف ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلی مغفرت کے اعلان کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم و عثمان بن سعید الدارمی فی (کتاب الرد علی الجهمية) عن عبادة بن الصامت ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج فقال ان جبرائیل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمة الله التی انعم بها علیك فبشرنی بعشر لم یؤتها نبی قبل ان الله بعثنی الی الناس جمیعا وامرنی ان انذر الجن ولقانی کلامه وانا امی قد

امام ابن ابی حاتم اور امام عثمان بن سعید دارمی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا: باہر آیئے اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو بیان فرمایئے' پھر مجھے دس ایسی نعمتوں کی بشارت دی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا (۲) مجھے

Marfat.com

اوتی داود الزبور وموسٰی الالواح وعیسی الانجیل وغفرلی ما تقدم من ذنبی و ما تاخر. (الحدیث)
(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۸۸ ' مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

جنوں کے لیے نذیر بنایا (۳) حضرت داؤد کو زبور' حضرت موسیٰ کو (تورات کی) الواح اور حضرت عیسیٰ کو انجیل دی گئی اور حالانکہ میں امی ہوں پھر بھی اللہ نے مجھے اپنے کلام سے نوازا (۴) اور میرے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی۔

تمام مسالک کے مستند علماء نے اس مغفرت کلی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کے حق میں عظیم نعمت قرار دیا ہے' حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

قوله تعالی (لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) هذا من خصائصه صلی الله علیه وسلم التی لا یشارکه فیها غیره' ولیس فی حدیث صحیح فی ثواب الاعمال لغیره غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر' وهذا فیه تشریف عظیم لرسول الله صلی الله علیه وسلم.

اللہ تعالیٰ کا یہ قول "لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے' جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے کسی عمل کے ثواب کے متعلق کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں آیا کہ اس کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کی مغفرت کر دی گئی اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور فضیلت ہے۔

علامہ یوسف نبہانی' علامہ جلال الدین سیوطی شافعی کے رسالہ "القول المحرر" سے علامہ عزالدین ابن عبدالسلام کا کلام نقل کرتے ہیں:

ان الله تعالی اخبر انه غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر ولم ینقل انه تعالی اخبر احدا من الانبیاء علیهم الصلوة والسلام بمثل ذلك بل الظاهر انه سبحانه وتعالی لم یخبرهم لان کل واحد منهم اذا طلبت منه الشفاعة فی الموقف ذکر خطیئته التی اصاب وقال نفسی نفسی ولو علم کل واحد منهم بغفران خطیئته لم ینکل منها فی ذلك المقام واذا استشفعت الخلائق بالنبی صلی الله علیه وسلم فی ذلك الموقف قال انها لها. (جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۴ ۔ ۲۱۳' مصر)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دے دی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے' اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے اور کسی کو بھی یہ خبر دی ہو' بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب حشر کے دن انبیاء سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی کو اپنی (ظاہری) خطاء یاد آئے گی اور وہ "نفسی نفسی" کہیں گے اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتا اور جب تمام لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں لکھتے ہیں:

وازاں جملہ آنست کہ آمر زیدہ شد آں حضرت علیہ السلام را ما تقدم من ذنبہ وما تاخر' شیخ عز الدین بن عبد السلام گفتہ رحمہ اللہ تعالیٰ از

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مقدم اور مؤخر ذنوب کو بخش دیا گیا ہے' شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کو دنیا میں مغفرت کی خبر دے

Marfat.com

خصائص آں حضرت ست کہ خبرداده شد اورا در دنیا بمغفرت ونقل کرده نشد که وے تعالی خبرداد ہیچ یکے را از انبیاء بمانند ایں تا آنکه گویند روز قیامت نفسی نفسی انتہی یعنی اگرچه ہمه انبیاء مغفور اند وتعذیب انبیاء جائز نیست ولیکن به تصریح خبرداده نشد' ہیچ یکے را بایں فضیلت و اخبار کرده نشد بداں و تصریح آن مخصوص بحضرت محمد است صلی الله علیه وسلم که از غم واندیشه خود فارغ شده بخاطر جمع بحال امت مے پردازدو بشفاعت در مغفرت ذنوب ورفع درجات ایشاں میکوشد۔

دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی ہے' اسی وجہ سے وہ قیامت کے دن'' نفسی نفسی'' کہیں گے۔ (علامہ عز الدین کی عبارت ختم ہوئی' اس کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں:) یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحۃً خبر نہیں دی اور کسی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے' تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔

(مدارج النبوت ج ا ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' سکھر)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

پس گفته شد مرآں حضرت را برائے چه میکنی ایں ہمه ریاضت و میکشی ایں ہمه تعب و عناء حالانکه آمرزیده شده است برائے تو ہمه گناہاں تو آنچه پیش رفته و آنچه پس آمده گفت اگر گناہاں ہمه بخشیده باشد آیا پس نباشم من بنده شکر گوینده ہر نعمت ہائے حق خصوصاً ایں نعمت عظیم که مغفرت ذنوب است۔

پس آں حضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ عبادت وریاضت میں اس قدر کوشش و تھکاوٹ کو کیوں اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے تمام گناہ (یعنی ترکِ افضل یا خلافِ اولیٰ) بخش دیئے گئے ہیں خواہ وہ پہلے ہوں یا بعد کے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں تو کیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے والا نہ بنوں' خصوصاً مغفرت ذنوب کی اس عظیم نعمت پر؟

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۵۲۰' لکھنؤ)

یہ حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے اور ''مشکوٰۃ'' ص ۱۰۹۔ ۱۰۸' مطبوعہ دہلی اور ''صحیح بخاری'' ج ۲ ص ۷۱۶' مطبوعہ کراچی میں مذکور ہے۔

عشرہ مبشرہ اور اصحابِ بدر کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب

مستند فقہاء اسلام کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا قطعی اعلان' یہ نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم پر اللہ کی عظیم نعمت اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے' کسی عام امتی اور ماوشما کی بات چھوڑیں اولوالعزم انبیاء اور رُسل میں سے بھی کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی'' شرح صحیح مسلم' جلد ثالث میں بھی میں نے اس دلیل کا اختصاراً ذکر کیا ہے۔اس پر بعض لوگوں نے یہ معارضہ کیا کہ کیا عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس دنیا ہی میں مغفرت کی نوید نہیں سنا دی گئی؟

الجواب: عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مغفرت کی نہیں جنت کی نوید دی گئی ہے' اور وہ بھی خبر واحد ہے' لیکن جنت کی بشارت اور شے ہے اور مغفرت کی نوید اور چیز ہے اور یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے' لیکن یہ نوید بہر حال خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا اعلان قرآن مجید میں ہے اور قطعی ہے اور اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے۔

واضح رہے کہ دخول جنت کی نوید مغفرت کلی کو مستلزم نہیں' کیونکہ ہر مومن جنت میں جائے گا' البتہ دخول جنت کی شخصی بشارت ایمان پر خاتمہ کو مستلزم ہے اور نفس مغفرت کی نوید بھی ابتداءً جنت میں دخول کو مستلزم نہیں ہے' البتہ مغفرت کلی کی بشارت ابتداءً دخولِ جنت کو مستلزم ہے اور اس کی شخصی بشارت پوری کائنات میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ آپ کی منفرد فضیلت اور عظیم خصوصیت ہے۔

صاحب یٰسین کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ۔۔۔ کا جواب

صاحب یٰسین کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ؕ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ○ (یٰسین: ۲۵۔۲۷)

میں تو تمہارے رب پر ایمان لا چکا ہوں تم میری بات سن لو○ حکم ہوا: جنت میں داخل ہو جا' تو اس نے کہا کہ کاش! میری قوم کو معلوم ہوتا○ کہ میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا○

مخالفین کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ صاحب یٰسین کو اس کی زندگی میں فرمایا: تو جنت میں داخل ہو جا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد فرمایا: تو جنت میں داخل ہو جا' بہر حال صاحب یٰسین کو بھی اس کی زندگی میں جنت اور مغفرت کی بشارت دے دی گئی تھی' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کی زندگی میں الفتح: ۲ کے ذریعہ مغفرت کی بشارت دی گئی ہے وہ آپ کی خصوصی نہ رہی' کیونکہ یہ بشارت تو صاحب یٰسین کو بھی حاصل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ لکھا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی یا کسی رسول یا کسی بھی شخص کی زندگی میں اس کی مغفرت کلی کا اعلان قطعیت سے ثابت نہیں ہے' اس کا ان تفسیری روایات سے معارضہ کرنا باطل ہے کیونکہ اول تو یہ روایات زیادہ سے زیادہ اخبار احاد ہیں' اس لیے قطعیت الثبوت نہیں ہیں' ثانیاً: یہ دو قسم کی روایات ہیں' زیادہ تر یہ ہیں کہ صاحب یٰسین سے ان کی وفات کے بعد کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا اور یہی اقرب الی القیاس ہیں اور یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہیں اور بعض مجہول السند روایات میں ہے کہ ان کی زندگی میں ان سے کہا گیا۔امام ابن اسحاق اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صاحب یٰسین سے فرمایا: تو جنت میں داخل ہو جا' پس وہ زندہ جنت میں داخل ہو گئے' ان کو جنت میں رزق دیا جاتا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۹۳) امام رازی نے دونوں روایتیں ذکر کی ہیں' پہلے وہ روایت ذکر کی ہے جس میں ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان سے فرمایا: تو جنت میں

Marfat.com

داخل ہو جا اور دوسری روایت وہ ذکر کی ہے جس میں ہے کہ ان سے زندگی میں فرمایا: تو جنت میں داخل ہو جا۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص ۲۶۷، ایضاً تفسیر قرطبی جز۱۵ ص ۲۰) اور جب یہ دو روایتیں ہیں تو ان کی زندگی میں ان کی مغفرت کا اعلان قطعیت الدلالۃ نہ رہا اور نہ ہی یہ روایات قطعی الثبوت ہیں' اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی مغفرت کا اعلان آپ کے متعلق الفتح: ۲ میں قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالۃ بھی ہے تو صاحب یٰسین کی مغفرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی مغفرت کی قطعیت سے کیسے معارضہ کیا جا سکتا ہے اور صاحب یٰسین کی مغفرت سے آپ کی کلی مغفرت کی تنقیص کیسے کی جا سکتی ہے؟

اصحابِ حدیبیہ کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

لِيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ‌ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۙ (الفتح: ۵)

تا کہ اللہ مؤمنوں اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کی بُرائیوں کو ان سے مٹا دے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے○

اس آیت کی بنیاد پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان احادیث کے مطابق جب الفتح: ۲ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا اعلان کر دیا گیا تو اصحابِ حدیبیہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے الفتح: ۵ کی تلاوت فرمائی' یعنی مؤمنین اور مؤمنات کو اللہ تعالیٰ دائمی جنات عطا فرمائے گا اور اصحابِ حدیبیہ بھی مؤمنین اور مؤمنات میں سے ہیں' لہٰذا وہ بھی اس بشارت میں داخل ہیں' سو ان کی بھی مغفرت کلی اور قطعی ثابت ہوگی' پس دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی خصوصیت نہیں رہا۔ مخالفین کہتے ہیں: اور اگر اس کا ثبوت اس طرح نہ ہو تو حضرات صحابہ کرام کو اس کا حق تھا کہ وہ کہتے: ہم نے مغفرت کلی وقطعی کا مطالبہ کیا تھا' نہ ہماری مغفرت ہوئی' نہ اس میں کلیت آئی' نہ اس میں قطعیت آئی' تو گویا ان کا مطالبہ پورا ہی نہ ہوا؟

الجواب: صحابہ کرام نے ایسا کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا' یہ صرف معترض کا مفروضہ اور صحابہ کرام پر بے جا الزام ہے' صحابہ کرام کا تو بہت بلند مقام ہے' کسی عام مسلمان کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہ کہے کہ جو انعام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے بعینہٖ وہی انعام اس کو بھی' دیا جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جو مرتبہ دیا گیا اس کو بھی جنت میں وہی مرتبہ دیا جائے' یہ بہت گم راہانہ سوچ ہے' صحابہ کرام اس تہمت سے بری ہیں۔

حدیث میں صرف اتنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپسی میں یہ آیت نازل ہوئی:

لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح: ۲)

تا کہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ سب کام۔

تو صحابہ نے عرض کی: آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا' اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر الفتح: ۵ نازل ہوئی۔

صحابہ کرام نے صرف یہ جاننا چاہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرے گا' یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ ان کو بھی وہی انعام عطا کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا اور ان کی بھی خصوصیت اور شخصی تعین کے ساتھ ان کی زندگی

Marfat.com

میں ان کی مغفرت کلی کا قطعی اعلان کر دیا جائے اور ایسا کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر صریح بہتان ہے۔

نیز بعض لوگوں نے کہا ہے کہ الفتح: ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان آپ کی خصوصیت نہیں ہے' کیونکہ الفتح: ۵ میں اصحاب حدیبیہ کی مغفرت کا اعلان بھی ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ان دونوں آیتوں کی حیثیتوں میں دو وجہ سے فرق ہے:

(۱) الفتح: ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شخصی طور پر خطاب ہے اور الفتح: ۵ میں اصحاب حدیبیہ سے شخصی طور پر خطاب نہیں ہے' بلکہ عمومی طور پر مؤمنین اور مؤمنات کو جنت اور مغفرت کی نوید سنائی ہے' اور اس نوید میں قیامت تک کے مؤمنین اور مؤمنات داخل ہیں' اگرچہ اصحاب حدیبیہ اس نوید میں اوّلاً داخل ہیں مگر یہ نوید ان کے ساتھ خاص نہیں ہے' اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیت ان ہی کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت مورد کا نہیں ہوتا۔

(۲) الفتح: ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی مغفرت کا ذکر ہے اور یہی مغفرت کلی ہے اس کے برخلاف الفتح: ۵ میں مطلق مغفرت کا ذکر ہے اور مطلق مغفرت' مغفرت کلی کو مستلزم نہیں ہے' اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت میں جنت کی بشارت بھی ہے اور جنت کی بشارت مغفرت کلی کو مستلزم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنت مغفرت کو تو مستلزم ہے مغفرت کلی کو مستلزم نہیں ہے' کیونکہ کئی مسلمان حساب کی سختی' محشر میں طول قیام وغیرہ کے مرحلہ سے گزر کر جنت میں جائیں گے۔

بہر حال مغفرت کلی کا دنیا میں اعلان قطعی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے اور وہ تمام علماء جن کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت ہے انہوں نے آپ کی اس فضیلت کا بہ صراحت ذکر کیا ہے' جن کے حوالے ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت' ان کے والد گرامی اور دیگر علماء اہل سنت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کو برقرار رکھنا

الفتح: ۲ میں بغیر تاویل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرتِ ذنب کی نسبت ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ''کنز الایمان'' کے علاوہ اپنی دوسری تصانیف میں' اور آپ کے والد گرامی نے اپنی تصانیف میں جن کی اعلیٰ حضرت نے توثیق کی ہے اور دیگر علماء اہل سنت نے اپنی تصانیف میں اس آیت میں اور اس طرح کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کو برقرار رکھا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے) ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اور میں سن رہی تھی کہ یارسول اللہ! میں صبح کو جب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خود ایسا کرتا ہوں' اس نے عرض کی: حضور کی اور ہماری کیا برابری' حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرما دی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ٦۱٦ ـ ٦۱۵' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۱۰ھ)

نعمائے الٰہیہ ہر وقت' ہر لحظہ' ہر آن' ہر حال میں متزاید ہیں۔ خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں' اس کمی کو تقصیر اور تقصیر کو ذنب فرمایا گیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۵' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ' کراچی)

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے والد قدس سرہٗ کی کتاب ''احسن الوعاء وآداب الدعاء'' کی شرح ''ذیل الوعا احسن الدعا'' میں لکھتے ہیں: قال الرضا یہ بھی ابوالشیخ نے روایت کی اور خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے: ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' (محمد:١٩) مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے۔

(احسن الوعاء ص ٢٦' مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز' کھارادر' کراچی)

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان متوفی ١٢٩٧ھ نے سورۂ الم نشرح کی تفسیر لکھی ہے جس کو ''انوارِ جمال مصطفیٰ'' کے نام سے شائع کیا گیا' اس کے متعلق اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: ازاں جملہ الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح کہ مجلد کبیر ہے علوم کثیرہ پر مشتمل۔ (انوارِ جمال مصطفیٰ ص ٨' شبیر برادرز' لاہور)

اس کتاب میں الفتح: ٢ کے ترجمہ میں مولانا شاہ نقی علی خان تحریر فرماتے ہیں: تا معاف کرے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ۔ (انوارِ جمال مصطفیٰ ص ١٧' شبیر برادرز' لاہور)

نیز مولانا شاہ نقی علی خان ایک حدیث کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں: آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج گئے' لوگوں نے کہا: آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کو اگلی پچھلی خطا معاف کی؟ فرمایا: ''افلا اکون عبدًا شکورًا''۔

(سرور القلوب بذکر المحبوب ص ٢٣٦' شبیر برادرز' لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ ایک حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس مے آیند عیسی راپس مے گوید عیسی من نیستم اہل ایں کار و لیکن بیاید محمد را صلی اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مرا ورا ہرچہ پیش گذشتہ از گناہان وے وہرچہ پس آمدہ۔ (اشعۃ اللمعات ج ٤ ص ٣٨٦' لکھنؤ)

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے' حضرت عیسیٰ فرمائیں گے: میں اس کام کا اہل نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہ (یعنی ترکِ افضل) بخش دیئے ہیں خواہ پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

اور علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ١٨٦١ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس بیایند بر عیسی علیہ السلام پس بگوید برائے شفاعت نیستم لیکن برشما لازم است کہ بروید بر محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالی مرا ورا از گناہان پیش و پسین او۔ (تحقیق الفتویٰ ص ٣٢١۔٣٢٠' لاہور)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ثم نقشبندی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' وہ فرمائیں گے: میں شفاعت (کبریٰ) کے لیے نہیں ہوں' تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیئے ہیں۔ (ترجمہ تحقیق الفتویٰ ص ١٢٥' مکتبہ قادریہ' لاہور' ١٣٩٩ھ)

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' وہ کہیں گے: میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو' اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔
(تفہیم البخاری ج ۱۰ ص ۴۸ 'الجدہ پرنٹرز)

میرے شیخ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز متوفی ۱۴۰۶ھ الفتح: ۲ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام (جو آپ کے کمال قرب کی وجہ سے محض صورۃً ذنب ہیں' حقیقۃً حسنات الابرار سے افضل ہیں)۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ متوفی ۱۹۹۸ء نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے:
تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:
''عفا الله عنك'' کی تقدیم میں لطیف اشارہ ہے' وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر'' کی خوش خبری سے نوازا' تو ''عفا الله عنك'' میں اس کی تصدیق وتوثیق فرمائی' اب مطلب واضح ہو گیا کہ اے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نے منافقین کو اجازت بخشی کر خلاف اولیٰ کا ارتکاب فرمایا ہے جسے عوام (وہابی وغیرہ) عتاب یا غلطی سے تعبیر کرتے ہیں تو کیا ہوا' آپ تسلی فرمایئے کہ جب میں نے آپ سے پہلے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ کے گزشتہ اور آئندہ امور اگرچہ خلاف اولیٰ ہوں تمام بخش دیئے ہیں۔ (علم الرسول ص ۸۰' مکتبہ اویسیہ رضویہ' بہاولپور)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی: تو میری ساری خطائیں بخش دے' تیرے سوا کوئی خطائیں نہیں بخش سکتا۔
(مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۸۱۳)

مفتی احمد یار خاں متوفی ۱۳۹۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
خیال رہے اس قسم کی ساری دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے محفوظ ہیں اور آپ کی خطاؤں کی مغفرت ہو چکی ہے جس کا اعلان قرآن شریف میں بھی ہوا جو اس قسم کی دعائیں دیکھ کر حضور کو گناہ گار مانے' وہ بے دین ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۳۴۔۳۳' نعیمی کتب خانہ' گجرات)

ہم نے اس سے پہلے ''انباء المصطفیٰ'' اور ''انباء الحیٰ'' کے حوالوں سے ان احادیث کو بیان کیا تھا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی گئی ہے' اب ہم اس سلسلہ میں مزید احادیث بیان کر رہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کے ثبوت میں مزید احادیث

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال فضلت علی الانبياء بست لم يعطهن احد كان قبلی' غفرلی ما تقدم من ذنبی وما تاخروا حلت لی الغنائم ولم تحل لاحد كان قبلی' وجعلت امتی خير الامم' وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا واعطيت الكوثر'

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے' جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' میرے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے' میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا' میری امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا

Marfat.com

ونصرت بالرعب' والذی نفسی بیدہ ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ ادم فمن دونہ. (کشف الاستار ج ۳ ص ۱۴۷' بیروت)

گیا ہے' میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا ہے' مجھے کوثر دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تمہارا پیغمبر قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا حامل ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ البزار واسنادہ جید.

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹' بیروت)

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ قال سمعت ابن عباس یقول ان اللہ عزوجل فضل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل السماء وعلی الانبیاء قالوا یا ابن عباس ما فضلہ علی اھل السماء قال لان اللہ عزوجل قال لاھل السماء (ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم کذلک نجزی الظلمین) وقال اللہ تعالی لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قالوا یا ابن عباس ما فضلہ علی الانبیاء؟ قال لان اللہ تعالی یقول وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ وقال اللہ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلناک الا کافۃ للناس فارسلہ اللہ عزوجل الی الانس والجن.

(دلائل النبوت ج ۶ ص ۴۸۷-۴۸۶' بیروت)

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام نبیوں پر فضیلت دی ہے' لوگوں نے کہا: اے ابن عباس! آسمان والوں پر آپ کی فضیلت کی کیا دلیل ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ''اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے متعلق فرمایا: اور فرشتوں میں سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں' تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے' اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں''۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا: ''بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی' تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب یعنی (بہ ظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام معاف کر دے''۔ لوگوں نے کہا: اے ابن عباس! حضور کی انبیاء پر کیا فضیلت ہے؟ انہوں نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے متعلق فرماتا ہے: ''ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ''ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے'' سو آپ کو اللہ عزوجل نے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۱۵۳)

حافظ نورالدین الہیثمی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر الحکم بن ابان وھو ثقۃ ورواہ ابو یعلی باختصار

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں' ماسوا حکم بن ابان کے اور وہ بھی ثقہ

Marfat.com

کثیر. (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۵ ـ ۲۵۴) ہے امام ابویعلیٰ نے بھی اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو شیخ ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۵' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۹)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد فی قوله عزوجل نافلة لك قال لم تكن النافلة لاحد الا للنبی صلی الله علیه وسلم خاصة من اجل انه قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فما عمل من عمل مع المكتوب فهو نافلة سوی المكتوب من اجل انه لا یعمل ذلك فی كفارة الذنوب والناس یعملون ما سوی المكتوبة فی كفارة ذنوبهم فلیس للناس نوافل انما هی للنبی صلی الله علیه وسلم خاصة.

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۷)

''نفل آپ کی خصوصیت ہے'' اس کی تفسیر میں مجاہد نے بیان کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے نفلی عبادت زائد نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے' اس لیے آپ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ نفل یعنی زائد از ضرورت ہوتی ہے' کیونکہ باقی لوگ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے' لہٰذا لوگوں کی کوئی عبادت نفل یعنی زائد نہیں ہے' عبادت کا نفل (زائد) ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وذكر وهب بن منبه فی قصة داود النبی صلی الله علیه وسلم وما اوحی الیه فی الزبور یا داود انه سیاتی من بعدك نبی یسمی احمد ومحمد صادقا سیدا لا اغضب علیه ابدا ولا یغضبنی ابدا وقد غفرت له قبل ان یعصنی ما تقدم من ذنبه وما تاخر وامة مرحومة الحدیث.

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰)

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ میں ذکر کیا کہ ''زبور'' میں ان کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا' وہ صادق اور سید ہوں گے' میں ان پر کبھی ناراض ہوں گا نہ وہ کبھی مجھ سے ناراض ہوں گے' میں نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیا ہے اور ان کی امت پر رحمت کی گئی ہے۔

ان تمام احادیث میں تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے' سو یہ کہنا کہ یہ مغفرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو حاصل ہوئی ہے' ان تمام احادیث کے خلاف ہے۔

آثارِ صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك یقول جاء ثلثة رهط الی بیوت ازواج النبی صلی الله علیه وسلم یسئلون عن عبادة النبی صلی الله علیه وسلم فلما اخبروا كانهم تقالوها فقالوا واین نحن من النبی صلی الله علیه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فقال احدهم اما انا فانی اصلی اللیل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں تین صحابی آئے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب ان کو خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے' ایک نے کہا: میں ہمیشہ ساری رات نماز

Marfat.com

ابدا. وقال اخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال اخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله انا لاخشاكم لله و اتقاكم له لكني اصوم وافطر واصلي وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، طبع کراچی)

پڑھوں گا' دوسرے نے کہا: میں تمام عمر روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا' تیسرے نے کہا: میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگوں نے ایسے ایسے کہا ہے؟ سنو! بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں' لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی کھاتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ازواج سے نکاح بھی کرتا ہوں' سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ یہ تین صحابی' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۶۷ قدیم)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس آیت میں مغفرت ذنوب کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ روزے میں اپنی ازواج کا بوسہ لیتے ہیں تو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اما والله انى لاتقاكم واخشاكم له۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳، کراچی)

انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا کوئی شخص حالتِ جنابت میں روزہ کی نیت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں بھی (بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے) ایسا کرتا ہوں' اس پر اس صحابی نے کہا:

فقال لست مثلنا يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال والله انى لارجو ان اكون اخشاكم لله واعلمكم بما اتقى۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، کراچی)

اس صحابی نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے' آپ نے فرمایا: بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقوم من الليل حتى تفطر قدماه فقالت عائشة لم تصنع هذا يا رسول الله وقد غفر الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (بہت) قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے' حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

Marfat.com

لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا احب ان اكون عبدا شكورا. (صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۱۶' کراچی)

آپ اتنا قیام کیوں کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ اللہ کا شکر گزار بندہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت کے دونوں ترجموں میں محاکمہ

قرآن مجید کی ظاہر آیات المومن: ۵۵' محمد: ۱۹ اور الفتح: ۲' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف استغفار اور مغفرت کی نسبت کی گئی ہے' اسی طرح بہ کثرت احادیث اور آثار میں بھی آپ کی طرف مغفرت کی نسب ہے جن کو ہم نے ''انباء المصطفیٰ'' اور ''انباء الحی'' کے حوالوں سے بیان کیا ہے اور مزید احادیث ''مسند بزار' دلائل النبوت' طبرانی' ابویعلیٰ'' وغیرہا کے حوالوں سے ذکر کی ہیں اور آثار صحابہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کے حوالوں سے ذکر کیے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے اپنی دیگر تصانیف میں جو ان آیات اور احادیث کا ترجمہ کیا ہے' وہ ظاہر قرآن اور احادیث کے مطابق ہے' اس لیے ہمارے نزدیک اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمہ راجح ہے اور ''کنز الایمان'' کے ترجمہ میں جو مغفرت ذنب کی نسبت اگلوں اور پچھلوں کی طرف کی گئی ہے وہ چونکہ ظاہر قرآن اور حدیث کے مطابق نہیں ہے' اس لیے وہ مرجوح ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے: چونکہ الفتح: ۲ میں آپ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت ہے اور بہ ظاہر مغفرت ذنب کی آپ کی طرف نسبت آپ کے معصوم ہونے کے خلاف ہے اس لیے اس آیت میں تاویل کی جائے گی اور یہ تاویل اعلیٰ حضرت نے دو طرح کی ہے' ''کنز الایمان'' میں آپ نے اس آیت میں مغفرت کی نسبت کو مجاز عقلی پر محمول کیا' یعنی بہ ظاہر مغفرت کی نسبت آپ کی طرف ہے اور حقیقت میں یہ نسبت اگلوں اور پچھلوں کی طرف ہے اور اعلیٰ حضرت نے دوسرے تراجم میں اور آپ کے والد گرامی اور دوسرے علماء اہل سنت نے اس آیت کو مجاز مرسل پر محمول کیا اور ذنب کے معنی میں تاویل کی اور کہا: اس سے ذنب کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ مراد ہے۔

بہر حال مجاز عقلی ہو یا مجاز مرسل' مغفرت کی نسبت کو مجاز پر محمول کیا جائے یا ذنب کے معنی میں تاویل کی جائے اور اس کو خلافِ اولیٰ پر محمول کیا جائے یہ دونوں طریقے عربی قواعد کے مطابق اور دونوں کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتراض کو دور کرنا اور آپ کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور دونوں کی نیت محمود اور مستحسن ہے اور ان میں سے کسی طریقہ کو طعن اور ملامت کا ہدف نہیں بنانا چاہیے' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک طریقہ افضل اور راجح ہے اور دوسرا طریقہ مفضول اور مرجوح ہے اور ہمارے نزدیک افضل اور راجح طریقہ وہی ہے جس میں ظاہر قرآن اور حدیث کی موافقت ہے۔

''القرآن ذو وجوہ'' کا جواب

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''القرآن ذو وجوہ'' یعنی قرآن مجید کی ایک آیت کے کئی محمل ہوتے ہیں اور وہ سب درست ہوتے ہیں' لہٰذا اعلیٰ حضرت نے الفتح: ۲ کا جو ترجمہ ''کنز الایمان'' میں کیا ہے وہ بھی صحیح ہے اور جو ترجمہ آپ نے دوسری تصانیف میں کیا ہے وہ بھی درست ہے' میں کہتا ہوں: یہ اصول ٹھیک ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت کے کئی محمل ہوتے ہیں اور وہ سب درست بھی ہوتے ہیں لیکن ان میں راجح اور مرجوح اور قوی اور ضعیف تو ہوتے ہیں' مثلاً قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء عدت گزاریں۔

(البقرہ: ۲۲۸)

''قرء'' کا معنی حیض بھی ہے اور طہر بھی ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں ''قروء'' کا معنی حیض ہے اور ان کے

Marfat.com

نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس آیت میں ''قروء'' کا معنی طہر ہے اور ان کے نزدیک مطلقہ کی عدت تین طہر ہے' لغت کے اعتبار سے یہ دونوں محمل درست ہیں لیکن دلائل کے اعتبار سے یہاں ''قروء'' بہ معنی حیض راجح ہے' تین کا عدد صرف حیض کی صورت میں متحقق ہے کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی اگر اس کو عدت میں شمار کریں تو اڑھائی طہر بنتے ہیں اور اگر اس طہر کو عدت میں شمار نہ کریں تو ساڑھے تین طہر بنتے ہیں' تین کا عدد پورا صرف اسی صورت میں متحقق ہو گا جب ''قروء'' بہ معنی حیض ہو' سو ''قروء'' کے دو محمل ہیں اور دونوں صحیح ہیں' لیکن راجح ''قروء'' بہ معنی حیض ہے' اسی طرح الفتح: ۲ کی دو تاویلیں ہیں' ایک یہ ہے کہ اس آیت میں ذنب بہ معنی خلافِ اولیٰ ہو اور یہ مجاز مرسل ہو اور دوسری یہ کہ مغفرت ذنب کی نسبت آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف ہو اور یہ مجاز عقلی ہو اور یہ دونوں تاویلیں درست ہیں لیکن پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ وہ ظاہر قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور دوسری تاویل مرجوح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق بُرا گمان رکھتے ہیں' ان ہی پر بُری گردش ہے' اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور لعنت فرمائی اور ان کے لیے دوزخ کو تیار کیا اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے ○ اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں' اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ○ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا' ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ کی تسبیح پڑھو ○ بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر' سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہو گا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ○

(الفتح: ۱۰۔۶)

منافقوں اور مشرکوں کی ضرر رسانی اور ان کے عذاب کی نوعیت کا فرق

الفتح: ۶ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے منافقوں کا ذکر فرمایا ہے' اس کے بعد مشرکوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمنین کے حق میں منافقین کا ضرر مشرکین سے زیادہ ہے' کیونکہ مشرک تو اپنے کفر اور شرک کا اظہار کر کے مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے اور مسلمان اس کے ضرر سے بچاؤ کی تدبیر کر لیتے ہیں' اس کے برخلاف منافق مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور مسلمانوں پر اپنے مؤمن ہونے کا اظہار کرتا ہے اور مسلمان اپنے راز کی باتیں اسے بتا دیتا ہے اور وہ ان باتوں کو مشرکین تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ منافقوں اور مشرکوں کو عذاب دے گا' منافقوں کا عذاب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح اور سربلندی عطا فرمائی' جس سے منافقوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اس فکر اور تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ اب مسلمان غالب ہو گئے اور ہم نے جو ان کی ناکامی کا خواب دیکھا تھا وہ سچا نہ ہوا اور مشرکوں کا عذاب یہ تھا کہ بعد کے غزوات میں وہ قتل کیے گئے' ان کو قید کیا گیا اور ان کو غلام بنا لیا گیا۔

اور اس آیت میں فرمایا: ''جو اللہ کے متعلق بُرا گمان رکھتے تھے'' منافقوں کا بُرا گمان یہ تھا کہ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس نہیں جا سکیں گے اور نہ آپ کے ان اصحاب میں سے کوئی واپس آ سکے گا جو حدیبیہ کی طرف گئے تھے اور مشرکین اب مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے' انہوں نے اللہ کے رسول اور ان کے اصحاب کے ساتھ بُرا گمان کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کا وہ بُرا گمان خود ان پر الٹ دیا کہ مشرکین دنیا میں قتل کیے گئے اور قید کیے گئے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور

Marfat.com

منافقوں کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔

اللہ کے لشکر کا مصداق

الفتح: ۷ میں فرمایا: اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں اور اللہ بہت غالب ہے بے حد حکمت والا ہےo

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہوگئی' اس وقت عبد اللہ بن ابی نے کہا: کیا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ گمان کرلیا ہے کہ جب وہ اہل مکہ سے صلح کرلیں گے یا ان کو فتح کرلیں گے تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا' پس فارس اور روم کدھر گئے؟ تب اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر فارس اور روم کے لشکروں سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں تمام مخلوقات داخل ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: آسمانوں کے لشکروں سے مراد فرشتے ہیں اور زمین کے لشکروں سے مراد مؤمنین ہیں' ان دونوں آیتوں سے مراد منافقوں اور مشرکوں کو خوف زدہ کرنا اور دھمکانا ہے' ورنہ اگر اللہ تعالیٰ منافقوں اور مشرکوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے' لیکن اللہ عزوجل نے ان کو عذاب دینے کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا ہے اس وقت تک کے لیے ان کو ڈھیل دے رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے اور ''وتعزروہ وتوقروہ'' کا معنی

الفتح: ۸ میں فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا' ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: آپ اس کی شہادت دیں گے کہ آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کردی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے تمام اعمال پر شاہد ہیں' خواہ وہ اعمال اطاعت ہوں یا معصیت ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے افعال کا اب مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

جو آپ کی اطاعت کرتا ہے آپ اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اور جو آپ کی نافرمانی کرتا ہے آپ اس کو دوزخ کی آگ سے ڈراتے ہیں۔

الفتح: ۹ میں فرمایا: تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ کی تسبیح پڑھوo

اس آیت میں تعزیر کا لفظ ہے' تعزیر کا معنی تعظیم اور تکریم کرنا ہے۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: آپ کی نصرت اور مدد کرنا' اور آپ کی مدافعت کرنا اور آپ پر ہونے والے حملوں کو روکنا' حد سے کم سزا کو تعزیر بھی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جرم کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: آپ کے ساتھ مل کر تلوار سے قتال کرو۔

اور توقیر کا معنی ہے: آپ کی تعظیم اور تکریم کرو' اور ''تعزروہ'' اور ''توقروہ'' دونوں میں ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور ''تسبحوہ'' سے الگ جملہ شروع ہے' یعنی صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ تمام ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہیں' اس تقدیر پر ''تعزروہ وتوقروہ'' کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقہ سے رب مانو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو سکتی ہے نہ اس کا کوئی شریک ہو سکتا ہے' یہ قول قشیری کا ہے اور پہلا قول ضحاک کا تھا۔

Marfat.com

"تسبحوہ" کے دو معنی ہیں' ایک یہ کہ ہر عیب اور نقص سے اللہ تعالیٰ کے بری ہونے کو بیان کرو اور دوسرا یہ کہ نماز پڑھو جس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔

"ید اللہ" کی توجیہات اور "بما عاھد علیہ اللہ" میں ضمہ کے اشکال کا جواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر' سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہوگا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔ (الفتح:۱۰)

اس سے مراد وہ بیعت ہے جو حدیبیہ میں حضرت عثمان کا قصاص لینے پر کی گئی تھی' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا' درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

متقدمین کے نزدیک اللہ کے ہاتھ کے معنی میں کوئی تاویل نہیں ہے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے لیکن مخلوق میں اس کے ہاتھ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے' ائمہ اربعہ کا یہی مختار ہے' اس کی زیادہ تفصیل ہم نے الاعراف: ۵۴ "تبیان القرآن" ج ۴ ص ۱۵۸ میں کی ہے اور متاخرین نے اس کی تاویلات کی ہیں۔ امام رازی نے اس کی حسب ذیل تاویلات کی ہیں:

(۱) اللہ کی نعمت ان کی نیکیوں کے اوپر ہے یعنی ان کی نیکیوں سے بہت زائد ہے۔

(۲) اللہ کی نصرت اور مدد ان کی نصرت اور مدد سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ان کی بیعت کی حفاظت فرمائے گا۔

علامہ قرطبی نے اس کی یہ تاویلات کی ہیں:

(۱) اللہ کا ہاتھ جو ثواب عطا فرمانے میں ہے' وہ ان کی بیعت پوری کرنے سے بہت زیادہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دے کر جو ان پر احسان کا ہاتھ رکھا ہے وہ ان کی اطاعت سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی قوت اور نصرت ان کی قوت اور نصرت سے بہت زیادہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا: سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا:

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح:۱۰) اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ۝

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں "علیہ" کی ھائے ضمیر پر ضمہ (پیش) ہے جب کہ قواعد کے مطابق یہاں ھا' ضمیر پر کسرہ (زیر) ہونا چاہیے' کیونکہ اس کا ماقبل یاء مجزوم ہے اور یاء کی مناسبت سے اس پر کسرہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے فرمایا: "فمن نکث" یعنی جس نے عہد کو توڑا' تو اگر ہاء ضمیر پر کسرہ ہوتی تو یہ معروف قاعدہ کے مطابق ہوتا اور عہد کا پورا کرنا ہوتا' جب کہ آیت میں عہد توڑنے کا ذکر ہے' اس لیے جب "علیہ اللہ" میں ہاء پر ضمہ پڑھی گئی تو یہ نحوی قاعدہ کا توڑنا ہوا اور "فمن نکث" کے موافق ہو گیا۔ (روح المعانی جز ۲٦ ص ۱۳۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَ

جو اعرابی (سفرِ حدیبیہ میں) آپ سے پیچھے کر دیئے گئے تھے وہ عنقریب یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم اپنے اموال اور

أَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ

گھروں کی دیکھ بال میں مشغول تھے، سو آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے، وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ

میں نہیں ہیں، آپ کہیے کہ اللہ کے مقابلہ میں کس کو کسی چیز کا اختیار ہے؟ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا تم

بِكُمْ نَفْعًا ۗ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ

کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے، بلکہ اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○ بلکہ تم نے یہ گمان

أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَ

کیا تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی اپنے گھروں کی طرف لوٹ نہیں سکیں گے اور تمہارے دلوں میں یہ بات

زُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا

خوش نما بنا دی گئی تھی، تم نے بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے

بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

لوگ تھے○ اور جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ

سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

تیار کر رکھی ہے○ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے معاف

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٤﴾ سَيَقُولُ

کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○ اور جب تم اموالِ غنیمت

الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ

لینے کے لیے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کر دیئے جانے والے لوگ یہ کہیں گے: ہمیں بھی اپنے

Marfat.com

يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ

ساتھ چلنے دو' وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں' آپ کہیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے' اللہ نے اسی طرح

اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا

پہلے فرما دیا ہے' پھر عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو' (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ

يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ

بہت کم سمجھتے ہیں O آپ ان پیچھے کر دیئے جانے والے اعرابیوں سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم

إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ

(مرتدین اہلِ یمامہ) کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے' پس اگر

تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ

تم نے اس حکم کی اطاعت کر لی تو تم کو عمدہ اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے

قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا O اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی

الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

گناہ ہے' اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' اللہ اس کو ان جنتوں میں

يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ

داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اللہ اس کو

ع ٢ / ١٠ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

دردناک عذاب دے گا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اعرابی (سفرِ حدیبیہ میں) آپ سے پیچھے کر دیئے گئے تھے وہ عنقریب یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم اپنے اموال اور گھروں کی دیکھ بھال میں مشغول تھے' سو آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے' وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں' آپ کہیے کہ اللہ کے مقابلہ میں کس کو کسی چیز کا اختیار ہے؟ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے کا ارادہ

Marfat.com

کرے یا تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے بلکہ اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ نہیں سکیں گے' اور تمہارے دلوں میں یہ بات خوش نما بنا دی گئی تھی' تم نے بہت بُرا گمان کیا تھا' اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے O اور جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے O (الفتح: ۱۳۔۱۱)

منافقوں کا عذر اور اس کا نا مقبول ہونا

''المخلفون'' کا معنی ہے: جن کو پیچھے کر دیا گیا' یعنی اللہ نے ان کو اپنے نبی کے ساتھ جانے اور ان کی ہم راہی سے پیچھے کر دیا تھا' یہ منافق لوگ تھے جو مدینہ کے قریب دیہاتوں میں رہتے تھے' ان کے قبائل یہ تھے: غفار' مزینہ' اسلم' اشجع اور دیل' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری کو مکہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور ان کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے بلایا تو یہ قریش کے ڈر سے آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار نہیں ہوئے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا ہوا تھا' انہوں نے ساتھ نہ جانے کے لیے یہ عذر پیش کیا تھا کہ ہمارے اموال اور گھروں کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے' آپ کے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد یہ آپ کے پاس عذر پیش کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ آپ ہماری اس فروگزاشت کے اوپر اللہ سے استغفار کیجئے' اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کو رسوا کر دیا کہ یہ اپنی زبانوں سے جس شرمندگی اور افسوس اور معذرت کا اظہار کر رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے' بلکہ یہ محض ان کا نفاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: تم نے اپنے اموال اور گھروں کو ضرر سے بچانے کی فکر کی اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو نظر انداز کر دیا' اور تم اپنے اموال اور گھروں کی حفاظت کی خاطر گھروں میں بیٹھے رہے' اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ضرر پہنچانا چاہے تو تمہارا گھروں میں بیٹھنا تم کو اللہ کے ضرر سے بچا نہیں سکتا' یا تم اس لیے گھروں میں بیٹھے رہے کہ تمہیں مسلمانوں کے ساتھ جہاد نہ کرنا پڑے اور تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہارے گھر تم کو دشمن سے بچا لیں گے' اگر بالفرض تم نے دنیا میں اپنے آپ کو خطرہ سے بچا بھی لیا تو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی بناء پر تم کو آخرت میں جو عذاب ہوگا اس سے تم کیسے بچ سکو گے؟

منافقوں کا بُرا گمان

الفتح: ۱۲ میں فرمایا: بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ نہیں سکیں گے۔

منافق یہ کہہ رہے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب موت کے منہ میں چلے گئے ہیں' وہ اب کبھی واپس نہ آ سکیں گے اور یہ نفاق تمہارے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا اور تمہارا یہ گمان بہت بُرا تھا کہ اللہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

اس آیت میں ''بورًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہلاک ہونے والے۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: فاسد لوگ جن سے کسی خیر کی توقع نہ ہو' یہ ''بائر'' کی جمع ہے جیسے ''حول حائل'' کی جمع ہے۔

الفتح: ۱۳ میں فرمایا: اور جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے O

اس وعید کا تعلق ان کے بُرے گمان کے ساتھ ہے' کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کرنے کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا نہیں کرے گا یا ان کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جو عمرہ کرنے کی بشارت دی تھی وہ جھوٹی ہے' اور وہ اعراب یعنی مدینہ کے نزدیک دیہاتوں میں رہنے والے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اس بدگمانی

Marfat.com

کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے اور کافروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے' عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O اور جب تم اموالِ غنیمت لینے کے لیے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کر دیئے جانے والے لوگ یہ کہیں گے: ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو' وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں' آپ کہیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے' اللہ نے اسی طرح پہلے فرما دیا ہے' پھر عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں O (الفتح: ۱۵۔ ۱۴)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ جن مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان کے لیے اجر عظیم ہے' اور جن منافقوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بُرا گمان کیا ہے ان کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے' اب یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو مسلمانوں کو بخش دے گا اور وہ چاہے تو منافقوں کو عذاب دے گا' پھر اس کو اپنی چاہت کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کو بخشنا اور منافقوں کو عذاب دینا' اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے' اس پر کسی کا جبر نہیں ہے' اور فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت اور ان پر حکومت اللہ ہی کے پاس ہے اور جس کی اتنی عظیم الشان حکومت ہو اس کا دیا ہوا انعام بھی بہت بڑا ہو گا اور اس کی دی ہوئی سزا بھی بہت بڑی ہو گی۔

منافقین کا غزوۂ خیبر میں شرکت کے لیے اصرار اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اور اس کی حکمتیں

الفتح: ۱۵ میں فرمایا: اور جب تم اموالِ غنیمت لینے کے لیے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کر دیئے جانے والے لوگ یہ کہیں گے: ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ الآیۃ

اس آیت میں اموالِ غنیمت سے مراد خیبر کے اموالِ غنیمت ہیں' ۷ ھ میں مسلمانوں نے خیبر فتح کیا اور اس کا مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور اللہ نے صرف ان ہی لوگوں کو خیبر کا مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے کی اجازت دی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے پہلے عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے' جب منافقوں نے یہ دیکھا کہ خیبر کی طرف جانے سے مال و متاع ہاتھ آئے گا تو انہوں نے کہا: ہمیں بھی ساتھ لے چلو' اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی کہ جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لیے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا تو تم نے کہا تھا کہ ہمیں اپنے اموال اور گھر بار کی حفاظت کرنی ہے' اب جب خیبر کی طرف جانے کا موقع ہے تو اب تم اپنے اموال اور گھر بار کی حفاظت کیوں نہیں کرتے' اب کیوں مسلمانوں کے ساتھ جانے کے لیے اصرار کر رہے ہو؟

اس آیت میں اور الفتح: ۱۱' میں ان منافقوں کو اس وصف سے تعبیر فرمایا ہے کہ ''ان کو پیچھے کر دیا گیا تھا'' اور ان کو یوں نہیں فرمایا کہ ''یہ پیچھے رہ گئے تھے'' اور اس میں یہ حکمت ہے کہ منافق یوں نہ کہیں کہ ہم خود پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے رسول کی مصاحبت کے لائق نہیں جانا' اس لیے تم پیچھے کر دیئے گئے' اس کے بعد فرمایا:

وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں' اللہ کے کلام کو بدلنے کے دو محمل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جو اپنے رسول پر وحی خفی کی تھی کہ خیبر کا مالِ غنیمت ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ گئے تھے' اب منافق یہ چاہتے تھے کہ خیبر کا مالِ غنیمت حاصل کر کے اللہ کے کلام کو بدل دیں اور اس وحی خفی کو جھوٹا ثابت کر دیں۔

Marfat.com

(۲) امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ (التوبہ: ۸۳) آپ کہیے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ روانہ نہیں ہو گے اور تم کبھی بھی میرے ساتھ دشمن کے خلاف جہاد نہیں کرو گے۔

اور وہ خیبر میں آپ کے ساتھ جا کر اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو بدلنا چاہتے تھے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اور غزوۂ تبوک، فتح خیبر اور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

اور مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے بدلہ میں ان سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور اب منافقین غنائم خیبر میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو بدلنا چاہتے ہیں اور اسی طرف اس آیت کے اس حصہ میں اشارہ ہے:

آپ کہیے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے' اللہ نے اسی طرح پہلے فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی طرح جو پہلے فرما دیا ہے کہ "تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے اور خیبر کی غنیمتیں صرف ان مسلمانوں کے لیے ہیں جو میرے ساتھ حدیبیہ گئے تھے" اس کا ذکر صریح قرآن اور وحی جلی میں نہیں ہے' اس کا ثبوت صرف وحی خفی میں ہے اور یہ آیت وحی خفی کے ثبوت پر دلیل ہے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔

منافقین نے کہا کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف حدیبیہ میں ساتھ جانے والوں کو خیبر میں جانے کی اجازت ہو گی بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو' اس لیے ہم کو غزوۂ خیبر میں نہیں لے جا رہے۔ منافقین کا مطلب یہ تھا کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے کے متعلق ہماری رائے صحیح تھی کیونکہ مسلمان حدیبیہ سے بے نیل مرام واپس آئے اور ہم یہاں بے فائدہ سفر کی مشقتیں جھیلنے کے بجائے آرام سے رہے اور اب اگر ہم غزوۂ خیبر میں ان کے ساتھ جائیں تو یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے ساتھ حدیبیہ گئے نہیں اور خیبر کی غنیمتوں میں حصہ دار بن گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کو بہت کم سمجھتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور اللہ تعالیٰ پہلے بھی اسی طرح فرما چکا ہے' کیونکہ مسلمان جو حدیبیہ سے خالی ہاتھ واپس آئے تھے' اس کی تلافی اور تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا' تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جن لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے سفر کی مشقتوں کو برداشت کیا اور کفار کے ظاہری دباؤ کو برداشت کیا' ان کو آخرت میں جو اجر عظیم ملے گا وہ تو الگ ہے' اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی محروم نہیں رکھے گا اور ان کو اس سفر کے بدلہ میں خیبر کی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان پیچھے کر دیئے جانے والے اعرابیوں سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے' پس اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کر لی تو تم کو عمدہ اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا ○ اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے' اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے' اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا ○ (الفتح: ۱۷۔۱۶)

Marfat.com

سخت جنگجو قوم کے متعلق متعدد اقوال

الفتح: ۱۶ میں فرمایا ہے: آپ ان پیچھے کر دیئے جانے والے اعرابیوں سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم کی طرف بلایا جائے گا۔ اس جنگ جو قوم سے مراد کون سی قوم ہے؟ علامہ الماوردی متوفی ۴۵۰ ھ نے لکھا ہے: اس کے متعلق پانچ قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی عنہما نے فرمایا: اس سے مراد اہل فارس (ایران) ہیں۔

(۲) حسن اور عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ نے کہا: اس سے مراد اہل روم ہیں۔

(۳) سعید بن جبیر اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد اہل ہوازن اور غطفان ہیں جن سے حنین میں جنگ ہوئی تھی۔

(۴) زہری نے کہا: اس سے مراد مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ ہے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جنگ جو قوم ابھی تک نہیں آئی (یہ قول ظاہر آیت کے خلاف ہے)۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے اور ہم کو معلوم نہیں تھا کہ اس جنگ جو قوم سے کون سی قوم مراد ہے' حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی' تب ہمیں منکشف ہوا کہ اس جنگ جو قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۴۸)

حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اور امامت پر دلیل

اس آیت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی امامت اور خلافت کی صحت کی دلیل ہے' کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو بنو حنیفہ سے لڑنے کی دعوت دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فارس اور روم کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی اور اس جنگ جو قوم کے خلاف لڑنے کی دعوت دینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے کیونکہ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ (التوبہ: ۸۳)

آپ کہیے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ روانہ نہیں ہو گے' اور تم کبھی میرے ساتھ دشمن کے خلاف جہاد نہیں کرو گے۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ بنو حنیفہ کے خلاف ان اعراب کو قتال کی دعوت دینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے' ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ اس سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو اپنے زمانہ خلافت میں دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنے کا موقع نہیں ملا' ان کی زیادہ تر جنگیں اپنوں سے ہوئیں' پہلے حضرت عائشہ ام المؤمنین سے جنگ جمل ہوئی' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین ہوئی' اگرچہ ان جنگوں میں حق پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور اخیر میں آپ کی جنگ خارجیوں کے ساتھ ہوئی' بہر حال اگر یہ جنگ جو قوم بنو حنیفہ تھی تو اس کے داعی حضرت ابو بکر تھے اور ان کے حکم کی اطاعت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی:

فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ (الفتح: ۱۶)

اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کی تو تم کو اللہ تعالیٰ اجر حسن عطا فرمائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ اس جنگ جو قوم کے خلاف قتال کی دعوت دینے والا امام برحق ہے اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

Marfat.com

عنہ ہیں' سو ان کی امامت اور خلافت کا برحق ہونا ثابت ہو گیا ہے اور حضرت عمر کی خلافت حضرت ابوبکر کی خلافت کی فرع ہے' سو وہ بھی برحق ہے اور اگر اس جنگ جو قوم سے مراد اہل فارس اور روم ہیں تو ان کے خلاف جنگ کے داعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں تو ان کی خلافت برحق ہوئی اور ان کی خلافت حضرت ابوبکر کی خلافت کی فرع ہے' لہٰذا حضرت ابوبکر کی خلافت بھی برحق ہوئی' سو یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی خلافت اور امامت پر دلیل ہے۔

مرتد کو قتل کرنے کا وجوب اور اس کو تین دن کی مہلت دینے پر دلائل

ہمارے فقہاء کے نزدیک مرتد کا قتل کرنا واجب ہے اور اس کی دلیل بھی اس آیت میں ہے' کیونکہ اصحاب مسیلمہ کذاب مرتد تھے' یہ پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے' پھر مرتد ہو کر مسیلمہ پر ایمان لے آئے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ'' (الفتح:١٦) تم ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں' اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر وہ اسلام لے آیا تو فبہا ورنہ اس کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا' ہاں اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت دی جائے گی' مرتدین کو قتل کرنے کے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ'' (الفتح:١٦) تم ان سے قتال کرتے رہو' حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من بدل دینه فاقتلوه. جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:٣٠١٧' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:٤٣٥١' سنن ترمذی رقم الحدیث:١٤٥٨' سنن نسائی رقم الحدیث:٤٠٧٠' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٢٥٣٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ١٣٩' مسند احمد ج ١ ص ٣٦٩)

حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ رضی اللہ عنہم اور دیگر اصحابِ رسول کا یہی قول ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

نیز مرتدین مشرکین عرب کے قائم مقام ہیں' بلکہ ان کا جرم ان سے بھی زیادہ ہے' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار تھے اور قرآن مجید ان کی لغت پر نازل ہوا تھا اور جب انہوں نے شرک کیا تو انہوں نے اس کی کوئی رعایت نہیں کی' اور یہ مرتد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین رکھنے والا تھا اور شریعتِ اسلام کے محاسن کو پہچانتا تھا اور جب یہ مرتد ہوا تو اس نے اس دین کی کوئی رعایت نہیں کی' لہٰذا جس طرح مشرکین عرب کے لیے صرف تلوار ہے یا اسلام ہے' اور کوئی تیسری چیز ان سے قبول نہیں کی جاتی' اسی طرح مرتدین سے تلوار یا اسلام کے سوا اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی' ہاں جب وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتد کو کوئی نہ کوئی شبہ لاحق ہوا ہے' جبھی وہ دین اسلام سے پھر گیا' سو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے شبہ کو زائل کریں یا وہ خود تین دن تک غور و فکر کرے' اور ہو سکتا ہے کہ تین دن میں اس پر منکشف ہو جائے کہ اسلام ہی برحق دین ہے اور اس کو تین دن سے زیادہ کی مہلت نہیں دی جائے گی۔

تین دن مہلت دینے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: مغرب میں ایک شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا' حضرت عمر نے پوچھا: پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا: ہم نے اس کو فوراً قتل کر دیا' حضرت عمر نے فرمایا:

Marfat.com

تم نے اس کو تین دن کی مہلت کیوں نہ دی؟ تم اس کو قید کر لیتے اور ہر روز ایک روٹی دیتے رہتے' شاید وہ توبہ کر لیتا اور حق کی طرف رجوع کر لیتا' پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! میں اس فعل سے راضی نہیں ہوں اور میں اس موقع پر موجود نہ تھا' یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے' اس میں حضرت عمر نے فرمایا: اگر میرے سامنے یہ معاملہ پیش آتا تو میں اس شخص کو تین دن کی مہلت دیتا' اگر وہ توبہ کر لیتا تو فبہا ورنہ میں اس کو قتل کر دیتا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرتد کو تین دن تک کی مہلت دی جائے' اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۰۸۔ ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسب ذیل آثار میں یہ دلیل ہے کہ مرتد کے سامنے تین بار اسلام کو پیش کیا جائے اگر وہ انکار کرے تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر یقول یستتاب المرتد ثلاثا فان تاب ترک وان ابی قتل.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کے لیے تین بار کہا جائے اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اگر انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

عن ابن شھاب قال یدعی الی الاسلام ثلاث مرات فان ابی ضربت عنقه.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ (مرتد کو) تین بار اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی گردن ماردی جائے۔

عن ابن جریج قال قال عطاء فی الانسان یکفر بعد اسلامه یدعی الی الاسلام فان ابی قتل. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۳۹)

ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جو انسان اسلام کے بعد کفر کرے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادیٔ فکر کے خلاف ہے؟

بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتل مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا۔ مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمانوں کی لڑکیوں سے بدکاری کرنے اور مسلمانوں کے اموال چُرانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لیے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہوگا؟

تمام دنیا کے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے اگر کوئی شخص حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرے اور حکومت کو الٹنے اور انقلاب کے پروگرام بنائے تو ایسے شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے' پھر کیا ایسے شخص کو موت کی سزا دینا آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف نہیں ہے؟ جب کہ تمام دنیا میں باغیوں اور ملک کے غداروں کو موت کی سزا دی جاتی ہے اور جب ملک کے غدار کو موت کی سزا دینا حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف نہیں ہے تو دین کے غدار کو موت کی سزا دینا کیونکر آزادی رائے کے خلاف ہو سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انصاف اور امن کے لیے آزادی رائے اور حریت فکر کو بے لگام اور بے مہار نہیں چھوڑا جا سکتا' ورنہ کسی کی جان' مال' عزت اور آبرو کا کوئی تحفظ نہیں ہوگا' اس لیے ضروری ہے کہ فکر اور اعتقاد کے لیے حدود اور قیود مقرر کی

Marfat.com

جائیں اور ان حدود کا تقرر یا عقل محض سے ہوگا یا وحی الٰہی سے' اگر ان حدود کا تقرر عقل محض سے کیا جائے تو ان حدود میں غلطی' خطاء' ظلم اور جور کا امکان ہے۔ اس لیے ان حدود اور قیود میں وحی پر اعتماد کرنا ہوگا اور یہ وحی الٰہی ہے جس نے مرتد کی سزا قتل کرنا بیان کی ہے' جیسا کہ ہم قرآن مجید' احادیثِ صریحہ اور آثارِ صحابہ و تابعین سے واضح کر چکے ہیں۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل کی سزا دینا خود قرآن مجید کے خلاف ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ'' (البقرہ:۲۵۶) دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کافر اصلی کے متعلق ہے' یعنی جو ابتداءً کافر ہو' مرتد کے بارے میں نہیں ہے' کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ (البقرہ:۲۵۶)

دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے' ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے جو شخص شیطان کے حکم کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے ایسا مضبوط دستہ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

اور کافر اصلی کے مقابلہ میں شریعت نے مرتد کے متعلق زیادہ سخت احکام دیئے ہیں' جن کی تفصیل ہم ''مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل'' کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

الفتح: ۱۷ میں فرمایا: اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے' اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور جس نے روگردانی کی' اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا○

کم زور اور معذور لوگوں کے لیے جہاد میں عدم شرکت کی رخصت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا○ (الفتح:۱۶)

اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے تم روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا○

تو جو اپاہج لوگ تھے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ تب الفتح: ۱۷ نازل ہوئی۔

یعنی جو لوگ نابینا ہیں یا اپاہج ہیں یا کمزور ہیں تو وہ اگر دشمنانِ اسلام سے لڑنے کے لیے جہاد پر نہ جا سکیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

مقاتل نے کہا: جو اپاہج لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سفر پر نہ جا سکے تھے' یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے' یعنی ان میں سے جو شخص خیبر کی غنیمتوں کی طرف جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے

فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا

سو اللہ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے' پس اللہ نے ان کے دلوں پر طمانیت نازل فرمائی اور ان کو عنقریب آنے والی

Marfat.com

قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

فتح کا انعام دیاO اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا٬

حَكِيمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ

بہت حکمت والا ہےO اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے٬ پس یہ نعمت

هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

تو تم کو جلدی عطا فرما دی٬ اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ

نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھےO اور دوسری وہ نعمتیں جن پر تم قادر نہ تھے بے شک

أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ

اللہ نے ان کا (بھی) احاطہ فرما لیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO اور اگر کافر (اس وقت)

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٢٢﴾

تم سے قتال کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر وہ (اپنا) نہ کوئی حامی پاتے نہ مددگارO

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ

یہ اللہ کا دستور ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی

تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

نہ پائیں گےO وہی ہے جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا

ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو

تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

خوب دیکھنے والا ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام میں جانے

Marfat.com

الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

سے روک دیا اور قربانی کے لیے وقف جانوروں کو اپنی جگہ پہنچنے سے روکا' اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جن مسلمان مردوں

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

اور مسلمان عورتوں کو تم نہیں جانتے تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے' پھر ان کی طرف سے لاعلمی میں تمہیں کوئی

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

ضرر پہنچے گا' (تو تمہیں کفار سے قتال کی اجازت دے دی جاتی لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ

چاہے داخل کرے اور اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے O جب کافروں نے

كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی جو جاہلانہ تعصب تھا' تو اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت نازل کی

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا

اور مومنین پر' اور اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا اور وہی

اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۹ ۱۱

اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے' سو اللہ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے' پس اللہ نے ان کے دلوں پر طمانیت نازل فرمائی' اور ان کو عنقریب آنے والی فتح کا انعام دیا O اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے' اور اللہ بہت غلبہ والا بہت حکمت والا ہے O اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمالیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے' پس یہ نعمت تو تم کو جلدی عطا فرمادی' اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور تاکہ یہ (نعمت) مومنوں کے لیے نشانی ہو جائے' اور اللہ تمہیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے O اور دوسری وہ نعمتیں جن پر تم قادر نہ تھے بے شک اللہ نے ان کا (بھی) احاطہ فرمالیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O
(الفتح: ۲۱-۱۸)

اصحاب بیعت رضوان کی فضیلت

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب آپ ۶ ھ ذوالقعدہ کے ماہ اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ

Marfat.com

ہوئے تھے اور کفار قریش نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا' کفار سے صلح ہونے سے پہلے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار سے معاملہ طے کرنے کے لیے اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا تھا' اسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' آپ نے حضرت عثمان کا قصاص لینے کے لیے اپنے اصحاب سے بیعت لی۔ سفر حدیبیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ اور صحابہ کی بیعت اور کفار سے صلح کی شرائط' ان تمام امور پر ہم سورۃ الفتح کے مقدمہ اور تعارف میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اس سے پہلے الفتح: ١٠ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: بے شک جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں' پھر اس کے بعد سفر حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کا حال بیان کرنا شروع کر دیا اور اب دوبارہ ان مسلمانوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر قصاصِ عثمان کے لیے بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے' یعنی جس طرح وہ منافقوں کے دلوں کا حال جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے' اسی طرح وہ مؤمنوں کے دلوں کے حال کو جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص ہے' اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ ہے' تب ہی آپ کے اصحاب نے یہ کہہ کر بیعت کی تھی کہ وہ تادم مرگ آپ کی قیادت میں لڑتے رہیں گے یا آپ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے۔

نیز فرمایا: اور ان کو عن قریب آنے والی فتح کا انعام دیا۔ بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ وہ بہت سی فتوحات کا پیش خیمہ تھی اور بعض نے کہا: اس سے مراد فتح خیبر ہے' کیونکہ اس کے اگلے سال ٧ ھ میں مسلمانوں نے خیبر فتح کر لیا تھا۔

اس بات کی تحقیق کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی آیا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا یا نہیں؟

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان منعقد ہوئی تھی وہ اپنی طبعی عمر تک باقی رہا تھا' لیکن صحابہ کرام اور فقہاء تابعین یہ بھول گئے تھے کہ وہ کون سا درخت ہے' یا اس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا کیونکہ لوگ اس درخت کی تعظیم اور اس درخت سے حصولِ برکت کے قصد سے اس کے پاس نمازیں پڑھنے لگے تھے' ہم پہلے اس سلسلہ میں احادیث اور شارحینِ حدیث کی عبارات ذکر کریں گے اور اس سلسلہ میں اپنے مؤقف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں گے اور پھر اس مسئلہ میں مفسرین کی آراء کا ذکر کریں گے۔ سو اب ہم اس مسئلہ میں احادیث کا ذکر کر رہے ہیں۔

بیعت رضوان والے درخت کے بھلا دیئے جانے کے ثبوت میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو دیکھا پھر میں ایک سال بعد وہاں گیا تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا' محمود کی روایت میں ہے: پھر مجھے وہ درخت بھلا دیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤١٦٢' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٨٥٩)

طارق بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے گیا تو میں نے چند لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' میں نے پوچھا: یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ درخت ہے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان لی تھی' پھر میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی' سعید نے کہا: مجھے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ بھی ان

Marfat.com

اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی انہوں نے کہا: جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور اس کی شناخت پر قادر نہ ہوئے۔ سعید بن مسیب نے طنزاً کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے اور تم لوگوں نے اس درخت کو شناخت کر لیا' پھر تم ان سے بڑے عالم ہو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۹' الرقم المسلسل: ۴۷۳۷)

سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی' پھر جب ہم اگلے سال وہاں گئے تو ہم اس درخت کو شناخت نہ کر سکے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۹' الرقم المسلسل: ۴۷۳۸)

طارق بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور کہا: میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اس درخت کے پاس حاضر تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵۹' الرقم المسلسل: ۴۷۳۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو افراد تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: آج تم روئے زمین پر سب سے بہتر لوگ ہو' حضرت جابر نے کہا: اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۴۷۲۹)

بیعت رضوان والے درخت کے کٹوانے کے ثبوت میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' صحیح البخاری: ۴۱۶۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

سعید بن مسیب کا یہ کہنا کہ ان کے والد اگلے سال اس درخت کو نہیں پہچان سکے' اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی کو بھی اس درخت کی شناخت نہیں تھی کیونکہ مصنف (امام بخاری) نے اس سے پہلے حضرت جابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھا دیتا'' (حضرت جابر کا یہ قول ''صحیح بخاری'' میں نہیں' ''صحیح مسلم'': ۴۷۲۹ میں ہے' میرا گمان ہے: حافظ ابن حجر نے مسلم لکھا تھا اور کاتب نے اس کو مصنف لکھ دیا اور نواب قنوجی نے اس کو ''مصنف ابن ابی شیبہ'' سمجھ لیا' حالانکہ یہ حدیث صرف ''صحیح مسلم'' میں ہے) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس درخت کی شناخت تھی اور ان کو معلوم تھا کہ وہ درخت کس جگہ پر ہے اور طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کو اس درخت کی صحیح جگہ یاد تھی اور منضبط تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس جگہ کو پہچانتے تھے' کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ ''اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو وہ جگہ دکھا دیتا'' اس وقت وہ درخت سوکھ کر جھڑ چکا تھا یا کسی اور وجہ سے اس کے آثار مٹ چکے تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وقت بھی اس درخت کی خاص جگہ کو اسی طرح پہچانتے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمر کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو سزا دینے سے ڈرایا' پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۸۔۲۱۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ''بخاری'' کی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لوگوں کے ذہنوں میں اس درخت کی تعیین کو محو کرنے کی اور اس کی جگہ کی شناخت کو بھلا دینے کی حکمت یہ تھی کہ اس جگہ پر خیر اور اللہ کی رضا کا نزول ہوا تھا' اگر اس درخت کی جگہ کی شناخت اسی طرح لوگوں پر ظاہر اور معلوم ہوتی تو یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگیں گے تو اس درخت یا اس کی جگہ کی شناخت کو مخفی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

Marfat.com

تھی۔۔۔اس کے بعد لکھتے ہیں: امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جا کر نمازیں پڑھتے ہیں تو پہلے تو حضرت عمر نے ان کو سزا کی دھمکی دی' پھر اس درخت کو کٹوا دیا۔(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۴۔ ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ نے ان احادیث کی شرح میں ''فتح الباری'' کی مکمل عبارت نقل کی ہے۔

(ارشاد الساری ج ۹ ص ۲۳۱۔ ۲۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

درخت مذکور کے کٹوانے کے ثبوت میں پیش کردہ روایت کے رجال پر بحث ونظر

جس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے امام ابن سعد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے' اس کی سند یہ ہے: امام محمد بن سعد فرماتے ہیں: ہم کو عبد الوہاب بن عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو عبد اللہ بن عون نے نافع سے روایت کیا کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں جس کو شجرۃ الرضوان کہا جاتا ہے اور وہاں نماز پڑھتے ہیں' حضرت عمر بن الخطاب کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو سزا کی دھمکی دی اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کٹوا دیا گیا۔(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' طبع جدید)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا اس حدیث کو صحیح کہنا ان کا تسامح ہے اس کی سند میں امام ابن سعد کے شیخ' عبد الوہاب بن عطا حدیث صحیح کے راوی نہیں ہیں ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

حافظ ابو الحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

☆ ابوبکر مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا: آیا عبد الوہاب ثقہ ہے؟ انہوں نے کہا: تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ثقہ صرف یحییٰ القطان ہیں۔

☆ یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں' ان کا دوسرا قول ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

☆ زکریا بن یحییٰ الساجی نے کہا: وہ بہت سچا ہے لیکن محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

☆ امام بخاری نے کہا: وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں' امام نسائی نے بھی کہا: وہ قوی نہیں ہے۔

☆ عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا: اس کی وہ حدیث لکھی جائے گی جو سچی ہو اور وہ خود قوی نہیں ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ' ملتقطاً)

اس کے متعلق ثقاہت کے دو قول ہیں' زیادہ تر اقوال یہ ہیں کہ وہ قوی نہیں' یعنی ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن معین اور امام نسائی سے اس کی ثقاہت کا قول نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ روایت میں خطا کرتا تھا اور شدید وہمی تھا۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۸۹۔ ۳۸۸' ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

سعید بن ابی عروبہ نے کہا: یہ صدوق ہے۔ابن معین نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔امام احمد نے کہا: یہ ضعیف الحدیث مضطرب ہے۔دار قطنی نے کہا: ثقہ ہے۔ابن الجوزی نے کہا: یہ غلطی کرتا تھا۔رازی نے کہا: یہ جھوٹ بولتا تھا' نسائی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے۔(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نیز علامہ ذہبی نے اس کی عبادت اور گریہ وزاری کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں اور امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ

Marfat.com

قوی نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۹۲ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

ظاہر ہے جس راوی کے متعلق یہ کہا گیا ہو کہ وہ قوی نہیں روایت میں خطا کرتا تھا' شدید وہمی تھا' ضعیف الحدیث اور مضطرب تھا' جھوٹ بولتا تھا اور متروک الحدیث تھا اس کی روایت صحیح کس طرح ہو سکتی ہے؟ حافظ ابن حجر نے اس کی روایت کو بے توجہی سے صحیح کہا اور علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے تحقیق کے بغیر ان کے کلام کو نقل کر دیا۔

مذکورہ روایت کے مردود ہونے پر دیگر شواہد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شجرۂ بیعتِ رضوان کے پاس نماز پڑھنے کی وجہ سے اس درخت کو کاٹنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جب کہ خود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا کہ ہم مقامِ ابراہیم (جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے) کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنالیں؟ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزوں میں' میں نے اپنے رب کی موافقت کی' ایک یہ کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں (پھر یہ آیت نازل ہوگئی: ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّىؕ'' (البقرہ: ۱۲۵))۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۸۳)

جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر نے وہ درخت اس وجہ سے کٹوا دیا تھا کہ کہیں جاہل لوگ اس درخت کی عبادت نہ شروع کر دیں' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر حضرت عمر کا ایسا مزاج ہوتا تو وہ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی کبھی درخواست نہ کرتے کیونکہ اس میں بھی یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس پتھر کی عبادت نہ شروع کر دیں' بلکہ یہ اندیشہ زیادہ قوی تھا کیونکہ قوم عرب پتھروں کی عبادت کرتی رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ درخت کاٹنے کے متعلق یہ روایت بالکل بے اصل ہے' خصوصاً اس لیے کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی بہ کثرت احادیث میں تصریح ہے کہ بیعتِ رضوان کے ایک سال بعد ہی عام لوگ اس درخت کی جگہ کو بھول گئے تھے اور حضرت جابر کو اس جگہ کا یاد رہنا ان کی انفرادی خصوصیت ہے۔ پھر حضرت عمر کے زمانہ میں لوگوں کے اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کی نقل کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی احادیث کے خلاف ''ابن سعد'' کی حدیث کب معتبر ہو سکتی ہے؟ یہ حافظ ابن حجر کی عجب تحقیق ہے۔

حضرت عمر کے صاحب زادے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ سے مکہ کے سفر میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان جگہوں پر نمازیں پڑھتے تھے' جن جگہوں کے متعلق ان کو علم ہوتا کہ ان جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

چنانچہ موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ راستہ میں ان جگہوں کو تلاش کرتے تھے جن جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' پھر ان ہی جگہوں پر نماز پڑھتے تھے' اور وہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ان جگہوں پر نماز پڑھتے تھے' جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳)

حضرت عتبان بن مالک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں' میری نظر بہت کمزور ہے' بارش کے ایام میں مَیں ان کو نماز پڑھانے نہیں جا سکتا' میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آ کر کسی جگہ نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۸۸)

بعض مفسرین نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں یہ لکھا کہ بیعتِ رضوان کے بعد حضرت عمر نے اس درخت کو کٹوا دیا

Marfat.com

تھا اور زیادہ تر مفسرین نے احادیث اور آثار کی اتباع میں یہ لکھا کہ بیعت رضوان کے ایک سال بعد اس درخت کی جگہ کی شناخت لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گئی تھی اس لیے یہ روایت بے اصل ہے کہ اس درخت کے پاس لوگوں نے اس درخت کی تعظیم کے لیے وہاں نمازیں پڑھنا شروع کر دی تھیں اس لیے حضرت عمر نے اس درخت کو کٹوا دیا۔

مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا اثبات کرنے والے مفسرین

اول الذکر مفسرین کے نام یہ ہیں: (۱) علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ' البحر المحیط ج ۹ ص ۴۹۲ (۲) شیخ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ' حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۴ ص ۱۶۵ (۳) علامہ احمد بن محمد صاوی متوفی ۱۲۲۳ھ' حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۵ ص ۱۹۷۴ (۴) نواب صدیق بن حسن قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان ج ۶ ص ۳۵۵' انہوں نے ہی ''فتح الباری'' کی عبارت میں مصنف کو یوں لکھا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث کو ''مصنف ابن ابی شیبہ'' نے سند سے ذکر کیا ہے' حالانکہ حافظ ابن حجر نے صرف مصنف لکھا ہے اور اس سے بہ ظاہر امام بخاری مراد ہیں لیکن یہ ناسخین کا تسامح ہے' غالباً حافظ ابن حجر نے ''مسلم'' لکھا تھا اور یہ حدیث ''مسلم'' ہی میں ہے ''بخاری'' یا ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ہرگز نہیں ہے' دراصل نقل کے لیے بھی عقل چاہیے۔

مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا انکار کرنے والے مفسرین

ثانی الذکر مفسرین کے اسماء یہ ہیں: (۱) امام محمد بن جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان جز ۲۶ ص ۱۱۲ (۲) امام ابواسحاق ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ' الکشف والبیان ج ۹ ص ۴۷ (۳) امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ' معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۲۷ (۴) علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ' لباب التاویل ج ۴ ص ۱۵۹ (۵) حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۸ (۶) علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان ج ۹ ص ۴۳۔ ۴۲ (۷) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۶۲ (۸) سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵ (۱۰) مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن ج ۸ ص ۸۱۔

معروف مفسرین میں سے علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اور علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا' علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے اس مسئلہ کے متعلق دونوں قول ذکر کیے ہیں۔ (حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۵۲۸) علامہ بیضاوی نے لکھا ہے: یہ درخت کیکر کا تھا یا بیر کا' علامہ ابوسعود متوفی ۹۸۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تفسیر ابوالسعود ج ۶ ص ۱۰۳)

اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت اور ان سے حصولِ فیض کا جواز

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

بعض فریب خوردہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ کسی ولی سے اعتقاد رکھیں گے' اُن کی قبر کی تعظیم کریں گے اور اُس سے برکت و مدد حاصل کریں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ کہیں یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ اللہ کے ساتھ اولیاء بھی مؤثر فی الوجود ہیں' نتیجۃً لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس ہم انہیں اس سے روکیں گے' اولیاء کی قبور کو گرائیں گے' اُن پر بنی ہوئی عمارت ہٹائیں گے' اُن سے غلاف اور پردے اتاریں گے اور ''بہ ظاہر'' اولیاء کی توہین کے مرتکب ہوں گے تاکہ جاہل عوام کو پتا چل جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ اولیاء بھی مؤثر فی الوجود ہوتے تو اس توہین کو روک دیتے۔ سو جان لیجئے کہ یہ فعل

Marfat.com

(توہین قبور وغیرہ) صریح کفر[1] ہے اور یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے فرعون نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ (اپنی مدد کے لیے) اپنے رب کو بلا لیں' بے شک مجھے تو ڈر ہے اس بات کا کہ کہیں وہ تمہارے دین کو تبدیل نہ کر دیں اور ملک میں فساد نہ پھیلا دیں۔ (الغافر: ۲۶) اور یہ فعل (توہینِ قبور وغیرہ) محض ایک امرِ موہوم کی بناء پر کیونکر درست ہو سکتا ہے جب کہ اس میں عوام الناس کے متعلق گمراہی کی بدگمانی بھی ہے؟ (روح البیان ج ۹ ص ۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ نے ''وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' (المائدہ: ۳۵) کی تفسیر میں لکھا ہے:

وسیلہ تلاش کرنے سے مراد وہ چیز تلاش کرنا ہے جو بندے کو مطلقاً اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے' مثلاً انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی محبت' صدقات' اللہ تعالیٰ کے محبوبین کی زیارت' دعا کی کثرت' صلہ رحمی اور کثرتِ ذکر وغیرہ۔ پس مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے اس سے چمٹ جاؤ اور جو رب سے دور کر دے اس کو چھوڑ دو۔ جب تم نے یہ جان لیا تو (اب یہ سمجھ لو کہ) کھلی گمراہی اور کھلا خسارہ ہے ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں کو زیارتِ اولیاء کی بنیاد پر محض یہ گمان کر کے کافر قرار دیتے ہیں کہ ''زیارتِ اولیاء غیر اللہ کو پوجنے کے قبیل سے ہے''۔ ہرگز ایسا نہیں! بلکہ یہ تو ''محبة فی الله'' (اللہ کی خاطر محبت) کا مظاہرہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! اس شخص کا ایمان نہیں جس کے اندر محبت نہیں۔ (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۴۹۷' دارالفکر' بیروت)

حدیبیہ کے بعد کے غزوات میں اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں

الفتح: ۱۹ میں فرمایا: اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا' بہت حکمت والا ہے O

اس سے مراد خیبر کے اموال ہیں' اور خیبر میں بہ کثرت زمینیں تھیں اور بہت اموال تھے اور خیبر حدیبیہ اور مکہ کے درمیان تھا اور بعض مفسرین نے کہا: اس سے فارس اور روم کی غنیمتیں مراد ہیں۔

الفتح: ۲۰ میں فرمایا: اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما لیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے' پس یہ نعمت تو تم کو جلدی عطا فرما دی۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا: اس سے مراد وہ غنیمتیں ہیں جو قیامت تک مسلمانوں کو جہاد کے ذریعہ حاصل ہوتی رہیں گی۔ اور جس نعمت کے متعلق فرمایا ہے: یہ تو تم کو جلدی عطا فرما دی' مجاہد نے کہا: اس سے مراد خیبر کی فتح ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

نیز فرمایا: اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا۔ یعنی صلح حدیبیہ کے ذریعہ اہل مکہ کے حملہ سے تم کو بچا لیا' اور قتادہ نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم مدینہ سے حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور پھر خیبر کی طرف روانہ ہوئے تھے تو تمہارے پس پشت یہودیوں کے حملوں سے تم کو محفوظ رکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عیینہ بن حصن الفزاری اور عوف بن مالک النضری اور ان کے اصحاب جب اہل خیبر کی مدد کے لیے خیبر پہنچے تو اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روک دیا۔

نیز فرمایا: اور تاکہ یہ (نعمت) تمہارے لیے نشانی ہو جائے' یعنی کافروں کی شکست اور مسلمانوں کا کافروں کے حملوں سے

[1] علامہ اسماعیل حقی کا قبروں کے منہدم کرنے کو صریح کفر کہنا تحقیق کے خلاف ہے' البتہ اس فعل کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں! اگر حرام کو حلال قرار دے کر وہ فعل کیا جائے تو پھر وہ کفر ہو جاتا ہے' لیکن یہ اُس حرام کا حکم ہے جو حرام قطعی ہو اور قبروں کو منہدم کرنا حرام ظنی ہے۔ منہ ۱۲

Marfat.com

محفوظ رہنا' مسلمانوں کے لیے اللہ کی طرف سے نشانی ہو جائے' تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ ان کے حاضر اور غائب اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے اور تمہاری ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے۔

الفتح: ۲۱ میں فرمایا: اور دوسری وہ نعمتیں ہیں جن پر تم قادر نہ تھے' بے شک اللہ نے ان کا بھی احاطہ فرمالیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں بھی جلد عطا فرمائیں' اور ان کے علاوہ دوسری نعمتیں بھی جلد عطا فرمائیں' جن پر تم قادر نہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ فتوحات ہیں جو بعد میں مسلمانوں کو عطا فرمائی گئیں' جیسے فارس اور روم کی سرزمین' اسی طرح اور باقی فتوحات' حسن اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد فتح مکہ ہے اور عکرمہ نے کہا: اس سے مراد حنین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کافر (اس وقت) تم سے قتال کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے' پھر وہ (اپنا) نہ کوئی حامی پاتے نہ مددگار ○ یہ اللہ کا دستور ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیل نہ پائیں گے ○ وہی جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا' اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ (الفتح: ۲۴-۲۲)

قتادہ نے کہا: یعنی کفارِ قریش اگر حدیبیہ میں مسلمانوں پر حملہ کرتے تو وہ ضرور پسپا ہو جاتے اور ایک قول یہ ہے کہ غطفان اور اسد جو اہل خیبر کی مدد کے ارادہ سے آئے تھے' اگر وہ یہودیوں کی مدد کرتے تو یہ جنگ ان پر الٹ پڑتی اور اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی حمایت اور مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہے اور آپ اللہ کے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حدیبیہ میں کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنا

الفتح: ۲۴ میں فرمایا: وہی جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے ہاتھوں سے تم کو روک دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ کے اسّی (۸۰) مسلح افراد جبل تنعیم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر اترے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر حملہ کرنا چاہتے تھے' ہم نے ان کو پکڑ لیا' پھر صلح کر کے ان کو چھوڑ دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰۸)

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس درخت کی جڑ میں تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے' ہم اسی حال میں تھے کہ تیس مسلح جوان ہم پر حملہ آور ہوئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آیا تم کسی معاہدہ کی بناء پر آئے ہو یا تم کو کسی نے یہاں پر امان دی تھی؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس جانے دیا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وہی ہے جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے ہاتھوں سے روک دیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۸)

ابن ہشام نے وکیع سے روایت کیا ہے کہ ستر (۷۰) یا اسّی (۸۰) کے لگ بھگ قریش مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے آئے' مسلمانوں کو پتا چل گیا تو مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور اس دوران قریش کی طرف سے لوگ صلح پر گفتگو کرنے کے لیے آ اور جا رہے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان ہی لوگوں کا نام ''العتقاء'' یا ''الطلقاء'' رکھا گیا تھا' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

Marfat.com

اور مجاہد نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے آئے تو آپ کے اصحاب نے حرم میں کچھ لوگوں کو غافل پا کر پکڑ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: ''وہی جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد بطن مکہ میں ان کے ہاتھوں سے تم کو روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا'' اس سے یہی واقعہ مراد ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں امام ترمذی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا اور قربانی کے لیے وقف جانوروں کو اپنی جگہ پر پہنچنے سے روکا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جن مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تم نہیں جانتے' تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے' پھر ان کی طرف سے لاعلمی میں تمہیں کوئی ضرر پہنچے گا (تو تمہیں کفار سے قتال کی اجازت دے دی جاتی لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے O جب کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی جو جاہلانہ تعصب تھا تو اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت نازل کی اور مؤمنین پر اور اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا اور وہی اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (الفتح: ۲۶۔۲۵)

یعنی قریش نے تم مسلمانوں کو ۶ ھ میں مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ احرام باندھ کر عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ان کے ساتھ جو قربانی کے اونٹ تھے ان کو اپنی جگہ (قربان گاہ' منیٰ) میں پہنچنے سے روک دیا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کی جگہ حرم ہے اور جس شخص کو حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا گیا ہو اس کی قربانی کی جگہ بھی حرم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستر (۷۰) اونٹ تھے' جن کو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے نحر کیا تھا۔

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص راستہ میں مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جائے' وہ کسی اور شخص کے ہاتھ قربانی (اونٹ' گائے یا بکری) یا اس کی قیمت بھیج دے اور ایک دن مقرر کر لے کہ فلاں دن اس قربانی کو حرم میں ذبح کیا جائے گا اور اس دن وہ اپنا احرام کھول دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے' اور قربانی کی جگہ حرم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس جگہ کسی شخص کو رک جانا پڑے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ میں رک جانا پڑا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کی اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم سے خارج ہے اور بعض حصہ حرم میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے جس حصہ میں رکے تھے وہ حرم میں تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے ابو عمیس سے روایت کیا ہے کہ عطاء نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حرم میں تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ ھ)

علامہ ابن حیان اندلسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جگہ روک دیا گیا تھا آپ نے وہیں قربانی کی تھی' وہ جگہ حدیبیہ کی ایک طرف تھی جس کا

Marfat.com

نام الربی ہے اور یہ اسفل مکہ میں ہے اور وہ حرم ہے' زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو حرم میں نحر کیا تھا۔ واقدی نے کہا: حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر طرف حرم میں ہے۔
(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے' محل کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد حرم ہے' حضرت ابن مسعود' حسن بصری' عطاء' طاؤس' مجاہد' ابن سیرین' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ محرم کو رکاوٹ پیش آئی' وہ اس جگہ قربانی کا جانور ذبح کر کے احرام کھول دے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی (النکت والعیون ج ۱ ص ۲۵۵) اور علامہ ابن العربی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۶)

قوتِ دلائل کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ کا مسلک راجح ہے اور یسر اور سہولت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک راجح ہے کیونکہ بیمار یا دشمن میں گھرے ہوئے آدمی کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا جب تک قربانی حرم میں ذبح ہو بہت مشکل اور دشوار ہوگا' اس کے برعکس موضع احصار میں قربانی کر کے احرام کھول دینے میں اس کے لیے بہت آسانی ہے جب کہ اس طریقہ کو محصر کی آسانی ہی کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ عمرہ حدیبیہ میں اپنے ساتھ اونٹ کیوں لے گئے تھے جب کہ عمرہ میں قربانی نہیں ہے؟

الفتح: ۲۵ میں فرمایا ہے: یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا اور قربانی کے لیے وقف جانوروں کو اپنی جگہ پہنچنے سے روکا۔ الخ

اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (چھ) ہجری کو اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے' آپ کے اصحاب کی تعداد پندرہ سو تھی اور آپ کے اصحاب اپنے ساتھ ستر اونٹ قربانی کے لیے لے گئے تھے۔ پندرہ سو اصحاب کی تعداد کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ سالم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یوم حدیبیہ کو آپ لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم پندرہ سو افراد تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۵۳۔ ۴۱۵۲۔ ۳۵۷۶)

اور ستر اونٹوں کی تعداد کے بارے میں یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے یوم حدیبیہ کو (۷۰) اونٹ نحر کیے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۵)

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ عمرہ میں قربانی نہیں ہے' قربانی صرف حج تمتع یا حج قران میں ہوتی ہے' عمرہ میں احرام باندھ کر صرف بیت اللہ کے گرد سات مرتبہ طواف کیا جاتا ہے اور صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جاتی ہے اور اس میں قربانی نہیں ہے۔ ''ہدایہ'' میں لکھا ہوا ہے: ''انما العمرة الطواف والسعی'' عمرے میں صرف طواف اور سعی کرنا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر حرم میں داخل ہو' پھر طواف کرے' اور سعی

Marfat.com

کرے اور سر منڈوائے تو اس کا عمرہ پورا ہو گیا اور اس پر قربانی نہیں ہے۔ (مناسک الحج والعمرہ ص ۳۱۴' مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب اشکال کی تقریر یہ ہے کہ جب عمرہ میں قربانی نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ کیوں لے گئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمرہ میں قربانی کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن ممنوع بھی نہیں ہے اور آپ اور آپ کے اصحاب نفلی قربانی کرنے کے لیے اپنے ساتھ اونٹ لے گئے تھے' چونکہ حرم میں قربانی کرنا بہت پسندیدہ اور مستحب عمل ہے۔ اب ہم اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسرین کی تفسیروں کو پیش کر رہے ہیں:

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی السمرقندی الحنفی التوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ مشرکین نے قربانی کے اونٹوں کو اپنے محل میں پہنچنے سے روک دیا تھا اور وہ محل منیٰ ہے یا مکہ' کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لیے گئے تھے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ حج تمتع کرنے کے لیے گئے تھے۔

(تاویلات اہل سنت ج ۴ ص ۵۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

امام ابو منصور ماتریدی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حج تمتع کے لیے تشریف لے گئے تھے کیونکہ آپ حج تمتع کے لیے بالاتفاق دس ہجری کو تشریف لے گئے تھے اور آپ نے ہجرت کے بعد صرف یہی ایک حج کیا تھا اور اگر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے تو پھر وہی اشکال ہے کہ عمرہ میں تو قربانی نہیں ہے' پھر آپ اور آپ کے اصحاب اپنے ساتھ اونٹوں کو کیوں لے گئے تھے۔

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لیے گئے تھے اور آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا اور آپ کے ساتھ سات سو لوگ تھے' ہر دس افراد کے لیے ایک قربانی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۱۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

یہ روایت درایۃً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ہم نے ''صحیح بخاری'' سے باحوالہ بیان کیا ہے کہ آپ کے ساتھ جانے والے اصحاب کی تعداد پندرہ سو تھی۔ نیز صحیح یہ ہے کہ ایک اونٹ میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں نہ کہ دس اور اس سے پھر بھی یہ اشکال دور نہیں ہوتا کہ عمرے میں تو قربانی ہے نہیں' پھر آپ اور آپ کے اصحاب قربانی کے اونٹوں کو کیوں لے گئے؟

اس اشکال سے چھٹکارا صرف ہماری تقریر سے ہو سکتا ہے کہ یہ قربانی کے اونٹ نفلی قربانی کے لیے صحابہ کرام لے گئے تھے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ہدی (قربانی) کی تین قسمیں ہیں: نفلی' تمتع اور قران۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ اس احتیاط کی وجہ سے لے گئے ہوں کہ اگر خدانخواستہ آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تو آپ اور آپ کے اصحاب قربانی کر کے احرام کھول دیں گے۔

اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ صرف قرآن مجید سے احکام شرعیہ ثابت نہیں ہوتے' ورنہ قرآن مجید کی اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عمرہ کرنے گئے تو اپنے ساتھ قربانی کے اونٹوں کو بھی لے گئے تو اس سے لازم آئے گا کہ عمرہ میں بھی قربانی کی جائے۔ اب یہ صرف حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد عمرے کیے اور کسی عمرے میں قربانی نہیں کی اور آج تک تواتر سے مسلمانوں کا یہی معمول ثابت ہے کہ عمرے میں قربانی نہیں ہے۔

میں نے اس آیت کی تفسیر میں بہت تفسیروں کو دیکھا' لیکن کوئی مفسر اس اشکال کی طرف متوجہ ہوا نہ اس کے حل کی طرف'

Marfat.com

اس کا حل اللہ تعالیٰ نے صرف اس فقیر پر القاء فرمایا۔ وللہ الحمد

حضرت مولانا عبد المجید صاحب (برسٹل، انگلینڈ) نے مجھے بذریعہ ٹیلی فون اس پر متوجہ کیا کہ میں اس اشکال کا جواب لکھوں۔

حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ دینے کی توجیہات

اس کے بعد فرمایا: اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جن مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تم نہیں جانتے، تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے، پھر ان کی طرف سے لاعلمی میں تمہیں کوئی ضرر پہنچے گا (تو تمہیں کفار سے قتال کی اجازت دے دی جاتی، لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اور اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اپنی کمزوری کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ نہیں جا سکے تھے اور مکہ کے وسط میں رہتے تھے۔ جیسے سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ، ابوجندل بن سہیل اور ان کے امثال، اور مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ ایمان لا چکے ہیں، اس لیے فرمایا: جن کو تم نہیں جانتے، اور فرمایا: تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے، کیونکہ اگر حدیبیہ میں قتال ہوتا اور مسلمان مکہ میں داخل ہو کر کفار کو قتل کرتے تو وہ کمزور مسلمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کو پہچانتے نہیں تھے۔

ضحاک نے کہا: اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ کئی مشرکین کی پشتوں میں ان کی ایسی اولاد تھی جو اسلام لانے والی تھی، اگر آپ کے اصحاب کو کفار سے قتال کی اجازت دے دی جاتی تو وہ مسلمان بھی مارے جاتے، لیکن یہ وجہ ضعیف ہے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر ان کی طرف سے لاعلمی میں تمہیں کوئی ضرر پہنچے گا۔

اس آیت میں ''مَعَرَّة'' کا لفظ ہے، جس کا ترجمہ ہم نے ضرر کیا ہے۔ ''معرة'' کا معنی ہے: عیب، یعنی اگر لاعلمی میں تمہارے ہاتھوں مسلمان قتل ہو جاتے تو کفار تم پر یہ عیب لگاتے کہ ان مسلمانوں نے اپنے دینی بھائیوں اور ہم مذہب لوگوں کو قتل کر ڈالا اور پھر تم پر قتل خطاء کا کفارہ لازم آتا، کیونکہ اگر مسلمان دار الحرب میں رہنے والے کسی کمزور مسلمان کو قتل کر دیں جو اپنے ضعف کی وجہ سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کر سکا ہو تو اس پر قتلِ خطاء کی دیت لازم نہیں آتی، صرف کفارہ لازم آتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ (النساء: ۹۲)

پس اگر وہ مقتول تمہارے دشمنوں کی قوم میں رہنے والا ہو اور وہ مقتول مومن ہو تو اس کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے۔

اللہ کی رحمت میں داخل کرنے کے دو محمل

نیز فرمایا: تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے۔

اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں تم کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مکہ کے وسط میں رہنے والے کمزور مسلمان اللہ کی رحمت میں داخل رہیں اور بے خبری میں تمہارے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں مشرکین سے قتال کرنے کی تمہیں اجازت اس لیے نہیں دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بہت سے مشرکین بعد میں اسلام لے آئیں گے، چنانچہ ان میں سے بہت سے مشرکین بعد میں مسلمان ہو گئے اور

Marfat.com

انہوں نے اسلام میں بہت نیک کام کیے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی جنت میں داخل ہو گئے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کفار کے خلاف جہاد کرنے سے مسلمانوں کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو ... پھر ان کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا

اس کے بعد فرمایا: اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

اس آیت میں ''تزیّلوا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''تمیزوا' تفرقوا'' یعنی اگر وہ مسلمان (جو مکہ میں رہائش پذیر تھے) کافروں سے متمیز اور متفرق ہوتے یعنی کسی اور جگہ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر کافروں کو اذیت پہنچانا مسلمانوں کو اذیت پہنچانے پر موقوف ہو تو کافروں کو اذیت نہیں پہنچائی جائے گی اور مومن کو ضرر سے بچانے کے لیے کافر کو بھی ضرر سے بچایا جائے گا۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ اگر کفار جہاز میں سوار ہوں اور ان کے جہاز میں کچھ قیدی مسلمان بھی ہوں تو کیا کافروں کے جہاز کو نقصان پہنچایا جائے گا' اس کو آگ لگائی جائے گی یا اس پر حملہ کیا جائے گا؟ امام مالک نے کہا: میرے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے ○ (الفتح: ۲۵)

اور حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت اسی لیے نہیں دی گئی کہ اگر مسلمان مکہ میں جا کر قتال کرتے تو اس کی زد میں وہاں پر رہنے والے مسلمان بھی آ جاتے۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ایسی صورت میں اگر جہاد کرنا' ناگزیر ہو تو جہاد کیا جائے گا ورنہ نہیں

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اگر کفار مسلمانوں کو ڈھال بنا لیں اور ان کی طرف تیر مارنے (یا گولی چلانے) کی ضرورت نہ ہو' کیونکہ ابھی جنگ منعقد نہیں ہوئی ہے یا مسلمانوں کو نشانہ بنائے بغیر کفار پر حملہ کرنا ممکن ہو' یا کفار کے شر سے بچنا ممکن ہو تو پھر کفار پر گولی چلانا جائز نہیں اور اگر کسی نے گولی چلائی اور وہ مسلمان کو لگ گئی تو وہ ضامن ہو گا اور اگر کفار کی طرف سے مسلمانوں کی جانوں کو خطرہ ہو تو ایسی صورت میں کافروں پر گولی چلائی جائے گی' کیونکہ اب ضرورت ہے اور گولی چلانے والے کافروں کا قصد کر کے گولی چلائیں نہ کہ مسلمانوں کا۔ (المغنی ج ۹ ص ۲۳۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک صورت مذکورہ میں دو قول ہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦۷٦ ھ لکھتے ہیں:

جب کافر مسلمانوں کو ڈھال بنا لیں تو پھر کفار پر گولی چلانے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان پر گولی چلانا جائز ہے' جس طرح قلعہ پر منجنیق (توپ) نصب کرنا جائز ہے' خواہ اس کے گولے مسلمانوں کو لگ جائیں اور تاکہ لوگ اس کو جہاد کے معطل کرنے کا ذریعہ نہ بنا لیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں کفار پر گولی چلانا یا گولہ باری کرنا جائز نہیں ہے' قفال کے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور بعض علماء نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۷ ص ۴۴٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

Marfat.com

فقہاء احناف کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں کفار پر گولی چلانا اور گولہ باری کرنا جائز ہے

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

کفار پر گولی چلانا جائز ہے خواہ ان کو یہ علم ہو کہ ان میں مسلمان قیدی اور تاجر بھی ہیں' کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ کیونکہ کفار کے قلعے بہت کم مسلمان قیدیوں اور تاجروں سے خالی ہوتے ہیں' سو ان کا اعتبار کر کے کافروں پر حملہ کرنا جہاد کا دروازہ بند کرنے کے مترادف ہے' لیکن ان پر حملہ کافروں کے قصد سے کریں نہ کہ مسلمانوں کے قصد سے کیونکہ مسلمان کا قتل ناحق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کفار مسلمان بچوں کو ڈھال بنالیں تب بھی کفار پر گولی چلانے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ جہاد کو قائم کرنا فرض ہے' لیکن مسلمان کفار کے قصد سے گولی چلائیں اور اگر وہ کفار پر گولی چلائیں اور اس سے مسلمان ہلاک ہو جائے تو ان پر اس کی دیت ہے نہ کفارہ۔ (بدائع الصنائع ج ۹ ص ۳۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

باقی رہا یہ اشکال کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (الفتح: ۲۶)

اگر مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے ۝

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ نہیں فرمایا کہ ایسی صورت میں جہاد کرنا حرام ہے یا ناجائز ہے' اس آیت سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو بچانے کے لیے اگر کافروں پر حملہ نہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں کچھ نہ کچھ مسلمان ضرور ہیں حتیٰ کہ اسرائیل میں بھی ہیں۔ اس لیے اس آیت کا اگر وہ مطلب لیا جائے جو امام مالک نے لیا ہے تو قرآن مجید کی ان تمام آیات پر عمل کرنا ممکن نہیں رہے گا جن میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آٹھ ہجری کو مکہ پر حملہ کیا تھا' اس وقت بھی وہاں کچھ مسلمان تھے۔

حمیت اور حمیت جاہلانہ کا معنی

الفتح: ۲۶ میں فرمایا: جب کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی جو جاہلانہ تعصب تھا تو اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت نازل کی اور مؤمنین پر اور اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا اور وہی اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝

جب کسی شخص کو کسی سے غیرت اور عار آئے تو اس کو حمیت کہتے ہیں۔ زہری نے کہا: ان کا تعصب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنے سے انہیں عار محسوس ہوتا تھا اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے ابتداء کرنے اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دینا ان کی اکڑفوں اور مکہ پر ان کی اجارہ داری کے خلاف تھا۔ ابن بحر نے کہا: ان کی حمیت' ان کا اپنے بتوں کے لیے تعصب تھا جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور صرف اللہ کی عبادت کرنے سے ان کی ناک نیچی ہوتی تھی اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں نے ہمارے بیٹوں اور ہمارے بھائیوں کو قتل کر دیا' پھر بھی ہم ان کو مکہ میں آنے دیں تو یہ ہماری غیرت کے خلاف ہے' حالانکہ حج اور عمرہ کے لیے آنے والوں کو روکا نہیں جاتا تھا اور ان مہینوں میں قبائلی لڑائیاں بھی موقوف کر دی جاتی تھیں۔

"کلمۃ التقویٰ" کے متعلق متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ نے انہیں (مسلمانوں کو) کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا۔

Marfat.com

حضرت ابی بن کعب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کلمہ تقویٰ سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" پڑھنا ہے' اور حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' عمرو بن میمون' مجاہد' قتادہ' عکرمہ' ضحاک وغیرہم سے بھی یہی مروی ہے۔

اور بعض نے کہا: اس سے مراد "لا الٰه الا الله محمد رسول الله" ہے۔

اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے یہ بھی روایت ہے کہ اس سے مراد "لا الٰه الا الله والله اكبر" ہے۔

اور عطاء بن ابی رباح اور مجاہد سے روایت ہے کہ اس سے مراد "لا الٰه الا الله وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير" ہے۔

اور زہری نے کہا: اس سے مراد "بسم الله الرحمن الرحيم" ہے' کیونکہ مشرکین نے اس کلمہ کو قبول نہیں کیا تھا' لہٰذا مؤمنین کو اس کلمہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور "كلمة التقوى" یعنی کلمہ اخلاص کے حق دار مسلمان ہی ہیں نہ کہ کفار' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین کے لیے اور اپنے نبی کی رفاقت کے لیے مختص فرمالیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا' تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں

الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ

امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہو گے' اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے'

لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

تمہیں کسی کا خوف نہیں ہو گا' اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے' سو اس نے اس سے پہلے ایک

فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ

اور فتح مقدر کر دیO وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ ؕ مُحَمَّدٌ

بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ (اپنے رسول پر) کافی گواہ ہےO محمد اللہ کے

رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

رسول ہیں' جو ان کے اصحاب ہیں کفار پر بہت سخت ہیں' آپس میں نرم دل ہیں'

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫

(اے مخاطب!) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے' سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں'

Marfat.com

معانقہ ۱۸ عند المتاخرین ۱۲

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي

سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے' ان کی یہ صفت تورات

التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ

میں ہیں اور انجیل میں ان کی صفت یہ ہے جیسے ایک کھیتی ہو' جس نے اپنی باریک کونپل نکالی'

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ

پھر اس نے طاقت پکڑی' پھر وہ موٹی ہو گئی' پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کاشت کاروں کو بھلی لگی'

الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم

تا کہ (ان کی یہ صفت) کافروں کے دل جلائے' اللہ نے ایمان والوں اور ان میں سے نیک عمل کرنے والوں سے

مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ ع ۴ ۱۲

مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا' تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہو گے' اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے' تمہیں کسی کا خوف نہیں ہو گا' اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے' سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کر دی O وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ (اپنے رسول پر) کافی گواہ ہے O (الفتح: ۲۸۔۲۷)

اللہ تعالیٰ کے ''ان شاء اللہ'' فرمانے کی توجیہات

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ امن اور عافیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گئے ہیں' پھر جب آپ نے حدیبیہ میں قریش سے صلح کر لی تو منافقین شک میں پڑ گئے کہ انہوں نے تو کہا تھا کہ ہم عمرہ کرنے جا رہے ہیں اور یہ عمرہ کیے بغیر قریش سے صلح کر کے واپس آ گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو یہ بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اس سال کے بعد اگلے سال مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہوں گے اور یہ سال اگلے سال امن اور عافیت کے ساتھ عمرہ کرنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ تھا اور آپ نے جو خواب دیکھا تھا وہ سچا تھا اور اس سال آپ کا عمرہ کے لیے سفر کرنا بھی برحق تھا۔

اس آیت میں جو ''ان شاء اللہ'' فرمایا ہے وہ تعلیم اور تادیب کے لیے ہے اور آپ کی امت کو یہ بتانے کے لیے ہے کہ تم نے مستقبل میں جو کام کرنا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض کر دیا کرو' جیسا کہ درج ذیل آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَن　　آپ کسی کام کے لیے یہ نہ کہیں کہ میں اس کو کل کرنے والا

Marfat.com

یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ (الکہف: ٢٤۔ ٢٣) ہوں○ ہاں! اگر اللہ چاہے (یعنی اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہیں)۔

ثعلب نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ''ان شاء اللہ'' اس لیے فرمایا کہ مخلوق کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا جن کا اللہ تعالیٰ کو علم تھا۔

الحسین بن الفضل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ جو اصحاب حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے ان میں سے بعض اگلے سال سے پہلے فوت ہو جائیں گے اور اس آیت کے تمام مخاطبین مسجد حرام میں نہیں جاسکیں گے یعنی ان چودہ سو اصحاب میں سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اگلے سال عمرہ کرنے کے لیے مسجد حرام میں داخل ہوں گے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ''ان شاء اللہ'' کا معنی ہے: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے کا حکم دیا یا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کو آسان کر دیا تو تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔

یہ دخول مستقبل میں ہونا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان سے مسجد حرام میں داخل ہونے کا وعدہ کیا اور اس کو اپنی مشیت پر موقوف کر دیا اور یہ حدیبیہ کا سال تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس خواب کی خبر دی کہ ان شاء اللہ وہ عمرہ کریں گے' وہ خوش ہو گئے اور حدیبیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے' بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے مراد اگلے سال عمرہ کرنا تھا اس سے ان کو بہت رنج ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح کی اور واپس آ گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگلے سال عمرہ کرنے کی اجازت دی۔ اور یہ آیت نازل فرمائی کہ تم مسجد حرام میں ان شاء اللہ ضرور داخل ہو گے اور جس طرح آپ سے خواب میں فرمایا تھا اسی طرح یہ آیت نازل فرما دی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈانے اور بال کتروانے کے محمل

اس آیت میں سر منڈانے اور بال کتروانے دونوں کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے موقع پر بال کتروائے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٧٣٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٢٤٦' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٨٠٢' سنن نسائی رقم الحدیث: ٢٧٣٧)

اور حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بال منڈائے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر کے بال منڈوائے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٧٢٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٣٠٤' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٩٨٠)

سر کے بال کتروانے اور منڈوانے میں منڈوانا افضل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما' مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما' مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور سر کے بال کتروانے والوں پر؟ تو آپ نے فرمایا: اور سر کے بال کتروانے والوں پر۔ نافع نے کہا: آپ نے چوتھی بار سر کے بال کتروانے والوں کے لیے رحم کی دعا کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٧٢٧' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٣٠١' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٠٤٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کے بال منڈوانے والوں کے لیے رحم کی دعا کی اور ایک بار سر کے بال کتروانے والوں کے لیے دعا کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٧٢٨' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٣٠٢' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٠٤٣)

Marfat.com

حدیبیہ میں وہ کون سی باتیں تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے؟

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔

یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ایک سال کی تاخیر سے عمرہ کرنے میں مسلمانوں کے لیے خیر اور صلاح ہے اور تم اس چیز کو نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد خیبر کی طرف گئے اور اس کو فتح کر لیا اور خیبر سے مسلمان بہت زیادہ اموالِ غنیمت لے کر آئے اور حدیبیہ کے بعد اگلے سال مسلمانوں کی تعداد اور ان کی قوت میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا۔ پھر جب مکہ فتح کرنے گئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے اور قریش مکہ چند گھنٹوں کی لڑائی میں دس بارہ ہزار آدمی قتل کرا بیٹھے اور پھر انہوں نے اجتماعی طور پر شکست قبول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان سے مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور مکہ میں نصب تمام بت توڑ ڈالے اور ''جاء الحق وزھق الباطل'' کا نعرہ بلند فرمایا اور حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مسلمانوں نے کس سال عمرہ کے لیے مسجد حرام میں داخل ہونا ہے اور مسلمانوں کو یہ علم نہیں تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ مکہ میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں اور حدیبیہ پر حملہ کی صورت میں وہ روندے جائیں گے اور مسلمانوں کو یہ علم نہیں تھا۔

حدیبیہ کے بعد کون سی فتح حاصل ہوئی؟

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کر دی۔

ابن زید اور ضحاک نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر پوری ہونے سے پہلے فتح خیبر کو مقدر کر دیا۔ بعض مفسرین نے کہا: اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے۔

زہری نے کہا: صلح حدیبیہ کے بعد اسلام میں بہت فتوحات ہوئیں' کیونکہ اس صلح کے بعد قریش کے ساتھ جنگ ختم ہو گئی' لوگ امن اور عافیت میں آ گئے اور دینِ اسلام کے برحق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کے متعلق گفتگو اور بحث شروع ہو گئی' پھر جو شخص بھی اسلام کے متعلق غور کرتا وہ اسلام میں داخل ہو جاتا اور اس کے بعد دو سالوں میں اس قدر لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے داخل نہ ہوئے تھے' چھ ہجری میں مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی اور اس کے دو سال بعد فتح مکہ کے سال مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی اور یہ مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔

دینِ اسلام کے غلبہ کے محامل

الفتح: ۲۸ میں فرمایا: وہی جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ (اپنے رسول پر) کافی گواہ ہے O

یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ کو تمام ادیان کے اوپر دلائل کے ساتھ غلبہ عطا فرمائے یا جہاد کے ذریعہ آپ کو غلبہ عطا فرمائے یا اس طرح غلبہ عطا فرمائے کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہو جائے۔

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے آپ کو معجزات عطا فرمائے۔ یہ آیت ان کافروں کے رد میں نازل

Marfat.com

فرمائی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے سرنامہ پر ''محمد رسول اللہ'' لکھنے سے منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر جھگڑا کیا رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر یہ آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اللہ آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے اور آپ کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد اللہ کے رسول ہیں' جو ان کے اصحاب ہیں' کفار پر بہت سخت ہیں' آپس میں نرم دل ہیں' (اے مخاطب!) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے' سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں' سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانی ہے' ان کی یہ صفات تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کی صفت یہ ہے جیسے ایک کھیتی ہو' جس نے اپنی باریک کونپل نکالی' پھر اس نے طاقت پکڑی' پھر وہ موٹی ہوگئی' پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کاشت کاروں کو بھلی لگی تاکہ (ان کی یہ صفت) کافروں کے دل جلائے' اللہ نے ایمان والوں اور ان میں سے نیک عمل کرنے والوں سے مغفرت کا اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے O (الفتح: ۲۹)

خلفاءِ راشدین کے فضائل

اس آیت میں فرمایا ہے: ''محمد رسول اللہ'' آیت کا یہ حصہ آپ کی تسلی کے لیے نازل فرمایا کہ کفارِ قریش نے حدیبیہ کے صلح نامہ پر ''محمد رسول اللہ'' لکھنے نہیں دیا اور کہا کہ ہم محمد کو رسول اللہ نہیں مانتے' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ نہیں مانتے تو نہ مانیں' اللہ تو کہتا ہے: ''محمد رسول اللہ''۔

پھر آپ کے اصحاب کی صفت بیان فرمائی: وہ کفار پر بہت سخت ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اہلِ حدیبیہ کفار پر بہت سخت تھے جیسے شیر جنگل کے جانوروں پر سخت ہوتا ہے اور آپس میں نرم دل ہیں' یعنی جس حال میں وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں اس حال میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اے مخاطب! تو ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' یعنی وہ بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں اور بہ کثرت نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ ''والذین معه'' سے مراد حضرت ابوبکر ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابوبکر آپ کے مع (ساتھ) تھے' حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اسلام لائے' اسلام کی مدافعت میں وہ آپ کے مع تھے' سفرِ ہجرت میں آپ کے مع تھے' غارِ ثور میں آپ کے مع تھے' قبر میں آپ کے مع ہیں' قبر سے اٹھنے میں آپ کے مع ہوں گے اور دخولِ جنت میں بھی آپ کے مع ہوں گے اور جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو معیت حاصل تھی کسی کو حاصل نہ تھی اور ''اشداء علی الکفار'' سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' آپ کا کفار پر سخت ہونا بہت مشہور ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے میں تامل کیا تو حضرت عمر نے اس کو قتل کر دیا' یہ ان کے مزاج میں کفار پر سختی کا تقاضا تھا کہ انہوں نے قریش مکہ سے صلح کرنے کے معاملہ میں بہت تردّد کیا۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے نکلے تو اس موقع پر بھی انہوں نے آپ سے بحث کی اور ''رحماء بینھم'' سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ بہت نرم دل تھے' جب مسجد نبوی میں مسلمانوں کے لیے جگہ کم تھی تو آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کی' مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو رومانام کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا' غزوۂ تبوک کے لشکر کے لیے تین سو اونٹ مع ساز و سامان مہیا کیے' خود جان پر کھیل گئے لیکن اپنی حفاظت کے لیے مسلمان فوجوں کو بلانے کی اجازت نہیں دی اور ''تراھم رکعا سجدا'' سے مراد حضرت علی ہیں

Marfat.com

جن کی اکثر راتیں رکوع اور سجدوں میں گزرتی تھیں۔

سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان

اس کے بعد فرمایا: سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانی ہے۔

اس آیت میں ''سیما'' کا لفظ ہے' ''سیما'' کے معنی علامت ہیں' یعنی ان کے چہروں سے شب بیداری اور تہجد گزاری جھلکتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رات کو بہت نمازیں پڑھتا ہے تو صبح کو اس کا چہرہ بہت حسین لگتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۳)

حسن بصری نے کہا: یہ سفیدی ہے جو قیامت کے دن اس کے چہرے پر نظر آئے گی' نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا اور یہ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی رحمت سے بندوں کو دوزخ سے نکالے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا اس کو دوزخ سے نکال لیں اور ان پر رحم کرنے کا ارادہ فرمائے گا جو ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتے تھے' فرشتے ان کو دوزخ میں سجدوں کے نشانات سے پہچان لیں گے' آگ ابن آدم کے سجدوں کے نشان کے سوا اس کے تمام جسم کو کھا لے گی' اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشان کو کھائے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۶ ص ۵۲۷۔ رقم الحدیث: ۱۰۹۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شہر بن حوشب نے کہا کہ سجدہ کا نشان ان کے چہروں پر اس طرح چمک رہا ہو گا جس طرح چودھویں رات کو چاند چمکتا ہے۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: دنیا میں ان کی علامت اچھے اخلاق ہیں' اور مجاہد سے ہی روایت ہے کہ اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے۔ منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے اس آیت کے متعلق پوچھا: کیا یہ وہ نشان ہے جو آدمی کی دو آنکھوں کے درمیان ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' بعض اوقات انسان کی دو آنکھوں کے درمیان ایک گٹا سا ہوتا ہے حالانکہ اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے' لیکن وہ خضوع اور خشوع کی کثرت سے ان کے چہرے پر ایک نور ہوتا ہے۔

ابن جریج نے کہا: وہ ان کے چہروں پر وقار اور تر و تازگی ہے۔ شمر بن عطیہ نے کہا: وہ رات کے قیام کی وجہ سے ان کے چہروں کی زردی ہے۔ حسن نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب تم ان کو دیکھو تو یہ گمان کرو کہ وہ بیمار ہیں' حالانکہ وہ بیمار نہیں ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۶۷۔ ۲۶۶)

''تورات'' اور ''انجیل'' میں صحابہ کی صفات

اس کے بعد فرمایا: ان کی یہ صفات تورات میں ہیں' اس کو یوں بھی پڑھ سکتے ہیں: ان کی یہ صفات تورات اور انجیل میں ہیں اور یوں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ تورات پر وقف کیا جائے اور انجیل میں ان کی یہ صفات ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو مثالیں ہیں: ایک ''تورات'' میں ہے اور دوسری ''انجیل'' میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ پہلے تھوڑے تھے' پھر بہ تدریج زیادہ ہوتے گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابتداءً لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلایا تو پہلے ایک ایک کر کے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے رہے حتیٰ کہ آپ کا دین بہت قوی ہو گیا' جیسا کہ کھیت ابتداء میں ایک بیج ہوتا ہے پھر ایک باریک اور کمزور سی کونپل نکلتی ہے' پھر

Marfat.com

وہ کھیت دن بہ دن قوی ہوتا جاتا ہے' حتیٰ کہ وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگتا ہے' پس کھیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی کونپلیں آپ کے اصحاب ہیں جو پہلے کم تعداد میں تھے پھر بہ تدریج زیادہ ہوتے گئے اور اس کھیت کو بڑھانا اور پروان چڑھانا' یہ کام اللہ سبحانہٗ نے آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے کیا تاکہ اس سے کفار اپنے غیظ و غضب میں جل بھن کر راکھ ہو جائیں۔

صحابہ کرام کے فضائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے ایمان والوں اور ان میں سے نیک عمل کرنے والوں کے لیے مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

یہ ان مؤمنوں کے ساتھ وعدہ ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں' ان سے ایسے ثواب کا وعدہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور وہ جنت ہے۔

ایک شخص نے امام مالک کے سامنے حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مذمت کی تو امام مالک نے اس کے سامنے الفتح:۲۹ کی پوری آیت پڑھی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو عزت دی ہے' جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے وہ اپنے غیظ میں جل کر راکھ ہو جائے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (الفتح:۱۸) اللہ ان مؤمنوں سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

حدیبیہ میں اکثر صحابہ کرام نہتے تھے' ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے' وہ احرام باندھے ہوئے تھے' ان کا پڑاؤ وہاں سے اڑھائی سو میل کی مسافت پر تھا اور وہ دشمن کی سرحد پر کھڑے' ایسے میں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کرنا اور تادمِ حیات لڑنے کی بیعت کرنا بہ ظاہر عقل و خرد کے خلاف تھا لیکن وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی محبت میں ایسے سرشار تھے کہ وہ موت و حیات سے بے گانہ ہو گئے تھے اور تب ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا' اگر خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے مرتد ہو جانا تھا تو اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے وہ ان سے کبھی راضی نہ ہوتا' اسی طرح التوبہ:۱۰۰ میں مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین کے متعلق فرمایا: ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے' اور یہ آیات رافضیوں کے اس عقیدہ کی جڑ کاٹ دیتی ہیں کہ یہ صحابہ نفاق کی وجہ سے حضور کے ساتھ تھے اور آپ کے وصال کے بعد چھ صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے اور کفر کی طرف لوٹ گئے تھے۔

لہٰذا تمام صحابہ کرام عدول ہیں' اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اصفیاء ہیں اور نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور درج ذیل احادیث میں اس کی تائید ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی ایک شخص احد پہاڑ جتنا سونا خیرات کر دے' پھر بھی وہ ان کے دیئے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:۳۶۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۴۰' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۸۶۱)

ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیزیں آ جائیں گی جن سے آسمان کو ڈرایا گیا ہے

Marfat.com

اور میں اپنے اصحاب کی امان ہوں' جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب کے پاس وہ چیزیں آ جائیں گی جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے اصحاب میری امت کی امان ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو ان کے پاس وہ چیزیں آ جائیں گی جن سے اس کو ڈرایا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۲۵۳۱)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو' میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو' ان کو میرے بعد طنز کا نشانہ نہ بناؤ' جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی' اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے بے شک مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے بے شک اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی' عنقریب اللہ اس کو پکڑ لے گا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۲' مسند احمد ج ۴ ص ۸۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۲۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو بُرا کہتے ہیں تو کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۶' جامع المسانید والسنن مسند ابن عمر رقم الحدیث: ۲۳۴۰)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لیے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۵' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۸۶۲)

سورۃ الفتح کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/ ۲۸ جون ۲۰۰۴ء بہ روز پیر سورۃ الفتح کی تفسیر مکمل ہوگئی' اس سورت کی ایک آیت الفتح: ۲ کے ترجمہ پر تقریباً ۱۵ برس سے حاسدین اور معاندین اعتراض کر رہے تھے' میں ''شرح صحیح مسلم'' کی مختلف جلدوں اور پھر ''تبیان القرآن'' کی مختلف جلدوں میں ان اعتراضات کے جوابات لکھتا رہا ہوں اور اس سورت میں الفتح: ۲ کی تفسیر میں تمام ابحاث کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے' انسانی بساط میں کسی مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے جتنے دلائل کی ضرورت ہوسکتی ہے' وہ میں نے فراہم کر دیئے ہیں۔ باقی حق کو دلوں میں جاگزین کر دینا میرے بس میں نہیں' یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی طاقت ہے اور رہے نہ ماننے والے تو وہ عہد رسالت سے لے کر آج تک پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے یہاں تک تفسیر لکھوا دی ہے' باقی قرآن مجید کی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دے' ایمان پر میرا خاتمہ فرمائے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمائے' ان کی قبروں کو منور فرمائے اور اس کتاب کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھے۔ آمین یا رب العٰلمین بجاہ سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی۔ ۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الحجرات

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الحجرات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی درج ذیل آیت میں الحجرات کا ذکر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات: ۴)

(اے رسول مکرم!) بے شک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○

اس آیت کی تفسیر اپنے موقع پر آ رہی ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۸ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۴۹ ہے' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا زمانہ نزول ۹ ھ ہے۔

سورت الحجرات کے مسائل اور مقاصد

☆ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام تمام فرائض سے بڑھ کر فرض ہے' بلکہ جزو ایمان ہے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جائے گا جو عام لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ کے سامنے بلند آواز سے بات نہیں کی جائے گی اور نہ آپ کو حجروں سے باہر نداء کی جائے گی۔

☆ بغیر تحقیق کے کوئی خبر قبول نہ کی جائے' نہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کی جائے' نہ کسی مسلمان کی غیبت کی جائے' نہ کسی کا نام بگاڑا جائے' نہ کسی کا مذاق اڑایا جائے' اسی طرح کے اور معاشرتی آداب بتائے۔

☆ اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ رہے ہوں تو ان میں صلح کرائی جائے اور اگر وہ صلح نہ کریں تو ان میں سے جو گروہ باطل پر ہو اس سے جنگ کی جائے' حتیٰ کہ وہ راہِ راست پر آ جائے۔

سورۃ الحجرات کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے میں سورۃ الحجرات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! اس کی تفسیر میں مجھ سے وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باطل اور ناصواب ہو اس کا رد کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/ ۲۸ جون ۲۰۰۴ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ / ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۴۹ ۱۰۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آياتها ۱۸ رکوعاتها ۲

سورۃ الحجرات مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھارہ آیتیں دو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو اور اللہ سے

اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا

ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے O اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

بلند نہ کرو اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو' جیسے ایک دوسرے

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ

سے بلند آواز سے بات کرتے ہو' ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا O بے شک

الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ

دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے' ان ہی کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے O (اے رسول مکرم!) بے شک

الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴

جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں O

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر آ جاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا' اور اللہ بہت بخشنے والا'

رَّحِيْمٌ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا

بے حد رحم فرمانے والا ہے O اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو'

Marfat.com

اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾

کہیں تم ناواقفیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف پہنچا دو' پھر اپنے کیے پر پشیمان رہو○

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ

اور یاد رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ بہت سی چیزوں میں تمہارا کہا مان لیتے

لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاتے لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں

وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾

خوش نما بنا دیا ہے اور تمہارے نزدیک کفر اور فسوق اور معصیت کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے' یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں○

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ

یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے اور اللہ بے حد جاننے والا حکمت والا ہے○ اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا

باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر

عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے' پس اگر وہ

فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

رجوع کرلے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو' اور انصاف سے کام لو' بے شک اللہ انصاف سے

الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○ بے شک سب مؤمن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○

ع ۱ ۱۳

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہےO اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو' ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گاO بے شک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں' بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے' ان ہی کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہےO (الحجرات: ۳۔۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل پر اپنے قول اور فعل کو مقدم کرنے کی ممانعت

اس سے پہلی سورت میں حدیبیہ کی صلح کا ذکر ہے اور ''صحیح بخاری'' میں یہ گزر چکا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کی شرائط پر صلح کرنے کا ارادہ کیا تو بعض صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے دل برداشتہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس فیصلہ پر کافی بحث کی تو اس سے متصل سورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تنبیہ کی کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ نے اس آیت کے متعلق پانچ قول ذکر کیے ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ کاش! میرے متعلق یہ نازل ہوتا' کاش! میرے متعلق وہ نازل ہوتا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلام کرنے سے منع فرمایا۔

(۳) مجاہد نے کہا: اللہ اور رسول کے متعلق کوئی بات نہ کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان سے بتائے۔

(۴) حسن بصری نے کہا: کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ قربانی کریں۔

(۵) زجاج نے کہا: جن عبادات کے اوقات مقرر ہیں ان کے وقت آنے سے پہلے ان عبادات کو ادا نہ کرو۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۲۶۔۳۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کی تعلیم دی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے کی ممانعت

الحجرات: ۲ میں فرمایا: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو' ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گاO

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کو ان کی قوم پر عامل بنا دیجئے۔ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! ان کو عامل نہ بنائیں' پھر ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث کی' حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں' حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو' حضرت عمر نے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو اپنے نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی' حتیٰ کہ ان سے سوال کیا جاتا کہ آپ نے کیا کہا؟

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۶۷۔۷۳۰۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۴)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو تو پست آواز سے بات کرو اور تمہاری آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ ہو ورنہ تمہارے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔

بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کے الگ الگ محمل

اس آیت میں دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا: اپنی آوازوں کو (اپنے نبی) کی آواز پر بلند نہ کرو، اور دوسری مرتبہ فرمایا: اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو۔ مفسرین نے کہا: دونوں مرتبہ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کی ممانعت کے الگ الگ محمل ہیں، پہلے جو فرمایا ہے کہ اپنی آوازوں کو (اپنے نبی) کی آواز پر بلند نہ کرو اس کا محمل یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے ہو تو اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو اور اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی نہ ہونے دو، اور دوسری بار جو فرمایا ہے کہ ان کے سامنے بلند آواز سے نہ بولو، اس کا محمل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوں اور تم ان کو کوئی خبر سنا رہے ہو تو اونچی آواز سے نہ بولو، یا اس کا محمل یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو تو عامیانہ انداز میں بات نہ کرو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو اور جب آپ کو مخاطب کرو تو آپ کے نام اور کنیت سے آپ کو مخاطب نہ کرو، مثلاً یوں مخاطب نہ کرو: "یا محمد، یا ابا القاسم" بلکہ "یا رسول اللہ" "یا نبی اللہ" "یا حبیب اللہ" کہو، واضح رہے کہ اس میں ندائے یا محمد کی نفی نہیں ہے کیونکہ نداء اور چیز ہے اور خطاب اور چیز ہے (نداء میں "یا محمد" کہہ کر آپ کو اپنے حال کی طرف متوجہ کرنا ہے اور خطاب میں یا محمد کہہ کر آپ سے کلام کرنا ہے)۔

مفسرین نے اس آیت سے اس پر بھی استدلال کیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بولنا جائز نہیں ہے اسی طرح آپ کی قبر انور پر جب حاضری ہو تو وہاں بھی بلند آواز سے بولنا جائز نہیں ہے۔ علامہ قرطبی، علامہ ابوالحیان اندلسی اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اسی طرح عالم کے سامنے بھی بلند آواز سے بولنا جائز نہیں ہے، خصوصاً جب عالم قرآن اور حدیث کا درس دے رہا ہو۔

نیز مفسرین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بلند آواز سے بولنا منع ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اتنے زور سے نہ بولو جو آپ کے استخفاف اور آپ کی اہانت کا مظہر ہو، کیونکہ اس طرح بلند آواز سے بولنا کفر ہے اور اس آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ معتدل آواز کی بہ نسبت پست آواز میں آپ کے سامنے بولو یا آپ سے باتیں کرو۔

اپنی ضرورت اور آپ کی نعت کے کلمات کو آپ کے سامنے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز

مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ جن مواقع پر بلند آواز سے بولنا مطلوب ہوتا ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، مثلاً میدانِ جہاد میں دشمن کو للکارتے ہوئے، یا کسی معاند اور مخالف کو جواب دیتے ہوئے یا دشمن کو ڈراتے ہوئے، ان تمام صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی بلند آواز سے بولنا جائز ہے، کیونکہ ان صورتوں میں یہ متصور نہیں ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب جنگِ حنین میں مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے، حضرت عباس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھام کر اس کو تیز بھاگنے سے

Marfat.com

روک رہا تھا اور حضرت ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! اصحابِ سمرہ (کیکر کے درخت والوں) کو آواز دو' حضرت عباس بلند آواز شخص تھے' وہ کہتے ہیں: میں نے بہ آواز بلند پکارا: اصحابِ سمرہ کہاں ہیں؟ حضرت عباس نے کہا: بہ خدا وہ یہ آواز سنتے ہی اس طرح پلٹے جس طرح گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے' وہ ''یا لبیک یا لبیک'' کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۵)

اسی طرح حدیث میں حضرت عثمان بن عمر کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ کے تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم راستوں میں بکھر گئے اور وہ زور زور سے پکار رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۱۴)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے اذان کہی جاتی تھی اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کی مدافعت میں بلند آواز سے اشعار پڑھتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت آپ کی آواز سے آواز بلند نہ کی جائے اور جب کوئی شخص آپ کو بات سنائے اور آپ خاموشی سے سن رہے ہوں تو آواز بلند نہ کی جائے یا آپ سے اس طرح بلند آواز سے بات نہ کی جائے' جیسے لوگ ایک دوسرے سے عامیانہ انداز میں باتیں کرتے ہیں۔ تقریباً یہ تمام اُمور حسبِ ذیل مفسرین نے اپنی اپنی تصانیف میں بیان فرمائے ہیں۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ (الکشاف ج ۴ ص ۳۵۵۔ ۳۵۳) علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۷۹۔ ۲۷۶) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۲۰۶۔ ۲۰۴)۔

بعض مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بھی کہتے ہو اور مجالسِ میلاد میں بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام بھی پڑھتے ہو' جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ ہر جگہ ہر وقت موجود ہیں' یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی قبرِ انور میں موجود ہیں اور کائنات آپ کے سامنے ہے اور آپ اس کو دیکھ رہے اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں' اس کی تائید ان احادیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں' جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کی ضعف کے باوجود توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷' بیروت)

باقی رہا آپ کے سامنے بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا' سو ہم متعدد مفسرین کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ آپ کے سامنے مطلقاً بلند آواز سے بولنا منع نہیں ہے' آپ کی تعظیم اور توقیر کے کلمات کو بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے' جیسا کہ ہجرت کے موقع پر انصار کے مرد' عورتیں اور بچے آپ کا استقبال کرتے ہوئے بلند آواز سے نعرہ لگا رہے تھے: ''یا محمد!

Marfat.com

یـا رسول الـلـه!'' یا محمد! یارسول اللہ! اور آپ کے سامنے بلند آواز کے ساتھ اذان دی جاتی تھی اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ کی مدح میں بلند آواز کے ساتھ اشعار پڑھتے تھے۔

الحجرات: ۳ میں فرمایا: بے شک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں' بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے' ان ہی کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے O

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھنے والے صحابہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو گم پایا' تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا' پس وہ شخص ان کے پاس گیا تو وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے تھے' اس شخص نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ حضرت ثابت بن قیس نے کہا: بہت بُرا ہو گیا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بولتا تھا تو اس کے اعمال تو ضائع ہو گئے اور وہ تو اہل دوزخ میں سے ہے' پھر اس شخص نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ حضرت ثابت بن قیس اس طرح کہہ رہے تھے' پھر وہ شخص دوبارہ حضرت ثابت بن قیس کے پاس عظیم بشارت لے کر گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت سے ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۴۶۔ ۳۶۱۳)

''صحیح مسلم'' میں یہ روایت اس طرح ہے:

حضرت سعد' حضرت ثابت کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کیوں حاضر نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا: یہ آیت (الحجرات: ۳) نازل ہو چکی ہے اور تم کو معلوم ہے کہ میری آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تم سب سے بلند ہے' سو میں تو اہل دوزخ سے ہوا۔ حضرت سعد نے جا کر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۹)

حضرت ثابت بن قیس انصاری تھے ان کا تعلق خزرج سے تھا' اس حدیث میں ان کے لیے عظیم بشارت ہے کہ وہ جنتی ہیں اور وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے' نیز اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مطلقاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنے پر وعید نہیں ہے اگر کوئی شخص قدرتی طور پر بلند آواز سے بولتا ہو اور اس کی آواز غیر اختیاری طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تقویٰ کو پرکھنے کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے: بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے۔

تقویٰ کے معنی ہیں: خوف خدا۔ پس جس شخص نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اپنی آواز پست رکھی کہ کہیں زور سے بولنے کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کس قدر زیادہ ہوگی اور اس کے دل میں اللہ کا خوف کتنا زیادہ ہوگا کہ اگر اس کے رسول کی تعظیم میں اس نے کمی کی تو وہ دوزخ کا مستحق ہو جائے گا' پس اللہ کے رسول کی تعظیم کرنا' دراصل اس کے دل میں چھپے ہوئے خوف خدا اور تقویٰ کی وجہ سے ہے اور ایسے لوگوں کے دلوں کے تقویٰ کو اللہ نے پرکھ لیا ہے یعنی ان کے تقویٰ کو ظاہر فرما دیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ O (الحج: ۳۲)

جو لوگ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ ان کے دلوں میں خوف خدا کی وجہ سے ہے O

Marfat.com

شعائر اللہ سے مراد ہیں: دین کے امتیازی احکام اور مناسک حج کو بجالانا' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا' کعبہ کا طواف کرنا' حجرِ اسود کو بوسہ دینا' قربانی کے لیے فربہ جانور لانا اور ان کی تعظیم کرنا' صفا اور مروہ دو پہاڑیاں اور کعبہ پتھر کی ایک عمارت ہے' حجرِ اسود ایک پتھر ہے اور قربانی کے اونٹ جانور ہیں اور فی نفسہٖ ان کی تعظیم کی کوئی وجہ نہیں ہے' حج کرنے والا جو ان کی تعظیم کرتا ہے تو وہ اللہ کے حکم کی وجہ سے کرتا ہے' پس جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے ان پتھروں اور جانوروں کی تعظیم کرتا ہے اس کے دل میں اللہ کی تعظیم کس قدر ہوگی اور اللہ کا خوف اور تقویٰ کتنا زیادہ ہوگا کہ وہ اللہ کی ناراضگی کے خوف سے ان پتھروں اور جانوروں کی بھی تعظیم کر رہا ہے' جب کہ انسان بلکہ مسلمان پتھروں اور جانوروں سے بہت افضل اور اعلیٰ ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول کی تعظیم کرنا اور ان کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھنا دراصل اللہ کی تعظیم اور اس کے خوف کی وجہ سے ہے کہ اگر اس نے اللہ کے رسول اور اس کے نمائندہ کی تعظیم میں کمی کی تو اللہ اس کے نیک اعمال کو ضائع کر دے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دے گا' سو جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں چھپے ہوئے خوفِ خدا کو ظاہر کر دیا۔

اور فرمایا: ان کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم ہے۔ مغفرت کا معنی ہے: انسان کے بُرے کاموں کو چھپانا اور ان پر سزا نہ دینا اور اجر کا معنی ہے: اس کے نیک کاموں پر ثواب عطا فرمانا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں O اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر آ جاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا' اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو' کہیں تم ناواقفیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمان رہو O (الحجرات: ٦-٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے نداء کرنے والوں کے مصادیق

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ الحجرات: ٤ کے شانِ نزول میں روایت کرتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک میری تعریف کرنا نیک عمل ہے اور میری مذمت کرنا بُرا عمل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٢٦٧)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ٤٥٠ھ نے اس کے شانِ نزول میں حسبِ ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(١) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حجرہ کے باہر سے آپ کو نداء کی: یا محمد! میری تعریف کرنا نیک عمل ہے اور میری مذمت کرنا بُرا عمل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر آئے اور فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ تو صرف اللہ سبحانہٗ کی شان ہے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ٢٤٥٣٤' مسند احمد ج ٣ ص ٣٨٨)

(٢) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے' انہوں نے کہا تھا کہ اس شخص کے پاس چلو' اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ان کی اتباع کر کے ہم لوگوں میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہوں گے اور اگر وہ فرشتے ہیں تو ہم ان کے پروں کے سائے میں زندہ رہیں گے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو نداء کی: یا محمد! اس وقت آپ اپنے حجرہ میں تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ٢٤٥٣١)

(٣) ایک قول یہ ہے کہ وہ بنو تمیم کا وفد تھا' مقاتل نے کہا: وہ نو افراد تھے۔

Marfat.com

ان کے متعلق فرمایا: ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ انسان ہونے کی وجہ سے ان میں عقل تو تھی پھر ان کو بے عقل کیوں فرمایا؟

ابن ابحر نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ بے علم ہیں اور علم کو عقل سے تعبیر کیا کیونکہ علم عقل کا ثمرہ ہے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ فعل عقل والوں کے فعل کے خلاف تھا۔

الحجرات: ۵ میں فرمایا: اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر آ جاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا' اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O

یعنی ان کا حجرہ سے باہر آپ کا انتظار کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لحاظ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کے لحاظ سے زیادہ مناسب تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو العنبر کے کچھ لوگوں کو قید کر لیا تھا اور وہ لوگ اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ دینے آئے تھے' پس اگر وہ آپ کے حجرہ سے باہر نکلنے کا انتظار کر لیتے تو ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ ہوسکتا تھا کہ آپ فدیہ لیے بغیر ان کے قیدیوں کو چھوڑ دیتے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۲۸۔ ۳۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس آیت میں بھی سابقہ آیات کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کی تلقین کی گئی ہے اور سورۂ الحجرات کی پہلی پانچوں آیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کی تعلیم کے لیے نازل ہوئی ہیں۔

ولید بن عقبہ کا جھوٹی خبر دینا

الحجرات: ۶ میں فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو' کہیں تم ناواقفیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف پہنچا دو' پھر اپنے کیے پر پشیمان رہو O

حضرت الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا اور ولید کے درمیان اور بنو المصطلق کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں عداوت تھی' جب بنو المصطلق نے اس کی آمد کے متعلق سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس کی تعظیم کی' شیطان نے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں وہ خوف زدہ ہو کر راستہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ گیا اور آپ سے کہا کہ بنو مصطلق نے اس کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں آ گئے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا' ادھر بنو مصطلق کو یہ خبر پہنچی کہ ولید بن عقبہ واپس چلے گئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کے نمائندہ کی آمد کے متعلق سنا تو ہم اس سے ملاقات کرنے اور اس کی تکریم کرنے کے لیے نکلے اور تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں مال دیا ہے ہم اس مال میں سے اللہ کا حق ادا کریں' تب ہم کو معلوم ہوا کہ وہ نمائندہ واپس چلا گیا' ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں آپ کی طرف سے اس کو یہ حکم تو نہیں پہنچا کہ تم واپس آ جاؤ اور آپ کسی وجہ سے ہم پر ناراض ہو گئے ہوں' اور ہم اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یقین نہیں کیا اور خفیہ طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ چپکے سے وہاں پہنچیں اور وہاں تفتیش کریں' اگر وہاں ایسے آثار ہوں جو ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہوں تو ان سے ان کے اموال کی زکوٰۃ وصول کر لیں اور اگر وہاں ان کے ایمان کے آثار نہ ہوں تو پھر ان کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے' حضرت خالد وہاں پہنچ گئے اور انہوں

Marfat.com

نے وہاں پر مغرب اور عشاء کی اذانوں کو سنا' انہوں نے ان سے صدقات وصول کیے اور سوائے اطاعت اور نیکی کے ان کے پاس اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ کو تمام حالات بتائے اور تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق (یعنی ولید بن عقبہ) کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو' کہیں تم ناواقفیت سے کچھ لوگوں کو تکلیف پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمان رہو O (ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا)۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۵۸۔۲۵۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۹' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۳۹۵' اسباب النزول للواحدی ص ۶۰۷' حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۱۳۵۲' حافظ ابن کثیر نے کہا: اس قصہ کے متعلق امام احمد کی روایت سب سے عمدہ ہے' امام طبرانی نے اس قصہ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۸۰۰۹' امام ابن جریر نے اس واقعہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن عباس' قتادہ اور ابن اسحاق وغیرہم سے روایت کیا ہے' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۵۴۳' ۲۴۵۴۱_۲۴۵۳۹_۲۴۵۳۸)

فاسق کی شہادت اور روایت کا شرعی حکم

علامہ سید محمود آلوسی متعدد حوالہ جات سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فاسق شہادت دینے کا اہل ہے کیونکہ اگر اس کی شہادت ادائیگی کے لائق نہ ہوتی تو پھر اس کی خبر کی تحقیق کرنے کے حکم دینے کا کوئی معنی نہ تھا اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا عادل اور نیک ہونا معلوم نہ ہو اس کی خبر کو بھی قبول کرنا جائز ہے اور اس کے نیک ہونے کی تفتیش کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ یہ تفتیش اس وقت واجب ہو گی جب اس کا فسق ثابت ہو اور جس شخص کا نیک ہونا ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ ہی اس کا فاسق ہونا معلوم ہے تو ہم ظاہر حال کے اعتبار سے اس کو نیک قرار دیں گے اور اس کی تفتیش کرنا ہم پر واجب نہیں ہے' واضح رہے کہ فاسق وہ شخص ہے جس نے کوئی علی الاعلان گناہ کبیرہ کیا ہو۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فاسق کی دو قسمیں ہیں: ایک فاسق غیر متاول ہے (جو بغیر تاویل کے کوئی گناہ کبیرہ کرے) اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کی خبر قبول نہیں کی جائے گی اور دوسری قسم فاسق متاول ہے (جو تاویل سے کوئی گناہ کبیرہ کرے) جیسے جبری اور قدری اور اس کو بدعت واضحہ کا مرتکب کہا جاتا ہے۔ بعض اصولیین اس کی شہادت اور روایت کو مسترد کرتے ہیں' جیسے امام شافعی وغیرہ اور بعض اس کی شہادت کو قبول کرتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادت کو کذب کی تہمت کی وجہ سے رد کیا جاتا ہے اور اس شخص کے عقائد میں فسق ہے اور کذب تمام مذاہب میں حرام ہے' ماسوا خطابیہ کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور اس کی روایت کو قبول کرنا اس لیے جائز ہے کہ جو شخص غیر رسول پر کذب کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب کو بہ طریق اولیٰ جائز نہیں سمجھے گا اور ہمارے اصحاب احناف اس کی شہادت کو قبول کرتے ہیں اور اس کی روایت کو قبول نہیں کرتے خصوصاً جب وہ اپنے عقیدہ کے پرچار کے لیے حدیث روایت کرے۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۲۲۱۔۲۲۰' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ بہت سی چیزوں میں تمہارا کہا مان لیتے تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاتے لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا ہے اور تمہارے نزدیک کفر اور فسوق اور معصیت کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں O یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے اور اللہ

Marfat.com

بے حد جاننے والا' بہت حکمت والا ہےO (الحجرات: ۸۔۷)
یعنی تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے' اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹی خبر سناؤ گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے ذریعہ تمہارے جھوٹ پر مطلع کردے گا' پھر تم شرمندہ ہو گے' لہٰذا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹی خبر نہ سناؤ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عقبہ کی دی ہوئی جھوٹی خبر کی تحقیق نہ کرتے اور اس خبر پر یقین کر کے بنو مصطلق پر حملہ کر دیتے تو تم سب مشقت میں پڑ جاتے اور کتنے ہی بے قصور مسلمان مارے جاتے اور ولید بن عقبہ نے بنو مصطلق کی عداوت میں ان پر جو جھوٹی تہمت لگائی تھی اس کی وجہ سے تم کو شرمندگی اٹھانی پڑتی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی اطاعت کرنے کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جو خبر پہنچائی جائے اور آپ سے جو کہا جائے تو آپ بلا تحقیق اس پر عمل کر لیں۔ اور ''لعنتم'' کا معنی ہے: تم گناہ میں مبتلا ہو جاتے۔ ''عنت'' کا معنی ہے: گناہ' اور بے حیائی کے کام' اور زنا کرنے کو بھی ''عنت'' کہتے ہیں اور مشقت میں پڑنے کو بھی ''عنت'' کہتے ہیں۔
پھر مخلص مؤمنوں کو خطاب کر کے فرمایا: لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا ہے اور تمہارے نزدیک کفر اور فسق اور معصیت کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے' یعنی یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولتے اور آپ تک جھوٹی خبر نہیں پہنچاتے اور یہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے' پس اگر وہ رجوع کر لے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو' اور انصاف سے کام لو' بے شک اللہ انصاف سے کام لینے والوں کو پسند فرماتا ہےO بے شک سب مؤمن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائےO (الحجرات: ۱۰۔۹)

مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے متعلق احادیث اور آثار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بعد میں بھی مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان متحارب فریقوں میں سے ایک حق پر تھا اور دوسرا باطل پر تھا اس کے باوجود ان دونوں فریقوں کو مسلمان ہی قرار دیا گیا اور ان کے درمیان صلح کرائی گئی یا صلح کرانے کی کوشش کی گئی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا (جب آپ ابتداءً مدینہ منورہ آئے تھے): اگر آپ عبد اللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے' مسلمان بھی آپ کے ہم راہ گئے' وہ بنجر زمین تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: مجھ سے دور ہٹو' تمہاری سواری کی بدبو مجھے ایذاء پہنچا رہی ہے' آپ کے ساتھ جو انصاری مسلمان تھے' ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی بو تم سے بہت اچھی ہے' عبد اللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اس انصاری کو گالی دی' پھر دونوں طرف سے فریق غضب میں آ گئے اور وہ ایک دوسرے کو ڈنڈوں' ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے' پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ ان ہی دو جماعتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۹)
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرا دیں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۹۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۲۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۰۴۹۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۸۴ ۷ ۴)

جب اہل شام اور اہل عراق میں جنگ تیار تھی' ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی افواج تھیں' دوسری طرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی افواج تھیں' اس وقت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت سے دست بردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس صلح کی پیش گوئی کر دی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں) پہاڑوں کی مانند لشکر لے کر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو پسپا کیے بغیر واپس نہیں جائے گا' حضرت معاویہ نے کہا: (اور وہ ان دونوں میں زیادہ بہتر تھے) کہ اگر اس لشکر نے اس لشکر کا صفایا کر دیا تو میری کس پر حکومت ہوگی' عورتوں کی کفالت کون کرے گا' لوگوں کی زمینوں اور ان کے بچوں کی حفاظت کون کرے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس دو سفیر بھیجے جن کا تعلق قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے ساتھ تھا۔ عبد الرحمان بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر' حضرت معاویہ نے ان دونوں سے کہا کہ تم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کرو' سو وہ دونوں گئے اور آپ سے گفتگو کی' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو عبد المطلب سے ہیں اور ہم نے (اپنے دورِ خلافت میں) اس مال کو حاصل کیا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی ہے' ان دونوں نے کہا: حضرت معاویہ آپ کی خدمت میں اتنا اتنا مال پیش کرتے ہیں اور صلح کا مطالبہ اور اس کا سوال کرتے ہیں' حضرت حسن نے فرمایا: اس مال کی ادائیگی کا کون ضامن ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم ضامن ہیں' حضرت حسن نے ان سے جس چیز کا بھی سوال کیا' ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ضامن ہیں' پھر حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی' حضرت حسن نے کہا: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے' آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور آپ فرماتے: میرا یہ بیٹا سید ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۶۲ ۔ ۳۷۷۳)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف (المعروف بابن بطال) مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں تاویل کے ساتھ ایک دوسرے سے جنگ کریں تو وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہی ہیں کیونکہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کی جماعتیں جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھیں' آپ نے دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں فرمایا' اور جس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱) اس سے مراد ہے: جو بغیر تاویل اور اجتہاد کے آپس میں جنگ کر رہے ہوں اور دونوں کا موقف باطل ہو (جیسے لسانی عصبیت کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کرنا)۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی' پھر سرزمین کوفہ پر دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوئے' پھر حضرت حسن نے اپنے لشکر کی کثرت کو دیکھا' پھر ندا کی: اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے

Marfat.com

اس کو اختیار کر لیا' اگر یہ حکومت تمہارے لیے ہے تو میرے لیے اس میں مزاحمت کرنا مناسب نہیں ہے اور اگر یہ میرے لیے ہے تب بھی میں نے اس کو تمہارے لیے چھوڑ دیا' حضرت معاویہ کے اصحاب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا' پس اللہ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا دے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے معاویہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا' دنیا کی طلب کی وجہ سے ان کو فنا نہ کر دینا' پھر حضرت حسن نے حکومت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی اور اس پر ان کی بیعت کر لی کہ جب تک تم اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہو گے ہم تمہارے احکام سنیں گے اور تمہاری اطاعت کریں گے' پھر حضرت حسن اور حضرت معاویہ دونوں کوفہ چلے گئے اور حضرت معاویہ نے اہل عراق سے اپنی بیعت لی اور اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا' کیونکہ اس سال تمام لوگ مجتمع ہو گئے تھے اور جنگ سے منقطع ہو گئے تھے اور وہ تمام لوگ جنہوں نے اب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی ان سب نے بیعت کر لی' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت محمد بن مسلمہ وغیرہم نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی اور لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو تین لاکھ درہم' ایک لاکھ پوشاکیں' تیس غلام اور سو اونٹ پیش کیے' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ چلے گئے اور حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا اور خود دمشق چلے گئے اور اس کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔

(شرح صحیح بخاری لابن بطال ج ۸ ص ۹۷۔۹۶' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

حضرت معاویہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی سے جنگ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا

اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کر رہی ہوں اور ان میں سے ایک حق پر ہو اور دوسری باطل پر ہو تو جو جماعت باطل پر ہو' اس سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک وہ حق کی طرف رجوع نہ کر لے' اس بناء پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا کیا حکم ہے؟ ان میں سے کون سا فریق حق پر تھا اور کون سا فریق باطل پر تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا' دونوں فریقوں کا موقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل صحیح تھی اور حضرت معاویہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی اور اس کا فیصلہ اس حدیث سے ہو گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افسوس ہے! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۷) اور حضرت عمار بن یاسر کو حضرت امیر معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی' اور ان کا موقف باطل محض نہیں تھا' ورنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے صلح نہ کرتے اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کر کے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات: ۹) جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آؤ۔

Marfat.com

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔ پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ٦٢ ص ١٧۔ رقم الحدیث: ١٣٥٠٢ البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٦٣٤ کنز العمال رقم الحدیث: ٣١٧٠٨)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ٣١٧١٢) (البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٦٣٤ دار الفکر بیروت ١٤١٨ھ)

حافظ ابن کثیر امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہو گا۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧١٢١ صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٥٧)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٤١٨۔٤١٩ البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٣٧٦۔٣٧٧)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہو گا وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٩٧ سنن سعید ابن منصور رقم الحدیث: ٢٩٧٢)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امامِ برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۵۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۱۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۱۴)

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲-۳۸۱، دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہ کہو کہ اہل شام نے کفر کیا بلکہ یہ کہو انہوں نے فسق اور ظلم کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷، رقم الحدیث: ۳۷۸۴۱، بیروت)

حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو' اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۷۸۴۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۷۰۴، تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶-۱۰۵)

عبد اللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۷۸۵۴)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۷۸۶۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۷۰۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷، بیروت)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔ (سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۴، رقم الحدیث: ۲۹۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے' اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۶۶-۶۵، رقم الحدیث: ۱۳۴۸۴، داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۷۰، رقم الحدیث: ۱۳۴۹۹)

Marfat.com

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور برادرِ نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو بُرا نہ کہو) پس جس نے ان کو بُرا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۴۳' رقم الحدیث: ۱۳۵۳۷)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیئے' حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا' پھر حضرت معاویہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۶۱۔ رقم الحدیث: ۱۳۴۶۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دُعا فرمائی اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلینِ عثمان سے قصاص نہیں لے سکے' اس کی وجہ سے یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اوّل تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے' ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو' فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے' لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

جنگ جمل وقوع پذیر ہونے کی وجہ

حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو جنگ جمل برپا ہوئی وہ ایک اتفاقی حادثہ تھا' جو طرفین میں غلط فہمی کی بناء پر وقوع پذیر ہوا' اس کو پوری تفصیل کے ساتھ ہم الاحزاب: ۳۳ میں لکھ چکے ہیں اس کو آپ ''تبیان القرآن'' ج ۹ ص ۴۳۶۔ ۴۲۷ ملاحظہ فرمائیں۔

بصرہ میں حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے درمیان صلح ہو چکی تھی اور فریقین اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو تلاش کر کے ان سے قصاص لیا جائے گا' قاتلینِ عثمان اور ان کے حامیوں میں سے جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کو پریشانی ہوئی کہ اگر یہ دونوں فریق متحد ہو گئے تو پھر ان کی خیر نہیں ہے' سو انہوں نے سازش کی اور جس دن صلح ہوئی تھی اس کے بعد رات کے اندھیرے میں جا کر حضرت عائشہ کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا اور چلا کر کہا کہ علی نے عہد شکنی کی اور دوسروں نے جا کر حضرت علی کے لشکر میں حملہ کر دیا اور چلا کر کہا کہ طلحہ اور زبیر نے عہد شکنی کی اور ان کی سازش کامیاب ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔

Marfat.com

حضرت علی کے دل میں حضرت عائشہ‘ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے احترام کے متعلق احادیث اور آثار

اب ہم متعدد احادیث اور آثار کے ذریعہ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ جمل کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کی بہت عزت اور بہت احترام تھا۔

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا: کیا وہ مشرک ہیں؟ فرمایا: نہیں‘ وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔ کہا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا: منافق اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں‘ کہا گیا: پھر وہ کیا ہیں؟ فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۳۵۔ رقم الحدیث: ۳۷۷۵۲‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۶ھ)

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن حضرت علی اور ان کے اصحاب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم پر رو رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۳۶‘ رقم الحدیث: ۳۷۷۶۳‘ تاریخ دمشق ج ۲۷ ص ۸۱)

طلحہ بن مصرف بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ کے چہرے سے مٹی صاف کی‘ پھر حضرت حسن کی طرف مڑ کر کہا: کاش! میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۳۹۔ رقم الحدیث: ۳۷۷۸۵‘ تاریخ دمشق ج ۲۷ ص ۸۱)

حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: اے اللہ! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا‘ اے اللہ! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۴۱‘ رقم الحدیث: ۳۷۷۹۰)

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش! میں درخت کی ایک تر شاخ ہوتی اور میں نے یہ سفر نہ کیا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۴۳۔ رقم الحدیث: ۳۷۸۰۷)

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر اس آیت کے مصداق ہوں گے:

نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ○ (الحجر: ۴۷)

ان کے دلوں میں جو (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش تھی‘ ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے○

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۴۴۔ رقم الحدیث: ۳۷۸۱۰‘ تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۳۰۹)

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ جمل کے دن کہا: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۴۴۔ رقم الحدیث: ۳۷۸۱۳)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مسلم بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی نے اہل بصرہ سے جنگ کی تو ابن جرموز آپ سے اجازت لے کر آیا اور کہا: میں نے زبیر کو قتل کر دیا‘ حضرت علی نے فرمایا: تو نے صفیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا‘ تجھے دوزخ کی بشارت ہے‘ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر تھے۔

Marfat.com

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۰ ص ۳۰۷، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

عبید اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن ایک شخص نے آ کر کہا: میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے' حضرت علی نے سن کر فرمایا: تمہیں دوزخ کی بشارت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۷ ص ۸۱' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے' ۵ ہزار ایک طرف سے اور ۵ ہزار دوسری طرف سے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار میں لیا ہوا تھا' آپ ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ھودج میں بیٹھی ہوئیں تھیں' جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ تیروں کی زد میں آ رہی ہیں تو حضرت علی کے حکم سے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں' پھر جنگ رک گئی۔ حضرت علی نے حکم دیا: کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے' نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ حضرت علی نے مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ کا ھودج (پالان) اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ وہ ام المؤمنین کے لیے خیمہ لگا دیں' محمد بن ابی بکر نے آ کر پوچھا: آپ کو کوئی زخم تو نہیں آیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں' پہلے عمار نے آ کر آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اے اماں جان! آپ کو سلام ہو' پھر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ کی خیریت دریافت کی' اور کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے' پھر لگاتار مسلمان آ کر آپ کو سلام کرتے رہے' رات کو آپ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبد اللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں' آپ تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں' اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ نے فریقین کے تمام مقتولین کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ' تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۵۰۴' دار نفائس ریاض)

حضرت عائشہ ام المؤمنین حج کے لیے مکہ مکرمہ گئی ہوئی تھیں وہاں آپ کو خبر ملی تھی کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے آپ کو بتایا کہ انہیں اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو بھی اپنی جانوں کا خطرہ ہے اور ان سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ آپ کی عزت اور احترام کا لحاظ رکھیں گے' آپ ہمارے ساتھ بصرہ چلیں وہاں ہمارے حامی بہت مسلمان ہیں' آپ ان کے اصرار سے بصرہ چلی گئیں' ادھر باغیوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر آپ کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے بصرہ میں جمع ہو رہے ہیں' آپ اپنے حامیوں کے ساتھ بصرہ چلیں اور ان کا قلع قمع کر دیں' بصرہ میں فریقین کے درمیان تین دن تک مذاکرات ہوتے رہے اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا' باغیوں کو خطرہ ہوا کہ اب ان کی خیر نہیں ہے اور قصاصِ عثمان میں ان سب کو قتل کر دیا جائے گا' انہوں نے سازش کر کے ایک رات دونوں فریقوں پر حملہ کر دیا' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے حامیوں میں یہ نعرہ لگایا کہ علی نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور حضرت علی کے حامیوں میں یہ نداء کی کہ طلحہ اور زبیر نے دھوکا دیا اور یوں غلط فہمی میں جنگ چھڑ گئی اور طرفین سے دس ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔

جنگ جمل اور جنگ صفین کے متعلق حرفِ آخر

میں جنگ جمل اور جنگ صفین کی یہ دل خراش داستان نہ لکھتا لیکن میں نے دیکھا کہ ان جنگوں کے حوالے سے مسلمانوں میں بہت بے چینی ہے اور عام لوگوں سے یہ سنا کہ صحابہ کرام بھی حصولِ اقتدار کے لیے آپس میں لڑتے رہے تھے تو میں نے سوچا کہ میں اختصار کے ساتھ حقیقتِ حال کو واضح کروں کہ جنگِ جمل قاتلینِ عثمان کی سازش سے غلط فہمی کی بناء پر ظہور میں آئی

Marfat.com

اور جنگ صفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطاء کے نتیجہ میں ظہور میں آئی' وہ سمجھتے تھے کہ میں حضرت عثمان کا ولی ہوں اور مقتول کے ولی کو قصاص لینے کے لیے لڑنے کا حق ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا. جس کو ظلماً قتل کیا گیا ہم نے اس کے ولی کو قصاص لینے پر غلبہ دے دیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۳)

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب قصاص کے شرعی ثبوت کے بعد حاکم وقت قصاص لینے کا شرعی فیصلہ کر دے تو اس کا ولی قاتل سے قصاص لے سکتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ قاتل قتل کا اعتراف کرے نہ اس کے قتل کرنے پر گواہ ہوں اور ولی مقتول اندھا قصاص لینے کے لیے حاکم پر دباؤ ڈال کر اس سے جنگ کرنا شروع کر دے۔ بہر حال یہ دونوں مجتہد تھے' حضرت علی کا اجتہاد صحیح اور برحق تھا اور حضرت معاویہ کو اجتہاد میں خطاء ہوئی' اور جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل ہونے والے تمام مسلمان شہید ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی پر ایک اجر ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجتہاد صائب پر دو اجر ملیں گے اور جہاں تک دیگر فضائل اور اسلامی خدمات کا تعلق ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین میں سے ہیں وہ اس معاملہ میں حضرت معاویہ سے بہت آگے ہیں بلکہ دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔

جنگ جمل اور جنگ صفین پر محمود عباسی نے ''خلافتِ معاویہ و یزید' تحقیق مزید'' اور ''حقیقت خلافت و ملوکیت'' لکھیں اور ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی بہت تنقیص بلکہ توہین کی' پھر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''خلافت و ملوکیت'' کے نام سے کتاب لکھی اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت تنقیص بلکہ توہین کی' علاوہ ازیں یہ بہت ضخیم کتابیں ہیں' میں چاہتا تھا کہ میں اس موضوع پر دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ اختصار سے ایک مقالہ لکھوں' جس میں فریقین کا صحیح مؤقف بھی سامنے آئے اور جمہور علماء اہل سنت کا نظریہ بھی اور اس میں احادیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کا احترام اور وقار بیان کیا جائے۔ الحمد للہ رب العلمین! الحجرات: ۹ کی تفسیر میں میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی' اگر میری اس تحریر کو پڑھ کر کوئی ایک شخص بھی حضرت علی یا حضرت معاویہ میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرنے سے باز آ گیا تو میں سمجھوں گا میری محنت ٹھکانے لگی۔ **وما ذالك على الله بعزيز وما توفيقي الا بالله العلي العظيم' والحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد المرسلين وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته اجمعين.**

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

عبد الرحمان نے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر حضرت عثمان کے مکان میں داخل ہوئے' ان کے ساتھ کنانہ بن بشر' سودان بن حمران اور حضرت عمرو بن الحق بھی تھے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن شریف سے سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے' محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: اے بڈھے احمق! تجھے اللہ نے رسوا کر دیا' حضرت عثمان نے کہا: میں بڈھا احمق نہیں ہوں' امیر المؤمنین ہوں' محمد بن ابی بکر نے کہا: تجھے معاویہ اور فلاں فلاں نہیں بچا سکے' حضرت عثمان نے کہا: تم میری ڈاڑھی چھوڑ دو' اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ اس ڈاڑھی کو نہ پکڑتے' محمد بن ابو بکر نے کہا: اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ تمہارے افعال سے متنفر ہو جاتا' محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل کا تیر تھا وہ انہوں نے حضرت عثمان کی پیشانی میں گھونپ دیا' کنانہ بن بشر کے ہاتھ میں ایسے کئی تیر تھے وہ اس نے آپ کے کان کی جڑ میں گھونپ دیئے' اور وہ تیر آپ کے حلق

Marfat.com

کے آر پار ہو گئے' پھر اس نے اپنی تلوار سے آپ کو قتل کر دیا۔ ابوعون نے بیان کیا کہ کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی اور سر پر لوہے کا ڈنڈا مارا اور سودان بن حمران نے آپ کی پیشانی پر وار کر کے آپ کو قتل کر دیا۔ عبدالرحمان بن الحارث نے بیان کیا کہ کنانہ بن بشر کے حملہ کے بعد ابھی آپ میں رمقِ حیات تھی' پھر حضرت عمرو بن الحمق آپ کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور آپ کے سینہ پر نو وار کیے بالآخر آپ کو شہید کر دیا۔ حملہ کے دوران آپ کا خون قرآن مجید کے اوراق پر گرا۔ اٹھارہ ذوالحجہ چھتیس ہجری کو جمعہ کے دن آپ شہید ہوئے (حضرت ابوبکر نے وفات سے چند سال پہلے اسماء بنت عمیس سے شادی کی تھی' ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے' حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد ان سے حضرت علی نے شادی کر لی تھی اور محمد بن ابوبکر' حضرت علی کے پروردہ تھے۔ الاستیعاب ج ۳ ص ۴۲۲)۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳' موسسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت)

ان مؤرخین نے بھی اسی طرح لکھا ہے: امام ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴)' امام ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ (الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۹۰)' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۳۔ ۲۷۲)۔

حضرت عثمان کے قاتلین کا دنیا میں انجام

سودان بن حمران کو اسی وقت حضرت عثمان کے غلاموں نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۹۰)

کنانہ بن بشر کو ۳۶ھ میں حضرت معاویہ کے اس لشکر نے قتل کر دیا تھا جس کو انہوں نے مصر کے لیے تیار کیا تھا۔

(تاریخ دمشق ج ۵۳ ص ۱۹۸)

مالک بن الحارث الاشتر (یہ بھی قاتلین میں سے تھا) کو حضرت علی نے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا' ۳۸ھ میں کسی نے اس کو زہر کھلا دیا اور یہ مر گیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے محمد بن ابوبکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا' پھر ۳۸ھ میں یہ بھی حضرت عمرو بن العاص کے لشکر سے شکست کھا کر قتل کر دیا گیا' پھر اس کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۴۲۳' تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۷۹' تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۵۲۲' دار النفائس' ریاض' ۱۴۱۹ھ)

سید مودودی لکھتے ہیں:

حضرت علی نے مالک بن الحارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دیئے درآں حالیکہ قتل عثمان میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے' حضرت علی کے پورے نظامِ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک ایسا کام نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۴۶)

علامہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور ہجرت کی' بعد میں انہوں نے کوفہ کو مسکن بنا لیا' انہوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ دیا' زیاد کے زمانہ میں یہ موصل چلے گئے اور غار میں جا کر چھپ گئے' وہاں ان کو سانپ نے ڈس لیا' زیاد کے عامل نے ان کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھیج دیا' اس نے وہ سر حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا' اللہ ان کی مغفرت فرمائے' یہ پچاس ہجری کا واقعہ ہے۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے لکھا ہے: اصل قاتل کنانہ بن بشر تھا اور حضرت عمرو بن الحمق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نیزوں کے متعدد وار کیے تھے۔ (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۹۰)

مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں

الحجرات: ۱۰ میں ارشاد فرمایا: بے شک سب مؤمن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے

Marfat.com

رہتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رسوا کرے' جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے' اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے' قیامت کے دن اللہ اس کا پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۰)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے اس کے اجزاء ایک دوسرے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مؤمنوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستی نبھانے اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم درد اور بخار سے کراہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۱۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸)

نیز حضرت نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مؤمنین ایک شخص کی طرح ہیں جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے' ہو سکتا ہے کہ وہ ان (مذاق

خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا

اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور تم

تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو' اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ' ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا بُرا نام ہے

بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا

اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں ○ اے ایمان والو!

Marfat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ

اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ

ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے

اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا،

اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى

بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو،

اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ

بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بے حد خبر رکھنے والا ہے ○ دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے، آپ کہیے کہ

لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ

تم ایمان نہیں لائے ہاں! یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا،

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور اگر تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی تو اللہ تمہارے (نیک) اعمال سے کوئی کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ

بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (حقیقی) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا،

Marfat.com

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي

وہی سچے ہیں O (اے رسولِ مکرم!) آپ کہیے: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتلا رہے ہو‘ حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے‘ اور اللہ ہر چیز کو بے حد جاننے والا ہے O (اے رسولِ مکرم!) یہ آپ پر

عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ

اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں آپ کہیے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ‘ بلکہ اللہ تم پر احسان

اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ

فرماتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی‘ اگر تم سچے ہو O بے شک اللہ تمام آسمانوں اور تمام

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

زمینوں کے کل غیب جانتا ہے‘ اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے‘ ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں‘ اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ‘ ایمان کے بعد فاسق کہلانا بُرا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں O اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو‘ بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو‘ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو‘ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو ناپسند کرو گے‘ اور اللہ سے ڈرتے رہو‘ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا‘ بے حد رحم فرمانے والا ہے O (الفتح: ۱۲-۱۱)

مذاق اڑانے کی ممانعت

اس آیت میں ''لا یسخر'' کا لفظ ہے‘ اس کا مصدر ہے: ''سخریہ'' اس کا معنی ہے: مذاق اڑانا اور کسی شخص کی تحقیر کرنا اور اس کا استخفاف کرنا‘ اور اس کو درجہ اعتبار سے ساقط قرار دینا‘ قوم کا معنی ہے: مردوں کی جماعت اور ان کا گروہ اور بعض اوقات اس سے مطلقاً گروہ مراد ہوتا ہے‘ خواہ اس میں مرد ہوں یا عورتیں۔

ضحاک نے بیان کیا کہ یہ آیت بنو تمیم کے متعلق نازل ہوئی ہے‘ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فقراء صحابہ کا مذاق اڑاتے تھے‘ جب وہ حضرت عمار‘ حضرت خباب‘ حضرت بلال‘ حضرت صہیب اور حضرت سلمان پر افلاس کے آثار دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے‘ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے‘ تو وہ انصار کی جس مجلس سے بھی

Marfat.com

گزرتے تو لوگ کہتے کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے' تب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۳ ص ۱۸۵۔ رقم الحدیث: ۸۸۳۸)

علامہ قرطبی نے اس حدیث کا بھی اس آیت کے شانِ نزول میں ذکر کیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ کسی آدمی میں فقر کے آثار دیکھ کر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے ہی لوگوں کے بال بکھرے ہوئے' غبار آلود ہوتے ہیں ان کے پاس دو چادریں ہوتی ہیں اور ان کو کوئی پناہ نہیں دیتا' وہ اگر قسم کھالیں کہ اللہ فلاں کام کرے گا تو اللہ وہ کام کر کے ان کو قسم میں سچا کر دیتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۵)

عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ عورتوں میں دوسری عورتوں کا مذاق اڑانے کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے قد ہونے کی وجہ سے ان کو شرمندہ کیا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ حضرت ام سلمہ کا قد چھوٹا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: ازواج مجھے شرمندہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں: اے یہودیہ! دو یہودیوں کی بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: آپ نے ان سے یہ کیوں نہیں کہا کہ میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور میرے عم زاد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے خاوند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۸۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے' آخرت میں ان کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا' اور ان سے کہا جائے گا: آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا اور یونہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: آؤ! اور وہ مایوس ہو کر نہیں جائے گا۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۳)

ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور عیب سے متصف کرنے کی ممانعت

اس کے بعد فرمایا: اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''ولا تلمزوا انفسکم'' یعنی تم اپنے آپ کو عیب نہ لگایا کرو' اس پر یہ اشکال ہے کہ اپنے آپ کو تو کوئی عیب نہیں لگاتا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان کسی دوسرے پر عیب لگائے گا اور اس کو طعنہ دے گا تو وہ بھی اس پر عیب لگائے گا' سو کسی پر عیب لگانا خود پر عیب لگانے کا سبب ہے' اس لیے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو عیب نہ لگاؤ' جیسے کسی کے ماں باپ کو گالی دینا اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے یہ

Marfat.com

ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا' یہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳)

فاسق معلن کا فسق بیان کرنے کا جواز

کسی شخص کو عیب سے متصف کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جب اس کو عیب لگانے سے اس کی تحقیر کرنا اور لوگوں کی نظروں میں اس کو ذلیل اور رسوا کرنا مقصود ہو اور جب فاسق کے ضرر سے لوگوں کو بچانا مقصود ہو تو پھر اس کے فسق کو بیان کرنا جائز ہے' مثلاً ایک شخص خائن ہو اور لوگ اس کو امانت دار سمجھ کر اس کے پاس بڑی رقم امانت رکھوانا چاہتے ہوں اور ان کو اس کے خائن ہونے کا علم نہ ہو تو پھر اس کی خیانت کو بیان کرنا جائز ہے' تاکہ لوگ اس کے ضرر سے بچیں یا کوئی متقی اور پرہیز گار شخص کسی شخص کو نیک اور نمازی سمجھ کر اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دینا چاہتا ہو اور وہ شخص شرابی اور زانی ہو تو رشتہ دینے والے شخص کو اس کا فسق بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ وہ اور اس کی بیٹی اس کے ضرر سے بچ سکیں' حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاسق (کے فسق) کو بیان کرنے سے ڈرتے ہو؟ اس کے فسق کو بیان کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں' نیز اسی سند سے مروی ہے' فاسق کے فسق کا ذکر کرنا غیبت نہیں ہے (اس سے مراد فاسق معلن ہے)۔

(المعجم الکبیر ج ۱۹_رقم الحدیث: ۱۰۱۱_۱۰۱۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۴۳۰' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۸۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۰)

امام غزالی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

کیا تم فاسق کے ذکر سے اعراض کرتے ہو' پھر لوگ اس کو کیسے پہچانیں گے؟ اس میں جو فسق ہے اس کو بیان کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان کر اس (کے ضرر) سے بچیں۔ (احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام محمد بن محمد سید محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی فاسق کا پردہ چاک کرو اور اس کے مذموم اوصاف کو کھول کر بیان کرو تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں اور فاسق معلن کے مذموم اوصاف کو بیان کیے بغیر اس کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے صرف لوگوں کی خیر خواہی مقصود ہو' ہاں! جس شخص نے اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اور اپنے نفس کا انتقام لینے کے لیے فاسق معلن کی مذموم صفات کو بیان کیا وہ گناہ گار ہوگا۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۶_۵۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنے کی ممانعت

نیز فرمایا: اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ۔

اس آیت میں ''تنابزوا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی شخص کو کوئی لقب دینا عام ازیں کہ وہ لقب اچھا ہو یا بُرا' لیکن عرف میں یہ لفظ بُرے لقب دینے کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

عکرمہ نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو کہے یا فاسق' یا کہے یا کافر' تو یہ ممنوع ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی بُرے کام کو چھوڑ کر اس سے توبہ کر چکا ہو اور حق کی طرف رجوع کر چکا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے پچھلے کاموں پر عار دلانے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

(جامع البیان جز ۲۶ ص ۱۷۲ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا (امام احمد نے کہا: اس سے مراد ایسا گناہ ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو) تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۰۵)

الحجرات: ۱۲ میں فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو' بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم (کسی کے متعلق) تجسس کرو' اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو' کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے' سو تم اس کو ناپسند کرو گے' اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

مسلمان کے متعلق بدگمانی کے حرام ہونے پر دلائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور تجسس نہ کرو اور (کسی کے حالات جاننے کے لیے) تفتیش نہ کرو اور کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ کسی سے بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک روایت میں ہے: اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ رکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۶۵۔ ۶۰۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۱۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۸۴۴۵' عالم الکتب)

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں اور مذکور الصدر حدیث میں گمان کی ممانعت سے مراد بدگمانی سے منع کرنا ہے اور کسی پر تہمت لگانے سے منع کرنا ہے' مثلاً کوئی شخص بغیر کسی قوی دلیل کے اور بغیر کسی سبب موجب کے یہ گمان کرے کہ وہ شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے یا اور کوئی بے حیائی کا کام کرتا ہے۔ یعنی ایسے ہی کسی کے دل میں خیال آ جائے کہ فلاں شخص فلاں بُرا کام کرتا ہے تو یہ بدگمانی ہے۔

بعض گمان صحیح ہوتے ہیں اور بعض گمان فاسد ہوتے ہیں' ان میں فرق یہ ہے کہ جس گمان کی کوئی صحیح علامت نہ ہو اور اس کا کوئی ظاہر سبب نہ ہو وہ بدگمانی ہے اور حرام ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جس شخص کے متعلق معروف اور مشہور یہ ہو کہ وہ نیک آدمی ہے یا اس کا حال مستور ہے اور کوئی شخص محض کسی شبہ کی وجہ سے اس کے متعلق بدگمانی کرے' جیسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منافقوں اور بعض مسلمانوں نے محض اس شبہ کی وجہ سے بدگمانی کی کہ وہ قافلہ سے بچھڑ گئی تھیں اور بعد میں حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانی کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ (النور: ۱۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جیسے ہی تم نے اس بات (حضرت عائشہ پر بے حیائی کی تہمت) کو سنا تو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیا ہوتا اور یہ کہا ہوتا کہ یہ صریح بہتان ہے○

اسی طرح جب چھ ہجری کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا' تو منافق آپ کے ساتھ اس شبہ کی وجہ سے نہیں گئے تھے کہ یہ بغیر ہتھیار لیے مشرکین کی طرف جا رہے ہیں اور مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ وہ مارے جائیں گے اور اب واپس مدینہ نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانی کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ○ (الفتح: ۱۲)	بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ اب رسول اور مؤمنین کبھی اپنے گھروں کی طرف نہیں لوٹ سکیں گے اور یہی گمان تمہارے دلوں میں خوش نما بن گیا تھا' اور تم نے بہت بُرا گمان کیا تھا اور (دراصل) تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو○

اور حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بے شک اللہ نے مسلمان کے خون اور اس کی عزت اور اس کی جان کو حرام کر دیا ہے اور فرمایا: مسلمانوں کے متعلق خیر کے سوا اور کوئی گمان نہ کیا جائے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کے متعلق (بد) گمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرو' اور حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات سن کر اس کے متعلق بدگمانی کرے جب کہ اس کی بات کا کوئی نیک محمل نکل سکتا ہو' اور سفیان نے کہا: ظن کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ظن ہے جس میں گناہ ہے' اور ایک وہ ظن ہے جس میں گناہ نہیں ہے' جس ظن میں گناہ ہے یہ وہ ظن ہے جس کے موافق کلام کیا جائے اور جس ظن میں گناہ نہیں ہے یہ وہ ظن ہے جس کے موافق کلام نہ کیا جائے۔

(التمہید ج ۷ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو بدگمانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۴۳' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۵۷۵)

ظن اور گمان کے جواز اور عدم جواز کے محمل

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتیٰ کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو پھر بھی اس پر حد لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا احتمال ہے' تو وہ دل سے بدگمانی کی تصدیق کر کے شیطان کو خوش نہ کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر مسلمان کے خون کو' اس کے مال کو اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے' اس لیے جب تک وہ خود کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے یا اس پر دو نیک گواہ قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس طرح نہ ہو اور شیطان تمہارے دل میں کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ ڈالے تو تم اس وسوسہ کو دور کرو اور اس پر جمے رہو کہ اس کا حال تم سے مستور ہے اور اس شخص کے حق میں نیکی پر قائم رہنے اور گناہ سے باز رہنے کی دعا کرو اور شیطان کو ناکام اور نامراد کر کے اس کو غضب میں لاؤ۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نیکی میں مشہور ہو تو اس کے متعلق بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہو اس کے متعلق بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۳۰۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی کا قول صائب اور صحیح ہے۔

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جو گمان ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نیک مسلمانوں کے متعلق بُرا گمان کیا جائے اور جس گمان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس حکم کے حصول کی دلیل قطعی میسّر نہ ہو اور کسی معاملہ میں اس پر حکم نافذ کرنا مقصود ہو تو اس معاملہ میں ظن غالب پر عمل کر کے حکم نافذ کرنا واجب ہے جس طرح ہم پر واجب ہے کہ ہم نیک مسلمانوں کی شہادت قبول کریں (اور ان کا نیک ہونا ظن غالب سے معلوم ہوگا) اور جنگل میں غور وفکر کر کے ظن غالب سے سمت قبلہ معلوم کرنا' اسی طرح اگر محرم نے کسی جانور کا شکار کر کے اس کو ہلاک کر دیا اور شریعت میں اس جانور کی مقدار اور قیمت متعین نہیں ہے تو اس کا تاوان ادا کرنے کے لیے ظن غالب سے اس کی قیمت کا تعین کرنا۔ اس قسم کی مثالوں میں ہمیں ظن غالب کے تقاضے پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اور جو ظن مباح ہے وہ یہ ہے کہ جب امام کو رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو وہ غور وفکر کرے اور جتنی تعداد پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے' اگرچہ دوبارہ نماز پڑھنا افضل ہے اور جو ظن مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق نیک گمان کرے' خواہ لوگ اس کو بلا دلیل بُرا کہہ رہے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تجسس نہ کرو یعنی کسی مسلمان کے عیوب اور اس کی کوتاہیوں کو تلاش نہ کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کے ظاہر حال پر عمل کرو اور اس کے عیوب کو تلاش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جس مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھا ہوا ہے اس کے پردہ کو چاک نہ کرو۔ حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم لوگوں کے عیوب تلاش کرو گے تو تم ان کو خراب کر دو گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۸۸)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کی ڈاڑھی سے شراب ٹپک رہی تھی' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم کو تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو ہم اس کے تقاضے پر عمل کریں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۵۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم اپنے ساتھی کے عیوب کا ذکر کرو تو اپنے عیوب کو یاد کرو۔

(الادب المفرد رقم الحدیث: ۳۲۸' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کسی شخص کے گمراہ ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ چیزیں دیکھے جو اس کو اپنے اندر نظر نہیں آتیں اور جو کام وہ خود کرتا ہے ان کاموں پر دوسروں کی مذمت کرے' اور لایعنی باتوں سے اپنے ہم نشین کو ایذاء پہنچائے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۶۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۹)

Marfat.com

عام لوگوں کے لیے لوگوں کے احوال کو تلاش کرنا ممنوع ہے لیکن حکومت داخلی اور خارجی معاملات کی حفاظت کے لیے جاسوسی کا محکمہ قائم کرے تو یہ جائز ہے۔

ملک کے داخلی اور خارجی استحکام کے لیے محکمہ جاسوسی قائم کرنے کا جواز

ملک کے داخلی معاملات کی اصلاح کے لیے جاسوس مقرر کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد کو بھیجا' اور فرمایا: تم روانہ ہو حتیٰ کہ روضۃ خاخ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک باغ) میں پہنچ جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہوگی' اور اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے لے کر قبضہ میں کرلو' ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے حتیٰ کہ ہم اس باغ میں پہنچ گئے' ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے' ہم نے کہا: تم خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے' پھر اس نے اپنے بالوں کے جوڑے کے اندر سے خط نکالا' ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اس خط میں لکھا تھا: یہ مکتوب حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مشرکینِ مکہ کی جانب ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کارروائیوں کی خبر دی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے خلاف کارروائی میں جلدی نہ کریں میں قریش کے قبیلہ سے نہیں ہوں' لیکن میں وہیں رہتا تھا اور مہاجرین کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے ان کے اہل اور مال محفوظ رہیں گے اور میری ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں تھی تو میں نے چاہا کہ میں ان پر کوئی احسان کردوں تاکہ وہ میرے رشتہ داروں کی وہاں حفاظت کریں' میں نے یہ کام کسی کفر یا ارتداد کی وجہ سے یا اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ شخص غزوۂ بدر میں شریک تھا' اور تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جو چاہو کرو' میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۸۵)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر اس کا عذر صحیح ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر کافر مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور دشمن ملک کی طرف جاسوس روانہ کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس جاسوس روانہ کیے اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو ان کا امیر بنا دیا۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۸۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۶۰)

غیبت کی تعریف اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینا

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو' کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو ناپسند کرو گے۔

اس آیت میں اللہ عزوجل نے غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے' غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے اس کا وہ عیب بیان کیا جائے جو اس میں ہو اور اگر کسی غرض صحیح سے اس کا عیب بیان کیا جائے

Marfat.com

تو وہ غیبت نہیں ہے اور اگر اس کے متعلق ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے' کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کر رہے ہو وہ عیب اس میں ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۷۴)

بہتان اور تہمت ایک ہی چیز ہیں اس کی مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی' غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو! اس شخص (حضرت ماعز) پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تھا' اور اس شخص نے خود اپنی جان نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: وہ فلاں' فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: آؤ اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ' انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے وہ اس مردہ کو کھانے سے زیادہ سخت تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ تو اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۲۸)

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے' کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جا رہا ہے' اسی طرح جس شخص کا پسِ پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پسِ پشت عیب بیان کیا جا رہا ہے' نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے' اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن' اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۴۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۸۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۱۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۴۳)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح اس کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیتل کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۷۸)

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا گوشت کھایا' اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی دوزخ کی آگ کھلائے گا' اور جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا (حرام) کپڑا پہنا' اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی دوزخ کا کپڑا پہنائے گا' اور جس نے کسی شخص کو دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کیا' اللہ سبحانہٗ اس کو قیامت کے دن دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مؤمن یا مؤمنہ پر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خبال (دوزخ کے ایک طبقہ کی کیچڑ) میں بند رکھے گا حتیٰ کہ وہ اپنے بہتان سے نکل آئے اور وہ اس سے نہیں نکل سکے گا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۴۳۵' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۰۱' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۲۴۶۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تم جس طرح دنیا میں اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب مردہ کا گوشت کھاؤ' وہ اس کو چیخ مارتا ہوا اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۶۷۷' اس حدیث کی روایت میں مجہول راوی بھی ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۱۲۹)

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کر دے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۶' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۱۱' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۸۷۴)

یحییٰ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی شخص کا عیب بیان کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی عیب میں مبتلا کر دیتا ہے۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۵۴)

مالک بن دینار کہتے تھے کہ کسی شخص کے بُرے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ خود نیک نہ ہو اور نیک لوگوں کی برائی کرتا ہو۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۵۹)

غیبت کا کفارہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۶۸' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۳۰۳)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: جب کوئی شخص کسی کی غیبت کرے تو اس کو نہ بتائے لیکن اللہ سے استغفار کرے۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۶۶)

Marfat.com

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۷۶۳)

جن صورتوں میں پس پشت عیب بیان کرنا جائز ہے

شعبہ نے کہا: شکایت کرنے کے لیے اور لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۷۷۲)

ابن عیینہ نے کہا: تین آدمیوں کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے' (۱) ظالم حکمران (۲) جو شخص لوگوں کے سامنے اللہ کی نافرمانی کرتا ہو (۳) وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہو۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۷۷۴)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

جس سبب صحیح اور غرض شرعی کو کسی کا پس پشت عیب بیان کیے بغیر پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان' قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحبِ اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ بُرا کام کرتا ہے اس کو اس بُرائی سے روکو اور اس سے مقصود صرف بُرائی کا ازالہ ہو' اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار' کوئی شخص مفتی سے پوچھے: فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ بُرائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں؟ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا' یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے' یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پاس امانت رکھنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پڑوس میں رہنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص سے کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو' اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکمِ اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں' تاکہ اہل اور کارآمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو' مثلاً شراب نوشی' جواء کھیلنا' لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے' جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو' ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے)' اصم (بہرے)' اعمٰی (اندھے)' احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے پھر بھی اس عیب کا ذکر جائز نہیں ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۵۸۱-۵۷۹' کراچی)

Marfat.com

غیبت کے موضوع پر اس سے بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ میں نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۷ ص ۱۶۷ تا ۱۹۶ میں لکھا ہے۔ شاید قارئین کو اس سے زیادہ بحث کہیں نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو' بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو' بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بے حد خبر رکھنے والا ہےO دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے' آپ کہیے کہ تم ایمان نہیں لائے' ہاں! یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا' اور اگر تم اللہ کی اطاعت کرو' اور اس کے رسول کی تو اللہ تمہارے (نیک) اعمال سے کوئی کمی نہیں کرے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO

(الحجرات: ۱۴۔۱۳)

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی ''مراسیل'' میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا' الایۃ۔

زہری نے کہا: یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الیٰ قولہ)' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے' احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

علامہ آلوسی اس بحث میں مزید لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے' تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو جس طرح دو صاع برابر برابر ہوتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو پس تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکیوں کا) نکاح کر دو۔ اس حدیث کو امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے' لیکن امام احمد کی روایت میں ''تمہارے پاس جو بھی آئے'' یہ الفاظ نہیں ہیں۔

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹۔۲۸۸' طبع بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ! ابو ہند سے نکاح کر دو' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى'' (الحجرات: ۱۳)۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۶۴۔۱۶۳' مصر)

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا' حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت الزبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت

Marfat.com

مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں (یہ غیر قرشی تھے)۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲ ' طبع کراچی' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۸۸ ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (قرشی) کی بہن حضرت بلال کے عقد میں تھیں اور حضرت زینب بنت جحش' حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں' ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آزاد شدہ غلاموں سے عرب عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اور کفاءۃ کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (الیٰ قولہ) حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو انہوں نے منظور کر لیا' اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو ان پر یہ امر دشوار ہوا' پھر حضرت عمر نے خود حضرت سلمان سے نکاح کی درخواست کی' لیکن حضرت سلمان نے نکاح نہیں کیا' حضرت بلال نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ مانگا' اس کے بھائیوں نے انکار کیا' حضرت بلال نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے بنو بکیر سے کیا سانحہ پیش آیا؟ میں نے ان کی بہن کا رشتہ مانگا' انہوں نے مجھے انکار کر دیا اور مجھ کو اذیت دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی وجہ سے غضب ناک ہوئے' یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی تو وہ اپنی بہن کے پاس گئے اور کہا: تمہاری وجہ سے ہمیں کیسی پریشانی ہوئی ہے؟ ان کی بہن نے کہا: میرا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے' پھر انہوں نے اس کا نکاح کر دیا' اور جب ابو ہند نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ابو ہند سے نکاح کرو اور اس کی طرف رشتہ کرو' حالانکہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا۔ اور امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا جو فصد لگاتا تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنے سے خوش ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تصویر بنائی ہو وہ ابو ہند کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو بیاضہ سے) فرمایا: اس کے ساتھ نکاح کر دو۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کا یہی شانِ نزول بیان کیا ہے۔ (المغنی ج ۷ ص ۲۲۶' اسی طرح علامہ سیوطی شافعی نے ''الدرالمنثور'' ج ۷ ص ۵۰۸۔ ۵۰۳ میں اور انہوں نے ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر وہ تمام احادیث بیان کی ہیں جن کو ہم ذکر کر رہے ہیں۔)

استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

بعض اہل علم لکھتے ہیں:

مذکورہ آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایک دوسرے پر طعن کریں' نام بگاڑیں' ایک دوسرے کے نسب پر چوٹیں کریں اور ایک دوسرے کو بُرے القاب و اوصاف سے ایذاء پہنچائیں یا تمسخر اڑائیں' ان سب خرابیوں کے ازالہ کے لیے آیت میں ارشاد ہوا کہ خدا کے نزدیک تمہارے کام آنے والی اصل چیز تقویٰ اور ایمان ہیں جن کا ظہور مکمل طور پر دارِ آخرت میں ہوگا۔

اس کلام کی متانت سے ہمیں انکار نہیں' لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اس آیت کا نزول ابو ہند کے بارے میں ہوا' جب بنو بیاضہ نے اس کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیں حالانکہ وہ ایک فصد لگانے والا غلام تھا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' جیسا کہ علامہ آلوسی حنفی' علامہ عینی حنفی' علامہ قرطبی مالکی' علامہ سیوطی شافعی اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے شانِ نزول سے بھی یہ ثابت ہوا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔

عہدِ رسالت میں غیر کفو میں نکاح کے بہ کثرت واقعات ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نکاح کے موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ صرف تمہارے لیے یہ نکاح جائز ہے اور کسی کے لیے یہ نکاح جائز نہیں ہے' اگر نکاح کے یہ واقعات استثنائی

Marfat.com

ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی موقع پر تو اس استثناء کو بیان فرماتے۔
غیر کفو میں کیے گئے رشتوں کو استثناء پر محمول کرنا اس وقت صحیح ہوتا جب قرآن مجید کی کسی صریح آیت یا خبر متواتر یا کسی حدیث صحیح سے غیر کفو میں نکاح کرنے کی ممانعت ہوتی اور جب اس سلسلہ میں کوئی سند صحیح سے خبر واحد بھی مروی نہیں ہے تو اس استثناء کا دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ولم يثبت في اعتبار الكفاءة بالنسب حديث. (فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۳' لاہور)

کفو میں نسب کا اعتبار کرنے کے سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برعکس بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہے کہ کفو کی برتری پر گھمنڈ نہ کیا جائے اور کسی مسلمان کو کفو کی وجہ سے حقیر نہ گردانا جائے اور کسی مسلمان کے رشتہ کے پیغام کو کفو کی وجہ سے مسترد نہ کیا جائے' اب ہم اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ان احادیث کا بیان کرتے ہیں: فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق.

اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لیس بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بالتقوی.

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۸' طبع قدیم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو تم کسی گورے یا کالے سے افضل نہیں ہو' البتہ تم اس پر تقویٰ سے فضیلت حاصل کرو گے۔

عن ابی نضرۃ حدثنی من سمع خطبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد الا لافضل لعربی علی اعجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی ابلغت قالوا بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث. (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا' اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے' سنو! کسی عربی کی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے' کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے' فضیلت صرف تقویٰ کی ہے' کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کر دی ہے۔

ابوبکر احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایام تشریق کے وسط میں خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' سنو کسی عربی کی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے' کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ سے' بے شک اللہ

Marfat.com

عند الله اتقاكم الاهل بلغت قالوا بلى يا رسول الله قال فليبلغ الشاهد الغائب.

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹' الدرالمنثور ج ۷ ص ۵۰۴)

کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: پھر حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔

اس حدیث کو امام بزار کی مکمل سند کے ساتھ بھی حافظ الہیثمی نے بیان کیا ہے۔ (کشف الاستار ج ۴ ص ۴۳۵)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال ان الله قد اذهب عنكم عيبة الجاهلية وفخرها بالاباء الناس بنو ادم وادم من تراب مومن تقی وفاجر شقی لينتهين اقوام يفخرون برجال انما هم فحم من فحم جهنم او ليكونن اهون على الله من الجعلان التي ترقع.

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی خصلت) کو دور کر دیا ہے' سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے' مومن متقی ہے اور فاجر درشت خو ہے' لوگ (اپنے) آدمیوں پر فخر کرنے سے باز آ جائیں' یہ لوگ جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلہ ہیں' ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیڑوں مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(کشف الاستار ج ۳ ص ۴۳۵)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة فقال اما بعد ايها الناس فان الله عزوجل قد اذهب عنكم عيبة الجاهلية وتعاظمها بابائها فالناس رجلان مؤمن تقی كريم وفاجر شقی مهين والناس كلهم بنو ادم وخلق الله ادم من تراب.

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے' لوگوں کی دو قسمیں ہیں' مومن' متقی کریم اور فاجر درشت خو ذلیل' سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال ان الله عزوجل يقول يوم القيمة امرتكم فضيعتم ما عهدت اليكم فيه ورفعتم انسابكم فاليوم ارفع نسبی واضيع انسابكم اين المتقون اين المتقون ان اكرمكم عند الله اتقاكم. (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے مجھ سے کیا ہوا عہد ضائع کر دیا' تم نے اپنے اپنے نسب بلند کیے آج میں اپنا (پسندیدہ) نسب بلند کروں گا' اور تمہارے نسبوں کو ضائع کر دوں گا' متقی کہاں ہیں؟ متقی کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

Marfat.com

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالك الاشعری ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان فی امتی اربعا من امر الجاهلیة لیسوا بتارکین الفخر فی الانساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحة علی المیت الحدیث.

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانۂ جاہلیت کی چار خصلتیں ایسی ہیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی' (اپنے) نسب پر فخر کرنا' (دوسروں کے) نسب پر طعن کرنا' ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۹)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں:

اگر اس حدیث کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معارضہ کیا جائے جس میں آپ نے بنو ہاشم کی فضیلت بیان کی تو اس کے جواب میں علامہ حلیمی نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کی فضیلت سے فخر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ آپ نے صرف ان کے مرتبہ اور مقام کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا جیسے کوئی شخص کہے: میرا باپ فقیہ ہے اور اس سے اس کی غرض صرف اس کا تعارف کرانا ہو نہ کہ اس کی فقاہت پر فخر کرنا' نیز اس حدیث سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباء واجداد پر جو انعامات کیے آپ نے بہ طور شکر ان کا بیان فرمایا ہو۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹)

اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم' عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو

یہاں تک کہ ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہیں ہے اور عہد رسالت میں غیر کفو میں نکاح کرنے کا عام معمول تھا' ہر چند کہ زمانۂ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے بعض لوگ اپنے آپ کو نسبی اعتبار سے برتر اور دوسروں کو نسبی اعتبار سے فروتر گردانتے تھے' لیکن جیسے جیسے اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی اور ایمان کی اقدار دلوں میں راسخ ہو رہی تھیں' نسب پر فخر کرنے کے جذبات مٹتے جا رہے تھے اور اس کے بجائے زہد وتقویٰ کو معیارِ فضیلت قرار دیا جانے لگا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم تھی کہ نام ونسب پر فخر کرنے کے بجائے اسلام اور تقویٰ کو اہمیت دی جائے اور جب بھی کوئی موزوں رشتہ مل جائے تو حسب ونسب کا لحاظ کیے بغیر اس سے نکاح کر دیا جائے

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الارض وفساد عریض وفی الباب عن ابی حاتم المزنی وعائشة. (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۶۷' سنن ترمذی ص ۱۷۵' طبع کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین اور خُلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد ہو گا۔ اس باب میں حضرت ابوحاتم مزنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث مروی ہیں۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی حاتم المزنی قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا جاء من ترضون دینه

حضرت ابوحاتم مزنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا

Marfat.com

وخلقه فانكحوه الا تفعلوا تكن فتنة فى الارض وفساد الا تفعلوا تكن فتنة فى الارض وفساد قالوا يا رسول الله وان كان فيه قال اذا جاء كم من ترضون دينه وخلقه فانكحوه ثلاث مرات هذا حديث حسن غريب.

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۰۸۵)

دین اور خُلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو' اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا' اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا' صحابہ نے کہا: ہرچند کہ وہ شخص (غریب یا غیر کفو ہو؟ آپ نے تین بار فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق پر تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۶ ص ۱۱۰۵۔ ۱۰۲۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

الحجرات: ۱۴ کا شانِ نزول اور ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

الحجرات: ۱۴ میں فرمایا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے' آپ کہیے کہ تم ایمان نہیں لائے' ہاں! یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی۔ الآیۃ

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شانِ نزول میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) سدی نے کہا: ان دیہاتیوں سے مراد وہ دیہاتی ہیں جن کا ذکر سورۃ الفتح میں آچکا ہے' یہ مدینہ کے گرد رہنے والے قبائل تھے: مزینہ' جہینہ' اسلم' غفار' الدیل اور اشجع' انہوں نے اس لیے ایمان کا اظہار کیا تھا تاکہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر سکیں اور انہوں نے دل سے تصدیق نہیں کی تھی' لیکن اس آیت سے مراد بعض اعراب ہیں' تمام اعراب مراد نہیں ہیں کیونکہ بعض اعراب ایمان لے آئے تھے۔

(۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت ان اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ان کو مہاجر کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ ان کا لقب اعراب ہے اور ان کا لقب مہاجرین نہیں ہے

(۳) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو اسد بن خزیمہ کے اعراب ہیں' انہوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور غلہ کے دام بڑھا دیئے' یہ قحط کے سال مدینہ آئے اور کہا: آپ ہمارے اہل وعیال کے لیے صدقات میں سے دیجئے' کیونکہ دوسرے لوگوں کو مسلمان کرنے کے لیے تو آپ کو ان سے جنگ کرنا پڑی اور ہم بغیر کسی جنگ کے ازخود آپ پر ایمان لائے ہیں' اس لیے ہم مالی امداد اور صدقات کے زیادہ مستحق ہیں' یہ اپنے ایمان لانے کا آپ پر احسان جتاتے تھے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۳۱۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

نفس ایمان دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو پیغام اور جو دین لے کر آئے وہ برحق ہے' اس کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور ایمان کامل' اس کی تصدیق اور کلمۂ شہادت کا اقرار اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے اور ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں اور اس آیت سے بہ ظاہر دونوں میں تغایر معلوم ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اسلام کا لغوی معنی مراد ہے یعنی ظاہراً اطاعت کرنا' یعنی تم نے اپنی جان اور مال کے تحفظ کے لیے ظاہراً اطاعت کی ہے اور تم درحقیقت مومن نہیں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حقیقی) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں O (اے رسول مکرم!)

Marfat.com

آپ کہیے: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتلا رہے ہو' حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اور اللہ ہر چیز کو بے حد جاننے والا ہے O (الحجرت:۱۶۔۱۵)

جن اعراب کا الفتح: ۱۴ میں ذکر فرمایا ہے' جب انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ وہ ظاہر اور باطن میں سچے اور مخلص مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور ان کی تکذیب میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ اگر وہ مخلص مومن ہوتے تو دین اسلام کی راہ میں مشقت برداشت کرتے اور جہاد کرتے اور دیگر نیک اعمال کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) یہ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں' آپ کہیے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی' اگر تم سچے ہو O بے شک اللہ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کے کل غیب جانتا ہے' اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو O

(الحجرات:۱۸۔۱۷)

اس آیت میں اعراب کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا: ہم بغیر جنگ کے از خود اسلام لائے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ آپ کہیے کہ تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ' یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی' اور تم نے دل سے اللہ اور رسول کی تصدیق نہیں کی' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اللہ کو دھوکا دے سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمینوں میں چھپی ہوئی تمام چیزیں جانتا ہے وہ تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے نفاق کو نہیں جانتا۔

سورۃ الحجرات کا خاتمہ

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء بہ روز اتوار بعد نمازِ ظہر سورۃ الحجرات کی تفسیر مکمل ہوگئی' اس سورت کی ۱۸ آیات ہیں' ان میں ابتدائی ۱۴ آیات میں بہت مفصل مضامین ہیں' اس لیے پہلی تین سورتوں کی طرح اس سورت کی تفسیر بھی بے حد طویل ہوگئی۔ ۲۸ جون ۲۰۰۴ء کو اس سورت کی ابتداء کی تھی اور ۱۱ جولائی کو اس کی تفسیر مکمل ہوگئی' اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف تیرہ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے لطف اور اپنی رحمت سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں' میری' میرے والدین کی اور میرے احباب کی مغفرت فرمائیں' اس کتاب کے ناشر' کمپوزر اور مصحح کی مغفرت فرمائیں' ہم سب کو دنیا اور آخرت کے مصائب اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر راحت اور جنت الفردوس عطا فرمائیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورۂ قٓ

سورت کا نام

اس سورت کی پہلی آیت میں قٓ کا لفظ ہے' اور جس طرح بعض دیگر سورتوں کو حروف الهجاء سے شروع کیا گیا ہے' اس سورت کو بھی حرف الهجاء سے شروع کیا گیا ہے' اس کی نظائر میں صٓ 'نٓ 'الٓمٓ 'حٰمٓ اور طٰسٓ ہیں۔

سورت الحجرات سے اس سورت کی مناسبت

اس سے پہلے سورۃ الحجرات میں ان اعراب کا ذکر فرمایا تھا جنہوں نے زبان سے کہا تھا: ہم ایمان لائے اور درحقیقت وہ ایمان نہیں لائے تھے' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ نبوت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور اس سورت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ مکہ کے مشرکین نبوت کا اور مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔

سورۃ قٓ کے متعلق احادیث

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں ''ق والقرآن المجید'' پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۱۶)

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں ''ق'' اور ''اقتربت الساعة'' پڑھا کرتے تھے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۴۰۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۵۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۸۲)

حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ''ق والقرآن المجید'' کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا ہے' آپ ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۰۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۱۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۹۱۰)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۴ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۰ ہے۔

اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بھی دلائل ہیں۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کرتا ہوں' اے بار الٰہ! مجھ سے وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو غلط اور باطل ہو اس کا رد کرنے کی ہمت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/ ۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء

Marfat.com

(۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۵ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ ق مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں پینتالیس آیات' تین رکوع ہیں

منزل ۷

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝١ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قاف' قرآن مجید کی قسم ○ (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک عذاب سے ڈرانے

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝٢ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ

والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے!)

ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝٣ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ

بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہے ○ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے اور

عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ

ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے ○ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا

اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا

سو وہ الجھن میں ہیں ○ کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا' ہم نے اس کو کیسے بنایا اور کس طرح اس کو مزین کیا

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے ○ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کو

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ

نصب کر دیا اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے ○ جو بصیرت اور نصیحت ہیں ہر رجوع کرنے

مُّنِيْبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ

والے بندے کے لیے ○ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں

الْحَصِيْدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ

میں کاٹی جانے والی فصل اگائی ○ اور کھجور کے لمبے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ پھل لدے ہوئے ہیں ○ اپنے بندوں کی روزی

Marfat.com

اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

کے لیے اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا' اسی طرح تمہارا (قبروں سے) نکلنا ہے ○ اس سے پہلے نوح کی قوم

نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ⑫ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ

نے اور اندھے کنویں والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا تھا ○ اور عاد اور فرعون اور لوط

لُوْطٍ ⑬ وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

کے علاقے والوں نے ○ اور ایکہ (جنگل) والوں نے اور تبع کی قوم نے' ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا سو عذاب

وَعِیْدِ ⑭ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ

کی وعید برحق ہے ○ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے ازسرنو پیدا

خَلْقٍ جَدِیْدٍ ⑮ ع

ع ۱۵ ۱ ۱۵

ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قاف' قرآن مجید کی قسم ○ (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک عذاب سے ڈرانے والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے!) بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہے ○ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے ○ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا سو وہ الجھن میں ہیں ○ (قٓ: ۵۔۱)

قٓ کے معانی

قٓ حروفِ مقطعات میں سے ہے' جس طرح نٓ اور صٓ حروف مقطعات میں سے ہیں' ان حروف کے معانی قطعی طور پر معلوم نہیں ہیں' ان پر اس طرح ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ان حروف سے جو بھی مراد ہے وہ برحق ہے' جس طرح ہمیں بعض احکامِ شرعیہ کی عقلی توجیہ معلوم نہیں ہوتی' لیکن ہم ان پر عمل کرتے ہیں مثلاً جب پانی نہ ملے تو تیمم کرنے کا حکم ہے حالانکہ وضو کرنے سے اعضاء وضو پانی سے دھل کر صاف ہو جاتے ہیں اور تیمم کرنے سے چہرہ اور ہاتھ صاف ہونے کے بجائے خاک آلودہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اور ان پر مسح کرنا ہو تو موزوں کے اوپر والی سطح پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ حالانکہ گندگی لگنے کا احتمال تو موزوں کی نچلی سطح پر ہوتا ہے' اسی طرح دوزخ میں درخت زقوم کا ذکر ہے' پل صراط کا ذکر ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے' اعمال کے وزن کرنے کا ذکر ہے اور ان امور کی عقلی توجیہ مشکل ہے اور ہمارا ان سب چیزوں پر ایمان ہے' سو اسی طرح ہمیں ان حروف مقطعات کے معانی قطعی طور پر معلوم نہیں ہیں تب بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کہ ان حروف سے اللہ تعالیٰ کی جو بھی مراد ہے وہ برحق ہے' تاہم صحابۂ کرام' فقہاء تابعین اور قدیم

Marfat.com

مفسرین نے ظنی طور پر ان حروف کے معانی بیان کیے ہیں:
امام ابو اسحق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قٓ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس اسم کی قسم کھائی ہے۔
قتادہ نے کہا: قٓ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔
قرظی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا افتتاح اپنے اسم سے کیا ہے' اور قٓ سے مراد قدیر' قادر' قاہر' قاضی اور قابض ہے۔
عکرمہ اور ضحاک نے کہا: یہ سبز زمرد کا پہاڑ ہے اور لوگوں کو جو زمرد ملتا ہے' وہ اسی پہاڑ سے جھڑنے والے زمرد کے ٹکڑے ہیں۔
فراء نے کہا: قٓ سے مراد ہے: ''قضی ما ھو کائن'' یعنی جو کچھ پیدا ہونے والا تھا اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔
ابوبکر وراق نے کہا: اس کا معنی ہے: ''قف عند امرنا و نھینا ولا تعدھما'' یعنی ہم جو حکم دیں اور جس کام سے منع کریں اس پر توقف کرو اور اس پر عمل کرو اور اس سے تجاوز نہ کرو۔
ابن عطاء نے کہا: اللہ نے اپنے حبیب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کی قوت کی قسم کھائی جس قلب نے قرآن مجید کے نزول کے ثقل کو برداشت کیا' حالانکہ جب اس کے ثقل کو بڑے بڑے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے اور اللہ نے قرآن مجید کی قسم کھائی ہے۔ (الکشف والبیان ج۹ ص ۹۳۔۹۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو کفار کیوں بعید سمجھتے تھے

اس قسم کا جواب محذوف ہے اور وہ ہے ''لتبعثن'' یعنی اللہ کی قدرت اور قہر اور قرآن مجید کی قسم! تم ضرور بہ ضرور مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور قیامت کے دن تم سب کو جمع کیا جائے گا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ کفار نے کہا تھا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے! بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہے۔
نیز اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک عذاب سے ڈرانے والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے!O کہ ہم ہی میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر ہم کو آخرت کے حساب و کتاب سے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرا رہا ہے۔
قٓ: ۳ میں یہ ذکر ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جائے گا' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ''عجب الذنب'' (دُم کی ہڈی کا سرا) ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۵' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)
انسان کی پشت کے نیچے ایک ہڈی ہے جس کو ''عجب الذنب'' کہتے ہیں' انسان کے جسم میں سب سے پہلے اسی کو بنایا جاتا ہے' پھر اس پر باقی جسم کو بنایا جاتا ہے' اس ہڈی کے سوا انسان کے پورے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے' اور اس کی دلیل اس حدیث میں بھی ہے:
حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے

Marfat.com

افضل جمعہ کا دن ہے‘ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن ان کی روح قبض کی گئی‘ اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے‘ پس اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود بھیجو‘ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے‘ صحابہ نے عرض کیا: ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا‘ حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷‘ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۳‘ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵‘ مسند احمد ج ۴ ص ۸‘ المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸‘ شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۷۶۸)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء‘ اولیاء اور شہداء کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۶‘ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کے اشکال کا جواب

کفار نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقل سے بعید اس لیے کہا تھا کہ مرنے کے کچھ عرصہ کے بعد انسان کا جسم گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے‘ پھر مٹی مٹی میں مل جاتی ہے اور گردشِ ایام سے اور مردوں کی مٹی اس مٹی میں مل جاتی ہے اور یہ ذرات مختلط ہو جاتے ہیں‘ پھر کیسے پتا چلے گا کہ یہ ذرہ کس جسم کا ہے اور وہ ذرہ کس جسم کا ہے؟ اور ان مختلط ذرات کو متمیز کرنا پھر ان کو الگ الگ جمع کرنا‘ پھر ان جمع شدہ ممیز اور ممتاز ذرات کو اسی دنیاوی صورت کے مطابق جیتا جاگتا انسان بنا کر لا کھڑا کرنا عقل سے بعید ہے‘ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد آنے والی آیات میں اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ اگر کسی انسان نے یہ کام کرنا ہوتو پھر یقیناً یہ عقل سے بعید ہے لیکن یہ کام اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے جو تمام جہانوں کا خالق ہے‘ اس کا علم کامل ہے اور ہر چیز کو محیط ہے اس کو علم ہے کہ کون سا ذرہ کس جسم کا ہے اور کون سا ذرہ کس جسم کا ہے اور یہ ذرات کہاں کہاں ہیں اور اس کی قدرت بھی کامل ہے وہ ان ذرات کو جوڑ کر پھر ویسا ہی انسان بنانے پر قادر ہے اور وہ ایسا ضرور کرے گا‘ لہٰذا اس نے فرمایا۔

مردوں کے ذرات مختلطہ کے باہم ممیز ہونے پر دلیل

قٓ: ۴ میں فرمایا: بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے O

اس آیت میں زمین کے کم کرنے سے مراد انسانوں کی موت ہے‘ اللہ کو علم ہے کہ زمین پر رہنے والوں میں سے کتنے لوگ مر جائیں گے اور کتنے باقی رہ جائیں گے‘ اس کا علم کامل ہے لہٰذا مرنے کے بعد جب انسان مٹی ہو جائے گا اور اس کے ذرات ایک دوسرے کے ساتھ مختلط ہو کر زمین میں بکھر جائیں گے اور منتشر ہو جائیں گے تو اس کو ان کی الگ الگ شناخت کا علم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل قٓ: ۶ سے شروع ہو رہے ہیں۔

اور فرمایا: ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے O یعنی اس صحیفہ میں تمام انسانوں کی تعداد اور ان کے اسماء‘ ان کی مدت حیات اور ان کا جنتی یا دوزخی ہونا مذکور ہے‘ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب حفیظ'' فرمایا ہے اور ''حفیظ'' بہ معنی محفوظ ہے اور اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے‘ اس کو محفوظ اس لیے فرمایا کہ یہ شیطان سے محفوظ ہے یا رد و بدل سے اور کاٹ چھانٹ سے محفوظ ہے اور اس سے مراد تقدیر مبرم ہے کیونکہ تقدیر معلق میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔

قٓ: ۵ میں ارشاد فرمایا: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا سو وہ الجھن میں ہیں O

Marfat.com

''امر مریج'' کا معنی

الجھن کے لیے اس آیت میں ''امر مریج'' کا لفظ ہے' علامہ مجد الدین محمد یعقوب الفیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''مَرَج'' کا معنی ہے: فساد' قلق' اختلاط' اضطراب اور ''امر مریج'' کا معنی ہے: مختلط۔

(القاموس المحیط ص ۲۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''امر مریج'' کا معنی ہے: نہایت بُرا کام جو خلاف شرع ہو' حدیث میں یہ لفظ اضطراب اور فساد کے معنی میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عبد اللہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم ایسے لوگوں میں ہو گے جن کے عہود اور ان کی امانتیں فاسد اور مضطرب ہو چکی ہوں گی اور وہ اس طرح اس طرح ہو چکی ہوں گی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۷' جامع الاصول رقم الحدیث: ۷۴۵۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا' ہم نے اس کو کیسے بنایا اور کس طرح اس کو مزین کیا اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے O اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے O جو بصیرت اور نصیحت ہیں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے O اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں میں کاٹی جانے والی فصل اگائی O اور کھجور کے لمبے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ پھل لدے ہوئے ہیں O اپنے بندوں کی روزی کے لیے اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا' اسی طرح تمہارا (قبروں سے) نکلنا ہے O (قٓ: ۱۱۔۶)

مردہ انسانوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل

قٓ: ۶ میں آسمان کی طرف دیکھنے کی دعوت دی ہے' آسمان کی طرف تو مشرکین دن اور رات میں کئی بار دیکھتے تھے' یہاں مراد یہ ہے کہ وہ غور و فکر اور تدبر سے آسمان کی طرف دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ جب اس عظیم آسمان کو بنانے پر قادر ہے بلکہ اس ساری کائنات کو بنانے پر قادر ہے تو انسان کے مرنے کے بعد اس کو کیوں دوبارہ نہیں بنا سکتا۔

قٓ: ۷ میں فرمایا: اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے O

یعنی ہر قسم کے پودے اگائے' ''بھیج'' کے معنی ہیں: جو دیکھنے میں خوب صورت لگتے ہیں۔

قٓ: ۸ میں فرمایا: جو بصیرت اور نصیحت ہیں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے O

یعنی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے میں اور جن چیزوں سے آسمانوں کو مزین کیا ہے اور جن چیزوں سے زمین کو مفید اور خوش منظر بنایا ہے' ان کا مشاہدہ اور ان کی معرفت ہر اس شخص کے لیے بصیرت اور فہم و فراست اور عبرت اور نصیحت کا باعث ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔

قٓ: ۹ میں فرمایا: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں میں کاٹی جانے والی فصل اگائی O

Marfat.com

قرآن مجید میں "حب الحصید" کا لفظ ہے، جس کا لفظی معنی کٹنے والا غلہ ہے، ہم نے اس کا ترجمہ کاٹی جانے والی فصل کیا ہے اور فصل کا لفظ تمام قسم کے کھیتوں کو شامل ہے جس میں غلہ اور اناج بھی داخل ہے، جیسے گندم، مکئی، جو، جوار، باجرہ اور چاول وغیرہ اور مختلف اقسام کی سبزیاں بھی داخل ہیں جیسے شلجم، چقندر، مٹر، گوبھی، پالک اور لوکی وغیرہ، گویا ہم نے لفظ خاص سے عموم مراد لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باغات اور کھیتوں دونوں کا ذکر فرمایا ہے، باغات کے پھل اتار لیے جانے کے بعد بھی ان کے درخت قائم رہتے ہیں اور کھیتوں سے فصل کٹنے کے بعد ان کے پودے ختم ہو جاتے ہیں، نیز باغات کے پھل لذت کے لیے کھائے جاتے ہیں اور کھیتوں سے جو غلہ اور سبزیاں حاصل ہوتی ہیں ان سے روٹی اور سالن پکایا جاتا ہے، جن کو پیٹ بھرنے کے لیے کھایا جاتا ہے۔

ق: ۱۰ میں فرمایا: اور کھجور کے لمبے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ پھل لدے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں "بٰسقٰت" کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے: طویل اور بلند و بالا اور "طلع" کا لفظ ہے "طلع" کھجور کے اس گدرے گدرے پھل کو کہتے ہیں جو پہلے پہلے نکلتا ہے "نضید" کے معنی ہیں: تہ بہ تہ، اس سے پہلے "جنّٰت" کا لفظ تھا، جس کا معنی ہے: پھلوں کے باغات اور پھلوں میں کھجور بھی شامل ہے لیکن اس کو خصوصیت سے الگ ذکر فرمایا کیونکہ عرب میں کھجور کی ایک خاص اہمیت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے گرتے نہیں ہیں اور وہ مسلمان کی مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پس مجھے حیاء آئی، پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۹۹۴، عالم الکتب، بیروت)

آپ نے فرمایا: کھجور کا درخت مسلمان کی مثل ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی ہر چیز کام میں آ جاتی ہے، اس کا تنا گاڈر کی طرح چھت بنانے میں کام آتا ہے، اس کے پتوں کی چٹائیاں اور ہاتھ کے پنکھے بنائے جاتے ہیں، اس کا پھل گدرا بھی کھایا جاتا ہے، تر و تازہ بھی، خوب پکنے کے بعد اور جب سوکھ جائے تو چھوہارا بن جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان ثواب کی نیت سے جو کام بھی کرے اس پر اجر ملتا ہے حتیٰ کہ اس کے سونے، جاگنے اور کھانے پینے پر بھی اجر ملتا ہے۔

ق: ۱۱ میں فرمایا: اپنے بندوں کی روزی کے لیے اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا، اسی طرح تمہارا (قبروں سے) نکلنا ہے O

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو پانی سے زندہ کر سکتا ہے تو مردہ انسان کو زندہ کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس سے پہلے نوح کی قوم نے اور اندھے کنویں والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا تھا O اور عاد اور فرعون اور لوط کے علاقہ والوں نے O اور ایکہ (جنگل) والوں نے اور تبّع کی قوم نے، ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا سو عذاب کی وعید برحق ہے O تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں O (ق: ۱۵۔۱۲)

Marfat.com

''اصحاب الرس'' کے مصادیق

یعنی جس طرح کفارِ مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کی تکذیب کر رہے ہیں اسی طرح اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح کی تکذیب کر چکی ہے' اور اصحاب الرس بھی تکذیب کر چکے ہیں۔

''الرس'' کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں: (۱) زمین میں جو بھی گڑھا ہو خواہ وہ قبر کا گڑھا ہو یا کنویں کا گڑھا ہو اس کو ''الرس'' کہتے ہیں (۲) وہ کنواں جس کو کسی چیز سے ڈھکا نہ گیا ہو اور نہ اس کے گرد منڈیر بنائی گئی اور اس میں لوگوں کے گرنے کا خطرہ ہو' اس کو اندھا کنواں بھی کہتے ہیں۔

''اصحاب الرس'' کے متعلق چار قول ہیں:

(۱) ضحاک نے کہا: یہ وہ کنواں ہے جس میں صاحب یٰسین کو قتل کر کے ڈال دیا گیا تھا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آذر بائی جان کے لوگوں کا کنواں ہے۔

(۳) قتادہ اور زہیر نے کہا: اس سے مراد اہل یمامہ ہیں' انہوں نے بہت کنویں بنائے ہوئے تھے۔

(۴) اس سے مراد ''اصحاب الاخدود'' ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۴۴)

نیز اس آیت میں ثمود کا ذکر ہے' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ثمود کہتے ہیں' یہ عرب کے قدیم لوگ تھے۔

عاد کا معنی اور مصداق

قٓ: ۱۳ میں عاد کا ذکر ہے' عاد ایک شخص کا نام ہے جو عمالیق سے تھا' اس کی اولاد بہت زیادہ تھی اور ان کے کئی قبائل بن گئے' یہ لوگ یمن کے احقاف (ٹیلوں' ریگستان) میں رہتے تھے اور یہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم تھی۔

اور اس آیت میں فرعون کا ذکر ہے' اس کی اصل میں اختلاف ہے' مجاہد کا قول ہے کہ یہ فارس کا رہنے والا تھا۔ ابن لہیعہ نے کہا: یہ اہل مصر سے تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' یہ تین سو سال زندہ رہا' حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو اَسّی (۸۰) سال تک دعوت دیتے رہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چار سو سال زندہ رہا۔

اور اس آیت میں اخوانِ لوط کا ذکر ہے' یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور ان کے علاقے کے لوگ جن کی طرف ان کو مبعوث کیا گیا تھا۔

ایکہ والوں کا مصداق

قٓ: ۱۴ میں فرمایا: اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے۔

ایکہ اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں بہت زیادہ اور بہت گھنے درخت ہوں' درختوں کا جھنڈ' جنگل۔ بعض لوگوں نے کہا: کسی خاص شہر یا ملک کا نام ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب ایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور دونوں قوموں پر عذاب نازل کیا گیا' اہل مدین ایک ہولناک چیخ سن کر ہلاک ہو گئے اور اصحاب الایکہ جس جنگل میں تھے ان پر بادل کا عذاب آیا تھا۔ اور اس آیت میں قوم تبع کا ذکر ہے' تبع عرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا' اس کو تبع اس لیے کہتے تھے کہ اس کے متبعین بہت زیادہ تھے۔ وہب بن منبہ نے کہا: تبع خود مسلمان تھا اور اس کی قوم کافر تھی' اس لیے اس آیت میں اس کی قوم کا ذکر ہے۔

Marfat.com

تبع کا معنی اور مصداق

قتادہ نے کہا: تبع کی قوم سے مراد قوم سبا ہے' سبا میں حمیر قبیلہ تھا' یہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے' جیسے روم کے بادشاہ کو قیصر اور فارس کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے ہیں۔ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ تبابعہ میں سے بعض تبع کو بہت شہرت حاصل ہوئی' بعض مؤرخین نے کہا کہ وہ ملکوں کو فتح کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا' قوم سبا اپنے وقت کی بہت عظیم قوم تھی جو قوت اور خوش حالی میں نمایاں تھی لیکن جب اس قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تو اس کو بھی ملیامیٹ کر کے رکھ دیا گیا۔

حافظ ابن کثیر نے دو تبع کا ذکر کیا ہے' اوّل تبع وہ تھا جو پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا اور علماء یہود کے ہاتھ پر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو قبول کر لیا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے' اس نے جرہم کے زمانہ میں بیت اللہ کا حج کیا تھا اور جس تبع کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے' یہ اس تبع سے بہت متاخر تھا' اس کی قوم اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی' پھر جب یہ فوت ہو گیا تو پھر اس کی قوم آگ اور بتوں کی پرستش کرنے لگی' اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مذمت فرمائی' اس کا نام اسعد ابوکریب یمانی تھا' اس نے اپنی قوم پر تین سو چھپن (۳۵۶) سال حکومت کی تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات سو سال پہلے فوت ہو گیا تھا اور امام ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ اسلام میں صنعاء میں ایک قبر کو کھودا گیا تو اس میں سے دو لڑکیوں کی لاشیں ملیں' ان کی لوح پر لکھا ہوا تھا کہ یہ تبع کی بیٹیاں ہیں' یہ موت کے وقت ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت دیتی تھیں' انہوں نے شرک نہیں کیا اس سے پہلے صالحین بھی اسی عقیدے پر فوت ہوئے تھے۔ کعب احبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کی مذمت کی ہے' تبع کی مذمت نہیں کی۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تبع کو بُرا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۰) امام عبد الرزاق' امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۷۔۱۵۶' ملخصاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

پھر فرمایا: ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا' سو عذاب کی وعید برحق ہےO یعنی ان میں سے ہر قوم نے ان رسولوں کی تکذیب کی جن کی طرف ان کو مبعوث کیا گیا تھا پھر ان تمام قوموں پر اللہ تعالیٰ کی وعید کے موافق عذاب نازل ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈرایا ہے کہ اگر تم اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے تو تم پر بھی اس عذاب کا خطرہ ہے جو ان قوموں پر آ چکا ہے۔

پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تھکنے کا باطل ہونا

قٓ: ۱۵ میں فرمایا: تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیںO

اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) کیا ہم پہلی کافر امتوں کو ہلاک کر کے تھک گئے ہیں حتیٰ کہ تم کو یہ شک پڑ گیا ہے کہ شاید تم کو ہلاک نہ کیا جائے' حالانکہ تم پہلی امتوں کے مقابلہ میں بہت کمزور ہو' سو یہ آیت بھی کفار مکہ کے لیے وعید ہے۔

(۲) کیا ہم اس دنیا کے لوگوں کو پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں جو تم کو یہ شک پڑ گیا ہے کہ شاید تم کو مرنے کے بعد دوبارہ نہ پیدا کیا جائے اور یہ آیت حشر و نشر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلیل ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس (امارہ) (اس کے دل میں) ڈالتا رہتا ہے

اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ

اور ہم (اس کی) شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں○ جب (اس کے ہر قول اور فعل کو) دو فرشتے حاصل کر لیتے ہیں جو

الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ

اس کی دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں○ وہ جو بات بھی کہتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا محافظ (فرشتہ) منتظر

عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

ہوتا ہے○ اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' یہی وہ چیز ہے جس سے تو انحراف کرتا تھا○

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۖ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا

اور صور میں پھونک دیا جائے گا یہی ہے عذاب کی وعید کا دن○ اور ہر شخص اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کو

سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

چلانے والا ایک فرشتہ ہو گا اور ایک گواہ ہو گا○ بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیری

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا

آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے○ اور اس (کی زندگی) کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ اس کا اعمال

مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے○ ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈال دو○ جو نیکی سے منع کرنے والا'

مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي

حد سے زیادہ شک کرنے والا ہے○ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا تم اس کو سخت

الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَا اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ

عذاب میں ڈال دو○ اس کا (برا) ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا

Marfat.com

كَانَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ

لیکن یہ خود پرلے درجہ کی گم راہی میں تھاO اللہ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تم کو پہلے ہی (عذاب کی)

إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ

وعید سنا چکا ہوںO میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم

٢ ع ١٤ ١٦ لِّلْعَبِيدِ ﴿٢٩﴾

کرنے والا ہوںO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا [illegible] کو جانتے ہیں جو اس کا نفس امارہ اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے' اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیںO جب اس کے (ہر قول [illegible]) فرشتے حاصل کر لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیںO وہ جو بات بھی کہتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا محافظ (فرشتہ) منتظر ہوتا ہےO اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' یہی وہ چیز ہے جس سے تو انحراف کرتا تھاO (قٓ: ١٩-١٦)

اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے قریب ہونے کا معنی

اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم کو علم ہے کہ کیا کیا چیزیں اس کے دل میں کھٹکتی ہیں اور اس میں انسان کو ان گناہوں سے منع کیا ہے جو وہ چھپ کر تنہائی میں کرتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا: انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور شیطان کے ورغلانے سے ان کے دل میں شجر ممنوع کی خواہش پیدا ہوئی' تاہم انہوں نے معصیت کے قصد سے شجر ممنوع سے نہیں کھایا' بلکہ اجتہادی خطاء سے کھایا' انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے تھی' پھر ان کی اولاد کے دل میں ممنوع کاموں کا شوق اور تحریک پیدا ہوئی' اس کو حدیثِ نفس اور کلام خفی بھی کہتے ہیں۔

اور فرمایا: ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں'' ورید'' اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے' یہ رگ حلق کے ایک کنارے سے کندھے تک ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہماری ہر ظاہر اور باطن چیز کا علم ہے' حتیٰ کہ اس کو ہمارے دل میں آنے والے خیالات کا بھی علم ہے۔ حسن بصری نے کہا: شہ رگ سے مراد رگِ جان ہے جو دل کے ساتھ معلق ہے اور اس قرب سے مراد قرب مسافت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ انسان کے دل سے زیادہ اس کے قریب ہے یعنی دل میں کسی خیال کے آنے سے پہلے اسے اس خیال کا علم ہوتا ہے۔ مقاتل نے کہا: اس قرب سے مراد علم اور قدرت ہے' انسان کے بعض اعضاء اس کے علم کے لیے حجاب بن جاتے ہیں اور اللہ کے علم کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی' ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے خون میں کیا کیا کیمیاوی اجزاء ہیں' کیا کیا بیماریاں ہیں' ہمارے معدہ اور جگر میں قوت اور ضعف اور صحت اور سقم کی کیا کیفیات ہیں' ہمارے جسم میں کتنے مسامات اور کتنے بال ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ہمارے جسم کے ہر حال اور ہر کیفیت کا علم ہوتا ہے۔

Marfat.com

کراماً کاتبین کا صحیفہ اعمال میں لکھنا

ق: ۱۷ میں فرمایا: جب (اس کے ہر قول اور ہر فعل کو) دو فرشتے حاصل کر لیتے ہیں۔ الایۃ

یعنی ہم اس وقت بھی اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں' جب وہ دو فرشتے جو اس پر مسلط کیے گئے ہیں' وہ اس کے ہر قول اور ہر فعل کو لکھ لیتے ہیں' یہ دو فرشتے اس کے اقوال اور افعال پر شاہد بنائے گئے ہیں' ایک فرشتہ انسان کی دائیں جانب ہوتا ہے اور اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ اس کی بائیں جانب ہوتا ہے اور اس کی بُرائیاں لکھتا ہے حتیٰ کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے صحیفۂ اعمال کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کی دائیں جانب ہوتا ہے اور بُرائیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کی بائیں جانب ہوتا ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ بُرائیاں لکھنے والے فرشتے پر امین ہوتا ہے پس جب انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ [illegible] کر کے لکھ لیتا ہے اور جب انسان کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں [illegible] بائیں جانب والے سے کہتا ہے: اس کو دس گھنٹے تک مہلت دو شاید یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح [illegible] کرلے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۲۴' الوسیط ج ۴ ص ۱۶۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۵۱' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۷۶۵)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک متروک راوی ہے وہ سعید بن سنان ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۸۔۲۰۷)

لیکن اسی کے قریب حدیث صحیح میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا: جب میرا بندہ گناہ کرنا چاہے تو (اس کو) فوراً نہ لکھو' پھر اگر وہ گناہ کر لے تو اس کا ایک گناہ لکھو' اور جب وہ نیکی کرنا چاہے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ نیکی کا عمل کر لے تو دس نیکیاں لکھ دو' ایک اور روایت میں دس سے سات سو نیکیاں لکھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۸' الرقم المسلسل: ۳۲۸۔۳۲۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۷۳)

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا: فرشتے دو حالتوں میں انسان سے اجتناب کرتے ہیں جب وہ قضاء حاجت کر رہا ہو اور جب وہ اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہو۔ عکرمہ نے کہا: وہ اس کے اسی کام کو لکھتے ہیں جس پر ثواب ہو یا عذاب ہو۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۷۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

علامہ آلوسی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے کہ فرشتے قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے مجتنب رہتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۲۷۳)

مرض اور سفر کی وجہ سے بندہ جو نیکیاں نہ کر سکے وہ بھی لکھی جاتی ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جو شخص بھی اپنے جسم کے کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کے اعمال کے) محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے' میرا یہ بندہ اپنی صحت کی حالت میں جو (نیک) عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو اس وقت تک لکھتے رہو جب تک وہ میری زنجیر میں بندھا ہوا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۰۴)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے فرماتا ہے: میرے بندے کے اس (نیک) عمل کو لکھتے رہو جو وہ صحت کے ایام میں کرتا تھا حتیٰ کہ میں اس کو اٹھا لوں یا تندرست کر

Marfat.com

دوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۱۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیمار ہو گیا یا جس نے سفر کیا وہ صحت اور اقامت کے ایام میں جو نیک عمل کرتا تھا' اللہ تعالیٰ اس کے ان نیک اعمال کو لکھتا رہتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۰۵)

صحیفہ اعمال میں لکھی ہوئی نیکیوں کی برکات

قٓ: ۱۸ میں فرمایا: وہ جو بات بھی کہتا ہے: (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا محافظ (فرشتہ) منتظر ہوتا ہےO

اس آیت میں ''رقیب'' اور ''عتید'' کے الفاظ ہیں'' رقیب'' کا معنی ہے: حکم پر عمل کرنے والا' محافظ اور مشاہدہ کرنے والا اور ''عتید'' کا معنی ہے: وہ شخص جو ہمیشہ حاضر رہے اور کبھی غائب نہ ہو اور وہ شخص جو گواہی دینے کی حفاظت کر رہا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو محافظ اللہ سبحانہ' کی طرف اپنا لکھا ہوا لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صحیفہ کی ابتداء اور آخر میں [illegible] تو فرشتوں سے فرماتا ہے: تم گواہ ہو جاؤ کہ اس صحیفہ کے درمیان میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کو میں نے معاف کر دیا۔

(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی رقم الحدیث: ۶۱۷۰' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۸۴ طبع جدید' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے عمل لکھتے رہتے ہیں' جب وہ بندہ مر جاتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک فلاں بندہ مر گیا اب تو ہمیں اجازت دے کہ ہم آسمان کی طرف چلے جائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح کر رہے ہیں' پھر وہ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! پھر ہم زمین میں قیام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری زمین تو میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری تسبیح کرتی ہے' پھر وہ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! پھر ہم کہاں رہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا؟ تم میرے اسی بندے کی قبر پر رہو' تم ''اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ'' اور ''سبحان اللہ'' پڑھو اور اس کو میرے بندے کے صحیفہ اعمال میں قیامت تک لکھتے رہو۔

(حافظ سیوطی نے اس حدیث کو'' کتاب العظمۃ'' اور'' شعب الایمان'' کے حوالے سے درج کیا ہے۔ الدر المنثور ج ۷ ص ۵۲۱)

موت کی سختیاں

قٓ: ۱۹ میں فرمایا: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' یہی وہ چیز ہے جس سے تو انحراف کرتا تھاO

''سکرۃ الموت'' کا معنی ہے: موت کی شدت اور سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے زبانِ رسالت سے جو وعدے کیے تھے اور قیامت' حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ کی جو خبریں دی تھیں ان کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے اور اس میں ''تحید'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: تو جس چیز سے اعراض اور انحراف کرتا تھا اور بھاگتا تھا اور بدکتا تھا۔ موت کی سختیوں کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا' آپ اس پانی میں ہاتھ ڈالتے پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیرتے' پھر فرماتے: ''لا الہ الا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے)' بے شک موت کے لیے شدتیں اور سختیاں ہیں' پھر آپ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا: ''فی الرفیق الاعلیٰ'' (مجھے رفیقِ اعلیٰ یعنی انبیاء اور مرسلین کی معیت میں رکھنا)' پھر آپ کا ہاتھ گر گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۴۳)

Marfat.com

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب مرتا ہے تو اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۹۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۱)

اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ موت کے وقت اس کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ وہ پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے اس پر یہ سختی اس لیے ہوتی ہے کہ اس کے گناہ مٹ جائیں اور اس کے درجات بلند ہو جائیں اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ مؤمن پر موت کے وقت زیادہ سختی نہیں ہوتی' صرف اتنی سختی ہوتی ہے کہ اس کے ماتھے پر پسینہ آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور صور میں پھونک دیا جائے گا یہی ہے عذاب کی وعید کا دن O اور ہر شخص اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کو چلانے والا ایک فرشتہ ہوگا اور گواہ ہوگا O بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے O (قٓ: ۲۲۔۲۰)

اس آیت میں ''صور'' سے مراد دوسرا صور ہے' جو مردوں اور بے ہوشوں کو اٹھانے اور میدانِ حشر میں لے جانے کے لیے ہوگا اور یہ وہ دن ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کفار کو وعید سنائی تھی کہ اس دن میں ان کو عذاب دیا جائے گا۔ صور کی پوری تفصیل و تحقیق یٰسٓ: ۵۱ اور الزمر: ۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آخرت میں چلانے والے اور گواہی دینے والے کا مصداق

قٓ: ۲۱ میں فرمایا: اور ہر شخص اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کو چلانے والا اور گواہ ایک فرشتہ ہوگا O

چلانے والے کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ اور ابن زید نے کہا: وہ ایک فرشتہ ہے جو اس کو محشر کی طرف لے جائے گا۔

(۲) ضحاک نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس کو محشر کی طرف لے جائے گا۔

اور گواہ کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حسن بصری نے کہا: وہ ایک فرشتہ ہے جو اس کے اعمال پر گواہی دے گا۔

(۲) ابو صالح نے کہا: اس سے مراد خود انسان ہے جو اپنے اعمال پر گواہی دے گا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گواہ سے مراد انسان کے ہاتھ اور پیر ہیں جو اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

جمہور کے نزدیک یہ آیت مسلمانوں اور کافروں دونوں کے متعلق ہے اور ضحاک کے نزدیک یہ آیت صرف کفار کے متعلق ہے۔

انسان کی دنیا میں غفلت اور آخرت میں اس کی نگاہ کا تیز ہونا

قٓ: ۲۲ میں فرمایا: بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا' سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کافر سے خطاب ہے کیونکہ وہ کفر کے نتائج سے غفلت میں تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں مطلقاً انسان سے خطاب ہو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر انسان کسی نہ کسی وقت اپنے اعمال کے نتائج سے غافل ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انسان قبر سے نکلے گا تو اس کی نگاہ بہت تیز ہوگی۔ مجاہد نے کہا: میدانِ محشر میں اس کی نگاہ بہت تیز ہوگی اور اس آیت میں ''بصر'' کا لفظ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بصیرت ہے کیونکہ وہ

Marfat.com

اپنی بصیرت سے اپنے افکار کے شواہد اور اپنے اعتبار کے نتائج کو دیکھے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سر کی آنکھ ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ اس آنکھ سے آخرت کے احوال کا معائنہ کرے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اپنی آنکھ سے جنت یا دوزخ کو دیکھے گا۔ ابن زید نے کہا: وہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو دیکھے گا۔ حسن بصری نے کہا: وہ اپنے دنیا میں کیے ہوئے کاموں کو دیکھے گا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۵۰۔۳۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس (کی زندگی) کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے O ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈال دو O جو نیکی سے منع کرنے والا حد سے زیادہ شک کرنے والا ہے O جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا تم اس کو سخت عذاب میں ڈال دو O اس کا بُرا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گم راہ نہیں کیا لیکن یہ خود پرلے درجہ کی گم راہی میں مبتلا تھا O اللہ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تم کو پہلے ہی (عذاب کی) وعید سنا چکا ہوں O میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں O (قٓ: ۲۹۔۲۳)

قیامت کے دن کافروں اور شیطان سے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام

حسن بصری قتادہ اور ضحاک نے کہا: زندگی کے ساتھی سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر مسلّط کیا گیا تھا اور ''ھذا ما لدی عتید'' کا معنی یہ ہے کہ:

یہ میرے پاس اس کا صحیفہ اعمال ہے جو تیار اور محفوظ ہے اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: یہ ہے وہ شخص جس کو تو نے میرے سپرد کیا تھا تب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا:

قٓ: ۲۴ میں فرمایا: ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈال دو O

اس آیت میں تثنیہ کا صیغہ ہے حالانکہ خطاب واحد فرشتے سے ہے اس کا معنی ہے: ڈال دو ڈال دو تاکید کے لیے مکرر فرمایا۔

''عنید'' کا معنی ہے: جو شخص جاننے کے باوجود حق کی مخالفت اور اس کا انکار کرے۔

قٓ: ۲۵ میں فرمایا: جو نیکی سے منع کرنے والا حد سے زیادہ شک کرنے والا ہے O

خیر اور نیکی سے مراد ہے: زکوٰۃ مفروضہ اور ہر وہ حق جو واجب ہو نیکی سے منع کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنے کلام اپنی سیرت اور اپنے حکم میں حد سے بڑھنے والا ہے اور توحید میں شک کرنے والا ہے

اس سے مراد عام مشرک ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے وہ اپنے بھائی کے بیٹوں کو اسلام لانے سے منع کرتا تھا۔

قٓ: ۲۶ میں فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا تم اس کو سخت عذاب میں ڈال دو O

اس آیت میں بھی تثنیہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی بھی یہی ہے: ڈال دو ڈال دو اور یہ تکرار تاکید کے لیے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں دو فرشتوں کو حکم فرمایا ہو اس لیے تثنیہ کا صیغہ لایا گیا ان دونوں آیتوں میں کافر سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہو اور اس کی اطاعت نہ کرتا ہو اور اس کی نعمتوں کا کفر کرتا ہو اور اس کا شکر ادا نہ کرتا ہو اور وہ شخص خود بھی کفر کرتا ہو اور دوسروں کو بھی گم راہ کر کے کافر بناتا ہو وہ حق کا انکار کرتا ہو اور اللہ سبحانہٗ کی اطاعت سے انحراف کرتا ہو اپنے دنیاوی مال پر اتراتا ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے انکار کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی توحید میں اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے میں شک کرتا ہو۔

Marfat.com

ق: ۲۷ میں فرمایا: اس کا بُرا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گم راہ نہیں کیا' لیکن یہ خود پرلے درجہ کی گم راہی میں مبتلا تھاO

اس بُرے ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس معاند کافر پر مسلط کیا گیا تھا وہ شیطان اس کافر سے قیامت کے دن بَری ہو جائے گا اور اس کی تکذیب کرے گا' وہ کہے گا: اس شخص نے خود اپنے اختیار سے کفر کیا اور پرلے درجہ کی گم راہی میں جا پڑا' میں نے تو اس کو صرف گم راہی کی دعوت دی تھی' اس نے میری دعوت قبول کر لی' اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

ق: ۲۸ میں فرمایا: اللہ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تم کو پہلے ہی (عذاب کی) وعید سنا چکا ہوںO

یعنی اے کافرو اور اس کے بُرے ساتھیو! میرے سامنے جھگڑا نہ کرو' میں اس سے پہلے تمہارے پاس رسولوں کو بھیج چکا ہوں اور ان کی زبانوں سے تم کو عذاب کی خبر سنا چکا ہوں۔

ق: ۲۹ میں فرمایا: میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوںO

اللہ تعالیٰ جو وعید سنا چکا ہے وہ یہ ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ O (الاعراف: ۱۸)

فرمایا: (اے شیطان!) تو اس جنت سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا' میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گاO

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے' یعنی وہ کسی بے قصور کو سزا نہیں دے گا یا کسی مؤمن صالح کو ثواب سے محروم نہیں کرے گا۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

(آپ یاد کیجئے!) جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو پُر ہو گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں؟O

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

اور جنت کو متقین کے قریب لایا جائے گا وہ ان سے دور نہ ہو گیO یہ وہ (انعام) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' ہر اس

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ

شخص کے لیے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا' (اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہوO جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور

مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا

(اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لایاO اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤO متقین کے لیے

يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہےO اور ہم نے ان (اہل مکہ) سے

Marfat.com

هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ

پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دی تھیں جو گرفت کی قوت میں ان سے زیادہ تھیں' انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا کہ کہیں

فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ

چھٹکارے کی جگہ ہو○ بے شک اس (قرآن) میں اس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا جو ذہن حاضر کر کے

شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ

کان لگائے○ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں

اَیَّامٍ ۖۗ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ

میں پیدا کیا' اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی○ سو آپ ان کی (دل آزار) باتوں پر صبر

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ

کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے○ اور رات کے

الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ

کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی)○ اور (اے مخاطب!) غور سے سن جب منادی قریب کی جگہ

مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۙ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

سے پکارے گا○ جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے' یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے○

اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۙ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ

بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے○ جس دن زمین ان سے پھٹ جائے

سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ

گی تو وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے' یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر بہت آسان ہے○ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ (کفار) کہہ

مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع

رہے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ یاد کیجئے) جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو پُر ہوگئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں؟O اور جنت کو متقین کے قریب لایا جائے گا وہ ان سے دور نہ ہوگیO یہ وہ (انعام) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' ہر اس شخص کے لیے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا' (اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہوO جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا' اور (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لایاO اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤO متقین کے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہےO (قٓ: ۳۵-۳۰)

دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے متعلق احادیث

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَO میں تمام (کافر) جنات اور انسانوں سے ضرور جہنم کو پُر کر دوں گاO (ھود: ۱۱۹' السجدۃ: ۱۳)

اس لیے اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائے گا: کیا تو پُر ہوگئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ جہنم میں نطق پیدا کر دے گا جس طرح وہ انسان کے اعضاء میں نطق پیدا فرمائے گا' اس لیے وہ جواب دے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں کفار کو ڈالا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں؟ یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا' پھر دوزخ کے بعض حصے بعض کی طرف سکڑ جائیں گے' اور وہ کہے گی: بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم!' اور جنت میں گنجائش رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ جنت کی فاضل جگہ کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا اور ان کو اس جگہ میں رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ پُر نہیں ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پیر رکھ دے گا اور وہ کہے گی: بس بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف سکڑ جائیں گے پس اللہ سبحانہٗ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور رہی جنت تو اللہ عزوجل اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰)

دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے محامل

قرآن مجید کی اس آیت میں اور مذکور الصدر احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا' متقدمین کے نزدیک قدم میں کوئی تاویل اور تحریف نہیں ہے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور کسی چیز پر اپنا قدم رکھنا اس چیز کی اہانت کو مستلزم ہوتا ہے سو جب دوزخ مزید بھراؤ کا مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور متاخرین نے جب دیکھا کہ بہ ظاہر یہ آیت اور یہ احادیث اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور اس کے اعضاء کو مستلزم ہیں تو انہوں نے قدم کی مختلف تاویلیں کیں' چنانچہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

(۱) قدم سے مقدم اعمال مراد ہیں۔ یعنی اہل دوزخ جو بُرے اعمال پہلے کر چکے ہیں ان اعمال کو مجسم کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۲) اس سے مراد بعض مخلوق کے قدم ہیں۔

Marfat.com

(۳) ایک مخلوق کا نام قدم ہے اس مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
(۴) قدم انسان کے اعضاء کے آخر میں ہوتا ہے پس جو آخری مخلوق دوزخ کی اہل ہو گی اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
(۵) جن موحدین کو دوزخ سے نکالا جائے گا ان کے بدلہ میں یہود اور نصاریٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور چونکہ وہ موحدین پر مقدم ہیں اس لیے ان کو قدم سے تعبیر فرمایا۔
(۶) ابلیس کفر میں سب پر مقدم ہے اس لیے قدم سے مراد ابلیس ہے۔
(۷) بعض روایات میں قدم کی جگہ "رجل" کا لفظ ہے یعنی پیر اس کی بھی یہی تاویل ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق کا پیر ہے یا کسی مخلوق کا نام "رِجل" ہے اس سے وہ مراد ہے۔
(۸) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو پیدا کر کے اس سے جنت کو بھر دے گا اور دوزخ کے ذکر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا یعنی کوئی مخلوق پیدا کر کے اس کو بے قصور دوزخ میں داخل نہیں کرے گا جب کہ بغیر کسی استحقاق کے ایک مخلوق کو جنت میں داخل کر دے گا اس سے معلوم ہوا کہ ثواب کسی عمل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جنت عطا فرما دے گا جنہوں نے کوئی عمل نہیں کیا جیسے کم سن بچے اور عذاب دینا کفر اور بُرے اعمال پر موقوف ہے سو وہ کسی بے قصور کو عذاب نہیں دے گا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۴۔۵۷۳ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث مشاہیر احادیث الصفات ہیں اور علماء کے اس میں دو مذہب ہیں: ایک مذہب یہ ہے کہ قدم اور پیر سے اللہ تعالیٰ کی جو بھی مراد ہے وہ برحق ہے اور قدم اور پیر سے وہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور اس کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔ جمہور متقدمین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور دوسرا مذہب ان علماء اور متکلمین کا ہے جو اس آیت اور ان احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔

پھر علامہ عینی نے وہ تاویلات ذکر کی ہیں جن کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۰۔۲۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ قدم سے یہاں پر اللہ تعالیٰ کی صفت جلال مراد ہے جیسا کہ بعض چیزوں سے صفت جمال مراد ہوتی ہے ایک قول یہ ہے کہ دوزخ میں قدم رکھنے سے مراد دوزخ کا جوش ٹھنڈا کرنا ہے اور اس سے مراد دوزخ کی اہانت کرنا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں چیز تو میرے قدم یا پیر کے نیچے ہے نیز جس چیز کی توہین کرنا مقصود ہو اس کو پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۲۸۳ دار الفکر بیروت ۱۴۲۳ھ)

دوزخ کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کر کے بغیر کسی جرم کے اس کو دوزخ میں ڈال دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا جنت نے کہا: اے میرے رب! کیا سبب ہے کہ جنت میں صرف کمزور اور ناتواں لوگ داخل ہوں گے؟ اور دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبرین کے ساتھ ترجیح دی گئی ہے اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا: تم میری رحمت ہو اور دوزخ سے فرمائے گا: تم میرا عذاب ہو میں جس کو چاہوں گا تم سے عذاب دوں گا اور تم میں سے ہر ایک میں بہت بھرنے کی گنجائش ہے رہی جنت تو بے شک اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کے اوپر ظلم نہیں کرے گا اور دوزخ کے لیے جن کو چاہے گا پیدا فرمادے گا اور ان کو دوزخ

Marfat.com

میں ڈال دے گا' پھر بھی دوزخ کہے گی: کیا کچھ اور بھی زیادہ لوگ ہیں؟ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا' پھر دوزخ بھر جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور دوزخ (تین بار) کہے گی: بس! بس! بس!۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۴۴۹)

امام بخاری نے قٓ: ۳۰ کی تفسیر میں بھی اس کی مثل حدیث کو روایت کیا ہے (رقم الحدیث:۴۸۵۰) اور اس کے آخر میں یہ مذکور ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا اور رہی جنت تو اللہ عزوجل اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا۔

اور یہاں حدیث رقم الحدیث:۷۴۴۹ میں اس کے برعکس دوزخ کے متعلق فرمایا ہے کہ دوزخ کے لیے جن کو چاہے گا پیدا فرمادے گا اور ان کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اور یہ حدیث صرف ''صحیح بخاری'' میں ہے' اس کے برخلاف پہلی حدیث ''صحیح بخاری'' کے علاوہ اور بہت کتب حدیث میں ہے۔ (مثلاً صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۴۶' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۸۹۳ طبع قدیم' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۱۰۵۷ طبع جدید' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴)

اس حدیث پر اعتراض کا وارد ہونا

اور اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق کو پیدا کرکے اس کو جہنم میں ڈال دے گا تو لازم آئے گا کہ اللہ سبحانہٗ اس نئی مخلوق کو بغیر کسی معصیت اور جرم کے دوزخ میں ڈال دے اور یہ ظلم ہے' حالانکہ اسی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا اور قرآن مجید میں بھی متعدد جگہ اسی طرح فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ (النساء:۴۰) اللہ تعالیٰ کسی پر رائی کے دانے کے ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

اس بناء پر بعض محققین نے اس روایت کو مسترد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں راوی نے الٹ روایت کر دی ہے' اصل حدیث میں جنت کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرنے کا ذکر تھا اور راوی نے دوزخ کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرنا روایت کر دیا اور بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویلات اور توجیہات ذکر کی ہیں۔

اس حدیث کی شرح علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اللہ کے علم ازلی میں جس مخلوق کا کفر اور اس کی معصیت ثابت تھی' ان کو اللہ سبحانہٗ پیدا کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اللہ ایسی مخلوق کو پیدا کرے گا جو دنیا میں نہیں تھی اور اس کو دوزخ میں ڈال دے گا اور اس میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ اللہ اس بات کا مالک ہے کہ جس کو اس نے دنیا میں بھیج کر اپنی عبادت کا مکلف نہیں کیا اس کو بھی بغیر کسی جرم کے دوزخ میں ڈال دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○'' (ابراہیم:۲۷) اللہ جو چاہے وہ کرتا ہے' اس کے برخلاف بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر غیر مکلف کو عذاب دیا تو یہ اس کا ظلم ہوگا اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱۰ ص ۴۷۳۔۴۷۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی سے

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ ابوالحسن القابسی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا' اور میرے علم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے بھی کوئی مخلوق پیدا کرے گا' یہ حدیث سورۃ قٓ: ۳۰ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوزخ میں قدم رکھنے کی کیا تاویلات اور توجیہات ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جنت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور دوزخ میں صرف اپنا قدم رکھ دے گا' اس سے معلوم ہوا کہ نئی مخلوق کو پیدا کرنا اور دوزخ میں اپنا قدم رکھنا دو الگ الگ اور متغائر چیزیں ہیں۔ (اس کے بعد علامہ ابن حجر نے علامہ مہلب کی عبارت نقل کی ہے جس کو ہم علامہ ابن بطال کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر جرم کے سزا دے' اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا' لیکن یہ صرف جواز کی حد تک ہے' اہل سنت اس کے وقوع کے قائل نہیں ہے اور اس حدیث میں علماء اہل سنت کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں تاویل ہو سکتی ہے' ائمہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس حدیث میں برعکس اور الٹ روایت ہے' اصل حدیث میں جنت کے لیے مخلوق پیدا کرنے کا ذکر ہے اور اس روایت میں اس کے برعکس دوزخ کے لیے مخلوق کو پیدا کرنے کا ذکر ہے' اس لیے یہ حدیث مقلوب ہے اور ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت غلط ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جہنم ابلیس اور اس کے متبعین سے بھر جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (ص: ۸۵) (اے ابلیس!) میں تجھ سے اور تیرے تمام متبعین سے جہنم کو بھر دوں گا ۝

تو جب جہنم ابلیس اور اس کے متبعین سے بھر جائے گی تو وہ کب اتنی خالی ہوگی کہ اس کو بھرنے کے لیے ایک نئی مخلوق کو پیدا کرنے کی ضرورت ہو؟

اسی طرح ہمارے شیخ علامہ البلقینی نے بھی اس روایت کو رد کر دیا ہے اور ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۴۹) اور آپ کا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا ۝

اور انہوں نے کہا ہے کہ اس روایت کو ان پتھروں پر محمول کرنا زیادہ لائق ہے جن کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' بہ نسبت اس ذی روح مخلوق کے جس کو بغیر گناہ کے عذاب دیا جائے' علامہ بلقینی کا کلام ختم ہوا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اور یہ التزام کرنا بھی ممکن ہے کہ وہ مخلوق ذی روح ہو اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور اس کو عذاب نہ دیا جائے' جیسا کہ دوزخ کے محافظین دوزخ میں ہوں گے اور ان کو عذاب نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نئی مخلوق کو پیدا کرنے اور ان کو دوزخ میں ڈالنے سے کفار کو ابتداءً دوزخ میں ڈالنا مراد ہو' اور انتہاء اور اخیر سے مراد ابتداء اور شروع ہو۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جب کفار کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو دوزخ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ لوگ بھی ہیں؟ اور اس کو تین بار کہے گی' پھر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا تو دوزخ کہے گی: بس! بس! بس! (انتہاء اور اخیر سے ابتداء اور شروع کو مراد لینا بہت دور کی تاویل ہے)۔

علامہ عسقلانی نے اس حدیث کی تائید میں بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا اجر نہ دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کو اجر عطا فرمانے کے بارے میں اجر ضائع نہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور اجر ضائع نہ کرنے سے ظلم نہ کرنا مراد ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ (الکہف: ۳۰) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے بے شک ہم ان کے نیک اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے ۝

Marfat.com

(فتح الباری ج ۱۵ ص ۴۰۱۔۴۰۰ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ ھ)

نئی مخلوق پیدا کر کے اس کو بلا جرم دوزخ میں ڈالنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نئی مخلوق پیدا کر کے دوزخ میں نہیں ڈالے گا کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا ظلم کرنا لازم آتا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الکہف: ۳۰ سے جو تاویل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر عذاب نازل کرنے کے سیاق میں بھی اپنی ذات سے ظلم کی نفی فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (الانعام: ۱۶۰)

اور جس شخص نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اس کو اسی جرم کی سزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا○

فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (یونس: ۴۷)

اور جب ان کے پاس ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کا عدل سے فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جاتا○

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (النحل: ۳۳)

کیا یہ (کفار) اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ (ان کی روح قبض کرنے کے لیے) ان کے پاس فرشتے آ جائیں' یا ان کے پاس ان کے رب کا حکم (عذاب یا قیامت) آ جائے' اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے کیا تھا' اور ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے○

اس طرح کی اور بہت آیتیں ہیں اور ان سب آیتوں میں ظلم کا معنی ہے: بغیر جرم کے سزا دینا' لہٰذا ''صحیح بخاری'' کی حدیث: ۷۴۴۹' کی حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس قدر تاویلات اور توجیہات کی ہیں وہ سب نہایت ضعیف اور رکیک ہیں اور زیادہ قوی بات یہی ہے کہ اس حدیث کا متن غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی نے کہا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ مہلب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مخلوق میں جو چاہے تصرف کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کا مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے وہ اس کا ظلم نہیں ہوتا' اگر وہ تمام آسمانوں اور زمینوں والوں کو بہ شمول نیکوکاروں کے دوزخ میں ڈال دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا اور عقلاً یہ چیز جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں یہ خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا' وہ کسی نیکوکار کو اس کی نیکی کے اجر سے محروم نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے الکہف: ۳۰ میں فرمایا ہے اور نہ وہ کسی فاسق یا کافر کو بغیر جرم کے سزا دے گا جیسا کہ اس نے الانعام: ۱۶۰' یونس: ۴۷ اور النحل: ۳۳ میں فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے جس اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے' اس کے خلاف کرنا محال ہے اسی طرح اس نے ظلم نہ کرنے اور بغیر جرم کے سزا نہ دینے کی جو خبر دی ہے اس کے خلاف کرنا بھی محال ہے' کیونکہ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کرنا اس خبر کے کذب کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی خبر کا کاذب ہونا محال ہے' اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق کو پیدا کرے اور اس کو بغیر کسی جرم کے دوزخ میں ڈال دے۔ باقی رہا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور اس کو عذاب نہ ہو جیسا کہ دوزخ کے محافظ فرشتے دوزخ میں ہوں گے اور ان کو عذاب نہیں ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض ایک احتمال ہے اور اس کے وقوع پر کوئی دلیل نہیں ہے' بلکہ یہ احتمال قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ہے' قرآن

Marfat.com

مجید میں ہے:

لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ○ (اے ابلیس!) میں تجھ سے اور تیرے تمام متبعین سے جہنم کو بھر دوں گا ○ (صٓ: ۸۵)

قرآن مجید کی اس نص صریح سے معلوم ہوا کہ ابلیس اور اس کے متبعین سے جہنم بھر جائے گی اور اس میں کوئی خالی جگہ اور گنجائش نہیں ہوگی جس کے لیے کسی نئی مخلوق کو پیدا کرنا پڑے۔

اس لیے صحیح بات وہی ہے جس کو حافظ ابن حجر نے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مقلوب ہے' اصل حدیث اس طرح ہے' جیسا کہ قٓ: ۳۰ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ ''صحیح البخاری''رقم الحدیث: ۷۴۴۹ میں راوی نے اس حدیث کو الٹ کر دیا اور جنت کے بجائے دوزخ کے لیے نئی مخلوق کے پیدا کرنے کو روایت کر دیا اور یا پھر علامہ ابن قیم اور حافظ بلقینی کی تصریح کے مطابق اس حدیث کا متن غلط ہے۔

میرے ایک فاضل دوست اور برطانیہ کے مشہور مسلم اسکالر حافظ عبد المجید نقشبندی (برسٹل) نے مجھے فون کر کے کہا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی امام بخاری کے بہت مداح ہیں اور وہ بخاری کی جن احادیث پر اعتراضات ہوں ان کا زبردست دفاع کرتے ہیں لیکن ''کتاب التوحید'' کی اس حدیث کا حافظ عسقلانی بھی مکمل دفاع نہیں کر سکے' اگرچہ انہوں نے اس حدیث کی بعض دور از کار تاویلات کی ہیں لیکن ان کو بہر حال یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اس حدیث کا متن مقلوب ہے یا پھر غلط ہے۔ آپ قٓ: ۳۰ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کو نقل کریں' سو میں نے حافظ عسقلانی کی شرح کو بھی نقل کیا ہے اور اس حدیث کے متعلق اپنی تحقیق بھی ذکر کر دی ہے اور اب میں اس حدیث کے متعلق دوسرے شارحین کی آراء کو بھی ذکر کر رہا ہوں۔

زیر بحث حدیث کے متعلق دیگر شارحین کی آراء

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ القابسی نے کہا ہے: اس جگہ میں معروف یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا اور رہی دوزخ تو اس میں اپنا قدم رکھ دے گا' اور علامہ القابسی نے کہا: میرے علم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا اور پھر دوزخ میں اپنا قدم رکھ دے گا اور انہوں نے کہا کہ بخاری کی اس حدیث کے علاوہ دوزخ کے لیے مخلوق پیدا کرنے کی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں ہے۔ اور علامہ کرمانی نے کہا: سورۂ قٓ: ۳۰ کی تفسیر میں اس کے برعکس حدیث گزر چکی ہے اور وہاں حدیث میں ہے کہ رہی دوزخ تو وہ بھر جائے گی اور اللہ کسی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا اور رہی جنت تو اللہ اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور اسی طرح ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ ''بخاری'' کی اس روایت میں (رقم الحدیث: ۷۴۴۹) راوی کو وہم ہوا ہے کیونکہ بغیر گناہ کے کسی کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم کے لائق نہیں ہے' اس کے برخلاف جو اطاعت گزار نہ ہو اس کو انعام دینا اس کا کرم ہے' اس کے بعد علامہ کرمانی نے یہ کہا کہ جس کا گناہ نہ ہو اس کو عذاب دینے میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے' کیونکہ یہ خرابی اس قاعدہ کی بناء پر ہے کہ حسن اور قبح عقلی ہیں اور یہ قاعدہ باطل ہے' اس لیے اگر اللہ تعالیٰ غیر عاصی کو بھی عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہے' بنا بریں دوزخ کے لیے مخلوق کو پیدا کر کے اس کو بلا معصیت عذاب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اللہ جو چاہے کرتا ہے لہٰذا اس حدیث کو راوی کے وہم پر محمول کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

علامہ کرمانی کی یہ تقریر ان کی شرح کے جزء ۲۵ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۱ھ میں موجود ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری جز ۲۵ ص ۲۰۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حسن و قبح کا عقلی ہونا ماتریدیہ کے نزدیک ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اور یہی مذہب حق ہے اور حسن و قبح کا شرعی ہونا اشاعرہ کے نزدیک ہے اور یہی شوافع کا مذہب ہے اور یہ مذہب باطل ہے۔ اس کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر حسن و قبح عقلی نہ ہوتا تو پھر یہ جائز تھا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے بھیجے بغیر کفار پر عذاب نازل فرما دیتا۔ لیکن ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف تھا اور یہ کفار پر ظلم ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر پہلے کفار پر حجت قائم فرمائی اور جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو پھر ان پر عذاب نازل فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ جب تک ہم رسولوں کو نہ بھیج دیں ہم (کفار پر) عذاب بھیجنے والے نہیں ہیں ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵)

اگر حسن و قبح عقلی باطل ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے لیے ظلم جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ رسولوں کے بھیجے بغیر عذاب نازل فرما دیتا۔ پس معلوم ہوا کہ حسن و قبح شرعی نہیں' عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ظلم کرنا جائز نہیں ہے' جیسا کہ اُس نے متعدد آیات میں اپنی ذات سے ظلم کی نفی کی ہے۔ سو اس حدیث کو راوی کے وہم پر محمول کیے بغیر اور اس کو مقلوب قرار دیئے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث سورۃ ق: ۳۰ میں گزر چکی ہے' اس میں مذکور تھا کہ رہی جنت تو اللہ اس کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا اور اس حدیث میں اس کے برعکس ہے کہ رہی دوزخ تو اللہ اس کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا' اسی وجہ سے ائمہ کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث مقلوب ہے اور ابن قیم نے جزماً کہا: یہ حدیث غلط ہے' اور حافظ بلقینی نے بھی اس کا انکار کیا اور ان کا استدلال الکہف: ۴۹ سے ہے کہ آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ابوالحسن القابسی نے کہا کہ معروف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا اور میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا سوا اس حدیث کے۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی نے اس حدیث کی وہ رکیک تاویلات ذکر کی ہیں جن کو ہم حافظ عسقلانی سے نقل کر کے ان کا رد کر چکے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۴۹۲ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ القابسی نے کہا کہ راوی نے اس حدیث کو مقلوب (الٹ) کر دیا ہے اور معروف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا۔ علامہ ابن قیم' علامہ بلقینی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۹۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ محمد انور کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بلاشک و شبہ راوی کی غلطی ہے اور ارحم الراحمین کی شان کے لائق یہ نہیں ہے کہ وہ دوزخ کے لیے مخلوق کو پیدا کرے اور بغیر جرم کے ان کو دوزخ میں ڈال دے' البتہ معاملہ اس کے برعکس ہے' اللہ تعالیٰ جنت کے لیے مخلوق کو پیدا کرے گا اور اپنے فضل سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور وہ کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا کہ بغیر کسی گناہ کے مخلوق کو دوزخ میں ڈال دے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۵۲۱ 'مجلس علمی' ہند' ۱۳۵۷ھ)

ہم نے اپنے فاضل دوست مولانا عبد المجید (برٹل) کی فرمائش پر اس حدیث کی کافی تحقیق کی ہے اور اس تحقیق سے یہ

Marfat.com

واضح ہو گیا کہ حدیث کے متن کی چھان پھٹک میں بعض اوقات امام بخاری سے بھی سہو ہو جاتا ہے اور وہ مقلوب متن کی بھی روایت کر دیتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ بعض بخاری پرستوں کو یہ ناگوار گزرے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنے کی بہ نسبت یہ آسان سمجھتے ہیں کہ امام بخاری کی طرف مقلوب متن کی روایت کی نسبت کر دی جائے' واللہ! ہمارے دل میں تمام ائمہ حدیث سے زیادہ امام بخاری کی محبت ہے اور ان کی عظمت ہمارے دل میں جاگزین ہے' لیکن سب سے زیادہ ہمارے دل میں اللہ سبحانہٗ کی محبت اور عظمت ہے' اللہ تعالیٰ ہمارے قارئین کو بھی اس محبت سے حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

قٓ: ۳۱ میں فرمایا: اور جنت کو متقین کے قریب لایا جائے گا وہ ان سے دور نہ ہو گی O

جب ان سے کہا گیا کہ نیک عمل کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو تو جنت ان کے دلوں کے قریب کر دی گئی' ایک قول یہ ہے کہ جب متقین جنت میں داخل ہو جائیں گے تو جنت کے مقامات ان کے قریب کر دیئے جائیں گے۔

قٓ: ۳۲ میں فرمایا: یہ وہ (انعام) ہے' جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا O ہر اس شخص کے لیے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا' (اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہو O

''اوّاب'' کا معنی

متقین سے کہا جائے گا: یہ وہ جزاء ہے جس کا تم سے دنیا میں رسولوں کی زبان کے ذریعہ وعدہ کیا گیا تھا' اس آیت میں ''اوّاب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جو گناہوں کو ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور اگر شامتِ نفس سے پھر گناہ کر بیٹھے تو پھر توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے اور توبہ کو کھیل نہ بنائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء نے کہا کہ ''اوّاب'' کا معنی ہے: تسبیح کرنے والا۔ الحکم بن عتیبہ نے کہا: ''اوّاب'' وہ شخص ہے جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے۔ شعبی اور مجاہد نے کہا: ''اوّاب'' وہ شخص ہے جو خلوت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور عبید بن عمر نے کہا: ''اوّاب'' وہ شخص ہے جو ہر مجلس میں بیٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور ان ہی کا قول ہے کہ ''الاوّاب الحفیظ'' وہ شخص ہے کہ جب وہ کسی مجلس سے اٹھے تو کہے: ''سبحان اللہ وبحمدہ'' اے اللہ! مجھ سے اس مجلس میں جو گناہ ہو گیا میں تجھ سے اس پر مغفرت طلب کرتا ہوں۔ حضرت ابو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مجلس سے اٹھ کر کہا: ''سبحانک اللھم وبحمدک لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک''. تو اس مجلس میں جو اس سے گناہ ہوا ہو اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۵۹' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۲۳۰)

''حفیظ'' کا معنی

قاسم نے کہا: جو اللہ عزوجل کے ذکر کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو وہ ''حفیظ'' ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اپنے گناہوں کو یاد رکھتا ہو حتیٰ کہ ان سے توبہ کر لے۔ قتادہ نے کہا: جو شخص اللہ سبحانہٗ کی دی ہوئی نعمتوں اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہو وہ ''حفیظ'' ہے۔ نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرتا ہو وہ ''حفیظ'' ہے۔ مجاہد نے کہا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کی نعمت کا اعتراف کر کے اس کا شکر بجالائے وہ ''حفیظ'' ہے۔ ضحاک نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو قبول کرے وہ ''حفیظ'' ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کے اوّل وقت میں چار رکعات کی حفاظت کرے وہ حفیظ ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۵۴۔ ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

Marfat.com

قٓ: ۳۳ میں فرمایا: جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لایا O

''قلب منیب'' کا معنی ہے: جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ ہو' ایک قول ہے کہ وہ مخلص ہو۔ ابوبکر وراق نے کہا: ''منیب'' وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشوں کو ترک کرنے والا ہو' اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرتا ہو اور اس کی کبریائی کا عارف ہو۔

قٓ: ۳۴ میں فرمایا: اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ O

یعنی جو مذکور الصدر صفات کے حامل ہوں گے' جو متقین ہوں' اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہوں' دین کی حفاظت کرنے والے اور بن دیکھے اللہ سے ڈرنے والے ہوں' ان سے کہا جائے گا: تم اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ سلامتی کا معنی ہے: عذاب سے سلامتی کے ساتھ یا نعمتوں کے زوال کی سلامتی کے ساتھ یا اللہ اور فرشتوں کے سلام کے ساتھ۔

اہل جنت کے لیے غیر مترقبہ نعمتیں

قٓ: ۳۵ میں فرمایا: متقین کے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے O

جو نعمتیں ان کو اچھی اور لذیذ لگیں گی اور وہ نعمتیں جن کا کبھی ان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا ہوگا وہ نعمتیں ان کو جنت میں ملیں گی' احادیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤمن کو جنت میں اولاد کی خواہش ہوگی تو اس کا حمل اور وضع حمل اور اس کا سن ایک ساعت میں ہو جائے گا جس طرح اس کی خواہش ہوگی (اس حدیث کی سند حسن ہے)۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۵۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۰۴' البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث: ۴۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۷ ص ۱۱۶-۱۱۷۔ رقم الحدیث: ۱۱۰۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

متقین کے لیے غیر مترقبہ نعمتوں کے علاوہ خصوصی مزید انعام

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ''ولدینا مزید'' یعنی متقین جنت میں جو چاہیں گے وہ ان کو مل جائے گا اور ہمارے پاس مزید انعام بھی ہے' وہ مزید انعام کیا ہے' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے: ''لبیک ربنا وسعدیک'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے' حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں عطا کیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے بھی افضل چیز عطا کروں گا' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور کون سی نعمت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا حلال کر دوں گا اور تم پر کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۴۹' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ'' (یونس: ۲۶) نیک کام کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے اور ایک زائد انعام ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا وہ زائد انعام کیا ہے؟ فرمایا جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی نداء کرے گا: بے شک تمہارے لیے اللہ کا

Marfat.com

ایک وعدہ ہے' اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے' کیا اللہ نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ' پھر اللہ! اپنے چہرے سے حجاب کھول دے گا' آپ نے فرمایا: پس اللہ کی قسم! اللہ نے ان کو اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں دی کہ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۴۴۹۔۴۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' ان کے پاس ایک سفید آئینہ تھا جس میں ایک سیاہ نکتہ تھا' میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ جمعہ ہے جو آپ کے اوپر آپ کا رب پیش فرمائے گا' تاکہ وہ آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لیے عید ہو جائے اور آپ اوّل رہیں اور یہود اور نصاریٰ آپ کے بعد رہیں (کیونکہ یہود نے اپنے لیے ہفتہ کا دن رکھا اور نصاریٰ نے اتوار کا)' آپ نے پوچھا: ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آپ کے لیے اس میں خیر ہے' اس میں آپ کے لیے ایک ایسی ساعت ہے کہ جو شخص بھی اس میں خیر کی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دے گا یا اس سے زیادہ عظیم چیز کو اس کے لیے ذخیرہ کر دے گا' یا وہ کسی شر سے پناہ طلب کرے گا تو اس سے بڑے شر سے اس کو پناہ میں رکھے گا۔ میں نے پوچھا: اس میں یہ سیاہ نکتہ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ ساعت ہے جس میں جمعہ قائم ہوتا ہے' ہمارے نزدیک جمعہ سید الایام ہے اور ہم آخرت میں اس کو یوم المزید کہیں گے' میں نے کہا: تم اس کو یوم المزید کیوں کہو گے؟ انہوں نے کہا: بے شک آپ کے رب عزوجل نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو مشک سے زیادہ خوشبودار اور سفید ہے' جب جمعہ کا دن ہو گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر جلوہ فرما ہو گا' اس کرسی کے گرد نور کے منبر ہوں گے اور انبیاء آ کر ان منبروں پر بیٹھ جائیں گے' پھر ان منبروں کے گرد سونے کی کرسیاں ہوں گی' پھر صدیقین اور شہداء آ کر ان کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے' پھر اہل جنت آئیں گے اور وہ ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے' پھر ان کے اوپر ان کا رب تبارک وتعالیٰ تجلی فرمائے گا' حتیٰ کہ سب اس کے چہرے کی طرف دیکھیں گے اور وہ فرمائے گا: میں وہ ہوں جس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا' یہ میری عزت کی جگہ ہے' تم مجھ سے سوال کرو' پس اہل جنت اس سے رضا کا سوال کریں گے حتیٰ کہ ان کی رغبت ختم ہو جائے گی' پھر ان کے لیے وہ نعمتیں کھولی جائیں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا نہ کسی کان نے سنا ہو گا اور نہ کسی دل میں ان کا خیال آیا ہو گا' یہ مجلس اتنی دیر رہے گی جتنی دیر میں لوگ جمعہ سے فارغ ہوتے ہیں' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کرسی پر چڑھے گا اور اس کے ساتھ ہی صدیقین اور شہداء بھی (اپنی اپنی) کرسیوں پر چڑھیں گے اور بالا خانے والے اپنے بالا خانوں کی طرف لوٹ جائیں گے' وہ بالا خانے سفید موتی کے ہوں گے جن میں کوئی کاٹ پیٹ اور توڑ پھوڑ نہیں ہو گی یا سرخ یاقوت کے ہوں گے یا سبز زمرد کے ہوں گے' ان کے دروازے ایک جیسے ہوں گے' ان میں ان کے دریا ہوں گے' ان میں پھل لٹکے ہوئے ہوں گے' ان میں ان کی بیویاں اور ان کے خدام ہوں گے' پھر ان کو جمعہ کے دن کے سوا اور کسی دن کی احتیاج نہیں ہو گی تاکہ اس دن ان کو زیادہ کرامت حاصل ہو اور اس دن ان کو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھنے کی زیادہ سعادت ملے اور اسی وجہ سے اس دن کا نام یوم المزید ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۴۲۲۸' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۷۱۳' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۵۱۹' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام ابو یعلیٰ کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں' امام طبرانی کی حدیث دو سندوں سے مروی ہے' ایک سند کے تمام راوی صحیح ہیں اور دوسری سند کے ایک راوی عبد الرحمان بن ثابت بن ثوبان کی توثیق میں اختلاف ہے اور امام بزار کی سند میں خلاف ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۸۷۱۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان (اہل مکہ) سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دی تھیں جو گرفت کی قوت میں ان سے

Marfat.com

زیادہ تھیں' انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا کہ کہیں چھٹکارے کی جگہ ہوO بے شک یہ (قرآن) اس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحبِ دل ہو یا جو ذہن حاضر کر کے کان لگائےO اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO (قٓ: ۳۸۔۳۶)

''نقبوا'' اور ''لغوب'' کا معنی اور عقل کا محل

اس آیت: (قٓ: ۳۶) میں یہ بتایا ہے کہ اے نبی مکرم! ہم آپ سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اہل مکہ سے زیادہ طاقت ور تھیں' انہوں نے ہمارے ہلاک آفریں عذاب سے بچنے کے لیے بہت شہروں میں پناہ ڈھونڈنا چاہی لیکن ان کو کسی جگہ ہمارے عذاب سے پناہ نہیں مل سکیO

اس آیت میں ''نقبوا'' کا لفظ ہے ''نقب'' کا لغوی معنی ہے: سوراخ کرنا' لیکن یہاں اس کا معنی ہے: شہروں میں گھومنا پھرنا' اس کے بعد ہے: ''هل من محيص''۔ ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا موت سے نجات کی کوئی جگہ ہے؟ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟ سعید نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا اللہ کے عذاب سے روکنے کی کوئی جگہ ہے؟

قٓ: ۳۷ میں فرمایا: بے شک یہ (قرآن) اس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا ذہن حاضر کر کے کان لگائےO

اس آیت میں قلب سے مراد عقل ہے اور عقل کو قلب سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ عرف اور محاورہ میں عقل کا محل دل ہے ورنہ حقیقت میں عقل کا محل دماغ ہے۔ مجاہد نے کہا: قلب سے مراد ہے: زندہ انسان کا نفس جو اشیاء میں تمیز کرتا ہو اور نفس کو قلب سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ عرف میں قلب ہی نفس اور حیات کا وطن اور معدن ہے۔

یحییٰ بن معاذ نے کہا: انسان میں دو قلب ہیں' ایک وہ قلب ہے جو دنیا کے اشغال میں منہمک رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کے سامنے آخرت کا کوئی معاملہ آئے تو اس کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا کرے اور دوسرا قلب وہ ہے جو آخرت کے افکار میں مستغرق رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کے سامنے دنیا کے متعلق کوئی معاملہ پیش کیا جائے تو وہ نہیں سمجھ پاتا کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہیے۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جز ۱۷ ص ۲۲)

میں کہتا ہوں کہ انسان میں دو دلوں کا ہونا تو مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے' البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ ہیں جن کا دل دنیا داری میں لگا رہتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جن کا دل دین داری میں لگا رہتا ہے۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اپنی عقل کو استعمال کر کے بہ غور قرآن مجید میں مذکور نصیحتوں کو سنے گا تو اس کو ضرور ہدایت حاصل ہو گی اور جو بے توجہی اور بے پرواہی سے قرآن کریم کو سنے گا اس کو اس کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

قٓ: ۳۸ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO

''لغوب'' کے معنی تھکاوٹ ہیں' یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی ہے' انہوں نے یہ زعم کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کے بعد تھک گیا ہے' پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن تھکاوٹ اتارنے کے لیے آرام کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے سے اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ ان کی (دل آزار) باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے O اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی) O اور (اے مخاطب!) غور سے سن جب منادی قریب کی جگہ سے پکارے گا O جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے' یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے O (قٓ: ۴۲-۳۹)

قٓ: ۳۹ کا سببِ نزول

اس آیت قٓ: ۳۹ میں آپ کو کفار کی دل آزار باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اب منسوخ ہو چکی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے اس کا حکم ثابت ہے' یعنی اگر آپ کی اور آپ کی امت کی ذات کے خلاف کوئی دل آزار بات کہی جائے تو اس پر صبر کریں' اور اگر دین اسلام کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو اس پر ان کے خلاف جہاد کریں اور ایک قول یہ ہے کہ یہود نے جو کہا ہے کہ چھ دن آرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن تھکاوٹ اتارنے کے لیے آرام کیا تو آپ ان کے اس قول پر صبر کریں۔

فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی خاص اہمیت

اور یہ جو فرمایا ہے: اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے میں کسی سے مغلوب نہ ہو تو ایسا کر لو پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ O" (قٓ: ۳۹) یعنی یہ نمازیں تم سے قضا نہ ہونے پائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۴۶۰)

بالخصوص فجر اور عصر کی نمازوں کی جو تاکید فرمائی ہے اس کی وجہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے اعمال لکھنے والے اور دن کے اعمال لکھنے فرشتے ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور یہ دونوں فرشتے فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی وہ اوپر چڑھتے ہیں' پھر ان کا رب جو کہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے ان سے سوال کرتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۸۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۹۹)

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز سنت پڑھنے کی تحقیق

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ "قبل طلوع الشمس" سے مراد نمازِ فجر سے پہلے کی دو سنتیں ہیں اور "قبل الغروب" سے مراد مغرب کی نماز سے پہلے کی دو سنتیں ہیں۔ نمازِ مغرب سے پہلے دو سنتیں پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

Marfat.com

ثمامہ بن عبداللہ بن انس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اصحاب فہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ جلدی سے مسجد کے ستونوں کے پیچھے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور اس قدر لوگ یہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے کہ کوئی مسافر مسجد میں آتا تو یہ سمجھتا تھا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۳۷)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے پہلے دو رکعات نماز پڑھنا سنت ہے اور اب حرمین شریفین میں ائمہ ثلاثہ کے مقتدی یہ نماز پڑھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نماز جائز ہے' سنت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کے غروب ہونے کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ راوی نے حضرت انس سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: آپ ہمیں یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے' پس آپ ہمیں اس نماز کا حکم دیتے تھے اور نہ اس نماز سے منع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۳۶)

صحابہ کرام جو مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دو اذانوں (ہر اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے' یہ آپ نے تین بار فرمایا اور تیسری بار فرمایا جو چاہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۸۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۶۷۲۔۶۷۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۶۲)

ہر چند کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا جائز ہے لیکن ان کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مغرب کی اذان کے فوراً بعد نماز پڑھ لی جائے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی یا فطرت پر رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز جلدی پڑھتی رہے گی' جب تک وہ مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر نہ کرے کہ ستاروں کا جال بن جائے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۸' المستدرک ج ۱ ص ۱۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱۔۱۹۰)

علامہ علاء الدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے: "لا یزال امتی بخیر ما عجلوا المغرب واخروا العشاء". علامہ عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۴ھ نے لکھا ہے: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں ہے' غریب ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ) اصل میں اس حدیث کے وہی الفاظ ہیں جو ہم نے "سنن ابوداؤد" اور "مستدرک" کے حوالوں سے نقل کیے ہیں "ہدایہ" کے بعض مقامات پر ایسی اور بھی مثالیں ہیں' علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے لیکن اس کے یہ الفاظ نہیں ہیں۔ (بنایہ ج ۲ ص ۴۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ) علامہ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں اس حدیث کی وہی عبارت ذکر کی ہے جو "سنن ابوداؤد" میں ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔ (الدرایہ ج ۱ ص ۱۰۶)

اس تحقیق کو ذکر کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ "بدائع الصنائع" اور "ہدایہ" میں حدیث کے الفاظ پڑھ کر کوئی عالم

Marfat.com

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت نہ کرے' تاوقتیکہ اس حدیث کی اصل کتب سے تحقیق نہ کر لے۔

رات کو اٹھ کر تسبیح پڑھنے کے محامل

قٓ: ۴۰ میں فرمایا: اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی)O

اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) ابوالاحوص نے کہا: اس سے مراد ہے: رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا (۲) مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: تمام رات نماز پڑھنا (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ہے: فجر کی دو رکعت سنت پڑھنا (۴) ابن زید نے کہا: اس سے مراد ہے: عشاء کی نماز پڑھنا۔

ابن العربی نے کہا: اس سے مراد وہ تسبیحات ہیں جو رات کو بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رات کو بیدار ہو کر یہ کلمات پڑھے:

''لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریکَ لَہٗ' لَہُ المُلکُ ولَہُ الحمدُ' وھو علی کلِّ شیءٍ قدیرٌ' الحمدُ للّٰہ وسبحانَ اللّٰہ ولا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ واللّٰہُ اکبر' وَلَا حَولَ وَلَا قُوۃ اِلَّا باللّٰہِ'' پھر کہا: ''اللّٰھمَّ اِغفِرلِی'' یا کوئی اور دعا کی تو اس کی دعا قبول ہو جائے گی' پھر اگر اس نے وضو کیا تو اس کی نماز مقبول ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۵۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۷۸)

بعض علماء نے کہا: ان تسبیحات سے وہ تسبیحات مراد ہیں جو نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے: کہ مال دار لوگ بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے' وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور کیونکہ ان کو مال کی فضیلت حاصل ہے تو وہ اس مال کے سبب سے حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو کرو گے تو تم اپنے اوپر سبقت کرنے والوں کی عبادتوں کا اجر پا لو گے اور تمہارے بعد کوئی اور ان عبادتوں کے اجر کو نہیں پا سکے گا' اور تم اپنے دور کے لوگوں میں سب سے افضل ہو گے' ماسوا اس کے جو اس جیسا عمل کرے (جو میں تم کو بتا رہا ہوں)؟ تم ہر نماز کے بعد تینتیس' تینتیس بار ''سبحان اللہ' الحمد للہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہو' پھر ہم میں اختلاف ہوا' بعض نے کہا: ہم تینتیس' تینتیس بار ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' پڑھیں گے اور چونتیس بار ''اللہ اکبر'' کہیں گے' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم ''سبحان اللہ' الحمد للہ'' اور ''اللہ اکبر'' میں سے ہر کلمہ کو تینتیس بار پڑھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۴۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۱۲۔۴۱۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۴۹)

تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہا یا سو مرتبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ

Marfat.com

سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۹۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۹۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ کہا: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ''. وہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کی ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گے اور اس کے ایک سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور یہ کلمات اس کے لیے اس دن شام تک شیطان سے پناہ کا باعث رہیں گے اور کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے سے زیادہ افضل ذکر نہیں کر سکے گا' ہاں! وہ شخص جس نے ان کلمات کو سو مرتبہ سے زیادہ پڑھا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۳ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۸)

آیا سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کا اجر وثواب زیادہ ہے یا سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' پڑھنے کا؟

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھنا ''لا الہ الا اللہ'' الخ پڑھنے سے زیادہ افضل ہے' کیونکہ اول الذکر کے پڑھنے سے سمندر کے جھاگ برابر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثانی الذکر کے پڑھنے سے سو گناہ معاف ہوتے ہیں' حالانکہ سب سے افضل ذکر ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الذکر ''لا الہ الا اللہ'' ہے اور افضل الدعاء ''الحمد للہ'' ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۸۳ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۰۰)

اور ''صحیح بخاری'' کی اس حدیث میں بھی ہے کہ ایک دن میں سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' الخ پڑھنے سے افضل اور کوئی ذکر نہیں ہے ہاں! جو شخص ان کلمات کو سو مرتبہ سے زیادہ پڑھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا اس سے زیادہ افضل ہے کہ اس سے سو گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور سو نیکیاں بھی ملتی ہیں اور اس میں سو غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر وثواب بھی ہے جب کہ تسبیح پڑھنے کے اجر سے سمندر کے جھاگ کے برابر صرف گناہ معاف ہوتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرنے کا جو اجر و ثواب ہے وہ تسبیح پڑھنے کے اجر سے اور گناہوں کو مٹانے کے اجر سے بہت زائد ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے اعضاء کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۱۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۰۹ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴۱) اور چونکہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے سے دس غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے' اس سے معلوم ہوا جو شخص ایک دن میں سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ'' الخ پڑھتا ہے اس کا اجر وثواب دس بار دوزخ سے آزاد ہونے کو مستلزم ہے' اور یہ تسبیح کے اجر وثواب سے بہت زیادہ ہے کیونکہ ایک دن میں سو بار ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھنے سے سمندر کے جھاگ کے برابر گناہ معاف ہوتے ہیں لیکن یہ جہنم سے آزاد ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ نیز ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے منزہ اور پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور وہ تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے اور یہ ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر'' میں زیادہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے شریک کی نفی ہے اور اس کے لیے وحدانیت اور ملکیت اور صفاتِ کمالیہ اور ہر چیز پر قدرت کا ثبوت ہے' نیز ''سبحان اللہ'' پڑھنے سے کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہوتا اور ''لا الہ الا اللہ''

Marfat.com

پڑھنے سے اسلام میں داخل ہوتا ہے' یہ کلمۂ توحید ہے' کلمۂ اخلاص ہے اور ایک قول ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے وہ کلمات بتا جن سے میں تیرا ذکر کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے کہ ''لا الہ الا اللہ'' اور اسی میں ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ''لا الہ الا اللہ'' کو دوسرے پلڑے میں رکھا تو ''لا الہ الا اللہ'' والا پلڑا بھاری ہوگا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کے نزدیک اذکارِ ماثورہ کے اجر و ثواب کی بشارت صرف نیکوکاروں کے لیے ہے بدکاروں کے لیے نہیں ہے

نیز علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان اذکار کی فضیلت ان نیک لوگوں کے لیے ہے جو دین دار ہوتے ہیں اور بڑے بڑے گناہوں (مثلاً سود کھانا' قتل کرنا' زنا کرنا' شراب پینا اور اواطت کرنا وغیرھا) سے پاک ہوتے ہیں اور ان اذکار کا اجر و ثواب ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو اپنی شہوت کے تقاضوں پر اصرار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی حدود اور اس کی حرمتوں کو ناحق پامال کرتے ہیں۔ (شرح البخاری لابن بطال ج ۱۰ ص ۱۳۴) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: اس قول کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۲۱)

کیا جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مثل کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے وہ لوگ یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں ۝

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۵۰۷۔۵۰۵ 'ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کی رائے پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ جو لوگ سخت کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور ان میں منہمک اور مستغرق رہتے ہیں اور توبہ کیے بغیر ان گناہوں کو کرتے ہوئے مرجاتے ہیں' ان کو تو شاید دن میں سو بار ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ'' الخ پڑھنے سے یہ اجر و ثواب اور دس بار دوزخ سے آزاد ہونے کا مرتبہ نہیں ملے گا' لیکن جو مسلمان ان بڑے گناہوں سے توبہ کرلے اور اخلاص کے ساتھ دن میں سو بار ان اذکار کو پڑھے اس کو یقیناً ان اذکار کا اجر و ثواب ملے گا نیز ان اذکار کو پڑھنے کی توفیق اسی شخص کو ہوگی جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہوگا اور اس کے دل و دماغ میں نیک کاموں سے متصف ہونے کا جذبہ ہوگا' نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اذکار کو پڑھنے پر جس اجر و ثواب کی بشارت دی ہے اس میں کوئی قید نہیں لگائی کہ فلاں شخص یہ اذکار پڑھے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا اور فلاں شخص پڑھے گا تو اس کو اجر و ثواب نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع اور عام ہے اس کو کون مقید کر سکتا ہے' جب کہ مغفرت اور رحمت کی زیادہ ضرورت گناہ گاروں کو ہے' نیکوکار تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ویسے ہی مالا مال ہیں۔ اور الجاثیہ: ۲۱ سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ نیکوکار یہ اذکار پڑھیں گے تو ان کو اجر ملے گا اور بدکار پڑھیں گے تو ان کو اجر نہیں ملے گا' اس آیت کا تو صرف اتنا تقاضا ہے کہ نیکوکاروں اور بدکاروں کا مرتبہ اور مقام اور دنیا اور جنت میں ان کے درجات برابر نہیں ہوں گے' اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی نیک عمل کے جس ثواب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا ہے وہ وعدہ نیکوکاروں کے حق میں تو پورا ہوگا اور بدکاروں کے حق میں پورا نہیں ہوگا' کیا

Marfat.com

فرض نماز کے پڑھنے سے نیک لوگوں سے تو فرضیت ساقط ہو گی اور بدکار لوگ نماز پڑھیں گے تو ان سے فرضیت ساقط نہیں ہو گی! علیٰ ھٰذا القیاس دیگر فرائض ہیں' اسی طرح اذکار کا معاملہ ہے جو شخص بھی جو ذکر کرے گا اس پر اللہ اور رسول نے جس اجر کا وعدہ فرمایا اس کو وہ اجر ضرور ملے گا خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔

''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور ''سبحان اللّٰہ'' پڑھنے کے اجر و ثواب میں ایک اور فرق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

تسبیح کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: جس شخص نے ایک دن میں سو بار ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے' خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں' ان گناہوں سے مراد ہے جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہو' کیونکہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے' جب تک صاحبِ حق معاف نہ کردے اور سمندر کی جھاگ جو فرمایا ہے اس سے کثرت میں مبالغہ مراد ہے' یعنی اس کے بہت گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جز ۲۴ ص ۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی تقریر سے ایک اور وجہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب ''لا الٰہ الا اللہ'' الخ پڑھنے سے زائد نہیں ہے کیونکہ ہر چند کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے سے سو گناہ معاف ہوتے ہیں' تاہم تسبیح سے بھی اکثر گناہ معاف ہوتے ہیں نہ کہ وہ جو حقیقۃً سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

''ادبار السجود'' کے محامل

اس کے بعد فرمایا: اور نمازوں کے بعد (بھی) O

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حسن بصری' نخعی' شعبی' اوزاعی اور زہری نے کہا: اور نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے سے مراد ہے: مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا اور ''ادبار النجوم'' (ستاروں کے ڈوبنے کے بعد) سے مراد ہے: نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ''ادبار السجود'' ہے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۰۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تھا' آپ نے نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نمازِ فجر پڑھنے مسجد چلے گئے' پھر آپ نے فرمایا: اے ابن عباس! نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا ''ادبار النجوم'' ہے اور مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ''ادبار السجود'' ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اس کی وہ نماز علیین میں لکھی جاتی ہے' حضرت انس نے کہا: آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۴۸۳۳' مکتب اسلامی' بیروت)

علامہ ثعلبی نے لکھا ہے کہ ابن زید نے کہا کہ ''وادبار السجود'' سے مراد فرائض کے بعد نوافل ہیں۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۰۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ثمامہ بن عبد اللہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

Marfat.com

قراءت دو رکعت نماز مغرب سے پہلے پڑھتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ٣٩٨٢)

ایک قول یہ ہے کہ "وادبار السجود" سے مراد وہ ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے:

لا اِلٰہ الّا اللّٰہُ وحدَہ لا شریکَ لَہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر' اللّٰھمّ لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد.

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٦١٥ـ٦٣٣٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٩٣' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ٣٢٢٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج١٠ص٢٣١' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ١٥٠٥' مسند احمد ج٤ص٢٥٠' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٢٠٠٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) غور سے سن جب منادی قریب کی جگہ سے پکارے گاO جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے یہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہےO بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہےO جس دن زمین ان سے پھٹ جائے گی تو وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے' یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر بہت آسان ہےO ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ (کفار) کہہ رہے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہوO (قٓ: ٤٥۔٤١)

دوسرے صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کے زندہ ہونے کی کیفیت

یعنی اے مخاطب! قیامت کی چیخ کو غور سے سن اور منادی کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ منادی حضرت جبریل ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ منادی حضرت اسرافیل ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت اسرافیل صور میں پھونکیں گے اور حضرت جبریل نداء کریں گے اور یہ دوسری بار صور میں پھونکنا ہوگا' حضرت جبریل کہیں گے: چلو حساب کی طرف چلو' اس قول کی بناء پر یہ نداء میدانِ محشر میں ہوگی۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے مخاطب! کفار کی چیخ و پکار سن' جو قریب کی جگہ سے ہائے عذاب' ہائے موت پکار رہے ہوں گے اور اس چیخ و پکار کو تمام اہل محشر سن رہے ہوں گے اور کوئی شخص اس نداء سے دور نہیں ہوگا۔

عکرمہ نے کہا: رحمٰن کا منادی نداء کرے گا گویا کہ وہ لوگوں کے کانوں میں نداء کرے گا' مکان قریب کے متعلق اور بھی کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کا پتھر ہے' حضرت جبریل یا اسرافیل اس پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کریں گے: اے پرانی ہڈیو! اے کٹے ہوئے جوڑو! اور اے بوسیدہ ہڈیو! اور اے فانی کفنو! اور اے گرے ہوئے دلو! اور اے خراب بدنو! اور اے آنسو بہانے والی آنکھو! رب العٰلمین کے سامنے پیش ہونے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ قتادہ نے کہا: یہ نداء کرنے والے حضرت اسرافیل ہیں جو صور پھونکنے والے ہیں۔

قبروں سے باہر نکلنے کی کیفیت

قٓ: ٤٢ میں فرمایا: جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے یہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہےO

یعنی یہ حساب کے لیے جمع ہونے کا دن ہے اور یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے' مردے اس چیخ کی آواز سن کر زندہ ہو جائیں گے اور اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے۔

قٓ: ٤٤۔٤٣ میں فرمایا: بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہےO

Marfat.com

جس دن زمین ان سے پھٹ جائے گی تو وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر بپا کرنا ہم پر بہت آسان ہے○

یعنی ہم زندوں پر موت طاری کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں

جس دن زمین پھٹ جائے گی اور مردے زندہ ہو کر حضرت اسرافیل کی طرف دوڑیں گے جو صور پھونکنے والے ہیں اور سب بیت المقدس کی طرف دوڑیں گے جہاں حشر برپا ہوگا اور یہ ہم پر بہت آسان ہے' یہ حشر شام کی سرزمین پر برپا ہوگا۔

گناہ گاروں کے حشر کی کیفیت

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روحیں مختلف صورتوں میں ہیں پس جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو ہر روح اپنے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔ محمد بن کعب القرظی نے کہا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر اندھیرے میں کیا جائے گا' آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے اور ایک منادی نداء کرے گا اور اس دن لوگ اس منادی کی آواز کے پیچھے ہو جائیں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ (طٰہٰ:١٠٨)

جس دن لوگ منادی کے پیچھے چلیں گے جس میں کوئی کجی نہیں ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ○ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ○ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ○ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ○ (الانفطار:٤۔١)

جب آسمان پھٹ جائے گا○ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے○ اور جب سمندر (اپنی جگہ سے) بہا دیئے جائیں گے○ اور جب قبریں (شق کر کے) اکھاڑ دی جائیں گی○

یعنی زمین سے تمام مردے باہر نکال دیئے جائیں گے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ○ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ○ (الانشقاق:٤۔١)

جب آسمان پھٹ جائے گا○ اور اپنے رب کا حکم مانے گا اور یہ اس پر واجب ہے○ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی○ اور جو اس کے اندر ہے وہ اس سب کو باہر ڈال کر خالی ہو جائے گی○

یعنی زمین سے تمام مردوں کو باہر نکال دیا جائے گا۔

امام مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا حشر میدے کی طرح سفید روئی پر کیا جائے گا۔

ابوبکر احمد بن علی الخطیب نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو بھوکا پیاسا جمع کیا جائے گا' اس سے زیادہ وہ کبھی بھوکے پیاسے نہیں ہوں گے اور ان کا بے لباس حشر کیا جائے گا اور وہ بہت زیادہ تھکے ماندے ہوں گے' پس جس کو اللہ کھلائے گا' وہ کھالے گا اور جس کو اللہ پلائے گا' وہ پی لے گا اور جس کو اللہ پہنائے گا' وہ پہن لے گا اور جس کی اللہ مدد فرمائے گا وہ راحت پائے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس آیت کے متعلق بتایئے:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ○ (النباء:١٨)

جس دن (دوسری بار) صور میں پھونکا جائے گا پھر تم فوج در فوج چلے آؤ گے○

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! تم نے بہت عظیم چیز کے متعلق سوال کیا ہے' پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' پھر آپ نے فرمایا: میری امت میں سے دس مختلف قسم کے گروہوں کا حشر کیا جائے گا جن کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جماعت سے ممتاز اور ممیز کرے گا اور ان کی صورتوں کو تبدیل کر دے گا (۱) ان میں سے بعض بندر کی صورتوں میں ہوں گے (۲) اور ان میں سے بعض خنزیروں کی صورت میں ہوں گے (۳) اور ان میں سے بعض اوندھے ہوں گے ان کی ٹانگیں اوپر ہوں گی اور وہ سر کے بل گھسٹ رہے ہوں گے (۴) اور ان میں سے بعض اندھے ہوں گے اور ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے (۵) اور ان میں سے بعض بہرے اور گونگے ہوں گے' وہ کچھ سمجھ نہیں رہے ہوں گے (۶) اور ان میں سے بعض لوگوں کی زبانیں منہ سے باہر ان کے سینوں تک لٹکی ہوئی ہوں گی اور ان کے مونہوں سے پیپ بہہ رہی ہوگی جس سے تمام اہل محشر کو گھن آئے گی (۷) اور ان میں سے بعض کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں گے (۸) اور ان میں سے بعض کو آگ کے درختوں کے تنوں پر سولی دی ہوئی ہوگی (۹) اور ان میں سے بعض مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے (۱۰) اور ان میں سے بعض تارکول کی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ (ان لوگوں کے مصادیق حسب ذیل ہیں:)

(۱) جن لوگوں کا حشر بندروں کی شکلوں میں ہوگا وہ لوگوں کی چغلی کھانے والے ہوں گے۔

(۲) اور جن لوگوں کا حشر خنزیر کی شکلوں میں ہوگا وہ رشوت' ناجائز ٹیکس' اور حرام کی کمائی کھانے والے ہوں گے۔

(۳) اور جو لوگ سر کے بل گھسٹ رہے ہوں گے اور اوندھے کھڑے ہوں گے وہ سود کھانے والے ہوں گے۔

(۴) اور جن لوگوں کو اندھا بنا کر حشر میں لایا جائے گا وہ مقدمات کا ظالمانہ فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔

(۵) اور جن لوگوں کو بہرا گونگا اٹھایا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے کاموں پر فخر کرتے تھے۔

(۶) اور جن لوگوں کی زبانیں منہ سے باہر سینے تک لٹکی ہوئی ہوں گی یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو اپنے قول کے خلاف کام کرتے تھے۔

(۷) اور جن لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچاتے تھے۔

(۸) اور جن لوگوں کو آگ کے درختوں کے تنوں پر سولی دی ہوگی یہ وہ لوگ ہیں جو حاکموں کے پاس عوام کی شکایات پہنچاتے تھے۔

(۹) اور جو لوگ مردار سے زیادہ بدبو ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی شہوتوں اور لذتوں میں ڈوبے رہتے تھے اور اپنے مالوں سے اللہ کے حق کی ادائیگی کو منع کرتے تھے۔

(۱۰) اور جو لوگ تارکول کی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے یہ وہ ہیں جو فخر اور تکبر کیا کرتے تھے۔

بندہ کا جن گناہوں پر خاتمہ ہو' ان ہی گناہوں پر قیامت کے دن اس کو اٹھایا جانا

علامہ ابوحامد نے ''کشف علوم الآخرۃ'' نام کی کتاب میں لکھا ہے: لوگوں کو دنیا میں کیے ہوئے گناہوں میں مبتلاء اور ملوث کر کے حشر میں لایا جائے گا اور اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) جو لوگ ساری عمر موسیقی سننے میں مبتلا رہے' جب وہ قبر سے اٹھیں گے تو ان کا اپنا ہاتھ ان کو پکڑ کر پھینک دے گا اور کہے گا: تیرے لیے دوری ہو تو نے مجھے اللہ کی یاد سے منحرف رکھا پھر وہ ہاتھ اس کی طرف واپس آئے گا اور کہے گا کہ میں تیرا صاحب ہوں' حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

(۲) اور جو شخص ہر وقت نشے میں رہتا تھا اور جو شخص بانسری بجاتا تھا ان میں سے ہر شخص اسی حال میں اٹھے گا جس حال میں

Marfat.com

وہ اللہ سے منحرف ہوا تھا۔

(۳) اسی کی مثل وہ صحیح حدیث ہے کہ شراب پینے والا اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ شراب کی صراحی اس کے گلے میں لٹکی ہوئی ہوگی اور شراب کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس سے ایسی بدبو آ رہی ہوگی جیسے مردار زمین پر پڑا ہو اور مخلوق میں سے ہر گزرنے والا شخص اس پر لعنت کرے گا۔

نیز ابو حامد نے ذکر کیا کہ جب ہر شخص اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہوگا' ان میں سے بعض برہنہ ہوں گے اور بعض کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے' سیاہ اور سفید ان میں سے بعض کا نور مدھم چراغ کی طرح ہوگا اور ان میں سے بعض کا نور آفتاب کی طرح ہوگا' ان میں سے ہر ایک سر جھکائے ایک سال تک بیٹھا رہے گا' حتیٰ کہ مغربی جانب سے ایک آگ کا ظہور ہوگا' اس آگ کو دیکھ کر تمام مخلوق دہشت زدہ ہو جائے گی' خواہ وہ انسان ہوں یا جن' پرندے ہوں یا وحوش' پھر ہر شخص کے پاس اس کا عمل آئے گا اور اس سے کہے گا: اٹھو اور محشر کی طرف چلو اور جس کے عمل نیک ہوں گے اس کے لیے خچر کی سواری لائی جائے گی اور کسی کے لیے گدھے کی سواری لائی جائے گی اور کسی کے لیے مینڈھا لایا جائے گی جو اس کو کبھی سوار کرے گا اور کبھی گرا دے گا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے نور کی شعاع ہوگی جو اس کے سامنے ہوگی اور اس کے دائیں جانب اور اندھیرے میں وہ نور اس کے سامنے رہے گا' قرآن مجید میں ہے:

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ. (الحدید: ۱۲)

ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔

ان کی بائیں جانب نور نہیں ہوگا بلکہ سخت سیاہ اندھیرا ہوگا' نظر اس سے نفوذ نہیں کر سکے گی' کفار اس میں حیران ہوں گے اور ادھر اُدھر پھر رہے ہوں گے اور مؤمن سخت سیاہ اندھیرے کے باوجود اس کے پار دیکھ سکے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ انعام یافتہ مؤمن کے لیے عذاب یافتہ کافروں کے احوال منکشف کر دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل دوزخ کے لیے کیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ○ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ○ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ○ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۵۷۔۵۴)

جنتی (اپنے اصحاب سے) کہے گا: کیا تم (دوزخیوں کو) جھانک کر دیکھو گے؟ پس جب وہ جھانکے گا تو اس کو دوزخ کے بیچ میں (جلتا ہوا) دیکھے گا○ وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم! تو مجھے بھی ہلاک کرنے کے قریب تھا○ اگر مجھ پر میرے رب کا انعام نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کیے جانے والوں میں ہوتا○

اسی طرح یہ آیات ہیں:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۴۸۔۴۷)

اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف متوجہ ہوں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر○ اور اصحاب اعراف بہت سے لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان کر کہیں گے: تمہارا جتھا اور تمہارا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا○

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور زندگی کی قدر صرف مردے ہی جان سکتے ہیں اور تونگری اور خوش حالی کی قدر صرف

Marfat.com

فقراء ہی سمجھ سکتے ہیں اور جوانی کی قدر صرف بوڑھوں ہی کو معلوم ہوتی ہے اور کسی بھی نعمت کا ادراک صرف اس نعمت سے محروم شخص ہی کر سکتا ہے' قیامت کے دن بعض لوگ اپنے قدموں پر اور پنجوں کے بل کھڑے ہوں گے اور ان کا نور کبھی مدہم ہوگا او کبھی خوب چمکے گا اور دنیا میں ان کا ایمان جس درجہ کا ہوگا آخرت میں ان کا حال اسی کے اعتبار سے ہوگا۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی واحوال الآخرۃ ج۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۳ ملخصاً' دار البخاری' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ قرطبی نے امام ابوحامد کے حوالے سے قیامت کے دن لوگوں کے اٹھائے جانے کے جو احوال بیان کیے ہیں ان کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

بندوں کا جن اعمال پر خاتمہ ہوا' ان ہی اعمال پر ان کو اٹھائے جانے کے متعلق احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو جو لوگ بھی اس قوم میں ہوں سب پر عذاب نازل فرماتا ہے' پھر لوگوں کو ان کی نیات کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۹' شرح السنۃ ج ۱۴ ص ۴۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۴۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۰' ۱۳۶' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' جو شخص بھی اللہ کے راستہ میں زخمی ہوتا ہے (اور اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کے راستہ میں زخمی ہوتا ہے) تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا' اس کا رنگ خون کا ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۵۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۲۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق خبر دیجئے! آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! اگر تم اس حال میں قتل کیے جاؤ کہ تم صبر کرنے والے ہو اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو تو قیامت کے دن تم صابر اور طالب ثواب کے طور پر اٹھائے جاؤ گے اور اگر تم ریاکاری اور دکھاوے کے حال میں قتل کیے جاؤ تو تم ریاکار کے طور پر اٹھائے جاؤ گے' تم جس حال میں بھی قتال کرتے ہوئے قتل کیے جاؤ گے اسی حال میں اٹھائے جاؤ گے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۱۲۔ ۸۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نشہ کی حالت میں مرا وہ ملک الموت کو بھی نشہ میں دیکھے گا اور منکر نکیر کو بھی نشہ میں دیکھے گا اور قیامت کے دن اس کو نشہ میں اٹھایا جائے گا وہ جہنم کی ایک خندق کے وسط میں ہوگا' اس کا نام سکران (نشہ والے) ہوگا' اس میں خون کا دریا بہہ رہا ہوگا' اس کا کھانا اور پانی اسی دریا سے ہوگا۔ (الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی رقم الحدیث: ۵۵۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھا اس کو اونٹنی نے گرا دیا وہ جاں بحق ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دو اور اس کو اس کے ان ہی کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ (**اللھم لبیك اللھم لبیك**) پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۰۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۹۵۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۱۔ ۳۹۰' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۰)

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے والوں پر موت کے وقت وحشت نہیں ہوگی' نہ ان کی قبروں میں اور نہ حشر میں گویا کہ میں ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے والوں کے ساتھ ہوں وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہوں اور وہ کہہ رہے ہوں گے: اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۶۶۔ ج ۵ ص ۳۰۵' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۶۲۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۲' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر بندہ کو (قیامت کے دن) اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں وہ مرا ہے' مؤمن کو اس کے ایمان پر اور منافق کو اس کے نفاق پر۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۰۷۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان مراتب میں سے جس مرتبہ پر بھی مرے گا قیامت کے دن اسی مرتبہ پر اٹھایا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۰۵۔ ۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۰۵۔ رقم الحدیث: ۷۸۵۔ ۷۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔)

آیاتِ حشر میں بہ ظاہر تعارض

قرآن مجید میں حشر کے متعلق جو آیات ہیں ان میں بہ ظاہر تعارض ہے' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۔ (یونس: ۴۵) جس دن اللہ ان کو (میدانِ حشر) میں جمع فرمائے گا (تو ان کو یوں محسوس ہوگا) جیسے وہ (دنیا میں) دن کی ایک ساعت رہے ہوں گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کو پہچاننا تب ہی متصور ہوگا جب وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں' حالانکہ ایک اور آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کو اندھا' گونگا اور بہرا اٹھایا جائے گا' وہ آیت یہ ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ (بنی اسرائیل: ۹۷) اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے' اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے۔

اور جب وہ اندھے اٹھائے جائیں گے تو کیسے ایک دوسرے کو پہچانیں گے؟ نیز اس آیت میں ان کو گونگے ہونے کے حال میں اٹھانے کا ذکر ہے حالانکہ ایک اور آیت میں ان کے کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ ۔ (یٰس: ۵۲) ہائے افسوس! ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھا دیا۔

اور درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنتے بھی تھے اور جواب بھی دیتے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ (الاعراف: ۶) پس ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے ۝

اور ان سے سوال کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ سوال کو سن سکیں اور اس کا جواب بھی دے سکیں اور یہ ان کے بہرے اور گونگے ہونے کے منافی ہے' نیز بنی اسرائیل: ۹۷ میں فرمایا تھا: ''ان کو منہ کے بل اٹھایا جائے گا'' اور دوسری آیتوں میں حشر کے دن ان کے دوڑنے کا ذکر بھی ہے اور یہ ان کو منہ کے بل اٹھائے جانے کے منافی ہے' جن آیتوں میں ان کے تیز چلنے

Marfat.com

اور دوڑنے کا ذکر ہے' وہ یہ ہیں:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ (یٰس:۵۱)

اور صور میں پھونکا جائے گا پس وہ اسی وقت اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے ○

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ○ (المعارج:۴۳)

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی مطلوب کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں ○

آیاتِ حشر میں تعارض کا جواب

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا تو اس وقت ان سب کی ایک حالت نہیں ہوگی اور نہ ان سب کے قیام کی جگہ واحد ہوگی' ان کے قیام کی جگہیں بھی مختلف ہوں گی اور ان کے احوال بھی مختلف ہوں گے' ان کے احوال کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) جس وقت ان کو قبروں سے نکالا جائے گا (۲) جب ان کو حساب کی جگہ کی طرف روانہ کیا جائے گا (۳) جس وقت ان سے حساب لیا جائے گا (۴) جس وقت ان کو دار الجزاء کی طرف روانہ کیا جائے گا (۵) جب ان کو ان کے دار الجزاء میں ٹھہرایا جائے گا۔ ان احوال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) جس وقت ان کو ان کی قبروں سے نکالا جائے گا' اس وقت کفار کے اعضاء اور حواس کامل ہوں گے' جیسا کہ قرآن مجید کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۚ (یونس:۴۵)

جس دن اللہ ان کافروں کو اپنے سامنے جمع فرمائے گا تو (ان کو یوں معلوم ہوگا) گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک ساعت رہے تھے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ○ (طٰہٰ:۱۰۳-۱۰۲)

جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور مجرموں کو ہم (خوف سے) نیلی آنکھوں کے ساتھ اٹھائیں گے ○ وہ (مارے دہشت کے) ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہیں گے: تم تو دنیا میں صرف دس دن ہی رہے تھے ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب کفار کو ان کی قبروں سے نکالا جائے گا اس دن وہ سلیم الاعضاء ہوں گے اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کر رہے ہوں گے۔

(۲) دوسرا حال وہ ہے جب ان کو حساب کی جگہ لے جایا جائے گا' اس وقت بھی ان کے اعضاء اور حواس سلامت ہوں گے' جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۲۴-۲۲)

ان ظالموں کو اور ان کے موافقین کو اور جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے' (ان سب کو) جمع کرو ○ سو ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ ○ اور ان کو ٹھہراؤ' کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا ○

ان آیات میں فرمایا ہے: ان کو راستہ دکھاؤ' اس سے معلوم ہوا کہ وہ مشرکین اس وقت بینا ہوں گے کیونکہ نابینا کو راستہ نہیں دکھایا جاتا' اور وہ چلنے والے ہوں گے۔ نیز فرمایا ہے: ان سے سوال کیا جائے گا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ بہرے نہیں ہوں گے سوال کو سنیں گے اور گونگے بھی نہیں ہوں گے' وہ سوال کا جواب دیں گے کیونکہ سوال اسی لیے کیا جائے گا۔

Marfat.com

(۳) اور تیسرا حال وہ ہے جب ان سے حساب لیا جائے گا اس وقت بھی ان کے اعضاء سلامت ہوں گے' کیونکہ وہ کہیں گے:

یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ (الکہف: ۴۹)

ہائے افسوس! یہ کیسا صحیفہ اعمال ہے جس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ چھوڑا' مگر سب کا احاطہ کر لیا۔

اور ظاہر ہے کہ وہ یہ بات تب ہی کہہ سکیں گے جب وہ اپنے صحیفہ اعمال کو پڑھیں گے اور افسوس کا اظہار کریں گے' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہ نہ اندھے ہوں گے' نہ گونگے ہوں گے اور اس وقت وہ اپنے گناہ دیکھ کر افسوس کر رہے ہوں گے۔

(۴) اور چوتھا حال وہ ہے جب مجرموں کو جہنم کی طرف روانہ کیا جائے گا' اس وقت ان کی بصارت' سماعت اور گویائی سلب کر لی جائے گی اور ان کو اندھا' بہرا اور گونگا بنا کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے۔

(۵) اور پانچواں حال وہ ہے جب وہ دوزخ کی آگ میں مقیم ہوں گے اور اس حالت کی دو قسمیں ہیں' ایک ابتداء کی اور ایک اس کے بعد قیام کی' وہ حساب کی جگہ سے دوزخ کے کنارے تک کی مسافت اندھے' گونگے اور بہرے ہونے کے حال میں طے کریں گے' تاکہ ان کی ذلت دکھائی جائے اور ان کو دوسروں سے ممیز اور ممتاز کیا جائے' پھر ان کے حواس لوٹا دیئے جائیں گے تاکہ وہ دوزخ کی آگ کو دیکھ سکیں اور ان کے لیے جو عذاب تیار کیا گیا ہے اس کو محسوس کر سکیں اور عذاب کے فرشتوں کا معائنہ کر سکیں اور ہر اس چیز کا مشاہدہ کر سکیں جس کی وہ دنیا میں تکذیب کرتے تھے' پھر وہ اس حال میں دوزخ میں رہیں گے کہ وہ بولیں گے اور سنیں گے اور دیکھیں گے اور حسبِ ذیل آیتوں میں اس پر دلیل ہے:

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الانعام: ۲۷)

اور کاش! آپ اس وقت دیکھتے جب ان کو دوزخ میں کھڑا کیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس' کاش! ہمیں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم مومنین میں سے ہو جائیں گے ۝

كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۝ (الملک: ۹-۸)

جب بھی کفار کا کوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو دوزخ کے محافظ اس سے سوال کریں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ ۝ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' سو ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور ہم نے کہا: تم تو بہت بڑی گم راہی میں مبتلا ہو ۝

اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ دوزخی اہل جنت کو پکار کر کہیں گے:

اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ (الاعراف: ۵۰)

ہمارے اوپر کچھ پانی ڈالو یا ان چیزوں میں سے کچھ ڈالو جو تمہیں اللہ نے دی ہیں۔

اور اہل جنت دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے:

اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ (الاعراف: ۴۴)

بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اس کو ہم نے برحق پا لیا' پس تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا آیا تم

Marfat.com

نے بھی اس کو برحق پالیا؟

اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں کفار کے اعضاء اور حواس سلامت ہوں گے' اور خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار اپنی قبروں سے نکلیں گے اور جب ان کو محشر کی طرف ہانکا جائے گا اور جب وہ حساب کے لیے پیش ہوں گے اور جب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے' ان چاروں حالتوں میں ان کے اعضاء اور حواس سلامت ہوں گے صرف اس وقت ان کے اعضاء اور حواس سلامت نہیں ہوں گے جب ان کو حساب کی جگہ سے دوزخ کے کناروں کی طرف دھکیلا جائے گا۔

(التذکرہ ج ۱ ص ۳۱۸۔۳۱۶ ملخصاً' دار البخاری المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۷ھ)

جبر کا معنی

قٓ: ۴۵ میں فرمایا: ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ (یہ کفار) کہہ رہے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو ○

یعنی جو کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کو بُرا کہتے ہیں ہم ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں اور آپ ان کو جبراً مؤمن اور مسلمان بنانے والے نہیں ہیں' اس آیت کا حکم آیتِ جہاد نازل کرنے سے منسوخ ہو گیا ہے۔

اس آیت کی وضاحت درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ○ (المؤمن: ۲۹) میں تو تمہیں صرف نیکی کا راستہ دکھا رہا ہوں ○

اور رہا واقع میں تم کو نیک بنا دینا' اس پر میرا اختیار نہیں یہ صرف اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے اور وہ بھی کسی کو جبراً مؤمن یا نیک نہیں بناتا' انسان نیکی یا بدی میں سے جس چیز کو بھی اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا:

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○ (الغاشیہ: ۲۲) آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں ○

جبر کا معنی یہ ہے کہ انسان کی مرضی کے خلاف اپنے زور اور اپنی طاقت سے اس سے کوئی ایسا فعل صادر کرانا جس فعل کو وہ ناپسند کرتا ہو اور اس کو اپنے اختیار سے کرنا نہ چاہتا ہو۔

بعض صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کاش' آپ ہم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں تو یہ آیت نازل ہوئی: پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔ وعید عذاب کی خبر کو کہتے ہیں اور وعد ثواب کی خبر کو کہتے ہیں: قتادہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم کو ان لوگوں سے کر دے جو تیری وعید سے ڈرتے ہوں اور تیرے وعد کی توقع رکھتے ہوں۔

سورۃ قٓ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۷ جولائی ۲۰۰۴ء بہ روز منگل بعد نمازِ ظہر سورت قٓ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اس سورت کی تفسیر کی ابتداء ۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء کو ہوئی تھی' سو اللہ تعالیٰ نے صرف سولہ دنوں میں اس سورت کی تفسیر کو مکمل کرا دیا' والحمد للہ' اگرچہ اس کی تفسیر کے دوران کچھ ضعف اور مرض کی شدت کی وجہ سے کام میں تعطّل بھی رہا۔

۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ کو میری امی کا انتقال ہوا تھا' قارئین سے التماس ہے کہ وہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میری امی کو پہنچا دیں اور ان کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کریں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میری امی کی قبر کو "روضۃ من ریاض الجنۃ" (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) بنا دے۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے اپنے فضل و کرم سے باقی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں۔ وما ذالك

Marfat.com

علی اللہ بعزیز ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہ الطاہرین واصحابہ الراشدین وعلٰی اولیاء امتہ وعلٰی علماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الذّٰرِیٰت

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

''الذّٰرِیٰت'' ''ذاریۃ'' کی جمع ہے اور اس کا مصدر ہے ''ذرو'' اس کا معنی ہے: ہوا کا خاک اڑانا اور گرد و غبار بکھیرنا' ''الذاریات'' اس سورت کا نام ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے:

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ (الذّٰرِیٰت: ۱) گرد و غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم O

ان ہواؤں کی قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظمت والی ہیں۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۱ ہے۔

سورت قٓ اور سورت الذّٰرِیٰت کی باہمی مناسبت

سورت قٓ کا اختتام حشر و نشر کی آیات پر ہوا تھا اور اس سورت کی ابتداء ہواؤں اور بادلوں کے ذکر سے ہوئی ہے اور اس میں حشر و نشر پر دلیل ہے کہ جس طرح ہوائیں سمندر کے قطرات کو اٹھاتی ہیں پھر بارش کے ذریعہ اس پانی کو دوبارہ زمین پر پہنچا دیتی ہیں' اسی طرح انسان مر کر خاک اور مٹی ہو جائے گا اور اس کے ذرات زمین میں بکھر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ ان ذرات کو مجتمع کر کے انسانی پیکر بنا دے گا۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورت قٓ میں اجمالی طور پر رسولوں کی تکذیب کرنے والی امتوں کا ذکر فرمایا تھا' مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم' عاد اور ثمود اور حضرت لوط' حضرت شعیب اور تبع کی قوم کا ذکر فرمایا تھا اور الذّٰرِیٰت میں ان قوموں کا حضرت ابراہیم' حضرت لوط' حضرت موسیٰ' حضرت ہود' حضرت صالح اور حضرت نوح علیہم السلام کے قصص میں تفصیل سے ذکر ہے۔

سورت الذّٰرِیٰت کے مشمولات

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اصول اور عقائد پر زور دیا ہے' اور توحید' رسالت' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل دیئے ہیں۔

☆ کفار مکہ اور دیگر اقوام کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کی تکذیب کی اور آخرت کا انکار کیا اور بالآخر وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق ہوئے' اسی طرح مؤمنین اور متقین کا ذکر فرمایا جن کے لیے آخرت میں جنت اور اس کی دائمی نعمتوں کو تیار کیا گیا ہے۔

☆ گزری ہوئی ان قوموں کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور یہ حضرت ابراہیم' حضرت لوط' حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہم السلام کی قومیں تھیں اور عاد اور ثمود کی قومیں تھیں' ان قوموں کے واقعات سے کفارِ مکہ کو عبرت دلانا مقصود تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دینا تھی کہ اگر آپ کی قوم آپ کی تکذیب کر رہی ہے اور آپ کو ایذاء پہنچا رہی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' ہمیشہ سے عظیم رسولوں کی تکذیب کی جاتی رہی ہے اور ان کو ایذاء پہنچائی جاتی رہی ہے۔

☆ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی تخلیق' اپنی قدرت اور اپنی وحدت کے دلائل کو دہرایا ہے اور اللہ کا شریک قرار دینے' اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے اور ان کی اطاعت سے انحراف کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرین سے اعراض کرنے اور متقین کو نصیحت کرنے کا حکم دیا ہے' جن کو آپ کی نصیحت سے فائدہ ہوگا۔

☆ سورت کے اخیر میں بیان فرمایا ہے کہ جنات اور انسانوں کو پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کے رزق کا کفیل ہے اور کفار اور مشرکین جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے عذاب شدید سے ڈرایا گیا ہے اور ان سے پہلے جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی تھی ان پر دنیا میں جو عذاب بھیجا گیا تھا اس عذاب سے موجودہ کفار اور مکذبین کو ڈرایا ہے۔

سورت الذّٰریٰت کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے بارِ الٰہ! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا اور جو باتیں غلط اور ناصواب ہوں ان سے مجھ کو مجتنب رکھنا اور مجھے ان کا رد کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمانا۔ آمین یا رب العٰلمین

والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہ الطاھرین
واصحابہ الراشدین وازواجہ امھات المؤمنین وعلٰی ذریاتہ الطیبین
وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۸ جولائی ۲۰۰۴ء

Marfat.com

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۱) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٦٠ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الذّٰریٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ساٹھ آیات تین رکوع ہیں

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ

گرد و غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر آسانی سے چلنے والی کشتیوں کی

اَمْرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ

قسم ○ پھر رزق کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم ○ بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور سچا ہے ○ اور بے شک جزا ضرور حاصل

ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾

ہو گی ○ اور راستوں والے آسمان کی قسم ○ بے شک تم ضرور مختلف اقوال کے قائل ہو ○ اس قرآن سے وہی روگرداں کیا جاتا ہے جس کو (ازل میں)

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ

پھیر دیا گیا تھا ○ اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں ○ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ○ وہ پوچھتے ہیں:

يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا

قیامت کب آئے گی ○ (آپ کہیے:) جس دن ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا ○ اب اپنے اس عذاب کو چکھو یہی وہ عذاب

الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ

ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے ○ بے شک متقین جنتوں اور چشموں میں ہوں گے ○ وہ ان کو لینے والے ہوں

مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ

گے جو ان کا رب ان کو عطا فرمائے گا' بے شک اس سے پہلے (دنیا میں) وہ نیک کام کرنے والے تھے ○ وہ رات کو کم

الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

سوتے تھے ○ اور رات کے پچھلے پہر مغفرت طلب کرتے تھے ○ اور ان کے مالوں میں سائلوں

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

اور محروموں کا حق ثابت تھا ○ اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں (بہت) نشانیاں ہیں ○ اور خود تمہارے نفسوں میں بھی

Marfat.com

أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ

(نشانیاں) ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے ○ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ○ پس آسمان

ع ۱ ۲۳ ۱۸ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿۲۳﴾

اور زمین کے رب کی قسم! یہ قرآن ضرور برحق ہے جیسا کہ تمہارا کلام کرنا (برحق ہے) ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گردوغبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم ○ پھر آسانی سے چلنے والی کشتیوں کی قسم ○ پھر رزق کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم ○ بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور سچا ہے ○ اور بے شک جزاء ضرور حاصل ہوگی ○ (الذّٰریٰت: ۶۔۱)

مشکل الفاظ کے معانی

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

"وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ" اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو خاک اڑاتی ہیں' کہا جاتا ہے: "ذرت الریح التراب" ہوا نے خاک اڑائی۔

"فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ" یعنی وہ ہوائیں جو بادل کی صورت میں پانی کو اٹھا کر لے جاتی ہیں۔

"فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ" وہ کشتیاں جو پانی میں سہولت سے چلتی ہیں۔

"فَالْمُقَسِّمٰتِ أَمْرًا ۙ" وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چیزوں کو مخلوق کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اس لیے کھائی کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفت اور قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور اس قسم کا جواب ان آیات میں ہے:

"إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۙ" یعنی تم سے جو ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور گناہ گاروں کو جو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ وعدہ اور وعید سچا ہے۔

"وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۙ" یعنی قیامت کے دن میدانِ حشر میں ضرور حساب و کتاب ہوگا۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۸۱۔۲۸۰' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر چڑھ کر فرمایا: تم مجھ سے اللہ کی کتاب کی جس آیت کے متعلق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سنت کے متعلق سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' تب ابن الکواء نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! اس آیت کا کیا معنی ہے: "وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ"؟ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے: آندھی' اس نے کہا: "فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ" کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے: بادل' اس نے کہا: "فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ" کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے: کشتیاں۔ اس نے کہا: "فَالْمُقَسِّمٰتِ أَمْرًا ۙ" اس کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے: فرشتے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان آیات کی یہ تفسیر حدیث مرفوع سے بھی ثابت ہے' اس کی تفصیل یہ ہے:

Marfat.com

امام بزار اپنی سند کے ساتھ صبیغ تمیمی سے روایت کرتے ہیں:
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ صبیغ تمیمی حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گیا اور کہا: یہ بتایئے: ''الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۙ'' کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آندھیاں ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو نہ سنا ہوتا تو میں تم کو نہ بتاتا' اس نے کہا: اچھا بتایئے: ''فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ'' سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بادل ہیں اور اگر میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو میں تم کو نہ بتاتا' اس نے کہا: اچھا یہ بتایئے کہ ''فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۙ'' سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کشتیاں ہیں اور اگر میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو میں تم کو نہ بتاتا' اس نے کہا: اچھا ''فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ'' سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد فرشتے ہیں اور اگر میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو میں تم کو نہ بتاتا' (پھر حضرت عمر نے اپنی فراست سے جان لیا کہ اس شخص میں خبث باطن ہے اور یہ عناداً سوال کر رہا ہے اس لیے) آپ نے حکم دیا کہ اس کو سو درے مارے جائیں اور اس کو ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے' پھر جب اس کے مار کے زخم ٹھیک ہو گئے تو پھر اس کو سو درے مارنے کا حکم دیا اور اس کو اونٹ کے کجاوے پر سوار کرا کر نکال دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف لکھا کہ لوگوں کو اس سے بات کرنے سے منع کر دیں' پھر ایک عرصہ تک یونہی رہا' حتیٰ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے لکھا کہ اب اس نے بہت پکی قسمیں کھا کر کہا ہے کہ اب اس کے دل میں کوئی بغض اور عناد نہیں ہے' تب حضرت عمر نے ان کی طرف لکھا کہ میرا گمان ہے کہ اب اس کے دل میں کوئی عناد نہیں رہا' اب لوگوں کو اس سے بات کرنے کی اجازت دے دو۔

امام بزار نے کہا: اس سند کے علاوہ ہمیں اور کسی طریقہ سے اس حدیث کا علم نہیں ہے اور اس سند میں ایک راوی ابوبکرہ بن ابی سبرہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس کا ایک راوی سعید بن سلام العطار ہے' وہ اصحاب الحدیث میں سے نہیں ہے اور ہم پہلے اس کی علت بیان کر چکے ہیں اور اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمیں اس حدیث کا علم نہیں ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۷۰۔ رقم الحدیث: ۲۲۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام بزار کے حوالہ سے اس حدیث اور اس کے ضعف کو حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ (تاریخ دمشق ج ۲۵ ص ۲۷۹) اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۴) نے بھی بیان کیا ہے۔

اور تم کو خیر و شر اور ثواب و عذاب کی جو خبریں دی گئیں ہیں وہ ضرور صادق ہیں اور قیامت کے دن حساب و کتاب ضرور ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور راستوں والے آسمان کی قسم ○ بے شک تم ضرور مختلف اقوال کے قائل ہو ○ اس قرآن سے وہی روگرداں کیا جاتا ہے جس کو (ازل میں) پھیر دیا گیا تھا ○ اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں ○ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ○ وہ پوچھتے ہیں: قیامت کب آئے گی ○ (آپ کہیے:) جس دن ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا ○ اب اپنے اس عذاب کو چکھو یہی وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے ○ (الذّٰریٰت: ۱۴۔۷)

''ذات الحبک'' کے معانی

الذّٰریٰت: ۷ میں ہے: ''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ'' اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں ''السماء'' سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد وہ بادل ہیں جو زمین پر سایہ کرتے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: اس سے مراد بلند آسمان ہیں' علامہ ثعلبی اور علامہ الماوردی نے کہا: اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔

Marfat.com

اور ''الحبک'' کی تفسیر میں سات قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس چیز کی ظاہری بناوٹ حسین وجمیل اور ہموار ہو۔

(۲) عکرمہ نے کہا: جب کوئی کپڑا بُننے والا عمدہ کپڑا بُنے تو کہتے ہیں: حبک الثوب ای اجاد' سو ''ذات الحبک'' کا معنی ہے: عمدگی والا۔

(۳) ابن الاعرابی نے کہا: ہر وہ چیز جس کو تم مضبوط اور خوب صورت بناؤ اس کے متعلق کہا جاتا ہے: احتبکتہ. یعنی حسن اور مضبوطی والا۔

(۴) حسن بصری نے کہا: اس سے مراد ہے: مزین' ان کا دوسرا قول ہے: اس سے مراد ہے ستاروں والا آسمان۔

(۵) ضحاک نے کہا: اس سے مراد ہے: مختلف راستوں والا' جب ہوا چلنے سے ریگستان میں مختلف راستے بن جائیں تو کہتے ہیں: ذات الحبک.

(۶) لوہے کی زرہ اور گھنگریالے بالوں کو بھی ''حبک'' کہتے ہیں۔ فراء نے کہا: ہر توڑنے والی چیز کو ''حبک'' کہتے ہیں۔

(۷) جو چیز شدید الخلق ہو اس کو ''حبک'' کہتے ہیں' ''ذات الحبک'' کا معنی ہوا جس کی بناوٹ شدید ہو' قرآن مجید میں ہے:

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ (النبا: ۱۲) اور ہم نے تمہارے اوپر سات شدید آسمان بنائے O

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے متعلق کفارِ مکہ کے مختلف اقوال

الذّٰرِیٰت: ۸ میں فرمایا: بے شک تم ضرور مختلف اقوال کے قائل ہو O

یعنی اے اہل مکہ! تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن مجید کے متعلق مختلف باتیں کرتے ہو' تم میں سے بعض آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور بعض تکذیب کرتے ہیں اور جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں ان میں سے بعض آپ کو ساحر کہتے ہیں' بعض شاعر کہتے ہیں' بعض مفتری کہتے ہیں' بعض مجنون کہتے ہیں' بعض کاہن کہتے ہیں' اسی طرح بعض قرآن مجید کو شعر و شاعری کہتے ہیں' بعض کہتے ہیں کہ اس میں من گھڑت باتیں ہیں' اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں پہلوں کے قصے ہیں' اسی طرح ان میں سے بعض حشر ونشر کی بالکل نفی کرتے ہیں اور بعض کو اس کے وقوع میں شک ہے' اور یہ قائلین وہ ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' اس کے باوجود وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔

ازل میں کفار کو ایمان سے پھیر دینے کی توجیہ

الذّٰرِیٰت: ۹ میں فرمایا: اس قرآن سے وہی روگرداں کیا جاتا ہے جس کو (ازل) میں پھیر دیا گیا تھا O

یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان ہی کو روگرداں کیا جاتا ہے جن کو ازل میں روگرداں کیا گیا تھا یا جنہوں نے قرآن مجید کو سحر یا کہانت کہا یا پچھلے لوگوں کے افسانے کہا' ان کو اس جرم کی پاداش میں ایمان لانے سے پھیر دیا جاتا ہے اور جن لوگوں کو ازل میں ایمان لانے سے پھیر دیا گیا تھا یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بسیار کوشش اور بھرپور تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔

''الخراصون'' کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے دعائیہ کلام کی توجیہ

الذّٰرِیٰت: ۱۰ میں فرمایا: اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں O

اٹکل پچو سے باتیں کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کو جنات میں سے کوئی شخص فرشتوں سے کوئی ایک غیب کی بات سن لیتا' پھر وہ ان لوگوں کو وہ بات بتاتا اور وہ اس ایک بات کے ساتھ کئی جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں کو بتاتے' ان کو کاہن کہا جاتا تھا' یہ تک

Marfat.com

بندی اور اندازے سے مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے تھے' یہ جھوٹے لوگ تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو ہلاک کر دیا جائے' یہ زجر و توبیخ اور ملامت کا کلمہ ہے' یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو قتل کر دیا جائے' یعنی ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل کر دیا جائے اور بعض مفسرین نے کہا: ان پر لعنت کر دی جائے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہیں' اور ''الخراصون'' کا معنی ہے: جو بغیر علم کے محض اندازے اور انکل پچو سے باتیں کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون' کذاب' ساحر اور شاعر وغیرہ کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: ان کو قتل کر دیا جائے یہ دعائیہ کلمہ ہے' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف قتل اور ہلاکت کی دعا کر رہا ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنی چاہیے یا اس میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کہیں: ''قتل الخراصون'' یعنی انکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں یا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں ہلاک کر دیئے گئے ہیں یا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کر دی گئی ہے۔ یہ تمام توجیہات اس لیے کی گئی ہیں کہ یہ اعتراض نہ ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف دعا کی ہے کہ ان کو ہلاک کر دیا جائے' حالانکہ دعا وہ شخص کرتا ہے جو خود عاجز ہو اور اللہ تعالیٰ تو قادر اور قدیر ہے۔

الذّٰریٰت: ۱۱ میں فرمایا: جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں O

''الغمرۃ'' کا معنی ہے: جو چیز کسی چیز کو چھپا لے اور ڈھانپ لے ''غمرات الموت'' کا معنی ہے: موت کی وہ سختیاں جو انسان کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ ''ساھون'' ''ساھی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سہو کرنے والا' یعنی کسی چیز کو بھولنے والا' اس سے مراد وہ کفار اور مشرکین ہیں جو دنیا کی رنگینیوں اور کھیل کود میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول بیٹھے تھے۔

کفار اور مشرکین کے استہزاء کی سزا

الذّٰریٰت: ۱۳۔ ۱۲ میں فرمایا: وہ پوچھتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ O (آپ کہیے:) جس دن ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا O

کفار اور مشرکین سوال کرتے تھے: آپ ہمیں جس عذاب کے دن سے ڈراتے ہیں وہ دن کب آئے گا؟ ان کو قیامت کے وقوع میں شک تھا اس لیے وہ یہ سوال کرتے تھے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے بہ طور استہزاء یہ سوال کرتے تھے' آپ سے فرمایا: آپ ان سے کہیں کہ جس دن ان کو دوزخ کے فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا' کسی کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا معنی ہے: اس کو آزمائش میں ڈالنا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا۔

الذّٰریٰت: ۱۴ میں فرمایا: اب اپنے اس عذاب کو چکھو' یہی وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے O

ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: تم جس عذاب کو طلب کرتے تھے اس کو چکھو یا تم جس عذاب کے مستحق تھے اب اس عذاب کو چکھو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: تم اپنی سزا کو چکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین جنتوں اور چشموں میں ہوں گے O وہ ان کو لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا O بے شک اس سے پہلے (دنیا میں) وہ نیک کام کرنے والے تھے O وہ رات کو کم سوتے تھے O اور رات کے پچھلے پہر مغفرت طلب کرتے تھے O اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا O (الذّٰریٰت: ۱۹۔ ۱۵)

متقین کے آخرت میں احوال

اس سے پہلی آیات میں کفار کے اخروی انجام کا ذکر فرمایا تھا اور اب ان آیات میں مسلمانوں کے اخروی انجام کا ذکر فرما

Marfat.com

رہا ہے۔

الذّٰریٰت: ۱۵ میں متقین، جنتوں اور چشموں کا ذکر ہے۔

متقی کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ مومن جو شرک اور کفر سے مجتنب ہو (۲) وہ مومن جو شرک، کفر اور گناہ کبیرہ سے مجتنب ہو (۳) وہ مومن جو شرک، کفر گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ سے مجتنب ہو (۴) وہ مومن جو شرک، کفر، گناہ کبیرہ، گناہ صغیرہ اور خلافِ سنت اور خلافِ اولیٰ سے بھی مجتنب ہو، جو مومن ہر قسم کی معصیت سے مجتنب ہو، اس کے متعلق ظن غالب ہے کہ وہ ابتداءً بلا حساب وکتاب جنت میں چلا جائے گا، اور جو مومن گناہ ہائے کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مرجائے اس کے متعلق توقع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں چلا جائے گا یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے جنت میں چلا جائے گا یا اپنی سزا کو بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

جنت کے معنی باغ ہیں، اس کو جنت اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں انواع واقسام کے پھل دار درخت ہوں گے جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہوں گے اور فرمایا ہے کہ جنتی چشموں میں ہوں گے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ کسی انسان کا پانی میں ہونا تو اس کے لیے کوئی لذت اندوز چیز نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ متقی ایسی پرفضا جگہ میں ہوں گے جس کے اردگرد چشمے اور درخت ہوں گے اور وہ بہت خوش نما منظر ہوگا۔

الذّٰریٰت: ۱۶ میں فرمایا: وہ ان کو لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا○

اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ ان احکام اور فرائض کو قبول کرنے والے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے والے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ جنت میں ان نعمتوں کو وصول کرنے والے اور ان پر قبضہ کرنے والے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک اس سے پہلے (دنیا میں) وہ نیک کام کرنے والے تھے○

یعنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے وہ دنیا میں نیک کام کرنے والے ہوں گے، فرائض کو اچھی طرح سے ادا کرنے والے ہوں گے یعنی فرائض کو ان کے اوقاتِ مستحبہ میں ان کی شروط، ارکان، واجبات، سنن اور مستحبات کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں گے یا فرائض کے ساتھ سنن اور نوافل کو بھی ادا کرنے والے ہوں گے۔

رات کو کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے کی فضیلت

الذّٰریٰت: ۱۷ میں فرمایا: وہ رات کو کم سوتے تھے○

اس آیت میں ''یھجعون'' کا لفظ ہے: ''الھجوع'' کا معنی ہے: رات کو سونا، اور ''التھاجع'' کا معنی ہے: تھوڑی سی نیند کرنا۔

یعنی وہ رات کو کم وقت سوتے ہیں اور زیادہ وقت نمازیں پڑھتے ہیں۔

عطاء نے کہا: یہ اس وقت کی بات ہے جب ان پر رات کا قیام فرض تھا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ اے چادر اوڑھنے والے○ رات کو نماز میں کم قیام کیا کرو○ (المزمل: ۲۔۱)

اس کا معنی ہے: وہ رات کو بہت کم وقت سوتے تھے اور زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔

مجاہد نے کہا: یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد نبوی میں پڑھتے تھے اس کے بعد

Marfat.com

قباء میں اپنے گھروں کی طرف جاتے تھے۔

رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ طریقہ

رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق بہترین طریقہ یہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہٗ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے وہ ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' وہ نصف رات تک سوتے تھے تہائی رات میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے آخری چھٹے حصے میں سو جاتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۲' ۴' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۹)

اس حدیث کی وضاحت اس طرح ہے کہ فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہے تو اس کا نصف تین گھنٹے ہیں تو آپ تین گھنٹے سو کر پھر اٹھ جائیں اور تہائی رات نماز پڑھیں اور چھ گھنٹوں کے تہائی دو گھنٹے ہیں' پس آپ دو گھنٹے نماز پڑھیں اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں پھر سو جائیں اور چھ گھنٹے کا چھٹا حصہ ایک گھنٹہ ہے' پس آپ ایک گھنٹہ سو کر پھر نمازِ فجر کے لیے اٹھ جائیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے الذّٰریٰت: ۱۸۔۱۷ کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' حتیٰ کہ جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو وہ ارشاد فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں' کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں اور کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کروں؟ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۳۷' ۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ رات کے اول حصے میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں نماز میں قیام کرتے تھے' آپ نماز پڑھتے رہتے' پھر آپ اپنے بستر کی طرف لوٹ جاتے' پھر جب مؤذن (نماز فجر کی) اذان کہتا تو آپ جلدی سے اٹھ جاتے' پھر اگر آپ کو غسل کی حاجت ہوتی تو آپ غسل کرتے ورنہ وضو کر کے حجرہ سے باہر چلے جاتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۴۰)

بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ رات کے نصف اول میں سوتے تھے پھر رات کے تہائی حصے میں نماز میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے آخری چھٹے حصہ میں سو جاتے تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق یہی آپ کے رب کے نزدیک رات کی نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ اور پسندیدہ طریقہ ہے۔

سحر کے وقت مغفرت طلب کرنے کی فضیلت

الذّٰریٰت: ۱۸ میں فرمایا: اور رات کے پچھلے پہر مغفرت طلب کرتے تھے O

اس آیت میں متقین کی ایک اور صفت مدح بیان فرمائی ہے کہ وہ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔

حسن بصری نے کہا: رات کے پچھلے پہر سحر کے وقت دعا کا مقبول ہونا زیادہ متوقع ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر اور مجاہد نے کہا: وہ سحر کے وقت نماز پڑھتے ہیں اس لیے ان کی نماز کو استغفار کہا جاتا ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ وہ تہجد کے وقت اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں پھر اس نماز کو دراز کر کے سحر کے وقت تک پڑھتے رہتے ہیں۔
ابن وہب نے کہا: یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ صبح کے وقت قباء سے روانہ ہوتے ہیں اور مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھتے ہیں' ضحاک نے کہا: اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔
ابن زید نے کہا: اس سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے' جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز کے بیان میں گزر چکا ہے۔
احنف بن قیس نے کہا: میں نے اپنے اعمال کا اہل جنت کے اعمال سے تقابل کیا تو میں نے دیکھا' ہمارے اعمال اور ان کے اعمال میں بہت فرق ہے اور ہم ان کے اعمال تک نہیں پہنچ سکتے اور میں نے اپنے اعمال کا دوزخیوں کے اعمال سے تقابل کیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے اعمال میں کوئی خیر نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کی کتاب اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ہم میں سب سے اچھا مرتبہ اس مسلمان کا ہے جس کے کچھ اعمال نیک ہوں اور کچھ اعمال برے ہوں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۱۲' النکت والعیون ج ۵ ص ۳۶۶۔۳۶۵)
اس سے پہلے ہم رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کو بیان کر چکے ہیں' اب ہم چند احادیث بیان کر رہے ہیں' جن میں رات کو نماز نہ پڑھنے والوں کے متعلق وعید ہے۔

صبح تک سونے والے کی مذمت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک شخص کے رات کو سوتے وقت اس کے سر کے پیچھے گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے تم سوتے رہو' پھر اگر وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضو کرتا ہے تو اس کی دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پھر وہ صبح کو تر وتازہ اور خوش وخرم ہوتا ہے' ورنہ وہ صبح کو خبیث النفس' سستی اور نحوست کا مارا ہوا ہوتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷)
حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب اور اس کی تعبیر کے بیان میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے توڑا جا رہا تھا' یہ وہ شخص تھا جو قرآن کا علم حاصل کرتا تھا اور اس پر عمل کرنے کو ترک کرتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۹۔۶۵۵)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سویا رہتا ہے اور نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۰)

رات بھر سونے والے کے کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کی توجیہات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ رات بھر سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے' اس میں اختلاف ہے کہ

Marfat.com

اس پیشاب سے حقیقت مراد ہے یا مجاز' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس جگہ حقیقت مراد لینے سے کوئی مانع نہیں ہے اور یہ محال نہیں ہے' کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے اور جماع بھی کرتا ہے تو اس کے پیشاب کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان کا پیشاب کرنا سونے والے کو نماز سے روکنے سے کنایہ ہے اور اس کے کان میں ایسی ڈاٹ لگاتا ہے تاکہ وہ اللہ کا ذکر نہ سن سکے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس سے کنایہ ہے کہ شیطان اس کے کان میں باطل چیزوں کی لذت بھر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ لذت اذان کے سننے سے مانع ہوتی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ شیطان کا اس کے کان میں پیشاب کرنا اس سے کنایہ ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہے اور اس کو بہت حقیر جانتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس سے کنایہ ہے کہ شیطان اس پر غالب ہوتا ہے اور اس کا استخفاف کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے کان کو اپنا بیت الخلاء بنالیتا ہے' کیونکہ کسی چیز کے استخفاف کی علامت یہ ہے کہ اس پر پیشاب کر دیا جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص نماز کے لیے اٹھنے سے غافل ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جس کے کان میں پیشاب کر دیا گیا ہو گویا اس کے کان کی حس سماعت فاسد ہو گئی ہے اور عرب کسی چیز کے فساد کو اس پر پیشاب کیے جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کسی شخص کے ناکام اور اس کے بُرے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ صبح تک سوتا رہے اور شیطان اس کے کان میں پیشاب کر چکا ہو۔

علامہ طیبی نے کہا کہ کان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے' حالانکہ سونے کا تعلق آنکھوں سے ہے' کیونکہ انسان کسی چیز کی آواز سن کر بیدار ہوتا ہے اور کان میں پیشاب کرنے کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ وہ کان میں آسانی کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے اور اس کے اثر سے تمام اعضاء میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

طلب مغفرت کے لیے وقت سحر کی خصوصیت

سحر کے وقت استغفار کرنے کی فضیلت میں یہ آیت بھی ہے:

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آل عمران: ۱۷)

صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور (اللہ کی) اطاعت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحر کے وقت استغفار کرنے والے ○

طلوع فجر سے پہلے جو وقت ہوتا ہے اس کو سحر کہتے ہیں' روزہ رکھنے سے پہلے اسی وقت کھانا کھایا جاتا ہے اس کو سحری کہتے ہیں' اور اس وقت استغفار کرنے کی فضیلت کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کی ظلمت کے بعد اس وقت صبح کا نور طلوع ہوتا ہے' اسی طرح سویا ہوا انسان بہ منزلہ مردہ ہوتا ہے اور اس وقت اس میں نئی زندگی آتی ہے اور جس طرح اس وقت اس جہان میں نور کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح اس وقت انسان کے دل میں معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔

(۲) سحر کے وقت انسان کو بہت میٹھی نیند آتی ہے اور جب انسان نیند کی لذت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہوتا ہے تو اس کی عبادت بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔
(۳) اس وقت بالکل سناٹا اور تنہائی ہوتی ہے اور ایسے میں بندہ جو عبادت اور استغفار کرتا ہے اس میں کامل اخلاص ہوتا ہے اور ریا کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

سحر کے وقت استغفار کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سحر کے وقت استغفار کرنے کے متعلق حسب ذیل آثار ذکر کیے ہیں:
ابراہیم بن حاطب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سحر کے وقت مسجد کے ایک کونے میں کسی شخص کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا: اے میرے رب! تو نے مجھے حکم دیا تو میں نے تیری اطاعت کی اور یہ سحر کا وقت ہے' سو تو میری مغفرت فرما' پھر میں نے دیکھا تو وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کو عبادت کرتے تھے اور نماز پڑھتے رہتے تھے' پھر پوچھتے: اے نافع! کیا سحر ہو گئی ہے؟ میں کہتا: نہیں! تو پھر نماز پڑھنے میں مشغول ہو جاتے' اور جب میں کہتا: ہاں! تو پھر وہ بیٹھ کر استغفار کرتے اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سحر کے وقت ستر مرتبہ استغفار کریں۔
جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات کو نماز پڑھی پھر رات کے آخری حصہ میں ستر مرتبہ استغفار کیا' اس کا نام سحر کے وقت استغفار کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔
زید بن اسلم نے کہا: سحر کے وقت استغفار کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز با جماعت پڑھتے ہیں۔
(جامع البیان جز ۳ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)
سعید جریری بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے جبریل! رات کا کون سا وقت افضل ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا' لیکن مجھے یہ علم ہے کہ سحر کے وقت عرش ہلنے لگتا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۹۱' رقم الحدیث: ۳۴۴۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:
سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رات کے اوّل حصے میں ایک منادی نداء کرتا ہے کہ نماز میں قیام کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ نماز میں قیام کریں' پھر وہ اٹھ کر سحر تک نماز پڑھتے رہتے ہیں' پھر سحر کے وقت ایک منادی نداء کرتا ہے کہ استغفار کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر وہ لوگ استغفار کرتے ہیں' پھر اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ نماز پڑھ کر ان کے ساتھ مل جاتے ہیں' پھر جب فجر طلوع ہوتی ہے تو ایک منادی نداء کرتا ہے: سنو! غافل لوگوں کو قیام کرنا چاہیے' پھر وہ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جس طرح مردے اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں روئے زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر اچانک میں اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں کو دیکھتا ہوں اور ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو نماز تہجد پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو سحر کو اٹھ کر استغفار کرتے ہیں تو میں زمین والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہے۔
مکحول نے کہا: جب کسی امت میں سے پندرہ آدمی ہر روز اللہ تعالیٰ سے پچیس مرتبہ استغفار کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس

Marfat.com

امت کو عام عذاب سے ہلاک نہیں کرتا۔
یہ تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ استحضار قلب کے ساتھ زبان سے استغفار کرنا چاہیے اور ابن زید کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سحر کے وقت استغفار کرنے سے وہ لوگ مراد ہیں جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔
لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: ایسا نہ ہو کہ مرغ تم سے افضل ہو جائے وہ صبح کے وقت اذان دے اور تم سوئے ہوئے ہو۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۴ ص ۳۸۔ ۳۷، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

استغفار کے کلمات اور استغفار کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ تم یہ دعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِی وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِی فَاغْفِرْلِی فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں، میں اپنے کیے ہوئے کاموں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں اپنے اوپر تیری کی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں سو تو مجھے بخش دے، بے شک تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔

جو شخص یقین کے ساتھ دن میں ایک بار ان کلمات کے ساتھ دعا کرے اور اس دن شام ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا اور جس شخص نے رات کو یقین کے ساتھ ان کلمات سے دعا کی اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۶، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپ نے اس درخت پر لاٹھی ماری تو اس کے پتے نیچے گرنے لگے تو آپ نے فرمایا: بے شک ''الحمد للہ'' اور ''سبحان اللہ'' اور ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' سے بندے کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۹۹)

حضرت بلال بن یسار بن زید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کہا: ''استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ'' اس کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ وہ میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب وہ برا کام کرتے ہیں تو اللہ سبحانہٗ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۰)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس شخص کو مبارک ہو جس کے صحیفہ اعمال میں بہ کثرت طلب مغفرت کی دعا ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۸)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ (گناہ کا) اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ سبحانہٗ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۱۴۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰)

تہائی رات کے مستجاب وقت میں دعا قبول نہ ہونے کی وجوہ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ نصف رات کا اوّل حصہ گزر جاتا ہے تو پھر ایک منادی یہ دعا کرتا ہے کہ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کر دی جائے اور کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اس کو عطا کیا جائے؟ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸)

اسی طرح یہ حدیث بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ رات کے تہائی حصہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اس وقت میں دعا قبول ہوتی ہے حالانکہ بعض دعا کرنے والوں کی دعا اس وقت قبول نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ دعا قبول ہونے کی شرائط کے مطابق دعا کی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے اور شرائط دعا میں سے یہ ہے کہ ذہن کو حاضر کر کے دعا کرے، بے پرواہی اور بے توجہی سے دعا نہ کرے اور یہ کہ اس کا کھانا، پینا اور لباس پاک ہو اور حلال ذرائع سے حاصل ہوا ہو، ناپاک اور حرام خوراک اور حرام لباس کے ساتھ کی ہوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور یہ کہ وہ کسی گناہ کی یا رشتہ قطع کرنے کی دعا نہ کرے اور دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کرے اور کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ وہ جس چیز کو مانگ رہا ہے وہ اللہ کے علم میں اس کے لیے اچھی نہیں ہے بلکہ بُری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلہ میں اسے کوئی اور خیر عطا فرما دیتا ہے یا اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے اور دعا کے قبول ہونے میں بندہ کو جلدی اور بے صبری نہیں کرنی چاہیے، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ لگ بھگ تین سو سال بعد قبول ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں بعثت کی جو دعا کی تھی وہ تقریباً اڑھائی ہزار برس بعد قبول ہوئی، ہم عاجز اور ناتواں بندے ہیں، انبیاء علیہم السلام جتنا حوصلہ اور قوت برداشت ہم میں کہاں ہے؟ سوائے بارِ الٰہ! ہمیں امتحان میں نہ ڈال اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کو برداشت کرنے کی ہم میں طاقت نہیں، ہماری غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرما، ہم کو تاحیات اپنی رحمت سے گناہوں سے محفوظ رکھ اور جو گناہ سرزد ہو گئے ان کو معاف فرما! آمین

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

الذّٰریٰت: ۱۹ میں فرمایا: اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا○

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے ان آیات کا ذکر فرماتا ہے جن میں اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کا ذکر ہوتا ہے، پھر ان آیات کا ذکر فرماتا ہے جن میں مخلوق پر رحم کرنے اور ان پر شفقت کا ذکر ہوتا ہے، سو اس سے پہلی آیات میں سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر تھا اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تمہارے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا بھی حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رزق اور مال کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہے، جیسے فرمایا:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (الشوریٰ: ۳۸) — اور جو ہم نے ان کو رزق عطا کیا ہے، اس میں سے بعض کو وہ خرچ کرتے ہیں○

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ (یٰس: ۴۷) — تم کو اللہ نے جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرو۔

Marfat.com

اور زیر تفسیر آیت میں مال کی نسبت لوگوں کی طرف کی ہے' اس میں لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کہ اے لوگو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور تنگی اور کمی کا خوف نہ کرو' کیونکہ تمہارے پاس جو مال ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے' اگر یہ مال ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تم کو اور عطا فرمائے گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی مشک کے منہ کو بند نہ کرنا ورنہ اللہ سبحانہٗ بھی تمہارے اوپر اپنی عطاء کو بند کر دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۳)

نیز فرمایا: تم گن گن کر نہ دینا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۴۶۱' عالم الکتب)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے خزانہ کا منہ تم پر بند کر دے گا' تم جس قدر خرچ کر سکتی ہو خرچ کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۵۳۱)

زکوٰۃ اور صدقات کی تعریفات

مفسرین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ تمہاری زکوٰۃ اور تمہارے صدقات میں سائلوں اور محروموں کا بھی حق ہے اور زکوٰۃ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص صاحب نصاب ہو اور اس کے پاس اس کی ضروریات سے زائد بہ قدر نصاب یا اس سے زائد مال ہو اور اس مال پر ایک سال گزر جائے تو وہ اس مال کا چالیسواں حصہ کسی ایسے شخص کو دے جو خود صاحب نصاب نہ ہو اور ہاشمی بھی نہ ہو۔ اسی طرح جس کے پاس چالیس بکریاں ہوں وہ ایک سو انیس بکریوں تک ایک بکری زکوٰۃ میں دے گا اور جس کے پاس ۳۰ سے ۳۹ گائے ہوں وہ ایک سالہ بچھڑی زکوٰۃ میں دے گا' اسی طرح جانوروں کا بھی نصاب ہے' تاہم یہ نصاب ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں مقرر کیا گیا ہے اور تفصیل سے زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے' لیکن اجمالی طور پر زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں بھی فرض تھی کیونکہ سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور وہ ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور اس میں بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ (المزمل: ۲۰) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

اور زیر تفسیر سورت الذّٰرِیٰت بھی مکی سورت ہے' اس لیے الذّٰرِیٰت: ۱۹ میں بھی ان کے مالوں میں زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ کی وہ تفصیلات نہیں ہیں جو ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں ہیں بلکہ اس سے مراد مطلقاً صدقات اور خیرات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے۔

سائل اور محروم کی تعبیرات

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر فرمایا ہے' سائل اور محروم کی حسب ذیل تعبیریں بیان کی گئیں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا' یعنی ناطق اور انسان اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار' کیونکہ انسان اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اس کو اجر ملتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ایک راستہ میں جا رہا تھا اس کو بہت زور کی پیاس لگی' اس نے ایک کنواں دیکھا تو وہ اس میں اتر گیا' اس نے اس کنویں سے پانی پیا اور پھر کنویں سے

Marfat.com

باہر آ گیا' پھر اس نے ایک کتے کو ہانپتے ہوئے دیکھا وہ پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا' اس شخص نے دل میں سوچا: اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی ہوئی ہے جس طرح مجھے پیاس لگی ہوئی تھی' وہ پھر کنویں میں اترا اور اس نے اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر لیا پھر کتے کو پانی پلایا' اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول فرمالی اور اس کو بخش دیا' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم کو ان جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے کے ساتھ نیکی کرنے کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

اور جب جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی اجر ملتا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ متقین کے مالوں میں سوال کرنے والے انسانوں کا بھی حق ہے اور جو ضرورت مند جانور سوال نہیں کر سکتے' ان کا بھی ان متقین کے مالوں میں حق ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں بھی جانوروں پر اپنا مال خرچ کرنے کی دلیل ہے:

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ (طٰہٰ: ۵۴) تم خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔

(۲) دوسری تعبیر یہ ہے کہ سائل سے مراد ہے: وہ ضرورت مند جو اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہے اور محروم سے مراد ہے: وہ ضرورت مند جو اپنی ضرورت کا سوال نہیں کرتا اور سوال نہ کرنے کی وجہ سے اس کے حال سے ناواقف لوگ اس کو غنی اور خوشحال سمجھتے ہیں اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۷۳)

صدقات کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں' وہ زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ان کے حال سے ناواقف لوگ ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار گمان کرتے ہیں' تم ان کے چہرے کو دیکھ کر قیاس سے) ان کے فقر کو پہچان سکتے ہو' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' تم جس قدر مال خرچ کرو گے تو اللہ اس کو جاننے والا ہے ۝

سو محروم سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی عزت نفس اور خودداری کو قائم رکھنے کے لیے سوال نہیں کرتے۔ اسی طرح اس آیت میں فرمایا ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ (الحج: ۳۶) (قربانی کے گوشت سے) تم خود بھی کھاؤ' اور اس مسکین کو بھی کھلاؤ جو سوال نہیں کرتا اور اس مسکین کو بھی کھلاؤ جو سوال کرتا ہے۔

یعنی محروم اور سائل دونوں کو کھلاؤ۔

(۳) زیر تفسیر آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں' جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔

اور اس آیت میں سائل کو محروم پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ سائل کی ضرورت کا تو اس کے سوال سے پتا چل جاتا ہے اور جو سوال نہیں کرتا اس کی ضرورت کا قیاس اور قیافہ سے پتا چلتا ہے یا کسی کے بتانے سے' اس لیے اس کی ضرورت مخفی ہے' اور سائل کی ضرورت ظاہر ہے اور ظاہر خفی پر مقدم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سائل سے مراد اس کو زکوٰۃ ادا کرنا ہو اور محروم سے مراد اس کو صدقات ادا کرنے ہوں اور زکوٰۃ صدقات پر مقدم ہے اس لیے پہلے سائل کا ذکر فرمایا اور پھر محروم کا ذکر فرمایا۔

Marfat.com

نیز اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص سائل اور محروم کو عطا کرتا ہے تو وہ ان پر کوئی احسان نہیں کرتا' بلکہ اس کے مال میں ان کا حق تھا جوان حق داروں کو ادا کر رہا ہے' اور اگر ان کا حق ان کو ادا نہیں کرے گا تو وہ ظالم اور گناہ گار ہو گا' اللہ تعالیٰ جس کو اس کی ضرورت سے زیادہ کوئی چیز دیتا ہے تو وہ زیادتی دوسروں کے حقوق کی وجہ سے ہوتی ہے' گائے' بکری اور اونٹنی کا دودھ لوگ پیتے ہیں اس لیے ان میں ان کی ضرورت سے زیادہ دودھ رکھا ہے اور حرام جانوروں کا دودھ کوئی انسان نہیں پیتا' اس لیے ان میں اتنا ہی دودھ رکھا ہے جوان کے بچوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔

اسلام میں سوال کرنے کی شرعی حیثیت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سائل کے حق کا ذکر فرمایا ہے' اس کے علاوہ حسب ذیل آیات میں بھی سائلین کا ذکر فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج: ۲۵۔۲۴)

اور جن کے مالوں میں مقرر حصہ ہے ○ سوال کرنے والوں کے لیے اور سوال سے رکنے والوں کے لیے ○

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ: ۱۰)

اور رہا سائل تو آپ اس کو مت جھڑکیں ○

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ . (البقرہ: ۱۷۷)

اور جو شخص مال سے محبت کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والوں کو مال عطا کرے۔

لیکن ان تمام آیات میں مال عطا کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ سوال کرنے والوں کو مال عطا کریں یا مال عطا کرنے والوں کو یہ ترغیب دی ہے اور مال عطا کرنے والوں کی تحسین فرمائی ہے اور ضرورت مندوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی ضرورت کے لیے لوگوں سے سوال کریں بلکہ ان لوگوں کی تحسین فرمائی ہے جو ضرورت کے باوجود لوگوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ سوال کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھتے ہیں حتیٰ کہ جو شخص ان کے احوال سے ناواقف ہو وہ ان کے متعلق یہ گمان کرتا ہے وہ غنی اور خوش حال ہیں جیسا کہ البقرہ: ۲۷۳ میں گزر چکا ہے اور اس کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال سے رکنے کی ہدایت دی ہے۔

سوال نہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ صرف انگاروں کا سوال کر رہا ہے' خواہ سوال کم کرے یا زیادہ کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گڑگڑا کر سوال نہ کرو' اگر تم نے مجھ سے کسی ایسی چیز کا سوال کیا جس کو میں دینا ناپسند کرتا ہوں' پھر میں تم کو وہ چیز دے دوں تو اس میں برکت نہیں ہو گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۹۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۹۸)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی

Marfat.com

لے' پھر لکڑیوں کا گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لائے اور ان لکڑیوں کو فروخت کرے اور اس سے اللہ اس کے چہرے کو سوال سے محفوظ رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۶)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھ کو عطا فرمایا' میں نے آپ سے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے' جو اس مال کو سخاوت نفس (استغناء) سے لے گا تو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص اپنے آپ کو گرا کر اس مال کو لے گا تو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اب میں آپ کے بعد کسی کے مال کو کم نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے چلا جاؤں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۰۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر صدقہ کا ذکر فرما رہے تھے اور سوال سے رکنے کا' آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۶۷)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما رہے تھے اور میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اس کو عطا کیجئے' آپ نے فرمایا: اس کو لے لو اور اس سے مال دار بنو اور اس کو صدقہ کر دو' تمہارے پاس جب مال اس حال میں آئے کہ تم اس کو طلب کرنے والے ہو نہ اس کے لیے اپنے آپ کو گرانے والے ہو تو اس مال کو لے لو اور جو مال اس طرح نہ ہو تو اس کے لیے اپنے آپ کو نہ تھکاؤ۔

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا معیار

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی شخص کے ذمہ رقم کا کفیل بن گیا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ سے اس سلسلہ میں سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے پھر ہم تمہیں اس میں سے دینے کا حکم دیں گے' پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین شخصوں میں سے کسی ایک شخص کے لیے جائز ہے (۱) وہ شخص جو کسی شخص کی طرف سے (جائز ادائیگی) کا کفیل ہو' اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ کفالت کی رقم کو حاصل کر لے (۲) جس شخص پر کوئی ناگہانی آفت آ جائے' جس کی وجہ سے اس کے سارے مال کا نقصان ہو جائے تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے تاکہ اس کی گزر اوقات کا سبب مہیا ہو جائے (۳) وہ شخص جو فاقے سے ہو اور اس کی قوم کے تین معتبر شخص اس کے فاقہ زدہ ہونے کی گواہی دیں' اے قبیصہ! ان تین صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں بھی سوال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ سوال کر کے کھائے گا تو وہ حرام کھائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۰' سنن داری رقم الحدیث: ۱۶۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس اتنی رقم نہ ہو جس سے وہ ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے یا اس کے گھر میں اتنا اثاثہ نہ ہو جس کو فروخت کر کے وہ ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے اور اس پر ایک دن فاقہ کا گزر جائے' اس کے لیے

Marfat.com

اتنی رقم کا سوال کرنا جائز ہے جس سے وہ ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے یا اس کے پاس ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہ ہو تو وہ اپنی ستر پوشی کے لیے رقم کا سوال کر سکتا ہے' باقی اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ اس کی قوم کے تین معتبر آدمی اس کے فاقہ زدہ ہونے کی گواہی دیں' یہ شرط بہ طور استحباب ہے ضروری نہیں ہے یا یہ شرط اس شخص کے لیے ہے جس کا جھوٹا اور بہانہ ساز ہونا لوگوں کے درمیان معروف ہو۔

فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے صرف ایک دن کی خوراک ہو اور وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لیے کمانے پر قادر ہو' اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے' لیکن اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک بھی نہ ہو اور وہ کمانے پر قادر نہ ہو اس کے لیے ایک دن کی خوراک کی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو یا وہ ایک دن کی خوراک کمانے پر قادر ہو' مثلاً وہ صحت مند اور توانا ہو اور کسی قسم کا کام کر سکتا ہو اور اگر اس کے سوال پر دینے والے کو اس کا علم ہو تو وہ بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ ایک حرام کام پر اس کی مدد کر رہا ہے اور اگر اس کو کپڑے کی ضرورت ہو تو اس کا سوال کرنا جائز ہے یا وہ شخص جہاد میں مشغول ہونے کی وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہو یا علم دین حاصل کرنے کی وجہ سے وہ کمانے پر قادر نہ ہو پھر بھی اس کا سوال کرنا جائز ہے۔

علامہ شامی نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اس کی تائید میں دیگر فقہاء کی عبارات پیش کی ہیں۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۳ ص ۲۷٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں (بہت) نشانیاں ہیں O اور خود تمہارے نفسوں میں بھی (نشانیاں) ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ O اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے O پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ قرآن ضرور برحق ہے (جیسا کہ) تمہارا کلام کرنا (برحق ہے) O (الذّٰریٰت: ۲۳۔۲۰)

موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی زمین میں نشانیاں

پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے احوالِ آخرت بیان فرمائے' اس کے بعد کی آیتوں میں مؤمنوں کے احوالِ آخرت بیان فرمائے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر عقائد کا ذکر فرمایا اور ان عقائد میں اہم عقیدہ' انسانوں کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے' اور اللہ تعالیٰ بار بار مختلف پیراؤں سے اس پر دلائل قائم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو زندہ کر دے اور ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ زمین میں ایسی نشانیاں ہیں جو حیات بعد الموت پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ علامات حسب ذیل ہیں:

(۱) ہم دیکھتے ہیں کہ موسمِ خزاں میں درختوں کے تمام پتے جھڑ جاتے ہیں اور وہ بالکل سوکھ جاتے ہیں پھر جیسے ہی موسمِ بہار آتا ہے تو وہ درخت پھر ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اور اس کی شاخیں پتوں سے لد جاتی ہیں اور ہر سال اسی طرح ہوتا ہے اور ہر سال درختوں کی موت اور اس کے بعد حیات کا عمل جاری رہتا ہے۔

(۲) ہم دیکھتے ہیں کہ برسات کے موسم میں پانی اور کیچڑ میں مینڈک اور دیگر حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں اور برسات کا موسم گزرنے کے بعد وہ سب مر کر مٹی ہو جاتے ہیں اور اگلے سال برسات کے موسم میں اسی مٹی سے پھر پیدا ہو جاتے

Marfat.com

ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے۔
(۳) خشک سالی کی وجہ سے زمین مردہ ہو جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین پر بارش نازل فرما کر اس کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح رواں دواں رہتا ہے
سو جو خدا مردہ درختوں کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے' بارش کے موسم میں مینڈکوں اور حشرات الارض کو مارتا ہے اور زندہ کرتا رہتا ہے' بنجر اور مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا رہتا ہے وہ مردہ انسانوں کو کیوں زندہ نہیں کر سکتا' کیا زمین میں ان نشانیوں کو دیکھ کر حیات بعد الموت پر یقین نہیں آتا؟
(۴) کفارِ مکہ اپنے تجارتی سفروں میں جن علاقوں سے گزرتے ہیں ان میں پچھلی امتوں کے کافروں پر عذاب کے آثار نہیں نہیں دکھائی دیتے' کیا ان آثارِ عذاب سے یہ پتا نہیں چلتا کہ جو کفار موت کے بعد دوسری زندگی کے منکر تھے ان کو کیسے عذاب نے آ لیا؟

اس آیت میں فرمایا ہے: اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں (بہت) نشانیاں ہیں O اس آیت میں یقین رکھنے والوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت اور حیات بعد الموت پر یقین رکھنے والے ہی ان نشانیوں میں غور و فکر کر کے اپنے یقین کو پختہ کرتے ہیں اور ان کو اپنے ایمان پر مزید بصیرت حاصل ہوتی ہے' رہے کفار اور منکرین تو وہ تو صاف صاف دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں

الذّٰریٰت: ۲۱ میں فرمایا: اور خود تمہارے نفسوں میں بھی (نشانیاں) ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے؟O
اس آیت کا معنی ہے: زمین میں اور خود تمہارے نفسوں میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) قتادہ نے کہا: جو شخص زمین میں سفر کرے وہ زمین میں غور و فکر کرنے والی چیزیں اور عبرت انگیز مناظر دیکھتا ہے' اور جو شخص اپنے آپ میں غور و فکر کرے' وہ جان لیتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔
(۲) السائب بن یزید نے کہا: انسان ایک سوراخ سے کھاتا اور پیتا ہے اور اس کا فضلہ دو مختلف سوراخوں سے نکلتا ہے' اور انسان اگر صرف دودھ پیے تو اس دودھ کا رقیق فضلہ ایک جگہ سے خارج ہوتا ہے اور اس کا ٹھوس فضلہ دوسری جگہ سے خارج ہوتا ہے اور اس کے جوہر مصفّٰی سے اس کے پورے جسم اور بدن کا قوام تیار ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صنعت اور اس کی قدرت اور حکمت کی بہترین نشانی ہے۔
(۳) ابن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر تم کو سماعت اور بصارت اور دھڑکتا ہوا دل دے کر جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔
(۴) حسن بصری نے کہا: تمہاری جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے اور قوت کے بعد ضعف طاری ہوتا ہے اور سیاہ بالوں کے بعد سفید بال آ جاتے ہیں (اور تمہارے یہ تغیرات تمہارے حادث ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ہر حادث کا کوئی محدث اور خالق ہوتا ہے تو ضرور تمہارا بھی کوئی خالق ہے اور ضرور وہ خالق قدیم اور واجب ہے' تمہاری طرح حادث اور ممکن نہیں ہے اور ضرور وہ خالق واحد ہے کیونکہ قدیم اور واجب متعدد نہیں ہو سکتے)۔
(۵) اسی طرح تمہاری تخلیق کے مراحل کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے پہلے تم کو نطفہ بنایا' پھر جما ہوا خون بنایا' پھر گوشت کا ٹکڑا

Marfat.com

بنایا' پھر اس میں ہڈیاں پہنائیں' پھر اس پتلے میں روح پھونک دی' پھر تخلیق کے بعد تمہارے مختلف رنگ بنائے' مختلف شکلیں اور صورتیں بنائیں اور تمہیں زبانیں اور بولیاں سکھائیں' تمہیں دل اور دماغ دیئے' تمہیں عقلیں عطا کیں اور ان عقلوں میں مختلف صلاحیتیں رکھیں اور تمہیں حسین وجمیل صورتیں عطا کیں اور تمہیں تمام مخلوق سے فزوں تر اور اشرف اور افضل بنایا اور ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور اس کی وحدانیت کے بہت دلائل اور بہت نشانیاں ہیں۔

عالم کبیر کی نشانیوں کے مقابلہ میں عالم صغیر کی نشانیاں

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ. عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاقِ عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے نفسوں میں بھی۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۵۳)

انسان عالم صغیر ہے اور یہ جہان عالم کبیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر عالم صغیر میں بھی نشانیاں رکھی ہیں اور عالم کبیر میں بھی نشانیاں رکھی ہیں اور عالم کبیر میں جو نشانیاں ہیں وہی نشانیاں عالم صغیر میں ہیں:

(۱) سورج اور چاند میں نور رکھا ہے جس سے وہ بالذات دکھائی دیتے ہیں' اس کے مقابلہ میں انسان کی آنکھوں میں نور رکھا ہے جس سے وہ دیکھتی ہیں۔

(۲) زمین میں خاک اور مٹی ہے اور انسان کا جسم بھی موت کے بعد بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جاتا ہے۔

(۳) عالم کبیر میں پانی ہے' اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم میں رطوبات ہوتی ہیں۔

(۴) عالم کبیر میں ہوا ہے اور اس کے مقابلہ میں نفس کا سانس لینا ہے۔

(۵) عالم کبیر میں حرارت والی آگ ہے اور اس کے مقابلہ میں انسان کا پتا ہے جس میں صفرا ہے جس میں حرارت ہوتی ہے۔

(۶) اور زمین میں پانی کی نہریں جاری ہیں' اس کے مقابلہ میں انسان کی شریانیں اور رگیں ہیں جن میں خون جاری ہوتا ہے۔

(۷) عالم کبیر میں سمندر ہے اس کے مقابلہ میں انسان کا مثانہ ہے جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔

(۸) عالم کبیر میں پہاڑ ہیں جو زمین کی میخیں ہیں' اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم کی ہڈیاں ہیں۔

(۹) عالم کبیر میں درخت ہیں جن کی شاخیں اور پتے ہیں' اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم کے اعضاء ہیں جو شاخوں اور پتوں کی طرح حرکت کرتے ہیں۔

(۱۰) عالم کبیر میں گھاس ہے اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم کے بال ہیں۔

عالم کبیر اور عالم صغیر دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اور وہی دونوں کا خالق واحد ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين.

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲ ص ۱۹۱)

آسمان میں مخلوق کے رزق کی تفسیریں

الذّٰریٰت: ۲۲ میں فرمایا: آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے O

سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا: رزق سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہیں' مثلاً بارش اور برف وغیرہ' بارش کے پانی سے کھیتیاں اگتی ہیں اور بارش کا پانی پی کر مخلوق زندہ رہتی ہے اور برف سے چشمے قائم رہتے ہیں۔

حسن بصری جب بادل کو دیکھتے تو کہتے تھے: اللہ کی قسم! اس میں تمہارا رزق ہے' لیکن تم اپنے گناہوں کی وجہ سے اس

Marfat.com

رزق سے محروم کر دیئے جاتے ہو۔

ابن کیسان نے کہا: یعنی آسمان کے رب کے ذمہ تمہارا رزق ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. روئے زمین کے ہر چوپائے (جاندار) کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ (ھود: ٦)

سفیان ثوری نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: اللہ کے نزدیک آسمان میں تمہارا رزق ہے' ایک قول یہ ہے کہ آسمان میں تمہارے رزق کی تقدیر ہے اور جو بھی تمہارا رزق مقدر ہے وہ ام الکتاب میں لکھا ہوا ہے۔

نیز فرمایا: اور وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' عام ازیں کہ تم سے ثواب اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہو یا تم کو قیامت اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہو۔

الذّٰریٰت: ۲۳ میں فرمایا: پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ قرآن ضرور برحق ہے (جیسا کہ) تمہارا کلام کرنا (برحق ہے) O

اللہ تعالیٰ کی خبر کے برحق ہونے کو انسان کے کلام کے برحق ہونے سے تشبیہ کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر اس بات کو مؤکد فرمایا کہ اس نے جو حیات بعد الموت اور آسمان میں مخلوق کے رزق ہونے کی خبر دی ہے وہ ضرور سچی اور برحق ہے' پھر اس کی مثال دی جس طرح تمہارا کلام اور گفتگو کرنا برحق ہے۔

اور باقی حواس کی بجائے بولنے کی مثال دی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی حواس کے مدرکات میں اشتباہ ہو جاتا ہے' مثلاً جب انسان دوڑتی ہوئی ٹرین یا بس میں بیٹھا ہوا ہو تو اس کو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ساکن ہوتے ہیں' اسی طرح قوت ذائقہ کے مدرکات میں اشتباہ ہو جاتا ہے مثلاً یرقان کے مریض کو میٹھی چیز بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے' اسی طرح خوشبو اور بدبو کے فرق کا پتا نہیں چلتا' بعض لوگوں کو کم سنائی دیتا ہے' صرف قوت گویائی ایسی طاقت ہے جس میں خلل نہیں ہوتا' رہے گونگے انسان تو ان میں یہ قوت ہی نہیں ہوتی۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

بعض حکماء نے کہا ہے کہ جس طرح انسان صرف اپنی زبان سے کلام کر سکتا ہے اور اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی زبان سے کلام کرے' اسی طرح ہر انسان صرف اپنا رزق کھاتا ہے اور اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کا رزق کھا سکے۔

حسن بصری نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک کر دے جن کے لیے خود اللہ عزوجل نے قسم کھا کر ایک بات فرمائی اور انہوں نے اس کی تصدیق نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ قرآن ضرور برحق ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۴۹۱۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تو اس کا رزق اس کا پیچھا کرے گا جیسا کہ موت اس کا پیچھا کرتی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۱۲۹۔ ۱۲۸' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۵۰۹۲' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۰۔ ج ۸ ص ۲۴٦)

خالد کے دو بیٹے حبۃ اور سواء رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اس وقت آپ کوئی کام کر رہے تھے' ہم نے اس کام میں آپ کی مدد کی' آپ نے فرمایا: جب تک تمہارے سر ہل رہے ہیں تم رزق سے

Marfat.com

مایوس نہ ہو' کیونکہ جب انسان اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں ہوتا' پھر اللہ اس کو رزق دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۶۵)

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

(اے رسول مکرم!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟O جب وہ ان کے پاس آئے

فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ

تو انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے (بھی) جواب میں کہا: سلام (اور دل میں سوچا:) یہ اجنبی لوگ ہیںO پھر چپکے سے اپنے گھر

بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ

گئے پس بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے آئےO سو بچھڑا ان کے سامنے رکھ کر کہا: کیا تم نہیں کھاتے؟O پھر ابراہیم کو ان سے خوف

مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ

محسوس ہوا' انہوں نے کہا: آپ ڈریئے مت! اور ان کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیO پھر ان کی بیوی چیختی ہوئی

فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہا: (میں تو) بڑھیا (اور) بانجھ ہوںO انہوں نے کہا: آپ کے رب نے اسی

قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

طرح فرمایا ہے بے شک وہی بہت حکمت والا' بے حد علم والا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟O جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے (بھی) جواب میں کہا: سلام (اور دل میں سوچا:) یہ اجنبی لوگ ہیںO پھر چپکے سے اپنے گھر گئے پس بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے آئےO سو بچھڑا ان کے سامنے رکھ کر کہا: کیا تم نہیں کھاتے؟O پھر ابراہیم کو ان سے خوف محسوس ہوا' انہوں نے کہا: آپ ڈریئے مت اور ان کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیO پھر ان کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہا: میں تو بڑھیا (اور) بانجھ ہوںO انہوں نے کہا: آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے' بے شک وہی بہت حکمت والا' بے حد علم والا ہےO (الذّٰریٰت: ۳۰۔ ۲۴)

حضرت ابراہیم کے پاس فرشتوں کا مہمان ہونا

ان آیتوں میں یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی بدکار قوم پر عذاب دینے کے لیے بھیجے تھے' وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستی سدوم میں جانے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے' کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے' وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اجنبی شکل وصورت میں

Marfat.com

گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی ضیافت کے لیے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے' جب انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے کہ یہ میرا نمک کیوں نہیں کھا رہے؟ کہیں یہ مجھے کوئی نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتے' تب انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے ہیں اور انہوں نے آپ کو ایک علم والے بیٹے کی بشارت دی' اور بعد میں بتایا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب پہنچانے کے لیے آئے ہیں' اس کی تفصیل بعد والی آیتوں میں آئے گی۔

ان آیات کی مفصل تفسیر ہم ھود: ۶۹۔۷۳ ''تبیان القرآن'' ج ۵ ص ۵۹۳۔۵۸۴ میں بیان کر چکے ہیں' وہاں ملاحظہ فرمائیں' اس تفسیر کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی بشارت میں مختلف اقوال (۳) فرشتوں کے سلام کے الفاظ (۴) سلام کے متعلق احادیث (۵) جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں یا مکروہ ہے (۶) سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام اور مسائل (۷) اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت (۸) مہمان نوازی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح (۹) مہمان نوازی کے متعلق مذاہب فقہاء (۱۰) مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث (۱۱) مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات (۱۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ (۱۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتے ہونے کا علم تھا یا نہیں (۱۴) پچھلی امتوں میں بھی کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا مشروع تھا (۱۵) حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ (۱۶) ''یا ویلتی '' کا معنی اور ترجمہ (۱۷) اہل بیت کے مصداق کی تحقیق۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی دینے کی طرف اشارہ ہے کہ پچھلی امتوں میں بھی کفار انبیاء علیہم السلام کے پیغام کی تکذیب کرتے تھے' تب ہی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتے بھیجے گئے' اس لیے اگر آپ کی قوم کے کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں' اور ان فرشتوں کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت افزائی ہو اور ان کا مقام اور مرتبہ ظاہر ہو۔

ان فرشتوں کے متعلق فرمایا: یہ ابراہیم کے معزز مہمان ہیں حالانکہ واقع میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان نہ تھے' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ ان کو اپنا مہمان گمان کیا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب نہیں کی اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان ہی قرار دیا اور اس میں یہ بتایا ہے کہ صادق وہ ہوتا ہے جس کا کلام واقع کے مطابق ہو اور صدیق وہ ہوتا ہے کہ واقع اس کے کلام کے مطابق ہو جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق تھے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ (مریم: ۴۱) بے شک ابراہیم صدیق (بہت سچے) نبی تھے ۝

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں ایک شخص کے متعلق فرمایا: ''کن ابا خیثمۃ'' تو ابا خیثمہ ہو جا تو وہ ابا خیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۹)

ان فرشتوں نے کہا: ہم کو مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے' وہ مجرم قوم حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں تھی' پھر ان فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیوں بھیجا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تکریم کے لیے تھا' تاکہ ان کو پہلے سے معلوم ہو جائے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں عذاب آنے والا ہے اور وہ ناگزیر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت بدکار قوم تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کے بار بار منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتی تھی اور ان

Marfat.com

آیتوں میں ذکر ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی' اس سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ. (الصّٰفّٰت: ۱۱۲) اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق کی بشارت دی۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ

ابراہیم نے کہا: تو اے رسولو! تمہارا کیا مقصد ہے؟O فرشتوں نے کہا: بے شک

اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾

ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیںO تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیںO

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ

جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیںO سو ہم نے اس بستی میں سے ان سب کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ

نکال لیا جو ایمان والے تھےO تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایاO اور

تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ

ہم نے اس بستی میں دردناک عذاب سے ڈرنے والوں کے لیے ایک نشانی باقی رکھیO اور موسیٰ (کے واقعہ)

مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى

میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان کو واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجاO تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر

بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

منہ موڑا اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہےO پس ہم نے اس کو اور اس کے پورے لشکر کو پکڑ لیا پھر ہم نے ان سب کو سمندر میں

فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾

پھینک دیا اس وقت وہ خود کو ملامت کر رہا تھاO اور قوم عاد میں (بھی حیرت انگیز نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان پر رحمت سے خالی آندھی بھیجیO

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ

جو کسی چیز کو نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتیO اور قوم ثمود میں

Marfat.com

ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

(بھی عبرت انگیز نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ تم ایک عارضی مدت تک فائدہ اٹھالو○ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ

سے سرکشی کی تو ان کو ایک ہولناک کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے○ پس وہ نہ کھڑے ہو سکتے

قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ

تھے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکتے تھے○ اور اس سے پہلے قوم نوح میں (بھی عبرت کی

كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲ ۲۳ ۱

نشانی ہے) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ابراہیم نے کہا: تو اے رسولو! تمہارا کیا مقصد ہے؟○ فرشتوں نے کہا: بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں○ تا کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں○ جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں○ سو ہم نے اس بستی میں سے ان سب کو نکال لیا جو ایمان والے تھے○ تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا○ اور ہم نے اس بستی میں دردناک عذاب سے ڈرنے والوں کے لیے ایک نشانی باقی رکھی○
(الذّٰرِیٰت: ۳۷۔۳۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ

ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ان فرشتوں کو اجنبی شکل وصورت میں دیکھ کر گھبرا گئے تھے' پھر جب ان سے گفتگو ہوئی اور انہوں نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے کہا کہ آپ کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور حضرت ابراہیم کو خوش کرنے کے لیے ان کو ایک علم والے بیٹے کی بشارت دی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے پوچھا کہ اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ ھود میں جو اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بیان فرمایا ہے اس میں یہ ارشاد ہے کہ فرشتوں نے بتایا:

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (ھود: ۷۰) ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے○

اور یہاں پر اس آیت کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ قصہ پوری بسط اور تفصیل کے ساتھ سورۂ ھود میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

الذّٰرِیٰت: ۳۲ میں فرمایا: فرشتوں نے کہا: بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں○

ھود: ۷۰ میں فرمایا تھا: ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں' یہاں اسلوب بدل کر فرمایا: ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں' اور جس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام ہدایت دینے کے لیے گئے وہ مجرموں اور بدکاروں کی بستی تھی اور اس کو سورۂ ھود میں قوم لوط جو فرمایا ہے وہ محض اس مناسبت سے ہے کہ آپ وہاں تبلیغ کرنے اور ہدایت دینے کے لیے گئے تھے۔

Marfat.com

الذّٰریٰت: ۳۴۔۳۳ میں فرمایا: تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں O جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں O

ایک قول یہ ہے کہ وہ پتھر سیاہ اور سفید دھاری دار تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سیاہ اور سرخ دھاری دار تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ پتھر عذاب نازل کرنے کے لیے معروف تھے' ایک قول یہ ہے کہ ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس شخص کو جا کر وہ پتھر لگنا تھا' وہ بہ ظاہر دیکھنے میں پتھر تھے لیکن درحقیقت وہ مٹی سے بنے ہوئے تھے۔

ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

الذّٰریٰت: ۳۶۔۳۵ میں فرمایا: سو ہم نے اس بستی سے ان سب کو نکال کیا جو ایمان والے تھے O تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا O

یعنی جب ہم نے قومِ لوط کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اس بستی سے ان کی قوم میں سے ایمان والوں کو باہر نکال لیا' تاکہ مؤمنین ہلاک نہ ہوں تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا O اور اس گھر میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیاں تھیں اور اس کے علاوہ وہاں مسلمانوں کا اور کوئی گھر نہیں تھا' پہلی آیت میں فرمایا ہے: ہم نے اس بستی سے ایمان والوں کو نکال لیا تھا اور دوسری آیت میں فرمایا ہے: ان کے علاوہ وہاں مسلمانوں کا اور کوئی گھر نہ تھا' ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغایر ہیں' وہ آیت یہ ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (الحجرات: ۱۴)

اعراب نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان کا اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں اور جو احکام لے کر آئے اور جو اللہ کا کلام لے کر آئے اس کی تصدیق کرنا اور اس کو ماننا اور قبول کرنا اور یہی اسلام کا بھی اصطلاحی معنی ہے' لیکن الحجرات: ۱۴ میں اسلام کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے اور وہ اطاعت ظاہرہ ہے' یعنی اے منافقو! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی بلکہ تم نے ان کی ظاہراً اطاعت کی ہے اور زیر تفسیر آیت الذّٰریٰت: ۳۶۔۳۵ میں ایمان اور اسلام کا اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الذّٰریٰت: ۳۷ میں فرمایا: اور ہم نے اس بستی میں دردناک عذاب سے ڈرنے والوں کے لیے ایک نشانی باقی رکھی O

اس نشانی سے مراد وہ آثار عذاب ہیں جو دشتِ لوط میں بکھرے ہوئے ہیں' جو ان ہلاک شدہ بستیوں میں ایک عرصہ تک باقی رہے اور یہ نشانی بھی ان ہی مسلمانوں کے لیے ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں کیونکہ وہی وعظ اور نصیحت کا اثر قبول کرتے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور موسیٰ (کے واقعہ) میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان کو واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا O تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے O پس ہم نے اس کو اور اس کے پورے لشکر کو پکڑ لیا پھر ہم نے ان سب کو سمندر میں پھینک دیا اس وقت وہ خود کو ملامت کر رہا تھا O (الذّٰریٰت: ۴۰۔۳۷)

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جن واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اس سے مراد ان کا عصا اور ید بیضاء ہے اور ان کے دیگر معجزات ہیں' "رکن" کا معنی لشکر اور قبیلہ ہے یا وہ قوت جس کی وجہ سے انسان اپنے مقابل سے مزاحمت کر سکے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر فرشتوں کی طلب میں ان کی قوم کے بدکاروں نے دھاوا بولا تو انہوں نے کہا تھا:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ○ (ھود:۸۰)
لوط نے کہا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست حمایتی کی پناہ میں آتا○

اس آیت میں بھی "رکن" کے معنی قوت والا حمایتی ہے۔

جب فرعون دلائل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب نہ دے سکا تو اس نے حضرت موسیٰ کے متعلق کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے جو اتنے زبردست بادشاہ کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں پھینک دیا' اور مرتے وقت اس نے ایمان لانے کا اظہار کیا لیکن جب انسان عذاب کو دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا ایمان مقبول نہیں ہوتا' فرعون سمندر میں غرق ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو آج تک سلامت رکھا ہوا ہے اور اس میں قیامت تک کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ط (یونس:۹۲)
پس آج ہم تیری لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو بعد والوں کے لیے عبرت کی نشانی ہو۔

اس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب خانہ میں رکھی ہوئی ہے' مصر پر غیر مسلموں کا بھی اقتدار رہا لیکن اس کی لاش کو کوئی خراب نہ کر سکا اور یہ قرآن مجید کی صداقت پر انمٹ دلیل ہے۔

قوم عاد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم عاد میں (بھی عبرت انگیز نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان پر رحمت سے خالی آندھی بھیجی○ جو کسی چیز کو نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔ (الذّٰریٰت: ۴۲۔۴۱)

غور و فکر کرنے والوں کے لیے قوم عاد میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' یہ بہت دراز قد اور بہت مضبوط اور قوی ہیکل لوگ تھے' ان کو اپنی جسامت' طاقت اور قامت پر بہت گھمنڈ تھا' انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بنائے ہوئے تھے' حضرت ھود علیہ السلام ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے لیکن یہ اپنی طاقت کے زعم میں یہ سمجھتے تھے کہ ان کو کچھ نہیں ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت تند و تیز آندھی بھیجی' وہ آندھی بادلوں کو اڑا رہی تھی' درختوں کو گرا رہی تھی' یہ آندھی مسلسل آٹھ دن رات تک چلتی رہی اور اس نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا' اس آندھی کا نام دبور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۰)

جو ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چلے اس کو صبا کہتے ہیں اور جو ہوا مغرب سے مشرق کی طرف چلے اس کو دبور کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۶۱)

اس آیت میں "رمیم" کا لفظ ہے' جب گھاس سوکھ کر چور چور ہو جائے تو اس کو "رمیم" اور "ھشیم" کہتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو چیز بوسیدہ ہو کر ہلاک ہو جائے اس کو "رمیم" کہتے ہیں۔ ابو العالیہ نے کہا: جن پتھروں کو

Marfat.com

کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے ان کو ''رمیم'' کہتے ہیں۔قطرب نے کہا: ''رمیم'' کا معنی راکھ ہے' جو ہڈی بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اس کو بھی ''رمیم'' کہتے ہیں' اور اس آیت کا معنی ہے: اس تند و تیز آندھی نے قوم عاد کے اجسام کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

قوم ثمود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود میں (بھی عبرت انگیز نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ تم ایک عارضی مدت تک فائدہ اٹھالو O تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو ایک ہولناک کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے O پس وہ نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکتے تھے O (الذّٰریٰت: ۴۵۔۴۳)

اور قوم ثمود میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں' ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت اور توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا' اور ان کے مطالبہ پر ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر حضرت صالح کی نبوت پر دلیل قائم کی گئی' ان سے کہا گیا تھا کہ اس اونٹنی کا احترام کریں مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ کر اس کو گرایا اور پھر اس کو قتل کر دیا' حضرت صالح نے ان کو عذاب کی وعید سنائی کہ تم تین دن اپنے گھروں میں گزار لو' پھر تم کو عذاب سے ہلاک کر دیا جائے گا' تین دن کے بعد ان کو ایک کڑک نے آلیا اور وہ سب ہلاک کر دیئے گئے۔قرآن مجید میں ''صاعقة'' کا لفظ ہے' اس کی متعدد تفسیریں ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی موت ہے' اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: مہلک عذاب۔حسین بن واقد نے کہا: قرآن مجید میں جہاں بھی ''صاعقة'' کا لفظ آیا ہے اس کا معنی عذاب ہے اور اس کا معنی کڑک بھی ہے' جس وقت ان پر عذاب آیا وہ اس کو دیکھ رہے تھے اور وہ اس کے سامنے اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' نہ اس کو برداشت کرنے کی اور نہ اس کو اپنے سے دور کرنے کی طاقت رکھتے تھے اور جس وقت وہ عذاب سے ہلاک ہو رہے تھے اس وقت وہ کسی سے مدد بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے یعنی ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے پہلے قوم نوح میں (بھی عبرت کی نشانی ہے) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے O (الذّٰریٰت: ۴۶)

یعنی قوم عاد کو کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو طوفان میں غرق کر دیا گیا۔حضرت نوح علیہ السلام کئی صدیوں تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور صرف اسّی (۸۰) آدمی ان پر ایمان لائے' حضرت نوح علیہ السلام نے ایک وسیع و عریض کشتی بنائی اور ایمان والوں کو اپنے ساتھ اس کشتی میں بٹھا کر لے گئے۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی نشان دہی

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرشتوں کے ساتھ مباحثہ کا ذکر ہے' اس کی تفصیل ھود: ۷۴ میں ہے' دیکھئے ''تبیان القرآن'' ج ۵ ص ۵۹۴۔اور اس رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے اس کی تفصیل الاعراف: ۸۴۔۸۰ میں ہے' دیکھئے ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۲۲۰۔۲۱۴۔

اور اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل الاعراف: ۱۴۷۔۱۰۳ میں ہے' دیکھئے ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۳۳۳۔۲۴۸۔

اور اس رکوع میں قوم عاد کے واقعہ کا ذکر ہے' اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر الاعراف: ۶۵۔۷۲ میں ہے' دیکھئے ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۲۰۷۔۱۹۹۔

اور اس رکوع میں قوم ثمود کے واقعہ کا ذکر ہے' اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر الاعراف: ۷۹۔۷۳ میں ہے' دیکھئے ''تبیان

Marfat.com

القرآن'' ج ۴ ص ۲۱۳۔۲۰۹۔

اور اس رکوع کے آخر میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے' اس کی تفصیل الاعراف: ۶۹۔۵۹ میں ہے' دیکھئے ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۱۹۸۔۱۹۰۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا

اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قوت سے بنایا اور بے شک ہم ضرور وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیںO اور زمین کو ہم نے فرش بنایا

فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ

پس ہم کیسا اچھا فرش بنانے والے ہیںO اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ۚ

حاصل کروO پس تم اللہ کی طرف بھاگو میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوںO

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ۚ

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ' میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوںO

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا:

سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ۚ

یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہےO کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس قول کی وصیت کی تھی؟ (نہیں) بلکہ وہ سرکش لوگ تھےO

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ۡ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ

پس (اے رسول مکرم!) آپ ان سے اعراض کریں آپ پر کوئی ملامت نہیں ہو گیO اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

مؤمنین کے لیے مفید ہےO اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریںO

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ

میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیںO بے شک اللہ ہی

Marfat.com

هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَإِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا

سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہےO پس بے شک ظالموں کے لیے (عذاب کا

مِّثْلَ ذَنُوْبِ أَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

ایسا) حصہ ہے جیسے (عذاب کا) حصہ ان کے اصحاب کا ہے سو وہ (عذاب کی) جلدی نہ کریںO پس کفار کے

كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۳ع۲

لیے اس دن سے عذاب ہوگا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قوت سے بنایا' اور بے شک ہم ضرور وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیںO اور زمین کو ہم نے فرش بنایا پس ہم کیسا اچھا فرش بنانے والے ہیںO اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کروO (الذّٰریٰت: ۴۹۔۴۷)

''اید'' کا معنی

اس آیت میں ''اید'' کا لفظ ہے' اس کا معنی قوت اور قدرت ہے یعنی ہم نے آسمان کو اپنی قوت اور قدرت سے بنایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''اید'' ''ید'' کی جمع ہو اور اس کا معنی ہو: ہم نے آسمان کو (اپنے) ہاتھوں سے بنایا اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھوں کے ثبوت میں دو مذہب ہیں' ایک مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں اور وہ مخلوق کے ہاتھوں کی مثل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ اس کے ہاتھوں کی کیا کیفیت ہے' یہ ائمہ اربعہ اور متقدمین کا مذہب ہے' اور متاخرین نے جب دیکھا کہ ان الفاظ کی وجہ سے مخالفینِ اسلام' اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جسمانی اعضاء ہیں اور جسمانی اعضاء کے ثبوت سے اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آتا ہے تو انہوں نے ان الفاظ کی تاویل کی اور کہا: ہاتھوں سے مراد اس کی قدرت' اس کی قوت اور اس کا اقتدار ہے۔

اس آیت کا معنی ہے: ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے بہت وسیع بنایا ہے اور بے شک ہم آسمان کو اس سے بھی زیادہ وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا ایک معنی یہ ہے کہ بے شک ہم اپنی مخلوق کے لیے رزق میں وسعت کرنے والے ہیں یا ہم آسمان سے بارش نازل کر کے رزق میں وسعت کرنے والے ہیں۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو آیات ذکر فرمائیں تھیں ان سے مقصود حیات بعد الموت اور حشر پر ثبوت فراہم کرنا تھا اور اس آیت میں بھی حشر کے ثبوت پر دلیل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی بار آسمان کو بنایا ہے تو وہ دوسری بار آسمان کو کیوں نہیں بنا سکتا؟ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

أَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ط (یٰسٓ: ۸۱)

جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ہے کیا وہ دوبارہ ان کی مثل بنانے پر قادر نہیں ہے۔

آسمانوں کی بناء کو متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے بنانے کا متعدد بار ذکر فرمایا ہے' مثلاً فرمایا: '' وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا O '' (الشمس: ۵) '' أَمِ السَّمَآءُ ط بَنٰهَا ''

Marfat.com

(النّٰزعٰت: ۲۷) ''جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً'' (الغافر: ۶۴) ''بناء'' کا معنی ہے: عمارت یا کسی چیز کو تعمیر کرنا۔

امام رازی فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان کی بناء (عمارت) قیامت تک قائم رہے گی' اس کی کوئی چیز ساقط ہو گی نہ اس کا کوئی جز معدوم ہوگا' اس کے برخلاف زمین میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فرش (بستر) کو کبھی لپیٹ دیا جاتا ہے اور کبھی پھیلا دیا جاتا ہے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے اور آسمان اس چھت کی طرح ہے جو محکم اور ثابت رہتی ہے جیسا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے:

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (النبا: ۱۲) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے O

اور رہی زمین تو اس کا بعض حصہ سمندر بن جاتا ہے اور بعد میں وہ پھر خشکی کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ آسمان انسانوں کے سروں کے اوپر مضبوط گنبد کی طرح بنا ہوا ہے اور زمین وسیع سطح کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور ''بناء'' کا لفظ آسمان کے لائق ہے جس کو بلندی پر بنایا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (النّٰزعٰت: ۲۸) اللہ نے آسمان کی بلندی اونچی کی پھر اس کو ہموار بنایا O

بعض حکماء نے کہا ہے کہ آسمان روحوں کا مسکن ہے اور زمین اعمال کی جگہ ہے اور مسکن اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی کوئی بناء ہو۔

الذّٰریٰت: ۴۸ میں فرمایا: اور زمین کو ہم نے فرش بنایا پس ہم کیسا اچھا فرش بنانے والے ہیں O

ہم نے پانی کے اوپر زمین کا فرش بچھا دیا اور اس کو پھیلا دیا اور ہم کیا خوب فرش بچھانے والے ہیں۔

الذّٰریٰت: ۴۹ میں فرمایا: اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا اور اس کا کوئی جوڑا نہیں

ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے ہر چیز کی دو مختلف صنفیں بنائیں جیسے انسان کی دو صنفیں ہیں: مذکر اور مؤنث اور پھلوں کی دو صنفیں ہیں: میٹھے اور کھٹے۔

مجاہد نے کہا: دو صنفیں جیسے مذکر اور مؤنث' سورج اور چاند' رات اور دن' نور اور ظلمت' میدان اور پہاڑ' جنات اور انسان' خیر اور شر' صبح اور شام اسی طرح مختلف ذائقوں کے پھل' مختلف رنگوں کے پھول اور مختلف خوشبوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی دو مختلف صنفیں بنائیں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ چیزوں کا خالق زوج نہیں ہے فرد ہے اور اس کی صفات دو مختلف صنفوں پر مشتمل نہیں ہیں کہ اس میں حرکت اور سکون ہو یا روشنی اور اندھیرا ہو یا اٹھنا اور بیٹھنا ہو یا ابتداء اور انتہاء ہو' سو اس کی صفات میں تضاد نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم بھی ہے اور قہار اور جبار بھی ہے اور ان صفات میں تضاد ہے' اسی طرح وہ مارتا بھی ہے اور زندہ بھی کرتا ہے اور ان صفات میں بھی تضاد ہے' وہ رزق تنگ بھی کرتا ہے اور کشادہ بھی کرتا ہے اور ان صفات میں بھی تضاد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تضاد ان دو صفات میں ہوتا ہے جو بیک وقت ایک محل میں جمع نہ ہو سکیں' جیسے سفید اور سیاہ ایک کپڑا بیک وقت سفید اور سیاہ نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ بیک وقت رحیم اور قہار ہے اور بیک وقت مارتا ہے اور جلاتا ہے' بیمار کرتا ہے اور شفا دیتا ہے' رزق تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔

پھر فرمایا: تا کہ تم نصیحت حاصل کرو' یعنی تم غور اور فکر کر کے یہ جان لو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تو اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے کیونکہ اگر اس کا بھی کوئی جوڑا ہوتا اور ہر جوڑا مخلوق ہے تو وہ بھی مخلوق ہوتا خالق نہ ہوتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس تم اللہ کی طرف بھاگو میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں O اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ' میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں O اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے O کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس قول کی وصیت کی تھی؟ (نہیں!) بلکہ وہ سرکش لوگ تھے O پس (اے رسول مکرم!) آپ ان سے اعراض کریں آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی O اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا مؤمنین کے لیے مفید ہے O (الذّٰریٰت: ۵۵۔۵۰)

اللہ کی طرف بھاگنے کے محامل

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ پچھلی امتوں کے کفار انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے تھے اور ان کے پیغام کو مسترد کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر عذاب نازل کرتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ اے نبی صلی اللہ علیک وسلم! آپ اپنی قوم سے یہ کہیے کہ پس تم اللہ کی طرف بھاگو میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں' اس آیت کے مفسرین نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) اپنے گناہوں اور ترک عبادت سے اس کی اطاعت اور عبادت کی طرف بھاگو۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے گناہوں سے اس کی طرف توبہ کے لیے بھاگو یا بُرے کام چھوڑ کر نیک کاموں کی طرف بھاگو۔

(۳) الحسین بن الفضل نے کہا: اللہ سے غافل کرنے والی ہر چیز سے احتراز کر کے اللہ کی طرف آؤ۔

(۴) ابوبکر الوراق نے کہا: شیطان کی اطاعت سے بھاگ کر رحمٰن کی اطاعت کی طرف آؤ۔

(۵) جنید بغدادی نے کہا: شیطان گناہ اور گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے تم اس کی دعوت کو مسترد کر کے اللہ کے احکام کی اطاعت کی طرف بھاگو وہ تم کو شیطان کے بہکانے سے محفوظ رکھے گا۔

(۶) ذوالنون مصری نے کہا: جہل سے علم کی طرف بھاگو اور کفر سے شکر کی طرف بھاگو۔

(۷) عمرو بن عثمان نے کہا: اپنے نفسوں کی خواہشات سے اللہ سبحانہٗ کے احکام کی طرف بھاگو اور اپنی تدبیر پر اعتماد نہ کرو' اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف بھاگو۔

(۸) سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: اللہ کے ماسوا سے اللہ کی طرق بھاگو' یعنی ہر اس چیز سے بھاگو جو اللہ کی اطاعت اور عبادت سے غافل اور منحرف کرتی ہے اور ہر اس چیز کے ساتھ رہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی طرف راغب اور متوجہ کرتی ہے۔

اور فرمایا: میں تمہارے لیے اس چیز کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اس کے بھی دو محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ اگر تم کفر اور شرک سے باز نہ آئے تو میں تم کو اللہ کے عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں' دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تلوار سے ڈرا رہا ہے کہ اگر تم نے کفر اور شرک کو نہ چھوڑا تو پھر ہمارے نبی تلوار اٹھا کر تمہارے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

الذّٰریٰت: ۵۲ میں فرمایا: اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے O

Marfat.com

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جس طرح قریش مکہ نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو جادوگر یا دیوانہ کہا ہے اسی طرح پہلی امت کے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جادوگر یا دیوانہ کہا ہے' سو آپ ان کے سب وشتم سے ملول نہ ہوں۔

الذّٰریٰت: ۵۳ میں فرمایا: کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس قول کی وصیت کی تھی؟ (نہیں!) بلکہ وہ سرکش لوگ تھے O

کیا پہلی امتوں نے بعد میں آنے والی امتوں کو وصیت کی تھی کہ تم بھی اپنے زمانہ کے رسولوں کو جادوگر یا دیوانہ کہنا' یہ تعجب آفریں جملہ ہے' اس کے بعد اس جملہ کی نفی کی' نہیں! ایسا نہیں ہوا' انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت نہیں کی' بلکہ یہ تمام کفار ایک ہی سرشت کے لوگ تھے' اور یہ سب کفر وشرک میں حد سے گزر گئے تھے۔

کفار کو تبلیغ کرنے سے منع کرنے کی توجیہ

الذّٰریٰت: ۵۴ میں فرمایا: پس (اے رسول مکرم!) آپ ان سے اعراض کریں آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور نوع کی تسلی دی گئی ہے' کیونکہ آپ کی لگاتار تبلیغ اور نصیحت کے باوجود کفار ایمان نہیں لا رہے تھے تو ممکن تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ خیال فرماتے کہ شاید میری تبلیغ میں کوئی خامی اور کمی ہے' اس وجہ سے یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے' پھر آپ اور زیادہ کوشش کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے اور کفر وشرک کی خرابیوں پر زیادہ آگاہ اور متنبہ کرتے اور اپنے آرام کے وقت کو بھی اس کوشش میں صرف کر دیتے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایمان کی تبلیغ میں جس قدر کوشش کرنی چاہیے تھی وہ آپ کر چکے ہیں' اور اب آپ ان سے اعراض کرلیں تو آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی' ان کا کفر اور شرک پر جمے رہنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ نے ان کو پوری تبلیغ نہیں کی' بلکہ اس کی وجہ ان کا عناد اور ان کی ہٹ دھرمی ہے' سو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی' بلکہ ان کو ہی ملامت کی جائے گی کہ انہوں نے حق بات سننے سے اپنے کانوں کو بہرا کرلیا اور اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر لیے۔

مؤمنین کے لیے آپ کی بار بار نصیحت کا مفید ہونا

الذّٰریٰت: ۵۵ میں فرمایا: اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا مؤمنین کے لیے مفید ہے O

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: آپ ان سے اعراض کیجئے' یعنی ان کفار اور مشرکین سے اعراض کیجئے جو ضدی اور ہٹ دھرم ہیں اور اس آیت میں بتایا ہے کہ مؤمنین کے لیے آپ کا نصیحت کرنا مفید ہے' ہرچند کہ مؤمنین ایمان لا چکے ہیں لیکن ان کو نصیحت کرنے سے ان کا ایمان اور زیادہ قوی اور مستحکم ہوگا اور ان کو اپنے اسلام لانے پر اور زیادہ بصیرت اور شرح صدر حاصل ہوگا جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ (الفتح: ۴)

وہی ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ ان کو اپنے ایمان کے ساتھ مزید ایمان حاصل ہو۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ O (التوبہ: ۱۲۴)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے؟ رہے وہ لوگ جو مؤمن ہیں تو اس سورت نے (بہرحال) ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ (اس سورت کے نازل ہونے سے) خوش ہو رہے ہوتے ہیں O

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ○ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیتا ہے اور ان کو (مزید) تقویٰ عطا فرماتا ہے○ (محمد: ۱۷)

جب آپ بار بار مؤمنوں کو ہدایت دیں گے اور نصیحت کریں گے تو یہ ہدایت اور نصیحت مؤمنوں کے لیے ان کے ایمان میں ثابت قدم رہنے اور تا حیات ایمان پر برقرار رہنے کی موجب ہوگی اور یہ قرآن بعد میں آنے والے مؤمنوں کی نسلوں میں تواتر کے ساتھ منقول ہوتا رہے گا تو بعد کے مؤمنوں کے لیے بھی آپ کی ہدایت اور نصیحت ان کے ایمان میں تقویت کا باعث ہوگی اور ان کے ایمان کے دوام کا موجب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں○ میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں○ بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے○ (الذّٰریٰت: ۵۸۔۵۶)

''الا لیعبدون'' کے معانی اور محامل

(۱) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے تمام جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں' بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں' اس آیت میں ہر چند کہ جنات اور انسانوں کا ذکر بہ طریق عموم فرمایا ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی ہے: جنات اور انسانوں میں سے جو اہل سعادت ہیں ان کو میں نے صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ کو واحد مستحق عبادت مانیں اور میں ان کے ظہور کے زمانوں میں اپنے رسولوں کو بھیج کر ان کی زبانوں سے اپنی عبادت کے جو طریقے بتاؤں ان کے مطابق میری عبادت کریں اور میرے رسولوں کی اطاعت کریں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو بچے اور دیوانے ہیں وہ عبادت کے مکلف نہیں ہیں' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ان کو بھی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۔ اور بے شک ہم نے بہت زیادہ جنات اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الاعراف: ۱۷۹)

اس آیت کا بھی اسی طرح یہ معنی ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کا کفر کریں گے اور اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی عبادت کا مستحق مانیں گے اور ان کو تخلیق میں اور عبادت میں اس کا شریک قرار دیں گے' ان کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں صرف جنات اور انسانوں کو اختیار دیا ہے اور عمل کی آزادی دی ہے اور اس کو ازل میں علم تھا کہ کون کون اپنے اختیار سے اس کی عبادت کرے گا اور کون کون اپنے اختیار سے شرک اور کفر کرے گا اور باقی مخلوق تکوینی اور غیر اختیاری طور پر اس کی عبادت کرتی ہے' پس الذّٰریٰت: ۵۵ میں ان اہل سعادت جنات اور انسانوں کا ذکر فرمایا جن کو اس نے ان کے حسن اختیار کی وجہ سے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور الاعراف: ۱۷۹ میں ان اہل شقاوت جنات اور انسانوں کا ذکر فرمایا جن کو اس نے ان کے سوءِ اختیار کی وجہ سے جہنم کے لیے پیدا فرمایا۔

Marfat.com

(۲) اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے واحد مانیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا‌ ۚ (التوبہ: ۳۱)

ان (یہودیوں اور عیسائیوں) کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ واحد معبود کی پرستش کریں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف واحد معبود کی پرستش کریں تو پھر یہودی اور عیسائیوں کے لیے یہ کیسے ممکن ہوا کہ وہ اس حکم کی مخالفت کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ حکم جبراً نہیں دیا گیا تھا بلکہ ان کو اس حکم پر عمل کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ (الکشف والبیان ج ۶ ص ۱۲۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۳) علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ خوشی یا ناخوشی سے صرف میری عبادت کریں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۴) مجاہد نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں۔

علامہ ثعلبی نے کہا: یہ قول اس لیے حسن ہے کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیتوں میں اس کی تائید ہے:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (الزخرف: ۸۷)

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے (ان کو پیدا کیا ہے)۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۙ (الزخرف: ۹)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو بہت غالب ہے اور بہت علم والا ہے O

رہا مؤمن تو وہ اللہ تعالیٰ کو مصائب میں اور خوش حالی میں یاد کرتا ہے اور رہا کافر تو وہ اللہ کو صرف مصائب میں یاد کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا غَشِيَهُمۡ مَّوۡجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ (لقمان: ۳۲)

اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں O

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۲۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حدیث ''کنت کنزًا مخفیا'' کی تحقیق

(۵) اسی قول کے موافق علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے:

اس آیت میں جو فرمایا ہے: تاکہ وہ میری عبادت کریں' اس کا معنی ہے: تاکہ وہ مجھے پہچان لیں اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننا اس کی عبادت کرنے کا سبب ہے' سو آیت میں مسبب کا ذکر ہے اور اس سے سبب کا ارادہ فرمایا ہے اور یہ مجاز مرسل ہے' اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی وہ معرفت معتبر ہے جو اس کی عبادت سے حاصل ہو نہ کہ وہ معرفت جو بغیر عبادت کے حاصل ہو جیسا کہ فلاسفہ عقلی دلائل سے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرتے ہیں اور یہ عمدہ قول ہے' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ جنات اور انسانوں کو پیدا نہ کرتا تو اس کی معرفت حاصل نہ ہوتی' اس کے وجود کی معرفت حاصل ہوتی نہ اس کی توحید کی' اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۳۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کا متن حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس طرح ذکر کیا ہے:

Marfat.com

میں ایک غیر معروف خزانہ تھا' میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں' سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا میں نے انہیں اپنی پہچان کرائی' پس انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ حافظ سیوطی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الدرر المنتثرہ رقم الحدیث: ۳۵۵ ص ۲۲۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اور اس کی کوئی سند معروف نہیں ہے' صحیح نہ ضعیف۔ علامہ زرکشی اور ہمارے شیخ نے بھی اسی طرح تحقیق کی ہے۔ (المقاصد الحسنۃ رقم الحدیث: ۸۳۸ ص ۳۳۲)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ علامہ سخاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لیکن اس حدیث کا معنی صحیح ہے اور یہ اس آیت سے مستفاد ہے: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○'' (الذّٰریٰت: ۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ رقم الحدیث: ۶۹۸ ص ۱۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی التوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۲ ص ۱۳۲' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس حدیث کے معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ سید نور الدین سمہودی نے ''الانوار السنیۃ'' میں اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

کنت کنزًا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت هذا الخلق لیعرفونی فبی عرفونی.	میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا' پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے اس مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانے سو میری وجہ سے اس نے مجھ کو پہچان لیا۔

اور ''المقاصد الحسنۃ'' میں ''کنت کنزًا لا اعرف'' کے الفاظ ہیں' اور اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خفاء میں کسی کی طرف نسبت کا معنی ہے' پس ضروری ہے کہ اس میں ایک ذات مخفی ہو اور ایک وہ ذات ہو جس سے وہ مخفی ہے اور جب کوئی مخلوق نہیں تھی تو وہ ذات نہیں تھی جس سے وہ مخفی ہو لہٰذا اخفاء متحقق نہیں ہوگا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ خفاء موجودات خارجیہ سے ہے' کیونکہ اشیاء کا وجود خارجی سے پہلے وجود ذہنی نہیں ہوتا' پس گویا کہ اللہ سبحانہٗ موجوداتِ خارجیہ سے مخفی اور غیر معروف تھا' پھر اس نے چاہا کہ کسی موجود خارجی میں اس کی معرفت حاصل ہو تو اس نے مخلوق کو پیدا کیا کیونکہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول خود اس مخلوق کے وجود کی فرع ہے' پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے واسطے سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ تجلیات ان میں ان کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ خفاء سے مراد اس کا لازمی معنی ہے کہ اللہ عزوجل کی معرفت کسی کو بھی حاصل نہیں تھی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ سخاوی نے ''مخفیًا'' کی جگہ ''لا اعرف'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ''مخفیًا'' کو باب افعال سے پڑھا جائے اور اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی اللہ بہت زیادہ ظاہر تھا اور جب کوئی چیز شدت ظہور میں ہو تو جہالت کو واجب کرتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کے لیے حجاب ہو جائے اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آفتاب کے شدید

Marfat.com

ظہور کی وجہ سے اکثر لوگ اس کو نہیں دیکھ سکتے؟ ہاں! جب اس پر بادلوں کا حجاب آ جائے تو اس کو دیکھ لیتے ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۳۹، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر "کنز" کے اطلاق کے جواز کی کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام دیلمی نے اپنی "مسند" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے: "کنز المؤمن ربه" مومن کا خزانہ اس کا رب ہے (اسی طرح ایک حدیث میں ہے):

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک سفر میں فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہاری رہ نمائی اس چیز پر نہ کروں جو "کنز من کنوز الجنة" ہے؟ (جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے!) میں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کہو: "لاحول ولا قوة الا باللہ"۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۲۶، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۶۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۲۴)

ہم "الا لیعبدون" کے معانی اور محامل بیان کر رہے تھے اس کے ضمن میں حدیث "کنت کنزًا مخفیًا" کی تحقیق آ گئی اب ہم پھر اصل مبحث کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

"الا لیعبدون" کے بقیہ معانی اور محامل

(۶) عکرمہ نے کہا کہ "الا لیعبدون" اپنے معنی پر محمول ہے یعنی میں نے جنات اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت اور میری اطاعت کریں تا کہ میں عبادت گزاروں کو ثواب عطا کروں اور منکروں کو سزا دوں۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷۵)

عبودیت کا اصل معنی عاجزی کرنا اور تذلل اختیار کرنا ہے۔ اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے کہ انسان ان تمام اقوال اور افعال کو اختیار کرے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہو اور ان سے راضی ہو اور ان تمام اقوال اور افعال کو ترک کر دے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان طریقوں سے عاجزی اور تذلل کو اختیار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور محض اپنی عقل سے کسی طریقہ کو اختیار نہ کرے۔

(۷) حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں ان کو رزق دیتا ہوں اور میں ان کو کھانا کھلاتا ہوں اور میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۳۸۔ رقم الحدیث: ۳۵۶۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کرنے کے لیے فارغ ہو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو مشغول رکھوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۸)

امام طبرانی نے "مسند الشامیین" اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اور جن اور انس (قیامت کی) عظیم خبر ہیں، پیدا میں کرتا ہوں اور یہ عبادت میرے غیر کی کرتے ہیں، رزق میں دیتا ہوں اور یہ شکر میرے غیر کا ادا کرتے ہیں۔

(الدر المنثور ج ۷ ص ۵۴۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

جب جنات اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو ان میں سے اکثر کے عبادت نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں تو پھر چاہیے تھا کہ سب اس کی عبادت کرتے' حالانکہ بعض اس کی عبادت کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر اختیار کے جبراً عبادت کرنے کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو عمل کرنے یا نہ کرنے کی آزادی دی ہے' اور ان سب کو اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' سو جو عبادت کریں گے' وہ اجر اور ثواب پائیں گے اور جو اس کے خلاف کریں گے وہ سزا کے مستحق ہوں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرو' ہر انسان کے لیے اسی چیز کو آسان کیا جائے گا جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۸۲) اور یہ صرف جنات اور انسانوں کی خصوصیت ہے کہ ان کو عمل کرنے کی آزادی عطا کی ہے ورنہ تمام کائنات غیر اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہے۔

جنات اور انسانوں کی وجہ تخلیق بیان کی گئی ہے' باقی کائنات کی وجہ تخلیق کیوں نہیں بیان کی گئی؟

دوسرا سوال یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف جنات اور انسان کا خالق تو نہیں ہے' وہ تو تمام کائنات کا خالق ہے' پھر صرف جنات اور انسانوں کو ذکر کیوں فرمایا کہ اس نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں سے صرف جنات اور انسانوں کو یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اس کی عبادت اور اطاعت کریں' ورنہ کائنات کا ذرہ ذرہ تکوینی اور جبری طور پر اس کی اطاعت کر رہا ہے' بادل اسی کے حکم سے بارش برساتے ہیں' سورج اور چاند' ستاروں کا طلوع اور غروب اسی کے حکم سے ہوتا ہے' کیا پہاڑ' کیا دریا اور کیا سمندر سب اسی کی اطاعت میں سرنگوں ہیں' حتیٰ کہ ہر انسان خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر اس کا پیدا ہونا' مرنا' جینا' بیمار اور صحت مند ہونا' فقیر یا تونگر ہونا اسی کے حکم سے ہے' جو انسان اپنے اختیار سے اس کی اطاعت نہیں کرتے ان کے جسم کے تمام اعضاء اسی کے حکم سے کام کر رہے ہیں' ان کا معدہ کھانا ہضم کرتا ہے' جگر خون بناتا ہے' ان کا مثانہ اور بڑی آنت فضلہ خارج کرتے ہیں' ان کاموں میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے' ہر انسان کے اندرونی اعضاء یہ تمام کام صرف اللہ عزوجل کے حکم سے کر رہے ہیں' اسی لیے فرمایا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ (مریم: ۹۳) آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز رحمٰن کی عبادت گزار اور اطاعت شعار ہے ○

رہا یہ سوال کہ اس آیت میں جنات کو پہلے ذکر فرمایا ہے اور انسان کو بعد میں اس کا کیا سبب ہے؟ تو اس کا سبب ظاہر ہے جنات کو واقع میں انسانوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اس لیے ان کا ذکر بھی انسان سے پہلے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

اس آیت میں جو فرمایا ہے: میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اور انسانوں کو پیدا کرنے کی علت اور ان کی تخلیق کا سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور یہی ان کو پیدا کرنے کی غرض ہے' اس وجہ سے متکلمین کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی کوئی غرض ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

علامہ محمد السفارینی حنبلی متوفی ۱۱۸۸ھ اس مسئلہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

بعض مالکیہ اور شافعیہ اور ظاہریہ اور اشعریہ اور جہمیہ کا یہ مختار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے اور شیخ ابن تیمیہ' ابن القیم اور شیعہ اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال کی علت اور حکمت ہوتی ہے' اسی طرح اللہ سبحانہٗ جو حکم دیتا ہے اس کی بھی علت اور غرض ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ اکثر اہل سنت نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی علت اور حکمت کی بناء پر ہوتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت آیات میں اللہ تعالیٰ کے افعال کی علت اور حکمت بیان کی گئی' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (المائدہ: ۳۲)

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جس نے کسی شخص کو بغیر کسی شخص کے قتل کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ (الحشر: ۷)

کفار سے جنگ کے بغیر ان کا جو مال (فئی) ان کی بستیوں سے تمہارے ہاتھ آ جائے' سو وہ مال اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا' اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے' تا کہ یہ مال (صرف) تمہارے دولت مندوں کے درمیان گردش کرتا نہ رہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ (البقرہ: ۱۴۳)

اور پہلے آپ جس قبلہ پر تھے ہم نے اس کو صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ ظاہر کر دیں کہ ان لوگوں میں سے کون رسول کا (سچا) پیروکار ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے۔

اور ان آیات کی اور بہت نظائر ہیں اور اللہ تعالیٰ حکیم ہے' اس نے احکام کو کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے مشروع فرمایا ہے' اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوں اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ حکمت اور مصلحت کے مطابق کام کرے اور معتزلہ کے اپنے مؤقف پر حسب ذیل دلائل ہیں:

اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں معتزلہ کے دلائل

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۲۱)

کیا جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مثل کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے یہ بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں ۝

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فاسقین اور صالحین کی موت اور حیات ایک جیسی کر دینا بہت قبیح اور بُرا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے قبیح ہونے کی وجہ سے یہ کام نہیں کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام قبیح ہو اور حکمت اور مصلحت کے خلاف ہو' اس سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور اسی طرح کا استدلال اس آیت سے بھی کیا گیا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ (القیامۃ: ۳۶)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا ۝

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر انکار کیا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ انسان کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا' اللہ اس کو کسی چیز کا حکم دے گا نہ کسی چیز سے منع کرے گا' اس کو ثواب دے گا نہ اس کو سزا دے گا' ایسا گمان کرنا باطل ہے' اور اللہ اس بات سے بلند ہے کہ وہ ایسا کام کرے کیونکہ یہ کام اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے اور یہ کام اس قدر قبیح ہے کہ اس کی نسبت اس حکیم مطلق کی طرف کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح اس آیت میں ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ○ (المؤمنون: ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس گمان سے بلند و برتر قرار دیا ہے کہ وہ انسان کو بے مقصد اور بے کار پیدا کرے اور چونکہ ایسا کرنا بہت قبیح ہے اور اس کی حکمت کے منافی ہے اس لیے ایسے فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے اور جس طرح ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت اور مصلحت کے خلاف کوئی کام کرے اسی طرح عقل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ (لوامع الانوار البھیۃ ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۵ ملخصاً' المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۱۱ھ)

شیخ ابن تیمیہ اور معتزلہ کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

علامہ محمد السفارینی حنبلی متوفی ۱۱۹۸ھ نے شیخ ابن تیمیہ حنبلی اور معتزلہ کی طرف سے جو دلائل فراہم کیے ہیں ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس حکمت اور مصلحت کے مطابق فعل کا کرنا واجب ہے' بلکہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ اللہ جو کچھ کرتا ہے' اس سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا ○ (الانبیاء: ۲۳)

اگر اللہ پر کسی کام کا کرنا واجب ہوتا تو اس کام کے ترک کرنے یا اس کے خلاف کرنے پر اس سے سوال کرنا جائز ہوتا' حالانکہ اللہ سبحانہٗ کے کسی فعل پر اس سے سوال کرنا جائز نہیں ہے نیز اللہ تعالیٰ فعال مطلق ہے اس کے افعال کسی حکمت اور مصلحت کے پابند نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○ (الحج: ۱۸) بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ○

نیز شیخ ابن تیمیہ اور معتزلہ نے جو دلائل قائم کیے ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے' یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان افعال کی کوئی غرض بھی ہوتی ہے' حکمت اور مصلحت اور غرض میں یہ فرق ہے کہ حکمت اور مصلحت فعل پر مترتب ہوتی ہے' مقدم نہیں ہوتی اور غرض فعل پر مقدم ہوتی ہے اور فاعل کو اس فعل پر ابھارتی ہے اور اس غرض سے فاعل کو اس فعل سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور کوئی کمال حاصل ہوتا ہے اور اس فائدہ اور اس کمال کا حصول ہی اس کی غرض ہوتی ہے' ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے اور تمام کمالات اس کو بالفعل حاصل ہیں اور اسے کسی کمال کے حصول کے لیے کوئی فعل کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہیں اور اس کے افعال کی کوئی غرض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہ ہونے پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فعل کسی غرض کے لیے نہیں ہوتا ورنہ لازم آئے گا کہ وہ اس غرض سے کمال حاصل کرے حالانکہ وہ فی نفسہ کامل ہے' پس یہ بات کس طرح صحیح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا فعل کسی غرض اور کسی علت کی وجہ سے ہے؟ اور معتزلہ نے اس کے انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے' ان کا استدلال اس سے ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بعض افعال کے بعد ''لام'' کا ذکر ہے اور ''لام'' تعلیل اور علت کے لیے آتا ہے' جیسے الذّٰریٰت: ۵۶ میں ہے: ''الا لیعبدون'' یعنی جنات اور انسانوں کو عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض آیات میں لام کا علت کے لیے ہونا صحیح نہیں ہے' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ . آفتاب کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کیجئے۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

اور آفتاب ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک کا وقت نماز پڑھنے کی علت اور غرض نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ . اے نبی! (مسلمانوں سے کہیے:) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو۔ (الطلاق: ۱)

اور عدت کی ابتداء کا وقت طلاق دینے کی علت اور غرض نہیں ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔ یہاں پر لام مقارنت کے لیے ہے' یعنی اس وقت میں نماز پڑھو جو آفتاب ڈھلنے کے مقارن ہو اور اس وقت میں طلاق دو' جو عدت کے ابتدائی وقت کے مقارن ہو۔

اسی طرح الذّٰریٰت: ۵۶ کا معنی ہے: میں نے جنات اور انسانوں کو اس وقت میں پیدا کیا ہے جو ان پر عبادت کو فرض کرنے کے مقارن تھا اور جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں پر تعلیل حقیقی مراد نہیں ہے اور غرض کا معنی معتبر نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافع سے مستغنی ہے اس لیے اس کا کوئی فعل ایسا نہیں ہو سکتا جس کی منفعت اس کی طرف راجع ہو یا اس کے غیر کی طرف راجع ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ بغیر کسی واسطے کے غیر تک منفعت پہنچا دے پھر اس کو کسی فعل کے واسطے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جو آیات اس پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی غرض پر مبنی نہیں ہوتے وہ بہت زیادہ ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ . (الرعد: ۲۷) اللہ جس میں چاہے گمراہی پیدا کر دیتا ہے۔

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ . (الرعد: ۱۶) اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ (ابراہیم: ۲۷) اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ○

يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ○ (المائدہ: ۱) اللہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ حکم دیتا ہے ○

اور اس مبحث پر سیر حاصل گفتگو کرنا متکلمین کا مذہب ہے نہ کہ مفسرین کا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۹۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہ ہونے پر علامہ تفتازانی کے دلائل

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

اشاعرہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہیں ہیں اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ کسی غرض کے لیے کوئی فعل کرے تو وہ اپنی ذات میں ناقص ہوگا اور اس غرض سے کمال حاصل کرے گا۔

Marfat.com

(۲) اگر ممکنات میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی غرض ہو تو وہ غرض ابتداءً حاصل نہیں ہو گی بلکہ اس فعل کے پیدا کرنے کے بعد اس کے واسطے سے حاصل ہو گی اور یہ باطل ہے' کیونکہ ہر چیز ابتداءً اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۳) اگر ہر فعل کی کوئی غرض ہو اور اس میں مخلوق کا کوئی نفع ہو تو کفار کو جو اللہ تعالیٰ دائمی عذاب دے گا تو اللہ تعالیٰ کے اس فعل میں بھی کسی کا نفع ہونا چاہیے حالانکہ اس میں کسی کا کوئی نفع نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی اس کے بعد لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ بعض افعال کی غرض ہوتی ہے جیسے احکام شرعیہ کی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جیسے حدود اور کفارات کا واجب ہونا اور نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دینا اور اس طرح کے اور محرمات کی وجوہات اور بعض قرآن مجید کی نصوص سے بھی بعض افعال کی اغراض ثابت ہیں' مثلاً یہ آیات ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذّٰریات:۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں ۝

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ . (المائدہ:۳۲)

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ . (الاحزاب:۳۷)

پس جب زید نے اس عورت سے غرض پوری کر لی تو ہم نے اس عورت کو آپ کے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر (اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں) تنگی نہ رہے۔

اور اسی وجہ سے قیاس بھی حجت شرعیہ ہے کیونکہ اس میں دو حکموں کے درمیان علت مشترک ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ تفتازانی نے جس قاعدہ کو حق لکھا ہے وہ حق نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی کوئی غرض نہیں ہوتی' علامہ تفتازانی نے جو مثالیں دی ہیں وہ حکمت اور مصلحت کی مثالیں ہیں اور غرض اور حکمت میں فرق کو ہم معتزلہ کے رد میں ذکر کر چکے ہیں۔

اس کے بعد علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان کو مکلف کرنے کی غرض یہ ہے کہ اس کے لیے ثواب پیش کیا جائے کیونکہ جب تک انسان پُرمشقت احکام پر عمل کر کے ثواب کا استحقاق ثابت نہ کر لے اس کو ثواب عطا کرنا حسن نہیں ہے اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ . (النساء:۱۳)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس کو اللہ ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔

(۲) اس پر سب کا اجماع ہے کہ مکلف کرنے کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہے۔

(۳) بغیر کسی منفعت کے استحقاق کے پُر مشقت احکام کا مکلف کرنا اضرار اور ظلم ہے' اس لیے اس کی جزاء میں منفعت پیش کرنا ہی وجہ حسن ہے اور یہ دلائل مردود ہیں' اوّل: اس لیے کہ اعمال کی جزاء اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' ورنہ عقلاً یہ بات کیسے درست ہو گی کہ ایک کلمہ پڑھنے کی وجہ سے انسان دائمی جنت کا مستحق ہو جائے؟ اور ثانی: اس لیے کہ اجماع کا دعویٰ غلط

Marfat.com

ہے اور یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ مکلف کرنے کی غرض صرف ثواب عطا کرنا ہو؟ مکلف کرنے کی غرض آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور یہ غرض بھی ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے رب کا شکر ادا کرے اور بھی کوئی غرض ہو سکتی ہے جو ہماری عقل میں نہ آئے' اور یہ سب گفتگو اس صورت میں ہے جب اللہ تعالیٰ کے افعال کی غرض تسلیم کر لی جائے حالانکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہیں ہیں۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۳۰۳-۳۰۱' ملخصاً' منشورات الشریف الرضی' ایران' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض ہونے کے متعلق شارحین حدیث کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

اس آیت (الذّٰریٰت: ۵۶) میں قدریہ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ وہ اس آیت سے اس پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا معلّل بالاغراض ہونا واجب ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک فعل کا کسی غرض پر مبنی ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل کسی غرض پر مبنی ہو اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا اغراض پر مبنی ہونا' جائز ہے واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۵۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا معلّل بالاغراض ہونا جائز ہے' بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا اغراض پر مبنی ہونا اصلاً جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا معلّل بالاغراض ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فی نفسہٖ کمال نہ ہو بلکہ اس غرض کی بناء پر فعل کر کے اُس میں کمال آئے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اور الذّٰریٰت: ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان کی تخلیق کی غرض نہیں بیان فرمائی بلکہ حکمت بیان فرمائی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ احمد قسطلانی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۷۵' بیروت' ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۱۰۳' بیروت)

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے مستغنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں

الذّٰریٰت: ۵۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا دیں O

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں یہ ارادہ نہیں کرتا کہ جنات اور انسان اپنے آپ کو رزق دیں اور نہ یہ ارادہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو کھانا دیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۵۳)

مگر یہ معنی ظاہر آیت کے خلاف ہے کیونکہ ''وما ارید ان یطعمون'' میں ''ن'' کے نیچے زیر ہے' اس کا معنی ہے: اور نہ میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اس لیے اس آیت کا معنی ہے: میں ان سے کسی رزق کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ یہ ارادہ کرتا ہوں کہ یہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تو شاید اس سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی نفع حاصل ہوگا اس کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے کسی رزق کا ارادہ کرتا ہے اور نہ کھانے کا ارادہ کرتا ہے' رزق سے مراد عام ضروریات کی چیزیں ہیں خواہ وہ طعام ہوں یا کوئی اور چیز اور طعام سے مراد خاص رزق ہے جس سے انسان پیٹ بھرتا ہے۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ میرا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مالک کا معاملہ اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ ہوتا ہے' کیونکہ مالک غلام اور نوکر کو اس لیے رکھتا ہے کہ وہ ان نوکروں سے اپنے کاروبار میں اور

Marfat.com

ضروریاتِ زندگی کے حصول میں تعاون حاصل کرے' پس مالک یا تو اپنے تجارتی امور اپنے کارندوں کے حوالے کرتا ہے تا کہ وہ ان کو نفع کما کر لا کر دیں یا اس کی زمین میں غلہ اور اناج کاشت کر کے اس کو فراہم کریں یا اس کے کارخانے' مل یا فیکٹری کو چلائیں اور اس کو نفع لا کر دیں یا وہ ایندھن لانے والے کو رکھتا ہے یا باورچی کو رکھتا ہے جو اس کو کھانا پکا کر دیں اور اس طرح کے اور اسبابِ معیشت اور کاروبار اور روزگار کے حصول کے لیے ملازمین کو رکھتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ جو تمام کائنات کا مالک ہے اس کو اپنے بندوں سے کسی قسم کے بھی کام یا فائدے کے حصول کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے اس کا منشاء یہ ہے کہ اے میرے بندو! تم ان کاموں کو اختیار کرو اور ان اُمور میں مشغول رہو جو تمہاری دنیا اور آخرت میں تمہارے لیے مفید ہوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میرے لیے یا اپنے لیے رزق کی فراہمی میں کوشش کرو' میں تم سے اور تمہاری کاوشوں سے مستغنی ہوں اور میں محض اپنے فضل سے تم کو رزق دیتا ہوں اور تمہیں ان کاموں کی ہدایت دیتا ہوں جو تمہاری دنیا اور آخرت کی اصلاح کریں۔

(الکشاف ج ۴ ص ۴۰۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو' اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو' سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں' سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو' میں تم کو ہدایت دوں گا' اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو' سوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں' اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو' سوا اس کے جس کو میں کپڑے پہناؤں' اے میرے بندو! تم رات اور دن گناہ کرتے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں' تم مجھ سے مغفرت طلب کرو' میں تمہاری مغفرت کروں گا' اے میرے بندو! تم مجھے ضرر پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے' کہ تم مجھے ضرر پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے ہو کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو' اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات اگر تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا' اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات اگر تم میں سب سے زیادہ بدکار شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات کسی ایک میدان میں کھڑے ہو کر سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو میرے پاس جو خزانہ ہے اس میں صرف ایسی کمی ہوگی جیسے کوئی شخص سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکال لے' اے میرے بندو! یہ صرف تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے شمار کرتا ہوں' پھر میں تمہیں ان اعمال کی پوری پوری جزاء دوں گا' پس جو شخص کسی خیر کو پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو شخص اس کے سوا کوئی چیز پائے وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۷)

الذّٰریٰت: ۵۸ میں فرمایا: بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے O

اس آیت میں ''رزق'' ''قوت'' اور ''متین'' کے الفاظ قابل تشریح ہیں:

''رزق'' کے معانی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

''رزق'' کا اطلاق اس عطا پر ہوتا ہے جو مسلسل ہو' خواہ وہ عطا دنیاوی ہو یا اخروی اور کبھی اس کا اطلاق نصیب اور حصہ پر

Marfat.com

بھی ہوتا ہے اور کبھی رزق کا اطلاق اس غذا پر بھی ہوتا ہے جو اس کے پیٹ میں پہنچتی ہے' کہا جاتا ہے: سلطان نے لشکر کو رزق عطا کیا اور علم عطا کرنے پر بھی رزق کا اطلاق کیا جاتا ہے' عطاء دنیوی پر رزق کا اطلاق ان آیات میں ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ. (المنافقون:۱۰) ہم نے تم کو جو کچھ عطا کیا اس میں سے خرچ کرو' اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک پر موت آئے۔

یعنی ہم نے تم کو مال' عزت' مرتبہ اور علم عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ:۸۲) تم نے ہماری نعمتوں سے یہ حصہ لیا ہے کہ تم ہمیں جھٹلاتے ہو○

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ. (الذّٰریٰت:۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

اس سے مراد بارش ہے جس سے جان داروں کی حیات حاصل ہوتی ہے' اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ انسان کو رزق اس کے مقسوم اور اس کے حصہ کے اعتبار سے ملتا ہے۔

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ. (الکہف:۱۹) سو وہ اس سکہ کے عوض تمہارے پاس رزق لے آئے۔

اس آیت میں رزق سے مراد وہ کھانا ہے جو غذا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ○ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ. (قٓ:۱۱۔۱۰) کھجوروں کے بلند درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں○ بندوں کی روزی کے لیے۔

اس آیت میں رزق سے مراد غذائیں ہیں اور اس کو عموم پر محمول کرنا بھی جائز ہے اور اس سے مراد طعام ہو اور لباس اور استعمال کی دوسری چیزیں ہوں اور یہ تمام چیزیں زمینوں سے حاصل ہوتی ہیں اور آسمان سے نازل ہونے والے پانی سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور عطاء اخروی پر رزق کا اطلاق ان آیات میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۹) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو' بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے○

اس آیت میں رزق سے مراد وہ اخروی نعمتیں ہیں جو ان کو آخرت میں عطا کی جائیں گی۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ (مریم:۶۲) ان کے لیے جنت میں صبح اور شام رزق ہوگا○

دنیا اور آخرت کی نعمتوں پر بہ طور عموم رزق کا اطلاق ان آیتوں میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (الذّٰریٰت:۵۸) بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے○

اس آیت میں رزق کا عام معنی مراد ہے' رازق اس کو کہتے ہیں: جو رزق کا خالق اور رزق کا عطا کرنے والا ہو' رزق کا مسبب اللہ تعالیٰ ہے' انسان اللہ کے رزق کو پہنچانے کا ذریعہ اور ظاہری سبب ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر رازق کا اطلاق نہیں کیا جاتا' قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ○ (الحجر:۲۰) اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں روزی کے ذرائع بنا دیئے ہیں اور ان کے لیے (بھی) جن کے تم رازق نہیں ہو○

Marfat.com

یعنی ان کے لیے جن کے لیے تم رزق کا سبب نہیں ہو اور نہ تمہارا ان کے رزق میں کوئی دخل ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيعُونَ ۞ (النحل: ۷۳)

اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں سے انہیں بالکل رزق نہیں دے سکتے اور نہ اس کی کوئی طاقت رکھتے ہیں ۞

یعنی ان کے بناوٹی معبود کسی وجہ سے بھی رزق کا سبب نہیں ہیں' ظاہری سبب ہیں نہ باطنی۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۵۸ ۔ ۲۵۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

رازق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ وہ تمام مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے' وہی رزق کو پیدا کرتا ہے اور تمام مخلوق کو رزق عطا کرتا ہے اور اُن تک پہنچاتا ہے' رزق کی دو قسمیں ہیں: ظاہری رزق اور باطنی رزق' ظاہری رزق وہ خوراک ہے جس سے بدن کی نشوونما ہوتی ہے اور باطنی رزق قلب اور نفس کی غذا ہے جیسے معارف اور علوم' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا. (ہود: ۶)

زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رحم کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے' وہ کہتا ہے: اے میرے رب! یہ نطفہ ہے' اے میرے رب! یہ جما ہوا خون ہے' اے میرے رب! یہ گوشت کا ٹکڑا ہے' پھر جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: اس کو مذکر بناؤں یا مؤنث؟ بدبخت بناؤں یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر اس کی ماں کے پیٹ میں یہ سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۶)

(لسان العرب ج ۶ ص ۱۴۶' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

قوت کے معانی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

قوت کبھی قدرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

خُذُوا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ. (البقرہ: ۶۳)

ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو قوت سے پکڑ لو۔

اور کبھی کسی چیز میں جس چیز کی صلاحیت ہوتی ہے اس کو قوت کہتے ہیں' جیسے کہتے ہیں: کھجور کی گٹھلی بالقوہ کھجور کا درخت ہے' اور قوت کا استعمال کبھی بدن میں ہوتا ہے اور کبھی قلب میں ہوتا ہے اور کبھی معاون میں ہوتا ہے اور کبھی قدرتِ الٰہیہ میں ہوتا ہے' بدن میں قوت کے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً. (حٰم السجدۃ: ۱۵)

قوم عاد نے کہا: ہم سے زیادہ بدنی قوت والا کون ہے؟

قلب میں قوت کے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ. (مریم: ۱۲)

اے یحییٰ! اس کتاب کو (دل کی) قوت سے پکڑیں۔

خارجی معاون میں اس کے استعمال کی مثال یہ آیت ہے:

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً. (ہود: ۸۰)

(لوط نے کہا:) کاش! میرے پاس تم سے مقابلہ کے لیے

Marfat.com

کوئی خارجی معاون ہوتا۔

یعنی میرے پاس کوئی لشکر ہوتا یا میری حمایت میں کوئی مضبوط قبیلہ ہوتا۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ○ بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے○ (الذّٰریٰت:۵۸)

یعنی اللہ کی قوت تمام مخلوق کی قوتوں سے زیادہ ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۴۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

''متین'' کا معنی

علامہ راغب حسین متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

''متین'' صفت مشبہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے: مضبوط اور محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو ''متین'' کہا جاتا ہے، اس سے ''متن'' فعل بنا لیا گیا ہے، یعنی اس کی پشت مضبوط اور قوی ہو گئی۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۹۶)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''متن'' کا معنی ہے: سخت ہونا، ریڑھ کی ہڈی کی دونوں جانبوں کو بھی ''متن'' کہتے ہیں۔

(القاموس ص ۱۲۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک ظالموں کے لیے (عذاب کا ایسا) حصہ ہے جیسے (عذاب کا) حصہ ان کے اصحاب کا ہے سو وہ (عذاب کی) جلدی نہ کریں○ پس کفار کے لیے اس دن سے عذاب ہوگا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے○

(الذّٰریٰت: ۶۰۔۵۹)

''ذنوب'' کا معنی

اس آیت کا معنی ہے: کفارِ مکہ کے لیے بھی عذاب کا ایسا حصہ ہے جیسے پچھلی امتوں کے کافروں کے لیے عذاب کا حصہ تھا۔

اس آیت میں ''ذنوب'' کا لفظ ہے۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے اس کا معنی لکھا ہے:

''ذنب الدابة'' اس کا معنی ہے: سواری کی دم، اور اس کو متاخر اور رذیل چیز سے تعبیر کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: ''هم اذناب القوم'' وہ قوم کے رذیل لوگ ہیں اور ''ذنوب'' اس گھوڑے کو کہتے ہیں: جس کی دم لمبی ہو، جس ڈول کی دم ہو اس کو بھی ''ذنوب'' کہتے ہیں اور ''ذنوب'' سے حصہ کا بھی استعارہ کیا جاتا ہے جیسے اس لفظ سے ڈول کا استعارہ کیا جاتا ہے، جیسے الذّٰریٰت: ۵۹ میں ہے (ذنوب کا معنی حصہ ہے) اصل میں ''ذنب'' کا معنی ہے: کسی چیز کی دم کو پکڑنا اور اس کا استعمال ہر اس فعل میں کیا جاتا ہے جس کا انجام نقصان دہ ہو، اسی وجہ سے بُرے انجام کو ''ذنب'' کہتے ہیں اور چونکہ گناہ کا انجام بھی بُرا ہوتا ہے اس لیے گناہ کو بھی ذنب کہتے ہیں اور ''ذنب'' کی جمع ''ذنوب'' ہے۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (آل عمران:۱۱) پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۴۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

''ذَنْب'' اور ''ذَنَب'' کا لفظی اور معنوی فرق

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

''ذَنْب'' کا معنی ہے: اثم، جرم اور معصیت اور اس کی جمع ''ذنوب'' ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا:

Marfat.com

"وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ" (الشعراء: ۱۴) اس سے مراد آلِ فرعون کے اس شخص کا قتل ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا تھا۔
اور "ذَنَب" معروف ہے (یعنی دم) اور اس کی جمع "اذناب" ہے "ذَنَب الفرس" گھوڑے کی دم کی شکل کا ایک ستارہ ہے "ذَنَب الثعلب" لومڑی کی شکل کی ایک جڑی بوٹی ہے۔ (لسان العرب ج ۶ ص ۴۵ 'دارصادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)
خلاصہ یہ ہے کہ "ذَنْب" (ن پر جزم) اور "ذَنَب" (ن پر زبر) میں فرق ہے "ذَنْب" کا معنی گناہ ہے اور اس کی جمع "ذنوب" ہے اور "ذَنَب" کا معنی دم یا پچھلا حصہ ہے اور اس کی جمع "اذناب" ہے۔
علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:
"ذَنَب" دم والے پرندے کو کہتے ہیں: اس کی جمع "اذناب" ہے۔ (صحاح ج ۱ ص ۱۲۸ 'دارالعلم للملایین' بیروت' ۱۴۰۴ھ)
"ذَنْب" کا معنی ہے: جرم۔ (صحاح ج ۱ ص ۱۲۹)
علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:
"ذَنْب" کا معنی ہے: اثم اور اس کی جمع "ذنوب" اور جمع الجمع "ذنوبات" ہے اور "ذَنَب" میں اگر نون پر حرکت ہو تو اس کا معنی پچھلا حصہ اور نچلے درجے کے لوگ ہیں اور اس کی جمع "اذناب" ہے۔ (القاموس ص ۸۵ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)
علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ "قاموس" کی شرح میں لکھتے ہیں:
"ذَنْب" کا معنی ہے: جرم اور اثم' اور جب "ذَنَب" نون کی زبر سے ہو تو اس کا معنی معروف ہے یعنی دم یا کسی چیز کا پچھلا حصہ' اور شہاب الدین خفاجی نے "عنایۃ القاضی" میں لکھا ہے کہ "ذنب" (نون کی جزم) ذَنَب (نون کی زبر) سے ماخوذ ہے' جس کا معنی نچلا حصہ ہے اور "شفاء" میں مذکور ہے کہ یہ گھٹیا' خسیس اور رذیل چیز کے معنی سے ماخوذ ہے۔ علامہ خفاجی نے کہا ہے کہ کسی لفظ کا ماخوذ ہونا اشتقاق سے زیادہ وسیع دائرہ رکھتا ہے۔
(تاج العروس ج ۱ ص ۲۵۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' مطبعہ خیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ)
معلوف لوئیس متوفی ۱۸۶۷ء لکھتے ہیں:
"ذَنَب" کا معنی حیوان کا پچھلا حصہ ہے' جو معروف ہے' اس کی جمع "اذناب" ہے اور "ذَنْب" کا معنی جرم ہے اور اس کی جمع "ذنوب" ہے۔ (المنجد ج ۱ ص ۲۳۹ 'کتب خانہ ملی' ایران' ۱۳۷۹ھ)
امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:
"الذَّنَب" کی جمع "اذناب" ہے اور "الذَّنْب" کا معنی ہے: اثم اور معصیت اور اس کی جمع "ذُنُوب" ہے اور "ذَنُوب" کا معنی ہے: پانی کا بھرا ہوا ڈول اور ہر چیز کا ایک حصہ۔ (کتاب العین ج ۱ ص ۶۲۹ 'مطبوعہ باقری' ایران' ۱۴۱۴ھ)
خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ لغت کے نزدیک "ذَنْب" (نون کی جزم) اور "ذَنَب" (نون پر زبر) دو الگ الگ لفظ ہیں اور یہ کہنا کہ "ذَنْب" "ذَنَب" سے ماخوذ ہے' محض بعض متاخرین کی نکتہ آفرینی ہے۔
اس کے بعد فرمایا: پس وہ (عذاب کی) جلدی نہ کریں۔
کیونکہ کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے:

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ اے محمد! آپ ہمارے پاس وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں' اگر آپ سچوں میں سے ہیں ۝ (الاعراف: ۷۰)

پھر غزوۂ بدر کے دن ان پر وہ دنیاوی عذاب آ گیا' جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا ان کے لشکر کے ستر افراد قتل کیے گئے اور

Marfat.com

ستر افراد قید کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان سے انتقام لے لیا اور ان میں سے جو کفر پر مر گئے ان کو دوزخ میں دائمی عذاب دیا جائے گا اور ان کے لیے ذلت اور رسوائی ہوگی۔

معصیت کا سبب دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے

الذّٰریٰت: ۶۰ میں فرمایا: پس کفار کے لیے اس دن سے عذاب ہوگا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے O

ان کو جس دن کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ یومِ بدر کا عذاب تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن کا عذاب تھا' کیونکہ قیامت آنے والی ہے اور جو چیز آنے والی ہوتی ہے وہ قریب ہوتی ہے۔

پس عقل والوں پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرنے میں اور اللہ سبحانہٗ کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کریں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ وہ معصیت سے آلودہ ہوں' کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں ہے کہ وہ کب آجائے۔

جو لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں وہ غور کریں تو ان پر منکشف ہوگا کہ ان کے گناہوں کا سبب دنیا کی زیب و زینت سے ٹوٹ کر محبت کرنا ہے اور آخرت سے غافل ہونا ہے' پس ضروری ہے کہ وہ اپنے دلوں سے دنیا کی محبت کا زنگ اتار دیں۔

سورت الذّٰریٰت کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۳ رجب ۱۴۲۵ھ/ ۲۰ اگست ۲۰۰۴ء بہ روز جمعہ سورۃ الذّٰریٰت کی تفسیر مکمل ہوگئی' اس کی ابتداء ۲۸ جولائی ۲۰۰۴ء کو کی تھی اور اس طرح تیئس (۲۳) دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

بیماریوں کا میرے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور اس کی تفسیر مکمل کرادی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں' اور محض اپنے فضل سے میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں' خصوصاً اس تفسیر کے ناشر' کمپوزر' بائنڈر اور دیگر معاونین کی مغفرت فرمائیں' ہم سب کو صحت اور عافیت کے ساتھ ایمان پر قائم اور اسلام کے احکام پر عامل رکھیں اور دنیا اور آخرت کے مصائب' عذاب اور رسوائی سے محفوظ اور مامون رکھیں اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے شاد کام فرمائیں اور آپ کے وسیلہ سے جنت الفردوس کی نعمتیں اور اپنا دیدار عطا فرمائیں۔

وٰاخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین امام المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعلماء ملتہ واولیاء ملتہ وامتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

سورۃ الطّور

سورت کا نام

اس سورت کا نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے:

وَالطُّوۡرِ ۙ۝ (الطور:۱) (پہاڑ) طور کی قسم ۝

سورۃ الذّٰریٰت اور سورۃ الطّور دونوں مکی سورتیں ہیں' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۲ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۵ ہے' یہ سورۂ نوح کے بعد اور سورۃ المؤمنین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الطّور اور سورۃ الذّٰریٰت میں مناسبت

ان دونوں سورتوں میں توحید' حشر ونشر' احوالِ آخرت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات اور مشرکین کے عقائد فاسدہ کے ابطال کے متعلق آیات ہیں اور ان دونوں کی ابتدائی اور انتہائی آیات میں بھی مماثلت ہے۔

سورۃ الذّٰریٰت کی ابتدائی آیات میں سے ہے:

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ۙ۝ (الذّٰریٰت:۱۵) بے شک متقین جنتوں میں اور چشموں میں ہوں گے ۝

اور سورۃ الطّور کی ابتدائی آیات میں سے ہے:

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّنَعِیۡمٍ ۙ۝ (الطور:۱۷) بے شک متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے ۝

سورۃ الذّٰریٰت کی آخری آیت ہے:

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ یَّوۡمِهِمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ۝ (الذّٰریٰت:۶۰) پس کافروں کو اس دن سے عذاب دیا جائے گا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ۝

اور الطّور کی آخری آیات سے یہ آیت ہے:

اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ؕ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هُمُ الۡمَکِیۡدُوۡنَ ؕ۝ (الطور:۴۲) کیا یہ کوئی سازش کرنا چاہتے ہیں' پس کفار ہی (اپنی) سازش کا شکار ہوں گے ۝

سورۃ الطّور کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کر لو' پس میں نے جب طواف کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی جانب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں) پڑھ رہے تھے: '' وَالطُّوۡرِ ۙ۝ وَکِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ۝ ''۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۱ ۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۱۰)

Marfat.com

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھتے ہوئے سنا جس وقت آپ ان آیتوں کو پڑھ رہے تھے:

اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ۞ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ‌ ۚ بَلْ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ ۞ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ ۞ (الطور: ۳۷۔۳۵)

آیا وہ بغیر کسی چیز کے ازخود پیدا ہو گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ۞ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے ۞ کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہ ان خزانوں کے محافظ ہیں ۞

حضرت جبیر نے کہا: (ان آیات کو سن کر مجھے یوں لگتا تھا کہ) میرا دل سینے سے نکل کر اڑ جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۶۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۱۱، سنن نسائی رقم الحدیث: ۹۸۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۲)

سورۃ الطور کے مشمولات

☆ مشرکین جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو قیامت کے دن ان کو دیا جائے گا۔

☆ ان کی وعید کے مقابلہ میں مؤمنین صالحین کو اس اجر وثواب کی نوید سنائی گئی ہے جو ان کو آخرت میں عطا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نعمتیں عطا کیں ہیں ان کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی گئی ہے۔

☆ مشرکین کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی مثل نہیں لا سکتے۔

☆ مشرکین کہتے تھے کہ ان کو مرنے کے بعد نہیں اٹھایا جائے گا اور کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ان کی ان خرافات کا رد کیا گیا ہے۔

☆ متعدد خداؤں کا رد کیا گیا ہے اور مشرکین جو عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے اس کا ابطال کیا گیا ہے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کفار کو چھوڑ دیں اور ان کی دل آزار باتوں پر غمگین نہ ہوں، یہ عذاب ان پر دنیا میں بھی آئے گا اور آخرت میں بھی اور آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور آپ سے یہ وعدہ فرمایا کہ اللہ آپ کی تائید فرمائے گا اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے سورۃ الطور کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں، اے بارِ الٰہ! تو اس عظیم کام میں میرا حامی و ناصر رہنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، ۱۵ فیڈرل بی ایریا، کراچی۔۳۸
۵ رجب ۱۴۲۵ھ / ۲۲ اگست ۲۰۰۴ء

Marfat.com

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٤٩ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ الطور مکی ہے   اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے   اس میں انچاس آیتیں، دو رکوع ہیں

وَالطُّوْرِ ۝١ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝٢ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝٣ وَالْبَيْتِ

اور (پہاڑ) طور کی قسم ۝ اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ۝ جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے ۝ اور بیت المعمور

الْمَعْمُوْرِ ۝٤ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝٥ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝٦ اِنَّ عَذَابَ

کی قسم ۝ اور بلند چھت کی قسم ۝ اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم ۝ بے شک آپ کے رب

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝٧ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝٨ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝٩ وَّ

کا عذاب ضرور واقع ہو گا ۝ اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے ۝ جس دن آسمان بہت کانپ رہا ہو گا ۝ اور

تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝١٠ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ الَّذِيْنَ

پہاڑ بہت تیزی سے چل رہے ہوں گے ۝ اس دن مکذبین کے لیے عذاب ہو گا ۝ جو بے ہودہ

هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣

وقف لازم

مشغلہ میں کھیل رہے ہیں ۝ جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل کر لایا جائے گا ۝

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٤ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا

یہی وہ دوزخ کی آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ۝ کیا یہ جادو ہے؟ یا تم نہیں

تُبْصِرُوْنَ ۝١٥ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا

دیکھ رہے ہے ۝ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو، یہ تمہارے لیے برابر ہے، تم کو ان ہی کاموں کی سزا دی

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝١٧ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ

جا رہی ہے جو تم کرتے تھے ۝ بے شک متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے ۝ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں سے خوش ہو

رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝١٨ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ

رہے ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا ۝ (ان سے کہا جائے گا:) خوشی سے کھاؤ اور پیو یہ ان

Marfat.com

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيۡنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصۡفُوۡفَةٍ‌ ۚ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ

نیک کاموں کی جزاء ہے جو تم کرتے تھے ○ وہ صف بہ صف تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے ہم ان کا نکاح کشادہ چشم

عِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَـقۡنَا بِهِمۡ

گوری عورتوں سے کر دیں گے ○ اور ایمان والوں کو اور ان کی اس اولاد کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم

ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَـتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ كُلُّ امۡرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ

ان کی اس اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ایمان والوں کے عمل سے کوئی کمی نہیں کریں گے ہر شخص اپنے اعمال

رَهِيۡنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾ يَتَـنَازَعُوۡنَ

کے عوض گروی ہے ○ اور ہم ان کو ایسے پھل اور گوشت مسلسل عطا کرتے رہیں گے جن کو وہ طلب کریں گے ○ وہ جنت میں شراب

فِيۡهَا كَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ

کے جام کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ گناہ ○ اور ان کے خدام ان کے گرد پھر

كَاَنَّهُمۡ لُـؤۡلُـؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

رہے ہوں گے گویا کہ وہ پوشیدہ موتی ہیں ○ اور وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ایک دوسرے کے احوال دریافت کریں گے ○

قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا قَبۡلُ فِىۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِيۡنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَوَقٰٮنَا

وہ کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں خوف زدہ رہتے تھے ○ پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ کے عذاب

عَذَابَ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡبَـرُّ الرَّحِيۡمُ ﴿۲۸﴾ ع ۲۸ ۱

سے بچالیا ○ بے شک ہم اس سے پہلے اللہ ہی کو پکارتے تھے، بے شک وہ بہت احسان فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (پہاڑ) طور کی قسم ○ اور اس کتاب کی قسم جو لکھی ہوئی ہے ○ جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے ○ اور بیت المعمور کی قسم ○ اور بلند چھت کی قسم ○ اور جوش مارتے ہوئے سمندر کی قسم ○ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا ○ اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے ○ (الطور: ۸۔۱)

''الطور'' کا معنی اور مصداق

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ طور کے معنی میں لکھتے ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: سریانی زبان میں طور پہاڑ کا نام ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ طور زبیر ہے۔

Marfat.com

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر سبزہ پیدا ہو اور جس پر سبزہ پیدا نہ ہو اس پہاڑ کو طور نہیں کہتے۔

پھر جس پہاڑ طور کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی' اس کے مصداق میں تین قول ہیں:

(۱) سدی نے کہا: یہ طور سیناء ہے (۲) ابن قتیبہ نے کہا: یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا (۳) کلبی نے کہا: یہ ایک غیر معروف پہاڑ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ پہاڑوں میں جو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں رکھی ہیں ان کو یاد دلایا جائے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷۷۔۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی ۴۲۷ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہر پہاڑ طور ہے لیکن اللہ سبحانہٗ کی مراد یہاں پہاڑ طور سے وہ پہاڑ طور ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ارضِ مقدسہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا' یہ پہاڑ مدین میں ہے اور اس کا نام زبیر ہے اور مقاتل بن حیان نے کہا: یہ دو پہاڑ ہیں' ایک کو طور تینا کہا جاتا ہے اور دوسرے کو طور زیتونا کہا جاتا ہے کیونکہ ایک پہاڑ تین (انجیر) اگاتا ہے اور دوسرا پہاڑ زیتون اگاتا ہے۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۲۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جمہور عرب کے نزدیک ہر پہاڑ کو الطور کہتے ہیں' اس سے مراد طور سینین ہے' جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا' اس کو طور سیناء بھی کہتے ہیں' اس نام سے جو پہاڑ مشہور ہے وہ مصر میں میدان تیہ کے قریب ہے۔

ابوحیان اندلسی نے سورۃ التین کی تفسیر میں کہا ہے کہ طور سینا شام میں ایک پہاڑ ہے اور یہ وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ امام راغب نے نقل کیا ہے کہ یہ پہاڑ تمام روئے زمین کو محیط ہے اور یہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ یہ جنت کا ایک پہاڑ ہے اور میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے' ابوحیان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ غیر معروف پہاڑ ہے اور میرا اعتماد اس پر ہے کہ یہ پہاڑ مصر میں ہے' اور اسی پہاڑ پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۴۲۔۴۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ راغب اصفہانی نے مطلقاً یہ نہیں لکھا کہ طور وہ پہاڑ ہے جو تمام روئے زمین کو محیط ہے' جیسا کہ علامہ آلوسی نے لکھا ہے' بلکہ انہوں نے طور کے متعلق تین قول نقل کیے ہیں' پہلا قول یہ ہے کہ طور ایک مخصوص پہاڑ کا نام ہے' پھر لکھا ہے: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ہر پہاڑ کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پہاڑ تمام روئے زمین کو محیط ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۰۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

''کتاب مسطور'' کے معانی اور مصادیق

الطور: ۲ میں فرمایا: اور اس کتاب کی قسم جو لکھی ہوئی ہے O

اس سے مراد قرآن مجید ہے جس کو مؤمنین مصاحف میں سے پڑھتے ہیں اور فرشتے اس کو لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ بے شک یہ قرآن بہت عزت والا ہے O جو معزز کتاب میں درج ہے O (الواقعہ: ۷۸۔۷۷)

بعض مفسرین نے کہا: ''کتاب مسطور'' سے مراد تمام وہ کتابیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں اور ہر

Marfat.com

کتاب باریک کھال یا جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں تھی' جس سے حاملین کتب اس کو پڑھتے تھے۔

کلبی نے کہا: اس کتاب سے مراد ''تورات'' ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی آواز سن رہے تھے۔

فراء نے کہا: اس سے مراد لوگوں کے صحائف اعمال ہیں' بعض وہ ہیں جو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے صحیفہ اعمال پکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اپنے بائیں ہاتھ سے اپنا صحیفہ اعمال پکڑے ہوئے ہوں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۞ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۞ (بنی اسرائیل: ۱۴۔۱۳)

اور ہم قیامت کے دن ہر انسان کے سامنے اس کا صحیفہ اعمال نکالیں گے جس کو وہ اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا ۞ لے آج خود ہی اپنا اعمال نامہ پڑھ لے اپنا محاسبہ کرنے کے لیے آج تو خود ہی کافی ہے ۞

نیز فرمایا:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۞ (التکویر: ۱۰)

اور جب صحائف اعمال کھول دیئے جائیں گے ۞

موت کے وقت صحائفِ اعمال لپیٹ دیئے جاتے ہیں' پھر قیامت کے دن حساب کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں' جنہیں ہر شخص دیکھ لے گا اور ازخود پڑھ کر اپنا محاسبہ کرے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کے لیے لکھ دیا ہے' وہ اس کتاب میں پڑھتے ہیں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل مؤمنین اور اولیاء اللہ کے دلوں میں لکھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ. (المجادلہ: ۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔

کیونکہ قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں ہے: ہر کتاب باریک کھال یا جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں تھی' یعنی ورق میں لکھنے کا ذکر ہے' مذکور الصدر آیت میں دل میں لکھنے کا ذکر ہے تو اس آیت میں قلب کو مجازاً ورق پر محمول کرنا پڑے گا۔

جو مرتب حروف لکھے ہوئے ہوں ان کو سطر کہا جاتا ہے' یعنی وہ کتاب جو باریک جھلی یا کھال میں لکھی ہوئی ہے۔

یہ تمام اقوال مرجوح اور غیر معتبر ہیں' صحیح بات یہی ہے کہ ''کتاب مسطور'' سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب دلائل سے واضح کریں گے۔

الطور: ۳ میں فرمایا: جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے۔

''رق'' کے معانی اور مصادیق میں اربابِ لغت کی تصریحات

اس آیت میں ''رق'' کا لفظ ہے' اس کے معانی کتب لغت میں حسب ذیل ہیں:

خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

''رق'' کا معنی ہے: صحیفہ بیضاء' یعنی سفید ورق' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۞'' (الطور: ۳)۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''رقیق'' کے معنی ہیں: باریک' کہا جاتا ہے: ''ثوب رقیق'' یعنی باریک کپڑا' ''رقیق القلب'' جس کا دل نرم ہو اور ''رق'' کاغذ کے مشابہ اس چیز کو کہتے ہیں جس پر لکھا جا سکے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ'' (الطور: ۳)۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۶۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

''الرَّق'' کا معنی ہے: صحیفۃ بیضاء' وہ باریک جھلی یا کھال جس پر لکھا جا سکے' اسی معنی کے موافق قرآن مجید میں ہے: ''فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ'' (الطور: ۳) یعنی صحیفوں میں۔ فرّاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد تمام اولادِ آدم کے اعمال نامے ہیں۔

(لسان العرب ج ۶ ص ۲۰۵' دار صادر' بیروت)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''الرَّق'' اس باریک کھال یا جھلی کو کہتے ہیں جس پر لکھا جا سکے اور صحیفہ بیضاء (سفید کاغذ) کو بھی کہتے ہیں۔

(القاموس ص ۸۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''رَق'' کے معانی اور مصادیق میں مفسرین کی تصریحات

مفسرین اس کے حسب ذیل معانی لکھتے ہیں:

امام محمد بن جعفر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے قتادہ سے نقل کیا ہے' اس کا معنی ''کتاب'' ہے' اور مجاہد سے نقل کیا ہے اس کا معنی ''صحیفہ'' ہے۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

''رَق'' اس چیز کو کہتے ہیں جس پر لکھا جا سکے اور یہ وہ باریک کھال ہے جس پر مصحف کو لکھا گیا اور ''منشور'' کا معنی ہے: ''مبسوط'' یعنی کھلا ہوا' اس کے مصداق میں کئی اقوال ہیں: (۱) تورات (۲) لوحِ محفوظ (۳) مخلوق کے اعمال نامے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۸۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

''رق'' وہ باریک کھال ہے جس پر لکھا جا سکے اور اس سے کتاب کا استعارہ کیا گیا ہے اور اس میں تنوین تعظیم کے لیے ہے' یعنی یہ بہت عظیم کھال ہے اور اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ یہ لوگوں کے درمیان معروف کتابوں میں سے نہیں ہے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۰۶۔ ۶۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے' ہر چند کہ ''کتاب مسطور'' لفظ عام ہے لیکن یہاں پر عام کا ذکر کر کے اس سے خاص کا ارادہ کیا گیا ہے الخ اور جب اس سے مراد قرآن کریم ہو تو اس کا غیر متعارف ہونا اس لحاظ سے ہے کہ نقوش اور کتابت سے قطع نظر یہ کلام انسانوں کے کلام کی جنس سے نہیں ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۰۶۔ ۶۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں جن کتابوں اور تحریروں کو عرصۂ دراز تک محفوظ رکھنا مقصود ہوتا تھا ان کو ہرن کی باریک کھال پر لکھا جاتا تھا' کیونکہ اس زمانہ میں کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا' یہ کھال خاص طور پر باریک جھلی کی شکل میں تیار کی جاتی تھی اور اس کو عرف عام میں ''رَق'' کہا جاتا تھا' اہل کتاب عام طور پر تورات' زبور' انجیل اور دیگر صحف انبیاء کو اسی ''رق'' پر لکھا کرتے

Marfat.com

تھے' تا کہ یہ کتابیں عرصۂ دراز تک محفوظ رہ سکیں' اس آیت میں ''رق منشور'' سے مراد قرآن مجید ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے ''کتاب مسطور'' کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مراد ''تورات'' ہے یا آسمانی کتاب یا مخلوق کے صحائفِ اعمال ہیں اور چوتھا قول یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور ''رق منشور'' کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ کتاب بالکل کھلی ہوئی ہے' اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور ہر شخص اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۹۹۔۱۹۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی نے ''رق منشور'' کی جو تفسیر کی ہے کہ یہ کتاب بالکل کھلی ہوئی ہے اور اس کا ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے' اس سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ ''کتاب مسطور فی رق منشور'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ''کتاب مسطور'' اور ''رق منشور'' میں تنوین تعظیم کے لیے ہے یعنی وہ بہت عظیم کتاب ہے اور اس کا معظم کتاب ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے مراد قرآن یا تورات سے کوئی ایک کتاب مراد ہو۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۴۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح ترین بات یہی ہے کہ ''کتاب مسطور فی رق منشور'' سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ جو کتاب آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور جس کتاب کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے وہ قرآن مجید ہی ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاملِ قرآن تھے' حاملِ تورات نہ تھے اور جس کتاب کو آپ مشرکین کے سامنے پیش کر رہے تھے اور جس کتاب کی آپ تعلیم دے رہے تھے وہ تورات یا انجیل نہیں' قرآن کریم ہے' نیز تورات' انجیل اور زبور تو آپ کے زمانہ میں محرف اور مبدل ہو چکی تھیں' ان کی عظمت کی قسم کھانے کا کیا موقع تھا' اس لیے ہمارے نزدیک سید ابو الاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے:

یہاں کھلی کتاب سے مراد یہی مجموعہ کتب مقدسہ ہے جو اہل کتاب کے ہاں موجود تھا۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۱۶۲' لاہور' ۱۹۸۲ء)

اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید حضور کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا اس لیے ---- اس کا وجود مشکوک ہے

میرے فاضل دوست مولانا قاری عبد المجید شرق پوری (حال برسٹل) نے مجھ سے فون پر کہا کہ یہاں پر عیسائی سکالر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں جمع اور مرتب نہیں کیا گیا تھا' یہ پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشورے سے جمع کیا گیا' اس وقت بھی یہ مختلف لغات پر پڑھا جاتا تھا' بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے صرف اس نسخہ کو باقی رکھا گیا جو لغت قریش پر تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کے پاس محفوظ تھا اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے پاس یہی قرآن مجید موجود ہے' اور اس قرآن مجید کے متعلق یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی قرآن مجید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا کیونکہ اس کی جمع اور ترتیب آپ کے وصال کے بعد ہوئی اور اس کی ترویج اور اشاعت تو آپ کی وفات کے بہت بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی ہے۔

قاری عبد المجید صاحب نے کہا: آپ عنقریب ''فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ'' (الطور: ۳) کی تفسیر میں پہنچنے والے ہیں' آپ اس اعتراض کا مکمل قلع قمع کریں اور اس آیت کی تفسیر میں سیر حاصل بحث کر کے یہ واضح کریں کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا اور اس مسئلہ میں جس قدر شبہات ہیں ان کا ازالہ کریں۔

Marfat.com

عیسائیوں کی موجودہ ''انجیل'' کا وجود خود مشکوک ہے

قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا' اس کا ثبوت ہم بعد میں ذکر کریں گے' پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عیسائی حضرات کے نزدیک چار انجیلیں مستند' معروف اور مسلّم ہیں جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا نازل شدہ کلام مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' حالانکہ ان انجیلوں کے مطالعہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے حضرت علیہ السلام کی سوانح' ان کی سیرت اور ان کی داستانِ حیات لکھی ہے جس میں کہیں کہیں الہامی جملے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے یہ فرمایا اور یہ فرمایا' ان میں سے بعض آیات کا قرآن مجید مصدق ہے اور اکثر کا مکذب ہے اور وہ جعلی اور وضعی آیات ہیں اور ان چاروں انجیلوں میں سے کوئی ایک انجیل بھی وہ نہیں ہے جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور ان میں سے کوئی انجیل بھی وہ انجیل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی' بہ جز چند آیات کے۔

مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی متوفی ۱۳۰۸ھ نے عربی میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے'' اظہار الحق'' جس میں عیسائیت کا رد بلیغ کیا ہے' اس کتاب کا عیسائی علماء اب تک جواب نہیں دے سکے' یہ کتاب اردو ترجمہ اور حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے' ہم اس کتاب سے وہ اقتباس پیش کر رہے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ انجیلوں میں کوئی انجیل بھی وہ نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی' مولانا کیرانوی لکھتے ہیں:

اناجیلِ اربعہ کی اصلیّت

انجیل متی' لوقا' مرقس

آپ کو عنقریب مقصد ۳' شاہد ۱۵ میں معلوم ہوگا کہ قدماء مسیحیین سب کے سب اور بے شمار متاخرین اتفاق رائے کے ساتھ کہتے ہیں کہ انجیل متی عبرانی زبان میں تھی' مگر عیسائی فرقوں کی تحریف کی وجہ سے وہ ناپید ہوگئی' موجودہ انجیل صرف اس کا ترجمہ ہے' مگر اس ترجمہ کی اسناد بھی ان کے پاس موجود نہیں' یہاں تک کہ یقینی طور پر اس کے مترجم کا نام بھی آج تک نہیں معلوم ہو سکا' صرف اندازہ اور قیاس سے کہتے ہیں کہ شاید فلاں فلاں اشخاص نے اس کا ترجمہ کیا ہے' جو مخالف کے لیے حجت نہیں ہو سکتا اور اس قسم کے قیاس سے مصنف تک اس کی سند ثابت نہیں کی جا سکتی' مقدمہ کے نمبر ۷ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ''میزان الحق'' کا مصنف بھی باوجود اپنے پورے تعصب کے اس انجیل کی نسبت کسی سند کے بیان کرنے پر قادر نہ ہو سکا' بلکہ محض قیاس سے یہ کہا کہ '' غالب یہی ہے کہ متی نے اس کو یونانی زبان میں لکھا تھا'' مگر بغیر دلیل اس کا ظن و قیاس مردود ہے' اس لیے یہ ترجمہ واجب التسلیم نہیں ہے' بلکہ قابلِ رد ہے۔

انسائیکلوپیڈیا میں انجیل متی کے بارہ میں یوں کہا گیا ہے کہ:

یہ انجیل ۴۱ء میں عبرانی زبان میں اور اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی کے درمیان تھی لکھی گئی' لیکن موجودہ صرف یونانی ترجمہ اور عبرانی زبان میں جو آج نسخہ موجود ہے' وہ اسی یونانی کا ترجمہ ہے۔

وارڈ کیتھولک اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ:

جیروم نے اپنے خط میں صاف صاف لکھا ہے کہ بعض علماء متقدمین انجیل مرقس کے آخری باب میں شک کرتے تھے اور بعض متقدمین کو انجیل لوقا باب ۲۳ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدمین اس انجیل کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے

Marfat.com

تھے' یہ دونوں ابواب فرقۂ مارسیونی[1] کے نسخہ میں موجود نہیں ہیں۔

محقق نورٹن اپنی کتاب مطبوعہ بوسٹن ۱۸۳۷ء کے صفحہ پر انجیل مرقس کی نسبت کہتا ہے:

اس انجیل میں ایک عبارت قابلِ تحقیق ہے' جو آیت ۹ سے آخری باب کے ختم تک پائی جاتی ہے' اور کریساخ سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اس نے اس متن میں عبارت پر شک و تردّد کا کوئی علامتی نشان بھی نہیں لگایا' حالانکہ اس کی شرح میں اس کے الحاقی ہونے کے بے شمار دلائل پیش کرتے ہیں۔

اس کے بعد دلائل نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت مشتبہ ہے' بالخصوص جب کہ ہم کاتبوں کی فطری عادت کو بھی پیش نظر رکھیں کہ وہ عبارت کو خارج کرنے کے مقابلہ میں داخل کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور کریساخ فرقۂ پروٹسٹنٹ کے معتبر علماء میں سے ہے' اگرچہ نورٹن ان کے نزدیک اس پایہ کا شخص نہیں ہے' مگر کریساخ کا قول تو اُن پر یقیناً حجت ہے۔

انجیلِ یوحنا مستند نہیں' اُس کے دلائل

اسی طرح پوری طرح سند سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جو انجیل یوحنا کی جانب منسوب ہے' وہ اسی کی تصنیف ہے بلکہ بعض چیزیں ایسی موجود ہیں جو اُس کی تردید کرتی ہیں۔

پہلی دلیل

گزشتہ دَور میں یعنی مسیح علیہ السلام سے قبل اور اُن کے بعد تصنیف کا طریقہ وہی تھا جو آج مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ جیسا کہ آپ کو توریت کے احوال میں باب ۴ کے اندر معلوم ہو چکا ہے اور مزید باب مقصد ۳ شاہد ۱۸ میں معلوم ہوگا۔ اسی انجیل سے قطعی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یوحنا اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں اور جس چیز کی شہادت ظاہر دیتا ہو اس کے خلاف کوئی بات نہیں مانی جا سکتی' تاوقتیکہ اُس پر کوئی مضبوط اور قوی دلیل نہ ہو۔

دوسری دلیل

اس انجیل کے باب ۲۱ آیت ۲۴ میں اس طرح ہے کہ:

یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے۔

یہاں لکھنے والا یوحنا کے حق میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ: یہ وہ شاگرد ہے جو یہ شہادت دے رہا ہے' اور ''اس کی شہادت'' (ضمیر غائب کے ساتھ) اور اس کے حق میں ''نعلم'' (ہم جانتے ہیں) کے الفاظ (صیغۂ متکلم کے ساتھ) کا استعمال بتاتا ہے کہ اس کا کاتب یوحنا نہیں ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے شخص کو یوحنا کی لکھی ہوئی کچھ چیزیں مل گئی ہیں' جن کو اپنی طرف سے اس نے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جو عہد نامۂ قدیم کی کتابوں کو واجب التسلیم قرار نہیں دیتا اور دو خداؤں کا قائل ہے' ایک خالق خیر اور ایک خالق شر' اور عہد قدیم کی کتابیں دوسرے خدا کی بھیجی ہوئی ہے' عہد جدید کے جن ابواب میں عہد قدیم کا تذکرہ ہے اُسے یا تو رد کر دیتا تھا یا اس میں تحریف کرتا تھا' اس فرقہ کا بانی مارسیون تھا' اس کی نسبت سے اسے مارسیونی کہتے ہیں۔ (ملخص از ازالۃ الشکوک ص ۱۹۳۔ ۱۹۲' بحوالہ لارڈنر وغیرہ) عربی میں اسے مرقیون بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

تیسری دلیل

دوسری صدی عیسوی میں جب اس انجیل کا انکار کیا گیا کہ یہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے' اس زمانہ میں آرینوس[1] جو یوحنا کے شاگرد پولیکارپ[2] کا شاگرد ہے' موجود تھا' اس نے منکرین کے جواب میں قطعی یہ نہیں کہا کہ میں نے پولیکارپ سے سُنا ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے' اب اگر یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہوتی تو پولیکارپ کو اس کا علم ضرور ہوتا' اور یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ ارینوس پولیکارپ سے مخفی باتیں اور راز کی چیزیں سنتا ہے اور نقل کرتا ہے اور اس عظیم الشان اور اہم معاملہ میں ایک لفظ بھی اپنے استاد سے نہیں سنتا اور یہ احتمال تو اور بھی زیادہ بعید تر ہے کہ اس نے سُنا ہو مگر بھول گیا ہو' کیونکہ اس کی نسبت یہ معلوم ہے کہ اس کے یہاں زبانی روایت کا بڑا اعتبار تھا اور وہ ایسی روایتوں کو بہت محفوظ اور یاد رکھتا تھا' مایوسی بیوس اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کی کتاب ۵ باب ۲۰ ص ۲۱۹ میں آرینوس کا قول زبانی روایتوں کی نسبت یوں نقل کرتا ہے:

میں نے یہ اقوال خدا کے فضل سے بڑے غور سے سُنے اور اپنے سینہ میں لکھے' نہ صرف کاغذوں پر اور عرصۂ دراز سے میری پُرانی عادت ہے کہ میں ہمیشہ ان کو پڑھتا رہتا ہوں۔

اور یہ بات اور بھی زیادہ مستبعد ہوگی کہ اس کو یاد تو تھا لیکن مخالفین کے مقابلہ میں بیان نہیں کیا' اس دلیل سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں جب مخالفین نے اس انجیل کو یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کیا' اور ان کے مقابلہ میں متقدمین اس کو ثابت نہیں کر سکے تو یہ انکار ہمارے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

نیز آپ کو عنقریب مغالطہ نمبر ا کے جواب میں معلوم ہوگا کہ سلوس جو بت پرست مشرک علماء میں سے تھا' اس نے دوسری صدی میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا تھا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلوں میں تین یا چار مرتبہ تحریف کر ڈالی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ایسی تحریف کی کہ مضامین قطعی بدل گئے۔

اسی طرح فاسٹس جو فرقہ مانی کینر کان[3] کا عالم ہے' چوتھی صدی میں پکار کر کہتا ہے:

یہ بات محقق ہے کہ اس عہدِ جدید کو نہ تو مسیح علیہ السلام نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے' بلکہ ایک گمنام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے ساتھیوں کی جانب منسوب کر دیا۔

تا کہ لوگ اس کو معتبر سمجھ لیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں تا کہ ایسی کتابیں تصنیف کر ڈالیں' جن میں بے شمار اغلاط اور تناقض پائے جاتے ہیں۔

چوتھی دلیل

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء ج ۷ ص ۲۰۵ میں یوں لکھا ہے:

---

[1] ارینوس (Irenacus) لیون کا مشہور بشپ اور عیسائیت کا مسلم الثبوت عالم جو ۱۳۰ء میں پیدا ہوا اور تقریباً ۱۸۴ء میں وفات پائی' بدعتیوں کے خلاف اس کی کتابیں مشہور ہیں' جن کا لاطینی ترجمہ تا حال پایا جاتا ہے۔ (برٹانیکا) ۱۲

[2] پولیکارپ (Polycarp) سمرنہ کا مشہور بشپ جس نے حواریوں کا زمانہ پایا ہے' تقریباً ۶۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۵ء میں وفات پائی' بدعتیوں کے خلاف اس کے کارنامے بھی معروف ہیں۔ ۱۲ ت

[3] عیسائیوں کا ایک فرقہ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی اور عبرانی پیغمبروں سے ہمکلام ہوا' معاذ اللہ سچا خدا نہیں بلکہ شیاطین میں سے ایک شیطان ہے۔ یہ فرقہ عہد جدید کی کتابوں کو مانتا ہے' مگر ان میں الحاق و تحریف کا قائل ہے اور ان میں سے جو پسند آتا ہے اسے لے لیتا ہے' باقی کو چھوڑ دیتا ہے' مانی کیز اس فرقہ کا بانی ہے۔ (خلاصہ ماخوذ از ازالۃ الشکوک ص ۱۹۴' بحوالۂ کتاب الاسناد از لارڈنر) ۱۲ تقی

Marfat.com

اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلاشک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے۔

ملاحظہ کیجئے اسٹاولن کس دلیری کے ساتھ اس انجیل کے یوحنا کے تصنیف نہ ہونے کا اعلان کررہا ہے اور کس طرح برملا کہہ رہا ہے کہ وہ اسکندریہ کے ایک طالب کا کارنامہ ہے۔

پانچویں دلیل

محقق برطشنیدر کہتا ہے کہ:

یہ ساری انجیل' اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے' اس کی تصنیف قطعی نہیں ہیں' بلکہ کسی شخص نے ان کو دوسری صدی عیسوی میں لکھا ہے۔

چھٹی دلیل

مشہور محقق کروٹیس کہتا ہے کہ:

اس انجیل میں ۲۰ ابواب تھے' افساس کے گرجے نے اکیسواں باب' یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے۔

ساتویں دلیل

دوسری صدی عیسوی کے فرقہ وجین اس انجیل کے منکر تھے' اسی طرح یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتے تھے۔

آٹھویں دلیل

باب ۲ مقصد ۲ میں آپ کو معلوم ہوگا کہ باب ۸ کی ابتدائی ۱۱ آیات کا انکار' جمہور علماء نے کیا ہے اور عنقریب آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ آیات سریانی ترجمہ میں موجود نہیں ہیں' اب اگر اس انجیل کی کوئی سند موجود ہوتی تو اُن کے محقق علماء اور بعض فرقے وہ بات نہ کہتے جو انہوں نے کہی ہے' لہٰذا سچی بات وہی ہے جو فاضل اسٹاولن اور برطشنیدر کہتے ہیں۔

نویں دلیل

اناجیلِ اربعہ کی تالیف کے زمانہ میں کمزور اور واہیات بلاسند روایات کا رواج تھا' اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ان کے پاس ان کتابوں کی کوئی سند نہیں ہے۔

ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء ج ۴ قسم ۲ کے باب ۲ میں کہتا ہے کہ:

ہم کو مؤرخین کنیسہ کی معرفت اناجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معیّن ہیں' جن سے کسی معیّن چیز تک رسائی نہیں ہوسکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی' اور ان کو قلمبند کرڈالا' بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے قبول کرلیا اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کاتب سے دوسرے تک پہنچتی رہیں' مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب اُن کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہوگیا۔

پھر اسی جلد میں کہتا ہے کہ:

پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی۔ دوسری انجیل ۵۶ء اور اس کے بعد ۶۵ء تک کسی وقت میں اور غالب یہ ہے کہ ۶۰ء یا ۶۳ء میں تالیف ہوئی' تیسری انجیل ۵۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی' چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۸۹ء یا ۹۸ء میں تالیف ہوئی۔

Marfat.com

خطوط و مشاہدات

اور رسالہ عبرانیہ اور پطرس کا دوسرا رسالہ اور یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ یعقوب علیہ السلام کا رسالہ یہودا کا رسالہ مشاہداتِ یوحنا اور یوحنا کا رسالہ نمبر ا (کے بعض جملوں) کی نسبت حواریین کی جانب بلا دلیل ہے اور یہ ۳۶۳ء تک مشکوک رہے اور بعض مذکورہ جملے مردود اور آج تک جمہور محققین کے نزدیک غلط ہیں جیسا کہ آپ کو باب ۲ کے مقصد ۲ میں معلوم ہو جائے گا یہ جملے سریانی ترجمہ میں قطعاً موجود نہیں ہیں نیز عرب کے تمام گرجوں نے پطرس کے دوسرے رسالہ اور یوحنا کے دونوں رسالوں اور یہودا کے رسالہ اور مشاہداتِ یوحنا کو رد کیا ہے اسی طرح ان کو سریانی گرجے ابتداء سے آج تک رد کرتے آئے ہیں جیسا کہ عنقریب آئندہ اقوال میں آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء ج ۲ ص ۶ / ۲ ۲۰۷ میں کہتا ہے:

سریانی ترجمہ میں پطرس کا دوسرا رسالہ و یہودا کا رسالہ یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ اور مشاہداتِ یوساء انجیل یوحنا کے باب ۸ آیت ۲ لغایۃ ۱۱ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ا باب ۵ آیت ۷ بھی موجود نہیں ہیں۔

پھر سریانی ترجمہ کے مترجم نے ان چیزوں کو اس نے حذف کیا کہ وہ اس کے نزدیک ثابت اور معتبر نہ تھیں چنانچہ وارڈ کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے ص ۳۷ میں کہتا ہے کہ:

فرقہ پروٹسٹنٹ کے بہت بڑے عالم راجرس نے اپنے فرقہ کے ان بہت سے علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے مندرجہ ذیل کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر کتب مقدسہ سے خارج کر دیا:

رسالہ عبرانیہ یعقوب کا رسالہ یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ یہودا کا رسالہ مشاہداتِ یوحنا۔

ڈاکٹر پلس فرقۂ پروٹسٹنٹ کا زبردست عالم کہتا ہے کہ:

تمام کتابیں یوسی بیوس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں۔

اور اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ:

یعقوب کا رسالہ پطرس کا دوسرا رسالہ یوحنا کا رسالہ نمبر ۲ و ۳ حواریوں کی تصنیفات نہیں ہیں نیز عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا اسی طرح سریانی گرجوں نے پطرس کے رسالہ نمبر ۲ یوحنا کے رسالہ نمبر ۲ و ۳ اور یہودا کے رسالہ اور کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا یہی کچھ حالت عرب کے گرجوں کی تھی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں۔

لارڈنر اپنی تفسیر کی ج ۴ ص ۱۷۵ میں کہتا ہے کہ:

سرل اور اسی طرح اورشلیم کے گرجے اپنے زمانہ میں کتاب المشاہدات کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ اس کتاب کا نام بھی اس قانونی فہرست میں نہیں پایا جاتا جو اس نے لکھی تھی۔

پھر ص ۳۲۳ میں کہتا ہے:

مشاہداتِ یوحنا قدیم سریانی ترجمہ میں موجود نہیں تھی نہ اس پر بار ہی بریوس نے یا یعقوب نے کوئی شرح لکھی ایبڈ جسو نے بھی اپنی فہرست میں پطرس کے رسالہ نمبر ۲ و یوحنا کے رسالہ نمبر ۲ و ۳ اور رسالہ یہودا اور مشاہداتِ یوحنا کو چھوڑ دیا ہے یہی رائے دوسرے سریانیوں کی بھی ہے۔

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء ج ۷ ص ۲۰۶ میں ہے کہ:

Marfat.com

روز نے اپنی کتاب کے ص ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے پروٹسٹنٹ محققین' کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتے اور پروبرا یوالڈ نے مضبوط اور قوی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ یوحنا کی انجیل اور اس کے رسالے اور کتاب المشاہدات ایک مصنف کی تصانیف ہرگز نہیں ہوسکتیں۔

یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب نمبر ۷ باب ۲۵ میں کہتا ہے:

ڈیونیسیش کہتا ہے کہ بعض متقدمین نے کتاب المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے اور اس کے رد میں مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ ہے' اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی جانب غلط ہے' اس کا مصنف نہ تو کوئی حواری ہوسکتا ہے' نہ کوئی نیک شخص اور نہ کوئی عیسائی' اس کی نسبت یوحنا کی جانب درحقیقت ایک بددین اور ملحد شخص سرن تھسن نے کی ہے' مگر میں اس کو کتبِ مقدسہ سے خارج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' کیونکہ بہت سے بھائی اس کی تعظیم کرتے ہیں' جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے میں یہ تو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کسی الہامی شخص کی تصنیف ہے' مگر یہ بات آسانی سے نہیں مان سکتا کہ یہ شخص حواری تھا' اور زبدی کا بیٹا' یعقوب کا بھائی اور انجیل کا مصنف تھا' بلکہ اس کے برعکس محاورات ذخیرہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ حواری ہرگز نہیں ہوسکتا' نہ اس کا مصنف' وہ یوحنا ہوسکتا ہے جس کا ذکر کتاب الاعمال میں کیا گیا ہے' کیونکہ اس کا ایشیا میں آنا ثابت نہیں ہے' بلکہ یہ یوحنا کوئی دوسری شخصیت ہے جو ایشیا کا باشندہ ہے' شہر افسوس میں دو قبریں موجود ہیں' جن پر یوحنا کا نام لکھا ہوا ہے' عبارت اور مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجیل والا یوحنا اس کتاب کا مصنف نہیں ہے' کیونکہ انجیل اور اس کے رسالہ کی عبارت یونانیوں کے اسلوب کے مطابق بڑی پاکیزہ ہے' اس میں کچھ مشکل الفاظ کی بھرمار نہیں ہے' اس کے برعکس مشاہدات کی عبارت یونانی محاورات کے قطعی خلاف ہے' اس میں نامانوس اسلوب استعمال کیے گئے ہیں' نیز حواری اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کرتا' نہ انجیل میں اور نہ رسالۂ عامہ میں' بلکہ اپنے کو متکلم یا غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتا ہے اور مقصود کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے' اس کے برعکس اس شخص نے باب ۱ میں یسوع مسیح کا وہ مکاشفہ[1] لکھا ہے جو اللہ نے اس کو اس لیے عطا کیا تھا تاکہ اپنے بندوں کو وہ چیزیں جن کا عنقریب ہونا ضروری ہے' ظاہر کرے اور اس نے اپنے فرشتے کو بھیج کر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کی۔

اور چوتھی آیت میں ہے کہ: یوحنا کی جانب سے ان سات کلیساؤں کے نام۔ آیت نمبر ۹ میں ہے: میں یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع کی مصیبت اور بادشاہی اور صبر میں تمہارا شریک ہوں۔

باب: ۲۲ آیت: ۸ میں لکھتا ہے کہ: میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا۔ ان آیتوں میں لکھنے والے نے حواریوں کے طریقے کے خلاف اپنے نام کو ظاہر کیا ہے۔[2]

یہ جواب تو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہ اس موقع پر حواری نے اپنے نام کا اظہار اپنی عادت کے خلاف اس لیے کیا ہے تاکہ اپنا تعارف کرائیں' کیونکہ اگر تعارف مقصود ہوتا تو اپنے نام کے ہمراہ کوئی ایسی خصوصیت ذکر کرتا جو اس کو مشخص اور متعین کرتی' مثلاً یہ کہتا کہ یوحنا بن زبدی یا یعقوب کا بھائی یا یوحنا اپنے رب کا محبوب مرید' وغیرہ وغیرہ' بجائے کسی خصوصی وصف ذکر کرنے کے ایک عام صفت تمہارا بھائی یا تمہارا شریکِ غم اور شریکِ صبر ذکر کرتا ہے' ہم یہ بات مذاق کے طور پر نہیں کہہ رہے

[1] یہ کتاب مکاشفہ باب اوّل آیت ۱ کی عبارت ہے۔ ۱۲ تقی

[2] یعنی یوحنا حواری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے نام کو ظاہر نہیں کرتے جیسا کہ انجیل یوحنا اور عام خط میں ہے مگر یہ شخص ظاہر کر رہا ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یوحنا صاحب انجیل نہیں کوئی اور ہے۔ ۱۲ تقی

Marfat.com

ہیں' بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم دونوں شخصوں کی عبارت اور طرزِ کلام میں جو زبردست تفاوت پایا جاتا ہے اس کو واضح کریں۔

نیز یوسی بیوس نے اپنی تاریخ کتاب ۳' باب ۳ میں تصریح کی ہے:

پطرس کا رسالہ نمبر ۱ سچا ہے' البتہ دوسرا رسالہ کسی زمانہ میں بھی کتبِ مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکا' مگر پولس کے ۱۴ رسالے ضرور پڑھے جاتے ہیں اور کچھ لوگوں نے رسالہ عبرانیہ کو خارج کر دیا ہے۔

پھر کتاب مذکور کے باب ۲۵ میں تصریح کرتا ہے کہ:

اس امر میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ رسالہ یعقوب' رسالہ یہودا اور پطرس کا رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲ و ۳ انجیل والوں کے لکھے ہوئے ہیں یا کسی دوسرے اشخاص کے جو انہی ناموں سے موسوم تھے اور یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اعمال پولس اور باشتر اور مشاہداتِ پطرس اور رسالہ برنیا اور وہ کتاب جس کا نام انستیٹوشن حواریین ہے یہ سب جعلی اور فرضی کتابیں ہیں اور اگر ثابت ہو جائے تو مشاہداتِ یوحنا کو بھی ایسا ہی شمار کرنا چاہیے۔

نیز اپنی تاریخ کی کتاب ۶' باب ۲۵ میں آریجن کا قول رسالہ عبرانیہ کے حق میں یوں نقل کیا ہے:

وہ حال جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس رسالہ کو روم کے بشپ کلیمنٹ[1] نے لکھا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کو لوقا نے ترجمہ کیا ہے۔

ارنیس پشپ لیس جو ۱۷۸ء میں گزرا ہے' اور ہپ پولیئس جو ۲۲۰ء میں گزرا ہے اور روم کا بڑا پادری نوتیس جو ۲۵۱ء میں گزرا' انہوں نے اس کا اصل سے انکار کیا ہے' ٹرٹولین[2]' کارتھیج کا بڑا پادری متوفی ۲۰۰ء کہتا ہے کہ یہ برنیا کا رسالہ ہے۔ روم کے پادری کیس متوفی ۲۱۲ء نے پولس کے رسالوں کو ۱۳ شمار کیا ہے اور اس رسالہ کو شمار نہیں کیا' سائی پرن' کارتھیج کا لاٹھ پادری متوفی ۲۴۸ء بھی اس رسالہ کا ذکر نہیں کرتا اور سریانی گرجا آج تک پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ۲ و ۳ کو تسلیم کرنے سے منکر ہے' اسکالیجر کہتا ہے کہ جس شخص نے پطرس کا رسالہ نمبر ۲ لکھا' اس نے اپنا وقت ضائع کیا۔

یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب ۲ باب ۲۳ میں یعقوب کے رسالہ کی نسبت یوں کہتا ہے:

خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور فرضی ہے' مگر بہت سے متقدمین نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال ہمارا یہودا کے رسالہ کی نسبت بھی ہے' مگر بہت سے گرجوں میں اس پر بھی عمل درآمد ہوتا ہے۔

تاریخ بائبل مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں کہا گیا ہے کہ:

کروٹیس کہتا ہے کہ یہ رسالہ یعنی یہودا کا رسالہ اس پادری کا ہے جو ایڈرین کے دورِ سلطنت میں اور شلیم کا پندرھواں پادری تھا۔

اور یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب نمبر ۶' باب ۲۵ میں کہتا ہے کہ:

آریجن نے انجیل یوحنا کی شرح کی ج ۵ میں کہا ہے کہ پولس نے تمام گرجوں کو کچھ نہیں لکھا' اور اگر کسی گرجے کو لکھا ہے تو صرف دو یا چار سطریں لکھی ہیں۔

آریجن کے قول کے مطابق وہ تمام رسالے جو پولس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں وہ اس کی تصنیف نہیں ہیں' بلکہ جعلی

۱۔ CLEMENT OF ROME ۱۵۰ء تا ۲۲۰ء۔ ۱۲

۲۔ Tertullian' یہ پہلا شخص تھا جس نے مسیحی نوشتوں کو عہد جدید کے نام سے موسوم کیا اور اسے عہد عتیق کی کتابوں کی طرح الہامی سطح پر رکھا۔ (بائبل ہینڈ بک)

Marfat.com

اور فرضی ہیں، جن کی نسبت اُس کی جانب کردی گئی ہے اور شاید دو چار سطروں کی مقدار ان رسالوں میں بھی پولس کے کلام کی موجود ہوگی، ان اقوال میں غور کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فاسٹس کا یہ قول کہ:

اس عہد جدید کو نہ مسیح علیہ السلام نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے بلکہ ایک مجہول نام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور اُن کے ساتھیوں کی جانب منسوب کر دیا ہے۔

بالکل سچا اور درست ہے، جس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس سلسلہ میں اس کی رائے قطعی صحیح ہے، ادھر آپ کو فصل اوّل میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ چھ رسالے اور کتاب مشاہدات ۳۶۳ء تک مشکوک اور مردود چلے آتے تھے اور جن کونائس کی اس بڑی مجلس نے بھی جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی تھی تسلیم نہیں کیا تھا، پھر یہ چھ رسالے لوڈیشیا کی مجلس منعقدہ ۳۶۴ء نے قبول کی سند دے دی، مگر کتاب مشاہدات اس مجلس میں بھی مردود و مشکوک ہی رہی، جو کارتھیج کی مجلس منعقدہ ۳۹۷ء میں تسلیم کر لی گئی، ان دونوں مجلسوں کا ان کتابوں کو تسلیم کر لینا حجت نہیں ہو سکتا، اوّل تو اس لیے کہ ہر مجلس کے علماء نے کتاب یہودیت کو تسلیم کیا تھا اور لوڈیشیا کی مجلس نے کتاب استیر کے باب ۱۰ کی ۱۰ آیات کو، اور باب ۱۰ کے بعد کے چھ بابوں کو تسلیم کیا تھا اور کارتھیج کی مجلس کے علماء نے کتاب دانش و کتاب طوبیا اور کتاب باردخ اور کتاب پند کلیسا اور کتاب المقابین کو تسلیم کیا تھا اور بعد کی ہونے والی تینوں مجلسوں نے ان کتابوں کی نسبت ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا تھا۔

اب اگر ان کا فیصلہ دلیل و برہان کی بنیاد پر ہوتا تب تو ان سب کو تسلیم کرنا ضروری تھا، اور اگر بلا دلیل تھا جیسا کہ حقیقت ہے تو سب کا رد کرنا ضروری تھا، پھر تعجب ہے کہ فرقۂ پروٹسٹنٹ ان کا فیصلہ ان ۶ رسائل اور کتاب المشاہدات کی نسبت تسلیم کرتا ہے اور دوسری کتابوں کے متعلق اُن کے فیصلہ کو رَد کر دیتا ہے، خصوصاً کتابِ یہودیت کی نسبت، جس کے تسلیم کرنے پر تمام مجلسوں کا کامل اتفاق رہا۔

کتاب آستیر کے علاوہ دوسری مردود کتابوں کی نسبت ان کا یہ عذر لنگ کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا کہ اُن کی اصل معدوم ہو گئی تھی، کیونکہ جیروم کہتا ہے کہ اس کو یہودیت کا اصل نسخہ اور طوبیا کا اصل مسودہ ڈیک زبان میں اور مقابین کی پہلی کتاب کا اصل نسخہ اور کتاب پند کلیسا کی اصل عبرانی زبان میں ملی ہیں اور ان کتابوں کا ترجمہ ان اصلی کتب سے کیا گیا ہے، اس لیے ان کے لیے لازم ہے کہ ان کتابوں کو تسلیم کر لیں جن کے اصل نسخے جیروم کو دستیاب ہوئے، اسی طرح اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ انجیل متی کو بھی تسلیم نہ کریں، کیونکہ اس کی اصل بھی گم ہو چکی تھی۔

دوسرے اس لیے کہ ہورن کے اقرار سے ثابت ہو چکا ہے کہ اُن کے متقدمین کے یہاں روایات کی چھان بین اور تنقید نہیں کی جاتی تھی اور وہ بے اصل اور واہیات روایتوں کو بھی مانتے اور تسلیم کر لیتے تھے اور لکھ لیتے تھے بعد میں آنے والے ان کی پیروی کرتے جاتے، تو غالب یہی ہے کہ ان مجالس کے علماء تک بھی ان کتابوں کی بعض روایات ضرور پہنچی ہوں گی اور انہوں نے صدیوں تک اُن کے مردود رہنے کے بعد اُن کو تسلیم کر لیا۔

تیسرے اس لیے کہ کتب مقدسہ کی پوزیشن عیسائیوں کی نگاہ میں قوانین و انتظامات ملکی کی طرح ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

کتب مقدسہ کی حیثیت قوانین و انتظامات کی سی ہے

(۱) یونانی ترجمہ ان کے بزرگوں کے یہاں حواریوں کے زمانہ سے پندرہویں صدی تک معتبر چلا آ رہا تھا اور عبرانی نسخوں کی نسبت اُن کا عقیدہ تھا کہ وہ تحریف شدہ ہیں اور صحیح بھی یونانی ہے، اس کے بعد پوزیشن بالکل برعکس ہو جاتی ہے اور جو محرف تھا وہ صحیح اور جو صحیح تھا وہ محرف اور غلط قرار دے دیا جاتا ہے، جس سے اُن کے سارے بزرگوں کی جہالت پر روشنی

Marfat.com

پڑتی ہے۔

(۲) کتاب دانیال ان کے اسلاف کے نزدیک یونانی ترجمہ کے موافق معتبر تھی مگر جب آریجن نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ کر دیا تو سب نے اس کو چھوڑ کر تھیوڈوشن[1] کا ترجمہ قبول کر لیا۔

(۳) ارس تیس کا رسالہ سولہویں صدی تک تسلیم شدہ چلا آ رہا تھا' جس پر سترہویں صدی میں اعتراضات کیے گئے اور تمام علماء پروٹسٹنٹ کے نزدیک وہ جھوٹا قرار پا گیا۔

(۴) لاطینی ترجمہ کیتھولک کے نزدیک معتبر اور پروٹسٹنٹ کے یہاں غیر معتبر اور محرف ہے۔

(۵) پیدائش کی کتاب صغیر پندرہویں صدی تک معتبر اور صحیح شمار کی جاتی تھی' پھر وہی سولہویں صدی عیسوی میں غلط اور جعلی قرار دے دی گئی۔

(۶) عزراء کی کتاب ۳ کو گریک گرجا آج تک تسلیم کیے جا رہا ہے' اور فرقہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں نے اس کو مردود بتا رکھا ہے' سلیمان علیہ السلام کی زبور کو ان کے اسلاف تسلیم کرتے رہے' اور ان کی کتب مقدسہ میں وہ لکھی جاتی رہی' بلکہ آج تک کوڈکس اسکندریانوس[2] میں موجود ہے' مگر اس زمانہ میں اس کو جعلی شمار کیا جاتا ہے' ہم کو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عیسائی لوگ اپنی تمام کتابوں کے جعلی اور فرضی ہونے کا آہستہ آہستہ اعتراف کر لیں گے۔

اس پورے بیان سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ عیسائیوں کے پاس نہ تو عہد عتیق کی کتابوں کی کوئی سند متصل موجود ہے اور نہ عہد جدید کی کتابوں کی اور جب کبھی اس سلسلہ میں اُن پر مضبوط گرفت کی جاتی ہے تو یہ بہانہ بناتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے عہد عتیق کی کتابوں کے سچا ہونے کی شہادت دی تھی' اس شہادت کی صحیح پوزیشن اور پوری حقیقت انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے آپ کو باب ۲ کے مغالطہ نمبر ۲ کے جواب میں معلوم ہو جائے گی۔ (اظہار الحق مترجم ج ا ص ۲۷۔۳۵۶' مکتبہ دار العلوم' کراچی' ۱۴۲۳ھ)'

قرآن مجید کی جمع اور ترتیب پر عیسائیوں کے اعتراض کا جواب

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید مسلمانوں کے سینوں میں متفرق طور پر موجود تھا اور بعض مسلمان اس کو لکھ لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں لکھو اور یہ آیت فلاں سورت میں لکھو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ مختلف سوالات کے جوابات میں مختلف آیات نازل ہوتی رہتی تھیں' اسی طرح مختلف غزوات میں اور مختلف حالات میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو بتا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت کی ہے اور یہ آیت فلاں سورت کی ہے' اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن مسلمانوں کے سینوں میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا اور جو صحابہ کاتبین وحی تھے وہ پورا قرآن مرتب کر کے لکھ چکے تھے اور انہوں نے اس کو مختلف اشیاء پر لکھا ہوا تھا' ہرن یا کسی اور جانور کی جھلی نما باریک کھال پر لکھا ہوا تھا یا اس زمانہ میں جس نوعیت کا' کاغذ دستیاب تھا اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا' لیکن پورا قرآن کسی ایک جلد میں یا مصحف میں اس طرح موجود نہیں تھا جس طرح آج کل ایک جلد میں قرآن کریم موجود ہے' اس طرح پہلی بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور

---

[1] تھیوڈوشن (Theodotion) ایک عبرانی عالم تھا جس نے دوسری صدی عیسوی میں مروجہ عبرانی متن سے ایک ترجمہ تیار کیا تھا' یہ ترجمہ ہفتاوی ترجمہ کے بعد پہلا ترجمہ ہے۔ ۱۲ ت

[2] کوڈکس (CODEX) انگریزی میں نسخہ کو کہتے ہیں' اسکندریانوس کی روایت سے یہ نسخہ کوڈکس اسکندریہ کہلاتا ہے اور برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ (ہماری کتب مقدسہ ص ۳۵۔۳۴)

Marfat.com

خلافت میں حضرت عمر کے مشورہ سے ایک جلد میں اور ایک مصحف میں قرآن مجید کو جمع کیا گیا' اس تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید جمع اور مرتب ہو چکا تھا اور اس سے عیسائیوں کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا بلکہ اس کو آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے باہمی مشورہ سے جمع اور مرتب کیا تھا' ہم پہلے اس پر دلائل پیش کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید جمع اور مرتب ہو چکا تھا' پھر اس کی وضاحت کریں گے کہ حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کو مختلف اجزاء سے اکٹھا کر کے ایک جلد میں اسی ترتیب کے مطابق جمع کیا گیا جو ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی اور پھر اس کی وضاحت کریں گے کہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کو صرف لغتِ قریش پر باقی رکھا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا

اب ہم وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں قرآن جمع اور مرتب ہو چکا تھا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جواد تھے اور آپ رمضان کے مہینہ میں زیادہ جواد ہوتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ جواد ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۹۷-۳۵۵۴-۳۲۲۰-۱۹۰۲-۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۰۹۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سال میں جتنا قرآن نازل ہوتا تھا آپ اس کا رمضان کی ہر رات میں حضرت جبریل علیہ السلام سے دور کیا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اس سال نازل ہونے والا تمام قرآن آپ کے سینہ مبارکہ میں جمع اور مرتب ہوتا تھا اور جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال تمام قرآن آپ کے سینہ میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا: بے شک جبریل ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ پورے قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ پورے قرآن کا دور کیا ہے اور اس سے میں یہی گمان کرتا ہوں کہ اب میری وفات ہونے والی ہے۔

(صحیح بخاری' تعلیقاً' کتاب فضائل القرآن' باب: ۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا انہوں نے آپ سے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا اور آپ ہر سال دس دن کا اعتکاف کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۹۸)

حضرت جبریل کے ساتھ قرآن مجید کے دَور کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل پورا نازل شدہ قرآن مجید پڑھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے اور دوسری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نازل شدہ پورا قرآن مجید پڑھتے اور حضرت جبریل اس کو سنتے' اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس سال رمضان میں مکمل قرآن نازل ہو چکا تھا' سوا ایک آیت کے وہ یوم عرفہ کو نازل ہوئی: ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ

Marfat.com

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط‘‘ (المائدہ:۳) اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند (تین' سات یا نو) دن پہلے یہ آیت نازل ہوئی: ’’وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف‘‘ (البقرہ:۲۸۱)۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۳ ص ۳۴۰)

بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو آخری رمضان آیا اس میں آپ کے سینہ میں مکمل قرآن مجید جمع اور مرتب ہو چکا تھا' سوا ایک یا دو آیتوں کے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب توقیفی ہے' وہ یہ ہے:

حضرت اوس بن حذیفہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثقیف کے اس وفد میں حاضر تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا' آپ نے ہمیں اپنے ایک خیمہ میں ٹھہرایا اور آپ اپنے گھروں سے مسجد میں آتے جاتے وقت ہم سے ملاقات کرتے تھے (الیٰ قولہ) ایک رات آپ کافی دیر تک ہمارے پاس نہیں آئے' ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو ہم سے ملنے میں کیوں دیر ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: مجھے قرآن مجید کی حزب (قرآن مجید کی تلاوت کا مقرر کیا ہوا حصہ) کو مکمل کرنے کی وجہ سے تاخیر ہوگئی' سو میں نے ارادہ کیا جب تک میں اس حزب کو مکمل نہ کرلوں گھر سے نہ نکلوں' حضرت اوس بن حذیفہ نے کہا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے صبح تک باتیں کرتے رہے' ہم نے پوچھا: آپ لوگ قرآن مجید کی حزب کس طرح مقرر کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم تین سورتوں کو حزب قرار دیتے ہیں اور پانچ سورتوں کو اور سات سورتوں کو اور نو سورتوں کو اور گیارہ سورتوں کو اور تیرہ سورتوں کو اور مفصل کی حزب سورۃ قٓ سے لے کر ختم قرآن تک ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹ طبع قدیم۔ ج ۲۶ ص ۸۹۔ ۸۸۔ رقم الحدیث: ۱۶۱۶۶ طبع جدید' ۱۴۱۹ ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۲۔ ۵۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۴۵' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۱۵۲۳' مشکل الآثار رقم الحدیث: ۱۴۰۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۹۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں سورتوں کی وہی ترتیب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور حضرت اوس کی حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مفصل سورۃ قٓ سے لے کر آخر قرآن تک ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے آخری رمضان میں دو بار قرآن مجید کا دور کرنے (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۹۸) کی شرح میں لکھتے ہیں:

آخری رمضان میں مکمل قرآن نازل ہو چکا تھا ماسوا ان آیتوں کے جو اس رمضان کے بعد نازل ہوئیں اور ان میں سورۂ مائدہ کی وہ آیت ہے جو یوم عرفہ کے دن نازل ہوئی: ’’اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ‘‘ (المائدہ:۳) اور یہ آیات بہت کم ہیں اس لیے ان کا دور نہیں کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

صحابہ کرام کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا

ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل قرآن جمع اور مرتب ہو چکا تھا اور اسی کے موافق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت اصحاب کے سینوں اور ان کے مختلف صحیفوں میں قرآن مجید جمع اور مرتب تھا' اگرچہ کسی کے پاس یہ مجموعہ ایک جلد میں یک جا نہیں تھا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس سے محبت کرتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو (۱) عبداللہ بن مسعود (۲) سالم (۳) معاذ (۴) ابی بن کعب۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۹۹‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۶۴‘ سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۸۱۰‘ سنن النسائی رقم الحدیث:۷۹۹۶)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے‘ کتاب اللہ کی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اگر مجھے کسی کے متعلق یہ علم ہوتا کہ وہ مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے تو میں ضرور اس تک پہنچتا خواہ مجھے اونٹ پر سوار ہو کر اس تک پہنچنا پڑتا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۰۰۲‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۶۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کتنے لوگوں نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ حضرت انس نے بتایا: چار آدمیوں نے اور ان سب کا تعلق انصار سے تھا (۱) حضرت ابی بن کعب (۲) حضرت معاذ بن جبل (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) اور حضرت ابوزید۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۰۰۳‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۶۵‘ سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۷۹۴‘ سنن النسائی رقم الحدیث:۸۰۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف چار صحابہ کا جو ذکر کیا ہے یہ ان کے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید جمع کرنے والے صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو چار صحابہ کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا وہ چار یہ ہیں: (۱) حضرت ابوالدرداء (۲) حضرت معاذ بن جبل (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) اور حضرت ابوزید‘ حضرت انس نے کہا: ہم ان ہی کے علوم کے وارث ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۰۰۴‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۴۶۵‘ سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۷۹۴)

حضرت انس نے پہلی روایت میں حضرت ابوالدرداء کی جگہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا ہے۔

حضرت انس نے عہد رسالت میں صرف چار صحابہ کے حافظ قرآن ہونے کا ذکر کیا ہے‘ اس کا جواب

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ازراہِ فخر کہا کہ انصار کے قبیلہ اوس کے چار افراد نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اور بہت صحابہ نے قرآن مجید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع کیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف قبیلہ اوس کے چار صحابہ کا ذکر کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ قبیلہ اوس میں سے صرف چار صحابہ نے قرآن مجید جمع کیا تھا‘ ان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ کل صحابہ بہ شمول مہاجرین و انصار میں سے صرف چار صحابہ نے قرآن مجید جمع کیا تھا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ انہوں نے قبیلہ اوس پر فخر کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ قاضی ابوبکر الباقلانی اور دیگر علماء نے حضرت انس کی اس حدیث کے اور جوابات بھی ذکر کیے ہیں‘ جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت انس نے جو کہا ہے کہ چار صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا ان کے قول میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ صحابہ میں سے اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔

Marfat.com

(۲) حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ اور کسی نے جمیع وجوہ سے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا حتیٰ کہ اس میں آیات کی تمام قراءت کا بھی ذکر کیا ہو۔

(۳) ان چار کے علاوہ اور کسی نے اتنی جامعیت سے جمع نہیں کیا کہ ان آیات کا بھی ذکر کیا ہو جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور ان آیات کا بھی ذکر کیا ہو جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی' اور یہ جواب پہلے جواب کے قریب ہے۔

(۴) حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ ان چار نے بغیر کسی واسطے کے بہ راہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن کر قرآن مجید جمع کیا' اس کے برخلاف قرآن مجید کو جمع کرنے والے دوسرے صحابہ نے بعض آیات کو آپ سے بلاواسطہ سنا اور بعض آیات کو بالواسطہ سنا۔ (میں کہتا ہوں کہ قبیلہ اوس سے وابستہ صحابہ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ سے بلاواسطہ قرآن سنا ہو گا لیکن ہجرت سے پہلے مکہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان کو تو انہوں نے آپ سے بلاواسطہ نہیں سنا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۵) یہ چار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ سے حصول تعلیم کے درپے تھے اس لیے یہ مشہور ہو گئے اور دوسرے وہ صحابہ جنہوں نے آپ کی زندگی میں قرآن مجید جمع کیا تھا ان کا حال دوسرے سے مخفی رہا' حالانکہ واقع میں انہوں نے بھی آپ کی حیات میں قرآن مجید جمع کیا تھا' اس لیے حضرت انس نے صرف ان چار صحابہ کا ذکر کیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرے صحابہ نے ریاکاری کے خطرہ اور شدتِ اخلاص کے جذبہ سے خود اپنی کاوشوں کو مخفی رکھا اور اس لیے حضرت انس ان کے کام پر مطلع نہ ہو سکے اور جب وہ ریاکاری کے خطرہ سے مامون ہو گئے تو پھر انہوں نے اپنی کاوشوں سے لوگوں کو مطلع کر دیا۔

(۶) حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ ان چار صحابہ نے لکھ کر قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا اور دوسرے صحابہ نے مکمل قرآن مجید کو حفظ کر کے اپنے سینوں میں جمع کر لیا تھا اور ان چار صحابہ نے مکمل قرآن مجید کو حفظ بھی کیا اور اس کو لکھ بھی لیا (لیکن اس کو ایک جلد اور ایک مصحف میں نہیں جمع کیا' یہ منتشر اوراق' باریک کھالوں' کھجور کے درخت کی چھالوں اور سنگ مرمر کے پتلے تختوں میں محفوظ تھا' اس کو ایک مصحف اور ایک جلد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں محفوظ کیا گیا)۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان چار صحابہ کے سوا اور کسی صحابی نے یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل قرآن مجید کو جمع کر لیا ہے کیونکہ یہ کام اسی وقت مکمل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی جب آخری آیت نازل ہوئی اور ہو سکتا ہے کہ جب آخری آیت یا اس کے قریب آیت نازل ہو اس وقت قرآن مجید جمع کرنے والے صحابہ میں سے یہی چار صحابہ موجود رہے ہوں اگرچہ دوسرے مواقع پر دوسرے جمع کرنے والے صحابہ حاضر رہے ہوں۔

تحقیق یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقصد انصار کے دوسرے قبیلہ خزرج کے سامنے اظہارِ فخر کرنا تھا کہ ہمارے قبیلہ اوس کے چار صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع کیا ہے اور دیگر مہاجرین اور انصار سے اس وصف کی نفی کرنا ان کا مقصد نہ تھا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۳۔ ۶۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ عسقلانی کے تتبع سے ان صحابہ کی تعداد کا بیان جن کو عہدِ رسالت میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ تھا

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

Marfat.com

بہ کثرت احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی قرآن مجید حفظ تھا کیونکہ ہجرت سے پہلے انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی ہوئی تھی اور اس مسجد میں نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور یہ اس پر محمول ہے کہ قرآن مجید کی جس قدر سورتیں اور آیات نازل ہوتی تھیں ان کو حضرت ابوبکر اس مسجد میں بلند آواز سے پڑھتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر اس پر شدید حریص تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید حاصل کر کے اس کو یاد کریں جب کہ وہ آپ کے ساتھ مکہ میں مقیم تھے اور پھر اکثر اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ان کے پاس آتے رہتے تھے اور ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث ہے کہ جو شخص قوم میں سب سے زیادہ قرآن کو یاد رکھنے والا ہو وہ قوم کی امامت کرائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۷۳)

اور یہ بات گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی جگہ حضرت ابوبکر نماز پڑھاتے تھے کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن مجید حفظ تھا اور حدیث میں ہے:

امام ابن ابی داؤد نے ''المصاحف'' میں سند حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے: مصاحف کا سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر کا ہے' ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۵)

نیز حضرت علی نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے ترتیبِ نزول کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا اور امام نسائی نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' میں نے قرآن مجید کو جمع کیا اور میں نے ساری رات میں قرآن مجید ختم کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ایک مہینہ میں قرآن مجید کو ختم کرو۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۳۹۶)

اور حدیث میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور سالم مولیٰ ابوحذیفہ بھی قرآن مجید کو جمع کرنے والے تھے اور یہ سب مہاجرین میں سے تھے۔

ابوعبید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قراء کو جمع کیا ہے اور جن صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا ان کو شمار کیا ہے' ان میں ان صحابہ کا شمار کیا ہے:

مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت سعد' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت سالم' حضرت عبد اللہ بن السائب' حضرت عبد اللہ بن عباس' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور خواتین میں سے حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ نے قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع کیا' لیکن ان میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو مکمل کیا اور اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان کیے ہوئے حصر پر اعتراض نہیں ہوتا اور امام ابن ابی داؤد نے ''کتاب الشریعۃ'' میں مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس الداری اور حضرت عقبہ بن عامر کو بھی شمار کیا ہے اور انصار میں سے حضرت عبادۃ بن الصامت اور حضرت معاذ جن کی کنیت ابوحلیمہ تھی اور حضرت مجمع بن حارثہ اور حضرت فضالۃ بن عبید اور حضرت مسلمہ بن مخلد وغیرہم کو شمار کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ ان میں سے بعض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کو جمع کیا ہے اور جن صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع کیا ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی ہیں' ان کا ذکر ابوعمرو دانی نے کیا ہے اور بعض متاخرین نے ان قراء میں حضرت

Marfat.com

عمرو بن العاص' حضرت سعد بن عباد اور حضرت ام ورقہ کا بھی شمار کیا ہے۔

حضرت انس کی حدیث کے مزید جوابات اور عہدِ رسالت میں مزید حفاظِ قرآن کا ذکر

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''صحیح البخاری''، رقم الحدیث: ۵۰۰۴ میں مذکور ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اوران چار کے سوا اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تھا: حضرت ابوالدرداء' حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید۔

یہ حدیث ''صحیح البخاری''، رقم الحدیث: ۵۰۰۳ کے دو وجوں سے مخالف ہے' اوّل اس کے کہ اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صیغہ حصر کے ساتھ چار کا ذکر کیا ہے اور ثانی اس وجہ سے کہ اس میں حضرت ابی بن کعب کے بجائے حضرت ابوالدرداء کا ذکر کیا ہے' حصر کا جواب تو ہم پہلے کئی وجوہ سے ذکر کر چکے ہیں اور ائمہ نے اس قول کا انکار کیا ہے۔ امام مازری نے کہا: حضرت انس نے اپنے علم کے اعتبار سے ان چار صحابہ میں حصر کیا ہے ورنہ واقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید جمع کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی' ورنہ صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ ان سب کا احاطہ کیسے کر سکتے تھے؟ یہ حصر تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے الگ الگ تمام صحابہ سے ملاقات کی ہو اور ہر صحابی نے ان کو یہ بتایا ہو کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور یہ چیز عادۃً انتہائی بعید ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہ کثرت صحابہ نے قرآن مجید کو جمع اور حفظ کیا تھا' اس پر دلیل یہ ہے کہ جنگ یمامہ میں ستر قراء صحابہ شہید کر دیئے گئے اور یہ سب قرآن مجید کے حافظ اور جامع تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیر معونہ میں ستر قاریوں کو کفار نے قرآن مجید سیکھنے کے لیے بلایا تھا اور پھر ان سب کو شہید کر دیا تھا اور حضرت انس نے خصوصیت کے ساتھ قبیلہ اوس کے ان چار صحابہ کا ذکر کیا ہے' کیونکہ ان کا ان کے ساتھ ایسا شدید تعلق تھا جو دوسروں کے ساتھ نہیں تھا یا ان کے ذہن میں ان ہی چار کا نام تھا دوسروں کا نہیں تھا۔

''صحیح البخاری''، رقم الحدیث: ۵۰۰۴ کی رقم الحدیث: ۵۰۰۳ سے دوسری مخالفت یہ ہے کہ اس میں حضرت انس نے حضرت ابی بن کعب کے بجائے حضرت ابوالدرداء کا ذکر کیا ہے اور یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں ہوسکتیں' ان میں سے کوئی ایک حدیث ہی صحیح ہوگی اور امام بیہقی نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ صحیح وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابی بن کعب کا ذکر ہے اور حدیث: ۵۰۰۴ جس میں ان کے بجائے حضرت ابوالدرداء کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہے اور امام داؤدی نے کہا: حضرت ابوالدرداء کا ذکر محفوظ نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت انس نے یہ حدیث دو مختلف اوقات میں بیان کی ہو ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب کا ذکر کیا اور ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء کا ذکر کیا اور امام ابن ابی داؤد نے محمد بن کعب قرظی کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انصار میں سے پانچ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا: (۱) حضرت معاذ بن جبل (۲) حضرت عبادہ بن الصامت (۳) حضرت ابی بن کعب (۴) حضرت ابوالدرداء (۵) اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم' اس حدیث کی سند حسن ہے' اس پر شاہد یہ حدیث ہے: شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے عہد میں چھ صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا' ان میں حضرت ابوالدرداء' حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت بھی تھے۔ اور ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح البخاری''، رقم الحدیث: ۵۰۰۴ کی بہر حال اصل ہے' ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کا یہ گمان ہو کہ

Marfat.com

بہ شمول حضرت ابوالدرداء ان چار نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تو حضرت انس نے اس کے رد میں مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ ان چار کے سوا عہد رسالت میں اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا اور حضرت انس کا یہ حصر ادعائی ہے ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ ان چار کے سوا اور کسی نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۴۔ ۶۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے ''فتح الباری'' کی مذکور الصدر بحث کا خلاصہ لکھا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بہ کثرت صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا جن کو منضبط کرنا اور منحصر کرنا بہت مشکل ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ بیر معونہ میں ستر قرّاء اور حفاظ صحابہ کو شہید کر دیا گیا اور جنگ یمامہ میں بھی ستر صحابہ کو شہید کر دیا گیا؟ (ارشاد الساری ج ۱۱ ص ۳۲۲۔ ۳۲۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت انس کی حدیث کے حافظ عینی کی طرف سے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ان چار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۰۳)

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس نے ان چار صحابہ میں حصر کیا ہے' حالانکہ ان کے علاوہ بھی اور بہت صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن مجید جمع کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ چار کا لفظ عدد ہے اور عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا اور اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس حدیث کے اور متعدد جوابات ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن مجید کو اس کی جمیع وجوہ کے ساتھ یعنی اس کی لغات' اس کے حروف' اس کی قراءت اور اس کے اسباب نزول کے ساتھ ان چار کے علاوہ اور کسی نے جمع نہیں کیا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بلاواسطہ سن کر ان چار کے سوا اور کسی نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع نہیں کیا۔

(۳) ان چاروں نے اس کا اظہار کیا اور قرآن مجید کی تعلیم اور تلقین کے درپے ہو گئے۔

(۴) ان چاروں نے آپ کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کر کے لکھ لیا تھا خواہ ایک مصحف میں یا متعدد صحائف میں۔

(۵) ابوبکر بن العربی نے کہا: حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے منسوخ شدہ آیات کو جمع نہیں کیا تھا۔

(۶) الماوردی نے کہا: حضرت انس کی مراد یہ تھی کہ ان چار کے سوا اور کسی نے قرآن جمع کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

(۷) اور ان چار کے علاوہ جن صحابہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا انہوں نے ریاکاری کے خطرہ سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا اور ان چار کے نفوس اپنے اخلاص پر مطمئن تھے اس لیے انہوں نے اس کا اعلان کر دیا تھا۔

(۸) ان چاروں نے قرآن مجید حفظ کر کے اپنے سینوں میں جمع کیا اور صحیفوں میں لکھ بھی لیا اور باقی صحابی نے کسی ایک چیز پر اکتفاء کیا تھا۔

(۹) زیادہ سے زیادہ بات یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان چار کے سوا باقی قرآن جمع کرنے والے صحابہ کا علم نہیں تھا۔

حافظ عینی کے تتبع سے عہد رسالت میں حفاظ قرآن کی تعداد

ان چار صحابہ کے علاوہ جنہوں نے عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کیا وہ خلفاء راشدین ہیں' ابوعمرو نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی قرآن مجید جمع کیا تھا اور محمد بن کعب قرظی نے کہا: نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبادہ بن الصامت‘ حضرت ابوایوب خالد بن زید نے قرآن مجید جمع کیا تھا‘ اس کو ابن عساکر نے ذکر کیا ہے اور الدانی سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور مجمع بن جاریہ نے بھی آپ کی حیات میں قرآن مجید کو جمع کیا اور ابوعبید بن سلام نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے کہ قیس بن صعصعہ عمرو بن زید انصاری بدری نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا‘ ان میں حضرت سعد بن عبید النعمان الاوسی ہیں اور امام ابن الاثیر نے کہا: جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا ان میں حضرت قیس بن السکن‘ حضرت ام ورقہ بنت نوفل اور ایک قول ہے بنت عبد اللہ بن الحارث بھی ہیں اور ابوعبیدہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قرّاء کا ذکر کیا ان میں مہاجرین میں سے چار خلفاء کو شمار کیا اور حضرت طلحہ‘ حضرت سعد‘ حضرت ابن مسعود‘ حضرت حذیفہ‘ حضرت سالم‘ حضرت ابوہریرہ‘ حضرت عبد اللہ بن السائب کو اور چار عبادلہ کو (حضرت ابن عباس‘ حضرت ابن عمر‘ حضرت ابن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص) اور خواتین میں سے حضرت عائشہ‘ حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ اور امام ابن ابی داؤد نے ذکر کیا ہے کہ مہاجرین میں سے حضرت تمیم بن اوس الداری اور حضرت عقبہ بن عامر اور انصار میں سے حضرت معاذ جن کی کنیت ابوحلیمہ ہے اور حضرت فضالۃ بن عبید اور حضرت مسلمہ بن مخلد اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو میں قرآن مجید جمع کر چکا تھا اور اس وقت میری عمر دس سال تھی اور اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع کیا تھا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ کوئی عدد اور کوئی شمار ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۹۔۳۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات سے پہلے حفظِ قرآن پر مزید احادیث اور صحابہ کے لیے بھی

امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کے ٹکڑوں یا کاغذوں پر قرآن مجید کو لکھ کر جمع کر رہے تھے‘ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شام کے لیے خوشی ہو‘ ہم نے پوچھا: کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ رحمان کے فرشتے ان کے اوپر اپنے پَر پھیلائے ہوئے ہیں۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۳۰۔۲۲۹ طبع قدیم‘ المستدرک رقم الحدیث: ۲۹۰۱ طبع جدید‘ ۱۴۲۰ھ‘ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۰‘ الترغیب ج ۴ ص ۶۳‘ المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۲۶۴‘ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۶۵۱۶)

امام ابوعبد اللہ حاکم نیشاپوری اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس حدیث میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ قرآن مجید کو صرف ایک مرتبہ جمع نہیں کیا‘ بلکہ پہلی بار قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جمع کیا گیا‘ پھر دوسری بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دَور میں جمع کیا گیا اور تیسری بار حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں جمع کیا گیا۔ امام ذہبی نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے (پہلی بار قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کو مختلف لغات پر منتشر اوراق میں جمع کیا گیا‘ ایک جلد اور ایک مصحف میں جمع نہیں کیا گیا‘ دوسری بار قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کیا گیا لیکن اس کو مختلف لغات پر پڑھا جاتا تھا اور تیسری بار اس کو صرف لغتِ قریش پر جمع کیا گیا اور اسی پر قائم رکھا گیا اور باقی لغات کی قراءات کو محو کر دیا گیا)۔ (وضاحت از مصنف)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے پوچھا: تم کون سی قراءت کے متعلق یہ گمان کرتے

Marfat.com

ہو کہ وہ آخری قراءت ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت زید بن ثابت کی قراءت ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کو دوبار قرآن سنایا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی آخری قراءت تھی۔ امام ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ٢ ص ٢٣٠ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ٢٩٠٣ طبع جدید' المکتبۃ العصریہ' ١۴٢٠ ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید کو جمع اور حفظ کر لیا تھا۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ قرآن سنایا گیا پس صحابہ کہتے تھے کہ ہماری قراءت ہی وہ آخری قراءت ہے جو رسول اللہ کو سنائی گئی تھی۔ (المستدرک ج ٢ ص ٢٣٠۔ رقم الحدیث: ٢٩٠۴)

امام حاکم نیشاپوری نے کہا: یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے موافق صحیح ہے اور اس کا بعض امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے' لیکن ان دونوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے پورے قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ترتیب کے ساتھ جمع اور حفظ کر لیا تھا۔

وفات سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکمل قرآن مجید کا لکھا ہوا ہونا

امام ابن ابی عاصم متوفی ٢٨٧ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثقیف کے کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' انہوں نے مجھ سے کہا: تم ہمارے سامان اور سواریوں کی حفاظت کرو' میں نے کہا: اس شرط پر کہ تم فارغ ہونے کے بعد میرا انتظار کرنا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنی ضروریات کے متعلق سوال کیا' پھر وہ باہر آ گئے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے آپ سے مصحف (قرآن مجید کا مترتب لکھا ہوا نسخہ یا کتاب) کا سوال کیا جو آپ کے پاس موجود تھا تو آپ نے مجھے وہ عطا فرما دیا' تاہم یہ مصحف ایک جلد میں نہیں تھا' اس کے متعدد اجزاء تھے۔

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کہا: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مصاحف میں جمع ہو چکا تھا۔

(الاحاد والمثانی ج ٣ ص ١٩١۔ رقم الحدیث: ١٥٢٨' المعجم الکبیر ج ٩ ص ٥٣۔ رقم الحدیث: ٨٣٩٣۔ ج ٩ ص ۴٠۔ رقم الحدیث: ٨٣٥٦' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال صحیح کے رجال ہیں ماسوا عباد کے اس کی بھی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٣٧١)

امام ابو عاصم نے کہا: درج ذیل حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید مصاحف میں جمع ہو چکا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصاحف کو لے کر دشمن کی زمین کی طرف سفر نہ کرو۔

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید مصاحف میں لکھ کر جمع کیا جا چکا تھا۔ (الاحاد والمثانی ج ٣ ص ١٩١' صحیح البخاری رقم الحدیث: ٢٩٩٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٨٦٩' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ٢٦١٠' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٨٧٩)

Marfat.com

مذکور الصدر احادیث کی وضاحت

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل قرآن مجموع اور مترتب محفوظ تھا جس کا آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں حضرت جبریل علیہ السلام سے دو بار دور کیا اور آپ کے پاس یہ مجموع اور مترتب متعدد صحائف میں لکھا ہوا محفوظ بھی تھا' لیکن یہ ایک جلد میں محفوظ نہیں تھا اور یہ لکھے ہوئے اجزاء بھی آپ کی وفات سے کچھ پہلے معرض وجود میں آئے اور شروع سے قرآن مجید کو ایک مصحف یا ایک جلد میں اس لیے محفوظ نہیں کیا گیا کیونکہ قرآن مجید کا بہ تدریج نزول ہوا ہے اور تیئس سال میں قرآن کریم کا نزول مکمل ہوا' نیز اس کی بعض آیات کی تلاوت منسوخ بھی ہوتی رہتی تھیں ان وجوہات کی بناء پر قرآن مجید کا ابتداء نبوت میں مجموعہ محفوظ کرنا ممکن نہ تھا' صحابہ کرام قرآن مجید کو حفظ کرتے رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں جب قرآن مجید کا نزول مکمل ہو گیا تو ان گنت صحابہ مکمل قرآن مجید کو حفظ کر چکے تھے اور مکمل قرآن مجید متعدد مصاحف اور منتشر اوراق میں لکھا بھی جا چکا تھا جیسا کہ ''الاحاد والمثانی'' کی احادیث سے ظاہر ہو چکا ہے اور ''صحیح البخاری' صحیح مسلم'' کی احادیث اور ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کے تتبع اور ان کی تصریحات سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بے شمار صحابہ مکمل قرآن مجید کے حافظ تھے اور جب جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے ستر قرآن مجید کے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مکمل قرآن مجید کو لکھ کر ایک مصحف یا ایک جلد میں محفوظ کر لیا جائے تاکہ بہ وقت ضرورت اس کی نقول فراہم کی جا سکیں' لیکن اس کو بنیاد بنا کر عیسائیوں کا یہ اعتراض غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید مجموع اور مرتب نہ تھا اس کو بعد میں صحابہ نے جمع کیا اور ترتیب دی۔

صحابہ کرام نے جو حضرت ابوبکر کے عہد میں قرآن مجید جمع کیا اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کو ایک مصحف اور ایک جلد میں جمع کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبید بن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اہل یمامہ کو قتل کیا گیا (یمامہ مدینہ کے مشرق کے وسط میں ہے اور مکہ سے سولہ مرحلہ پر ہے' اسی جگہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' حضرت ابوبکر نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں مسیلمہ اور اس کے متبعین کو قتل کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا' اس جنگ میں ستر قرآن کے حافظ صحابہ اور بارہ سو عام مسلمان شہید ہوئے بالآخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا' اس وقت ان کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ کے دن بہت قرآن مجید کے حفاظ شہید ہو گئے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر مختلف جنگوں میں حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ جاتا رہے گا اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے حضرت عمر سے کہا: ہم اس کام کو کیسے کریں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے۔ پھر حضرت عمر مجھ سے مسلسل اس کام کے لیے کہتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو کرنے کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے حضرت عمر کی رائے کے موافق ہو گئی' حضرت زید بن ثابت نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: آپ جوان اور عقل مند آدمی ہیں' ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے' آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھتے رہتے تھے' آپ قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کر لیجئے' حضرت زید بن ثابت نے کہا: اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ

Marfat.com

پر اس قدر دشوار نہ ہوتا جتنا مجھ پر یہ حکم دشوار تھا کہ میں قرآن مجید کو جمع کروں' میں نے کہا: آپ لوگ اس کام کو کیسے کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے' پھر حضرت ابوبکر مجھ سے مسلسل یہ بات کہتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھول دیا تھا' میں قرآن مجید کو کھجور کے درخت کی چھال' سنگ مرمر کے پتلے اور چپٹے تختوں (اور کپڑوں کے ٹکڑوں اور کاغذوں اور باریک کھالوں اور اونٹ کی چوڑی ہڈیوں سے) اور مسلمانوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کرتا رہا حتیٰ کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت مجھے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی (جن کی تنہا شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے قائم مقام قرار دیا تھا) وہ آیت یہ ہے: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" الیٰ آخر الآیۃ (التوبہ: ۱۲۹۔۱۲۸) پھر یہ مجموعی صحیفہ حضرت ابوبکر کے پاس رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی' پھر حضرت عمر کی حیات میں ان کے پاس رہا' پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۸۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۶۹۱)

اس حدیث کے راوی عبید بن السباق کی توثیق

یہ حدیث عبید بن السباق سے مروی ہے' ان کے متعلق بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں' لیکن ایسا نہیں ہے ہم ان کی توثیق کے متعلق ماہرین اسماء رجال کی توثیق پیش کر رہے ہیں:

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی التوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبید بن السباق الثقفی المدنی کا امام ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۳۰۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

یہ حضرت زید بن ثابت' حضرت جویریہ ام المؤمنین' حضرت اسامہ بن زید' حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے اور علماء اہل مدینہ سے ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۱۴۸' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' العجلی نے کہا: یہ مدنی تابعی ثقہ ہیں' امام مسلم نے ان کا تابعین اہل مدینہ کے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۵۹۔ رقم الحدیث: ۴۵۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ تابعی ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۵۰۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ نے لکھا ہے: عبید بن السباق ثقہ ہیں۔ (کتاب الثقات ج ۵ ص ۱۳۳)

التوبہ: ۱۲۸ کا صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملنا' کیا تواتر کی شرط کے خلاف نہیں ہے؟

اس حدیث میں دوسری بحث یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ التوبہ: ۱۲۹۔۱۲۸' صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا' اس پر اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات تو تواتر سے ثابت ہوتی ہیں تو صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے ان دو آیتوں کا قرآن ہونا کس طرح ثابت ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو قرآن مجید کی تمام آیات معلوم اور حفظ تھیں لیکن جو صحابہ کرام قرآن مجید کو مصحف میں جمع کر رہے تھے انہوں نے مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا یہ ضابطہ مقرر کیا تھا کہ جس

Marfat.com

آیت کے متعلق کم از کم دو صحابہ یہ گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو لکھوایا تھا وہ اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے' الاحزاب: ۲۳ کو لکھوانے کے متعلق حضرت خزیمہ بن ثابت کے علاوہ اور کوئی گواہی نہیں ملی اور چونکہ حضرت خزیمہ کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا تھا اس لیے صحابہ نے ان کی گواہی پر اس آیت کو سورۃ الاحزاب میں درج کر لیا' واضح رہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت تواتر سے ثابت ہے یعنی اس کے قرآن ہونے کے متعلق ہر دور میں اتنے لوگوں نے خبر دی ہے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے' لیکن یہاں پر یہ مسئلہ نہیں تھا کہ یہ آیت قرآن مجید میں ہے یا نہیں۔ اس کا قرآن مجید میں ہونا تو انہیں تواتر سے معلوم تھا' مسئلہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ہے اور سورۃ الاحزاب میں درج کرایا ہے یا نہیں؟ سو اس پر صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ گواہ تھے' الاحزاب: ۲۳ کی طرح سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں بھی صرف حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی سے مصحف میں درج کی گئیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا تو میں نے قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کیا حتیٰ کہ جب میں سورۂ توبہ کے آخر میں پہنچا تو '' لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ '' (التوبہ: ۱۲۹۔۱۲۸) مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی اور ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ملی۔ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو جو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے' اس کی وجہ دو واقعات ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب

محمد بن عمارہ' حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مہلت طلب کی کہ گھوڑے کی قیمت لے کر آئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی قیمت لینے کے لیے سرعت کے ساتھ گئے' اس اعرابی کے نزدیک تاخیر ہوگئی' دوسرے لوگ اس اعرابی کے سامنے اس گھوڑے کی قیمت لگانے لگے' ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' پھر اس اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں تو فبہا ورنہ میں اس گھوڑے کو بیچ رہا ہوں' آپ نے اس اعرابی کی بات سن کر فرمایا: کیا میں تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا نہیں فروخت کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اس اعرابی نے کہا: اچھا پھر آپ گواہ لائیں' حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کو فروخت کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے پوچھا: تم کس بنیاد پر یہ گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی (ہر بات کی) تصدیق کرتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۰۷' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۶۶۱' الطبقات الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۸۴' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۵۶۶۱ طبع جدید' مصنف عبد الرزاق ج ۸ ص ۳۶۶ طبع قدیم' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۷۳۰' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۰' المستدرک ج ۲ ص ۱۸' السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۴۶' تاریخ دمشق الکبیر رقم الحدیث: ۴۰۴۷' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۸۰۳۷' الاصابہ رقم الحدیث: ۲۲۵۶' اسد الغابہ رقم الحدیث: ۱۴۴۶)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کا تقاضا کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو قرض ادا کر چکا ہوں' یہودی نے کہا: آپ گواہ لائیں' اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری آ گئے' انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو قرض ادا کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم کو کیسے علم ہوا؟ انہوں نے کہا: میں اس سے بہت بڑی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' میں آسمان کی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا

Marfat.com

ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شہادتیں قرار دیا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۸۵۔ ۱۵۶۶۳' طبع جدید' مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۶۶۔ ج ۱۱ ص ۳۳۵ طبع قدیم)

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں صرف لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھنا اور باقی نسخوں کو جلا دینا

جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا تھا کہ پہلے متعدد لغات پر قرآن مجید کو پڑھنے کی اجازت تھی لیکن ہر وہ شخص جو کسی ایک لغت پر قرآن مجید پڑھتا تھا جب وہ دوسرے شخص سے کسی اور لغت کے تلفظ پر قرآن کو سنتا تو وہ اس کی تغلیط کرتا اور وہ دوسرا شخص اس پہلے شخص کے تلفظ کی تغلیط کرتا اور یوں مسلمان ایک دوسرے کی قراءت کی تکذیب کرتے' اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس قراءت پر قرآن کو باقی رکھا جو لغت قریش پر تھا اور حضرت حفصہ کے گھر محفوظ تھا اور باقی لغات کے نسخوں کو محو کر دیا گیا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ اس وقت اہل شام سے آرمینیہ اور آذر بائی جان کی فتح کے سلسلہ میں اہل عراق سے جہاد میں مشغول تھے' اس وقت حضرت حذیفہ مسلمانوں کے قرآن پڑھنے میں اختلاف سے گھبرا گئے' حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے کہ یہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں مختلف ہو جائے آپ اس کا تدارک کر لیجئے' پھر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ قرآن مجید کا وہ نسخہ ہماری طرف بھیجیں' ہم اس کو دوسرے مصاحف میں نقل کریں گے پھر آپ کو یہ نسخہ واپس بھیج دیں گے' حضرت حفصہ نے وہ نسخہ حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا' حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن الزبیر' حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام سے کہا کہ وہ اس نسخہ کو مصاحف میں نقل کریں اور حضرت عثمان نے تین قریشین کی جماعت سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت کا قرآن کے کسی لفظ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو لغت قریش کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن مجید لغت قریش کے مطابق نازل ہوا ہے' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' حتیٰ کہ جب انہوں نے اس نسخہ کو مصاحف میں نقل کر لیا تو حضرت عثمان نے وہ مستعار لیا ہوا نسخہ یا مصحف حضرت حفصہ کو واپس کر دیا اور تمام صوبوں اور بڑے شہروں میں اس مصحف کی نقلیں بھیج دیں اور حکم دیا کہ اس نسخہ کے مطابق مصاحف لکھیں اور ان کے ماسوا جو قرآن مجید کے سابقہ نسخے ہیں ان کو جلا دیا جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۸۷)

بقیہ مصاحف کو جلانے کی توجیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سابقہ مصاحف کو جلانے کا جو حکم دیا تھا اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام بڑے شہروں میں حضرت حفصہ کے مصحف کی نقول بھجوا دیں تو کہا: میں نے اس اس طرح کیا اور اپنے سابقہ مصحف کو مٹا دیا' سو تم بھی اپنے اپنے سابقہ مصاحف کو محو کر دو اور محو اس سے عام ہے کہ ان سابقہ کاغذات کو دھویا جائے یا جلا دیا جائے' اکثر روایات میں جلانے کا ذکر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے ان کاغذات کو دھویا گیا ہو پھر جلا دیا گیا ہو تاکہ سابقہ اوراق کا بالکل نام و نشان نہ رہے' قاضی عیاض نے حتمی طور پر کہا ہے کہ انہوں نے پہلے ان کاغذات کو دھویا پھر جلا دیا تاکہ سابقہ قراءت کا کوئی نام و نشان نہ رہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے کہ جب مصحف کے اوراق بہت پرانے ہو جائیں اور استفادہ کے قابل نہ رہیں تو ان کو کسی

Marfat.com

پاک جگہ پر دفن کر دیا جائے۔

جمع قرآن کے متعلق حرف آخر

ملا علی سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اسی وقت قرآن مجید کو جمع کیا جب ان کے نزدیک دلیل قطعی سے قرآن مجید کے الفاظ ثابت ہو گئے اور دلیل ظنی سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔

الحارث المحاسبی نے ''فہم السنن'' میں کہا ہے کہ قرآن مجید کو لکھنا حادث (نیا کام) نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو لکھنے کا حکم دیتے تھے' لیکن وہ لکھا ہوا ایک جا نہیں تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو یک جا کیا' گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مکمل قرآن مجید کے منتشر اور متفرق اوراق مل گئے' پھر کسی جمع کرنے والے نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے کے ساتھ باندھ دیا تا کہ ان میں سے کوئی ورق ضائع نہ ہو جائے اور ان کاغذوں' کپڑوں اور باریک کھالوں پر جو لکھا ہوا تھا وہی صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا کیونکہ وہ ابتداء سے نازل ہونے والے قرآن کو حفظ کر رہے تھے اور انہوں نے تیئس سال سے لگا تار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا مشاہدہ کیا تھا' اس لیے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں تھا کہ اس میں کوئی غلط چیز شامل ہو گی' ہاں اس کا خطرہ تھا کہ اس میں سے کوئی چیز رہ نہ جائے اس لیے انہوں نے انتہائی احتیاط کے ساتھ قرآن مجید کو جمع کیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۷۲۹۔۷۲۸ 'ملخصاً' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

الطور: ۴ میں فرمایا: اور بیت المعمور کی قسم O

''البیت المعمور'' کا معنی اور اس کی تاریخ

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اور ان کے شارح علامہ احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ اسماعیل بن محمد قونوی متوفی ۱۱۹۵ھ ''بیت المعمور'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''البیت المعمور'' کا لفظی معنی ہے: آباد شدہ گھر' اس سے مراد کعبہ ہے' کیونکہ لوگ اس کا قصد کرتے ہیں اور حج کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں نے اس کو آباد کیا ہے۔ قاضی بیضاوی نے سورۂ توبہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے: زمین میں میرے گھر مساجد ہیں اور ان کی زیارت کرنے والے ان کو آباد کرنے والے ہیں' اور اس کو آباد کرنے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس کو قندیلوں اور فرش سے مزین کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''البیت المعمور'' ساتویں آسمان میں ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار داخل ہوتا ہے وہ دوبارہ قیامت تک نہیں داخل ہوتا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۶۸)

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور یہ بات صحیح اور ثابت ہے کہ ہر آسمان میں زمین کے کعبہ کے مقابل ایک بیت ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''البیت المعمور'' آسمان میں ہے اس کو ''الضراح'' (دور اور بلند) کہتے ہیں' یہ ''بیت الحرام'' کی مثل اور اس کی سیدھ میں ہے' اگر وہ اوپر سے گرے تو کعبہ کے اوپر گرے گا اس میں ہر روز ایسے ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا اور اس کی آسمان میں ایسی حرمت ہے جیسی مکہ کی حرمت ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۱۸۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ہے اسحاق بن بشر ابوحذیفہ وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۴' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

قاضی بیضاوی نے آل عمران کی تفسیر میں کہا ہے کہ "البیت المعمور" کعبہ کی جگہ پر تھا اس کا نام "الضراح" تھا' فرشتے اس کا طواف کرتے تھے' جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا حج (قصد) کریں اور اس کا طواف کریں اور جب طوفانِ نوح آیا تو اس کو چوتھے آسمان پر اٹھا لیا گیا اور وہاں فرشتے اس کا طواف کرتے تھے' اور حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ "البیت المعمور" ساتویں آسمان میں ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ ہر آسمان میں کعبہ کے مقابل ایک بیت ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جو کعبہ کی جگہ "البیت المعمور" تھا اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور وہ چوتھے آسمان میں ہے' اسی طرح امام ازرقی نے "تاریخ مکہ" میں لکھا ہے' لیکن یہ عبارت قاضی بیضاوی کی اس تحریر کے خلاف ہے کہ "البیت المعمور" کو طوفانِ نوح کے وقت چوتھے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا' اور ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی اور روایت ہو' نیز "البیت المعمور" بھی متعدد ہیں۔

(عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۰۶' حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

"البیت المعمور" کے مصداق اور اس کے مقام کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ "البیت المعمور" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الماوردی نے بیان کیا ہے کہ "البیت المعمور" چوتھے آسمان میں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چوتھے آسمان میں لے جایا گیا سو ہمارے لیے "البیت المعمور" کو بلند کیا گیا پس وہ کعبہ کی سیدھ میں تھا اگر وہ گرے تو کعبہ پر گرے گا' اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جب وہ اس سے نکل آئیں تو پھر دوبارہ داخل نہیں ہوتے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

القشیری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "البیت المعمور" آسمانِ دنیا میں ہے۔

ابو بکر الانباری نے کہا: ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ "البیت المعمور" کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ایک بیت (گھر) ہے' اس کو "الضراح" کہا جاتا ہے' "الضراح" آسمان میں ایک گھر ہے اور وہی "البیت المعمور" ہے' اس کے معمور (آباد) ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کو فرشتوں نے بھر رکھا ہے۔

المہدوی نے کہا: "البیت المعمور" عرش کے موازی اور محاذی ہے اور "صحیح مسلم" میں حضرت مالک بن صعصہ سے معراج کی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میرے لیے "البیت المعمور" بلند کیا گیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴) اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے "البیت المعمور" کی طرف اپنی پشت سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ نہیں آتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے پندرہ بیت ہیں' سات آسمانوں میں ہیں اور سات زمینوں میں ہیں اور کعبہ ہے اور یہ تمام بیت کعبہ کے بالمقابل ہیں۔

حسن بصری نے کہا: "البیت المعمور" کعبہ ہے اور یہ "البیت الحرام" ہے جو لوگوں سے آباد ہے' اللہ تعالیٰ اس میں ہر سال چھ لاکھ آدمی بھر دیتا ہے اور اگر لوگ کم ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو فرشتوں سے پوری کر دیتا ہے اور یہ وہ پہلا بیت

Marfat.com

(گھر) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے زمین پر رکھا۔

الربیع بن انس نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں "البیت المعمور" کعبہ کی جگہ پر تھا' پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کا حج کرنے کا حکم دیا' سو لوگوں نے اس کا انکار کیا اور نافرمانی کی پھر جب طوفانی لہریں بلند ہوئیں تو "البیت المعمور" کو زمین سے اٹھا کر آسمانِ دنیا پر اسی کی مقابل جگہ پر رکھ دیا گیا' پھر ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کو آباد کرتے ہیں پھر وہ اس میں دوبارہ نہیں آئیں گے حتیٰ کہ صور پھونک دیا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "البیت المعمور" کی جگہ کعبہ کو گھر بنا دیا' قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ (الحج: ۲۶)

اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے البیت (عبادت کا گھر) بنانے کی جگہ مقرر کر دی کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع کرنے والوں کے لیے اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا ۝

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوح کی ویرانی کے بعد سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ سب سے پہلی مسجد جو زمین پر بنائی گئی وہ مسجد حرام ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۰)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

الطور: ۵ میں فرمایا: اور بلند چھت کی قسم ۝

اس بلند چھت سے مراد آسمان ہے' آسمان کو چھت اس لیے فرمایا کہ وہ زمین کے لیے ایسا ہے جیسے گھر کے لیے چھت ہوتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۚ (الانبیاء: ۳۲) ہم نے ہی آسمانوں کو محفوظ چھت بنایا ہے۔

الطور: ۶ میں فرمایا: اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم ۝

"البحر المسجور" کے معنی اور مصداق میں اقوالِ مفسرین

اس آیت میں "مسجور" کا لفظ ہے یہ "سجر" سے بنا ہے "سجر" کا معنی ہے: تنور کو ایندھن سے گرم کرنا' "سجر الماء النهر" کا معنی ہے: پانی کا دریا کو بھرنا "سجر البحر" کا معنی ہے: سمندر کا جوش مارنا "سجر الماء" کا معنی ہے: پانی جاری کرنا "سجر التنور" کا معنی ہے: تنور کو ایندھن سے بھر کر گرم کرنا۔ (المنجد اردو ص ۴۵۷)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

"سجرت التنور" کا معنی ہے: تنور کو آگ سے بھڑکایا' قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ (التکویر: ۶) اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے ۝

ایک قول یہ ہے کہ سمندر کا پانی زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور اس میں آگ بھڑکا دی جائے گی۔

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۝ (المؤمن: ۷۲) اور پھر کفار دوزخ کی آگ میں جلائے جائیں گے ۝

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

مجاہد نے کہا: ''المسجور'' کا معنی ہے: ''الموقد'' (جلایا گیا) حدیث میں ہے: سمندر قیامت کے دن آگ بن جائے گا۔

قتادہ نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ''المملوء'' (بھرا ہوا) یعنی قیامت کے دن سمندر آگ سے بھرا ہوا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا: جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا: سمندر میں' حضرت علی نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ وہ صادق ہے اور یہ آیات تلاوت فرمائیں: ''وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ'' (الطور:۶) ''وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ'' (التکویر:۶)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کے پانی سے اس لیے وضو نہیں کیا جاتا کہ وہ جہنم کا ایک طبقہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''المسجور'' اس حوض کو کہتے ہیں جس کا پانی خشک ہو گیا ہو' ایک عورت حوض سے پانی بھرنے کے لیے گئی تو کہنے لگی: ''الحوض مسجور'' حوض کا پانی خشک ہو چکا ہے۔

ابو مکین کہتے ہیں: میں نے عکرمہ سے ''البحر المسجور'' کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ عرش کے نیچے سمندر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے نیچے بہت گاڑھا پانی ہے اس کو ''بحر الحیوان'' کہتے ہیں' پہلے صور کے چالیس سال بعد اس سے بارش ہوگی اور لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر کا سفر صرف وہی شخص کرے جو حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا ہو یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سمندر تہ در تہ ہے اور سمندر کی آفتوں کا اس میں سفر کرنے والوں تک پہنچنے کا خطرہ ہے اور جو شخص آگ کے قریب ہو اس کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔

علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ سمندر کی آفات ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار آ رہی ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی کسی فانی غرض کے لیے سمندر کے سفر کو اختیار کرنا بے وقوفی اور جہالت ہے کیونکہ اس میں جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور جان کو خطرہ میں ڈالنا صرف اللہ کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے محمود ہے۔

(حاشیۃ ابن التمجید علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ فی الحال سمندر پانی سے بھرے ہوئے ہیں' لیکن قیامت کے دن ان میں آگ بھڑک اٹھے گی اور حضرت علی کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اس جگہ ہوگی' جیسا کہ ''صحیح بخاری'' اور ''جامع ترمذی'' کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے۔

عذاب کی وعید پورا کرنے پر دلائل

الطور: ۸۔۷ میں فرمایا: بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا O اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے O

یہ آیت قسم کا جواب ہے' یعنی پہاڑ طور اور لکھے ہوئے قرآن'' البیت المعمور'' بلند چھت اور بھڑکائے ہوئے سمندر

Marfat.com

کی قسم! اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کو عذاب کی جو وعید سنائی ہے وہ ضرور پوری ہو گی اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں بات کروں' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی آواز مسجد سے باہر آ رہی تھی' اس وقت آپ پڑھ رہے تھے: ''والطور' الٰی قولہ' ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع ''گویا ان آیتوں نے میرا دل چیر ڈالا اور اس وقت سب سے پہلے میرے دل میں اسلام داخل ہوا اور میں عذاب نازل ہونے کے خوف سے اسی وقت اسلام لے آیا اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ (اگر میں اسلام نہ لایا تو) میں عذاب نازل ہونے سے پہلے یہاں سے اٹھ سکوں گا۔

ہشام بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں اور مالک بن دینار حسن بصری کے پاس گئے' وہاں اس وقت ایک شخص یہ آیات پڑھ رہا تھا' جب وہ اس آیت پر پہنچا: ''ان عذاب ربك لواقع'' تو حسن بصری اور ان کے اصحاب رونے لگے اور مالک بن دینار غش کھا کر گر پڑے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۲۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

پہاڑ طور' لکھی ہوئی کتاب (قرآن مجید) ''البیت المعمور'' وغیرہ عذاب کے وقوع پر اس لیے دلالت کرتے ہیں کہ یہ اُمور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال' اس کی حکمت' اس کی خبروں کے صدق اور بندوں کے اعمال کے علم اور ضبط پر دلالت کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جزاء دے اور بدکار بندوں کو سزا دے سکے۔

علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بلند آسمان اور پہاڑ اور سمندر اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ امور اس کی حکمت کے کمال پر بھی دلالت کرتے ہیں کیونکہ ان مصنوعات میں اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب حکمتیں ہیں اور حجاج بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ کعبہ اور بیت اللہ حج کرنے والوں' عمرہ کرنے والوں' نمازیوں اور اعتکاف کرنے والوں سے بھرا ہوا رہتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے صادق ہونے کی دلیل ہے اور صحائفِ اعمال میں اور لوحِ محفوظ میں تمام انسانوں کے اعمال محفوظ اور منضبط ہیں جن کی بناء پر جزاء اور سزا دی جائے گی اور آپ کے رب کا وہ عذاب واقع ہو گا جس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن آسمان بہت کانپ رہا ہو گا O اور پہاڑ بہت تیزی سے چل رہے ہوں گے O اس دن مکذبین کے لیے عذاب ہو گا O جو بے ہودہ مشغلہ میں کھیل رہے ہیں O جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل کر لایا جائے گا O یہی وہ دوزخ کی آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے O کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھ نہیں رہے O اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ' پھر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو O یہ تمہارے لیے برابر ہے' تم کو ان ہی کاموں کی سزا دی جارہی ہے جو تم کرتے تھے O

(الطور: ۱۶۔۹)

قیامت کی کیفیات

الطور: ۹ میں ''تمور'' کا لفظ ہے اس کا مصدر ''مور'' ہے' اس کا معنی ہے: لرزنا' کانپنا' گھومنا' چکر لگانا اور حرکت کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمان قیامت کے دن اپنی چیزوں سمیت کانپ رہا ہو گا اور لرز رہا ہو گا۔

الطور: ۱۰ میں فرمایا: اور پہاڑ بہت تیزی سے چل رہے ہوں گے O

مقاتل نے کہا: پہاڑ جس جگہ پر نصب ہیں وہاں سے اکھڑ کر چلیں گے حتیٰ کہ زمین کے ہموار ہو جائیں گے۔ قرآن مجید

Marfat.com

میں ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ (النمل: ۸۸) (اے مخاطب!) تو پہاڑوں کو دیکھ کر یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ (قیامت کے دن) وہ بھی بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے لیکن وہ ان مضبوط چیزوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے روئی کے گالوں کی طرح اڑا دینے پر قادر ہے۔

کفار کے عذاب کے احوال

الطور: ۱۲۔۱۱ میں فرمایا: اس دن مکذبین کے لیے عذاب ہو گا O جو بے ہودہ مشغلہ میں کھیل رہے ہیں O

اس آیت کے شروع میں ''ویل'' کا لفظ ہے' جو شخص عذاب میں ہلاک ہونے والا ہو اس کے لیے ''ویل'' کا لفظ کہا جاتا ہے۔

نیز فرمایا: وہ کھیل رہے ہیں' یعنی وہ باطل کام میں تردد کر رہے ہیں اور ان کا تردد اور تفکر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تکذیب میں غور و فکر کرنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں اور اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں میں مشغول ہیں اور وہ قیامت کے دن کی پرسش اعمال اور حساب و کتاب اور جزاء اور سزا کو یاد نہیں کرتے۔

الطور: ۱۴۔ ۱۳ میں فرمایا: جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل کر لایا جائے گا O یہی وہ دوزخ کی آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے O

یعنی ان کو بہ زور جہنم کی طرف دھکا دیا جائے گا۔ جہنم کے محافظین ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق میں اپنے ہاتھ ڈال کر ان کو کھینچیں گے اور ان کی پیشانیوں کو ان کے قدموں کے ساتھ باندھ دیں گے پھر ان کو گھسیٹ کر منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیں گے' پھر ان سے محافظین کہیں گے: یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

الطور: ۱۵ میں فرمایا: کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھ نہیں رہے O

یہ سوال ان کو جھڑکنے اور ڈانٹنے کے لیے کیا گیا ہے' یعنی جس دوزخ کو اب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' یہی وہی ہے جس کو تم دنیا میں دیکھ نہیں سکتے تھے اور نہ اس کے متعلق سوچ سکتے تھے۔

الطور: ۱۶ میں فرمایا: اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ' پھر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو' یہ تمہارے لیے برابر ہے' تم کو ان ہی کاموں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کرتے تھے O

دوزخ کے محافظین ان سے یہ بات کہیں گے کہ اب تم دوزخ میں داخل ہو کر اس کی گرمی کو چکھو' خواہ تم اس عذاب کو برداشت کر سکو یا نہ کر سکو' خواہ تم اس عذاب پر آہ و فغاں کا اظہار کرو اور بے چینی اور بے قراری کا اظہار کرو یا صبر و سکون کے ساتھ اس عذاب کو برداشت کرو' تمہیں کوئی چیز نفع نہیں دے گی اور تم کو تمہاری بداعمالیوں کی سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے O اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں سے خوش ہو رہے ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا O (ان سے کہا جائے گا:) خوشی سے کھاؤ اور پیو' یہ ان نیک کاموں کی جزاء ہے جو تم کرتے تھے O وہ صف بہ صف تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے ہم ان کا نکاح کشادہ چشم گوری عورتوں سے کر دیں گے O (الطور: ۲۰۔ ۱۷)

Marfat.com

متقین کے درجات

اس سے پہلی آیتوں میں کفار کی آخرت کے احوال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں مؤمنین اور متقین کی آخرت کے احوال بیان فرمائے ہیں اور عتاب کے بعد ثواب کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ترہیب کے بعد ترغیب اور خوف کے بعد رجاء کا امر مکمل ہو جائے' متقین کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ کفر اور شرک کو ترک کرنے والے ہوں' دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہائے کبیرہ کو ترک کرنے والے ہوں' تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہائے صغیرہ کو ترک کرنے والے ہوں' چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کاموں کو ترک کرنے والے ہوں اور پانچواں درجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہوں کہ اس کے ماسوا کو ترک کر دیں اور تمام نیک کاموں کو اس کی اور اس کے رسول معظم کی محبت میں ڈوب کر کریں اور جنت ہر چند کہ عیش اور سرور کی جگہ ہے لیکن باغ میں رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باغ کی نعمتوں اور لذتوں سے فیض یاب بھی ہو کیونکہ باغ کا محافظ بھی باغ میں ہوتا ہے لیکن وہ باغ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہوتا' اس لیے فرمایا کہ متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے یعنی جنت کی نعمتوں سے لذت حاصل کر رہے ہوں گے۔

الطور: ۱۸ میں فرمایا: اپنے رب کی نعمتوں سے خوش ہو رہے ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا O

اس آیت میں ''فاکھین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ خوش ہو رہے ہوں گے اور جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے' ''فاکھۃ'' پھلوں اور میووں کو کہتے ہیں' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کو بہ کثرت پھل اور میوے حاصل ہوں گے اور ان کے خوش ہونے کی دو وجہیں ہیں: ایک وجہ تو ان کو جنت اور نعمتوں کا ملنا ہے اور دوسری وجہ ان کا دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنا ہے۔

الطور: ۲۰۔۱۹ میں فرمایا: ان سے کہا جائے گا: خوشی سے کھاؤ اور پیو' یہ ان نیک کاموں کی جزاء ہے جو تم کرتے تھے O وہ صف بہ صف تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے' ہم ان کا نکاح کشادہ چشم گوری عورتوں سے کر دیں گے O

اللہ تعالیٰ آخرت میں متقین کو جو نعمتیں عطا فرمائے گا ان آیتوں میں ان نعمتوں کے اسباب کا ترتیب وار ذکر فرمایا ہے' سب سے پہلے انسان کو رہنے کی جگہ اور مسکن کی ضرورت ہوتی ہے اور آخرت میں متقین کا مسکن جنت ہے' اس لیے پہلے متقین کے لیے جنتوں کا ذکر فرمایا' پھر پیٹ بھرنے کے لیے کھانے پینے کی اور لیٹنے کے لیے بستر اور بچھونے کی ضرورت ہوتی ہے پھر لذت اندوزی کے لیے بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان چاروں چیزوں کا ترتیب وار ذکر فرمایا' مسکن کے لیے جنتوں کا ذکر فرمایا اور کھانے پینے کے لیے ''فاکھین'' پھلوں اور میووں کا ذکر فرمایا اور بستر کے لیے ''سرر'' تختوں کا ذکر فرمایا اور بیویوں کے لیے ''حور عین'' حوروں کا ذکر فرمایا۔ اور یہ فرمایا کہ وہ خوشی کے ساتھ کھائیں گے اور پئیں گے' اس میں یہ بتایا کہ ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں دنیاوی خرابیاں نہیں ہوں گی' ان کے کھانے پینے کی چیزیں دیر تک رکھنے سے باسی اور بدبودار نہیں ہوں گی' وہ چیزیں کبھی ختم نہیں ہوں گی' ان کو زیادہ مقدار میں کھانے سے بدہضمی نہیں ہوگی' نہ ان کے کھانے سے کوئی بیماری ہوگی' کھانے کے حصول میں کوئی مشقت اور تھکاوٹ ہوگی نہ کوئی گناہ ہوگا' گوشت اور سبزیوں کو پکانا اور گلانا نہیں پڑے گا' کھانے اور پینے کے بعد بول و براز اور بدبودار ریح کا عارضہ نہیں ہوگا۔

نیز فرمایا: یہ تمہارے ان نیک کاموں کی جزاء ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے' یہ نیک کام درحقیقت جنت میں دخول کا سبب نہیں ہیں' جنت میں تو اللہ سبحانہ' اپنے فضل سے داخل فرمائے گا اور یہ نیک اعمال جنت میں داخل ہونے کا ظاہری اور صوری

Marfat.com

سبب ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مؤمنوں پر احسان ہے کہ اس نے ان کو ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی' قرآن مجید میں ہے:

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ (الحجرات:۱۷) بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ وہ تم کو ایمان لانے کی ہدایت دیتا ہے۔

کافروں کی جزاء اور مؤمنوں کی جزاء میں امام رازی کی نکتہ آفرینی

امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا ہے:

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (التحریم:۷) تم کو صرف اُس عمل کی جزادی جائے گی جو تم کرتے تھے○

اور مؤمنین کے متعلق فرمایا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الطور:۱۹) خوشی سے کھاؤ اور پیو یہ ان نیک کاموں کی جزاء ہے جو تم کرتے تھے○

اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مؤمنوں دونوں کی جزاء کا ذکر فرمایا ہے' کیا ان جزاؤں میں کوئی فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بہت زیادہ فرق ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کفار کی جزاء کے ساتھ ''انما'' کا ذکر فرمایا ہے جو حصر کا کلمہ ہے یعنی ان کو صرف یہی جزاء دی جائے گی' اس کے برخلاف مؤمنوں کی جزاء کے ساتھ ''انما'' نہیں فرمایا کیونکہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ صرف اس کے عمل کی جزا نہیں دے گا بلکہ اپنے فضل سے اس کو اس کے عمل کے استحقاق سے بہت زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو احسان فرمائے گا وہ صرف جنت میں کھلانے پلانے کا احسان نہیں ہوگا۔

(۲) مؤمنوں کے متعلق فرمایا ہے: ''بما کنتم'' یعنی تمہارے نیک اعمال کے سبب سے اور کافروں کے متعلق فرمایا ہے: ''ماکنتم'' یعنی تم کو بعینہٖ تمہارے اعمال کی جزاء دی جائے گی اور مؤمنوں کے متعلق جو فرمایا ہے اس کا معنی ہے: تم کو تمہارے اعمال کے سبب سے دائماً جزاء ملتی رہے گی۔

(۳) کفار کے متعلق جزاء کا ذکر ہے اور مؤمنوں کے متعلق فرمایا: ''بما کنتم تعملون'' کفار کے ساتھ جزاء کا ذکر کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ کفار کو جو کچھ جزاء دینی تھی وہ دے دی جائے گی اور بس' کیونکہ جزاء کا مطلب یہی ہوتا ہے اس کا جو کچھ معاوضہ تھا یہی ہے اور مؤمنوں کے ساتھ جزاء کا ذکر نہیں فرمایا یعنی ان کو ان کے نیک اعمال پر بہت زیادہ اجر ملتا رہے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ مؤمنوں کو ثواب عطا کرنے کے ذکر میں بھی جزاء کا ذکر فرمایا ہے' جیسا کہ یہ آیت ہے:

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الاحقاف:۱۴) یہ اہل جنت ہیں جو ہمیشہ جنت میں رہیں گے یہ ان کے ان نیک اعمال کی جزاء ہے جو وہ دنیا میں کرتے تھے○

اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمنوں کے لیے جہاں بھی جزاء کے لفظ کا ذکر کیا ہے وہ غائب کے صیغہ سے ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ان کا اجر دائمی ہوگا اور منقطع نہیں ہوگا اور مؤمنوں کے لیے خطاب کے صیغہ کے ساتھ جزاء کا ذکر نہیں ہے جب کہ کافروں کے لیے خطاب کے صیغے کے ساتھ جزاء کا ذکر ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۰۷۔۲۰۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

امام رازی کی نکتہ آفرینی پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی نے مؤمن اور کافر کی جزاء میں تین وجوہ سے فرق کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر اور مؤمن دونوں کی جزاء کو اجر و ثواب پر محمول کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے پہلے فرق کی وجہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ کافر کو صرف اس کے عمل کی جزاء دی جائے گی اور مؤمن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے عمل سے زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور دوسرے فرق کی وجہ میں ذکر کیا کہ کافر سے فرمایا: تم کو بعینہٖ تمہارے اعمال کی جزاء دی جائے گی اور مؤمن کے متعلق "بما کنتم" فرمایا ہے یعنی تم کو تمہارے اعمال کے سبب سے دائماً جزاء ملتی رہے گی اور تیسرے فرق کی وجہ میں یہ ذکر کیا کہ کافر کو جو جزاء دینی تھی وہ دے دی جائے گی اور بس! اور مؤمن کو اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ کافر کے لیے جب جزاء کا لفظ قرآن میں آتا ہے تو وہ اجر و ثواب کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ سزا اور عذاب کے معنی میں ہوتا ہے اس کے برخلاف مؤمن کے لیے جزاء کا لفظ قرآن مجید میں اجر و ثواب کے معنی میں ہوتا ہے' کافر کے لیے جزاء کا لفظ سزا اور عذاب کے معنی میں ہوتا ہے' اس کی مثال حسبِ ذیل آیتوں میں ہے:

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الطور: ۱۶)
اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو' یہ تمہارے لیے برابر ہے' تم کو ان ہی کاموں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کرتے تھے ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (التحریم: ۷)
آج تم عذر پیش نہ کرو' تم کو صرف ان ہی کاموں پر سزا دی جا رہی ہے جو تم کرتے تھے ۝

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (یونس: ۱۳)
ہم اسی طرح مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں ۝

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۳۸)
عنقریب اللہ ان مشرکوں کو ان کے افتراء کی سزا دے گا ۝

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ (یونس: ۵۲)
پھر ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم دائمی عذاب چکھو تم کو صرف ان ہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم دنیا میں کرتے تھے ۝

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ (الاحقاف: ۲۰)
آج تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم تکبر کرتے تھے۔

نیز امام رازی نے دوسرے فرق کے بیان میں کہا ہے کہ مؤمنوں کے لیے فرمایا ہے: "بما کنتم" اور کافروں کے لیے فرمایا ہے: "ما کنتم" یہ بھی صحیح نہیں ہے' الانعام: ۱۳۸ میں کافروں کے لیے بھی فرمایا ہے: "سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝" اور الاحقاف: ۲۰ میں فرمایا ہے: "فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ"۔

امام رازی نے تیسرے فرق کے بیان میں یہ کہا ہے کہ مؤمنین کے لیے جزاء کا ذکر خطاب کے صیغہ کے ساتھ نہیں ہے' یہ درست ہے لیکن یہ تینوں فرق اس بنیاد پر ہیں کہ کفار کو بھی آخرت میں ان کے (نیک) اعمال پر اجر دیا جائے گا جب کہ یہ بنیاد ہی غلط ہے' کفار کو آخرت میں ان کے کسی عمل پر کوئی اجر نہیں دیا جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان: ۲۳)
اور کافروں نے اپنے زعم میں جو بھی (نیک) کام کیا ہم اس کا قصد کر کے اس کو فضا میں بکھرے ہوئے غبار کے باریک ذرے

Marfat.com

بنادیں گےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کو اور ان کی اس اولاد کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اس اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ایمان والوں کے عمل سے کوئی کمی نہیں کریں گے' ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی ہےO اور ہم ان کو ایسے پھل اور گوشت مسلسل عطا کرتے رہیں گے جن کو وہ طلب کریں گےO وہ جنت میں شراب کے جام کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ کوئی گناہO ان کے خدام ان کے گرد پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ پوشیدہ موتی ہیںO (الطور: ۲۴۔۲۱)

مؤمنوں کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کو جنت میں داخل کرنے کے متعلق ۔۔۔۔۔

احادیث' آثار اور اقوالِ تابعین

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطور: ۲۱ کے معنی میں چار روایات ہیں:

(۱) النحاس نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو اس کے ساتھ جنت کے درجہ میں بلند کرے گا' خواہ مؤمن کی اولاد کا عمل اس سے کم ہو تا کہ اولاد کو اپنے ساتھ جنت میں دیکھ کر مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' پھر حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تلاوت کی۔

(۲) سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل مؤمن کی اولاد کو مؤمن کے ساتھ اس کے درجہ میں بلند فرمائے گا خواہ اس کی اولاد کا عمل اس کے برابر نہ ہو تا کہ اولاد کی وجہ سے مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۶۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۲۴۸۔۱۲۲۴۹۔۱۲۲۴۰۔۱۲۲۴۱۔۱۲۲۴۲)

ابو جعفر نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع روایت ہے اور اسی طرح واجب ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس اس کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کر سکتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں اللہ عزوجل کے فعل کی خبر دی ہے۔

زمخشری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے لیے انواع و اقسام کی خوشیاں جمع کر دے گا' مؤمنین خود کامیاب ہو کر جنت میں پہنچیں گے' پھر ان کا کشادہ چشم حوروں سے نکاح کر دیا جائے گا اور جنت میں وہ اپنے دیگر مؤمن بھائیوں سے مانوس ہوں گے اور ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ جنت کے اسی درجہ میں ہوگی۔

المہدوی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کے ساتھ اس کی نابالغ اولاد کو ملا دے گا۔

ذریت کا اطلاق چھوٹی اور بڑی اولاد دونوں پر ہوتا ہے' اگر ذریت سے مراد یہاں نابالغ اولاد ہو تو ''بایمان'' دونوں مفعولوں سے حال ہوگا اور اس کا وہی معنی ہوگا جو ہم پہلے کر چکے ہیں اور اگر ذریت سے مراد بڑی اولاد ہو تو ''بایمان'' دونوں فاعلوں سے حال ہوگا اور اس کا معنی ہوگا کہ مؤمنوں کی جو اولاد ایمان لانے میں ان کی پیروی کرے گی وہ ان کے ساتھ جنت میں ہوگی۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس آیت میں ایمان والوں سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں اور ذریت سے مراد تابعین ہیں' اور ان سے ایک اور روایت یہ ہے کہ اگر آباء کا درجہ بلند ہو تو اللہ تعالیٰ ابناء کو آباء کے درجہ میں رکھ دے گا اور اگر ابناء کا درجہ زیادہ بلند ہو تو اللہ تعالیٰ آباء کو ابناء کے درجہ میں رکھ دے گا' پھر آباء ذریت کے لفظ میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ اس آیت میں آباء ذریت میں داخل ہیں:

Marfat.com

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ (یٰس: ۴۱)

اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کے آباء کو (یعنی نسل انسانی کے آباء کو) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا ۝

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے ماں باپ' اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے متعلق سوال کرے گا' تو اس سے کہا جائے گا: انہوں نے وہ درجہ نہیں پایا جو تمہیں حاصل ہے' پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اپنے لیے بھی عمل کیا ہے اور ان کے لیے بھی عمل کیا ہے' پھر یہ حکم دیا جائے گا کہ ان کو اس کے درجے کے ساتھ ملا دیا جائے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۲۴۸' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۶۴۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں محمد بن عبد الرحمان بن غزوان' ضعیف راوی ہے۔)

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان والدین کے متعلق سوال کیا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے آپ نے فرمایا: وہ دونوں دوزخ میں ہیں' جب آپ نے میرے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے تو فرمایا: اگر تم ان کی جگہ دیکھ لو تو تم ان سے بغض رکھو گی' انہوں نے سوال کیا: میری جو اولاد آپ سے ہوئی ہے؟ فرمایا: وہ جنت میں ہے' پھر فرمایا: بے شک مؤمنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے اور مشرکین اور ان کی اولاد دوزخ میں ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ (الطور: ۲۱)

اور ایمان والوں کو اور ان کی اس اولاد کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اس اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ایمان والوں کے عمل سے کوئی کمی نہیں کریں گے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۰۷۷' المعجم الکبیر ج ۱۶ ص ۲۳' علامہ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند منقطع ہے۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۱۳)

یعنی ہم اولاد کی عمر کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور نہ اولاد کو آباء کے ساتھ ملانے کی وجہ سے آباء کے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی کریں گے اور ''ھم'' کی ضمیر ایمان والوں یعنی آباء کی طرف راجع ہے۔

ابن زید نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: ہم ایمان والوں کے ساتھ ان کی نابالغ اولاد کو ملا دیں گے جو ابھی عمل کرنے کی عمر کو نہیں پہنچے اور ''ھم'' کی ضمیر ذریت کی طرف راجع ہے۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اہل دوزخ کی طرف راجع ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کو دکھایا کہ اہل جہنم اپنے اعمال کے ساتھ ہیں اور اہل جنت اپنی نعمتوں کے ساتھ ہیں' اس لیے فرمایا: ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۶۳۔ ۶۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مؤمنوں کی بالغ اور کافر اولاد ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگی

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

باپ کی شفقت اپنی اولاد پر جس طرح دنیا میں بہت زیادہ ہوتی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی شفقت اولاد پر بہت زیادہ ہوگی' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا دل اس طرح خوش کیا کہ وہ آباء کو جنت میں اولاد سے الگ نہیں کرے گا بلکہ ان کو جنت میں جمع کر دے گا' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر بیٹا بڑا ہو کر کافر ہو جائے تو پھر باپ کی شفقت

Marfat.com

کا تقاضا کیوں پورا نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کا رشتہ ایمان کی وجہ سے قائم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ'' (الحجرات: ۱۰)۔

مؤمنین آپس میں بھائی ہیں' سو جب بیٹا کفر کو اختیار کرے تو اس کا مسلمان شخص سے ولدیت اور شفقت کا رشتہ منقطع ہو گیا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب اسلام نہیں لایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ . (هود: ۴۶) فرمایا: اے نوح! وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے' اس کے اعمال نیک نہیں ہیں۔

اولاد پر شفقت کرنے کی ترغیب

اس آیت میں آباء کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنی اولاد پر شفقت کو ترک نہ کرے اور یہ بہت بُری بات ہے کہ انسان اپنے دوستوں کے ساتھ عیش و عشرت میں وقت گزارے اور اپنے احباب کو خوب کھلائے اور پلائے اور اس کی اولاد فاقے کر رہی ہو اور جب کہ انسان جنت میں حوروں کے ساتھ داد عیش دے رہا ہو پھر بھی وہ اپنی اولاد کو اپنی نعمتوں میں شریک کرتا ہے تو اس کو دنیا میں بھی اپنی اولاد کو فراموش نہیں کرنا چاہیے تو اس فاسق شخص کے متعلق تمہارا کیا گمان ہوگا جو اپنے مال کو حرام کاموں اور ناجائز عیاشیوں میں صرف کرے اور اس کی اولاد بھیک مانگ رہی ہو؟ یہی وجہ ہے کہ جو شخص اپنی اولاد کو حلال مال کا وارث بنائے تو اس کے اس عمل کو صدقہ میں شمار کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے بیمار آدمی کو صرف اس کے تہائی مال میں صدقہ اور خیرات کی اجازت دی گئی ہے اور باقی دو تہائی مال کو وارثوں کے لیے چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دنیا کا دار الاسباب اور آخرت کا دار المسببات ہونا

نیز اس آیت میں فرمایا: ان کی جس اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی۔

خواہ مؤمنوں کی اولاد نے ان کی مثل نیک کام نہ کیے ہوں' ہم پھر بھی ان کی اولاد کو جنت میں ان کے درجہ میں داخل کر دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کی اولاد کو بغیر نیک اعمال کے اور بغیر کسی سبب ظاہر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ دنیا میں اعم اور اغلب طور پر بغیر سبب کے کوئی کام نہیں ہوتا' یہی وجہ ہے کہ ہم کو بغیر سبب کے رزق نہیں ملتا' طعام کے حصول کے لیے ہم کو زمین میں ہل چلانا' بیج ڈالنا' کھیت میں پانی ڈالنا اور دیگر اسباب فراہم کرنے پڑتے ہیں تب کہیں جا کر ہم روٹی پکا سکتے ہیں' آسمان سے روٹیاں نہیں برستیں اور جنت میں ہم کو کوئی کام کیے بغیر نہ صرف روٹی' سالن بلکہ اور بھی بہت انواع و اقسام کی کھانے پینے کی نعمتیں ملیں گی' اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور آخرت میں ان اسباب کے مسببات مرتب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو ایمان میں اپنے آباء کے تابع کیا ہے اور آباء کو اولاد کے کفر میں ان کے تابع نہیں کیا' اسی وجہ سے اگر کوئی کافر اسلام لے آئے تو اس کی نابالغ اولاد کو بھی مسلمان قرار دیا جاتا ہے اور اگر معاذ اللہ کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کی نابالغ اولاد کو مرتد نہیں قرار دیا جاتا۔

نیز فرمایا ہے: ہم ان مؤمنوں کے عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے' یعنی مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کم عملوں پر اپنے فضل سے جو زیادہ اجر عطا فرمایا تھا وہ اسی طرح اپنے حال پر باقی رہے گا اور آباء کے ایمان کی وجہ سے ان کی اولاد کو جنت میں ان کے درجہ میں داخل کرنے سے ان کے عمل اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

Marfat.com

نابالغ اولاد کا بھی اپنے مسلمان ماں باپ کو جنت میں لے جانا اور کسی شخص کو اس کے غیر کے عمل سے فائدہ پہنچنا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ آباء کے ایمان کی وجہ سے ان کی اولاد کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور احادیث میں یہ بھی ہے کہ نابالغ اولاد کی وجہ سے اس کے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس مسلمان کو جنت میں داخل کر دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی ان بچوں پر رحمت اور اس کا فضل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خواتین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمیں وعظ کرنے کے لیے ایک دن مقرر کر دیجئے' سو آپ نے ان کو وعظ کیا اور فرمایا: جس عورت کے بھی تین (نابالغ) بچے فوت ہو گئے' وہ اس کے لیے دوزخ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک عورت نے کہا: اگر دو ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: دو بھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۸۹۷)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: وہ بچے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۵۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین (نابالغ) بچے فوت ہوں گے وہ دوزخ میں صرف اللہ کی قسم پوری کرنے کے لیے داخل ہو گا' امام بخاری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے: ''وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا'' (مریم: ۷۱) تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہو گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۶۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نیک بندے کا جنت میں مرتبہ بلند فرماتا ہے' وہ بندہ عرض کرتا ہے: اے میرے رب! مجھے یہ مرتبہ کیسے مل گیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہاری اولاد کے استغفار کرنے کی وجہ سے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۶' دار الفکر' بیروت) شیخ قنوجی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (فتح البیان ج ۶ ص ۴۳۵)

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۶ ص ۳۵۶۔ رقم الحدیث: ۱۰۶۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۹۶۔ ج ۳ ص ۳۸۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۰' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۱۴۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۱۰۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۹۔ ۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

قرآن مجید کی اس آیت (الطور: ۲۱) اور مذکور الصدر احادیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ انسان کو اس کے غیر کا عمل بھی فائدہ پہنچاتا ہے اسی وجہ سے مسلمان اپنے رشتہ داروں کو اپنے نیک اعمال کا ثواب پہنچاتے ہیں' اس کی زیادہ تحقیق اور تفصیل ہم

Marfat.com

ان شاء اللہ النجم: ۳۹ میں بیان کریں گے۔

جنت کے پھلوں اور گوشت کی صفات

الطور: ۲۲ میں فرمایا: اور ہم ان کو ایسے پھل اور گوشت مسلسل عطا کرتے رہیں گے جن کو وہ طلب کریں گے O

اس آیت میں ''امددنھم'' مذکور ہے' اس کا مادہ ''مد'' ہے' ''مد'' کا معنی ہے: کھینچنا' ''امداد'' کا استعمال اکثر پسندیدہ چیزوں میں ہوتا ہے اور ''مد'' کا استعمال ناپسندیدہ چیزوں میں ہوتا ہے۔

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

''امداد'' کا معنی ہے: موت کو مؤخر کرنا' کسی دوسری جماعت سے تمہاری مدد کرنا' عطا کرنا' فریاد رسی کرنا۔

(القاموس المحیط ص ۳۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد اس آیت میں ''فاکھۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر قسم کے پھل اور میوے' ''ولحم'' اس کا معنی ہے: گوشت۔

یعنی خواہ وہ صراحۃً طلب نہ کریں جن کھانے پینے کی چیزوں کی ان کو خواہش ہوگی وہ ہم ان کو عطا کرتے رہیں گے اور ہم ان کو وقتاً فوقتاً ہر قسم کی نعمتیں عطا کرتے رہیں گے' اس سے پہلے فرمایا تھا کہ ہم ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کریں گے' اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید ان کو بہ قدر استحقاق اجر ملتا رہے گا اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ہم ان کو بہت زیادہ اجر دیتے رہیں گے جو ان کے اعمال سے کہیں زیادہ ہوگا ان کو بہ کثرت پھل عطا کریں گے' وہ ایک پھل کھا چکیں گے تو اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا اور ہر پھل کا ذائقہ الگ الگ ہوگا۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آ جائے گا' ایک قول یہ ہے کہ وہ پرندہ اس کے سامنے گر جائے گا وہ اس کا بھنا ہوا گوشت کھائے گا' پھر وہ پرندہ اڑتا ہوا دریا میں چلا جائے گا۔

(روح البیان ج ۹ ص ۲۳۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اہل جنت کے مخمور ہونے کی کیفیات

الطور: ۲۳ میں فرمایا: وہ جنت میں شراب کے جام کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ کوئی گناہ O

اس آیت میں ''کاس'' کا لفظ ہے' ''کاس'' شراب کے برتن کو کہتے ہیں اور ہر وہ برتن جو کسی مشروب سے بھرا ہوا ہو اس کو ''کاس'' کہتے ہیں' اس میں فرمایا ہے: وہ اس پر جھپٹ رہے ہوں گے' یعنی مؤمنین' ان کی بیویاں اور ان کے خدام ان مشروبات کو لا رہے ہوں گے۔

اس شراب کے متعلق فرمایا: اس میں کوئی بے ہودگی نہیں ہوگی یعنی اس شراب کے پینے کے بعد ان پر نشہ طاری نہیں ہوگا' ان کی عقل ماؤف نہیں ہوگی اور وہ ہوش و خرد سے بے گانے نہیں ہوں گے کہ اس شراب کو پی کر وہ اول فول باتیں کریں اور نہ وہ کوئی گناہ کا کام کریں گے اور نہ اس کے نشہ میں جھوٹ بولیں گے۔

اہل جنت شراب پی کر ایسے کام نہیں کریں گے جن کی وجہ سے ان کو گناہ کی طرف منسوب کیا جائے' جیسا کہ عام لوگ دنیا میں شراب پی کر جھوٹ بولتے ہیں' گالیاں دیتے ہیں' فحش کام کرتے ہیں اور اہل جنت' جنت کی شراب پی کر حکمت کی باتیں کریں گے اور عمدہ کلام کریں گے کیونکہ ان کی عقلیں اور ہوش و حواس قائم ہوں گے جس طرح دنیا میں اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

محبت اور معرفت کے نشہ میں مخمور ہوتے ہیں اور وہ معارف اور حقائق کی باتیں کرتے ہیں۔ علامہ بقلی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جس شراب کے پیالوں کا ذکر فرمایا ہے اور فرمایا: وہ اس شراب کے پیالوں پر جھپٹ رہے ہوں گے' اس کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے مزید قرب کے شوق میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے ہوں گے اور وہ شراب ایسی ہے جیسی دنیا میں اہل اللہ معرفت کی شراب پیتے ہیں اور جو بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے والے ہوتے ہیں ان کا حال عام دنیا داروں کی طرح نہیں ہوتا اور کبھی اہل معرفت خواب میں کھاتے پیتے ہیں اور اس کھانے پینے کی طاقت اور توانائی وہ بیداری میں بھی اپنے جسم میں محسوس کرتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے اور وہ ان پر دشوار ہو گئے تو آپ نے ان کو وصال کے روزے (جن میں نہ افطار ہے نہ سحر) رکھنے سے منع فرمایا' انہوں نے کہا: آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۰۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۶۰)

اس سے مراد یہ ہے کہ کھانے پینے کا جو ثمرہ ہوتا ہے وہ آپ کو حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ثمرہ یہ ہے کہ آپ کو بھوک اور پیاس نہ لگے اور کھانے اور پینے سے جو قوت اور توانائی حاصل ہوتی ہے وہ آپ کو حاصل ہو جائے۔ اسی طرح بعض اہل اللہ بھی خواب میں کھاتے پیتے ہیں اور بیداری میں اس کھانے پینے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کو بھوک پیاس نہیں لگتی' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۸۔۵۰۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی ہوگا' لوگوں پر یہ بات دشوار ہوئی تو آپ نے فرمایا: مسلمان کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷)

غلمان کی صفات اور ان کے مصادیق

الطور: ۲۴ میں فرمایا: ان کے خدام ان کے گرد پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ پوشیدہ موتی ہیں O

یعنی وہ خدام پھلوں' میووں' کھانے پینے کی چیزوں اور دیگر تحائف لے کر اہل جنت کے گرد پھر رہے ہوں گے اور اس کی دلیل ان آیات میں ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ (الزخرف: ۷۱) ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ O (الصّٰفّٰت: ۴۵) ان کے گرد شراب کا جام گردش میں لایا جائے گا O

بہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں غلمان سے مراد اہل جنت کے خدام ہیں' ایک قول یہ ہے کہ غلمان سے مراد ان کے وہ بچے ہیں جو ان سے پہلے جنت میں پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بچوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دوسروں کے بچوں کو اللہ تعالیٰ اہل جنت کا خادم بنا دے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ غلمان سے مراد وہ بچے ہیں جو جنت

Marfat.com

میں پیدا کیے گئے اور ان کی جسامت اور نشو ونما میں اضافہ نہیں ہوگا' وہ اسی طرح رہیں گے اور بڑے نہیں ہوں گے۔

اور وہ غلمان اپنی خوب صورتی اور چمک دمک میں ایسے ہوں گے جیسے صدف (سیپی) میں موتی ہوتا ہے اور ''مکنون'' کا معنی ہے: وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝ (الواقعہ: ۱۷) ان کے گرد ایسے لڑکے گردش کریں گے جو ہمیشہ لڑکپن میں رہیں گے ۝

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین کی اولاد ہے اور وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے' جنت میں کسی کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ خدمت کی ضرورت ہوگی' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اہل جنت بہت شان وشوکت سے رہیں گے اور ان کے لیے خدام کا ہونا ان کی عزت افزائی کے لیے ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ کا وہ شخص ہوگا جو اپنے خدام میں سے کسی خادم کو آواز دے گا تو اس کے ایک ہزار خادم ''لبیک لبیک'' کہیں گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۸۳' الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۲۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ہر شخص کی خدمت میں ایک ہزار غلام ہوں گے اور ہر غلام اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے کے لیے کمربستہ ہوگا۔

حسن بصری نے اس آیت کی تلاوت کر کے کہا: صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! جب اہل جنت کے خدام موتیوں کی طرح چمک دار ہوں گے تو مخدوم کے حسن کا کیا عالم ہوگا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ایک شخص نے کہا: یا نبی اللہ! یہ خادم کا حال ہے تو مخدوم کی کیا شان ہوگی۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۹۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ایک دوسرے کے احوال دریافت کریں گے ۝ وہ کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں خوف زدہ رہتے تھے ۝ پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ۝ بے شک ہم اس سے پہلے اللہ ہی کو پکارتے تھے' بے شک وہ بہت احسان فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

(الطور: ۲۸-۲۵)

اہل جنت کا باہمی مکالمہ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: الطور: ۲۵ میں جو ایک دوسرے سے حال پوچھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو ایک دوسرے سے اس کا حال دریافت کریں گے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے حال معلوم کریں گے اور کہیں گے کہ وہ دنیا میں اپنی عاقبت کے متعلق بہت فکرمند اور پریشان رہتے تھے اور انہوں نے دنیا میں بہت محنت' مشقت اور تھکاوٹ میں وقت گزارا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو ان سے دور کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے یہ دریافت کریں گے کہ انہوں نے آخرت کے اس عظیم الشان مرتبہ کو کیسے پالیا؟

الطور: ۲۶ میں فرمایا: وہ کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں خوف زدہ رہتے تھے ۝

یعنی دنیا میں ہمیں اللہ کے عذاب کا خوف رہتا تھا' ہم اپنے گناہوں سے ڈرتے تھے' نہ جانے کس خطا پر گرفت کی جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے' خدا جانے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی یا نہیں اور ہماری

Marfat.com

مغفرت ہو سکے گی یا نہیں؟

الطور: ۲۷ میں فرمایا: (وہ کہیں گے:) پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیاO

یعنی اللہ سبحانہٗ نے ہماری مغفرت کر دی اور ہم کو جنت عطا کر دی اور دنیا میں ہمیں گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک کام کرنے کی توفیق دی۔ اس آیت میں ''سموم'' کا لفظ ہے' ''سموم'' دوزخ کا ایک نام ہے اور دوزخ کا طبقہ ہے اور ''سموم'' گرم ہوا کو بھی کہتے ہیں۔

الطور: ۲۸ میں فرمایا: (وہ کہیں گے:) بے شک ہم اس سے پہلے اللہ ہی کو پکارتے تھے' بے شک وہ بہت احسان فرمانے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO

یعنی ہم دنیا میں یہی کہتے تھے کہ بے شک وہ ہماری خطاؤں اور تقصیرات کو معاف فرما دے گا' اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کو معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

سو آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنونO یا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ

شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

یہ شاعر ہیں ہم ان پر مصائب زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیںO آپ کہیے: تم انتظار کرتے رہو' میں بھی تمہارے

الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾

ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوںO آیا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیںO

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کو گھڑ لیا ہے' بلکہ وہ ایمان نہیں لا رہےO اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن سے

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ایسی کوئی بات (آیت) بنا کر لے آئیںO کیا وہ بغیر کسی سبب کے پیدا ہو گئے یا وہ خود خالق ہیںO

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے' بلکہ وہ یقین نہیں کرتےO کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے

رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ

ہیں یا وہی (ان پر) حاکم ہیںO کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ سن لیتے ہیں تو ان سننے والوں کو

Marfat.com

مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ؕ (۳۸) اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ (۳۹) اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ

چاہیے کہ وہ اس پر کوئی واضح دلیل پیش کریں O کیا اس (اللہ) کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں! O کیا آپ ان

اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ؕ (۴۰) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ؕ (۴۱)

سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں O یا ان کے پاس غیب ہے سو وہ لکھ رہے ہیں O

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ؕ (۴۲) اَمْ لَهُمْ

یا وہ کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں سو کفار خود اپنے دھوکے کا شکار ہیں O کیا اللہ کے سوا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۴۳) وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا

اور ان کی عبادت کا مستحق ہے، اللہ اس سے پاک ہے جس کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور اگر وہ آسمان کا کوئی

مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (۴۴) فَذَرْهُمْ حَتّٰى

ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے کہ یہ تو اوپر تلے بادل ہیں O سو آپ ان کو (ان کے حال پر)

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۙ (۴۵) يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

چھوڑ دیں حتیٰ کہ یہ اس دن کو پالیں جس میں ان کو بے ہوش کر دیا جائے گا O جس دن ان کی سازش ان کے

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ (۴۶) وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا

کسی کام نہیں آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O اور بے شک ان ظالموں کے لیے اس عذاب (آخرت)

دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۷) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ

کے علاوہ ایک اور عذاب ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O اور (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب

رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ (۴۸) وَ

کے حکم پر ثابت قدم رہیں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں اور جب آپ قیام کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں O اور

مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۴۹) ع ۲

رات کے ایک حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور (صبح کو) ستاروں کے چھپنے کے وقت O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون O یا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں' ہم ان پر مصائب زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں O آپ کہیے کہ تم انتظار کرتے رہو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں O آیا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں O یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کو گھڑ لیا ہے' بلکہ وہ ایمان نہیں لا رہے O اگر وہ سچے ہیں تو وہ اس قرآن ایسی کوئی بات (آیت) بنا کر لے آئیں O (الطور: ۳۴-۲۹)

آپ کو کاہن اور مجنون کہنے کا رد

یہ بات معلوم ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر نزولِ عذاب سے ڈرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ O (ق: ۴۵) آپ ان کو قرآن سے ڈرائیے جو میری وعید سے ڈرتے ہیں O

اس لیے فرمایا: سو آپ نصیحت کرتے رہیے' کیونکہ آپ کی نصیحت ٹھوس حقائق اور سچی خبروں پر مبنی ہے' آپ کی نصیحت میں انکل پچو پر مشتمل اور جھوٹی باتیں نہیں ہیں' جیسی باتیں کاہن اور مجنون کرتے ہیں' کاہن وہ ہوتے ہیں جو بغیر وحی کے غیب کی اور مستقبل کی باتیں محض اندازے اور انکل پچو سے بیان کرتے ہیں اور مجنون وہ ہوتے ہیں جو بے تکی اور اول فول باتیں کرتے ہیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کاہن یا مجنون نہیں ہیں۔

اس آیت میں عقبہ بن ابی معیط اور ولید بن مغیرہ کا رد ہے' انہوں نے آپ کو مجنون کہا تھا اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ کو ساحر کہا تھا۔

''ریب المنون'' کا معنی اور آپ کو شاعر کہنے کی توجیہ

الطور: ۳۰ میں فرمایا: یا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں' ہم ان پر مصائبِ زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں O

''ریب المنون'' کا معنی ہے: حوادثِ روزگار یا موت۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سورۂ الطور کی اس آیت کے سوا قرآن میں ہر جگہ ''ریب'' کا معنی شک ہے اور اس آیت میں ''ریب المنون'' کا معنی موت ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ ''ریب المنون'' کا معنی حوادثِ روزگار ہے۔ اصمعی نے کہا: ''المنون'' کا معنی ہے: رات اور دن' کیونکہ رات اور دن یعنی وقت کا گزرنا عمر کو کم کرتا ہے اور اجل کو قریب لاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: دہر کو منون کہتے ہیں' کیونکہ دہر ضعف لانے والا ہے اور ''منون'' کا معنی ضعف ہے' کمزور رسی کو ''حبل منین'' کہتے ہیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار آپ کو کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں' وہ آپ کو شاعر اس لیے کہتے تھے کہ عرب شعر کی ایذاء سے پرہیز کرتے تھے اور اپنی زبانوں کو اشعار کہنے سے بچاتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شعر دائماً باقی رہتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم ان سے معارضہ نہیں کرتے' کہیں وہ شعر کی قوت سے ہم پر غالب نہ آ جائیں' ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم صبر کرتے ہیں اور ان کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا دین برحق ہے اور میں جس شریعت کو لے کر آیا ہوں وہ قیامت تک باقی رہے گی' کفار نے کہا: اس طرح نہیں ہے یہ تو صرف شاعر ہیں اور ہمارے بتوں کی مذمت میں یہ جو کچھ

Marfat.com

کہتے ہیں وہ محض اشعار ہیں اور ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے اور ہمارے بتوں کو بُرا کہنے کی وجہ سے عنقریب ان پر مصائب ٹوٹ پڑیں گے' سو ہم ان پر آنے والے مصائب کا انتظار کر رہے ہیں۔

الطور: ۳۱ میں فرمایا: آپ کہیے کہ تم انتظار کرتے رہو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں O

کافروں کو آپ کی موت کا انتظار کرنے کا حکم دینے کی توجیہ

آپ کی موت کا انتظار کرنا یا آپ پر مصائب آنے کا انتظار کرنا حرام ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کی موت یا آپ پر مصائب کے انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا یہ حکم اس لیے نہیں ہے کہ وہ اس پر عمل کریں بلکہ یہ حکم زجر و توبیخ اور تہدید کے لیے ہے' جیسے مالک اپنے ملازم سے غضب ناک ہو کر کہے: تو جو دل چاہے کر' میں تجھ سے غافل نہیں ہوں اور یہ امر توہین کرنے کے لیے ہے جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں فلاں شخص سے تمہاری شکایت کر دوں گا' تو وہ جواب میں کہے: جا! جا کر کر دے شکایت۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس کو شکایت کرنے کا حکم دے رہا ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس فلاں شخص کو کیا سمجھتا ہوں' وہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے اور اس کلام سے اس کا مقصد اس فلاں شخص کی تحقیر اور توہین کرنا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ میں بھی تمہارے ہلاک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں اور کفار اور مشرکین جنگِ بدر اور دیگر غزوات میں ہلاک کر دیئے گئے۔ اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم میری موت کا انتظار کرتے رہو اور میں تم پر عذاب آنے کا انتظار کر رہا ہوں اور اگر ''ریب المنون'' کا معنی حوادثِ زمانہ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھ پر حوادث کے آنے کا انتظار کرتے رہو اور میں تمہاری توقع پوری نہ ہونے کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میرا اعتقاد ہے کہ دھر اور زمانہ کے حوادث میں کوئی تاثیر نہیں ہے اور مؤثر صرف اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا کوئی مؤثر نہیں ہے۔

''احلام'' کا لغوی اور عرفی معنی

الطور: ۳۲ میں فرمایا: آیا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں O

اس آیت میں ''احلام'' کا لفظ ہے' یہ ''حلم'' کی جمع ہے۔ امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

جب انسان کا نفس غضب کے وقت جوش میں آئے اس وقت غصہ کو ضبط کرنے اور نفس کو کنٹرول میں رکھنے کو ''حلم'' کہتے ہیں اور اس کی جمع ''احلام'' ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ (الطور: ۳۲) یا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں۔

کہا گیا ہے کہ ''احلام'' کا معنی عقول ہے لیکن اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلم کا سبب عقل ہے اور عقل والے غصہ کے وقت عقل سے کام لیتے ہیں سو اس آیت میں ذکر مسبّب کا ہے اور اس سے ارادہ سبب کا کیا ہے یعنی عقل کا' اس اعتبار سے ''احلام'' کا معنی عقول ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۷۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ ''احلام'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''احلام'' ''حلم'' کی جمع ہے اور اس کا معنی عقل ہے اور عقل ہی انسان کو ضبط اور کنٹرول میں رکھتی ہے' لہٰذا عاقل اس بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے جو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا اور حلم بھی عقل کے آثار سے ہے اور حلم انسان کے وقار اور اس

Marfat.com

کے ثبات کے آثار سے ہے' نیز عقل کا معنی منع کرنا ہے' اسی وجہ سے دیات کو عقول کہا جاتا ہے کیونکہ دیت انسان کو ایسی جارحیت کے ارتکاب سے روکتی ہے اور منع کرتی ہے جس کے ارتکاب کے بعد انسان کو بعد میں تاوان ادا کرنا پڑے اور اس میں ایک لطیف معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ حلم اصل لغت میں اس خواب کو کہتے ہیں جو سونے والا دیکھتا ہے پھر اس کو انزال ہو جاتا ہے اور اس پر غسل لازم آتا ہے اور یہ بلوغ کا سبب ہے اور اسی وقت انسان مکلف ہوتا ہے اور گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنی لطیف حکمت سے اس کی شہوت کو عقل کے ساتھ مقرون کر دیتا ہے اور جب اس کی شہوت کا ظہور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل کو کامل کر دیتا ہے سو عقل کی طرف حلم سے اشارہ کیا' تا کہ معلوم ہو جائے کہ عقل کامل انسان کو بُرے کاموں سے ڈرانے والی ہے اور عقل ہی کی وجہ سے انسان مکلف ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی یہ تحقیق کہ کفار کی عقلیں نہیں ہیں اور اس پر مصنف کا تبصرہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ''اَحْلَامُهُمْ'' سے مراد ان کے اذہان ہیں کیونکہ کافر کو عقل نہیں دی جاتی' اس لیے کہ اگر اس کی عقل ہوتی تو وہ ایمان لے آتا' کافر کو صرف ذہن دیا جاتا ہے اور وہ اس پر حجت ہے اور ذہن فی الجملۃ علم کو قبول کرتا ہے اور عقل علم کی تمیز رکھتی ہے اور مقداروں کا اندازہ کرتی ہے اور امر اور نہی کی حدود کا ادراک کرتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: فلاں نصرانی شخص کتنا عقل مند ہے' آپ نے فرمایا: چپ کرو! کافر میں کوئی عقل نہیں ہوتی' کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ (الملک: ۱۰) کفار نے کہا: اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے ○

حکیم ابوعبداللہ ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ڈانٹا' پھر فرمایا: چھوڑو! عاقل وہ شخص ہے جو اللہ کی اطاعت کے ساتھ عمل کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ کفار کی عقل نہیں ہوتی اور الطور: ۳۲ میں کفار کی عقل کا ثبوت ہے' پھر ان کی عقل کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟ اگر کفار کی عقل نہ ہوتی تو ان کو مکلف کرنا صحیح نہ ہوتا' اگر ان کی عقل نہ ہوتی تو وہ کس چیز سے تدبر اور تفکر کرتے اور کس چیز سے مکر اور سازشیں کرتے؟ اور الملک: ۱۰ میں کفار کی عقل کی نفی نہیں ہے' بلکہ عقل کے تقاضے پر عمل کرنے کی نفی ہے' گویا کافروں نے کہا: اگر ہم غور سے سنتے اور عقل کے تقاضے پر عمل کرتے تو دوزخی نہ ہوتے۔ اور حکیم ترمذی کی روایات بعض اوقات بے اصل یا موضوع ہوتی ہیں اور بر تقدیر تسلیم ان میں مطلق عقل کی نفی نہیں ہے بلکہ عقل سلیم کی نفی ہے۔

نیز قرآن مجید میں کفار کے متعلق ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ (الاعراف: ۱۷۹) ان کے قلوب (عقول) ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں ہیں۔

اور منافقین کے متعلق ہے:

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (الفتح: ۱۵) بلکہ وہ (منافقین) بہت کم سمجھتے ہیں ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور منافقین کی عقلیں ہیں لیکن وہ ان سے بالکل کام نہیں لیتے یا بہت کم کام لیتے ہیں' اور

Marfat.com

اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل نہ دی ہوتی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام نہ ہوتی' قیامت کے دن کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تجھ پر اور تیرے رسول پر اس لیے ایمان نہیں لائے کہ ہمارے پاس عقل تھی ہی نہیں' اس لیے علامہ قرطبی کا یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ کفار کی عقل نہیں ہوتی۔

کفار کے ہذیان کا محرک ان کی عقل ہے یا ان کی سرکشی

اس آیت میں فرمایا ہے: آیا ان کی عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔ اس حکم سے مراد کیا ہے اور اس میں کس چیز کی طرف اشارہ ہے؟ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کافروں کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ آیا ان کی عقلیں انہیں بت پرستی کا حکم دیتی ہیں یا وہ لوگ سرکش ہیں' یعنی اپنی سرکشی سے بت پرستی کرتے ہیں۔

(۲) انہوں نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ آپ کاہن اور شاعر ہیں یا مجنون ہیں تو اس قول کا حکم ان کی عقلوں نے دیا تھا یا یہ اپنی سرکشی سے ایسا کہتے ہیں۔

(۳) کفار نے کہا تھا کہ ہم آپ کی موت کا یا آپ پر مصائبِ روزگار کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں تو اس قول کا حکم ان کی عقلوں نے دیا یا انہوں نے اپنی سرکشی سے ایسا کہا۔

''تقوّل'' کا معنی

الطور: ۳۳ میں فرمایا: یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کو گھڑ لیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لا رہے O

یعنی کفار نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن اور شاعر کہا تھا اس سے ان کا یہی مطلب تھا کہ آپ نے قرآن مجید کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے' اس آیت میں ان کے اسی قول کا رد ہے۔

اس آیت میں ''تـقـوّلـه'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''تقوّل'' ہے' اس کا معنی ہے: تکلف سے کوئی بات کہنا اور اس کا زیادہ استعمال جھوٹی بات کہنے میں ہوتا ہے' ''فلان تقول علیه'' فلاں شخص نے اس پر جھوٹ باندھا۔

کفار اپنے کفر اور عناد کی وجہ سے آپ پر جھوٹ باندھنے کی تہمت لگا رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے ثبوت میں فرمایا تھا کہ اگر یہ قرآن کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی انسان ہو تم اس کی نظیر بنا کر لے آؤ' اور تمام دنیائے عرب اس کی نظیر لانے سے عاجز رہی بلکہ پوری دنیا آج تک اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات ہیں

الطور: ۳۴ میں فرمایا: اگر وہ سچے ہیں تو وہ اس قرآن ایسی کوئی بات (آیت) بنا کر لے آئیں O

یعنی اگر تمہارے زعم کے مطابق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں تو تمہارے اندر بھی بڑے بڑے شعراء اور بلغاء اور بہت زیرک کاہن موجود ہیں' جو فی البدیہہ بڑے بڑے خطبے دیتے ہیں اور قصائد کہتے ہیں سو تم بھی اس قرآن مجید کی مثل کوئی بات یا کوئی آیت لے کر آ جاؤ' یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ بہ کثرت معجزات پیش کرتے تھے جن کا کفار اور مشرکین خود مشاہدہ کرتے تو چاہیے یہ تھا کہ وہ بعد میں آنے والوں لوگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور صداقت کو بیان کرتے' اس کے برعکس انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور حق کو ماننے کے بجائے اس کا انکار کیا۔

بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: تم اس قرآن کی مثل کوئی بات یا آیت لے آؤ' تو یہ امر تعجیز کے لیے ہے'

Marfat.com

یعنی اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان کو یہ حکم دیا ہے کہ تم ضرور قرآن مجید کی مثل کوئی بات لے آؤ' کیونکہ وہ اس کی مثل کوئی چیز لا ہی نہیں سکتے' اس لیے اس آیت کا مقصد ان کے عجز کو ظاہر کرنا ہے۔ امام رازی نے اس سے اختلاف کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کی تکذیب کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً یہ نہیں فرمایا کہ اس کی مثل کوئی آیت لاؤ' بلکہ فرمایا: اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل کوئی بات لے کر آؤ' اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مقصود ان کے کذب کو ظاہر کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ وہ قرآن مجید کو شعر و شاعری قرار دینے کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور قرآن مجید میں جو حکم کفار کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا ہے اس کی مثال یہ آیت ہے:

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی کے مدعی نمرود کی خدائی کو باطل کرنے کے لیے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ (البقرہ: ۲۵۸) بے شک اللہ سورج کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب کی جہت سے نکال کر دکھا تو اس کافر کے ہوش اُڑ گئے۔

ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید معجز ہے' اس کی کسی ایک سورت یا کسی ایک بات کی مثل لانے کا چیلنج دیا گیا' اسلام کے مخالفین دنیا میں بہت زیادہ ہیں اور علوم و فنون میں بھی دن بہ دن ترقی ہو رہی ہے' اس کے باوجود کوئی بڑے سے بڑا مخالف آج تک قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی مثل نہیں لا سکا' اسلام کو جھٹلانے کے لیے اگر وہ ایسا کر سکتے تو ضرور کر لیتے اور جب اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ایسا نہ کر سکے تو معلوم ہوا کہ قرآن اپنے بے نظیر ہونے کے دعویٰ میں سچا ہے اور یہ جھوٹے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر: ۹) بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ○

یعنی ہم قرآن مجید کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہو گی اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں' قرآن مجید سے آج تک کوئی آیت کم نہیں ہوئی اور یہ قرآن مجید کا دوسرا معجزہ ہے:

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ (حم السجدۃ: ۴۲) قرآن مجید میں باطل (غیر قرآن) نہ سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے یہ (قرآن) بے حد حکمت والے اور بہت کمالات والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ○

یعنی قرآن مجید میں کسی غیر قرآن الفاظ کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں آج تک قرآن مجید میں کسی لفظ کا اضافہ نہیں ہو سکا اور یہ قرآن مجید کا تیسرا معجزہ ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت میں تین معجزے ہیں' نہ کسی آیت کی مثل کوئی بنا سکتا ہے' نہ کسی آیت سے کوئی کمی کی جا سکتی ہے' نہ کسی آیت میں کوئی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایک قرآن مجید میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات ہیں' دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ جاتے رہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت اور آپ کی شریعت کا چونکہ قیامت تک ماننا ضروری ہے اس لیے آپ کے معجزات بھی قیامت تک قائم اور ثابت ہیں' نیز اگر کسی یہودی یا عیسائی کو حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت اور ''تورات'' اور ''انجیل'' میں شک ہو جائے تو اس کو مطمئن کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے اور ان کی اصل زبان میں بھی ان کی کتابیں موجود نہیں کیونکہ یہ کتابیں عبرانی زبان میں نازل ہوئیں تھیں اور

Marfat.com

عبرانی زبان اب دنیا میں موجود نہیں رہی اور جب ان کتابوں کا خود اپنا وجود ثابت نہیں ہے تو ان کتابوں سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے دنیا میں مبعوث ہونے اور ان کی نبوت اور رسالت کب ثابت ہو سکتی ہے؟ اور اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی بعثت میں شک ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لیے قرآن مجید میں اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل اور معجزات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ بغیر کسی سبب کے پیدا ہو گئے یا وہ خود خالق ہیں○ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے' بلکہ وہ یقین نہیں کرتے○ کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی (ان پر) حاکم ہیں○ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ سن لیتے ہیں تو ان سننے والوں کو چاہیے کہ وہ اس پر کوئی واضح دلیل پیش کریں○ کیا اس (اللہ) کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں!○ کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں○ یا ان کے پاس علم غیب ہے سو وہ لکھ رہے ہیں○ یا وہ کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں سو کفار خود اپنے دھوکے کا شکار ہیں○ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ان کی عبادت کا مستحق ہے' اللہ اس سے پاک ہے جس کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں○ (الطور: ۴۳-۳۵)

اللہ کی اطاعت اور عبادت نہ کرنے پر مشرکین کو ملامت

حضرت ابن عباس نے فرمایا: (الطور: ۳۵) کا معنی ہے: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے ان کو پیدا کیا ہے؟ ابن عطاء نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہو گئے ہیں اور وہ جمادات کی طرح ہیں' ان میں عقل نہیں ہے اور اللہ کی ان پر کوئی حجت نہیں ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے وہ اپنے باپ کے نطفہ سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ابن کیسان نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا وہ بغیر کسی مقصد کے عبث پیدا کیے گئے ہیں اور ان کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ یا انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کر لیا ہے' اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں اور جب وہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (الزخرف: ۸۷)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں○

پس جب وہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے تو پھر وہ یہ اقرار کیوں نہیں کرتے کہ ان کی عبادت کا مستحق صرف وہی واحد لاشریک ہے اور وہ یہ اقرار کیوں نہیں کرتے کہ وہ ان کو دوبارہ پیدا کرے گا اور ان سے دنیا کے اعمال کا حساب لے گا۔

الطور: ۳۶ میں فرمایا: کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ یقین نہیں کرتے○

واقع میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا' بلکہ وہ حق کا یقین نہیں کرتے' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک لہ ہونے کا یقین نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے محامل

الطور: ۳۷ میں فرمایا: کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی (ان پر) حاکم ہیں○

یعنی کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں اس وجہ سے وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے مستغنی ہیں اور اس

Marfat.com

کے احکام سے اعراض کرتے ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کے رب کے خزانوں سے مراد ہے: بارش اور رزق کے خزانے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے۔ عکرمہ نے کہا: نبوت کے خزانے' یعنی کیا آپ کے رب کا پیغام پہنچانے اور اس کی رسالت کے خزانے ان کے پاس ہیں کہ یہ جس کو چاہیں رسول بنائیں اور جس کو چاہیں رسول نہ بنائیں؟ خزانہ اس کوٹھڑی کو کہتے ہیں جس میں انواع واقسام کے مختلف ذخائر جمع کر کے رکھے جاتے ہیں اور جو چیزیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہیں اس میں ہر جنس کی چیزیں ہیں اور ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

''المسیطر'' کا معنی

نیز اس آیت میں فرمایا: ''المسیطرون'' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: جبر کرنے والے' نیز اس کا معنی ہے: کسی چیز کو باطل کرنے والے' اور اس کا معنی ہے: ''المتولون'' کسی چیز میں تصرف کرنے والے اور اس کے منتظم' عطاء نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا وہ آپ کے رب کے خزانوں پر تصرف کرنے والے ہیں؟ ابوعبیدہ نے صحاح سے نقل کیا ہے کہ کیا وہ آپ کے رب کے خزانوں پر مسلط ہیں؟ یعنی ان خزانوں پر تصرف کرتے ہیں اور ان کا انتظام کرتے ہیں' ''مسیطرون'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی چیز کی حفاظت کرتے ہیں' یعنی کیا مشرکین لوحِ محفوظ کی حفاظت کرنے والے ہیں؟

الطور: ۳۸ میں فرمایا: کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ سن لیتے ہیں؟ تو ان سننے والوں کو چاہیے کہ وہ اس پر کوئی واضح دلیل پیش کریں O

یعنی کیا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان تک چڑھنے کا کوئی ذریعہ ہے اور اس ذریعہ سے وہ آسمان تک پہنچ کر آسمان کی خبریں حاصل کرلیں گے اور علم غیب تک ان کی رسائی ہو جائے گی جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعہ علم غیب حاصل کرتے ہیں اور اگر ان کا یہ دعویٰ برحق ہے تو وہ اس پر کوئی دلیل پیش کریں۔ اس آیت میں ''سُلَّم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سیڑھی۔

اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کو ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے

الطور: ۳۹ میں فرمایا: کیا اس (اللہ) کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حماقت پر متنبہ کیا ہے اور ان کو ڈانٹ پلائی ہے کہ تم اپنے لیے بیٹیوں کو باعثِ عار سمجھتے ہو اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مانتے ہو اور جو لوگ اس حد تک حماقت کو پہنچے ہوئے ہوں ان سے یہ کب بعید ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر ونشر کا انکار کردیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی نفی اور مشرکین کے عقیدہ شرک کے باطل ہونے کی طرف بہت بلیغ اشارہ فرمایا ہے کہ کسی شخص کو اپنا شریک وہ شخص بناتا ہے جو اکیلا کوئی کام کرنے یا بنانے سے عاجز ہو اور اللہ سبحانہٗ ہر کام کو کرنے اور ہر چیز کو بنانے پر قادر ہے تو اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مشرکین نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ہم ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کے افعال میں شریک نہیں کہتے' ہم ان بتوں کی اس لیے تعظیم کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس کا یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ کسی شخص کے لیے بیٹوں اور بیٹیوں کو اس لیے پیدا کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا فنا ہونا اور اس کا مرنا ممکن ہے' پس اگر توالد اور تناسل کا سلسلہ قائم نہ ہو تو پھر انسان کی نسل ختم ہو جائے گی اور اس کی نسل کو باقی رکھنے کے لیے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نسل انسانی کو قائم اور جاری رکھنے کے لیے توالد اور تناسل کو ذریعہ بنایا اور یہی وجہ ہے

Marfat.com

کہ جنت میں اولاد پیدا ہونے کا سلسلہ نہیں ہوگا کیونکہ جنت دار البقاء ہے اور وہاں لوگوں کے آباء پر موت نہیں آئے گی حتیٰ کہ لوگوں کی اولاد کو پیدا کیا جائے اور جب یہ واضح ہوگیا کہ اولاد اس صورت میں ہوتی ہے جب کسی شخص کی موت کا امکان ہو اور اللہ تعالیٰ تو حیّ اور قیوم ہے اس پر موت نہیں آسکتی' قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ (القصص: ۸۸) — اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن: ۲۷-۲۶) — زمین پر ہر ایک فنا ہونے والا ہے ۝ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو عظمت اور عزت والی ہے ۝

اللہ سبحانہٗ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس پر موت نہیں آئے گی اور وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اس میں کوئی تغیر اور کسی قسم کے ضعف کا آنا ممکن نہیں ہے' اس لیے اس کو اولاد کی مطلقاً حاجت نہیں ہے جو اس کی قائم مقام ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مانتے ہیں اور خود اپنے لیے بیٹے مانتے ہیں حالانکہ بیٹیوں کا وجود ان کے زیادہ لائق ہے' کیونکہ بیٹیوں کی کثرت اولاد کی کثرت کے لیے معاون ہوتی ہے' ایک مرد سے متعدد عورتوں کے ہاں اولاد ہوسکتی ہے اور متعدد مردوں سے ایک عورت حاملہ نہیں ہوتی کسی ایک مرد کے نطفہ سے ہی استقرار حمل ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ بالعموم بکری کو ذبح نہیں کیا جاتا' بکرے کو ذبح کرتے ہیں اور متعدد مادہ جانوروں سے افزائش نسل کے لیے ایک نر کافی ہوتا ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ نوع کی بقاء مذکر کی بہ نسبت مؤنث سے زیادہ نفع آور ہوتی ہے تو پھر یہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ حیّ قیوم ہے اس کو فنا اور موت نہیں ہے اور اس کو اپنی نوع کی بقاء کے لیے کسی شخص کو حادث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ان مشرکوں کو موت آنے والی ہے اور اس جہان کے جانداروں کی بقاء زیادہ تر مؤنث سے ہوتی ہے تو یہ کس قدر حماقت کی بات ہے کہ یہ مشرکین مؤنث سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کو مؤنث کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کو ثابت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ مؤنث سے مستغنی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مادی اجر کے سوال کی نفی کی ہے

الطور: ۴۰ میں فرمایا: کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں ۝
یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی اجر طلب نہیں کیا' حالانکہ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ (الشوریٰ: ۲۳) — آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے اس کے سوا کوئی اجر نہیں طلب کرتا کہ تم اللہ کے قرب سے محبت رکھو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں اور ان دونوں آیتوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تم سے ایسا کوئی اجر طلب نہیں کر رہا جس سے مجھے دنیا میں کوئی فائدہ پہنچے' میں تو تم سے یہ طلب کرتا ہوں کہ تم اللہ کے قرب کو حاصل کرنے سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندے وہ ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور وہ اللہ سے کلام کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کامل بنانے کے لیے بھیجتا ہے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ وہ بندوں کو اللہ کے قریب کر دیں اور یہ وہ مادی اجر نہیں ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے نفی کرائی ہے' اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الشوریٰ: ۲۳ 'تبیان القرآن کی دسویں جلد میں کی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت

الطور: ۴۱ میں فرمایا: یا ان کے پاس علم غیب ہے سو وہ لکھ رہے ہیں O

قتادہ نے کہا: جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہم ان کی موت کا یا ان پر زمانے کے حوادث کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جس سے ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کب وفات پائیں گے یا آپ اپنی تبلیغِ رسالت کے مشن میں کامیاب ہوں گے یا ناکام۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کے پاس لوحِ محفوظ ہے جس میں وہ دیکھتے رہتے ہیں پھر لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

قتبی نے کہا: اس کا معنی ہے: کیا ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے وہ فیصلہ کر رہے ہیں؟

امام رازی نے کہا: اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں پہنچ گئے ہیں اور ان کو غیب کا علم ہو گیا ہے' حتیٰ کہ یہ آپ سے مستغنی ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے آپ کی ہدایت اور نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔

الطور: ۴۲ میں فرمایا: یا وہ کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں سو کفار خود اپنے دھوکے کا شکار ہیں O

اس سے مراد وہ سازش ہے جو کفار نے آپ کو قتل کرنے کے لیے دارالندوہ میں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ط — ان کی سازش کا وبال ان پر ہی پڑے گا۔

(الفاطر: ۴۳)

انہوں نے دارالندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو ان پر الٹ دیا اور غزوۂ بدر میں ستر کافر قتل کر دیئے گئے۔

اس کا ایک معنی یہ کیا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے گا اور ان کو اس کی توقع ہو گی نہ اس کا علم ہو گا۔

الطور: ۴۳ میں فرمایا: کیا اللہ کے سوا کوئی اور ان کی عبادت کا مستحق ہے' اللہ اس سے پاک ہے جس کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شریک سے اپنی تنزیہہ بیان فرمائی ہے جس طرح اس سے پہلے بیٹیوں سے اپنی تنزیہہ بیان فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے: یہ تو اوپر تلے بادل ہیں O سو آپ ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیں حتیٰ کہ یہ اس دن کو پالیں جس میں ان کو بے ہوش کر دیا جائے گا O جس دن ان کی سازش ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O اور بے شک ان ظالموں کے لیے اس عذاب (آخرت) کے علاوہ ایک اور عذاب ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O اور (اے رسولِ مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہیں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں اور جب آپ قیام کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں O اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور (صبح کو) ستاروں کے چھپنے کے وقت O (الطور: ۴۹۔۴۴)

کفارِ مکہ کے مطلوبہ معجزات محض ضد بازی اور کٹ حجتی کے لیے تھے

کفارِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ وہ آپ کی نبوت کو اس وقت مانیں گے جب ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیا

Marfat.com

جائے گا' اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے:

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ اگر آپ سچوں میں سے ہیں تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیجئے ○ (الشعراء: ۱۸۷)

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا یا آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے۔ (بنی اسرائیل: ۹۲)

کفار یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی ضد' عناد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اگر بالفرض ان پر آسمان گرا دیا جائے تو وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے' اگر وہ واقعی اپنے مطالبہ میں مخلص ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد معجزات پیش کیے' خود قرآن مجید اتنا عظیم معجزہ ان کے پاس آ چکا ہے اس کے بعد چاہیے تھا کہ وہ ایمان لے آتے لیکن وہ ایمان نہیں لائے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ مطالبہ کہ ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیئے جائیں محض کٹ حجتی اور ضد بازی کے لیے تھا۔

کفار کو ان کے حال پر چھوڑنے کے حکم کی توجیہ

الطور: ۴۵ میں فرمایا: سو آپ ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیں حتیٰ کہ یہ اس دن کو پالیں جس میں ان کو بے ہوش کر دیا جائے گا ○

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کون سے دن کی طرف اشارہ ہے؟ قتادہ نے کہا: اس سے مراد ان کی موت کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پہلے صور پھونکنے کا دن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن ان پر ایسا عذاب آئے گا جو ان کی عقلوں کو زائل کر دے گا۔

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت میں کفار کو ان کے حال پر چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا کہ آپ کفار کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے اور ان کو تبلیغ نہ فرماتے حالانکہ آپ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کفار کو تبلیغ فرماتے رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں امر کسی عمل کو واجب کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تہدید کے لیے اور مامورین سے اظہار بیزاری کے لیے ہے' جیسے کسی شخص کا ملازم نافرمان ہو اور کوئی شخص اس کو نصیحت کرے تو وہ شخص اس نصیحت کرنے والے سے کہے: اس کو چھوڑو یہ عنقریب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتے گا۔

اور بعض نے کہا: یہ آیت' آیت قتال سے منسوخ ہے۔

الطور: ۴۶ میں فرمایا: جس دن ان کی سازش ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○

جو شخص کسی کے خلاف سازش کرتا ہے' اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اس سازش سے اس کو فائدہ پہنچے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف جو سازشیں کی ہیں ان سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ آخرت میں ان کو عذاب ہوگا اور جن بتوں کی یہ دنیا میں عبادت کرتے رہے وہ آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

الطور: ۴۷ میں فرمایا: اور بے شک ان ظالموں کے لیے اس عذاب (آخرت) کے علاوہ ایک اور عذاب ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○

ان ظالموں کے لیے عذاب آخرت کے علاوہ جو ایک اور عذاب ہے اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا: وہ

Marfat.com

دنیا کے مصائب ہیں اور درد اور تکلیف والی بیماریاں ہیں اور مال اور اولاد کے نقصانات ہیں۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد بھوک' پیاس اور قحط سالی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد قتل کیا جانا ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عذابِ قبر ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان پر جو مصائب آ رہے ہیں وہ درحقیقت عذاب ہے۔

کس علم کا حصول فرض عین ہے اور کس علم کا حصول فرض کفایہ ہے؟

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعض لوگ جانتے ہیں کہ عذاب آخرت کے علاوہ ایک اور عذاب بھی ہے لیکن وہ اس عذاب سے بچنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتے کہ بُرے اعمال کو ترک کر دیں اور نیک اعمال سے خود کو مزین کریں اور اکثر لوگ کفر اور شرک پر جمے رہتے ہیں' وہ عذابِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ دنیاوی عذاب کو مانتے ہیں اور نہ عذابِ آخرت کو مانتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اس عذاب کو جانتا اور مانتا ہو اور اس کے تقاضے پر عمل نہ کرے وہ اور جاہل دونوں برابر ہیں' لہٰذا صاحبِ عقل پر لازم ہے کہ وہ علومِ آخرت کو حاصل کرے اور ان کے تقاضے پر عمل کرے۔

علماء نے کہا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ علم ہے جو بہ قدرِ ضرورت ہو اور ایک شریعت کے اصول اور فروع کا مکمل علم ہے' جو علم بہ قدرِ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جب انسان کے پاس ضرورت سے زائد مال نہ ہو اور اس پر زکوٰۃ اور حج فرض نہ ہو اور اس پر صرف نماز اور روزہ فرض ہو تو وہ نماز اور روزے کا علم حاصل کرے' یعنی نماز کے فرائض' واجبات' سنن اور آداب کیا ہیں' وضو کے فرائض' سنن اور آداب کیا ہیں اور کن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح قرآن مجید کو بہ قدرِ ضرورت یاد کرے' ہر بالغ شخص پر اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور جب وہ نکاح کرے تو نکاح اور طلاق کا علم حاصل کرے' تاکہ بعد میں بیوی کو تین طلاقیں دے کر پچھتاتا نہ پھرے' بیوی' بچوں اور ماں باپ کے حقوق کا علم حاصل کرے' ان کی کفالت کے لیے کسبِ معاش کرے تو حلال اور حرام پیشوں اور جائز اور ناجائز تجارت کا علم حاصل کرے تاکہ لقمہ حرام کھانے اور کھلانے سے محفوظ رہ سکے' اور اگر وہ مال دار ہو اور اس پر زکوٰۃ اور حج فرض ہو جائے تو ان کا علم حاصل کرے' غرض وہ زندگی کے جس شعبہ سے وابستہ ہو اس شعبہ سے متعلق جو اسلام کی ہدایات ہیں ان کا علم حاصل کرنا اس پر فرض عین ہے اور تمام شعبوں سے متعلق اسلام کی مکمل ہدایات اور شریعت کے تمام اصول اور فروع کا علم حاصل کرنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہے' البتہ فرض کفایہ ہے' شہر میں ایسے کم از کم ایک عالم کا ہونا فرض کفایہ ہے تاکہ ضرورت کے وقت اس سے ہر شعبہ سے متعلق شخص رہ نمائی حاصل کر سکے اور اگر شہر میں ایک عالم بھی ایسا نہ ہو تو تمام شہر والے گناہ گار ہوں گے۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے عذابِ قبر کا ثبوت

آخرت کے عذاب سے پہلے جو ظالموں کو عذاب ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد عذابِ قبر ہے۔

ملحدین' رافضی اور معتزلہ عذابِ قبر کو نہیں مانتے' قرآن مجید میں صراحۃً عذابِ قبر کا ثبوت ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المؤمن: ۴۶)

یہ وہ آگ ہے جس پر صبح اور شام آلِ فرعون کو پیش کیا جاتا ہے' اور قیامت کے دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا (اے فرشتو!) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کر دو ۝

آلِ فرعون کو جس آگ پر صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے وہ آگ قبر میں ہے اور یہ عذابِ قبر کا واضح ثبوت ہے' اس کے بعد

Marfat.com

قیامت کے دن ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کرنے کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں عذابِ قبر پر تیسری دلیل یہ ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا: آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو' معلوم ہوا کہ ان کو نفس عذاب دنیا میں دیا جا چکا ہے اور وہ عذاب قبر ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں بھی عذابِ قبر کا ذکر ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق دریافت کیا' آپ نے فرمایا: ہاں عذابِ قبر برحق ہے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۳۲' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۰۰۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۸۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال.

اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے اور مسیح دجال کے فتنوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۷۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۹۸۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۹۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو صبح اور شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہل دوزخ سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہی تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ سبحانہٗ تجھے دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے دن اٹھائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۷۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۸۶۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۰۷۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۵۹۷۱ طبع قدیم' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث:۳۹۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۵۸۲۹)

شیطان کا قبر میں آ کر مومنوں کو بہکانا

ہم نے اس حدیث سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ طلب کی ہے' موت کے فتنوں میں سے یہ بھی ہے' جس کو علماء نے ذکر کیا ہے کہ قبر میں سوال اور جواب کے وقت شیطان قبر میں آ کر مومن کو بہکاتا ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی روایت کرتے ہیں:

سفیان ثوری روایت کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب مومن سے سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے اور کسی صورت کو بنا کر اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں۔

امام حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کی تحقیق کی تو ہم کو اس سلسلہ میں احادیث مل گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت فرماتے تھے: اے اللہ! اس کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھنا۔

(نوادر الاصول ج ۴ ص ۱۶۲' دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

حکیم ترمذی نے اس مسئلہ میں جن احادیث کا ذکر کیا' وہ درج ذیل ہیں:

سعید بن میسب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں گیا جب انہوں نے میت کو لحد میں رکھ دیا تو انہوں نے کہا:

Marfat.com

بسم الله وفی سبیل الله وعلی ملة رسول الله.

اللہ کے نام سے اور اس کے راستے میں اور رسول اللہ کے دین پر۔

پھر یہ دعا کی:

اللهم اجرها من الشیطان ومن عذاب القبر اللهم جاف القبر عن جنبیها وصعد روحها ولقها منك رضوانا.

اے اللہ! اس میت کو شیطان سے پناہ میں رکھ اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ' اے اللہ! اس کی قبر کو اس کے پہلوؤں سے دور رکھ' اس کی روح کو چڑھا اور اس کو اپنی رضا کی تلقین فرما۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۵۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۵' المسند الجامع ج ۱۰ ص ۲۳۰۔۲۲۹)

کلبی نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا: تم نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا یہ تمہاری رائے ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس کی سند کا ایک راوی حماد بن عبد الرحمٰن کلبی ضعیف ہے اور اس کا شیخ الاوری مجہول ہے' تاہم فضائل اعمال میں احادیث ضعیفة الاسانید معتبر ہوتی ہیں۔

حکیم ترمذی نے اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن محمد بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لائے' آپ ان کے جنازہ کے آگے چل رہے تھے' پھر آپ ان کی قبر میں داخل ہوئے' پھر آپ نے ان کو دیکھ کر ان کی قبر میں رکھا' سو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب بھی رونے لگے' حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں' حالانکہ آپ رونے سے منع فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! آنکھ روتی ہے اور دل میں تکلیف ہوتی ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے' پھر آپ نے ان کو دفن کر دیا' پھر آپ نے فرمایا: کوئی شخص پانی لے کر آئے تو ہم ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکیں' پھر پانی لایا گیا تو آپ نے قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نام سے اور شیطان رجیم کی پناہ سے تمہاری تدفین کو ختم کرتا ہوں۔ (نوادر الاصول ج ۴ ص ۱۶۳۔۱۶۲' دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

عذاب قبر کے اسباب

(۱) پیشاب کی نجاست سے احتراز نہ کرنا اور چغلی یا غیبت کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسی چیز کے سبب عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا بہت دشوار ہو' ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ (ایک روایت میں ہے: دوسرا غیبت کرتا تھا) پھر آپ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا: جب تک یہ شاخیں نہیں سوکھیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۔۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۷۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۴)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے: غیبت' چغلی اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے کی وجہ سے۔ (اثبات عذاب القبر للبیہقی رقم الحدیث: ۲۶۲' دار الجیل' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

(۳) امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ عمرو بن شرحبیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص فوت ہو گیا' اس کے پاس فرشتے آئے اور کہا: ہم تمہیں اللہ کے عذاب سے سو کوڑے ماریں گے' پھر اس کی نماز' روزے اور جہاد کا ذکر کیا گیا' پھر کہا: اس کے عذاب میں تخفیف کر کے دس کوڑے مارو' پھر ان سے تخفیف کا سوال کیا حتیٰ کہ ایک کوڑا رہ گیا' فرشتوں نے کہا: ہم تمہیں ایک کوڑا ماریں گے' اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں' پھر اس کو ایک کوڑا مارا جس سے اس کی قبر جلنے لگی اور وہ شخص بے ہوش ہو گیا' جب وہ شخص ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا: تم نے مجھے کس گناہ کی وجہ سے کوڑا مارا ہے؟ فرشتوں نے کہا: تم نے ایک دن پیشاب کیا' پھر وضوء کیے بغیر نماز پڑھ لی اور تم نے ایک شخص کو فریاد کرتے ہوئے سنا اور اس کی فریاد رسی نہیں کی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۹۴۔ ۳۹۳ رقم الحدیث: ۱۸۵۰ طبع جدید' مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۷ طبع قدیم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے وضو نماز پڑھنے سے اور کسی فریادی کی مدد نہ کرنے سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

جن صورتوں میں عذابِ قبر سے نجات ملتی ہے

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ ''تبارك الذی بیده الملك'' پڑھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر روک لیتا ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس سورت کو مانعہ کہتے تھے۔

(عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۷۱۶۔ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۲)

(۲) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رات کو سونے سے پہلے ''الم تنزیل السجدة'' کو پڑھا وہ عذاب قبر سے نجات پالے گا اور قبر کے سوال و جواب کرنے والوں سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۲۶۸۴)

حضرت خالد بن معدان نے کہا کہ ''الم تنزیل'' قبر میں اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہیں' وہ کہتی ہے کہ اے اللہ! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو تو مجھے اس کی شفاعت کرنے والا بنا دے اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو تو مجھے اس کتاب سے مٹا دے وہ ایک پرندے کی طرح اپنے پر پھیلا کر اس کی شفاعت کرتی ہے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے اور سورۃ ''تبارك الذی'' بھی اس کی مثل ہے اور حضرت خالد ہر رات ان دونوں سورتوں کو پڑھتے تھے۔

(۳) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہو' اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ فتنہ (عذاب) قبر سے محفوظ رہے گا (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۶۲۴' المعجم الکبیر ج ۱۸۔ رقم الحدیث: ۸۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴' سنن سعید ابن منصور رقم الحدیث: ۲۴۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۰۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۲۸۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۹ ص ۳۷۴۔ رقم الحدیث: ۲۳۹۵۱ طبع جدید' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا' اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو قیامت کی دہشت سے مامون رکھا جائے گا اور اس کو صبح اور شام جنت سے رزق دیا جائے گا اور قیامت تک اس کے صحیفۂ اعمال میں سرحد کی حفاظت کرنے کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۶۲۲' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۵۵۸' شعب الایمان رقم الحدیث:

Marfat.com

۹۸۹۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۶۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۵ ص ۱۳۷۔ رقم الحدیث: ۹۲۴۴ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیماری میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح اور شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۱۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۱۴۵، اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو جائے اللہ سبحانہٗ اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۰۷۴، مشکل الآثار رقم الحدیث: ۲۷۷، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۷۳، اثبات عذاب القبر للبیہقی رقم الحدیث: ۱۵۶، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۱۱۳، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹، مسند احمد ج ۱۱ ص ۱۴۷۔ رقم الحدیث: ۶۵۸۲ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(۶) حضرت مقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے پاس شہید کے لیے چھ انعام ہیں: (۱) اس کا جب پہلی بار خون نکلے گا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی (۲) وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا (۳) اور اس کو ایمان کامل پہنایا جائے گا (۴) اور بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا (۵) اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا (۶) اس کو قیامت کی بڑی دہشت سے مامون رکھا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۵۵۹، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۲۵۶۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۹۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث ج ۲۰۔ رقم الحدیث: ۶۲۹، شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۲۵۴، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۸ ص ۴۱۹، رقم الحدیث: ۱۷۱۸۲ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ سات قسم کے مسلمانوں کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا (۱) جو شخص ہر رات کو سورۂ ''تبارك الذی'' کی تلاوت کرے (۲) جو شخص ہر رات کو سورۂ ''الم تنزیل'' کی تلاوت کرے (۳) جو شخص مسلمان ملک کی سرحد کی حفاظت کرتا ہوا مر جائے (۴) جو شخص کسی بیماری میں مر جائے (۵) جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہو (۶) جو شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو (۷) جس مسلمان کی قبر پر درخت کی شاخ کو گاڑ دیا جائے (۸) آٹھویں صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس مسلمان کو کسی نیک مسلمان کے جوار میں دفن کر دیا جائے تو توقع ہے کہ اس نیک مسلمان کی برکت سے وہ بھی عذابِ قبر سے محفوظ رہے، کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نیک مسلمانوں کے قرب اور جوار میں موت کی دعا کریں، قرآن مجید میں ہے:

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ (آل عمران: ۱۹۳) ہم کو نیک مسلمانوں کے قرب میں موت عطا فرما○

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ (یوسف: ۱۰۱) مجھے اسلام پر موت عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے○

کسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنا

الطور: ۴۸ میں فرمایا: اور (اے رسولِ مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہیں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں اور جب آپ قیام کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں○

Marfat.com

رب کے حکم اور اس کے فیصلہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو توحید کا پیغام پہنچانے اور دین اسلام کے احکام کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کو بجالائیں اور اس حکم کی تعمیل میں جن مشکلات اور مصائب کا سامنا ہو ان کو برداشت کریں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کے کلام کو سن رہے ہیں ہم آپ کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہم آپ کو کفار کے شر اور ان کی ایذاء سے محفوظ رکھیں گے اور کوئی شخص آپ کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

نیز فرمایا: اور جب آپ قیام کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں۔ اس آیت میں قیام کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ نماز میں قیام کریں تو کہیں: ''سبحانك اللهم وبحمدك'' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر اور سفیان ثوری وغیرہم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی مجلس سے اٹھے تو یہ کہے: ''سبحان الله وبحمده'' یا کہے: ''سبحانك اللهم وبحمدك'' اگر وہ نیک مجلس تھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنے سے تمہاری نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور اگر وہ بُری مجلس تھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنے سے اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت شور و شغب کیا اور اس نے مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کلمات پڑھے:

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك الا غفرله ما كان في مجلسه ذالك.

اے اللہ! تو پاک ہے تیری تمام صفات کامل ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں تجھ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں تو اس مجلس میں اس نے جو کچھ کہا تھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۹۴' المستدرک ج۱ ص۵۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اٹھنے سے پہلے سو مرتبہ پڑھتے تھے:

رب اغفرلي وتب علي انك انت التواب الغفور.

اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما' بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا' بہت مغفرت فرمانے والا ہے۔

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۴۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۶)

نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت نماز سنت کی تحقیق

الطور: ۴۹ میں فرمایا: اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور (صبح کو) ستاروں کے چھپنے کے وقت O ق: ۴۰ میں اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے' وہاں پر اس آیت کے آخر میں ''وادبار السجود'' تھا اور یہاں ''ادبار النجوم'' ہے۔

حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت انس نے فرمایا: اس سے مراد نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا ہے' یہ دو رکعت نماز سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے' یہی وجہ ہے کہ ایک سفر سے واپسی میں آپ نے صحابہ کے ساتھ اخیر شب میں پڑاؤ ڈالا اور کسی کی بھی آنکھ نہیں کھلی اور سورج نکل آیا تو آپ نے کچھ دور جا کر نمازِ فجر پڑھنے سے پہلے یہ دو رکعت

Marfat.com

نماز پڑھی' حالانکہ نفل کی قضاء نہیں ہوتی' اس لیے اس آیت میں اس نماز کے لیے امر کا صیغہ وارد ہے کیونکہ یہ نماز بھی حکماً واجب ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ دو رکعت نماز پہلے فرض تھی اور جب پانچ نمازوں کا حکم آیا تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی اب اس نماز کا پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر سے پہلے دو رکعت نماز ''ادبار النجوم'' ہے اور مغرب کے بعد دو رکعت نماز ''ادبار السجود'' ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اس قدر حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر سے پہلے دو رکعت نماز کی حفاظت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۵۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۰۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت نماز دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۲۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۱۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۸' المستدرک رقم الحدیث: ج ۱ ص ۳۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۱)

سورۃ الطّور کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲ شعبان ۱۴۲۵ھ/ ۱۸ نومبر ۲۰۰۴ء کو بہ روز ہفتہ سورۃ الطور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ ۲۲ اگست ۲۰۰۴ء کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح ایک ماہ ستائیس دن میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔ الٰہ العلمین! آپ باقی ماندہ سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اس تفسیر کو قبول عام عطا فرمائیں اور میری مغفرت فرما دیں۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی۔ ۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النجم

سورت کا نام

اس سورت کا نام النجم ہے' اس سورت کی پہلی آیت سے اس کا نام ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی ۙ (النجم:۱) روشن ستارے کی قسم! جب وہ اوپر سے نیچے گرا ○

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مکی ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ میں اعلان فرمایا' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۳ ہے' اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کو از خود بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم نازل فرمائی' جس میں یہ آیات ہیں:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی ۙ (النجم: ۳۔۴) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○ وہ صرف وہی کہتے ہیں جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ○

سورۃ النجم کے متعلق احادیث اور ان کی شرح

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور آپ کے ساتھ وہاں موجود سب لوگوں نے سجدہ کیا' سوا ایک بوڑھے شخص کے' اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی ہاتھ میں لی اور ان کو اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھ لیا' اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پھر میں نے اس شخص کو دیکھا وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۰۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۴۰۶)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس بوڑھے شخص کا نام امیہ بن خلف تھا' یہ جنگ بدر میں کافروں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا' امام ابو اسحاق نے ''سیرت ابن اسحاق'' میں لکھا ہے کہ اس کا نام الولید بن المغیرہ تھا' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا' اس وقت وہاں پر جتنے بھی لوگ تھے سب نے سجدہ کیا' سوا ایک شخص کے' اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے پر رکھ لی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ بعد میں' میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۰۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں نے اور جن اور انس نے سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۰۷۱)

Marfat.com

علامہ بدرالدین عینی حنفی "صحیح البخاری" رقم الحدیث: ۱۰۷۰ کی شرح میں لکھتے ہیں:

مخرمہ بن نوفل نے روایت کیا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مکہ کے سامنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا' اور یہ نماز کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' حتیٰ کہ جب آپ سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کرتے تو مسلمان سجدہ کرتے تھے حتیٰ کہ رش کی وجہ سے بعض اوقات مسلمان سجدہ نہ کر سکتے' قریش کے سرداروں میں سے الولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام وغیرہما اس وقت طائف میں تھے' جب وہ مکہ میں آئے تو انہوں نے مسلمانوں سے کہا: تم اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ رہے ہو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۵۔ رقم الحدیث: ۲)

نیز علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا: "اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ○" (النجم: ۲۰۔ ۱۹) اور مشرکین نے اپنے خداؤں کا ذکر قرآن میں سنا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ ان کے خداؤں کی مدح ہے اس لیے انہوں نے بھی سجدہ کر لیا اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ ان آیات کے بعد مشرکین نے یہ سنا:

تلك الغرانيق العلٰى وان شفاعتهن لترتجٰی. یہ مرغانِ بلند بانگ ہیں اور بے شک ان کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خود مشرکین نے یہ کہا تھا' انہیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں حضور ان کے بتوں کے ذکر کے بعد ان کی مذمت نہ کریں' اس لیے انہوں نے بتوں کے ذکر کے بعد فوراً یہ کلمات پڑھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے تھے اور ابلیس نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیئے تھے اور یہ قول قطعاً باطل ہے' اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کو مسلّط کر دے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابلیس وغیرہ سے معصوم رکھا ہے' اسی طرح یہ قول بھی باطل ہے کہ ابلیس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے' کیونکہ جب شیطان نیند میں آپ کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا' جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا' اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے' کیونکہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا اور نہ میری مثل بن سکتا ہے' حالانکہ نیند میں انسان مکلف نہیں ہوتا تو وہ بیداری میں آپ کی آواز کے مشابہ آواز کیسے بنا سکتا ہے؟ اور یہ چیز اتنی محال ہے کہ مومن کا قلب اس کو قبول نہیں کر سکتا اور اس روایت کی تمام اسانید منقطع اور معلول ہیں اور اس حدیث کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔

ان روایات پر جرح کرنے کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس روایت کو کسی صحیح اور ثقہ راوی نے روایت نہیں کیا' اس کو ان مؤرخین اور مفسرین نے ذکر کیا ہے جو ہر صحیح اور ضعیف چیز کا ذکر کر دیتے ہیں ان لوگوں میں غلط اور صحیح میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی' یہ لوگ اندھیرے راستوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر اجماع منعقد ہے اور اس پر بھی کہ اس قسم کی رذیل بات سے آپ منزہ ہیں اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو قریش مسلمانوں پر زبردست طعن و تشنیع کے حملے کرتے اور یہود اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حجت بنا لیتے جیسا کہ منافقین کی عادت اور مشرکین کے عناد سے ظاہر ہے' کیا واقعۂ معراج کی بناء پر اعتراض نہیں کیے گئے تھے' حتیٰ کہ بعض ضعیف مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۶۔ ۱۴۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

سورۃ النجم کے اہداف اور اغراض

☆ اس سورت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام اور خبریں پہنچاتے ہیں آپ اس میں صادق ہیں' آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے' آپ وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی فرماتا ہے۔

☆ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کی وساطت سے آپ تک پہنچی ہے۔

☆ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے انتہائی قرب بیان فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے جتنی دو کمانیں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں یا اس سے بھی زیادہ یا جس طرح ایک کمان کے دو سرے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔

☆ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے اس طرح بے حجاب دیکھا کہ آپ کی نظر بہکی نہ حد سے بڑھی۔

☆ اس میں مشرکین کے بتوں کی خدائی کو باطل کیا گیا ہے۔

☆ اس میں مشرکین کے اس قول کو باطل کیا گیا ہے کہ لات' عزیٰ اور منات اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

☆ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر ونشر کو ثابت کیا گیا ہے

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جن امتوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور اس کے نتیجہ میں ان پر جو عذاب آیا اس کا بیان کر کے اہل مکہ کو ڈرایا گیا۔

☆ یہ قرآن انبیاء سابقین علیہم السلام پر نازل شدہ کتب اور صحائف کا مصدق ہے اور اس کا ذکر ان صحائف میں بھی ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ کی توفیق اور تائید سے سورۃ النجم کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' رب العالمین! میرے اس کام کو صرف اپنی رضا کے لیے رکھنا اور اس میں مجھے صحت اور صواب پر قائم رکھنا اور غلط اور باطل سے مجھ کو مجتنب رکھنا اور اس تفسیر کے لیے میرے سینہ کو کشادہ کر دینا اور اس کتاب کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھنا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا وسید المرسلین محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہ

دار العلوم نعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی۔ ۳۸

۳ شعبان ۱۴۲۵ھ/ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء

Marfat.com

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۵۳ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آيَاتُهَا ٦٢ رُكُوْعَاتُهَا ٣

سورۃ النجم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں باسٹھ آیات تین رکوع ہیں

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ وَمَا يَنْطِقُ

روشن ستارے کی قسم! جب وہ زمین کی طرف اترا○ تمہارے آقا (محمد) نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا اور نہ (کبھی) راہ (راست) کے بغیر چلے○ وہ

عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُوْ

اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے○ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے○ سخت قوتوں والے نے ان تک علم پہنچایا○

مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ

بہت زبردست نے پھر اللہ نے استواء فرمایا○ اس وقت وہ (نبی یا جبریل) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے○ پھر وہ (اللہ نبی سے)

قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ

زیادہ قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا○ تو وہ (نبی اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ○ پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی

الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿١٣﴾

طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی○ (آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا○ کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ

ہو جو انہوں نے دیکھا○ بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا○ سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک○ اس کے پاس جنت الماوٰی ہے○ جب

مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا○ (آپ کی) نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی○ بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں

الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾ أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿٢٠﴾

سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا○ کیا تم نے لات اور عزٰی کو (بہ غور) دیکھا؟○ اور اس تیسری ایک اور دیوی منات کو○

أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا

کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں○ پھر تو یہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہے○ یہ صرف وہ نام ہیں

Marfat.com

اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی'

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ

یہ (مشرکین) صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کی اور بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ضرور ہدایت

رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ ۖ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ ع

آ چکی ہے O کیا انسان کے لیے وہ کچھ ہوتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟ O پس اللہ ہی آخرت اور دنیا کا مالک ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: روشن ستارے کی قسم جب وہ زمین کی طرف اترا O تمہارے آقا (محمد) نے نہ (کبھی سیدھا) راستہ گم کیا اور نہ کبھی راہ (راست) کے بغیر چلے O وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے O ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے O (النجم: ۴۔۱)

''نجم'' کے معانی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

نجم اصل میں طلوع ہونے والے ستارے کو کہتے ہیں اس کی جمع نجوم ہے اور نجم زمین پر پھیلنے والی بیل کو بھی کہتے ہیں' وقت کے ایک مقرر حصہ اور قسط کو بھی نجم کہتے ہیں' ستاروں کے علم میں غور وفکر کرنے کو بھی نجم کہتے ہیں اسی سے منجم (نجومی) بنا ہے' نجم ستارے کے طلوع ہونے کو بھی کہتے ہیں' عرب ثریا کو بھی نجم کہتے ہیں (وہ سات ستارے جو ایک دوسرے کے نزدیک ہیں ان کو ثریا کہتے ہیں' ان کو سات ستاروں کا جھمکا بھی کہتے ہیں)۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ۙ (الصّٰفّٰت: ۸۸) پس اس نے ستاروں کے علم میں نظر کی' یعنی غور کیا O

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ (النجم: ۱) روشن ستارے کی قسم! جب وہ زمین کی طرف اترا O

اس سے مراد ستارہ ہے اور ستارے کے اترنے کا ذکر کیا ہے کیونکہ ستارے کے طلوع کا معنی خود النجم میں موجود ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ثریا ہے اور عرب جب مطلقاً نجم کا لفظ بولیں تو اس سے ثریا کا ارادہ کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید مراد ہے جو کہ قسط وار اور بہ تدریج نازل ہوا ہے اور ''ھویٰ'' سے مراد قرآن مجید کا نزول ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ (الواقعہ: ۷۵) پس میں ستاروں کے گرنے یا قرآن کے بہ تدریج نازل ہونے کی قسم کھاتا ہوں O

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ O (الرحمٰن: ۶) زمین پر کھڑے ہوئے درخت اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں دونوں سجدہ کرتی ہیں O

(المفردات ج ۲ ص ۶۲۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

نجم کا معنی کسی چیز کا ظہور اور خروج ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی:

Marfat.com

سراج من النار یظھر فی اکتافھم حتی ینجم فی صدورھم. آگ کا شعلہ منافقین کے کندھوں میں ظاہر ہوگا اور ان کے سینوں سے نکلے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۰ طبع قدیم)

نجم کا معنی ستارہ ہے اور اس کی جمع نجوم ہے اور کبھی اس سے مراد ثریا ہوتا ہے اور عرب ثریا کو ستاروں کا علَم (نام) قرار دیتے ہیں اور جب وہ مطلقاً نجم کہیں تو اس سے مراد ثریا ہوتا ہے' درج ذیل حدیث میں ثریا کا اطلاق اسی معنی پر ہے۔

ما طلع النجم قط وفی الارض عاھۃ الا رفعت. جب بھی ثریا طلوع ہوتا ہے تو زمین سے پھلوں کی آفت اٹھالی جاتی ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۸ طبع قدیم' مشکل الآثار ج ۳ ص ۹۲)

اور اس کا معنی قسطوں میں کسی چیز کا دینا ہے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

واللہ لا ازیدک علی اربعۃ الاف منجمۃ. اللہ کی قسم! میں تم کو قسط وار چار ہزار سے زیادہ نہیں دوں گا۔

(النہایہ ج ۵ ص ۲۰۔۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ نے "المفردات" اور "النہایہ" کی عبارات کو جمع کر دیا ہے۔

(لسان العرب ج ۱۴ ص ۲۰۳' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۲ء)

"النجم" کے معانی اور محامل میں مفسرین کے اقوال

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: "والنجم اذا ھوی" کا معنی ہے: ثریا کی قسم! جب وہ فجر کے وقت نیچے اترے اور عرب ثریا کو نجم کہتے ہیں' ہر چند کہ وہ تعداد میں کئی ستارے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سات ستارے ہیں' ان میں سے چھ ظاہر ہیں اور ایک مخفی ہے' اس سے لوگوں کی آنکھوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ قاضی عیاض نے "شفاء" میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثریا میں گیارہ ستارے دیکھے تھے۔

مجاہد سے یہ بھی روایت ہے کہ اس کا معنی ہے: اور قرآن کی قسم! جب وہ نازل ہوا' کیونکہ قرآن مجید قسط وار بہ تدریج نازل ہوا ہے۔

فراء اور حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: ستاروں کی قسم! جب وہ ڈوب جائیں اور نجوم کو نجم سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حسن بصری سے یہ بھی روایت ہے کہ ستاروں کی قسم! جب وہ جھڑ جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کے ساتھ شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ کی ولادت سے پہلے بہ کثرت ستارے ٹوٹنے لگے' پس بہت عرب خوف زدہ ہو گئے' ان کے ہاں ایک نابینا کاہن تھا وہ گھبرا کر اس کے پاس گئے' جو ان کو مستقبل کی خبریں بتاتا تھا' اس نے کہا: بارہ بروج کو دیکھو اگر ان میں سے کوئی برج ٹوٹ گیا ہے تو اب دنیا ختم ہونے والی ہے' اور اگر ان میں سے کوئی برج نہیں ٹوٹا ہے تو دنیا میں ایک بہت بڑا واقعہ ہوگا' سو تم دیکھو کیا رونما ہوتا ہے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ امر عظیم تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "والنجم اذا ھوی" یعنی یہ ستارہ ہے جو نیچے اترا ہے یہ ستارہ اس نبوت کا ہے جو اب ظاہر ہوئی ہے۔

اور جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کا معنی ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! جب وہ شبِ معراج کو

Marfat.com

آسمان سے زمین پر آئے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابی لہب جس کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں' اس نے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور کہا: میں ضرور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور ان کو ایذاء پہنچاؤں گا' اس نے کہا: اے محمد! میں ''والنجم اذا ھوی'' اور ''دنی فتدلّی'' کا انکار کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا اور آپ کی صاحب زادی آپ کی طرف بھیج کر ان کو طلاق دے دی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے' اس موقع پر ابو طالب بھی تھے' انہوں نے غم گین ہو کر کہا: اے بھتیجے! اس دعا سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟ عتبہ نے جا کر اپنے باپ کو یہ خبر دی' پھر وہ شام کی طرف چلے گئے اور ایک جگہ ٹھہرے' ان کے پاس گرجا سے ایک راہب آیا اور کہا: اس زمین میں درندے آتے ہیں' ابولہب نے اپنے اصحاب سے کہا: اے قریش کی جماعت! ہماری مدد کرو کیونکہ آج رات مجھے اپنے بیٹے پر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ضرر کا خطرہ ہے' پھر انہوں نے اپنے اردگرد اپنے اونٹوں کو بٹھا لیا اور عتبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا' پھر شیر آ کر سب کے چہروں کو سونگھتا رہا حتیٰ کہ عتبہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۸۳۔۳۸۱' تفسیر امام عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۰۲۔ رقم الحدیث: ۳۰۲۱' دار المعرفۃ' بیروت' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۳' دار الفکر' الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۳۵' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۵۰۹۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۷' الدر المنثور ج ۷ ص ۲۶۳' الکشاف ج ۴ ص ۴۱۹' روح البیان ج ۹ ص ۲۴۹' السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۱۱' حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اشعار میں نظم کیا ہے' جس کو تفصیل سے ''الکشف'' اور ''الجامع لاحکام القرآن'' میں ''دلائل النبوۃ'' رقم الحدیث: ۲۲۰ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔)

''النجم'' کی تفسیر میں مرغوب اور پسندیدہ اقوال اور ان کی توجیہات اور نکات

''النّجم'' سے ثریا کو مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ آسمان کے ستاروں میں ثریا سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ واضح ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کثرت معجزات اور دلائل کے اعتبار سے نبیوں میں سب سے زیادہ روشن اور واضح ہیں' نیز اواخر خریف میں جب عشاء کے وقت ثریا کا ظہور ہوتا ہے تو زمین سے پھلوں کی آفات دور ہو جاتی ہیں اور پھل پک جاتے ہیں' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ظہور ہوا تو دلوں کی بیماریاں دور ہو گئیں اور ایمان اور عرفان کے پھل پک کر تیار ہو گئے' اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے النجم کی قسم کھائی جس کا معنی ثریا ہے۔

النجم سے آسمان کے ستارے مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ ستاروں سے سمندر' جنگلوں اور ریگستانوں میں راستے کی ہدایت حاصل ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر اور شرک کے اندھیروں میں صحیح راستہ کی ہدایت حاصل ہوتی ہے' اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے النجم کی قسم کھائی جس کا معنی آسمان کے ستارے ہیں۔

النجم سے ستاروں کو رجم کرنا اور ان سے شیاطین کو آسمانوں سے بھگانا یعنی شہاب ثاقب مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ جس طرح شہاب ثاقب سے شیاطین کو آسمانوں سے دور کیا جاتا ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے زمین پر لوگوں سے شیاطین کو دور کیا جاتا ہے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے النجم کی قسم کھائی جس کا معنی شہاب ثاقب ہے۔

النجم سے قرآن مجید مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ قرآن مجید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے صدق پر دلالت کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (یٰس: ۴۔۱)	یٰس ۝ قرآن حکیم کی قسم ۝ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ۝ سیدھے راستے پر قائم ہیں ۝

Marfat.com

اور یہاں فرمایا: قرآن کی قسم! جو قسط وار نازل ہوا' تمہارے آقا اور پیغمبر نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا اور نہ کبھی بے راہ چلے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے النجم کی قسم کھائی جس کا معنی قسط وار ہے۔

النجم کا معنی زمین پر پھیلنے والی بیل مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ ان بیلوں کے پھلوں سے جسم کی تقویت اور نشوونما ہوتی ہے اور آپ کی تعلیمات سے روح کی تقویت اور نشوونما ہوتی ہے۔

علامہ ابوعبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ' علامہ محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ' علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ ھ اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے النجم کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے:

امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ النجم سے مراد ہے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! جب وہ شب معراج آسمان سے زمین پر آئے اور یہ اس لیے مناسب ہے کہ اس آیت کے بعد والی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے قرب ''دنا فتدلی'' اور اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہے جس کا تعلق شب معراج سے ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۷' البحر المحیط ج ۱۰ ص ۹' روح البیان ج ۹ ص ۲۴۹' روح المعانی جز ۲۷ ص ۷۰)

نیز علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ ''اذا ھوی'' سے یہ مراد ہو کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج لامکان تک ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کھا کر یہ بتایا کہ آپ راہِ راست سے گم ہونے اور راہِ راست کے بغیر چلنے کے شائبہ سے بھی مبرأ' منزہ اور پاک ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۷۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

النجم: ۲ میں فرمایا: تمہارے آقا (محمد) نے نہ (کبھی سیدھا) راستہ گم کیا اور نہ کبھی راہ (راست) کے بغیر چلے O

ضلال کے متعدد معانی

اس آیت میں ''ضلّ'' کا لفظ ہے یہ ''ضلال'' سے ماخوذ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ اس کے معنی کے بیان میں لکھتے ہیں: ''ضلال'' کا معنی ہے: راہِ راست سے تجاوز کرنا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ (یونس: ۱۰۸)

جو شخص راہِ راست پر چلے تو اس کا یہ چلنا اسی کے لیے مفید ہے اور جو شخص راہِ راست سے تجاوز کرے تو اس کے اس تجاوز کا وبال اسی پر ہے۔

راہِ راست سے ہر قسم کے تجاوز کو ضلال کہا جاتا ہے' خواہ یہ تجاوز عمداً ہو یا سہواً' معمولی تجاوز ہو یا زیادہ کیونکہ وہ سیدھا راستہ جو پسندیدہ اور مرغوب اور محبوب ہو' اس پر چلنا بہت مشکل اور دشوار ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

استقیموا ولا تحصوا۔

تم ہر معاملہ میں راہِ راست پر رہو اور تم ہر معاملہ میں راہِ راست کا احاطہ نہ کر سکو گے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۸۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۹۴' اس حدیث کی سند صحیح ہے)

بعض حکماء نے کہا ہے کہ ہمارا کسی نہ کسی وجہ سے گم راہ ہونا' بہت سی صورتوں میں ہے کیونکہ تیر کو عین ہدف پر مارنا راہِ راست ہے اور اگر وہ ہدف سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو یہ ضلال ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھ کر کہا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے (یعنی آپ کے سفید بال ظاہر ہو گئے) آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷) خصوصاً سورۂ ھود کی اس آیت نے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ھود: ۱۱۲)

جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے سو آپ ہر عمل میں راہِ راست

Marfat.com

پر رہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی طرف ضلال کی نسبت کرنے کے معانی اور محامل

اور جب کہ ضلال کا معنی ہے: راہ راست کو ترک کرنا خواہ یہ ترک عمداً ہو یا سہواً' کم دفعہ ہو یا زیادہ دفعہ تو جس شخص سے بھی خطا ہو' اس کے لیے ضلال کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے' اسی وجہ سے ضلال کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی کی گئی ہے اور کفار کی طرف بھی' ہر چند کہ دونوں کے ضلال میں زمین اور آسمان کا فرق ہے' اسی وجہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ (الضحیٰ: ۷) — آپ کو از خود راہِ راست پر نہ پایا سو آپ کو راہِ راست پر گامزن کیا ○

(اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ بعض اُمور میں آپ کو سہو اور نسیان سے راہِ راست پر نہ پایا سو آپ کو راہِ راست پر چلایا' جیسے امت کی تعلیم اور تشریع کے لیے آپ کو ظہر یا عصر کی نماز میں سہو ہوا اور آپ نے چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھا دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷۰) اور ایک مرتبہ ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۲۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۳۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۹۱) پھر آپ نے سلام پھیر کر سجدہ کیا اور ہمیں یہ تعلیم دی کہ تم بھی ایسی صورت میں سجدہ سہو کر کے نماز کی اصلاح کرنا' اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو اپنی محبت میں مستغرق اور وارفتہ پایا اور آپ کو امت کی طرف غیر متوجہ پایا تو آپ کو امت کی اصلاح' ہدایت اور تبلیغ اور تشریع کی طرف متوجہ کیا' اس معنی کی طرف اشارہ علامہ راغب کی اگلی عبارت میں آ رہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹوں نے کہا:

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (یوسف: ۹۵) — بے شک آپ (یوسف کی اسی) پرانی محبت میں ہیں ○

اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ (یوسف: ۸) — بے شک ہمارا باپ (یوسف) کی محبت میں واضح طور پر راہِ راست سے متجاوز ہے ○

اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت شدید محبت تھی جس کو انہوں نے ضلال سے تعبیر کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۗ (الشعراء: ۲۰) — اور میں سہو کرنے والوں میں سے ہوں ○

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا. (البقرہ: ۲۸۲) — دو گواہی دینے والی عورتوں میں سے ایک بھول جائے۔

ایک اور اعتبار سے ضلال کے معانی

ایک اور اعتبار سے ضلال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں کوئی شخص راہِ راست پر نہ ہو (۲) احکام شرعیہ اور عبادات میں کوئی شخص راہِ راست پر نہ ہو۔

ضلال (۱) کی مثال اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ (النساء: ۱۳۶) — جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور روزِ قیامت

Marfat.com

کے ساتھ کفر کرے تو بے شک وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا ○

اور ضلال (۲) کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ (النساء: ۱۶۷)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ (پر چلنے) سے روکا' بے شک وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گئے ○

ضلال کا معنی غفلت بھی ہے۔

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ○ (طٰہٰ: ۵۲)

موسیٰ نے کہا: اس کا علم میرے رب کے پاس اس کتاب میں ہے جس سے میرا رب نہ غافل ہے اور نہ بھولتا ہے ○

ضلال کا معنی باطل بھی ہے:

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ (الفیل: ۲)

کیا اللہ نے کافروں کی سازش کو باطل نہیں کر دیا ○

اضلال (گمراہ کرنا) کا معنی یہ ہے کہ اس کا فاعل ضلال کا سبب ہو جیسے اس آیت میں ہے:

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۗ (النساء: ۱۱۳)

ان منافقین کی ایک جماعت نے آپ کو ضرور گمراہ کرنے کا قصد کر لیا تھا۔

یعنی منافقین آپ کے سامنے بنو ابیرق کی چوری کی تہمت دوسروں پر ڈال رہے تھے تاکہ آپ سے ظالمانہ فیصلہ کرا دیں اور ظالمانہ فیصلہ گم راہی کا سبب ہے۔

اللہ کی طرف اضلال کی نسبت کرنے کے دو معنی

اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف انسان کے اضلال کی نسبت ہو تو اس کے دو معنی ہیں: (۱) انسان ضلال کا سبب مہیا کرے یعنی اس کا ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کے اندر ضلال کو پیدا کر دے' اور آخرت میں اس کو جنت کے بجائے دوزخ کی طرف چلا دے' یعنی اس کو جنت سے بھٹکا دے اور گم راہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اضلال (گم راہ کرنا) حق اور عدل ہے' پس ایسے انسان پر یہ حکم لگانا کہ اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا اور جنت کے راستہ سے بھٹکا دیا' برحق ہے اور کسی اعتراض کا موجب نہیں ہے' جیسے فرمایا:

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ○ (المؤمن: ۷۴)

اسی طرح اللہ کافروں میں گمراہی پیدا فرماتا ہے ○

(۲) اور اللہ کی طرف انسان کے اضلال کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی جبلت (فطرت) پر پیدا کیا ہے' وہ جس راستہ کو پسند کرتا ہے خواہ وہ راستہ اچھا ہو یا برا ہو (ایمان ہو یا کفر' نیکی ہو یا بدی) وہ اس راستہ کو اچھا سمجھتا ہے اور اس راستہ سے محبت کرتا ہے تو وہ انسان کی فطرت میں اس راستہ کو لازم کر دیتا ہے اور اس کو اس راستہ سے پھیرنا اور ہٹانا مشکل ہوتا ہے اور گویا اس راستہ کی اس کے اوپر مہر لگ جاتی ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عادت انسان کی طبیعت ثانیہ ہے اور انسان کے اندر یہ قوت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو اللہ نے انسان کے اندر اس کے اختیار کی بناء پر پیدا کیا ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل کے متعلق

Marfat.com

باتیں کر رہے تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ خبر سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دینا اور جب یہ خبر سنو کہ کسی شخص نے اپنی عادت بدل دی ہے تو اس کی تصدیق مت کرنا کیونکہ وہ اسی وصف پر لازم رہتا ہے جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۳)

اور جب یہ قاعدہ اس طرح ہے تو جس فعل کا کوئی سبب ہو اس فعل کی اس سبب کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے' پس کہا جائے گا کہ اس کافر کو اللہ تعالیٰ نے گم راہ کر دیا' نہ اس طریقہ سے جیسا کہ جاہل کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کو گم راہ کر دیا تو اس میں اس کا کیا قصور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو گم راہ کرتا ہے جو از خود گم راہی کو اختیار کرتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کافر اور فاسق کو گم راہ کرتا ہے' مؤمن کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ اس نے خود مؤمن کو گم راہ کرنے کی نفی فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ . (التوبہ:۱۱۵)
اور اللہ کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ ایک قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گم راہ کر دے۔

دلوں پر مہر لگانے کے ثبوت میں یہ آیات ہیں:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ . (البقرہ:۷)
اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء:۱۵۵)
بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے ۝

(المفردات ج ۲ ص ۳۹۰۔۳۸۸ 'ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ضلال کی دو آیتوں میں تعارض کا جواب

جب ضلال کے متعدد معانی معلوم ہو گئے تو اب پھر یہ اشکال نہیں رہے گا کہ النجم میں فرمایا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ (النجم:۲)
تمہارے آقا (محمد) نے نہ (کبھی سیدھا) راستہ گم کیا اور نہ کبھی راہ (راست) کے بغیر چلے ۝

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ:۷)
اللہ نے آپ کو (از خود) راہِ راست پر نہ پایا سو آپ کو راہِ راست پر گامزن کیا ۝

ہم نے جو اس آیت کا معنی کیا ہے اس سے اس کا النجم: ۲ سے تعارض نہیں رہا اور اس کے دوسرے محامل یہ ہیں:

(۲) اللہ نے آپ کو بعض اُمور میں سہو اور نسیان سے راہِ راست پر نہ پایا سو آپ کو راہِ راست پر چلایا۔
(۳) اللہ نے آپ کو اپنی محبت میں مستغرق اور وارفتہ پایا سو آپ کو امت کی ہدایت اور اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

اس کے باقی محامل ان شاء اللہ ہم الضحیٰ: ۷ میں بیان کریں گے۔

''صاحب'' کے معنی

اس آیت میں ''صاحبکم'' کا لفظ ہے' صاحب اس کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ لازم رہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان ہو' مکان ہو یا زمان ہو اور اس کی مصاحبت خواہ بدن کے ساتھ ہو یا توجہ اور التفات کے ساتھ ہو' عرف میں صاحب کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے جو کسی کے ساتھ بہ کثرت لازم رہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہ کثرت لازم رہتے

Marfat.com

تھے اس لیے ان پر آپ کے صاحب کا اطلاق ہے:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ. (التوبہ: ۴۰) جب نبی اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے: تم غم نہ کرو۔

صاحب اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کا مالک اور آقا ہو اور اس پر تصرف کرنے کا مالک ہو اس معنی کے لحاظ سے اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صاحب کا اطلاق ہے تمہارے آقا (محمد) نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا صاحب فرمایا ہے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے تم ان کی مصاحبت اور مجلس میں رہے ہو اور تم نے ان کا تجربہ کیا ہے اور ان کے ظاہر اور باطن کو پرکھا ہے اور اس میں کوئی خلل نہیں پایا اس لیے فرمایا:

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (التکویر: ۲۲) اور تمہارے صاحب اور آقا مجنون نہیں ہیں ۝

کسی شخص کے متبعین کو بھی اس کے اصحاب کہا جاتا ہے اسی اعتبار سے زندگی میں آپ کے متبعین کو آپ کے اصحاب کہا جاتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۶۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا:

عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی (بہ ظاہر) معصیت کی اور (بہ ظاہر) راہِ راست کے بغیر چلے ۝

اور آپ کے متعلق فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ (النجم: ۲) تمہارے آقا (محمد) نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا نہ کبھی راہِ راست کے بغیر چلے ۝

''غوی'' کے معنی

''الغی'' کا معنی ہے: اعتقاد فاسد کی وجہ سے جاہل ہونا' کبھی انسان جاہل محض ہوتا ہے اس کا کوئی اعتقاد صحیح ہوتا ہے نہ اعتقاد فاسد ہوتا ہے اور کبھی وہ اعتقاد فاسد کی وجہ سے جاہل ہوتا ہے اس دوسری قسم کو ''الغی'' کہتے ہیں۔

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ. (الاعراف: ۲۰۲) شیاطین کے بھائی کافروں کو فاسد اعتقاد (گمراہی) میں گھسیٹتے ہیں۔

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم: ۵۹) سو وہ عنقریب عذاب میں داخل ہوں گے ۝

اس آیت میں ''الغی'' کا اطلاق عذاب پر کیا گیا ہے کیونکہ عذاب ''الغی'' کا اثر ہے۔

اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ. (ھود: ۳۴) (اے کافرو!) بے شک اللہ تمہیں تمہارے فاسد اعتقاد کی سزا دینا چاہتا ہے۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱) آدم نے بہ ظاہر معصیت کی پس وہ غوی ہوئے ۝

اس آیت میں ''فغوی'' کا معنی ہے: پس آپ نے ناواقفیت کا کام کیا' ایک قول ہے: پس آپ نے نقصان اٹھایا' ایک قول ہے: پس آپ کا عیش اور آپ کی پر لطف عشرت جاتی رہی۔

(''غوی'' کے جتنے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝'' (النجم: ۲) میں ان سب کی نفی کر دی۔) (المفردات ج ۲ ص ۴۷۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

”ھوی“ کے معنی

النجم: ٣ میں فرمایا: وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے O

”الھوی“ کا معنی ہے: نفس کا شہوت کی طرف مائل ہونا' اس کا اطلاق عموماً اس شخص پر کیا جاتا ہے جس کا نفس شہوت کی طرف مائل ہو' ”الھاویہ“ دوزخ کو کہتے ہیں کیونکہ ”ھوی“ کی اتباع کے نتیجہ میں انسان دوزخ میں جا گرتا ہے' ”الھُوِیّ“ کا معنی ہے: بلندی سے نیچے گرنا' ”فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ“ (القارعہ: ٩) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے' اس کا معنی خالی بھی ہے:

وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (ابراہیم: ٤٣) اور (قیامت کے دن) کفار کے دل خالی اور اُڑے ہوئے ہوں گے O

(المفردات ج ٢ ص ٧١٢' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى. (ص: ٢٦) اور آپ خواہشِ نفس کی پیروی نہ کریں۔

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (النجم: ٣) اور آپ خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے O

آپ کا نفس باطل شہوات کی طرف مائل نہیں تھا' آپ کے نفس کی اپنی کوئی خواہش نہیں تھی' آپ وہی چاہتے تھے جو اللہ چاہتا تھا' آپ کی رضا اللہ کی مرضی تھی اور اللہ کی رضا آپ کی مرضی تھی۔

آیاتِ سابقہ سے ارتباط

اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا: ”ما ضل“ آپ نے کبھی راہِ راست کو ترک نہیں کیا' پھر فرمایا: ”وما غوی“ آپ کبھی راہِ راست کے خلاف نہیں چلے' خلوت میں نہ جلوت میں' ایامِ طفولیت میں نہ ایامِ شباب میں' اور جب اللہ سبحانہٗ نے آپ کو مبعوث کیا اور لوگوں کی طرف رسول بنایا اور اپنا پیغام دے کر بھیجا تو وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے' وہ پہلے پاکیزہ اور پارسا تھے اور اب ھادی اور رہ نما ہیں' وہ بچپن کے کھیل کود اور فضول لہو ولعب سے پاک رہے اور شباب کی مستیوں اور عیاشیوں سے دور رہے اور کبھی اپنے دامن کو بُرے کاموں اور بُری باتوں سے آلودہ نہ ہونے دیا اور جب خود اپنی شخصیت اور سیرت میں کامل ہو گئے تو اوروں کو کامل بنانے کے لیے اللہ نے آپ کو رسول بنایا اور اپنا پیغام دے کر بھیجا اور جب اللہ کا پیغام پہنچانے لگے تو وہی حکم دیا جو اللہ کا حکم تھا' جو اللہ کا منشاء اور اس کی مرضی تھی' آپ کی رسالت کو منوانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا کیے۔ مہر و ماہ کو آپ کی جنبشِ لب کے تابع کر دیا' آپ پر قرآن مجید بہ طور معجزہ نازل کیا جس کی نظیر لانے سے آج ساری دنیا عاجز ہے' جس میں کوئی اضافہ یا کمی کوئی ثابت نہ کر سکا' کسی مکتب میں نہیں گئے' کسی سے پڑھا نہیں' اس کے باوجود ایسی علوم آفریں گفتگو کی جس کے اسرار و رموز آج تک بیان کیے جا رہے ہیں' صالح نظامِ حیات کے لیے جامع دستور بنایا جو قیامت تک زندگی کے ہر شعبہ کے لیے کفیل ہے' اپنے کسی کمال کے متعلق یہ نہیں کہا: یہ میری کاوش ہے' ہر کمال کے متعلق یہی کہا: یہ اللہ کی عطا ہے' جو حکم دیا اس پر عمل کر کے دکھایا بلکہ اس سے زیادہ کر کے دکھایا' اپنی پوری زندگی کو اللہ کی اطاعت اور عبادت میں صرف کیا اور اپنی مرضی کو رضائے الٰہی میں ڈھالا تب ہی تو فرمایا: وہ راہِ راست سے ہٹے نہیں صراطِ مستقیم کے خلاف چلے نہیں اور اپنی خواہش سے نطق نہیں کرتے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق

النجم: ۴ میں فرمایا: ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے O

وحی کا لغوی معنی ہے: لکھنا' اشارہ کرنا اور کلام خفی' اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جس کو وہ اپنے نبیوں اور رسولوں پر نازل فرماتا ہے۔

اس آیت میں ان مشرکین کا رد ہے جو قرآن مجید کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو شعر و شاعری کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بتایا: یہ قرآن اور آپ کا کلام اللہ تعالیٰ کی وحی ہے' شعر و شاعری نہیں ہے اور وحی عام ہے خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی ہو' اور وحی خفی میں احادیث بھی داخل ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابوعلی جبائی اور اس کا بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں ہیں' وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ بھی نطق کیا وہ وحی ہے اور جو اجتہاد سے ہو وہ وحی نہیں ہوتا' پس وہ آپ کا نطق اور آپ کا کہا ہوا نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دیا ہے اس لیے آپ کا اجتہاد بھی وحی ہے' یعنی وحی خفی ہے اور آپ کا اپنی خواہش سے کلام نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر اجتہاد بھی وحی ہوتا ہے تو مجتہدین جو اپنے قیاس سے مسائل استنباط کرتے پھر وہ بھی وحی کہلائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ آپ اجتہاد کریں اور دوسرے مجتہدین کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی۔ قاضی بیضاوی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر آپ کا اجتہاد وحی کے سبب سے ہوگا خود وحی نہیں ہوگا' صاحب الکشف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا: جب تمہارے ظن کے مطابق کوئی حکم ہو تو وہ میرا حکم ہے' یعنی ہر وہ چیز جس کو میں تمہارے دل میں ڈالوں وہ میری مراد ہے' پھر آپ کا اجتہاد حقیقۃً وحی ہوگا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: میرے نزدیک ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O'' (النجم: ۳) اپنے عموم پر ہے' کیونکہ امام یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے جو حکم دیتے ہیں وہ اپنی خواہش سے دیتے ہیں' آپ کی شان اس سے بہت بلند ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا اجتہاد وحی کے واسطے سے ہوتا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۷۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں وہ اُمور بھی داخل ہیں جو اجتہاد سے صادر ہوئے اور یہی امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

معتزلہ میں سے ابوعلی اور ابوہاشم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے عبادت نہیں کرتے تھے۔

(الاحکام للآمدی ج ۴ ص ۱۳۴)

بعض معتزلہ نے کہا: آپ کے لیے جنگوں میں اجتہاد کرنا جائز تھا اور دین کے احکام میں اجتہاد کرنا جائز نہیں تھا۔

جو ائمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے:

Marfat.com

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ○ (الحشر: ۲) پس اے بصیرت والو! قیاس کرو ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صاحبِ بصیرت تھے اور آپ سب سے زیادہ قیاس کی شرائط پر مطلع تھے اور اس کو جانتے تھے کہ قیاس میں کیا چیزیں واجب ہیں اور کیا جائز ہیں' پس آپ دوسروں کی بہ نسبت قیاس کرنے میں اگر راجح نہیں تو کم از کم مساوی ضرور ہیں لہٰذا آپ بھی قیاس کرنے کے حکم میں داخل ہیں' سو آپ بھی قیاس کرنے والے ہیں ورنہ آپ کی عصمت پر حرف آئے گا۔

(۲) جب آپ کا ظن غالب یہ ہو کہ اصل میں حکم کسی وصف (علت) پر مبنی ہے اور جب آپ کو علم ہو کہ فرع میں وہ وصف موجود ہے تو ضروری ہے کہ آپ یہ گمان کریں کہ فرع میں بھی اصل کی طرح اللہ کا حکم ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ قیاس پر عمل کریں۔

(۳) نص صریح کی بہ نسبت اجتہاد کے موافق عمل کرنا زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو اس میں زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

افضل العبادات احمزھا. جو عبادت زیادہ دشوار ہو وہ زیادہ افضل ہے۔

(النہایہ ج ۱ ص ۴۲۲' الاسرار المرفوعۃ رقم الحدیث: ۲۰۸' المقاصد الحسنہ ص ۸۹' کشف الخفاء ص ۱۵۵)

اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد پر عمل نہ کریں جب کہ آپ کی امت نے اجتہاد پر عمل کیا ہے تو اس باب میں امت آپ سے افضل ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اجتہاد پر ہی عمل کریں کیونکہ یہ افضل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد اس وقت کیا جائے جب اس مسئلہ میں نص موجود نہ ہو' اس لیے ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں اجتہاد نہیں ہو سکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ وحی کا درجہ اجتہاد سے اعلیٰ ہے' لہٰذا جب آپ کے لیے وحی کا حصول ممکن ہے تو آپ کے لیے حصولِ وحی کی صورت میں اس پر عمل کرنا افضل ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

العلماء ورثۃ الانبیاء. علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶)

پس ضروری ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کیا ہو' ورنہ مجتہدین اور مفتیانِ کرام اجتہاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث نہیں ہوں گے۔

(۵) بہ کثرت احکام اور سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں (جیسے وضو میں کلی کرنا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ اسی طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا' قیام میں ہاتھ باندھنا' سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہنا' زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور حج میں تلبیہ پڑھنا' طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا اور اسی طرح حدود اور قصاص اور روزوں اور دیگر احکامِ شرعیہ کی تفصیلات ہیں) اگر تمام احکام وحی سے ثابت ہوں اور آپ کے اجتہاد سے کوئی حکم ثابت نہ ہو تو پھر بعض احکام آپ کی سنت کس طرح قرار پائیں گے؟

(المحصول ج ۴ ص ۱۳۶۶' موضحاً و مخرجاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابن امیر الحاج التوفی ۸۷۹ھ علامہ ابن ہمام حنفی التوفی ۸۶۱ھ کی "التحریر" کی شرح میں لکھتے ہیں:

متاخرین فقہاء احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں پہلے وحی نازل ہونے کا انتظار کریں اور جب انتظار کی مدت ختم ہو جائے اور وحی نازل نہ ہو تو پھر آپ اس میں اجتہاد کریں اور آپ اجتہاد سے جو حکم دیں گے وہ وحی کی طرح قطعی ہو گا۔ اس کے برخلاف دوسرے مجتہدین کے اجتہاد سے جو حکم ثابت ہو وہ ظنی ہوتا ہے کیونکہ ان کا اجتہاد خطاء کا احتمال رکھتا ہے اور آپ کا اجتہاد خطاء کا احتمال نہیں رکھتا اور اگر بالفرض اس میں خطاء ہو تو آپ کو اس پر برقرار نہیں رکھا جائے گا' بلکہ متنبہ کر دیا جائے گا۔ (التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۳۹۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاء اجتہادی میں مصنف کی تحقیق

محققین کا یہی مذہب ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطاء نہیں ہوتی اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ آپ کا اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے اور تحقیق یہ ہے کہ جن صورتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی اجتہادی خطاء تھی جیسے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرنا یا فجر کی نماز میں ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھنا یا شہد کو اپنے اوپر طبعاً حرام قرار دینا' یہ چیزیں بہ ظاہر صورۃً خطا تھیں تا کہ امت میں اجتہادی خطاء کا نمونہ ہو اور یہ چیزیں حقیقۃً خطا نہیں تھیں ورنہ بعد میں فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنا ممنوع قرار دیا جاتا اور جنگ میں کفار سے شکست یا کسی ناگہانی مصیبت میں قنوتِ نازلہ پڑھنا بعد میں ممنوع ہوتا اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہ ہوتا کہ وہ قسم کھا کر یہ کہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں کھاؤں گا یا کہے کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث

جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا ہے' انہوں نے حضرت یعلیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی' لیکن بہ کثرت ایسی احادیث ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کے بغیر فی الفور سائل کے جواب دیئے اور یہ جوابات آپ کے اجتہاد پر قوی دلیل ہیں اور حضرت یعلیٰ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ وحی سے احکام حاصل کرتے تھے' لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ہر حکم وحی سے حاصل کرتے تھے اور اجتہاد بالکل نہیں کرتے تھے' جب کہ آپ نے بہ کثرت سوالات کے جوابات میں فی الفور احکام شرعیہ بیان فرمائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن یہ خبر دی گئی کہ خزاعہ نے بنولیث کے ایک شخص کو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا ہے' جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ میں قتل کو بند کر دیا ہے اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ سنو! مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ سنو! وہ میرے لیے دن کی صرف ایک ساعت کے لیے حلال ہوا ہے اور سنو! یہ وہی ساعت ہے' نہ اس کے کانٹوں کو اکھاڑا جائے گا' نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی' ماسوا اعلان کرنے والے کے' اور جن لوگوں کا کوئی شخص قتل کیا گیا ہو' اس کو دو اختیار ہیں: یا تو وہ دیت لے لے یا قصاص لے لے۔ یمن کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! مجھے یہ لکھ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ابوفلاں کے لیے یہ لکھ دو۔ قریش کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اذخر (ایک قسم کی گھاس) کا استثناء فرمالیجئے'

Marfat.com

کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۲۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۱۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۸۷۵۔ ۲۸۷۴' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۸۵۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذخر کے استثناء کا سوال کیا گیا اور آپ نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے اس کا استثناء کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: محرم قمیص پہنے' نہ عمامہ' نہ شلوار' نہ ٹوپی' نہ زعفران یا سرخ رنگ سے رنگا ہوا کپڑا' اگر اس کو نعلین نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو (اوپر سے) کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۳۲)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں وحی کی طرف مراجعت کیے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے محرم کے لباس کے متعلق حکم شرعی بیان فرمایا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں اور وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اور نہ کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں۔ (الممتحنہ: ۱۲) اور نیکی کے کاموں میں سے نوحہ کی ممانعت بھی تھی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آل فلاں کا استثناء کر دیجئے' کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی' تو میرے لیے بھی ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا آل فلاں کے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۳۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے' کیونکہ وہ نمازِ عید کے بعد ہے)' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس چھ ماہ کا بکرا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر لو تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۱۔ ۲۸۰۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۱۳' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۵۶۳' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۸۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۶۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۵۰۷ طبع جدید)

ان دونوں حدیثوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر استثناء بیان فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں خوشی سے سرشار تھا تو میں نے روزے کے باوجود بوسہ لے لیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج میں نے بہت سنگین کام کیا ہے' میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کر لو تو! (دارمی میں ہے:) میں نے کہا: تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا' آپ نے فرمایا: تو اس سے کیسے ہوگا؟

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۸۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۷۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً قیاس سے حکم شرعی بیان فرمایا ہے اور روزے میں بوسہ لینے کو کلی کرنے پر قیاس فرمایا ہے اور یہ آپ کے اجتہاد پر واضح دلیل ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مال دار لوگ تو اجر و ثواب لے گئے' وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ نے تمہارے لیے صدقہ کا سبب مہیا نہیں کیا؟ ہر بار "سبحان اللہ" کہنا صدقہ ہے' ہر بار "الحمد للہ" کہنا صدقہ ہے اور ہر بار "لا الٰہ الا اللہ" کہنا صدقہ ہے' اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے ہر شخص کا جماع کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی شخص محض شہوت سے جماع کرے' پھر بھی اس کا یہ عمل صدقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر تم میں سے کوئی شخص حرام محل میں شہوت پوری کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ سو اسی طرح جب وہ حلال محل میں شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷ ۴۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۸۔ ۱۶۷)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاس اور اجتہاد پر واضح دلیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی۔ اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا حق ادا کرو' وہ ادائیگی کے زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۵۲' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۳۱)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی قوی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر ہم نے "تبیان القرآن" ج ۳ ص ۴۸۲۔ ۴۸۷ میں بھی بحث کی ہے اور "شرح صحیح مسلم" ج ۳ ص ۲۶۸۔ ۲۷۸ میں بھی بحث کی ہے۔ ان دونوں مقامات کی ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سخت قوتوں والے نے ان تک علم پہنچایا O بہت زبردست نے پھر اللہ نے استواء فرمایا O اس وقت وہ (نبی یا جبریل) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے O پھر وہ (اللہ' نبی سے) قریب ہوا' پھر زیادہ قریب ہوا O تو وہ (نبی' اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار (قریب) ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ O پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی O (آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا O (النجم: ۱۱۔ ۵)

حضرت جبریل کی شدید قوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو دوبارہ دیکھنا

النجم: ۶۔ ۵ میں فرمایا: سخت قوتوں والے نے ان تک علم پہنچایا O بہت زبردست نے۔ تمام مفسرین کی تصریح کے مطابق اس سے مراد حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبریل امین کی شدت اور قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا لیا پھر ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے' حتیٰ کہ آسمان والوں نے مرغوں کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں' پھر ان تمام بستیوں کو پلٹ کر زمین پر پھینک دیا اور ان کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ ابلیس' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ارضِ مقدسہ کی کسی گھاٹی میں کلام کر رہا ہے انہوں نے اپنے پر سے پھونک مار کر سرزمین ہند کے دور دراز پہاڑ پر پھینک دیا' اور ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ قوم ثمود جو بہت جسیم اور بہت طاقت ور تھی ان کی ایک چیخ سے وہ ہلاک ہوگئی اور یہ ان کی قوت تھی کہ وہ آسمان سے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے اور پلک جھپکنے سے پہلے واپس آسمان پر پہنچ جاتے اور ان کی عقل کی عظمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام انبیاء علیہم السلام کی وحی پر امین بنایا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۰۔ ۷۹)

Marfat.com

اس کے بعد اللہ نے استواء فرمایا یعنی اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ فرما ہوا' یہ حضرت حسن بصری کی تفسیر ہے۔
اور ربیع بن انس' فراء' سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک علم پہنچانے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آسمان کے بلند مقام پر پہنچے اور پھر اپنی صورت میں قائم ہو گئے جس صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے' ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے ان سے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا سوال کیا تو انہوں نے آسمان کے کنارے کو بھر لیا اور دوسری بار اس وقت جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ آسمان پر چڑھے اس وقت وہ افق اعلیٰ پر تھے۔(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷' کتاب العظمۃ ج ۲ ص ۷۹۱)

النجم: ۷ میں فرمایا: اس وقت وہ (نبی یا جبریل) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے۔
علامہ علی بن حبیب ماوردی متوفی ۴۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:
(۱) سدی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر دیکھا۔
(۲) عکرمہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر دیکھا۔
اور ''افق اعلیٰ'' کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ ہے (۲) قتادہ نے کہا: اس سے مراد صبح کے طلوع ہونے کی جگہ ہے (۳) ابن زید نے کہا: اس سے مراد آسمان کے کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ ہے۔(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو اصل صورت میں دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے' ہر پر نے افق کو بھر لیا تھا اور ان سے موتی' یاقوت اور جواہر جھڑ رہے تھے۔(مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۵' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

''دنا فتدلّٰی'' کی ضمیروں کے مرجع کے متعلق مفسرین کے اقوال

النجم: ۸ میں فرمایا: پھر وہ (اللہ نبی سے) قریب ہوا' پھر زیادہ قریب ہوا O
اس آیت میں ''دنا'' اور ''فتدلٰی'' کے الفاظ ہیں' ''دنا'' کے معنی ہیں: قریب ہوئے اور ''فتدلٰی'' کے متعلق ابن قتیبہ نے کہا ہے: اس کا معنی بھی ہے قریب ہوئے' کیونکہ ''تدلی'' قرب کے لیے وضع کیا گیا ہے اور الزجاج نے کہا: ''دنا'' کا معنی ہے: قریب ہوئے اور ''فتدلٰی'' کا معنی ہے: پس زیادہ قریب ہوئے اور دوسرے ائمہ نے کہا: ''تدلی'' کا اصل معنی ہے: کسی چیز کے قریب نازل ہونا' پس اس کو قرب کے لیے وضع کیا گیا ہے۔
''دنا'' اور ''فتدلٰی'' کی ضمیروں میں اختلاف ہے کہ کون کس کے قریب ہوا؟ علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
مقاتل نے کہا: رب العزت عزوجل شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے' پھر زیادہ قریب ہوئے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قرظی نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے۔

Marfat.com

حسن بصری اور قتادہ نے کہا: حضرت جبریل جب زمین سے افق اعلیٰ پر مستوی ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل ہوئے۔

مجاہد نے کہا: حضرت جبریل اپنے رب عزوجل کے قریب ہوئے' پس وہ دو کمانوں کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: ان اقوال میں قول مختار مقاتل کا ہے کیونکہ اس کی تائید میں ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۶۶۔ ۶۵' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن جوزی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

ودنا الجبار رب العزة فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی.

اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار قریب' بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے قریب ہونے کے محمل کے متعلق محدثین اور مفسرین کی تصریحات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے اس حدیث سے اشکال کو زائل کیا ہے' قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قریب ہونے کی اضافت کی گئی ہے اس سے زمان اور مکان اور جگہ کا قرب مراد نہیں ہے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مرتبہ اور آپ کے شرف والے درجہ کو ظاہر کرنا مراد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سے مانوس کرنا اور آپ کا اکرام کرنا مراد ہے' اور اس کی وہی تاویل کی جائے گی جو درج ذیل احادیث میں کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے یعنی اترتا ہے' جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اور فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے استغفار کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۸)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف المعروف بابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل بدعت نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نازل ہونا اور اترنا جسم ہونے کا تقاضا کرتا ہے سو اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات تو قرآن مجید میں بھی ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ (الفجر: ۲۲)

آپ کا رب خود آ جائے گا اور فرشتے صف بہ صف آ جائیں گے ۝

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ. (البقرہ: ۲۱۰)

وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ خود ابر کے سائبانوں میں آ جائے اور اس کے فرشتے آ جائیں۔

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ. (النحل: ۲۶)

پس اللہ ان عمارتوں کی بنیادوں پر آیا۔

Marfat.com

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی نسبت ہے اور آنے اور اترنے دونوں میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کہ آنا اور اترنا دونوں انتقال اور حرکت کا تقاضا کرتے ہیں جو جسم کے خواص میں سے ہے' پس ان آیات میں آنے کا وہ معنی کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور وہ ہے متوجہ ہونا' اس طرح جس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف اترنے کی نسبت ہے' اس کا معنی بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۱۳۹۔ ۱۳۷' ملخصاً' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں' اگر وہ میرا تنہائی میں ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا جماعت میں ذکر کرے تو میں جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جو میرے ایک بالشت قریب ہو تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے ایک ہاتھ قریب ہو تو میں اس کے چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۵ ص ۲۰۵۔ ۲۰۴۔ رقم الحدیث: ۹۳۵۱' طبع مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کہ ''ثم دنا'' سے مراد قرب معنوی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ اس کے نزدیک اپنے نبی علیہ السلام کا کتنا عظیم مرتبہ ہے اور ''تدلی'' کا معنی زیادہ قرب کو طلب کرنا ہے اور ''قاب قوسین'' کا معنی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لطیف محل عطا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وضاحت کرنا' آپ کی دعا کو قبول کرنا اور آپ کے درجہ کو بلند کرنا۔

(فتح الباری ج ۱۵ ص ۴۵۶' ملخصاً و موضحاً و مخرجاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جبار رب العزت کے قریب ہونے سے مراد قرب معنوی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ کا مرتبہ ہے اس کو ظاہر کرنا ہے' اور ''تدلی'' کا معنی ہے: زیادہ قرب کو طلب کرنا اور ''قاب قوسین'' سے مراد آپ کی دعاؤں کو قبول کرنا اور آپ کے درجہ کو بلند کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی نے بھی اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے اور الماوردی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ''ثم دنا'' کی تفسیر میں فرمایا کہ رب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا اور ''فتدلی'' کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی طرف اپنے احکام نازل کیے۔

(النکت والعیون للماوردی ج ۵ ص ۳۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (ارشاد الساری ج ۱۵ ص ۵۶۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ''صحیح بخاری'' میں یہ حدیث مروی ہے: الجبار رب العزت قریب ہوا' پس زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ آپ اللہ سے دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے پس دو کمانوں کی مقدار ہو گئے۔

جعفر بن محمد نے کہا کہ آپ کو آپ کے رب نے خود سے قریب کیا حتیٰ کہ آپ اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار قریب

Marfat.com

ہو گئے۔

اور جعفر بن محمد نے کہا: اللہ کے قرب کی کوئی حد نہیں ہے اور بندوں کا قرب محدود ہے۔ نیز انہوں نے کہا: کیا تم نے دیکھا کہ حضرت جبریل اللہ کے قرب سے کیسے حجاب میں تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے قریب ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دل میں معرفت اور ایمان کو رکھا گیا' پھر آپ سکون قلب سے وہاں تک قریب ہوئے جہاں تک اللہ نے آپ کو قریب کیا اور آپ کے دل سے ہر قسم کا شک اور تردد زائل ہو گیا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے یا آپ کو اپنی طرف قریب کرنے کا معنی اس طرح نہیں ہے جو جگہ اور مسافت کا قرب ہو بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے اللہ کے قرب کی کوئی حد (تعریف) نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے عظیم مرتبہ' بلند درجہ' آپ کی معرفت کے انوار اور اللہ تعالیٰ کے غیب اور اس کی قدرت کے اسرار کے مشاہدہ کو ظاہر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے آپ سے قریب ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کو مانوس کیا جائے اور آپ کا اکرام کیا جائے۔

اور آپ اللہ سے دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے زیادہ قریب ہوئے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتہائی قرب اور لطیف محل عطا کیا' آپ کو واضح معرفت عطا کی اور محبت سے آپ کی دعاؤں کو قبول کیا اور آپ کے مطالبہ کو پورا کیا۔ (الشفاء ج ۱ص ۱۵۹۔ ۱۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اپنے نزدیک بلند کیا اور ''تدلّی'' کا معنی یہ ہے کہ اس نے آپ کو بالکلیہ جانب قدس میں جذب کر لیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونا کہتے ہیں۔

ہم نے ''دنا'' کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ آپ کے قریب ہوا' اس کی دلیل ''صحیح بخاری'' کی وہ حدیث ہے کہ جبار رب العزت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ (روح المعانی جز ۲۷ص ۸۰ 'ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

معظم صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ جو آپ کے قریب ہوا یا آپ اس کے قریب ہوئے اس سے قرب کا وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور آپ کی شان کے لائق ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ص ۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

''فکان قاب قوسین'' کا معنی اور قریب ہونے والے کے مصداق میں مفسرین کا اختلاف اور قول مختار کا تعین

النجم: ۸ میں فرمایا: تو وہ (نبی' اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار (قریب) ہو گئے' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس آیت میں ہے: ''قاب قوسین'' ''قاب'' کا معنی ہے: مقدار اور ''قوسین'': ''قوس'' کا تثنیہ ہے' ''قوس'' کا معنی ہے: کمان اور اس میں تین مضاف محذوف ہیں اور اس کا معنی ہے: وہ دو کمانوں کی مقدار کی مسافت کی مثل قریب ہو گئے' یہ اس کا ظاہری معنی ہے اور اس سے مراد ہے: اللہ کا اپنے نبی کو انتہائی قرب عطا کرنا ہے اور اس سے قرب مسافت مراد نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ص ۸۴۔ ۸۳ 'ملخصاً')

اور اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ کون کس کے قریب ہوا؟ علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ

Marfat.com

میں تین اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت جبریل امین اللہ عزوجل کے قریب ہوئے۔

(۲) محمد بن کعب نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے۔

(۳) حضرت جبریل امین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ' قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ ھ کا مختار یہ ہے کہ حضرت جبریل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے (یعنی ان کا مختار تیسرا قول ہے)۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۹' تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۹ ص ۷۔۶' روح البیان ج ۹ ص ۲۵۷)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے یا حضرت جبریل امین کے قریب ہوئے (ان کا مختار دوسرا قول ہے)۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے بھی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ حسن بصری کی روایت ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۸۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ' علامہ عینی متوفی ۸۵۵ ھ' علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ اور قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ ھ کا بھی یہی مختار ہے' جیسا کہ ان کی تصریحات گزر چکی ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین اور محدثین کا مختار دوسرا قول ہے۔

''قاب قوسین'' سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہے

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے کیونکہ دو سردار جب ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو وہ اپنی دونوں کمانوں کو ملاتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کے ہتھیار ایک ہیں' اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو وہ دونوں اس کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اس آیت سے یہ واضح کر دیا گیا کہ اللہ اور رسول کا معاملہ واحد ہے' اللہ تعالیٰ کی رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے' رسول اللہ سے بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہے' رسول اللہ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے' رسول کا حکم اللہ کا حکم ہے' رسول اللہ کا منع کرنا اللہ کا منع کرنا ہے' رسول اللہ کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے' اور رسول اللہ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے' آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا ہے اور آپ کا فعل اللہ کا فعل ہے' قرآن مجید میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہونے پر قرآن مجید کی آیات

(۱) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

اس آیت میں یہ واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کر رہے تھے وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت میں یہ صاف بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اور آپ سے خریدنا' اللہ سے بیعت کرنا اور

Marfat.com

اللہ سے خریدنا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
(۳) یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۚ (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے' یعنی آپ کی قوت' عطا اور مدد اللہ تعالیٰ کی قوت' عطاء اور مدد ہے۔
(۴) وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۚ (الانفال:۱۷) آپ نے (حقیقۃً) کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے (ظاہراً) کنکریاں ماری تھیں' لیکن اللہ نے کنکریاں ماریں تھیں۔
اس آیت میں یہ واضح تصریح ہے کہ آپ کا فعل اللہ کا فعل ہے
ستر نقباء (انصار) نے مدینہ سے آ کر مکہ کی گھاٹی میں اپنی جانوں اور مالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جنت کے عوض فروخت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
(۵) اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ط (التوبہ:۱۱۱) بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا' اللہ سبحانہٗ' کا خریدنا ہے۔
منافقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ایمان ظاہر کر کے اپنے زعم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
(۶) یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ (البقرہ:۹) وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا تو غیر متصور ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ عالم الغیب ہے اور منافق بھی اللہ کو مانتے تھے' اس لیے اس کا معنی ہے: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں' پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ہے۔
(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (الاحزاب:۵۷) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا تو محال ہے' اس لیے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے' لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا اس آیت میں الگ سے صراحۃً ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز پہلے سے ضمناً سمجھ آ رہی تھی اس کو صراحۃً ذکر کر کے مؤکد کیا گیا ہے۔ اصطلاح میں اس کو ''تصریح بما علم ضمناً'' کہتے ہیں۔
بعض نو مسلم صحابہ نے جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرنے کا مشورہ' مال دنیا کی طمع میں دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو ان کی آخرت کے اعتبار سے قبول کیا تھا کہ ان میں سے بعض قیدی خود ایمان لے آئیں گے اور بعض کی اولاد اسلام قبول کر لے گی اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے' سو بعض نو مسلم صحابہ کی رائے مال دنیا کی طمع سے تھی اور آپ کا اس رائے کو قبول کرنا قیدیوں کی آخرت کی وجہ سے تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

(۸) تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ . تم فدیہ سے متاع دنیا کا ارادہ کر رہے تھے اور اللہ آخرت کا ارادہ فرما رہا تھا۔ (الانفال: ۶۷)

آخرت کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ آخرت کا ارادہ کر رہا تھا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہے۔

(۹) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ . اور اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم اس کو راضی کرو۔ (التوبہ: ۶۲)

اس آیت میں اللہ اور رسول دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور ''یرضوہ'' میں ضمیر واحد ذکر کی ہے اور اس سے اس پر متنبہ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا واحد ہے اور رسول کو راضی کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے۔

(۱۰) وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ . (التوبہ: ۷۴) ان منافقوں کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت میں بھی اللہ اور اس کے رسول دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور ''من فضلہ'' میں ضمیر واحد کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فضل واحد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل کرنا اللہ ہی کا فضل فرمانا ہے۔

(۱۱) لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ . (الحجرات: ۱) اللہ اور رسول پر سبقت نہ کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو۔

اللہ پر سبقت کرنا اور اس سے آگے بڑھنا محال ہے' اس کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور منع اس کام سے کیا جاتا ہے جس کا کرنا متصور ہو' اس لیے اللہ پر سبقت کرنے سے مراد ہے: اس کے رسول پر سبقت کرنا اور اس آیت میں یہ بتایا کہ رسول اللہ سے سبقت کرنا' اللہ تعالیٰ سے سبقت کرنا ہے' پھر تاکید کے لیے صراحۃً فرمایا کہ اس کے رسول سے سبقت نہ کرو۔

ہم نے یہ گیارہ آیات پیش کی ہیں جن سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ واحد ہے اور اسی چیز کو' قاب قوسین او ادنیٰ'' کی مثال سے واضح کیا ہے کہ دونوں کمانیں انتہائی قریب ہیں جس طرح دو قبیلوں کے سردار اپنی کمانوں کو ملا کر یہ بتاتے ہیں کہ ایک سے صلح دوسرے سے صلح ہے اور ایک سے جنگ دوسرے سے جنگ ہے اور ایک سے خیانت دوسرے سے خیانت ہے اور ایک سے معاہدہ دوسرے سے معاہدہ ہے اور ایک سے عہد شکنی دوسرے سے عہد شکنی ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ معاملہ واحد ہے' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح اللہ تعالیٰ سے صلح کرنا ہے اور آپ سے جنگ کرنا اللہ سے جنگ کرنا ہے' آپ سے خیانت کرنا اللہ سے خیانت کرنا ہے' آپ سے معاہدہ کرنا اللہ سے معاہدہ کرنا ہے اور آپ سے عہد شکنی کرنا اللہ سے عہد شکنی کرنا ہے۔

اور ''قاب قوسین'' سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اس قدر قریب ہو گئے کہ دونوں میں کوئی فاصلہ نہ رہا' کیونکہ اللہ اللہ ہے اور بندہ بندہ ہے اور آپ بے شمار کمالات کے باوجود اللہ کے عبد اور اس کے بندے ہیں' اس لیے ''قاب قوسین'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوس اور اللہ عزوجل کی قوس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول میں اس قدر قرب ہے کہ دونوں کے ساتھ معاملہ واحد ہے

''فکان قاب قوسین او ادنیٰ'' میں جو اللہ اور اس کے رسول کا انتہائی قرب بتایا ہے ہم نے اس کو درج ذیل مثال سے واضح کیا ہے۔

Marfat.com

''فکان قاب قوسین او ادنیٰ'' کی ایک تمثیل سے وضاحت

''قاب قوسین'' کی صورت:

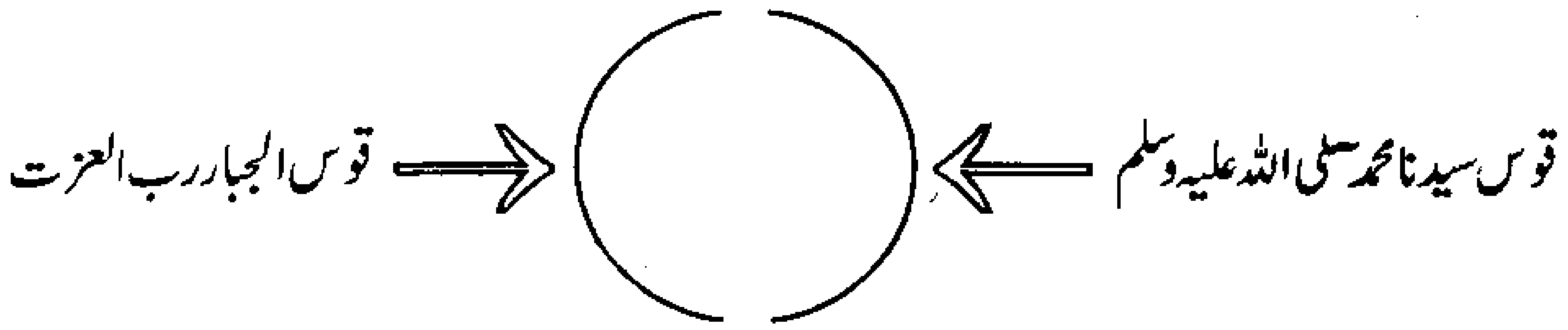

''او ادنیٰ'' کی صورت:

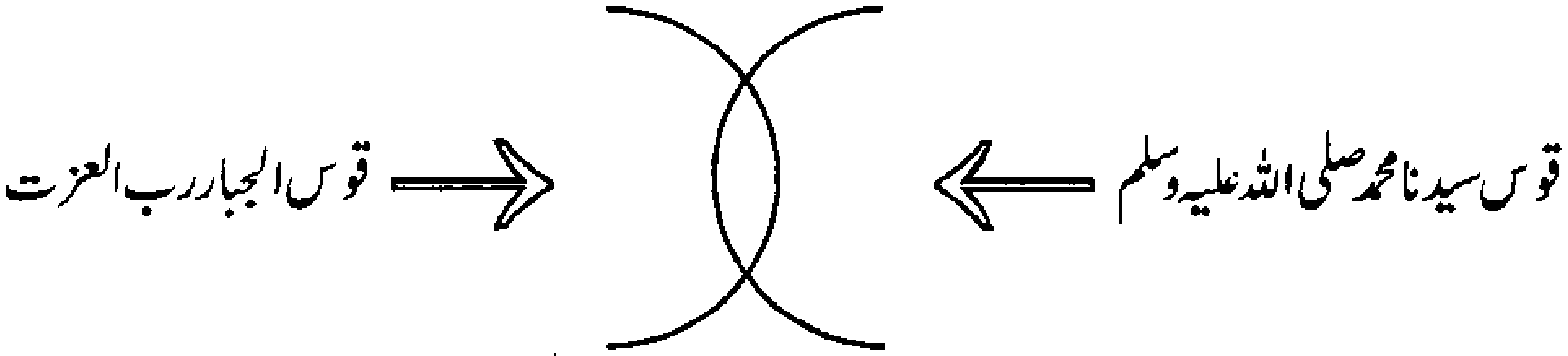

مفسرین اور محدثین نے اس آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہو گئے جیسے ایک کمان کے دو سرے ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں' بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اصل میں عبارت یہ ہے کہ ''کقابی قوس'' لیکن اس معنی میں کافی تکلف کا دخل ہے' ''قاب'' کا معنی کمان کا سرا بھی ہوتا ہے۔

اس آیت کا یہ محمل نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فاصلہ نہ رہا' یا اللہ اور رسول گڈ مڈ ہو گئے جیسا کہ ہم کئی بار بتا چکے ہیں' بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوس کی تجلیات رب العزت کی قوس کے جلوؤں میں گم ہو گئیں اور آپ فنا فی الذات کے مرتبہ سے واصل ہو گئے' جیسا کہ علامہ آلوسی نے بعض اللہ والوں سے نقل کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۸۰) یا اس کا محمل آپ کا اللہ سے انتہائی قرب اور آپ کے مرتبہ کی تکریم اور آپ کے درجہ کی تعظیم کو بیان کرنا ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۵۹) یا اس کا محمل یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ کے ساتھ اور آپ کے ساتھ معاملہ واحد ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

''فاوحٰی الی عبدہ ما اوحی'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

النجم: ۱۰ میں فرمایا: پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالمشافہ اور بلاواسطہ وحی کی۔

(۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ وحی کی جو ان کی طرف اللہ نے وحی کی تھی۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کی طرف وحی کی جو بھی وحی کی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۶۷' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے موخر الذکر دو قول بیان کیے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۳)

Marfat.com

امام رازی المتوفی ۶۰۶ ھ نے بھی مؤخر الذکر دو قول بیان کیے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۴۱)
قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ نے صرف دوسرا قول ذکر کیا ہے۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۹ ص ۷)
علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے تینوں قول ذکر کیے ہیں اور علامہ ابن جوزی کی طرح پہلے قول کو مقدم رکھا ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۵)
علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ ھ نے صرف دوسرا قول ذکر کیا ہے۔ (روح البیان ج ۹ ص ۲۵۷)
حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت جبریل نے آپ کی طرف وحی کی یا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے واسطے سے آپ کی طرف وحی کی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۴)
علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ نے پہلے دو قول ذکر کیے ہیں اور مقدم پہلے قول کو رکھا ہے۔ (البحر المحیط ج ۱۰ ص ۱۱)
علامہ الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ ھ نے بھی پہلے دو قول ذکر کیے ہیں اور مقدم پہلے قول کو رکھا ہے۔
(معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۰۳)
علامہ ابن جریر متوفی ۳۱۰ ھ نے بھی پہلے دو قول ذکر کیے ہیں اور مقدم پہلے قول کو رکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۶۳)
ان اقوال میں ہمارا مختار پہلا قول ہے اور علامہ آلوسی کا بھی یہی مختار ہے وہ لکھتے ہیں: علامہ طیبی نے کہا کہ اس آیت کو اس پر محمول کرنا کہ حضرت جبریل نے اللہ کے مقدس بندے پر وحی کی اس سے ذوقِ سلیم انکار کرتا ہے کیونکہ یہ وحی بالواسطہ ہے اور دوسری وحی بلاواسطہ ہے جو تعظیم اور تکریم کی جہت سے ہے اور اس وحی سے آپ کو ایک مقام سے ترقی حاصل ہوگی۔
امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب اللہ کے حبیب اللہ سے غایت قرب میں پہنچے تو آپ پر بہت زیادہ ہیبت طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لیے آپ پر انتہائی لطف و کرم فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:
فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝ (النجم: ۱۰) پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی ۝
گویا جو ہونا تھا وہ ہوا اور حبیب نے اپنے حبیب سے وہ کہا جو ایک حبیب دوسرے حبیب سے کہتا ہے اور آپ سے وہ راز کی باتیں کیں جو راز ایک حبیب اپنے حبیب سے کہتا ہے پس دونوں نے اس راز کو مخفی رکھا اور ان کے راز و نیاز پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۸۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

شبِ معراج آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا قلب سے؟ اس مسئلہ میں متعدد اقوال اور قولِ مختار

النجم: ۱۱ میں فرمایا: آپ کے قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا ۝
علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت میں "الفؤاد" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دل اور دل کی تفسیر میں دو قول ہیں:
(۱) دل سے مراد ہے: صاحبِ دل، دل والا اور جسم کو دل سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ دل جسم کا قطب ہے اور اسی پر مدارِ حیات ہے۔
(۲) اس سے مراد خود دل ہے (یعنی ذہن اور دماغ) کیونکہ وہی تمام افکار نظریات اور معتقدات کا محل ہے۔
اور قلب کی تکذیب نہ کرنے کی تفسیر میں دو قول ہیں:

Marfat.com

(۱) آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دماغ نے اس کے خلاف وہم پیدا نہیں کیا' جیسا کہ انسان دور سے ریگستان میں دوپہر کو چمکتی ہوئی ریت کو دیکھتا ہے تو دماغ میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ پانی ہے' حالانکہ وہ محض سراب ہے۔

(۲) آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دماغ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

اور آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس کی تفسیر میں پانچ قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو بیداری میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

(۲) سدی نے کہا: آپ نے خواب میں اپنے رب کو دیکھا جیسا کہ ''سنن ترمذی'' میں یہ حدیث ہے:

''انی نعست فاستثقلت نوما فرایت ربی فی احسن صورة. الحدیث'' مجھے نیند آئی' پھر گہری نیند آ گئی' پھر میں نے اپنے رب کو بہت حسین صورت میں دیکھا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۴۔ ۳۲۳۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸)

(۳) محمد بن کعب نے کہا: ہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا ہے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: '' مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ ''۔ (النجم: ۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

(جامع البیان جز ۲۷ ص ۶۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۴) حسن بصری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے جلال کو دیکھا اور ابو العالیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نے دریا کو دیکھا اور میں نے دریا کے پار حجاب کو دیکھا اور میں نے حجاب کے پار نور کو دیکھا' میں نے اس کے سوا نہیں دیکھا۔

(۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دوبارہ دیکھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبریل کو دیکھا' ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے پر سے جواہر' موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۵۱۳۴' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۷۴۸' الدر المنثور ج ۷ ص ۵۶۵)

علامہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے اس کی تفسیر میں صرف پہلا اور پانچواں قول نقل کیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۶۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو دیکھا اس کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) آپ نے اپنے رب کو دیکھا (۲) آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا (۳) آپ نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر کے آخر میں لکھتے ہیں:

پھر نصوص اس پر وارد ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے' پس آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی گئی تھی یا آپ نے اپنے رب کو اپنی بصر سے دیکھا اور آپ کا دل آپ کی بصر میں رکھ دیا گیا تھا اور یہ کیوں نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ بندہ کا دیکھنا اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے' بندہ کی قدرت سے نہیں ہوتا' پس جب اللہ تعالیٰ بصر کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم پیدا کرتا ہے تو اس کو رویت کہتے ہیں اور جب وہ کسی چیز کا علم دل کے ذریعہ سے پیدا کرتا ہے تو

Marfat.com

اس کو معرفت کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کسی چیز کے علم کے لیے بصر میں مدرک پیدا کر دے جیسے وہ اس پر قادر ہے کہ کسی چیز کے علم کے لیے وہ قلب میں مدرک پیدا کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے اور ان کا اختلاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۴۲۔۲۴۱ ملخصاً وموضحاً 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر کو آپ کے قلب میں رکھ دیا' حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھ لیا اور اس کو رؤیت قرار دیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رؤیت بصر سے حاصل ہوئی اور پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور ''صحیح مسلم'' میں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے قلب سے دیکھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵) اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے اور دوسرا قول حضرت انس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک اور جماعت کا ہے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل ہوں' حضرت موسیٰ کلیم ہوں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی رؤیت حاصل ہو؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ نور ہے میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا' وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸)

اور دوسری روایت میں ہے: میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۷۔۸۶ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس مسئلہ میں ہمارا مختار یہ ہے کہ آپ نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے دل نے آپ کی آنکھوں سے دیکھنے کی تکذیب نہیں کی بلکہ تصدیق کی۔ اس پر دلائل ہم ان شاء اللہ اس بحث کے آخر میں النجم: ۱۸ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم ان سے اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا O بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا O سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک O اس کے پاس جنت الماویٰ ہے O جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا O آپ کی نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی O بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا O (النجم: ۱۸۔۱۲)

النجم: ۱۲ کا معنی ہے: کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات میں جھگڑ رہے ہو کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا آپ کے اس قول میں شک کر رہے ہو؟

النجم: ۱۳ میں فرمایا: بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا O

شب معراج جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ رہے تھے تو آپ نے دوسری بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا' کیونکہ جب آپ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں تخفیف کرانے کے لیے بار بار اپنے رب کے پاس جا رہے تھے اور واپس آ رہے تھے۔

Marfat.com

سدرۃ المنتہیٰ کی تعریف‘ اس کے متعلق احادیث اور اس کی وجہ تسمیہ میں اقوال

النجم: ۱۴ میں فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک O

''سدرۃ'' بیری کا ایک درخت ہے اور اس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے اور سدرہ ساتویں آسمان اور اس سے اوپر والوں کے درمیان برزخ ہے‘ نیچے سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ سدرہ سے اوپر نہیں جا سکتیں‘ اوپر سے جو چیزیں نیچے اترتی ہیں وہ سدرہ سے نیچے نہیں جا سکتیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جاتے ہوئے سدرہ سے اوپر گئے اور واپسی میں سدرہ سے نیچے بھی آئے‘ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مخلوق کی ایک حد ہے اور تمام مخلوق میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں جن کی کوئی حد نہیں ہے‘ آپ جب نیچے سے اوپر گئے تو نیچے والوں کی حد توڑ دی اور جب اوپر سے نیچے آئے تو اوپر والوں کی حد توڑ دی۔ علامہ بوصیری نے کہا:

فان رسول اللہ لیس لہ حد — فیعرب عنہ ناطق بفم

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی — کوئی ایسی حد نہیں ہے جس کو کوئی بتانے والا اپنے منہ سے بتا سکے

(الزبدۃ العمدۃ ص ۵۹ ‘جمعیت علماء سکندریہ سندھ خیر پور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے اوپر کی طرف لے جایا گیا تو وہاں ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ تھی جس پر مقام ہجر کے مٹکوں کے برابر بیر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور اس کے تنے سے دو ظاہری دریا نکل رہے تھے اور دو باطنی‘ میں نے جبریل سے پوچھا: یہ کیسے دریا ہیں؟ انہوں نے کہا: دو باطنی دریا تو جنت میں ہیں اور دو ظاہری دریا فرات اور دجلہ ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴‘ سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۲۹)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سدرہ کی ایک شاخ کے سائے میں ایک سوار سو سال تک سفر کرتا رہے گا یا ایک سو سوار اس کے سائے میں ہوں گے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۱)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی نے کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ میں نو اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیچے کی تمام چیزوں کی انتہاء اس درخت پر ہوتی ہے اور اوپر کی تمام چیزوں کی انتہاء بھی اس درخت پر ہوتی ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمام نبیوں کے علوم کی انتہاء سدرہ پر ہو جاتی ہے اور اس کے پار کی چیزوں کا علم ان سے غائب ہے۔

(۳) ضحاک نے کہا کہ اعمال کے اوپر چڑھنے کی انتہاء سدرہ پر ہوتی ہے اور یہاں سے ان کو وصول کر لیا جاتا ہے۔

(۴) کعب نے کہا کہ ملائکہ اور عام انبیاء کی انتہاء سدرہ پر ہے۔

(۵) ربیع بن انس نے کہا کہ ارواح شہداء کی انتہاء سدرہ پر ہے (اس میں یہ اشکال ہے کہ شہداء کی روحیں جنت کی کیاریوں میں چرتی ہیں اور عرش کی قندیلوں میں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(۶) قتادہ نے کہا کہ ارواح مؤمنین کی انتہاء سدرہ پر ہے۔

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے منہاج کے موافق چلنے والے ہر شخص کی انتہاء سدرہ پر ہے۔

Marfat.com

(۸) کعب کا دوسرا قول ہے کہ اس درخت کی بلند شاخوں کی انتہاء حاملین عرش کے سروں کے اوپر ہے اور وہیں مخلوق کے علوم کی انتہاء ہوتی ہے' جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ اس درخت کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔

(۹) جو سدرہ تک پہنچ گیا وہ اپنے کمالات کی انتہاء تک پہنچ گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

''جنت الماویٰ'' کی تعریف میں متعدد اقوال

النجم: ۱۵ میں فرمایا: اس کے پاس جنت الماویٰ ہے O

الماویٰ کا معنی ہے: رجوع کرنے کی جگہ' پناہ حاصل کرنے کی جگہ' ٹھکانا۔

جنت الماویٰ کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا: یہ وہ جنت ہے جس میں متقین جائیں گے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ جنت ہے جس میں ارواحِ شہداء ٹھہرتی ہیں۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ جنت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام ٹھہرے تھے حتیٰ کہ آپ وہاں سے زمین پر آئے اور یہ جنت ساتویں آسمان میں ہے۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ جنت ہے جس میں تمام مؤمنین کی ارواح ٹھہرتی ہیں اور اس کو جنت الماویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ارواحِ مؤمنین کا مسکن ہے اور یہ عرش کے نیچے ہے' پس وہ روحیں جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں اور اس کی خوشبو سے شادکام ہوتی ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت حضرت جبریل اور میکائیل کا مسکن ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۹۰)

سدرہ کو ڈھانپنے والی چیزوں میں متعدد اقوال

النجم: ۱۶ میں فرمایا: جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا O

سدرہ کو کس چیز نے ڈھانپا؟ اس میں بھی حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم' ان کے اصحاب اور ضحاک نے کہا: وہ سونے سے بنے ہوئے پروانے ہیں' جیسا کہ ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرہ پر پہنچے تو اس کو سونے کے بنے ہوئے پروانوں نے ڈھانپ رکھا تھا' وہاں آپ کو تین چیزیں دی گئیں: آپ کو پانچ نمازیں دی گئیں' سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں اور آپ کی امت میں سے ہر اس شخص کو بخش دیا گیا جس نے شرک نہیں کیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳)

(۲) حسن بصری نے کہا: سدرہ کو رب العلمین کے نور نے ڈھانپا پس وہ روشن ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۷)

(۳) القشیری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے سدرہ کو ڈھانپ لیا؟ آپ نے فرمایا: سونے کے پروانوں نے' یعنی سونے کی دھات سے بنے ہوئے پروانوں نے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ سدرہ کو اللہ کے نور نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ اب کوئی اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۹۰)

(۴) ربیع بن انس نے کہا: سدرہ کو رب العلمین کے نور نے ڈھانپ لیا اور اس پر فرشتے ہیں جیسے پرندے درخت پر ہوتے

Marfat.com

ہیں اور ابن زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ سدرہ کو سونے سے بنے ہوئے پروانوں نے ڈھانپ رکھا ہے اور میں نے دیکھا کہ ہر پتے پر ایک فرشتہ کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی○''۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۸)

(۵) مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد سبز رنگ کا تخت ہے' ان سے دوسری روایت ہے کہ رفرف کو سبز پرندوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سدرہ کو اللہ تعالیٰ کے امر نے ڈھانپ رکھا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۲)

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم ہے گویا اللہ تعالیٰ کے ملکوت کے دلائل نے سدرہ کو ڈھانپ رکھا ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے امر کے لیے سدرہ کو کیوں خاص کیا گیا' کسی اور درخت کو کیوں نہیں اختیار کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سدرہ میں تین اوصاف ہیں: (۱) اس کا سایہ بہت لمبا ہے (۲) اس کا ذائقہ بہت لذیذ ہے (۳) اس کی خوشبو بہت نفیس ہے' پس یہ ایمان کے مشابہ ہے جو قول' عمل اور نیت کا جامع ہے' اس کا سایہ بہ منزلہ ایمان لانے کے بعد اعمالِ صالحہ ہیں' اس کا سایہ ایمان لانے کے بعد اعمالِ صالحہ کی نیت ہے اور اس کی خوشبو ایمان لانے کے بعد اس کا قول اور اظہار ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۶)

امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے بیری کے درخت کو کاٹ ڈالا' اللہ تعالیٰ اس کے سر کو جہنم میں نیچے کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۹)

امام ابوداؤد نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بیری کے اس درخت کو جنگل میں بے فائدہ اور ظلماً کاٹ دے گا جس کے سائے میں مسافر اور جانور بیٹھتے ہیں' اللہ تعالیٰ دوزخ میں اس کے سر کو نیچے کر دے گا (سوچیے! جب عام بیری کے درخت کی یہ عظمت ہے تو سدرۃ المنتہٰی کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ سعیدی غفرلہٗ)

شبِ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر ایک دلیل

النجم: ۱۷ میں فرمایا: آپ کی نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی○

''مازاغ البصر'' کا معنی ہے: آپ کی نظر منحرف نہیں ہوئی' ابن بحر نے کہا: آپ کی نظر کم نہیں ہوئی'' وما طغٰی'' کا معنی ہے: آپ کی نظر حق سے متجاوز نہیں ہوئی' آپ کی نظر حد سے بڑھی نہیں' یعنی آپ کی نظر ادراک کرنے سے عاجز نہیں ہوئی اور نہ اس نے تخیل سے واقع کے خلاف زیادہ وہم کیا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دائیں بائیں نہیں ہوئی اور نہ زیادہ ہوئی اور نہ متجاوز ہوئی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۷۱۔۷۰)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے فرمایا:

ظہورِ نور کے وقت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اِدھر اُدھر ہٹی' نہ نور سے متجاوز ہوئی' اس کے برخلاف جب کوئی شخص سورج کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر بے اختیار اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے اور آپ نے اتنے عظیم نور کو دیکھا اور آپ کی نظر اِدھر اُدھر نہیں ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۴۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قونوی حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۲۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

Marfat.com

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جنت اور اس کی زیب و زینت کی طرف مڑی اور نہ دوزخ اور اس کے ہولناک عذاب کی طرف گئی' بلکہ آپ صرف اللہ عزوجل کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہے۔

سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شب معراج اپنی ذات میں الوہیت کے دلائل کی طرف متوجہ ہوئی نہ اس رات کی عظیم نشانیوں کی طرف ملتفت ہوئی' بلکہ آپ صرف اپنے رب کی ذات کا مشاہدہ کرتے رہے اور اپنے رب کی صفات کا مطالعہ کرتے رہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ نے اپنے رب کو اپنے قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا:

ما زاغ قلب محمد و ما طغی. محمد کا قلب نہ بہکا نہ کج ہوا۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کی بصر نہ بہکی اور نہ کج ہوئی اور بصر سر کی آنکھ کو کہتے ہیں' اس سے واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں اپنے سر کی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا۔

البقلی رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دوبار دیکھا ہے اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ نے پہلی بار اپنے رب کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ '' مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ○ '' (النجم: ۱۷) آپ کی بصر ادھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی بلکہ اسی کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت' دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اسی کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔ (روح البیان ج ۹ ص ۲۶۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

جن نشانیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا

النجم: ۱۸ میں فرمایا: بے شک (اس نبی نے) اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا○

اپنے رب کی نشانیوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے دیکھا کہ سونے سے بنے ہوئے پروانوں نے سدرہ کو ڈھانپ لیا تھا۔

(۲) حضرت ابن مسعود کا دوسرا قول ہے کہ آپ نے حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے پروں سے افق کو گھیر لیا تھا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۹۷)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تیسرا قول ہے کہ آپ نے جنت کے رفرف (سبز رنگ کے تخت) کو دیکھا۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۷۱)

علامہ اسماعیل بن محمد حنفی قونوی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

آپ نے شب معراج ان علامات اور دلائل کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی دوسری بلند صفات پر دلالت کرتی ہیں اور جن کو دیکھ کر دیکھنے والا متعجب ہوتا ہے' یعنی عالم ملک اور شہادت اور عالم الغیب اور جبروت۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۲۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

Marfat.com

شبِ معراج کی نشانیاں دیکھنے سے امام رازی کا یہ استدلال کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت پر معراج کے قصہ کو ختم فرمایا اور اس قصہ کی ابتداء اس آیت سے کی تھی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ (بنی اسرائیل: ۱)

سبحان ہے وہ ذات جو اپنے مقدس بندے کو راتوں رات رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا ہوتا تو یہی سب سے بڑی نشانی ہوتی، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا یہ سب سے بڑی نشانی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں ہے: حضرت جبریل سے بھی بڑے فرشتے ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس رات آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا اور حضرت جبریل بھی ان بڑی نشانیوں میں داخل ہیں اگرچہ وہ سب سے بڑی نشانی نہیں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۴۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے استدلال پر علامہ اسماعیل حقی کا تبصرہ

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ فرماتے ہیں:

فقیر یہ کہتا ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر مشتمل ہے جیسا کہ شیخ کبیر رضی اللہ عنہ نے ''الفلوک'' میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا صرف اس وقت مشکل ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کے مظاہر اور اضافات سے صرفِ نظر کر کے دیکھا جائے لیکن مظاہر میں اور حجابات مراتب میں اس کو دیکھنا ممکن ہے، جیسے آفتاب کو بالمشافہ دیکھنا مشکل ہے لیکن اس کو رقیق بادل کی اوٹ سے دیکھنا ممکن اور آسان ہے (ان کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دکھانا، اللہ تعالیٰ کو دکھانے پر مشتمل ہے، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات ملکوتیہ آیات ملکیہ پر فائق ہیں (یعنی اس کی صفات فرشتوں سے بلند ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام مشاہد دکھائے تاکہ تمام مراتب اور مشاہد میں آپ کا مشاہدہ مکمل ہو جائے اور یہ محال ہے کہ ایک کریم دوسرے کریم کو دعوت دے اور ایک حبیب دوسرے حبیب کو اپنے محل میں بلائے اور خود اپنے حبیب سے چھپ جائے اور اس کو اپنا چہرہ نہ دکھائے۔

(روح البیان ج ۹ ص ۲۷۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۰ھ)

امام رازی کے استدلال پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ امام رازی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ آیت کا معنی ہے: نشانی اور دلیل، اور جس طرح ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلیل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات خود بھی اپنی ذات اور صفات پر دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں خود اللہ تعالیٰ کی ذات کے داخل ہونے سے کیا چیز مانع ہے؟ وہ خود اپنی ذات پر سب سے بڑی نشانی ہے اور سب سے قوی دلیل ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اپنی نبوت کو پیش کیا تو یہ سب بغیر کسی دلیل اور معجزے کے آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے کیونکہ آپ کی نبوت پر سب سے بڑی دلیل خود آپ کی ذاتِ مقدسہ اور ان کے درمیان مکہ میں گزاری ہوئی چالیس سالہ حیات تھی' قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کافروں سے' منکروں سے کہیے:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (یونس:۱۶)

آپ کہیے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر قرآن کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی خبر دیتا' بے شک میں تم میں اس (دعویٰ نبوت) سے پہلے عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں پس کیا تم عقل نہیں رکھتے (کہ میری گزاری ہوئی پاکیزہ زندگی میں میری نبوت پر استدلال کرسکو)○

سو جس طرح طلوعِ آفتاب وجودِ آفتاب پر دلیل ہے اور آپ کی ذات اور آپ کی زندگی آپ کی نبوت پر دلیل ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات خود اس کی ذات اور صفات پر دلیل ہیں' بلکہ سب سے قوی دلیل ہیں اور سب سے عظیم آیت ہیں' اور آپ کے رب کی آیتوں میں سب سے عظیم اور سب سے بڑی آیت خود اس کی ذات ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ (النجم:۱۸)

بے شک (اس نبی) نے اپنے رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا○

''الکبریٰ'' واحد مؤنث اسم تفضیل ہے' اور جس طرح ''اکبر'' کا معنی ہے: سب سے بڑا' اسی طرح ''کبریٰ'' کا معنی ہے: سب سے بڑی' یعنی سب سے بڑی آیت اور سب سے بڑی نشانی اور لاریب وہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی آیت ''کبریٰ'' یعنی سب سے بڑی نشانی کو دیکھا اور یہ معنی اس کو مستلزم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے رب کو دیکھا' اللہ امام رازی پر رحمتیں نازل فرمائے' نجانے ان ایسے نکتہ شناس اور ژرف بین پر یہ نکتہ کیسے مخفی رہا؟

اللہ تعالیٰ نے صراحةً فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ . (الفرقان:۴۵)

کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا۔

اور فرمایا: '' مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ '' (النجم:۱۷) یعنی اپنے رب کو دیکھتے وقت آپ کی نظر ادھر ادھر ہٹی' نہ اپنے رب کی رؤیت سے متجاوز ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ نور ہے میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۸)

دیدارِ الٰہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس قدر ثقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (الحشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کی دہشت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

تو آپ کے سینہ بے کینہ کی عظمت کا کیا کہنا جس پر قرآن کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں نازل ہوئیں اور اس کی صحت و سالمیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

Marfat.com

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰـكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ. (الاعراف:۱۴۳)

اور جب موسیٰ وقت مقرر پر ہمارے پاس آئے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف نظر کروں' (اللہ نے) فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے! لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی تجلی کو نہ پہاڑ سہار سکا' نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت کر سکے تو ان کی آنکھوں کی ہمت کا کیا کہنا جنہوں نے اس کے جلووں کو اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا: "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى" (النجم:۱۷)۔

موسیٰ زهوش رفت به یك جلوه صفات | تو عین ذات مے نگری و در تبسمی

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی | آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

ان کے قلب پر آفرین ہو کہ جس کلام کے نزول کو پہاڑ سہار نہیں سکتا وہ پورا قرآن آپ پر نازل ہوا اور آپ کی بصارت پر مرحبا ہو کہ جس کے جلووں کو' کوئی برداشت نہیں کر سکتا اس ذات کو آپ نے بے خوف و خطر دیکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى. (البقرہ:۲۶۰)

اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چار مردہ پرندے زندہ کر کے دکھا دیا' پھر کیا وجہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا اور کہا: "رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" (الاعراف:۱۴۳) اے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف نظر کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سوال کیوں پورا نہیں کیا اور انہیں اپنی ذات کیوں نہیں دکھائی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی صفت صدق کے مظہر ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت احیاء کو دیکھنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت احیاء (زندہ کرنے کی صفت) دکھا دی' اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے مظہر ہیں اگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو دیکھنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کو وہ صفت دکھا دیتا' لیکن انہوں نے صفت کا مظہر ہو کر ذات کو دیکھنے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات نہیں دکھائی اور فرمایا: تم ہماری ذات کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے' تم میں وہ حوصلہ اور وہ قوتِ برداشت نہیں ہے کہ ہماری ذات کے جلووں کو سہار سکو' ہماری ذات کو تو صرف وہی دیکھ سکتا ہے جو ہماری ذات کا مظہر ہو اور ہماری ذات کا مظہر تو اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی ہے اور وہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں تھی اور یہ حوصلہ نہیں تھا اور وہ اس کی ذات کے مظہر نہیں تھے' لیکن اللہ تعالیٰ ان میں یہ قوت پیدا تو کر سکتا تھا اور ان کو اپنی ذات کا مظہر بنا تو سکتا تھا' اس کا

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ یہ چیز اس کی قدرت میں تو تھی لیکن اس کی حکمت میں نہیں تھی کیونکہ اس کی صفات تو بہت ہیں اس لیے اس کی صفات کے مظہر تو بہت ہو سکتے ہیں' ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس کی صفات کے مظہر ہو سکتے ہیں لیکن اس کی ذات واحد ہے اس لیے اس کی ذات کا مظہر بھی واحد ہوگا۔

مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ دنیا میں یہ آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جنت میں مسلمان اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے' کیونکہ جنت میں مسلمانوں کے لیے خلود' دوام اور بقاء ہوگی' اب مسلمان بھی باقی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بھی باقی ہے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جاسکتا ہے' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دنیا میں سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو جاگتے میں دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ساری کائنات کی آنکھیں فنا کے لیے ہیں اور سرکار کی آنکھیں بقاء کے لیے ہیں۔

جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے' میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

(الانعام: ۱۰۳)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے (یعنی غیر متناہی نور)' آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے (ایک بار رب کے پاس جاتے ہوئے اور ایک بار آتے ہوئے)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۶۱۹)

طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ اس وقت ہوگا جب وہ اس کیفیت کے ساتھ تجلی فرمائے گا جس کے سامنے کوئی بصر قائم نہیں رہ سکتی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۶۱۹)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف نظر سے دیکھا۔ عکرمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نظر سے دیکھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ خاص کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر سے دیکھنے کے ساتھ خاص کیا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۹۴' مکتبۃ المعارف ریاض' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۳۹۶' دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی سند میں حفص بن عمر میمون ضعیف راوی ہے' لیکن فضائل اور مناقب میں ضعیف الاسانید روایات معتبر ہوتی ہیں خصوصاً اس صورت میں کہ اس حدیث کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور ''صحیح مسلم'' اور ''سنن ترمذی'' کی احادیث ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ نور ہے جس نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸' الرقم المسلسل: ۴۹۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۲)

عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

زیارت کی ہوتی تو میں آپ سے ضرور سوال کرتا' حضرت ابوذر نے کہا: تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۸' الرقم المسلسل: ۲۹۲)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے ایک مرتبہ آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل سے۔

(الدر المنثور ج ۷ ص ۵۶۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کرام کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ آیا شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگتے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے موافقین صحابہ کا یہ مؤقف ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابن مسعود اور ان کے موافقین کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا' البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ان سب کے نزدیک جائز ہے اور معتزلہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطلقاً انکار کرتے ہیں۔ ہم پہلے معتزلہ کے دلائل ذکر کر کے ان کا رد کریں گے' پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے' وہ نہایت باریک بین اور بہت باخبر ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

رؤیت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

تقریباً ہر دور کے علماء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت (اس کا دکھائی دینا) دنیا اور آخرت میں ممکن ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے اس کا انکار کیا اور جمہور علماء اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے اور دنیا میں یہ رؤیت صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معراج کی شب واقع ہوئی اور آخرت میں تمام انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین کے لیے یہ رؤیت واقع ہوگی' میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی۔

منکرین رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات

معتزلہ اور دیگر منکرین رؤیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ جو چیز دکھائی دے وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے تو اس کے لیے ایک جانب اور جہت کا ہونا لازم آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا بھی انکار کر دو' کیونکہ دیکھنے والا بھی دکھائی دینے والی چیز کی جانب مخالف میں ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دیکھنے اور دکھائی دینے کا یہ قاعدہ ممکنات اور مخلوقات کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لیے جانب اور مقابلہ کی شرط ہے' نہ دکھائی دینے کے لیے۔

منکرین رؤیت کی دوسری دلیل یہ آیت ہے جس کا معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سلب عموم اور نفی شمول ہے عموم السلب اور شمول النفی نہیں ہے۔ یعنی ہر ہر آنکھ کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے' نہ ہر ہر زمانہ میں دیکھنے کی نفی ہے' نہ ہر ہر مواقع پر دیکھنے کی نفی ہے' بلکہ بعض زمانہ میں بعض مواقع پر بعض لوگوں کے دیکھنے کی نفی ہے' سو دنیا میں دیکھنے کی نفی ہے اور آخرت کے

Marfat.com

بعض مواقع میں جب اللہ تعالیٰ غضب اور جلال میں ہوگا' اس وقت اس کو دیکھنے کی نفی ہے اور کفار اور منافقین کے دیکھنے کی نفی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جو اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور محشر میں اور جنت میں دیگر انبیاء علیہم السلام اور جملہ مؤمنین کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔

منکرین رؤیت کی تیسری دلیل یہ ہے کہ جن بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کو بہ طور مذمت نقل کیا ہے اور اس مطالبہ پر عذاب نازل کیا:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ○ (البقرہ:۵۵)

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں تو تم کو (بجلی کی) کڑک نے پکڑ لیا اور تم (اس منظر کو) دیکھ رہے تھے○

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی باتوں پر یقین کرنے کو ازراہِ عناد اور سرکشی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر معلق کر دیا تھا' اس وجہ سے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے۔

منکرین رؤیت کی چوتھی دلیل یہ حدیث ہے: امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! جس شخص نے تین باتوں میں سے ایک بات بھی کہی' اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جس شخص نے یہ زعم کیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے اللہ پر بہت جھوٹ باندھا۔ مسروق نے کہا: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا' میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے ام المؤمنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں' کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ○ (التکویر:۲۳) — اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا○

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى○ (النجم:۱۳) — اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا○

حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس امت میں وہ سب سے پہلی خاتون ہوں جس نے ان آیتوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا: اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس صورت پر پیدا کیا گیا' میں نے اس صورت پر ان کو صرف دو بار دیکھا ہے۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا' ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے زمین تک کی جگہ کو بھر لیا تھا۔ حضرت عائشہ نے (مسروق سے) فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیتیں نہیں سنیں:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (الانعام:۱۰۳) — آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۗ (الشوریٰ:۵۱) — اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے' مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے جو کچھ اللہ چاہے' پہنچا دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۵۵۔ ۴۶۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۲' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۶۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۰۹۹'

Marfat.com

السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۴۷)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں اختلاف تھا' جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کی قائل نہیں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے' لیکن وہ آخرت میں رویت باری کا انکار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل تھے اور جمہور علماء اسلام ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ الانعام کی جس زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں' نہ یہ کہ آنکھیں اس کا مطلقاً ادراک نہیں کرسکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (القیامہ: ۲۳۔۲۲) کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے ○

اس آیت میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی تصریح ہے:

كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ○ (المطففین: ۱۵) بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے ○

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ چیز ان کے لیے اسی وقت باعثِ حرمان و یاس ہوگی جب مسلمان اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں' کیونکہ اگر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل نہ ہو اور نہ کافروں کو' تو پھر یہ چیز ان کے لیے باعثِ افسوس نہیں ہوگی۔

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ۡ (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں اسی وقت ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن ہو' کیونکہ اسی چیز کی نفی وجہ کمال ہوتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو' مثلاً ہوا' خوشبو اور آواز کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان کی مدح اور تعریف میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہوا' خوشبو اور آواز کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں' تو اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں' یہ اللہ تعالیٰ کی مدح اور تعریف اسی وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہو۔ سو یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے:

قَالَ رَبِّ اَرِنِىۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ ؕ (الاعراف: ۱۴۳) موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں۔

اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہ کرتے۔

وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ؕ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۱) اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو گے ○

نیک اور صاف دل لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ان کی ہر خواہش پوری فرمائے گا' سو یہ آیت جنت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے۔

Marfat.com

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو اس طرح کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' ۷۴۳۶ تا ۷۴۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۶۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۲۱۱ طبع جدید' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۸ طبع قدیم)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس: ۲۶) جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اچھی جزاء ہے اور اس سے بھی زیادہ۔

آپ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ کے پاس تمہارا ایک وعدہ ہے' وہ کہیں گے: کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر حجاب کھول دیا جائے گا' آپ نے فرمایا: جنتیوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲-۳۳۳ طبع قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں' اپنی بیویوں اور اپنی نعمتوں اور اپنے خادموں اور اپنی باندیوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہوگا جو صبح اور شام اس کے چہرے کی زیارت کرے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے O (القیامہ: ۲۲-۲۳)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۳)

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں' ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے' سونے کا ہے اور ان لوگوں اور ان کے رب کے دیدار میں صرف اللہ کی کبریائی کی چادر ہے جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۶' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۸۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۸۴۷ طبع جدید' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶-۴۱۱ طبع قدیم' المستدرک ج ۱ ص ۸۰)

Marfat.com

شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ ''صحیح مسلم'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین اور متاخرین کا اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں اختلاف رہا ہے۔ اکثر مبتدعین دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور اہل السنہ اور اہل السلف دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے جواز اور وقوع کے قائل ہیں۔ پھر اس میں بھی متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ابوہریرہ' مشہور روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود' سلف صالحین اور متکلمین اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور سلف صالحین کی ایک عظیم جماعت نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ کلام کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابراہیم خلت کے ساتھ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رؤیت کے ساتھ خاص کیے گئے' حضرت ابوذر' کعب' حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے' مشائخ کی ایک جماعت نے توقف کا قول کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کی نفی اور اثبات پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے' لیکن یہ عقلاً جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً اور نقلاً جائز ہے' عقلی دلائل علم کلام میں ہیں اور نقلی دلائل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رؤیت کا سوال کرنا ہے' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے۔ نیز احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ (المفہم ج ۱ ص ۴۰۲-۴۰۱' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن الحارث نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ پھر حضرت ابن عباس نے کہا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو؟ پھر حضرت ابی بن کعب نے بہت بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر! حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ پھر حضرت ابن عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے رؤیت اور کلام کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابوعمر الطلمنکی نے اس قول کو عکرمہ سے روایت کیا ہے اور بعض متکلمین نے اس قول کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور نقاش نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

وہ بار بار کہتے رہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس منقطع ہو گیا۔ شیخ ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت انس' حضرت ابن عباس' عکرمہ' ربیع اور حسن بصری کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوالعالیہ' قرظی اور ربیع بن انس کا یہ قول ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔ علامہ ابن عبد

Marfat.com

البر نے امام احمد سے بھی اس قول کی حکایت کی ہے۔ امام مالک بن انس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں نہیں دکھائی دیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جب مسلمان آخرت میں پہنچیں گے تو ان کو باقی رہنے والی آنکھیں دی جائیں گی تو پھر باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھ لیں گے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ عمدہ کلام ہے۔ اس دلیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی اس دنیا میں قدرت ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے' اتنی قدرت عطا فرما دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بوجھ اٹھا سکے تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممتنع نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۵۲۔۵۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رؤیت کے جوابات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ''صحیح مسلم'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحبِ تحریر کا مختار یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا: اس مسئلہ میں بہت دلائل ہیں' لیکن ہمارا استدلال اس قوی حدیث سے ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رؤیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو؟ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! ایک معتمد سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں دلیل حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ صحابہ کرام مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا ہے اور ان سے یہ سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! دیکھا ہے' اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑے گا' کیونکہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا' بلکہ انہوں نے خود قرآن مجید کی دو آیتوں سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے اور جب صحابی کا قول کسی دوسرے صحابی کے قول کے خلاف ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ رؤیت ثابت ہے تو اس روایت کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ یہ مسئلہ محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا اور اس میں ظنی دلائل کافی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے ظن اور اجتہاد سے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور معمر بن راشد نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زائد نہیں ہیں اور حضرت ابن عباس نے ایک چیز کو ثابت کیا ہے جس کی دوسروں نے نفی کی ہے اور مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے (صاحبِ تحریر کا کلام ختم ہوا)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے' کیونکہ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور یہ انہوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کا استدلال صرف آیتوں سے ہے' پس سورۃ الانعام کی آیت: ۱۰۳ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ادراک بہ طور احاطہ کی نفی ہے اور سورۂ شوریٰ کی آیت: ۵۱ سے جو انہوں نے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بلا حجاب رؤیت کی نفی نہیں ہے' بلکہ بلا حجاب کلام کی نفی ہے اور رؤیت کلام کو مستلزم نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو اور دیدار کے وقت کلام نہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام

Marfat.com

قاعدہ بیان کیا ہے اور عام مخصوص البعض ہے اور دوسرے دلائل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عام قاعدہ سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔ (صحیح مسلم مع شرح النووی ج ا ص ۹۸۳۔۹۷۶ 'مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ 'ریاض' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم نے لات اور عزیٰ کو بہ غور دیکھاO اور اس تیسری ایک اور دیوی منات کوO کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیںO پھر تو یہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہےO یہ صرف وہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی' یہ مشرکین صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں' اور اپنی نفسانی خواہشوں کی' اور بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ضرور ہدایت آ چکی ہےO کیا انسان کے لیے وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہےO پس اللہ ہی دنیا اور آخرت کا مالک ہےO (النجم: ۲۵۔۱۹)

بتوں کی پرستش کا ابطال اور توحید کا استحقاق

النجم کے آغاز سے لے کر النجم: ۱۸ تک اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رفعت بیان کی اور شب معراج جو آپ پر اپنا خصوصی انعام اور اکرام فرمایا اور آپ کو اپنے قرب خاص سے نوازا اور اپنا دیدار عطا کیا' اس کا تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس کے بعد ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام دے کر بھیجا تھا اس پیغام کا ذکر فرمایا اور وہ پیغام ہے شرک کا ابطال اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا احقاق' مشرکین مکہ لات' عزیٰ اور منات نام کی دیویوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے' اللہ تعالیٰ ان کے بطلان کو ظاہر فرماتا ہے کہ ان کو دیکھو تو سہی کیا یہی اس کائنات کو پیدا کرنے' پالنے اور رزق دینے میں اللہ سبحانہٗ کی شریک ہیں؟ ان دیویوں کو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے پھر یہ تمہاری اور ساری کائنات کی خالق اور رازق کیسے ہو گئیں۔

لات' منات اور عزیٰ مؤنث کے صیغے ہیں اور لات میں ''تاء'' کو گول بنا کر ''لاۃ'' کی شکل میں نہیں لکھا گیا' بلکہ ''تا'' کو مبسوط بنا کر ''لات'' کی شکل میں لکھا گیا تا کہ لکھنے میں اس کی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

لات' عزیٰ اور منات کی تحقیق

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی ۵۳۸ھ ان اسماء کی لفظی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لات' عزیٰ اور منات ان کے بتوں کے نام ہیں اور یہ مؤنثات ہیں' پس لات قبیلہ ثقیف کی دیوی کا بت ہے' اس کی طائف میں پرستش کی جاتی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی نخلہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں پرستش کی جاتی تھی اور لات کا لفظ ''لوی'' سے بنا ہے' لات کا لفظ اصل میں ''لَوَیَۃٌ'' تھا' واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس کو الف سے بدل دیا اور یا خلاف قیاس گر گئی تو یہ لات ہو گیا۔ ''لوی'' کا معنی ہے: کسی کی پرستش کرنا اور اس پر آسن جما کر بیٹھنا' یا کسی چیز کے گرد طواف کرنا' وہ اس دیوی کے بت کی پرستش کرتے تھے' اس کے پاس دھرنا مار کر بیٹھتے تھے' اس لفظ کو لام کی تشدید کے ساتھ ''اللاّت'' بھی پڑھا گیا ہے اور ان کا زعم یہ تھا کہ ''اللاّت'' ایک شخص کا نام تھا جو ستو میں گھی ملا کر حجاج کو پلاتا تھا (مگر از روئے قرآن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ لات کسی مرد کا نام نہیں' دیوی کا نام ہے۔) جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کی قبر کی پرستش کرنی شروع کر دی' پھر اس کا بت بنا لیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔

اور عزیٰ اعز کی تانیث ہے' یہ ببول کا درخت تھا' مقام نخلہ میں قبیلہ غطفان کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ طائف کے درمیان مقام نخلہ میں ببول کے تین درخت تھے ان پر گنبد بنا ہوا تھا' اور چادریں چڑھی ہوئی تھیں' ان میں ایک جنیہ ظاہر ہوئی تھی۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو اسے مسمار کرنے کے لیے بھیجا' حضرت خالد نے یہ درخت کاٹ ڈالے اور گنبد مسمار کر دیا اور واپس آ کر آپ کو اس کی اطلاع دی' آپ نے فرمایا: تم نے کچھ نہیں کیا' دوبارہ جاؤ' حضرت خالد جب دوبارہ گئے تو وہاں کے محافظوں اور خادموں نے بہت شور و غل کیا اور ''یا عزیٰ یا عزیٰ'' کہہ کر اس کے نام کی دہائی دی' حضرت خالد نے دیکھا وہاں ایک برہنہ عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے' آپ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا' آپ نے فرمایا: یہی عزیٰ تھی' اب اس کی کبھی پرستش نہیں ہوگی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۴۷' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۹۰۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۷۷)

اور منات ایک بت تھا' یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسمار کرنے کے لیے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا' قبیلہ ہذیل اور خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے' اس کو منات اس لیے کہتے ہیں کہ منی کے معنی قربانی کرنا ہے اور مشرکین اس کے استھان پر اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور اس سے بارش طلب کرتے تھے اور لات کو مسمار کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

(الکشاف ملخصاً و موضحاً و مخرجاً' ج ۴ ص ۴۲۴' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۰۔ ۲۷۸' ملخصاً)

بت پرستوں کی ظالمانہ تقسیم

النجم: ۲۲۔ ۲۱ میں فرمایا: کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں O پھر تو یہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہے O

اللہ تعالیٰ نے لات' العزیٰ اور منات کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ وہ چیزیں ہیں جن کو تم نے دیکھ لیا ہے اور پہچان لیا ہے' تم ان کو اللہ سبحانہٗ کا شریک کہتے ہو' حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کے متعلق سن لیا ہے اور جان لیا ہے کہ فرشتے اس قدر بلند مخلوق ہونے کے باوجود سدرہ تک آ کر رک جاتے ہیں اور اس سے آگے ان کی رسائی نہیں ہے' پھر گویا کہ فرشتوں نے یہ کہا کہ بے شک کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مماثل یا اس کے قریب نہیں ہے' لیکن ہم نے ان چیزوں کو فرشتوں کی صورت پر بنایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اس لیے ہم نے ان کے بت عورتوں کی صورت پر بنائے ہیں اور عورتوں کے ناموں کی طرح ان کے نام رکھے ہیں یعنی لات' منات اور عزیٰ' تب اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اللہ سبحانہٗ کے لیے بیٹیاں قرار دی ہیں' حالانکہ تم خود بھی جانتے ہو کہ بیٹیاں ناقص ہوتی ہیں اور بیٹے کامل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کامل عظمت والا ہے تو تم نے اس کی طرف ناقص کو کیسے منسوب کیا اور تم انتہائی حقیر اور ذلیل ہو کیونکہ تم پتھروں اور درختوں کی پرستش کرتے ہو جو کہ بجائے خود حقیر اور ذلیل ہیں' اس کے باوجود تم نے اپنے لیے بیٹے مانے' پس انتہائی کامل کی طرف ناقص کو منسوب کرنا اور انتہائی ناقص کی طرف کامل کو منسوب کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

مشرکین کے ظن کا باطل ہونا اور مجتہدین کے ظن کا صحیح ہونا

النجم: ۲۳ میں فرمایا: یہ صرف وہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی' یہ مشرکین صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کی اور بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ضرور ہدایت آ چکی ہے O

یعنی بتوں کا نام تم نے لات اور منات رکھا ہے اور جن ببول کے درختوں کا نام تم نے عزیٰ رکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی پرستش کرنے پر کوئی دلیل نازل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیج کر یہ واضح کر دیا ہے کہ ان کی پرستش کرنا باطل ہے' تم

Marfat.com

اپنے ان معبودوں کو مؤنث کہتے ہو حالانکہ یہ صرف عورتوں والے نام ہیں' حقیقت میں یہ مؤنث نہیں ہیں اور تم ان کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہو' حالانکہ یہ واقع میں عبادت کے مستحق نہیں ہیں' یہ صرف تمہارا ظن اور گمان ہے' اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوا کہ ظن اور گمان کی پیروی کرنا مشرکین کا طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظن کی مذمت کی ہے' حالانکہ حدیثِ متواتر کے علاوہ تمام احادیث ظنی ہیں اور فقہاء مجتہدین کے اجتہاد کردہ مسائل بھی ظنی ہوتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین اس ظن کی اتباع کرتے تھے جس پر کوئی دلیل نہیں تھی اور ان کا ظن واقع کے خلاف ہوتا تھا' اس کے برخلاف احادیث اور مجتہدین کے قیاس کے ظنی ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ نہیں ہیں کہ ان کا انکار کفر ہو لیکن احادیث اور قیاس کے حجت ہونے پر قطعی دلائل ہوتے ہیں اور مشرکین کے ظن پر کوئی دلیل نہیں ہوتی اور ان کا ظن واقع کے خلاف اور باطل ہوتا ہے۔

مشرکین کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وضاحت

اور فرمایا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں' اللہ کے نبی اور رسول جو اللہ کا دین اور اس کی طرف سے احکامِ شرعیہ لاتے' مشرکوں کے نفسوں پر ان احکام کا بجالانا مشکل اور دشوار تھا اور جن بُرے کاموں مثلاً زنا' چوری' قتل اور خیانت وغیرہ سے رسول منع کرتے تھے ان سے رکنا بھی ان پر دشوار تھا' اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی چیز کو اپنا خدا اور معبود قرار دے لیں جو انہیں کسی چیز کا حکم دے سکے اور نہ کسی بُرے کام سے منع کر سکے' پھر انہوں نے اپنی طرف سے اس کی عبادت کے طریقے فرض کر لیے کہ اس کے آگے سر جھکائیں' چڑھاوے چڑھائیں' جانوروں کی بھینٹ دیں اور مصائب میں اس کو پکاریں اور اپنی طرف سے عقیدہ گھڑ لیا کہ اگر بالفرض آخرت میں ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور عذاب پر پیش کیا گیا تو ان کے یہ باطل معبود ان کو اللہ کے پاس سفارش کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب ان کی نفسانی خواہشیں ہیں اور من گھڑت باتیں ہیں' ان کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے۔

کفار کی تمناؤں کا پورا نہ ہونا اور دنیا اور آخرت میں ان کا خائب و خاسر ہونا

النجم: ۲۴ میں فرمایا: کیا انسان کے لیے وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے O

مشرکین یہ تمنا رکھتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو' آخرت میں ان کی شفاعت کی جائے اور دنیا میں وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب اور آفات نازل ہوں اور دین اسلام مٹ جائے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی' اسلام کا بول بالا ہوا اور ان کا منہ کالا ہوا۔

النجم: ۲۵ میں فرمایا: پس اللہ ہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے O

یعنی کفار اپنی خواہش سے اپنا معبود منتخب کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں اپنی بڑائی چاہتے ہیں لیکن دنیا اور آخرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ دنیا میں ان کو ناکام اور نامراد کرتا ہے اور آخرت میں ان کو عذاب دے کر رسوا کرے گا' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ کی اور اسلام کی اشاعت کی تو مشرکین نے آپ کے مشن میں روڑے اٹکائے اور آپ کو دھمکیاں دیں اور کہا کہ اگر آخرت برپا ہوئی تو اس میں بھی ہم ہی سرخرو ہوں گے' پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور فرمایا: دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے وہ آپ کو دنیا اور آخرت میں کامیاب اور سرفراز کرے گا اور مشرکین کو دنیا اور آخرت میں خائب و خاسر کرے گا۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جن کی شفاعت کسی کو بالکل فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوا اس صورت کے کہ

Marfat.com

اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ جس کے لیے چاہے (شفاعت کی) اجازت دے اور اس (کی شفاعت) سے راضی ہو O بے شک جو لوگ آخرت پر

بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ط

ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے نام سے رکھتے ہیں O انہیں اس کا بالکل علم نہیں ہے

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ج وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ ج

وہ صرف ظن (گمان) کی پیروی کرتے ہیں، اور بے شک ظن یقین سے مستغنی نہیں کرتا O

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۵ لا عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ط

جو ہمارے ذکر سے پیٹھ پھیرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے آپ اس سے اعراض کریں O

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ لا

یہی ان کے علم کی انتہاء ہے، بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لا

اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے O اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنہوں نے بُرے کام کیے اور ان لوگوں کو اجر دے جنہوں نے

بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ ج اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ط

نیک کام کیے O جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں،

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

ماسوا چھوٹے گناہوں کے، بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے، (اور) وہ تمہیں خوب جاننے والا ہے جب اس نے تم کو

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ج فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط هُوَ اَعْلَمُ

مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں، پیٹ کے بچے تھے، سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو، اللہ

Marfat.com

ع۲/۷

بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

متقین کو خوب جانتا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جن کی شفاعت کسی کو بالکل فائدہ نہیں پہنچا سکتی‘ سوا اس صورت کے کہ اللہ جس کے لیے چاہے شفاعت کی اجازت دے اور اس (کی شفاعت) سے راضی ہوO بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھتے ہیںO انہیں اس کا بالکل علم نہیں ہے وہ صرف ظن (گمان) کی پیروی کرتے ہیں‘ اور بے شک ظن یقین سے مستغنی نہیں کرتاO سو جو ہمارے ذکر سے پیٹھ پھیرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے‘ آپ اس سے اعراض کریںO یہی ان کے علم کی انتہاء ہے‘ بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہےO (النجم:۳۰۔۲۶)

کفار کے لیے فرشتوں کی شفاعت نہ کرنے کی توجیہ

النجم:۲۶ میں اللہ سبحانہٗ نے ان کافروں اور مشرکوں کی مذمت کی ہے جو فرشتوں اور کافروں کی عبادت کرتے تھے اور اپنے زعم فاسد کے موافق یہ کہتے تھے کہ ان کی عبادت کرنے سے ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا‘ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (الزمر:۳)
ہم ان کی صرف اسی لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس قدر عبادت کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بہت معظم اور مکرم مخلوق ہیں‘ اس کے باوجود از خود اللہ تعالیٰ کے پاس کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے ہیں‘ ہاں! جس کی شفاعت کی اللہ تعالیٰ اجازت دے اور جس کی شفاعت کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ اس کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور ان ہی کی شفاعت کرنے سے راضی ہوگا اور کفار کی شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور نہ ان کی شفاعت کرنے سے راضی ہوگا۔

فرشتوں اور بتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل

النجم:۲۷ میں فرمایا: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھتے ہیںO

اس سے مراد وہ کفار ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اور لات‘ عزیٰ اور منات اللہ کی بیٹیاں ہیں‘ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ مؤنث ہیں‘ حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم نہیں ہے‘ کیونکہ وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود نہ تھے اور نہ ان کو کسی رسول نے یہ بتایا کہ فرشتے مؤنث ہیں اور نہ انہوں نے کسی آسمانی کتاب میں یہ پڑھا ہے کہ فرشتے مؤنث ہیں تو پھر علم کا وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے ان کو یہ معلوم ہوا کہ فرشتے مؤنث ہیں اور اللہ سبحانہٗ کی بیٹیاں ہیں؟ اور رہے لات‘ منات اور عزیٰ تو لات‘ منات پتھر سے بنائی ہوئی دیوی کسی عورت کی مورت اور مجسمہ ہے اور عزیٰ ببول کا درخت ہے اور پتھر کا مجسمہ یا درخت مرد یا عورت نہیں ہوتے‘ مؤنث وہ ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں نر جاندار ہو۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کفار آخرت پر ایمان نہیں لاتے‘ حالانکہ اگر ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ یہ کیوں کہتے کہ بت آخرت میں ہماری شفاعت کریں گے اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے؟ اس کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر بالفرض قیامت آئی اور حشر برپا ہوا تو یہ بت ہماری شفاعت کر دیں گے' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ (حم السجدۃ: ۵۰)

اور اگر ہم اس کو مصیبت پہنچنے کے بعد راحت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ ضرور کہے گا کہ اس رحمت کا میں مستحق تھا' اور میرے گمان میں قیامت قائم نہیں ہوگی اور اگر میں بالفرض اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تب بھی اس کے پاس میرے لیے انعام اور اکرام ہوگا۔

تصدیق کی اقسام اور کفار کے باطل عقائد پر ظن کے اطلاق کی توجیہ

النجم: ۲۸ میں فرمایا: وہ صرف ظن (گمان) کی پیروی کرتے ہیں' اور بے شک ظن یقین سے مستغنی نہیں کرتا○

یعنی مشرکین جو کہتے ہیں کہ فرشتے مؤنث ہیں یہ صرف ان کا ظن ہے اور بے شک ظن (حق) یقین سے مستغنی نہیں کرتا۔

اگر انسان کے ادراک میں مثلاً ثبوت کی جانب راجح اور غالب ہو لیکن عقل نفی کی جانب کو بھی مرجوحاً اور مغلوباً جائز قرار دے تو اس کو ظن کہتے ہیں اور اگر نفی کی مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے تو اس کو جزم کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ دس معتبر آدمی یہ کہیں کہ ابھی ابھی ٹی۔وی پر خبر آئی ہے کہ اپوزیشن پارٹی کے لیڈر مولانا فضل الرحمان ہارٹ اٹیک سے فوت ہو گئے اور ایک آدمی یہ کہے کہ میں نے بھی ابھی خبریں سنی ہیں' اس میں ایسی کوئی خبر نہیں تھی تو ہمارا ظن غالب یہ ہوگا کہ مولانا فضل الرحمان فوت ہو گئے' لیکن ایک مرجوح اور مغلوب سا احتمال ہوگا کہ شاید اس آدمی کی خبر صحیح ہو اور ٹی۔وی پر یہ خبر نہ آئی ہو' سو یہ ظن ہے' پھر تھوڑی دیر بعد ہم اگلے بلیٹن میں خود ٹی۔وی پر یہ خبر سن لیں کہ مولانا فضل الرحمان فوت ہو گئے تو وہ مرجوح جانب بھی زائل ہو جائے گی اور ہمیں مولانا فضل الرحمان کے فوت ہونے پر جزم ہو جائے گا اور یہ تصدیق کی پہلی قسم ہے' پھر اگر یہ جزم واقع کے مطابق نہ ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اس کو تقلید مخطی کہتے ہیں' جیسے امام شافعی کے مقلد کو جزم ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن جب اس کے خلاف احادیث پیش کی جائیں کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا جزم زائل ہو جائے گا اور اگر جزم واقع کے مطابق نہ ہو اور تشکیک مشکک سے بھی زائل نہ ہو تو اس کو جہل مرکب کہتے ہیں' جیسے ابوجہل کو یہ جزم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی نہیں ہیں اور اس کا یہ جزم دلائل اور معجزات سے بھی زائل نہیں ہوا' اور اگر جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اس کو تقلید مصیب کہتے ہیں' جیسے امام ابوحنیفہ کے مقلد کو یہ جزم ہے کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر کوئی شافعی اس کے خلاف بہ کثرت احادیث پیش کر دے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اس کا جزم زائل ہو جائے گا اور اگر جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو اس کو یقین کہتے ہیں اور پھر اس کی تین قسمیں ہیں: اگر خبر صادق سے جزم حاصل ہوا ہو تو اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور اگر دیکھ کر مشاہدہ سے جزم حاصل ہوا تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں اور اگر تجربہ سے جزم حاصل ہوا ہو تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں' ہم کو جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جزم ہے' یہ علم الیقین ہے اور صحابہ کو جو آپ کی نبوت پر جزم تھا یہ عین الیقین تھا اور خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت پر جو جزم تھا وہ حق الیقین تھا' ہم نے جو تصدیق کی تعریفات بیان کی ہیں' اس کے اعتبار سے تصدیق کی حسب ذیل سات اقسام ہیں:

(۱) ظن (۲) تقلید مخطی (۳) جہل مرکب (۴) تقلید مصیب (۵) علم الیقین (۶) عین الیقین (۷) حق الیقین

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے جو ظن کی تعریف کی ہے اس کے اعتبار سے اس میں جانب ثبوت پر بہ کثرت راجح دلائل ہیں اور کفار کو جو ظن تھا کہ فرشتے مؤنث ہیں اس ظن پر ایک بھی دلیل قائم نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں' تو یہ ظن

Marfat.com

کیسے ہوا؟اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو جو اس بات کی تصدیق تھی کہ فرشتے مؤنث ہیں یہ دراصل جہل مرکب تھا کیونکہ ان کا ادراک جازم واقع کے خلاف تھا اور دلائل سے زائل نہیں ہوا اور اس پر ظن کا اطلاق مجازاً فرمایا ہے' اسی طرح قرآن مجید میں جہاں بھی کفار کے عقائد اور ان کی تصدیقات پر ظن کا اطلاق کیا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے اور اس سے مراد جہل مرکب ہے۔

النجم: ۲۹ میں فرمایا: سو جو ہمارے ذکر سے پیٹھ پھیرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے آپ اس سے اعراض کریں O

جو لوگ کسی بھی طریقہ سے اصلاح کو قبول نہ کریں ان کا آخری حل ان کے خلاف جہاد ہے

یعنی جو شخص ایمان لانے سے انکار کرے اور قرآن مجید کی دعوت کو مسترد کر دے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے' آپ بھی اس سے اعراض کریں اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں' علامہ قرطبی نے کہا: اب اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور ایسے لوگوں کے خلاف اب جہاد کرنا واجب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے طبیب ہیں اور آپ ترتیب اطباء کے موافق دلوں کا علاج کرتے ہیں اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے غذا اور پرہیز سے علاج کرتے ہیں' مثلاً کسی شخص کو شوگر کا مرض ہو جائے تو اگر اس کی شوگر معمولی ہے تو وہ غذا اور پرہیز سے اس کا علاج کرتے ہیں' وہ اس کو میٹھی اور نشاستہ دار چیزوں سے پرہیز کراتے ہیں' وہ اسے کہتے ہیں کہ وہ چینی اور اس کی مصنوعات نہ کھائے' چاول اور سوجی نہ کھائے' زمین کے نیچے پیدا ہونے والی سبزیوں کو نہ کھائے' گھی اور مکھن وغیرہ نہ کھائے' اَن چھنے آٹے کی روٹی کھائے جس میں بھوسی کا عنصر زیادہ ہو' پھلوں میں صرف جامن کھائے اور میٹھے مشروبات نہ پئے اور تیز تیز چل کر صبح اور شام لمبی سیر کرے اگر اسی سے اس کی شوگر کنٹرول ہو جائے تو فبہا وہ اس کو دوا نہیں دیتے اور اگر اس کی شوگر زیادہ ہو اور صرف غذا میں ردوبدل سے اس کی شوگر کنٹرول نہ ہو اور ناشتہ سے پہلے 120mg اور کھانے کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد 210mg سے زیادہ ہو تو پھر اس کو منہ سے کھانے والی دوائیں استعمال کراتے ہیں اور اگر اس طریقہ سے بھی اس کی شوگر کنٹرول نہ ہو تو پھر اس کو انسولین کے انجکشن لگانے کی ہدایت کرتے ہیں اور اگر بدپرہیزی کی بناء پر اس کے مثلاً پیر میں زخم ہو جائے اور کسی طرح ٹھیک نہ ہو اور اس زخم کا زہر باقی ٹانگ میں سرایت کرنے لگے تو پھر اس کا آخری حل سرجری ہے اور اس کی باقی ٹانگ کو بچانے کے لیے ڈاکٹر اس کا پیر کاٹ دیتے ہیں۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم معاشرہ کے روحانی بیماروں کا علاج کرتے ہیں' پہلے آپ اسے بُرے کاموں اور فسق و فجور کو ترک کرنے اور فرائض و واجبات پابندی سے ادا کرنے کی ہدایت دیتے ہیں' پھر اس کو نفلی عبادات اور اوراد و وظائف پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور اگر اس سے اس کی اصلاح نہ ہو اور وہ قابل تعزیر جرائم کا ارتکاب کرے تو اس کو تنہائی میں توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اگر وہ بار بار جرائم کا ارتکاب کرے اور اللہ کی حدود کو توڑے تو پھر اس کے اوپر حد جاری کرتے ہیں' شراب پینے اور پاک دامن مسلمان عورت کو تہمت لگانے پر اسّی (۸۰) کوڑے مارتے ہیں اور زنا کے ارتکاب پر سو کوڑے مارنے کا حکم دیتے ہیں' پہلی بار چوری کرنے پر اس کا دایاں ہاتھ پہنچے سے کاٹ دیتے ہیں اور دوسری بار چوری کرنے پر اس کا بایاں پیر بھی کاٹنے کا حکم دیتے ہیں اور اگر وہ حد سے بڑھ جائے اور ڈاکے ڈالے اور معاشرہ کے دیگر افراد کے لیے خطرہ بن جائے یا مرتد ہو جائے تو پھر آخری حل یہ ہے کہ آپ اس کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی طرح اس آیت میں بتایا ہے کہ جو شخص ایمان لانے سے انکار کر دے اور قرآن مجید کی دعوت کو مسترد کر دے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے اور قیامت' آخرت' حشر و نشر' حساب و کتاب اور جزاء اور سزا کا مذاق اڑائے اور کسی بھی

Marfat.com

طریقہ سے اصلاح اور نصیحت کو قبول نہ کرے اور اس کو اس کے حال پر برقرار رکھنے سے معاشرہ کے دیگر افراد کے بگڑنے کا خطرہ ہو یا اس سے دینی ضرر کا خطرہ ہو تو پھر اس کا آخری حل یہ ہے کہ آپ اس کے خلاف جہاد کریں اور آپ اس کو اور ایسے دیگر افراد کو قتل کر دیں۔

النجم: ۳۰ میں فرمایا: یہی ان کے علم کی انتہاء ہے' بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے O

کفار کی بدعقیدگی کو ان کا مبلغ علم قرار دینے کی توجیہ

یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ان کا مبلغ علم اسی دنیا کے متعلق ہے' یہ لوگ صرف دنیاوی چیزوں کی طرف دیکھتے ہیں اور دین کے احکام سے یکسر غافل ہیں' ان کا مقصد حیات صرف اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پوری کرنے سے متعلق ہے' خواہ یہ مقاصد جائز طریقے سے پورے ہوں یا ناجائز طریقے سے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر زندگی صرف یہی کچھ ہو تو پھر ان میں اور جانوروں میں کیا فرق ہے؟ ان کی عقلوں کی پستی اور ان کے علم کی انتہاء یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا فرشتوں کو اور بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا یہ ان کے علم کی انتہاء ہے' اسی کو ان کے علم کی انتہاء طنزاً فرمایا ہے اور درحقیقت یہ ان کا جہل مرکب ہے' یعنی ایسا ادراک جو جازم ہے اور کسی طریقہ سے زائل نہیں ہوتا اور واقع کے مطابق نہیں ہے' جہل مرکب کی دوسری تعریف یہ ہے:

ہر آنکس کہ نداند وبداند کے بداند در جہل مرکب ابد الاباد بماند

''ہر وہ شخص جو کسی چیز کو جانتا نہ ہو اور سمجھتا یہ ہو کہ وہ اس کو جانتا ہے وہ ہمیشہ جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے'' کیونکہ اس کی دو جہالتیں ہیں' ایک تو وہ اس چیز سے جاہل ہے' دوسرے اپنی جہالت سے جاہل ہے۔

مشرکین اس چیز سے جاہل تھے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا محال ہے اور اپنی اس جہالت سے بھی جاہل تھے اور کہتے تھے کہ فرشتے اور لات اور منات اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اپنی اس جہالت میں اس قدر غالی اور راسخ تھے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل سننے کے لیے تیار نہ تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جہل کو جو علم فرمایا ہے وہ طنزاً فرمایا ہے یا اس اعتبار سے کہ ان کا علم یہ کچھ ہے جو حقیقت میں جہل مرکب ہے۔

اور یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کو اس کی گمراہی پر جمے رہنے اور ڈٹے رہنے کی سزا دے گا' نیز فرمایا: اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اس کو ہدایت پر برقرار رہنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی جزاء دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنہوں نے بُرے کام کیے اور ان لوگوں کو اجر دے جنہوں نے نیک کام کیے O جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں' ماسوا چھوٹے گناہوں کے' بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے' اور وہ تمہیں خوب جاننے والا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں' پیٹ کے بچے تھے' سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو' اللہ متقین کو خوب جانتا ہے O (النجم: ۳۲۔۳۰)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور تمام معلومات کو محیط ہونے کا ذکر فرمایا تھا کہ اس کو تمام گم راہ

Marfat.com

لوگوں کا علم ہے اور تمام نیکوکاروں کا بھی علم ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے شمول کا ذکر فرمایا ہے وہ تمام بُرے کام کرنے والوں کو سزا دینے پر قادر ہے اور تمام نیک کام کرنے والوں کو اجر و ثواب دینے پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور کوئی چیز اس کی ملکیت سے باہر نہیں ہے۔

''اللّمم'' کا معنی

النجم: ۳۲ میں فرمایا: جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں' ماسوا چھوٹے گناہوں کے' بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ الآیۃ

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: تاکہ اللہ ان لوگوں کو اجر دے جنہوں نے نیک کام کیے' اور اس آیت میں ان نیک کام کرنے والوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور سب سے بڑی بے حیائی زنا ہے۔ اس کے بعد اس آیت میں ''لمم'' کا ذکر ہے' اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

''لمم'' کا معنی ہے: معصیت کے قریب جانا اور اس کو گناہ صغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے'' الـمـام'' کا معنی ہے: کسی چیز کے پاس آنا' اس کے قریب جانا اور کسی چیز کی قلت کو بھی ''المام'' کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۸۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ محمد بن ابی بکر رازی حنفی متوفی ۶۶۰ ھ لکھتے ہیں:

''لمّ اللـه شعثه'' کا معنی ہے: اللہ نے اس کے منتشر اور پراگندہ امور کی اصلاح کر دی اور ان کو مجتمع کر دیا۔ سو اس کا معنی جمع کرنا اور اصلاح کرنا ہے۔ ''المام'' کا معنی ہے: کسی کے پاس جانا' ''ملمٌّ'' اس لڑکے کو کہتے ہیں جو بلوغت کے قریب ہو' حدیث میں ہے:

''وان مما ینبت الربیع یقتل او یلم'' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۵) موسم بہار میں ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو ہلاک کر دیتی ہے یا ہلاکت کے قریب کر دیتی ہے۔ اور ''لـمـم'' صغیرہ گناہوں کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ''الـمـام'' کا معنی ہے: معصیت کے قریب جانا اور معصیت کا ارتکاب نہ کرنا۔ اخفش نے کہا: گناہوں کے قرب کو ''لـمـم'' کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا: ''الا اللمم'' کا معنی ہے: مگر وہ جو گناہ صغیرہ کے متقارب ہو۔ (مختار الصحاح ص ۳۵۱۔۳۵۰' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

''اللّمم'' کے متعلق احادیث

ہم نے جو ''لمم'' کے معنی بیان کیے ہیں' ان کے اعتبار سے ''لمم'' گناہ صغیرہ ہے' نیز اس آیت میں ''الفواحش'' کا لفظ ہے' یہ ''فاحشة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: بے حیائی کے کام' اور قرآن مجید میں زنا کو فاحشہ فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ اور زنا کے قریب نہ جاؤ' بے شک وہ بے حیائی کا کام اور بُرا راستہ ہے ○ (بنی اسرائیل: ۳۲)

لہٰذا زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس سے کم درجہ کے یا اس کے قریب کے کام گناہ صغیرہ ہیں' اور اس کی تائید ان احادیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں مدینہ کے آخری حصہ میں ایک عورت کے ساتھ بغل گیر ہوا اور میں نے زنا کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ باقی سب کچھ کیا اور اب میں یہاں حاضر ہوں' آپ میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں' حضرت عمر نے فرمایا: اللہ سبحانہٗ نے تمہارے جرم

Marfat.com

پر پردہ رکھا تھا' کاش! تم بھی اپنے جرم پر پردہ رکھتے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا' پس وہ چلا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے گئے اور اس شخص کو بلایا' پھر اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود: ۱۱۴) دن کی دو طرفوں میں (فجر اور عصر میں) نماز پڑھئے' اور رات کے قریب (مغرب اور عشاء میں) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: کیا یہ (صغائر کی نیکیوں سے مغفرت) خاص اس شخص کے واسطے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم سب کے واسطے ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۷۔۵۲۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۶۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۶۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۹۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۵)

حضرت ابن مسعود' حضرت ابوسعید الخدری' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم اور مسروق نے کہا کہ زنا سے کم گناہ مثلاً اجنبی عورت کو بوسہ دینا' چھیڑ چھاڑ کرنا' اس کو دیکھنا اور اس سے بغل گیر ہونا ''لمم'' اور گناہ صغیرہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ ''لمم'' کے مشابہ اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے زنا کا حصہ اس کے اوپر لکھ دیا ہے' جس کو وہ لامحالہ پائے گا' پس آنکھوں کا زنا اجنبی عورت کو دیکھنا ہے اور زبان کا زنا اس کے متعلق بات کرنا ہے اور نفس (زنا کی) تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۱۲۔۶۲۴۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۵۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷)

''صحیح مسلم'' کی روایت میں یہ اضافہ ہے: کانوں کا زنا' زنا کی بات سننا ہے' ہاتھوں کا زنا اجنبی عورت کو پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا اس طرف جانا ہے۔ ''صحیح مسلم'' رقم الحدیث: ۲۶۵۷ اور حاکم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ہونٹوں کا زنا اجنبی عورت کو بوسہ دینا اور آنکھوں کا زنا اجنبی عورت کو تلاش کرنا ہے۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مسلمان فرض نماز کا وقت پائے' پھر اس کا اچھی طرح وضو کرے اور اس نماز کو ظاہری آداب اور خشوع کے ساتھ پڑھے تو وہ نماز اس نماز سے پہلے کیے ہوئے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ اس نے کبیرہ گناہ نہ کیا ہو اور یہ مغفرت ہر زمانہ میں ہوتی رہے گی۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کی نماز ان کے درمیان میں ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ! اگر تم میں سے کسی ایک شخص کا گھر دریا کے پاس ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو تم کیا کہتے ہو کہ اس کے جسم پر کوئی میل رہے گا؟ مسلمانوں نے کہا: اس کے جسم پر کوئی میل نہیں رہے گا' آپ نے فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے' اللہ سبحانہٗ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۶۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۶۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۶۱)

Marfat.com

’’اللمم‘‘ کی تعریف میں صحابہ اور تابعین کے اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ’’الا اللمم‘‘ کا معنی یہ ہے کہ بندہ کوئی گناہ کرے پھر اس کو دوبارہ نہ کرے۔

زہری نے کہا کہ ’’لمم‘‘ کا معنی یہ ہے کہ وہ زنا کرے‘ پھر توبہ کرے پھر دوبارہ نہ کرے یا چوری کرے یا شراب پئے پھر توبہ کرے پھر دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۶۔۱۳۵)

اور جب یہ (نیکوکار) بے حیائی کا کام کر گزریں‘ یا کوئی اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر لیں‘ تو وہ فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے اور جان بوجھ کر دوبارہ اس گناہ کو نہ کریں○ تو ان کی جزاء ان کے رب کی طرف سے معافی ہے‘ اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں‘ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے○

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ’’اللمم‘‘ شرک کے ماسوا گناہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ’’اللمم‘‘ وہ گناہ ہے جس پر دنیا میں حد نہیں ہے اور نہ اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہے‘ یہ گناہ پانچ نمازوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ ابن زید‘ عکرمہ‘ ضحاک اور قتادہ کا قول ہے۔

کلبی نے کہا: ’’اللمم‘‘ کی دو قسمیں ہیں‘ ایک قسم ہر وہ گناہ ہے جس کی حد کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس پر آخرت میں عذاب کا ذکر ہے اور دوسری قسم وہ گناہ کبیرہ ہے جس کا انسان بار بار ارتکاب کرتا ہے اور اس پر توبہ کرتا رہتا ہے۔

نفطویہ نے کہا: ’’اللمم‘‘ وہ گناہ ہے جس کا ارتکاب کرنا انسان کی عادت نہ ہو۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا: ’’اللمم‘‘ وہ گناہ ہے جس کو انسان وقتاً فوقتاً کرے۔

سعید بن مسیب نے کہا: ’’اللمم‘‘ وہ گناہ ہے جس کا دل میں خیال آئے‘ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ دل میں آنے والے خیال کا کسی امت سے مواخذہ نہیں ہوا‘ ہاں! اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ ’’اللمم‘‘ وہ گناہ ہے جس کو انسان کرنا چاہے لیکن اس کا عزم مصمم نہ کرے یا عزم مصمم کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے تو پھر اس کی توجیہ ہو سکتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۰۰۔۹۸‘ دار الفکر بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفات اور اس سلسلہ میں احادیث

امام فخر الدین محمد بن رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ’’اللمم‘‘ کی تعریف میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) وہ گناہ جس کو انسان قصداً نہ کرے اور نہ اس کو مؤکد کرے اور نہ اس کا عزم کرے۔

(۲) وہ جس کو کرنے کے بعد انسان فوراً نادم ہو۔

(۳) گناہ صغیرہ‘ وہ گناہ جو کسی بے حیائی کے کام پر مشتمل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۶۹‘ دار احیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے گناہ کبیرہ کی حسب ذیل تعریفات کی ہیں:

(۱) گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے صراحۃً عذاب کی وعید سنائی ہو۔

(۲) کبیرہ وہ گناہ ہے جس کو حلال جان کر کرنا کفر ہے۔

Marfat.com

(۳) اصل یہ ہے کہ ہر معصیت کبیرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت ہیں اور منعم کی مخالفت بہت بڑی بُرائی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خطا اور نسیان کو معاف کر دیا ہے کیونکہ وہ ترک تعظیم پر دلالت نہیں کرتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بندوں میں بہت ہوتی ہیں جیسے ایک آدھ بار جھوٹ بولنا یا ایک دو مرتبہ غیبت کرنا یا ایک دو بار اجنبی عورت کو دیکھنا اسی طرح وہ بُرے کام جن کے بُرے ہونے میں شبہ ہے اور ہر زمانے میں ان سے اجتناب کرنے والے بہت کم ہیں اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ موسیقی سننا فسق ہے اور اگر شہر والے عادۃً موسیقی نہ سنیں تو یہ فسق نہیں ہے سو اگر اربابِ عقول اس کو ترکِ تعظیم نہ قرار دیں تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے اسی طرح اوقات کے مختلف ہونے سے بھی احکام مختلف ہو جاتے ہیں جیسے نماز کے وقت کھیلنا کبیرہ ہے اور دوسرے وقت کھیلنا کبیرہ نہیں ہے اسی طرح اشخاص کے مختلف ہونے سے بھی احکام مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً متقی عالم جب کسی اجنبی عورت کا پیچھا کرے گا یا بہت زیادہ کھیل میں مشغول ہوگا تو یہ کبیرہ ہے۔ اور جب دلال یا باندیاں فروخت کرنے والا یا فارغ شخص ایسا کرے گا تو وہ کبیرہ نہیں ہے اس بناء پر ہر گناہ کبیرہ ہے مگر جس گناہ کے متعلق مکلف کو یہ علم یا ظن ہو کہ وہ اللہ کے فضل سے اس گناہ سے نکل جائے گا یا اللہ اس کو معاف فرما دے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

ایک تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔ گناہ کبیرہ کے متعلق حسبِ ذیل احادیث ہیں:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ چیزیں حرام کر دی ہیں (۱) ماؤں کی نافرمانی کرنا (۲) حق چیز سے منع کرنا اور ناحق چیز کو طلب کرنا (۳) بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور یہ چیزیں مکروہ قرار دی ہیں: فضول بحث کرنا بہ کثرت سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۵ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۰۵ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا (۲) کسی کو ناحق قتل کرنا (۳) ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا کبیرہ نہ بتاؤں؟ آپ نے فرمایا: جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۷۷ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۲۰۷)

الکہف: ۴۹ "تبیان القرآن" ج ۷ ص ۱۲۵-۱۲۱ میں ہم نے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی زیادہ تحقیق کی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

یعنی جو اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے اور بعض اوقات وہ اپنے فضل محض سے بغیر توبہ کے بھی گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

نیز فرمایا: اور وہ تمہیں خوب جاننے والا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ الآیۃ

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی توجیہ

امام ابو عبد اللہ ترمذی نے کہا: جب زمین سے مٹی نکالی گئی تو ہم سب کو اس مٹی سے پیدا کیا گیا پھر اس مٹی کو ہمارے آباء کی پشتوں میں رکھ دیا گیا بعض مٹی سفید اور روشن تھی اور بعض کوئلہ کی طرح سیاہ تھی سو ہم کو ان ہی رنگوں پر پیدا کیا گیا۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات تمام اولین اور آخرین میرے حجرے کے

Marfat.com

سامنے پیش کیے گئے' کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! گزری ہوئی مخلوق بھی! فرمایا: ہاں! مجھ پر حضرت آدم اور ان کے ماسوا سب پیش کیے گئے' مسلمانوں نے پوچھا: اور وہ بھی جو اپنے آباء کی پشتوں میں اور اپنی ماؤں کے ارحام میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ مٹی میں متمثل کر کے پیش کیے گئے اور میں نے ان سب کو اس طرح پہچان لیا جس طرح حضرت آدم نے تمام اسماء کو پہچان لیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۰۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں' پیٹ کے بچے تھے۔ الایۃ

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے متعلق احادیث

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم کو بلاواسطہ مٹی سے پیدا کیا ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو فرشتہ رحم پر مقرر کیا گیا ہے' وہ نطفہ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر یہ کہتا ہے: اے رب! اس کی تخلیق کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی؟ اگر اللہ فرمائے کہ اس کی تخلیق کی جائے گی تو پھر کہتا ہے: اے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کا نشان کیسا ہے؟ اور اس کی موت کب ہوگی؟ اللہ فرماتا ہے: تم لوحِ محفوظ میں دیکھو۔ وہ لوحِ محفوظ میں دیکھتا ہے تو اس میں اس کا رزق' اس کا نشان' اس کی موت اور اس کا عمل لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جس جگہ اس کو دفن کیا جائے گا' وہ وہاں سے مٹی لیتا ہے اور اس کو اس کے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۵) — ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے ۝

(الجامع لاحکام القرآن جز ۶ ص ۳۰۰' مطبوعہ بیروت)

امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے عطاء خراسانی سے روایت کیا ہے کہ جس جگہ انسان کو دفن کیا جائے گا' وہاں کی مٹی کو فرشتہ نطفہ پر چھڑکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے: ''منها خلقناكم''۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۰۲' مطبوعہ ایران)

حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ علی متقی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ خطیب کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جب وہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی میں دفن کیے جائیں گے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۶۷۳)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہر انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ احادیث کے علاوہ اس مؤقف پر عقل سے بھی استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں خون سے بنتی ہیں اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا گوشت اور زمینی پیداوار (سبزیوں اور پھلوں) پر مشتمل ہوتی ہے اور حیوان کا گوشت بھی زمینی پیداوار سے بنتا ہے تو مآل زمینی پیداوار ہے اور زمینی پیداوار مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ سو خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے' پھر اس طریقہ سے مٹی سے نطفہ بنتا ہے اور نطفہ سے متعدد اعضاء بنتے ہیں جو رنگ روپ اور صورت شکل میں مختلف ہوتے ہیں' مثلاً

Marfat.com

قلب ٗ دماغ ٗ پھیپھڑے ٗ جگر اور دیگر بڑی بڑی ہڈیاں ٗ باریک شریانیں اور پٹھے وغیرہ اور ایک مادہ یعنی مٹی سے مختلف صورت وشکل اور مختلف طبائع اور حقائق کے اعضاء پیدا کرنا اور ایک مٹی سے دنیا کے متعدد اور مختلف رنگ ونسل کے انسان پیدا کرنا ٗ صرف اسی کی تخلیق سے عمل میں آ سکتا ہے جو حکیم اور مدبّر اور قادر اور قیوم ہو۔ پھر ان مختلف انسانوں کی پیدائش ہزار ہا سال سے ایک ہی نظم اور ایک ہی طرز پر ہو رہی ہے اور انسان کی تخلیق کے اس سلسلہ کا نظم واحد پر ہونا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور وہ اللہ الواحد القہار ہے۔

خودستائی کی ممانعت

اس کے بعد فرمایا: سوتم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو ٗ اللہ متقین کو خوب جانتا ہے۔ (النجم: ۳۲)

یعنی تم اپنی تعریف اور توصیف اور حمد وثناء نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا ریاکاری سے دور ہے اور تواضع اور خضوع اور خشوع کے قریب ہے ٗ اللہ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ اخلاص سے عمل کرتا ہے اور کون اللہ کے عذاب سے زیادہ ڈرتا ہے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ سبحانہٗ ہر نفس کو جانتا ہے کہ وہ اب کیا عمل کر رہا ہے اور آئندہ کیا عمل کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی حمد وثناء نہیں کرتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۰۲)

اس آیت میں مؤمنین کے لیے یہ رہ نمائی ہے کہ اے مؤمنو! اللہ تمہارے احوال کو بہت زیادہ جاننے والا ہے ٗ وہ تمہاری پیدائش سے لے کر تمہاری موت تک کے تمام احوال سے واقف ہے سوتم ریا اور فخر سے یہ نہ کہو کہ میں فلاں سے بہتر ہوں اور میں فلاں سے زیادہ مخلص اور متقی ہوں کیونکہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ تم حتمی اور قطعی طور پر یہ نہ کہو کہ میں نجات یافتہ ہوں کیونکہ تمہارے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

خودستائی عیب ہے اے خودستا

زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے: اپنے آپ کو خامیوں اور عیوب سے بری نہ کرو۔

مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: تم گناہ نہ کرو اور تم کہتے ہو کہ ہم اطاعت کرتے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۸۰)

حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے کہا: میرا نام برہ (نیکی کرنے والی) رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ سوتم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو ٗ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے ۝ (النجم: ۳۲)

تم اس کا نام زینب رکھو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴۲ ٗ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۳)

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝۳۳ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝۳۴ اَعِنْدَهٗ

کیا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے پیٹھ پھیری؟ ۝ اور تھوڑا سا مال دیا اور روک لیا ۝ کیا اس کے

عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶ وَ

پاس علم غیب ہے جو وہ دیکھ رہا ہے ۝ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں ہوئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے ۝ اور

Marfat.com

اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ

جو ابراہیم کے صحائف میں ہے جنہوں نے وفا کی O کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا O اور یہ کہ

لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ

ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا O اور یہ کہ اس کا عمل عنقریب دیکھا جائے گا O پھر اس کو پورا پورا

الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ

عوض دیا جائے گا O اور یہ کہ آخر کار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے O اور یہ کہ اسی نے ہنسایا اور

اَبْكٰی ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ

اسی نے رُلایا O اور یہ کہ اسی نے مارا اور اسی نے زندہ کیا O اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے

الْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾ وَ

پیدا کیے O نطفہ سے جب اس کو مادہ کے رحم میں ٹپکایا گیا O اور یہ کہ دوسری زندگی دینا اسی کے ذمہ ہے O اور

اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَ اَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ

یہ کہ اسی نے غنی کیا اور مال دیا O اور یہ کہ شعریٰ (ستارے) کا وہی رب ہے O اور یہ کہ اس نے پہلی

عَادَا الْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ

(قوم) عاد کو ہلاک کر دیا O اور (قوم) ثمود (میں سے) کسی کو باقی نہیں چھوڑا O اور ان سے پہلے قوم نوح (کے کافروں) کو

كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا

بے شک وہ سخت ظالم اور بہت سرکش تھے O اور (قوم لوط کی) پلٹائی ہوئی بستیوں کو اوپر سے نیچے پھینک دیا O تو (سنگریزوں

مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ

کی بارش نے) ان کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا O پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے

النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ

گا O یہ پہلے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں O قریب آنے والی ساعت قریب آچکی ہے O اللہ کے سوا

Marfat.com

اللّٰہِ کَاشِفَۃٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ

(وقت معین پر) اسے کوئی دکھانے والا نہیں ہے○ تو کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو○ اور

تَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا

تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو○ اور تم کھیل کود میں پڑے ہو○ سو اللہ

لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع السجدۃ

کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے پیٹھ پھیری○ اور تھوڑا سا مال دیا' اور روک لیا○ کیا اس کے پاس علم غیب ہے جو وہ دیکھ رہا ہے○ (النجم: ۳۵۔۳۳)

النجم: ۳۵۔۳۳ کے شانِ نزول کے متعلق اقوال

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

مجاہد اور ابن زید نے کہا: یہ آیت الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اتباع کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا' تو بعض مشرکوں نے اس کو عار دلایا اور ملامت کی اور کہا: کیا تم اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ رہے ہو اور ان کو گم راہ قرار دے رہے ہو اور یہ گمان کر رہے ہو کہ وہ دوزخ میں ہوں گے' حالانکہ تم پر لازم تھا کہ تم ان کے دین کی مدد کرتے۔ ولید نے کہا: اگر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا تو مجھے اللہ کے عذاب کا خطرہ ہے' اس شخص نے کہا: اگر تم پر عذاب ہوا تو اس کو میں برداشت کروں گا بہ شرطیکہ تم مجھے اس قدر مال دو' ولید نے کہا: میں تم کو اتنا مال دوں گا' اس کے عوض تم میرا عذاب برداشت کر لینا' پھر ولید اپنے شرک پر برقرار رہا' پھر ولید نے اس سے جتنے مال کا وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ مال اس کو دیا اور پھر بخل کیا اور باقی مال دینے سے رک گیا' تو اس کی مذمت میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

یعنی اس نے اسلام لانے سے پیٹھ پھیری اور جتنا مال دینے کا وعدہ کیا تھا بخل کی وجہ سے وہ رک گیا اور اس نے جو سمجھا تھا کہ وہ مال دے کر عذاب سے بچ جائے گا تو کیا اس کے پاس علم غیب ہے جو وہ اپنی نجات کو دیکھ رہا تھا۔

عطاء بن یسار نے کہا: یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے اپنے گھر والوں سے کہا: میں اس شخص کے پاس جا کر اسلام لاتا ہوں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' جب وہ روانہ ہوا تو اس کو ایک کافر ملا اور اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس' شاید مجھے اس اقدام سے خیر ملے گی' اس کافر نے کہا: مجھے یہ سامان دے دو' اس کے عوض اسلام نہ لانے سے تمہیں جو عذاب ہوگا اس کو میں برداشت کروں گا' وہ شخص مان گیا پھر اس نے اس کافر کو کچھ سامان دیا اور باقی سامان دینے سے بخل کیا اور رک گیا۔

محمد بن کعب القرظی نے کہا: یہ آیت ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس نے کہا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں' پھر اس نے آپ کے بعض اوصاف کریمہ بیان کیے' پھر بخل کی وجہ سے باقی اوصاف بیان کرنے سے رک گیا۔

Marfat.com

سدی اور کلبی نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے اپنا مال خیرات کرنے کا ارادہ کیا پھر اپنے ماں شریک بھائی عبد اللہ بن ابی سرح کے منع کرنے سے رک گئے (ہوسکتا ہے یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہو)۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس روایت کا ذکر کرکے اس کا رد کردیا ہے اور فرمایا ہے: یہ قول باطل ہے کیونکہ یہ متواتر ہے نہ مشہور ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جود و سخا اس کے خلاف ہے اس روایت کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۷۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے باطل اور مردود ہونے کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ اس کو سدی اور کلبی نے روایت کیا ہے اور سدی اور کلبی کذاب اور وضاع راوی ہیں نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مدح کی ہے اور ان کی سخاوت کی احادیث معنًی متواتر ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کے بخل کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوں؟ علاوہ ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین میں سے ہیں اور سابقین اوّلین کے متعلق قرآن مجید میں یہ بشارت ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (التوبہ: ۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اوّلین اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ○

النجم: ۳۴ میں "اکدی" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ پتھر کی طرح سخت نکلا' یہ لفظ "کدیہ" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: سخت زمین' جب کنواں کھودا جائے اور اس میں کوئی ایسا پتھر نکل آئے جو کھودنے سے عاجز کردے تو اس وقت کہتے ہیں: "قد اکدی" پھر اس کا استعمال اس شخص کے متعلق ہونے لگا جو کچھ مال دے کر رک جائے اور پورا مال نہ دے۔ فراء نے کہا: اس کا معنی ہے: دینے سے رک جانا اور عطا کو منقطع کردینا۔ زیر تفسیر آیت میں یہی معنی مراد ہے۔

(لسان العرب ج ۱۳ ص ۳۶' القاموس المحیط ص ۱۳۲۷' مختار الصحاح ص ۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں ہوئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے ○ اور جو ابراہیم کے صحائف میں ہے جنہوں نے وفا کی ○ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ○ اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا ○ اور یہ کہ اس کا عمل عنقریب دیکھا جائے گا ○ پھر اس کو پورا پورا عوض دیا جائے گا ○ اور یہ کہ آخرکار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے ○ (النجم: ۴۲۔۳۶)

مشرکین پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی تقریر

یعنی جو شخص آپ سے روگردانی کر رہا ہے اور آپ کے پیغام پر ایمان نہ لانے کا دوسرے کافروں کو مشورہ دے رہا ہے اور یہ ضمانت دے رہا ہے کہ اگر آپ پر ایمان نہ لانے کا اس کو عذاب ہوا تو اس عذاب کو وہ بھگت لے گا' کیا اس نے سابقہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں لکھی ہوئی یہ خبر نہیں پڑھی کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا اور یہ کہ اس کا عمل عنقریب دیکھ لیا جائے گا' پھر اس کو پورا پورا عوض دیا جائے گا اور یہ کہ

Marfat.com

آخر کار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔

النجم: ۳۶ میں پہلے موسیٰ کے صحیفوں کا ذکر ہے اور اس کے بعد النجم: ۳۷ میں ابراہیم کے صحیفوں کا ذکر ہے حالانکہ واقع میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی' پھر اس کے کافی عرصہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے' تو حضرت ابراہیم سے پہلے حضرت موسیٰ کا ذکر کس وجہ سے کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف یعنی ''تورات'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف سے زیادہ مشہور تھے' نیز یہودی مکہ مکرمہ میں آتے رہتے تھے اور ان کی زبانی مشرکینِ مکہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بہت زیادہ سنا تھا' اس لیے ان کی شہرت بھی مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ تھی اور مشرکینِ مکہ یہودیوں کی زبانی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے صحائف کی ان آیات کو سنتے رہتے تھے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کو اس کا عوض ملے گا جو اس نے کیا اور مشرکین کے نزدیک یہ آیات مشہور و معروف تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی شہرت کو بنیاد بنا کر مشرکین کو سرزنش فرما رہا ہے کہ جب تمہیں یہ معلوم ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' پھر تم دوسرے شخص کی جگہ اس کا عذاب اٹھانے کی ضمانت کیوں دے رہے ہو؟

حضرت ابراہیم کے وفا کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پوری طرح بجا لائے' نمرود کے سامنے پیغام پوری طرح سنایا' نمرود کی دھمکیوں سے نہیں ڈرے' توحید کا اعلان کرنے کی پاداش میں بے خطر آتش نمرود میں کود پڑے اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وفا کیا' اپنے نوجوان بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے سے ذرا نہ ہچکچائے اور تادم آخر دین کی تبلیغ کرتے رہے اور اپنا مال' اپنی جان اور اپنی اولاد سب اللہ سبحانہٗ سے وفا میں نچھاور کر دی۔

''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' اس پر ایک سوال کا جواب

النجم: ۳۸ میں فرمایا: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ایک شخص کو دوسرے کے گناہ میں پکڑ لیا جاتا تھا اور ایک شخص کو اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنے چچا اور اپنے ماموں اور اپنے عم زاد اور اپنے رشتہ دار اور اپنی بیوی کے قتل کرنے کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا تھا اور ان کے جرائم کے بدلہ میں اس کو سزا دی جاتی تھی تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۵۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کے زمانہ میں یہی ہوتا تھا کہ باپ کے جرم میں بیٹے کو اور ایک رشتہ دار کے جرم میں دوسرے کو پکڑ لیا جاتا تھا تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مبعوث ہو کر اس چلن کو ختم کر دیا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

کہا جاتا ہے کہ ایک حدیث اس آیت کے خلاف ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت تک جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کے عذاب میں سے ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کو بھی دیا جائے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کے طریقہ کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۹۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۱۶)

Marfat.com

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ قیامت تک ہونے والی قتل کی تمام وارداتوں کے بوجھ کا ایک حصہ قابیل پر بھی ہوگا اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان متبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی' تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان متبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۳' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۰۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۱۷۱)

''کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا'' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات

''کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی'' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ (المائدہ: ۷۹)

وہ ایک دوسرے کو ان بُرے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' البتہ وہ بہت بُرا کام کرتے تھے ○

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوتے: ''لا الہ الا اللہ'' عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آ پہنچا' یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہو گیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۰' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱۹۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاءً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا درآں حالیکہ وہ مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی' اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان

Marfat.com

میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴ ۳۴۳۔ ۱۶۸۲۔ ۳۷ ' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۶۸ ' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۵ ' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۴۲۔ ۴۸۳۷۔ ۴۸۳۶۔ ۴۸۲۲ ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

ایصالِ ثواب کے عدم جواز پر معتزلہ کا استدلال اور اہل سنت کے جوابات

درج ذیل آیت سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اموات کے لیے ایصال ثواب جائز نہیں ہے اور اہل سنت نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور بھی بہت جوابات ہیں۔

النجم: ۳۹ میں فرمایا: اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا O

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى O" (النجم: ۳۹) کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ آباء کی نیکیوں کے سبب سے ان کی اولاد کو جنت میں داخل کردے گا اور آباء کی سعی سے اولاد کو فائدہ ہوگا اور یوں النجم: ۳۹ کا حکم الطور: ۲۱ سے منسوخ ہو گیا۔

اور جن دیگر مفسرین نے یہ کہا کہ النجم: ۳۸ منسوخ ہے' ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ النجم: ۳۹ ' الطور: ۲۱ سے منسوخ ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آباء کی نیکیوں سے ابناء کو جنت میں داخل کر دیا اور عکرمہ نے کہا کہ "ان لیس للانسان الا ما سعی" کا حکم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی قوموں کے لیے تھا اور رہی یہ امت تو اس کو اپنی سعی سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کی سعی سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اور اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

اور ربیع بن انس نے کہا کہ النجم: ۳۹ کا حکم کافر کے لیے ہے اور رہا مؤمن تو اس کو اپنی سعی سے بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسروں کی سعی سے بھی ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کافر کے لیے آخرت میں کوئی خیر نہیں ہے' اس کو اس کے اعمال کا اجر صرف دنیا میں ملتا ہے' اور روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قمیص پہنائی تھی تو جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے قمیص بھجوادی تاکہ آخرت کے لیے اس کی کوئی نیکی نہ رہے جس پر ثواب عطا کیا جا سکے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۵۳ ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حنبلی مفسرین کے جوابات

علامہ عبد الرحمٰن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا: حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحائف میں یہ آیت بھی مذکور تھی:

Marfat.com

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ (النجم:۳۹) اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا○

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان کو صرف اس کی کوشش کی جزاء ملے گی' اگر اس نے نیک عمل کیا ہے تو اس کو نیک جزاء ملے گی اور اگر اس نے بُرا عمل کیا ہے تو اس کو سزا ملے گی اور اس آیت کی تفسیر میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت ''وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ'' (الطور:۲۱) سے منسوخ ہے' اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کو آباء کی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا (رہا یہ اعتراض کہ یہ دونوں آیتیں خبر ہیں' اور نسخ انشاء میں ہوتا ہے اس کا جواب ہم الاحقاف:۹ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں' اس کا دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت میں آ رہا ہے)۔

(۲) عکرمہ نے کہا: یہ قاعدہ کہ ہر انسان کو صرف اس کے عمل کا عوض ملتا ہے' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کی امتوں کے لیے تھا اور اس امت کو اپنی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور دوسروں کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے فرمایا: تم اپنے فوت شدہ باپ کی طرف سے حج کرو۔

(۳) ربیع بن انس نے کہا: النجم:۳۹ میں انسان سے مراد کافر ہے' کیونکہ مؤمن کو اپنی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور دوسروں کی سعی کا بھی۔

(۴) الحسین بن الفضل نے کہا: اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف اس کی سعی پر اجر عطا فرمائے اور اس کے فضل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کو دوسرے کی سعی پر بھی اجر عطا فرمائے اور النجم:۳۹ صورت عدل پر محمول ہے۔

(۵) ابوبکر الوراق نے کہا: اس آیت میں سعی کا معنی نیت ہے' یعنی انسان کو صرف اس کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

(۶) الثعلبی نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر کو اس کی نیکیوں کا اجر صرف دنیا میں ملتا ہے' آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

(۷) علامہ زاغوانی حنبلی متوفی ۵۲۷ھ نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''لام'' بہ معنی ''علیٰ'' ہے' یعنی انسان کو صرف اسی عمل سے ضرر یا اسی عمل پر عذاب ہوگا جو اس نے خود کیا ہو' کسی اور کے بُرے عمل سے اس کو عذاب نہیں ہوگا' جیسا کہ النجم:۳۸ میں تصریح ہے۔

(۸) ہمارے شیخ علی بن عبید اللہ زاغوانی حنبلی متوفی ۵۲۷ھ نے اس آیت کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہر انسان کو اپنی سعی کے سبب سے اجر ملتا ہے اور اسباب مختلف ہوتے ہیں: (۱) اس کے رشتہ دار اس کی اولاد اور اس کے دوست اس پر رحم کھا کر اسے اپنی عبادتوں کا ثواب پہنچاتے ہیں (۲) وہ دین کی خدمت کرتا ہے اور عبادت کرتا ہے' اس وجہ سے دین دار لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان کے ثواب پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے (علامہ عینی' علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے بھی اپنی کتب میں ان جوابات کو ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۸۲' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شافعی مفسرین کے جوابات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے' حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انسان کو دوسروں کی سعی کا بھی اجر ملتا ہے' مثلاً میت کے رشتہ دار اس کی طرف سے جو صدقہ کرتے ہیں

Marfat.com

اور روزے رکھتے ہیں' یہ عبادات میت تک پہنچتی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اس انسان کی سعی کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ انسان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا نیک سلوک کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انسان کو بغیر عمل کیے بھی اجر ملتا ہے' وہ ایک نماز پڑھتا ہے اور اس کو دس نمازوں کا اجر ملتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس کی دس مثالیں ہوں گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ زیادہ اجر ملنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس زیر تفسیر آیت میں صورت عدل کا ذکر ہے۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سابقہ شریعتوں کا ذکر ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے ان کو منسوخ کر دیا' اب انسان کو اپنی سعی کا اجر بھی ملے گا اور دوسروں کی سعی کا بھی' لیکن یہ جواب باطل ہے اور سابقہ جواب کافی ہیں پھر نسخ کے قول کی کیا ضرورت ہے؟

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۷۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام رازی کا اس جواب کو باطل کہنا صحیح نہیں ہے' یہ جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جو تفسیر قرآن میں دعاء رسول ہیں اور تمام مفسرین نے اس جواب پر اعتماد کیا ہے۔

مالکی مفسرین کے جوابات

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: یہ آیت الطور: ۲۱ سے منسوخ ہے اور چھوٹا بچہ قیامت کے دن اپنے باپ کے میزان میں ہوگا' اور اللہ تعالیٰ آباء کو ابناء کے لیے اور ابناء کو آباء کے لیے شفیع بنائے گا اور اس پر دلیل یہ آیت ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ (النساء:۱۱) تمہارے باپ ہوں اور تمہارے بیٹے' تم ان کے متعلق ازخود نہیں جانتے کہ ان میں سے کس کا نفع تمہارے زیادہ قریب ہے۔

اور اکثر اہل تاویل نے کہا ہے کہ یہ آیت غیر منسوخ ہے اور کسی شخص کا عمل دوسرے شخص کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا (فقہاء احناف نے کہا ہے کہ میت کی قضاء نمازوں کا اس کی طرف سے اس کے ورثاء فدیہ دے سکتے ہیں اور حیلہ اسقاط کرنا بھی جائز ہے' اس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام مالک نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھنا' حج کرنا اور صدقہ کرنا بھی جائز نہیں ہے' (میں کہتا ہوں کہ روزوں کا فدیہ دینا بھی جائز ہے اور میت کی طرف سے حج کرنا اور صدقہ دینا بھی جائز ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کو عنقریب دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔ سعیدی غفرلہ) البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے حج کرنے کی وصیت کی اور فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور امام شافعی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے نفلی حج کرنا جائز ہے۔

باقی اس آیت کی تفسیر میں ربیع بن انس نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت کفار کے لیے ہے اور مؤمن کو اس کے عمل کا ثواب بھی

Marfat.com

پہنچتا ہے اور دوسرے کے عمل کا ثواب بھی پہنچتا ہے' میں کہتا ہوں کہ بہ کثرت احادیث اس قول پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن تک نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے' خواہ وہ نیک اعمال اس مؤمن نے کیے ہوں یا کسی دوسرے نے اور صدقہ کا ثواب پہنچنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' جیسا کہ ''کتاب مسلم'' کے شروع میں عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے' نیز حدیث صحیح میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے: علم نافع' صدقہ جاریہ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶)

اور یہ محض اللہ کے فضل سے ہے جیسا کہ کسی عمل کے اجر کو بڑھا کر دگنا چوگنا کر دینا بھی اللہ کے فضل سے ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک عمل کی جزاء دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۱)

اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور النجم: ۳۹ اللہ تعالیٰ کے عدل پر محمول ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۰۶۔۱۰۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حنفی مفسرین کے جوابات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے جو صدقہ کیا جائے تو اس سے اس کو نفع پہنچتا ہے' نیز بعض اجلہ محققین نے کہا ہے کہ کتاب اور سنت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ غیر کے عمل سے نفع حاصل ہوتا ہے اور یہ چیز اس ظاہر آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے کے عمل سے نفع نہ پہنچنا بہ طریق عدل ہے اور نفع پہنچنا بہ طریق فضل ہے اور عکرمہ نے کہا: یہ حکم سابقہ امتوں میں تھا اور اس امت میں حکم یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل سے بھی نفع ہوتا ہے اور دوسرے کے عمل سے بھی نفع ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت الطور: ۲۱ سے منسوخ ہے۔ علامہ ابو الحیان اندلسی نے نسخ کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نسخ خبر میں نہیں انشاء میں ہوتا ہے اور النجم: ۳۹ اور الطور: ۲۱ دونوں آیتیں خبر ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النجم: ۳۹ میں یہ خبر دی ہے کہ دوسرے شخص کو اپنے عمل کا ثواب نہ پہنچایا جائے پھر ہماری شریعت میں اس کو جائز کر دیا سو اس کا مآل النجم: ۳۹ کی خبر کو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے ساتھ مقید کرنا ہے نہ کہ اس کو منسوخ قرار دینا اور یہ اس حکم کی تخصیص ہے اس کا نسخ نہیں ہے۔

امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اموات کو نہیں پہنچتا اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے بلکہ امام ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اور امام مالک عبادات بدنیہ محضہ کے ایصالِ ثواب کے قائل نہیں ہیں اور بعض علماء شافعیہ اور امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف مطلقاً ایصالِ ثواب کے جواز کے قائل ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۰۲۔۱۰۱ ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۰۔۱۳۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۱۷)

Marfat.com

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا' وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا' اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ اُن پر صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۲۔۲۷۵۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی اور انہوں نے ایک نذر مانی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے ان کی نذر ادا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۰۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۳۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۶۴۱)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۰۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۵۰۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۸۴۰)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۱۵' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۳۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۶۶' عالم الکتب' بیروت)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگھوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۶۷' الرقم المسلسل: ۵۰۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۲)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

Marfat.com

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ ۳ طبع قدیم' ج ۲۳ ص ۳۴ ۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت ۱۹ ۱۴ھ' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۷۹۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۶۲ ۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ' سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۷۵ ۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۷' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۸۹۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۹۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۱' الطحاوی ج ۴ ص ۱۷۷)

حضرت علی کی حضور کی طرف سے قربانی کی حدیث کی سند کی تحقیق

(۸) حنش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا' وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے' میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں' سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں ("ترمذی" کی روایت میں ہے: میں اس قربانی کو کبھی ترک نہیں کروں گا)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۹۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۸)

امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام احمد کا سلسلہ سند اس طرح ہے: "شریك عن ابی الحسناء عن الحکم عن حنش عن علی"۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث غریب ہے' ہم اس کو صرف شریک کی حدیث سے پہچانتے ہیں اور بعض اہل علم نے میت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے اور بعض نے اس سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا: مستحب یہ ہے کہ اس جانور کا میت کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے اور اس کی قربانی نہ کی جائے اور اگر قربانی کر دی تو قربانی کرنے والا اس کو خود نہ کھائے اور اس پورے جانور کو صدقہ کر دے۔ محمد (امام بخاری) نے کہا: علی بن مدینی نے کہا: اس حدیث کو شریک کے علاوہ بھی راویوں نے روایت کیا ہے' میں نے ان سے پوچھا: ابوالحسناء کا نام کیا ہے؟ تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور امام مسلم نے کہا: اس کا نام حسن ہے۔ (سنن ترمذی ص ۶۳۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ ابوالحسناء کے متعلق لکھتے ہیں:

ابوالحسناء کوفی ہیں' ان کا نام حسن ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حسین ہے' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' ہمارے پاس ان کی حدیث سند عالی سے ہے' پھر انہوں نے اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۲۱ ص ۱۷۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الحسن بن الحکم النخعی الکوفی ابراہیم' شعبی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' ابن حبان نے ان میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بہ کثرت خطا کرتے تھے اور شدید وہمی تھے اور جب یہ کسی روایت میں منفرد ہوں تو مجھے وہ روایت پسند نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ شعیب الارنؤط اور ان کے شرکاء اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سند میں جو ابوالحسناء

Marfat.com

ہے وہ الحسن بن الحکم نخعی ہے' اس کے باوجود انہوں نے "میزان الاعتدال" کے "باب الکنی" میں اس کا نام ذکر نہیں کیا اور کہا ہے: وہ معروف نہیں ہے اور الحسن بن الحکم معروف ہے' اس سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور متعدد ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے اور نسائی کے علاوہ باقی اصحاب السنن نے اس سے حدیث کو روایت کیا ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حنش بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی' ایک مینڈھے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک مینڈھے کی اپنی طرف سے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں' پس میں آپ کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا رہوں گا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس کی سند میں جو ابو الحسناء ہے وہ الحسن بن الحکم النخعی ہے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۹' دار الباز' مکہ مکرمہ)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور ابو الحسناء ہی حسن بن الحکم نخعی ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۹' دار الباز' مکہ مکرمہ)

اس حدیث پر بعض لوگوں نے ضعف کا حکم اس لیے لگایا تھا کہ اس کی سند میں ابو الحسناء مجہول راوی ہے' الحمد للہ! ہم نے اس کی جہالت کو زائل کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ کی سند کی تحقیق

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہو گئی' پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پانی کا' پھر حضرت سعد نے کنواں کھودا اور کہا: یہ سعد کی ماں کا ہے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۱)

دوسری سند سے یہ روایت ہے:

(۹) سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: کس چیز کا صدقہ آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۰۔۱۶۷۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۶۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۸۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۹۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳۴۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۵)

امام حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو سعید بن المسیب نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

علامہ ذہبی نے "ذیل المستدرک" میں اس پر تعاقب کیا ہے اور لکھا ہے: نہیں یہ غیر متصل ہے' کیونکہ سعید بن المسیب کا حضرت سعد بن عبادہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (المستدرک مع الذیل ج ۱ ص ۴۱۴)

امام ابو داؤد نے حدیث: ۱۶۸۰ میں اس کو دوبارہ روایت کیا ہے: "**عن الحسن عن سعد بن عبادہ**" یہ بھی منقطع ہے کیونکہ حسن بصری کا حضرت سعد سے سماع ثابت نہیں ہے' پھر امام ابو داؤد نے اس کو حدیث: ۱۶۸۱ میں مکرر روایت کیا ہے: "عن رجل عن سعد بن عبادہ" اور یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں "الرجل" مجہول ہے' لیکن یہ حدیث ان اسانید

Marfat.com

کے مجموعہ کی وجہ سے حسن لغیرہ ہوگئی اور ابن المسیب کی مراسیل صحیح ہیں' اس لیے یہ حدیث لائق احتجاج اور صالح الاستدلال ہے۔

اس حدیث کی تائید میں امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ کی یہ صحیح السند روایت ہے:

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی ہے' اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم پر پانی کا صدقہ لازم ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۰۵۷' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۰۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ نورالدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸' بیروت)

ایصالِ ثواب کے متعلق بعض دیگر احادیث

(۱۱) حضرت سہل بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے' انہوں نے کوئی وصیت کی ہے نہ صدقہ' اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ مقبول ہوگا؟ اور اُنہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ تم بکری کا جلا ہوا کھر صدقہ کرو۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۸۶۷' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن کریب ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص نفلی صدقہ کر کے اُسے اپنے ماں باپ کی طرف سے قرار دیتا ہے تو اُنہیں بھی اُس صدقہ کا اجر وثواب ملتا ہے اور اُس کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کو طبرانی نے ''اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی خارجہ بن مصعب الضبی ضعیف ہے۔)

(۱۳) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اُس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اُس کے بیٹے ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے' پھر اُس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس غلام آزاد کر دے' پھر انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور پچاس غلاموں کو آزاد کرنا باقی ہے' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے اُن کو آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا پھر تم اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اُس کی طرف سے صدقہ کرتے یا تم اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُس کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷۔۳۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۱ ص ۳۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ)

''مسند احمد'' کے مخرج شعیب الارنؤط لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۱۱ ص ۳۰۷)

علامہ سید محمود آلوسی نے بھی اس حدیث سے ایصالِ ثواب کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ البتہ اُن کی ذکر کردہ حدیث میں سو اونٹوں کی قربانی کرنے کا تذکرہ ہے اور ''مسند احمد'' میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن ''سنن ابوداؤد'' میں سو غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے' جیسا کہ ہم مکمل حدیث ذکر کر چکے ہیں۔ (روح المعانی جزء ۲۷ ص ۱۰۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے' اگر اچانک انتقال نہ ہوا ہوتا تو ضرور وہ صدقہ کرتیں اور کچھ دیتیں' تو کیا میرا اُن کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا اُنہیں کفایت کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم اُن کی طرف سے صدقہ کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۱)

اس حدیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس حدیث پر امام ابوداؤد سکوت کریں اُس کی سند حسن ہوتی ہے۔

ہم نے جن احادیث سے ایصالِ ثواب کے جواز پر استدلال کیا ہے اُن میں سے چھ احادیث ''صحیح بخاری'' کی ہیں اور بعض میں اُن کے ساتھ امام مسلم بھی متفق ہیں۔ اور ایک حدیث ''صحیح مسلم'' اور ''ابوداؤد'' کی ہے۔ علاوہ ازیں چار احادیث ''سنن ابوداؤد'' کی ہیں اور یہ بھی صحیح لغیرہ اور حسن ہیں۔ اور تین احادیث امام طبرانی کی ہیں' جن میں سے دو احادیث سند ضعیف کے ساتھ ہیں اور حدیث ضعیف السند فضائل اعمال میں مقبول ہوتی ہے' خصوصاً جب اُس کی تائید میں احادیث صحیحہ ہوں اور امام طبرانی کی ایک روایت ہم نے سند صحیح کے ساتھ ذکر کی ہے۔ اس کے بعد اب ہم ایصالِ ثواب کے مطلقاً جواز اور استحسان پر فقہاء احناف اور فقہاء حنابلہ کی عبارات پیش کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق:

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے' خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا کوئی اور عمل (مثلاً تلاوت قرآن اور اذکار)' یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کیے' ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ جب آپ نے ان مینڈھوں کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا تو یہ دعا پڑھی: ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ○'' (الانعام: ۷۹) ''اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○'' (الانعام: ۱۶۳-۱۶۲) اے اللہ! یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے' محمد کی طرف سے اور اس کی امت کی طرف سے' بسم اللہ واللہ اکبر پر آپ نے ان کو ذبح کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۹۵' سنن ترمذی: ۱۵۲۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱) آپ نے دو مینڈھوں میں سے ایک کی قربانی امت کی طرف سے کی ہے اور عبادات کئی اقسام کی ہیں: مالیہ محضہ مثلاً زکوٰۃ' بدنیہ محضہ مثلاً نماز' ان دونوں سے مرکب مثلاً حج اور قسم اوّل (مالیہ محضہ) میں نیابت مطلقاً جاری ہوتی ہے' خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار ہو' کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور قسم ثانی (بدنیہ محضہ مثلاً نماز) میں نیابت جاری نہیں ہوتی کیونکہ اس میں مقصود ہے نفس کو مشقت میں ڈالنا اور وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا اور قسم ثالث (جو مال اور بدن سے مرکب ہو مثلاً حج) اس میں عجز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے کیونکہ اس میں مال کے کم ہونے سے مشقت حاصل ہوتی ہے اور جب انسان عاجز نہ ہو بلکہ قادر ہو کیونکہ اس میں نفس کو تھکانے کی مشقت نہیں ہے اور شرط یہ ہے کہ موت تک دائمی عجز رہے کیونکہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے' پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعمی عورت سے فرمایا تھا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو اور امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ حج' حج کرنے والے کا ہوگا اور حج کرانے والے کے لیے مال خرچ

Marfat.com

کرنے کا ثواب ہوگا کیونکہ یہ عبادت بدنیہ ہے اور عجز کی صورت میں مال خرچ کرنے کو عبادت کے قائم مقام قرار دیا ہے' جیسے روزہ میں فدیہ دینے کو روزے کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۹۷۔۲۹۶' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

فقہاء احناف میں سے علامہ شامی کی ایصالِ ثواب کے متعلق تصریحات

سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ ایصالِ ثواب کی نفی اس آیت سے کرتے ہیں: ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' (النجم:۳۹) لیکن یہ آیت یا منسوخ ہے یا مقید ہے' یعنی سابقہ امتوں کو یا کافر کو صرف اپنی سعی کا اجر ملے گا' سابقہ امتوں کے مؤمنوں کو آخرت میں اور کافر کو صرف دنیا میں' کیونکہ بہ کثرت ایسی احادیث مروی ہیں جو اس تقیید کا تقاضا کرتی ہیں۔

حجاج بن دینار روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا' اب میں ان کی موت کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا' ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۹۰۳' المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث:۴۹۹' مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۳۰۳۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۲۴۴۰' سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دارقطنی رقم الحدیث:۲۵۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دارقطنی رقم الحدیث:۲۵۷۳' دار الکتب العلمیہ' اس کی سند میں ایک راوی ابوسعید البقال ضعیف ہے' تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۰۔۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا اس کا اپنا حج بھی ہوگیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم۔ رقم الحدیث:۲۵۷۶ طبع جدید' اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور اس نے حج نہیں کیا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اُس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔

Marfat.com

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم۔ رقم الحدیث: ۲۵۷۷ طبع جدید' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۰۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے "کبیر" اور "اوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھا' پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں اتنی بار پڑھنے کا اس کو اجر ملے گا۔ (جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۳۱۵۲' فضائل سورۃ الاخلاص للخلال ج ۱ ص ۱۰۲' التذکرہ للقرطبی ج ۱ ص ۱۲۸' شرح الصدور ص ۳۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورۂ یٰس پڑھی (اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچایا) اللہ تعالیٰ اس دن ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے (اسی طرح جمعہ کے دن بھی یٰس پڑھنے سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے) اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ اس کو امام خلال نے روایت کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۷۳)

(رد المحتار ج ۴ ص ۲۸۔ ۱۵۔ ۱۳۔ ۱۲' ملخصاً و مخرجاً و زائداً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہم نے علامہ شامی کی ذکر کردہ ان احادیث کو ترک کر دیا' جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے اسی طرح اس حدیث کو بھی ترک کر دیا' جس کی سند میں کذاب راوی ہے اور سات عدد نئی احادیث ذکر کی ہیں' ان میں صرف ایک حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس کو بھی اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس کی مؤید دوسری احادیث ہیں اور فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں اور باقی احادیث صحیح لغیرہ اور حسن ہیں۔

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ میں سے علامہ ابن قدامہ کی تصریحات

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جس شخص پر حج فرض ہو یا اس نے حج کی نذر مانی ہو اور وہ خود حج کرنے پر قادر ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا فرض حج یا نذر مانا ہوا حج کسی سے کرائے اور نفلی حج کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اس نے حجۃ الاسلام نہیں کیا تو وہ نہ خود نفلی حج کر سکتا ہے نہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہے۔

(۲) اس نے حجۃ الاسلام کر لیا ہے تو وہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہو خواہ وہ خود حج کر سکتا ہو یا عاجز ہو۔ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اگر وہ شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو یا بہت بوڑھا ہو تو وہ کسی اور شخص سے حج کرا سکتا ہے۔

(المغنی ج ۳ ص ۹۳' ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں یا حج کرنے سے عاجز ہوں' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ان کی طرف سے حج کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رزین کو یہ حکم دیا: "حج عن ابیك واعتمر" "اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو" اور ایک عورت نے آپ سے سوال کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ امام احمد نے کہا: خواہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے فرض حج کرے یا حج نفل کرے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے تو وہ حج اس کی طرف سے اور اس کے ماں باپ کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور اللہ کے نزدیک وہ شخص نیکو کار لکھا

Marfat.com

جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا قرض ادا کیا تو وہ قیامت کے دن نیکوکاروں میں اٹھایا جائے گا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں کی طرف سے حج کیا تو اس کا حج بھی ہوگیا اور اس کو دس حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ تمام احادیث ''سنن دارقطنی'' میں ہیں۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۰۲ 'ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شیخ ابن تیمیہ کے قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر دلائل

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ سے سوال کیا گیا:

قرآن مجید میں ہے: ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙ'' (النجم: ۳۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب ابن آدم مر جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں' صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لیے دعا کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱) کیا اس کا یہ تقاضا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے پاس نیک اعمال سے کوئی چیز نہیں پہنچتی؟

شیخ ابن تیمیہ نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ اس آیت میں اور اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ میت کو مخلوق کی دعاؤں سے نفع نہیں پہنچتا اور نہ یہ بات ہے کہ اس کی طرف سے جو نیک عمل کیے جائیں' وہ اس کو نہیں پہنچتے' بلکہ ائمہ اسلام اس پر متفق ہیں کہ میت کو ان چیزوں سے نفع پہنچتا ہے اور اس پر کتاب' سنت اور اجماع سے دلائل ہیں اور جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل بدعت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُۙ۝ (المؤمن: ۸۔۷)

عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور جو ان کے ارگرد ہیں اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں' اور مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کا اپنی مغفرت اور اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے' سو تو ان کو بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی اتباع کریں اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۝ اے ہمارے رب! تو ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں' بے شک تو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے مؤمنین کے لیے مغفرت کی' عذاب سے بچانے کی اور دخولِ جنت کی دعا کرتے ہیں اور فرشتوں کی یہ دعا بندہ کا عمل نہیں ہے اور اس سے بندہ کو نفع ہوتا ہے' پس واضح ہوگیا کہ انسان کو اس کے غیر کے عمل سے نفع پہنچا۔

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد: ۱۹)

آپ اپنے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے۔

Marfat.com

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۝ (ابراہیم: ۴۱)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما' اور میرے والدین کے لیے اور مؤمنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا۝

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما' اور میرے والدین کے لیے اور جو مؤمن میرے گھر داخل ہو اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے۔

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مؤمنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ کے سنن متواترہ سے مالی صدقات اور عباداتِ بدنیہ کے ایصالِ ثواب پر دلائل

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے جن کا انکار کفر ہے' مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیثِ متواترہ ہیں' بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے' پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیثِ صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں کا انتقال ہوگیا' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۶۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۵۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں' پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۴)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا باپ فوت ہوگیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی' اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۰)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ العاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ سو اونٹ ذبح کرے گا اور ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے اور عمرو نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کرتا پھر تم اس کی طرف سے روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے تو اس کو نفع ہوتا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲)

Marfat.com

(۵) ''سنن دار قطنی'' میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ تھے' میں زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا' اب میں ان کی وفات کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا: اب ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لیے صدقہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷)

(۶) امام مسلم نے اپنی کتاب کے شروع میں ابواسحاق طالقانی سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن المبارک سے کہا: اے ابوعبدالرحمان! حدیث میں ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو' عبداللہ بن مبارک نے کہا: اے ابواسحاق! یہ کس سے روایت ہے؟ میں نے کہا: یہ شہاب بن حراس کی حدیث ہے' انہوں نے کہا: وہ ثقہ ہے' میں نے کہا: وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: حجاج بن دینار سے' انہوں نے کہا: وہ بھی ثقہ ہے' وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے' انہوں نے کہا: اے ابواسحاق! حجاج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کئی سواریوں کی مسافت کو قطع کرنا ہے لیکن صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور واقعہ اسی طرح ہے جس طرح عبداللہ بن مبارک نے کہا' کیونکہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (مقدمہ مسلم رقم الحدیث:۱۶)

اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ میت تک پہنچتا ہے' اسی طرح عباداتِ مالیہ جیسے غلام آزاد کرنا' ان کا اختلاف صرف اس چیز میں ہے کہ عباداتِ بدنیہ مثلاً نماز' روزہ اور تلاوتِ قرآن ان کو دوسرے کی طرف سے کرنا جائز ہے یا نہیں' جب کہ صحیح حدیث میں ہے:

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۹۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۴۷)

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ نذر کے روزے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے وہ قرض ادا کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۹۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۴۷)

(۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری بہن کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا حق ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۹۵۳)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن بریدہ بن حصیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: بے شک میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں' اگر میں اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لوں تو آیا اس کی طرف سے یہ روزے ادا ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۴۹)

لہٰذا ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ میت کے ذمہ جو نذر کے روزے ہیں ان کو رکھا جائے گا اور وہ قرض کی ادائیگی کے

Marfat.com

مشابہ ہیں اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے' اور جن کے پاس یہ احادیث پہنچ گئیں' انہوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا' اس مسئلہ میں ان ائمہ کا اختلاف ہے جن کے پاس یہ احادیث نہیں پہنچیں (میں کہتا ہوں: ان ائمہ نے ان احادیث میں تاویل کی ہے اور روزہ رکھنے کے حکم سے روزہ کا فدیہ دینا مراد لیا ہے تاہم ان کے نزدیک بھی کسی کی طرف سے نفل روزہ اور نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ جس کی طرف سے یہ نفلی عبادت ادا کی جائے وہ زندہ ہو یا مردہ۔ سعیدی غفرلہٗ) اور رہا حج تو وہ سب کے نزدیک دوسرے کی طرف سے ادا کرنا کافی ہے' اور اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' ابھی اس نے حج نہیں کیا تھا کہ وہ فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اللہ کا قرض ادا کرو' اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۸۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۴۸)

(۱۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی اور اس نے حج نہیں کیا' آیا اس کے لیے یہ کافی ہو گا کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بخاری کی روایت میں ہے: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ایک عورت نے کہا: میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی' آیا اس کے لیے میرا حج کرنا کافی ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۴۹)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج فرض ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح نذر مانے ہوئے حج کو بھی میت کی طرف ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح فرض روزوں کو بھی میت کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کو حکم دیا ہے وہ بعض احادیث میں میت کی اولاد تھی اور بعض احادیث میں میت کا بھائی تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میت کے ذمہ قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور قرض ہر ایک کی طرف سے ادا کیا جا سکتا ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ کام بھی ہر شخص کر سکتا ہے اور اس میں اولاد کی تخصیص نہیں ہے' کیونکہ بعض احادیث میں آپ نے بھائی کو بھی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب' سنت اور اجماع علماء سے یہ واضح ہو گیا کہ میت کی طرف سے عبادات کو ادا کرنا اور ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اور ''وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ''(النجم: ۳۹) اس کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح وہ حدیث بھی اس کے خلاف نہیں ہے جس میں یہ فرمایا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوا تین کے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۳۱) اور یہ حق ہے بلکہ یہی حق ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اس کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں ہو گا جب کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ اس کی اولاد کی دعا سے اس کو فائدہ ہو گا۔

''وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ''(النجم: ۳۹) کے متعدد جوابات ہیں: (۱) یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے (۲) یہ حکم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے (۳) یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے (۴) انسان کی سعی سے مراد اس کا سبب ہے اور اس کے غیر کے اعمال کا بھی وہ سبب ہوتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت باقی نصوص کے مخالف نہیں ہے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ غیر کے عمل سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا۔ حدیث صحیح میں ہے:

(۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کے جنازہ پر گیا حتیٰ کہ اس کی نماز پڑھی' اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو تدفین تک جنازہ کے ساتھ رہا اس کو دو قیراط اجر ملے گا' پوچھا گیا:

Marfat.com

قیراط کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں کی مثل ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۲۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۴۵)

اور اللہ تعالیٰ زندہ کی نماز پڑھنے سے میت پر رحم فرماتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

(۱۴) جو مسلمان بھی فوت ہو اور اس کی نمازِ جنازہ سو مسلمان پڑھیں، ایک روایت میں ہے: چالیس مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور ایک روایت میں ہے: تین صفیں نماز پڑھیں اور وہ اس کے لیے دعا اور شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے: اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۴۸۔۹۴۷)

پس اللہ تعالیٰ اس سعی کرنے والے کو ایک قیراط اجر دے گا اور اس کی سعی سے اس میت پر رحم فرمائے گا، اس کی دعا کے سبب سے اور اس کی طرف سے صدقہ کرنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے روزہ رکھنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے حج کرنے کے سبب سے۔

(۱۵) حدیث صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص بھی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے اور جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے: تیرے لیے بھی ایسا ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۳۲)

پس یہ وہ سعی ہے جس سے مسلمان اپنے بھائی کو نفع پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جزاء دے اور اس پر رحم فرمائے۔

ہر وہ چیز جس سے میت کو نفع ہوتا ہے یا زندہ کو نفع ہوتا ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو، کیونکہ مؤمنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ بغیر اپنی کسی سعی کے داخل ہوں گے اور جس طرح کوئی انسان کسی شخص کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دیتا ہے تو وہ بَری ہو جاتا ہے، اسی طرح جب کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کرے گا یا روزہ رکھے گا تو اس کا ذمہ بھی بَری ہو جائے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۴۔۱۷۰، ملخصاً ومخرجاً وموضحاً، دار الجیل، ریاض، ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ کے تلاوت قرآن سے ایصالِ ثواب پر دلائل

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ سے یہ سوال کیا گیا:

حسب ذیل مسائل میں ائمہ اور فقہاء کیا ارشاد فرماتے ہیں:

میت پر قرآن پڑھنے کا ثواب اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ تلاوتِ قرآن کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ مستحق کے لیے اہل میت کا طعام کھانا جائز ہے یا نہیں؟ قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کے جواب میں لکھا:

الحمد للہ رب العلمین! مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیثِ صحیحہ مروی ہیں، ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باحوالہ گزر چکی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر لیں، اسی طرح میت کو اس کی طرف سے حج کرنے، اس کی طرف سے قربانی کرنے، غلام آزاد کرنے اور دعا اور استغفار سے بھی نفع ہوتا ہے۔

اور رہا میت کی طرف سے نفل نماز پڑھنا اور روزے رکھنا اور تلاوتِ قرآن کرنا تو اس میں علماء کے دو قول ہیں:

(۱) امام احمد، امام ابوحنیفہ وغیرہما اور بعض اصحابِ شافعی وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔

(۲) امام مالک اور امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع نہیں ہوتا۔

رہا تلاوتِ قرآن پر اجرت دینا اور اس کا ثواب پہنچانا، اس میں ایک قول یہ ہے کہ دنیاوی مال کے عوض جو تلاوت کی گئی

Marfat.com

ہے وہ قبول نہیں ہوگی نہ اس کا ثواب ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ فقیر اور تنگ دست کا تلاوتِ قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور غنی اور خوش حال کا اجرت لینا جائز نہیں ہے اور یہ امام احمد کے مذہب کے موافق ہے' وہ کہتے ہیں کہ یتیم کا ولی جب فقیر ہو تو وہ یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے اور غنی کو اجتناب کرنا چاہیے اور یہ قول دوسرے قول سے زیادہ قوی ہے' پس جب فقیر اجرت لے گا تو وہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی نیت پر اس کو اجر دے گا۔ پس جب کوئی شخص اس مال کو مستحق پر خرچ کرے گا تو وہ صدقہ میت کو مل جائے گا اور جب وہ اس سے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیم پر اعانت کا قصد کرے گا تو یہ افضل اور احسن ہے' کیونکہ تعلیم قرآن پر اعانت کرنا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے۔ (تلاوت قرآن پر اجرت لینے کے جواز میں' میں نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۷ ص ۱۰۶۹۔۱۰۶۶ میں مفصل بحث کی ہے اور کچھ یہاں بھی اس بحث کے اخیر میں ذکر کروں گا' ان شاء اللہ۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور قبروں پر دائماً تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں تھا' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد نے اکثر روایات میں اس کو مکروہ کہا ہے اور متاخر روایت میں اس کی اجازت دی ہے' جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ کی شروع اور آخر کی آیات تلاوت کی جائیں اور بعض انصار نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ تلاوت کی جائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۶۱۳' المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۲۲۰)

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۶۔۱۷۵' ملخصاً' دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ستر ہزار مرتبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو اس سے میت کی دوزخ سے نجات ہوگی یا نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور جب انسان ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو میت کو اس کا ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے اس کے جواب میں کہا:

جب کوئی انسان ستر ہزار مرتبہ یا اس سے کم یا زیادہ مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے گا اور میت کو اس کے ثواب کا ہدیہ کرے گا تو اس میت کو اس کا ثواب پہنچے گا اور یہ نہ کوئی حدیث صحیح ہے نہ ضعیف ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۸۰' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا' آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں' حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا' یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے' اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی' مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے' آپ نے پھر سبب پوچھا' اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں' سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے کشف کی صحت تو مجھ کو اس حدیث سے معلوم ہوئی اور اس حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔ (تحذیر الناس ص ۴۵۔۴۴' مطبوعہ دارالاشاعت' کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ نے اکیس دلائل سے اس استدلال کو باطل کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے نفع نہیں ہوتا اور قرآن اور سنت کے اکیس دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے (ہم نے ان اکیس دلائل کو ''شرح صحیح مسلم'' ج ۲ ص ۹۳۰۔۹۲۹ میں ذکر کیا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۲۶۶۔۲۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

علماء غیر مقلدین میں سے شیخ ابن قیم جوزیہ کی ایصالِ ثواب پر تصریحات

شیخ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمہ روزوں کی نذر ہے اور نذر پوری کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا' آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۸)

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث اپنے عموم اور اطلاق پر ہے اور ایک جماعت نے کہا: اس کی طرف سے نذر کے روزے رکھے جائیں' نہ فرض روزے اور ایک جماعت نے کہا: نذر کے روزے رکھے جائیں اور فرض روزے نہ رکھے جائیں۔ حضرت ابن عباس اور ان کے اصحاب اور امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اور یہی قول صحیح ہے' کیونکہ فرض روزے نماز کے قائم مقام ہیں اور جس طرح کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح کوئی شخص کسی کی طرف سے فرض روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نذر میں کسی چیز کو اپنے ذمہ لازم کرنا ہے' پس وہ بہ منزلہ قرض ہے' پس ولی جب نذر کی قضا کرے گا تو وہ قضا قبول کی جائے گی' جس طرح اس کی طرف سے قرض کی ادائیگی قبول کی جاتی ہے اور صرف معذور شخص کی طرف سے حج کی ادائیگی قبول کی جائے گی اور کسی شخص کی دوسرے شخص کی طرف سے توبہ نفع نہیں دے گی' نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے اسلام لانا نفع دے گا' نہ کسی اور فرض کا کسی کی طرف سے ادا کرنا نفع دے گا' جس شخص نے ان فرائض کی ادائیگی میں تفریط کی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (اعلام الموقعین ج ۴ ص ۳۲۳' دار الحدیث' مصر)

حیلہ اسقاط کا بیان

میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں ہوں یا فرض روزے ہوں اور وہ ان کی ادائیگی سے پہلے مر جائے تو اس کی طرف سے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ روزہ رکھا جائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزے رکھے یا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھے نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

(موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۶۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ جس شخص کے ذمہ فرض روزے ہوں اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے' اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک روزوں اور نمازوں کا فدیہ دیا جائے اور ایک روزے اور ایک نماز کا فدیہ دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت ہے' اس کے روزوں اور نمازوں کا حساب کر کے اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے فدیہ ادا کر دیا جائے' ورنہ کوئی شخص یا کئی اشخاص مل کر اپنی طرف سے تبرع اور احسان کر کے اس کا فدیہ ادا کر دیں' اگر فدیہ کی رقم بہت زیادہ ہو تو پھر حیلہ اسقاط کر لیا جائے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مثلاً کل فدیہ کی رقم دس ہزار روپے ہے اور ولی کے پاس صرف ایک ہزار روپیہ ہے تو وہ ایک ہزار روپیہ فقیر کو دے دے اور میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط کر دے جن کا فدیہ ایک ہزار ہو' پھر فقیر وہ ایک ہزار روپے ولی کو ہبہ کر دے اور وہ پھر اس فقیر پر وہ ہزار روپیہ صدقہ کر دے اور میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط کر دے اور یہ عمل دس بار دہرائیں تو میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط ہو جائیں گی جن کا فدیہ دس ہزار روپے ہے یا دس آدمی بیٹھ جائیں' میت کا ولی ان میں سے ایک کو ایک ہزار روپیہ صدقہ کرے اور وہ آدمی

Marfat.com

دوسرے شخص کو وہ ہزار روپیہ ہبہ کر دے اور وہ شخص اس رقم پر قبضہ کرے‘ تیسرے آدمی پر صدقہ کر دے‘ علیٰ ہٰذا القیاس‘ ان دس آدمیوں میں سے ہر شخص اس ہزار روپے پر قبضہ کر کے میت کی طرف سے دوسرے شخص پر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ میت کی طرف سے اتنا فدیہ قبول فرمائے اور اس سے نمازیں ساقط کر دے‘ یہ ایک حیلہ ہے اور اللہ سے امید رکھے کہ وہ اس کو قبول فرمائے گا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علیٰ نور الایضاح ومراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۲-۳۰‘ مکتبہ غوثیہ‘ کراچی)

ایصالِ ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن بھوپالی کی تصریحات

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں: زندہ انسان‘ نماز‘ روزہ‘ تلاوتِ قرآن‘ حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے یہ عمل نیکی‘ احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے‘ جو تحت الثریٰ میں رہین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے‘ پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے‘ سو جو شخص میت کے لیے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لیے ہدیۃً پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے‘ یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صَرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہے‘ یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں‘ پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لیے ایصالِ ثواب نہیں کیا؟ کیونکہ اس قسم کے ایصالِ ثواب کے لیے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصالِ ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصالِ ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے‘ کیونکہ یہ مستحب ہے‘ واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصالِ ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے‘ خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصالِ ثواب کیا ہو یا نہ۔

شیخ ابن قیم نے ایصالِ ثواب کے دلائل میں سے دعاء استغفار اور نمازِ جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آپ کے لیے اذان کے بعد فضیلت اور وسیلۃ (بلند درجہ) کی دعا کی جائے اور آپ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کو دعاء‘ تلاوتِ قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔ عبد الحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورۂ بقرہ پڑھی جائے‘ امام احمد پہلے ایصالِ ثواب کا انکار کرتے تھے‘ جب انہیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے حجاج بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے: تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو‘ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مُردوں پر یٰسین پڑھو۔ اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو۔ علامہ سیوطی نے کہا: جمہور نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور شیخ ابن قیم نے کئی دلائل سے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے۔ عبد الواحد مقدسی نے کہا: یہ احادیث مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصالِ ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں‘ شیخ نے کہا: ہر چند کہ صرف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں‘ لیکن یہ کثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا تھا: تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔

(السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵ 'مطبع صدیقی بھوپال' ۱۳۲۰ھ)

ایصالِ ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں سے نواب وحید الزمان حیدر آبادی کی تصریحات

نواب وحید الزمان حیدر آبادی متوفی ۱۳۳۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مردوں کو زندوں کی سعی سے فائدہ پہنچتا ہے' اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جس ثواب کا سبب مردے نے اپنی زندگی میں مہیا کر دیا تھا (مثلاً اس کی صالح اولاد اور اس کے وہ احباب جن سے اس نے نیک سلوک کیا) اور دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اس کے لیے دعا کریں اور استغفار کریں اور اس کی طرف سے صدقہ کریں اور حج کریں اور ہمارے اصحاب کا عباداتِ بدنیہ کے ایصالِ ثواب میں اختلاف ہے' مثلاً تلاوتِ قرآن کا ایصالِ ثواب اور اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے' مثلاً تلاوتِ قرآن کا اور عباداتِ مالیہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے مثلاً صدقہ کر کے اس کا ثواب میت کو ہدیہ کیا جائے تو اس کو یہ ثواب پہنچتا ہے اور امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ میت کی طرف ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت صدقہ ہو' نماز ہو' حج ہو' اعتکاف ہو یا تلاوتِ قرآن یا ذکر ہو یا کوئی اور عبادت ہو اور '' وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿﴾ '' (النجم: ۳۹) ایمان پر محمول ہے یعنی کسی انسان کو دوسرے انسان کا ایمان لانا نفع نہیں پہنچا سکتا' اگر وہ انسان خود ایمان نہ لایا ہو' یا اس آیت میں انسان سے مراد ابوجہل یا عقبہ یا ولید بن مغیرہ ہے یا یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے اور وہ یہ ہے: '' وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ '' (الطور: ۲۱) اور اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور حاجات کو پورا کرنے والا ہے اور ہمارے شیخ ابن القیم نے کہا کہ قرآن کی تلاوت بغیر اجرت کے کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور یہ چیز ہر چند کہ متقدمین اور سلف صالحین میں معروف نہیں تھی لیکن دلیل کے تقاضے سے یہ جائز ہے کیونکہ جب حج' روزہ' دعا' استغفار اور صدقہ کا ثواب احادیثِ صحیحہ کی بناء پر میت کو پہنچتا ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب کے پہنچنے سے کیا چیز مانع ہے؟ ہاں! جب انسان نے اپنے لیے کوئی عمل کیا پھر بعد میں اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس میں بھی ان کے دو قول ہیں۔ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (اسماعیل دہلوی) کا یہ کہنا باطل ہے کہ عباداتِ بدنیہ کا ایصالِ ثواب بدعت ہے' ہاں! تلاوت قرآن کے لیے جمع ہونا اور اس کے لیے دن معین کرنا بے شک بدعت ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۱۰۸۔۱۰۷ 'مطبع صدیقی بھوپال' ۱۳۰۱ھ)

ایصالِ ثواب کے لیے انعقادِ محفل اور عرفی تعیین یوم پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے مراد بدعتِ حسنہ ہے تو یہ کلام صحیح ہے اور اگر اس سے مراد بدعت سیئہ ہے تو یہ کلام باطل ہے کیونکہ جو کام انفرادی طور پر کرنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے' وہ اجتماعی طور پر کرنا بدعت سیئہ کس دلیل سے ہو گا؟ یہ از خود شریعت بنانا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عہد رسالت میں اور عہد ابوبکر میں اور حضرت عمر کی خلافت کے اوائل میں قیام رمضان (تراویح) انفرادی طور پر پڑھی جاتی تھی؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح شروع کرائی اور اب تک اس پر عمل ہو رہا ہے حتیٰ کہ غیر مقلدین کے ہاں بھی باجماعت تراویح پڑھی جاتی ہے اور نواب وحید الزمان نے تعیین یوم کو جو بدعت کہا ہے' اگر اس سے مراد تعیین شرعی ہے جیسے یکم شوال عید الفطر کے لیے معین ہے اور نو ذوالحجہ حج کے لیے معین ہے اور دس ذوالحجہ عید الاضحیٰ کے لیے معین ہے اور یہ تعیین صرف شارع علیہ السلام کی طرف سے ہوتی ہے' کوئی اس کو از خود معین نہیں کر سکتا تو پھر

Marfat.com

یہ کلام درست ہے اور اگر اس سے مراد تعیین عرفی ہے تو پھر نواب صاحب کا یہ کلام باطل ہے کیونکہ تعیین عرفی عہد رسالت سے لے کر آج تک ہو رہی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خواتین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کے معاملہ میں مرد ہم پر غالب آ گئے آپ اپنی طرف سے ہمیں تعلیم دینے کے لیے ایک دن معین کر دیں آپ نے ان سے ملاقات کے لیے ایک دن معین کیا اور اس دن میں ان کو وعظ کیا اور احکام بیان کیے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

من جعل لاهل العلم ایاما معلومة. جس شخص نے تعلیم دینے کے لیے ایام مخصوصہ معین کر دیئے۔

اور اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے:

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو نصیحت کرتے تھے ایک شخص نے آپ سے کہا: اے ابو عبدالرحمان! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت کیا کریں حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہر روز نصیحت اور وعظ کرنے سے مجھے صرف یہ چیز مانع ہے کہ میں تم کو اکتاہٹ میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں اور میں وعظ کرنے میں تمہارا اس طرح لحاظ کرتا ہوں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کرنے میں ہمارا لحاظ فرماتے تھے اس خوف سے کہ ہم اکتا نہ جائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۵۵)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود نے اپنے اس عمل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی ہے جس طرح آپ صحابہ کو ہر روز وعظ نہیں کرتے تھے بلکہ کسی ایک دن وعظ کیا کرتے تھے تاکہ صحابہ روز روز وعظ سننے سے اکتا نہ جائیں اسی طرح حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے وعظ کے لیے ایک دن معین کر لیا تھا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۰ دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو وعظ اور تعلیم کے لیے جمعرات کا دن معین فرمایا تھا وہ شرعی تعیین نہیں تھی کہ جمعرات سے پہلے یا بعد کسی دن وعظ اور تعلیم جائز نہ ہو جیسے عیدالاضحیٰ کے لیے دس ذوالحج معین ہے نہ اس سے پہلے عید ہو سکتی ہے نہ اس کے بعد بلکہ انہوں نے لوگوں کی سہولت کے لیے ایک دن معین کر دیا تھا کہ سب لوگ اس دن وعظ سننے اور حصول تعلیم کے لیے جمع ہو جائیں جیسے لوگ دینی اور تبلیغی اجتماع کے لیے ایک تاریخ معین کر کے اشتہار چھاپ دیتے ہیں یا دینی مدارس میں داخلہ کے لیے اور امتحانات کے لیے اور نتائج کے لیے اور تقسیم اسناد اور دستار بندی کے لیے ایک تاریخ معین کر دیتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے اور بعد کی تاریخوں میں بھی یہ اُمور جائز ہوتے ہیں اور جیسے دینی مدارس میں ختم بخاری کے لیے پیشگی ایک تاریخ معین کر دی جاتی ہے اور جب ختم بخاری کے لیے ایک تاریخ معین کرنا جائز ہے تو ختم قرآن کے لیے تدفین کے دوسرے روز (جس کو عرف میں سوئم کہتے ہیں) یا چالیسویں روز کی تاریخ معین کرنا کیوں جائز نہیں جب کہ ان تاریخوں سے پہلے یا بعد بھی سوئم اور چالیسویں کی تقریبات منعقد کرنا جائز ہے اور اس سے پہلے اور بعد یہ تقریبات ہوتی بھی ہیں خود میں نے اپنی والدہ مرحومہ کا سوئم چوتھے روز کیا اور چہلم چالیس دن سے پہلے کیا سو ان تاریخوں میں ان تقریبات کا کرنا ضروری نہیں ہے صرف سہولت سے لوگوں کے اجتماع کے لیے عرفاً ایک تاریخ مقرر کر دی جاتی ہے۔

تعیین عرفی کے ثبوت میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! مجھے یہ بتاؤ کہ اسلام میں تمہارا کون سا ایسا عمل ہے جس کے مقبول ہونے کی تمہیں زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آواز سنی' حضرت بلال نے کہا: میں نے اسلام لانے کے بعد کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کے مقبول ہونے کی مجھے زیادہ توقع ہو' ماسوا اس کے کہ میں رات اور دن کے جس وقت میں بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو کے ساتھ اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۵۸)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ (نفلی) عبادت کو ادا کرنے کے لیے اپنے اجتہاد سے وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کو مقرر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث میں وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب ہے تاکہ وضو کرنا اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور آج تک امت مسلمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس سنت کے مطابق وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھ رہی ہے اور جب اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کے لیے وقت مقرر کرنا جائز ہے تو اسی اصول پر ایصالِ ثواب کے لیے سوئم اور چہلم' غوثِ اعظم کے ایصالِ ثواب کے لیے گیارھویں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارھویں تاریخ کو مقرر کرنا جائز ہے اور ان تاریخوں میں ان تقریبات کو منعقد کرنا ضروری نہیں ہے' ان تاریخوں سے پہلے اور بعد بھی یہ تقریبات منعقد ہوسکتیں ہیں اور ہوتی بھی ہیں' لیکن لوگوں کو جمع کرنے کے لیے کسی نہ کسی تاریخ کو معین تو کرنا ہوگا' عہد صحابہ اور عہد تابعین میں ایصالِ ثواب کی تقریبات منعقد نہیں ہوتیں تھیں' تو نہ ہوتی ہوں لیکن جب دلائل سے ان تقریبات کا معین دن میں منعقد کرنا جائز ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے' عہد صحابہ اور تابعین میں دینی مدارس میں سالانہ تبلیغی جلسے بھی نہیں ہوتے تھے' ختم بخاری کی تقریبات بھی نہیں ہوتی تھیں' تاریخ معین کر کے منگنی' نکاح اور ولیمہ کی تقریبات بھی نہیں ہوتی تھیں اور یہ سب دینی کام ہیں اور ان کو کارِ ثواب سمجھ کر معین تاریخوں میں کیا جاتا ہے تو پھر صرف رشتہ داروں اور بزرگوں کے لیے ایصالِ ثواب کی تاریخوں کو کیوں ہدف اعتراض بنایا جاتا ہے؟

ایصالِ ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا' صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۴۱۳)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصالِ ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کیں اور اس کے بعد لکھا: ان احادیث اور آثار کے علاوہ بہ کثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصالِ ثواب ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادت کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۹' مکتبۃ الحجاز' کراچی)

علماء دیوبند کا اب بھی یہ معمول ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے برسی اور سوئم کی محفلیں منعقد کرتے ہیں: اس سلسلہ میں روزنامہ جنگ' کراچی اور روزنامہ ایکسپریس' کراچی کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

ملتان: اعظم طارق کی برسی کے اجتماع میں دھماکا' ۴۱ جاں بحق

(روزنامہ جنگ' کراچی' جمعہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/ ۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء' صفحہ اوّل)

مولانا اعظم طارق کی برسی پر کالعدم ملت اسلامیہ کا اجتماع ختم ہوتے ہی زوردار دھماکے سے۔۔ افراتفری پھیل گئی

(روزنامہ ایکسپریس' جمعہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/ ۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء' صفحہ اوّل)

مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے لیے ایصالِ ثواب کا اعلان

مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی آج ہوگی

کراچی (اسٹاف رپورٹر) جامعہ علوم اسلامیہ' علامہ بنوری ٹاؤن کے ناظم امور قاری محمد اقبال کے مطابق ممتاز علمائے کرام مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی پیر کو جامعہ علوم اسلامیہ' بنوری ٹاؤن میں صبح گیارہ بجے ہوگی۔ (روزنامہ جنگ' کراچی' ص ۱۶' پیر ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/ ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

بنوری ٹاؤن میں مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی

قرآن خوانی صبح گیارہ بجے شروع ہوئی' شہداء کے لیے بلندی درجات کی دعا کی گئی۔

کراچی (وقائع نگار) عالمی تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذید احمد تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوری ٹاؤن میں صبح گیارہ بجے قرآن خوانی ہوئی' اس موقع پر مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر نے سات ہزار سے زائد شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مفتی محمد جمیل خان نے ملک بھر میں دینی مدارس کا جال بچھا کر اسلام کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ (روزنامہ دن' کراچی' ص ۸' ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوری ٹاؤن میں قرآن خوانی

اجتماع میں ۷ ہزار سے زائد افراد کی شرکت' شہداء کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مقررین

کراچی (اسٹاف رپورٹر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوری ٹاؤن میں صبح گیارہ بجے قرآن خوانی ہوئی۔ اس موقع پر مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر نے سات ہزار سے زائد شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ (روزنامہ امت' کراچی' ص ۱' ۲۶ شعبان ۱۴۲۵ھ/ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

ایصالِ ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

فاتحہ دلاتے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے' مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں' جو اسے ناجائز و ناروا کہے' ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا و رسول کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا و رسول پر افتراء کرنا ہے' ہاں! اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا' ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۵' سنی دار الاشاعت' ۹۴ ۱۳ھ)

Marfat.com

ایصالِ ثواب کی تفصیل اور غنی کے کھانے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

طعام تین قسم کا ہے ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔ ''لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور'' اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں' دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے' فقراء اس کے لیے احق ہیں' اغنیاء کو نہ چاہیے' تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواحِ طیبہ (اس نذر سے مراد ایصالِ ثواب کی نذر ہے' یہ نذر عرفی ہے' شرعی اور فقہی نذر مراد نہیں ہے کیونکہ وہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے حرام ہے' اس نذر عرفی کی مزید وضاحت عنقریب اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات سے پیش کی جائے گی' ان شاء اللہ۔ سعیدی غفرلہٗ) حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے' یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور باعثِ برکت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴' سنی دارالاشاعت' فیصل آباد)

گیارہویں شریف کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

گیارہویں شریف جائز ہے اور باعثِ برکات اور وسیلہ مجربہ قضاء حاجات ہے اور خاص گیارہویں کی تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اسے شرعاً واجب نہ جانے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴)

بزرگانِ دین کی نذر نیاز اور تیجہ و چالیسواں اور عرس کے متعلق لکھتے ہیں:

ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے' اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے' ہاں! نذر رسول کہنا صحیح ہے' معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ نذر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں' جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے' اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے ''فتاویٰ افریقہ'' میں ہیں' اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' میں حال سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں: از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے مے آورند (اسلامی ممالک کے اطراف سے سید عبدالرحمٰن کو نذریں پیش کرنے کے لیے لائی جاتی ہیں)۔

تیجہ' دسواں' چہلم وغیرہ جائز ہیں جب کہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں' اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں' فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے' اپنے بی بی بچوں کو کھلائے' سب اجر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے لیے حکم بھی دیا اور صحابہ نے ایصالِ ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا' تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔

اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصالِ ثواب یہ سب جائز ہیں اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اس میں جرم جب کہ لازم نہ جانے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۸۔ ۲۱۷' فیصل آباد)

تیجہ اور چالیسویں کو معین کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اموات مسلمین کو ایصالِ ثواب قطعاً مستحب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ'' تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے۔ اور یہ تعینات عرفیہ ہیں' ان میں اصلاً حرج نہیں' جب کہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے' یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا' آگے پیچھے نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۹' فیصل آباد)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں: تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا' ہاں!

Marfat.com

قرآن خوانی پر اُجرت لینی دینی منع ہے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں گے کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے' اب یہ اُجرت بلاشبہ جائز ہے کہ اس کے مقابل ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲)

قرآن خوانی کی اُجرت لینے کی توجیہات

مصنف کہتا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ نفس قرآن مجید پڑھنے کا معاوضہ نہ طے کیا جائے بلکہ خاص قیود کے بدلے معاوضہ لیا جائے' مثلاً فلاں جگہ' فلاں وقت' فلاں شخص کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے ان قیودات کا معاوضہ لے دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا نفس قراءت کی اجرت نہ لے بلکہ اس کو پڑھنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لیے معاوضہ لے' تیسری صورت یہ ہے کہ وہ قراءت کا معاوضہ تو نہیں لیتا لیکن اس وقت وہ اگر کوئی کارِ معاش کرتا تو اس کو جو اُجرت ملتی وہ لیتا ہے' اسی تاویل سے صحابہ نے حضرت ابوبکر اور دیگر خلفائے راشدین کو کارِ خلافت اور امامت کی اجرت دی اور اسی تاویل سے نماز کی امامت کی اجر دی جاتی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قاری للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھے اور پڑھوانے والا للہ فی اللہ بلا تعیین کچھ خدمت کر دے اور آج کل اسی کا رواج ہے' پانچویں وجہ یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے اس حدیث کے پیش نظر قرآن مجید کی تلاوت کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے: ''ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله'' جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۶' صحیح مسلم: ۲۲۰۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تیجہ اور چالیسویں کے کھانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوم' دہم و چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے' برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی بات ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳)

نیز سوئم کے کھانے اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے اور وہ جوان کا منتظر رہتا ہے' ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے' مشرک یا چمار (مردار خور) کو اس کا دینا گناہ' فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے' یہ حکم عام فاتحہ کا ہے' نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے' فقیر و غنی سب لیں' جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو' شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵' فیصل آباد)

حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

اور حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا' یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں' انہیں اس سے باز رکھا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵)

کسی نے کہا: کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی (اسی طرح سوئم' چہلم اور عرس کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے)' اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے؟ یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ اور رسول

Marfat.com

نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝" (النحل: ۱۱۷۔۱۱۶)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۶ 'سنی دار الاشاعت' فیصل آباد' ۱۳۹۴ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت پر برطانیہ سے موصول ہونے والے اعتراضات کے جواب

میں نے "شرح صحیح مسلم" ج ۴ ص ۵۱۰۔۴۹۹ میں ایصالِ ثواب کی بحث لکھی تھی' لیکن چونکہ یہ مبحث اب تک "تبیان القرآن" میں نہیں آیا تھا' اس لیے میں نے یہاں پر یہ مبحث ازسرنو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا اور "شرح صحیح مسلم" کے بعض آخری اقتباسات کو بھی اس مبحث کی تکمیل اور تتمیم کے لیے دوبارہ ذکر کیا' اس مبحث پر منکرین ایصالِ ثواب کی طرف سے جو اعتراضات کیے گئے ہیں وہ محترمہ ام السحر شمیم اختر نے شیفیلڈ برطانیہ سے مجھے بھجوائے' تاکہ "تبیان القرآن" میں' میں ان کا جواب لکھ دوں۔ ہر چند کہ ان میں سے اکثر اعتراضات کے جوابات خود "شرح صحیح مسلم" میں آ چکے تھے' لیکن میں نے مناسب جانا کہ میں ان تمام اعتراضات کے جوابات لکھ دوں تاکہ ایصالِ ثواب کی یہ بحث مکمل طریقہ سے بے غبار ہو جائے' میں ان اعتراضات کو نمبروار نقل کر کے ان کے جوابات لکھ رہا ہوں' فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق' علیہ توکلت والیہ انیب۔

اس کا جواب کہ دوسرے کے عمل کے کام آنے کا ثبوت کہاں ہے؟

اعتراض ۱: ایک کا عمل دوسرے کے کام آ سکتا ہے اس کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب: الطور: ۲۱ میں یہ مذکور ہے کہ آباء کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کو ان کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا' اس کی تفصیل اسی جلد میں الطور: ۲۱ کی تفسیر میں بھی ہے اور النجم: ۳۹ کی تفسیر میں بھی ہے اور "شرح صحیح مسلم" میں بھی قرآن مجید کی آیات' احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات سے واضح کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کے کام آتا ہے اور "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝" (النجم: ۳۹) کے وافی اور شافی جوابات دیئے گئے ہیں' دیکھئے! "شرح صحیح مسلم" ج ۲ ص ۹۳۲' ۹۲۸۔

اس کا جواب کہ زندہ کے لیے ایصالِ ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟

اعتراض ۲: زندہ شخص کے لیے دعا کرنا جائز ہے تو زندہ شخص کے لیے ایصالِ ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟ زندہ شخص کے لیے ایصالِ ثواب کی ممانعت کہاں ہے؟

الجواب: زندہ شخص کے لیے ایصالِ ثواب کی ممانعت نہیں ہے اور زندہ شخص کے لیے بھی دوسرا شخص عبادات انجام دیتا ہے' حج بدل کی احادیث اور اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارات اس پر واضح دلیل ہیں' علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ' حنفی نے لکھا ہے کہ حج بدل میں شرط یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہو وہ معذور ہو اور موت تک دائمی عجز رہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے' مکمل عبارت اسی جلد میں مذکور ہے' اسی طرح علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی لکھا ہے' اس کی مکمل عبارت بھی اسی جلد کے اسی مبحث میں ہے' خود راقم الحروف نے اپنی والدہ کی حیات میں ان کی طرف سے عمرہ ادا کیا اور راقم الحروف کے دوست محترم طیب بھائی نے راقم الحروف کی طرف سے عمرہ کیا۔ نیز صالح بن درہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایام حج میں ہم سے ایک شخص نے کہا: کیا تمہارے پہلو میں ابلۃ نام کی بستی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس شخص نے کہا: تم میں سے کون شخص اس بات کا ضامن ہے کہ مسجد عشاء میں میرے لیے دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے: یہ نماز ابو ہریرہ کے لیے ہے' کیونکہ میں نے اپنے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ قیامت کے دن مسجد عشاء سے ایسے شہداء کو اٹھائے گا' جن کے ہم پلہ شہداء بدر کے سوا اور کوئی

Marfat.com

نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۰۸) اس حدیث میں زندہ کے لیے ایصالِ ثواب کی واضح دلیل ہے۔

اس کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایصالِ ثواب کا کہاں ثبوت ہے؟

اعتراض ۳: وفات یافتہ افراد کے لیے عہدِ رسالت یا عہد خلفاء راشدین میں ایصالِ ثواب کی کوئی محفل منعقد ہوئی یا اجتماعی دعا کی گئی' جنگ یمامہ جیسے واقعات پیش آئے' کیا کسی نے اپنا عمل دوسرے کو دیا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ میں سے کسی نے ایصالِ ثواب کیا؟ ثبوت کیا ہے؟

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے زیادہ قوی آپ کا قول ہے' حتیٰ کہ جب آپ کے قول اور عمل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کے مقابلہ میں عمل کو ترک کر دیا جاتا ہے اور جب کہ بہ کثرت احادیثِ صحیحہ میں آپ کے صریح ارشادات موجود ہیں کہ فلاں کی طرف سے صدقہ کرو اور فلاں کی طرف سے حج کرو اور فلاں کی طرف سے روزے رکھو تو پھر اس سلسلہ میں آپ کے اور صحابہ کے اعمال کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ و تابعین میں مساجد میں صرف فرض نمازیں پڑھی جاتی تھیں' سنن اور نوافل صرف گھروں میں پڑھے جاتے تھے' جب کہ اب مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا بھی رواج ہو گیا ہے۔ کیا مخالفین یہ بتا سکتے ہیں کہ اس رواج کا ثبوت کس حدیث میں ہے؟

نیز عہد رسالت میں اور عہد صحابہ و تابعین میں گھڑیوں کے حساب سے ایک معین وقت پر نمازیں نہیں پڑھی جاتیں تھیں' جب مسلمان جمع ہو جاتے تھے' نماز پڑھ لیتے تھے' ہم سے تیجے اور چالیسویں کی تعیین کا سوال کرنے والے مخالفین کیا بتا سکتے ہیں کہ گھڑیوں کے حساب سے معین وقت پر نماز پڑھنے کا ثبوت کس حدیث میں ہے؟

اور اگر آپ کے صریح ارشادات کے باوجود معترض کی تسکین آپ کے عمل سے ہو سکتی ہے تو ہم ''صحیح مسلم'' اور بہ کثرت دیگر احادیث کے حوالوں سے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگھوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے قبول فرما۔ اور صحابہ کے عمل کا ثبوت یہ ہے کہ ہم ''سنن ابوداؤد'' اور دیگر کثیر احادیث کے حوالوں سے یہ بتا چکے ہیں کہ حضرت علی ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے' ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔

اس سوال کا جواب ہم گزشتہ صفحات میں غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں کی طرف سے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے بھی لکھ چکے اور مذکور الصدر احادیث کا ''شرح صحیح مسلم'' ج ۴ ص ۵۰۲۔۵۰۱ میں بھی ذکر ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی کی عبارت یہ ہے:

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لیے ہدیۃً پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے' یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہے' یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لیے ایصالِ ثواب نہیں کیا؟ کیونکہ اس قسم کے ایصالِ ثواب کے لیے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصالِ ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصالِ ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ یہ مستحب ہے' واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصالِ ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے' خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصالِ ثواب کیا ہو یا نہ۔ (السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵)

Marfat.com

اور اعلیٰ حضرت امام رضا فاضل بریلوی کی عبارت یہ ہے:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں' کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے تھے یا بنوائے تھے یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے' جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ اور رسول نے منع نہ فرمایا' دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۶)

نفلی عبادات کے لیے اپنے اجتہاد سے کوئی بھی وقت معین کیا جا سکتا ہے' لیکن یہ تعیین عرفی ہوتی ہے' تعیین شرعی کی طرح نہیں' جسے شارع نے مقرر کیا ہے اور مکلف اس کا پابند ہے اور اسی پر اجر کامل موقوف ہے۔ دیکھئے ''از روئے شرع'' نفلی روزہ ہر دن رکھا جا سکتا ہے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۲) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی اتباع میں حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ہر ہفتے کو مسجد قباء جایا کرتے تھے' جب کہ مسجد قباء کی زیارت ایک نفلی عبادت ہے' جسے ہر روز کیا جا سکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن کو اس کی زیارت کے لیے خاص کر لیا تھا' چنانچہ حدیث میں ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء پیدل یا سواری پر جایا کرتے تھے' اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۹۳)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں دوسرے کے لیے دعا کے ثبوت سے ایصالِ ثواب کا ثبوت لازم نہیں آتا

اعتراض ۴: آپ نے ''شرح صحیح مسلم'' (ج ۴ ص ۵۰۰) میں قرآن مجید کی ان آیات سے ایصالِ ثواب پر استدلال کیا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۴)

اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے ۝

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ. (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

دعا میں استدعا ہے' اپنا عمل کسی کو دیا نہیں جا رہا' اس لیے دعا کی آیات ایصالِ ثواب کے لیے دلیل نہیں بن سکتیں۔

الجواب: معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کا عمل دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اسی قاعدہ کی بنیاد پر وہ ایصالِ ثواب کی نفی کرتے ہیں' ہم نے بنی اسرائیل: ۲۴ سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے والدین کے لیے حصولِ رحمت کی دعا کیجئے اور الحشر: ۱۰ میں یہ بتایا ہے کہ مؤمنین اپنے فوت شدہ بھائیوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں گویا ہمیں بھی ایسی دعا کرنے کی تلقین کی ہے' اگر آپ کی دعا سے آپ کے والدین کو رحمت حاصل نہ ہو اور مؤمنین کی دعا سے ان کے فوت شدہ بھائیوں کو مغفرت حاصل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اور اس کی تلقین عبث ہو گی۔ سو واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان کے عمل سے دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس سے یہ قاعدہ باطل ہو گیا کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہوتا اور اسی قاعدہ کی بنیاد پر معتزلہ نے ایصالِ ثواب کی نفی کی تھی' پس ان آیات سے ایصالِ ثواب کی نفی کی بنیاد منہدم ہو گئی اور خصوصیت کے ساتھ ایصالِ ثواب کا ثبوت ان متعدد احادیث سے ہے جن کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

Marfat.com

اس کا جواب کہ ایصالِ ثواب کے کھانے سے اغنیاء کیوں کھاتے ہیں؟

اعتراض ۵: صدقہ غرباء کے لیے ہوتا ہے امراء کے لیے نہیں ہوتا' لیکن عملاً امراء بھی ایصالِ ثواب کی دعوتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

الجواب: جو صدقہ فرض ہو جیسے نذر معین کا یا زکوٰۃ کا' اس کا کھانا امراء کے لیے جائز نہیں ہے اور نفلی صدقات جیسے سوئم اور چہلم میں صدقہ کا ثواب یا بزرگانِ دین کے عرس کا طعام اس کو سب کھا سکتے ہیں۔

اس کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں بندوں کے اعمال میں دوسروں کے ہدیہ کیے ہوئے اعمال کا کیوں ذکر نہیں ہے؟

اعتراض ۶: قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال کا حساب ہوگا' یہ کہیں نہیں ہے کہ تمہارے اعمال میں ان ہدیوں کو بھی دیکھا جائے گا جو تمہیں وفات کے بعد بھی وصول ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَنَآ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ'' (البقرہ: ۱۳۹) اگر دوسرے کی نیکیاں بھی انسان کے اعمال میں ہوتیں تو قرآن میں ان کا ذکر بھی ہوتا۔

الجواب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے مرنے کے بعد تین کے سوا اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لیے دعا کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱) اس نے اپنی زندگی میں جو اعمال از خود نہیں کیے تھے اس حدیث کی رُو سے قیامت تک کی یہ نیکیاں اس کے اعمال میں داخل ہوں گی۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اپنی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور جن لوگوں نے اس نیکی پر عمل کیا ان کا اجر بھی اس کو ملے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷) سو جس نے اپنی اولاد کو نماز سکھائی' اس کی نمازوں کا اجر اس کو ملے گا اور جس نے اپنی اولاد کو صدقہ و خیرات کرنا سکھایا' ان کے صدقہ و خیرات کرنے کا بھی اجر اس کو ملے گا' جس نے دینی مسائل سکھائے' ان مسائل پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملے گا' جس نے کوئی دینی کتاب لکھی' اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملتا رہے گا جب تک دنیا میں وہ کتاب باقی رہے گی۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے ساتھ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی نمازِ جنازہ پڑھو' ان کے لیے مغفرت طلب کرو' ان کی وفات کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو' جن رشتہ داروں کے ساتھ وہ نیکی کرتے تھے ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے دوستوں کی تکریم کرو۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۶۴)

اولاد کی ان نیکیوں سے بھی ماں باپ کو نفع ہوگا اور یہ نیکیاں ماں باپ کے اعمال نامے میں درج ہوں گی' ہم نے تین حدیثیں بیان کی ہیں' جن کے اعتبار سے اولاد اور شاگردوں کی نیکیاں ماں باپ اور اساتذہ کے اعمال میں اور قارئین کی نیکیاں مصنفین کے اعمال ناموں میں درج ہوں گی تو کیا کسی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ میزان پر کسی شخص کو وہ نیکیاں ملیں گی جو اس کے لیے دوسروں نے کی ہیں اور کیا کسی حدیث میں اعمال نامے میں درج تمام مفصل نیکیوں کا ذکر ہے' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ اس میں کسی شخص کی اپنی کی ہوئی نیکیوں کا تو ذکر ہے لیکن ان نیکیوں کا ذکر نہیں ہے جو کسی دوسرے نے اس کے لیے کیں تھیں اور کیا

Marfat.com

ایصالِ ثواب کے ثبوت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات کافی نہیں ہیں جن میں آپ نے کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو' کسی سے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو' کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرو' اور کیا قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ. (الطور:۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

لہٰذا اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ اگر دوسروں کی نیکیاں انسان کے کام آتیں تو قرآن ان کو بھی ذکر کرتا۔

اور قرآن مجید میں یہ بھی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ. (البقرہ:۲۵۱)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کی نیکیوں سے دوسرے بعض سے عذاب دور نہ کرتا تو زمین فاسد ہو جاتی۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا. (الحج:۴۰)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کے شر کو بعض لوگوں کی خیر سے دور نہ فرماتا تو راہبوں کے معبد' اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے' ضرور گرا دیئے جاتے۔

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے اول الذکر آیت (البقرہ:۲۵۱) کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' ان ہی کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے' ان ہی کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شیخ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ نماز پڑھنے والوں کے سبب سے بے نمازوں سے عذاب دور کر دیتا ہے اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب دور کر دیتا ہے اور زکوٰۃ دینے والوں کے سبب سے ان سے عذاب دور کر دیتا ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۶۰' دار الوفاء المنصورہ' ۱۴۱۸ھ' فتح البیان ج ۱ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اور ''وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ'' (البقرہ:۱۳۹) اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو شخص کسی کے تعلیم دینے یا اس کے نیک سلوک' اس کی پرورش اور اس کی محبت کی وجہ سے اس کی طرف سے نیک اعمال کرتا ہے' وہ درحقیقت اسی کے اعمال ہوتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے کے نیک اعمال کا سبب ہوتا ہے۔

اس کا جواب کہ حضرت سعد نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا اس لیے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے

اعتراض ۷: جس حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا' وہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ انہوں نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا یا ان کی خواہش سے صدقہ کیا تھا۔

الجواب: یہ حدیث پر افتراء ہے' کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت سعد نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا یا ان کی

Marfat.com

خواہش سے ان کی طرف سے ایسا کیا تھا' اگر منکرین کے پاس ایسی حدیث ہے تو پیش کریں ورنہ جھوٹی حدیث گھڑنے سے باز آئیں اور اس جھوٹ کا واضح قلع قمع اس حدیث سے ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہوگیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں میں میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ ہے وہ ان پر صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۲' یہ حدیث "شرح صحیح مسلم" ج ۴ ص ۱۰۵ پر بھی درج ہے)

اس کا جواب کہ میت کی نذر پوری کرنا وارثوں پر لازم ہے اس لیے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے

اعتراض ۸: جس حدیث میں وارث سے کہا گیا ہے کہ وہ میت کا قرض ادا کرے یا اس کی نذر پوری کرے وہ بھی ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے کیونکہ میت کا قرض ادا کرنا اور اس کی نذر پوری کرنا وارثوں پر فرض ہے۔

الجواب: قرض ادا کرنا اور نذر پوری کرنا وارثوں پر اس وقت ضروری ہے جب اس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہو' اور اگر اس نے ترکہ میں کوئی مال نہ چھوڑا ہو' پھر ان پر قرض ادا کرنا یا نذر پوری کرنا فرض نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے نذر پوری کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور جب وارث اپنی طرف سے تبرع اور احسان کر کے اس کی نذر پوری کرے گا تو یہ خالص غیر کا عمل ہوگا جس سے میت کو نفع ہوگا اور یہ ایصالِ ثواب کی واضح دلیل ہے' نیز جب میت نے مال چھوڑا ہو اور وارث اس مال سے قرض ادا کرے یا نذر پوری کرے' تب بھی یہ عمل تو میت کا نہیں ہے' مال میت کا ہے لیکن عمل تو وارث کا ہے اور وارث کے اس عمل سے میت کو بہر حال نفع ہوگا اور اس صورت میں بھی یہ ایصالِ ثواب کی دلیل ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے جس میں حضور کی طرف سے حضرت علی کی قربانی کرنے کا ذکر ہے

اعتراض ۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنے کی حدیث ہے اس کی سند کا حال "میزان" میں قابل دید ہے' اس روایت کو قبول کرنے کے لیے چیتے کا دل چاہیے؟

الجواب: جی نہیں! اس روایت کو قبول کرنے کے لیے مسلمان کا دل کافی ہے" میزان الاعتدال" میں اس سند کا جو حال ہے وہ ہم نے دیکھ لیا ہے" میزان الاعتدال" کے مصنف علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی الحسن بن الحکم کے متعلق ابن معین نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور ابوحاتم نے کہا: وہ صالح الحدیث ہیں' البتہ یہ بھی لکھا ہے کہ ابن حبان ان کو ناپسند کرتے تھے (اگر وہ ناپسند کرتے تھے تو کرتے رہیں!)۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۳) اور علامہ ذہبی نے "تلخیص المستدرک" میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰۔۲۲۹)

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی طرف سے قربانی دینا گھر کے سربراہ کی مثل ہے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں

اعتراض ۱۰: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آل اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کی تھی وہ بھی ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جب گھر کا سربراہ قربانی دیتا ہے تو وہ سب کی طرف سے قربانی ہو جاتی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے سربراہ تھے' اس لیے آپ نے ساری امت کی طرف سے قربانی کر دی۔ آپ کا یہ عمل امت کی دل جوئی کے لیے تھا یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے۔

Marfat.com

الجواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا تعلق ایک گھرانے اور اس کے سربراہ کا سا نہیں ہے بلکہ ایک نبی اور اس کی امت کا ہے اور نبی کے ہر عمل میں امت کے لیے حسین نمونہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حسین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اور امت کی طرف سے جو قربانی کی ہے اس میں ہمارے عمل کے لیے یہ نمونہ ہے کہ ہم بھی اپنے عزیزوں اور معاشرہ کے ان پس ماندہ افراد کی طرف سے قربانی کیا کریں جو از خود قربانی نہیں کر سکتے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کریں۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ. آپ کہیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ (آل عمران:۳۱)

اس آیت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنی قربانی کے ساتھ اپنے عزیزوں اور معاشرہ کے تنگ دست افراد کی طرف سے قربانی کریں اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کریں۔

اس کا جواب کہ حضرت سعد بن عبادہ کی حدیث مرسل ہے' اس لیے حجت نہیں

اعتراض ۱۱: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات پندرہ ہجری میں ہوئی ہے' حسن بصری جو بے نظیر مدلس ہیں' ان کی وفات کے بعد تقریباً بائیس ہجری میں پیدا ہوئے'' موطأ امام مالک'' میں حسن بصری نے حضرت سعد بن عبادہ سے یہ مرسلاً روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرنے کا سوال کیا۔ سو یہ روایت مدلس ہے اور ناقابلِ اعتبار ہے۔'' تہذیب التہذیب'' اور'' میزان الاعتدال'' میں حسن بصری کے مدلس ہونے کا ذکر ہے۔

الجواب: ہم نے'' موطأ امام مالک'' کی مرسل روایت سے استدلال نہیں کیا بلکہ'' صحیح بخاری'' کی متصل السند تین روایتیں پیش کی ہیں' پہلی روایت'' عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس ان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ'' سے شروع ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۷۶۱) اور دوسری روایت:'' اخبرنی یعلٰی انہ سمع عکرمۃ مولی ابن عباس یقول انبأنا ابن عباس ان سعد بن عبادہ'' سے شروع ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۷۶۲)

اور تیسری متصل روایت یہ ہے:'' عن ہشام عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم'' الحدیث۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۷۶۰) ان تینوں روایات میں سے کسی روایت میں حسن بصری نہیں ہیں۔ نیز'' سنن ابوداؤد'' میں سعید بن میسب اور حسن بصری سے مرسل روایت ہے' جس کے متعلق ہم ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث کے عنوان کے تحت بحث کر چکے ہیں۔ تاہم معترضین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حسن بصری بے نظیر مدلس تھے' ان کی روایات مرسل ہیں' مدلس نہیں ہیں۔

کیا حضرت حسن بصری فی الواقع مدلس تھے؟

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری کا پورا نام ہے: حسن بن ابی الحسن یسار بصری' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے' ان کی ماں کا نام خیرہ تھا اور وہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' بعض اوقات ان کی ماں گھر میں

Marfat.com

نہیں ہوتی تھیں اور یہ روتے تھے تو حضرت ام سلمہ ان کے منہ میں اپنا پستان دے دیتی تھیں' ان میں جو حکمت اور فصاحت تھی وہ اسی کی برکت سے تھی۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۲۹۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ مزی نے لکھا ہے کہ ان کی ماں ان کو حضرت عمر کے پاس لے گئیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما اور لوگوں کے نزدیک اس کو محبوب بنا دے۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۳۰۳)

امام احمد بن حنبل نے کہا: رجب ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: اس وقت ان کی عمر اٹھاسی (۸۸) سال تھی۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۳۱۷)

''میزان الاعتدال'' کے مصنف علامہ شمس الدین ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بہت فضائل اور مناقب لکھے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری اپنے زمانہ کے اہل علم و عمل کے سردار تھے اور اہل بصرہ کے شیخ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۵۷)

یحییٰ بن معین نے کہا: انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے مرسلاً احادیث روایت کی ہیں' مثلاً حضرت علی' حضرت ام سلمہ' ان سے ان کا سماع نہیں ہے اور نہ حضرت ابوموسیٰ اور نہ حضرت ابن سریع سے اور نہ عمرو بن تغلب سے اور نہ حضرت عمران سے اور نہ حضرت ابی برزہ سے اور نہ حضرت اسامہ بن زید سے اور نہ حضرت ابن عباس سے اور نہ حضرت عقبہ بن عامر سے اور نہ حضرت ابوثعلبہ سے اور نہ حضرت ابوبکرہ سے اور نہ حضرت ابوہریرہ سے اور نہ حضرت جابر سے اور نہ حضرت ابوسعید سے اور دوسروں نے کہا: ان کا حضرت سلمہ بن محبق' حضرت عباس اور حضرت ابی بن کعب سے بھی سماع نہیں ہے' قتادہ نے کہا: ان کا کسی بدری صحابی سے سماع نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۵۹۔۴۵۸)

حضرت حسن بصری نے کہا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات میں جاتا تھا' اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا اور جب باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ حسن بصری' عثمان بن ابی العاص کے پاس گئے تھے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۶۱۔۴۶۰)

ابو بردہ نے کہا: میں نے حسن بصری سے زیادہ کوئی شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مشابہ نہیں دیکھا۔

ابوقتادہ نے کہا: حسن بصری کو لازم رکھو' میں نے ان سے زیادہ کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشابہ نہیں دیکھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: حسن بصری سے سوال کرو کیونکہ ان کو (احادیث) حفظ ہیں اور ہم بھول گئے۔

قتادہ نے کہا: میں نے جب بھی حسن بصری کے علم کا دوسرے علماء سے تقابل کیا تو حسن بصری کو ان سے افضل پایا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۶۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ابو بلال نے کہا: جب قتادہ کے پاس حسن بصری کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: وہ علم میں غوطہ زن تھے' بلکہ وہ علم میں ہی پروان چڑھے اور اللہ کی قسم! خارجیوں کے سوا ان سے کوئی بغض نہیں رکھتا تھا۔

ہمام نے قتادہ سے روایت کیا کہ زمین کبھی ایسے سات لوگوں سے خالی نہیں رہی' جن کے سبب سے بارش ہوتی ہے اور جن کی برکت سے لوگوں سے مصائب دور کیے جاتے ہیں اور مجھے توقع ہے کہ حسن بصری بھی ان سات میں سے ایک ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۶۴)

Marfat.com

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا: میں جنگ صفین کے ایک سال بعد بالغ ہوا' حضرت عثمان کی شہادت کے وقت ان کی عمر چودہ سال تھی' انہوں نے حضرت عثمان کو دیکھا' ان سے سماع کیا اور ان سے احادیث روایت کیں' اور انہوں نے حضرت عمران بن حصین سے' حضرت سمرہ بن جندب سے' حضرت ابوہریرہ سے' حضرت ابن عمر سے' حضرت ابن عباس سے' حضرت عمرو بن تغلب سے' حضرت اسود بن سریع سے' جندب بن عبد اللہ سے اور صعصعہ بن معاویہ سے احادیث روایت کیں' اور حسن بصری جامع' عالم' عالی' رفیع' فقیہ' ثقہ' مامون' عابد' ناسک' کبیر العلم' فصیح اور جمیل تھے۔ ان کی جو روایات متصل ہیں اور ان سے روایت کی ہیں جن سے انہوں نے سماع کیا ہے وہ عمدہ اور حجت ہیں اور ان کی مرسل احادیث حجت نہیں ہیں (یہ محمد بن سعد کی رائے ہے' احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل روایت مطلقاً مقبول ہے) اہل مکہ نے ان کی تعظیم کی اور مجاہد' عطاء' طاؤس اور عمرو بن شعیب نے کہا: ہم نے ان کی مثل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے لکھا ہے:

یہ اپنے زمانہ میں بصرہ میں سید التابعین تھے' یہ فی نفسہ ثقہ تھے' علم اور عمل میں سردار تھے' بہت عظیم القدر تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حسن بصری کو مدلس کہنا صحیح نہیں' دراصل یہ مرسل روایت بیان کرتے تھے' اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کا بھی ان کو مدلس کہنا صحیح نہیں ہے' وہ لکھتے ہیں:

حسن بصری ثقہ اور فقیہ تھے' ان کی مرسل روایات بہت ہیں اور وہ تدلیس کرتے تھے۔

(تقریب التہذیب ص ۱۶۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

العجلی نے کہا: وہ تابعی ثقہ ہیں اور رجل صالح ہیں' ابن حبان نے ان کا الثقات میں ذکر کیا ہے' انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کو دیکھا' وہ تدلیس کرتے تھے' وہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ فصیح تھے' سب سے زیادہ حسین تھے' سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

تدلیس کا لغوی اور اصطلاحی معنی

تدلیس کا لغوی معنی ہے: روشنی اور اندھیرے کا مختلط ہونا' بیچنے والے کا سودے کے عیب کو خریدار سے چھپانا' دھوکا دینا۔ سند میں تدلیس یہ ہے کہ محدث نے جس شیخ سے حدیث سنی ہو' اس شیخ کے کسی عیب کی وجہ سے اس کی طرف حدیث کا اسناد نہ کرے بلکہ اس سے اوپر کے شیخ کی طرف حدیث کا اسناد کرے جس کو اس نے دیکھا بھی ہو۔

(لسان العرب ج ۵ ص ۲۸۶' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

اور تدلیس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ محدث اپنے معاصر سے ایک حدیث روایت کرے جس سے اس نے اس حدیث کو نہ سنا ہو اور وہ یہ وہم ڈالے کہ اس نے اسی سے اس حدیث کو سنا ہے اور جس سے اس نے سنا ہے اس کے ضعیف یا اس کے کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کی طرف اس حدیث کا اسناد نہ کرے تاکہ اس حدیث کی تحسین ہو۔

(تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' مکتبہ علمیہ' مدینہ منورہ)

Marfat.com

اور حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے:

تابعی کبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا آپ نے یہ کام کیا۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۵)

واضح رہے کہ حدیث مرسل امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مطلقاً مقبول ہوتی ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اگر دوسرے قرائن سے مؤید ہو جائے تو مقبول ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

حضرت حسن بصری کے مدلس نہ ہونے پر دلائل

حضرت حسن بصری کے متعلق سب نے لکھا ہے کہ وہ عالم باعمل تھے اور اپنے زمانہ میں سب سے بڑے فقیہ اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے' سو ان کے متعلق یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ سند حدیث میں تدلیس کریں گے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنی روایت کی نسبت اپنے شیخ الشیخ کی طرف کریں گے جس سے انہوں نے اس حدیث کو نہیں سنا ہوگا اور اپنے اس شیخ کی طرف اس حدیث کی نسبت نہیں کریں گے جس سے درحقیقت انہوں نے اس حدیث کو سنا ہوگا کیونکہ ان کے اس شیخ میں کوئی عیب ہوگا اور وہ اس حدیث کو رواج دینے کے لیے اس کی نسبت شیخ الشیخ کی طرف کر دیں گے تاکہ اس حدیث کا رواج ہو اور ظاہر ہے کہ یہ دھوکہ دہی ہے اور کسی متقی عالم دین سے ایسا کرنا متصور نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ایسے شخص سے جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فقیہ اور سب سے بڑا عابد ہو۔ لہٰذا حضرت حسن بصری کی طرف تدلیس کی نسبت کرنا باطل ہے' خواہ کسی نے بھی یہ نسبت کی ہو۔

البتہ حضرت حسن بصری کی مرسل روایات بہت ہیں اور حدیث مرسل وہ ہوتی ہے جس میں تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور درمیان میں کسی صحابی کو چھوڑ دے۔ علامہ ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے حسن بصری سے کہا کہ آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے تھے: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) کاش! آپ یہ بھی بیان کرتے کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ حسن بصری نے کہا: اے شخص! نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے نہ ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے اور انہی میں سے کوئی شخص ہمیں نماز پڑھاتا تھا (یعنی اُن ہی صحابہ میں سے ہم نے احادیث سنی ہیں)۔

یونس بن عبید نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے سوال کیا: اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حالانکہ آپ نے اُن کے زمانہ کو نہیں پایا۔ حسن بصری نے کہا: اے بھتیجے! تم نے مجھ سے اُس چیز کا سوال کیا ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں کیا اور اگر میرے نزدیک تمہاری وہ وقعت نہ ہوتی جو ہے تو میں تمہیں نہ بتاتا' تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس زمانے میں ہوں اور یہ زمانہ حجاج کی عمل داری کا تھا اور ہر وہ حدیث جس میں تم مجھ سے یہ سنتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنی ہوتی ہے' لیکن میں اُس زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی کا نام زبان پر لانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۳۱۶' دارالفکر' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن مدینی نے کہا کہ حسن بصری کی مرسلات جب اُن سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو وہ صحیح ہیں اور بہت کم ایسا ہوگا کہ ان میں سے کوئی حدیث ساقط الاعتبار ہو۔ اور امام ابوزرعہ نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں حسن بصری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں نے اس کی اصل ثابت پائی سوا چار احادیث کے اور امام محمد بن سعد نے کہا کہ حسن بصری

Marfat.com

جامع، عالم رفیع، فقیہ، ثقہ، مامون، عابد، ناسک، کثیر العلم، فصیح اور جمیل تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۴۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا روایت حدیث میں کتنا بلند مقام ہے اور منکرین حدیث نے ان کی بہ کثرت احادیث کو رد کرنے کے لیے یہ زہر پھیلایا ہے کہ وہ مدلس تھے اور ہم نے تفصیل سے اس کو اس لیے لکھا کہ عام لوگوں کو اس زہر آفرینی سے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو تو وہ دور ہو جائے اور حضرت حسن بصری کے دامن سے غبار ہٹ جائے اور قیامت کے دن حسن بصری ایسے فقیہ اور عابد و زاہد کے دامن سے گرد صاف کرنے کی وجہ سے ہمیں اُن کی شفاعت نصیب ہو اور ہماری مغفرت ہو:

احبّ الصالحین ولست منھم — لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

''میں صالحین سے محبت کرتا ہوں ہر چند کہ میں اُن میں سے نہیں ہوں' شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالحیت عطا فرما دے''۔

النجم: ۴۱۔۴۰ میں فرمایا: اور یہ کہ اس کا عمل عنقریب دیکھا جائے گاO پھر اس کو پورا پورا عوض دیا جائے گاO

قیامت کے دن انسان کے گزشتہ اعمال دکھانے کی توجیہ

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان کا عمل سب کو دکھائے گا' پھر اس کے عمل کی اس کو پوری پوری جزاء دی جائے گی۔

اس آیت میں مؤمنین کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے نیک اعمال سب کو دکھائے گا تا کہ مؤمنین اپنی عزت افزائی سے خوش ہوں یا فرشتے اور تمام مخلوق قیامت کے دن مؤمنین کے نیک اعمال کو دیکھے گی اور اس سے مؤمنین خوش ہوں گے اور اپنے نیک اعمال پر فخر کریں گے اور کافر غمگین ہوں گے' کیونکہ ان کے بُرے اعمال کو ساری مخلوق دیکھے گی اور وہ رسوا ہوں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو اعمال انجام دیئے جا چکے وہ گزرنے کے بعد فنا ہو گئے' ان کو کیسے دکھایا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال کی جگہ حسین صورتیں دکھائی جائیں گی اور بُرے اعمال کی جگہ بُری اور ڈراؤنی صورتیں دکھائی جائیں گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کو اور اس کے اعمال کو پیدا کرنے والا اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا' اسی طرح اس کے اعمال کو بھی دوبارہ پیدا کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سامنے اس کو بعید سمجھنا گم راہی اور جہالت کی بات ہے' کتنی چیزیں ایسی ہیں جن کا پہلے کوئی تصور نہیں تھا' لیکن سائنس کی تیز رفتار ترقی کے باعث اب وہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہو چکی ہیں' پہلے یہ جاننے کا کوئی تصور نہیں تھا کہ خون کے ایک قطرہ میں کتنے ملی گرام گلوکوز ہے اور کتنے ملی گرام کولیسٹرول ہے' اب ایسی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں جس سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اس کے خون میں گلوکوز کی کتنی مقدار ہے اور کولیسٹرول کی کتنی مقدار ہے' خود میرے پاس ایسا میٹر ہے جس سے میں اپنا گلوکوز اور کولیسٹرول جانچتا رہتا ہوں' لیکن یہی بات اب سے آٹھ نو سو سال پہلے امام غزالی اور امام رازی کے زمانہ میں کہی جاتی تو اس پر کوئی یقین نہ کرتا۔ سائنس دان کہتے ہیں: ہم جو کچھ باتیں کرتے ہیں وہ آوازیں معدوم نہیں ہوئیں' وہ فضا میں موجود ہیں اور وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ گزشتہ آوازوں کو ریکارڈ کر کے لوگوں کو سنا سکیں اور جب گزشتہ آوازوں کو سنایا جا سکتا ہے تو پھر گزشتہ اعمال کو بھی دکھایا جا سکتا ہے' نیز یہ تو عام مشاہدہ ہے کہ وڈیو کیمرے کے ذریعہ انسان کی آوازوں اور اس کے کاموں کو بعینہٖ اسی طرح دکھایا اور سنایا جاتا ہے تو جب انسان وڈیو کیمرے کے ذریعہ گزشتہ کام اور گزشتہ آوازیں دکھا اور سنا

Marfat.com

سکتا ہے تو خالقِ کائنات وڈیو کیمرے کی وساطت کے بغیر انسان کے گزشتہ کام کیوں نہیں دکھا اور سنا سکتا' ہم اسباب اور واسطوں کے محتاج ہیں' خالق کائنات کسی سبب اور واسطے کے محتاج نہیں ہے۔

النجم: ۴۲ میں فرمایا: اور یہ کہ آخر کار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے O

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے' کیونکہ ہر چیز کے سبب کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہو جاتی ہے' مثلاً زید کی پیدائش کا سبب اس کا باپ ہے' اور اس کے باپ کی پیدائش کا سبب اس کا باپ ہے اور اس کا سبب پھر اس کا باپ ہے اور یہ سلسلہ حضرت آدم تک پہنچے گا' اب سوال ہوگا کہ حضرت آدم کی پیدائش کا سبب کون ہے؟ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ ان کی پیدائش کا سبب ایسی ذات ہو جو فی نفسہٖ حادث اور ممکن نہیں ہے اور وہ ذات قدیم اور واجب ہے' وہ سب کے وجود کا سبب ہے اور اس کا سبب کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ حادث اور ممکن نہیں ہے' قدیم اور واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ ذات واحد ہو کیونکہ اگر وہ ذات متعدد ہو تو ان متعدد ذوات میں قدم اور وجوب مشترک ہوگا اور چونکہ دو چیزیں بغیر باہم امتیاز کے نہیں ہو سکتیں اس لیے ہر ذات میں؛ دو جز ہوں گے' ایک جز مشترک ہوگا اور ایک جز ممیز ہوگا' اور جس ذات کے دو جز ہوں وہ مرکب ہوتی ہے اور مرکب حادث اور ممکن ہوتا ہے' اس لیے جو ذات واجب اور قدیم ہو وہ واحد ہی ہوگی اور جو قدیم' واجب اور واحد ہو وہی اللہ عزوجل کی ذات ہے' اس لیے ہر چیز کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور احادیث میں بھی اس دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' حتیٰ کہ وہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا' جب وہ یہاں پر پہنچے تو تم شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور وہ رک جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب کوئی شخص ایسے سوال کو پائے تو وہ کہے کہ میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۹۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رلایا O اور یہ کہ اسی نے مارا اور اسی نے زندہ کیا O اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے O نطفہ سے' جب اس کو مادہ کے رحم میں ٹپکایا گیا O اور یہ کہ دوسری زندگی دینا اسی کے ذمہ ہے O اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور مال دیا O اور یہ کہ شعریٰ (ستارے) کا وہی رب ہے O اور یہ کہ اسی نے پہلی (قوم) عاد کو ہلاک کر دیا O اور (قوم) ثمود میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا O اور اس سے پہلے قوم نوح (کے کافروں) کو' بے شک وہ بہت ظالم اور بہت سرکش تھے O اور (قوم لوط کی) پلٹائی ہوئی بستیوں کو اوپر سے نیچے پھینک دیا O تو (سنگریزوں کی بارش نے) ان کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا O پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا O یہ پہلے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں O قریب آنے والی ساعت قریب آ چکی ہے O اللہ کے سوا (وقت معین پر) اسے کوئی دکھانے والا نہیں ہے O تو کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہو O اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو O اور تم کھیل کود میں پڑے ہو O سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو O (النجم: ۶۲-۴۳)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ہنسانے اور رلانے کی توجیہات

ہر چند کہ انسان کسی سبب سے ہنستا ہے اور کسی سبب سے روتا ہے' لیکن یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہنستا ہے اور وہی رلاتا ہے' اس آیت میں اسباب ظاہرہ سے صرف نظر کر کے سبب حقیقی کی طرف اسناد فرمایا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر کے اس قول کا ذکر کیا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحم فرمائے' اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا کہ کسی کے رونے سے اللہ تعالیٰ مؤمن کو عذاب دیتا ہے' لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ بے شک اللہ کافر کے گھر والوں کے رونے سے کافر پر عذاب زیادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن کی یہ آیت کافی ہے کہ'' کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔ (الفاطر: ۱۸' النجم: ۳۸) اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ایسا خطبہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا' آپ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہروں کو چھپا لیا اور ان کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں' پھر ایک شخص نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فلاں شخص ہے' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ — ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔ (المائدہ: ۱۰۱)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۹)

عطاء بن ابی مسلم نے اس کی تفسیر میں کہا: یعنی اس نے لوگوں کو خوش کیا اور غم زدہ کیا۔

حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو جنت میں ہنسایا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں رلایا۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زمین میں سبزہ اگا کر اس کو خوش کیا اور آسمان کو بارش برسا کر رلایا۔

ذوالنون مصری نے کہا: مؤمنین اور عارفین کو اپنی معرفت کے سورج سے ہنسایا اور کافروں اور بدکاروں کو ان کے گناہوں کی ظلمت سے رلایا۔

سہل بن عبد اللہ نے کہا: اطاعت گزاروں کو اپنی رحمت سے ہنسایا اور نافرمانوں کو اپنے غضب سے رلایا۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۵۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

النجم: ۴۶۔ ۴۴ میں فرمایا: اور یہ کہ اسی نے مارا اور اسی نے زندہ کیا O اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے O نطفہ سے' جب اس کو مادہ کے رحم میں ٹپکایا O

موت اور حیات کی مختلف تعبیریں

یعنی اللہ نے موت اور حیات کے اسباب پیدا کیے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے کافر کو کفر کے ساتھ موت دی اور مؤمن کو ایمان کے ساتھ حیات دی' ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنے عدل سے

Marfat.com

مارا اور اپنے فضل سے زندہ کیا' دینے سے منع کرنا اور بخل کرنا یہ موت ہے اور سخاوت اور خرچ کرنا حیات ہے' ایک قول یہ ہے کہ آباء پر موت طاری کی اور ابناء کو حیات دی' ایک قول یہ ہے کہ موت سے مراد خشک سالی اور قحط ہے اور حیات سے مراد فصلوں کی زرخیزی ہے' ایک قول یہ ہے کہ موت سے مراد نیند ہے اور حیات سے مراد بیداری ہے' ایک قول یہ ہے کہ مارنا دنیا میں ہے اور زندہ کرنا قیامت کے بعد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے نر اور مادہ پیدا کیے اور نطفہ سے مراد منی کا قطرہ ہے۔

النجم: ۴۸۔ ۴۷ میں فرمایا: اور یہ کہ دوسری زندگی دینا اسی کے ذمہ ہے O اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور مال دیا O

''اقنٰی'' کا معنی

یعنی قیامت کے بعد مردہ جسموں میں وہی روح ڈالے گا اور وہی جس کو چاہتا ہے خوش حال کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مال دیتا ہے۔

اس آیت میں ''اقنٰی'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''قنیہ'' ہے' اس کا معنی ہے: وہ مال جس کا ذخیرہ کیا گیا ہو' ایک قول ہے: ''اقنٰی'' کا معنی ہے: ''ارضی'' راضی کیا' اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رضا اور اطاعت کی دولت عطا کی' اور یہ سب سے بڑی خوش حالی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

''قنی'' کا معنی ہے: مال حاصل کیا' ''قناہ اللہ و اقناہ'' کا معنی ہے: اللہ نے اس کو راضی کیا۔

(القاموس المحیط ص ۱۳۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ابوزید سے روایت ہے کہ جس کو سو بکرے دیئے گئے' اس کو ''القنٰی'' دی گئی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس کو سکونت دی گئی اس کو اللہ نے غنی کر دیا اور ''قِنیۃ'' دی' اور سلیمان تیمی نے کہا کہ ''اغنی و اقنٰی'' کا معنی ہے: اللہ نے اس کو غنی کر دیا اور مخلوق کو اس کا محتاج کر دیا۔ سفیان نے کہا: اس کا معنی ہے: اس کو قناعت سے غنی کر دیا اور اس کو راضی کر دیا اور اخفش نے کہا: ''اقنٰی'' کا معنی ہے: اس کو فقیر اور محتاج کر دیا' ابن کیسان نے کہا: اس کو صاحب اولاد کر دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ص ۱۱۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

''شعریٰ'' کا معنی اور مصداق

النجم: ۴۹ میں فرمایا: اور یہ کہ شعریٰ (ستارے) کا وہی رب ہے O

مجاہد نے کہا: شعریٰ ایک ستارہ ہے جو الجوزاء کے عقب میں ہے' زمانۂ جاہلیت میں مشرکین اس کی عبادت کرتے تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۵۲۵۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے لکھا ہے: ''الشعریٰ'' ایک ستارہ ہے جو الجوزاء کے عقب سے طلوع ہوتا ہے' الغمیصاء اور العبو دو ستارے ہیں' ان میں سے ایک ''شعریٰ'' میں ہے' اس کا نام کلب الجبار ہے' قبیلہ خزاعۃ اس کی عبادت کرتا تھا' ان کا سردار ابوکبشہ تھا' اس نے اس ستارے کی عبادت کا طریقہ ایجاد کیا تھا اور قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوکبشہ کی مشابہت کی وجہ سے ابن ابی کبشہ کہتے تھے کہ جس طرح ابوکبشہ نے بتوں کی عبادت کے بجائے ستارہ ''شعریٰ'' کی عبادت کا طریقہ ایجاد کیا اسی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے طریقہ کی مخالفت کر کے' اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کا طریقہ ایجاد کیا۔ (الکشاف ج ۴ ص ۴۲۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

Marfat.com

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:
ابوسفیان نے کہا کہ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھ کر جو کہنا تھا وہ کہا اور جب وہاں شور ہو گیا تو ہم لوگوں کو وہاں سے نکال دیا گیا' اس وقت میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت بڑھ چکا ہے' اب گوری چمڑی والوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۷)

النجم: ۵۵۔۵۰ میں فرمایا: اور یہ کہ اسی نے پہلی (قوم) عاد کو ہلاک کر دیاO اور (قوم) ثمود میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑاO اور اس سے پہلے قوم نوح (کے کافروں) کو' بے شک وہ بہت ظالم اور بہت سرکش تھےO اور (قوم لوط کی) پلٹائی ہوئی بستیوں کو اوپر سے نیچے پھینک دیاO تو (سنگریزوں کی بارش نے) ان کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیاO پس (اے مخاطب!) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گاO

سابقہ امتوں میں سے مکذبین پر عذاب نازل فرمانا

قوم عاد کی صفت ذکر فرمائی کہ وہ پہلی عاد ہے' کیونکہ وہ قوم ثمود سے پہلے تھی' ابن زید نے کہا کہ اس کو عاد اولیٰ اس لیے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس قوم کو سب سے پہلے ہلاک کیا گیا وہ قوم عاد تھی اور امام ابن اسحاق نے کہا: عاد کی دو قومیں تھیں' پہلی قوم کو آندھی سے ہلاک کیا گیا اور دوسری قوم کو ایک زبردست چیخ کے عذاب سے ہلاک کیا گیا' ایک قول یہ ہے کہ عاد اولیٰ' عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح ہے' اور عاد ثانیہ عاد کی اولاد سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عاد ثانیہ وہ زبردست جسیم لوگ تھے جو حضرت ھود علیہ السلام کی قوم تھے۔

اور قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے' ان کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک کیا گیا' اغلب یہ ہے کہ یہی لوگ عاد ثانیہ تھے۔

اور عاد اور ثمود سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا' ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ بہت ظالم اور بہت سرکش تھے' کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے درمیان بہت طویل عرصہ تک قیام کیا' اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص اپنے بیٹے کو حضرت نوح کے پاس لے کر جاتا اور حضرت نوح کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے سے کہتا: ان سے بچ کر رہنا' یہ بہت جھوٹے ہیں' میرا باپ بھی مجھے ان کے پاس لے کر گیا تھا اور اس نے بھی مجھے یہی نصیحت کی تھی' ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کفارِ مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں' ہر دور میں نبیوں کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو بلندی پر لے جا کر زمین پر الٹ کر پھینک دیا گیا تھا' حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو زمین کی بلندی سے پلٹ کر پھینک دیا تھا' پھر اوپر سے ان پر نشان زدہ کنکریاں برسائی گئیں' ان تمام واقعات کو سورۂ ھود میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

جب قریش مکہ' مکہ سے شام کا سفر کرتے تھے تو ان کو ان سابقہ امتوں پر عذاب کی نشانیاں نظر آتی تھیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے وہ شخص جو اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کرتا ہے تو اللہ کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا" ان نشانیوں کو نعمتوں سے تعبیر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی نشانیاں بھی لوگوں کے لیے نعمت ہیں۔

النجم: ۶۲۔۵۶ میں فرمایا: یہ پہلے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیںO قریب آنے والی ساعت قریب آچکی ہےO اللہ کے سوا (وقت معین پر) اسے کوئی دکھانے والا نہیں ہےO تو کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے

Marfat.com

ہوO اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہوO اور تم کھیل کود میں پڑے ہوO اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کروO

ابن جریج اور محمد بن کعب نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں نذیر سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' یعنی جس طرح انبیاء سابقین اپنی اپنی امتوں کو عذاب آخرت سے ڈراتے رہے ہیں' اسی طرح اے قریش مکہ! میں بھی تم کو عذاب آخرت سے ڈرا رہا ہوں' اگر تم نے میری اطاعت کر لی تو فبہا ورنہ تم کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو اس سے پہلے کفار کو پہنچتا رہا ہے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے اور جس طرح سابقہ کتابوں نے عذاب سے ڈرایا تھا اسی طرح قرآن مجید نے بھی آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

ابو مالک نے کہا: میں نے تم کو پچھلی امتوں کے جن واقعات سے ڈرایا ہے' اس کا ذکر حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔

النجم: ۵۷ میں فرمایا: قریب آنے والی ساعت قریب آ چکی ہےO

''ازفة'' کا معنی ہے: قریب آنے والی' یعنی اب قیامت کے وقوع کا وقت قریب آ چکا ہے۔

النجم: ۵۸ میں فرمایا: اللہ کے سوا وقت معین پر اسے کوئی دکھانے والا نہیں ہےO

یعنی اللہ کے سوا کوئی اسے اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر نہیں کر سکتا' قیامت کو ''غاشیة'' بھی فرمایا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ڈھانپ کر اس کا احاطہ کرے گی۔ ''کاشفة'' کے آخر میں ''تا'' مبالغہ کے لیے ہے۔

النجم: ۵۹ میں فرمایا: تو کیا تم اس کلام پر تعجب کرتے ہوO

اس کلام سے مراد قرآن مجید ہے' پھر فرمایا: اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہوO

یعنی تم قرآن مجید کی وعیدوں کا مذاق اڑاتے ہو' ہنستے ہو اور اس کی وعید سے خوف زدہ ہو کر روتے نہیں ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے نہیں تھے' صرف روتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل الصفۃ نے کہا: ''انا لله وانا اليه راجعون'' پھر رونے لگے' حتیٰ کہ ان کی آنکھوں سے ان کے چہروں پر آنسو بہنے لگے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روتے ہوئے سنا تو آپ بھی رونے لگے تو پھر آپ کے رونے کی وجہ سے ہم اور روئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خوف خدا سے رویا ہو وہ کبھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جو شخص اللہ کی معصیت پر مصر ہو وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے گا اور ایسی قوم لے آئے گا جو گناہوں پر استغفار کرے گی' اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا' بے شک وہ بہت مغفرت فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور میں ان چیزوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے' آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا چرچرانا برحق ہے' آسمان میں چار انگل بھی خالی جگہ نہیں' جس میں کوئی فرشتہ سر جھکائے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ میں نہ پڑا ہو اور اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے اور تم بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور تم جنگلوں میں نکل جاتے اور اللہ کو پکارتے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۳)

النجم: ۶۱ میں فرمایا: اور تم کھیل کود میں پڑے ہوO

Marfat.com

یعنی تم کھیل کود میں مشغول ہو اور قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے اعراض کر رہے ہو۔

عکرمہ نے بیان کیا کہ ''سمد'' کا معنی ہے: غنا' مشرکین جب قرآن مجید کو سنتے تو زور زور سے گاتے بجاتے تاکہ قرآن مجید کی تلاوت ان کو نہ سنائی دے۔

ضحاک نے کہا: ''سامدون'' کا معنی ہے: تکبر کرنے والے' جوہری نے ''صحاح'' میں لکھا ہے: جو شخص تکبر سے سر بلند کرے وہ ''سامد'' ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو لوگ نماز کے اوقات میں بیٹھے رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے اور نہ نماز کا انتظار کرتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: وہ امام کے کھڑے ہونے سے پہلے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

النجم: ۶۲ میں فرمایا: سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو O

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا: اس آیت میں سجدہ سے مراد سجدۂ تلاوت ہے۔ سورۂ نجم کے تعارف میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ وہاں پر موجود تمام مؤمنوں اور مشرکوں نے سجدہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہے' ان کے نزدیک یہ سجدہ عزائم سجود سے نہیں ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور صحیح پہلا قول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳)

سورۂ النجم کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج بہ روز جمعرات' بعد از نمازِ عصر' مؤرخہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/ ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۴ء' سورۂ النجم کی تفسیر ختم ہو گئی' اس سورت کو میں نے ۱۹ ستمبر کو شروع کیا تھا' اس طرح پچیس (۲۵) دن میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الہ العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی قرآن مجید کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دیں اور راقم الحروف' اس کے والدین' اس کے اساتذہ' احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں' اس کتاب کو قیامت تک کے لیے مقبول اور وجۂ ہدایت بنا دیں اور اس کتاب کے مصنف' اس کے ناشر' معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوة والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ الطیبین واصحابہ الراشدین وازواجہ امہات المسلمین وعلٰی جمیع المسلمین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی۔ ۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ القمر

سورت کا نام

اس سورت کا نام القمر ہے اور القمر کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر:۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا قیامت کی نشانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے‘ شق القمر کے متعلق احادیث کا ہم ان شاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

سورۃ القمر کا زمانۂ نزول

جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے۔ مقاتل نے درج ذیل آیات کے متعلق کہا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ (القمر: ۴۶-۴۴)

یا یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہو گی ۝ عنقریب اس جماعت کو شکست دے دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگے گی ۝ بلکہ ان سے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت بہت سخت اور بہت کڑوی ہے ۝

یہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیات آپ پر پہلے نازل ہوئی ہوں اور آپ نے صحابہ کے سامنے غزوۂ بدر کے دن ان کی تلاوت کی ہو۔

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۴ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۷ ہے‘ یہ سورت‘ الطارق کے بعد اور صٓ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

شق القمر کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۳۶‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۰‘ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۵‘ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۵۳‘ مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ نے ان کو چاند کا پھٹنا دکھا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۳۷‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۲)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ

Marfat.com

کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف تھا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا' لوگوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا' پھر ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں (یعنی مکہ سے باہر کے لوگوں) پر تو جادو نہیں کر سکتے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۱)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

شق القمر کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا' کیونکہ ''صحیح بخاری'' اور ''مسلم'' اور ''تفسیر ابن جریر'' میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ سلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا' حتیٰ کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ہر طرف سے مکہ میں مسافرین آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔

چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کے متعلق احادیثِ صحیحہ بہت زیادہ ہیں اور ان احادیث کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے' ''شرح مواقف'' میں علامہ میر سید شریف نے لکھا ہے کہ یہ احادیثِ مواتر ہیں' اسی طرح علامہ سبکی نے ''مختصر ابن حاجب'' کی شرح میں لکھا ہے: اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا متواتر ہے' قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے اور احادیثِ صحیحہ میں اس کا بہ کثرت ذکر ہے۔

چاند کے شق ہونے کا واقعہ چاند کی چودھویں شب میں واقع ہوا' مشہور یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارکہ سے اشارہ کیا تو چاند شق ہو گیا لیکن میں نے اس کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں دیکھا۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۱۷۔ ۱۱۳ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

البتہ امام ابونعیم الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے' ان میں ولید بن مغیرہ' ابوجہل بن ہشام' العاص بن ہشام' الاسود بن عبد یغوث' الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ' زمعۃ بن الاسود' النضر بن الحارث وغیرہم تھے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں' اس کا نصف ابوقبیس (مکہ کا ایک پہاڑ) پر ہو اور اس کا نصف قعیقعان (مکہ کا دوسرا پہاڑ) پر ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم اس پر ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور وہ چاند کی چودھویں رات تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چاند کے اسی طرح دو ٹکڑے ہو گئے' ایک ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نداء فرما رہے تھے: اے ابوسلمہ بن عبد الاسد اور اے الارقم بن ابی الارقم! گواہ ہو جاؤ۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۸۰۔ رقم الحدیث: ۲۰۹' دار النفائس' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

شق القمر کی احادیث' ''صحیح بخاری'' میں حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں' حضرت ابن عباس اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حضرت انس اس وقت مکہ میں حاضر نہیں تھے اور مدینہ میں اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی' سو ان کی احادیث مرسل ہیں اور اس پر محمول ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کے متعلق سنا تھا' اور ''دلائل النبوۃ'' میں جو حضرت ابن عباس کی حدیث ہے اس کی سند ضعیف ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

اور حضرت ابن عباس اور حضرت انس کے علاوہ جن صحابہ سے شق القمر کی حدیث روایت ہے' انہوں نے ممکن ہے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شق القمر کو دیکھنے کی تصریح بھی کی ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۱)

واقعہ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے مکہ میں چاند کے دو ٹکڑے دیکھے اور ان سے دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے منیٰ میں چاند کے دو ٹکڑے دیکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۶۹) اور ان میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ منیٰ بھی مکہ میں ہے' اس لیے ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

قدیم فلاسفہ نے چاند کے شق ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک چاند پہلے آسمان میں ہے اور آسمانوں میں خرق اور التیام محال ہے' اسی طرح ان کا شب معراج آسمان کے دروازوں کو کھلوانے پر بھی اعتراض ہے' اسی طرح انہوں نے قیامت کے دن سورج کے لپیٹے جانے پر بھی اعتراض کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ کافر ہیں تو پہلے ان سے اسلام کے ثبوت پر مناظرہ کیا جائے گا اور اگر وہ مسلم ہیں تو جو چیز صریح قرآن سے ثابت ہے جیسے ''اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝'' (التکویر:۱) اور ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝'' (القمر:۱) اس کا انکار کرنے سے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر شق القمر ہوا ہوتا تو اس کو تمام دنیا کے لوگ دیکھتے اور اس کو نقل کرتے' اور اس کا مشاہدہ صرف اہل مکہ کے ساتھ مختص نہ ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ شق القمر رات کے وقت ہوا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی لوگ آسمان کی طرف گھات لگا کر دیکھتے تھے اور کئی مرتبہ رات کو چاند گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہی ان کو دیکھتے ہیں' اسی طرح چاند کا شق ہونا بھی رات کو وقوع پذیر ہوا' نیز ایک لحظہ کے بعد چاند کے دونوں ٹکڑے پھر جڑ گئے تھے' اس لیے اکثر لوگ اس کو نہیں دیکھ سکے اور چونکہ ایک لحظہ کے لیے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا' اس لیے کئی دیکھنے والوں نے اسے شدت حیرت کی وجہ سے نظر کے دھوکے پر محمول کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات بعض علاقہ والوں کے لیے چودھویں ہو اور بعض دوسرے علاقہ والوں کے لیے وہ چودھویں رات نہ ہو۔

بعض لوگوں نے شق القمر کا اس لیے انکار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ عام لوگوں سے مخفی نہ رہتا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کا تعلق حس اور مشاہدہ سے ہے اور تمام لوگ اس کو دیکھ سکتے ہیں اور جو چیز عجیب و غریب ہو اس کو لوگ ضرور دیکھتے ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ ستاروں کے علم کی کتابوں میں ضرور درج ہوتا کیونکہ ان سب لوگوں کا اس کو ترک کرنے پر اتفاق کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چاند کو شق کرنے کا واقعہ رات میں رونما ہوا' کیونکہ دن میں چاند کا ظہور نہیں ہوتا اور رات کو اکثر لوگ اپنے گھروں میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض صحرا میں سفر کرنے والے بیدار ہوتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی اور کام میں مشغول ہوں' اور یہ واقعہ تو چشم زدن میں ہو گیا تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ ستارہ شناس ہر وقت رصد گاہوں میں بیٹھ کر چاند کو تکتے رہیں اور کبھی غافل نہ ہوں اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا ہو تو اکثر لوگوں کو پتا نہ چلا ہو' اور اس واقعہ کو ان ہی لوگوں نے دیکھا جنہوں نے اس کے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ واقعہ تو صرف ایک لحظہ میں رونما ہو گیا تھا' اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ قرآن مجید کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ حد تواتر کو نہ پہنچے کیونکہ ہر نبی کا وہ معجزہ جو عامۃ الوقوع ہو اور اس کا ادراک حس اور مشاہدہ سے ہو سکتا ہو اور پھر قوم اس کی تکذیب کرے تو اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور

Marfat.com

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے' اس لیے جس معجزہ کے ساتھ آپ نے دوسروں کو اس کی نظیر لانے کا چیلنج کیا وہ معجزہ عقلی تھا' اس لیے اس معجزہ کے ساتھ ان ہی لوگوں سے معارضہ کیا گیا جن کو زیادہ عقل اور فہم دی گئی تھی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کسی ستارہ شناس نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اس نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی ستارہ شناس نے یہ بھی نہیں کہا: اس نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں دیکھے۔

اس واقعہ کو بہ کثرت صحابہ اور ان کے بعد تابعین نے روایت کیا ہے اور قرآن مجید میں اس کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے' اس کے علاوہ اہل مکہ نے مکہ کے اطراف میں لوگوں کو بھیجا تھا اور انہوں نے آکر یہ خبر دی کہ انہوں نے چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ مسافر رات کو چاند کی روشنی میں سفر کرتے تھے اور انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب آدمی کسی چیز کو قصداً دیکھنا نہ چاہے تو اس کو دیکھنے سے مانع بہت سی چیزیں ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے علاوہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی نگاہوں کو اس واقعہ سے پھیر لیا ہو تا کہ یہ مشاہدہ اہل مکہ کے ساتھ خاص ہو جائے جیسا کہ اور بہت سے معجزات کے مشاہدہ کے ساتھ اہل مکہ خاص تھے اور دوسروں کو صرف ان کے بیان کرنے سے ان معجزات کا علم ہوا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ شق القمر کا معجزہ بہت عظیم معجزہ تھا اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں ہے' کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہوا اور کسی شخص کی دسترس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۸۱۔۵۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

سورۃ القمر کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور اس کی توفیق پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اللہ العلمین! مجھے ایمان' اعمال صالحہ اور بدن کی صحت اور سلامتی کے ساتھ اس کے ترجمہ اور تفسیر میں وہی امور لکھنے کی ہدایت دینا' جو حق اور صواب ہوں اور غلط اور باطل باتوں سے بچائے رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی۔۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

القمر ۵۴ مکیۃ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۵۵ رکوعاتہا ۳

سورۃ القمر مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں پچپن آیات' تین رکوع ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ

قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا○ اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور

يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ

کہتے ہیں: یہ تو وہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے○ انہوں نے تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام

مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾ حِكْمَةٌ

اپنے وقت پر مقرر ہے○ بے شک ان کے پاس ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (شرک پر) سرزنش ہے○ (اس میں) انتہائی

بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ وقف لازم

حکمت ہے سو ان کو عذاب سے ڈرانے نے کوئی فائدہ نہ دیا○ (اے نبی مکرم!) آپ ان سے اعراض کیجیے جس دن ایک

نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گا○ وہ خوف زدہ آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا کہ وہ زمین پر پھیلے

مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾

ہوئے ٹڈی دل ہیں○ وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے ہوں گے' کافر کہیں گے: یہ بہت سخت دن ہے○

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ

اس سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب کی سو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور

ازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ

ان کو جھڑکا گیا○ سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے○ سو ہم نے موسلا دھار بارش سے

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ

آسمانوں کے دروازے کھول دیئے○ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے سو دونوں پانی اس چیز کے لیے جمع ہو گئے جو

Marfat.com

قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا

ان کے (عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھیO اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیاO جو ہماری آنکھوں کے

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

سامنے چل رہی تھی ان کی سزا کے لیے جنہوں نے کفر کیا تھاO اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والاO

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈراناO اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا

کوئی نصیحت قبول کرنے والاO عاد نے تکذیب کی تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈراناO بے شک ہم نے ان

عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

پر تیز و تند مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی O جو ان کو اٹھا کر زمین پر

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ

اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیںO پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈراناO اور ہم

۱ ع۲۲ ۸ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ ع

نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیاO اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہےO انہوں نے تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام اپنے وقت پر مقرر ہےO بے شک ان کے پاس ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (شرک پر) سرزنش ہےO (اس میں) انتہائی حکمت ہے' سو ان کو عذاب سے ڈرانے نے کوئی فائدہ نہ دیاO (اے نبی مکرم!) آپ ان سے اعراض کیجئے' جس دن ایک بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گاO وہ خوف زدہ' آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا کہ وہ زمین پر پھیلے ہوئے ٹڈی دل ہیںO وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے ہوں گے' کافر کہیں گے: یہ بہت سخت دن ہےO

(القمر: ۸-۱)

قیامت کے قریب آنے کے متعلق احادیث

القمر: ۱ میں فرمایا ہے: قیامت قریب آ گئی' اور اس سے پہلے فرمایا تھا: قریب آنے والی ساعت قریب آ گئی ہے۔

Marfat.com

(النجم: ۵۷) اور احادیث میں بھی قیامت کے قریب آنے کا ذکر ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مدت اتنی ہے جیسے عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت ہو۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۵۳' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۹۸' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ "المعجم الصغیر" اور "المعجم الاوسط" کے راوی صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۱۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی مثل ساتھ ساتھ بھیجا گیا ہے' آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۸' حافظ الہیثمی نے کہا: "مسند احمد" کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۱۲)

چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے متعلق ہم نے القمر کے تعارف میں احادیث لکھی ہیں اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔

مشرکین مکہ کا چاند کے دو ٹکڑوں کو دیکھ لینا

القمر: ۲ میں فرمایا: اور کافر اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں O

اس آیت کے اس حصہ میں یہ دلیل ہے کہ مشرکین نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھ لیے تھے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے' قریش نے کہا: یہ ابو کبشہ کے بیٹے کا جادو ہے' تم مسافروں سے سوال کرو' انہوں نے مسافروں سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔ (مسند ابوداؤد طیالسی رقم الحدیث: ۲۹۶) تب یہ آیت نازل ہوئی: اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔

ہر شخص کا انجام اس کے اعمال کے اعتبار سے ہے

القمر: ۳ میں فرمایا: انہوں نے تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام اپنے وقت پر مقرر ہے O

یعنی انہوں نے ہمارے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی اور اپنی باطل خواہشوں کی پیروی کی اور ہر عمل کرنے والے کے عمل کے اعتبار سے اس کا ٹھکانا ہے' نیک عمل کرنے والوں کا ٹھکانا جنت میں ہے اور بُرے عمل کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں ہے۔

القمر: ۴ میں فرمایا: بے شک ان کے پاس ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (شرک پر) سرزنش ہے O

مشرکینِ مکہ کے پاس سابقہ امتوں کی ایسی خبریں آ چکی ہیں کہ جب وہ ایمان نہیں لائے تو انہوں نے کفر پر سرکشی اور ہٹ دھرمی کی اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر آسمانی عذاب آیا' اگر وہ ان خبروں پر غور کر لیتے تو اپنے کفر اور شرک سے باز آ جاتے۔

حکمت بالغہ کے محامل

القمر: ۵ میں فرمایا: (اس میں) انتہائی حکمت ہے' سو ان کو عذاب سے ڈرانے نے کوئی فائدہ نہ دیا O

یعنی اس قرآن میں انتہائی حکمت کی باتیں ہیں' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسولوں کو بھیجا اور توحید پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اس میں انتہائی حکمت ہے اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر جو احکام نازل کیے ان میں انتہائی حکمت ہے' اور اس کا چوتھا محمل یہ ہے کہ قرب قیامت کی علامتوں میں

Marfat.com

انتہائی حکمت ہے۔

اور یہ جو فرمایا ہے: ''سو ان کو عذاب سے ڈرانے نے کوئی فائدہ نہ دیا'' اس کے دو محمل ہیں:

(۱) عذاب سے ڈرانے والے جن رسولوں کو بھیجا گیا وہ اس لیے نہیں تھا کہ وہ اپنی قوموں کو جبراً مؤمن بنا دیں' ان کو تو صرف تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ پس اگر یہ آپ کی نصیحت سے روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو جبراً منوانے کے لیے نہیں بھیجا۔ (الشوریٰ:۴۸)

آپ نے حکمت بالغہ کے ساتھ ان کو ہمارا پیغام پہنچا دیا اور اس آیت پر عمل کیا:

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ آپ حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ ان کو اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے۔ (النحل:۱۲۵)

(۲) آپ پر توحید کا پیغام پہنچانا جو فرض تھا اور اپنی رسالت پر معجزات کا اظہار جو فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا اور اہل مکہ نے آپ کی تکذیب کی اور تکذیب کرنے والوں پر جو آسمانی عذاب آتا ہے آپ نے اس سے ان کو ڈرایا اور اس سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور یہ حکمت بالغہ ہے' اس کے علاوہ آپ کے ذمہ کوئی اور چیز باقی نہیں ہے۔

بلانے والے کے مصادیق اور ناگوار چیز کے محامل

القمر:۶ میں فرمایا: (اے نبی مکرم!) آپ ان سے اعراض کیجئے' جس دن ایک بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گاO

جب کوئی شخص کسی کو نصیحت کرتا ہے اور وہ اس کی نصیحت قبول نہیں کرتا تو وہ اس سے اعراض کر لیتا ہے' اسی اعتبار سے فرمایا: آپ ان سے اعراض کیجئے' اور یہ جو فرمایا: جس دن ایک بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گاO اس بلانے والے کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں (۲) اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں (۳) اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ وہ قبروں سے نکلنے والے مردوں کو محشر کی طرف لے جائے۔

اور ناگوار چیز کے متعلق بھی کئی اقوال ہیں:

(۱) بلانے والا ان کو اس چیز کی طرف بلائے گا جس کا وہ دنیا میں انکار کرتے تھے' کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے۔

(۲) بلانے والا ان کو اس چیز کی طرف بلائے گا جو انجام کار ان کو دوزخ میں داخل کرنے کا باعث ہو گی اور وہ چیز ان کا حساب ہے یا حساب کے لیے محشر میں جمع ہونا ہے۔

قبر سے نکلنے والوں کی دو حالتیں

القمر:۷ میں فرمایا: وہ خوف زدہ' آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا کہ وہ زمین پر پھیلے ہوئے ٹڈی دل ہیںO

اس آیت میں خشوع کی نسبت بصر کی طرف کی ہے کیونکہ عزت اور ذلت کا دیکھنے والے کے دیکھنے کے انداز سے پتا چل جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَبۡصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘO (النّٰزعٰت:۹) جن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گیO

Marfat.com

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۔ (الشوریٰ: ۴۵) (اے مخاطب!) تو انہیں دیکھے گا ان کو دوزخ کے اوپر پیش کیا جائے گا وہ ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ قبروں سے نکلتے وقت ٹڈی دل کی طرح ہوں گے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ جس دن لوگ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے ۝ (القارعۃ: ۴)

قبروں سے نکلنے والے انسانوں کی دو صفتیں ہوں گی' جس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے تو وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے' ان پر وحشت طاری ہوگی' وہ ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہو جائیں گے' انہیں کچھ پتا نہیں چلے گا کہ وہ کس طرف جائیں' اس وقت وہ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے اور ان کی دوسری حالت ہوگی جب وہ بلانے والے کی آوازسنیں گے کہ وہ انہیں کس طرف بلا رہا ہے اور وہ اس طرف چلے جائیں گے اور اس وقت وہ ٹڈی دل کی طرح ہوں گے کیونکہ ٹڈیاں بھی کسی ایک سمت کا رخ کرتی ہیں۔

''مھطعین'' کا معنی

القمر: ۸ میں فرمایا: وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے ہوں گے' کافر کہیں گے: یہ بہت سخت دن ہے ۝

اس آیت میں ''مھطعین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دوڑتے ہوئے۔ ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: آگے بڑھتے ہوئے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: قصد کرتے ہوئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: دیکھتے ہوئے۔ عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: کسی آواز کی طرف کان لگاتے ہوئے اور یہ سب متقارب معانی ہیں ''ھطع'' اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کسی چیز کو آگے بڑھ کر آنکھوں سے دیکھے اور پلک نہ جھپکائے اور ''اھطع'' اس وقت کہتے ہیں جب آدمی گردن موڑ کر سر نیچا کرے۔

اور قیامت کی ہولناکیوں اور شدت کو دیکھ کر کافر کہیں گے: یہ دن بہت سخت ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ (المدثر: ۱۰۔۹) یہ بہت مشکل دن ہوگا ۝ کافروں پر آسان نہیں ہوگا ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب کی' سو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا گیا ۝ سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے ۝ سو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے ۝ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے سو دونوں پانی اس چیز کے لیے جمع ہو گئے جو ان (کے عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھی ۝ اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا ۝ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی ان کی سزا کے لیے جنہوں نے کفر کیا تھا ۝ اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا' تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ۝ تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا ۝ اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ۝ (القمر: ۱۷۔۹)

Marfat.com

حضرت نوح کو ہمارا بندہ کہنے اور تکذیب کا ذکر مکرر کرنے کی وجہ

القمر: ۹ میں فرمایا: اس سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب کی' پس انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی O

اس آیت پر یہ سوال ہے کہ اس آیت میں تکذیب کرنے کا مکرر ذکر فرمایا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کے جواب میں امام رازی نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل مکہ نے چاند کے شق ہونے کے معجزہ اور توحید و رسالت کی دلیل ہونے کا انکار کیا اور اس سے پہلے نوح کی قوم نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا' پس انہوں نے ہمارے بندہ کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا گیا' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: نوح کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی اور کہا: اللہ نے کوئی رسول نہیں بھیجا اور ان کے پیغامِ توحید کو جھٹلایا پس انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی جیسے ان کے غیر کی تکذیب کی' کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بتوں کی عبادت کرتی تھی اور جو بتوں کی عبادت کرتا ہے وہ رسول اور رسالت کا انکار کرتا ہے' کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کی پیدائش اور تربیت ستاروں کا کام ہے یہ اللہ کا کام نہیں ہے' خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے علی العموم رسولوں کی تکذیب کی اور بالخصوص حضرت نوح کی تکذیب کی' اس لیے دو مرتبہ ان کی تکذیب کا ذکر فرمایا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارا بندہ فرمایا' اسی طرح دیگر عباد صالحین کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف فرماتا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''وَاذْكُرْ عَبْدَنَا'' (ص: ۱۷) ہمارے بندہ (داؤد) کا ذکر کریں' اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا'' (یوسف: ۲۴) بے شک وہ ہمارے بندوں میں سے ہیں' حالانکہ سارے انسان اللہ ہی کے بندے ہیں' خصوصاً ان بندوں کو ہمارا بندہ کہنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی عزت افزائی اور تشریف کے لیے ہے جیسے کہا جاتا ہے: بیت اللہ اور ناقۃ اللہ۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے آپ کو مغلوب فرمانے کی توجیہ

القمر: ۱۰ میں فرمایا: سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے O

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے آپ کو حسبِ ذیل وجوہ سے مغلوب فرمایا:

(۱) کفار مجھ پر غالب آ گئے سو تو ان سے میرا بدلہ لے' یعنی وہ میرے عرصہ دراز کی تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائے۔

(۲) کوئی نبی علیہ السلام اس وقت تک اپنی قوم کے خلاف دعاء ضرر نہیں کرتا جب تک اس کو ان کے ایمان لانے کی معمولی سی بھی امید ہو' پھر جب ایک مدت گزر جائے اور وہ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جائے تو پھر ان کے خلاف دعاء ضرر کرتا ہے اور حضرت نوح ان کے ایمان لانے سے اس لیے مایوس ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ O آپ ان ظالموں کی مجھ سے سفارش نہ کریں' بے شک یہ غرق کیے جائیں گے O (المؤمنون: ۲۷)

پس گویا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یوں دعا کی: اے میرے معبود! بے شک میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا اور تو نے مجھے ان کے خلاف دعا کرنے کا حکم دیا ہے سو تو ان کو ہلاک کر دے' یعنی میں اپنی بشریت کے تقاضے سے مغلوب ہوں۔

اور تو میرا بدلہ لے اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے تیرا کفر کیا ہے اور تیری توحید کا انکار کیا ہے' لہٰذا تو اپنے لیے اور اپنے دین کی برتری کے لیے ان سے بدلہ لے۔

القمر: ۱۱ میں فرمایا: سو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے O

Marfat.com

ایک بحث یہ ہے کہ اس آیت میں آسمان کے دروازوں سے مراد حقیقۃً آسمان کے دروازے ہیں یا یہ اطلاق مجازی ہے' سو اگر یہ مراد لیا جائے کہ حقیقۃً آسمان کے دروازے مراد ہیں تو اس میں بھی کوئی استبعاد اور اشکال نہیں ہے' کیونکہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور اگر اس سے مجازاً مراد بادل لیے جائیں تب بھی درست ہے' جیسا کہ جب شدید بارش ہو تو کہا جاتا ہے کہ آسمان کے پرنالے بہہ رہے ہیں۔ نیز اس آیت میں ''ماء منھمر'' کے الفاظ ہیں'' انھمار'' کا معنی ہے: زور سے پانی کا گرنا' یعنی بادلوں سے بہت زور اور شدت سے پانی برس رہا تھا۔

طوفان اور کشتی کی بناوٹ کی کیفیت

القمر: ۱۲ میں فرمایا: اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے سو دونوں پانی اس چیز کے لیے جمع ہو گئے جو ان (کے عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھیO

اس آیت میں ''عیون'' کا لفظ ہے اس کا واحد ''عین'' ہے اور ''عین'' کا معنی آنکھ بھی ہے اور ''عین'' کا معنی چشمہ بھی ہے' یہاں اس سے مراد چشمہ ہے۔

اس آیت میں مراد یہ ہے کہ دونوں قسم کے پانی جمع ہو گئے' بارش کا پانی اور چشموں کا پانی' اوپر بادلوں سے پانی برس رہا تھا اور نیچے زمین سے چشمے ابل رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان (کے عذاب) کے لیے مقدر کی گئی تھی' اس میں نجومیوں کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ایک برج میں سات ستاروں کے جمع ہونے کی وجہ سے یہ عذاب آیا تھا۔

القمر: ۱۳ میں فرمایا: اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیاO

اس آیت میں ''دسر'' کا لفظ ہے'' الدسر'' کا معنی ہے: کسی چیز کا دفع کرنا اور دھکا دینا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد کشتی کا اگلا حصہ ہے جس سے طوفان کی موجیں ٹکراتی تھیں' جوہری نے ''صحاح'' میں کہا ہے کہ ''دسر'' کا واحد ''دسار'' ہے اور اس سے مراد وہ رسے ہیں جن سے کشتی کے تختے باندھے جاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''دسر'' کا معنی میخیں ہے۔

القمر: ۱۴ میں فرمایا: جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی ان کی سزا کے لیے جنہوں نے کفر کیا تھاO

اللہ تعالیٰ کی صفات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا ذکر فرمایا ہے' ائمہ اربعہ اور دیگر متقدمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بھی ہیں اور اس کے ہاتھ بھی ہیں' لیکن وہ ہماری طرح جسمانی اعضاء نہیں ہیں' بلکہ مخلوقات اور ممکنات میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (الشوریٰ: ۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو ید' عین اور ساق وغیرہ کے الفاظ ہیں' ہم ان پر ایمان لاتے ہیں' ان کی نفی نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی تاویل کرتے ہیں' اس کے ہاتھ' آنکھیں اور پنڈلی ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں لیکن ممکنات اور مخلوقات میں ان کی کوئی مثال نہیں ہے' وہ جسم اور جسمانی اعضاء سے مبرّا' منزّہ اور پاک ہے۔

اور متاخرین علماء نے ان صفات میں تاویلات کیں' انہوں نے کہا: ''ید اللہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی قوت ہے' اور ''تجری باعیننا'' سے مراد ہے: وہ کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں چل رہی تھی۔

Marfat.com

اس طوفان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سزا دی جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانتے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے ان کو نجات دے دی۔

القمر: ۱۵ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا' تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O

اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اس کشتی کو نشانی بنا کر چھوڑا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو ایک مدت تک بعینہا باقی رکھا' وہ کشتی جودی نام کے ایک جزیرہ پر ٹھہر گئی۔ ''وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ'' (ھود: ۴۴) وہ کشتی جودی پر ٹھہر گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے توحید پر ایمان لانے کی ترغیب کے لیے اور اپنی نافرمانی پر عذاب سے ڈرانے کے لیے فرمایا: تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

القمر: ۱۶ میں فرمایا: تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب پر تنبیہ کی ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے مخاطبین نے تو وہ عذاب نہیں دیکھا پھر ان سے یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ کیسا تھا میرا عذاب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طوفان کا آنا پوری دنیا میں مشہور ہو چکا تھا اور اس شہرت کی بناء پر یہ فرمانا درست ہے کہ کیسا تھا میرا عذاب؟

اور فرمایا: کیسا تھا میرا ڈرانا' اس سے مراد ہے کہ رسولوں نے اللہ کے عذاب سے جو ڈرایا تھا اس کا انجام کیسا ہوا اور جن لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ان پر عذاب آیا یا نہیں؟

قرآن مجید کے آسان ہونے کے محامل

القمر: ۱۷ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو حفظ کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے' دنیا کی کسی کتاب کو حفظ کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے۔

ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے ''قرآن مجید'' کے چودہ پارے حفظ ہیں' تم بتاؤ تمہیں ہمارا ''وید'' کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہو گے' اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ اگر ''وید'' یاد ہے تو سناؤ' حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے ''قرآن'' کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے ''وید'' کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی ''وید'' اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں ''قرآن'' حفظ ہے' یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح ''تورات' زبور'' اور ''انجیل'' آسمانی کتابیں ہیں' لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے اور یہ صرف ''قرآن مجید'' کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید سے حصول نصیحت کو بہت آسان کر دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں حکمت اور نصیحت کے بہت نکات ہیں۔

اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو سن کر کانوں کو لذت ہوتی ہے اور اس میں علم آفریں نکات ہیں اور ان آیات کو سن کر خوف آخرت سے دل پگھل جاتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عاد نے تکذیب کی تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O بے شک ہم نے ان پر تیز وتند مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی O جو ان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O اور ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے' تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا O (القمر: ۲۲۔۱۸)

ھود کی قوم کے بجائے عاد کا ذکر کرنے کی وجہ

القمر: ۱۸ میں فرمایا: عاد نے تکذیب کی اور یوں نہیں فرمایا کہ ھود کی قوم نے تکذیب کی' جیسے فرمایا تھا: نوح کی قوم نے تکذیب کی۔ (القمر: ۹' الشعراء: ۱۰۵) کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کوئی عَلَم (نام) نہیں تھا' اس لیے اس قوم کی پہچان اور شناخت کے لیے اس کی حضرت نوح علیہ السلام کی طرف اضافت کی اور حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا عَلَم (نام) عاد تھا' اور علم سے جو تعریف اور پہچان حاصل ہوتی ہے وہ اضافت سے زیادہ قوی ہوتی ہے' مثلاً بیت اللہ کی بجائے کعبہ کہا جائے تو اس کی پہچان زیادہ قوی ہے' اسی طرح رسول اللہ کی جگہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جائے تو اس کی شناخت زیادہ قوی ہے' اس لیے یوں نہیں فرمایا کہ ھود کی قوم نے تکذیب کی بلکہ فرمایا: عاد نے تکذیب کی۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تھا: انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ یوں تو کفار نے اپنے اپنے زمانہ میں ہر نبی کی تکذیب کی ہے مگر حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کرنا زیادہ سنگین تھا کیونکہ ان کی قوم مسلسل ساڑھے نو سو سال تک ان کی تکذیب کرتی رہی' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں عاد کا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے قصہ کے مقابلہ میں قدرے اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور دوسری مرتبہ جو فرمایا: تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا' یہ استفہام تعظیم کے لیے ہے۔

عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنا

القمر: ۲۰۔۱۹ میں فرمایا: بے شک ہم نے ان پر تیز وتند مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی O وہ ان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O

اس آیت میں ''ریح صرصر'' کے الفاظ ہیں' قتادہ اور ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ بہت سخت ٹھنڈک والی آندھی تھی' ایک قول یہ ہے کہ وہ آندھی بہت گرج دار آواز کے ساتھ آئی تھی' اس کی تفصیل حٰمٓ السجدۃ: ۱۶ میں گزر چکی ہے' اور اس آیت میں فرمایا ہے: ''فی یوم نحس مستمر'' یعنی اس دن میں جو ان کے حق میں نحوست والا (بے برکت) ثابت ہوا' یا وہ خود اس دن کو منحوس کہتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان پر آندھی کا عذاب بدھ کے دن آیا تھا اور وہ اس دن کو منحوس کہتے تھے' وہ اس مہینہ کا آخری دن تھا اور اس عذاب سے ان کے چھوٹے اور بڑے سب مر گئے' ''مستمر'' کا معنی ہے: دائم' یعنی ان پر وہ عذاب ان کے ہلاک ہونے تک جاری رہا۔

معین دنوں کے منحوس یا مبارک ہونے کی تحقیق

بعض روایات میں ہے کہ بدھ کا دن ہمیشہ منحوس ہوتا ہے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ایک قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور فرمایا: بدھ کا دن ہمیشہ منحوس ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن ابی حیہ ہے' امام

Marfat.com

دار قطنی نے کہا: یہ متروک ہے۔ (کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۷۴)

اور بر تقدیر تسلیم اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بدھ کا دن کفار' فساق' فجار اور مفسدین پر منحوس ہوتا ہے اور مسلمانوں اور نیک لوگوں پر منحوس نہیں ہوتا' کیونکہ جن ایام میں عاد پر آندھی چل رہی تھی اور ان کو ہلاک کر رہی تھی ان ایام میں حضرت ھود علیہ السلام اور دیگر مؤمنین بھی موجود تھے اور ان کو ان ایام میں آندھی سے کوئی ضرر نہیں ہوا۔

پس واضح ہوا کہ یہ ایام صرف عاد کے حق میں منحوس تھے' انبیاء اور صالحین کے لیے منحوس نہیں تھے۔

نیز دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ (حم السجدۃ: ۱۶)

سو ہم نے ان پر تند و تیز آندھی منحوس ایام میں بھیج دی تا کہ انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں۔

نیز عاد کے متعلق فرمایا:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ (الحاقۃ: ۷-۶)

اور عاد کو خوفناک آواز والی تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ۝ ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دنوں تک (اللہ نے) عذاب مسلط رکھا' سو تم دیکھتے یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ۝

ان پر بدھ سے عذاب شروع ہوا اور اگلے بدھ تک جاری رہا اور ہفتہ کے تمام دنوں میں ان پر عذاب جاری رہا اور حم السجدۃ: ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام دنوں کو منحوس فرمایا' پس صرف بدھ کے دن کو منحوس قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں رہی' کیونکہ ان کے حق میں ہفتہ کے ساتوں دن منحوس (بے برکت تھے) اور تمام ایام کے منحوس ہونے کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے' پس واضح ہو گیا کہ یہ ایام صرف ان کے حق میں منحوس تھے نہ کہ دنیا کے تمام لوگوں کے لیے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اتفاق سے کسی شخص کے گھر میں ہر منگل کے دن کوئی نہ کوئی مر جاتا ہو یا کسی شخص کو ہر منگل کے دن تجارت میں نقصان ہو جاتا ہو تو وہ منگل کے دن کو منحوس سمجھنے لگتا ہے' حالانکہ منگل کے دن کا منحوس اور بے برکت ہونا صرف ان لوگوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ ساری دنیا کے لوگوں کے لیے' اسی طرح کسی اور شخص کے گھر میں ہر منگل کے دن ایک بیٹا پیدا ہوتا ہو اور ہر منگل کے دن اس کو تجارت میں غیر معمولی نفع ہوتا ہو تو وہ منگل کے دن کو سعد اور مبارک سمجھتا ہے' حالانکہ اس کا مبارک دن ہونا صرف اس کے اعتبار سے ہے' ساری دنیا کے اعتبار سے نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دن کا سعد یا نحس ہونا ایک اضافی اور اعتباری چیز ہے اور کسی دن کے متعلق بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ منحوس ہو یا ہمیشہ مبارک ہو۔

القمر: ۲۲-۲۱ میں فرمایا: پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا ۝ اور ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ۝

رحمت کا غضب پر غالب ہونا

اس آیت کی تفسیر پہلے آ چکی ہے' امام رازی نے یہاں ایک نکتہ بیان فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ "نذر" کا لفظ "نذیر" کی جمع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے بہت بھیجے اور عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے' پس جہاں رحمت کا ذکر ہے وہاں جمع کا صیغہ ہے اور جہاں عذاب کا لفظ ہے وہ واحد ہے' پس عذاب کو واحد کے صیغے کے ساتھ ذکر کرنے اور "نذیر" کو جمع کے صیغہ کے ساتھ (نذر) ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اس کا عذاب کم ہے اور اس کی رحمت بہت زیادہ ہے

Marfat.com

اوراس کی رحمت اس کے عذاب پر غالب ہے" "فبای آلاء ربکما تکذبان" میں "آلاء" جمع کا صیغہ ہے اوراس کا معنی نعمتیں ہیں اوراس آیت کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں تمیں بار ذکر کیا ہے اور عذاب کا ذکر اس سورت میں صرف دو آیتوں میں ہے الرحمٰن: ۴۱ اور الرحمٰن: ۴۳ میں۔

اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا مختصر ذکر ہے اوران کا تفصیلی ذکر سورۂ ھود میں ہے' زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے سورۂ ھود کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا

ثمود نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی O سو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں! بے شک

إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ

پھر تو ہم ضرور گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے O کیا ہم میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے

هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا

بلکہ وہ بہت بڑے جھوٹے' متکبر ہیں O عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے O ہم ان کی

مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ

آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں پس (اے صالح!) آپ (ان کے انجام کا) انتظار کیجئے اور صبر سے کام لیجئے O اور

أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا

آپ انہیں بتا دیجئے کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا ہوا ہے' ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوگا O سو انہوں

صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا

نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں O پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O بے شک

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَ

ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے O اور

لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ

بے شک ہم نے حصول نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا O لوط کی قوم نے

Marfat.com

بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط نَجَّيْنٰهُمْ

عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی○ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آل لوط کے' ہم نے ان

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ط كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ

کو سحری کے وقت بچا لیا○ یہ ہماری طرف سے احسان تھا' اور ہم شکر کرنے والوں کو یونہی اجر دیتے ہیں○ اور بے شک

اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ

لوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا○ اور بے شک انہوں نے لوط سے

ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ

ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو○ اور

صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ ج فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾

بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصباح تباہ کر دیا○ پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو○

ع ۱۸ ۲ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع

اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثمود نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی○ سو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں! بے شک پھر تو ہم ضرور گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے○ کیا ہم میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے! بلکہ وہ بہت بڑے جھوٹے اور متکبر ہیں○ عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے○

(القمر: ۲۶۔۲۳)

دنیا میں فقر اور تونگری حق اور باطل کا معیار نہیں

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ان آیات کی تکذیب کی جن میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور یہ کہا کہ کیا ہم اپنی ہی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں اور اپنی پوری جماعت کے طریقہ کو چھوڑ دیں! پھر تو ہم ضرور گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے' کیونکہ صرف ایک شخص کے طریقہ کی پیروی کرنا اور کثیر جماعت کے طریقہ کو چھوڑ دینا یہی صحیح اور درست راستہ سے بھٹکنا اور پاگل پن ہے۔

اس آیت میں ''ضلال'' کے بعد ''سعر'' کا لفظ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''سعر'' کا معنی جنون ہے' جو اونٹنی پاگل ہو اس کو ''ناقة مسعورة'' کہتے ہیں' نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''سعر'' کا معنی عذاب ہے۔

اس کے بعد ثمود نے کہا: کیا ہم میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے' یعنی آل ثمود میں صرف ان کو رسالت

Marfat.com

کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے' حالانکہ آل ثمود میں (حضرت) صالح سے زیادہ خوش حال اور مال دار لوگ ہیں' پھر کہا: بلکہ وہ بہت بڑے جھوٹے' متکبر ہیں۔ ان کا مطلب تھا کہ وہ اپنے دعویٰ کے مطابق رسول نہیں ہیں بلکہ وہ رسالت کا دعویٰ کر کے ناحق ہم پر اپنی بڑائی جتانا چاہتے ہیں۔ ''اشر'' کا معنی ہے: خوشی سے اترانے والا اور تکبر کرنے والا اور ایک قراءت میں لفظ ''اکشر'' ہے یعنی زیادہ شر والا اور زیادہ خبیث۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ''عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے''۔

کل کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ کل قیامت کے دن جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب دنیا میں ان کو عذاب دیا جائے گا اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ مکہ کے کافروں نے مسلمانوں پر اپنی برتری جتائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی اسی طرح رد فرمایا:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ (مریم: ۷۳)

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں: بتاؤ ہم دو فریقوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے اور کس کی مجلس شان دار ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝ (مریم: ۷۵)

آپ کہیے: جو گم راہی میں ہوتا ہے اس کو رحمٰن خوب لمبی مہلت دیتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں کو دیکھ لیں گے جن کی وعید ان کو سنائی گئی تھی یا عذاب یا قیامت' پس عنقریب (اس وقت) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون سا فریق بدتر مقام پر ہے اور کون سے فریق کا لشکر زیادہ کم زور ہے ۝

قرآن کی آیات کے مقابلہ میں کفارِ مکہ فقراء مسلمین کا رؤساء مشرکین سے موازنہ کرتے تھے کہ دیکھو! ایک طرف عمار' بلال اور صہیب ہیں اور دوسری طرف نضر بن حارث اور عتبہ اور شیبہ ہیں' بتاؤ! ان میں کس کا بلند مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دنیا کا مال و دولت قابل فخر چیز نہیں ہے' جب قیامت کے دن تم دوزخ میں ہو گے اور فقراء مسلمین جنت میں ہوں گے پھر تم کو پتا چلے گا کہ کس کا مقام بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم ان کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں پس (اے صالح!) آپ (ان کے انجام) کا انتظار کیجیے اور صبر سے کام لیجیے ۝ اور آپ انہیں بتا دیجیے کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا ہوا ہے' ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہو گا ۝ سو انہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں ۝ پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا ۝ بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے ۝ اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ۝ (القمر: ۳۲۔۲۷)

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت

ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے' حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے چٹان سے اونٹنی نکال دی تا کہ وہ حضرت

Marfat.com

صالح علیہ السلام کا معجزہ ہو اور ان کے صدق پر دلیل ہو اور یہ اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی کہ وہ اپنا فرمائشی معجزہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام سے فرمایا: ''ہم ان کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں' آپ انتظار کیجئے اور صبر سے کام لیجئے''۔

ثمود اور اونٹنی کے درمیان پانی کی تقسیم

القمر: ۲۸ میں فرمایا: اور آپ انہیں بتا دیجئے کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا ہوا ہے' ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوگا O

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس دن ثمود پانی پیتے تھے اس دن اونٹنی بالکل نہیں پیتی تھی اور ان کو اپنا دودھ پلاتی تھی اور وہ بہت عیش و آرام میں تھے اور جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور ان کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بچتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ تبوک میں مقام حجر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! معجزات کا سوال نہ کیا کرو' کیونکہ یہ صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اونٹنی بھیج دے تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف اونٹنی بھیج دی' پس وہ اس راستہ سے آتی تھی اور اپنی باری پر ان کا تمام پانی پی جاتی تھی' اور اس دن وہ اس اونٹنی سے اتنا دودھ دوہ لیتے تھے جتنا وہ اس دن پانی پیتے تھے اور وہ اسی راستے سے واپس چلی جاتی تھی' پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' پھر ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا اور آسمان کے نیچے ان میں سے کوئی شخص نہیں بچا' سوا ایک شخص کے وہ اللہ کے حرم میں تھا' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ ابو رغال تھا' جب وہ حرم سے نکلا تو اس پر بھی وہ عذاب آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۲ ص ۶۶ ۔ رقم الحدیث: ۱۴۱۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۴۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۴۱ ۔ ۳۴۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۹۰۶۵' شعیب الارنوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔)

نیز اس آیت میں ''محتضر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کوئی شخص اس پر حاضر ہو جو اس کے لیے ہے۔ مقاتل نے کہا: پس اونٹنی پانی پر اپنی باری کے دن حاضر ہوتی اور جس دن ثمود پانی پر آتے' اس دن وہ غائب رہتی اور مجاہد نے کہا کہ ثمود جس دن پانی پر حاضر ہوتے' اس دن اونٹنی پانی پر نہیں جاتی تھی سو وہ پانی پیتے تھے اور جس دن اونٹنی پانی پر جا کر پانی پیتی' اس دن وہ اونٹنی کا دودھ دوہ کر اس کا دودھ پیتے تھے۔

ثمود کا اونٹنی کو ذبح کرنا

القمر: ۳۰ ۔ ۲۹ میں فرمایا: سو انہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں O پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O

یعنی انہوں نے اپنے ساتھی کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دے۔

امام محمد بن اسحاق نے کہا: پس وہ شخص اونٹنی کے آنے کے راستہ میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا' پھر تاک کر اس کی پنڈلی کے پٹھوں میں تیر مارا' پھر تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اس اونٹنی کو ذبح کر دیا اور اس اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گیا اور وہیں غائب ہو گیا' پھر جب حضرت صالح علیہ السلام آئے اور انہوں نے دیکھا کہ اونٹنی کی

Marfat.com

کونچیں کاٹ دی گئیں ہیں اور اس کو ذبح کر دیا گیا ہے تو وہ رونے لگے اور کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ دیا ہے' پس تمہیں اللہ سبحانہٗ کے عذاب کی بشارت ہو اور اس واقعہ کی پوری تفصیل سورۃ الاعراف میں بیان کی جا چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں' اس کا سرخ رنگ تھا اور اس کی نیلی آنکھیں تھیں اور اس کا نام قدار بن سالف تھا۔ القمر: ۳۰ کی تفسیر اس سے پہلی آیتوں میں گزر چکی ہے۔

ثمود پر عذاب کی کیفیت

القمر: ۳۲۔۳۱ میں فرمایا: بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑ بنانے والے کی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے O اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا O

یہ حضرت جبریل کی چیخ تھی' اس کی تفصیل سورۂ ھود میں گزر چکی ہے' اس آیت میں '' ھشیم المحتضر '' کے الفاظ ہیں' '' حظیرۃ محظورۃ '' کے معنی میں ہے' اس کا لفظی معنی ہے: ممنوعہ چیز' رکاوٹ' یہ اس باڑ کو کہتے ہیں جو خشک جھاڑیوں اور لکڑیوں سے جانوروں کی حفاظت کے لیے بنائی جاتی ہے'' ھشیم '' کا معنی ہے: خشک گھاس یا کٹا ہوا خشک کھیت' اس آیت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ایک باڑ بنانے والے کی خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہیں وہ بھی اس باڑ کی مانند ہمارے عذاب سے چورا چورا یا ریزہ ریزہ ہو گئے۔

القمر: ۳۲ کی تفسیر اس سے پہلی آیتوں میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوط کی قوم نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی O بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آلِ لوط کے ہم نے ان کو سحری کے وقت بچا لیا O یہ ہماری طرف سے احسان تھا' اور ہم شکر کرنے والوں کو یوں ہی اجر دیتے ہیں O اور بے شک لوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا O اور بے شک انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھو O اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصباح تباہ کر دیا O پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھو O اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا O (القمر: ۴۰۔۳۳)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ

القمر: ۳۳ میں فرمایا: لوط کی قوم نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی O

یعنی جس طرح دیگر قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی' اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی حضرت لوط کی تکذیب کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کا بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھیجا تھا۔

القمر: ۳۴ میں فرمایا: بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آلِ لوط کے ہم نے ان کو سحری کے وقت بچا لیا O

اس آیت میں '' حاصب '' کا لفظ ہے' جوہری نے '' صحاح'' میں لکھا ہے: '' حاصب '' اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جو کنکریاں برساتی ہے۔ (مختار الصحاح ص ۹۴) یعنی پہلے ان کی بستیوں کو پلٹ دیا گیا پھر ان پر کنکریوں کی بارش ہوئی۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ تیز ہوا نے ان پر کنکر برسائے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے ان پر نشان زدہ پتھر برسوائے' یا بھجوائے۔ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ○ (الذّٰریٰت: ۳۴-۳۲)

فرشتوں نے کہا: بے شک ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے○ تا کہ ہم ان پر مٹی سے بنے ہوئے پتھر برسائیں○ جو پتھر آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ ہیں (یہ) ان کے لیے ہیں جو حد سے گزر جانے والے ہیں○

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ ہوا جو کنکریاں اڑاتی اور برساتی ہے اس کو ''حاصب'' کہا جاتا ہے' اس لیے اس آیت میں اس کا ہوا کی طرف اسناد فرمایا ہے اور چونکہ ہوا کو فرشتوں نے چلایا تھا اس لیے سورۃ الذّٰریت میں اس کا فرشتوں کی طرف اسناد فرمایا ہے اور فرشتوں نے ہوا کی کنکریوں پر نشان لگا دیئے تھے اور ہر شخص پر اسی کے حصہ کی کنکری جا کر لگتی تھی۔

آل لوط سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کے دین پر تھے اور وہ صرف ان کی دو بیٹیاں تھیں' اللہ تعالیٰ نے سحری کے وقت ان کو بچا لیا تھا اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عذاب آنے سے پہلے اس بستی سے نکل گئی تھیں۔

القمر: ۳۵ میں فرمایا: یہ ہماری طرف سے احسان تھا اور ہم شکر کرنے والوں کو یوں ہی اجر دیتے ہیں○

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے مجرموں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل تھا اور ان کو اور ان کی بیٹیوں کو عذاب سے بچانا اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔

قوم لوط پر عذاب کی کیفیت

القمر: ۳۶ میں فرمایا: اور بے شک لوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا○

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس عذاب سے ڈرایا تھا جو انجام کار ان پر آ کر رہا' اور اللہ اور اس کے رسول کی وعید سچی ہوگئی۔

القمر: ۳۷ میں فرمایا: اور بے شک انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھو○

''راودوا'' کا معنی ہے: انہوں نے طلب کیا۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا بال احد کم فلیر تدلبوله موضعا. جب تم سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اس کے لیے جگہ کو طلب کرے (تلاش کرے)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳)

علامہ خطابی نے کہا: یعنی کسی نرم اور سہل جگہ کو تلاش کرے جہاں پر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہ اڑیں۔

فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تھے' ان کی قوم کے اوباش لوگوں نے حضرت لوط سے کہا: ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کریں' اور وہ دروازہ توڑ کر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں گھس گئے' حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے اوپر اپنا پر مارا' جس سے وہ سب اندھے ہو گئے' ایک روایت ہے کہ ان کی آنکھوں کی جگہ بالکل سپاٹ ہوگئی اور آنکھوں کی جگہ کوئی گڑھا نہ رہا' ایک قول یہ ہے کہ ان کی آنکھیں باقی رہیں لیکن ان کو نظر کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ عذاب چکھایا جس کی حضرت لوط علیہ السلام نے خبر دی تھی۔

القمر: ۳۸ میں فرمایا: اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصباح تباہ کر دیا○

یعنی وہ عذاب جو دنیا میں ان پر مسلسل جاری رہا اور اس عذاب میں ان کی بستی کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر والے حصہ کو

Marfat.com

نیچے کر دیا۔
القمر: ۳۹ میں فرمایا: پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزا چکھوO
یعنی وہ عذاب جس نے ان کو اندھا کر دیا تھا۔
القمر: ۴۰ میں فرمایا: اور بے شک ہم نے حصول نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والاO
اس کی تفسیر پہلی آیتوں میں گزر چکی ہے۔
اس رکوع میں ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے اور سورۂ ھود میں اس کی بہت تفصیل ہے جو ''تبیان القرآن'' کی پانچویں جلد میں ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ
اور بے شک آل فرعون کے پاس عذاب سے ڈرانے والے رسول آئےO انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کی تکذیب کی'
اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ
پس ہم نے ان کو غالب' بے حد قدرت والے کی شان سے پکڑ لیاO (اے کفار مکہ!) کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں
فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ
یا تمہارے پاس آسمانی کتاب میں نجات لکھی ہوئی ہےO یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت غالب رہے گیO عنقریب
وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى
ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گےO بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور
وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ
بہت تلخ ہےO بے شک مجرمین گمراہی اور عذاب میں ہیںO جس دن ان کو دوزخ
فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ
میں اوندھا گھسیٹا جائے گا' (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا عذاب چکھوO بے شک ہم نے ہر چیز
خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ
اندازہ سے بنائی ہےO اور ہمارا کام تو بس ایک لحظہ کا ہے جیسے آنکھ جھپکناO اور بے شک

وقف لازم

Marfat.com

أَهْلَكْنَآ أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوهُ فِى

ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں' پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والاO اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے

الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِى

وہ سب' صحائف میں لکھا ہوا ہےO اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہےO بے شک متقین جنتوں

جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِى مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع ۱۵

میں اور دریاؤں میں ہوں گےO سچی عزت کے مقام میں بہت قادر بادشاہ کے پاس O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک آلِ فرعون کے پاس عذاب سے ڈرانے والے رسول آئےO انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کی تکذیب کی' پس ہم نے ان کو غالب بے حد قدرت والے کی شان سے پکڑ لیاO (القمر: ۴۲۔۴۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر قصہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو قبطیوں کے بادشاہ فرعون کے پاس آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو تم کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا' انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے ان تمام معجزات کا انکار کیا جو ہماری توحید اور ہمارے نبیوں کی رسالت پر دلالت کرتے تھے' وہ معجزات یہ تھے: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) خشک سالی اور قحط (۴) ان کے اموال کو تباہ و برباد کرنا (۵) طوفان (۶) ٹڈیاں نازل کرنا (۷) جوئیں نازل کرنا (۸) خون نازل کرنا (۹) اور مینڈک نازل کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ڈرانے والوں میں حضرت یوسف علیہ السلام' ان کے بیٹے' حضرت موسیٰ تک شامل ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ نے غالب بے حد قدرت والے کی شان سے پکڑ لیا' یعنی جس طرح چاہا ان کو سزا دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل قصہ سورۃ الاعراف' سورۂ ھود اور سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے کفارِ مکہ!) کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے پاس آسمانی کتاب میں نجات لکھی ہوئی ہےO یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت غالب رہے گیO عنقریب ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گےO بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہےO (القمر: ۴۶۔۴۳)

جنگ بدر میں کفار کی شکست کی خبر

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو خطاب فرمایا ہے کہ تمہارے کافر سابقہ امتوں کے کفار سے مال و دولت اور جسمانی طاقت میں زیادہ بڑے ہیں یا تم نے سابقہ آسمانی کتابوں میں یا لوحِ محفوظ میں پڑھ لیا ہے کہ تم کو عذاب نہیں ہوگا' اس لیے تم اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہو یا تم کو اپنی عددی قوت اور اسلحہ کی زیادتی پر اتنا گھمنڈ ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو اور تم کو شکست نہیں ہوگی' اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب کفارِ مکہ شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نہیں جانتا تھا کہ کافروں کی کون سی جماعت شکست کھائے گی' پھر میں نے دیکھا کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے دعا کر رہے تھے:

Marfat.com

اے اللہ! بے شک قریش بڑے فخر اور تکبر کے ساتھ تیرے خلاف اور تیرے رسول کے خلاف جنگ کرنے آئے ہیں' پس تو ان کو ہلاک کر دے' پھر یہ آیت نازل ہوئی: '' سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ○ ''۔ (القمر: ۴۵)

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۰۶۹' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۸۴۱' معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۲۷)

اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور اسی طریقہ سے واقع ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں جس وقت بچی تھی اور کھیلتی تھی' اس وقت مکہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ○ (القمر: ۴۶) بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور بہت تلخ ہے ○

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۶)

جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن اپنے خیمہ میں تھے اور آپ یہ دعا کر رہے تھے: میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے کہ آج کے بعد تیری کبھی عبادت نہ کی جائے (یعنی اگر مسلمانوں کی جماعت شکست کھا جائے) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' آپ نے اپنے رب سے بہت زیادہ دعا کی ہے' اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے' پھر آپ یہ آیتیں پڑھتے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے: '' سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ○ ''۔ (القمر: ۴۶۔۴۵)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۴۹۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۹۷۶' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۵۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۹' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ۱۶۵۔ رقم الحدیث: ۳۰۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوزید کی روایت میں یہ دعا اس طرح ہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے وعدہ کے پورا کرنے کا اور تیرے عہد کے ایفاء اور اتمام کا سوال کرتا ہوں اور یہ جو فرمایا ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے کہ تیری عبادت نہ کی جائے۔ اس میں اللہ کے حکم اور اس کے فعل کو تسلیم کرنا ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ (تنقیح الزرکشی علی الجامع الصحیح ج ۴ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو انیس تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر' اور تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ عطا فرما: اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی' آپ مسلسل یہ دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھے سے گر گئی' تب حضرت ابوبکر نے آپ کی چادر درست کی اور آپ سے لپٹ گئے اور کہا: آپ نے کافی دعا کر لی ہے' اللہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مجرمین گم راہی اور عذاب میں ہیں ○ جس دن ان کو دوزخ میں اوندھا گھسیٹا جائے گا' (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا عذاب چکھو ○ بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے ○ (القمر: ۴۹۔۴۷)

Marfat.com

مسئلہ تقدیر

القمر: ۴۷ کا معنی ہے: کفار گم راہی اور دیوانگی میں ہیں' یا وہ دوزخ میں جل رہے ہیں۔

القمر: ۴۸ میں فرمایا: جس دن ان کو دوزخ میں اوندھا گھسیٹا جائے گا (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا عذاب چکھو O

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکینِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہوئے آئے' اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) بے شک مجرمین گمراہی اور عذاب میں ہیں O جس دن ان کو دوزخ میں اوندھا گھسیٹا جائے گا' (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا عذاب چکھو O بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے O (القمر: ۴۹-۴۷)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۰-۲۱۵۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے' حتیٰ کہ عاجز ہونا اور قادر بھی تقدیر سے ہے۔ ''صحیح مسلم'' رقم الحدیث: ۲۶۵۵ اور اس آیت میں بھی ہے: (ترجمہ) بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر (اندازہ) کے ساتھ پیدا کیا ہے O (القمر: ۴۹)

اور اس آیت میں قدر (اندازہ) سے مراد معروف تقدیر ہے اور یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا اور اس کا علم اور ارادہ اس چیز پر مقدم ہے اور اس آیت اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تقدیر کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہے اور ہر چیز ازل میں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھی اور اس نے اس کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

(شرح نواوی علی صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۶۷۱۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر فرمایا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے بنانے سے پہلے اس کی مقدار اور اس کے احوال کا علم تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازل کے موافق اس چیز کو پیدا کیا' پس عالم علوی اور سفلی میں ہر چیز اس کے علم' اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اور اس میں مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے اور مخلوق کو صرف ایک قسم کا کسب حاصل ہوتا ہے اور مخلوق جو کسب کرتی ہے اور کام انجام دیتی ہے وہ ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق' اس کی قدرت اور اس کے الہام سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ سبحانہٗ کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے' جیسا کہ قرآن اور سنت میں اس کی تصریح ہے اور منکرینِ تقدیر کا یہ قول باطل ہے کہ اعمال کو ہم خلق کرتے ہیں اور ہماری اجل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے ہر چیز کو تقدیر (اندازے) سے حکمت کے تقاضے پر مرتب کر کے پیدا کیا ہے یا ہر چیز کو اس کے وقوع سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے اور مقدر کر دیا ہے۔ (تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمود القونوی الحنفی المتوفی ۱۱۹۵ ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ مخلوق اس معین اندازہ پر مبنی ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہے' جس حکمت پر تخلیق موقوف ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے کیونکہ علم کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی تخلیق میں حکمت کی رعایت رکھی ہے لیکن

Marfat.com

حکمت کی رعایت اس پر واجب نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ حکمت اور مصلحت ہمیں معلوم ہو' کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ کفار کو پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے اور بدکاروں کے لیے دوزخ کو پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے' پس کفار اور دوزخ کو پیدا کرنے میں ضرور کوئی مصلحت ہے خواہ ہم کو وہ مصلحت معلوم نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی کی دوسری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہر چیز کے واقع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے' پس مجرموں کی سزا کے متعلق بھی اس میں لکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہمیں اس کا علم بھی ہے لیکن محض اس کے علم کی وجہ سے ان پر سزا واجب نہیں ہوگی' سزا تب واجب ہوگی جب وہ مجرم پیدا ہو جائیں گے اور اپنے اختیار سے کفر اور گناہ کبیرہ کریں گے' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق قدیم ہے اور ان کے افعال کے وقوع کے ساتھ تعلق ہے۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۳۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

تقدیر کے متعلق احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں' اگر وہ بیمار ہوں تو تم ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر وہ مر جائیں تو تم ان کے جنازہ پر نہ جانا اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو تم ان کو سلام نہ کرنا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۲)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو فرقے ایسے ہیں کہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے: مرجئہ اور قدریہ۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۹' اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کہتے ہیں کہ نیکی اور بدی ہمارے اختیار میں ہے ان کو میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا' نہ میں ان سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۴۰۷۶' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۸۸' اس حدیث کی سند غیر محفوظ ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس چیز پر عبد اللہ بن عمر قسم کھاتا ہے' وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' اس کو ہمیں پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ ہم اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک کام کریں گے یا بُرے کام کریں گے' اسی اعتبار سے وہ ہم کو جزاء یا سزا دے گا' اس کے اسی علم سابق کا نام تقدیر ہے' گھڑی کا سیل بنانے والے انجینئر کو پیشگی علم ہوتا ہے' یہ سیل کتنی مدت تک کار آمد ہے اور اتنی مدت گزرنے کے بعد وہ سیل ختم ہو جاتا ہے اور دوا بنانے والے کیمسٹ کو پیشگی علم ہوتا ہے کہ یہ دوا کتنے عرصہ تک کار آمد رہے گی اور اس دوا کی شیشی پر اسی اعتبار سے اس کی میعاد ختم ہونے کی تاریخ لکھ دی جاتی ہے تو جب انجینئر کو سیل کی مدت کار کا پیشگی علم ہو سکتا ہے اور دوا بنانے والے کیمسٹ کو اس دوا کی مدت کار کا پیشگی علم ہو سکتا ہے تو خالق کائنات کو اس کائنات بنانے سے پہلے اس کا پیشگی علم کیوں نہیں ہوگا؟

مسئلہ تقدیر پر بہت شرح و بسط کے ساتھ ہم نے "شرح صحیح مسلم" ج ۷ ص ۲۶۹۔ ۲۶۰ میں لکھا ہے اور مسئلہ جبر و قدر پر بہت تفصیل کے ساتھ ہم نے الرعد: ۱۶ کی تفسیر میں "تبیان القرآن" ج ۶ ص ۶۷۔ ۱۷ میں لکھا ہے' جو قارئین اس مسئلہ کے

Marfat.com

تمام پہلوؤں پر بحث دیکھنا چاہیں وہ ان مقامات کا مطالعہ کریں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہمارا کام تو بس ایک لحظہ کا ہے جیسے آنکھ جھپکنا O اور بے شک ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں' پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب صحائف میں لکھا ہوا ہے O اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے O بے شک متقین جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے O سچی عزت کے مقام میں بہت قادر بادشاہ کے پاس O (القمر: ۵۵۔۵۰)

یعنی میں جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ آنکھ جھپکنے کی مثل بہت جلد ہو جاتا ہے' جوہری نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو خفیف نظر سے دیکھے تو کہا جاتا ہے: لَمَحَہٗ' اور اس کا اسم ''لمحۃ'' ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۵۰)

القمر: ۵۱ میں فرمایا: اور بے شک ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں O الایۃ
اس میں اہل مکہ کو ڈرایا ہے کہ پچھلی امتوں میں جو لوگ تمہاری طرح کافر تھے ہم ان کو اس سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں' سو تم بھی ان کے حال سے عبرت پکڑو اور کفر اور شرک سے باز آ جاؤ۔

القمر: ۵۲ میں فرمایا: اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب صحائف میں لکھا ہوا ہے O
یعنی پہلی امتوں نے جو کچھ نیک کام کیے تھے یا بُرے کام کیے تھے وہ سب لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یا ان کے صحائف اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں بھی مسئلہ تقدیر پر دلیل ہے۔ یعنی لوحِ محفوظ میں وہ تمام کام پہلے سے لکھے ہوئے تھے جو کام انہوں نے اپنے وقت میں بعد میں کیے اور علم معلوم کے تابع ہے یعنی جو کچھ انہوں نے بعد میں کیا وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے' ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ پہلے سے لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق انہوں نے کام کیے' کیونکہ معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا۔

القمر: ۵۳ میں فرمایا: اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے O
یعنی ہر عمل کرنے والے کا کام خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا گناہ کبیرہ ہو' اس کے عمل کرنے سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے تا کہ اس کے کاموں پر جزاء یا سزا دی جائے۔

القمر: ۵۴ میں فرمایا: بے شک متقین جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے O
اس سے پہلے کفار کا ذکر فرمایا تھا کہ مجرمین کو ان کے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کا مزا چکھو اور اب متقین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے' وہ دریا پانی کے ہوں گے اور شراب طہور کے' اور شہد کے اور دودھ کے۔

''مقعد صدق'' کی تفسیر

القمر: ۵۵ میں فرمایا: سچی عزت کے مقام میں بہت قادر بادشاہ کے پاس O
سچی عزت کے مقام میں یعنی ایسی مجلس میں جس میں صرف سچی باتیں کی جائیں گی' نہ وہاں لغو بات ہو گی نہ گناہ کی بات ہو گی اور وہ جگہ جنت ہے' ایسے بادشاہ کے پاس جو ہر چیز پر قادر ہے۔
امام جعفر صادق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی تعریف کی ہے' وہ صدق کی جگہ ہو گی سو اس جگہ صرف اہل صدق ہی ہوں گے۔
عبد اللہ بن بریدہ نے کہا کہ اہل جنت ہر روز جبار تبارک وتعالیٰ کے پاس حاضر ہوں گے اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے سامنے قرآن پڑھیں گے اور ہر انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے مختلف مجالس میں بیٹھا ہو گا' وہ مجالس' موتی' یاقوت' زمرد'

Marfat.com

سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی آنکھیں اور کسی چیز سے اتنی ٹھنڈی نہیں ہوں گی جتنی اللہ کے پاس حاضر ہونے سے ٹھنڈی ہوں گی' انہوں نے اس سے پہلے اتنی عظیم اور حسین چیز نہیں دیکھی ہو گی' پھر وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر کے اپنی اپنی منزلوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ فرشتے قیامت کے دن مؤمنوں کے پاس آ کر کہیں گے: اے اولیاء اللہ! چلو' وہ کہیں گے: کہاں؟ فرشتے کہیں گے: جنت کی طرف' مؤمنین کہیں گے: تم ہمیں ہمارے مطلوب کے غیر کی طرف لے جا رہے ہو' فرشتے پوچھیں گے: تمہارا مطلوب کہاں ہے؟ مؤمنین کہیں گے: وہ سچی عزت کا مقام ہے بہت قادر بادشاہ کے پاس۔

سورۃ القمر کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء بعد نمازِ عصر' سورۃ القمر کی تفسیر مکمل ہو گئی' ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو سورۃ القمر کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح آٹھ دن میں یہ تفسیر مکمل ہو گئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی اپنے فضل و کرم سے مکمل کرا دیں' اس تفسیر کو مقبول بنا دیں اور قیامت تک اس کو فیض آفریں رکھیں۔ اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور تلامذہ کی اور جملہ معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمائیں۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک: ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ الرحمٰن

سورت کا نام

اس سورت کا نام الرحمٰن ہے' کیونکہ اس سورت کا پہلا لفظ الرحمٰن ہے' احادیث میں بھی اس سورت کا نام الرحمٰن آیا ہے' جس کو ان شاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے' اس سورت کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ (الفرقان: ۶۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو' تو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس (کو سجدہ کرنے) کا آپ ہمیں حکم دے رہے ہیں؟ اور اس حکم نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا ۝

جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی' جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ یہ سورت سورۃ الحجر اور سورۃ النحل سے پہلے اور سورۃ الفرقان کے بعد نازل ہوئی ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۵ ہے۔

سورۃ الرحمٰن کے متعلق احادیث

عروۃ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے مکہ میں سب سے پہلے بہ آواز بلند قرآن مجید پڑھا' وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ ایک دن صحابہ نے کہا کہ قریش نے آج تک کسی سے بہ آواز بلند قرآن مجید نہیں سنا' پس کون شخص ہے جو ان کو بلند آواز سے قرآن سنائے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں سناؤں گا۔ صحابہ نے کہا: ہمیں تمہارے متعلق خطرہ ہے' ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ان کو قرآن سنائے' جس کے پاس ان کے شر سے بچنے کے لیے مضبوط جتھا ہو' حضرت ابن مسعود نہیں مانے اور انہوں نے مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر پڑھا: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم. اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝'' (الرحمٰن: ۲۔۱) پر انہوں نے اپنی آواز بہت بلند کی' اس وقت قریش اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: ام عبد کے بیٹے! کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ وہی کلام پڑھ رہے ہیں جس کے متعلق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل کیا گیا ہے' پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا' حتیٰ کہ ان کا چہرہ سوج گیا۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۷۶' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۳۸' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۸۷۔۷۶' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۳۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے شروع سے آخر تک سورۃ الرحمٰن پڑھی' صحابہ خاموش رہے' آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی' تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی' انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا' جب بھی میں پڑھتا:

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ (الرحمٰن: ۱۳) (پس اے جنات اور انسانوں کے گروہ!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

تو وہ کہتے: ''لا بشیء من نعمك ربنا نکذب فلك الحمد'' اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے' پس تیرے لیے حمد ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۱' المستدرک ج ۲ ص ۴۷۳' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن (سورۃ) رحمٰن ہے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۴۹۰۔ رقم الحدیث: ۲۴۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

النحاس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمٰن مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمان مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الرحمٰن مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدرالمنثور ج ۷ ص ۶۰۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ الرحمٰن کے مشمولات

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح سورۃ الرحمٰن کی آیات بھی چھوٹی چھوٹی ہیں اور ان کی تاثیر بہت قوی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل ہیں اور نبوت اور وحی الٰہی پر دلائل ہیں' اور قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔

☆ اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور آپ کو دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں کی تعلیم دی' اور انسان کو یہ نعمت عطا فرمائی کہ وہ بیان کے ذریعہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکتا ہے۔

☆ سورج' چاند' زمین پر اگی ہوئی بیلوں اور درختوں کو پیدا فرمایا' باغات میں پھلوں اور کھیتوں میں فصلوں کو پیدا فرمایا۔

☆ اس نے شیریں اور کھاری سمندر پیدا کیے اور اس میں سے موتیوں اور مرجان کو نکالا' جیسے زمین سے دانوں' فصلوں' پھولوں اور پھلوں کو نکالا۔

☆ پھر ایک دن یہ سارا جہان درہم برہم ہو جائے گا اور اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور ان کے علاوہ دنیا اور آخرت کی اور بہت نعمتوں کا ذکر فرمایا' جو اس کی قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہیں۔

سورۃ الرحمان کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب! مجھ سے اس ترجمہ اور تفسیر میں وہ چیز لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو غلط اور باطل ہو اس سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' بلاک: ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۸ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۴ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹ / ۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ — رکوعاتہا ۳ — آیاتہا ۷۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الرحمٰن مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں اٹھہتر آیات تین رکوع ہیں

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴

رحمٰن نے ○ (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی ○ انسان (کامل) کو پیدا کیا ○ اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی ○

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں ○ اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اپنے تنے پر کھڑے ہوئے درخت سجدہ ریز ہیں ○ اور آسمان

رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا

کو بلند بنایا اور (عدل کی) ترازو بنائی ○ تاکہ تم تولنے میں بے انصافی نہ کرو ○ اور انصاف

الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰

کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو ○ اور اس نے لوگوں کے لیے زمین کو بیچھے بنایا ○

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ

اس میں پھل ہیں اور (قدرتی) غلاف والی کھجوریں ہیں ○ اور بھوسے والا غلہ ہے اور

الرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

خوشبو دار پھول ہیں ○ پس اے جن اور انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ اس نے انسان کو

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵

ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا ○ اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا ○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷

سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ وہی مشرقین کا رب ہے اور وہی مغربین کا رب ہے ○ سو تم دونوں

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ اس نے (کھاری اور شیریں) دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیں ○

Marfat.com

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا

ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ

ان سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O اور سمندر

الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

میں پہاڑوں کی مانند اونچی چلنے والی کشتیاں اسی کی ملکیت ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رحمٰن نے O (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی O انسان (کامل) کو پیدا کیا O اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی O (الرحمٰن: ۴۔۱)

رحمٰن کا معنی اور اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا

لفظ اللہ اس ذات کا علم (نام) ہے جو واجب اور قدیم ہے اور تمام کائنات کا خالق اور رب اور مستحق عبادت ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ لفظ رحمٰن بھی اسی طرح اس ذات کا علم (نام) ہے، قرآن مجید میں ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

آپ کہیے کہ تم اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، تم اس کو جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ الرحمٰن فی نفسہٖ صفت ہے، لیکن یہ لفظ اللہ کے ساتھ اس طرح مخصوص ہے کہ گویا کہ اس کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر رحمٰن کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، عبد اللہ اور عبد الرحمان نام رکھنا مستحب ہے اور جس کا نام عبد الرحمان ہو اس کو خالی رحمان کہنا جائز نہیں ہے، جس کا نام عبد الرحمٰن ہو بعض لوگ اس کو رحمان صاحب کہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح جائز نہیں ہے، جس طرح کسی کو اللہ صاحب کہنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دو رحمتیں ہیں، ایک رحمت سابقہ ہے اور ایک رحمت لاحقہ ہے، رحمت سابقہ کے تقاضے سے اس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور رحمت لاحقہ کے تقاضے سے اس نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد ان کو رزق دیا اور دوسری وہ تمام نعمتیں دیں جن کی وجہ سے مخلوق کا اس دنیا میں گزر بسر ہو سکے، پس اللہ تعالیٰ رحمت سابقہ کے اعتبار سے رحمٰن ہے اور رحمت لاحقہ کے اعتبار سے رحیم ہے، اور چونکہ مخلوق کو پیدا کرنے میں وہ منفرد ہے اور واحد لاشریک ہے، اس لیے اس کا رحمان ہونا بھی منفرد ہے اور وہ رحمان ہونے میں واحد لاشریک ہے، اور اللہ کا معنی ہے: جو واجب اور قدیم ہو اور تمام مخلوق کی عبادت اور اطاعت کا مستحق ہو، اس اعتبار سے اللہ منفرد ہے اور واحد لاشریک ہے، اسی طرح رحمٰن کا معنی ہے: جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور اس اعتبار سے وہ رحمٰن ہونے میں منفرد ہے اور واحد لاشریک ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اللہ کہنا جائز ہے نہ رحمٰن کہنا جائز ہے، اور چونکہ بعض

Marfat.com

نیک بندے بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور جو بے لباس ہوں ان کو لباس دیتے ہیں اور ضرورت مندوں کو خرچ دیتے ہیں' اس لیے ان کو رحیم کہنا جائز ہے' نیز رحمٰن کا معنی ہے: جو بالذات رحم کرے اور بلاغرض اور بلاعوض رحم کرے اور اللہ کے نیک بندے اگر کسی پر رحم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے رحم کرتے ہیں' بالذات رحم نہیں کرتے اور اگر کسی کو کچھ دیتے ہیں تو دنیا میں اپنی تحسین کی غرض سے یا آخرت میں ثواب کے عوض دیتے ہیں' بلاغرض اور بلاعوض نہیں دیتے' اس لیے وہ رحیم تو ہو سکتے ہیں رحمٰن نہیں ہو سکتے' نیز رحمٰن میں رحیم کی بہ نسبت زیادہ حروف ہیں اس لیے رحمٰن میں رحیم کی بہ نسبت رحم کا زیادہ معنی ہے' اس لیے وہ دنیا میں کافروں اور مؤمنوں دونوں پر رحم فرماتا ہے اور آخرت میں صرف مؤمنوں پر رحم فرمائے گا' اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں رحمٰن ہے اور آخرت میں رحیم ہے۔

رحمٰن نے جس کو قرآن کی تعلیم دی' اس کے محامل

الرحمٰن: ۲ میں فرمایا: رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی O

''عَلَّمَ'' فعل متعدی ہے اور اس کا معنی اس وقت مکمل ہوگا جب اس کے مفعول کا ذکر کیا جائے کہ رحمٰن نے کس کو قرآن کی تعلیم دی' مفسرین نے اس کے حسب ذیل محامل ذکر کیے ہیں:

(۱) علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ' علامہ ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے: اس سے مراد ہے: رحمٰن نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی اور آپ نے اپنی تمام امت کو اس کی تبلیغ کی۔

(۲) دوسرا محمل یہ ہے کہ رحمٰن نے حضرت جبریل اور تمام فرشتوں کو قرآن کی تعلیم دی۔

(۳) تیسرا محمل یہ ہے کہ رحمٰن نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تمام مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دی۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۴۲۳' زاد المسیر ج ۸ ص ۱۰۶' تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۰' البحر المحیط ج ۱۰ ص ۵۴' روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۵۰)

نیز علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا: رحمٰن کیا چیز ہے؟ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک بشر تعلیم دیتا ہے اور وہ یمامہ کا رحمان ہے' اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھی' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ''الرحمن O علم القرآن O''۔

زجاج نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: رحمٰن نے یاد کرنے کے لیے اور پڑھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے' جیسا کہ فرمایا ہے: ''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ'' (القمر: ۱۷)۔

''انسان'' اور ''بیان'' کے محامل

الرحمٰن: ۴۔۳ میں فرمایا: انسان (کامل) کو پیدا کیا O اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ اور حسن نے بیان کیا: یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کے اسماء کی تعلیم دی' اور ایک قول ہے: ان کو تمام لغات سکھا دیں' نیز حضرت ابن عباس اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ انسان سے مراد یہاں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد ہے: حلال اور حرام کا بیان اور ہدایت کا گمراہی سے بیان' ایک قول ہے: اس سے مراد ہے: ''ما کان وما یکون'' کا بیان کیونکہ آپ نے تمام اولین اور آخرین اور روزِ قیامت کی خبریں دی ہیں' ضحاک نے کہا: اس سے مراد ہے: خیر اور شر کا بیان' ربیع بن انس نے کہا: نفع دینے والی اور نقصان دینے والی چیزوں کا بیان۔

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ ''الانسان'' سے مراد ہے: جنس انسان اور اس سے تمام انسان مراد ہیں اور اس تقدیر پر بیان سے مراد ہے: کلام کرنا اور سمجھنا اور اسی خصوصیت کی بناء پر انسان کو تمام جانداروں پر فضیلت دی گئی ہے۔ سدی نے کہا: ہر قوم کو اس کی زبان سکھا دی جس زبان میں وہ بات کرتی ہے اور اس کی نظیر یہ آیات ہیں:

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ قلم سے لکھنا سکھایاO انسان (کامل) کو وہ سب سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھاO (العلق: ۵۔۴)

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۷۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۱' فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۱۷۴' فتح البیان ج ۶ ص ۴۹۴۔۴۹۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیںO اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اپنے تنے پر کھڑے ہوئے درخت سجدہ ریز ہیںO اور آسمان کو بلند بنایا اور (عدل کی) ترازو بنائیO تا کہ تم تولنے میں بے انصافی نہ کروO (الرحمٰن: ۸۔۵)

سورج اور چاند کے حساب سے چلنے میں مفسرین کے اقوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور ابو مالک نے کہا: سورج اور چاند اپنی اپنی مقررہ منازل میں ایک حساب سے چل رہے ہیں' وہ ان منازل سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ ان سے انحراف کرتے ہیں۔

ابن زید اور ابن کیسان نے کہا: ان کی گردش اور ان کی رفتار سے اوقات' مدتوں اور عمروں کا حساب کیا جاتا ہے اور اگر دن اور رات نہ ہوں اور سورج اور چاند نہ ہوں تو کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ وہ کیسے حساب کرے گا۔

سدی نے کہا: وہ اپنی مدت کے حساب سے چل رہے ہیں جیسے لوگ اپنی مدت عمر کے حساب سے جیتے ہیں اور جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی تو وہ ہلاک ہو جائیں گے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الرعد: ۲) ہر ایک اپنی میعاد معین تک چل رہا ہے۔

اس کی زیادہ تفصیل یٰسٓ: ۳۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''النجم'' سے مراد بیلیں ہیں یا ستارے اور ان کے سجدہ کرنے کی توجیہ

الرحمٰن: ۶ میں فرمایا: اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اپنے تنے پر کھڑے ہوئے درخت سجدہ ریز ہیںO

حضرت ابن عباس نے فرمایا: نجم ان نباتات کو کہتے ہیں جن کا تنا نہ ہو' جیسے انگور' خربوزے اور تربوز کی بیلیں۔

''نجم ینجم'' کا معنی ظاہر ہونا اور طلوع ہونا ہے اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایوں کا سجدہ کرنا ہے۔ فراء نے کہا: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو درختوں اور بیلوں کا منہ سورج کی طرف ہوتا ہے' پھر ان کے سائے جھکتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کے سائے معدوم ہو جاتے ہیں۔ زجاج نے کہا: ان کے سجدوں سے مراد یہ ہے کہ ان کے سائے ان کے ساتھ ساتھ گھومتے رہتے ہیں۔

حسن اور مجاہد نے کہا: اس آیت میں نجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور ستاروں کے سجدوں سے مراد ان کا غروب ہونا ہے' درخت کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے پھلوں کا جھکنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے مسخر کی ہوئی ہیں' سو تم نہ صابئین کی طرح ستاروں کی پرستش کرو اور نہ ہندوؤں کی طرح درختوں کی عبادت کرو۔

امام قشیری نے کہا: سجود سے مراد خضوع اور عاجزی کا اظہار ہے اور یہ حادث ہونے کی علامت ہے۔

Marfat.com

النحاس نے کہا: سجود کا اصل معنی اطاعت اور فرماں برداری کرنا ہے اور اس کے حکم کے سامنے سر اطاعت خم کرنا ہے اور تمام جمادات اور نباتات اس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں' اسی طرح حیوانات بھی غیر اختیاری طور پر اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔

میزان کے متعلق مفسرین کے اقوال

الرحمٰن: ۷ میں فرمایا: اور آسمان کو بلند بنایا اور (عدل کی) ترازو بنائی O

مجاہد' قتادہ اور سدی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زمین میں عدل کو رکھا جس کا اس نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شریعت کو مقرر کرنا ہی عدل کا حکم دینا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ میزان رکھنے سے مراد قرآن مجید کو نازل کرنا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ان تمام چیزوں کا بیان ہے جن سے عادلانہ معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

حسن اور قتادہ سے یہ بھی مروی ہے کہ میزان سے مراد ترازو ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد آخرت کی میزان ہے جس میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔

طغیان کا معنی

الرحمٰن: ۸ میں فرمایا: تاکہ تم تولنے میں بے انصافی نہ کرو O

اس آیت میں ''الا تطغوا'' کا لفظ ہے' یہ ''طغیان'' سے بنا ہے' اور ''طغیان'' کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا' پس جس نے کہا ہے کہ میزان سے مراد عدل ہے تو اس کے نزدیک طغیان سے مراد عدل سے تجاوز کرنا اور بے انصافی ہے اور جس نے کہا: عدل سے مراد ترازو ہے تو طغیان سے مراد کم تولنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: جس کے لیے تم وزن کرو تو اس سے خیانت نہ کرو اور جس نے کہا کہ میزان سے مراد حکم ہے تو اس کے نزدیک اس سے مراد تحریف ہے' یعنی اللہ کے احکام میں تحریف نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انصاف کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو O اور اس نے لوگوں کے لیے زمین کو نیچے بنایا O اس میں پھل ہیں اور (قدرتی) غلاف والی کھجوریں ہیں O اور بھوسے والا غلہ ہے اور خوشبودار پھول ہیں O پس اے جن اور انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O (الرحمٰن: ۱۳۔۹)

وزن صحیح کرنے کے حکم کی تکرار کی توجیہ

الرحمٰن: ۹ میں بھی انصاف کے ساتھ وزن کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ترازو کی ڈنڈی کو درستی کے ساتھ پکڑ کر رکھو اور انصاف سے وزن کرو۔

ابو عیینہ نے کہا: وزن درست کرنے کا تعلق ہاتھ کے ساتھ ہے اور انصاف کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

مجاہد نے کہا: ''القسط'' کا معنی رومی زبان میں عدل ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وزن قائم کرنے کا معنی اس طرح ہے جیسے کسی شخص نے کہا: فلاں شخص نے نماز قائم کی' یعنی نماز کو اس کے وقت میں پڑھ لیا' یا جیسے کسی نے کہا: لوگوں نے بازار کو قائم کیا' یعنی وہ وقت پر بازار میں گئے' سو اس کا معنی ہے: عدل کے ساتھ وزن کرنے کے معاملہ کو ترک نہ کرو۔

اور فرمایا ہے: اور تول میں کمی نہ کرو یعنی ناپ اور تول میں کمی نہ کرو' جیسے اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ. (ھود: ۸۴) اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا: اے ابن آدم! جس طرح تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ عدل کیا جائے سو تو بھی لوگوں

Marfat.com

کے ساتھ عدل کر اور جس طرح تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ وفا کی جائے سو تو بھی لوگوں کے ساتھ وفا کر' کیونکہ عدل میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم قیامت کے دن اپنی نیکیوں میں کمی نہ کرو اور انجام کار یہ چیز قیامت کے دن تمہارے لیے باعثِ حسرت ہو اور وزن میں کمی نہ کرنے کو دوبارہ ذکر کیا ہے کیونکہ پہلی بار کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ وزن پورا کرو اور دوسری بار ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ عدل کرو نیز دوبارہ ذکر کرنے سے یہ آیات ایک وزن پر ہو گئیں۔

اعمال اور ان کی کیفیات کے وزن پر ایک اشکال کا جواب

قیامت کے دن جو میزان میں نیکیوں کا وزن کیا جائے گا' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ انسان کے نیک اعمال ٹھوس چیز تو ہیں نہیں اور نہ بُرے اعمال ٹھوس چیز ہیں کہ ایک پلڑے میں نیک اعمال رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں بُرے اعمال رکھ دیئے جائیں پھر ان کا وزن کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ اس انسان کی نیکیاں زیادہ ہیں یا گناہ زیادہ ہیں' نیز بعض نیک اعمال اخلاص سے کیے جاتے ہیں اور بعض نیک اعمال ریاکاری اور دکھاوے سے کیے جاتے ہیں اور اخلاص اور ریاء کیفیات ہیں' ان کا وزن کیسے ممکن ہو گا؟ وزن تو اس چیز کا کیا جاتا ہے جو کوئی مقدار والی چیز ہو اور کیفیات مقدار والی چیز نہیں ہیں' قدیم علماء نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ بندوں کے اعمال نامے ایک قسم کے رجسٹر ہیں اور ان میں ان سب چیزوں کا ان کی پوری کیفیات سے اندراج ہو گا اور دراصل وزن ان رجسٹروں کا کیا جائے گا اور وہ رجسٹر مقدار والی ٹھوس چیزیں ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نیک اعمال کے مقابلہ میں حسین صورت والے اجسام بنا دیئے جائیں گے اور بُرے اعمال کے مقابلہ میں بدصورت اجسام بنا دیئے جائیں گے اور جیسے جیسے نیکی اور بدی میں اضافہ ہو گا' اسی طرح ان کی خوب صورتی اور بدصورتی میں بھی اضافہ ہو گا۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ سائنس کی تیز رفتار ترقی کی وجہ سے اب ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جن چیزوں کے وزن اور ان کی پیمائش کا پہلے کوئی تصور نہیں تھا اب ان کی پیمائش کا معلوم ہونا روزمرہ ہو گیا ہے' مثلاً کمرے میں کتنے درجہ مثبت یا منفی درجہ حرارت ہے' اب یہ آلات کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے' ہوا کا وزن جاننے کا پہلے کوئی ذریعہ نہ تھا' اب ہوا کا دباؤ بیرومیٹر کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے' آواز کی پیمائش کے بارے میں پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا' اب سونومیٹر کے ذریعہ آواز کی پیمائش ہو جاتی ہے' اسی طرح جسم میں کتنا درجہ حرارت ہے' پہلے اس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن اب تھرمامیٹر کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے' انسان کے خون کے ایک قطرہ میں کتنے ملی گرام گلوکوز ہے' کتنا کولیسٹرول ہے یہ گلوکومیٹر کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے' اسی طرح لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کے خون میں کتنا یورک ایسڈ ہے' کتنا یوریا ہے' کتنا کیلشیم ہے' کتنا ہیموگلوبین ہے' اس کے خون میں سرخ ذرات کتنے ہیں' سفید ذرات کتنے ہیں' اس کے خون میں کیا کیا بیماریاں ہیں' اس کو ایڈز ہے یا نہیں؟ ہیپاٹائٹس اے' بی' سی یا اور کوئی مہلک بیماری ہے یا نہیں؟ ملیریا' ٹائی فائیڈ ایسی تمام بیماریاں خون میں ہوتی ہیں اور اب سے سو سال پہلے ان کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا' لیکن اب میڈیکل سائنس کی روزافزوں ترقی کے باعث یہ چیزیں لیبارٹری ٹیسٹ سے معلوم ہو جاتی ہیں' سو جس طرح اب خون کے ٹیسٹ کے ذریعہ انسان کی صحت اور بیماری کا علم ہو جاتا ہے' اس طرح کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میزان میں ایسی صفت پیدا کر دی ہو جس سے معلوم ہو جائے کہ انسان کے اعمال میں نیکیوں کی کتنی مقدار ہے اور برائیوں کی کتنی مقدار ہے اور نیک اعمال میں اخلاص کی کتنی مقدار ہے اور ریاکاری کی کتنی مقدار ہے' انسان نے جس عقل اور سائنس سے وزن اور پیمائش کے یہ آلات ایجاد کیے' وہ عقل اور سائنس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے' جب وزن اور پیمائش میں مخلوق کی تجزیہ کاری کا یہ عالم ہے تو خالق کی تجزیہ کاری کا کیا عالم ہو

Marfat.com

گا۔

''الانام' الاکمام' الحب' العصف'' اور'' الریحان'' کے معانی

الرحمٰن: ۱۰۔ ۱۲ میں فرمایا: اور اس نے لوگوں کے لیے زمین کو نیچے بنایاO اس میں پھل ہیں اور (قدرتی) غلاف والی کھجوریں ہیںO اور بھوسے والا غلہ ہے اور خوشبودار پھول ہیںO

اس آیت میں ''الانام'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: ''الناس''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد انسان اور جنات ہیں اور ضحاک نے کہا: اس سے مراد ہر وہ جان دار ہے جو روئے زمین پر چل رہا ہو۔

اور فرمایا: اس میں ''فاکھة'' ہیں' ''فاکھة'' کھانے کی اس چیز کو کہتے ہیں جس کو انسان پیٹ بھرنے کے بجائے لذت کے لیے کھاتا ہے' اور اس میں ''اکمام'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''کِمّ'' کی جمع ہے' جوہری نے کہا ہے کہ ''کِمّ'' اور ''کمامه'' پھلوں کے شگوفوں کا غلاف اور ظرف ہے اور اس کی جمع ''اکمام'' ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۳۷)

اور فرمایا: ''الحبّ' حبّ'' گندم' جو اور ان کی امثال کو کہتے ہیں' اور ''العصف'' کا معنی ہے گندم اور جو وغیرہ سے جو چھلکا اترتا ہے اور ''ریحان'' کا معنی خوشبودار پھول ہے۔

''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کے مخاطبین

پھر فرمایا: پس اے جن اور انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟O

اس آیت میں انسانوں اور جنات سے خطاب ہے' اگر چہ اس سورت میں پہلے جنات کا ذکر نہیں ہے' لیکن قرآن مجید کی اور سورتوں میں جنات کا ذکر آ چکا ہے اور پورا قرآن مجید کتاب واحد ہے اور اس آیت کے بعد بھی جنات کا ذکر ہے: ''سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ O'' (الرحمٰن: ۳۱) اور ''ثقلان'' سے مراد جن اور انس ہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کی آیت ہے: ''يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ'' (الرحمٰن: ۳۳) نیز جن اور انسان دونوں مکلف ہیں اور پورے قرآن میں مکلفین سے خطاب ہے۔ نیز علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے ''الکشاف'' ج ۴ ص ۴۴۴ میں' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ''تفسیر کبیر'' ج ۱۰ ص ۳۴۶ میں اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ''روح المعانی'' جز ۲۷ ص ۱۵۹ میں لکھا ہے: اس آیت سے پہلے فرمایا ہے: ''وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ O'' (الرحمٰن: ۱۰) اور ''انام'' کا لفظ جن اور انس دونوں کو شامل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے شروع سے آخر تک سورۃ الرحمٰن پڑھی' صحابہ خاموش رہے' آپ نے فرمایا: میں نے جنات سے ملاقات کی' تب یہ سورت جنات پر پڑھی تھی' انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا' جب بھی میں پڑھتا:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O (الرحمٰن: ۱۳) پس اے جنات اور انسانوں کے گروہ! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟O

تو وہ کہتے: ''لا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد'' اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے' پس تیرے لیے حمد ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۱' المستدرک ج ۲ ص ۴۷۴' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۲)

''آلاء'' کا معنی اور ''الاء'' ''النعماء'' کا فرق

''اٰلاء'' کا لفظ ''اَلْیٌ یا اِلْیٌ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی نعمت ہے۔

(القاموس ص ۱۲۶۰' تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۱' لسان العرب ج ۱ ص ۱۴۳' النہایہ ج ۱ ص ۶۴' مختار الصحاح ص ۲۷)

Marfat.com

حدیث میں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تفکروا فی ألاء اللّٰه ولا تفکروا فی اللّٰه. اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو' اور اللہ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٦٣١٥' مجمع الزوائد ج ١ ص ٨١' الکامل لابن عدی ج ٧ ص ٢٥٥٦' الاحادیث الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث: ١٧٨٨)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی التوفی ٨١٦ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کے ساتھ بغیر غرض اور بغیر عوض کے احسان کرنے اور نفع پہنچانے کا قصد کیا جائے اس کو نعمت کہتے ہیں۔

(کتاب التعریفات ص ١٦٨' دارالفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ٣٧٥ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ ''ألاء اللّٰه'' اور ''نعماء اللّٰه'' دونوں ایک ہیں' مگر ''ألاء'' عام نعمت ہیں اور ''نعماء'' خاص نعمتیں ہیں اور یہ بھی کہ جاتا ہے کہ ''ألاء'' سے مراد نعمت ظاہرہ ہے اور وہ توحید ہے اور ''نعماء'' سے مراد نعمت باطنہ ہے اور وہ معرفت قلب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ اس نے تم کو اپنی تمام ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کی ہیں۔

(لقمان: ٢٠)

(تفسیر السمرقندی' بحر العلوم ج ٣ ص ٣٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٣ھ)

ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق اور ان کی تفاصیل

ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری اور باطنی نعمتوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ظاہری نعمت اسلام ہے اور باطنی نعمت یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے تمہاری بداعمالیوں پر پردہ رکھا ہوا ہے۔

(٢) ظاہری نعمت صحت اور تندرستی اور انسان کے محاسن اخلاق ہیں اور باطنی نعمت معرفت اور عقل ہے۔

(٣) محاسبی نے کہا: ظاہری نعمت دنیاوی نعمتیں ہیں اور باطنی نعمت اخروی نعمتیں ہیں۔

(٤) ظاہری نعمت وہ ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے' مثلاً انسان کا مال اور منصب اور مرتبہ' اس کا حسن و جمال اور عبادت اور اطاعت کی توفیق اور باطنی نعمت انسان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا علم اور اس پر حسن یقین اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مصائب اور آفات کو دور کرنا ہے۔

(٥) مجاہد اور وکیع نے کہا: ظاہری نعمت فصاحت و بلاغت سے اور شیریں لہجے میں' ہنستے اور مسکراتے ہوئے کلام کرنا ہے اور باطنی نعمت دل کا صاف اور پاک ہونا ہے۔

(٦) نقاش نے کہا: ظاہری نعمت خوب صورت اور عمدہ لباس ہے اور باطنی نعمت گھر میں ضرورت اور آسائش کی چیزیں ہیں۔

(٧) ظاہری نعمت اولاد ہے اور باطنی نعمت نیک اور باعمل شاگرد ہے' یا دینی تصانیف ہیں۔

(٨) ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود اس کو عطا کی ہیں اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو عطا کی ہیں۔

Marfat.com

(۹) ظاہری نعمت اس کا علم ہے اور وہ عبادات ہیں جو وہ ظاہراً کرتا ہے اور باطنی نعمت اس کا عرفان ہے اور اس کی وہ عبادات ہیں جو وہ لوگوں سے چھپ کر کرتا ہے۔

(۱۰) ظاہری نعمت اس کی سلطنت اور اس کا اقتدار ہے اور باطنی نعمت اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار ہے۔

(النکت والعیون ج ۴ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۶۹ 'ملخصاً ومزیداً وموضحاً)

امام ابواسحاق احمد بن محمد الثعلبی النیشاپوری متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) ظاہری نعمت عبادات کی توفیق ہے اور باطنی نعمت اخلاص اور دکھاوے سے محفوظ رہنا ہے (۲) ظاہری نعمت زبان سے ذکر کرنا ہے اور باطنی نعمت دل سے ذکر کرنا ہے (۳) ظاہری نعمت قرآن کی تلاوت کرنا ہے اور باطنی نعمت قرآن کی معرفت ہے (۴) ظاہری نعمت دن کی روشنی ہے جس میں انسان کسبِ معاش کرتا ہے اور باطنی نعمت رات کا اندھیرا ہے جس میں وہ آرام کرتا ہے اور سکون سے سوتا ہے (۵) ظاہری نعمت زبان سے کلام کرنا ہے اور باطنی نعمت عقل سے تدبر کرنا ہے (۶) ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد جو چیزیں ملیں وہ ظاہری نعمت ہے اور ماں کے پیٹ میں جو غذا اور دوسری چیزیں ملیں وہ باطنی نعمت ہے (۷) ظاہری نعمت شہادت ناطقہ ہے اور باطنی نعمت سعادت سابقہ ہے (۸) ظاہری نعمت گوناگوں عطائیں ہیں اور باطنی نعمت گناہوں کو معاف کرنا ہے (۹) ظاہری نعمت مشقت کا بوجھ کم کرنا ہے اور مرتبہ بلند کرنا ہے اور باطنی نعمت سینہ کھول دینا ہے (۱۰) ظاہری نعمت فتوحات عطا کرنا ہے اور باطنی نعمت مخالفین کو شکست دینا ہے (۱۱) ظاہری نعمت مال اور اولاد ہے اور باطنی نعمت ہدایت اور ارشاد ہے (۱۲) ظاہری نعمت درست بات کہنا ہے اور باطنی نعمت درست کام کرنا ہے (۱۳) ظاہری نعمت وہ امراض اور مصائب ہیں جن کو اللہ سبحانہٗ گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور باطنی نعمت دنیا اور آخرت میں اللہ عزوجل کا گناہوں پر مواخذہ نہ کرنا ہے (۱۴) ظاہری نعمت بندوں کے ساتھ نسبی اور سسرالی تعلق ہے اور باطنی نعمت اللہ عزوجل کے ساتھ سحری کے اوقات میں دعا اور مناجات کا تقرب ہے (۱۵) ظاہری نعمت کامل مسلمانوں کا دنیا پر غلبہ اور تفوق ہے' جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○　　اور تم ہی (دنیا پر) غالب اور فائق ہو گے بہ شرطیکہ تم (کامل) مومن ہو ○ (آل عمران: ۱۳۹)

اور باطنی نعمت نیکیوں میں سبقت کرنے والے مسلمانوں کا اللہ سبحانہٗ سے وہ خاص قرب ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○　　اور (نیکیوں میں) سبقت کرنے والے (درجات میں) سبقت کرنے والے ہیں ○ وہی لوگ (اللہ کا) قرب حاصل کیے ہوئے ہیں ○ (الواقعہ: ۱۱۔۱۰)

(الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۲ 'ملخصاً وموضحاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یہ اللہ سبحانہٗ کی عطا کی ہوئی چند ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ''لاتعدو لاتحصیٰ'' ہیں اور حدوشمار سے باہر ہیں۔

''الآلاء'' اور ''النعماء'' دونوں مترادف ہیں اور ان میں ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق کرنا صحیح نہیں

نیز علامہ سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

بعض علماء نے کہا ہے کہ ''الآلاء'' کا معنی ہے: نعمتوں کا پہنچانا اور ''النعماء'' کا معنی ہے: مصائب کا دور کرنا' اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ لنجا (شل) ہو تو اس کو ''الآلاء'' تو حاصل ہے مگر ''النعماء'' حاصل نہیں ہے' اسی طرح گونگے کی زبان ہے' اسی طرح وہ آدمی جس کو عرق النساء یا گٹھیا ہو یا جو شخص عنین (نامرد) ہو' ان سب کو ''الآلاء'' تو حاصل ہیں لیکن ''النعماء'' حاصل نہیں ہیں' اور اکثر مفسرین نے ''الآلاء'' اور ''النعماء'' میں فرق نہیں کیا اور اس صورت میں یہ لکھا ہے کہ مصائب کو دور کرنا اور نعمت کو پہنچانا دونوں ''الآلاء'' ہیں۔

(تفسیر السمرقندی' بحر العلوم ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ کتب لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ''الآلاء'' اور ''النعماء'' مترادف ہیں کیونکہ کتب لغت میں ''الآلاء'' کا معنی مطلقاً نعمت بیان کیا ہے اور اس کو ظاہری نعمت یا باطنی نعمت کے ساتھ مقید نہیں کیا' اسی طرح ''سنن ترمذی'' کی حدیث میں ہے کہ جنات نے ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' سن کر کہا: اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے اور انہوں نے نعمت کو ظاہری نعمت یا باطنی نعمت کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ''الآلاء'' کا لفظ ظاہری نعمتوں اور باطنی نعمتوں دونوں کو شامل ہے' نیز اس سورت میں بھی اس پر دلیل ہے' کیونکہ دنیا کی نعمتیں ظاہری نعمت ہیں اور آخرت کی نعمتیں باطنی نعمت ہیں اور اس سورت میں دنیا کی نعمتوں کے بعد بھی ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کا ذکر ہے اور آخرت کی نعمتوں کے بعد بھی ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کا ذکر ہے' دنیا کی نعمتوں کے بعد اس کے ذکر کی مثال یہ ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۲۳-۲۲)

ان دو سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں ۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ۝

موتی اور مونگے دنیا کی نعمتیں ہیں اور ظاہری نعمتیں ہیں اور باطنی نعمتوں کے بعد اس کے ذکر کی مثال یہ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۴۷-۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ۝

اس آیت میں جنت کے ذکر کے بعد ''آلاء'' کا ذکر ہے اور جنت آخرت کی نعمت ہے اور باطنی نعمت ہے' سو اس سورت میں ظاہری اور باطنی دونوں نعمتوں پر ''آلاء'' کا اطلاق کیا گیا ہے' پس لغت' حدیث اور آیاتِ قرآن ہر طریقہ سے واضح ہو گیا کہ ''آلاء'' کا لفظ ظاہری اور باطنی دونوں نعمتوں کو شامل ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ ''آلاء'' کا معنی ظاہری نعمتیں ہیں اور ''النعماء'' کا معنی باطنی نعمتیں ہیں' ان کا قول غلط اور باطل ہے۔

''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کو اکتیس بار مکرر ذکر کرنے میں کوئی حکمت ہے یا نہیں؟

اس سورت میں ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کا اکتیس مرتبہ ذکر فرمایا ہے اور بار بار اس آیت کو ذکر کرنے کا فائدہ اس آیت کے معنی کو ذہنوں میں راسخ کرنا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے' کیونکہ جو چیز اہم ہوتی ہے' اس کا بار بار ذکر کر کے اس کی تاکید کی جاتی ہے اور جس چیز کے ذکر میں لذت ہو اس کا بھی بار بار ذکر کیا جاتا ہے اور رب کی نعمتوں کے ذکر سے مسلمانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے' اس لیے اس کا بار بار ذکر فرمایا' باقی رہا یہ سوال کہ اس کو خاص اکتیس بار کیوں ذکر فرمایا' اس سے کم یا زیادہ بار کیوں ذکر نہیں فرمایا؟ تو یہ اعداد توقیفی ہیں' اس لیے اس خاص عدد کی حکمت اور اس کے فائدہ کو جاننے کے لیے سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جیسے قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں ہیں؟ اس کی توجیہ

Marfat.com

میں دماغ لڑانے اور دور دراز کی مناسبتوں اور توجیہات کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ (عبس: ۳۱) اور اللہ نے میوے اور خودرو گھاس پیدا کی۝

''ابّ'' کے متعدد معانی ہیں' اس سے پہلی آیات میں زیتون کا اور کھجور کے درخت کا ذکر ہے اور اس آیت میں پھل کا ذکر ہے' اس کے بعد ''ابّ'' کا ذکر بہ ظاہر غیر مناسب معلوم ہوتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ان الفاظ کے معانی جانتے ہیں' پھر اپنی لاٹھی اٹھا کر فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تکلیف ہے' اور اے عمر! اگر تمہیں معلوم نہیں کہ ''الابّ'' کیا چیز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے' جس چیز کا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو اور جس چیز کا بیان نہیں کیا گیا اس کو چھوڑ دو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اسی طرز پر حضرت عمر کی اتباع کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اکتیس بار ''فبای الاء ربکما تکذبان'' کا ذکر ہے اور اکتیس بار ذکر کرنے کی توجیہ نہیں بیان کی' سو ہمیں بھی اس کی توجیہ اور اس کی تعداد کی وجہ تلاش کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے' تاہم بعض علماء نے اس تعداد کی وجہ بھی بیان کی ہے' خود امام رازی نے بھی اس کی تین وجہیں بیان کی ہیں لیکن وہ اس قدر واضح اور عام فہم نہیں ہیں' سب سے زیادہ آسان اور واضح توجیہ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے بیان کی ہے' ہم اس کو یہاں ذکر کر رہے ہیں:

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: ''برھان القرآن'' میں مذکور ہے کہ اس آیت کا اکتیس مرتبہ ذکر فرمایا ہے' ان میں سے آٹھ آیات وہ ہیں جو ان آیات کے بعد ذکر کی گئی جن میں اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق اور بغیر سابقہ مثال کے اس کی تخلیق اور اس کی مخلوق کی ابتداء اور انتہاء کو بیان کیا گیا ہے' پھر سات آیات کو ان آیتوں کے بعد بیان فرمایا ہے' جن میں دوزخ کے عذاب اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے کیونکہ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں' اور ان آیتوں کے بعد ''آلاء'' کا ذکر اس لیے مستحسن ہے کیونکہ دوزخ کے خوف میں بھی نعمت ہے کیونکہ انسان دوزخ کے خوف سے گناہوں کو ترک کرتا ہے اور دوزخ اس لیے بھی نعمت ہے کہ دوزخ سے مسلمانوں کے دشمنوں کو عذاب دیا جائے گا' اور اس کو بہت بڑی نعمت میں شمار کیا جاتا ہے اور ان سات آیات کے بعد آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد ذکر فرمایا جن آیات میں جنت کی صفات کا ذکر ہے' کیونکہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں' اس کے بعد اس آیت کا مزید آٹھ بار ذکر فرمایا ہے کہ دو جنتیں اور ہیں' پس جو شخص پہلی آٹھ آیتوں پر ایمان لائے اور ان میں مذکور نعمتوں کا شکر ادا کرے اور پھر دوسری بار ان آیات کے تقاضوں پر عمل کرے جو جنت کی صفات میں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ان سات آیات میں ذکر کیے ہوئے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ (روح البیان ج ۹ ص ۳۴۷-۳۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا۝ اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ وہی دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ اس نے کھاری اور شیریں دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیں۝ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ ان سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۝ اور سمندر میں پہاڑوں کی مانند اونچی چلنے والی کشتیاں اسی کی ملکیت ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

Marfat.com

کو جھٹلاؤ گے O (الرحمٰن: ۲۵-۱۴)

انسانوں اور جنات کی تخلیق کے اعتبار سے ان پر نعمت

الرحمٰن: ۱۶-۱۴ میں فرمایا: اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا O اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اس سے پہلے اللہ سبحانہٗ نے عالم کبیر کی تخلیق کا ذکر فرمایا تھا جیسے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں جن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلائل ہیں' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالم صغیر کی تخلیق کا ذکر فرمایا اور وہ حضرت انسان ہے اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''الانسان'' سے مراد حضرت آدم ہیں'' صلصال '' کا معنی ہے: وہ ریت جس کے ساتھ مٹی ملی ہوئی ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: '' صلصال '' کا معنی ہے: عمدہ قسم کی گیلی مٹی جب اس کا پانی سوکھ جائے اور وہ پھٹنے لگے اور جب اس کو ہلایا جائے تو وہ بجنے لگے'' الفخار '' کا معنی ہے: ٹھیکرا پکائے جانے سے پہلے' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حضرت آدم روح پھونکے جانے سے پہلے کھوکھلے ٹھیکرے کی طرح تھے۔

اس کے بعد'' الجان '' کی تخلیق کا ذکر فرمایا: '' الجان '' سے مراد ابلیس ہے اور وہ جنات کا باپ ہے جیسے آدم انسانوں کے باپ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ'' الجان '' '' جن '' کا واحد ہے اور '' مارج '' کا معنی ہے: شعلہ یعنی بالکل صاف آگ جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو' اور اس کا نام '' جان '' اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جن کو '' جنّ '' کہا جاتا ہے' پس '' جن '' جمع ہے اور '' جآن '' واحد ہے اور اس کا پیدا کرنا بھی نعمتوں میں سے ہے۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

پھر فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O '' (الرحمٰن: ۱۶) یعنی اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور جنات! تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک نفس سے پیدا کیا' پس تم دونوں اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور ان دونوں کا ایک ایک نفس سے پیدا کرنا اس لیے نعمت ہے کہ اس میں یہ بتایا ہے کہ انسانوں اور جنات کی اتنی عظیم کثرت وحدت کی طرف رجوع کرتی ہے' اسی طرح ہر کثرت کی انتہاء وحدت پر ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بہت واضح دلیل ہے اور یہ تمام مکلفین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایمان لا کر دوزخ کے خلود سے نجات حاصل کریں اور جنت کی دائمی نعمتوں کے امیدوار بنیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مقصود تو یہ تھا کہ انسان کے اوپر نعمتوں کو گنوایا جائے پھر جنات کی تخلیق کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ'' فبای آلاء ربکما تکذبان '' میں انسانوں اور جنات دونوں سے خطاب ہے اور اس میں دونوں پر اپنی نعمتیں گنوانا مطلوب ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ انسان کی اصل میلی اور کثیف ہے یعنی مٹی اور جن کی اصل صاف اور لطیف ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جنات پر فضیلت دی تو یہ فضیلت انسان کی کسی ذاتی خصوصیت کی بناء پر نہیں ہے' محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

دو مشرق اور دو مغرب بنانے میں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

الرحمٰن: ۱۸۔۱۷ میں فرمایا: وہی مشرقین کا رب ہے اور وہی مغربین کا رب ہےO سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

مشرق سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور مغرب سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہے' ہر روز ایک نیا مشرق اور نیا مغرب ہوتا ہے' گرمیوں میں سورج ہر روز ایک درجہ پہلے طلوع ہوتا ہے اور سردیوں میں سورج ہر روز ایک درجہ بعد میں طلوع ہوتا ہے اور گرمیوں میں دن بڑے ہوتے رہتے ہیں اور سردیوں میں دن کم ہوتے رہتے ہیں اور گرمیوں میں انتہائی بڑا دن پندرہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات انتہائی کم نو گھنٹے کی ہوتی ہے اور سردیوں میں دن انتہائی کم نو گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات انتہائی بڑی پندرہ گھنٹے کی ہوتی ہے' سو ایک گرمیوں کا مشرق ہے جس میں سورج بہت پہلے طلوع ہوتا ہے اور ایک سردیوں کا مشرق ہے جس میں سورج بہت دیر سے طلوع ہوتا ہے' سو یہ گرمیوں اور سردیوں کے دو مشرق ہیں' اسی طرح گرمیوں اور سردیوں کے دو مغرب ہیں' ویسے تو ہر روز کے الگ الگ مشرق اور مغرب ہیں لیکن گرمیوں اور سردیوں کے دو مشرقوں اور مغربوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے' اس لیے ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

انسانوں اور جنات کے لیے دو مشرقوں اور دو مغربوں میں یہ خصوصی نعمت ہے کہ اگر ہر روز ایک ہی مشرق اور مغرب ہوتا اور سردیوں اور گرمیوں کا ایک ہی مشرق اور مغرب ہوتا اور ہمیشہ دن برابر ہوتے تو لوگ اس مسلسل یکسانیت کی وجہ سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے' نیز پھر سارے سال ایک ہی موسم رہتا اور اس میں تنوع نہ ہوتا اور جب موسمی تغیرات نہ ہوتے تو کاشت کاری صحیح نہ ہوتی' فصلیں نہ پکتیں' سارے سال ایک ہی قسم کے پھل ہوتے اور سردیوں اور گرمیوں کے الگ الگ پھل اور الگ الگ اناج نہ ہوتے اور انسان کی نشو و نما کے لیے اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف موسموں کی مختلف غذائیں حاصل نہ ہوتیں۔

پھر فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِO '' (الرحمٰن: ۱۸) یعنی اس میں انسانوں اور جنات کو یہ بتانا ہے کہ تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سے جس جگہ پر بھی ہو تم اللہ تعالیٰ کے ملک اور اس کی سلطنت میں ہو' تم اسی کا رزق کھا رہے ہو اور تم جہاں بھی ہو اس کو تمہارا علم ہوتا ہے' وہی آفات اور مصائب میں تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے' سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

دو سمندروں کو ملانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت

الرحمٰن: ۲۱۔۱۹ میں فرمایا: اس نے (کھاری اور شیریں) دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیںO ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتےO سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

یعنی ان دونوں سمندروں کے پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ایک پانی کا ذائقہ دوسرے پانی سے مختلط ہوتا ہے' یہ دو سمندر ایک بحر روم ہے اور ایک بحر فارس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دوسرا بحر ھند ہے' اور ان کے درمیان جو آڑ ہے وہ جزیرۂ عرب ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان دو سمندروں کو مخلوق کی منفعت کے لیے پیدا فرمایا ہے' پھر فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِO '' (الرحمان: ۲۱) یعنی ان میں اللہ تعالیٰ کے لطف اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں' تاکہ تم ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لاؤ' پھر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں؟

Marfat.com

موتی اور مونگے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت

الرحمٰن: ۲۳۔ ۲۲ میں فرمایا: ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اللہ تمہارے لیے پانی سے موتی اور مونگوں کو اس طرح نکالتا ہے جس طرح زمین سے اناج' پھلوں اور پھولوں کو نکالتا ہے' اللہ تعالیٰ صرف میٹھے پانی سے موتی اور مونگوں کو نکالتا ہے اور اس آیت میں ان دونوں سمندروں کا ذکر ہے' حالانکہ ان میں سے صرف ایک سے موتی اور مونگے نکالتا ہے' کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ عرب دو مختلف جنسوں کا ذکر کرتے ہیں' پھر ان میں سے کسی ایک سے خبر دیتے ہیں اور جیسے اس آیت میں فرمایا ہے:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے۔ (الانعام: ۱۳۰)

اس آیت میں جنات اور انسانوں دونوں میں سے رسولوں کے آنے کا ذکر فرمایا ہے' حالانکہ رسول ان میں سے صرف انسانوں میں سے آئے تھے' اسی طرح کھارے اور شیریں دونوں سمندروں سے موتی اور مونگے نکلنے کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ موتی اور مونگے صرف شیریں سمندر میں نکلتے ہیں۔

''لؤلؤ'' اور ''مرجان'' کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ''لؤلؤ'' چھوٹے موتی ہیں اور ''مرجان'' بڑے موتی ہیں اور اس کے برعکس بھی روایت ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ''مرجان'' سرخ سیپی کو کہتے ہیں۔

پھر فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ موتی اور مونگے مخلوق کی منفعت کے لیے پیدا فرمائے ہیں'' سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو سمندروں کو ملایا یعنی حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان سے موتی اور مونگے نکالے' یعنی حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۶۴)

سطح سمندر پر جہاز چلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت

الرحمٰن: ۲۵۔ ۲۴ میں فرمایا: اور سمندر میں پہاڑوں کی مانند اونچی چلنے والی کشتیاں اسی کی ملکیت میں ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

سمندر میں بہت بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں' جو پہاڑوں کی مانند بڑے بڑے نظر آتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمہارے سمندری سفر کے لیے کشتیاں اور جہاز پیدا کیے جو بہت وزنی ہیں اور حجم میں پہاڑ جتنے ہوتے ہیں اور وہ سمندر کے دوش پر چلتے ہیں جن سے تم تجارت اور دوسری اغراض کے لیے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں پہنچ جاتے ہو' اس میں تمہارے لیے بہت منفعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ لوہے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پانی میں ڈوب جاتا ہے اور اتنے بڑے بڑے دیوہیکل جہاز سمندر کی سطح پر سفر کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۲۵) یعنی اس نے مخلوق کی منفعت کے لیے اتنے بڑے جہازوں کو سمندر میں رواں دواں رکھا' کیا تم اپنے رب کی اس عظیم نعمت کا انکار کر سکتے ہو کہ یہ اس کی دی ہوئی نہیں ہے۔

Marfat.com

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ
جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے○ اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور
وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي
بزرگی والا ہے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ اسی سے سوال کرتے ہیں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں، وہ ہر آن نئی شان میں ہے○ سو تم اپنے رب کی
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ
کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ اے جنات اور انسانوں کے گروہو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے○ سو تم دونوں
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ
اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ اے جنات اور انسان کے گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ
اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا
آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ! تم جہاں
تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ
بھی جاؤ گے وہاں اسی کی سلطنت ہے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ (اے مکذبو!) تم پر
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
(روزِ قیامت) آگ کا خالص شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم اس کو دور نہ کر سکو گے○ سو تم دونوں اپنے رب کی
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾
کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا○
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ
سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ سو اس دن کسی گناہ گار کے گناہ کے متعلق

Marfat.com

اِنۡسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ یُعۡرَفُ

سوال نہیں کیا جائے گا انسان سے نہ جن سے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O (اس دن) مجرمین

الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰہُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَ الۡاَقۡدَامِ ۚ﴿۴۱﴾

اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا O

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ ہٰذِہٖ جَہَنَّمُ الَّتِیۡ یُکَذِّبُ بِہَا

پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرمین تکذیب کیا

الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوۡفُوۡنَ بَیۡنَہَا وَ بَیۡنَ حَمِیۡمٍ اٰنٍ ۚ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

کرتے تھے O وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گے O سو تم اپنے رب کی

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ ع

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

وقف لازم ۲ ع ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے O اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والی ہے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O اسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں O وہ ہر آن نئی شان میں ہے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O اے جنات اور انسانوں کے گروہو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O اے جنات اور انسانوں کے گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ! تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں اسی کی سلطنت ہے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O (الرحمٰن: ۳۴-۲۶)

تمام روئے زمین والوں کے ہلاک ہونے میں انسانوں کے لیے نعمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا: زمین والے ہلاک ہو گئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ؕ (القصص: ۸۸) اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

تو فرشتوں کو اپنی ہلاکت کا بھی یقین ہو گیا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۵)

اور تمام مخلوق کو فنا ہونے میں انسانوں اور جنات کے لیے یہ نعمت ہے کہ صرف وہ ہلاک نہیں ہوں گے بلکہ کائنات کی ہر چیز ہلاک ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام مسلمان موت کے بعد دارِ تکلیف سے دارِ جزاء کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرماتا ہے تم اس پر توکل کرو اور لوگوں پر بھروسہ نہ کرو وہ تم سے مصائب کے دور کرنے پر قادر نہیں ہیں کیونکہ وہ سب فانی ہیں اور ہلاک ہونے والے ہیں اور

Marfat.com

مخلوق کی فنا کے بعد اللہ ہی باقی ہے' وہ تمہارے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور نیکیوں پر تمہاری مدد کرتا ہے پس تم اپنے ایسے رب کا کیسے انکار کر سکتے ہو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم پر یہ احسانات کیے؟

ہر روز نئی شان میں ہونے کے ضمن میں اللہ کی نعمتیں

الرحمٰن: ۳۰۔۲۹ میں فرمایا: اسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں○ الایۃ

آسمان والے اللہ سے رحمت کا سوال کرتے ہیں اور زمین والے اللہ سے رزق کا سوال کرتے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: آسمان والے اللہ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور زمین والے اللہ سے مغفرت اور رزق کا سوال کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا: فرشتے زمین والوں کے لیے رزق کا سوال کرتے ہیں۔

وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے' اس کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی شان سے یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے' ایک قوم کو سربلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو سرنگوں کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۲' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۳۰۱' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۶۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ گناہ معاف کرتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے اور دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ (مسند البزار (کشف الاستار) رقم الحدیث: ۲۲۶۸)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ ہے کہ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے' وہ عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے' وہ رزق دیتا ہے اور رزق روک لیتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی شان سے دنیا اور آخرت دو دن ہیں' دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حکم دے کر اور کسی کام سے منع کر کے آزماتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور عطا کرتا ہے اور روک لیتا ہے اور قیامت کے دن اس کی شان جزاء دینا ہے اور حساب لینا ہے اور ثواب اور عتاب دینا ہے اور لغت میں شان کا معنی عظیم کام ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے' اور بیمار کو تندرست کرتا ہے اور تندرست کو بیمار کر دیتا ہے' خوش حالی کو تنگ دست کر دیتا ہے اور تنگ دست کو خوش حال کر دیتا ہے' ذلیل کو عزت دار کر دیتا ہے اور عزت دار کو ذلیل کر دیتا ہے' فقیر کو غنی کرتا ہے اور غنی کو فقیر کر دیتا ہے۔

''کل یوم ھو فی شان'' کے مسئلہ تقدیر سے تعارض کا جواب

عبداللہ بن طاہر نے الحسین بن المفضل کو بلا کر کہا: مجھے قرآن مجید کی تین آیتوں میں اشکال ہے' میں نے آپ کو ان کے حل کے لیے بلایا ہے' پہلی آیت یہ ہے کہ جب قابیل نے ھابیل کو قتل کر کے اس کی لاش کو دفن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِیۡنَ○ (المائدہ: ۳۱) پھر وہ ندامت کرنے والوں میں سے ہو گیا○

اور صحیح حدیث میں ہے کہ ندامت توبہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ندامت توبہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۲' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۶۹' المستدرک ج ۴ ص ۲۴۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۱۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۰۲۹)

Marfat.com

اور جب قابیل ھابیل کو قتل کر کے نادم ہو گیا تو اس نے توبہ کر لی پھر اس کو عذاب کیوں ہو گا؟

الحسین بن المفضل نے جواب دیا کہ قابیل ھابیل کو قتل کرنے پر نادم نہیں ہوا تھا' بلکہ اس کی لاش کو اٹھائے اٹھائے پھرنے پر نادم ہوا تھا' وہ ہابیل کی لاش اٹھائے اٹھائے پھر رہا تھا کہ اس لاش کو کیسے چھپائے' پھر جب اس نے ایک کوے کو زمین کھودتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا:

قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدہ:۳۱)

اس نے کہا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوے کی طرح بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا' پھر وہ ندامت کرنے والوں میں سے ہو گیا ۝

عبد اللہ بن طاہر نے کہا: میرا دوسرا اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ (الرحمٰن:۲۹)

وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے ۝

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک نیا کام کرتا ہے' حالانکہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جف القلم علی علم الله.

قلم تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۲)

پھر جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے تو پھر ہر روز ایک نیا کام کرنے کا کیا مطلب ہے؟

الحسین بن المفضل نے جواب دیا کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ہر روز ایک نیا کام کرتا ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر روز ایک نئے کام کو ظاہر فرماتا ہے' لہٰذا اس آیت میں اور مسئلہ تقدیر میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

عبد اللہ بن طاہر نے کہا: میرا تیسرا اشکال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ (النجم:۳۹)

انسان کے لیے اسی عمل کا اجر ہے جو اس نے کیا ہے ۝

حالانکہ قرآن مجید کی آیات میں یہ صراحت ہے کہ ایک عمل کا دس گنا اجر ملتا ہے اور سات سو گنا اجر ملتا ہے اور اللہ جس کے لیے چاہے اس اجر کو دگنا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیتا ہے۔

الحسین بن المفضل نے کہا: انسان کے عمل کا اتنا ہی اجر دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس کا دگنا چوگنا اور بے حساب اجر دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تب عبد اللہ بن طاہر نے الحسین بن المفضل کے سر پر بوسہ دیا اور انعام واکرام سے نوازا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۵۳' موضحاً و مفصلاً مخرجاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد ''فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝'' (الرحمٰن:۳۰) فرمایا' یعنی تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو' حالانکہ اسی سے تم اپنی حاجات کا سوال کرتے ہو۔

جن وانس کا حساب لینے اور ان کو اجر دینے میں اللہ کی نعمتیں

الرحمٰن: ۳۲۔۳۱ میں فرمایا: اے جنات اور انسانوں کے گروہو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے ۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۝

اس آیت میں ''سنفرغ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہم عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا

Marfat.com

شغل نہیں ہے جس سے وہ فارغ ہو اس لیے اس کا مجازی معنی ہے: ہم عنقریب تمہیں جزاء دینے کے لیے اور تمہارا حساب کرنے کے لیے فارغ ہوں گے' اس میں ان کو عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کو عذاب کی دھمکی دی ہے۔

امام احمد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ العقبہ میں انصار سے بیعت لی' تو شیطان نے چیخ کر کہا: اے گھروں والے! یہ مذمم ہے' یہ بنی قیلہ سے تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے بیعت لے رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ازب العقبۃ (شیطان کا نام) ہے' سن اے اللہ کے دشمن! میں عنقریب تیرے لیے فارغ ہوں گا یعنی تیرے مکر کو باطل کرنے کا قصد کروں گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۲)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین سے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کفار اور فجار کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

اور اس آیت میں ''ثقلان'' کا لفظ ہے' اس سے مراد جن اور انس ہیں' ان کو ''ثقلین'' اس لیے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر یہی سب سے عظیم مخلوق ہیں کیونکہ تمام مخلوقات میں صرف یہی مکلّف ہیں یعنی صرف یہی تکلیف کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ ثقل' خفت کا مقابل ہے' بوجھ' وزنی چیز۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۰۳) امام جعفر صادق نے کہا: ان کو ''ثقلین'' اس لیے فرمایا کہ یہ گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۸۶) امام مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے کہا: یعنی ہم عنقریب انسانوں اور جنات کا حساب لینے کا قصد کریں گے اور اس سے شیاطین کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ انہوں نے انسانوں اور جنات کو گمراہ کیا ہے' عرب دھمکی دینے کے لیے کہتے ہیں: میں عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوں گا۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ''O (الرحمان: ۳۲) فرمایا' یعنی تم نے جو بُرے اعمال کیے ہیں وہ بھلائے نہیں جائیں گے اور نہ تمہارے اعمال کے ثواب کو روکا جائے گا اور تم نے جس پر ظلم کیا ہے اس کو انصاف دلایا جائے گا' پھر تم اللہ کی ان نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو کہ تم کو اللہ نے یہ نعمتیں نہیں دی ہیں؟ سنو! یہ تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں سو تم اس کا شکر ادا کرو' سو تم اس کا کیسے انکار کرو گے جو تمہارے اعمال کی جزاء دیتا ہے اور تمہاری نیکیوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرتا اور تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کرتا ہے' پس یہ تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں' تم اس کو واحد مانو' اس کا شریک نہ مانو اور اس کا شکر ادا کرو۔

پیشگی احوالِ قیامت بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

الرحمٰن: ۳۴۔ ۳۳ میں فرمایا: اے جنات اور انسان کے گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ! تم جہاں بھی جاؤ گے' اسی کی سلطنت ہے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

ضحاک نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کو حکم دے گا تو وہ اپنی چیزوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے اس کے کنارے پر کھڑے ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ زمین پر آئیں گے' پھر وہ زمین والوں کا احاطہ کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کے ساتھ والے آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا تو وہ صف بہ صف کھڑے ہو جائیں گے' اسی طرح تیسرے' چوتھے' پانچویں' چھٹے اور ساتویں آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا' پھر سب سے اونچے آسمان کا فرشتہ اتر کر جہنم کی طرف آئے گا اور اس کی پرجوش آواز اور چنگھاڑ کو سنے گا' پھر ہر آسمان کے کنارے پر فرشتوں کی صفوں کو دیکھے گا اور یہ اس آیت کا

Marfat.com

مصداق ہے کہ اے جنات اور انسانوں کے گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کنارے سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ' تم جہاں بھی جاؤ گے' اسی کی سلطنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۷ ص ۱۵۵)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے: اس آیت کے تین محمل ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کا علم حاصل کر سکتے ہو تو کرلو۔

(۲) مقاتل بن سلیمان نے کہا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ لو' تم جہاں بھی جاؤ گے تو موت تم کو پالے گی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۶)

(۳) امام ابن جریر نے کہا: اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل کر اپنے رب کو عاجز کر سکتے کہ وہ تم پر قدرت نہ پائے تو نکل جاؤ تم جہاں بھی جاؤ گے' اسی کا ملک' اسی کی سلطنت اور اسی کی قدرت میں ہو گے۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۱۷۷)

(زاد المسیر جز ۸ ص ۱۲۶' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ '' (الرحمٰن: ۳۴) یعنی یہ تم پر اللہ کی کتنی عظیم نعمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے قیامت کے احوال بیان کر دیئے تاکہ تم قیامت کے آنے سے پہلے توبہ کرلو اور اس کی طرف رجوع کرلو' سو تم ان نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مکذبو!) تم پر روزِ قیامت آگ کا خالص شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم اس کو دور نہ کر سکو گے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ سو اس دن کسی گناہ گار کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا' انسان سے نہ جن سے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ (اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا ○ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرمین تکذیب کیا کرتے تھے ○ وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ (الرحمٰن ۴۵۔۳۵)

''شواظ'' اور ''نحاس'' کے معنی

''نحاس'' کا ایک معنی دھواں ہے اور دوسرا معنی پگھلا ہوا پیتل یا تانبا ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض قیامت کے دن کفار کہیں بھاگ کر گئے بھی تو فرشتے آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ کر تمہیں واپس لے آئیں گے یا تمہارے سروں پر پگھلا ہوا تانبا یا پیتل ڈال کر تمہیں واپس لے آئیں گے اور تم اس عذاب کو دور نہیں کر سکو گے۔

اس آیت میں ''شواظ'' اور ''نحاس'' کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''شواظ'' کا معنی ہے: ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو اور ''نحاس'' اس دھوئیں کو کہتے ہیں: جس میں آگ نہ ہو اور ''نِحاس'' (زیر کے ساتھ) ''نحس'' کی جمع ہے اور ''نُحاس'' اس پگھلے ہوئے پیتل کو بھی کہتے ہیں جو ان کے سروں پر ڈالا جائے گا اور ''فلا تنصران'' کا معنی ہے: جن اور انس ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ '' (الرحمٰن: ۳۶) یعنی اس دن اللہ کے سوا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا اور جب تم پر عذاب چھوڑا جائے گا تو اللہ کے سوا کوئی تمہاری حفاظت نہیں کر سکے گا' سو تم اس کی قدرت اور توحید کا کیسے انکار کر

Marfat.com

سکتے ہو؟

آسمان کے پھٹنے اور اس کے سرخ ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ''وردۃ'' اور ''دھان'' کے معنی

الرحمٰن: ۳۸۔۳۷ میں فرمایا: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اس آیت میں ''وردۃ'' اور ''دھان'' کے الفاظ ہیں ''وردۃ'' کے معنی گلاب کی طرح سرخ ہیں اور ''دھان'' کے معنی تیل ہیں یعنی آسمان پھٹ کر آگ کی تپش سے پگھل جائے گا اور دوزخ کی آگ کی حرارت سے سرخ ہو جائے گا اور تیل کی طرح بہ رہا ہوگا۔ ابوعبید اور فراء نے ذکر کیا ہے کہ ''دھان'' کا معنی سرخ چمڑا ہے یعنی آسمان دوزخ کی آگ کی شدید تپش سے کچے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۳۸) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے آسمان متغیر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کا حکم دے گا اور اس دن قیامت کی ہولناکیوں سے صرف اللہ تعالیٰ ہی تم کو نجات دے گا تو تم اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہ کرنے کا ایک آیت سے تعارض اور اس کے جوابات

الرحمٰن: ۴۰۔۳۹ میں فرمایا: سو اس دن کسی گناہ گار کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا' انسان سے نہ جن سے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

ایک اور آیت میں بھی اسی طرح فرمایا ہے:

وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ O (القصص: ۷۸) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا O

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک اور آیت میں اس کے برعکس فرمایا ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O (الحجر: ۹۲) آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے O

اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) عکرمہ نے کہا: قیامت کا دن بہت طویل ہوگا' پس کسی وقت اللہ تعالیٰ مجرموں سے سوال نہیں فرمائے گا اور دوسرے وقت میں سوال فرمائے گا۔

(۲) میدانِ محشر میں ان سے سوال کیا جائے گا اور جب ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر ان سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

(۳) اللہ ان سے ان کے گناہوں کو جاننے کے لیے سوال نہیں کرے گا کہ تم نے کیا گناہ کیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ان کے اعمال کو جاننے والا ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر سوال کرے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیے۔

(۴) ابوالعالیہ نے کہا: غیر مجرم سے مجرم کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

(۵) پہلے مجرموں سے سوال کیا جائے گا اور جب ان کی زبان اور ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے تو پھر ان سے

Marfat.com

سوال نہیں کیا جائے گا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ ہنسنے لگے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا تھا؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں بندے کے اپنے رب سے کلام پر ہنسا ہوں' بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں! بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف اپنے نفس کے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تیرے خلاف تیرے نفس کی شہادت ہی کافی ہے اور لکھنے والے معزز فرشتوں کی گواہی کافی ہے' پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: تم کلام کرو' پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال بیان کریں گے' پھر وہ شخص اکیلے میں اپنے اعضاء سے کہے گا: دفع ہو جاؤ' میں تمہارے لیے ہی تو جھگڑتا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۹)

اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (یٰس: ۶۵)

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ○

(۶) مجرموں سے ان کے جرائم کے متعلق اس لیے سوال نہیں کیا جائے گا کہ کراماً کاتبین نے ان کے صحائفِ اعمال میں ان کے تمام جرائم کی فہرست تیار کر رکھی ہوگی۔

(۷) مجرموں سے ان کے جرائم کے متعلق اس لیے بھی سوال نہیں کیا جائے گا کہ ان کے جرائم کی علامتیں ان کے چہروں سے ظاہر ہوں گی:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ (عبس: ۴۱۔۴۰)

اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے ○ جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی ○

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ (آل عمران: ۱۰۶)

رہے وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

مجرموں کے چہرے سیاہ ہوں گے' ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے' ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور ان کو پیشانی کے بالوں اور ان کے قدموں سے پکڑا ہوا ہوگا' پھر ان کے جرائم کے متعلق ان سے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○'' (الرحمٰن: ۴۰) یعنی جب وہ قیامت کے دن تمہیں ثواب عطا فرمائے گا اور تم کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرما دے گا پھر تم اللہ کی وحدانیت اور اس کی اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟ اور یہ نعمت ہے کہ اللہ نے تمہیں یہ بیان کر دیا کہ اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے اور تمہیں گناہوں سے منع کرتا ہے اور تم سے درگزر فرماتا ہے سو تم اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

روزِ قیامت کی ہولناکیاں

الرحمٰن: ۴۲۔۴۱ میں فرمایا: (اس دن) مجرمین اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا ○ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

حسن نے کہا: ان کا چہرہ سیاہ ہوگا اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ (آل عمران:۱۰۶)

وَنَحۡشُرُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ۞ (طٰہٰ:۱۰۲) ہم اس دن مجرمین کو اکٹھا کریں گے (دہشت کی وجہ سے) ان کی آنکھیں نیلی ہوں گیO

فرشتے ان کو ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔

ضحاک نے کہا: ان کی پیشانیوں کو اور ان کے قدموں کو ان کی پیٹھوں کے پیچھے سے زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا پھر ان کی ٹانگوں اور پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' یہ اس لیے کیا جائے گا تا کہ ان کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ قبیح ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ فرشتے ان کو گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو بالوں سے پکڑ کر منہ کے بل گھسیٹیں گے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کو بالوں سے پکڑ کر سر کے بل گھسیٹ کر لے جائیں گے۔

پھر فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O '' (الرحمٰن:۴۲) یعنی اگر تم ایمان لے آؤ تو اللہ ہی تم سے اس عذاب کو دور کر سکتا ہے' سو جب تم اس کو واحد مانو گے اور اس کی اطاعت کرو گے تو قیامت کی ان ہولناکیوں سے محفوظ رہو گے' پس تم اللہ کی اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

جہنم میں کفار کے گھومنے کی کیفیت

الرحمٰن: ۴۵۔ ۴۳ میں فرمایا: یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرمین تکذیب کیا کرتے تھےO وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گےO پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

جب کفار دوزخ کے قریب ہوں گے تو ان سے دوزخ کے پہرے دار کہیں گے: یہ ہے وہ جہنم جس کی تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا دوزخ میں حال بیان فرمایا' ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا مشروب دیا جائے گا' ان پر بھوک مسلّط کی جائے گی اور ان کو کھانے کے لیے شجر زقوم کا پھل دیا جائے گا' (تھوہر کے درخت کا سخت کڑوا پھل جس کو اندرائن کہتے ہیں) وہ اس کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا' پھر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کھولتے ہوئے پانی کے پاس جاؤ' وہ اس کو پئیں گے تو وہ ان کے مونہوں کو جلا دے گا اور وہ پانی ان کے پیٹوں میں جوش کھا رہا ہوگا اور ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہوگا اس کو نکال کر باہر کر دے گا' پھر ان پر دوبارہ بھوک مسلّط کی جائے گی' پھر دوبارہ کبھی وہ تھوہر کے درخت کے پاس جائیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی کے پاس جائیں گے۔ (بحر العلوم ج ۳ ص ۳۰۹)

پھر فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O '' (الرحمٰن:۴۵) یعنی اگر تم اللہ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اس کی اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرو تو اللہ سبحانہٗ ہی تم کو آخرت کے اس عذاب سے نجات دے گا' سو تم اللہ اور اس کے رسولوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟ نیز میں نے جو تم کو آخرت کے اس عذاب کی خبر دی ہے یہ بھی تمہارے لیے نعمت ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے کفر اور اس کی نافرمانی سے باز آ جاؤ' پس تمہارے رب نے جو تم کو نعمتیں عطا کیں ہیں ان نعمتوں کا انکار اور ان کی ناشکری نہ کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے مصائب کو اور آخرت کے عذاب کو دور کرتا ہے اور اس کے بعد جو آیات ہیں ان میں یہ بتایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے' اس سے ڈرے اور اس کے خوف سے گناہوں کو ترک کر دے اور اس کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کی بیش بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾

کو جھٹلاؤ گے ○ جو سرسبز شاخوں والی دو جنتیں ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا

ان جنتوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ ان جنتوں میں

مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾

ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں ○ سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ

(متقین) ایسے بستروں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر نفیس دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل

دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

جھکے ہوئے ہوں گے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ ان جنتوں میں نیچی نظر رکھنے والی

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

بیویاں ہوں گی جن کو ان متقین سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی جن نے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون

تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

Marfat.com

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا

کو جھٹلاؤ گے○ وہ دونوں جنتیں سیاہی مائل سبز رنگ کی ہیں○ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○

عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ

ان جنتوں میں چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں پھل

نَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾

اور کھجوریں اور انار ہیں○ سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں خوب صورت، خوب سیرت بیویاں ہیں○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں○ پس

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے نہ جن نے○ پس تم

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے○

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳ ۱۴

پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ جو سر سبز شاخوں والی دو جنتیں ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ متقین ایسے بستروں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے جن پر استر نفیس دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے قریب ہوں گے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں نیچی نظر رکھنے والی بیویاں ہوں گی جن کو ان متقین سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی جن نے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ (الرحمٰن: ۶۱-۴۶)

Marfat.com

''ولمن خاف مقام ربہ'' کا شانِ نزول اور اس بشارت کا ہر مؤمن کے لیے عام ہونا

اس سے پہلی آیات میں فساق' فجار اور کفار کو قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا تھا اور اس رکوع کی آیات مؤمنین اور صالحین کے لیے آخرت میں جو جنت کی نعمتیں تیار کی ہوئی ہیں ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

الرحمٰن: ۴۶ کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور ڈر کر اس نے گناہ کو ترک کر دیا تو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

مجاہد اور ابراہیم نخعی نے کہا: اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے خواہشِ نفس سے مغلوب ہو کر گناہ کا ارادہ کیا' پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد آئی اور اس نے اس کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیا۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اگر میں جنتی نہ ہوں تو تجھ کو طلاق ہے' تو اگر اس نے اس سے پہلے کبھی زندگی میں گناہ کا ارادہ کیا تھا' پھر اس کو حیا آئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس گناہ کو ترک کر دیا تھا تو اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔

اس کو جو دو جنتیں ملیں گی تو ایک جنت اپنے رب سے ڈرنے کی وجہ سے ملے گی اور ایک جنت اپنی شہوت کے تقاضے سے گناہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ملے گی۔

ضحاک نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق نازل ہوئی ہے' ایک دن انہوں نے سخت پیاس میں دودھ پیا' جوان کو بہت اچھا لگا' انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دودھ حلال نہیں تھا' تو پھر انہوں نے اس دودھ کی قے کر دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم فرمائے' تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۶۱' دارالفکر' بیروت)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: '' وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ '' (الرحمٰن: ۴۶) میں نے کہا: یارسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو' خواہ چوری کی ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' ولمن خاف مقام ربہ جنتان '' (جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں) میں نے کہا: یارسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو' خواہ چوری کی ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: '' ولمن خاف مقام ربہ جنتان '' میں نے کہا: یارسول اللہ! خواہ اس نے زنا کیا ہو' خواہ چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ابوالدرداء کی ناک کو خاک آلودہ کرتے ہوئے۔ (اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ شعیب الارؤط' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۸۶۸۳) (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۱۲ ۔ ۳۱۱۔ ۳۱۱ رقم الحدیث: ۸۶۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۶۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۱۸۹' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۹۷۵' مشکل الآثار رقم الحدیث: ۴۰۰۰' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۸' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۵۶۱۳' الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۸۹' الدرالمنثور ج ۷ ص ۶۲۳' روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۷۸' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۷۴۲' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۴)

دو جنتوں کے مصداق میں احادیث اور آثار

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں' ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے' چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں' ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے' سونے کا ہے' ان کے اور ان کے رب کو دیکھنے کے درمیان جنت عدن میں صرف اس کے چہرے پر کبریا کی چادر حائل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۶' سنن کبریٰ

Marfat.com

للنسائی رقم الحدیث:۷۷۶۵ ‘سنن دارمی رقم الحدیث:۲۸۲۵)

امام مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

ان دو جنتوں سے مراد جنت عدن اور جنت نعیم ہے اور یہ صدیقین‘ شہداء‘ مقربین‘ سابقین کے لیے ہیں اور اس شخص کے لیے ہیں جس نے گناہ کا ارادہ کیا پھر اس نے اللہ عزوجل کے سامنے پیش ہونے کو یاد کیا‘ پھر اللہ سے ڈرا اور گناہ کو ترک کر دیا‘ سو اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو جنتیں کیا ہیں؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں کہ وہ دو جنتیں کیا ہیں‘ آپ نے فرمایا: وہ جنت کے وسط میں دو باغ ہیں‘ ہر باغ نور کے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے‘ ان میں سے ہر باغ نعمت سے معمور ہے اس کے درخت اگے ہوئے ہیں‘ اس کے پتے سرسبز ہیں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: ان دو جنتوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: ایک جنت انسانوں کی ہے اور ایک جنت جنات کی ہے۔

(۲) مقاتل نے کہا: ایک جنت عدن ہے اور ایک جنت نعیم ہے۔

(۳) عیاض بن تمیم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنت کے باغات میں سے دو باغ ہیں۔

(۴) ایک جنت میں اس کا گھر ہے اور دوسری جنت میں اس کی ازواج اور اس کے خدام کا گھر ہے۔

(۵) ایک جنت اس کا مسکن ہے اور دوسری جنت اس کا باغ ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۳۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

ان دو جنتوں کے مصداق میں صحیح وہ قول ہے جس کو ہم نے ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ کے حوالے سے ارشادِ رسالت بیان کیا ہے۔

زیر تفسیر آیت کے شانِ نزول میں ایک ضعیف روایت

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابو الشیخ نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیامت‘ میزان‘ جنت‘ دوزخ‘ صفوف ملائکہ‘ آسمانوں کے لپیٹے جانے‘ روئی کے گالوں کی طرح پہاڑوں کے اڑنے‘ سورج کے لپیٹے جانے اور ستاروں کے بے نور ہونے کے متعلق غور وفکر کیا تو کہا: کاش! میں سرسبز چارہ ہوتا اور کوئی جانور مجھے کھالیتا اور میں پیدا نہ کیا جاتا تو یہ آیت نازل ہوئی: (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ)۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۷۹‘ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۷ھ‘ الدر المنثور ج ۷ ص ۶۲۲)

مطبوعہ ”تفسیر امام ابن ابی حاتم“ میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے‘ البتہ امام ابو الشیخ الاصبہانی المتوفی ۳۹۶ھ نے اس کو روایت کیا ہے۔

کتاب العظمۃ ص ۳۵۔ رقم الحدیث: ۵۴‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۴ھ لیکن اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے‘ اس کا ایک راوی ہے: کنانہ بن جبلہ‘ ابن معین نے کہا: وہ کاذب ہے‘ السعدی نے کہا: شدید ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۱۵) دراصل علامہ آلوسی نے ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ کے حوالے ”الدر المنثور“ سے اٹھائے اور اپنی عادت کے مطابق حافظ سیوطی کا نام لیے بغیر ان کو نقل کر دیا اور اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی اور ہمارے زمانہ کے علماء ان کو خاتم المحققین کے

Marfat.com

لقب سے ذکر کرتے ہیں۔

اللہ سے نہ ڈرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ انسان اپنے بچوں' اپنے شاگردوں' مریدوں اور اپنے ماتحت لوگوں کے سامنے بے حیائی کے اور بُرے کام نہیں کرتا اور جب تنہا ہو اور صرف اللہ دیکھ رہا ہو تو وہ بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے باز نہیں آتا تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں اللہ کا اتنا خوف بھی نہیں ہے جتنا اپنے ماتحت لوگوں اور چھوٹوں کا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ ۔ (المائدہ: ۴۴) تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔

اور یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے لوگوں کے ڈر سے بُرے کام چھوڑ بھی دیئے تو وہ اس کو کوئی انعام نہیں دیں گے' جب کہ اللہ کے ڈر سے اس نے گناہ اور بُرے کام چھوڑ دیئے تو اللہ نے اس سے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (النازعات: ۴۱۔ ۴۰) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا' اور اس نے اپنے نفس (امارہ) کو (اس کی) خواہش سے روکا ۝ تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے ۝

نیز فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝

خوفِ خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا' جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہو گئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی' حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۱) بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۝

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں' اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے

Marfat.com

ہوش ہو کر گر گیا' گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع رقم الحدیث: ۱۱۴۔ ج ۱۹ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر الاعراف رقم الحدیث: ۲۰۱۔ ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۶۳۴)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا ہے:

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک نوجوان نے عبادت اور مسجد کو لازم کر لیا تھا' ایک عورت اس پر عاشق ہو گئی' وہ اس کے پاس خلوت میں آئی اور اس سے باتیں کیں' اس کے دل میں بھی اس کے متعلق خیال آیا' پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا' اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا' جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا: اے چچا! حضرت عمر کے پاس جائیں' ان سے میرا سلام کہیں اور پوچھیں کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کی کیا جزاء ہے؟ اس کا چچا حضرت عمر کے پاس گیا' اس نوجوان نے پھر چیخ ماری اور جاں بحق ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: تمہارے لیے دو جنتیں ہیں' تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔

(شعب الایمان ج ۱ ص ۴۶۹۔ ۴۶۸۔ رقم الحدیث: ۷۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام بیہقی کے حوالے سے اس حدیث کو حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۱۴۷ طبع قدیم۔ ج ۷ ص ۷۰۸' طبع جدید دار الفکر' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۶۳۵' روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۱۶)

حافظ ابن عساکر نے جو حدیث تفصیلاً روایت کی ہے اس پر حافظ ابن کثیر نے بھی اعتماد کیا ہے اور اس کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے اور اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) گناہ کی ترغیب کے موقع پر اللہ کو یاد کر کے اس کے خوف سے گناہ کو ترک کر دینا دو جنتوں کے حصول کا سبب ہے۔

(۲) نیک مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

(۳) نیک مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

(۴) کسی فوت شدہ مسلمان کی تعزیت کے لیے اس کے والدین اور اعزہ کے پاس جانا حضرت عمر کا طریقہ ہے۔

(۵) صاحب قبر سے کلام کرنا اور صاحب قبر کا جواب دینا' اس حدیث سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

(۶) جن احادیث میں ہے کہ قبر والے ایسا جواب نہیں دیتے جن کو تم سن سکو' ان کا معنی یہ ہے تم ان کا جواب عادۃً نہیں سن سکتے۔

اس کے بعد فرمایا: "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○" (الرحمٰن: ۴۷) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہ تمہارے

Marfat.com

ایک عمل کے بدلہ میں دو جنتیں عطا فرما رہا ہے تو تم اس کی وحدانیت کا' اس کی قدرت کا اور اس کے جود و کرم کا اور دیگر نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

''ذواتا افنان'' کا معنی

الرحمٰن: ۴۹۔ ۴۸ میں فرمایا: جو سرسبز شاخوں والی دو جنتیں ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اس آیت میں ''ذواتا افنان'' فرمایا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین نے کہا: اس کا معنی ہے: رنگ برنگ پھلوں والی دو جنتیں۔

مجاہد نے کہا: ''افنان'' کا معنی ہے: شاخیں' یہ ''فنن'' کی جمع ہے۔ عکرمہ نے کہا: ''افنان'' کا معنی ہے: شاخوں کا دیواروں پر سایہ۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۴۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے پھلوں اور سرسبز شاخوں والی جنت کا وعدہ کیا ہے' پھر تم اس کی نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

جنت کے چشموں کی کیفیت

الرحمٰن: ۵۱۔ ۵۰ میں فرمایا: ان جنتوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں جنتوں میں سے ہر ایک میں چشمے بہ رہے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان میں صاف شفاف پانی بہ رہا ہے' ان میں ایک چشمہ تسنیم ہے اور دوسرا چشمہ سلسبیل ہے' اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ چشمے دنیا کے چشموں سے دو گنے چوگنے بڑے ہیں' اس کی کنکریاں سرخ یاقوت اور سبز زمرد ہیں' اس کی مٹی کافور ہے' اس کی کیچڑ مشک ہے اور اس کے دو کنارے زعفران ہیں۔ عطیہ نے کہا: ان میں سے ایک پانی کا چشمہ ہے اور دوسرا شراب طہور کا ہے' وہ پینے والوں کی لذت کے لیے ہے۔ ابوبکر وراق نے کہا: جنت کے یہ دو چشمے ان لوگوں کے لیے بہ رہے ہیں جن کی آنکھوں سے دنیا میں خوف خدا سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۹۰' الجامع لاحکام القرآن جز ۲۷ ص ۱۶۲)

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۵۱) یعنی ان چشموں کو جاری کرنا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت سے ہے' کیا تم پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے انکار کر سکتے ہو O

الرحمٰن: ۵۳۔ ۵۲ میں فرمایا: ان جنتوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

ان میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں وہ تازہ بھی ہے اور خشک بھی ہے اور ہر پھل ذائقہ دار ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دنیا کے جس پھل کا بھی ذائقہ تلخ اور کڑوا ہے' جنت میں اس پھل کا ذائقہ شیریں اور لذیذ ہو گا حتیٰ کہ جنت میں حنظل (اندرائن' کوڑتما) بھی میٹھا ہو گا۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۵۲) اللہ نے تمہارے لیے ہر رنگ اور ہر ذائقہ کے پھل جنت میں رکھے ہیں' سو تم اس کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

Marfat.com

جنت کے بستروں اور پھلوں کی کیفیت

الرحمٰن: ۵۵۔ ۵۴ میں فرمایا: متقین ایسے بستروں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر نفیس دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے قریب ہوں گے O سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O

استر لحاف یا گدے کے نچلے حصے کو کہتے ہیں' جو عموماً معمولی کپڑے کا ہوتا ہے اور ابری اوپر والے حصہ کو کہتے ہیں' جو عموماً اچھے اور عمدہ کپڑے کا ہوتا ہے تو جنت کے بستروں کا جب استر دبیز ریشم کا ہو گا تو اس کی ابری کس شان کی ہو گی۔

''استبرق'' کا معنی ہے: دبیز اور موٹا دیباج' یہ ریشم کی ایک قسم ہے۔

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا کہ جب جنت کے بستروں کا استر ''استبرق'' کا ہوگا تو اس کی ابری کیسی ہوگی' انہوں نے کہا کہ اس کی ابری کی کیفیت کا اندازہ اس آیت سے کرو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ . کوئی شخص نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے۔ (السجدۃ: ۱۷)

اور جنت کے درختوں کے پھل اس قدر قریب ہوں گے کہ ان کو بیٹھے بیٹھے بھی توڑ سکیں گے اور لیٹے لیٹے بھی توڑ سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O'' (الرحمٰن: ۵۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جنت میں ایسے بلند بستر بنا دیئے ہیں جیسے بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں' پھر تم کس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟

انسان عورتوں کے ساتھ جنات کے جماع کرنے کے جواز میں مذاہب

الرحمٰن: ۵۷۔۵۶ میں فرمایا: ان جنتوں میں نیچی نظر رکھنے والی بیویاں ہوں گی جن کو ان متقین سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی جن نے O سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

یعنی ان ریشم کے بستروں میں بیویاں ہوں گی' ''قاصرات الطرف'' کا معنی یہ ہے کہ ان بیویوں کی نظریں اپنے شوہروں کے سوا اور کسی پر نہیں پڑیں گی اور ان کے شوہروں سے پہلے ان سے کسی انسان نے جماع کیا ہوگا نہ جن نے۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جن بھی عورتوں کے ساتھ انسانوں کی طرح جماع کرتا ہے اور جن بھی جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے لیے جنیات ہوں گی۔ ضمرہ نے کہا: مؤمنین کے لیے ان میں سے بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی' پس انسیات انسانوں کے لیے ہوں گی اور جنیات جنات کے لیے ہوں گی۔

علامہ قشیری شافعی نے کہا ہے کہ مومن جنات کی جو حوریں ہوں گی ان کو اس سے پہلے کسی جن نے نہیں چھوا ہوگا' اور مؤمن انسانوں کی جو حوریں ہوں گی' ان کو اس سے پہلے کسی انسان نے نہیں چھوا ہوگا کیونکہ دنیا میں بھی جن آدم کی بیٹیوں سے جماع نہیں کرتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ جائز ہے کہ جنات بناتِ آدم سے جماع کریں اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب کوئی مرد ''بسم اللہ'' پڑھے بغیر جماع کرے تو اس کے آلہ کے ساتھ جن چمٹ جاتا ہے اور وہ بھی اس انسان کے ساتھ جماع کرتا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بڑی آنکھوں والی حور کے ساتھ اس سے پہلے کسی انسان نے جماع کیا ہوگا نہ جن نے' اس سے تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ آدم زاد عورتوں کے ساتھ کبھی جن بھی جماع کرتے ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں

Marfat.com

اس عیب سے بَری ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تنزیہہ کی ہے اور طمث کا معنی جماع کرنا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۶۵۔ ۱۶۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ عبدالرحمان علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا: ان کو اس سے پہلے کسی نے نہیں چھوا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو جنت میں پیدا کیا گیا ہے اور اس بناء پر یہ حور کی صفت ہے اور شعبی نے کہا: متقین کی یہ بیویاں دنیا کی وہ عورتیں ہوں گی جن کے پیدا ہونے کے بعد ان کو کسی انسان نے چھوا نہ کسی جن نے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جن عورت کے ساتھ انسان کی طرح جماع کرتا ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۲۴' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں جن کے ذکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جن تو جماع نہیں کرتے؟ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے' بلکہ جن جماع کرتے ہیں' اسی وجہ سے ان کی اولاد اور ذریات ہیں' بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ وہ انسان عورتوں سے جماع کرتے ہیں یا نہیں اور مشہور یہ ہے کہ وہ انسان عورتوں سے جماع کرتے ہیں' ورنہ جنات میں حسب اور نسب نہ ہوتا۔ اور اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۷۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

جنات کے جنت میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

انسان عورتوں کو اس سے پہلے کسی انسان نے نہیں چھوا اور مؤنث جن کو اس سے پہلے کسی مذکر جن نے نہیں چھوا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جن بھی جنت میں جماع کریں گے۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں:

''طمث'' کا معنی جماع کرنا ہے اور مس کرنے سے بھی یہی مراد ہے اور اصل میں ''طمث'' خون نکلنے کو کہتے ہیں' اسی وجہ سے حیض کو بھی ''طمث'' کہا جاتا ہے اور کنواری عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کو بھی ''طمث'' کہتے ہیں' کیونکہ ان کے ساتھ جماع کرنے سے بھی خون نکلتا ہے' اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جنت کی حوروں کے ساتھ جب بھی جماع کیا جائے گا وہ کنواری ہوں گی' اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جنات بھی جنت میں داخل ہوں گے اور وہ جماع بھی کریں گے کیونکہ وہ جنت میں نعمتوں کے ساتھ باقی رہیں گے' جیسا کہ کافر جن دوزخ میں عذاب کے ساتھ باقی رہیں گے اور یہی صحیح قول ہے اور اس میں اس قول کا رد ہے کہ مؤمنین جنات کو ثواب نہیں ملے گا' ان کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے اور ان کو حساب کے بعد مٹی بنا دیا جائے جیسا کہ حیوانات کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ (عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ ھ ''بیضاوی'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جو یہ کہا ہے کہ جن بھی جنت میں جماع کریں گے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر جن جنت میں جماع نہ کریں تو پھر جنات پر کوئی احسان نہیں ہوگا حالانکہ اس آیت کے بعد فرمایا ہے: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ○'' (الرحمٰن: ۵۷) کہ انسانوں اور جنات دونوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی حوریں عطا فرمائے گا جو صرف اپنے شوہر کو دیکھنے والی ہوں گی ان کو ''قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ'' (الرحمٰن: ۵۶) اور ''حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ○'' (الرحمٰن: ۷۲) سے تعبیر فرمایا ہے۔ (حاشیۃ ابن التجید علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۳۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

Marfat.com

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی القونوی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مؤمنین جن کو کوئی ثواب نہیں ملے گا' ان کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے اپنی قوم سے کہا:

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ○ (الاحقاف:۳۱)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا○

اور جنات کے متعلق اس آیت میں یہ نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دائمی اجر وثواب دے گا' اس لیے ہمارے امام نے جنات کے جنت میں داخل ہونے کے قول کو اختیار نہیں فرمایا۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۲۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ جو جنات کے جنت میں دخول کے قائل ہیں' ان کا استدلال الرحمٰن: ۵۶ اور الرحمٰن: ۷۴ کی صریح آیات سے ہے اور امام اعظم کا استدلال الاحقاف: ۳۱ سے ہے' جس میں جنات کے جنت میں داخل نہ ہونے کی صراحت نہیں ہے اور اس آیت میں اس کا ذکر نہ ہونے سے ان کے جنت میں دخول کی نفی نہیں ہوتی جب کہ الرحمٰن: ۵۶۔ ۵۷ میں ان کے جنت میں داخل ہونے کا ثبوت ہے' نیز عقل سلیم بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ جنات کو احکام کا مکلف کیا گیا ہے اور جب ان کو ان کے بُرے کاموں پر سزا ملے گی تو ان کو ان کے نیک کاموں پر جزاء بھی ملنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ ابوسعود محمد بن محمد حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

جنت میں جو انسان عورتیں ہیں ان کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی انسان نے نہیں چھوا اور جنت میں جو جنیات ہیں ان کو اس سے پہلے کسی جن نے نہیں چھوا۔ (تفسیر ابی سعود ج ۶ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مجھ کو جو ظن غالب ہے وہ یہ ہے کہ انسانوں کو انسان بیویاں ملیں گی اور حوریں بھی ملیں گی اور جنات کو جنیات بیویاں ملیں گی اور حوریں بھی ملیں گی اور کسی انسان کو جنیہ نہیں ملے گی اور نہ کسی جن کو انسیہ ملے گی اور مومن خواہ انسان ہو خواہ جن ہو اس کو وہی حور ملے گی جو اس کی نوع کے لائق ہو اور اس کا نفس اس کی خواہش کرے اور اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن اپنی نوع کی مؤنث جنیہ سے جماع کرتے ہیں' جیسا کہ انسان اپنی نوع کی مؤنث انسان کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور وہ جنت میں اپنی نعمتوں کے ساتھ اسی طرح باقی رہیں گے جس طرح کافر جن دوزخ میں اپنے عذاب کے ساتھ باقی رہیں گے۔

امام ابویوسف' امام محمد' ابن ابی لیلیٰ' اوزاعی اور اکثر ائمہ اور فقہاء کا یہی مذہب ہے' جیسا کہ علامہ عینی نے "شرح بخاری" میں ذکر کیا ہے کہ جنات کو ان کی اطاعت پر ثواب دیا جائے گا اور ان کی معصیت پر سزا دی جائے گی اور ان میں سے مؤمنین انسانوں کی طرح قیامت کے دن جنت میں داخل ہوں گے اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں:

(۱) ان کو دوزخ سے نجات کے سوا اور کوئی ثواب نہیں ملے گا' پھر ان سے کہا جائے گا: مٹی بن جاؤ' جیسے باقی حیوانات سے کہا جائے گا۔

(۲) وہ جنت میں داخل ہوں گے' لیکن جنت میں ان کو کوئی نعمت نہیں ملے گی۔

(۳) جنات کی جزاء کے معاملہ میں توقف کرنا چاہیے۔ کردری نے کہا: اکثر روایات میں اسی طرح ہے اور ابواسحاق بن الصفار

Marfat.com

کے ''فتاویٰ'' میں لکھا ہے کہ جنات نہ جنت میں ہوں گے نہ دوزخ میں' ان کی جزاء کا صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔
امام مالک اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ جنات جنت کے وسط میں ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اصحاب الاعراف ہیں۔ ضحاک نے کہا: ان کو تسبیح اور ذکر کا الہام کیا جائے گا اور ان کو اس میں ایسی ہی لذت آئے گی جیسے ابن آدم کو جنت کی نعمتوں میں آتی ہے۔ الحارث المحاسبی نے کہا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے' ہم ان کو دیکھ سکیں گے اور وہ ہم کو نہیں دیکھ سکیں گے اور یہ دنیا کے برعکس ہوگا۔ ابواسحاق ابراہیم بن الصفار نے اپنے ''فتاویٰ'' میں لکھا ہے کہ جنات کو جنت کی نعمتیں ملیں گی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے' اسی طرح فرشتے بھی اللہ عزوجل کو نہیں دیکھیں گے' ماسوا حضرت جبریل علیہ السلام کے کیونکہ وہ ایک بار اللہ عزوجل کو دیکھیں گے۔
اور زیادہ صحیح اکثر ائمہ اور علماء کا مذہب ہے کہ اللہ عزوجل کو دیکھنے میں انسانوں اور جنات میں کوئی فرق نہیں ہے۔
(روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۸۳' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)
اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ '' (الرحمٰن: ۵۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبیعت کے موافق جنت میں تمہاری بیویاں بنائیں' انسانوں کے لیے انسان اور جنات کے لیے جنیہ' پس تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

جنت کی حوروں کا حسن و جمال

الرحمٰن: ۵۹۔ ۵۸ میں فرمایا: گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○
اس آیت میں جنت میں متقین کی بیویوں (حوروں) کا حسن و جمال بیان فرمایا ہے کہ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں کے پار سے نظر آئے گی' حتیٰ کہ اس کی پنڈلی کا مغز بھی نظر آئے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں' رہا یاقوت تو وہ (سرخ) پتھر ہے حتیٰ کہ اگر تم اس میں ایک دھاگا داخل کرو' پھر تم اس کو شفاف کرو تو وہ تم کو اس کے پیچھے سے نظر آئے گا۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۹۶' المستدرک ج ۲ ص ۴۷۵)
وہ سفید ہونے میں مرجان کی طرح ہوں گی اور شفاف ہونے میں یاقوت کی طرح ہوں گی۔
اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ '' (الرحمٰن: ۵۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہاری بیویوں کو اس قدر حسین بنا دیا ہے کہ ان کو دیکھ کر تمہاری آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

نیکی اور اس کی جزاء کی تفسیر میں احادیث اور آثار

الرحمٰن: ۶۱۔ ۶۰ میں فرمایا: نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے ○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○
عکرمہ نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: ''لا الٰہ الا اللہ'' کی جزاء صرف جنت ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی ہے: جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر عمل کیا' اس کی جزاء صرف جنت ہے۔
ابن زید نے کہا: جس نے دنیا میں نیک کام کیے' اس کی جزاء صرف یہ ہے کہ اس کے ساتھ آخرت میں نیکی کی جائے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: '' هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا

Marfat.com

الْاِحْسَانُ۝ ‘‘ (الرحمٰن:۶۰) پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور رسول کو ہی اس کا زیادہ علم ہے' آپ نے بتایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس پر میں نے توحید کا انعام کیا ہے اس کی جزاء جنت کے سوا کیا ہے۔

(الاتحافات السنیۃ ص ۲۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر میں نے اپنی معرفت اور توحید کا انعام فرمایا' اس کی جزاء صرف یہ ہے کہ میں اس کو اپنی رحمت سے اپنی جنت میں اور اپنی قدس کی بارگاہ میں رکھوں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۳۸' تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۲۳۳)

امام جعفر صادق نے فرمایا: اس آیت کا معنی ہے: جس شخص پر میں نے ازل میں احسان کیا ہے اس کی جزاء صرف یہ ہے کہ میں ابد تک اس پر احسان فرماتا رہوں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۹۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۶۶۔ ۱۶۵' زاد المسیر ج ۸ ص ۱۲۲)

اس کے بعد فرمایا: ’’ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۝ ‘‘ (الرحمٰن:۶۱) یعنی تم اپنے رب کی اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو کہ اس نے تمہاری نیکیوں کی جزاء میں تمہیں جنت عطا فرمائی اور یہ چیز تمہیں بیان فرمادی تاکہ تم مزید نیکیاں کرو اور مزید ثواب حاصل کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ وہ دو جنتیں سیاہی مائل سبز رنگ کی ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ ان جنتوں میں چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں۝ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ ان جنتوں میں پھل اور کھجوریں اور انار ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ ان جنتوں میں خوب صورت' خوب سیرت بیویاں ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں' جو خیموں میں باپردہ ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ ان کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے نہ جن نے۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۝ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝ آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہے۝ (الرحمٰن: ۷۸۔ ۶۲)

دو مزید جنتوں کی نعمت

الرحمٰن: ۶۳۔ ۶۲ میں فرمایا: اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۝

مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

وہ دو جنتیں جو مقربین' صدیقین اور شہداء کے لیے ہیں: یعنی جنت عدن اور جنت نعیم' ان کے علاوہ اور دو فضیلت والی جنتیں ہیں' یعنی جنت الفردوس اور جنت الماویٰ۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد فرمایا: ’’ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۝ ‘‘ (الرحمٰن: ۶۳) یعنی پہلے متقین کے لیے دو جنتوں کا ذکر کیا گیا' پھر ان کے علاوہ متقین کے لیے دو اور جنتوں کا ذکر کیا گیا' پس تم اپنے رب کے اس فضل اور کرم کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

جنت کے درختوں' چشموں اور پھلوں کی نعمت

الرحمٰن: ۶۵۔ ۶۴ میں فرمایا: وہ دو جنتیں سیاہی مائل سبز رنگ کی ہیں۝ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ

Marfat.com

گےO

حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ جنتیں گہرے سبز رنگ کی ہیں۔ مجاہد نے کہا: وہ سیاہ رنگ کی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِO '' (الرحمٰن: ۶۵) یعنی تمہارے لیے دو جنتیں گہرے سبز رنگ کی بنائی ہیں اور سبز رنگ آنکھوں کو بھلا لگتا ہے تو تم اپنے رب کی اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

الرحمٰن: ۶۷۔۶۶ میں فرمایا: ان جنتوں میں چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیںO سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ دو چشمے خیر اور برکت سے چھلک رہے ہوں گے' حضرت ابن مسعود اور حضرت انس نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ کے گھروں میں مشک' عنبر اور کافور کے چھینٹے پڑ رہے ہوں گے' جیسے بارش کے قطرے برستے ہیں۔ سعید بن جبیر اور دیگر مفسرین نے کہا: ان کے گھروں میں انواع واقسام کے پھل برس رہے ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِO '' (الرحمٰن: ۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے دو چشمے بنا دیئے ہیں جو ہمیشہ جاری رہتے ہیں اور کبھی منقطع نہیں ہوتے' تم اس نعمت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

الرحمٰن: ۶۹۔۶۸ میں فرمایا: ان جنتوں میں پھل اور کھجوریں اور انار ہیںO تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

اس سے پہلے الرحمان: ۱۱ میں کھجوروں اور پھلوں کا ذکر آ چکا ہے' اس آیت میں انار کا ذکر بھی فرمایا ہے اور انار دو قسم کا ہوتا ہے: ترش اور شیریں۔

اس کے بعد فرمایا: '' فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِO '' (الرحمٰن: ۶۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو اور جنتیں جو عطا فرمائی ہیں ان میں بھی پہلی دو جنتوں کی طرح انواع واقسام کے پھل ہیں تو تم اللہ سبحانہٗ کی ان نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟

الرحمٰن: ۷۱۔۷۰ میں فرمایا: ان جنتوں میں خوب صورت' خوب سیرت بیویاں ہیںO سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گےO

اس آیت میں '' خیرات '' کا لفظ ہے' یہ دراصل '' خَیِّرات '' تھا' تخفیف کے لیے ایک '' یا '' کو حذف کر دیا۔

سعید بن عامر نے کہا: اگر '' خیرات حسان '' میں سے کوئی ایک آسمان پر آ جائے تو تمام آسمان روشن ہو جائے گا اور سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔

'' حسان '' کا معنی ہے: جس کی صورت حسین ہو اور اس کے حسن کا کون اندازہ کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حسین فرمایا ہو۔

زہری اور قتادہ نے کہا: ان کے اخلاق بہت نیک اور عمدہ ہیں اور ان کی صورت بہت حسین ہے۔

ابو صالح نے کہا: وہ سب دوشیزہ اور کنواری ہیں۔

ترمذی نے کہا: '' خیرات '' کا معنی ہے: جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار کر لیا اور چن لیا اور اپنے اختیار سے ان کی تخلیق کو بہت حسین اور بہت عمدہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مقابلہ میں انسانوں کے اختیار کی کیا حیثیت ہے' وہ صرف اپنے شوہروں کو دیکھنے والی ہوں گی اور گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں' حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بڑی آنکھوں والی حوروں کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے' وہ وہاں پر اپنی آواز بلند کریں گی' ایسی آواز کسی مخلوق نے نہیں سنی ہوگی' وہ کہیں گی: ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں' ہم کبھی ہلاک نہیں ہوں گی' ہم نعمتوں والی ہیں' ہم کبھی محتاج نہیں ہوں گی اور ہم اپنے (شوہروں سے) راضی ہونے والی ہیں' سو ہم ان سے کبھی ناراض نہیں ہوں گی' اس کے لیے مبارک ہو جو ہمارے لیے ہے اور ہم جس کے لیے ہیں۔

جس عورت کے متعدد شوہر ہوں وہ جنت میں کس شوہر کے پاس رہے گی؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق بتائیے: ''حُوۡرٌ عِیۡنٌ ۙ﴿۲۲﴾'' (الواقعہ:۲۲) بڑی آنکھوں والی حوریں' آپ نے فرمایا: ''حور'' کا معنی ہے: سفید اور ''عین'' کا معنی ہے: موٹی آنکھ والی' ان کی پلک کرگس کے پر کی طرح ہوگی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق بتائیے: ''کَاَنَّہُنَّ الۡیَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿ۚ۵۸﴾'' (الرحمٰن:۵۸) گویا کہ وہ یاقوت اور مونگے کی مثل ہیں' آپ نے فرمایا: وہ اس طرح صاف اور شفاف ہوں گی جس طرح سیپی میں موتی ہوتا ہے' جس کو کسی نے نہ چھوا ہو۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق بتائیے: ''فِیۡہِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ ﴿ۚ۷۰﴾'' (الرحمٰن:۷۰) ان میں نیک سیرت اور حسین حوریں ہیں' آپ نے فرمایا: ان کے اچھے اخلاق ہوں گے اور ان کے چہرے حسین ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتائیے: ''کَاَنَّہُنَّ بَیۡضٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾'' (الصّٰفّٰت:۴۹) آپ نے فرمایا: ان حوروں کی جلد (کھال) اس طرح رقیق اور باریک ہوگی جیسے انڈے کی وہ جلد ہوتی ہے جو اس کے چھلکے کے قریب ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتائیے: ''عُرُبًا اَتۡرَابًا ﴿ۙ۳۷﴾'' (الواقعہ ۳۷) محبت کرنے والی ہم عمر' آپ نے فرمایا: یہ وہ عورتیں ہیں' جو اس دنیا میں بڑھاپے میں فوت ہوئیں' اللہ تعالیٰ انہیں بوڑھی ہونے کے بعد دوشیزہ اور کنواری بنادے گا' آپ نے فرمایا: ''عربا'' کا معنی ہے: عشق اور محبت کرنے والیاں اور ''اترابا'' کا معنی ہے: ہم عمر۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آیا دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا بڑی آنکھوں والی حوریں؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں' بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح ابری' استر سے افضل ہوتی ہے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: وہ ان کی نمازوں اور اللہ کے لیے ان کے روزوں کی وجہ سے' اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پہنائے گا اور ان کے جسموں پر ریشم کا لباس پہنائے گا' ان کا رنگ سفید ہوگا اور ان کا لباس سبز رنگ کا ہوگا' وہ سونے کے زیورات پہنے ہوں گی' ان کی انگیٹھیاں موتی کی ہوں گی اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' وہ کہیں گے: سنو! ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں' ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی' ہم ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گی اور ہم کبھی خوف زدہ نہیں ہوں گی' سنو! ہم ہمیشہ قیام پذیر رہیں گی اور ہم کبھی سفر نہیں کریں گی' ہم ہمیشہ (اپنے شوہروں سے) راضی رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی' اس کو مبارک ہو جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی عورت دنیا میں کبھی دو شوہروں سے عقد کرتی ہے' کبھی تین سے اور کبھی چار سے' پھر وہ فوت ہو جاتی ہے اور جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے وہ شوہر بھی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں' تو وہ جنت میں کون

Marfat.com

سے شوہر کے پاس رہے گی؟ آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! اس کو اختیار دیا جائے گا اور وہ اس شوہر کو اختیار کرے گی جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے' وہ عورت کہے گی: اے میرے رب! یہ شخص دنیا میں میرے ساتھ سب سے اچھے اخلاق کے ساتھ رہا تھا' سو تو میرا اس سے نکاح کر دے' اے ام سلمہ! دنیا اور آخرت کی خیر اچھے اخلاق کے سبب سے ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۶۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۲۰)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کے دنیا میں کئی شوہر رہے ہوں' وہ جنت میں اس شوہر کے پاس رہے گی جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اور اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا' اس کے بعد اس عورت نے کسی اور شخص سے شادی کی تو وہ عورت اپنے بعد والے خاوند کو ملے گی۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۱۵۴' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۲۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۵۵۷۷' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۶۷۳)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن ابی مریم ہے' وہ مختلط ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۰)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جو عورت جس خاوند کے نکاح میں فوت ہو گی وہ اسی خاوند کو ملے گی یا اس نے اپنے خاوند کے فوت ہونے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح نہ کیا ہو اور اسی حال میں وہ فوت ہو گئی ہو تو وہ اپنے اسی خاوند کو ملے گی۔

اور جس عورت نے کئی مردوں سے نکاح کیا اور سب نے اس کو طلاق دے دی اور جب وہ فوت ہوئی تو وہ کسی کے نکاح میں نہ تھی تو اس کو جنت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس مرد کے اس کے ساتھ سب سے اچھے اخلاق رہے ہوں وہ اس سے نکاح کر لے۔

حوروں کے متعلق سید مودودی کے انوکھے نظریہ پر بحث و نظر

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس بحث میں ایک بہت عجیب و غریب بات لکھی ہے' وہ حوروں کے متعلق لکھتے ہیں:

رہی حوریں تو وہ اپنے کسی حسن عمل کے نتیجہ میں خود اپنے استحقاق کی بناء پر جنتی نہیں بنیں گی' بلکہ اللہ تعالیٰ جنت کی دوسری نعمتوں کی طرح انہیں بھی اہل جنت کے لیے ایک نعمت کے طور پر جوان اور حسین و جمیل عورتوں کی شکل دے کر جنتیوں کو عطا کر دے گا' تاکہ وہ ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوں۔ لیکن بہر حال یہ جن و پری کی قسم کی مخلوق نہ ہوں گی' کیونکہ انسان کبھی صحبت ناجنس سے مانوس نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ وہ معصوم لڑکیاں ہوں گی جو نابالغی کی حالت میں فوت ہو گئیں اور ان کے والدین جنت کے مستحق نہ ہوئے کہ وہ ان کی ذریت کی حیثیت سے جنت میں ان کے ساتھ رکھی جائیں۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۷۳' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' اپریل ۱۹۸۲ء)

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے ''اغلب یہ ہے'' کے ساتھ جو حوروں کی طبع زاد تعریف کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' پہلی بات تو یہ ہے کہ نابالغ لڑکیوں پر معصوم کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کے سوا اور کوئی معصوم نہیں ہے' نابالغ بچے غیر مکلف ہوتے ہیں معصوم نہیں ہوتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نابالغ لڑکیاں تو قیامت' حشر و نشر اور حساب کتاب کے بعد جنت میں جائیں گی' جب کہ حوریں تو اب بھی جنت میں موجود ہیں' پھر نابالغ لڑکیوں کو حوریں قرار دینا کس طرح درست ہو گا؟ حوریں اب بھی جنت میں ہیں' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذاء پہنچاتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حور جو جنت میں اس کی بیوی ہوتی ہے' وہ اس عورت سے کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کر دے' یہ شخص دنیا میں تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عن قریب تجھ سے جدا ہو کر ہماری طرف آئے گا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۱۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۲)

حوروں کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ وہ آدم زاد نہیں ہوں گی' لیکن انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ انسانوں کی جنس سے حوریں بنائے گا اور جنات کے لیے جنات کی جنس سے حوریں تخلیق فرمائے گا' جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ جنت کی حوریں زیادہ حسین و جمیل ہیں یا دنیا کی (مؤمنہ) عورتیں' ایک قول یہ ہے کہ حوریں زیادہ حسین و جمیل ہیں' کیونکہ قرآن اور سنت میں ان کا بہت زیادہ حسن و جمال بیان کیا گیا ہے' حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی: (عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دعا میں فرمایا:)

اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما اور اس کو معاف کر دے اور اس کو عافیت میں رکھ اور اس کی اچھی مہمانی کر اور اس کی قبر کو وسیع فرما اور اس کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک اور صاف کر دیا جاتا ہے اور دنیا کے گھر سے اس کو اچھا گھر عطا فرما اور دنیا کے اہل سے اس کو اچھے اہل عطا فرما اور دنیا کی بیوی سے اس کو اچھی بیوی عطا فرما اور اس کو قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳)

حبان بن ابی جبلہ نے کہا کہ دنیا کی عورتوں میں سے جو جنت میں داخل ہو جائیں گی' ان کو دنیا میں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بڑی آنکھوں والی حوروں پر فضیلت دی جائے گی۔

حسن بصری نے کہا کہ قرآن مجید میں جن بڑی آنکھوں والی حوروں کا ذکر کیا گیا ہے' یہ وہ مؤمنات ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی ازواج ہیں اور عام مؤمنین کی ازواج ہیں' ان کو آخرت میں زیادہ حسین صورت پر پیدا کیا جائے گا۔

اور مشہور یہ ہے کہ بڑی آنکھوں والی حوریں دنیا کی عورتوں کی جنس سے نہیں ہیں' ان کو صرف جنت میں پیدا کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ (الرحمٰن: ۷۴) اور حوروں کو ان کے شوہروں سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہے نہ جن نے ۝

اور دنیا کی اکثر عورتیں وہ ہیں جن سے پہلے جماع کیا جا چکا ہے اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتیں جنت میں سب سے کم سکونت رکھنے والی ہیں' پس ہر جنتی شخص کو اس کی دنیاوی بیوی نہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بڑی آنکھوں والی حوروں کا وعدہ فرمایا ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ جنت کی حوریں دنیا کی مؤمنات سے مختلف ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۷۰۔۱۶۹' الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۹۴)

جنت کی حوریں دنیا کی عورتوں سے مختلف ہوں گی' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلّوں کے پار سے نظر آئے گی' حتیٰ کہ اس کی ہڈی کا مغز بھی دکھائی دے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ (الرحمٰن: ۵۸) گویا کہ وہ حوریں یاقوت اور مونگے کی مثل ہوں گی ۝

Marfat.com

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۳)

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○'' (الرحمٰن: ۷۱) یعنی ان چاروں جنتوں میں سے ہر جنت میں تمہیں بہترین بیوی ملے گی' جس کا حسن و جمال اور اس کا اخلاق اور کردار بے مثال ہوگا' پھر تم اپنے رب کے اس احسان کا کیسے انکار کرسکو گے اور کیوں کر اس کا شکر ادا نہ کرو گے؟

''مقصورات'' اور خیموں کے معانی

الرحمٰن: ۷۳۔۷۲ میں فرمایا: بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○

یعنی جنت کی حوروں کو ان کی عزت اور کرامت کی وجہ سے خیموں میں باپردہ رکھا گیا ہے۔

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں ''مقصورات'' کا لفظ ہے اور اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: وہ اپنی نظریں صرف اپنے شوہروں پر مرکوز اور ان ہی میں منحصر رکھیں گی اور اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور مرد کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اپنے گھروں میں محصور رہیں گی' راستوں میں نہیں گھومیں گی۔

(۳) زید بن الحارث اور ابو عبیدہ نے کہا: وہ پردہ دار اور محفوظ ہوں گی' شوقین مزاج نہیں ہوں گی۔

(۴) حسن بصری نے کہا: وہ قصور یعنی محلات میں رہنے والی ہوں گی۔

اور خیموں کے متعلق تین قول ہیں: (۱) ابن بحر نے کہا: خیموں سے مراد گھر ہیں (۲) سعید بن جبیر نے کہا: جنت سے باہر ان کے خیمے لگائے جائیں گے' جیسے خانہ بدوشوں کے خیمے ہوتے ہیں (۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے خیمے کھوکھلے موتی ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۷۶۲)

(النکت والعیون ج ۵ ص ۴۴۳۔۴۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر مسلمان کو ایک نیک سیرت حور ملے گی اور ہر نیک سیرت حور کے لیے ایک خیمہ ہوگا' اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہوں گے' جن سے ہر روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیے اور تحفے آئیں گے' جو اس سے پہلے نہیں آئے تھے اور وہ نیک سیرت والی بیویاں نہ اترانے والی ہوں گی' نہ شوہر کی نافرمانی کرنے والی ہوں گی اور نہ ان کے منہ اور ان کے جسم سے بدبو آئے گی' وہ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۷۶۳۔ج ۱۰ ص ۳۳۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○'' (الرحمٰن: ۷۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نیک سیرت اور پاکیزہ حوریں خیموں میں مستور اور محفوظ رکھی ہیں سو تم اپنے رب کی اس نعمت کا کیسے انکار کرسکتے ہو؟

الرحمان: ۷۵۔۷۴ میں فرمایا: ان کو اس سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے نہ جن نے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○

''رفرف'' اور ''عبقری'' کے معانی

اس کی تفسیر الرحمٰن: ۵۶ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

الرحمٰن: ۷۷-۷۶ میں فرمایا: (متقین) سبز قالینوں اور نفیس بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے O پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O

اس آیت میں ''رفرف'' کا لفظ ہے' علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری التوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''رفرف'' کا معنی بستر یا پردہ ہے' معراج کی شب جو آپ نے ''رفرف'' دیکھا وہ سبز رنگ کا قالین تھا' زمخشری نے کہا ہے کہ ریشم وغیرہ کے خوب صورت اور باریک کپڑے کو ''رفرف'' کہا جاتا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۲۱' الفائق ج ۲ ص ۵۰)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

''رفرف'' بکھرے ہوئے پتوں کو کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''علی رفرف خضر'' اس سے مراد خاص قسم کا سبز کپڑا (قالین) ہے جس کو سبز رنگ کی وجہ سے قالین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ خیمہ کی ایک جانب جو کپڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے اس کو ''رفرف'' کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۶۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ بستر کے اوپر سونے کے لیے جو کپڑا بچھایا جاتا ہے اس کو محابس کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا: سبز کپڑوں کو ''رفرف'' کہتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: اس سے مراد بچھونا ہے۔ جبائی نے کہا: اس کے معنی بلند بستر ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد جنت کے باغات ہیں' لمبے چوڑے کپڑے کو بھی ''رفرف'' کہتے ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عمدہ قسم کے کپڑے کو ''رفرف'' کہتے ہیں' خواہ وہ قالین ہو یا چاندنی ہو یا غالیچہ ہو۔

اس آیت میں ''رفرف خضر'' کے بعد ''عبقری حسان'' کے الفاظ ہیں' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنات کی جگہ ہے' ہر وہ چیز جو غیر معمولی ہو انسان ہو یا حیوان ہو یا کپڑا ہو' اس کو غیر معمولی ہونے کی وجہ سے عبقر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے فرمایا: میں نے عمر کی طرح ''عبقری'' کوئی نہیں دیکھا' جس نے ان کی طرح حیرت انگیز کام کیا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۳)

''عبقری حسان'' کا معنی ہے: جنت کے بچھونے غیر معمولی خوب صورت تھے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابن اثیر الجزری التوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''عبقری'' کی اصل یہ ہے کہ عربوں کا گمان تھا کہ عبقر ایک بستی ہے' جس میں جن رہتے تھے' پس جب عرب کوئی غیر معمولی چیز دیکھتے یا کوئی ایسا کام دیکھتے جس کا کرنا بہت مشکل اور دشوار ہو یا بہت دقیق ہو تو وہ کہتے تھے کہ یہ کسی ''عبقری'' کا کام ہے' پھر وہ قوم کے سردار کو ''عبقری'' کہنے لگے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۱۵۸-۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد بن ابوبکر رازی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:

عبقر' عنبر کے وزن پر ہے' یہ وہ جگہ ہے جس کے متعلق عربوں کا گمان تھا کہ یہ جنات کی سرزمین ہے' پھر وہ عبقر کی طرف ہر اس چیز کو منسوب کرتے تھے جو بہت قوت والا' بہت مہارت والا اور بہت حیرت انگیز کام کرے اور وہ اس شخص کو عبقری کہتے

Marfat.com

تھے۔ (مختار الصحاح ص ۲۴۷ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۱۹ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جو سب سے کامل ہو اس کو "عبقری" کہتے ہیں اور سردار کو اور ہر اس چیز کو جس سے اوپر اور برتر کوئی چیز نہ ہو اور بہت طاقت ور کو اور بچھونے کی ایک قسم کو۔ (القاموس المحیط ص ۴۳۵ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد فرمایا: "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○" (الرحمٰن: ۷۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی عزتیں اور کرامتیں عطا کی ہیں تو کیا تم اس کی ان نعمتوں کا انکار کر سکتے ہو؟

اللہ کے نام کی برکت کا معنی اور اس کی رحمت کے تقاضے

الرحمٰن: ۷۸ میں فرمایا: آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہے ○

اس نام سے مراد وہ نام ہے جس نام کے ساتھ اس سورت کو شروع کیا ہے' یعنی رحمان اور یہ بتایا ہے کہ رحمان نے انسانوں اور جنات کو پیدا کیا اور تمام انسانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور وہ ہر روز مخلوق کی ایک نئی حالت اور نئی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے' پھر قیامت اور اس کے ہولناک امور کا ذکر فرمایا اور مجرموں کے لیے دوزخ کا ذکر کیا' پھر متقین کے لیے جنت کا ذکر فرمایا اور گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ رحمان کی رحمت کا تقاضا ہے کہ اس نے اے انسانو! تم کو اور جنات کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمانوں اور زمینوں کو اور جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور یہ سب نعمتیں جو اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے پیدا کی ہیں یہ اس کے نام رحمٰن کا تقاضا ہے' پھر اس لیے اس نے اس نام کی مدح فرمائی کہ یہ نام بابرکت ہے' جو بہت بزرگی اور بہت عزت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں کا ذکر اس آیت پر ختم کیا: "وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○" (الرحمٰن: ۲۷) اور آخرت کی نعمتوں کو اس آیت پر ختم کیا: "تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○" (الرحمٰن: ۷۸) اس میں یہ اشارہ ہے کہ اصالۃً اور بالذات جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے وہ صرف اللہ عزوجل ہے' دنیا اور اس کی ساری نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں اگرچہ دائمی اور باقی ہیں لیکن وہ خود بہ خود دائمی اور باقی نہیں ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے باقی کرنے اور دائمی بنانے سے دائمی اور باقی ہیں۔

"تبارک" کا لفظ 'برکت' سے ماخوذ ہے "برکت" کا معنی دوام اور ثبوت ہے' یعنی اللہ کا نام دائم ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے' نیز 'برکت' کا لفظ خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی ہر قسم کی خیر اللہ کے نام میں ہے اور "برکت" کا معنی بلندی بھی ہے' یعنی اللہ کا نام بہت بلند ہے اور اسم کا لفظ ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ جس کا نام بلند ہے اس کی ذات کی بلندی کا کیا عالم ہوگا یا جس کے نام میں خیر ہے اس کی ذات میں کس قدر خیر ہوگی یا جس کے نام میں برکت اور دوام ہے' اس کی ذات کی برکت اور دوام کا کیا عالم ہوگا' تبھی تو فرمایا:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۔ (الملک: ۱) بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام کائنات کا اقتدار ہے۔

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ○ (المؤمنون: ۱۴) سو بابرکت ہے وہ ذات جو سب سے عمدہ تخلیق کرنے والی ہے ○

Marfat.com

سورۃ الرحمٰن کا اختتام

آج بہ روز جمعرات ۲۰ رمضان ۱۴۲۵ھ/ ۴ نومبر ۲۰۰۴ء سورۃ الرحمٰن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ ۸ رمضان کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح بارہ دنوں میں اس کی تکمیل ہوگئی' فالحمد للہ رب العلمین۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور اس تفسیر کو قیامت تک مسلمانوں میں مقبول' مرغوب اور فیض آفریں بنادیں' مخلصین اور محبین کے لیے اس کو موجب استقامت بنائیں اور مخالفین کے لیے اس کو موجب ہدایت بنادیں۔ میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ کی مغفرت فرمائیں' اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح' دیگر معاونین' قارئین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائیں' مجھے نیکی' صحت و سلامتی کے ساتھ تاحیات اسلام پر قائم رکھیں اور ایمان پر میرا خاتمہ فرمائیں' ارذل عمر اور مخلوق کی احتیاج سے محفوظ رکھیں اور ناگہانی آفتوں سے مامون رکھیں' آخرت میں ہر قسم کے عذاب اور شرمندگی سے بچائیں اور عزت اور سرخروئی عطا فرمائیں' مرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا وسید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ الطاھرین واصحابہ الراشدین وازوجہ امھات المؤمنین وعلٰی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک: ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الواقعۃ

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ اور زمانۂ نزول

اس سورت کی پہلی آیت سے اس سورت کا نام ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ (الواقعہ: ۲۔۱) جب قیامت واقع ہو جائے گی ○ (تو) اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا ○

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کو قیامت' حشر ونشر' حساب وکتاب اور جنت دوزخ کی خبریں سناتے تھے تو کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں' ان میں سے کسی کا وقوع نہیں ہوگا' قیامت واقع ہوگی نہ حساب وکتاب ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ جب قیامت واقع ہو جائے گی تو پھر اس کے وقوع کو جھٹلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اس سورت میں ایک آیت ہے:

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۹) اس قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○

حضرت عمر کو جب معلوم ہوا کہ ان کی بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں' وہ ان کے گھر گئے' وہ اس وقت حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے' جب حضرت عمر آئے تو انہوں نے قرآن مجید کے اوراق چھپا دیئے' حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کو مار مار کر لہولہان کر دیا' پھر جب دل میں رحم آیا تو بہن سے کہا: لاؤ! مجھے وہ اوراق دکھاؤ' تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ ان کی بہن نے کہا: میں تم کو وہ اوراق نہیں دوں گی' تم ان کو چھونے کے اہل نہیں ہو' تم غسل جنابت نہیں کرتے اور پاک نہیں ہوتے اور اس قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۴۳۔۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ سورت واقعہ نبوت کے چھٹے سال کے لگ بھگ نازل ہوئی ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۶ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۶ ہے۔

سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الواقعہ مکہ میں نازل ہوئی۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو فاطمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے گئے' حضرت عثمان نے پوچھا: آپ کو کس چیز سے تکلیف ہے؟ فرمایا: اپنے گناہوں سے' پوچھا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنے رب کی رحمت کو' پوچھا: ہم آپ کے لیے طبیب کو بلائیں؟ فرمایا: طبیب ہی نے مجھے بیماری میں مبتلا کیا ہے'

Marfat.com

پوچھا: میں آپ کو کچھ وظیفہ دینے کا حکم دوں؟ فرمایا: آپ اس سے پہلے مجھے منع کر چکے ہیں' اب مجھے اس کی حاجت نہیں ہے' کہا: پھر آپ اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ پیش کرنے دیں' فرمایا: میں نے ان کو ایسی چیز سکھا دی ہے جب وہ اس کو پڑھ لیں گے تو پھر وہ کسی چیز کے محتاج نہیں ہوں گے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہوگا۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۴۹۱' رقم الحدیث: ۲۴۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی وہ کبھی فاقے سے نہیں رہے گا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۴۹۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ' کیونکہ یہ خوشحال کرنے والی سورت ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۴۰۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے' آپ نے فرمایا: (سورۂ) ھود' الواقعہ' المرسلات' عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح آج کل تم نمازیں پڑھتے ہو' لیکن آپ بہت تخفیف سے نمازیں پڑھتے تھے' آپ کی نماز اس طرح ہوتی تھی جیسے تمہاری مختصر نماز ہوتی ہے' آپ فجر کی نماز میں سورۃ الواقعہ اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۷۲۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۵۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۸۱۳' المستدرک ج ۱ ص ۲۴۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۴ قدیم' مسند احمد ج ۳۴ ص ۵۰۴۔ رقم الحدیث: ۲۰۹۹۵)

سورۃ الواقعہ کے مشمولات

☆ سورۃ الواقعہ کی ابتداء میں بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' پھر جو لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے' ان کی تین قسمیں ہوں گی: (۱) اصحاب الیمین (جن کا اعمال نامہ ان کے سیدھے ہاتھ میں ہوگا) (۲) اصحاب الشمال (جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا) (۳) السابقین (نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والا یا بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے والے)' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ان میں سے ہر فریق کی آخرت کے دن کیا جزاء ہوگی۔

☆ یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت' اس کی تخلیق' اس کی قدرت کے کمال پر دلائل قائم کیے گئے ہیں' اور انسان کی تخلیق' زمین کی پیداوار' بارش کے برسنے اور ایندھن میں جلانے کی قوت سے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید کا ذکر اس سے پہلی کتابوں میں بھی تھا اور یہ کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا اور کوئی چھو نہیں سکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں اور بدکاروں کی جزاء اور سزا کا ذکر فرمایا ہے اور شرک اور کفر پر زجر و توبیخ کی ہے۔

سورۃ الواقعہ کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الواقعہ

Marfat.com

کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت پر قائم رکھنا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو بات باطل ہو اور غلط ہو اس سے مجتنب رکھنا اور اس کے رد کا حوصلہ اور ہمت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک: ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۴ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ الواقعۃ مکیۃ ۵۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۹۶ رکوعاتھا ۳

سورۃ الواقعہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھیانوے آیات، تین رکوع ہیں

وقف لازم

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ

جب قیامت واقع ہو جائے گی○ (تو) اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا○ وہ پست کرنے والی

رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾

بلند کرنے والی ہو گی○ جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی○ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے○

فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا ﴿٦﴾ وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ

پس وہ منتشر غبار ہو جائیں گے○ اور تم لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے○ سو دائیں طرف والے کیا ہی

مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿٩﴾

اچھے ہیں دائیں طرف والے○ اور بائیں طرف والے کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والے○

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ﴿١٠﴾ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ

اور آگے بڑھنے والے ہی آگے بڑھنے والے ہیں○ وہی (اللہ کے) مقربین ہیں○ وہ نعمت والی جنتوں میں ہیں○ بڑا گروہ

مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾

پہلے لوگوں سے ہے○ اور تھوڑے پچھلے لوگوں سے ہیں○ وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے○

مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾

ان پر تکیے لگائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے○ ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے گھوم رہے ہوں گے○

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا

مٹکوں اور جگوں اور شراب کے لبریز جاموں کے ساتھ○ جس سے نہ ان کے سر میں

وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا

درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو○ ان کے پسندیدہ پھل○ اور پرندوں کا وہ گوشت

Marfat.com

يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ

جس کو وہ چاہیں O اور بڑی آنکھوں والی حوریں O جیسے چھپے ہوئے موتی O (یہ) ان (نیک)

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا

کاموں کی جزاء ہے جو وہ کرتے تھے O وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات O مگر ہر طرف

سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ

سے سلام سلام کی آواز O اور دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے O وہ بے کانٹوں

مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾

کی بیریوں میں ہوں گے O اور تہ بہ تہ کیلوں میں O اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O اور چھلکتے ہوئے پانی میں O

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

اور بہ کثرت پھلوں میں O جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے منع کیا جائے گا O اور اونچے بستروں میں O

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے O ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا O محبت کرنے والیاں ہم عمر O جو دائیں

الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع ۱ ۴۸ ۱۴

طرف والے لوگوں کے لیے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب قیامت واقع ہو جائے گی O (تو) اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا O وہ پست کرنے والی بلند کرنے والی ہوگی O جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی O اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O پس وہ منتشر غبار ہو جائیں گے O (الواقعہ: ۶۔۱)

سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمٰن کی باہمی مناسبت

سورۃ الواقعہ کی سورۃ الرحمٰن سے حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں کا بیان تھا اور ان نعمتوں کی تکذیب سے منع فرمایا تھا اور ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ فرمایا تھا اور اس سورت الواقعہ میں شکر کرنے والے کی جزاء کا اور کفرانِ نعمت کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہے۔

(۲) اُس سورت میں ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' فرما کر بار بار تنبیہ فرمائی تھی اور اس سورت میں بھی قیامت کے دن

Marfat.com

اعمال کے بدلہ کا ذکر کر کے تنبیہات فرمائی ہیں۔
(۳) سورۃ الرحمٰن میں زیادہ تر رحمت کا ذکر ہے اور سورۃ الواقعہ میں زیادہ تر ہیبت کا ذکر ہے اور دونوں سورتیں اللہ تعالیٰ کے اسم کی تنزیہ اس کی عظمت اور شان اس کی غالب سلطنت اور کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

قیامت کا وقوع اور اس کا جھوٹ نہ ہونا

الواقعہ: ۳۔۱ میں فرمایا: جب قیامت واقع ہو جائے گی O (تو) اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہو گا O وہ پست کرنے والی بلند کرنے والی ہوگی O
اس سے مراد یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی یا زلزلہ واقع ہوگا تو ہر شخص اس کا اعتراف کرے گا اور کوئی شخص اس کا انکار اور اس کی تکذیب نہیں کر سکے گا اور معاندین جو قیامت کا انکار کرتے تھے ان کا انکار باطل ہو جائے گا کفار دوزخ کے نچلے طبقات میں پڑے ہوں گے اور مؤمنین جنت کے بلند درجات میں ہوں گے اس وقت اوپر کی چیزیں نیچے اور نیچے کی چیزیں اوپر ہو جائیں گی پہاڑ زمین کی طرح پست ہوں گے اور زمین پہاڑوں کی طرح بلند ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی O اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمین بہت تیزی سے حرکت کر رہی ہوگی اور پہاڑ پھٹ رہے ہوں گے۔
الواقعہ: ۲ میں فرمایا ہے: ''لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ O'' اس کے متعدد محمل ہیں:
(۱) ''کاذبۃ'' ''عاقبۃ'' کی طرح مصدر ہے اور ''کاذبۃ'' کا معنی کذب ہے یعنی اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا۔
(۲) قیامت کی ہیبت کی وجہ سے اس دن قیامت کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا۔
(۳) اگر کوئی شخص قیامت کے متعلق جھوٹ بولتا اور اس دن یہ کہتا کہ کوئی قیامت نہیں ہوئی اور کوئی واقعہ نہیں ہوا تو وہ بہت بڑا جھوٹا ہوتا اور اس عظیم واقعہ کو دیکھ کر کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا۔
(۴) زجاج حسن اور قتادہ نے کہا: اس دن قیامت کو کوئی رد نہیں کر سکے گا۔
(۵) الثوری اور الکسائی نے کہا: اس دن قیامت کے وقوع کو دیکھ کر کوئی شخص قیامت کی تکذیب نہیں کر سکے گا اور کوئی شخص قیامت کو جھٹلا نہیں سکے گا اور ہر شخص قیامت کی تصدیق کرے گا۔
ایک قول یہ ہے کہ قیامت کا وقوع ایک حتمی اور شدنی چیز ہے اس میں کوئی مذاق نہیں ہے۔

پست اور بلند کرنے کے محامل

نیز فرمایا: وہ پست کرنے والی بلند کرنے والی ہوگی O
عکرمہ مقاتل اور سدی نے کہا: اس کی آواز قریب والوں کے لیے پست ہوگی اور دور والوں کے لیے بلند ہوگی یعنی اس کی آواز قریب اور بعید ہر کسی کو سنائی دے گی۔
سدی نے کہا: وہ متکبرین کو پست کر دے گی اور متواضعین کو بلند کر دے گی۔
قتادہ نے کہا: وہ ایک قوم کو اللہ کے عذاب میں سرنگوں کر دے گی اور دوسری قوم کو اللہ کی اطاعت کی وجہ سے سربلند کرے گی۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ کے دشمنوں کو دوزخ میں پست کرے گی اور اولیاء اللہ کو جنت میں

Marfat.com

بلند کرے گی۔
محمد بن کعب نے کہا: جو لوگ دنیا میں سر بلند تھے ان کو پست کر دے گی اور جو لوگ دنیا میں سرنگوں تھے ان کو بلند کر دے گی۔
ابن عطاء نے کہا: کسی کو عدل سے نیچا کر دے گی اور کسی کو فضل سے بالا کر دے گی۔
سربلندی اور پستی عربی میں جگہ اور مکان کے اعتبار سے بھی مستعمل ہوتی ہے اور عزت اور ذلت کے اعتبار سے بھی مستعمل ہوتی ہے' اور اس آیت میں اس کا استعمال دونوں اعتبار سے ہے۔

''رُجَّت' بُسَّت اور هباءً منبثًا'' کے معنی

الواقعہ: ۴ میں فرمایا: جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی O
اس آیت میں ''رجت'' کا لفظ ہے' ''رجّ'' ''یرجّ'' کا معنی ہے: تحریک دینا' زلزلہ لانا' جس اونٹنی کا کوہان بہت بڑا ہو اس کو ''ناقة رجاء'' کہتے ہیں۔
کلبی نے کہا: جب اللہ تعالیٰ زمین کی طرف وحی کرے گا تو وہ مارے خوف کے لرزنے لگے گی' پھر زمین پر بنی ہوئی ہر چیز منہدم ہو جائے گی اور اس پر نصب پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے' اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین پر بار بار زلزلہ آئے گا۔
الواقعہ: ۵ میں فرمایا: اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O
اس آیت میں ''بُسّت'' کا لفظ ہے' یہ ''بُس'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: آٹے یا ستو کو گھی یا زیتون کے تیل میں لتھیڑ دیا جائے' یہاں مراد یہ ہے کہ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر چورا چورا ہو جائیں گے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے۔
عطیہ نے کہا: جس طرح ریت اور مٹی بچھی ہوئی ہے' اسی طرح پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ریت اور مٹی کی طرح ہو جائیں گے۔ ''بسّ'' کا معنی چلانا اور ہنکانا بھی ہے' یعنی پہاڑوں کو اپنی جگہ سے چلایا اور ہنکایا جائے گا۔
الواقعہ: ٦ میں فرمایا: پس وہ منتشر غبار ہو جائیں گے O
اس آیت میں ''الهباء المنبث'' کے الفاظ ہیں' ''الهباء'' کے معنی ہیں: غبار اور ''المنبث'' کے معنی ہیں: بکھرا ہوا اور منتشر' یعنی چوپایوں' مثلاً گھوڑوں اور گدھوں کے دوڑنے سے غبار اڑتا ہے' پھر بکھر جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کفار کے اعمال کو بھی اسی طرح بکھرے ہوئے غبار کی طرح کر دے گا۔
مجاہد نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح دیوار کے کسی سوراخ یا روشن دان سے سورج کی روشنی اندر آتی ہے تو سورج کی شعاعیں منتشر غبار کی صورت میں کمرے کے اندر آتی ہیں سو اسی طرح پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے O سو دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے O اور بائیں طرف والے کیسے برے ہیں بائیں طرف والے O اور آگے بڑھنے والے ہی آگے بڑھنے والے ہیں O وہی (اللہ کے) مقربین ہیں O وہ نعمت والی جنتوں میں ہیں O (الواقعہ: ١٢۔ ٧)

''اصحاب المیمنہ' اصحاب المشئمہ'' اور ''السابقون'' کے معانی اور ان کی وجہ تسمیہ

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں لوگوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں اور ان میں سے ہر ایک کے احوال بیان فرمائے اور ان میں

Marfat.com

سب سے پہلے ''اصحاب المیمنہ'' یعنی دائیں طرف والوں کا ذکر فرمایا' اس سے مراد جنتی لوگ ہیں' ان کو ''اصحاب المیمنۃ'' اس لیے فرمایا ہے کیونکہ ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوگا یا اس وجہ سے کہ ان کا نور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (الحدید: ۱۲)

قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا' آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں' جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہی بڑی کامیابی ہے ۝

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تین قسمیں کی ہیں' یہ اس کی دلیل ہے کہ اس پر رحمت کا غلبہ ہے' کیونکہ انسان کی چار جانبیں ہیں' دائیں' بائیں' آگے اور پیچھے۔ دائیں جانب' بائیں جانب کے مقابل ہے اور پیچھے کی جانب آگے کی مقابل ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ دائیں جانب والے نجات یافتہ ہیں' جن کو ان کے صحائف اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں اور ان کے برخلاف بائیں جانب والے ہیں جن کو ان کے صحائف اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے' ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کا ذکر فرمایا جو سابقین ہیں' جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور وہ تمام مخلوق پر سبقت کریں گے' خواہ وہ دائیں جانب والے ہوں یا بائیں جانب والے ہوں' یہ لوگ دائیں جانب والوں میں سے بہت بلند مرتبہ کے ہوں گے' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقربین میں سے ہوں گے' یہ دوسرے مؤمنوں کے متعلق بات کریں گے اور ان کی شفاعت کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں بائیں جانب والوں کا ذکر نہیں فرمایا' جو بائیں جانب والوں میں زیادہ شریر ہوں اور ان پر زیادہ غضب ہو' کیونکہ بائیں جانب والے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقہور اور اس کی رحمت سے زیادہ دور ہیں اور یہ تین قسمیں اسی طرح ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ. (الفاطر: ۳۲)

پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں' اور بعض وہ ہیں جو درمیانہ روی پر ہیں اور بعض وہ ہیں جو بڑھ چڑھ کر نیکیاں کرنے والے ہیں اور نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آگے بڑھنے والے ہی آگے بڑھنے والے ہیں' یعنی جو دنیا میں نیکیوں میں آگے بڑھنے والے تھے' وہی آخرت میں درجات جنت میں آگے بڑھنے والے ہیں۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب والے اللہ تعالیٰ کے مقرب نہیں ہوں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرب کے بہت درجات ہیں اور سابقین انتہائی قرب میں ہوں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سابقین جنت کے قریب پہنچ چکے ہوں گے اور ابھی اصحاب الیمین جنت کی طرف کے راستے میں ہوں گے' کیونکہ اصحاب الیمین سے آسان حساب لیا جائے گا اور مقربین سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا' جس وقت اصحاب الیمین اللہ کے قرب کے راستہ پر ہوں گے اس وقت مقربین اللہ کا قرب حاصل کر چکے ہوں گے' یا جس وقت اصحاب الیمین

بڑی آنکھوں والی حوروں تک پہنچیں گے‘ اس وقت مقربین نعمت والی جنتوں اور اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور اللہ کے قرب کے مراتب غیر متناہی ہیں‘ جب اصحاب الیمین قرب کے ایک مرتبہ میں ہوں گے تو سابقین اس مرتبہ سے گزر کر اس سے اگلے قرب کے مرتبہ میں ہوں گے اور اصحاب الیمین سیر الی اللہ میں ہوں گے اور سابقین سیر فی اللہ میں ہوں گے۔

نعمت والی جنتوں کے دو مرتبہ ہیں‘ ایک مرتبہ ان کی جسمانی لذتوں کا ہے اور دوسرا مرتبہ روحانی لذتوں کا ہے کیونکہ سابقین کو اللہ تعالیٰ کے غایت قرب سے انتہائی لذت اور کرامت حاصل ہوگی۔

’’اصحاب المیمنہ‘‘ کے مصادیق

زید بن اسلم نے کہا: ’’اصحاب المیمنۃ‘‘ وہ لوگ ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب سے نکالا گیا تھا اور ’’اصحاب المشئمۃ‘‘ وہ لوگ ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے نکالا گیا تھا۔

ابن جریج نے کہا: ’’اصحاب المیمنۃ‘‘ نیک کام کرنے والے لوگ ہیں اور ’’اصحاب المشئمۃ‘‘ بُرے اور قبیح کام کرنے والے لوگ ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شب معراج کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ہم آسمانِ دنیا پر پہنچے تو وہاں ایک شخص تھا جس کی دائیں طرف بھی ایک مخلوق تھی اور بائیں طرف بھی ایک مخلوق تھی‘ جب وہ دائیں طرف دیکھتا تو ہنستا تھا اور جب وہ بائیں طرف دیکھتا تو روتا تھا‘ اس نے (مجھ کو دیکھ کر) کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو مرحبا (خوش آمدید) ہو‘ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور جو مخلوق ان کی دائیں جانب اور بائیں جانب ہے وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں‘ جو دائیں جانب والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو بائیں جانب والے ہیں‘ وہ اہل دوزخ ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲‘ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۱۴)

’’السابقون‘‘ کے مصادیق

اور ’’السابقون السابقون‘‘ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابقین وہ ہیں‘ جب ان کو حق دیا جائے تو وہ اس کو قبول کرلیں اور جب ان سے سوال کیا جائے تو وہ اس کو عطا کردیں اور لوگوں پر وہ حکم کریں جو اپنے اوپر حکم کرتے ہیں۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا: وہ انبیاء ہیں۔ حسن اور قتادہ نے کہا: وہ ہر امت میں سے ایمان کی طرف سبقت کرنے والے لوگ ہیں۔

عکرمہ نے کہا: یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ سابقین اور اولین مہاجرین اور انصار میں سے۔

(التوبہ: ۱۰۰)

مجاہد وغیرہ نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد کی طرف سبقت کرتے ہیں اور نماز کے لیے لوگوں میں سب سے پہلے روانہ ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو پانچ نمازوں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ ضحاک نے کہا: جو جہاد کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ سعید بن جبیر نے کہا: جو توبہ اور نیکی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ○ (المؤمنون:۶۱) یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے اور ان کی طرف سبقت کرتے ہیں○

اللہ تعالیٰ نے سابقین کے متعلق فرمایا ہے: یہی لوگ مقربین ہیں' یعنی جو لوگ اللہ کی اطاعت کی طرف سبقت کرتے ہیں' وہی اس کے قرب اور اس کی رحمت کی طرف سبقت کرتے ہیں۔

سبقت کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ سبقت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبقت کا اصل معنی ہے: چال اور رفتار میں کسی سے آگے نکلنا۔ قرآن مجید میں ہے:

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا○ (النزعت:۴) پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والے فرشتوں کی قسم!○

اِنَّا ذَهَبۡنَا نَسۡتَبِقُ. (یوسف:۱۷) ہم ایک دوسرے سے دوڑنے میں آگے نکلنے میں لگ گئے۔

وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ. (یوسف:۲۵) وہ دونوں دروازے کی طرف (ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کے لیے) دوڑے۔

اور کبھی مجازاً دوڑنے کے علاوہ محض پہل اور پیش قدمی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ كَانَ خَيۡرًا مَّا سَبَقُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ‌ؕ. (الاحقاف:۱۱) اور کافروں نے مومنوں سے کہا: اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ لوگ ایمان لانے میں ہم سے پہل نہ کرتے۔

اور کبھی یہ لفظ فضیلت کو جمع کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ○ (الواقعہ:۱۰) دنیا میں اعمالِ صالحہ میں پہل کرنے والے ہی' آخرت میں جنت اور ثواب کی طرف پہل کرنے والے ہیں○

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۴' مطبوعہ نزارِ مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

جوہری نے کہا ہے کہ دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں کے لیے جس نیزے کو گاڑ دیا جاتا ہے اس کو سَبَق کہتے ہیں۔

(مختار الصحاح ص ۱۷۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بڑا گروہ پہلے لوگوں سے ہے○ اور تھوڑے پچھلے لوگوں سے ہیں○ وہ (زر و جواہر سے) مرصّع تختوں پر ہوں گے○ ان پر تکیے لگائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے○ (الواقعہ:۱۶۔۱۳)

"ثُلّۃ" کا معنی اور مصداق

الواقعہ:۱۳ میں "ثُلّۃ" کا لفظ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

"ثُلّۃ" کا معنی ہے: انبوہ کثیر' بہت بڑی جماعت' اصل میں "ثُلّۃ" اون کے گچھے کو کہتے ہیں اور کثرتِ اجتماع کی مناسبت سے بہت بڑی جماعت کے لیے "ثُلّۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۰۵' مکتبہ نزارِ مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

"ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ○" (الواقعہ:۳۹) گزشتہ امتوں کے سابقین کی بہت بڑی جماعت "وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ○" (الواقعہ:۴۰) سے مراد ہے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سابقین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی' ان میں سے سیدنا محمد صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی امت کی اسّی (۸۰) صفیں ہوں گی اور باقی امتوں کی چالیس صفیں ہوں گی اور گزشتہ امتوں کے سابقین اور مقربین اس امت کے سابقین اور مقربین کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوں گے' اس لیے فرمایا: '' ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ '' (الواقعہ:۳۹) اور اس امت کے سابقین ان کی بہ نسبت بہت کم ہوں گے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی ہو گے' ہم نے کہا: اللہ اکبر! آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو گے' ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے' ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے مقابلہ میں ایسے ہو گے جیسے سفید بیل میں کالے بال ہوتے ہیں یا کالے بیل میں سفید بال ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۵۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۲۲' صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۸۹' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۳۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۲ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث:۱۱۲۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حسن بصری نے کہا: '' ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ '' (الواقعہ:۱۳) اس سے مراد ہے: گزشتہ امتوں کے سابقین کی جماعت اور '' قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ '' (الواقعہ:۱۴) اس سے مراد ہے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے سابقین' ان کو قلیل اس لیے فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین بہت زیادہ تھے اور ان کی امتوں میں ایمان کی طرف سبقت کرنے والے بھی بہت زیادہ تھے' اس لیے ان کا عدد ہماری امت کے سابقین سے زیادہ ہو گیا۔

'' قلیل من الاٰخرین اور ثلۃ من الاٰخرین '' میں تعارض کا جواب

اس کے بعد فرمایا ہے: '' ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ '' (الواقعہ:۳۹) اور '' ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ '' (الواقعہ:۴۰) اور بہ ظاہر یہ تعارض ہے' کیونکہ الواقعہ:۱۴ میں فرمایا تھا کہ آپ کی امت کے سابقین قلیل ہیں اور الواقعہ:۴۰ میں فرمایا ہے کہ آپ کی امت کے سابقین کثیر ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ الواقعہ:۱۴-۱۳ کا تعلق سابقین سے ہے اور الواقعہ:۴۰-۳۹ کا تعلق اصحاب الیمین سے ہے' یعنی آپ کی امت کے سابقین تو گزشتہ امتوں سے کم ہوں گے' لیکن آپ کی امت کے اصحاب الیمین یعنی عام مؤمنین کی تعداد بہت زیادہ ہو گی اور گزشتہ امتوں کے مؤمنین اور ہماری امت کے مؤمنین دونوں کے بڑے گروہ ہوں گے' لیکن ہماری امت کا گروہ گزشتہ امتوں کے گروہ سے بہت بڑا اور بہت زیادہ ہو گا' جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

'' موضونۃ '' کا معنی

الواقعہ:۱۵ میں فرمایا: وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے ○

اس آیت میں '' موضونۃ '' کا لفظ ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کا مادہ '' الوضن '' ہے' اس کا معنی ہے: زرہ بننا' اور ہر مضبوط بناوٹ کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۸۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

'' وضن '' کا معنی ہے: کسی چیز کو دوہرا تہرا بنانا' چمڑے پر دھاگوں سے کسی چیز کو بنانا' زرہ کو مضبوطی سے بُننا' کسی چیز کو جواہر سے مرصع کرنا۔ (القاموس المحیط ص ۱۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سونے کے تاروں سے بنی ہوئی کوئی چیز' موتی اور یاقوت سے بنی ہوئی جالی'
حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے' اس کا معنی ہے: ''مصفوفۃ'' یعنی وہ تخت قطار در قطار ہوں گے۔
تفاسیر میں ہے کہ وہ تخت سونے کے سرکنڈوں سے بنے ہوں گے اور ان میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے۔
الواقعہ: ۱۶ میں فرمایا: ان پر تکیے لگائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے O
یعنی وہ سابقین ایک دوسرے کے سامنے متقابل ہوں گے' ان کی ایک دوسرے کی طرف پشت نہیں ہوگی' دوسری تفسیر یہ ہے کہ مؤمنین' ان کی بیویاں اور ان کے اہل تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے گھوم رہے ہوں گے O مشکوں اور جگوں اور شراب لبریز جاموں کے ساتھ O جس سے نہ ان کے سر میں درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو O ان کے پسندیدہ پھل O اور پرندوں کا وہ گوشت جس کو وہ چاہیں O اور بڑی آنکھوں والی حوریں O جیسے چھپے ہوئے موتی O یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ کرتے تھے O وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات O مگر ہر طرف سے سلام سلام کی آواز O (الواقعہ: ۲۶۔۱۷)

''ولدان'' اور ''غلمان'' کے معانی اور مصادیق

الواقعہ: ۱۷ میں ''ولدان مخلدون'' کے الفاظ ہیں' ''ولدان'' ''ولید'' کی جمع ہے' ان کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مؤمنین کے کم عمر بچے ہیں' لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس سے پہلے الطور: ۲۱ میں گزر چکا ہے کہ مؤمنوں کے کم سن بچوں کو ان ہی کے ساتھ جنت میں ملا دیا جائے گا اور بعض مؤمنوں کی اولاد ہی نہیں ہوگی تو دوسرے مؤمنوں کی کم سن اولاد کو ان کی خدمت پر کیسے مامور کیا جائے گا اور اس میں ان بچوں کے باپ کی بھی خفت ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کفار کے کم سن بچے ہوں گے اور اس قول میں کوئی خرابی نہیں ہے اور ''مخلدون'' کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رہیں گے یا ان پر موت اور فنا نہیں آئے گی' یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اسی کیفیت پر ہمیشہ برقرار رہیں گے اور ہمیشہ کم سن رہیں گے' وہ بڑے ہوں گے نہ ان کی ڈاڑھی آئے گی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۹۳)

ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت بھی ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ O (الطور: ۲۴)

اور ان (جنتیوں) کے گرد کم عمر لڑکے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں O

اہل جنت کی خدمت کے لیے نوعمر خدام دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لیے پھر رہے ہوں گے اور حسن و جمال اور صفائی اور رعنائی میں وہ ان موتیوں کی طرح ہوں گے جس کو ڈھک کر رکھا جاتا ہے' مبادا کسی کا ہاتھ لگنے سے ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے۔

عکرمہ نے کہا ہے کہ ان لڑکوں کو اللہ تعالیٰ نے ولادت کے معروف طریقہ کے بغیر جنت میں ایک عمر پر پیدا کیا ہے' یہ جنت میں گھومتے رہتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب اور حسن بصری نے کہا: یہ مسلمانوں کے وہ بچے ہیں جو کم عمر میں فوت ہو جاتے ہیں' ان کی کوئی نیکی ہوگی نہ گناہ۔

سلمان فارسی نے کہا: یہ مشرکین کے نابالغ بچے ہیں جو اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

حسن بصری نے کہا: ان کی نہ کوئی نیکی ہوگی جس کی ان کو جزاء دی جائے اور نہ ان کا کوئی گناہ ہوگا جس کی ان کو سزا دی

Marfat.com

جائے' ان کو اس جگہ رکھا جائے گا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل جنت کو مکمل خوشی اور راحت پہنچائی جائے اور جب انسان کے آگے اور پیچھے خدام گھوم رہے ہوں تو اس کو خوشی محسوس ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۸۴)

اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اس طرح پیدا کیا ہے جس طرح بڑی آنکھوں والی حوروں کو جنت میں پیدا کیا ہے' نہ وہ مریں گے' نہ بوڑھے ہوں گے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۴۱)

اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت ہی میں پیدا کیا ہو تا کہ وہ اہل جنت کی خدمت کریں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۹)

''اکواب' اباریق' کاس'' اور ''معین'' کے معانی اور مصادیق

الواقعہ: ۱۸ میں فرمایا: مشکوں اور جگوں اور شراب سے لبریز جاموں کے ساتھ O

اس آیت میں ''اباریق'' کا لفظ ہے' یہ ''ابریق'' کی جمع ہے' دراصل یہ فارسی کا لفظ ہے' اس کو عربی بنایا گیا ہے' اصل میں یہ لفظ ''اب ریز'' تھا یعنی وہ برتن جس سے پانی یا کوئی مشروب گرایا جائے' جیسے لوٹا یا جگ۔ (مختار الصحاح ص ۴۲' موضحا)

اور اس میں ''اکواب'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''کوب'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کوزے' آب خورے اور گلاس' پانی پینے کا وہ برتن جس میں پکڑنے کے لیے دستہ نہ ہو۔ (مختار الصحاح ص ۳۳۸' موضحا)

اور ''کاس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: شراب سے بھرا ہوا جام' شراب کے جام کو بھی کہتے ہیں' اس کی جمع ''کئوس'' ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۲۷' موضحا)

''معین'' کا معنی ہے: جاری چشمہ۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۶۱) یہاں مراد ہے: جنت میں شراب کے جاری چشمے۔

امام رازی نے لکھا ہے: ''اکواب'' سے مراد بڑے پیالے ہیں جن میں پکڑنے کے لیے دستے نہ ہوں (میں کہتا ہوں: اس سے مراد شراب کے مٹکے لینا زیادہ مناسب ہے) اور ''اباریق'' سے مراد ہے: پانی کے وہ برتن جن کا دستہ ہو اور اس کی سونڈ (ٹونٹی) بھی ہو' اس سے مراد لوٹے یا جگ ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۹۳)

یعنی جنت کی شراب کے چشموں سے شراب نکال کر مٹکوں میں رکھی جائے گی اور اس سے جگ یا لوٹے بھرے جائیں گے' پھر اس شراب کو جاموں یا گلاسوں میں انڈیل کر ولدان اور غلمان اہل جنت کو پیش کریں گے۔

الواقعہ: ۱۹ میں فرمایا: جس سے نہ ان کے سر میں درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو O

''صداع'' کا معنی ہے: سر میں درد ہونا اور ''نزف'' کا معنی ہے: عقل کا ماؤف ہو جانا۔

یعنی جنت کی شراب میں صرف لذت ہوگی' اس کے پینے سے سر میں درد ہوگا' نہ عقل میں کوئی کمی آئے گی نہ عقل خراب ہوگی نہ ان کو نشہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر (انگور کی شراب) میں چار وصف ہوتے ہیں' اس سے نشہ آتا ہے' سر میں درد ہوتا ہے' قے ہوتی ہے اور پیشاب آتا ہے اور جنت کی شراب ان تمام خرابیوں سے پاک ہوگی۔

جنت کے پرندوں کی کیفیت

الواقعہ: ۲۱۔۲۰ میں فرمایا: ان کے پسندیدہ پھل O اور پرندوں کا وہ گوشت جس کو وہ چاہیں O

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کوثر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ دریا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے (جنت میں) عطا فرمایا ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے' شہد سے

Marfat.com

زیادہ میٹھا ہے' اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں سے زیادہ لمبی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ بہت بڑی نعمت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کھانا بہت اچھا ہے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵۴۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک پرندہ ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں' وہ آ کر ایک جنتی شخص کے پیالے پر بیٹھ جائے گا' پھر اپنے پر جھاڑے گا تو اس کے ہر پر سے سفید رنگ کے برف کے ذرات اور اولے نکلیں گے جو مکھن سے زیادہ ملائم اور برف سے زیادہ میٹھے ہوں گے اور اس کا کوئی رنگ پرندے کے مشابہ نہیں ہوگا' پھر وہ پرندہ اڑ کر چلا جائے گا۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۰۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۸۶-۱۸۵' کنز العمال ج ۱۴ ص ۴۶۳-۴۶۲)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اونٹ کی جسامت کے پرندے ہیں' وہ ایک جنتی شخص کے پاس آئیں گے اور پھر چلے جائیں گے اور گویا کہ اس سے کچھ کم نہیں ہوگا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جنت کے پرندوں میں سے کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرے گا وہ پرندہ بھنا ہوا اس کے ہاتھ میں آ جائے گا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک شخص اونٹ کے برابر پرندے کو کھانے کی خواہش کرے گا' وہ پرندہ اس کے دستر خوان پر آ کر گر جائے گا' اس کو دھواں چھوئے گا نہ آگ' وہ اس سے سیر ہو کر کھائے گا' پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۱۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حوروں کا حسن اور جمال

الواقعۃ: ۲۳-۲۲ میں فرمایا: اور بڑی آنکھوں والی حوریں O جیسے چھپے ہوئے موتی O

ابراہیم نخعی نے کہا: بڑی آنکھوں والی حوروں سے اہل جنت کا نکاح کر دیا جائے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: "حُوْرٌ عِیْنٌ O" (الواقعہ: ۲۲) آپ نے فرمایا: وہ سفید رنگ کی حوریں ہوں گی' جن کی آنکھیں موٹی موٹی اور کشادہ ہوں گی۔ (المعجم الاوسط ج ۳ ص ۳۷۸' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی آنکھوں والی حوروں کو زعفران سے پیدا کیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۱ ص ۹۵' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۵۸۰۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا' اس کا بہتر بیویوں سے نکاح کر دیا جائے گا' دو بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور ستر بیویاں اس کو دوزخیوں کی میراث سے ملیں گی' ان میں سے ہر بیوی محل شہوت ہوگی اور ان سے اپنی خواہش پوری کرنے میں اہل جنت کو کسی قسم کا ضعف اور تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۷' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی شخص کو اتنی اور اتنی عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کو سو عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۶)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نور چمک رہا ہو گا' مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کس چیز کا نور ہو گا؟ آپ نے فرمایا: حور اپنے شوہر کو دیکھ کر ہنسے گی تو اس کے دانتوں سے روشنی پھوٹے گی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۶۳' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۰۵)

ان حوروں کے متعلق فرمایا: وہ چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گی' یعنی ان کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہو گا اور نہ ان پر گردوغبار پڑا ہو گا' سو وہ سیپ میں چھپے ہوئے موتی سے زیادہ صاف اور شفاف ہوں گی اور ان کے جسم کی ہر جانب سے ان کا حسن چمک رہا ہو گا۔

آخرت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے

الواقعہ: ۲۴ میں فرمایا: یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ کرتے تھے O

جنت میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا سبب بندے کا ایمان لانا ہے اور جنت میں حور و غلمان کا ملنا اور کھانے پینے کی لذیذ چیزیں' یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور اس کا سبب بندے کے نیک اعمال ہیں اور جنت میں دوام اور خلود یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا سبب بندے کی یہ نیت ہے کہ وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا۔ لیکن یہ سب ظاہری اسباب ہیں' حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے' بندہ اسی کے فضل کے سبب سے ایمان لاتا ہے' اسی کے فضل سے نیک اعمال کرتا ہے اور اسی کے فضل سے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا O (النساء: ۸۳)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم سب افراد شیطان کے پیروکار بن جاتے O

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ O فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ O يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ O كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ O يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ O لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ O فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O (الدخان: ۵۷-۵۱)

بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے O جنتوں میں اور چشموں میں O وہ باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنے آمنے سامنے ہوں گے O ایسا ہی ہو گا ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی زوجیت میں دے دیں گے O وہ وہاں پر ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے O وہ پہلی موت کے سوا جنت میں اور کسی موت کا مزا نہیں چکھیں گے' اور اللہ نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیا O (انہیں یہ سب نعمتیں) آپ کے رب کے فضل سے (ملیں) یہی بہت بڑی کامیابی ہے O

الواقعہ: ۲۴ میں آخرت کی ان نعمتوں کی نسبت مسلمانوں کے نیک اعمال کی طرف کی ہے اور الدخان: ۵۱-۵۷ میں ان نعمتوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کی طرف کی ہے اور اول الذکر سبب ظاہری ہے اور ثانی الذکر سبب حقیقی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۲)

اس مضمون کو ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ "تبیان القرآن" ج ۴ ص ۱۴۳-۱۴۱ میں لکھا ہے۔

Marfat.com

لغو اور گناہ کی باتوں کے مصادیق

الواقعہ: ۲۶-۲۵ میں فرمایا: وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات O مگر ہر طرف سے سلام سلام کی آواز O

اس آیت میں "لغو" کا لفظ ہے وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے لغو بات سے مراد ہے: ایسا کلام جو عبث اور بے فائدہ ہو جو لائق شمار نہ ہو یا کھیل کود کی باتیں جن کو سننے سے محض وقت ضائع ہو اور گناہ کی بات سے مراد ہے: جھوٹ چغلی اور فحش باتیں۔

مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے: لڑائی جھگڑے گالم گلوچ جھوٹی قسمیں اور گناہ پر ابھارنے والی باتیں۔

وہ اس میں سلامتی کی باتیں سنیں گے اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی باتیں سنیں گے وہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو کلام کی ابتداء سلام سے کریں گے اور ایک دوسرے کو خوش آمدید اور مرحبا کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے O وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گے O اور تہ بہ تہ کیلوں میں O اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O اور چھلکتے ہوئے پانی میں O اور بہ کثرت پھلوں میں O جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے منع کیا جائے گا O اور اونچے بستروں میں O ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے O ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا O محبت کرنے والیاں ہم عمر O جو دائیں طرف والے لوگوں کے لیے ہیں O (الواقعہ: ۳۸-۲۷)

جنت کی بیریوں کیلوں اور درختوں کی صفات

الواقعہ: ۲۷ میں اصحاب الیمین کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے اس سے مراد سابقین ہیں۔ الواقعہ: ۸-۱۲ میں ان کی تفسیر آ چکی ہے ان کا دوبارہ ذکر ان کی شان کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس مرتبہ کے حصول کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے۔

الواقعہ: ۲۸ میں فرمایا: وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گے O

سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتیوں سے اور ان کے سوالات سے نفع پہنچاتا ہے ایک دن ایک عرابی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! اللہ عزوجل نے جنت کے ایک ایسے درخت کا ذکر فرمایا ہے جو ایذاء پہنچانے والا ہے اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ جنت کا کوئی درخت جنتی کو ایذاء پہنچائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا: وہ بیری کا درخت ہے' اس میں اذیت دینے والے کانٹے ہوتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ O" (الواقعہ: ۲۸) وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گے' اللہ تعالیٰ ان کے کانٹوں کو کاٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل پیدا کر دے گا' ان کانٹوں میں پھل اگیں گے اور ہر پھل سے بہتر (۷۲) ذائقے نکلیں گے اور ان میں سے کسی کا رنگ دوسرے سے نہیں ملے گا۔

علامہ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۴۷۶ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۷۸ طبع جدید' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۳' الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۵۵۱۱)

الواقعہ: ۲۹ میں فرمایا: اور تہ بہ تہ کیلوں میں O

کیلے کے درخت کو "طلح" کہتے ہیں' اس کا واحد "طلحۃ" ہے اور "منضود" کے معنی ہیں: تہ بہ تہ۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"الطلح" سرزمین حجاز میں بہت بڑا درخت ہوتا ہے' اس میں بہت زیادہ کانٹے ہوتے ہیں اور "منضود" کا معنی یہ

Marfat.com

ہے کہ اس درخت میں تہ بہ تہ پھل ہیں' ان دونوں درختوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب ان درختوں کو بہت پسند کرتے تھے' جن کا سایہ بہت لمبا اور بہت گھنا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ درخت دنیاوی درخت کے مشابہ ہوگا لیکن اس میں کانٹوں کے بجائے بہت شیریں پھل ہوں گے' اہل یمن کیلے کے درخت کو ''الطلح'' کہتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۱۸' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

الواقعہ: ۳۱۔۳۰ میں فرمایا: اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O اور چھلکتے ہوئے پانی میں O

جنت کے درختوں کے سائے ہمیشہ قائم رہیں گے' کبھی ختم نہیں ہوں گے' تمام جنت سائے والی ہے' وہاں دھوپ نہیں ہو گی اور وہاں اس طرح کا وقت ہوگا جیسے صبح کا وقت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے' اس کے سائے میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور اس کے سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا اور اگر چاہو تو یہ آیات پڑھو:

وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝ وَمَآءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ (الواقعہ: ۳۱۔۳۰) اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں O اور چھلکتے ہوئے پانی میں O

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۸)

''مسکوب'' کا لفظ ''سکب'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: پانی بہانا۔

الواقعہ: ۳۳۔۳۲ میں فرمایا: اور بہ کثرت پھلوں میں O جو نہ کبھی ختم ہوں گے' نہ ان سے منع کیا جائے گا O

یعنی وہ پھل اس طرح کم مقدار اور کم تعداد میں نہیں ہوں گے جس طرح دنیا میں ہوتے تھے اور کسی وقت میں بھی وہ پھل منقطع نہیں ہوں گے' جس طرح دنیا میں گرمیوں کے پھل سردیوں میں نہیں ہوتے اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں نہیں ہوتے' دنیا میں بعض اوقات پھلوں کے حصول سے درختوں میں لگے ہوئے کانٹے مانع ہوتے ہیں' بعض اوقات باغ کی چار دیواری مانع ہوتی ہے' بعض دفعہ حفاظت کے چوکیدار مانع ہوتے ہیں' بعض اوقات وہ پھل اس قدر مہنگے ہوتے ہیں کہ انسان کی قوتِ خرید سے باہر ہوتے ہیں' بعض اوقات انسان کی بیماریاں بعض پھلوں کے کھانے سے مانع ہوتی ہیں' جنت میں کسی بھی وقت کسی بھی پھل کو کھانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

اہل جنت کی بیویوں کی صفات

الواقعہ: ۳۴ میں فرمایا: اور اونچے بستروں میں O

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝'' (الواقعہ: ۳۴) کی تفسیر میں فرمایا: ان بستروں کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین سے آسمان تک کی اونچائی ہے اور وہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں بستروں سے مراد اہل جنت کی بیویاں ہیں' کیونکہ وہ بستر ان بیویوں کا محل ہوگا اور اس آیت کا معنی ہے کہ حسن اور جمال اور فضل و کمال میں ان بیویوں کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔

الواقعہ: ۳۶۔۳۵ میں فرمایا: ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے O ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا O

یعنی ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں کو دنیا کے معروف طریقہ ولادت کے بغیر پیدا کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو آدم کی عورتیں ہیں' یعنی ہم نے ان کو دوبارہ از سرِ نو پیدا کیا اور ہم نے ان کو نوجوانی اور شباب کے حال میں لوٹا دیا اور ہم نے بوڑھی خواتین اور بچیوں کو از سرِ نو جوان اور دوشیزہ بنا دیا۔

Marfat.com

الواقعہ: ۳۸۔ ۳۷ میں فرمایا: محبت کرنے والیاں ہم عمر○ جو دائیں طرف والے لوگوں کے لیے ہیں○
اس آیت میں ''عربا'' کا لفظ ہے اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ سب عربی میں کلام کریں گی اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ سب ہم عمر ہوں گی' وہ سب کنواری اور دوشیزہ ہوں گی' اور یہ سب نعمتیں دائیں طرف والے مسلمانوں کے لیے ہوں گی۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ

(دائیں طرف والوں کا) بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا○ اور ایک بڑا گروہ بعد کے لوگوں میں سے ہوگا○ اور بائیں طرف

مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾

والے کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والے○ وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے○ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے○

لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا

جو نہ ٹھنڈا ہو گا نہ فرحت بخش○ بے شک وہ اس سے پہلے بہت نعمتوں میں تھے○ اور وہ گناہ

يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا

کبیرہ پر اصرار کرتے تھے○ اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے

وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾

اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا○ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی؟○

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ

آپ کہیے: بے شک تمام اوّلین اور آخرین○ ضرور مقرر دن کے وقت پر جمع کیے

يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ

جائیں گے○ پھر بے شک تم اے گمراہو جھٹلانے والو!○ تم ضرور تھوہر

مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ

کے درخت سے کھانے والے ہو○ پھر اسی سے پیٹوں کو بھرنے والے ہو○ پھر اس پر

عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ

کھولتے ہوئے پانی کو پینے والے ہو○ پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہو گے○ یہ قیامت کے دن

Marfat.com

الدِّیۡنِ ﴿۵۶﴾ نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۸﴾

ان کے لیے ضیافت ہے ○ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے سو تم کیوں تصدیق نہیں کرتے ○ بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو منی (رحم میں) ٹپکاتے ہو ○

ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ

کیا اس سے تم (انسان کی) تخلیق کرتے ہو یا ہم تخلیق کرنے والے ہیں ○ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت

وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ

(کا وقت) مقدر فرما دیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں ○ کہ ہم تمہارے بدلے میں تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں از سر نو اس طرح

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾

پیدا کر دیں جس کو تم بالکل نہیں جانتے ○ اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو تو کیوں سبق حاصل نہیں کرتے ○

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۴﴾

بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو ○ اس کو (حقیقت میں) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں ○

لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰہُ حُطَامًا فَظَلۡتُمۡ تَفَکَّہُوۡنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ ○ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا ○

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنۡتُمۡ

بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ○ بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو ○ کیا تم نے

اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿۶۹﴾ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰہُ

اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں ○ اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو)

اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَیۡتُمُ النَّارَ الَّتِیۡ تُوۡرُوۡنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنۡتُمۡ

سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ ○ بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو ○ کیا اس کے لیے

اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَہَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ ﴿۷۲﴾ نَحۡنُ جَعَلۡنٰہَا تَذۡکِرَۃً

درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ○ ہم نے اس کو نصیحت بنایا

Marfat.com

وَّ مَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ۝۷۳ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝۷۴

اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیزO سو آپ اپنے رب کے اسم کی تسبیح کرتے رہیےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (دائیں طرف والوں کا) بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگاO اور ایک بڑا گروہ بعد کے لوگوں میں سے ہوگاO اور بائیں طرف والے کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والےO وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گےO اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گےO جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخشO بے شک اس سے پہلے وہ بہت نعمتوں میں تھےO اور وہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتے تھےO اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہم کو دوبارہ اٹھایا جائے گاO اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی؟O آپ کہیے: بے شک تمام اولین اور آخرینO ضرور مقرر دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گےO پھر بے شک تم اے گمراہو جھٹلانے والو!O تم ضرور تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہوO پھر اسی سے پیٹوں کو بھرنے والے ہوO پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی کو پینے والے ہوO پس تم پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہوگےO یہ قیامت کے دن ان کے لیے ضیافت ہےO (الواقعہ: ۵۶۔۳۹)

دائیں طرف والوں کے لیے بشارتیں

الواقعہ: ۳۹ میں فرمایا: (دائیں طرف والوں کا) بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگاO

ابوالعالیہ' مجاہد' عطاء بن ابی رباح اور ضحاک نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ گزشتہ امتوں میں سے دائیں طرف والوں کا بڑا گروہ ہوگا۔

الواقعہ: ۴۰ میں فرمایا: اور ایک بڑا گروہ بعد کے لوگوں میں سے ہوگاO

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ دونوں گروہ اس امت میں سے ہوں گے' اس امت میں سے متقدمین کا بھی ایک بڑا گروہ دائیں طرف والوں میں سے ہوگا اور اس امت کے متاخرین میں سے بھی ایک بڑا گروہ دائیں طرف والوں میں سے ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں بڑے گروہ میری امت میں سے ہوں گے۔ (الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۳۸۷' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹)

بائیں طرف والوں کے لیے وعیدیں

الواقعہ: ۴۲۔۴۱ میں فرمایا: اور بائیں طرف والے کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والےO وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گےO

دائیں جانب والوں کی فضیلت کے بعد بائیں جانب والوں کی مذمت کی آیات ہیں' کافروں' منافقوں اور مشرکوں کو بائیں جانب والے فرمایا' کیونکہ ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں ہوں گے۔

الواقعہ: ۴۲ میں ''سموم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گرم ہوا' جیسے دنیا میں لو چلتی ہے' یہ گرم ہوا بدن کے مسامات میں داخل ہوجاتی ہے' یہاں اس سے مراد دوزخ کی آگ کی سخت گرمی اور تپش ہے اور اس آیت میں ''حمیم'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: کھولتا ہوا پانی' جب دوزخ کی آگ ان کے جسموں کو جلا دے گی تو یہ کھولتے ہوئے پانی کی پناہ میں آئیں گے جیسے دنیا میں انسان آگ سے گھبرا کر پانی کی طرف دوڑتا ہے' تاکہ آگ کی گرمی کا توڑ پانی سے کرے اور وہ کھولتا ہوا پانی ایسا ہوگا:

Marfat.com

وَسُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ○ (محمد: ۱۵) ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا پس وہ ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا○

الواقعہ: ۴۳ میں فرمایا: اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے○

وہ گرم ہوا کی شدت یا دوزخ کی آگ کی تپش سے سائے کی طرف دوڑیں گے‘ جیسے دنیا میں انسان دھوپ کی تپش سے گھبرا کر سائے کی طرف جاتا ہے اور دوزخیوں کا سایہ سیاہ دھواں ہوگا‘ اس آیت میں ”یحموم“ کا لفظ ہے‘ لغت میں ”یحموم“ کا معنی ہے: شدید سیاہ‘ ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ ”حمم“ سے بنا ہے‘ اس کا معنی ہے: کوئلہ۔ ضحاک نے کہا: دوزخ کی آگ سیاہ ہے‘ اس کے رہنے والے سیاہ ہیں اور اس کی ہر چیز سخت سیاہ ہے۔

الواقعہ: ۴۴ میں فرمایا: جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش○

بلکہ وہ دھواں گرم ہوگا جو جہنم کے کناروں سے نکل رہا ہوگا‘ نہ اس کا منظر دل کش ہوگا نہ اس میں کوئی خیر ہوگی۔

الواقعہ: ۴۵ میں فرمایا: بے شک اس سے پہلے وہ بہت نعمتوں میں تھے ○

یعنی وہ اس سخت عذاب کے اس لیے مستحق ہوئے کہ وہ اس سے پہلے بہت نعمتوں میں تھے‘ لیکن انہوں نے اس کا شکر ادا نہیں کیا۔

الواقعہ: ۴۶ میں فرمایا: اور وہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتے تھے○

یعنی وہ شرک پر تھے اور بار بار وعظ اور نصیحت کے باوجود شرک کو ترک نہیں کرتے تھے۔ قتادہ اور مجاہد نے کہا: وہ بڑے بڑے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تھے۔ اصرار کا معنی ہے: گناہ پر گناہ کرنا اور توبہ نہ کرنا‘ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوں گے اور بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے‘ یہ ان کے وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن سے وہ تائب نہیں ہوتے تھے۔

الواقعہ: ۴۷ میں فرمایا: اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا○

یعنی وہ مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے کو بہت بعید سمجھتے تھے اور اس کی تکذیب کرتے تھے۔

الواقعہ: ۴۸ میں فرمایا: (اور وہ کہتے تھے:) کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟○

گویا ان کے نزدیک یہ امر بہت بعید تھا۔

الواقعہ: ۵۰۔۴۹ میں فرمایا: آپ کہیے: بے شک تمام اوّلین اور آخرین○ ضرور مقرر دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گے○

اوّلین سے مراد ہے: کفارِ مکہ کے آباء واجداد اور آخرین سے مراد ہے: خود کفارِ مکہ اور مقرر دن سے مراد ہے: قیامت کا دن۔

الواقعہ: ۵۱ میں فرمایا: پھر بے شک تم اے گمراہو جھٹلانے والو!○

گمراہو سے مراد ہے: راہ ہدایت سے بھٹکنے والو اور توحید کے بجائے شرک کا اعتقاد رکھنے والو! اور جھٹلانے والو سے مراد ہے: قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کی تکذیب کرنے والو!۔

الواقعہ: ۵۲ میں فرمایا: تم ضرور تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہو○

اس آیت میں ”زقوم“ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: تھوہر کا درخت‘ اس کی خوراک مہلک ہوتی ہے‘ یہ جہنم کے ایک درخت کا

Marfat.com

نام ہے' یہ بہت بدصورت درخت ہے اور اس کا ذائقہ بھی بہت کڑوا ہے' سورۃ الصّٰفّٰت میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

الواقعہ: ٥٣ میں فرمایا: پھر اسی سے پیٹوں کو بھرنے والے ہو O

یعنی زقوم کے کڑوے اور مہلک پھلوں سے اپنے پیٹوں کو بھرنے والے ہو۔

الواقعہ: ٥٤ میں فرمایا: پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی کو پینے والے ہو O

زقوم کے کڑوے پھل کھانے کے بعد جب پیاس لگے گی تو پھر تم کھولتے ہوئے پانی کو پیو گے' جو جوش سے ابل رہا ہوگا' یہ پانی دراصل دوزخیوں کی پیپ ہوگا' ان کا گمان ہوگا کہ اس سے پیاس بجھے گی' جب کہ اس پانی کے پینے سے ان کو مزید اذیت اور عذاب ہوگا۔

الواقعہ: ٥٥ میں فرمایا: پس تم پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہو گے O

اس آیت میں ''ھیم'' کا لفظ ہے۔ عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: بیمار اونٹ' ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جس کو پیاس کی بیماری ہو۔

الواقعہ: ٥٦ میں فرمایا: یہ قیامت کے دن ان کے لیے ضیافت ہے O

اس آیت میں ''نزل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مہمان کو کھلانے کے لیے جو خصوصی کھانا تیار کیا جاتا ہے' سو جو کفار اور مشرکین قیامت کے منکرین ہیں ان کی مہمانی کے لیے یہ کھانے اور پینے کی چیزیں تیار کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے تم کو پیدا کیا ہے سو تم کیوں تصدیق نہیں کرتے O بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو منی (رحم میں) ٹپکاتے ہو O کیا اس سے تم (انسان کی) تخلیق کرتے ہو یا ہم تخلیق کرنے والے ہیں O ہم ہی نے تمہارے درمیان موت (کا وقت) مقدر فرما دیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں O کہ ہم تمہارے بدلے میں تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں از سر نو اس طرح پیدا کر دیں جس کو تم بالکل نہیں جانتے O اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو تو کیوں سبق حاصل نہیں کرتے O بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو O اس کو (حقیقت میں) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں O اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں' پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ O کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا O بلکہ ہم تو محروم ہو گئے O بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو O کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں O اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ O بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو O کیا اس کے لیے درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں O ہم نے اس کو نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز O سو آپ اپنے رب عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے O (الواقعہ: ٧٤۔ ٥٧)

تخلیق انسان سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حشر ونشر پر استدلال

تم جو عورتوں کے رحموں میں منی ٹپکاتے ہو بتاؤ کہ اس سے تم انسان کی تخلیق کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا کہ ہم ہی انسانوں کے خالق ہیں تو تم اس کو مانتے کیوں نہیں اور اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے اور جب تم اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مانتے ہو تو پھر اس کو واحد کیوں نہیں مانتے؟ تم دیکھتے ہو کہ ہمیشہ سے انسان کی تخلیق ایک طرز اور ایک طریقہ سے ہو رہی ہے' ہمیشہ عورتیں بچہ جنتی ہیں' کبھی کسی مرد سے بچہ پیدا نہیں ہوا اور ہمیشہ مکمل بچہ استقرار حمل کے نو ماہ بعد پیدا ہوتا ہے اور ہمیشہ آگے کے راستہ سے سر کے بل بچہ پیدا ہوتا ہے' کبھی پیچھے کے راستہ سے یا پیروں کے بل بچہ پیدا نہیں ہوتا' کیا نظامِ تخلیق کی یہ وحدت پکار پکار کر یہ نہیں بتا رہی کہ اس نظامِ تخلیق کا خالق بھی واحد ہے؟ کیونکہ اگر اس نظام کے متعدد خالق ہوتے تو اس

Marfat.com

نظام میں یہ وحدت اور یکسانیت نہ ہوتی اور یہ نظام حادث ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس کا خالق حادث نہ ہو' ورنہ وہ بھی انسان کی طرح مخلوق ہوگا' خالق نہیں ہوگا' اس لیے ضروری ہوا کہ اس نظام کا خالق حادث اور ممکن نہ ہو' بلکہ قدیم اور واجب ہو اور قدیم اور واجب کا متعدد ہونا محال ہے۔ کیونکہ اگر وہ متعدد ہوں تو ہر قدیم اور واجب میں دو جز ہوں گے' ایک جز نفس وجوب اور قدم ہوگا اور وہ سب میں مشترک ہوگا اور دوسرا جز ممیز ہوگا' جس کی وجہ سے وہ سب ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ الگ ہوں گے اور جو حقیقت دو جزءوں سے مرکب ہو' وہ اپنے اجزاء کی طرف محتاج ہوتی ہے اور جو اپنے وجود میں محتاج ہو' وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے' واجب اور قدیم نہیں ہوتا' اس لیے بھی ضروری ہے کہ انسان کا خالق واحد ہو' متعدد نہ ہو' نیز جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک بار پیدا کر دیا تو وہ ان کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا' پھر تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کا اور حشر ونشر کا کیوں انکار کرتے ہو؟

تخلیق کے مراحل سے مرنے کے بعد اٹھنے پر استدلال

الواقعہ: ۶۰ میں فرمایا: ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقدر فرما دیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں O

اس آیت سے بھی اس پر استدلال فرمایا ہے کہ جو تم کو مارنے پر قادر ہے وہ تم کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور فرمایا: ہم اس سے عاجز نہیں ہیں۔

الواقعہ: ۶۱ میں فرمایا: کہ ہم تمہارے بدلہ میں تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں از سر نو اس طرح پیدا کر دیں جس کو تم بالکل نہیں جانتے O

یعنی اگر ہم تمہارے مرنے کے بعد تمہاری جنس سے اور لوگ پیدا کرنا چاہیں تو ہمیں اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور ہم تمہارے مرنے کے بعد تمہاری شکل وصورت کو تبدیل کر دیں' مؤمن کے چہرے کو سفید بنا دیں اور کافر کے چہرے کو سیاہ اور بدہیئت بنا دیں یا مؤمنوں کی روحوں کو پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیں' جن کا تمہیں ابھی علم نہیں ہے۔

الواقعہ: ۶۲ میں فرمایا: اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو تو کیوں سبق حاصل نہیں کرتے! O

تم کو اپنی تخلیق کے مراحل کا علم ہے' پہلے تم مٹی تھے' پھر نبات بنے' پھر سبزی اور گوشت کی صورت میں غذا بنے' پھر نطفہ کی صورت میں تھے' پھر جمے ہوئے خون کی صورت میں' پھر گوشت کی بوٹی کی صورت میں آئے تو لحیم بنے' پھر تمہیں ہڈیوں کا لباس پہنایا گیا تو عظیم بنے' پھر چار ماہ گزرنے کے بعد تم میں روح پھونکی گئی تو حی بنے' تم پہلے بلکہ نہ تھے' پھر بہ تدریج تم کو شکل وصورت دی اور اپنی ماں کے پیٹ سے تم پیدا ہوئے' تم خاک اور مٹی تھے' پھر ماں کے پیٹ میں آئے تو جنین کہلائے' وضع حمل ہوا تو ولید کہلائے' پھر دودھ پیتے بچے (رضیع) بنے' پھر ہلکی غذا کھانے لگے تو فطیم بنے' پھر تم پر بچپنا آیا تو صبی کہلائے' چلنے پھرنے اور بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچے تو غلام کہلائے' بلوغت کے قریب ہوئے تو مراھق کہلائے' پھر بالغ ہوئے' نوجوانی میں شاب اور فتی کہلائے' نشو ونما کی تکمیل ہوئی تو رجل کہا گیا' تیس سال کی پختہ عمر کو پہنچے تو کہول کہلائے' عقل کامل ہوئی اور چالیس سال کی عمر ہوئی تو شیخ بنے' ساٹھ سال سے ستر سال کی عمر ہوئی تو شیخ فانی ہوئے' موت قریب آئی تو حظیر بنے اور جب موت آ گئی تو میت کہلائے' نہلایا گیا تو غسیل بنے' کفن پہنایا گیا تو مکفون ہوئے' جنازہ اٹھایا گیا تو محمول ہوئے' دفن کیا گیا تو پھر دفین ہوئے' اور ایک عرصہ گزرنے کے بعد جب گوشت پوست گل گیا' ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں تو رمیم کہلائے اور مرور زمانہ کے بعد پھر خاک اور مٹی ہو گئے' اس نے تمہیں خاک اور مٹی سے بنایا تھا' پھر دوبارہ ان مراحل کے بعد خاک اور مٹی بنا دیا اور جس نے تمہیں ایک بار خاک اور مٹی سے بنایا ہے وہ دوبارہ تم کو خاک اور مٹی سے کیوں نہیں بنا سکتا؟

Marfat.com

الواقعہ: ۶۴۔ ۶۳ میں فرمایا: بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو○ اس کو (حقیقت میں) تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں○

حیات بعد الموت پر ایک اور دلیل

اس آیت میں حشر و نشر پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور دلیل ہے' یعنی یہ بتاؤ کہ تم جو زمین میں کاشت کرتے ہو اور بیج بو کر آ جاتے ہو' پھر اس بیج سے غلہ تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں' تم نے تو زمین میں ہل چلا کر صرف بیج ڈالا ہے' پھر اس بیج کو پھاڑ کر سبز کونپل کس نے نکالی؟ پھر اس نرم و نازک کونپل میں یہ توانائی کس نے رکھی کہ وہ زمین کے سینے کو شق کر کے اس سے باہر نکل آئی؟ پھر اس کونپل کو تناور پودے کا روپ کس نے دیا؟ اس کی نشو و نما کے لیے سورج کی شعائیں' چاند کی روپہلی کرنیں کس نے مہیا کیں؟ اس کو سینچنے کے لیے آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ اس کی بالیدگی کے لیے ہواؤں کو کس نے رواں دواں رکھا؟ پھر بتاؤ کہ کھیتوں سے غلہ اور باغوں سے پھل پیدا کرنے والا کون ہے؟ ہم ہیں یا تم ہو!

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں' ایک یہ کہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے سبزہ زاروں اور مرغ زاروں کو پیدا کیا' پھولوں کو کھلایا' پھلوں میں رنگ و روپ اور ذائقہ پیدا کیا' درختوں کو کھڑا کیا' فصلوں میں غلہ مہیا کیا تا کہ لوگ غذا اور خوراک حاصل کر سکیں اور ان نعمتوں پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں' دوسری بات یہ ہے کہ جو اس پر قادر ہے کہ ایک بیج سے درخت پیدا کرتا ہے' پھر اسی درخت سے ایسا غلہ اور اناج اور پھل اور پھول پیدا کرتا ہے' جن میں ایسے ہزاروں بیج ہوتے ہیں اور ان بیجوں سے پھر کھڑی فصل پیدا کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے' وہ اس پر کیوں قادر نہیں ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد پھر تم کو دوبارہ پیدا کر دے؟

اس آیت سے ایک اور بات یہ معلوم ہوئی کہ ''افرء یتم ما تحرثون'' میں بندوں کے فعل کا ذکر ہے' کیونکہ ''تحرثون'' کے معنی ہیں: زمین میں بیج ڈالنا' ہل چلانا اور کھیتی باڑی کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے بلکہ بندوں کا فعل ہے' جب کہ ''الزرع'' یعنی بیج سے غلہ یا پھل اُگانا یہ اللہ کا فعل ہے' بندوں کا فعل نہیں ہے اور ''تحرثون'' میں اسناد مجاز عقلی نہیں ہے' البتہ سورۃ الفتح میں جو ''الزرّاع'' فرمایا ہے اور بندوں کی طرف ''زرع'' کی نسبت کی ہے یہ اسناد مجازِ عقلی ہے۔

حرث (کھیتی باڑی کرنا) مخلوق کی صفت ہے اور زرع (اگانا) اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا خاصہ ہے

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرث (کھیتی باڑی کرنے اور کاشت کرنے) کی نسبت بندوں کی طرف کی ہے اور زرع (اگانے) کی نسبت اپنی طرف کی ہے' کیونکہ کاشت کرنا بندوں کا فعل ہے اور ان کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اور زرع (اگانا) اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کے اختیار سے صادر ہوتا ہے' اس میں بندوں کا کوئی اختیار نہیں ہے' بندے بیج کو کاشت کریں' لیکن اللہ تعالیٰ فصل اگانا نہ چاہے تو کچھ نہیں اگتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ''زرعت'' (میں نے اگایا ہے) اس کو یہ کہنا چاہیے: ''حرثت'' (میں نے کھیتی باڑی کی ہے) کیونکہ ''الزارع'' (اگانے والا) صرف اللہ تعالیٰ ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ○ (الواقعہ: ۶۴) آیا تم اس کو (حقیقت میں) اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں○

Marfat.com

ہر وہ شخص جو زمین میں تخم ریزی کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ یہ آیت پڑھے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۶۳) بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو ۝

پھر یہ کہے کہ بلکہ اللہ ہی الزارع ہے اور وہی حقیقت میں اگانے والا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ! ہمیں اس کاشت کا ثمر عطا فرما اور اس کے ضرر کو ہم سے دور رکھ۔ (مسند البزار: ۱۲۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۲۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۸' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۰۰) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۹۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے خاص افعال کا مخلوق کی طرف نسبت کرنے کا جواز

الواقعہ: ۶۴ سے واضح ہو گیا کہ الزارع (اگانے والا) حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور الزرع (اگانا) اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں مخلوق کو بھی زارع (اگانے والا) فرمایا گیا ہے:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ. (الفتح: ۲۹) اس کھیتی کی مثل جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس کو مضبوط کیا تو وہ تناور پودا ہو گیا' پھر وہ اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اگانے والوں کو اچھا لگنے لگا۔

اللہ تعالیٰ حقیقت میں اگانے والا ہے اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کسان مجازاً اگانے والے ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور خاص افعال کی مخلوق کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اسی اعتبار سے داتا' مشکل کشا' کارساز اور حاجت روا کہا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ حقیقی داتا' کارساز اور حاجت روا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مشکل کشا اور حاجت روا ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ حقیقی زارع ہے اور کسان اس کی دی ہوئی طاقت سے زرّاع' زارعین اور اگانے والے ہیں' لیکن وہابی فکر کے حاملین اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور جب مسلمان انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو داتا اور حاجت روا کہتے ہیں تو ان پر جھٹ شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

سید مودودی کے نزدیک شرک کی تعریف

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ ''فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝'' (الرحمٰن: ۳۰) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہر شخص جو کسی نوعیت کا شرک کرتا ہے' دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کی تکذیب کرتا ہے' کسی کا یہ کہنا کہ فلاں حضرت نے میری بیماری دور کر دی' اصل میں یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ شافی نہیں ہے بلکہ وہ حضرت شافی ہیں' کسی کا یہ کہنا کہ فلاں بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا' حقیقت میں یہ کہنا ہے کہ رازق اللہ نہیں ہے بلکہ وہ بزرگ رازق ہیں' کسی کا یہ کہنا کہ فلاں آستانے سے میری مراد بر آئی' گویا دراصل یہ کہنا ہے کہ دنیا میں حکم اللہ کا نہیں بلکہ اس آستانے کا چل رہا ہے' غرض ہر مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ قول آخری تجزیہ میں صفاتِ الٰہی کی تکذیب ہی پر منتہی ہوتا ہے' شرک کے معنی ہی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو سمیع و بصیر' عالم الغیب' فاعل مختار' قادر و متصرف اور الوہیت کے دوسرے اوصاف سے متصف قرار دے رہا ہے اور اس بات کا انکار کر رہا ہے کہ اکیلا اللہ ہی ان صفات کا مالک ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۶۲' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۸۲ء)

مخلوق کو سمیع و بصیر' فاعل مختار اور قادر کہنے کا جواز اور ان کا شرک نہ ہونا

اس عبارت میں سید مودودی نے دوسروں کو سمیع و بصیر کی صفت سے متصف قرار دینے کو بھی شرک لکھا ہے' جب کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ○ (الدھر: ۲)

بے شک ہم نے انسان کو مختلط نطفہ سے پیدا کیا' ہم اس کو آزماتے ہیں' پس ہم نے انسان کو سمیع بصیر بنادیا ○

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے شرک کی جو تعریف کی ہے اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ بھی مشرک قرار پاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

نیز اس عبارت میں سید مودودی نے دوسروں کو فاعل مختار کی صفت سے متصف کرنے کو بھی شرک لکھا ہے' حالانکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بندے فاعل مختار ہیں' مجبور محض نہیں ہیں اور بندوں کو مجبور ماننا جبریہ کا عقیدہ ہے اور یہ باطل عقیدہ ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

وللعباد افعال اختيارية يثابون بها ان كانت طاعة ويعاقبون عليها ان كانت معصية لا كما زعمت الجبرية انه لا فعل للعبد اصلًا.

(شرح عقائد نسفی ص ۶۴' مطبوعہ کراچی)

اور بندوں کے اختیاری افعال ہوتے ہیں' اگر وہ افعال اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوں تو ان کو ان افعال پر ثواب دیا جائے گا اور اگر وہ افعال معصیت ہوں تو ان پر سزا دی جائے گی اس کے برخلاف جبریہ کا زعم ہے کہ بندوں کا بالکل فعل نہیں ہوتا۔

نیز اس عبارت میں سید مودودی نے بندوں کو قادر قرار دینے کو بھی شرک کہا ہے' حالانکہ اگر بندے فعل کرنے یا نہ کرنے پر قادر نہ ہوں تو وہ جمادات کی طرح ہوں گے اور ان کو مکلف کرنا صحیح نہ ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ (البقرہ: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی وسعت کے مطابق مکلف فرماتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھی قدرت کا اسناد فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ (المائدہ: ۳۴)

(آخرت میں ڈاکوؤں کو عذاب ہوگا) ماسوا ان کے جو تمہارے ان پر قادر ہونے سے پہلے توبہ کرلیں۔

سید مودودی نے جو دوسروں کو قادر قرار دینے کو شرک کہا ہے' اس اعتبار سے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی مشرک قرار پاتا ہے۔

سید مودودی کی شرک کی تعریف سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مشرک ہونا

اس عبارت میں سید مودودی نے الوہیت کے دوسرے اوصاف سے متصف قرار دینے کو بھی شرک کہا ہے' مزید یہ لکھا ہے کہ یہ اس بات کا انکار ہے کہ اکیلا اللہ ہی ان صفات کا مالک ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں الوہیت کی یہ صفت مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی اور نصیر (کارساز اور مددگار) ہے:

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ○ (النساء: ۴۵)

اور اللہ کا ولی (کارساز) ہونا کافی ہے اور اللہ کا نصیر (مددگار) ہونا کافی ہے ○

وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ○ (الاحزاب: ۱۷)

اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی ولی (کارساز) پائیں گے اور نہ نصیر (مددگار) ○

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو بھی ولی اور نصیر کی صفت سے متصف فرمایا ہے:

(۱) الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ○ (النساء: ۷۵)

(مظلوم بندے دعا کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات عطا فرما اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ولی (کارساز) بنادے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے نصیر

Marfat.com

(مددگار) بنادے O
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مظلوم بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ولی اور نصیر کے حصول کی دعا کریں اور اگر مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی صفت سے موصوف ہونا اور ولی اور نصیر ہونا شرک ہو تو لازم آئے گا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ شرک کی ترغیب دے رہا ہے (العیاذ باللہ) اور یہ بہ جائے خود شرک ہے۔

نیز حضرت زکریا اپنے لیے بیٹے کی دعا کرتے ہوئے ایسی صفت والے بیٹے کی دعا کرتے ہیں جو ولی (کارساز) ہو:

(۲) فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا O (مریم: ۵) پس تو مجھے اپنے پاس سے ولی (کارساز) عطا فرما O

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں:

(۳) وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا O (بنی اسرائیل: ۸۰) اور آپ کہیے: اے میرے رب! مجھے سچائی کی جگہ داخل فرما اور مجھے سچائی کی جگہ باہر لا اور میرے لیے اپنے پاس سے غالب نصیر (مددگار) بنادے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت نصیر کے حامل کے حصول کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اللہ کی صفت کو دوسرے کے لیے ماننا شرک ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شرک کرنے کا حکم دے رہا ہے اور یہ بجائے خود شرک ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت رؤف و رحیم ہے' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ O (البقرہ: ۱۴۳) بے شک اللہ لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے اس صفت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی متصف فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

(۴) لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ O (التوبہ: ۱۲۸) بے شک ضرور تمہارے پاس تم میں سے معظم رسول آ گئے' جن پر تمہاری مشقت کے کام گراں ہیں' وہ تمہاری آسانی پر حریص ہیں اور مؤمنوں پر رؤف رحیم (شفیق' مہربان) ہیں O

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صفت رؤف رحیم کے ساتھ متصف کیا ہے اور الدھر: ۲ میں عام انسانوں کو اپنی صفت سمیع بصیر کے ساتھ متصف کیا ہے' لہٰذا سید مودودی کی شرک کی تعریف کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی مشرک قرار پایا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اسی طرح متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حلیم (بردبار) ذکر فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ O (البقرہ: ۲۲۵' المائدہ: ۱۰۱) اور اللہ بہت بخشنے والا حلیم (بردبار) ہے O

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی حلیم کی صفت کے ساتھ متصف کیا' قرآن مجید میں ہے:

(۵) إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ O (التوبہ: ۱۱۴) بے شک ابراہیم ضرور بہت نرم دل' حلیم (بردبار) ہیں O

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی حلیم کی صفت کے ساتھ متصف فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

(۶) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ O (الصّٰفّٰت: ۱۰۱) سو ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی O

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو اپنی صفت حلیم کے ساتھ متصف کیا ہے' اس لیے سید مودودی

Marfat.com

کی شرک کی تعریف سے اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ مشرک قرار پایا۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت شکور (بہت قدر دان) ہے' قرآن مجید میں ہے:
وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿﴾ (التغابن: ۱۷) اور اللہ بہت قدر دان' حلیم ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھی شکور کی صفت کے ساتھ متصف فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:
(۷) ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿﴾ (بنی اسرائیل: ۳) اے ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا' بے شک نوح شکور بندے تھے ○
اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت علیم ہے' قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾ (البقرہ: ۱۱۵) بے شک اللہ وسعت والا' علیم ہے ○
اور قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو علیم کی صفت کے ساتھ متصف فرمایا ہے:
(۸) قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾ (یوسف: ۵۵) یوسف نے (مصر کے بادشاہ سے) کہا: آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے (یعنی مجھے اس ملک کا وزیر خزانہ بنا دیں) بے شک میں حفاظت کرنے والا' علیم ہوں ○
اسی طرح متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریم بیان فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان نے کہا:
فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿﴾ (النمل: ۴۰) پس بے شک میرا رب غنی کریم ہے ○
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی صفت کریم کے ساتھ متصف فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:
(۹) وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿﴾ (الدخان: ۱۷) اور بے شک ہم نے اس سے پہلے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس رسول کریم آئے ○
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی کریم کی صفت کے ساتھ متصف فرمایا:
(۱۰) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿﴾ (التکویر: ۱۹) بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کا قول ہے ○
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی صفت صادق ذکر فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿﴾ (الانعام: ۱۴۶) اور بے شک ہم ضرور صادق ہیں ○
اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے بھی صفت صادق کا ذکر فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:
(۱۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿﴾ (مریم: ۵۴) اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے' بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول نبی تھے ○

ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ولی' نصیر' رؤف رحیم' سمیع بصیر' حلیم' شکور' علیم' کریم اور صادق ذکر فرمائی ہے اور گیارہ آیتوں میں ان صفات کے ساتھ اپنے مقرب بندوں کو متصف کیا ہے اور سید مودودی کے ذکر کردہ قاعدہ کے اعتبار سے یہ شرک ہے تو گویا قرآن مجید کی گیارہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا ارتکاب کیا ہے' نعوذ باللہ منہ۔ سید مودودی کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے وہابی طریقہ سے مطلقاً لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا مخلوق کے لیے ثبوت شرک ہے' حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت قدیمہ یا صفت مستقلہ کا مخلوق کے لیے ثبوت شرک ہوتا ہے نہ کہ مطلقاً کسی صفت کا ثبوت' لیکن پھر مسلمانوں کے اس قول کو شرک کہنے کا جواز نہیں ہے کہ فلاں بزرگ نے میری بیماری دور کر دی یا فلاں

Marfat.com

بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا' کیونکہ کسی مسلمان کے نزدیک کسی بزرگ کی کوئی صفت قدیمہ یا مستقلہ نہیں ہے۔

شرک کی صحیح تعریف

دراصل بنیادی غلطی یہ ہے کہ سید مودودی نے شرک کی خود ساختہ اور طبع زاد تعریف کی ہے اور متقدمین متکلمین نے جو شرک کی تعریف کی ہے اس کو اختیار نہیں کیا' علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرک کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الاشراك هو اثبات الشريك في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام.

(شرح عقائد نسفی ص ۶۱' مطبوعہ کراچی)

شرک کرنا یہ ہے کہ الوہیت میں شریک کو ثابت کیا جائے' یعنی اللہ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے جیسا کہ مجوسی دو واجب الوجود مانتے ہیں (ایک یزداں اور ایک اہرمن) یا اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسا کہ بت پرست بتوں کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اما الاشراك فوضع المعبودية في غير الله تعالٰى ولا يجوز ان يكون غيره معبودا اصلًا.

رہا شرک کرنا تو وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر میں معبودیت رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کا معبود ہونا بالکل جائز نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۲۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۱۱۰) اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ۝

اور مشرکین مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی عبادت کرتے تھے' قرآن مجید میں ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (الزمر: ۳) ہم ان بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکین سے لے کر مشرکینِ مکہ تک تمام مشرکین کا شرک یہی تھا کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے منع کرنے کے باوجود بتوں کی عبادت کو ترک نہیں کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ذات کو واجب الوجود یا قدیم مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق مانا جائے تو یہ شرک ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکین سے لے کر مشرکینِ مکہ تک تمام مشرکین کا شرک یہی تھا کہ وہ غیر اللہ کی یا بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جن چیزوں کو سید مودودی نے شرک لکھا ہے ان میں سے ایک چیز بھی شرک نہیں ہے' جیسا کہ ہم قرآن مجید کی آیات کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں۔

شرک کرنے والوں کے متعدد گروہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ مشرکین کے فرقے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مشرکین کے مختلف گروہ اور فرقے ہیں:

(۱) بت پرست' یہ لوگ کہتے ہیں کہ بت عبودیت میں اللہ کے شریک ہیں' لیکن وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ بتوں کو تخلیق اور ایجاد پر کوئی قدرت نہیں ہے۔

(۲) مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس جہان کی تدبیر کرنے والے کواکب (ستارے) ہیں اور ان کے دو فریق ہیں: اول وہ ہیں جو

Marfat.com

کہتے ہیں کہ یہ کواکب واجب الوجود (قدیم) ہیں۔ ثانی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ کواکب ممکن الوجود ہیں اور حادث ہیں اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جہان کی تدبیر ان کے سپرد کر دی ہے۔

(۳) بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں میں دو خدا ہیں: ایک فاعل خیر ہے اور دوسرا فاعل شر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ'' (الانعام: ۱۰۰) کی تفسیر میں فرمایا: یہ آیت ان زندیقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس آپس میں بھائی ہیں' پس اللہ تعالیٰ نے انسانوں' جانوروں' مویشیوں اور اچھی چیزوں کو پیدا کیا ہے اور ابلیس نے درندوں' سانپوں' بچھوؤں اور بُری چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۸۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سید مودودی نے لکھا ہے کہ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں حضرت نے میری بیماری دور کر دی یا کسی کا یہ کہنا کہ فلاں حضرت کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا یا یہ کہنا کہ فلاں آستانے سے میری مراد بر آئی' یہ تمام باتیں شرک ہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۶۲ ملخصاً)

حقیقت میں بیماری کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' اور جب کوئی مسلمان کہتا ہے کہ فلاں بزرگ نے میری بیماری دور کر دی تو وہ اس بزرگ کی طرف اسناد مجازی کرتا ہے' اس کو اسناد مجاز عقلی کہتے ہیں' ہم نے اپنی پہلی تصنیف ''توضیح البیان'' میں اسناد مجاز عقلی پر گفتگو کی ہے' پہلے ہم ''توضیح البیان'' کی پوری عبارت نقل کریں گے' اس کے بعد زیادہ تفصیل سے اسناد مجاز عقلی پر از سرِ نو بحث کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق۔

اسناد مجازی

علماء دیوبند کو اس مقام پر یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ جب دیتا حقیقت میں اللہ ہی ہے اور انبیاء و اولیاء کا کام دعا کرنا ہے اور وہ محض واسطہ ہوتے ہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ غوث پاک نے بیٹا دیا اور حضرت علی مشکل کشا کیسے ہو گئے اور پھر حضور کو حاجت روا یا مددگار کیوں کہا جاتا ہے؟ ان تمام باتوں کا جواب انہیں بارہا دیا جا چکا ہے کہ یہ سب اسناد مجازی کے قبیل سے ہیں۔

''تلخیص المفتاح'' میں لکھا ہے: اسناد الی السبب اسناد مجازی کی ایک قسم ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

''وبنی الامیر مدینة فی السبب'' (مختصر معانی ص ۸۹) یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ شہر امیر نے بنایا' حالانکہ یہ کام تو امیر کے ملازم کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے کہ چونکہ امیر کے حکم سے شہر بنایا گیا' پس وہ شہر بنانے کا سبب ہے اور اس کی طرف اسناد کر کے مجازاً کہا جاتا ہے کہ ''بنی الامیر المدینة'' امیر نے شہر بنایا۔ اسی طرح سے چونکہ انبیاء و اولیاء کی دعا سے اللہ تعالیٰ رزق یا اولاد عطا فرماتا ہے اور وہ اس عطا میں سبب قرار پاتے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے کہ انبیاء یا اولیاء نے رزق یا اولاد دی اور اسناد مجازی خود قرآن کریم سے ثابت ہے' سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ: ۷۴)

اور ان منافقین کو صرف یہ برا لگا کہ مؤمنین کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں غنی کرنے کا اسناد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کیا گیا ہے' حالانکہ اغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' پس ثابت ہوا کہ یہ اسناد مجازی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

Marfat.com

ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ تعالٰی و رسولہ. (مشکوٰۃ ص ۱۵۶)

ابن جمیل کو صرف یہ برا لگا کہ وہ فقیر تھا' پس اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

وغنا بحقیقت از خدا است وذکر رسول بجہت آنست کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ است در افاضت خیرات و وصول نعمات از جناب حق.

غناء حقیقت میں اللہ تعالٰی کی صفت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے تمام نعمتوں اور خیرات کے پہنچنے میں واسطہ ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۸)

اسی طرح سورۂ مریم میں ہے: "لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا" (مریم: ۱۹) فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا: تاکہ میں تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں' اور لڑکا دینا اللہ تعالٰی کی صفت اور اس کا خاصہ ہے' مگر اس آیت کریمہ میں اس کا اسناد فرشتہ کی طرف کیا گیا ہے۔ پس اسناد مجازی پر یہ قرآن کریم کی دوسری شہادت ہے۔ مزید تفصیل اور توضیح کے لیے "مختصر معانی' مطول' اور دیگر کتب بلاغت کی طرف رجوع فرمائیں۔

علماء دیوبند کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسناد مجازی ایک علمی اصطلاح ہے' عوام اس پر مطلع نہیں ہیں' اس لیے عوام کا یہ کہنا کہ غوث پاک نے بیٹا دیا' بہر صورت شرک ہے' یہ ایک پرفریب مغالطہ ہے۔ عوام اسناد مجازی کے مفہوم سے واقف ہیں۔ اگرچہ اس کی تعبیر اور اصطلاح پر مطلع نہیں ہیں۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ عوام اپنے عرف میں کہتے ہیں تاج محل شاہجہان نے بنایا ہے' حالانکہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ شاہجہان تو اس کے بنانے کا سبب تھا' حقیقت میں تاج محل مزدوروں نے بنایا تھا۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے بیٹا دیا' حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اولاد غوث پاک کی دعا سے یا ان کے توسل سے ملی اور دینے والا حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس اس مفہوم کو وہ اسناد مجازی کی اصطلاح سے تعبیر کرنے پر اگرچہ قادر نہیں ہیں' مگر اس کی حقیقت سے وہ واقف ہیں۔

بحمد اللہ! ہم نے قرآن وحدیث' شہادتِ سلف اور عوام کے عرف سے ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے سب کچھ مل سکتا ہے اور مجازاً یہ کہنا صحیح ہے کہ حضور نوازتے ہیں' عطاء فرماتے ہیں۔

(توضیح البیان ص ۴۶۵ ـ ۴۶۳' فرید بک سٹال' طبع ثانی' ۱۴۲۲ھ)

اور اب ہم از سر نو اسناد مجاز عقلی کی بحث شروع کرتے ہیں۔

اسناد مجاز عقلی کی تعریف اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور اس بناء پر سید مودودی اور ان کے ہم مشربوں کا ردّ

اگر فعل کی نسبت ظاہر میں اس کے حقیقی فاعل کی طرف کی جائے تو اس کو اسناد حقیقت عقلی کہتے ہیں اور اگر فعل کی نسبت ظاہر میں اس کے حقیقی فاعل کے غیر کی طرف کسی تاویل یا قرینہ سے کی جائے تو اس کو اسناد مجاز عقلی کہتے ہیں' مثلاً مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حقیقی شفاء دینے والا اللہ تعالٰی ہے' اس لیے جب مسلمان یہ کہے گا کہ مجھے ڈاکٹر نے شفاء دی تو یہ اسناد مجاز عقلی ہو گا اور اس کا مسلمان ہونا اس پر قرینہ ہے کہ وہ تاویل سے غیر فاعل کی طرف اسناد کر رہا ہے' اسی طرح جب مسلمان کہے گا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء دی تو وہ اللہ تعالٰی کے شافی ہونے کا انکار نہیں کر رہا بلکہ کسی تاویل سے رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی طرف شفاء کی نسبت کر رہا ہے اور اس کی قرآن کریم' احادیث صحیحہ اور عبارات علماء میں بہت مثالیں ہیں' قرآن مجید میں ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ. (یوسف: ۹۳) میری اس قمیص کو لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص کی طرف بینائی عطا کرنے کی نسبت کی ہے اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے' انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا' جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے' حضرت اسماء نے کہا: یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے' ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی (دھوون) بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان بیماروں کے لیے شفاء طلب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۴۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۰۶۸' الرقم المسلسل: ۵۳۱۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۱۷' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۵۸۸)

اس حدیث میں حضرت اسماء نے شفاء دینے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ کی طرف کی ہے اور یہ بھی اسناد مجاز عقلی ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سری سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے' جو ان سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے تھے اور جیسے کہ شیخ عبد القادر سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

(جمال الاولیاء ص ۲۴۔ ۲۳' مکتبہ اسلامیہ لاہور)

شیخ تھانوی نے بزرگوں کی طرف جو شفاء دینے کی نسبت کی ہے وہ بھی اسناد مجاز عقلی ہے اور اسی کو سید مودودی نے شرک کہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۶۲) نیز سید مودودی نے لکھا ہے:

کسی کا یہ کہنا کہ فلاں بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا' حقیقت میں یہ کہنا ہے کہ رازق اللہ نہیں ہے' بلکہ وہ بزرگ رازق ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۶۲) اور قرآن مجید میں ہے:

(۲) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ. (التوبہ: ۷۴) اور ان منافقین کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غنی کرنے کا جو اسناد کیا ہے وہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۳) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○ (التوبہ: ۵۹) اور اگر یہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے اور کہتے: ہمیں اللہ کافی ہے اور عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول عطا فرمائے گا' بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عطا فرمانے کی نسبت کی ہے اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

Marfat.com

(۴) اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ. (الاحزاب: ۳۷) اللہ نے (حضرت) زید پر انعام فرمایا اور آپ نے انعام فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انعام فرمانے کی نسبت کی ہے اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۵) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم: ۱۹) (حضرت جبریل نے حضرت مریم سے) کہا: میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں ۝

حضرت جبریل نے اپنی طرف بیٹا دینے کی نسبت کی ہے اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

جب حضرت ابراہیم حضرت ھاجَر کو چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے حضرت جبریل کے آنے کی آہٹ سنی تو کہا:

اِغِثْ ان کان عندك خير. اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو میری مدد کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۱۰۷ طبع قدیم)

حضرت ھاجَر نے حضرت جبریل کی طرف مدد طلب کرنے کی جو نسبت کی ہے یہ بھی اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۶) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ. (السجدۃ: ۱۱) آپ کہیے: ملک الموت تمہاری روح قبض کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی طرف روح قبض کرنے کی جو نسبت کی ہے، وہ بھی اسناد مجاز عقلی ہے۔

محترمہ ام السحر شمیم اختر، جامعہ اسلامیہ، شی فیلڈ، برطانیہ نے مجھے اسناد مجاز عقلی کے ثبوت میں حسب ذیل آیات لکھ کر ارسال کی ہیں:

(۱) تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ. (ابراہیم: ۲۵) شجرہ طیبہ ہر وقت اپنے رب کے اذن سے پھل لاتا ہے۔

(۲) وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا. (الانفال: ۲) جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔

(۳) يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ (المزمل: ۱۷) وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا ۝

(۴) وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ (نوح: ۲۴-۲۳) اور کافروں نے کہا: تم اپنے خداؤں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا ۝ بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کی طرف گم راہ کرنے کی نسبت کی ہے اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے، حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کی طرف بھی گم راہ کرنے کا اسناد مجاز عقلی فرما رہا ہے اور سید مودودی اور دیگر وہابی علماء انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی طرف فعل کے اسناد مجاز عقلی کو شرک قرار دیتے ہیں۔ یاللعجب!

(۵) رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ (ابراہیم: ۳۶) اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے۔

(۶) اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ. (المؤمنون: ۶) یا جن کے تمہارے سیدھے ہاتھ مالک ہیں۔

مخلوق کو مالک فرمانا بھی اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۷) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ (القیامۃ: ۱۸) جب ہم اس کو پڑھ لیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں ۝

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا فرمایا ہے اور یہ بھی اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۸) وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ. (البقرہ: ۲۳۳) اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا رزق ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچوں کے باپ کی طرف رزق دینے کی نسبت فرمائی ہے اور یہ مجاز عقلی ہے۔

(۹) يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا. (المؤمن: ۳۶) (فرعون نے کہا:) اے ھامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دو۔

عمارت تو مزدور بناتے ہیں' ھامان کو جو حکم دیا ہے' یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ. (الانفال: ۱۷) اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جب آپ نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی۔

آپ کی طرف خاک کی مٹھی پھینکنے کا اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۱۰) فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا. (الانبیاء: ۹۱) پس ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک دی۔

یہ پھونک حضرت جبریل نے دی تھی' جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے پھونک دی' سو یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

(۱۱) فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ. (صٓ: ۳۶) پس ہم نے ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا وہ ان کے حکم سے چلتی تھی۔

(۱۲) هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (صٓ: ۳۹) یہ ہماری عطاء ہے' اب آپ کسی پر احسان کر کے (اس میں سے) دیں یا اپنے پاس رکھیں' آپ سے محاسبہ نہیں ہوگا ○

اسناد مجاز عقلی کے ثبوت میں چھ آیات ہم نے پیش کی ہیں اور بارہ آیات محترمہ ام السحر نے لکھی ہیں' اس طرح مجاز عقلی کے ثبوت میں یہ اٹھارہ آیات ہیں' ان کے علاوہ قرآن مجید' احادیث اور عباراتِ علماء میں اور بہت تصریحات ہیں' ہمارا مقصد ان سب کا استیعاب اور احصاء کرنا نہیں ہے' صرف یہ بتانا ہے کہ اسناد مجاز عقلی پر بہت دلائل ہیں' پس جب مسلمان کسی کام کا اسناد انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام کی طرف کریں تو سید مودودی یا دیگر دیو بندی اور وہابی علماء کی طرح اس پر شرک کا حکم نہیں لگانا چاہیے بلکہ اس کو اسناد مجاز عقلی پر محمول کرنا چاہیے۔

''حطام' تفکھون' مغرمون'' اور ''محرومون'' کے معانی

الواقعہ: ۶۷۔۶۵ میں فرمایا: اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ ○ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا ○ بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ○

الواقعہ: ۶۵ میں ''حطاما'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گھاس سوکھ کر چورا چورا ہو جائے اور وہ کسی فائدہ کی نہ رہے' نیز اس آیت میں ''تفکھون'' کا لفظ ہے' ''تفکھون'' کا معنی ہے: تم تعجب کرتے رہ جاؤ یا اس کا معنی ہے: تم ندامت سے افسوس کرتے رہ جاؤ۔ (مختار الصحاح ص ۳۰۰)

الواقعہ: ۶۶ میں ''مغرمون'' کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: ''غرام'' کا معنی عذاب ہے۔ مجاہد نے کہا: اس کا معنی وہ شر ہے جو لازم ہو یعنی تاوان' مقاتل بن حیان اور النحاس نے کہا: اس کا معنی ہے: ہلاکت یعنی ہم تو عذاب میں مبتلا ہو گئے یا ہلاک ہو گئے۔

الواقعہ: ۶۷ میں ''محرومون'' کا لفظ ہے' یعنی ہم نے کاشت کاری سے جس نفع کی امید رکھی تھی وہ ہم کو حاصل نہ ہو

Marfat.com

سکا' اور محروم کا لفظ مرزوق کی ضد ہے۔

میٹھا پانی فراہم کرنے کی نعمت

الواقعہ: ۶۹۔۶۸ میں فرمایا: بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو O کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں O

تم جس پانی کو پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہو اور زندگی حاصل کرتے ہو' اس کے حصول کے متعلق بتاؤ' اس پانی کو مہیا کرنے والا کون ہے! اس سے پہلی آیتوں میں غذا کی نعمت کا ذکر کیا تھا اور اب پانی کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ انسان کی عادت یہ ہے کہ پہلے کوئی چیز کھاتا ہے اس کے بعد کسی مشروب کو پیتا ہے۔

الواقعہ: ۷۰ میں فرمایا: اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ O

یعنی اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو سخت کھاری اور کڑوا بنا دیں کہ تم اس پانی کو پی سکو اور نہ اس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کر سکو' پھر تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔

ایندھن فراہم کرنے کی نعمت

الواقعہ: ۷۲۔۷۱ میں فرمایا: بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو O کیا اس کے لیے درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں O

یعنی مجھے بتاؤ کہ تم لکڑیوں سے جس آگ کو سلگاتے ہو' آیا تم اس کے خالق ہو یا ہم خالق ہیں' پھر جب تم میری قدرت کو پہچانتے ہو تو پھر میرا شکر کیوں ادا نہیں کرتے اور حیات بعد الموت پر میری قدرت کا کیوں انکار کرتے ہو؟

''تورون'' کا مادہ ''وری'' ہے' اس کا معنی ہے: آگ کا جلنا' چقماق سے آگ کا روشن کرنا۔

اس زمانہ میں آگ کے حصول کا یہی ذریعہ تھا کہ درختوں سے لکڑیاں کاٹ کر ایندھن حاصل کیا جائے' پھر زمین کی کانوں سے پتھر کا کوئلہ نکل آیا اور لکڑیوں کو جلا کر اس کو کوئلہ بھی حاصل کیا جانے لگا' پھر زمین سے تیل نکل آیا اور قدرتی گیس نکل آئی' لیکن جس طرح جنگل میں درخت اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' اسی طرح پتھر کا کوئلہ اور گیس اور تیل بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں۔

آخرت کی آگ کی شدت

الواقعہ: ۷۴۔۷۳ میں فرمایا: ہم نے اس کو نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز O سو آپ اپنے رب عظیم کی تسبیح کرتے رہیے O

یعنی ہم نے دنیا کی آگ کو پیدا کیا تاکہ تم اس کی حدت' حرارت اور سوزش کو دیکھ کر آخرت کی آگ سے ڈرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم جلاتے ہیں' دوزخ کی آگ سے ستر درجہ کم ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اگر دوزخ کی آگ دنیا کی آگ جتنی ہوتی تو وہ بھی کافی تھی' آپ نے فرمایا: دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ ہے اور اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ جتنا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۳' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۶۲)

''مقوین'' کا معنی

اور فرمایا: یہ مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز ہے' اس آیت میں ''مقوین'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''قوی'' ہے' اس کا معنی

Marfat.com

ہے: وہ گھر جو رہنے والوں سے خالی ہو، چٹیل میدان، جن لوگوں کا زادِ راہ ختم ہو جائے اور ان کے کھانے اور پینے کے لیے کوئی چیز نہ ہو، مسافروں کو ''مقوین'' اس لیے کہتے ہیں کہ بعض اوقات وہ دورانِ سفر ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں چٹیل میدان اور ویرانہ ہو اور کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہو، وہاں جنگل میں قیام کے وقت مسافر آگ جلاتے ہیں تا کہ کوئی جنگلی درندہ آ کر ان کو ضرر نہ پہنچائے اور بعض اوقات وہ کسی حلال جانور یا پرندہ کو شکار کر کے اس کو آگ پر بھون لیتے ہیں اور یوں اپنی بھوک کو مٹاتے ہیں۔

سو آپ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیے اور یہ بتایئے کہ وہ اپنے لیے شرکاء سے پاک ہے اور لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے عجز اور عیب سے پاک ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾

پس مجھے ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی قسم!O اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت عظیم قسم ہےO

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾

بے شک یہ بہت عزت والا قرآن ہےO جو کتاب (لوح) محفوظ میں ہےO اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیںO

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ

یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کی ہوئی ہےO کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھ رہے ہو!O اور

تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

تم نے تکذیب کو اپنا رزق بنا لیا ہےO پس جب روح نرخرے تک پہنچ جائےO

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

اور تم اس وقت (روح کو نکلتا ہوا) دیکھ رہے ہوO اور ہم اس (مرنے والے) کی بہ نسبت تم سے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ

تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ

نہیں سکتےO پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہوO تو تم اس روح

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ

کو لوٹاتے کیوں نہیں، اگر تم سچے ہوO پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین میں سے ہےO تو اس کے لیے راحت اور

رَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾

نفیس پھول اور انعام والی جنت ہےO اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے ہےO

Marfat.com

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

(اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں سے ہے O اور اگر وہ (مرنے والا) تکذیب کرنے والا

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا

گم راہوں میں سے ہے O تو اس کے لیے سخت کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے O اور دوزخ میں جلانا ہے O بے شک

لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾ ع ۳ ۱۶

یہی ضرور حق الیقین ہے O پس آپ اپنے ربِ عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس مجھے ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی قسم! O اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت عظیم قسم ہے O بے شک یہ بہت عزت والا قرآن ہے O جو کتاب (لوح) محفوظ میں ہے O اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں O یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے O (الواقعہ: ۸۰۔۷۵)

''مواقع النجوم'' کی قسم کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کاملہ اور دین حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف عموماً اور اہل مکہ کی طرف خصوصاً رسول بنا کر بھیجا' آپ نے اہل مکہ کے سامنے اپنی نبوت اور رسالت پر معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ اور سب سے قوی دلیل قرآن مجید کو پیش کیا اور فرمایا: یہ اللہ کا کلام ہے اور اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا ہے تو تم بھی میری طرح نوع انسان سے ہو' سو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ اور کوئی بھی اس کلام کی مثل بنا کر نہ لا سکا' اور جب دلائل اور براھین سے ان کا انکار زائل نہ ہو سکا اور وہ مسلسل اپنے انکار اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو پھر صرف یہ صورت باقی رہی کہ قسم کھا کر ان کو مطمئن کرنے کی اور ان کے انکار کو زائل کرنے کی کوشش کی جائے' اسی وجہ سے قرآن مجید کی آخری مکی سورتوں میں بہ کثرت قسموں کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا: پس مجھے ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی قسم!

''مواقع النجوم'' کے مصادیق

ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد مشارق اور مغارب ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مغارب ہیں' کیونکہ ستارے وہیں غروب ہوتے ہیں۔

(۲) اس سے مراد آسمان میں بروج اور سیاروں یا ستاروں کی منازل ہیں۔

(۳) جب آسمان پر شیاطین' فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے ہیں اور فرشتے ان کو آگ کے گولے مارتے ہیں تو اس سے ان آگ کے گولوں کے گرنے کی جگہیں مراد ہیں' آگ کے ان گولوں کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔

(۴) قیامت کے دن جب ستارے منتشر ہو جائیں گے اور جن جگہوں پر وہ ٹوٹ کر گریں گے' اس سے وہ جگہیں مراد ہیں۔

(۵) النجوم کے معنی اقساط اور حصص بھی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''مواقع النجوم'' سے مراد نجوم قرآن کے وقوع کی جگہیں ہوں اور قرآن کے حصص اور اقساط سے مراد قرآن مجید کے معانی اور احکام ہوں اور یہ معانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

قلبِ اطہر پر اور مؤمنین کاملین مثلاً صحابہ' فقہاء تابعین' مجتہدین اور اولیاء اور عارفین کے قلوب پر واقع ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر اور آپ کے وسیلہ سے مؤمنین کاملین کے قلوب کی قسم کھائی ہے۔

کفارِ مکہ کے علم کی نفی کی توجیہ

الواقعہ:۷۶ میں فرمایا: اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت عظیم قسم ہےO

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم جانو (یا سمجھو) تو یہ بہت عظیم قسم ہے' اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ تم کیا سمجھو یا کیا جانو' جب کسی چیز میں عموم کو ظاہر کرنا ہوتا ہے تو مفعول کو ذکر نہیں کیا جاتا' جیسا کہ حدیث میں ہے:

انما انا قاسم واللہ یعطی. میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۲۱)

میں کیا تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کیا دیتا ہے؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا' یعنی سب کچھ اللہ دیتا ہے اور سب کچھ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اس لیے اس آیت کا بھی یہ معنی ہے کہ تمہیں کسی چیز کا علم نہیں' کیونکہ اگر تمہیں کسی چیز کا علم ہوتا تو تمہیں اس قسم کے عظیم ہونے کا بھی علم ہوتا اور یہ آیت ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ. (البقرہ:۱۸) یہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔

اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ. (الاعراف:۱۷۹) یہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گم راہ ہیں۔

اس لیے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ ان کو بہت سی چیزوں کا علم تھا' پھر کیسے فرمایا: ان کو کسی چیز کا علم نہیں' کیونکہ علم سے مقصود اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا علم ہے اور جب انہوں نے وہ علم حاصل نہیں کیا تو گویا ان کو کسی چیز کا علم نہیں۔

قرآن کریم کو کریم فرمانے کی دس وجوہ

الواقعہ:۷۷ میں فرمایا: بے شک یہ بہت عزت والا قرآن ہےO

کفارِ مکہ قرآن مجید کے متعلق کہتے تھے کہ یہ شعر ہے' یہ سحر ہے' یہ ان کا اللہ پر افتراء ہے' یہ ان کی مجنونانہ باتیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام پیش کر رہے ہیں' بے شک وہ بہت عزت والا قرآن ہے۔ وہ کہتے تھے: یہ ان کا من گھڑت کلام ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن لوحِ محفوظ میں ہے۔

''قرآن'' مصدر ہے اور ''مقرو'' کے معنی میں ہے یعنی جس کو پڑھا گیا ہو' جیسے ''قربان'' مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے یعنی جس کی قربانی کی گئی ہو اور جیسے ''حلوان'' مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ مٹھائی جو کاہنوں اور نجومیوں کو پیش کی گئی ہو۔

(۱) قرآن مجید کو کریم اس لیے فرمایا ہے کہ یہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اور جس چیز کو بار بار پڑھا جائے اس سے دل اکتا جاتا ہے اور طبیعت مکدر ہو جاتی ہے' لیکن قرآن کریم میں ایسی حلاوت ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے کے باوجود دل اکتاتا ہے نہ طبیعت مکدر ہوتی ہے' اس لیے اس کو کریم فرمایا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہ اس کے کریم ہونے کی واضح دلیل ہے۔

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کو اس کی وجہ سے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" "ایک حرف ہے" بلکہ الف حرف ہے اور لام حرف ہے اور میم حرف ہے (خلاصہ یہ ہے کہ "الم" پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں)۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۱۰' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۹۹۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۶۴۹-۸۶۴۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۳۰۸' المستدرک ج ۱ ص ۵۵۵' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۸۵)

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے جو چیز طلب کی جائے وہ مل جاتی ہے' فقیہ اس سے احکام شرعیہ نکالتا ہے' حکیم اس سے حکمت کے موتی نکالتا ہے' ادیب اس سے ادب کو حاصل کرتا ہے' عارف اس سے معارف کو حاصل کرتا ہے' مؤرخ اس سے تاریخ کو حاصل کرتا ہے' متکلم اس سے عقائد پر دلائل کو منطبق کرتا ہے' صوفی اس سے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے رموز حاصل کرتا ہے اور رشد و ہدایت کا طالب رشد و ہدایت کو حاصل کرتا ہے' اس سے دوزخ سے نجات کا طریقہ ملتا ہے اور جنت کے حصول کا راستہ ملتا ہے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفاء ملتی ہے' قرآن کریم میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفاء اور ہدایت اور مؤمنوں کے لیے رحمت ○

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ (بنی اسرائیل: ۸۲)

ہم قرآن سے اس چیز کو نازل کرتے ہیں جو مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ (حٰم السجدۃ: ۴۴)

آپ کہیے: یہ قرآن مؤمنین کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔

عبدالملک بن عمیر مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۳۷۰)

(۵) قرآن کریم کے کریم ہونے کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت فرمائے گا' حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن کریم کو پڑھا اور اس کو حفظ کیا' اس کے حلال کو حلال قرار دیا اور اس کے حرام کو حرام قرار دیا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد کے لیے اس کو شفاعت کرنے والا بنائے جن کے لیے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۸)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن قرآن مجید کو لایا جائے گا اور ان لوگوں کو لایا جائے گا جو قرآن مجید پر عمل کرتے تھے اور ان کی پیشوائی سورۃ البقرہ اور آل عمران کریں گی گویا کہ وہ دو بادل ہیں یا دو سیاہ سائبان ہیں جن کے درمیان روشنی ہے یا گویا کہ وہ صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہیں وہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۵)

(۶) قرآن کریم کے کریم ہونے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والوں سے عذاب قبر دور ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے قبر پر خیمہ لگایا اور اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ قبر ہے' اچانک اس میں ایک انسان سورۂ "تبارك الذی بیده الملك" پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس سورت کو ختم کر لیا' اس صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ سورت مانعہ ہے' یہ نجات دینے والی ہے' یہ عذاب سے نجات دیتی ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کی ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں' وہ کسی شخص کی شفاعت کرتی رہیں گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی' وہ سورت "تبارك الذی بیده الملك" ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۰۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹' المستدرک ج ۱ ص ۵۶۵)

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نجات دینے والی سورت کو پڑھو' وہ "الم تنزیل" ہے' کیونکہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص اس سورت کو پڑھتا تھا اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت نہیں پڑھتا تھا اور وہ بہت گناہ کرتا تھا' (قبر میں) اس سورت نے اس شخص پر اپنے پَر پھیلا لیے اور کہا: اے میرے رب! اس شخص کو بخش دے' کیونکہ یہ میری بہت تلاوت کرتا تھا' اللہ تعالیٰ اس سورت کی شفاعت قبول فرمائے گا اور فرمائے گا: اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو اور یہ سورت اپنے تلاوت کرنے والے کی طرف سے قبر میں لڑے گی اور کہے گی: اے اللہ! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور یہ پرندے کی طرح آئے گی اور اس شخص پر اپنا پَر رکھ دے گی اور اس کی شفاعت کرے گی اور اس سے عذابِ قبر کو دور کرے گی اور انہوں نے کہا: "تبارك الذی بیده الملك" بھی اسی سورت کی مثل ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان دو سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ (سنن دارمی رقم الحدیث: ۸۶۱)

سوچئے! اس سے بڑھ کر قرآن مجید کا کرم اور کیا ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے حتیٰ کہ "الم تنزیل" اور "تبارك الذی بیده الملك" کی سورتوں کی تلاوت نہ کر لیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۹۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰)

(۷) قرآن کریم کے کریم ہونے کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو حفظ کرنے والے کی میدانِ محشر میں عزت افزائی ہو گی۔

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن مجید کو پڑھا اور اس کے احکام پر عمل کیا' اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا' جس کی روشنی دنیا کے گھروں میں سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی' اگر سورج تم میں ہو تو تمہارا اس کے متعلق کیا گمان ہے جو قرآن پر عمل کرے گا؟

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰)

(۸) قرآن کریم کے کریم ہونے کی آٹھویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی وجہ سے شہادت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح تین مرتبہ پڑھا: "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم" پھر سورۂ حشر کی (آخری) تین آیتوں کی تلاوت کی' اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ اس دن مر گیا تو شہادت کی موت مرے گا اور جس نے شام کو اس طرح تلاوت کی اس کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۲)

(۹) قرآن مجید کے کریم ہونے کی نویں وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے محبت کی وجہ سے جنت ملے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (حضرت کلثوم بن ہدم) نے کہا: یارسول اللہ! میں اس سورت ''قل ھو اللہ احد'' سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۷۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱)

مصنف کو اس آیت سے بہت محبت ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ (الانبیاء: ۸۷) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو ہر نقص اور عیب سے بری ہے' بے شک میں ظالموں سے ہوں O

میں اس آیت سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ یہ آیت میرے حسب حال ہے' میں بہت نکما' ناشکرا اور گناہ گار ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے' وہ مجھے لگاتار نعمتیں عطا فرما رہا ہے۔

اسی طرح مجھے اس آیت سے بھی بہت محبت ہے:

قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ (بنی اسرائیل: ۸۴) آپ کہیے: ہر شخص اپنے طریقہ اور اپنی روش کے موافق عمل کرتا رہتا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کا ذکر کر رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اوّل سے آخر تک قرآن کریم پڑھا' مجھے سب سے اچھی اور سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ملی ہے: ''قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' (بنی اسرائیل: ۸۴) بندہ کی روش صرف گناہ کرنا ہے اور رب کی روش صرف معاف فرمانا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۲۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

قارئین کرام! دعا فرمائیں کہ ان دو آیتوں کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی جنت عطا فرما دیں۔

(۱۰) قرآن کریم کے کریم ہونے کی دسویں وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کی وجہ سے جنت کے درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: جس طرح تو دنیا میں آہستہ آہستہ قرآن پڑھتا تھا' اس طرح آہستہ آہستہ قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے درجات میں) چڑھتا جا اور جس جگہ تو آخری آیت پڑھے گا وہیں تیری منزل ہوگی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۲' المستدرک ج ۱ ص ۵۵۳۔ ۵۵۲' موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۷۹۰)

تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ

Marfat.com

قرآن مجید کو ''کتاب'' اور ''مکنون'' فرمانے کی توجیہ

الواقعہ: ۷۸ میں فرمایا: جو کتاب (لوح) محفوظ میں ہے○

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: '' فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ○ '' (الواقعہ: ۷۸) اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب فرمایا ہے' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں' زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے' اس کی دلیل یہ آیات ہیں:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ○ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ○ — بلکہ یہ قرآن مجید ہے○ لوحِ محفوظ میں○

(البروج: ۲۲۔۲۱)

دوسرا قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد مصحف ہے' یعنی قرآن مجید کا وہ نسخہ جو کتابی شکل میں ہمارے پاس ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد آسمانی کتاب ہے' جیسے ''تورات'' اور ''انجیل'' وغیرہ آسمانی کتابیں ہیں۔

اور اس میں قرآن مجید کو ''مکنون'' فرمایا ہے اور ''مکنون'' کے معنی ہیں: پوشیدہ' سو اگر اس سے مراد لوحِ محفوظ ہو تو اگرچہ وہ فرشتوں سے غیر مستور ہے لیکن عام مسلمانوں کی نگاہوں سے وہ پوشیدہ ہے اور اگر اس سے مراد مصحف ہے جو جلد اور اوراق پر مشتمل ہے تو وہ تحریف اور ترمیم کرنے والوں کی نگاہوں سے مستور ہے' یا پھر اس کا مجازی معنی مراد ہے کیونکہ جو چیز مستور ہو وہ محفوظ ہوتی ہے' قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ محافظ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ — بے شک ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں○ (الحجر: ۹)

اور کائنات میں قرآن مجید سے زیادہ اور کوئی چیز محفوظ نہیں ہے۔

بے وضو کو قرآن مجید کے چھونے کی ممانعت میں مفسرین کی تصریحات

الواقعہ: ۷۹ میں فرمایا: اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں○

اگر اس سے مراد وہ قرآن مجید ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے تو پھر اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر نے کہا: اس کو آسمان میں صرف فرشتے ہی چھوتے ہیں جو ''مطھرون'' ہیں یعنی پاک ہیں۔

(۲) زید بن اسلم نے کہا: اس کو صرف رسل ملائکہ ہی انبیاء کی طرف نازل کرتے ہیں۔

اس قول پر یہ اشکال ہے کہ تمام رسل ملائکہ قرآن مجید کو تمام نبیوں کی طرف نازل نہیں کرتے بلکہ صرف حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کو صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کیا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

اور اگر اس سے مراد وہ قرآنِ مجید ہے جو مصحف اور کتاب کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں ہے تو اس کی تفسیر میں حسبِ ذیل اقوال ہیں:

(۱) کلبی نے کہا: اس قرآن کو صرف مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو شرک اور کفر سے پاک ہیں۔

(۲) الربیع بن انس نے کہا: اس قرآن کو صرف نیک مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہیں۔

(۳) قتادہ نے کہا: اس کو صرف وہ مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو نجاست اور ہر قسم کے حدث سے پاک ہوں' یعنی ان پر غسل واجب ہو نہ وضو۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام شافعی نے کہا: بے وضو کے لیے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال حضرت عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے' اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے میں قرآن مجید کی اہانت ہے اس لیے اس کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۳۱ 'ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کتاب سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے' حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قرآن کو صرف اس حال میں چھوؤ جب تم طاہر ہو اور جب تک حضرت عمر نے غسل نہیں کر لیا' ان کی بہن نے ان کے ہاتھ میں قرآن نہیں دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۰۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''مطھرون'' سے مراد وہ لوگ ہیں: جو حدث اصغر (بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (جنابت) دونوں سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ طاہر نہ ہوں ان کو قرآن مجید نہیں چھونا چاہیے۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بے وضو کو قرآن مجید کے چھونے کی ممانعت میں احادیث

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ' عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ جس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لیے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ:

ان لا یمس القرآن الا طاھر. طاہر (حدث سے پاک شخص) کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

(موطأ امام مالک ج ۱ ص ۱۹۱۔ رقم الحدیث: ۴۷۸' دارالمعرفۃ' لبنان' ۱۴۲۰ھ)

امام عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(سنن دارمی ص ۱۸۷۔ رقم الحدیث: ۲۲۷۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۴۔ ۳۰۰۔ رقم الحدیث: ۴۳۳۔ ۴۲۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ۔ امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۴۲۔ ۳۴۱۔ رقم الحدیث: ۱۳۲۸' مکتب اسلامیہ' بیروت' ۱۳۹۰ھ طبع قدیم)

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی المتوفی ۳۲۲ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳ ص ۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۴۸۵' دارالباز' مکہ مکرمہ)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۷' ملتان' الخلافیات ج ۱ ص ۴۹۸' معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۱۸۶۔ رقم الحدیث: ۱۰۶)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

Marfat.com

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۱۷۔ حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۶)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۳۱)

بے وضو کو قرآن مجید کے چھونے کی ممانعت میں آثارِ صحابہ و تابعین

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' وہ رفع حاجت کے لیے گئے' جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے تو ہم نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! آپ وضو کرلیں' ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں گے' حضرت سلمان نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو' کیونکہ میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں' بے شک قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی شخص نہیں چھوسکتا' پھر ہم نے ان سے سوال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۸۔ رقم الحدیث: ۱۱۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضو کے مصحف کو نہ چھوئے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۶۴۔ رقم الحدیث: ۱۳۳۵ طبع جدید' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جابر بیان کرتے ہیں کہ شعبی' طاؤس اور قاسم بن محمد بغیر وضو کے مصحف کے چھونے کو مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۳۸)

معمر کہتے ہیں کہ زہری نے کہا: جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے' معمر نے کہا کہ حسن بصری اور قتادہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' وہ کہتے تھے کہ یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۳۸)

جابر بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: جنبی کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۴۵)

معمر بیان کرتے ہیں کہ قتادہ نے کہا: مستحب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو باوضو لکھا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۴۶)

بے وضو کو قرآن مجید کے ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء مالکیہ کا مذہب

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

مدینہ' شام اور مصر کے تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بے وضو شخص قرآن مجید کو نہ چھوئے اور یہ حکم صرف اس آیت کی وجہ سے نہیں ہے:

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۷۹) اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہ چھوئے ۝

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۴۷۸)

امام مالک نے کہا کہ قرآن مجید کو بغیر وضو کے لٹکانے والی ڈوری یا غلاف کے ساتھ بھی نہ چھوئے' البتہ اگر قرآن مجید کسی بکس یا ڈبہ میں ہو تو اس کو بغیر وضو کے چھوسکتا ہے۔ الحکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے کہا کہ قرآن مجید کو بے وضو شخص

Marfat.com

لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ اٹھا سکتا ہے اور میرے نزدیک ان کا قول شاذ ہے۔ داؤد بن علی ظاہری نے بھی ان کے قول کو اختیار کیا ہے' اس نے کہا کہ قرآن مجید اور جن دراھم اور دینار پر اللہ کا نام ہو اس کو جنبی اور حائض چھو سکتے ہیں۔
(تمہید ج ۷ ص ۱۶۵۔ ۱۶۴ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بے وضو کو قرآن مجید کے ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

بے وضو شخص پر قرآن مجید کو چھونا حرام ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ'' (الواقعہ: ۷۹) اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر طہارت کے قرآن مجید کو مت چھوؤ اور بے وضو بچوں کے لیے قرآن مجید کو اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جیسے بڑوں کے لیے جائز نہیں ہے ان کے لیے بھی جائز نہیں ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ طہارت کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ان کو قرآن پڑھانے کی ضرورت ہے۔ (المجموع من شرح المہذب ج ۲ ص ۶۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

بے وضو کو قرآن مجید کے ہاتھ لگانے میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر' حسن بصری' عطاء' طاؤس' شعبی اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جو شخص بے وضو ہو اس کے لیے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ہمارے علم میں داؤد ظاہری کے علاوہ اور کسی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے' اس نے کہا کہ جنبی اور بے وضو کے لیے قرآن مجید کو چھونا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف ایک آیت لکھ کر بھیجی (وہ آیت آل عمران: ۶۴ ہے' اس کا ذکر ''صحیح البخاری'' رقم الحدیث: ۷ میں ہے) ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ'' (الواقعہ: ۷۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا کہ غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو جو مکتوب لکھا تھا' اس سے مقصود پیغام بھیجنا تھا اور اگر کسی رسالہ یا فقہ کی کتاب میں کوئی آیت ہو تو اس رسالہ یا کتاب کو چھونا ممنوع نہیں ہے اور اس کتاب میں اس آیت کی وجہ سے وہ کتاب مصحف یا قرآن نہیں ہوگی اور اس کی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

امام ابو حنیفہ' حسن بصری' شعبی' عطاء' طاؤس' قاسم' ابو وائل' حکم اور حماد کے نزدیک بے وضو کے لیے قرآن مجید کو لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ پکڑ کر اٹھانا جائز ہے اور اوزاعی' امام مالک اور امام شافعی نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو چھو نہیں رہا اور یہ ایسا ہے جیسے اس نے رحل (یا بکس) میں قرآن مجید کو اٹھایا ہوا ہو' نیز ممنوع قرآن مجید کو چھونا ہے اور قرآن مجید کو اٹھانا اس کو چھونا نہیں ہے اور اٹھانے کو چھونے پر قیاس کرنا' قیاس فاسد ہے۔

تفسیر اور فقہ کی کتابوں اور رسالوں کو بے وضو اٹھانا جائز ہے' خواہ ان میں قرآن مجید کی آیات ہوں' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں قرآن مجید کی آیت تھی' نیز تفسیر اور فقہ کی کتابیں قرآن مجید یا مصحف نہیں ہیں اور ممنوع ان کو بے وضو مس کرنا ہے اور ان کتابوں کے لیے قرآن مجید کی طرح حرمت ثابت نہیں ہے۔

بے وضو بچوں کے لیے قرآن مجید اٹھانے میں دو قول ہیں' اس آیت کے عموم کی وجہ سے منع ہے اور ضرورت کی بناء پر جائز ہے' جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات نقش ہوں' ان کو بے وضو چھونے میں دو قول ہیں: امام ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ اوراق قرآن کے مشابہ ہیں اور دوسرا جواز کا قول ہے کیونکہ ان پر مصحف اور قرآن کا اطلاق نہیں ہوتا اور وہ فقہ کی

Marfat.com

کتابوں کے مشابہ ہیں اور ان کو بے وضو نہ چھونے میں مشقت اور حرج ہے' جس طرح بچوں پر وضو لازم کرنے میں حرج ہے۔
اگر بے وضو کو قرآن مجید چھونے کی ضرورت ہو تو وہ تیمم کر کے چھو سکتا ہے۔
مصحف کو لے کر دار الحرب کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے ساتھ دشمن کے علاقہ میں سفر نہ کرو' کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دشمن قرآن مجید کی بے ادبی کریں گے۔(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۳۔ ۲۳۳۶)

(المغنی والشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۸' دار الفکر' بیروت)

ہر چند کہ یہ حدیث مرسل ہے' لیکن حافظ ابو نعیم اصبہانی نے لکھا ہے: یہ حدیث مشہور ثابت ہے۔(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۵)
تاہم اگر علامہ ابن قدامہ درج ذیل صحیح مرفوع متصل حدیث سے استدلال کرتے تو زیادہ بہتر تھا:
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرماتے تھے' مبادا! دشمن اس کی بے ادبی کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۶۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۸۰' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۸۷۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۶)

بے وضو کو قرآن مجید کے ہاتھ لگانے میں فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک بغیر غلاف کے بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بے وضو کے لیے مصحف کو بغیر غلاف کے چھونا جائز ہے' انہوں نے چھونے کو قراءت پر قیاس کیا ہے' یعنی جب بے وضو قرآن پڑھ سکتا ہے تو اس کو چھو بھی سکتا ہے (میں کہتا ہوں: علامہ کاسانی نے یہ صحیح نہیں کہا' امام شافعی کے نزدیک بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ نووی شافعی سے نقل کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔
علامہ کاسانی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: "لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (الواقعہ: ۷۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے۔(سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۵۳) اور جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں ہے اور نہ تفسیر کی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا' رہا فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلی کی تحریر زیادہ قابلِ عمل ہے اور اس میں لوگوں کے لیے سہولت ہے اور اس میں حرج اور مشقت نہیں ہے۔ ہاں! محققین احناف نے بھی اس مسئلہ کو علامہ ابن قدامہ حنبلی کی طرح لکھا ہے۔

کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو چھونے میں فقہاء احناف کا مذہب اور مصنف کا مختار

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری الحنفی دہلوی المتوفی ۵۴۲ ھ لکھتے ہیں:
"الجامع الصغیر" میں مذکور ہے کہ جنبی شخص جب کسی تھیلی کو پکڑے' جس میں ایسے دراہم ہوں جن پر قرآن مجید کی سورت نقش ہو یا مصحف کو غلاف کے ساتھ پکڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر تھیلی کے ایسے دراہم کو اور بغیر غلاف کے مصحف کو نہ پکڑے اور جنبی شخص (اور حائض) قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے' پوری آیت کا پڑھنا منع ہے' اس سے کم پڑھ سکتے ہیں اور تلاوت کے قصد سے نہ پڑھیں' دعا اور افتتاح کے قصد سے پڑھ سکتے ہیں۔ نیز علامہ بخاری دہلوی لکھتے ہیں:

Marfat.com

بے وضو کا مصحف کو مَس کرنا اور چھونا مکروہ ہے' جیسا کہ جنبی کے لیے مکروہ ہے' اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک احادیث' تفاسیر اور فقہ کی کتابوں کو بھی بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور ''الجامع الصغیر'' میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا' لیکن اس میں مذکور ہے کہ فقہ کی کتابیں مصحف کی طرح ہیں' لیکن جب ان کو آستین سے پکڑے تو مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۰۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تفاسیر' حدیث اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہے۔ (علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ) نے امام ابو حنیفہ کے اس قول کی یہ توجیہ کی ہے کہ کتب تفسیر وغیرہ کے چھونے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو چھو رہا ہے کیونکہ ان کتابوں میں جو آیتیں مذکور ہیں وہ تبعاً ہیں اور ان کتابوں کو قرآن نہیں کہا جاتا۔ (حلبی کبیر ص ۵۹) علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے کتب تفسیر وغیرہ کو بے وضو چھونے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۲) لیکن علامہ حموی حنفی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ بے وضو تفسیر کی کتابوں کو چھونا جائز ہے کیونکہ وہ بھی باقی کتب شرعیہ کی طرح ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارے تمام اصحاب احناف کا یہی قول ہے۔

''شرح درر البحار'' میں بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور ''السراج'' میں ''الایضاح'' سے منقول ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں جہاں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور دوسری عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے' اسی طرح فقہ کی کتابوں میں بھی قرآن مجید کی آیات کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور فقہی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو چھونے کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی جو مکروہ کہتے ہیں وہ دونوں کو مکروہ کہتے ہیں اور جو غیر مکروہ کہتے ہیں وہ دونوں کو غیر مکروہ کہتے ہیں)۔ ''خلاصہ'' کی عبارت کا یہی تقاضا ہے۔ علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے لکھا ہے کہ جو کچھ ''السراج'' میں مذکور ہے وہ قواعد شرع کے زیادہ موافق ہے' یعنی کتب تفسیر میں بے وضو قرآن مجید کی آیات کو ہاتھ نہ لگائے' باقی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ شامی نے اس بحث میں ''النہر الفائق'' کا بھی حوالہ دیا ہے' اس کی اصل عبارت یہ ہے:

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بے وضو ہو اس کو صرف قرآن مجید کو چھونے سے منع کیا جائے گا' کیونکہ بغیر وضو کے کتب حدیث اور فقہ کو چھونے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے' اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے اور یہ اختلاف مطلقاً ہے یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۳۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی' ۱۴۲۲ھ)

مصنف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ بے وضو کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا مکروہ تحریمی ہے اور کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے' لیکن ان کتابوں میں جو قرآن مجید کی آیات درج ہیں ان کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے جیسا کہ ''السراج'' میں مذکور ہے اور علامہ احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ کا بھی یہی مختار ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۰۰' دار المعرفۃ' بیروت)

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کے تلاوتِ قرآن کا جواز اور مصنف کا ردّ

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری التوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

قرآن کی تلاوت کرنا' سجدۂ تلاوت کرنا اور مصحف کو چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا' یہ سب امور وضو کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر وضو کے بھی اور جنبی اور حائض کے لیے بھی۔

رہا بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو اس میں مخالفین بھی ہمارے موافق ہیں' رہا جنبی اور حائض کو قرآن کی تلاوت سے منع کرنا تو یہ حضرت عمر' حضرت علی رضی اللہ عنہما' حسن بصری' قتادہ اور نخعی وغیرھم کا مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے:

عبد اللہ بن سلمہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۴۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۹۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ آپ اس حالت میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے لیکن آپ نے جنبی کو تلاوتِ قرآن سے منع نہیں فرمایا اور جن آثار میں ممانعت ہے وہ ضعیف ہیں۔

(المحلّی بالآثار ج ۱ ص ۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ ملخصاً مخرجاً)

شیخ ابن حزم نے یہ صحیح نہیں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی اور حائض کو قرآن پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۳۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۵۹۵' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹' معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۱۹۰' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۸۹' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۷۔ رقم الحدیث:۴۱۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲' شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۵۴۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اور ان کے بعد کے تابعین کا یہی مسلک ہے' مثلاً سفیان ثوری' ابن المبارک' شافعی' احمد' اسحٰق وغیرہم' انہوں نے کہا کہ حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں' سوا ایک آیت اور ایک حرف کے اور انہوں نے ان کو تسبیح اور تہلیل کرنے کی اجازت دی ہے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے' امام بخاری کے نزدیک اس کی اہل شام سے روایت منکر ہے' امام احمد نے کہا کہ یہ بقیہ سے اصلح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کی سند میں اسماعیل بن عیاش کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے اور امام دارقطنی کی سند میں مغیرہ بن عبد الرحمٰن کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے' لہٰذا امام بخاری والا اعتراض بھی ساقط ہو گیا' امام دارقطنی کی سند یہ ہے:

محمد بن حمدویة المروزی نا عبد الله بن حماد الآملی ثنا عبد الملک بن مسلمة حدثنی المغیرة بن عبد الرحمان عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال ' قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا یقرء الجنب شیئا من القرآن"۔

امام دارقطنی لکھتے ہیں:

مغیرہ بن عبد الرحمان ثقہ ہے وہ ابو معشر از موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث:۴۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے سوا قرآن پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

Marfat.com

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۲' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحۃ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۶۔۴۲۵۔۴۲۴)

اس سلسلہ میں بعض آثار یہ ہیں:

عبیدہ السلمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جنبی کے قرآن پڑھنے کو مکروہ فرماتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۰۹ طبع جدید' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۰' معرفۃ السنن والآثار رقم الحدیث: ۱۱۵' شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۵۶۰)

یسار نے کہا: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنبی اور حائض قرآن نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵)

ابو الغریف بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنبی قرآن نہ پڑھے' ایک حرف بھی نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۶' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۳۰۸)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی' زبان سے پڑھ سکتی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵' مکتبہ ثنائیہ' سرگودھا)

نیز شیخ ثناء اللہ امرت سری لکھتے ہیں:

''ترمذی'' میں حدیث ہے: حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھیں۔ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے اور حدیث ضعیف' حدیث صحیح کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۹ ملخصاً' سرگودھا)

میں کہتا ہوں کہ ہم ''سنن دار قطنی'' کے حوالے سے تین احادیث بیان کر چکے ہیں جن کی سند میں اسماعیل بن عیاش نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۲) اور انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے' حالانکہ بحث اس میں ہے بلکہ حدیث صحیح میں یہ صراحت ہے کہ آپ کو جنابت کے سوا قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے قرآن مجید کی عزت و ناموس کی وجہ سے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے' کیونکہ علماء غیر مقلدین کی صریح عبارت سے قرآن مجید کی بہت توہین ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی' حائض اور بے وضو کے سجدہ تلاوت کرنے کا جواز اور مصنف کا رد

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی التوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

رہا سجدۂ تلاوت کرنا تو وہ بالکل نماز نہیں ہے' سجدۂ تلاوت ایک رکعت ہے نہ دو رکعت ہے' پس وہ بالکل نماز نہیں ہے اور جب سجدۂ تلاوت نماز نہیں ہے تو وہ بے وضو بھی جائز ہے اور جنبی اور حائض کے لیے بھی جائز ہے اور قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر بھی جائز ہے' جیسا کہ دیگر اذکار اور وظائف بھی جائز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ وضو کرنا صرف نماز کے لیے لازم ہے اور جب غیر نماز کے لیے قرآن' سنت' اجماع اور قیاس سے وضو کرنا لازم نہیں ہے تو سجدۂ تلاوت کے لیے بھی وضو کرنا لازم نہیں ہے۔ (المحلیٰ بالآثار ج ۱ ص ۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

سجدۂ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سجدۂ تلاوت کرنے والے کو باوضو ہونا چاہیے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدۂ تلاوت کرتے تو آپ کے پاس جو حاضر ہوتے وہ بھی سجدۂ تلاوت کرتے تھے اور آپ کسی کو وضو کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور یہ بعید ہے کہ اس وقت سب مسلمان باوضو ہوں' نیز جب آپ نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدۂ تلاوت ادا کیا تھا اور وہ نجس لوگ تھے ان کا وضو صحیح نہیں تھا۔ (الیٰ قولہ) اسی طرح احادیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ سجدۂ تلاوت کے وقت کپڑے پاک ہوں یا جگہ پاک ہو۔

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰' دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)

شیخ ابن حزم اور شیخ شوکانی نے جنبی اور بے وضو کے سجدۂ تلاوت ادا کرنے پر جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سب عقل ناتمام اور قیاس فاسد پر مبنی ہیں اور ان کا یہ موقف صریح حدیث' آثارِ صحابہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ شیخ شوکانی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو سجدۂ تلاوت کے وقت وضو کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ سجدۂ تلاوت کے لیے وضو لازم نہیں ہے' یہ استدلال فاسد ہے' بلکہ آپ نے اس وقت وضو کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ سب صحابہ کو یہ معلوم تھا کہ سجدۂ تلاوت کے لیے وضو ضروری ہے' پھر شیخ شوکانی نے لکھا کہ یہ بعید ہے کہ اس موقع پر تمام مسلمان باوضو ہوں' بلکہ ہمارے نزدیک یہ بعید ہے کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بے وضو بیٹھے ہوں' پھر شیخ شوکانی نے مشرکین کے سجدہ کرنے سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کا وضو نہیں ہوتا' یہ استدلال بھی فاسد ہے کیونکہ کوئی شرعی حکم مشرکین کے قول و فعل سے ثابت نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے نزدیک مشرکین کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہے۔

ہم نے لکھا ہے کہ جنبی' حائض اور بے وضو کا سجدۂ تلاوت کرنا حدیث کے خلاف ہے' وہ حدیث یہ ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وھو طاھر. (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۵)

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص بغیر وضو کے سجدہ نہ کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۸) اور شیخ شوکانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا کہ جب جنبی شخص آیتِ سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

ہشیم نے از مغیرہ از ابراہیم کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو سجدہ نہ کرے' وہ فرض نماز کے اس سے بڑے سجدہ کو بھی نہیں کرتی۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر اور ابراہیم سے سوال کیا کہ حائض آیت سجدہ کو سن کر کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس پر سجدۂ تلاوت نہیں ہے' نماز کا سجدہ اس سے زیادہ بڑا ہے۔

عطاء سے سوال کیا گیا کہ اگر حائض ان لوگوں کے پاس سے گزرے جو سجدۂ تلاوت کر رہے ہیں تو آیا ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اس سے افضل سجدہ کو نہیں کرتی۔

اشعث نے حسن بصری سے سوال کیا کہ جنبی اور حائض آیتِ سجدہ کو سنیں تو کیا کریں؟ انہوں نے کہا: وہ سجدہ نہ کریں۔

Marfat.com

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۔ ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نے کہا: جب تم آیتِ سجدہ کو سنو اور تمہارا وضو نہ ہو تو تم تیمم کر کے سجدہ کرو۔

حماد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ وہ وضو کر کے سجدہ کرے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۱۲۔۲۱۱۔رقم الحدیث: ۵۹۵۵۔ ۵۹۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث اور آثار کے بعد سجدۂ تلاوت کے لیے طہارت کے لزوم پر اجماع کی تصریح یہ ہے:

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

بے وضو سجدہ نہ کرے' سجدۂ تلاوت کی وہی شرائط ہیں جو نفل نماز کی شرائط ہیں' یعنی بے وضو نہ ہو' نجاست سے پاک ہو' شرم گاہ مستور ہو' قبلہ کی طرف منہ ہو اور سجدۂ تلاوت کی نیت کرے' ہمارے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' ماسوا اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حائض آیتِ سجدہ کو سنے تو وہ سر سے اشارہ کرے' اور شعبی نے کہا: جب بے وضو شخص آیتِ سجدہ سنے تو جس طرف اس کا منہ ہو سجدہ کر لے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱' مسند احمد ج ۲ ص ۹) اور اس حدیث کے عموم میں سجدۂ تلاوت بھی داخل ہے۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۸۶' دار الفکر' بیروت)

جنبی' حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا استدلال اور مصنف کا رد

جنبی' حائض اور بے وضو کے لیے قرآن مجید کو چھونے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے شیخ شوکانی نے کہا کہ ہر چند کہ حدیث میں ہے: طاہر شخص کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۱۷' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۶۵)

لیکن طاہر کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے' طاہر اس کو بھی کہتے ہیں: جو جنبی ہو نہ بے وضو ہو اور طاہر اس کو بھی کہتے ہیں جس کے بدن پر نجاست نہ ہو' سو یہ مشترک لفظ ہے اور اس سے باوضو ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا اور اس مکتوب میں آل عمران: ۶۴ آیت تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۳) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)

یہ درست ہے کہ مشترک لفظ سے کسی ایک معنی پر استدلال جائز نہیں ہوتا لیکن جب قرینہ سے کوئی ایک معنی متعین ہو جائے تو پھر اس سے استدلال کرنا صحیح ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ احادیث سے واضح ہے کہ یہاں طاہر سے مراد باوضو ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے جا رہے تھے' ان کو بتایا گیا کہ آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن اپنے آبائی دین سے نکل چکے ہیں' حضرت عمر ان کے پاس گئے' اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے بھی ایک شخص تھا' ان کا نام حضرت خباب تھا اور وہ اس وقت سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: مجھے بھی وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے' میں بھی اس کو پڑھتا ہوں اور حضرت عمر کو کتاب پڑھنی آتی تھی' ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں' پس آپ کھڑے ہوں اور غسل کریں یا وضو کریں' پھر حضرت عمر نے وضو کیا اور کتاب کو لیا اور سورۂ طٰہٰ پڑھی۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے رفع حاجت کی' ہم

Marfat.com

نے ان سے کہا: آپ وضو کرلیں حتیٰ کہ ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں' انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو' میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں' پھر انہوں نے ہمارے منشاء کے مطابق قرآن پڑھا اور ہمارے اور ان کے درمیان پانی نہیں تھا۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو تین سندوں سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مذکور الصدر حدیث میں طاہر کا معنی باوضو ہے اور اس حدیث پر شیخ شوکانی کا جو اعتراض تھا وہ دور ہو گیا۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے ایک اور عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

''لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ'' (الواقعہ: ۷۹) میں جمہور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔

حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم کا اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' زہری' نخعی' حکم' حماد اور ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے اور اس مسئلہ میں جو حق ہے اس کو شوکانی نے منتقی کی شرح (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹۴-۲۹۵) میں واضح کیا ہے۔ (فتح البیان ج ۶ ص ۵۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نوٹ: اس جگہ شیخ قنوجی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے' البتہ تفسیر اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو کا چھونا جائز ہے' جیسا کہ ہم اس مسئلہ میں مذہب احناف کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

ہم نے الواقعہ: ۷۹ کی تفسیر میں بہت طویل بحث کی ہے اور اس کی وجہ صرف قرآن مجید سے محبت' اس کی تعظیم اور تکریم اور جنبی اور حائض سے اس کی تلاوت اور مَس کو محفوظ رکھنا اور بے وضو کے مَس سے اس کو مامون رکھنا ہے اور منکرین اور مخالفین کے شبہات کو دور کرنا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کے دلائل پیش کریں گے اور ان کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کریں گے:

شیخ ابن حزم اندلسی اس مسئلہ پر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا دو۔ وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۲) (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۳۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علماء غیر مقلدین کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہو گا جب اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ حضرت عائشہ حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلیٰ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں' جب کہ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا کر حضور کو دیں اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں' ورنہ فرماتے کہ تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے' اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد سے

Marfat.com

متصل تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں داخل کر دیتے اور حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۱ ' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۶۷ ' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۰۴)

اور اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی حضرت عائشہ کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں سر مبارک داخل نہ کرتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس حدیث سے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے' اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو' بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے مخصوص فرمالیا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

جو ائمہ حائضہ عورت کا مسجد میں جانا ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان گھروں (کے دروازوں) کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد (میں جانے) کو حلال نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث. ۲۳۲ ' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۲)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند میں افلت بن خلیفہ ہے' یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۴۰۱)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ افلت کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابوحاتم نے کہا کہ وہ شیخ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور ''الکاشف'' میں مذکور ہے کہ یہ بہت زیادہ سچا ہے اور ''البدر المنیر'' میں مذکور ہے کہ وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۲۵ ' مطبوعہ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند نداء کی: سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لیے' مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے لیے اور علی کے لیے اور فاطمہ کے لیے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴۵)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہذلی ہے جو جسرہ بنت دجاجہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج ساقط ہے' وہ جسرہ سے معضلات روایت کرتا ہے۔ نیز اس روایت کی سند میں ابو الخطاب الہجری ہے' وہ مجہول ہے۔ وغیرہ

(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۴۰۱)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ جسرہ کے پاس عجائب ہیں۔ امام ابن القطان نے کہا کہ امام بخاری کا یہ قول جسرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اور العجلی نے کہا کہ وہ ثقہ تابعیہ ہے۔ امام ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور امام ابن خزیمہ نے اپنی ''صحیح'' میں جسرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ ابن سید الناس نے کہا کہ اگر اس حدیث کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے' کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں۔ لہٰذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رد کرنے کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

Marfat.com

آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ افلت کو مردود کہنا مردود ہے' کیونکہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس کو مردود نہیں کہا۔ اس کے بعد شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنبی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اور اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور داؤد (ظاہری) اور مزنی وغیرہم نے کہا کہ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار ج۱ ص ۳۲۶-۳۲۵)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک سیاہ فام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی' انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مسلمان ہوگئی' اس کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۳۹)

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔

(المحلی بالآثار ج۱ ص ۴۰۱)

شیخ ابن حزم کی اس دلیل پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی' نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اس کو اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی اور معقول بندوبست نہیں ہوگیا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۲)

شیخ ابن حزم اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے تمام روئے زمین پہ رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لیے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو بتا دیتے' جب انہیں حیض آیا' حالانکہ آپ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طوائف سے منع فرمایا تھا۔ (المحلی ج۱ ص ۴۰۲-۴۰۱)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب وغریب ہے۔ اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید وفروخت کرنا' بیویوں سے مجامعت کرنا' قضائے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاتر العقل ہی کہہ سکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اُسے مسجد کے لیے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنا دی' اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے ۲۷ درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سو گنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید وفروخت کرنا اور حائضہ اور جنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زمین

Marfat.com

کے جس ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے' جہاں عُرفاً مسجد قائم نہ ہو' وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی' لیکن اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اُس جگہ خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔ باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ حضرت عائشہ کو بتاتے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا ہے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی احادیث سے بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالبیت سے ممانعت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر فرمایا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لیے حضرت عائشہ کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں' جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں' اس لیے آپ نے انہیں طواف بالبیت سے منع فرمایا۔ یعنی طواف بالبیت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لیے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ ہے کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸) اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے اور آپ کا دوسرا ارشاد یہ ہے کہ میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲) ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری کی ناسخ نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلاضرورت جائز نہیں ہے' جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۱۰۹ ملخصاً' مطبوعہ دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک مطلقاً حائضہ اور جنبی کا مسجد میں جانا اور رہنا جائز نہیں ہے' ضرورت کی بناء پر جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' جب کہ عام غیر مقلدین حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں جانے کو مطلقاً جائز کہتے ہیں۔

قرآن مجید کو بہ تدریج نازل کرنے کی وجوہ

الواقعہ: ۸۰ میں فرمایا: یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے O

یہ قرآن مجید کی ایک اور صفت ہے' اس آیت میں ''تنزیل'' کا لفظ ہے' ''تنزیل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو تدریجاً نازل کرنا' اصل میں قرآن مجید کی صفت منزل ہے' لیکن اس کو مبالغۃً تنزیل فرمایا' گویا کہ یہ نفس تنزیل ہے' باقی آسمانی کتابیں یک بارگی نازل کی گئی ہیں اور قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سال میں نازل کیا گیا ہے۔ اس کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمتیں ہم نے الفرقان: ۳۲ اور بنو اسرائیل: ۱۰۶ میں بیان کیں ہیں' ازاں جملہ یہ ہیں: قرآن کو نازل کرنے کے لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس بار بار آتے رہیں' وحی کا رابطہ آپ سے بار بار ہوتا رہے' مشرکین اور یہود و نصاریٰ آپ سے سوالات کرتے رہتے تھے اور ان کے جوابات میں آیات نازل ہوتی رہتی تھیں' صحابہ کرام بعض احکام کی وضاحت کے لیے سوال کرتے تھے' ان کے جواب میں آیات نازل ہوتی تھیں' ابتداء میں تمام احکام نازل نہیں کیے گئے تا کہ مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا دشوار نہ ہو' شراب اور جوئے کو بہ تدریج حرام کیا گیا' پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی' پھر فجر کی نماز بھی فرض کی گئی اور معراج کے موقع پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں' پہلے مشرکین کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم تھا' پھر ہجرت کے بعد جہاد فرض کیا گیا۔ اسی طرح اور بہت حکمتیں ہیں جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھ رہے ہو! O اور تم نے تکذیب کو اپنا رزق بنا لیا ہے O پس جب روح

Marfat.com

نرخرے تک پہنچ جائے O اور تم اس وقت (روح کو نکلتا ہوا) دیکھ رہے ہو O اور ہم اس (مرنے والے) کی بہ نسبت تم سے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے O پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو O تو تم اس روح کو لوٹاتے کیوں نہیں اگر تم سچے ہو O (الواقعہ: ۸۷۔۸۱)

مداھنت کا معنی

الواقعہ: ۸۱ میں ''مدھنون'' کا لفظ ہے' ''دھن'' کا اصل معنی تیل ہے اور اس سے مراد ہے: نرمی یعنی انسان کے باطن میں سختی ہو اور وہ نرمی اور لچک کا اظہار کرے اور ''مدھن'' سے مراد کافر یا منافق ہے' جو اپنے کفر کو چھپانے کے لیے نرمی کا اظہار کرے اور ''مداھنت'' ''تکذیب' کفر اور نفاق کو کہتے ہیں' جو مسلمان ذاتی مفاد کے لیے احکام شرعیہ کو چھپائے اور فساق فجار کے سامنے نرم رویہ کا اظہار کرے اس کو بھی ''مداھنت'' کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

''وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ O'' (القلم: ۹) کفار یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ ان کے معاملہ میں نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

یعنی آپ ان کے معبودوں کے متعلق نرمی کریں تو وہ بھی آپ کے خلاف سختی اور دشمنی نہ کریں۔

اور یہاں اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا تم اس قرآن سے اعراض کر رہے ہو اور اس کے کفر کرنے کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو۔

تکذیب کو رزق بنانے کی توجیہ اور آیت کا شان نزول

الواقعہ: ۸۲ میں فرمایا: اور تم نے تکذیب کو اپنا رزق بنا لیا ہے O

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے تکذیب کو اپنا شکر بنا لیا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے تم اللہ کی تکذیب کرتے ہو' اس آیت میں شکر کو رزق فرمایا ہے' کیونکہ رزق کا شکر کرنے سے اس میں زیادتی ہوتی ہے' اس اعتبار سے شکر بھی رزق ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اپنے رزق کی تکذیب کرتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بارش ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کو کچھ لوگ شکر کرنے والے تھے اور کچھ لوگ کفر کرنے والے تھے' جنہوں نے کہا: اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی وہ شکر کرنے والے تھے اور جنہوں نے کہا: فلاں' فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ کفر کرنے والے تھے۔

اور آپ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی: ''وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ O'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی تکذیب کرتے ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳' المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۹۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۵)

امام علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ بیان کرتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں نکلے اور ایک جگہ قیام کیا' لوگوں کو پیاس لگی اور وہاں پانی نہیں تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر میں نے تمہارے لیے دعا کی اور تمہارے لیے بارش ہو گئی تو تم کہو گے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ستاروں کا وقت تو نہیں ہے' آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو بادل امڈ آئے اور بارش ہو گئی اور وادیاں بہنے لگیں اور لوگوں نے اپنی مشکیں بھر لیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے' وہ پیالے میں پانی بھر کر کہہ رہا تھا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے اور یہ نہیں کہا کہ یہ اللہ سبحانہٗ کا دیا ہوا رزق ہے تو اللہ سبحانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ: ۸۲) اور تم اپنے رزق کی تکذیب کرتے ہو ○

(اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۷۳۔ ص ۴۲۳، الدر المنثور ج ۸ ص ۲۸)

یعنی اللہ نے جو تم کو رزق دیا ہے تم اس رزق کی اللہ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہو، میرے نزدیک آیت کا یہی معنی درست ہے، کیونکہ یہ معنی احادیث کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا اثبات اور مخلوق کی سلطنت کا ابطال

الواقعہ: ۸۴۔ ۸۳ میں فرمایا: پس جب روح نرخرے تک پہنچ جائے ○ اور تم (اس وقت) روح کو نکلتا ہوا دیکھ رہے ہو ○ ''حلقوم'' کا معنی معروف ہے، حدیث میں ہے کہ ملک الموت کے مددگار ہیں، وہ بہ تدریج روح کو نکالتے ہیں حتیٰ کہ روح حلقوم تک پہنچ جاتی ہے پھر وہ اس روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۱۸۵)

اور تم اس وقت میرے حکم اور میری سلطنت کا مشاہدہ کرتے ہو، ایک قول یہ ہے کہ تم اس وقت میت کو دیکھ رہے ہوتے ہو اور تم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: جب تم میں سے کسی شخص کی روح اس کے حلقوم تک پہنچ جائے اور تم اس شخص کے سامنے حاضر تھے تو تم نے اس کی روح کو اس کے جسم میں روک کیوں نہ لیا اور کیوں اس روح کو اس کے جسم سے نکلنے دیا حالانکہ تمہاری یہ شدید خواہش تھی کہ وہ تمہارے ساتھ کچھ اور دن زندہ رہتا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں مرنے والے سے خطاب ہے کہ اگر تجھ پر اللہ کا تصرف نہیں ہے اور تو خود مالک و مختار ہے تو جب تیری روح تیرے حلقوم تک پہنچ گئی تو تو نے اس کو اپنے جسم سے نکلنے سے روک کیوں نہ لیا۔

الواقعہ: ۸۷۔ ۸۵ میں فرمایا: اور ہم اس (مرنے والے) کی بہ نسبت تم سے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے ○ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو ○ تو تم اس روح کو لوٹاتے کیوں نہیں، اگر تم سچے ہو ○

یہ تین آیتیں پہلی دو آیتوں سے مربوط ہیں، یعنی ہم اپنے علم اور اپنی قدرت کے لحاظ سے تم سے بہت زیادہ قریب ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جو فرشتے تمہاری روح قبض کرتے ہیں وہ اس مرنے والے سے تمہاری بہ نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ان فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔

الواقعہ: ۸۶ میں ''غیر مدینین'' کا لفظ ہے، دین کا معنی ہے: اطاعت کرنا، یعنی اگر تم اللہ کے اطاعت گزار نہیں ہو اور دین سے مراد یوم آخرت اور یوم حساب بھی ہے، یعنی اگر قیامت کے دن تمہارے اعمال کا حساب نہیں ہو گا اور تم کو تمہارے اعمال کی جزاء نہیں دی جائے گی اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمہارے زعم کے موافق تم اللہ کی اطاعت کے پابند نہیں یا تم سے تمہارے اعمال کا حساب نہیں ہو گا تو تم اس مردے کی روح کو لوٹاتے کیوں نہیں، اگر تم سچے ہو؟ پس اگر تم سچے ہو تو جب اس مردے کی روح اس کے نرخرے تک پہنچ چکی ہے تو اس کو واپس اس کے بدن میں لوٹا دو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین میں سے ہے ○ تو اس کے لیے راحت ہے اور انعام والی جنت ہے ○ اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہے ○ تو (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے ○ اور اگر وہ (مرنے والا) تکذیب کرنے والا، گم راہوں میں سے ہے ○ تو اس کے لیے سخت کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے ○ اور دوزخ میں جلانا ہے ○ بے شک یہی ضرور حق الیقین ہے ○ پس آپ اپنے رب عظیم کی تسبیح کرتے رہیے ○ (الواقعہ: ۹۶۔ ۸۸)

Marfat.com

''رَوح'' اور'' ریحان'' کے معانی

اس سے پہلی آیتوں میں موت کے وقت مخلوق کی حالت اور کیفیت بیان فرمائی تھی اور اس سے اپنی حاکمیت اور سلطنت پر استدلال فرمایا تھا اور ان آیتوں میں قیامت کے دن مخلوق کے درجات بیان فرمائے ہیں' نیک لوگوں کے لیے اچھی مہمانی اور بداعمال لوگوں کے لیے عذاب پر مشتمل مہمانی کا ذکر فرمایا ہے اور اس سے اپنے وعدہ کے صدق اور ہر عیب سے بَری اور سبحان ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔

الواقعہ:۸۹۔۸۸ میں بتایا کہ اگر وہ مرنے والا نیک اور مؤمن ہو تو اس کو رحمت' راحت اور دائمی نعمتوں کی جنت ملے گی۔اس آیت میں ''رَوح'' کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:اس کا معنی دنیا کی راحت ہے۔حسن بصری نے کہا:اس کا معنی راحت ہے۔ضحاک نے کہا:اس کا معنی استراحت ہے۔قتبی نے کہا:اس کا معنی ہے:اس کے پاس قبر میں پاکیزہ اور خوشبودار ہوائیں آئیں گی۔ابوالعباس بن عطاء نے کہا:''رَوح'' کا معنی ہے:اس کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے خوشی ہو گی اور ''ریحان'' کا معنی ہے:وہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی وحی سے استفادہ کرے گا اور ''جنت نعیم'' سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محجوب نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رُوح'' (ر پر پیش) پڑھا اور فرمایا:اس سے مراد جنت میں بقاء اور حیات ہے اور رحمت سے یہی مراد ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۹۹۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۹۳۸' مسند احمد ج۶ ص ۶۴' المستدرک ج۲ ص ۲۳۶)

الربیع بن خثیم نے کہا:موت کے وقت مؤمن کو خوشبودار پھول سنگھایا جائے گا اور جنت اس کو قیامت کے بعد عطا کی جائے گی۔ابوالعالیہ نے کہا:مقربین میں سے کسی ایک کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ اسے خوش بودار پھولوں کی دوشاخیں دی جائیں گی' وہ ان کو سونگھے گا پھر اس کی روح قبض کر لی جائے گی۔

مؤمنوں پر فرشتوں کے سلام کے مواضع اور مقامات

الواقعہ:۹۱۔۹۰ میں فرمایا:اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے ہےO تو (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہےO

سلام کا معنی یہ ہے کہ تو اللہ کے عذاب اور سزا سے سلامت رہے گا اور تو غم اور اندوہ سے سلامت رہے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!دائیں طرف والے آپ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

دائیں طرف والوں پر چار مقامات میں سلام پیش کیا جائے گا:

(۱) ضحاک نے کہا:جب دنیا میں ملک الموت علیہ السلام اس کی روح قبض کریں گے تو اس کو سلام کریں گے'اس کی تصدیق اس آیت میں ہے:

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ (النحل:۳۲)

فرشتے جن نیکوکاروں کی ان کی پاکیزہ حالت میں روح قبض کرتے ہیں اور کہتے ہیں:تم پر سلام ہو۔

(۲) قیامت کے دن جب سب اٹھیں گے تو فرشتے مؤمنوں کو سلام کریں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ (الواقعہ:۹۱)

تو (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں

Marfat.com

طرف والوں میں سے ہےO

(۳) جنت میں دخول کے وقت فرشتے ان کو سلام کریں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ O (الزمر: ۷۳)

جو مؤمنین اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس آجائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو جنت کے محافظین ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو! تم خوش رہو' پس تم ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤO

(۴) جنت میں بھی ان پر سلام پیش کیا جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ (مریم: ۶۲)

وہ جنت میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے مگر ہر طرف سلام کی آوازیں سنیں گے۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ (الفرقان: ۷۵)

یہی وہ لوگ جن کو ان کے صبر کی جزاء میں جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے اور ان کو دعا اور سلام کے کلمات پہنچائے جائیں گےO

کافروں کے لیے آخرت میں عذاب کی مہمانی

الواقعہ: ۹۵ - ۹۳ میں فرمایا: اور اگر وہ (مرنے والا) تکذیب کرنے والا' گم راہوں میں سے ہےO تو اس کے لیے سخت کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہےO اور دوزخ میں جلانا ہےO بے شک یہی ضرور حق الیقین ہےO

یعنی اگر مرنے والا قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے کی تکذیب کرنے والا ہے اور ہدایت اور راہِ حق کو اختیار کرنے والا نہیں ہے تو اس کی مہمانی کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی اور اس کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

اور ہم نے کافر کی جو یہ جزاء بیان کی ہے یہ برحق ہے۔ حق اور یقین کا ایک معنی ہے: یعنی یہ محض اور خالص یقین ہے' مؤمن کو اس کا دنیا میں ہی یقین ہوتا ہے اور کافر کو اس کا یقین آخرت میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے اسم کی تسبیح کی توجیہات

الواقعہ: ۹۶ میں فرمایا: پس آپ اپنے ربِ عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہیےO

یعنی کفار اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف جن عیوب اور قبائح کی نسبت کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے اسم سے ان کی برأت بیان کیجئے' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ O'' (الواقعہ: ۹۶) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو اور جب ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى O'' (الاعلیٰ: ۱) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۶۹)

تسبیح کا معنی ہے: جو چیز اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی برأت بیان کرنا' اب یہاں پر یہ سوال ہے کہ مقصود تو یہ ہے کہ عیوب اور قبائح سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی برأت بیان کی جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسم کی عیوب سے برأت بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات کی عیوب سے برأت بیان کرنا مقصود ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم کی بھی عیوب اور قبائح سے برأت بیان کرنا مطلوب ہے' کیونکہ مشرکین اپنے باطل

Marfat.com

خداؤں پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اطلاق کرتے تھے مثلاً وہ بتوں کو نافع اور ضار (ضرر پہنچانے والا) کہتے تھے اور بتوں کے نام کی دہائی دیتے تھے اور ان کو رازق اور مدبّر مانتے تھے تو آپ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کی تنزیہ بیان کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور بتوں میں کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں ہے وہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں نہ کسی کو دیکھ سکتے ہیں نہ عبادت کرانے کا استحقاق رکھتے ہیں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات میں بتوں کی شرکت کی نفی کیجئے اور بتوں کی شرکت سے اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات کی برأت بیان کیجئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کے نزدیک عظیم ہوتا ہے وہ اس کے نام کی بھی تعظیم کرتا ہے اور اس کے نام کو تعظیم سے لیتا ہے اور اس کے نام کو قبیح صفات سے بَری کرتا ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے نام کو عزت والی جگہ میں لیتا ہے اور مبتذل جگہ اور مبتذل حال میں اس کا نام نہیں لیتا' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ بیت الخلاء (واش روم) اور حمام (باتھ روم) میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے اسی طرح قضاء حاجت اور جماع کے وقت اللہ کا نام نہ لے اسی طرح کسی معصیت اور گناہ کا کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے اور صرف پاک جگہ اور نیک کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے۔

رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھنے کی توجیہ

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''سبحان ربی العظیم'' کو رکوع میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کو سجدہ میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' میں ''سبحان ربی العظیم'' کی بہ نسبت زیادہ تنزیہ ہے کیونکہ ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ○'' (الواقعہ:۹۶) کا معنی یہ ہے کہ آپ کے رب کا اسم فی نفسہٖ عظیم ہے اور ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ○'' (الاعلیٰ:۱) کا معنی یہ ہے کہ آپ کے رب کا اسم تمام اسماء سے زیادہ اعظم اور اعلیٰ ہے' اس لیے اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم کی زیادہ تنزیہ اور تسبیح مطلوب ہے اور رکوع کی بہ نسبت سجدہ میں بندہ کا اللہ سے زیادہ قرب ہوتا ہے' اس لیے سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنے کا حکم فرمایا اور رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' کہنے کا حکم فرمایا اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قرب کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو پس تم (سجدہ میں) بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۷۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۷۳۸)

اس حدیث کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (العلق:۱۹) اور سجدہ کر اور (ہم سے) قریب ہو جا ○

نیز عبادت سے مقصود اللہ کے سامنے تذلل اور عجز و انکسار کا اظہار ہے اور غایتِ تذلل اور انتہائی عجز و انکسار سجدہ میں ہوتا ہے' قیام میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے' رکوع میں اس کے سامنے جھک جاتا ہے اور سجدہ میں اس کے سامنے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور جو جگہ پیروں تلے آتی ہے' وہاں اپنا سر رکھ دیتا ہے' سو اسی رکن میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب ہے' سو اسی رکن میں اللہ تعالیٰ کے اسم کی سب سے زیادہ تنزیہ' تقدیس اور تسبیح لائق ہے تو اسی میں کہنا چاہیے: ''سبحان ربی الاعلیٰ''۔

Marfat.com

سورۃ الواقعہ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج مورخہ ۲۰ شوال ۱۴۲۵ھ/ ۳ دسمبر ۲۰۰۴ء بہ روز جمعہ بعد نماز مغرب سورۃ الواقعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ ۵ نومبر ۲۰۰۴ء کو سورۃ الواقعہ کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح اٹھائیس دنوں میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی' نومبر کے مہینہ میں معمول سے کم کام ہوا' کولیسٹرول بڑھا رہا جس کی وجہ سے کمر میں درد بہت زیادہ رہا اور چونکہ لکھنے کا کام بیٹھ کر کیا جاتا ہے اور جب کمر میں درد ہو تو بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے' اس لیے لکھنے کا کام متاثر ہوا۔

محترمہ ثمینہ بہن مجھے برسٹل برطانیہ سے دوائیں بھیجتی ہیں جن کی وجہ سے مجھے کافی افاقہ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت کے تمام امراض' مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے اور ان کو صحت اور توانائی عطا فرمائے اور دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے' اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرادی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادے اور اس تفسیر کو تا روزِ قیامت مرغوب اور فیض آفریں رکھے' میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ کی' ''تبیان القرآن'' کے ناشرین' معاونین اور قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین' والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ الحدید

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الحدید ہے' اور الحدید کا ذکر اس سورت کی اس آیت میں ہے:

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (الحدید: ۲۵) اور ہم نے لوہے کو نازل کیا' اس میں بہت قوت ہے اور لوگوں کے اور بھی فائدے ہیں۔

''الحدید'' کا لفظ حسب ذیل آیت میں بھی آیا ہے:

اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ. (الکہف: ۹۶) (ذوالقرنین نے کہا:) مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو۔

مگر اس سورت کا نام ''الحدید'' نہیں رکھا گیا' کیونکہ اوّلاً تو وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' ثانیاً: وہاں لوہے کا ذکر بہ طور معدن نہیں ہے اور نہ اس کے خواص اور فوائد بیان فرمائے' بلکہ اس سورت میں اصحاب الکہف کا ذکر اہمیت کا حامل تھا' اس لیے اس سورت کا نام الکہف رکھا گیا' ثالثاً: ہم پہلے کئی بار لکھ چکے ہیں کہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' کسی چیز کا جو نام رکھا جائے وہاں اس نام کی مناسبت ہونی چاہیے' یہ ضروری نہیں کہ جہاں وہ مناسبت پائی جائے وہاں اس چیز کا نام بھی ہو' اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ سورۃ الکہف میں بھی الحدید کا ذکر ہے تو اس کا نام الحدید کیوں نہیں رکھا گیا؟

ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۷ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۵ ہے۔

سورت الحدید کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور دونوں طرف کی احادیث

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے' جمہور کا قول یہ ہے کہ سورۃ الحدید مدنی ہے۔

علامہ عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

نقاش نے کہا کہ سورۃ الحدید کے مدنی ہونے پر مفسرین کا اجماع ہے اور دوسروں نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے۔

ابن عطیہ نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس میں مدنی آیات ہیں' لیکن اس کی شروع کی آیات مکی آیات کے مشابہ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سورۃ الحدید کی ابتدائی چھ آیات میں ہے اور ان کو پڑھنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱۵ ص ۳۹۶' المکتبۃ التجاریۃ' مکہ مکرمہ)

سورۃ الحدید کے مکی ہونے کی ایک دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ مشہور تو یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ کر اسلام سے متاثر ہوئے اور ایمان لائے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۲۔ رقم الحدیث: ۴۳۴' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۹' تاریخ دمشق جزء ۴۷ ص ۵۷) اور بعض احادیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات پڑھ کر اسلام سے متاثر ہوئے اور ایمان لے آئے' اس حدیث کی مفصل روایت یہ ہے:

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زید بن اسلم اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیسے اسلام لایا؟ ہم نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھا' ایک دن میں سخت گرمی میں مکہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا' مجھے قریش کا ایک آدمی ملا' اس نے پوچھا: اے ابن الخطاب! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں فلاں فلاں کام سے جا رہا ہوں' اس نے کہا: تعجب ہے اے ابن الخطاب! تمہارے گھر میں ایک سنگین حادثہ ہو چکا ہے' میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تمہاری بہن مسلمان ہو چکی ہے! میں غضب ناک ہو کر لوٹا اور دروازہ کھٹکھٹایا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب ایک یا دو آدمی مسلمان ہوتے جن کے پاس کچھ مال نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ خوش حال آدمی کو ملا دیتے تا کہ وہ اس کا فالتو کھانا کھالیں' اور آپ نے میرے بہنوئی کے ساتھ دو آدمی ملا دیئے تھے' جب میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ میں نے کہا: عمر بن الخطاب' وہ جلدی جلدی مجھ سے چھپ گئے' ان کے سامنے ایک صحیفہ تھا جس کو وہ پڑھ رہے تھے' وہ جلدی میں اس کو اٹھانا بھول گئے' میری بہن نے دروازہ کھولا' میں نے کہا: اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو دین بدل چکی ہے؟ اور میرے ہاتھ میں جو چیز تھی وہ میں نے اس کے سر پر ماری' اس کے سر سے خون بہنے لگا' وہ خون دیکھ کر رونے لگی' اس نے کہا: اے ابن الخطاب! تو نے جو کرنا ہے سو کر' میں دین بدل چکی ہوں۔ میں تخت پر بیٹھ گیا تو گھر کے درمیان میری نظر صحیفہ پر پڑی' میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ مجھے اٹھا کر دو' میری بہن نے کہا: تم اس کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو' تم غسل جنابت نہیں کرتے اور پاک لوگوں کے سوا اس کو کوئی چھو نہیں سکتا' میں مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا اس میں لکھا ہوا تھا: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' میں جب اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کسی اسم پر سے گزرتا تو میں ڈر جاتا' میں نے وہ صحیفہ رکھ دیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا' میں اس کو اٹھا کر پڑھنے لگا' اس میں لکھا ہوا تھا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الحدید:۱) آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔

پھر میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کسی اسم کو پڑھتا تو ڈر جاتا' میں اپنے دل میں سوچنے لگا' پھر میں اس کو پڑھنے لگا اور اس آیت پر پہنچا:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ (الحدید:۷)

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور خیرات کریں' ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے ۝

تب بے اختیار میں نے کہا: ''اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسوله'' تب وہ چھپے ہوئے لوگ بھی دوڑ کر آئے اور مجھ سے ملے اور کہا: اے ابن الخطاب! مبارک ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی: اے اللہ! دو آدمیوں میں سے جو تجھ کو زیادہ محبوب ہو' اس کی وجہ سے دین کو غلبہ عطا فرما' ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب اور ہمیں امید ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہو' پس تم کو بشارت ہو' پھر میں نے کہا: مجھے بتاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ صفا کے نیچے ایک گھر میں ہیں' میں نے اس گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا' مسلمانوں کو معلوم تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر مخالف ہوں' اس لیے کوئی دروازہ کھولنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا' حتیٰ کہ آپ نے

Marfat.com

فرمایا: دروازہ کھول دو' اگر اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے تو اس کو ہدایت دے گا' انہوں نے دروازہ کھول دیا اور دو آدمی مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے' آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! اللہ تمہیں ہدایت دے' اسلام کو قبول کرلو! پس میں نے کہا: ''اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه و ان محمدًا عبدهٗ و رسولهٗ'' ۔ پھر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کی آواز مکہ کے راستوں میں سنی گئی' اس سے پہلے وہ چھپے ہوئے تھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۸۔۲۱۶ 'ملخصاً' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۷ ص ۵۶ 'الدر المنثور ج ۸ ص ۴۷)

حافظ ابوبکر احمد عمرو البزار المتوفی ۲۹۲ ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۱ ص ۴۰۳۔۴۰۰ 'رقم الحدیث: ۲۷۹ 'مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ ھ)

(کشف الاستار رقم الحدیث: ۲۴۹۳ 'حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں اسامہ بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۵۔۶۳)

حضرت عمر سورۃ الحدید کی ۱۰۔۱ آیات پڑھ کر اسلام لائے اور حضرت عمر مکہ میں بعثت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے اس لیے کہا گیا ہے کہ سورۃ الحدید مکی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء میں اسلام لائے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے کے (چار سال بعد) ہم پر اس آیت سے عتاب کیا گیا:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ . کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل' اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جائیں۔ (الحدید: ۱۶)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۲۷ 'المستدرک ج ۲ ص ۴۷۹)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الحدید مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الحدید مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۶ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کی مذکور الصدر روایات' ان احادیث کے معارض ہیں جن سے سورۃ الحدید کا مکی ہونا ثابت کیا گیا ہے' لیکن ''صحیح مسلم'' میں جو حضرت ابن مسعود کی روایت ہے' وہ ان پر راجح ہے' تاہم ان میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ سورۃ الحدید کی شروع کی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جیسا کہ حضرت عمر کے اسلام لانے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کی باقی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں اور چونکہ اس کی اکثر آیات مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں اس لیے جمہور نے اس سورت کو مدنی کہا ہے۔

جس آیت سے اس سورت کا مدنی ہونا متعین ہوتا ہے' وہ یہ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ . تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح (مکہ یا حدیبیہ) سے پہلے (راہِ حق میں) خرچ کیا اور قتال کیا۔ (الحدید: ۱۰)

ظاہر ہے کہ مکہ میں قتال اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا' جہاد مدینہ منورہ میں فرض ہوا ہے' اس لیے یہ آیت لامحالہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ سیوطی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس سورت کی ابتدائی آیات مکی ہیں۔ (الاتقان ج ۱ ص ۶۶)

Marfat.com

سورت الحدید کی فضیلت

اس سورت کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:
حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے المسبحات (تسبیح کی آیات) کو پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا: ان میں ایک آیت ہزار آیات سے افضل ہے (المسبحات سے مراد: الحدید' الحشر' الصف' الجمعہ اور التغابن ہیں)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۵۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۵۴۹)

سورۃ الحدید کے مشمولات

☆ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے جلال' اس کی صفاتِ عظیمہ' اس کی وسعتِ قدرت' اس کے تصرف کا عموم' اس کے علم کا محیط ہونا اور اس کے وجوب وجود کو بیان کیا گیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور ان کے لائے ہوئے پیغام پر اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لایا جائے۔

☆ قرآن مجید میں جو ہدایت ہے اور نجات کا راستہ ہے' اس پر تنبیہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مخلوق پر اس کی شفقت کو یاد دلایا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ترغیب دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ مال تو خرچ ہونے والی چیز ہے اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر وثواب ہے۔

☆ مسلمانوں کو اس سے ڈرایا ہے کہ وہ اس طرح سخت دل نہ ہو جائیں جس طرح ان سے پہلے لوگ سخت دل ہو گئے تھے اور انہوں نے ہدایت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کی بناء پر ان میں سے اکثر لوگ فسق میں مبتلا ہو گئے۔

☆ یہ بتایا ہے کہ اس دنیا سے زیادہ دل نہ لگاؤ یہ فانی ہے اور تم نے دنیا میں جو کچھ کیا ہے اس کی جواب دہی کے لیے قیامت میں پیش ہونا ہے۔

☆ مصائب اور ناگہانی آفات پر صبر کرنا چاہیے اور یہ بتایا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے میں کیا حکمت ہے۔

☆ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کی مثل ہے' جس طرح ان کی ذریت میں ہدایت یافتہ بھی تھے اور فاسق بھی تھے' اسی طرح آپ کی امت میں بھی ہیں۔

سورۃ الحدید کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے بارِ الٰہ! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم التفسیر والحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۲۱ شوال ۱۴۲۳ھ/ ۴ دسمبر ۲۰۰۴ء

Marfat.com

سورۃ الحدید مدنی ہے (۵۷) آیاتہا ۲۹ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الحدید مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیات چار رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ۝

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ

قادر ہے ۝ وہی اوّل اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ

چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝ اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

پیدا فرمایا، پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا، وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ

جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور زمین سے خارج ہوتی ہیں اور جو آسمان سے اترتی ہیں اور جو آسمان میں چڑھتی

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

ہیں، اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو، اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ۝ آسمانوں اور زمینوں

وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

میں اسی کی حکومت ہے، اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ۝ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا

دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ۝ اللہ پر ایمان لاؤ

Marfat.com

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ط

اور اس کے رسول پر، اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے،

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا

پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور خیرات کریں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے O اور تمہیں کیا ہو گیا ہے

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (یہ) رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ

اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی

اور بے شک اللہ تم سے پکا عہد لے چکا ہے اگر تم مؤمن ہو O وہی ہے جو اپنے (مکرم) بندے

عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَاِنَّ

پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے، بے شک

اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۹ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اللہ تم پر بہت شفقت کرنے والا، بے حد مہربان ہے O اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ

حالانکہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی وراثت ہے، (اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ

جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت

اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ط وَاللّٰهُ بِمَا

بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا، اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا

تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۱۰ ع ۱۷/۱

وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہےO وہی اوّل اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO (الحدید: ۳۔۱)

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام

زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ کی تمجید اور تعظیم کرتی ہے اور عیوب اور قبائح سے اس کے بَری ہونے کو بیان کرتی ہے' خواہ وہ چیز جان دار ہو یا بے جان ہو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی کئی اقسام ہیں' اس کی ذات کی عیوب سے برأت بیان کرنا' اس کی صفات کی عیوب سے برأت بیان کرنا' اس کے افعال کی عیوب سے برأت بیان کرنا' اس کے اسماء کی عیوب سے برأت بیان کرنا اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت بیان کرنا۔

اس کی ذات کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے اور اس کی ذات امکان اور حدوث کے عیب سے بَری ہے اور اس کی ذات واحد ہے اور وہ شرکت اور کثرت کے عیب سے بَری ہے' کیونکہ اگر واجب الوجود متعدد ہوں تو ان میں نفس وجوب مشترک ہوگا اور کوئی امر ممیز ہوگا اور جو چیز دو چیزوں سے مرکب ہو وہ ممکن اور حادث ہوتی ہے' واجب اور قدیم نہیں ہوتی۔

اور اس کی صفات کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ جہل کے عیب سے بَری ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور عجز کے عیب سے بَری ہے۔

اور اس کے افعال کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ وہ جس فعل کا ارادہ کرے اس کو کر گزرتا ہے' اس کے افعال زمان پر موقوف ہیں نہ مکان پر' مادے پر نہ اس کی استعداد پر' وہ کسی چیز کے متعلق فرماتا ہے: ''ہو'' سو وہ ہو جاتی ہے۔

اس کے اسماء کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کے تمام اسماء حسنیٰ ہیں' اور اس کے اوپر کسی ایسے اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے جس میں کسی وجہ سے نقص اور عیب ہو بلکہ اس پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا ذکر قرآن اور احادیث میں آ گیا ہو اور محض اپنی عقل سے اس پر کسی اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

اور اس کے احکام کی عیوب سے برأت یہ ہے کہ اس کا ہر حکم کسی حسن' خوبی اور مصلحت پر مبنی ہے' اس کا کوئی حکم عبث اور بے فائدہ نہیں ہے اور یہ محض اس کا فضل اور احسان ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۴۱' ملخصاً و موضحاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس سے مراد تسبیح حالی ہے یا تسبیح قولی ہے' امام فخر الدین رازی کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد تسبیح حالی ہے اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس سے مراد تسبیح قولی ہے' بنی اسرائیل: ۴۴ میں اس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے' اس کے لیے دیکھئے: ''تبیان القرآن'' ج ۶ ص ۷۲۶' ۷۲۳۔

اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں

الحدید: ۲ میں فرمایا: آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہےO

اللہ تعالیٰ برحق حاکم ہے وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر چیز سے مستغنی ہے اور اس کے ماسوا ہر چیز اپنی ذات اور صفات

Marfat.com

میں اس کی طرف محتاج ہے۔
وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر چیز سے مستغنی ہے کیونکہ وہ واجب الوجود اور قدیم ہے' اگر وہ کسی کا محتاج ہوتا تو ممکن اور حادث ہوتا' واجب اور قدیم نہ ہوتا اور اس کے ماسوا ہر چیز اپنی ذات اور صفات میں اس کی محتاج ہے کیونکہ اس کے ماسوا ہر چیز ممکن اور حادث ہے' اور ممکن اور حادث کو وہی بلاواسطہ وجود میں لا سکتا ہے' جو خود ممکن اور حادث نہ ہو بلکہ واجب اور قدیم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی واجب اور قدیم نہیں ہے' اس لیے ہر چیز اس کی طرف محتاج ہے۔
وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' یعنی دنیا میں لوگوں کو مارتا ہے اور قیامت کے بعد سب کو حشر اور حساب و کتاب کے لیے زندہ کرے گا اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا والوں کی موت اور حیات پر وہی قادر ہے' اس لیے وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اوّل' آخر' ظاہر اور باطن ہونے کے معانی اور محامل

الحدید: ۳ میں فرمایا: وہی اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O
حکماء نے تقدم کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) تقدم بالتاثیر' اس میں مقدم کی مؤخر میں تاثیر ہوتی ہیں لیکن مقدم مؤخر کے لیے علت تامہ نہیں ہوتا' جیسے قلم کی حرکت پر ہاتھ کی حرکت مقدم ہے۔
(۲) تقدم طبعی' اس میں مقدم کی مؤخر میں تاثیر نہیں ہوتی' جیسے ایک کا تقدم دو پر۔
(۳) تقدم بالشرف ہے' جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم تمام انبیاء پر یا حضرت ابوبکر کا تقدم تمام صحابہ پر۔
(۴) تقدم بالترتیب' جیسے نماز میں امام کا تقدم پہلی صف پر اور پہلی صف کی تقدیم دوسری صف پر و علیٰ ھذا القیاس۔
(۵) تقدم بالزمان' یعنی متقدم پہلے زمانہ میں ہو اور متاخر اس کے بعد کے زمانہ میں ہو' جیسے طوفانِ نوح ہم پر مقدم ہے۔
(۶) زمانہ کے بعض اجزاء کا بعض پر تقدم جیسے پہلی صدی ہجری دوسری صدی ہجری پر مقدم ہے اور دوسری تیسری پر و علیٰ ھذا القیاس۔

اور اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے لیے محتاج الیہ ہے اور تمام کائنات اس کی محتاج ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ سب سے اوّل ہے اور سب مخلوق اس کے بعد ہے۔
اللہ تعالیٰ آخر ہے کیونکہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو فنا کر دے گا' سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے بعد باقی رہے گا' اس لیے وہ آخر ہے' اس کے بعد وہ سب چیزوں کو دوبارہ موجود کر دے گا اور ان کو ہمیشہ باقی رکھے گا۔
اور اللہ ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ دلائل کے اعتبار سے سب پر ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ باطن ہے' یعنی انسان کے حواس سے باطن ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اوّل' آخر' ظاہر اور باطن ہونے کی یہ تفسیر فرمائی ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو اوّل ہے' تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے اور تو آخر ہے' تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے اور تو باطن ہے تیرے سوا کوئی چیز نہیں ہے' پس تو ہمارا قرض ادا کر دے اور ہم کو فقر سے بے پروا کر دے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۱۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۷۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۳۷)

Marfat.com

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے فرمایا: احسن قول یہ ہے کہ ''الاوّل'' سے مراد یہ ہے: جس کی ابتداء نہ ہو اور ''الاخر'' سے مراد یہ ہے کہ جس کی انتہاء نہ ہو اور ''الظاھر'' سے مراد ہے: جو بلا حجاب ہو اور ''الباطن'' سے مراد ہے: جو بلا اقتراب ہو (جو مستور ہو)' دوسرا قول یہ ہے: ''الاوّل'' سے مراد ہے: ابتداء اور آخر سے مراد ہے: انباء (خبر دینا)' ظاہر سے مراد ہے: وہ دلائل سے ظاہر ہے اور باطن سے مراد ہے: وہ ادراکات سے باطن ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ اوّل سے مراد ہے: وہ قدیم ہے' آخر سے مراد ہے: وہ باقی ہے' ظاہر سے مراد ہے: وہ غالب ہے اور باطن سے مراد ہے: وہ مخلوق کے لیے لطیف اور رفیق ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

''الظاھر'' اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے' اس کا معنی ہے: وہ غالب ہے اور اس کی قدرت کامل ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ دلائل قطعیہ کے اعتبار سے ظاہر ہے اور باطن کا معنی ہے: وہ اپنی مخلوق سے مستور ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ پوشیدہ چیزوں کا عالم ہے۔

علامہ ابوبکر بن الباقلانی نے کہا: ''الاخر'' کا معنی ہے: وہ اپنے علم اور اپنی قدرت اور اپنی دیگر صفاتِ ازلیہ کے ساتھ باقی ہے اور وہ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد بھی اپنی صفات کے ساتھ باقی رہے گا اور مخلوق کے علوم اور ان کی قدرت اور ان کے حواس باقی نہیں رہیں گے۔

معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاخر'' سے اپنے مذہب کو ثابت کیا ہے کہ تمام اجسام بالکل فنا ہو جائیں گے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی بالکلیہ فنا ہو جائیں گی اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا اور یہ اہل حق کے مذہب کے خلاف ہے' اہل حق یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کے فنا ہونے سے ان کا عدم مراد نہیں ہے۔

(شرح مسلم للنواوی مع مسلم ج ۱۱ ص ۶۸۱۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اوّل' آخر' ظاہر' باطن کے معانی اور محامل میں ایک اور تقریر یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کے اوّل ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ قدیم بلا ابتداء ہے اور اس کے آخر ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور وہ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا اور اس کے ظاہر ہونے کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت ظاہر آیات دلالت کرتی ہیں اور اس کا معنی قاہر' غالب اور کامل القدرۃ بھی ہے اور باطن کا معنی یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حواس اور ان کے ادراکات سے چھپا ہوا ہے۔

نیز فرمایا: اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' اس کو ان سب چیزوں کا علم ہے جو ہو چکی ہیں اور جو ہونے والی ہیں' اور اس کا علم غیر متناہی بالفعل ہے اور اس کے علم کی وسعت کا اندازہ کرنا انسان کی عقل سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا' پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا' وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور زمین سے خارج ہوتی ہیں اور جو آسمان سے اترتی ہیں اور جو آسمان میں چڑھتی ہیں اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے' اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں O وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O (الحدید: ۶۔۴)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر دلائل اور نظائر

الحدید: ۴ میں فرمایا: اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا' پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایاO

زمینوں اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنانے کی حکمت' چھ دنوں کی تفصیل میں احادیث کا اضطراب اور معتبر حدیث کی تعیین' عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا مؤقف' استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے مخالفین' استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے موافقین' استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور متاخرین علماء کا مؤقف' ان تمام امور پر ہم الاعراف: ۵۴ کی تفسیر میں ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۱۶۸۔۱۵۵ میں لکھ چکے ہیں۔

اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں۔

پھر فرمایا: وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں' یعنی بارش اور سیلاب کا پانی یا وہ بیج جس کو کسان زمین میں دباتے ہیں۔

نیز فرمایا: اور زمین سے خارج ہوتی ہیں' یعنی زمین سے جو زرعی پیداوار نکلتی ہے اور دانے اور پھل نکلتے ہیں۔

اور جو آسمان سے اترتی ہیں: جیسے بارش ہوتی ہے اور اولے برستے ہیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مخلوق کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اور جو آسمان میں چڑھتی ہیں' اس سے مراد بندوں کے نیک اعمال ہیں جن کو فرشتے آسمان پر لے کر جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو' یعنی تم اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو۔

اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے' وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے' اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

بہ ظاہر اس آیت میں تعارض ہے' اس آیت کے شروع میں فرمایا: اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اس لیے اس آیت کے ان دو فقروں میں تاویل اور تطبیق ضروری ہے' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر جلوہ فرما ہے اور وہ اپنی صفت علم اور قدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے' تم جہاں کہیں بھی ہو اس کو تمہارا علم ہے اور وہ ہر طرح تم پر قادر ہے' اسی لیے محققین نے کہا: ہم نے ہر چیز سے پہلے اللہ کو دیکھا' اور متوسطین نے کہا: ہم نے ہر چیز کے ساتھ اللہ کو دیکھا اور علماء ظاہر نے کہا: ہم نے ہر چیز کے بعد اللہ کو دیکھا۔

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ اوّل' آخر' ظاہر اور باطن ہے' یعنی تمام ممکنات اس کے زیر قدرت اور زیرِ تصرّف ہیں' پھر فرمایا: عرش اور زمین اور آسمان سب اس کے زیرِ سلطنت ہیں' پھر فرمایا: وہ اپنے علم اور قدرت سے تم سب کے ساتھ ہے اور وہ ہمارے ظاہر اور باطن کو خوب جاننے والا ہے۔

الحدید: ۵ میں فرمایا: آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے اور تمام اُمور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیںO

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر ونشر پر دلیل قائم کی ہے۔

الحدید: ۶ میں فرمایا: وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہےO

جو ذات ایسی وسیع قدرت اور ایسے علم محیط کی مالک ہے' وہی اس چیز کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' اس کی آیت کی مکمل تفسیر آل عمران: ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر' اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے' پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور خیرات کریں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے O اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (یہ) رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک اللہ تم سے پکا عہد لے چکا ہے اگر تم مؤمن ہو O وہی ہے جو اپنے (مکرم) بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے' تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے' بے شک اللہ تم پر بہت شفقت کرنے والا' بے حد مہربان ہے O (الحدید: ۹۔۷)

اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے

الحدید: ۷ میں فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے O

یعنی تم اس کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ تمام جہان کا خالق' مالک اور واحد مستحق عبادت ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور وہ جو اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اور بتوں کی عبادت کرنا اور ان کو مدد کے لیے پکارنا اور ان کے نام کی دہائی دینا جائز نہیں ہے۔

اور اس آیت میں اللہ کی راہ میں جس مال کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کی راہ میں اور اس کی عبادات میں خرچ کرنا مراد ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندے کے لیے اپنے مال کو صرف اس جگہ خرچ کرنا جائز ہے' جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کو ثواب میں جنت عطا فرمائے گا' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مال کو خرچ کیا اور اس پر مال کو خرچ کرنا اس طرح آسان اور خوش گوار ہوا جس طرح وہ اپنی ضروریات پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تمہارے پاس جو اموال ہیں وہ حقیقت میں تمہارے نہیں ہیں اور ان اموال میں تمہاری حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کسی نائب اور وکیل کی ہوتی ہے' سو تم اس مہلت اور فرصت کو غنیمت جانو اور اس سے پہلے کہ وہ مال تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تم اس مال کو ان مصارف میں خرچ کر دو جن مصارف میں مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

میثاق کے محامل

الحدید: ۸ میں فرمایا: اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے' حالانکہ (یہ) رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ O

یعنی ایمان نہ لانے کے تمام حیلے اور بہانے زائل کیے جا چکے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل اور شعور عطا کیا ہے' اور اس خارجی کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت' تخلیق اور توحید پر بے شمار دلائل قائم کیے ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں بھی اس کی ذات اور صفات پر بہت نشانیاں ہیں' پھر ان دلائل اور نشانیوں پر ہمارے رسول تمہیں متوجہ اور متنبہ کر رہے ہیں' سو تم پر حجت تمام ہو چکی ہے اور ایمان نہ لانے کے لیے اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں ہے۔

پھر فرمایا: اور بے شک اللہ تم سے پکا عہد لے چکا ہے' اگر تم مومن ہو۔

اس میثاق اور پکے عہد کی دو تفسیریں ہیں:

Marfat.com

(۱) عطاء مجاہد اور کلبی نے کہا: اس میثاق سے مراد وہ میثاق ہے جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا اور فرمایا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى ۚ (الاعراف: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں!

امام رازی نے اس قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میثاق کے بعد لوگوں کے لیے یہ عذر ہو سکتا تھا کہ ہم اس میثاق کو بھول چکے تھے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر دوبارہ ان کو یاد دہانی کرائی۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عقلوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر صاحبِ نشان تک پہنچ سکیں۔

(۳) انبیاء علیہم السلام اور ہر دور میں علماء مبلغین نے لوگوں کو پیغام حق سنایا' اس میثاق سے یہی پیغام مراد ہے۔

الحدید: ۹ میں فرمایا: وہی ہے جو اپنے (مکرم) بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے' تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے' بے شک اللہ تم پر بہت شفقت کرنے والا' بے حد مہربان ہے O

اس آیت میں واضح آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ معجزات ہوں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت کے ثبوت میں پیش فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' حالانکہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی وراثت ہے (اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا' جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا' ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا درجہ ہے' جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا' اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O (الحدید: ۱۰)

جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا زیادہ اجر و ثواب ہوتا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر مذمت کی گئی ہے' یعنی تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کون سی چیز منع کرتی ہے اور کون سی چیز تم کو اللہ کا قرب حاصل کرنے سے روکتی ہے' جب کہ تم اس دنیا میں اس مال کو یوں ہی چھوڑ کر مر جاؤ گے اور یہ مال تمہارے کسی کام نہیں آئے گا اور اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو تمہارے مرنے کے بعد بھی تمہیں اس مال سے نفع پہنچے گا۔

اس کے بعد فرمایا: (اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا۔

اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور شعبی اور زہری نے یہ کہا کہ اس سے مراد فتح حدیبیہ ہے۔ قتادہ نے کہا: جن مسلمانوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور کفار سے قتال کیا' وہ ان مسلمانوں سے بہت افضل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور کفار سے قتال کیا' کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان بہت کمزور تھے اور بہت ضرورت مند تھے اور اس وقت ان کے لیے مال خرچ کرنے میں اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے میں بہت مشقت تھی اور جس عبادت میں جتنی زیادہ مشقت ہو اس کا اجر و ثواب اسی قدر زیادہ ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے زیادہ

Marfat.com

فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس عمل میں سب سے زیادہ مشقت ہو۔ (النہایہ ج ۱ ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن عمرہ کا اجر تمہارے خرچ کرنے اور تمہاری مشقت کے اعتبار سے ملے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۸۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۸۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو تنگ دست آدمی مشقت برداشت کر کے دے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۷' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے درجہ میں رکھیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۸۲۶)

اور سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا:

مروا ابا بکر فلیصل بالناس. ابوبکر سے کہو: وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۱۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۸۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت میں سب سے بڑے درجہ پر فائز ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر کو نماز کی امامت کے درجہ میں رکھا اور کسی کو اس درجہ میں نہیں رکھا گیا اور نماز کی امامت کا درجہ سب سے بڑا درجہ ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ کے دشمنوں سے قتال کیا وہ بعد والوں سے بہت زیادہ افضل ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لیے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابوبکر تھے اور اسلام کے لیے نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کے ذکر کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں' نیز خرچ کرنا باب رحمت ہے اور قتال کرنا باب غضب سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سبقت رحمتی غضبی. میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔

(مسند حمیدی رقم الحدیث: ۱۱۲۶)

لہٰذا خرچ کرنے والا قتال کرنے والے پر سابق ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرنے والے تھے کیونکہ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ (الدھر: ۸) اور جو اللہ کی محبت میں مسکین کو' یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○

تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام کی راہ میں مال خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر بہت زیادہ مال خرچ کیا ہو اور یہ چیز صرف حضرت ابوبکر کے لیے ثابت ہے نیز امام واحدی نے ''البسیط'' میں

Marfat.com

ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لیے سب سے پہلے قتال کیا' کیونکہ اسلام کے ظہور کی ابتداء میں حضرت علی چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہ تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت شیخ اور مقدم تھے اور اسی وقت وہ اسلام کی مدافعت کرتے تھے' حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت تک پہنچے۔

علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص پہلے اسلام لایا اور جس نے پہلے جہاد کیا اور جس نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا' وہ بعد والوں سے افضل ہے' کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا عظیم موقع حاصل ہوا اور اس نے اس وقت مال خرچ کیا جب مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس وقت مسلمانوں کو مدد اور معاونت کی بہت ضرورت تھی' اس کے برخلاف فتح مکہ کے بعد اسلام قوی ہو چکا تھا اور کفر بہت ضعیف تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۵۳۔ ۴۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس مضمون پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (التوبہ: ۱۰۰)

جو مہاجرین اور انصار (اسلام میں) سابق اور اوّل ہیں اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی' اللہ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی عظیم کامیابی ہے ○

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

محمد بن فضیل نے کہا: یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مال خرچ کیا اور سب سے پہلے اسلام کے لیے قتال کیا۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے لیے تلوار اٹھائی۔ عطاء نے کہا: جنت کے مختلف درجات ہیں اور جس نے سب سے پہلے اسلام کے لیے خرچ کیا اور تلوار اٹھائی' وہ لوگ سب سے افضل درجہ میں ہوں گے۔ الزجاج نے کہا: کیونکہ متقدمین نے بعد والوں کی بہ نسبت اسلام کے لیے بہت زیادہ مشقت اٹھائی ہے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث

حسب ذیل احادیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی دلیل ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی رفاقت اور اپنے مال سے سب سے زیادہ (دنیا میں) مجھ پر احسان کیا وہ ابوبکر ہیں' اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا' لیکن (اس کے ساتھ) اسلام کی اخوت اور محبت ہے اور ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۰)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: میرے لیے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ' تاکہ میں ان کے لیے ایک مکتوب لکھ دوں' کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی خلافت کا مستحق ہوں اور کوئی نہیں ہے' اور اللہ اور مومنین غیر ابوبکر کا انکار کر دیں گے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۲)

Marfat.com

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' سوا ابوبکر کے' کیونکہ ان کی ہم پر ایسی نیکی ہے جس کی جزاء ان کو اللہ قیامت کے دن دے گا اور کسی کے مال نے مجھے وہ نفع نہیں پہنچایا جو ابوبکر کے مال نے مجھے نفع پہنچایا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے کسی اور کو امام بنائیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے' پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا' پھر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی' حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ کو دیکھتا رہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

فضائل صحابہ میں احادیث

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔

صحابہ میں سے خواہ مقدم ہوں یا مؤخر ہوں' اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے' البتہ ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو' کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کردے تو وہ ان کے صدقہ کیے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱)

(۲) حضرت ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور آپ بہ کثرت آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے' سو آپ نے فرمایا: ستارے آسمان کے لیے امان ہیں' جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر اس کی وعید آجائے گی اور میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں' جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب کے پاس وہ چیز آجائے گی جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے اصحاب میری امت کی امان ہیں' جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت کے پاس وہ چیز آجائے گی جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۱)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس مسلمان کو آگ نہیں جلائے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا اس کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۸)

(۴) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ میرا قرن ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۵۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۹)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ

کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسن دے' تو اللہ اس قرض کو اس کے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے

Marfat.com

اَجۡرٌ كَرِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ يَوۡمَ تَرَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ يَسۡعٰى

عزت والا اجر ہے○ جس دن آپ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھیں گے

نُوۡرُهُمۡ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَبِاَيۡمَانِهِمۡ بُشۡرٰٮكُمُ الۡيَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ

کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے

مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۲﴾

جن کے نیچے سے دریا بہ رہے ہیں (تم ان میں) ہمیشہ رہنے والے ہو، یہی بہت بڑی کامیابی ہے○

يَوۡمَ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو

نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِكُمۡ ۚ قِيۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَكُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ؕ

ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر کوئی نور حاصل کرو،

فَضُرِبَ بَيۡنَهُمۡ بِسُوۡرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيۡهِ الرَّحۡمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنۡ

پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے

قِبَلِهِ الۡعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوۡنَهُمۡ اَلَمۡ نَكُنۡ مَّعَكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَ

باہر کی جانب عذاب ہوگا○ (منافق) ایمان والوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں!

لٰكِنَّكُمۡ فَتَنۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ وَتَرَبَّصۡتُمۡ وَارۡتَبۡتُمۡ وَغَرَّتۡكُمُ

لیکن تم نے اپنے آپ کو (نفاق کے) فتنہ میں ڈال دیا اور تم (مسلمانوں پر مصائب کا) انتظار کرتے رہے اور (دین میں) شک کرتے

الۡاَمَانِىُّ حَتّٰى جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۱۴﴾ فَالۡيَوۡمَ

رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں فریب میں مبتلا رکھا، حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ پہنچا، اور (شیطان نے تمہیں) فریب میں مبتلا رکھا○

لَا يُؤۡخَذُ مِنۡكُمۡ فِدۡيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ مَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ ؕ

(سو اے منافقو!) آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے

Marfat.com

هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۵) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہےO کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا

تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور اس حق کے لیے نرم ہو جائیں جو نازل ہو چکا ہے' اور ان لوگوں کی

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ

طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی' پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل بہت

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (۱۶) اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ

سخت ہو گئے' اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیںO یاد رکھو! اللہ ہی زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۷) اِنَّ

زندہ فرماتا ہے' بے شک ہم تمہارے لیے نشانیاں بیان کر چکے ہیں تاکہ تم سمجھوO بے شک

الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا'

يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (۱۸) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ

ان کی نیکیوں کو بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے عزت والا اجر ہےO اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

ایمان لائے وہی اپنے رب کے پاس صدیق اور شہید ہیں' ان کے لیے ان کا اجر

وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

ہے اور ان کا نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی

الْجَحِيْمِ (۱۹) ع

وہی دوزخ والے ہیںO

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے اس قرض کو بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہےO جس دن آپ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا' (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہیں (تم ان میں) ہمیشہ رہنے والے ہو' یہی بہت بڑی کامیابی ہےO جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو' ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں' ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ' پھر کوئی نور حاصل کرو' پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا' اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہوگاO (الحدید: ۱۳۔۱۱)

قرض حسن کی شرائط

الحدید:۱۱ میں قرض حسن کا ذکر کیا گیا ہے' مفسرین نے قرض حسن کی حسب ذیل آٹھ شرائط بیان کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں رزق حلال سے صدقہ دیا جائے' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ. (البقرہ:۲۶۷) اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ طیب ہے اور طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث:۸۸۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸' مشکوٰۃ رقم الحدیث:۲۷۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۳۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

(۲) انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اچھی چیز صدقہ دے' ردی چیز نہ دے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ. (البقرہ:۲۶۷) ان میں سے بُری چیز کو خرچ کرنے کا قصد نہ کرو' جس کو تم خود لینے والے نہیں ہو' سوا اس کے کہ تم آنکھیں بند کرلو۔

(۳) تم اس چیز کو صدقہ کرو جو تم کو پسند ہو اور تمہیں اس کی ضرورت ہو کہ تم اس کے بعد زندہ رہو گے' قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ. (البقرہ:۱۷۷) اور اپنی محبت کے باوجود مال اللہ کی راہ میں دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور کفایت شعار ہو' تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ کرنے میں ڈھیل نہ دیتے رہو' حتیٰ کہ جب تمہاری روح حلقوم تک پہنچ جائے' اس وقت تم کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے' فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۸۶۵' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۵۴۲)

(۴) حتی الامکان چھپا کر صدقہ کیا جائے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ. اور اگر تم چھپا کر صدقہ کرو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے

Marfat.com

زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا' اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے' (ان میں سے ایک وہ شخص ہے) جس نے چھپا کر صدقہ کیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۳۹۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۵۹۲۱)

(۵) جس پر صدقہ کیا ہے اس پر صدقہ کا احسان جتائے نہ اس کو طعنہ دے کر اذیت پہنچائے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى . احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو ضائع نہ کرو۔ (البقرہ:۲۶۴)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تم نیکی پر احسان نہ جتاؤ' کیونکہ یہ شکر کو باطل کرتا ہے اور اجر کو ضائع کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۳ ص ۲۸۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۶) صرف اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے صدقہ کرے' دکھاوے کی نیت سے صدقہ نہ کرے' قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰىۚ (اللیل:۲۰) صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے صدقہ دیا○

(۷) جتنا زیادہ صدقہ کرے اس کو کم سمجھے اور اپنے صدقہ کو زیادہ خیال نہ کرے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ○ (المدثر:۶) اور زیادہ گمان کر کے احسان نہ کر○ (یہ ایک محمل ہے)

(۸) جو چیز زیادہ پسندیدہ ہو اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرے' قرآن مجید میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ۗ . تم ہرگز نیکی نہیں پا سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیزوں سے صدقہ کرو۔ (آل عمران:۹۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۵' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۵۱۵' سنن نسائی رقم الحدیث:۵۰۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۶۷)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمانے کی توجیہ

اس کے بعد فرمایا: تو اللہ اس کے اس قرض کو بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو' اللہ کو قرض دینے سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ مجاز ہے' کیونکہ سب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے' اس کو قرض اس مناسبت سے فرمایا ہے کہ جس طرح مقروض' قرض دار کو رقم واپس کرتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی خرچ کی ہوئی رقم کا اجر واپس کرے گا اور اس رقم کو بڑھا کر اس کا اجر دے گا' کسی کو اس رقم کا دس گنا اجر عطا فرمائے' کسی کو سات سو گنا' کسی کو چودہ سو گنا اور کسی کو غیر متناہی اجر عطا فرمائے گا۔

قیامت کے دن مؤمنوں کے نور کی مختلف مقدار

الحدید:۱۲ میں فرمایا: جس دن آپ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

Marfat.com

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بعض مؤمنوں کا نور اس قدر ہوگا کہ اس سے مدینہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض مؤمنوں کے نور سے صرف ان کے قدموں کی جگہ روشن ہوگی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۰۲۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مؤمنوں کو ان کے نیک اعمال کے حساب سے نور دیا جائے گا' بعض کا نور کھجور کے درخت جتنا ہوگا' بعض کا نور مرد کی قامت کے برابر ہوگا' کم سے کم نور انسان کے انگوٹھے کے برابر ہوگا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۰۲۵)

قیامت کے دن منافقین کا جنت کے راستہ سے محروم ہونا

الحدید: ۱۳ میں فرمایا: جس دن وہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو' ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں۔ الایۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اندھیروں میں ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا' جب مؤمنین اُس نور کو دیکھیں گے تو اس نور کی جانب چل پڑیں گے اور وہ نور جنت کی طرف رہ نمائی کرے گا' پس جب منافقین دیکھیں گے کہ مؤمنین اس نور کی روشنی میں جنت کی طرف جارہے ہیں تو وہ بھی مؤمنوں کو پیچھے چل پڑیں گے' تب اللہ تعالیٰ منافقین پر اندھیرا کر دے گا' اس وقت منافقین مؤمنوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں' کیونکہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھ رہے تھے تو مؤمنین کہیں گے: تم اسی اندھیرے میں لوٹ جاؤ' جہاں سے آئے تھے اور وہیں نور تلاش کرو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۰۲۷)

اس کے بعد فرمایا: پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی' جس میں دروازہ ہوگا' اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہوگاO

قتادہ نے کہا: یہ دیوار جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: منافق ایمان والوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو (نفاق کے) فتنہ میں ڈال دیا اور تم (مسلمانوں پر مصائب کا) انتظار کرتے رہے اور (دین میں) شک کرتے رہے' اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں فریب میں مبتلا رکھا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور (شیطان نے تمہیں) اللہ کے متعلق فریب میں مبتلا رکھاO (سوائے منافقو!) آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے' تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہےO کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور اس حق کے لیے نرم ہو جائیں جو نازل ہو چکا ہے' اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی' پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل بہت سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیںO (الحدید: ۱۶۔ ۱۴)

قیامت کے دن مؤمنوں اور منافقوں کا مکالمہ

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ منافقین' مؤمنین کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے' ان کے ساتھ نکاح کرتے تھے' اور ان کے ساتھ معاشرتی زندگی گزارتے تھے' اور قیامت کے دن ان سب کو نور دیا جائے گا' پھر جب منافقین اس دیوار تک پہنچیں گے تو ان کا نور بجھ جائے گا' اس وقت وہ ظلمت اور عذاب میں ہوں گے اور مؤمنین جنت میں ہوں گے' اس وقت منافقین مؤمنوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں رہتے تھے' ہم نماز پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے' ایک دوسرے کے ساتھ نکاح

Marfat.com

کرتے تھے اور وارث ہوتے تھے' مؤمنین کہیں گے: ہاں! تم اسی طرح تھے' لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا' تم نے منافقت کی' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب کا انتظار کرتے رہے اور دین میں شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تم کو فریب میں مبتلا رکھا اور تم کو اللہ کے راستہ سے روک لیا اور تم کو گم راہ کر دیا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تم کو عذاب میں ڈال دیا۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۲۹۴ 'ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الحدید: ۱۵ میں فرمایا: (سوائے منافقو!) آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے' تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے O

فدیہ کا معنی ہے: عوض اور بدل' یعنی تمہارے عذاب کے بدلہ میں تم سے کوئی چیز لے کر تم کو عذاب سے نجات نہیں دی جائے گی۔

الحدید: ۱۶ میں فرمایا: کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور اس حق کے لیے نرم ہو جائیں جو نازل ہو چکا ہے۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤمنوں کو اس چیز سے منع فرمایا ہے کہ وہ ان اہل کتاب سے مشابہت اختیار کریں جو یہود اور نصاریٰ تھے' جب ان پر زیادہ مدت گزر گئی تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب کو بدل ڈالا اور اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت خرید لی اور کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور مختلف نظریات اور مختلف اقوال کے درپے ہوئے اور اللہ کے دین میں لوگوں کی تقلید کی اور اپنے علماء اور پیروں کو اللہ کے بجائے رب مان لیا اور اس وقت ان کے دل سخت ہو گئے' وہ کسی کی نصیحت قبول نہیں کرتے تھے اور نہ جنت کی بشارت اور دوزخ کی وعید سن کر ان کے دل نرم ہوتے تھے' ان میں سے اکثر لوگوں کے عقائد فاسق تھے' ان کے دل فاسد ہو چکے تھے اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرنا ان کی عادت بن چکی تھی' انہوں نے ان کاموں کو ترک کر دیا تھا جن کو کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ ایسے کام کرتے تھے جن کو کرنے سے انہیں منع کیا گیا تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُمور اصلیہ اور اُمور فرعیہ میں سے کسی ایک چیز میں بھی ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یاد رکھو! اللہ ہی زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرماتا ہے' بے شک ہم تمہارے لیے نشانیاں بیان کر چکے ہیں تاکہ تم سمجھو O بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کی نیکیوں کو بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے عزت والا اجر ہے O اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے' وہی اپنے رب کے پاس صدیق اور شہید ہیں' ان کے لیے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہی دوزخ والے ہیں O (الحدید: ۱۹۔۱۷)

خضوع اور خشوع کی ترغیب

الحدید: ۱۷ میں مردہ دلوں کو مردہ زمین کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے' اسی طرح جو دل کفر اور معصیت پر اصرار کرنے کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے' اس کا ذکر کرنے' اعمالِ صالحہ اور توبہ اور استغفار سے زندہ ہو جاتے ہیں' اس آیت میں اللہ سے ڈرنے اور خضوع اور خشوع کی ترغیب دی گئی ہے اور

Marfat.com

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

الحدید:۱۸ میں اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے اور اس پر دگنے چوگنے اجر کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل ہم الحدید:۱۱ میں بیان کر چکے ہیں' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ہر مؤمن کا صدیق اور شہید ہونا

الحدید:۱۹ میں فرمایا: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے پاس صدیق اور شہید ہیں' ان کے لیے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہی دوزخ والے ہیں O

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور منافقین کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں مؤمنوں اور کافروں کا ذکر فرمایا ہے۔

صدیق صادق کا مبالغہ ہے' یعنی جو بہت زیادہ صادق ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت قوی تصدیق کرنے والا ہو اور اس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ نہایت خوشی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرے اور سخت سردی اور شدید گرمی میں اس پر نماز پڑھنا اور روزے رکھنا گراں اور دشوار نہ ہو' زکوٰۃ ادا کرنا اس پر سہل ہو اور حج کرنے کا اس کو شوق ہو اور اس کی آرزو جہاد کرنا ہو اور میدانِ جہاد میں شہید ہونا اس کی تمنا ہو۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مخصوص صدیقین کے لیے ہے اور وہ یہ ہیں: پچھلی امتوں میں سے صاحب یاسین اور آل فرعون کا مومن اور ہماری امت میں سے یہ ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت زید' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۶۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۲۹)

مجاہد نے کہا: ہر مؤمن صدیق اور شہید ہے اور اس آیت کی تلاوت کی۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۶۳۳)

ہر مومن کے شہید ہونے کی وجوہ

بعض علماء نے کہا کہ ہر مومن کے شہید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کے سامنے گزشتہ انبیاء کے حق میں شہادت دیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (البقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے حق میں شہادت دینے والے ہو جاؤ۔

حسن بصری نے کہا: ہر مومن کو شہید اس لیے فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب کے لطف و کرم پر شہید (حاضر یا گواہ) ہوگا۔

اصم نے کہا: ہر مومن اس لیے شہید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کر کے اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا کفر کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ'' والشهداء عند ربهم '' سے الگ جملہ ہے یعنی جو لوگ اپنے رب کے پاس شہید (حاضر) ہیں' ان کے لیے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔

اس قول کی بناء پر اس آیت میں شہداء سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ (النساء: ۴۱)

(اے رسول مکرم!) اس وقت آپ کی کیا شان ہوگی! جب ہم ہر امت سے ایک شہید لائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر شہید بنا کر پیش کریں گے O

Marfat.com

اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں شہداء سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوں گے اور اس صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہر مومن اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہے۔

اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کرنے کو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو میری امت میں شہید بہت کم ہوں گے' اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید ہے' طاعون میں مرنے والا شہید ہے' جو شخص اللہ کی راہ میں غرق ہو وہ شہید ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں گر کر مرا وہ شہید ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں نمونیہ میں مرا وہ شہید ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱' مکتب اسلامی' بیروت' طبع قدیم)

ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۵ ص ۹۴۶۔ ۹۴۵ میں احادیث کے حوالوں کے ساتھ پینتالیس (۴۵) حکمی شہادت کی اقسام بیان کیں ہیں اور ''تبیان القرآن'' ج ۲ ص ۴۶۶۔ ۴۶۵ میں اکیاون (۵۱) اقسام بہ حوالہ بیان کی ہیں' ان میں سے اڑتالیس (۴۸) اقسام یہ ہیں:

حکمی شہداء کی تعداد

مذکور الصدر احادیث میں جو حکمی شہادت کی اقسام بیان کی گئی ہیں' ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

(۱) طاعون میں مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) ڈوبنے والا (۴) دب کر مرنے والا (۵) نمونیہ میں مرنے والا (۶) جل کر مرنے والا (۷) دردِ زہ میں مبتلا ہو کر مرنے والی حاملہ (۸) اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا (۹) اپنی جان کی حفاظت میں مارا جانے والا (۱۰) اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا (۱۱) دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا (۱۲) سواری سے گر کر مرنے والا (۱۳) اللہ کے راستہ میں مرنے والا مثلاً علم دین کی طلب میں جانے والا' نماز کو جانے والا' حج کو جانے والا' غرض ہر نیک کام کے لیے جانے والا اس دوران اگر مر جائے (۱۴) پہاڑ سے گر کر مرنے والا (۱۵) جس کو درندے کھا جائیں (۱۶) نفاس میں مرنے والی عورت (۱۷) اپنے لیے رزقِ حلال کی طلب کے دوران مرنے والا (۱۸) اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کی طلب کے دوران مرنے والا (۱۹) کسی مصیبت یا حادثہ میں مرنے والا (۲۰) صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا (۲۱) پھیپڑوں کی بیماری مثلاً دمہ' کھانسی یا تپ دق میں مرنے والا (۲۲) سفر میں مرنے والا (۲۳) جو شخص ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کرے: ''اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت'' (۲۴) نیزہ کی ضرب سے مرنے والا (۲۵) جو عاشق پاک دامن رہا (۲۶) بخار میں مرنے والا (۲۷) سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا (۲۸) گڑھے میں گر کر مرنے والا (۲۹) ظلماً قتل کیا جانے والا (۳۰) اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا (۳۱) اللہ کی راہ میں بستر پر فوت ہونے والا (۳۲) جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے (۳۳) جو اچھو سے مر جائے (۳۴) پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے (۳۵) جو چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے (۳۶) جو پتھر گرنے سے مر جائے (۳۷) جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہوئی مر جائے (۳۸) نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور بُرائی سے روکتے ہوئے مر جائے (۳۹) اپنے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے (۴۰) جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر جانے سے مر جائے (۴۱) جو شخص کسی بھی بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے (۴۲) صبح وشام سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھنے والا شہید ہے (۴۳) چاشت کی نماز پڑھنے والا' ہر ماہ تین روزہ رکھنے والا اور وتر قضاء نہ کرنے والا

Marfat.com

شہید ہے(۴۴) دائماً باوضو رہنے والا شہید ہے(۴۵) بیت المقدس کا خادم شہید ہے(۴۶) زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے(۴۷) غلبہ بدعت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا شہید ہے(۴۸) ہر مومن کامل شہید ہے۔

اس آیت کی جو یہ تفسیر کی گئی ہے کہ ہر مؤمن شہید ہے' اس سے مراد وہ مومن ہے جس کا ایمان کامل اور قابل شمار ہو' ورنہ یہ بات بہت بعید ہے کہ جو شخص نفسانی تقاضوں اور شہوات میں ڈوبا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت سے غافل ہو وہ قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے درجہ میں ہو۔

صدقہ کے شوق اور شہادت کی تمنا کا اجر

امام مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی' تو حضرت ابوالدحداح انصاری نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنا باغ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے صدقہ کر دیا' پھر وہ باغ میں آئے تو حضرت ام الدحداح باغ میں تھیں' انہوں نے کہا: اے ام الدحداح! میں نے اپنا باغ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے صدقہ کر دیا ہے' تم اپنی بچیوں کا ہاتھ پکڑو اور ان کو باغ سے باہر نکالو' پھر جب ان کی بچیوں کو تیز دھوپ لگی تو وہ رونے لگیں' تو ان کی ماں نے کہا: رو' مت' تمہارے باپ نے اپنا باغ اپنے رب کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ابوالدحداح کی کھجوروں کے کتنے ہی خوشوں کو جنت میں دیکھا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی:

يُضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (الحدید:۱۸) ان کی نیکیوں کو بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے عزت والا اجر ہے ۝

یعنی ان کو جنت میں اچھی جزاء ملے گی۔

تب فقراء صحابہ نے کہا: ہمارے پاس تو اتنا مال نہیں ہے جس سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں یا صدقہ کریں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (الحدید:۱۹) اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے پاس صدیق ہیں۔

یعنی جن لوگوں نے اللہ کی توحید کی تصدیق کی اور اس کے تمام رسولوں کی تصدیق کی وہی اللہ اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں اور انہوں نے ایک لحظہ کے لیے بھی شکایت نہ کی ہو۔

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ (الحدید:۱۹) اور جو ان میں سے شہید ہو گئے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور نور ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ دوزخ والے ہیں۔ (الحدید:۱۹)

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن کے پاس صدقہ کرنے اور جہاد کرنے کے وسائل نہ ہوں لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں صادق ہوں اور ان کی نیت میں اخلاص ہو اور ان کو صدقہ کرنے کا شوق اور شہادت کی تمنا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔

Marfat.com

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ

یاد رکھو! دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے' زیب و زینت ہے اور آپس میں فخر کرنا ہے

بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ

اور مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنا ہے' اس بارش کی مثل ہے جس کی پیداوار کسانوں

الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ

کو اچھی لگتی ہے' پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو (اے مخاطب!) تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے'

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ

اور آخرت میں (فساق کے لیے) سخت عذاب ہے اور (نیکوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت ہے

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْٓا اِلٰى

اور خوش نودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہےO اپنے رب کی مغفرت کی

مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَ

طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو' جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی مثل ہے' جس کو ان لوگوں کے لیے

الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ

تیار کیا گیا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے' یہ اللہ کا فضل ہے

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۱ مَآ اَصَابَ مِنْ

وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہےO زمین میں اور تمہاری جانوں

مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

میں جو بھی مصیبت آتی ہے' اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے'

نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۲۲ۚۙ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ

بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہےO تاکہ تم اس چیز پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے

Marfat.com

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ

اور اس چیز پر نہ اتراؤ جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا O جو لوگ

يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں' اور جو روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

ہے تعریف کیا ہوا O بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ

کو اور میزان (عدل) کو نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے

وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں تاکہ اللہ یہ ظاہر کردے کہ اللہ کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے' بے شک اللہ

عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع ۳ ۱۹

بہت قوی بے حد غالب ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یاد رکھو! دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے' زیب و زینت ہے اور آپس میں فخر کرنا ہے اور مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنا ہے' اس بارش کی مثل ہے جس کی پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے' پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو (اے مخاطب!) تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے' پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے' اور آخرت میں (فساق کے لیے) سخت عذاب ہے' اور (نیکوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت ہے اور خوش نودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے O اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی مثل ہے جس کو ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے' یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O (الحدید: ۲۱-۲۰)

اس سوال کا جواب کہ دنیا میں اچھی اور مقدس چیزیں بھی ہیں' پھر دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان کیوں ہے؟

الحدید: ۲۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے دنیا کی زندگی مذموم ہے اور آخرت کی زندگی محمود ہے' حالانکہ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی اچھائی ہے' انبیاء علیہم السلام دنیا میں ہی مبعوث کیے گئے اور اولیاء اللہ بھی دنیا میں ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (البقرہ: ۱۳۰)

بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں بزرگی دی اور وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہیں ○

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً . (البقرہ: ۲۰۱)

اور بعض لوگ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما۔

اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ . (آل عمران: ۴۵)

ان کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے' وہ دنیا میں بھی سرخ رُو ہیں اور آخرت میں بھی۔

ربیون کا متعلق فرمایا:

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ . (آل عمران: ۱۴۸)

سو اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب عطا فرمایا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ . (النساء: ۱۳۴)

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو (تو یاد رکھو کہ) اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ . (الاعراف: ۱۵۶)

اور ہمارے لیے دنیا کی اچھائی لکھ دے اور آخرت کی۔

اولیاء اللہ کے متعلق فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ . (یونس: ۶۴)

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی۔

اور ایسی اور بہت آیتیں ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ دنیا اور اس کی چیزیں مذموم نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں کعبہ اور بیت المقدس بھی ہے' مسجد نبوی بھی ہے اور دیگر مساجد بھی ہیں' قرآن مجید اور دیگر دینی کتب بھی ہیں' انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں' دینی مدارس اور دینی لائبریریاں ہیں' اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے مراکز ہیں' دنیا صرف اس اعتبار سے مذموم ہے کہ اس میں اللہ کی اطاعت کے بجائے شیطان کی اطاعت کی جائے اور اس میں وہ چیزیں ہوں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کرتی ہیں اور شیطان کی اطاعت کی طرف راغب کرتی ہیں' جیسے شراب خانے' قحبہ خانے' قمار خانے' بت کدے اور رقص اور موسیقی کے کلب ہیں اور اس آیت میں ایسی ہی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اب ہم اس آیت میں مذکور بعض الفاظ کے معانی ذکر کر رہے ہیں۔

لھو ولعب اور زینت کا معنی

اس آیت میں لھو ولعب کا ذکر ہے' ''لعب'' اس چیز کو کہتے ہیں جو دنیا کی طرف راغب کرے اور ''لھو'' اس چیز کو کہتے ہیں جو آخرت سے غافل کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ لعب بچوں کے اس کھیل کو کہتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور لھو جوانوں کے اس کھیل کو کہتے ہیں جس کے ختم ہونے کے بعد سوائے تھکاوٹ اور حسرت کے کچھ حاصل نہ ہو۔

Marfat.com

اور زینت کا ذکر ہے' زیب و زینت عام طور پر عورتوں کا طریقہ ہے' وہ سونے' چاندی کے زیورات' ہیرے' جواہرات' ریشمی اور زرق برق لباس اور آرائشی ساز وسامان کی دل دادہ ہوتی ہیں اور مرد بھی عالی شان بنگلوں' خوب صورت کپڑوں اور گھڑیوں اور دیگر عیش و عشرت کی چیزوں کو پسند کرتے ہیں۔

تفاخر کی مذمت میں حدیث

اور اس آیت میں ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ذکر ہے' اس کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عیاض بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آؤ' حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی شخص دوسرے پر فخر کرے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۱۴)

مال اور اولاد میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے

اور اس آیت میں مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین زیادہ بیٹوں اور زیادہ مال پر فخر کیا کرتے تھے اور مسلمان ایمان اور عبادت اور اطاعت کی کثرت کو قابل فخر شمار کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دنیا نہ ملنے پر غم نہ کرو' کیونکہ دنیا کی خاص چیزیں چھ ہیں: ماکولات' مشروبات' ملبوسات' خوشبویات' سواریاں اور بیویاں' سب سے خوش ذائقہ طعام شہد ہے اور وہ شہد کی مکھی کی قے ہے اور انسان سب سے زیادہ پانی پیتا ہے اور اس میں انسان اور حیوان برابر ہیں' اور ملبوسات میں سب سے افضل ریشم ہے اور وہ ریشم کے کیڑے کے تھوک سے بنتا ہے اور سب سے عمدہ خوشبو مشک ہے اور وہ ہرن کی ناف کا جما ہوا خون ہے اور بیویوں سے لذت جماع میں ہے اور وہ المبال فی المبال ہے یعنی ایک کی پیشاب گاہ کا دوسرے کی پیشاب گاہ میں داخل ہونا اور عورت خوب زینت اور میک اپ کرتی ہے تاکہ اس سے یہ قبیح کام کیا جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۳۰)

تاہم مطلقاً مال اور اولاد کی کثرت کو طلب کرنا مذموم نہیں ہے' اگر اللہ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کے لیے مال کی کثرت کو طلب کیا جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کے لیے اولاد کی کثرت کو طلب کیا جائے تو یہ محمود ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جس کا خاندان بہت اچھا ہے اور وہ خوب صورت بھی ہے لیکن اس کے ہاں بچے نہیں ہوتے' کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر اس نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے منع فرمایا' پھر اس نے سہ بارہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو' کیونکہ میں دوسری امتوں کی بہ نسبت زیادہ امت والا ہوں گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۷)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کیا کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں کی بہ نسبت کثرت حاصل کرنے والا ہوں گا۔ الحدیث

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۵۷۴۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱)

اسی طرح مال کی فضیلت کے متعلق بھی یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو چیزوں پر رشک کرنا

Marfat.com

مستحسن ہے' ایک شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے اس مال کو راہِ حق میں صرف کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک شخص کو اللہ نے حکمت دی ہے وہ اس حکمت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۶۵۱' دارالفکر)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اولاد اور مال میں کثرت کو طلب کرنا مطلقاً مذموم نہیں ہے' یہ اس وقت مذموم ہے جب اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کے لیے ان کو طلب کیا جائے۔

الحدید: ۲۱ اور آل عمران: ۱۳۳ میں تعارض کا جواب

الحدید: ۲۱ میں فرمایا: اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی مثل ہے' جس کو ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ الایۃ

یعنی نیک اعمال میں سبقت کرو تاکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت حاصل ہو' ایک قول یہ ہے کہ اگر تم سے شامت نفس سے گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرنے میں جلدی کرو' تاکہ تمہیں مغفرت حاصل ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: جس (جنت) کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی مثل ہے اور آل عمران: ۱۳۳ میں فرمایا: جس (جنت) کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کی مثل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں جنت کی وسعت سات آسمانوں اور سات زمینوں کی وسعت کی مثل ہے' جس طرح آل عمران: ۱۳۳ میں فرمایا ہے' لیکن عام انسان کے مشاہدہ میں صرف یہی ایک آسمان اور یہی ایک زمین ہے' اس لیے یہاں عام انسان کے مشاہدہ کے اعتبار سے صرف آسمان اور زمین فرمایا۔

مرجئہ کی دلیل اور اس کا رد

اس آیت میں جنت کے حصول کے لیے صرف ایمان کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی قید نہیں لگائی اور اس سے بہ ظاہر فرقہ مرجئہ کی تائید ہوتی ہے' جو کہتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف ایمان لانا کافی ہے' اعمالِ صالحہ کی ضرورت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید کی بہت آیات میں ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے وہ ذکر اس پر قرینہ ہے کہ یہاں ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی معتبر اور مراد ہیں اور یا ایمان سے ایمانِ کامل مراد ہے اور ایمانِ کامل وہی ہے جس کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی ہوں' البتہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ کے بغیر جنت نہیں ملتی' ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا اس کو جنت ضرور ملے گی' اگر اس کے نیک اعمال نہیں ہیں یا ان میں کوئی کمی ہے' تب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے ابتداءً جنت عطا فرما دے یا پھر اس کو اس کی تقصیر کی کچھ سزا دینے کے بعد جنت عطا فرما دے۔

حصولِ جنت کا حقیقی اور ظاہری سبب

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جنت کسی عمل سے نہیں اللہ کے فضل سے ملتی ہے' رہے نیک اعمال تو وہ بھی بندوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی نصیب ہوتے ہیں' میں جب ۱۹۹۴ء میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیمپ جا رہا تھا تو مجھ سے ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا: آپ حج کے لیے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنے اپنے نصیب کی بات ہے' میں ملازمت کے سلسلہ میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ کراچی سے حج کے لیے مکہ جا رہے ہیں۔

Marfat.com

رہا یہ کہ بعض آیات میں جنت کے حصول کا سبب نیک اعمال کو قرار دیا' جیسے یہ آیت ہے:

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ تم اپنے (نیک) اعمال کے سبب ان جنتوں کے وارث بنائے گئے ہو○ (الاعراف: ۴۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت ملنے کا حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے' جیسا کہ الحدید: ۲۱ میں فرمایا ہے اور اس کا ظاہری سبب نیک اعمال ہیں' جیسا کہ الاعراف: ۴۳ میں فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو بھی مصیبت آتی ہے' اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے' بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ تاکہ تم اس چیز پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز پر نہ اتراؤ جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا○ جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے' تعریف کیا ہوا○

(الحدید: ۲۴۔۲۲)

لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمتیں

الحدید: ۲۳۔۲۲ میں زمین کی مصیبتوں کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بارش کا نہ ہونا' غلہ اور پھلوں کا کم پیدا ہونا' قیمتوں کا چڑھ جانا اور لوگوں کا مسلسل بھوک میں مبتلا ہونا۔

اور اس میں انسان کی جانوں کی مصیبتوں کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بیماریاں' فقر اور تنگ دستی اور اولاد کا نہ ہونا وغیرہ۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمین میں جو چیزیں بھی پیدا ہوتی ہیں وہ پیدا ہونے سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور لوحِ محفوظ میں ان کو لکھنے کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) لوحِ محفوظ میں ان چیزوں کو لکھا ہوا دیکھ کر فرشتے اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے ان کا جاننے والا ہے۔

(۲) ان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فلاں مخلوق اللہ کی نافرمانی کرے گی پھر بھی وہ اس کو پیدا کرتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے اور اس میں اس کی کیا حکمت ہے اس کو وہ خود ہی جانتا ہے۔

(۳) مخلوق کے گناہوں کو لکھا ہوا دیکھ کر فرشتے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ان کو ان گناہوں سے محفوظ رکھا اور ان کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندے اور اس کے اولیاء بھی لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کو مستقبل میں ہونے والے اُمور کا علم ہو جاتا ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جب روح قدسیہ کا نور زیادہ ہو جاتا ہے اور عالم محسوسات کی ظلمت سے اعراض کرنے کی وجہ سے اس کا اشراق بڑھ جاتا ہے اور اس کے دل کا آئینہ طبیعت کے زنگ سے صاف ہو جاتا ہے اور علم کے تقاضوں پر دوام کرنے کی وجہ سے اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان کی وجہ سے اس کا نور قوی ہو جاتا ہے تو جو نقوش لوحِ محفوظ میں مرتسم ہیں وہ اس کے دل کی فضا میں مرتسم ہو جاتے ہیں اور وہ مغیبات کا مطالعہ کرتا ہے اور عالم سفلی کے اجسام میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس وقت فیاض اقدس خود اس کے دل پر

Marfat.com

اپنی معرفت کی تجلی فرماتا ہے جو سب سے عظیم عطیہ ہے تو پھر اور کون سی چیز اس سے مخفی ہوگی۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۲۸' مکتبہ حقانیہ پشاور)

مصیبت اور راحت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ

ابوصالح بیان کرتے ہیں کہ جب سعید بن جبیر مکہ سے کوفہ آئے تا کہ ان کو واسط میں حجاج کے پاس لے جایا جائے' تو ہم تین یا چار شخص ان کے پاس گئے' ان کو لکڑی کے ایک گھورے (کچرا کنڈی) میں رکھا ہوا تھا' ہم ان کے پاس بیٹھ گئے اور ہم میں سے ایک شخص رونے لگا' سعید نے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: میں آپ کو اس مصیبت میں دیکھ کر رو رہا ہوں' سعید نے کہا: مت روؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ ایسا ہونا ہے' پھر یہ آیت پڑھی: "مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭاِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○"۔ (الحدید: ۲۲)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۹۵۔ رقم الحدیث: ۳۰۶۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا ذائقہ محسوس نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہو کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس پر آ نہیں سکتی تھی' پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی: "لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ"۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر شخص غم گین بھی ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے لیکن مومن اپنی مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اپنی نعمت پر شکر کرتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۰۷۱)

بخل کا حکم دینے والوں کے مصادیق اور بخل اور سخاوت کا معنی

الحدید: ۲۴ میں فرمایا: جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا ہوا ○

سدی اور کلبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہود کے بڑے بڑے علماء ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بیان میں بخل کرنے کا حکم دیتے تھے اور "تورات" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات لکھی ہوئی تھیں' ان کو چھپاتے تھے اور اپنے دوسرے علماء کو بھی ان صفات کے بتانے سے منع کرتے تھے' تا کہ لوگ اس سے متاثر ہو کر اسلام کو نہ قبول کر لیں اور اگر ایسا ہو گیا تو عوام یہودیوں سے ان کو نذرانے ملنے بند ہو جائیں گے۔

سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم کو چھپاتے ہیں اور دوسروں کو بھی تعلیم دینے سے منع کرتے ہیں۔

زید بن اسلم نے کہا: اس سے مراد ہے: جو لوگ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔

عامر بن عبد اللہ اشعری نے کہا: اس سے مراد ہے: جو لوگ صدقہ اور خیرات کرنے سے اور حقوق العباد میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔

علماء نے بخل اور سخاوت میں دو وجہ سے فرق کیا ہے:

(۱) بخیل وہ ہے جس کو مال روکنے سے لذت ملتی ہے اور سخی وہ ہے جس کو مال خرچ کرنے سے لذت ملتی ہے۔

(۲) بخیل وہ ہے جو صرف سوال کرنے سے دے اور سخی وہ ہے جو بغیر سوال کے بھی عطا کرے۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تعریف کیا ہوا ○

یعنی اگر کوئی شخص حقوق اللہ کی ادائیگی میں بخل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بخل سے کوئی ضرر نہیں ہوتا' وہ بے نیاز ہے اور

Marfat.com

اللہ عزوجل فی نفسہٖ حمد کا مستحق ہے‘ اگر بندہ اس کی اطاعت اور عبادت میں کمی کرے تو اس کا وبال صرف اس بندہ پر ہوگا‘ اللہ تعالیٰ تو ہر حال میں حمد کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور میزان (عدل) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں‘ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں‘ تا کہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے‘ بے شک اللہ بہت قوی‘ بے حد غالب ہے ○ (الحدید: ۲۵)

’’البینات‘‘ کا معنی اور نزولِ کتاب کی حکمت

اس آیت میں فرمایا ہے: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو البینات کے ساتھ بھیجا۔

’’البینات‘‘ کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) مقاتل بن سلیمان نے کہا: اس سے مراد ہے: معجزات ظاہرہ اور دلائل قاہرہ (۲) مقاتل بن حیان نے کہا: ہم نے ان کو ان اعمال کے ساتھ بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور غیر اللہ سے اعراض کی ترغیب دیتے ہیں۔ امام رازی نے کہا: ان میں سے پہلا قول صحیح ہے‘ کیونکہ رسولوں کی نبوت معجزات سے ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور میزان (عدل) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

کتاب کو اس لیے نازل فرمایا کہ کتاب میں ضروری عقائد کا ذکر ہے اور باطل عقائد کا رد ہے اور ان میں واقع ہونے والے شکوک اور شبہات کا ازالہ ہے‘ اور ان نیک اعمال کا حکم ہے جن سے متصف ہو کر انسان کی دنیا اور آخرت میں عزت اور سرخ روئی ہوتی ہے اور بُرے کاموں سے ممانعت ہے‘ جن کو کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں شدید عذاب ہے اور میزان کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے مقابلہ میں اپنے کیے ہوئے کاموں پر غور کرے کہ آیا اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں اس کی اطاعت اور عبادات شکر کے میزان پر پوری اتر رہی ہیں یا نہیں‘ اسی طرح والدین کے احسانات اور ان کے ساتھ اپنے سلوک کو دیکھے کہ آیا وہ اس میزان کے مطابق ہیں یا نہیں‘ اسی طرح دیگر اقرباء‘ پڑوسیوں اور حکام کا اس کے ساتھ جو سلوک ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ میزانِ عدل کے موافق ہے یا نہیں۔

لوہے کے فوائد

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں: لوہے میں سخت قوت ہے‘ کیونکہ آلاتِ حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں اور اس میں اور بھی بہت فائدے ہیں:

لوہے سے زرہ بنائی جاتی ہے‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○ (الانبیاء: ۸۰)

اور ہم نے ان کو (حضرت داؤد کو) تمہارے لیے لباس بنانے کی کاری گری سکھائی تا کہ وہ لباس تم کو جنگ کے ضرر سے محفوظ رکھے‘ پس کیا تم شکر ادا کرو گے ○

قدیم زمانہ میں تلواروں سے جنگ ہوتی تھی اور لوہے کی زرہ تلوار کے حملہ اور اس کے وار سے محفوظ رکھتی تھی اور اب

Marfat.com

لوہے سے بلٹ پروف لباس بنایا جاتا ہے جو بندوق کی گولی کے ضرر سے محفوظ رکھتا ہے۔
نیز لوہے سے مختلف قسم کی مشینیں بنائی جاتی ہیں' ہل چلانے کے لیے ٹریکٹر کے ساتھ ہل کا فریم لگا دیتے ہیں جو مٹی کو بھر بھرا کرتا ہے' پھر اسی مٹی کو باریک کرنے کے لیے اس کے ساتھ چیزل لگا دیتے ہیں' بیج بونے کے لیے ٹریکٹر کے ساتھ چیزل لگا دیتے ہیں' گندم سے بھوسہ کو الگ کرنے کے لیے ٹریکٹر کے ساتھ تھریشر کو لگا دیتے ہیں' فصل کاٹنے اور گندم کو بھوسہ سے الگ کرنے کے لیے ہارڈ ویسٹر کو استعمال کرتے ہیں' گندم پیسنے کے لیے چکی بھی لوہے سے بنائی جاتی ہے اور فلور ملز میں اس کی بڑی بڑی مشینیں لگی ہوتی ہیں' جو آٹا' میدہ اور سوجی بناتی ہیں' اسی طرح شوگر ملز میں بڑی بڑی مشینیں ہیں جو گنے سے رس نکالتی ہیں' پھر اس رس کو مختلف مراحل سے گزار کر سفید چینی بنا دیتی ہیں' تیل اور گھی نکالنے کی مشینیں ہیں' کپڑا بنانے اور رنگنے کے ملز ہیں' کپڑا سینے کی فیکٹریاں ہیں' دوائیں بنانے کی فیکٹریاں ہیں' یہ سب مشینیں خام لوہے سے بنائی جاتی ہیں اور اب تو مکانات بنانے میں لوہا اور سیمنٹ استعمال ہوتا ہے' غرض زندگی کے ہر شعبہ میں لوہے سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

بعض مترجمین کے ترجمہ سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی بے علمی ظاہر ہونا

اس کے بعد فرمایا: تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔
اس آیت کے الفاظ یہ ہیں: ''وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ'' (الحدید:۲۵) اور اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اور تاکہ اللہ جان لے۔
شیخ محمود الحسن دیو بندی متوفی ۱۳۳۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اور تاکہ معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے۔
اور شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے۔
سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
یہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔
(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۳۲۲۔۳۲۱' مطبوعہ ترجمان القرآن' لاہور)
ان تمام تراجم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا' اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا' پھر اس کو معلوم ہوا کہ کون اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد فرماتا ہے اور ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سخت قدر ناشناسی اور اس کی جناب میں سخت بے ادبی ہے' جس سے اس کے علام الغیوب ہونے پر زد پڑتی ہے' اس کے برخلاف ہم نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے: تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث مانتے ہیں' وہ ''وليعلم الله'' سے استدلال کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں علم سے مراد معلوم ہے (یعنی واقع میں کسی چیز کو ظاہر کرنا جس طرح ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۷۲)۔
اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے' یعنی لوہے کے بنے ہوئے ہتھیاروں سے کام لے کر کون اس کی راہ میں کافروں سے جہاد کرتا ہے اور اللہ کے منکروں کو قتل کرتا ہے' قدیم زمانہ میں لوہے کے یہ ہتھیار تلواریں' نیزے' تیر اور برچھیاں وغیرہ تھے اور اس دور میں لوہے سے کلاشن کوف' توپ' ٹینک' بم' میزائل اور جوہری بم وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ بہت قوی' بے حد غالب ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ ضرورت نہیں ہے کہ کوئی اس کے رسولوں کی یا اس کے دین کی مدد کرے اور جو مسلمان اس کے رسولوں کی اور اس کے دین کی مدد کرتے ہیں' دراصل وہ اخروی اجر کے حصول کے لیے خود اپنی مدد کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو (اپنا پیغام دے کر) بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ج وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

دیا' پس ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیںO پھر ہم نے ان کے طریقہ پر اپنے

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ ۙ وَجَعَلْنَا

اور رسول لگاتار بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے

فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً ط وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا

ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھی' اور رہبانیت کو انہوں نے از خود ایجاد کیا ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں

مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ج

کیا تھا' مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو ایجاد کیا) پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کا

فَاٰتَيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ج وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿٢٧﴾ يٰٓأَيُّهَا

حق تھا' پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا' اور ان میں سے اکثر فاسق ہیںO اے ایمان والو!

الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوا بِرَسُولِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ

اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اس رسول پر (ہمیشہ) ایمان رکھو' اللہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے

رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ

عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دے گا جس میں تم چلو گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلٰى

بہت معاف فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت

Marfat.com

ع ۲۰ ۴

شَيۡءٍ مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ

نہیں رکھتے' اور بے شک فضل' اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲۹﴾ ع

فرماتا ہے' اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو (اپنا پیغام دے کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا' پس ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں O پھر ہم نے ان کے طریقہ پر اپنے اور رسول لگا تار بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھی اور رہبانیت کو انہوں نے از خود ایجاد کیا' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو ایجاد کیا) پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کا حق تھا' پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا' اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں O (الحدید: ۲۷۔۲۶)

نبی' کتاب اور فاسق کے معنی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور مخلوق کو ان کی مدد کرنے کا حکم دیا اور اس آیت میں اس اجمال کی تفصیل فرمائی ہے کہ ہم نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسالت (پیغام رسانی) کے ساتھ مشرف فرمایا اور ان کی اولاد میں بھی نبوت اور کتاب کو رکھا' اس کے بعد جو نبی بھی مبعوث ہوا وہ ان کی اولاد میں سے تھا۔

اس آیت میں پہلے نبوت کا ذکر فرمایا ہے پھر کتاب کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کا اسلوب ہے' کیونکہ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی نازل فرمائے اور اس کو مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لیے بھیجے خواہ اس کو کتاب بھی عطا فرمائے یا نہیں اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جس پر کتاب بھی نازل کی گئی ہو اور رسول کا نبی سے بڑا رتبہ ہے۔

کتاب کا لغوی معنی ہے: جمع کرنا اور کتاب کو کتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں متعدد مضامین جمع ہوتے ہیں اور آسمانی کتاب کو بھی کتاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکام اور غیب کی خبریں جمع ہوتی ہے۔

اور فرمایا: ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور اکثر فاسق ہیں' ان میں سے ہر ایک کے دو محمل ہیں: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی اولاد سے یا جن کی طرف ان کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے' ان میں سے۔

فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو' عام ازیں کہ اس نے کفر بھی کیا ہو یا نہیں۔

''رہبانیت'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی

الحدید: ۲۷ میں رہبانیت کا لفظ ہے۔ علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ اس کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رھب'' کا معنی ہے: ڈرنا اور خوف' اور ''ترھیب'' کا معنی ہے: عبادت کرنا اور ''رھبانیت'' کا معنی ہے: عبادت کے افعال برداشت کرنے میں غلو اور زیادتی کرنا' ''رھبان'' کا لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۶۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

Marfat.com

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں ''رھبانیت'' نہیں ہے۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۳۷۷) ''رھبانیت'' کی اصل ''رھبة'' ہے' جس کا معنی خوف ہے' نصاریٰ کے راہب دنیا کے اشغال اور اس کی لذتوں کو ترک کر دیتے تھے اور ان میں رغبت نہیں کرتے تھے اور اپنے گھر والوں سے الگ رہتے تھے اور مشقتوں کو برداشت کرتے تھے' حتیٰ کہ ان میں سے بعض خود کو خصی کر لیتے تھے اور اپنے گلوں میں زنجیریں ڈال لیتے تھے' اس کے علاوہ خود کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کرتے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام سے رہبانیت کی نفی کی اور مسلمانوں کو رہبانیت کے اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاد کو لازم رکھو کیونکہ وہ اسلام کی رہبانیت ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۸۲ طبع قدیم' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۰۰' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۴۹' مسند احمد ج ۱۸ ص ۲۹۸' طبع جدید)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے رہبانیت ہوتی ہے اور اس امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶ طبع قدیم' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۰۴' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۲۲۷' مسند احمد ج ۲۱ ص ۳۱۷ طبع جدید)

آپ کی مراد یہ تھی کہ ہر چند کہ راہبوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور اس سے بے رغبتی کی ہے' لیکن اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کرنے سے بڑھ کر کوئی ترکِ دنیا اور دنیا سے بے رغبتی نہیں ہے اور جیسا کہ نصاریٰ کے نزدیک سب سے افضل عمل رہبانیت ہے' اسی طرح اسلام میں سب سے افضل عمل جہاد ہے' اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اُمور کا سردار اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۷۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱) (النہایة ج ۲ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:
''ترھب'' کے معنی ہیں: عبادت کرنا۔ ایک قول ہے: اپنے گرجا میں عبادت کرنا' قرآن مجید میں ہے: ''وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا'' (الحدید: ۲۷) ابواسحاق نے کہا: اس کے دو معنی ہیں: (۱) رہبانیت کو انہوں نے ایجاد کر لیا' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا اور اس کا معنی ہے: ہم نے صرف اللہ کی رضا کی طلب کے لیے اس کو ان پر فرض کیا تھا اور اللہ کی رضا کو طلب کرنا اس کے احکام پر عمل کرنا ہے (۲) تفسیر میں آیا ہے کہ ان کے بادشاہ ان کو ایسے کاموں کا حکم دیتے جن پر وہ صبر نہیں کر سکتے تھے' پھر انہوں نے سرنگیں اور گرجے بنا لیے اور انہوں نے نفلی طور پر ترکِ دنیا کو لازم کر لیا' پھر ان پر اس کو پورا کرنا لازم ہو گیا جیسے کوئی شخص اپنے اوپر نفلی روزہ کی نذر مان لے جو اس پر فرض نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس روزے کو پورا کرے۔

(لسان العرب ج ۶ ص ۲۴۰' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ۲۰۰۲ء)

مذاہب اربعہ کے مفسرین کا اختراع رہبانیت سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال

امام رازی شافعی کی تفسیر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
رہبانیت سے مراد یہ ہے کہ وہ دین میں فتنوں سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے

Marfat.com

لگے اور انہوں نے زیادہ مشقت والی عبادتیں اختیار کیں' جو ان پر واجب ہو گئیں' وہ تنہائی میں رہتے تھے' موٹا لباس پہنتے تھے' عورتوں سے دور رہتے تھے اور غاروں میں عبادت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد علیہما السلام کے ایامِ فترت میں بادشاہوں نے ''تورات'' اور ''انجیل'' کو بدل ڈالا' تو ایک قوم نے زمین میں سفر کیا اور موٹے کپڑے پہنے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن مسعود! کیا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل میں ستر فرقے ہوئے اور تین فرقوں کے سوا سب دوزخی ہیں؟ ایک فرقہ وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت میں ان کے دشمنوں سے قتال کیا' حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا گیا' دوسرا فرقہ وہ ہے جس کو قتال کرنے کی طاقت نہ تھی' انہوں نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا' اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس کو ان دونوں کاموں کی طاقت نہ تھی' انہوں نے موٹا لباس پہنا اور جنگلوں اور صحراؤں میں نکل گئے' ان ہی کے متعلق اس آیت میں ذکر ہے: اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھی اور رہبانیت کو انہوں نے از خود ایجاد کیا ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو ایجاد کیا)۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ بدعت اختیار کی اور اس طریقہ کو ایجاد کیا' اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کا ارادہ نہیں کیا' بلکہ مراد یہ ہے کہ اس رہبانیت کو انہوں نے اپنی طرف سے اختیار کیا اور اس کی نذر مانی' اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا (یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کی بدعت کو نکالنے کی مذمت نہیں کی بلکہ اس بدعت کو پورا نہ کرنے کی مذمت کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اس کے بعد فرمایا: ماسوا اللہ کی رضا کی طلب کے' اس استثناء میں دو قول ہیں' ایک یہ کہ یہ استثناء منقطع ہے' یعنی لیکن انہوں نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے اس بدعت کو اختیار کیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ استثناء متصل ہے اور اس کا معنی ہے: ہم نے رہبانیت کے ساتھ اور کسی وجہ سے عبادت نہیں کی صرف اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے رہبانیت کے ساتھ عبادت کی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۷۴۔۴۷۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی تفسیر

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور جو شخص کسی بدعت حسنہ کو نکالے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پر ہمیشہ برقرار رہے اور اس بدعت کی ضد کی طرف عدول نہ کرے ورنہ وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم نے تراویح کی بدعت نکالی ہے' تم پر تراویح فرض نہیں کی گئی تھی' تم پر صرف روزے فرض کیے گئے تھے' اب جب کہ تم نے یہ بدعت اختیار کر لی ہے تو اس پر دوام کرو اور اس کو ترک نہ کرو' کیونکہ بنی اسرائیل نے کئی بدعتیں نکالیں' جن کو اللہ نے ان پر فرض نہیں کیا تھا اور انہوں نے صرف اللہ کی رضا کی طلب کے لیے یہ بدعتیں نکالی تھیں' پھر انہوں نے ان بدعتوں کی اس طرح رعایت نہیں کی جس طرح ان کی رعایت کرنے کا حق تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان بدعات کے ترک کرنے پر ان کی مذمت کی اور فرمایا: اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کے لیے (اس کو ایجاد کیا)' پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہیں کی جو رعایت کا حق تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۳۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ ابن جوزی حنبلی کی تفسیر

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جوفرمایا ہے: ''ہم نے رہبانیت کو ان پر فرض نہیں کیا تھا'' اس کے دو معنی ہیں:

(۱) جب یہ لوگ نفلی طور پر رہبانیت میں داخل ہوئے تو ہم نے ان پر رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے۔ حسن بصری نے کہا: انہوں نے نفلی طور پر اس بدعت کو اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بدعت رہبانیت کو فرض کر دیا۔ الزجاج نے کہا: جب انہوں نے اس کو نفلاً اپنے اوپر لازم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرنا ان پر لازم کر دیا' جیسے کوئی شخص نفلاً روزہ رکھ لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس روزے کو پورا کرے۔ قاضی ابویعلیٰ نے کہا: کسی بدعت کو اختیار کرنا قول سے بھی ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی نفلی عبادت کی نذر مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لے اور کسی بدعت کو فعل سے بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ وہ اس نفلی عبادت کو کرے اور اس آیت کا عموم دونوں قسموں کو شامل ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی عبادت کی اپنے قول یا فعل سے بدعت نکالے اس پر اس کی رعایت کرنا اور اس کو پورا کرنا لازم ہے۔

(۲) اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو صرف اس کام کا مکلف کیا ہے جس سے اللہ عزوجل راضی ہو۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۷۷۔۱۷۶' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سمرقندی کی تفسیر

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے اور مؤمنوں کو اس پر تنبیہ ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر کسی ایسے کام کو واجب کر لیا جو اس پر پہلے واجب نہیں تھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کام کو کرے اور اس کو ترک نہ کرے ورنہ وہ فاسق کہلائے گا اور بعض صحابہ نے یہ کہا کہ تم پر تراویح کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ یہ پہلے تم پر واجب نہیں تھی' تم نے خود اس کو اپنے اوپر واجب کیا ہے' اگر تم نے اس کو ترک کیا تو تم فاسق ہو جاؤ گے' پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی۔

(بحر العلوم ج ۳ ص ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ رومی حنفی کی تفسیر

علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھی بات کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھی ہدایت (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین امور محدثات (نئے نکالے ہوئے کام) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۴۳۸' دار الفکر' بیروت)

صاحب ''جامع الاصول'' (علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ) نے کہا: محدثات الامور وہ ہیں جو کتاب' سنت اور اجماع سے ثابت نہ ہوں' اللہ تعالیٰ کے ابتداع کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو عدم سے وجود کی طرف لاتا ہے' جب کہ وہ چیز پہلے موجود نہیں ہوتی' اسی کو تکوین اور تخلیق بھی کہتے ہیں اور مخلوق جو ابتداع (بدعت کا ارتکاب) کرتی ہے' اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہو تو وہ مذموم اور منکر ہے اور اگر وہ ان احکام کے تحت داخل ہو جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحب قرار دیا ہے تو وہ بدعت مستحبہ ہے' خواہ اس کی مثال پہلے موجود نہ ہو اور یہ افعال محمودہ سے ہے کیونکہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نیک طریقہ ایجاد کیا' اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷) اور اس کی ضد کے متعلق فرمایا: جس نے بُرا طریقہ ایجاد کیا اس کو اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا' اور یہ اس وقت ہے جب وہ طریقہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہو اور اس کی تائید حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے' جو انہوں نے تراویح کے متعلق فرمایا تھا:

نعمت البدعة هذه. (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۰) یہ بہت اچھی بدعت ہے۔

جب کہ تراویح نیک افعال سے ہے تو اس کو اچھی بدعت فرمایا۔ (جامع الاصول ج ۱ ص ۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ نے ''شرح صحیح مسلم'' میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) واجبہ (۲) مستحبہ (۳) مکروہہ (۴) محرمہ (۵) اور مباحہ' بدعت واجبہ جیسے متکلمین کے دلائل اور ان کا ملحدین اور مبتدعین پر رد' اور مستحبہ جیسے علم کی کتابوں کی تصنیف اور دینی مدارس اور سرائے وغیرہ کو بنانا' بدعت مباحہ جیسے طرح طرح کے کھانے اور حرام اور مکروہ ظاہر ہیں۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۴۶۸' مکتبہ نزارِ مصطفیٰ' مکہ مکرمہ)

(جیسے ماتم کرنا' پیروں کو دھونے کے بجائے ان کا مسح کرنا اور نماز میں عمامہ کو لازم قرار دینا' سعیدی غفرلہٗ) پس جس حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے' یہ عام مخصوص البعض ہے' اس کا معنی ہے: ہر بدعت سیئہ گمراہی ہے اور بدعت حسنہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ (حاشیۃ ابن التجید علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۷۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مطلقاً بدعت مذموم ہے' بلکہ مذمت اس بات کی فرمائی ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے ایک بدعت کو اختیار کیا اور پھر اس کی رعایت نہیں کی۔ علامہ نووی نے ''شرح صحیح مسلم'' میں یہ کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (علامہ آلوسی نے ان ہی اقسام کا ذکر کیا ہے جن کو ہم علامہ مصلح الدین کی عبارت میں ابھی ذکر کر چکے ہیں)۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: صاحب ''جامع الاصول'' المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے کہا۔۔۔۔ (اس کے بعد علامہ آلوسی نے ''جامع الاصول'' ج ۱ ص ۲۰۲ کی عبارت نقل کی ہے جس کو ہم ابھی علامہ مصلح الدین حنفی کی عبارت میں ذکر کر چکے ہیں)۔ (روح المعانی جزء ۲۷ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی کی تفسیر

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

جس طرح تراویح ابتداء میں واجب نہیں تھی' پھر بعد میں مسلمانوں نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا تو اب تراویح شروع کرنے کے بعد ان پر لازم ہوگئی' اسی طرح صلاۃ رغائب ہے' اور شب برأت کے نوافل ہیں' یہ نوافل بھی تراویح کے ساتھ ملحق ہیں کیونکہ تراویح کی طرح یہ بھی رات کو پڑھے جاتے ہیں۔ بعض کبار نے کہا ہے کہ تمام وہ نئے نیک کام جن کو بہ طور عبادت ایجاد کیا گیا ہے' وہ سب اس شریعت میں داخل ہیں جن کو رسل کرام لے کر آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کی مذمت نہیں کی بلکہ مذمت اس بات کی کی ہے کہ بعد کے لوگوں نے اس کی رعایت نہیں کی اور ان کے ایجاد کیے ہوئے اس فعل پر بدعت کا اطلاق فرمایا' اس کے برخلاف ہماری امت نے جس نئے کام کو بہ طور عبادت ایجاد کیا' اس پر سنت کا اطلاق فرمایا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من سن فی الاسلام سنة حسنة''۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷) جس نے اسلام میں نیک سنت

Marfat.com

(طریقہ) کو ایجاد کیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسلام میں نیک طریقہ نکالنے کی اجازت دی ہے اور اس کا نام سنت رکھا ہے اور اس طریقہ کے نکالنے والے اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کو اجر کی بشارت ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ العلماء اور العارفون نے جو تمام ایسی نئی عبادات نکالی ہیں جن کا شریعت میں صراحۃً امر نہیں ہے' وہ بدعت نہیں ہیں' سوا اس کے کہ وہ صریح سنت کے خلاف ہوں' پس اگر وہ نکالی ہوئی نئی عبادات صریح سنت کے خلاف نہیں ہیں تو وہ محمود ہیں' جیسے سر منڈانا' پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننا' کم کھانے اور کم سونے سے ریاضت کرنا اور مخصوص ہیئت کے ساتھ ذکر کرنا یا ذکر بالجہر کرنا اور اس طرح کے اور اوصاف' جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں کو حکم نہیں دیا' کیونکہ یہ مخصوص سالکین کا طریقہ ہے۔ (روح البیان ج ۹ ص ۴۵۴۔ ۴۵۳ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا'' (الحدید: ۲۷) کی تفسیر میں سید مودودی کی جمہور مفسرین اور احادیث کثیرہ کی مخالفت

ہم اس سے پہلے مذاہب اربعہ کے مفسرین کے حوالہ سے یہ لکھ چکے ہیں کہ ایام فترت میں ایک قوم نے بادشاہ کے مظالم سے بھاگ کر محض اللہ کی رضا کی طلب کے لیے رہبانیت کی بدعت نکالی اور اللہ تعالیٰ نے اس بدعت نکالنے پر ان کی مذمت نہیں کی بلکہ ان کے بعد کے لوگوں نے اس بدعت کی جو کماحقہ' رعایت نہیں کی اس پر ان کی مذمت کی۔ تمام مفسرین نے اسی طرح لکھا ہے' اس کے برخلاف سید ابو الاعلیٰ مودودی نے یہ لکھا ہے کہ ان کا رہبانیت کی بدعت کو نکالنا بھی مذموم تھا اور اللہ تعالیٰ نے رہبانیت نکالنے پر بھی ان کی مذمت کی ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: اصل الفاظ ہیں: ''الا ابتغاء رضوان الله''۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ہم نے ان پر اس رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا بلکہ جو چیز ان پر فرض کی تھی وہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کی کوشش کریں' اور دوسرا مطلب یہ کہ یہ رہبانیت ہماری فرض کی ہوئی نہ تھی' بلکہ اللہ کی خوش نودی کی طلب میں انہوں نے اسے خود اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔ دونوں صورتوں میں یہ آیت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ رہبانیت ایک غیر اسلامی چیز ہے اور یہ کبھی دینِ حق میں شامل نہیں رہی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۳۲۴' ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۸۲ء)

اگلے صفحہ پر سید مودودی لکھتے ہیں:

یعنی وہ دوہری غلطی میں مبتلا ہو گئے' ایک یہ کہ اپنے اوپر وہ پابندیاں عائد کیں جن کا اللہ نے کوئی حکم نہ دیا تھا اور دوسری غلطی یہ کہ جن پابندیوں کو اپنے نزدیک وہ اللہ کی خوش نودی کا ذریعہ سمجھ کر خود اپنے اوپر عائد کیے بیٹھے تھے ان کا حق ادا نہ کیا اور وہ حرکتیں کیں جن سے اللہ کی خوش نودی کے بجائے الٹا اس کا غضب مول لے بیٹھے۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۳۲۵' ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۸۲ء)

اس عبارت میں سید مودودی نے کہا ہے کہ اس قوم نے رہبانیت کی بدعت جو نکالی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کی بدعت نکالنے کی مذمت نہیں کی بلکہ اس کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کی ہے' باقی ہماری شریعت میں رہبانیت نہیں ہے' جیسا کہ ہم نے اس بحث کے شروع میں متعدد احادیث اور آثار سے واضح کیا ہے۔

سید مودودی کی تفسیر کے رد میں مفتی شفیع کی تفسیر سے تائید

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ حافظ ابن کثیر کے حوالے سے (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے اصل رہبانیت اختیار کرنے والے جنہوں نے رہبانیت کے لوازم کی رعایت کی اور مصائب پر صبر کیا وہ بھی نجات یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔

آیت مذکورہ کی اس تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ جس طرح کی رہبانیت ابتداءً اختیار کرنے والوں نے اختیار کی تھی' وہ اپنی ذات سے مذموم اور بُری چیز نہ تھی' البتہ وہ کوئی حکم شرعی بھی نہیں تھا' ان لوگوں نے اپنی مرضی وخوشی سے اس کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا' بُرائی اور مذمت کا پہلو یہاں سے شروع ہوا کہ اس التزام کے بعد بعض لوگوں نے اس کو نبھایا نہیں اور چونکہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی زیادہ ہوگئی تھی' اس لیے ''لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ'' یعنی اکثریت کے عمل کو کل کی طرف منسوب کر دینا عرف عام ہے' اس قاعدہ کے موافق قرآن نے عام بنی اسرائیل کی طرف یہ منسوب کیا کہ انہوں نے جس رہبانیت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اس کو نبھایا نہیں اور اس کی شرائط کی رعایت نہیں کی' اسی کو فرمایا: ''فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا'' (الحدید:۲۷)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس رہبانیت کے متعلق جو قرآن نے فرمایا: ''اِبْتَدَعُوْهَا'' یعنی اس کو انہوں نے ایجاد کر لیا' اس میں لفظ ''ابتداع'' جو بدعت سے مشتق ہے وہ اس جگہ اپنے لغوی معنی یعنی اختراع وایجاد کے لیے بولا گیا ہے' شریعت کی اصطلاحی بدعت مراد نہیں ہے' جس کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے: ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

قرآن کریم کے نسق ونظم میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلے تو اس جملے پر نظر ڈالیے: ''وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً'' (الحدید:۲۷) جس میں حق تعالیٰ نے اپنی نعمت کے اظہار کے سلسلے میں فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں میں رأفت' رحمت' رہبانیت پیدا کر دی' نسق کلام بتلاتا ہے کہ جس طرح رأفت ورحمت مذموم نہیں' اسی طرح ان کی اختیار کردہ رہبانیت بھی اپنی ذات سے کوئی مذموم چیز نہ تھی' ورنہ مقام امتنان میں رأفت ورحمت کے ساتھ رہبانیت کا ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' اسی لیے جن حضرات نے مطلقاً رہبانیت کو مذموم وممنوع قرار دیا ان کو اس جگہ رہبانیت کے عطف میں غیر ضروری تاویل کرنا پڑی کہ اس کو رأفت ورحمت پر عطف نہیں مانا بلکہ ایک مستقل جملہ یہاں محذوف قرار دیا' یعنی ''اِبْتَدَعُوْا'' (کمافعلہ القرطبی رحمہ اللہ) لیکن مذکورہ تفسیر پر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی' آگے بھی قرآن کریم نے ان کے اس ابتداع پر کوئی نکیر اور رَدّ نہیں فرمایا' بلکہ نکیر اس پر کی گئی ہے کہ انہوں اس اختیار کردہ رہبانیت کو نبھایا نہیں' اس کے حقوق وشرائط کی رعایت نہیں کی' یہ بھی جب ہی ہو سکتا ہے کہ ابتداع کو لغوی معنی میں لیا جائے' شرعی اور اصطلاحی معنی ہوتے تو قرآن خود اس پر بھی نکیر کرتا' کیونکہ بدعت اصطلاحی خود ایک گمراہی ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے اور بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ ترہّب اختیار کرنے والی جماعت کو نجات یافتہ جماعتوں میں شمار فرمایا' اگر یہ بدعتِ اصطلاحی کے مجرم ہوتے تو نجات یافتہ شمار نہ ہوتے بلکہ گم راہوں میں شمار کیے جاتے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۳۲۹۔۳۲۸' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابن مسعود کی روایت کے کتب تفسیر اور کتب حدیث سے حوالہ جات

حافظ ابن کثیر کی ذکر کردہ جس روایت سے ان راہبوں کا نجات یافتہ ہونا معلوم ہوتا ہے' وہ روایت یہ ہے:

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلے لوگ اکہتر فرقوں میں بٹ گئے' ان میں سے تین فرقوں نے نجات پائی' باقی ہلاک ہوگئے۔ ان تین میں سے ایک فرقہ بادشاہوں کے سامنے ڈٹ گیا اور ان سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دین کی حمایت میں قتال کیا' پس بادشاہوں نے ان کو شہید کر دیا' دوسرے فرقہ میں قتال کرنے کی طاقت نہ تھی' انہوں نے بادشاہوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

Marfat.com

دین کی تبلیغ کی' بادشاہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا اور ان کو آروں سے چیر ڈالا اور تیسرا فرقہ جس کو بادشاہوں سے قتال کرنے کی قوت تھی نہ ان کے سامنے تبلیغ کرنے کی طاقت تھی' وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے اور رہبانیت اختیار کی' جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ انہوں نے یہ رہبانیت صرف اللہ کی رضا کے لیے اختیار کی تھی' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' پھر انہوں نے اس کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی' آپ نے فرمایا: ان راہبوں کے بعد کے لوگوں نے اس کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی تھی' پس ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر عطا کیا اور ان میں سے اکثر فاسق تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث:۲۶۰۸۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۸۸۳۴' معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۵' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۷' روح المعانی جزء ۲۷ ص ۲۹۴' الدر المنثور ج ۸ ص ۶۳۔۶۲' کتب تفسیر کے علاوہ یہ روایت ان کتب حدیث میں ہے: المعجم الصغیر رقم الحدیث:۶۲۴' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۴۴۷۶' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۰۵۳۱۔۱۰۳۵۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۰ قدیم' رقم الحدیث:۳۷۹۰ جدید' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:۹۰۶۵' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۶۱۔۲۶۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۸ ص ۱۳۴' جمع الجوامع رقم الحدیث:۲۷۵۱۹' کنز العمال رقم الحدیث:۴۳۵۲۵' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی رقم الحدیث:۱۷۲۸)

سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تفسیر ان تمام کتب تفسیر اور کتب حدیث کے خلاف ہے۔

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الابداع'' کا معنی ہے: کسی چیز کو ابتداءً کسی مثال کے بغیر بنانا اور جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر آلہ' بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا' اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' قرآن مجید میں ہے:

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ . (البقرہ:۱۱۷) آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی نمونہ کے بنانے والا۔

اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے: کسی شخص کا ایسا قول جس میں اس نے صاحبِ شریعت کی اتباع کی ہو نہ متقدمین کی نہ اصولِ شریعہ کی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا: ہر نیا کام (یا نیا قول) بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی ہے اور ہر گم راہی دوزخ میں ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث:۱۵۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۵)(المفردات ج ۱ ص ۴۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ المبارک بن محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ' جو کام اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو' وہ مذموم اور ممنوع ہے اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی پہلے مثل موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام بہ شرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نیک کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے' آپ نے فرمایا: جس شخص نے کسی سنت حسنہ (نیک طریقہ) کو ایجاد کیا تو اس کو بھی اس کا اجر ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کو ملے گا اور اس کی ضد میں فرمایا: اور جس نے کسی بُرے طریقہ کو ایجاد کیا تو اس کو بھی اس کا گناہ ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اس کو گناہ ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۷) اور یہ اس صورت میں ہوگا جب وہ کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔ (النہایہ ج ۱ ص ۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:
بدعت کا معنی ہے: حدث' نیا کام' دین کے مکمل ہونے کے بعد اس میں کوئی نئی چیز نکالی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے متعلق فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۰) اس کے بعد علامہ ابن منظور نے علامہ ابن اثیر جزری کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا: ''نعمت البدعة هذه'' یہ بھی اسی قبیل سے ہے' کیونکہ جب تراویح اچھے کاموں سے ہے تو وہ مدح کے تحت داخل ہے' اس لیے حضرت عمر نے اس کا نام بدعت رکھا اور اس کی مدح کی' اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے تراویح کا طریقہ مقرر نہیں فرمایا تھا' آپ نے صرف چند راتیں تراویح پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا تھا' اس کی حفاظت نہیں کی اور نہ اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا تھا اور نہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی' صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور اس کی ترغیب دی اور اس وجہ سے انہوں نے اس کا نام بدعت رکھا اور حقیقت میں یہ سنت ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری سنت کو لازم رکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم رکھو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس ان لوگوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہیں' ابوبکر اور عمر کی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۲)
اسی طرح جس حدیث میں ہے: ہر نیا کام بدعت ہے' اس کا بھی محمل یہ ہے کہ جو نیا کام اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو وہ بدعت ہے' اور اکثر بدعت کا استعمال مذمت میں ہوتا ہے۔

(لسان العرب ج ۲ ص ۳۷' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے بدعت کے معنی میں من وعن علامہ ابن منظور کی عبارت نقل کر دی ہے۔

(تاج العروس ج ۵ ص ۲۷۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ نے بدعت کے معنی میں پہلے علامہ ابن اثیر اور علامہ ابن منظور کی عبارات کا خلاصہ لکھا ہے' جس حدیث میں ہے: ہر بدعت گمراہی ہے' اس سے اس بدعت کو خاص کر لیا ہے جو واجب ہے' جیسے متکلمین کے دلائل اور جو بدعت مستحب ہے جیسے علم کی کتابوں کو تصنیف کرنا' مدارس بنانا اور تراویح پڑھنا اور وہ بدعت جو مباح ہے' جیسے کھانے پینے کی اشیاء میں وسعت۔ (مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ)

وہ فقہاء اسلام جن کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں' بدعت حسنہ و بدعت سیئہ

علامہ ابی الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جو کام سنت کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو کام سنت کے موافق ہو وہ بدعت ھدی ہے۔

(شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۴۷' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:
بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر وہ کام کسی مستحسن شرعی کے تحت درج ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کام کسی مستقبح شرعی کے تحت درج ہو تو پھر وہ بدعت مستقبحہ ہے۔ (الاستذکار ج ۵ ص ۱۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)
علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:
بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کام کی کسی اصل شرعی کے بغیر ابتداء کی گئی ہے۔

Marfat.com

(المفہم ج ۲ ص ۵۰۸ 'دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ کیا گیا ہو وہ بدعت ہے اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: خیر اور شر' اور مذموم وہ بدعت ہے جو کسی امر شرعی کو رد کرے یا اس کی نفی کرے۔

(التنقیح علی الجامع الصحیح مع کشف المشکل ج ۳ ص ۵۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۲۰۰۴ء)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر وہ کسی مستحسن شرعی کے تحت درج ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کسی مستقبح شرعی کے تحت درج ہو تو وہ بدعت مستقبحہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان سخاوی شافعی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ ہے۔ (القول البدیع ص ۲۸۰ 'مکتبۃ المؤید' الطائف)

علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد الانصاری الشافعی المتوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو اس لیے بدعت فرمایا کہ اس کے لیے جماعت کا اہتمام مسنون نہیں تھا اور یہ بات گزر چکی ہے کہ بدعت کبھی مستحب بھی ہوتی ہے اور جس حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گم راہی ہے' وہ عام مخصوص البعض ہے' کیونکہ تراویح کی جماعت بدعت ہے اور گم راہی نہیں ہے' اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ترغیب دی ہے۔ (تحفۃ الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۴۹۔۵۴۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا: جو کام کتاب' سنت' اثر یا اجماع کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو نیا اور نیک کام ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۳۶۸ 'مکتبہ حقانیہ' پشاور)

وہ فقہاءِ اسلام جن کے نزدیک بدعت کی پانچ قسمیں ہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے کہ وہ نیا کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ (سیئہ)۔ شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے' انہوں نے ''کتاب القواعد'' کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں: واجب' حرام' مستحب' مکروہ اور مباح۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے' اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہو تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہو تو مستحب ہے اور اگر کراہیت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علمِ نحو کا پڑھنا' جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے' یہ اس لیے واجب ہے کہ علمِ شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے: قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا'

Marfat.com

تیسری مثال ہے: دین کے قواعد اور اصولِ فقہ کو مرتب کرنا' چوتھی مثال ہے: سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (آج کل پرویزی' چکڑالوی' بہائی' مرزائی' رافضی' اسماعیلی وغیرہ کے نظریات' سعیدی غفرلہٗ) اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔ بدعاتِ مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہدِ رسالت میں نہیں تھا' (تمام رمضان میں) جماعتِ تراویح' تصوف کی دقیق ابحاث' بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعاتِ مکروہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) بدعاتِ مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز) کے بعد مصافحہ کرنا' کھانے پینے' پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا' سبز چادریں اوڑھنا' کھلی آستینوں کی قمیص پہننا' ان اُمور میں اختلاف ہے' بعض علماء نے ان اُمور کو بدعاتِ مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں ''اعوذ باللّٰہ'' اور ''بسم اللّٰہ'' جہراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔

یہاں تک امام عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے' اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے ''مناقب شافعی'' میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو کتاب' سنت' اثر یا اجماع کے خلاف ہو' یہ بدعت سیئہ ہے' دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو' ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے' یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے' یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبارت ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۳۔ ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے ''کتاب القواعد'' کے آخر میں لکھا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ جیسے قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لیے علم نحو میں مشغول ہونا (۲) بدعتِ محرمہ جیسے جبریہ' قدریہ اور مرجئہ کے مذاہب اور ان کا رد کرنا بدعتِ واجبہ ہے (۳) بدعتِ مستحبہ' جیسے سرائے اور دینی مدارس بنانا اور ہر وہ نیک کام جو عہدِ رسالت میں نہیں تھا' جیسے تراویح کی جماعت اور وعظ اور علمی مسائل کے لیے مجالس کو منعقد کرنا (۴) بدعتِ مکروہہ جیسے (دکھاوے کے لیے) مساجد کو مزین کرنا اور مصاحف کو مزین کرنا (۵) بدعت مباحہ جیسے صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا اور انواع واقسام کے لذیذ کھانے اور مشروبات۔ (شرح الطیبی ج ۱ ص ۲۹۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ہے: ہر بدعت گمراہی ہے' وہ عام مخصوص البعض ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ' مستحبہ' مباحہ' مکروہہ اور محرمہ' پھر ان کی وہی تعریفیں کی ہیں جو علامہ طیبی نے کی ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۲۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

بدعت' اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو' پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے' ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۸۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ' مباحہ اور جس حدیث میں ہے: ہر بدعت گمراہی ہے' وہ عام مخصوص البعض ہے۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۶۵۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶۷) علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا: یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے اور اس سے مراد غالب بدعات ہیں۔ علماء نے کہا: بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ' مستحبہ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۴۶۸) (الدیباج ج ۱ ص ۴۳۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ)

علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے: وجوب' استحباب' اباحت' کراہت اور تحریم' پھر ہر ایک کی مثالیں دی ہیں۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

بدعت کا لغوی معنی ہے وہ نیا کام جس کی پہلے مثال نہ ہو اور اس کا شرعی معنی ہے وہ کام جو سنت کے خلاف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور یہ پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔

(شرح الزرقانی علی الموطأ امام مالک ج ۱ ص ۳۶۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ' مستحبہ' مباحہ' مکروہہ اور محرمہ' پھر ہر ایک کی مثالیں دی ہیں اور بدعت محرمہ کی یہ تعریف کی ہے:

ہر وہ نیا کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ حق کے خلاف ہو' خواہ وہ علم (اعتقاد) ہو یا عمل ہو یا حال ہو اور اس کی بنیاد کسی قسم کے شبہ یا استحسان پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراطِ مستقیم بنا لیا جائے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ نے علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی مذکور الصدر پانچ قسمیں لکھی ہیں۔

(فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۶' مکتبۃ الحجاز' کراچی)

شیخ محمد زکریا بن محمد بن یحییٰ الکاندھلوی متوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء لکھتے ہیں:

علامہ عینی نے کہا ہے: بدعت اصل میں اس نئے کام کے کرنے کو کہتے ہیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو' اور اس کی دو قسمیں ہیں: اگر وہ کام کسی مستحسن شرعی کے تحت درج ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کام کسی مستقبح شرعی کے

Marfat.com

تحت درج ہوتو وہ بدعت مستقبحہ ہے۔ (اوجز المسالک ج ۲ ص ۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں بدعت کی حسب ذیل قسمیں ہیں:

واجبہ محرمہ مستحبہ مباحہ اور مکروہہ اور ہر ایک کی مفصل مثالیں لکھی ہیں۔ (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۱۱۵ مکتبہ عثمانیہ لاہور)

بدعت کی تقسیم کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

دین میں بدعت نکالنا اگرچہ اصل میں مذموم ہے جیسا کہ کتاب اور سنت کی اس پر دلالت ہے اور اس میں بدعات قولیہ اور فعلیہ برابر ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طریق عموم فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶۷ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۷۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰) اور اس حدیث کے عموم پر عمل کرنا واجب ہے اور جس نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں حسن اور قبیح اس نے خطا کی ہے جیسا کہ فقہاء متکلمین اور صوفیاء نے کیا ہے اور ہر وہ طریقہ جو نص نبوت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔

اور جس کام کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے اور اس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو اس کے لیے دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے۔

(۱) یا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ کام دین میں بدعت نہیں ہے اگرچہ اس کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعمت البدعة هذه''۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۰)

(۲) یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے اس کا حکم عام ہے مگر اس سے بعض بدعات خاص کر لی گئی ہیں کیونکہ اس عموم کا معارض راجح ہے اور جیسا کہ کتاب اور سنت کے اور عمومات تخصیص کے بعد اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں اسی طرح یہ حکم عام بھی ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہیں:

اسی معنی کی وجہ سے شطرنج اور جوئے کی دیگر اقسام مکروہ ہیں کیونکہ یہ آپس میں عداوت اور بغض پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح غنا ہے کیونکہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور زنا کی طرف ابھارتا ہے اور قلب کو علم نافع اور عمل صالح سے روکتا ہے اور برائیوں کی دعوت دیتا ہے اور نیکیوں سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح بدعات اعتقادیہ اور عملیہ ہوتی ہیں جو کلمات طیبہ اور اعمال صالحہ سے روکتی ہیں اور وہ حق کے ترک کو متضمن ہوتی ہیں اور ان میں اعتقاد اور عمل کا فساد ہوتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰۷ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعت حسنہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جو علماء بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن اہل علم کی اقتداء کی جاتی ہے انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہو اور اس کے استحباب پر دلیل شرعی قائم ہو۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۸۷ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کام جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا (تراویح کی جماعت) یہ سنت ہے لیکن انہوں نے کہا: ''نعمت البدعة هذه'' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۰) یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ یہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے اور صحابہ نے وہ کام کیا جس کو وہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہیں کرتے تھے یعنی اس کی مثل کے لیے مجتمع ہونا اور یہ شریعت میں سنت ہے۔

اسی طرح یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنا اور یہ حجاز' یمن اور یمامہ ہے اور ہر وہ شہر جس پر فارس اور روم نہیں پہنچا وہ جزیرۂ عرب ہے اور شہروں میں سے ایک شہر ہے' جیسے کوفہ اور بصرہ اور قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور وظائف مقرر کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا' اور عید کے دن شہر سے باہر نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کرنا اور اس قسم کے اور بہت کام جن کو خلفاء راشدین نے سنت قرار دیا' کیونکہ ان کاموں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سنت بنایا' لہٰذا یہ تمام کام سنت ہیں' اگرچہ لغت کے اعتبار سے ان کاموں کو بدعت کہا جاتا ہے۔

رہا بہ آواز بلند نیت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا تو وہ بدعت سیئہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے نہ خلفاء راشدین نے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۲ ص ۱۴۲' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

علامہ اسماعیل حقی اور شیخ ابن تیمیہ کے مؤقف کا تجزیہ

علامہ اسماعیل حقی حنفی اور شیخ ابن تیمیہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ وہ بدعتِ حسنہ پر سنت کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو بدعت حسنہ نہیں کہتے' لیکن دونوں کی وجہ الگ الگ ہے۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ''۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷) جو شخص اسلام میں نیک اور اچھی سنت نکالے' پس جو شخص اسلام میں کوئی نئی اور نیک عبادت نکالے' اس کو آپ نے سنت فرمایا ہے بدعت نہیں فرمایا' اس لیے بدعتِ حسنہ درحقیقت سنت ہے۔ اور شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں: دین میں جو نئے کام نکالے گئے جیسے تراویح کی جماعت' قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا اور اس جیسے اور بہت کام' یہ سب کام اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ہی کیے گئے ہیں' اس لیے یہ سب کام بدعتِ حسنہ نہیں بلکہ سنت ہی ہیں۔

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعمت البدعۃ''۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ''فتح الباری'' (ج ۴ ص ۲۸۷' دار الفکر' بیروت) میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلی کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو' پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۱۲' دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت لغویہ کی یہ قسمیں ہیں: مباحۃ' مکروھۃ' حسنۃ اور سیئہ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶ طبع قدیم' میور پریس' دہلی' ۱۳۲۵ھ)

شیخ ابوالحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

بدعت ضلالہ سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسن کہا گیا ہے' اس سے مراد یہی بدعت ہے' جیسے

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۴' مکتبۃ الرحمان سلفیہ سرگودھا' طبع ثانی)

رہبانیت کی رعایت نہ کرنے والوں کے مصادیق

الحدید: ۲۷ کے آخر میں فرمایا: پھر انہوں نے اس (رہبانیت) کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا' پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا اور ان میں سے اکثر فاسق ہیںO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحت اور صواب کے سب سے زیادہ قریب قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی' یہ ان لوگوں میں سے بعض ہیں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا اور آیت کا یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رہبانیت کی بدعت نکالنے والوں میں سے بعض وہ بھی تھے' جنہوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت کی تھی اور اگر ان میں سے ایسے لوگ نہ ہوتے تو وہ اس اجر کے مستحق نہ ہوتے جس کا اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا ہے اور جن لوگوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہی لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے بعد کے لوگوں میں سے ہوں۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۳۱۲' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی اور انہوں نے اس کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی اور اس کے ساتھ انہوں نے تثلیث اور اتحاد کو ملا دیا اور ان میں سے بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پالیا' پھر وہ آپ پر ایمان لے آئے اور ان ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا۔

(۲) ہم نے ان پر رہبانیت کو صرف اس لیے فرض کیا تھا کہ وہ اس کے وسیلہ سے اللہ کی رضا کو حاصل کریں' پھر انہوں نے یہ افعال' دنیا کی طلب اور ریاکاری کے طور پر کیے۔

(۳) پھر جب ہم نے ان پر رہبانیت کو فرض کر دیا تو انہوں نے اس کو ترک کر دیا سو ان کی مذمت اس فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے ہے۔

(۴) جن لوگوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی' یہ وہ ہیں جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور جن کے متعلق فرمایا: پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا' یہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور جن کے متعلق فرمایا ہے: اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو آپ پر ایمان نہیں لائے' اس پر دلیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اور میری اتباع کی' اس نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت کی اور جو لوگ مجھ پر ایمان نہیں لائے سو وہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۰۷۴' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۳)

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے صالحین نے رہبانیت کی بدعت نکالی اور وہ اس بدعت پر قائم رہتے ہوئے گزر گئے' پھر ان کے بعد ایک اور قوم جس نے محض زبانی ان کی اقتداء کی اور عمل میں ان کی اتباع نہیں کی اور انہوں نے

Marfat.com

رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی۔ عطاء نے کہا: انہوں نے الحواریون کی طرح رہبانیت کی رعایت نہیں کی' پھر فرمایا: اوران میں سے اکثر فاسق ہیں' اس کا معنی ہے: بعض لوگوں نے اس کی رعایت کی اوران میں سے اکثر لوگوں نے فسق (نافرمانی) کوظاہر کیا اور رہبانیت کے طریقہ کوظاہراً اور باطناً ترک کر دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۷۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

یعنی ان صالحین نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی' پھر بعد میں آنے والے لوگوں نے اس کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی اور جن لوگوں نے اللہ کی رضا کے لیے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی' ان کے متعلق فرمایا: پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا' اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور انہوں نے رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہیں کی' ان کے متعلق فرمایا: اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان صالحین میں سے بہت کم باقی بچے تھے' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص اپنے گرجا سے نکلتا اور آپ پر ایمان لے آتا اور ایک سیاح اپنی سیاحت سے واپس آتا اور آپ پر ایمان لے آتا۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا: رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہ کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جنہوں نے رہبانیت میں تقصیر کی اور جو کچھ انہوں نے اپنے اوپر لازم کیا تھا اس میں کوتاہی کی اور دوسری قسم وہ ہے اور وہی عمدہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک رہے اور آپ پر ایمان نہیں لائے' پس وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کرنے والے تھے' سو انہوں نے اس رہبانیت کی کماحقہ رعایت نہیں کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا' اور یہ ایمان لانے والے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک رہبانیت پر رہے اور آپ پر ایمان لائے اور فرمایا: اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے۔

اور اس آیت کی یہ تفسیر کرنا صحیح نہیں ہے کہ کماحقہٗ رہبانیت کی رعایت کرنے والے وہ ہیں جو رہبانیت کے منسوخ ہونے سے پہلے اس پر عمل کرتے تھے اور رہبانیت کی کماحقہٗ رعایت نہ کرنے والے وہ ہیں جنہوں نے اس میں تثلیث' اللہ اور حضرت عیسیٰ کے اتحاد کے قول اور ریاکاری کو ملا دیا تھا۔ نیز یہ تفسیر حضرت ابن مسعود کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس کو امام طبرانی' امام حاکم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۹۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

صحیح بات یہ ہے کہ جن صالحین نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی' انہوں نے اس کی کماحقہٗ رعایت کی اور ان ہی کی اللہ تعالیٰ نے تحسین فرمائی ہے اور ان کو اجر عطا فرمانے کا ذکر کیا ہے' پھر بعد کے زمانہ میں رہبانیت میں بگاڑ شروع ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک اس میں کافی بگاڑ ہو چکا تھا اور اسی رہبانیت کی آپ نے مذمت فرمائی ہے اور اس کا رد فرمایا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو' ورنہ تم پر بھی سختی کی جائے گی' کیونکہ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی' یہ ان کے باقی ماندہ گرجے اور معابد ہیں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: '' وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ '' (الحدید: ۲۷)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اس رسول پر (ہمیشہ) ایمان رکھو' اللہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دے گا' جس میں تم چلو گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا

Marfat.com

اور اللہ بہت معاف فرمانے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت نہیں رکھتے' اور بے شک فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے' اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O

(الحدید:۲۹۔۲۸)

اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا' اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق

الحدید:۲۸ کے حسب ذیل محامل ہیں:

اے وہ لوگو! جو (حضرت) موسیٰ اور (حضرت) عیسیٰ پر ایمان لائے ہو! اللہ سے (ہمیشہ) ڈرتے رہو' اور اس کے رسول (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو دو حصے عطا فرمائے گا' ایک اجر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور ایک اجر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا' اس آیت کی مثل یہ آیات ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ O وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ O اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ O (القصص:۵۴۔۵۲)

وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا فرمائی تھی' سو وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں O اور جب اس کتاب کی آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں (تو) وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان لا چکے ہیں' یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم تو پہلے ہی اس کو ماننے والے تھے O یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر پر دو مرتبہ اجر دیا جائے گا' یہ نیکی سے بدی کو دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں O

ان لوگوں کو دو اجر اس لیے ملیں گے کہ یہ اپنے پہلے نبی (حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام) پر بھی ایمان لائے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے' حدیث میں ہے:

ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (قسم کے) آدمیوں کے دو اجر ہیں: ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا' اور دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کی ایک باندی ہو وہ اس کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھی طرح علم پڑھائے' پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۵۴' مسند احمد رقم الحدیث:۱۹۷۳۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی المتوفی ۱۱۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو لوگ گزشتہ رسولوں پر ایمان لا چکے تھے خواہ ان کے ادیان منسوخ ہو چکے ہوں' جب وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے تو اسلام کو قبول کرنے کی برکت سے ان سب کو دو اجر دیئے جائیں گے' کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب علماء یہود میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اسلام لائے تھے اور یہ آیت تمام اہل کتاب کے حق میں عام ہے۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۸ ص ۴۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ . جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔
(الانعام: ۱۶۰)

اس آیت کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ عام مؤمنین کو ان کی نیکیوں کا دس گنا اجر ملے گا اور مؤمنین اہل کتاب میں سے جو اسلام کو قبول کریں گے ان کو ان کی نیکیوں پر بیس گنا اجر ملے گا' اسی طرح اس غلام کو بھی بیس گنا اجر ملے گا جو اللہ کا حق بھی ادا کرے گا اور اپنے مالک کا بھی۔

آیا دو اجر صحیح مومن اہل کتاب کو ملیں گے یا ہر اہل کتاب کو جو اسلام قبول کرے گا؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ دو اجر صحیح مؤمنین اہل کتاب کے ساتھ خاص ہیں یا ان یہود و نصاریٰ کو بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے دین میں بگاڑ پیدا کر لیا تھا اور حضرت عیسیٰ اور عزیر کی پرستش شروع کر دی تھی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: ان سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اپنے دین پر اسی طرح باقی تھے جس طرح ان کے نبی اس دین کو لے کر آئے تھے اور انہوں نے دین میں کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں کی تھی' سو جو اہل کتاب اسی طرح اس دین پر قائم رہے' حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے' پھر وہ آپ کے اوپر بھی ایمان لائے تو ان کو دو اجر ملیں گے اور جنہوں نے اس دین میں تبدیلی اور تحریف کر دی ان کے لیے اس دین پر قائم رہنے کا کوئی اجر نہیں ہے' پھر جب وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو ان کو صرف آپ کی نبوت اور آپ کے دین پر ایمان لانے کا اجر ملے گا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت عام اہل کتاب کے متعلق ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کو دو اجر عطا کرنے کا سبب ہو' ایک مرتبہ ان کے ان نیک اعمال پر جو انہوں نے اس دین میں کیے ہیں' خواہ انہوں نے دین میں تبدیلی اور تحریف کر دی ہو' کیونکہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفار کے نیک اعمال مقبول ہوتے ہیں' اسی طرح ان کو ایک اجر اپنے گزشتہ ایمان پر ملے گا اور ایک اجر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ملے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

''شرح ابن التین'' میں مذکور ہے کہ یہ آیت (القصص: ۵۲) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ وہ اہل کتاب جن کو دو اجر دیئے جائیں گے' یہ وہ ہیں جو اپنے عقیدہ اور افعال میں مسلسل حق پر قائم رہے حتیٰ کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو ان کو پہلے حق کی اتباع کرنے پر بھی اجر دیا جائے گا اور دوسرے حق کی اتباع کرنے پر بھی اجر دیا جائے گا۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا:

اسلم تسلم یوتك الله اجرك مرتین. تم اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے' تم کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷)

اور ھرقل وہ شخص تھا جو دین کے تبدیل ہونے اور تحریف کے بعد نصرانیت میں داخل ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ بدر الدین عینی کی دلیل بہت قوی ہے کیونکہ وہ ''صحیح بخاری'' کی حدیث پر مبنی ہے' اس لیے صحیح یہی

Marfat.com

ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص بھی اسلام پر ایمان لائے گا' خواہ اس کے دین سابق میں تحریف ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس کو دو اجر ملیں گے۔ ہاں اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان کو جس عبادت پر ایک اجر ملتا ہے اس کو اس پر دو اجر ملیں گے اور جس عبادت پر دس اجر ملتے ہیں اس پر اس کو بیس اجر ملیں گے اور جن پر ستائیس اجر ملتے ہیں اس کو اس پر چوّن اجر ملیں گے اور شب قدر کی عبادت پر اس کو دو ہزار ماہ کی عبادت کا اجر ملے گا' وعلیٰ ہٰذا القیاس اور اس غلام کو بھی اسی طرح دگنا اجر ملے گا جو اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت بھی کرتا ہے اور اسی طرح اس شخص کو بھی دگنا اجر ملے گا جس نے اپنی باندی کی تعلیم و تربیت کی' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا' لیکن یہ معنی اس صورت میں ہو گا جب دو اجروں سے مراد دگنا اجر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نیز فرمایا: اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دے گا جس میں تم چلو گے۔

اس نور سے مراد حسی نور بھی ہو سکتا ہے اور معنوی بھی' اگر حسی نور مراد ہو تو اس کا معنی ہے: آخرت میں پل صراط پر تمہارے لیے روشنی کر دے گا یا قیامت کے دن تمہارے لیے جنت کے راستے کو روشن کر دے گا اور اگر اس سے معنوی نور مراد ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے بیان اور ہدایت مہیا کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد قرآن ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دین اسلام میں مبلّغ اور قائد بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ بہت معاف فرمانے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اہل کتاب میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو دگنا اجر عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے

الحدید: ۲۹ میں فرمایا: تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت نہیں رکھتے' اور بے شک فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا. ان (اہل کتاب) کو ان کے صبر کی وجہ سے دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ (القصص: ۵۴)

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سامنے مؤمنین اہل کتاب نے فخر کیا کہ ہم کو دو اجر ملیں اور تم کو ایک اجر ملے گا' پھر اللہ سبحانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کے اصحاب کے لیے بھی اسی طرح دو اجر کر دیئے جس طرح مؤمنین اہل کتاب کے لیے دو اجر کیے تھے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۹۷۔۲۹۶) مطبوعہ ''تفسیر امام ابن ابی حاتم'' میں یہ عبارت نہیں ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ان اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے خطاب ہے جو ایمان لے آئے تھے یا ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے' اور اس آیت کا معنی ہے: اے وہ لوگو! جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ پر ایمان لا چکے ہو' اب حضرت (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ' یعنی ان پر ایمان کو برقرار رکھو اور اس پر ثابت قدم رہو اور اگر ابھی تک ایمان نہیں لائے ہو تو اب ایمان لے آؤ' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایک حصہ تمہیں تمہارے سابق ایمان لانے پر دے گا اور ایک حصہ تمہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دے گا تاکہ ان اہل کتاب کو معلوم ہو جائے جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا جو ان میں سے ایمان لانے والوں کو مل چکا ہے اور وہ اس رحمت کو حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوں گے کیونکہ اس رحمت کے حصول کی شرط سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔

Marfat.com

اور اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں فرمایا ہے: تین (قسم کے) لوگوں کے لیے دو اجر ہیں' ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اور دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنا مالک کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کی ایک باندی ہو وہ اس کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھی طرح علم پڑھائے' پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۷)

اور نصاریٰ کے اعتبار سے اس آیت پر کوئی اشکال نہیں ہے' کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ان ہی سے خطاب ہے' کیونکہ ملتِ محمدیہ کے ظہور سے پہلے ان کی ملت غیر منسوخ تھی' لہٰذا ان کو اس ملت پر عمل کرنے کا ثواب ملتا رہے گا' حتیٰ کہ ان پر واجب ہو گیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور جب وہ آپ پر ایمان لے آئے تو ان کو اس کا ثواب بھی دیا گیا اور ان کے لیے دو ثواب اور دو اجر ہو گئے' ہاں! یہودیوں کے اعتبار سے اشکال ہو گا کیونکہ ان کی ملت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملت سے منسوخ ہو چکی تھی اور منسوخ شدہ ملت پر عمل کرنے کا ثواب نہیں ہوتا اور اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اسلام لانے کی برکت سے ان کو بھی ملتِ سابقہ پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا' خواہ وہ ملت منسوخ ہو چکی ہو۔

اور بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہودیوں کو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا ثواب ہو گا' خواہ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہو' کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے' خواہ اس کی شریعت منسوخ ہو چکی ہو یا نہیں۔

اور اب اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہو گا کہ ہم نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو دو اجر عطا کیے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں تاکہ دوسرے اہل کتاب یہ اعتقاد نہ کریں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول پر قادر نہیں ہیں' اس لیے فرمایا: ''تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت نہیں رکھتے' اور بے شک فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے''۔

آیا مؤمنین اہل کتاب کو ہر نیک عمل کا دگنا اجر دیا جائے گا یا نہیں؟

اہل کتاب میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے لیے القصص: ۵۴ میں فرمایا تھا: ''اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا'' ان کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا اور الحدید: ۲۸ میں ان کے لیے فرمایا ہے: ''یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ'' اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا' ان آیتوں کا کیا مطلب ہے' آیا ان لوگوں کو ان کے ہر نیک عمل پر عام مسلمانوں کی بہ نسبت دگنا اجر دیا جائے گا یا ان کو ایک اجر ان کے پہلے ایمان کا دیا جائے گا اور دوسرا اجر ان کو ان کے دوسرے ایمان کا دیا جائے گا؟ اگر ثانی الذکر معنیٰ ہو تو اس میں ان کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی اور نہ اس میں بہ ظاہر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی فضل ہے' جس کا یہاں بہت اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کیونکہ عام قاعدہ کے مطابق ان کو دو اجر ملے' ایک اجر سابق شریعت پر ایمان لانے کا ملا اور دوسرا اجر بعد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان لانے کا ملا اور اگر ان دونوں آیتوں کا یہ معنیٰ ہو کہ ان کو ان کے ہر نیک عمل پر عام مسلمانوں کی بہ نسبت دگنا اجر دیا جائے گا تو اس میں ان کی خصوصیت بھی نظر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان پر خصوصی فضل بھی دکھائی دیتا ہے' مفسرین اور شارحینِ حدیث کی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دو ایمان ہیں' اس لیے ان کو دو اجر ملیں گے' یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے ہر نیک عمل پر ان کو عام مسلمانوں کی بہ نسبت دگنا اجر ملے گا' لیکن میرا ذوق اور میرا رجحان اسی طرف ہے اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

پھر ان دو اجروں میں سے ہر ایک کو فی نفسہٖ دگنا کیا جائے گا اور ہر نیکی کا دس گنا اجر دیا جائے گا اور ان کے اجور دگنے

Marfat.com

جو گنے کر دیئے جائیں گے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرتا ہو وہ آزاد شخص سے بہتر ہے اور یہی وہ رائے ہے جس کو ابو عمر بن عبد البر وغیرہ نے پسند کیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

نیز ''تفسیر امام ابن ابی حاتم'' میں ''کفلین'' (الحدید: ۲۸) کی تفسیر میں مذکور ہے: حضرت ابو موسیٰ نے ''کفلین'' کی تفسیر میں کہا: ضعفین (دومثل' دگنا) اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۴۱۔ رقم الحدیث: ۱۸۸۳۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ'' وہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا' اس کی تفسیر یہ ہے کہ الکفل (ایک حصہ) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تین سو حصے اور پچاس حصے ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۴۱۔ رقم الحدیث: ۱۸۸۳۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

ہر چند کہ ان آیات اور ''صحیح بخاری'' کی حدیث کا ظاہر معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دو اجر عطا فرمائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں ہے کہ ان کو ان کے ہر نیک عمل کا دگنا اجر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

القصص: ۵۴ کی تفسیر میں' میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔

سورۃ الحدید کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج تیرہ ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء بہ روز اتوار سورۃ الحدید کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۴ دسمبر کو اس کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح بائیس دنوں میں یہ تفسیر مکمل ہوئی۔

رب العلمین! اس تفسیر کو اور اس سے پہلے لکھی ہوئی تفسیر کو قبول فرما اور بشری تقاضے سے جو مجھ سے غلطیاں ہوئیں ان کو معاف فرما اور تا روزِ قیامت اس تفسیر کو فیض آفریں رکھ اور باقی ماندہ سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل فرما دے اور میری اور میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے تلامذہ اور احباب کی' اس کتاب کے ناشر اور معاونین کی اور قارئین کی اور جمیع مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی۔ ۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ المجادلۃ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام المجادِلہ ہے''المجادلہ'' کا معنی ہے: بحث اور تکرار کرنے والی عورت اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ۝ (المجادلہ:۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو اپنے شوہر کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی' اور اللہ آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا' بے شک اللہ خوب سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے ۝

یہ خاتون حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں' ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے)' زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق قرار دیا جاتا تھا' اب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سخت پریشان ہوئیں' اس وقت تک ظہار کے متعلق کوئی شرعی حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' تاکہ اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں کافی بحث اور تکرار کی' اس لیے ان خاتون کو مجادِلہ کہا گیا اور ان ہی کی مناسبت سے اس سورت کا نام المجادلہ رکھا گیا۔

سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس کی سماعت تمہاری تمام آوازوں کو محیط ہے' پس اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا (المجادلہ:۱)

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو اپنے شوہر کے متعلق آپ سے بحث اور تکرار کر رہی تھی۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳۔۱۸۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۵۷)

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو محیط ہے' میں حضرت خولہ بن ثعلبہ کی بات پوری طرح نہیں سن رہی تھی اور ان کی کچھ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! میرا شوہر میری جوانی کھا گیا اور میرا پیٹ (اس کی اولاد کی کثرت سے) پھیل گیا' لیکن اب جب میں بوڑھی ہو گئی اور مجھ سے اولاد ہونا منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا' اے اللہ! میں تیری طرف شکایت کرتی ہوں وہ اس طرح کہتی رہیں' حتیٰ کہ حضرت جبریل یہ آیات لے کر

Marfat.com

نازل ہوئے: ''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ '' (المجادلہ: ۱)۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۴۲ ۔رقم الحدیث: ۱۸۸۴۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۷۹۱ طبع جدید' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۲۰ ۔رقم الحدیث: ۱۶۱۲)

سورت المجادلہ کا زمانۂ نزول

علامہ ابن عطیہ نے کہا: اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (المحرر الوجیز ج ۱۵ ص ۴۳۴) اور بعض تفاسیر میں ہے کہ اس کی پہلی دس آیتیں مدنی ہیں اور باقی آیات مکی ہیں۔

ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۵۸ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۵ ہے' سورۃ المجادلہ سورت المنافقین کے بعد اور سورۃ التحریم سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سورۃ المجادلہ سورۃ الاحزاب کے بعد نازل ہوئی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الاحزاب میں فرمایا ہے:

وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ (الاحزاب: ۴) اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو (یہ کہتے ہو کہ ان کی پشت ان کی ماں کی پشت کی مثل ہے) ان کو اللہ نے حقیقت میں تمہاری ماں نہیں بنایا۔

اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہار کرنے سے بیوی شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی اور نہ وہ اس کی ماں ہو جاتی ہے' یہ صرف زمانۂ جاہلیت کا مفروضہ تھا' کیونکہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ نے ظہار کی وجہ سے تمہاری بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنایا اور ان کو تم پر حرام نہیں کیا' یہ اجمالی حکم ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ میں بیان فرمائی ہے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سورۃ الاحزاب کا ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۹۰ ہے اور سورۃ المجادلہ کا ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۰۵ ہے' اور چونکہ غزوۃ الاحزاب شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا تو اس سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ سورۃ المجادلہ بھی اسی دور میں یا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد نازل ہوئی ہے۔

سورۃ المجادلہ کے مشمولات

☆ اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے' یہ دستور باطل ہے۔

☆ اور اس سورت میں آدابِ مجلس بتائے ہیں کہ مجلس میں ایل پھیل کر نہیں بیٹھنا چاہیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بیٹھنے کی گنجائش نکالنی چاہیے۔

☆ اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

☆ علماءِ دین کے مرتبہ اور مقام کو واضح کیا ہے اور ان کی مدح فرمائی ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو تو مسلمانوں کو اس سے پہلے کچھ صدقہ دینا چاہیے' بعد میں اس حکم کو اٹھا لیا۔

☆ منافقین کو سرزنش کی ہے جو مسلمانوں کے منصوبے اور ان کے راز کی باتیں کفار کو جا کر بتا دیتے تھے اور پھر جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے تھے' لیکن ان کا انجام ذلت اور رسوائی تھا۔

☆ اس سورت کو اس پر ختم کیا ہے کہ مسلمان کفار سے محبت نہ رکھیں اور ان سے مل جل کر نہ رہیں۔

Marfat.com

سورۃ المجادلہ کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور امداد پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

الٰہ العلمین! مجھے حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۴ء

Marfat.com

سورۃ المجادلۃ مدنیۃ ۵۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتہا ۲۲ رکوعاتہا ۳

سورۃ المجادلہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بائیس آیات، تین رکوع ہیں

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی

وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے O

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں

اِلَّا الّٰۗىِٕيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ

مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں، اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں،

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

اور اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے O اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں، پھر عمل زوجیت کے

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ

لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں، تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے یہ وہ چیز

بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے، پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا

سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

کھلانا ہے، یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو، اور یہ اللہ کی

Marfat.com

اللّٰہِ ؕ وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ④ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ

حدود ہیں' اور کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے○ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت

رَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍۭ

رکھتے ہیں وہ اسی طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا کیے گئے تھے' اور بے شک ہم نے واضح

بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ⑤ یَوْمَ یَبْعَثُہُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا

آیات نازل فرمائیں' اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے○ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا'

فَیُنَبِّئُہُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىہُ اللّٰہُ وَ نَسُوْہُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

پھر انہیں ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' جن کاموں کو اللہ نے محفوظ فرمالیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں' اور اللہ ہر

شَہِیْدٌ ⑥ ع — ع ۱

چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی' اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا' بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے○ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں' اور بے شک وہ ضرور بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں' اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے○ (المجادلہ: ۲-۱)

المجادلہ: ۱' حضرت خولۃ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے' انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلایا' حضرت خولہ نے انکار کیا' انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے' پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانۂ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا' حضرت اوس نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو' حضرت خولہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں' حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت نے مجھ سے شادی کی تھی' اس وقت میں جوان' مال دار' خوش حال اور رشتہ داروں والی تھی' حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھالیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ نادم ہیں' کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر

Marfat.com

کتاب نازل کی ہے اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو' حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں' انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو' اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا' وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا مدعا عرض کرتی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو' اس نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' اگر میں یہ بچے حضرت اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے' پھر حضرت خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں' اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما' اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا' پھر حضرت عائشہ کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں' حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے معاملہ میں غور فرمائیں' اللہ مجھے آپ پر فدا کرے' حضرت عائشہ نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو' کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا' جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ' جب وہ اس کو بلا لائی تو آپ نے اس کے سامنے "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ" الآیات پڑھیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے' بے شک وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۹-۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۴۲۷۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۷۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳-۱۸۸' تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۱۸' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱)

ظہار کو زمانۂ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا کیونکہ اس میں بیوی کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دی جاتی تھی اور عربوں میں نکاح اور طلاق کے جو احکام تھے وہ اسلام میں اس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں ان احکام کو منسوخ نہیں کر دیا جاتا تھا اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اس کو برقرار رکھا' پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ سے دوچار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں بہت بحث اور تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کو منسوخ فرما دیا اور ظہار کی مذمت میں المجادلہ: ۲ نازل ہوئی اور اس کے بعد کی آیات میں یہ بتایا کہ جب کوئی شخص ظہار کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے۔

ظہار کی تعریف اور اس کا حکم

المجادلہ: ۲ میں فرمایا: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں' اور بے شک وہ ضرور بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے ○

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۷۳ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے

Marfat.com

عمل زوجیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے المجادلہ: ۴-۳ میں فرمایا ہے۔

اور ظہار زمانۂ جاہلیت کی طلاق تھی' شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقت مقرر کی تحریم کی طرف کفارہ کے ساتھ منتقل کر دیا اور ظہار نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے' اس لیے کہ یہ جھوٹ بولنے اور بُری بات کہنے کا جرم ہے' اسی لیے اس کے مناسب یہ سزا ہے کہ ظہار کرنے والے پر اس کی بیوی کے ساتھ جماع کو حرام قرار دیا جائے اور کفارہ ادا کرنے سے یہ حرمت ساقط ہو جائے' پھر جب اس سے عمل زوجیت کو حرام کیا گیا تو اس کے دواعی اور محرکات کو بھی حرام کر دیا گیا۔ اس کے برخلاف حائض اور روزہ دار کے ساتھ جماع کے محرکات کو حرام نہیں کیا گیا کیونکہ حیض اور روزہ کا اکثر وقوع ہوتا ہے' کیونکہ اگر ان میں عملِ زوجیت کے محرکات کو حرام قرار دیا جاتا تو اس سے حرج لازم آتا' اس کے برخلاف ظہار کا اتنا وقوع نہیں ہوتا' اس میں عمل زوجیت کے دواعی اور محرکات کو حرام قرار دینے سے حرج لازم نہیں آئے گا۔

(الہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۴۔ ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں' ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا' اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے جب تک وہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا اس کی ران ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی' مثلاً اپنی بیوی سے کہا: تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے' یا تمہاری شرم گاہ یا تمہارا چہرہ یا تمہاری گردن' یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اس کی نیت پر موقوف ہے' اگر اس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو تو طلاق یا ظہار کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت طلاق کی تھی تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ (ہدایہ اولین ص ۴۱۰۔ ۴۰۹' ملخصاً وموضحاً' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟

میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتا رہا ہوں اور استاذ مکرم حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ کی نگرانی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہوں' اس وقت میری یہی تحقیق تھی کہ اگر کوئی شخص طلاق کی نیت سے اپنی بیوی کو ماں' بہن کہہ دے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور میں اسی کے موافق فتویٰ دیتا رہا' لیکن جب میں نے ۱۹۸۶ء میں ''شرح صحیح مسلم'' لکھنی شروع کی تو بعض متاخرین فقہاء کی عبارات سے میں نے یہ سمجھا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے' چنانچہ ''شرح مسلم'' ج ۳ ص ۱۰۰۴ اور ''تبیان القرآن'' ج ۱ ص ۵۰۲ اور ص ۸۵۱ میں یہ مسئلہ اسی طرح لکھا' اس کے بعد ''تبیان القرآن'' کی نویں جلد ص ۳۷۷ میں سورۃ الاحزاب میں جب ظہار کی بحث آئی تو میں نے اس مسئلہ پر از سر نو غور کیا اور مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس صورت میں طلاق نہیں ہوتی جیسا کہ میرا پہلا نظریہ تھا' سو میں نے نویں جلد میں اسی کے موافق لکھا اور ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۱۰۰۴ اور ''تبیان القرآن'' ج ۱ ص ۵۰۲ اور ص ۸۵۱ میں اسی کے موافق اصلاح کر دی' سو بعد

Marfat.com

کے ایڈیشن اسی کے موافق چھپ چکے ہیں' یہ سطور اس لیے لکھ دی ہیں کہ میرے مسلسل مطالعہ کرنے' میرے رجوع کرنے اور اخلاص اور للہیت کی سند رہیں' اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ حق پر قائم رکھے اور نفسانیت اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے۔

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸۔ ۲۲۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰' عالم الکتب)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا ''اے میری بہن!'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۱۔ ۲۲۱۰' بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا اور کوئی حکم نہیں بیان فرمایا' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(رد المحتار ج ۴ ص ۱۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی' بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند اس لیے فرمایا کہ یہ واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

ولو قال لا مراته ان فعلت كذا فانت امی ونوى به التحريم فهو باطل لا يلزمه شیء. (فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الھندیہ ج ۱ ص ۵۱۹' مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو' تو میری ماں ہے' اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے' اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا' یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قاضی خاں کی اس عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے' یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے' اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی' یا ظہار کی نیت کی' یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

Marfat.com

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳ 'دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۹ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی. کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیئے کہا: تو میری ماں ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۹۸ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۹ھ)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی ہے تو یہ ظہار ہو گا یا طلاق کی نیت کی ہے تو یہ طلاق بائن ہو گی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو پھر اس قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو گا۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۸ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت '۱۴۱۹ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ عبد الرحمن بن محمد الکلیو بی الحنفی المتوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

اور اگر اس نے تشبیہ کو ذکر نہیں کیا (اور بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے) تب بھی یہ کلام لغو ہو گا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(مجمع الانھر ج ۴ ص ۱۱۸ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیو بی نے لکھا ہے:

ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیئے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے 'یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے 'اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے 'اور اس کی بیوی نے وہ کام کر لیا تو اس کا یہ قول باطل ہو گا 'خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔ (مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بہ حالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں بہن کہہ دیا 'مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اس کے نکاح میں رہی یا بہ حکم شرع شریف جاتی رہی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے 'مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو 'در مختار میں ہے:

او لاینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ. (در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳ 'دار احیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۹ھ)

اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی 'یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہو گا یعنی عزت اور کرامت کا 'اور اس کا اپنی بیوی کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے 'یا یہ کہنا: اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

علامہ شامی نے اس پر لکھا ہے:

حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض افطن جعلہ من باب زید اسد منتقی عن القھستانی قلت ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لا بد من التصریح من الاداۃ. اسی میں ہے: انت امی بلا

اگر اس نے تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اور بایں طور اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں ہے 'بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید شیر ہے 'میں کہتا ہوں اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم "فتح القدیر" سے نقل کریں گے کہ تشبیہ کے حرف کا ذکر کرنا ضروری

Marfat.com

تشبیہ باطل وان نوی.
(ردالمحتار ج۵ ص۹۸' دار احیاء التراث العربی بیروت'۱۴۱۹ھ)

ہے' نیز علامہ شامی نے کہا: بغیر تشبیہ کے بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے' باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں' بہن کی جگہ ہے' تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا' اب جب تک کفارہ نہ دے لے' عورت سے جماع کرنا' یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بہ نظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا' یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرم گاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے' اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے' اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور اگر ان میں کوئی نیت نہ تھی' تو یہ لفظ بھی لغو مہمل ہوگا' جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا' درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی (خانیہ) برا او ظھارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا. (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۵ ص۱۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت'۱۴۱۹ھ)

اس نے بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی' یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لاگو ہوگا' اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

''ھندیہ'' میں ''خانیہ'' سے ہے: اگر اس نے اپنے قول سے تحریم کی نیت کی تو اس میں اختلاف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۵ ص۶۳۱۔۶۳۰' مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے ''درمختار'' کی آخری عبارت جو نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ اگر اس نے بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہا تو یہ کلام لغو ہے اور اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طرح علامہ شامی کی عبارت بھی گذر چکی ہے کہ اگر اس نے بیوی کو خواہ طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے تو یہ قول باطل ہے (ردالمحتار ج۵ ص۹۸) یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ' فتاویٰ قاضی خاں' الدرالمختار' ردالمحتار' ملتقی الابحر' مجمع الانھر اور فتاویٰ رضویہ کی عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی' خواہ اس نے یہ قول طلاق دینے کی نیت سے کہا ہو یا بیوی کو اپنے نفس پر حرام قرار دینے کی نیت سے کہا ہو' اس شخص کا یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس جھوٹ سے توبہ کرے۔ ہم نے اس قدر تفصیل اس لیے کی ہے کہ یہ مسئلہ عامۃ الوقوع ہے' لوگ غصہ میں بیوی کو ماں بہن کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کرلیں' پھر عملِ زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں' جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عملِ زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے' یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عملِ زوجیت سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہیں' پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے O (المجادلہ: ۴۔۳)

Marfat.com

کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث

حضرت خویلہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ظہار کرلیا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کی شکایت کرنے کے لیے گئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تکرار کرتے رہے' اور فرماتے رہے: تم اللہ سے ڈرو' وہ تمہارا عم زاد ہے' میں اسی طرح بحث کرتی رہی' حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: ''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا'' (المجادلہ: ۴۔۱) تب آپ نے فرمایا: اس سے کہو: وہ ایک غلام کو آزاد کردے' حضرت خولہ نے کہا: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا' آپ نے فرمایا: پھر وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے' حضرت خولہ نے کہا: وہ بہت بوڑھا ہے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا' آپ نے فرمایا: پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے' حضرت خولہ نے کہا: اس کے پاس تو صدقہ کرنے کے لیے بالکل مال نہیں ہے' حضرت خولہ نے کہا: پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کی ایک اور ٹوکرے سے مدد کروں گی' آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا' جاؤ! اس ٹوکرے سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ' اور پھر اپنے عم زاد کی طرف لوٹ جاؤ' امام ابوداؤد نے کہا: اس ٹوکرے میں ساٹھ صاع (دو سو چالیس کلوگرام) کھجوریں تھیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴)

امام ابوداؤد نے ایک اور حدیث روایت کی ہے' اس میں حضرت سلمہ بنت صخر رضی اللہ عنہا کا اسی قسم کا واقعہ ہے' انہوں نے بھی کفارۂ ظہار ادا کرنا تھا اور ان کے پاس بھی مال تھا نہ وہ روزوں کی طاقت رکھتی تھیں' آپ نے ان سے فرمایا: بنو زریق سے صدقہ کا مال لے کر ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اوس بن الصامت نے اپنی بیوی حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ظہار کیا' انہوں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' سو انہوں نے کہا: جب میں بوڑھی ہوگئی اور میری ہڈی کمزور ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کرلیا' تب اللہ تعالیٰ نے آیتِ ظہار نازل فرمائی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس سے کہا: تم ایک غلام آزاد کردو' انہوں نے کہا: میرے پاس اس کی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو' انہوں نے کہا: جس دن میں دو مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری بصارت کمزور ہوجاتی ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' انہوں نے کہا: میرے پاس اتنا طعام نہیں ہے' البتہ آپ مدد فرمائیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ صاع کے ساتھ ان کی مدد فرمائی اور اللہ تعالیٰ رحیم ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے (مزید) پندرہ صاع جمع کر دیئے اور یوں ساٹھ مسکینوں کا طعام ہوگیا۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳۱۵ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۳۷۹۳ طبع جدید' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

ظہار میں فقہاء احناف کا مؤقف

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الحنفی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اور کفارۂ ظہار' ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے' پس اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے کیونکہ کفارہ میں اسی ترتیب سے نص وارد ہے اور یہ کفارے عمل زوجیت سے پہلے ادا کیے جائیں اور یہ غلام آزاد کرنے میں اور روزے رکھنے میں تو ظاہر ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی طرح ہے' اور کھانا کھلانے میں بھی اسی طرح ہے' کیونکہ کھانا کھلانے میں جماع سے منع کیا گیا ہے' اس حرمت کی وجہ سے جو ظہار سے ثابت ہے' اس لیے کفارہ کو عمل زوجیت پر مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ عمل زوجیت حلال طریقہ سے ہو۔ (الہدایہ مع البنایہ ج ۵ ص ۷۳۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

ظہار کرنے والے کے متعلق اختلاف ہے' کیا وہ کھانا کھلانے سے پہلے جماع کرسکتا ہے؟ پس ہمارے اصحاب (احناف) اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے: اس وقت تک جماع نہ کرے حتیٰ کہ کھانا کھلا دے' جب کہ اس پر کھانا کھلانا فرض ہو اور جو ظہار کرنے والا روزہ رکھنے سے عاجز ہو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک وہ کفارہ نہ دے جماع نہ کرے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۷۔۴۲۶' سہیل اکیڈمی لاہور)

تاہم علامہ المرغینانی الحنفی نے لکھا ہے کہ کھانا کھلانے سے پہلے تو مظاہر جماع نہیں کرسکتا لیکن کھانا کھلانے کے درمیان جماع کرسکتا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اگر مظاہر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ رہا ہو اور دو ماہ کے درمیان اس نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو وہ ازسرنو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے گا اور جب دو ماہ کے مسلسل روزے نہ رکھ سکتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اور ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو) گندم یا ایک صاع (چار کلو) کھجور یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت ادا کرے گا' اور اگر اس نے ایک مسکین کو ساٹھ دن کھلایا تو اس کے لیے کافی ہوگا اور اگر اس نے ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ مسکینوں کا طعام دے دیا تو یہ صرف ایک مسکین کا کفارہ ہوگا اور اگر مظاہر نے کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کو یہ کفارہ دہرانا نہیں پڑے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے اور ساٹھ مسلسل روزوں میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ کفارہ جماع کرنے سے پہلے ادا کریں اور کھانا کھلانے میں یہ قید نہیں لگائی کہ جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں اس لیے یہ کفارہ اپنے اطلاق پر رہے گا اور کھانا کھلانے کے درمیان وہ جماع کرسکتا ہے۔

(ہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۹۔۳۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' المحیط البرہانی ج ۵ ص ۱۹۳۔۱۹۲' ادارۃ القرآن' ۱۴۲۴ھ)

ظہار میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

کھانا کھلانے میں تسلسل ضروری نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تسلسل کی قید نہیں لگائی' پس اگر مظاہر نے کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس پر ازسرنو کھانا کھلانا واجب نہیں ہوگا۔

(المغنی مع الشرح الکبیر ج ۸ ص ۶۰۷' دارالفکر' بیروت)

ظہار میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں:

جس شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا' پس ایک ماہ کے روزے رکھے' پھر رات کو اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو وہ ازسرنو روزے رکھے گا اور پچھلے روزوں پر بنا نہیں کرے' اسی طرح کھانا کھلانے والے کا حکم ہے' اگر ساٹھ مسکینوں میں سے ایک مسکین بھی رہتا ہو اور وہ اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کو ازسرنو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۸۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے تو آپ نے ان کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا اور یہ صاف تصریح ہے' خواہ غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہو یا روزہ رکھنے کا یا کھانا کھلانے کا اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر اس کا کفارہ کھانا کھلانا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ

Marfat.com

جماع کرے پھر کھانا کھلائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۵۴ 'دارالفکر' بیروت '۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح نقل نہیں کیا' امام اعظم کے نزدیک کھانا کھلانے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرنا حلال نہیں ہے' جیسا کہ ''ہدایہ'' اور ''محیط برھانی'' کے حوالوں سے گزر چکا ہے' البتہ ان کے نزدیک کھانا کھلانے کے درمیان اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے اور روزوں کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ جماع کرنے سے پہلے یہ کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے ساتھ کفارہ کو مطلق رکھا ہے' اس کے ساتھ یہ قید نہیں لگائی۔

ظہار میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے پہلے جماع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح غلام آزاد کرنے اور ساٹھ روزے رکھنے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے' کیونکہ یہ تینوں کفارۂ ظہار ہیں اور جب مطلق' مقید کی جنس سے ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے' جیسے شہادت میں ہے' انتہی کلامہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ . (الطلاق: ۲) تم اپنوں میں دو نیک آدمیوں کو گواہ بناؤ۔

اس آیت میں گواہ بنانے کو نیک آدمیوں کے ساتھ مقید کیا ہے اور دوسری آیت میں گواہ بنانے کو مطلق رکھا ہے۔ فرمایا:

وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ . تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ۔

(البقرہ: ۲۸۲)

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ' علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ اور محمد بن علی بن محمد شوکانی ظاہری نے کہا: البقرہ: ۲۸۲ میں مطلق گواہوں سے مراد عادل گواہ ہیں' جیسا کہ الطلاق: ۲ میں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۳ ص ۳۵۴' روح المعانی جز ۳ ص ۹۴' فتح القدیر ج ۱ ص ۵۰۸)

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

اور اس لیے کہ جب ایک مقید پر مطلق کو محمول کرنا واجب ہے تو دو مقیدوں پر مطلق کو محمول کرنا بہ طریق اولیٰ واجب ہوگا اور زیادہ مؤکد ہوگا اور کفارۂ ظہار میں یہ قید ہے کہ جماع کرنے سے پہلے غلام آزاد کیا جائے اور دو ماہ کے روزوں کا زمانہ طویل ہے' پھر بھی یہ قید ہے کہ جماع کرنے سے پہلے دو ماہ کے روزے رکھے جائیں' تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے میں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی کہ جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے اور جب کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا زمانہ ساٹھ روزوں سے بہت کم ہے تو اس میں قید کے اعتبار کرنے کا زیادہ حق ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۳ ص ۴۴۷۔ ۴۴۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ' تکملہ مجموع شرح المہذب ج ۲۱ ص ۲۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

فقہاء شافعیہ کی دلیل کا جواب

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ اس دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں:

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ مطلق مقید کی جنس سے ہو اور دونوں کا تعلق ایک واقعہ سے ہو' جیسے یہاں پر غلام آزاد کرنا اور ساٹھ روزے رکھنا' دونوں اس قید سے مقید ہیں کہ ان سے پہلے جماع نہ کیا جائے اور اس کے بعد

Marfat.com

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ اس سے پہلے جماع نہ کیا جائے اور یہ مطلق ہے اور یہ بھی مقید کی جنس سے ہے یعنی کفارۂ ظہار ہے لیکن مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے' بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں کا حکم بھی ایک ہو جیسا کہ اس صورت میں ہے۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ . (المائدہ:۸۹) (پس جو شخص کفارۂ قسم میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھے) تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ''ثلاثۃ ایام'' کے بعد ''متتابعات'' کی بھی قید ہے' یعنی تین دن کے مسلسل روزے رکھے اور المائدہ:۸۹ میں مطلقاً تین دن روزے رکھنے کا حکم ہے اور حضرت ابن مسعود کی قراءت میں چونکہ تسلسل کی قید ہے' اس لیے اس مطلق کو مقید کیا جائے گا اور یہی امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور یہی مزنی کا مختار ہے' انہوں نے کفارۂ قسم کے روزوں کو کفارۂ ظہار کے روزوں پر قیاس کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت سے استدلال کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۶ ص ۲۱۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب قراءت کرتے تھے: ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**'' پھر مسلسل تین دن کے روزے رکھے' اور مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی قراءت میں تھا: ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**''۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۹۷۵۱۔۹۷۵۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عطاء' اعمش اور طاؤس کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود کی قراءت اس طرح پہنچی ہے: ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**''۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۳۔ رقم الحدیث: ۱۶۳۸۴۔۱۶۳۸۳۔۱۶۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' جدید' ۱۴۲۱ھ)

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُبی قراءت کرتے تھے: ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴۔ اص ۳۳' ادارۃ القرآن' کراچی)

حضرت اُبی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما قراءت کرتے تھے: ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**''۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۶۰' ملتان' معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۷ ص ۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں: اس صورت میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی چیز کو مطلقاً بھی وجود میں داخل کرنا مطلوب ہو اور اسی چیز کو مقیداً بھی وجود میں داخل کرنا مطلوب ہو' کیونکہ کفارہ قسم کے تین روزوں کو بغیر کسی قید کے مطلقاً بھی رکھنے کا حکم ہے اور تسلسل کی قید کے ساتھ بھی رکھنے کا حکم ہے اور یہاں پر ایک ہی واقعہ ہے اور ایک ہی حکم ہے اس لیے یہاں پر مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے' قرآن مجید کی قراءت متواترہ میں مطلقاً تین روزے رکھنے کا حکم ہے اور قراءت مشہورہ میں تتابع اور تسلسل کی قید ہے' اور قراءت مشہورہ سے قرآن مجید پر زیادتی جائز ہے۔

(فتح القدیر ج ۴ ص ۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ظہار میں غیر مقلدین کا موقف

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور مفسرین نے ''**ثم یعودون لما قالوا**'' کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ مظاہر جماع کے لیے لوٹنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تین کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ دے' اور فرقہ ظاہریہ (غیر مقلدین) علماء نے یہ کہا ہے کہ ''ثم

Marfat.com

یعودون لما قالوا'' کا معنی یہ ہے کہ وہ ایک بار اپنی بیوی سے یہ کہنے کے بعد کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے دوبارہ یہی بات کہے کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے تو اس پر کفارۂ ظہار واجب ہوگا۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے' اس پر کچھ واجب نہیں ہے' نہ اس کی بیوی سے جماع کرنا اس پر حرام ہے حتیٰ کہ وہ اسی بات کو دوبارہ کہے اور جب وہ دوبارہ اسی بات کو کہے گا تو اس پر کفارۂ ظہار واجب ہو جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۹ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ (مشہور غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں:

فرقہ ظاہریہ کا یہی مسلک ہے۔ (فتح البیان ج ۷ ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہ اس طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا کیے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل فرمائیں اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے O جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا' پھر انہیں ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' جن کاموں کو اللہ نے محفوظ فرمالیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے O (المجادلہ: ۶-۵)

''یحادون'' کا معنی اور کفار کی دنیا اور آخرت میں رسوائی

المجادلہ: ۵ میں ''یحادون'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''المحادۃ'' ہے اور اس کا معنی ممانعت ہے' اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو بلا اجازت داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔ ابو مسلم اصفہانی نے کہا: ''المحادۃ'' میں حدید کو باب مفاعلہ سے لایا گیا ہے' اس کا معنی ہے: لوہے کے ہتھیاروں سے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا' خواہ یہ حقیقۃً ہو یا مجازاً ہو یعنی ایک دوسرے سے شدید مناقشت اور مخاصمت رکھنا اور مفسرین نے کہا ہے کہ ''یحادون'' کا معنی ہے: وہ عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں اور یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کر کے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روک کر ان کی مخالفت کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے مخالفت کرنا قرار دیا ہے۔

اور یہ عداوت کرنے والے منافقین ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد تمام کفار ہوں' سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ خبر دی کہ ان کو اس طرح رسوا کیا جائے گا جس طرح ان سے پہلے رسولوں کے دشمنوں کو رسوا کیا گیا تھا' اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے صدق پر واضح دلائل بیان کر چکا ہے اور قوی معجزات نازل فرما چکا ہے اور ان عداوت رکھنے والے منافقوں اور کافروں کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی ان کو رسوا کرنے والا سخت عذاب ہوگا۔

المجادلہ: ۶ میں فرمایا: جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا' پھر انہیں ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' جن کاموں کو اللہ نے محفوظ فرمالیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرنے کے لیے' سب کے سامنے قیامت کے دن ان کے کفر اور فسق کو بیان کرے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام کاموں کو محفوظ کر لیا ہے' ان کے کاموں کی مقدار اور ان کے کفر اور نفاق کی کیفیت کو اور جس جگہ پر اور جس زمانہ میں انہوں نے وہ بُرے اعمال کیے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ہر بات اور ہر ہر کام کو جاننے والا ہے اور کفار اور منافقین اپنے کرتوتوں کو بھول چکے ہیں' کیونکہ وہ ان کاموں کو بہت معمولی اور نا قابل شمار اور نا لائق التفات سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ

(اے مخاطب!) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے'

مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ وَ

تین میں جو بھی سرگوشی ہو' چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے اور

لَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ وَ لَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَ

پانچ میں جو بھی سرگوشی ہو' چھٹا اللہ ان کے ساتھ ہے' خواہ وہ اس سے

لَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا

کم ہوں یا زیادہ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں' پھر قیامت کے دن اللہ ان کو ان کے کیے ہوئے

یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ

کاموں کی خبر دے گا' بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (اے رسولِ مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

نُہُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُہُوۡا عَنۡہُ وَ یَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ

جن کو (بری) سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹے جس سے

وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوۡکَ حَیَّوۡکَ بِمَا لَمۡ

انہیں منع کیا گیا تھا' اور وہ گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سرگوشی کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو

یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ ۙ وَ یَقُوۡلُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ لَوۡ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰہُ بِمَا

ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس

نَقُوۡلُ ؕ حَسۡبُہُمۡ جَہَنَّمُ ۚ یَصۡلَوۡنَہَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّہَا

قول پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا' ان کے لیے دوزخ کافی ہے وہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے O اے ایمان والو!

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ

جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو تم گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرنا

Marfat.com

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور نیکی اور خوفِ خدا کی سرگوشی کرنا' اور اللہ سے ڈرتے رہنا اسی کی طرف تم

الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ

جمع کیے جاؤ گےO سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى

کو غمگین کرے' اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان والوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے والا نہیں ہے اور مؤمنوں کو

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ

اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیےO اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو

لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا

کشادہ ہو جایا کرو' اللہ تمہارے لیے کشادگی فرما دے گا' اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے

فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

ہو تو کھڑے ہو جایا کرو' اللہ تم میں سے کامل مؤمنوں کے اور علم والوں کے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

درجات بلند فرمائے گا اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی بے حد خبر رکھنے والا ہےO اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی

نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ

کرنے کا ارادہ کرو' تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو' یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے

خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ

پس اگر تم کو کچھ نہ ملے (تو غم نہ کرو) بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO کیا تم اپنی

اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ

سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی' پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو'

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخاطب!) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' تین میں سے جو کچھ بھی سرگوشی ہو' چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے اور پانچ میں جو کچھ بھی سرگوشی ہو چھٹا اللہ ان کے ساتھ ہے' خواہ وہ اس سے کم ہوں یا زیادہ' اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں' پھر قیامت کے دن اللہ ان کو ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (اے رسول مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو بُری سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا' اور وہ گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سرگوشی کرتے ہیں' اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا' ان کے لیے دوزخ کافی ہے وہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O (المجادلہ ۸۔۷)

اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے' یعنی اس کو ہر چیز کا علم ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کو بیان فرمایا ہے کہ اس کو تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کا علم ہے اور وہ تمام لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی پوشیدہ باتوں اور آپس کی سرگوشیوں کو سنتا ہے اور اس کے فرشتے بھی لوگوں کی سرگوشیوں کو لکھتے رہتے ہیں' سو کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۚ (التوبہ: ۷۸)

کیا ان کو یہ علم نہیں کہ بے شک اللہ ان کی راز کی باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے اور بے شک اللہ تمام غیبوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے O

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ O (الزخرف: ۸۰)

یا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی راز کی باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے' کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں O

اور فرمایا: تین میں جو کچھ بھی سرگوشی ہو چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا شخص اور اس کی ذات ان کے ساتھ ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا علم ان کے ساتھ ہے اور وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان کی سرگوشیوں کو سنتا ہے' اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے تمام احوال پر مطلع ہے اور اس کا علم ہر چیز اور ہر حال کو محیط ہے' اسی لیے فرمایا: اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں' پھر قیامت کے دن' اللہ ان کو ان کے کیے ہوئے تمام کاموں کی خبر دے گا' بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

Marfat.com

تین اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں تین سرگوشی کرنے والوں اور پانچ سرگوشی کرنے والوں کا ذکر کیا ہے' دو اور چار سرگوشی کرنے والوں کا ذکر نہیں فرمایا' حالانکہ کم از کم سرگوشی کرنے والے دو ہوتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو طاق عدد محبوب ہے' حدیث میں ہے:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ وتر یحب الوتر.　　بے شک اللہ فرد ہے اور فرد کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۴۱۰' صحیح مسلم:۲۶۷۷)

اور کم از کم طاق عدد واحد ہے اور ایک شخص اپنے نفس سے تو سرگوشی کر نہیں سکتا' پس سرگوشی کرنے والوں کا کم از کم طاق عدد تین ہوگا اور اس کے بعد طاق عدد پانچ ہوگا اس وجہ سے تین سرگوشی کرنے والوں اور پانچ سرگوشی کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے سرگوشیاں کرتے تھے ان کا عدد تین ہوتا تھا یا پانچ ہوتا تھا' اس وجہ سے تین سرگوشیاں کرنے والوں اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔

یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیوں سے منع فرمانا

المجادلہ:۸ میں فرمایا: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو بُری سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹے۔ الایۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت یہود اور منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ آپس میں سرگوشی کرتے تھے اور مسلمانوں کی طرف دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے تھے' پھر مسلمان کہتے کہ شاید ان کو یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ مہاجرین اور انصار میں سے ہمارے بعض بھائی قتل ہو گئے ہیں یا ان پر کوئی مصیبت آئی ہے یا وہ شکست سے دوچار ہو گئے ہیں اور اس سے مسلمانوں کو رنج پہنچتا' جب یہودیوں اور منافقوں نے کئی بار ایسا کیا تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے یہودیوں اور منافقین کو سرگوشیوں سے منع فرمایا اور جب وہ باز نہیں آئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص ۴۳۰۔ رقم الحدیث:۷۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک رات ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: یہ تم کیسی سرگوشیاں کر رہے ہو؟ کیا تم کو سرگوشی کرنے سے منع نہیں کیا گیا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں' ہم تو مسیح الدجال کا ذکر کر رہے تھے' اس کے خوف کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس کا خوف مسیح الدجال سے بھی زیادہ ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی وجہ سے (نیک) کام کرے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۰' حافظ ابن کثیر نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۵' دارالفکر' بیروت)

یہودیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کی صورت میں بددعا دینا اور آپ کا جواب

اس کے بعد فرمایا: اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ آپ کو اللہ نے سلام نہیں بھیجا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ الایۃ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس آئے اور

Marfat.com

کہنے لگے: السام علیکم (تم پر موت آئے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا اور فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے انہوں نے کیا کہا تھا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' یا نبی اللہ! انہوں نے سلام کیا تھا' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے ایسے ایسے کہا تھا' مجھے بتاؤ! میں نے کیا کہا تھا؟ صحابہ نے بتایا: آپ نے کہا تھا: السام علیکم' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب میں سے کوئی شخص تم کو سلام کرے تو تم کہو: علیک' یعنی تم پر وہی نازل ہو جو تم نے کہا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود آئے اور کہا: السام علیک یا ابا القاسم! آپ نے فرمایا: وعلیکم' میں نے کہا: السام علیکم اور اللہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کرے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! اللہ تعالیٰ بدزبانی کو ناپسند فرماتا ہے' میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے دیکھا نہیں' وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ میں ان پر وہی جواب لوٹا دیتا ہوں' جو وہ کہتے ہیں' میں کہتا ہوں: وعلیکم' اور تم پر بھی وہی نازل ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی: '' بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ '' (المجادلہ: ۸) یعنی اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ کہتے ہیں: السام علیک اور السام کا معنی موت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۹۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو: وعلیکم (یعنی تم پر بھی وہی چیز نازل ہو جس کے نزول کی تم نے ہمارے لیے دعا کی۔ خواہ تم نے ہماری موت کی دعا کی ہو یا ہمارے دین پر مصیبت کے نزول کی دعا کی ہو)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۶۔ ۶۲۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۰۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۹۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا: السام علیک یا ابا القاسم' پس آپ نے فرمایا: وعلیکم' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غضب ناک ہو کر کہا: کیا آپ نے نہیں سنا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! پس میں نے ان کو وہی جواب دیا ہے جو جواب ہم ان کو دیتے ہیں اور وہ یہ جواب ہم کو نہیں دیتے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۶)

اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کو جواب دینے میں علماء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شعبی اور قتادہ کا موقف یہ ہے کہ ان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ آپ نے انہیں جواب دینے کا حکم دیا ہے اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے' اگر تم جواب دینا چاہو تو کہو: '' وعلیک ''۔ اور ابن طاؤس کا مختار یہ ہے کہ تم جواب میں کہو: '' علاک السلام'' یعنی سلامتی تم پر سے اٹھ گئی ہے۔ اور ہمارے بعض اصحاب کا مختار یہ ہے کہ السِلام (سین کی زیر) کہو' یعنی تم پر پتھر برسیں اور جو امام مالک کا قول ہے وہ اتباع سنت کی وجہ سے زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یہودیوں نے آ کر کہا: السام علیک یا ابا القاسم! آپ نے فرمایا: وعلیکم۔ حضرت عائشہ نے کہا: تم پر موت ہو اور مذمت ہو' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بدزبانی کرنے والی نہ بنو' حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں نے ان کے قول کو ان پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے کہا: وعلیکم۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵)

Marfat.com

یہودیوں کی گستاخیوں کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ

اس کے بعد فرمایا: اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا' ان کے لیے دوزخ کافی ہے' وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O

یہودیوں نے کہا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوتے تو اللہ ہمارے اس قول (السّام علیکم) کی وجہ سے ہمیں ضرور عذاب دیتا' اور اس میں ان کی جہالت ہے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور وہ جانتے تھے کہ کبھی انبیاء علیہم السلام کو غضب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو غضب میں لانے والوں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل فرمانا اس کی مشیئت اور مصلحت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور جب دنیا میں عذاب نازل نہ کرنا اس کی مشیئت اور مصلحت میں نہ ہو تو وہ قیامت اور آخرت میں عذاب نازل فرماتا ہے' جیسا کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ان کے لیے دوزخ کافی ہے اور وہ اسی میں داخل کیے جائیں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے۔

اور میرے نزدیک ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (الانفال: ۳۳)

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو تم گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرنا اور نیکی اور خوفِ خدا کی سرگوشی کرنا' اور اللہ سے ڈرتے رہنا اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے O سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی قسم کا نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں اور مؤمنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے O اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو' اللہ تمہارے لیے کشادگی فرما دے گا' اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو' اللہ تم میں سے کامل مؤمنوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا اور اللہ تمہارے کاموں کی بے حد خبر رکھنے والا ہے O (المجادلہ: ۱۱-۹)

مسلمانوں کو سرگوشی سے منع کرنے کے محمل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کو بُری سرگوشیوں سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں ایمان والوں کو بُری سرگوشیوں سے منع فرمایا ہے' اور اس آیت میں ایمان والوں سے مراد منافقین ہیں یعنی جو صرف زبان سے ایمان لائے ہیں' دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان والوں سے مراد آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کو بُری سرگوشیوں سے منع فرمایا تو بالتبع مسلمانوں کو بھی اس سے منع فرمایا کہ کہیں وہ کفار اور منافقین کی روش پر نہ چل پڑیں اور ان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت میں سرگوشیوں سے منع فرمایا اور نیکی' خیر اور خدا ترسی کے کاموں میں سرگوشی کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O (النساء: ۱۱۴)

منافقین کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہے' ہاں! جو صدقہ دینے کا حکم دے' یا کسی اور نیکی کا' جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے' اور جو مسلمان اللہ کی رضا کے طلب کے لیے یہ کام کریں گے پس عنقریب ہم ان کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے O

Marfat.com

اور جب مسلمان اس طریقہ سے سرگوشی کریں گے تو ان کی سرگوشیوں سے کسی دوسرے مسلمانوں کو ایذاء نہیں پہنچے گی' پھر ان کو آخرت سے ڈرایا کہ تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقیوں کا سرگوشیاں کرنا منع ہے

المجادلہ: ۱۰ میں فرمایا: سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غم گین کرے اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی قسم کا نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں اور مؤمنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان منافقین کو اس پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اس طرح سرگوشیاں کیا کریں جس سے مسلمان فکر' تشویش اور غم میں مبتلا ہوں' اس لیے کہ جب مسلمان منافقوں کو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ شاید ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ہمارے بھائی اور رشتہ دار جو جہاد میں گئے ہوئے تھے وہ قتل ہو گئے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اور اس وجہ سے وہ تشویش اور غم میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ان کی سرگوشیوں سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا' کیونکہ اللہ کے اذن کے بغیر شیطان کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا' مخلوق کو جو بھی ضرر یا نفع پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' وہی اپنے علم کے تقاضے اور اپنی مشیت سے مخلوق کو بیماریوں اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے' یا ان کو صحت' شفاء اور راحت عطا کرتا ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی قسم کا تردد اور فکر نہ کریں اور اللہ پر بھروسا رکھیں اور جو اللہ پر بھروسا رکھتا ہے وہ مایوس اور نامراد نہیں ہوتا۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جب تین مسلمان ہوں تو ایسا نہ کریں کہ ایک کو چھوڑ کر دو مسلمان آپس میں سرگوشی کرنا شروع کر دیں' اس سے تیسرا مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں' اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تین آدمیوں میں سے ایک آدمی پشتو یا گجراتی نہیں جانتا اور دو آدمی آپس میں پشتو یا گجراتی میں بات کرنا شروع کر دیں تو اس سے وہ تیسرا شخص خواہ مخواہ اس بدگمانی میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف یا میرے متعلق کوئی بات کر رہے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کے سامنے دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں' حتیٰ کہ تم اس کو تشویش اور غم میں مبتلا کرو' تم لوگوں سے میل جول رکھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۹۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۳)

ان احادیث میں عدد کی خصوصیت مراد نہیں ہے' لہٰذا چار آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ کر تین آدمی سرگوشیاں نہ کریں' اسی طرح دس آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں پشتو یا سندھی میں بات نہ شروع کر دیں' اس لیے جب مجلس میں بہت آدمی ہوں تو اس زبان میں بات کریں جو سب کو آتی ہو اور مجلس میں سے کسی ایک آدمی کے بھی غم اور تشویش میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنیں۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' جب منافقین مسلمانوں سے ہٹ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور

Marfat.com

جب اسلام کا غلبہ ہو گیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا اور بعض علماء نے کہا: یہ حکم سفر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سفر کے دوران مسلمان اجنبی مقام میں ہوتے ہیں اور وہاں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جب لوگ اس کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کر رہے ہوں تو وہ مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ کہیں وہ اس کو لوٹ کر قتل کرنے کی سازش نہ کر رہے ہوں لیکن آبادی میں اور اپنے وطن میں یہ خطرہ نہیں ہوتا لیکن صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے اور اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث مشہور نہیں ہے اور اس کو محض قیاس سے منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

حاضرین بدر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے صفِ اوّل میں بٹھانا

المجادلہ: ۱۱ میں فرمایا: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تمہارے لیے کشادگی فرما دے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔ الایۃ

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کاموں سے منع فرمایا تھا جو ایک دوسرے سے بغض اور نفرت کا سبب ہیں اور اس آیت میں ان کاموں کا حکم دیا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور محبت کا سبب ہیں۔

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر نہ بیٹھو بلکہ کھلے بیٹھو تاکہ اگر بعد میں کوئی شخص آئے تو اس کو بھی بیٹھنے کی جگہ مل سکے اور یہ سب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن سکیں اور آپ کی طرف دیکھ سکیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الصفۃ میں تشریف فرما تھے اور جگہ تنگ تھی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں سے شہداء بدر کی تکریم کرتے تھے پھر حاضرینِ بدر میں سے کچھ صحابہ آئے اور مجلس میں لوگ پہلے سے آگے بیٹھے ہوئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں کے پیروں کی جانب کھڑے ہو گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے لیے کشادگی کر کے بیٹھنے کی جگہ بنائی جائے لوگوں نے ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں دی تو یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوئی تو آپ کے گرد جو غیر بدری صحابہ تھے آپ نے ان سے فرمایا: اے فلاں! تم اٹھو اے فلاں! تم اٹھو اور آپ نے اتنے غیر بدری صحابہ کو اپنے قریب سے اٹھا دیا جتنے بدری صحابہ آئے تھے پس جن لوگوں کو اپنی جگہ سے اٹھایا گیا تھا ان کو یہ اٹھانا ناگوار گزرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں سے ناگواری کو بھانپ لیا تو منافقین نے مسلمانوں سے کہا: کیا تمہارا یہ زعم نہیں تھا کہ تمہارے پیغمبر لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف کرتے ہیں پس اللہ کی قسم! انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ عدل اور انصاف نہیں کیا مسلمان اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے اور وہ اپنے نبی کے قریب بیٹھنا چاہتے تھے انہوں نے ان مسلمانوں کو ان کی جگہوں سے اٹھا دیا اور جو لوگ دیر سے آئے تھے ان کو ان کی جگہوں پر بٹھا دیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہو جائے تو کشادہ ہو جایا کرو۔ الایۃ

(اسباب النزول للواحدی ص ۴۳۲۔رقم الحدیث: ۷۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۸۴۶۔ج ۱۰ ص ۳۳۴۴۔۳۳۴۳ معالم التنزیل ج ۵ ص ۴۴ الدر المنثور ج ۸ ص ۸۷)

امیر اور منتظم مجلس کو چاہیے کہ عام لوگوں کو صف اول سے اٹھا کر اصحابِ فضل کو بٹھائے

ہر چند کہ آدابِ مجلس کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص مجلس میں آ کر پہلے بیٹھ چکا ہو اس کو اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھانے سے منع فرمایا ہے لیکن مذکور الصدر حدیث سے یہ

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اصحابِ فضل کے لیے امیرِ مجلس دوسروں کو ان کی جگہوں سے اٹھا کر اپنے قریب بٹھا سکتا ہے' البتہ اصحاب فضل کو ازخود دوسروں کو ان کی جگہوں سے اٹھا کو خود بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں سے جو بالغ اور عقل مند ہیں ان کو میرے قریب کھڑے ہونا چاہیے' پھر جو ان کے قریب ہوں' پھر جو ان کے قریب ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۳۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۷۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۸۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۷۶' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

امیرِ مجلس اور منتظمِ اعلیٰ کو چاہیے کہ وہ عام لوگوں کو صف اوّل سے اٹھا کر پیچھے بٹھائے اور اصحابِ فضل' علماء اور معزز لوگوں کو اگلی صف میں بٹھائے' اس پر ان احادیث میں دلیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے مراتب اور مناصب کے مطابق بٹھاؤ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اور اس حاملِ قرآن کی تعظیم کرنا جو قرآن میں غلو نہ کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے اور سلطان عادل کی تعظیم کرنا' اللہ کی تعظیم کرنے سے ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں حسن ہے

المجادلہ: ۱۱ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بہ ظاہر عقل یا عدل کے خلاف ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ فعل صحیح ہوتا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو' کیونکہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر بعد میں آنے والوں کو ان کی جگہ بٹھانا بہ ظاہر معیوب ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' معلوم ہوا کہ کسی چیز میں فی نفسہ حسن ہے نہ قبح ہے' جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر لیں وہ حسین ہے اور جس سے آپ منع فرمادیں وہ قبیح ہے۔ اور اس آیت کے شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں پر نکتہ چینی کرنا یہ منافقوں کا کام ہے۔

اصحابِ فضل کا کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی ممانعت

ہم نے یہ لکھا ہے کہ اصحابِ فضل کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ ازخود کسی کو اگلی صف سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت میں متعدد ارشاد فرمائے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص مجلس میں سے کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۷)

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ایک شخص کسی کو مجلس سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے' لیکن دوسروں کے لیے کشادگی اور وسعت کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۷۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۷' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۸۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۲۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۴۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ ہرگز نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۳)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے اور پھر واپس آ جائے تو پھر اس جگہ کا وہی زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۷۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۹۷۹۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۸۸)

اللہ کے کشادگی کرنے کا معنی

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ تمہارے لیے کشادگی فرما دے گا، یعنی تمہارے لیے قبر میں کشادگی کر دے گا یا تمہارے دلوں میں کشادگی فرما دے گا یا تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں وسعت فرما دے گا۔

نیز فرمایا ہے: اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جب تم سے جہاد کے لیے کھڑے ہونے کا کہا جائے یا نماز کے لیے یا کسی بھی نیک کام کے لیے کھڑے ہونے کا کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ تم میں سے کامل مؤمنوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا۔ الایۃ

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عزت و کرامت اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا، پس مؤمنوں کا غیر مؤمنوں پر اور علماء کا غیر علماء پر درجہ بلند فرمائے گا۔

علماء کی فضیلت میں آیات اور احادیث

امام بخاری تعلیقاً بیان کرتے ہیں:

علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء نے علم کا وارث بنایا ہے، سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بڑے عظیم حصہ کو حاصل کیا اور جو شخص علم کے راستہ پر گیا، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۶) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (الفاطر: ۲۸)	اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔
وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۳)	قرآن مجید کی امثال کو صرف علماء سمجھتے ہیں ○
قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (الزمر: ۹)	آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ربانیین بن جاؤ، حلماء (بردبار) اور فقہاء۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: ۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان کے اوپر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی راستہ پر علم کو طلب کرنے کے لیے چلتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر رکھتے ہیں اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے، جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور علماء ہی انبیاء کے وارث

Marfat.com

ہیں اور انبیاء دینار اور درھم کا وارث نہیں بناتے' وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں' سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا' ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے سارے فرشتے اور تمام آسمان اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی لوگوں کو تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۵)

اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنی ہے: رحمت نازل فرمانا اور مخلوق کی صلوٰۃ کا معنی ہے: حصولِ رحمت کی دعا کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے' انبیاء' پھر علماء' پھر شہداء۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو' یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے' پس اگر تم کو کچھ نہ ملے (تو تم غم نہ کرو) بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی' پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو' اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○ (المجادلہ: ۱۳۔ ۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے یعنی خفیہ طریقہ سے آپ سے سوال کرنے پر جو کچھ صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی حسبِ ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کا اظہار ہے' کیونکہ مال خرچ کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور جو چیز مشقت سے حاصل ہو' اس کی بہت قدر و منزلت ہوتی ہے' اس کے برخلاف جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے اس کی کوئی خاص قدر نہیں ہوتی اور جب مسلمان مال خرچ کرنے کے بعد آپ سے سرگوشی کر سکیں گے تو اس سرگوشی کی بہت قدر و منزلت ہوگی۔

(۲) اس میں فقراء کی مدد ہے کیونکہ وہ صدقہ فقراء کو دیا جائے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

(۳) ابن زید نے کہا کہ منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر ضروری' لایعنی اور عبث سوال کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا' تاکہ وہ اس قسم کے سوالات نہ کریں۔

(۴) حسن بصری نے کہا: بعض مسلمان تنہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتے تھے' اس سے دوسرے مسلمانوں نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ تنہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں۔ اس سے ان کو رنج ہوا' تب اللہ تعالیٰ نے تنہائی میں سرگوشی کرنے سے پہلے ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ تنہائی میں سرگوشی نہ کریں۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت سوالات کرنے لگے تھے اور نبی صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو اس سے مشقت ہوتی تھی کیونکہ آپ نے احکام کی تبلیغ کرنی ہوتی تھی' مصالحِ امت کے کام کرنے ہوتے تھے اور دیگر عبادات کرنی ہوتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف کا ارادہ کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو بہت مسلمان سوالات کرنے سے رک گئے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۶) صدقہ دینے کے حکم سے یہ واضح ہو گیا کہ کون مالِ دنیا سے محبت کرتا ہے اور کس کو آخرت عزیز ہے۔

(۷) مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ اور مقاتل بن حیان نے بیان کیا کہ دولت مند لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت سوالات کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں فقراء کو آپ سے سوال کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال داروں کی طویل صحبت اور ان کی بہت سرگوشیوں کو ناپسند کرتے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو مال دار مسلمان سوال کرنے سے رک گئے اور فقراء کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے اور آپ کی ہم نشینی کا موقع مل گیا اور خوش حال مسلمانوں میں سے سوائے حضرت علی بن ابی طالب کے اور کسی نے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نہیں دیا' انہوں نے ایک دینار صدقہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سوالات کیے۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۳۴' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۱)

علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک آیت ہے' جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا اور وہ یہ آیت ہے: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ'' (المجادلہ: ۱۲)۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۲-۲۶۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنا آیا واجب تھا یا مستحب؟

المجادلہ: ۱۳ میں فرمایا: کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ الایۃ

بعض علماء نے کہا: اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا امر اور حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ صدقہ کرنا واجب ہے اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہ صدقہ واجب نہیں ہے مستحب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے اور اس قسم کے الفاظ نفلی کام کے لیے آتے ہیں' واجب کے لیے نہیں آتے اور تحقیق یہ ہے کہ صدقہ کرنا شروع میں واجب تھا' بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ کلبی نے کہا: یہ صرف دن کی ایک ساعت میں واجب رہا' پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور مقاتل بن حیان نے کہا: دس دن تک یہ حکم واجب رہا' پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امت کو تخفیف حاصل ہونا

علی بن علقمۃ الانماری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ'' (المجادلہ: ۱۲) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے لوگ ایک دینار صدقہ کریں گے؟ میں نے کہا: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے' آپ نے فرمایا: نصف دینار؟ میں نے کہا: وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے' آپ نے پوچھا: پھر لوگ کس کی طاقت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: (کچھ) جَو کی' آپ نے فرمایا: تم تو بہت زاہد

Marfat.com

ہو پھر یہ آیت نازل ہوگئی:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۔ کیا تم اپنی سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے۔ (المجادلہ: ۱۳)

حضرت علی نے فرمایا: پس میرے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے تخفیف کردی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۰)

اکابر صحابہ کا آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نہ کرنا' آیا ان کے حق میں کسی طعن یا نقص کا موجب ہے؟

اکثر روایات میں مذکور ہے کہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے ایک دینار صدقہ دیا تھا' اس کے بعد اس حکم پر عمل کرنے کی رخصت نازل ہوگئی اور اس حکم پر عمل کرنا منسوخ ہوگیا اور یہ بھی مروی ہے کہ اکابر صحابہ نے اس حکم پر عمل کرنے کا وقت پایا لیکن اس حکم پر عمل نہیں کیا اور اس سے اکابر صحابہ پر طعن ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حکم پر افاضل صحابہ نے اس لیے عمل نہیں کیا کہ فقراء مسلمین آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' اس لیے اس حکم پر عمل کرنا ان کے لیے مشکل تھا اور جو مسلمان غنی تھے ان کے دلوں میں اس کی وجہ سے وحشت پیدا ہوتی تھی' اگر وہ صدقہ نہ کرتے اور دوسرے صدقہ دیتے تو ان پر طعن ہوتا' لہٰذا فقراء کے لیے اس حکم پر عمل کرنا مشکل تھا اور اغنیاء کے لیے اس حکم پر عمل سے توحش ہوتا تھا اور ہر مسلمان کے لیے آپ سے سرگوشی کرنا واجب نہ تھا اور سرگوشی نہ کرنے سے ان کا کوئی نقصان نہ تھا اور نہ ہی سرگوشی کرنا کوئی مستحب کام تھا' بلکہ جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم اسی لیے دیا تھا کہ مسلمان سرگوشی کرنا ترک کردیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بہت مصروفیات تھیں' آپ کا صرف یہی کام نہیں تھا کہ آپ سرگوشیوں کا جواب دیتے رہیں' آپ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنی تھی' قرآن مجید کو لکھوانا اور یاد کرانا تھا' کفار سے جہاد کے لیے لشکروں کو بھیجنا تھا' مختلف عبادات کرنی تھیں اور مصالح امت پر غور وفکر کرنا تھا' اس لیے سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کا منشاء ہی یہ تھا کہ مسلمان آپ سے سرگوشیاں کرنا ترک کر دیں اور اکابر صحابہ اس منشاء سے آگاہ تھے' اس لیے انہوں نے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نہیں دیا اور انہوں نے جو اس حکم پر عمل نہیں کیا تو اس سے ان پر کوئی طعن وارد نہیں ہوتا' نہ اس سے ان کی فضیلت میں کوئی کمی ہوتی ہے' بلکہ ان کے اس پر عمل نہ کرنے میں ان کی یہ فضیلت ہے کہ وہ قرآن کے اسرار اور رموز سے سب سے زیادہ آگاہ تھے اور وہ منشاء قرآن کو جاننے والے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی جن پر اللہ نے غضب فرمایا' وہ نہ تم

مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

میں سے ہیں نہ ان میں سے ہیں اور وہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں○

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ بہت بُرے کام کیا کرتے تھے○

Marfat.com

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ

انہوں نے اپنی (جھوٹی) قسموں کو ڈھال بنا لیا' پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا سو ان کے لیے سخت ذلت والا

مُّهِيْنٌ ۝۱۶ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

عذاب ہے O ان کے اموال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے'

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

یہ دوزخی ہیں اسی میں ہمیشہ رہیں گے O جس دن اللہ ان سب کو

جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ

اٹھائے گا تو یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں اور ان کا یہ

اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۸ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ

گمان ہو گا کہ وہ کسی دلیل پر ہیں' سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں O شیطان ان پر غالب آ گیا تو اس نے اللہ کا ذکر

ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ

ان سے بھلا دیا' وہ شیطان کا گروہ ہیں' سنو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا

الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي

ہے O بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں' وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں

الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱

ہیں O اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول (غالب ہوں گے)' بے شک اللہ بہت قوت والا بے حد غالب ہے O

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ

بے شک جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ

کے رشتہ دار ہوں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور

جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ

انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے

رَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ع

راضی ہو گئے' یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں' سنو! بے شک اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی جن پر اللہ نے غضب فرمایا' وہ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے ہیں اور وہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیںO اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ بہت بُرے کام کیا کرتے تھےO انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا' پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا' سو ان کے لیے سخت ذلت والا عذاب ہےO (المجادلہ: ۱۶۔۱۴)

المجادلہ: ۱۴ کا شانِ نزول

قتادہ نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں جو یہود سے محبت رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ منافقین نہ مسلمانوں میں سے ہیں نہ یہود میں سے ہیں' یعنی وہ دونوں کے درمیان مذبذب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا:

مُّذَبۡذَبِيۡنَ بَيۡنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ ؕ (النساء: ۱۴۳) وہ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں نہ پورے ان کی طرف نہ مکمل ان کی طرف۔

سدی اور مقاتل نے کہا: یہ آیت خصوصاً عبد اللہ بن نبتل منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا' پھر آپ کی باتیں یہود تک پہنچا دیتا تھا' ایک دفعہ آپ اپنے کسی حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جس کا دل ظالم ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے' پس عبد اللہ بن نبتل آیا' اس کی آنکھیں نیلی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اور تمہارے اصحاب کس وجہ سے مجھے بُرا کہتے ہو؟ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا: اس نے ایسا نہیں کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایسا کیا ہے' پھر وہ وہاں سے گیا اور اپنے اصحاب کو لے کر آیا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھا کر کہا: انہوں نے آپ کو بُرا نہیں کہا' تب اللہ سبحانہ نے ان کے رد میں اس آیت کو نازل فرمایا۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۱۹۶' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۳' الجامع لاحکام القرآن' جز ۱۷ ص ۲۷۲' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۰)

امام احمد اور امام حاکم نے اس واقعہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۲)

اس آیت میں فرمایا ہے: جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی' جن پر اللہ نے غضب فرمایا۔

اس سے مراد یہود ہیں جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے' قرآن مجید میں یہود کے متعلق ہے:

Marfat.com

مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ . (المائدہ:۶۰)

جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب ناک ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا

منافقین کے کرتوت اور ان کی سزا

المجادلہ:۱۵ میں فرمایا: اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ بہت بُرے کام کیا کرتے تھے۔

ان کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا اور آخرت میں منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور ان کے بُرے کام یہ تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے متعلق سازشیں کرتے تھے اور وہ نفاق کے عادی ہو چکے تھے اور باز نہیں آتے تھے۔

المجادلہ:۱۶ میں فرمایا: انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا' پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا' ان کے لیے سخت ذلت والا عذاب ہے۔

منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور اپنی سازشوں کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور جب وہ نفاق کو چھپانے کی وجہ سے قتل کیے جانے سے بچ گئے تو انہوں نے لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا شروع کر دیا' وہ اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے تاکہ وہ اسلام نہ لاسکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے اموال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے' یہ دوزخی ہیں' یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں اور ان کا یہ گمان ہوگا کہ وہ کسی (ٹھوس) دلیل پر ہیں' سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں O شیطان ان پر غالب آ گیا تو اس نے اللہ کا ذکر ان سے بھلا دیا' وہ شیطان کا گروہ ہیں' سنو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے O (المجادلہ:۱۹۔۱۷)

منافقین کی مذمت

مقاتل نے کہا کہ منافقین یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کی مدد کی جائے گی' اگر ایسا ہوا پھر تو ہم بہت ہی بد بخت نکلے' پس اللہ کی قسم! ہمارے اموال اور ہماری اولاد سے قیامت کے دن ہماری بھی مدد کی جائے گی' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کے اموال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے' یہ دوزخی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دنیا اور آخرت میں منافقین کی جھوٹی قسمیں

المجادلہ:۱۸ میں فرمایا: جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں اور ان کا گمان یہ ہوگا کہ وہ کسی (ٹھوس) دلیل پر ہیں' سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: منافقین قیامت کے دن اسی طرح جھوٹی قسمیں کھائیں گے جس طرح وہ دنیا میں اپنے ساتھیوں کی حمایت میں جھوٹی قسمیں کھایا کرتے تھے' قیامت کے دن ان کی جھوٹی قسم کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ O (الانعام:۲۳)

اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار کی' ہم مشرک نہ تھے O

اور مسلمانوں کے سامنے ان کی جھوٹی قسم کھانے کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ . (التوبہ:۵۶)

اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تم میں سے ہیں۔

Marfat.com

دراصل منافقین اپنے نفاق میں اس قدر راسخ ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں کھانے سے بچ جاتے تھے اور ان کو قتل نہیں کیا جاتا تھا' اسی طرح آخرت میں بھی جھوٹی قسمیں کھانے سے وہ بچ جائیں گے اور ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں۔

''استحوذ'' کا معنی

المجادلہ: ۱۹ میں فرمایا: شیطان ان پر غالب آ گیا تو اس نے اللہ کا ذکر ان سے بھلا دیا' وہ شیطان کا گروہ ہیں' سنو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے O

اس آیت میں ''استحوذ'' کا لفظ ہے۔ زجاج نے کہا: اس کا معنی ہے: غالب آ گیا' مبرد نے کہا: اس کا معنی ہے: اس کا احاطہ کر لیا' حضرت عائشہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ احوذی تھے۔

یعنی بہت سیاست دان اور بہت اچھے منتظم تھے اور اس آیت کا معنی ہے: شیطان ان پر قابض ہو گیا اور اس نے ان سے اللہ کا ذکر بھلا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں O اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول غالب ہوں گے' بے شک اللہ بہت قوت والا' بے حد غالب ہے O بے شک جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے' یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں' سنو! بے شک اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے O (المجادلہ: ۲۲۔۲۰)

کفار پر مسلمانوں کے غلبہ سے مراد دلائل کا غلبہ ہے یا مادی غلبہ؟

المجادلہ: ۲۲۔۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والے کی ذلت' اور اللہ اور اس کے رسول کا غلبہ بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عزت کے مراتب غیر متناہی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنے والے کی ذلت کے مراتب بھی غیر متناہی ہوں گے۔ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دلائل کے اعتبار سے غالب ہوں گے اور اس سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مادی اعتبار سے غالب ہوں گے۔

مقاتل نے کہا: مسلمانوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فارس اور روم (شام) پر غلبہ عطا فرمائے گا' اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا: کیا تم نے فارس اور روم کو ان دیہاتوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جن پر تم غلبہ پا چکے ہو' یہ محض تمہاری خوش فہمی ہے' وہ بہت طاقت ور حکومتیں ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

کافروں سے ان کے دین کی وجہ سے محبت کرنا کفر ہے اور دیگر اغراض کی وجہ سے محبت رکھنا گناہ ہے

المجادلہ: ۲۲ میں فرمایا: بے شک جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت رکھیں جو اللہ اور رسول سے عداوت رکھیں۔ الایۃ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہو

Marfat.com

وہ اس کے دشمن سے محبت نہیں رکھ سکتا' کیونکہ یہ دونوں محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں' پس جب کسی شخص کے دل میں اللہ کے دشمنوں کی محبت ہوگی تو اس کے دل میں ایمان نہیں ہوگا اور وہ شخص منافق ہوگا' لیکن اس پر کفر یا نفاق کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب وہ اللہ کے دشمنوں کے دین یا ان کے کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھے اور اگر وہ دنیا داری یا رشتہ کے تعلق کی وجہ سے ان سے محبت رکھے تو یہ کفر نہیں ہے گناہ کبیرہ ہے۔

اپنے کافر باپ' بیٹے اور دیگر رشتہ داروں پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترجیح دینے والے صحابہ

اس کے بعد فرمایا: خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

آیت کے اس فقرہ کا معنی یہ ہے کہ باپ' بیٹے' بھائی اور رشتہ داروں کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے' لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان پر لازم ہے کہ اس طبعی محبت کے تقاضوں کو مرجوح اور مغلوب قرار دے اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے احکام اور اس کے تقاضوں کو غالب قرار دے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باپ دادا اور اولاد سے زیادہ محبوب ہوں اور جنگِ بدر میں جب عتبہ بن ربیعہ نے مبارزت کی اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا تو حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیے آگے بڑھے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔

(کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۷۰' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

ابن شوذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے باپ ان کو اپنے بت دکھا رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ ان سے اعراض کر رہے تھے' لیکن جب ان کے باپ باز نہ آئے' بت دکھاتے رہے اور ان کی تعریف کرتے رہے تو حضرت ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور پھر ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ (المجادلہ: ۲۲)

(اے رسول مکرم!) جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں' آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے خواہ (وہ دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۶۰' المستدرک ج ۳ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی کی سند جید ہے۔ الاصابہ ج ۳ ص ۴۷۶۔ رقم الحدیث: ۴۴۱۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو حافظ بیہقی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہوں اور حدیث میں ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کو لڑنے کے لیے للکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۳۶۸۔ رقم الحدیث: ۱۴۰۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ مذکور الصدر آیت (المجادلہ: ۲۲) کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

ابن جریج نے کہا: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابوقحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو حضرت ابوبکر نے ابوقحافہ (حضرت ابوبکر کا باپ) کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا' پھر انہوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا؟ عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا' تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے جنگِ اُحد میں اپنے باپ عبد اللہ بن الجراح کو قتل کر دیا (دوسری روایت میں جنگِ بدر کا ذکر ہے) اور حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی' جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبد الرحمٰن نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ' کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی' جب انہوں نے عتبہ' شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کے مصداق ہیں خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

(اسباب النزول للواحدی ص ۴۳۴۔رقم الحدیث: ۷۶۱' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' اسباب النزول للسیوطی ص ۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت نہ کرنے والوں پر انعامات

اس کے بعد فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

اس آیت میں ''کتب'' کا لفظ ہے' اور ''کتب'' کا معنی ہے: جمع کیا' کتاب کو بھی کتاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بہت سارے مضامین جمع ہوتے ہیں' اس لحاظ سے اس آیت کا معنی ہے: اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جمع کر دیا' یعنی وہ ہر اس چیز پر ایمان لے آئے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو بعض آیات پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہیں لائے۔

اور جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ''کتب'' کا معنی ہے: ''اثبت وخلق'' یعنی ایمان ان کے دلوں میں پیدا کر دیا اور ثابت کر دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کو لکھنا ممکن نہیں ہے' اس لیے اس کو ایجاد اور خلق کے معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔

جو لوگ اللہ کی محبت کو اپنے باپ اور بھائی وغیرہ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے ایک انعام یہ کیا کہ ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا اور دوسرا انعام یہ کیا کہ اپنی طرف سے روح کے ساتھ ان کی تائید فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا: یعنی ان کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد فرمائی اور اس مدد کو روح فرمایا' کیونکہ اس مدد سے ان کے مشن میں مدد فرمائی۔

سدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

اور ان پر تیسرا انعام یہ فرمایا کہ ان کو جنتوں میں داخل فرمایا اور چوتھا انعام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑا انعام ہے اور آخر میں فرمایا: یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور سنو! اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے اور یہ آیت المجادلہ: ۱۹ کے مقابلہ میں ہے' جس میں فرمایا تھا: یہ (منافق) شیطان کا گروہ ہیں اور سنو! شیطان کا گروہ ہی نقصان

Marfat.com

اٹھانے والا ہے۔

المجادلہ: ۲۲ کا مشہور شان نزول

اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت: جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں' آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے۔ (المجادلہ: ۲۲) حضرت حاتم بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' جب انہوں نے اہل مکہ کو یہ خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہونے والے ہیں' اس واقعہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا: خاخ کے باغ میں جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ملے گی جس کے پاس ایک خط ہوگا' تم اس سے وہ خط لے لینا' ہم لوگ روانہ ہو گئے' ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا' پھر ہم کو ایک عورت ملی' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو' اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے' اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر دیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ خط لے کر آئے' اس خط میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے بعض مشرکین کو خبر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی نہ کریں' میں قریش کے ساتھ چسپاں تھا' سفیان نے کہا: وہ ان کے حلیف تھے اور قریش سے نہ تھے' آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں' ان رشتہ داریوں کی بناء پر قریش ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ چاہا کہ ہر چند کہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے' تاہم میں ان پر ایک احسان کرتا ہوں' جس کی وجہ سے وہ (مکہ میں) میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے' میں نے یہ اقدام (یعنی کفار کو خط کا لکھنا) کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا' نہ اپنے دین سے مرتد ہونے کی بناء پر کیا ہے' اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب سے کیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے' اور تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے اور اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو' میں نے تم کو بخش دیا ہے' پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' ابوبکر اور زہیر کی روایت میں اس آیت کا ذکر نہیں ہے' اور اسحاق نے اپنی روایت میں سفیان کی تلاوت کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۷۴۔۳۰۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۲۱)

سورۃ المجادلہ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۶ جنوری ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات سورۃ المجادلہ کی تفسیر مکمل ہوگئی' یہ تفسیر ۲۷ دسمبر کو شروع کی تھی۔ اس طرح دس ایام میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی' آج کل کراچی میں سردی بہت پڑ رہی ہے' کوئٹہ میں برف باری ہوئی ہے' جس کے اثرات کراچی میں بھی ہیں' عمر کے تقاضے اور مختلف بیماریوں کی وجہ سے جو کمزوری اور اعصاب کا ضعف ہے' اس وجہ سے مجھے سردی بہت لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرا دے' اور اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے' اور میری' میرے والدین کی' اس تفسیر کے ناشر' اس کے کمپوزر'

Marfat.com

مصحح، جملہ معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورة الحشر

سورت کا نام

اس سورت کا نام الحشر ہے اور یہ نام اس سورت کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

هُوَ الَّذِيۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ دِيَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ (الحشر: ۲) وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلا وطن کرنے کے لیے ان کو ان کے گھروں سے نکالا۔

اس سورت کا نام سورۃ بنی النضیر بھی ہے' کیونکہ اس سورت میں یہود بنی النضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ الحشر کے متعلق دریافت کیا' انہوں نے فرمایا: اس کو سورۃ بنو نضیر کہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۳)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا' انہوں نے کہا: یہ بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۳۱)

اس سورت کا نام سورۃ الحشر اس لیے ہے کہ حشر کا معنی ہے: لوگوں کو اکٹھا کرنا' اور بنو نضیر کو اکٹھا کر کے مدینہ سے نکالا گیا' پھر ان کو خیبر اور شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

اور اس سورت کا نام سورۃ بنو نضیر اس لیے ہے کہ اس سورت میں بنو نضیر کو ان کے گھروں سے نکال کر جلاوطن کرنے کا ذکر ہے' اس واقعہ کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ الحشر: ۲ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

۴ھ میں بنو نضیر کو ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا' یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۹۸ ہے' یہ سورت البینہ کے بعد اور سورت النصر سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الحشر کے مشمولات

☆ بنو نضیر مدینہ کے ایک بڑے محلہ میں آباد تھے' یہ وہاں بہت قوت والے تھے' اسی گھمنڈ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی' اس کے نتیجہ میں ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دشمنوں پر غلبہ کی بڑی نشانی ہے۔

☆ اس میں بتایا ہے کہ مسلمانوں نے بنو نضیر کے باغ کاٹ دیئے اور جو اموال وہ چھوڑ گئے ان پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا' اس کو اموال فے کہتے ہیں۔

☆ اس سورت میں مہاجرین اور انصار کی اور بعد میں آنے والے مؤمنین کی عظمت بیان کی ہے۔

Marfat.com

☆ منافقین کے خبث باطن کو منکشف فرمایا ہے اور انہوں نے بنونضیر سے ان کی مدد کے جو خفیہ وعدے کیے تھے اور پھر کس طرح ان وعدوں کی تکذیب کی' اس کو ظاہر فرمایا ہے۔

☆ مؤمنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کافروں سے خبردار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔

☆ قرآن مجید کی عظمت اور جلالت کو بیان فرمایا ہے۔

☆ سرمایہ داروں کو اللہ کی راہ میں مال دینے کی تلقین فرمائی تاکہ سرمایہ گردش میں رہے اور ایک جگہ منجمد نہ ہو۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ماننے اور جن چیزوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے رکنے کی تاکید فرمائی ہے۔

☆ اس سورت کا اختتام ان آیات پر فرمایا ہے' جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت ظاہر ہوتی ہے۔

سورۃ الحشر کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! اے میرے رب! مجھ سے وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۶ جنوری ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹_۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴_۰۳۲۱

Marfat.com

الحشر مدنیۃ ۵۹ — آیاتہا ۲۴ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | رکوعاتہا ۳

سورۃ الحشر مدنی ہے   اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے   اس میں چوبیس آیات' تین رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ

آسمانوں کی ہر چیز اور زمینوں کی ہر چیز نے اللہ ہی کے لیے تسبیح کی' اور وہ بہت غالب' نہایت حکمت والا ہےO وہی

الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ

ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلا وطن کرنے کے لیے ان کو ان کے گھروں سے نکالا'

الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

تمہیں ان کے نکلنے کا گمان (تک) نہ تھا اور وہ اس گھمنڈ میں تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ

مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ

(کے عذاب) سے بچا لیں گے' پس ان پر اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا'

قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ

اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کر رہے تھے اور مسلمانوں کے

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ

ہاتھوں سے (بھی)' سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کروO اور اگر اللہ نے ان کے لیے جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا

لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ

تو وہ ان کو ضرور دنیا میں عذاب دیتا اور ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہےO اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے

بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی' اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي

سخت عذاب دینے والا ہےO تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

أُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ

سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا اور تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرےO اور اللہ نے جو اموال ان

عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّ

سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ'

لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

قادر ہےO اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ

کے اور (رسول کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تاکہ وہ (اموال) تم میں سے

دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ

(صرف) مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں' اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں

عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَاۗءِ

وقف لازم

اس سے رک جاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہےO (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین

الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ ۚ

اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہ لوگ وہی سچے ہیںO

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ

اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت

Marfat.com

اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى

کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی

اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۖ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ

بچایا گیا سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O (اور یہ اموال) ان کے لیے ہیں جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی وہ دعا کرتے ہیں:

لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں

غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ ع

کے لیے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا بہت مہربان ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں کی ہر چیز اور زمینوں کی ہر چیز نے اللہ ہی کے لیے تسبیح کی اور وہ بہت غالب' نہایت حکمت والا ہے O وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلاوطن کرنے کے لیے ان کو ان کے گھروں سے نکالا' تمہیں ان کے نکلنے کا گمان (تک) نہ تھا' اور وہ اس گھمنڈ میں تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے' پس ان پر اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا' اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی' سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو O (الحشر: ۲۔۱)

غزوۂ بنونضیر

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بیر معونہ کے بعد چار ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرو بن امیہ نے غلطی سے بنو عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے' جن کی دیت (خون بہا) اب تک واجب الادا تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر سے جو معاہدہ کیا ہوا تھا' اس کے مطابق اس دیت کا ایک حصہ بنونضیر پر واجب تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مطالبہ کے لیے بنونضیر کے پاس گئے تھے' بنونضیر نے کہا: ہاں! ہم اپنا حصہ ادا کریں گے اور خفیہ طور پر یہ سازش کی' ایک شخص چپکے سے چھت پر چڑھ گیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری پتھر گرا کر معاذ اللہ آپ کو ہلاک کر دے۔ آپ اس وقت اس چھت کی دیوار کے سائے میں کھڑے تھے۔ عمرو بن حجاش یہودی اس ارادہ سے چھت پر چڑھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر آپ کو بنونضیر کی اس سازش سے مطلع کر دیا اور رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ چلے گئے' ادھر جب آپ کو دیر ہوگئی تو آپ کے اصحاب آپ کو ڈھونڈنے نکلے' پھر آپ کے اصحاب آپ سے ملے اور آپ نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔

علامہ واقدی نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بنونضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ آپ کے قرب اور شہر مدینہ سے نکل جائیں اور منافقین نے ان کو وہیں ٹھہرنے پر ابھارا اور کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے' یہ چیز ان کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے نہیں نکلیں گے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا' ابن ہشام نے کہا: یہ ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: آپ ان کی طرف روانہ ہوئے اور چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا' ان ہی ایام میں حرمت خمر نازل ہوئی' بنونضیر قلعہ بند ہو گئے' آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے باغ کاٹ کر جلا دیئے جائیں' پھر انہوں نے پکار کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور فساد کرنے والوں کی مذمت کرتے تھے اور اب آپ خود فساد کر رہے ہیں' پس ان درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا کیا جواز ہے؟ منافقین کی ایک جماعت نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے مؤقف پر ڈٹے رہو اور یہاں سے نہ نکلو' اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے' بنونضیر ان کی مدد کے انتظار میں کچھ دن اور ٹھہرے' لیکن ان کی مدد نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ان کو قتل نہ کریں اور ان کو جلاوطن کریں' بہ شرطیکہ وہ ہتھیاروں کے علاوہ اپنے باقی اموال اور اسباب کو اپنے ساتھ اونٹوں پر لاد کر لے جائیں۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اس بستی کو خالی کر دیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنا تمام مال اور اسباب ان اونٹوں پر لاد لیا' حتیٰ کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے' ان میں سے بعض خیبر کی طرف گئے اور بعض شام کی طرف گئے' حتیٰ کہ وہ اپنے ساتھ گانے بجانے کے آلات بھی لے گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے باغات اور کھیت چھوڑ دیئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باغات اور کھیتوں کو مہاجرین اوّلین میں تقسیم کر دیا اور انصار نے ان اموال میں سے کچھ نہیں لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق سورۃ الحشر کی آیات نازل فرمائیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۹۔ ۲۱۸' ملخصاً وموضحاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

غزوۂ بنونضیر کی مزید تفصیل

علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ تمام آیات بنوالنضیر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ سے بنونضیر نے اس شرط پر صلح کی کہ آپ ان سے جنگ نہ کریں اور وہ بھی آپ سے جنگ نہیں کریں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول کر لی' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں مشرکوں کے خلاف جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا تو بنونضیر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہم نے ''تورات'' میں پڑھا ہے' پھر جب غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو یہ شک اور نفاق میں پڑ گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں سے عداوت ظاہر کرنی شروع کر دی اور ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو معاہدہ تھا' اس کو توڑ دیا' پھر کعب بن اشرف چالیس

Marfat.com

یہودیوں کے ساتھ مکہ گیا اور قریش کے پاس جا کر انہوں نے حلف اٹھایا اور یہ معاہدہ کیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں ہم متحد ہیں' پھر ابوسفیان چالیس مشرکوں کے ساتھ آ کر ان سے حرم کعبہ میں ملا اور انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا معاہدہ کیا۔ پھر کعب بن اشرف اور اس کے اصحاب مدینہ چلے گئے' پھر حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور آپ کو کعب بن اشرف اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی خبر دی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو محمد بن مسلمہ انصاری نے قتل کر دیا جو اس کا رضاعی بھائی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی خیانت اور عہد شکنی پر مطلع ہو چکے تھے' آپ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے پاس گئے اور ان سے ان دو مسلمانوں کی دیت میں سے ان کا حصہ طلب کیا' جن کو حضرت عمرو بن امیہ الضمری نے بیر معونہ سے واپسی کے وقت غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا' جب وہ دونوں بنو عامر کی طرف جا رہے تھے' بنونضیر نے دیت ادا کرنے کو قبول کیا اور آپ کو بٹھایا اور قلعہ کی چھت کے اوپر سے آپ پر بھاری پتھر پھینکنے کی سازش کی' اللہ سبحانہٗ نے آپ کو اس سازش سے مطلع کر کے آپ کو بچا لیا' جس بستی میں بنونضیر رہتے تھے اس کا نام زھرۃ تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف روانہ ہوئے اس وقت وہ کعب بن اشرف پر ماتم کر رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے قلعوں سے نہ نکلیں' اگر انہوں نے تم سے قتال کیا تو ہم تمہارے ساتھ مل کر ان سے قتال کریں گے اور اگر تم کو نکال دیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ تاہم منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے۔

دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ان کا اکیس روز تک محاصرہ کیا' پھر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ منافقین کی مدد سے مایوس ہو گئے' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا سوال کیا' آپ نے انکار فرمایا اور کہا: اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ تم مدینہ سے نکل جاؤ' پھر انہوں نے اس شرط پر جلاوطنی کو قبول کر لیا کہ وہ اسلحہ کے علاوہ باقی ساز و سامان اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جائیں گے' ان کو وہ سامان لے جانے کی اجازت دی جائے' پھر دو گھرانوں کے سوا سب شام چلے گئے' یہ دو گھرانے آل ابی الحقیق اور آل حی بن اخطب تھے' یہ لوگ خیبر چلے گئے اور ان کی ایک جماعت حیرہ چلی گئی۔

اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: "هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ" (الحشر: ۲) جس ذات نے اہل کتاب میں سے کافروں کو یعنی بنونضیر کو ان کے ان گھروں سے نکال دیا جو مدینہ میں تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد سے واپس ہو چکے تھے' اس وقت بنونضیر کو جلاوطن کیا تھا اور بنو قریظہ کو غزوہ احزاب سے واپسی میں فتح کیا تھا اور ان دونوں کے درمیان دو سال کا وقفہ تھا۔

نیز اس آیت میں فرمایا: "لاول الحشر"۔

زہری نے کہا: بنونضیر دنیا میں وہ پہلے لوگ تھے جن کا شام میں حشر کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص کو اس میں شک ہو کہ میدانِ حشر شام میں قائم ہو گا وہ اس آیت کو پڑھے' کیونکہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: نکل جاؤ' انہوں نے پوچھا: کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا: ارضِ محشر میں' پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۷۰۔ ۲۶۶ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ' علامہ عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ' علامہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے

Marfat.com

بھی غزوۂ بنونضیر کا واقعہ کم وبیش اسی طرح لکھا ہے۔ (کتاب المغازی ج ا ص ۳۰۸ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف ج ۳ ص ۳۸۷ دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ تاریخ الاسلام المغازی ص ۲۴۳ دار الکتاب العربی ۱۴۱۹ھ)

''اول حشر'' کا معنی

الحشر: ۲ میں ''اول الحشر'' فرمایا ہے: ''الحشر'' سے مراد ہے: ایک جماعت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نکالنا' اور اس کو ''اول حشر'' حسبِ ذیل وجوہ سے فرمایا ہے:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ ان اہل کتاب کو پہلی مرتبہ جزیرۂ عرب سے نکالا گیا اور دوسری بار حضرت عمر نے یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر کے شام کی طرف نکالا۔

(۲) میدانِ محشر شام کی سرزمین میں قائم ہوگا جب تمام مُردوں کو زندہ کر کے شام کے علاقہ میں جمع کیا جائے گا اور دنیا میں اس سرزمین میں پہلی بار بنونضیر کو نکالا گیا تھا۔

(۳) یہودیوں کو قتال کے لیے پہلی بار ان کی بستی سے نکال کر جمع کیا گیا اور پھر ان کو جلاوطن کیا گیا۔

(۴) قتادہ نے کہا: یہ پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر اس وقت ہوگا جب قربِ قیامت میں ایک آگ تمام لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۹۔۴۹۸' معالم التنزیل ج ۵ ص ۵۳۔۵۲)

نیز اس آیت میں فرمایا: وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔

اس انہدام کی تفسیر میں حسبِ ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) جب بنونضیر کو یہ یقین ہوگیا کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے گا تو اب ان کو اس سے جلن ہوئی کہ ان کے گھروں میں مسلمان رہیں گے تو وہ اپنے گھروں کو اندر سے توڑ رہے تھے اور مسلمان ان کے گھروں کو باہر سے توڑ رہے تھے۔

(۲) قتادہ نے کہا: جب منافقوں نے ان کو یقین دلایا کہ وہ ان کی مدد کریں گے تو انہوں نے اپنے گھروں کو منہدم کر کے قلعوں کی طرح بنایا اور مسلمانوں نے ان کے گھروں کو ہر طرف سے توڑ دیا۔

(۳) جب مسلمان ان پر غالب آ گئے تو انہوں نے ان کے گھروں کو منہدم کر دیا اور بنونضیر نے اپنے گھر کی پچھلی دیواروں کو منہدم کیا تھا تاکہ وہ گھروں سے نکلنے کا راستہ بنالیں۔

(۴) مسلمان ان کی بستی کو باہر سے منہدم کر رہے تھے اور بنونضیر گھروں کو اندر سے منہدم کر رہے تھے تاکہ اپنے گھروں کے دروازوں' کھڑکیوں اور دیگر اشیاء کو نکال کر لے جائیں۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۲۰۴' النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۹' الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۹' معالم التنزیل ج ۵ ص ۵۳)

بنونضیر کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل

نیز اس آیت میں فرمایا: سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل وجوہ سے کی گئی ہے:

بنونضیر نے اپنے قلعوں پر اور اپنی شوکت اور قوت پر گھمنڈ کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں کو منہدم کر دیا اور ان کی شوکت اور قوت کو توڑ ڈالا' انہوں نے یہودیوں کی امداد پر بھروسا کیا تھا' وہ ان کی امداد کو نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر اعتماد نہ کرو' لہٰذا عابد اور زاہد کو چاہیے کہ وہ اپنے زہد اور عبادت پر بھروسا نہ کرے اور عالم فاضل کو چاہیے کہ وہ اپنے علم وفضل پر اعتماد نہ کرے' بلکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر

Marfat.com

توکل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے' تم ٹھیک ٹھیک اور صحت کے قریب عمل کرو' اور صبح اور شام کے کچھ وقت میں نیک کام کرو اور درمیانہ روش رکھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۹)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بنو نضیر پر ان کے کفر اور ان کی عہد شکنی کی وجہ سے دنیا میں عذاب آیا کہ ان کو جلاوطن کر دیا گیا اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر منہدم کیے اور وہ آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے' حالانکہ اور بہت لوگوں نے بھی کفر کیا اور عہد شکنی کی' مگر ان پر دنیا میں عذاب نہیں آیا۔ امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں عذاب سے مراد عام ہے' خواہ وہ دنیا کا عذاب ہو یا آخرت کا' لیکن میرے نزدیک یہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک مخصوص واقعہ بیان فرمایا ہے کہ بنو نضیر پر ان کے کفر اور ان کی عہد شکنی کی وجہ سے دنیا میں عذاب آیا اور اس آیت میں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا کہ جو لوگ بھی کفر اور عہد شکنی کریں گے ان پر لازماً دنیا میں عذاب آئے گا۔

علماء اصول نے اس آیت سے قیاس کے ثبوت پر استدلال کیا ہے' ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر الشوریٰ: ۱۰ "تبیان القرآن" ج ۱۰ ص ۵۵۱ میں بہت تفصیل سے کلام کیا ہے۔

اعتبار کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں "فاعتبروا" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "اعتبار" ہے' علامہ محمد بن عبد القادر رازی حنفی متوفی ۶۶۰ھ اس کے مادۂ عبر کے متعلق لکھتے ہیں:

عبرت کا معنی ہے: نصیحت حاصل کرنا' دوسرے کے حال پر اپنے آپ کو قیاس کرنا" عَبِر" کا معنی ہے: آنسو بہنا" عَبر" کا معنی ہے: راستہ سے گزرنا" عَبّر" کا معنی ہے: کسی شخص کے مافی الضمیر کو بیان کرنا' زبان سے دل کی ترجمانی کرنا۔

(مختار الصحاح ص ۲۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

"عبر" کا اصل معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا' اس وجہ سے کہتے ہیں: دریا عبور کرتا ہے اور آنکھ سے آنسو گرتا ہے اور فلاں راستے سے گزرتا ہے اور اعتبار اور عبرت اس کو کہتے ہیں کہ انسان حاضر چیز کا مشاہدہ کر کے اس چیز کی معرفت حاصل کرے جو حاضر نہیں ہے اور تعبیر' خواب کی تاویل کے ساتھ خاص ہے' جس میں ظاہر سے باطن کی طرف انتقال ہوتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ نے کہا: ماضی کے واقعات سے سبق سیکھنا عبرت ہے۔

(کتاب العین ج ۲ ص ۱۱۲۵' مطبع باقری' قم' ۱۴۱۴ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اعتبار کا لفظ عبور سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز کی طرف تجاوز کرنا' اس لیے آنسو کو عبرت کہتے ہیں کیونکہ وہ آنکھ سے تجاوز کرتا ہے' اور خواب کی تاویل کو تعبیر کہتے ہیں کیونکہ تعبیر بیان کرنے والا متخیل سے معقول کی طرف منتقل ہوتا ہے اور الفاظ کو عبارات کہتے ہیں' کیونکہ بولنے والے کی زبان سننے والے کی طرف معانی منتقل کرتی ہے' کہا جاتا ہے کہ

Marfat.com

سعید وہ شخص ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے' کیونکہ اس کی عقل دوسرے کے حال سے اپنے حال کی طرف منتقل ہوتی ہے' اسی لیے مفسرین نے اعتبار کی تفسیر میں کہا ہے کہ حقائق اشیاء اور ان کی دلالت کی وجوہ میں غور وفکر کرنا' تا کہ اس سے اس کی جنس کی دوسری چیز حاصل ہو' اس کو اعتبار کہتے ہیں اور ''یا اولی الابصار'' کا معنی ہے: اے عقل والو اور بصیرت والو! یا اے وہ لوگو جنہوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ قیاس حجت ہے' کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ اسماعیل بن محمد الحنفی التوفی ۱۱۹۵ ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

قیاس شرعی جو اپنی شروط کا جامع ہو حجت شرعیہ ہے' اس کی وجہ سے مقیس (فرع) میں حکم ظاہر ہوتا ہے اور وہ دلائل شرعیہ میں سے ہے' وجہ استدلال یہ ہے کہ ہم کو اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹا دینا' بایں طور کہ اس نظیر پر بھی اس چیز کا حکم لگایا جائے کیونکہ اس چیز اور اس کی نظیر میں علت مشترک ہوتی ہے۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۹ ص ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ نے ان کے لیے جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو وہ ان کو ضرور دنیا میں عذاب دیتا اور ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے O اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی' اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا' سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا اور تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے O (الحشر: ۵۔۳)

''الجلاء'' کا معنی

اس آیت میں ''الجلاء'' کا لفظ ہے' ''الجلاء'' کا معنی ہے: وطن سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہونا' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں جلاوطن نہ کرتا تو دنیا میں ان کو قتل کرنے کی سزا دی جاتی جیسا کہ ان کے بھائی بنوقریظہ کو قتل کی سزا دی گئی تھی اور آخرت میں ان کو اس سزا کے علاوہ عذاب ہوگا۔

الحشر: ۴ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس کو جلاوطن کرنا چاہیے حالانکہ ہر شخص کو یہ سزا نہیں دی جاتی' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف بنونضیر کی یہ سزا بیان کی گئی ہے' ہر شخص کی سزا کا قاعدہ کلیہ نہیں بیان کیا گیا۔

صحابہ کے اجتہاد کی تصدیق

الحشر: ۵ میں فرمایا: تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا۔

اس آیت میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے' ''لینۃ'' کا معنی ہے: کھجور کا تر و تازہ اور شاداب درخت خواہ وہ کسی قسم کی کھجور ہو۔

ابو عبیدہ نے کہا: ''لینۃ'' اس درخت کو کہتے ہیں: جس کی کھجوریں نہ عجوہ ہوں' نہ برنی ہوں۔

علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی بستی میں پہنچے تو بنونضیرا پنے قلعوں میں بند ہو گئے' آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے' اس وقت اللہ کے ان دشمنوں نے فریاد کی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نیک کام کرتے ہیں' کیا یہی نیکی ہے کہ درختوں کو کاٹ دیا جائے' کیا آپ کی کتاب میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ زمین میں فساد کیا جائے؟ مسلمان ان کی یہ بات سن کر ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام فساد ہو' پھر مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا' بعض نے کہا: ان درختوں کو نہ کاٹو' ان درختوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ملک میں لوٹا دیا ہے اور بعض نے کہا: نہیں! ہم ان درختوں کو کاٹ کر بنونضیر کو غیظ اور غم وغصہ میں مبتلا کریں گے' تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فریقوں کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی کہ جن مسلمانوں نے ان درختوں کو کاٹا ہے' وہ بھی اللہ کے حکم سے ہے اور جن مسلمانوں نے ان درختوں کو بغیر کاٹے چھوڑ دیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۷۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دراصل اللہ کا حکم ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی اجتہاد کرتے تھے اور ان دونوں فریقوں کے اجتہاد کی تصدیق میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

بنونضیر کے درختوں کو کاٹنا اور چھوڑ دینا' آیا صحابہ کے اجتہاد سے تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے؟

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے قلعوں کے پاس مقام البویرہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا' کیونکہ غزوۂ اُحد میں انہوں نے مشرکین کی مدد کر کے' آپ سے کیے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی' تو مسلمانوں نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ ڈالا اور چھ درختوں کو جلا دیا' اور امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا اور ایک درخت کو جلا دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کارروائی پر برقرار رکھا تھا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۱)

اور امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:

یزید بن رومان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی بستی میں پہنچے تو وہ قلعہ بند ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے' اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ تو فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے اور اب خود درختوں کو کاٹ رہے ہیں اور جلا رہے ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ" (الحشر: ۵)۔

قتادہ نے کہا: بعض مسلمانوں نے درخت کاٹ دیئے اور بعض نے اس خیال سے نہیں کاٹے کہ کہیں یہ فساد نہ ہو۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۴۴۔ رقم الحدیث: ۲۶۲۲۰۔ ۲۶۲۱۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں کہ درختوں کو کاٹنے اور جلانے کے بعد مسلمانوں کے دل میں خدشہ ہوا' بعض نے کہا: یہ زمین میں فساد کرنا ہے' اور بعض نے کہا' ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' کہ یہ اللہ کا اپنے دشمنوں کو ذلیل کرنا ہے اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہے' پھر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! ہم نے جو کارروائی کی ہے اس پر ہم کو اجر ملے گا یا گناہ ہو گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا' سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا اور تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے۔ (الحشر: ۵) اس سے معلوم ہوا کہ جن

Marfat.com

مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے درختوں کو کاٹ دیا تھا وہ بھی صحیح تھا اور جنہوں نے اپنے اجتہاد سے درختوں کو نہیں کاٹا ان کا اجتہاد بھی صحیح تھا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے' لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمانوں کا اجتہاد کرنا جائز نہ تھا' البتہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل ہے کیونکہ اس خاص معاملہ میں آپ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور چونکہ عمومی طور پر کفار کو ذلیل کرنے کا حکم ہے' اس لیے آپ نے کافروں کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا یا مسلمانوں کو کاٹنے سے منع نہیں فرمایا اور جب اس پر بنونضیر نے اعتراض کیا تو آپ کی تائید اور تصویب میں الحشر: ۵ نازل ہوگئی۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ' لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے اور (رسول کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تاکہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں' اور رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O (الحشر: ۷۔ ۶)

فئے کا لغوی اور شرعی معنی

اس آیت میں ''افاء'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''فیی'' ہے' علامہ راغب اصفہانی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فئے کا معنی ہے: حالتِ محمودہ کی طرف رجوع کرنا' اور اس مال غنیمت کو فئے کہتے ہیں جس میں مسلمانوں کو کوئی مشقت نہ ہو۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۰۳۔ ۵۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کے جو اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں' وہ اموال فئے ہیں' لہٰذا غنیمت' جزیہ اور خراج یہ سب فئے ہیں' کیونکہ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کی ملکیت میں داخل کر دیں' ہر چند کہ غنیمت بھی فئے ہے لیکن وہ بعض خصوصیات کی وجہ سے فئے سے الگ ہوگئی کہ جو اموال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہوں ان کو غنیمت کہتے ہیں' اور ان اموال میں خمس (۱/۵) نکالنے کے بعد ان کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور جو مال فئے ہوں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر انتظام رہتے ہیں' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات' اپنے اقرباء' فقراء' مساکین' مسافروں اور عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبود پر خرچ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا مصرف فقراء' مساکین' مسافر اور عام مسلمانوں کی ضروریات ہیں' کیونکہ حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنونضیر کے اموال فئے تھے ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا دیا' ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے' یہ اموال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے' آپ ان اموال میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا خرچ نکالتے تھے اور باقی اموال کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سواریوں اور ہتھیاروں میں خرچ کرتے تھے۔ علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: یہ وہ اموال فئے ہیں

Marfat.com

جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے' ان اموال میں کسی کا حق نہیں ہے' الا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے کسی کو کچھ عطا فرمادیں' ان اموال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل پر خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو سواریوں اور ہتھیاروں پر خرچ کرتے تھے' کیونکہ ان اموال کو مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ صلح کے ذریعہ حاصل کیا تھا' ارضِ فدک اور عرینہ کے اموال کا بھی یہی حکم ہے۔ قرآنِ مجید میں فئے کے متعلق سورۂ حشر کی جو آیات ہیں ان میں یہ دلیل ہے کہ کفار کے جو اموال بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان کو ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن مصارف میں خراج اور جزیہ کے اموال کو خرچ کیا جاتا ہے' کیونکہ وہ اموال بنونضیر کے اموال کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے کوئی جنگ کی ہے نہ کوئی مشقت اٹھائی ہے۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۳۰-۴۲۹' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

مالِ غنیمت اور مالِ فئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ

کفار سے جس نوع کے بھی اموال حاصل ہوتے ہیں' ان سب کی حقیقت یہ ہے کہ کفار کے باغی ہوجانے کی وجہ سے بحق سرکار ضبط ہونے کے بعد وہ اموال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں اور مالکِ حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹ جاتے ہیں' اس لیے اموال کے اللہ کی طرف پلٹ آنے کو افاء اور فیئی سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جن اموال کے حصول میں مسلمانوں کی جنگ اور جہاد کا دخل ہوتا ہے' اس مال کو اللہ تعالیٰ نے لفظ غنیمت سے تعبیر فرمایا' ارشاد ہوا: "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ الایۃ" (الانفال: ۴۱) جان لو کہ جو مال تم نے بطورِ غنیمت حاصل کیا ہے۔ اور کفار کے جس مال کے حصول میں جنگ اور جہاد کی ضرورت نہیں پڑتی' اللہ تعالیٰ نے اس کو فئے سے تعبیر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا: "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى" (الحشر: ۷) یعنی بنونضیر اور بنوقریظہ کے جو مال اللہ تعالیٰ نے بغیر جنگ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا دیئے۔

سورۂ حشر کی ابتدائی آیات میں بنونضیر کی ان جائیدادوں اور املاک کا ذکر ہورہا ہے جو پہلے بنونضیر کی ملک تھیں اور ان کی جلاوطنی کے بعد وہ اسلامی حکومت کے قبضہ میں آگئیں' ان آیات میں ان متروکہ جائیدادوں کے انتظام اور ان کے اموال میں تصرف کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے' کیونکہ یہ ایک علاقہ کے فتح ہونے کے بعد اس کے اسلامی مقبوضات میں شامل ہونے کا پہلا موقع تھا اور اس کے بعد بھی اس قسم کے بہت سے علاقے فتح ہونے والے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی میں اراضی مفتوحہ کا قانون بیان فرمادیا۔ اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا۔ ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زمین اور یہاں کی ساری چیزیں اللہ کے باغیوں کا حق نہیں ہیں' اگر وہ ان چیزوں پر متصرف ہیں تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے ڈاکو اور باغی حکومت کے اموال پر قبضہ کر کے اس میں تصرف کرنے لگیں' درحقیقت تمام اموال میں اصل یہ ہے کہ ان اموال کو ان کے حقیقی مالک اللہ رب العالمین کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں خرچ کیا جائے اور ان اموال میں اس طرح کا خرچ صرف صالحین مؤمنین ہی کرسکتے ہیں۔ اس لیے جو اموال بھی ایک جائز اور صحیح جنگ کے نتیجہ میں کفار کے قبضہ سے نکل کر اہل ایمان کے قبضہ میں آجائیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انہیں اپنے خائن ملازموں کے قبضہ سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹاتا ہے' اس لیے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں فئے (پلٹا کر لائے ہوئے اموال) کہا جاتا ہے۔

مالِ غنیمت اور مالِ فئے کا فرق

مالِ غنیمت وہ مال ہے جس کو مسلمان فوج دشمن سے جنگ کر کے اور مقابلہ میں فتح یاب ہو کر دشمن سے حاصل کرتی ہے'

Marfat.com

لیکن فوج میں اس مال کو تقسیم کرنے کی صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ اس فوج نے لڑ کر یہ مال جیتا ہے' اس وجہ سے یہ مال اس کا حق ہے' بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح عطا کی ہے اور درحقیقت یہ اس اسلامی نظام کی فتح ہے' جس کو قائم کرنے کے لیے مسلمانوں نے جنگ کی تھی' اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ خمس نکالنے کے بعد مالِ غنیمت کے عنوان سے ان کو جو مال دیا جائے اس مال کو وہ اللہ کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں صرف کریں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ جب کفار کے ہاتھ میں پیسہ ہو تو وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں اور جب مسلمانوں کے ہاتھ میں پیسہ آئے تو وہ اس کو کس طرح صرف کرتے ہیں۔

مالِ غنیمت کے برخلاف مالِ فئے کی یہ نوعیت نہیں ہے کہ اس مال کو اسلامی فوج نے میدانِ جنگ میں لڑ کر جیتا ہے اور اس بناء پر اس مال کو اسلامی فوج میں تقسیم کر دیا جائے' بلکہ مالِ فئے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے رسول اور مسلمانوں کو کفار پر غالب کر دیا اور اسلام کے رعب اور ہیبت سے کفار اپنے اموال کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں کفار کے اموال آ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے: '' فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ '' (الحشر: ٦) یہ ایسے اموال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے ہوں۔ اس وجہ سے اموالِ فئی میں فوج کا حق نہیں ہے کہ مالِ غنیمت کی طرح مالِ فئی کو بھی ان میں تقسیم کر دیا جائے۔

اسلام میں غنیمت اور فئے کا حکم الگ الگ مقرر کیا ہے' غنیمت کا حکم سورۂ انفال کی آیت: ۴۱ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں' چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کر کے اس کو یتامیٰ' مساکین' مسافروں اور مسلمانوں کے عام رفاہی اُمور میں خرچ کیا جائے اور فئے کا حکم سورۂ حشر کی آیت: ۷ تا ۱۰ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اموالِ فئے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے قرابت داروں' یتامیٰ' مساکین اور مسافروں پر خرچ کیا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا' امام شافعی کے نزدیک یہ حصہ اب امام اور خلیفہ پر خرچ کیا جائے گا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ فقراء اور مساکین میں آ گیا اور یہ تقسیم کی وہی صورت ہے جو خمس میں بیان کی گئی ہے۔ غنیمت اور فئے کا یہ ایک اجمالی فرق ہے' اس کی تفصیل آئندہ سطور میں ہم فقہاء اسلام کے مذاہب کے ذکر میں بیان کریں گے' اس سے پہلے کہ فئے اور غنیمت کی مزید وضاحت کریں' پہلے سورۂ حشر کی ان آیات کو بیان کرتے ہیں جو فئے کے احکام کا اصل ماخذ ہیں۔

قرآن مجید سے اموالِ فئے کے وقف ہونے پر دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۗ

(الحشر: ۷-۶)

اور اللہ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ' لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے' اور (رسول کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تاکہ وہ (اموال) تم میں سے صرف

Marfat.com

مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ . (الحشر:۱۰) اور (یہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو پہلوں کے بعد آئے ہیں۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ مالِ خمس اور مالِ فئے کے مصارف ایک جیسے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال کسی شخص کی شخصی ملکیت میں نہیں دیئے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان اموال کا شخصی مالک نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال آپ کی تولیت اور انتظام میں کر دیئے اور ان کے مصارف متعین کر دیئے' تا کہ آپ ان اموال کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں' اپنے قرابت داروں میں صرف کریں اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کریں' چنانچہ اس باب کی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال کو اسی طرح خرچ کرتے تھے' نیز اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ ان اموال کے یہ مصارف اس لیے مقرر کیے ہیں تا کہ یہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے' اس سے واضح ہو گیا کہ مالِ فئی کا کوئی شخص شخصی مالک نہیں ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے' نیز ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ'' (الحشر:۱۰) اور (یہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو پہلوں کے بعد آئے ہیں۔ اس آیت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ اموالِ فئے کسی شخص کی نجی اور شخصی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ یہ مسلمانوں کے مفادِ عامہ اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے قیامت تک وقف ہوتے ہیں اور اموالِ فئے کے وقف ہونے پر سورۂ حشر کی یہ نصوصِ قطعیہ ناطق اور شاہد ہیں۔

احادیث سے مالِ فئے کے وقف ہونے پر دلائل اور باغِ فدک کا وقف ہونا

حضرت اوس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا' میں دن چڑھنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں خالی تخت پر چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں' فرمانے لگے: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ جلدی جلدی آئے تھے' میں نے انہیں تھوڑی سی چیزیں دینے کا حکم دے دیا ہے' تم وہ چیزیں لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو' میں نے کہا: آپ میرے علاوہ کسی اور کے ذمہ یہ کام لگا دیتے تو اچھا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: اے مالک! تم یہ چیزیں لے لو' اتنے میں (ان کا غلام) یرفاء اندر آیا اور کہنے لگا: حضرت عثمان' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر اور حضرت سعد کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی وہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں) حضرت عمر نے کہا: اچھا' اور انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی' اور وہ اندر آ گئے' پھر یرفاء آئے اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کہا: اچھا' اور ان کو بھی اجازت دے دی' حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے' خطا کار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' باقی صحابہ نے بھی کہا: ہاں! اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان کو راحت دلایئے۔ حضرت مالک بن اوس نے کہا: میرا خیال تھا کہ ان دونوں نے ان صحابہ کو اسی لیے پہلے بھیجا تھا' حضرت عمر نے کہا: ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر' حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم دونوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا

Marfat.com

تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' ان دونوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چیز کے ساتھ خاص کیا تھا جس کے ساتھ کسی اور کو خاص نہیں کیا تھا' یہ بستیوں کے وہ اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹا دیئے تھے' یہ اموال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں (یعنی اموالِ فئے) راوی کہتے ہیں: مجھے علم نہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی تھی یا نہیں۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان بنونضیر کے اموال تقسیم کر دیئے' بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ تمہیں چھوڑ کر ان اموال کو خود رکھا' حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے' باقی جو بچتا وہ بیت المال میں رکھ لیتے' حضرت عمر نے پھر فرمایا: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو بھی وہی قسم دی جو باقی صحابہ کو دی تھی' اور کہا: کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں' پھر تم دونوں آئے' تم اپنے بھتیجے کی میراث سے طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ کے لیے ان کے والد کی میراث سے طلب کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا' گناہ گار' عہد شکن اور خائن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر سچے' نیک' ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں' پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا خلیفہ بنایا گیا' پس تم دونوں نے مجھے بھی جھوٹا' گناہ گار' عہد شکن اور خائن گمان کیا (یعنی میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو جھوٹے اور خائن کے ساتھ کرتے ہیں) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا' نیک' ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں' پھر میں ان اموال کا ولی بنایا گیا پھر تم اور یہ میرے پاس آئے درآں حالیکہ تم دونوں کی رائے متفق تھی' تم دونوں نے کہا: ان اموال کی نگہداشت ہمارے سپرد کر دیجئے' میں نے کہا: اگر تم چاہو تو میں یہ اموال اس شرط کے ساتھ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم ان اموال میں اسی طرح تصرف کرو گے جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے' تم دونوں نے اس کا اقرار کیا' حضرت عمر نے کہا: کیا اسی طرح معاہدہ ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: اب پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کروں' نہیں! خدا کی قسم! قیامت تک میں تمہارے درمیان اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا' اگر تم ان اموال کا انتظام کرنے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر یہ مجھے واپس کر دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۵۰)

کیا حضرت علی نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت میں حضرت ابوبکر اور عمر کو جھوٹا' عہد شکن' خائن اور گناہ گار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ''صحیح مسلم'' میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا: حضرت ابوبکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے' پس تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا' عہد شکن' خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے' نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے' پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا' پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا' عہد شکن' خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ

Marfat.com

میں سچا' نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ ''صحیح مسلم'' کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی' حضرت ابو بکر کو اس روایت میں جھوٹا گردانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کے باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے' کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی اس حدیث کی صداقت کے معترف تھے جیسا کہ مالک بن اوس کی اسی روایت میں ہے: حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا:

میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین اور آسمان قائم ہیں' کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا: ہاں (ہمیں علم ہے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۹)

نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حدیث کا علم تھا اور جب انہیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقیناً علم ہو گا تو پھر ان حضرات نے حضرت ابو بکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی' حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو معترف تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہو گا' ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہو گا اور باقی متروکات میں وراثت جاری ہو گی اور خیبر کی بعض اراضی اور فدک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہو گی' اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے' اس کے برعکس حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیم اور تخصیص میں ان کی آراء اور اجتہاد میں اختلاف ہو گیا' حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے مؤقف پر اصرار تھا' اس وجہ سے پہلے انہوں نے حضرت ابو بکر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷' ملخصاً' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے ابو بکر کو اور پھر مجھے جھوٹا' عہد شکن اور خائن گمان کیا اس کا کیا محمل ہے؟ علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ باب تنزیل سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت ابو بکر کے استدلال اور حجت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے' خلاصہ یہ ہے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جھوٹے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کو فی الواقع جھوٹا سمجھا۔ علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی ''افرایتماہ کاذبا غادرًا خائنًا آثمًا'' کیا تم نے ابو بکر کو جھوٹا' عہد شکن' خائن اور گناہ گار سمجھا تھا؟ اور یہ استفہام انکاری ہے' یعنی جب تم حضرت ابو بکر کو جھوٹا اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۷۸۔۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صواب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان اراضی کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدر ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابو بکر کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے متروکات میں سے کسی چیز میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔
ہم نے جو اس حدیث کی تحقیق کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی اور حضرت عمر کا اس حدیث سے استدلال میں اختلاف تھا اور اس حدیث کی صحت میں اہل بیت کا اختلاف نہیں تھا' نہ حضرت علی' حضرت فاطمہ اور حضرت عباس میں سے کسی نے اس حدیث کا انکار کیا تھا' جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے قسم کھا کر اس حدیث کا اعتراف کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۶۱۔۴۶۰ میں اس کو مفصل بیان کیا۔

نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فئی عطا کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جو کچھ چھوڑا ہے اس میں ان کی میراث کو تقسیم کریں' حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۴۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان' حضرت عبد الرحمٰن' حضرت زبیر اور حضرت سعد سے) کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں' جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا' ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۸)

باغ فدک کو وقف قرار دینے پر مفصل بحث اور علماء شیعہ کے اہم اعتراضات کے جوابات پڑھنے کے لیے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۵ ص ۴۶۰۔۴۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

''دولۃ'' کا معنی

نیز الحشر: ۷ میں فرمایا: تا کہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش کرتے نہ رہیں۔

اس آیت میں ''دولۃ'' کا لفظ ہے' علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الدَّولۃ'' اور ''الدُّولۃ'' واحد ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''الدَّولۃ'' کا اطلاق مال میں ہوتا ہے' ''الدُّولۃ'' کا اطلاق حرب میں ہوتا ہے' اور دولت اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو بعینہٖ گردش کرتی رہتی ہے' کبھی ایک کے پاس' کبھی دوسرے کے پاس' قرآن مجید میں ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

(آل عمران: ۱۴۰)

(المفردات ج ۱ ص ۲۳۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا: اور رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو' اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو مال غنیمت سے جو کچھ عطا کریں' اس کو قبول کر لو' اور تم کو مال غنیمت میں خیانت

Marfat.com

کرنے سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کا شانِ نزول اگرچہ مالِ غنیمت کے ساتھ خاص ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی اور آپ کے تمام احکام اس میں داخل ہیں۔

حسن بصری نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: میں تم کو مالِ فئے سے جو کچھ دوں اس کو قبول کر لو اور جس چیز سے تم کو منع کر دوں اس کو طلب نہ کرو۔

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے کہا: یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی پر محمول ہے کیونکہ آپ کا ہر حکم صرف نیک کام کے لیے ہوتا ہے اور نہی اور ممانعت بُرائی کے لیے ہوتی ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اموال ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہ لوگ وہی سچے ہیں O اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O (الحشر: ۹۔۸)

فقراء مہاجرین کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے

اس آیت (الحشر: ۸) میں مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی نصرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' قتادہ نے کہا: یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے گھروں' اپنے مالوں اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور اپنی اولاد کو اور اپنے وطن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا تاکہ اس کی کمر سیدھی رہے اور ان میں سے کسی شخص کے لیے سردی سے بچاؤ کے لیے گرم کپڑے نہیں ہوتے تھے۔

اور فرمایا: ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا' کفار نے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا اور ان کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور یہ ایک سو نفر تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۰)

نیز فرمایا: وہی لوگ سچے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقراء مہاجرین کو صادق فرمایا ہے اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے خلافت کا مستحق قرار دیا تھا اور ان کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے۔

اس کی توجیہ کہ انصار نے مہاجرین سے پہلے ایمان کی جگہ بنالی

الحشر: ۹ میں فرمایا: اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن لوگوں نے مہاجرین کے مدینہ میں آنے سے مدینہ کو اپنا وطن بنایا اور مدینہ میں اپنا گھر بنایا وہ انصار ہیں' اور یہ جو فرمایا ہے: وہ مہاجرین سے پہلے ایمان میں جگہ بنا چکے ہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لا چکے ہیں کیونکہ انصار' مہاجرین کے بعد ایمان لائے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں ایمان کے گھر بنا چکے تھے یعنی ایمان والوں کے لیے گھر بنا چکے تھے یا اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے مدینہ کے

Marfat.com

گھروں کو لازم کر لیا تھا اور ایمان کو لازم کر لیا تھا۔
اس آیت میں ''تبوؤ'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''تبوّء'' ہے' اس کا معنی ہے: انہوں نے ٹھکانا بنا لیا' انہوں نے جگہ بنا لی۔

اموالِ بنونضیر صرف مہاجرین کو عطا فرمانا نہ انصار کو

اس کے بعد فرمایا: اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے۔
علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے دن انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم اپنے اموال اور اپنے گھروں کو مہاجرین کے لیے تقسیم کر دو اور تم بنونضیر کے مالِ غنیمت میں شریک ہو جاؤ اور اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور تمہارے گھر تمہارے ہی لیے رہیں اور اس مالِ غنیمت کو تم میں تقسیم نہیں کیا جائے گا' انصار نے کہا: بلکہ ہم اپنے مالوں کو اور اپنے گھروں کو مہاجرین کے لیے تقسیم کریں گے اور ہم اس مالِ غنیمت میں ان کے شریک نہیں ہوں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۸۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)
علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:
مجاہد اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ بنونضیر سے جو مال فئے حاصل ہوا تھا وہ انصار نے مہاجرین کے لیے چھوڑ دیا اور خود اس میں سے کچھ نہیں لیا۔
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر سے حاصل شدہ مال فئے اور بنوقریظہ سے حاصل شدہ مال غنیمت مہاجرین کو دے دیا اور فرمایا: اس کے عوض مہاجرین انصار سے لیے ہوئے اموال انہیں واپس کر دیں' پس انصار نے کہا: نہیں ہم اپنے اموال واپس نہیں لیں گے اور ہم خوشی سے ان کو یہ اموالِ فئے اور اموالِ غنیمت دیتے ہیں۔
(النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:
مفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ بنونضیر کے اموال کے پانچ حصے کیے جائیں (چار حصے مسلمانوں میں تقسیم کیے جائیں اور ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے' جیسا کہ مالِ غنیمت میں ہوتا ہے) تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ بیان فرمایا کہ بنونضیر کے اموال فئے ہیں وہ مسلمانوں کی جنگ کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہوئے اور ان اموال پر خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہے' سو آپ ان اموال میں جو چاہیں کریں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ بنونضیر کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا اور انصار میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا' سوائے تین شخصوں کے جن کو مال کی بہت ضرورت تھی: حضرت ابودجانہ' حضرت سہل بن حنیف اور حضرت حارث بن الصمۃ رضی اللہ عنہم۔
(زاد المسیر ج ۸ ص ۲۱۰' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ایثار کا لغوی اور اصطلاحی معنی

نیز اس آیت میں فرمایا: اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں' خواہ انہیں شدید ضرورت ہو۔
اس آیت میں ہے: ''ویؤثرون'' اس کا مصدر ایثار ہے' علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
اثر کے لفظ کا فضل اور ایثار کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے' صحیح حدیث میں ہے: ''سیکون بعدی اثرۃ'' (صحیح البخاری رقم

Marfat.com

الحدیث: ۳۶۰۳) یعنی تم میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیں گے۔ اور" استئثار" کا معنی ہے: کسی شخص کا کسی چیز کے ساتھ متفرد ہونا۔ (المفردات ج ا ص ۱۱۔ ۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

ایثار کا معنی ہے: کسی دوسرے شخص کو دنیاوی چیزوں میں اپنے اوپر ترجیح دینا' یہ وصف یقین کی قوت' محبت کی شدت اور مشقت پر صبر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ایثار کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کے پاس رات کو ایک مہمان آیا' اس کے پاس صرف اتنا طعام تھا کہ وہ اور اس کی بیوی بچے کھالیں' اس نے اپنی بیوی سے کہا: بچوں کو سلا دو اور چراغ بجھا دو اور گھر میں جو کچھ کھانا ہے وہ مہمان کے آگے لا کر رکھ دو' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ" (الحشر: ۹)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۸۹۔ ۳۷۹۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۵۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۲۸۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں بھوکا ہوں' آپ نے اپنی کسی زوجہ کے پاس پیغام بھیجا' انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا' انہوں نے بھی اسی طرح کہا حتیٰ کہ سب نے اسی طرح کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' پھر آپ نے فرمایا: آج رات کون اس شخص کو مہمان بنائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی ضیافت کروں گا' پھر وہ اس کو اپنے گھر لے گیا' پھر اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا: صرف میرے بچوں کا کھانا ہے' اس نے کہا: ان کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم بھی کھا رہے ہیں' پھر سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھالیا' جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جس طرح رات کو اپنے مہمان کی ضیافت کی ہے اس سے اللہ بہت خوش ہوا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۵۴) امام بیہقی نے لکھا ہے: یہ حضرت ابو طلحہ اور اس کی بیوی کا واقعہ ہے۔ (الجامع لشعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۰)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کے پاس بکری کی سری ہدیے میں آئی' اس نے سوچا کہ میرا فلاں (دینی) بھائی عیال دار ہے اور وہ مجھ سے زیادہ اس سری کا محتاج ہے' اس نے وہ سری اس کے پاس بھیج دی' اس نے وہ سری کسی اور ضرورت مند صحابی کے پاس بھیج دی اور اس نے کسی اور ضرورت مند کے پاس' یوں وہ سات گھر والوں میں سے گھومتی ہوئی پھر پہلے صحابی کے پاس پہنچ گئی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۲۱۴' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ' امام بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ اور امام ابو الحسن واحدی متوفی ۴۶۸ ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۸۴' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۳۲۰۴' اسباب النزول رقم الحدیث: ۸۱۰)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے' ان کو یہ خواہش ہوئی کہ جب انار کا پہلی بار پھل آئے تو وہ انار کھائیں' ان کی بیوی صفیہ نے ایک درہم کا انار منگایا' جب انار آ گیا تو ایک سائل نے اس کا سوال کیا' حضرت

Marfat.com

ابن عمر نے فرمایا: یہ انار اس کو دے دو' پھر ان کی بیوی نے ایک اور درہم کا انار منگوایا' پھر وہی سائل آ گیا اور اس نے اسی کا سوال کیا' حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہ انار بھی اس کو دے دو' پھر ان کی بیوی نے تیسرا انار منگوایا۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۳۲۰۶' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۸۲۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۹۷' کتاب الزہد لاحمد بن حنبل رقم الحدیث: ۱۹۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۵' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ روزہ سے تھیں کہ ایک مسکین نے سوال کیا اور اس وقت گھر میں صرف ایک روٹی تھی' آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا: اس کو وہ روٹی دے دو' خادمہ نے کہا: پھر آپ کے افطار کے لیے کوئی چیز نہیں رہے گی' آپ نے فرمایا: تم یہ روٹی اس کو دے دو' ایک گھر سے ہمارے ہاں ہدیہ آتا تھا' شام کو اس کے ہاں سے ایک بکری اور اس کی دستی آ گئی' حضرت عائشہ نے اس خادمہ سے فرمایا: لو اس سے کھاؤ یہ تمہاری روٹی سے بہتر ہے۔ (موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۱۹۲۹۔ ج ۲ ص ۴۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۳۲۰۷)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں' ان کے پاس ایک سائل آیا اور ان کے پاس اس وقت صرف ایک روٹی تھی' حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اے بریرہ! وہ روٹی اس سائل کو دے دو' حضرت بریرہ نے توقف کیا' اس سائل نے پھر سوال کیا' حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اے بریرہ! وہ روٹی اس سائل کو دے دو' شام کو ہم نے پانی سے روزہ افطار کیا' تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی' آپ نے فرمایا: اے بریرہ! دیکھو کون ہے؟ تو ایک شخص ایک خوان میں بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر آیا تھا' حضرت ام سلمہ نے فرمایا: الحمد للہ! اللہ عزوجل نے ان شاء اللہ ہمارے لیے اجر رکھا ہے' یہ اس کے علاوہ ہے۔ ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں ایک ماہ سے دوسرے ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی۔ (الجامع لشعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۶۔ ۱۴۵۔ رقم الحدیث: ۳۲۱۵۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں' اس نے سوال کیا' میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی' میں نے وہی کھجور اس کو دے دی' اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی بیٹیوں کو کھلا دیئے اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا' پھر وہ چلی گئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا: جو ان بیٹیوں کی پرورش میں مبتلا ہوا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائیں گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۱۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۱۵)

امام مسدد اپنی ''مسند'' میں' امام ابن ابی الدنیا ''کتاب قری الضیف'' اور امام ابن المنذر ابوالمتوکل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان تین دن سے روزہ دار تھا اور اس کے پاس افطار کے لیے کوئی چیز نہیں تھی حتیٰ کہ حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہوئی' انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: آج شام کو میں ایک مہمان لے کر آؤں گا' جب تم کھانا رکھو تو تم چراغ کے پاس اس طرح کھڑی ہو جانا گویا تم اس کو ٹھیک کر رہی ہو' پھر اس کو بجھا دینا پھر تم کھانے کے پاس اس طرح ہاتھ بڑھانا گویا کہ تم کھانا کھا رہی ہو' پھر حضرت ثابت اس روزہ دار مہمان کو لے کر آئے' شام کو ان کے سامنے کھانا رکھا اور چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دیا اور گھر والے کھانے کے سامنے اس طرح ہاتھ بڑھاتے رہے گویا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا' جب صبح کو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے ثابت! گزشتہ رات تم نے اپنے مہمان کی جس طرح ضیافت کی اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ'' (الحشر: ۹)۔

Marfat.com

(الدر المنثور ج ۸ ص ۱۰۲ ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ہوسکتا ہے کہ اس قسم کے متعدد واقعات اس آیت کے نزول کا سبب ہوں' کیونکہ ایک آیت کے نزول کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاشیہ والی بنی ہوئی ایک چادر لے کر آئی' اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی' آپ وہ چادر پہن کر ہمارے پاس آئے' ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہنے لگا: یارسول اللہ! یہ بہت خوبصورت چادر ہے' آپ یہ مجھے دے دیجئے' حاضرین نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن لیا تھا درآں حالیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے' اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا اس لیے سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' سہل نے کہا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہوگئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

حافظ جلال الدین سیوطی' امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالوں سے لکھتے ہیں:

حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور اس نے کہا: میری ماں نے آپ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کیا ہے' آپ نے فرمایا: آج ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے' اس نے کہا: میری ماں کہتی ہے کہ آپ یہ قمیص دے دیجئے' آپ نے وہ قمیص اتار کر اس کو دے دی اور آپ بغیر قمیص کے افسوس سے بیٹھے رہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۲۷۴ ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

لیکن ''تفسیر ابن جریر'' اور ''تفسیر امام ابن ابی حاتم'' میں یہ حدیث نہیں ہے' علامہ قرطبی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور قرطبی کے مخرج نے ''سنن کبریٰ' مجمع الزوائد'' اور ''مصنف عبد الرزاق'' کا حوالہ دیا ہے لیکن ان تینوں کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے' البتہ اس مضمون کی ایک اور حدیث مستند کتابوں میں موجود ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ ایثار نفس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ انصار کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے مہاجرین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی' اور اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہوئے ان کو اپنے اموال دیئے خواہ ان کو خود ان مکانوں اور اموال کی ضرورت کیوں نہ ہو۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۵۵ ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں اس کی تفسیر میں دو روایتیں ہیں:

(۱) مجاہد اور ابن حیان نے بیان کیا کہ انصار نے مال فے (کفار کا چھوڑا ہوا مال) اور مال غنیمت (میدان جنگ میں کفار سے حاصل کیا ہوا مال) میں اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی حتیٰ کہ وہ مال مہاجرین کو دیا گیا اور ان کو نہیں دیا گیا۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کا مال فے مہاجرین میں تقسیم کیا' اور بنو قریظہ سے حاصل شدہ مال مہاجرین کو دے کر فرمایا انصار نے اپنے اموال جو تم کو دیئے تھے تم ان کے اموال واپس کر دو' انصار نے کہا نہیں ہم ان کو ان اموال پر برقرار رکھیں گے اور اموال فے میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

(۲) ابن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: تمہارے بھائی (مکہ میں) اپنے اموال اور اولاد کو

Marfat.com

چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم اپنے اموال میں ان کو شریک کرلیں گے' آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور! انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان لوگوں کو کھیتی باڑی نہیں آتی' تم ان کی جگہ کام کرو اور پیدا شدہ کھجوریں آپس میں تقسیم کرلینا' یعنی بنو نضیر سے حاصل شدہ کھجوروں کو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ٹھیک ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۵۰۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے' ہر شخص کے لیے نہیں

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی المتوفی ۵۴۳ ھ لکھتے ہیں:

ایثار یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں آخرت کی طرف رغبت کرتے ہوئے دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دی جائے اور یہ وصف نفس کی قوت' شدتِ محبت اور مشقت پر صبر کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور ایثار کرنے والوں کے احوال کے اختلاف سے ایثار مختلف ہوتا ہے' جیسا کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کا سارا مال قبول فرمالیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا نصف مال قبول کیا اور حضرت ابولبابہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہما سے تہائی مال قبول کیا کیونکہ ان کا درجہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کم تھا اور اس میں کوئی خیر نہیں ہے کہ ایک شخص پہلے صدقہ کرے پھر نادم ہو اور ندامت کی وجہ سے اس کا اجر ضائع ہو جائے۔ (احکام القرآن جز ۴ ص ۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ ھ)

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی المتوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ احادیثِ صحیحہ میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ انسان اپنا تمام مال صدقہ کر دے' اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ اس شخص کے لیے منع ہے جو فقر پر صبر نہ کرسکتا ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنا تمام مال صدقہ کرنے کے بعد بھیک مانگنا شروع کر دے گا' لیکن جن انصار کے ایثار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین کی ہے ان کی یہ صفت نہ تھی' ان کے لیے مال رکھنے کے بجائے دوسروں کو دینا افضل تھا اور مال رکھنا ان کے لیے افضل ہے جو صبر نہیں کرسکتے اور وہ بھیک مانگنے کے درپے ہو جائیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تنگ دست ضرورت مند کا صدقہ سب سے افضل ہے (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۷) اور یہ مقام سب سے بلند ہے' کیونکہ ان صحابہ نے اس چیز کو خرچ کیا جس کی ان کو خود سخت ضرورت تھی اور یہی مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے اپنے تمام مال کا صدقہ کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور رسول کو باقی رکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۵) (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۷۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تمام مال قبول فرمالیا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصف مال قبول فرمالیا' اور جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے فرمایا: تمہارے لیے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے' آپ نے ہر ایک سے اتنا مال لیا جتنے مال کی سخاوت کو اس کا دل برداشت کرسکتا تھا اور آپ کو علم تھا کہ حضرت ابولبابہ اپنے تمام مال کے خرچ ہونے پر صبر نہیں کرسکیں گے جس طرح حضرت ابوبکر اپنے تمام مال کے راہ خدا میں صرف ہونے پر صبر کرلیں گے اور جس طرح حضرت عمر اپنے نصف مال کے خرچ ہونے پر صبر کرلیں گے' اس لیے آپ نے

Marfat.com

حضرت ابولبابہ کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کی اجازت دی۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱۳ ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اس حال میں صدقہ کیا کہ وہ خود ضرورت مند تھا' یا اس کے اہل و عیال ضرورت مند تھے' یا اس پر قرض تھا تو صدقہ کرنے' غلام کو آزاد کرنے یا ہبہ کرنے کی بہ نسبت قرض کی ادائیگی کا استحقاق ہے' اور اس نے جو صدقہ کیا ہے یا غلام آزاد کیا ہے یا ہدیہ دیا ہے وہ واپس لیا جائے گا' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے اموال کو ضائع کر دے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کو ضائع کر دے گا' ماسوا اس شخص کے جس کا صبر کرنا معروف اور مشہور ہو' جو اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتا ہو' خواہ وہ کتنا ہی ضرورت مند ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا اور جس طرح انصار نے اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کرنے کے بہانے سے لوگوں کے اموال کو ضائع کر دے' اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ اور رسول کی طرف صدقہ کر دوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مال میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے' تو میں نے کہا کہ خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب: ۱۸' لاصدقۃ الا عن ظہر غنی' اسی وقت صدقہ کرے جب صدقہ کرنے کے بعد اس کے پاس خوش حالی رہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے اور اپنے عیال سے ابتداء کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۷۲۷)

تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کا بدن تندرست ہو' اس کی عقل صحیح ہو' اس پر کسی کا قرض نہ ہو اور وہ شخص فقر و فاقہ پر صبر کر سکتا ہو اور اس کے عیال نہ ہوں' یا عیال ہوں اور وہ بھی مال نہ ہونے پر صبر کر سکتے ہوں' تو جمہور کے نزدیک اس کے لیے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے' اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس کے لیے اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا وہ صدقہ واپس لیا جائے گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیویوں کو طلاق (رجعی) دے کر اپنا تمام مال اپنے بیٹوں میں صدقہ کر دیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ تم یہ طلاق واپس لو' اور تقسیم کیا ہوا مال بھی واپس لو ورنہ میں حکم دوں گا کہ تمہاری قبر پر بھی رجم کیا جائے جیسا کہ ابورغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴' ملخصاً) اور ایک محتاج شخص نے اپنے غلام کو مدبّر کر دیا (یعنی اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا) تو آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس محتاج شخص کو واپس کر دی۔ امام طبری نے کہا: ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مذکور الصدر شرائط کے ساتھ اپنے تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے لیکن مختار اور مستحب یہ ہے کہ صرف تہائی مال کو صدقہ کرے' تاکہ حضرت ابوبکر کے فعل اور حضرت کعب بن مالک کے فعل میں تطبیق رہے (علامہ عینی حنفی نے بھی اسی طرح لکھا ہے' عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ) اور جس حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اتنا زیادہ صدقہ نہ کرے کہ صدقہ کے بعد وہ خود اور اس کے اہل و عیال محتاج ہو جائیں اور اس کے پاس اتنا مال رہے کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق ادا کر سکے' یعنی وہ بھوک دور کرنے کے لیے کھانا کھا سکیں' کیونکہ بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا'

Marfat.com

اور اپنی ستر پوشی کر سکیں' اور ان کو کوئی اذیت پہنچے تو اس کو دور کر سکیں' اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کے پاس ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مال نہ بچے تو پھر اپنی ضروریات پر کسی کے لیے ایثار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے' کیونکہ اس صورت میں اگر وہ دوسروں کو ترجیح دے گا تو لازم آئے گا کہ وہ بھوک سے اپنے آپ کو ہلاک کر دے یا اپنے آپ کو ضرر میں مبتلا کرے یا اپنے آپ کو برہنہ کرے' اور اپنے حقوق کی رعایت کرنا ہر حال میں راجح ہے اور جب یہ واجبات ساقط ہو جائیں تو پھر ایثار کرنا جائز ہے اور اس وقت اس کا صدقہ کرنا افضل ہوگا کیونکہ وہ فقر اور مشقت کی شدت کو برداشت کرے گا' اور اس طرح دلائل میں جو تعارض ہے وہ دور ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۸۔۷۔۴ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کا اپنا حق دوسروں پر مقدم ہے' اولاد اور بیوی کا خرچ بالاتفاق فرض ہے اور خادم کا خرچ بھی واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اپنے اوپر' اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی "اپنے عیال سے ابتداء کرو" کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام النسائی نے طارق محاربی کی سند سے روایت کیا ہے: ہم جب مدینہ منورہ میں آئے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے' آپ فرما رہے تھے: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے' اپنے عیال سے (دینے کی) ابتداء کرو' تمہاری ماں' تمہارا باپ' تمہاری بہن اور تمہارا بھائی پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہو' جو تمہارے زیادہ قریب ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۱)

اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کے مصرف کو خود بہتر جانتے ہو۔

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۵' اس حدیث کی سند حسن ہے)

امام ابن حبان نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور حاکم نے اولاد کو بیوی پر مقدم کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۵ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۵۱۴ جدید' تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۱۶۶۶)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو جان لو گے' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو مقدم کیا ہے' اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان پہلے اپنے اوپر خرچ کرے پھر اپنی اولاد پر کیونکہ اولاد اس کے جز کی طرح ہے اور جب وہ اس پر خرچ نہ کرے اور کوئی اور بھی ان پر خرچ کرنے میں اس کے قائم مقام نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائیں گے' پھر تیسرے درجہ میں بیوی کا ذکر فرمایا اور اس کو اولاد سے کم درجہ میں رکھا' کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خرچ نہیں دے گا تو ان میں تفریق کر دی جائے گی اور اس کو اس کے شوہر کی طرف سے یا اس کے محرم کی طرف سے اس کا خرچ دیا جائے گا' چوتھے درجہ میں اس کے خادم کا ذکر کیا' کیونکہ اگر وہ اس کو خرچ نہیں دے گا تو اس کو فروخت کر دیا جائے گا' (یہ غلام ہونے کی صورت میں ہے اور اگر وہ آزاد ہو تو کہیں اور نوکری کر لے گا) علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

Marfat.com

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا: ہمارے اصحاب کا یہی مختار ہے کہ نابالغ اولاد کا خرچ بیوی کے خرچ پر مقدم ہے' علامہ نووی شافعی نے بیوی کے خرچ کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاد اس کا جز اور اس کا حصہ ہے اور بیوی اجنبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۵۔ ۴۲۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بچوں اور بیوی کے بعد ماں باپ اور اجداد کا خرچ بھی واجب ہے بہ شرطیکہ وہ محتاج ہوں' ''وَصَاحِبۡهُمَا فِي الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا'' (لقمان: ۱۵) دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے رہنا۔ (ہدایہ اولین ص ۴۴۵)

ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی ہو' اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے دینے کی ابتداء کرو' عورت کہے گی: مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دے دو' اور غلام کہے گا: مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو اور (نابالغ) بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ' تم مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۵' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۲۷' عالم الکتب)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تم میں سے کسی کو خیر عطا فرمائے تو وہ اپنے نفس سے اور اپنے گھر والوں سے ابتداء کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے' اس وقت ایک شخص انڈے کے برابر سونا لے کر آیا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ معدن (کان) سے ملا ہے' آپ اس کو لے لیں' یہ صدقہ ہے' میرے پاس اس کے سوا اور مال نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا' وہ پھر دائیں جانب سے آیا' آپ نے اس سے اعراض کیا' وہ پھر بائیں جانب سے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا' وہ پھر پیچھے سے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر پھینک دیا' اگر وہ اس کو لگ جاتا تو وہ زخمی ہو جاتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص کوئی چیز لے کر آتا ہے جس کا وہ مالک ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے' پھر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے' بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ ہو۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو گا' اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اس کی قیمت کے زیادہ حق دار ہو اور اللہ اس سے غنی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۴' اس کی سند امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان کا ایثار کرنا جائز ہے

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

مال کے ساتھ ایثار کرنے سے زیادہ مرتبہ جان کے ساتھ ایثار کرنے کا ہے اور سب سے افضل سخاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں جان کی سخاوت کرنا ہے' پس حدیث صحیح میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احد کے دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے احوال پر مطلع ہونے کے لیے جھانک رہے تھے' تب حضرت ابو طلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مت جھانکیں' کہیں آپ کو دشمن کا کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے لیے ڈھال ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۸۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۱۱)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیروں کے سامنے اپنا ہاتھ کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا وہ ہاتھ شل ہو گیا۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۲۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے بھی علامہ ابن العربی کی اتباع میں اسی طرح لکھا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۷)

تاہم اپنی جان کے ساتھ ایثار کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے، کسی اور کا یہ مقام نہیں ہے، کہ اس کے لیے مسلمان اپنا جسم یا جسم کا کوئی عضو قربان کر دے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ یزید بن السکن سے روایت کرتے ہیں:

جنگ احد کے دن جب قتال میں شدت آ گئی اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور دشمن آپ کے قریب آ پہنچا تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے دشمن کو آپ سے دور کیا اور وہ شہید ہو گئے اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ نے دشمن کو آپ سے دور کیا اور وہ شدید زخمی ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود ہو چکا تھا اور آپ کے سامنے کے دانت کا تہائی حصہ شہید ہو چکا تھا اور آپ کا ہونٹ زخمی ہو گیا تھا اور آپ کا رخسار زخمی ہو چکا تھا، اس وقت آپ نے فرمایا: وہ کون ہے جو ہمارے لیے اپنی جان دے گا؟ اس وقت انصار کے پانچ نوجوان کود کر نکلے، ان میں حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے زبردست قتال کیا حتیٰ کہ دشمن کو آپ سے دور کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد بن السکن سے فرمایا: میرے قریب ہو، وہ زخموں سے چور تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر گھسیٹ کر اپنے قدم مبارک پر رکھ لیا اور حضرت زیاد نے اسی حالت میں جان دے دی۔

بہ چہ ناز رفتہ باشد زجہان نیاز مندے ۔۔۔ کہ بہ وقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

محبِ صادق کس شان سے دنیا سے گیا ہے ۔۔۔ کہ وہ جان دیتے وقت اپنے محبوب آقا کے قدموں میں پہنچ چکا تھا

(تاریخ کبیر ج ۸ ص ۱۹۸۔۱۹۷، رقم الحدیث:۱۲۴۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اور علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۶، رقم الحدیث:۸۳۳، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۵، رقم الحدیث:۱۷۹۹، الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۲، رقم الحدیث:۲۸۶۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کی ایک گھاٹی میں سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ تنہا تھے، جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا: جوان کو ہم سے دور کرے گا، اس کے لیے جنت ہے، یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، پھر ایک انصاری نے آگے بڑھ کر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا، مشرکین نے پھر آپ کو گھیر لیا، آپ نے فرمایا: جوان کو ہم سے دور کرے گا اس کے لیے جنت ہے یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، پھر انصار میں سے ایک اور آگے بڑھا اور اس نے قتال کیا، حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ وہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے، پھر آپ نے دو قریشیوں سے فرمایا: ہم نے اپنے (انصاری) بھائیوں سے انصاف نہیں کیا (یہ آپ نے ترحماً فرمایا)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۸۹، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۶۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ

Marfat.com

ج ۱۴ ص ۳۹۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۳۱۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۷۱۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۴)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمود بن عمرو بن یزید بن السکن بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو ہمارے لیے اپنی جان فروخت کر دے؟ تو حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاریوں کے ساتھ اٹھے اور ایک ایک کر کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان فدا کرتے رہے اور سب سے آخر میں حضرت زیاد بن السکن شہید ہوئے پھر مسلمان بڑی تعداد میں آئے اور انہوں نے دشمنوں کو آپ سے دور کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیاد کو میرے قریب کرو' مسلمانوں نے ان کو قریب کیا اور ان کا رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور انہوں نے اسی حال میں اپنی جان دے دی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ہاتھ (مسلسل تیر لگنے سے) شل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۷۲۴-۴۰۶۳)

تاہم اپنی جان کے ساتھ ایثار کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے کسی اور کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس کے لیے مسلمان اپنا جسم یا جسم کا کوئی عضو قربان کر دے۔ اس کی مکمل تحقیق ہم نے ''تبیان القرآن'' ج ۹ ص ۱۹۰-۱۵۴ میں کر دی ہے۔

''الشح'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار

اس کے بعد اس آیت کے آخری فقرے میں فرمایا: اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O

اس آیت میں ''الشح'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم نے بخل کیا ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے کہا ہے کہ حرص کے ساتھ جو بخل ہو اس کو ''الشح'' کہتے ہیں اور یہ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جس کی عادت بخل کرنا ہو۔

(المفردات ج ۱ ص ۳۳۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شح اور بخل میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا: خرچ کی جگہ خرچ نہ کرنا بخل ہے اور اپنے بھائی کا مال ظلماً کھانا ''الشح'' ہے۔

طاؤس نے کہا: جو چیز اپنے پاس ہو اس کو خرچ نہ کرنا بخل ہے اور جو چیز لوگوں کے پاس ہو اس کے خرچ کو ناپسند کرنا شح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمان کی ضیافت کی وہ شح سے بری ہو گیا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۸۴۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم کرنے سے ڈرو' کیونکہ ظلم قیامت کا اندھیرا ہے اور شح کرنے سے بچو' کیونکہ شح نے تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا' کیونکہ شح نے ان کو ناحق قتل کرنے اور حرام کام کرنے پر ابھارا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۷۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۴۰۵۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۴۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ اموال ان کے لیے ہیں جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی' وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ رکھ'

Marfat.com

اے ہمارے رب! بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا مہربان ہے O

صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب

یہ آیت تمام تابعین کو شامل ہے اور قیامت تک ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو' اس سے پہلی آیت میں فقراء مہاجرین کا اور انصار کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں تابعین اور بعد کے مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔

یہ آیتِ کریمہ اس پر دلیل ہے کہ تمام صحابہ سے محبت رکھنا واجب ہے' کیونکہ اللہ نے مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے مسلمانوں کے مالِ فئے کا حصول اس پر موقوف کیا ہے کہ وہ مہاجرین اور انصار سے دوستی اور محبت رکھیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور اپنے دلوں میں ان کے خلاف کینہ نہ رکھیں اور جس نے اپنے دل میں ان کے خلاف کینہ رکھا' وہ مالِ فئے کا مستحق نہیں ہے۔

علامہ الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ شخص جس کے دل میں کسی ایک صحابی کے لیے بھی کینہ ہو اور وہ تمام صحابہ سے محبت نہ رکھے' وہ اس آیت کے مصداق میں داخل نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) تابعین یعنی بعد میں آنے والے وہ مسلمان جو ان سے محبت کرتے ہوں اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوں اور ان کے دلوں میں ان کے خلاف کینہ نہ ہو۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: مسلمانوں کی یہ تین قسمیں ہیں' تم کوشش کرو کہ تم ان اقسام سے خارج نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اصحابِ محمد کے لیے استغفار کرو اور تم ان کو بُرا کہتے ہو اور میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعنت نہ کریں۔

مالک بن مغول بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: اے مالک! یہود و نصاریٰ رافضیوں پر ایک درجہ فضیلت رکھتے ہیں' یہود سے سوال کیا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب اور نصاریٰ سے سوال کیا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب اور رافضیوں سے سوال کیا گیا: تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب۔

امام مالک بن انس نے کہا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کی یا اس کے دل میں کسی صحابی کے خلاف کینہ ہو تو اس کا مسلمانوں کے مالِ فئے میں کوئی حق نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کا تقاضا ہے۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۶۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کو سب وشتم کی ممانعت اور مذمت میں احادیث

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی المتوفی ۳۲۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب اور میری سسرال والوں کو پسند فرمایا اور عنقریب ایک قوم آئے گی جو ان کو بُرا کہے گی اور ان کی تنقیص کرے گی' پس تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا اور نہ ان کے ساتھ پینا اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

یہ حدیث حسبِ ذیل کتب میں بھی ہے:
السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۴۸۳' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۱' المستدرک ج ۳ ص ۶۳۲' جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۲۸' کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۲۹۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے میرے اصحاب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے' سوائے نبیوں اور رسولوں کے اور ان میں سے میرے لیے چار کو فضیلت دی ہے' یعنی حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم' سو ان کو میرے اصحاب بنایا' اور فرمایا: میرے تمام اصحاب میں خیر ہے اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور میری امت میں سے چار قرون کو فضیلت دی: قرنِ اوّل' قرنِ ثانی' قرنِ ثالث اور قرنِ رابع۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۶۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۳۸۳)

حضرت عیاض انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب اور میرے سسرالی رشتہ داروں کی حفاظت کرو' سو جس نے ان کی حفاظت کی اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت کرے گا اور جس نے ان کی حفاظت نہیں کی اللہ اس سے بَری ہو جائے گا اور جس سے اللہ بَری ہو گا اس کو پکڑے گا۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۳۶۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۳۸۴)

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے وقت کہا: یارسول اللہ! آپ ہمیں وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: میں تمہیں مہاجرین میں سے سابقین اوّلین کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور ان کی اولاد کے متعلق اور ان کے بعد کے لوگوں کے متعلق' اگر تم نے ان کی خیر خواہی نہ کی تو تمہارا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۷۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۷۳' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)

حضرت عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے فضیلت دی اور میرے اصحاب کو فضیلت دی اور ان میں سے میرے وزراء' انصار اور سسرالی رشتہ دار بنا دیئے' سو جس نے ان کو بُرا کہا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول ہو گا نہ نفل۔

(المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۴۰' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۵۹' اس کی سند میں یزید بن ربیعہ متروک ہے)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اصحاب کو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۶۷' اس کی سند کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۴۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی جس کو رافضی کہا جائے گا' وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔ الحدیث

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۸۶' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۷۷۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۹۹۷)

اس آیت سے ہمارے علماء اہل سنت ایصالِ ثواب کے جواز پر بھی استدلال کرتے ہیں' لیکن ہم النجم: ۳۹ میں اس پر اتنی تفصیل سے کلام کر چکے ہیں جو شاید ہماری اس کتاب کے سوا اور کہیں نہیں ملے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا آپ نے ان منافقین کی طرف نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہ

Marfat.com

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ

اگر تم کو (تمہاری بستی) سے نکال دیا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے' اور ہم تمہارے

اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

معاملہ میں کبھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے' اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے' اور اللہ شہادت

لَكٰذِبُوْنَ ﴿١١﴾ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا

دیتا ہے کہ بے شک یہ ضرور جھوٹے ہیں O اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو یہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢﴾

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر (کہیں سے) ان کی مدد نہیں کی جائے گی O

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

اے مسلمانو! ان کے دلوں میں ضرور اللہ سے زیادہ تمہارا خوف ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ

يَفْقَهُوْنَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ

نہیں سمجھتے O وہ سب مل کر بھی تم سے قلعہ بند بستیوں کے سوا نہیں لڑ سکیں گے یا دیواروں کی آڑ سے

جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ

ان کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے' (اے مخاطب!) تم ان کو متفق سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل مختلف ہیں'

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٤﴾ ۚ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا

کیونکہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے O ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے

ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٥﴾ ۚ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ

کرتوتوں کا مزا چکھ چکے ہیں اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے O ان کی مثال شیطان کی طرح ہے

قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ

جس نے انسان سے کہا: کفر کر' پھر جب اس نے کفر کر لیا تو شیطان نے کہا: میں تجھ سے بے زار ہوں' میں

Marfat.com

اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ

اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوںO سو ان دونوں کا انجام ہمیشہ دوزخ میں

فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

رہنا ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہےO اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص

اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

غور کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت کے لیے) کیا بھیجا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک

اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ

اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ

اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ

نے بھی انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا' یہی لوگ فاسق ہیںO دوزخی اور جنتی برابر

وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا

نہیں ہو سکتے جنتی ہی کامیاب ہیںO اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو

هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ

(اے مخاطب!) تو ضرور اس کو (اللہ کے لیے) جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتا

اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریںO

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر غیب اور شہادت (باطن و ظاہر) کا جاننے والا ہے' وہ

الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ

نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہےO وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ بادشاہ

Marfat.com

الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط

ہے' بہت پاک' ہر نقص سے سالم' امان دینے والا' نگہبان' بہت غالب' نہایت عظمت والا' سب سے بڑا'

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس سے پاک ہےO وہی اللہ ہے خالق' موجد' صورت بنانے والا'

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج

تمام اچھے نام اسی کے ہیں' آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں'

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO

۳۷۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان منافقین کی طرف نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہ اگر تم کو (تمہاری بستی) سے نکال دیا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی بھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک یہ ضرور جھوٹے ہیںO اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے' پھر (کہیں سے) ان کی مدد نہیں کی جائے گیO (اے مسلمانو!) ان کے دلوں میں ضرور اللہ سے زیادہ تمہارا خوف ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نہیں سمجھتےO (الحشر: ۱۳۔۱۱)

بنونضیر کو منافقین کا ورغلانا اور دونوں کی ناکامی اور عذاب

مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں کہ منافقین بنی نضیر سے یہ کہتے تھے کہ تمہاری مدد کے لیے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر تم کو نکلنا پڑا تو ہم پھر بھی تمہارے ساتھ ہیں' یہ منافقین عبد اللہ بن ابی' عبد اللہ بن نبتل اور رفاعۃ بن زید تھے اور بہ ظاہر ان کا تعلق انصار سے تھا' اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کیونکہ منافقین اور یہودی دینی رشتہ سے آپس میں بھائی تھے' کیونکہ دونوں فریق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے اور اس میں فرمایا ہے: منافقین نے اہل کتاب کے کافروں سے کہا' اس سے مراد حی ابن اخطب' جدی' ابو یاسر اور مالک بن الصیف اور بنو قریظہ ہیں' انہوں نے ان سے کہا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم کو مدینہ سے نکال دیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے اور اس معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں مانیں گے' اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں' اگر بنونضیر کو مدینہ سے نکال دیا تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' اس کا علم تھا کہ منافقین نے بنونضیر کو جھوٹی تسلیاں دی ہیں' وہ ان کے موافق عمل نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا اور یہ قرآن مجید کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قوی دلیل ہے کہ آپ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر مسلمانوں نے ان سے جنگ کی تو منافقین ان کا ساتھ نہیں دیں گے اور اگر بالفرض انہوں نے بنونضیر کے ساتھ جنگ کی تو یہ پیٹھ پھیر کر

Marfat.com

بھاگیں گے اور پھر ان کی کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان منافقوں کے دلوں میں اللہ سے زیادہ مسلمانوں کا خوف ہے' یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا علم نہیں ہے اور اس کے علم اور قدرت پر ان کا ایمان نہیں ہے' اس لیے وہ بنونضیر کو ایسی جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۴۲۔۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ سب مل کر بھی تم سے قلعہ بند بستیوں کے سوا نہیں لڑسکیں گے' یا دیواروں کی آڑ سے' ان کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے (اے مخاطب!) تم ان کو متفق سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل مختلف ہیں' کیونکہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتےO ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے کرتوتوں کا مزا چکھ چکے ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا: کفر کر' پھر جب اس نے کفر کرلیا تو شیطان نے کہا: میں تجھ سے بے زار ہوں میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوںO سو ان دونوں کا انجام ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہےO (الحشر: ۱۷۔۱۴)

منافقین کا بنونضیر کو شیطان کی طرح ورغلانا اور اس کا انجام

اس سے مراد یہ ہے کہ یہود اور منافقین سب مل کر بھی تم مسلمانوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ماسوا اس کے کہ وہ قلعہ میں بند ہو کر لڑیں یا دیواروں کے پیچھے مورچہ بنا کر لڑیں۔ یہ جب آپس میں جنگ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے ان کا مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے' لیکن اللہ اور رسول کے خلاف جب یہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو ان کا بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہو جاتا ہے' اس وجہ سے یہ مسلمانوں سے جنگ کرنے سے احتراز کرتے ہیں' تم بہ ظاہر دیکھتے ہو کہ یہ ایک دوسرے سے بہت الفت اور محبت رکھتے ہیں' لیکن ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت اور عداوت ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ یہ اپنی عقلوں سے کام نہیں لیتے۔

الحشر: ۱۵ میں فرمایا: ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے کرتوتوں کا مزا چکھ چکے ہیں۔

یعنی کفار نے دو ہجری میں مسلمانوں پر حملہ کیا اور بدر کے میدان میں اپنے منہ کی کھا کر چل گئے' سو ان کافروں کے لیے اور منافقوں کے لیے اور یہودیوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

الحشر: ۱۶ میں فرمایا: ان کی مثال شیطان کی طرح ہے۔ الایۃ

یعنی جب منافقین نے بنونضیر سے جھوٹے وعدے کیے' ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا: کفر کر' پھر آخرت میں اس سے بے زار ہو گیا' اس سے مراد یا تو شیطان کی عام دعوتِ کفر ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے جنگ بدر میں کفارِ قریش سے کہا تھا:

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۗ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال: ۴۸)

جب شیطان کافروں کو ان کے اعمال خوش نما بنا کر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں تمہارا حامی ہوں' پس جب دو جماعتیں صف آراء ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹ گیا اور کہنے لگا: میں تم سے بے زار ہوں' میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ رہے' میں اللہ سے ڈرتا ہوں' اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہےO

Marfat.com

الحشر: ۱۷ میں فرمایا: سوان دونوں کا انجام ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اور یہی ظالموں کی سزا ہےO
مقاتل نے کہا: یہی منافقوں اور یہودیوں کی سزا ہے جیسے شیطان کو سزا دی گئی اور اس انسان کو جس نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر کفر کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص غور کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت کے لیے) کیا بھیجا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیںO دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی ہی کامیاب ہیںO (الحشر: ۲۰۔۱۸)

منافقین کی مذمت کے بعد مؤمنوں کو ہدایت اور تقویٰ کی ترغیب

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور یہودیوں کو زجر و توبیخ کی تھی اور ان کی مذمت کی تھی اور اس آیت سے مؤمنوں کو خطاب فرمایا اور قیامت کے ہولناک دن اور اس دن کے محاسبہ کی تیاری کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ اس آیت کے شروع میں بھی فرمایا تھا: اللہ سے ڈرتے رہو' اور اس آیت کے آخر میں پھر فرمایا: اور اللہ سے ڈرتے رہو یا تو یہ اوّل کی تاکید ہے یا پہلے سے مراد ہے: اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور دوسرے سے مراد ہے: اللہ کی نافرمانی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

الحشر: ۱۹ میں فرمایا: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ الآیۃ
اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے معاملات میں بھی بھولنے والا بنا دیا' حتیٰ کہ انہوں نے ان کاموں کی کوشش نہیں کی' جن سے ان کو فائدہ ہوتا۔
(۲) ان کو یہ بھلا دیا کہ قیامت کے دن ان کو کیسی ہولناکیوں کا سامنا ہوگا' پھر فرمایا: یہی لوگ فاسق ہیں۔

الحشر: ۲۰ میں فرمایا: دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے' جنتی ہی کامیاب ہیںO
اس آیت میں دوزخی سے مراد کفار ہیں اور جن گناہ گار مسلمانوں کو عارضی طور پر تطہیر کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا' وہ دوزخی نہیں ہیں کیونکہ وہ بالآخر سزا سے پاک ہو کر جنت میں چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب!) تو ضرور اس کو (اللہ کے لیے) جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے پھٹتا ہوا دیکھتا' ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریںO وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر غیب اور ہر شہادت (باطن و ظاہر) کا جاننے والا ہے' وہ نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہےO وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ بادشاہ ہے' بہت پاک' ہر نقص سے سالم' امان دینے والا' نگہبان' بہت غالب' نہایت عظمت والا' سب سے بڑا' مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے پاک ہےO وہی اللہ ہے' خالق' موجد' صورت بنانے والا' تمام اچھے نام اسی کے ہیں' آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ بہت غالب' بے حد حکمت والا ہےO (الحشر: ۲۴۔۲۱)

قرآن مجید کی عظمت

مؤمنوں سے خطاب کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی عظمت بیان فرما رہا ہے کہ اگر پہاڑ میں تمہاری طرح

Marfat.com

عقل رکھ دی جاتی' پھر اس پر قرآن کریم نازل کیا جاتا تو وہ خشوع سے اللہ کے لیے جھک جاتا اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا' اور اس مثال کے بیان سے یہ غرض ہے کہ کفار کے دلوں کی سختی پر متنبہ کیا جائے اور ان کی طبیعت کے جمود کی طرف متوجہ کیا جائے' قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ (البقرہ: ۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور لفظ عالم الغیب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا

الحشر: ۲۲ میں فرمایا: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر غیب اور ہر شہادت (باطن وظاہر) کا جاننے والا ہے○

غیب سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں سے غائب ہو اور شہادت سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں کے سامنے حاضر ہو' یہ غیب کا لغوی معنی ہے اور غیب کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ پوشیدہ چیز جس کو حواس خمسہ اور بداہت عقل سے نہ جانا جا سکے' مثلاً جنت غیب ہے' ہم اس دنیا میں آنکھ سے دیکھ کر اس کو نہیں جان سکتے' نہ اس کی کسی آواز کو سن کر اسے جان سکتے ہیں' اسی طرح اس کو چکھ کر' سونگھ کر اور چھو کر نہیں جان سکتے' اور نہ بغیر غور وفکر کے بداہت عقل سے اس کو جان سکتے ہیں' جس طرح ہم موسم کی گرمی اور سردی کو جان لیتے ہیں یا جس طرح ہم بغیر غور اور فکر کے جان لیتے ہیں کہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہوتا ہے' سو ہم جنت اور دوزخ کو' فرشتوں کو' عرش اور کرسی کو از خود نہیں جان سکتے' یہ سب چیزیں غیب ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی ہم از خود نہیں جان سکتے وہ بھی غیب ہے' البتہ غور وفکر کر کے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے ہم ان سب چیزوں کو جان لیتے ہیں۔

عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے اور کسی مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ علم غیب عطا فرمایا ہے اس کے باوجود آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے' کشاف میں لکھا ہے:

غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جس میں ابتداءً صرف اللطیف الخبیر کا علم نافذ ہوتا ہے اور ہمیں اس غیب سے اسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے' جس کی ہمیں خبر دے دی جاتی ہے یا جس پر ہمارے لیے کوئی عقلی دلیل قائم کر دی جاتی ہے' اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب جانتا ہے اور جس غیب کا ہمیں علم دے دیا گیا یا جس پر ہمارے لیے دلیل قائم کر دی گئی' اس کی مثال ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور نبوت اور اس کے متعلق چیزیں اور قیامت اور حشر ونشر اور حساب اور وعد اور وعید وغیرھا۔

(الکشاف ج ۱ ص ۸۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وما کان وما یکون کے عالم ہیں' مگر عالم الغیب صرف اللہ عز وجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً عزت وجلالت والے ہیں' تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے' مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں ہے۔ (الیٰ قولہ)

علامہ سید شریف قدس سرہٗ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے غیر پر علم غیب کا اطلاق اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ علم سے متبادر یہ ہوتا ہے جس کو ابتداءً علم ہو' پس یہ منافی

Marfat.com

ہوگا' لیکن جب اس میں قید لگائی جائے اور یہ کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا یا اس کو غیب پر مطلع فرما دیا تو پھر کوئی حرج نہیں۔ (حاشیۃ الکشاف علی الکشاف ج ۱ ص ۱۲۸' مصر) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱' مکتبہ رضویہ' کراچی)

''الملك' القدوس' السلام' المومن' العزیز' الجبار''اور''المتکبر''کا معنی

الحشر: ۲۳ میں فرمایا: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ بادشاہ ہے' بہت پاک۔ الایۃ

''القدوس''کا معنی ہے: جو اپنی ذات' صفات' افعال' احکام اور اسماء میں ہر عیب اور نقص سے منزہ ہو۔

''السلام''اس کا معنی ہے: ہر عیب اور نقص سے سلامتی والا یا سلامتی عطا کرنے والا۔

''المؤمن''اس کا ایک معنی ہے: امان دینے والا' دوسرا معنی ہے: تصدیق کرنے والا یعنی اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کی تصدیق کرنے والا۔

''المھیمن''اس کا معنی ہے: شاہد جس سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔

''العزیز''اس کا معنی ہے: غالب جس کی کوئی نظیر نہ ہو۔

''الجبار''اس کا معنی ہے: قہر اور جبر کرنے والا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:''جبار''کا معنی ہے: عظیم بادشاہ۔

''المتکبر''حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اپنی ربوبیت میں سب سے بڑا ہے' اس کی مثل کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہے۔ ابن الانباری نے کہا: وہ کبریائی والا ہے۔

اللہ کے لیے''المتکبر''کا لفظ باعث مدح ہے اور مخلوق کے لیے باعث مذمت ہے

مخلوق کے لیے متکبر کی صفت مذموم ہے' کیونکہ متکبر وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور بلند جانے اور یہ اس کی صفت نہیں ہے' بلکہ وہ واقع میں حقیر' ذلیل اور مسکین ہے' پس جب وہ اپنے لیے بڑائی اور بلندی ظاہر کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا۔

اور اللہ سبحانہٗ کے لیے ہی تمام بڑائیاں اور بلندیاں ہیں' پس جب وہ اپنی بڑائی اور بلندی کو ظاہر کرے گا تو وہ مخلوق کو اپنی صفات عظمت وجلال وکبریائی کی طرف ہدایت دے گا' اس لیے اللہ تعالیٰ کے حق میں''متکبر''کا لفظ غایت مدح کا مظہر ہے۔

پھر فرمایا: مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں' وہ اس سے پاک ہے' جو لوگ تکبر کرتے ہیں' وہ اس صفت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ اس شرکت سے پاک ہے' پس ان کا تکبر کرنا اپنے آپ کو جھوٹا بنانا ہے اور اللہ سبحانہٗ کے لیے سب سے زیادہ بلندی اور بڑائی ہے' سو یہ اس کی صفت کمال ہے اور مخلوق کی صفت نقص ہے۔

''الخالق' الباری''اور''المصور''کا معنی

الحشر: ۲۴ میں فرمایا: وہی اللہ ہے' خالق' موجد' صورت بنانے والا' تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ الایۃ

''الخالق''کا معنی ہے: کسی کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ نیز خلق کا معنی تقدیر ہے' وہ کسی چیز کو کسی مخصوص صورت میں مقدر فرماتا ہے اور وہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کو وجود میں لے آتا ہے۔

''الباری'': یعنی وہ صانع اور موجد ہے اور کسی سابق نمونہ اور مثال کے بغیر چیزوں کو وجود میں لاتا ہے' کسی چیز کو بغیر مادہ کے پیدا کرنے والا خالق ہے اور بغیر مثال کے پیدا کرنے والا باری ہے۔

''المصور'': وہ جس طرح چاہتا ہے مخلوق کی صورت بناتا ہے' خالق کو باری پر مقدم کیا' کیونکہ خالق کا تعلق ارادہ سے ہے اور باری کا تعلق تاثیر قدرت سے ہے اور ارادہ تاثیر قدرت ہے اور باری کو مصور پر مقدم کیا کیونکہ ذات صفت پر مقدم ہوتی ہے اور باری کا تعلق ذات سے ہے اور مصور کا تعلق صفت سے ہے۔

Marfat.com

اورفرمایا: تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔اس کی تفسیر الاعراف: ۱۸۰ میں گزر چکی ہے۔

اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں' اس کی تفسیر الحدید کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات یا دن میں سورۃ الحشر کی آخری (تین) آیتیں پڑھیں اور اس رات یا دن میں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو واجب کر دیا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۵۰۱' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۱۸)

سورۃ الحشر کا اختتام

آج تین ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/ چودہ جنوری ۲۰۰۵ء' بہ روز جمعہ بعد نماز عشاء سورۃ الحشر کی تفسیر مکمل ہو گئی' الہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل فرما دیں اور میری' میرے والدین کی اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ الممتحنۃ

سورت کا نام

اس سورت کے نام میں دو قول ہیں' زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام الممتحِنۃ (ح پر زیر) ہے' یعنی یہ سورت عورتوں کا امتحان لینے والی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام الممتحَنۃ (ح پر زبر) ہے' یعنی اس سورت میں ان خواتین کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔ اوّل الذکر نام کتب تفسیر اور کتب سنۃ میں زیادہ مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورت میں ایک آیت ہے' جس میں ان مؤمن خواتین کا امتحان لینے کا ذکر ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تھیں' وہ آیت یہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ ؕ (الممتحنۃ: ۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔

دراصل ان عورتوں کا امتحان لینے والے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین تھے اور اس سورت کی طرف امتحان لینے کا اسناد کر کے اس کا نام الممتحنۃ رکھا گیا ہے' یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔ جیسے حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث اور مجادلہ کیا تھا اور مجازاً اس سورت کا نام مجادلہ رکھا گیا' اسی طرح امتحان لینے والے تو مؤمنین تھے لیکن مجازاً اس سورت کا نام الممتحنہ رکھ دیا گیا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس سورت کا نام الممتحَنۃ (ح پر زبر) ہے' کیونکہ یہ سورت ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط کے سبب سے نازل ہوئی ہے' کیونکہ ان کا امتحان لیا گیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے کہا: مشہور یہی ہے اور الممتحِنۃ (ح پر زیر) بھی پڑھا گیا ہے اور اس تقدیر پر یہ سورت کی صفت ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۲۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

سورۃ الممتحنۃ کا زمانۂ نزول

یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور اس کی بالاتفاق تیرہ آیتیں ہیں' یہ سورت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب فتح مکہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اپنے رشتہ داروں کے تحفظ کی خاطر اہل مکہ کے نام خط لکھا تھا جس میں اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصوبہ سے باخبر کیا تھا' وہ خط پکڑا گیا اور کافر رشتہ داروں سے دوستی کی ممانعت میں اس سورت کی آیات نازل ہوئیں' اس سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ یہ سورت صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں نازل ہوئی ہے' یعنی چھ اور آٹھ ہجری کے درمیان میں کیونکہ حضرت حاطب کا واقعہ آٹھ ہجری میں ہوا ہے اور اسی سال مکہ مکرمہ فتح ہوا ہے۔

Marfat.com

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۲ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۰ ہے۔

سورۃ الممتحنہ کے مشمولات

☆ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کفار سے دوستی اور محبت رکھیں۔

☆ اس سورت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ کفار سے محبت رکھنا گم راہی ہے' کفار کو جب بھی موقع ملے گا وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔

☆ جو کافر مسلمانوں سے برسرِ جنگ نہیں ہیں ان سے بغیر محبت کے دنیاوی معاملات رکھنا جائز ہیں۔

☆ جو خواتین کفار کے علاقوں سے ہجرت کر کے مسلمانوں کی طرف آئیں ان کے ایمان کے صدق کا امتحان لیا جائے اور اس بات کا التزام کیا جائے کہ وہ مشرکوں کے علاقہ کی طرف لوٹنے نہ پائیں اور مشرکوں نے اپنی بیویوں کو مہر میں جو رقومات دی تھیں وہ واپس کر دی جائیں' کیونکہ ان خواتین کے ایمان لانے اور مسلمانوں کی طرف ہجرت کرنے سے ان کا مشرکین سے نکاح منقطع ہو گیا۔

☆ جو مسلمان خواتین ہجرت کر کے آئی ہیں ان سے احکامِ شرعیہ پر بیعت لی جائے تاکہ وہ ان احکام پر پابندی سے عمل کریں۔

☆ یہود کے ساتھ دوستی رکھنے سے بھی ممانعت کر دی گئی ہے' کیونکہ وہ بھی مشرکین کے مشابہ ہیں۔

سورۃ الممتحنہ کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' الٰہ العٰلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور ناصواب سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۴ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۱۵ جنوری ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ الممتحنۃ مدنیۃ ۹۱ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۱۳ رکوعاتہا ۲

سورۃ الممتحنہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تیرہ آیات دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ

تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس حق کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ

وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو اگر تم میرے

خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ

راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کے لیے نکلے ہو (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف

بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ

دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جس کو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ

جو ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹک گیا O اگر وہ تم پر قابو پا لیں تو وہ تمہارے کھلے

اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا

دشمن ہوں گے اور وہ برائی کے ساتھ تمہارے خلاف دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش!

لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۭ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ

تم کافر ہو جاؤ O تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہیں

الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ

دیں گی (اللہ) تمہارے درمیان جدائی کر دے گا اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O تمہارے لیے

Marfat.com

لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ

ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ

ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سب کا انکار کیا اور

بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے

وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ

آؤ مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا: میں تمہارے لیے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ کے

لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا

مقابلہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف

وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ

رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہےO اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے رب!

لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ

ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہی بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO بے شک تمہارے لیے ان میں اچھا

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ

نمونہ ہے (خصوصاً) ان کے لیے جو اللہ سے (ملاقات کی) امید رکھتے ہوں اور روزِ آخرت سے، اور جس نے ان (کافروں)

اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ ع ع ۱ ۷

کو دوست بنایا تو بے شک اللہ ہی بے نیاز اور لائقِ حمد ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ اس حق کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے، وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے نکلے ہو (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی

Marfat.com

طرف دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جس کو تم نے ظاہر کیا' اور تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹک گیاO اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہوں گے اور وہ بُرائی کے ساتھ تمہارے خلاف دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! تم کافر ہو جاؤO تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہیں دیں گی (اللہ) تمہارے درمیان جدائی کر دے گا اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہےO (الممتحنۃ: ۳۔۱)

الممتحنۃ: ۳۔۱ کا شانِ نزول

یہ آیات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ پر عتاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور دیگر محدثین اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا: خاخ کے باغ میں جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ملے گی جس کے پاس ایک خط ہو گا' تم اس سے وہ خط لے لینا' ہم لوگ روانہ ہو گئے' ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا' پھر ہم کو ایک عورت ملی' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو! اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو! ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے' اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر دیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ خط لے کر آئے' اس خط میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے بعض مشرکین کو خبر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق جلدی نہ کریں' میں قریش کے ساتھ چسپاں تھا' سفیان نے کہا: وہ ان کے حلیف تھے اور قریش سے نہ تھے' آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں' ان رشتہ داریوں کی بناء پر قریش ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ چاہا کہ ہر چند کہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تاہم میں ان پر ایک احسان کرتا ہوں' جس کی وجہ سے وہ (مکہ میں) میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے' میں نے یہ اقدام (یعنی کفار کو خط کا لکھنا) کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا' نہ اپنے دین سے مرتد ہونے کی بناء پر کیا ہے' اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب سے کیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے' اور تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے اور اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو' میں نے تم کو بخش دیا ہے' پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' ابوبکر اور زبیر کی روایت میں اس آیت کا ذکر نہیں ہے اور اسحاق نے اپنی روایت میں سفیان کی تلاوت کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۷۴۔۳۰۰۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۲۱)

وہ عورت کون تھی جس کے ہاتھ حضرت حاطب نے خط روانہ کیا تھا؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الممتحنۃ: ۱' حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوعمرو بن صیفی کی باندی سارہ مکہ سے مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ فتح مکہ کی تیاری کر رہے تھے' آپ نے اس سے پوچھا کہ تم

Marfat.com

کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا: مجھے ایک کام ہے' وہ ایک گانے والی عورت تھی' آپ نے پوچھا کہ مکہ کے جوانوں نے تم کو کیسے چھوڑ دیا؟ اس نے کہا: واقعۂ بدر کے بعد مجھ سے کوئی چیز طلب نہیں کی گئی' آپ نے اس کو کپڑے وغیرہ دیئے' اس عورت کے پاس حضرت حاطب آئے اور اہل مکہ کے نام اس کو ایک خط دیا اور اس کو دس دینار دیئے' اس خط میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے والے ہیں' تم اپنی حفاظت کا انتظام کر لو' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے اس کے تعاقب میں حضرت علی' حضرت عمار' حضرت عمر' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا: تم روضہ خاخ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) پر جاؤ' وہاں پر ایک مسافرہ کے پاس مشرکینِ مکہ کے نام ایک خط ہو گا' اس سے وہ خط لے کر اس کو چھوڑ دو' اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن اڑا دینا۔

حضرت حاطب سے مواخذہ کیوں نہیں کیا گیا اور اہل بدر کی عام مغفرت کی توجیہ

حضرت حاطب نے کفار کے لیے جاسوسی کی اور مسلمانوں کے جنگی راز کفار کو بتائے' اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی سزا نہیں دی' بلکہ حضرت عمر نے جو فرمایا تھا: مجھے اجازت دیں' میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' ان کو منع فرمایا اور ان کا عذر قبول فرما لیا' اس کی توجیہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدود کے سوا معزز لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۷۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۶۷' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۵۶۹)

اور آپ نے فرمایا: حاطب بدری ہے اور اصحابِ بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ اکرام اور عزت افزائی کا خطاب ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا ہے اور اگر ان سے پھر گناہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو پھر بھی بخش دے گا' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فی الفور ان کے آئندہ ہونے والے گناہ بخش دیئے' بلکہ ان میں یہ صلاحیت ہے کہ آئندہ ان سے ہونے والے گناہ بھی بخش دیئے جائیں اور یہ بشارت والے اس سے بے خوف نہیں ہیں کہ ان سے مواخذہ کیا جائے گا' پھر اللہ نے اپنے رسول کی دی ہوئی خبر کے صدق کو ظاہر فرمایا اور اصحابِ بدر اپنی وفات تک اہل جنت کے اعمال پر قائم رہے اور اگر ان میں سے کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اس نے توبہ کر لی۔

جاسوس کا شرعی حکم اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جاسوس کا پردہ چاک کرنا چاہیے' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' جب کہ اس میں مصلحت ہو' اور اس کا حال چھپانے میں خرابی ہو۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو سزا دی جائے اور اگر وہ معزز شخص ہو اور اس کا عذر صحیح ہو تو اس کو حضرت حاطب کی طرح معاف کر دیا جائے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو سزا دی جائے اور لمبی قید میں رکھا جائے اور امام مالک سے یہ منقول ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اصبغ نے کہا کہ حربی جاسوس کو بھی قتل کر دیا جائے اور مسلم اور ذمی جاسوس کو سزا دی جائے' ماسوا اس کے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف مدد کی ہو' پھر ان کو قتل کر دیا جائے گا' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو عورت کے کپڑے اتار دینا جائز ہے' اور علامہ ابن جوزی نے کہا: جو شخص کسی تاویل سے ممنوع کام کا ارتکاب کرے اس کا حکم اس سے مختلف ہے جو بغیر تاویل کے حلال جان کر ممنوع کام کا ارتکاب کرے اور یہ کہ جو شخص کسی ممنوع کام میں تاویل کا دعویٰ کرے تو اس کی تاویل قبول کی جائے گی خواہ اس کی تاویل

Marfat.com

خلاف ظاہر ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۶ ۳۔ ۵۳ ۳ ملخصاً وموضحاً مخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

ان آیات کے علاوہ کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت میں حسب ذیل آیات ہیں:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ. (آل عمران: ۲۸)
مؤمنین مؤمنین کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں ○

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ. (آل عمران: ۱۱۸)
اے ایمان والو! تم ایمان والوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَاءَ. (المائدہ: ۵۱)
اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. (ھود: ۱۱۳)
اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ جلائے گی۔

کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

موالات ہر کافر سے حرام ہے

موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. (المجادلہ: ۲۲)
تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالاتِ صوریہ کے احکام

حتیٰ کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ. (الممتحنہ: ۱)
اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمہارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزولِ کریمہ در بارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیح البخاری و مسلم (جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے)۔ تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ۔
(تفسیر ابوسعود ج ۲ ص ۴۸ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ قال تعالیٰ:

Marfat.com

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ (آل عمران: ۲۸) مگر یہ کہ تمہیں اُن سے واقعی پورا ڈر ہو۔

وقال تعالیٰ:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (النحل: ۱۰۶) مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم

اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اُس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت' ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے' چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالیٰ:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ (المائدہ: ۲) گناہ وظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

غیر قوموں کے ساتھ جوازِ معاملت کی مجمل تفصیل اُس فتویٰ میں آپ ملاحظہ فرما چکے' ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگادی ہے جس کے بعد نقصانِ دین کا احتمال نہیں' ان احکام شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا' نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے:

لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ○ (حٰم السجدۃ: ۴۲) باطل نہیں آ سکتا نہ اُس کے آگے نہ اُس کے پیچھے سے' اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا○

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۴۔ ۴۳۲' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۹ھ)

اعلیٰ حضرت نے جن قیود کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں:

موالات' و مجرد معاملت میں زمین آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبند وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں' ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے:

لهم ما لنا وعليهم ما علينا. اُن کے لیے ہے جو ہمارے لیے اور جو ان پر ہے ہم پر۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح اُن کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دُنیوی مواخذہ اُن پر بھی وہی ہو گا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا۔)

اور غیر ذمی سے بھی خرید وفروخت' اجارہ واستیجار' ہبہ واستیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانتِ حرب اور اہانتِ اسلام نہ ہو' اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو' اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اُس کا استعلا نہ ہو' ایسے ہی امور میں اُجرت پر اُس سے کام لینا یا اُس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسمِ کفر کا اعزاز نہ ہو' اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو' حتیٰ کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہ حلال ہے' وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال' یونہی ایک حد تک معاہدہ ومواد عت کرنا بھی اور جو جائز عہد کر لیا اس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الٰی غیر ذلک من الاحکام' درمختار میں ہے:

والمرتدة تحبس ابدا وتجالس ولا تؤاكل حتى تسلم ولا تقتل قلت وهو العلة فانها تبقى ولا تفنى وقد شملت المرتد فى اعصارنا وامصارنا لامتناع القتل.

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اُس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اُس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی۔ میں کہتا ہوں یہی اُن احکام کا سبب ہے کہ وہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی' اور اب اس ملک میں

Marfat.com

یہ سب مرتد کو بھی شامل ہو گیا کہ قتل نہیں کیا جا سکتا۔ (درمختار ج ۱ ص ۳۶۰، مطبع مجتبائی، دہلی)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۲۱۔۴۲۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سب کا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا: میں تمہارے لیے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہی بہت غالب، بے حد حکمت والا ہے ○ بے شک تمہارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے (خصوصاً) ان کے لیے جو اللہ سے (ملاقات کی) امید رکھتے ہوں اور روزِ آخرت سے، بے شک اللہ ہی بے نیاز اور لائق حمد ہے ○ (الممتحنۃ: ۶۔۴)

کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ

اس سے پہلی آیتوں میں کفار کی دوستی سے منع فرمایا تھا اور ضمناً ان کی مخالفت کا حکم دیا تھا، اب کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ بیان فرمایا۔

الممتحنۃ: ۴ میں ''اسوہ'' کا لفظ ہے، اسوہ ہر اس شخص کا نام ہے جس کے افعال کی اقتداء کی جائے، اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے اپنی قوم سے بے زاری اور عداوت کا اظہار کیا، اور حضرت ابراہیم نے اپنے عرفی باپ آزر سے جو یہ کہا تھا کہ میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا، اس قول میں ان کی اتباع کرنے سے منع فرمایا کیونکہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے اور بعد میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ منکشف ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو خود بھی اس سے بے زار ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کی، البتہ ان کے حقیقی والدین جو مؤمن تھے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: ۴۱)

اے ہمارے رب! روزِ حساب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنوں کی ○

اور اس آیت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

یعنی حضرت ابراہیم نے آزر سے کہا: اگر تم اپنے شرک پر اصرار کرتے رہے تو میں تم سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے اسلام لانے کی توقع پر اس کی مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا صرف اس سبب سے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا اور جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے۔

Marfat.com

کافروں کے لیے آزمائش کا معنی

الممتحنۃ: ۵ میں فرمایا: اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تتمہ ہے' اس کا معنی ہے: ہمارے دشمنوں کو ہم پر مسلط نہ کر' کہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں یا ان سے مقابلہ میں ہمیں شکست سے دوچار نہ کر یا ایسا نہ کر کہ ان پر رزق فراخ کر دے اور ہم پر تنگ کر دے' سو یہ ہمارے لیے بڑی آزمائش ہوگی۔

الممتحنۃ: ۶ میں فرمایا: بے شک تمہارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے (خصوصاً) ان کے لیے جو اللہ سے (ملاقات کی) امید رکھتے ہوں اور روزِ آخرت سے' اور جس نے ان (کافروں) کو دوست بنایا تو بے شک اللہ ہی بے نیاز اور لائقِ حمد ہے○

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی مخالفت سے بے نیاز ہے اور اللہ کے اولیاء اس کی حمد کرتے ہیں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ

عنقریب اللہ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا'

مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ

اور اللہ بہت قادر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اور اللہ تم کو ان کے ساتھ

الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ

نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم

تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸

کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو (بھی) پسند فرماتا ہے○

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ

اللہ تمہیں ان ہی لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ

مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ

کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی' اور جو

يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

ان سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں○ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی

Marfat.com

جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ

جانتا ہے' پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ نہ وہ مؤمنات کفار کے لیے

اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ

حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لیے حلال ہیں' اور تم کافروں کو وہ مال دے دو جو انہوں نے

مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

ان مؤمنات پر خرچ کیا ہے' اور ان مؤمنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو' اور

اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ

(اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب

وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں' یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ

علم والا' حکمت والا ہے○ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے'

فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

پھر (تم کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کر لو' تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ

بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو○ اے نبی (مکرم)! جب

يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا

آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی'

Marfat.com

يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ

اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی' اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں

بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں' اور آپ ان کے لیے

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اے ایمان والو! ان لوگوں سے

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ

دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے' بے شک وہ آخرت سے مایوس

الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

ہو چکے ہیں جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عنقریب اللہ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا' اور اللہ بہت قادر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو (بھی) پسند فرماتا ہے O اللہ تمہیں ان ہی لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین میں جنگ کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا' اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں O (الممتحنۃ: ۱۰۔۷)

غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تحقیق

الممتحنۃ: ۷ میں فرمایا: عنقریب اللہ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا۔ الایۃ

اس کی صورت یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو جائے اور فتح مکہ کے بعد بہت کافر اسلام لے آئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے' مثلاً ابوسفیان بن حرب اور الحارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور حکیم بن حزام وغیرہ۔

الممتحنۃ: ۸ میں فرمایا: اور اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ابن زید نے کہا: یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب کفار سے قتال کرنے کی اجازت نہیں تھی' پھر جب آیتِ جہاد نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی اور جب ۸ ہجری میں یہ معاہدہ منسوخ ہو گیا اور مکہ فتح ہو گیا تو پھر یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

مجاہد نے کہا: یہ حکم ان مسلمانوں کے لیے تھا جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم عورتوں اور بچوں کے ساتھ مخصوص تھا جو قتال نہیں کر سکتے تھے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور منسوخ نہیں ہوئی' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا وہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کریں؟ جب وہ حالتِ شرک میں ان کے پاس آئیں' آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۸۳۔ ۲۶۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷)

اس آیت میں تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں فرمایا' جنہوں نے تم سے قتال نہیں کیا' اس سے مراد بنو خزاعۃ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر صلح کی تھی کہ وہ آپ سے قتال کریں گے نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: "وتقسطوا الیھم" یعنی ان کو قسطوں میں مال عطا کرو' اس سے مراد عدل اور انصاف نہیں ہے' کیونکہ عدل اور انصاف ہر ایک کے ساتھ واجب ہے' خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرے یا نہ کرے۔

(احکام القرآن لابن العربی ج ۴ ص ۲۲۸) (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۵۴۔ ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عام طور پر مفسرین نے اس لفظ کا ترجمہ عدل وانصاف کیا ہے' لیکن علامہ ابن العربی و قرطبی وغیرہما نے اس پر قوی اعتراض کیا ہے' اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ تھوڑا تھوڑا دینا کیا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک تاویل سے اس کا معنی انصاف کرنا بھی جائز قرار دیا ہے' اس کی تفصیل عنقریب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عبارت میں آ رہی ہے۔

غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

سلوک مالی کی اقسام

فاقول سلوک مالی تین طرح ہے: (۱) مرحمت (۲) مکرمت (۳) مکیدت۔

اوّل یہ کہ محض اُسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو' یہ مستامن معاہد کے لیے بھی حرام ہے' امان و معاہدہ کفِ ضرر کے لیے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصالِ خیر کے واسطے۔

دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان ولحاظ رحم کے لیے کچھ مالی سلوک' یہ معاہد سے جائز نا معاہد سے ممنوع۔

سوم یہ کہ مصلحت اسلام و مسلمین کے لیے محاربانہ چال ہو' یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت برّ وصلہ سے اسے علاقہ نہیں۔

موالات کی تقسیم اور اُس کے احکام

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے:

اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکون یعنی میلانِ قلب ہے' پھر وداد اور پھر اتحاد' پھر اپنی خواہش سے بے خوف طمع انقیاد پھر تبتل یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے۔

Marfat.com

(ھود: ۱۱۳)

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ' اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیرِ حکم نہیں' پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے' بقدرِ قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ شئے مستمر میں بقاء کے لیے حکم ابتدا ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں' آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے' ولہٰذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کیے' اس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اُس سے زوالِ عقل' اس کا اختیاری نہیں مگر جب کہ اختیار سے پی تو زوالِ عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (التوبہ: ۲۳)

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا ۝

موالاتِ صوریہ کے احکام

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو' یہ بحالت ضرورت و مجبوری صرف بقدرِ ضرورت و مجبوری مطلقاً جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ (آل عمران: ۲۸)

مگر یہ کہ تمہیں ان سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدمِ اظہار عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفاء کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے' صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔

صوریہ کی اعلیٰ قسم مداہنت ہے' اس کی رخصت صرف بحالت مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنیٰ قسم مدارات یہ مصلحتاً بھی جائز۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰي يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ (التوبہ: ۶)

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو تا کہ کلامِ الٰہی سنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت و خشونت منافی مقصود ہو گی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اس ترکِ غلظت کا نام ہے' اظہارِ الفت و رغبت پھر کسی قسم اعلیٰ میں جائے گا اور اسی کا حکم پائے گا۔

مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالاتِ صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں: بر و اقساط اور معاشرت۔ یہ نو صورتیں موالات کی ہوئیں اور دس کی مکمل مجرد معاملت ہے نہ کہ میلان پر مبنی' نہ اُس سے مُنْجی' یہ سوائے مرتد ہر کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظورِ شرعی کی طرف منجر نہ ہو' معاشرت کے نیچے افعالِ کثیرہ ہیں' سلام' کلام' مصافحہ' مجالست' مساکنت' مؤاکلت' تقریبوں میں شرکت' عیادت' تعزیت' اعانت' استعانت' مشورت وغیرہا ان سب کے صور و شقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیانِ حکم و دلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا' یہاں بر و صلہ سے بحث ہے جس کی ہم نے تین قسمیں بیان کیں' قسم اوّل کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصالِ نفع و خیر منظور ہو' یہ بے رغبت و میلان قلب متصور نہیں' تو موالاتِ حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی' باقی دو قسمیں

Marfat.com

کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو تو موالات صوریہ کی ایک ہلکی قسمیں ہیں اگرچہ مجرد ترک غلظت پر ان میں شئے زائد ہے ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے برکراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنیً کچھ اُس کی نفی وضد بھی نہیں اور سوم حقیقۃً معادات وقصد اُضرار ہے لہٰذا حربی محارب سے بھی جائز ہوئی کہ اب وہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی'' والحرب خدعة'' (لڑائی فریب ہے۔) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام وکبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لیے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اُس سے گزریں اُن کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنیً کرّار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝ (الانفال:۱۶)

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لیے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ لینے کو جائے وہ بے شک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۝

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لیے ہے'' تنزیلا للناس منازلهم'' ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھنے کے لیے اور غیر معاہد کے لیے یہ بھی موالات ممنوعہ ہی ہے اور پر گزرا کہ مولیٰ عزوجل نے اُن سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اُس کا نام مودّۃ ہی رکھا کہ'' تلقون اليهم بالمودة تسرون اليهم بالمودة'' (تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے تم انہیں محبت کا خفیہ پیغام پہنچاتے ہو)۔ یہ ہے تحقیق انیق متکفل توفیق وتطبیق والحمدللہ علیٰ حسن التوفیق۔

آیات ممتحنہ میں بر ومعاملات سے کیا مراد

اس تحقیق سے روشن ہوا کہ کریمہ'' لاينهكم'' میں بر سے صرف اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز اور آیت فرق کے لیے اتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ'' انما ينهكم'' میں'' تولوهم'' سے یہی بروصلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ وفرق فریقین ظاہر ہو۔ لاجرم

معنی اقساط کی تحقیق

معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے:

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی وابو السعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا اوّلین میں اور واضح کر دیا کہ'' ولا تظلموهم'' امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل ومنع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (المائدہ:۸)

کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی وخطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

سے مروی:

(ان تقسطوا علیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد. (تنویر المقباس ص ۳۵۱)

اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو یہ عدل ہے بے شک اللہ تعالیٰ اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت۔ اقول وفا واجب ہے اتمام مدت واجب نہیں' مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَانْۢبِذْ اِلَیْہِمْ عَلٰی سَوَآءٍ'' (الانفال: ۵۸) ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کر دو۔ اب ایراد بھی نہ رہا اور برّ وقسط دو جدا چیزیں ہو گئیں اور '' اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ '' (الممتحنۃ: ۸) یہاں بھی بلا تکلف ہے اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل' اگرچہ سند ضعیف ہے تو یہی اسلم واقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبرّ ہے' ابن جریر و معالم و خازن میں ہے: ''تعدلوا فیھم بالاحسان والبر'' (ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ)۔ ابن العربی و قرطبی و شربینی و نیشا پوری و جمل نے اس کی یوں توجیہ کی ''اقساط قسط'' بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہو گیا مگر بہر حال اقساط' برّ سے جدا چیز نہ ہوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر' اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے' یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں' اس پر یہ آیہ کریمہ اترتی ہے' وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد یہ دیتیں تو کل یا قدر زائد' ان کی طرف سے احسان ہوتا' یہ برّ ہے' اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی' یہ اقساط ہے۔ آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی' اب یہ آیت زیادت و مساوات دونوں کی اجازت اور اُن میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہو گی: '' وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْہَآ اَوْ رُدُّوْہَا '' (النساء: ۸۶) جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی' واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ' یہ ہے بتوفیق اللہ تعالیٰ تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا۔'' والحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ وصلی اللہ تعالیٰ علٰی سیّدنا ومولٰنا محمد وّٰالہ واصحابہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۵۔۴۷۲' ملخصاً' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ' نہ وہ مؤمنات کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لیے حلال ہیں اور تم کافروں کو وہ مال دے دو' جو انہوں نے ان مؤمنات پر خرچ کیا ہے اور ان مؤمنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ تم ان کے مہر انہیں ادا کر دو' اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو نہ روکے رکھو' اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کر لیں' یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا' بے حد حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر (تم کفار سے) مال

Marfat.com

غنیمت حاصل کرلو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کفار کی طرف چلی گئی ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو○ (الممتحنۃ:۱۱۔۱۰)

صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا۔۔۔۔ نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مروان اور مسور بن مخرمہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ جو شخص بھی مشرکین میں سے آپ کے پاس آئے گا' خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اسے آپ کو ہماری طرف واپس کرنا ہوگا' اسی شرط کے مطابق اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا تھا اور اس مدت میں مردوں میں سے جو بھی مسلمان ہو کر آپ کے پاس آیا آپ نے اس کو واپس کر دیا اور مؤمنات بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان خواتین میں سے تھیں جو ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں' تب ان کے گھر والے آپ کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس کر دیں' آپ نے حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس نہیں کیا' کیونکہ یہ آیت نازل ہو چکی تھی کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ الآیۃ (الممتحنۃ:۱۰)

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۷۱۲)

اس جگہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ معاہدہ میں یہ مذکور نہیں تھا کہ آپ کے پاس مکہ سے جو بھی آئے گا خواہ مرد ہو یا عورت آپ کو اسے واپس کرنا بلکہ معاہدہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی' عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی' معاہدہ کے الفاظ یہ تھے:

فقال سهيل وعلى انه لا ياتيك منا رجل وان كان على دينك الا رددته الينا. سہیل نے کہا: اور شرط یہ ہے کہ آپ کے پاس ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۷۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے جا رہے تھے' جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکینِ مکہ نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے پاس آیا' آپ اس کو واپس کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے' اس پر صلح نامہ لکھا جا چکا تھا' لکھنے کے بعد حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ' مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں' پھر ان کے خاوند مسافر بن مخزوم (یا صیفی بن الراھب) آئے اور ان کو طلب کیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری بیوی واپس کر دو' کیونکہ تم یہ شرط مان چکے ہو کہ ہمارے پاس سے جو بھی تمہارے پاس آئے گا تم ان کو واپس کر دو گے' اور ابھی تو اس صلح نامی کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت (الممتحنۃ:۱۰) نازل فرمائی۔ یعنی یہ شرط مردوں کے متعلق تھی خواتین اس میں داخل نہیں ہیں لہٰذا پوری مدتِ معاہدہ میں مسلمان ہو کر آنے والے مردوں کو تو مشرکین کی طرف واپس کیا گیا مگر جو خواتین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں ان کو آپ نے واپس نہیں فرمایا۔

Marfat.com

مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آزمانے کی کیفیت یہ تھی کہ جو خاتون مسلمان ہو کر آپ کے پاس آتی' آپ اس سے اس پر حلف لیتے کہ وہ اپنے خاوند سے بغض کی وجہ سے نہیں آئی ہے یا مدینہ کے کسی مسلمان کے ساتھ عشق اور محبت کی وجہ سے نہیں آئی ہے اور نہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف منتقل ہونے اور آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے آئی ہے اور نہ کسی آفت اور مصیبت کی وجہ سے آئی ہے اور نہ دنیا کی طلب میں آئی ہے' بلکہ وہ صرف اسلام کی طرف رغبت کی وجہ سے آئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے آپ کے پاس آئی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سبیعہ بنت الحارث سے اس پر حلف لیا اور جب انہوں نے اس پر حلف اٹھا لیا تو پھر آپ نے ان کو واپس نہیں کیا' اور ان کے مشرک خاوند کو اس کا دیا ہوا مہر جو اس کا ان پر خرچ کیا ہوا تھا وہ دے دیا' پھر ان سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور مکہ سے جو مرد آپ کے پاس آتے تھے آپ ان کو واپس کر دیتے تھے اور جو خواتین آتی تھیں ان کا امتحان لینے کے بعد ان کو روک لیتے تھے اور ان کے کافر شوہر کو ان کو دیا ہوا مہر واپس کر دیتے تھے۔

مسلم خواتین ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں یا مدینہ سے مسلم عورتیں مرتد ہو کر کفار کی طرف جائیں' اختلاف دارین سے نکاح سابق منقطع ہو جائے گا

نیز اس آیت میں فرمایا: اور ان مؤمنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم ان کے مہر انہیں ادا کر دو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین سے تمہارا نکاح مباح کر دیا ہے' خواہ ان کے سابقہ شوہر دار الکفر میں ہوں کیونکہ اسلام نے ان کے اور ان کے کافر شوہروں کے درمیان تفریق کر دی۔

اس کے بعد فرمایا: ''ولا تمسکوا بعصم الکوافر'' ''ولا تمسکوا'' کا معنی ہے: مت روکو اور ''العصم العصمت'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو عقدِ نکاح یا نسب کے رشتہ کی وجہ سے محفوظ ہو اور ''الکوافر' کافرۃ'' کی جمع ہے اور اس جملہ کا معنی ہے: اور تم نکاح شدہ کافر عورتوں کو مت روکے رکھو اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا کہ وہ کافرہ کے ساتھ نکاح پر قائم رہیں' یعنی جس مسلمان کا مکہ میں کسی کافرہ کے ساتھ نکاح تھا اور وہ مسلمان اب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ چکا ہے' تو اس مسلمان کا نکاح بھی اس کافرہ سے اختلاف دارین کی وجہ سے اسی طرح منقطع ہو گیا جس طرح مسلمہ مہاجرہ کا نکاح مکہ میں رہنے والے کافر سے منقطع ہو گیا۔

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والی مسلم خواتین

زہری نے کہا: اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مکہ میں دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں مشرکہ تھیں' سو حضرت عمر کی ہجرت کے بعد ان کا ان مشرکہ بیویوں سے نکاح منقطع ہو گیا' پھر بعد میں معاویہ بن ابی سفیان نے مکہ میں ان مشرکہ عورتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کر لیا اور دوسری ام کلثوم بنت عمرو تھی' اس سے ابوجہم بن حذافہ نے نکاح کر لیا۔ (امام بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۳۳)

شعبی نے کہا: حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ابو العاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں' وہ مسلمان تھیں اور ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئیں اور ابو العاص مکہ میں مشرک رہے' پھر وہ مدینہ میں آ کر اسلام لے آئے تو آپ نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو انہیں واپس کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم

Marfat.com

سے طلب کرلیں۔
یعنی اے مسلمانو! اگر کوئی عورت اسلام سے مرتد ہو کر کافروں سے جاملی ہے تو تم نے اس کے مہر وغیرہ پر جو خرچ کیا ہے وہ کافروں سے وصول کرلو اور کافروں کی جو عورت مسلمان ہو کر تمہارے پاس آ گئی ہے تو کافر شوہر نے اس کے مہر وغیرہ پر جو خرچ کیا ہے وہ تم سے وصول کرلے (یہ رقم اس سے نکاح کرنے والا مسلمان ادا کرے گا ورنہ بیت المال سے ادا کی جائے گی)۔
الممتحنہ:۱۱ میں فرمایا: اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر (تم کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کرلو تو (مالِ غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا' جو کفار کی طرف چلی گئیں۔ الآیۃ

مدینہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چھ مسلم اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں: (۱) ام الحکم بنت ابی سفیان' یہ حضرت عیاض بن شداد فہری کے نکاح میں تھی (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ' یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی (۳) بروع بنت عقبہ' یہ حضرت شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی (۴) عزہ بنت عبد العزیز' یہ حضرت عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی (۵) ھند بنت ابی جہل' یہ حضرت ہشام بن العاص بن وائل کے نکاح میں تھی (۶) ام کلثوم بنت جرول' یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی' یہ سب عورتیں اسلام سے مرتد ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان شوہروں کو مالِ غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دیں۔

فریقین کے سابق شوہروں کو ان کے دیئے ہوئے مہر کی رقم دینا آیا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کے سابق شوہروں کو ان کے مہر کی رقم واپس کرنا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا: اب یہ حکم واجب نہیں ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ حکم غیر منسوخ ہے اور اب بھی واجب العمل ہے۔ امام ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس حکم کی ناسخ یہ آیت ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ . اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق ذریعہ سے نہ کھاؤ۔

(البقرہ:۱۸۸)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کے لیے ناسخ ہے: کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۴۱) (معالم التنزیل ج ۵ ص ۷۵۔۷۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ' علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اور امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی ان آیات کی تفسیر اسی طرح کی' جس طرح علامہ بغوی نے مذکور الصدر تفسیر کی ہے۔

(النکت والعیون ج ۵ ص ۵۲۳۔۵۲۰' احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۱۔۴۳۸' تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۲۳۔۵۲۱)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں مذاہب ائمہ

جو عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کا اپنے کافر شوہر سے نکاح فی الفور منقطع ہو جائے گا جیسا کہ الممتحنہ:۱۰ میں اس کی واضح تصریح ہے' اس کے برخلاف صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے نکاح کا انقطاع اس کی عدت ختم ہونے پر موقوف ہے' اگر عدت ختم ہونے تک اس کا کافر شوہر اسلام نہ لایا تو اس کا نکاح اس کافر سے منقطع ہو جائے گا اور اگر عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا' کافر شوہر مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح

Marfat.com

برقرار رہے گا۔ سطور ذیل میں ہم ان فقہاء کے مذاہب ان کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں۔

جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئے اس کے نکاح سابق کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

علامہ برھان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب چھوڑ کر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے اور دوسرا فریق دارالحرب میں بہ دستور کافر ہو تو ہمارے نزدیک ان دونوں میں فی الفور تفریق ہو جائے گی' اگر دارالاسلام میں آنے والا فریق شوہر ہو تو اس کی بیوی پر بالاتفاق عدت نہیں ہے اور اگر دارالاسلام میں آنے والی فریق عورت ہو تو صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ (المحیط البرھانی ج ۴ ص ۱۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اگر بیوی بت پرست ہو یا بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر اہل کتاب میں سے ہو یا بت پرست ہو تو ہر صورت میں ان میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح میں جمع رہنا حرام ہے اور ان میں سے کسی ایک کے اسلام کو دیکھا جائے تو اگر مباشرت سے پہلے ان میں سے کوئی ایک اسلام لایا ہو تو نکاح باطل ہو جائے گا اور مباشرت کے بعد کوئی ایک اسلام لایا ہو تو پھر نکاح عدت پوری ہونے پر موقوف رہے گا' اگر عدت ختم ہونے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرک کو ترک کر کے اسلام لے آیا ہو تو وہ دونوں نکاح پر برقرار رہیں گے' اور اگر عدت پوری ہونے تک ان میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا تو نکاح باطل ہو جائے گا' خواہ شوہر پہلے اسلام لایا ہو یا بیوی پہلے اسلام لائی ہو اور خواہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دارالحرب میں اسلام لایا ہو یا دارالاسلام میں اسلام لایا ہو۔ (الحاوی الکبیر ج ۱۱ ص ۳۵۴' دارالفکر' بیروت)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اگر شوہر اور بیوی معاً اسلام لائے ہوں تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے' خواہ وہ مباشرت سے پہلے اسلام لائے ہوں یا مباشرت کے بعد اسلام لائے ہوں' کیونکہ اس پر اجماع ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک پہلے اسلام لایا ہو اور وہ اہل کتاب بیوی کا شوہر ہو' تب بھی ان کا نکاح برقرار رہے گا' کیونکہ ابتداءً ان کا نکاح بھی جائز ہے اور اگر عورت پہلے اسلام لائی ہو یا شوہر اور بیوی دونوں بت پرست ہوں اور مباشرت سے پہلے بیوی اسلام لائی ہو تو ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ (الممتحنۃ: ۱۰)

نہ وہ مومنات کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (الممتحنۃ: ۱۰)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو روک کے نہ رکھو۔

اور ان دونوں میں سے جو بھی پہلے اسلام لے آئے گا تو نکاح منقطع ہو جائے گا' کیونکہ اس سے دونوں کے دین میں

Marfat.com

اختلاف ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک مباشرت کے بعد اسلام لایا ہے تو اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی فی الفور نکاح منقطع ہو جائے گا (جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے) اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح عدت گزرنے پر موقوف ہے' اگر عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد تک دوسرا فریق مسلمان نہیں ہوا تو پھر ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اس عورت کو مہر مثل دینا ہوگا' کیونکہ ابن شبرمہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مرد' عورت سے پہلے مسلمان ہو جاتا تھا اور عورت مرد سے پہلے مسلمان ہو جاتی تھی اور جو بھی عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو اس کا نکاح برقرار رہتا تھا اور اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اسلام لاتا تھا تو اس کا نکاح منقطع ہو جاتا تھا۔

اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ جب شوہر اور بیوی ایک ساتھ اسلام لائے ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کی ہو' جب کہ مردوں کی ایک جماعت اپنی بیویوں سے پہلے اسلام لائی' جیسے ابوسفیان بن حرب اور مردوں کی دوسری جماعت سے پہلے ان کی بیویاں اسلام لے آئی تھیں' جیسے صفوان بن امیہ' عکرمہ اور ابوالعاص بن الربیع' اور جو تفریق ان کے درمیان واقع ہوئی وہ نکاح کا فسخ ہونا تھا۔ (الکافی ج ۳ ص ۵۱۔ ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہجرت کر کے دار الاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ سحنون بن سعید التنوخی امام مالک سے روایت کرتے ہیں:

راوی نے کہا: اگر شوہر اور بیوی دونوں مجوسی ہوں یا دونوں نصرانی ہوں یا دونوں یہودی ہوں؟ علامہ سحنون نے کہا: امام مالک کے نزدیک ان سب کا حکم ایک ہے' امام مالک نے کہا: اگر خاوند اس عورت کی عدت میں اسلام لے آئے تو وہ اس عورت کا مالک ہے' اور اگر اس کی عدت پوری ہو چکی ہو تو پھر خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے' خواہ وہ اس کے بعد اسلام لے آئے' میں نے پوچھا: جب ان میں تفریق ہو گئی تو آیا یہ تفریق نکاح کا فسخ ہو گی یا طلاق؟ امام مالک نے کہا: یہ فسخ نکاح ہے' طلاق نہیں ہے۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں اپنی سرزمین میں اسلام لے آتی تھیں اور ہجرت نہیں کرتی تھیں اور ان کے شوہر اس وقت کافر ہوتے تھے' جیسے ولید بن مغیرہ کی بیٹی' صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں' وہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئیں اور صفوان اسلام سے بھاگ کر سمندر میں سوار ہو گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عم زاد وہب بن عمیر کو ان کے پیچھے امان کے پیغام کے ساتھ بھیجا اور نشانی کے طور پر اپنی چادر دی اور فرمایا: تم اسلام لے آؤ اور تم کو غور و فکر کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے' پھر جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار ماہ کی مہلت دے دی اور وہ حالتِ کفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ہوازن میں رہے اور غزوۂ طائف میں رہے اور اس دوران ان کی بیوی مسلمان رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی' حتیٰ کہ صفوان اسلام لے آئے اور ان کی بیوی اسی نکاح سے ان کے ساتھ رہیں۔ ابن شہاب نے کہا: صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے کے درمیان ایک ماہ کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک ج ۲ ص ۹۳۔ رقم الحدیث: ۱۱۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے' پھر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ یمن گئیں اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور عکرمہ مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ پھر وہ حضرت عکرمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئیں' پھر رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے' ان کو گلے لگایا اور ان کو بیعت کر لیا۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۹۴ ۔رقم الحدیث: ۱۱۸۰' دار المعرفۃ' بیروت)

امام مالک نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق کی ہو اور وہ اسی نکاح کے ساتھ حضرت عکرمہ کے ساتھ رہیں۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ابوالعاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں' وہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئیں اور ان کے خاوند نے اسلام کو ناپسند کیا اور تجارت کے لیے شام چلے گئے' وہاں چند انصاریوں نے ان کو قید کر لیا' پس سیدہ زینب نے کہا: مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے؟ آپ نے پوچھا: کس کو؟ سیدہ زینب نے کہا: ابوالعاص کو' آپ نے فرمایا: جس کو زینب نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی' پھر ابوالعاص مسلمان ہو گئے اور ابھی سیدہ زینب عدت میں تھیں اور وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں۔

امام مالک نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ کسی عورت کا خاوند عدت کے اندر ہجرت کر کے آ گیا ہو پھر بھی اس کا نکاح فسخ کر دیا گیا ہو۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۰۰ ۔ ۲۹۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ ھ' ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کا جواب یہ ہے کہ وہ مکہ کی حدود سے باہر نہیں نکلے تھے' اس لیے آپ نے ان کا نکاح ان کی بیویوں سے برقرار رکھا' ابوسفیان اور ھند کا بھی یہی جواب ہے۔ اور سیدہ زینب کے شوہر ملک شام چلے گئے تھے اس لیے ان کا نکاح برقرار نہیں رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح سیدہ زینب سے دوبارہ پڑھایا تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے: (فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۰' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن الربیع کی طرف نکاحِ جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹا دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۱۰' شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۵۶' المستدرک ج ۳ ص ۶۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ ۔ ۲۰۷' طبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آ کر مسلمان ہو جائے' اس کے متعلق ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں اس کا سابق نکاح اس کی عدت ختم ہونے تک موقوف رہے گا' اگر اس کا مشرک شوہر عدت پوری ہونے تک مسلمان نہیں ہوا تو اس کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اگر وہ عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو اس مہاجرہ مسلمہ کا نکاح اس کے ساتھ برقرار رہے گا اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی وہ عورت ہجرت کر کے اسلام لائی اس کا اپنے کافر شوہر سے سابق نکاح فی الفور منقطع ہو جائے گا اور قرآن مجید کے موافق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کا قول ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ (الممتحنۃ: ۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو' پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ' نہ وہ مومنات کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال ہیں۔

Marfat.com

امام اعظم کا مذہب اس آیت کے صراحۃً مطابق ہے کیونکہ اس آیت میں ان کے نکاح کو عدت پر موقوف کرنے کی کوئی قید نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی' اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی' تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں' اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے' بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں' جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیںO (الممتحنۃ: ۱۳-۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام لانے والی خواتین سے احکام شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لینا

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ' الممتحنۃ: ۱۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا' اس وقت آپ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے نیچے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی' اس وقت ابوسفیان کی بیوی ھند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی' اس نے سر اٹھا کر کہا: اللہ کی قسم! آپ ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ نے مردوں سے بیعت لی ہے' ہم نے آپ سے اس پر بیعت کر لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی' ھند نے کہا: اللہ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں' ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں میرا جو مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم ھند بنت عتبہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ میرے گزشتہ قصور معاف فرما دیں' اللہ آپ کو معاف فرمائے گا' آپ نے فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی' ھند نے کہا: کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی' اس نے کہا: ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا' یہ سن کر حضرت عمر بہت ہنسے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے' آپ نے فرمایا: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی' بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔ ھند نے کہا: اللہ کی قسم! بہتان بہت بُری چیز ہے اور آپ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں' نافرمانی نہیں کرو گی' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع کیا اور فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔ ھند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گی' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت طلب کیجئے' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۵۴-۳۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت لینے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے تھے

Marfat.com

جیسا کہ الممتحنۃ: ۱۲ میں اس کا حکم ہے اور جو مؤمن عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کرلیتیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: میں نے تم کو بیعت کرلیا اور اللہ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا' آپ ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۰۔ ۱۱۴' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۴۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۵۸۱)

الممتحنۃ: ۱۳ میں فرمایا: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے' بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جیسا کہ کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں O

یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت

مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان نے کہا ہے کہ فقراء مسلمین یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے ملاپ رکھتے تھے' اسی وجہ سے یہود ان کو پھل وغیرہ دیتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہود آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں' کیونکہ یہود نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی حالانکہ ان کو آپ کے صدق کا علم تھا اور ان کو یقین تھا کہ آپ برحق رسول ہیں' اس کے باوجود انہوں نے عناداً آپ کی رسالت کا انکار کیا' اس وجہ سے وہ آخرت میں اپنی نجات سے مایوس ہیں۔ جس طرح جو کافر مر کر قبروں میں پہنچ چکے ہیں وہ آخرت میں اپنی نجات سے مایوس ہیں' ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے لیے اجر وثواب میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے وہ کافر مراد ہیں جو آخرت کے عذاب کا معائنہ کر چکے ہیں۔ (الوسیط ج ۴ ص ۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

کافروں کے مایوس ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کافر کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس شدید ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا فرشتہ آتا ہے' وہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا رسول کون ہے؟ کافر کہتا ہے: میں نہیں جانتا' فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ کے دشمن! دیکھ! اللہ نے تیرے لیے قبر میں کیسا عذاب تیار کر رکھا ہے' فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ کے دشمن! یہ عذاب تیرے لیے ہے' اگر تو ایمان لے آتا تو تجھے جنت میں داخل کر دیا جاتا' پھر اس کو جنت دکھائے گا' کافر پوچھے گا: یہ جنت کس کے لیے ہے؟ فرشتہ کہے گا: یہ جنت اس کے لیے ہے جو اللہ پر ایمان لایا' پھر کافر پر حسرت طاری ہو گی اور اس کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور اس کو یقین ہو جائے گا کہ اس کی آخرت میں نجات نہیں ہوگی اور اس کے لیے آخرت میں کوئی اجر وثواب نہیں ہے' سو اس وجہ سے فرمایا کہ کافر اپنی آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ کافر نے قبر میں اپنی آخرت کا معائنہ کرلیا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سورۃ الممتحنہ کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۹ ذوالحج ۱۴۲۴ھ/ ۲۰ جنوری ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات سورۃ الممتحنہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۱۵ جنوری کو اس سورت کی تفسیر کی ابتداء کی گئی تھی' اس طرح پانچ دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور محض اپنے فضل سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' میرے احباب' میرے تلامذہ' اس کتاب کے ناشر' مصحح' کمپوزر' قارئین اور جملہ مسلمین کی مغفرت فرما دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین

Marfat.com

افضل المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعلٰی اولیاء امتہ
وعلماء ملتہ وسائر المسلمین اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

سورة الصّف

سورت کا نام

اس سورت کا نام الصف ہے اور یہ نام اس سورت کی حسبِ ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ○ (الصف: ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ○

یہ سورت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے' ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۸ اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار اس سورت کا نمبر ۶۱ ہے۔

سورت الصّف کے مشمولات

☆ اس سورت کا مرکزی موضوع اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جہاد کرنا ہے اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور دیگر احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کا ثوابِ عظیم بیان کرنا ہے۔

☆ اس سورت کی ابتداء اللہ سبحانہٗ کی تسبیح' تنزیہ اور تقدیس سے کی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال کرنا ضروری ہے اور دین اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔

☆ اللہ اور رسول کی نافرمانی اور دین میں تفرقہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

☆ سب سے بڑی سعادت اور کامیابی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرنا ہے اور اس کا ثمرہ دنیا میں کامیابی اور خوش حالی ہے اور آخرت میں جنت کا حصول ہے۔

سورۃ الصّف کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا اور گم راہی اور ناصواب سے محفوظ اور مامون رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۹ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۲۰ جنوری ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ / ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سورۃ الصف مدنیۃ ۱۰۹ — آیاتہا ۱۴ — رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الصف مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چودہ آیات' دو رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾

آسمانوں کی تمام چیزوں اور زمینوں کی تمام چیزوں نے اللہ کے لیے تسبیح کی اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ

اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے O اللہ اس پر سخت غضب ناک

اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ

ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے O بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں

فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ﴿۴﴾ وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی

صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں O اور (آپ یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:

لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِیۡ وَ قَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ ؕ

اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو! حالانکہ تم کو یقین ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں'

فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾

پھر جب انہوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O

وَ اِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں'

اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا

اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس (عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں

بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ

جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے' پھر جب وہ رسول واضح دلائل کے ساتھ

Marfat.com

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

آ گئے تو (کافروں نے) کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہےO اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو جھوٹ

الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

بول کر اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ

نہیں دیتاO وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ

مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہوO وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾ ع

خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہوO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں کی تمام چیزوں اور زمینوں کی تمام چیزوں نے اللہ کے لیے تسبیح کی اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتےO اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتےO بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیںO (الصف: ۴۔۱)

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی منقطع نہیں ہوتی

الصف: ۱ میں ماضی کے صیغہ کے ساتھ فرمایا: ''سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ'' آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں نے اللہ کی تسبیح کی اور الجمعۃ: ۱ میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ. آسمانوں کی تمام چیزیں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ (الجمعۃ: ۱)

اور الاعلیٰ: ۱ میں امر کے صیغہ کے ساتھ فرمایا:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ (الاعلیٰ: ۱) اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح کیجئےO

ان مختلف صیغوں کے ساتھ تسبیح کی تعبیر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ماضی' حال اور مستقبل ہر زمانہ میں ہوتی

Marfat.com

ہے اور کبھی منقطع نہیں ہوتی۔

نذر اور وعدہ پورا نہ کرنے والوں اور بے عمل واعظوں پر وعید

الصف: ۲ میں فرمایا: اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے O

اس کے شانِ نزول میں یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے مذاکرہ کر رہے تھے' ہم نے کہا: کاش! ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل بہت پسندیدہ ہے تو ہم اس پر عمل کرتے تو سورۃ الصف کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۷)

امام رازی نے کہا: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو پہلے قتال اور جہاد کی تمنا کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے قتال کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا:

وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ . منافقوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟ (النساء: ۷۷)

الصف: ۳ میں فرمایا: اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔

ابن زید نے کہا: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے: اگر تم اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کے لیے نکلے اور تم نے ان سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے ساتھ قتال کریں گے اور جب مسلمان کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور انہوں نے قتال نہیں کیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی کام کی نذر مانتے ہیں اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے یعنی وہ ایک بات کہتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے یا اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہیں اور خود بُرائی سے نہیں رکتے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے' دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے' وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا' جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے

Marfat.com

کہتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے' کتاب اللہ کو پڑھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے' بے عمل واعظین کے متعلق ہم نے زیادہ تحقیق البقرہ: ۴۴ "تبیان القرآن" ج ا ص ۴۰۷۔۳۹۹ میں کی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۸۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۹۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۶' مسند ابو یعلیٰ کی حدیث کی سند صحیح ہے۔)

بلاضرورت جنگ کی صفوں کو توڑنا جائز نہیں

الصف: ۴ میں فرمایا: بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس طرح قدم جمائے کھڑے رہتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

سعید بن جبیر نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی ہے کہ مؤمنوں کو دشمن سے قتال کرتے ہوئے کس طرح کھڑے ہونا چاہیے؟

اس آیت میں یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قتال کے وقت صف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور صف کو توڑنا نہیں چاہیے' سوا اس کے کہ کوئی ضروری اور اہم کام ہو یا امیر لشکر کو' کوئی پیغام دینا ہو یا دشمن کا کوئی فوجی للکار رہا ہو تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (آپ یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو؟ حالانکہ تم کو یقین ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' پھر جب انہوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے لیے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس (عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے' پھر جب وہ رسول واضح دلائل کے ساتھ آ گئے تو (کافروں نے) کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے O اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O (الصف: ۷۔۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی اذیتوں کی تفصیل

الصف: ۵ میں فرمایا: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو O

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات کو بھی اذیت پہنچائی اور دینی اعتبار سے بھی اذیت پہنچائی' ان کی ذات کو اذیت پہنچانے کی مثال یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا:

ان میں جسمانی عیب ہے' ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں اور ان کے کہنے سے ایک عورت نے حضرت موسیٰ پر بدکاری کی تہمت لگائی اور انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کرنے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا۔

اور دینی اعتبار سے اس طرح اذیت پہنچائی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ: ۵۵) ہم آپ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ لیں۔

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ (البقرہ: ۶۱) ہم ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔

Marfat.com

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ . (المائدہ: ۲۴) آپ خود جائیں اور آپ کا رب اور آپ دونوں دشمنوں سے قتال کریں۔

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ . (الاعراف: ۱۳۸) ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسے ان کے خدا ہیں۔

نیز فرمایا: حالانکہ تم کو یقین ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

یعنی رسول معظم اور محترم ہوتا ہے اور رسول کی توہین کفر ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: پھر جب انہوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔

یعنی اس کے باوجود جب انہوں نے حق سے انحراف کیا تو اللہ نے ان کے دلوں میں گم راہی پیدا کر دی' اور یہ ان کے اس جرم کی سزا ہے جو انہوں نے اپنے رسول کی شان میں گستاخی کی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دینا

الصف: ۶ میں فرمایا: اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس

عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا' اس کا نام احمد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ بشارت دو باتوں کو متضمن ہے:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی تبلیغ کی تاکہ جب آپ تشریف لے آئیں تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قرار پائے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خبر صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہنچائی ہو اور ان کی امت کو اس کی تبلیغ کا حکم نہ دیا ہو۔

حدیث میں ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے (پانچ) نام ہیں: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں' اللہ میرے سبب سے کفر مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں' لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں (سب کے بعد آنے والا)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴' سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۳۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور قیامت کے دن آپ اپنے رب کی ان کلمات سے حمد کریں گے جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی کسی نے حمد نہیں کی ہو گی۔

الصف: ۶ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے' موجودہ ''انجیل'' میں بھی اس بشارت کا ذکر ہے:

موجودہ انجیل کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

یسوع نے ان سے کہا: کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا' وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا' یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟O اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی O

(متی کی انجیل' باب: ۲۱' آیت: ۴۳۔۴۲' ص ۲۵' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

Marfat.com

یہ آیت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے اور قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ (الانعام: ۸۹)

یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم شریعت اور نبوت عطا کی ہے' پس اگر ان چیزوں کے ساتھ یہ لوگ کفر کریں تو بے شک ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں ہیں ○

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں ○ اور جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے میں وہی کروں گا تاکہ باپ بیٹے میں جلال پائے ○ اگر میرے نام سے کچھ چاہو گے تو میں وہی کروں گا ○ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے ○ اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے ○

(یوحنا کی انجیل' باب: ۱۴' آیت: ۱۶۔ ۱۲' ص ۹۹' پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

لیکن جب وہ مددگار آئے گا جن کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا کی انجیل' باب: ۱۴' آیت: ۲۶' ص ۱۰۰' پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا ○ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا ○ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے ○ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے ○ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے ○ مجھے تم سے اور بھی بہت سے باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے ○ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا' اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا ○ (یوحنا کی انجیل' باب: ۱۶' آیت: ۱۴۔ ۷' ص ۱۰۱' پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

الصف: ۶ میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا احمد علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی ہے' اس بشارت کا بھی ''انجیل'' میں ذکر ہے:

اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ سے اس کا کچھ نہیں۔

(یوحنا کی انجیل' باب: ۱۴' آیت: ۳۰' ص: ۹۹' پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

نیز ان آیات میں ہے: وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا: باب: ۱۴' آیت: ۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کی بہ نسبت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں' تمام انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۰۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۵)

ان آیات میں ہے: وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ (یوحنا باب: ۱۶' آیت: ۱۳)

نیز اس آیت میں ہے: وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ (یوحنا باب: ۱۶' آیت: ۱۳)

اور قرآن مجید میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے:

Marfat.com

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے ۝ ان کا فرمانا وہی ہوتا ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۝ (النجم: ۴-۳)

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا باب: ۱۶، آیت: ۱۳)

یہ پیش گوئی بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان کر دیئے، جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۹۱-۷۱۳۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰)

اس کے بعد فرمایا: پھر جب وہ رسول واضح دلائل کے ساتھ آ گئے تو (کافروں نے) کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے ۝

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ جب وہ کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ آ گئے تو بنی اسرائیل نے ان کے متعلق کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے اپنی نبوت پر دلائل اور معجزات پیش کیے تو منکرین نے کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

الصف: ۷ میں فرمایا: اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یعنی سب سے بُری چیز یہ ہے کہ کسی شخص کی بہتان تراشی اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وہ جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر بہتان لگائے، یعنی ان پر دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر بھی وہ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں کہ اس نے آپ کو رسول نہیں بنایا اور ان کے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو ۝ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو ۝ (الصف: ۹-۸)

اللہ کے نور کو بجھانے کے معانی اور مصادیق

''الاطفاء'' کا معنی ہے: آگ کو بجھا دینا اور اس کا استعمال روشنی کو مٹانے میں بھی کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس دن وحی نازل نہ ہوئی تو کعب بن اشرف نے کہا: اے یہودیو! تمہیں مبارک ہو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو وحی کا نور نازل ہوتا تھا وہ بجھ چکا ہے اور اب ان کا نور پورا نہیں ہوگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کے بعد مسلسل وحی نازل ہونے لگی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۳۰)

اور اللہ کے نور کی تفصیل میں علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے حسب ذیل اقوال لکھے ہیں:

(۱) ابن زید نے کہا: اس سے مراد قرآن مجید ہے، یہودی اپنے اعتراضات سے قرآن مجید کو باطل کرنا چاہتے تھے۔

(۲) اسدی نے کہا: اس سے مراد اسلام ہے، کفار اسلام کو مٹانا چاہتے تھے۔

(۳) اس سے مراد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مخالفین آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

Marfat.com

الصف: ۹ میں فرمایا: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔
یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے دلائل اور معجزات کے ساتھ بھیجا تا کہ دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے حتیٰ کہ آخر زمانہ میں اسلام کے سوا اور کوئی دین نہیں ہو گا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے' وہ عدل کے ساتھ حکومت کریں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور جزیہ ختم کر دیں گے اور ضرور اونٹنیاں کھلی چھوڑ دی جائیں گی اور ان کو کوئی نہیں پکڑے گا اور ضرور بغض' بخل اور حسد ختم ہو جائے گا اور مال لینے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے گا اور کوئی مال کو قبول نہیں کرے گا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو درد ناک عذاب

عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ

سے نجات دے ○ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١١ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ

رکھتے ہو○ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ

جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٢ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ

میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ اور دوسری (نعمت بھی) جس کو تم پسند کرتے ہو' عنقریب اللہ

اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٣ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کی طرف سے مدد اور فتح حاصل ہو گی اور مؤمنین کو بشارت دیجئے○ اے ایمان والو!

Marfat.com

اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ' جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا:

لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

مددگار ہیں' پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت

وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ

نے کفر کیا پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی

فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ؑ ﴿۱۴﴾

تو مومن (کافروں پر) غالب آ گئے O

۲۰ ع ۵ ۱۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے O تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو O وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں' یہی بہت بڑی کامیابی ہے O اور دوسری (نعمت بھی) جس کو تم پسند کرتے ہو' عنقریب اللہ کی طرف سے مدد اور فتح حاصل ہوگی اور مومنین کو بشارت دیجئے O (الصف: ۱۳۔۱۰)

دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے

ان آیتوں کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ: ۱۱۱) — بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا۔

ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز کے حصول کو تجارت کہتے ہیں' جس طرح تاجر کو تجارت تنگ دستی کی تکلیف سے نجات دیتی ہے اور جس طرح تجارت میں نفع اور نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے' اس کو بہت عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملتی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا' اس کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوتا ہے' اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ دوزخ کے عذاب کے ڈر سے ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے:

Marfat.com

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ اللھم انی اعوذ بك من فتنة النار ومن عذاب النار .الحدیث. (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اور جاہل صوفیاء دوزخ کے ڈر سے عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔

جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے

الصف:۱۱ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور جہاد تین قسم پر ہیں: (۱) اپنے نفس سے جہاد' اور اس کا معنی ہے: نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا (۲) نفس سے اس کی لذتوں اور شہوتوں کو چھڑا کر جہاد کرنا یعنی زبان' پیٹ اور شرم گاہ کو حرام چیزوں سے روک کر رکھنا (۳) مخلوق کے نفع کے لیے نفس سے جہاد کرنا' یعنی لوگوں سے طمع نہ کرنا اور اپنی چیزیں دوسروں کو دے کر ایثار کرنا یا کم از کم اپنی زائد چیزیں دوسروں کو دینا۔

اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا دنیاوی منافع کی بہ نسبت آخرت کے اجر وثواب کے لحاظ سے بہتر ہے۔

الصف:۱۲ میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنت کی طلب میں عبادت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے اور جاہل صوفیاء جنت کی طلب میں عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: اور دوسری (نعمت بھی) جس کو تم پسند کرتے ہو' یعنی جہاد کے نتیجہ میں تم کو صرف آخرت کا اجر نہیں' دنیا میں بھی مال غنیمت حاصل ہوگا اور کافروں پر غلبہ حاصل ہوگا اور عنقریب فتح حاصل ہوگی' سو مسلمانوں کو فتح مکہ حاصل ہوئی اور فرمایا: آپ مؤمنوں کو بشارت دیجئے' اس سے مراد فتح مکہ کی بشارت ہے یا فارس اور روم کی فتح کی بشارت۔

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنوں کو جہاد کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کی بشارت دی' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا' (اللہ نے فرمایا:) وہ صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے لیے نکلا ہے' میں اس کا ضامن ہوں کہ میں اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا یا میں اس کو جنت میں داخل کر دوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۷۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۵۰۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ' جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں' پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر کیا' پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو مؤمن (کافروں پر) غالب آگئے O (الصف:۱۴)

ایمان والوں کو دین کی مدد کرنے کا حکم دینے کی توجیہ اور مدد کرنے والوں کے مصادیق

ایمان والے پہلے بھی اللہ کے دین کے مددگار تھے اس کے باوجود ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے دین کے مددگار ہو جائیں' اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کی مدد کرنے پر ثابت قدم رہو اور جس طرح اب مدد کر رہے ہو' اسی طرح ہمیشہ مدد کرتے رہنا۔

Marfat.com

جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ مقاتل نے کہا: یعنی اللہ کی طرف سے میری حفاظت کون کرے گا؟ عطاء نے کہا: یعنی اللہ کے دین کی کون مدد کرے گا؟ بعض مفسرین نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو یہ حکم دیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدد کریں جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی۔

''الحواریون'' کا معنی ہے: جن کا باطن صاف ہو اور یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ حور کا معنی ہے: خالص سفید' ایک قول یہ ہے کہ حواری کپڑے دھو کر صاف کرتے تھے۔

قتادہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار سب قریش تھے: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت حمزہ' حضرت جعفر' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عثمان بن عوف' حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم۔

میں کہتا ہوں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مددگار تھے ورنہ تمام مہاجرین اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے۔ قتادہ نے ان کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔

نصاریٰ کے تین فرقے

اس کے بعد فرمایا: پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایمان لائے اور جن لوگوں نے ان کے زمانہ میں کفر کیا' کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تو ان کے تین فرقے ہو گئے' ایک فرقہ نے کہا: وہ خود اللہ تھے' پس اوپر چلے گئے' دوسرے فرقہ نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے تھے اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور تیسرے فرقہ نے کہا: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے' اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا اور وہی مسلمان تھے اور ہر فرقہ کی لوگوں نے اتباع کی اور کافر فرقوں نے متفق ہو کر مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کو اپنے علاقے سے نکال دیا اور نصاریٰ اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا' پھر مسلمان کافروں پر غالب آ گئے' جیسا کہ اس کے بعد فرمایا:

پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو مومن (کافروں پر) غالب آ گئے O

مجاہد نے کہا: مؤمنین سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ہیں' ابراہیم نے کہا: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے' جب انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو ان کی حجت دوسروں پر غالب آ گئی کہ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں۔

سورۃ الصف کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج دس ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/۲۱ جنوری ۲۰۰۵ء بہ روز جمعہ بعد از مغرب سورۃ الصف کی تفسیر مکمل ہو گئی اور یہ واحد سورت ہے جس کی تفسیر دو دن میں مکمل ہو گئی۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے تلامذہ کی اور اس تفسیر کے قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید العٰلمین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الجمعۃ

سورت کا نام

اس سورت کا نام الجمعہ ہے کیونکہ اس کی ایک آیت میں الجمعہ کا ذکر ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ (الجمعہ:۹)	اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○

جمعہ کے متعلق احادیث

ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن کا نام الجمعہ ہے' جمعہ کے دن جو نماز مشروع ہے اس پر بھی جمعہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ احادیث میں نمازِ جمعہ پر بھی جمعہ کا اطلاق ہے اور جمعہ کے دن پر بھی جمعہ کا اطلاق ہے' نمازِ جمعہ پر جمعہ کے اطلاق کی یہ احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص (نماز) جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۴۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۴۹۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۴۰۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۶۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان محنت مشقت کے کام کرتے تھے اور ان ہی کپڑوں اور اسی حالت میں (نماز) جمعہ کے لیے چلے جاتے تھے تو ان سے کہا گیا: اگر تم غسل کر لیا کرو (تو بہتر ہے)۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۰۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز) جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۸۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۵۰۳)

اور جمعہ کے دن پر جمعہ کے اطلاق کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بہترین دن پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے' اسی دن حضرت آدم پیدا کیے گئے' اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن ان کو جنت سے باہر لایا گیا۔ ''مسلم'' کی دوسری حدیث میں ہے: قیامت (بھی) جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۵۴' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۷۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی ساعت (قبولیت) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ادا کیے جانے تک ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۵۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۴۹)

Marfat.com

اور جمعہ کے دن اور نمازِ جمعہ دونوں پر جمعہ کا اطلاق اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری ایک خاتون نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی تھی' جس میں چقندر اگائے ہوئے تھے' جمعہ کے دن وہ چقندروں کو ایک دیگچی میں ڈالتی اور اس میں جو پیس کر ڈالتی' جب ہم نمازِ جمعہ پڑھ کر آتے تو ہم اس کو سلام کرتے اور وہ ہم کو وہ طعام پیش کرتی' ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے اور ہم اس کھانے کے لیے یومِ جمعہ کا انتظار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۳۸' سنن نسائی رقم الحدیث:۵۲۵)

سورۃ الجمعہ کا زمانہ نزول

سورۃ الجمعہ کی یہ آیت ۷ ہجری میں فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی ہے' کیونکہ اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت ہے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے:

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ (الجمعہ:۳) اور ان ہی میں سے دوسرے ہیں جو ابھی تک پہلوں سے نہیں ملے۔

اس آیت کے بعد یہود کی مذمت میں آیات ہیں اور اس کی آخری آیت یہ ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ (الجمعہ:۱۱) اور جب یہ کسی تجارتی قافلے کو یا کسی تماشے کو دیکھتے ہیں تو یہ آپ کو کھڑا چھوڑ کر اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک تجارتی قافلہ آیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بارہ مسلمانوں کے سوا سب اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۶۳' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۱۱)

اور یہ مدینہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الجمعہ کے دوسرے رکوع کا تعلق مدینہ منورہ میں ہجرت کے ابتدائی دور سے ہے اور پہلے رکوع کا تعلق سات ہجری کے دور سے ہے' کیونکہ الجمعہ:۳ کے شانِ نزول میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۶ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۲ ہے۔

سورۃ الجمعہ کے مشمولات

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی فضیلت بتائی گئی ہے اور یہود کی مذمت کی گئی ہے' ان کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو فضیلت دی گئی ہے' جب کہ وہ ہفتہ کے دن کو افضل ایام قرار دیتے تھے اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے اور اس دن کاروبار کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جو نمازِ جمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دورانِ خطبہ چھوڑ کر شام سے آئے ہوئے قافلہ سے غلہ خریدنے چلے گئے تھے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور توفیق پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الجمعہ کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب! اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا اور گم راہی اور ناصواب سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۱ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ جنوری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ ۱۰ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۱۱ رکوعہا ۲

سورۃ الجمعہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمینوں میں ہے، وہ (ساری کائنات کا) بادشاہ، بے حد پاک،

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا

بہت غالب، بے انتہا حکمت والا ہے ۝ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا،

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا

جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک

مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ لا وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط

وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۝ اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ

اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ۝ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے، اور

اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ

اللہ بہت بڑے فضل والا ہے ۝ جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا،

يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ

ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے، ان لوگوں کی کیسی بری

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵

مثال ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ۝

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

آپ کہیے: اے یہودیو! اگر تمہارا یہ گھمنڈ ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر اللہ صرف تمہارا دوست

Marfat.com

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ

ہے پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہوO اور وہ اپنے پہلے کیے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے

اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ

کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہےO آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں

فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ضرور پیش آنے والی ہے پھر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے پس وہ تم کو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ع ۱ ۸ ۱۱

خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھےO اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کی اذان

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا

دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہوO پھر جب

قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا

زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کروO اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا یا طبل

انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

کی آواز سنی تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۲ ۲ ۱۲

وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمینوں میں ہے' وہ (ساری کائنات کا) بادشاہ' بے حد پاک' بہت غالب' بے انتہاء حکمت والا ہےO وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے' اور

Marfat.com

بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے O اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O (الجمعۃ: ۴۔۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

الجمعۃ: ۱ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی عظیم صفات کا بیان فرمایا اور ان کی تفسیر کئی بار متعدد سورتوں میں کی جا چکی ہے۔

الجمعۃ: ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

ایک صفت یہ ہے کہ آپ امیین کے رسول ہیں' اہل مکہ کو امیین کہا جاتا تھا' اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ یہود اور نصاریٰ کی طرح اہل کتاب نہیں تھے' دوسری وجہ یہ تھی کہ ان میں سے اکثر پڑھنے لکھنے والے نہ تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے پاس کتاب تھی نہ ان میں کوئی نبی بھیجا گیا تھا' تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ اسی حالت پر تھے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ وہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے تھے' ان وجوہ کی وجہ سے ان کو امیین کہا جاتا تھا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ آپ ان ہی میں سے تھے یعنی ان کے نسب سے تھے اور ان کی جنس سے تھے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ . (التوبہ: ۱۲۸) بے شک تمہارے پاس ایک عظیم رسول تم میں سے آئے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ . (آل عمران: ۱۶۴) بے شک اللہ نے مؤمنین پر احسان فرمایا کیونکہ اس نے ان ہی میں سے ان میں ایک (عظیم) رسول بھیجا۔

اور یہ اللہ کا احسان اس لیے ہے کہ اس نے نوع انسان اور بشر میں سے رسول بھیجا' فرشتے یا جن کو ان میں سے رسول بنا کر نہیں بھیجا' ورنہ انسان اس سے استفادہ نہ کر سکتے اور اس کے افعال ان کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ آپ ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور وہ دلائل بیان کرتے ہیں اور وہ معجزات پیش کرتے ہیں جن سے آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوتی ہے اور ان آیات سے احکامِ شرعیہ بیان کرتے ہیں۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ ان کے باطن کو صاف کرتے ہیں' جن کے دلوں میں برسوں سے بت پرستی کی اور شرک کی محبت چڑھی ہوئی تھی' آپ کی نگاہِ کیمیاء اثر سے ان کی کایا پلٹ گئی تھی اور وہ توحید کے متوالے بن گئے تھے' جو لوٹ مار' بدکاری اور قتل و غارت گری کے عادی تھے' ان کی سیرت رشکِ ملائکہ بن گئی اور وہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے پیکر بن گئے تھے۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ آپ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں' کتاب سے مراد ہے: قرآن مجید کی آیات اور حکمت سے مراد ہے: قرآن مجید کے معانی اور ان سے احکامِ شرعیہ کا استنباط اور اجتہاد یا حکمت سے مراد ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال اور آپ کی سنتِ مبارکہ اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نمونہ۔

اس کے بعد فرمایا: اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی گم راہی میں تھے' یعنی وہ کھلم کھلا شرک اور بت پرستی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے تھے اور پرائی عورتوں کی عزتیں لوٹتے تھے۔

آپ کی رسالت کا عموم

یہود یہ کہتے تھے کہ اس آیت میں آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ آپ امیین کے رسول ہیں یعنی صرف مکہ والوں کے رسول ہیں' آپ کی نبوت اور رسالت تمام دنیا کے انسانوں کے لیے نہیں تھی لیکن ان کا یہ استدلال باطل ہے' کیونکہ قرآن اور حدیث

Marfat.com

میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا' نیز کسی ایک آیت کو دیکھ کر کوئی نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے جب تک اس مسئلہ سے متعلق تمام آیات کو نہ دیکھ لیا جائے' قرآن مجید میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم کے متعلق یہ آیات ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. (سباء: ۲۸) اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ (الفرقان: ۱) وہ بہت برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندہ پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے عذاب سے ڈرانے والے ہوں O

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O (الانبیاء: ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے محض رحمت بنا کر بھیجا ہے O

فرزندانِ فارس کا علمِ دین کی بلندیوں پر پہنچنا

الجمعہ: ۳ میں فرمایا: اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے' اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر' سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد عجمی لوگ ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی' جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ. (الجمعہ: ۳) اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے۔

ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ اس نے دو یا تین بار پوچھا: اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو فرزندانِ فارس وہاں جائیں گے اور دین کو حاصل کر لیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۹۳۳۔۳۳۱۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۱۲۳' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۷)

امام ابوحنیفہ' امام ابوبکر رازی' امام فخر الدین رازی' امام مسلم نیشاپوری' امام حاکم نیشاپوری اور امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری یہ تمام ائمہ فرزندانِ فارس تھے اور انہوں نے حدیث' تفسیر اور فقہ میں بہت کمال حاصل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے مطابق علم دین کی بلندیوں پر پہنچے۔

عکرمہ اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد تابعین ہیں' ابن زید نے کہا: اس سے مراد صحابہ کے بعد قیامت تک کے علماء دین ہیں۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۸۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

Marfat.com

قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان ... کے باطن کو صاف کرنا

اس سے پہلی آیت میں فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم امیین پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں' ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔اس کے بعد فرمایا: اور بعد والوں کو بھی جو ان پہلوں سے نہیں ملے' اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے علاوہ قیامت تک کے ذی استعداد علماء اور اولیاء کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں' ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں' اس کی تائید ان عبارات سے ہوتی ہے:

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین کے اقوال شرعیہ سے نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے اقوال کشفِ صحیح سے کتاب وسنت اور اقوالِ صحابہ پر مبنی ہوتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور جن دلائل میں وہ توقف کرتے ہیں' ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے ہیں اور وہ آپ سے بیداری میں سوال کرتے ہیں: یارسول اللہ! آیا' آپ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ اور جن مسائل کا وہ قرآن اور سنت سے استنباط کرتے ہیں ان کو اپنی کتابوں میں درج کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یارسول اللہ! ہم نے اس آیت کا یا فلاں حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے' آیا آپ اس پر راضی ہیں یا نہیں؟ اور آپ کے ارشاد کے تقاضے پر عمل کرتے ہیں اور یہ چیز اولیاء اللہ کی یقینی کرامات سے ہے اور اگر ائمہ مجتہدین اللہ کے اولیاء نہیں ہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی بھی ولی نہیں ہے اور بہ کثرت اولیاء اللہ سے منقول ہے' حالانکہ وہ ائمہ مجتہدین سے کم مرتبہ کے ہیں کہ انہوں نے بہتر مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور ان کے زمانہ کے اولیاء نے ان کی تصدیق کی ہے۔

اور میں نے حافظ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ دیکھا ہے' ان سے ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ وہ سلطان کے پاس اس کی سفارش کریں' حافظ سیوطی نے اس کو جواب میں لکھا: اے میرے بھائی! میں نے پچھتر مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ حاکم کے پاس تمہاری سفارش کرنے سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے ملاقات اور استفادہ کرنے سے محروم ہو جاؤں گا تو میں ضرور حاکم کے پاس تمہاری سفارش کرتا اور جن احادیث کو محدثین نے اپنے طریقہ سے ضعیف قرار دیا ہے' میں ان کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کو معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ سے استفادہ کرنے کا محتاج ہوں اور استفادہ میں مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ ہے اور تمہارے ایک کے فائدہ کی بہ نسبت تمام مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ زیادہ اہم ہے۔

اور حافظ جلال الدین کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مشہور ہے کہ سیدی محمد بن زین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات کرتے تھے' حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ وہ حاکم شہر کے پاس اس کی سفارش کریں اور جب وہ حاکم شہر کے پاس پہنچ گئے اور اس نے ان کو اپنے پاس بٹھایا تو یہ نعمت ان سے جاتی رہی' اور شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس المرسی یہ کہتے تھے کہ اگر پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے حجاب میں ہوں تو ہم اس ساعت میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے اور جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو ائمہ مجتہدین کا مرتبہ تو ان سے بہت اونچا ہے۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵۵۔ ۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لیے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے' جس طرح حافظ سیوطی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ (صحیح پچھتر بار ہے) زیارت کی اور آپ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا' اور جب آپ نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سوال کیا کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا: اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا اور علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے بھی بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے ''صحیح بخاری'' پڑھی' ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا' لہٰذا بیداری میں آپ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴' مطبوعہ مجلس علمی' ہند' ۱۳۵۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں

الجمعہ: ۴ میں فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

مقاتل بن حیان نے کہا: یعنی نبوت اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے نبوت عطا فرماتا ہے' پس اس نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ خاص فرمالیا اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: اسلام اللہ کا فضل ہے' وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اور میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ مجتہدین' علماء متقین اور اولیاء مسلمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے صفا باطن اور کتاب وحکمت کی تعلیم کی جو نعمت عطا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے' وہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا فرماتا ہے' اسی طرح زہد وتقویٰ' عبادت وریاضت اور مال ودولت بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' وہ جسے چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: مال دار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور دائمی جنتیں لے گئے' آپ نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم اپنے سے سبقت کرنے والوں کا درجہ پالو گے اور بعد والوں کا درجہ پالو گے اور تم سے کوئی افضل نہیں ہو گا سوا اس کے جو تمہاری طرح عبادت کرے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ ''سبحان اللہ' اللہ اکبر'' اور ''الحمد للہ'' پڑھو' فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پھر کہا: ہمارے مال دار بھائیوں نے ہماری اس عبادت کا سنا تو وہ بھی اس طرح پڑھنے لگے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۱۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے' ان لوگوں کی کیسی بُری مثال ہے' جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور اللہ ظالموں کو ہدایت

Marfat.com

نہیں دیتا O آپ کہیے: اے یہودیو! اگر تمہارا یہ گھمنڈ ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر اللہ صرف تمہارا دوست ہے پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو O اور وہ اپنے پہلے کیے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے O آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور پیش آنے والی ہے پھر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر شہادت کا جاننے والا ہے پس وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے O (الجمعہ: ۸۔۵)

احکامِ تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت

اس سے پہلے ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے عموم میں یہ شبہ پیش کرتے تھے کہ آپ صرف امیین اور مکہ والوں کے رسول ہیں اور ہم نے اس کا جواب ذکر کیا کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں' آپ نے خود فرمایا:

ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون. مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳)

اور اس آیت سے مقصود یہودیوں کی اس بات پر مذمت کرنا ہے کہ ان کو ''تورات'' دی گئی اور انہوں نے ''تورات'' کی آیات پر عمل نہیں کیا' ''تورات'' میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق لکھا ہوا تھا اور آپ کی نشانیاں بیان کر دی گئی تھیں اور انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ کا ظہور ہو تو وہ آپ پر ایمان لے آئیں لیکن انہوں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا' موجودہ ''تورات'' میں بھی لکھا ہوا ہے:

موجودہ ''تورات'' کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

موجودہ ''تورات'' میں بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بشارتیں موجود ہیں:

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا' تم اس کی سننا O یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں O اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں' سو ٹھیک کہتے ہیں O میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا' اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا O جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا O

(تورات استثناء باب: ۱۸' آیت: ۱۹۔۱۵' پرانا عہد نامہ ص ۱۸۴' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اور مردِ خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے O اور اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا' اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی' وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے' اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں' ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔ (تورات استثناء' باب: ۳۳' آیت: ۳۔۲' پرانا عہد نامہ ص ۲۰۱' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۹۲ء)

تورات کے پرانے (۱۹۲۷ء کے) اردو ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح تھی: دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے تھے' اس طرح یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح منطبق ہوتی تھی' جب عیسائیوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس آیت کے الفاظ بدل دیئے اور یوں لکھ دیا: اور لاکھوں قدسیوں میں سے

Marfat.com

آیا۔ تورات کے پرانے (۱۹۲۷ء کے) ایڈیشن میں یہ آیات اس طرح تھیں:

اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا' فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔

(کتاب مقدس' استثناء باب: ۳۳' آیت: ۲' ص ۱۹۲' مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی' انار کلی' لاہور ۱۹۲۷ء)

اس کی تائید عربی ایڈیشن سے بھی ہوتی ہے' اس میں یہ آیت اس طرح لکھی ہے:

واتی من ربوات اقدس. دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔

(مطبوعہ دار الکتاب المقدس فی العالم العربی ص ۳۳۴' ۱۹۸۰ء)

لوئیس معلوف نے ''ربوۃ'' کے معنی لکھے ہیں: ''الجماعۃ العظیمۃ نحو عشرۃ الاف'' (المنجد ص ۲۴۷) یعنی تقریباً دس ہزار افراد کی جماعت۔

دیکھو! میرا خادم (پچھلے ایڈیشنوں میں ''بندہ'' تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش رہے' میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گاO وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گیO وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا' وہ راستی سے عدالت کرے گاO وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے' جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گےO جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا' جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے: میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گاO اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گاO تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں' قید خانہ سے چھڑائےO یہوواہ میں ہوں' یہی میرا نام ہے' میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لیے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتیوں کے لیے روانہ رکھوں گاO دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں اور نئی باتیں بتاتا ہوں' اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوںO

(تورات' یسعیاہ' باب: ۴۲' آیت: ۹۔۱' ص ۶۹۴' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۸۰ء)

اس اقتباس کی آیت نمبر ۲ میں ہے: وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئی ہے: حضرت عمرو بن العاص کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ ''تورات'' میں آپ کی یہ صفت لکھی ہوئی ہے: اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۵)

اس باب کی آیت نمبر ۶ میں ہے: میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔

اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔

عیسائی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پیش گوئی حضرت عیسیٰ کے متعلق ہے کیونکہ ''انجیل'' میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو پھانسی دے دی اور حضرت عیسیٰ نے چلا کر کہا: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ ملاحظہ ہو:

اور انہوں نے اسے مصلوب کیا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لیے۔ (الیٰ قولہ) اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ''ایلی' ایلی لما شقبتنی؟'' یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

Marfat.com

(متی کی انجیل باب: ۲۷' آیت: ۴۶-۴۵ '۳۵ 'ص ۳۳' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

نیز اس باب کی آیت ۷ میں ہے کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں' قید خانہ سے چھڑائے۔

اس آیت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئی ہے اور اس کی تصدیق ان آیتوں میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدہ: ۱۶-۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا اور کتاب مبین ○ اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں پر لاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف لاتا ہے ○

اور حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ''تورات'' میں آپ کی یہ صفت ہے: اور اللہ اس وقت تک آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا' بایں طور کہ وہ کہیں گے: ''لا الٰہ الا اللہ'' اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۱۲۵)

یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

اور جب یہودیوں نے تورات کے احکام پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے' اسی طرح اس مسلمان عالم دین کی مثال ہے جو قرآن اور سنت کے احکام پر عمل نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مثال گدھے کے ساتھ دی ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) گھوڑے اور خچر کی بہ نسبت گدھے پر زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے۔

(۲) گدھے میں جہل اور حماقت کا معنی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ ظاہر ہے۔

(۳) عرف میں دوسرے جانوروں کی بہ نسبت گدھے کو زیادہ حقیر سمجھا جاتا ہے۔

(۴) کتابوں کے لیے ''اسفار'' کا لفظ فرمایا ہے اور کتابوں کو جس جانور پر لادا جائے اس کے لیے لفظ حمار' اس میں ''اسفار'' کے ساتھ لفظی مجانست اور مشاکلت ہے۔

قرآن مجید کی پیش گوئی کی صداقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت پر استدلال

یہود یہ سمجھتے تھے کہ باقی امتوں کی بہ نسبت وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ صرف ان ہی کو جنت عطا فرمائے گا' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر ایسا ہی ہے جیسا تم سمجھتے ہو تو تم موت کی تمنا کرو' تاکہ تم جلد سے جلد جنت میں چلے جاؤ' لیکن وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ان کو اپنی بداعمالیوں کا علم ہے۔

الجمعہ: ۷-۶ میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ یہودی کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی قرآن مجید کے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور دشمن تھے' انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن مجید کو اور ہمارے نبی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کہتے کہ لو ہم موت کی تمنا کر رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا' انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی' یہودیوں کا بطلان ظاہر ہو گیا اور قرآن مجید کی پیش گوئی سچی ہو گئی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی حقانیت آشکارا ہو گئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے الجمعہ: ۸ میں فرمایا: آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور پیش آنے والی

Marfat.com

ہے' پھر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر شہادت کا جاننے والا ہے' پس وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھےO

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ تم نے کھلم کھلا بھی جرائم کیے اور چھپ کر بھی گناہ کیے تم نے ''تورات'' میں تحریف کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کو چھپایا' تم نے جو کچھ ظاہراً برائیاں کیں اور جو چھپ کر برائیاں کیں' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم کو ان سب کی خبر دے گا' کیونکہ اس پر ظاہر اور باطن میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہوO پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کروO اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ دیکھا یا طبل کی آواز سنی تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہےO (الجمعہ: ۱۱۔۹)

سابقہ آیات سے ارتباط

اس سے پہلی آیتوں میں یہود کی اس وجہ سے مذمت کی تھی کہ وہ متاع دنیا اور اس کی لذتوں کی وجہ سے موت سے بھاگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے' اور ان آیتوں میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ کے حکم سے نمازِ جمعہ پڑھو اور نمازِ جمعہ کے لیے دنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاؤ اور اس طرح یہودیوں اور مسلمانوں میں نمایاں فرق ہوگا کہ یہودی دنیاوی متاع کی وجہ سے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیتے ہیں اور مسلمان اللہ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر تین وجوہ سے رد فرمایا' انہوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے دوست اور محبوب ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا: اگر ایسا ہے تو تم موت کی تمنا کرو' انہوں نے اس پر فخر کیا تھا کہ وہ اہل کتاب ہیں اور عرب امی ہیں ان کے پاس کتاب نہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا: تم اپنی کتاب کے احکام پر عمل نہیں کرتے' لہٰذا تم اس گدھے کی مثل ہو جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں' اور یہود اس پر فخر کرتے تھے کہ ان کے لیے ہفتہ میں ایک مقدس دن ہے اور وہ یوم السبت ہے یعنی ہنیچر کا دن ہے' اور مسلمانوں کے لیے ہفتہ میں کوئی مقدس دن نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مخصوص عبادت کے لیے ہفتہ میں ایک دن مقرر فرما دیا اور وہ جمعہ کا دن ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' پھر دوسری بار آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' پھر آپ نے تیسری یا چوتھی بار میں فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (کی تخلیق) کو جمع کیا گیا' اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے' پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے بہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۹ ص ۱۳۳۔ رقم الحدیث: ۲۳۷۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' السنن الکبریٰ للنسائی رقم

Marfat.com

الحدیث: ۱۶۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۰۸۹)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ابوسلمہ نے کہا: پہلے جمعہ کے دن کو العروبۃ کہا جاتا تھا اور سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا' انہوں نے کہا: یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت (سنیچر) ہے اور نصاریٰ کے لیے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے' پس آؤ! ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں' پھر انہوں نے کہا: یہود نے سنیچر (ہفتہ) کا دن معین کیا ہے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے' پھر ہم یوم العروبۃ کا دن معین کرتے ہیں' پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارۃ (ابوامامۃ) رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا' پھر جس دن وہ جمع ہوئے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۸۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نمازِ جمعہ کے متعلق احادیث

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہر بالغ پر نمازِ جمعہ کے لیے جانا واجب ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۲' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حضرت ابوالجعد الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سستی کی وجہ سے تین بار جمعہ کو ترک کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۵۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۲۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۷۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۲۸۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۴)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے' ماسوا چار کے: غلام' عورت' بچہ یا بیمار (ہدایہ میں ہے کہ مسافر اور نابینا پر بھی جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۶۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے) اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۴۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۹)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا تو فبہا (یہ اچھا کام ہے) اور عمدہ ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسلِ جنابت کی طرح غسل کیا' پھر نماز کے لیے گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری ساعت میں گیا' اس نے گویا سینگھوں والا مینڈھا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے

Marfat.com

گویا مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈا صدقہ کیا' پس جب امام نکل آئے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۵۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۴۹۹' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۸۹)

حضرت السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں یہی معمول تھا' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا (اقامت کے اعتبار سے تیسری اذان فرمایا ہے)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۹۱۲' سنن ترمذی رقم الحدیث:۵۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۸۷' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۹۴)

حضرت السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھ جاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں بھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے' آپ منبر پر بیٹھ جاتے اور جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیتے' پھر بیٹھ جاتے اور کوئی بات نہیں کرتے تھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۹۲)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے' اسی دن ان کی روح قبض کی گئی' اسی دن صور پھونکا جائے گا' اسی دن سب بے ہوش ہوں گے' سو تم اس دن مجھ پر زیادہ درود و سلام پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۴۷' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۶۳۶۔۱۰۸۵)

نمازِ جمعہ کے ضروری مسائل

علامہ علاء الدین محمد بن علی محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے کیونکہ اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے' نماز جمعہ پڑھنے کے جواز کی سات شرائط ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں فرض ہے' گاؤں اور دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے اور شہر کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۷۰۔ رقم الحدیث:۵۱۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق اور وہ بصرہ' کوفہ' مدینہ' بحرین' مصر' شام' جزیرۂ یمن اور یمامہ کو شہر میں شمار کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۷۰۔ رقم الحدیث:۵۱۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شہر کی معتمد تعریف جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے وہ یہ ہے: وہ بڑا شہر ہو جس میں گلیاں اور بازار ہو اور اس کے مضافات

Marfat.com

ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے لینے پر قادر ہو اور اس میں ایسا عالمِ دین ہو جو پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہ نمائی کر سکتا ہو۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سلطان پڑھائے یا وہ شخص جو سلطان کی طرف سے مقرر ہو' تاہم مسلمان جس کے نمازِ جمعہ پڑھانے پر راضی ہوں وہ نمازِ جمعہ پڑھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرطِ جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمین قائم مقام تعیین سلطان ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۰۰' مطبوعہ لائل پور' ۱۳۹۳ھ)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے ظہر کا وقت ہو۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ دیا جائے' دو خطبے دینا اور ان کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت کے سامنے خطبہ دیا جائے' خلاصہ میں تصریح ہے کہ ایک آدمی کا ہونا بھی کافی ہے۔

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے امام کے سوا جماعت ہو اور اس میں کم از کم تین آدمی ضروری ہیں۔

(۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے اذن عام ہو' مسجد کے دروازے آنے والوں کے لیے کھلے ہوں' ہاں! اگر دشمن کے خطرہ کی وجہ سے یا عادتِ قدیمہ کی وجہ سے قلعہ کے دروازہ بند کر دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے (موجودہ دور میں صدر' وزیر اعظم' گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کی رہائش بھی اسی حکم میں ہے)۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۔ ۵' ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا اذانِ اوّل پر جمعہ کی سعی واجب ہے یا اذانِ ثانی پر؟

اس آیت میں فرمایا ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''فاسعوا الی ذکر اللہ'' یعنی تم اللہ کے ذکر (خطبہ) کی طرف سعی کرو۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

سعی کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) دل سے نیت کرنا (۲) نمازِ جمعہ کی تیاری کرنا یعنی غسل کرنا (۳) اذان کی آواز پر لبیک کہنا (۴) بغیر بھاگے ہوئے نماز کی طرف پیدل چل کر جانا۔

اور ''ذکر اللہ'' کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) خطبہ میں امام کی نصیحت (۲) نماز کا وقت (۳) نماز۔

اور فرمایا: خرید و فروخت کو چھوڑ دو' یعنی نماز کے وقت خرید و فروخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا' ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت زوال کے وقت سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خطبہ کی اذان سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پہلی اذان بدعت ہے' اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا تھا تاکہ لوگ خطبہ سننے کے لیے پہلے سے تیار ہو جائیں' کیونکہ مدینہ بہت وسیع ہو چکا تھا' اس پہلی اذان کے بعد خطبہ سے پہلے خرید و فروخت حرام نہیں ہے۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۱۰۔ ۹' دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے' اگرچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے۔

Marfat.com

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
''شرح المنیۃ'' میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں یہی اذان اوّل تھی' حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذانِ ثانی شروع کی' جب لوگ زیادہ ہو گئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے یہی اذان اوّل ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پر دی جاتی تھی۔
(الدر المختار ورد المختار ج ۳ ص ۳۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو آیا دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟

اگر ایک دن میں عید اور جمعہ دونوں جمع ہو جائیں تو دونوں نماز کو پڑھا جائے گا۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور جمعہ میں ''سبح اسم ربك الاعلیٰ'' اور ''ھل اتٰك حدیث الغاشیۃ'' پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک دن میں عید اور جمعہ دونوں جمع ہو جاتے تو آپ دونوں میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۳۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۸۱)
علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
ہمارا مذہب یہ ہے کہ عید اور جمعہ دونوں لازم ہیں' ''الھدایہ'' میں ''الجامع الصغیر'' سے منقول ہے کہ دو عیدیں ایک دن میں جمع ہو گئیں' پس عید سنت ہے اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جائے گا۔
(رد المختار ج ۳ ص ۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس کے خلاف یہ حدیث ہے:
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا آپ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے جب ایک روز میں دو عیدیں جمع تھیں؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: ہاں! حضرت معاویہ نے پوچھا: پھر آپ نے کس طرح کیا؟ حضرت زید نے کہا: آپ نے عید کی نماز پڑھائی' پھر جمعہ کی رخصت دے دی' جو چاہے جمعہ کی نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۱۰)
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
''المغنی'' میں مذکور ہے کہ شعبی' نخعی اور اوزاعی کے نزدیک عید کے دن جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت سعد' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔
اور عامۃ الفقہاء نے کہا ہے کہ آیت کے عموم اور دیگر احادیث کی بناء پر جمعہ کی نماز واجب ہے اور یہ دونوں نمازیں واجب ہیں اور ایک کے پڑھنے سے دوسری نماز ساقط نہیں ہوگی جیسے عید کے دن ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔
(مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۲۱۲' دار الفکر' بیروت) (شرح سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۳۹۸۔ ۳۹۷' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں پس جو شخص چاہے اسے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہوگی اور ہم جمعہ پڑھیں گے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۳ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۱۲)

علامہ محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو چاہے اس کے لیے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہوگی' یہ رخصت ابتداء میں ان لوگوں کے لیے تھی جو بالائی بستیوں سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے' پھر یہ امر مقرر ہو گیا کہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے کافی نہیں ہوتی' حتیٰ کہ جس شخص نے عید کی نماز پڑھ لی اور امام کے ساتھ جمعہ پڑھنے حاضر نہیں ہوا وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے گا۔

(شرح سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۴۰۲ 'مکتبۃ الرشید ریاض)

الجمعہ: ۱۰ میں فرمایا: پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو' اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔

نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں مباح ہے

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد خرید و فروخت کرنا واجب ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نمازِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے' جیسے حالتِ احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے' اباحت کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ (المائدہ: ۱) تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالتِ احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔

اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ (المائدہ: ۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے' اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل

عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے فرض کو پڑھا اور تیرے حکم کے مطابق زمین میں پھیل گیا' اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

جعفر بن محمد نے ''وابتغوا من فضل اللہ'' کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد ہفتہ کے دن کام کرنا ہے۔

حسن بصری اور سعید بن مسیب نے کہا: اس سے مراد علم کو طلب کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں دنیا کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا' اس سے مراد بیماروں کی عیادت کرنا ہے' جنازوں پر حاضر ہونا ہے اور مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۹۷-۹۶ 'دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد رزق کے طلب کرنے کو مباح کر دیا ہے' جو چاہے رزق کو طلب کرے اور جو

Marfat.com

چاہے نہ طلب کرے۔
ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے وہ چاہے تو نماز کے بعد مسجد سے چلا جائے اور چاہے تو بیٹھا رہے' اور اللہ کے فضل کی طلب میں افضل یہ ہے کہ وہ رزق کو طلب کرے یا نیک اولاد کو یا علم نافع کو یا دوسرے عمدہ کاموں کو۔
اور اس آیت میں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجاہد نے کہا: بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا تب ہوگا جب چلتے ہوئے' کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے' لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔
(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۴۳۔ ۵۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)
مصنف کے نزدیک فضل اللہ کے طلب کرنے کے تین محمل ہیں: (۱) فضل کے معنی ہیں: زیادتی لہٰذا نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید نماز پڑھنے کی توفیق کو طلب کرے (۲) رزقِ حلال میں زیادتی کو طلب کرے (۳) اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے فضل کی وجہ سے جنت اور اللہ کی رضا کو طلب کرے۔

اتوار کی چھٹی کے حامیوں کے دلائل اور ان کے جوابات

اس آیت میں چونکہ نماز کے بعد اللہ کے فضل کو طلب کرنے کا حکم دیا ہے تو جو لوگ پاکستان میں اتوار کے دن چھٹی کرنے کے حامی ہیں' وہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے فضل کا معنی ہے: کاروبار کرنا اور تجارت کرنا' لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے دن چھٹی نہ کی جائے بلکہ اتوار کے دن چھٹی کی جائے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس لیے جمعہ کے دن چھٹی کرنا ممنوع ہے اور کاروبار کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس آیت سے پہلے نماز کے وقت کاروبار کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں نماز کے بعد کاروبار کرنے کا حکم دیا ہے اور ممانعت کے بعد جو امر ہو وہ اباحت کے لیے آتا ہے' پس اس دن کاروبار کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ کے فضل کو طلب کرنے کا لازمی معنی کاروبار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا یہ معنی بھی ہے کہ اللہ سے رزق اور علم کے حصول کی دعا کی جائے۔
اتوار کی چھٹی کے حامیوں کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یورپی ممالک میں اتوار کی چھٹی ہوتی ہے اور ان ممالک سے تجارت کے لیے ضروری ہے کہ ہم بھی اسی دن چھٹی کریں' اگر ہم جمعہ کے دن چھٹی کریں تو دو دن ہمارا کاروبار متاثر ہوگا' اتوار کو ان کی چھٹی کی وجہ سے اور جمعہ کو ہماری چھٹی کی وجہ سے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان ممالک کے ساتھ جغرافیائی فرق کی وجہ سے ویسے بھی ہمارے اور ان کے اوقات کی یکسانیت نہیں ہے۔ مثلاً امریکا کا وقت ہم سے تقریباً بارہ گھنٹے پیچھے ہے' آسٹریلیا کا وقت ہم سے تقریباً دس بارہ گھنٹے پہلے ہے اور برطانیہ کا وقت پانچ گھنٹے پیچھے ہے۔ اسی طرح مشرق بعید کے ممالک کا وقت بھی ہم سے کافی مختلف ہے' اس لیے اتوار کی چھٹی کرنے پر ان ممالک کی یکسانیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل

اسلام میں چھٹی کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے' لیکن جب ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرنی ہی ہے تو اس دن چھٹی کرنی چاہیے جو اسلام میں مقدس دن ہے۔ عیسائی اور یہودی اپنے اپنے مقدس دنوں میں اتوار اور ہفتہ کی چھٹی کرتے ہیں' سو ہمیں اپنے مقدس دن میں چھٹی کرنی چاہیے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ باقی تمام مسلمان ملکوں میں جمعہ کے دن چھٹی ہوتی ہے تو ہمیں بھی باقی مسلمان ملکوں سے موافقت کرتے ہوئے جمعہ کے دن چھٹی کرنی چاہیے۔
تیسری دلیل یہ ہے کہ اتوار کو چھٹی کرنے سے عیسائیوں کی موافقت ہوگی جب کہ ہمیں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے:

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۹۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۲۷۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۲۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۲۷۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور انصار کے بوڑھوں کے پاس آئے' ان کی ڈاڑھیاں سفید تھیں۔ آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ اور زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ انہوں نے کہا: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شلوار پہنو اور تہبند باندھو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور اس پر چمڑے کی جوتی نہیں پہنتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم موزے پہنو اور اس پر چمڑے کی جوتی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑ دو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۶۳۹ طبع جدید' عالم الکتب' بیروت' حافظ زین نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۸۴' دار الحدیث' قاہرہ' حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۰۔ ۱۳' المعجم الکبیر ج ۸ ص ۲۸۲' رقم الحدیث: ۷۹۲۴)

خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کی چھٹی کرنے میں مسلمان ملکوں کی موافقت ہے اور اتوار کی چھٹی کرنے میں عیسائیوں کی موافقت ہے۔ اب ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کس کی موافقت کریں اور ہمارا مقدس دن (Holy Day) جمعہ ہے یا اتوار؟

الجمعہ: ۱۱ میں فرمایا: اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے کہ اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران صحابہ کے اٹھ کر چلے جانے کی توجیہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' اچانک غلہ کا ایک قافلہ آ گیا' پس لوگ اس قافلہ کی طرف اٹھ کر چلے گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: "وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا" (الجمعہ: ۱۱)۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۱)

"صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کی روایت میں ہے کہ بارہ صحابہ کے سوا سب چلے گئے تھے اور "سنن دارقطنی" میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ چالیس صحابہ بیٹھے رہے تھے' جن میں' میں بھی تھا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

صحابہ کرام کا خطبہ چھوڑ کر جانا خطبہ جمعہ سننے کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا' صحابہ کرام نمازِ جمعہ پڑھ کر گئے تھے اور ان کے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں تھا حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے نزول کے بعد خطبہ سننا واجب ہو گیا' خیال رہے کہ صحابہ کرام کے تسامحات بعض اوقات قرآن مجید کی آیات کے نزول کا سبب ہوتے ہیں' بعض اوقات احکام شرعیہ کی تنفیذ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ فراہم کرنے کا سبب ہوتے ہیں' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ پر حدود و تعزیرات جاری فرمانا اور بعض اوقات ان کے تسامحات کی وجہ سے امت پر احکام شرعیہ سہل ہو جاتے ہیں' جیسے رمضان کی راتوں کا امت پر حلال ہو جانا' ہم نے جو لکھا ہے کہ صحابہ کا خطبہ چھوڑ کر جانا ابتدائی واقعہ ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے نمازِ جمعہ پڑھتے تھے' جس طرح عیدین کی نماز میں ہوتا ہے' ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ دحیہ بن خلیفہ مالِ تجارت لے آیا ہے' اس کے آنے پر دف بجایا جاتا تھا' سو لوگ اٹھ کر چلے گئے' ان کے گمان میں خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا (اور نماز وہ پڑھ چکے تھے)۔ تب اللہ تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ کی مذکورہ) آیت نازل کی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کو مقدم کر دیا اور نمازِ جمعہ کو خطبہ سے مؤخر کر دیا' پھر کوئی شخص خواہ نکسیر پھوٹ جائے یا وضو ٹوٹ جائے آپ سے اجازت لیے بغیر دورانِ خطبہ نہیں جاتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ انگلی سے اشارہ کر کے اجازت لیتے تھے۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۷' مطبوعہ اصح المطابع' کراچی)

سورۃ الجمعہ کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۴ جنوری ۲۰۰۵ء بہ روز پیر بعد نمازِ مغرب سورۃ الجمعہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۲۲ جنوری کو سورۃ الجمعہ کی تفسیر شروع کی تھی اور الحمد للہ! تین دن میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے میرے رب! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی اور جملہ معاونین' قارئین اور مسلمین کی مغفرت فرما دیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ المنافقون

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام المنافقون ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''المنافقون'' کا لفظ ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ (المنافقون:۱)

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O

یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۲ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۳ ہے۔

سورۃ المنافقون کا زمانۂ نزول

محدثین کے نزدیک یہ سورت غزوۂ تبوک میں نازل ہوئی ہے جو ۹ ھ میں واقع ہوا تھا اور اہل مغازی کے نزدیک یہ سورت غزوہ بنوالمصطلق میں نازل ہوئی ہے جو ۶ ھ میں واقع ہوا تھا۔ درج ذیل حدیث اور اس کی شرح سے اس چیز پر روشنی پڑتی ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں تھا' میں نے عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ (المنافقون:۷)

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ اِدھر اُدھر چلے جائیں۔

اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا:

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ (المنافقون:۸)

اب اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

میں نے اس بات کا اپنے چچا سے یا حضرت عمر سے ذکر کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی' آپ نے مجھے بلایا' میں نے آپ کو اس کی خبر دی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا' انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور اس کو سچا قرار دیا' اس بات کا مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی کسی بات کا اتنا رنج نہیں ہوا تھا' پھر میں گھر میں بیٹھ گیا' پس میرے چچا نے مجھ سے کہا: میرا یہ

Marfat.com

ارادہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ . (المنافقون:۱) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے زید! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا قرار دے دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۰۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۹۸)

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دیا' حالانکہ واقع میں وہ سچے تھے' اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ سچے کو جھوٹا نہ قرار دیتے' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر عمل کیا' کیونکہ شرعی ضابطہ یہ ہے کہ مدعی اپنے صدق پر دو گواہ قائم کرے ورنہ منکر قسم کھالے تو اس کو سچا قرار دیا جائے گا' حضرت زید بن ارقم کے پاس اپنے صدق پر گواہ نہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت کے اعتبار سے جھوٹا قرار دیا لیکن آپ ان کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے' آپ نے صرف ان کے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام نسائی نے از محمد بن کعب از زید بن ارقم روایت کیا ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے اور اہل مغازی اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ بنو المصطلق تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا یا حضرت عمر سے کیا' اس حدیث میں ان کے چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں' جو خزرج کے سردار تھے اور وہ ان کے حقیقی چچا نہیں تھے اور حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں وہ صحابی نہیں تھے اور ان کے چچا ان کی ماں کے خاوند حضرت عبد اللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور ابوالاسود کے مغازی میں عروہ سے روایت ہے کہ یہ واقعہ اوس بن ارقم کو پیش آیا تھا اور انہوں نے اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ متعدد واقعے ہوں' عبد اللہ بن ابی سے یہ بات حضرت زید بن ارقم نے بھی سنی ہو اور حضرت اوس بن ارقم نے بھی سنی ہو' رضی اللہ عنہما۔ اور حضرت زید بن ارقم نے اس کا ذکر حضرت سعد بن عبادہ سے کیا ہو اور حضرت اوس بن ارقم نے اس کا ذکر حضرت عمر سے کیا ہو' البتہ مشہور یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر حضرت زید بن ارقم نے حضرت سعد بن عبادہ سے کیا اور ان کو مجازاً اپنا چچا فرمایا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر قوم کا بڑا کوئی غلط اور بے ہودہ بات کہے تو اس کا مواخذہ نہیں کرنا چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بڑے کے پیروکار متنفر ہو جائیں اور ان کے عذر کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہیے خواہ قرائن اس کے خلاف ہوں کیونکہ اس سے اس کے پیروکاروں کی تالیف قلب ہوگی اور وہ مانوس رہیں گے' حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک عبد اللہ بن ابی کی کہی ہوئی جو بات پہنچائی تھی یہ وہ چغلی نہیں تھی جو اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایک فریق کی بات لڑانے اور فساد ڈالنے کے لیے دوسرے تک پہنچانا اور اگر اس بات کے پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ عبد اللہ بن ابی کا نفاق مسلمانوں پر آشکارا ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۶۴۰۔ ۶۳۹' ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

سورۃ المنافقون کے مشمولات

☆ اس سورت کے اہم مقاصد میں سے یہ ہے کہ منافقین کے نفاق کا پردہ چاک کیا جائے اور ان کو رسوا کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اس میں ایک صحابی کے صدق کا اظہار ہے اور ان کی

Marfat.com

دل جوئی ہے۔

☆ اس سورت کی ابتداء منافقین کی صفات کے بیان سے کی ہے اور ان کی نمایاں صفت جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا ہے اور دل میں کفر رکھنے کے باوجود ایمان کا دعویٰ کرنا ہے اور ان کی بزدلی کا بیان ہے اور یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو دھوکا دیتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں۔

☆ اور یہ بتانا ہے کہ ان کا زعم باطل یہ تھا کہ وہ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

☆ اور اس سورت کے آخر میں مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں سرگرم رہیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے اسلام کی راہ میں مال خرچ کرتے رہیں اور اس میں سستی اور تاخیر نہ کریں کیونکہ کوئی پتا نہیں کہ موت کب آ جائے اور نیکیاں کرنے کا موقع ہاتھ سے جاتا رہے۔

سورۃ المنافقون کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عنایت سے اب اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا اور کج روی اور ناصواب سے محفوظ اور مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی-۳۸

۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/۲۶ جنوری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ ٦٣ — اٰیَاتُہَا ١١ رُکُوْعَاتُہَا ٢

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ المنافقون مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

(اے رسولِ مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول

یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۚ (١) اِتَّخَذُوْٓا

ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O

اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (٢)

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا پس اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکا' بے شک یہ بہت برا کام کر رہے ہیں O

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ (٣)

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے' پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا' سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں ہیں O

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ کَاَنَّهُمْ

اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے' گویا

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ

وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں' یہی (حقیقی) دشمن ہیں' سو تم ان سے خبردار رہو'

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (٤) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ

اللہ انہیں ہلاک کرے' یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ (٥)

طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں O

سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں' اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا'

وقف لازم

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٦ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو

عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٧ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں' لیکن منافقین نہیں سمجھتےO وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا' حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے

ع ۱ ۸ ۱۳ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ

اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتےO اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩

تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیںO

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ

اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ کہے کہ

رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠

اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ اور دنوں کی مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہو جاتاO اور جب کسی شخص کی مقرر

ع ۲ ۳ ۱۴ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١ ع

مدت کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ اس کی روح (قبض کرنے) کو ہرگز موخر نہیں کرتا' اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیںO انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا پس اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکا' بے شک یہ

Marfat.com

بہت بُرا کام کر رہے ہیں O اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا' سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں ہیں O (المنافقون: ۳۔۱)

نفاق کا لغوی اور اصطلاحی معنی

المنافقون: ۱ میں '' المنافقون '' کا لفظ ہے' اس کا مادہ '' نفق '' ہے۔ اس کا معنی ہے: زمین میں سرنگ بنانا' ایک سوراخ سے جنگلی چوہا سرنگ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے سوراخ سے نکل جاتا ہے۔ (المنجد ص ۱۰۳۸)

نفاق کا اصطلاحی معنی ہے: ایک طریقہ سے اسلام میں داخل ہونا اور دوسرے طریقہ سے نکل جانا' منافق زبان سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دل سے اسلام سے نکل جاتا ہے۔ نفاق سازش اور دھوکے کی جنس سے ہے' وہ خیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے دل میں شر ہوتا ہے۔ (موسوعۃ نضرۃ النعیم ج ۱۱ ص ۵۶۰۴' دار الوسیلۃ' المملکۃ العربیہ السعودیہ' ۱۴۱۹ھ)

اب ہم ان احادیث کا بیان کر رہے ہیں جن میں اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منافقوں کی سازشوں اور برائیوں کا ذکر ہے۔

عبد اللہ بن ابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کرنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دراز گوش پر سوار ہوئے' اس کے پالان پر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے' آپ غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لیے جا رہے تھے' آپ اس دوران عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی مجلس سے گزرے' یہ عبد اللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس مجلس میں مسلمان' بت پرست' مشرک اور یہودی بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ بھی تھے' جب آپ کی سواری کے گرد وغبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک پر اپنی چادر ڈال لی اور کہا: ہم پر گرد نہ اڑائیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور ٹھہر گئے اور سواری سے اتر گئے' آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں' تب عبد اللہ بن ابی نے آپ سے کہا: اگر آپ جو کہتے ہیں وہ حق ہے تو اس سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے' اب آپ ہمیں ہماری مجلس میں اذیت نہ دیں اور اپنے گھر چلے جائیں' سو جو شخص آپ کے پاس آئے آپ اس کو وعظ کریں' حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ ہماری مجالس میں بیٹھیں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ پھر مسلمان' مشرک اور یہود ایک دوسرے کو بُرا کہنے لگے' حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے قریب تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ٹھنڈا کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے گئے اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس پہنچے' آپ نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوخباب نے کیا کہا ہے؟ آپ کی اس سے مراد عبد اللہ بن ابی تھا' حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کریں' آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو منصب عطا کیا ہے وہ عطا کیا ہے' اس بستی کے لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ اس کو بادشاہ بنا دیں اور اس کو تاج پہنا دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس منصوبہ کو اس حق کے ذریعہ ختم کر دیا جو اس نے آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس پر بگڑ گیا اور آپ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا ہے وہ اسی کا نتیجہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۵۰۲)

غزوۂ احد میں عبد اللہ بن ابی کا اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکرِ اسلام سے نکل جانا

عبد اللہ ابن ابی اور اس کے حامی منافقوں نے اسلام اور مسلمانوں کو جو بڑا نقصان پہنچایا' وہ یہ تھا کہ وہ غزوۂ احد میں عین

Marfat.com

لڑائی کے وقت اپنے تین سو منافقوں کو ساتھ لے کر لشکر اسلام سے نکل گیا' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مشرکین سے مقابلہ کے لیے نکلے' مسلمان ایک ہزار تھے اور مشرکین تین ہزار تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور اُحد پہاڑ کے پاس اترے' اس وقت عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات سو اصحاب کے ساتھ رہ گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۲۲۔۱۲۱)

(اے رسولِ مکرم!) اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ خوب سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ۝ جب تمہاری دو جماعتیں بزدلی کا ارادہ کر چکیں تھیں' اللہ ان کا ولی اور مددگار ہے اور اللہ پر ہی مؤمنوں کو بھروسا رکھنا چاہیے ۝

یہ ۳ھ کا واقعہ ہے' جب مشرکین غزوۂ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے تین ہزار کی تعداد میں اُحد پہاڑ کے قریب جمع ہو گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر مقابلہ کریں؟ بعض نوجوان اور پرجوش اصحاب کی رائے تھی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کریں اور عبد اللہ بن ابی اس کے ساتھیوں اور بعض معمر اصحاب کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر لڑیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرجوش صحابہ کی دل جوئی کے لیے ان کی رائے کو ترجیح دی' تب عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل گیا کہ میری بات مانی نہیں گئی' اس کے اس فیصلہ سے وقتی طور پر بعض مسلمان بھی متاثر ہو گئے تھے' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

غزوۂ بنو قینقاع میں منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا

۴ھ میں بنو نضیر اور بنو قینقاع سے غزوہ ہوا' اس میں منافقوں کی اسلام کے خلاف سازشوں کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (الحشر: ۱۲۔۱۱)

کیا آپ نے ان منافقوں کی طرف نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں (یعنی بنو نضیر سے) کہ اگر تم کو (تمہاری بستی) سے نکال دیا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی بھی کسی کی اطاعت نہیں کریں' اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک یہ ضرور جھوٹے ہیں ۝ اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے' پھر کہیں سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی ۝

Marfat.com

مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ ھ نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں کہ منافقین بنی نضیر سے یہ کہتے تھے کہ تمہاری مدد کے لیے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر تم کو نکلنا پڑا تو ہم پھر بھی تمہارے ساتھ ہیں' یہ منافقین عبد اللہ بن ابی' عبد اللہ بن نتیل اور رفاعہ بن زید تھے اور بہ ظاہر ان کا تعلق انصار سے تھا' اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا: کیونکہ منافقین اور یہودی دینی رشتہ سے آپس میں بھائی تھے' کیونکہ دونوں فریق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے اور اس میں فرمایا ہے: منافقین نے اہل کتاب کے کافروں سے کہا' اس سے مراد حی بن اخطب' جدی' ابویاسر اور مالک ابن الضیف اور بنوقریظہ ہیں' انہوں نے ان سے کہا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم کو مدینہ سے نکال دیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے اور اس معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں مانیں گے' اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں' اگر بنونضیر کو مدینہ سے نکال دیا تو منافقین ان کے ساتھ نکلیں گے' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' اس کو علم تھا کہ منافقین نے بنونضیر کو جھوٹی تسلیاں دی ہیں وہ ان کے موافق عمل نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا اور یہ قرآن مجید کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قوی دلیل ہے کہ آپ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر مسلمانوں نے ان سے جنگ کی تو منافقین ان کا ساتھ نہیں دیں گے اور اگر بالفرض انہوں نے بنونضیر کے ساتھ جنگ کی تو یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور پھر ان کی کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان منافقوں کے دلوں میں اللہ سے زیادہ مسلمانوں کا خوف ہے یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا علم نہیں ہے اور اس کے علم اور قدرت پر ان کا ایمان نہیں ہے' اس لیے وہ بنونضیر کو ایسی جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۴۲۔۳۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

غزوۂ بنو المصطلق میں منافقین کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا

۶ ھ میں غزوۂ بنو المصطلق میں عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے اور مسلمانوں سے جھگڑا کیا' اس کا کچھ بیان ہم اس سورت کے تعارف میں ذکر کر چکے ہیں اور زیادہ تفصیل ہم ان شاء اللہ المنافقون: ۸۔۷ میں ذکر کریں گے۔

عبد اللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم پر بُری تہمت لگانا

۶ ھ میں ہی غزوۂ بنو المصطلق سے واپسی میں عظیم سانحہ پیش آیا جب عبد اللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک جھوٹی اور بُری تہمت لگائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' سیدہ عائشہ ام المؤمنین اور دیگر مسلمانوں کو اس سے سخت اذیت پہنچی۔ ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' ج ۷ ص ۵۹۲۔۵۴۸ میں اس کے متعلق احادیث اور ان کی مفصل شرح نہایت تحقیق سے بیان کی ہے' اس کے بعد سورۂ نور: ۲۰۔۳ کی آیات بھی اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور ہم نے تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۸ ص ۱۱۱۔۶۹ میں ان آیات کی بہت شرح و بسط سے تفسیر کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور حضرت ام المؤمنین کی عفت اور طہارت اور امتِ مسلمہ پر حضرت ام المؤمنین کے احسانات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور یہاں پر بھی ہم اس مختصر حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں اس واقعہ کا بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرے متعلق ایک ناگفتہ بہ بات کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' کلمۂ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو' جنہوں نے میری اہلیہ پر تہمت لگائی ہے' بہ خدا! میں نے اپنی اہلیہ پر کبھی کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور جس شخص کے ساتھ انہوں نے تہمت لگائی ہے بہ خدا! مجھے اس میں بھی کسی برائی کا علم نہیں ہے' وہ جب بھی میرے گھر گیا' میرے ساتھ گیا اور میں جب بھی گھر سے باہر گیا

Marfat.com

تو وہ میرے ساتھ باہر گیا' اس کے بعد حسب سابق واقعہ بیان کیا اور اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لے گئے' اور میری باندی (حضرت بریرہ) سے پوچھا' اس نے کہا: بہ خدا! مجھے ان کے متعلق اس کے سوا اور کسی عیب کا علم نہیں ہے کہ وہ سو جاتی ہیں اور بکری آ کر ان کا آٹا کھا جاتی ہے۔ ہشام کو شک ہے کہ عجین کہا یا خمیر۔ آپ کے بعض اصحاب (حضرت علی) نے اس کو ڈانٹا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولو حتیٰ کہ انہوں نے اس کو اس قول کی وجہ سے گرا دیا' اس نے کہا: سبحان اللہ! بہ خدا! میں تو ان کو اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار خالص سونے کی سرخ ڈلی کو جانتا ہے (یعنی وہ بے عیب ہیں) اور جب اس شخص تک یہ خبر پہنچی جس کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی تو اس نے کہا: بہ خدا! میں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا' وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اور اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: جن لوگوں نے تہمت لگائی ان میں حضرت مسطح' حضرت حمنہ اور حضرت حسان بھی تھے اور رہا عبد اللہ بن ابی منافق تو وہ اس تہمت کو ہوا دیتا تھا اور وہ اور حمنہ ہی اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۸۰)

منافقین کا شعار جھوٹ بولنا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہو گا اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی خصلت ہو گی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے' (وہ چار خصلتیں یہ ہیں:) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب لڑے تو بدکلامی کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۸۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۳۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۵۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹)

حسن بصری کے سامنے جب یہ احادیث بیان کی گئیں تو انہوں نے کہا: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے بات کی تو جھوٹ بولا اور وعدہ کیا اور اس کے خلاف کیا اور انہوں نے امانت میں خیانت کی' وہ منافق نہیں تھے' مرتکب کبائر تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ علامتیں مسلمانوں کو کبیرہ گناہوں سے ڈرانے کے لیے بیان فرمائیں ہیں تاکہ وہ منافقین کے ان اوصاف کو اپنی عادت نہ بنالیں اور ان میں منافقین کی عادات سرایت نہ کر جائیں اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس شخص سے اتفاقاً اور کبھی کبھی یہ کام سرزد ہو جائیں تو وہ منافق ہو جائے گا۔

منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا

المنافقون: ۲ میں فرمایا: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

عبد اللہ بن ابی نے کہا تھا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور اس نے کہا تھا: اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے یہ کہا تھا؟ تو انہوں نے جھوٹی قسمیں کھالیں کہ ہم نے یہ نہیں کہا تھا' اس

Marfat.com

لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور فرمایا: اور اللہ کے راستہ سے روکا' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے اپنے نفسوں کو روکا اور اعراض کیا اور فرمایا: بے شک یہ بہت بُرا کام کر رہے ہیں O یعنی انہوں نے ایمان لانے پر کفر کو ترجیح دی' اور ان کے دلوں میں جو مسلمانوں کے خلاف بغض تھا اس کو چھپایا۔

منافقوں کے ایمان اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ

المنافقون: ۳ میں فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے' پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافقین تو شروع سے ایمان لائے ہی نہیں تھے' پھر اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ وہ ایمان لائے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اپنے کفر کو چھپایا اور زبان سے ایمان لائے' پھر انہوں نے اپنے دل کے کفر کو ظاہر کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے سامنے اپنے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور تنہائی میں اپنے ساتھیوں کے سامنے کفر کو ظاہر کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی' چونکہ منافقین دانستہ اسلام لانے سے اعراض کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے' اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے' گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں' وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں' یہی (حقیقی) دشمن ہیں' سو تم ان سے خبردار رہو' اللہ انہیں ہلاک کرے' یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ! رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں O ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں' اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا' اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O (المنافقون: ۶۔۴)

منافقین کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے شہتیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

المنافقون: ۴ میں فرمایا: جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے۔

ان سے مراد عبد اللہ بن ابی' مغیث بن قیس اور جد بن قیس وغیرہ منافقین ہیں' یہ بہت دراز قد اور حسین و جمیل تھے اور جب وہ کہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ان کی بات سنیں گے۔

پھر فرمایا: گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں۔

اور لکڑی کے شہتیر میں عقل ہوتی ہے نہ سمجھ ہوتی ہے' اسی طرح منافقین میں بھی کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے اور نہ کوئی بصیرت ہے اور یہ فرمایا: گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے ہیں' یعنی ان میں اتنی جرأت اور ہمت نہیں ہے کہ وہ از خود لوگوں کے درمیان رہ سکیں اور وہ کسی نہ کسی کے سہارے رہتے ہیں' ان کو جو لکڑی کے اس شہتیر سے تشبیہ دی ہے جو دیوار کے سہارے کھڑا ہوا اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) لکڑی کے شہتیر میں کوئی منفعت ہو تو وہ یا تو ستون ہوتا ہے یا چھت میں ہوتا ہے اور دیوار کے سہارے اسی ستون کو کھڑا کیا جائے گا جو ستون بنانے کے قابل ہو نہ چھت میں لگانے کے اور بالکل بے مصرف اور بے فائدہ ہو' سو اسی طرح منافقین بھی بے مصرف اور بے فائدہ ہیں۔

Marfat.com

(۲) جو لکڑی دیوار کے سہارے کھڑی ہو وہ اصل میں تروتازہ شاخ ہوتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت ہوتی ہے' بعد میں وہ سوکھ کر لکڑی ہو جاتی ہے اور بے فائدہ ہو جاتی ہے' اسی طرح منافقین بھی اصل میں اس قابل تھے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے' بعد میں اپنے غلط کرتوتوں کی وجہ سے بے فائدہ اور بے فیض ہو گئے۔

(۳) لکڑی ایندھن بنتی ہے اور کفار اور منافقین بھی جہنم کا ایندھن ہیں۔ قرآن مجید میں کفار کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ (الانبیاء: ۹۸)

(۴) جو لکڑی یا شہتیر دیوار کے سہارے ہو' اس کی دو طرفیں ہوتی ہیں: ایک طرف زمین سے ملی ہوتی ہے اور دوسری اوپر کی جانب ہوتی ہے' اسی طرح منافقین کی بھی دو طرفیں ہیں' ایک طرف سے یہ مؤمنوں کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی دوسری طرف منافقوں سے ملی ہوتی ہے اور اس طرف سے یہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوتے ہیں۔

(۵) جس شہتیر کی دیوار کے ساتھ ٹیک ہو وہ پہلے نباتات سے ہوتا ہے' پھر سوکھ کر جمادات سے ہو جاتا ہے' اسی طرح جو منافقین اصل میں بت پرست تھے وہ بھی درختوں اور پتھروں کی پرستش کرنے والے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں' آیت کے اس حصہ میں بتایا ہے کہ وہ بہت بزدل ہیں۔

پھر فرمایا: اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا' فاسق کا معنی ہے: جو اللہ کی اطاعت سے خارج ہو اور اس کے عموم میں کافر' مشرک اور منافق سب داخل ہیں۔

نیز فرمایا: اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں۔

یہ بددعا کا کلمہ ہے' اللہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کو بددعا دے' اس فقرے کا محمل یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے متعلق یہ کہنا چاہیے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۴۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

منافقین کا طلب مغفرت سے انکار کرنا

المنافقون: ۵ میں فرمایا: اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ! رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں تو یہ سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں۔

جب قرآن مجید نے منافقین کے کرتوت بیان کیے تو مسلمانوں کے قبائل ان کے پاس گئے اور کہا: تم پر افسوس ہے تم نے نفاق کر کے اپنے آپ کو رسوا اور ہلاک کر دیا پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور نفاق پر توبہ کرو اور آپ سے سوال کرو کہ آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے سر ہلایا اور انکار کیا اور توبہ کرنے سے بے رغبتی کا اظہار کیا۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۲۷۶' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

المنافقون: ۶ میں فرمایا: ان کے حق میں برابر ہے' خواہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں' اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔

قتادہ نے کہا: یہ آیت ''استغفر لھم او لاتستغفر لھم'' کے بعد نازل ہوئی' اس کی مکمل تفسیر ہم التوبہ: ۸۰ میں کر چکے ہیں'' تبیان القرآن'' ج ۵ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں' حتیٰ

Marfat.com

کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں' لیکن منافقین نہیں سمجھتے O وہ کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا' حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے O (المنافقون: ۸۔۷)

غزوۂ بنوالمصطلق چھ ہجری میں عبداللہ بن ابی کا آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں گستاخی کرنا

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے' ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی لوگ بھی تھے' ہم پانی لینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور دیہاتی ہم پر سبقت کر رہے تھے' ایک اعرابی اپنے اصحاب سے پہلے وہاں پہنچ گیا' اس نے حوض کو بھر دیا اور اس کے گرد پتھر رکھ دیئے اور ان پر ایک چمڑا بچھا دیا' حتیٰ کہ اس کے اصحاب آ گئے' انصار میں سے ایک شخص اس دیہاتی کے پاس آیا' اس نے اپنی اونٹنی کو پانی پلانے کے لیے اس کی لگام ڈھیلی کی' لیکن دیہاتی نے اپنا قبضہ چھوڑنے سے انکار کیا' انصاری نے پانی کے پاس سے رکاوٹیں ہٹا دیں' اس دیہاتی نے لکڑی اٹھا کر اس انصاری کے سر پر ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا' وہ انصاری عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے تھا' اس نے اس کے پاس جا کر ماجرا سنایا' عبداللہ بن ابی غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر اس وقت تک خرچ نہ کرو جب تک وہ ان کے پاس سے منتشر نہ ہو جائیں' یعنی وہ دیہاتی جو کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: جب یہ لوگ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے اٹھ جائیں' اس وقت ان کے پاس کھانا لانا' تاکہ وہ اور ان کے اصحاب کھانا کھائیں' پھر عبداللہ بن ابی اپنے اصحاب سے کہنے لگا: اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو تم میں سے عزت والے ذلت والے کو وہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' میں نے عبداللہ بن ابی کی بات سن لی اور پھر اپنے چچا کو بتا دی' انہوں نے جا کر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا' اس نے قسم کھا کر یہ بات کہنے کا انکار کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور میری تکذیب کر دی' پھر میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا: میرا ارادہ یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر ناراض ہوں اور آپ اور مسلمان تمہاری تکذیب کریں' اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا رنج نہیں ہوا تھا' پس جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں جا رہا تھا تو افسوس کی وجہ سے میں اپنا سر ہلا رہا تھا' اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے کان کو ملا' اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے بدلہ میں دائمی دنیا سے بھی نہ ہوتی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آپ نے کچھ نہیں فرمایا تھا' البتہ آپ نے میرے کان کو ملا اور میرے سامنے مسکرائے' حضرت ابوبکر نے کہا: تم کو مبارک ہو' پھر مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے بھی حضرت ابوبکر کی طرح پوچھا' پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ المنافقون تلاوت فرمائی۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۰۴۱' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۹۔۴۸۸' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۵۵۔۵۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے (وہ غزوۂ بنوالمصطلق تھا)' ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مار دیا' مہاجر نے دیگر مہاجروں کو مدد کے لیے پکارا: اے مہاجرو! مدد کرو' اور انصاری نے انصار کو مدد کے لیے

Marfat.com

پکارا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیخ و پکار سنی تو فرمایا: یہ زمانۂ جاہلیت کی طرح کیسی چیخ و پکار ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مار دیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! یہ بہت بُرا وتیرہ ہے۔ عبد اللہ بن ابی نے یہ واقعہ سنا تو اس نے کہا: کیا واقعی مہاجر نے ایسا کیا ہے؟ اب اگر ہم مدینہ پہنچے تو وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا' تب حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی نے کہا: پھر عبد اللہ بن ابی کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ جو مخلص صحابی تھے' انہوں نے عبد اللہ بن ابی سے کہا: اللہ کی قسم! تم اس وقت تک مدینہ میں نہیں داخل ہو سکتے' جب تک کہ تم یہ اقرار نہ کرلو کہ تم ذلت والے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۰۷-۴۹۰۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۰۴۱' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۱۸۲۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۹۹۰' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۵۳)

آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کا بیان

المنافقون: ۷ میں فرمایا ہے: اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں۔

یعنی آسمانوں سے بارش برسانا اور زمینوں سے فصلوں کو اگانا اور زمینوں میں معدنیات کو رکھنا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں اور اسی کی ملکیت میں ہے۔

مؤمنوں کی عزت کا معنی

المنافقون: ۸ میں فرمایا: حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے O

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عزت تکبر کے مغائر ہے اور مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت میں رکھے' پس مؤمن کی عزت یہ ہے کہ اس کو اپنی حقیقت کی معرفت حاصل ہو اور وہ اپنے آپ کو دنیا کی عارضی منفعت سے بچا کر رکھے اور تواضع کرے اور جو انسان تکبر کرتا ہے وہ اپنی حقیقت سے جاہل ہوتا ہے' پس عزت صورت کے اعتبار سے تکبر کے مشابہ ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تکبر کے خلاف ہے' جیسا کہ تواضع بہ ظاہر ذلیل ہونا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ذلت کے خلاف ہے اور تواضع محمود ہے اور ذلت مذموم ہے اور تکبر مذموم ہے اور عزت محمود ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ○

پس آج تم کو ذلت والا عذاب چکھایا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور فسق کرتے تھے O

(الاحقاف: ۲۰)

اور اس میں یہ خفیف اشارہ ہے کہ وہ عزت جس میں کبریائی اور بڑائی ہو وہ صرف اللہ کا حق ہے اور مؤمنوں کے لیے جو عزت ہے وہ کبریائی اور بڑائی کی آمیزش سے خالی ہے اور تواضع اور انکسار کو متضمن ہے اور کفار اور منافقین کے لیے کسی قسم کی کوئی عزت نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۴۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں O اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو' اس

Marfat.com

سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے' پھر وہ کہے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ اور دنوں کی مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا O اور جب کسی شخص کی مقرر مدت کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ اس کی روح (قبض کرنے) کو ہر گز مؤخر نہیں کرتا' اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O (المنافقون: ۱۱-۹)

اللہ کے ذکر کی مختلف تفسیریں

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد حج اور زکوٰۃ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کو پڑھنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دائمی طور پر ذکر کرنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض ہیں۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حج بیت اللہ کر سکے یا جس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ حج نہ کرے اور زکوٰۃ نہ دے تو وہ موت کے وقت مہلت کا سوال کرتا ہے' ایک شخص نے کہا: اے ابن عباس! اللہ سے ڈریئے' دوبارہ دنیا میں لوٹنے کا سوال تو صرف کافر کرتے ہیں' اس پر حضرت ابن عباس نے اس کے سامنے المنافقون: ۱۱-۹ آیات کی تلاوت کی۔

اس شخص نے پوچھا: زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: دو سو درہم پر (۲۰۰۵ء میں تقریباً آٹھ ہزار روپوں پر) اس نے پوچھا: حج کس شخص پر واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۶' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۸۰۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸)

المنافقون: ۱۰ میں فرمایا ہے کہ موت آنے سے پہلے ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو' اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے' اسی طرح تمام فرائض ہیں۔

حج میں تاخیر کے جواز سے حضرت ابن عباس کی تفسیر پر اعتراض اور اس کا جواب

نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں قصداً تاخیر کی تو یہ بالاتفاق گناہ ہے' لیکن حج کی ادائیگی میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسے ہی مسلمان زادِ راہ' سواری اور دیگر ضروری اخراجات پر قادر ہوا' اس پر اسی سال حج فرض ہو جاتا ہے اور اگر اس سال اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو گناہ گار ہوگا۔ اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور ضروری نہیں کہ جس سال وہ حج کے اخراجات پر قادر ہوا اسی سال اس کو موت آ جائے' اس لیے اگر اس نے حج میں تاخیر کی اور اس سال حج نہیں کیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲۰-۴۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام محمد اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کو مطلقاً فرض کیا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ فرضیت کے پہلے سال ہی حج کیا جائے' مکہ ۸ھ میں فتح ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج کیا ہے' اگر حج فوراً واجب ہوتا تو آپ اسی سال حج کر لیتے نیز اگر اسی سال حج فرض ہو تو جو شخص ایک سال بعد حج کرے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس نے حج کو قضا کیا ہے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اس نے حج کو ادا کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ ہر چند کہ حج مطلقاً فرض ہے اور فوراً حج کرنے کی قید نہیں ہے لیکن احتیاط کا یہی تقاضا ہے کہ فوراً حج کر لیا جائے کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۴۳-۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: جس نے حج نہیں کیا اور اس کو موت آ گئی تو وہ المنافقون: ۹۔۱۱ کا مصداق ہو گا حالانکہ بعض ائمہ کے نزدیک حج میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسائل وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۲۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

سورۃ المنافقون کا اختتام

الحمد للہ علیٰ احسانہ! آج ۱۷ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۲۸ جنوری ۲۰۰۵ء بعد نمازِ جمعہ سورۃ المنافقون کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۲۶ جنوری کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح تین دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الٰہ العٰلمین! باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد
سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ التغابن

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام التغابن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی حسب ذیل آیت میں ''التغابن'' کا لفظ ہے:

یَوۡمَ یَجۡمَعُکُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ ذٰلِکَ یَوۡمُ التَّغَابُنِ ؕ . جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا وہی دن (کفار کے) نقصان کا دن ہے۔ (التغابن:۹)

اس سورت کا نام التغابن اس لیے ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جائے۔ غبن کا معنی ہے: خرید وفروخت میں نقصان پہنچانا' کفار نے اپنے نفسوں کو شیطان اور نفس امارہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس بیع میں ان کو جو نقصان ہوا اس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا' اس لیے قیامت کے دن کو ''یوم التغابن'' فرمایا اور ایک طرح سے یہ مؤمنوں کے لیے بھی نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اگر وہ ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ نہ کرتے تو ان کو عتاب یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور مؤمنین کاملین اگر زیادہ نیکیاں کرتے تو ان کو زیادہ اجر وثواب ملتا اور زیادہ اونچے درجات ملتے اور مکمل خسارے اور نقصان کا دن یہ صرف کفار کے لیے ہوگا۔

سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن میں مناسبت

اس سے پہلی سورت میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے تھے اور ان کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایت دی تھی اور اس سورت میں کفار کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور ان کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایت دی ہے اور بتایا ہے کہ کفار کے لیے دوزخ ہے اور مسلمانوں کے لیے جنت ہے۔

سورۃ المنافقون میں مسلمانوں سے فرمایا تھا:

لَا تُلۡهِکُمۡ اَمۡوَالُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ۚ . تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ (المنافقون:۹)

اور اس سورت میں فرمایا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ . (التغابن:۱۵) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد صرف آزمائش ہیں۔

سورۃ المنافقون میں فرمایا تھا:

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ . (المنافقون:۱۰) اور ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔

اور اس سورت میں فرمایا ہے:

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡهُ لَکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ . اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو گے تو وہ اس (کے اجر) کو تمہارے

Marfat.com

لیے دگنا چوگنا کر دے گا اور تمہاری مغفرت کر دے گا۔ (التغابن:۱۷)

مسبحات اور آخری چھ سورتوں میں ارتباط

سورۃ الحشر (۵۹)' سورۃ الصف (۶۱)' سورۃ الجمعہ (۶۲) اور سورۃ التغابن (۶۴)' ان چار سورتوں کو المسبحات کہا جاتا ہے کیونکہ ان سورتوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے سے شروع کیا گیا ہے۔ سورۃ الحشر:۱ میں ہے: ''سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'' سورۃ الصف:۱ میں ہے: ''سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'' سورۃ الجمعہ:۱ میں ہے: ''يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'' سورۃ التغابن:۱ میں ہے: ''يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ''۔ پہلی دو سورتوں میں ماضی کے صیغہ کے ساتھ تسبیح کا ذکر ہے کہ آسمانوں کی تمام چیزوں نے اللہ کی تسبیح کی اور بعد کی دو سورتوں میں مضارع کے صیغے کے ساتھ تسبیح کرنے کا ذکر ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور ماضی کا زمانہ حال کے زمانہ پر مقدم ہوتا ہے' اس لیے پہلی دو سورتوں میں ماضی کی تسبیح کا ذکر ہے اور بعد کی دو سورتوں میں حال کی تسبیح کا ذکر ہے۔

پھر ان آخری چھ سورتوں میں بھی خاص ربط ہے' ان میں مختلف امتوں کا ذکر ہے' سورۃ الحشر میں ان اہل کتاب یہودیوں (بنونضیر) کا ذکر ہے جن سے معاہدہ کیا گیا تھا' انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی' اس کی سزا میں ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا' سورۃ الممتحنہ میں ان کفار کا ذکر ہے جن سے حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا اور چونکہ معاہدہ میں خواتین کے مدینہ آنے کی ممانعت نہیں تھی' اس لیے مدینہ ہجرت کر کے آنے والی خواتین کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا' سورۃ الصف میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ اور مؤمنین کا ذکر ہے' سورۃ الجمعہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کا ذکر ہے' سورۃ المنافقون میں منافقین کا ذکر ہے اور سورۃ التغابن میں مشرکوں اور دیگر کافروں کا ذکر ہے۔

جمہور کے قول کے مطابق سورۃ التغابن مدنی سورت ہے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۷ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۶۴ ہے۔ یہ سورۃ الجمعہ کے بعد اور سورۃ الصف سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ التغابن کے مشمولات

☆ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ عبادت کا حقیقی مستحق صرف اللہ عزوجل ہے' اسی نے سب کو پیدا کیا ہے اور وہی سب کو نعمتیں عطا فرمانے والا ہے' لہٰذا وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔

☆ پچھلی امتوں میں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی اور قیامت کا انکار کیا ان کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

☆ کفار کے مظالم پر مسلمانوں کو ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی تاکید کی ہے۔

☆ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ان کے جو رشتہ دار مشرک ہیں ان سے خبردار رہیں' کہیں وہ ان کو شرک میں مبتلا نہ کر دیں۔

☆ مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں' اللہ تعالیٰ ان کو بہت اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے سورۃ التغابن کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! مجھ کو اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم اور غلط اور باطل سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۹ جنوری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

التغابن مدنیۃ ۱۰۸ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتھا ۱۸ رکوعاتھا ۲

سورۃ التغابن مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھارہ آیات دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَ

آسمانوں کی تمام چیزیں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور

هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ

وہ ہر چیز پر قادر ہے O وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے پس بعض تم میں سے مومن ہیں اور بعض تم

مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

میں سے کافر ہیں، اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O اس نے آسمانوں اور زمینوں کو

بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي

حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت حسین صورتیں بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے O وہ جانتا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ

آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ سینوں میں چھپی ہوئی

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا

باتوں کو (بھی) خوب جاننے والا ہے O کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا تھا انہوں نے اپنے

وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

کرتوتوں کی سزا (دنیا میں) چکھ لی اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے O اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى

واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے! پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیرا اور اللہ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ

اور اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا ہوا O کافروں کا یہ باطل گمان ہے کہ ان کو مرنے کے بعد اٹھایا نہیں جائے گا آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے

Marfat.com

بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦

رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا پھر تم کو تمہارے کرتوتوں کی ضرور بہ ضرور خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر

خَبِيْرٌ ⑧ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ

رکھنے والا ہے O جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا وہی دن (کفار کے) نقصان کا دن ہے' اور جو لوگ

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' اللہ ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دے گا اور ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ

جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' یہی بہت بڑی کامیابی ہے O اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَبِئْسَ

کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہی دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ

الْمَصِيْرُ ⑩ ع — رکوع ۱ / ۱۵

کیسا بُرا ٹھکانا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمانوں کی تمام چیزیں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں' اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے O وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے' پس بعض تم میں سے مؤمن ہیں اور بعض تم میں سے کافر ہیں' اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو حسین صورتیں بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے O وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو (بھی) خوب جاننے والا ہے O

(التغابن: ۴-۱)

آسمانوں اور زمینوں کا زبان قال سے تسبیح کرنا

ہمارے نزدیک آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز زبان حال سے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور ہمارے نزدیک ہر چیز زبانِ حال سے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور زبانِ قال سے بھی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کامل اور مقبول بندے اس تسبیح کو سنتے بھی ہیں' اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل: ۴۴ کی تفسیر میں ذکر کی ہے' دیکھئے'' تبیان القرآن'' ج ۶ ص ۷۲۶۔ ۷۲۳۔

تقدیر پر ایک مشہور اشکال کا جواب

التغابن: ۲ میں فرمایا: پس بعض تم میں سے مؤمن ہیں اور بعض کافر ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہر اس چیز کا ذکر کیا جو ہونے والی ہے اور بتایا کہ لوگ مختلف طبقات میں پیدا ہوں گے' ایک شخص مؤمن پیدا ہوگا اور بہ طور مؤمن زندگی گزارے گا اور بہ طور مؤمن مرے گا اور ایک شخص کافر پیدا ہوگا اور بہ طور کافر زندگی گزارے گا اور بہ طور کافر مرے گا اور ایک شخص مؤمن پیدا ہوگا اور بہ طور مؤمن زندگی گزارے گا اور بہ طور کافر مرے گا اور ایک شخص کافر پیدا ہوگا اور بہ طور کافر زندگی گزارے گا اور بہ طور مؤمن مرے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۷۳۲۴۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرعون کو اس کی ماں کے پیٹ میں کافر پیدا کیا اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو ان کی ماں کے پیٹ میں مؤمن پیدا کیا۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۸۳۲۴۳۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور آپ سب سے بڑے سچے ہیں کہ اللہ سبحانہ' تم میں سے کسی ایک کی تخلیق کو چالیس دن اس کی ماں کے پیٹ میں جمع کرتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے' پھر اس کی طرف اللہ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے' اس کو چار باتیں لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے' پس وہ اس کا رزق لکھتا ہے' اس کی مدت حیات لکھتا ہے' اس کا عمل لکھتا ہے اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید (دوزخی ہوگا یا جنتی)' پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے' پس بے شک تم میں سے کوئی ایک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کرتا ہے اور وہ اہل دوزخ کا عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک تم میں سے کوئی ایک اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۱۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴)

ہم نے مسئلہ تقدیر پر مفصل بحث'' شرح صحیح مسلم'' ج ۷ ص ۷۴۳۔ ۲۶۸ میں کی ہے اور الصّٰفّٰت: ۹۶'' تبیان القرآن'' ج ۹ ص ۹۰۷۔ ۹۰۶ میں بھی اس پر گفتگو کی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اخیر عمر تک یا عمر کے آخر میں نیک کام کرنے یا بُرے کام کرنے کا اختیار دیا ہے اور جو کچھ اس نے اپنے اختیار سے کرنا تھا' اسی کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا اور اسی کے موافق لوحِ محفوظ میں اور ماں کے پیٹ میں فرشتہ نے لکھا ہے لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ جب پہلے سے ہی لکھ دیا ہے تو بندہ کے گناہ کرنے میں اس کا کیا قصور ہے۔

انسان کی صورت سب سے حسین ہے

التغابن: ۳ میں فرمایا: اور تمہاری صورتیں بنائیں تو حسین صورتیں بنائیں۔

مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اس کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:

Marfat.com

۲۸۴۱)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا۔(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۳) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حسین صورت ہے اور ان کی اولاد بھی ان کی صورت پر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ بے شک ہم نے انسان کو سب سے حسین صورت پر پیدا کیا ۝ (التین: ۴)

سب حیوان سر جھکا کر چلتے ہیں اور انسان سر اٹھا کر چلتا ہے' سب حیوان اپنا منہ کھانے تک لے جاتے ہیں اور انسان کھانا اپنے منہ تک لے جاتا ہے۔ یہ عزت اور سرفرازی صرف انسان کو حاصل ہے' سب حیوانوں کی کمر جھکی ہوئی ہے اور انسان کی کمر سیدھی ہے۔

کافروں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

التغابن: ۴ میں فرمایا: وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ کافر کفر کریں گے پھر ان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ضرور حکمت ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم کو اس حکمت کا علم بھی ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۵۳۔ ۵۵۲ 'داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی صفت قہر اور غضب کا ظہور ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے: میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

(اللآلی المنثورۃ للزرکشی رقم الحدیث: ۱۱۳ 'المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ ھ نے لکھا ہے: اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔

(الاسرار المرفوعہ رقم الحدیث: ۱۹۶)

سو مؤمنوں کے پیدا کرنے سے اس کی صفت رحمت کا ظہور ہوا اور کافروں کو پیدا کرنے سے اس کی صفت غضب کا ظہور ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا تھا' انہوں نے اپنے کرتوتوں کی سزا (دنیا میں) چکھ لی اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۝ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے! پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیرا' اور اللہ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا ہوا ۝ کافروں کا یہ باطل گمان ہے کہ ان کو مرنے کے بعد نہیں اٹھایا جائے گا' آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا' پھر تم کو تمہارے کرتوتوں کی ضرور بہ ضرور خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ۝ (التغابن: ۷۔ ۵)

اس آیت میں اہل مکہ سے خطاب ہے اور اس میں سابقہ امتوں کے اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جو ان کے مسلسل کفر اور عناد کی وجہ سے دنیا میں دیا گیا تھا اور اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جو ان کے لیے آخرت میں تیار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے کی تحقیق

التغابن: ۶ میں فرمایا: تو انہوں نے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے! پس انہوں نے کفر کیا۔
ان کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بشریت کو رسالت کے منافی سمجھا اور پتھر کے بتوں کو الوہیت کے منافی نہیں سمجھا' انہوں نے رسولوں کی رسالت کا انکار کیا اور اللہ کی اطاعت اور عبادت سے منہ پھیرا اور لا پرواہی برتی۔
انہوں نے رسولوں کی تحقیر کرتے ہوئے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے! اور یہ نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے رسالت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے۔
رسولوں کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:
اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے' قال تعالیٰ:
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝ آپ کہیے: میرا رب ہر عیب سے پاک ہے' میں صرف بشر رسول ہوں ۝ (بنی اسرائیل: ۹۳)
(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۷' مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۲ھ)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے آپ کو افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے۔
شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ نے لکھا ہے:
یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔
(تقویۃ الایمان ص ۴۴' مطبع علیمی' لاہور)

جب کسی شخص کی صفات ذکر کی جائیں تو ان صفات کا ذکر کرنا چاہیے جن صفات میں وہ دوسروں سے ممتاز ہو' اسی وجہ سے جب صحابہ نے کہا: کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے (یعنی بعد کے لوگ)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۹)
آپ نے صحابہ کو بھائی کہنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ اس صفت میں بعد کے لوگ بھی مشترک ہیں اور ان کو اصحاب فرمایا' کیونکہ یہی ان کا امتیازی وصف ہے تو آپ کو صرف بشر کہنا کس طرح درست ہوگا جس وصف میں نہ صرف عام مسلمان بلکہ کفار بھی مشترک ہیں۔
اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو تو سب سے حسین صلوٰۃ پڑھو' کیونکہ تم کو معلوم نہیں یہ صلوٰۃ آپ پر پیش کی جاتی ہے' لوگوں نے کہا: آپ ہمیں سکھائیں' ہم کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: "اللهم اجعل صلاتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودًا يغبطه به الاولون والاخرون. الحديث"۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۰۶)
التغابن: ۷ میں فرمایا: کافروں کا یہ باطل گمان ہے کہ ان کو مرنے کے بعد نہیں اٹھایا جائے گا' آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا پھر تم کو ضرور بہ ضرور تمہارے کرتوتوں کی خبر دی جائے گی۔
اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کافر تو قیامت اور حشر ونشر کو مانتے ہی نہیں تھے' ان پر یہ آیت کیسے حجت ہوگی کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ان کو ان کے اعمال کی ضرور خبر دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو یہ علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو

Marfat.com

مانتے ہیں اور جب آپ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ ان کو ضرور اٹھایا جائے گا اور ان کو ضرور ان کے اعمال کی خبر دے دی جائے گی تو ضرور یہ سچی خبر ہے ورنہ آپ قسم کھا کر یہ بات نہ کہتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہےO جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا وہی دن (کفار کے) نقصان کا دن ہے' اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' اللہ ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دے گا اور ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہےO اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہی دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہےO

(التغابن: ۱۰۔۸)

قرآن مجید کو نور فرمانے کی وجہ

التغابن: ۶۔۵ میں بتایا تھا کہ جو قومیں اپنے رسولوں پر ایمان نہیں لائیں ان کو دنیا میں عذاب دیا گیا' پس اب اہل مکہ سے فرمایا: تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تا کہ تم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو پچھلی امتوں پر نازل ہو چکا ہے۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے' اس نور سے مراد قرآن مجید ہے' کیونکہ جس طرح حسی نور اندھیرے میں ہدایت دیتا ہے' اسی طرح قرآن مجید شکوک اور شبہات کے اندھیروں اور کفر اور گم راہی کی ظلمتوں میں ہدایت دیتا ہے اور فرمایا: اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے تم خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

قیامت کے دن کو یوم التغابن فرمانے کی وجہ

التغابن: ۹ میں فرمایا: جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا۔

قیامت کے دن کو ''یوم الجمع'' فرمایا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو' انسانوں اور جنات کو' آسمان والوں کو اور زمین والوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن بندے کو اس کے اعمال کے ساتھ جمع فرمائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس دن مؤمنوں کو اور کافروں کو جمع فرمائے گا۔

قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ نے ''یوم التغابن'' فرمایا' غبن کا معنی ہے: کسی کو نقصان پہنچانا' جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز معروف نرخ سے زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے ساتھ غبن کیا ہے' یعنی اس کو نقصان پہنچایا ہے' قیامت کے دن کافروں کو پتا چلے گا کہ دنیا میں انہوں نے اپنی جانوں کو کفر اور سرکشی کی جس قیمت پر فروخت کیا تھا یہ گھاٹے کا سودا تھا اور اس تجارت میں انہوں نے اپنے نفسوں کے ساتھ غبن کیا تھا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ (البقرہ: ۱۶)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گم راہی خرید لی پس ان کی تجارت نے ان کو نفع نہ پہنچایاO

اس طرح جن مسلمانوں نے اپنی جانوں کو نفسانی خواہشوں اور گناہوں کے عوض فروخت کر دیا ان کو بھی قیامت کے دن پتا چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا ہے۔

اسی طرح جن مسلمانوں نے کم عبادت کی یا کم شکر ادا کیا اور اپنی جانوں کو آرام طلبی اور سستی کے عوض فروخت کر دیا ان کو بھی قیامت کے دن پتا چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' اللہ ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دے گا۔

Marfat.com

یعنی جو لوگ رسولوں کے پیغام کے مطابق قیامت اور حشر ونشر پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور ان کو ان جنتوں میں داخل فرمادے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔

التغابن: ۱۰ میں فرمایا: اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی' وہی دوزخی ہیں' اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ مؤمنوں کے انعام کے بعد کفار کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز غبن فاحش کے ساتھ فروخت کردے یعنی معمول اور مروّج قیمت سے بہت زیادہ قیمت لے اور خریدار قاضی کے پاس گواہوں سے غبن فاحش ثابت کردے اور قاضی بیع فسخ کر دے تو اس کی قضا نافذ ہو جائے گی۔ (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۶۹' سہیل اکیڈمی لاہور)

غبن فاحش کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

کوئی چیز غبن فاحش کے ساتھ خریدی ہے' اس کی دو صورتیں ہیں: دھوکہ دے کر نقصان پہنچایا ہے کہ نہیں؟ اگر غبن فاحش کے ساتھ دھوکا بھی ہے تو واپس کر سکتا ہے ورنہ نہیں' غبن فاحش کا یہ مطلب ہے کہ اتنا ٹوٹا (نقصان) ہے جو مقومین (قیمت لگانے والوں) کے اندازہ سے باہر ہو مثلاً ایک چیز دس روپے میں خریدی' کوئی اس کی قیمت پانچ بتاتا ہے' کوئی چھ' کوئی سات تو یہ غبن فاحش ہے اور اگر اس کی قیمت کوئی آٹھ بتاتا ہے' کوئی نو' کوئی دس تو غبن یسیر ہوتا۔ دھوکے کی تین صورتیں ہیں: کبھی بائع مشتری کو دھوکا دیتا ہے' پانچ کی چیز دس میں بیچ دیتا ہے اور کبھی مشتری بائع کو دھوکا دیتا ہے کہ دس کی چیز پانچ میں خرید لیتا ہے' کبھی دلال دھوکا دیتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں جس کو غبن فاحش کے ساتھ نقصان پہنچا ہے واپس کر سکتا ہے اور اگر کبھی اجنبی شخص نے دھوکا دیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۱ ص ۵۹۔ ۵۸' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ

جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے اذن سے پہنچتی ہے' اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھے اللہ اس کے

قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

دل کو ہدایت دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

پس اگر تم نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (احکام کو) وضاحت سے پہنچا دینا ہےO اللہ (ہی) ہے' اس

اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ پر ہی مؤمنوں کو توکل کرنا چاہیےO اے ایمان والو! بے شک

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ

تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو' اور اگر

Marfat.com

تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O تمہارے اموال اور

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں اور اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے O پس تم جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (احکام)

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور جو لوگ اپنے نفسوں کے بخل سے بچا لیے گئے تو وہی لوگ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ

اخروی کامیابی پانے والے ہیں O اور اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہارے لیے اس (کے اجر) کو دگنا کر دے گا اور تم کو بخش دے گا'

يَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع

اور اللہ نہایت قدردان بہت حلم والا ہے O وہ ہر غیب اور شہادت (باطن اور ظاہر) کو جاننے والا' بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس شخص کو بھی مصیبت پہنچی ہے وہ اللہ کے اذن سے پہنچتی ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھے' اللہ اس کے دل کو ہدایت دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (احکام کو) وضاحت سے پہنچا دینا ہے O اللہ (ہی) ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ پر ہی مؤمنوں کو توکل کرنا چاہیے O اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O (التغابن: ۱۴۔۱۱)

مصائب پر صبر کرنے کی تلقین اور ترغیب

اس آیت میں اللہ کے اذن سے مراد ہے: اس کے ارادہ اور اس کے فیصلہ سے یا اللہ کے امر سے یا اس کے علم سے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے کہا: اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ ان کو دنیاوی مصائب سے محفوظ رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: مسلمانوں کو ان کی جان' ان کی اولاد اور ان کے اموال میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اللہ کے فیصلہ سے پہنچتی ہے اور جو مسلمان اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں کو صبر کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور وہ مصیبت کے وقت کہتے ہیں: '' اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ '' (البقرہ: ۱۵۶) اور اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ یہ یقین رکھیں کہ جو مصیبت ان پر آئی ہے وہ ان سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جس مصیبت سے وہ بچ گئے وہ ان پر آ نہیں سکتی تھی۔

التغابن: ۱۲ میں فرمایا: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

یعنی مصائب کا مردانہ وار سامنا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں مشغول رہو اور قرآن و سنت کے

Marfat.com

موافق عمل کرتے رہو اور اگر تم نے اطاعت سے انحراف کیا تو جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تم سے جبراً اطاعت کرانا نہیں ہے' ان کے ذمہ تو صرف وضاحت کے ساتھ احکام کو پہنچا دینا ہے۔

التغابن: ۱۳ میں فرمایا: اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیے۔

کیونکہ مومنوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ حقیقت میں قادر صرف اللہ ہے' اس لیے ہر معاملہ میں صرف اللہ پر ہی اعتماد کرنا چاہیے اور اسی سے طاقت حاصل کرنی چاہیے۔

اہل وعیال اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکیں یا اس کی نافرمانی کے لیے کہیں تو ان کی بات پر عمل نہ کیا جائے

التغابن: ۱۴ میں فرمایا: اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو۔ اس آیت کے شانِ نزول میں حسبِ ذیل اقوال ہیں:

یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کی بیوی اور اولاد تھی اور جب وہ جہاد کے لیے جانے لگتے تو وہ رونے لگتے اور کہتے کہ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں کچھ مسلمان ہوئے پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیویوں اور ان کی اولاد نے ان کو ہجرت کرنے سے منع کیا اور روکا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۹۰)

قتادہ نے کہا: تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں بعض وہ ہیں جو تمہیں نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے نہیں روکتے۔

مجاہد نے کہا: ان میں سے وہ ہیں جو تمہیں رشتے منقطع کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتے ہیں (کہ گھر کی ضروریات اور ہماری فرمائشوں کو پورا کرنے کے لیے رشوت لو اور دیگر ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرو)۔

ابن زید نے کہا: تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دین میں مخالف ہیں یعنی اہل کتاب سے ہیں۔

(النکت والعیون ج ۶ ص ۲۴' تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۶۹)

اس کے بعد فرمایا: اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

جب کسی مسلمان کو اس کے اہل وعیال ہجرت کرنے سے یا جہاد پر جانے سے روکتے اور وہ ان کی بات نہ مان کر ہجرت کر لیتا اور جہاد پر چلا جاتا تو واپس آ کر وہ اپنے اہل وعیال کو سزا دیتا اور ان پر خرچ نہ کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں اور اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے O پس تم جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (احکام) سنو اور اطاعت کرو' اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور جو لوگ اپنے نفسوں کے بخل سے بچا لیے گئے' تو وہی لوگ اخروی کامیابی پانے والے ہیں O اور اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ تمہارے لیے اس (کے اجر) کو دگنا کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ نہایت قدردان بہت حلم والا ہے O وہ ہر غیب اور شہادت (باطن وظاہر) کو جاننے والا' بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O (التغابن: ۱۸-۱۵)

اہل وعیال کا آزمائش ہونا اور اجر عظیم کی تفسیر

التغابن: ۱۵ میں فرمایا: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے' وہ دو سرخ قمیصیں پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا

Marfat.com

رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا' پھر کہا: اللہ عزوجل نے سچ فرمایا ہے: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہے' میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات منقطع کی اور ان کو اٹھایا' اس کے بعد آپ نے خطبہ شروع کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۰۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۶۰۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے' اجر عظیم کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اہل جنت سے ارشاد فرمائے گا: اے جنت والو! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں' اللہ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے' تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے بھی افضل نعمت عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل اور کون سی نعمت ہوگی؟ اللہ سبحانہٗ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں' اس کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۴۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۸۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے لیکن یہ نعمت جنت ملنے کے بعد حاصل ہوگی اس لیے مسلمان جنت کی طلب کریں اور جنت میں اللہ کی رضا کو طلب کریں۔

بہ قدر طاقت اللہ سے ڈرنے کا حکم

التغابن: ۱۶ میں فرمایا: پس تم جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

یعنی مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق تقویٰ کے حصول کی کوشش کرے۔ قتادہ نے کہا: اس آیت نے درج ذیل آیت کو منسوخ کر دیا:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ. (آل عمران: ۱۰۲) اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس آیت کا بھی یہی محمل ہے کہ تم جس قدر تقویٰ کر سکتے ہو اس قدر تقویٰ کرو اور وہی تمہارے اعتبار سے تقویٰ کرنے کا حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اور تم اللہ کے احکام پر عمل کرتے رہو اور اس کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرتے رہو۔

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا: اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے' تو وہی لوگ اخروی کامیابی پانے والے ہیں۔

اس آیت میں ''الشح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بخل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ظلم ہے' اس کی مکمل تفسیر الحشر: ۹ میں گزر چکی ہے۔

اللہ کو قرضِ حسن دینے کا معنی

التغابن: ۱۷ میں فرمایا: اور اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ تمہارے لیے اس (کے اجر) کو دگنا کر دے گا۔

یعنی اگر تم اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت میں اپنے اموال کو خرچ کرو تو وہ تم کو دگنا چوگنا اجر عطا فرمائے گا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تم کو سات سو گنا اجر عطا فرمائے گا۔ (البقرہ: ۲۶۱) اور قرضِ حسن کی تفسیر یہ ہے کہ حلال مال سے صدقہ کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ خوش دلی سے صدقہ کیا جائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اس کو قرض دو یہ اس کا انتہائی لطف و کرم ہے کیونکہ بندہ جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اسی کا دیا ہوا مال تو ہے' بندہ کا ذاتی مال تو نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں اسنادِ مجازِ عقلی ہے' حقیقت میں تو مال ضرورت مندوں کو دیا جائے گا اور اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ کو قرض دو' جس طرح کہا جاتا ہے: غوثِ اعظم نے بیٹا دیا حالانکہ حقیقت میں اللہ نے بیٹا دیا ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نہایت قدر دان بہت حلم والا ہے۔

اس آیت میں ''شکور'' کا لفظ ہے' اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اس مال کا شکر ادا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ شکور ہے یعنی شکر کی بہت زیادہ جزاء دینے والا ہے اور وہ بہت حلیم ہے' یعنی تمہاری کوتاہیوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا اور تم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔

التغابن: ۱۸ میں فرمایا: وہ ہر غیب اور شہادت (باطن و ظاہر) کو جاننے والا' بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O

اس آیت کی مفصل تفسیر الحشر: ۲۴ تا ۲۲ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

سورۃ التغابن کا اختتام

الحمد للہ علیٰ احسانہ! آج ۲۰ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/۳۱ جنوری ۲۰۰۵ء بہ روز پیر بعد نمازِ ظہر سورۃ التغابن کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۲۹ جنوری کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح تین دنوں میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔

سورۃ التغابن کی تفسیر کی تکمیل کے ساتھ ہی تفسیر ''تبیان القرآن'' کی گیارھویں جلد بھی مکمل ہو گئی۔ ۲۴ مارچ ۲۰۰۴ء کو اس جلد کی ابتداء کی تھی اور ۳۱ جنوری ۲۰۰۵ء کو یہ جلد مکمل ہوگئی اس طرح اس جلد کی تکمیل میں دس ماہ اور سات دن لگے' اس جلد میں ۱۹ سورتوں اور پونے تین پاروں کی تفسیر آ گئی ہے اور اب سوا دو پاروں کی تفسیر باقی رہ گئی ہے' جو ان شاء اللہ بارھویں جلد میں مکمل ہو جائے گی' بارھویں جلد کے اخیر میں' میں ان شاء اللہ اپنے لکھنے کے طریقہ کار کے متعلق مفصل مقدمہ بھی لکھوں گا۔

میں اس سال کولیسٹرول بڑھتے رہنے کی وجہ سے کافی پریشان تھا اور اس وجہ سے کام کافی متاثر ہو رہا تھا' بعض مہینوں میں صرف ۵۲ صفحات' بعض میں ۶۱ صفحات لکھ سکا اور زیادہ سے زیادہ ۸۴ صفحات لکھ سکا' اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عارف صاحب کو سعادت دارین عطا فرمائے' انہوں نے مجھے کولیسٹرول کنٹرول کرنے کے لیے (ZOCOR) دوا لکھ کر دی اور اعصابی کمزوری کے لیے (COBOLMIN) لکھ کر دی' جس کی وجہ سے مجھے بہت فائدہ ہوا اور جنوری کے مہینہ میں' میں نے ۱۳۴ صفحات لکھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے اور اپنی دی ہوئی توفیق سے ''تفسیر تبیان القرآن'' کی گیارہ جلدیں مکمل کرا دیں' بارھویں جلد کی بھی تکمیل کرا دیں اور اس تفسیر کو موافقین کے لیے وجۂ استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دیں اور تا قیام قیامت ''شرح صحیح مسلم'' اور ''تبیان القرآن'' کو باقی اور فیض آفریں رکھیں اور مجھے اور میرے قارئین' محبین اور معاونین اور ناشرین کو صحت' سلامتی اور توانائی کے ساتھ ایمان پر قائم رکھیں اور اسلام کے احکام پر عامل رکھیں اور ہم کو دنیا اور آخرت کے مصائب اور عذاب سے محفوظ رکھیں اور فلاح اور فوزِ دارین عطا فرمائیں' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے تلامذہ' میرے احباب اور میرے قارئین کی محض اپنے فضل سے مغفرت فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔ آمین! یا رب العٰلمین۔

Marfat.com

الحمد للّٰه رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد قائد المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ الطاھرین واصحابہ الراشدین وازواجہ امھات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ ۱۵ فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸

Marfat.com

ماخذ و مراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۴ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ
۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۳- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابو داؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۴- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۱۷- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۹- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۰- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ

Marfat.com

۲۱- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۲- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ

۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ، دارارقم بیروت

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، خلق افعال العباد، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۲۵- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۶- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۷- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۸- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۹- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۳۰- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل بیروت، ۱۹۹۸ء

۳۱- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۳۲- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۳- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۴- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۵- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۶- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۷- امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۸- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۹- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

۴۰- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ

۴۱- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

۴۲- امام ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی، متوفی ۳۱۲ھ، مسند عمر بن عبدالعزیز

۴۳- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۴- امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول، مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ

۴۵- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح مشکل الآثار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۴۶- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ داربلنسیہ ریاض، ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

۴۸- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۴۹- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی، متوفی ۳۲۷ھ، مکارم الاخلاق، مطبوعہ مطبعہ المدنی مصر، ۱۴۱۱ھ

Marfat.com

۵۰- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

۵۱- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری' متوفی ۳۶۰ھ' الشریعہ' مطبوعہ مکتبہ دار السلام' ریاض' ۱۴۱۳ھ

۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ

۵۳- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ

۵۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' مسند الشامیین' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۹ھ

۵۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' کتاب الدعاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ

۵۷- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی' متوفی ۳۶۴ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ

۵۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۵۹- امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۶۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۶۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۶۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۶۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت

۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ

۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۷۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ

۷۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۳ھ

۷۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۳- امام عبدالوہاب بن محمد ابن مندہ' متوفی ۴۷۵ھ' الفوائد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

Marfat.com

۷۴- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۷۵- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ

۷۶- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ

۷۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

۷۸- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ

۷۹- امام مجدالدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۸۰- امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ' الاحادیث المختارۃ' مطبوعہ مکتبہ النہضۃ الحدیثیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ

۸۱- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دارابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۲- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ

۸۳- حافظ شرف الدین عبدالمومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ' المتبحر الرابح' مطبوعہ دارخضر بیروت' ۱۴۱۹ھ

۸۴- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم بیروت

۸۵- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۸۶- حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر' متوفی ۷۷۴ھ' جامع المسانید والسنن' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ

۸۷- امام محمد بن عبداللہ زرکشی' متوفی ۷۹۴ھ' اللآلی المنثورۃ' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۸۸- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ

۸۹- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۴ھ

۹۰- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' موارد الظمآن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۹۱- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیۃ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۹۲- امام محمد بن محمد جزری' متوفی ۸۳۳ھ' حصن حصین' مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ

۹۳- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' زوائد ابن ماجہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۹۴- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۹۵- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۹۶- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ

۹۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ

Marfat.com

۹۸- امام عبدالرؤف بن علی المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ کنوز الحقائق، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۲۰ھ
۱۰۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، مسند فاطمۃ الزہراء
۱۰۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۰۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۰۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۰۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۰۵- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ الدرر المنتثرۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۰۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر ۱۳۰۳ھ، دارالفکر بیروت ۱۴۰۸ھ
۱۰۷- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت
۱۰۸- علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء متوفی ۱۳۷۸ھ الفتح الربانی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران
۱۱۰- ابوالحجاج مجاہد بن حبر القرشی المخزومی، متوفی ۱۰۴ھ، تفسیر مجاہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۱۱- امام حسن بن عبداللہ البصری، المتوفی ۱۱۰ھ، تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ
۱۱۲- امام مقاتل بن سلیمان، متوفی ۱۵۰ھ، تفسیر مقاتل بن سلیمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۱۳- امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ احکام القرآن، مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت ۱۴۱۰ھ
۱۱۴- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ معانی القرآن، مطبوعہ بیروت
۱۱۵- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۱۱۶- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی، مطبوعہ دارالکتاب ایران ۱۴۰۶ھ
۱۱۷- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ، دارالفکر بیروت
۱۱۸- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران ۱۴۰۶ھ
۱۱۹- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
۱۲۰- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ، تاویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۲۱- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

۱۲۲- علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ تفسیر سمرقندی، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ

۱۲۳- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۳۸۵ھ التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۲۴- امام ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی، متوفی ۴۲۷ھ تفسیر الثعلبی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۲۵- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور ایران ۱۴۱۲ھ

۱۲۶- علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ النکت والعیون، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۲۷- علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ تفسیر القشیری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۲۸- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری، متوفی ۴۶۸ھ الوسیط، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۲۹- امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، المتوفی ۴۶۸ھ اسباب نزول القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۳۰- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی المتوفی ۴۸۹ھ تفسیر القرآن، مطبوعہ دار الوطن، ریاض، ۱۴۱۸ھ

۱۳۱- علامہ عماد الدین طبری الکیا الہراسی، متوفی ۵۰۴ھ احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۳۲- امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی، المتوفی ۵۱۶ھ معالم التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۳- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۳۸ھ الکشاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ

۱۳۴- علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی، مالکی، متوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۱۳۵- علامہ ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی، متوفی ۵۴۶ھ المحرر الوجیز، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ

۱۳۶- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶ھ

۱۳۷- علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

۱۳۸- خواجہ عبد اللہ انصاری من علماء القرن السادس، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران

۱۳۹- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۴۰- شیخ ابو محمد روز بہان بن ابو النصر البقلی شیرازی متوفی ۶۰۶ھ عرائس البیان فی حقائق القرآن، مطبع منشی نو الکشور لکھنو

۱۴۱- علامہ محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ تفسیر القرآن الکریم، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۹۷۸ء

۱۴۲- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۴۳- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر

۱۴۴- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۱۴۵- علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۴۱ھ لباب التاویل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۱۴۶- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی، متوفی ۷۲۸ھ تفسیر نیشا پوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ

۱۴۷- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ التفسیر الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۹ھ

۱۴۸- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ بدائع التفسیر، مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ

۱۴۹- علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ

Marfat.com

۱۵۰- علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی' متوفی ۷۵۶ھ' الدرالمصون' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۵۱- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ
۱۵۲- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی' متوفی ۸۶۰ھ' حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۵۳- علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی' متوفی ۸۷۵ھ' تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
۱۵۴- علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی' متوفی ۸۸۰ھ' حاشیۃ ابن التجید علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۵۶- علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ' نظم الدرر' مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی قاہرہ' ۱۴۱۳ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدرالمنثور' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۵۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' جلالین' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' لباب النقول فی اسباب النزول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۵۹- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی' متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۰- شیخ فتح اللہ کاشانی' متوفی ۹۷۷ھ' منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسروایران
۱۶۱- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ' تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۶۲- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ۱۰۶۹ھ' عنایۃ القاضی' مطبوعہ دارصادر' بیروت' ۱۲۸۳ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۶۳- علامہ احمد جیون جونپوری' متوفی ۱۱۳۰ھ' التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی
۱۶۴- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶۵- علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ' حاشیۃ القونوی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۶۶- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل' متوفی ۱۲۰۴ھ' الفتوحات الالٰہیہ' مطبوعہ المطبع البہیۃ' مصر ۱۳۰۳ھ
۱۶۷- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ' تفسیر صاوی' مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ' مصر' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۶۸- قاضی ثناء اللہ پانی پتی' متوفی ۱۲۲۵ھ' تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
۱۶۹- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' متوفی ۱۲۳۹ھ' تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۱۷۰- شیخ محمد بن علی شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' دارالوفا بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۱- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۱۷۲- نواب صدیق حسن خان بھوپالی' متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۱۲ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۷۳- علامہ محمد جمال الدین قاسمی' متوفی ۱۳۳۲ھ' تفسیر القاسمی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۷۴- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۱۷۵- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ ریاض

۱۷۶- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

۱۷۷- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۱۷۸- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور

۱۷۹- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس

۱۸۰- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ

۱۸۱- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات

۱۸۲- مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ

۱۸۳- سید ابو الاعلیٰ مودودی' متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۸۴- علامہ سید احمد سعید کاظمی' متوفی ۱۴۰۶ھ' التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان

۱۸۵- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۸۶- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۷- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۹ھ

۱۸۸- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۱۸۹- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور

۱۹۰- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین ایران

۱۹۱- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن وبیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت

۱۹۲- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

۱۹۳- سعیدی حوی' الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دار السلام

کتب علوم قرآن

۱۹۴- علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرھان فی علوم القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۵- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۱۹۶- علامہ محمد عبد العظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

Marfat.com

کتب شروح حدیث

۱۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ

۱۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۳ھ

۱۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۰- علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ المنتقی، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

۲۰۱- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی، متوفی ۵۴۳ھ عارضۃ الاحوذی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۰۲- قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ القبس فی شرح موطا ابن انس، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۳- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دارالوفا بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۴- علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

۲۰۵- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت

۲۰۶- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ

۲۰۷- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، التوفی ۶۵۶ھ المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ

۲۰۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۰۹- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ

۲۱۰- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ فتح الباری، دار ابن الجوزی ریاض، ۱۴۱۷ھ

۲۱۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۱۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ

۲۱۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت

۲۱۴- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۲۱۵- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ

۲۱۶- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۱۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

Marfat.com

۲۱۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ
۲۲۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۲۱- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۲۲۲- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۲۲۳- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۲۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین' مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۲۲۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۹- شیخ عبد الحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۲۳۰- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ
۲۳۱- شیخ عبد الرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۳۲- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۵۷ھ
۲۳۳- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۳۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی' متوفی ۱۳۹۴ھ' التعلیق الصبیح' مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور
۲۳۵- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۳۶- مولانا محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۱ھ نزہۃ القاری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور' ۱۴۲۱ھ

کتب اسماء الرجال

۲۳۷- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ
۲۳۸- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۳۹- علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ' العلل المتناھیہ' مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ
۲۴۰- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۴۱- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۴۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۴- علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی' متوفی ۹۰۲ھ' المقاصد الحسنہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

۲۴۵- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الآلی المصنوعہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۴۷- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
۲۴۸- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۴۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
۲۵۰- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
۲۵۱- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ' الفوائد المجموعہ' مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
۲۵۲- علامہ عبدالرحمن بن محمد درویش متوفی ۱۲۶۷ھ' اسنی المطالب' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

کتب لغت

۲۵۳- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ۱۴۱۴ھ
۲۵۴- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم بیروت' ۱۴۰۴ھ
۲۵۵- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۲۵۶- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۵۷- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵۸- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۵۹- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۶۰- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۲۶۱- علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۶۲- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۲۶۳- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
۲۶۴- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۲۶۵- شیخ غلام احمد پرویز' متوفی ۱۴۰۵ھ' لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۲۶۶- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
۲۶۷- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۲۶۸- امام محمد بن اسحاق' متوفی ۱۵۱ھ' کتاب السیر والمغازی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ
۲۶۹- امام عبدالملک بن ہشام' متوفی ۲۱۳ھ' السیرۃ النبویہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

۲۷۰- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۷۱- امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ
۲۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، التوفی ۴۵۰ھ اعلام النبوت، دار احیاء العلوم بیروت ۱۴۰۸ھ
۲۷۳- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت
۲۷۴- حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۵- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ الشفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۲۷۶- علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۷۷- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۷۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۸۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۸۱- علامہ علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ کراچی
۲۸۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ تاریخ الاسلام، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۹ھ
۲۸۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۲۸۴- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
۲۸۵- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۲۸۶- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۸۷- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۲۸۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۸۹- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
۲۹۰- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۲۹۱- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۹۲- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، متوفی ۹۷۴ھ الصواعق المحرقۃ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ
۲۹۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۲۹۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۹۵- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۲۹۶- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

۲۹۷- علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی' متوفی ۱۳۰۴ھ' السیرۃ النبوۃ' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۸- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۹۹- علامہ احمد بن علی الجصاص الرازی' متوفی ۳۷۰ھ' مختصر اختلاف العلماء' دار البشائر الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰۰- علامہ ظہیر الدین بن ابی حنیفہ الولوالجی' متوفی ۵۴۰ھ' الفتاویٰ الولوالجیہ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ
۳۰۱- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۳۰۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۳۰۳- علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری' متوفی ۵۴۲ھ' خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ
۳۰۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۰۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۰۶- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۳۰۷- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۳۰۸- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی کراچی' ۱۴۲۱ھ
۳۰۹- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۳۱۰- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ۷۸۶ھ' فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ
۳۱۱- علامہ ابوبکر بن علی حداد' متوفی ۸۰۰ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۱۲- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ۸۲۷ھ' فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۱۳- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۱۴- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ شرح العینی' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۳۱۵- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۳۱۶- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۱۷- علامہ معین الدین الھروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۳۱۸- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۳۱۹- علامہ محمد خراسانی' متوفی ۹۶۲ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ۱۲۹۱ھ
۳۲۰- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۲۱- علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ' حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ
۳۲۲- علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ۹۸۵ھ' فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ

Marfat.com

۳۲۳- امام سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ النہر الفائق' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۲۴- علامہ حسن بن عمار بن علی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ امداد الفتاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' موسسۃ التاریخ العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

۳۲۵- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد' متوفی ۱۰۷۸ھ' مجمع الانہر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ

۳۲۶- علامہ خیرالدین رملی' متوفی ۱۰۸۱ھ' فتاویٰ خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۰ھ

۳۲۷- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۲۸- علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ۱۰۹۸ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ

۳۲۹- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ

۳۳۰- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۳۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ

۳۳۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ

۳۳۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ

۳۳۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

۳۳۵- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' جد الممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی

۳۳۶- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

۳۳۷- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۳۳۸- علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۷۶ھ' بہار شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

۳۳۹- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ' اعلاء السنن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

۳۴۰- علامہ نور اللہ نعیمی' متوفی ۱۴۰۳ھ' فتاویٰ نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور' ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۳۴۱- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۳ھ

۳۴۲- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ

۳۴۳- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ

۳۴۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ

۳۴۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' روضۃ الطالبین' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۴۶- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الحاوی للفتاویٰ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۳۴۷- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ' نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ

۳۴۸- علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملسی' متوفی ۱۰۸۷ھ' حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

کتب فقہ مالکی

۳۴۹- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۵۰- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۵۱- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی متوفی ۷۶۷ھ مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۵۲- علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی التوفی ۹۵۴ھ مواہب الجلیل مطبوعہ مکتبہ النجاح لیبیا
۳۵۳- علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی التوفی ۱۱۰۱ھ الخرشی علی مختصر خلیل مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۵۴- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۵۵- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۵۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ
۳۵۷- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۳۵۸- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ ریاض مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۸ھ
۳۵۹- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۶۰- علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۶۱- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۶۲- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران ومطبوعہ کراچی
۳۶۳- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الاصول من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۶۴- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۶۵- شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس الاحتجاج مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۴۰۳ھ
۳۶۶- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی التوفی ۶۷۹ھ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۶۷- شیخ فاضل مقداد متوفی ۸۲۶ھ کنز العرفان مطبوعہ مکتب نوید اسلام-قم ۱۴۲۲ھ
۳۶۸- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حق الیقین مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران ۱۳۴۷ھ
۳۶۹- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ حیات القلوب مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۷۰- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ جلاء العیون مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

Marfat.com

کتب عقائد و کلام

۳۷۱- امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ طبری شافعی لالکائی متوفی ۴۱۸ھ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ

۳۷۲- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ

۳۷۳- علامہ ابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد الانباری التوفی ۵۷۷ھ الداعی الی الاسلام مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۹ھ

۳۷۴- شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ العقیدۃ الواسطیہ مطبوعہ دار السلام ریاض ۱۴۱۴ھ

۳۷۵- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۳۷۶- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح المقاصد مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۷۷- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شرح المواقف مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران

۳۷۸- علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ مسائرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر

۳۷۹- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی التوفی ۹۰۶ھ مسامرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر

۳۸۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۵ھ

۳۸۱- علامہ محمد بن احمد السفارینی التوفی ۱۱۸۸ھ لوامع الانوار البھیہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ

۳۸۲- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ کتاب العقائد مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۸۳- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ المحصول مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

۳۸۴- علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری التوفی ۷۳۰ھ کشف الاسرار مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۱ھ

۳۸۵- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ توضیح وتلویح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۸۶- علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ التحریک مع التیسیر مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض

۳۸۷- علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ مسلم الثبوت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۳۸۸- علامہ احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ نور الانوار مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی کراچی

۳۸۹- علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ شرح مسلم الثبوت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۹۰- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی التوفی ۳۸۶ھ قوت القلوب مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ

۳۹۱- شیخ ابومحمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ المحلیٰ بالآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ

۳۹۲- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ احیاء علوم الدین مطبوعہ دار الخیر بیروت ۱۴۱۳ھ

Marfat.com

۳۹۳- امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی' متوفی ۵۹۷ھ ذم الھویٰ' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۹۴- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ' مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ
۳۹۵- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی' متوفی ۷۲۸ھ' قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ
۳۹۶- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ' مصر
۳۹۷- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۹۸- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللھفان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۹۹- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۰۰- علامہ عبداللہ بن اسد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ
۴۰۱- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۴۰۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۴۰۳- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۴- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۵- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
۴۰۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۱۰- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۱۱- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۱۲- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۴۱۳- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الزواجر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۴۱۴- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی' متوفی ۱۰۳۴ھ' مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۷ھ
۴۱۵- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' اتحاف سادۃ المتقین' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۴۱۶- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' فتاویٰ رشیدیہ کامل' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۴۱۷- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ' کشف الظنون' مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران' ۱۳۷۸ھ
۴۱۸- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' الملفوظ' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور' مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور
۴۱۹- شیخ وحید الزمان' متوفی ۱۳۴۸ھ' ہدیۃ المہدی' مطبوعہ میور پریس دہلی' ۱۳۲۵ھ
۴۲۰- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' متوفی ۱۳۵۰ھ' جواہر البحار' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۴۲۱- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' بہشتی زیور' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۴۲۲- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' حفظ الایمان' مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۴۲۳- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی' نداء یارسول اللہ' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

تبیان القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

فرید بک سٹال

۳۸- اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله
الذي لا اله جل جلاله

الا هو جل جلاله
الرحمن جل جلاله
الرحيم جل جلاله
الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله
السلام جل جلاله
المؤمن جل جلاله
المهيمن جل جلاله
العزيز جل جلاله

الجبار جل جلاله
المتكبر جل جلاله
الخالق جل جلاله
البارئ جل جلاله

المصور جل جلاله
الغفار جل جلاله
القهار جل جلاله
الوهاب جل جلاله
الرزاق جل جلاله

الفتاح جل جلاله
العليم جل جلاله
القابض جل جلاله
الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله
الرافع جل جلاله
المعز جل جلاله
الحكم جل جلاله
البصير جل جلاله

السميع جل جلاله
المذل جل جلاله
العدل جل جلاله
اللطيف جل جلاله

الخبير جل جلاله
الحليم جل جلاله
العظيم جل جلاله
الغفور جل جلاله
الشكور جل جلاله

العلي جل جلاله
الكبير جل جلاله
الحفيظ جل جلاله
المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله
الجليل جل جلاله
الكريم جل جلاله
الرقيب جل جلاله
المجيب جل جلاله

الواسع جل جلاله
الحكيم جل جلاله
الودود جل جلاله
المجيد جل جلاله

الباعث جل جلاله
الشهيد جل جلاله
الحق جل جلاله
الوكيل جل جلاله
القوي جل جلاله

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

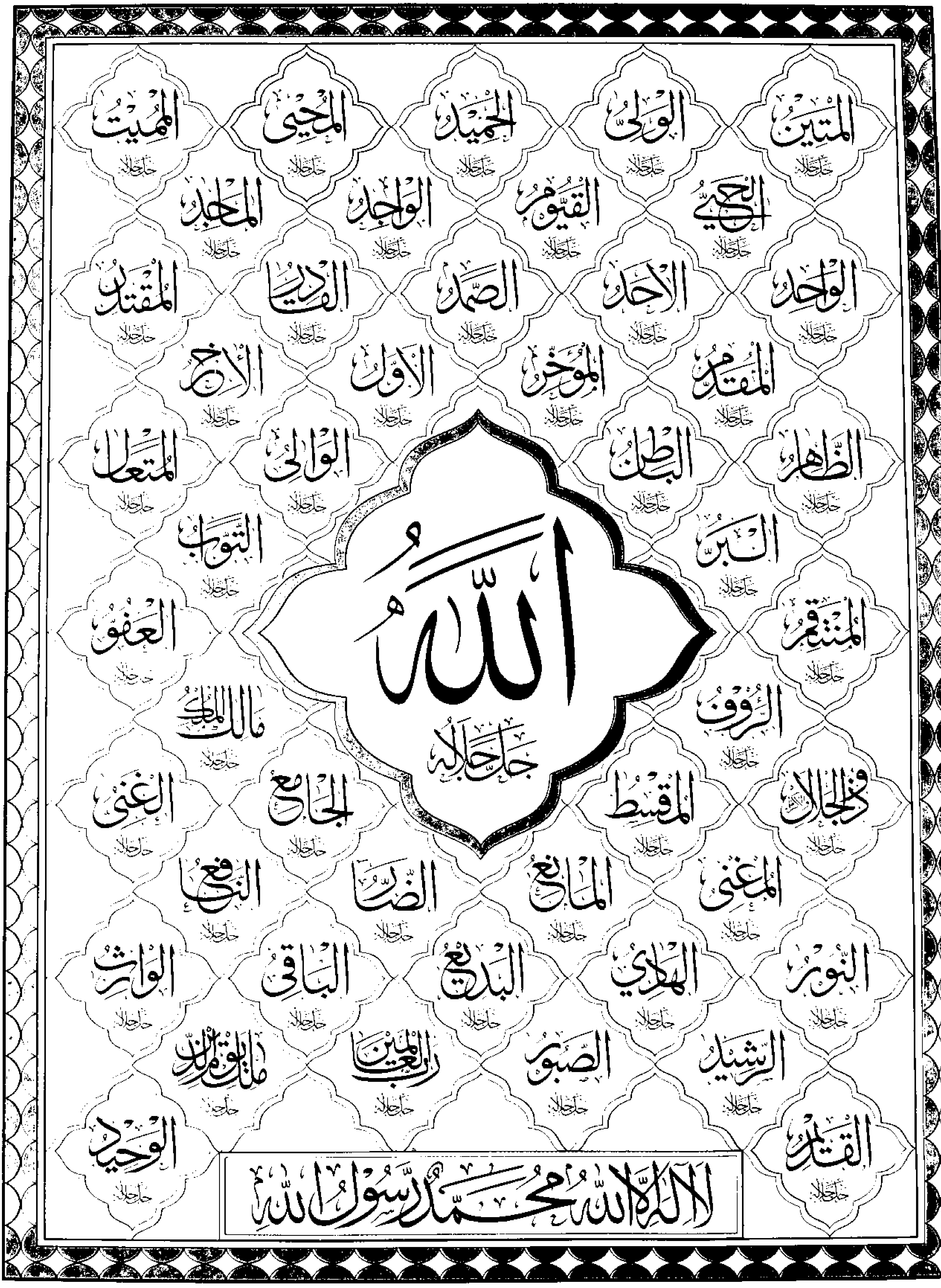
المتین
الولی
الحمید
المحیی
الممیت
الحیی
القیوم
الواجد
الماجد
الواحد
الاحد
الصمد
القادر
المقتدر
المقدم
المؤخر
الاول
الآخر
الظاهر
الباطن
الوالی
المتعال
البر
التواب
المنتقم
العفو
الرؤف
مالک الملک
ذوالجلال والاکرام
المقسط
الجامع
الغنی
المغنی
المانع
الضار
النافع
النور
الهادی
البدیع
الباقی
الوارث
الرشید
الصبور
رب العالمین
ملک یوم الدین
القدیر
الوحید
اللہ
جل جلالہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

یاقوت

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی - ۳۸

فرید بک سٹال

۳۸ - اردو بازار لاہور

Marfat.com

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

تبیان القرآن

جلد دوازدہم

الطلاق تا النّاس

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : ذوالحجۃ 1428ھ / جنوری 2007ء
الطبع الثامن : جمادی الاول 1434ھ / مارچ 2013ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الطلاق	۴۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۱
۲	سورۃ الطلاق کا سبب نزول	۴۲
۳	سورۃ الطلاق کی سورۃ التغابن سے مناسبت	۴۳
۴	سورۃ الطلاق کے مشمولات	۴۳
۵	یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ (۱۔۷)	۴۵
۶	مسئلہ طلاق کی تحقیق	۴۷
۷	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	۴۸
۸	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دینے کی احادیث	۵۱
۹	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	۵۳
۱۰	شیخ ابن تیمیہ کے دلائل کے جوابات	۵۴
۱۱	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن حزم ظاہری کا رد کرنا	۵۶
۱۲	مسئلہ طلاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کرنے کی توجیہ	۵۷
۱۳	حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت	۵۷
۱۴	طلاق بر طریقہ سنت کی دو صورتیں	۵۷
۱۵	طلاق کا لغوی معنی	۵۸
۱۶	طلاق کا اصطلاحی معنی	۵۸
۱۷	طلاق کی اقسام	۵۸
۱۸	اس اعتراض کا جواب کہ جب حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو کیوں جائز نہیں؟	۵۹
۱۹	عدت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور عدت کی اقسام	۵۹
۲۰	دوران عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے از خود نکلنے کی ممانعت	۶۰
۲۱	کھلی بے حیائی کی متعدد تفاسیر	۶۰
۲۲	ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم	۶۰
۲۳	ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی اباحت پر امام شافعی کے دلائل	۶۱
۲۴	کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دینے کی تحریم کے متعلق احادیث اور ان کی وجہ ترجیح	۶۱
۲۵	فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث	۶۱
۲۶	عدت طلاق کے دوران عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر ایک حدیث سے جواز کا استدلال	۶۲
۲۷	اس حدیث کی بناء پر علامہ قرطبی مالکی کا مذہب احناف کو رد کرنا	۶۳
۲۸	مصنف کی طرف سے علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب	۶۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۹	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	۶۴
۳۰	علامہ قرطبی کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد اور اس کے جوابات	۶۵
۳۱	تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل	۶۶
۳۲	مطلقہ سے رجوع کرنے اور اس کو دستور کے مطابق رخصت کرنے کا معنی	۶۷
۳۳	طلاق اور اس سے رجوع پر گواہ بنانے کے حکم میں مذاہب اور اس کی حکمتیں	۶۸
۳۴	متقین کے لیے راہِ نجات کے حصول کے سلسلہ میں احادیث اور آثار	۶۸
۳۵	توکل کا معنی اور توکل کے متعلق احادیث	۷۰
۳۶	اللہ کے کام پورا کرنے کے محامل	۷۱
۳۷	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۱
۳۸	تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۲
۳۹	تقدیر کی وضاحت اور اس کا کھوج لگانے کی ممانعت	۷۲
۴۰	خلق اور تقدیر کا فرق	۷۳
۴۱	قضاء معلق اور قضاء مبرم	۷۴
۴۲	رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	۷۴
۴۳	ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض	۷۵
۴۴	ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کا جواب	۷۵
۴۵	تقدیر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریحات	۷۵
۴۶	جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا' ان کی عدت میں شک ہونے کے محامل	۷۹
۴۷	بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلاف صحابہ	۸۰
۴۸	نابالغہ' بوڑھی اور حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۸۰
۴۹	اللہ سے ڈرنے کے فوائد	۸۱
۵۰	حضرت فاطمہ بنت قیس کی وہ روایت جس سے ائمہ ثلاثہ نے مطلقہ کے خرچ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے	۸۱
۵۱	طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنٰی کے استحقاق میں مذاہب	۸۲
۵۲	مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۸۲
۵۳	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل	۸۲
۵۴	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر احادیث سے دلائل	۸۴
۵۵	نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	۸۵
۵۶	دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز	۸۶
۵۷	شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب	۸۶
۵۸	وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ. (۱۲۔۸)	۸۸
۵۹	احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید	۸۹
۶۰	سات زمینوں کے متعلق امام رازی کی تحقیق	۹۰
۶۱	سات زمینوں کے متعلق دیگر مفسرین کی آراء	۹۰
۶۲	سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث	۹۱
۶۳	سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس	۹۲
۶۴	اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء	۹۳
۶۵	اثر ابن عباس پر اشکال	۹۴
۶۶	اشکال مذکور کا جواب مولانا قصوری سے	۹۴
۶۷	اشکال مذکور کا جواب شیخ نانوتوی سے	۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل	۹۶
۶۹	سورۃ الطلاق کا اختتام	۹۶
	سورۃ التحریم	۹۷
۱	سورت کا نام	۹۷
۲	سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم میں باہمی مناسبت	۹۷
۳	سورۃ التحریم کے مشمولات	۹۸
۴	یایها النبی لم تحرم ما احل الله. (۷۔۱)	۹۹
۵	صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب	۱۰۱
۶	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سوانح	۱۰۳
۷	مابور پر حضرت ماریہ کی تہمت اور اس کا اس تہمت سے بَری ہونا	۱۰۳
۸	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا کفارہ ادا کرنا	۱۰۴
۹	التحریم: ا کے سبب نزول کی تین روایتوں میں سے کون سی روایت زیادہ صحیح اور معتبر ہے؟	۱۰۴
۱۰	مغافیر کے معنی کی تحقیق	۱۰۶
۱۱	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا حضور کو اپنے پاس زیادہ ٹھہرانے کے لیے مغافیر کا حیلہ کرنا' آیا گناہ تھا یا نہیں؟	۱۰۶
۱۲	غیرت کا معنی	۱۰۷
۱۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق	۱۰۷
۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد نہ پینے کے عزم کو سید مودودی کا ناپسندیدہ عمل کہنا	۱۰۸
۱۵	بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء	۱۰۹
۱۶	قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ	۱۱۰
۱۷	اس کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں	۱۱۰
۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے ان کو راز کی بات بتانا اور ان کا راز افشاء کرنا	۱۱۲
۱۹	وحی خفی کا ثبوت	۱۱۴
۲۰	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو توبہ کا حکم دینے کی توجیہ	۱۱۴
۲۱	نیک مسلمانوں کے مصادیق	۱۱۴
۲۲	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد حضرت جبریل' نیک مسلمانوں اور فرشتوں کی مدد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟	۱۱۵
۲۳	مقبولانِ بارگاہ عزت سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنا ہے	۱۱۵
۲۴	مولیٰ اور ولی کا معنی	۱۱۵
۲۵	لفظ مولوی کا معنی	۱۱۶
۲۶	لفظ مولوی کے مواضع استعمال	۱۱۶
۲۷	لفظ شیخ کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	۱۱۷
۲۸	''مسلمات' مؤمنات'' اور ''قانتات'' وغیرہا کے معانی	۱۱۸
۲۹	کیا کوئی خاتون ازواجِ مطہرات سے افضل ہو سکتی ہے؟	۱۱۹
۳۰	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے ناراضگی کے سلسلہ میں احادیث	۱۱۹
۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ ازواج سے الگ رہنا حضرت حفصہ کے افشاءِ راز کی وجہ سے تھا یا ازواج کے زیادہ خرچ مانگنے کی وجہ سے؟	۱۲۲
۳۲	ازواجِ مطہرات کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کا سبب	۱۲۳
۳۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کا محمل	۱۲۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
٣٤	اپنے ماتحت لوگوں اور اولاد کو ادب سکھانے کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات	١٢٤
٣٥	دوزخ کے محافظ فرشتوں کی صفات	١٢٥
٣٦	یایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا. (١٢_٨)	١٢٥
٣٧	"توبۃ النصوح" کی تعریف میں مفسرین کے اقوال	١٢٧
٣٨	توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہونا	١٢٨
٣٩	مرجئہ کا اس پر استدلال کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی ضرورت نہیں اور اس کا رد	١٢٩
٤٠	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے خلاف سید مودودی کی نقل کردہ ضعیف روایت اور اس کا رد	١٢٩
٤١	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک دلیل	١٣٠
٤٢	نجات کا مدار قرابت داری پر نہیں' ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے	١٣١
٤٣	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے متعلق سوال اور ان کی بیوی کی خیانت پر ملحدین کے ایک اعتراض کا جواب	١٣١
٤٤	حضرت آسیہ کا راہِ حق میں مظالم برداشت کرنا	١٣٢
٤٥	حضرت آسیہ' حضرت مریم اور حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ کی بہن) کا جنت میں حضور کے نکاح میں ہونا	١٣٢
٤٦	سورۃ التحریم کی تفسیر کا اختتام	١٣٣
	سورۃ الملک	
١	سورت کا نام	١٣٤
٢	سورۃ الملک کی فضیلت میں احادیث اور آثار	١٣٤
٣	سورۃ الملک کے مشمولات	١٣٥
٤	تبرک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر. (١٤_١)	١٣٧
٥	"تبارک" کا صیغہ اور معنی اور اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	١٣٨
٦	موت اور حیات کے معانی	١٣٩
٧	اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے اور آزمانے کی توجیہ	١٤١
٨	رحمن کے نظم تخلیق میں کسی قسم کی کجی کا نہ ہونا	١٤١
٩	بار بار دیکھنے کے حکم کی توجیہ	١٤٢
١٠	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے کی تحقیق	١٤٢
١١	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	١٤٣
١٢	شہاب ثاقب کے متعلق احادیث	١٤٣
١٣	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے پر اعتراضات کے جوابات	١٤٥
١٤	کفار کو دوزخ کا عذاب دینے کی توجیہ	١٤٧
١٥	دوزخ میں چنگھاڑ کی تفسیر میں تین اقوال	١٤٧
١٦	دوزخ کے غیظ وغضب میں آنے کی توجیہ اور مرجئہ کا رد	١٤٨
١٧	رسولوں کی ہدایت کا عقل پر مقدم ہونا	١٤٩
١٨	"سحق" کا معنی اور تقویٰ کا بیان	١٤٩
١٩	اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر دلائل	١٥٠
٢٠	ھو الذی جعل لکم الارض. (٣٠_١٥)	١٥١
٢١	زمین کو نرم اور مسخر بنانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	١٥٣
٢٢	اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کے اطلاق کی توجیہ	١٥٣
٢٣	کفارِ مکہ کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا	١٥٥
٢٤	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلائل اور کفار کے نظریات کا رد اور ابطال	١٥٥
٢٥	اللہ تعالیٰ کا حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر استدلال	١٥٧
٢٦	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کی صفات سے اپنی قدرت پر استدلال	١٥٧

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	کفار کے انکارِ عذاب کا بطلان	۱۵۷
۲۸	کفار کی بددعا سے حراساں نہ ہونے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تلقین	۱۵۸
۲۹	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا	۱۵۹
۳۰	سورت تبارک الذی کا اختتام	۱۵۹
	سورۃ القلم	۱۶۰
۱	سورت کا نام	۱۶۰
۲	سورت القلم کے مشمولات	۱۶۰
۳	ن والقلم وما یسطرون. (۱۔۳۳)	۱۶۲
۴	نون اور قلم کے معانی اور ان کے متعلق احادیث	۱۶۴
۵	کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنا اور اللہ تعالیٰ کا رد فرمانا	۱۶۴
۶	''خَلق'' اور ''خُلق'' کا معنی	۱۶۵
۷	حسن اخلاق کی تعلیم، تلقین اور تاکید کے متعلق احادیث	۱۶۵
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق کے متعلق احادیث اور آثار	۱۶۶
۹	عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانا	۱۷۴
۱۰	فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کردینا	۱۷۵
۱۱	فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کردینا	۱۷۶
۱۲	فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کردینا	۱۷۶
۱۳	فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کردینا	۱۷۷
۱۴	ہبار بن الاسود کو معاف کردینا	۱۷۸
۱۵	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا	۱۷۸
۱۶	''وانک لعلی خلق عظیم'' میں امام رازی کی نکتہ آفرینیاں	۱۷۹
۱۷	''وانک لعلی خلق عظیم'' میں مصنف کی نکتہ آفرینی	۱۸۰
۱۸	آپ کے اور کفار کے عنقریب دیکھنے سے مراد آیا دنیا میں دیکھنا ہے یا آخرت میں؟	۱۸۲
۱۹	کفار کی اپنی مہم میں ناکامی اور آپ کی اپنے مشن میں کامیابی	۱۸۲
۲۰	مداہنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۸۳
۲۱	زیادہ قسم کھانے کی مذمت اور چغلی کھانے پر وعید	۱۸۳
۲۲	نیکی سے روکنے اور ''عتل'' اور ''زنیم'' کا معنی	۱۸۴
۲۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنے والے کا مصداق	۱۸۵
۲۴	قرآن مجید میں ولید بن مغیرہ کے دس عیوب مذکور ہیں یا نو؟	۱۸۵
۲۵	ربط آیات اور ولید بن مغیرہ کی ناک کو سونڈ فرمانے کی توجیہ	۱۸۶
۲۶	باغ والوں کی ناشکری کا انجام	۱۸۷
۲۷	ان للمتقین عند ربھم جنت النعیم. (۳۴۔۵۲)	۱۸۸
۲۸	کفار کے اس دعویٰ کا رد کہ آخرت میں مسلمین اور مجرمین کی جزاء ایک جیسی ہوگی	۱۹۰
۲۹	اس آیت سے معتزلہ کے اس استدلال کا رد کہ مؤمن مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا	۱۹۰
۳۰	مؤمنین اور مجرمین کی آخرت میں ایک جیسی جزاء ہونے کا عقلی اور نقلی دلائل سے بطلان	۱۹۰
۳۱	''یوم یکشف عن ساق'' میں ''ساق'' کا لغوی معنی	۱۹۱
۳۲	''یوم یکشف عن ساق'' کی تفسیر میں احادیث آثار اور اقوال تابعین	۱۹۲
۳۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان	۱۹۳
۳۴	جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے وعید	۱۹۴
۳۵	استدراج کا معنی	۱۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	۱۹۵
۳۷	حضرت یونس علیہ السلام پر نعمت کے تدارک کی تفصیل اور ان کے مذموم نہ ہونے پر دلائل	۱۹۶
۳۸	کفارِ مکہ کا آپ پر نظر لگانے کی ناکام کوشش کرنا	۱۹۷
۳۹	قرآن مجید کے مضامین سے اس کے اثر جنون ہونے کا ابطال	۱۹۸
۴۰	سورۃ القلم کا اختتام	۱۹۸
	سورۃ الحاقۃ	۱۹۹
۱	سورت کا نام وغیرہ	۱۹۹
۲	سورت الحاقۃ کے مشمولات	۲۰۰
۳	الحاقة ○ما الحاقة ○وما ادرك ما الحاقة○ (۱۔۳۷)	۲۰۱
۴	''الحاقہ'' کا معنی اور قیامت کو 'الحاقہ' فرمانے کی وجوہ	۲۰۴
۵	قومِ ثمود کی عذاب سے ہلاکت	۲۰۵
۶	قومِ عاد کی عذاب سے ہلاکت	۲۰۵
۷	دیگر امتوں کی ہلاکت	۲۰۶
۸	قیامت کے وقوع کی علامات	۲۰۷
۹	عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں کی تفصیل	۲۰۸
۱۰	لوگوں کا محشر میں تین بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جانا	۲۰۹
۱۱	''عيشة راضية'' میں مجاز عقلی کی نسبت	۲۱۰
۱۲	جنت کی بلندی کی دو تفسیریں اور جنت کی نعمتوں کی تفصیل	۲۱۰
۱۳	رسوائی کے عذاب کا دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہونا اور کفار کا کف افسوس ملنا	۲۱۱
۱۴	کفار کو دوزخ میں ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے جکڑ کر عذاب دینا	۲۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا عذاب	۲۱۲
۱۶	کفار کا شفاعت سے محروم ہونا	۲۱۳
۱۷	فلا اقسم بما تبصرون○وما لا تبصرون○ (۳۸۔۵۲)	۲۱۳
۱۸	قرآن مجید کا سحر، شعر اور کہانت نہ ہونا	۲۱۴
۱۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق رسول ہونے کی دلیل	۲۱۵
۲۰	قرآن مجید کی ایجابی صفات	۲۱۶
۲۱	رکوع اور سجود کی تسبیحات کے متعلق احادیث اور ان میں مذاہب	۲۱۶
۲۲	سورۃ الحاقۃ کا اختتام	۲۱۷
	سورۃ المعارج	۲۱۸
۱	سورت کا نام	۲۱۸
۲	سورۃ المعارج کے مشمولات	۲۱۸
۳	سال سائل بعذاب واقع○للكفرين ليس له دافع○ (۱۔۳۵)	۲۲۰
۴	کفار کا عذابِ قیامت کو طلب کرنا	۲۲۲
۵	''معارج'' کا لغوی اور عرفی معنی	۲۲۳
۶	''الروح'' کا مصداق	۲۲۳
۷	اس کی تحقیق کہ قیامت کا دن آیا پچاس ہزار سال کا ہے یا ایک ہزار سال کا؟	۲۲۴
۸	مسلمانوں کے لیے قیامت کے دن کی مقدار	۲۲۵
۹	''صبر جميل'' کا معنی	۲۲۶
۱۰	قیامت کے احوال اور اہوال	۲۲۶
۱۱	مسلمانوں کا گنہ گار مسلمانوں کی شفاعت کرنا	۲۲۷
۱۲	مرجئہ، معتزلہ اور خوارج کا ردّ	۲۲۷
۱۳	دوزخ کے بلانے کی توجیہات	۲۲۸
۱۴	حبِ دنیا کی آفات	۲۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	''ھلوعًا'' اور ''جزوعًا'' کا معنی	۲۲۹
۱۶	حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کا اعتراض اور امام رازی کا جواب	۲۲۹
۱۷	حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	۲۲۹
۱۸	فقر اور مرض میں شکوہ اور شکایت نہ کی جائے	۲۳۱
۱۹	''حق معلوم'' کی تفسیر میں جمہور کا موقف	۲۳۲
۲۰	''حق معلوم'' کی تفسیر میں سید مودودی کی رائے	۲۳۳
۲۱	سوال کرنے کے جواز کا ضابطہ	۲۳۳
۲۲	نیک اعمال نہ کرنے اور بُرے اعمال سے نہ بچنے پر عذاب کا خوف	۲۳۴
۲۳	تمام نیک اعمال کرنے اور تمام بُرے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف	۲۳۵
۲۴	بیویوں کے سوا جنسی لذت کے حصول کی ممانعت	۲۳۶
۲۵	امانت کی رعایت	۲۳۶
۲۶	گواہیوں کی تفصیل	۲۳۶
۲۷	نماز کی حفاظت سے متعلق اُمور	۲۳۶
۲۸	فمال الذین کفروا قبلک مھطعین ○ (۳۶-۴۴)	۲۳۷
۲۹	مشرکین کے اس زعم کا رد کہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا	۲۳۸
۳۰	مشارق اور مغارب کی توجیہ	۲۳۹
۳۱	آیا مشرکین کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لایا یا نہیں؟	۲۳۹
۳۲	''اجداث' نصب'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی	۲۴۰
۳۳	سورۃ المعارج کا اختتام	۲۴۰
	سورۂ نوح	۲۴۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۴۱
۲	سورت نوح کے مشمولات	۲۴۱
۳	انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومك. (۱-۲۰)	۲۴۳
۴	حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اہم عنوانات	۲۴۵
۵	آیا حضرت نوح تمام لوگوں کے رسول تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟	۲۴۶
۶	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	۲۴۷
۷	اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کے حکم کے بعد حضرت نوح کی اطاعت کے حکم کی توجیہ	۲۴۷
۸	بعض گناہوں کی معافی کی بشارت کی توجیہ	۲۴۷
۹	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق	۲۴۸
۱۰	ہدایت اور گم راہی کا اللہ کی تقدیر سے ہونا	۲۴۹
۱۱	خوش حالی کے حصول کے لیے اور استغفار کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار	۲۵۰
۱۲	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر اور اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنانے کا عدم جواز	۲۵۲
۱۳	مفتی احمد یار خاں کا یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو سفارشی بنانا جائز ہے اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۲۵۳
۱۴	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کو وسیلہ بنانے کے منافی ہے	۲۵۴
۱۵	اللہ اور رسول چاہے کہنا موہم بے ادبی ہے' اللہ پھر رسول چاہے' کہنا چاہیے	۲۵۵
۱۶	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو بہ تدریج پیدا فرمانا	۲۵۶
۱۷	اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید پر دلائل اور آسمانوں کے انطباق اور چاند کے آسمانوں میں ہونے کی توجیہ	۲۵۶
۱۸	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کی توجیہات	۲۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	قال نوح رب انهم عصونی واتبعوا من لم یزده. (۲۸_۲۱)	۲۵۹
۲۰	کفار نوح کی حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں	۲۶۰
۲۱	ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہا کی تاریخی حیثیت	۲۶۰
۲۲	اس روایت کی تحقیق کہ کفار مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے، یہ وہی بت تھے جن کی کفارِ نوح عبادت کرتے تھے	۲۶۲
۲۳	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی توجیہ اور اس دعا کو بددعا کہنے کی مذمت	۲۶۳
۲۴	عذاب قبر کا ثبوت اور اس پر شبہات کے جوابات	۲۶۴
۲۵	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اعتراضات کے جوابات	۲۶۶
۲۶	سورت نوح کی تفسیر کا اختتام	۲۶۶
	سورۃ الجن	۲۶۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۶۷
۲	سورت الجن کے مشمولات	۲۶۸
۳	قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن. (۱۹_۱)	۲۶۹
۴	الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۷۱
۵	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	۲۷۲
۶	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	۲۷۴
۷	اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟	۲۷۵
۸	جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث کی تطبیق	۲۷۷
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل	۲۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰	حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر مصنف کا تبصرہ	۲۷۸
۱۱	مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات	۲۷۹
۱۲	انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث	۲۸۰
۱۳	صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد	۲۸۰
۱۴	''وحی'' اور ''نفر'' کا معنی	۲۸۱
۱۵	''جد'' کا معنی	۲۸۱
۱۶	جنات کا اپنے جرائم کا اعتراف کر کے ان سے براءت کا اظہار کرنا	۲۸۱
۱۷	جنات سے فرشتوں کی باتوں کو محفوظ رکھنا	۲۸۳
۱۸	جنات کے فرقے	۲۸۳
۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۲۸۴
۲۰	استغفار کرنے سے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا ملنا	۲۸۵
۲۱	کفار اور فجار کو ڈھیل دینا اور مالِ دنیا کی خرابیاں	۲۸۶
۲۲	اللہ کے ذکر سے اعراض کا معنی	۲۸۸
۲۳	''صعدا'' کا معنی	۲۸۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کا دنیا میں تنگی کا سبب ہونا	۲۸۹
۲۵	مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات اور اطاعت	۲۸۹
۲۶	مسجد میں بُرے کام کرنے کی مذمت میں احادیث	۲۹۲
۲۷	مسجد میں نیک اعمال کرنے کی فضیلت میں احادیث	۲۹۳
۲۸	آپ کی عبادت کو دیکھنے کے لیے ہجوم کی متعدد تفاسیر	۲۹۴
۲۹	قل انما ادعوا ربی ولا اشرك به احدا○ (۲۸_۲۰)	۲۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں آپ کو اپنے عجز کے اظہار کا حکم	۲۹۶
۳۱	گنہ گار مسلمانوں کی عدم مغفرت پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۲۹۷
۳۲	اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار کی ذلت اور مومنوں کی عزت اور وجاہت	۲۹۷
۳۳	آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا یا نہیں؟	۲۹۸
۳۴	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۹۹
۳۵	غیب کی دو قسمیں ذاتی اور عطائی	۳۰۰
۳۶	اللہ تعالیٰ کے غیر پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں	۳۰۰
۳۷	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب لغت سے	۳۰۰
۳۸	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب تفاسیر سے	۳۰۱
۳۹	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کے تراجم	۳۰۲
۴۰	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی تسلط پر بحث و نظر	۳۰۳
۴۱	علامہ زمخشری کا کراماتِ اولیاء کا انکار کرنا	۳۰۵
۴۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر میں امام رازی کی تحقیق	۳۰۵
۴۳	امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۳۰۶
۴۴	الجن: ۲۶ میں ''عالم الغیب'' اور ''علی غیبہ'' سے مراد ہر غیب ہے نہ کہ وقت وقوع قیامت	۳۰۶
۴۵	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ کاہنوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۷
۴۶	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۸
۴۷	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ جادوگروں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۹
۴۸	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ نجومیوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۱۰
۴۹	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۱۰
۵۰	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قرطبی مالکی سے	۳۱۲
۵۱	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ بیضاوی شافعی سے	۳۱۲
۵۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ رومی حنفی سے	۳۱۲
۵۳	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قونوی حنفی سے	۳۱۳
۵۴	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ ابوالحیان اندلسی سے	۳۱۳
۵۵	الجن: ۲۶ کی تفسیر حافظ ابن کثیر سے	۳۱۳
۵۶	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ اسماعیل حقی سے	۳۱۳
۵۷	الجن: ۲۶ کی تفسیر غیر مقلد عالم شیخ شوکانی سے	۳۱۴
۵۸	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ آلوسی حنفی سے	۳۱۵
۵۹	الجن: ۲۶ کی تفسیر سید مودودی سے	۳۱۵
۶۰	الجن: ۲۶ کی تفسیر مفتی محمد شفیع دیوبندی سے	۳۱۶
۶۱	علم غیب اور غیبی خبروں میں فرق	۳۱۶
۶۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر سید نعیم الدین مراد آبادی سے	۳۱۷
۶۳	امام احمد رضا کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علم کا فرق	۳۱۷
۶۴	امام احمد رضا کے نزدیک عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے	۳۱۸
۶۵	علم کلی کی تحقیق	۳۱۸
۶۶	قرآن مجید سے علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے دلائل	۳۱۹
۶۷	علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے متعلق احادیث	۳۲۰
۶۸	''ما کان وما یکون'' کے علم کے ثبوت میں احادیث	۳۲۳
۶۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۳۲۳
۷۰	علم کلی تدریجاً عطا کیے جانے کے دلائل	۳۲۵
۷۱	النساء: ۱۱۳ سے علم کلی کے استدلال پر شبہات کے جوابات	۳۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۲	خلاصہ کلام	۳۳۰	۱۹	''تبتل'' کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۴۷
۷۳	اللہ سبحانہ کے علم پر حادث ہونے کا اعتراض اور اس کے جوابات	۳۳۱	۲۰	تہجد پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۳۴۷
۷۴	سورۃ الجن کا اختتام	۳۳۲	۲۱	کفار کی ایذاء رسانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۴۸
	سورۃ المزمل	۳۳۳	۲۲	کفار کے جسمانی اور روحانی عذاب کی تفصیل	۳۴۹
۱	سورت کا نام	۳۳۳	۲۳	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۰
۲	سورۃ المزمل کے مشمولات	۳۳۳	۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دینے کی توجیہ	۳۵۰
۳	یایھا المزمل ○قم الیل الا قلیلا○ (۱۹۔۱)	۳۳۵			
۴	''المزمل'' کا معنی اور مصداق	۳۳۶	۲۵	قیامت کے دن بچوں کو بوڑھا کرنے کی توجیہ	۳۵۱
۵	نمازِ تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۳۳۷	۲۶	اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا پورا ہونا کیوں لازم ہے؟	۳۵۱
۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے دلائل	۳۳۸	۲۷	سورۃ المزمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اجمالی تذکرہ	۳۵۱
۷	نمازِ تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات	۳۳۸	۲۸	ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثي. (۲۰)	۳۵۳
۸	''ترتیل'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۳۹			
۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کا طریقہ	۳۴۰	۲۹	نمازِ تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا	۳۵۳
۱۰	قرآن مجید کی تلاوت کو طرز کے ساتھ اور خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق احادیث	۳۴۰	۳۰	نمازِ تہجد میں کتنا قرآن پڑھنا چاہیے؟	۳۵۳
			۳۱	نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض نہ ہونا	۳۵۴
۱۱	قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنے کے محامل	۳۴۱	۳۲	تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی توجیہ	۳۵۴
۱۲	خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۴۲	۳۳	سورۃ المزمل کے آخر میں زکوٰۃ کا حکم اس سورت کے مکی ہونے کے خلاف نہیں ہے	۳۵۵
۱۳	''قول ثقیل'' (بھاری کلام) کا معنی اور اس کا مصداق	۳۴۲	۳۴	اللہ کو قرض دینے کا معنی	۳۵۶
			۳۵	اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا	۳۵۶
۱۴	''قول ثقیل'' کی تعریف میں متعدد اقوال	۳۴۳	۳۶	سورۃ المزمل کا اختتام	۳۵۶
۱۵	رات کو نماز کے لیے اٹھنے میں مشقت کی وجوہ	۳۴۴		**سورۃ المدثر**	۳۵۸
۱۶	دن کے وقت میں مصروفیات کی وجوہ	۳۴۵	۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵۸
۱۷	رب کے نام کو یاد کرنے اور رب کو یاد کرنے کا فرق	۳۴۵	۲	سورت المدثر کے متعلق احادیث	۳۵۸
۱۸	سب سے منقطع ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور اللہ میں مشغول ہونے کا فرق	۳۴۶	۳	سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر میں باہمی مناسبت	۳۵۹
			۴	سورۃ المدثر کے مشمولات	۳۶۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵	یاایہا المدثر○قم فانذر○وربک فکبر○ (۱۔۳۱)	۳۶۱
۶	''المدثر'' کے ساتھ خطاب اور لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے محامل	۳۶۳
۷	اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے محامل	۳۶۴
۸	لباس پاک رکھنے کے محامل	۳۶۵
۹	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	۳۶۶
۱۰	احسان رکھنے کی ممانعت کو امام رازی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص قرار دینا	۳۶۶
۱۱	امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۳۶۷
۱۲	عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان نہ رکھنے اور امت سے زیادہ لینے کے لیے ان پر احسان نہ رکھنے کے حضور کی سیرت سے دلائل	۳۶۸
۱۳	دیگر متقدمین اور متاخرین کی المدثر:۶ کی تفسیر	۳۷۰
۱۴	المدثر:۶ کی بعض اُردو تفاسیر	۳۷۰
۱۵	سابقہ تفاسیر کا جائزہ	۳۷۱
۱۶	مصنف کے مؤقف کی مزید وضاحت	۳۷۱
۱۷	نبی صلی اللہ عیہ وسلم کو صبر کا حکم دینے کی وجوہ	۳۷۲
۱۸	''نقر'' اور ''ناقور'' کا معنی اور صور کے متعلق احادیث	۳۷۳
۱۹	الولید بن المغیرہ کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات	۳۷۴
۲۰	دوزخ کی صفات کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۷
۲۱	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	۳۷۸
۲۲	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۷۸
۲۳	کفار کی آزمائش کی وضاحت	۳۷۹
۲۴	سابقہ آسمانی کتابوں میں دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے ذکر پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۸۰
۲۵	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے بیان سے مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کی وضاحت	۳۸۲
۲۶	اس اعتراض کا جواب کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اس کے بعد کفار کا ذکر کرنا تکرار ہے	۳۸۳
۲۷	اس اعتراض کا جواب کہ کفار تو قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہی نہیں تو پھر انہوں نے کیوں کہا: اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟	۳۸۳
۲۸	اس سوال کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ خود ہی گم راہ کرتا ہے تو پھر گم راہوں کی مذمت کیوں فرماتا ہے؟	۳۸۳
۲۹	اس شبہ کا ازالہ کہ صرف انیس فرشتے تمام دوزخیوں کو کس طرح عذاب پہنچا سکتے ہیں؟	۳۸۴
۳۰	اللہ کے لشکر کا بیان	۳۸۴
۳۱	''اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے'' کے مرجع کی تعیین	۳۸۴
۳۲	کلا والقمر○والیل اذ ادبر○ (۳۲۔۵۶)	۳۸۵
۳۳	دوزخ کی مزید صفات کا تذکرہ	۳۸۶
۳۴	امام رازی کا جبریہ کی تائید کرنا	۳۸۷
۳۵	امام رازی کی جبریہ کی تائید پر مصنف کا تبصرہ	۳۸۷
۳۶	وہ کون سے نفوس ہیں جو قیامت کے دن اپنے اعمال کے عوض گروی ہوں گے اور وہ کون سے نفوس ہیں جو گروی نہیں ہوں گے؟	۳۸۸
۳۷	اس کی تحقیق کہ کفار احکامِ شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں	۳۸۸
۳۸	''المحصول'' میں امام رازی کے دلائل	۳۸۹
۳۹	کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف اور ان کے دلائل	۳۹۱
۴۰	زیر بحث مسئلہ میں مصنف کا مؤقف	۳۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۱	لغو کاموں کی وضاحت	۳۹۵
۴۲	یقینی چیز کی وضاحت	۳۹۶
۴۳	فساق مؤمنین کے لیے شفاعت کا ثبوت	۳۹۶
۴۴	مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہونا اور اعراض کرنا	۳۹۶
۴۵	معتزلہ اور جبریہ کا رد	۳۹۷
۴۶	سورۃ المدثر کا اختتام	۳۹۸
	سورۃ القیامۃ	۳۹۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۹۹
۲	سورت القیامۃ کے مشمولات	۳۹۹
۳	لا اقسم بیوم القیمۃ○ (۱-۳۰)	۴۰۱
۴	قسم سے پہلے حرف ''لا'' کے دو محمل	۴۰۲
۵	نفس لوامہ کے مصداق میں متعدد اقوال	۴۰۳
۶	قیامت اور نفس لوامہ کی مناسبت	۴۰۴
۷	نفس انسان کی تین قسمیں	۴۰۴
۸	نفس کی تعریف اور اس کا مصداق	۴۰۵
۹	صوفیاء اور علامہ قشیری کی تعریفوں میں تطبیق	۴۰۵
۱۰	القیامہ: ۱-۲ کی قسموں کا جواب	۴۰۵
۱۱	القیامہ: ۳ کا شانِ نزول	۴۰۶
۱۲	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا شبہ اور اس کا جواب	۴۰۶
۱۳	توبہ نہ کرنا اور روزِ قیامت کی تکذیب کرنا	۴۰۶
۱۴	قیامت کی تین علامتیں اور ان پر اعتراضات کے جوابات	۴۰۷
۱۵	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی	۴۰۸
۱۶	بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دینا	۴۰۸
۱۷	قیامت کے دن بندہ کے نیک اعمال ملنے کے متعلق احادیث	۴۰۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	انسان کی اپنے اوپر بصیرت کے دو محمل	۴۱۰
۱۹	دورانِ وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کے لیے عجلت سے قرآن مجید کو دہرانے کی ممانعت	۴۱۱
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنا اللہ سبحانہ کے ذمہ ہے	۴۱۱
۲۱	حضرت جبریل کے فعل کو اللہ سبحانہ کا فعل قرار دینے کی ایک مثال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کئی مثالیں	۴۱۲
۲۲	حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	۴۱۲
۲۳	حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت	۴۱۳
۲۴	بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام ماتریدی کی تحقیق	۴۱۳
۲۵	بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام رازی کی تحقیق	۴۱۳
۲۶	''ناضرۃ'' کا معنی	۴۱۵
۲۷	اللہ تعالیٰ کی جنت میں رؤیت کی نفی پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۴۱۵
۲۸	قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کے معانی	۴۱۶
۲۹	''باسرۃ'' اور ''فاقرۃ'' کے معانی	۴۱۷
۳۰	''کلا'' اور ''تراقی'' کا معنی	۴۱۸
۳۱	''راق'' کا معنی	۴۱۸
۳۲	پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے کے دو محمل	۴۱۹
۳۳	فلا صدق لاصلی○ولکن کذب وتولی○ (۳۱-۴۰)	۴۲۰
۳۴	''اولی لک فاولی'' کا شانِ نزول اور اس کے معانی	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	انسان کو عبث پیدا نہ فرمانا اور اس کے ضمن میں وقوع قیامت کی دلیل	۴۲۲
۳۶	نطفہ کا معنی اور اس کے ضمن میں وقوع قیامت کی دلیل	۴۲۳
۳۷	انسان کی صرف دو صنفوں پر ایک اعتراض کا جواب	۴۲۳
۳۸	سورۃ القیامہ کا اختتام	۴۲۴
	سورۃ الدھر	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۲۵
۲	سورت الدھر اور سورۃ القیامہ کی مناسبت	۴۲۵
۳	سورت الدھر کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف	۴۲۵
۴	سورت الدھر کے مشمولات	۴۲۶
۵	هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا○ (۱_۲۲)	۴۲۷
۶	''ھل'' کا معنی	۴۲۹
۷	اس آیت میں ''انسان'' کے مصداق میں متعدد اقوال	۴۲۹
۸	جس مدت میں انسان قابل ذکر نہ تھا' اس مدت کے متعلق متعدد اقوال	۴۳۰
۹	''نطفه'' اور ''امشاج'' کا معنی	۴۳۱
۱۰	نطفہ کے اختلاط میں متعدد اقوال	۴۳۱
۱۱	''سبیل'' سے مراد عام راستہ ہے یا ہدایت کا مخصوص راستہ	۴۳۱
۱۲	انسان کو اختیار دیا ہے خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا	۴۳۲
۱۳	ربط آیات اور مشکل الفاظ کے معانی	۴۳۲
۱۴	دنیا کے کافور اور جنت کے کافور کا فرق	۴۳۳
۱۵	''عباد اللہ'' کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے	۴۳۳
۱۶	''نذر'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور نذر کے شرعی احکام	۴۳۴
۱۷	قیامت کے احوال کو شر کہنے کی توجیہ اور اولیاء اللہ کا اس دن کے شر سے محفوظ رہنا	۴۳۵
۱۸	ایثار کی فضیلت میں احادیث	۴۳۶
۱۹	الدھر: ۸ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے یا ایک انصاری کے متعلق؟	۴۳۶
۲۰	حضرت علی کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو تین دن بھوکا رکھ کر مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا	۴۳۷
۲۱	حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین	۴۳۸
۲۲	محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا	۴۳۹
۲۳	الدھر: ۸ صرف حضرت علی کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا تعلق تمام ابرار کے ساتھ ہے	۴۴۱
۲۴	الدھر: ۸ میں ''علی حبه'' کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: یعنی اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا یا اپنے نفس کی خواہش کے باوجود کھانا کھلانا	۴۴۲
۲۵	اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار	۴۴۲
۲۶	''مسکین'' اور ''یتیم'' کا معنی	۴۴۳
۲۷	اسیر کے معنی اور مصداق میں مفسرین کے متعدد اقوال اور مسلمان قیدیوں اور مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ کرنے کے احکام	۴۴۳
۲۸	ابرار کا محتاجوں کے ساتھ نیکی کر کے صلہ اور ستائش سے منع کرنا اور اس کی وجوہ	۴۴۶
۲۹	''عبوس'' اور ''قمطریر'' کا معنی	۴۴۶
۳۰	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	۴۴۷
۳۱	صبر کی اقسام	۴۴۷

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۲	ابرار کو دو قسم کی جنتیں ملنا اور سورج اور چاند کے بغیر درختوں کے سائے کی توجیہات	۴۴۸
۳۳	جنت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کے استعمال میں تعارض کے جوابات	۴۴۸
۳۴	سونٹھ کے پانی کی توجیہ	۴۴۹
۳۵	سلسبیل کا معنی	۴۴۹
۳۶	جنتی لڑکوں کے دائمی ہونے کی توجیہ	۴۴۹
۳۷	جنتیوں کی سلطنت	۴۵۰
۳۸	''سندس'' اور ''استبرق'' کا معنی	۴۵۰
۳۹	سونے اور چاندی کے کنگن میں تعارض اور اس کے جواب	۴۵۱
۴۰	''شراب طهور'' کا معنی	۴۵۱
۴۱	ابرار کا جنت میں کلماتِ تحسین سے استقبال	۴۵۱
۴۲	بندوں کی نیکیوں کے مشکور ہونے اور اللہ تعالیٰ کے شاکر ہونے کی توجیہ	۴۵۲
۴۳	انا نحن نزلنا عليك القران. (۳۱-۲۳)	۴۵۳
۴۴	ربط آیات اور تھوڑا تھوڑا قرآن مجید نازل کرنے کی حکمت	۴۵۴
۴۵	کفار کا آپ کو لالچ دے کر اور دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنا اور آپ کی استقامت	۴۵۴
۴۶	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق امام رازی کی توجیہ	۴۵۵
۴۷	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق مصنف کی توجیہ	۴۵۶
۴۸	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق سید مودودی کی تقریر	۴۵۶
۴۹	صبح اور پچھلے پہر اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں یا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	۴۵۷
۵۰	قرآن مجید اور احادیث سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے کی ترغیب	۴۵۷
۵۱	قیامت کے دن کو پس پشت ڈالنے اور اس دن کے بھاری ہونے کی توجیہ	۴۵۸
۵۲	دنیا کی جلد ملنے والی چیزوں کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے	۴۵۸
۵۳	''اسر'' کا معنی اور کافروں کو فنا کر کے دوسری قوم کو پیدا کرنے کی قدرت	۴۵۹
۵۴	جبر وقدر کے مسئلہ میں مفسرین اور محدثین کی تقاریر	۴۵۹
۵۵	امام رازی کی جبریہ کی تائید میں تقریر	۴۶۰
۵۶	علامہ آلوسی کی اہل سنت کی تائید میں تقریر اور امام رازی کا ردّ	۴۶۰
۵۷	حافظ سیوطی کی قدریہ کے ردّ میں اس آیت کی تقریر	۴۶۱
۵۸	قدریہ کے ردّ میں احادیث اور آثار	۴۶۲
۵۹	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ خطابی کی تقریر	۴۶۳
۶۰	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ ابن بطال کی تقریر	۴۶۴
۶۱	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ عینی کی تقریر	۴۶۴
۶۲	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ ابی مالکی کی تقریر	۴۶۵
۶۳	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ نواوی کی تقریر	۴۶۶
۶۴	جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ قاضی عیاض کی تقریر	۴۶۶
۶۵	جبر وقدر کے مسئلہ میں مصنف کی تقریر	۴۶۸
۶۶	جنت میں دخول کا ظاہری اور حقیقی سبب	۴۶۹
۶۷	سورۃ الدھر کی تفسیر کا اختتام	۴۶۹
	سورۃ المرسلات	۴۷۰
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۷۰
۲	سورت المرسلات کے متعلق احادیث	۴۷۰
۳	سورۃ المرسلات کے مشمولات	۴۷۱
۴	والمرسلت عرفا○فالعصفت. (۱-۴۰)	۴۷۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵	جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی	۴۷۵	۲۲	مصنف کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟	۴۸۶
۶	المرسلات: ۵۔۱ کے الگ الگ محامل	۴۷۵	۲۳	کفار کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۷
۷	رسولوں کو مبعوث فرمانے کی حکمت	۴۷۶	۲۴	کفار کا اللہ کے سامنے مکر کرنے سے عاجز ہونا	۴۸۷
۸	اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدہ کا پورا ہونا	۴۷۷	۲۵	ان المتقین فی ظلل وعیون○وفواکہ مما یشتھون○(۵۰۔۴۱)	۴۸۸
۹	قیامت کے وقوع کی علامات	۴۷۷	۲۶	متقین کو اجر وثواب عطا کرنے سے جو مشرکین کو عذاب ہوگا اس سے ان کو ڈرانا	۴۸۸
۱۰	کفارِ قریش کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	۴۷۸	۲۷	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کو نہ داخل کرنے پر امام رازی کے دلائل	۴۸۹
۱۱	''ویل'' کا معنی	۴۷۹	۲۸	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے اجتناب کو داخل کرنے پر مصنف کے دلائل	۴۸۹
۱۲	کفارِ قریش کو گزشتہ کافروں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرانا	۴۷۹	۲۹	متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کو داخل نہ کرنے پر امام رازی کے دلائل کے جوابات	۴۹۰
۱۳	کفارِ قریش کو حیات بعد الموت پر قدرت سے ڈرانا	۴۷۹	۳۰	المرسلات: ۴۳ اور ۴۴ سے متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول کا ثبوت	۴۹۲
۱۴	کفارِ قریش کو ان کے اندر رکھی ہوئی نعمتوں اور ان کے باہر رکھی ہوئی نعمتوں کے شکر ادا نہ کرنے کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۰	۳۱	متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول پر دیگر مفسرین کی تصریحات	۴۹۳
۱۵	کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۱	۳۲	جن مفسرین نے بغیر غور وفکر کے امام رازی کی تقلید میں متقین کے مصداق سے اطاعت اور عبادت کو خارج کیا	۴۹۴
۱۶	دوزخ کے دھوئیں کی تین شاخوں کے محامل	۴۸۱	۳۳	متقین کے مصداق کے بارے میں مصنف کے موقف پر ایک اعتراض کا جواب	۴۹۵
۱۷	دھوئیں کے سائے کی صفات	۴۸۲	۳۴	کفار کو نعمتوں کے شکر نہ ادا کرنے پر عذاب سے ڈرانا	۴۹۶
۱۸	''شرر' قصر' جمالۃ'' اور' صفر'' کے معانی اور محل کی مثل انگاروں کی توجیہ	۴۸۲	۳۵	کفار کو نماز نہ پڑھنے پر عذاب سے ڈرانا	۴۹۶
۱۹	متعدد وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۳			
۲۰	اس اعتراض کا جواب کہ متعدد آیات سے ثابت ہے کہ کفار قیامت کے دن باتیں کریں گے پھر یہاں کیوں فرمایا: وہ اس دن بات نہ کرسکیں گے؟	۴۸۴			
۲۱	امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟	۴۸۵			

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	۴۹۷
۳۷	سورۃ المرسلات کی تفسیر کا اختتام	۴۹۷
	سورۃ النبا	۴۹۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۹۹
۲	المرسلات اور النبا میں مناسبت	۴۹۹
۳	سورت النبا کے مشمولات	۵۰۰
۴	عم یتساء لون○عن النبا العظیم○ (۱۔۳۰)	۵۰۱
۵	''عم یتساء لون'' کی لفظی تحقیق	۵۰۲
۶	سوال کرنے والوں کا مصداق	۵۰۳
۷	پہلی تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد قرآن مجید کی خبر ہے	۵۰۳
۸	دوسری تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد آپ کی بعثت کی خبر ہے	۵۰۴
۹	تیسری تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد حیات بعد الموت کی خبر ہے	۵۰۴
۱۰	معاد جسمانی کے متعلق کفار اور مشرکین کی آراء	۵۰۵
۱۱	''کلا'' کا لفظی اور مرادی معنی	۵۰۶
۱۲	''کلا سیعلمون'' کو دوبارہ ذکر کرنے کے فوائد	۵۰۶
۱۳	حیات بعد الموت پر اجمالی شواہد اور دلائل	۵۰۷
۱۴	صوفیاء کی اصطلاح میں ''اوتاد'' کا معنی	۵۰۷
۱۵	''زوج'' کے معنی سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال	۵۰۸
۱۶	''نوم'' اور ''سبات'' کے معانی اور نیند کو ''سبات'' فرمانے کی وجوہ	۵۰۸
۱۷	لباس کا معنی اور رات کو لباس فرمانے اور اس کے نعمت ہونے کی وجوہ	۵۱۰
۱۸	''معاش'' کا معنی اور اس کے نعمت ہونے کی توجیہ	۵۱۰
۱۹	التاویلات النجمیہ کا تعارف	۵۱۱
۲۰	لفظ ''بنینا'' لانے کی حکمت	۵۱۱
۲۱	''وھاج'' اور ''ثجاج'' کے معانی	۵۱۱
۲۲	غلہ اور سبزہ اگانے کی ظاہری اور صوفیانہ تفسیر	۵۱۲
۲۳	حیات بعد الموت پر دلائل اور شواہد کا خلاصہ	۵۱۳
۲۴	حشر کے دن لوگوں کے فوج در فوج آنے کے متعلق ایک روایت کی تحقیق	۵۱۴
۲۵	آسمان کے دروازوں کا ثبوت	۵۱۵
۲۶	قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال	۵۱۵
۲۷	''مرصاد'' کا معنی اور مصداق	۵۱۶
۲۸	''احقاب'' کا معنی دوزخ میں کفار کے خلود اور دوام کے منافی نہیں ہے	۵۱۷
۲۹	بعض علماء کے نزدیک کفار کا عذاب دائمی نہیں ہے	۵۱۸
۳۰	ھود: ۱۰۷ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال	۵۱۹
۳۱	استدلال مذکور کے جوابات	۵۱۹
۳۲	الانعام: ۱۲۸ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال اور اس کے جوابات	۵۲۰
۳۳	کفار کے لیے دوزخ کے دائمی عذاب کی تصریح کی آیات	۵۲۱
۳۴	کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات	۵۲۲
۳۵	اہل جنت کے جنت میں اور اہل نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	۵۲۳
۳۶	خلود عذاب کے منکرین کا بعض احادیث سے استدلال اور اس کا جواب	۵۲۴
۳۷	اس اعتراض کا جواب کہ جب دوزخی دوزخ کے عادی ہو جائیں گے تو پھر ان کو تکلیف نہیں ہوگی	۵۲۵
۳۸	دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب	۵۲۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۹	''برد'' کی دو تفسیریں	۵۲۶
۴۰	غساق کا معنی	۵۲۷
۴۱	اس اعتراض کا جواب کہ ان کی سزا جرم کے کیسے موافق ہوگی جب کہ متناہی زمانہ کے جرم کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دی جائے گی	۵۲۷
۴۲	حساب کی امید نہ رکھنے کی توجیہات	۵۲۸
۴۳	قوتِ عملیہ کے تین شعبے	۵۲۸
۴۴	اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کا ثبوت اور فلاسفہ کے اعتراض کا جواب	۵۲۹
۴۵	کفار سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ	۵۳۰
۴۶	ان للمتقین مفازا○حدائق واعنابا○ (۴۰_۳۱)	۵۳۰
۴۷	اہل جنت پر نوازشیں	۵۳۱
۴۸	جزا اور عطا میں بہ ظاہر تعارض کے جوابات	۵۳۲
۴۹	بلا اذن شفاعت نہ کرنے کی تحقیق	۵۳۳
۵۰	النبا:۳۸ میں ''روح'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۳۴
۵۱	روح اور فرشتوں کے صحیح بات کہنے کی توجیہات	۵۳۵
۵۲	حصولِ شفاعت کی دعا پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کے جوابات	۵۳۶
۵۳	روزِ قیامت کے حق ہونے کی توجیہ	۵۳۷
۵۴	النبا:۴۰ میں آدمی کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۳۷
۵۵	کافر کے قول ''کاش! میں مٹی ہو جاتا'' کے متعلق روایات	۵۳۸
۵۶	سورۃ النبا کا اختتام	۵۳۹

سورۃ النّٰزعٰت

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۴۰
۲	النّٰزعٰت اور النبا میں مناسبت	۵۴۰
۳	النّٰزعٰت کے مشمولات	۵۴۰
۴	والنزعت غرقا○والنشطت نشطا○ (۲۶_۱)	۵۴۲
۵	کافر کی روح کھینچنے کی کیفیت اور کافر کی روح کا سختی کے ساتھ جسم سے نکالنا	۵۴۳
۶	''ناشطات'' کا معنی اور مؤمن کی روح کا آسانی کے ساتھ جسم سے نکلنا	۵۴۴
۷	مؤمن کی روح کھینچنے کی کیفیت	۵۴۵
۸	''السابحات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۸
۹	''السابقات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۸
۱۰	''المدبرات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۹
۱۱	اولیاء اللہ کی ارواح کا ''المدبرات'' کا مصداق ہونا اور لوگوں کے کام آنا	۵۴۹
۱۲	قیامت کے احوال اور ''راجفة'' کا معنی	۵۵۰
۱۳	''حافرة'' کا معنی	۵۵۱
۱۴	''نخرة'' کا معنی اور خسارہ کی تفسیر میں دو قول	۵۵۱
۱۵	''زجرة'' کا معنی	۵۵۲
۱۶	''ساهرة'' کا معنی	۵۵۲
۱۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ معرکہ کا قصہ اور اس سے کفار مکہ کو ڈرانا	۵۵۳
۱۸	بہت بڑی نشانی کے متعلق متعدد اقوال	۵۵۴
۱۹	'سب سے بڑا رب ہوں' کا معنی	۵۵۵
۲۰	''اخرة'' اور ''اولی'' کی متعدد تفاسیر	۵۵۵
۲۱	ءانتم اشد خلقا ام السماء بنها○ (۴۶_۲۷)	۵۵۶
۲۲	آسمانوں کی تخلیق سے حیات بعد الموت پر استدلال	۵۵۷
۲۳	''اغطش'' کا معنی	۵۵۸
۲۴	''دحها'' کا معنی اور زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کی تحقیق	۵۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	''مرعاها'' کا معنی اور زمین کے منافع اور فوائد	۵۵۹
۲۶	''ارساها'' کا معنی	۵۶۰
۲۷	''طامة'' کا معنی	۵۶۰
۲۸	دوزخ کو ظاہر کرنا	۵۶۱
۲۹	قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کا کمال اور فساد	۵۶۱
۳۰	دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث	۵۶۱
۳۱	دوزخ کی صفات کے متعلق احادیث	۵۶۲
۳۲	خوفِ خدا سے گناہ ترک کرنے والوں کی دو قسمیں	۵۶۳
۳۳	جنت کی صفات کے متعلق احادیث	۵۶۳
۳۴	کفار وقوعِ قیامت کا کیوں سوال کرتے تھے؟	۵۶۴
۳۵	کفار کا وقوعِ قیامت کا سوال کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب	۵۶۵
۳۶	سورۃ النّٰزعٰت کا اختتام	۵۶۵
	سورۂ عبس	۵۶۶
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۶۶
۲	حضرت عمرو بن ام مکتوم کا تذکرہ	۵۶۶
۳	سورتِ عبس کے مشمولات	۵۶۷
۴	عبس وتولی○ان جاءه الاعمی○ (۱-۴۲)	۵۶۸
۵	''عبس'' کا معنی اور اس آیت کا شانِ نزول	۵۶۹
۶	امام ابومنصور ماتریدی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۰
۷	امام رازی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۲
۸	امام رازی کا دوسرا جواب	۵۷۳
۹	امام رازی کے دوسرے جواب پر مصنف کا تبصرہ	۵۷۳
۱۰	علامہ قرطبی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۴
۱۱	علامہ اسماعیل حقی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے کی توجیہ	۵۷۵
۱۲	''عتاب'' کے معنی کی تحقیق	۵۷۵
۱۳	حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کرنے کی وجہ سے آپ پر عتاب کرنے کی آیات	۵۷۶
۱۴	قرآن مجید کا پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہونا	۵۷۷
۱۵	''سفرة'' اور ''کرام'' کا معنی اور فرشتوں کا انسان سے اس کی بیوی کے ساتھ صحبت کے وقت اور قضاء حاجت کے وقت دور رہنا	۵۷۷
۱۶	اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل نفسیہ	۵۷۸
۱۷	اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل خارجیہ	۵۸۰
۱۸	قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم	۵۸۱
۱۹	مؤمنوں اور کافروں کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	۵۸۳
۲۰	سورۂ عبس کا اختتام	۵۸۳
	سورۃ التکویر	۵۸۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ' اس کے متعلق احادیث اور اس کے مشمولات	۵۸۴
۲	اذا الشمس كورت○واذا النجوم انكدرت○(۱-۲۹)	۵۸۵
۳	''کوّرت'' کا معنی	۵۸۶
۴	اس اعتراض کا جواب کہ سورج اور چاند کو کس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا؟	۵۸۷
۵	''انکدرت'' کا معنی	۵۸۷
۶	''العشار'' کا معنی اور ان کے معطل کیے جانے کی توجیہ	۵۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	''وحوش'' کا معنی اور ''وحوش'' سے قصاص لینے کے فوائد	۵۸۸
۸	''تسجیر'' کا معنی	۵۸۹
۹	دوزخ کا مصداق کس جگہ پر ہے؟	۵۸۹
۱۰	روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے کے محامل	۵۹۰
۱۱	زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا	۵۹۱
۱۲	زندہ درگور کرنے کا سبب اور اس لڑکی سے سوال کرنے کی توجیہ	۵۹۱
۱۳	زندہ درگور کرنے کی ممانعت میں احادیث	۵۹۱
۱۴	''الخنّس'' اور ''الکنّس'' کے معانی	۵۹۳
۱۵	حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کا تذکرہ اور امام رازی کا تمام رسولوں کو حضرت جبریل کی امت قرار دینا	۵۹۴
۱۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ شمول جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہونا اور امام رازی کا رد	۵۹۵
۱۷	التکویر:۱۹ میں ''رسول کریم'' کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۷
۱۸	التکویر:۲۰ میں ''ذی قوۃ'' کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۸
۱۹	التکویر:۲۰ میں چوتھی صفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور وجیہ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۸
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۹۸
۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و وجاہت کے متعلق احادیث	۵۹۸
۲۲	التکویر:۲۱ میں ''مطاع'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۶۰۰
۲۳	التکویر:۲۱ میں ''امین'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۶۰۰
۲۴	جن مفسرین نے التکویر:۱۹ میں ''رسول کریم'' سے حضرت جبریل کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مُراد لیا ہے	۶۰۱
۲۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا اور ''ضنین'' کا معنی	۶۰۲
۲۶	سورۃ التکویر کا اختتام	۶۰۳
	سورۃ الانفطار	۶۰۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۶۰۴
۲	اذا السماء انفطرت ○ واذا الکواکب انتثرت ○ (۱۔۱۹)	۶۰۵
۳	قیامت کے احوال اور آثار کے ذکر سے مقصود انسان کو ڈرانا ہے	۶۰۶
۴	ستاروں کے جھڑنے کی توجیہ	۶۰۷
۵	سمندروں کو بہانے کے محامل	۶۰۷
۶	انسان کے مقدم اور مؤخر اعمال کے محامل	۶۰۸
۷	اللہ تعالیٰ کا اپنی کریمی کے تقاضے سے فوراً گناہوں پر سزا نہ دینا اور اس سے انسان کا دھوکا کھانا	۶۰۸
۸	انسان کی تخلیق کی تفصیل	۶۰۹
۹	اللہ تعالیٰ کا انسان کو معتدل صورت بنانا	۶۱۰
۱۰	روز جزا کی تکذیب کے محامل	۶۱۰
۱۱	''کراماً کاتبین'' کے اعمال بنی آدم لکھنے کی تفصیل	۶۱۱
۱۲	کراماً کاتبین قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے الگ ہو جاتے ہیں	۶۱۱
۱۳	''ابرار'' کا معنی اور مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہ ہونا	۶۱۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۴	جنت کا ثواب اور دوزخ کا عذاب غیر منقطع ہے	۶۱۳
۱۵	روزِ جزاء کے ادراک کی نفی کا محمل	۶۱۳
۱۶	اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت کی ممانعت	۶۱۳
۱۷	سورۃ الانفطار کا اختتام	۶۱۴
	سورۃ المطففین	۶۱۵
۱	سورت کا نام، وجہ تسمیہ اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	۶۱۵
۲	سورۃ المطففین کی سورۃ الانفطار کے ساتھ مناسبت	۶۱۵
۳	سورۃ المطففین کے مشمولات	۶۱۶
۴	ویل للمطففین○ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون○ (۳۶۔۱)	۶۱۷
۵	''مطففین'' کا معنی اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق احادیث	۶۱۹
۶	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ملامت	۶۲۰
۷	قیامت کے دن گرمی کی شدت سے پسینہ آنے کے مختلف احوال	۶۲۰
۸	مخلوق کی تعظیم کے لیے قیام کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۶۲۱
۹	قیام تعظیم کی ممانعت کے محامل	۶۲۱
۱۰	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام کے استحسان میں احادیث اور آثار	۶۲۲
۱۱	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء مالکیہ کا موقف	۶۲۴
۱۲	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۶۲۴
۱۳	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء احناف کا موقف	۶۲۵
۱۴	''سجین'' کا معنی	۶۲۶
۱۵	روزِ جزاء کی تکذیب کرنے والے	۶۲۷
۱۶	''اساطیر'' کا معنی	۶۲۷
۱۷	دل پر زنگ لگنا	۶۲۷
۱۸	قیامت کے دن کافروں کا اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونا اور مومنوں کا اپنے رب کے دیدار سے شادکام ہونا	۶۲۸
۱۹	علیین اور مومنوں کے صحائف کے متعلق احادیث اور آثار	۶۲۹
۲۰	جنت میں ابرار کی نعمتیں ''رحیق مختوم'' اور ''تسنیم'' کے معانی	۶۳۰
۲۱	دنیا میں کفار کا مومنوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اڑانا اور آخرت میں مومنوں کا کفار سے بدلہ لینا	۶۳۱
۲۲	سورۃ المطففین کی تفسیر کا اختتام	۶۳۲
	سورۃ الانشقاق	۶۳۳
۱	سورت کا نام، وجہ تسمیہ اور دیگر امور	۶۳۳
۲	سورۃ الانشقاق کے مشمولات	۶۳۳
۳	اذا السماء انشقت○ واذنت لربها وحقت○ (۲۵۔۱)	۶۳۵
۴	''اذنت'' کا معنی	۶۳۶
۵	زمین کو پھیلانے کے متعلق احادیث	۶۳۷
۶	''کادح'' کا معنی اور آسان حساب کا معنی	۶۳۸
۷	آسان حساب کے متعلق احادیث	۶۳۸
۸	کافر کا دنیا کی خوش حالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا اور ''یحور'' کا معنی	۶۳۹
۹	''شفق'' کا معنی	۶۴۰
۱۰	''وسق'' اور ''اتساق'' کا معنی	۶۴۰
۱۱	انسانوں کا مختلف احوال اور منازل میں منتقل ہونا	۶۴۱
۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہ درجہ ترقی کرنا	۶۴۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳	ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں سوار ہونے کے متعلق احادیث اور اقوالِ مفسرین	۶۴۲
۱۴	سورۃ الانشقاق کا اختتام	۶۴۴
	سورۃ البروج	۶۴۵
۱	سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور دیگر اُمور	۶۴۵
۲	سورت البروج کے مشمولات	۶۴۵
۳	سورت البروج کے متعلق احادیث	۶۴۵
۴	سورۃ البروج سے مقصود	۶۴۶
۵	والسماء ذات البروج ○ والیوم الموعود ○ (۱۔۲۲)	۶۴۷
۶	''بروج'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۴۸
۷	''بروج'' کے مصادیق میں اقوالِ مفسرین	۶۴۹
۸	بارہ برجوں کے معانی	۶۵۰
۹	ستاروں کی بروج میں انگریزی مہینوں کے اعتبار سے گردش	۶۵۰
۱۰	''شاھد'' اور ''مشھود'' کے مصادیق کا قرآن مجید' احادیث اور آثار سے تعین	۶۵۱
۱۱	''اخدود'' کا معنی	۶۵۲
۱۲	اصحابِ اخدود کے واقعہ کی تفصیل میں صحیح حدیث	۶۵۲
۱۳	اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح	۶۵۴
۱۴	جان جانے کے خوف کے باوجود کلمہ کفر نہ کہنے کی عزیمت	۶۵۵
۱۵	جان جانے کے خطرہ سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت' جب کہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو	۶۵۶
۱۶	خندق کھودنے والوں کا انجام	۶۵۷
۱۷	خندق میں ڈالنے والے کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب اور جلنے کی وعید اور مؤمنوں کے لیے جنت اور اللہ کی رضا کی بشارت	۶۵۸
۱۸	اللہ تعالیٰ کی عظیم اور منفرد صفات	۶۵۹
۱۹	عہدِ رسالت اور اس سے پہلے کے مکذبین کی سرشت	۶۶۰
۲۰	قرآن مجید کی فضیلت	۶۶۱
۲۱	لوحِ محفوظ کی تعریف میں اقوالِ مفسرین	۶۶۱
۲۲	سورۃ البروج کا اختتام	۶۶۲
	سورۃ الطارق	۶۶۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۶۶۳
۲	سورۃ الطارق کے متعلق احادیث	۶۶۳
۳	سورۃ الطارق کی سورۃ البروج کے ساتھ مناسبت	۶۶۳
۴	سورۃ الطارق کے مشمولات	۶۶۴
۵	والسماء والطارق ○ وما ادرٰك ما الطارق ○ (۱۔۱۷)	۶۶۵
۶	''طارق'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۶۶۶
۷	''النجم الثاقب'' کا معنی اور مصداق اور سورۃ الطارق کا شانِ نزول	۶۶۷
۸	انسان کے محافظ اور نگہبان کی تحقیق	۶۶۸
۹	فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۶۸
۱۰	فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۶۸
۱۱	فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت کرتے ہیں؟	۶۷۱
۱۲	''دافق' صلب'' اور ''ترائب'' کا معنی	۶۷۲
۱۳	انسان کو لوٹانے کے دو محمل' آخرت کی طرف یا باپ کی صلب کی طرف	۶۷۴
۱۴	آیا اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو ایک انڈے میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟	۶۷۵
۱۵	''سرائر'' اور ''ابتلاء'' کا معنی	۶۷۵
۱۶	آسمان کو ''ذات الرجع'' فرمانے کی توجیہات	۶۷۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۷	زمین کو ''ذات الصدع'' فرمانے کی توجیہات	۶۷۶
۱۸	''قول فصل'' کی دو تفسیریں' فیصلہ کرنے والی کتاب یا مفصل کتاب	۶۷۷
۱۹	کفار کے ''کید'' اور اللہ تعالیٰ کے ''کید'' کا فرق	۶۷۷
۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہلت دینے کے حکم کی توجیہ	۶۷۸
۲۱	سورۃ الطارق کا اختتام	۶۷۹
	سورۃ الاعلیٰ	۶۸۰
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۶۸۱
۲	سورۃ الاعلیٰ کے مشمولات	۶۸۱
۳	سبح اسم ربک الاعلیٰ○ الذی خلق فسوی○ (۱۹۔۱)	۶۸۲
۴	تسبیح کا معنی اور اللہ کے نام کی نقص اور عیب سے بری ہونے کی وجوہ	۶۸۳
۵	''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے متعلق احادیث	۶۸۴
۶	اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاعلیٰ'' ذکر کرنے کی وجوہ	۶۸۴
۷	اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ہدایت سے اس کی الوہیت اور اس کی توحید پر استدلال	۶۸۵
۸	عام مخلوق اور خصوصاً انسان کی درست تخلیق کا معنی	۶۸۶
۹	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث	۶۸۶
۱۰	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے متعدد معانی اور محامل	۶۸۷
۱۱	''المرعٰی'' کا معنی	۶۸۸
۱۲	''غثاء'' اور ''احوی'' کا معنی	۶۸۹
۱۳	اللہ تعالیٰ کے یاد کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید نہ بھولنا اور اس کے ضمن میں آپ کی نبوت کی دلیلیں	۶۸۹
۱۴	بعض آیات کے بھولنے کے متعلق احادیث اور ان کی توجیہ	۶۹۰

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ماتریدی کی تقریر	۶۹۱
۱۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ابن جوزی کی تقریر	۶۹۲
۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام رازی کی تقریر	۶۹۳
۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت کے لیے دین کا آسان ہونا	۶۹۴
۱۹	اس اعتراض کا جواب کہ آپ کا منصب تو ہر شخص کو نصیحت کرنا ہے نہ کہ صرف ان کو جن کو نصیحت نفع دے	۶۹۵
۲۰	نصیحت کے نفع آور ہونے کی شرط عائد کرنے کے فوائد	۶۹۶
۲۱	اللہ سے ڈرنے والے کا مصداق	۶۹۷
۲۲	بڑی آگ کا مصداق	۶۹۷
۲۳	تزکیہ نفس کا معنی	۶۹۸
۲۴	تزکیہ کی تفسیر صدقۂ فطر قرار دینے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۹۹
۲۵	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث اور آثار	۷۰۰
۲۶	اُخروی نعمتوں کے افضل ہونے کی وجوہ	۷۰۱
۲۷	کون سی نصیحت سابقہ صحائف میں مذکور ہے؟	۷۰۱
۲۸	نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۷۰۲
۲۹	سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا اختتام	۷۰۳
	سورۃ الغاشیۃ	۷۰۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث	۷۰۴
۲	سورۃ الغاشیۃ کی سورۃ الاعلیٰ کے ساتھ مناسبت	۷۰۴
۳	سورۃ الغاشیۃ کے مشمولات	۷۰۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	هل اتك حديث الغاشية○(۲۶-۱)	۷۰۶
۵	قیامت کے دن کو ''الغاشیة'' فرمانے کی وجوہ	۷۰۷
۶	کفار پر شدتِ عذاب	۷۰۸
۷	مؤمنین کا آخرت میں اجر و ثواب اور مشکل الفاظ کے معانی	۷۰۹
۸	جنت میں لغویات نہ سننے کی وجوہ	۷۱۰
۹	جنت کے چشمے' گلاس' فرش اور تکیے	۷۱۰
۱۰	اونٹ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں	۷۱۱
۱۱	آسمان' پہاڑ اور زمین میں نشانیاں	۷۱۲
۱۲	ان مذکور نشانیوں میں باہمی مناسبت	۷۱۲
۱۳	اللہ تعالیٰ نے خوب صورت چیزوں سے اپنی تخلیق اور توحید پر کیوں استدلال نہیں فرمایا؟	۷۱۳
۱۴	جبریہ کے نظریہ کا باطل ہونا	۷۱۳
۱۵	بہت بڑے عذاب کا محمل	۷۱۴
۱۶	کفار اور مشرکین کو عذاب دینا کیوں ضروری ہے؟	۷۱۴
۱۷	سورۃ الغاشیہ کی تفسیر کی تکمیل	۷۱۵
	سورۃ الفجر	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۱۶
۲	سورۃ الغاشیہ کے ساتھ الفجر کی مناسبت	۷۱۶
۳	سورۃ الفجر کے مشمولات	۷۱۶
۴	والفجر○ولیال عشر○(۳۰-۱)	۷۱۸
۵	الفجر سے مراد معروف صبح ہے اور اس کی فضیلت	۷۲۰
۶	''والفجر'' سے مراد یوم نحر کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۲۰
۷	''الفجر'' سے مراد ذوالحجہ کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۲۱
۸	''الفجر'' سے مراد ماہِ محرم کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹	''ولیال عشر'' سے مراد ذوالحج کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث	۷۲۲
۱۰	''ولیال عشر'' سے مراد محرم کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث	۷۲۳
۱۱	عاشوراء کی فضیلت میں احادیث	۷۲۴
۱۲	''ولیال عشر'' سے مراد رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۲۵
۱۳	''الشفع'' سے مراد یوم نحر اور ''الوتر'' سے مراد یوم عرفہ اور ان کی فضیلت میں احادیث	۷۲۵
۱۴	''الشفع'' (جفت' جوڑا) اور ''الوتر'' (طاق) میں مزید عقلی احتمالات	۷۲۷
۱۵	''والشفع والوتر'' کی تفسیر میں مصنف کا صحیح اور صریح حدیث سے استدلال	۷۲۸
۱۶	رات کی قسم کھانے کی وجوہ	۷۲۹
۱۷	''ذی حجر'' کا معنی	۷۲۹
۱۸	عاد' ثمود اور قوم فرعون کا عذاب	۷۳۰
۱۹	قوم عاد کا تعارف	۷۳۱
۲۰	ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر مکان بنانا	۷۳۲
۲۱	میخوں والے کا معنی	۷۳۲
۲۲	عذاب کے کوڑے کا معنی	۷۳۲
۲۳	''مرصاد'' کا معنی	۷۳۲
۲۴	دنیا کی نعمتیں ملنے کو عزت اور کرامت اور ان سے محرومی کو بے عزتی نہیں سمجھنا چاہیے	۷۳۳
۲۵	دنیاوی عیش و عشرت کی مذمت کی وجوہ	۷۳۴
۲۶	آیا دنیاوی مال کے حصول پر اترانے والا عام انسان ہے یا مخصوص انسان ہے؟	۷۳۵
۲۷	''کلا'' کا معنی	۷۳۵
۲۸	یتیم کی تکریم کی وجوہ	۷۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹	یتیم کی دل داری نہ کرنے کی مذمت	۷۳۶
۳۰	قیامت کے دن کفار اور فساق فجار کا کف افسوس ملنا	۷۳۷
۳۱	''دکا دکا'' کا معنی	۷۳۷
۳۲	قیامت کے دن آپ کے رب کے آنے کی توجیہات	۷۳۷
۳۳	دوزخ کو لانے والے	۷۳۸
۳۴	آخرت میں ندامت اور توبہ کام نہیں دے گی	۷۳۹
۳۵	نفس مطمئنہ کو ندا کرنے والوں کے مصداق میں مفسرین کے اقوال	۷۳۹
۳۶	نفس انسان کی اقسام	۷۴۰
۳۷	نفس مطمئنہ کے مصداق میں مفسرین کے اقوال	۷۴۱
۳۸	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام ابومنصور ماتریدی سے	۷۴۱
۳۹	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام رازی سے	۷۴۲
۴۰	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر علامہ آلوسی سے	۷۴۲
۴۱	سورۃ الفجر کی تفسیر کی تکمیل	۷۴۲
	سورۃ البلد	۷۴۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۴۴
۲	سورت البلد کی سورت الفجر کے ساتھ مناسبت	۷۴۴
۳	سورت البلد کے مشمولات	۷۴۴
۴	لا اقسم بهذا البلد○ وانت حل بهذا البلد○ (۲۰-۱)	۷۴۶
۵	''لا اقسم'' میں لفظ ''لا'' کے دو محمل	۷۴۷
۶	مکہ مکرمہ کی فضیلت میں آیات اور احادیث	۷۴۷
۷	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر علامہ قرطبی سے	۷۴۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر امام رازی سے	۷۴۹
۹	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر مصنف سے	۷۵۰
۱۰	والد اور اولاد کے مصداق میں اقوال مفسرین	۷۵۲
۱۱	''کبد'' کا معنی اور انسان کی دشواری کے محامل	۷۵۳
۱۲	''لبدا'' کا معنی	۷۵۴
۱۳	اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اور خیر اور شر کے دو راستے	۷۵۴
۱۴	''اقتحم'' اور ''العقبة'' کا معنی اور دشوار گھاٹی کا مصداق	۷۵۵
۱۵	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۶
۱۶	بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں آیات اور احادیث	۷۵۶
۱۷	یتیم کا معنی	۷۵۸
۱۸	یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۸
۱۹	رشتہ داروں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۸
۲۰	خاک نشین کے مصادیق	۷۵۸
۲۱	مؤمنین صالحین کے لیے بشارت اور کفار کے لیے عذاب کی وعید	۷۵۸
۲۲	سورۃ البلد کی تفسیر کی تکمیل	۷۵۰
	سورۃ الشمس	۷۶۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۶۱
۲	سورت الشمس اور سورۃ البلد کی مناسبت	۷۶۱
۳	سورت الشمس کے مشمولات	۷۶۲
۴	والشمس وضحها○ والقمر اذا تلها○ (۱۵-۱)	۷۶۳
۵	قسم اور جوابِ قسم	۷۶۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶	سورج کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں برکتیں اور نشانیاں	۷۶۴
۷	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	۷۶۴
۸	دن کن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے؟	۷۶۵
۹	رات اور دن کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	۷۶۵
۱۰	''وما بناھا'' میں ''ما'' سے مراد ''من'' ہونے کی توجیہ	۷۶۶
۱۱	نفس انسان کی قسم سے مراد انسان کامل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے	۷۶۶
۱۲	''الھام'' کا معنی اور انسان کے اچھے اور بُرے کاموں کے متعلق اہل سنت کا مؤقف	۷۶۷
۱۳	اچھے اور بُرے کاموں کا علم غور وفکر کرنے سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے حاصل ہوتا ہے	۷۶۷
۱۴	نیک کاموں کا الہام ان ہی لوگوں کو کیا جاتا ہے جو نیکی کی جدوجہد کرتے ہیں	۷۶۸
۱۵	الہام سے مراد اچھے اور بُرے کاموں کا لزوم ہے	۷۶۹
۱۶	نیکی اور بدی کے الہام کے متعلق احادیث	۷۶۹
۱۷	''تزکیه'' اور ''تدسیة'' کا معنی اور ''تدسیة'' کے محامل	۷۷۰
۱۸	جبر کی تقویت میں امام رازی کے دلائل	۷۷۰
۱۹	امام رازی کے دلائل کے جوابات عقلی دلائل سے	۷۷۱
۲۰	امام رازی کے دلائل کے جوابات' قرآن مجید کی آیات سے	۷۷۲
۲۱	امام رازی کے دلائل کے جوابات احادیث سے	۷۷۲
۲۲	قوم ثمود کی سرکشی اور اس کا عذاب	۷۷۴
۲۳	سورۃ الشمس کی تفسیر کی تکمیل	۷۷۵

سورۃ اللیل

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ اللیل	۷۷۶
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۷۶
۲	سورۃ اللیل کے مشمولات	۷۷۷
۳	والیل اذا یغشی○ والنھار اذا تجلی○ (۱-۲۱)	۷۷۸
۴	رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلائل	۷۷۹
۵	نر اور مادہ کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی نشانی	۷۸۰
۶	اس کی تحقیق کہ حضرت ابن مسعود ''وما خلق الذکر والانثی'' کے بجائے ''والذکر والانثی'' پڑھا کرتے تھے	۷۸۰
۷	حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کا موجودہ قرآن مجید کے خلاف پڑھنا اور ان کی توجیہات	۷۸۱
۸	تمام لوگوں کے اعمال کا برابر نہ ہونا	۷۸۲
۹	اللیل: ۱۰-۵ کا خلاصہ	۷۸۲
۱۰	اللہ کی راہ میں دینے کے محامل	۷۸۳
۱۱	''حسنیٰ'' کے متعدد مصداق	۷۸۳
۱۲	''یسریٰ'' کے مصداق میں متعدد اقوال	۷۸۴
۱۳	امام رازی کے جبر پر دلائل	۷۸۵
۱۴	مصنف کی طرف سے امام رازی کے دلائل کے جوابات	۷۸۶
۱۵	''تردّٰی'' کا معنی اور اس کا مصداق	۷۸۷
۱۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سورۃ اللیل کا نزول	۷۸۷
۱۷	اس آیت کی توجیہات کہ اللہ پر ہدایت دینا واجب ہے	۷۸۸
۱۸	اللہ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دینے کی مذمت	۷۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	اللیل:۱۶ سے معتزلہ اور مرجئہ کا اپنے اپنے مذہب پر استدلال اور ان کے جوابات	۷۷۹
۲۰	فساق مؤمنین کے متعلق اہل سنت و جماعت کا مؤقف	۷۹۰
۲۱	کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لیے صدقہ کا جواز اور محض اخلاص سے صدقہ دینے کا افضل ہونا	۷۹۰
۲۲	حضرت ابوبکر کے حضرت بلال اور دیگر چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے متعلق روایات	۷۹۱
۲۳	اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر ہیں' اس پر امام رازی کے دلائل	۷۹۲
۲۴	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں احادیث اور آثار	۷۹۳
۲۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں کتب شیعہ کی تصریحات	۸۰۲
۲۶	سورۃ اللیل کی تفسیر کا اختتام	۸۰۲
	سورۃ الضحیٰ	۸۰۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور سورۃ اللیل سے مناسبت	۸۰۳
۲	سورۃ الضحیٰ کے مشمولات	۸۰۳
۳	والضحی○ والیل اذا سجی○ (۱۱-۱)	۸۰۵
۴	''ضحٰی'' اور ''سجٰی'' کا معنی	۸۰۵
۵	سورۃ اللیل کو سورۃ الضحیٰ پر مقدم کرنے کی وجوہ	۸۰۵
۶	دن اور رات کی قسم کھانے کی توجیہات	۸۰۶
۷	''والضحٰی واللیل'' (دن اور رات) کی قسم کے محامل	۸۰۷
۸	الضحیٰ:۳ کے شانِ نزول میں متعدد اقوال	۸۰۹
۹	اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وجاہت	۸۱۰
۱۰	دن بہ دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کرامت کا زیادہ ہونا	۸۱۰
۱۱	آپ کی آخرت کا آپ کی دنیا سے افضل ہونا	۸۱۱
۱۲	قرآن مجید کی سب سے زیادہ امید افزا آیت	۸۱۱
۱۳	اس حدیث کا بیان کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا	۸۱۳
۱۴	حدیث مذکور کا قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیثِ صحیحہ سے تعارض	۸۱۶
۱۵	حدیث مذکور پر تعارض کے اشکال کا جواب	۸۱۷
۱۶	دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۸۱۸
۱۷	آخرت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت عطا کرنے کے متعلق احادیث	۸۱۸
۱۸	یتیم کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم ہونے کی کیفیت	۸۲۱
۱۹	لفظ ''ضال'' کے معنی کی تحقیق اور ائمہ لغت کی تصریحات	۸۲۲
۲۰	امام ابومنصور ماتریدی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۳
۲۱	علامہ الماوردی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۵
۲۲	امام رازی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۵
۲۳	علامہ قرطبی کی لفظ ''ضال'' کے بارے میں توجیہات	۸۲۷
۲۴	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الافاضل کی توجیہات	۸۲۷
۲۵	مصنف کی توجیہ	۸۲۸
۲۶	''عائل'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کرنے کے محامل	۸۲۸
۲۷	آپ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	۸۲۹
۲۸	یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث	۸۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٢٩	ربط آیات	٨٣٠
٣٠	صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کے لیے عذاب کی وعید کے متعلق احادیث	٨٣٠
٣١	سائل کو دینے کی ترغیب کے متعلق احادیث	٨٣١
٣٢	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرمی سے جواب دینا چاہیے	٨٣٣
٣٣	مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے' صرف اللہ سے گڑگڑا کر سوال کیا جائے	٨٣٤
٣٤	اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے اور یہی اس کا شکر ہے	٨٣٤
٣٥	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا ہے؟	٨٣٦
٣٦	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والی چند نعمتوں کے متعلق احادیث	٨٣٦
٣٧	سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا اختتام	٨٣٩
	سورۃ الانشراح	
١	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	٨٤٠
٢	الم نشرح لك صدرك○(٨-١)	٨٤١
٣	شرح صدر کا معنی	٨٤١
٤	شرح صدر کے متعلق احادیث اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا	٨٤٢
٥	بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت کا عطا فرمایا جانا	٨٤٤
٦	ملا علی قاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت سے پہلے ولی قرار دینا	٨٤٥
٧	ملا علی قاری کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ	٨٤٦
٨	عالم ارواح میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کیا جانا	٨٤٧
٩	حدیث مذکور کی تخریج مصنف کی طرف سے	٨٤٨
١٠	اس اعتراض کا جواب کہ عالمِ ارواح میں آپ کو نبی بنانے سے مراد یہ ہے کہ آپ اس وقت اللہ کے علم میں نبی تھے	٨٤٨
١١	مصنف کے جواب کی تائید دیگر اکابر علماء سے	٨٤٩
١٢	عالم ارواح میں آپ کو نبوت عطا کرنے کے متعلق اکابر علماء کی تصریحات	٨٥٠
١٣	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کرنے کی ایک اور دلیل	٨٥١
١٤	معراج کے موقع پر شق صدر	٨٥١
١٥	آپ کا شق صدر کتنی بار ہوا؟	٨٥٢
١٦	آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں رکھنے' اس کو زمزم سے دھونے اور اس میں ایمان اور حکمت رکھنے کی تشریح	٨٥٢
١٧	شق صدر پر اعتراضات اور ان کے جوابات	٨٥٣
١٨	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے محامل	٨٥٤
١٩	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو پہاڑ سے گرا دینے کے ارادہ کی روایت صحیح نہیں	٨٥٤
٢٠	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے بعض دیگر محامل	٨٥٥
٢١	''اللهم اغفر لقومي فانهم لا يعلمون'' یہ دعا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی' کسی اور نبی نے کی ہے	٨٥٦
٢٢	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق امام ماتریدی' امام رازی اور علامہ قرطبی کی تقاریر	٨٥٨
٢٣	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	٨٦٠
٢٤	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر	٨٦١

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں	۸۶۵
۲۶	تبلیغ کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرنا	۸۶۵
۲۷	صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سوال کرنے میں رغبت کی جائے	۸۶۶
۲۸	سورۃ الانشراح کی تفسیر کی تکمیل	۸۶۷
	سورۃ التین	۸۶۸
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۶۸
۲	سورۃ التین کے مشمولات	۸۶۸
۳	والتین والزیتون○وطور سینین○ (۱۔۸)	۸۶۹
۴	''التین'' کا معنی اور اس کے طبی فوائد	۸۶۹
۵	''زیتون'' کا معنی اور اس کے طبی فوائد	۸۷۰
۶	''والتین والزیتون'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۸۷۰
۷	''طور سینین'' کا مصداق	۸۷۱
۸	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	۸۷۲
۹	''انسان'' کے مصداق میں اقوال اور اس کے بہترین ساخت میں ہونے کی توجیہ	۸۷۲
۱۰	مؤمنین کاملین کا ارذل عمر سے محفوظ رہنا	۸۷۲
۱۱	سورۃ التین کی تفسیر کی تکمیل	۸۷۳
	سورۃ العلق	۸۷۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۷۴
۲	العلق کے مشمولات	۸۷۴
۳	اقرا باسم ربك الذي خلق○ (۱۔۱۹)	۸۷۵
۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی ابتداء	۸۷۶
۵	وحی کا لغوی معنی	۸۷۷
۶	وحی کا شرعی معنی	۸۷۷
۷	نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام	۸۷۷
۸	خواب کی تعریف اور اقسام	۸۷۸
۹	ابتداء نبوت میں غارِ حرا جانے کی حکمتیں	۸۷۸
۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق	۸۷۹
۱۱	''ما انا بقارئ'' کی تحقیق	۸۷۹
۱۲	لکھنے کی فضیلت اور لکھنے کے متعلق احادیث	۸۸۰
۱۳	العلق: ۵ میں ''الانسان'' کے متعلق متعدد اقوال	۸۸۲
۱۴	''طغیان'' کا معنی	۸۸۳
۱۵	ابوجہل کی مذمت اور ادب کی وجہ سے مکروہ وقت میں نماز سے منع نہ کرنا	۸۸۴
۱۶	ابوجہل کے لیے عذاب کی وعید	۸۸۵
۱۷	سجدہ سے اللہ سبحانہ کے قرب کا حصول	۸۸۵
۱۸	سورۃ العلق کی تفسیر کی تکمیل	۸۸۶
	سورۃ القدر	۸۸۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۸۸۷
۲	انا انزلنه في ليلة القدر○ (۱۔۵)	۸۸۹
۳	''لیلۃ القدر'' میں قرآن مجید کا آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہونا	۸۸۹
۴	بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ	۸۹۰
۵	لیلۃ القدر میں ''قدر'' کے معانی	۸۹۰
۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا یا نہیں؟	۸۹۱
۷	لیلۃ القدر کے فضائل	۸۹۲
۸	رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل	۸۹۳
۹	لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ	۸۹۴
۱۰	ثواب میں اضافہ	۸۹۴
۱۱	گناہ میں اضافہ	۸۹۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۲	شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں	۸۹۵
۱۳	فرشتوں کے نزول کی تفصیل	۸۹۶
۱۴	لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا	۸۹۶
۱۵	روح کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۸۹۷
۱۶	فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں	۸۹۸
۱۷	فرشتوں کا سلام	۸۹۹
۱۸	سورۃ القدر کی تفسیر کی تکمیل	۹۰۰
	سورۃ البیّنۃ	۹۰۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۰۱
۲	لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب. (۱۔۸)	۹۰۲
۳	امام ابو منصور ماتریدی کی تقریر	۹۰۲
۴	البیّنۃ: ۱ اور البیّنۃ: ۴ میں تعارض کے امام رازی کی طرف سے جوابات	۹۰۴
۵	امام رازی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ اور تجزیہ	۹۰۵
۶	البیّنۃ: ۱ میں ''من'' تبعیضیہ پر ایک اشکال کا جواب	۹۰۶
۷	مجوس اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں	۹۰۶
۸	اخلاص کی اہمیت	۹۰۷
۹	''حنفاء'' کا معنی	۹۰۷
۱۰	اخلاص اور عبادت کا معنی	۹۰۸
۱۱	وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب	۹۰۹
۱۲	البیّنۃ: ۵ کے لطائف اور نکات	۹۱۰
۱۳	کفار اہل کتاب کے عذاب کو مشرکین کے عذاب پر مقدم کرنے کی توجیہ	۹۱۱
۱۴	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے دلائل	۹۱۱
۱۵	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	۹۱۲
۱۶	مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے متعلق امام رازی کے تفصیلی دلائل	۹۱۳
۱۷	نبیوں اور مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے تفصیلی دلائل کے جوابات	۹۱۴
۱۸	مفتی محمد شفیع کا پوری تفسیر کبیر کو امام رازی کی تفسیر نہ قرار دینا	۹۱۶
۱۹	ابو الکلام آزاد کی تفسیر کبیر پر مبہم تنقید	۹۱۷
۲۰	امام رازی کی تفسیر کبیر کے محاسن	۹۱۸
۲۱	مؤمنین صالحین کو جزا میں دائمی جنت عطا کرنے کی توجیہ	۹۱۹
۲۲	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنتیں عطا فرمانے کی تحقیق	۹۲۰
۲۳	عام مسلمانوں کی خدا خوفی کی دلیل	۹۲۱
۲۴	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت	۹۲۱
۲۵	اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا جنت عطا کرنے سے بڑا انعام ہے	۹۲۱
۲۶	اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی رضا کے محامل	۹۲۲
۲۷	اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو تفسیریں	۹۲۲
۲۸	کوئی مسلمان اپنے نجات یافتہ اور جنتی ہونے کا دعویٰ نہ کرے	۹۲۳
۲۹	سورۃ البیّنۃ کی تفسیر کا اختتام	۹۲۴
	سورۃ الزلزال	۹۲۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۲۵
۲	زلزلہ کی تعریف' اس کے اسباب اور اثرات اور اس کی تاریخ	۹۲۶
۳	زلزلہ کی تاریخ	۹۲۶
۴	زلزلہ کہاں آسکتا ہے؟	۹۲۷
۵	زلزلے کس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں؟	۹۲۸
۶	زلزلہ پیمائی	۹۲۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷	برصغیر پاک وہند میں زلزلے' تاریخ کے آئینے میں	۹۳۰
۸	زلزلے سے متعلق ۲۰ اہم سوالات اور ان کے جوابات	۹۳۲
۹	زلزلہ سے متعلق اہم نکات	۹۳۵
۱۰	ریکٹر اسکیل کیا ہے؟	۹۳۶
۱۱	اذا زلزلت الارض زلزالھا○(۸۔۱)	۹۳۷
۱۲	زلزلہ کا لغوی اور عرفی معنی	۹۳۷
۱۳	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	۹۳۷
۱۴	زمین کا اپنا بوجھ باہر نکالنا	۹۳۸
۱۵	زمین کے خبر دینے کی کیفیت	۹۳۸
۱۶	مؤمن اور کافر کے اعمال کے بدلہ کا ضابطہ	۹۳۹
	سورۃ العٰدیٰت	۹۴۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۴۲
۲	والعدیت ضبحا○فالموریت قدحا○(۱۱۔۱)	۹۴۲
۳	''العادیات ضبحا'' کا معنی	۹۴۲
۴	''الموریات قدحاً'' کا معنی	۹۴۳
۵	''المغیرات صبحا'' کا معنی	۹۴۴
۶	''فاثرن بہ نقعا'' اور ''فوسطن بہ جمعا'' کا معنی	۹۴۴
۷	''الکنود'' کا معنی اور انسان کا اپنے ''الکنود'' ہونے پر گواہ ہونا	۹۴۴
۸	مال کی محبت کے متعلق احادیث	۹۴۵
۹	مال کی محبت کے اثرات	۹۴۶
۱۰	بخیل کی مذمت میں احادیث	۹۴۶
۱۱	''بعثر'' کا معنی	۹۴۶
۱۲	صحیفوں کے مندرجات کو ظاہر کرنے کے محامل	۹۴۷
۱۳	ظاہری اعضاء کے مقابلہ میں دل کے افعال کا معیار ہونا	۹۴۷
۱۴	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	۹۴۷
۱۵	سورۃ العٰدیٰت کی تکمیل	۹۴۸
	سورۃ القارعۃ	۹۴۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۴۹
۲	القارعۃ○ما القارعۃ○(۱۱۔۱)	۹۵۰
۳	قیامت کے دن لوگوں کے احوال	۹۵۱
۴	قیامت کے دن پہاڑوں کے احوال	۹۵۱
۵	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام ماتریدی کی تقریر	۹۵۲
۶	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام رازی کی تقریر	۹۵۳
۷	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت کے متعلق مصنف کی تقریر	۹۵۳
۸	ھاویہ کے معانی	۹۵۳
۹	سورۃ القارعۃ کی تفسیر کی تکمیل	۹۵۴
	سورۃ التکاثر	۹۵۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۵۵
۲	الھکم التکاثر○حتی زرتم المقابر○(۸۔۱)	۹۵۷
۳	مال میں کثرت کی طلب اس وقت ممنوع ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غفلت کی موجب ہو	۹۵۷
۴	اطاعت' عبادت اور حسن اخلاق میں کثرت کو طلب کرنا محمود اور مستحسن ہے	۹۵۸
۵	زیارت قبور کا بیان	۹۵۹
۶	فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم	۹۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	التکاثر: ۳ اور التکاثر: ۴ کے محامل	۹۶۲
۸	''علم الیقین' عین الیقین'' اور ''حق الیقین'' کی تعریفیں	۹۶۳
۹	دوزخ کو دیکھنا کفار کے ساتھ خاص ہے یا مؤمنین بھی دوزخ کو دیکھیں گے؟	۹۶۳
۱۰	نعمتوں کے متعلق سوال صرف کفار سے ہو گا یا مؤمنین سے بھی ہوگا	۹۶۴
۱۱	مؤمنین سے نعمتوں کے سوال پر دلائل	۹۶۴
۱۲	جن نعمتوں کا سوال کیا جائے گا' ان کے متعلق آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین	۹۶۵
۱۳	ان نعمتوں پر سوال کے متعلق احادیث سے استدلال	۹۶۵
۱۴	سورۃ التکاثر کی تفسیر کی تکمیل	۹۶۶
	سورۃ العصر	۹۶۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۶۷
۲	والعصرO ان الانسان لفی خسرO (۱-۳)	۹۶۸
۳	زمانہ کی قسم کھانے کی وجوہ	۹۶۸
۴	''العصر'' کی تفسیر میں اقوال	۹۶۹
۵	''والعصر'' سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہونا	۹۷۰
۶	تمام انسانوں کا خسارے میں مبتلا ہونا	۹۷۰
۷	حق اور صبر کی نصیحت کے محامل	۹۷۲
۸	افعال میں حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی؟	۹۷۲
۹	انسان کا خود نیک ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنائے	۹۷۳
۱۰	سورۃ العصر کی تفسیر کی تکمیل	۹۷۳
	سورۃ الھمزۃ	۹۷۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۷۴
۲	ویل لکل همزة لمزةO الذی جمع مالا. (۱-۹)	۹۷۵
۳	سورۃ الھمزۃ کا شانِ نزول	۹۷۵
۴	''الھمزۃ'' اور ''اللمزۃ'' کے معانی	۹۷۶
۵	''الحطمۃ'' کا معنی	۹۷۷
۶	دوزخ کی آگ کی شدت	۹۷۷
۷	کفار کے عذاب کی کیفیت	۹۷۷
۸	''الھمزۃ'' کی تفسیر کی تکمیل	۹۷۸
	سورۃ الفیل	۹۷۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۷۹
۲	الم تر کیف فعل ربك باصحب الفیل. (۱-۵)	۹۸۱
۳	''اصحاب الفیل'' کو آپ کا دیکھنا متصور نہیں تھا' پھر کیوں فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟	۹۸۱
۴	پرندوں سے ابرھہ کے لشکر کو فنا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارہاص تھا	۹۸۱
۵	''اصحاب الفیل'' سے انتقام لینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے نکات	۹۸۲
۶	ابرھہ کے لشکر کا ہاتھیوں سے بھی کم درجہ ہونا	۹۸۳
۷	کعبہ میں بت پرستی کرنے والوں کو فوراً عذاب نہیں دیا تو ابرھہ کے لشکر کو فوراً عذاب کیوں دیا؟	۹۸۳
۸	ابرھہ تو علانیہ فساد کرنے آیا تھا' پھر اس کو ''کید'' کیوں فرمایا؟	۹۸۳
۹	''ابابیل'' کا معنی	۹۸۴
۱۰	''سجیل'' کا معنی	۹۸۴
۱۱	''عصف'' کا معنی	۹۸۴
۱۲	سورۃ الفیل کی تفسیر کی تکمیل	۹۸۵
	سورۃ القریش	۹۸۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۸۶
۲	لایلف قریش O الفھم رحلۃ الشتاء والصیف O (۴-۱)	۹۸۷
۳	قریش کے فضائل	۹۸۷
۴	القریش کا الفیل کے ساتھ مربوط ہونا	۹۸۸
۵	القریش اور الفیل الگ الگ سورتیں ہیں یا نہیں؟	۹۸۸
۶	قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کی توجیہ	۹۸۸
۷	قریش کی وجہ تسمیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب	۹۸۸
۸	قریش پر انعام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں	۹۸۹
۹	قریش کو کھانا کھلانے اور امن میں رکھنے کے اسباب	۹۸۹
۱۰	سورت القریش کی تفسیر کی تکمیل	۹۹۰
	سورۃ الماعون	۹۹۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۹۱
۲	اریت الذی یکذب بالدین O (۷-۱)	۹۹۲
۳	الماعون کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور پہلی تین آیتوں کے مکی ہونے پر دلائل	۹۹۲
۴	یتیم کی پرورش پر بشارت اور مسکین کو کھانا نہ کھلانے پر وعید اور الماعون: ۱ کا شان نزول	۹۹۳
۵	جن نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے	۹۹۴
۶	سہو کی تحقیق	۹۹۴
۷	ریاکاری کی تعریف	۹۹۵
۸	فرائض کو دکھا کر ادا کیا جائے اور نوافل کو چھپا کر	۹۹۵
۹	''الماعون'' کی تعریف میں بارہ اقوال	۹۹۵
۱۰	سورۃ الماعون کی تکمیل	۹۹۶
	سورۃ الکوثر	۹۹۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۹۷
۲	سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا	۹۹۷
۳	سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت	۹۹۸
۴	سورۃ الکوثر کا اس سے پہلی سورتوں کے لیے تتمہ ہونا	۹۹۹
۵	سورۃ الکوثر کا بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہونا	۱۰۰۱
۶	انا اعطینک الکوثر O فصل لربک وانحر O (۳-۱)	۱۰۰۳
۷	اس آیت میں ''انا'' اور ''اعطاء'' کے فوائد اور نکات	۱۰۰۳
۸	لفظ ''کوثر'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۱۰۰۴
۹	تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کے متعلق ضعیف روایات	۱۰۰۶
۱۰	''شانئ'' اور ''ابتر'' کے معنی	۱۰۰۶
۱۱	الکوثر: ۳ کا شان نزول	۱۰۰۷
۱۲	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت فرمانا	۱۰۰۸
۱۳	انبیاء سابقین کا خود اپنی مدافعت کرنا	۱۰۰۹
۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محبوبیت	۱۰۱۰
۱۵	الکوثر کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۱۰
	سورۃ الکافرون	۱۰۱۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۱۱
۲	قل یایھا الکفرون O لا اعبد ما تعبدون O (۶-۱)	۱۰۱۲
۳	''قل یایھا الکافرون'' کا شان نزول	۱۰۱۲
۴	''یایھا الکافرون'' سے پہلے ''قل'' لانے کے متعلق امام رازی کی توجیہات	۱۰۱۳
۵	امام رازی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	۱۰۱۵
۶	سورۃ الکافرون کی آیات میں تکرار کا جواب	۱۰۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	"لکم دینکم ولی دین" کے محامل	۱۰۱۶
۸	سورۃ الکافرون کی تکمیل	۱۰۱۶
	سورۃ النصر	۱۰۱۸
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۱۸
۲	اذا جاء نصر الله والفتح○ (۱-۳)	۱۰۱۹
۳	فتح سے مراد فتح مکہ ہونا	۱۰۱۹
۴	"اذا جاء نصر الله" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات پوری ہونے پر استدلال	۱۰۱۹
۵	حمد اور تسبیح کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے محامل	۱۰۲۰
۶	سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت حمد اور تسبیح اور استغفار کرنا	۱۰۲۱
۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت استغفار کے متعلق احادیث	۱۰۲۲
۸	امام رازی کے بعض نکات پر مصنف کا تبصرہ	۱۰۲۲
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق امام رازی کی توجیہات	۱۰۲۳
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق دیگر مفسرین کی توجیہات	۱۰۲۳
۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت کی طرف متوجہ ہونا	۱۰۲۴
۱۲	سورت النصر کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۲۶
	سورۃ اللہب	۱۰۲۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۱۰۲۷
۲	تبت یدا ابی لھب وتب○ (۱-۵)	۱۰۲۸
۳	سورت اللہب کا شانِ نزول	۱۰۲۸
۴	"تبت" کا معنی	۱۰۲۹
۵	ابولہب کا نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عداوت	۱۰۲۹
۶	ابولہب کی عبرت ناک موت	۱۰۳۰
۷	ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام	۱۰۳۰
۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر دلائل	۱۰۳۱
۹	ابولہب کی بیوی کی مذمت	۱۰۳۲
۱۰	ابولہب کی بیوی کے لیے دوزخ کی وعید	۱۰۳۲
۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی شدید مذمت	۱۰۳۳
۱۲	سورت اللہب کی تکمیل	۱۰۳۳
	سورۃ الاخلاص	۱۰۳۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۳۴
۲	سورت الاخلاص کے فضائل	۱۰۳۴
۳	قل ھو الله احد○ الله الصمد○ (۱-۴)	۱۰۳۶
۴	مطالب کی تین قسمیں اور پوری تفسیر کبیر کا امام رازی کی تصنیف ہونا	۱۰۳۶
۵	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۱۰۳۷
۶	"الصمد" کے معانی اور محامل	۱۰۳۸
۷	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۱۰۳۸
۸	الاخلاص کا خلاصہ	۱۰۳۹
۹	شرک کی تعریف اور مشرکینِ مکہ کا شرک کیا تھا	۱۰۳۹
۱۰	سورۃ الاخلاص کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۴۱
	سورۃ الفلق	۱۰۴۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۴۲
۲	المعوذتین (الفلق اور الناس) کی فضیلت میں احادیث	۱۰۴۲
۳	آیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے یا نہیں؟	۱۰۴۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴	حضرت ابن مسعود کے انکارِ معوذتین کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۱۰۴۴			
۵	قل اعوذ برب الفلق○من شر ما خلق○ (۵۔۱)	۱۰۴۶			
۶	اللہ سے پناہ طلب کرنے میں صبح کے وقت کی تخصیص کی توجیہات	۱۰۴۶			
۷	''نفّٰثٰت'' کا معنی	۱۰۴۸			
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا مؤقف	۱۰۴۸			
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا مؤقف	۱۰۴۹			
۱۰	قرآن مجید کی سورتوں سے دم کرنے کا جواز	۱۰۵۰			
۱۱	حسد کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	۱۰۵۰			
۱۲	سورۃ الفلق کی تکمیل	۱۰۵۱			
	سورۃ الناس	۱۰۵۲			
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۵۲			
۲	قل اعوذ برب الناس○ملك الناس○ (۶۔۱)	۱۰۵۳			
۳	انسان کی باقی مخلوق پر فضیلت	۱۰۵۳			
۴	''خناس'' کا معنی	۱۰۵۴			
۵	وسوسہ کا معنی	۱۰۵۴			
۶	دین کی سلامتی جسم کی سلامتی سے زیادہ اہم ہے	۱۰۵۵			
۷	سورۃ الناس کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۵۵			
۸	تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل اور کلمات تشکر	۱۰۵۵			
☆	تبیان القرآن جلد ثانی عشر کی مفصل ڈائری	۱۰۵۸			
☆	تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری	۱۰۵۹			
☆	ماخذ و مراجع	۱۰۶۱			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی استغنی فی حمدہ عن الحامدین وانزل القرآن تبیانا لکل شیٔ عند العارفین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی استغنی بصلوٰۃ اللہ عن صلوٰۃ المصلین واختص بارضاء رب العالمین الذی بلغ الینا ما انزل علیہ من القران وبین لنا ما نزل علیہ بتبیان وکان خلقہ القران وتحدی بالفرقان وعجز عن معارضتہ الانس والجان وھو خلیل اللہ حبیب الرحمٰن لواءہ فوق کل لواء یوم الدین قائد الانبیأ والمرسلین امام الاولین والاخرین شفیع الصالحین والمذنبین واختص بتنصیص المغفرۃ لہ فی کتاب مبین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اعوذ باللہ من شرور نفسی ومن سیات اعمالی من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ۔ اللھم ارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔ اللھم اجعلنی فی تبیان القران علی صراط مستقیم وثبتنی فیہ علی منھج قویم واعصمنی عن الخطأ والزلل فی تحریرہ واحفظنی من شر الحاسدین وزیغ المعاندین فی تقریرہ اللھم الق فی قلبی اسرار القران واشرح صدری لمعانی الفرقان ومتعنی بفیوض القران ونورنی بانوار الفرقان واسعدنی لتبیان القران، رب زدنی علما رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ اللھم اجعلہ خالصا لوجھک ومقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ شائعا ومستفیضا ومفیضا ومرغوبا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ذریعۃ للمغفرۃ ووسیلۃ للنجاۃ وصدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ۔ اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اٰمین یارب العالمین۔

Marfat.com

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے O

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے' جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عارفین کے حق میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ وسلام کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں' جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راضی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل کیا' اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے اوصاف سراپا قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثال لانے کا چیلنج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور محبوب ہیں' قیامت کے دن ان کا جھنڈا ہر جھنڈے سے بلند ہوگا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں' اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکو کاروں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے اور ان کی پاکیزہ آل' ان کے کامل اور ہادی اصحاب اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح کر اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور مجھ پر باطل کو واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف میں صراط مستقیم پر برقرار رکھ اور مجھے اس میں معتدل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں غلطیوں اور لغزشوں سے بچا اور مجھے اس کی تقریر میں حاسدین کے شر اور معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے دل میں قرآن کے اسرار کا القاء کر اور میرے سینہ کو قرآن کے معانی کے لئے کھول دے' مجھے قرآن مجید کے فیوض سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے انوار سے میرے قلب کی تاریکیوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تصنیف کی سعادت عطا فرما۔ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر' اے میرے رب! تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لئے) مددگار ہو۔ اے اللہ! اس تصنیف کو صرف اپنی رضا کے لئے مقدر کر دے اور اس کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول کر دے' اس کو قیامت تک تمام دنیا میں مشہور' مقبول' محبوب اور اثر آفریں بنا دے' اس کو میری مغفرت کا ذریعہ' میری نجات کا وسیلہ اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر' مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر عزت کی موت عطا فرما' اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین!

Marfat.com

انڈیکس تبیان القرآن (جلد دوازدہم)

(۶۵) سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ — ۴۱
(۶۶) سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ — ۹۷
(۶۷) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ — ۱۳۴
(۶۸) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ — ۱۶۰
(۶۹) سُوْرَۃُ الْحَاقَّۃِ — ۱۹۹
(۷۰) سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ — ۲۱۸
(۷۱) سُوْرَۃُ نُوْحٍ — ۲۴۱
(۷۲) سُوْرَۃُ الْجِنِّ — ۲۶۷
(۷۳) سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ — ۳۳۳
(۷۴) سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ — ۳۵۸
(۷۵) سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ — ۳۹۹
(۷۶) سُوْرَۃُ الدَّهْرِ — ۴۲۵
(۷۷) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ — ۴۷۰
(۷۸) سُوْرَۃُ النَّبَاِ — ۴۹۹
(۷۹) سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ — ۵۴۰
(۸۰) سُوْرَۃُ عَبَسَ — ۵۶۶
(۸۱) سُوْرَۃُ التَّكْوِیْرِ — ۵۸۴
(۸۲) سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ — ۶۰۴
(۸۳) سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ — ۶۱۵
(۸۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ — ۶۳۳
(۸۵) سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ — ۶۴۵
(۸۶) سُوْرَۃُ الطَّارِقِ — ۶۶۳
(۸۷) سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی — ۶۸۰
(۸۸) سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ — ۷۰۴
(۸۹) سُوْرَۃُ الْفَجْرِ — ۷۱۶
(۹۰) سُوْرَۃُ الْبَلَدِ — ۷۴۴
(۹۱) سُوْرَۃُ الشَّمْسِ — ۷۶۱
(۹۲) سُوْرَۃُ الَّیْلِ — ۷۷۶
(۹۳) سُوْرَۃُ الضُّحٰی — ۸۰۳
(۹۴) سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ — ۸۴۰

Marfat.com

(۹۵) سُوْرَةُ التِّیْنِ — ۸۶۸
(۹۶) سُوْرَةُ الْعَلَقِ — ۸۷۴
(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ — ۸۸۷
(۹۸) سُوْرَةُ الْبَیِّنَةِ — ۹۰۱
(۹۹) سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ — ۹۲۵
(۱۰۰) سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ — ۹۴۱
(۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ — ۹۴۹
(۱۰۲) سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ — ۹۵۵
(۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ — ۹۶۷
(۱۰۴) سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ — ۹۷۴
(۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِیْلِ — ۹۷۹
(۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَیْشٍ — ۹۸۶
(۱۰۷) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ — ۹۹۱
(۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ — ۹۹۷
(۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ — ۱۰۱۱
(۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ — ۱۰۱۸
(۱۱۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ — ۱۰۲۷
(۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ — ۱۰۳۴
(۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ — ۱۰۴۲
(۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ — ۱۰۵۲

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورة الطلاق

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الطلاق ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں طلاق دینے اور طلاق کی عدت کا ذکر ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ (الطلاق:۱) اے نبی مکرم! (مؤمنوں سے کہیے) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

مصاحف اور کتب تفسیر میں معروف یہ ہے کہ اس سورت کا نام الطلاق ہے' البتہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا نام ''النساء القصریٰ'' ہے یعنی مصحف کی چوتھی سورت ''النساء الطّولیٰ'' ہے اور وہ خواتین کے احکام پر مشتمل بڑی سورت ہے' جس میں چوبیس رکوع اور ایک سو چھہتر آیات ہیں اور یہ سورت اس کی بہ نسبت چھوٹی سورت ہے' جس میں خواتین کے احکام بیان کیے گئے ہیں' یہ سورت دو رکوع اور بارہ آیتوں پر مشتمل ہے' اس لیے اس کا نام ''النساء القصریٰ'' رکھا گیا' گویا کہ یہ سورت' سورۃ النساء کا تتمہ ہے اور جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا نام ''النساء القصریٰ'' ہے' وہ درج ذیل ہے:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے تھے' انہوں نے آخر الاجلین کا ذکر کیا (اس سے مراد یہ ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت لمبی مدت ہوگی یعنی اگر چار ماہ دس دن سوگ کی مدت زیادہ ہو تو وہ عدت ہوگی اور اگر وضع حمل کی مدت زیادہ ہو تو اس کی وہ عدت ہو گی) محمد نے کہا: میں نے ان کے سامنے سبیعہ بنت الحارث کی حدیث بیان کی جو عبد اللہ بن عتبہ یعنی ابن مسعود سے مروی ہے' تو ابن ابی لیلیٰ کے اصحاب نے مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا' میں سمجھ گیا اور میں نے کہا: میں اس روایت کو بیان کرنے کی ہمت رکھتا ہوں' اگر یہ جھوٹ ہو تو عبد اللہ بن عتبہ کوفہ کی ایک جانب موجود ہیں ان سے معلوم کر لو' اس سے ابن ابی لیلیٰ کو حیا آئی' انہوں نے کہا: لیکن اس کے چچا (حضرت ابن مسعود) نے اس طرح نہیں کہا' پھر وہ مجھے سبیعہ کی حدیث سنانے لگے' میں نے کہا: کیا آپ نے اس سلسلہ میں حضرت ابن مسعود سے کوئی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' تو انہوں نے کہا: تم اس عورت (وہ عورت جو حاملہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو) پر عدت مغلظہ مقرر کرتے ہو! اور تم اس کو رخصت نہیں دیتے' ضرور سورۃ النساء القصریٰ' سورت النساء الطّولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس میں یہ آیت ہے:

Marfat.com

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ حاملہ عورتوں کی عدت ان کا حمل وضع کرنا ہے۔

(الطلاق: ۴)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۵۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۰۶)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود کی مراد یہ ہے کہ پہلے سورۃ البقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن عدت میں رکھیں۔

(البقرہ: ۲۳۴)

اور اس کے بعد سورۂ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ حاملہ عورتوں کی عدت ان کا حمل وضع کرنا ہے۔

(الطلاق: ۴)

حضرت ابن مسعود کی مراد یہ ہے کہ اگر یہاں نسخ ہو تو متاخر آیت ناسخ ہوگی یعنی الطلاق: ۴ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ یہاں پر نسخ نہیں ہے بلکہ البقرہ: ۲۳۴ کا عموم الطلاق: ۴ سے مخصوص ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ حاملہ بیوی وہ عدت گزارے گی جس کی مدت دونوں عدتوں (چار ماہ دس دن اور وضع حمل) میں سے زیادہ ہو، تب حضرت ابن مسعود نے کہا: جو شخص چاہے میں اس سے اس پر لعان کر سکتا ہوں کہ ''النساء القصریٰ'' سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سورت النساء کی صفت القصریٰ جائز ہے (یعنی چھوٹی سورت نساء)۔ ابن التین نے داؤدی سے روایت کیا ہے کہ القصریٰ کا لفظ محفوظ نہیں ہے اور قرآن مجید کی کسی سورت کو قصریٰ یا صغریٰ نہیں کہا جائے گا، میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث صحیحہ کو بلا دلیل رد کرنا ہے اور قصر اور طول ایک امر اضافی ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول ثابت ہے کہ لمبی سورتوں میں سے لمبی سورت الاعراف ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۵۳، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ)

اس تفصیل کو ذکر کرنے سے ہمارا صرف اتنا مقصد ہے کہ سورۃ الطلاق کا نام احادیث میں النساء القصریٰ بھی ہے۔

سورت الطلاق کا سبب نزول

اس سورت کے نزول کا سبب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیوی حائض تھیں اور انہوں نے ان کو طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے، پھر اس کو اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو (دوبارہ) حیض آئے پس وہ اس سے پاک ہو جائے، پھر اگر اس کی رائے یہ ہو کہ وہ اس کو طلاق دے تو اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو سو یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۰۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

Marfat.com

امام ابن الضریس' امام ابن النحاس' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الطلاق مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۱۷۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۵ ہے۔

سورۃ الطلاق کی سورۃ التغابن سے مناسبت

سورۃ التغابن میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (التغابن: ۱۴)

اے ایمان والو! تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں پس تم ان سے ہوشیار رہو۔

اور بیویوں کی عداوت بعض اوقات طلاق تک پہنچا دیتی ہے اور اولاد کی عداوت بعض اوقات اس حد تک پہنچا دیتی ہے کہ انسان اپنی اولاد پر خرچ کرنا بند کر دیتا ہے' پس مصحف کریم میں سورۃ التغابن کے بعد سورۃ الطلاق رکھی گئی کیونکہ اس میں طلاق کے اور مطلقہ عورتوں اور اولاد پر خرچ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

سورۃ التغابن کے آخر میں ارشاد فرمایا تھا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ. (التغابن: ۱۸)

(اللہ) ہر غیب اور ہر شہادت کا جاننے والا ہے۔

اور سورۃ الطلاق کے آخر میں ہے:

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ (الطلاق: ۱۲)

اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے ○

اور اسی طرح سورۃ التغابن اور سورۃ الطلاق دونوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور عموم کو بیان فرمایا ہے۔

سورۃ الطلاق کے مشمولات

☆ اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے طلاق بر طریقہ سنت کے احکام سے شروع فرمایا ہے' جس کے بعد عدت کا شمار شرعاً صحیح ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں رکھ کر عدت کے ایام کو صحیح صحیح شمار کیا جائے اور اگر صرف ایک طلاق یا دو طلاقیں دی گئی ہیں تو عدت کے اندر رجوع کر لیا جائے اور عدت پوری ہونے کے بعد عورت آزاد ہو گی خواہ اسی پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر لے یا کسی اور سے اور اگر اس نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو پھر تحلیل شرعی کے بغیر رجوع نہیں ہو سکتا۔

☆ غیر حاملہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور جس عورت کو بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا وہ عورت نابالغہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر مطلقہ عورت حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل ہے۔

☆ عدت کے اندر مطلقہ عورت کو کھانے پینے کا خرچ اور رہائش مہیا کرنے کا حکم ہے اور وہ اپنی آمدنی کے اعتبار سے خرچ اور رہائش مہیا کرے گا اور بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت دینا بھی اس پر لازم ہے۔

☆ اس سورت کے اختتام میں احکامِ شرعیہ کی مخالفت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا ہے' سابقہ امتوں میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی تھی' انجام کار ان پر جو عذاب نازل کیا گیا اس کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں تاکہ آپ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو فسق کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور میں لے آئیں اور جو مؤمنین اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی جنتیں عطا فرمائے گا۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی امداد کے بھروسے پر سورۃ الطلاق کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ بلاک نمبر ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی-۳۸
۲۴ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۴ فروری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

الطلاق — مدنیۃ — آیاتھا ۱۲ — رکوعاتھا ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطلاق مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت)

الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا

میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے

يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ

نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور

مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ

جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد

يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ○ پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

یا ان کو دستور کے مطابق جدا کر دو اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو،

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

اور اللہ کے لیے گواہی دو، یہ ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ

لاتے ہیں، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ○ اور اس کو وہاں

حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ

Marfat.com

بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝٣ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ

اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے O اور تمہاری عورتوں میں سے

مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ

جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے

وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ

اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت

حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝٤ ذٰلِكَ اَمْرُ

وضع حمل ہے اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا O یہ اللہ کا حکم

اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ

ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا

اَجْرًا ۝٥ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ

دے گا O ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے

لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى

ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو)

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا

دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو اور اگر تم

بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝٦ لِيُنْفِقْ

دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحب حیثیت

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ

کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں

Marfat.com

اللّٰہُ ۚ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىہَا ؕ سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ

سے خرچ کرے اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی

یُّسۡرًا ؑ ﴿۷﴾

پیدا کر دے گاO

ع ۱۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی مکرم! (مؤمنوں سے کہیے) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو' اور اللہ سے ڈرتے رہو' جو تمہارا رب ہے تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں' اور یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دےO (الطلاق:۱)

مسئلہ طلاق کی تحقیق

''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' (البقرہ: ۲۲۹۔۲۳۵) کی تفسیر میں ہم نے طلاق کے تمام پہلوؤں پر بہت شرح و بسط سے لکھا ہے' سطور ذیل میں ہم وہ عنوانات لکھ رہے ہیں جن کے تحت ہم نے مسئلہ طلاق پر لکھا ہے:

(۱) طلاق کا لغوی معنیٰ (۲) طلاق کا اصطلاحی معنیٰ (۳) طلاق کی اقسام (۴) طلاق کیوں مشروع کی گئی (۵) صرف ناگزیر حالات میں طلاق دی جائے (۶) صرف مرد کو کیوں طلاق کا اختیار دیا گیا (۷) طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے (۸) خلع (۹) قاضی اور حکمین کی تفریق (۱۰) تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات' مصالح اور حکمتیں (۱۱) سنت کے مطابق اور احسن طریقہ سے طلاق دینے کے فوائد (۱۲) طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے (۱۳) ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج (۱۴) بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا مؤقف (۱۵) بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا مؤقف (۱۶) تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل (۱۷) شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات (۱۸) تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات (۱۹) حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات (۲۰) صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے (۲۱) صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل (۲۲) اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا (۲۳) مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل (۲۴) طاؤس کی روایت کا صحیح محمل (۲۵) حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کی فنی اقسام (۲۶) حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت (۲۷) حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان (۲۸) بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل (۲۹) قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات (۳۰) بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل (۳۱) حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات (۳۲) صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات (۳۳) سعید بن نخفلہ کی روایت کی تحقیق (۳۴) سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب (۳۵) بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین (۳۶) جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے اس کی گلوخلاصی میں مذاہب ائمہ (۳۷) خرچ سے محروم عورت کی گلوخلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل

Marfat.com

(۳۸) مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا (۳۹) عدت وفات کا بیان اور عدت کی تعریف (۴۰) عدت کے مسائل اور شرعی احکام۔

یہ طویل بحث تبیان القرآن ج اص ۸۸۹۔۸۵۰ میں پھیلی ہوئی ہے۔

''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا'' (النساء: ۳۵) کی تفسیر میں بھی ہم نے طلاق کے بعض پہلوؤں پر لکھا ہے اس کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) اختلاف زن وشوہر میں دونوں جانب سے مقرر کردہ منصف آیا حاکم ہیں یا وکیل (۲) اگر شوہر بیوی کو خرچ دے نہ طلاق تو آیا عدالت اس کا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۳) عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات (۴) قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ (۵) قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث (۶) دفع حرج' مصلحت اور ضرورت کی بناء پر ائمہ ثلاثہ کے مذاہب پر فیصلہ اور فتویٰ کا جواز (۷) جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے نہ آباد کرے اس کے متعلق شریعت کا حکم۔

یہ ابحاث تبیان القرآن ج ۲ص ۶۶۸۔۶۶۰ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

طلاق کی ابحاث میں درج ذیل عنوانوں کا مطالعہ بھی مفید رہے گا:

(۱) ظہار کی تعریف' اس کا حکم اور اس کا کفارہ' تبیان القرآن ج ۹ص ۳۷۲۔

(۲) بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنے کا شرعی حکم' تبیان القرآن ج ۹ص ۳۷۵۔۳۷۳۔

(۳) بیوی کو طلاق کا اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت اختیار میں مذاہب فقہاء' تبیان القرآن ج ۹ص ۴۱۷۔۴۱۶۔

(۴) اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ' تبیان القرآن ج ۹ص ۵۱۰۔

(۵) اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف پر قرآن اور سنت سے دلائل' تبیان القرآن ج ۹ ص ۵۱۰۔

(۶) اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں فقہاء احناف کے مؤقف پر آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین سے دلائل' تبیان القرآن ج ۹ص ۵۱۱۔

(۷) مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان' تبیان القرآن ج ۹ص ۵۱۴۔

(۸) سراح جمیل کا معنی۔

ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تحقیق

جب تین طلاقیں ایک لفظ سے دی جائیں مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: میں نے تم کو تین طلاقیں دیں یا ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین بار طلاق دے' مثلاً اپنی بیوی سے کہے: میں نے تم کو طلاق دی' پھر دوسری بار کہے: میں نے تم کو طلاق دی' پھر تیسری بار کہے: میں نے تم کو طلاق دی تو ہر چند کہ یہ طلاق خلاف سنت ہے اور اس کو طلاق بدعی کہا جاتا ہے مگر یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ شیخ تقی الدین احمد بن تیمیۃ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ نے اس کی مخالفت میں بہت غلو کیا ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ کہا ہے کہ لفظ واحد سے تین طلاقیں دی جائیں یا ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین طلاقیں دی جائیں' ہر صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اور چونکہ ابن تیمیہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں اس لیے ہم اس مسئلہ میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب ذکر کر رہے ہیں:

علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی الحنبلی المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

(۶۰۱۶) مسئلہ: جب کوئی شخص تین طلاقیں دے اور نیت ایک طلاق کی کرے تو وہ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔
اس کی شرح میں علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:
جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تم کو تین طلاقیں' تو وہ تین طلاقیں ہیں' خواہ وہ ایک طلاق کی نیت کرے۔ ہمارے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ لفظ تین' تین عدد میں صریح ہے اور نیت صریح کے معارض نہیں ہو سکتی' کیونکہ وہ لفظ سے ضعیف ہے اس وجہ سے صرف نیت کوئی عمل نہیں کرتی' اور لفظ صریح قوی ہے وہ نیت کے بغیر بھی عمل کرتا ہے' پس ضعیف قوی کے معارض نہیں ہو سکتا جس طرح قیاس نص کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر ج ۸ ص ۴۰۸' دار الفکر' بیروت)
علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۸۲ ھ لکھتے ہیں:
اگر کسی شخص نے ایک کلمہ سے تین طلاقیں دیں تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی' حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے' خواہ وہ مباشرت سے پہلے تین طلاقیں دے یا مباشرت کے بعد تین طلاقیں دے۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور یہی قول اکثر فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ کا ہے۔
اس کے برخلاف عطاء' طاؤس' سعید بن جبیر' ابو الشعثاء اور عمرو بن دینار یہ کہتے تھے کہ جس شخص نے کنواری عورت کو تین طلاقیں دیں تو وہ ایک طلاق ہے اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: لوگوں نے اس کام میں جلدی کی جس میں ان کے لیے تاخیر کی گنجائش تھی' پس اگر ان کی دی ہوئی طلاقوں کو ہم ان پر نافذ کر دیں' پھر آپ نے ان کی طلاقوں کو ان کے اوپر نافذ کر دیا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۰۔۲۱۹۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۰۶)
اور سعید بن جبیر' عمرو بن دینار' مجاہد اور مالک بن الحارث نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کیا ہے اور اس حدیث کو بھی امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے: تین طلاقوں کے نافذ ہونے کے متعلق امام ابوداؤد کی روایات حسب ذیل ہیں:
مجاہد کہتے ہیں ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' پھر اس نے کہا: اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ حضرت ابن عباس اس کی بیوی اس کی طرف لوٹا دیں گے' پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص چلتا ہے پھر جہالت کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے' پھر کہتا ہے: اے ابن عباس! اے ابن عباس! اور بے شک اللہ نے فرمایا ہے:
وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ○
اور تو اللہ سے نہیں ڈرا اور اللہ نے تیرے لیے نجات کا راستہ نہیں نکالا' تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۷)
امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا ہے' اور شعبہ نے از عمرو بن مرہ از سعید بن جبیر از ابن عباس روایت کیا ہے اور ایوب اور ابن جریج دونوں نے از عکرمہ بن خالد از سعید بن جبیر از ابن عباس

Marfat.com

روایت کیا ہے اور ابن جریج نے از عبد الحمید بن رافع از عطا از ابن عباس روایت کیا ہے' اور الاعمش نے از مالک بن الحارث از ابن عباس روایت کیا ہے اور ابن جریج نے از عمرو بن دینار از ابن عباس روایت کیا ہے اور یہ سب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا اور یک بارگی تین طلاقیں دینے والے کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی جیسا کہ از ایوب از عبد اللہ بن کثیر از مجاہد از ابن عباس روایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے پانچ شاگرد (مجاہد' سعید بن جبیر' عطا' مالک بن الحارث اور عمرو بن دینار) حضرت ابن عباس سے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اکٹھی تین طلاقیں دینے والے پر تین طلاقیں نافذ کر دیں اور اکیلے طاؤس کی روایت ان سب کے خلاف ہے' اس لیے اس کو طاؤس کا وہم قرار دیا جائے گا۔

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس کا فتویٰ طاؤس کی روایت کے خلاف ہے۔

امام الدارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے بعض آباء نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں' اس کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ہزار طلاقیں دی ہیں پس اس کے لیے کوئی نجات کی راہ ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ اس کے لیے کوئی نجات کی راہ نکالتا' خلافِ سنت تین طلاقوں سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اور نو سو ستانوے اس کے گلے میں گناہ ہیں۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۷۷)

اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ نکاح انسان کی ملکیت ہے اور ملکیت کا ازالہ جس طرح متفرق طور پر صحیح ہے اسی طرح اجتماعی طور پر اور دفعۃً بھی صحیح ہے' اور رہی حضرت ابن عباس کی حدیث تو ان سے اس کے خلاف زیادہ اسانید کے ساتھ مروی ہے اور اسی پر ان کا فتویٰ بھی ہے۔

اثرم نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے حضرت ابن عباس کی حدیث کے متعلق سوال کیا کہ آپ کس دلیل سے ان کی حدیث کو رد کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس وجہ سے کہ بہ کثرت راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے' پھر متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ تین طلاقیں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں لوگ ایک طلاق دیتے تھے (یعنی ایک طلاق دیتے تھے اور اس کی تاکید کے لیے دوبار طلاق کا مکرر ذکر کرتے تھے' بعد میں حضرت عمر کے دور میں بعض لوگوں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا' وہ تین طلاقیں دینے کے ارادہ سے تین بار طلاق کا ذکر کرتے پھر بعد میں جب بیوی سے صلح ہو جاتی تو کہتے: میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا اور دوبار تاکید کے لیے ذکر کیا تھا تو حضرت عمر نے ان کی اس تاویل کو ختم کرنے کے لیے کہا: جو تین بار طلاق دے گا وہ تین طلاقیں ہی ہوں گی اور ان کی تاکید کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یا عہدِ رسالت میں جن تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا وہ غیر مدخولہ کی تین طلاقیں ہوتی تھیں' ان کو ایک اس لیے قرار دیا جاتا تھا کہ ایک طلاق سے غیر مدخولہ بائنہ ہو جاتی تھی اور باقی دو طلاقوں کا محل نہیں رہتی تھی) ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ متوقع نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد کے معمول کی مخالفت کریں اور نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور اس کے خلاف فتویٰ دیں (دوسری تاویل کی تایید اس سے ہوتی ہے کہ امام نسائی نے اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے' "غیر مدخولہ کو تین متفرق طلاقیں دینا" (سنن نسائی رقم الحدیث ۳۴۰۳) سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۹ میں اس کی مزید

Marfat.com

وضاحت ہے' اس کو ہم عنقریب بیان کریں گے ۔ (الشرح الکبیر مع المغنی ج ۸ ص ۲۶۱ ـ ۲۶۰' موضحاً مخرجاً' دار الفکر' بیروت)

ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دینے کی احادیث

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے آپس میں لعان کیا اور میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا' جب وہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اب اگر میں اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھوں تو میں جھوٹا ہوں گا پس انہوں نے آپ کے حکم دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۱ ـ ۲۲۴۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۹۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۶)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں!

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۹۸)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۰)

اس حدیث میں اس کی واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

یہ صحاح ستہ کی احادیث ہیں' اب ہم دیگر کتب احادیث سے احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' ان میں دو' تین حدیثوں کی سند ضعیف ہے' جن کی ہم نے تعیین کر دی ہے' لیکن ہم ان کو احادیثِ صحیحہ کی تائید اور تقویت میں پیش کر رہے ہیں' نیز ان احادیث کی متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہیں۔ آخر میں ہم سنن ابوداؤد کی احادیث سے مزید وضاحت کریں گے۔

سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حفص بن المغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیوی کو اس سے الگ کر دیا۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۹)

سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس میں سے تم کو تین طلاقیں کافی ہیں اور نو سو ستانوے طلاقیں چھوڑ دو۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۹' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۵۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷)

نیز سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تین طلاقوں نے تمہاری بیوی تم پر حرام کر دی اور بقیہ طلاقوں کے ساتھ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۵۳' سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۶۰' مسند الشافعی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا: تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تم اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور تم اللہ سے نہیں ڈرے کہ اللہ

Marfat.com

تمہارے لیے کوئی نجات کی راہ نکالتا۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۶۱‘ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۷)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ قریش کا ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابن عباس! میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں‘ میں اس وقت غصہ میں تھا‘ حضرت ابن عباس نے کہا: بے شک ابن عباس اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ تمہارے لیے اس چیز کو حلال کر دے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے‘ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دیا‘ اور بے شک تم اللہ سے نہیں ڈرے کہ وہ تمہارے لیے نجات کی کوئی راہ نکالتا۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۶۲‘ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۵۲)

حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں‘ حضرت علی نے فرمایا: تین طلاقوں نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی طلاقوں کو تو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۸۰‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ص ۶۲۔ رقم الحدیث: ۱۷۸۰۲‘ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۵)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دی‘ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس نے سنت میں خطا کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۸۸۱‘ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۴۷‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ص ۶۳۔ رقم الحدیث: ۱۷۸۱۳‘ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۷)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے نکاح میں عائشہ خثعمیہ تھی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے اور حضرت حسن کی بیعت خلافت کی گئی تو اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو خلافت مبارک ہو‘ حضرت حسن نے فرمایا: حضرت علی شہید ہوگئے اور تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو‘ جاؤ تم کو تین طلاقیں دیں‘ وہ اپنا سامان اٹھا کر بیٹھ گئی‘ حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوگئی۔ حضرت حسن نے اس کی طرف دس ہزار درہم بہ طور متعہ کے بھیجے اور بقیہ مہر کی رقم بھیجی تو عائشہ خثعمیہ نے کہا: یہ جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے تھوڑا سا سامان ہے‘ جب حضرت حسن کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگے اور کہا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ نہ سنا ہوتا یا میرے والد نے یہ نہ کہا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے‘ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ ایک ساتھ‘ خواہ ہر طہر میں ایک تو اس کے لیے اس کی بیوی اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرلے‘ تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۶‘ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۶)

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے مگر وہ سند ضعیف ہے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۷‘ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۶)

اس حدیث میں واضح تصریح ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو وہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور سنت کے خلاف کیا۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۹‘ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہے‘ ہر چند کہ وہ صادق ہے مگر مدلس ہے‘ امام دارقطنی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مٹھاس نہ چکھ لے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۱۱‘ اس حدیث کی سند میں علی بن زید ضعیف راوی ہے۔)

محمد بن ایاس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس‘ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم

Marfat.com

سے سوال کیا گیا کہ کنواری لڑکی (غیر مدخولہ) کو اس کا شوہر تین طلاقیں دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو ان سب نے کہا: اس کے لیے وہ حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۸)

امام ابوداؤد نے کہا: پہلے حضرت ابن عباس کا قول یہ تھا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل جاتی ہے خواہ اس سے پہلے مباشرت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو بعد میں ان کا قول یہ تھا کہ یہ حکم اس عورت کے ساتھ خاص ہے جو غیر مدخولہ ہو یعنی اس سے مباشرت نہ کی گئی ہو۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو ابوالصہباء کہا جاتا تھا' وہ حضرت ابن عباس سے بہت سوال کیا کرتا تھا' اس نے کہا: کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو مباشرت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کی ابتداء میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیوں نہیں! ایک شخص اپنی بیوی کو مباشرت سے پہلے تین طلاقیں دیتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر کی خلافت کی ابتداء میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا' پھر جب حضرت عمر نے دیکھا کہ لوگ اس کام کو پے در پے کرنے لگے ہیں (یعنی غیر مدخولہ اور مدخولہ دونوں کے ساتھ یہ معاملہ کرنے لگے ہیں) تو انہوں نے فرمایا: ان پر یہ تینوں طلاقیں نافذ کر دو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۹)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ طاؤس کی یہ روایت شاذ ہے' حضرت ابن عباس کے باقی شاگرد یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس تین طلاقوں کو تین طلاق ہی کہتے تھے جیسا کہ ہم سنن ابوداؤد' سنن دار قطنی' سنن بیہقی' مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں اور اگر طاؤس کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا محمل یہ ہے کہ وہ غیر مدخولہ پر محمول ہے کیونکہ غیر مدخولہ پہلی طلاق سے بائن ہو جائے گی اور باقی دو طلاقوں کا محل نہیں رہے گی' اس لیے اس پر صرف ایک طلاق واقع ہوگی جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں اس کی تصریح ہے اور جو عورت مدخولہ ہو اس کو اگر تین طلاقیں ایک مجلس میں دی جائیں تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیۃ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

محمد بن اسحاق از داؤد بن الحصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ایک مجلس میں یا کئی مجالس میں؟ انہوں نے کہا: بلکہ ایک مجلس میں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان پر واپس کر دی۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو ثابت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ حدیث رکانہ کی اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف لے کر پوچھا تھا کہ تم نے اس لفظ سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے حلف اٹھا کر کہا کہ انہوں نے اس لفظ (البتۃ) سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے ان کی بیوی کو انہیں واپس کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۵۱) اس

Marfat.com

حدیث کے راوی مجہول الصفات ہیں' ان کا عدل (نیک ہونا) اور ان کا حافظہ معروف نہیں ہے' اس وجہ سے اس حدیث کو امام احمد' ابوعبید اور ابن حزم وغیرہم ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے' اس کے برخلاف تین طلاقوں والی حدیث کی سند جید ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۳۲ ص ۱۹۵' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ سب خلاف واقعہ لکھا ہے' مسند احمد میں یہ حدیث اس طرح نہیں ہے جس طرح شیخ ابن تیمیہ نے نقل کی ہے اور نہ اس حدیث کے تحت امام احمد نے وہ تقریر کی ہے جس کو شیخ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے۔ پہلے ہم مسند احمد کے حوالے سے اس حدیث کا صحیح متن نقل کرتے ہیں:

''**حدثنا سعد بن ابراهيم' حدثنا ابی عن محمد بن اسحاق حدثنی داؤد بن الحصين عن عكرمة مولى ابن عباس**''۔

از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ بنو مطلب کے بھائی حضرت رُکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں' پھر ان کو اس پر بہت زیادہ رنج ہوا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے اس کو کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں' آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ صرف ایک طلاق ہے' اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر لو' پھر حضرت رکانہ نے اس سے رجوع کر لیا' لہٰذا حضرت ابن عباس کی یہ رائے تھی کہ طلاق ہر طہر میں دینی چاہیے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ ابن تیمیہ کا اس حدیث کی سند کو جید کہنا غلط ہے' درحقیقت اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

شعیب الارنؤوط اور دیگر محققین اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' داؤد بن الحصین نے عکرمہ سے روایت کی ہے اس میں سقم ہے۔ علی بن المدینی نے کہا: عکرمہ سے جو روایت کیا گیا ہے وہ منکر ہے۔ ابوداؤد نے کہا: داؤد بن الحصین کی جو روایات اپنے شیوخ سے ہیں وہ درست ہیں اور اس کی عکرمہ سے جو روایت ہے وہ منکر ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: اس کی غرائب منکر ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا: عکرمہ کے سوا اس کی روایات ثقہ ہیں۔

حافظ بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند حجت نہیں ہے' جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آٹھ شاگردوں نے اس کے خلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ روایت کیا ہے اور حضرت رکانہ کی اولاد ان کے اقوال سے زیادہ واقف تھی اور انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے ایک طلاق دی تھی۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے کیونکہ ابن جریج نے اس حدیث کو ابورافع کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے اور ان کا نام نہیں لیا اور مجہول شخص کی روایت حجت نہیں ہوتی۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۳۶)

(حاشیہ مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵۔ رقم الحدیث: ۲۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے بھی شیخ ابن تیمیہ نے استدلال کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابورافع کے بعض بیٹوں نے مجھ سے بیان کیا کہ عکرمہ جو حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام ہیں وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رکانہ اور ان کے

Marfat.com

بھائیوں کے والد رضی اللہ عنہ نے حضرت ام رکانہ کو طلاق دے کر مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا' وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے بالوں کو پکڑ کر کہا: جس طرح یہ بال ایک دوسرے کے کام نہیں آ سکتے اسی طرح میں بھی کسی کام کاج کی نہیں رہی' مجھے آپ ان سے جدا کر دیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمیت جوش میں آ گئی' پھر آپ نے حضرت رکانہ اور ان کے بھائیوں کو بلایا اور اہل مجلس سے فرمایا: کیا تم دیکھ رہے ہو کہ فلاں اور فلاں ابو رکانہ سے کس قدر مشابہ ہیں اور وہ ان سے کتنا مشابہ ہے' صحابہ نے کہا: جی ہاں! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد یزید سے فرمایا: اس کو طلاق دے دو' انہوں نے طلاق دے دی' پھر فرمایا: تم اپنی بیوی اور رکانہ اور ان کے بھائیوں کی ماں سے رجوع کر لو' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو ان کو تین طلاقیں دے چکا ہوں' آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے' تم اس سے رجوع کر لو' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ'' (الطلاق:۱)۔

اس حدیث کو ذکر کر کے امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

نافع بن عجیر کی اور عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کو واپس کر دی تھی' یہ روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی شخص کی اولاد اور اس کے اہل اس کے اقوال کو زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں اور بے شک رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دیا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۹۶)

مذکور الصدر حدیث کا غیر صحیح ہونا درج ذیل حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے' امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتۃ دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دیتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! میں نے لفظ البتۃ سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اللہ کی قسم! تم نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت رکانہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کو واپس کر دی' پھر حضرت رکانہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان کے زمانہ میں تیسری طلاق دی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۲۰۶' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۱۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۰۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص۶۵)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو دو مزید سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۲۰۸۔۲۲۰۷) اس کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ حدیث ابن جریج کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور نافع بن عجیر اور عبد اللہ بن علی حضرت رکانہ کے پوتے ہیں اور وہ اپنے دادا کے اقوال سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے ہیں اور ابن جریج کی حدیث کو ابو رافع کے بعض بیٹوں نے ابو رافع از عکرمہ از ابن عباس روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: طلاق البتۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف ہے' بعض اہل علم نے کہا: طلاق البتۃ میں مرد کی نیت کا اعتبار ہے' اگر وہ لفظ البتۃ سے ایک طلاق کی نیت کرے تو وہ ایک طلاق ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو وہ تین طلاقیں اور اگر وہ دو طلاقوں کی نیت کرے گا تو صرف ایک طلاق ہوگی' یہ ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے' (الیٰ قولہ) امام شافعی نے کہا: اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی تو ایک رجعی طلاق ہو اور اگر دو طلاقوں کی نیت کرے گا تو دو طلاقیں ہوں گی اور اگر تین کی نیت کرے گا تو تین ہوں گی۔

Marfat.com

ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن حزم ظاہری کا رد کرنا

غیر مقلدین حضرات ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں اور طاؤس کی روایت اور حضرت رکانہ کی حدیث سے اس پر استدلال کرتے ہیں' لطف کی بات یہ ہے کہ شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ پر وہ بہت اعتماد کرتے ہیں اور ابن حزم نے ان کے دلائل کا بہت رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا' پھر حضرت عمر نے کہا: لوگوں نے اس کام میں جلدی کی' جس میں ان کے لیے تاخیر کی گنجائش تھی' پس اگر ہم ان پر ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیں (تو اچھا ہو) پھر انہوں نے ان پر ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۲)

نیز طاؤس نے بیان کیا کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک طلاق کی طرف لوٹایا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۰۶)

اور انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو رافع کے بعض بیٹوں نے بتایا کہ عکرمہ حضرت ابن عباس سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رکانہ اور اس کے بھائیوں کے باپ عبد یزید نے رکانہ کی ماں کو طلاق دی اور اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکانہ اور اس کے بھائیوں کی ماں' اپنی بیوی سے رجوع کر لو' رکانہ کے باپ نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں' آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے' تم اس سے رجوع کر لو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۹۶)

شیخ ابن حزم نے کہا: جن دلائل سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے وہ یہی ہیں اور مؤخر الذکر حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ابو رافع کے بیٹے کا نام نہیں لیا گیا کہ کس بیٹے سے یہ حدیث مروی ہے اور مجہول سند حجت نہیں ہوتی اور ابو رافع کے بیٹوں میں صرف عبید اللہ کا ہمیں علم ہے' باقی سب مجہول ہیں۔

اور رہی وہ حدیث جس کو طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا' اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا تھا یا ایک طلاق کی طرف لوٹایا تھا اور نہ اس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا' پھر بھی آپ نے اس کو برقرار رکھا اور حجت تب بن سکتی ہے کہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہو کہ یہ آپ کا قول ہے (کہ تین کو ایک قرار دو) یا یہ آپ کا فعل ہو اور یا آپ کے علم میں یہ واقعہ آیا ہو اور آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو۔ (المحلی بالآثار ج ۹ ص ۳۹۲-۳۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

کتنی حیرت کی بات ہے کہ شیخ ابن حزم نے ابو رکانہ کی اس حدیث کو رد کر دیا ہے جس میں تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا ذکر ہے اور شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ابن حزم نے طلاق البتۃ والی حدیث کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ۳۲ ص ۱۹۵) حالانکہ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول الصفات ہیں جس میں تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا ذکر ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک اکٹھی تین طلاق دینا معصیت اور بدعت ہے اور شیخ ابن حزم کے نزدیک اکٹھی تین طلاق دینا

Marfat.com

بھی سنت ہے لیکن یہ ایک الگ بحث ہے۔

الطلاق: ۱ میں فرمایا: اے نبی مکرم! (مؤمنوں سے کہیے) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو۔

مسئلہ طلاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنے کی توجیہ

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کی گئی ہے اور خطاب میں آپ کی امت بھی شامل ہے اور جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس آیت میں حکم عام ہے اور حکم سے مراد حکم شرعی ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب وہ اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کریں تو ان ایام میں طلاق دیں جن ایام میں عدت متحقق ہو سکے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے امام اور مقتدیٰ ہیں اور جب آپ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ خطاب کیا گیا تو آپ کی امت بھی اس میں داخل ہوگئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے نبی! آپ مسلمانوں سے کہیے کہ جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت میں طلاق دو۔

حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے اور اس کو اپنے پاس روکے حتیٰ کہ وہ اپنے حیض سے پاک ہو جائے' پھر اس کو دوسرا حیض آئے' پھر جب وہ پاک ہو جائے تو اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس سے الگ ہو جائے یا اس کو نکاح میں روک لے' پس بے شک یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۱)

نافع نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اپنی عورتوں کو ان کی عدت سے پہلے طلاق دو' یعنی اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع نہ کیا ہو۔ سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی' حضرت عمر نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اس سے کہو اس سے رجوع کرے' پھر اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔
(صحیح مسلم' کتاب الطلاق رقم الحدیث: ۲)

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اپنی عورتوں کو عدت کے وقت میں طلاق دو' اس وقت سے کیا مراد ہے' اور وہ یہ ہے کہ طلاق دینے کے لیے اس وقت کو مقرر فرمایا ہے جس وقت میں عورت حیض سے پاک ہو اور اس وقت میں اس سے جماع نہ کیا گیا ہو۔

طلاق بر طریقہ سنت کی دو صورتیں

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب کا قول یہ ہے کہ طلاق بر طریقہ سنت دو صورتوں میں ہے: ایک صورت کا تعلق وقت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق اس طہر میں دی جائے جس طہر میں اس نے اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو یا اس کی بیوی حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو اور طلاق سنت کی دوسری صورت کا تعلق عدد سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے۔

وقت کی شرط اس مخص کے لیے ہے جو عدت کے لیے طلاق دے ورنہ جس عورت کی عدت نہیں ہے اس کو طلاق دینے

Marfat.com

کے لیے اس خاص وقت کی شرط نہیں ہے۔ جو شخص مباشرت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے اس کے لیے اپنی بیوی کو حیض میں بھی طلاق دینا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ (البقرہ: ۲۳۶)

اگر تم اپنی بیویوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دو یا مہر مقرر کیے بغیر طلاق دو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ (الاحزاب: ۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم مباشرت سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو پھر تمہارے لیے عدت کا کوئی حق نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔

سو جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی جائے اللہ تعالیٰ نے اس کی عدت نہیں رکھی پس اس کو طہر میں طلاق دینا بھی جائز ہے اور حیض میں بھی۔

طلاق کا لغوی معنی

طلاق کا لغوی معنی ہے: نکاح کی گرہ کو کھول دینا' ترک کر دینا' چھوڑ دینا' لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے: طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔ (تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵' مطبوعہ مطبعہ خیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

طلاق کا اصطلاحی معنی

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا' طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں' اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵' مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین قسمیں ہیں: احسن' حسن اور بدعی۔

طلاق احسن: جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو' ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے' اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے' اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی: اس کی تین صورتیں ہیں: (ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں یا کلمات متعددہ سے' مثلاً کہے: تم کو طلاق دی' تم کو طلاق دی' تم کو طلاق دی۔ (ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے' اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ (ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو' ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے' طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔

Marfat.com

(درمختار مع ردالمحتار ج ۴ ص ۳۲۰ ـ ۳۱۷ ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے' مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں بہن کہہ دے' طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جاسکتا ہے' لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی' اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا' طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے لیکن پچھلی طلاقوں کا شمار ہوگا۔

امام شافعی کے نزدیک تین طلاقیں دینا مباح ہے' وہ طلاق سنت اور طلاق بدعت کے قائل نہیں ہیں۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک کے نزدیک جس طہر میں جماع نہ کیا ہو اس میں ایک طلاق دینا سنت ہے' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی مع الشرح ج ۸ ص ۲۳۶)

اس اعتراض کا جواب کہ جب حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو کیوں جائز نہیں؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حاملہ عورت کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو اس طہر میں طلاق دینا کیوں جائز نہیں ہے جس میں وہ بیوی سے جماع کر چکا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فرق واضح ہے کیونکہ جس طہر میں شوہر نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا اس طہر کے بعد جب تک حیض نہ آ جائے' یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس جماع کے نتیجہ میں استقرار حمل ہوا یا نہیں اور عورت کے حاملہ یا غیر حاملہ ہونے کا پتا نہیں چلے گا اور یہ تعین نہیں ہو سکے گا کہ اس کی عدت تین حیض ہے یا وضع حمل ہے' اس لیے یہ قید لگائی گئی کہ اگر شوہر کو طلاق دینی ہو تو طہر کے ان ایام میں طلاق دے جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو۔

اس کے بعد فرمایا: اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے۔

عدت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور عدت کی اقسام

عدت کا لغوی معنی ہے: گننا اور عورت کی عدت ان ایام کو کہتے ہیں جن کے گزر جانے کے بعد مطلقہ عورت کے لیے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ غیر حاملہ عورت کی عدت تین حیض ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ . (البقرہ: ۲۲۸) اور مطلقات اپنے آپ کو تین ماہ تک (نکاح سے) روکے رکھیں۔

اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو وہ اپنے آپ کو تین ماہ تک نکاح سے روکے رکھے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرء کا معنی حیض ہے' اس لیے وہ فرماتے ہیں: غیر حاملہ کی عدت تین حیض ہے' اور امام شافعی کے نزدیک قرء کا معنی طہر ہے' اس لیے وہ فرماتے ہیں: غیر حاملہ کی عدت تین طہر ہے' امام ابوحنیفہ کا مذہب اس لیے راجح ہے کہ تین کا عدد مکمل اس وقت ہوگا جب عدت تین حیض ہو کیونکہ اگر عدت تین طہر ہو تو جس طہر میں طلاق دی جائے گی اگر اس طہر کو عدت میں شمار کریں تو اڑھائی طہر ہوں گے اور اگر شمار نہ کریں تو ساڑھے تین طہر ہوں گے اور تین کا عدد مکمل نہیں ہوگا' اس کی مکمل بحث ہم نے البقرہ: ۲۲۸ میں کی ہے۔

اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ . (الطلاق: ۴) حاملہ عورتوں کی عدت ان کا حمل وضع کرنا ہے۔

Marfat.com

اور عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ:۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویوں کو چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک نکاح سے روکے رکھیں۔

واضح رہے کہ عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں ایام کو گننے کے لیے قمری تاریخوں کا حساب رکھنا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا: تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

دورانِ عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے از خود نکلنے کی ممانعت

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

اس آیت میں شوہروں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ دورانِ عدت اپنی بیویوں کو گھروں سے نکالیں' اور عورتوں کو بھی از خود نکلنے سے منع فرمایا ہے' اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دورانِ عدت عورتوں کو رہائش فراہم کرنا واجب ہے' کیونکہ جن گھروں سے عورتوں کے نکالنے کو منع فرمایا ہے یہ وہ گھر ہیں جن میں عورتیں طلاق سے پہلے رہتی تھیں' اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو ان ہی گھروں میں رکھا جائے' ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ شوہر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اپنے ساتھ لے کر سفر پر جائے حتیٰ کہ وہ اس سے رجوع کرے اور رجوع پر گواہ قائم کرے' اور انہوں نے مطلقہ عورت کو عدت کے دوران سفر کرنے سے منع کیا ہے۔

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ طلاق رجعی میں بیوی کو کھانے پینے کا خرچ اور رہائش مہیا کرے اور اس کو اپنے گھر سے نہ نکالے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴)

اس کے بعد فرمایا: سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

کھلی بے حیائی کی متعدد تفاسیر

کھلی بے حیائی کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عدت پوری ہونے سے پہلے عورت کا گھر سے باہر نکلنا کھلی بے حیائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عورت دورانِ عدت اپنے خاوند سے بدزبانی اور بدکلامی کرے تو خاوند کا اس کو گھر سے نکالنا جائز ہے۔

ضحاک نے کہا: اس آیت میں کھلی بے حیائی سے مراد یہ ہے کہ مطلقہ عورت خاوند کی نافرمانی کرے۔

حسن بصری اور زید بن اسلم نے کہا: کھلی بے حیائی سے مراد ہے وہ زنا کرے' پھر اجرائے حد کے لیے اس کو گھر سے باہر جانا پڑے گا۔

علامہ ابوبکر رازی نے کہا: کھلی بے حیائی کی تفسیر میں یہ تمام معانی درست ہیں۔

پھر فرمایا: اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴' سہیل اکیڈمی لاہور)

ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم

اس آیت میں یہ دلیل ہے جس نے خلافِ سنت طلاق دی اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' کیونکہ اس سے پہلے فرمایا ہے:

Marfat.com

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو' سو جس نے اس کے خلاف کیا یعنی حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی جس میں وہ اس سے جماع کر چکا تھا تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' نیز سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے' سو جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اس نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا۔

ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی اباحت پر امام شافعی کے دلائل

امام شافعی اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک تین طلاقیں دینا مباح ہے۔ان کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

سلمہ بن ابی سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عوف نے اپنی بیوی ام ابی سلمہ کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں اور ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان کے اصحاب میں سے کسی نے اس پر ان کی مذمت کی۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۷)

سلمہ بن ابی سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے شوہر سے الگ کر دیا اور ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان کی مذمت کی۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۸۵۸' سنن بیہقی ج ۷ص ۳۲۹)

کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دینے کی تحریم کے متعلق احادیث اور ان کی وجہ ترجیح

کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی تحریم پر امام دار قطنی اور امام بیہقی کو حدیث نہیں پہنچی' لیکن ہمارے پاس بہ کثرت احادیث ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے پر ناراضی کا اظہار فرمایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب اباحت کی احادیث اور تحریم کی احادیث میں تعارض ہو تو تحریم کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے' حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں؟

(سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۳۹۸)

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی' پھر یہ ارادہ کیا کہ ان کو دو طہروں میں مزید دو طلاقیں دیں' جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں فرمایا' تم نے سنت طلاق (طریقہ طلاق) میں خطا کی' سنت یہ ہے کہ تم طہر کا استقبال کرو اور ہر طہر میں طلاق دو۔حضرت ابن عمر کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا' پھر آپ نے فرمایا: جب وہ پاک ہو جائے تو پھر تم اس طہر میں خواہ اس کو طلاق دو' خواہ اپنے پاس رکھو' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے جائز ہوتا کہ میں اس سے رجوع کر لیتا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ تم سے الگ ہو جاتی اور تمہارا یہ فعل معصیت ہوتا۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۸' سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۴)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' اس کی بیوی اس سے الگ ہو گئی' اس نے اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سنت کی مخالفت کی۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۱۰)

فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث

تین طلاقیں دینا سنت کیسے ہو سکتا ہے جب کہ فی نفسہ طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے اور بہ کثرت احادیث میں طلاق دینے

Marfat.com

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے' طلاق دینا صرف شدید ضرورت کی بناء پر مشروع کیا گیا ہے' جب شوہر اور بیوی کے درمیان مزاج کی ہم آہنگی نہ ہو اور کسی طرح بھی ان میں موافقت نہ ہو سکے یا بیوی بدچلن اور آوارہ ہو اور سمجھانے سے باز نہ آئے اور جب کوئی ایسی ناگزیر وجہ نہ ہو تو طلاق دینا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کاموں میں جو کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ موجب غضب ہے وہ طلاق دینا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۷۸)

حضرت محارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ موجب بغض ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2018)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عیب کے بغیر عورتوں کو طلاق مت دو' کیونکہ اللہ عزوجل چکھنے والے مردوں اور چکھنے والی عورتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۴۹۸۔۱۴۹۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو اس کے نزدیک غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو اس کے نزدیک طلاق دینے سے زیادہ مبغوض ہو' اور جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا: تو ان شاء اللہ آزاد ہے تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گا اور ان شاء اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ان شاء اللہ تجھے طلاق ہے تو اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور وہ استثناء کر سکتا ہے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۱۸' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۳۳۱' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۱' المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۱۶۴۳)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: طلاق کی چار قسمیں ہیں: دو حلال ہیں اور دو حرام ہیں' جو دو طلاقیں حلال ہیں وہ یہ ہیں: (۱) کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو (۲) وہ اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے جس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو' اور جو دو طلاقیں حرام ہیں وہ یہ ہیں: (۱) کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے (۲) کوئی شخص جماع کرتے وقت اپنی بیوی کو طلاق دے اور اس کو اس کا پتا نہ ہو کہ اس کا نطفہ رحم میں پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۳۹۲۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کرو اور (بلا عذر) طلاق نہ دو' کیونکہ طلاق دینے سے عرش کانپنے لگتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۹۱' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۱۲' علامہ سیوطی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۵۱' تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۲۰۲' الاحادیث الضعیفۃ رقم الحدیث: ۱۴۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

عدت طلاق کے دوران عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر ایک حدیث سے جواز کا استدلال

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ. تم ان کو (دوران عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ (الطلاق: ۱)

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ عدتِ طلاق کے دوران عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دی گئی' انہوں نے اپنی کھجوریں درخت سے اتارنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے ان کو گھر سے نکلنے سے منع کیا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' آپ نے فرمایا: کیوں

Marfat.com

نہیں! تم اپنے درخت سے کھجوریں اتارو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تم ان کھجوروں کو صدقہ کرو یا کوئی اور نیکی کا کام کرو۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۳)

اس حدیث کی بناء پر علامہ قرطبی مالکی کا مذہب احناف کو رد کرنا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اس قول پر دلیل ہے کہ جو عورت عدت طلاق میں ہو' وہ اپنی ضروریات کے لیے دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے اور رات میں اس پر لازم ہے کہ وہ گھر آ جائے' امام مالک فرماتے ہیں: خواہ اس کو طلاق رجعی دی گئی ہو یا طلاق بائن دی گئی ہو' امام شافعی فرماتے ہیں کہ طلاقِ رجعی میں وہ رات اور دن کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے اور جس کو طلاقِ بائنہ دی گئی ہو وہ دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جو عورت عدت وفات گزار رہی ہو وہ صرف دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے اور جو عورت عدتِ طلاق گزار رہی ہو وہ رات اور دن کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے اور یہ حدیث ان کے مذہب کا رد کرتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ص ۱۴۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ہمارا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ. (الطلاق:۱) تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت کو دورانِ عدت بغیر کسی استثناء یا قید کے مطلقاً گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید حضرت جابر کی خالہ کی حدیث پر مقدم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو حضرت جابر کی خالہ کو دورانِ عدت گھر سے نکلنے کی اجازت دی تھی' ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہو' تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں نکلنے کی ممانعت کا حکم عام ہے اور حضرت جابر کی حدیث میں ان کی خالہ کے لیے نکلنے کا حکم خاص ہے اور عام' خاص پر مقدم ہوتا ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں دورانِ عدت ان کی خالہ کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اباحت ہے اور اس آیت میں مطلقہ کے لیے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کی تحریم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تحریم اور اباحت کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کے دلائل کی اباحت کے دلائل پر ترجیح ہوتی ہے' پانچواں جواب یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنا مطلقاً ممنوع ہے' لیکن آپ نے اپنے خصوصی اختیار سے حضرت جابر کی خالہ کو دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی' اس حدیث میں آپ نے مخصوص مطلقہ کو دورانِ عدت ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ بالعموم یہ نہیں فرمایا کہ ہر مطلقہ دورانِ عدت اپنی ضرورت کی وجہ سے دن میں باہر نکل سکتی ہے' اس لیے اس خاص جزئیہ سے حکم عام پر استدلال کرنا درست نہیں ہے اور اس کی بہت نظائر ہیں' دیکھئے میت پر نوحہ کرنا مطلقاً ممنوع ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو مخصوص میت پر نوحہ کرنے کی اجازت دے دی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی:

یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ. (الممتحنۃ:۱۲) ہجرت کر کے آنے والی خواتین آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہیں کریں گی۔۔۔۔۔ اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

Marfat.com

حضرت ام عطیہ نے کہا: ان احکام میں میت پر نوحہ کرنے سے ممانعت بھی تھی' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آلِ فلاں پر نوحہ کرنے کی اجازت دے دیں' کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں نوحہ میں میری موافقت کی تھی' سو میرے لیے بھی ان کی موافقت کرنا ضروری ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا آلِ فلاں کے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۳۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

حضرت ام عطیہ کو آلِ فلاں پر نوحہ کی اجازت دینے سے یہ لازم نہیں آیا کہ مطلقاً میت پر نوحہ کرنا جائز ہے۔

اسی طرح چھ ماہ کی بکری کی قربانی کرنا بالعموم جائز نہیں ہے لیکن آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کرنے کی اجازت دے دی۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم اس کی قربانی کرلو اور تمہارے علاوہ یہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۰۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۶۲)

آپ نے مکہ کے درختوں کو کاٹنے سے مطلقاً منع فرمایا لیکن قریش کے ایک شخص نے اذخر (گھاس) کاٹنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۲)

قرآن مجید میں اڑھائی سال کے بعد بچہ کو دودھ پلانے کی ممانعت ہے لیکن آپ نے حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلہ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کو ان کی رضاعی ماں بنا دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۵۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۴۳)

ریشم پہننا مردوں کو مطلقاً ممنوع ہے لیکن آپ نے حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمان کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۷۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۵۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۹۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۱۰)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ جو کام مطلقاً ممنوع ہو' اگر آپ کسی شخص کو اس کام کرنے کی اجازت دے دیں تو اس اجازت کی وجہ سے وہ کام بالعموم جائز نہیں ہو جاتا اور وہ اجازت صرف اس کی حد تک رہتی ہے' سو آپ نے حضرت جابر کی خالہ کو عدتِ طلاق میں کھجوریں اتارنے کے لیے گھر سے باہر جانے کی جو اجازت دی تھی یہ اجازت صرف ان کی حد تک ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عدتِ طلاق میں دن کے وقت عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا بالعموم جائز ہو جائے' لہٰذا اس حدیث کی بناء پر مذہب احناف کا مردود ہونا لازم نہیں آتا۔ مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہٗ نے اس مسودہ کو دیکھ کر مجھ سے کہا: آپ شرح صحیح مسلم کے جواب کو بھی یہاں لکھ دیں' سو وہ جواب یہ ہے:

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

حضرت جابر کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کی خالہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا ہو اور خلع میں عدت کا نفقہ معاف کر دیا ہو' اس وجہ سے وہ تلاشِ معاش میں باہر گئی ہوں اور اس قسم کے مسائل میں احناف کے نزدیک بھی رخصت ہے۔ ''ہدایہ'' اور ''فتح القدیر'' میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو اور اب منسوخ ہو چکا ہو' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابو الزبیر نے حضرت جابر سے پوچھا: کیا مطلقہ اور بیوہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ حضرت جابر نے کہا: نہیں۔ الحدیث' امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اپنی خالہ کے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں' اس سے معلوم ہوا

Marfat.com

کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے۔(شرح معانی الآثار ج۲ ص۴۶' کراچی) نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ گھر سے جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو روکو! اس نے کہا: میں نہیں روک سکتا' فرمایا: اس کو قید کرلو' کہا: اس کے بھائی بہت طاقتور ہیں' فرمایا: امیر سے مدد طلب کرو۔(سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۳۱) اور امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور عثمان حج اور عمرہ سے عورتوں کو روکتے تھے تاوقتیکہ وہ عدت پوری کرلیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۸۲' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

علامہ قرطبی کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد اور اس کے جوابات

علامہ قرطبی مالکی نے امام ابوحنیفہ پر دوسرا رد اس حدیث سے کیا ہے:

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ ابوحفص بن المغیرہ المخزومی نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دے دیں' اور وہ خود یمن چلے گئے اور ان کے گھر والوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا: تمہارا نفقہ ہمارے ذمہ نہیں ہے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اس وقت آپ حضرت میمونہ کے گھر تھے' انہوں نے بتایا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں' کیا اس کا نفقہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا نفقہ نہیں ہے اور اس پر عدت ہے اور حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ پیغام بھیجا کہ تم خود کہیں نہ جانا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر چلی جائیں' پھر ان کو یہ پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر تو مہاجرین اولین آتے ہیں' وہ ابن ام مکتوم جو نابینا ہیں ان کے گھر چلی جائیں' کیونکہ جب تم اپنا دوپٹا اتارو گی تو وہ تم کو نہیں دیکھیں گے' پس وہ ان کے گھر چلی گئیں اور جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے ان کا نکاح کردیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸۰' الرقم المسلسل: ۳۶۳۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۵۴۶' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۳۵۲)

علامہ قرطبی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس عدتِ طلاق میں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عدت کے ایام شوہر کے گھر کے بجائے حضرت ابن ام مکتوم کے گھر گزارنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت عدتِ طلاق میں شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کے بھی وہی پانچ جوابات ہیں جو ہم اس سے پہلے حضرت جابر کی خالہ کی حدیث کے بیان کرچکے ہیں اور مزید چھٹا جواب یہ ہے کہ جمہور صحابہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کو رد کردیا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ:

اسود بن یزید نے حضرت عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کی کتاب کو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں ترک کریں گے' شاید اس کو یاد رہا یا بھول گئی' مطلقہ عورت کے لیے شوہر کی طرف سے رہائش بھی ہوگی اور اس کے ذمہ اس کا خرچ بھی ہوگا' اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ (الطلاق: ۱)

تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

(صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۳۶۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳۶)

امام دارقطنی نے اس قصہ کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ' فاطمہ بنت قیس پر رد کرتی تھیں اور دورانِ عدت مطلقہ کے گھر سے نکلنے کا انکار کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ عدت پوری ہونے سے پہلے مطلقہ اپنے گھر سے نہ

Marfat.com

نکلے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۹۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۹' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۷)

تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل

نیز فرمایا: تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی طرح ہیں' وہ جس طرح چاہتا ہے قلب کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۸۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت یہ دعا کرتے تھے: اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر قائم رکھ' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ بہت زیادہ یہ دعا کرتے ہیں: اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین اور اپنی اطاعت پر قائم رکھ' آپ نے فرمایا: مجھے کون مامون رکھ سکتا ہے' بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں' جب وہ کسی بندے کا دل پلٹنا چاہتا ہے تو پلٹ دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۳۰۔ رقم الحدیث: ۲۶۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۶۶۹' کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۱۲۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۱۰۔ ج ۱۱ ص ۳۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۵۵۳ اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے' کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی علی بن زید ابن جدعان ضعیف ہے' باقی رجال ثقہ ہیں۔)

جب احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے دل پلٹتا اور بدلتا رہتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ شوہر آج اپنی بیوی سے ناراض ہے کل راضی ہو جائے' آج اس کو بیوی سے نفرت ہے اور کل وہ نفرت محبت سے بدل جائے اور وہ بیوی کو طلاق دینے پر نادم ہو اور اس طلاق سے رجوع کر لے' اس لیے فرمایا: تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ وہ یک بار تین طلاقیں نہ دے بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دے شاید کہ ایک حیض یا ایک ماہ گزرنے کے بعد حالات بدل جائیں اور اس کا دل پلٹ جائے اور جس وجہ سے وہ بیوی کو طلاق دے رہا تھا وہ وجہ زائل ہو جائے اور وہ پہلے طہر میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ تین طلاقیں دینا ممنوع اور مذموم ہے' ورنہ اس آیت کا پھر کیا محمل ہوگا اور اس آیت میں امام شافعی اور ابن حزم ظاہری کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ تین طلاقیں دینا سنت ہے۔

ہمارے زمانہ میں لوگ وثیقہ نویس سے یا وکیل سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں اور عموماً وہ اس طرح کی عبارت لکھتا ہے کہ میں بہ قائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی فلاں منکوحہ کو تین طلاقیں دے کر اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور اپنے نکاح سے خارج کرتا ہوں اور بعض لکھتے ہیں کہ میں اپنی منکوحہ کو طلاق ثلثہ مثلثہ مغلظہ دے کر اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور شوہر اس پر دستخط کر دیتا ہے اور اس طلاق کے بعد رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی' بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ شوہر کا دل بدل دیتا ہے' پھر شوہر نادم اور پریشان ہوتا ہے' اس کو خیال آتا ہے اب بچوں کا کیا ہوگا' پھر مفتیوں کے پاس جاتا ہے' کبھی حلالہ کرانے کا سوچتا ہے کبھی اپنا مذہب بدل کر غیر مقلد مولویوں کے پاس جا کر یہ باطل فتویٰ حاصل کرتا ہے کہ تین طلاقیں یک بارگی واقع نہیں ہوتیں' یہ ایک طلاق ہے اور یہ ساری مصیبت اس وجہ سے آئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا' اللہ تعالیٰ کے برحق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حد رکھی تھی کہ وہ ایک طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے لیکن اس نے غصہ میں بے قابو ہو کر اللہ کی حد کو توڑا اور اب پچھتا تا پھر رہا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ جب انسان اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو

Marfat.com

کسی عالم یا مفتی کے پاس جائے' وہ اس کو بتائے گا کہ جس طہر میں تم نے مباشرت نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دو' اگر بعد میں ناراضگی ختم ہو جائے تو رجوع کر لینا اور اگر تین حیض گزر گئے اور تم نے رجوع نہیں کیا تو تمہاری بیوی بائنہ ہو کر تم سے الگ ہو جائے گی' پھر بھی یہ گنجائش ہوگی کہ عدت کے بعد باہمی رضامندی سے تم پھر اس سے دوسری بار نکاح کر لو۔ میں ۳۸ سال سے فتاویٰ لکھ رہا ہوں' میرے پاس جب بھی کوئی آیا' وثیقہ نویس یا وکیل سے تین پکی طلاقیں لکھوا کر اس پر دستخط کر کے اپنا گھر اجاڑ کر آیا اور اب مجھ سے یہ چاہتا ہے کہ میں اس کے اجڑے ہوئے گھر کو پھر بسا دوں' طلاق دینے سے پہلے طلاق دینے کا طریقہ معلوم کرنے کوئی نہیں آتا' وائے افسوس!

اللہ کے بندو! اللہ کی حدود کو نہ توڑو' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○ (الطلاق:۱)

اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' تم کو معلوم نہیں شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا ان کو دستور کے مطابق جدا کر دو' اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو' اور اللہ کے لیے گواہی دو' یہ ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے ہیں' اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے○ اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا' اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے' بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے' بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے○ (الطلاق:۳۔۲)

مطلقہ سے رجوع کرنے اور اس کو دستور کے مطابق رخصت کرنے کا معنی

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے فرمایا تھا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ (البقرہ:۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو (رجعی) طلاق دو پھر وہ اپنی عدت (کی تکمیل) کو پہنچیں تو انہیں دستور کے مطابق (اپنے نکاح میں) روک لو یا ان کو دستور کے مطابق چھوڑ دو○

دستور کے مطابق عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کا معنی یہ ہے کہ شوہر طلاق سے رجوع کرے اور نکاح کے تمام تقاضے پورے کرے اور بیوی کے تمام حقوق ادا کرے اور دستور کے مطابق چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ اگر اس نے ایک طلاق دینے کے بعد رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ تین حیض گزر گئے تو اب عورت بائنہ ہو گئی اور اس کے نکاح سے نکل گئی تو اب وہ دستور کے مطابق اس کا مہر اور اس کے جہیز کا وہ سامان جو شوہر کو ہبہ نہیں کیا تھا اور اس عورت کی ملکیت تھا' وہ سامان اس کو دے کر رخصت کر دے' اسی طرح یہاں اس آیت میں فرمایا ہے: پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا ان کو دستور کے مطابق جدا کر دو۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی طلاق رجعی دینے کے بعد اگر حالات بدل جائیں یا اس کا دل بدل جائے تو پھر عدت کے اندر اس سے رجوع کر لے اور اگر وہ اس سے علیحدگی کے عزم پر قائم رہے حتیٰ کہ عدت پوری ہو جائے تو دستور کے مطابق اس کو رخصت کر دے۔

اس کے بعد فرمایا: اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لیے گواہی دو۔

Marfat.com

طلاق اوراس سے رجوع پر گواہ بنانے کے حکم میں مذاہب اوراس کی حکمتیں

علامہ جصاص حنفی فرماتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رجوع کرنے اور فراق پر گواہ بنانے کا حکم دیا' شوہران میں سے جس پر بھی گواہ بنانے کو اختیار کرے' اور عمران بن حصین' طاؤس' ابراہیم اور ابی قلابہ سے مروی ہے: جب اس نے رجوع کیا اور گواہ نہیں بنایا تو اس کا رجوع صحیح ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پہلے بیوی کو نکاح میں روکنے یا اس کو الگ کرنے کا ذکر فرمایا' اس کے بعد گواہ بنانے کا ذکر فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر نے پہلے طلاق سے رجوع کیا بعد میں اس پر گواہ بنالیا تب بھی صحیح ہے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو فراق اور رخصت کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طلاق دینے کے بعد بیوی کو اسی حال پر چھوڑ دے حتیٰ کہ عدت گزر جائے اور اب اس کو رخصت کرنا صحیح ہے' خواہ اس وقت گواہ نہ بنائے بعد میں بنالے' اللہ تعالیٰ نے جو رجوع کرنے اور رخصت کرنے پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے یہ احتیاطاً ہے تاکہ کوئی یہ تہمت نہ لگائے کہ اس نے طلاق سے رجوع نہیں کیا یا بیوی کو دستور کے مطابق رخصت نہیں کیا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۶' سہیل اکیڈمی لاہور)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ طلاق دیتے وقت اور طلاق سے رجوع کے وقت اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنالو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ گواہ بنانا مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک طلاق کے وقت گواہ بنانا مستحب ہے اور طلاق سے رجوع کے وقت گواہ بنانا واجب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گواہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ بعد میں فریقین میں سے کوئی طلاق یا رجوع کا انکار نہ کر سکے اور اس کے نکاح میں بیوی کو روکنے پر تہمت نہ لگائے' اور جب فریقین میں سے کوئی دورانِ عدت مر جائے تو اس کے وارث ہونے کا ثبوت ہو' ایک قول یہ ہے کہ گواہ بنانے کی حکمت یہ ہے کہ بیوی رجوع کا انکار کر کے عدت کے بعد کسی اور سے شادی نہ کر سکے۔

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ کے لیے گواہی دو۔ اس میں حکام کے سامنے گواہی دینے کا حکم ہے اور یہ کہ گواہی دینا حقوق اللہ میں سے ہے' لوگ مقدمات کے چکر سے بچنے کے لیے گواہ نہیں بنتے' اگر سب لوگ اس طرح کرنے لگیں تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے' سو جس شخص کو گواہ بنایا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ گواہی دے۔

الطلاق: ۳ میں فرمایا: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔

متقین کے لیے راہِ نجات کے حصول کے سلسلہ میں احادیث اور آثار

شعبی نے کہا: اس کا معنی ہے: جس شخص نے عدت کے وقت سے پہلے طلاق دی یعنی اس طہر میں جس میں جماع نہیں کیا' تاکہ وہ عدت میں رجوع کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے عدت میں رجوع کرنے کی سبیل بنا دیتا ہے اور دوسروں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل کا کوئی حل نکال دیتا ہے۔

کلبی نے کہا: جو شخص مصیبت میں صبر کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے جنت کی طرف نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا کے شبہات سے اور موت کی سختیوں سے اور قیامت کی شدتوں سے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۴۱۔۳۴۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت کو جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ آیت انہیں کافی ہوگی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ○

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۲۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۶۶۹' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے بیٹے سالم کو مشرکین نے قید کر لیا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے فاقہ کی شکایت کی' تو آپ نے فرمایا: شام کے وقت سے آل محمد کے پاس صرف ایک کلو طعام ہے' تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھو' سو انہوں نے اس پر عمل کیا' ابھی وہ اپنے گھر میں تھے کہ ان کے بیٹے نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان کے ساتھ سو اونٹ تھے' ان کا دشمن ان سے غافل ہو گیا تھا سو وہ اس کے سو اونٹ ہنکا کر لے آئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۰۶' المستدرک ج ۲ ص ۴۹۲' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۱۱)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو' اللہ اس کی ہر مہم میں کافی ہوگا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا اور جو شخص سب سے منقطع ہو کر دنیا کی طرف متوجہ ہوگا' اللہ اس کو دنیا کی طرف سپرد کر دے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۱۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۶۲۷۳' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۳۸۔۵۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تفسیر میں فرمایا: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کو دنیا کے غم اور فکر سے کافی ہوگا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۶۰' رقم الحدیث: ۱۸۹۱۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کرنے کو لازم کر لیا' اللہ اس کے لیے ہر فکر سے کشادگی پیدا کر دے گا اور ہر تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸' المستدرک رقم الحدیث: ۷۶۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ اس کو دنیا اور آخرت کی مشکل سے نجات دے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۱۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی سے ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۲ طبع قدیم۔ رقم الحدیث: ۲۱۹۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' الدر المنثور ج ۸ ص ۱۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرو' اور جب کوئی برائی کرو تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو' اور کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اور کسی امانت پر قبضہ نہ کرو اور دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۱ طبع قدیم۔ رقم الحدیث: ۲۱۰۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' الدر المنثور ج ۸ ص ۱۸۶)

Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی اصل ہے' اور تم جہاد کو لازم رکھو کیونکہ وہ اسلام کی رہبانیت ہے اور تم اللہ کے ذکر اور تلاوتِ قرآن کو لازم رکھو کیونکہ وہ آسمان میں تمہاری خوشی ہے اور زمین میں تمہارا ذکر ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۸۲ طبع قدیم۔رقم الحدیث: ۱۱۳۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' الدر المنثور ج ۸ ص ۱۸۷)

ضرغام بن علیبۃ بن حرملہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو' اور جب تم کسی مجلس میں ہو' پھر وہاں سے اٹھو تو ان کی جو سنی ہوئی بات تمہیں اچھی لگے اس پر عمل کرو اور ان سے جو سنی ہوئی بات تمہیں ناپسند ہو اس کو چھوڑ دو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۵۔رقم الحدیث: ۱۸۲۴۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' الدر المنثور ج ۸ ص ۱۸۷)

اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے۔

توکل کا معنی اور توکل کے متعلق احادیث

توکل کا معنی اسباب کو ترک کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے لیے پوری کوشش کی جائے' اس کے تمام اسباب مہیا کیے جائیں اور پھر اس کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص کسی چیز کے لیے اللہ پر توکل کرے' اس کو وہ چیز حاصل ہو جائے کیونکہ کئی متوکلین مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں اور راہِ حق میں شہید ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو آخرت میں عظیم ثواب عطا فرماتا ہے اور ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔توکل کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فاقہ میں مبتلا ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اپنے فاقہ کو بیان کرے تو اللہ اس کے فاقہ کو دور نہیں کرتا اور جس شخص کو فاقہ ہو اور وہ اللہ سے کہے تو اللہ اس کو جلد یا بہ دیر رزق عطا فرمائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے (متعدد) امتیں پیش کی گئیں' پس ایک نبی یا دو نبی گزرتے اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہوتی' اور ایک نبی گزرتا اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا' پھر میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت ظاہر ہوئی' میں نے پوچھا: کیا یہ میری امت ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے' پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھئے' تو وہاں ایک جماعت تھی جس نے تمام آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' مجھ سے کہا گیا کہ آپ ادھر اور ادھر آسمان کے کناروں کو دیکھیں وہاں بہت بڑی جماعت تھی' جس نے تمام آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا' کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے' اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' پھر آپ گھر چلے گئے اور یہ نہیں بتایا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ مسلمانوں نے اس میں غور وفکر کیا اور کہا: یہ ہم لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اس کے رسول کی اتباع کی اور یہ ہم ہیں اور ہماری وہ اولاد ہے جو اسلام پر پیدا ہوئی' کیونکہ ہم لوگ تو زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے باہر آ کر فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دم نہیں کراتے تھے اور نہ بدشگونی کرتے تھے' اور نہ داغ لگوا کر علاج کراتے تھے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے تھے' پھر حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ایک اور شخص نے پوچھا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۰۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۵۲، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۸۲)

حضرت مطلب بن حطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں کا حکم دیا تھا' میں نے تمہیں ان تمام کاموں کا حکم دے دیا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں سے منع کیا تھا میں نے تمہیں ان تمام کاموں سے منع کر دیا ہے اور بے شک الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا حتیٰ کہ وہ اپنے رزق کو پورا کر لے پس تم اچھی طرح طلب کرو۔ دوسری روایت میں ہے: حلال کو طلب کرو اور حرام کو ترک کر دو۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۶، السنۃ لابی العاصم ج ۱ ص ۱۸۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رزق بندہ کو اس طرح طلب کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو طلب کرتی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۲۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۲۵۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۹۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور زادِ راہ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں اور جب مکہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ (البقرہ: ۱۹۷) اور زادِ راہ (سفر خرچ) لیا کرو' بہترین زادِ راہ تقویٰ (اللہ سے ڈرنا اور سوال نہ کرنا) ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۵۲۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔

اللہ کے کام پورا کرنے کے محامل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جو کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کو پورا کرنے والا ہے۔

مسروق نے کہا: کوئی شخص اللہ پر توکل کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو مقدر کیا ہے وہ اس کو پورا کرنے والا ہے' البتہ جو اس پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر کو زیادہ کر دیتا ہے۔

ہر چیز کے اندازہ سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت اور اس کا انجام مقرر ہے' اس لیے یہ واجب ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور تمام معاملات اس کے سپرد کر دے' مقاتل نے کہا: ہر چیز کے لیے سختی اور آسانی اور اس کی مدت مقدر اور مقرر ہے۔

الطلاق: ۳ کے آخر میں فرمایا: بے شک اللہ نے ہر چیز کا اندازہ رکھا ہے۔

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس آیت میں تقدیر کا بیان ہے' تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیتیں بھی ہیں:

Marfat.com

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ○ (الفرقان ۲) اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو مقرر شدہ اندازے پر رکھا○

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ○ (الاحزاب: ۳۸) اور اللہ کا کام مقرر شدہ اندازے پر ہے○

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ○ (القمر: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے○

تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

تقدیر کا معنی ہے: کسی چیز کی مقدار کو معین کرنا' اور اللہ کی تقدیر کا معنی ہے: کسی چیز کو حکمت کے تقاضے سے مخصوص مقدار' مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لیے بنانا اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) کسی چیز کو دفعۃً اور ابتداءً کامل بنانا بایں طور کہ اس میں بعد میں زیادتی' کمی یا تبدیلی نہ ہو' جیسے سات آسمان (۲) اس چیز کے اصول موجود بالفعل ہوں اور اس کے اجزاء موجود بالقوۃ ہوں اور اس کو اس اندازے سے بنایا جائے کہ اس سے وہ چیز موجود ہو نہ کہ کوئی اور چیز' جیسے کھجور کی گٹھلی کو اس اندازے سے بنایا کہ اس سے کھجور ہی پیدا ہوگی' سیب پیدا نہیں ہوگا اور انسان کی منی کو اس اندازے سے بنایا کہ اس سے انسان ہی پیدا ہو گا کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوگا۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۱۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ ھ)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں تقدیر کا ذکر بہت زیادہ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا حکم کر دیا۔

(النہایہ ج ۴ ص ۲۰' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۱۸ ھ)

دراصل یہ دو لفظ ہیں: قضاء اور قدر' علامہ ابن اثیر الجزری نے جو معنی لکھا ہے وہ قضاء کا ہے' اور قدر یعنی تقدیر کا وہی معنی ہے جو علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

تقدیر کے کئی معانی ہیں: (۱) کسی چیز کو بنانے اور تیار کرنے میں غور و فکر کرنا (۲) کسی چیز کو ختم کرنے کے لیے علامات مقرر کرنا (۳) دل میں کسی چیز کو سوچنا اور قیاس کرنا۔

القدریہ وہ فرقہ ہے جو تقدیر کا انکار کرتا ہے' اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کا نام ہے' انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو انسان کا علم تھا' اس کو علم تھا کہ کون انسان کفر کرے گا اور کون انسان ایمان لائے گا' اس نے اپنے اس علم سابق کو لکھ دیا اور جس کے لیے جو لکھا ہے وہ اس پر آسان کر دیا۔ ابو منصور ماتریدی نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق اندازہ (پیشگی علم) تھا کہ وہ جنتی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اسے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا' سو اس نے اپنے اس پیشگی علم کو لکھ دیا اور یہی تقدیر ہے۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۷' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

تقدیر کی وضاحت اور اس کا کھوج لگانے کی ممانعت

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۲ ھ لکھتے ہیں:

تقدیر پر ایمان لانا فرض لازم ہے اور وہ یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں' اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے ان کے افعال کو لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:۹۶) اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۝

پس ایمان اور کفر' اطاعت اور معصیت سب اللہ کی قضاء اور قدر سے ہے اور اس کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہے' البتہ وہ ایمان سے راضی ہوتا ہے اور کفر سے ناراض ہوتا ہے (دراصل بندہ جس فعل کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے' بندہ کے ارادہ کو کسب کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کو خلق کہتے ہیں اور بندہ جو برے کاموں پر سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اچھے کاموں پر جو اس کو جزا دی جاتی ہے وہ اس کے کسب کے اعتبار سے ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور طاعت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے' اور وہ کفر اور معصیت سے راضی نہیں ہوتا' اور اس نے کفر اور معصیت پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور ثواب عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

اور تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِر (راز) ہے' جس پر اس نے کسی مقرب فرشتہ کو مطلع فرمایا ہے نہ کسی نبی مرسل کو (ہماری تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں تقدیر کی حقیقت معلوم ہے اور عام مؤمنوں کو آخرت میں تقدیر کی حقیقت پر مطلع کیا جائے گا' سعیدی غفرلہٗ) تقدیر میں غور وخوض کرنا اور عقل سے اس میں بحث کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' پھر اس کے دو فرقے کر دیئے' دائیں جانب والوں کو اپنے فضل سے جنت کے لیے پیدا کیا اور بائیں جانب والوں کو اپنے عدل سے دوزخ کے لیے پیدا کیا' ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اے امیر المؤمنین! مجھے تقدیر کے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: یہ اندھیرا راستہ ہے تم اس میں مت چلو' اس نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا راز ہے جو تم سے مخفی ہے' تم اس کی تفتیش مت کرو۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۱ ص ۲۱۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۵۷' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

خلق اور تقدیر کا فرق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۝ (الفرقان:۱) اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو مقرر شدہ اندازے پر رکھا۝

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا' اس کا معنی ہے کہ انسان کے اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

پھر فرمایا: اور اس کو مقرر شدہ اندازہ پر رکھا' یعنی وہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور اس میں وہ خاصیت مہیا کی' جس کی اس میں صلاحیت اور استعداد تھی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اس نے انسان کو اس مقدار اور شکل پر پیدا کیا جس کو تم دیکھ رہے ہو اور اس میں ان کاموں کی طاقت رکھی جن پر دین اور دنیا کی کامیابی موقوف ہے' اسی طرح ہر حیوان میں ان کاموں کی طاقت رکھی جن پر اس کی دنیاوی مصلحت موقوف ہے اور ہر حیوان کو اس کے حال کے مناسب مقدار اور شکل وصورت پر پیدا کیا' اسی طرح تمام جمادات اور نباتات کو ان کے حسب حال مقدار اور صورت پر پیدا کیا۔

اور تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے' جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے کہ فلاں چیز ہوگی تو اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کا نہ ہونا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم' جہل سے بدل جائے گا۔ اسی طرح جب اس نے کسی چیز کے متعلق خبر دی ہے کہ فلاں چیز ہوگی تو اس کا ہونا ضروری ہے ورنہ اس کے کلام کا صدق' کذب سے بدل جائے گا۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۳۱-۴۳۰ ملخصاً 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے الفرقان: ا کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس میں وہ چیزیں رکھیں جو اس کی حکمت کا تقاضا تھیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں دو لفظ ہیں' پہلے فرمایا: ''خلق'' پھر فرمایا: ''فقدر'' بہ ظاہر دونوں کا معنی ایک ہے اور یہ تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''خلق'' کا معنی ہے: اللہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور ''فقدر'' کا معنی ہے: اس میں وہ چیزیں مہیا کیں جو اس کی حکمت کا تقاضا ہیں' جیسے انسان کو مخصوص مادے سے مخصوص صورت پر پیدا کیا اور اس میں وہ خصائص اور وہ افعال مہیا کیے جو اس کے لائق ہیں' مثلاً اس میں فہم' ادراک' دنیا اور آخرت کے کاموں میں نظر اور تدبر کو پیدا کیا اور مختلف افعال پیدا کیے۔

(روح المعانی جز ۱۸ ص ۳۴۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

قضاء معلق اور قضاء مبرم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (الرعد: ۳۹) اللہ جس (لکھے ہوئے کو) چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے' اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے ۝

اس آیت کی علماء نے ایک اور تقریر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیر معلق ہے اور ایک تقدیر مبرم ہے۔ تقدیر معلق میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے اور تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم سے عبارت ہے' اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا' مثلاً ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے اور تقدیر معلق ہے لیکن کسی مرد خدا کی دعا سے اس کے لیے اولاد مقدر کر دی جاتی ہے' پہلے اس کی قسمت میں لاولد لکھا تھا' اگر کسی مرد خدا نے دعا کر دی تو لاولد کو مٹا کر صاحب اولاد لکھ دیا جاتا ہے اور اگر کسی نے دعا نہیں کی تو وہ لاولد اسی طرح ثابت رہتا ہے اور یہ تقدیر معلق ہے جس کی طرف ''يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ'' (الرعد: ۳۹) میں اشارہ ہے' اور تقدیر مبرم کا مرتبہ جس کی طرف ''عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ'' (الرعد: ۳۹) سے اشارہ ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ لاولد یا صاحب اولاد ہے اور اس کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی' اسی طرح انسان اگر ماں باپ یا رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرے تو اس کی عمر بڑھ جاتی ہے یا اس کے رزق میں وسعت ہو جاتی ہے اور اگر ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو پھر عمر میں یا رزق میں اضافہ نہیں ہوتا مثلاً اس کی عمر پچاس سال لکھی ہوئی ہے' اس نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کی تو پچاس سال مٹا کر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو اس کی عمر اسی طرح پچاس سال لکھی رہتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور انجام کار اس کی عمر پچاس سال ہو گی یا ساٹھ سال اور ام الکتاب میں اس کی وہ عمر لکھی ہوئی ہوتی ہے' اور یہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ حسب ذیل احادیث اس تقریر پر دلالت کرتی ہیں:

رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ اس

Marfat.com

کے رزق میں وسعت کی جائے یا اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے' اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے مل جل کر رہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۴۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے خاندان کے ان رشتوں کو جانو جن سے تم مل جل کر رہو' کیونکہ رشتہ داروں سے ملنے کے سبب اہل میں محبت بڑھتی ہے' مال میں زیادتی ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴' المستدرک ج ۴ ص ۱۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جس شخص کو نرمی اور ملائمت سے اس کا حصہ دیا گیا' اس کو دنیا اور آخرت کی خیر سے حصہ دیا گیا۔ رشتہ داروں سے ملنا اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا گھروں کو آباد رکھتا ہے اور عمروں میں اضافہ کرتا ہے۔

ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض

ان احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صلہ رحم سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہیں:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (یونس: ۴۹)

ہر گروہ کا ایک وقت مقرر ہے' جب ان کا مقرر وقت آ جائے گا تو وہ نہ ایک ساعت مؤخر ہو سکیں گے اور نہ ایک ساعت مقدم ہو سکیں گے ○

ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں جس عمر کا ذکر فرمایا ہے' یہ وہ عمر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور یہ قضاء مبرم ہے' اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی اور ان احادیث میں جس عمر کے اضافہ کا ذکر ہے یہ عمر قضاء معلق میں ہے' مثلاً اگر کسی شخص نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر سو سال ہے اور اگر قطع رحم کیا تو اس کی عمر ساٹھ سال ہے' پس اگر اس نے صلہ رحم کر لیا تو اس کی عمر ساٹھ سال کو مٹا کر سو سال لکھ دی جائے گی اور اگر قطع رحم کیا تو وہی ساٹھ سال لکھی رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا قطع رحم کرنا ہے اور اس کی عمر سو سال ہے یا ساٹھ سال اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

تقدیر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریحات

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور اس پر کہ ہر اچھی اور بُری چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔ (الحدیث)
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۹۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ فرماتے ہیں: اہل حق کے نزدیک تقدیر ثابت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا اندازہ کیا اور اللہ سبحانہ کو علم تھا کہ یہ چیزیں مخصوص صفات پر مخصوص اوقات میں واقع ہوں گی' سو اسی علم کے موافق یہ چیزیں واقع ہوتی ہیں' اور قدریہ نے اس کا انکار کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کو مخصوص صفات کے ساتھ چیزوں کے وقوع کا پیشگی علم نہیں ہوتا بلکہ چیزوں کے وقوع کے بعد ان کا علم ہوتا ہے۔ ابن قتیبہ اور امام نے کہا: اہل حق تقدیر کو مانتے ہیں اور افعال

Marfat.com

کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور یہ جاہل قوم افعال کی تخلیق کی نسبت اپنی طرف کرتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا: اکثر لوگ قضاء اور قدر کا یہ معنی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر اور اپنی قضاء پر عمل کرنے کے لیے بندوں کو مجبور کر دیا لیکن قضاء وقدر کا یہ معنی نہیں ہے۔ قدر کا معنی اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ ہے یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کا علم اور قضاء کا معنی ہے: اپنے علم کے موافق چیزوں کو پیدا کرنا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ا ص ۴۴۹۔ ۴۴۷ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان معترضین نے جبر کا معنی نہیں سمجھا۔ جبر یہ ہے کہ انسان کی خواہش اور اس کے اختیار کے بغیر اس سے کوئی کام کرایا جائے' جیسے کوئی شخص کسی انسان کی کنپٹی پر پستول رکھ کر اس سے کہے کہ اپنی جیب سے رقم نکالو تو یہ جبر ہے اور جب آدمی اپنی خواہش سے کوئی چیز خریدنے کے لیے جیب سے رقم نکالے تو یہ جبر نہیں ہے' سو ہم اچھے یا بُرے کام جو بھی کرتے ہیں تو اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور ہم جس کام کو اختیار کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے اندر وہی کام پیدا کر دیتا ہے' پھر جبر کہاں سے ہو گیا' سو ہم اپنے افعال میں مختار ہیں' مجبور نہیں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ سب سے زیادہ سچے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کی تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی صورت میں رہتی ہے' پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتی ہے' پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں رہتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار کلمات دے کر بھیجتا ہے' پس وہ اس کا عمل لکھتا ہے اور اس کی مدت حیات لکھتا ہے اور اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے (دوزخی ہے یا جنتی) پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے' سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ (کا فاصلہ) رہ جاتا ہے' پھر اس پر تقدیر غالب آ جاتی ہے وہ اہل دوزخ کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے ایک شخص اہل دوزخ کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ (کا فاصلہ) رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۲)

اس حدیث میں اس پر تنبیہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نیک اعمال پر مغرور نہ ہو اور تکبر نہ کرے اور خوف اور امید کے درمیان رہے اور تقدیر پر شاکر اور اللہ کی رضا پر راضی رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا دوزخ میں لکھ دیا گیا ہے یا اس کا ٹھکانا جنت میں لکھ دیا گیا ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: عمل کرتے رہو ہر شخص کے لیے اس چیز کو آسان کر دیا گیا ہے' جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے' جو شخص اہل سعادت میں سے ہے اس کے لیے اہل سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہے اس کے لیے اہل شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ (اللیل: ۱۰۔ ۵)

رہا وہ شخص جس نے عطا کیا اور اپنے رب سے ڈرا ○ اور اس نے ہر نیکی کی تصدیق کی ○ تو ہم عنقریب اس کے لیے نیک کاموں کو آسان کر دیں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی

Marfat.com

برتی ○ اور اس نے ہر نیکی کی تکذیب کی ○ تو ہم عنقریب اس کے
لیے معصیت کا راستہ آسان کر دیں گے ○

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۷)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مزینہ کے دو شخصوں نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ آج جو شخص عمل کرتے ہیں اور اس میں مشقت اٹھاتے ہیں آیا یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان کے لیے مقدر کر دی گئی ہے یا جو کچھ ان کو ان کے نبی نے بتایا ہے یہ اس پر از خود عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان پر مقدر کر دی گئی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ○ (الشمس: ۸۔۷) نفس کی قسم اور اس کو درست بنانے کی ○ پھر اس کو بدکاری کی سمجھ دی اور اس سے بچنے کی ○

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۰)

یعنی ہر انسان کو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ خیر اور شر، نیکی اور بدی کی پہچان کرا دی اور اس کی عقل میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ صحیح اور غلط اور حق اور باطل میں تمیز کر سکے، پس جس نے کتاب اور سنت اور عقل سلیم کی ہدایت پر عمل کیا وہ کامیاب ہے اور جس نے اس سے انحراف کیا وہ ناکام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت سے استدلال کا یہ منشاء ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں نفسِ انسان کو بھلائی اور بُرائی سمجھا دی تھی اور اس کو ازل میں علم تھا کہ دنیا میں آ کر انسان اس ہدایت پر عمل کرے گا یا نہیں، سو اسی علم کے موافق اللہ نے لکھ دیا اور اسی کا نام تقدیر ہے:

وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ○ (القمر: ۵۲) انہوں نے جو کچھ عمل کیے وہ سب لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے تھے ○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نوجوان شخص ہوں اور مجھے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہے اور میرے پاس اتنا مال نہیں جس سے میں عورتوں سے شادی کروں، گویا کہ وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے، آپ خاموش رہے، میں نے دوبارہ کہا، آپ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ کہا، آپ پھر خاموش رہے، میں نے چوتھی بار کہا تو آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جو کچھ تم نے کرنا ہے اس کو قلم (تقدیر) لکھ کر خشک ہو چکا ہے، سو تم خصی ہو یا اس عمل کو چھوڑ دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۷۶)

یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم نے اپنے اختیار سے زنا کرنا ہے یا نہیں کرنا اور اسی کے موافق لکھ دیا گیا ہے، سو اب خصی ہونے کا کیا فائدہ ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ، اس نے پوچھا: کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر لکھ، تو اس نے لکھ دیا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵)

حضرت ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم دم کراتے ہیں اور دوا سے علاج کراتے ہیں اور ڈھال وغیرہ کے ذریعہ حملوں سے بچتے ہیں، کیا یہ چیزیں تقدیر کو ٹال دیتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ

Marfat.com

چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۳۷)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیماری کو مقدر کیا ہے' اسی طرح بیماری کے ازالہ کے لیے دوا کو مقدر کیا ہے' پس جو آدمی دوا کو استعمال کرے اور اس کو فائدہ نہ ہو تو وہ سمجھ لے کہ اللہ نے اس کے لیے شفاء کو مقدر نہیں کیا' لیکن وہ صرف ایک بار دوا کو استعمال کر کے مایوس نہ ہو بلکہ مختلف معالجوں سے علاج کرائے اور شفا کا ہر طریقہ آزمائے اور تاحیات حصولِ شفاء کی کوشش کرتا رہے' بعض احادیث میں دم کرانے کی ترغیب ہے اور بعض احادیث میں اس کو توکل کے خلاف فرمایا ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آیاتِ قرآن اور احادیث میں بیان کیے گئے کلمات سے دم کیا جائے یا تعویذ لکھا جائے تو جائز ہے اور اگر شرکیہ کلمات سے دم کیا جائے یا کرایا جائے تو وہ ناجائز ہے اور توکل کے خلاف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے' کیا آپ کو ہم پر کوئی خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بے شک تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے ان دلوں کو پلٹتا رہتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۷۔۱۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے' المرجئۃ اور القدریۃ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۲' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

المرجئۃ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور مؤمن کو گناہوں سے کوئی ضرر نہیں ہوگا اور القدریۃ وہ فرقہ ہے جو تقدیر کا منکر ہے اور انسان کو اپنے افعال کا خالق مانتا ہے اور کہتا ہے کہ مؤمن مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القدریۃ اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۸۶۔۱۲۵' المستدرک ج ۱ ص ۸۵)

مجوس دو خالق مانتے تھے' ایک یزداں جو خالق خیر ہے اور ایک اہرمن جو خالق شر ہے' آپ نے القدریۃ کو اس امت کا مجوس اس لیے فرمایا کہ وہ انسان کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں اور مجوس کی طرح شرک کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل قدر (منکرین تقدیر) کی مجلس میں نہ بیٹھو اور نہ ان سے (سلام کی) ابتداء کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۰۔۴۷۱۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰)

ان سے ابتداء کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ ان سے ابتداءً سلام اور کلام نہ کرو' مؤخر الذکر دونوں حدیثیں بدمذہبوں اور گمراہ فرقوں سے میل جول اور سلام و کلام کی ممانعت کی اصل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ شخصوں پر میں نے لعنت کی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے' اور ہر نبی مستجاب الدعا ہوتا ہے: (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا (۳) قوت کے بل پر غلبہ پا کر حکومت اور اقتدار حاصل کرنے والا تاکہ عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذلت والوں کو عزت دے (۴) اللہ کے حرام کردہ کاموں کو حلال کرنے والا (۵) میری عترت (اہل بیت) میں ان کاموں کو حلال کرنے والا جن کو اللہ نے حرام کیا ہے (۶) میری سنت کو (بہ طور تخفیف اور اہانت) ترک کرنے والا۔

Marfat.com

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۴' المستدرک ج ۱ ص ۳۶' السنۃ لابی العاصم رقم الحدیث: ۴۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۲۲۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل میں پیش آنے والے اُمور کا ذکر کر رہے تھے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دینا' اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی پیدائشی عادت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی فطرت پر ہی لوٹ جائے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۳)

بہادری اور بزدلی' سخاوت اور بخل' اسی طرح حلیم اور بدمزاج یا غصہ ور' یہ فطری اور جبلی صفات ہیں' اگر کوئی شخص یہ خبر دے کہ فلاں شخص جو بہادر تھا اب بزدل ہو گیا ہے' یا جو سخی تھا وہ بخیل ہو گیا' یا جو حلیم اور بردبار تھا وہ جلد غصہ میں آنے والا بن گیا ہے' تو اس خبر کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ ان صفات کا تعلق قضاء وقدر سے ہے' اور کسبی صفات بدل سکتی ہیں جیسے کوئی جاہل عالم بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے' اور وہ عورتیں جن کو حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے' اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا O یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا O (الطلاق: ۵-۴)

جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا' ان کی عدت میں شک ہونے کے محامل

جن عورتوں کو حیض آتا ہے ان کی عدت اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرما چکا ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ: ۲۲۸)

اور اس آیت میں بتایا ہے کہ جن عورتوں کو نابالغہ ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے۔ پھر اس آیت میں جو فرمایا ہے: اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو اس کے تین محمل ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اگر تم کو معلوم نہ ہو جو عورت' حیض سے رک گئی ہے یا جس کا حیض شروع نہیں ہوا تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ زہری نے کہا: جو عورت بوڑھی ہے اور اس کو حیض میں شک ہے تو وہ تین ماہ عدت گزارے گی۔ اگر جوان عورت کو حیض نہ آئے تو دیکھا جائے گا' وہ حاملہ ہے یا غیر حاملہ' اگر متعین ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے' نہیں تو انتظار کیا جائے حتیٰ کہ حمل کا معاملہ صاف ہو جائے اور انتظار کی مدت ایک سال ہے۔

ابن زید نے کہا: اگر عورت یا مرد کو حیض کے آنے میں شک ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حمل کا انتظار ہو تو اس کی مدت نو ماہ ہے۔

(۲) ابن ابی کعب نے کہا: یا رسول اللہ! قرآن مجید میں بوڑھی عورت' نابالغہ اور حاملہ عورت کی عدت نہیں بیان کی گئی تو یہ آیت نازل ہو گئی۔

(۳) عکرمہ نے کہا: اگر عورت کو مہینہ میں بار بار خون آتا ہے اور کئی مہینہ خون آتا رہتا ہے اور اس کو شک ہے اور یہ متعین نہیں ہوتا کہ یہ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کا' یعنی یہ خون رحم سے آیا ہے یا بیماری کی وجہ سے کسی رگ سے آیا ہے' تو پھر اس کی عدت تین ماہ ہے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے۔

Marfat.com

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۸۰۔۱۷۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نیز فرمایا ہے: اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے فرمایا: اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلافِ صحابہ

اس میں اختلاف ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے یا اس کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مختار یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے وہ کہتے تھے: جو چاہے میں اس سے اس مسئلہ پر لعان کرنے کے لیے تیار ہوں کہ الطلاق: ۴ جس میں فرمایا: حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے البقرہ: ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں فرمایا ہے کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور وہ قسم کھا کر فرماتے: النساء القصریٰ (الطلاق) النساء الطولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ اس کی عدت زیادہ لمبی مدت ہے یعنی اگر وضع حمل کی مدت چار ماہ سے زیادہ ہو تو وہ اس کی عدت ہے اور اگر چار ماہ دس دن کی مدت وضع حمل کے عرصہ سے زیادہ ہو تو پھر وہ اس کی عدت ہے۔ (جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۸۴۔۱۸۳ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہم سورۃ الطلاق کے تعارف میں اس اختلاف کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

نابالغہ بڑھی اور حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس عورت کو کم عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا بایں طور کہ اس کی عمر نو سال سے کم ہو اس کی عدت تین ماہ ہے یا جو عورت بوڑھی ہو اور سن ایاس کو پہنچ چکی ہو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے یا جو عورت بالغہ ہو چکی ہو اور بار بار حیض آنے کے بعد اس کا طہر دائم ہو اور بوڑھی ہونے تک اس کو دوبارہ حیض نہ آیا ہو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے اور مہینوں کا اعتبار چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۹۔۱۴۶ ملخصاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور عدتِ وفات چاند کی تاریخوں کے اعتبار سے چار ماہ دس دن ہے اور حاملہ عورت کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے خواہ وہ عدتِ طلاق گزار رہی ہو یا عدتِ وفات۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۵۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رہی عدتِ حمل تو اس کی مقدار اتنی ہی ہے جتنی مدت وضع حمل میں رہ گئی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ حتیٰ کہ عدت واجب ہونے کے ایک دن یا ایک گھنٹہ بعد بھی ولادت ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(الطلاق: ۴)

اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اگر میت تختِ غسل پر ہو اور اس کی بیوی کے ہاں ولادت ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی پھر لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب[1] اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

[1] شعیب کا پورا نام ہے: محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص گویا عمرو بن شعیب اپنے والد محمد بن عبد اللہ سے اور محمد بن عبد اللہ اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۳۰۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

''وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق:۶) تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آیت مطلقہ کی عدت کے بارے میں ہے یا بیوہ کی عدت کے بارے میں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کے بارے میں ہے' اور سبیعہ بنت الحارث نے روایت کیا ہے کہ ان کے شوہر کی موت کے بیس اور کچھ دنوں کے بعد ان کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۰۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۴۸۵' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۱۹۴)

نیز عدت سے مقصود یہ ہے کہ براءت رحم واضح ہو جائے اور تین حیض گزر جانے سے بھی براءت رحم واضح ہوتی ہے اور وضع حمل سے اس سے بھی زیادہ براءت رحم واضح ہوتی ہے' پس وضع حمل سے عدت کا پورا ہونا مہینوں کی بہ نسبت زیادہ واضح ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں عموم ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۴ ص ۴۳۲-۴۳۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اللہ سے ڈرنے کے فوائد

الطلاق: ۵ میں فرمایا: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا۔

یعنی اللہ اس کے معاملہ کو آسان بنا دے گا اور اس کو نیک اعمال کی توفیق دے گا' عطاء نے کہا: اللہ اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات کو آسان کر دے گا' اور اللہ کے احکام پر جو شخص عمل کرے گا اور اس کی اطاعت کرنے میں اس سے ڈرتا رہے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرے گا' تو وضو کرنے سے اور ایک نماز سے دوسری نماز اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس سے جو صغیرہ گناہ ہوئے' ان کو مٹا دے گا اور توبہ کرنے سے اس کے کبیرہ گناہوں کو بھی مٹا دے گا اور آخرت میں اس کے کبیرہ گناہوں کو بھی مٹا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو' اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو' اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو' اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O صاحبِ حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے' اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O (الطلاق: ۷-۶)

حضرت فاطمہ بنت قیس کی وہ روایت جس سے ائمہ ثلاثہ نے مطلقہ کے خرچ کے عدمِ وجوب پر استدلال کیا ہے

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں' میں نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عم زاد عمرو بن ام مکتوم کے پاس جاؤ اور ان کے پاس عدت گزارو۔ (صحیح مسلم' کتاب الطلاق' باب:۶' رقم الحدیث:۴۵)

شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کر کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے رہائش اور خرچ مقرر نہیں کیا تھا' پھر اسود نے ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر ان کو ماریں اور کہا: تم پر افسوس ہے تم ایسی حدیث بیان کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ہم اللہ کی کتاب کو اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کریں گے' ہم نہیں جانتے اس کو اصل حدیث یاد ہے یا شاید وہ بھول گئی' اس کے لیے رہائش بھی ہوگی اور خرچ بھی ہوگا' اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ — تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ

Marfat.com

اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ (الطلاق:۱) خود نکلیں سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنٰی کے استحقاق میں مذاہب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنٰی (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ' امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ اور سکنٰی لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں' امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنٰی ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ حسن بصری' عمرو بن دینار' طاؤس' عطا بن ابی رباح' عکرمہ' شعبی' امام احمد بن حنبل' اسحاق اور غیر مقلدین کے نزدیک' جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنٰی واجب ہے ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنٰی' اور حماد' شریح' نخعی' ثوری' ابن ابی لیلٰی' ابن شبرمہ' حسن بن صالح' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور عبدالرحمن بن مہدی' ابوعبیدہ' امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنٰی تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۸۔ ۳۰۷' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ جنہوں نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی دونوں کو واجب کیا ہے' وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ '' (الطلاق:۶) ''(مطلقہ عورتوں) کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو''۔ اس آیت میں سکنٰی کا امر ہے اور نفقہ اس لیے واجب ہے کہ وہ اس کے پاس مقید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے' پتا نہیں وہ مسئلہ سے ناواقف ہے یا بھول گئی۔ (مالکی اور شافعی) علماء نے کہا کہ کتاب اللہ میں فقط سکنٰی کا ذکر ہے۔ امام دارقطنی نے کہا کہ حضرت عمر کے قول میں ''ہمارے نبی کی سنت'' کے الفاظ ایسی زیادتی ہے جو غیر محفوظ ہے۔ ثقہ راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال' حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: ''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ'' (الطلاق:۶)۔ اس آیت میں صرف سکنٰی کو واجب کیا ہے نفقہ کو واجب نہیں کیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی نفقہ کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ '' (الطلاق:۶) اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تاوقتیکہ حمل وضع ہو جائے۔ اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳' اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنٰی واجب ہے' اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنٰی واجب ہے' اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنٰی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے' امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس

Marfat.com

کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔فقہاء احناف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۴۱)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے ۝

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والقول الثانی) ان المراد بهذه المتعة النفقة والنفقة قد تسمى متاعا واذا حملنا هذه المتاع على النفقة اندفع التكرار.

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک آیت میں ہے:

وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًاۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ:۲۳۶)

اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (یعنی کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے ۝

سورۂ بقرہ کی آیت:۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑوں کا جوڑا' خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ' پس اگر بقرہ کی آیت:۲۴۱ میں بھی متاع سے مراد یہی ہو (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا' اور تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے جبکہ از روئے لغت متاع کا اطلاق نفقہ پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ:۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کو ایک سال تک نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے' خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے البقرہ:۲۳۶ میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے۔اس کے بعد البقرہ:۲۴۱ میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم کیا گیا ہے' اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا' اس لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے جبکہ لغت اور قرآن مجید سے متاع پر نفقہ کا اطلاق ثابت ہے۔امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے کہ نکرہ جب مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان ونفقہ ہو اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ' اور امام رازی کی تفسیر اور اس اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا مؤقف ہے۔

Marfat.com

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق:۶)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں: (۱) سکنٰی مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنٰی بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان ونفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنٰی میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو۔ یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ" اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دورانِ عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دورانِ عدت خاوند کے گھر رہے گی۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰۔۴۵۹، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنٰی کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ نان ونفقہ سکنٰی سے زیادہ اہم ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر احادیث سے دلائل

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقة ثلاثا لها السکنٰی والنفقة. (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنٰی بھی ہے اور نفقہ بھی۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں: عبدالحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابوالزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا عن اللیث عن ابی الزبیر ہو (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی عن ابی الزبیر عن جابر روایت کرے تو صحیح نہیں ہے) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا، کیونکہ یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۷۴، مجلس علمی، ہند)

عبدالحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے مثلاً کتاب الحج کے "باب جواز دخول مکہ بغیر احرام" میں ہے "نامعاویہ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر" نیز اسی باب میں ہے: "فی روایة قتیبة قال نا ابو الزبیر عن جابر"۔ ان اسانید میں نہ لیث ہے نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح ہے، پس واضح ہوگیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام

Marfat.com

مسلم کے نزدیک مسلّم نہیں ہے' ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے اور جب یہ سند حدیث کی صحت کے منافی نہیں تو دار قطنی کی مذکور روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں' پس ثابت ہو گیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت ہے:

قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امرأة لا ندری لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة قال الله عزوجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة.

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا: ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے' پتا نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الّا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنیٰ اور نفقہ واجب ہے' باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دار قطنی کے نزدیک '' نہ سنت رسول کو ترک کریں گے'' یہ زیادتی غیر محفوظ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی امام مسلم کے نزدیک ثابت ہے اور امام مسلم کی تصحیح اور ان کی روایت دار قطنی کی جرح سے زیادہ قوی ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس زیادتی کے متعدد متابع ہیں' نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے' ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے' اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے' جیسا کہ ہم علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی حنفی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے' پتا نہیں وہ سچی ہے یا جھوٹی؟ اس کو مسئلہ یاد ہے یا بھول گئی' میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مطلقہ ثلاثہ کے لیے دوران عدت نفقہ اور سکنیٰ ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے' مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے' انہوں نے اپنے بھائی کو جو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا'

Marfat.com

انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے دیوروں (خاوند کے بھائیوں) کو بہت تنگ کرتی تھیں' اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا' جس وجہ سے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنیٰ مقرر نہیں فرمایا۔ (المبسوط ج ۵ ص ۲۰۲۔ ۲۰۱' دار المعرفہ' بیروت)

اس کے بعد فرمایا: اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو' اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو اور اگر تم دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی O

دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بچہ کی ماں اس بچہ کو دودھ پلانے پر راضی ہو (خواہ وہ مطلقہ ہو یا نہ ہو) تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ بچہ کو دودھ پلانے کے لیے کوئی اور دایہ مقرر کرے' اور بچہ کے باپ پر یہ لازم ہے کہ وہ بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرے' بہ شرطیکہ بچہ کی ماں رواج اور دستور کے مطابق دودھ پلانے کی اجرت طلب کرے۔ (واضح رہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے صرف مذہب اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت کا اس کے باپ سے مطالبہ کر سکتی ہے۔) اور اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے کی اجرت رواج اور دستور سے زیادہ کا مطالبہ کرے تو پھر فریقین باہمی مشاورت سے کسی اور دایہ کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر سکتے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳' سہیل اکیڈمی' لاہور)

شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب

الطلاق: ۷ میں فرمایا: صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے' اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال) دیا ہے اس میں سے خرچ کرے' اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے' اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا O

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مطلقہ کا خرچ شوہر کی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے' جو خوش حال ہو وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ دے اور جو تنگ دست ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تنگ دست ہے تو وہ یہ امید رکھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو خوش حال کر دے گا۔

شوہر پر بیوی کا خرچ واجب ہے' اس سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کی ماؤں کا روٹی اور کپڑا ہے جو دستور اور رواج کے مطابق ہو۔ (البقرہ: ۲۳۳)

شوہر پر واجب ہے کہ وہ رواج اور دستور کے مطابق بیوی اور بچوں کا خرچ دے اور اگر شوہر پورا خرچ نہ دے تو بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ شوہر کے پیسوں میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کنجوس آدمی ہیں' وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو' سوا اس کے کہ میں ان کی لاعلمی میں ان کے

Marfat.com

پیسے نکال لوں' آپ نے فرمایا: تم دستور کے مطابق اتنے پیسے لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہوں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۶۴۔۲۲۱۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۳۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۴۳۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۔۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ طور فے عطا فرمائے تھے' ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے' سو وہ اموال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے اپنی ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں پر خرچ کرتے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے' تمہاری بیوی کہے گی: مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ مجھے طلاق دو' اور تمہارا خادم کہے گا: مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ مجھے بیچ دو' اور تمہاری اولاد کہے گی تم مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۳۳' دارالفکر' بیروت' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۵)

اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کے مصرف کو خود بہتر جانتے ہو۔
(سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۳۵' اس حدیث کی سند حسن ہے)

امام ابن حبان نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اور حاکم نے اولاد کو بیوی پر مقدم کیا ہے۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۵ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۵۱۴ جدید' تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۱۶۶۲)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو جان لو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو مقدم کیا ہے' اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان پہلے اپنے اوپر خرچ کرے پھر اپنی اولاد پر کیونکہ اولاد اس کے جز کی طرح ہے اور جب وہ اس پر خرچ نہ کرے اور کوئی اور بھی ان پر خرچ کرنے میں اس کے قائم مقام نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائیں گے' پھر تیسرے درجہ میں بیوی کا ذکر فرمایا اور اس کو اولاد سے کم درجہ میں رکھا' کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خرچ نہیں دے گا تو ان میں تفریق کر دی جائے گی اور اس کو اس کے شوہر کی طرف سے یا اس کے محرم کی طرف سے اس کا خرچ دیا جائے گا' چوتھے درجہ میں اس کے خادم کا ذکر کیا' کیونکہ اگر وہ اس کو خرچ نہیں دے گا تو اس کو فروخت کر دیا جائے گا' (یہ غلام ہونے کی صورت میں ہے اور اگر وہ آزاد ہو تو کہیں اور نوکری کر لے گا) علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا: ہمارے اصحاب کا یہی مختار ہے کہ نابالغ اولاد کا خرچ بیوی کے خرچ پر مقدم ہے' علامہ نووی شافعی نے بیوی کے خرچ کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاد اس کا جز اور اس کا حصہ ہے اور بیوی اجنبیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۵۔۴۲۴' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بچوں اور بیوی کے بعد ماں باپ اور اجداد کا خرچ بھی واجب ہے بہ شرطیکہ وہ محتاج ہوں ''وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا'' (لقمان: ۱۵) اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے رہنا۔ (ہدایہ اولین ص ۴۴۵)

Marfat.com

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا
اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا سخت
حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ
محاسبہ کیا اور ان کو بہت بُرا عذاب دیا ○ سو انہوں نے اپنے کرتوتوں کا خمیازا چکھا اور
كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا
انجام کار ان کو نقصان ہوا ○ ان کے لیے اللہ نے عذاب شدید تیار کر رکھا ہے سو اے
اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ ۙ معٰ ١٤ عند المتقدمین ١٢
عقل مند ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ نے تمہاری طرف (سراپا) نصیحت نازل کی ہے ○
رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جو رسول ہے وہ تم پر اللہ کی واضح آیتوں کی تلاوت کرتا ہے تاکہ جو ایمان لائے ہیں
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ
اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہیں وہ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں'
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' بے شک اللہ نے ان کے لیے بہترین روزی مہیا کی ہے ○ اللہ ہی ہے جس نے
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ
سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل
لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ
ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ نے علم سے

Marfat.com

ع ۵ ۱۸

بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع

ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بہت بُرا عذاب دیا O سو انہوں نے اپنے کرتوتوں کا خمیازا چکھا اور انجام کار ان کو نقصان ہوا O ان کے لیے اللہ نے عذاب شدید تیار کر رکھا ہے' سوائے عقل مند ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ نے تمہاری طرف (سراپا) نصیحت نازل کی ہے O جو رسول ہے وہ تم پر اللہ کی واضح آیتوں کی تلاوت کرتا ہے' تا کہ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہیں وہ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' بے شک اللہ نے ان کے لیے بہترین روزی مہیا کی ہے O (الطلاق: ۱۱۔۸)

احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید

اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان کیے تھے اور اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ کے احکام نہ ماننے سے دنیا اور آخرت میں عذاب ہوتا ہے۔

الطلاق: ۸ میں فرمایا ہے: اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور رسولوں سے سرکشی کی۔

اس کا معنی ہے: ان بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور رسل علیہم السلام کی نافرمانی کی۔

پھر فرمایا: تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بہت بُرا عذاب دیا۔

اس کا معنی ہے: ہم نے دنیا میں ان پر بھوک اور قحط سالی نازل کی اور ان کی دشمن قوموں کو ان پر حملہ آور کر دیا' ان کو زمین میں دھنسا دیا' ان کے چہرے مسخ کر دیئے اور ان کے اوپر اور بہت مصائب نازل کیے' ان کے اوپر دنیا میں عذاب پر عذاب نازل کیے اور آخرت میں ان کو دوزخ کے دائمی عذاب کا سامنا ہو گا۔

الطلاق: ۹ میں بتایا ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب ہے۔

الطلاق: ۱۰ میں فرمایا: سوائے عقل مند ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انسان مؤمن اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اللہ سے ڈر کر شرک کو ترک کر دے' تو پھر مؤمنوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دینے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے کے کئی مراتب ہیں: (۱) اللہ سے ڈر کر شرک اور کفر کو ترک کرنا (۲) اللہ سے ڈر کر گناہ کبیرہ کو ترک کرنا (۳) اللہ سے ڈر کر گناہ صغیرہ کو ترک کرنا (۴) اللہ سے ڈر کر خلافِ سنت اور خلافِ اولیٰ کو ترک کرنا' اور یہاں مراد یہ ہے کہ مؤمن اللہ سے ڈر کے جس مرتبہ میں بھی ہے اس سے اگلے مرتبہ کے حصول کی کوشش کرے۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ نے تمہاری طرف ذکر (سراپا نصیحت) نازل فرمایا ہے۔

اس آیت میں ذکر کی تفسیر میں کئی قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرف ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ (الزخرف: ۴۴) یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے (باعث) شرف ہے۔

Marfat.com

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد خود قرآن مجید ہے' قرآن کریم میں ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ ۔ (النحل:۴۴) ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل امین ہیں۔

اور صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے اوپر ذکر کا اطلاق اس لیے فرمایا کہ آپ سراپا ذکر اور نصیحت ہیں اور مجسم نصیحت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات تلاوت فرماتے ہیں' جس میں حرام اور حلال کا ذکر ہے اور مؤمنوں کو اور تمام لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور نیک اعمال کی نصیحت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے' تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے O (الطلاق:۱۲)

سات زمینوں کے متعلق امام رازی کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں' اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں' امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ زمین کے تین طبقات ہیں: ایک طبقہ ارضیہ محضہ ہے' دوسرا طبقہ طینیہ محض ہے (محض مٹی ہے) اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس کے بعض حصہ میں سمندر ہے اور بعض حصہ میں آباد علاقے ہیں اور یہ تینوں طبقات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا'' کا مطلب یہ ہو کہ سات آسمانوں کے مطابق سات سیارے ہیں اور یہ زمین ان میں سے ایک سیارہ ہو' اور ان سیاروں میں سے ہر سیارہ کے خواص ہوں اور زمین کی اقالیم میں سے ہر اقلیم میں ان خواص کے آثار ظاہر ہوتے ہوں اور اس اعتبار سے سات زمینیں ہوں' یہ وہ وجوہ ہیں جو خلافِ عقل نہیں ہیں' ان کے علاوہ مفسرین نے سات زمینوں کے اور محامل بھی بیان کیے ہیں مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ سات آسمان اس طرح ہیں: (۱) موج مکفوف (۲) چٹانیں (۳) لوہا (۴) پیتل یا تانبا (۵) چاندی (۶) سونا (۷) یاقوت' اور جس نے یہ کہا کہ ان آسمانوں میں سے ہر آسمان کی دوسرے آسمان تک مسافت پانچ سو سال ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے' پس یہ قول اہل تحقیق کے نزدیک غیر معتبر ہے' اے اللہ! (اس اشکال کا حل عطا فرما) سوا اس کے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث متواتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ آسمان اس سے زیادہ ہوں' اور آسمانوں کی حقیقت کو اور ان کی صفات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۶۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سات زمینوں کے متعلق دیگر مفسرین کی آراء

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی زمینوں کے عدد آسمانوں کے عدد کی مثل ہیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقات ہیں' جو ایک دوسرے سے متمیز اور منفصل ہیں' اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی معروف ہے۔

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید مخزومی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا میں فرمایا:

اللھم رب السموات السبع وما اظلت — اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور جن پر ان کا سایا ہے

ورب الارضین وما اقلت. الحدیث — اور زمینوں کے رب اور جن کو ان زمینوں نے اٹھایا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۴۶۰، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۲۸)

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں' اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا منکر یا اس میں متردد کافر ہو'اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے سات طبقات ہیں۔

(عنایۃ القاضی علی البیضاوی ج ۹ ص ۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ مثلیت عدد میں ہے یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں' حدیث میں ہے: اللہ غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا' ایک قول یہ ہے کہ یہ سات طبقات ہیں اور ہر دو طبقوں کے درمیان مسافت ہے اور ان میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں جن اور فرشتے رہتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پھیلی ہوئی ہیں' ایک دوسرے کے اوپر نہیں ہیں اور ان کے درمیان سمندر ہے اور ان سب کے اوپر آسمان ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی التوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ سات زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر منطبق ہیں اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور زمین کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دو آسمانوں کی مسافت اور ان کی موٹائی بھی اسی طرح ہے اور ہر زمین میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے یا فرشتے اور جن رہتے ہیں' الماوردی نے کہا: اس بناء پر اسلام کی تبلیغ صرف اوپر والی زمین کے ساتھ خاص ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان میں بھی ذوی العقول رہتے ہیں اور وہ آسمان کو دیکھتے ہیں اور روشنی سے استفادہ کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آسمانوں کا مشاہدہ نہیں کرتے' اور اللہ نے ان کے لیے روشنی پیدا کی ہے جس سے وہ استفادہ کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ سات زمینوں سے مراد سات اقالیم ہیں لیکن جمہور کا قول صحیح ہے کیونکہ وہ ظاہر آیت اور احادیث کے موافق ہے۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۹ ص ۱۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کے سروں پر سے ایک بادل گزرا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بادل ہے اور یہ زمین کے کونے ہیں' اللہ تعالیٰ اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو شکر نہیں کرتی اور نہ اس کو پکارتی ہے' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ پہلا آسمان ہے' یہ محفوظ چھت ہے اور موج مکفوف ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' آپ نے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے اوپر دو

Marfat.com

آسمان ہیں ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے' اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے' آپ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ زمین ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک اور زمین ہے' ان دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد کی جان ہے' اگر تم کسی شخص کو زمین سے باندھ کر سب سے نچلی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"

(الحدید: ۳)۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی پر ظلم کر کے اس کی زمین چھینی' اس کے گلے میں اتنی زمین کا سات زمینوں تک طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۱۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۰۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۸۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۱)

سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں' ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۱۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن حیان ج ۳ ص ۳۷۵)

نیز امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سات زمینیں ہیں' ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدم کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوح کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۹۳ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۸۲۲' المکتبۃ العصریہ' ۱۴۲۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے' ایک سند ہے: از عطاء بن السائب از ابی الضحیٰ از ابن عباس ہے اور دوسری سند ہے: از عمرو بن مرہ از ابی الضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ امام بیہقی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند حضرت ابن عباس سے صحیح ہے اور راوی مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ ابوالضحیٰ کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۰۔۳۸۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: اس حدیث کی دو سندیں ہیں' ایک

Marfat.com

حضرت ابن عباس تک متصل ہے اور دوسری سند ابوالضحیٰ پر موقوف ہے' اور اس حدیث کا وہی معنی ہے جو ابوسلیمان دمشقی نے بیان کیا ہے کہ ہر زمین میں اللہ کی مخلوق ہے اور اس مخلوق میں ان کا ایک سردار اور بڑا ہے اور ان پر مقدم ہے جیسے حضرت آدم ہمارے بڑے اور ہم پر مقدم ہیں اور ان کی اولاد میں کسی بڑے کی عمر حضرت نوح جتنی ہے اور اسی طرح باقی ہیں۔

(زاد المسیر ج ۸ص ۳۰۰' مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۱۰ص ۲۰۵)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے اپنی تفسیر میں سات زمینوں سے متعلق اثر ابن عباس کو امام بیہقی کی ''کتاب الاسماء والصفات'' کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۴۲۳)

اور اپنی تاریخ میں اس پر یہ تبصرہ کیا ہے: امام ابن جریر نے اس کا مختصراً ذکر کیا ہے اور امام بیہقی نے ''کتاب الاسماء والصفات'' میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور یہ اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسرائیلیات سے اخذ کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ص ۴۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے' ابن التین نے کہا: یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے' سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن جریر نے از ابوالضحیٰ از ابن عباس ''وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ'' (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: ہر زمین میں حضرت ابراہیم کی مثل ہے' جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے' اور اس کی سند صحیح ہے اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کو طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تمہارے عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔ امام بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مگر یہ مرہ کے ساتھ شاذ ہے' اور امام ابن ابی حاتم نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا' اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کرو گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔ اہل ہیئت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمینیں اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے' اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرضی نقطہ ہے لیکن ان کے ان اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے' ''سنن ترمذی'' اور ''مسند احمد'' میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' اور ''سنن ابوداؤد'' اور ''سنن ترمذی'' میں حضرت عباس بن عبد المطلب سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بہتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ص ۴۳۵۔۴۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی سات زمینوں کی اسی طرح تحقیق کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے امام حاکم اور امام بیہقی کی سند کے حوالوں سے اس حدیث کا

Marfat.com

ذکر کیا' پھر حافظ ابن کثیر سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس کی سند حضرت ابن عباس تک صحیح ہے تو پھر یہ اسرائیلیات سے ہے۔
(المقاصد الحسنہ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے اس اثر کا ذکر امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم اور ان کی تصحیح کے ساتھ اور امام بیہقی کی ''شعب الایمان'' اور ''کتاب الاسماء والصفات'' کے حوالوں سے کیا ہے۔
(الدر المنثور ج ۸ ص ۱۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الحیان اندلسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے' لیکن میں کہتا ہوں کہ اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے جس کی ایک اصل ہے' جیسے ہماری زمین میں ہماری ایک اصل ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ہر زمین میں ایسے افراد بھی ہیں جو دوسروں سے ممتاز ہیں' جیسے ہماری زمین میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۸ ص ۲۱۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مولانا عبد الحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں:

ابناء الزمان نے اس حدیث کو قبول کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجروح ہیں اور ملعون ہیں' پھر انہوں نے اس کی تقویت کے لیے امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام حاکم' امام بیہقی اور دوسرے علماء کے نام لیے ہیں جن کا ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ (زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس ص ۵' مجموعۃ الرسائل لکھنوی ج ۱ ص ۳۹۷' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۹ھ)

یہاں تک ہم نے مستند ائمہ اور علماء کی عبارات سے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت ابن عباس کے اس اثر کے صحیح ہونے میں کافی اختلاف ہے' سند کے علاوہ اس اثر کے متن پر بھی اشکال ہے اور وہ یہ ہے:

اثر ابن عباس پر اشکال

حضرت ابن عباس کے اس اثر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ہر زمین میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے' حالانکہ اس اثر میں یہ ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے۔

اشکال مذکور کا جواب مولانا قصوری سے

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی خاتمیت اضافی ہے' یعنی ان زمینوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے۔

مولانا قصوری کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اضافی نہیں ہے بلکہ استغراقی ہے اور آپ کی خاتمیت قرآن مجید سے ثابت ہے اور قطعی اور یقینی ہے جبکہ اس اثر کی صحت ظنی ہے۔ اس ظنی اثر کی وجہ سے قرآن مجید میں النبیین کے عموم اور استغراق کو کم کرنا صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

اشکال مذکور کا جواب شیخ نانوتوی سے

شیخ قاسم نانوتوی نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے:

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخر نبی ہیں' مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین '' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۳' مطبوعہ دیوبند' ۱۳۹۵ھ)

نیز لکھتے ہیں: غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(تحذیر الناس ص ۱۳' دیوبند' ۱۳۹۵ھ)

نیز لکھتے ہیں: اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیت ہے' معارض ومخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایت ثقات ہے۔

(تحذیر الناس ص ۲۴' دیوبند' ۱۳۹۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایں معنی خاتم النبیین ہونا کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخر نبی ہیں' قطعی اور متواتر ہے' لیکن شیخ نانوتوی نے اس عبارت میں اس معنی کو عوام کا خیال کہا ہے' نیز آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کو اپنے اختراعی معنی کے اعتبار سے جائز کہا ہے اور اس کو خاتم النبیین کے منافی نہیں قرار دیا' ان وجوہات کی بناء پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نانوتوی کی تکفیر کر دی۔ اس کی تفصیل ''حسام الحرمین'' اور ''التبشیر برد التحذیر'' میں ملاحظہ کریں۔

''تحذیر الناس'' کی اشاعت کے بعد یہ اعتراض کیا گیا کہ مولانا قاسم نانوتوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار کر دیا ہے' چنانچہ شیخ نانوتوی نے اپنے دفاع میں متعدد بار یہ لکھا کہ:

(۱) خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے' ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

(۲) حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلّمہ ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳)

(۳) ہاں یہ مسلّمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۶۹)

(۴) حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۵۰)

(۵) مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی۔ ہاں! آپ گوشہ عنایت سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں (الیٰ قولہ) اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر کی' اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاء خاتمیت مرتبی کی بہ نسبت خاتمیت زمانی کو ذکر کر دیا' یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المراتب ہی مراد لیجئے اور خاتم کو مطلق رکھیے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جس طرح آیت: '' اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ '' (المائدہ: ۹۰) میں لفظ رجس سے نجاست معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳۷)

اب بجا طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

Marfat.com

زمانی کو تسلیم ہے' پھر فاضل بریلوی نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "تحذیر الناس" کی جن عبارات سے خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے (مثلاً یہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ص ۳) چونکہ شیخ نانوتوی نے ان عبارات سے رجوع نہیں کیا اور ان کو بحالہا قائم رکھا' اس وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کی تکفیر کر دی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

سات زمینوں کے متعلق میں نے زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی کہ یہ اثر ہر دور میں علماء کے درمیان معرکۃ الآراء رہا ہے' حتیٰ کہ اس ڈور کی گتھی سلجھاتے سلجھاتے بعض علماء تکفیر کی زد میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل

اس کے بعد فرمایا: ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

عطاء نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ان زمینوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف وحی نازل فرماتا ہے' ہر زمین میں اور ہر آسمان میں' مقاتل نے کہا: وہ سب سے اوپر والے آسمان سے سب سے نچلی زمین کی طرف وحی نازل فرماتا ہے' مجاہد نے کہا: وہ کسی کی حیات کا حکم نازل فرماتا ہے اور کسی کی موت کا' کسی کی سلامتی کا حکم نازل فرماتا ہے اور کسی کی ہلاکت کا۔

قتادہ نے کہا: آسمانوں میں سے ہر آسمان میں اور زمینوں میں سے ہر زمین میں اس کی مخلوقات میں سے مخلوق ہے اور اس کے احکام شرعیہ ہیں اور اس کی تقدیر کے موافق نازل ہونے والے احکام ہیں۔

اور جب تم آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں اور ان کے مدبرانہ نظام میں غور و فکر کرو گے تو تم پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ عظیم الشان تخلیق ہے اور بے مثال تدبیر وہی شخص کر سکتا ہے' جس کی قدرت ذاتی ہو کسی سے مستعار نہ ہو اور جس کا علم محیط اور کامل ہو' جو غیر حادث اور غیر فانی ہو' جو قدیم اور واجب ہو وہی رب کائنات ہے اور وہی سب کی عبادتوں کا مستحق ہے اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی تعظیم بجا لائی جائے۔

سورۃ الطلاق کا اختتام

الحمد للہ علیٰ احسانہ آج سولہ محرم ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ فروری ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ بعد نماز ظہر سورۃ الطلاق کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ ۲ فروری کو اس سورت کی ابتداء کی تھی اور ۲۶ فروری کو یہ مکمل ہو گئی' اس طرح اس کی تکمیل میں ۲۴ دن لگ گئے۔ ہر چند کہ اس میں صرف بارہ آیات ہیں لیکن ان میں کافی دقیق اور تفصیل طلب مباحث تھے' ہفتہ ۱۹ فروری سے اس ہفتہ تک میں بخار اور اس کے عوارض میں مبتلا رہا اور کام بالکل نہیں کر سکا' بہر حال اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمائی اور آج میں اس سورت کو مکمل کرنے پر قادر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے اس سورت کی تفسیر کو مکمل کرا دیا' باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی اپنے فضل و کرم سے مکمل کرا دے اور قیامت تک کے لیے اس تفسیر کو قائم اور فیض آفریں رکھے اور میری اور میرے والدین کی اور سب مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین
شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الراشدین
وازواجہ امہات المؤمنین وجمیع المسلمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ التحریم

سورت کا نام

اس سورت کا نام التحریم ہے‘ کیونکہ اس سورت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی رضا جوئی کی خاطر اپنے اوپر شہد کو یا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام کر لیا تھا یعنی اپنے آپ کو ان کی منفعت سے روک لیا تھا‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ”لم تحرم“ کے الفاظ ہیں اور اس کا مصدر تحریم ہے۔

اس سورت میں حضرت ماریہ قبطیہ کی طرف اشارہ ہے اور حضرت ماریہ کو سات ہجری میں مصر کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا تھا‘ اور ان کے بطن سے آٹھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے‘ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سورت ۷ اور ۸ ہجری کے درمیان نازل ہوئی ہے۔

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سورت مدنی ہے‘ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۶ ہے۔ یہ سورۃ الحجرات کے بعد اور سورۃ الجمعہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم میں باہمی مناسبت

سورۃ التحریم کی سورۃ الطلاق کے ساتھ حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) سورۃ الطلاق کی پہلی آیت ہے:

”یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ“۔ (الطلاق:۱)

اور سورۃ التحریم کی پہلی آیت ہے:

”یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ“۔ (التحریم:۱)

اور دونوں سورتوں کی پہلی آیت کو ”یایھا النبی“ سے شروع کیا گیا ہے۔

(۲) یہ دونوں سورتیں خواتین کے احکام کے ساتھ مخصوص ہیں‘ سورۃ الطلاق میں طلاق‘ عدت‘ عدت گزارنے والی خاتون کے حقوق اور حسنِ معاشرت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور سورۃ التحریم میں ازواج کے ساتھ حسنِ معاشرت اور شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نرمی اور شفقت کا بیان ہے۔

(۳) سورۃ الطلاق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چند کہ بیوی کو طلاق دینا جائز ہے لیکن دورانِ حیض بیوی کو طلاق دینا حرام ہے‘

Marfat.com

اور سورۃ التحریم میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حلال چیز کو حرام کر لینا یمین ہے۔

سورت التحریم کے مشمولات

☆ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں ان احکام کا بیان ہے جو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں تا کہ وہ دوسری مسلم خواتین کے لیے نمونہ ہوں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کے لیے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا تھا یا حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام کر لیا تھا۔ اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے کہ آپ کا یہ مقام نہیں ہے کہ آپ ازواج کو راضی کریں بلکہ ان ازواج کو یہ چاہیے کہ وہ آپ کی رضا کو تلاش کریں۔

☆ ایک زوجہ محترمہ نے آپ کے ایک راز کی بات دوسری زوجہ کو بتادی' اس پر ان کو تنبیہ کی گئی۔

☆ سورت کے آخر میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی دو کافر بیویوں کا اور فرعون کی مؤمنہ بیوی آسیہ کا ذکر فرمایا' تا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ وہ ظاہری حال پر اعتماد نہ کریں کیونکہ نبی کی بیوی کافرہ ہو سکتی ہے اور کافر کی بیوی مؤمنہ ہو سکتی ہے' اور کوئی شخص رشتہ اور حسب و نسب پر اعتماد نہ کرے' اصل چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق رسول پر ایمان لانا اور اعمالِ صالحہ اور تقویٰ ہے اور اسی پر آخرت میں نجات کا مدار ہے۔

سورۃ التحریم کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں راہِ حق پر قائم رکھنا اور خطاؤں سے بچائے رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۸ محرم ۱۴۲۶ھ/ ۲۸ فروری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٧ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ١٢ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ التحریم مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے' آپ اپنی بیویوں کی رضا

اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ

طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا

اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٢ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ

طریقہ مقرر فرما دیا ہے' اللہ تمہارا مددگار ہے' اور وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O اور جب نبی نے اپنی کسی

اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

بیوی سے راز کی بات کہی' پس اس نے اس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرما دیا'

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ

تو نبی نے اس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض کیا' پھر جب نبی نے اس کو اس (افشاء راز) کی خبر دی تو اس نے کہا:

مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝٣ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ

آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے O اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے)

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ

کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں' اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں' تو بے شک اللہ نبی کا

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝٤ عَسٰى رَبُّهٗۤ

مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں O اگر نبی نے تم کو

اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ

طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرماں بردار' ایمان دار'

Marfat.com

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

عبادت گزار توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ دار شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی O اے ایمان والو! اپنے

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ

آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر سخت مزاج اور طاقت ور

غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦

فرشتے مقرر ہیں' اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے O

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا

اے کافرو! آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو' تمہیں ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٧ ع ع ۱ ۱۹

جو تم دنیا میں کرتے تھے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے' آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (التحریم:۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کو حرام قرار دیا تھا' یعنی کس چیز سے فائدہ اٹھانے سے اپنے آپ کو روک لیا تھا' اس سلسلہ میں تین روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تھے' وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں' اس سے آپ نے اپنے آپ کو روک لیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو شہد پلایا تھا' سو آپ نے شہد پینے سے اپنے آپ کو روک لیا' تیسری روایت یہ ہے کہ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ سے مقاربت کرنے سے اپنے آپ کو روک لیا۔

پہلی روایت کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے' حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں' وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند جس کی بُو آپ کو ناپسند تھی) کی بُو آ رہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی ایک کے پاس آئے' اور اس نے آپ سے ایسا ہی کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں دوبارہ اس کو نہیں پیوں گا' پھر یہ آیت نازل ہوئی: "لم تحرم ما احل اللہ لک (الی قولہ تعالیٰ) ان تتوبا" یہ آیت حضرت عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی"

Marfat.com

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا'' (التحریم:۲) اس سے مقصود آپ کا یہ فرمانا ہے: نہیں! میں نے شہد پیا تھا۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۱۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۷۹۵۔۳۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۶۱۴)

دوسری روایت کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھاس اور شہد کو پسند فرماتے تھے' عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی ازواج (مطہرات) کے پاس جاتے تھے' ایک دن آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے' میں نے اس کی وجہ پوچھی' مجھے یہ بتلایا گیا کہ حفصہ کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد بھیجا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تھا' میں نے سوچا: خدا کی قسم! ہم اب کوئی تدبیر کریں گے' میں نے اس بات کا حضرت سودہ سے ذکر کیا اور کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور تمہارے قریب ہوں تو تم کہنا: یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے: نہیں' پھر تم کہنا' یہ بُو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بُو آئے' آپ یہی کہیں گے کہ مجھے حضرت حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا' تم کہنا کہ شاید ان شہد کی مکھیوں نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا' میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا' جب آپ حضرت سودہ کے پاس آئے تو حضرت سودہ کہتی ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (تمہارے ڈر سے) میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں وہی بات کہوں جو تم نے مجھے بتائی تھی' ابھی آپ دروازے پر تھے کہ حضرت سودہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت سودہ نے کہا: پھر یہ بُو کیسی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا: حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا' حضرت سودہ نے کہا: شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا' پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا: بخدا! ہم نے آپ پر شہد حرام کر دیا (یعنی اس کے استعمال سے روک دیا) میں نے ان سے کہا: چپکی رہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۷۲' صحیح مسلم کتاب الطلاق: ۲۱۔ الرقم المسلسل: ۳۶۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۱۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۳۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۵۶۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۲۳)

صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب

صحیح مسلم کی پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں' یہ حدیث عبید بن عمیر کی روایت ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے اس کے برخلاف دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ' حضرت صفیہ اور حضرت سودہ تھیں' یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے۔ عبید بن عمیر اور ہشام بن عروہ کی روایات باہم متعارض ہیں' علامہ بدر الدین عینی' علامہ ابن حجر اور علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴) اور قاضی عیاض' علامہ قرطبی اور علامہ نووی کی تحقیق یہ ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے اور ہشام بن عروہ کی روایت مرجوح ہے' ہماری رائے میں یہی صحیح ہے اور اس پر

Marfat.com

حسب ذیل قرائن ہیں:

(ا) عبید بن عمیر کی سند زیادہ قوی ہے‘ اس سند کو امام نسائی‘ اصیلی‘ علامہ نووی اور حافظ ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔

(ب) عبید کی روایت قرآن مجید کے موافق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ”ان تظاهرا علیه“ یعنی دو ازواج نے یہ کارروائی کی تھی اور دو کا ذکر عبید کی روایت میں ہے‘ ہشام نے تین کا ذکر کیا ہے۔

(ج) امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے دو گروہ تھے‘ حضرت عائشہ‘ حضرت سودہ‘ حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ ایک گروہ میں تھیں اور حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ دوسرے گروہ میں تھیں۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ جن کے پاس شہد پینے کے لیے ٹھہرتے تھے وہ حضرت زینب بنت جحش تھیں‘ اس لیے حضرت عائشہ کو یہ ناگوار ہوا اور ان کو طبعی غیرت لاحق ہوئی‘ کیونکہ ان کا تعلق حضرت عائشہ کے مقابل گروہ سے تھا۔

(د) عبید بن عمیر کی روایت کی تائید حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات سے بھی ہوتی ہے‘ جن میں یہ تصریح ہے کہ کارروائی کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی روایت ہی زیادہ صحیح اور زیادہ معتمد ہے۔

تیسری روایت کی تفصیل یہ ہے:

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ام ولد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مقاربت کی‘ حضرت حفصہ نے آپ کو ان کے ساتھ دیکھ لیا‘ وہ کہنے لگیں: آپ میرے حجرہ میں ان سے مقاربت کر رہے ہیں‘ آپ نے اپنی ازواج سے صرف میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک میری کوئی اہمیت نہیں ہے‘ آپ نے فرمایا: تم اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر نہ کرنا‘ اب میرا ان سے مقاربت کرنا حرام ہے۔حضرت حفصہ نے کہا: یہ آپ پر کس طرح حرام ہوں گی حالانکہ یہ آپ کی کنیز ہیں‘ آپ نے قسم کھائی کہ آپ ان سے مقاربت نہیں کریں گے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا‘ پھر حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو یہ بات بتا دی‘ تب آپ نے یہ قسم کھالی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے‘ پھر آپ انتیس راتوں تک اپنی ازواج کے پاس نہیں گئے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ“ (التحریم:۱)۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث:۳۹۴۶‘ دار المعرفہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۲ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا اور اپنی کنیز سے مقاربت کر لی‘ اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ماریہ سے مقاربت نہ کرنے کی قسم کھالی تھی‘ پھر جب تک حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر نہیں دی‘ آپ نے حضرت ماریہ سے مقاربت نہیں کی‘ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم:۲) (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا اور حافظ الضیاء المقدسی نے اپنی کتاب ”مستخرج“ میں اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۲۵‘ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

مذکور الصدر روایت میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماریہ کی سوانح ذکر کر دی جائے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سوانح

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد ہیں' ان کے بطن سے حضرت ابراہیم متولد ہوئے۔ امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مقوقس صاحب اسکندریہ نے سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین کو بھیجا' ان کے علاوہ ایک ہزار مثقال سونا' بیس ملائم کپڑے اور خچر (دلدل) اور ایک دراز گوش بھیجا جس کا نام عفیر یا یعفور تھا' اور اس کے ساتھ خصّی شخص بھی تھا جس کا نام مابور تھا' اور ایک بوڑھا شخص بھیجا جو حضرت ماریہ کا بھائی تھا' اور ان سب کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ساتھ بھیجا' پھر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے حضرت ماریہ کے سامنے اسلام کو پیش کیا اور مسلمان ہونے کی ترغیب دی' پس وہ بھی مسلمان ہو گئیں اور ان کی بہن بھی مسلمان ہو گئیں اور وہ خصّی شخص اپنے دین پر برقرار رہا حتیٰ کہ وہ بعد میں مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا' حضرت ماریہ کا گورا رنگ تھا اور وہ بہت خوب صورت تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک بلند منزل میں ٹھہرایا' اس کو ام ابراہیم کا بالا خانہ کہا جاتا تھا' آپ ان کے پاس بہت زیادہ آتے جاتے تھے اور ان سے مباشرت کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کی باندی تھیں' آپ نے ان کو پردہ میں رکھا' وہ آپ سے حاملہ ہو گئیں اور آٹھ ہجری میں ان کا وضع حمل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی جتنی غیرت مجھے حضرت ماریہ پر آتی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت خوب صورت اور گھونگریالے بالوں والی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بہت پسند تھیں' جب وہ مصر سے آئیں تو آپ نے ان کو حضرت حارث بن النعمان کے گھر میں ٹھہرایا' سو وہ ہماری پڑوسن ہو گئیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں سے بالا خانے میں منتقل کر دیا۔

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قبط کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باندیاں اور ایک خچر پیش کیا تھا' آپ مدینہ میں اس خچر پر سواری کرتے تھے' ان دو باندیوں میں سے ایک باندی کو آپ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

امام واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تا حیات حضرت ماریہ کو خرچ دیتے رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے' پھر حضرت عمر ان کو خرچ دیتے رہے حتیٰ کہ ان کے دورِ خلافت میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ محرم ۱۶ ہجری میں حضرت ماریہ کی وفات ہوئی' حضرت عمر نے ان کے جنازہ میں بہت لوگوں کو جمع کیا اور بقیع میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۳۱۱۔۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مابور پر حضرت ماریہ کی تہمت اور اس کا اس تہمت سے بَری ہونا

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد حضرت ماریہ پر ایک شخص (مابور) کے ساتھ تہمت لگائی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم جا کر اس کی گردن مار دو' جس وقت حضرت علی اس کے پاس پہنچے وہ اس وقت ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کر رہا تھا' حضرت علی نے اس سے کہا: نکلو اور

Marfat.com

اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو نکالا' تب حضرت علی نے دیکھا کہ اس کا آلہ تناسل بالکل کٹا ہوا ہے' تب حضرت علی رک گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! اس کا آلہ تو بالکل کٹا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم التوبۃ: ۵۹۔ رقم الحدیث: ۲۷۷۱۔ الرقم المسلسل: ۶۸۹۰)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم (حضرت ماریہ) کو اس سے محفوظ رکھا کہ ان کی طرف سے کوئی تقصیر ہو' اور واقعہ یہ تھا کہ مابور قبطی تھا اور حضرت ماریہ بھی قبطیہ تھیں اور ہم زبان اور ہم علاقہ ہونے کی وجہ سے وہ آپ کے پاس آتا تھا اور آپ سے باتیں کرتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حضرت ماریہ کے ساتھ باتیں کرنے سے منع کر دیا تھا اور جب اس نے عمل نہیں کیا تو وہ قتل کا مستحق ہو گیا' یا تو آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اور یا اس وجہ سے کہ اس نے آپ کو ایذاء پہنچائی' اس وجہ سے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس کی پاک دامنی کا علم ہو اور آپ کو معلوم ہو کہ اس کا آلہ نہیں ہے' اس کے باوجود آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تا کہ حضرت علی اس کو برہنہ دیکھ لیں اور ان پر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے اور جو لوگ اس کو حضرت ماریہ کے ساتھ تہمت لگاتے ہیں وہ تہمت زائل ہو جائے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی کی ہو کہ آپ اس کو قتل نہ کریں کیونکہ آپ پر اس کا حال منکشف ہو جائے گا کیونکہ وہ کنویں میں برہنہ نہار رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس کو حقیقۃً قتل کرنے کا حکم دیا ہو حالانکہ آپ کو علم تھا کہ وہ قتل نہیں ہوگا کیونکہ اس کا اس تہمت سے بری ہونا آپ کے نزدیک دلیل سے واضح ہو جائے گا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۰۴' دارالوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ نے بھی اس جواب کو نقل کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ومکمل اکمال الاکمال ج ۹ ص ۲۱۷۔ ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا کفارہ ادا کرنا

امام محمد بن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ماریہ کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن اور رات کا اکثر وقت حضرت ماریہ کے ساتھ بسر ہوتا تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بیٹا پیدا کر دیا۔

زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ابراہیم کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ پر حرام ہے' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ (التحریم: ۲) اے مسلمانو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے۔

امام محمد بن سعد نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر اپنی باندی کو حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا اور وہ باندی آپ پر لوٹا دی اور آپ کی قسم کا کفارہ دے دیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

التحریم: ۱ کے سبب نزول کی تین روایتوں میں سے کون سی روایت زیادہ صحیح اور معتبر ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کے نفع سے اپنے آپ کو جو روک لیا تھا' ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں تین روایات ہیں لیکن زیادہ صحیح اور معتبر روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ

Marfat.com

عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پینے سے روک لیا تھا۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ان اقوال میں زیادہ صحیح پہلا قول ہے یعنی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کو شہد پلاتی تھیں اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو ناگوار گزرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو اس سے روک لیا تھا' اور سب سے کمزور قول متوسط ہے یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کو شہد پلاتی تھیں' جس سے آپ نے اپنے آپ کو روک لیا۔ علامہ ابن العربی نے کہا: اس کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی عادل نہیں ہیں اور اس کا معنی اس لیے درست نہیں ہے کہ کسی ہبہ شدہ چیز کو واپس کر دینا تحریم نہیں ہے' اور رہی تیسری روایت کہ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو اس کے راوی بھی ثقہ ہیں اور اس کا معنی بھی درست ہے لیکن یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے اور یہ مرسل روایت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ راجح اور صحیح پہلی روایت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۶۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے پہلے یہ روایت ذکر کی کہ حضرت حفصہ آپ کو شہد پلاتی تھیں' پھر لکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش ہی وہ خاتون ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں' پھر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں اپنی تجویز پر متفق ہو گئیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ دونوں واقعے اس آیت کے نزول کا سبب ہوں' مگر اس پر اعتراض ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک حدیث ذکر کی ہے' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق حضرت زینب کے شہد پلانے سے ہی تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۲۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریم میں اختلاف ہے' حضرت عائشہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد پینا ہے' اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ماریہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا' پس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت ان دونوں سببوں سے نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۵۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن الخفاجی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

التحریم: ا کے سبب نزول میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت ماریہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شہد پینے کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔ علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۴ کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے نہ کہ حضرت ماریہ کے قصہ میں' جو کہ غیر صحاح میں مروی ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۲۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے نہ کہ حضرت ماریہ کے قصہ میں جو کہ غیر صحاح میں مروی ہے۔ (یہ قصہ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۳۰ میں مروی ہے)۔ علامہ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور اس سے حدیث ساقط ہے) کسی سند صحیح سے یہ قصہ مروی نہیں ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ شہد کے قصہ میں حضرت عائشہ کی حدیث کی سند جید ہے اور اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۲۹' دارالوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

Marfat.com

(اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ التحریم: ا کے سبب نزول میں روایات مختلف ہیں لیکن علامہ نووی شافعی اور علامہ نووی کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت ماریہ کے قصہ کی سند صحیح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا سبب نزول حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پینا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۸ ص ۲۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مغافیر کے معنی کی تحقیق

صحیح مسلم: ۱۴۷۴ میں ہے: حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے' سو ہم مغافیر کے معنی کی تحقیق کر رہے ہیں:

علامہ ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

مغافیر کا واحد مغفور ہے' اس کی بو سخت ناگوار اور بُری ہوتی ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نیز علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں: العرفط ببول کا درخت ہے' اس سے بدبودار گوند نکلتا ہے' جب شہد کی مکھی اس کے پتوں کا رس چوستی ہے تو اس کے شہد سے ناگوار بو آتی ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

یہ ایک میٹھا گوند ہوتا ہے جس کی بو ناگوار ہوتی ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ گوند کسی درخت سے حاصل ہوتا ہے اور اس کو پانی میں ملا کر پیا جاتا ہے' اس کی بو ناگوار ہوتی ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ کے منہ سے اس کی بو آئے۔ (مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۵۱' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نہیں کھایا تھا پھر ازواج مطہرات نے کیسے کہہ دیا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے: ازواج نے کہا: شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۷۲)

ازواج کا مطلب یہ تھا کہ اس وجہ سے جو شہد آپ نے پیا اس سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

کیکر' ببول' بیری اور دیگر کانٹے دار درختوں سے پھوٹ کر جو گوند نکلتا ہے اس کو مغفور کہتے ہیں۔

(الصحاح ج ۲ ص ۷۷۲' دار العلم للملایین' ۱۳۷۶ھ)

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا حضور کو اپنے پاس زیادہ ٹھہرانے کے لیے مغافیر کا حیلہ کرنا آیا گناہ تھا یا نہیں؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب کے گھر زیادہ ٹھہرنے سے منع کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا تھا کہ آپ سے کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے' علامہ کرمانی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے یہ حیلہ کرنا کس طرح جائز ہوگا' پھر اس کا یہ جواب دیا کہ یہ عورتوں کی غیرت طبعیہ کے تقاضوں سے ہے اور ان کا یہ کہنا گناہ صغیرہ ہے جو ان کی دوسری نیکیوں سے معاف ہوگیا۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

غیرت کا معنی

میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنی طرف غیرت کرنے کی نسبت کی ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور مٹھاس سے محبت کرتے تھے' جب آپ عصر کی نماز پڑھ کر لوٹے تو آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور وہاں بہت زیادہ دیر ٹھہرے' پس مجھے غیرت آئی۔ الحدیث
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۶۸)

علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:
غیرت کا معنی ہے: حمیت' عار اور کسی چیز کا ناگوار ہونا یا اس چیز کو ناپسند کرنا' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طبعی طور پر یہ ناپسند تھا کہ آپ کسی اور زوجہ کے پاس زیادہ دیر ٹھہریں۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)
علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ۹۸۶ ھ لکھتے ہیں:
''والغیرۃ کراھۃ المشارکۃ فی محبوب ''محبوب میں کسی اور کی شرکت کے ناپسند کرنے کو غیرت کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ شرک کو پسند نہیں کرتا اس لیے اس نے شرک کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ بے حیائی کے کاموں کو پسند نہیں کرتا اس لیے اس نے بے حیائی کے کاموں سے منع فرما دیا ہے۔ حدیث میں ہے: اللہ سے زیادہ کوئی اس چیز پر غیرت کرنے والا نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے۔ (البخاری: ۷۴۰۳) (مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۸۵' مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ)
اس معنی کے اعتبار سے غیرت کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی اور کی شرکت کو ناپسند کرتی تھیں اور وہ یہ چاہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ قرب صرف ان کو حاصل رہے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کا زیادہ ٹھہرنا آپ سے شدید محبت کی وجہ سے ناپسند تھا اور میں علامہ کرمانی کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ یہ آپ کا گناہ صغیرہ تھا' کیونکہ آپ نے جو کہا تھا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے یہ کچھ غلط اور جھوٹ نہ تھا کیونکہ حضرت عائشہ کے خیال میں آپ نے جو شہد پیا تھا تو شہد کی مکھیوں نے مغافیر کے درخت سے اس کا رس چوسا تھا اور اس میں مغافیر کی بو آ گئی تھی' البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ حیلہ کرنا خلاف اولیٰ ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوب گئیں تھیں کہ اس کے خلافِ اولیٰ ہونے کی طرف ان کی توجہ مبذول نہیں ہوئی' اور ان کے بلند مقام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس پر بھی توبہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم: ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق

صحیح مسلم: ۱۴۷۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شہد نہیں پیوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں کیا: ''آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے'' ''لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ'' (التحریم: ۱)۔

امام رازی فرماتے ہیں: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو اس کو حلال کرنا غیر ممکن ہے' کیونکہ حلال کرنے میں حلت کو ترجیح ہے اور حرام کرنے میں حرمت کو ترجیح ہے اور دونوں ترجیحیں جمع نہیں ہوسکتیں' پس قرآن مجید میں ''لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ'' (التحریم: ۱)۔ آپ اس چیز کو کیوں حرام کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے' کا کیا محمل

Marfat.com

ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حلال چیز کے نفع سے اپنے آپ کو روکنا مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو شرعاً حرام کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دینا یا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرنا کفر ہے لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ (تفسیر کبیرج ۱۰ص ۵۶۹ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں کرتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ قول باطل ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام نہیں کیا جیسا کہ امام رازی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے اور آپ کا کسی چیز کو حلال کرنا یا حرام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" (الاعراف: ۱۵۷) (وہ نبی) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی جلی یا وحی خفی کے کسی اشارہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو جان کر کسی چیز کو حلال یا حرام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد نہ پینے کے عزم کو سید مودودی کا ناپسندیدہ عمل کہنا

سید ابوالاعلیٰ مودودی "لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ" (التحریم: ۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (الی قولہ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔ (تفہیم القرآن ج ۶ص ۱۵)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس طرح بار بار حلال کو حرام کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور آپ کے اس فعل کی جس طرح تصویر کھینچی ہے وہ اہل ایمان کے لیے یقیناً دل آزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ امام رازی کی تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: "لن اعود له" میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا اور جن چیزوں کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے ان میں مباح کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کو کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز ہیں آپ کے لیے جس طرح شہد کو پینا جائز تھا اسی طرح اس کو نہ پینا بھی جائز تھا پھر ایک مباح کام کا کرنا کس طرح ناپسندیدہ ہو سکتا ہے دراصل اس آیت میں نہ آپ کے کسی فعل کے ناپسندیدہ ہونے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے نہ آپ کے کسی فعل پر گرفت کی گئی ہے بلکہ آپ کی تعظیم و تکریم اور مقام نبوت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں آپ کا مقام یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انہیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ" (التحریم: ۴) اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ پر واضح کیا کہ اگر تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر نہیں چلیں تو

Marfat.com

انہیں کیا کمی ہو گی' جن کا اللہ محب ہے' جبرائیل ان کا موافق ہے' نیک مسلمان اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں' اگر ان آیات میں اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسندیدہ قرار دے کر اس کی گرفت فرما رہا ہوتا تو کیا اس کا یہی انداز ہوتا!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک اور مولیٰ ہے اور جس کی گرفت کرنا چاہے اس پر قادر ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت سے محمد (بے حد تعریف کیے ہوئے) مصطفیٰ اور مجتبیٰ (پسندیدہ اور برگزیدہ) بنایا ہے' آپ کو علی الاطلاق ہدایت کا منبع بنایا ہے' بغیر کسی استثناء کے آپ کے تمام افعال کو مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے' ہر مسلمان کی اخروی فوز وفلاح کے لیے آپ کی اتباع کو مطلقاً لازم کیا ہے' ہر مسلمان پر آپ کی اطاعت مطلقاً فرض کر دی ہے۔ آپ کا کوئی فعل ناپسندیدہ اور گرفت کا موجب نہیں ہے۔ یقیناً سید مودودی کی یہ تفسیر ہی ناپسندیدہ اور گرفت کی موجب ہے۔

بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء

صحیح مسلم: ۱۴۷۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ''تو مجھ پر حرام ہے'' اس کے بارے میں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو گی اور اگر اس نے بغیر طلاق اور ظہار کی نیت کے بعینہٖ اس عورت کی تحریم کی نیت کی ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا لیکن یہ قسم نہیں ہے اور اگر اس نے بغیر کسی نیت کے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ قول لغو ہے اور اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہو گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸' کراچی)

علامہ نووی شافعی نے لکھا کہ امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ ان کلمات سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' خواہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ' لیکن اگر اس نے تین سے کم کی نیت کی ہے تو غیر مدخولہ میں اس کی نیت قبول کر لی جائے گی۔ علامہ وشتانی مالکی کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۱۱' طبع قدیم' بیروت)

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ''تو مجھ پر حرام ہے'' اس کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کے تین قول ہیں: (ا) یہ ظہار ہے اور یہی فی الجملہ مذہب ہے' مستوعب' خلاصہ' محرر' رعایتین' حاوی صغیر اور فروع میں اس کو مقدم کیا گیا ہے (ب) یہ کنایہ ظاہرہ ہے اور اس سے تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں' حنبل اور اثرم سے روایت ہے: حرام تین طلاقیں ہیں (ج) یہ قسم ہے' علامہ زرکشی نے کہا ہے کہ یہ لفظ قسم میں ظاہر ہے' اگر اس نے یہ لفظ بغیر کسی نیت کے کہا ہے تو یہ قسم ہے اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے' ہدایہ' مذہب' مسبوک الذہب اور مستوعب وغیرہ میں لکھا ہے کہ مشہور فی المذہب یہی قول ہے۔ (الانصاف ج ۸ ص ۴۸۶)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ''تو مجھ پر حرام ہے'' اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا' اگر اس نے کہا: میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو اسی پر محمول کیا جائے گا' کیونکہ یہ اس کے کلام کی حقیقت ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ قول بظاہر قسم ہے' اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو ان کلمات سے طلاق بائنہ ہو گی' الا یہ کہ اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہو' اور اگر اس نے کہا: میں نے ظہار کا ارادہ کیا ہے تو یہ ظہار ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا نظریہ ہے۔ امام محمد یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے ظہار نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں

Marfat.com

تشبیہ نہیں ہے اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حرمت کا اطلاق کیا ہے اور ظہار میں بھی حرمت ہوتی ہے اور اگر وہ کہے کہ میں نے تحریم کا ارادہ کیا ہے یا بلا ارادہ یہ الفاظ کہے ہیں تو یہ ایلاء ہے کیونکہ ہمارے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے بلانیت یہ الفاظ کہے تو عرف کی بناء پر اس کو طلاق (بائنہ) پر محمول کیا جائے گا۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج۴ص ۵۵ سکھر)

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے: ابوبکر اسعاف ابوجعفر ہندوانی اور ابوبکر سعید نے لکھا ہے کہ فقیہ ابواللیث نے کہا ہے: ہم اسی قول پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی یہ عام عادت ہے کہ وہ ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ کرتے ہیں۔

(العنایہ علیٰ حاشی فتح القدیر ج۴ص ۵۶ سکھر)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: یہ مشائخ متاخرین کا اپنے زمانے کے عرف کی بناء پر فتویٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مرد یہ الفاظ کہتے ہیں اور اگر عورت خاوند سے کہے: ''تم پر حرام ہوں'' تو یہ قسم ہے اور اس کے بعد اس نے خاوند کو مقاربت کا موقع دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا' یہ کلمہ ایسے ہے جیسے مرد نے بغیر نیت کے طلاق کے الفاظ کہے تو صریح الفاظ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہاں پر صراحت کا موجب عرف ہے' اس بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ کسی شخص نے یہ کلمات کہے اور کہا: میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ (فتح القدیر ج۴ص ۵۶ سکھر)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ''تو مجھ پر حرام ہے'' فقہاء متاخرین کہتے ہیں: ان الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے۔

(ردالمحتار ج۴ص ۳۴۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے' اللہ تمہارا مددگار ہے' اور وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O (التحریم: ۲)

قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قسموں کے کھولنے کے طریقہ کا ذکر فرمایا ہے' اس کا بیان اس آیت میں گزر چکا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O (المائدہ: ۸۹)

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا' لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا' سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے' جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے' جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے' جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو' اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو O

اس کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں

اس آیت میں صراحۃً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر فرما دیا اور اشارۃً امت کو خطاب ہے اور اس میں جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم کو ظاہر کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جب کسی کام کے کرنے یا نہ

Marfat.com

کرنے کی قسم کھائی جاتی ہے تو اس کے کرنے یا نہ کرنے پر گرہ باندھ دی جاتی ہے اور جب اس قسم کا کفارہ دے دیا جاتا ہے تو اس گرہ کو کھول دیا جاتا ہے' اسی طرح اگر قسم کھانے کے بعد ان شاء اللہ کہہ دیا جائے پھر بھی وہ گرہ کھل جاتی ہے' ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب کسی حلال چیز کو حرام کرلیا جائے تو وہ قسم ہے اور جب آپ نے شہد پینے کو یا حضرت ماریہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو آپ نے گویا قسم کھائی کہ آپ شہد نہیں پئیں گے یا حضرت ماریہ سے مقاربت نہیں کریں گے' اور بعض روایات میں اس کی تصریح ہے کہ آپ نے اس کی قسم کھائی تھی۔

امام مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ سے مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اس کے کفارہ میں ایک غلام کو آزاد کیا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ص ۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

مفسرین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ حضرت ماریہ سے مقاربت نہیں کریں گے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کفارۂ قسم واجب کیا تھا اس کو بیان فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا' اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کفارہ نہیں دیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلافِ اولیٰ تمام کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے' (یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے مغفور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے افعال پر احکامِ شرعیہ مرتب نہ ہوں' پس جس طرح جنابت کے بعد آپ کا غسل کرنا آپ کی مغفرت کے منافی نہیں ہے' اسی طرح قسم توڑنے کے بعد اس کا کفارہ دینا بھی آپ کی مغفرت کے منافی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس سورت میں آپ کی امت کو قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرماتے ہوئے یہ آیت نازل کی' اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایک غلام آزاد کر کے کفارہ دیا اور حضرت ماریہ سے دوبارہ مقاربت کی۔

اللہ سبحانہٗ نے یہ سنت جاری کی ہے کہ جب اس کا بندہ کسی چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور وہ اس کے دل کو اس چیز سے ہٹا دیتا ہے' پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس کو اس چیز کی طرف متوجہ کر دیتا ہے' اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو آپ کی زوجات کی طرف سے ہٹا دیا اور آپ ان سے الگ ہو گئے' اور آپ نے حضرت حفصہ کو (رجعی) طلاق دی' اور انتیس راتوں تک حضرت ماریہ کے ساتھ مقاربت سے رکے رہے' اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے تھا' حتیٰ کہ سب نے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا۔

(لطائف الاشارات (تفسیر القشیری) ج ۳ص ۳۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں اللہ کے حلال کیے ہوئے کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں' آپ

Marfat.com

نے صرف اپنے آپ کو حضرت ماریہ کی مقاربت سے روک لیا تھا اور یہ قسم کھائی کہ میں آج کے بعد ان کے قریب نہیں جاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حسن بصری نے کہا: آپ نے اس قسم کا کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں اور یہ آیت صرف مؤمنین کی تعلیم کے لیے نازل ہوئی ہے' اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ماریہ سے مقاربت نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی اس کا کفارہ دیا تھا' اور یہ آپ کے مغفور ہونے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں بہ ظاہر آپ اور امت مساوی ہیں۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۶۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا: آپ نے کفارہ نہیں دیا تھا' یہی امام مالک کا قول ہے' اور اصل یہ ہے کہ بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی (اور خصوصیت پر دلیل ہے نہیں' بلکہ دلیل اس کے خلاف ہے کیونکہ مقاتل نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا)۔ (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۶ ص ۲۱۹۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

قتادہ' شعبی اور امام سعید بن منصور نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ماریہ کی قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۲۰۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ان ہی دلائل کو نقل کر کے اس کو ترجیح دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا کفارہ ادا کیا تھا' نیز انہوں نے لکھا ہے:

امام مالک نے ''مدونہ'' میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ سے مقاربت کو حرام قرار دیا تھا اور یہ قسم کھائی تھی کہ آپ ان سے مقاربت نہیں کریں گے' آپ نے اس کا کفارہ ادا کیا تھا' شعبی سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۸ ص ۲۲۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی' پس اس نے اس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرما دیا تو نبی نے اس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض کیا' پھر جب نبی نے اس کو اس (افشاء راز) کی خبر دی تو اس نے کہا: آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے O اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں' اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں O (التحریم: ۴-۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان کو راز کی بات بتانا اور ان کا راز۔۔ افشاء کرنا

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دو راز کی باتیں کہی تھیں' ایک یہ کہ آپ نے حضرت ماریہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور دوسری یہ کہ تمہارے والد (حضرت عمر) اور حضرت عائشہ کے والد (حضرت ابوبکر) میرے بعد حکم ران ہوں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۲۲۔ ج ۱۰ ص ۳۳۶۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون خلیفہ ہوگا' حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا۔

میمون بن مہران نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: آپ نے حضرت حفصہ کو یہ راز بتایا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اورانہوں نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے کہا: تم نے میرا راز افشاء کر دیا ہے' اور اس کی سزا میں ان کو طلاق (رجعی) دے دی' جب حضرت عمر کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر آل عمر میں کوئی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق نہ دیتے اور ایک ماہ تک تم سے الگ نہ رہتے' پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک اپنی ازواج سے الگ رہے اور آپ نے حضرت ماریہ کے بالا خانہ میں رہائش رکھی حتیٰ کہ آیت تخییر نازل ہوئی' مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق نہیں دی تھی' آپ نے ان کو صرف طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا' تب آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا: آپ ان کو طلاق نہ دیں' بے شک وہ روزہ رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہیں اور یہ آپ کی جنتی بیویوں میں سے ایک ہیں' سو آپ نے پھر ان کو طلاق نہیں دی۔

حضرت حفصہ کی افشاء کی ہوئی خبروں میں سے بعض خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو جتا دی تھی اور بعض نہیں جتائی تھی۔

مقاتل نے یہ کہا ہے کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو دونوں خبریں نہیں بتائی تھیں' صرف یہ بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلیفہ ہوں گے۔

جب آپ نے حضرت حفصہ کو یہ بتایا کہ تم نے میرا راز فاش کر دیا ہے تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو علیم وخبیر نے یہ خبر دی ہے۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۳۴۶۔۳۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے' بعض نے قدرے اختصار کے ساتھ اور بعض نے قدرے تفصیل سے۔

امام مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ۔ (الکشاف ج ۴ ص ۵۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ۔ (زادالمسیر ج ۸ ص ۳۰۸' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۰۔۵۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۷۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ۔ (تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۹ ص ۲۰۵۔۲۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۲۰۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۶۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ اسماعیل بن محمد الحنفی المتوفی ۱۱۹۵ھ۔(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۹ ص ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)
علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔(روح المعانی جز ۲۸ ص ۲۲۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

وحی خفی کا ثبوت

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو ایک راز کی بات بتائی تھی جس کو انہوں نے افشاء کر دیا' مگر پورے قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ وہ راز کی بات کیا تھی جس کو افشاء کرنے کی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی' اور یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس بات کی خبر دی ہے اور خبر کا وہ ذریعہ بھی قطعی ہے' اور وہی وحی خفی ہے جس کو ہم حدیث سے تعبیر کرتے ہیں' جو لوگ حدیث کی حجیت اور وحی خفی کے قائل نہیں اور صرف قرآن کی وحی کو مانتے ہیں' وہ بتائیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی وہ خبر کہاں ہے؟

التحریم: ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو توبہ کا حکم دینے کی توجیہ

ان دونوں سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کرنے پر برانگیختہ کیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت شدید محبت کی وجہ سے وہ یہ چاہتی تھیں کہ آپ کسی اور کی طرف زیادہ توجہ نہ فرمائیں اور کسی اور کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں اور چونکہ آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے' اس لیے انہوں نے چاہا کہ آپ شہد ہی نہ پئیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ نے وہ شہد پیا ہے جس کو شہد کی مکھیوں نے اس درخت کے پتوں سے چوسا تھا جس پر مغافیر لگا ہوا تھا' اس وجہ سے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے اور مغافیر کی بو آپ کو ناپسند تھی' گویا وہ آپ سے شہد کو چھڑانا چاہتی تھیں تاکہ آپ حضرت زینب کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں' لیکن اس معاملہ میں ان کی توجہ اس طرف نہیں رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور مٹھاس کو پسند فرماتے تھے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۴) اور اس طرح وہ نادانستگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز کو چھڑانے کی مرتکب ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ سخت ناپسند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پسندیدہ چیز کو نہ کھا سکیں نہ پی سکیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو فہمائش کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کو دائرہ اعتدال میں رکھیں تاکہ وہ نادانستگی میں اپنی محبت کی شدت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل شکنی اور آپ کی دل آزادی کا موجب نہ بن جائیں۔

اس کے بعد فرمایا: اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں۔

یعنی اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کرتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کا خیال نہ کیا (تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا کیونکہ) بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے (بھی) ان کے مددگار ہیں۔

نیک مسلمانوں کے مصادیق

جبریل کا الگ سے ذکر کیا ہے حالانکہ یہ بھی فرشتوں میں داخل ہیں کیونکہ حضرت جبریل کروبین کے سردار ہیں۔ حضرت جبریل کی مدد کے بعد صالح المؤمنین کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے اور آپ کے مخالفوں سے عداوت رکھتے تھے۔ ضحاک نے کہا: اس سے مراد نیک مسلمان ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء علیہم السلام ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس

Marfat.com

سے مراد خلفاء ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام صحابہ ہیں' اور اللہ تعالیٰ اور حضرت جبریل اور نیک مسلمانوں کے بعد تمام فرشتے مدد کرنے والے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان سب کی مدد کے بعد تمام فرشتے مدد کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد حضرت جبریل' نیک مسلمانوں اور فرشتوں کی مدد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جب یہ فرمادیا کہ اللہ آپ کا مددگار ہے تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی: اور جبریل اور نیک مسلمان اور سارے فرشتے آپ کے مددگار ہیں؟ کیونکہ اللہ کی مدد کے بعد تو اور کسی کی مدد کی ضرورت نہیں رہتی' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس اسلوب پر ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

بے شک اللہ اور اس کے سارے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم (بھی) نبی پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو○

(الاحزاب: ۵۶)

اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کے بعد اور کسی کی صلوٰۃ کی ضرورت نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شرف ظاہر کرنے کے لیے فرشتے بھی آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور عام مسلمانوں کو بھی آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد اور کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے لیکن آپ کی عظمت اور شرف ظاہر کرنے کے لیے یہ بتایا کہ اے عائشہ اور حفصہ! اگر تم نے ہمارے نبی کی پسند کی رعایت نہ کی اور ان کی پسند پر مدد نہ کی تو ان کو کیا کمی ہو گی جن کا اللہ مددگار ہے اور جبریل مددگار ہیں' اور نیک مسلمان مددگار ہیں اور ان کے بعد سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

مقبولان بارگاہ عزت سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنا ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار تو صرف اللہ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد' حضرت جبریل کی مدد کی صورت میں ظاہر ہو گی اور یا نیک مسلمانوں کی مدد کی صورت میں ظاہر ہو گی یا سارے فرشتوں کی مدد کی صورت میں ظاہر ہو گی' جس طرح رزاق تو صرف اللہ تعالیٰ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے رزق دینے نہیں آتا' اس نے رزق کی فراہمی کے لیے اسباب' وسائل اور مظاہر مقرر کر دیئے ہیں' اور ان سے رزق کا حصول دراصل اللہ تعالیٰ سے ہی رزق کا حصول ہے' اسی طرح سب فرشتے' سب نیک مسلمان اور حضرت جبریل ان سب کا مدد کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا مدد کرنا ہے اور حضرت جبریل' نیک مسلمان اور سب فرشتے اللہ تعالیٰ کی امداد کے مظہر ہیں اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جس طرح ان کی امداد اللہ تعالیٰ کی امداد ہے' اسی طرح ان سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے' کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی امداد کے مظہر ہیں اور جس طرح ان کا مدد کرنا شرک نہیں ہے اسی طرح ان سے مدد طلب کرنا بھی شرک نہیں ہے۔

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ ''إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○'' (الفاتحہ: ۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنا بالکل ناجائز ہے' ہاں! اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

مولیٰ اور ولی کا معنی

اس آیت میں مولیٰ کا لفظ ہے' اس کا مادہ ولی ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ ولی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولی کا لفظ قرب مکان کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نسب' دین' دوستی' مدد اور اعتقاد کے قرب کی حیثیت سے استعمال ہوتا

Marfat.com

ہے اور ولایت کا معنی ہے: کسی چیز میں تصرف کرنا اور ولی اور مولیٰ کا معنی متصرف' ناصر اور دوست ہے' مومن کو اللہ عزوجل کا ولی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کا ولی اور ان کا مولیٰ ہے' قرآن مجید میں ہے: "اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" (البقرہ: ۲۵۷) اللہ مؤمنین کا ولی ہے' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى. (الحج: ۷۸) اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لو' وہی تمہارا مالک ہے' سو کیا ہی اچھا مالک ہے۔

اور آزاد کرنے والے کو اور آزاد شدہ کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے اور حلیف کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو دوسرے کے معاملات کا منتظم اور کارمختار ہو وہ اس کا ولی ہے اور اولیٰ کا معنی ہے: لائق اور مستحق' قرآن مجید میں ہے:

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ○ (القیامہ: ۳۴) اور عذاب تیرے زیادہ لائق ہے سو عذاب تیرے زیادہ لائق ہے ○

دو چیزوں کے درمیان موالات کا معنی ہے: ان کا ایک دوسرے کے بعد وارث ہونا۔

(المفردات ج ۲ ص ۶۹۴۔ ۶۹۲ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

عرف اور اصطلاح میں اللہ کا ولی اس نیک مسلمان کو کہتے ہیں جو کبائر' صغائر اور خلافِ سنت کاموں سے دائماً مجتنب ہو' اور فرائض' واجبات اور مستحبات پر دائماً عامل ہو اور احکام شرعیہ اور اسرار شریعت کا عالم ہو۔

نیز مولیٰ کا معنی ہے: مالک' آقا' غلام' سردار' آزاد کرنے والا' انعام دینے والا' وہ جس کو انعام دیا جائے' محبت کرنے والا ساتھی' حلیف' پڑوسی' مہمان' شریک' بیٹا' چچا کا بیٹا' داماد' رشتہ دار' تابع۔ (المنجد اُردو ص ۱۱۰۷)

لفظ مولوی کا معنی

کتب لغت میں مولوی کے حسب ذیل معنی ہیں:

المولوی: مولیٰ کی طرف منسوب' زاہد۔ (المنجد اُردو ص ۱۱۰۷)

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

مولیٰ کی طرف نسبت مولوی ہے۔ (لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۸۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

مولوی: شرع کے احکام جاننے والا' دین کے مسئلوں سے واقف' دین کا عالم فاضل' شریعت کا پکا پابند' پکا دین دار' متشرع' مدرس' معلّم' عالموں فاضلوں کا لقب۔ (قائد اللغات ص ۹۲۹' حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

مولوی: شرع اسلامی کے احکام جاننے والا' عالم دین' فقیہ' پکا دین دار' پابند شریعت' معلّم' مدرس' علماء کا لقب' مولیٰ سے بنایا ہوا ہے۔ (فیروز اللغات ص ۱۳۱۸' فیروز سنز لمیٹڈ)

لفظ مولوی کے مواضع استعمال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے علماء اہل سنت اور احباب اہل سنت کے لیے لفظ مولوی اور مولانا کو استعمال فرمایا ہے:

جس روز آپ کا سوال آیا' حسن اتفاق سے اوس کے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لیے یہاں آئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۸۴' مکتبہ رضویہ' کراچی' ۱۴۱۰ھ)

حاجی صاحب گئے' مولوی امجد علی صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی۔ (مکتوبات امام احمد رضا ص ۶۲۔ ۶۱' مکتبہ نبویہ' لاہور' ۲۰۰۱ء)

Marfat.com

مولوی رحم الٰہی صاحب علیل ہیں' دوسرے آدمی کی فکر میں ہوں۔ "لمعۃ الضحیٰ" کے لیے مولوی امجد علی صاحب سے کہہ دوں گا۔ (مکتوبات امام احمد رضا خاں ص ۶۳-۶۲' مکتبہ نبویہ' لاہور' ۲۰۰۱ء)

نوٹ: مولانا رحم الٰہی قادر رضوی' اعلیٰ حضرت کے ممتاز خلیفہ اور منظر الاسلام بریلی کے دوسرے صدر المدرسین تھے۔

شام کو مولوی امجد علی صاحب سے دریافت کیے پر معلوم ہوا۔ الخ (مکتوبات امام احمد رضا خاں ص ۶۸)

بنام مولانا ظفر الدین قادری' مولانا مولوی ظفر الدین۔ (مکتوبات امام احمد رضا خاں ص ۵۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اکابر دیوبند کے ناموں کے ساتھ بھی مولوی اور مولانا کے القاب لکھے ہیں:

مگر جناب کے مہذب' عالم مقدس' متکلم' مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی چاندپوری کے کمال شستہ وشائستہ دشنام نامے ...... گرامی منشی مولانا ثناء اللہ امرتسری ممکن وموجود میں فرق نہ جان سکے۔۔۔۔۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۸۸' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۲۰ھ)

جناب مولوی گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کافر ہیں۔ (الیٰ قولہ) جناب مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۹۲-۹۱' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۲۰ھ)

بنام مولوی اشرف علی تھانوی۔ (مکتوبات ص ۱۲۹-۱۲۷-۱۲۶-۱۱۵)

مولوی گنگوہی۔ (مکتوبات ص ۱۲۹-۱۲۳-۱۱۸-۱۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے علماء اہل سنت اور دیوبندیوں دونوں کے لیے مولانا اور مولوی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

لفظ شیخ کا معنی اور اس کے مواضع استعمال

شیخ: بوڑھا' بڑی عمر کا' استاذ' عالم' قوم کے سردار اور بڑے اور ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کی نظر میں علم' فضیلت اور مرتبہ ودرجہ کے لحاظ سے بڑا ہو۔ (المنجد اُردو ص ۵۵۱-۵۵۰)

حضرت سید پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ دو عنوانوں میں لکھتے ہیں: پہلا عنوان یہ ہے' شیخ ابن تیمیہ غفر اللہ لہٗ کے اس حدیث پر اعتراضات اور اہلِ تحقیق کے جوابات' اور دوسرا عنوان یہ ہے' شیخ ابن تیمیہ کا حدیثِ مدینۃ العلم پر دوسرا اعتراض۔

(تصفیہ مابین سُنی وشیعہ ص ۶۳-۴۷' مطبوعہ پرنٹنگ پروفیشنلز' لاہور' ۲۰۰۵ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ایک غیر مقلد عالم کی طرف مکتوب کے سرنامے میں لکھا:

بنام الشیخ محمد طیب مکی۔ (مکتوبات ص ۱۳۱' لاہور)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کالی بھوانی' شیخ سدو ارواحِ خبیثہ کے ساتھ نبی اللہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد کو ملانا صریح گمراہی اور نبی اللہ کی توہین اور امام الوہابیہ مخذولی کی طرزِ لعین ہے' توبہ فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۰' مکتبہ رضویہ' کراچی)

دیگر علماء اہل سنت نے بھی مخالفینِ اہلِ سنت کے لیے شیخ کا لفظ استعمال کیا ہے:

مولانا حسن رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۲۶ھ کا شعر ہے:

عبد وہاب کا بیٹا ہوا شیخ نجدی　　　اس کی تقلید سے ثابت ہے ضلالت تیری

(ذوق نعت ص ۱۱۳' مدینہ پبلی کیشنگ کمپنی' کراچی)

مولانا بدر الدین قادری لکھتے ہیں:

زمین کے وسیع علم کے بارے میں شیخ نجدی' ابلیس لعین کو بڑا عالم اور سرکار کو چھوٹا عالم مانتے ہیں۔

(سوانح امام احمد رضا ص ۱۸۳' نوریہ رضویہ' سکھر' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

مفتی آگرہ استاذ العلماء علامہ عبدالحفیظ حقانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

افسوس کہ شیخ نجدی کی ''کتاب التوحید'' میں اور شیخ ھندی کی ''تقویت الایمان'' میں دوسرا باب بدعت موجود نہیں۔

(سنت و بدعت حقائق کی روشنی میں بہ حوالہ النعیم جون ۲۰۰۴ء)

علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں:

فترحم الشیخ محمود الحسن وبعدہ الشیخ اشرف علی تھانوی الشیخ ابو الاعلیٰ مودودی۔

(من ھو احمد رضا ص ۵۸۔۴۹ لاہور ۱۴۰۲ھ)

مفتی محمد عبدالقیوم قادری متوفی ۱۴۲۴ھ لکھتے ہیں:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی بارہویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ (تاریخ نجد و حجاز ص ۲۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

ابن التیمیہ کی ''کتاب الرد علی الافنائی'' کا اردو ترجمہ شیخ محمد صادق اہل حدیث نے کیا ہے۔

(شرح حدائق بخشش ج ۳ ص ۲۶۷ مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

(۱) وللشیخ محمد قاسم النانوتوی (۲) ھذا ھو امامھم الشیخ محمد اسماعیل الدھلوی (۳) قال الشیخ ابن تیمیہ (۴) قال الشیخ اشرف علی التانوی الدیوبندی (۵) قال الشیخ خلیل احمد الانبیتوی۔

(من عقائد اہل السنہ ص ۲۳۹۔۱۶۷۔۱۰۶۔۸۴۔۶۶ الدعوۃ الاسلامیہ لاہور)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی اس کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

مایصدق رای الشیخ الندوی قال الشیخ الندوی۔ (من عقائد اہل السنہ ص ۲۹۔۲۷)

اور علماء اہل سنت میں سے جو شیخ کے لقب سے مشہور ہیں جیسے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی ان پر بھی شیخ کا اطلاق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو فرماں بردار ایمان دار عبادت گزار توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ دار شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی O اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر سخت گیر اور مضبوط فرشتے مقرر ہیں اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے O اے کافرو! آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو تمہیں ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے O (التحریم: ۵۔۷)

''مسلمات' مؤمنات'' اور ''قانتات'' وغیرھا کے معانی

اس آیت میں ''مسلمات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی خضوع اور خشوع سے اطاعت کرنے والیاں یا اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے والیاں۔

اور ''مؤمنات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اور اس کی توحید پر ایمان لانے والیاں یا اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے والیاں۔

اور ''قانتات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اطاعت کرنے والیاں اور رات کو اٹھ کر قیام کرنے والیاں۔

Marfat.com

اور ''سـائـحـات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: روزہ رکھنے والیاں حضرت ابن عباس اور حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: ہجرت کرنے والیاں کیونکہ ''سـائـحـات'' کا مادہ سیاحت ہے اس کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا اور مؤمنوں کی سیاحت ہجرت ہے اور ایک قول ہے: اللہ عزوجل کی اطاعت میں سفر کرنے والیاں اور یہ حج اور عمرہ کے سفر کو شامل ہے۔

اور ''ثیبـات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جس کی پہلے شادی ہو چکی ہو پھر وہ خواہ مطلقہ ہو یا بیوہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شادیاں کیں وہ عورتوں کی طرف رغبت یا شہوت کے تقاضوں سے نہیں کیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کیں جنت میں آپ کی ثیبہ زوجہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہوں گی۔

اور ''ابـکـارا'' کا لفظ ہے باکرہ کا معنی ہے: دوشیزہ اور کنواری دنیا میں آپ کی کنواری زوجہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جنت میں کنواری زوجہ حضرت مریم بنت عمران ہوں گی۔

کیا کوئی خاتون ازواج مطہرات سے افضل ہو سکتی ہے؟

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر آپ ان ازواج کو طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں لے آئے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ روئے زمین پر امہات المؤمنین سے بہتر عورتیں موجود نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں لے آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ازواج کو اس وجہ سے طلاق دے دیتے کہ وہ آپ کی پسند پر اپنی پسند کو ترجیح دیتی ہیں اور اس وجہ سے آپ کو ایذاء پہنچاتی ہیں اور پھر وہ اس پر توبہ نہ کرتیں تو پھر وہ اس صفت پر قائم نہ رہتیں کہ وہ دنیا میں سب سے افضل اور بے مثل خواتین ہیں جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ . — اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔

(الاحزاب: ۳۲)

لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا اور اپنی بے اعتدالی سے توبہ کر لی تو وہ پھر اپنی اسی افضلیت اور بے مثلی کے مقام پر فائز ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رجوع کر لیں گی اور آپ ان کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈرانے کے لیے فرمایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ ان سے بہتر ازواج اپنے نبی کے نکاح میں لے آئے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ○ (محمد: ۳۸) — اور اگر تم (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) اعراض کرو تو اللہ تمہارے بدلہ میں اور لوگ لے آئے گا پھر وہ تمہاری مثل نہ ہوں گے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو ڈرانے کے لیے خطاب فرمایا ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان سے بہتر مؤمنوں کو وجود میں لے آئے اگرچہ روئے زمین پر ان سے بہتر مؤمن اس وقت تھے نہ آئندہ ہوں گے۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے ناراضگی کے سلسلہ میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں کافی عرصہ سے یہ سوچ رہا تھا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان سے سوال نہیں کر پا رہا تھا حتیٰ کہ وہ حج کے لیے

Marfat.com

روانہ ہوئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا' واپسی میں وہ ایک جگہ قضاء حاجت کے لیے گئے' جب وہ فارغ ہو کر آئے تو میں نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ کون سی دو بیویاں تھیں جنہوں نے آپ سے موافقت نہیں کی تھی؟ حضرت عمر نے کہا: وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں رضی اللہ عنہما' میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک سال سے یہ چاہ رہا تھا کہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں' لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے سوال نہیں کر سکا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو' جس چیز کے متعلق بھی تمہیں خیال ہو کہ مجھے اس کا علم ہو گا تم اس کے متعلق مجھ سے سوال کر لیا کرو' اگر مجھے اس کے متعلق علم ہو گا تو میں تم کو ضرور بتاؤں گا' حضرت عمر نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وہ حقوق نازل کیے جو نازل کیے اور ان کے متعلق وہ تقسیم کی جو تقسیم کی' اسی اثناء میں ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کسی کام کے لیے کہا' تو اس نے کہا: تم اس طرح کر لو' میں نے کہا: میں نے تم کو جس کام کا کہا ہے تم وہ کام کرو' تم اس میں اور باتیں کیوں کر رہی ہو؟ اس نے کہا: تعجب ہے اے ابن الخطاب! تم نہیں چاہتے کہ تمہیں جواب دیا جائے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دن غصہ میں گزارتے ہیں' پس حضرت عمر کھڑے ہوئے' چادر اپنی جگہ سے اٹھائی اور حضرت حفصہ کے پاس پہنچے اور کہا: اے بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو حتیٰ کہ آپ پورا دن غصہ سے گزارتے ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! ہم آپ کو ضرور جواب دیتی ہیں۔ میں نے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے ڈرا رہا ہوں' اے بیٹی! تم اس سے دھوکے میں نہ آنا جس کا حسن و جمال آپ کو پسند ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے' حضرت عمر کی مراد حضرت عائشہ تھیں' پھر میں ان کے پاس سے حضرت ام سلمہ کے پاس گیا کیونکہ میری ان سے قرابت تھی۔ میں نے ان سے اس سلسلہ میں بات کی' انہوں نے کہا: تعجب ہے اے ابن الخطاب! تم ہر چیز میں دخل دیتے ہو' حتیٰ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج میں بھی مداخلت کرنا چاہتے ہو' انہوں نے مجھ سے اس قدر شدید مواخذہ کیا کہ میں نے اپنے دل میں ازواجِ مطہرات کو سمجھانے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس پر عمل نہیں کیا' پھر میں ان کے پاس سے چلا گیا' ادھر میرا پڑوسی ایک انصاری تھا' ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے' ایک دن وہ جاتا اور اس دن نازل ہونے والے احکام کی خبر لے کر آتا اور ایک دن میں جاتا' ان دنوں ہمیں غسان کے بادشاہ کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ ہم پر حملہ کرنے والا ہے' ایک دن میرے پڑوسی انصاری نے آ کر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کھولو' کھولو' میں نے پوچھا: کیا غسانی نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا: اس سے بھی بڑی بات ہو گئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے الگ ہو گئے ہیں' میں نے کہا: حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ پر افسوس ہے' میں اپنے کپڑے بدل کر وہاں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانے پر تھے جس کی طرف سیڑھی سے راستہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ فام غلام اس کے ڈنڈے پر بیٹھا تھا' میں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب ہے' آپ سے کہو وہ ملنے کی اجازت چاہتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنایا' جب میں نے حضرت ام سلمہ کا قول سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے نیچے اور کوئی چیز نہیں تھی' اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کی طرف درخت کے پتے تھے' اور آپ کے سر کے پاس ایک کچی کھال لٹکی ہوئی تھی اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے' میں رونے لگا' آپ نے پوچھا: اے ابن الخطاب! کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کسریٰ اور قیصر کتنے عیش و آرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا یہ حال ہے'

Marfat.com

آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۹)

امام بخاری نے کتاب المظالم والغصب میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے ذکر کی ہے' اس میں یہ اضافہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے " اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا " (التحریم: ۴) کی تفسیر میں فرمایا: میرے پڑوسی نے آ کر مجھے بتایا کہ عظیم حادثہ ہو گیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' حضرت عمر نے کہا: حفصہ تو ناکام اور نامراد ہو گئی' مجھے پہلے ہی یہ خطرہ تھا کہ ایسا ہونے والا ہے' میں نے اپنے کپڑے بدلے اور نمازِ فجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانے میں گئے اور وہاں الگ رہے' میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں' میں نے کہا: اب کیوں رو رہی ہو' کیا میں نے تم کو اس خطرہ سے پہلے آگاہ نہیں کیا تھا' کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ حضرت حفصہ نے کہا: مجھے پتا نہیں' آپ وہاں اس بالا خانے میں ہیں' پس میں باہر آیا اور منبر کے پاس گیا' وہاں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے' میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا' پھر میں اپنے خیالات سے مجبور ہو کر اٹھا اور اس بالا خانے کے پاس پہنچا جس میں آپ تشریف فرما تھے' میں نے اس سیاہ فام غلام سے کہا: جاؤ عمر کے لیے اجازت طلب کرو' وہ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر کے آ گیا اور کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا ذکر کیا تھا' آپ سن کر خاموش رہے' میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ تھے' ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا' پھر میں اپنے خیالات سے مجبور ہو کر اٹھا اور پھر بالا خانہ پر گیا' پھر اسی طرح ماجرا ہوا اور میں پھر منبر کے پاس جا کر لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میں اپنے دل سے مجبور ہو کر اٹھا اور اس سیاہ فام غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا: جاؤ عمر کے لیے اجازت طلب کرو' پھر اسی طرح ہوا' جب میں واپس جانے لگا تو وہ غلام مجھے بلا رہا تھا' اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی ہے' اس وقت آپ ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا' اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے اور چمڑے کے ایک تکیہ سے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' پھر میں نے کھڑے ہوئے آپ کو سلام کیا' پھر میں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: نہیں' پھر میں نے اسی طرح کھڑے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ مجھے دیکھیں' ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے' پھر ہم مدینہ آئے اور یہاں کی عورتیں اپنے مردوں پر غالب رہتی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' پھر میں نے کہا: کاش آپ کو معلوم ہوتا میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: تم کو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تمہاری سہیلی تم سے زیادہ حسین و جمیل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے' ان کی مراد حضرت عائشہ تھیں' آپ دوبارہ مسکرائے' جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں بیٹھ گیا پھر میں نے گھر میں نظر ڈالی' سو اللہ کی قسم! میں نے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو میری نظر کو لوٹاتی' وہاں صرف تین کچی کھالیں تھیں' میں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کی امت کو خوش حال کر دے' کیونکہ فارس اور روم پر تو بہت خوش حالی ہے' ان کو دنیا دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے' آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم شک میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اچھی چیزیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کریں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے ازواج سے الگ ہو گئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی بات حفصہ نے حضرت عائشہ کو بتا دی تھی' اور آپ نے فرمایا: میں ایک ماہ تک ان ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا' کیونکہ آپ کو ان پر بہت رنج تھا جب اللہ نے آپ پر (صورۃ) عتاب کیا تھا۔ جب

Marfat.com

انتیس دن گزر گئے تو آپ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور ان کے پاس گئے' حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے' اور میں تو ایک ایک رات گن گن کر گزار رہی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر آپ پر آیت تخییر نازل کی گئی تو میں وہ پہلی عورت تھی جس سے آپ نے ابتداء کی اور فرمایا: میں تم سے ایک بات ذکر کر رہا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کر لو حالانکہ آپ کو خوب علم تھا کہ میرے ماں باپ آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے' پھر آپ نے الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸ کی تلاوت فرمائی' میں نے کہا: کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی' میں اللہ کا' اس کے رسول کا اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ازواج کو اختیار دیا تو باقی ازواج نے بھی حضرت عائشہ کی طرح کہا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۶۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ ازواج سے الگ رہنا حضرت حفصہ کے افشاءِ راز کی وجہ سے تھا یا ازواج کے زیادہ خرچ مانگنے کی وجہ سے؟

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ناراض ہوئے تھے کہ حضرت حفصہ نے آپ کے راز کی بات حضرت عائشہ کو بتا دی تھی' اس لیے آپ نے ایک ماہ کے لیے ازواج سے علیحدگی اختیار کر لی تھی' اور الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸ میں جو آیت تخییر نازل ہوئی ہے' اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ازواجِ مطہرات نے آپ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا' اس پر ناراض ہو کر آپ نے ایک ماہ کے لیے ازواج سے علیحدگی اختیار کر لی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر آئے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی' پھر حضرت عمر آئے اور اجازت طلب کی' سو ان کو بھی اجازت دی گئی' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ افسردہ اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر نے دل میں سوچا کہ میں ضرور کوئی بات کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساؤں گا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش! آپ دیکھتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں اس کی گردن مروڑ دوں' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا: ان کو جو تم میرے گرد بیٹھا ہوا دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں' پھر حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر حضرت عائشہ کی گردن مروڑنے لگے' پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر حضرت حفصہ کی گردن مروڑنے لگے اور وہ دونوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے الگ رہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں ○ اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ (الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کر رہا ہوں' مجھے یہ پسند ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی' حضرت

Marfat.com

عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ بلکہ میں اللہ اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ اپنی (باقی) ازواج کو میرے فیصلہ کے متعلق نہ بتائیں' آپ نے فرمایا: ان میں سے جس نے بھی اس کے متعلق سوال کیا میں اس کو بتادوں گا' بے شک اللہ نے مجھے دشوار بنا کر بھیجا نہ دشواری میں ڈالنے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اللہ نے مجھے تعلیم دینے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۲۰۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۸' سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۳۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۶۳۷' عالم الکتب)

ازواج مطہرات کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اختیار دینے کے سبب میں بھی اختلاف ہے' اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تھا تو آپ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کر لیا تھا' سو اس نہج پر آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دیں تا کہ آپ کی ازواج کا حال بھی آپ کی مثل ہو۔

(۲) ازواج نے آپ کے اوپر غیرت کی تھی (یعنی ان کو آپ کا دوسری ازواج کے پاس جانا ناگوار تھا) تو آپ نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔

(۳) ایک دن وہ سب ازواج آپ کے پاس جمع ہوئیں اور آپ سے اچھے کپڑے اور اچھے زیورات کا مطالبہ کیا۔

(۴) ان میں سے ہر ایک نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس نہیں تھی' حضرت ام سلمہ نے معلم کا مطالبہ کیا' حضرت میمونہ نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا' حضرت زینب نے دھاری دار چادروں کا مطالبہ کیا' حضرت ام حبیبہ نے سحولی کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت حفصہ نے مصر کے کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت جویریہ نے سر پر باندھنے کے کپڑے کا مطالبہ کیا' اور حضرت سودہ نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا' البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۶۷-۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس تفصیل سے اصل اشکال کا جواب نکل آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے ناراضگی کے دو سبب تھے' ایک حضرت حفصہ کا آپ کے راز کو فاش کرنا اور دوسرا ازواج کا زیادہ خرچ کا مطالبہ کرنا اور ان دونوں سببوں سے آپ ایک ماہ تک ازواجِ مطہرات سے الگ رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کا محمل

صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۶۸ میں ہے: جب اللہ نے آپ پر عتاب کیا تھا اس سے مراد صورۃً عتاب ہے حقیقۃً عتاب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا: آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے' اس سے آپ کی دل جوئی مقصود ہے اور آپ کو آپ کی پسندیدہ چیزوں کی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہے اور یہ بتلانا ہے کہ آپ ازواج کی خاطر کیوں اپنی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ رہے ہیں آپ کا یہ مقام نہیں ہے کہ آپ ازواج کو راضی کریں بلکہ ازواج کو چاہیے کہ وہ آپ کو راضی کریں' اسی طرح احادیث میں جہاں بھی یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا اس سے مراد صورۃً عتاب ہے حقیقۃً عتاب نہیں ہے۔

Marfat.com

جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا واقعہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ سورۂ عبس میں آئے گی یا جیسے غزوۂ تبوک میں منافقین کو اجازت دینے کا معاملہ اس کی تفسیر التوبہ: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

التحریم: ۶ میں فرمایا: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

اپنے ماتحت لوگوں اور اولاد کو ادب سکھانے کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات

یعنی تم خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اپنے اہل و عیال سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کراؤ اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے تم خود بھی ان کاموں سے باز رہو اور اپنے اہل و عیال کو بھی ان کاموں کے کرنے سے منع کرو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۚ (طٰہٰ: ۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہیے۔

اہل و عیال سے احکام شرعیہ پر عمل کرانے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا' سربراہِ مملکت اپنے عوام کا محافظ ہے اور اس سے اپنے عوام کے متعلق سوال ہوگا' اور ایک شخص اپنی بیوی کا محافظ ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال ہوگا' اور ایک عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال ہوگا' اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہوگا' اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہوگا' تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۹۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۴۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے' پس جب وتر پڑھتے تو فرماتے: اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴۴)

عمرو بن شعیب اپنے والد (محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص) وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو' اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار مار کر نماز پڑھاؤ' اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۔۴۹۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لیے) جگائے' اگر وہ (اٹھنے سے) انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے' اللہ اس عورت پر رحم فرمائے' جو رات کو اٹھے' پھر نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو جگائے' پس اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۶)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگائے' پھر دونوں نماز پڑھیں یا دو رکعت مل کر نماز پڑھیں تو ان دونوں کو ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۰۹ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۵)

سعید بن ابی العاص اپنے والد سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جو شخص اپنے بیٹے کو نیک ادب سکھائے اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۶۳ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۷۶۷۹ طبع جدید)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کو ادب سکھائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ہر دن دو کلو صدقہ کرے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۶۳ قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۷۶۸۰ جدید)

اس کے بعد فرمایا: جس پر سخت گیر اور مضبوط فرشتے مقرر ہیں اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○

دوزخ کے محافظ فرشتوں کی صفات

دوزخ پر جو فرشتے مقرر ہیں وہ سخت دل ہیں جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو وہ کسی پر رحم نہیں کرتے ان کو صفت غضب پر پیدا کیا گیا ہے اور ان کے دلوں میں مخلوق کو عذاب دینے کی محبت اس طرح ڈالی گئی ہے جس طرح بنو آدم کے دلوں میں کھانے پینے کی محبت ڈالی گئی ہے ان کے ابدان بہت سخت ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان کا کلام بہت درشت ہے اور ان کے کام بہت سخت ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ دوزخیوں کو بہت سختی سے پکڑتے ہیں اور ان پر بہت شدت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے اس پر عمل کرنے میں وہ کوئی زیادتی اور کمی نہیں کرتے نہ اس کے کرنے میں تقدیم یا تاخیر کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں ایسی ہی لذت آتی ہے جیسے اہل جنت کو جنت میں سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ انیس فرشتے ہیں جو دوزخ کی حفاظت پر مقرر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○" (البقرہ: ۲۴) دوزخ کی آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس آیت میں ایمان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچنے کا حکم دیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر نہ ہو جاؤ ورنہ تم بھی کافروں کی طرح دوزخ کی آگ کا ایندھن بن جاؤ گے دوسرا جواب یہ ہے کہ کافروں کو دائمی عذاب دینے کے لیے دوزخ تیار کی گئی ہے اور جو فساق مؤمنین ہیں وہ تطہیر کے لیے عارضی طور پر دوزخ میں داخل ہوں گے پھر ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا لیکن دوزخ کا عارضی عذاب بھی بہت شدید ہے ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

التحریم: ۷ میں فرمایا: اے کافرو! آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو تمہیں ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے ○

کیونکہ قیامت کے دن عذر پیش کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ اس لیے فرمایا ہے تاکہ کافر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ (الروم: ۵۷)

پس اس دن ظالموں کا عذر پیش کرنا ان کے لیے مفید نہیں ہوگا اور نہ انہیں توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کا موقع دیا جائے گا ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو یہ بعید نہیں ہے کہ

Marfat.com

رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

نیچے سے دریا بہتے ہیں، جس دن اللہ نہ نبی کو شرمندہ ہونے دے گا اور نہ ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہمیں بخش دے بے شک تو ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

چیز پر قادر ہے ○ اے نبی مکرم! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ

اور ان پر سختی کیجئے، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○ اللہ نے کافروں

مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا

کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، جو ہمارے

تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، انہوں نے ان سے خیانت کی تو وہ انہیں اللہ کے

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

عذاب سے نہ بچا سکے اور ان سے کہا گیا: تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ ○

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ

اور اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، جب اس نے دعا کی:

Marfat.com

رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَ

اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور

عَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّلِمِينَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَٰنَ

اس کے عمل سے نجات دے دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے O اور عمران کی بیٹی مریم

الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ

کی مثال (بھی) جس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی' سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف کی روح پھونک دی

بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَٰنِتِينَ ﴿۱۲﴾ ع

ع ۵ ۲ ۲۰

اوراس نے اپنے رب کے کلمات اوراس کی کتابوں کی تصدیق کی اوروہ اطاعت گزاروں میں سے تھی O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو' یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے اورتم کوان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' جس دن اللہ نہ نبی کو شرمندہ ہونے دے گا اور نہ ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے ہیں' ان کا نوران کے آگے اوران کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرمادے اور ہمیں بخش دے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے O (التحریم:۸)

''توبة النصوح'' کی تعریف میں مفسرین کے اقوال

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

''التوبة النصوح'' کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) حضرت عمر' حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''التوبة النصوح'' یہ ہے کہ بندہ جس گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ اس گناہ کی طرف نہ لوٹے۔

(۲) حسن بصری نے کہا: بندہ پچھلے گناہ پر نادم ہو اور یہ عزم مصمم کرے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرے گا۔

(۳) سعید بن جبیر نے کہا: وہ توبہ مقبولہ ہے اور توبہ کے قبول ہونے کی تین شرائط ہیں: (ا) توبہ قبول نہ ہونے کا خوف ہو (ب) توبہ قبول ہونے کی امید ہو (ج) اور دائمی اطاعت کرے۔

(۴) القرظی نے کہا: اس توبہ میں چار چیزیں ہیں: زبان سے استغفار ہو' بدن سے گناہ کو اکھاڑ پھینکے' دل سے دوبارہ نہ کرنے کا اظہار ہو اور بُرے کاموں کو ترک کر دے۔

(۵) سفیان ثوری نے کہا: اس کی چار علامتیں ہیں: قلت' علت' غربت اور ذلت۔

(۶) الواسطی نے کہا: یہ توبہ کسی عوض کی وجہ سے نہ ہو' جو شخص دنیا میں گناہ کرتا ہے اس کا مقصد اپنی خواہش پورا کرنا ہے' اور جو شخص اس گناہ سے توبہ کرتا ہے اس کا مقصد اپنی آخرت سنوارنا ہے' تو یہ اپنے نفس کے لیے توبہ ہے' اللہ کے لیے نہیں ہے۔

Marfat.com

(۷) الرقاق المصری نے کہا: یہ لوگوں کے غصب کیے ہوئے حقوق واپس کرنا ہے اور لوگوں سے کی ہوئی زیادتی کو معاف کرانا ہے اور ہمیشہ اطاعت کرنا ہے۔
(۸) ذوالنون نے کہا: اس کی تین علامتیں ہیں: کم باتیں کرنا' کم کھانا اور کم سونا۔
(۹) شقیق نے کہا: یہ اپنے نفس کو بہت ملامت کرنا ہے اور ہمیشہ گناہ پر نادم رہنا ہے۔
(۱۰) جنید نے کہا: گناہ کو اس طرح بھول جائے کہ پھر کبھی اس کو یاد نہ کرے کیونکہ جس کی توبہ صحیح ہوتی ہے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے ماسوا کو بھول جاتا ہے۔
(۱۱) فتح الموصلی نے کہا: اس کی تین علامتیں ہیں: نفسانی خواہش کی مخالفت کرنا' زیادہ رونا اور بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا۔
(۱۲) کلبی نے کہا: دل سے نادم ہونا' زبان سے استغفار کرنا' گناہ کو اکھاڑ دینا' اور مطمئن ہونا کہ وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا۔
(۱۳) بعض نے کہا: جب گناہ یاد آئے تو اس پر ندامت طاری ہو اور وہ اس گناہ پر استغفار کرے۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۳۵۱-۳۵۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان بُرے کاموں پر انتہائی نادم ہو اور دوبارہ وہ بُرے کام نہ کرے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

جس گناہ سے آدمی توبہ کر رہا ہے وہ یا تو اللہ کا حق ہوگا یا بندوں کا حق ہوگا' اگر وہ اللہ کا حق ہے مثلاً نماز کو ترک کرنا تو اس کی توبہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگی جب تک نادم ہونے کے ساتھ ساتھ ترک کی ہوئی نماز کو ادا نہ کرے' اور اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو وہ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر دے اور اگر اس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو اپنے آپ کو حدِ قذف کے لیے پیش کر دے اور اگر اس سے قصاص کو معاف کر دیا گیا تو اس کا نادم ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اخلاص سے ارادہ کرنا' اس کی توبہ کے لیے کافی ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ دیت کی پیش کش کرے۔ اور اگر اس نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے اور قاضی کے سامنے جرم پیش ہونے سے پہلے اس نے توبہ کر لی ہے تو حد جاری ہونے سے وہ پاک ہو جائے گا اور اگر قاضی کے سامنے اس کا مقدمہ پیش نہیں ہوا اور اس نے تنہائی میں نادم ہو کر اخلاص سے توبہ کر لی تو یہ کافی ہے' اور اگر اس کا گناہ بندوں پر ظلم کرنا ہے تو اس کی توبہ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ اس بندہ کا حق لوٹا دے گا' اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو یہ عزم کرے کہ جب وہ اس پر قادر ہوگا اس کا حق واپس کر دے گا' اور اگر اس نے کسی بندہ کو نقصان پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لے اور اس پر استغفار کرے' جب وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو ناحق مارا پیٹا ہے یا اس کو گالی دی تو اس سے معافی طلب کرے' وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۸۵-۱۸۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے' اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں۔

توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہونا

یعنی اگر تم سچی توبہ کر لو اور اس کا معیار یہ ہے کہ جس گناہ سے تم نے توبہ کی ہے پھر دل میں تم اس گناہ کو کرنے کا منصوبہ نہ

Marfat.com

بناؤ اور اس کی طرف رغبت نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۵۰' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۰۶' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بندہ گناہ کرتا ہے' پھر جب وہ اپنے گناہ کو یاد کرتا ہے تو اپنے کیے ہوئے پر غم گین ہوتا ہے' پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے پر غم گین ہے تو اس کو معاف فرما دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۵۲۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی داؤد بن المحبر ضعیف ہے)

اس کے بعد فرمایا: جس دن اللہ نہ نبی کو شرمندہ ہونے دے گا اور نہ ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں' ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے' اور ہمیں بخش دے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے O

مرجئہ کا اس پر استدلال کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی ضرورت نہیں اور اس کا ردّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان والوں کو رسوا نہیں کرے گا' اس آیت میں کفار اور فساق پر تعریض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا' اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وجاہت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن شرمندہ نہیں ہونے دے گا کہ آپ کی شفاعت کو مسترد کر دے اور مؤمنین کی مدح ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دائمی عذاب دے کر رسوا نہیں کرے گا۔

مرجئہ نے اس آیت سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ اگر مؤمنوں کو دوزخ میں داخل کر کے عذاب دیا جائے تو وہ رسوا ہوں گے' قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ اے ہمارے رب! بے شک تو نے جس کو دوزخ میں داخل کیا اس کو تو نے رسوا کر دیا۔ (آل عمران: ۱۹۲)

اور التحریم: ۸ کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو رسوا نہیں کرے گا' پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ دائمی عذاب کے لیے دوزخ میں داخل کرے گا وہ ان کو رسوا کرے گا اور گنہ گار مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ عارضی طور پر تطہیر کے لیے دوزخ میں داخل کرے گا اس لیے وہ رسوا نہیں ہوں گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ التحریم: ۸ میں مطلقاً مؤمنوں کے لیے نہیں فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان مؤمنوں کے لیے فرمایا ہے جو نبی کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور وہ صحابہ کرام ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ نے عاقبت حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے اور وہ مطلقاً دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے خلاف سید مودودی کی نقل کردہ ضعیف روایت اور اس کا ردّ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (قیامت کے دن) اللہ نبی کو شرمندہ نہیں ہونے دے گا (کہ آپ کی شفاعت

Marfat.com

مسترد کر دے)۔

لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کے برخلاف ایک ضعیف روایت استدلال میں پیش کی ہے:

ابن ماجہ نے اس سلسلہ میں جو حدیث نقل کی ہے وہ بڑے ہی دردناک الفاظ میں ہے' اس میں حضور فرماتے ہیں:
خبردار رہو! میں تم سے آگے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا' اور تمہارے ذریعہ سے دوسری امتوں کے مقابلہ میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا' اس وقت میرا منہ کالا نہ کرنا۔ الحدیث (ابن ماجہ کتاب المناسک) (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۴۹۴)

یہ روایت جس میں ''لا تسودوا وجھی'' میرا منہ کالا نہ کرنا کے الفاظ ہیں' غایت درجہ کی ضعیف ہے اور کسی محدث نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے' یہ الفاظ صرف ابن ماجہ میں ہیں۔

ڈاکٹر بشار عواد معروف اس حدیث کی سند کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' اس کی سند کا ایک راوی زافر بن سلیمان الایادی ہے' وہ اس روایت میں متفرد ہے' اس سے زیادہ ثقہ راویوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (حاشیہ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۵۷)

قرآن مجید تو فرما رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ نبی کو شرمندہ نہیں ہونے دے گا اور سید مودودی اس روایت کو نقل کر رہے ہیں: ''تم میرا منہ کالا نہ کرنا'' جو روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں وارد ہو اس کو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے' اور یہ مسلم ضعیف روایت ہے' اس کو مودودی صاحب نے ضعف کی تصریح کے بغیر لکھ دیا اور اس پر غور نہیں کیا کہ اس کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت میں قرآن مجید کی کتنی آیات ہیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ (الضحیٰ: ۵) عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۝

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۹) عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی مکرم! کفار اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ۝ اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جو ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں' انہوں نے ان سے خیانت کی تو وہ انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور ان سے کہا گیا: تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ ۝ اور اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جب اس نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے دے' اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے ۝ اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال (بھی) جس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی' سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی ۝ (التحریم: ۱۲-۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک دلیل

التحریم: ۹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے' اس کا منشاء یہ ہے کہ دین میں شدت کو اختیار کیجئے' جہاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے خلاف تلواروں' نیزوں اور دیگر ہتھیاروں سے جہاد کیجئے اور زبان سے جہاد کیجئے اور اپنے موقف کے ثبوت پر دلائل پیش کیجئے اور انہیں اللہ کے دین کی دعوت دیجئے اور

Marfat.com

منافقین حدود کا ارتکاب کرتے ہیں' سو آپ ان پر اللہ کی حدود قائم کیجئے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے تو ضروری ہوا کہ آپ کو علم ہو کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور ایمان اور نفاق دل میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق علم غیب سے ہے' سو اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔

نجات کا مدار قرابت داری پر نہیں' ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے

التحریم: ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے دو کافر عورتوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو دو نبیوں کی بیویاں تھیں' حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والھہ تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والعہ تھا' لیکن وہ دونوں ایمان نہیں لائیں اس لیے نبی (علیہ السلام) کے نکاح میں ہونے کے باوجود ان کی مغفرت نہیں ہو سکی۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان دونوں نے خیانت کی' حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے حضرت نوح کے متعلق یہ کہتی تھی کہ یہ مجنوں ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ ان کے گھر جو مہمان آتے تھے وہ لوگوں کو اُن کی خبر پہنچا دیتی تھی۔ خیانت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ بے حیائی کے کام کرتی تھیں' کیونکہ کبھی کسی نبی کی بیوی نے بے حیائی کا کام نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۸۶)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "ما بغت امرءة نبی قط" کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۷۱۰)

برطانیہ کے مشہور مسلم اسکالر حافظ عبد المجید نقشبندی زید مجدہٗ نے ٹیلی فون پر مجھے اس مبحث میں مُلحدین کا ایک اشکال بتایا۔ سطور ذیل میں' میں اس اشکال کا جواب پیش کر رہا ہوں:

حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے متعلق سوال اور اُن کی بیوی کی خیانت پر مُلحدین کے ایک اعتراض کا جواب

اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر آ گیا ہے' اس مناسبت سے ہم ملحدین کے ایک اعتراض کا جواب لکھنا چاہ رہے ہیں۔ اُن کا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ (ھود: ۴۵) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (ھود: ۴۶)

اے نوح! بے شک وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے' اُس کا عمل نیک نہیں ہے' تو آپ مجھ سے اُس چیز کا سوال نہ کیجئے جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

ملحدین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے اور آپ کو اس کا علم نہیں ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا اُن کے نسب سے نہیں تھا اور اُن کی بیوی نے اُن سے خیانت کی تھی۔ نوح علیہ السلام کا اور کوئی سوال نہیں تھا' ورنہ اللہ تعالیٰ اُن کے سوال کا ذکر فرماتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح کی بیوی کی خیانت سے نسب میں خیانت مراد نہیں ہے' کیونکہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا اور اس سے مراد دین میں خیانت کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُس کی قوم کے سامنے معزز اور پروقار بنا کر بھیجتا ہے اور جس کی بیوی بدکاری کرے وہ شخص لوگوں کی نگاہوں میں دیوث اور بے غیرت ہوتا ہے اور ایسا شخص کب لوگوں کو اللہ عزوجل کے پیغام پر عمل کرنے کی دعوت دے سکتا ہے' جب کہ کفر و شرک اُن لوگوں کے

Marfat.com

نزدیک کوئی قابلِ ملامت اور موجب عار چیز نہیں ہوتی' اس لیے اگر نبی کی بیوی کافرہ ہو تو یہ نبی کی تبلیغ کے منافی نہیں ہے اور اگر نبی کی بیوی فاحشہ ہو تو اُس کی تبلیغ کے منافی ہے' اس لیے نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہو سکتی۔

رہا یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کیا سوال کیا تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے اُس چیز کا سوال نہ کیجئے' جس کا آپ کو علم نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت نوح علیہ السلام نے صراحۃً اپنے بیٹے کی مغفرت کا سوال نہیں کیا تھا' لیکن آثار اور قرائن ایسے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام محبت پدری کی وجہ سے اپنے بیٹے کی مغفرت کا سوال کرتے اور اگر بالفرض وہ سوال کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا کو مسترد فرماتا' کیونکہ مشرکین کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اُس کے برگزیدہ نبی کی دعا کو مسترد کرنے کی نوبت نہ آئے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! آپ یہ سوال ہی نہ کریں کہ ہمیں آپ کی دعا کو مسترد کرنا پڑے اور لوگوں کی نگاہوں میں نبی کی عزت و وجاہت مجروح ہو۔

حضرت آسیہ کا راہِ حق میں مظالم برداشت کرنا

التحریم: ۱۱ میں مؤمنہ عورت کی مثال دی ہے' یہ حضرت آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئیں تھیں' حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے فرعون نے ان پر بہت ظلم کیا' ان کے ہاتھ پیر باندھ کر ان میں کیلیں ٹھونک دیں' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دے' سو اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی۔ الحسن اور ابن کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت کے ساتھ نجات دی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا اور وہ جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔

اس آیت میں مؤمنوں کو اس پر تنبیہ کی ہے کہ راہِ حق میں اگر ان کو مظالم برداشت کرنا پڑیں تو حضرت آسیہ سے سبق سیکھیں۔

حضرت آسیہ' حضرت مریم اور حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ کی بہن) کا جنت میں حضور کے نکاح میں ہونا

التحریم: ۱۲ میں حضرت مریم بنت عمران کا ذکر فرمایا ہے' جن کے چاک گریبان میں حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی تھی' انہوں نے اللہ کے کلمات کی تصدیق کی' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو دین کے عقائد اور احکام شرعیہ بیان کرتے تھے یا حضرت عیسیٰ کے کلمۃ اللہ ہونے کی تصدیق کی' اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کی تصدیق کی یعنی تورات اور انجیل کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھیں یا نماز میں قیام کرنے والوں میں سے تھیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت کامل ہیں اور عورتوں میں صرف چار کاملہ ہیں: آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی' مریم بنت عمران' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴ قدیم۔ ج ۳۲ ص ۲۸۸ جدید' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۱۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۳۱)

امام ثعلبی اور علامہ قرطبی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے پاس گئے' اس وقت ان کی روح قبض ہونے والی تھی' آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! تمہاری تکلیف کو میں ناپسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف میں بہت خیر رکھی ہے' جب تم اپنی سوکنوں کے پاس جاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا' حضرت خدیجہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ مریم بنت عمران ہیں' آسیہ بنت مزاحم ہیں اور حضرت موسیٰ کی بہن حلیمہ ہیں۔

(الکشف والبیان ج ۹ ص ۳۵۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۸۸)

Marfat.com

سورۃ التحریم کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۸ محرم ۱۴۲۶ھ/۱۰ مارچ ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات سورۃ التحریم کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۲۸ فروری کو اس کی ابتداء کی تھی' اس طرح دس دن میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ الہ العالمین! اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمانا' اور باقی سورتوں کی تفسیر کو بھی مکمل کرادینا' اور میری اور میرے والدین اور قارئین کی مغفرت فرمادینا۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سیدنا محمد سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورة الملک

سورت کا نام

اس سورت کا نام الملک ہے اور یہ نام اس سورت کی درج ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ بِیَدِهِ الۡمُلۡكُ. (الملک:۱) وہ ذات نہایت بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے۔

اس سورت کے اور بھی کئی نام ہیں' اس سورت کا نام الواقیہ اور المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ عذابِ قبر سے بچاتی ہے اور نجات دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سورت کا نام المجادلہ رکھتے تھے کیونکہ یہ سورت قبر میں میت کی طرف سے بحث اور جدال کرتی ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۶ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۷ ہے' یہ سورة المؤمنون کے بعد اور سورة الحاقہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورة الملک کی فضیلت میں احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی ایک سورت میں تیس آیتیں ہیں' وہ جس شخص کی بھی شفاعت کریں گی اس کی مغفرت کردی جائے گی' وہ سورت ''تبارك الذی بیده الملك'' ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۴۰۰' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۸۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۷۸۶' مسند احمد ج۲ص۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد ج۱۳ص۳۵۳' المستدرک ج۱ص۵۶۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۶۰۲۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۸۷' شعب الایمان رقم الحدیث:۲۵۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک سورت ہے جس میں تیس آیتیں ہیں' وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کردے گی' وہ سورت ''تبارك'' ہے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث:۳۶۶۷' مکتبة المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا' اس میں ایک انسان سورة الملک پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس کو ختم کرلیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس کی خبر دی' آپ نے فرمایا: یہ سورت المانعة اور المنجیة ہے' یہ عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۸۹۰' شعب الایمان رقم الحدیث:۲۵۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ پسند ہے کہ یہ سورت یعنی

Marfat.com

"تبارك الذی بیدہ الملك" ہر مؤمن کے دل میں ہو۔

(المستدرک ج١ص ٥٦٥ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث:٢٠٧٦ طبع جدید شعب الایمان رقم الحدیث:٢٥٠٧)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ تبارک اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کر دے گی۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:٢٥٠٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ تبارک پڑھنے والے کی قبر میں ایک شخص داخل ہوگا اور اس کے پیروں کی جانب سے آئے گا تو اس کے پیر کہیں گے: تمہیں میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے' یہ شخص میرے پاس سورۂ تبارک الذی پڑھا کرتا تھا' پھر وہ شخص اس کے سینہ یا پیٹ کی جانب سے آئے گا تو اس کا سینہ یا پیٹ کہے گا: تمہیں میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے' یہ شخص میرے پاس سورۂ "تبارك الذی" پڑھا کرتا تھا' پھر وہ شخص اس کے سر کی طرف سے آئے گا تو اس کا سر کہے گا: تمہیں میری طرف سے آنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ شخص میرے پاس سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا' پس یہ سورت عذابِ قبر سے منع کرنے والی ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:٢٥٠٩)

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ المنجیۃ کی تلاوت کیا کرو' تبارک الذی ہے' کیونکہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص اس سورت کی تلاوت کرتا تھا اور اس کے علاوہ اور کسی سورت کی تلاوت نہیں کرتا تھا' اور وہ بہت گناہ کرتا تھا' پس اس سورت نے اپنے پر اس کے اوپر پھیلا دیئے اور کہا: اے میرے رب! اس کو معاف کر دے' کیونکہ یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا' سو رب نے اس کی شفاعت کو قبول فرمالیا' اور فرمایا: اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو اور اس کا ایک درجہ بلند کر دو۔ (سنن داری رقم الحدیث:٣٤٠٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢١ھ)

کعب بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی بیدہ الملک کی تلاوت کی' اس کی ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ستر گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (سنن داری رقم الحدیث:١٤١٠)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم الم تنزیل السجدۃ اور تبارک الذی کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے آپ نہیں سوتے تھے۔ (سنن داری رقم الحدیث:١٤١٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک تعجب خیز چیز دیکھی' میں نے دیکھا کہ ایک شخص بہت گناہ کرتا تھا وہ فوت ہوگیا' جب قبر میں عذاب اس کے پیروں کی طرف سے آتا یا اس کے سر کی طرف سے آتا تو پرندوں کی ایک قطار کی شکل میں ایک سورت اس سے عذاب کو دور کرنے کے لیے جھگڑا کرتی اور کہتی: یہ شخص میری تلاوت کیا کرتا تھا اور مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا کہ جو شخص دائماً میری تلاوت کرے گا میں اس کو عذاب نہیں دوں گا' پس اس شخص سے عذاب دور ہو گیا اور مہاجرین اور انصار اس سورت کو سیکھتے تھے اور کہتے تھے: وہ شخص نقصان زدہ ہے جس نے اس سورت کو نہیں سیکھا' وہ سورت ملک ہے۔

(الدر المنثور ج٨ص ٢١٨' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

سورت الملک کے مشمولات

☆ جس طرح بالعموم مکی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد پر زور دیا جاتا ہے' اسی طرح اس سورت میں بھی توحید' رسالت' قیامت' حشر ونشر اور جزا اور سزا کے مضامین کو بہت مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید' اس کی قدرت اور قیامت اور بعثت پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

☆ اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تمجید اور اس کی عظمت سے کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس دنیا کی سلطنت اور حکومت

Marfat.com

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ اقتدار میں ہے اور وہی لوگوں کو پیدا کرنے اور ان کو مارنے پر قادر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کرنے اور ان کو سیاروں اور ستاروں کے ساتھ مزین کرنے سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے اور شیاطین پر شہاب ثاقب گرا کر آسمانوں کی حفاظت کرنے سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس جہان کا نظام نہایت مضبوط اور منظم ہے اور اس میں کوئی خلل نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر میں سے یہ ہے کہ اس نے کافروں کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا ہے اور مؤمنوں کو مغفرت اور اجر کبیر کی بشارت دی ہے۔

☆ یہ بتایا ہے کہ وہ ہر ظاہر اور خفی اور کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے' اس نے انسان کو پیدا کیا اور زمین کو اس کی رہائش کے قابل بنا دیا اور زمین کو نیچے کی جانب دھنسنے سے محفوظ بنا دیا اور اس امت کے لیے آسمان کو سنگ باری سے مامون کر دیا تاکہ پچھلی امتوں کی طرح وہ آسمانی عذاب میں مبتلا نہ ہوں' فضا میں اڑنے والے پرندوں کو زمین پر گرنے سے روکے رکھا' یہ سب اُمور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلائل ہیں' سو ان نشانیوں سے یہ جاننا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنا چاہے تو کوئی اس کے عذاب کو ٹال نہیں سکتا۔

☆ سورت کے اخیر میں یہ بتایا کہ جس نے اس جہان کو بنایا اور چلایا' وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ قیامت سے اس سارے جہان کو نابود کر کے دوبارہ بنا ڈالے اور یہ کب ہوگا اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے' اور کفار کو اس سے ڈرایا ہے کہ اگر انہوں نے ہمارے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو پھر ان پر عذاب آئے گا اور اس سے ڈرایا ہے کہ تمہارے پینے کا پانی جس کو تم چشموں اور کنوؤں سے حاصل کرتے ہو اگر وہ اس پانی کو زمین میں دھنسا دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو پھر سے ان چشموں کو جاری کر سکے۔

☆ خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اس کے علم اور اس کی قدرت کے مظاہر سے استدلال کیا گیا ہے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا ہے' اور بندوں پر اللہ کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ حصولِ رزق کے لیے سعی اور جدوجہد کرو' پھر اللہ پر توکل کرو۔

سورۃ الملک کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کا آغاز کر رہا ہوں۔ الٰہ العالمین' اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق پر قائم رکھنا' باطل سے مجتنب رکھنا' حق وصداقت کے احقاق اور ناصواب اور باطل کے ردّ اور ابطال کی ہمت عطا فرمانا' وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز علیہ توکلت والیہ انیب۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۹ محرم ۱۴۲۶ھ/ ۱۱ مارچ ۲۰۰۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۶۷) سورة الملک مکیۃ (۷۷) | آیاتہا ۳۰ رکوعاتہا ۲

سورۃ الملک مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

تٰبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

وہ ذات نہایت بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے اور وہ ہر

قَدِیْرُۨ ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ

چیز پر قادر ہے O جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون

عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ

زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور وہ بے حد غالب بہت بخشنے والا ہے O جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی

(اے مخاطب!) تو رحمن کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا' پس دوبارہ دیکھ کیا تو (ان میں) کوئی

مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ

شگاف دیکھتا ہے؟ O پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ تیری نظر تھک کر

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ

تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی O اور بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور

جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾

ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا اور ان کے لیے دہکتی ہوئی دوزخ کا عذاب تیار کر دیا O

وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۶﴾

اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے' اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا

اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ

تو وہ دوزخ کی خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آ رہی ہوگی O گویا وہ ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی' جب بھی

Marfat.com

الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸

اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟O

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ

وہ کہیں گے: کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' پس ہم نے اس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا:

شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ

اللہ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی' تم صرف بڑی گمراہی میں ہوO وہ کہیں گے: کاش ہم غور سے سنتے یا

نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا

عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتےO پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے' سو دوزخیوں

لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ

کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہوO بے شک جو لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

ان کے لیے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہےO اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے' بے شک وہ دلوں کی

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ ع ۱

باتوں کو خوب جاننے والا ہےO کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بہت باریک بین اور بہت خبر رکھنے والا ہےO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ذات نہایت بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہےO جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے' اور وہ بے حد غالب بہت بخشنے والا ہےO جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے (اے مخاطب!) تو رحمان کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا' پس دوبارہ دیکھ کیا تو (ان میں) کوئی شگاف دیکھتا ہے؟O پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ تیری نظر تھک کر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گیO (الملک: ۴۔۱)

''تبارک'' کا صیغہ اور معنی اور اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا

الملک: ۱ میں ''تبارک'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''برکت'' ہے' علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

''برک'' کا اصل معنی اونٹ کا سینہ ہے اگرچہ یہ دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے' اونٹ چونکہ سینہ ٹیک کر بیٹھتا ہے' اس لیے اس کا معنی ٹھہرنا اور ثابت رہنا ہے' حوض میں جہاں پانی رک جائے اس کو برکہ کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی چیز میں خیر اور

Marfat.com

خوبی کے جمع ہونے کو بھی برکت کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غیر محسوس طریقہ سے خیر اور بھلائی حاصل ہوتی ہے اس کو بھی برکت کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف:۹۶) تو ہم ان پر آسمانوں اور زمینوں کی برکتیں کھول دیتے۔

(المفردات ج ۱ ص ۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۶ھ نے لکھا ہے: ''تبارك الله'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ برائیوں سے مقدس اور منزہ ہے' یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے تبارک نہیں کہا جاتا۔

(القاموس ص ۹۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

ابو العباس سے ''تبارك الله'' کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ بلند ہے' زجاج نے کہا: یہ برکت سے بنا ہے اور باب تفاعل پر ہے' ابن الانباری نے کہا: ''تبارك الله'' کا معنی ہے: ہر کام میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کی جائے' اللیث نے کہا: ''تبارك الله'' میں اللہ تعالیٰ کی تمجید اور تعظیم ہے' الجوہری نے کہا: ''تبارك الله'' کا معنی ہے: اللہ برکت والا ہے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۷ ص ۱۰۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے: برکت کی دو تفسیریں ہیں: (۱) بقاء اور ثبات (۲) فضیلت والے آثار اور علامات کی کثرت' پہلے معنی کے لحاظ سے ''تبارك الله'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ دائم اور ثابت ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے ''تبارك الله'' کا معنی ہے: تمام خیرات اور کمالات کا منبع اور مصدر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' پس تبارک کے لفظ میں جو ثناء اور حمد ہے وہ صرف اللہ عزوجل کی شان کے لائق ہے' زجاج کا مختار ہے' ہر خیر کی کثرت' تبارک کے لفظ سے مضارع' امر' اسم فاعل وغیرہ نہیں آتے اور نہ اس کی گردان آتی ہے' قاضی بیضاوی نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ وحدانیت' الوہیت اور ربوبیت کے ساتھ متفرد ہے۔

(روح المعانی جز ۸ ص ۲۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس کے بعد فرمایا: جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے۔

اس آیت میں ہاتھ سے مراد جسمانی عضو نہیں ہے' بلکہ وہ ہاتھ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے یا اس سے مجازاً قبضہ اور قدرت اور تصرف مراد ہے جیسے ہمارے محاورہ میں بھی کہا جاتا ہے: فلاں چیز یا فلاں کام میرے ہاتھ میں ہے۔

الملک: ۲ میں فرمایا: جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے O

موت اور حیات کے معانی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کا معنی ہے: کسی چیز کو وجود عطا کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ موت بھی حیات کی طرح وجودی چیز ہے' عدمی نہیں ہے۔

موت حیات کے مقابل ہے' اس لیے اس کا معنی حیات کے اعتبار سے ہے (۱) انسان' حیوان اور نباتات میں نشو ونما کی قوت کو زائل کرنا' جیسے قرآن مجید میں ہے:

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط. (الروم:۱۹) وہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔

Marfat.com

یعنی زمین میں اگانے کی صلاحیت کو زائل کرنے کے بعد اس میں پھر اگانے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔

(۲) حواس کی قوتوں کو زائل کر دینا جس طرح حضرت مریم نے دعا کی:

یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا . (مریم:۲۳) اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔

(۳) قوت عاقلہ کو زائل کرنا اور اس کو جہالت سے تعبیر کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى . (النمل:۸۰) بے شک آپ مُردوں (بے عقل لوگوں) کو نہیں سناتے۔

(۴) ایسا رنج اور غم جو زندگی سے مایوس کر دے اور حواس کو معطل کر دے۔

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ . (ابراہیم:۱۷) دوزخی کو ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی اور وہ مرنے والا نہیں ہے۔

(۵) نیند جس سے حواس اور مشاعر عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نیند خفیف موت ہے اور موت ثقیل نیند ہے' اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے نیند کو وفات فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ . (الانعام:۶۰) اور وہی ہے جو رات میں تم پر موت (نیند) طاری کرتا ہے۔

(۶) قوت حیوانیہ کا زوال اور روح کا جسم سے الگ ہونا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر:۳۰) بے شک آپ پر موت آنی ہے اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے ۝

(جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اول کا غیر ہوتا ہے' پس آپ کی موت کفار کی موت کے مغائر ہے' آپ کی روح آپ کے جسم مبارک سے ایک آن کے لیے الگ ہوئی اور ان کی روح قیامت تک کے لیے ان کے جسم سے الگ ہوگئی۔)

(المفردات ج ۲ ص ۶۱۷۔۶۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اسی طرح حیات کے بھی متعدد معانی ہیں:

(۱) نشوونما کی وہ قوت جو حیوانات اور نباتات میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ . (الانبیاء:۳۰) اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

(۲) حواسِ خمسہ ظاہرہ اور حواسِ خمسہ باطنہ کی قوتوں کو بھی حیات کہا جاتا ہے' اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ . (فاطر:۲۲) اور زندہ اور مردے برابر نہیں ہیں۔

(۳) قوتِ عاملہ اور قوتِ عاقلہ کو بھی حیات کہا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ . (الانعام:۱۲۲) جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کے لیے ایسا نور بنا دیا جس کے سبب سے وہ آدمیوں میں چلتا ہے۔

(۴) دنیاوی تفکرات اور رنج و غم کے اٹھ جانے کو بھی حیات کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ . (آل عمران:۱۶۹) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

جیسا کہ بہ کثرت احادیث میں ہے: شہداء کی روحیں لذت حاصل کر رہی ہیں۔

(۵) حیاتِ اخرویہ ابدیہ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ بے شک آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے ۝

(العنکبوت: ۶۴)

یعنی حقیقی اور سرمدی زندگی وہ زندگی ہے جس پر فنا نہ آئے' نہ کہ وہ زندگی جو کہ ایک مدت تک رہتی ہے پھر فنا ہو جاتی ہے۔

(۶) وہ حیات جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ متصف ہے' یعنی وہ حیات جس پر موت کا آنا ممکن ہی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ (البقرہ: ۲۵۵) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' جو ہمیشہ زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے' نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔

(المفردات ج ۱ ص ۱۸۳-۱۸۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے اور آزمانے کی توجیہ

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے۔

یعنی تم میں سے کون زیادہ حرام اور مکروہ کاموں سے بچنے والا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت زیادہ ولولہ اور سرگرمی سے کرنے والا ہے۔ اس نے موت کو جزاء اور سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے اور حیات کو آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابتلاء کا معنی تجربہ اور امتحان ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بندے اس کی اطاعت کر رہے ہیں یا اس کی نافرمانی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو ازلاً ابداً تمام معلومات کا علم ہے تو اس کے حق میں امتحان لینے کا معنی کس طرح متصور ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً امتحان نہیں لیتا کیونکہ اس کو پہلے سے ہی نتائج کا علم ہے بلکہ وہ بندوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے جس طرح ممتحن طلبہ کے ساتھ کرتا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کو انعامات سے نوازے اور بدکاروں کو سزا دے تو کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اس نے نیکوں کو فضول انعام دیئے اور بدوں کو بلاوجہ سزا دی' اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر اپنی حجت پوری کرے گا اور آخرت میں یہ بتانا ہے کہ نیکوں کو انعام سے اس لیے نوازا کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو گئے اور بدوں کو اس لیے سزا دی کہ وہ امتحان میں ناکام ہو گئے' دراصل یہ ساری دنیا اور اس کی زندگی امتحان گاہ ہے اور روزِ آخرت دارالجزاء ہے۔

الملک: ۳ میں فرمایا: جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے (اے مخاطب!) تو رحمان کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھ سکے گا' پس دوبارہ دیکھ کیا تو ان میں کوئی شگاف دیکھتا ہے؟ ۝

رحمٰن کے نظم تخلیق میں کسی قسم کی کجی کا نہ ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم رحمٰن کی بناوٹ میں کوئی ٹیڑھ' تناقض اور تباین نہیں پاؤ گے بلکہ یہ بناوٹ بالکل مستقیم اور سیدھی ہے جو اپنے خالق کے حسن تخلیق پر دلالت کرتی ہے' اگرچہ اس بناوٹ کی صورتیں اور صفات مختلف ہیں۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کی بناوٹ میں کوئی عیب نہیں ہے۔

تفاوت کا اصل معنی فوت ہے' یعنی کسی چیز کا فوت ہو جانا اور اس کی وجہ سے اس کی بناوٹ میں کوئی خلل اور عیب آ جائے۔

اور فرمایا: پس دوبارہ دیکھ کیا تو ان میں کوئی شگاف دیکھتا ہے۔

Marfat.com

یعنی اپنی نظر آسمان کی طرف پھیر دیا اپنی نظر آسمان کی طرف پلٹاؤ اور کوشش کر کے آسمان کی طرف دیکھو‘ تمہیں آسمانوں میں کوئی شگاف نظر نہیں آئے گا۔

الملک:۴ میں فرمایا: پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ تیری نظر تھک کر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی O

بار بار دیکھنے کے حکم کی توجیہ

اس آیت میں بار بار آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ جب انسان کسی چیز کی طرف صرف ایک بار دیکھے تو اس کے نزدیک اس کے عیوب اور قبائح منکشف نہیں ہوتے‘ حتیٰ کہ جب وہ کسی چیز کی طرف بار بار غائر نظر سے دیکھتا ہے تو اس کی پوری حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا‘ اور ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا اور ان کے لیے دہکتی ہوئی دوزخ کا عذاب تیار کر دیا O اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو وہ دوزخ کی خوفناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آ رہی ہوگی O (الملک: ۷۔۵)

ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے کی تحقیق

اس آیت میں ''مصابیح'' کا لفظ ہے اور یہ ''مصباح'' کی جمع ہے اور اس کا معنی چراغ ہے‘ ستاروں کو ان کے روشنی پہنچانے کی وجہ سے چراغ کہا جاتا ہے۔

اور فرمایا: ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آگ کے گولے پیدا کیے جن سے ان شیطانوں کو مار بھگایا جاتا ہے جو فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے چوری چھپے آسمانوں پر جاتے ہیں‘ اس تفسیر کی بناء پر ستارے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں‘ ان ستاروں سے شیاطین کو رجم نہیں کیا جاتا یعنی مار بھگایا نہیں جاتا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان ستاروں سے شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے اور ستارہ بنفسہٖ نہیں مارا جاتا‘ اس سے کچھ اجزاء جھڑ جاتے ہیں‘ ان اجزاء سے شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے‘ اور ستاروں کے کچھ اجزاء جھڑنے سے ان کی صورت اور ان کی روشنی دینے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین کاموں کے لیے پیدا فرمایا ہے: وہ آسمانوں کی زینت ہیں‘ وہ شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ ہیں‘ جنگلوں اور سمندروں میں ان کو رہ نمائی کی علامت بنایا ہے‘ جس نے ان تین باتوں کے علاوہ ستاروں کے متعلق کوئی اور تاویل کی اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا‘ قتادہ کی مراد یہ ہے کہ جس نے ستاروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اس جہان میں تاثیر اور تصرف کرتے ہیں‘ ان کی وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور تکوینی اُمور کا ظہور ہوتا ہے یا جیسے ہمارے زمانہ میں نجومی کہتے ہیں کہ جب فلاں ستارہ فلاں برج میں ہو تو فلاں کام ہوتا ہے اور وہ تاریخ پیدائش کے حساب سے لوگوں کے ستارے بتاتے ہیں‘ یہ سب ان کے عقلی ڈھکوسلے اور تک بندیاں ہیں‘ شریعتِ اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے‘ نجومی کا غیب کی باتیں بتانا اور اس سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کی تصدیق کرنا حرام ہے اور اس میں ایمان جانے کا خطرہ ہے۔

محمد بن کعب نے کہا: اللہ کی قسم! زمین والوں کے لیے آسمان میں کوئی مؤثر ستارہ نہیں ہے لیکن گم راہ لوگوں نے اس کو کہانت کا ذریعہ بنایا ہے۔

Marfat.com

شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

شہاب، وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرۂ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظامِ شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم ہیئت ص ۱۱۰)

وہ چمکتا ستارہ جو آسمان سے گرتا یا آتش بازی کی طرح چھوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

شہاب ثاقب کا ٹکڑا جو راکھ ہونے سے پہلے زمین تک پہنچ جاتا ہے اور دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا ہے بعض اوقات ایسے شہابیے زمین پر گر پڑتے ہیں جن کا سائز کافی بڑا ہوتا ہے۔ (اُردو لغت ج ۱۲ ص ۵۰۷ مطبوعہ محیط اردو پریس کراچی ۱۹۹۱ء)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

جلتی ہوئی آگ کے چمک دار شعلہ کو شہاب کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے: جب جنات فرشتوں کی باتیں چوری سے سنتے ہیں تو بسا اوقات ان کو شہاب پکڑ لیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ یہ باتیں کسی کے دل میں القاء کریں اور شہاب سے آپ کی مراد ہے: جو رات کو ستارے کی مانند ٹوٹتا ہے اور وہ اصل میں آگ کا ایک شعلہ ہوتا ہے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۴۵۸۔ ۴۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شہاب ثاقب کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جب تم زمانۂ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ کرام نے کہا: ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات پر لیکن ہمارا رب عزوجل جب کسی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ اس آسمان تک تسبیح پہنچ جاتی ہے پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں پھر ہر نچلے آسمان والا اپنے سے اوپر آسمان والے سے پوچھتا ہے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہے اور شیاطین چوری سے اس خبر کو سن لیتے ہیں پھر وہ یہ خبر اپنے چیلوں اور دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو وہ حق ہے لیکن وہ اس میں تحریف کرتے ہیں اور اس میں کچھ اور باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۴ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۸ ص ۱۳۸)

سنن ترمذی اور مسند احمد وغیرہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر چڑھتے تھے اور ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے جو اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوں اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے یہ عمل نہیں ہوتا تھا اور شیاطین کو آسمان پر چڑھنے اور فرشتوں کی باتیں سننے سے منع نہیں کیا جاتا تھا حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے' پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کیا چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا۔ ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے قرآن کو سنا تو انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز جو تمہارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے' پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے' ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں قرار دیں گے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۱۔۷۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۲۴)

اور ایک قول یہ ہے کہ شہاب ثاقب کا گرنا پہلے بھی دکھائی دیتا تھا اور معروف تھا لیکن شیاطین کو ان کے ذریعہ دور کرنا اور جلانا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد شروع ہوا ہے' اسی لیے جنات نے اپنے دور کیے جانے پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا اور اس کا سبب تلاش کیا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۶۶۔۳۶۴' مطبوعہ دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ دو متعارض اور مختلف حدیثیں ہیں۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی شہاب ثاقب گرائے جانے کا معمول تھا اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر آپ کی بعثت کے بعد شروع ہوا ہے اور ظاہر قرآن میں بھی اس کی تائید ہے۔ اسی وجہ سے علماء میں اختلاف ہوا' جاحظ نے یہ کہا کہ آپ کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب گرانے کا معمول نہیں تھا اور امام غزالی نے یہ کہا کہ آپ سے پہلے بھی یہ معمول تھا لیکن آپ کی بعثت کے بعد یہ بہت زیادہ ہوگیا اور اس طرح ان حدیثوں کا تعارض دور ہوگیا۔ (المفہم ج ۷ ص ۴۲۱۔۴۲۰' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ زہری سے سوال کیا گیا: زمانہ جاہلیت میں ستاروں کو شیاطین پر پھینکا جاتا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن اسلام آنے کے بعد اس میں زیادہ تغلیظ اور تشدید کی گئی اور یہ ان مختلف حدیثوں میں عمدہ تطبیق ہے۔ پھر میں نے وہب بن منبہ کی ایسی روایت دیکھی جس سے اشکال دور ہوجاتا ہے اور ان مختلف حدیثوں میں تطبیق ہوجاتی ہے' انہوں نے کہا: پہلے ابلیس تمام آسمانوں پر چڑھا کرتا تھا اور جس جگہ چاہتا تھا پھرتا رہتا تھا' جب سے حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تھے' اس کا یہی معمول تھا اور اس کو منع نہیں کیا جاتا تھا' حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا' پھر اس کو چوتھے آسمان تک چڑھنے سے روک دیا گیا اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو پھر اس کو بقیہ تین آسمانوں پر بھی چڑھنے سے روک دیا گیا' پھر ابلیس اور اس کا لشکر چوری چھپے جا کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے تو ان پر ستارے مارے جاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۶۷۳۔۶۷۲' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے پر اعتراضات کے جوابات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں: اس مقام پر منکرین کے چند شبہات ہیں' ہم ان کے جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱) قدیم فلاسفہ کی کتابوں میں بھی ستاروں کے ٹوٹنے کا ذکر ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جب دھوپ سے زمین گرم ہو جاتی ہے تو اس سے خشک بخارات اوپر چڑھتے ہیں اور جب وہ آسمان کے قریب طبقہ نار میں پہنچتے ہیں تو جل جاتے ہیں اور اسی شعلہ کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب موجود تھے' اور ان کے دیگر طبعی اسباب تھے' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی اور سبب سے شہاب ثاقب پائے جائیں اور وہ سبب ہے ان جنات کو مار بھگانا جو فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں کے اوپر چڑھتے ہیں۔ زہری سے پوچھا گیا: کیا زمانۂ جاہلیت میں بھی شیطانوں پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ

اور ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو اسے سخت محافظوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا○ اور ہم پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے' سو اب جو بھی سننے کے لیے جاتا وہ ایک شعلہ کو اپنی گھات میں پاتا ہے۔ (الجن: ۹۔۸)

(۲) یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں جنات ہزاروں بار آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جائیں اور ان کو ہزاروں بار جلا دیا جائے' اس کے بعد وہ پھر اوپر جائیں جب کہ عقل والے کو پتا چل جائے کہ فلاں کام کرنے سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو پھر وہ دوبارہ اس کام کو نہیں کرتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی ہلاکت کو ان کے لیے مقدر کر دیا ہے اور جو کام تقدیر میں ہو وہ پورا ہو کر رہتا ہے' اور جب تقدیر کا لکھا ہوا آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے۔

(۳) احادیث میں ہے: آسمان کی موٹائی اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت پانچ سو سال میں طے ہوتی ہے' اور ان جنات کا آسمان کے اجسام میں نفوذ کرنا اور آسمانوں کے اتصال کو منقطع کرنا باطل ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: آسمانوں میں کوئی شگاف نہیں ہے اور جب وہ آسمانوں میں نفوذ نہیں کر سکتے تو اتنی دور سے ان کے لیے فرشتوں کی باتیں سننا کس طرح ممکن ہے اور اگر وہ اتنی دور سے فرشتوں کی باتیں سن سکتے ہیں تو پھر ان کا آسمانوں پر جانا کیا ضروری ہے' وہ زمین سے بھی فرشتوں کی باتیں سن سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے زمین سے فرشتوں کی باتیں سننے میں جنات کے لیے کوئی طبعی رکاوٹ اور دشواری ہو یا وہ زیادہ تحقیق اور تاکید کے لیے فرشتوں کے قریب پہنچ کر ان کی باتیں سننا چاہتے ہوں۔

(۴) فرشتے مستقبل کی باتوں پر لوحِ محفوظ کے مطالعہ سے مطلع ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتا ہے' ہر دو صورتوں میں فرشتے ان اُمور پر سکوت کیوں نہیں کرتے اور ان اُمور کے متعلق آپس میں گفتگو کیوں کرتے ہیں' جس وجہ سے جنات کو ان کی باتیں سننے کا موقع ملتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق بھی امر الٰہی سے ہے' تقدیر میں اسی طرح تھا کہ فرشتے مستقبل کے کاموں کے متعلق

Marfat.com

باتیں کریں گے اور شیاطین ان کو چوری چھپے سننے کے لیے آسمانوں کے اوپر جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں' جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے' پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے' جب فرشتوں کے دلوں سے کچھ خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہتے ہیں: اس نے جو کچھ فرمایا' وہ حق ہے اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے' پھر فرشتوں کی گفتگو کو چرانے والے شیطان ان باتوں کو چوری سے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دکھایا اور کہا: شیطان اس طرح ایک دوسرے کے اوپر تلے ہوتے ہیں اور یہ فرشتوں کی گفتگو کو چوری سے سننے والے ہیں' بعض اوقات اس چوری سے سننے والے کو آگ کا ایک شعلہ آ کر لگتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ساتھی کو یہ بتائے کہ اس نے کیا سنا تھا وہ شعلہ اس سننے والے کو جلا ڈالتا ہے اور بعض اوقات وہ شعلہ اس کو نہیں لگتا حتیٰ کہ وہ سننے والا اپنے قریب والے کو بتا دیتا ہے' پھر وہ اس کو بتا دیتا ہے جو اس سے نیچے ہوتا ہے' حتیٰ کہ وہ ان باتوں کو زمین تک پہنچا دیتے ہیں' پھر وہ یہ باتیں جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ ان باتوں کے ساتھ سو جھوٹ اور ملا لیتا ہے' پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے' اور لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس جادوگر نے ہم کو فلاں دن ایسی ایسی خبر نہیں دی تھی اور ہم نے اس کی خبر کو سچا پایا تھا اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس نے آسمان کی خبر سن لی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۰۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۳-۴۷۲۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۴)

(۵) شیاطین آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور آگ پر آگ ماری جائے تو وہ اس کو جلائے گی نہیں بلکہ اس کی حرارت میں اور تقویت پیدا کرے گی' پس یہ کیسے معقول ہوگا کہ شیاطین پر آگ کے گولے مار کر ان کو بھگایا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آگ کی ایک قسم دوسری قسم سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور جو زیادہ قوی ہوگی وہ کم زور کو نقصان پہنچائے گی۔

(۶) شیاطین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے رجم کیا جاتا تھا تو آپ کی وفات کے بعد رجم کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کاہنوں کی خبر کو باطل کرنے کے لیے رجم شیاطین کو برقرار رکھا گیا ہے۔

(۷) رجم شیاطین زمین کے قریب ہوتا ہے' اگر یہ آسمان کے قریب ہوتا تو ہم اس کا مشاہدہ نہ کر سکتے جیسا کہ ستاروں کی حرکات کا مشاہدہ نہیں کرتے اور جب یہ رجم زمین کے قریب ہوتا ہے تو پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس رجم کی وجہ سے شیاطین آسمانوں تک نہیں پہنچ سکتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بُعد مسافت سماعت سے مانع نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات میں یہ عادت جاری کر دی ہو کہ وہ آسمانِ دنیا سے فرشتوں کی باتیں سن سکتے ہوں' اس لیے ان کو آسمانِ دنیا سے دور رکھا جاتا ہے اور وہیں ان کو آگ کے گولے آ کر لگتے ہوں جو زمین سے قرب کی وجہ سے ہمیں نظر آتے ہیں۔

(۸) اگر شیاطین کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ فرشتوں کی دی ہوئی خبریں کاہنوں کی طرف منتقل کر دیں تو ان کے لیے یہ ممکن کیوں نہیں ہے کہ وہ مؤمنوں کے راز کی باتیں کفار کو پہنچا دیں اور اس کے سبب سے کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتوں کی باتیں سننے پر قادر کر دیا ہو اور مسلمانوں کی باتیں سننے اور ان کو کفار تک پہنچانے سے عاجز کر دیا ہو۔

Marfat.com

(۹) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ابتداءً آسمان پر چڑھنا محال کیوں نہ کر دیا حتیٰ کہ انہیں بھگانے کے لیے آگ کے گولے مارنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا حتیٰ کہ پھر اس کا رد کرنے کے لیے نبیوں کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی' دراصل اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ○ (الانبیاء:۲۳) وہ اپنے کاموں پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں ○

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۸۶۔۵۸۴ مخرجاً وزائداً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الملک: ٦ میں فرمایا: اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے' اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○

کفار کو دوزخ کا عذاب دینے کی توجیہ

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ'' (الملک:۱) یعنی تمام کائنات پر اس کا اقتدار اور قبضہ ہے' پھر یہ بتایا کہ اس نے اس کائنات کو عبث اور فضول نہیں پیدا کیا بلکہ مخلوق کا امتحان لینے کے لیے پیدا کیا ہے کہ کون اچھے اور نیک عمل کرتا ہے'' لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا '' (الملک:۲) اور یہ بتایا کہ وہ عزیز اور غفور ہے' کافروں کو سزا دینے پر غالب ہے اور مومنوں کو جزا دینے اور بخشنے پر قادر ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا علم بھی کامل ہو اور اس کی قدرت بھی کامل ہو اور جب وہ عالم اور قادر ہے تو اس کا تقاضا اس آیت میں بیان فرمایا: اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

الملک: ۷ میں فرمایا: جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو وہ دوزخ کی خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آ رہی ہوگی ○

دوزخ میں چنگھاڑ کی تفسیر میں تین اقوال

قیامت کے دن کفار کو اٹھا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور وہاں کفار ایک خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے' یہ چنگھاڑ کس کی ہوگی' اس کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) مقاتل نے کہا: یہ دوزخ کی چنگھاڑ ہوگی' ہو سکتا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ کے شعلوں کی لپٹ کی آواز ہو' زجاج نے کہا: کفار دوزخ کی چنگھاڑ سنیں گے اور وہ گدھے کی آواز کی طرح سب سے قبیح آواز ہے' مبرد نے کہا: یہ دوزخ کے سانس لینے کی آواز ہے۔

(۲) عطاء نے کہا: جو لوگ دوزخ میں پہلے سے پڑے ہوں گے وہ عذاب کی شدت سے چلا رہے ہوں گے' کفار ان کی آوازوں کو سنیں گے۔

(۳) وہ خود اپنی آوازوں کو سنیں گے' قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ○ (ھود:۱۰۶) رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں وہ چیخیں گے اور چلائیں گے ○

اس آیت میں ''شھیق'' اور ''زفیر'' کا ذکر فرمایا ہے' ''شھیق'' کفار کی وہ آواز ہوگی جب انہیں دوزخ میں جھونکا

Marfat.com

جائے گا' ایک قول یہ ہے کہ''شھیق'' وہ آواز ہوگی جو ان کے سینوں سے نکلے گی اور''زفیر'' ان کی وہ آواز ہوگی جو ان کے حلق سے نکلے گی۔ان تین اقوال میں مختار قول پہلا ہے۔اس وقت وہ جوش میں آ رہی ہوگی جیسے ہنڈیا میں پانی جوش مارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گویا وہ ابھی شدتِ غضب سے پھٹ جائے گی جب بھی اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟○ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' پس ہم نے اس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا: اللہ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی' تم صرف بڑی گم راہی میں ہو○ وہ کہیں گے: کاش! ہم غور سے سنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے○ پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے' سو دوزخیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہو○ بے شک جو لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے○ اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بہت باریک بین اور بہت خبر رکھنے والا ہے○ (الملک: ١٤۔٨)

دوزخ کے غیظ وغضب میں آنے کی توجیہ اور مرجئہ کا ردّ

الملک: ٨ میں دوزخ کے متعلق فرمایا ہے: گویا وہ ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی' جب دل کا خون جوش میں آتا ہے تو اس کو غضب کہتے ہیں اور شدت غضب کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ جوش میں ہو جیسے کھولتا ہوا پانی اُبل رہا ہو' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوزخ زندہ جان داروں میں سے نہیں ہے پس اس کو غیظ سے متصف کرنا کس طرح درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حیات کے لیے حیوانی ڈھانچہ شرط نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آگ میں حیات پیدا کر دے' کیا قرآن مجید میں پہاڑوں اور پتھروں کی حیات کا ذکر نہیں ہے۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔
(البقرہ: ٧٤)

يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ (سباء: ١٠) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم ہے۔

اور حدیث میں ہے: کھجور کا تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے' جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے کھجور کے تنے کی ایسی آواز سنی جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٩١٨' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٤٩٥' مسند احمد ج ٥ ص ٤٢٧' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ١١٢٤)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں اعلان نبوت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا' میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب: ١۔رقم حدیث الباب: ٢۔رقم الحدیث بلاتکرار: ٢٢٧٧)

سو قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے واضح ہو گیا کہ حیات کے لیے حیوانی ڈھانچہ ضروری نہیں ہے' اللہ تعالیٰ جس چیز

Marfat.com

میں چاہتا ہے حیات پیدا فرما دیتا ہے اس لیے دوزخ کا غیظ وغضب میں آنا مستبعد نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا: جب بھی اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

مرجئہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ دوزخ میں صرف کافروں کو ڈالا جائے گا اور مؤمن مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا' ان کا یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مؤمنین فساق پر بھی عذاب کی وعید ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون: ۴۔۵) ان نمازیوں کے لیے دوزخ کی وادی ہے ۝ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں ۝

الملک: ۱۰۔۹ میں فرمایا: وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' پس ہم نے اس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا: اللہ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی' تم صرف بڑی گم راہی میں ہو ۝ وہ کہیں گے: کاش! ہم غور سے سنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے ۝

رسولوں کی ہدایت کا عقل پر مقدم ہونا

ان آیتوں میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن مشرکین اس کا اعتراف کریں گے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر ان کے عذر کو زائل کر دیا تھا اور خود انہوں نے ہی رسولوں کی تکذیب کی اور یہ کہہ کر ان کی توہین کی کہ تم صریح گم راہی میں ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محافظ فرشتوں نے کفار سے یہ کہا ہو کہ تم صریح گم راہی میں ہو لیکن یہ احتمال نظم قرآن کے خلاف ہے' اس کے بعد کفار اپنی مذمت کریں گے کہ دراصل قصور ہمارا ہی ہے' ہم نے عقل سے کام نہیں لیا اور رسولوں کو پیغام اور ان کی ہدایت اور ان کے وعظ کو غور سے نہیں سنا۔

اس آیت میں سننے کو عقل سے کام لینے پر مقدم کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ہدایت رسولوں کی تعلیم سے ہوتی ہے' از خود اپنی عقل سے کام لینے سے نہیں ہوتی' یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے واسطے کے بغیر از خود اپنے خالق کی معرفت کی کوشش کی وہ گم راہی میں مبتلا ہو گئے' کوئی سورج کی پرستش کرنے لگا' کوئی آگ کی' کوئی درختوں کی' کوئی جانوروں کی اور کوئی دیوتاؤں کے مجسمے بنا کر ان کو پوجنے لگا' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سمع کو بصر پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ ہدایت کے حصول کا تعلق رسولوں کی بات سننے سے ہے' دیکھنے سے نہیں ہے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے: الملک: ۱۰ سے معلوم ہوا کہ کافروں کو عقل نہیں دی جاتی کیونکہ انہوں نے کہا: کاش! ہم عقل سے کام لیتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ص ۱۹۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے' اگر کفار کو عقل نہ دی جاتی تو ان کو مکلّف کرنا صحیح نہ ہوتا اور اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ کفار نے کہا: کاش! ہماری عقل ہوتی بلکہ یہ کہا ہے کاش! ہم عقل سے کام لیتے۔

الملک: ۱۱ میں فرمایا: پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے سو دوزخیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہو ۝

''سحق'' کا معنی اور تقویٰ کا بیان

کفار کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب اور توہین کی۔

اس آیت میں ''سحقا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ان کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہو' زجاج نے کہا: اس آیت کا

Marfat.com

معنی ہے: اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا' کفار کی وعید کے بعد اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے وعد کا ذکر فرما رہا ہے۔

الملک: ۱۲ میں فرمایا: بے شک جو لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے O

اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جب شیطان ان کے دلوں میں شبہات ڈالتا ہے تو وہ دلائل سے ان شبہات کو زائل کرتے ہیں اور جب وہ ان کو معصیت کی ترغیب دیتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور معصیت کی ترغیبات کو قبول نہیں کرتے۔

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے تو انسان بے حیائی اور بُرائی کے کام نہیں کرتا لیکن تقویٰ اور خدا خوفی یہ ہے کہ جب وہ تنہائی میں بے حیائی اور گناہ کے کام پر قادر ہو اور اس کے نفس میں گناہ کی ترغیب اور تحریک بھی ہو' اس وقت وہ اللہ کے خوف سے گناہ سے باز رہے اور جو خلوت میں گناہ سے اجتناب کرے گا وہ جلوت میں بہ طریق اولیٰ گناہ سے اجتناب کرے گا' سو اجر عظیم اسی شخص کے لیے ہوگا جو کامل متقی ہو اور جس مؤمن نے گناہ بھی کیے اور وہ بغیر توبہ کیے مر گیا' اس کو دائماً عذاب نہیں ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے اس کو معاف کر دے' یا پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں چلا جائے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۸۔۷)

سو جس نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا O اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بُرائی کی وہ اس کی سزا پائے گا O

الملک: ۱۳ میں فرمایا: اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے' بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر دلائل

مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو باتیں کرتے تھے وہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو بتا دیتے تھے' تب مشرکین نے آپس میں کہا: آہستہ آہستہ باتیں کیا کرو کہیں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا سن نہ لے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں تمام مخلوق سے ان کے تمام کاموں اور ان کی تمام باتوں کے متعلق ارشاد ہے کہ تم کوئی کام چھپا کر کرو یا دکھا کر کرو یا کوئی بات چپکے سے کرو یا زور سے کرو' اللہ تعالیٰ کو تمہاری تمام باتوں اور تمام کاموں کا علم ہے۔

الملک: ۱۴ میں فرمایا: کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بہت باریک بین اور بہت خبر رکھنے والا ہے O

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو نہ جانتا ہو' دلوں کو بھی اس نے پیدا کیا ہے اور دلوں میں خیالات کو بھی اس نے پیدا کیا ہے تو وہ دلوں کی باتوں کو کیسے نہیں جانتا۔

استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں سے کئی اسماء کا تعلق علم سے ہے' ان میں سے ایک اسم علیم ہے' اس کا معنی ہے: وہ تمام معلومات کا عالم ہے' اور اس کا ایک اسم خبیر ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہر چیز کو اس کے وقوع سے پہلے جانتا ہے اور ان میں سے ایک اسم حکیم ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہر چیز کے باریک اسرار کو جانتا ہے اور ایک اسم شہید ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہر حاضر اور غائب کو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے' اور ایک اسم حافظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ کوئی چیز بھولتا نہیں ہے اور ایک اسم المحصی ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کی کثرت اس کے علم کے لیے مانع نہیں ہے مثلاً سورج کی روشنی' شعاعوں کے باریک ذرات' آندھیوں سے پتوں کا گرنا' وہ ان میں سے ہر ہر جز کو اور اس کی ہر ہر حرکت کو جانتا ہے اور وہ کیسے نہیں جانے گا اسی نے تو ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم اور چلنے کے قابل بنا دیا' سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی دی ہوئی

مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ

روزی میں سے کھاؤ' اور اسی کی طرف سب نے اٹھ کر جانا ہے O کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم کو

بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ

زمین میں دھنسا دے پھر اچانک وہ زمین لرزنے لگے O کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر کنکریاں

عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ

برسانے والی تیز ہوا بھیج دے' پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا O اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے

قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ

جھٹلایا تھا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا O کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پر پھیلائے ہوئے اور (کبھی) پر سمیٹے ہوئے پرندوں

یَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

کو نہیں دیکھا' ان کو (فضا میں) رحمن کے سوا کوئی روک نہیں سکتا' بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے O

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ

بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے' کافر تو

الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ ۚ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ

صرف دھوکے میں ہیں O یا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے' اگر اللہ اپنا رزق دینا بند کر

رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی

دے' بلکہ کافر اپنی سرکشی میں اور نفرت میں راسخ ہو چکے ہیں O بھلا جو شخص منہ کے

وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ

بل اوندھا چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا چلے؟ O آپ کہیے:

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

شکر ادا کرتے ہو○ آپ کہیے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے○

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا

وہ کہتے ہیں: (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟○ آپ کہیے: اس کا علم تو

الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـــــَٔتْ

اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں○ پھر جب وہ (عذاب کو) قریب آتا

وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾

دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ

آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو

الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ

دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟○ آپ کہیے: وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر

تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

ہم نے توکل کیا ہے، پس عنقریب تم جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے○ آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ کہ

اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع ٢ ١٦ ٢

اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لا کر دے گا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے نرم اور چلنے کے قابل بنا دیا' سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف سب نے اٹھ کر جانا ہے○ کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر اچانک وہ زمین لرزنے لگے○ کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر

Marfat.com

کنکریاں برسانے والی تیز ہوا بھیج دے پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھاO (الملک: ۱۷۔۱۵)

زمین کو نرم اور مسخر بنانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی ہر کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور اب اس طرح بتا رہا ہے کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ میں تمہاری ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہوں تو اے کافرو! تم مجھ سے ڈرو اور وہ کام نہ کرو جن کی وجہ سے میں تم کو عذاب دوں' تم اس زمین کے راستوں میں چلتے ہو اور تم یہ سمجھتے ہو کہ اس زمین میں چلنے سے تمہیں نقصان نہیں ہوگا حالانکہ میں نے ہی تو اس زمین کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور اس میں تمہارے نفع کی چیزیں رکھی ہیں' اگر میں چاہوں تو تم کو اس زمین میں دھنسا دوں اور آسمان سے تم پر پتھر برسا دوں۔

اس آیت میں ''ذلول'' کا لفظ ہے' یہ ''ذلة'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: اطاعت کرنا اور نرم ہونا' اور اس زمین کو نرم اور تابع بنانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اگر یہ زمین پتھریلی اور بہت سخت ہوتی تو اس پر چلنا بہت دشوار ہو جاتا۔

(۲) اگر یہ زمین نرم نہ ہوتی تو اس میں بنیادیں کھودنا اور اس پر عمارتیں بنانا بہت دشوار ہو جاتا۔

(۳) اگر یہ زمین سونے' چاندی' لوہے' پیتل یا کسی اور معدن کی بنی ہوتی تو گرمیوں میں تپ کر سخت گرم اور سردیوں میں سخت ٹھنڈی ہو جاتی اور اس میں کھیتی باڑی کرنا ممکن نہ ہوتا اور اس میں مُردوں کو دفن کرنا بھی محال ہو جاتا۔

اور اس میں ''مناکب'' کا لفظ ہے' یہ ''منکب'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کندھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زمین کے مناکب اس کے پہاڑ اور ٹیلے ہیں اور پہاڑوں کو مناکب اس لیے فرمایا ہے کہ انسان کے کندھے اس کے جسم میں بلندی پر ہوتے ہیں' اسی طرح پہاڑ بھی زمین سے بلندی پر ہوتے ہیں۔

اور فرمایا: تم اس کے رزق سے کھاؤ' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں جو روزی پیدا کی ہے' اس سے کھاؤ۔

اور یاد رکھو کہ زمین میں تمہارا چلنا اور زمین سے روزی کھانا ایک وقت معین تک ہے' پھر تم نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے' اس سے مراد انسان کو کفر اور شرک سے ڈرانا ہے اور خلوت اور جلوت میں گناہوں سے بچنے کی تلقین کرنا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اس زمین میں تمہارا آسانی سے چلنا پھرنا اور زمین کا رزق کھانا محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ نعمت ان سے چھین لے گا۔

الملک: ۱۶ میں فرمایا: کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر اچانک وہ زمین لرزنے لگےO

اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کے اطلاق کی توجیہ

اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور آسمان اللہ تعالیٰ کو تمام جانبوں سے محیط ہے تو پھر اللہ تعالیٰ آسمان کا مظروف ہوگا اور مظروف ظرف میں محدود ہوتا ہے اور اس سے مقدار میں کم ہوتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ مقدار میں آسمان سے کم ہوگا اور آسمان عرش سے کم ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے بہت کم ہو اور یہ محال ہے' نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ کی مقدار ہو اور یہ بھی محال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ مقدار اور کیفیت سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آسمانوں میں ہونے پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے وہ اللہ کا مملوک ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ آپ کہیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہیے: اللہ کی۔ (الانعام: ۱۲)

پس اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہو تو لازم آئے گا کہ وہ خود اپنا مملوک ہو اور خود اپنا مالک ہو اور یہ بھی محال ہے' اس لیے الملک: ۱۶ میں جو فرمایا ہے: کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو' اس میں تاویل کرنا ضروری ہے اور اس کی مفسرین نے حسب ذیل تاویلات کی ہیں:

(۱) اس آیت کا معنی ہے: کیا تم آسمان کے عذاب سے بے خوف ہو گئے ہو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ کفار اور فساق پر عذاب آسمان کی طرف سے آتا ہے جس طرح اس کی رحمت اور نعمت کا نزول بھی آسمان کی جانب سے ہوتا ہے۔

(۲) اس کا معنی ہے: کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جس کی ملکیت' سلطنت اور قدرت آسمانوں میں ہے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت' اس کی ملکیت اور اس کی قدرت زمینوں میں بھی ہے اس کے باوجود آسمانوں کا ذکر فرمایا کیونکہ اعلیٰ پر قدرت ادنیٰ پر قدرت کو مستلزم ہوتی ہے۔

(۳) اس آیت کا معنی اس طرح ہے: کیا تم عذاب نازل کرنے والے فرشتے جبریل سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمانوں میں ہے؟

(۴) اور اگر آسمان والے سے اللہ عزوجل ہی کی ذات مراد ہو تو پھر اس کا محمل یہ ہے کہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جہت کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں ہے' لیکن چونکہ آسمان کی سمت اور جہت کو باقی جہات پر فوقیت اور شرف حاصل ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف کسی جہت سے اشارہ کرنا ہو تو آسمان کی جہت سے اشارہ کیا جاتا ہے' اس لیے عرف میں آسمان والے سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو مراد لیا جاتا ہے' احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۴۱' نشر السنہ' ملتان' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۰)

حضرت عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک باندی میری بکریوں کو چرایا کرتی تھی' ایک دن میں اس کے پاس گیا تو میری ایک بکری گم ہو چکی تھی' میں نے اس بکری کے متعلق اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ مجھے اس پر بہت افسوس ہوا' میں بھی آخر انسان ہوں' میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا' میرے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے' کیا میں اس باندی کو آزاد کر سکتا ہوں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں' آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو' یہ مؤمنہ ہے۔

(موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۱۵۳۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۹ تا ۴۴۷)

اس حدیث کا ذکر درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۳۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۲۱۸' السنن الکبریٰ للنسائی

Marfat.com

رقم الحدیث: ۱۱۴۱۔

الملک: ۱۷ میں فرمایا: کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر کنکریاں برسانے والی تیز ہوا بھیج دے‘ پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھاO

کفارِ مکہ کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر ایسی کنکریاں برسا دے جیسی حضرت لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر برسائی تھیں‘ اس آیت میں ''نذیر'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد ''منذر'' ہے‘ یعنی ڈرانے والا اور اس سے مراد سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے نبی نے تمہیں ہمارا پیغام پہنچایا اور یہ کہا کہ اگر تم نے اس پیغام کو قبول نہیں کیا تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا‘ پس اگر تم اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اس کے نتیجہ میں تم پر آسمان سے کنکریاں برسنے کا عذاب آیا تو پھر تم کو ہمارے رسول کی وعید کے صدق کا علم ہو جائے گا اور ان کے ڈرانے پر یقین ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا تو کیسا ہوا میرا انکار کرناO کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پَر پھیلائے ہوئے اور (کبھی) پَر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا‘ ان کو (فضا میں) رحمٰن کے سوا کوئی روک نہیں سکتا‘ بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہےO بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے‘ کافر تو صرف دھوکے میں ہیںO یا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے اگر اللہ اپنا رزق دینا بند کر دے‘ بلکہ کافر اپنی سرکشی میں اور نفرت میں راسخ ہو چکے ہیںO بھلا جو شخص منہ کے بل اوندھا چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا چلےO

(الملک ۲۲۔۱۸)

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلائل اور کفار کے نظریات کا ردّ اور ابطال

الملک: ۱۸ میں سابقہ امتوں کے کافروں کی مثالیں دے کر کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے‘ یعنی اس سے پہلے قوم عاد اور قوم ثمود نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا‘ اور ان پر جو عذاب بھیجا گیا تھا اس کی نشانیاں کفارِ مکہ اب بھی شام کے سفر میں مشاہدہ کرتے ہیں تو وہ ان نشانیوں سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔

الملک: ۱۹ میں فرمایا: کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پَر پھیلائے ہوئے اور (کبھی) پَر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا‘ ان کو (فضا میں) رحمٰن کے سوا کوئی روک نہیں سکتا‘ بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہےO

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے چلنے کے لیے زمین کو مسخر کر دیا ہے اور مچھلیوں کے تیرنے کے لیے پانی کو مسخر کر دیا ہے‘ اسی طرح پرندوں کے اڑنے کے لیے فضا کو مسخر کر دیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے خوب دیکھنے کا ثبوت ہے اور جب اللہ دیکھتا ہے تو وہ دکھائی بھی دے سکتا ہے‘ اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے‘ اس کے برخلاف معتزلہ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے منکر ہیں‘ دنیا میں صرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور میدانِ محشر میں اور جنت میں تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کسی چیز کو دیکھنے سے اس چیز کا احاطہ کرنا لازم نہیں آتا جیسے ہم آسمان کو دیکھتے وقت اس کا احاطہ نہیں کرتے حالانکہ وہ متناہی ہے‘ تو اللہ تعالیٰ جو غیر متناہی اور لامحدود ہے اس کو دیکھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کا احاطہ بھی ہو جائے۔

الملک: ۲۰ میں فرمایا: بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے‘ کافر تو صرف دھوکے میں ہیںO

Marfat.com

کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو اس لیے قبول نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے تھے کہ دو چیزوں پر ان کو گھمنڈ تھا' ایک تو ان کے پاس بہت زیادہ مال تھا اور ان کے پاس ان کے حامیوں کا لشکر تھا' اور دوسری چیز ان کے بت تھے' ان کو بھروسا تھا کہ ان کے بت ان سے ہر مصیبت اور ہر آفت کو دور کر سکتے ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو باطل کر دیا' ان کے مددگاروں کے لشکر کے متعلق فرمایا: بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے اور ان کے بتوں کی مدد کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کافر تو صرف دھوکے میں ہیں۔

الملک: ۲۱ میں فرمایا: یا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے' اگر اللہ اپنا رزق دینا بند کر دے۔

اس کا معنی ہے: تمہارے خود ساختہ خداؤں میں سے کون تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر اللہ تمہیں رزق دینا بند کر دے' کیونکہ رزق کے قوی اسباب سے آسمان سے پانی کو نازل کرنا ہے اور زمین سے غلہ' سبزیوں اور پھلوں کو اگانا ہے اور اللہ کے سوا کون آسمان سے بارشوں کو نازل کر سکتا ہے اور کون زمین سے غلہ کو پیدا کر سکتا ہے اور جن حلال جانوروں کا گوشت کھا کر تم اپنی نشو و نما حاصل کرتے ہو' اللہ تعالیٰ کے سوا ان جانوروں کو کون پیدا کر سکتا ہے' ان کافروں نے حق واضح ہونے کے باوجود ایمان لانے سے انکار کیا اور ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنے کفر پر ڈٹے رہے' دنیا پر حرص کرنے کی وجہ سے انہوں نے سرکشی کی اور اپنی جہالت کی وجہ سے ایمان لانے سے بھاگتے رہے۔

الملک: ۲۲ میں فرمایا: بھلا جو شخص منہ کے بل اوندھا چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا چلے؟O

اس آیت میں ''مکبا'' کا لفظ ہے اس کا مادہ ''کبت'' ہے' ''کبہ اللّٰہ'' کا معنی ہے: اللہ اس کو اوندھا گرا دے' ''فلان اکب'' وہ سرنگوں گر پڑا۔

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) جو شخص سیدھا کھڑا ہو کر نہ چلتا ہو' بلکہ وہ چلنے میں کبھی اوپر ہوتا ہو اور کبھی نیچے' وہ چلنے میں لڑکھڑاتا رہتا ہے اور چلتے چلتے منہ کے بل گر جاتا ہے' اس کا حال اس شخص کے متضاد ہے جو سیدھا چلتا ہے اور اس کے چلنے میں لڑکھڑاہٹ ہے نہ کجی اور نہ ٹیڑھا پن۔

(۲) جو شخص کبھی ایک طرف چلتا ہے اور کبھی دوسری طرف چلتا ہے' وہ راستہ سے جہالت اور اسی کی وجہ سے حیرانی اور پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔

(۳) جو شخص اندھا ہو وہ راستہ میں اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے اور منہ کے بل ٹھوکر کھا کر گر جاتا ہے' اس کے برعکس جو شخص بینا ہو' اس کو راستہ کا علم ہو وہ سیدھا چلتا ہے اور کہیں بھٹکتا ہے نہ منہ کے بل گرتا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں آیتوں میں آخرت کی مثال ہے یا دنیا کی؟ بعض مفسرین نے کہا: کافر دنیا میں اپنے گناہوں پر منہ کے بل گرا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ حشر کے دن اس کو منہ کے بل اٹھائے گا' اور مؤمن دنیا میں صراطِ مستقیم پر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو حشر کے دن سیدھا اٹھائے گا اور بعض نے کہا: یہ دنیا میں مؤمن اور کافر اور عالم اور جاہل کی مثال ہے' پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مثال تمام دنیا کے کافروں اور مؤمنوں کے لیے عام ہے یا اس سے مراد مخصوص مؤمن اور کافر ہیں۔

مقاتل نے کہا: اس سے مراد ابوجہل اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد ابوجہل اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور عکرمہ نے کہا: اس سے مراد ابوجہل اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے' تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو O آپ کہیے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے O وہ کہتے ہیں: (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ O آپ کہیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں O پھر جب وہ (عذاب کو) قریب آتا دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے O (الملک: ۲۷۔۲۳)

اللہ تعالیٰ کا حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر استدلال

الملک: ۲۳ سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر دلائل قائم کیے تھے' اور فرمایا تھا: کیا انہوں نے اپنے اوپر پَر پھیلائے ہوئے اور پَر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا اور اس آیت میں انسانوں کے احوال سے اپنی قدرت پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور کان اور آنکھوں اور دلوں کو پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کیا ہے' اور یہاں ان نعمتوں کا ذکر کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ عظیم نعمتیں عطا کی ہیں' سوچو! اگر تمہارے کان نہ ہوتے تو لوگوں سے تمہارے رابطے نہ ہو سکتے' اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو تمہارے لیے پوری دنیا اندھیر ہوتی اور دل نہ ہوتے تو تمہارے جسم میں خون کی گردش کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا اور تمہارا جینا محال ہو جاتا' لیکن تم نے ان نعمتوں کو ضائع کر دیا' تم کو پیغامِ حق سننے کے لیے کان دیئے تھے لیکن تم نے اس کو نہیں سنا' حقائقِ کائنات میں غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنے کے لیے اور ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کے لیے تمہیں آنکھیں دی تھیں لیکن تم نے ان نشانیوں سے عبرت حاصل نہیں کی اور دل سے تم نے صحیح تدبر نہیں کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دل سے اس آیت میں مجازاً ذہن مراد ہو کیونکہ تدبر اور تفکر کرنا دماغ کا کام ہے' دل کا کام نہیں ہے اور چونکہ کافروں نے ان نعمتوں کو ضائع کر دیا' اس لیے فرمایا: تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ جن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دی ہیں' ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ان نعمتوں کو خرچ کیا جائے اور ان نعمتوں سے اس کی رضا کے کام کیے جائیں اور جب کافروں نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا انسانوں کی صفات سے اپنی قدرت پر استدلال

الملک: ۲۴ میں فرمایا: آپ کہیے کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے O

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر پہلے حیوانات کے احوال سے استدلال کیا' پھر انسانوں کی صفات' سمع' بصر اور عقل سے اپنی قدرت پر استدلال کیا اور اب اس کائنات کے حدوث اور اس کو عدم سے وجود میں لانے سے اپنی قدرت پر استدلال فرما رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر اس لیے دلائل قائم کیے ہیں تاکہ حشر و نشر کا اور قیامت کا ممکن ہونا بیان کیا جائے کیونکہ کفارِ مکہ یہ نہیں مانتے تھے کہ قیامت آئے گی اور تمام انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو پھر دوبارہ زندہ کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب وہ اس کائنات کو ایک بار عدم سے وجود میں لا چکا ہے تو دوبارہ اس کائنات کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں ممکن نہیں ہوگا۔

الملک: ۲۵ میں فرمایا: وہ کہتے ہیں کہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ O

کفار کے انکارِ عذاب کا بطلان

جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں معین وقت بتائیں جب عذاب آئے گا' وہ یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے آپ سے عذاب کے وقت کی تعیین کا

Marfat.com

مطالبہ کرتے تھے یا اپنے حامیوں اور کم عقل لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہتے تھے کہ جب عذاب جلدی نہیں آئے گا تو سمجھ لو عذاب نہیں آئے گا۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے عذاب کے وقت کی تعیین کا سوال کیا تھا یا قیامت کے وقت کی تعیین کا سوال کیا تھا۔

الملک: ۲۶ میں فرمایا: آپ کہیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں O

یعنی آپ ان سے کہیں کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں' ایک یہ کہ عذاب کا وقوع ہوگا اس کا مجھے علم ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو یقیناً تمہیں عذاب ہوگا' دوسری چیز یہ ہے کہ یہ عذاب کب ہوگا؟ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور تم کو عذاب سے ڈرانے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجھے یہ علم ہو کہ تمہیں عذاب کب ہوگا۔

الملک: ۲۷ میں فرمایا: پھر جب وہ (عذاب کو) قریب آتا دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے O

اس کا معنی ہے: جب وہ عذاب کو آتا ہوا قریب دیکھ لیں گے یا عذاب کو اپنے قریب پائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس وقت ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور اس کی علت پشیمانی اور پچھتاوا ہوگا' اس آیت میں ''سیئت'' کا لفظ ہے' یہ ''سؤ'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: قبح اور برائی اور ''سیئۃ''' ''حسنۃ'' کی ضد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے کرتوتوں پر پچھتانے کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے جیسے کسی شخص کو گھسیٹ کر اس کے مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔

اگر اس آیت کو مطلق عذاب پر محمول کیا جائے تو اس کی تفسیر آسان ہے' یعنی جب ان کے پاس وہ عذاب آئے جو ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر ہلاک کرنے والا ہو جیسے قوم عاد اور قومِ ثمود پر عذاب آیا تھا تو اس عذاب کے آثار دیکھ کر اور اس کو اپنے قریب پا کر ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے' پھر فرمایا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس قول کا قائل کون ہے' بعض مفسرین نے کہا: وہ ''الزبانیہ'' ہیں یعنی جہنم کے فرشتے' اور بعض مفسرین نے کہا: بلکہ کفار ایک دوسرے سے کہیں گے۔

اس آیت میں ایک لفظ ہے ''تدعون'' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ ''تدعون'' کی طرح ہے' اس کا معنی ہے: تم طلب کرتے تھے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ ''دعویٰ'' سے بنا ہے یعنی وہ عذاب ہے جس کے متعلق تم دعویٰ کرتے تھے کہ تم کو یہ عذاب نہیں ہوگا' اور اسی عذاب کا انکار کرنے کے لیے تم یہ کہتے تھے کہ تم کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا O آپ کہیے: وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے' پس عنقریب تم جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے O آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ کہ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لا کر دے گا O (الملک: ۳۰۔۲۸)

کفار کی بددعا سے حراساں نہ ہونے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تلقین

کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو ہلاکت کی بددعا دیتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ O (الطور: ۳۰)

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے وفات دے کر اٹھا لے یا مجھ پر رحم فرما کر میری اجل کو مؤخر کر دے تو اس میں تمہارے لیے کون سی راحت ہے اور کون سا فائدہ ہے اور جب تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا تو تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہارے یہ بت تم کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے' سو تم جان لو کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا' اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور برے کاموں سے تائب ہو کر نیک کام کرو۔

الملک: ۲۹ میں فرمایا: آپ کہیے: وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے' پس عنقریب تم جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم رحمٰن پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے' پس تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے خلاف تمہاری بددعا قبول نہیں ہوگی کیونکہ تم کافر اور معاند ہو اور ہم مؤمن ہیں اور ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہیں اس لیے تمہاری بددعا سے ہمیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا

الملک: ۳۰ میں فرمایا: آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ کہ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لا کر دے گا O

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے تا کہ وہ اندازہ کریں اور دل میں سوچیں کہ اتنے زبردست منعم کا شکر ادا نہ کرنا اور اس کی نعمتوں کے احسانات کو نہ ماننا اور اس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا کتنی بری بات ہے۔ کافروں کو چاہیے تھا کہ یہ اعتراف کرتے کہ اگر زمین میں پانی دھنس جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بہتا ہوا پانی نہیں لا سکتا' اسی نہج پر یہ آیت ہے:

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۞ (الواقعہ: ۶۹۔۶۸)

بھلا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو O کیا تم نے اس کو بادلوں سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں O

مسلمانوں کو چاہیے کہ جب وہ سورۂ تبارک الذی کی آخری آیت پڑھیں تو اس کے بعد یہ کہا کریں:

لا یاتینا بہ الا اللہ. اللہ کے سوا اس پانی کو کوئی نہیں لا سکتا۔

سورت تبارک الذی کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۶ صفر ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات کو سورۂ تبارک الذی کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور اس تفسیر کو قیامت تک کے مسلمانوں میں مقبول عام بنا دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دیں اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اور دنیا میں آپ کی زیارت سے شاد کام فرمائیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین
وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وامتہٖ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

سورۃ القلم

سورت کا نام

اس سورت کا نام القلم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدائی آیت میں القلم کا ذکر ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ (القلم:۱) نون قلم کی قسم اور اس کی جو فرشتے لکھتے ہیں ○

امام بخاری نے اس سورت کا عنوان ''سورة نون و القلم'' قائم کیا ہے۔ (صحیح البخاری سورۃ نون والقلم: ۶۸)

اسی طرح امام ترمذی نے لکھا ہے: ''باب من سورة ن و القلم''۔ (سنن ترمذی رقم الباب: ۶۴)

اور اکثر مفسرین نے اس سورت کا نام القلم رکھا ہے۔

علامہ محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری، عکرمہ، عطا اور حضرت جابر نے کہا: یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ'' (القلم:۱۶) تک اس کی آیات مکی ہیں اور اس کے بعد ''لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ'' (القلم:۳۳) تک کی آیات مدنی ہیں اور اس کے بعد ''يَكْتُبُوْنَ'' (القلم:۴۷) تک کی آیات مکی ہیں اور اس کے بعد ''مِنَ الصّٰلِحِيْنَ'' (القلم:۵۰) تک کی آیات مدنی ہیں اور پھر باقی سورت کی دو آیتیں مکی ہیں۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۸ ہے۔

حضرت جابر بن زید نے کہا ہے: یہ سورت دوسرے نمبر پر نازل ہوئی، یہ سورت ''اقرأ باسم ربك'' کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس سورت کے بعد سورت المزمل اور پھر اس کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی ہے اور زیادہ صحیح وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلے سورت ''اقراء باسم ربك'' نازل ہوئی، پھر وحی کا آنا رک گیا، پھر اس کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وحی آنے کے رکنے کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی اور سورۃ القلم ''اقراء باسم ربك'' کے بعد نازل ہوئی اور یوں اس کے نزول کا نمبر ۲ ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۵۸، تیونس)

سورت القلم کے مشمولات

☆ اس سورت کی ابتداء میں حرف تہجی نون مذکور ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کلام ان ہی حروف سے مرکب ہے جن حروف کو ملا کر تم اپنا کلام بناتے ہو، اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس کی مثل کلام بنا لاؤ۔

☆ اس سورت کی ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے اور مشرکین آپ کی شان میں جو نازیبا کلمات استعمال کرتے تھے ان پر آپ کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کے رنج اور افسوس کا ازالہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

☆ بعض کافروں نے آپ کی طرف شعر کہنے' جادو کرنے اور دیوانگی اور جنون کی جونسبت کی تھی اس سے آپ کی براءت فرمائی ہے۔
☆ اس میں دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا ذکر ہے۔
☆ اس میں قلم اور لکھنے کی فضیلت ہے تاکہ مسلمان قلم اور لکھنے کی طرف متوجہ ہوں اور علوم کو لکھ کر محفوظ کریں۔
☆ ابوجہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے متعلق آخرت کی وعید بیان کی گئی ہے۔
☆ کفار کا مقابلہ مؤمنین اور متقین کے ساتھ کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کفار کے مزعوم اور خود ساختہ خدا ان سے دنیا کا عذاب دور کر سکتے ہیں نہ آخرت کا۔
☆ کفار کو یہ بتایا ہے کہ دنیا میں ان کو جو عیش اور آرام حاصل ہے اور ان کے پاس سرمایہ اور طاقت کی فراوانی ہے' یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے' بلکہ یہ استدراج ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو جو قبول نہیں کیا' اس کی سزا ان کو آخرت میں ملے گی اور اس سلسلہ میں ان کی کسی معذرت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔
☆ کفار کا ایک باغ تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کے پھلوں کو جلا ڈالا' وہ سوئے ہوئے تھے اور آسمانی آگ نے اس کو جلا دیا' اس دنیاوی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔
☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کی تبلیغ میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور کفار قریش کی ایذاء رسانی سے جو آپ کو رنج اور ملال ہوتا ہے اس پر آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس معاملہ میں آپ کوئی ایسا اقدام نہ کریں جیسا اقدام حضرت یونس علیہ السلام نے کرلیا تھا اور وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھیں اور باطل اور ناصواب سے مجتنب رکھیں۔
آمین یا رب العٰلمین!

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۶ صفر ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ٢ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٥٢ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ القلم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (١) مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (٢)

نون، قلم کی قسم اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں ○ (اے رسولِ مکرم!) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں ○

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (٣) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (٤)

اور بے شک آپ کے لیے لامحدود اجر ہے ○ اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں ○

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ (٥) بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (٦) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ تم میں سے کون مجنون تھا ○ بے شک آپ کا رب ہی خوب جاننے

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (٧) فَلَا تُطِعِ

والا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جاننے والا ہے ○ سو آپ مکذبین کی بات

الْمُكَذِّبِيْنَ (٨) وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (٩) وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

نہ مانیں ○ انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ (دین میں) نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے ○ آپ بہت قسمیں کھانے والے بے حد

مَّهِيْنٍ (١٠) هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ (١١) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (١٢)

ذلیل کی بات نہ مانیں ○ جو بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے ○ نیکی سے بہت روکنے والا، حد سے متجاوز، سخت گنہ گار ہے ○

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (١٣) اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ (١٤) اِذَا تُتْلٰى

بہت بدخو، ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے ○ وہ بہت مال دار اور بیٹوں والا ہے ○ جب اس کے سامنے

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (١٥) سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (١٦)

ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں ○ ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے ○ ہم نے

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (١٧)

ان کی اس طرح آزمائش کی جس طرح ہم نے ان باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح کو اس کے پھل

Marfat.com

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾

کاٹیں گے O اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا O پھر آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک آفت آئی جب وہ سوئے ہوئے تھے O

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ

پھر وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو O پس صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا O کہ اگر تم پھل کاٹنے

اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا

والے ہو تو علی الصبح اپنے کھیت کی طرف چلو O پھر وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چل پڑے O کہ آج اس باغ میں

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا

تمہارے پاس ہرگز کوئی مسکین نہ آنے پائے O پھر وہ خود کو اپنے فیصلہ پر قادر سمجھتے ہوئے سویرے سویرے چل دیئے O پھر

قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ

جب انہوں نے اس کٹے ہوئے باغ کو دیکھا تو کہا: ہم ضرور راستہ بھول گئے O بلکہ ہم محروم ہو گئے O ان میں سے متوسط نے کہا:

اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے O انہوں نے کہا: ہمارا رب سبحان ہے بے شک ہم ظالم تھے O

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا

پھر وہ مڑ کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے O انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک

كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

ہم سرکش تھے O توقع ہے کہ ہمارا رب ہم کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا باغ دے گا بے شک ہم اپنے رب

رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

کی طرف رغبت کرتے ہیں O اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب ضرور (اس سے) بہت بڑا ہے

يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ ع

کاش یہ لوگ جانتے O

وقف لازم

ع ١

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نون قلم کی قسم اور اس کی جو فرشتے لکھتے ہیں ○ (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں ○ اور بے شک آپ کے لیے لامحدود اجر ہے ○ اور بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں ○ (القلم: ۴۔۱)

نون اور قلم کے معانی اور ان کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ القلم: ۱ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جس چیز کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے' پھر جو کچھ ہونے والا تھا اس کو قلم نے لکھا' پھر پانی سے بخار اٹھا تو اس سے آسمان پیدا کیے گئے' پھر مچھلی کو پیدا کیا گیا (نون کا معنی مچھلی ہے) اور زمین کو مچھلی کی پشت پر پھیلایا گیا' زمین ہلنے لگی تو اس کو پہاڑوں سے ٹھہرایا گیا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''ن والقلم وما یسطرون''۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۶۷۶۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے: اس حدیث کو امام عبدالرزاق' امام فریابی' امام سعید بن منصور' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' امام ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں' امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ ''المستدرک'' میں' امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں اور امام خطیب بغدادی نے اپنی ''تاریخ'' میں اور امام الضیاء نے ''المختارہ'' میں روایت کیا ہے۔

(الدرالمنثور ج ۸ ص ۲۲۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ نے سب سے پہلے القلم کو پیدا کیا' پھر اس سے فرمایا: لکھ' تو اس نے ابد تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ لکھ دیا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: قلم نے تمام ''ماکان ومایکون'' لکھ دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۹۔۲۱۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

امام رازی نے کہا: نون کے متعلق یہ روایت کہ وہ مچھلی ہے اور اس پر زمین ٹھہری ہوئی ہے' ضعیف ہے اور حق یہ ہے کہ نون اس سورت کا اسم ہے یا یہ حرف تہجی ہے اور اس سے یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تم کلام مرکب کرتے ہو اور اگر تمہاری رائے میں یہ کلام کسی انسان کا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اس کی مثل کلام بنا کر لے آؤ۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۹۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

القلم: ۳۔۲ میں فرمایا: اے رسول مکرم! آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں ○ اور بے شک آپ کے لیے لامحدود اجر ہے ○

کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنا اور اللہ تعالیٰ کا رد فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کفار کے اس قول کا رد ہے کہ انہوں نے آپ کو مجنون (دیوانہ) کہا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ (الحجر: ۶)

اور کفار نے کہا: اے وہ شخص! جس پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے' بے شک تم ضرور مجنون ہو ○

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کے رد میں فرمایا: ''مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ'' (القلم: ۲) اور آپ کے مجنون نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے تین دلیلیں قائم فرمائیں' ایک یہ کہ آپ کے اوپر آپ کے رب کی نعمت ہے اور آپ اللہ کے فضل سے

Marfat.com

صاحب عقل ہیں' آپ پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمت یہ ہے کہ آپ عرب میں سب سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہیں' آپ کی عقل کامل ہے' آپ ہر عیب سے بَری ہیں اور فضیلت والے وصف سے متصف ہیں' آپ کی سیرت کا حسن اور کمال آپ کے مخالفین کو بھی مسلّم ہے' اور ایسی شخصیت والا کب مجنون ہو سکتا ہے۔

القلم:۴ میں فرمایا: بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں O

''خَلق'' اور ''خُلق'' کا معنی

''خَلق'' (خ پر زبر) کا معنی ہے: پیدا کرنا' عدم سے وجود میں لانا' اور جسم کی ظاہری بناوٹ اور ''خُلق'' (خ پر پیش) کا معنی ہے: انسان کی وہ جبلی اور طبعی صفات جن کا ادراک بصیرت سے کیا جاتا ہے۔

(المفردات ج۱ص ۲۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حسن اخلاق کی تعلیم' تلقین اور تاکید کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور بُرا کام کرنے کے بعد نیک کام کرو جو اس بُرے کام کو مٹا دے' اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۸۷' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بداخلاق شخص سے بغض رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۲' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۹)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز میزان میں نہیں رکھی جائے گی اور اچھے اخلاق والا نمازیوں اور روزہ داروں کے درجہ کو پالیتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۳' اس حدیث کی سند صحیح ہے' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۵۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: وہ کون سا کام ہے جس کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق' اور آپ سے سوال کیا گیا: وہ کون سے کام ہیں جن کی وجہ سے زیادہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: منہ اور شرم گاہ (منہ اور شرم گاہ میں حرام چیز کو داخل کرنا)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۴' اس کی سند حسن ہے' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۶' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۱)

عبد اللہ بن المبارک نے خلق حسن کی یہ تعریف کی' لوگوں سے ہنستے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے ملنا' نیکی کو پھیلانا اور بُرے کاموں سے باز رہنا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم میں سب سے زیادہ اچھے ہوں گے اور قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں سے زیادہ مبغوض اور میری مجلس سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوگا جو متکبر ہوگا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۶۳)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق کے متعلق احادیث اور آثار

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تمام ادیان میں آپ کا دین عظیم ہے اور آپ کے دین سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی دین محبوب اور پسند نہیں ہے۔

(۲) ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتایئے' حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (صحیح مسلم۔کتاب الصلاۃ:۱۳۹۔باب:۱۸۔رقم الحدیث:۷۴۶)

جن تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' آپ ان پر عمل کرتے تھے اور جن تمام کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے آپ ان سے باز رہتے تھے اور آپ کی پوری زندگی قرآن مجید کی عملی تصویر تھی' اگر آپ کی سیرت کو جامع مانع عبارت میں بیان کیا جائے تو وہ آیاتِ قرآن ہیں اور اگر قرآن مجید کی آیات کو انسانی پیکر میں ڈھالا جائے تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' (المؤمنون:۱) سے لے کر دس آیتیں پڑھیں اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق سب سے اچھا تھا' آپ کو صحابہ اور اہل بیت میں سے جو بھی بلاتا' آپ فرماتے: لبیک' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم:۴) بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں ○

جو بھی عمدہ اخلاق تھے' وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے' نیز آپ کے خلق کو اس لیے عظیم کہا گیا کہ آپ مکارمِ اخلاق کے جامع تھے۔ امام مالک نے روایت کیا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ (موطأ امام مالک رقم الحدیث:۱۶۷۷)

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' سو اچھا ادب سکھایا۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث:۳۱۰' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے' کنز العمال رقم الحدیث:۳۱۸۹۵)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' آپ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں کہا' اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور میں نے جس کام کو ترک کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں ترک کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے اور کوئی ریشم آپ کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی مشک اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۹۱۱۔۶۰۳۸۔۳۵۶۱۔۲۷۶۸۔۱۹۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۳۰۔۲۳۱۰۔۲۳۰۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۷۴۔۴۷۷۳' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۰۱۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۱۷۹۴۶' مسند احمد ج۳ ص ۱۹۵۔۱۷۴۔۱۲۴)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گفتار تھے نہ تکلفاً' اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے تھے' اور نہ بُرائی کا جواب بُرائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۰۱۶' مسند احمد ج۶ ص ۲۴۶۔۲۳۶۔۱۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۳۳۰)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا' ماسوا جہاد فی سبیل اللہ کے' اور نہ آپ نے کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت کو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۲۸' مسند احمد ج۶ ص ۲۸۱۔۲۲۹' مصنف

Marfat.com

ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۶۸' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۶۶۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵' شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۹' المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۹)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا' جب تک اللہ تعالیٰ کے محارم اور اس کی حدود میں سے کسی حد کو نہ توڑا جائے اور جب اللہ کے محارم میں کسی چیز کو پامال کیا جاتا تو آپ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے تھے' اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ اس کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۸۵' مسند احمد ج ۶ ص ۸۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۹۴۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۳۷۵' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۲۵۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۰' الادب المفرد رقم الحدیث: ۲۷۴' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۴۸۱)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی' اس وقت میں بھی آپ کے پاس تھی' آپ نے فرمایا: یہ اپنے قبیلہ کا برا شخص ہے' پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی' جب وہ آیا تو آپ نے اس سے بہت نرمی سے بات کی' جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس شخص کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا' پھر آپ نے اس سے بہت نرمی سے بات کی' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی درشت کلامی (بدگفتاری) کی وجہ سے چھوڑ دیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۹۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۹۶' الادب المفرد رقم الحدیث: ۱۳۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۵)

(۱۰) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ہم نشینوں کے ساتھ سیرت کے متعلق سوال کیا' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی' آپ بہت نرم مزاج تھے' آپ سے بات کرنا بہت سہل تھا' آپ بدمزاج اور سخت دل نہ تھے' نہ بدگفتار تھے' نہ لوگوں کے عیوب بیان کرتے تھے' نہ بخل کرتے تھے' فضول باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے' جو شخص آپ کے پاس کوئی امید لے کر آتا آپ اس کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی کو نامراد نہیں کرتے تھے' آپ نے اپنے لیے تین چیزوں کو چھوڑ دیا تھا' آپ بحث و تکرار' زیادہ باتوں اور بے مقصد کاموں میں نہیں پڑتے تھے' اور آپ نے لوگوں کے لیے بھی تین چیزیں چھوڑ دی تھیں' آپ کسی شخص کی مذمت کرتے تھے اور نہ اس کا عیب نکالتے تھے' اور نہ کسی کی پوشیدہ چیز معلوم کرتے تھے' اور صرف اسی معاملہ میں بات کرتے تھے جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی تھی' اور جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم مجلس اس طرح اپنے سروں کو جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں' اور جب آپ خاموش ہوتے تب وہ آپ سے کوئی بات کرتے تھے' اور وہ آپ کے سامنے کسی بات میں بحث نہیں کرتے تھے' اور جب کوئی شخص آپ سے بات کرتا تو سب اس کی بات ختم ہونے تک خاموش رہتے' جب آپ کے شرکائے مجلس ہنستے تو آپ ہنستے تھے اور جس چیز پر وہ تعجب کرتے آپ بھی اس پر تعجب کرتے تھے' جب کوئی اجنبی شخص سختی سے بات کرتا یا سوال کرتا تو آپ صبر کرتے تھے حتیٰ کہ اگر آپ کے اصحاب اس پر سختی کرتے تو آپ فرماتے: جب تم دیکھو کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو طلب کر رہا ہے تو تم اس کے ساتھ نرمی کرو' آپ بغیر نوازش اور عطا کے اپنی تعریف کو قبول نہیں کرتے تھے' ہاں! آپ کسی کو کچھ عطا کرتے اور وہ آپ کی تعریف کرتا تو آپ قبول کر لیتے' آپ کسی کے کلام کو منقطع نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص حق سے تجاوز کرتا تو پھر اس کی بات کاٹ کر اس کو روکتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۲)

Marfat.com

(۱۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے مانگنے پر "نہیں" نہیں فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۰۳۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۱۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۵)

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے' اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان کے مہینہ میں کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آتے تھے' آپ ان کے ساتھ قرآن مجید کو دہراتے تھے اور جب حضرت جبریل آپ سے ملتے تو آپ برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۲۲۰_۱۹۰۲_۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۰۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۱' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۱۸۸۹' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۲)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے (یہ ابتدائی دور کی بات ہے ورنہ جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ اور چھوارے فراہم کرتے تھے)۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۵۵۱)

(۱۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا کہ آپ اس کو کچھ عطا کریں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے لیکن تم میری ضمانت پر خرید لو' میرے پاس مال آیا تو میں ادا کر دوں گا' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ عطا کر چکے ہیں اور جس پر آپ قادر نہیں ہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکلف نہیں کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قول کو ناپسند کیا' پھر انصار کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے سے مال میں کمی کا خوف نہ کریں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی' اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث:۳۵۶' مسند البزار رقم الحدیث:۳۶۶۴' کتاب العظمۃ ص ۵۳)

(۱۵) حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک خوشا اور کچھ ککڑیاں یا جو لے کر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں ہاتھوں میں زیورات اور سونا دیا۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث:۳۵۷_۲۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۹' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۷۳_رقم الحدیث:۶۹۴)

(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کے جواب میں ہدیہ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۵۸۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۹۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۰)

(۱۷) عمرۃ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ایک بشر تھے' اپنے کپڑے صاف کر لیتے تھے' بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی رقم الحدیث:۳۴۳' الادب المفرد رقم الحدیث:۵۴۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۴۸۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

(۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی مرمت کر لیتے تھے' اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور جس طرح تم گھر کے کام کرتے ہو اسی طرح گھر کے کام کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۷' کتاب الزہد ج ۱ ص ۳۵' الادب المفرد رقم الحدیث:۵۳۸' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۴۸۹' شرح السنہ رقم الحدیث:۳۶۷۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۶۶)

(۱۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے ایک پائے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔

Marfat.com

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۳۸ ' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۹ ' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۲۶۸ ـ ۱۰۶۵ ' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۶)

(۲۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۴ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۷۸۴ ' الادب المفرد رقم الحدیث: ۹۴۶)

(۲۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور پرانے گھی کی دعوت دی جاتی تو آپ اس کو قبول فرمالیتے' اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ اس کو تاحیات چھڑا نہیں سکے۔ (شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴ ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۰۰۸ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۲ ' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۶۹ ' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۲۱۵ ' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۶۱۰ ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۳۷ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳)

(۲۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: مجھے آپ سے کام ہے' آپ نے فرمایا: تم مدینہ کے جس راستہ میں چاہو بیٹھ جاؤ' میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۸ ' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۶ ' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۵ ـ ۹۸ ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۷۲)

(۲۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی' تو آپ مجھے بلواتے اور میں آ کر وحی لکھتا اور ہم جب دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے' اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر کرتے۔ (شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۴ ' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۸۸۲ ' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۲۴ ' شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۷۹)

(۲۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زعفران کے رنگ کے نشان تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے منہ پر ایسی بات نہیں کہتے تھے جو اس کو ناگوار ہو' آپ نے صحابہ سے فرمایا: تم اس شخص سے کہو کہ وہ ان نشانات کو دھولے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۸۲ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳ ' الادب المفرد رقم الحدیث: ۴۳۷ ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۷۷)

(۲۵) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر جاتے تھے تو آپ کے کیا معمولات تھے؟ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جاتے تھے تو آپ اپنے وقت کے تین حصے کرتے تھے' ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے' ایک حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے' پھر جو حصہ اپنی ذات کے لیے تھا اس کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے' پس اپنے خصوصی فیوض کو خاص صحابہ کے وسیلہ سے عام مسلمانوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے' اور جو وقت کا حصہ امت کے لیے تھا' اس میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ اصحاب فضیلت کو گھر میں آ کر ملاقات کرنے کی اجازت دیتے اور ان کی دینی فضیلت کی ترتیب کے اعتبار سے ان پر وقت کو تقسیم کرتے' ان میں سے کسی کو ایک چیز کی ضرورت ہوتی' کسی کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی اور کسی کی بہت ضروریات ہوتیں' آپ ان کی ضروریات پوری کرنے میں مشغول ہوتے' اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح کے کاموں میں مصروف رکھتے اور ان سے ان کے مسائل معلوم کرتے' اور ان کے حسب حال ان کو ہدایات دیتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: تم میں سے حاضر' غائب تک یہ ہدایات پہنچا دے اور تم میرے پاس ایسے شخص کی حاجت بھی پہنچا دیا کرو جو اپنی حاجت خود

Marfat.com

نہیں پہنچا سکتا' کیونکہ جو شخص کسی ایسے انسان کی حاجات صاحب اختیار تک پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی ہی چیزوں کا ذکر کیا جاتا تھا' اس کے علاوہ اور کسی (فضول) بات کو آپ قبول نہیں کرتے تھے' مسلمان آپ کے پاس علم کی طلب لے کر آتے تھے اور جب واپس جاتے تھے تو علم کا ذائقہ چکھ چکے ہوتے تھے اور نیکی کے رہ نما بن چکے ہوتے تھے' پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: گھر سے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا معمولات تھے؟ حضرت علی نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بامقصد کلام کرتے تھے' صحابہ کی تالیف کرتے تھے اور ان سے انسیت رکھتے تھے' ان کو متنفر نہیں کرتے تھے' آپ ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم کرتے اور اس کو اس کی قوم کا حاکم بنادیتے' آپ لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈراتے اور لوگوں کے شر سے خود کو محفوظ رکھتے' اپنے اصحاب کے حالات کی تفتیش کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ عام لوگ کس حال میں ہیں' اچھی چیز کی تحسین اور تقویت کرتے اور بری چیز کی مذمت کرتے اور اس کو کم زور کرتے' آپ ہمیشہ میانہ روی سے کام لیتے اور مسلمانوں کے احوال سے غافل نہ رہتے' مبادا وہ غافل اور سست ہو جائیں یا اکتا جائیں' ہر حالت کے لیے آپ کے پاس مکمل تیاری ہوتی' آپ حق بات میں تقصیر کرتے نہ تجاوز کرتے' مسلمانوں میں سے بہترین لوگ آپ کے ہم مجلس ہوتے' جو شخص لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ کے نزدیک افضل ہوتا' اور جو شخص لوگوں کے ساتھ زیادہ نیکی کرتا اور ان سے اچھا سلوک کرتا وہ آپ کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوتا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کی مجلس کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نشست برخواست کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' جب آپ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے' اور مسلمانوں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے تھے' اور اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے تھے' اور آپ کا کوئی ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور شخص آپ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہے' جب کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خود نہ چلا جاتا آپ بیٹھے رہتے اور جو شخص آپ کے پاس اپنی حاجت پیش کرتا آپ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے عذر بیان کرتے' آپ کی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سب لوگوں کے لیے عام تھی' آپ سب مسلمانوں کے لیے بہ منزلہ باپ تھے اور آپ کی مجلس میں آپ کے نزدیک سب لوگوں کے حقوق یکساں تھے' آپ کی مجلس علم' حیا' صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی' اس میں نہ آوازیں بلند ہوتی تھیں اور نہ کسی پر عیب لگایا جاتا تھا' اگر بالفرض کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو آشکارا نہیں کیا جاتا تھا' آپ کے نزدیک تمام مجلس والے برابر تھے' بلکہ ان کو تقویٰ کی وجہ سے دوسروں پر برتری حاصل ہوتی تھی' وہ سب منکسر اور متواضع تھے' مجلس میں بڑوں کی تعظیم کرتے تھے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے' ضرورت مندوں کے لیے ایثار کرتے تھے اور مسافر کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۷۸۴' الادب المفرد رقم الحدیث: ۹۴۶)

(۲۶) حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی جس کے کناروں پر بنائی کی ہوئی تھی' اس نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی ضرورت تھی' آپ نے اس عورت سے وہ چادر لے لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہ طور تہ بند باندھ کر آئے' ایک شخص نے اس چادر کی تحسین کی اور کہا: یہ بہت اچھی چادر ہے آپ یہ چادر مجھے دے دیں' مسلمانوں نے اس شخص سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا' پھر تم نے آپ سے

Marfat.com

وہ چادر مانگ لی' حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے' اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے یہ چادر نہیں مانگی' میں نے تو اپنا کفن بنانے کے لیے یہ چادر مانگی ہے' حضرت سہل نے کہا: پھر وہ چادر اس کا کفن بن گئی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

(۲۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اس کو مارنے کے لیے جھپٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک یا دو ڈول پانی بہا دو' کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۲۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴)

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: السام علیکم (تم پر موت آئے)' حضرت عائشہ نے کہا: تم پر موت آئے' اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ہو۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! رک جاؤ' تم نرمی کو لازم رکھو اور تم موجب عار باتوں اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی تھی اور ان کے متعلق میری دعا قبول ہو گی اور میرے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۶۵)

(۲۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی وہاں لے جاتی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۷۲)

(۳۰) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس آ گئے' ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں سب کو نیند آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے' اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے' اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی' اور ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے' اور اس وقت وہ اعرابی آپ کے پاس کھڑا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس اعرابی نے مجھ پر تلوار سونت لی' میں بیدار ہوا تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے کھڑا تھا' اس نے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ! آپ نے اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۴۳)

(۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کے پاس الاقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۸)

(۳۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: تم (اس کی) سفارش کرو' تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۳۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۷)

(۳۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ کے اوپر ایک نجرانی

Marfat.com

چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے' ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا' میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے' پھر اس اعرابی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' آپ ہنسے' پھر آپ نے اس کو کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۷)

(۳۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی' اگر آپ کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ اس کو کھالیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو سوا اس کے کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور جب بھی کسی شخص نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو آپ نے اس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں! اگر اللہ کی حرمات اور اس کی حدود کو کسی نے پامال کیا تو آپ اللہ عزوجل کے لیے انتقام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۸)

(۳۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ پر جنگ اُحد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں' وہ اٹھائی ہیں' اور سب سے زیادہ تکلیف یوم عقبہ (جس دن آپ نے طائف کی گھاٹیوں میں جا کر تبلیغ کی تھی) کو اٹھائی تھی' اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا' میں جو کچھ چاہتا تھا اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا' پھر میں انتہائی افسردگی کے ساتھ چل پڑا' میں اس وقت قرن الثعالب میں تھا اور میرا غم ابھی دور نہیں ہوا تھا' میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہاں پر حضرت جبریل تھے' انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے سن لیا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو کیا پیغام سنایا اور انہوں نے آپ کو کیا جواب دیا' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے' تا کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں' پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا' پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۰۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۴۷)

(۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مشرکین کے خلاف دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۹' الادب المفرد رقم الحدیث: ۳۲۷' شرح السنہ ج ۱۳ ص ۲۴۰)

(۳۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مزاح بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۳۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ وعظ فرماتے تو ہم دل میں کہتے کہ اب آپ لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے اور جب آپ سے یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں دیکھتا کہ آپ

Marfat.com

سب لوگوں سے زیادہ کشادہ رو، سب سے زیادہ خوش طبع اور سب سے زیادہ حسین لگتے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۷۷، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۲)

(۳۹) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں کنواری لڑکی کے چہرے سے زیادہ شرم و حیاء ہوتی تھی اور جب آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو ہم آپ کے چہرے سے جان لیتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۰۶، حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، ان میں سے ایک سند صحیح ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۰۵)

(۴۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے اوپر آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا، جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا اور وہ اسرافیل ہیں اور ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے، انہوں نے کہا: **السلام علیک یا محمد!** میں آپ کے پاس آپ کے رب کا پیغام لانے والا ہوں، مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو یہ اختیار دوں کہ آپ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں، اور اگر آپ چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں، میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے تواضع کرنے کا اشارہ کیا، پس اس وقت نبی علیہ السلام نے کہا: اگر میں نبی بادشاہ کہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۳۰۹، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں یحییٰ بن عبد اللہ البابلتی ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۱۱)

(۴۱) حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا کپکپا رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم آرام اور اطمینان سے کھڑے رہو، کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں، میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھاتی تھی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۲۸۲، المستدرک ج ۲ ص ۴۶۶، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت بھی جو کی روٹی کھانے کے لیے بلاتا تھا تو آپ چلے جاتے تھے۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۴۱، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۷۲۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۲۱)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ چار زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۴۹۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں محمد بن عثمان القرشی ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۳۰)

(۴۲) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف گیا، آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، میں آپ کی جوتی کو ٹھیک کرنے لگا، آپ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے لی اور فرمایا: یہ خود پسندی اور خود کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے اور میں خود پسندی کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۶۸، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۲۳۲)

(۴۳) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جس نے ان کو تھکا دیا تھا (یعنی وہ تیز نہیں چل رہا تھا)، حضرت جابر نے اُسے چھوڑنے کا ارادہ کیا، وہ کہتے ہیں: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آ ملے، آپ نے مجھے بلایا اور اُس اونٹ پر ایک ضرب لگائی، پھر وہ اس قدر تیز چلنے لگا کہ اس کی طرح کوئی اونٹ نہیں چل

Marfat.com

رہا تھا' آپ نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ چالیس دراہم کے عوض فروخت کر دو۔ میں نے کہا: نہیں! (یعنی آپ بلا قیمت لے لیں) ۔ آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے فروخت کر دو تو میں نے چالیس دراہم کے عوض اس کو آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور میں نے اس پر سوار ہو کر مدینہ اپنے گھر تک جانے کا استثناء کر لیا' پس جب میں اپنے گھر پہنچ گیا تو آپ کے پاس اونٹ لے آیا' آپ نے مجھے اس کی نقد قیمت ادا کر دی اور ایک قیراط زیادہ دی' پھر آپ نے کسی کو بھیج کر مجھے بلوایا اور فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اونٹ خریدنے کے لیے تمہیں قیمت کم دی ہے؟ جاؤ! یہ اونٹ لے جاؤ اور یہ دراہم بھی لے جاؤ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱۵)

(۴۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں' آپ نے اس کو وہ بکریاں عطا کر دیں پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! اسلام لے آؤ' کیونکہ خدا کی قسم! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر و غربت کا خدشہ نہیں رہتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۱۲)

(۴۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء فرمانے والے تھے' جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے جان لیتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسنِ اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیتے تھے اور زیادتی کرنے والوں سے درگذر فرماتے تھے بلکہ جان کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے' ہم آپ کی سیرت سے چند ایسی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانا

(۴۶) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ چھوڑ نہ دیں اس وقت تک ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی' جس سے آپ کو سخت رنج پہنچا تھا اور آپ سے کہا تھا کہ اپنی سواری دور کرو مجھے اس سے بدبو آتی ہے' جنگ احد میں عین لڑائی کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا) میں آپ کو یہ تمام باتیں گنوا تا رہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا: اپنی رائے کو رہنے دو۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کرو یا نہ کرو) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا' اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا' حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ الحدیث

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴۔ رقم الحدیث: ۱۳۶۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

(۴۷) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:
قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میری قمیص اور اس پر میری نمازِ جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ص ۱۴۲' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)
سو آپ کی اس نرمی اور حسنِ اخلاق کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔

فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کر دینا

(۴۸) امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المتوفی ۶۳۰ھ بیان کرتے ہیں:
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی' ابوسفیان نے کہا: اگر مجھے باریاب ہونے کی اجازت نہیں ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ کا دل نرم ہو گیا اور آپ نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوسفیان سے کہا: تم حضور کے سامنے کی طرف سے جانا اور آپ سے وہی کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کہا تھا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی قصوروار تھے' انہوں نے اسی طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' آپ نے ان کو قریب بٹھایا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ابوسفیان نے اپنی پچھلی تمام زیادتیوں پر معافی مانگی' ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے' اس کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس کی وجہ سے یہ اپنی قوم میں فخر کرے' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔
(الکامل فی التاریخ ج ۲ص ۱۶۶-۱۶۴' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' بیروت)

(۴۹) جب آپ کے سامنے ہند کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہند ہے؟ ہند نے کہا: میں ہند ہوں' اللہ آپ کو معاف فرمائے' آپ میری پچھلی باتوں کو معاف کر دیجئے' ہند کے ساتھ اور بھی عورتیں تھیں۔ آپ نے ان سے عہد لیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' چوری نہیں کریں گی' بدکاری نہیں کریں گی' اولاد کو قتل نہیں کریں گی' کسی بے قصور پر بہتان نہیں باندھیں گی' کسی نیک کام میں حضور کی نافرمانی نہیں کریں گی' پھر آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: ان سے بیعت لو اور ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ص ۱۷۲-۱۷۱' مطبوعہ دارالکتب العربیہ' بیروت)

ابوسفیان نے متعدد بار مدینے پر حملے کیے تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہا تھا' آپ نے ابوسفیان پر قابو پانے کے بعد اس کو معاف کر دیا' ہند نے آپ کے محبوب چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا تھا' مکہ فتح کرنے کے بعد آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا

(۵۰) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ (یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے عمیر بن وہب کو مدینہ بھیجا تھا) جدہ جانے کے لیے مکہ سے نکلا تا کہ جدہ سے یمن چلا جائے' حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ آپ کے خوف سے بھاگ رہا ہے تا کہ اپنے آپ کو سمندر میں گرادے' آپ اس کو امان دے دیجئے' آپ نے فرمایا: اس کو امان ہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو امان دے دی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جس کو پہن کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے' حضرت عمیر وہ عمامہ لے کر گئے اور ان کو جدہ میں پالیا' اس وقت وہ جہاز میں سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے' انہوں نے کہا: اے صفوان! اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے بجائے اپنے دل میں اللہ کو یاد کرو' دیکھو یہ امان ہے جو میں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آیا ہوں' صفوان نے کہا: تم چلے جاؤ' حضرت عمیر نے کہا: اے صفوان! وہ سب سے زیادہ افضل' سب سے زیادہ نیک' سب سے زیادہ حلیم اور سب سے اچھے ہیں' حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کو حضور کے پاس لے آئے' صفوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے' آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا' صفوان نے کہا: مجھے اسلام لانے کے لیے دو ماہ کی مہلت دیجئے' آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۲ص ۳۳۹۔۳۳۸' مطبوعہ بیروت' کتاب المغازی للواقدی ج ۲ص ۸۵۳' الکامل لابن الاثیر ج ۲ص ۱۶۸' البدایہ والنہایہ ج ۴ص ۳۰۸)

فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا

(۵۱) امام ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ بن ابی جہل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے' آپ سے عداوت رکھنے اور آپ کے خلاف جنگوں میں پیسہ صرف کرنے میں اپنے باپ کی مثل تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا تو اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ گیا' لیکن اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عکرمہ کے لیے امان طلب کی' اور اپنے ساتھ ایک رومی غلام لے کر اس کو ڈھونڈنے نکلیں' انہوں نے عرب کے بعض قبیلوں کی مدد سے عکرمہ کو پالیا' اس وقت عکرمہ سمندر کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے' ام حکیم نے کہا: میں تمہارے پاس اس شخص کے ہاں سے آئی ہوں' جو لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں' سب سے زیادہ حلیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں' اور انہوں نے تم کو امان دے دی ہے' جب عکرمہ رسول اللہ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے' پھر عکرمہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے لیے استغفار کریں پھر آپ نے ان کے لیے استغفار کیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ص ۱۶۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۵۲) امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے تو سخت تیز ہوا چلی' انہوں نے اس وقت لات اور عزیٰ کو پکارا' کشتی والوں نے کہا: اس موقع پر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارا جائے اور کسی کو پکارنا جائز نہیں' عکرمہ نے سوچا: اگر سمندر میں

Marfat.com

صرف اسی کی الوہیت ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر دل میں عہد کیا کہ وہ ضرور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر رجوع کریں گے سو انہوں نے آپ کے پاس جا کر آپ سے بیعت کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۱۳۴)

فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا

وحشی بن حرب جبیر بن مطعم کے غلام تھے ایک قول یہ ہے کہ بنت الحارث بن عامر کے غلام تھے حارث بن عامر کی بیٹی نے ان سے کہا: میرا باپ جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا اگر تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حمزہ یا علی بن ابی طالب ان تینوں میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو جنگ احد میں وحشی نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا اور اس قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اذیت پہنچی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو یہ جان کے خوف سے طائف بھاگ کر چلے گئے تھے پھر ایک وفد کے ساتھ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور کلمہ پڑھ لیا حافظ ابن عساکر نے ان کے اسلام قبول کرنے کا بہت تاثر انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔

(۵۳) حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی وحشی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے کس طرح اپنے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں نے شرک کیا ہے قتل کیا ہے اور زنا کیا ہے اور آپ یہ پڑھتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان: ۶۹۔۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ (مثلاً قصاص میں) اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا ۝ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا ۝

جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کر دی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان: ۷۰)

لیکن جو (موت سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

وحشی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے ہو سکتا ہے مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہو تو پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہو اسے جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

Marfat.com

وحشی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس آیت میں تو مغفرت اللہ کے چاہنے پر موقوف ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا نہ چاہے پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

وحشی نے کہا: اب مجھے اطمینان ہوا' پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا' صحابہ نے پوچھا: یہ بشارت آیا صرف وحشی کے لیے ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: سب کے لیے ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ وحشی امان طلب کر کے آیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام قبول کرنے کے متعلق یہی شرائط پیش کیں اور آپ نے یہی جوابات دیئے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۶ ص ۲۶۳-۲۶۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

غور فرمایئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی ایک ایک شرط پوری کر کے اور اس کا ایک ایک ناز اٹھا کر اس کو کلمہ پڑھا رہے ہیں اور جنت کا راستہ دکھا رہے ہیں جو آپ کے انتہائی عزیز چچا کا قاتل تھا' اگر کوئی شخص ہمارے کسی عزیز رشتہ دار کو قتل کر کے ہم سے دنیا کی کسی جگہ کا راستہ پوچھے تو ہم اس سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے تو ان کے ظرف کی عظمت کا کیا کہنا جو ایسے شخص کا ایک ایک نخرہ پورا کر کے اسے جنت کا راستہ دکھا رہے ہیں۔

ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا

(۵۴) امام محمد بن عمر و واقدی متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

ہبار بن اسود کا جرم یہ تھا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کو پشت میں نیزہ مارا تھا' اس وقت وہ حاملہ تھیں' وہ گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہبار بن اسود آ گیا' وہ بہت فصیح اللسان تھا' اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جس نے آپ کو برا کہا اس کو برا کہا گیا۔ میں آپ کے پاس اسلام کا اقرار کرنے آیا ہوں' پھر اس نے کلمۂ شہادت پڑھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اسلام قبول کر لیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز سلمہ آئیں اور انہوں نے ہبار سے کہا: اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے تو وہی ہے جس نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں کام کیا تھا' آپ نے فرمایا: اسلام نے ان تمام کاموں کو مٹا دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کہنے اور اس کے پچھلے کام گنوانے سے منع فرمایا۔

(کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۸-۸۵۷' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت)

منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا

(۵۵) امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم کیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے' ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۴ ص ۸۹۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

Marfat.com

امام واقدی متوفی ۲۰۷ھ نے بیان کیا ہے کہ اس شخص کا نام معتب بن قشیر تھا اور یہ منافق تھا' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر خیر خواہی کی نیت سے کسی شخص سے اس کے متعلق کہا ہوا قول بیان کیا جائے کہ فلاں شخص آپ کے متعلق یہ کہہ رہا تھا' تو یہ چغلی نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے: تم چغلی کیوں کر رہے ہو؟ چغلی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص فساد ڈالنے اور دو آدمیوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کی نیت سے ایک کی بات دوسرے شخص تک پہنچاتا ہے' اور اس حدیث میں آپ کی نرمی اور ملائمت کا بیان بالکل واضح ہے۔

(۵۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' اس وقت آپ ایک نجرانی (یمنی) چادر اوڑھے ہوئے تھے' راستہ میں ایک اعرابی (دیہاتی) ملا' اس نے بہت زور سے آپ کی چادر کھینچی' حضرت انس کہتے ہیں کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان چادر کا نشان پڑ گیا تھا' پھر اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے' پھر اس کو مال دینے کا حکم دیا۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۹۰۰' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی' حسن اخلاق اور بُرائی کا جواب اچھائی سے دینے کا واضح بیان ہے۔

''وانک لعلی خلق عظیم'' میں امام رازی کی نکتہ آفرینیاں

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

خُلق ملکہ نفسانیہ (طبعی مہارت) ہے' جس کی وجہ سے انسان کے لیے نیک کام کرنا آسان ہو جاتا ہے' حسن خلق میں بخل' حرص اور غضب سے اجتناب کرنا داخل ہے' اسی طرح معاملات میں سختی سے احتراز کرنا بھی اس میں داخل ہے' اور اپنے قول اور فعل سے لوگوں کو مانوس کرنا بھی اس میں داخل ہے' اور لوگوں سے قطع تعلق کو ترک کرنا اور خرید و فروخت اور دیگر معاملات میں لوگوں کے حقوق سے سستی کرنا اور نسبی اور سسرالی حقوق کی ادائیگی میں کمی کرنے کو ترک کرنا بھی حسن اخلاق میں داخل ہے۔

انسان کو خلق دو قوتوں سے حاصل ہوتا ہے: قوتِ علمیہ اور قوتِ عملیہ' آپ کی قوت علمیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ○ (النساء: ۱۱۳) اور آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا کر دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے ○

اور قوتِ عملیہ کے متعلق فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ○ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں ○

ان دو قوتوں کے کامل ہونے کے بعد انسان کو اپنے کمال کے لیے اور کسی قوت کی ضرورت نہیں ہے' سو آپ کا علم بھی عظیم ہے اور آپ کا خلق بھی عظیم ہے' پس آپ کی روح مقدس تمام ارواحِ بشریہ میں سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل ہے۔

نیز امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کا خلق عظیم ہے' اس میں ان کفار کا رد ہے جنہوں نے آپ کو مجنون کہا تھا کیونکہ سب کو تسلیم تھا کہ آپ کے اخلاق سب سے عمدہ اور آپ کے افعال سب سے زیادہ پسندیدہ تھے' الصادق الامین آپ ہی کا لقب تھا اور مجنون تو بے عقل ہوتا ہے' اس کے اقوال باطل اور افعال پراگندہ ہوتے ہیں' سو آپ مجنون نہیں ہو سکتے۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ آپ کا خلق اس لیے عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے:

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ ان (سابق نبیوں اور رسولوں) کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ (الانعام: ٩٠)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس ہدایت کی پیروی کا حکم دیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے' کیونکہ یہ تقلید ہے اور تقلید کرنا رسول کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے مراد احکامِ شرعیہ ہیں کیونکہ آپ کی شریعت تمام انبیاء سابقین کی شریعت سے جدا ہے' پس متعین ہو گیا کہ اس ہدایت سے مراد اصول اور فروع نہیں ہیں بلکہ آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے خلق کریم کی پیروی کیجئے اور ان میں سے ہر نبی کسی ایک خلق کریم کے ساتھ خاص تھا' مثلاً حضرت ابراہیم صدق کے ساتھ خاص تھے' حضرت ایوب صبر کے ساتھ خاص تھے' حضرت یوسف علیہ السلام عفت کے ساتھ خاص تھے' سو آپ کو حکم دیا کہ یہ اخلاقِ کریمہ جو تمام انبیاء سابقین میں متفرق ہیں' آپ ان تمام اخلاق کو اپنے اندر جمع کر لیجئے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں جو فرداً فرداً کمالات اور اخلاق ہائے کریمہ پائے جاتے ہیں وہ تمام اخلاق تنہا آپ اپنی ذات میں جمع کر لیں' سو اس لیے آپ کا خلق عظیم ہے۔آپ میں جو محاسن اخلاق پائے جاتے ہیں وہ بمنزلہ متن متین ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً جو کمالات پائے جاتے ہیں وہ بمنزلہ شرح جمیل ہیں۔

(حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضاء داری — آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری)

اور اس آیت میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ'' (القلم: ٤) اور ''علٰی'' استعلاء کے لیے آتا ہے اور ''علٰی'' کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ان اخلاق پر مستعلی اور حاکم ہیں اور آپ کی نسبت اخلاقِ حسنہ کی طرف ایسے ہے جیسے مولیٰ کی نسبت غلام کی طرف اور امیر کی نسبت مامور کی طرف ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٦٠١' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

''وانك لعلى خلق عظيم'' میں مصنف کی نکتہ آفرینی

میرے نزدیک اس نکتہ کی تشریح اور تقریر اس طرح ہے کہ عربی میں ''علٰی'' کا لفظ فوقیت اور بلندی کے لیے آتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''فلان رکب علی الفرس'' فلاں شخص گھوڑی پر سوار ہے' اور سواری سوار کے تابع ہوتی ہے' سوار جس طرف سواری کی باگیں موڑ دیتا ہے سواری اس طرف چل پڑتی ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: آپ خلق کی عظمتوں پر فائق اور سوار ہیں' آپ جس طرف خُلق کی باگوں کو موڑ دیتے ہیں وہی خُلق عظیم ہو جاتا ہے۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی اچھے کام کو کرے وہ اچھا ہو جاتا ہے اور جو کسی عظیم کام کو کرے وہ عظیم ہو جاتا ہے اور یوں لوگ اپنے اچھے اور عظیم ہونے میں اچھائی اور عظمت کے تابع ہوتے ہیں لیکن آپ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے' آپ اپنے عظیم ہونے میں خلق عظیم کے تابع نہیں ہیں بلکہ خلق عظیم اپنے عظیم ہونے میں آپ کے فعل کا تابع ہے' آپ سوار ہیں اور خلق عظیم سواری ہے' آپ جس فعل کو کر لیں وہی خلق عظیم ہے اور آپ جس فعل کو ترک کر دیں یا منع کر دیں وہ خلق خسیس ہے' دیکھئے! پہلے آپ نے نماز میں مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کیا تو وہ فعل عبادت ہو گیا اور جب آپ نے کعبہ کی طرف منہ کیا تو وہ فعل عبادت ہو گیا' جب آپ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کا وہ فعل عبادت نہ ہوتا اور اب اگر کوئی مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کا یہ فعل عبادت نہ ہوگا' معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ نہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کرنے میں عظمت ہے نہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں عظمت ہے' عظمت تو آپ کے فعل میں ہے اور اس فعل کی اتباع اور اقتداء میں ہے' نیز دیکھئے کہ رمضان میں دن کو طعام نہ کھانا عبادت ہے اور عید کے دن طعام کو کھانا عبادت

Marfat.com

ہے' اگر کوئی رمضان میں دن کے وقت بلا عذر شرعی طعام کھا لے تو گناہ ہے اور عید کے دن طعام نہ کھائے تو گناہ ہے' معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ طعام ترک کرنے میں عظمت ہے نہ طعام کھانے میں عظمت ہے' عظمت تو آپ کے فعل میں ہے' اسی طرح نماز پڑھنا عبادت ہے مگر اسی وقت نماز پڑھنا عبادت ہے' جس وقت میں آپ نے نماز پڑھی ہے' اگر کوئی شخص ان اوقات میں نماز پڑھے' جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے تو اس کا نماز پڑھنا گناہ ہے مثلاً طلوع آفتاب یا استواء آفتاب کے وقت۔ اسی طرح حج کرنا بھی عبادت ہے لیکن اسی دن حج کرنا عبادت ہے جس دن آپ نے حج کیا ہے' اگر کوئی شخص اس سے ایک دن پہلے حج کرلے تو اس کا حج نہیں ہوگا' خرید و فروخت کرنا اور روزی کمانا مستحسن ہے لیکن اسی جگہ اور اسی وقت میں مستحسن ہے جس جگہ اور جس وقت میں آپ نے خرید و فروخت کی ہے' اگر کوئی اس جگہ یا اس وقت میں خرید و فروخت کرے' جس جگہ اور جس وقت میں آپ نے منع کیا ہے' مثلاً مسجد میں یا نماز کے وقت خرید و فروخت کرے تو گناہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ فی نفسہٖ نہ نماز میں عظمت ہے' نہ روزہ میں' نہ حج میں نہ اور کسی عبادت میں' عظمت صرف ان عبادات میں ہے جن کو آپ کے طریقہ اور آپ کے فعل کے موافق انجام دیا جائے' اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ. آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ (آل عمران:۳۱)

ہر عبادت میں اصل چیز آپ کی اتباع اور آپ کی اقتداء ہے کیونکہ فی نفسہٖ کسی عبادت میں عظمت نہیں ہے' اس میں عظمت تب ہوگی جب اس عبادت کو آپ کے طریقہ پر انجام دیا جائے گا' اسی لیے آپ نے فرمایا:

صلوا کما رایتمونی اصلی. اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۸۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۹۷۹)

پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں ''عَـلٰـى'' ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ جس طرح سوار سواری پر سوار ہوتا ہے' اس طرح آپ خلق کی عظمتوں پر سوار ہیں اور جس طرح سواری سوار کے تابع ہوتی ہے اس طرح خلق اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہے' دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور آپ اپنے نیک ہونے میں نیکی کے تابع نہیں ہیں' بلکہ نیکی' نیکی ہونے میں آپ کے فعل اور آپ کے خلق کے تابع ہے اور اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر واضح کیا ہے: ''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ'' (القلم:۴)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے O کہ تم میں سے کون مجنون تھا O بے شک آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جاننے والا ہے O سو آپ مکذبین کی بات نہ مانیں O انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ (دین میں) نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے O آپ بہت قسمیں کھانے والے' بے حد ذلیل آدمی کی بات نہ مانیں O جو بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے O نیکی سے بہت روکنے والا' حد سے متجاوز' سخت گنہ گار ہے O بہت بدخو' ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O وہ بہت مال دار اور بیٹوں والا ہے O جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں O ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے O (القلم:۱۶۔۵)

Marfat.com

آپ کے اور کفار کے عنقریب دیکھنے سے مراد آیا دنیا میں دیکھنا ہے یا آخرت میں؟

القلم: ۵ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت کے دن حق‘ باطل سے متمیز اور ممتاز ہو جائے گا تو اس وقت کفار بھی جان لیں گے کہ دنیا میں کون مجنون تھا اور کون فتنہ میں مبتلا تھا‘ اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں آپ کو علم نہیں تھا‘ یقیناً دنیا میں بھی آپ کو علم تھا لیکن قیامت کے دن جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کو مجنون کہنے والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے تو آپ کو ان کی سزا کا مشاہدہ ہو جائے گا۔

بعض مفسرین نے کہا: یہ آیت دنیا کے احوال پر محمول ہے‘ یعنی عنقریب آپ بھی دنیا میں دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کو کیسی کامیابی‘ کامرانی اور سرفرازی عطا فرماتا ہے اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت جاگزین ہوتی ہے اور خون بن کر ان کی رگوں میں دوڑنے لگتی ہے اور یہ کافر جو آپ کو مجنون کہتے ہیں‘ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ جنگ بدر میں کس طرح ان کی گردنیں ماری جاتی ہیں اور پورے جزیرۂ عرب میں کفر ملیامیٹ ہو جاتا ہے اور اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچ جاتا ہے۔

القلم: ۶ میں فرمایا کہ تم میں سے کون مجنون تھا O

یعنی عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ دونوں فرقوں میں سے کون سا فرقہ مجنون ہے‘ آیا اسلام کے فرقہ میں جنون ہے یا کفر کے فرقہ میں جنون ہے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مفتون سے مراد شیطان ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کا دین فتنہ ہے اور جب کفار نے آپ کو مجنون کہا تو ان کی مراد یہ تھی کہ آپ کو جن چمٹا ہوا ہے اور اس کے اثر سے آپ مرنے کے بعد زندہ ہونے‘ حشر ونشر اور جنت اور دوزخ کی باتیں کرتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ان کو عنقریب کل قیامت کے دن معلوم ہو جائے کہ کس کو جن چمٹا ہوا ہے اور کس کی عقل فاسد ہے۔

القلم: ۷ میں فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جاننے والا ہے O

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت میں مجنون ہیں ان کو آپ کا رب خوب جاننے والا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں اور وہی جاننے والا ہے کہ عقل والے کون لوگ ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے آپ پر جنون کی تہمت لگائی ہے اور خود کو عقل مند کہا ہے اور یہ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں اور حقیقت میں یہ گم راہ ہیں اور آپ ہدایت یافتہ ہیں۔

کفار کی اپنی مہم میں ناکامی اور آپ کی اپنے مشن میں کامیابی

القلم: ۸ میں فرمایا: سو آپ مکذبین کی بات نہ مانیں O

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ کفار نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کر کے جھوٹ باندھا‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ انعام فرمایا ہے کہ آپ کو دین بھی کامل عطا فرمایا اور آپ کو خلق بھی عظیم عطا فرمایا ہے‘ اور کافروں کی زبردست مخالفت کے باوجود آپ کا پیغام لوگوں میں دن بہ دن مقبول ہوتا جا رہا ہے اور کافروں کے پیہم ظلم و ستم کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی اور اسلام کی محبت بڑھتی جا رہی ہے سو آپ مکہ کے کافر سرداروں کی تکذیب اور مخالفت کا کوئی اثر نہ لیں۔

Marfat.com

مداہنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

القلم:۹ میں فرمایا: انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ (دین میں) نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے O
اس آیت میں "تدھن" کا لفظ ہے' اس کا لفظی معنی ہے: تم نرمی کرو یا ملائمت کرو' "دھن" کا معنی تیل اور چکنائی ہے' اصطلاح میں مداہنت کا معنی ہے: کسی خوف یا لالچ کی بناء پر حق بات کو چھپانا' اور مخالفین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا' کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ بتوں کی مذمت نہ کریں اور شرک کا رد نہ کریں تو وہ بھی آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

مداہنت جائز نہیں ہے اور مدارات جائز ہے' دنیاوی مفاد کی وجہ سے کفار اور فساق سے نرمی کرنا مداہنت ہے اور دینی مفاد کی وجہ سے کفار اور فساق سے نرمی کرنا مدارات ہے۔

القلم:۱۱۔۱۰ میں فرمایا: آپ بہت قسمیں کھانے والے' بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں O جو بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے O

زیادہ قسم کھانے کی مذمت اور چغلی کھانے پر وعید

اس آیت میں "حلاف" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ قسم کھانے والا' خواہ وہ معاملہ حق ہو یا باطل' بات بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ناپسندیدہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ . اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

(البقرہ:۲۲۴)

اور اس آیت میں "مھین" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حقیر اور ذلیل۔

یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص بہت زیادہ اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہو' اور جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہو وہ لوگوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور جو شخص بات بات پر اللہ کی قسم کھائے وہ بھی ذلیل ہوتا ہے کیونکہ اس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں ہے' کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی تو وہ بات بات پر اللہ کی قسم کھا کر اللہ کو گواہ نہ بناتا اور جب کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ پر اللہ کو گواہ بنا رہا ہے اور جو شخص اللہ کو جھوٹ پر گواہ بنائے اس سے بڑھ کر ذلیل اور کون ہوگا۔

القلم:۱۱ میں "ھماز" کا لفظ ہے' "ھماز" مبالغہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: بہ طور طعن آنکھ سے اشارہ کرنے والا' کسی کا عیب بیان کرنے والا' کسی کو طعنہ دینے والا۔

اور اس آیت میں "مشاء بنمیم" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چلتے پھرتے چغلی کھانے والا۔

چغلی کا معنی ہے: فساد ڈالنے کے لیے ایک فریق کی بات دوسرے فریق تک پہنچانا' چغلی کھانے پر احادیث میں سخت وعید ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنت میں چغل خور نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان:۱۰۵۔ باب:۴۵' مسند احمد رقم الحدیث:۶۵۴۸' دارالفکر)

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب یہ دکھائی دیں تو اللہ عزوجل کی یاد آئے' پھر فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بدتر لوگ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کرتے

Marfat.com

ہیں' دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۹ قدیم' مسند احمد ج ۴۵ ص ۵۷۵ جدید' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۱۹' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۴۲۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۱۱۰۷)

القلم: ۱۳۔۱۲ میں فرمایا: نیکی سے بہت روکنے والا' حد سے متجاوز' سخت گنہ گار ہے O بہت بدخو' ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے O

نیکی سے روکنے اور ''عتل'' اور ''زنیم'' کا معنی

نیکی سے روکنے سے یہ مراد ہے کہ وہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے سے روکتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ شخص اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کو اسلام لانے سے روکتا تھا' حسن نے کہا: وہ کہتا تھا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں داخل ہوا' میں اس کو کوئی نفع نہیں دوں گا اور وہ لوگوں پر حد سے زیادہ ظلم کرتا تھا اور سخت گنہ گار تھا۔

القلم: ۱۳ میں ''عتل'' کا لفظ ہے: سخت مزاج' گردن کش' اجڈ' بسیار خوار' درشت' جس کا جسم بہت مضبوط ہو اور اس کے اخلاق بہت خراب ہوں۔

اور اس آیت میں ''زنیم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بدنام' جو شخص کسی بُری شناخت سے معروف ہو' اور وہ شخص جو اپنے آپ کو کسی قوم میں شامل کرے اور فی الواقع وہ اس قوم سے نہ ہو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے کہا ہے: ''زنیم'' کے متعلق متعدد اقوال ہیں: فراء نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جس کے نسب میں تہمت ہو' وہ اپنے آپ کو کسی قوم کے ساتھ ملائے اور وہ ان میں سے نہ ہو' ''زنیم'' اس ولد الزنا کو کہتے ہیں جو خود کو کسی قوم کے ساتھ منسوب کرے اور حقیقت میں وہ اس قوم میں سے نہ ہو' ولید بن مغیرہ قریش کے نسب میں متہم تھا اور ان کی اصل سے نہ تھا' اس کے باپ نے اس کی پیدائش کے اٹھارہ سال بعد دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی ماں نے بدکاری کی تھی مگر مشہور نہ تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی' شعبی کا قول ہے کہ ''زنیم'' وہ شخص ہے جو اپنی بُرائی اور ملامت میں اس طرح مشہور ہو جیسے بکری اپنے لٹکے ہوئے کان کے ساتھ پہچانی جاتی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''زنیم'' اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گلے میں زائد گوشت ہونے کی وجہ سے مشہور ہو' اور مقاتل نے کہا: ''زنیم'' وہ شخص ہے جس کے کان کی جڑ میں زائد گوشت ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۰۵۔۶۰۴ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ نے ''زنیم'' کے متعلق متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا: ''زنیم'' وہ شخص ہے جو بُرائی میں اتنا مشہور ہو کہ اسی برائی کے ساتھ لوگوں میں پہچانا جاتا ہو' اور اکثر ایسا شخص نسب میں متہم اور ولد الزنا ہوتا ہے' اور شیطان اس پر مسلط ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۴۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم متوفی ۴۲۷ ھ نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان اس شخص پر روتا ہے جس کا جسم اللہ تعالیٰ نے تندرست بنایا ہو اور اس کا پیٹ بڑا ہو' اس کو دنیا کا مال دیا ہو اور وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہو' اسی طرح ''العتل الزنیم'' ہے۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ولد الزنا داخل نہیں ہوگا اور نہ احسان جتانے والا' اور نہ ماں باپ کا نافرمان اور نہ دائمی شراب نوش۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۰۹۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۶۸۸)

Marfat.com

یہ حدیث اس ولدالزنا پر محمول ہے جو اپنے ماں باپ کی طرح زنا کرتا ہو' کیونکہ اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے افعال دخولِ جنت کے منافی نہیں ہیں' اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ یہ لوگ ابتداءً جنت میں نہیں داخل ہوں گے اور اپنی سزا پا کر جنت میں جائیں گے اور آپ نے زجراً اس طرح فرمایا ہے تا کہ لوگ ڈریں اور ایسے کام نہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنے والے کا مصداق

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

تمام روایات اس پر محمول ہیں کہ جس شخص نے آپ کو مجنون کہا تھا وہ ولید بن مغیرہ مخزومی تھا' اور وہ اپنے آپ کو قریش کی طرف منسوب کرتا تھا اور واقع میں وہ قریش سے نہیں تھا' اس کے باپ نے اس کی پیدائش کے اٹھارہ سال بعد یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص الحکم بن العاص تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ بدر کر دیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص الاخنس بن شریق تھا' وہ اصل میں ثقیف سے تھا اور اس کا شمار زھرہ میں ہوتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص الاسود بن یغوث تھا یا ابوجہل تھا۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۴۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قرآن مجید میں ولید بن مغیرہ کے دس عیوب مذکور ہیں یا نو؟

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تھا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے نو عیوب بیان فرمائے ہیں:
(۱) بے حد قسمیں کھانے والا (۲) بے حد ذلیل (۳) بہت طعنے دینے والا (۴) چلتا پھرتا چغل خور (۵) نیکی سے بہت روکنے والا (۶) حد سے متجاوز (۷) سخت گنہ گار (۸) بہت بدخو (۹) نطفہ حرام۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا: محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں' نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں' یا تو مجھے سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا' اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا' مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مرجائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا' تو اس سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مذکور الصدر روایت کو علامہ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ نے اس طرح بیان کیا ہے: اس شخص نے اپنی ماں سے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری نو ایسی صفات بیان کی ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں' ماسوا نویں صفت کے' اگر تم نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' اس نے کہا: تمہارا باپ نامرد تھا' مجھے مال کا خطرہ ہوا تو میں نے ایک چرواہے کو اپنے اوپر قادر کیا' تم اس کے نسب سے ہو۔ علامہ جمل نے اس روایت کو صرف اپنے استاذ کے حوالے سے لکھا ہے' علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ نے بھی اس کو حسب عادت جمل سے نقل کر کے لکھ دیا ہے' ہمیں کسی حدیث کی کتاب یا اور کسی تفسیر سے اس کی اصل نہیں ملی۔

نیز صدر الافاضل رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس کے دس عیوب بیان کیے ہیں' لیکن قرآن مجید میں اس کے صرف نو عیوب کا ذکر ہے۔

صدر الافاضل کی پیروی میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ نے نور العرفان میں اور حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں اس شخص کے دس عیوب لکھے ہیں' جبکہ دیگر مفسرین نے قرآن مجید کے مطابق نو عیوب لکھے ہیں' دیکھئے تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۰۴' دار احیاء التراث العربی' روح البیان ج ۱۰ ص ۱۳۰' دار احیاء التراث العربی' تفسیر الجمل

Marfat.com

ج ۴ص ۳۸۴ قدیمی کتب خانہ کراچی' تفسیر الصاوی ج ۶ ص ۲۲۱۳ دارالفکر' بیروت ۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اس کا رد کرنا اور اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور نعت بیان کرنا قرآن مجید کا اسلوب اور اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

القلم: ۱۵۔۱۴ میں فرمایا: وہ بہت مال دار اور بیٹوں والا ہے O جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتیں ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں O

ربط آیات اور ولید بن مغیرہ کی ناک کو سونڈ فرمانے کی توجیہ

اس آیت کا تعلق اس سے پہلی آیت (القلم: ۱۰) سے بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں معنی ہوگا: آپ بہت قسم کھانے والے ذلیل شخص کی بات نہ مانیں کہ وہ بہت مال دار اور بیٹوں والا ہے' اور اس کا تعلق اس کے بعد متصل آیت: ۱۵ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کو بہت مال دیا اور بہت اولاد عطا کی' پھر چاہیے تھا کہ وہ ہمارا شکر ادا کرتا لیکن اس نے ہمارا شکر ادا کرنے' ایمان لانے اور نیک عمل کرنے کے بجائے ہمارا کفر کیا اور جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی گئیں تو اس نے کہا: یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں۔

القلم: ۱۶ میں فرمایا: ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے O

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے کفریہ اور قبیح افعال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں اس کی سزا بیان فرمائی ہے کہ ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے۔

سونڈ سے مراد اس کی ناک ہے' اور اس کو سونڈ اس لیے فرمایا ہے کہ جب کسی انسان کے اعضاء کو حیوانوں کے اعضاء سے تشبیہ دی جائے یا اس پر حیوان کے اعضاء کا اطلاق کیا جائے تو اس سے اس انسان کی توہین اور تذلیل مقصود ہوتی ہے مثلاً کسی انسان کے پیر کو کھر کہا جائے یا سم کہا جائے' نیز اس آیت میں ناک کی تذلیل کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اعضاء میں سب سے اشرف عضو اس کا چہرہ ہوتا ہے اور چہرے میں ناک کی زیادہ اہمیت ہے' وہی چہرے میں بلند ہوتی ہے اور اسی سے چہرے کی خوب صورتی ہوتی ہے اور ناک کے لفظ سے کسی انسان کی عزت یا بے عزتی کا کنایہ کیا جاتا ہے' مثلاً کہا جاتا ہے: فلاں نے فلاں کی ناک رکھ لی یعنی اس کی عزت رکھ لی اور کہا جاتا ہے: فلاں کی ناک کٹ گئی یعنی اس کی بے عزتی ہوگئی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس کی ناک پر یہ نشانی دنیا میں لگائی گئی یا آخرت میں لگائی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی ناک پر تلوار سے نشان لگایا جائے گا اور تا حیات اس میں یہ نشان باقی رہے گا اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگ بدر میں اس نے تلوار سے قتال کیا اور اسی جنگ میں اس کی ناک پر نشان لگا اور مقاتل اور ابو العالیہ نے کہا: آخرت میں اس کی ناک پر نشان ہوگا اور اس نشان کی وجہ سے سب اس کو پہچان لیں گے' جس طرح کفار کے چہرے قیامت کے دن سیاہ کیے جائیں گے اور خوف سے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' اسی طرح قیامت کے دن اس کی ناک پر نشان ہوگا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۶۰۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ان کی اس طرح آزمائش کی جس طرح ہم نے ان باغ والوں کی آزمائش کی تھی' جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح کو اس کے پھل کاٹیں گے O اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا O پھر آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک آفت آئی' جب وہ سوئے ہوئے تھے O پھر وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو O پس صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا O کہ اگر تم پھل کاٹنے والے ہو تو علی الصبح اپنے کھیت کی طرف چلو O پھر وہ چپکے چپکے باتیں

Marfat.com

کرتے ہوئے چل پڑے O کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی مسکین نہ آنے پائے O پھر وہ خود کو اپنے فیصلہ پر قادر سمجھتے ہوئے سویرے سویرے چل دیئے O پھر جب انہوں نے اس کٹے ہوئے باغ کو دیکھا تو کہا: ہم ضرور راستہ بھول گئے O بلکہ ہم محروم ہو گئے O ان میں سے متوسط نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے O انہوں نے کہا: ہمارا رب سبحان ہے بے شک ہم ظالم تھے O پھر وہ مڑ کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے O انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک ہم سرکش تھے O توقع ہے کہ ہمارا رب ہم کو اس کے بدلے میں اس سے اچھا باغ دے' بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرتے ہیں O اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب ضرور (اس سے) بہت بڑا ہے' کاش یہ لوگ جانتے O (القلم: ۳۳-۱۷)

باغ والوں کی ناشکری کا انجام

ان آیات میں کفارِ مکہ کو باغ والوں کی مثال سے ڈرایا ہے' ایک باغ میں انواع و اقسام کے پھل بہ کثرت تھے' ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے راتوں رات اس باغ کے سارے پھل اتار لیں گے' تاکہ فقراء' مساکین اور سائلوں کو پتا نہ چلے اور وہ بھی پھل مانگنے چلے آئیں اور ہمیں ان کو بھی پھل دینا پڑیں' وہ اپنے اس منصوبہ پر بہت زیادہ خوش تھے اور اس خوشی میں انہوں نے ان شاء اللہ یا سبحان اللہ بھی نہیں کہا' ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا ان شاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا' اس لیے ان کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا' ان کے اس باغ میں پہنچنے سے پہلے ایک زبردست آندھی آئی یا گرم ہوا کے بگولے آئے اور باغ کے تمام پھل جل کر خاکستر ہو گئے' اس وقت رات کو وہ محوِ خواب تھے' جب وہ پھل دار باغ کاٹی ہوئی فصل کی طرح ہو گیا' جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر باغ سے پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ کرو' علی الصبح ہی چل پڑو' حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ انگور کا باغ تھا' یہ لوگ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ کوئی سن نہ لے اور فقراء کو ان کے پھل اتارنے کا پتا نہ ہو جائے' وہ پختہ عزم کے ساتھ باغ کی طرف جا رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے منصوبہ کو پورا کرنے پر ہر طرح قادر ہیں گو سمجھتے تھے کہ وہ پھل اتارنے پر پوری طرح قادر ہیں اور ابھی جا کر سب پھل لے آئیں گے' لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکا بکا رہ گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا سرسبز باغ اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں' سارے باغ میں آندھی آ چکی ہے اور تمام پھل جل کر خاکستر ہو چکے ہیں' جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو پہلے تو سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھول کر کسی اور باغ میں آ گئے' لیکن جب بہ غور دیکھنے سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ ان ہی کا باغ ہے تو کہنے لگے کہ ہم بدقسمت ہیں' اس باغ کے پھل ہمارے نصیب میں نہ تھے' ان میں سے جو شخص بہتر تھا اس نے کہا: میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم سبحان اللہ کیوں نہیں کہتے' یہ سن کر وہ کہنے لگے: بے شک ہمارا رب سبحان ہے (پاک اور بے عیب ہے) ہم ہی ظالم ہیں' پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے ناحق مسکینوں کا حق مارا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چھوڑ دی' ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی' اسی لیے ہم پر عذاب آیا' شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے' بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد اس سے دنیا میں بدلہ دینا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے ان کی مراد آخرت میں بدلہ دینا ہو۔

سعید بن جبیر نے کہا: یہ لوگ ضرور اس جگہ کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے' اور بعض مفسرین نے کہا: یہ لوگ اہل حبشہ تھے' یہ اہل کتاب تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے' یہ باغ ان کو اپنے باپ سے ورثہ میں ملا تھا' ان کے باپ کا معمول یہ تھا کہ باغ کی پیداوار سے باغ کا خرچ نکال کر اور اپنے بچوں کا خرچ نکال کر باقی نفع یا

Marfat.com

باقی مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتا تھا' باپ کی وفات کے بعد بچوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارا باپ تو احمق تھا' جو اتنی بڑی آمدنی فقراء کو دے کر ضائع کر دیا کرتا تھا' اگر ہم فقراء کو نہ دیں اور سارا نفع اپنے پاس رکھیں تو ہم بہت جلد سرمایہ دار ہو جائیں گے' جب انہوں نے یہ عزم راسخ کر لیا تو ان کے باغ پر وہ آفت آئی کہ ان کے سارے پھل جل کر خاکستر ہو گئے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے' اس پر اسی طرح اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور یہ تو دنیا کا عذاب ہے' آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں O کیا ہم اطاعت گزاروں کو

كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ قف كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ

نافرمانوں کی مثل کر دیں گے؟ O تمہیں کیا ہوا! تم کیسی خبر سنا رہے ہو O کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے

فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ

جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو؟ O کیا اس میں وہی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ O یا تم نے ہم سے

اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾

ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک رہیں گی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے O

سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ

آپ ان سے پوچھیے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے O یا ان کے کوئی شریک ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿٤١﴾ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ

شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں O جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو

اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O ان کی نگاہیں (خوف سے) نیچی ہوں گی

ذِلَّةٌ ط وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی اور اس سے پہلے ان کو سجدہ کے لیے بلایا جاتا تھا اور اس وقت وہ صحیح سالم تھے O

معٰ ۵ عند المتقدمین ۱۲

Marfat.com

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۗ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

سو آپ اس کلام کے جھٹلانے والے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے' ہم ان کو اس طرح آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف)

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾

کھینچیں گے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا O اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے O

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ

کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں جو یہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں O یا ان کے پاس

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں O سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے' اور مچھلی والے کی

الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ

طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالت غم میں پکارا تھا O اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک

مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ

نہ کرتی تو وہ ضرور وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے O پس ان کے رب نے انہیں عزت والا بنایا

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ

اور ان کو صالحین میں سے کر دیا O اور بے شک کفار سے بعید نہیں کہ وہ اپنی نظریں لگا کر آپ

بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾

کو پھسلا دیں گے' وہ جب بھی قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ مجنون ہے O

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾ ع

حالانکہ یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں O کیا ہم اطاعت گزاروں کو نافرمانوں کی مثل کر دیں گے؟ O تمہیں کیا ہوا تم کیسی خبر سنا رہے ہو O کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو؟ O کیا اس میں وہی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ O یا تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک رہیں

Marfat.com

گی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے O آپ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے O یا ان کے کوئی شریک ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں O (القلم: ۴۱-۳۴)

کفار کے اس دعویٰ کا رد کہ آخرت میں مسلمین اور مجرمین کی جزاء ایک جیسی ہوگی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور فساق کا حال ذکر فرمایا تھا کہ انہیں آخرت میں بھاری عذاب ہوگا' اب اس کے بعد القلم: ۳۴ میں مؤمنین' صالحین اور متقین کی آخرت کا حال بیان فرمایا کہ ان کو آخرت میں نعمت والی جنتیں ملیں گی' جن میں خالص نعمتیں ہوں گی اور ان میں فکر وغم کا شائبہ بھی نہیں ہوگا جب کہ دنیا میں دنیا کے ساتھ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ ایک دن یہ نعمتیں ختم ہو جائیں گی لیکن آخرت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہوں گی۔

مقاتل نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار مکہ نے مسلمانوں سے کہا: اللہ نے ہم کو دنیا میں تم پر فضیلت دی ہے' سو ضروری ہے کہ وہ آخرت میں بھی ہم کو تم پر فضیلت دے گا' ورنہ کم از کم ہم کو تمہارے درجہ کے برابر ضرور رکھے گا' اللہ تعالیٰ نے القلم: ۳۵ میں ان کے اس قول کا رد فرمایا۔

القلم: ۳۶-۳۵ میں فرمایا: کیا ہم اطاعت گزاروں کو نافرمانوں کی مثل کر دیں گے O تمہیں کیا ہوا' تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو O

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت گزار اور غیر اطاعت گزار دونوں کو ایک درجہ میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

اس آیت سے معتزلہ کے اس استدلال کا ردّ کہ مؤمن مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا

معتزلہ نے کہا: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مؤمن اور فاسق مرتکب کبیرہ مساوی نہیں ہیں' پس واضح ہو گیا کہ جو شخص فاسق مرتکب کبیرہ ہو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مسلم اور مجرم مساوی نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلم اور مجرم کسی چیز میں بھی مساوی نہیں ہیں کیونکہ مسلم اور مجرم جسم ہونے میں' جاندار ہونے میں اور انسان ہونے میں بہرحال مساوی ہیں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اسلام اور جرم میں مساوی نہیں ہیں یا اسلام اور جرم کی جزاء میں اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ہیں' کیونکہ مسلم ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور فاسق مرتکب کبیرہ شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا' یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے' یا پھر اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوگا' دوسرا جواب یہ ہے کہ مؤمن فاسق بھی مسلمین میں داخل ہے کیونکہ وہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوا اور مجرمین سے مؤمنین فاسقین نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد کفار ہیں۔

مؤمنین اور مجرمین کی آخرت میں ایک جیسی جزاء ہونے کا عقلی اور نقلی دلائل سے بطلان

القلم: ۳۸-۳۷ میں فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو؟ O کیا اس میں وہی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ O

جب کفار مکہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ردّ میں یہ آیات نازل فرمائیں:

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ○ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

تمہیں کیا ہو گیا ہے' تم کیسا دعویٰ کر رہے ہو O کیا تم سمجھتے نہیں ہو O آیا تمہارے پاس اس (دعویٰ) پر واضح دلیل ہے O اگر تم سچے ہو تو تم اپنی وہ کتاب لے آؤ O (الصّٰفّٰت: ۱۵۷-۱۵۴)

اسی طرح یہ القلم ۳۸-۳۶ آیات ہیں' جب کفار مکہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کو بھی آخرت میں وہی اجر وثواب ملے گا جو

Marfat.com

مؤمنین صالحین کو ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا' تم کیسی خبر سنا رہے ہو O کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو؟ O کیا اس میں وہی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ O

القلم: ۳۹ میں فرمایا: یا تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک رہیں گی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے O

جب کوئی شخص کسی چیز کا ضامن ہو جائے تو کہا جاتا ہے: فلاں شخص نے مجھے اس چیز کی قسم دے دی ہے' یعنی کیا ہم نے تم کو ضمانت دی ہے اور قسم کھائی ہے کہ ہم تم کو مؤمنین صالحین کی مثل اجر و ثواب دیں گے۔

القلم: ۴۰ میں فرمایا: آپ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے؟ O

جس طرح کسی قوم کا' کارمختار ان کی اصلاح کرتا ہے اور ان کے متعلق صحیح فیصلے کرتا ہے تو تمہارے متعلق یہ فیصلہ کس نے کیا ہے؟

القلم: ۴۱ میں فرمایا: یا ان کے کوئی شریک ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں O

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ ہے کہ آیا ان کے پاس ایسی چیزیں ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شرکاء ہیں' اس لیے ان کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ شرکاء ان کو مؤمنین کی طرح عذاب سے نجات یافتہ بنا دیں گے اور مؤمنین کی مثل ثواب عطا کریں گے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ آیا ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا یہ مذہب ہے کہ آخرت میں مسلمین اور مجرمین جزاء میں برابر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے اس دعویٰ پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے O ان کی نگاہیں (خوف سے) نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی' اور اس سے پہلے ان کو سجدہ کے لیے بلایا جاتا تھا اور اس وقت وہ صحیح سالم تھے O (القلم: ۴۳-۴۲)

''یوم یکشف عن ساق'' میں ''ساق'' کا لغوی معنی

اس آیت میں ''کشف ساق'' (پنڈلی کھولنے) کا ذکر ہے' پنڈلی کھولنے کے لغوی معنی حسب ذیل ہیں:

ٹخنے اور گھٹنے کے درمیان جو جگہ ہے اس کو ''ساق'' کہتے ہیں اور ''کشف ساق'' شدت اور سختی سے کنایہ ہے' جب کسی معاملہ کی شدت اور ہولناکی کی خبر دینا ہو تو ''ساق'' کا ذکر کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ (القیامہ: ۲۹) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی O

یعنی دنیا کی آخری شدت' روزِ قیامت کی پہلی شدت سے لپٹ جائے گی۔

جب جنگ شدید ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''قامت الحرب علی ساق'' جنگ اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوگئی۔ سو اس سے مراد روزِ قیامت کی شدت ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۵۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

زیادہ اہم کام کو کرتے وقت لوگ شلوار کو اڑس کر پنڈلی کو کھولتے ہیں یعنی قیامت کے دن جب اہم کام کیا جائے گا اور زجر و توبیخ کے لیے منافقوں کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

''ساق'' کسی چیز کی اصل کو کہتے ہیں جس پر وہ قائم ہو' جیسے درخت کے تنے اور انسان کی ٹانگ کو ''ساق'' کہتے ہیں' یعنی جب تمام لوگوں کے اعمال کی اصل کو کھولا جائے گا اور تمام حقائق منکشف ہو جائیں گے۔

Marfat.com

''یوم یکشف عن ساق'' کی تفسیر میں احادیث' آثار اور اقوالِ تابعین

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ'' (القلم:۴۲) کی تفسیر میں فرمایا: ''ساق'' سے مراد نورِ عظیم ہے' سب لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر جائیں گے۔

(مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۸۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں روح بن جناح ہے جو قوی نہیں ہے' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۲۸)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس دن ہمارا رب اپنی ''ساق'' (پنڈلی) کو کھولے گا تو ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اس کو سجدہ کریں گے اور وہ لوگ باقی رہیں گے جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لیے عبادت کرتے تھے' وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی کمر لوٹ کر ایک طباق (یا تختہ) کی طرح ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۱۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں:

(۱) متقدمین کا مسلک یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس پر ایمان رکھنا چاہیے اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ پنڈلی سے وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تاویل کی جائے گی اور اس میں وہی شخص تاویل کر سکتا ہے جو عربی زبان کا جاننے والا ہو اور اصول اور فروع کا عارف ہو' اس بناء پر انہوں نے کہا: اس آیت میں ''ساق'' سے مراد شدت ہے یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سخت اور ہولناک چیزوں کو کھول دے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے' اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''ساق'' سے مراد نورِ عظیم ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۸۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد حجابات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مؤمنین کے لیے کھول دے گا' اور ربیع بن انس نے کہا: اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا' تو جو شخص بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہو گا وہ سجدہ میں گر جائے گا' علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مؤمنین سے سختیوں کو کھول دے (دور کر دے گا) تو وہ سجدۂ شکر بجا لائیں گے اور وہ بھی حضرت ابوموسیٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۸۳) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ چالیس سال تک اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے رہیں گے' اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی ''ساق'' کو کھولے گا اور ان پر تجلی فرمائے گا۔

اس حدیث میں ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت تو دار الجزاء ہے دار العمل نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مکلف ہونے کی حیثیت سے سجدہ نہیں کریں گے بلکہ حصولِ لذت کے لیے اور حصولِ تقرب کے لیے سجدہ کریں گے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ القلم: ۴۲ میں ہے: اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے' کیونکہ ان کی کمر تختے کی طرح ہو جائے گی اور مڑ نہیں سکے گی' بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو کام انسان کی طاقت میں نہ ہو انسان کو اس کا مکلف کرنا جائز ہے' لیکن ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے اور اس سے مراد ان کا امتحان لینا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے' پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے' ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو' اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے' اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم پیاسے ہیں' ہم کو پانی پلا دے' پھر ان سے اشارے سے کہا جائے گا: تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟ پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا' وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی' پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے' ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو' اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے' پھر ان سے کہا جائے گا: اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے۔ ان سے اشارے سے کہا جائے گا: تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟ پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا' وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی' پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' خواہ نیک ہوں یا بدکار' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے؟ ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے: اے بارِالٰہ! ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا' اس صورت سے آواز آئے گی: میں تمہارا رب ہوں' مسلمان کہیں گے: ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے' مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار دہرائیں گے' یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے: ہاں' پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا' اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی' اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا' اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی' اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا' پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' مسلمان کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے' پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔ (الحدیث بطولہ)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۹ ۷۔ ۴۵۸۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان

اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے' پھر ایک اور صورت میں ظاہر ہوگا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنا لیں گے' جس طرح دنیا میں یہ

Marfat.com

معمول تھا' بعد میں حوضِ کوثر پر منافقین کی چھانٹی کر دی جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم "سحقاً سحقاً" (دور ہو دور ہو) فرما کر انہیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے' یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ" (یٰسٓ: ۵۹) اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مؤمنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مؤمنین اس کو رب مان لیں' اس کی تشریح کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے' ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں' اس کے منشاء اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض کرتے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے' اس لیے مؤمنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے: یہ ہمارا رب نہیں ہے' بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا (اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے) اور یہ ایسی صفت ہو گی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہو گی اور نہ اس پر آثار حدوث ظاہر ہوں گے' اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے' لہٰذا جب وہ ایک بے مثل صفت کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا: پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی' جیسی دہشت ناک ہولناکیاں انہوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی' اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں' اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو "کشف ساق" (پنڈلی منکشف کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف وکرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بناء پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہو گا اور جنت میں دیدار بطورِ انعام ہو گا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ا ص ۱۰۰۹۔ ۱۰۰۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

القلم: ۴۳ میں فرمایا: ان کی نگاہیں (خوف سے) نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی' اور اس سے پہلے ان کو سجدہ کے لیے بلایا جاتا تھا اور اس وقت وہ صحیح سالم تھے O

جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے وعید

کفار اور منافقین کو بہ طور عبادت یا بہ طور مکلف ہونے کے' سجدہ کے لیے نہیں بلایا جائے گا بلکہ بہ طور زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) اور دنیا میں سجدہ نہ کرنے پر ملامت کرنے کی وجہ سے ان کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کی قدرت کو ان سے سلب کر لے گا' حتیٰ کہ ان کو دنیا میں اپنے کفر اور نفاق پر شدید ندامت اور حسرت ہو گی' ان کی آنکھیں اس لیے جھکی ہوئی ہوں گی کہ جس کو مالک نے دائمی غلامی کے لیے رکھا ہو اور وہ غلام اپنے آقا کی خدمت سے اعراض کرے تو وہ

Marfat.com

سب کی نگاہوں میں ذلیل اور شرمسار ہو جاتا ہے اور یہ منافقین جب دنیا میں تندرست تھے اور ان کو اذان اور اقامت کے ذریعہ نماز کے لیے بلایا جاتا تھا تو یہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے' کفار اور منافقین سے قطع نظر اس میں ان مسلمانوں کے لیے بھی وعید ہے جو اذان سننے کے باوجود نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں نہیں جاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو آپ اس کلام کے جھٹلانے والے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے' ہم ان کو اس طرح آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) کھینچیں گے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا O اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے O کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں جو یہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں O یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں O سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالتِ غم میں پکارا تھا O اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی تو وہ ضرور وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے O پس ان کے رب نے ان کو عزت والا بنا دیا اور صالحین میں سے کر دیا O اور بے شک کفار سے یہ بعید نہیں کہ وہ اپنی نظریں لگا کر آپ کو پھسلا دیں گے' وہ جب بھی قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ مجنون ہے O حالانکہ یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے O (القلم: ۵۲-۴۴)

استدراج کا معنی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی شدت اور ہولناکی سے ڈرایا تھا' اس آیت میں ان کو اور زیادہ ڈرایا اور اپنے قہر اور اپنی قدرت کا ذکر فرمایا اور فرمایا: آپ ان کو میرے سپرد کر دیجئے' میں ان کے لیے کافی ہوں یعنی ان کی زیادتیوں کا انتقام لینے کے لیے یہ کافی ہے کہ آپ ان کا معاملہ میرے سپرد کر دیں' مجھے معلوم ہے کہ ان کو کیسی سزا دینی چاہیے اور میں اس سزا کو دینے پر قادر ہوں۔

اس آیت میں ''سنستدرجھم'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر استدراج ہے' اس کا معنی ہے: ہم ان کو بہ تدریج عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں' عطا نے کہا: ہم ان کے ساتھ ایسی خفیہ تدبیر کرنے والے ہیں کہ ان کو اس کا پتا بھی نہیں چلے گا' کلبی نے کہا: ہم ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں پسندیدہ بنا دیں گے' پھر ہم ان کو گرفت میں لے لیں گے' ضحاک نے کہا: جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو نئی نعمت عطا کرتے ہیں۔ سفیان نے کہا: ہم ان پر اپنی نعمتوں کے دریا بہاتے ہیں اور ان کو اس کا شکر ادا کرنے سے غفلت میں مبتلا رکھتے ہیں۔

القلم: ۴۵ میں فرمایا: اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر

یعنی ان کے مسلسل گناہوں کے باوجود ان کی زندگی دراز کرتا اور ان کی روح قبض کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور اس کو خفیہ تدبیر اس لیے فرمایا کہ یہ بھی صورۃً استدراج ہے' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ (آل عمران: ۱۷۸) ہم ان کو اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ تاکہ یہ اور زیادہ گناہ کریں۔

القلم: ۴۷-۴۶ میں فرمایا: کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں جو یہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں O یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں O

آپ جو ان کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں تو اس دعوت کو قبول کرنا ان پر کیوں دشوار ہو رہا ہے' آپ ان

Marfat.com

سے اس دعوت کے عوض کوئی مال تو نہیں مانگ رہے پھر یہ کیوں بدک رہے ہیں' بلکہ اگر یہ اس دعوت کو قبول کر کے ایمان لے آئیں تو ان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہوگی۔

کفار جو آپ کے رسول ہونے کا انکار کر رہے ہیں' ان کا یہ انکار کس بنیاد پر ہے' کیا ان کو غیب کا علم ہے یا ان پر وحی نازل ہوئی ہے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غیب سے اس آیت میں مراد لوحِ محفوظ ہے' تو کیا جن چیزوں میں یہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں ان کو انہوں نے لوحِ محفوظ میں پڑھ لیا ہے اور اس سے ان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ یہ آپ سے افضل ہیں اور آخرت میں ان کا اجر و ثواب مسلمانوں کے اجر و ثواب کی مثل ہوگا۔

القلم: ۴۸ میں فرمایا: سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے' اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالتِ غم میں پکارا تھا○

آپ کا رب آپ کو اپنا پیغام پہنچانے کا جس طرح حکم دے آپ اس پیغام کو پہنچاتے رہیے۔

قتادہ نے کہا: آپ جلدی نہ کریں اور کفار کی دل آزار اور دل خراش باتوں پر غیظ و غضب میں نہ آئیں' اور ایک قول یہ ہے کہ آیتِ جہاد کے نازل ہونے سے اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں یعنی جس طرح وہ اپنی قوم کے ایمان نہ لانے سے جلدی غضب میں آ گئے تھے' اور جلدی میں اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے' آپ اس طرح نہ کریں۔

اور فرمایا: جنہوں نے اپنے رب کو حالتِ غم میں پکارا تھا' یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو پکارا اور کہا: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○'' (الانبیاء: ۸۷)۔

اس آیت میں ''مکظوم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ غم سے پُر تھے اور عطا اور ابو مالک نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ کرب اور بے چینی سے پُر تھے یا ان کا سانس گھٹ رہا تھا' کہتے ہیں: ''کظم فلان غیظه'' فلاں شخص نے اپنا غصہ روک لیا۔

القلم: ۵۰۔۴۹ میں فرمایا: اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی تو وہ ضرور وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے○ پس ان کے رب نے ان کو عزت والا بنا دیا اور صالحین میں سے کر دیا○

حضرت یونس علیہ السلام پر نعمت کے تدارک کی تفصیل اور ان کے مذموم نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی' یعنی ان کی اجتہادی خطا کی تلافی نہ کرتی' ان کی اجتہادی خطا یہ تھی کہ انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ اگر وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر چلے گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ نبی پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل رابطہ رکھے' لیکن ان پر جو اللہ عزوجل کی نعمت تھی' اس نے ان کی اس اجتہادی خطا کا تدارک کر دیا' اس نعمت کی متعدد تفسیریں ہیں' ضحاک نے کہا: اس سے مراد نبوت ہے' ابن جبیر نے کہا: اس سے مراد ان کی سابقہ عبادات ہیں' ابن زید نے کہا: ان کا یہ پکارنا ہے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○'' (الانبیاء: ۸۷)۔ ابن بحر نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکالنا ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ان کو توبہ کی توفیق دینا اور ان کی توبہ قبول فرمانا ہے' پھر فرمایا: اگر ان پر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ان کو مذموم حالت میں کھلے میدان میں ڈال دیا جاتا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: لیکن ان پر اللہ کی نعمت تھی اس لیے ان کو غیر مذموم حالت میں بہت کمزوری اور لاغری کے ساتھ کھلے ہوئے میدان میں ڈال دیا گیا۔

Marfat.com

اس آیت میں "العراء" کا لفظ ہے' ایسا کھلا ہوا میدان جس میں نہ پہاڑ ہوں اور نہ درخت ہوں' ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر ان پر اللہ سبحانہٗ کا فضل نہ ہوتا تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے' اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۴-۱۴۳) پس اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے ۝ تو وہ ضرور قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پسندیدہ اور مختار بنالیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وحی کا رابطہ بحال کر دیا اور ان کے حق میں ان کی دعا اور ان کی قوم کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائی۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت ان کے شامل حال نہ ہوتی تو وصف مذمومیت کے ساتھ ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا لیکن جب کہ ان کو یہ نعمت حاصل تھی تو ان کو وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں نہیں ڈالا گیا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر اللہ کی نعمت ان کو حاصل نہ ہوتی تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے' پھر ان کو وصف مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا' لیکن چونکہ انہیں اللہ کی رحمت حاصل تھی اس لیے ایسا نہیں ہوا۔

ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مذموم ہونے کا ذکر فرمایا ہے' کیا یہ ان کے گناہ کرنے کی دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: بلکہ اس آیت میں ان کے مذموم نہ ہونے کا ذکر ہے کیونکہ فرمایا: اگر ان کو اللہ کی نعمت شامل نہ ہوتی تو وہ مذموم ہوتے' اور چونکہ ان کو اللہ کی نعمت شامل تھی اس لیے وہ مذموم نہ تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مذمومیت سے مراد ترکِ افضل ہو کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۱۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

القلم: ۵۱ میں فرمایا: اور بے شک کفار سے یہ بعید نہیں کہ وہ اپنی نظریں لگا کر آپ کو پھسلا دیں گے' وہ جب بھی قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ مجنون ہے ۝

کفارِ مکہ کا آپ پر نظر لگانے کی ناکام کوشش کرنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت کی خبر دی ہے' انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگا دیں' پھر قریش کی ایک جماعت نے آپ کو نظر لگائی اور کہنے لگے: ہم نے ان کی مثل کوئی شخص دیکھا ہے نہ ان کے محافظوں کی مثل کوئی شخص دیکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنو اسد والے نظر لگاتے تھے حتیٰ کہ کوئی فربہ گائے یا موٹی تازی اونٹنی ان میں سے کسی ایک کے پاس سے گزرتی تو وہ اس کو نظر لگاتے' پھر اپنی باندی سے کہتے کہ ٹوکری لے کر جاؤ اور دراہم لے کر جاؤ اور اس اونٹنی کا گوشت لے آنا' پھر شام ہونے سے پہلے وہ اونٹنی مر جاتی اور ذبح کر دی جاتی۔ کلبی نے کہا: عرب کا ایک شخص دو تین دن کھانا نہیں کھاتا تھا پھر اس کے پاس سے کوئی اونٹ یا بکرا گزرتا تو وہ کہتا: میں نے اس سے زیادہ خوب صورت اونٹ یا بکرا اس سے پہلے نہیں دیکھا' پھر تھوڑی ہی دیر گزرتی تھی کہ وہ اونٹ یا بکرا گر کر ہلاک ہو جاتا تھا' کفارِ مکہ نے اس شخص سے کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگائے' اس نے حامی بھر لی' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے محفوظ رکھا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عرب جب کسی کی جان یا مال پر نظر لگانا چاہتے تو تین دن بھوکے رہتے' پھر اس کی جان یا مال پر نظر لگا کر کہتے: اللہ کی قسم!

Marfat.com

میں نے اس سے زیادہ قوی' بہادر اور اس سے زیادہ مال دار شخص کوئی نہیں دیکھا' پھر وہ شخص ہلاک ہو جاتا اور اس کا مال ہلاک ہو جاتا' اسی وجہ سے فرمایا: جب آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو یہ آپ کو مجنون کہتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ آپ کو نظر لگاتے ہیں تا کہ آپ کو پھسلا دیں' الھروی نے اس کی تفسیر میں کہا: وہ آپ پر اس لیے نظر لگاتے ہیں تا کہ آپ کو اس مقام سے گرا دیں جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قائم کیا ہے' سدی اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ آپ پر اس لیے نظر لگاتے ہیں تا کہ آپ کو تبلیغ رسالت کے منصب سے ہٹا دیں' حسن بصری اور ابن کیسان نے کہا: وہ اس لیے آپ پر نظر لگاتے ہیں تا کہ آپ کو ہلاک کر دیں۔

جس شخص پر نظر لگی ہو اس پر اس آیت کو پڑھ کر دم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ' اللہ تعالیٰ اس کو نظر کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

القلم: ۵۲ میں فرمایا: حالانکہ یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے O

قرآن مجید کے مضامین سے اس کے اثر جنون ہونے کا ابطال

جس قرآن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنون کی دلیل ہے' یہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے' اور ان کے ذہنوں میں جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید کے دلائل ہیں' یہ اس پر متنبہ کرتا ہے' اس میں دنیا کی صالح حیات کا اور اخروی فوز وفلاح کا دستور العمل ہے' ایک فرد' ایک خاندان اور ایک ریاست کو معاشرتی برائیوں سے پاک رکھنے اور معاشرتی خوبیوں کے ساتھ مزین کرنے کے اصول اور آداب ہیں' اس میں حکمتِ نظریہ اور حکمتِ عملیہ ہے' مستقبل میں پیش آنے والے اُمور کی پیش گوئیاں ہیں' غیب کی خبریں ہیں' سابقہ نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات ہیں' اس کی عبارت کی فصاحت و بلاغت معجز ہے اور بڑے سے بڑا ادیب اس کلام کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہا' ایسا کلام پڑھنے والے کو یہ کفار مجنون کہتے ہیں اور اس کلام کو جنون کا اثر کہتے ہیں جب کہ یہ کلام سراسر تمام جہان کے لیے نصیحت ہے اور اس کلام کو پڑھنے والا بھی مجسم نصیحت ہے۔

سورۃ القلم کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۵ صفر ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ مارچ ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ سورۃ القلم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ ۱۷ مارچ کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح آٹھ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرادی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں' اس تفسیر کو تا روزِ قیامت باقی اور اثر آفریں رکھیں' اس کو موافقین کے لیے موجب استقامت وطمانیت اور مخالفین کے لیے سببِ ہدایت بنا دیں۔ میری' میرے والدین' میرے اعزہ' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ' میرے احباب' اس کتاب کے ناشر' اس کے معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمائیں اور ہم سب کو دارین کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھیں اور دارین کی کامیابیوں' کامرانیوں اور سعادتوں کو ہمارا مقدر بنا دیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین
اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ
وذریاتہٖ واولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ وامتہٖ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورة الحاقة

سورت کا نام وغیرہ

اس سورت کا نام الحاقۃ ہے کیونکہ اس سورت کو اسی نام کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جیسا کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ہے:

اَلۡحَآقَّةُ ۙ مَا الۡحَآقَّةُ ۚ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ (الحاقۃ: ۳۔۱) ضرور واقع ہونے والی ○ ضرور واقع ہونے والی کیا چیز ہے؟ ○ ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں ○

''الحاقة'' قیامت کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورۃ الحاقہ اور اس کی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۴۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا' آپ مجھ سے پہلے مسجد کی طرف جا چکے تھے' میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا' آپ نے سورۃ الحاقہ پڑھنی شروع کر دی' مجھے قرآن مجید کی عبارت سے بہت تعجب ہوا' میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ضرور شاعر ہیں جیسا کہ قریش کہتے ہیں' تب آپ نے یہ آیات پڑھیں:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۙ (الحاقۃ: ۴۱۔۴۰) بے شک یہ قرآن ضرور رسول کریم کا قول ہے ○ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو ○

پھر مجھے خیال آیا کہ آپ کاہن ہیں' تب آپ نے یہ آیات پڑھیں:

وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ (۴۳۔۴۲) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے ○ یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ○

آپ نے آخر تک سورۃ الحاقہ پڑھی اور اس واقعہ سے اسلام کی صداقت میرے دل میں بیٹھ گئی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۲۔۲۶۳ رقم الحدیث: ۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر شریح بن عبید کی حضرت عمر سے ملاقات نہیں ہوئی' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۲)

Marfat.com

مسلمانوں نے ۵ ہجری کے بعد مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد ۶ ھ میں اسلام لائے تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۵ ہجری سے پہلے کا واقعہ ہے' ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۷ ہے' یہ سورۂ تبارک الذی کے بعد اور سورۃ المعارج سے پہلے نازل ہوئی۔

سورت الحاقہ کے مشمولات

☆ اس سورت میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور مکذبین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا گیا ہے۔

☆ کفارِ مکہ کو یاد دلایا ہے کہ سابقہ امتوں کے کافروں نے دنیا میں عذاب واقع ہونے کی تکذیب کی تو ان پر دنیا میں عذاب نازل کیا گیا' اس کے علاوہ ان کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور شرک کرتے تھے ان کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

☆ جو لوگ اسلام لائے ان کو اللہ تعالیٰ نے طوفان میں غرق ہونے سے بچالیا اور اس میں بنی نوع انسان پر احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل باقی رکھی۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس الزام سے برأت ذکر کی ہے کہ آپ نے رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی اس سے برأت بیان کی ہے کہ وہ جھوٹے رسول کو اس کے جھوٹے دعویٰ رسالت پر برقرار رکھے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دینے میں جو مشکلات اور تکالیف پیش آتی تھیں' ان میں آپ کو صبر واستقامت کی تلقین کی ہے۔

☆ قرآن مجید میں ایمان نہ لانے پر عذاب کی جن وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان سے کفارِ مکہ کو ڈرایا ہے۔

☆ قیامت کے دن مؤمنین اور کفار کے احوال مختلف ہوں گے' مؤمنین کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کفار کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی وحی ہے' یہ کسی شاعر کا قول ہے نہ کسی کاہن کا قول ہے۔

☆ اس سورت کے اختتام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت پر دلیل قائم فرمائی کہ اگر آپ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوتا تو ہم آپ کی رگِ حیات کاٹ دیتے۔

سورۃ الحاقہ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر اس دعا کے ساتھ شروع کر رہا ہوں کہ اے میرے اور اس کائنات کے رب! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل اور کذب سے مجتنب رکھنا' اور دلائل سے حق اور صواب کو واضح کرنے اور باطل اور ناصواب کو رد کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کرنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۵ صفر ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ مارچ ۲۰۰۵ء

Marfat.com

آیاتہا ۵۲ (۶۹) سورۃ الحاقۃ مکیۃ (۷۸) | بسم اللہ الرحمن الرحیم | رکوعاتہا ۲

سورۃ الحاقۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

اَلْحَآقَّةُ ۝١ مَا الْحَآقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝٣

ضرور واقع ہونے والی ○ ضرور واقع ہونے والی کیا چیز ہے؟○ ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں؟○

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا

ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی کو جھٹلایا ○ رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ

بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦

سے ہلاک کر دیا گیا ○ اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ○

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى

(اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا' پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ

کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے ○ کیا اب

تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَ

تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے؟ ○ اور فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور وہ جن کی

الْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ

بستیاں الٹ دی گئی تھیں انہوں نے گناہ کیے○ سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے

اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝١١

ان کو شدید پکڑ میں لے لیا○ بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا○

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝١٢ فَاِذَا نُفِخَ

تاکہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں○ پس جب صور

Marfat.com

فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

میں ایک پھونک پھونکی جائے گی ○ اور زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ پس اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی ○

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ

اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کم زور ہو گا ○ اور فرشتہ

عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

اس کے کناروں پر ہو گا' اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ

اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے ○ اس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا

خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ

چھپ نہیں سکے گا ○ سو جس کو اس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا:

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾

آؤ میرا نامۂ اعمال پڑھو ○ مجھے یقین تھا کہ میں نے اپنے حساب سے ملنا ہے ○

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا

پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا ○ بلند جنت میں ○ جس کے پھلوں

دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ

کے خوشے جھکے ہوئے ہیں ○ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام

الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ

میں بھیجے تھے ○ اور رہا وہ جس کو اس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' پس وہ کہے گا:

Marfat.com

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲٦﴾

کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا O اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے O

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾

کاش! وہی (موت) میرا کام تمام کر دیتی O میرا مال میرے کسی کام نہ آیا O

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

میرا غلبہ جاتا رہا O اسے پکڑو پھر اس کو طوق پہنا دو O پھر اس کو دوزخ میں

صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

جھونک دو O پھر اس کو ستر ہاتھ پیمائش کی زنجیر

فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾

میں جکڑ دو O بے شک یہ بڑی عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا O

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا O پس آج یہاں نہ

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ

اس کا کوئی دوست ہے O اور نہ (دوزخیوں کی) پیپ کے سوا کوئی طعام ہے O جس کو

اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۱ / ۳۷ / ۵

گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ضرور واقع ہونے والی O ضرور واقع ہونے والی کیا چیز ہے؟ O ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں؟ O ثمود اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا O رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا O اور رہے عاد تو ان کو ایک گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا O (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے O کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے؟ O (الحاقۃ: ۸۔۱)

Marfat.com

''الحاقة'' کا معنی اور قیامت کو ''الحاقة'' فرمانے کی وجوہ

''الحاقة'' سے مراد قیامت ہے اور اس کو ''الحاقة'' فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ''الحاقة'' حق کا اسم فاعل ہے اور حق کا معنی ہے: کسی چیز کی حقیقت کو ثابت کرنا اور قیامت کے دن ہر چیز کی حقیقت ثابت ہو جائے گی۔

(۲) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جو چیز ہونے والی ہو اور ثابت ہو اور قیامت کا واقع ہونا واجب ہے' اس لیے اس کو ''الحاقة'' فرمایا۔

(۳) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جس چیز کا صدق واجب ہو اور قیامت کے دن ثواب اور عذاب کا وقوع ہوگا' سو قیامت کے دن ثواب اور عذاب کا صدق واجب ہوگا۔

(۴) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جو چیز برحق ہو اور اس کا ثبوت یقینی ہو اور قیامت برحق ہے' اس کا ثبوت یقینی ہے۔

(۵) ''الحاقة'' کا معنی ہے: وہ حادثہ جس کا کوئی جھٹلانے والا نہ ہو اور قیامت کے متعلق فرمایا:

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ (الواقعہ: ۲) اس کے وقوع کا کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے ○

(۶) ''الحاقة'' کا معنی ہے: وہ ساعت جس میں جزاء کا وقوع برحق ہے اور قیامت کے دن ہر نیک اور بد کو اپنی اپنی جزا ملے گی۔

(۷) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جس کا لوگوں پر وقوع برحق ہے۔

(۸) زجاج نے کہا: اس دن تمام مکلفین کے اعمال کے آثار حق ہو جائیں گے اور ہر ایک کو اپنے عمل کا اثر برداشت کرنا ہوگا۔

(۹) زہری نے کہا: جو شخص بھی روزِ قیامت کا منکر تھا' اس پر قیامت کا برحق ہونا واضح ہو جائے گا۔

(۱۰) ابو مسلم نے کہا: اس دن آپ کے رب کے کلمات کا برحق ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

الحاقہ: ۲ میں فرمایا: الحاقہ کیا چیز ہے! یہ اس کی بڑائی اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا' اس کی مثل یہ آیت ہے:

اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ○ (القارعہ: ۳-۱) دہلانے والی ○ دہلانے والی کیا چیز ہے؟ ○ اور آپ کیسا جانتے ہیں کہ دہلانے والی کیا چیز ہے؟ ○

الحاقہ: ۳ میں فرمایا: ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں؟ ○

یعنی ابھی آپ کو قیامت کی عظمت اور شدت کا علم نہیں ہے' یعنی قیامت کی ہولناکیاں اتنی شدید ہیں کہ کسی کی سوچ اور وہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور کوئی سوچنے والا اپنے تخیل سے قیامت کی ہولناکیوں کی شدت کا جتنا بھی اندازہ کرے گا' قیامت کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہوگی' اسی طرح ''القارعة'' کا معنی ہے: وہ جو خوف سے لوگوں کا دل دہلا دے گی' آسمان پھٹ جائیں گے' زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں دھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور ستاروں کی روشنی ختم ہو جائے گی۔

الحاقہ: ۴ میں فرمایا: ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی کو جھٹلایا ○

اس آیت سے اہل مکہ کو ثمود اور عاد کے عذاب سے ڈرایا ہے' اگر تم نے بھی قیامت کو جھٹلایا تو تم پر بھی ایسا ہی عذاب آئے گا۔

الحاقہ: ۵ میں فرمایا: رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا ○

Marfat.com

قومِ ثمود کی عذاب سے ہلاکت

اس آیت میں "طاغیة" کا لفظ ہے "طاغیة" کا معنی ہے: جو چیز شدت اور قوت میں حد سے متجاوز ہو اور "طاغیة" کا موصوف محذوف ہے اور وہ "صیحة" ہے اس کا معنی ہے: آواز اور چیخ یعنی وہ ایسی چیخ تھی جو تمام چیخوں سے قوت اور شدت میں حد سے زیادہ تھی اور وہ خوفناک چنگھاڑ تھی' اللہ تعالیٰ نے اس چنگھاڑ کی اثر آفرینی کے متعلق فرمایا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ○ (القمر: ۳۱) ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس ہو○

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "طاغیة" سے مراد بجلی کی کڑک ہے یعنی وہ حد سے زیادہ ہولناک کڑک تھی۔

بعض مفسرین نے کہا کہ "طـاغیة" "طغیان" سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: سرکشی' یعنی قوم ثمود کو ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا کیونکہ قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔

اس آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ قوم ثمود کو ایک سرکش گروہ کی وجہ سے قتل کر دیا گیا' جس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں کو کونچیں کہتے ہیں) جب اونٹنی پانی پی کر لوٹ رہی تھی تو وہ اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے' اس کے راستہ میں ایک چٹان تھی جس کے نیچے قدار نامی ایک شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا' جب وہ اس کے پاس سے گزری تو مصدع نام کے ایک شخص نے اس کی پنڈلی پر تاک کر تیر مارا اور قدار نے تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ دیں' اونٹنی کو ہر چند کہ دو آدمیوں نے مل کر قتل کیا تھا لیکن چونکہ پوری قوم ثمود اس سرکشی' شرارت اور بغاوت میں ان کے ساتھ تھی' اس لیے اس سرکشی کی وجہ سے پوری قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔

الحاقة: ۷۔۶ میں فرمایا: اور رہے عاد تو ان کو ایک گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا○ (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا○

قومِ عاد کی عذاب سے ہلاکت

اس آیت میں "ریح" "صرصر" اور "عاتیه" کے الفاظ ہیں "ریح" کے معنی ہیں: آندھی اور "صرصر" کے معنی ہیں: بہت تند و تیز آندھی جس کے چلنے سے صرصر کی آواز آ رہی ہو' گرم لو اور بادِ سموم کو بھی "صرصر" کہتے ہیں جو مہلک ہوتی ہے' سخت سرد ہوا کو بھی "صرصر" کہتے ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ سخت سرد ہوا کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔

(لسان العرب ج ۸ ص ۲۲۴' دار صادر بیروت' ۲۰۰۳ء)

"عـاتیة" کا معنی ہے: حد سے متجاوز' یہ باد صرصر کی صفت ہے' جو قومِ عاد پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بھیجی گئی تھی' یہ ہوا اس قدر تیز تھی کہ فرشتوں کے کنٹرول سے باہر تھی' یہ یخ اور زناٹے دار ہوا تھی جس نے قومِ عاد کو ہلاک کر دیا۔

پھر فرمایا: (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا○

اس آیت میں "سـخـرهـا" کا لفظ ہے' مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: اس آندھی کو ان پر مسلط کر دیا' دوسرے مفسرین نے کہا: اس آندھی کو ان کے اوپر بھیج دیا اور یہ سب اللہ کی تقدیر اور اس کی قدرت سے ہوا' اور اس میں "حسـومـاً" کا لفظ ہے' یعنی ان سات راتوں اور آٹھ دنوں میں وہ آندھی مسلسل چلتی رہی' "حسـوم" کا لفظی معنی ہے: کاٹنے والی' اسی وجہ سے تلوار کو حسام کہتے ہیں اور یہ آندھی بھی ان کی روح اور جسم کا رشتہ کاٹنے والی تھی اس لیے اس کو حسوم فرمایا' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آندھی نے ان کی ہر خیر اور ہر برکت کو جڑ سے کاٹ دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا: پس اے مخاطب! تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے O
اس آیت میں "صرعٰی" کا لفظ ہے یہ "صریع" کی جمع ہے مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ مر کر گر گئے اور وہ کھوکھلے تنوں کی طرح کھوکھلے ہیں اور ان کے اندر کچھ نہیں ہے' ایک اور جگہ فرمایا:

تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ O (القمر: ۲۰)

وہ آندھی لوگوں کو اٹھا کر اس طرح پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے اجسام کھجور کے تنوں کی طرح بہت لمبے اور قد آور تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آندھی نے ان کے لمبے لمبے جسموں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا' اور "الخاویة" کا معنی ہے: کھوکھلے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ آندھی ان کے منہ کے راستہ سے ان کے جسم کے اندر داخل ہوئی اور جسم کے اندر کا تمام گوشت پوست اور تمام اعضاء کو کاٹ کر سرین کے راستے باہر نکال دیا' "الخاویة" کا معنی بوسیدہ اور پرانا بھی ہے یعنی وہ لوگ زمین پر کھجور کے بوسیدہ درختوں کی طرح گر گئے۔

الحاقہ: ۸ میں فرمایا: کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے O
یعنی اب ان میں سے کوئی گروہ باقی ہے یا کوئی فرد باقی ہے' ابن جریج نے کہا: وہ سات راتیں اور آٹھ دن اللہ سبحانہٗ کے بھیجے ہوئے آندھی کے عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں دن کی شام کو مر گئے' پھر آٹھویں دن آندھی نے ان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ O (الاحقاف: ۲۵)

وہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر رہی تھی پس وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانوں کے سوا اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی' ہم مجرم قوم کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O

یعنی سب گھر والے تباہ ہو گئے' صرف عبرت کا نشان رکھنے کے لیے ان کے گھر باقی رہ گئے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں انہوں نے گناہ کیے O سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو شدید پکڑ میں لے لیا O بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا O تا کہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں O پس جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی O اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O پس اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی O اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کمزور ہو گا O اور فرشتہ اس کے کناروں پر ہوگا O اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے O (الحاقہ: ۱۷-۹)

دیگر امتوں کی ہلاکت

اور فرعون اور اس کے متبعین نے اس سے پہلے جو کفر کیا تھا' اور اس سے پہلے جن امتوں نے کفر کیا تھا اور وہ قوم جس کی بستیاں الٹ دی گئیں تھیں یعنی وہ قوم جس کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا' ان کو بھی ان کے کفر اور دیگر گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔
الحاقہ: ۱۰ میں فرمایا: سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو شدید پکڑ میں لے لیا O

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ اس رسول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے حضرت لوط علیہ السلام مراد ہیں اور یہ قول زیادہ قریب ہے' تب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زبردست گرفت میں لے لیا۔

الحاقہ: ۱۲۔۱۱ میں فرمایا: بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا O تاکہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں' اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں O

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے غضب سے وہ پانی محافظ فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا اور وہ اس کو روکنے پر قادر نہ ہو سکے' قتادہ نے کہا: وہ پانی ہر چیز سے پندرہ ہاتھ اونچا ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ پانی محافظ فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا اور وہ یہ نہ جان سکے کہ کتنا پانی نکل چکا ہے' اور اس سے پہلے پانی کا ایک قطرہ بھی ان کی پیمائش سے زیادہ نازل نہیں ہوتا تھا' ان قصوں کو بیان کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ پچھلی امتوں پر کس طرح عذاب نازل ہوتا رہا تھا اور کفارِ مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں ان کے طریقہ کی اقتداء کرنے سے باز رکھنا مطلوب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مؤمنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کو حضرت نوح کی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے نجات دی۔

اس آیت میں کفار قریش کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم کو کشتی میں سوار کیا' اس کا محمل یہ ہے کہ کفار قریش کے آباء واجداد اس وقت ان لوگوں کی پشتوں میں تھے' جن کو کشتی میں سوار کیا تھا اس لیے یہ احسان کفار قریش پر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی قوم کے کفار کو غرق کر دیا اور ان کی قوم کے مؤمنوں کو نجات دی' تاکہ یہ واقعہ تمہارے لیے نصیحت اور عبرت کی نشانی بن جائے' اور حفاظت کرنے والے کان اس نشانی کو سن کر اسے یاد رکھیں۔

الحاقہ: ۱۴۔۱۳ میں فرمایا: پس جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی O اور زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O

قیامت کے وقوع کی علامات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے صور میں پہلی بار پھونکنا مراد ہے جس سے قیامت قائم ہو جائے گی اور ہر شخص مر جائے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے دوسری بار پھونکنا مراد ہے لیکن یہ قول سیاق وسباق کے خلاف ہے۔

الحاقہ: ۱۴ میں زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھانے کا ذکر ہے' اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے دن آئے گا' یا اس سے مراد وہ زبردست آندھی ہے جو زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لے گی' یا کوئی فرشتہ اٹھا لے گا' یا بغیر ظاہری اسباب کے اللہ تعالیٰ ان کو محض اپنی قدرت سے اٹھا لے گا' پھر تمام زمینوں اور پہاڑوں پر ضرب لگائی جائے گی' پھر ان کے بعض' بعضوں کو ٹکر ماریں گے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے پس کر باریک ریت کے ذرات اور بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے' ایک اور جگہ فرمایا:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ (الزلزال: ۱) جب زمین پوری طرح لرز جائے گی O

الحاقہ: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: پس اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی O اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کم زور ہو گا O

یعنی اس دن قیامت واقع ہو جائے گی اور فرشتوں کے نزول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن آسمان میں بالکل قوت نہیں ہو گی اور وہ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائے گا۔

Marfat.com

اس آیت میں "الملك" کا لفظ ہے ہر چند کہ یہ واحد ہے لیکن اس سے ایک فرشتہ مراد نہیں ہے بلکہ فرشتوں کی جنس مراد ہے نیز اس آیت میں "الارجاء" کا لفظ ہے اس کا لغوی معنی ہے: نواحی اور اطراف اور یہ لفظ کنویں اور قبر کے کنارے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا تو فرشتے آسمان کے پھٹنے کی ہر جگہ سے انحراف کریں گے اور آسمان کی اطراف میں ٹھہرے ہوں گے۔

اس جگہ یہ اشکال ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ (الزمر: ۶۸) اور صور میں پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمینوں والے ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ قیامت آنے کے بعد فرشتے بھی ہلاک ہو جائیں گے پھر وہ آسمان کی اطراف میں کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک لحظہ کے لیے آسمان کی اطراف میں ٹھہریں گے پھر مر جائیں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عموم سے فرشتوں کو مستثنیٰ کر لیا ہو۔

الحاقہ: ۱۷ میں فرمایا: اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے O

عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں کی تفصیل

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ ہے کہ جو فرشتے اطراف میں ہوں گے ان کے اوپر جو فرشتے ہیں وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ عام فرشتوں اور حاملین عرش کے درمیان امتیاز کر دیا جائے دوسری تفسیر یہ ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ حاملین عرش اپنے سروں کے اوپر عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

حسن بصری نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ اس سے صرف آٹھ فرشتے مراد ہیں یا آٹھ ہزار فرشتے ہیں یا فرشتوں کی آٹھ صفیں مراد ہیں۔

امام رازی نے کہا: اس سے آٹھ فرشتوں کو مراد لینا چاہیے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب وہ چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چار مزید فرشتوں سے ان کی تائید فرمائے گا تو یہ آٹھ فرشتے ہو جائیں گے۔

دوسری حدیث میں ہے: یہ آٹھ فرشتے ہیں جن کے پیر ساتویں زمین تک ہیں اور عرش ان کے سروں کے اوپر ہے اور یہ سر جھکائے ہوئے تسبیح کر رہے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۲۶، الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۲۶، النکت والعیون ج ۶ ص ۸۲، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۴۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا O سو جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو O مجھے یقین تھا کہ میں نے اپنے حساب سے ملنا ہے O پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا O بلند جنت میں O جس کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں O خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام میں بھیجے تھے O اور رہا وہ جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا O اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے O کاش! وہی (موت) میرا کام تمام کر دیتی O میرا مال میرے کسی کام نہ آیا O میرا غلبہ جاتا رہا O (الحاقہ: ۲۹۔۱۸)

اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق کو حساب کے لیے پیش کیا جائے گا جیسا کہ بادشاہ کے سامنے لشکر کو پیش کیا جاتا ہے تا کہ وہ ان

Marfat.com

کے احوال کی باز پرس کرے' قرآن مجید میں ہے:

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ (الکہف:۴۸) اور وہ سب آپ کے رب کے سامنے صف بستہ پیش کیے جائیں گے۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کو پیش کیا جائے گا' پہلی بار ان سے باز پرس ہوگی اور دوسری بار وہ اپنے عذر پیش کریں گے اور تیسری بار ان کے صحائف اعمال ان کے ہاتھ میں دیئے جائیں گے' نیک شخص کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور بدکار کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۴)

پھر فرمایا: تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس ذات کے سامنے پیش کیا جائے گا جو ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اس سے مخلوق کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے: جو چیزیں دنیا میں تم سے چھپی ہوئی تھیں وہ قیامت کے دن چھپی ہوئی نہیں ہوں گی' مومنین کے تمام احوال اور اعمال لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے جس سے ان کو خوشی حاصل ہوگی اور کفار کی برائیاں ظاہر ہوں گی جس سے ان کی رسوائی ہوگی اور ان کو غم ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ (الطارق:۱۰۔۹) جس دن پوشیدہ چیزوں کی جانچ پڑتال ہوگی ○ پھر اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی نہ مددگار ○

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا جو قیامت کے دن گاڑ دیا جائے گا' ثابت نے کہا: وہ قیامت کے دن دکھایا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۲)

الحاقہ: ۱۹ میں فرمایا: سو جس کو اس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ کہے گا: آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو ○

اس آیت میں ''ھاءُ م'' کا لفظ ہے' ''ھا'' کا معنی ہے: لو پکڑو' اس کی گردان بھی آتی ہے' تثنیہ کے لیے ''ھاؤ ما'' اور جمع کے لیے ''ھاء موا'' اور میم اس میں اس طرح ہے جیسے ''انتما'' اور ''انتم'' میں ہے۔

''كِتٰبِيَهْ'' (الحاقہ:۱۹) ''حِسَابِيَهْ'' (الحاقہ:۲۰) ''مَالِيَهْ'' (الحاقہ:۲۸) اور ''سُلْطٰنِيَهْ'' (الحاقہ:۲۹) میں ''ھاء'' سکتہ کے لیے ہے' ان ''ھـاء ات'' کا قاعدہ یہ ہے کہ وقف کی حالت میں یہ ثابت رہیں گی اور وصل کی حالت میں ان کو ساقط کر دیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۲۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الحاقہ: ۲۰ میں فرمایا: (دائیں ہاتھ والا کہے گا:) مجھے یقین تھا کہ میں نے اپنے حساب سے ملنا ہے ○

لوگوں کا محشر میں تین بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جانا

اس یقین سے مراد وہ یقین ہے جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے یعنی میں یہ گمان کرتا تھا کہ میرا حساب ہوگا اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں پر گرفت فرمائے گا' پھر اللہ نے اپنے فضل سے مجھے معاف کر دیا اور اس نے گناہوں پر مجھے سزا نہیں دی۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو کھڑا کرے گا' پھر اس کو اس کے اعمال نامے میں اس کے گناہ دکھائے گا اور اس سے فرمائے گا: تم نے یہ کام کیے تھے؟ وہ کہے گا: ہاں! اے میرے

Marfat.com

رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو ان کاموں سے رسوا نہیں کر رہا' میں نے تم کو بخش دیا ہے اور جب وہ بندہ یہ دیکھے گا کہ وہ قیامت کے دن کی رسوائی سے نجات پا گیا ہے تو اس وقت وہ یہ آیات پڑھے گا: ''هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ'' (الحاقہ: ۲۰۔۱۹)۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۷۱۔ رقم الحدیث: ۱۸۹۷۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی' پھر میں سامنے کی طرف دیکھوں گا تو امتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے دائیں بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے بائیں بھی اس کی مثل ہوگا' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک اتنی امتیں ہوں گی' آپ ان میں سے اپنی امت کو کس طرح پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: میری امت وضو کے اثر سے غرّ محجل ہوگی (یعنی اس کے ہاتھ' پیر اور اس کا چہرہ سفید ہوگا) اور دوسری کوئی امت اس طرح نہیں ہوگی اور میں اس وجہ سے پہچانوں گا کہ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور میں اس وجہ سے پہچانوں گا کہ ان کی اولاد ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۶۵۔۶۴۔ رقم الحدیث: ۲۱۷۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' المستدرک ج ۲ ص ۴۷۸' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۵۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۵۸)

الحاقہ: ۲۱ میں فرمایا: پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ۝

''عیشۃ راضیۃ'' میں مجاز عقلی کی نسبت

اس زندگی کو ''راضیۃ'' اس لیے فرمایا کہ وہ رضا کی طرف منسوب ہوگی' نیز اصل میں راضی تو وہ شخص ہوگا جو اس زندگی میں ہوگا پس زندگی کی طرف رضا کی نسبت اسناد مجاز عقلی ہے۔

آخرت میں جو اجر و ثواب ہوگا وہ اس لیے پسندیدہ ہوگا کہ اس کے ساتھ اس رنج کی آزمائش نہیں ہوگی کہ کبھی یہ عیش ختم ہو جائے گا' اور وہ ثواب دائمی ہوگا اور اس عیش کے ساتھ تعظیم مقرون ہوگی' خلاصہ یہ ہے کہ وہ عیش جمیع جہات سے پسندیدہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی ہمیشہ زندہ رہیں گے' ان پر موت کبھی نہیں آئے گی اور وہ ہمیشہ صحت مند رہیں گے' کبھی بیمار نہیں ہوں گے اور ہمیشہ نعمت میں رہیں گے' کبھی رنجیدہ نہیں ہوں گے اور وہ ہمیشہ جوان رہیں گے' کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۶)

الحاقہ: ۲۴۔۲۲ میں فرمایا: بلند جنت میں ۝ جس کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں ۝ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام میں بھیجے تھے ۝

جنت کی بلندی کی دو تفسیریں اور جنت کی نعمتوں کی تفصیل

یعنی جس شخص کی زندگی پسندیدہ ہوگی وہ بلند جنت میں ہوگا' اس بلندی سے مراد یا تو مکان کی بلندی ہے یا شرف اور مرتبہ کی بلندی ہے' اگر مکان کی بلندی مراد ہو تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جنت کے اوپر اور بھی جنتیں ہوں گی' پھر یہ بلند جنت کیسے ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلندی سے مراد اضافی بلندی ہے' حقیقی بلندی نہیں ہے اور جنت بہرحال آسمانوں اور زمینوں سے بلند ہے۔

جنت کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہوں گے تاکہ جنتی کا دل جب کسی خوشے سے پھل توڑ کر کھانے کو چاہے تو وہ

Marfat.com

آسانی سے پھل توڑے خواہ وہ اس وقت کھڑا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا ہو یا لیٹا ہوا ہو۔
الحاقہ: ۲۴ میں فرمایا ہے: ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام میں بھیجے تھے' اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اس کے نیک کاموں کے سبب سے اجر وثواب ملتا ہے' حالانکہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انسان کو اللہ کے فضل سے اجر وثواب ملتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجر وثواب کا ظاہری سبب انسان کے نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' اس کی تفصیل کئی بار گزر چکی ہے' دیکھئے الاعراف: ۴۳ کی تفسیر۔
الحاقہ: ۲۶۔۲۵ میں فرمایا: اور رہا وہ جس کو اس کا صحیفہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' پس وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا O اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے O

رسوائی کے عذاب کا دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہونا اور کفار کا کف افسوس ملنا

جب کفار اور فساق اپنے صحائف اعمال میں اپنے بُرے کام دیکھیں گے تو شرمندہ ہوں گے اور دوزخ کے عذاب سے زیادہ ان کے لیے شرمندگی کا عذاب تکلیف دہ ہوگا' اور وہ کہیں گے: کاش! ہمیں دوزخ کا عذاب دیا جاتا اور ہمارے بُرے کام دکھا کر ہم کو شرمندہ نہ کیا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ روحانی عذاب جسمانی عذاب سے زیادہ سخت ہوتا ہے' اس لیے دوزخی کہے گا: کاش! مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے۔
الحاقہ: ۲۷ میں فرمایا: (کافر کہے گا:) کاش! وہی (موت) میرا کام تمام کر دیتی O
اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ "یالیتھا" کی "ھا" ضمیر دنیا کی پہلی موت کی طرف راجع ہے' ہر چند کہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے لیکن اپنے ظہور کی وجہ سے حکماً مذکور ہے' اور اس آیت میں "القاضیۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی انتہا اور فراغت ہے' جیسے اس آیت میں ہے:
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ. (الجمعہ: ۱۰) پس جب نماز مکمل ہو جائے یا ختم ہو جائے۔
اسی طرح اس کا معنی ہے: کاش! وہی موت میری انتہاء کر دیتی اور مجھے فارغ کر دیتی تو میں محشر میں نہ آتا۔
الحاقہ: ۲۸ میں فرمایا: (کافر کہے گا:) میرا مال میرے کسی کام نہ آیا O
یعنی کون سی چیز مجھ سے آخرت کے عذاب کو دور کر سکتی ہے جب میرا مال ہی میرے کام نہ آیا۔
الحاقہ: ۲۹ میں فرمایا: (کافر کہے گا:) میرا غلبہ جاتا رہا۔
اس غلبہ کی دو تفسیریں ہیں: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کہے گا: میری وہ حجت میرے ہاتھ سے جاتی رہی جس سے میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف دنیا میں استدلال کرتا تھا' مقاتل نے کہا: اس کا یہ مطلب ہے کہ جب میرے ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضاء نے میرے خلاف گواہی دے دی تو میرے سارے عذر اور حیلے' بہانے ہاتھ سے جاتے رہے۔
(۲) دنیا میں جو میرا ملک اور لوگوں پر میرا تسلط اور اقتدار تھا وہ میرے پاس نہ رہا اور اب میں بالکل ذلیل اور فقیر ہو گیا یا اس کا معنی ہے: میں دنیا میں اپنے ملک اور اقتدار کی بناء پر اصحابِ حق سے مناقشہ کرتا تھا' اب وہ اقتدار نہ رہا اور اب میں نے اپنی ہٹ دھرمی کا خمیازہ بھگتنا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اسے پکڑو پھر اس کو طوق پہنا دو O پھر اس کو دوزخ میں جھونک دو O پھر اس کو ستر ہاتھ پیمائش کی زنجیر میں جکڑ دو O بے شک یہ بڑی عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا O اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا O پس آج

Marfat.com

یہاں نہ اس کا کوئی دوست ہے○ اور نہ دوزخیوں کے پیپ کے سوا کوئی طعام ہے○ جس کو گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا○ (الحاقہ: ۳۰۔۳۷)

کفار کو دوزخ میں ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے جکڑ کر عذاب دینا

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں پہلے آخرت میں مؤمنوں کے اجروثواب' جنت میں ان کی پسندیدہ زندگی اور وسعت کے ساتھ کھانے اور پینے کا ذکر فرمایا' پھر کفار کے عذاب' ان کو طوق ڈالنے اور زنجیروں میں جکڑنے کا اور ان کے لیے دوزخیوں کی پیپ کے طعام کا ذکر فرمایا' اس کے بعد اب یہ بتایا کہ دوزخ کے محافظ ان کے متعلق یہ کہیں گے کہ اس کو پکڑو تو ایک لاکھ فرشتے اس کی طرف جھپٹ پڑیں گے' اور اس کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جکڑ کر اس میں طوق ڈال دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس کو دوزخ میں ڈال دو' اس آیت میں ''الجحیم'' کا لفظ ہے' یہ آگ کا سب سے بڑا طبقہ ہے کیونکہ یہ دنیا میں اپنا اقتدار جتاتا تھا' اور بڑائی ظاہر کرتا تھا تو اس کو بڑی آگ میں جھونکو' یہ جو فرمایا ہے: اس کو ستر ہاتھ کی زنجیر سے جکڑ و' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ستر ہاتھ ہی کی زنجیر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو بہت لمبی زنجیر کے ساتھ جکڑ دو کیونکہ عرب میں ستر کا لفظ مبالغہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً'' (التوبہ: ۸۰) اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کریں' یعنی بہت زیادہ بار بھی استغفار کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ زنجیر ان کی سرین سے داخل ہو کر ان کے حلق سے نکل آتی' پھر ان کی پیشانی اور قدموں کو ملا کر اس زنجیر کے ساتھ باندھ دیا جاتا۔

ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ اتنی لمبی زنجیر کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک لمبی زنجیر کے ساتھ تمام دوزخیوں کو باندھ دیا جائے گا اور جب تمام دوزخی ایک ہی زنجیر کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے تو وہ ان کے لیے زیادہ عذاب کا باعث ہوگا۔

الحاقہ: ۳۴۔۳۳ میں فرمایا: بے شک یہ بڑی عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا○ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا○

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا عذاب

پہلی آیت میں کافر کی قوتِ عاقلہ کے فساد کی طرف اشارہ ہے اور دوسری آیت میں اس کی قوتِ عاملہ کے فساد کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی آیت میں اس کے عقائد کی خرابی کی طرف اشارہ ہو اور دوسری آیت میں اس کے اعمال کی خرابی کی طرف اشارہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی آیت میں یہ بتایا ہو کہ وہ حقوق اللہ کی ادائیگی نہیں کرتا تھا اور دوسری آیت میں یہ بتایا ہو کہ وہ حقوق العباد کی ادائیگی نہیں کرتا تھا۔

اس آیت میں اس پر قوی دلیل ہے کہ مسکین کو محروم رکھنا بہت بڑا جرم ہے' نیز اس میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ مسکین کو کھلاتا نہیں تھا' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دینا بھی بہت بڑا جرم ہے' تو سوچیے کہ مسکین کو کھانا نہ کھلانا اور اس کی مدد نہ کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا!

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ کفار کو احکامِ شرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی عذاب دیا جائے گا' اس آیت میں دو گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے' ایک اللہ پر ایمان نہ لانا اور دوسرا مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دینا کیونکہ سب سے بڑا جرم اللہ تعالیٰ کا کفر کرنا ہے اور سب سے زیادہ مذمت والا کام بخل کرنا ہے اور دل کی سختی ہے۔

پہلے جرم کو ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تعظیم بجالانے اور عبادت کیے جانے کا مستحق ہے' سو جس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی تعظیم کی یا اس کی عبادت کی وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند ہے' پس جس نے ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینا میں اس کو دوزخ میں داخل کر دوں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۰۳' کتاب البر والصلۃ باب تحریم الکبر)

روایت ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو اس کی ترغیب دیا کرتے تھے کہ وہ سالن میں شوربا زیادہ رکھا کریں تاکہ مسکینوں کو کھانا کھلایا جاسکے۔

امام ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک زنجیر ہے جس کو دوزخ کی دیگچیوں میں مسلسل قیامت تک جوش دیا جاتا رہے گا اور اس زنجیر کو لوگوں کی گردنوں میں ڈالا جائے گا' اللہ صاحب عظمت پر ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے نصف عذاب سے نجات دے دی ہے' پس اے ام الدرداء تم مسکین کو کھلانے کی ترغیب دیا کرو۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۲۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الحاقہ: ۳۷۔۳۵ میں فرمایا: پس آج یہاں اس کا نہ کوئی دوست ہے O اور نہ دوزخیوں کی پیپ کے سوا کوئی طعام ہے O جس کو گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا O

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا

آخرت میں کافروں کا کوئی ایسا دوست نہیں ہوگا جو ان کی غم گساری کرے اور ان سے عذاب کو دور کر سکے' قرآن مجید میں ہے:

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ O ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول کی جاسکے O (المؤمن: ۱۸)

نیز فرمایا: ''غسلین'' کے سوا ان کا کوئی کھانا نہیں ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ''غسلین'' کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ''غسلین'' کیا ہے' کلبی نے کہا: یہ وہ پانی ہے جو دوزخیوں کے جسم سے بہے گا' یہ ان کا خون اور پیپ ہے۔

اس کے بعد بتایا کہ اس خون اور پیپ کے کھانے والے کون ہیں' فرمایا: اس کو گناہ گاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھائے گا۔ ان گناہ گاروں سے مراد مشرکین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرتے تھے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ

میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو O اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے O بے شک

لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا

یہ قرآن ضرور رسول کریم کا قول ہے O اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم

مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا

ایمان لاتے ہو O اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم

Marfat.com

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ

سمجھتے ہو O یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے O اور اگر

تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ

وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے O تو ہم ان کو پوری

بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ

قوت سے پکڑ لیتے O پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے O پھر تم میں سے کوئی بھی

اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَ

ان کو بچانے والا نہ ہوتا O اور بے شک یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے O اور

اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ

بے شک ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں O اور بے شک یہ قرآن ضرور

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

کافروں کے لیے باعثِ حسرت ہے O بے شک یہ ضرور حق الیقین ہے O سو آپ اپنے

رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۲ ۱۵

رب عظیم کے نام کی تسبیح پڑھیے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو O اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے O بے شک یہ قرآن ضرور رسول کریم کا قول ہے O اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم ایمان لاتے ہو O اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم سمجھتے ہو O یہ رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے O (الحاقۃ: ۴۳-۳۸)

قرآن مجید کا سحر' شعر اور کہانت نہ ہونا

اس آیت کا معنی ہے: میں تمام چیزوں کی قسم کھاتا ہوں' خواہ تم ان کو دیکھتے ہو یا نہیں دیکھتے' مقاتل نے کہا: ان آیات کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساحر ہیں' اور ابوجہل نے آپ کے متعلق کہا: آپ شاعر ہیں اور عقبہ نے آپ کے متعلق کہا: آپ کاہن ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے رد میں یہ آیات نازل کیں' یہ لوگ قرآن مجید کو سحر' شعر اور کہانت کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ ضرور رسول کریم کا قول ہے' سحر' شعر یا کہانت نہیں ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ رسول کریم کا قول ہے' حسن بصری' کلبی اور مقاتل نے کہا: اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍۙ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍۙ (التکویر: ۲۰۔۱۹) یہ رسول کریم کا قول ہے ○ جو قوت والا ہے' عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے ○

کلبی سے یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ رسول کریم سے اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں ہے' حالانکہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے' یہ اللہ عزوجل کا قول ہے' اور یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ آپ اس کی تلاوت کرنے والے ہیں اور اس کو پہنچانے والے ہیں۔

نیز فرمایا: اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے اور نہ کسی کاہن کا قول ہے' کیونکہ قرآن مجید کی آیات شعر کے فنون کی مخالف ہیں' لیکن تم بہت کم ایمان لاتے ہو یعنی تم ایمان لانے کا قصد نہیں کرتے' شعر میں خیالی باتیں ہوتی ہیں اور قرآن میں حقائق ہیں' نیز شعر میں یہ قصد کیا جاتا ہے کہ آخری کلمات ایک وزن پر ہوں اور قرآن مجید کی آیات اس طرح نہیں ہیں اور بعض سورتوں میں اگرچہ آخری کلمات ایک وزن پر ہیں لیکن ان کا ایک وزن پر ہونا اتفاقاً ہے قصداً نہیں ہے ورنہ قرآن مجید کی تمام آیات اسی طرح ہوتیں اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے کیونکہ کاہن کی کوئی ایک بات سچی ہوتی ہے اور اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی کوئی بات جھوٹی نہیں ہے' یہ تو رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے جو حضرت جبریل کے واسطہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ○ تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ○ پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ ہوتا ○ (الحاقہ: ۴۷۔۴۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق رسول ہونے کی دلیل

اس آیت میں ''یمین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی دایاں ہاتھ ہے اور آیت کا معنی اس طرح ہے: اور اگر ان پر وحی نہ کی جاتی اور یہ بغیر وحی کے کسی کلام کو ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیتے یا ان کے دائیں ہاتھ کو تصرف سے روک دیتے' اور پھر ان کی شاہ رگ کو کاٹ کر ان کو ہلاک کر دیتے' یہ معنی حسن بصری اور ابوجعفر طبری سے منقول ہے' اور دوسرا معنی یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے مراد قوت اور طاقت ہے' کیونکہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے' اس صورت میں آیت میں مذکور ''من'' زائد ہوگا اور اب اس آیت کا معنی ہوگا: اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ○ پھر ہم ضرور ان کی شاہ رگ کاٹ دیتے ○

اس کے بعد فرمایا: پھر تم میں سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ ہوتا' مقاتل اور کلبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: تم میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو اس فعل سے روک نہیں سکتا تھا' اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ اس آیت میں ''حاجزین'' ''احد'' کی صفت ہے اور ''حاجزین'' جمع ہے اور ''احد'' واحد ہے حالانکہ موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''احد'' نفی کے تحت ہے اور نکرہ جب حیز نفی میں ہو تو مفید عموم ہوتا ہے' اس لیے ''احد'' حکماً جمع ہے اور ''حاجزین'' کو اس کی صفت بنانے پر کوئی اشکال نہیں ہے' اس کی نظیر یہ ہے: ''لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ'' (البقرہ: ۲۸۵) اس میں بھی ''رسل'' جمع ہے اور ''احد'' کی صفت ہے اور یہ آیت ہے: ''لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ'' (الاحزاب: ۳۲)۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بھیجے ہوئے برحق رسول نہ ہوتے تو ہم ان کا

Marfat.com

دایاں ہاتھ کاٹ دیتے یا ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے' پھران کو ہلاک کر دیتے اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے O اور بے شک ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں O اور بے شک یہ قرآن ضرور کافروں کے لیے باعث حسرت ہے O اور بے شک یہ ضرور حق الیقین ہے O سو آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح پڑھیے O (الحاقۃ: ۵۲۔۴۷)

قرآن مجید کی ایجابی صفات

اس سے پہلی آیتوں میں قرآن مجید کی سلبی اور منفی صفات ذکر فرمائیں تھیں کہ یہ قرآن نہ سحر ہے' نہ شعر ہے' نہ کہانت ہے' اور اس آیت میں اس کی ایجابی اور اثباتی صفت ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے' ویسے تو قرآن مجید سب کے لیے نصیحت ہے لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ اس نصیحت سے وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں۔

الحاقۃ: ۴۹ میں ان کا ذکر فرمایا جو قرآن مجید کے جھٹلانے والے ہیں یعنی جو شخص دنیا کی رنگینیوں اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیزوں سے مجتنب رہا' وہ اس قرآن سے نفع اور نصیحت حاصل کرے گا اور جو دنیا اور اس کی زیب و زینت میں ڈوبا رہا وہ قرآن کریم سے کوئی فیض حاصل نہیں کر سکے گا۔

الحاقۃ: ۵۰ میں فرمایا: اور بے شک یہ قرآن ضرور کافروں کے لیے باعث حسرت ہے۔

یہ قرآن قیامت کے دن کفار کے لیے باعثِ حسرت ہوگا' جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے باعث جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔

الحاقۃ: ۵۱ میں فرمایا: اور بے شک یہ ضرور حق الیقین ہے O

یعنی حق ہے' اس میں کوئی باطل چیز نہیں ہے اور یہ سراسر یقین ہے' اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ اصطلاح میں حق الیقین اس جزم اور تصدیق کو کہتے ہیں جو واقع کے مطابق ہو اور تشکیکِ مشکک سے زائل نہ ہو اور اس پر یقین تجربہ سے حاصل ہوا ہو۔

الحاقۃ: ۵۲ میں فرمایا: سو آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح پڑھیے O

رکوع اور سجود کی تسبیحات کے متعلق احادیث اور ان میں مذاہب

یعنی آپ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نزولِ وحی کا اہل بنا دیا' اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ثابت فرمایا کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیتا اور چونکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ جھوٹے نبی نہیں ہیں' سچے نبی ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''فسبح باسم ربك العظیم '' اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے: ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝'' (الاعلیٰ: ۱) اور ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فسبح باسم ربك العظیم '' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے رکوع میں کر لو اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ''سبح اسم ربك الاعلیٰ '' تو آپ نے فرمایا: اس کو اپنے سجدہ میں کر لو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۶۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۸۷)

Marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ رکوع میں فرماتے: ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدہ میں فرماتے: ''سبحان ربی الاعلیٰ'' اور جب بھی آپ رحمت کی آیت پڑھتے تو وقف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور جب آپ عذاب کی آیت پڑھتے تو وقف کر کے اس سے پناہ طلب کرتے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۱۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۶۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۷۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۰۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: ''سبحان ربی العظیم'' تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: ''سبحان ربی الاعلیٰ'' تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۶۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۸۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۸۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں' میزان پر بھاری ہیں' رحمان کو محبوب ہیں' وہ ہیں: ''سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم''۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۰۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۹۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۴۶۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۸۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

امام احمد کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: اس کو اپنے رکوع میں کر لو اور اس کو اپنے سجدہ میں کر لو اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور جمہور کے نزدیک ان تسبیحات کا پڑھنا مستحب ہے' کیونکہ جب آپ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو طمانیت سے رکوع اور سجود کرنے کا حکم دیا لیکن تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں فرمایا۔

(دیکھئے صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۹۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۵۶' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۰۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۸۸۴)

سورۃ الحاقہ کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۱ صفر ۱۴۲۶ھ/ یکم اپریل ۲۰۰۵ء بہ روز جمعہ سورۃ الحاقہ کی تفسیر مکمل ہو گئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ دنیا میں مجھے صحت و عافیت اور عزت و کرامت کے ساتھ رکھیں اور آخرت میں میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازوجہٖ وسلم.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ المعارج

سورت کا نام

اس سورت کا نام المعارج ہے' کیونکہ اس سورت کی ایک آیت میں المعارج کا ذکر ہے:

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِ ؕ (المعارج:۳) (وہ عذاب) اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے O

آسمانی سیڑھیوں سے مراد وہ سیڑھیاں ہیں جن پر چڑھ کر فرشتے اور حضرت جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں' حضرت جبریل علیہ السلام کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وحی لے کر انبیاء علیہم السلام کی طرف نازل فرماتے تھے۔

یہ سورت' سورۃ الحاقہ کا بہ منزلہ تتمہ ہے' کیونکہ جس طرح سورۃ الحاقہ میں قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال اور مؤمنین اور کافرین کا اخروی انجام ذکر فرمایا تھا' اسی طرح اس سورت میں بھی ان اُمور کو ذکر فرمایا ہے۔

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۷ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۰ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سورت' سورۃ الحاقہ کے بعد اور سورۃ النبا سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورۃ المعارج کے مشمولات

☆ اس سورت میں قیامت کے دن کو ثابت کیا گیا ہے اور اس دن میں واقع ہونے والے ہولناک اُمور کو بیان فرمایا ہے اور کفار کو اسی دن سے ڈرایا گیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے قہر کو بیان فرمایا ہے اور دوزخ کے ہولناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ دوزخ کا عذاب کس وجہ سے ملتا ہے۔

☆ اس کے مقابلہ میں مؤمنین کے نیک اعمال بیان فرمائے' جس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر فضل کرتا ہے' انہیں دوزخ سے نجات دیتا ہے اور دائمی جنتیں عطا فرماتا ہے۔

☆ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے جو دل آزار باتیں اور اذیتیں پہنچتی تھیں' ان پر آپ کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

☆ مسلمانوں کے ان نیک اوصاف کا بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں۔

Marfat.com

☆ یہ بتایا ہے کہ عام انسانوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ مصیبت ٹوٹنے پر بے صبری کا اظہار کرتے ہیں اور نعمت ملنے پر اتراتے ہیں اور ضرورت مندوں کو اپنا مال دینے سے بخل کرتے ہیں اور مسلمان ان اوصاف سے مستثنیٰ ہیں' وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں اور محاسن اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔

سورۃ المعارج کے اس مختصر تعارف کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کی امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا اور خطاء اور باطل سے مجتنب رکھنا۔(آمین!)

غلام رسول سعیدی غفرلہ
۲۱ صفر ۱۴۲۶ھ/ یکم اپریل ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٤٤ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۂ معارج مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ﴿١﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ

ایک طلب گار نے روزِ قیامت کے عذاب کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے○ اور کافروں سے اس (عذاب) کو کوئی دور

دَافِعٌۙ ﴿٢﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِؕ ﴿٣﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کرنے والا نہیں ہے○ وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہو گا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے○ فرشتے اور جبریل

وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ

اس کی طرف چڑھتے ہیں وہ عذاب اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار

سَنَةٍۚ ﴿٤﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿٥﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ ﴿٦﴾

سال ہے○ سو آپ صبر جمیل فرمائیے○ بے شک وہ اس عذاب کو دور گمان کرتے ہیں○

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًاؕ ﴿٧﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِۙ ﴿٨﴾ وَ

اور ہم اس کو نزدیک جانتے ہیں○ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا○ اور

تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِۙ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًاۚۖ ﴿١٠﴾

پہاڑ رنگ برنگی اون کی طرح ہو جائیں گے○ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا○

يُّبَصَّرُوْنَهُمْؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ

حالانکہ ان کو سب دکھا دیئے جائیں گے مجرم تمنا کرے گا: کاش! وہ اس دن کے عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنے

يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِۙ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِۙ ﴿١٢﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ

بیٹوں کا فدیہ دے دے○ اور اپنی بیوی اور بھائی کا○ اور اپنے اس رشتہ دار کا جو (دنیا میں) اس کو پناہ

تُـْٔوِيْهِۙ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًاۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِۙ ﴿١٤﴾ كَلَّاؕ اِنَّهَا

دیتا تھا○ اور روئے زمین کے تمام لوگوں کا پھر یہ فدیہ اس کو عذاب سے نجات دے دے○ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی ہوئی

Marfat.com

لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَ

آگ ہےO وہ (سرسے پاؤں تک) کھال اتارنے والی ہےO وہ اس کو پکارے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور اعراض کیاO

جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

جس نے مال جمع کیا اور حفاظت سے رکھاO بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہےO جب اس پر مصیبت آئے تو

جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾

گھبرا جاتا ہےO اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہےO سوا ان کے جو نماز پڑھنے والے ہیںO

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ

جو ہمیشہ نماز پڑھتے ہیںO اور جن لوگوں کے مالوں میں

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ

مقرر حق ہےO سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کاO اور جو لوگ روزِ قیامت

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پر ایمان لاتے ہیںO اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیںO

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیںO اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں

حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

کی حفاظت کرتے ہیںO سوا اپنی بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے سو بے شک

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

اس میں ان پر کوئی ملامت نہیںO پس جو ان کے علاوہ طلب کرے تو وہی لوگ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

حد سے تجاوز کرنے والے ہیںO اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی

Marfat.com

رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ

رعایت کرنے والے ہیں O اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں O اور جو لوگ

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِىْ جَنّٰتٍ

اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O وہی لوگ جنتوں میں

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

عزت یافتہ ہوں گے O

ع ۱ ۳۵ ۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک طلب گار نے روزِ قیامت کے عذاب کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے O اور کافروں سے اس (عذاب) کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے O وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے O فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے O سو آپ صبر جمیل فرمائیے O (المعارج: ۵۔۱)

کفار کا عذابِ قیامت کو طلب کرنا

''سئل'' کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ اس کا معنی طلب کرنا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کا معنی سوال کرنا ہے راجح پہلا قول ہے۔

المعارج: ۲۔ا کی تفسیر میں سعید بن جبیر نے کہا: وہ طلب گار النضر بن الحارث بن کلدۃ تھا' اس نے کہا تھا: اگر یہ عذاب برحق ہے تو ہم پر پتھر برسا' قرآن مجید میں ایک اور جگہ اس کا ذکر ہے:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O (الانفال: ۳۲)

اور جب کافروں نے کہا: اے اللہ! اگر اس قرآن کا نزول تیری طرف سے برحق ہے (تو ہمارے انکار پر) ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آ O

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا' اور علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے موافق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۰۲ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۳۸۵۴' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۳۱۲' مؤسستہ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن اور قتادہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے مشرکین کو عذاب سے ڈرایا تو مشرکین نے ایک دوسرے سے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کرو کہ یہ عذاب کس پر واقع ہوگا اور کب واقع ہوگا؟ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۰۱۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے کہا ہے کہ یہ سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے' آپ نے کفار کے عذاب کو جلد طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عذاب ان پر واقع ہوگا اور اس عذاب کو ان سے کوئی دور کرنے والا نہیں ہے' اور اس تاویل کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو آپ صبر جمیل فرمائیے' اس میں یہ دلیل ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ

Marfat.com

عذاب کب واقع ہوگا' اس کو اللہ تعالیٰ نے صبر جمیل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۳۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

المعارج: ۳ میں فرمایا: وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے O

''معارج'' کا لغوی اور عرفی معنی

اس آیت میں ''المعارج'' کا لفظ ہے' یہ ''معرج'' کی جمع ہے' ''معرج'' کا معنی ہے: اوپر چڑھنے کا آلہ یعنی سیڑھی' اور اوپر چڑھنا' بلندی اور فضیلت کو متضمن ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: جو بلند درجات' فضائل اور نعمتوں کا مالک ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد آسمان کی سیڑھیاں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی سیڑھیاں ہیں' کیونکہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ المعارج سے مراد بالاخانے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے اولیاء کے لیے بالاخانے بنائے ہیں' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ المعارج سے مراد قرب کے درجات ہیں' جن کی کیفیت نامعلوم ہے' ان درجات پر انبیاء' ملائکہ اور اولیاء فائز ہوتے ہیں اور وہ مقبولیت کے درجات ہیں' پاکیزہ کلمات اور اعمال صالحہ ان کی طرف چڑھتے ہیں' یا وہ نفوسِ قدسیہ جنت کے درجات میں پہنچتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے' اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اسی سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اہل جنت اپنے اوپر بالاخانے والوں کو دیکھیں گے جیسا کہ وہ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہیں جو مشرقی یا مغربی افق میں ہوتا ہے' کیونکہ اہل جنت کے درمیان فضیلت کے درجات ہوتے ہیں' مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا یہ انبیاء علیہم السلام کی منازل ہیں' جن میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں جاسکے گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! جس ذات کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے (اس میں وہ لوگ بھی ہوں گے) جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۰)

حضرت ابن مسعود نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آسمان میں معارج (سیڑھیاں) ہیں' کیونکہ فرشتے ان پر چڑھتے ہیں۔

المعارج: ۵ میں فرمایا: فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں' وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے O

''الروح'' کا مصداق

اس آیت میں فرشتوں کے بعد روح کا ذکر ہے' علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے کہا: روح کی تفسیر میں تین قول ہیں:

(۱) قبیصہ بن ذویب نے کہا: اس سے مراد (مسلمان) میت کی روح ہے' جب فرشتے اس کو قبض کرتے ہیں تو وہ اس مقام کی طرف چڑھتی ہے جو آسمانوں میں اس کی منزل ہے کیونکہ وہ اس کی عزت اور کرامت کی جگہ ہے اور یہ آیت اس طرح ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ. (الصّفّت: ۹۹) بے شک میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں۔

Marfat.com

(۲) ابو صالح نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے' جو انسانوں کی شکل میں ہے لیکن انسان نہیں ہے۔

(۳) اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿ (الشعراء: ۱۹۳)　　　قرآن مجید کو روح امین نے نازل کیا ہے ○

(النکت والعیون ج ۶ ص ۹۰' دار الکتب العربیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں اس آیت میں ''الروح الامین'' سے مراد حضرت جبریل ہیں' اسی طرح قرآن مجید کی اور آیات میں بھی ''الروح'' سے مراد حضرت جبریل ہیں:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا ۛ　　　جس دن روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

(النبا: ۳۸)

اس آیت میں بھی روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ان کو ان کے شرف اور کرامت کی وجہ سے فرشتوں کے عموم سے نکال کر ذکر فرمایا ہے' المعارج: ۵ میں ان کا ذکر عام فرشتوں کے بعد فرمایا اور النبا: ۳۸ میں ان کا ذکر عام فرشتوں سے پہلے فرمایا اور ان اقوال میں راجح قول یہی ہے کہ اس آیت میں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

اس کی تحقیق کہ قیامت کا دن آیا پچاس ہزار سال کا ہے یا ایک ہزار سال کا؟

وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ○

اس آیت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو سونا چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے' قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے اور دوزخ کی آگ سے ان کو تپایا جائے گا اور اس کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو ان کے ساتھ داغا جائے گا' ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد اس کو دوبارہ دہرایا جائے گا' جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے' اس دن میں یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا' بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۸۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۵۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۴۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۰۔۴۸۹)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور فرشتے اور جبریل پچاس ہزار سال کے دن میں اس طرف چڑھیں گے' اور ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا اور اس دن میں فرشتے چڑھیں گے' وہ آیت یہ ہے:

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (السجدہ: ۵)　　　وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے' پھر وہ کام اس کی طرف اس دن چڑھتا ہے جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے ○

اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کے روز قیامت تک چڑھنے کے دو اعتبار ہیں' ایک اعتبار ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے' اس کی مدت ہمارے دنوں کی گنتی کے اعتبار سے پچاس ہزار سال ہے اور ایک اعتبار سے زمین سے آسمان تک

Marfat.com

اور آسمان سے زمین تک آنے جانے کا ہے اس اعتبار سے اس کی مدت ہمارے گننے کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔

امام عبدالرحمن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: سب سے نچلی زمین کی انتہاء سے لے کر سات آسمانوں کی انتہاء کے اوپر ہمارے اعتبار سے پچاس ہزار سال ہے اور پہلے آسمان سے زمین تک اور پہلی زمین سے پہلے آسمان تک فرشتے ایک دن میں چڑھتے ہیں اور اس چڑھنے کی مدت ہمارے گننے کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۸۷۔ ج ۱۰ ص ۳۳۷۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر زمین کی موٹائی کی مسافت کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے' پس یہ چودہ ہزار سال ہیں اور ساتویں آسمان سے عرش تک کی مسافت کا فاصلہ چھتیس ہزار سال ہے' پس یہ تمام فاصلہ اس دن میں طے ہوگا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۸۸۔ ج ۱۰ ص ۳۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ۚ'' (المعارج: ۵) کی تفسیر میں فرمایا: قیامت کا دن اتنا طویل ہوگا جو تمہارے شمار کے اعتبار سے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۸۹۔ ج ۱۰ ص ۳۳۷۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس حدیث کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے' اور پہلی زمین اور پہلے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر دو آسمانوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ساتویں آسمان اور کرسی کی گہرائی کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے' اور اس کا مجموعہ چودہ ہزار سال کی مسافت ہے اور کرسی کی گہرائی سے عرش تک چھتیس ہزار سال کی مسافت ہے اور اس کا مجموعہ پچاس ہزار سال کی مسافت ہے' امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث نقل کی ہے' اس میں اسی طرح ہے' اور شاید یہ حدیث صحیح نہ ہو' ہر چند کہ فرشتوں کا اتنی سرعت کے ساتھ مسافت کو منقطع کرنا بعید نہیں ہے' جس طرح روشنی بہت سرعت کے ساتھ سفر کرتی ہے اور ہمیں اس پر یقین ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز پر قادر ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۹۹۔ ۹۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مسلمانوں کے لیے قیامت کے دن کی مقدار

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں:

قیامت کے دن کی مقدار ہمارے شمار کے اعتبار سے پچاس ہزار سال صرف کفار کے لیے ہوگی جن کی مغفرت نہیں ہوگی اور جن مؤمنین کی مغفرت ہوگی' ان کے اعتبار سے قیامت کے دن کی مقدار اتنی ہوگی جتنا ظہر سے عصر تک کا وقت ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کا دن مؤمنین پر اتنی مقدار کا ہوگا جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔ (البعث والنشور رقم الحدیث: ۱۲۴۔ ص ۷۸' المستدرک ج ۱ ص ۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کا دن مؤمنوں پر اتنی مقدار کا ہوگا جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔ (البعث والنشور رقم الحدیث: ۱۲۵۔ ص ۷۸' المستدرک ج ۱ ص ۸۴)

Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کے لیے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا کیا جائے گا' کیونکہ اس نے دنیا میں کوئی (نیک) عمل نہیں کیا تھا اور کافر ضرور دوزخ کو دیکھے گا اور یہ گمان کرے گا کہ وہ اس میں چالیس سال کی مسافت تک گرنے والا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۸ ص ۲۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۸۵' المستدرک ج ۴ ص ۵۹۷' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۶' اس حدیث کو حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں کچھ ضعف ہے' یہ حدیث صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۵۲ میں بھی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے' یہ کس قدر طویل دن ہوگا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مؤمن پر یہ دن خفیف ہوگا حتیٰ کہ جتنے وقت میں وہ دنیا میں عصر کی نماز پڑھتا تھا اس کے لیے قیامت کا دن اس سے بھی خفیف ہوگا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۸ ص ۲۴۶۔ رقم الحدیث: ۱۱۷۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن لہیعہ اور اس کا شیخ دراج بن سمعان ضعیف راوی ہیں' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۹۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۳۷' حافظ عسقلانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے' کامل ابن عدی ج ۳ ص ۳۹۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۰۸۱۴' البعث والنشور رقم الحدیث: ۲۷۶)

المعارج: ۵ میں فرمایا: سو آپ صبر جمیل فرمایئے O

''صبر جمیل'' کا معنی

یعنی آپ اپنی قوم کی اذیتوں پر صبر جمیل فرمایئے۔ النضر بن الحارث' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے اور قرآن مجید کی تکذیب کرنے کے لیے کہتا تھا: آپ جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہیں وہ آج ہی لے آیئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی باتوں سے اذیت پہنچتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان باتوں پر صبر جمیل فرمایئے۔

صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں' جس میں صبر کرنے والا بے قراری کا اظہار نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے دکھ کی شکایت کسی اور سے نہ کرے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر جمیل یہ ہے کہ جس شخص پر مصیبت آئی وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے ظاہر حال سے یہ پتا نہ چلے کہ اس پر کوئی مصیبت آچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ اس عذاب کو دور گمان کرتے ہیں O اور ہم اس کو نزدیک جانتے ہیں O جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا O اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے O اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا O حالانکہ ان کو سب دکھا دیئے جائیں گے' مجرم تمنا کرے گا: کاش! وہ اس دن کے عذاب سے نجات کے بدلے میں اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے O اور اپنی بیوی اور بھائی کا O اور اپنے اس رشتہ دار کا جو (دنیا میں) اس کو پناہ دیتا تھا O اور روئے زمین کے تمام لوگوں کا' پھر یہ فدیہ اس کو عذاب سے نجات دے دے O ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے O وہ (سر سے پاؤں تک) کھال اتارنے والی ہے O وہ اس کو پکارے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور اعراض کیا O جس نے مال جمع کیا اور حفاظت سے رکھا O (المعارج: ۱۸۔۶)

قیامت کے احوال اور اھوال

المعارج: ۷۔۶ میں بتایا: اہلِ مکہ عذاب کو بہت بعید سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک اس عذاب کا آنا' ناممکن ہے اور ہم اس کو نزدیک جانتے ہیں کیونکہ ہر وہ کام جو ہونے والا ہو وہ قریب ہوتا ہے۔

Marfat.com

المعارج: ٨ میں فرمایا: جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گاO

اس آیت میں ''المھل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زیتون یا اور کسی خوردنی تیل کا تلچھٹ' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کا معنی ہے: پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ یا چاندی اور اس کا معنی خون اور پیپ بھی ہے۔

المعارج: ۹ میں فرمایا: اور پہاڑ رنگ برنگے اُون کی طرح ہو جائیں گےO

اس آیت میں ''العھن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مختلف رنگ کے اُون' حسن بصری نے کہا: اس سے مراد ہے: سرخ رنگ کا اُون' اور ''العھن'' دھنکی ہوئی روئی کو بھی کہتے ہیں' اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب پہاڑ متغیر ہوں گے تو پہلے ریت کے ذرات کی طرح ہو جائیں گے' پھر دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے' پھر باریک غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کا گنہ گار مسلمانوں کی شفاعت کرنا

المعارج: ١٤-١٠ میں فرمایا: اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گاO حالانکہ ان کو سب دکھا دیئے جائیں گے' مجرم تمنا کرے گا: کاش! وہ اس دن کے عذاب کے بدلہ میں اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دےO اور اپنی بیوی اور بھائی کاO اور اپنے اس رشتہ دار کا جو دنیا میں اس کو پناہ دیتا تھاO اور روئے زمین کے تمام لوگوں کا' پھر یہ فدیہ اس کو عذاب سے نجات دے دےO

کیونکہ ہر شخص کو صرف اپنی نجات کی فکر ہوگی تاہم یہ صفت کفار کی ہوگی لیکن مؤمنین قیامت کے دن اپنے دوستوں کا حال پوچھیں گے اور ان کی شفاعت کریں گے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے قیامت کے احوال کے متعلق ایک طویل حدیث ہے' اس کے وسط میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر پُل کو لایا جائے گا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! پُل کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے' اس پر کانٹے اور آنکڑے (ہک) ہوں گے اور چوڑے گوکھرو ہوں گے اور ایسے مڑے ہوئے کانٹے ہوں گے جیسے نجد میں ہوتے ہیں' جن کو سعدان کہا جاتا ہے' مؤمن اس پر سے چشم زدن میں بجلی کی طرح' ہوا کی طرح' تیز رفتار گھوڑوں اور سواریوں کی طرح گزر جائیں گے' ان میں سے بعض تو صحیح سلامت گزر جانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے ہوں گے' حتیٰ کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا' تم آج مجھ سے حق کے معاملہ میں اس قدر جرأت مند نہیں ہو' جتنا جرأت مند قیامت کے دن مؤمن اللہ جبار کے سامنے ہوگا' جب وہ دیکھیں گے کہ اپنے مسلمان بھائیوں میں سے ان کو نجات مل گئی ہے تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے (کچھ اور) بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور دوسرے (نیک) اعمال کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ تم جس کے دل میں بھی ایک دینار کے برابر ایمان پاؤ اس کو دوزخ سے نکال لو' اور اللہ ان کی صورتوں کو دوزخ پر حرام کر دے گا' پھر وہ آ کر دیکھیں گے کہ بعض تو اپنے قدموں تک دوزخ میں دھنس چکے ہیں اور بعض آدھی پنڈلیوں تک دوزخ میں ہیں' پس وہ جن کو پہچان لیں گے ان کو دوزخ سے نکال لیں گے' پھر واپس آئیں گے تو اللہ عزوجل فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو' پھر وہ جن کو پہچانتے ہوں گے ان کو دوزخ سے نکال لیں گے' پھر وہ واپس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو' پھر وہ جن کو پہچانتے ہوں گے ان کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٤٣٩' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٨٣)

مرجئہ' معتزلہ اور خوارج کا ردّ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف کافر کے دوست اور رشتہ دار اس کی شفاعت کر کے اس کو عذاب سے نہیں چھڑا سکیں

Marfat.com

گے اور مسلمانوں کے دوست اور احباب اور ان کے واقف کار ان کی شفاعت کر کے ان کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لیں گے' اور اس حدیث میں مرجئہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ فاسق مومن کو دوزخ کا عذاب بالکل نہیں ہوگا کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کچھ فساق مؤمنین کے قدموں تک دوزخ کی آگ ہوگی اور کچھ کی آدھی پنڈلیوں تک دوزخ کی آگ ہوگی' اور اس میں خوارج اور معتزلہ کا بھی ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ فساق مؤمنین ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت نہیں ہوگی اور اس حدیث میں پل صراط کا بھی ثبوت ہے' اس کا بھی معتزلہ انکار کرتے ہیں۔

المعارج: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے O وہ (سر سے پاؤں تک) کھال اتارنے والی ہے O

المعارج: ۱۵ میں ''لظی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی آگ کا بھڑکنا اور شعلہ زن ہونا ہے۔

المعارج: ۱۶ میں ''شوی'' کا لفظ ہے' یہ ''شواۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی سر کی کھال ہے اور ''الشوی'' کا معنی دونوں ہاتھ دونوں پیر اور سر ہے' اور اس میں ''نزاعۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھینچنے والی۔

دوزخ کے بلانے کی توجیہات

المعارج: ۱۸۔۱۷ میں فرمایا: وہ اس کو پکارے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور اعراض کیا O جس نے مال جمع کیا اور حفاظت سے رکھا O

اس آیت میں بتایا کہ دوزخ کی آگ پکارے گی حالانکہ نداء کرنا اور پکارنا تو ذی روح کا کام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زبان حال سے پکارے گی' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آگ کے جسم میں صراحۃً یہ کلام پیدا کر دے گا کہ وہ کہے گی: اے کافرو! میرے پاس آؤ' اے منافقو! میرے پاس آؤ' تیسرا جواب یہ ہے کہ دوزخ کے پکارنے سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کے فرشتے پکاریں گے اور یہاں مضاف محذوف ہے' جیسے ''وسئل القریۃ'' (یوسف: ۸۲) ہے۔

المعارج: ۱۸ میں فرمایا: جس نے مال جمع کیا اور اس کو حفاظت سے رکھا۔

حب دنیا کی آفات

یعنی اس مال میں اس پر جو حقوق واجب تھے ان کو ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے سے اس نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا اور مال جمع کرنے اور اس کو حفاظت سے رکھنے میں دنیا کی محبت اور حرص کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ وہ لمبی زندگی کی امید رکھتا ہے اور تمام گناہوں اور نافرمانیوں کی اصل یہ ہے کہ انسان کو یہ امید ہوتی ہے کہ وہ بہت عرصہ تک زندہ رہے گا' اور اگر وہ یہ سمجھے کہ اس کو موت جلد آنے والی ہے تو وہ گناہوں کو ترک کر دے گا اور توبہ اور استغفار کی طرف راغب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے O جب اس پر مصیبت آئے تو گھبرا جاتا ہے O اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہے O سوا ان کے جو نماز پڑھنے والے ہیں O جو ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں O اور جن لوگوں کے مالوں میں مقرر حق ہے O سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا O اور جو لوگ روزِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں O بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں O

(المعارج: ۲۸۔۱۹)

Marfat.com

''ھلوعًا'' اور ''جزوعًا'' کا معنی

اس آیت میں ''ھلوعًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حرص کرنے والا' بہت زیادہ بے صبری اور بہت زیادہ گھبرانے والا اور بہت زیادہ بے حیائی کی باتیں کرنے والا اور دوسری آیت میں ''جزوعًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت گھبرانے والا' اور مصیبت میں چیخ و پکار کرنے والا' اس کا معنی ہے: وہ شخص خیر پر صبر کرتا ہے نہ شر پر' اور خیر اور شر میں وہ کام کرتا ہے جو اس کو نہیں کرنے چاہئیں۔ ضحاک نے کہا: وہ شخص جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور جب اس کو مال مل جائے تو اللہ کا حق ادا کرنے سے منع کرتا ہے' ابن کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس صفت پر پیدا کیا ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کو خوش کریں اور ان چیزوں سے ناراض ہوتا ہے جو اس کو ناپسند ہوں' پھر وہ اپنی طبعی صفت کے برخلاف اپنی پسندیدہ چیزوں کو خرچ کرے اور ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے' ابوعبیدہ نے کہا: ''ھلوع'' وہ شخص ہے جس کو خیر مل جائے تو اس پر شکر نہ کرے اور جب اس پر مصیبت آئے تو اس پر صبر نہ کرے اور ثعلب نے کہا: جب اس کو خیر ملے تو وہ اس پر بخل کرے اور لوگوں کو دینے سے منع کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۶۶-۲۶۵)

حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کا اعتراض اور امام رازی کا جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

قاضی نے کہا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس وصف پر پیدا کیا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی مذمت کی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فعل کی مذمت نہیں کرتا' دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان مؤمنین کا استثناء کیا ہے' جنہوں نے اس مذموم خصلت کو ترک کر دیا اور اپنے نفس سے جہاد کیا اور اگر یہ خصلت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہوتی تو وہ اس وصف کو ترک کرنے پر قادر نہ ہوتے۔

پھر امام رازی فرماتے ہیں: ''ھلع'' کا لفظ دو چیزوں پر واقع ہوتا ہے: (۱) وہ حالت نفسانیہ جس کی وجہ سے انسان بے صبری' حرص اور بخل کا اظہار کرتا ہے (۲) وہ افعال جو انسان کے قول اور فعل سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس حالتِ نفسانیہ پر دلالت کرتے ہیں' رہی یہ حالتِ نفسانیہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے وجود میں آتی ہے' مثلاً جس شخص کو شجاعت اور سخاوت کے وصف پر پیدا کیا گیا ہے' اس کے لیے اس وصف کو بالکلیہ زائل کرنا ممکن نہیں ہے' اسی طرح جس شخص کو بخل اور بزدلی کے وصف پر پیدا کیا گیا ہے' اس کے لیے اس وصف کو بالکلیہ زائل کرنا ممکن نہیں ہے' بلکہ اس قسم کے قول اور فعل پر مشتمل افعال ظاہرہ کو ترک کرنا' اس کے لیے ممکن اور اس کا اقدام کرنا امر اختیاری ہے اور حالت نفسانیہ جو درحقیقت حرص یا بخل ہے وہ اس میں جبراً پیدا کی گئی ہے۔ (اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ جب اس میں حرص اور بخل کو جبراً پیدا کیا گیا ہے تو حرص اور بخل پر مشتمل قول اور فعل کو ترک کرنا اس کے اختیار میں کس طرح ہوگا؟ سعیدی غفرلہٗ)

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۴۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جس جبلی صفت کو پیدا کیا ہے' اس کو زائل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے' جس کو بزدل پیدا کیا گیا ہے وہ بہادر نہیں ہو سکتا اور جس کو بخیل پیدا کیا گیا ہے' وہ سخی نہیں بن سکتا' جس کو حریص پیدا کیا گیا ہے' وہ قانع نہیں بن سکتا اور جس کو فحاش پیدا کیا گیا ہے وہ حیاء دار نہیں بن سکتا اور اس مضمون پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل کے متعلق باتیں کر رہے تھے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ خبر سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اس کی تصدیق کر دینا اور اگر یہ خبر سنو کہ کسی شخص کا جبلی خلق تبدیل ہو گیا تو اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ انسان اپنے جبلی وصف کی طرف لوٹ آئے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ ضرور تیسری کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے تو اللہ سبحانہٗ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان ہوتی ہیں' مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۳۴' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۲۲۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۵۷' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۰۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو اس حال میں پاؤ گے کہ ان میں معادن ہیں' جو زمانہ جاہلیت میں نیک خصلت تھے' وہ اسلام میں بھی نیک خصلت ہوں گے' جب ان میں دین کی سمجھ ہو۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۲۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۵)

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۠ ○

آپ کہیے: اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم ضرور خرچ کرنے کے ڈر سے ان خزانوں کو روک رکھتے' اور انسان ہے ہی بخیل ○ (بنی اسرائیل: ۱۰۰)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ بخل انسان کا اصلی' جبلی اور فطری وصف ہے' اب بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بخل انسان کا فطری وصف ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے حکم پر کیسے عمل ہو گا اور جب ''ھلوعا'' اور ''جزوعا'' یعنی حرص اور بے صبری اس کا جبلی وصف ہے تو قناعت اور صبر کرنے کے حکم پر وہ کیسے عمل کر سکے گا!

اس کا جواب یہ ہے کہ جبلی اوصاف کو زائل کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ان اوصاف کے زائل کرنے کا مکلف کیا گیا ہے' وہ صرف اس کا مکلف کیا گیا ہے کہ اس کے اندر جو بُرے جبلی اوصاف ہیں ان کے اظہار کو کم کر دے اور اس کی سرشت میں جو قبیح اور بُرے اوصاف ہیں ان کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہے' یہ ہو سکتا ہے کہ جب وہ اپنے نفس سے بُرائی کے خلاف جنگ کر رہا ہو تو کبھی وہ مغلوب ہو جائے اور اس سے بُرائی کا صدور ہو جائے لیکن اس کے فوراً بعد وہ سنبھل جائے اور اس بُرائی کے صدور پر توبہ اور استغفار کرے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○

اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں' پھر اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخش سکتا ہے اور وہ اپنے کیے ہوئے کاموں پر دانستہ اصرار نہ کریں ○ (آل عمران: ۱۳۵)

تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور جنت کی نوید سنائی ہے:

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ؕ (آل عمران:١٣٦)

ان ہی لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے معافی ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے کیسا اچھا اجر ہے O

قاضی نے حرص اور بخل وغیرہ بُرے اوصاف کے وصف اصلی ہونے اور ان کو اللہ سبحانہ' کی تخلیق قرار دینے پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر ان بُرے اوصاف کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا تو ان بُرے اوصاف کی مذمت نہ فرماتا' اس کا امام رازی نے کوئی جواب نہیں دیا' غالباً امام رازی نے اس اعتراض کو قابل التفات نہیں سمجھا' میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے' انبیاء علیہم السلام کو بھی اس نے پیدا فرمایا ہے اور ابلیس لعین کو بھی اس نے پیدا فرمایا اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھی چیزوں کی تعریف کرے اور بُری چیزوں کی مذمت کرے' اسی طرح نیک اعمال اور بُرے اعمال دونوں اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' اس کے باوجود وہ نیک اعمال کی تحسین فرماتا ہے اور بُرے اعمال کی مذمت فرماتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ ہم نے یہ کہا ہے کہ انسان بُرے اوصاف مثلاً حرص اور بخل وغیرہ بالکلیہ زائل کرنے کا مکلف نہیں ہے بلکہ ان کو کم کرنے کا مکلف ہے' اس پر کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ . (آل عمران:١٣٤) اور غصہ کو کم کرنے والے۔

یہ فرمایا ہے کہ غصہ کم کرو' یہ نہیں فرمایا کہ غصے کو معدوم کر دو کیونکہ غیظ وغضب انسان کا جبلی اور فطری وصف ہے اور وہ اس کو بالکلیہ زائل کرنے پر قادر نہیں ہے۔ وللّٰه الحمد علٰى ذالك

ہم نے الشعراء:١٨٤ میں بھی جبلّت کی تحقیق کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ٨ ص ٤٣٦۔٤٢٧) اس موضوع پر وسیع مطالعہ کے لیے اس بحث کو بھی دیکھ لیا جائے' لیکن ہم نے یہاں پر زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے۔

المعارج:٢١۔٢٠ میں فرمایا: جب اس پر مصیبت آئے تو گھبرا جاتا ہے O اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہے O

فقر اور مرض میں شکوہ اور شکایت نہ کی جائے

اس آیت میں ''شر'' کا لفظ ہے اور یہاں اس سے مراد فقر اور مرض ہے اور دوسری آیت میں ''خیر'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد خوش حالی اور صحت ہے' اور ان دونوں آیتوں کا حاصل معنی یہ ہے کہ انسان جب تنگ دست یا بیمار ہو جائے تو بے صبری کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں سے شکایت کرتا ہے' اور جب خوش حال اور تندرست ہو جائے تو نیکی کے کام کرنے سے منع کرتا ہے اور اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اور ضرورت مندوں کی طرف توجہ نہیں کرتا' اگر یہ کہا جائے کہ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انسان تکلیفوں سے بھاگتا ہے اور راحت کو طلب کرتا ہے اور یہ کوئی مذمت کے لائق چیز نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کیوں فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذمت کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی نظر صرف دنیاوی احوال اور جسمانی عوارض پر رہتی ہے' حالانکہ اس پر واجب ہے کہ وہ احوالِ آخرت میں مشغول ہو اور جب وہ بیماری یا تنگ دستی میں مبتلا ہو اور اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ عوارض اللہ کی طرف سے آئے ہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ ان حالات سے راضی ہو کیونکہ اس کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب وہ بیمار ہو جائے تو بیماری کے ازالہ کے لیے علاج نہ کرے اور جب وہ تنگ دست ہو جائے تو تنگ دستی کے ازالہ کے لیے محنت اور جدوجہد نہ کرے' اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ بیماری

Marfat.com

اور تنگ دستی میں واویلا نہ کرے اور بے قراری کا اظہار نہ کرے اور جب اس کو صحت اور مال حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے' زیادہ سے زیادہ بدنی عبادات کرے اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرے۔

المعارج: ۲۳۔۲۲ میں فرمایا: سوا ان کے جو نماز پڑھنے والے ہیںO جو ہمیشہ نماز پڑھتے ہیںO

ہمیشہ نماز پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھتے ہیں اور کسی نماز کو ترک نہیں کرتے اور اگر کسی ناگزیر وجہ سے کوئی نماز ترک ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھ لیتے ہیں۔

''حق معلوم'' کی تفسیر میں جمہور کا مؤقف

المعارج: ۲۵۔۲۴ میں فرمایا: اور جن لوگوں کے مالوں میں مقرر حق ہےO سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کاO

''حق معلوم'' کی تفسیر میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو شخص فرض زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے اگر وہ نفلی صدقات ادا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے' رہا یہ کہ اس ''حق معلوم'' سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ان سے استثناء کیا ہے جن کی مال خرچ نہ کرنے کی وجہ سے مذمت کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مال سے ''حق معلوم'' ادا کر دیتا ہے وہ مذموم نہیں ہوگا' لہٰذا اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور جس کو خرچ کرنا واجب ہو وہ صرف زکوٰۃ ہے' اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ''حق معلوم'' کا معنی ہے: جس حق کی مقدار معلوم ہو اور صرف زکوٰۃ کی مقدار معلوم اور معین ہے اور صدقاتِ مالیہ کی مقدار معلوم اور معین نہیں ہے۔

مجاہد نے یہ کہا ہے کہ یہ ''حق معلوم'' زکوٰۃ کے علاوہ ہے یعنی جس مال کو بہ طور ندب اور استحباب کے خرچ کیا جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۴۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجاہد کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''حق معلوم'' سے بہ طور استحباب مال خرچ کرنا مراد ہے کیونکہ اس آیت میں ان لوگوں سے استثناء ہے جو مال خرچ نہیں کرتے تھے اور ان کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے' اس کا معنی ہے: ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جن پر مال خرچ کرنا واجب تھا اور وہ اس مال کو خرچ نہیں کرتے تھے اور واجب صرف زکوٰۃ ہے اور مستحب کے ترک پر مذمت نہیں کی جاتی' اس لیے ''حق معلوم'' سے بہ طور استحباب خرچ کرنے کو مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ ''حق معلوم'' سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے' کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار معلوم ہے اور باقی کسی صدقہ کی مقدار معلوم نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ لکھتے ہیں:

جیسے زکوٰۃ اور وہ صدقات جو سائلین کے لیے مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔

(بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۰۷۶' جز ۲۹ ص ۹۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

''حق معلوم'' کی تفسیر میں سید مودودی کی رائے

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے ان تمام مفسرین کے خلاف یہ لکھا ہے:

بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مقرر حصے مراد فرض زکوٰۃ ہے' کیونکہ اسی میں نصاب اور شرح دونوں چیزیں مقرر کردی گئیں ہیں' لیکن یہ تفسیر اس بناء پر قابل قبول نہیں ہے کہ سورۂ معارج بالاتفاق مکی ہے اور زکوٰۃ ایک مخصوص نصاب اور شرح کے ساتھ مدینہ میں فرض ہوئی ہے' اس لیے مقرر حق کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک حصہ طے کر رکھا ہے جسے وہ ان کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۹۰' ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۹۰ء) (یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ اپنی طرف سے طے کردہ صدقہ کو نہ دینا قابل مذمت نہیں ہے' قابل مذمت تب ہوگا جب اللہ عزوجل کی طرف سے فرض کیے ہوئے صدقہ کو نہ دیا جائے اور وہ صرف زکوٰۃ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

میں کہتا ہوں کہ سورۃ المزمل بھی مکی ہے اور اس میں یہ صریح آیت ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ (المزمل: ۲۰) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دیتے رہو۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پنج وقتہ فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۳۴' لاہور' ۱۹۹۰ء)

رہا یہ سوال کہ زکوٰۃ کا مخصوص نصاب اور شرح مدینہ منورہ میں مقرر ہوئی ہے' اس کے جواب میں علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ مکہ معظمہ میں بغیر تعیین زکوٰۃ کے فرض کی گئی تھی اور مدینہ منورہ میں نصابوں کی تعیین فرض کی گئی' پس یہ ممکن ہے کہ اس زکوٰۃ سے فرض زکوٰۃ مجملاً مراد لی جائے' پس ان آیات کے مکی ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۹۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ پوری سورت مکی ہے البتہ بعض علماء کے نزدیک اس سورت کا دوسرا رکوع مدنی ہے لیکن علامہ سیوطی نے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۷۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ہر چند کہ سورۃ المزمل کے دوسرے رکوع کے مکی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے' اسی طرح مقرر حق کی تفسیر میں بھی بعض علماء نے اس سے زکوٰۃ کو مراد نہیں لیا' لیکن اکابر مفسرین اور جمہور نے اس سے زکوٰۃ ہی کو مراد لیا ہے اور چونکہ سید مودودی کی تفسیر اس کے خلاف تھی اس لیے ہم نے اس پر تنبیہ کرنا ضروری خیال کیا۔

المعارج: ۲۵ میں فرمایا: (وہ حق معلوم) سائل کا ہے اور محروم کا O

سوال کرنے کے جواز کا ضابطہ

سائل سے مراد ہے: جو مانگتا ہو اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود سوال نہیں کرتا اور مال دار شخص اس کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے اس کو خوش حال سمجھتا ہے' اس وجہ سے وہ اپنے حق سے محروم رہتا ہے' اس آیت میں سائل سے مراد پیشہ ور گداگر نہیں ہیں' درج ذیل حدیث میں سوال کرنے کا ضابطہ بیان فرمایا ہے:

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں' آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے' ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم کریں گے' پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' ایک وہ شخص جو مقروض ہو' اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے' جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے' دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی آفت ناگہانی پہنچی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہو گیا ہو' اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے' جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی اس بات پر گواہی دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے' تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے' جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

مقروض کے لیے ادائیگی قرض کے واسطے سوال کی اجازت اس وقت ہے' جب اس نے کسی جائز ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو' اگر کسی گناہ کی خاطر قرض لیا ہے تو سوال کی اجازت نہیں' فاقہ زدہ کے لیے اس کی قوم کے تین ذی عقل آدمیوں کی گواہی بطورِ استحباب ہے ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشہ ور گداگری اسلام میں ناجائز ہے اور اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔ آج کل بعض لوگ مصنوعی طور پر اور بعض عمداً معذور بن جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ پیر خراب کر کے ایسی وضع اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ترس آئے اور زیادہ سے زیادہ بھیک ملے' ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سلامتیٔ اعضاء ہے' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ میک اَپ کا سہارا لے کر مصنوعی بیماریاں ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں' بعض مصنوعی طور پر نابینا یا لنگڑے بن جاتے ہیں' ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے سخت سزا دینی چاہیے تاکہ اس مکروہ پیشہ کی حوصلہ شکنی ہو اور پیشہ ور گداگری کی لعنت کا خاتمہ ہو۔

اس آیت میں سائلین اور محرومین کا حق فرمایا ہے' اس میں یہ نکتہ ہے کہ اگر مال دار لوگ سائلین اور محرومین کو کچھ مال دے رہے ہیں تو ان پر احسان نہیں کر رہے بلکہ مال داروں کے مال میں یہ ان کا حق ہے جس کو وہ ان تک پہنچا رہے ہیں۔

المعارج: ۲۷۔۲۶ میں فرمایا: اور جو لوگ روزِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں O اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں O

یعنی جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور حشر اور نشر پر ایمان لاتے ہیں۔

نیک اعمال نہ کرنے اور بُرے اعمال سے نہ بچنے پر عذاب کا خوف

المعارج: ۲۷ میں اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے کا ذکر فرمایا ہے' یا تو اس سے وہ خوف مراد ہے جو فرائض اور واجبات ادا نہ کرنے پر عذاب کا خوف ہوتا ہے اور یا اس سے وہ خوف مراد ہے جو حرام اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر عذاب کا خوف ہوتا ہے اور جن مسلمانوں کے دلوں میں یہ خوف دائماً رہے گا وہ کسی فرض یا واجب کو ترک کریں گے' نہ کسی حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کریں گے اور اگر ان سے اغواء شیطان یا نفس کے بہکانے سے کوئی گناہ کبیرہ ہو جائے تو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہیں گے اور اس پر توبہ اور استغفار کرتے رہیں گے۔

المعارج: ۲۸ میں فرمایا: بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں O

Marfat.com

تمام نیک اعمال کرنے اور تمام بُرے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف

اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے رب کے تمام احکام کو بجالائے اور اس کے منع کیے ہوئے تمام کاموں سے رُک جائے' پھر بھی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتا رہے' اور وہ اپنے نیک اعمال پر مطمئن نہ ہو جائے' اور اللہ تعالیٰ کے جلال ذات سے ڈرتا رہے' اسے کیا پتا ہے کہ اس کے یہ نیک اعمال قبول ہوں گے یا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی تقصیر ہو گئی ہو جس سے اس کی ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں اور وہ عذاب کا مستحق ہو جائے' یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام بھی باوجود کثرتِ عبادت و ریاضت کے خوفِ خدا سے لرزتے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا' کاش! میں پیدا نہ کیا جاتا' کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی' کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا' کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ص ۱۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا' مجھے پسند ہے کہ میں پیدا نہ کیا جاتا۔ (مسند احمد ج ۵ص ۱۷۳' حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۲۳۶۔۲۳۷' المستدرک ج ۴ص ۵۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۵۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو' اور تم اللہ کو پکارتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ (حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا:) میں ضرور یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۰' مسند احمد ج ۵ص ۱۷۳)

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے پسند ہے میں بھولی بسری ہوتی۔ (مسند احمد ج ۱ص ۷۶' مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ص ۳۰۷ قدیم' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۴۷۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۲ص ۴۵' الطبقات الکبریٰ ج ۷ص ۷۵۔۷۴ قدیم)

اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے پسند ہے کہ میں درخت ہوتی جس کو کاٹ دیا جاتا' مجھے پسند ہے کہ مجھ کو پیدا نہ کیا جاتا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۷ص ۷۵' کتاب الزہد لاحمد رقم الحدیث: ۱۶۴' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۸' کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۴۷۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

الضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! میں پرندہ ہوتا' میرے بازوؤں میں پر ہوتے۔ (کتاب الزہد لاحمد رقم الحدیث: ۱۵۶' کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۲)

یعقوب بن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ ایک پرندہ درخت پر بیٹھا ہوا ہے تو انہوں نے کہا: کاش! میں اس پرندہ کی جگہ ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۴۵' کتاب الزہد للوکیع رقم الحدیث: ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ○ سوا اپنی بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے' سو بے شک اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں ○ پس جو ان کے علاوہ طلب کرے تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ○ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں ○ اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ وہی لوگ جنتوں میں عزت یافتہ ہوں گے ○ (المعارج: ۳۵۔۲۹)

Marfat.com

بیویوں کے سوا جنسی لذت کے حصول کی ممانعت

المعارج: ۳۱۔۲۹ میں بیویوں اور باندیوں کے علاوہ اور کسی سے جنسی تلذذ حاصل کرنے کی ممانعت فرما دی ہے' باندیوں کا اب دنیا میں رواج نہیں رہا' لیکن اگر کسی زمانہ میں باندیاں حاصل ہوں یعنی کافروں کی وہ عورتیں جو میدانِ جہاد میں گرفتار ہوں اور پھر امیر لشکر ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دے تو جس مجاہد کے حصہ میں جو باندی آئے' وہ اس سے جنسی تلذذ حاصل کر سکتا ہے' نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردوں کا لڑکوں سے جنسی لذت حاصل کرنا یا عورتوں کا عورتوں سے جنسی لذت حاصل کرنا حرام اور ناجائز ہے' اسی طرح کسی شخص کا اپنے ہاتھ یا اپنی ران سے جنسی لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے' اس کی پوری تفصیل المؤمنون: ۷۔۵ میں گزر چکی ہے۔

المعارج: ۳۲ میں فرمایا: اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں O

امانت کی رعایت

یعنی جو لوگ امانت رکھوانے والے کو اس کے مطالبہ کے وقت اس کی امانت لوٹا دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض اور واجبات بھی امانت میں داخل ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹)

اس آیت کی مفصل تفسیر المؤمنون: ۸ میں گزر چکی ہے۔

گواہیوں کی تفصیل

المعارج: ۳۳ میں فرمایا: اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں O

یعنی انہوں نے جس طرح کوئی واقعہ دیکھا وہ اس کو اسی طرح بیان کر دیتے ہیں' اس میں سے کوئی چیز چھپاتے ہیں نہ اس میں کوئی کمی بیشی کرتے ہیں' اور اگر ان کو کسی کے خلاف شہادت دینی پڑے تو اس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے' خواہ ان کی شہادت کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ حقوق اللہ کی شہادت' جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت یا ہلال رمضان کی شہادت' یا حدود اور قصاص میں شہادت' اور حقوق العباد کی شہادت جیسے خرید و فروخت میں شہادت' یا قرض اور رہن میں شہادت یا ہبہ میں اور نکاح اور طلاق میں شہادت۔

المعارج: ۳۴ میں فرمایا: اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O

نماز کی حفاظت سے متعلق اُمور

نمازوں کی حفاظت میں کچھ وہ اُمور ہیں جو نماز پر مقدم ہیں' مثلاً یہ کہ انسان کی توجہ نماز کے وقت کی طرف مبذول رہے اور جیسے ہی نماز کا وقت شروع ہو وہ نماز کی تیاری میں مصروف ہو جائے' وضو کرے اور پاک اور صاف لباس پہنے' جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہو' اور نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے دل کو دنیاوی وسوسوں سے فارغ کرلے اور غیر اللہ کی طرف توجہ سے خالی الذہن ہو جائے' اور دکھاوے اور سنانے سے حتی الامکان احتراز کرے' اور کچھ وہ اُمور ہیں جو نماز میں داخل ہیں' مثلاً یہ کہ قرأت کے دوران اس کا ذہن متوجہ ہو' اور جب تسبیحات پڑھے تو ان کے معنی میں غور کرتا رہے اور نماز میں دائیں بائیں توجہ نہ کرے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز میں اپنی نظر کہاں رکھوں؟ آپ نے فرمایا: اے انس! اپنے سجدہ کی جگہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو بہت سخت حکم ہے آپ نے فرمایا: پھر فرض نمازوں میں اس طرح کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۴، نشر السنۃ ملتان)

اور کچھ وہ اُمور ہیں جو نماز سے مؤخر ہیں اور وہ یہ ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد فضول کاموں اور لھو ولعب میں مشغول نہ ہو اور نماز پڑھنے کے بعد حتی الامکان گناہوں سے بچا رہے۔

اس کی مزید تفصیل المؤمنون: ۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

المعارج: ۳۵ میں فرمایا: وہی لوگ جنتوں میں عزت یافتہ ہوں گے O

یعنی جو مسلمان ان صفات کے ساتھ متصف ہوں گے ان ہی کو جنتوں میں عزت اور وجاہت ملے گی۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ

پس ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ یہ آپ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں O دائیں

وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

بائیں سے گروہ در گروہ O کیا ان میں سے ہر شخص کو یہ توقع ہے کہ اس کو

اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا

نعمت والی جنت میں داخل کر دیا جائے گا O ہرگز نہیں! بے شک ہم نے ان کو اس چیز سے بنایا ہے جس کو وہ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

جانتے ہیں O سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا

بے شک ہم ضرور قادر ہیں O کہ ان کے بدلے میں ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم

نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى

اس سے عاجز نہیں ہیں O پس (اے رسول مکرم!) آپ ان کو ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں چھوڑ دیں

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ

حتیٰ کہ یہ اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے O جس دن یہ قبروں سے

Marfat.com

الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾

دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ

(خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی' یہ وہ دن ہے

الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھاO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ آپ کی طرف بھاگے آ رہے ہیںO دائیں بائیں سے گروہ در گروہO کیا ان میں سے ہر شخص کو یہ توقع ہے کہ اس کو نعمت والی جنت میں داخل کر دیا جائے گاO ہرگز نہیں! بے شک ہم نے ان کو اس چیز سے بنایا ہے جس کو وہ جانتے ہیںO (المعارج: ۳۹۔۳۶)

مشرکین کے اس زعم کا رد کہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا

مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر گروہ در گروہ بیٹھ جاتے تھے اور آپ کو گھیر لیتے تھے' وہ آپ کے ارشادات سن کر مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے: جس طرح (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے' تب یہ آیتیں ان کے رد میں نازل ہوئیں۔

المعارج: ۳۶ میں ''مھطعین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گردن دراز کر کے دوڑتے ہوئے۔ ابو مسلم نے کہا: ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ منافق تھے' یہ آپ کے پاس بیٹھے رہتے تھے اور دوڑنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے کفر کی طرف بھاگتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہر نہیں ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ لوگ مشرکین مکہ تھے کیونکہ سورۃ المعارج مکی ہے اور مکہ میں منافقین نہیں تھے۔

المعارج: ۳۷ میں ''عزین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گروہ در گروہ' کیونکہ یہ مشرکین آپ کی دائیں اور بائیں جانب گروہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

المعارج: ۳۸ میں فرمایا: کیا ان میں سے ہر شخص کو یہ توقع ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟O

اس آیت کا معنی ظاہر ہے۔

المعارج: ۳۹ میں فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک ہم نے ان کو اس چیز سے بنایا ہے جس کو وہ جانتے ہیںO

اس آیت میں ''کلا'' کا لفظ ہے' اس لفظ کا معنی کسی شخص کی فاسد طمع پر اس کو ڈانٹنا' اور اس کا رد کرنا ہے' اس آیت کا منشاء مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال کرنا ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ اے مشرکو! تم اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک گندے قطرہ سے بنایا ہے تو جب میں ابتداء تم کو ایک گندے قطرہ سے پیدا کر سکتا ہوں تو دوبارہ تم کو کیوں پیدا نہیں کر سکتا! مشرکین مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے تو گویا ان سے کہا گیا کہ جب تم قیامت' حشر و نشر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہو تو پھر کس بناء پر یہ توقع کر رہے ہو کہ تم کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

Marfat.com

مشرکین مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو حقیر جانتے تھے تو گویا کہ ان سے کہا گیا کہ تم کس بناء پر مسلمانوں کو حقیر جانتے ہو تم اپنی اصل پر غور تو کرو تم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم ضرور قادر ہیں O کہ ان کے بدلہ میں ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں O پس (اے رسولِ مکرم!) آپ ان کو ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں چھوڑ دیں حتیٰ کہ یہ اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے O (المعارج: ۴۲۔۴۰)

مشارق اور مغارب کی توجیہ

المعارج: ۴۰ میں مشارق اور مغارب کا ذکر ہے' قرآن مجید میں مشرق اور مغرب کا واحد کے صیغہ کے ساتھ بھی ذکر ہے اور تثنیہ کے ساتھ بھی ذکر ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ بھی ذکر ہے۔

واحد کے صیغہ کے ساتھ اس آیت میں ذکر ہے: ''وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ'' (البقرہ: ۱۱۵)۔

تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ اس آیت میں ذکر ہے: ''رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ'' (الرحمٰن: ۱۷)۔

جمع کے صیغہ کے ساتھ اس آیت میں ذکر ہے: ''كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا'' (الاعراف: ۱۳۷)۔

سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں اور سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے بھی اتنے ہی مقام ہیں' گویا ہر روز کا ایک الگ مشرق اور ایک الگ مغرب ہوتا ہے' اس اعتبار سے جمع کے صیغہ کے ساتھ مشارق اور مغارب فرمایا' سردی اور گرمی میں نمایاں فرق کے ساتھ دو مشرق اور دو مغرب ہوتے ہیں' ایک انتہائی آخری مشرق اور مغرب اور دوسرا ابتدائی قریب ترین مشرق اور مغرب' اس لحاظ سے مشرقین اور مغربین فرمایا اور ایک مطلقاً طلوع اور غروب کے مقام' جن میں اس تفصیل سے قطع نظر ہو' اس اعتبار سے مشرق اور مغرب فرمایا۔

المعارج: ۴۱ میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان مشرکین مکہ کے بدلہ میں کوئی اور مخلوق لے آئے۔

آیا مشرکین کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لایا یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدرت کا اظہار کیا ہے یا نہیں اور ان مشرکینِ مکہ کی جگہ کوئی اور قوم وجود میں لایا ہے یا نہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصار کو وجود میں لے آیا اور بعض مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین مکہ کے شرک اور کفر کو توحید اور ایمان سے تبدیل کر دیا اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ تبدیلی وقوع میں نہیں آئی کیونکہ بعض مشرکین تاحیات اپنے شرک اور کفر پر قائم رہے اور یہ تبدیلی اس وقت وقوع میں آتی' جب یہ سب ہلاک ہو جاتے اور ان کی جگہ نئی قوم وجود میں آجاتی اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اللہ اس پر قادر ہے کہ ان کے بدلہ میں کوئی اور قوم لے آئے' اس سے متبادر یہ ہے کہ وہ ان سب کو ہلاک کر کے کوئی اور قوم پیدا کر دے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا نہیں' صرف ان کو ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا تا کہ یہ ایمان لے آئیں اور بہرحال ان میں سے اکثر ایمان لے آئے حتیٰ کہ پورے جزیرۂ عرب میں اسلام پھیل گیا۔

المعارج: ۴۲ میں فرمایا: پس (اے رسولِ مکرم!) آپ ان کو ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں چھوڑ دیں O

اس آیت میں بہ طور وعید فرمایا: ان لوگوں کو ان کی باطل سرگرمیوں اور دنیاوی مشغلوں میں چھوڑ دیں اور آپ دین اسلام کی تبلیغ میں مشغول اور سرگرم رہیں اور ان کے کفر اور شرک پر برقرار رہنے سے آپ پریشان نہ ہوں' بہرحال' ان کی اللہ سبحانہٗ سے ملاقات کا ایک دن معین ہے اور اس دن ان کو اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O (خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی' یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا O

(المعارج: ۴۴-۴۳)

''اجداث' نصب'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں ''اجداث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قبریں' نیز اس آیت میں ''نصب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بت' اس کی جمع ''انصاب'' ہے' اور اس لفظ کا معنی علم اور جھنڈا بھی ہے' ابو عمر نے کہا: اس سے شکاری کا جال مراد ہے جس کی طرف شکاری تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے کہ کہیں پھنسا ہوا شکار نکل نہ جائے۔

اس بناء پر آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اس قدر تیزی کے ساتھ بھاگے جا رہے ہوں گے جیسے کوئی شخص دوڑ کے مقابلہ میں اپنے ہدف کی طرف بھاگا جا رہا ہو' اور اس کا دوسرا معنی وہ بت ہیں جن کو مشرکین عبادت کے لیے نصب کرتے ہیں اور ان بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کے پاس ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

اور اس آیت میں ''یوفضون'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ تیزی سے دوڑتے ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ جس دن وہ قبروں سے نکلیں گے تو بلانے والے کی طرف بہت تیزی سے دوڑتے ہوئے جائیں گے' گویا وہ اپنے کسی معین اور مددگار کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں۔

المعارج: ۴۴ میں فرمایا: (خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ الآیۃ

ذلت اور ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' عذاب اور رسوائی کے خوف سے وہ نظر اوپر نہیں اٹھائیں گے' اور یہی وہ دن ہے جس کے عذاب سے انہیں دنیا میں ڈرایا جاتا تھا۔

سورۃ المعارج کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۸ صفر ۱۴۲۶ھ/ ۱۸ اپریل ۲۰۰۵ء بہ روز جمعہ سورۃ المعارج کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العلمین! میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ' اس کتاب کے ناشرین اور دیگر معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمانا اور دنیاوی مشکلات اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھنا' اور جس طرح یہاں تک پہنچا دیا ہے' قرآن مجید کی بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دینا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورۂ نوح

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام اس سورت کی حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ (نوح:۱)

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں' اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے○

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۶۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۱ ہے' اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۱ ہے' سورۃ النحل کی چالیس آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اور سورۃ الطور سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی۔

سورۃ المعارج کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ مشرکین مکہ سے بہتر لوگ لے آئیں (المعارج:۴۱) اور اس کے بعد سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عالم گیر طوفان بھیجا' جس سے ان کی قوم کے تمام کافر غرق ہو کر ہلاک ہو گئے' صرف وہ اسّی (۸۰) افراد بچے' جو اللہ کی توحید اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے' اور پھر ان ہی باقی ماندہ لوگوں سے دنیا آباد ہوئی' اس طرح اس پر دلیل قائم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو ایک قوم کو ہلاک کر کے اس کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

سورتِ نوح کے مشمولات

☆ جس طرح دیگر مکی سورتوں میں توحید و رسالت پر ایمان لانے کی تاکید کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کا حکم دیا جاتا ہے اور شرک اور بت پرستی کی مذمت کی جاتی ہے' سو اس سورت میں ان ہی اُمور کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

☆ اس سورت کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اور انہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بت پرستی اور گناہوں کو ترک کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے اور ان کے اموال اور ان کی اولاد سے ان کی مدد فرمائے اور آخرت میں ان کو جنت عطا فرمائے لیکن ان کی قوم نے ان کی دعوت کو مسترد کر دیا اور اپنی گم راہی اور نافرمانی پر ڈٹے رہے۔

Marfat.com

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اپنی توحید اور اپنی قدرت پر استدلال فرمایا اور آسمانوں اور زمینوں میں اپنی نعمتوں کا بیان فرمایا' اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لیے زمین کو مسخر کر دیا اور اس میں خزانوں اور معدنیات کو رکھ دیا۔

☆ آخر میں یہ بتایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر ان کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی' وہ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تلقین کرتے رہے کہ وہ شرک سے باز آئے لیکن جب وہ باز نہ آئی تو پھر حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اس قوم کو ہلاک کر دے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۂ نوح کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور خطا سے بچائے رکھنا۔
آمین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲۴ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۴ فروری ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

(٧١) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ (٧١) بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ آياتها ٢٨ ركوعاتها ٢

سورۂ نوح مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں اس سے پہلے کہ

أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ

ان کی طرف درد ناک عذاب آئے ○ (نوح نے) کہا: اے میری قوم! میں تمہیں عذاب سے صاف صاف

مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ

ڈرانے والا ہوں ○ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو ○ وہ تمہارے

لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ

بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا' بے شک

أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ

جب اللہ کی معین کردہ مدت آ جائے گی تو اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا' کاش! تم جانتے ○ (نوح نے) کہا:

رَبِّ إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ

اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو دن اور رات دعوت دی ○ پس میری دعوت سے

دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ

یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے ○ اور بے شک میں نے جب بھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو معاف فرمائے

جَعَلُوٓا۟ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ

تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لیے

وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟ ٱسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ

اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیا ○ پھر میں نے ان کو بلند آواز

وقف لازم

Marfat.com

جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩

بلایا O پھر میں نے ان کو علی الاعلان بھی بلایا اور خفیہ طریقہ سے بھی O

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ

پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے O وہ تم پر موسلا دھار

عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝١١ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ

بارش نازل فرمائے گا O اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اگائے گا اور

یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ ۝١٢ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ

تمہارے لیے دریا بہائے گا O تم اللہ کی عظمت و جلالت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ O حالانکہ اس نے تم کو بہ تدریج

اَطْوَارًا ۝١٤ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝١٥

پیدا کیا ہے O کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں O

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝١٦ وَ

اور ان میں چاند کو روشن فرمایا اور سورج کو چراغ بنایا O اور

اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝١٧ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ

اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا ہے O پھر تم کو اسی زمین میں لوٹائے گا اور

یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝١٨ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝١٩

(دوبارہ) تم کو نکالے گا O اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا O

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝٢٠ ع ١ ٢٠ ٩

تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلتے پھرتے رہو O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے O (نوح نے) کہا: اے میری قوم! میں تمہیں عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں O کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو O وہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا'

Marfat.com

اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا' بے شک جب اللہ کی معین کردہ مدت آ جائے گی تو اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا' کاش! تم جانتے O (نوح: ۴۔۱)

حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اہم عنوانات

قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق آیات ہیں' خصوصاً سورۃ الاعراف اور سورۂ ھود میں حضرت نوح علیہ السلام کا بہت مفصل ذکر ہے' ہم نے تبیان القرآن جلد ۴ میں اور جلد ۵ میں ان آیات کی جو تفسیر کی ہے' ہم ان کے عنوانات کا ذکر کر رہے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کی تاریخ ولادت (ج ۴ص ۱۹۰)' بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ (ص ۱۹۱)' حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا بیان (ص ۱۹۲)' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب (ص ۱۹۳)' طوفانِ نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل (ص ۱۹۴)' حضرت نوح علیہ السلام کی عمر (ص ۱۹۴)' قصہ نوح نازل کرنے کے فوائد (ص ۱۹۵)' اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل (ص ۱۹۵)' حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قومِ نوح کے استبعاد اور تعجب کی وجوہات (ص ۱۹۶)' قومِ نوح کے استبعاد اور تعجب کا ازالہ (ص ۱۹۷)۔

اور سورۂ ھود کی تفسیر میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق یہ عنوانات ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ (ج ۵ص ۵۲۳)' انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان کرنے کی حکمت (ص ۵۲۳)' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات (ص ۵۲۳)' بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت (ص ۵۲۴)' نبی کی خصوصیات (ص ۵۲۵)' فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ (ص ۵۲۷)' پس ماندہ لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں (ص ۵۲۸)' اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا (ص ۵۲۸)' تبلیغ دین پر اجرت طلب نہ کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی نبوت پر استدلال (ص ۵۳۰)' حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ (ص ۵۳۲)' حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات (ص ۵۳۳)' کشتی بنانے کی کیفیت اور اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت کی تفصیل (ص ۵۴۴)' کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ (ص ۵۴۵)' حضرت نوح علیہ السلام کے جواباً مذاق اڑانے کا محمل (ص ۵۴۵)' تنور کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق (ص ۵۴۵)' حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل (ص ۵۴۶)' ہر کام کے شروع سے پہلے اللہ کا نام لینا (ص ۵۴۷)' حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر کیوں بلایا جب کہ وہ کافر تھا؟ (ص ۵۴۸)' جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کی تفصیل (ص ۵۵۱)' ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جن کو طوفان میں غرق کیا گیا؟ (ص ۵۵۲)' اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا (ص ۵۵۳)' حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید ابو الاعلیٰ مودودی کا تبصرہ (ص ۵۵۶)' حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ (ص ۵۵۷)' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی (ص ۵۵۹)۔

سورۃ العنکبوت کی تفسیر کے درج ذیل عنوانات بھی قابل غور ہیں:

اس کی تحقیق کہ طوفانِ نوح تمام زمین پر آیا تھا یا بعض علاقوں پر (ج ۹ص ۵۵)' طوفانِ نوح کا تمام روئے زمین کو محیط ہونا (ص ۵۵)' طوفانِ نوح کا صرف بعض علاقوں پر آنا (ص ۵۷)۔

نوح: ۱ میں فرمایا: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں' اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے O

Marfat.com

آیا حضرت نوح تمام لوگوں کے رسول تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے جن کو تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۷۳)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے سورۂ نوح کی تفسیر کا آغاز مذکور الصدر حدیث سے کیا ہے' جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تمام روئے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا' اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے' مگر اس میں صرف اتنا ہے کہ سب سے پہلے جس نبی کو بھیجا گیا وہ حضرت نوح ہیں۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۲۸۴۵) نیز علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا گیا تھا اس آیت کے خلاف ہے' کیونکہ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا تھا اور جس نبی کو تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا گیا وہ صرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حقیقت قرآن مجید کی آیاتِ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے' قرآن مجید میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ (الفرقان: ۱)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے مقدس بندے پر فرقان کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے عذاب سے ڈرانے والے ہو جائیں O

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا: ۲۸)

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور حسب ذیل احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے کہ صرف آپ کو ہی روئے زمین کے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' (۱) ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے (۲) میرے لیے تمام روئے زمین نماز کی جگہ اور طہارت کا آلہ بنا دی گئی ہے' پس میری امت میں سے جس شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے (۳) اور میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا (۴) اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (۵) اور پہلے نبی کو ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱)

نیز صحیح مسلم میں ایک اور سند سے یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم (وسیع المعنی کلام) دیئے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور مالِ غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو آلۂ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا ہے' اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے' اور مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳)

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ

اس آیت میں فرمایا ہے: اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے' مقاتل نے کہا: اس سے مراد ہے: اس سے پہلے کہ ان کو طوفان سے غرق کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے' ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ ان کو مطلقاً آخرت کے عذاب سے ڈرایئے' حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے اور ان کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا' وہ آپ کو اس قدر زدوکوب کرتے تھے کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ○ (العنکبوت: ۱۴)

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا' وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے' پس ان کو طوفان نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظلم کرنے والے تھے○

نوح: ۲ میں فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں○

یعنی میں تمہارے سامنے تمہاری زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں کہ اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔

نوح: ۳ میں فرمایا: کہ تم اللہ کی عبادت کرو' اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو○

اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کے حکم کے بعد حضرت نوح کی اطاعت کے حکم کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا معنی یہ ہے کہ اس کے تمام احکام پر عمل کرو' خواہ وہ واجبات ہوں یا مستحبات ہوں اور خواہ ان عبادات کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہو یا دل کے کاموں سے ہو' اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا معنی یہ ہے کہ ان تمام کاموں کو ترک کر دو جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام یا مکروہ قرار دیا ہے' اور فرمایا: میری اطاعت کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت صرف نبی کے بتانے اور اس کی رہ نمائی سے ہو سکتی ہے۔ عام انسان کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس کام کا حکم دیا ہے اور کس کام سے منع فرمایا ہے' اور اللہ سبحانہٗ کس کام سے راضی ہوتا ہے اور کس کام سے ناراض ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت نبی کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی' اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی عبادت اور اس سے ڈرنے کا حکم دینے کے بعد یہ فرمایا: میری اطاعت کرو۔

نوح: ۴ میں فرمایا: وہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا' اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا' بے شک جب اللہ کی معین کردہ مدت آ جائے گی تو اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا' کاش! تم جانتے○

بعض گناہوں کی معافی کی بشارت کی توجیہ

اللہ سبحانہٗ نے ان کو تین کاموں کا مکلف کیا' اللہ کی عبادت کرو' اس سے ڈرو اور حضرت نوح کی اطاعت کرو' اور اس پر عمل کرنے کے بعد ان سے دو انعاموں کا وعدہ فرمایا: (۱) اللہ ان کے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا' یعنی ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا (۲) ان سے دنیا کے عذاب اور مصائب کو بھی بہ قدر امکان دور فرما دے گا اور ان کی موت کو بہ قدر امکان مؤخر کر دے گا۔

اس آیت میں "من ذنوبکم" فرمایا ہے' یعنی تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا یعنی ان کے تمام گناہ معاف

Marfat.com

نہیں فرمائے گا' اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ تو صرف ایمان لانے سے ہی معاف ہو جاتے ہیں' پھر قابل معافی جو گناہ بچے وہ ایمان لانے کے بعد کے ہی گناہ ہیں اور وہ کل گناہوں کا بعض ہی ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں' آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لیا' آپ نے پوچھا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شرط لگاؤں' آپ نے فرمایا: تم کیا شرط لگاؤ گے؟ میں نے عرض کیا: میری معافی ہو جائے' آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اسلام اس سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور حج اس سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۲۱)

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان بعض گناہوں سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے کیونکہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے وہ گناہ اس وقت معاف ہوں گے جب اصحاب حقوق ان کو معاف کر دیں گے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان بعض گناہوں سے وہ گناہ مراد ہیں' جن پر بندوں نے استغفار کیا ہو اور باقی ماندہ گناہ اللہ سبحانہٗ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں' وہ چاہے تو ان گناہوں کی سزا دینے کے بعد ان کو معاف فرما دے' چاہے تو کسی نبی' ولی یا فرشتہ کی سفارش سے ان کو معاف فرما دے اور چاہے تو اپنے فضل محض سے ان کو معاف فرما دے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ''مِنْ'' زائدہ ہے یا بیانیہ ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ بلیغ کے کلام میں کوئی لفظ زائد اور بے معنی نہیں ہوتا' اور ''مِنْ'' بیانیہ اس وقت ہوتا ہے جب اس سے پہلے جنس کا ذکر ہو یا کوئی مبہم لفظ ہو۔

اس کے بعد فرمایا: اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا' بے شک جب اللہ کی معین کردہ مہلت آ جائے گی تو اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلّق

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کے پہلے حصہ میں فرمایا ہے' اللہ تمہیں مہلت دے گا یعنی موت یا عذاب کو مؤخر کر دے گا اور دوسرے حصہ میں فرمایا ہے: اللہ کی معین کردہ مہلت مؤخر نہیں ہوتی اور یہ صریح تناقض اور تضاد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیر مبرم اور تقدیر معلّق' تقدیر مبرم وہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس میں تبدیلی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بدل جائے اور یہ محال ہے کیونکہ علم بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا علم نہ ہو بعد میں اس کا علم ہو اور یہ محال ہے' اس لیے تقدیر مبرم میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ (یونس:۶۴) — اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اور تقدیر معلّق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کام کو دوسرے کام پر موقوف کر کے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے' مثلاً اگر تمام قوم نوح ایمان لے آئی تو ان پر طوفان کا عذاب نہیں آئے گا اور اگر تمام قوم ایمان نہیں لائی تو ان پر عذاب آ جائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کو قطعیت سے علم ہوتا ہے کہ کیا ہوگا اور وہی ام الکتاب ہے' اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ — اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت

Marfat.com

رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہےO (الرعد:۳۹)

اس کا ثبوت حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے اور عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہوسکتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۱۳۹)

اس تقدیر سے مراد تقدیر معلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی نفع کو کسی بندہ کی دعا پر موقوف کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ وہ بندہ دعا کرے گا یا نہیں اور اس کا وہ علم ہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ ہم جو دَم کراتے ہیں یا دوا سے علاج کرتے ہیں یا پرہیز کرتے ہیں آیا اس سے اللہ کی تقدیر بدل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۰۶۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۴۳۷ مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اس مرض میں اس دوا سے مثلاً شفا ہوگی اگر دوا کی تو شفا ہوگی ورنہ نہیں اور یہ تقدیر معلق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ کیا ہوگا اور وہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (نوح نے) کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو دن اور رات دعوت دیO پس میری دعوت سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگےO اور بے شک میں نے جب بھی ان کو بلایا تا کہ تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لیے اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیاO پھر میں نے ان کو بلند آواز سے بلایاO پھر میں نے ان کو علی الاعلان بھی بلایا اور خفیہ طریقہ سے بھیO پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہےO وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گاO اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہائے گاO (نوح:۱۲۔۵)

ہدایت اور گم راہی کا اللہ کی تقدیر سے ہونا

نوح:۶۔۵ میں بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو مسلسل دن اور رات خلوت اور جلوت میں دین کی تبلیغ کرتے رہے لیکن ان کی تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ الٹا اثر ہوا بجائے اس کے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف رغبت کرتے وہ ان سے متنفر ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا ملنا اور گم راہی میں مبتلا ہونا محض اللہ کی تقدیر اور اس کی اثر آفرینی سے ہوتا ہے۔ ایک عالم ایک مجلس میں وعظ کرتا ہے ایک شخص کے دل پر اس وعظ کا اثر ہوتا ہے اور وہ اس کی نصیحت کو قبول کر کے راہِ راست پر آ جاتا ہے اور دوسرے شخص پر اس کے برعکس اثر ہوتا ہے وہ اس عالم سے اور متنفر ہو جاتا ہے اور اس کے وعظ اور نصیحت کے خلاف اپنے دل میں شبہات کے تانے بانے بُننے لگتا ہے اور زیادہ شدت اور تندی سے اس کا ردّ کرتا ہے۔

نوح:۷ میں فرمایا: (نوح نے کہا:) اور بے شک میں نے جب بھی ان کو بلایا تا کہ تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیے اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیاO

حضرت نوح علیہ السلام جب بھی انہیں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی طرف بلاتے تا کہ ان کی مغفرت ہو جائے تو وہ اعراض کرتے اور آپ کا وعظ نہ سننے کی کوشش کرتے اس لیے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیتے تا کہ حق اور صداقت کی کوئی آواز ان کے کانوں تک پہنچنے نہ پائے وہ اپنے کفر اور شرک پر اصرار کرتے اور اس پر جمے رہتے اور

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کے وعظ سننے اور اس کے قبول کرنے کو اپنی بڑائی اور انانیت کے خلاف سمجھتے۔
نوح: ۹۔ ۸ میں بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو بہ آواز بلند بھی تبلیغ کی اور خفیہ طریقہ سے بھی لیکن ان کی قوم پر ان کی تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔
نوح: ۱۲۔ ۱۰ میں فرمایا: (نوح نے کہا:) پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے O الآیات

خوش حالی کے حصول کے لیے اور استغفار کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار

امام رازی فرماتے ہیں کہ مقاتل نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بہت طویل عرصہ تک حضرت نوح کی تکذیب کی' اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بانجھ ہوگئیں' ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی' پھر اس سزا کے تدارک کے لیے انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے شرک اور کفر پر اپنے رب سے توبہ کرو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو' تمہارا رب تمہارے اوپر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرنے سے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے سے اللہ عزوجل کی رحمت اور وسعت اور کشادگی حاصل ہوتی ہے اور اس پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف: ۹۶)
اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے اوپر آسمان اور زمینوں کی برکتیں کھول دیتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ. (المائدہ: ۶۶)
اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور اس کو قائم کرتے جو ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو یہ اپنے اوپر سے کھاتے اور اپنے نیچے سے۔

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ (الجن: ۱۶)
اور اگر یہ لوگ راہِ راست پر سیدھے چلتے تو ہم ان کو ضرور بہت وافر پانی پلاتے O

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ. (الطلاق: ۳۔ ۲)
اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دیتا ہے O اور اس کو وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے بہت زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ اللہ نے تم کو استغفار کی اسی لیے تعلیم دی ہے کہ وہ تم کو بخشنا چاہتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۶۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو استغفار کی توفیق دی گئی' وہ مغفرت سے محروم نہیں ہو گا کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ'' (نوح: ۱۰)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

Marfat.com

ابلیس نے اپنے رب عزوجل سے کہا: تیری عزت اور جلال کی قسم! میں بنو آدم کو اس وقت تک گم راہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں ہیں' تب اس کے رب نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۷۔۴۱۔۲۹' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۹۹۔۱۲۷۳)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کا صحیفۂ اعمال اس کو خوش کرے وہ بہت زیادہ استغفار کرے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۴۳' اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۷۵۷۹)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے نکلے' آپ نے استغفار کرنے کے اوپر اور کچھ زیادہ نہ کیا حتیٰ کہ آپ واپس آ گئے' لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: میں نے حاجت برآری کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جن سے بارش ہوتی ہے' پھر یہ آیات پڑھیں:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (نوح: ۱۱۔۱۰) تم اپنے رب سے معافی مانگو' بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے ۝ وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا ۝

الربیع بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصری سے قحط سالی کی شکایت کی' اس سے حسن نے کہا: اللہ سے استغفار کرو' پھر دوسرا شخص آیا' اس نے ان سے فقر کی شکایت کی' حسن نے اس سے بھی کہا: اللہ سے استغفار کرو' پھر ایک اور شخص آیا' اس نے ان سے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بیٹا دے' انہوں نے اس سے بھی کہا: تم اللہ سے استغفار کرو' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ میرے باغات خشک ہو گئے ہیں' حسن نے اس سے بھی کہا: تم اللہ سے استغفار کرو' ہم نے ان سے کہا: آپ کے پاس مختلف لوگ مختلف شکایات لے کر آئے اور آپ نے سب کو استغفار کرنے کا حکم دیا' حسن بصری نے کہا: میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی' میں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو' وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے' وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا' اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہائے گا ۝ (نوح: ۱۲۔۱۰)

انسان چاہتا ہے کہ آخرت کے اجر و ثواب کے علاوہ اس کو دنیا میں بھی آرام اور راحت نصیب ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو' تم کو معافی بھی ملے گی اور دنیا کی راحت بھی نصیب ہو گی' استغفار کرنے سے بارش ہو گی' مال و دولت اور اولاد میں اضافہ ہو گا' کھیتوں اور باغات کی پیداوار میں اضافہ ہو گا اور تمہارے لیے دریا رواں دواں ہو جائیں گے' خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام بنیادی اور اصولی نعمتیں استغفار کرنے سے حاصل ہوتی ہیں' سو ہمیں چاہیے کہ ہم بہ کثرت استغفار کیا کریں تا کہ ہماری ہر حاجت پوری ہو' اسی لیے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بارش کی طلب میں اصل چیز اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے اور نمازِ استسقاء سنت لازمہ نہیں ہے' سنت مشروعہ ہے' یعنی یہ نماز بھی پڑھنی چاہیے لیکن اصل چیز اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اللہ کی عظمت و جلالت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ ۝ حالانکہ اس نے تم کو بہ تدریج پیدا کیا ہے ۝ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں ۝ اور ان میں چاند کو روشن فرمایا اور سورج کو چراغ

Marfat.com

بنایاO اور اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا ہےO پھر تم کو اسی زمین میں لوٹائے گا' اور (دوبارہ) تم کو نکالے گاO اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایاO تا کہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلتے پھرتے رہوO (نوح: ۲۰۔۱۳)

اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر اور اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنانے کا عدم جواز

نوح: ۱۳ میں ''وقار'' کا لفظ ہے' اس کا معنی تعظیم ہے: ''وَتُوَقِّرُوْهُ'' (الفتح: ۹) کا معنی ہے: تم اس کی تعظیم کرو' اس آیت کا معنی ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے کیوں نہیں یعنی تمہارے حال سے یہ کیوں ظاہر نہیں ہوتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر کرنے والے ہو' اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر اور اس کی ہیبت اور جلال سے ڈرنے کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! لوگ پریشان ہو گئے' بچے ضائع ہو گئے' اموال کم ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے' آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا کیجئے' ہم اللہ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے حضور میں شفیع بناتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ' سبحان اللہ پڑھنے لگے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک سبحان اللہ' سبحان اللہ پڑھتے رہے' حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کے چہروں پر ملال کے آثار ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم پر افسوس ہے! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں بنایا جاتا' اللہ کی شان اس سے بھی بہت بلند ہے' تم جانتے ہو اللہ کیا ہے؟ بے شک اس کا عرش سات آسمانوں کے اوپر اس طرح ہے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو گنبد کی طرح بنایا اور بے شک وہ چرچر کر رہا ہے جس طرح سوار کے بوجھ سے سواری چرچر کرتی ہے۔ (امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یحییٰ بن معین' علی بن مدینی اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کی موافقت کی ہے۔) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۶' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۷۲۷)

امام ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گنبد کی مثال بنا کر جو دکھائی اور عرش کے چرچر کرنے کا ذکر فرمایا' یہ اس کم فہم اعرابی کو سمجھانے کے لیے تھا اور آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کیا ہے؟ اس کا معنی ہے: کیا تم اللہ کی عظمت اور اس کے جلال کو جانتے ہو؟ اور سواری کے چرچر کرنے کی مثال سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو عرش بھی برداشت نہیں کر سکتا' اور اس مثال کو بتانے سے یہ مراد ہے کہ جس کی اتنی عظیم شان اور جلالت قدر ہو اس کو کسی کے پاس سفارشی بنانا جائز نہیں ہے۔ (معالم السنن ص ۹۶۔۹۴' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنایا جائے' اور آپ کا بار بار سبحان اللہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے خوف کی وجہ سے تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی اس سے تنزیہ اور برأت کے لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارش کرنے والا بنایا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گنبد کی مثال جو دی ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھانا مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اس کے منافی ہے کہ اس کو کسی کے پاس سفارشی بنایا جائے۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۱۰ ص ۳۲۹۔۳۲۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

آپ کے بار بار سبحان اللہ پڑھنے پر آپ کے اصحاب کے چہرے اس لیے متغیر ہو گئے تھے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے غضب ناک ہوئے ہیں کہ اس اعرابی نے اللہ تعالیٰ کو آپ کی جناب میں سفارشی بنایا' سو وہ آپ کے غضب سے خوف زدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے چہرے متغیر ہو گئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ہیبت کی وجہ سے بار بار سبحان اللہ پڑھا اور آپ نے جو گنبد کی مثال دی ہے' اس سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت اس سے بلند ہے کہ اس کو کسی کے پاس سفارشی بنایا جائے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۲۲-۲۷ ملخصاً' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدرستی شان اینست که طلب شفاعت کرده نمے شود بخدا بر ہیچ یکے و وسیله گرفته نمے شود اورا' امر خدا و قدر و مرتبه او بزرگترست ازاں که وسیله سازند او را نزد کسے۔ (یعنی نہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارش کرنے والا بنایا جائے' نہ کسی کے سامنے اللہ تعالیٰ کا وسیلہ پیش کیا جائے۔) (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۶۱' تیج کمار' لکھنؤ' ہند)

مفتی احمد یار خاں کا یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو سفارشی بنانا' جائز ہے اور اس پر مصنف کا تبصرہ

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ "وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (آل عمران: ۱۵۹) کی تفسیر میں اس حدیث کے برخلاف لکھتے ہیں:

بڑا چھوٹے سے سفارش کر سکتا ہے' دیکھو اللہ تعالیٰ نے رب ہو کر اپنے حبیب سے خطا کاروں کی سفارش فرمائی' مگر اس کا نام سفارش ہو گا نہ کہ شفاعت ہو گا' لہٰذا رب تعالیٰ کو شفیع نہیں کہہ سکتے' وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں رب تعالیٰ کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں تو سرکار اس پر بہت ناراض ہوئے' اس کی یہی وجہ تھی' لہٰذا وہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۲۹۱-۲۹۰' مکتبہ اسلامیہ' لاہور' نور العرفان ص ۱۱۱' ادارہ کتب اسلامیہ' لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ نے شفاعت اور سفارش میں فرق کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شفیع نہیں بنا سکتے لیکن سفارش کرنے والا بنا سکتے ہیں لیکن یہ فرق صحیح نہیں ہے' شفاعت اور سفارش ایک ہی چیز ہیں' جس چیز کو عربی میں شفاعت کہتے ہیں اسی چیز کو اُردو میں سفارش کہتے ہیں' اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے شفیع کا ترجمہ سفارشی کیا ہے' سنن ابوداؤد کی زیر بحث حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

جو بات عظمت شانِ الٰہی کے خلاف ہو' اسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے' حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے' جس کے پاس سفارش لائی گئی' ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں' ولہٰذا وہ صحابی اعرابی رضی اللہ عنہ باآنکہ اہل زبان تھے' اس نکتے سے غافل رہے۔ (الامن والعلی ص ۱۶۷' شبیر برادرز' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

خود مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ نے بھی شفیع کا ترجمہ سفارشی کیا ہے' سنن ابوداؤد کی زیر بحث حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم لوگ بارگاہِ الٰہی میں آپ کو شفیع بناتے ہیں کہ آپ کی دعا سے وہ ہم پر بارش بھیجے' اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہیں کہ آپ سے ہماری شفاعت و سفارش کرے کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں گویا آپ کی دعا کا شفیع اللہ تعالیٰ اور بارش کے شفیع آپ ہوں۔ (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۵۹۹)

مفتی احمد یار خاں کے اس ترجمہ سے واضح ہو گیا کہ شفیع اور سفارشی کا ایک ہی معنی ہے۔

اور اس حدیث کی تشریح میں مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

سفارش کو شفاعت اس لیے کہتے ہیں کہ سائل حاکم کے سامنے اکیلا پیش ہونے کی ہمت نہیں کرتا' تو اس حاکم کے کسی

Marfat.com

منظور ومقبول کے ساتھ مل کر حاکم کے سامنے پیش ہوتا ہے' بہر حال شفیع سے حاکم کا افضل واعلیٰ ہونا ضروری ہے' اگر خدا تعالیٰ کو شفیع کہا جائے تو لازم آوے گا کہ کوئی اور اس سے اعلیٰ ہے جس کے دربار میں خدا تعالیٰ سے سفارش کرائی گئی' چونکہ یہ بہت باریک بات تھی' اس لیے اس شخص کو نہ تو کافر کہا گیا نہ اس سے توبہ کرائی گئی۔ (مرات المناجیح ج ۷ص ۶۰۰ نعیمی کتب خانہ گجرات)

مفتی احمد یار خاں نعیمی اہل سنت کے بہت عظیم عالم دین تھے' ان کی بہت خدمات ہیں' میرے دل میں ان کی بہت محبت ہے' لیکن میرے دل میں اللہ عزوجل کی عظمت وجلالت اس سے کہیں زیادہ ہے' اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اور شان واضح کرنے کے لیے یہ وضاحت کی تاکہ ''تفسیر نعیمی'' اور ''نور العرفان'' میں ''وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ'' (آل عمران: ۱۵۹) کی تفسیر پڑھ کر نوجوان علماء اللہ تعالیٰ کو حضور کی بارگاہ میں سفارشی نہ کہنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کو وسیلہ بنانے کے منافی ہے

نیز مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے:

اللہ کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مدد مانگنا درست ہے' ہم کہا کرتے ہیں: اللہ کے واسطے سے یہ دے دو' اللہ کے نام کا صدقہ دے دو' کہا جاتا ہے: ''شیئًا للہ''۔ (مرات المناجیح ج ۷ص ۶۰۰)

مفتی احمد یار خاں نعیمی کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے' انہوں نے یہ بھی صحیح نہیں لکھا' اللہ کی بارگاہ میں کسی مقرب کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے' لیکن اللہ کا وسیلہ کسی کی بارگاہ میں پیش کرنا جائز نہیں ہے' جیسا کہ ہم ابھی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے بتا چکے ہیں' اور عوام کے اقوال سے استدلال کرنا درست نہیں' استدلال تو قرآن مجید کی آیات' احادیث' آثار صحابہ اور اقوال فقہاء سے کیا جاتا ہے اور ''شیاءً للہ'' کی فقہاء نے یہ تاویل کی ہے کہ ''شیئًا اکراما للہ'' اللہ کی تکریم اور تعظیم کے لیے کچھ دو۔ (الفتاویٰ الخیریہ علی ہامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ص ۲۸۲' المکتبۃ الحبیبیہ' کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے حضور وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لیے ثابت اور قطعاً روا' بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لیے خاص ہیں' اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط بننے سے پاک ہے' اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا' ولہٰذا حدیث میں ہے: جب اعرابی نے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا' دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے' پھر فرمایا:

ویحك انه لا یستشفع باللّٰه علی احد' شان اللّٰه اعظم من ذلك. رواه ابو داؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰه تعالٰی عنه.

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

(الیٰ قولہ) ایک بے وقوف وہابی نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے کہا:

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

Marfat.com

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسّل کر کے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنایئے' اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۳۰۴۔۳۰۳' رضا فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۲۳ھ)

اللہ اور رسول چاہے کہنا موہم بے ادبی ہے' اللہ پھر رسول چاہے' کہنا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اور اللہ کو برابر (اور ایک درجہ میں) کر دیا ہے' بلکہ جو صرف اللہ چاہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۴۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۱۷' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۹۸۸' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۰۰۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹۔ رقم الحدیث: ۱۸۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کسی اہل کتاب نے کہا: تم اچھے لوگ ہو اگر تم یہ نہ کہا کرتے جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے' (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی تمہارے اس جملہ کو ناپسند کرتا تھا' تم یوں کہا کرو: جو اللہ چاہے' پھر جو محمد چاہے۔

(تاریخ کبیر للبخاری ج ۴ ص ۳۶۴' مسند البزار ج ۷ ص ۲۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۱۸' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۹۸۴' الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۸ ص ۳۶۴۔ رقم الحدیث: ۲۳۳۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: تم لوگ اللہ کا شریک بناتے ہو اور شرک کرتے ہو' تم کہتے ہو: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں' اور تم کہتے ہو: کعبہ کی قسم! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جب وہ قسم کھانے کا ارادہ کریں تو کہیں: ربِ کعبہ کی قسم! اور یوں کہیں: جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۷۸۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۹۸۷۔۹۸۶)

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ اور رسول چاہے تو یہ شرک نہیں ہے کیونکہ عربی میں واؤ اور اُردو میں اور برابری کے لیے نہیں آتا' اس لیے آپ نے ابتداء میں صحابہ کو اس سے منع نہیں کیا لیکن بعد میں جب یہودیوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: میں بھی اس کلام کو ناپسند کرتا تھا اور اس کو خلافِ ادب قرار دے کر فرمایا: تم یوں کہا کرو: اللہ چاہے پھر آپ چاہیں' تا کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مساوات اور برابری کا وہم بھی نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کلام سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برابری کا وہم بھی ہو اس سے احتراز لازم ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ان احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

جب اُس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے' اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کا الزام دیا' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک وتوسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے' مگر یہ بات طرزِ عبادت کے ایک گونہ آداب سے تھی' معناً تو قطعاً صحیح تھی' لہٰذا اُس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا' یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رویائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے' اب اس خیال کی زیادہ

Marfat.com

تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہِ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے پناہ ٹھہرا ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزت جل جلالہ نے ''رَاعِنَا'' کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود عنود اُسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ ''اُنظرنا'' کہنے کا ارشاد ہوا تھا' ولہٰذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہ محل اعتراض نہ ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو اُنہیں یہود و نصاریٰ اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تا کہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے' اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ اللہ و رسول چاہیں تو کام ہو گا' بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہو گا' (پھر) کا لفظ کہنے سے وہ توہم مساوات کہ ان وہابی خیال کے یہود و نصاریٰ یا یوں کہیے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے' باقی نہ رہے گا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی تَوَاتُرِ اٰلَائِهٖ والصلاة والسّلام عَلٰی انبیائه'' اہل انصاف و دین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر القا ہوئی کیسی واضح و مستنیر ہے' اُن احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہر میں منظوم کیا اور تمام مدارج و مراتب مرتبہ بحمد اللہ تعالیٰ نورانی نقشہ کھینچ دیا' الحمد للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہل سنت ہی کا حصہ ہے' وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے۔ ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ''۔

(الامن والعلیٰ ص ۱۸۷۔۱۸۶' شبیر برادرز' لاہور' ۱۳۹۶ھ)

نوح: ۱۴ میں فرمایا: حالانکہ اس نے تم کو بہ تدریج پیدا کیا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو بہ تدریج پیدا فرمانا

اس آیت کی تقریر اس طرح ہے کہ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ اس نے تم کو اوّلاً مٹی سے بنایا' پھر مٹی کو سبزہ اور غلہ بنایا' پھر اس سے غذا بنائی' پھر غذا سے خون بنایا' پھر خون سے نطفہ بنایا' پھر اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا' پھر اس خون کو گوشت کا ٹکڑا بنایا' پھر اس کو ہڈیوں اور گوشت کی صورت دی' پھر اس میں روح پھونکی' پھر تم کو جنین بنایا' پھر ولید بنایا' پھر رضیع (دودھ پیتا) بنایا' پھر صبی (بچہ) بنایا' پھر غلام (نوخیز لڑکا) بنایا' پھر مراھق (قریب بہ بلوغ) بنایا' پھر بالغ بنایا' پھر شاب (جوان) بنایا' پھر رجل (قوی مرد) بنایا' پھر کہول (چالیس سال کی عمر کا) بنایا' پھر شیخ بنایا' ساٹھ سال کے بعد شیخ فانی بنایا' پھر میت بنایا اور قبر میں پہنچایا تو دفین بنایا اور جب قبر میں ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں تو رمیم بنایا اور جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل کر ہو گئیں تو پھر تم کو مٹی بنا دیا۔

اس آیت کی دوسری تقریر اس طرح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کی تعظیم اور توقیر نہیں کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت نوح اللہ کے نبی ہیں' ان کی توقیر اللہ کی توقیر ہے' تم اللہ کی وجہ سے ان کی تعظیم اور توقیر کیوں نہیں کرتے' تم ان پر ایمان لاؤ اور ان کے پیغام کو قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانو' اس نے تم کو بہ تدریج پیدا کیا ہے۔

نوح: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں ○ اور ان میں چاند کو روشن فرمایا' اور سورج کو چراغ بنایا ○

اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید پر دلائل اور آسمانوں کے انطباق اور چاند کے آسمانوں میں ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق اور توحید پر جو دلائل قائم کیے ہیں' وہ دو قسم کے ہیں: ایک وہ دلائل ہیں جو انسان کے اپنے اندر ہیں اور دوسرے وہ دلائل ہیں جو اس خارجی کائنات میں ہیں' انسان کے اپنے اندر جو دلائل ہیں' ان کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہ تدریج پیدا کیا ہے' اب سوال یہ ہے کہ انسان ممکن اور حادث ہے' کیونکہ انسان عدم سے وجود میں آیا ہے تو

Marfat.com

ضروری ہوا کہ اس کو عدم سے وجود میں لانے کی کوئی علت ہو اور اگر وہ علت بھی ممکن اور حادث ہوئی تو اس کے لیے پھر کسی علت کی ضرورت ہوگی اور یوں غیر متناہی علتیں لازم آئیں گی اور یہ محال ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ انسان کی پیدائش کی علت حادث اور ممکن نہ ہو بلکہ واجب اور قدیم ہو' اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علت واحد ہو کیونکہ تعدد وجباء اور تعدد قدماء محال ہے' نیز تمام انسانوں کی یہ تدریج پیدائش کا طریقہ واحد ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کا موجد بھی واحد ہو کیونکہ اگر موجد متعدد ہوتے تو ان کے طریقہ ہائے تولید بھی متعدد ہوتے۔

اس خارجی کائنات میں آسمان' چاند اور سورج ہیں اور اسی طریقہ سے ان کی تخلیق کی علت بھی واجب' قدیم اور واحد ہوگی' اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق اور توحید پر پہلے اس دلیل کا ذکر کیا جو انسان کے اندر ہے' پھر اس دلیل کا ذکر فرمایا جو انسان کے باہر ہے کیونکہ انسان اپنے اندر کی نشانیوں کو باہر کی نشانیوں کی بہ نسبت زیادہ پہچانتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ آسمان اوپر تلے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر منطبق ہیں' حالانکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان ایک دوسرے پر منطبق ہیں' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ ایک دوسرے سے مماس ہوں اور پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں' دو آسمان ایک دوسرے سے منفصل ہونے کے باوجود اوپر تلے اور ایک دوسرے پر منطبق ہو سکتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نوح: ۱۶ میں فرمایا ہے: ان (آسمانوں) میں چاند کو روشن فرمایا حالانکہ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق چاند آسمانِ دنیا سے بہت نیچے اور زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان دنیا زمین کو محیط ہے اور تمام زمینیں اور فضا اور خلا سب آسمانوں کے احاطہ میں ہیں' اس لیے جب چاند خلا میں ہے تب بھی وہ آسمانوں کے احاطہ میں ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ چاند کسی آسمان میں مرکوز ہو یا نصب ہو' جیسے ہم کہتے ہیں: پاکستان کا صدر مملکت سرزمین پاکستان میں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ زمین کے کسی حصہ میں مرکوز ہو' اگر وہ ہوائی جہاز میں اسلام آباد سے کراچی پرواز کر رہا ہو تب بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ پاکستان میں ہے' اسی طرح جب چاند اور سورج اپنے اپنے مدار میں خلا کے اندر گردش کر رہے ہوں گے' تب بھی آسمانوں کے احاطہ میں ہوں گے' اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ چاند اور سورج آسمانوں میں ہیں۔

نوح: ۱۸۔۱۷ میں فرمایا: اور اللہ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے O پھر تم کو اسی زمین میں لوٹائے گا اور دوبارہ تم کو نکالے گا O

انسان کو زمین سے پیدا کرنے کی توجیہات

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے' حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہی فرمایا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ. (النحل: ۴) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ. (الدھر: ۲) بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ ہماری اصل ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

مٹی سے پیدا کیا ہے تو چونکہ اصل انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو اس وجہ سے فرمایا: ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا ہے' ایک اور سورت میں اللہ تعالیٰ نے ہماری خلقت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۞ (المؤمنون: ۱۴۔۱۲)

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایاO پھر ہم نے اس کو مضبوط جائے قرار میں نطفہ بنا کر رکھاO پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا' پھر گوشت کی بوٹی سے ہڈیاں بنائیں' پھر ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا' پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) ایک اور مخلوق بنائی' سو اللہ بڑی برکت والا ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہےO

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ اور حیض کے خون سے ہوتی ہے' اور نطفہ اور حیض کا خون دونوں غذا سے بنتے ہیں اور غذا گوشت اور سبزیوں سے حاصل ہوتی ہے اور گوشت بھی حیوانوں کے سبزہ کھانے سے بنتا ہے تو غذا کا رجوع اور مآل سبزیوں کی طرف ہے' اور سبزیاں پانی اور مٹی کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہیں تو خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ اور حیض کا خون زمین کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے' لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے' اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے' ابوعاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے اس جیسی فضیلت نہیں پا سکو گے' کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۱۸۔ رقم الحدیث: ۲۳۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۵۳۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۳ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے' فرشتہ زمین سے مٹی لے کر اس کی ناف کاٹنے کی جگہ پر رکھتا ہے' اس مٹی میں اس کی شفاء ہوتی ہے اور اسی میں اس کی قبر ہوتی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۶۵۳۳' مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے' اس کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے' اور جب وہ ارذل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو وہ اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے' حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کیا جاتا ہے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی سے ہم اٹھائے جائیں گے۔ (فردوس الاخبار ج ۴ ص ۲۳۵' اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (فردوس الاخبار ج ۲ ص ۳۰۵۔ رقم الحدیث: ۲۷۷۵' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۶۸۳' تنزیہ الشریعۃ ج ۱ ص ۳۴۹)

نوح: ۲۰۔۱۹ میں فرمایا: اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایاO تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلتے پھرتے رہوO

نوح: ۲۰ میں 'فجاجا'' کا لفظ ہے' یہ 'فج'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کشادہ راستہ۔

Marfat.com

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ

نوح نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے میری حکم عدولی کی اور انہوں نے ان کی پیروی کی جنہوں نے ان کے

مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوا

مال اور اولاد میں نقصان کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا O اور انہوں نے بہت بڑی سازش کی O اور انہوں نے کہا:

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ

تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق

وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ

اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا O اور بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا' اور (اے میرے رب!) ظالموں میں صرف

إِلَّا ضَلَالًا ﴿۲۴﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ

گم راہی کو زیادہ کرنا O سو ان کو ان کے سنگین گناہوں کی وجہ سے ہی غرق کیا گیا پس فوراً ان کو آگ میں جھونکا

يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ

گیا تو انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ پایا O اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب!

لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ إِنَّكَ إِن

زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O بے شک اگر تو

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گم راہ کریں گے اور ان سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے O

رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَ

اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میرے ماں باپ کو اور ان کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور

لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

۲ ع ۸ ۱۰ النصف

تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما! O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نوح نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے میری حکم عدولی کی اور انہوں نے ان کی پیروی کی جنہوں نے ان کے مال اور اولاد میں نقصان کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا○ اور انہوں نے بہت بڑی سازش کی○ اور انہوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا○ اور بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا○ (نوح: ۲۱-۲۴)

کفارِ نوح کی حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں

اس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی' اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل پیش کیے اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا۔

نوح: ۲۱ میں یہ بتایا ہے کہ ان کی قوم نے نہ صرف یہ کہ ان کی حکم عدولی کی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلہ میں ان کے مخالفوں کی اطاعت کی' جو لوگ حضرت نوح کی نبوت کے منکر اور مخالف تھے اور بت پرستی کے داعی تھے' جن کی اطاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی' وہ ان کے دنیا میں کسی کام آ سکتے تھے نہ آخرت میں' جن کی دوستی اور اطاعت سے ان کو سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہ تھا' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کرتی تھی۔

نوح: ۲۲ میں فرمایا: حضرت نوح کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے اطاعت گزاروں کو ورغلایا اور حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازش کی' وہ اپنے ماتحت لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف بھڑکاتے تھے' اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ناگفتنی باتیں کہتے تھے' قرآن مجید نے دیگر سورتوں میں ان کے وہ اقوال نقل کیے ہیں' فرمایا:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (الاعراف: ۶۰)

نوح کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تم کو صریح گم راہی میں دیکھتے ہیں○

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ○ (ھود: ۲۷)

پس نوح کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم آپ کو اپنی مثل بشر ہی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی صرف نیچ اور کم عقل لوگوں نے کی ہے اور ہم اپنے اوپر آپ کی کوئی فضیلت نہیں دیکھتے' بلکہ ہم تو آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں○

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ○ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ○ (المؤمنون: ۲۴-۲۵)

پس نوح کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ شخص صرف تمہاری مثل بشر ہے' یہ تم پر اپنی بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ (کسی نبی کو بھیجنا چاہتا) تو کسی فرشتے کو نازل کر دیتا' ہم نے تو اس کے متعلق اپنے پہلے باپ دادوں سے کچھ نہیں سنا○ یہ شخص تو صرف دیوانہ ہے تم اس کو ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتے رہو○

نوح: ۲۳ میں ان بتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی' اور ان کی قوم کے سردار ان کو ان بتوں کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

وَدّ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر وغیرہا کی تاریخی حیثیت

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

محمد بن قیس نے کہا: یہ بت (ودّ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر) حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے' جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان نیک لوگوں کے مجسمے بنالیں تو پھر ہم کو عبادت کرنے میں زیادہ ذوق اور شوق حاصل ہو گا' سو انہوں نے ان کے مجسمے بنا لیے' اور جب یہ نسل بھی ختم ہو گئی اور دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ تمہارے آباؤ اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارش برسائی جاتی تھی' سو بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۱۵۴)

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ودّ دومۃ الجندل میں بنو کلب کا بت تھا' اور سواع رباط میں ہذیل کا بت تھا' اور یغوث جرف میں مراد کے بنو غطیف کا بت تھا' یہ سبا میں تھا' یعوق بلخ میں ہمدان کا بت تھا اور نسر ذی کلاع کا بت تھا جو حمیر سے تھے' قتادہ نے کہا: یہ وہ بت تھے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی' پھر بعد میں اہل عرب نے ان کو اپنا معبود بنالیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۱۵۶)

امام عبد الرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بیمار ہوئے اور ان کے گرد ان کے بیٹے تھے' ان میں ودّ' یغوث' سواع اور نسر تھے اور ودّ ان کے سب سے بڑے بیٹے اور سب سے زیادہ نیک تھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۹۶)

امام ابو جعفر نے ودّ کا ذکر کیا اور کہا: ودّ مسلمان شخص تھا اور بہت نیک تھا اور اپنی قوم میں بہت محبوب تھا' جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر ارضِ بابل میں گئے اور اس کی یاد میں رونے لگے' جب ابلیس نے ان کی آہ و زاری کو دیکھا تو وہ ان کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہنے لگا: اس شخص کی یاد میں' میں تمہارے رنج و غم کو دیکھ رہا ہوں' تمہارا کیا خیال ہے میں اس شخص کی مثال کا ایک مجسمہ تمہارے لیے بنا دوں' تم اس مجسمہ کو اپنی مجلس میں رکھ لینا' پھر تمہارا دل بہل جائے گا' انہوں نے کہا: ہاں! ٹھیک ہے' سو اس نے ودّ کی مثل کا ایک مجسمہ بنا دیا اور انہوں نے اس کو اپنی مجلس میں رکھ لیا' اور وہ اس کو یاد کرتے رہتے تھے جب ابلیس نے دیکھا کہ وہ اس کو بہت یاد کرتے ہیں تو اس نے ان لوگوں سے کہا: کیا خیال ہے میں تم میں سے ہر شخص کے گھر میں ودّ کی مثال کا ایک مجسمہ بنا کر رکھ دوں' ان لوگوں نے اس پیش کش کو قبول کر لیا' اور وہ ان مجسموں کو دیکھ کر ودّ کو یاد کرتے رہے' پھر ان کی نسل نے اپنے آباء و اجداد کو یہ کرتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ بھول گئے کہ ان کے آباء و اجداد صرف ان بتوں کو دیکھ کر ودّ کو یاد کرتے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنا لیا' پھر وہ نسل در نسل ان بتوں کی عبادت کرتے رہے' اور اللہ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے عبادت کی گئی وہ ودّ کا بت تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۸۹۹۷)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

محمد بن قیس نے کہا ہے کہ یغوث' یعوق اور نسر' حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیانی عہد کے لوگ ہیں' یہ بہت نیک لوگ تھے اور ان کے بہت پیروکار تھے' جب یہ نیک لوگ فوت ہو گئے' تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی مثال کے مجسمے بنالیں تو ہماری عبادت میں زیادہ ذوق اور شوق ہو گا' پھر انہوں نے ان کی مثال کے مجسمے بنا لیے' پھر جب ان کی نسل ختم ہو گئی اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دماغوں میں یہ خیال ڈال دیا کہ تمہارے آباء و اجداد ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی تھی' سو انہوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے حافظ ابن عساکر کی یہ روایت نقل کی ہے:

Marfat.com

حافظ ابن عساکر نے حضرت شیث علیہ السلام کی سوانح میں یہ روایت ذکر کی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی چالیس اولاد ہوئی' بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں' ان میں سے جو زندہ رہے وہ ھابیل اور قابیل تھے اور صالح اور عبدالرحمان' جن کا نام عبدالحارث رکھا تھا' اور ودّ کو ہی شیث کہا جاتا تھا' اور ان کو ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا تھا' اور ان کے بھائیوں نے ان کو سردار بنا دیا تھا اور ان کے بیٹوں کے نام سواع' یغوث' یعوق اور نسر تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۵ص ۱۸۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت) (تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۴۷۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام رازی نے تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۶۵۷ میں' علامہ قرطبی نے جز ۱۸ص ۲۸۱ میں' علامہ بغوی نے معالم التنزیل ج ۵ص ۱۵۷ میں' اور علامہ آلوسی نے روح المعانی جز ۲۹ص ۱۳۳۔۱۳۲ میں ان روایات کو نقل کر کے ان پر اعتماد کیا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ودّ کا بت مرد کی صورت کا تھا' سواع کا بت عورت کی صورت کا تھا' یغوث کا بت شیر کی صورت کا تھا' یعوق کا بت گھوڑے کی صورت پر تھا اور نسر کا بت گدھ کی صورت کا تھا' اور یہ حکایت ان تصریحات کے منافی ہے کہ یہ بت نیک انسانوں کی صورتوں پر بنائے گئے تھے اور یہ تصریحات ہی اصح ہیں۔

(روح المعانی جز ۲۹ص ۱۳۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

واضح رہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اسی اصح روایت کو اختیار کیا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۶ص ۱۰۴' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۴۱۱ھ)

اس روایت کی تحقیق کہ کفارِ مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے' یہ وہی بت تھے جن کی کفارِ نوح عبادت کرتے تھے

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جن بتوں کی عبادت کرتی تھی ان کے متعلق امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

ابن جریج سے روایت ہے کہ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ قومِ نوح جن بتوں کی عبادت کرتی تھی وہ بت عرب میں اب بھی ہیں' رہا ودّ تو وہ دومۃ الجندل میں بنوکلب کا معبود ہے' رہا سواع تو وہ ہذیل کا معبود ہے' رہا یغوث تو وہ مراد کا معبود ہے' پھر بنوغطیف کا جوف میں سبا کے پاس معبود ہے' رہا یعوق تو وہ ہمدان کا معبود ہے اور رہا نسر تو وہ حمیر کا ذی الکلاع کے لیے معبود ہے' یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے اسماء ہیں' جب یہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن مجالس میں وہ بیٹھتے ہیں' وہاں ان نیک لوگوں کے مجسمے بنا کر رکھ دیئے جائیں اور ان نیک لوگوں کے ناموں پر ان بتوں کے نام رکھ دیئے جائیں' پھر جب تک ان لوگوں کی نسل باقی رہی' ان بتوں کی عبادت نہیں کی گئی اور جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور ان کا علم نہ رہا تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۰)

امام بخاری کی اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریباً تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ ودّ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا' اور اسی کا نام شیث تھا اور باقی ودّ کے بیٹے تھے اور یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے بہت پہلے گزر چکے تھے اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے صالحین نہیں تھے۔

اور اس پر دوسرا اعتراض حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے سند کے لحاظ سے کیا ہے کہ اس حدیث کو عطا خراسانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے' حالانکہ عطا خراسانی کا حضرت ابن عباس سے سماع نہیں ہے' لہٰذا اس حدیث کی سند

Marfat.com

منقطع ہے' پس یہ حدیث ضعیف ہے' پھر اس کا ایک کمزور سا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی سند میں مذکور عطا سے مراد عطا خراسانی نہ ہو بلکہ عطا بن ابی رباح ہو' اور ابن جریج نے اس کو عطا بن ابی رباح سے بھی روایت کیا ہو اور یہ بات امام بخاری سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے کیونکہ ان کے حدیث وارد کرنے کی شرط اتصال ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۷۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس جواب کو رد کر دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا حدیث لانے کے لیے اتصال کی شرط عائد کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان سے یہ مخفی نہ ہو کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے' پس سبحان ہے وہ ذات جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے' نیز جس حدیث میں عطا خراسانی منفرد ہو اس کی حدیث کو امام مسلم وارد کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس روایت پر سب سے قوی اعتراض امام رازی نے کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ پانچ بت سب سے بڑے بت تھے' پھر یہ بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اہل عرب کی طرف منتقل ہوئے' پس ود بنو کلب کا ہو گیا' اور سواع ہمدان کا ہو گیا' یغوث مذحج کا ہو گیا' یعوق مراد کا ہو گیا اور نسر حمیر کا ہو گیا' اسی وجہ سے اہل عرب کو عبد ود اور عبد یغوث کہا جاتا تھا' تاریخی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور اس پر یہ اشکال ہے کہ طوفان کے زمانہ میں تمام دنیا ملیامیٹ ہو چکی تھی تو یہ بت کیسے باقی بچ گئے' اور عرب کی طرف منتقل ہوئے اور یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان بتوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے آئے تھے' پھر انہوں نے ان بتوں کو حفاظت کے ساتھ رکھا تا آں کہ یہ امانت عربوں کے پاس پہنچ گئی' کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام بتوں کے محافظ نہیں تھے بت شکن تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۵۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ان دلائل کی بناء پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ عرب میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی' یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کی صورتوں کے مجسمے ہیں اور یہ وہی بت ہیں جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی' ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان ناموں کا ذکر پچھلے لوگوں سے سنتے آئے تھے تو انہوں نے اپنے بتوں کے بھی وہی نام رکھ لیے۔

نوح: ۲۴ میں فرمایا: اور بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا' اور (اے میرے رب!) ظالموں میں صرف گم راہی کو زیادہ کرنا O

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی توجیہ اور اس دعا کو بددعا کہنے کی مذمت

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بتایا کہ ان کافر سرداروں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے اور ان کو بتوں کی پرستش میں مشغول کر دیا ہے' تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! ان کی گمراہی کو اور زیادہ کر دے۔

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو اس قوم کو ہدایت دینے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا' انہوں نے ان کے گم راہ ہونے کی دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا منشاء یہ نہیں تھا کہ ان کو صراطِ مستقیم سے گم راہ کر دیا جائے' اور ان کو دین میں گم راہی کے راستہ پر ڈال دیا جائے بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف جو سازشیں کر رہے تھے اور آپ کو دین و دنیا میں نقصان پہنچانے کی جو تدبیریں کر رہے تھے ان میں ان کو گم راہ کر دیا جائے' تا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں اور اپنی سازشوں میں ناکام اور نامراد ہو جائیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں "ضلال" سے مراد اس کا اثر اور نتیجہ ہے یعنی عذاب' اور مراد یہ ہے کہ اے اللہ! ان کے عذاب کو اور زیادہ کر دے۔

مفتی شفیع دیوبندی نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی گمراہی بڑھا دینے کی دعا

Marfat.com

اس لیے فرمائی کہ جلد ان کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور ہلاک کر دیئے جائیں۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۶۷) سید مودودی نے لکھا ہے: وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو چکے تھے' ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۰۴) شیخ امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعوت کے تیسرے مرحلہ میں پہنچ کر دیکھ لیا کہ اس قوم میں جتنا جوہر تھا وہ نکل آیا ہے' اس کے مٹ جانے میں ہی خیر ہے۔ (تدبر قرآن ج ۸ ص ۶۰۴) ان جوابات کی رکاکت ظاہر ہے اور محتاج بیان نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ' سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اور شیخ امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے کہ حضرت نوح نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی' اور سید مودودی اور امین احسن اصلاحی نے اس بحث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۶۷' تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۰۴' تدبر قرآن ج ۸ ص ۱۰۴) یہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں شدید بے ادبی اور گستاخی ہے' انبیاء علیہم السلام کا کوئی فعل یا قول بد نہیں ہوتا' ان کا ہر قول اور فعل امت کے لیے نمونہ اور حسن ہوتا ہے' اس کی تفسیر میں یوں لکھنا لازم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ناکامی اور نامرادی کی دعا کی یا ان کے خلاف عذاب زیادہ ہونے کی دعا کی' جس طرح ہم نے لکھا ہے۔

نوح: ۲۵ میں فرمایا: سو ان کو ان کے سنگین گناہوں کی وجہ سے ہی غرق کیا گیا پس فوراً ان کو آگ میں جھونکا گیا تو انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ پایا O

عذابِ قبر کا ثبوت اور اس پر شبہات کے جوابات

اس آیت میں "مما خطیئتھم" میں جار مجرور معمول مقدم ہے اور اس کا عامل "اغرقوا" مؤخر ہے اور تقدیم "ما حقہ التاخیر" مفید حصر ہے' اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے: سو ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہی غرق کیا گیا۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: "اغرقوا فادخلوا نارا" اور "فاء" "تعقیب علی الفور" کے لیے آتی ہے' اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے: (ان کو) غرق کیا گیا پس فوراً ان کو آگ میں جھونکا گیا۔

ہمارے علماء نے اس آیت سے عذابِ قبر کو ثابت کیا ہے کیونکہ اس میں جو فرمایا ہے: ان کو فوراً آگ میں جھونکا گیا' اس سے مراد دوزخ کی آگ نہیں ہے کیونکہ وہ عذاب تو قیامت کے بعد آخرت میں دیا جائے گا' لہٰذا ان کو فوراً آگ میں جھونکنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو قبر کے اندر آگ میں جھونکا گیا۔

منکرین عذابِ قبر کہتے ہیں کہ قومِ نوح کے کافروں کی قبریں کہاں بنی تھیں جو اس سے عذابِ قبر مراد لیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذابِ قبر کی بحث میں قبر سے مراد معروف قبر نہیں ہوتی یعنی گڑھا کھود کر اس میں میت کو دفن کیا جائے اور اس کے اوپر اونٹ کے کوہان کی شکل میں مٹی کو برابر کیا جائے بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انسان مرنے کے بعد رہے خواہ وہ جگہ دریا ہو یا سمندر ہو یا کسی درندہ کا پیٹ ہو۔

منکرین عذابِ قبر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں "فادخلوا نارًا" کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کو فوراً آگ میں جھونک دیا گیا' بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ قیامت کے بعد ان کو دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا' رہا یہ کہ یہ تو مستقبل میں ہوگا اور اس آیت میں ماضی کا صیغہ ہے' جس کا معنی ہے: ان کو آگ میں جھونک دیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جس کام کا مستقبل میں تحقق اور وقوع یقینی ہو' اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے' گویا وہ کام ہو گیا' جیسے قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ. اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا۔
(الاعراف:۴۴)

یہ بھی ماضی کا صیغہ ہے' حالانکہ یہ پکارنا قیامت کے بعد آخرت میں ہوگا مگر چونکہ اس کا وقوع اور تحقق یقینی ہے' اس لیے اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا' اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ماضی کے صیغہ کا مضارع کا معنی کرنا مجاز ہے اور بلاضرورت شرعی قرآن مجید کے کسی لفظ کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے' رہا ''وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ'' (الاعراف:۴۴) تو اس آیت کا معنی اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا' جب تک ماضی کو مستقبل کے معنی میں نہ لیا جائے اور'' اغرقوا فادخلوا نارا ''میں اس لفظ کو ماضی کے معنی میں ہی برقرار رکھ کر معنی صحیح ہے اور اس سے مراد قبر کی آگ ہے' لہٰذا اس آیت کو'' ونادیٰ اصحاب الجنة'' پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

منکرین عذاب قبر کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جو شخص پانی میں ڈوب جاتا ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی لاش کئی کئی دن تک سطح آب پر پڑی رہتی ہے' اس صورت میں یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ اس کو آگ جلا رہی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا شخص اس کے اجزاء اصلیہ سے عبارت ہے اور اجزاء اصلیہ انسان کے وہ اجزاء ہیں جو اس کی پیدائش سے لے کر موت تک اس میں برقرار رہتے ہیں' انسان کا جسم گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور وہ اجزاء اس میں مشترک رہتے ہیں' انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم کا وزن چار پونڈ ہوتا ہے اور جوانی میں اس کے جسم کا وزن ڈیڑھ سو سے دو سو پونڈ تک ہوتا ہے اور بڑھاپے میں اس کا وزن ایک سو پونڈ سے ڈیڑھ سو پونڈ تک رہ جاتا ہے' اسی طرح بیماری اور صحت کے اعتبار سے بھی اس کا وزن گھٹتا بڑھتا رہتا ہے' پھر ہم کس بنیاد پر کہتے ہیں کہ یہ وہی انسان ہے جو چار پونڈ کا پیدا ہوا تھا' اور اجزاء اصلیہ کے علاوہ اس کے جسم کے تمام ادوار میں اور کوئی چیز مشترک نہیں ہوتی' روح کا تعلق بھی ان ہی اجزاء اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد انسان خواہ دریا میں ہو یا درندہ کے پیٹ میں ہو' اللہ تعالیٰ اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھتا ہے اور ان ہی اجزاء پر عذاب اور ثواب کا ترتب ہوتا رہتا ہے۔

نوح: ۲۷۔۲۶ میں فرمایا: اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ O بے شک اگر تو نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گم راہ کریں گے اور ان سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے O

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا کہ ان کافروں کی جو اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار کافر ہی ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور تجربہ سے ہوا' رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو وہ یہ ہے:

اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ. بے شک آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ ہرگز کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔
(ھود:۳۶)

اور تجربہ کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے اور اس طویل عرصہ میں صرف اسّی (۸۰) لوگ ایمان لائے' باقی اپنے کفر پر ڈٹے رہے' اور وہ اپنی اولاد کو نصیحت کرتے تھے کہ ان کی بات نہ سننا' یہ بہت بڑے جھوٹے ہیں' اور جب وہ شخص مرجاتا تو وہ اپنی اولاد کو ایسی ہی نصیحت کرتا تھا اور ان کی نسل در نسل میں جو بھی پیدا ہوتا تھا وہ بدکار کافر ہی ہوتا تھا۔اس آیت کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اے اللہ! تیرے علم اور تیری تقدیر میں یہ مقرر ہے کہ ان کی اولاد میں سب کافر اور بدکار ہی ہوں گے۔

نوح: ۲۸ میں فرمایا: اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میرے ماں باپ کو اور ان کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا' اور تمام ایمان والے مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما O

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اعتراضات کے جوابات

حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک بن متوشلخ اور ان کی والدہ کا نام ہے شمخی۔ (روح المعانی ج ۲۹ ص ۱۳۸)

اور حضرت نوح کے والدین مؤمن تھے' کیونکہ کافر کے لیے دعا کرنا جائز نہیں ہے یا اس سے مراد ہے: حضرت آدم علیہ السلام تک ان کے سلسلۂ نسب کے تمام آباء اور امہات۔

حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے لیے دعا کی' تا کہ یہ ظاہر ہو کہ انسان سب سے زیادہ خود اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہے' پھر اپنے والدین کے لیے دعا کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ احسان اس کے والدین کا ہے' اس کے بعد تمام مؤمنین کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا یہی طریقہ ہے' حضرت نوح نے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طریقہ سے دعا کی ہے۔

اپنے' اپنے والدین اور تمام مؤمنین کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے لیے ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا: اور ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما۔

افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ ہر حال میں کفار کے لیے ہدایت کی دعا کی جائے' اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اس خلافِ اولیٰ دعا پر پہلے ہی اپنے لیے مغفرت کی دعا کی' کیونکہ آپ نے ان کے لیے ہلاکت کی دعا اس لیے کی تھی کہ وہ آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ کے پیغام کو قبول نہیں کرتے تھے' اس لیے ان کے خلاف دعا کرنا بہ ظاہر ان سے انتقام لینا تھا' اسی وجہ سے میدانِ حشر میں بھی جب لوگ حضرت نوح سے شفاعت کے طالب ہوں گے تو وہ گریز فرمائیں گے۔

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے ان کی قوم کے کافروں پر جو طوفان آیا' اس کے نتیجہ میں بچے بھی غرق کر دیئے گئے حالانکہ وہ مکلف نہ تھے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) طوفان آنے سے چالیس سال یا نوے سال پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو بانجھ کر دیا تھا' اس لیے طوفان کے وقت ان کی کوئی نابالغ اولاد نہ تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے ہاں اولاد پیدا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ضروری قرار دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور جب انہوں نے استغفار نہیں کیا تو ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے استغفار کرو (الیٰ قولہ تعالیٰ) وہ مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ (نوح: ۱۲)

اس آیت کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ اگر وہ استغفار نہیں کریں گے تو ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی اور جب انہوں نے اللہ کی طرف رجوع نہیں کیا تو ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی' اس لیے طوفان سے پہلے کوئی نابالغ بچہ نہیں تھا۔

(۲) اگر بالفرض طوفان سے پہلے بچے ہوں تو وہ طوفان ان کے لیے طبعی موت کا سبب بنا اور وہ ان کے حق میں عذاب نہیں ہوا۔

سورت نوح کی تفسیر کا اختتام

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ آج ۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/ ۱۸ اپریل ۲۰۰۵ء' بہ روز پیر بعد از نمازِ عصر سورۂ نوح کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دے' اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی اور قارئین کی اور تمام مؤمنوں کی مغفرت فرما۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ الجن

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الجن ہے کیونکہ اس سورت کی حسب ذیل آیت میں الجن کا ذکر ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ (الجن:۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ۝

یہ سورت جنات کے احوال سے متعلق ہے کیونکہ جب انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئے جنات ایک ایسے عالم میں ہیں کہ ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا کلام سن سکتے ہیں سوائے وحی الٰہی یا الہام صادق کے ان کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان ایک چیز حائل ہو چکی تھی اور ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے جنات نے آپس میں کہا: تمہارے اور آسمان کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ کوئی نئی چیز ہے پس تم زمین کے مشارق اور مغارب میں جاؤ اور ڈھونڈو وہ کیا چیز ہے پھر وہ زمین کے مشارق اور مغارب میں تلاش کرتے رہے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے۔ پس جو لوگ تہامہ (مکہ معظمہ) کی طرف گئے تھے وہ ایک کھجور کے درخت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت آپ عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو نمازِ فجر پڑھا رہے تھے پس جب انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو کہنے لگے: یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں کریں گے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی اور دراصل آپ کی طرف جنات کا قول نازل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۲۱ صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۴۹ سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۲۳ السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۶۲۴)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الجن اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف گئے تھے اور آپ نے بنو ثقیف سے تبلیغ اسلام پر مدد طلب کی تھی اور یہ واقعہ بھی بہرحال بعثت کے ابتدائی دس سال کا ہی ہے۔

Marfat.com

ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے سورت الجن کا نمبر ۷۲ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴۰ ہے' یہ سورت الاعراف کے بعد اور یٰسین سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۲۱۷' تیونس)

سورت الجن کے مشمولات

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دعوت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی بلکہ جنات تک پہنچ چکی تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت کو سن کر قرآن مجید کے پیغام کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر' اس کی عظمت پر اور اس کے شریک اور بیوی اور بیٹے سے اس کے منزہ ہونے پر ایمان لے آئے۔

☆ اس پر دلیل ہے کہ جنات کی عبادت کرنا باطل ہے۔

☆ کاہن جو غیب کی باتیں بتاتے ہیں' اس کا بطلان ہے اور یہ ثبوت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ عزوجل ہے اور انبیاء علیہم السلام اسی قدر علم غیب پر مطلع ہیں جس پر ان کی طرف وحی کی جاتی ہے' اور رسولوں کے واسطے سے اولیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع ملتی ہے لیکن بالذات اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔

☆ جنات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں متعدد فرقے ہیں' ان میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بدکار بھی ہوتے ہیں' موحد بھی ہوتے ہیں اور مشرک بھی ہوتے ہیں' اور وہ لوگ گم راہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں اور جو لوگ جنات کی عبادت کرتے ہیں اور جو مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔

☆ جنات اس پر تعجب کرتے تھے کہ جب وہ فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں پر جاتے تھے تو ان پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ اخلاص سے عمل کریں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور یہ بتائیں کہ آپ اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں اور اگر بہ فرضِ محال آپ اللہ کی نافرمانی کریں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا اور آپ از خود اپنی عقل سے یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے والوں پر عذاب کب نازل ہوگا۔

☆ جنات نے یہ اعتراف کیا کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکتے ہیں اور نہ اللہ پر غالب آ سکتے ہیں۔

☆ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئیں ہیں' ان میں کسی کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر نہ پکارا جائے۔

☆ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قبول نہیں کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ رسولوں پر جو وحی نازل فرماتا ہے اس کی حفاظت کے لیے اس کے آگے پیچھے فرشتے مقرر ہوتے ہیں' جو جنات اور شیاطین کو وحی سننے نہیں دیتے۔

سورت الجن کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اعانت سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں وہی لکھنے کی توفیق دینا جو حق اور صواب ہو اور باطل اور ناصواب سے محفوظ اور مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ / ۲۱ اپریل ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ / ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۷۲) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آياتها ۲۸ رکوعاتها ۲

سورۃ الجن مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا

آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے

سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ

بہت عجیب قرآن سنا ہے ○ جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے

نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے ○ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے

صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ

اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا ○ اور ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے متعلق ناحق باتیں

شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی

کہا کرتے تھے ○ اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ کے اوپر کوئی جھوٹ

اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ

نہیں باندھتا ○ اور بے شک انسانوں میں سے چند لوگ جنات میں کچھ لوگوں کی پناہ طلب کرتے تھے

مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

اس سے جنات کی سرکشی زیادہ ہو گئی ○ اور جنات نے بھی یہ گمان کر لیا جیسے تمہارا گمان ہے کہ

لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا

اللہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں کرے گا ○ اور ہم نے آسمان (کی خبر کو) طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ

محافظوں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا ہے ○ اور ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لیے گھات لگا کر

Marfat.com

لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَّأَنَّا لَا

بیٹھ جاتے تھے، سو اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے عقب میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے○ اور ہمیں معلوم

نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ

نہیں کہ (اس سے) زمین والوں کے ساتھ کسی بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا

رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَّأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا

ارادہ کیا ہے○ اور بے شک ہم میں سے چند نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں، اور ہم مختلف

طَرَائِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ

فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں○ اور ہم نے یہ یقین کر لیا کہ ہم ہرگز اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے

وَلَنْ نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَنْ

اور نہ ہرگز اس سے بھاگ سکتے ہیں○ اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، سو جو بھی

يُّؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّأَنَّا مِنَّا

اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ○ اور بے شک ہم میں سے

الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا

چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں سو جنہوں نے اطاعت کی انہوں نے ہدایت کا راستہ

رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَّأَنْ لَّوِ

تلاش کر لیا○ اور رہے سرکش تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں○ اور اگر وہ راہِ راست

اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَّاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ

پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے○ تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش

فِيهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّ

کریں، اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کر دے گا○ اور

Marfat.com

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ

بے شک مساجد اللہ کی (عبادت کے لیے) ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو O اور جب اللہ کا بندہ اس کی

عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع ۱ ۱۹ ۱۱

عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اس پر پل پڑتے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے O جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے O اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے' اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا O (الجن: ۳۔۱)

الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا' قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ (الانعام: ۷۶) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

"الجنان" قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے' "المجن" اور "المجنة" کا معنی ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المجادلہ: ۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

اور حدیث میں ہے: "الصوم جنة" روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپا لیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ (السجدہ: ۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے "جنّٰت" کا لفظ فرمایا ہے' جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ "جنت" سات ہیں: جنت الفردوس' جنت عدن' جنت النعیم' جنت الماویٰ' دار السلام' دار الخلد اور علیین۔

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ (النجم: ۳۲) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے' اس کے مقابلہ میں انس ہے' اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں' پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے' اسی بناء پر ابو صالح نے کہا:

Marfat.com

تمام فرشتے جن ہیں' ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں' جو اخیار اور نیک ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں' اور جو متوسط ہیں جن میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ (الجن:۱۴) — اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (الحجر:۲۷) — اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا○

(المفردات ج ۱ ص ۱۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

الجن' جان کی ایک قسم ہے' اس کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ ''الجان'' جن کا باپ ہے' اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی' روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی' اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی' پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۲۱۹۔ ۲۱۸' ملتقطاً' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۲ء)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

جن' انس کے برخلاف ہے' اس کا واحد جنی ہے' الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا' زمانۂ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں' ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا' زمخشری نے کہا ہے کہ جنات اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے' ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے' کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ نار سے' جب کہ جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا' اور نہ وہ مذکر اور مؤنث ہونے کے ساتھ متصف ہوتے ہیں اور جن اس کے برعکس ہے' اس میں توالد اور تناسل بھی ہے اور وہ مذکر اور مؤنث بھی ہوتا ہے' اسی وجہ سے جمہور علماء نے ''اِلَّآ اِبْلِیْسَ'' (البقرہ:۳۴) کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے اور یا استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۱۶۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جنات کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے' اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جنات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ ''حدود الاشیاء'' میں لکھا ہے: الجن حیوان ھوائی ہے' جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے' اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے' لیکن جمہور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت

Marfat.com

کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواحِ سفلیہ کہتے ہیں' ان کا قول ہے کہ جنات کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں' بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں' اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں' اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو علم نہیں' یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں' ان کا سننا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں' قرآن مجید میں جنات اور ملائکہ کا ثبوت ہے' اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جنات بھی اسی طرح ہیں' پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماً کاتبین ہیں اور محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرینِ مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کو کوئی نہیں دیکھتا تھا' بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطا کر دے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے' خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں' اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۴۔ ۶۶۱ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

قرآن میں جنّ کا جو لفظ آیا ہے' اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدّن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ ''الجن والانس'' کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کی کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(تفسیر القرآن ج ۳ ص ۸۹۔ ۹۷ ملخصاً' علی گڑھ' ۱۸۸۵ء' بہ حوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۴۶۶' دانش گاہ پنجاب' لاہور)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ''جن'' اور ''انس'' کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ ہم انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں ''اَلْاِنْس'' ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں' لیکن جنّ وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل رسل و رسائل کے عام ہو جانے سے' ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے اُمور مشترک ہو چکے ہیں' اس لیے ان میں کوئی بنیادی بُعد محسوس نہیں ہوتا' لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے' شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت' عادات و اطوار' خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدو یا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا' اس لیے اس نے جنّ و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جنّ سے مراد انسان ہی ہیں' یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے' مثلاً سورۂ انعام میں ہے: ''یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ'' (الانعام: ۱۳۰) اے گروہِ جن و انس! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورۂ اعراف میں اس کی تصریح کر دی کہ رسول' بنی آدم میں سے' انہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (الاعراف: ۳۵) سورۂ جن اور سورۂ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک

Marfat.com

جماعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ''جنوں'' کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔انہی سورتوں (سورۂ جن اور سورۂ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے کے لیے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔

(لغات القرآن ص ۴۴۶'ادارہ طلوع اسلام لاہور'۱۹۸۴ء)

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جنات تمام انسانوں کو پہچانتے ہیں'اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں' جنات کی اصل میں اختلاف ہے'حسن بصری سے منقول ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں'جیسے انس حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں'اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں'ان دونوں فریقوں میں سے جو مؤمن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے جو کافر ہو وہ شیطان ہے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں اور ان پر موت آتی ہے اور ان میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی'اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں'ان پر ابلیس کے ساتھ ہی موت آئے گی۔اس میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں'جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے' جن لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں'ابلیس کی ذریت نہیں ہیں'وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں'ان کے دو قول ہیں:حسن بصری نے کہا:وہ جنت میں داخل ہوں گے'اور مجاہد نے کہا:وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے'اگرچہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔

(النکت والعیون ج ۶ ص ۱۰۹'دارالکتب العربیہ'بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے'اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جنات کھاتے ہیں'اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں'واحد محض صرف اللہ سبحانہٗ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے'جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے تھے اور ہمارے لیے جنات اکثر سانپوں کی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں'حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لا چکی ہے'اگر تم نے ان سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں رہتے ہوئے دیکھا تو اس کو تین دفعہ نکلنے کے لیے خبردار کرو'اگر اس کے بعد بھی وہ سانپ نظر آئے تو اس کو مار دو وہ شیطان ہے۔(صحیح مسلم'کتاب السلام'رقم الحدیث:۱۴۱)

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر البدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم'کتاب السلام'رقم الحدیث:۱۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ان گھروں میں جنات

Marfat.com

سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین دفعہ ڈراؤ' اگر وہ نکل جائے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دؤ وہ کافر ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۵۷)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ خفیہ ہیں' جن پر ناریت یا ہوائیت غالب ہوتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواحِ مجردہ کی ایک نوع ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ابدان سے جدا ہونے والے نفوسِ شریرہ ہیں۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۹ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ ہیں جن پر ناریت غالب ہے' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۞ (الرحمٰن: ۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۞

ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام ہوائیہ ہیں اور تمام صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں یا ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر لیتی ہے' یہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں' اور کبھی اپنی صورتِ اصلیہ کی مغائر صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنی اس اصلی صورت میں دکھائی دیتے ہیں' جس صورت پر ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشاہدہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے' اور ان اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے' جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے' ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے' اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام لطیفہ کی نوع دیگر اجسامِ لطیفہ کی ماہیت سے مخالف ہو اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات کو اور افعالِ عجیبہ پر قدرت کو قبول کر لیں' اور جدید سائنس نے بعض اجسامِ لطیفہ میں ایسے خواص کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیران ہوتی ہے' تو ہو سکتا ہے کہ جنات کے اجسام بھی اسی طرح ہوں' اور عالمِ طبعی میں اتنے عجائبات ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۴۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا نہ ان کا کلام سنا تھا' آپ کی طرف صرف جنات کے کلام کی وحی نازل کی گئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا تھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے' اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے' پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے' وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں' انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے' تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے' پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے' پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے' اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو' یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے' پھر وہ وہیں

Marfat.com

سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ (الجن: ۲۔۱) ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے ○ جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے' ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے ○

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ (الجن: ۱) (اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ کی طرف جنات کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۲۲۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۲۵۔۱۱۶۲۴، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶، المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۶۔۲۲۵)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا' لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا' یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا' ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری' جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غارِ حرا کی طرف سے آتے دیکھا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی' آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا' میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا' پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے' شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا' عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے' آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی' اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا' پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو' یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے جانوروں کی) خوراک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۷ ص ۲۱۵۔۲۱۴ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۴۱۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۶ھ' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۵۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۲۳۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۲۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۸۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے' آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو' پھر آپ نے وضو کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ

Marfat.com

ضعیف راوی ہے۔مسند احمد ج۱ص ۳۹۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۳ ۔رقم الحدیث: ۳۷۸۲ طبع جدید' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵' سنن دار قطنی ج۱ ص ۷۸ طبع قدیم)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے' بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً انہیں تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے' حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی' اور ان کے لیے وہ احکامِ شرعیہ بیان کیے جن کی انہیں ضرورت تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے' اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے خطاب فرما رہے تھے' اس اثناء میں حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے' اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف تشریف لے گئے' اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے' نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے' اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے' قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان علیہ السلام سے جن نے کہا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ (النمل: ۳۹)

ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں ۝

اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ وصف حاصل ہو' کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں' اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز منقطع کر دے' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی' میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی

Marfat.com

ستون کے ساتھ باندھ دوں' حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٦١' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٥٤١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٨)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تاکہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں' وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی دب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے' آپ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا' پھر آپ الحجون کی طرف گئے تو جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے' وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے' میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا' پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی' جنات زمین سے ملے ہوئے تھے' میں ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں' انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت' پھر فرمایا: آؤ اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا' آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو' حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا' حضرت ابن مسعود نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا' یہ جنات قرآن سننے کے لیے آئے تھے' پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لیے واپس گئے' انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا' میں نے ان کے لیے ہڈیوں اور مینگنیوں کی خوراک دی' پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجاء کرے نہ مینگنی سے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا' جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جنات کو نہیں دیکھا تھا' پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا' جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(٢) اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے' پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا

Marfat.com

ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا' تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے' اس کا کیا محمل ہوگا؟)

(۳) اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا' تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا' اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے' بہت سنگین جسارت ہے' ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں' حیوانات' پہاڑوں' پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں' اللہ سبحانہٗ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں' مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہو سکی' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہو گئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے سننے کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۴۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض ہے' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۶۴' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے' جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ''قل اوحی الی

Marfat.com

الآیۃ'' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے' اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ ہی کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۶۴۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق اس کے بہت بعد کا ہے' کیونکہ اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۷۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ہم نے الاحقاف: ۳۲۔۲۹ میں بھی ان روایات پر بحث کی ہے' لیکن یہاں زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث

جنات کے موضوع میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء پر تصرف کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت حکایات بیان کی جاتی ہیں' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' کی ساتویں جلد میں اس پر بحث کی' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔ شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۶۴۴

(۲) انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق مصنف کا مؤقف۔ شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۶۴۹

تبیان القرآن میں بھی ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے' اس کا عنوان ہے:

انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی۔ تبیان القرآن ج ۶ ص ۷۷

الجن: ۱ میں فرمایا: آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا' اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے O

صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا وحی فرمائی ہے' اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تاکہ حضرات صحابہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے' اسی طرح آپ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔

(۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خمیر میں سرکشی ہے' اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے' اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں' ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب ہو گا۔

(۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مبعوث ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں' ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کا جواب دیں گے۔

(۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے' اس سے معلوم ہوا جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔

Marfat.com

''وحی'' اور ''نفر'' کا معنی

نیز اس آیت میں ''وحی'' کا لفظ ہے' وحی کا معنی ہے: کلام خفی' دل میں کسی نیک بات کا ڈالنا' اگر نبی کے دل میں بات ڈالی جائے تو وحی ہے اور ولی کے دل میں نیک بات ڈالی جائے تو وہ الہام ہے' اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام خفی جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ڈالا جائے خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا اس کے بغیر' قرآن مجید میں ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ. (الانعام:۱۹) آپ کہیے: مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے۔

نیز اس آیت میں ''نفر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تین سے لے کر نو افراد کی جماعت۔

نیز جنات نے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے' یعنی اس میں جو فصاحت اور بلاغت سے نصیحتیں کی گئی ہیں' ہم کو ان پر بہت تعجب ہے' یہ ایسا فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

الجن: ۲ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور وہ ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے O

یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اس کے علم اور قدرت اور اس کی توحید کی معرفت کی ہدایت دیتا ہے' ہم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے اور ہم اب کبھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار نہیں دیں گے' اور اب ہم ابلیس کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور نہ اس کی اطاعت کریں گے۔

الجن: ۳ میں فرمایا: اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے' اس نے کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا O

''جد'' کا معنی

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''وانه تعالٰی جد ربنا''۔ لغت میں ''جد'' کا معنی ہے: عظمت اور جلال۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب سورۃ البقرۃ اور سورۂ آل عمران کو حفظ کر لیا تو انہوں نے کہا: ''جد فی عیوننا'' ہماری آنکھوں میں اس کی عظمت اور جلالت بھر ہو گئی اور اس کا معنی غنا بھی ہے' حدیث میں ہے:

لا ینفع ذالجد منك الجد. تیرے مقابلہ میں کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی غنی کا غنا فائدہ نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۹۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۰۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۴۰' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۲۰۷' دار الفکر)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے' تو نہ اس کو بیٹے کی حاجت ہے نہ بیوی کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (جنات نے کہا:) اور ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے متعلق ناحق باتیں کہا کرتے تھے O اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ کے اوپر کوئی جھوٹ نہیں باندھتا O اور بے شک انسانوں میں سے چند لوگ جنات کی پناہ طلب کرتے تھے' اس سے جنات کی سرکشی زیادہ ہو گئی O اور جنات نے بھی یہ گمان کر لیا جیسے تمہارا گمان ہے کہ اللہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں کرے گا O (الجن: ۷۔۴)

جنات کا اپنے جرائم کا اعتراف کر کے ان سے برأت کا اظہار کرنا

الجن: ۴ میں ''سفیه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کم عقل اور ''شطط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ظلم میں حد سے تجاوز کرنا۔

Marfat.com

جنات میں سے جو مشرکین تھے' وہ کہتے تھے کہ اللہ سبحانہ کی بیوی بھی ہے اور بیٹا بھی ہے' یہ ان کی جہالت اور کم عقلی بھی تھی اور ظلم میں حد سے تجاوز کرنا بھی تھا۔

الجن: ۵ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ کے اوپر کوئی جھوٹ نہیں باندھتا O

آپ سے قرآن سننے والے جنات نے اپنے شرک کرنے کا عذر بیان کیا کہ مشرکین جن نے ہم سے کہا کہ اللہ کا بیٹا اور بیوی ہے اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی جھوٹ نہیں باندھتا' سو ہم نے بھی ان کے قول کی پیروی کی' پس انہوں نے اقرار کیا کہ وہ ان مشرکین جنات کی تقلید کی وجہ سے شرک اور جہالت میں مبتلا ہو گئے' واضح رہے کہ اصول اور عقائد میں تقلید کرنا مذموم ہے اور فروع اور احکامِ شرعیہ میں تقلید کرنا جائز ہے۔

الجن: ۶ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور بے شک انسانوں میں سے چند لوگ جنات کی پناہ طلب کرتے تھے' اس سے جنات کی سرکشی زیادہ ہو گئی O

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) حسن بصری اور ابن زید وغیرہما نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی مسافر کسی اجنبی وادی میں پہنچتا تو کہتا: میں اس وادی کی قوم کے جاہلوں کے شر سے اس وادی کے رب کی پناہ میں آتا ہوں' پھر اس وادی میں صبح تک رہتا۔

(۲) مقاتل نے کہا: سب سے پہلے جن لوگوں نے جنات کی پناہ طلب کی تھی وہ اہل یمن تھے' پھر بنو حنیفہ' پھر یہ شرک تمام عرب میں پھیل گیا' پھر جب اسلام آیا تو انہوں نے جنات سے پناہ طلب کرنا چھوڑ دیا اور اللہ کی پناہ کو طلب کرنا شروع کر دیا۔

(۳) کردم بن ابی السائب نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ابتدائی دور تھا' میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ گیا' ہم نے رات ایک بکریوں کے چرواہے کے ساتھ گزاری' جب آدھی رات ہو گئی تو ایک بھیڑیا آیا اور بکری کے بچہ کو اٹھا کر لے گیا' اس چرواہے نے پکارا: اے وادی میں رہنے والے! میں تیری پناہ میں ہوں' پھر ایک منادی پکارا: اے بھیڑیے! اس بکری کے بچے کو چھوڑ دے' پھر وہ بکری کا بچہ دوڑتا ہوا آ گیا اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی تھی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۹ ص ۱۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے لکھا ہے: جب زمانۂ جاہلیت میں قحط پڑ جاتا تو مشرکین کسی شخص کو سرسبز زمین کی تلاش میں بھیجتے' پھر اس کو جس جگہ پانی اور گھاس ملتی تو وہ وہاں اپنے گھر والوں کو بلا لیتا' پھر جب وہ وہاں پہنچ جاتے تو وہ بلند آواز سے پکارتے: اے اس وادی کے رب! ہم اس وادی کی آفات اور بلیات سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور ان کی مراد اس وادی کے رب سے جنات ہوتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۸)

اس آیت میں ''رھقا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خطاء اور گناہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد اور قتادہ نے کہا: کلام عرب میں ''رھق'' کا معنی ہے: بڑے بڑے گناہوں کا احاطہ کرنا۔ مجاہد نے کہا: انسانوں نے جنات کی پناہ میں آ کر ان کی سرکشی میں اور اضافہ کیا۔ سعید بن جبیر نے کہا: ''رھق'' کا معنی کفر ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ سبحانہ کو چھوڑ کر جنات کی پناہ طلب کرنا کفر اور شرک ہے۔

الجن: ۷ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور جنات نے بھی یہ گمان کر لیا جیسے تمہارا گمان ہے کہ اللہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آسمان (کی خبر) کو طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت محافظوں اور آگ کے گولوں سے

Marfat.com

بھرا ہوا ہے O اور ہم اس سے پہلے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے' سو اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے عقب میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے O اور ہمیں معلوم نہیں کہ (اس سے) زمین والوں کے ساتھ کسی بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے O اور بے شک ہم میں سے چند نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں اور ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں O اور ہم نے یہ یقین کر لیا ہے کہ ہم ہرگز اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہرگز اس سے بھاگ سکتے ہیں O اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے' سو جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ O اور بے شک ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں' سو جنہوں نے اطاعت کی انہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا O اور رہے سرکش تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں O اگر وہ راہِ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے O تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں' اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کر دے گا O اور بے شک مساجد اللہ (کی عبادت) کے لیے ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو O اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اس پر پل پڑتے O (الجن: ۱۹۔۸)

جنات سے فرشتوں کی باتوں کو محفوظ رکھنا

الجن: ۸ میں ہے: ''وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ'' اس کا معنی ہے: جنات نے کہا: ہم نے آسمان کی خبر کو طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت محافظوں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا ہے۔ یعنی جب جنات چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں کے قریب جاتے تھے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے' تو فرشتے ان پر آگ کے گولے برسا کر ان کو آسمانوں سے دور بھگا دیتے تھے' اس مسئلہ کی مکمل بحث ہم الملک: ۵ میں بیان کر چکے ہیں۔

الجن: ۹ میں فرمایا: جنات نے کہا: اور ہم اس سے پہلے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے' سو اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے عقب میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے O

اس کی تفسیر کے لیے بھی الملک: ۵ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

الجن: ۱۰ میں فرمایا: جنات نے کہا: اور ہمیں معلوم نہیں کہ (اس سے) زمین والوں کے ساتھ کسی بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے O

اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) ہم کو یہ معلوم نہیں کہ چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے سے زمین والوں کے ساتھ کسی خیر کا ارادہ کیا گیا ہے یا شر کا۔

(۲) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ وہ آپ کی نبوت کی تکذیب کر کے ہلاک ہو جائیں' جس طرح پچھلی امتیں اپنے نبیوں کی تکذیب کر کے ہلاک ہو گئیں یا آپ کی بعثت سے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ وہ آپ پر ایمان لا کر ہدایت پا جائیں اور دنیا اور آخرت میں سرفراز ہوں۔

الجن: ۱۱ میں فرمایا: جنات نے کہا: اور بے شک ہم میں سے چند نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں' اور ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں O

جنات کے فرقے

اس آیت میں ''قددًا'' کا لفظ ہے' یہ ''قدۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کچے چمڑے کا ٹکڑا' اور ''قدد'' کا معنی ہے: متعدد

Marfat.com

ٹکڑے یعنی متعدد فرقے۔
اس کا معنی ہے: ہم میں سے چند جنات نیک ہیں اور دوسرے اس سے کم درجہ کے ہیں' اور کم درجہ کے جنات سے مراد عام ہے: خواہ وہ نیکی میں کم درجہ کے ہوں یا وہ فاسق اور بدکار ہوں۔
نیز جنات نے کہا: ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں' سدی نے کہا: یعنی جنات میں بھی انسانوں کی طرح مختلف عقائد کے حاملین ہیں' ان میں مرجئہ' قدریہ' روافض اور خوارج ہیں۔ (تفسیر کبیرج ۱۰ص ۶۷۱)
ضحاک نے کہا: ان میں مؤمن متقی بھی ہیں اور مؤمن فاسق بھی ہیں' المسیب نے کہا: ان میں یہود' نصاریٰ' مجوس بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں' اور ان میں وہ جنات بھی ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے تھے اور وہ بھی ہیں جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۱۵)
اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سنی بھی ہوں اور دیوبندی اور وہابی بھی ہوں۔
الجن: ۱۲ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور ہم نے یہ یقین کرلیا ہے کہ ہم ہرگز اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہرگز اس سے بھاگ سکتے ہیں O
اس آیت میں ''ظن'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد یقین ہے' اس کا معنی ہے: ہم زمین میں جہاں کہیں بھی ہوں' ہم آسمان کی طرف بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے' اس کا دوسرا معنی ہے: جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کسی معاملہ کا ارادہ فرمائے تو ہم اس سے بھاگ کر اس کو عاجز نہیں کر سکتے' یعنی دلائل سے ہم پر یہ منکشف ہوا یا اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر سے ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ہم اللہ سبحانہٗ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔
الجن: ۱۳ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے' سو جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ O

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں ''بخس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نقصان اور کمی اور ''رھق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حد سے تجاوز' عدوان اور بہت زیادہ گناہ کرنا۔
اس آیت کا معنی ہے: جب ہم نے قرآن کریم کی آیات سنیں تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی' اس آیت سے واضح ہوگیا کہ ہمارے نبی انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث تھے' اور اللہ تعالیٰ نے جنات میں سے کسی رسول کو نہیں بھیجا اور نہ بادیہ نشینوں میں سے کسی کو رسول بنایا ہے اور نہ عورتوں میں سے کسی کو رسول بنایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ؕ (یوسف: ۱۰۹)
اور ہم نے آپ سے پہلے شہر والوں میں جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ اس کے گناہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔
الجن: ۱۴ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) اور بے شک ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں' سو جنہوں نے اطاعت کی' انہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کرلیا O

Marfat.com

یعنی قرآن مجید کی آیات سننے کے بعد ہم میں اختلاف ہو گیا' ہم میں سے بعض اسلام لے آئے اور بعض کفر پر برقرار رہے' اس آیت میں ''القاسطون'' کا لفظ ہے' اس کا واحد ''القاسط'' ہے' اس کا معنی ہے: ظالم کیونکہ وہ حق سے عدول کرنے والا ہوتا ہے' اور ''المقسط'' کا معنی ہے: عادل' کیونکہ اس میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی ظلم کی نفی کرنے والا اور ایسا شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس آیت میں ''تحروا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حق کے راستہ کا قصد کرنا' اسی مفہوم میں تحری قبلہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

الجن: ۱۵ میں فرمایا: (جنات نے کہا:) رہے سرکش تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں O

امام رازی نے لکھا ہے: جب حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا: تم میرے متعلق کیا کہتے ہو؟ سعید بن جبیر نے کہا: تم قاسط ہو' لوگوں نے حجاج سے کہا: واہ واہ! یہ آپ کی قسط اور عدل کے ساتھ صفت بیان کر رہے ہیں' حجاج نے کہا: تم پر افسوس ہے! یہ مجھے ظالم کہہ رہا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا O'' اور رہے ظالم تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ''حطباً'' کا معنی ہے: لکڑیاں اور ایندھن۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جنات تو آگ سے بنے ہوئے ہیں' پھر انہیں جہنم کی آگ سے کیا تکلیف ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام رازی نے کہا: وہ اگرچہ آگ سے بنے ہیں' لیکن وہ متغیر ہو کر گوشت اور خون کے بن گئے' اور صحیح جواب یہ ہے کہ انسان مٹی سے بنا ہوا ہے' لیکن پتھر مارنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' اسی طرح جنات کو بھی دوزخ کی آگ سے تکلیف ہوگی۔

الجن: ۱۶ میں فرمایا: اور اگر وہ گروہ راہِ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے O

استغفار کرنے سے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا ملنا

یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ (کفارِ مکہ) ایمان لے آتے تو ہم ان پر دنیا کشادہ کر دیتے اور ان کے رزق میں وسعت کر دیتے۔

اس آیت کا پہلے جملے پر عطف ہے یعنی میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔۔۔۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر یہ کفارِ مکہ ایمان لے آتے تو ہم ان پر دنیا کشادہ کر دیتے۔

اس آیت میں ''غدق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کثیر پانی' جس باغ میں پانی بہت زیادہ ہو اس کو ''روضة مغدقة'' کہتے ہیں اور جب بارش بہت زیادہ ہو تو اس کو ''مطر مغدوق'' کہتے ہیں' اور کثیر پانی سے کیا مراد ہے' اس میں تین قول ہیں: اس سے جنتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنتوں کے نیچے دریا بہتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بارش ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام منافع اور فوائد ہیں کیونکہ پانی دنیا میں ہر خیر کی اصل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ کفارِ مکہ ایمان لے آئے اور راہِ راست پر چلے تو ان کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر حاصل ہوگی اور اس کی نظیر یہ آیات ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ O (المائدہ: ۶۵)

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے تو ہم ان کے تمام گناہ معاف فرما دیتے اور ان کو نعمت والی جنتوں میں داخل فرما دیتے O

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ (المائدہ: ۶۶)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور ان احکام کو قائم کرتے جو ان کے رب کی طرف سے نازل کیے گئے ہیں تو وہ اپنے اوپر سے (بارش کے ذریعہ) کھاتے اور اپنے نیچے (زمین کی

Marfat.com

پیداوار) سے کھاتے۔

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ‏ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ (الطلاق:۳۔۲)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہےO اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ‏ يُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا ۙ‏ وَّيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا ؕ (نوح:۱۲۔۱۰)

(نوح نے اپنی قوم سے کہا:) میں نے کہا: تم اپنے رب سے مغفرت کی دعا کرو' بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہےO وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش نازل فرمائے گاO اور کثرتِ مال اور بیٹوں کی کثرت سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات پیدا کر دے گا اور دریا نکالے گاO

الجن: ۱۷ میں فرمایا: تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں' اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کر دے گاO

کفار اور فجار کو ڈھیل دینا اور مالِ دنیا کی خرابیاں

سعید بن المسیب' عطاء بن ابی رباح' ضحاک' قتادہ' مقاتل' عطیہ' عبید بن عمیر اور الحسن نے کہا: اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام کو سننے والے اور اطاعت کرنے والے تھے' ان کے اوپر قیصر و کسریٰ' المقوقس اور النجاشی کے خزانے کھول دیئے گئے' پھر ان کی آزمائش کی اور ان کے بعد کے لوگ اس آزمائش میں پورے نہیں اترے اور انہوں نے خلیفہ برحق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کیا اور ان کو شہید کر ڈالا۔

اور ہمارے دور میں سرمایہ کی بہت فراوانی ہے' اور اکثر اسلامی ملکوں میں مسلمان بہت عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں' پاکستان میں غیر ملکی ساختہ کاروں کی اتنی کثرت ہے کہ اب ٹریفک کو رواں دواں رکھنا مشکل ہو گیا ہے' لوگ ہزار ہزار گز کے بنگلوں میں رہتے ہیں' لگژری اپارٹمنٹ خریدتے ہیں' بڑے بڑے شاپنگ سینٹرز میں خریداری کرتے ہیں' گھروں میں فریج اور اوون کی کثرت ہے اور سامانِ تعیش بہت زیادہ ہے' روپے پیسے کی کثرت سے فحاشی اور بے حیائی بھی بہت بڑھ گئی ہے' اب کم گھر ٹی۔وی اور وی۔سی۔آر سے خالی ہوتے ہیں' اور زیادہ خوش حال لوگ ڈش کے ذریعہ غیر ملکی چینلوں پر عریاں فلمیں دیکھتے ہیں۔ روپے پیسے کی کثرت سے لوگ جوئے اور سٹے میں رقمیں لگاتے ہیں' سعودی شہزادے اور عرب امارات کے شیوخ امریکا' برطانیہ اور فرانس کے کلبوں اور ہوٹلوں میں ایک ایک میز پر ہزاروں ڈالر اور پونڈ ہار کر اٹھتے ہیں اور ویٹریس کو سینکڑوں ڈالر اور پونڈ کی ٹپ دے دیتے ہیں' فضول خرچی کا یہ عالم ہے کہ محض شوقیہ ہر ماڈل کی نئی کاریں خریدتے ہیں اور ہزاروں ریال کے مہنگے عطریات اور پرفیومز خریدتے ہیں' گھوڑوں اور اونٹوں کی ریس پر لمبی لمبی رقوم کی شرطیں لگا کر ہار جاتے ہیں' حسین سے حسین کال گرل ان کے شبستان کی زینت ہوتی ہے' اور باز اور شکروں کو خریدنے پر ہزاروں ریال اور دراہم خرچ کرتے ہیں' اسی طرح ہر وڈیرہ اور رئیس شراب پیتا ہے' ان کے دیہاتوں اور مزارعین کی کسی لڑکی کی عزت' ناموس اور آبرو ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں' پیسے اور طاقت کے زور پر یہ اپنے ہر مخالف کو کچل دیتے ہیں' ان کے عشرت کدوں سے کسی مظلوم کی آواز باہر نہیں جا سکتی' انہیں تو قانون کا بھی ڈر نہیں' ان کو اسلام کا ڈر کیا ہو گا' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کثرت سے مال دیا' لیکن یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور عیاشیوں میں اور مال و دولت کی کثرت دے کر اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور یہ اس امتحان میں ناکام ہو

Marfat.com

گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی تو نہیں فرمایا تھا کہ مجھے تم پر شرک کا اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا مالِ دنیا کی کثرت کا خطرہ ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی تھی' اور حضرت العلا بن حضرمی کو ان کے اوپر امیر بنا دیا تھا' انصار کو جب ان کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ صبح کی نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے' آپ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم کو ابوعبیدہ کے آنے کی خبر پہنچ گئی ہے اور یہ کہ وہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پھر تم خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تم کو خوشی ہوگی' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر اور تنگ دستی کا خوف نہیں ہے' لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی' پھر تم دنیا کے مال و دولت میں رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے مالِ دنیا میں رغبت کی تھی اور مالِ دنیا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام سے اس طرح غافل کر دے گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو غافل کر دیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۷' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۸۷۶۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے اہل اُحد (شہداءِ اُحد) کی نمازِ جنازہ پڑھی' پھر آپ واپس منبر پر آئے اور فرمایا: میں (حشر کے دن) تمہارا پیش رو ہوں گا اور تمہارے حق میں گواہی دوں گا' اور بے شک میں اللہ کی قسم! اپنے حوض کو ضرور اب بھی دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں' اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۹۶۰_۱۳۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹_۱۴۸)

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے' یہ وہ چیزیں ہیں: جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے روئے زمین کی برکتوں سے نکالے گا (یعنی کھیتوں سے غلہ اور باغات سے پھل)' آپ نے فرمایا: یہ دنیا کی تروتازگی ہے (الیٰ قولہ)' بے شک یہ مال میٹھا ہے' جس نے اس مال کو حق کے ساتھ لیا اور حق کے راستوں میں خرچ کیا تو یہ مال اس کے لیے بہت اچھا ہے اور جس نے اس مال کو ناحق طریقہ سے لیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۹۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مال و دولت کی نعمتیں اس لیے عطا فرمائی ہیں کہ وہ ان کی آزمائش کرے' پس مال و دولت کا انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور انعام ہے' تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے' اور اللہ سبحانہٗ کی نعمتوں کو اس کی رضا اور خوشنودی میں خرچ کرتا ہے یا ان نعمتوں سے اپنی نفسانی خواہشوں کے تقاضے پورے کرتا ہے اور شیطان کو راضی کرتا ہے' اور جو انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت بُرے کاموں میں صرف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فوراً اس پر گرفت نہیں کرتا' اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کے یہ کام صحیح اور درست ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو ڈھیل دے رہا ہے کہ وہ جی بھر کر گناہ کرے' پھر اللہ تعالیٰ اس سے اکٹھا حساب لے گا' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ۝ (المومنون: ۵۶۔۵۵)

کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم ان کے مال اور اولاد میں صرف اس لیے اضافہ کر رہے ہیں ۝ کہ ان کی بھلائیاں ان کو جلد پہنچا دیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے ۝

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (آل عمران: ۱۷۸)

کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو ڈھیل دینا ان کی بہتری کے لیے ہے' بلکہ ہم ان کو اس لیے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ زیادہ گناہ کریں' اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ۝

ہر چند کہ یہ آیت کفار کے لیے ہے' لیکن جو مسلمان اپنے فسق و فجور اور سرکشی سے تائب نہیں ہوتے اور اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کرتے ہیں' ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے مہلت دینے کے قانون کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق کفار اور فساق اور فجار کو مہلت عطا فرماتا ہے' اور ان کو دنیا کی فراغت' خوش حالی' فتوحات اور مال اور اولاد کی کثرت سے نوازتا ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ کا فضل ہو رہا ہے لیکن اگر وہ لوگ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد' نیکی' اطاعت اور گناہوں سے اجتناب کا راستہ اختیار نہیں کرتے تو ان کو جو مہلت ملی ہے اس سے ان کے گناہوں میں اضافہ ہی ہوگا اور بالآخر وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

اللہ کے ذکر سے اعراض کا معنی

نیز اس آیت میں فرمایا: اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کردے گا۔

ابن زید نے کہا: اس آیت میں رب کے ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور اس سے اعراض کرنے کا معنی ہے: اس کو قبول نہ کرنا اور یہ کافروں کا طریقہ ہے' یا ان آیات کے احکام پر عمل نہ کرنا' جیسا کہ فساق مؤمنین کی روش ہے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے غفلت برتنا اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنا ہے۔

''صعداً'' کا معنی

اور اس آیت میں 'عذابا صعدا' ہے' ''صعداً'' کا معنی ہے: چڑھنا' اور چونکہ انسان کو چڑھنے میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور بہت مشقت ہوتی ہے' اس لیے یہاں اس سے مراد ہے: سخت مشقت والا عذاب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: 'صعداً'' جہنم میں بہت عظیم پہاڑ ہے' جب بھی وہ اس پر اپنا ہاتھ رکھیں گے ان کا ہاتھ پگھل جائے گا' حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ 'صعداً'' کا معنی ہے: مشقت والا عذاب' اور یہ لغت عربی کے موافق ہے' لغت میں 'صعداً'' کا معنی مشقت ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما تصعدني شيئ ما تصعدتني خطبة النكاح. (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۳)

مجھے کسی کام میں اتنی مشقت نہیں ہوتی جتنی مشقت نکاح کا پیغام دینے میں ہوتی ہے۔

عذاب کی صفت 'صعداً'' اس لیے لائی گئی ہے کہ عذاب' عذاب میں مبتلا شخص پر چڑھ کر اس پر غالب ہو جائے گا اور وہ اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔

Marfat.com

عکرمہ نے کہا: "صعدا" دوزخ میں ایک چکنا پتھر ہے' دوزخی کو اس پر چڑھنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس پر چڑھ نہیں سکے گا' بار بار پھسلے گا' پھر اس کو زنجیروں سے باندھ کر آگے سے کھینچا جائے گا اور پیچھے سے اس کے اوپر لوہے کے گرز مارے جائیں گے' پھر جب وہ اس پتھر کی چوٹی پر پہنچ جائے گا تو اس کو اوپر سے پھر نیچے پھینک دیا جائے گا' اور اس کو پھر دوبارہ اس پتھر کے اوپر چڑھنے کا مکلف کیا جائے گا اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا اور یہ "صعدا" کا وہ عذاب ہے جس میں اس کو داخل کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۶۷۳' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۲۰)

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کا دنیا میں تنگی کا سبب ہونا

اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ (طٰہٰ: ۱۲۴)

اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا' اس کی زندگی میں تنگی رہے گی اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے ○

بعض مفسرین نے کہا: اس تنگی سے مراد قبر کا عذاب ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد وہ بے چینی' بے کلی اور اضطراب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل بڑے بڑے سرمایہ دار مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص کے پاس مال ہو خواہ کم ہو یا زیادہ اور وہ اس مال کو نیک کاموں میں صرف نہ کرے' اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی' کیونکہ جو مال دار لوگ اللہ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں' ان سے قناعت سلب کر لی جاتی ہے' ان کی حرص اور مال کی پیاس بڑھتی جاتی ہے' وہ کبھی سیراب نہیں ہوتے اور ان کو ہر وقت اپنے مال پر کسی آفت اور مصیبت کا خطرہ لگا رہتا ہے' وہ چین کی نیند سو نہیں سکتے' خواب آور گولیوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے' لیکن ان کو سکون اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا' ان کے کاروباری حریف بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مسابقت کی جنگ میں ان کا بلڈ پریشر بڑھتا رہتا ہے اور یہی اللہ کی یاد سے غافل رہنے والے مال داروں کی زندگی کی وہ تنگی ہے جس میں وہ آئے دن مبتلا رہتے ہیں۔ یہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنگی سے مراد ان کے خون کی شریانوں کا تنگ ہونا مراد ہو' جس کی وجہ سے ان کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے' انجائنا ہو جاتا ہے' دل کے دورے پڑتے ہیں اور فالج کا خطرہ ہوتا ہے۔

الجن: ۱۸ میں فرمایا: اور بے شک مساجد اللہ (کی عبادت) کے لیے ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو ○

مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات اور اطاعت

اس آیت میں مساجد سے مراد وہ عمارتیں ہیں جن کو تمام ادیان اور مذاہب والے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بناتے ہیں۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہمارے لیے مساجد میں آنا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنا کیسے ممکن ہوگا جب کہ ہم آپ سے بعید ہوتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مساجد کو اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے۔

حسن بصری نے کہا: مساجد سے مراد تمام روئے زمین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد بنا دیا ہے' حدیث میں ہے:

تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلہ تیمم بنا دیا گیا ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۳۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲)

سعید بن المسیب اور طلق بن حبیب نے کہا: مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر بندہ سجدہ کرتا ہے' وہ کہتا ہے کہ ان اعضاء کی نعمت مجھے صرف اللہ سبحانہٗ نے عطا کی' سو میں ان اعضاء سے صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے سجدہ کروں گا' عطاء نے کہا: تمہاری مساجد تمہارے وہ اعضاء ہیں جن پر تمہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' سو تم ان اعضاء کو غیر خالق کے لیے ذلیل نہ کرو' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں' پیشانی پر' ہاتھوں پر' گھٹنوں پر اور قدموں کے سروں پر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۱۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۵)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۹۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۲، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۳)

احادیث میں مساجد کا اطلاق خصوصیت کے ساتھ تین مساجد پر کیا گیا ہے: مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ اور (کسی مسجد کی طرف) سامانِ سفر نہ باندھا جائے' مسجد حرام' مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۸۹، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۹۷، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۴۳)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۹۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۶)

نیز احادیث میں دیگر مساجد پر بھی مسجد کا اطلاق کیا گیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا' اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک مقابلہ کرایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۷۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۷۵)

اضمار شدہ گھوڑوں سے ایسے گھوڑے مراد ہیں جن کو پہلے دو تین دن خوب کھلایا پلایا جائے' پھر دو تین دن بھوکا رکھا جائے تا کہ ان کی طاقت برداشت اور جفاکشی زیادہ ہو جائے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

عبادت کے اندر اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام کی اطاعت بھی داخل ہے' مثلاً مساجد میں مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا' آپ نے فرمایا: اس مال کو مسجد میں پھیلا دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس قدر اموالِ غنیمت آئے تھے' یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز پڑھانے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی' نماز پڑھانے کے بعد آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے' پھر آپ جس کو بھی دیکھتے اس مال میں سے عطا فرماتے' اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! مجھے بھی مال عطا کیجئے کیونکہ میں نے اپنی جان کا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کی جان کا فدیہ بھی دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اس مال میں سے لے لیں' حضرت عباس نے کپڑا بچھایا اور اس ڈھیر سے مال اٹھا اٹھا

Marfat.com

کر اس کپڑے پر رکھنے لگے' پھر اس گٹھڑ کو اٹھانا چاہا تو اس کو نہ اٹھا سکے' پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیں وہ اس گٹھڑ کو میری طرف اٹھا دے' آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت عباس نے کہا: پھر آپ خود اٹھا دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ حضرت عباس نے اس سے کچھ مال کم کیا اور کچھ اور مال اس میں رکھا' حتیٰ کہ پھر اس کی چوٹی بن گئی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کسی سے کہیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر مجھ پر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں' انہوں نے کہا: پھر آپ خود اٹھا کر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں' پھر انہوں نے اس میں سے کچھ مال کم کیا' پھر اس گٹھڑ کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' پھر وہ چلے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کافی دیر تک ان کا تعاقب کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے' آپ کو ان کی حرص پر تعجب ہو رہا تھا' پھر جب تک اس مال میں سے ایک درہم بھی باقی تھا آپ اس جگہ سے نہیں اٹھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۱)

اسی طرح مسجد میں لوگوں کو فقراء پر صدقہ کرنے کی ترغیب دینا بھی جائز ہے اور فقراء پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مسجد میں کچھ فقراء آئے' جو ننگے پیر اور ننگے بدن تھے' انہوں نے اپنے گلوں میں کفنیاں یا عبائیں پہنی ہوئیں تھیں' ان سب کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا' ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے' پھر باہر آئے' اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' پھر انہوں نے اقامت کہی اور آپ نے (ظہر کی) نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے' (الی قولہ تعالیٰ) بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ۝

اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (الحشر: ۱۸)

اللہ سے ڈرو! اور انسان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آخرت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔

(آپ نے فرمایا:) ایک شخص اپنے دینار سے صدقہ کرے' اپنے درہم سے صدقہ کرے' اپنے کپڑے سے صدقہ کرے' چار کلو گندم سے صدقہ کرے' چار کلو کھجور سے صدقہ کرے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کرے' پھر انصار میں سے ایک شخص تھیلی اٹھا کر لائے جس کے بوجھ سے ان کا ہاتھ تھکا جا رہا تھا' اس کے بعد صدقہ دینے والے لوگوں کا تانتا بندھ گیا' یہاں تک کہ میں نے غلے اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے' میں نے دیکھا کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے اس طرح تمتما رہا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرتا ہے' اس کو اپنے نیک کام کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا' اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور ہر وہ شخص جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی اس کو اپنے بُرے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں اس بُرائی پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان بُرے عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۳)

حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل سوال کر رہا تھا' میں نے

Marfat.com

عبدالرحمان کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا دیکھا' میں نے عبدالرحمان سے لے کر اس سائل کو وہ روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۱۵۰۱ طبع جدید)

مسجد میں مقروض اور قیدی کو باندھنا بھی جائز ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو لے کر آئے' اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' پھر انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۷۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۹)

مسجد میں بیمار کو ٹھہرانا اور اس کی عیادت کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جنگ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا کندھا زخمی ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا' تا کہ نزدیک سے ان کی عیادت کر لیں اور مسجد میں بنوغفار کا بھی خیمہ تھا' مسلمان صرف اس چیز سے گھبرا گئے کہ ان کی طرف خون بہ کر آ رہا تھا' انہوں نے کہا: اے خیمے والو! تمہاری طرف سے ہمارے پاس کیا چیز بہ کر آ رہی ہے؟ دیکھا تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہ رہا تھا اور وہ اسی میں فوت ہو گئے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۱۰۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۱۰)

مسجد میں بُرے کام کرنے کی مذمت میں احادیث

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

اس آیت کے اس حصہ میں مشرکین کی مذمت کی ہے جو مسجد حرام میں اللہ سبحانہٗ کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ بتوں کو اپنی حاجات میں پکارا کرتے تھے اور ان بتوں کی عبادت کرتے تھے' مجاہد نے کہا کہ جب یہود اور نصاریٰ اپنے گرجوں اور اپنے کلیساؤں میں داخل ہوتے تو اللہ سبحانہٗ کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو یہ حکم دیا کہ وہ جب کسی بھی مسجد میں داخل ہوں تو صرف اللہ عزوجل کو اپنی حاجات میں پکاریں' اسی کی عبادت کریں اور صرف اسی سے دعا کریں' گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مسجد میں کسی بت یا کسی خود ساختہ معبود کی عبادت نہ کرو اور نہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر پکارو اور نہ اپنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حصہ رکھو اور نہ کسی اور کو شریک کرو۔

اور نہ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کے سوا کسی اور کام کو کیا جائے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کیا' تم کہو: اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ کرے کیونکہ مساجد کو اس لیے نہیں بنایا گیا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اس بدبودار درخت کی کوئی چیز کھائی (لہسن یا پیاز) وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو ان چیزوں سے ایذاء پہنچتی ہے جن چیزوں سے انسانوں کو ایذاء پہنچتی ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۴)

امام نسائی کی روایت میں لہسن' پیاز اور گندنے کا ذکر ہے۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۰۷) بیڑی' سگریٹ' حقہ اور نسوار کا بھی یہی حکم ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے (حضرت عبداللہ بن عمرو) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں (غیر شرعی) اشعار پڑھنے سے منع فرمایا اور مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا اور جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۱۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۴۹)

حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مسجدوں میں دنیاوی باتیں کریں گے' تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۷۴۳)

حضرت ابوالدرداء' حضرت ابوامامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں' اپنے پاگلوں' اپنے جھگڑوں سے اور اپنی بلند آوازوں سے دور رکھو اور اپنی سونتی ہوئی تلواروں سے اور اپنی حدود کو قائم کرنے سے دور رکھو اور ہر سات دن بعد مسجد میں دھونی دو (خوشبو پھیلاؤ) اور وضو کے آلات مسجدوں کے دروازوں پر رکھو۔ (العلل المتناہیہ رقم الحدیث: ۶۷۷' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

مسجد میں نیک اعمال کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۴' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳۹۳' موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دن کے وقت سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر اس میں بیٹھتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۸۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۳۲' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۵۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اندھیروں میں پیدل چل کر مسجدوں میں آتے ہیں انہیں قیامت کے دن بھرپور نور کی بشارت دے دو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۶۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں کے پاس سے گزرو تو چر لیا کرو' پوچھا گیا: یارسول اللہ! جنت کی کیاریاں کیا چیز ہیں؟ آپ نے فرمایا: مساجد' پوچھا گیا: یارسول اللہ! ان میں چرنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' پڑھنا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۰۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کافی دیر سے آئے' حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو نکلتا ہوا دیکھ لیتے' پھر آپ جلدی جلدی آئے' پس نماز کی اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصار کے ساتھ نماز پڑھائی' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے دعا کی' اور ہم سے فرمایا: تم اسی طرح اپنی صفوں میں بیٹھے رہو جس طرح بیٹھے ہو' پھر ہماری طرف مڑ کر فرمایا: میں اب تمہیں بتاؤں گا کہ مجھے صبح آنے میں کیوں دیر ہوگئی' میں رات کو اٹھا' میں نے وضو کیا اور جتنی نماز میرے مقدر میں تھی میں نے اتنی نماز پڑھی' پھر مجھے نماز میں اونگھ آ گئی' حتیٰ کہ نیند آ گئی' پس میں نے اچانک رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا' پس رب نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں' فرمایا: مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میں از خود نہیں جانتا' اس طرح تین مرتبہ فرمایا' پھر میں نے دیکھا کہ میرے رب نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھ دی' حتیٰ کہ

Marfat.com

میں نے اس کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی' پھر ہر چیز میرے لیے منکشف ہوگئی اور میں نے جان لیا' پھر فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں' فرمایا: مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: کفارات میں' فرمایا: کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا: پیدل چل کر نماز کے لیے جانا' نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھنا' تکلیف کے وقت کامل وضو کرنا' فرمایا: پھر کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: درجات میں' فرمایا: وہ کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا: کھانا کھلانا' نرمی سے بات کرنا اور اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں' پھر فرمایا: دعا کرو اور کہو: اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے کا اور بُرے کاموں سے بچنے کا سوال کرتا ہوں اور مسکینوں سے محبت کرنے کا اور یہ کہ تو مجھ کو معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما' اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اٹھا لینا' اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور ان کی محبت کا جن سے تو محبت کرے اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے' آپ نے فرمایا: یہ کلمات برحق ہیں' تم ان کو یاد کرلو اور دوسروں کو سکھاؤ' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے' میں نے اس حدیث کے متعلق امام محمد بن اسماعیل بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں' اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں' مدینہ میں اس سے چارگنی برکتیں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵) اور مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازیں ہیں تو مدینہ میں ایک نماز کا ثواب کم از کم تین لاکھ نمازیں ہونا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اعوذ باللّٰہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم'' فرمایا: جب بندہ یہ دعا پڑھ لے تو شیطان کہتا ہے: یہ سارے دن کے لیے مجھ سے محفوظ ہوگیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۶)

آپ کی عبادت کو دیکھنے کے لیے ہجوم کی متعدد تفاسیر

الجن: ۱۹ میں فرمایا: اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اس پر پل پڑتے ○

اس آیت میں ''لبدا'' کا لفظ ہے' یہ ''لبدۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ٹھٹ کے ٹھٹ' ہجوم' بھیڑ' جماعت در جماعت۔

اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں عبد اللہ سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' البتہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے یا جنات کا قول ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہونے کی صورت میں اس آیت کے تین محمل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کا مقدس بندہ نمازِ فجر پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تھا' اس وقت ان کے پاس جنات آئے اور وہ آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سننے لگے اور جنات نے آپ کے گرد جمگھٹا بنا لیا' وہ آپ کی عبادت کرنے پر اور قیام' رکوع اور سجود میں آپ کے اصحاب کی آپ کی اقتداء کرنے پر تعجب کر رہے تھے' کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ایسا منظر نہیں دیکھا تھا اور نہ اس سے پہلے قرآن مجید کی مثل کوئی کلام سنا تھا۔

(۲) مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کی مخالفت کر کے بتوں کی پرستش کے بجائے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت

Marfat.com

کرتے تو مشرکین آپ کی عداوت میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور یوں لگتا جیسے وہ عنقریب آپ پر حملہ کر دیں گے۔

(۳) قتادہ نے کہا: جب آپ عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تو تمام انسان اور جنات آپ کی مخالفت میں مجتمع ہو جاتے اور حق کو مٹانے اور اسلام کا نور بجھانے کے لیے ایک دوسرے کی حمایت کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعداء کے خلاف آپ کی نصرت کی اور آپ کے مخالف خائب و خاسر ہو گئے۔

اور اگر اس آیت میں جنات کے قول کا ذکر فرمایا ہو تو اس کا معنی یہ ہے: جب اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو پھر یہ کفار کیوں اس کے گرد جمع ہو کر اس کو اللہ سبحانہٗ کی عبادت سے روکنے کا قصد کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَآ

آپ کہیے کہ میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا O آپ کہیے: میں (از خود)

اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ

تمہارے لیے کسی ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں O آپ کہیے: بے شک مجھے اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کوئی

اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

بچا نہیں سکتا اور نہ میں اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ پاتا ہوں O مگر اللہ کی طرف سے پیغامات کو پہنچانا

رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

میرے ذمہ ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ ؕ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ

رہے گا O (یہ کفار اس وقت تک نہیں مانیں گے) حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے سو یہ عنقریب جان

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ

لیں گے کہ کس کے مددگار بہت کم زور اور شمار میں بہت کم ہیں O آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے

مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ

وعدہ کیا گیا ہے آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے O وہ ہر غیب کا

الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ ۙ اِلَّا مَنِ

جاننے والا ہے سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے

Marfat.com

ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ

جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں' سو وہ اس رسول کے آگے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ

اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے O تاکہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک

اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى

ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے ان سب کا اللہ نے

كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع

احاطہ کرلیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے O

ع ۲ ۹ ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا O آپ کہیے: میں (از خود) تمہارے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں O آپ کہیے: بے شک مجھے اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ پاتا ہوں O مگر اللہ کی طرف سے پیغامات کو پہنچانا میرے ذمہ ہے' اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا O (یہ کفار اس وقت تک نہیں مانیں گے) حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں' جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے' سو یہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کے مددگار بہت کم زور اور شمار میں بہت کم ہیں O آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کردی ہے O (الجن: ۲۵۔۲۰)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں آپ کو اپنے عجز کے اظہار کا حکم

مشرکین مکہ یہ کہتے تھے: تم جو پیغام سنا رہے ہو اس سے دست بردار ہو جاؤ' تم نے تمام اہل مکہ کو اپنا دشمن بنا لیا ہے' اگر بالفرض تم پر اللہ کا عذاب آیا تو ہم تمہیں اپنی پناہ میں رکھیں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی:

آپ کہیے: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا O

الجن: ۲۱ میں فرمایا: آپ کہیے: میں (از خود) تمہارے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں O

یعنی میں تم سے کسی ضرر کو دور کرنے پر از خود قادر نہیں ہوں اور نہ از خود تمہیں کوئی نفع پہنچانے پر قادر ہوں' اس آیت کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ میں از خود تم کو ہدایت دینے پر قادر ہوں اور نہ از خود تم کو گم راہ کرنے پر قادر ہوں۔

الجن: ۲۲ میں فرمایا: آپ کہیے: بے شک مجھے اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ پاتا ہوں O

یعنی اگر بہ فرض محال اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے تو اللہ کے سوا کوئی مجھے اس عذاب سے بچا نہیں سکتا۔

الجن: ۲۳ میں فرمایا: مگر اللہ کی طرف سے پیغامات کو پہنچانا میرے ذمہ ہے O الآیۃ

Marfat.com

اس آیت کا معنی ہے: مجھے کوئی چیز کسی عذاب یا کسی مصیبت سے بچا نہیں سکتی' سوا اس کے کہ میں اللہ کے اس پیغام کو پہنچاؤں جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے' کیونکہ اللہ کے پیغام کو پہنچانا اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گاO

گنہ گار مسلمانوں کی عدم مغفرت پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات

معتزلہ نے اس آیت کے اس حصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور وہ بغیر توبہ کے مر جائے تو وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا کیونکہ وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے کا مصداق ہے اور جس طرح کافر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' اس طرح فاسق مسلمان بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' ان کے اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا آخری حصہ اس آیت کے پہلے حصہ سے مربوط ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ کا پیغام پہنچانے میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا یعنی اللہ کا صحیح پیغام نہیں پہنچائے گا' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(۲) امام رازی نے دوسرا یہ جواب دیا ہے کہ جو شخص ہر حکم میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور ہر حکم میں اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا بھی حکم شامل ہے اور جو اس حکم کی بھی نافرمانی کرے گا' وہ مسلمان ہی نہیں ہوگا' لہٰذا یہ آیت مؤمن مرتکب کبیرہ کو شامل نہیں ہے۔

(۳) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو کم درجہ کا اور معمولی سمجھ کر اس حکم کی نافرمانی کرے گا' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کیونکہ ایسا شخص مسلمان نہیں رہے گا۔

(۴) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی نافرمانی کو حلال اور جائز سمجھ کر اس کی نافرمانی کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(۵) جو شخص بہ طور اہانت اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کیونکہ مؤخر الذکر دونوں صورتوں میں وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا۔

الجن: ۲۴ میں فرمایا: (یہ کفار اس وقت تک نہیں مانیں گے) حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں' جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے' سو یہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کے مددگار بہت کم زور اور شمار میں بہت کم ہیںO

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار کی ذلت اور مؤمنوں کی عزت اور وجاہت

کفار مکہ آپ کی عداوت میں اکٹھے ہو کر آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور آپ کی نصرت کرنے والے مسلمانوں کو بہت قلیل اور کم زور سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کل قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا عدد کم ہے اور کون کم زور ہے یا دنیا میں ہی ان کو غزوۂ بدر سے علم ہو جائے گا کہ کون سا گروہ قوی ہے اور کون سا گروہ کم زور ہے۔

قیامت کے دن کفار بہت خوار اور زبوں ہوں گے' ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہوں گے' اس دن ان کا کوئی حامی اور مددگار

Marfat.com

ہوگا اور نہ ان کا کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا اور اس کے برخلاف مسلمان بہت عزت اور کرامت کے ساتھ ہوں گے' انبیاء' مرسلین اور فرشتے ان کی شفاعت کریں گے' قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ (عبس: ۴۲-۳۳)

پس جب کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آ جائے گی ۝ اس دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا ۝ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ۝ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ۝ ان میں سے ہر انسان کو اس دن صرف اپنی فکر ہوگی جو اس کو کافی ہو ۝ اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے ۝ مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش ۝ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے ۝ ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی ۝ یہی لوگ کافر بدکار ہیں ۝

نیز قرآن مجید میں ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ (القیامہ: ۲۵-۲۲)

اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے ۝ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے ۝ اور کتنے چہرے اس دن بے رونق اور اداس ہوں گے ۝ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا ۝

نیز مومنین کی عزت افزائی کے متعلق فرمایا:

وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُم. (الرعد: ۲۴-۲۳)

اور فرشتے مومنوں کے پاس ہر دروازہ سے داخل ہوں گے ۝ (اور کہیں گے:) سلام علیکم۔

اور اللہ عزوجل بھی ان کو سلام کہے گا:

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝ (یٰسین: ۵۸)

رب رحیم کی جانب سے سلام کہنا ہے ۝

الجن: ۲۵ میں فرمایا: آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے ۝

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوعِ قیامت کا علم تھا یا نہیں؟

جب مشرکین نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے' الایۃ' تو النضر بن الحارث نے کہا: وہ عذاب کب واقع ہوگا جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی: آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عذاب کا وقوع تو متیقن ہے لیکن اس عذاب کے وقوع کا وقت غیر معلوم ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۴)

علامہ جلال الدین سیوطی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا' قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت کے وقوع میں بہت کم مدت رہ گئی ہے اور جتنا ان دو انگلیوں میں فاصلہ ہے' اسی کی مناسبت سے میرے اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے اور دیگر شارحین نے یہ کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا پیغام اور آپ کا دین قیامت تک کے لیے ہے اور جس طرح دو انگلیاں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں' اسی طرح آپ کا دین قیامت تک قائم رہے گا اور قیامت سے منفصل نہیں ہوگا۔

(التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۵ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ قیامت کا وقوع قریب ہے یا بعید ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ''لا ادری'' میں اپنی عقل اور اپنے قیاس سے نہیں جانتا یا از خود نہیں جانتا' بے شک آپ کو علم تھا کہ قیامت کب واقع ہوگی کیونکہ جب دو چیزیں متصل ہوں اور ایک شخص کو ایک چیز کا علم ہو تو اس سے متصل دوسری چیز کا بھی علم ہوتا ہے' سو آپ کو اپنی بعثت کا علم تھا تو لازماً اس سے متصل قیامت کا بھی علم تھا' لیکن یہ علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور اس کی وحی سے تھا' از خود نہیں تھا' اس لیے فرمایا: ''لا ادری'' اور ''لا اعلم'' نہیں فرمایا یعنی میں از خود نہیں جانتا' اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کی وحی سے جانتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا O ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں' سو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے O تاکہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں' اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس سب کا اللہ نے احاطہ فرمالیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے O (الجن: ۲۸۔۲۶)

غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں ''غیب'' کا لفظ ہے' غیب کا لغوی معنی ہے: جو چیز حاضر نہ ہو' اور غیب کا اصطلاحی معنی ہے: جس چیز کا حواسِ خمسہ اور بداہت عقل سے یعنی بغیر غور و فکر کے ادراک نہ کیا جاسکے وہ غیب ہے' جیسے اللہ عز و جل کی ذات' ہم اللہ تعالیٰ کو حواسِ خمسہ سے جان سکتے ہیں اور نہ بغیر غور و فکر کے جان سکتے ہیں' البتہ غور و فکر کر کے یہ جان سکتے ہیں کہ یہ جہان حادث ہے اور ہر حادث کا کوئی محدث اور موجد ہوتا ہے' پس ضروری ہے کہ اس جہان کا بھی کوئی موجد ہو' اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ موجد واجب اور قدیم ہو کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہوا تو اس کے لیے پھر کوئی موجد ماننا پڑے گا' اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ موجد واحد ہو کیونکہ اگر اس جہان کے متعدد موجد ہوں تو اس جہان کی تخلیق کے نظام میں یکسانیت نہیں ہوگی اور چونکہ اس جہان کی تخلیق میں یکسانیت ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ اس جہان کا خالق واحد ہے' پس غور و فکر کرنے سے معلوم ہوگیا کہ اس جہان کا موجد واجب' قدیم اور واحد ہے اور اللہ سبحانہٗ کی یہی شان ہے' پس ہم غور و فکر کر کے اللہ عز و جل کو جان لیتے ہیں' اور بغیر غور و فکر کے اللہ تعالیٰ کو نہیں جان سکتے' سو اللہ تعالیٰ غیب ہے۔

اسی طرح ہم جنت اور دوزخ کو حواسِ خمسہ سے نہیں جان سکتے' نہ ان کو دیکھ سکتے ہیں' نہ ان کی آواز سن سکتے ہیں' نہ ان کی کسی چیز کو چکھ سکتے ہیں' نہ ان کو سونگھ سکتے ہیں' نہ ان کو چھو سکتے ہیں' نہ بغیر غور و فکر کے عقل سے ان کو جان سکتے ہیں' البتہ غور و فکر کر

Marfat.com

کے یہ جان سکتے ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاروں اور نافرمانوں میں فرق ہونا چاہیے‘ سو اطاعت گزاروں کے لیے انعام ضروری ہے اور نافرمانوں کے لیے سزا ضروری ہے اور انعام کا محل جنت ہے اور سزا کا محل دوزخ ہے‘ سو ہم عقل سے غور وفکر کر کے جنت اور دوزخ کو جان سکتے ہیں‘ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس دنیا میں ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو اس دنیا میں ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی‘ اور بہت لوگ اس دنیا میں ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت کے اوپر کوئی جزا نہیں ملتی‘ تو اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو ظالم بغیر سزا کے رہ جائے گا اور مظلوم بغیر جزاء کے رہ جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے‘ اس لیے ضروری ہے کہ اس جہان کے بعد کوئی اور جہان بھی ہو‘ جس میں ظالم کو دوزخ میں اور مظلوم کو جنت میں داخل کیا جائے‘ پس اس طرح ہم عقل سے غور وفکر کر کے جنت اور دوزخ کو جان لیتے ہیں مگر بغیر غور وفکر کے ہم جنت اور دوزخ کو نہیں جان سکتے‘ اس لیے جنت اور دوزخ بھی غیب ہیں‘ جس طرح اللہ عزوجل کی ذات غیب ہے۔

غیب کی دو قسمیں ذاتی اور عطائی

غیب کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ غیب ہے‘ جس کو جاننے کا کوئی سبب اور ذریعہ ہو‘ خواہ اس کا سبب عقل ہو یا اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی دی ہوئی خبر ہو‘ مثلاً ہم نے جنت اور دوزخ کے وجود کو عقل کے ذریعہ جانا‘ لیکن جنت میں ثواب کی تمام تفاصیل اور دوزخ میں عذاب کی تمام اقسام کو محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا‘ ان کے علم کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی وحی ہے‘ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر وحی فرماتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو خبر دیتے ہیں‘ اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہ ہو‘ اس غیب کو عقل سے جانا جا سکتا ہو نہ وحی سے‘ جیسے اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ‘ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور مخلوق کے لیے اس کے علم کی کوئی سبیل نہیں ہے‘ اس غیب کو ذاتی کہتے ہیں اور غیب کی پہلی قسم کو غیب عطائی کہتے ہیں‘ ان کو علم غیب ذاتی اور علم غیب عطائی بھی کہتے ہیں‘ اس کی یہ تعریف بھی ہے کہ جو غیب تعلیم اور بتانے کے بغیر ہو وہ غیب ذاتی ہے‘ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غیر پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں

ہمارے نزدیک عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے‘ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بھی علم غیب ہوتا ہے‘ بلکہ عام مسلمانوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے کیونکہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات‘ فرشتوں اور جنت اور دوزخ کا علم ہے‘ اور چونکہ یہ سب اُمورِ غیب ہیں اس لیے ان کا علم‘ علم غیب ہے لیکن عرفِ شرع میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے‘ اس لیے خواہ عام مسلمانوں کو علم غیب حاصل ہو لیکن ان کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے‘ جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز اور جلیل ہیں لیکن محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے اور جیسے آپ صاحبِ برکت اور صاحب علو ہیں لیکن محمد تبارک وتعالیٰ کہنا جائز نہیں ہے۔

الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب لغت سے

اس آیت میں ایک لفظ ہے: ’’فلا یظھر‘‘ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ ’’یظھر‘‘ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ای لا یطلع علیه‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اس غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا‘ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ (التوبہ: ۳۳) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ہر دین پر غالب کر دے۔

Marfat.com

اس آیت میں "لیظہر" کا معنی ظہور بھی صحیح ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تمام دینوں پر ظاہر کر دے اور اس کا معنی معاونت اور غلبہ بھی صحیح ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۱۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری المتوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

واظهرنا الله على الامر اى اطلع. اللہ تعالیٰ نے کسی معاملہ کا ہم پر اظہار کیا یعنی ہم کو اس پر مطلع فرما دیا۔

(لسان العرب ج ۹ ص ۲۰۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ میری جو چیز چوری ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کا اظہار کر دیا' یعنی مجھ کو اس پر مطلع کر دیا۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۳۷۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب تفاسیر سے

مفسرین کرام نے بھی اس آیت میں "لیظہر" کا معنی مطلع کرنا کیا ہے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ رسولوں کو جس قدر غیب پر مطلع کرنا چاہتا ہے' انہیں مطلع فرماتا ہے۔

ابن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ انبیاء پر جتنا چاہتا ہے غیب نازل فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب یعنی قرآن نازل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیامت کے غیب کی خبر دی۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۱۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے بھی ان دونوں قولوں کو نقل کیا ہے۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو جس غیب کا علم ہے وہ عام لوگوں میں سے کسی کو اس پر مطلع نہیں فرماتا' ماسوا رسولوں کے' کیونکہ اس غیب سے ان کی نبوت پر استدلال کیا جاتا ہے' تاکہ وہ معجزہ سے غیب کی خبر دیں' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ جس کو رسالت اور نبوت کے لیے چن لیتا ہے' اس کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے۔ (الوسیط ج ۴ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

وہ عالم الغیب ہے' پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن کو اس نے چن لیا ہے جو اس کے سب رسول ہیں۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علم غیب صرف اللہ کے لیے ہے' پس اس کو جس غیب کا علم ہے وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے سب رسول ہیں' اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو اس نے رسالت کے لیے چن لیا اس کو جتنا چاہتا ہے' اپنے غیب سے مطلع فرماتا ہے۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۳۸۵' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

یعنی اللہ غیب پر صرف چنے ہوئے لوگوں کو مطلع فرماتا ہے' جو اس کے رسول ہیں۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٦٧٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

پس بے شک اس کو اپنے غیب سے جتنا چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے' تاکہ وہ غیب اس کی نبوت پر دلالت کرے۔

قاضی عبد اللہ بن عمر شافعی متوفی ٦٨٥ ھ لکھتے ہیں:

وہ عالم الغیب ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے جو اس کے سب رسول ہیں۔ (تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ٩ ص ٣٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں یہ فرمایا ہے کہ وہ غیب اور شہادت کا عالم ہے اور اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے کسی علم پر مطلع نہیں ہوتا' ماسوا ان کے جن کو وہ خود مطلع فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ٤٧٨' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ١١٣٧ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ علی الاطلاق علم غیب کے ساتھ منفرد ہے' پس اس کے علم غیب پر مخلوق میں سے کوئی بھی اس طرح کامل مطلع نہیں ہوتا کہ اس کو مکمل انکشاف تام ہو جائے' جس سے علم الیقین واجب ہو جائے' ماسوا ان کے جن کو اس نے چن لیا ہے جو اس کے رسول ہیں تاکہ ان کو وہ اپنے بعض ان غیوب پر مطلع فرمائے جو ان کی رسالت سے متعلق ہوں۔

(روح البیان ج ١٠ ص ٢٣٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد الحنفی السمرقندی متوفی ٣٧٥ھ لکھتے ہیں:

وہ اپنی مخلوق میں سے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر جس کو اپنی رسالت کے لیے پسند فرمالیتا ہے تو اس کو جس غیب پر چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے تاکہ وہ غیب اس کی نبوت پر دلیل ہو۔ (بحر العلوم تفسیر سمرقندی ج ٣ ص ٤١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٣ھ)

الجن: ٢٦ میں اظہار بہ معنی اطلاع کے تراجم

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ٦٩١ ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پروردگار زمانے و در دانند غیب پس آگاہ نسازید برغیب خود ہیچ کس یکے را مگر آنرا کہ پسند دارد از رسول۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ١١٧٦ھ لکھتے ہیں:

پس مطلع نمے سازد بر علم غیب خود ہیچ یک را مگر کسے کہ پسند کرد اورا مراد از پیغمبراست۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی متوفی ١٢٣٣ھ لکھتے ہیں:

وہ ہی جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے۔

شاہ عبد القادر محدث دہلوی متوفی ١٢٣٠ھ لکھتے ہیں:

جاننے والا بھید کا' سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی مگر جس کو پسند کر لیا کسی رسول کو۔

علامہ سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی متوفی ١٣٨٣ھ لکھتے ہیں:

اور وہ غیب کا جاننے والا ہے تو نہیں مکمل آگاہی دیتا غیب پر کسی کو مگر جسے چن لیا رسول سے۔

Marfat.com

(معارف القرآن ص ۶۸۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں:

وہ غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا' مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے سب رسول ہیں۔ (البیان ص ۷۴۵۔۷۴۴' کاظمی پبلی کیشنز' ملتان)

پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۹۹۸ء لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو۔

(جمال القرآن ص ۹۴۶' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی تسلط پر بحث ونظر

بعض محترم اکابر رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس ترجمہ میں چند اُمور ہماری ناقص فہم میں نہیں آسکے' جن کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۱) ہم کتب لغت کے حوالوں سے لکھ چکے ہیں کہ اس آیت میں ''یظھر'' کا معنی مطلع کرنا ہے' اور تمام مفسرین نے ''یظھر'' کی تفسیر میں لکھا ہے: اس کا معنی مطلع کرنا ہے' لہٰذا اس کے معنی میں مسلط کرنا مراد نہیں ہے' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ (آل عمران: ۱۷۹)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے لیکن اللہ جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

''القرآن یفسر بعضه بعضا'' بعض قرآن بعض کی تفسیر کرتا ہے' سو جس طرح اس آیت میں رسولوں کو غیب پر مطلع کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح الجن: ۲۶ میں بھی ''یظھر'' سے غیب پر مطلع کرنا مراد ہے اور غیب پر مسلط کرنا مراد نہیں ہے۔

(۲) غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے: غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کو علم ہو' اور غیب کا ہر فرد خواہ وہ غیب متناہی ہو' رسولوں کو معلوم نہیں ہوتا' حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں اس کی واضح دلیل ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے' جو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ مکمل ہوا' اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پہلے کچھ غیب کا علم نہیں تھا جس کا بعد میں علم ہوا' پھر آپ غیب پر مسلط اور غالب کیسے ہوئے' جب کہ سورۃ الجن ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

(۳) نیز اس ترجمہ سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا بلکہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے' کیونکہ علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے' اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ رسول غیر پسندیدہ ہیں کیونکہ اس ترجمہ میں رسولوں کو پسندیدہ کی صفت کے ساتھ مقید کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول پسندیدہ اور مختار ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ اپنے ہر غیب کا رسولوں پر اظہار نہیں فرماتا' اس کے غیوب غیر متناہی ہیں اور رسولوں کے علوم متناہی ہیں' اور متناہی غیر متناہی کا محل نہیں بن سکتا' اسی لیے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو اپنے بعض غیوب پر مطلع فرماتا ہے اور اس کی مقدار رسولوں کے مرتبہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے' ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے زیادہ علم غیب عطا فرمایا' جو تمام مخلوق کے علم سے زیادہ ہے۔

Marfat.com

(۵) اس آیت میں "من" بیانیہ ہے کیونکہ "من ارتضیٰ" مبہم ہے اور اس کا بیان "من رسول" ہے جب کہ اس ترجمہ میں "من" "تبعیضیہ" کا لحاظ کیا گیا ہے اور اس آیت میں "من" کا تبعیضیہ ہونا ہماری سمجھ میں اس لیے نہیں آ سکا کہ "من" تبعیضیہ کے بعد اُمورِ متعددہ کا ذکر ہوتا ہے' جیسے 'اخذت من الدراھم' ہمارے ناقص علم کے مطابق اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے' سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا' ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے' جو اس کے سب رسول ہیں۔

(۶) اسی طرح بعض محترم اکابر رحمہم اللہ نے آل عمران: ۱۷۹ کا جو ترجمہ کیا ہے' اس کو بھی ہم نہیں سمجھ سکے' وہ ترجمہ یہ ہے:

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے' ہاں! اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

اس ترجمہ میں بھی "من" کو تبعیضیہ قرار دیا ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے بعض رسولوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے اور بعض کو نہیں' کیونکہ علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے' ہماری ناقص فہم کے اعتبار سے اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں کو) غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر) مطلع (کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے سب رسول ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ' آل عمران: ۱۷۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں "من" "ابتداء غایت کے لیے ہے اور تمام رسل علیہم السلام میں پسندیدگی کو عام فرمانے کے لیے ہے تاکہ یہ آیت اس پر دلالت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غیب پر مطلع فرمایا ہے' وہ اس قوی اصل پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسل صلوات اللہ علیہم میں یہی سنت ہے کہ وہ انہیں غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ "من" "تبعیض کے لیے ہے کیونکہ مغیبات پر مطلع فرمانا بعض رسولوں کے ساتھ اور بعض اوقات میں مخصوص ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تقاضا ہو۔ واضح رہے کہ یہ تو درست ہے کہ غیب کی اطلاع بعض اوقات کے ساتھ خاص ہو' لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ غیب کی اطلاع بعض رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے' اور شاید کہ صحیح بات اس کے برعکس ہے۔

(روح المعانی جز ۴ ص ۲۱۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہر چند کہ علامہ آلوسی نے اس آیت میں "من" کو ابتداء غایت کے لیے قرار دیا ہے' لیکن اس کا مآل بھی وہی ہے جو "من" بیانیہ کا ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے' نہ کہ بعض رسولوں کو' بلکہ علامہ آلوسی نے "من" "تبعیضہ کو صراحۃً رد کر دیا ہے اور ہم نے "من" "بیانیہ اس لیے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (آل عمران: ۱۷۹) "من یشاء" میں "مَن" "موصول ہے اور اسم موصول مبہم ہوتا ہے اور اسم مبہم کا یہ تقاضا ہے کہ اس کا بیان کیا جائے' پس "من رسلہ" "مَن یشاء" کا بیان مقدم ہے' یعنی اللہ جن کو چاہتا ہے ان کو غیب کی اطلاع کے لیے پسند فرما لیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سب رسول ہیں۔

علامہ اسماعیل بن محمد القونوی المتوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جمع کے صیغہ سے "رسل" "فرمایا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس وقت معتبر ہوتی ہے جب وہ تمام رسولوں کی تصدیق کے ساتھ ہو اور اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر رسولوں کے پسندیدہ ہونے کا ذکر فرمایا تاکہ اس پر تنبیہ ہو کہ غیب کی اطلاع دینا تمام رسولوں کے لیے عام ہے اور یہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے نہیں ہے۔

Marfat.com

اس پر محشی نے لکھا ہے:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس آیت میں "من رسله" میں "من" بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ آل عمران: ۱۷۹ اور الجن: ۲۶ میں مذکور "مِن" بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں۔ میں نے بہت غور وفکر کے بعد ان آیتوں کو اسی طرح سمجھا ہے اگر یہ درست ہے تو اس گنہ گار پر یہ اللہ کا کرم ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے ورنہ یہ میری سوء فہم اور مطالعہ کا نقص ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بَری ہیں۔

علامہ زمخشری کا کراماتِ اولیاء کا انکار کرنا

علامہ زمخشری متوفی ۵۳۹ھ نے لکھا ہے: اس آیت سے کرامات باطل ہو جاتی ہیں کیونکہ جن لوگوں کی طرف کرامات منسوب ہوتی ہیں ہرچند کہ وہ پسندیدہ اولیاء ہیں لیکن وہ رسول نہیں ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کی اطلاع کو اپنے ان پسندیدہ بندوں کے ساتھ خاص کر لیا ہے جو اس کے رسول ہیں اور ولیوں کو اللہ غیب کی خبر نہیں دیتا اسی طرح نجومی اور کاہن جو مستقبل میں ہونے والے حوادث کی خبر دیتے ہیں وہ بھی باطل ہو گئی کیونکہ نجومی اور کاہن اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے اور رسول نہیں ہیں۔ (الکشاف ج ۴ ص ۶۳۵۔۶۳۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر میں امام رازی کی تحقیق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ علامہ زمخشری کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اس آیت میں زمخشری کے قول پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں غیب سے مراد عموم نہیں ہے اور اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا بلکہ غیب سے مراد مخصوص غیب ہے اور وہ ہے وقت وقوعِ قیامت کا علم۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس خاص غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پھر استثناء کر کے فرمایا: ہاں! جو اس کے پسندیدہ بندے ہیں ان پر اس غیب کو ظاہر فرماتا ہے اور وہ پسندیدہ بندے اللہ تعالیٰ کے سب رسول ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ اس غیب کو کسی رسول پر ظاہر نہیں فرماتا تو ہم کہیں گے: نہیں بلکہ قربِ قیامت میں اللہ سبحانہٗ اس غیب کو ظاہر فرمائے گا جب وہ قیامت کو قائم فرمائے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے:

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○ | اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو لگا تار اتارا جائے گا ○ (الفرقان: ۲۵)

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرشتوں کو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کس وقت واقع ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ عالم الغیب ہے پس وہ اپنے مخصوص غیب یعنی وقت وقوعِ قیامت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا پھر اس کے بعد فرمایا: لیکن جن سے وہ راضی ہے وہ اس کے رسول ہیں سو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے جو اس کو سرکش جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ان لوگوں کے سوال کے جواب میں ذکر فرمایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تحقیر کرتے ہوئے اور آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے وقت وقوعِ قیامت کا سوال کرتے تھے۔

واضح رہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ رسولوں کے سوا کسی کو بھی کسی غیب پر مطلع نہیں فرماتا اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) تقریباً اخبارِ متواترہ سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے شق اور سطیح نام کے دو کاہن

Marfat.com

تھے، جنہوں نے یہ خبر دی تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے اور عرب میں اس قسم کے کاہن بہت مشہور تھے، حتیٰ کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ نے بھی ان کاہنوں کی طرف رجوع کیا تھا تا کہ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کر سکے، اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے علاوہ دوسروں کو بھی غیب کی خبروں پر مطلع فرما دیتا ہے۔

(۲) تمام مذاہب اور ادیان میں یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ خواب کی تعبیر صحیح ہوتی ہے، اور خواب کی تعبیر بتانے والا، مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی قبل از وقت خبر دے دیتا ہے اور اس کی تعبیر صادق ہوتی ہے۔

(۳) سلطان سنجر بن ملک بغداد کا بادشاہ تھا، وہ بغداد کی ایک کاہنہ کو خراسان لے گیا اور اس سے مستقبل میں پیش آنے والے اُمور کے متعلق سوالات کیے، اس کاہنہ نے اس کو ان اُمور کی خبر دی اور جس طرح اس نے خبر دی تھی بعد میں اسی طرح واقعات پیش آئے۔

(۴) ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کی طرف صادق الہامات ہوتے ہیں اور یہ الہامات اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ جادوگروں کی طرف بھی ہوتے ہیں، ہر چند کہ جادوگروں کی دی ہوئی خبریں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں لیکن ان کی بعض خبریں سچی بھی ہوتی ہیں، اسی طرح نجومیوں کی دی ہوئی اکثر خبریں جھوٹی ہوتی ہیں، لیکن ان کی بعض خبریں سچی بھی ہوتی ہیں۔

یہ تمام اُمور مشاہدہ سے ثابت ہیں، پس یہ کہنا کہ قرآن مجید ان زمینی حقائق اور بین الاقوامی مسلمات کے خلاف بتا رہا ہے، یہ ایسا قول ہے جو قرآن مجید میں طعن کا دروازہ کھولتا ہے اور یہ باطل ہے، پس اس آیت کی صحیح تاویل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر بھی غیب کا اظہار فرماتا ہے اور دوسروں پر بھی غیب کا اظہار فرماتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۹۔۶۷۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ نہیں لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ رسولوں پر بھی اپنے غیب کا اظہار فرماتا ہے اور دوسروں پر بھی غیب کا اظہار فرماتا ہے حتیٰ کہ اولیاء کرام، خواب کی تعبیر بتانے والوں، جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں پر بھی غیب کا اظہار فرماتا ہے تو پھر اس آیت میں حصر کے ساتھ صرف رسولوں پر اظہارِ غیب کا کیوں ذکر فرمایا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے سوا اور کسی پر غیب کا اظہار نہیں فرماتا اور اسی وجہ سے علامہ زمخشری اور دیگر معتزلہ نے اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو غیب کا علم نہیں ہوتا اور نہ وہ غیب کی خبر دے سکتے ہیں۔

مصنف کے نزدیک اس آیت کی تقریر اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں پر بلاواسطہ اپنے غیب کا اظہار فرماتا ہے اور رسولوں کے سوا اور کسی پر بلاواسطہ غیب کا اظہار نہیں فرماتا اور اس آیت میں اسی اعتبار سے حصر ہے، اور اولیاء کرام پر رسولوں کے یا فرشتوں کے واسطے سے غیب کا اظہار فرماتا ہے۔

الجن: ۲۶ میں ''عالم الغیب'' اور ''علٰی غیبہ'' سے مراد ہر غیب ہے نہ کہ وقت وقوعِ قیامت

امام رازی کی تفسیر میں ایک مناقشہ یہ ہے کہ امام رازی نے ''لا یظھر علٰی غیبہ'' میں غیب سے مراد ایک معین غیب مراد لیا ہے یعنی وقت وقوعِ قیامت، جب کہ عالم الغیب میں لام استغراق کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر غیب کا جاننے والا ہے۔

اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو

Marfat.com

اس کے سب رسول ہیں۔

امام رازی نے یہ کہا ہے کہ "علٰی غیبہ" میں لفظ مفرد مضاف ہے اور اس کے عمل کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کو ایک غیب پر محمول کیا جائے اور وہ وقت وقوعِ قیامت ہے اور رہا عموم تو اس پر اس لفظ کی کوئی دلالت نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸)

امام رازی کا یہ قول قواعد کے خلاف ہے کیونکہ کلامِ عرب کے استقراء اور تتبع سے یہ قاعدہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب مصدر یا اسم جنس مضاف ہو تو وہ اضافت استغراق کے لیے ہوتی ہے اور جو غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' وہ صرف وقت وقوعِ قیامت کا علم نہیں ہے بلکہ وہ ہر غیب کا علم ہے۔

شیخ رضی الدین محمد بن الحسن الاستراباذی متوفی ۶۸۶ ھ لکھتے ہیں:

فینظر فی ذالک الاسم فان لم یکن معه قرینة لا حالیة ولا مقالیة دالة انه بعض مجهول من کل ولا دالة علٰی انه بعض معین فهی اللام الی جیء بها للتعریف اللفظی والاسم المحلی بها لاستغراق الجنس فعلی هذا قوله صلی اللّٰه علیه وسلم الماء طاهر ای کل الماء طاهر.

پس اس اسم کو دیکھا جائے گا اگر اس کے ساتھ کوئی ایسا لفظی یا معنوی قرینہ نہ ہو کہ اس سے بعض معین یا غیر معین فرد مراد ہے تو اس اسم پر جو لام ہو گا وہ معرفہ بنانے کے لیے ہو گا اور اس کا مدخول استغراق جنس کے لیے ہو گا' اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "الماء طاهر" کا معنی ہے: ہر پانی طاہر ہے۔

(شرح کافیۃ ابن الحاجب ج ۳ ص ۳۱۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

نیز ہم بتا چکے ہیں کہ عالم الغیب میں لام استغراق کا ہے' یعنی ہر غیب کا جاننے والا "الغیب" معرفہ ہے' اس کے بعد "علٰی غیبہ" کا ذکر ہے اور یہ بھی معرفہ ہے اور جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اوّل کا عین ہوتا ہے اور جب "الغیب" سے مراد ہر غیب ہے تو ضروری ہوا کہ "غیبہ" سے بھی مراد ہر غیب ہو' اس لیے اس غیب سے ایک غیب مراد لینا اور اس کو وقت وقوعِ قیامت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' اس لیے اس آیت کا صحیح معنی یہی ہے: وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا' ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے سب رسول ہیں۔ (چونکہ رسول غیر متناہی علوم کے متحمل نہیں ہو سکتے' اس لیے یہاں مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے بعض غیوب ہیں۔)

اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ کاہنوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے

امام رازی کی اس تفسیر میں دوسرا مناقشہ یہ ہے کہ امام رازی نے کہا ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے سوا اور کسی کو غیب کی خبر نہیں دیتا' کیونکہ کبھی کاہن بھی غیب کی خبر دیتے ہیں' پس ثابت ہوا کہ غیر رسول بھی بعض غیوب پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۹)

یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات چوری چھپے آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں سن لیتے تھے اور آ کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے اور کاہن ایک بات کے ساتھ کئی جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں کو بتا دیتے تھے لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جنات کو آسمانوں پر جانے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا' لہٰذا اب کاہن کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا' آپ نے فرمایا: وہ کوئی چیز نہیں ہیں' لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کبھی کبھی وہ ہم کو کسی چیز کی خبر دیتے ہیں اور وہ سچ نکلتی ہے' تب

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حق بات فرشتوں سے چوری چھپے سن کر لاتا ہے' پھر اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتا ہے اور اس میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۲۸)

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے کہ کاہنوں کے متعلق ایک قوم کا گمان ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے اور وہ اس وجہ سے غیب کو جان لیتے ہیں اور جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرے' شریعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع کیا ہے۔

قاضی مازری نے کہا ہے کہ کہانت کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) کسی انسان کا جن دوست ہو' وہ آسمانوں پر جا کر چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سنے' پھر جا کر اس انسان کو اس کی خبر دے اور جب سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں' یہ قسم باطل ہو گئی' جیسا کہ سورۃ الجن کی ابتدائی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔

(۲) کاہن زمین کی اطراف میں گھوم پھر کر خبر دے' لیکن وہ اس سلسلہ میں سچ بھی بولتا ہے اور جھوٹ بھی اور ہم کو ان کی خبروں کے سننے اور ان کی تصدیق کرنے سے کلیۃً منع کیا گیا ہے۔

(۳) بعض لوگوں میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ قیاس اور اندازے سے غیب کی بات معلوم کر لیتے ہیں' لیکن اس میں جھوٹی خبروں کا غلبہ ہوتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۱۵۳' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے

نیز امام رازی نے کہا: تمام اہل مذاہب اور ادیان اس پر متفق ہیں کہ خواب کی تعبیر کا علم صحیح ہے اور اس سے بھی مستقبل کے واقعات کا علم ہو جاتا ہے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر بتانے والے بھی غیب پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۹)

غیر مسلم جو خواب کی تعبیر بتاتے ہیں' اس کے صحیح اور صادق ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے' البتہ مسلمان کی بتائی ہوئی تعبیر صحیح ہو سکتی ہے' حدیث شریف میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو گا تو مسلمان کا خواب کم جھوٹا ہو گا' تم میں سے جو آدمی جتنا سچ بولتا ہو گا اس کا خواب اتنا سچا ہو گا' اور مسلمان کا خواب نبوت کے پینتالیس (۴۵) حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور خواب کی تین قسمیں ہیں: نیک خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہے اور ڈرانے والا خواب شیطان کی طرف سے ہے اور بعض خواب انسان کے دل میں آنے والی باتوں کے موافق ہوتے ہیں' اگر تم میں سے کوئی شخص ڈراؤنا خواب دیکھے تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور لوگوں کو نہ بتائے' آپ نے فرمایا: میں پاؤں میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں' پاؤں میں بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۳' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۰ ملخصاً)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ خواب میں قمیص دیکھنے کی تعبیر دین ہے' انسان جتنی لمبی قمیص پہنے ہوئے دیکھے گا' اس میں اتنی زیادہ دین داری ہو گی اور جتنی چھوٹی قمیص ہو گی' اس میں اتنی کم دین داری ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۸۵)

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا' میں نے اس کو پیا' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے دودھ کی سیرابی نکل رہی تھی' پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: **''العلم''**۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۴)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ خواب میں جس واقعہ کی پیشگی خبر دی جاتی ہے' اس کی صراحۃً خبر نہیں دی جاتی بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بتایا جاتا ہے' جیسے بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی اور طوق سے مراد دوزخی ہونا' اور قمیص پہنے ہوئے دیکھنے سے مراد دین داری اور دودھ پینے سے مراد علم کا حصول ہے اور کسی کو سفید لباس میں دیکھنا اس کا جنتی ہونا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے متعلق سوال کیا گیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ کا دوست تھا اور آپ کی نبوت کے ظہور سے پہلے فوت ہو گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ خواب میں دکھایا گیا اور اس پر سفید لباس تھا' اگر وہ دوزخی ہوتا تو اس پر کسی اور رنگ کا لباس ہوتا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۸' مسند احمد ج ۶ ص ۶۵)

اسی طرح قرآن مجید میں ایک خواب کا ذکر ہے' قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا:

اے یوسف! اے صدیق! آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں' جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں' اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک خوشے ہیں' (آپ اس کی تعبیر بتائیں) تاکہ میں واپس جا کر لوگوں کو بتاؤں' شاید وہ لوگ جان لیں O یوسف نے کہا: تم سات سال تک لگاتار غلہ بوتے رہو اور جو فصل کاٹو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا' ماسوا اپنے کھانے کے لیے تھوڑی سی مقدار کے O اس کے بعد سات سال سخت قحط کے آئیں گے' وہ اس غلہ کو کھا جائیں گے جس کا تم نے پہلے ذخیرہ کیا تھا ماسوا اس کم مقدار کے جس کی تم نے حفاظت کی تھی O اس کے بعد اگلے سال لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں لوگ انگور کا شیرہ خوب نچوڑیں گے O (یوسف: ۴۹۔۴۶)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں خواب کی تعبیروں کا جو ذکر کیا گیا ہے' ان سے یہ واضح ہو گیا کہ خواب کی تعبیر میں صاف اور واضح اور صریح بیان نہیں ہوتا' بلکہ اس میں تلمیحات اور استعارات اور اشارے اور کنایے ہوتے ہیں اور ان کی وہی تعبیر صحیح اور یقینی ہوتی ہے جو قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے مؤید ہو' اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کو جو وحی کے ذریعہ غیب کی خبر دیتا ہے وہ بالکل صاف' صریح اور یقینی ہوتی ہے' اس میں کسی قسم کا ابہام اور شک نہیں ہوتا' لہٰذا امام رازی کا نبیوں میں علم غیب کے حصر پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ جادوگروں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے

اس بحث میں امام رازی نے یہ بھی کہا ہے کہ الہامات اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ جادوگروں کی طرف بھی الہامات ہوتے ہیں' امام رازی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ جادوگروں سے آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے غیب کی کوئی خبر دی ہو' جادوگر شیطانی کلمات کے اثر سے نظر بندی کرتے ہیں' شعبدہ بازی سے چیزوں کو کچھ کا کچھ کر کے دکھا دیتے ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ حقائق کو تبدیل کر سکتے ہیں یا نہیں' یعنی مٹی کو سونا بنا سکتے ہیں یا مرد کو عورت بنا سکتے ہیں یا نہیں' لیکن یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ جادوگروں نے غیب کی کوئی خبر دی ہو اور بالفرض اگر انہوں نے شیطانی عمل سے کبھی مستقبل کی کسی بات کو بتایا بھی ہو تو اس کو الہام کہنا صحیح نہیں ہے' اصطلاح میں الہام افاضہ خیر کو کہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ

Marfat.com

اولیاء اللہ اور نیک مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے‘ اس کو زیادہ سے زیادہ استدراج کہا جاسکتا ہے‘ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جادوگر بھی غیب کی خبر دیتے ہیں‘ اس لیے غیب کی خبر دینا رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ نجومیوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے

نیز امام رازی نے لکھا ہے: اسی طرح نجومیوں کی دی ہوئی اکثر خبریں جھوٹی بھی ہوتی ہیں لیکن ان کی بعض خبریں سچی بھی ہوتی ہیں‘ یہ تمام اُمور مشاہدہ سے ثابت ہیں اور یہ کہنا کہ قرآن اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے‘ ایسی بات ہے جو قرآن مجید میں طعن کا دروازہ کھولتی ہے اور یہ بالکل باطل ہے‘ پس اس آیت کی تاویل صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ قطعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے سوا کسی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۶۷۹)

میں کہتا ہوں کہ امام رازی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے‘ بلکہ قطعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف رسولوں کو بلاواسطہ غیب کی وحی کرتا ہے‘ اور ان کی دی ہوئی خبر قطعی ہوتی ہے جس کا انکار کفر ہوتا ہے‘ اور اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو رسولوں کے یا فرشتوں کے واسطے سے غیب کی خبر کا الہام کرتا ہے اور اس الہام کے ذریعہ ان کی دی ہوئی خبر ظنی اور غیر یقینی ہوتی ہے‘ اور رسولوں اور اولیاء اللہ کے سوا اللہ تعالیٰ کسی کو غیب نہیں دیتا‘ نہ کاہنوں کو نہ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو اور نہ نجومیوں کو اور یہی قطعی بات ہے۔

چونکہ امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نجومیوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے‘ اس لیے اب ہم نجومیوں کی تعریف‘ ان کی خبر دینے کے ذرائع‘ ان کے متعلق احادیث‘ نجومیوں اور ان سے سوال کرنے والوں کا شرعی حکم بیان کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

وہ تخمین اور اندازوں سے اور اٹکل پچو سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں میں ایسی قوت دراکہ رکھتا ہے‘ جس سے وہ مستقبل کے اُمور کے متعلق قیاس اور اندازے سے باتیں بتاتے ہیں‘ جو کبھی اتفاقاً سچ نکلتی ہیں اور اکثر جھوٹ ہوتی ہیں۔

کاہن کی ایک قسم عراف ہے‘ یہ وہ شخص ہے جو علامات‘ اسباب اور مقدمات سے ان کے نتائج اور مسببات پر استدلال کر کے آئندہ کی باتیں بتاتا ہے اور اُمور مستقبلہ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے‘ یہ لوگ ستاروں اور دیگر اسباب سے استفادہ کرتے ہیں‘ علامہ ہروی نے کہا: عراف نجومی کو کہتے ہیں جو غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے‘ حالانکہ غیب کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

نافع بعض ازواجِ مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے‘ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۰)

علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم

علامہ مصطفیٰ آفندی بن عبداللہ آفندی قسطنطنی المتوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ ان قواعد کا علم ہے جس سے تشکلات فلکیہ یعنی افلاک اور کواکب کی اوضاع مخصوصہ مثلاً مقارنت اور مقابلت وغیرہ سے دنیا کے حوادث‘ ان کے مرنے اور جینے‘ بننے اور بگڑنے اور دیگر احوال کی معرفت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ستاروں پر ایمان لایا وہ کافر ہو گیا‘ لیکن اس کا محمل یہ ہے کہ جب نجومی کا اعتقاد یہ ہو کہ ستارے عالم کی تدبیر میں مستقل ہیں۔

علم نجوم کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہو کہ بعض حوادث بعض دوسرے حوادث کا سبب ہوں‘ لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ سیارے نحوست (اور اسی طرح سعادت) کے لیے عادۃً اسباب اور علت

Marfat.com

ہیں' نہ اس پر کوئی حسی دلیل ہے نہ سمعی اور نہ عقلی' حسی دلیل کا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے اور عقلی دلیل اس لیے نہیں ہے کہ سیاروں کے متعلق ان کے اقوال متضاد ہیں' وہ کہتے ہیں کہ یہ عناصر سے مرکب نہیں ہیں بلکہ ان کی طبیعت خاصہ ہے' پھر کہتے ہیں کہ زحل سرد خشک ہے اور مشتری گرم تر ہے' اس طرح انہوں نے عناصر کے خواص کو کواکب کے لیے ثابت کیا۔ اور شرعاً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ستاروں کے کاہن کے پاس گیا یا عراف کے پاس گیا یا منجم کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

دیگر احادیث اس طرح ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا' اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۴۰۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵۳۲' عالم الکتب)

خصوصیت کے ساتھ نجومیوں کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ستاروں کے علم سے اقتباس کیا اس نے جادو سے اقتباس کیا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۰۰' دار الفکر)

''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں مذکور ہے کہ اس علم کا موضوع ستارے ہیں' اس حیثیت سے کہ ستاروں سے اس جہان کے احوال اور مسائل معلوم ہوں' جیسے ان کا یہ قول ہے کہ جب سورج اس مخصوص جگہ پر ہو تو وہ اس جہان میں فلاں چیز کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اصحاب علم نجوم کا یہ زعم ہے کہ وہ سیاروں کی قوتوں کی معرفت سے اس جہان کی چیزوں کو پیدا ہونے سے پہلے جان لیتے ہیں۔

علم نجوم کے بطلان پر یہ دلیل کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے خود کسی ترکیب' کسی صنعت اور کسی طریقہ سے غیب کا علم حاصل کیا نہ امت کو اس کی تعلیم دی' انبیاء علیہم السلام کو صرف وحی سے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل ہوتا تھا۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۹۳۱۔۱۹۳۰' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' تہران' ۱۳۷۸ھ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

علم نجوم کے احکام کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسباب سے حوادث پر استدلال کرتے ہیں لیکن شریعت میں یہ علم مذموم ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو' اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۴۲۷' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۴۸' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۰۸' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۲۔۲۲۳)

امام غزالی فرماتے ہیں: نجوم کے احکام محض ظن' تخمین اور اندازوں پر مبنی ہیں' اور ان کے متعلق کوئی شخص یقین یا ظن غالب

Marfat.com

سے کوئی حکم نہیں لگا سکتا' لہٰذا اس پر حکم لگانا جہل پر حکم لگانا ہے' سو نجوم کے احکام اس لیے مذموم ہیں کہ یہ جہل ہیں نہ اس حیثیت سے کہ یہ علم ہیں' یہ علم حضرت ادریس علیہ السلام کا معجزہ تھا (دراصل وہ علم رمل تھا یعنی لکیروں سے زائچہ بنانے کا علم' وہ نجوم کا علم نہیں تھا) اب یہ علم مٹ چکا ہے' اور کبھی کبھار نجومی کی جو بات سچ نکلتی ہے وہ بہت نادر ہے اور محض اتفاق ہے' کیونکہ وہ کبھی بعض اسباب پر مطلع ہو جاتا ہے اور ان اسباب کے بعد مسبب اسی وقت حاصل ہوتا ہے' جب بہت ساری شروط پائی جائیں' جن کے حقائق پر مطلع ہونا بشر کی قدرت میں نہیں ہے' جیسے انسان کبھی بادل دیکھ کر بارش کا گمان کرتا ہے' حالانکہ بارش کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں' جن پر وہ مطلع نہیں ہوتا' اور جس طرح ہواؤں کا رخ دیکھ کر ملاح کشتی کو سلامتی سے لے جانے کا گمان کرتا ہے حالانکہ سلامتی کے اور بھی اسباب ہیں جن پر وہ مطلع نہیں ہوتا اور اس کا اندازہ کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۳۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قرطبی مالکی سے

علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے: جب اللہ سبحانہ نے علم غیب سے اپنی مدح فرمائی اور اس کو اپنے ساتھ خاص فرمالیا اور مخلوق سے اس کی نفی فرمادی تو اس میں یہ دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے رسولوں کا نفی کے اس عموم سے استثناء فرمایا اور وحی کے ذریعہ جتنا چاہا ان کو علم غیب عطا فرمایا اور اس کو ان کا معجزہ قرار دیا' اور ان کی نبوت کے صدق کی دلیل بنایا' اور نجومی اور کاہن وغیرہ جو مختلف حیلوں سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے رسول نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے غیب پر مطلع فرمائے' بلکہ کاہن اور نجومی اللہ کا کفر کرتا ہے اور اپنے حیلوں اور انکل پچو سے جو کچھ بیان کرتا ہے وہ اللہ سبحانہ پر افتراء ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! تم اپنے آپ کو علم نجوم سیکھنے سے بچاؤ' ستارے تو صرف اس لیے ہیں کہ جنگلوں اور سمندروں میں سفر کے وقت اندھیروں میں ان سے رہ نمائی حاصل کرو' نجومی تو جادوگر کی طرح ہیں اور جادوگر کافر کی طرح ہیں اور کافر دوزخ میں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۷۔ ۲۶ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ بیضاوی شافعی سے

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جس غیب کا علم اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں فرماتا ماسوا اپنے رسول کے تاکہ غیب کی خبر دینا اس کی نبوت کا معجزہ ہو جائے' اس آیت سے اولیاء اللہ کی کرامات کے بطلان پر استدلال کیا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کو غیب پر بلاواسطہ مطلع فرماتا ہے اور اولیاء اللہ کی جو کرامات ہوتی ہیں' ان کو فرشتوں کی وساطت سے غیب پر مطلع کیا جاتا ہے' جیسے ہمیں آخرت کے احوال پر انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے مطلع کیا جاتا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ رومی حنفی سے

علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ قاضی بیضاوی کی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر انبیاء علیہم السلام کو بھی مطلع فرماتا ہے اور اولیاء کرام کو بھی مطلع فرماتا ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اولیاء کو جو غیب کی اطلاع ہوتی ہے وہ ضعیف ہوتی ہے اور اس میں خفاء ہوتا ہے' اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی اطلاع دی جاتی ہے وہ اولیاء اللہ کی اطلاع سے بہت قوی اور مستحکم ہوتی ہے اور اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب

Marfat.com

کا کامل اظہار اور کشف جلی صرف اپنے چنے ہوئے رسولوں پر کرتا ہے' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو غیب پر مطلع کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے یا اس کے پاس فرشتہ بھیجتا ہے اور حفاظت کرنے والے فرشتوں سے اس وحی کی حفاظت فرماتا ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات اشاروں اور کنایوں پر مشتمل ہوتی ہیں' جیسے ان کی دعاؤں کو قبول فرمانا اور ان کی فراست کا صادق ہونا' کیونکہ اولیاء اللہ کا کشف غیر تام ہوتا ہے اور واضح نہیں ہوتا' امام ابواسحاق نے کہا: اولیاء اللہ کی کرامات ایسی ہوتی ہیں جیسے دعاؤں کا قبول ہونا اور ان کی کرامات معجزات کی مثل نہیں ہوتیں اور امام ابوبکر نے کہا: معجزات اور کرامات میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ معجزات کو ظاہر کریں' اولیاء اللہ پر واجب ہے کہ وہ اپنی کرامات کو چھپائیں اور ظاہر نہ کریں اور نبی اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے اپنے معجزہ کا دعویٰ کرتا ہے اور ولی کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرتا۔ الزجاج' واحدی اور صاحب المطالع نے کہا: جو شخص علم نجوم کی بناء پر کسی کی موت یا حیات کی خبر دے' یہ آیت اس کی تکفیر کرتی ہے کیونکہ وہ شخص قرآن مجید کا کفر کرتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ. (حاشیہ ابن التجید علی البیضاوی مع حاشیۃ القونوی ج ۱۹ ص ۳۶۷)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قونوی حنفی سے

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد القونوی الحنفی المتوفی ۱۱۹۵ھ بیضاوی کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کے ساتھ جو علم غیب مخصوص ہے' اس سے مراد علم بالذات ہے جو علم یقینی کامل ہے اور کسی سبب کے بغیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے کے سبب سے ہے' خواہ یہ اطلاع وحی سے دی جائے یا الہام سے یا اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں علم بدیہی پیدا کردے اور نجومیوں کا علم قواعد کے سبب سے ہے اور کاہنوں کا علم جنات کے خبر دینے کے سبب سے ہے کیونکہ جنات چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سن کر اس کی خبر کاہنوں کو دیتے تھے' پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم غیب کے مخصوص ہونے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا غیب بلاسب اور بالذات ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور وحی یا الہام کے سبب سے ہے۔

(حاشیۃ القونوی ج ۱۹ ص ۳۶۵)

نیز علامہ قونوی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ بلاواسطہ علم غیب عطا فرماتا ہے اور اولیاء اللہ کو فرشتوں کے واسطہ سے علم غیب عطا فرماتا ہے۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۹ ص ۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ ابوالحیان اندلسی سے

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ نے امام رازی کی تفسیر کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۳۰۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر حافظ ابن کثیر سے

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت کا عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی شخص بھی اس کے علم پر مطلع نہیں ہوتا ماسوا اس کے جس کو وہ خود اپنے کسی علم پر مطلع فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ اسماعیل حقی سے

علامہ اسماعیل حقی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس آیت سے کاہنوں اور نجومیوں کی دی ہوئی خبریں خارج ہو گئیں' کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی طرح اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور پسندیدہ بندے نہیں ہیں اور ان کی دی ہوئی خبریں الہام اور کشف کے طریقوں سے نہیں ہوتیں' بلکہ وہ علامات اور اندازوں سے خبر دیتے ہیں' اس لیے ان کی اکثر خبریں جھوٹی ہوتی ہیں اور جس شخص نے یہ کہا: میں جنات کی دی ہوئی غیب کی خبروں سے خبر دیتا ہوں وہ کافر ہو جائے گا' کیونکہ انسانوں کی طرح جنات بھی غیب کو نہیں جانتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اب کاہنوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ اب کوئی کہانت نہیں ہے کیونکہ اب جنات کو آسمانوں کے اوپر جانے سے روک دیا گیا ہے۔ ابن الشیخ نے کہا: جو علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا' ماسوا اللہ کے چنے ہوئے اور پسندیدہ بندوں کے' جو اللہ کے رسول ہیں اور جو علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' اس پر غیر رسول بھی مطلع ہوتا ہے' یا تو انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے یا دلائل مقررہ سے یا ترتیب مقدمات سے یا اللہ تعالیٰ بعض اولیاء پر بعض غیوب کا الہام فرما دیتا ہے یا فرشتہ کے واسطے سے' پس اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے سوا کسی کو کسی غیب پر مطلع نہیں فرماتا' کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ چنے ہوئے رسولوں کے علاوہ دوسروں کو بھی کچھ نہ کچھ غیب پر مطلع فرماتا ہے' جیسا کہ مشہور ہے کہ فرعون کے کاہنوں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی خبر دی تھی اور یہ خبر دی تھی کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھوں فرعون کی حکومت زائل ہو جائے گی اور بعض کاہنوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کے ظہور کی خبر دی تھی' اور وہ غیب کی اس خبر دینے میں صادق تھے اور تمام مذاہب اور ادیان والے اس پر متفق ہیں کہ خواب کی تعبیر کا علم صحیح ہوتا ہے اور خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی جاتی ہے اور وہ تعبیر بھی صادق ہوتی ہے' پھر یہ آیت درج ذیل آیت کی نظیر ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران: ۱۷۹)

اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع فرمائے لیکن اللہ جن کو چاہے غیب پر اطلاع کے لیے پسند فرما لیتا ہے اور وہ اللہ کے سب رسول ہیں۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۲۳۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعثتِ نبوی کے بعد کاہنوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور خواب کی تعبیر اشارات سے معلوم ہوتی ہے' وہ غیب کی خبر نہیں ہوتی۔

الجن: ۲۶ کی تفسیر غیر مقلد عالم شیخ شوکانی سے

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو جس قدر غیب پر چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے' پس کیا رسول کے لیے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس قدر غیب پر مطلع فرمایا ہے' اس میں سے وہ اپنی امت کے بعض افراد کو مطلع فرما دے؟ میں کہتا ہوں کہ ہاں! یہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی معرفت ہے ان سے یہ امر مخفی نہیں ہے' اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما رہے تھے اور آئندہ ہونے والے فتنوں میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲) اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مستقبل میں برپا ہونے والے فتنوں کی خبر دیتے تھے' جن کی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۹۱) حتیٰ کہ اکابر صحابہ حضرت حذیفہ سے ان فتنوں کے متعلق سوال کرتے تھے اور اس طرح

Marfat.com

کی بہت زیادہ احادیث ہیں' اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے گی اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے بعض صالحین کو غیب کی ان خبروں کے ساتھ خاص کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں' اور وہ صالحین اپنے بعد کے لوگوں کو ان غیب کی خبروں پر مطلع کر دیں اور صالحین کی کرامات اسی طور سے ہیں اور یہ سب فیض ربانی ہے' جو حضرت رسالت کے واسطہ سے حاصل ہوا ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۱۴۔۴۱۳' دار الوفاء' ۱۴۱۸ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ آلوسی حنفی سے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

صرف اللہ سبحانہ ہر غیب کا عالم ہے اور وہ اپنے اس مخصوص غیب کی کامل اطلاع اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیتا' تاکہ وہ اس غیب کے علم کے ساتھ منفرد رہے اور کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ مخلوق کا کوئی فرد خالق کے علم کے مساوی ہے' البتہ اللہ سبحانہ اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے اس غیب میں سے جس قدر چاہتا ہے علم عطا فرماتا ہے۔

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسول کے اوپر بعض ان غیوب کو ظاہر فرماتا ہے' جن کا تعلق اس کی رسالت سے ہوتا ہے تاکہ یہ غیب کی خبریں اس کی رسالت کا معجزہ ہو جائیں یا اس غیب کا تعلق احکامِ شرعیہ اور ان کی جزاء سے متعلق ہوتا ہے اور اسی طرح کے اور دوسرے غیوب جن کا تعلق وظائف رسالت سے ہوتا ہے' اور جب اللہ جل وعلا رسول کی طرف اس غیب کی وحی فرماتا ہے تو اس وحی کی تمام جوانب سے حفاظت فرماتا ہے تاکہ جنات اور شیاطین اس کے درپے نہ ہوسکیں۔

اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

صوفیہ میں سے شیخ محی الدین قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ ولی پر بھی فرشتہ نازل ہوتا ہے اور اس کو کبھی کبھی بعض مغیبات کی خبریں دیتا ہے اور انہوں نے اس مؤقف پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○ (حٰم السجدہ: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر جمے رہے ان کے اوپر فرشتے یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں: تم نہ خوف کرو نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا○

البتہ یہ ضرور ہے کہ فرشتوں کی اس وحی سے ان کو ظن حاصل ہوتا ہے اور اس طرح کا علم حاصل نہیں ہوتا جس طرح فرشتوں کی وحی سے رسول کو علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی ان کو الہام کیا جاتا ہے اور کبھی ان کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۶۹۔۱۶۵' ملتقطاً وملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر سید مودودی سے

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی غیب کا پورا علم اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور یہ مکمل علم غیب وہ کسی کو بھی نہیں دیتا۔

یعنی رسول بجائے خود عالم الغیب نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جب اس کو رسالت کا فریضہ انجام دینے کے لیے منتخب فرماتا ہے تو غیب کے حقائق میں سے جن چیزوں کا علم وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ سے غیب کے حقائق کا علم رسول کے پاس بھیجتا ہے تو اس کی نگہبانی کے لیے ہر طرف فرشتے مقرر فرما دیتا ہے تاکہ وہ علم نہایت محفوظ طریقہ سے رسول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۲۱ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ستمبر ۱۹۹۰ء)

الجن: ۲۶ کی تفسیر مفتی محمد شفیع دیوبندی سے

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی قیامت کے وقتِ معین سے میری بے خبری اس لیے ہے کہ میں عالم الغیب نہیں' بلکہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ رب العالمین کی خصوصی صفت ہے' اس لیے وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی غالب وقادر نہیں بناتا۔ یہاں ''عالم الغیب'' میں ''الغیب'' کا الف لام استغراقِ جنس کے لیے ہے (کمافی الروح عن الرضی) یعنی عالم ہر فردِ غیب اور جنسِ غیب کا اور ''علٰی غیبہ'' میں غیب کی اضافت اللہ کی طرف کرنے سے بھی اسی استغراق اور جامعیّت کا اظہار مقصود ہے' یعنی ہر فرد وجنسِ غیب کا علم جو اللہ رب العالمین کا مخصوص وصف ہے' اُس پر وہ کسی کو قادر وغالب نہیں کرتا کہ کوئی جس غیب کو چاہے معلوم کر لے۔

مقصود اس کلام سے علمِ غیب کُلّی کا جس سے جہان کا کوئی ذرّہ مخفی نہ ہو' اُس کی غیر اللہ سے نفی اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اثبات ہے' لیکن کسی بے وقوف کو اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی غیب کی چیز کی خبر نہیں تو پھر وہ رسول کیا ہوئے' کیونکہ رسول کے پاس تو اللہ تعالیٰ ہزاروں غیب کی خبریں بذریعہ وحی بھیجتے ہیں اور جس کے پاس اللہ کی وحی نہ آئے وہ نبی ورسول نہیں کہلا سکتا۔ اس لیے آگے آیت میں ایک استثناء کا ذکر فرمایا۔

علمِ غیب اور غیبی خبروں میں فرق

''اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا'' (الجن: ۲۷)۔

حاصل استثناء کا اُس سفیہانہ شبہ کا یہ جواب ہے کہ علمِ غیب کلی کی نفی سے ہر غیب کی نفی مطلقاً مراد نہیں' بلکہ منصبِ رسالت کے لیے جس قدر علمِ غیب کی خبروں اور غیب کی چیزوں کا علم کسی رسول کو دینا ضروری ہے' وہ اُن کو منجانب اللہ بذریعہ وحی دے دیا جاتا ہے اور وہ ایسے محفوظ طریقے سے دیا جاتا ہے کہ جب ان پر اللہ کی طرف سے کوئی وحی نازل ہوتی ہے تو اُس کے ہر طرف فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے تاکہ شیاطین اُس میں کوئی مداخلت نہ کرسکیں۔ اس میں اوّل تو لفظ رسول سے اُس غیب کی نوعیت متعیّن کر دی گئی جس کا علم رسول ونبی کو دیا جاتا ہے اور وہ ظاہر ہے علمِ شرائع واحکام بتمامہ اور غیب کی خبریں بقدرِ ضرورتِ وقت۔ اس کے بعد جو علمِ غیب رسول ونبی کو دیا جاتا ہے' اُس کی نوعیت اگلے جملے سے یوں بھی متعین کر دی کہ وہ بذریعہ فرشتوں کے بھیجا جاتا ہے اور وحی لانے والے فرشتے کے گرد دوسرے فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس استثناء سے جس علمِ غیب کا نبی ورسول کے لیے اثبات ہے' وہ بعض اور مخصوص علمِ غیب ہے جس کی ضرورت منصبِ رسالت کے لیے درپیش ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ استثناء اصطلاحی لفظوں میں استثناء منقطع ہے' یعنی جس علمِ غیبِ کُلی کی اصل کلام میں غیر اللہ سے نفی کی گئی تھی' مستثنیٰ میں اُس کا اثبات نہیں بلکہ مخصوص علوم غیبیہ کا اثبات ہے' جس کو قرآن کریم میں جابجا ''انبآء الغیب'' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے' ''تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ'' (ھود: ۴۹)۔

بعض ناواقف غیب اور ''انبآء الغیب'' میں فرق نہیں سمجھتے' اس لیے وہ انبیاء اور خصوصاً خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب کلی ثابت کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب ہر ہر ذرۂ کائنات کا علم رکھنے

Marfat.com

والا کہنے لگتے ہیں' جو کھلا ہوا شرک اور رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے' نعوذ باللہ منه ۔ اگر کوئی شخص اپنا خفیہ راز کسی اپنے دوست کو بتلا دے جو اور کسی کے علم میں نہ ہو تو اس سے دنیا میں کوئی بھی اس دوست کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ہزاروں غیب کی چیزوں کا بذریعہ وحی بتلا دینا اُن کو عالم الغیب نہیں بنا دیتا' خوب سمجھ لیا جائے۔

جاہل عوام جو ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرتے' جب اُن کے سامنے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں' وہ اس کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کسی غیب کی چیز کی خبر نہیں' جس کا دنیا میں کوئی قائل نہیں اور نہ ہو سکتا ہے' کیونکہ ایسا ہونے سے تو خود نبوت و رسالت کی نفی ہو جاتی ہے جس کا کسی مؤمن سے امکان نہیں۔

آخر سورت میں فرمایا: ''وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا'' (الجن: ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات خاص ہے جس کے علم میں ہر چیز کے اعداد و شمار ہیں۔ اُس کو پہاڑوں کے اندر جتنے ذرّے ہیں اُن کا بھی عدد معلوم ہے' ساری دنیا کے دریاؤں میں جتنے قطرے ہیں ان کا شمار اُس کے علم میں ہے' ہر بارش کے قطروں اور تمام دُنیا کے درختوں کے پتوں کے اعداد و شمار کا اُسی کو علم ہے۔ اس میں پھر علم غیب کُلّی کا ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا واضح کر دیا کہ کسی کو مذکورہ استثناء سے غلط فہمی نہ ہو جائے۔

(معارف القرآن ج ۸ ص ۵۸۳ ۔ ۵۸۱' ادارہ معارف القرآن' کراچی' ۱۴۱۴ھ)

الجن: ۲۶ کی تفسیر سید نعیم الدین مراد آبادی سے

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے' کسی کو مسلط نہیں کرتا یعنی اطلاع کامل نہیں دیتا' جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے تو انہیں غیب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے' اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے' مگر انبیاء کا علم بہ اعتبار کشف وانجلاء اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کی وساطت اور ان ہی کے فیض سے ہوتے ہیں۔

معتزلہ ایک گم راہ فرقہ ہے' وہ اولیاء کے لیے علم غیب کا قائل نہیں' اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں' بیان مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے' سید الرسل' خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے' جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کے لیے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔

(خزائن العرفان بر کنز الایمان ص ۹۱۷' تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

ہم نے اس آیت کی تفسیر میں بہ کثرت مفسرین کی عبارات پیش کی ہیں' علامہ قرطبی' علامہ رومی' علامہ قونوی اور علامہ اسماعیل حقی کی عبارات اس لیے پیش کیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ نجومیوں' کاہنوں اور جادوگروں کو علم غیب عطا کرنے کے مسئلہ میں امام رازی سے اختلاف کرنے میں ہم منفرد نہیں ہیں' دیگر مفسرین نے بھی ان کے علم غیب کا انکار کیا ہے اور باقی مفسرین کی عبارات اس لیے پیش کی ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب اور آپ کے واسطے سے علم غیب اجماعی عقیدہ ہے' جس کو ہر مکتبہ فکر کے علماء مانتے ہیں۔

امام احمد رضا کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علم کا فرق

امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ لکھتے ہیں: کسی علم کی حضرت عزّوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے

Marfat.com

غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

(۱) علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطاء غیر ہے۔

(۲) علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر فکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

(۳) علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

(۴) علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

(۵) علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر' تبدل' فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

(٦) علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ آتیہ (مستقبلہ) موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے' جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں' خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام ص ٦)

نیز امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اوّلین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے' کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۴٦' نوری کتب خانہ' لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے علوم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا ہے جیسے قطرہ کے مقابلہ میں سمندر ہو اور اللہ کے علم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے۔ کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔

امام احمد رضا کے نزدیک عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مؤمن کی نسبت صریح لفظ ''یعلم الغیب'' وارد ہے' کمافی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری' بلکہ خود حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: ''کان یعلم علم الغیب'' مگر ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہٗ کے ساتھ خاص ہے کہ اوس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: ''المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب'' اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وما کان وما یکون کے عالم ہیں' مگر عالم الغیب صرف اللہ عز وجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً عزت وجلالت والے ہیں' تمام عالم میں اون کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عز وجل ومحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں' نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف

Marfat.com

میں فرماتے ہیں: ''کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق '' یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلاقید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ص۸۱' مکتبہ رضویہ' کراچی)

علم کلی کی تحقیق

الجن: ۲۶ میں ہم نے علم غیب کے تمام اہم موضوعات پر بحث کی ہے تاہم یہ مبحث ادھورا رہے گا' اگر یہ نہ بتایا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب عطا کیا گیا ہے آیا وہ کُلی ہے یا نہیں؟ سو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کُلی علم عطا کیا گیا ہے' اور کُلی علم کا معنی یہ ہے کہ وہ کل مخلوقات کا علم ہے نہ کہ خالق کا کل علم ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس علم کُلی کو ما کان و ما یکون کے علم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی بار بار وضاحت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کو علم کلی دفعۃً دیا گیا یا تدریجاً دیا گیا ہے' بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم کلی دفعۃً عطا کیا گیا ہے اور بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم کلی تدریجاً عطا کیا گیا ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ علم کلی آپ کو اجمالاً دفعۃً عطا کیا گیا اور تفصیلاً آپ کو علم کلی تدریجاً عطا کیا گیا' اب ہم پہلے دفعۃً علم کلی عطا کیے جانے کے دلائل پیش کریں گے اور پھر تدریجاً علم کلی عطا کیے جانے کے دلائل پیش کریں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق وبه الاستعانة یلیق.

قرآن مجید سے علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے دلائل

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے○ (النساء: ۱۱۳)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اولین اور آخرین کی خبروں اور ''ما کان و ما یکون'' (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ مستقبل میں ہو گا) میں سے جس کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اس سب کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دے دیا۔ (جامع البیان جز۵ص۳۷۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمان بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: آپ کو دنیا اور آخرت کے بیان کا علم دیا اور حلال اور حرام کا علم دیا' تاکہ اس علم سے آپ اللہ کی مخلوق کے سامنے استدلال کریں۔

ضحاک نے کہا: آپ کو خیر اور شر کا علم دیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج۴ص۱۰۶۴' رقم الحدیث: ۵۹۵۸۔۵۹۵۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

آپ احکام میں سے جو کچھ نہیں جانتے تھے اور ایک قول ہے: آپ علم غیب سے جو کچھ نہیں جانتے تھے اس کا علم آپ کو دے دیا۔ (معالم التنزیل ج۱ص۷۰۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

Marfat.com

(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان کے اسرار پر آپ کو مطلع کیا اور ان کے حقائق سے آپ کو آگاہ کیا حالانکہ اس سے پہلے آپ کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا' اسی طرح آئندہ بھی آپ کو مطلع فرمائے گا تا کہ منافقین آپ کو پھسلانے پر قادر نہ ہوسکیں۔

(۲) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اوّلین کی خبروں سے مطلع کیا تا کہ آپ منافقین کے مکروفریب سے محفوظ رہیں' اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم عطا فرمایا' اس کے متعلق ارشاد کیا: وہ بہت کم ہے" وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا " (بنی اسرائیل:۸۵) اور صرف آپ کے علم کے متعلق فرمایا: وہ عظیم ہے" وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا " (النساء:۱۱۳) یہ آپ کے علم کے شرف عظیم پر دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۷۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

آپ مخفی چیزوں اور اُمورِ دین اور احکام میں سے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۳۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تفسیر بیضاوی کی شرح میں علامہ اسماعیل بن محمد قونوی حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کو ان مخفی اُمور کا علم دے دیا جو غیب ہیں' جن کا حواس ادراک کر سکتے ہیں نہ بداہت عقل ان کا تقاضا کرتی ہے۔

(حاشیۃ القونوی ج ۷ ص ۲۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ علاء الدین علی بن محمد الخازن المتوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں:

آپ کو احکام شرع اور اُمورِ دین میں سے جن کا علم نہیں تھا' ان کا علم آپ کو دے دیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو علمِ غیب سے جن چیزوں کا علم نہیں تھا' آپ کو ان کا علم دے دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو مخفی چیزوں' دلوں کی باتوں' منافقین کے احوال اور ان کے مکروفریب کا علم دے دیا۔ (تفسیر الخازن ج ۱ ص ۴۲۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

آپ جن مخفی اُمور اور غیب کو نہیں جانتے تھے ان کا علم آپ کو دے دیا۔

(روح البیان ج ۲ ص ۳۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

آپ جن مخفی اُمور' دل کی باتوں' منافقوں کی سازشوں' اُمورِ دین اور احکام شرع کو نہیں جانتے تھے' ان سب کا علم آپ کو دے دیا اور آپ کو دین کے اسرار سے مطلع اور حقائقِ شرع سے واقف کر دیا۔ (روح المعانی جز ۴ ص ۲۱۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال احتبس عنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات غداة من صلوة الصبح حتى كدنا نترا اى عين الشمس فخرج سريعا فثوب بالصلوة فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وتجوز فى صلوته فلما سلم دعا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں آنے کے لیے دیر کی' حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر نماز پڑھائی' پھر آپ نے سلام پھیر کر بہ آوازِ

Marfat.com

بصوته فقال لنا على مصافكم كما انتم ثم انفتل الينا فقال اما انی ساحدثكم ما حبسنی عنكم الغداة انی قمت من الليل فتوضات فصليت ما قدر لی فنعست فی صلوتی فاستثقلت فاذا بربی تبارك و تعالٰی فی احسن صورة فقال يا محمد قلت رب لبيك قال فيم يختصم الملأ الاعلی قلت لا ادری رب قالها ثلاثا قال فرايته وضع كفه بين كتفی قد وجدت برد انامله بين ثديی فتجلالی كل شئی وعرفت. الحديث الی ان قال' قال ابو عيسی هذا حديث حسن صحيح سالت محمد ابن اسماعيل عن هذا الحديث فقال هذا صحيح.

بلند ہم سے فرمایا: جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو' پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا: میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہوگئی۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی' پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی' پھر مجھے گہری نیند آ گئی۔ اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا' اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں' فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ آپ نے کہا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی' پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی ص ۴۶۶' رقم الحدیث: ۳۲۳۳' مطبوعہ نور محمد' کراچی)

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے' میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

شعیب الارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس حدیث کی مزید تخریج اس طرح کی ہے:

مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ قدیم' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸۔ رقم الحدیث: ۳۴۸۴' طبع جدید مؤسسۃ الرسالۃ' تفسیر عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۶۹' العلل المتناهیہ ج ۱ ص ۳۴' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۶۸۲' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۳۲۰' الشریعۃ للآجری ص ۴۹۶' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۴۶۹' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۰' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۱۲۸۔

واضح رہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اتانی ربی فی احسن صورة فقال يا محمد فقلت لبيك ربی وسعديك قال فيم يختصم الملأ الاعلی قلت ربی لا ادری فوضع يده بين كتفی حتی وجدت بردها بين ثديی فعلمت ما بين المشرق والمغرب.

(سنن ترمذی ص ۴۶۶۔ رقم الحدیث: ۳۲۳۴' مطبوعہ نور محمد' کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا' میرے رب نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: حاضر ہوں یارب! فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی' پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

Marfat.com

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اتانی ربی عزوجل اللیلة فی احسن صورة احسبه یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیم یختصم الملأ الاعلی قال قلت لا قال النبی صلی الله علیه وسلم فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردها بین ثدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض. (مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں: آپ نے فرمایا: نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فوضع کفیه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی حتی تجلی لی ما فی السموات وما فی الارض. (مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا' میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتیٰ کہ میرے لیے وہ تمام چیزیں منکشف ہوگئیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔

امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی۔

فتجلی لی کل شیء وعرفت. الحدیث

پھر میرے لیے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو پہچان لیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۴۲۲۔ رقم الحدیث: ۲۲۱۰۹' مؤسسة الرسالة' بیروت' تہذیب الکمال ج ۷ اص ۲۰۵' صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۵۴۲' المعجم الکبیر ج ۲۰۔ رقم الحدیث: ۲۱۶' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۴۴' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۶۶۸' المعجم الکبیر ج ا۔ رقم الحدیث: ۲۹۰)

سنن ترمذی کی ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو علم کلی دفعۃً عطا کیا گیا' اسی طرح درج ذیل حدیث بھی اس مطلوب پر دلالت کرتی ہے:

عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها ومغاربها. (صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۹۰' کراچی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے' نیز امام ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۲۷' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۸' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸)

Marfat.com

اور یہ حدیث بھی اسی مطلوب پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لیے اٹھالیا اور میں دنیا کی طرف اور قیامت تک دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ان ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں' جو اللہ عزوجل کے حکم سے روشن ہیں' اس نے اپنے نبی کے لیے ان کو روشن کیا' جس طرح پہلے نبیوں کے لیے روشن کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۱' الجامع الکبیر رقم الحدیث: ۴۸۴۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۷۹_۳۱۸۱۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے' اس میں سعید بن سنان رہاوی ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷)

ان احادیث کے علاوہ اب ہم چند ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں' جن میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے ما کان وما یکون کی خبریں دی ہیں:

''ما کان وما یکون'' کے علم کے ثبوت میں احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو اُمور پیش ہونے والے تھے آپ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب اُمور بیان کر دیئے' جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا' اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے' ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا' جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں' جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۰۴' صحیح مسلم کتاب الجنۃ: ۲۳_ رقم الحدیث: ۱۳۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵' جامع الاصول ج ۱۱_ رقم الحدیث: ۸۸۸۲)

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی' آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں ''ما کان وما یکون'' (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں' پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۰۲۹' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۹۲' جامع الاصول ج ۱۱_ رقم الحدیث: ۸۸۸۵' الاحاد والمثانی ج ۴_ رقم الحدیث: ۲۱۸۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ہمیں مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں' حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۹۲' امام احمد نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے' مسند احمد ج ۱۴_ رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰' طبع دار الحدیث' قاہرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے' جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ وانک مامون علی کل غائب

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں''

Marfat.com

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے' آپ کے چہرۂ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔فرمایا:''افلحت یا سواد ''اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔اس حدیث کو بہ کثرت علماء اسلام نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔بعض علماء کے اسماء یہ ہیں:امام ابونعیم' امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' علامہ ابن عبدالبر' علامہ سہیلی' علامہ ابن الجوزی' حافظ ابن کثیر' علامہ بدرالدین عینی' علامہ جلال الدین سیوطی' علامہ حلبی' شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی' علامہ محمد بن یوسف الصالی الشامی۔(دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ص ۱۱۴' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ص ۲۵۱' استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ص ۱۲۴' الروض الانف ج ۱ص ۱۴۰' الوفاج ۱ص ۱۵۳' السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۱ص ۳۴۶' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸' الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۱' بیروت' انسان العیوب ج ۱ص ۳۲۴' مختصر سیرت الرسول ص ۶۹' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۲ص ۲۰۹)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وعلمك ما لم تكن تعلم من خبر الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن.

اوّلین اور آخرین کی خبروں اور ما کان و ما یکون میں سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا۔

(جامع البیان جز ۵ص ۳۷۳' بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

واما تعلق عقدة من ملكوت السموت والارض وخلق الله وتعيين اسماء الحسنى واٰياته الكبرى وامور الاخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والاشقياء وعلم ما كان وما يكون مما لم يعلمه الا يوحى.

(الشفاء ج ۲ص ۱۰۰' ملتان)

آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں' اللہ تعالیٰ کی مخلوق' اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین' آیاتِ کبریٰ' اُمورِ آخرت' علاماتِ قیامت' اچھے اور بُرے لوگوں کے احوال اور ما کان و ما یکون کا علم اس قبیل سے ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وحی کے نہیں جانا۔آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں' اللہ تعالیٰ کی مخلوق' اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین' آیاتِ کبریٰ' اُمورِ آخرت' علاماتِ قیامت' اچھے اور بُرے لوگوں کے احوال اور ما کان و ما یکون کا علم اس قبیل سے ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وحی کے نہیں جانا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ان علمه (صلى الله عليه وسلم) محيط بالكليات والجزئيات. (المرقات ج ۱۰ص ۱۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلیات اور جزئیات کو محیط ہے۔

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں:

كون علمها من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق و دقائق وعوارف و معارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها انما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده صلى الله تعالى عليه وسلم.

لوح و قلم' علومِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم انواع انواع ہیں' کلیات' جزئیات' حقائق' دقائق' عوارف اور معارف کہ ذات و صفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے' پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

(الزبدۃ شرح قصیدہ بردہ ص ۱۱۶ مطبوعہ پیر جو گوٹھ سندھ ۱۴۰۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الثانية والاربعون اطلاع على ما سيكون الثالثة والاربعون الاطلاع على ما كان مما لم ينقله احد قبله. (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷)

نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما یکون (اُمورِ مستقبلہ) کا علم ہو اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما کان (اُمورِ ماضیہ) کا علم ہو جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

(انزله بعلمه) ای متلبسا بعلمه المحيط الذی لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموت والارض ومن هنا علم صلی الله علیه وسلم ما كان وما هو كائن. (روح المعانی ج ۶ ص ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کے ساتھ تجلی کر کے حضور پر قرآن نازل کیا' جس صفت علم سے آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ غائب نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما کان وما یکون کو جان لیا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

فلم یقبض النبی صلی الله علیه وسلم حتی علم كل شئی یمکن العلم به. (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز شیخ مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔ (توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۱۲)

علم کلی تدریجاً عطا کیے جانے کے دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ. (ھود: ۱۲۰)

رسولوں کی خبروں میں سے ہم آپ کو وہ بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو ثابت اور برقرار رکھیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ. (المومن: ۷۸)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسول بھیجے' ان میں سے بعض کا قصہ ہم نے آپ سے بیان فرمایا اور بعض کا قصہ ہم نے آپ سے بیان نہیں فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ما کان وما یکون کا علم ہے' وہ قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور قرآن مجید دفعۃً نازل نہیں ہوا' بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تدریجاً تیئس سال میں نازل ہوا ہے' پس جب بھی کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اضافہ کرتی' حتیٰ کہ قرآن مجید کا نزول مکمل ہو گیا' پس ہر چیز کی تفصیل اور اس کا بیان مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اوپر نعمت کو مکمل کر دیا جیسا کہ اس نے قرآن میں اس کا وعدہ فرمایا ہے' پس اگر قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے یہ اعتراض کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض نبیوں کا قصہ

Marfat.com

بیان نہیں کیا گیا' یا آپ کو منافقین کا علم نہیں تھا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا کسی واقعہ میں توقف فرمایا (جیسا کہ اصحابِ کہف' ذوالقرنین اور روح کے سوال کے موقع پر ایسا ہوا) حتیٰ کہ وحی نازل ہو گئی اور آپ پر سوال کردہ اُمور منکشف ہو گئے' تو وہ قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان ہونے کے منافی نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی ہونے کے منافی ہے' جیسا کہ کسی بھی عقل مند پر مخفی نہیں ہے۔

پس منکرین علمِ غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے لیے جب بھی بعض واقعات اور روایات سے استدلال کریں گے' خواہ ان واقعات اور روایات کی تاریخ کا علم نہ ہو تو ان کا استدلال باطل ہو گا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے کا ہو اور آپ کے علم کلی کی تکمیل قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے' اور اگر وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد کا ہو تو منکرین کو اس پر صریح نص پیش کرنی ہوگی اور اس کے بغیر ان کا دعویٰ محض باطل ہو گا اور منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تقصیر اور تنقیص اس کے بغیر ثابت نہیں کر سکتے۔

اور اگر بہ فرض محال وہ کوئی ایسی روایت لے آئیں' جس کے متعلق قطعیت سے ثابت ہو کہ وہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد کی ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علم کی نفی ہوتی ہو' تب بھی وہ ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۗ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝'' (النساء: ۱۱۳) اور اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا' جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اور ہم اس آیت قطعی الدلالۃ سے آپ کا علم کلی ثابت کر چکے ہیں اور جو روایات خبر واحد کے قبیل سے ہوں اور وہ قرآن مجید کے معارض ہوں تو ان کو نہ سنا جاتا ہے' نہ قبول کیا جاتا ہے بلکہ ان کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور منکرین کے سرخیل شیخ انیٹھوی نے لکھا ہے کہ عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں' قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں' خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱' مطبع بلالی' ہند)

سو منکرین پر لازم ہے کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی آیت یا حدیث متواتر کی طرح کوئی ایسی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ روایت پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا اصلاً علم نہیں ہوا اور اس طرح نہ ہو کہ آپ کو علم تو تھا لیکن آپ نے اس کو مخفی رکھا' کئی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ کو ان کا علم تھا' لیکن آپ نے ان کو ظاہر نہیں کیا اور اس کو مخفی رکھا اور اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہو کہ مکمل توجہ کے بعد بھی آپ کو علم نہیں ہوا کیونکہ بسا اوقات آپ کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ کی توجہ نہیں ہوتی۔ (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ص ۸۵۔۸۳ ملخصاً' مرکز اہل السنۃ برکات رضا' ۱۴۲۳ھ)

النساء: ۱۱۳ سے علم کلی کے استدلال پر شبہات کے جوابات

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۗ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۱۱۳)

ہم نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سب کچھ بتلا دیا جسے پہلے آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے ۝

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا ہے اور علماء اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ ''ما'' اپنے عموم اور استغراق میں قطعی ہے اور قطعی کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (توضیح تلویح ص ۷۹' مطبع نور محمد اصح المطابع) اس لیے اگر بعض مفسرین نے یہاں ''مالم تکن تعلم'' (جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے) کو احکام شریعت کے ساتھ مقید کیا ہے تو وہ

Marfat.com

ناقابل التفات ہے' اس آیت کا صریح مفاد اور قطعی مدلول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' خواہ وہ احکامِ شرعیہ ہوں یا اُمورِ دنیویہ' اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ تمام اُمور آپ کو بتلا دیئے۔

رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کے بعد باقی قرآن کیوں نازل ہوتا رہا' اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ سورۂ نساء مدنی سورتوں میں سے ہے اور کون سی سورت آخری ہے اس پر اتفاق نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سورۂ نساء کی چند آیات قرآن مجید کی آخری آیات ہیں۔ (الاتقان ج۱ص ۱۱۴' دار الکتب العربی' بیروت) لہٰذا جب کہ آخری سورت اور آخری آیت کا تعین قطعی نہیں ہے تو غیر قطعی چیز قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی۔ ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے' "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" (النساء:۱۱۳) آپ اس سے پہلے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتلا دیا' کے بعد بھی قرآن مجید نازل ہوتا رہا تو یہ ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ بعض احکام اور واقعات کے معلوم ہونے کے بعد بھی آپ پر قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ دیکھیں قرآن کریم میں نماز کی فرضیت سے متعلق تقریباً سو آیات نازل ہوئیں۔ ظاہر ہے اس کا علم تو ایک مرتبہ نازل ہونے سے ہو گیا تھا باقی آیتوں کا نزول تعلیم کے سبب نہیں' اور حکمتوں کے پیش نظر ہوا۔ سورۂ فاتحہ کا دو مرتبہ نزول ہوا' قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کئی بار نازل ہوئیں' پس تعلیم کے لیے تو ایک مرتبہ نازل ہونا کافی تھا' ایک مرتبہ کے بعد جو سورۃ اور آیات نازل ہوئی ہیں وہ دیگر حکمتوں کی بناء پر تھیں' جنہیں اللہ اور اس کا رسول جانے۔ بہر حال ان کا نزول تعلیم کے لیے نہیں تھا۔ وضو اور نماز پہلی نماز کے ساتھ فرض ہوئے' لیکن آیت وضوء سورۂ مائدہ میں مدینہ میں نازل ہوئی' اسی طرح پانچ نمازیں شب معراج مکہ میں فرض ہوئیں اور نماز پڑھنے کی تفصیل حضور کو پہلی وحی کے ساتھ معلوم تھی' اس سے معلوم ہوا کہ آیت کے نزول سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام اور واقعات کا علم ہوتا تھا۔ آیات صرف تعلیم کے لیے نازل نہیں ہوتی تھیں' اس لیے اگر "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" (النساء:۱۱۳) کے بعد بھی قرآن کریم نازل ہوتا رہا تو اس سے قطعی طور پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تعلیم احکام واخبار کے لیے ہی نازل ہوتا ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ غیر قطعی چیز قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا یہ معارضہ کرنا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ:۱۵۱) (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے○

اور یہ کہا جائے کہ یہاں بھی "ما" کا عموم قطعی ہے تو چاہیے کہ امت کا بھی علم کلی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ "یعلمکم" میں ضمیر "کم" بھی جمع ہے اور "مالم تکونوا تعلمون" بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو تقسیم احاد کی طرف احاد کی ہوتی ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ امت کے جمیع افراد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ بتلا دیا جو سب وہ نہیں جانتے تھے۔ اس سے مساوات کا شبہ نہ ہو کیونکہ حضور تنہا ان تمام باتوں کو جانتے ہیں جن باتوں کو تمام امت مل کر جانتی ہے' پھر جس کو جو کچھ بتا دیا وہ اس سے آگے نہیں بڑھا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں' اس کو وہ بتایا ہوا ہی یاد ہو (جیسا کہ عنقریب احادیث سے ثابت ہوگا کہ حضور نے تو ابتداء خلق سے لے کر سب کچھ بتا دیا تھا' جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام علم محفوظ ہے اور ہر آن ترقی پذیر ہے اور ان کا مولیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کا علم بڑھتا رہے۔

ارشاد فرمایا:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا○ (طٰہٰ:۱۱۴) آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اور زیادتی فرما○

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری میں تو صحابہ کرام کو احکام اور خبار کی تعلیم دیتے ہی تھے۔ وصال کے بعد بھی آپ نے امتیوں کو محروم نہیں رکھا اور قیامت تک آپ کا فیضان جاری ہے اور آپ امت مسلمہ کو تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الی قولہ تعالیٰ) وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۔ (الجمعہ: ۳۔۲) (حضور) صحابہ کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں (الیٰ قولہ تعالیٰ) اور ان بعد والوں کو بھی جو ابھی تک صحابہ سے واصل نہیں ہوئے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے اور جو بعد میں آئیں گے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ عجمی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی' جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۔ (الجمعہ: ۳) اور ان میں سے دوسروں کو بھی تعلیم دیتے ہیں جو ابھی پہلوں کے ساتھ نہیں ملے۔

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ اس نے دو یا تین بار سوال کیا' اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ نے فرمایا: اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہو تو اس کو وہ لوگ حاصل کرلیں گے جو اس کی قوم سے ہوں' ایک روایت میں ہے: اس کو فرزندانِ فارس حاصل کرلیں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۹۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۴۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۶۰)

ابن زید اور مقاتل بن حیان نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۸۴۔۸۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

عرب' روم' عجم وغیرہم قیامت تک آنے والے تمام مسلمان اس میں شامل ہیں اور حدیث میں فرزندانِ فارس کا ذکر بہ طور مثال کیا گیا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۸ ص ۱۳۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ہم نے تبیان القرآن ج ۱۱ میں الجمعہ: ۳ کی تفسیر میں بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد کے مسلمانوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں' سو اس جگہ اس کا بھی مطالعہ فرمائیں' اور مزید شرح صدر کے لیے ہم مستند علماء کے لکھے ہوئے واقعات پیش کر رہے ہیں' جس سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد کے مسلمانوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں:

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور استفادہ جائز ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ اس امت کے بے شمار کاملین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ شیخ سراج الدین الملقن ''طبقات اولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا: میں ظہر سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے اباجان! میں ایک عجمی شخص ہو کر

Marfat.com

فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح لب کشائی کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو! میں نے اپنا منہ کھولا آپ نے میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اب وعظ کرو اور لوگوں کو محبت اور حکمت سے اللہ کے دین کی طرف دو اور نصیحت کرو۔ میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا' میرے پاس خلقت کا ایک اژدھام جمع ہو گیا اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مجلس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما ہیں۔ فرمانے لگے: اے بیٹے! وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے ابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: منہ کھولو! میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ بار میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا' میں نے عرض کیا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر۔ اس کے بعد آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک فکر کا غوطہ زن میرے دل کے سمندر کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہا ہے اور تہ سے حقائق و معارف کے موتی نکال کر میرے سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور زبان اور سینہ کے درمیان کھڑا ایک سفیر ترجمان زبان سے کہہ رہا ہے: اچھی عبادت کی نفیس قیمت ادا کر کے ان موتیوں کو خرید لو اور خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی نے شیخ کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کیا کرتے اور شیخ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت وظائف حاصل کرتے تھے۔ ایک بار صرف ایک رات میں شیخ کو سترہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اس رات کی زیارتوں میں سے ایک زیارت میں سرکار نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے زیادہ بے قرار نہ ہوا کرو۔ نہ جانے کتنے اولیاء اللہ میری زیارت کی حسرت میں ہی فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ ''لطائف المنن'' میں لکھتے ہیں: ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اے میرے سردار! اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے کیونکہ آپ بہت سے شہروں میں گئے ہیں اور آپ نے بہت سے نیک لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ ابو العباس مرسی نے کہا: قسم بہ خدا! میں اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے مصافحہ نہیں کرتا' اور شیخ مرسی نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل پاؤں تو اس ساعت اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: کتابوں میں اس قسم کی عبارتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲۔۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

سلف اور خلف سے یہ بات مسلسل منقول چلی آرہی ہے کہ جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھتے ہیں اور انہیں اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے' جو مجھے نیند میں دیکھے گا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا' وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں بھی دیکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' جن میں ان کو تردد اور پریشانی رہتی ہے اور حضور ان کے لیے مسئلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ان کا تردد ختم اور پریشانی دور ہو جاتی ہے اور بغیر کسی زیادتی اور کمی کے فی الواقع ایسا ہی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

پھر تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کی معین ذات مبارکہ میں منحصر نہیں ہے' کیونکہ آپ کی زیارت کے وقت آپ کی شخصیت کریمہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں کیونکہ بسا اوقات ہم زندہ لوگوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں اور اسے ہمارے دیکھنے کا علم نہیں ہوتا اور اگر نیند میں بھی وہی نظر آئے جس کو ہم نے بیداری میں دیکھا تھا تو اسی کو شعور ہونا چاہیے پس جس صورت کی زیارت ہوتی ہے (واللہ اعلم) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت کی مثال کے مطابق مخلوق ہوتی

Marfat.com

ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت کے مطابق مثال پیدا فرماتا ہے جس میں حضور کی حقیقت اور روحانیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ وہ صورت ہمیں دکھاتا اور ہمارے دلوں میں واقع کرتا ہے اور اس سے ہم کو ہم کلام کرتا ہے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بنفسہا اپنے بدن مثالی کے ساتھ آتی ہے اور پھر کبھی یہ زیارت بیداری میں ہوتی ہے اور کبھی نیند میں اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمادے جیسا کہ منقول ہے علامہ سیوطی (جو عابد اور زاہد علم میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر تھے) انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس مرتبہ دیکھا اور آپ سے مختلف احادیث کی تحقیق کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے مطابق ان احادیث کی تصحیح کی اور ان کی طرف شاذلی نے اپنی بعض ضروریات میں خط لکھا کہ سیوطی ان کی سلطانِ وقت کی طرف سفارش کردیں کیونکہ سلطان ان کی تعظیم کرتا تھا پس سیوطی نے اُن کی سفارش کرنے سے انکار کردیا اور عذر پیش کیا کہ اس کام کے کرنے سے مجھے بھی نقصان ہوگا اور امت مسلمہ کو بھی کیونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار مرتبہ زیارت کرتا ہوں اور اگر میں نے تمہارے کہنے کے مطابق سلطان سے تمہاری سفارش کردی اور حکام کے دروازے پر چلا گیا تو عین ممکن ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ سے محروم ہو جاؤں اور میں اس بڑے امت کے نقصان کے مقابلہ میں تمہارے دنیاوی نقصان کو برداشت کرلوں گا اور شعرانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے جاگتے میں بخاری پڑھی شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ ان میں سے ایک ساتھی حنفی تھا اور شعرانی نے وہ دعا بھی لکھی ہے جو حضور نے ختم بخاری کے وقت پڑھی پس بیداری میں آپ کی زیارت ایک حقیقت ثابتہ ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبع حجازی، مصر، ۱۳۵۷ھ)

خلاصہ کلام

علامہ آلوسی اور مخالفین کے پیشوا انور شاہ کشمیری کی ان مفصل عبارات سے یہ امر مبرہن ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف صحابہ کو تعلیم دیتے تھے بلکہ قیامت تک جتنے لوگ بھی ایمان لانے والے ہیں ان سب کو علم و حکمت سے نوازتے تھے۔

اس تفصیل کے بعد اب اس اعتراض کی گنجائش نہیں رہی کہ اگر ''عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط'' (النساء: ۱۱۳) کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا تو پھر ''وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝'' (البقرہ: ۱۵۱) کا معنی یہ ہوگا کہ امت کو بھی ان تمام باتوں کا علم ہوگیا جن کو وہ پہلے نہیں جانتی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علم کلی کے ساتھ کیا خصوصیت رہی اور اعتراض وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جن تمام چیزوں کا قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے اجتماعی طور پر علم ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ان تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ تمام افرادِ امت سب مل کر جتنا علم رکھتے ہیں آپ تنہا ان سب چیزوں کا علم رکھتے ہیں اس لیے امت کی آپ کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی اور یہ جواب اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ جب جمع کا تقابل جمع کے ساتھ ہو تو تقسیم احاد کی احاد کی طرف ہوتی ہے جیسے ''رکب القوم دوابھم'' قوم بھی جمع ہے اور دواب بھی جمع ہے پس اس کا معنی ہے: قوم کے سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوگئے اسی طرح ''یعلمکم'' میں ضمیر ''کم'' بھی جمع ہے اور ''مالم تکونوا تعلمون'' بھی ''ما'' کے عموم کی وجہ سے معنیً جمع ہے لہٰذا اس کا معنی ہے: آپ تمام افراد امت کو ان کے اپنے اپنے علم کی تعلیم دیتے ہیں یعنی ہر ایک کو اس کے حسب حال تعلیم دیتے ہیں نہ کہ ہر ایک کو تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں اور ان علوم سے بھی وہ علوم مستثنیٰ ہیں جو نبوت اور رسالت کے خصائص میں سے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ امت کے تمام افراد کے علوم مل کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلہ

Marfat.com

میں ایسے ہیں جیسے قطرہ سمندر کے سامنے ہو۔
میری خواہش تھی کہ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ"
(الجن:۲۶) کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے تمام حقائق و معارف بیان کردوں اور تمام شبہات کے جوابات لکھ دوں' سواللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب احسان ہے کہ اس نے میری اس خواہش کو پورا کر دیا۔ وللّٰہ الحمد علٰی ذالک!

الجن: ۲۸ میں فرمایا: تاکہ اللہ اس بات کو ظاہر فرمادے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں' اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس سب کا اللہ نے احاطہ فرمالیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے O

اللہ سبحانہ کے علم پر حادث ہونے کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: تاکہ اللہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں' پھر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا' بعد میں اس نے جان لیا' اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہو اور چونکہ علم' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' سو اس سے اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ خود حادث ہوتا ہے۔ اس اعتراض سے بچنے کے لیے ہم نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: تاکہ اللہ اس بات کو ظاہر فرمادے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ (محمد:۳۱) ہم تم کو ضرور آزمائیں گے' حتیٰ کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں۔

اس پر بھی یہی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو آزمانے کے بعد علم ہو تو اس کا علم حادث ہوگا' اس کا جواب بھی یہ ہے کہ اس آیت کا معنی اس طرح ہے: ہم تم کو ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کردیں اور یہاں علم کا معنی کسی چیز کا منکشف ہونا نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو ظاہر کرنا ہے اور یہ اس کا مجازی معنی ہے۔

دیگر مفسرین نے بھی اس آیت کی توجیہات کی ہیں:

قتادہ اور مقاتل نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: تاکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جان لیں کہ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا ہے' دیگر رسولوں نے بھی اسی طرح اللہ عزوجل کے پیغام کو پہنچایا تھا' گویا اس آیت میں مجاز بالحذف ہے' یعنی ہم نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ ہم وحی کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ اللہ سبحانہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں دیگر رسول بھی اسی طرح اللہ جل شانہ کا پیغام پہنچاتے رہے ہیں۔

ابن جبیر نے کہا کہ اس آیت کا معنی ہے: تاکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جان لیں کہ حضرت جبریل اور ان کے ساتھ والے فرشتوں نے آپ کے پاس آپ کے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ ابن جبیر نے کہا: آپ کے پاس جب بھی وحی آتی تھی تو اس کی حفاظت کرنے کے لیے اس کے ہمراہ چار فرشتے ہوتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ تاکہ رسول جان لے خواہ وہ کوئی رسول ہو کہ اس کے سوا باقی رسولوں نے بھی تبلیغ کی ہے' ابن قتیبہ نے کہا: تاکہ جنات یہ جان لیں کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور وہ پیغامات جنات کے چوری چھپے سننے اور وحی میں کسی اور کلام کی آمیزش سے محفوظ تھے۔

مجاہد نے کہا: تاکہ رسولوں کی تکذیب کرنے والے یہ جان لیں کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔
اس کے بعد فرمایا: اور جو کچھ ان کے پاس ہے' ان سب کا اللہ نے احاطہ فرمالیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کرلیا ہے۔

Marfat.com

ابن جبیر نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: تاکہ رسول یہ جان لیں کہ ان کے رب کے علم نے ان کے کاموں کا احاطہ کرلیا ہے اور اس نے ہر چیز کے عدد کا احاطہ کرلیا ہے اور اس کو اس کا پورا علم ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے پس اللہ سبحانہ ہر چیز کا شمار کرنے والا ہے اس کا احاطہ کرنے والا ہے اس کو پوری طرح جاننے والا ہے اور ہر چیز کی پوری حفاظت کرنے والا ہے۔

سورۃ الجن کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین! آج ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/۲۲ مئی ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ بعد نمازِ ظہر سورۃ الجن کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۲۱ اپریل کو اس کی تفسیر شروع کی تھی' اس تفسیر کے دوران میں کافی علیل رہا' شوگر اور کولیسٹرول کی کمی بیشی اور ان کے اثرات کا شکار رہا' تاہم کوشش رہی کہ ہر روز کچھ نہ کچھ کام ہوتا رہے اور سخت علالت میں بھی اس معمول کو جاری رکھا' اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو مشکور فرمائے اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دے۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله
واصحابه وازواجه وذرياته وامته اجمعين.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ المزّمل

سورت کا نام

اس سورت کا نام المزّمل ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ (المزمل:۱) اے چادر لپیٹنے والے!O

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے' تاہم اس کے دوسرے رکوع میں اختلاف ہے' بعض کے نزدیک اس کے دوسرے رکوع کی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں' تاہم صحیح یہ ہے کہ یہ پوری سورت مکی ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۃ العلق نازل ہوئی اور اس کے بعد نازل ہونے والی سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ العلق کے بعد سورۂ نون والقلم نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ العلق کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی' اور ظاہر یہ ہے کہ یہی راجح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ن والقلم کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی' پس یہ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے تیسری سورت ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۳ ہے۔

سورۃ المزّمل کے مشمولات

☆ اس سورت کے شروع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لطف و کرم کے ساتھ آپ کو آپ کے اوصاف سے ندا کرتا ہے' پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو آپ کے نام کے ساتھ ندا نہیں کی گئی' البتہ احادیثِ قدسیہ میں آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی گئی ہے۔

☆ اس آیت میں رات کے نصف حصہ تک یا اس سے کم و بیش حصہ تک آپ کو قیام کرنے کا حکم دیا ہے اور ان مسلمانوں کی تحسین فرمائی ہے' جو رات میں آپ کے ساتھ نماز میں قیام کرتے تھے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچانے کے فریضہ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

☆ آپ کو ہمیشہ نماز قائم کرنے اور صدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆ آپ کو اللہ کے احکام کی تبلیغ کرنے' اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆ مشرکین جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کو سب و شتم کرتے تھے' آپ سے فرمایا کہ آپ ان سے اعراض کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

☆ آپ کی مدد کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے اور مشرکین کی تکذیب کی سزا ان کو اللہ تعالیٰ دے گا' اور کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔

Marfat.com

☆ کفارِ قریش کو نصیحت کی، جب فرعون کی قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا سو کفارِ قریش بھی اس خطرے میں ہیں۔
☆ قیامت کی ہولنا کیوں اور اس دن کی شدت کا ذکر فرمایا۔
☆ رات کے اکثر حصہ میں قیام کے وجوب کو لوگوں کی رعایت سے منسوخ فرما دیا۔
☆ نیک کاموں کی عظیم جزاء عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا، توبہ کرنے کا حکم دیا اور قرآن مجید کو ادب سے پڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے سورۃ المزمل کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق پر قائم رکھنا اور باطل سے مجتنب رکھنا اور حق کے ابلاغ اور احقاق اور باطل کے ردّ اور ابطال کی سعادت عطا فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۲۳ مئی ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورة المزمل مكية ﴿٧٣﴾ — بسم الله الرحمن الرحيم — اٰياتها ٢٠ ركوعاتها ٢

سورۃ المزمل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ

اے چادر لپیٹنے والے ○ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ○ آدھی رات یا اس سے

مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ

کچھ کم کر دیں ○ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ○ بے شک ہم آپ پر

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ

بھاری کلام نازل فرمائیں گے ○ بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست

قِيْلًا ﴿٦﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ

رکھنے والا ہے ○ بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں ○ اور آپ اپنے رب کے

رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں ○ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو آپ اس کو اپنا کارساز بنا لیں ○ اور آپ کافروں کی باتوں پر

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي

صبر کریں اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیں ○ اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ

النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿١١﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿١٢﴾

پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں ○ بے شک ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے ○

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ

اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور درد ناک عذاب ہے ○ جس دن زمین اور پہاڑ

Marfat.com

وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿۱۴﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۵

لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے O بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ط ﴿۱۵﴾

جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا O

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿۱۶﴾

پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت گرفت سے پکڑ لیا O

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَٰنَ

اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

شِيبًا ﴿۱۷﴾ ق صلے السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ط كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾

بوڑھا کر دے گا O آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا O

إِنَّ هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ج فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾ ع | ع ۱ ۱۹ ۱۳

بے شک یہ (آیات) نصیحت ہیں' سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستے کو اختیار کر لے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے چادر لپیٹنے والے O رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا O آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں O یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں O بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے O (المزمل: ۵۔۱)

''المزّمل'' کا معنی اور مصداق

اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ''المزّمل'' سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' فرّا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے لیے اپنے اوپر چادر لپیٹ لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے چادر لپیٹنے والے' ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے تو آپ سے فرمایا گیا: اے چادر لپیٹنے والے' اٹھیے اور عبادت میں مشغول ہو جایئے' ایک قول یہ ہے کہ آپ پر غار حرا میں پہلی بار وحی نازل ہوئی اور سورۃ العلق کی ابتدائی تین آیات نازل ہوئیں اور بالفعل آپ پر نبوت کی ذمہ داری ڈال دی گئی تو آپ نبوت کے بارِ گراں سے گھبرا گئے اور خوفِ الٰہی سے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور فرمایا: مجھے چادر اڑھاؤ' مجھے چادر اڑھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کے ساتھ لطف اور محبت کے ساتھ خطاب کرنے کا قصد کیا جائے تو اس کے اس وقت کے حال کے مناسب کسی اسم کو مشتق کر کے اس سے کلام کیا جاتا ہے' جیسا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت سیدہ

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں جا کر سو گئے اور اس وقت ان کے پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

قم یا ابا تراب!(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۴۱) اے مٹی والے! اٹھو۔

سو اسی اسلوب پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی لطف اور محبت کے ساتھ خطاب فرمایا کہ اے چادر لپیٹنے والے! اٹھو۔

نمازِ تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

المزمل: ۴۔۲ میں رات کے قیام یعنی تہجد پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں تین قول ہیں:

(۱) سعید بن جبیر نے کہا: ان آیتوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انبیاء سابقین علیہم السلام پر رات کا قیام فرض تھا۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

سعد بن ہشام بن عامر سے ایک طویل روایت ہے' اس میں مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق خبر دیجئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں ''یایھا المزمل ''نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس سورت کے شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کر دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ مہینوں تک روکے رکھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ میں تخفیف نازل فرمائی' پھر رات کا قیام نفل ہو گیا جب کہ اس سے پہلے فرض تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۴۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۴۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۳۰۱' مسند احمد ج ۶ ص ۵۴)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہی قول صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں تہجد کی نماز نفل ہو چکی ہے' رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے متعلق تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے' اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ سے بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۳ ص ۲۲۴۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تہجد کی نماز فرض تھی اور بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی' نیز اس آیت میں ہے: آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور یہ اسلوب فرضیت کی علامت نہیں ہے اور یہ صرف مستحب کی علامت ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل ہیں: وتر' چاشت کی نماز اور نمازِ فجر کی دو رکعتیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۳۲)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس مبحث میں صحیح قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۳۷۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

تہجد کی نماز خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر بھی فرض تھی' پھر پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد آپ سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مگر اس کا نفل ہونا برقرار ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ دس سال تک تہجد کی نماز پڑھتے رہے' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ '' (المزمل: ۲۰) تو اس کا قیام نصف شب تک منسوخ ہو گیا اور تہائی شب تک اس کا قیام رہ گیا' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فاقرؤا ما تیسر من القرآن '' تو پھر تو آپ پر نصف شب یا تہائی شب کے اختیار سے تہجد پڑھنا واجب تھا' پھر جب آپ پر قیام دشوار ہوا تو اس کا وجوب منسوخ ہو گیا یعنی نصف شب یا تہائی شب تک پڑھنے کا اختیار اور تہائی شب تک پڑھنے کا وجوب باقی رہا' پھر پانچ نمازوں کی فرضیت سے تہائی رات تک تہجد پڑھنے کا وجوب بھی منسوخ ہو گیا اور اس کا استحباب باقی رہا۔ (شرح سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۱۱' مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے دلائل

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر رات کے قیام اور تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے' اب یہ امر باقی رہتا ہے کہ تہجد کی فرضیت کی ناسخ کون سی دلیل ہے' اس سلسلہ میں امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آدھی رات تک قیام کریں یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں' پس اس آیت میں رات کے قیام کو نمازی کی رائے کی طرف مفوض کر دیا ہے اور جو چیز واجب ہو وہ اس طرح نہیں ہوتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ اور رات کو آپ تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نفل ہے۔

(بنی اسرائیل: ۷۹)

اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ ''نافلۃ لک '' کا معنی ہے: یہ آپ پر زائد فرض ہے' یعنی پانچ نمازوں پر زائد فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس تاویل سے اس لفظ کو مجاز پر محمول کیا گیا ہے اور جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو کسی لفظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح رمضان کے روزوں سے عاشورہ کا وجوب منسوخ ہو گیا اور قربانی کے وجوب سے عتیرہ کا وجوب منسوخ ہو گیا' اسی طرح پانچ نمازوں کی فرضیت سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۸۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نمازِ تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات

تہجد کی نماز کا وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے یا نصف شب کے بعد کا وقت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کو جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ عزوجل آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' پس فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں' میں بادشاہ ہوں' کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں' کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں' کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں' وہ اسی طرح ندا فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۲۱۔ ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۴۶)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام نصف شب تک سوتے تھے' پھر تہائی رات کو اٹھ کر نماز میں قیام کرتے تھے' پھر رات کے چھٹے حصہ تک آرام کرتے تھے' اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۴۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۱۲)

فرض کیجئے کہ چھ گھنٹے کی رات ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام تین گھنٹے سوتے تھے' پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے تھے اور آخری ایک گھنٹہ آرام کرتے تھے۔ وعلیٰ ھذا القیاس.

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے' نو رکعات بھی پڑھتے تھے اور گیارہ رکعات بھی پڑھتے تھے اور سنت فجر کی دو رکعات اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۳۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۹۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۳)

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ نے رات میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں' آپ چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعات وتر پڑھتے' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۴۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۳)

''ترتیل'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی

المزمل: ۴ میں یہ بھی فرمایا: اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔

اس آیت میں ''ترتیل'' کا لفظ ہے' ''ترتیل'' کا معنی ہے: کلام کو ٹھہر ٹھہر کر اور خوش اسلوبی سے پڑھنا۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

''رَتَل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو مرتب اور منظم طور پر وارد کرنا اور ''ترتیل'' کا معنی ہے: لفظ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنا۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۴۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے کہا ہے:

قرآن مجید کو سرعت کے ساتھ نہ پڑھنا بلکہ ٹھہر ٹھہر کر سہولت کے ساتھ معانی میں غور و فکر کے ساتھ پڑھنا ''ترتیل'' ہے۔

الضحاک نے کہا: ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھنا ''ترتیل'' ہے' مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے پسندیدہ اس کی قرأت ہے جو سب سے زیادہ تدبر سے قرآن مجید پڑھے۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ قرآن مجید کو ''ترتیل'' سے پڑھو' یہ ''ترتیل''

Marfat.com

ہے۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۳۵۴۔ ج ۸ دار الفکر بیروت)

ابوبکر بن طاہر نے کہا: ''ترتیل'' یہ ہے کہ قرآن مجید کے خطاب کے لطائف میں غور کرو اور اپنے نفس سے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کا مطالبہ کرو اور اپنے قلب سے اس کے معانی سمجھنے کا مطالبہ کرو اور اپنی روح کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کردو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۳۶ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ ''ترتیل'' کا معنی تبیین ہے یعنی بیان کرنا' اور قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھنے سے تبیین نہیں ہوتی' یہ اس وقت ہوتی ہے جب تمام حروف کو ان کے مخارج سے واضح طور پر ادا کیا جائے' اور جہاں مدات ہوں ان کو پورے طور پر پڑھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے رات کی نماز میں قرآن مجید کو ''ترتیل'' کے ساتھ پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے' تاکہ رات کے سکوت' پرسکون ماحول اور تنہائی میں انسان ان آیات کے حقائق اور دقائق میں غور کرنے پر قادر ہو اور جب وہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت ہو' اور جب وعد اور وعید کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کی امید ہو اور اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہو جائے' اور جلدی جلدی قرآن پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی میں غور نہیں کر رہا' پس معلوم ہوا کہ ''ترتیل'' سے مقصود یہ ہے کہ حضورِ قلب اور کمالِ معرفت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کا طریقہ

عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے اہلِ قرآن! قرآن مجید کو تکیہ نہ بناؤ اور رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو اور اس میں جو کچھ مذکور ہے اس سے نصیحت حاصل کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور تم اس کے ثواب کو جلد طلب نہ کرو' اس کا ثواب بہر حال ہے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۰۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۲' دار الکتاب العربی' بیروت)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب بندہ دوزخ کا ذکر پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے دوزخ کی پناہ طلب کرے اور جب جنت کا ذکر پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۶۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ' الدر المنثور ج ۱ ص ۲۴۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدّات کے ساتھ قراءت کرتے (یعنی لمبا کھینچ کر پڑھتے تھے) آپ بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھتے اور رحمٰن کو کھینچ کر پڑھتے اور رحیم کو کھینچ کر پڑھتے' لفظ اللہ میں لام کے بعد الف کا خوب اظہار کرتے' اور رحمان میں میم کے بعد الف کا اظہار کرتے اور رحیم میں دو سے چھ مدات تک کھینچ کر وقف کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۴۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھ کر بتایا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۲۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۱۶)

قرآن مجید کی تلاوت کو طرز کے ساتھ اور خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' اس

Marfat.com

وقت ہم ایک دوسرے کے سامنے قرآن پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ تم میں اللہ کی کتاب موجود ہے اور تم میں بہت نیک لوگ موجود ہیں اور تم میں گورے اور کالے موجود ہیں تم قرآن مجید پڑھو اور پڑھاؤ اس سے پہلے کہ تم میں ایسے لوگ آ جائیں جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کو درست رکھیں گے وہ اس کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیروں کو سیدھا کیا جاتا ہے اور قرآن مجید ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا وہ اس کے اجر کو جلد طلب کریں گے اور آخرت کی نیت نہیں کریں گے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۶۴۵۔ ج ۱ ص ۵۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کو عربوں کے لہجے میں اور ان کی آوازوں میں پڑھو اور فاسقوں کے لہجوں (اور ان کی طرزوں) میں نہ پڑھو اور نہ یہود و نصاریٰ کے لہجوں میں پڑھو کیونکہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید کو گانوں کی دھنوں پر پڑھیں گے اور راہبوں اور نوحوں کی طرزوں پر پڑھیں گے اور قرآن مجید ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترے گا ان کے دل فتنہ زدہ ہوں گے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۶۴۹۔ ج ۱ ص ۵۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

جس طرح فاسقوں کے لہجے اور ان کی طرز میں قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے اسی طرح فاسقوں کے لہجے اور ان کی طرز میں نعت پڑھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ نعت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے لہٰذا قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو بھی ممنوع ہونا چاہیے آج کل فلمی گانوں کی دھنوں اور ان کی طرزوں پر نعتیں پڑھی جاتی ہیں اور فلمی گانوں کی دھنوں اور طرزوں کے بنانے والوں کے اہل فسق ہونے میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے لیے اتنی اجازت نہیں دی جتنی اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنا (خوش آوازی) کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے لیے دی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۲۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے غنا (خوش آوازی) کے ساتھ قرآن نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۲۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۶۹)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابو موسیٰ! تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر سے مزمار (بانسری) دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۴۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۵۵)

ابن ابی ملیکہ نے کہا: جب کسی شخص کی آواز اچھی نہ ہو تو وہ کوشش کر کے اپنی آواز اچھی بنائے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۴۷۱)

قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنے کے محامل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۷۵۲۷ میں ہے: جس نے غنا کے ساتھ قرآن نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث میں غنا کے کئی محمل ہیں:

(۱) جو قرآن کے سبب سے دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی نہیں ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

Marfat.com

(۲) جس کو قرآن کے وعد اور وعید نے نفع نہیں پہنچایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
(۳) جس کو قرآن سے راحت نہیں پہنچی' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
(۴) جس نے دائماً قرآن مجید کی تلاوت کر کے خوش حالی کو حاصل نہیں کیا' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
(۵) امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے نبی کو جتنی اجازت خوش آوازی کے لیے دی ہے کسی چیز کے لیے نہیں دی۔
(٦) امام ابن ابی داؤد اور امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' اللہ تعالیٰ نے نبی کو حسن ترنم کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی جتنی اجازت دی ہے' اتنی اجازت اور کسی چیز کے لیے نہیں دی۔
(۷) امام ابن ماجہ' امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید سے مرفوعاً روایت کیا ہے' جو شخص خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت توجہ سے اس کا قرآن سنتا ہے۔
(۸) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' قرآن مجید پڑھنا سیکھو اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو۔ (فتح الباری ج ۱۰ص ۸۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

متقدمین کے نزدیک الحان کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے جواز میں اختلاف ہے' بہر حال خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' عبدالوہاب مالکی نے الحان (طرز) کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ یہ حرام ہے' اور ابوالطیب الطبری' الماوردی' ابن بطال' قاضی عیاض مالکی' علامہ قرطبی اور متعدد اہل علم نے کراہت کا قول نقل کیا ہے اور ابن بطال نے جماعتِ صحابہ اور تابعین سے جواز کا قول نقل کیا ہے اور امام طحاوی حنفی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے اور علامہ نووی نے ''تبیان'' میں کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے' بہ شرطیکہ الفاظ کو زیادہ کھینچنے سے وہ الفاظ قرأت اور تجوید کی حد سے نہ نکل جائیں اور اگر وہ قرأت کی حد سے نکل جائیں' حتیٰ کہ کسی ایک لفظ کی زیادتی ہو جائے یا کسی ایک حرف کا اخفاء ہو جائے تو پھر یہ حرام ہے اور رہا قرآن مجید کو الحان (طرز اور ترنم) سے پڑھنا تو امام شافعی نے ایک جگہ تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے اور دوسری جگہ تصریح کی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام شافعی کے اصحاب کے اس میں دو قول ہیں' اگر الحان اور ترنم کے ساتھ پڑھنے سے قرأت اپنے صحیح طریقہ سے خارج نہ ہو تو پھر جائز ہے ورنہ حرام ہے' اور علامہ الماوردی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ ترنم کے ساتھ پڑھنے سے اگر بعض الفاظ اپنے مخارج سے نکل جائیں تو حرام ہے ورنہ جائز ہے' علامہ ابن حمدان حنبلی نے الرعایہ میں اور حنفیہ میں سے صاحب الذخیرہ نے کہا ہے کہ اگر ترنم کی وجہ سے نظم قرآن مشوش نہ ہو تو پھر ترنم کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے' خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص خوش آواز نہ ہو تو اس کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے' جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کا قول ہے' جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ص ۸۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

''قول ثقیل'' (بھاری کلام) کا معنی اور اس کا مصداق

المزمل: ۵ میں فرمایا: بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے O

یہ آیت قیام لیل کی فرضیت کے ساتھ مربوط ہے' یعنی ہم رات کے قیام کی فرضیت کے ساتھ آپ پر بھاری کلام نازل

Marfat.com

فرمائیں گے‘ کیونکہ رات کو نیند کا وقت ہوتا ہے‘ سو جو شخص پہلے سے تیار نہ ہو اور اس کو رات کے اکثر حصہ میں قیام کا حکم دیا جائے تو وہ اس کے نفس پر سخت دشوار ہوتا ہے اور اس میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور اس حکم پر عمل کرنا بندہ کے لیے بہت ثقیل اور بھاری ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ہم عنقریب آپ پر ایسی وحی نازل کریں گے جو اس وجہ سے ثقیل ہوگی کہ اس پر عمل کرنا سخت مشکل اور دشوار ہوگا۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فرائض اور اس کی حدود ثقیل ہیں‘ مجاہد نے کہا: قرآن مجید کے حلال اور حرام ثقیل ہیں‘ حسن بصری نے کہا: اس پر عمل کرنا ثقیل ہے‘ ابو العالیہ نے کہا: اس کے وعد اور وعید اور حلال اور حرام ثقیل ہیں‘ محمد بن کعب نے کہا: قرآن مجید منافقین پر ثقیل ہے‘ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید کفار پر ثقیل ہے‘ کیونکہ قرآن مجید میں کفار کے عقائد کے خلاف دلائل ہیں‘ ان کی گمراہیوں اور ان کے فساد کا بیان ہے‘ ان کے خداؤں کو بُرا کہا ہے‘ اور اہل کتاب نے جو سابقہ آسمانی کتابوں میں تحریف کی تھی اس کو منکشف کر دیا ہے۔

الحسین بن الفضل نے کہا: اس کو صرف وہی دل برداشت کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو‘ ابن زید نے کہا: قرآن مجید ثقیل اور مبارک ہے‘ جس طرح یہ دنیا میں ثقیل ہے اسی طرح آخرت میں میزان پر ثقیل ہوگا‘ ایک قول یہ ہے کہ خود قرآن مجید ثقیل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے‘ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے اور آپ پر اس حال میں وحی نازل ہوتی تو اونٹنی سینہ کے بل زمین پر گر جاتی اور جب تک وحی کی کیفیت آپ سے منقطع نہیں ہو جاتی‘ وہ اسی طرح بے حس وحرکت زمین پر پڑی رہتی‘ وحی کے ثقل کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے:

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا‘ پس کہا: یا رسول اللہ! آپ پر وحی کس طرح آتی تھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی گھنٹی کی آواز کی صورت میں مجھ پر وحی آتی تھی اور وہ مجھ پر بہت زیادہ دشوار ہوتی تھی‘ جب وہ وحی منقطع ہوتی تھی تو میں اس کو حفظ کر چکا ہوتا تھا اور کبھی کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں میرے پاس آتا تھا‘ وہ مجھ سے بات کرتا تھا اور میں اس کو یاد کرتا رہتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے سخت سردی کے دنوں میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی اور جب آپ سے وحی منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۳۲‘ مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸‘ السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۹۷۹)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ’’قول ثقیل ‘‘ سے مراد ہے: ’’لا الٰہ الا اللّٰہ ‘‘ کیونکہ حدیث میں ہے: یہ کلمہ زبان پر ہلکا ہے اور میزان میں بھاری ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۳۷‘ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

’’قول ثقیل ‘‘ کی تعریف میں متعدد اقوال

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے قول ثقیل کی تعریف میں حسب ذیل اقوال لکھے ہیں:

(۱) میرے نزدیک ’’قول ثقیل ‘‘ کی تعریف میں مختار اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ جس چیز کی قدر و منزلت اور اس کا درجہ اور مرتبہ بہت زیادہ ہو‘ وہ چیز وزنی اور ثقیل ہوتی ہے اور انسان کو عظیم اور جلیل القدر عبادت کا مرتبہ تہجد کی نماز سے حاصل ہوتا ہے‘ کیونکہ جب انسان اندھیری رات میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر‘ اس کی حمد و ثنا اور اس کے سامنے گڑگڑانے میں مشغول ہوتا ہے اور اس وقت تنہائی اور اندھیرے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی‘ جس کی وجہ سے اس کی اللہ کی طرف توجہ اور یاد میں خلل آ سکے تو اس وقت اس کے قلب اور اس کی روح پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات

Marfat.com

منعکس ہوتی ہیں اور اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

(۲) "قول ثقیل" سے مراد خود قرآن کریم ہے' کیونکہ اس میں اللہ سبحانہ کے اوامر اور نواہی یعنی احکام ہیں' اور عام مسلمانوں کے عمل کرنے کے لیے ایسے احکام ہیں جن پر عمل کرنا نفس پر شاق اور دشوار ہوتا ہے۔

(۳) یہ قول اس لیے ثقیل ہے کہ انسان کی عقل اس کے تمام فوائد اور معانی اور اس کے اسرار و رموز کا بالکلیہ ادراک نہیں کر سکتی' پس متکلمین اس میں مذکور عقائد میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس کے دلائل کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور فقہاء ان آیات میں تفکر کرتے ہیں' جن سے احکامِ شرعیہ حاصل ہوتے ہیں اور اصولیین اس میں احکامِ شرعیہ کے دلائل کی تلاش میں مصروف ہوتے ہیں' اسی طرح اہل لغت' ارباب نحو' اصحاب صرف اور فصاحت و بلاغت کے ماہرین اپنے اپنے موضوع کی آیات میں غور وفکر کرتے ہیں اور ہر شعبہ میں متاخرین پر بعض ایسے نئے نکات منکشف ہوتے ہیں جو پہلوں کو معلوم نہیں تھے' غرض قرآن مجید میں مسلسل غور وفکر کرتے رہنے سے انسان نئے نئے حقائق و معارف سے آشنا ہوتا ہے۔

(۴) اور یہ اس وجہ سے بھی ثقیل ہے کہ یہ معلومات کا خزانہ ہے' یہ محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ پر مشتمل ہے اور ان تک ان ہی علماء کی رسائی ہو سکتی ہے' جو تمام علومِ عقلیہ اور نقلیہ میں بہت ماہر ہوں۔

ان اقوال کے علاوہ امام رازی نے اور اقوال بھی نقل کیے ہیں' جن کو ہم اس سے پہلے علامہ قرطبی کی عبارت میں نقل کر چکے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۸۴۔۶۸۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک رات کو اٹھنا نفس پر سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے O بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں O اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں O وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' سو آپ اس کو اپنا کارساز بنا لیں O (المزمل: ۹۔۶)

رات کو نماز کے لیے اٹھنے میں مشقت کی وجوہ

المزمل: ۶ میں فرمایا: بے شک رات کو اٹھنا نفس پر سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے O

اس آیت میں "ناشئة اللیل" کا لفظ ہے "انشاء" کا معنی احداث ہے اور ہر وہ چیز جو حادث ہو وہ "ناشئة" ہے اور اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد رات کی ساعات اور رات کے اوقات ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو رات کے اوقات میں حادث ہوتی ہیں۔

پہلے قول کی صورت میں تمام رات "ناشئة" ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے کہا: تمام رات "ناشئة" ہے' حضرت زین العابدین نے کہا: مغرب سے عشاء تک کا وقت "ناشئة" ہے' دوسرے قول کی صورت میں اپنے بستر سے اٹھ کر نماز پڑھنے کے لیے قیام کرنا "ناشئة" ہے' انسان جب رات کے اندھیرے اور تنہائی میں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے حواس اور کسی چیز کی طرف مشغول نہیں ہوتے' اور اس وقت اس کا دل بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے' جب کہ دن کی روشنی میں اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور معاش کی مصروفیات میں اس کا دل و دماغ اور اس کے حواس دنیاداری میں مشغول ہوتے ہیں۔

"اشد وطا" کا ایک معنی ہے: رات کو اٹھنا دن کی بہ نسبت نفس پر سخت بھاری ہے' کیونکہ دن کو اٹھنے میں اور بہت دنیاوی دلچسپیاں ہوتی ہیں' دن میں انسان کاروبار میں نفع کی امید میں مشغول رہتا ہے' اپنی پسند کی چیزیں خریدتا ہے' سیر اور تفریح کرتا ہے' دوستوں سے ملاقات کرتا ہے اور رات کو اٹھنے میں صرف ایک ہی کام ہے اور وہ اللہ کو یاد کرنا اور اس کی عبادت

Marfat.com

کرنا ہے، جس سے جسم کو آسودگی اور تلذذ کے بجائے مشقت اور تھکاوٹ حاصل ہوتی ہے' اس لیے رات کو اٹھنا نفس پر بہت بھاری ہے۔

اور "وطأ" کا دوسرا معنی ہے: موافقت' یعنی رات کو عبادت کرنے میں قلب کی زیادہ موافقت ہوتی ہے اور دیگر شواغل نہ ہونے کی وجہ سے دل یک سوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور زیادہ خشوع اور خضوع اور کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔

اور رات کو اٹھنا کلام کو زیادہ درست رکھنے والا ہے' کیونکہ رات کو سکوت کا وقت ہوتا ہے' کوئی شور وغیرہ نہیں ہوتا اور اس وقت جو بھی اللہ کے کلام کا ذکر کرتا ہے' اس میں کسی قسم کا خلل نہیں آتا۔

دن کے وقت میں مصروفیات کی وجوہ

المزمل: ۷ میں فرمایا: بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں O

اس آیت میں "سبحا" کا لفظ ہے' "سبحا" کا معنی ہے: تیرنا' اور تیرنے میں انسان اپنے ہاتھوں اور پیروں دونوں سے کام لیتا ہے اور ان کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: دن میں آپ کو بہت کام ہوتے ہیں اور آپ کی بہت مصروفیات ہوتی ہیں' اس لیے یک سوئی سے اللہ کو یاد کرنے اور اطمینان سے اس کی عبادت کرنے کا وقت صرف رات میں ہوتا ہے' اس لیے آپ رات کے اوقات کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے لیے نماز میں قیام کرنے کے ساتھ مخصوص رکھیں۔

رب کے نام کو یاد کرنے اور رب کو یاد کرنے کا فرق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

المزمل: ۸ میں فرمایا: اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا حکم دیا ہے' ایک اس کے نام کا ذکر کرنے کا اور دوسرا سب سے منقطع ہو کر صرف اس کی طرف متوجہ رہنے کا۔

یہاں دو چیزیں ہیں: ایک رب کے نام کا ذکر کرنا' دوسرا ہے دل میں رب کا ذکر کرنا' یہاں فرمایا ہے: آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کریں اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً . آپ چپکے چپکے اور گڑگڑا کر اپنے دل میں اپنے رب کا ذکر کیجیے۔ (الاعراف: ۲۰۵)

ابتداء میں یہ حکم دیا کہ انسان اپنے رب کے نام کا ذکر کرے اور جب وہ ایک طویل مدت تک اپنے رب کا نام ذکر کرتا رہا تو پھر اس کے دل سے اسم محو ہو جائے گا اور اس میں صرف مسمی باقی رہ جائے گا' پھر اس کو الاعراف: ۲۰۵ میں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے دل میں اپنے رب کو یاد کرے اور جب بندہ اپنے رب کی یاد میں مشغول ہوگا تو اس کو اپنے رب کی ربوبیت کے مطالعہ کا مقام حاصل ہوگا اور وہ یہ جان لے گا کہ اس کا رب کس طرح اس کی تربیت اور پرورش میں اس پر احسان کرتا ہے اور جب بندہ اس مقام پر پہنچے گا تو اس کا دل اپنے رب کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے مطالعہ میں مشغول ہوگا' پھر وہ اور ترقی کرے گا' پھر وہ اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہے گا' اور اس وقت وہ اللہ کی ہیبت اور خشیت کے مطالعہ کے مقام پر ہوگا' اور اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قہاریت' عزت' علو اور صمدیت ہوگی اور بندہ اسی مقام پر ترقی کرتا رہے گا' اور اللہ تعالیٰ کے جلال' اس کی تنزیہ اور اس کی تقدیس میں متردد رہے گا' پھر ترقی کرتے ہوئے اس کی ذات کے مطالعہ کے مقام تک پہنچے گا اور یہ وہ مقام ہے جس کی

Marfat.com

شرح کرنے سے الفاظ اور عبارت عاجز ہیں اور اس کو تحریر کا لباس پہنانے سے قاصر ہیں اور جب بندہ یہاں تک پہنچ جائے تو پھر اس کے سامنے صرف اسی کی ذات ہوتی ہے اور یہاں پہنچ کر بندہ ٹھہر جاتا ہے' کیونکہ یہ مقام صفات کی طرح نہیں ہے کہ وہ ایک صفت کے مطالعہ سے دوسری صفت کے مطالعہ کی طرف منتقل ہوتا رہے اور نہ اس کی ذات اجزاء سے مرکب ہے کہ وہ ایک جز کے مطالعہ سے دوسرے جز کی طرف منتقل ہوتا رہے' اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کسی نفس کے ساتھ کوئی مناسبت ہے کہ وہ اس کی ذات کو اس پر قیاس کر سکے' پس اس کی ذات ظاہر ہے کیونکہ وہ ہر ظاہر کے ظہور کی مبداء ہے اور اس کی ذات باطن ہے کیونکہ وہ تمام مخلوقات کی عقول سے ماوراء ہے' پس سبحان ہے وہ ذات جو اپنے ظہور کی شدت کی بناء پر عقول سے محجوب ہے اور اپنے نور کے کمال کی وجہ سے مخفی ہے۔

سب سے منقطع ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور اللہ میں مشغول ہونے کا فرق

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

اس کے بعد فرمایا: اور سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں۔

اس آیت میں ''تبتل'' کا لفظ ہے' تمام مفسرین نے ''تبتل'' کی تفسیر اخلاص کے ساتھ کی ہے' اور لغت میں ''تبتل'' کا معنی ہے: منقطع ہونا' حضرت سیدہ مریم کو بتول اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ سب لوگوں سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئی تھیں' اور لیث نے کہا ہے کہ ''تبتل'' کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز سے ممیز اور ممتاز ہونا' اور بتول ہر اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں سے رغبت نہ رکھتی ہو' اس تمہید کے بعد مفسرین نے اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی ہیں:

فراء نے کہا: جب عابد ہر چیز کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''قد تبتل'' یعنی ہر چیز سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

زید بن اسلم نے کہا: ''تبتل'' کا معنی ہے: دنیا اور دنیا کی سب چیزوں کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر و ثواب ہے اس کو طلب کرنا۔

جاننا چاہیے کہ اس آیت کا معنی اس سے کہیں بلند ہے' جو ان علماء ظاہر نے بیان کیا ہے' کیونکہ جو سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مستغرق ہوا' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع اور مستغرق نہیں ہوا' بلکہ اللہ کی عبادت کی طرف منقطع اور مستغرق ہوا اور جو سب سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف متوجہ ہوا' وہ بھی اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ آخرت کی طرف متوجہ ہوا' اور جو اللہ کی معرفت میں مشغول ہوا وہ بھی اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا' سو جس نے نفس عبادت کے لیے عبادت کو ترجیح دی' یا جس نے طلب ثواب کے لیے ثواب کو ترجیح دی یا جس نے معرفت کے لیے معرفت کو ترجیح دی تو وہ معرفت کی طرف متبتل ہوا اور جس نے عبادت کو ترجیح دی وہ عبادت کی طرف متبتل ہوا اور جس نے آخرت اور ثواب کو ترجیح دی وہ آخرت اور ثواب کی طرف متبتل ہوا اور یہ سب اللہ کے غیر کی طرف متبتل ہیں' اللہ کی طرف متبتل نہیں ہیں جب کہ اس آیت میں فرمایا: ''وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ'' (المزمل: ۸) یعنی سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ کی ذات میں مشغول ہو جاؤ اور بس اسی کے ہو جاؤ اور یہ وہ مقام ہے جس کو کلام سے واضح نہیں کیا جا سکتا اور نہ خیال میں اس کی تعبیر آ سکتی ہے اور جو شخص اس مقام کے حصول کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ وہ عین ذات تک پہنچنے والا بنے نہ کہ وہ محض خبر کو سننے والا ہو' اور انسان اس کی کوئی مثال نہیں پا سکتا' ماسوا اس کے جس کو شدید عشق ہو اور اس کی ذات اور اس کے تمام حواس اور مشاعر فنا ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ ''تبتل'' کا ذکر فرمایا ہے' پہلی مرتبہ یہ بتانے کے لیے کہ اس کی طرف ''تبتل'' کرنا مقصود بالذات ہے اور دوسری مرتبہ یہ بتانے کے لیے کہ اس کی طرف ''تبتل'' کرنا مقصود

Marfat.com

بالعرض ہے۔(تفسیر کبیرج ۱۰ص ۱۸۷۔۱۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

’’تبتل‘‘ کے متعلق مصنف کی تحقیق

امام رازی نے ’’وتبتل الیه تبتیلا‘‘ کی تفسیر میں جو فرمایا وہی برحق اور صحیح ہے تاہم یہ اللہ تعالیٰ کے محبین اور عارفین اور اس کے خاص اولیاء کرام کا مرتبہ ہے ہم ایسے ناقصین کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ ہم سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یا اس کی معرفت میں مشغول ہوں یا آخرت کے اجر وثواب کی نیت سے دنیا اور دنیا کی چیزوں سے منقطع ہو کر آخرت میں مشغول ہوں۔

ہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سب سے منقطع ہو کر اللہ کے ساتھ مشغول ہو اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ تو رہبانیت ہے اور اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جو رہبانیت ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ انسان نکاح نہ کرے اور کسی جنگل یا غار میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے حصولِ رزق کے لیے محنت اور مشقت نہ کرے ماں باپ بیوی بچوں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرے اور سب سے منقطع ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام حقوق اور فرائض کو ان حقوق اور فرائض کی وجہ سے ادا نہ کرے بلکہ اس نیت سے ان حقوق اور فرائض کو ادا کرے کہ اللہ سبحانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حقوق اور فرائض کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے تاہم رات کے کسی وقت میں خصوصاً تہائی رات گزر جانے کے بعد تہجد کی نماز پڑھے اور اس کے بعد اپنے دل و دماغ کو تمام خیالات اور تفکرات سے خالی کر کے اور سب سے منقطع ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور جب اس ذکر کی برکت سے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے منور ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق ہو کر بیٹھ جائے اور جب وہ ہر رات کو تہجد پڑھ کر اس کی مشق کرتا رہے گا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ واصلین اور محبین میں سے ہو جائے گا اور اس کا دل اللہ سبحانہ کی تجلیات کے لیے آئینہ بن جائے گا۔

تہجد پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

مذکور الصدر آیات میں تہجد کی نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور رات کے آخری پہر اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ ارشاد فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں؟(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۴۵ صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ وہ جس بندہ مسلمان کو بھی مل جائے تو وہ اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جو خیر بھی طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ خیر عطا فرما دے گا اور وہ ساعت ہر رات میں آتی ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۵۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے حضرت داؤد علیہ السلام نصف رات تک سوتے تھے پھر تہائی رات تک نماز میں قیام کرتے تھے پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے (مثلاً چھ گھنٹے کی رات ہو تو تین گھنٹے تک سوتے تھے پھر دو گھنٹے تک نماز پڑھتے تھے پھر آخری ایک گھنٹہ میں

Marfat.com

آرام کرتے تھے) اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۳۱ 'صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے اور یہ تمہارے رب کی طرف تمہارے قرب کا ذریعہ ہے' اور تمہارے گناہوں کے مٹنے کا سبب ہے' اور تمہارے گناہوں سے بچنے کا طریقہ ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۴۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے' ایک وہ شخص جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے' دوسرے وہ لوگ جو صف باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور تیسرے وہ لوگ جو دشمن کے مقابلہ میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۶۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۳۵۵۵)

حضرت عمرو بن عیینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب سب سے زیادہ بندہ کے قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے' اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کا اللہ تعالیٰ اس وقت ذکر کرتا ہے تو ہو جاؤ۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے افضل لوگ قرآن کے حاملین ہیں اور رات کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۴۳۳)

المزمل: ۹ میں فرمایا: وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' سو آپ اس کو اپنا کارساز بنا لیں O

یہ آیت بھی پہلی آیت کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ جس کو یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا رب ہے' اس کی تمام امیدیں سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوں گی اور اس کے تمام اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کافروں کی باتوں پر صبر کریں اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیں O اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں O بے شک ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے O اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے O جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے' اور پہاڑ ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے O (المزمل: ۱۴۔۱۰)

کفار کی ایذ ارسانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا

المزمل: ۱۰ میں فرمایا: اور آپ کافروں کی باتوں پر صبر کریں۔

یعنی کفار آپ کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ کا مذاق اُڑا کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں تو آپ ان کی دل آزار باتوں سے نہ گھبرائیں اور ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنے سے نہ رُکیں۔

اور فرمایا: ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیں O

یعنی آپ ان سے انتقام لینے کے درپے نہ ہوں' کیونکہ پھر آپ کے لیے ان کو اللہ کا پیغام سنانا مشکل ہوگا' یہ آیت جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے' پھر اس کے کافی عرصہ بعد کفار سے قتال کرنے کا حکم نازل ہوا' پس آیت قتال نے اس سے پہلے کی آیتوں کو منسوخ کر دیا۔

Marfat.com

المزمل: ۱۱ میں فرمایا: اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں O

یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرے' اور اس کا کوئی عزیز دوست اس کام کو اس کی بہ نسبت زیادہ عمدگی سے کرسکتا ہو تو وہ اس سے کہے کہ تم خود یہ کام نہ کرو' اس کام کو تمہارے بدلہ میں کروں گا' اسی نہج پر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: کفار کی ایذا رسانیوں کا آپ خود ان سے انتقام نہ لیں' آپ کے بدلہ میں ان جھٹلانے والوں سے میں انتقام لوں گا' اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کردوں گا۔

کفار سے یہ انتقام جنگ بدر میں لیا گیا' جب کفارِ مکہ کو جنگ بدر میں شکست ہوئی' ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر قید کر لیے گئے یا قیامت کے دن کافروں سے انتقام لیا جائے گا' جب ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس لیے فرمایا: ان کو تھوڑی مہلت دیں کیونکہ جنگ بدر کا دن آنے والا ہے' یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی مدت تھوڑی ہے اور عنقریب آخرت آنے والی ہے' وہاں ان جھٹلانے والے کافروں سے بھرپور انتقام لیا جائے گا۔

المزمل: ۱۳۔۱۲ میں فرمایا: بے شک ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے O اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے O

کفار کے جسمانی اور روحانی عذاب کی تفصیل

یعنی ہمارے پاس آخرت میں کفار کے لیے سخت ترین عذاب ہے جو ان کے دنیاوی عیش و آرام اور جسمانی لذتوں کے بالکل خلاف ہے اور ان آیتوں میں اس عذاب کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) ''انکالا'' کا ذکر فرمایا' اس کا معنی ہے: بیڑیاں' اور یہ بیڑیاں ان کے پاؤں میں اس لیے نہیں ڈالی جائیں گی کہ ان کے دوزخ سے نکل بھاگنے کا خطرہ ہے' بلکہ یہ بیڑیاں ان کو ذلت اور رسوائی اور اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے ڈالی جائیں گی۔

(۲) ''جحیم'' کا معنی بھڑکتی ہوئی آگ ہے' اور آگ میں جلنے کا عذاب واضح ہے۔

(۳) ''طعاما ذا غصة''' ''غصة'' کا معنی ہے: جو چیز حلق میں پھنس جائے اور یہ تھوہر کے درخت کا پھل ہے' جس کو اندرائن کہتے ہیں' اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کانٹوں والا کھانا ہے۔

(۴) ''عذابا الیما'' اس کا معنی ہے: دردناک عذاب ہے اور اس میں عذاب کی باقی اقسام شامل ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ والوں پر آگ کے سانپ اور آگ کے بچھو گرائے جائیں گے اور اگر ان میں سے کوئی سانپ مشرق والوں پر پھونک مارے تو مغرب والوں کو جلا دے گا' اور اگر ان میں سے کوئی بچھو دنیا والوں پر مارا جائے تو تمام دنیا کے لوگ جل جائیں گے اور یہ سانپ اور بچھو اہل دوزخ کی کھالوں اور ان کے جسموں کے درمیان داخل کر دیئے جائیں گے۔ (مظہری ج ۱۰ ص ۷۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا' اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۲)

امام رازی فرماتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب کی پہلی چار اقسام کو جسمانی عذاب پر محمول کیا جائے اور ان سے چار قسم کے روحانی عذاب کو بھی مراد لیا جائے:

(۱) یہ بھی ممکن ہے کہ ''انکال'' سے مراد یہ ہو کہ نفس کو تعلقاتِ جسمانیہ اور لذاتِ بدنیہ کی بیڑیاں ڈال دی جائیں' کیونکہ دنیا

Marfat.com

میں اس کو اس کی محبت اور رغبت کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے' پھر بعد میں جب اس کے بدن کو وہ لذت حاصل نہیں ہوتی تو وہ شدید غم میں مبتلا ہوتا ہے اور جب کہ اس کے کسب کے آلات باطل ہو چکے ہوتے ہیں تو گویا یہ بیڑیاں ہوتی ہیں جو اس کو عالمِ دوزخ سے نجات کے لیے مانع ہوتی ہیں۔

(۲) پھر ان روحانی بیڑیوں سے روحانی آگ بھڑکتی ہے' کیونکہ احوال بدنیہ کی طرف اس کو بہت زیادہ رغبت ہوتی ہے اور وہ ان کو حاصل نہیں کر سکتا' اس سے اس کو شدید روحانی جلن پیدا ہوتی ہے' جیسے کسی شخص کو کسی چیز کے حصول کی شدید خواہش ہو' پھر وہ اس کو نہ پا سکے تو اس کا دل جلتا رہتا ہے اور یہی اس کی روحانی ''جحیم'' ہے۔

(۳) پھر وہ اس محرومی کے غصہ کو گھونٹ بھر بھر کر پیتا ہے اور فراق کے درد کو سہتا رہتا ہے' اسی کو ''طعاماً ذا غصة'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۴) پھر وہ ان احوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات سے دائماً محروم رہتا ہے اور ''عذاباً الیما'' سے یہی مراد ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے فقط یہی روحانی عذاب کے مراتب مراد نہیں ہیں' بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جسمانی عذاب کے چار مراتب کے ساتھ ساتھ روحانی عذاب کے بھی یہ چار مراتب ہو سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۹۰۔۶۸۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

المزمل: ۱۴ میں فرمایا: جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے O

مشکل الفاظ کے معانی

اس آیت میں ''ترجف'' کا لفظ ہے اور ''الرجفة'' کا معنی ہے: شدید زلزلہ' اور ''کثیبا'' کا معنی ہے: ریت کا بہت بڑا ٹیلا' ''مھیلا'' کا معنی ہے: ریگ رواں' ریگ سیال' جھڑ کر گرنے والی مٹی اور ریت۔

اللہ تعالیٰ پہاڑوں کے اجزاء کو توڑ پھوڑ دے گا اور وہ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' پھر اس وقت وہ ریت کے بہت بڑے ٹیلے کی طرح ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو چلائے گا تو وہ رواں دواں ریت کی طرح ہو جائیں گے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے' جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا O پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت گرفت سے پکڑ لیا O اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا O آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا O بے شک یہ (آیات) نصیحت ہیں' سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ کو اختیار کر لے O (المزمل: ۱۹۔۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دینے کی توجیہ

ان آیات میں اہل مکہ سے خطاب ہے اور ان کو ایمان نہ لانے پر انواع و اقسام کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ ان آیتوں میں خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ کیوں ذکر فرمایا ہے؟ کسی اور نبی اور رسول کا قصہ کیوں نہیں ذکر فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل مکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کم حیثیت اور معمولی انسان سمجھتے تھے اور آپ کی تحقیر کرتے تھے کیونکہ آپ ان ہی کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور پلے بڑھے تھے' جیسا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت کم حیثیت اور معمولی انسان سمجھتا تھا' کیونکہ حضرت موسیٰ اسی کے شہر میں پیدا ہوئے تھے اور اسی کے گھر میں انہوں نے پرورش پائی تھی' جیسا کہ فرعون نے کہا تھا:

Marfat.com

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا۔ (الشعراء:۱۸) فرعون نے کہا: کیا ہم نے آپ کے بچپن کے زمانہ میں آپ کی پرورش نہیں کی تھی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ''جو تم پر گواہ ہے'' اس کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان کے کفر اور ان کی تکذیب کی گواہی دیں گے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے گواہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ دنیا میں حق کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس کفر پر وہ قائم ہیں وہ باطل ہے' کیونکہ گواہ اپنی گواہی سے حق کو بیان کرتا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ المزمل:۱۶ میں ''وبیل'' کا لفظ ہے' اس کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''وبیل'' کا معنی ہے: ثقیل اور غلیظ' اسی وجہ سے سخت بارش کو ''وابل'' کہا جاتا ہے' یعنی ہم نے فرعون کو شدید گرفت میں پکڑ لیا۔

قیامت کے دن بچوں کو بوڑھا کرنے کی توجیہ

المزمل:۱۷ میں فرمایا: اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا○

زمخشری نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: اگر تم اپنے کفر پر قائم رہے تو قیامت کے دن اپنے آپ کو اس عذاب سے کیسے بچاؤ گے' جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ کسی سخت دن کی سختی اور شدت کو اسی طرح بیان کیا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ غم اور فکر انسان پر بڑھاپے کو بہت جلد طاری کر دیتا ہے' کیونکہ غم اور فکر سے انسان کی حرارت غریزی سرد پڑ جاتی ہے' اس وجہ سے اجزاء غذائیہ پوری طرح پک نہیں سکتے اور بلغم کا باقی اخلاط پر غلبہ ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور سفید بالوں کو بڑھاپے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کے دن بچے حقیقت میں بوڑھے ہو جائیں گے کیونکہ قیامت کے دن بچوں پر غم اور خوف کا طاری ہونا جائز نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن اس قدر طویل ہو کہ بچے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا پورا ہونا کیوں لازم ہے؟

المزمل:۱۸ میں فرمایا: آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا○

قیامت کی ہولناکیوں میں سے یہ ہے کہ وہ دن اس قدر سخت اور شدید ہو گا کہ آسمان اس وقت وسعت' عظمت اور شدت کے باوجود پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح بکھر جائے گا تو سوچو کہ عام مخلوق کا اس دن کیا حال ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ قیامت کے دن آسمان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور جو اس کے علم کا تقاضا ہو اس کا پورا ہونا واجب ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو کہ آسمان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہو وہ لامحالہ پورا ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے۔

سورۃ المزمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اجمالی تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ احوال اور آپ کی عمدہ سیرت کے بیان سے شروع کیا تھا' اور آپ کے احوال دو قسم کے ہیں' ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ عزوجل کی اطاعت اور اس کی عبادت کے ساتھ ہے' المزمل: ۹۔۱ میں اس کا بیان ہے اور آپ کی سیرت کا دوسرا پہلو وہ ہے جس کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے' اس کا ذکر المزمل: ۱۱۔۱۰ میں ہے: اور

Marfat.com

آپ کافروں کی باتوں پر صبر کریں اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیں O اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں O اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر کفار کو دھمکی بھی دی ہے کہ تمہاری دل آزار اور دل خراش باتوں کا جواب دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں ہے' تم سے انتقام میں لوں گا' پھر اس کے بعد کی آیتوں میں المزمل: ۱۸ تک کفار کو آخرت کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

المزمل: ۱۹ میں فرمایا: بے شک یہ (آیات) نصیحت ہیں سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ کو اختیار کرے O

یعنی یہ آیات ہدایت کی انواع اور اقسام پر مشتمل ہیں' سو جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کو اختیار کرے' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے اور اس کی معصیت اور اس کی نافرمانی کو ترک کر دے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں اور (کبھی)

نِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ

آدھی رات تک اور (کبھی) ایک تہائی رات تک اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے' اور اللہ

يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ

رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے' اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام

عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ

کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اللہ کو علم ہے

مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ

کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے' اللہ کے

مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ

فضل کو تلاش کرتے ہوئے' اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

Marfat.com

وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ

اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے

مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ

اس کو اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے

ع ۲ ۱۴

وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں اور (کبھی) آدھی رات تک اور (کبھی) ایک تہائی رات تک اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے' اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' پس تم جتنا آسانی کے ساتھ قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو O الخ (المزمل: ۲۰)

نمازِ تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے دو تہائی رات سے کچھ کم بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں' اور کبھی آدھی رات تک بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی ایک تہائی رات تک تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تہجد کی نماز پڑھتی ہے' لیکن ایک تو ہر رات کو اتنا قیام کرنا بہت مشکل اور بھاری کام تھا' دوسرے وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل تھا کہ دو تہائی رات تک قیام ہوا ہے یا نصف رات تک قیام ہوا ہے یا تہائی رات تک قیام ہوا ہے' کیونکہ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف نازل فرمائی اور رات کے اس قیام کی فرضیت کو منسوخ فرما دیا' اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے' مستحب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اب دو تہائی رات یا نصف رات یا تہائی رات تک تہجد کی نماز پڑھنی فرض نہیں ہے' بلکہ جتنے وقت میں بھی آپ آسانی کے ساتھ تہجد پڑھ سکیں پڑھ لیں' فرض ادا ہو جائے گا' پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو تہجد کی اتنی مقدار کی فرضیت بھی منسوخ ہو گئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان آیات سے ابتداءً نمازِ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

نمازِ تہجد میں کتنا قرآن پڑھنا چاہیے؟

اس آیت میں فرمایا ہے: پس تم جتنا آسانی کے ساتھ قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ اس آیت کا معنی ہے:
تہجد کی نماز میں اتنا قرآن مجید پڑھو جتنا تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکو' اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:
السدی نے کہا: سو آیتیں پڑھو' حسن بصری نے کہا: جس شخص نے تہجد کی نماز میں سو آیتیں پڑھیں' قرآن مجید اس کی مخالفت نہیں کرے گا' کعب احبار نے کہا: جس نے تہجد کی نماز میں سو آیتیں پڑھیں اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا' سعید نے کہا: اس سے مراد پچاس آیتیں ہیں۔
کعب کا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رات کو دس آیات کے ساتھ قیام کیا' اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا' اور جس نے سو آیات کے ساتھ قیام کیا' اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جس نے ہزار آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام پل بنانے والوں میں لکھا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۹۸)

نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض نہ ہونا

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں قرآن پڑھنے سے مراد نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز کا ایک جز قرآن پڑھنا ہے اور اس آیت میں جز سے مراد کل ہے اور یہ اطلاق مجازی ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رات میں جتنی نماز آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اتنی نماز پڑھو' لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ قرآن مجید کے کسی لفظ کو مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے' جب اس لفظ سے حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہو یا متعذر ہو' اور اس آیت میں قرآن پڑھنے کا ارادہ کرنا محال نہیں ہے' اسی وجہ سے ائمہ احناف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں کسی معین سورت کو پڑھنا فرض نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید کا جو حصہ بھی آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے' اتنا قرآن پڑھنا فرض ہے' اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ مطلقاً قرآن کا پڑھنا فرض ہے' جس قدر قرآن کو کوئی شخص آسانی اور سہولت سے پڑھ سکتا ہو' جن بعض احادیث سے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا لزوم معلوم ہوتا ہے وہ وجوب پر محمول ہے یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب.

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ کو نہیں پڑھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۲۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۷)

اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے کیونکہ کسی چیز کی فرضیت ایسی دلیل سے ثابت ہوتی ہے' جس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اس کا ثبوت بھی قطعی ہو' اس حدیث کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لزوم کی دلالت تو قطعی ہے کیونکہ اس میں یہ ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی' لیکن اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے' کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے قطعی نہیں ہے' جس کا ثبوت قطعی ہے وہ صرف قرآن مجید ہے یا خبر متواتر ہے' اس لیے ہمارے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' فرض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے' پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو' اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے' اس کو اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (المزمل: ۲۰)

تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی توجیہ

اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی حکمت بیان فرمائی ہے' یعنی اگر یہ کہا جائے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو کیوں منسوخ کر دیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کچھ لوگ بیمار ہوں گے تو وہ تہجد نہیں پڑھ سکیں گے' اور کچھ لوگ تجارت کے لیے زمین میں سفر کریں گے تو وہ حالتِ سفر میں تہجد نہیں پڑھ سکیں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سخت مشقت کے کاموں میں مصروف ہوں گے' پس اگر وہ دن کی تھکن' رات کی نیند سے نہ اتاریں اور رات کو پھر آدھی رات یا تہائی رات تک تہجد پڑھیں تو پھر ان کے لیے دن میں جہاد کی مشقت اٹھانا بہت مشکل ہوگا اور جہاد بہت اہم فریضہ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی جو وجوہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے متعلق بیان فرمائی ہیں وہ وجوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی متحقق ہیں بلکہ ان وجوہ کے علاوہ ایک زائد وجہ آپ کا اُمورِ تبلیغ میں مصروف اور مشغول ہونا ہے' اس لیے جس طرح امت سے تہجد کی فرضیت ساقط ہوگئی' اسی طرح آپ سے بھی تہجد کی فرضیت ساقط ہوگئی۔

اس آیت کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اور حلال روزی کے حصول کے لیے سفر کرنے والوں کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے لے گیا اور محض ثواب کی نیت سے یہ سفر کیا اور اس چیز کو مروج قیمت کے مطابق فروخت کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شہداء میں شمار ہوگا۔

سورۃ المزمل کے آخر میں زکوٰۃ کا حکم اس سورت کے مکی ہونے کے خلاف نہیں ہے

اس کے بعد پھر فرمایا: پس تم جتنا آسانی کے ساتھ قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ اس میں پہلے جملہ کی تاکید ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

یعنی فرض نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اس سے مراد فرض زکوٰۃ نہیں ہے' نہ صدقہ فطر مراد ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مدینہ منورہ میں فرض ہوئیں تھیں اور سورۃ المزمل مکی سورت ہے بلکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے' لہٰذا اس آیت میں زکوٰۃ سے مراد نفلی صدقات ہیں اور نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا' کیونکہ جس طرح نماز سے بدن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے' اسی طرح نفلی صدقات ادا کرنے سے مال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

علامہ آلوسی حنفی نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ اجمالی طور پر مکہ میں فرض ہوئی تھی اور زکوٰۃ کے مصارف اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا تھا' اس لیے اس آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اس سورت کے مکی ہونے کے منافی نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۹۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ آلوسی حنفی نے لکھا ہے:

حسن بصری' عکرمہ' عطاء' جابر وغیرہم کے نزدیک سورۃ المزمل پوری مکی ہے' ''البحر المحیط'' میں مذکور ہے کہ سورۃ المزمل مکی ہے' ماسوا اس کے دوسرے رکوع کے جو ''ان ربک یعلم'' سے شروع ہوتا ہے' لیکن علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کا رد کیا ہے کہ اس استثناء کی حکایت ابن الفارس نے کی ہے اور حاکم کی روایت اس کا ردّ کرتی ہے' حاکم کی روایت یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اسلام کی ابتداء میں پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے تہجد فرض ہوگئی تو اس سورت کے ابتدائی حصہ کے نازل ہونے کے بعد اس سورت کا دوسرا رکوع نازل ہوا' جس سے تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔

(روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۷۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ سورۃ المزمل پوری مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اس کے

Marfat.com

خلاف نہیں ہے' کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا ہے کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو گئی تھی اور اس کی تفصیل مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

اللہ کو قرض دینے کا معنی

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

اس آیت کے تین محمل ہیں: (۱) اس سے مراد تمام صدقات ہیں (۲) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں سب سے اچھا مال نکالا جائے' جس مال میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت کی جائے اور وہ مال مستحق کو دیا جائے (۳) اس سے مراد صرف اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ جو بھی نیک کام کیا جائے اس کو حسن نیت سے کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے' خواہ اس کا تعلق مال خرچ کرنے سے ہو یا اور کوئی نیک عمل ہو۔

اس کے بعد فرمایا: اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے' اس کو اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اس کو اس لیے بچا کر رکھو کہ مرتے وقت اس مال میں وصیت کرو گے' اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ تم اس مال کو پہلے ہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔

اور تم سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں اور جو کوتاہیاں ہو چکی ہیں' ان پر تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو' خاص طور پر جب تم رات کو اٹھ کر نماز میں قیام کرو تو اللہ سبحانہ سے استغفار کرو' بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مغفرت کرنے والا ہے اور ان پر بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

مقاتل نے کہا: وہ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے خواہ وہ گناہ کے بعد فوراً توبہ کرنے والا ہو یا گناہ پر اصرار کر کے پھر توبہ کرنے والا ہو' جب بندہ اللہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

سورۃ المزمل کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین! آج ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/۳ جون ۲۰۰۵ء بہ روز جمعہ سورۃ المزمل کی تفسیر کا اختتام ہو گیا' ۲۳ مئی کو سورۃ المزمل کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح دس دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' قرآن مجید کی بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اور مجھے صحت و عافیت کے ساتھ تاحیات ایمان پر قائم رکھیں اور اسلام کے تمام احکام پر عامل رکھیں اور معصیت سے مجتنب رکھیں' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے تلامذہ اور میرے احباب کی' اس کتاب کے ناشر اور معاونین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرمائیں اور تا قیامت اس کتاب کو مقبول عام بنا دیں۔

میں نے کولیسٹرول کم کرنے کے لیے چکنائی بالکل ترک کر دی تھی' حتیٰ کہ چائے میں دودھ ڈالنا بھی چھوڑ دیا تھا اور سبز چائے کا قہوہ پیتا تھا' اس کا خوشگوار اثر میری شوگر پر پڑا اور وہ حیرت انگیز طور پر کم ہو گئی' اب میں پہلے کی بہ نسبت کم مقدار میں شوگر کنٹرول کرنے والی دوا لیتا ہوں' ایک Evopride 2mg صبح کو اور تین دفعہ Glucophage یہ پورے دن کی خوراک ہے۔ اکیس سال سے میں ایک وقت میں صرف دو Bran Bread کے پیس لیتا تھا' اب الحمد للہ! ڈیڑھ روٹی کھاتا ہوں' اس کے علاوہ میں موسم کے لحاظ سے اب پھل بھی کھا رہا ہوں' سو اس تحریر کے حوالے سے میں شوگر کے تمام مریضوں کو یہ

Marfat.com

مشورہ دیتا ہوں کہ وہ چکنائی کو بالکل ترک کردیں' اُبلی ہوئی سبزی اور اُبلا ہوا گوشت کھائیں' بڑے گوشت سے پرہیز کریں' ان شاء اللہ ان کی شوگر بہت کم ہو جائے گی۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ المدثر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام المدثر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا ہے: '' یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ '' اور اس سورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کے ذکر کے ساتھ شروع کیا ہے' جس وصف کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موصوف کیا تھا' لفظ '' المدثر '' اصل میں '' المتدثر '' تھا' جو شخص سردی دور کرنے کے لیے یا سونے کے لیے اپنے اوپر چادر لپیٹ لے اس کو '' المدثر '' کہا جاتا ہے۔

سورت المدثر کے متعلق احادیث

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی سورت نازل ہوئی؟ انہوں نے کہا: '' یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ '' (المدثر:۱) سب سے پہلے نازل ہوئی ہے' میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ '' اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ '' (العلق:۱) سب سے پہلے نازل ہوئی ہے' ابوسلمہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تھا' اور جس طرح تم نے مجھ سے کہا ہے میں نے بھی ان سے اسی طرح کہا تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنائی تھی' آپ نے فرمایا: میں حراء میں بیٹھا ہوا تھا' جب میں نے اپنی نشست مکمل کر لی تو میں پہاڑ سے نیچے اترا' مجھے ندا کی گئی' میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنے آگے دیکھا تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا' پھر میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا' پھر میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے کوئی چیز دیکھی' پھر میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا: مجھ پر کپڑا لپیٹو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو' پھر گھر والوں نے مجھ پر چادر لپیٹ دی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا' اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ (المدثر:۳۔۱) اے چادر لپیٹنے والے! ○ اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ○ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے ○

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۵' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۶۳۱)

امام بخاری نے اس حدیث کو مکرر بھی بیان کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۴۹۲۴)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشہور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہ آیات نازل ہوئیں:

Marfat.com

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ " (العلق: ۳-۱)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۳-۲۳۲)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ابوسلمہ نے حضرت جابر سے جو روایت کی ہے' اس میں اوّلیت سے مراد اوّلیت مخصوصہ ہے یعنی پہلی وحی نازل ہونے کے بعد جب وحی کا آنا رک گیا تھا' اس کے بعد جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ "یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" تھی یا اس سے مراد وہ پہلی وحی تھی جس میں آپ کو کھڑے ہونے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا' اور حضرت جابر کی اس حدیث میں اوّلیت سے مراد اوّلیت مطلقہ نہیں ہے اور جس راوی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" نازل ہوئی' ان کی اوّلیت سے مراد اوّلیت مطلقہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں اوّلیت سے مراد اوّلیت اضافی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اوّلیت سے مراد اوّلیت حقیقی ہے اور یوں ان دونوں حدیثوں میں جو بہ ظاہر تعارض تھا' وہ ساقط ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۸۴-۶۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریش کی دعوت کی' جب سب نے کھانا کھا لیا تو اس نے پوچھا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا: یہ جادوگر ہیں' اور بعض نے کہا: یہ جادوگر نہیں ہیں اور بعض نے کہا: یہ کاہن ہیں اور بعض نے کہا: یہ کاہن نہیں ہیں' بعض نے کہا: یہ شاعر ہیں اور بعض نے کہا: یہ شاعر نہیں ہے اور بعض نے کہا: یہ پر اثر جادوگر ہیں' پھر ان سب کا آپ کے متعلق یہ اتفاق ہو گیا کہ آپ پہلے والا جادو کر رہے ہیں' جب یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ چادر لپیٹے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے "یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" سے لے کر "ولربك فاصبر" تک آیات نازل فرمائیں۔

(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۰۲۔ رقم الحدیث: ۱۱۲۵۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ابراہیم بن یزید الخوزی متروک ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۱' الدر المنثور ج ۸ ص ۳۰۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر میں باہمی مناسبت

سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر میں حسب ذیل وجوہ سے مناسبت ہے:

(۱) ان دونوں سورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے لباس کے ایک وصف کے ساتھ ندا کی گئی ہے۔

(۲) ان دونوں سورتوں کے شروع کا تعلق قصہ واحدہ کے ساتھ ہے اور سورۃ المدثر' سورۃ المزمل کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعض کے نزدیک سورۃ المدثر پہلے نازل ہوئی ہے' جیسا کہ حضرت جابر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) سورۃ المزمل کی ابتداء تہجد پڑھنے کے حکم سے ہوئی ہے' اس میں اپنے نفس کی تکمیل کا حکم ہے اور سورۃ المدثر میں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے حکم سے ابتداء کی گئی ہے اور اس میں دوسروں کی تکمیل کا حکم ہے۔

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:

وحی کے رکنے کی مدت میں اختلاف ہے' بعض کے نزدیک یہ مدت اڑھائی ماہ ہے' بعض کے نزدیک چالیس دن ہے اور بعض کے نزدیک پندرہ دن ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۲۹۳' مطبوعہ تیونس)

میں کہتا ہوں کہ وحی کے نزول کو اس لیے روک لیا گیا تھا کہ شروع میں نزولِ وحی سے آپ گھبرا جاتے تھے اور خوف زدہ ہو جاتے تھے' پھر آپ پر وحی کے نزول کو روک لیا گیا تاکہ آپ کو وحی کا اشتیاق اور انتظار ہو اور آپ نزولِ وحی سے مانوس ہو جائیں۔ ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے سورۃ المدثر کا نمبر ۷۴ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۴ ہے۔

Marfat.com

سورة المدثر کے مشمولات

☆ اس سورت کی ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا مکلف فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین پر ایمان لانے کی دعوت دیں' اور ایمان نہ لانے پر ان کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرائیں' اور کفار اور فجار کی ایذاؤں پر صبر کریں۔
(المدثر: ۷۔۱)

☆ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما کر اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے۔(المدثر: ۱۰۔۸)

☆ پھر ایک شخص جو دل سے مان چکا تھا کہ واقعی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن اپنی ضد' ہٹ دھرمی اور تکبر کی وجہ سے اس کو اللہ کا کلام ماننے کے لیے تیار نہ تھا' اس لیے اس کا انکار کر کے یہ کہتا تھا کہ یہ جادو ہے' اس کو دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی ہے (وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا)۔(المدثر: ۲۶۔۱۱)

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ ڈرانے کے لیے دوزخ کے اوصاف گنوائے اور اس کے محافظوں کی تعداد بتائی۔
(المدثر: ۳۱۔۲۷)

☆ چاند کی اور رات اور صبح کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دوزخ کا عذاب سب سے بڑی مصیبت ہے۔(المدثر: ۳۷۔۳۲)

☆ یہ بتایا ہے کہ ہر شخص صرف اپنے کیے ہوئے کاموں کا ذمہ دار ہوگا' مؤمنین کو نجات کی بشارت دی ہے اور کفار کو عذاب سے ڈرایا ہے۔(المدثر: ۴۸۔۳۸)

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورة المدثر کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' الٰہ العٰلمین اور اے میرے الٰہ! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق پر قائم رکھنا اور اس کو بیان کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمانا' اور مجھے باطل سے مجتنب رکھنا اور اس کا ردّ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمانا۔(آمین یارب العٰلمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۵ جون ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المدثر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَ

اے چادر لپیٹنے والے! O اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے O اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے O اور

ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶

اپنا لباس پاک رکھیے O اور بتوں کو چھوڑے رہیے O اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ رکھیے O

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ

اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجیے O پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی O تو وہ بہت

يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝۱۰ ذَرْنِيْ وَمَنْ

مشکل والا دن ہو گا O کافروں پر (وہ دن) آسان نہ ہو گا O آپ اس کو مجھ پر

خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝۱۱ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝۱۲ وَّبَنِيْنَ

چھوڑ دیں جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا O اور میں نے اس کے لیے بہت مال مہیا کر دیا O اور بیٹے

شُهُوْدًا ۝۱۳ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝۱۵

جو اس کے سامنے ہیں O اور میں نے اس کے لیے اور بہت کچھ مہیا کیا O وہ پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ میں اور زیادہ کروں O

كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝۱۷

ہرگز نہیں! بے شک وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے O عنقریب میں اس کو صعود پر چڑھاؤں گا O

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ

بے شک اس نے سوچا اور فیصلہ کیا O اس پر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O اس پر پھر اللہ کی مار ہو

كَيْفَ قَدَّرَ ۝۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ اَدْبَرَ

اس نے کیسا فیصلہ کیا O پھر اس نے غور کیا O پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا O پھر اس نے اعراض کیا

Marfat.com

وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ إِنْ هٰذَآ

اور تکبر کیا O پھر کہا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے O یہ صرف

إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَأُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا

بشر کا کلام ہے O میں عنقریب اس کو دوزخ میں داخل کر دوں گا O اور آپ کو کیا معلوم کہ

سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ

دوزخ کیا ہے! O نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے O وہ کھال کو جھلسانے والی ہے O اس پر انیس

عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا

فرشتے مقرر ہیں O اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے بنائے ہیں، اور ہم نے ان کی

عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا

یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے، تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَا

اور نہ ایمان والے اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ

ذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کرنے سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟ اسی طرح اللہ جس میں چاہے گم راہی پیدا کرتا ہے اور

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ

جس میں چاہے ہدایت پیدا کر دیتا ہے، اور اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ

إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع ۱ ۱۵

صرف بشر کے لیے نصیحت ہے O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے چادر لپیٹنے والے! O اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے O اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے O اور اپنا لباس پاک رکھیے O (المدثر: ۴۔۱)

''المدثر'' کے ساتھ خطاب اور لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے محامل

اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں ''المدثر'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے' رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''المدثر'' کے لقب سے کیوں ندا کی گئی ہے تو اس کی مفسرین نے حسبِ ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) یہ سورت قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے' حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حرا پہاڑ پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی: ''یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں'' میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنے اوپر نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا' میں خوف زدہ ہو کر خدیجہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: مجھے چادر اڑھاؤ' مجھے چادر اڑھاؤ اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: ''یٰٓاَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ''۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۳۵۸)

(۲) چند لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی' ان کے نام یہ ہیں: ابوجہل' ابولہب' ابوسفیان' الولید بن المغیرہ' النضر بن الحارث' امیہ بن خلف اور العاص بن وائل' وہ سب اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا: اب حج کا موسم آ رہا ہے اور عرب کے مختلف علاقوں سے وفود آئیں گے اور ہم سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوال کریں گے' تو ہم میں سے ہر شخص الگ الگ جواب دے گا' کوئی کہے گا: وہ کاہن ہیں' کوئی کہے گا: وہ مجنون ہیں' کوئی کہے گا: وہ شاعر ہیں' پس ہمارے مختلف جواب سن کر عرب کہیں گے: ان کے مختلف جواب اس پر دلیل ہیں کہ ان کے جواب باطل ہیں' پس آؤ ہم کسی ایک جواب پر متفق ہو جائیں' کسی نے کہا: سب یہ کہیں کہ وہ شاعر ہیں' ولید نے اس پر اعتراض کیا کہ میں نے بڑے بڑے شعراء کا کلام سنا ہے' (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ان میں سے کسی شاعر کے مشابہ نہیں ہے' پھر لوگوں نے کہا: یہ کہو کہ وہ کاہن ہیں' اس پر ولید نے اعتراض کیا کہ کاہن کی خبر سچی بھی ہوتی ہے اور جھوٹی بھی ہوتی ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آج تک کوئی جھوٹی خبر نہیں دی' پھر انہوں نے کہا: یوں کہو کہ وہ مجنون ہیں' اس پر ولید نے یہ اعتراض کیا کہ مجنون خلافِ عقل اور بے ربط باتیں کرتا ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آج تک ایسا کلام نہیں کیا' پھر الولید واپس اپنے گھر چلا گیا' لوگوں نے کہا: الولید بن المغیرہ نے اپنا مذہب بدل لیا ہے' پھر ابوجہل ولید کے پاس گیا اور کہا: اے ابوعبد شمس! کیا ہوا؟ یہ قریش تمہارے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ تم نے اپنا مذہب بدل لیا ہے؟ الولید نے کہا: مجھے اپنا مذہب بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' لیکن میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق غور و فکر کر رہا ہوں' میں نے سوچا ہے کہ وہ ساحر (جادوگر) ہیں' کیونکہ جادوگر وہ ہوتا ہے جو باپ اور بیٹے میں اور بھائی اور بھائی میں اور بیوی اور شوہر میں تفرقہ ڈال دیتا ہے' اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا ہی کرتے ہیں' پھر وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ آپ کو جادوگر کا لقب دیا جائے' پھر وہ سب باہر نکلے اور مکہ کے مجمع میں چلا کر کہا کہ بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہیں' پھر لوگوں میں یہ شور مچ گیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا' آپ غم زدہ ہو کر گھر آئے اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے' تب

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کی:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ (المدثر: ۲-۱) اے چادر لپیٹنے والے! اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۹۷-۶۹۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

(۳) جو شخص چادر میں لپٹا ہوا ہو' وہ گویا کہ لوگوں سے چھپا ہوا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تھے' گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ اے وہ شخص جو چادر لپیٹے ہوئے گوشہ گمنامی میں ہیں' آپ اٹھیے' گم نامی سے نکلیے' مخلوق کو ڈرانے میں مشغول ہو جائیں اور لوگوں کو پیغام حق سنانا شروع کر دیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعلمین بنایا ہے' پس گویا کہ یوں کہا گیا: اے وہ شخص جو علم عظیم کے لباس میں ملبوس ہیں اور خلق عظیم سے متخلق ہیں اور رحمتِ کاملہ کے حامل ہیں' انھیں اور لوگوں کو اپنے رب کے عذاب سے ڈرائیں۔

(۵) اے چادر لپیٹنے والے! اپنے بستر سے اٹھیں اور تبلیغِ اسلام اور پیغامِ حق سنانے میں مشغول ہو جائیں۔

(۶) آپ عزم صمیم کے ساتھ اٹھیں اور اپنی قوم کو اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرائیں۔

المدثر: ۳ میں فرمایا: اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے

اس کی تفسیر کے بھی کئی محمل ہیں:

اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے محامل

(۱) کلبی نے کہا: بت پرست اللہ کی شان میں جو نازیبا باتیں کہتے ہیں' مثلاً اللہ سبحانہ کو صاحب اولاد کہتے ہیں اور اس کے کئی شریک قرار دیتے ہیں' اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہیں' ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی برأت بیان کیجئے اور اس کی تعظیم کیجئے۔

(۲) مقاتل نے کہا: آپ اللہ اکبر کہیے' روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کہا: ''اللہ اکبر کبیرا'' پھر حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ اکبر اور خوش ہوئیں اور انہوں نے جان لیا کہ آپ پر یہ وحی کی گئی ہے۔

(۳) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نماز میں اللہ اکبر کہیے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ المدثر تو اوائل سورتوں میں سے ہے اور اس وقت تک نماز فرض نہیں ہوئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ آپ نفلی نماز پڑھتے ہوں اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ آپ اس نماز میں اللہ اکبر پڑھیے۔

امام ابو منصور محمد بن محمود الماتریدی السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

''قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ'' (المدثر: ۲) میں صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا ہے اور اجر و ثواب سنانے کی بشارت کا حکم نہیں دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر جو شخص شرک اور کفر اور بداعمالیوں کو ترک کر دے گا' وہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے گا' اس لیے عذاب سے ڈرانے کا حکم ثواب کی بشارت کے حکم کو متضمن ہے' اور زیادہ اہم چیز گناہوں کو ترک کرنا ہے' اس لیے ابتدائی دعوت کے مقام میں صرف اسی پر اقتصار کیا گیا۔

''وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ'' (المدثر: ۳) کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیجئے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا معنی ہے کہ اللہ عزوجل کے

Marfat.com

احکام کی اطاعت کیجئے اور جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے ان پر لزوماً عمل کیجئے نہ یہ کہ فقط زبان سے کہیں 'یا عظیم''۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار مشرکین اور ملحدین جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور اس کے شرکاء ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کی برأت بیان کیجئے' اس کے حق کی عظمت بیان کیجئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیجئے' یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی اطاعت کرنا ہے اور اس کے امر پر عمل کرنا ہے' نہ یہ کہ صرف دل میں اس کی بڑائی کا اعتقاد رکھا جائے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

المدثر: ۴ میں فرمایا: اور اپنا لباس پاک رکھیے O

لباس پاک رکھنے کے محامل

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اپنے کپڑوں کو معصیت سے اور عہد شکنی سے آلودہ نہ کرو (یعنی اپنے لباس کو معصیت اور عہد شکنی کے ساتھ متصف نہ کرنے کے وصف پر برقرار اور دائم رہو)۔

ابن زید نے کہا: اپنے لباس کو ظاہری نجاست کی آلودگی سے پاک رکھیں۔

(جامع البیان جز ۲۹ ص ۱۸۳۔۱۸۱ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمود الماتریدی السمرقندی المتوفی ۳۳۳ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور تھے' اس لیے آپ کو اپنا لباس صاف اور پاک رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ لوگ آپ کی طرف تعظیم اور وقار کے ساتھ دیکھیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا: آپ فخر اور عہد شکنی کا لباس نہ پہنیں' حسن بصری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے اخلاق اچھے رکھیں' بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ زیادہ لمبے کپڑے نہ پہنیں' مبادا وہ کپڑے کسی نجاست پر گر جائیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا: اس آیت سے مقصود یہ بتانا ہے کہ نماز صرف پاک کپڑوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

پھر امام رازی فرماتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے قلب کو مشرکین کے اخلاق سے پاک رکھیں' کیونکہ وہ دوسروں پر افتراء باندھتے ہیں' عمداً جھوٹ بولتے ہیں اور قطع رحم کرتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اپنے نفس اور اپنے قلب کو ان سے انتقام لینے کے عزم اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کرنے کے عزم سے پاک رکھیں' تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے جس چادر کو لپیٹا ہوا ہے' اس چادر کو مشرکین کے افتراء کی وجہ سے بے صبری اور بے قراری سے پاک رکھیں۔

اس آیت کی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ ''المدثر'' کا معنی ہے: نبوت کی چادر لپیٹنے والے' گویا کہ یوں فرمایا گیا ہے:

اے نبوت کی چادر لپیٹنے والے! آپ اپنے آپ کو بے صبری' بے قراری' غضب اور کینہ سے پاک رکھیں کیونکہ یہ اوصاف منصب نبوت کے لائق نہیں ہیں۔

اس کنایہ کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا لباس اس کو لازم ہوتا ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بزرگی انسان کے لباس سے اور اس کی عفت اس کے تہ بند سے ظاہر ہوتی ہے اور درج ذیل آیت میں بھی مرد اور عورت کی ذوات کو لباس سے تعبیر فرمایا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ: ۱۸۷) تمہاری بیویاں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے

Marfat.com

لباس ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۹۹ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت '۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بتوں کو چھوڑے رہیے O اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ رکھیے O اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجئے O پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی O تو وہ بہت مشکل والا دن ہوگا O کافروں پر (وہ دن) آسان نہ ہوگا O

(المدثر: ۱۰۔۵)

عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب

اس آیت میں ''الرجز'' کا لفظ ہے' اور اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

العتبی نے کہا: ''الرجز'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ . (الاعراف: ۱۳۴)

جب فرعونیوں پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے: اللہ نے جو آپ سے عہد کیا ہوا ہے' اس کی بناء پر آپ اپنے رب سے دعا کیجئے' اگر آپ نے اس عذاب کو ہم سے دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

پھر شیطان کے مکر و فریب کا نام بھی ''الرجز'' رکھا گیا کیونکہ وہ عذاب کا سبب ہے' اور بتوں کا نام بھی ''رجز'' رکھا گیا کیونکہ ان کی پرستش بھی عذاب کا سبب ہے' اس تفسیر کی بناء پر اس آیت کا معنی ہے: آپ حسب سابق تمام انواع و اقسام کے معاصی سے احتراز کرتے رہیں اور اپنی اسی خصلت پر ڈٹے رہیں۔

جو لوگ عصمتِ انبیاء کے قائل نہیں ہیں' وہ اس آیت سے اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ پہلے معاصی کا ارتکاب کرتے تھے' تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو ارتکابِ معصیت سے منع فرمایا ہے کہ آپ گناہ نہ کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کو گناہ نہ کرنے کے دوام کا حکم دیا ہے' جیسا کہ ہم نماز میں کہتے ہیں: ''اھدنا الصراط المستقیم'' ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت دے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم پہلے ہدایت یافتہ نہیں ہیں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو ہدایت پر ہمیشہ برقرار رکھ' اگر ہم پہلے ہی ہدایت یافتہ نہ ہوتے تو نماز کیسے پڑھتے؟

احسان رکھنے کی ممانعت کو امام رازی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص قرار دینا

المدثر: ۶ میں فرمایا: اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ کیجئے O

اس کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کی حسبِ ذیل وجوہ سے تفسیر کی گئی ہے:

(۱) اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا حکم دیا تھا: قوم کو ڈرائیں' اپنے رب کی بڑائی بیان کریں' اپنے کپڑے پاک رکھیں' معاصی کو ہمیشہ چھوڑ رہیے۔ اس کے بعد فرمایا: ان سخت احکام پر عمل کرنے میں اپنے رب پر احسان نہ جتائیں جیسے کوئی شخص زیادہ لینے کے لیے احسان کرتا ہے۔ حسن بصری نے کہا: آپ اپنی نیکیوں سے اپنے رب پر احسان نہ کریں تاکہ اس سے زیادہ اجر لیں۔

(۲) آپ لوگوں کو جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور احکامِ دین کی تعلیم دیتے ہیں' اس سے ان پر احسان نہ کریں جیسے کوئی شخص زیادہ لینے کے لیے احسان جتاتا ہے۔

Marfat.com

(۳) آپ اپنی نبوت کا لوگوں پر احسان نہ جتائیں جیسے کوئی شخص زیادہ لینے کے لیے احسان جتاتا ہے۔
(۴) آپ لوگوں کو اس لیے عطا نہ کریں کہ ان سے بدلہ میں زیادہ لیں' اور اکثر مفسرین نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس عمل سے منع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں درج ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو عطا کرنا صرف اللہ کے لیے ہو' لوگوں کے لیے نہ ہو۔
(۲) جو شخص کسی کو دنیا کی قلیل چیز دے گا اور اس سے زیادہ لینے کی توقع رکھے گا' وہ ضرور اس غیر کے ساتھ تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آئے گا اور یہ چیز منصب نبوت کے لائق نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا یہ ممانعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے یا امت بھی اس ممانعت میں داخل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا ظاہر عموم نہیں ہے اور نہ قرینہ حال اس کے عموم کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ چیز منصب نبوت کے خلاف ہے' اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امت کو جو سود لینے سے منع فرمایا ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے۔

اس آیت کی پانچویں تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آپ لوگوں کو کچھ دے کر اس وجہ سے ان پر احسان نہ رکھیں کہ آپ اپنے عطیہ کو بہت زیادہ گمان کرتے ہیں' بلکہ آپ کی شان کے لائق یہ ہے کہ آپ اپنی دی ہوئی چیز کو کم اور حقیر گمان کریں کیونکہ اگر آپ کسی کو پوری دنیا بھی دے دیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قلیل ہے۔

اور اس کی چھٹی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اگر آپ کسی کو کوئی چیز دیں تو اس کے اوپر اس وجہ سے احسان نہ رکھیں کہ آپ اس کو بہت چیز دے رہے ہیں کیونکہ کسی چیز کو دے کر اس پر احسان جتانا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دینا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ. (البقرہ:۲۶۴)

اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور طعنہ کی اذیت دے کر باطل نہ کرو جیسے کوئی شخص دکھانے کے لیے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۰۱۔۷۰۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں اللہ پر احسان رکھنے کی ایک وجہ ذکر کی ہے اور پانچ وجوہ بندوں پر احسان رکھنے کی ذکر کی ہیں اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور امت کے لیے یہ ممانعت نہیں ہے' ہمارے نزدیک امام رازی کی یہ تفسیر مناسب نہیں ہے کیونکہ منع اس چیز سے کیا جاتا ہے جس کا ثبوت ممکن اور متصور ہو' مثلاً دیوار سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم جھوٹ نہ بولو' کیونکہ دیوار کا جھوٹ بولنا ممکن اور متصور ہی نہیں ہے' اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن اور متصور ہی نہیں ہے کہ آپ سخت اور مشکل احکام پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھیں یا آپ اپنی نبوت' اپنی پیغام رسانی' یا اپنی تبلیغ دین کا امت پر احسان رکھیں یا آپ امت کو کچھ عطا فرمائیں تو بدلہ میں زیادہ لینے کے لیے یا اس کو زیادہ گمان کر کے یا ریاکاری کے لیے امت پر احسان رکھیں' یہ چیز تو عام مسلمان سے بھی متوقع نہیں ہے چہ جائیکہ آپ جو کائنات میں سب سے زیادہ متقی اور عبادت گزار ہیں اور سب سے زیادہ مخلص ہیں آپ سے اس چیز کا خطرہ ہوتی کہ آپ کو اس چیز سے منع کرنے کی ضرورت پیش آئے' ہمارے نزدیک یہ آیت مجاز عقلی پر محمول ہے' اس آیت میں صراحت

Marfat.com

سے احسان رکھنے کی ممانعت کی نسبت آپ کی طرف ہے اور درحقیقت یہ نسبت آپ کی امت کی طرف ہے' اصطلاح میں اس کو تعریض کہتے ہیں یعنی کہنا کسی کو اور سنانا دوسرے کو جیسے ماں اپنی بیٹی سے کہے: تم سالن میں تیل کم ڈالا کرو حالانکہ اس کی بیٹی تو سالن پکاتی ہی نہیں' سالن اس کی بہو پکاتی ہے تو وہ کہہ اپنی بیٹی کو رہی ہے اور سنا اپنی بہو کو رہی ہے' قرآن مجید میں اس کی مثال یہ آیت ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ. (الزمر: ۶۵) اگر آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

آپ سے تو شرک متصور ہی نہیں ہے' درحقیقت اس آیت میں آپ کی امت سے خطاب ہے۔

اسی طرح آپ سے تو یہ متصور ہی نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر یا بندوں پر احسان رکھیں' اس لیے کہا آپ سے گیا ہے اور سنایا بندوں کو ہے' امام رازی نے اس آیت کی تفسیر کی دو اور وجہیں بھی ذکر کی ہیں' لیکن ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صدور بہت زیادہ بعید ہے' اس لیے ہم نے ان کو ترک کر دیا۔ امام رازی بہت زیادہ ژرف بین مفسر ہیں' بہت نکتہ آفریں ہیں اور ہم ان سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہیں' لیکن اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے زیادہ غور نہیں کیا۔

عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان نہ رکھنے اور امت سے زیادہ لینے کے لیے ان پر احسان نہ رکھنے کے حضور کی سیرت سے دلائل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ اللہ سبحانہ پر احسان رکھنے کے لیے سخت اور مشکل احکام پر عمل کرتے ہیں' جب کہ آپ کا حال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے تھے' حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت فرما دی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۵۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۴۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۶)

قرآن مجید میں تصریح ہے کہ مال فے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے (مال فے وہ مال ہے جس کو کفار مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں چھوڑ کر چلے جائیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الحشر: ۶) اور کفار کا جو مال فے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا' جس کے لیے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ' بلکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اپنے رسولوں کو غالب فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

ام حبیبہ بنت العرباض اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دیئے ہوئے مال فے سے صرف اُون لیتے' اور فرماتے: میں اس مال میں سے صرف اتنا ہی لوں گا جتنا تم میں سے کوئی ایک لے گا ماسوا خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) کے اور وہ بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا۔ الحدیث

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸ طبع قدیم' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۷۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸۔ رقم الحدیث: ۶۴۹' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۴۴۳' حافظ الہیثمی نے کہا: ام حبیبہ کی کسی نے جرح کی ہے نہ توثیق کی ہے اور اس حدیث کی سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۸۵۔ رقم الحدیث: ۱۷۱۵۴)

Marfat.com

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ جو مال فئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا' آپ اس میں سے بھی امت کو لوٹا دیتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ امت سے زیادہ مال لینے کے لیے اس پر احسان فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مال چھوڑا' وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے کوئی قرض یا اولاد چھوڑی وہ ہمارے ذمہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۳۹۸' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۰۷۰' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۹۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مؤمن کا دنیا اور آخرت میں' میں سب سے زیادہ ولی (حق دار) ہوں اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. نبی مؤمنوں کی جانوں سے زیادہ ان کے حق دار ہیں۔

(الاحزاب:۶)

پس جو مؤمن مر جائے اور مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے' جو بھی اس کے رشتہ دار ہوں اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا عیال کو چھوڑا تو وہ میرے پاس آئیں' پس میں اس کا ولی (ذمہ دار) ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۳۹۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۰۷۰' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۹۶۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم نے جو مال بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۷۱۱۔۳۰۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۵۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۹۲۵' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۷۱۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۵۷۶)

ان احادیث کو پڑھ کر کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت سے زیادہ لینے کے لیے اس پر احسان فرماتے تھے۔

بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ لینے سے منع کرنا تب درست ہوتا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ دنیا لینے کی طلب ہوتی' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ دنیا لینے کی مطلقاً طلب نہیں تھی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے اور اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے لیے بستر بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے' میں دنیا میں ایک سوار مسافر کی طرح ہوں' جس نے ایک درخت کے سائے میں آرام کیا' پھر اس کو ترک کر دیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۳۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۱۰۹' مسند احمد ج۱ ص۳۹۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دے' میں نے کہا: نہیں! اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا' اور تین دفعہ عرض کیا: جب میں بھوکا ہوں گا تو تیرے سامنے گڑگڑاؤں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیری حمد کروں گا اور تیرا شکر ادا کروں گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۳۴۷' مسند احمد ج۵ ص۲۵۲)

آپ دنیا سے اس قدر مستغنی تھے کہ پوری کائنات میں آپ ایسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا' پھر آپ کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ آپ لوگوں پر اس لیے احسان کرتے تھے کہ لوگ آپ کو زیادہ دیں' سو المدثر:۶ میں آپ کو اس سے منع کیا گیا'

Marfat.com

اس لیے لامحالہ اس آیت کی وہی تاویل اور توجیہ کرنی ہوگی جو ہم نے بیان کی ہے کہ اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب کیا گیا ہے اور حقیقت میں مراد آپ کی امت ہے۔

دیگر متقدمین اور متاخرین کی المدثر: ۶ کی تفسیر

امام رازی اس تفسیر میں منفرد نہیں ہیں' ان سے پہلے اور ان کے بعد کے تمام قابل ذکر مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے' دیکھئے امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ' امام ابواسحاق ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ' علامہ الماوردی التوفی ۴۵۰ھ' امام واحدی متوفی ۴۶۸ھ' علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ' علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ' قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۱۴۳ھ' علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ' ان کی تفسیروں کے حوالے درج ذیل ہیں:

جامع البیان جز ۲۹ص ۱۸۵' الکشف والخفاء ج ۱۰ص ۷۰' النکت والعیون ج ۶ص ۱۳۸' الوسیط ج ۴ص ۳۸۱' الکشاف ج ۴ ص ۶۴۸' زاد المسیر ج ۸ص ۴۰۲۔۴۰۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۶۴' تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۹ص ۳۲۳' روح البیان ج ۱۰ص ۲۶۷' تفسیر المظہری ج ۱۰ص ۹۱' روح المعانی جز ۲۹ص ۲۰۵۔

المدثر: ۶ کی بعض اُردو تفاسیر

اردو تفاسیر میں سید مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے المدثر: ۶ کی تفسیر میں لکھا ہے:

یعنی جیسے کہ دنیا میں ہدیے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے گا' اس قسم کے ہدیے اور نیوتے شرعاً جائز ہیں' مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ شانِ نبوت بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس منصب عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو' اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ (خزائن العرفان ص ۹۲۰' تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کسی شخص پر احسان اس نیت سے نہ کیجئے کہ جو کچھ اس کو دیا ہے اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو ہدیہ تحفہ اس نیت سے دینا کہ وہ اس کے معاوضہ میں اس سے زیادہ دے گا' یہ مذموم و مکروہ ہے۔ قرآن کی دوسری آیت سے اگرچہ اس کا جواز عام لوگوں کے لیے معلوم ہوتا ہے مگر وہ بھی کراہت سے خالی نہیں اور شریفانہ اخلاق کے منافی ہے' خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اس کو حرام قرار دیا گیا۔ (معارف القرآن ج ۸ص ۶۱۴' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۴ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

ان کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جس پر بھی احسان کرو' بے غرضانہ کرو' تمہاری عطا اور بخشش اور سخاوت اور حسنِ سلوک محض اللہ کے لیے ہو' اس میں کوئی شائبہ اس خواہش کا نہ ہو کہ احسان کے بدلہ میں تمہیں کسی قسم کے دنیوی فوائد حاصل ہوں' بالفاظ دیگر اللہ کے لیے احسان کرو' فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی احسان نہ کرو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا جو کام تم کر رہے ہو' یہ اگرچہ اپنی جگہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ تمہاری بدولت خلقِ خدا کو ہدایت نصیب ہو رہی ہے' مگر اس کا کوئی احسان لوگوں پر نہ جتاؤ اور اس کا کوئی فائدہ اپنی ذات کے لیے حاصل نہ کرو۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ تم اگرچہ ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہو' مگر اپنی نگاہ میں اپنے عمل کو کبھی بڑا نہ سمجھو اور کبھی یہ خیال تمہارے دل میں نہ آئے کہ نبوت کا یہ فریضہ انجام دے کر اور اس کام میں جان لڑا کر تم اپنے رب پر کوئی احسان کر

Marfat.com

رہے ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۴۵' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ستمبر ۱۹۹۰ء)

سابقہ تفاسیر کا جائزہ

سید مودودی کی یہ تفسیر امام رازی کی بیان کی ہوئی تفسیر کا خلاصہ ہے' اندازِ بیان کا فرق ہے' امام رازی نے نہایت ادب سے اس طرح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں نہیں کرنا چاہیے' اور سید مودودی نے حسبِ عادت اور حسبِ مزاج اللہ تعالیٰ کی ترجمانی اور نمائندگی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے لکھا ہے: تمہیں یوں نہیں کرنا چاہیے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ تمام تفسیریں غلط ہیں' ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام تفسیریں صرف ظاہر آیت کی تعبیر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں ہیں کیونکہ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا تھا کہ اُس شخص کو کسی کام سے منع کیا جاتا ہے جس سے وہ کام متصور ہو اور اس سے اس کام کی توقع ہو یا خطرہ ہو' مثلاً اندھے آدمی سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تم پرائی عورتوں کو نہ دیکھو اور گونگے سے نہیں کہا جاتا کہ تم جھوٹ نہ بولو' کیونکہ ان لوگوں سے ان کاموں کا خطرہ ہی نہیں ہے' سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرتِ سلیمہ' آپ کی پاکیزہ سرشت' آپ کے حسین مزاج اور آپ کے مکارمِ اخلاق کے پیش نظر آپ سے یہ خطرہ ہی نہیں ہے کہ آپ اللہ پر احسان رکھنے کے لیے عبادت کریں گے یا بندوں سے زیادہ لینے کے لیے انہیں کچھ دے کر ان پر احسان کریں گے حتیٰ کہ اس آیت میں آپ کو اس مذموم فعل سے منع کیا جائے' اس لیے میرے نزدیک اس آیت میں اگرچہ بہ ظاہر اس فعل سے ممانعت کی نسبت آپ کی طرف ہے' مگر حقیقت میں آپ کی اُمت کو اس فعل سے منع کیا گیا ہے اور اس ممانعت سے مراد بھی امت ہی ہے۔

بسیار تلاش کے بعد مجھے صرف ایک مفسر گرامی ایسے ملے' جنہوں نے میری طرح اس آیت کی تفسیر کی ہے:

امام ابومنصور محمد بن محمود الماتریدی السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

مجاہد اور حسن بصری نے کہا: آپ زیادہ عمل نہ کریں تاکہ اپنے رب پر احسان رکھیں' امام ابومنصور فرماتے ہیں: اگر اس آیت کی یہی تاویل ہے تو پھر اس خطاب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر ہے' اگرچہ خطاب آپ سے ہی ہے' کیونکہ یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر احسان رکھیں گے اور نہ یہ وہم ہو سکتا ہے کہ آپ اس لیے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے کیونکہ اس قسم کا عمل تو عام لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں کر سکتا' جس میں ذرا سی بھی نیکی ہو' تو اس قسم کے کام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیسے وہم کیا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر احسان رکھنا تو منافقین کا فعل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ (الحجرات: ۱۷)

وہ (منافقین) اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں' آپ کہیے: تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون ۱۴۲۵ھ)

مصنف کے مؤقف کی مزید وضاحت

تاہم امام ماتریدی نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ آپ سے یہ فرمایا جائے کہ آپ زیادہ لینے کے لیے احسان نہ رکھیں اور اس کی تائید میں طٰہٰ: ۱۳۱ اور آل عمران: ۱۹۶ کو پیش کیا ہے' اور بہ اعتبار ظاہر آیات کے ہم بھی اس کو جائز کہتے ہیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام' آپ کی پاکیزہ سیرت اور آپ کی نیک سرشت کے اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ ان آیات کا ظاہر آپ کے شایانِ شان نہیں ہے اور ایسی تمام آیات مجازِ عقلی پر محمول ہیں' جیسے یہ آیات مجازاً امت کی طرف اسناد پر محمول ہیں:

Marfat.com

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ: ۱۴۵)

اور اگر آپ کے پاس علم آنے کے بعد بھی آپ نے اہل کتاب کی خواہشوں کی پیروی کی تو بے شک آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ○

یعنی اگر آپ کی امت نے ایسا کیا تو وہ ظالموں میں سے ہو جائے گی' اسی طرح فرمایا:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (یونس: ۱۰۶)

اور آپ اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت نہ کریں جو نہ آپ کو نفع پہنچا سکے نہ نقصان پہنچا سکے' پس اگر بالفرض آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں میں سے ہوں گے ○

یعنی اگر آپ کی امت نے ایسا کیا تو وہ ظالموں میں سے ہو گی۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۗ (آل عمران: ۱۹۶)

کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے ○

یعنی آپ کی امت کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور ان چیزوں کی طرف آپ ہرگز اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو زینت دنیا کے طور پر دے رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو اس زینت دنیا میں آزمائیں اور آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے ○

یعنی آپ کی امت ان چیزوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائے۔

ہمارے نزدیک ایسی تمام آیات میں بہ ظاہر آپ کی طرف نسبت ہے اور حقیقۃً ان آیات میں تعریضاً امت کی طرف نسبت ہے اور یہ تمام آیات مجاز عقلی پر محمول ہیں اور یہی آپ کے مقام کے مناسب ہے۔

المدثر: ۷ میں فرمایا: اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجئے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دینے کی وجوہ

اس آیت میں حسب ذیل وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(۱) جب آپ کو مال دیا جائے تو آپ حسبِ مزاج اس مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اور اس سے مال میں جو کمی ہو گی اس پر آپ حسبِ عادت اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کیجئے۔

(۲) اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں' آپ اپنے رب کی بڑائی بیان کریں' اپنے کپڑے پاک رکھیں' اور ہمیشہ معصیت سے مجتنب رہیں' اور بے شک ان احکام پر عمل کرنا بہت سخت اور مشکل ہے' سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے ان مشکل احکام پر صبر کیجئے۔

(۳) قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرنے کی وجہ سے یہ قوم آپ کا مذاق اڑائے گی اور آپ کی مذمت کرے گی' آپ قوم کی ان دل خراش باتوں پر صبر کریں۔

(۴) ان آیات میں مشرکین کو تعریض ہے' احکام آپ کو دیئے ہیں اور سنایا مشرکین کو جا رہا ہے' آپ سے فرمایا ہے: اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے یعنی مشرکین اپنے رب کی بڑائی نہیں بیان کرتے بلکہ بتوں کی بڑائی بیان کرتے ہیں' آپ سے فرمایا

Marfat.com

ہے: اپنے کپڑے پاک رکھیں‘ یعنی مشرکین اپنے کپڑے پاک نہیں رکھتے بلکہ نجس اور گندے رکھتے ہیں‘ آپ سے فرمایا ہے: بتوں کو چھوڑے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنے پر برقرار رہیں‘ یعنی مشرکین بتوں کو نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں‘ آپ سے فرمایا: زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ رکھیں یعنی مشرکین کسی کو کچھ دے کر اس پر احسان کرتے ہیں تو اس سے زیادہ لینے کی توقع کرتے ہیں‘ آپ سے فرمایا: اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجئے یعنی مشرکین مصائب پر صبر نہیں کرتے‘ کوئی مرجائے تو نوحہ کرتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں‘ اگر ان کی مرضی کے خلاف لڑکی پیدا ہو جائے تو اس کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔

المدثر: ۸ میں فرمایا: پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی O

’’نقر‘‘ اور ’’ناقور‘‘ کا معنی اور صور کے متعلق احادیث

اس آیت میں ’’نقر‘‘ کا لفظ ہے‘ ’’نقر العود‘‘ اور ’’الدف‘‘ کا معنی ہے: بانسری یا ڈھول بجانا‘ پرندے کا چونچ سے انڈے میں سوراخ کرنا‘ ’’نقر فی الناقور‘‘ کا معنی ہے: بگل بجانا‘ اس آیت میں یہی آخری معنی مراد ہے اور ’’الناقور‘‘ کا معنی ہے: بگل۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سے پہلی بار صور میں پھونکنا مراد ہے یا دوسری بار‘ جب پہلی بار صور میں پھونکا جائے گا تو تمام عام لوگ مرجائیں گے اور انبیاء علیہم السلام بے ہوش ہو جائیں گے اور جب دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہو جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام ہوش میں آجائیں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیسے نعمتوں سے محظوظ ہوں جب کہ فرشتہ نے صور منہ میں رکھا ہوا ہے اور سر جھکائے ہوئے ہے اور اس نے اپنا کان اللہ کا حکم سننے کی طرف لگایا ہوا ہے کہ اس کو کب صور میں پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے‘ یہ حدیث صحابہ پر بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا: تم کہو: ’’حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل‘‘ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۳‘ مسند احمد ج ۳ ص ۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک سینگھ (بگل) ہے‘ جس میں پھونک ماری جائے گی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۲‘ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۴‘ مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

المدثر: ۱۰۔۹ میں فرمایا: تو وہ بہت مشکل والا دن ہوگا O کافروں پر (وہ دن) آسان نہ ہوگا O

کافروں پر وہ دن اس لیے مشکل ہوگا کہ ان سے سخت حساب لیا جائے گا‘ ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا‘ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے‘ مارے خوف کے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی‘ ان کے اعضاء ان کی بداعمالیوں کو بیان کریں گے اور وہ برسرِ محشر رسوا ہوں گے‘ اور مسلمانوں سے آسان حساب لیا جائے گا‘ ان سے حساب میں مناقشہ نہیں کیا جائے گا‘ ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے‘ میزان میں ان کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس کو مجھ پر چھوڑ دیں جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا O اور میں نے اس کے لیے بہت مال مہیا کر دیا O اور بیٹے جو اس کے سامنے ہیں O اور میں نے اس کے لیے اور بہت کچھ مہیا کیا O وہ پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ میں اور زیادہ کروں O ہرگز نہیں! بے شک وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے O عنقریب میں اس کو صعود پر چڑھاؤں گا O بے شک اس نے سوچا اور فیصلہ کیا O اس پر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O اس پر پھر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O پھر اس نے غور کیا O پھر

Marfat.com

تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑاO پھر اس نے اعراض کیا اور تکبر کیاO پھر کہا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہےO یہ صرف بشر کا کلام ہےO میں عنقریب اس کو دوزخ میں داخل کر دوں گاO اور آپ کو کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہےO
(المدثر: ۲۷-۱۱)

الولید بن المغیرہ کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیات الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۴۱۵)

المدثر: ۱۱ میں فرمایا: آپ اس کو مجھ پر چھوڑ دیں' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس سے انتقام لینے کے درپے نہ ہوں' اس سے انتقام لینے کے لیے میں اکیلا کافی ہوں' اور یہ جو فرمایا ہے: میں نے اس کو اکیلا پیدا کیا ہے' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اس کو پیدا کرنے میں میرا کوئی شریک نہیں ہے' اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب میں نے اس کو پیدا کیا تو وہ اکیلا تھا' نہ اس کے پاس مال تھا نہ اس کی کوئی اولاد تھی' اس آیت میں ولید کے لیے وحید کا لفظ فرمایا ہے' امام رازی نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اکیلا ہے یعنی اس کا کوئی جائز باپ نہیں ہے اور یہ اس کے نسب میں طعن کی طرف اشارہ ہے' جیسے فرمایا تھا: ''عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ'' (القلم: ۱۳) پھر ان سب عیوب کے باوجود وہ نطفہ ناتحقیق ہے۔

المدثر: ۱۲ میں فرمایا: اور میں نے اس کے لیے بہت مال مہیا کر دیاO

اس آیت میں ''مال ممدود'' کا لفظ ہے' یعنی وہ مال جس میں مسلسل مدد کی جاتی رہی یا اس کا معنی ہے: وہ مال جو مختلف علاقوں سے کھینچ کر اس کے لیے لایا جاتا رہاO

المدثر: ۱۳ میں فرمایا: اور بیٹے جو اس کے سامنے ہیںO

یعنی اس کے بیٹے اس کے سامنے مکہ میں رہتے تھے' اور چونکہ وہ بہت مال دار تھے' اس لیے ان کو مال کمانے کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام محافل اور مجالس میں اس کے تمام بیٹے اس کے ساتھ رہتے تھے' مجاہد نے کہا: وہ دس بیٹے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ سات بیٹے تھے' ان کے نام یہ ہیں: الولید' خالد' عمارۃ' ہشام' العاص' قیس اور عبد شمس' ان میں سے خالد' عمارۃ اور ہشام نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (الماوردی ج ۶ ص ۱۴۰)

المدثر: ۱۴ میں فرمایا: اور میں نے اس کے لیے اور بہت کچھ مہیا کیاO

یعنی مال اور اولاد کے علاوہ اس کو مکہ میں دنیاوی طور پر بہت عزت دار بنایا اور اس کا قریش کے سرداروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

المدثر: ۱۵ میں فرمایا: وہ پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ میں اور زیادہ کروںO

الکلبی اور مقاتل نے کہا: وہ یہ توقع رکھتا تھا کہ میں اس کو مزید مال اور اولاد عطا کروں گا حالانکہ وہ میرا کفر کرتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ یہ امید رکھتا تھا کہ میں اس کو آخرت میں زیادہ درجات عطا کروں گا' وہ یہ کہتا تھا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صادق ہیں تو جنت صرف میرے لیے بنائی گئی ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (مریم: ۷۷) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور (آخرت میں) مال اور اولاد دی جائے گیO

المدثر: ۱۶ میں فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک وہ ہماری آیات کا دشمن ہےO

یہ ایک سوال کا جواب ہے' گویا کہ کہا گیا کہ اس کے مال اور اولاد میں اضافہ کیوں نہیں کیا جائے گا؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ

Marfat.com

ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔
اس آیت میں ولید بن مغیرہ کو ''عنید'' فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید' اپنی قدرت' اپنے رسول کی نبوت' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر جس قدر دلائل مہیا کیے ہیں وہ ان سب کا عناداً انکار کرتا تھا۔
اس کو ''عنید'' فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ان تمام دلائل اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کو دل سے پہچانتا تھا اور زبان سے عناداً انکار کرتا تھا اور یہ کفر کی سب سے بدترین قسم ہے۔
اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی آیات کا عناداً انکار کرتا تھا اور کسی چیز کا عناداً انکار نہیں کرتا تھا' گویا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا معاند تھا۔

المدثر: ۱۷ میں فرمایا: عنقریب میں اس کو صعود پر چڑھاؤں گا O
یعنی عنقریب میں اس کو صعود پر چڑھنے کا مکلف کروں گا' صعود کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس پر چڑھنا سخت دشوار اور مشکل ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ صعود دوزخ کی ایک گھاٹی کا نام ہے' جب انسان اس گھاٹی پر ہاتھ رکھتا ہے تو وہ پگھل جاتی ہے اور جب اس سے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ پھر اصل حالت پر آ جاتی ہے' اور جب اس پر پیر رکھتا ہے تو وہ پگھل جاتی ہے اور جب پیر اٹھاتا ہے تو وہ پھر اصل حالت پر آ جاتی ہے' روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الصعود'' دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کی چڑھائی ستر سال کی ہے' پھر اس سے اتنے ہی سال تک گرتا رہے گا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۴۳۳' الماوردی ج ۶ ص ۱۴۱)

المدثر: ۱۸ میں فرمایا: بے شک اس نے سوچا اور فیصلہ کیا O
یعنی اس نے غور و فکر کر کے اپنے دل میں ایک کلام مرتب کیا۔

المدثر: ۱۹ میں فرمایا: اس پر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O
اس سے مراد اظہارِ تعجب ہے یعنی وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اس سے زیادہ قوی طعن نہیں کر سکتا تھا' وہ طعن یہ تھا کہ آپ کو جادوگر کہا جائے۔

المدثر: ۲۰ میں فرمایا: اس پر پھر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O
اللہ تعالیٰ تو بددعا دینے سے پاک ہے' مقصد یہ ہے کہ اس کے متعلق اس طرح بددعا کا کلمہ کہنا چاہیے۔

المدثر: ۲۱ میں فرمایا: پھر اس نے غور کیا O
اس کا معنی یہ ہے کہ پہلے اس نے غور و فکر کیا اور سوچا' پھر دوسری بار سوچ کر فیصلہ کیا اور تیسری بار اپنے فیصلہ میں پھر نظر ثانی کی' یہ اس کے دل کے احوال تھے۔

المدثر: ۲۲ میں فرمایا: پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا O
اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچانتا تھا لیکن عناداً آپ کا انکار کرتا تھا اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اس نے کافی غور و خوض کے بعد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف ایک شبہ تیار کیا' لیکن چونکہ وہ دل سے آپ کی نبوت کے صدق کا معترف تھا' اس لیے اپنے تیار کیے ہوئے شبہ پر خوش نہیں ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس شبہ کی جڑیں کھوکھلی ہیں' اس لیے اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔

Marfat.com

(۲) روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا' آپ اس وقت اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے:

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُکُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ ؕ (حٰمٓ السجدہ:۱۳) اگر یہ (کفار) اب بھی روگردانی کریں تو کہیے: میں تم کو اس کڑک (آسمانی عذاب) سے ڈراتا ہوں جو عاد اور ثمود کی کڑک کی مثل ہے O

اس وقت ولید نے قسم کھائی کہ وہ آپ کے معاملہ میں خاموش رہے گا' اس سے معلوم ہوا کہ ولید جانتا تھا کہ آپ صادق ہیں اور آپ مستجاب الدعوات ہیں' اور جب ولید کفار کے پاس گیا تو ان سے کہا: میں نے ابھی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنا ہے' وہ کسی انسان یا جن کا کلام نہیں ہے' اس کلام میں انتہائی خوب صورتی اور مٹھاس ہے' وہ کلام غالب ہوگا' مغلوب نہیں ہوگا۔ (اسباب النزول ص ۴۶۸' المستدرک ج ۲ ص ۵۰۶) قریش کہنے لگے: ولید نے دین بدل لیا اور اگر اس نے دین بدل لیا تو سارے قریش اپنے دین بدل لیں گے' ابوجہل نے کہا: اس مہم کو میں سر کروں گا' پھر وہ غم گین صورت بنا کر ولید کے پاس گیا' ولید نے پوچھا: اے بھتیجے! کیا ہوا؟ ابوجہل نے کہا: تم نے دین بدل لیا تاکہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کے دستر خوان سے کھا سکو اور یہ قریش تمہارے لیے مال جمع کر رہے ہیں تاکہ اصحاب محمد سے جو کچھ تم حاصل کرتے ہو' اس کے مساوی معاوضہ تمہیں دے سکیں' ولید نے کہا: وہ تو خود سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے' وہ مجھے مال کیسے دے سکتے ہیں' لیکن میں ان کے متعلق بہت غور وفکر کرتا رہا' بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ جادوگر ہیں' پس میں قرآن کو عظیم کلام گمان کرتا ہوں اور یہ اعتراف کرتا ہوں کہ وہ کسی جن یا انسان کا کلام نہیں ہے' ولید بن مغیرہ کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے قرآن مجید کے متعلق جو سحر کا دعویٰ کیا تھا وہ محض عناد تھا۔

(۳) ولید بن مغیرہ یہ جانتا تھا کہ سحر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے کفر کے ساتھ ہے اور وہ بُرے کاموں پر مبنی ہوتا ہے اور یہ بالکل ظاہر تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے تو جادو کرنا آپ کی شان کے کب لائق تھا' اور ان تمام وجوہ سے یہ ثابت ہوا کہ اس نے اس لیے ماتھے پر بل ڈالے اور منہ بنایا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ جو کچھ قرآن مجید کے متعلق کہہ رہا ہے وہ محض افتراء اور بہتان ہے۔

المدثر: ۲۴۔۲۳ میں فرمایا: پھر اس نے اعراض کیا اور تکبر کیا O پھر کہا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے O

ولید بن مغیرہ تمام لوگوں سے پیٹھ پھیر کر اپنے گھر چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھا اور کہنے لگا: یہ تو وہی پہلے والا جادو ہے۔

المدثر: ۲۵ میں فرمایا: (ولید نے کہا:) یہ صرف بشر کا کلام ہے O

ولید کا یہ قول بھی عناد پر مبنی تھا' کیونکہ اس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حٰمٓ السجدۃ: ۱۳ کی تلاوت سنی تھی تو اس نے کہا تھا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے نہ جن کا کلام ہے' اس کلام میں شیرینی ہے اور حسن ہے' یہ کلام غالب رہے گا اور مغلوب نہیں ہوگا' جب پہلے وہ یہ کہہ چکا تھا تو اب اس کا اسی کلام کو بشر کا کلام کہنا محض عناد ہے۔

المدثر: ۲۶ میں فرمایا: میں عنقریب اس کو دوزخ میں داخل کردوں گا O

اس آیت میں ''سقر'' کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سقر جہنم کے چھٹے طبقے کا نام ہے اور یہ اسم غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں دو سبب ہیں: تعریف اور وزن فعل۔

Marfat.com

المدثر: ۲۷ میں فرمایا: اور آپ کو کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے! O
یہ تعظیم کا کلمہ ہے اور یہ دوزخ کے وصف میں انتہائی مبالغہ ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۰۷۔۷۰۴ ملخصاً' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۷۔۶۷ ملخصاً)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے O وہ کھال کو جھلسانے والی ہے O اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں O اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے بنائے ہیں' اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے' تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا نور اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں اور نہ ایمان والے اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کر کے کیا ارادہ فرمایا ہے' اسی طرح اللہ جس میں چاہے گم راہی پیدا کر دیتا ہے' اور اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے O
(المدثر: ۳۱۔۲۸)

دوزخ کی صفات کے متعلق قرآن مجید کی آیات

المدثر: ۲۸ میں فرمایا: نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے O

اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے' بعض کے نزدیک ان دونوں جملوں کا معنی واحد ہے' اور دونوں جملوں کو محض تاکید کے لیے لایا گیا ہے' اور بعض کے نزدیک ان دونوں جملوں کے معنی متغایر ہیں اور ان میں درج ذیل وجوہ سے فرق ہے:

(۱) دوزخ خون' گوشت اور ہڈیوں میں سے کسی چیز کو باقی نہیں رکھتی اور جب ان کو دوبارہ پیدا کر دیا جاتا ہے تو ان کے جلانے کو نہیں چھوڑتی اور دوبارہ زیادہ شدت کے ساتھ جلاتی ہے اور غیر متناہی مدت تک اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔

(۲) جو عذاب کے مستحق ہیں ان کو عذاب دیئے بغیر باقی نہیں رکھتی' پھر ان کے بدنوں کو ضرور جلاتی ہے اور جلائے بغیر نہیں چھوڑتی۔

(۳) ان عذاب یافتہ لوگوں کے بدنوں میں سے کسی چیز کو باقی نہیں رکھتی' پھر یہ آگ اپنی قوت اور شدت سے ان کو جلائے بغیر نہیں چھوڑتی۔

المدثر: ۲۹ میں فرمایا: وہ کھال کو جھلسانے والی ہے O

اس آیت میں ''لواحة'' کا لفظ ہے' ''لواحة'' کے معنی میں دو قول ہیں: (۱) لیث نے کہا: ''لواحة'' کا معنی ہے: متغیر کرنے والی' الفراء نے کہا: وہ کھال کو جلا کر سیاہ کرنے والی ہے (۲) الحسن اور الاصم نے کہا: ''لواحة'' کا معنی ہے: ظاہر ہونے والی کیونکہ دوزخ کی آگ پانچ سو سال کی مسافت سے لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى O (النّزعٰت: ۳۶) اور ہر دیکھنے والے کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی O

المدثر: ۳۰ میں فرمایا: اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں O

اس آیت کا معنی ہے کہ دوزخ کے معاملات انیس فرشتوں کے حوالے کر دیئے گئے ہیں اور دوزخیوں پر یہ انیس فرشتے مقرر ہیں' انیس کی تفسیر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ انیس قسم کے فرشتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ فرشتوں کی انیس صفیں ہیں' امام الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ نے مفسرین سے نقل کیا ہے کہ دوزخ کے انیس محافظ ہیں' ایک مالک ہے' ان کے ساتھ اٹھارہ اور فرشتے ہیں' ان کی آنکھیں بجلی کی طرح ہیں' ان کی ڈاڑھیں گائے کے سینگھ کی طرح ہیں' ان کے بالوں کی لمبائی ان کے قدموں تک ہے' ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں' ان کے دو کندھوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے' ان

Marfat.com

کی ایک ہتھیلی میں ربیعہ اور مضر جیسے دو قبیلے آ سکتے ہیں' ان سے نرمی اور رحم کو نکال لیا گیا ہے' وہ ستر ہزار افراد کو اپنے ہاتھ میں پکڑ سکتے ہیں اور ان کو جہاں چاہیں دوزخ میں پھینک سکتے ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ص ۷۷' الوسیط للواحدی ج ۴ص ۳۸۴)

علامہ واحدی متوفی ۴۶۸ھ اور علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوجہل لعین نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مددگار انیس فرشتے ہیں' وہ تم کو انیس فرشتوں سے ڈرا رہے ہیں' جب کہ تم ایک جم غفیر ہو' کیا تم میں سے سو آدمی مل کر اس ایک فرشتے کو نہیں پکڑ سکتے اور پھر تم دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جاؤ' پھر ان میں سے بنو جمح کے ابوالاشدین نامی ایک شخص نے کہا: اے قریش کے لوگو! جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمہارے آگے آگے پل صراط پر چلوں گا' پس میں اپنے دائیں کندھے کی ٹکر سے دس فرشتوں کو اور بائیں کندھے کی ٹکر سے بقیہ نو فرشتوں کو دوزخ میں گرا دوں گا اور پھر ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے' تب اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں۔ (الوسیط ج ۴ص ۳۸۴' زاد المسیر ج ۸ص ۴۰۸)

فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں

المدثر: ۳۱ میں فرمایا: اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے۔

جب ابوجہل اور ابوالاشدین نے یہ بڑھکیں اور ڈینگیں ماریں اور شیخی بگھاری تو مسلمانوں نے کہا: تم پر افسوس ہے تم فرشتوں کو لوہاروں اور جیل کے داروغوں پر قیاس کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حسب ذیل وجوہ سے دوزخ کا پہرے دار اور محافظ بنایا ہے:

(۱) تاکہ دوزخ کے داروغہ عذاب یافتہ لوگوں کی جنس سے نہ ہوں کیونکہ اگر وہ ان کی جنس سے ہوتے تو ہو سکتا تھا کہ کفار اور مشرکین کے عذاب کو دیکھ کر ان کے دلوں میں کوئی نرمی اور رحم پیدا ہوتا اور جب وہ ان کی مخالف جنس سے ہوں گے تو یہ امکان نہیں رہے گا' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم انسانوں کی جنس سے بھیجا گیا تاکہ آپ ہم پر نرمی اور رحم فرمائیں اور ہمارے لیے رؤف و رحیم ہو جائیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتے سب سے زیادہ ارتکاب معصیت سے دور ہیں اور سب سے زیادہ پر مشقت عبادت کرنے پر قادر ہیں۔

(۳) ان کی قوت جنات اور انسانوں کی قوت سے زیادہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں تو وہ غیر متناہی مدت تک دوزخ میں کیسے رہ سکیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر متناہی مدت تک کفار' مشرکین اور منافقین کو دوزخ کی آگ میں زندہ رکھے گا' ان کے اجسام جلتے رہیں گے اور دوبارہ پھر بنتے رہیں گے تو اس کی قدرت سے کب بعید ہے کہ وہ نور سے بنے ہوئے فرشتوں کو غیر متناہی مدت تک بغیر کسی درد اور تکلیف کے زندہ اور قائم رکھے۔

اس کے بعد فرمایا: تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا نور اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں اور نہ ایمان والے' اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کر کے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

دوزخ کے فرشتوں کی تعداد پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات

دوزخ کے محافظوں کی تعداد بیان کرنے میں کفار کی دو وجہ سے آزمائش ہے:

Marfat.com

(۱) کفار قرآن مجید کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ دوزخ کے محافظ بیس کیوں نہیں ہیں' انیس کے عدد کی کیا خصوصیت ہے؟

(۲) کفار کہتے تھے کہ انیس کا عدد تو بہت کم ہے اور اہل دوزخ کی تعداد بہت زیادہ ہے' جب سے دنیا بنائی گئی ہے قیامت تک کے کافر جن اور کافر انسان بے حد اور بے شمار ہیں تو دوزخ میں اتنی بڑی تعداد کی حفاظت کے لیے صرف انیس فرشتے کیسے پورے ہوں گے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے' وہ بغیر کسی علت اور سبب کے جتنی چاہتا ہے' جو چیز چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' اس نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائی ہیں' کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس سے کم تعداد میں آسمان اور زمینیں کیوں نہیں بنائیں؟ اس نے نطفہ کو جما ہوا خون بنانے کے لیے چالیس دن مقرر کیے' پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنانے کے لیے چالیس دن مقرر کیے' پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنانے کے لیے چالیس دن مقرر کیے' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس سے کم یا زیادہ مدت کیوں مقرر نہیں کی؟ اس نے ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسل بھیجے' اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں بھیجے؟ آسمانی کتابیں چار نازل کیں' اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں نازل کیں؟ یہ کوئی سوال نہیں کر سکتا' وہ فاعل مختار ہے اور کسی چیز کا جواب دہ نہیں ہے۔

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ○ وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا ○ (الانبیاء: ۲۳)

ان کا دوسرا سوال یہ تھا کہ صرف انیس فرشتوں کی قلیل تعداد ابتداء آفرینش سے قیامت تک تمام کافر جنات اور کافر انسانوں کی دوزخ میں حفاظت کے لیے کیسے کافی ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ یہ تو انیس فرشتے ہیں' اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو صرف ایک فرشتے سے بھی ان سب کی حفاظت کرا سکتا تھا' کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ابتداء آفرینش سے قیامت تک کے تمام جانداروں کی روح قبض کرنے کے لیے صرف ایک فرشتہ عزرائیل ہے' اگر یہ کہا جائے کہ اس کے انصار اور مددگار اور بہت فرشتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ دوزخ کے محافظین کے انصار اور مددگار بھی اور فرشتے ہوں۔ ان معترضین نے اس پر غور نہیں کیا کہ ایک ابلیس ہے اور وہ اکیلا ان جیسے قیامت تک کے تمام لوگوں کو گم راہ کر رہا ہے' دوزخ کے محافظ فرشتے تو پھر بھی انیس ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اسی طرح اللہ جس میں چاہتا ہے گم راہی پیدا فرما دیتا ہے۔

کفار کی آزمائش کی وضاحت

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کی آزمائش کے لیے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس مقرر کر دی ہے' تاکہ کفار مکہ انیس کی تعداد پر اعتراض کر کے کافر ہو جائیں یا اپنے کفر میں اور راسخ اور پختہ ہو جائیں۔

اس آزمائش کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

الجبائی نے کہا: آزمائش کا یہ معنی ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچان لیں کہ اگر وہ چاہے تو صرف انیس فرشتوں کو ایسی طاقت عطا فرما سکتا ہے' جو لاکھوں فرشتوں کو بھی حاصل نہ ہو۔

الکعبی نے کہا: اس آزمائش سے مراد امتحان ہے تاکہ مؤمنین اس تعداد کی حکمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ کر امتحان میں کامیاب ہوں اور کفار اس تعداد پر اعتراضات کر کے انجام کار ناکام ہوں۔

Marfat.com

رہا یہ اعتراض کہ جب کافروں میں کفر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' تو پھر کافروں کو اس کفر پر سزا کیوں دی جائے گی؟ اس کا جواب کئی بار دیا جا چکا ہے کہ کافروں نے اس کفر کو خود اختیار کیا تھا اور بندہ اپنے لیے جس چیز کو اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں اسی چیز کو پیدا فرما دیتا ہے۔

سابقہ آسمانی کتابوں میں دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے ذکر پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے' اس کو قرآن مجید میں بیان کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں۔ (المدثر: ۳۱) اہل کتاب کے شک نہ کرنے اور ان کے یقین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آسمانی کتابوں میں یہ تعداد مذکور ہے' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکتب میں نہیں گئے اور آپ نے سابقہ آسمانی کتابوں کو نہیں پڑھا اور اس کے باوجود آپ نے دوزخ کے فرشتوں کی وہی تعداد بیان کر دی جو ان کی آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے' تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کا بہت بڑا ذریعہ بن گیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اس تفسیر پر درج ذیل اعتراض کیا ہے:

یہ تفسیر ہمارے نزدیک دو وجوہ سے صحیح نہیں ہے' اول یہ کہ یہود و نصاریٰ کی جو مذہبی کتابیں دنیا میں پائی جاتی ہیں' ان میں تلاش کے باوجود ہمیں یہ بات کہیں نہیں ملی کہ دوزخ کے فرشتوں کی تعداد ۱۹ ہے۔ دوسرے قرآن مجید میں بہ کثرت باتیں ایسی ہیں جو اہل کتاب کے ہاں ان کی مذہبی کتابوں میں بھی بیان کی گئی ہیں' لیکن اس کے باوجود وہ اس کی یہ توجیہ کر دیتے ہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ باتیں ان کی کتابوں سے نقل کر لی ہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۵۰' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۴۱۱ھ)

اگر سید مودودی کی بات مان لی جائے تو پھر اس کی کیا توجیہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس بیان کرنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں۔ (المدثر: ۳۱) خود سید مودودی نے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی کوئی توجیہ بیان نہیں کی' اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا لازماً یہی معنی ہے کہ دوزخ کے فرشتوں کی یہ تعداد سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی تھی اور قرآن مجید نے ان کے موافق ان فرشتوں کی تعداد انیس بیان کی' تاکہ اہل کتاب کو قرآن مجید کی صداقت پر یقین آ جائے اور ایمان والوں کا قرآن مجید پر ایمان اور پختہ ہو جائے اور اہل کتاب شک نہ کریں۔

رہا سید مودودی کا یہ اعتراض کہ یہود و نصاریٰ کی جو مذہبی کتابیں دنیا میں پائی جاتی ہیں' ان میں تلاش کے باوجود ہمیں یہ آیت کہیں نہیں ملی کہ دوزخ کے فرشتوں کی تعداد ۱۹ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سید مودودی کے زمانہ میں جو تورات اور انجیل کے نسخے تھے' ان میں یہ تعداد لکھی ہوئی نہیں ہو گی لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ کسی زمانہ میں بھی ان کی کتابوں میں یہ تعداد لکھی ہوئی نہیں تھی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ان کی کتابوں میں یہ تعداد لکھی ہوئی نہیں تھی۔ یہ حقیقت مسلّم ہے کہ یہود آئے دن اپنی تورات میں تحریف کرتے رہتے ہیں' اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ تورات کے ۱۹۲۷ء کے ایڈیشن میں ایک آیت اس طرح لکھی ہوئی تھی:

Marfat.com

اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا' فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ (کتاب مقدس' تورات' استثناء باب: ۳۳' آیت: ۲' پرانا عہد نامہ ص ۱۹۲' مطبوعہ برٹش اینڈ فارلن بائبل سوسائٹی' انار کلی لاہور' ۱۹۲۷ء)

جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہو رہی ہے کیونکہ آپ مکہ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے تھے' تو انہوں نے اس آیت کے الفاظ بدل دیئے اور یوں لکھا: اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔

اب تورات کے موجودہ نسخوں میں یہ آیت اس طرح لکھی ہوئی ہے:

اور اس نے کہا: خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا' اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ (کتاب مقدس' تورات' استثناء باب: ۳۳' آیت: ۲۰۳' پرانا عہد نامہ ص ۲۰۱' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور' ۱۹۹۲ء)

سید مودودی کا حال کس قدر عجیب ہے کہ وہ قرآن مجید کی اس صریح آیت کو چھوڑ رہے ہیں'' تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں الایۃ'' اور چونکہ ان کے زمانہ میں چھپی ہوئی تورات میں یہ آیت نہیں ہے' اس لیے اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ تورات میں یہ آیت نہیں ہے۔

سید مودودی کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہ کثرت باتیں ایسی ہیں جو اہل کتاب کے ہاں ان کی مذہبی کتابوں میں بھی بیان کی گئی ہیں' لیکن اس کے باوجود وہ اس کی یہ توجیہ کر دیتے ہیں کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں ان کی کتابوں سے نقل کر لی ہیں۔

اگر بالفرض اہل کتاب یہ توجیہ پیش کرتے ہیں تو ان کی یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے' نزولِ قرآن سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکتب میں پڑھنے کے لیے نہیں گئے تھے اور آپ نے اہل کتاب کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں اور نہ نزولِ قرآن سے پہلے آپ کا لکھنے پڑھنے کے ساتھ کوئی شغل تھا' قرآن مجید میں اس کی شہادت موجود ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۸)

اور نزولِ قرآن سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے ○

یعنی اگر نزولِ کتاب سے پہلے آپ کا لکھنے پڑھنے کا شغل ہوتا تو آپ کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکرین شک میں پڑ جاتے اور یہ کہتے کہ آپ ہم کو جو کچھ سنا رہے ہیں وہ سب آپ نے پچھلی کتابوں سے نقل کر لیا ہے اور جب نزولِ قرآن سے پہلے آپ کا لکھنے پڑھنے کا شغل تھا ہی نہیں تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی' یہ جرأت صرف سید مودودی نے کی ہے اور قرآن مجید کی واضح شہادت کے باوجود اہل کتاب کی خود ساختہ توجیہ کی بنیاد پر اس حقیقت کا انکار کر رہے ہیں کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی یہ تصریح تھی کہ دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تورات اور انجیل محرف تھیں اور اہل کتاب ان کتابوں میں یہ پڑھتے تھے کہ دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے' لیکن ان کو اس تعداد پر مکمل اعتماد اور اطمینان نہیں تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان دونوں کتابوں میں تحریف ہوتی رہی ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ. (النساء: ۴۶)

یہودی کلام میں اس کے مقامات سے تحریف کرتے رہتے ہیں۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ج.

وہ کلام میں اس کے اصل مقامات کو چھوڑ کر اس میں تحریف

Marfat.com

(المائدہ:۴۱) کر دیتے ہیں۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ (البقرہ:۷۵)

اور ان میں ایک فریق ایسا تھا جو کلام اللہ کو سنتا تھا' پھر عالم اور عاقل ہونے کے باوجود اس میں تحریف کر دیتا تھا○

غرض یہ کہ اہل کتاب کا اپنی کتابوں میں تحریف کرنا ایک ثابت شدہ حقیقت تھی' جس کا انہیں بھی علم اور اعتراف تھا' اس لیے ان کو اس پر کامل اطمینان نہیں تھا کہ دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد ۱۹ ہے' لیکن جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن لیا تو ان کو بھی اس تعداد پر مکمل اعتماد ہو گیا' یہ اور بات ہے کہ بعد میں انہوں نے اس تعداد کے ذکر کو اپنی کتابوں سے نکال دیا تاکہ ان کی کتابوں کی یہ آیت قرآن مجید کی تصدیق کا ذریعہ نہ بن جائے' اور سید مودودی نے ان کی تصدیق کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار قریش کی تکذیب کا علم تھا' اور آپ جانتے تھے کہ جب آپ دوزخ کے فرشتوں کی اس تعداد کا ذکر کریں گے تو کفار آپ کا مذاق اُڑائیں گے اور آپ پر ہنسیں گے' اس کے باوجود جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اس کو پڑھ کر سنایا اور آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ کفار کیا کہیں گے اور اس وقت سب نے جان لیا کہ اگر آپ کا مقصد دنیا کو طلب کرنا ہوتا اور دنیا میں اپنا تسلط اور اقتدار حاصل کرنا ہوتا تو آپ کبھی اس تعداد کا ذکر نہ کرتے جو آپ کا مذاق اڑانے اور آپ کی نبوت پر طعن کا سبب بنا اور اس سے ہر منصف مزاج شخص پر واضح ہو گیا کہ آپ کا مقصد صرف اللہ کے پیغام کو پہنچانا ہے' خواہ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے۔

دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے بیان سے مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کی وضاحت

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

مؤمنین کا اس پر یقین ہوتا ہے بلکہ ان کا اس پر قوی ایمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے تمام معلومات کا علم ہے اور اس کا علم صحیح ہے اور معلومات کے مطابق ہے اور اس کا علم قدیم اور واجب ہے' اور اس میں تغیر اور زوال محال ہے' اسی طرح اس کا کلام بھی صادق ہے اور واقع کے مطابق ہے اور اس کے کلام میں کذب محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوزخ کے محافظ فرشتے انیس ہیں تو ان کو اس خبر پر کوئی تردد نہیں ہوا' ان کو پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے کلام کے صدق پر ایمان تھا' اب اس آیت کی تصدیق کرنے سے یہ ایمان اور زیادہ ہو گیا اور جب ان کے علم میں یہ آیا کہ کفار مکہ اس تعداد کا انکار کر رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑا رہے ہیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی اور اس تعداد کے صدق پر اپنے ایمان کو مزید مستحکم کیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی تو نہیں ہوتی تو پھر ایمان والوں کے ایمان کے زیادہ ہونے کی کیا توجیہ ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نفس ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی لیکن ایمان کامل میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے اور اس آیت میں ایمان والوں کے ایمان سے مراد ایمان کامل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس ایمان کم اور زیادہ تو نہیں ہوتا' لیکن وہ قوی اور ضعیف ہوتا ہے' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب کفار نے اس تعداد کا مذاق اڑایا تو ان کا اس تعداد پر ایمان اور قوی ہو گیا۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے‘ اس کے بعد کفار کا ذکر کرنا تکرار ہے

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کر کے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے‘ قرآن مجید کے عرف میں ان لوگوں سے مراد منافقین ہوتے ہیں‘ اور یہ سورت مکی ہے اور مکہ میں تو منافقین نہیں تھے‘ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس سے مراد کفار ہیں تو کفار کا تو اس کے بعد مستقل ذکر آ رہا ہے پھر یہ تکرار ہوگا‘ نیز دوسرے جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے اور عطف تغایر کو چاہتا ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس سے مراد کفار ہی ہیں‘ لیکن اس تعداد پر اعتراض کرنے والے دو قسم کے تھے‘ بعض کفار شک کی وجہ سے اس تعداد پر اعتراض کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں بیماری تھی اور بعض محض بغض اور عناد کی بناء پر اس تعداد کا مذاق اڑاتے تھے اور اس تعداد پر اعتراض کرتے تھے اور دوسرے جملہ میں جو کفار کا ذکر فرمایا ہے‘ اس سے مراد کفار کی یہی قسم ہے۔

امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے‘ اس سے مراد منافقین ہی ہیں‘ رہا یہ اعتراض کہ یہ سورت تو مکی ہے اور منافقین تو مدینہ منورہ میں وجود میں آئے تھے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے‘ اس کو علم تھا کہ عنقریب منافقین وجود میں آئیں گے‘ اس لیے اس نے مستقبل میں ہونے والے واقعہ کی پہلے ہی خبر دے دی‘ اس اعتبار سے یہ آیت معجزہ ہے کہ اس میں غیب کی خبر دی گئی اور بعد میں ایسا ہی ہوا‘ جن لوگوں کے دلوں میں شک کی بیماری تھی‘ انہوں نے قرآن مجید پر اعتراضات کیے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شک کرنے والوں سے اہل مکہ ہی مراد لیے جائیں کیونکہ اکثر کفارِ مکہ قرآن مجید کے صدق پر شک کرتے تھے اور بعض قرآن مجید کی تکذیب پر یقین رکھتے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۱۴‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ کفار تو قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہی نہیں تو پھر انہوں نے کیوں کہا: اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کر کے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہی نہیں تھے‘ پھر وہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عجیب بات سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول منافقین کا ہے تو وہ ظاہر میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے تھے‘ اور اگر یہ قول کفار کا ہے تو ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے نزدیک یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے تو بتائیں اللہ تعالیٰ نے اس عجیب مثال سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

اس سوال کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ خود ہی گمراہ کرتا ہے تو پھر گم راہوں کی مذمت کیوں فرماتا ہے؟

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اسی طرح اللہ جس میں چاہے گم راہی پیدا کر دیتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کفار میں گم راہی کو پیدا فرمایا ہے تو پھر ان کی مذمت کیوں فرمائی ہے اور آخرت میں ان کو دوزخ میں کیوں ڈالے گا؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ دوزخ کے محافظ فرشتے انیس ہیں تو کچھ لوگوں نے اپنے اختیار سے اس آیت

Marfat.com

کی تصدیق کر دی' اور کچھ لوگوں نے اپنے اختیار سے اس آیت کی تکذیب کر دی' جن لوگوں نے اس آیت کی اپنے اختیار سے تصدیق کی' ان میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پیدا کر دیا' اور جن لوگوں نے اپنے اختیار سے اس آیت کی تکذیب کی' ان میں اللہ تعالیٰ نے گم راہی پیدا کر دی' پس ہدایت اور گم راہی دونوں کو پیدا اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور دنیا میں انسان کی تحسین یا مذمت اور آخرت میں اس کو ثواب یا عذاب اس کے اختیار اور کسب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۲) معتزلہ نے یہ جواب دیا ہے کہ کفار کو گم راہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر الطاف اور عنایات نہیں کرتا۔

(۳) معتزلہ نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ کفار کو گم راہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کو جنت کے راستہ کی ہدایت نہیں دے گا۔

اس شبہ کا ازالہ کہ صرف انیس فرشتے تمام دوزخیوں کو کس طرح عذاب پہنچا سکتے ہیں؟

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آیت کے اس حصہ میں اس شبہ کا ازالہ ہے کہ فقط انیس فرشتے بے شمار کافر جنات اور کافر انسانوں کو عذاب دینے کے لیے کیسے کافی ہوں گے؟ اور اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ ان انیس محافظوں کے ماتحت کس قدر فرشتے ہیں' ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ انیس کا عدد مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے' اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کو دوزخ میں عذاب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کی کوئی حاجت نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں عذاب دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے' وہی دوزخ میں کفار اور مشرکین کے اندر درد اور الم کو پیدا فرمائے گا۔

اللہ کے لشکر کا بیان

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں ہے کہ خشکی کی مخلوقات' سمندری مخلوقات کا دسواں حصہ ہیں اور ان کا مجموعہ فضائی مخلوقات کا دسواں حصہ ہے اور ان سب کا مجموعہ آسمانِ دنیا کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہے اور اس کا مجموعہ دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہے' اسی طرح ساتویں آسمان تک کے فرشتوں کی تعداد ہے اور اس کا مجموعہ کرسی کے فرشتوں کی تعداد کا دسواں حصہ ہے' اور اس کا مجموعہ حاملینِ عرش کے فرشتوں کی تعداد کا دسواں حصہ ہے اور ان سب کا مجموعہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ماسوا کتنی مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

یہ آیت اور اس کی مثل دیگر آیات اور احادیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ اجسامِ علویہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے لشکر ہیں اور ان کے حقائق اور احوال کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور اللہ عزوجل کی سلطنت کے دائرہ کا کلام احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کے مرکز کی طرف طائرِ فکر کی پرواز پہنچ سکتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۲۱' دارالفکر' ۱۴۱۷ھ)

''اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے'' کے مرجع کی تعیین

اس آیت کا آخری جملہ یہ ہے: اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے O

اس میں اختلاف ہے کہ یہ ضمیر کس کی طرف لوٹ رہی ہے' بعض مفسرین نے کہا: یہ سقر (دوزخ) کی طرف لوٹ رہی ہے' یعنی اس سے پہلے دوزخ اور اس کی صفات کا جو ذکر فرمایا ہے وہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے تاکہ بشر ایسے کام نہ کرے جو دوزخ میں پہنچانے کا موجب ہوں' اور بعض مفسرین نے کہا: یہ ضمیر ان آیات کی طرف راجع ہے جن میں ان متشابہات کا ذکر کیا

Marfat.com

گیا ہے اور دوزخ کے احوال میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے اور یہ آیات تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہیں لیکن ان سے فائدہ صرف مؤمنین حاصل کرتے ہیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾

ہرگز نہیں! چاند کی قسم ○ اور رات کی جب وہ جانے لگے ○ اور صبح کی جب وہ روشن ہو ○

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ

بے شک دوزخ ضرور بہت بڑی چیزوں سے ایک ہے ○ بشر کو ڈرانے والی ہے ○ تم میں سے ہر اس شخص

مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ

کے لیے (ڈرانے والی) ہے جو (نیکی میں) آگے بڑھے یا (برائی کی وجہ سے) پیچھے رہ جائے ○ ہر شخص اپنے عمل کے

رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

بدلے میں گروی ہے ○ ماسوا دائیں طرف والوں کے ○ وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے ○

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ

مجرموں کے متعلق ○ (وہ مجرموں سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے

مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا

والوں میں سے نہ تھے ○ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ○ اور ہم لغو

نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

کاموں میں مشغول رہتے تھے ○ اور ہم یوم جزا کی تکذیب کرتے تھے ○

حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾

حتیٰ کہ ہم پر یقینی چیز آگئی ○ پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی ○

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ

پس انہیں کیا ہوا جو وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں ○ گویا وہ بدکے ہوئے

معٗ عند المتقدمین

Marfat.com

مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ

وحشی گدھے ہیں O جو شیر سے بھاگ رہے ہیں O بلکہ ان میں سے ہر شخص

امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ

یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں O ہرگز نہیں! بلکہ

لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ

یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے O ہرگز نہیں! بے شک یہ نصیحت ہے O سو جو چاہے

ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ

اس نصیحت کو قبول کرے O اور وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی نصیحت کو قبول کریں گے' وہی اس کا

التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع ۲ ۲۵ ۱۶

مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور مغفرت فرمانا اسی کی شان ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! چاند کی قسم O اور رات کی جب وہ جانے لگے O اور صبح کی جب وہ روشن ہو O بے شک دوزخ ضرور بہت بڑی چیزوں سے ایک ہے O (المدثر: ۳۵۔۳۲)

دوزخ کی مزید صفات کا تذکرہ

المدثر: ۳۲ میں لفظ ''کلا'' ہے' یہ لفظ انکار کے لیے آتا ہے' اس سے پہلے فرمایا: یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہیں' یعنی دوزخ کے متعلق آیات نصیحت ہیں' اس سے اگر کوئی شخص یہ گمان کرلے کہ پھر کفارِ مکہ نے بھی ان آیات سے ہدایت حاصل کر لی؟ تو اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا' ہرگز نہیں یعنی انہوں نے ہدایت حاصل نہیں کی' یا اس سے اس شخص پر انکار کیا جو یہ کہتا تھا کہ وہ دوزخ کے فرشتوں سے مقابلہ پر قادر ہے یا ان لوگوں پر انکار فرمایا ہے جو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کا مذاق اڑاتے تھے' پھر چاند کی اور رات کی اور روشن صبح کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک دوزخ ضرور بہت بڑی چیزوں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بشر کو ڈرانے والی ہے O تم میں سے ہر اس شخص کے لیے (ڈرانے والی ہے) جو (نیکی میں) آگے بڑھے یا (برائی کی وجہ سے) پیچھے رہ جائے O ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گروی ہے O ماسوا دائیں طرف والوں کے O

(المدثر: ۳۹۔۳۶)

یعنی دوزخ ان بہت بڑے مصائب میں سے ایک ہے' جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

المدثر: ۳۷ کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص نیکی میں آگے بڑھنا چاہے' اس کے حق میں دوزخ ڈرانے والی ہے اور جو شخص برائی میں مبتلا ہو کر پیچھے رہنا چاہے' اس کو بھی دوزخ ڈرانے والی ہے۔

Marfat.com

امام رازی کا جبریہ کی تائید کرنا

معتزلہ نے اس آیت سے جبریہ کے خلاف استدلال کیا ہے کہ بندہ اپنے افعال پر قادر ہے' مجبور نہیں ہے۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بندہ کے افعال اس کی مشیت (اس کے چاہنے) پر موقوف ہیں اور بندہ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۗ (الدھر:۳۰) تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔

(اس آیت کی تحقیق ہم ان شاء اللہ سورۃ الدھر میں کریں گے) امام رازی فرماتے ہیں: اس صورت میں یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے اور اصحاب نے اس آیت کے دو اور جواب بھی دیئے ہیں:

(۱) اس آیت میں دھمکانے کے لیے مخاطبین کی مشیت کی طرف نسبت کی ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ (الکہف:۲۹) جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(۲) اس آیت میں بندوں کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر محمول ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے جس شخص کو آگے بڑھانا چاہے گا یا اللہ تعالیٰ جس شخص کو پیچھے رکھنا چاہے گا' اس کے لیے دوزخ ڈرانے والی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۷۱۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی جبریہ کی تائید پر مصنف کا تبصرہ

جس طرح اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے جبریہ کی تائید کی ہے' اسی طرح قرآن مجید کی اور متعدد آیات میں امام رازی نے جبریہ کی تائید اور تقویت کی ہے' لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک قدر اور جبر دونوں نظریات باطل ہیں' معتزلہ اور قدریہ کا نظریہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' اور جبریہ کا مؤقف یہ ہے کہ انسان کو اپنے افعال پر کوئی اختیار نہیں ہے' انسان وہی چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور انسان وہی فعل کرتا ہے جو اس میں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کو خلق' اللہ تعالیٰ کرتا ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے اور ان افعال کا کسب بندہ کرتا ہے اور کسب کا معنی ہے: فعل کا ارادہ کرنا' بندہ جس فعل کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کرتا ہے اور بندہ کو جو جزاء اور سزا ملتی ہے وہ بندے کے کسب اور ارادہ کی بناء پر ملتی ہے' اور جبریہ کا مؤقف اس وجہ سے باطل ہے کہ اگر انسان کا اپنے افعال میں کوئی اختیار اور ارادہ نہ ہو تو پھر قیامت' جزاء اور سزا' جنت اور دوزخ سب بے معنی اور عبث ہو جائیں گے' کیونکہ جب بندہ کا کسی فعل میں کوئی اختیار نہ ہو اور وہ نیک کام کرے یا بدکام کرے' وہ کام اس کے اختیار اور ارادہ کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے پیدا کرنے سے اس سے صادر ہو رہے ہوں تو اسے نیک کاموں پر کس وجہ سے جزاء ملے گی اور بُرے کاموں پر کس وجہ سے سزا ملے گی؟ پھر اللہ تعالیٰ کا نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں ہدایت کے لیے بھیجنا بھی بے معنی اور عبث ہوگا' کیونکہ جب انسان کو کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے' تو پھر نبیوں اور رسولوں کا اسے نیکی کی تلقین کرنا اور بُرائیوں سے روکنا کس وجہ سے ہوگا؟ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کے ہاتھ میں رعشہ ہو' اس کے ہاتھ اس کے اختیار اور اس کے ارادہ کے بغیر حرکت کرتے رہتے ہیں اور جو آدمی صحیح اور تندرست ہو وہ جب چاہے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے اور جب چاہے حرکت نہیں دیتا اور ان دونوں کی حرکتوں میں بداہۃً فرق ہے' مرتعش کی حرکات اس کے اختیار اور ارادہ کے بغیر صادر ہوتی ہیں' اور تندرست آدمی کی حرکات اس کے اختیار اور ارادہ سے صادر ہوتی ہیں' لہٰذا جبریہ کا یہ کہنا کہ انسان جمادات کی طرح بے اختیار اور مجبور ہے اور امام

Marfat.com

رازی ایسے عقلیات کے امام کا جبریہ کی تائید کرنا ہماری عقل سے بالاتر ہے' ممکن ہے اس کی کوئی وجہ وجیہ ہو' جس تک ہم نہ پہنچ سکے ہوں۔

المدثر: ۳۹۔۳۸ میں فرمایا: ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گروی ہے O ماسوا دائیں طرف والوں کے O

وہ کون سے نفوس ہیں جو قیامت کے دن اپنے اعمال کے عوض گروی ہوں گے اور وہ کون سے نفوس ہیں جو گروی نہیں ہوں گے؟

اس آیت کا معنی ہے: ہر نفس نے اپنے آپ کو اللہ کے پاس اپنے عمل کے بدلہ میں رہن اور گروی رکھا ہوا ہے' اور اس کے عمل کے مطابق اس سے معاملہ کیا جائے گا' اگر اس کے اعمال نیک ہیں تو وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے چھڑا لے گا اور اگر اس کے اعمال بد ہیں تو اپنے نفس کو ہلاکت سے نہیں بچا سکے گا۔

ماسوا دائیں طرف والوں کے' کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے گروی نہیں ہوں گے' ان کے مصداق اور ان کی تعیین میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ملائکہ ہیں' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مسلمانوں کی اولاد ہیں' وہ مکلف نہیں تھے۔ انہوں نے کوئی کسب نہیں کیا جس کی وجہ سے وہ گروی ہوں' ابن جریج نے کہا: ہر شخص سے حساب لیا جائے گا ماسوا دائیں طرف والوں کے اور وہ اہل جنت ہیں' پس بے شک ان سے حساب نہیں لیا جائے گا' اور اسی طرح مقاتل نے بھی کہا ہے کہ یہ وہ اصحاب الجنۃ ہیں جو یوم میثاق میں حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: یہ جنتی ہیں اور مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے' الحسن اور ابن کیسان نے کہا: یہ وہ مخلص مسلمان ہیں جن کے نفوس کو گروی نہیں رکھا جائے گا کیونکہ انہوں نے اپنے حقوق ادا کر دیئے ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صحائف اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے' امام ابوجعفر نے کہا: ہم اور ہمارے شیعہ دائیں طرف والے ہیں (اس قول میں شیعہ سے مراد ان کے محبین ہیں' آج کل کے شیعہ اور رافضی مراد نہیں ہیں) اور ہم اہل بیت سے جس نے بغض رکھا ان کے نفوس قیامت کے دن گروی ہوں گے' الحکم نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خدمت کے لیے چن لیا' یہ گروی نہیں ہوں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خدام اور اس کے چنے ہوئے بندے ہیں اور ان کو ان کا کسب ضرر نہیں دے گا' القاسم نے کہا: ہر شخص سے اس کے عمل پر محاسبہ کیا جائے گا خواہ اس کا عمل نیک ہو یا بد ہو' ماسوا اس کے جس کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہو نہ کہ اپنے اعمال پر اور جس نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کیا اس کا نفس گروی نہیں ہوگا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۸۰۔۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے O مجرموں کے متعلق O (وہ مجرموں سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ O وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے O اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے O اور ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے O اور ہم یوم جزا کی تکذیب کرتے تھے O حتیٰ کہ ہم پر یقینی چیز آ گئی O (المدثر: ۴۷۔۴۰)

اس کی تحقیق کہ کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں

ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ دائیں طرف والے ایک دوسرے سے مجرمین کے متعلق سوال کریں گے اور یہ کہیں گے کہ مجرمین کہاں ہیں؟ اور جب ان کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے: تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

Marfat.com

امام محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں نماز سے مراد فرض نماز ہو اور زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ واجبہ ہو' کیونکہ واجب کے ترک پر ہی عذاب ہوتا ہے اور انہوں نے کہا: ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے' اس سے مراد ہے: ہم باطل کاموں میں مشغول رہتے تھے اور انہوں نے کہا: ہم یوم جزاء یعنی قیامت کے دن کی تکذیب کرتے تھے' حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی۔
امام رازی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ کفار کو احکامِ شرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا' اس کی مکمل بحث ہم نے اپنی کتاب ''المحصول من اصول الفقہ'' میں کی ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۱۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)
میں کہتا ہوں کہ سورۃ المدثر انتیس ویں پارہ کی آخری چار سورتوں میں سے ہے اور یہاں تک کی تفسیر امام رازی ہی کی ہوئی ہے جیسا کہ ان کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار احکامِ فرعیہ کے مکلّف ہیں اور اس کی پوری تحقیق ہم نے اپنی کتاب المحصول میں کی ہے۔

المحصول میں امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
ہمارے اکثر اصحاب اور اکثر معتزلہ کا مؤقف یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ فرعیہ میں اللہ تعالیٰ کا امر (حکم) حصولِ ایمان پر موقوف نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے جمہور اصحاب نے کہا ہے کہ احکامِ شرعیہ فرعیہ میں امر (حکم) حصولِ ایمان پر موقوف ہے اور ہمارے فقہاء میں سے ابوحامد اسفرائنی کا بھی یہی قول ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کفار نواہی (ممنوعات) کے مخاطب ہیں اور اوامر (احکام) کے مخاطب نہیں ہیں۔
واضح رہے کہ اس اختلاف کا دنیاوی احکام میں کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا' کیونکہ کافر جب تک اپنے کفر پر قائم ہے' اس کا نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب وہ اسلام قبول کر لے تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے' اس اختلاف کا ثمرہ آخرت میں مرتب ہوتا ہے' کیونکہ کافر جب اپنے کفر پر مر جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو اپنے کفر پر عذاب ہوگا' رہا یہ کہ اس کو نماز زکوٰۃ اور دیگر احکامِ شرعیہ کے ترک پر بھی عذاب ہوگا یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ جس طرح کافر کو ایمان نہ لانے پر عذاب ہوگا' اسی طرح اس کو عبادت کے ترک کرنے پر بھی عذاب ہوگا اور دوسرے فریق نے یہ کہا کہ کافر کو صرف ایمان نہ لانے پر عذاب ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:
(۱) کافر کے لیے ان عبادات کے وجوب کا سبب قائم ہے اور کفر ان عبادات کو کرنے سے مانع نہیں ہے' لہٰذا کافر کو ان عبادات کے ترک کرنے پر عذاب ہوگا۔
ہم نے جو یہ کہا ہے کہ کافر کے لیے ان عبادات کو کرنے کا سبب قائم ہے' اس کی دلیل درج ذیل آیات ہیں:
یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ . (البقرہ:۲۱) — اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا . (آل عمران:۹۷) — اور اللہ کے لیے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں' جو لوگ سفرِ حج کی طاقت رکھتے ہوں۔
ان دونوں آیتوں میں عبادت اور حج کرنے کا حکم عام لوگوں کو دیا ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں شامل ہیں۔
ہم نے جو یہ کہا ہے کہ کفر عبادت کرنے سے مانع نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر اس پر قادر ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے'

Marfat.com

پھر نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ بے وضو شخص کو بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ پہلے وضو کرے پھر نماز پڑھے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ کافروں کو نماز نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے عذاب ہوگا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ (مؤمن مجرموں سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ ۝ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے ۝ (المدثر: ۴۳-۴۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو کافروں کا قول ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ قول باطل ہو اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اگر ان کا یہ قول باطل ہوتا تو اللہ فرما دیتا کہ ان کا یہ جواب باطل ہے، معترض کہتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ مشرکین قیامت کے دن کہیں گے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ (الانعام: ۲۳) اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب نہیں کی، پس معلوم ہوا کہ مشرکین کے غلط اور جھوٹے قول کی تکذیب ضروری نہیں، پس ہو سکتا ہے کہ مشرکین کا یہ کہنا کہ ہم کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے یہ بھی جھوٹا قول ہو۔

معترض کہتا ہے کہ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار کو صرف تکذیب کی بنا پر عذاب ہو رہا ہو، قرآن مجید میں ہے:

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ (المدثر: ۴۶) اور ہم یوم جزاء کی تکذیب کرتے تھے ۝

اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کی تکذیب کرنا، دوزخ میں دخول کا مستقل سبب ہے اور جب دوزخ میں دخول کا مستقل سبب موجود تھا تو کسی اور سبب کی ضرورت نہیں تھی۔

معترض کہتا ہے: اگر ہم یہ تمام باتیں مان لیں، پھر بھی یہ تو ہو سکتا ہے کہ "لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝" (المدثر: ۴۳) کا معنی ہو "لم نك من المومنين" یعنی ہم کو عذاب اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم مؤمن نہ تھے اور "مصلین" کا معنی مؤمنین ہے، اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث کو لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائی ہوئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ پس بتایا گیا: یا رسول اللہ! یہ شخص عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، پھر آپ کے حکم سے اس کو مدینہ بدر کر دیا گیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے "مصلین" (نماز پڑھنے والوں) کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۲۸)

اس حدیث میں بھی "مصلین" سے مراد مؤمنین ہیں۔

معترض کہتا ہے: چلو اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ ان کفار کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان کفار سے مراد وہ لوگ ہوں جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، پس انہوں نے اپنے زمانۂ اسلام میں نمازیں پڑھی تھیں، لیکن ان کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا تھا کہ وہ آخر وقت تک نمازیوں کے ساتھ شامل نہیں رہے تھے۔

امام رازی ان تمام اعتراضات کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ ان کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا تو ضروری ہے کہ کفار کا یہ کلام صادق ہو کیونکہ اگر ان کا یہ کلام کاذب ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے کذب کو بیان فرما دیتا، ورنہ ان کے اس کلام کو نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور معترض نے جو یہ کہا ہے کہ کفار نے

Marfat.com

قیامت کے دن یہ بھی کہا تھا کہ اللہ کی قسم! ہم شرک کرنے والے نہ تھے' اور ان کا یہ کلام بداہۃً جھوٹ تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا رد نہیں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد اس لیے نہیں فرمایا کہ عقل ان کے اس کلام کو باطل سمجھنے کے لیے کافی تھی اور ان کے اس کلام کو نقل اس لیے فرمایا تا کہ دنیا اور آخرت میں ان کا عناد اور ان کی ہٹ دھرمی واضح ہو جائے' اور المدثر: ۴۳ میں ان کے کلام کے کذب کو سمجھنے کے لیے عقل کافی نہیں تھی' اس لیے اس کلام کا رد نہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ کفار کا یہ کلام صادق ہے' ورنہ اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

رہا معترض کا یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ ان کو عذاب اس وجہ سے ہوا ہو کہ وہ قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے جیسا کہ المدثر: ۴۶ میں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ "قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝" (المدثر: ۴۴۔۴۳) کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلاوجہ اور بلافائدہ کیا ہو' اور معترض نے جو یہ کہا ہے کہ قیامت کی تکذیب کرنا کفار کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب مستقل ہے' پھر دوسرے اسباب کی کیا ضرورت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے عذاب میں اضافہ کرنے کے لیے ان اسباب کی بھی ضرورت ہے۔

معترض نے یہ کہا کہ ہو سکتا ہے "مصلین" سے مراد مؤمنین ہوں' ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل اس آیت میں جاری نہیں ہو سکتی: "وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝" (المدثر: ۴۴) اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے' معترض نے جو معارضہ کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی مجرمین میں داخل ہیں۔

(۳) ہمارے مؤقف پر تیسری دلیل یہ ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ (القیامۃ: ۳۱) نہ اس نے تصدیق کی نہ نماز پڑھی ۝

اس کے بعد فرمایا:

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ (القیامۃ: ۳۵۔۳۴) تیری موت کے وقت عذاب لائق ہے پھر قبر میں عذاب لائق ہے ۝ پھر حشر میں تیرے لیے عذاب لائق ہے' پھر دوزخ میں تیرے لیے عذاب لائق ہے ۝

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ. (حٰم السجدۃ: ۷۔۶) ان مشرکین کے لیے عذاب ہے ۝ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

(۴) اس مؤقف پر چوتھی دلیل یہ ہے کہ کفار نہی کے بالاتفاق مخاطب اور مکلف ہیں' سو ضروری ہے کہ وہ امر کے بھی بالاتفاق مکلف ہوں' وہ نہی کے اس لیے مکلف ہیں تا کہ اس خرابی سے احتراز حاصل ہو' جو امر ممنوع کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے' پس ضروری ہوا کہ وہ امر کے بھی مخاطب اور مکلف ہوں تا کہ وہ مصلحت حاصل ہو جو مامور بہ پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ (المحصول ج ۲ ص ۴۱۳۔۴۰۸ ملخصاً و مخرجاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف اور ان کے دلائل

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ جن افعال کے کرنے کے جواز کا تعلق مؤمنین کے ساتھ ہے' جب ان کی نسبت کفار کی طرف کی جائے تو اس سے مراد ان افعال کا قبول کرنا ہوتا ہے اور جب ان افعال کی نسبت مؤمنوں کی طرف کی جائے تو خود وہ افعال مراد ہوتے

Marfat.com

ہیں' لہٰذا اب یہ سوال نہیں ہوگا کہ کفار کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے عذاب کیوں دیا جائے گا' کفار تو نماز پڑھنے کے مکلف ہی نہیں ہیں کیونکہ بغیر ایمان کے نماز قبول نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو عذاب اس لیے دیا جائے گا کہ انہوں نے نماز پڑھنے کے حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کفار کو عذاب اس وجہ سے دیا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن کی تکذیب کرتے تھے' اور اگر وہ نماز پڑھتے اور مسکین کو کھانا کھلاتے' تب بھی ان کو اس عمل سے فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ان کا اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں تھا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون بیروت' ۱۴۲۵ھ)

صدر الشریعۃ الفقیہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

آیا کفار احکام شرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں' یہ مسئلہ امام فخر الاسلام کی کتاب الاصول میں نہیں ہے' لیکن جب کہ یہ مسئلہ امام شمس الائمۃ کی کتاب الاصول میں مذکور ہے تو اس کا امام سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے:

کفار ایمان کے اور عقوبات (حدود) اور معاملات اور عبادات کے آخرت میں مواخذہ کے حق میں مخاطب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ (المدثر: ۴۴-۴۲)

(مؤمنین' مجرمین سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ ۝ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ۝ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ۝

کفار ایمان' عقوبات اور معاملات کے تو بالاتفاق مکلف ہیں اور مواخذہ آخرت کے حق میں وہ عبادات کے بھی بالاجماع مکلف ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے' باقی رہا دنیا میں عبادات کو ادا کرنا تو اس میں اختلاف ہے' مشائخ عراق کے نزدیک ان پر دنیا میں عبادات کو ادا کرنا واجب ہے' کیونکہ اگر ان پر عبادات کو ادا کرنا واجب نہ ہوتا تو ان عبادات کو ترک کرنے پر ان سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوتا' اور ہمارے شہروں کے مشائخ (مشائخ سمرقند) کے نزدیک کفار عبادات کے مخاطب نہیں ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت دینے کی دعوت دو' پھر اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں تو ان کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۸۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۲۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر پانچ نمازیں اس وقت فرض ہوں گی جب وہ توحید کی شہادت ادا کر دیں' ورنہ نہیں' جو فقہاء مفہوم مخالف سے استدلال کے قائل ہیں' ان کے اعتبار سے تو یہ دلیل بالکل ظاہر ہے' ہمارے نزدیک اس وجہ سے کہ کفار پر عبادات کی فرضیت کی کوئی دلیل نہیں ہے' نیز اس لیے کہ عبادت کرنے کا حکم حصولِ ثواب کے لیے دیا جاتا ہے اور کفار حصولِ ثواب کے اہل نہیں ہیں اور ان سے عبادت کا ساقط ہونا ان کے حق میں تخفیف نہیں ہے' بلکہ یہ ان پر تغلیظ ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ طبیب جب مریض کی شفاء سے مایوس ہو جائے تو اس کو دوا پینے کا حکم نہیں دیتا کیونکہ دوا اس کے لیے غیر مفید ہے' اسی طرح یہاں ہے' اور امام شمس الائمۃ سرخسی نے ذکر کیا کہ ہمارے علماء نے اس مسئلہ میں کوئی تصریح نہیں کی بلکہ بعض متاخرین نے حنفی شافعی اختلافی مسائل سے استدلال کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہے' بعض متاخرین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو اس پر ایام ردت کی نمازوں کی قضاء لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک قضاء لازم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے نزدیک مرتد نماز کے حکم کا مخاطب نہیں ہے' اور امام شافعی کے

Marfat.com

نزدیک مخاطب ہے اور بعض متاخرین نے اس مسئلہ سے استنباط کیا ہے کہ جب ایک شخص نے اوّل وقت میں نماز پڑھی' پھر العیاذ باللہ وہ مرتد ہو گیا پھر وہ دوبارہ اسلام لے آیا اور ابھی وقت باقی تھا تو ہمارے نزدیک اس پر لازم ہے کہ اس نماز کو ادا کرے اور امام شافعی کے نزدیک لازم نہیں ہے' کیونکہ اس کے مرتد ہونے سے وہ خطاب معدوم ہو گیا' وہ نماز اس سے خطاب کی بناء پر صحیح تھی اور جب خطاب معدوم ہو گیا تو وہ ادا باطل ہو گئی اور جب وہ دوبارہ مسلمان ہوا اور وقت باقی تھا تو اس پر وہ نماز ابتداءً واجب ہو گئی اور امام شافعی کے نزدیک مرتد بھی حکمِ شرعی کا مخاطب ہے' لہٰذا اس کی ادا باطل نہیں ہوئی' اور یہ تمام دلائل ضعیف ہیں۔

پہلی دلیل کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس پر ہمارے نزدیک ایام ردّت کی قضا لازم نہیں ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (الانفال: ۳۸) آپ کافروں سے کہیے کہ اگر یہ باز آ جائیں تو ان کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

پس مرتد پر ایام ردّت کی نمازوں کی قضاء لازم نہ ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ کفار ہمارے نزدیک احکامِ شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانۂ کفر کے گناہ معاف کیے جا چکے ہیں' خواہ وہ احکامِ شرعیہ کے مخاطب رہے ہوں۔

اور دوسری دلیل کی وجہ ضعف یہ ہے کہ جس شخص نے اوّل وقت میں نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا اور ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی اوّل وقت میں پڑھی ہوئی نماز اس لیے باطل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ (المائدہ: ۵) جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل باطل ہو گیا۔

پس اس کی اوّل وقت میں پڑھی ہوئی نماز باطل ہو گئی اور جب وہ دوبارہ مسلمان ہوا اور ابھی اس نماز کا وقت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے' اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارے نزدیک مرتد ہونے کے وقت میں حکم شرعی کا مخاطب نہیں رہا تھا۔ (توضیح ج ۱ ص ۳۹۳-۳۹۰' اصح المطابع' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' ۱۴۰۰ھ)

علامہ عبید اللہ کی یہ پوری تقریر علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ کی اصول السرخسی ج ۱ ص ۹۱-۸۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ کا خلاصہ ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ ''توضیح'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

کفار پر دنیا میں عبادت کے واجب ہونے کے متعلق عراق کے مشائخ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ کفار پر دنیا میں عبادات کا ادا کرنا واجب ہے اور وہ عبادات کے حکم کے مخاطب ہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے' اور ماوراء النہر کے شہروں کے عام مشائخ (سمرقند کے فقہاء) کا قول یہ ہے کہ کفار عبادات کے حکم کے مخاطب نہیں ہیں' قاضی ابوزید' امام سرخسی' فخر الاسلام بزدوی اور عام متاخرین کا بھی یہی مختار ہے۔ (تلویح ج ۱ ص ۳۹۱' اصح المطابع' کراچی' ۱۴۰۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''توضیح'' میں المدثر: ۴۳ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ کفار عبادات کے مخاطب ہیں اور یہ امام شافعی اور عراق کے مشائخ حنفیہ کے موافق ہے' اور صاحب توضیح اہل سمرقند کے قول کو ثابت کرنے کے درپے نہیں ہوئے اور اہل سمرقند نے جو یہ کہا ہے کہ اس آیت کی یہ تاویل ہے کہ وہ کفار نماز کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتے' ان کا یہ جواب مردود ہے کہ یہ

Marfat.com

مجاز ہے اور مجاز بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا' اور اس مسئلہ میں معتمد قول مشائخ عراق کا ہے' جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ کفار کو عبادات نہ کرنے پر عذاب ہوگا اور ظاہر نصوص مشائخ عراق کی تائید کرتی ہیں' اور اس کی مخالفت محض تاویل سے ہے اور حضرت معاذ کی حدیث میں مذکور ترتیب سے ہے کہ پہلے کفار کو ایمان کی دعوت دو' پھر بتاؤ کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں' اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفار عبادت کے حکم کے مخاطب نہیں ہیں' البتہ ان کی عبادت بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوگی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی قول منقول نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی طرف رجوع کیا جائے۔

(نسمات الاسحار شرح المنار ص ۱۶۱۔۱۶۰' ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ' البقرہ: ۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ '' (البقرہ: ۲۱) علقمہ اور الحسن نے روایت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں ''یایھا الناس '' نازل ہوئی ہے وہ مکی آیت ہے اور ہر وہ چیز جس میں ''یایھا الذین امنوا'' نازل ہوئی ہے وہ مدنی آیت ہے' اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تب بھی اس آیت کی کفار کے ساتھ تخصیص واجب نہیں ہے' اور نہ ان کو خصوصیت کے ساتھ عبادت کا حکم دینا واجب ہے کیونکہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو' یہ عبادت کی ابتداء کرنے میں اور عبادت میں زیادتی اور اس کے دوام میں عام ہے' پس کفار سے مطلوب یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد عبادت کی ابتداء کریں کیونکہ ایمان لانا عبادت کے مقبول ہونے کی شرط ہے اور جس طرح کسی شخص کا بے وضو ہونا اس پر نماز کے وجوب کے منافی نہیں ہے' اسی طرح کسی شخص کا کفر بھی اس پر عبادت کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ کفر کو زائل کرے اور اللہ پر ایمان لا کر عبادت میں مشغول ہو اور اس حکم میں (اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو) مؤمنین سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت کو زیادہ کریں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں: اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس مسئلہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ کفار احکام فرعیہ (مثلاً نماز اور زکوٰۃ) کے مکلف ہیں یا نہیں؟ علامہ ابن ہمام حنفی نے ''التحریر'' میں اور قاضی بیضاوی شافعی نے ''المنہاج'' میں یہ تصریح کی ہے کہ شرعی شرط کا حصول مکلف ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ کسی شخص کا بے وضو ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو نماز کا مکلف نہ کیا جائے' اسی طرح کسی شخص کا کفر بھی اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو عبادت کا مکلف نہ کیا جائے' سمرقند کے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ نماز کی فرضیت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے ایمان کو حاصل کیا جائے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شرعی شرط کا حصول مکلف ہونے کی شرط ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز سب سے عظیم عبادت ہے اور تمام طاعات کی اصل ہے' لہٰذا جو اس سے کم درجہ کی عبادت ہے اس کی شرط کو مکلف ہونے کے لیے ضروری نہیں قرار دیا جائے گا' اور مشائخ سمرقند کے ماسوا شرعی شرط کے حصول کے بغیر بھی مکلف ہونے پر متفق ہیں اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ شرعی شرط کا حصول عبادت کی ادائیگی اور اعتقاد دونوں میں ضروری ہے یا صرف اعتقاد میں ضروری ہے' پس مشائخ عراق اور شافعیہ کے نزدیک شرعی شرط کا حصول عبادت کی ادائیگی اور اس کے اعتقاد دونوں میں ضروری ہے' پس ان کے نزدیک جو کفار نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھیں گے یا نماز اور زکوٰۃ کو ادا نہیں کریں گے ان کو عذاب دیا جائے گا' اور مشائخ بخارا اور سمرقند کے نزدیک شرعی شرط کا حصول صرف اعتقاد میں ضروری ہے' اس لیے جو کفار نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھیں گے' ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان کو ادا نہ کرنے پر عذاب نہیں ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک وہ نماز اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے مکلف نہیں ہیں' صرف ان کی فرضیت کا اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے لیکن امام محمد کے

Marfat.com

قول میں مشائخ عراق اور شافعیہ کے قول کی تائید کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ. ان مشرکین کے لیے ہلاکت ہو○ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

(حٰمٓ السجدہ: ۷-۶)

(عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت (المدثر: ۴۴-۴۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کفار فرعی عبادات کے مکلف ہیں کیونکہ کفار نے اپنے عذاب کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے پس اگر وہ نماز پڑھنے کے مخاطب نہ ہوتے تو ان کو عذاب نہ دیا جاتا اور اس استدلال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان کو اس لیے عذاب دیا جائے گا کہ وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور وہ بھی فرضیتِ نماز کا اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں نیز یہ ہوسکتا ہے کہ ''لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝'' (المدثر: ۴۳) سے مراد ''لم نك من المومنين'' ہو یعنی ہم مؤمنین میں سے نہ تھے علاوہ ازیں یہ تو کافروں کا کلام ہے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے عذاب کی وجہ بیان کرنے میں جھوٹ بولا ہو یا ان کو عذاب کی وجہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو اور ان جوابات کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ جوابات ظاہر قرآن کے خلاف ہیں اور کفار سے اس سوال اور جواب سے مقصود تو مسلمانوں کو نماز نہ پڑھنے سے ڈرانا ہے اور اگر کفار کا جواب جھوٹا ہو یا خطا پر مبنی ہو تو اس کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۲۸ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

زیر بحث مسئلہ میں مصنف کا مؤقف

مصنف کے نزدیک قرآن کی یہ آیات اور حٰمٓ السجدہ: ۶ اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور قرآن مجید کے کسی لفظ کو خلافِ ظاہر پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب وہاں حقیقی معنی کا ارادہ کرنا محال عقلی یا محال عادی ہو یا شرعاً متعذر ہو اور جب ان آیات میں حقیقت کا ارادہ کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے تو ان آیات کو خلافِ ظاہر پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار احکامِ فرعیہ کے مخاطب ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مشائخ عراق کا بھی یہی مؤقف ہے اور امام محمد نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر اس مسئلہ میں مشائخ سمرقند کی مخالفت ہوتی ہے تو ہوتی رہے مشائخ سمرقند کی موافقت کے لیے بہرحال ظاہر قرآن کی مخالفت تو نہیں کرنی چاہیے جب کہ ہم مشائخ سمرقند کے مقلد بھی نہیں ہیں امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں کوئی تصریح منقول نہیں ہے۔

المدثر: ۴۵ میں فرمایا: اور ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے۔

لغو کاموں کی وضاحت

لغو کاموں سے مراد ایسے کام ہیں جن کا کوئی قابلِ ذکر فائدہ نہ ہو قرآن مجید کی اصطلاح میں لغو کاموں سے مراد ایسے کام ہیں جو شرعاً مذموم ہیں اور ایسے اقوال اور افعال ہیں جو فی نفسہٖ باطل ہوں شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جو خلوت میں باتیں ہوتی ہیں اور جو اُمورِ عملِ زوجیت سے متعلق ہوتے ہیں اسی طرح اور بے شرمی کی باتیں بھی لغو باتوں میں داخل ہیں قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث کی شروح میں فلسفہ کی دور ازکار بحثیں کرنا اور قرآن اور حدیث کو یونانی فلسفہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا بھی اسی میں داخل ہیں صحابہ کرام کی خانہ جنگیوں کا طویل طویل ذکر کرنا اور کسی ایک فریق کی حمایت اور دوسرے کی مذمت کرنا بھی لغو کاموں میں داخل ہے۔

Marfat.com

یقینی چیز کی وضاحت

المدثر: ۴۷-۴۶ میں فرمایا: اور ہم یوم جزاء کی تکذیب کرتے تھے O حتیٰ کہ ہم پر یقینی چیز آ گئی O
قیامت کے انکار کو سب سے آخر میں ذکر کیا کیونکہ یہ کافروں کا سب سے بڑا جرم تھا' پھر کہا کہ ہم پر یقینی چیز آ گئی' مفسرین نے اس سے مراد موت لی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کفار موت کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور وہ اپنی زندگی میں اس کا انکار کرتے رہے حتیٰ کہ آخرت میں ان پر منکشف ہو گیا کہ جزا اور سزا برحق ہے اور انہوں نے اس چیز کو یقین سے جان لیا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی O پس انہیں کیا ہوا جو وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں O گویا وہ بدکے ہوئے وحشی گدھے ہیں O جو شیر سے بھاگ رہے ہیں O بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں O ہرگز نہیں! بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے O
(المدثر: ۵۳-۴۸)

فساق مؤمنین کے لیے شفاعت کا ثبوت

المدثر: ۴۸ سے ہمارے متکلمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ مؤمنین فساق کے لیے شفاعت ہوگی اور ان کو فائدہ دے گی کیونکہ جس طرح کفار کو شفاعت سے فائدہ نہیں ہوگا' اگر مؤمنین فساق کو بھی شفاعت سے فائدہ نہ ہو تو پھر کفار کے متعلق خصوصیت سے یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی: پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی' اور اس کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہونا اور اعراض کرنا

المدثر: ۴۹ میں فرمایا: پس انہیں کیا ہوا جو وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں O
اس نصیحت سے مراد قرآن کریم ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عام تبلیغی مواعظ ہیں۔
المدثر: ۵۱-۵۰ میں فرمایا: گویا وہ بدکے ہوئے وحشی گدھے ہیں O جو شیر سے بھاگ رہے ہیں O
اس آیت میں ''حمر مستنفرۃ'' کے الفاظ ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''حمر'' سے مراد جنگلی گدھے ہیں اور ''مستنفرۃ'' کا معنی بدکنا' بھڑکنا اور بھاگنا ہے' جنگلی گدھے انسانوں سے متوحش اور نامانوس ہوتے ہیں' اس لیے ان کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔
المدثر: ۵۱ میں ''قسورۃ'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق شیر پر کیا جاتا ہے' ''قسر'' کا معنی قہر اور غلبہ ہے اور شیر دوسرے جنگلی جانوروں پر قہر اور غلبہ کرتا ہے' اس لیے اس کو ''قسورۃ'' کہا جاتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب جنگلی گدھا شیر کو دیکھ لیتا ہے تو بہت تیز بھاگتا ہے' اسی طرح جب مشرکین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو بھاگتے ہیں۔
''القسورۃ'' تیراندازوں کی اس جماعت کو بھی کہتے ہیں جو شکار کے لیے نکلتی ہے' لوگوں کے ٹھہرنے اور ان کے شور و غل کو بھی کہتے ہیں اور رات کے اندھیرے کو بھی کہتے ہیں۔
علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ مشرکین کو گدھوں سے جو تشبیہ دی اس میں ان کی حماقت پر متنبہ فرمایا ہے اور جب کوئی شخص کسی

Marfat.com

دشمن سے ڈر کر بھاگتا ہے تو اس کی واضح ترین مثال جنگلی گدھوں کا شیر سے ڈر کر بھاگنا ہے۔

المدثر: ۵۲ میں فرمایا: بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں O

مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائے گا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر شخص کے پاس آسمان سے ایک کتاب نہ آجائے اور اس میں یہ لکھا ہو کہ یہ رب العلمین کی جانب سے فلاں بن فلاں کے نام ہے اور اس میں یہ تحریر ہو کہ ہم تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہیں' اور اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ (بنی اسرائیل: ۹۳)

ہم اس وقت تک ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نازل نہ کریں جس کو ہم خود پڑھیں۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صادق ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو ایک صحیفہ لا کر دیں' جس میں اس شخص کے نجات یافتہ ہونے کی تصریح ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ہر شخص جب صبح کو اٹھتا تھا تو اس کی پیشانی پر اس کا گناہ اور اس کا کفارہ' لکھا ہوا ہوتا تھا' اگر ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔

المدثر: ۵۳ میں فرمایا: ہرگز نہیں! بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے O

اس آیت میں ان کو ان فرمائشی معجزات کے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے' اور فرمایا ہے: یہ آخرت سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیات میں غور و فکر نہیں کرتے' اگر کسی معجزہ کو طلب کرنے سے ان کا مقصد یہ ہو کہ ان کو ہدایت حاصل ہو جائے تو اس کے لیے ایک ہی معجزہ کافی ہے' یہ بار بار فرمائشی معجزات کیوں طلب کرتے ہیں' کیا ان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کی آیات کافی نہیں ہیں؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونے کے باوجود ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کرنا کافی نہیں ہے جس کی نظیر آج تک کوئی نہیں لا سکا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! بے شک یہ نصیحت ہے O سو جو چاہے اس نصیحت کو قبول کرے O اور وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی اس نصیحت کو قبول کریں گے' وہی اس کا مستحق ہے کہ صرف اس سے ڈرا جائے اور مغفرت فرمانا اسی کی شان ہے O (المدثر: ۵۶۔۵۴)

معتزلہ اور جبریہ کا ردّ

المدثر: ۵۵۔۵۴ میں کفار کے نصیحت قبول نہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور قرآن مجید کے متعلق ان کے بے ہودہ خیالات کی نفی فرمائی ہے۔

المدثر: ۵۶ میں فرمایا: اور وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی اس نصیحت کو قبول کریں گے۔

امام رازی لکھتے ہیں: معتزلہ نے کہا ہے کہ وہ نصیحت کو صرف اس وقت قبول کریں گے جب اللہ تعالیٰ ان کو نصیحت کے قبول کرنے پر مجبور کر دے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نصیحت قبول کرنے کی مطلقاً نفی کی ہے' پھر اس حالت کا استثناء فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ یہ چاہے کہ وہ نصیحت کو قبول کریں' اور جب کفار نے نصیحت کو قبول نہیں کیا تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں چاہا کہ وہ نصیحت کو قبول کریں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۱۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا ہے: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر

Marfat.com

موقوف ہیں' خواہ وہ مشیت بالذات ہو یا بالواسطہ ہو۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت سے بہ ظاہر جبریہ کی تائید معلوم ہوتی ہے کہ انسان وہی کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور انسان کے افعال میں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے' ہمارے نزدیک اس آیت کا محمل یہ ہے کہ انسان جو کام کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہی کام پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کام کو پیدا کرنا اسی کی مشیت پر موقوف ہے اور اس اعتبار سے یہ کہنا درست ہے کہ انسان وہی کام کرتا ہے جس کام کو اللہ چاہتا ہے یعنی جس کام کے پیدا کرنے کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: وہی اس کا مستحق ہے کہ صرف اس سے ڈرا جائے اور مغفرت فرمانا بھی اسی کی شان ہے O

یعنی وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے بندے صرف اسی سے ڈریں اور اس کے عذاب سے خوف کھا کر اس پر ایمان لائیں اور اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کر دے' جب اس کے بندے اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے' سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور اس نے میرا کوئی شریک نہیں قرار دیا تو میں اس کا اہل ہوں کہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۹)

سورۃ المدثر کا اختتام

آج ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ جون ۲۰۰۵ء' بہ روز جمعرات بعد از نماز ظہر سورۃ المدثر کا اختتام ہو گیا' ۵ جون کو سورۃ المدثر کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح گیارہ دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی' الہ العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی تفسیر کو بھی مکمل فرما دیں اور مجھے صحت اور توانائی کے ساتھ تا حیات ایمان پر قائم رکھیں اور اسلام کے تمام احکام پر عامل رکھیں' اس تفسیر کو قبول فرمائیں اور تا روزِ قیامت اس کو فیض آفریں رکھیں' میری اور میرے والدین کی اور میرے اساتذہ کی اور میرے احباب' تلامذہ اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ القیامۃ

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور وہ یہ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ (القیامہ:۱) میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں ۝

قیامت کے مباحث بہت زیادہ اہم تھے کیونکہ کفار اور مشرکین قیامت کے وقوع کا بہت شدت سے انکار کرتے تھے اس لیے اس سورت کا نام القیامۃ رکھا گیا کیونکہ اس سورت میں قیامت کے وقوع پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور ان کے شبہات کا ازالہ فرمایا گیا ہے۔

اس سورت کی المدثر سے مناسبت یہ ہے کہ المدثر: ۴۳۔۴۴ میں یہ بتایا گیا تھا کہ نماز نہ پڑھنے اور مسکین کو کھانا نہ کھلانے کی وجہ سے مشرکین کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اور صراحۃً آخرت کا ذکر اس آیت میں فرمایا تھا:

كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ (المدثر:۵۳) ہرگز نہیں، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے ۝

اور قیامت کے بعد آخرت کا وقوع ہوگا، اور اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا ذکر فرمایا ہے، اور قیامت کے اوصاف، اھوال اور احوال کا ذکر فرمایا ہے، پھر قیامت کے مقدمات اور اس سے پہلے پیش آنے والے اُمور کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انسان کے بدن سے روح کس طرح نکلے گی اور انسان کی ابتدا کی تخلیق کس طرح کی گئی تھی۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۱ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۵ ہے۔

سورت القیامۃ کے مشمولات

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی دین اور ایمان کے مبادیات بیان کیے گئے ہیں اور وہ مرنے کے بعد اٹھنے اور جزاء اور سزا کے معاملات ہیں، اور انسان کی تخلیق کی ابتداء کا ذکر ہے۔

☆ سورت کی ابتداء قیامت کی قسم کھا کر فرمائی ہے اور اس کے ساتھ نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے تاکہ ان مشرکین کا رد ہو جو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کے قائل نہیں تھے۔

☆ آیت ۷۔۱۵ تک قیامت کی علامات کا ذکر فرمایا ہے کہ جب چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے وغیرہا۔

☆ آیت ۱۶۔۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے اثناء وحی میں وحی کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان دلایا ہے

Marfat.com

کہ اللہ سبحانہ اس بات کا کفیل اور ضامن ہے کہ وہ آپ کے دل میں اور دماغ میں اس وحی کو محفوظ اور ثابت رکھے گا اور اس کے معانی کو بیان فرمائے گا' لہٰذا از خود آپ قرآن مجید میں نازل ہونے والے الفاظ کو بار بار دہرانے اور یاد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

☆ آیت: ۲۵-۲۰ میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی محبت کی مذمت فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ بعض انسان نیک فطرت ہیں' جن کے چہرے ایمان کے انوار سے منور رہتے ہیں اور بعض انسان بدفطرت ہیں' جن کے چہرے سیاہ اور مرجھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

☆ آیت: ۳۵-۲۶ میں موت کے وقت انسان کی حالت کو بیان فرمایا ہے اور جب جسم سے روح نکلتی ہے تو اس پر کیسی تنگی اور سختی ہوتی ہے۔

☆ آیت ۴۰-۳۶ میں حشر اور معاد جسمانی پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ دوسری بار پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں ہے۔

سورۃ القیامۃ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور اس کی امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے بارِ الٰہ! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور ناصواب سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ جون ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

ایاتہا ۴۰ رکوعاتہا ۲ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | (۷۵) سورۃ القیامۃ مکیۃ (۳۱)

سورۃ القیامۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں ○ اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں ○

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے؟ ○ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر

عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ

ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست کر دیں ○ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی بُرے

اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷

کام کرتا رہے ○ وہ سوال کرتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا؟ ○ پس جب نظر چکا چوند ہو جائے گی ○

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ

اور چاند بے نور ہو جائے گا ○ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے ○ اس دن

الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى

انسان کہے گا: آج فرار کی جگہ کہاں ہے؟ ○ ہرگز نہیں! اس دن کہیں پناہ نہ ہو گی ○ اس دن

رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہو گی ○ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴

اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی ○ بلکہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہو گی ○

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ

خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش کرتا ہو ○ آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ

Marfat.com

بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

دیں O بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے O سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں

قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O پھر اس کا (معنی) بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد ملنے والی

الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

چیز سے محبت رکھتے ہو O اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو O اس دن بہت چہرے

نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾

تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے O اور بہت چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے O

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾

وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا O یقیناً جب ان کی روح ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ جائے گی O

وَقِيْلَ مَنْ ٜ سکتۃ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ

اور کہا جائے گا: کوئی دم کرنے والا ہے؟ O اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کی ساعت ہے O اور پنڈلی

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع ۲۰ / ۱۷

پنڈلی سے لپٹ جائے گی O اس دن آپ کے رب کی طرف لے جایا جائے گا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں O اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں O کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے O کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست کر دیں O بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی بُرے کام کرتا رہے O (القیامہ: ۵-۱)

قسم سے پہلے حرف ''لا'' کے دو محمل

القیامہ: ا میں فرمایا ہے: ''لا اقسم بیوم القیامۃ'' اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ''لا اقسم'' میں ''لا'' زائدہ ہے یا نفی کے معنی میں ہے' اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ یہ ''لا'' زائدہ ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ زائد اور بے معنی نہیں ہو سکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ بے معنی نہیں ہے' البتہ یہ نفی کے معنی میں نہیں ہے' اس کو کلام میں قسم سے پہلے زینت کے لیے ذکر کیا جاتا ہے' اور کلام عرب میں اسی طرح ہوتا ہے اور قرآن مجید لغت عرب اور اسلوبِ عرب پر نازل ہوا ہے اور قرآن مجید میں اس کی بہت نظائر ہیں' جیسے فرمایا:

Marfat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ . (النساء: ۶۵) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے۔
اور تحسین کلام کے لیے لفظ ''لا'' کو ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے نفی کا معنی مقصود نہیں ہوتا' جیسے فرمایا:
مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ . (الاعراف: ۱۲) تجھے سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا۔
اور قسم میں جب لفظ ''لا'' کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا فائدہ قسم کی تاکید ہوتی ہے۔
بعض مفسرین نے کہا: یہ لفظ ''لا'' نفی کے لیے ہے یعنی جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے' اس کی مخالف چیز کی نفی کے لیے ہے' گویا کہ مشرکین نے قیامت کے وقوع کی نفی کی اور شد و مد سے قیامت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں یہ بات نہیں ہے کہ قیامت واقع نہیں ہوگی' میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں یعنی قیامت ضرور واقع ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ وہ بہت عظیم دن ہوگا اور تمام نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال کا ثمرہ اس دن ظاہر ہو جائے گا۔
القیامہ: ۲ میں فرمایا: اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں ○

نفس لوّامہ کے مصداق میں متعدد اقوال

ملامت کرنے والے نفس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:
(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نفس اپنے آپ کو ملامت کرے گا' خواہ وہ نیک ہو یا بد' نیک نفس اپنے آپ کو اس لیے ملامت کرے گا کہ اگر وہ اور زیادہ نیکیاں کر لیتا تو اس کو جنت میں اور زیادہ درجات ملتے اور بدنفس اپنے اوپر اس لیے ملامت کرے گا کہ وہ کیوں نہ گناہوں سے باز آیا اور کیوں نہ نیک کاموں میں مشغول رہا؟
(۲) نفس لوامہ سے مراد نفوسِ متقیہ ہیں' یعنی متقی لوگ' وہ قیامت کے دن نافرمانی کرنے والوں کو ملامت کریں گے کہ تم لوگوں نے گناہوں کو کیوں ترک نہیں کیا اور تقویٰ اور پرہیزگاری کو کیوں اختیار نہیں کیا؟
(۳) نفس لوامہ سے مراد نفوسِ شریفہ ہیں جو اپنے آپ کو ہر وقت ملامت کرتے رہتے ہیں خواہ وہ نیک کاموں میں مصروف ہوں' حسن بصری نے کہا: تم مؤمن کو دیکھو گے کہ وہ ہر حال میں خود کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جاہل بُرے کاموں میں مشغول ہو' پھر بھی اپنے آپ سے راضی رہتا ہے۔
(۴) نفس لوامہ سے مراد بدفطرت نفوس ہیں' جب وہ قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک احوال دیکھیں گے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کریں گے کہ وہ کیوں گناہوں میں مبتلا رہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:
اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ . (الزمر: ۵۶) ایسا نہ ہو کہ کوئی نفس یہ کہے: ہائے افسوس! میں نے اللہ کے معاملہ میں کوتاہی برتی۔
(۶) انسان کو افسوس کرنے والا تخلیق کیا گیا ہے' انسان پہلے کسی چیز کو طلب کرتا ہے اور جب وہ چیز اسے مل جاتی ہے تو پھر وہ اس پر افسوس کرتا ہے اور اس کو طلب کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ میں نے اس چیز کو کیوں طلب کیا تھا' مثلاً شوگر کا مریض شوگر فری بسکٹ یا شوگر فری مربہ منگواتا ہے اور جب اس کو کھانے سے اس کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے کہ میں نے کیوں یہ چیزیں منگوائیں اور چونکہ اس کے ساتھ یہ عمل بار بار ہوتا ہے' اس لیے اس کا نفس لوامہ ہو جاتا ہے' اس کی نظیر قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ (المعارج: ۲۱۔۱۹) بے شک انسان بہت کم زور دل کا پیدا کیا گیا ہے ○ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے ○ اور جب اس کو

Marfat.com

کوئی خیر ملتی ہے تو وہ شکر ادا نہیں کرتا○

قیامت اور نفس لوّامہ کی مناسبت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے ذکر میں اور نفس لوامہ میں کیا مناسبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں لفظوں کو قسم میں جمع فرمایا ہے اور دونوں لفظوں کی قسم کھائی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے احوال بہت خوف ناک اور بہت دہشت ناک ہوں گے اور جب قیامت قائم ہوگی تو نفوس لوامہ کے احوال ظاہر ہوں گے' بعض نفوس کے نیک اعمال اور ان پر انعامات کا اظہار ہوگا' اس وقت وہ تمنا کریں گے: کاش! ہم نے زیادہ نیک عمل کیے ہوتے تو ہم کو زیادہ انعامات ملتے اور بعض نفوس کے بُرے اعمال اور ان کے نتائج کا اظہار ہوگا' اس وقت وہ شرم سار ہوں گے اور اپنے آپ کو ملامت کریں گے کہ کاش! ہم نے یہ بُرے کام نہ کیے ہوتے' سو اس طرح نفس لوامہ کی احوالِ قیامت کے ساتھ بہت قوی مناسبت ہے' قیامت کے عجیب وغریب احوال اور ان کے ساتھ نفس لوامہ کی مناسبت ان آیات میں غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں○

قیامت کے دن جب اکثر انسان اپنے نامہ اعمال کو اور میزان کو دیکھیں گے اور ان کو اپنے نیک اعمال کم دکھائی دیں گے تو وہ اپنے اوپر افسوس اور ملامت کریں گے کہ ہم کو عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا تھا اور ہم نے لھو ولعب اور لایعنی کاموں میں زندگی گزار دی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا○ (الاحزاب:۷۲)

ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر اپنی امانت (احکام) کو پیش کیا' انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی' بے شک وہ بہت ظالم اور بہت جاہل ہے○

قیامت کے دن جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی امانت میں خیانت کرنے کے نتائج اور عواقب دیکھے گا تو اس کو اپنی خیانت پر بہت افسوس ہوگا اور وہ اپنے آپ کو بہت ملامت کرے گا۔

اور ایسی بہت آیات ہیں جن میں غور کرنے سے قیامت اور نفس لوامہ میں مناسبت کا پتا چلتا ہے۔

نفس انسان کی تین قسمیں

نفس کی تین قسمیں ہیں: نفس امارہ' نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ۔

نفس امارہ کی یہ تعریف ہے کہ وہ طبیعت بدنیہ اور اس کے تقاضوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور لذات اور شہوات حسیہ کے حصول کا حکم دیتا ہے اور دل کو گھٹیا اور خسیس چیزوں کی طرف کھینچتا ہے اور یہ نفس' اخلاق مذمومہ' شرور اور خبائث کا معدن اور منبع ہوتا ہے۔

نفس لوامہ وہ ہے جو دل کے نور سے روشن ہوتا اور جب انسان پر غفلت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنی جبلت ظلمانیہ کے تقاضے سے کسی برائی یا گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کا وہ نفس اس کو ملامت کرتا ہے اور اس سے متنفر ہوتا ہے۔

اور نفس مطمئنہ وہ ہے جو دل کے نور سے مکمل منور ہوتا ہے اور وہ مذموم صفات سے عاری اور خالی ہوتا ہے اور اوصافِ محمودہ سے متصف ہوتا ہے اور اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتا ہے اور اس انسان کی جبلت ظلمانیہ اسے بُرائی پر نہیں اکساتی اور نیکی

Marfat.com

کے خلاف مزاحمت نہیں کرتی۔

بعض صوفیاء نے یہ کہا ہے کہ نفس لوامہ ہی نفس مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کو ملامت کرتا رہتا ہے اور بعض صوفیاء نے کہا: نفس لوامہ کا نفس مطمئنہ سے اوپر درجہ ہے کیونکہ نفس مطمئنہ خود کامل ہوتا ہے اور نفس لوامہ ملامت کر کے دوسرے کی تکمیل کرتا ہے۔

(المفردات ج ۲ ص ۵۸۸ روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۳۶ ـ ۲۳۵)

نفس کی تعریف اور اس کا مصداق

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں نفس کا معنی کسی شی کا وجود ہے اور عرف میں نفس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کے اوصاف کا معلول ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نفس سے مراد وہ لطیف چیز ہو جو اس جسم میں موجود ہے' اور وہی انسان کے اخلاقِ مذمومہ کا محل ہے' جیسا کہ روح ایک لطیف چیز ہے جو اس جسم میں رکھی گئی ہے اور وہی اخلاقِ محمودہ کا محل ہے اور ان میں سے بعض' بعض کے تابع ہیں اور ان کا مجموع انسان ہے۔

روح اور نفس کا صورت میں اجسامِ لطیفہ سے ہونا ایسے ہے جیسے ملائکہ اور شیاطین کا لطیف صورت میں ہونا ہے اور جس طرح آنکھ دیکھنے کا محل ہے' اور کان سننے کا محل ہے اور ناک سونگھنے کا محل ہے اور مونھ (منہ) چکھنے کا محل ہے اور جو سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے اور سونگھنے والا ہے اور چکھنے والا ہے' اس کا مجموع انسان ہے' اسی طرح اوصافِ محمودہ کا محل قلب اور روح ہے اور اوصافِ مذمومہ کا محل نفس ہے اور نفس بھی اس مجموع کا جز ہے اور قلب بھی اس مجموع کا جز ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ ص ۱۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صوفیاء اور علامہ قشیری کی تعریفوں میں تطبیق

میں کہتا ہوں کہ صوفیاء اور علامہ قشیری نے جو نفس کی تعریفیں کی ہیں' ان میں کوئی تخالف اور اضطراب نہیں ہے' علامہ قشیری کے نزدیک فی نفسہٖ اپنی وضع اور تخلیق کے اعتبار سے نفس صفاتِ مذمومہ کا محل ہے اور صوفیاء اسی کو نفس امارہ کہتے ہیں' لیکن بعض نیک مسلمان نفس کے جبلی تقاضوں اور اس کے احکام کو مسترد کر کے اس کو صیقل کر لیتے ہیں اور جب ان کا نفس انہیں بُرے کاموں پر اکساتا ہے تو وہ اس کو ملامت اور سرزنش کرتے ہیں اور اس کو وہ نفس لوامہ کہتے ہیں اور بعض نفوسِ قدسیہ قلب کے نور سے مکمل منور ہو جاتے ہیں' وہ مذموم صفات سے بالکل عاری اور خالی ہوتے ہیں' وہ اوصافِ محمودہ سے متصف اور اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں اور وہ بُرے کاموں پر نہیں اُکساتے اور نہ نیک کاموں کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین کے نفوس ہوتے ہیں۔ اللھم ارزقنا شیئا من فیوضاتھم.

القیامہ: ۴ـ۳ میں فرمایا: کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے؟O کیوں نہیں! ہم اس پر ضرور قادر ہیں O الآیۃ

القیامہ: ۲ـ۱ کی قسموں کا جواب

اس سے پہلے القیامہ: ۲ـ۱ میں جن قسموں کا ذکر فرمایا ہے' ان قسموں کے جواب میں مفسرین کا اختلاف ہے' جمہور مفسرین نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ تم کو ضرور مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور یہ جواب محذوف ہے' اس پر قرینہ القیامہ: ۴ـ۳ ہے جن میں فرمایا ہے: کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے O کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست کر دیں O حسن بصری نے کہا: اس کے جواب پر دلیل القیامہ: ۴ ہے' یعنی کیوں نہیں!

Marfat.com

ہم اس پر قادر ہیں۔

القیامہ: ۳ کا شانِ نزول

مشہور یہ ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد معین انسان ہے' مفسرین نے بغیر سند کے یہ روایت بیان کی ہے کہ عدی بن ربیعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے بتائیے کہ قیامت کب آئے گی اور اس کا معاملہ کس طرح ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قیامت کے احوال کی خبر دی' وہ کہنے لگا: اگر میں قیامت کے دن کو دیکھ بھی لوں تب بھی میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا اور آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا' کیا اللہ تعالیٰ مُردوں کی ہڈیوں کو جمع فرمائے گا؟ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت عدی بن ربیعہ اور اخنس بن شریک کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان دونوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! ان دو بُرے پڑوسیوں سے تو مجھے کفایت فرما' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (امام ابواسحاق ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ: الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۸۲' امام ابوالحسن الواحدی متوفی ۴۶۱ھ: اسباب النزول ص ۴۶۹' امام بغوی متوفی ۵۱۲ھ: معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۸۲' علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ: الکشاف ج ۴ ص ۶۶۰' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ: تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۲' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ: الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۸۶' علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ: روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۳۶)

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا شبہ اور اس کا جواب

کفار جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ جب انسان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور مٹی کے ذرات سے مختلط ہو جائیں گی' پھر عرصہ گزرنے کے بعد آندھیوں اور تیز ہواؤں سے ان کے ذرات اُڑ کر دوسری ہڈیوں کے ذرات سے خلط ملط ہو جائیں گے' پھر ایک انسان کے ذرات دوسرے انسان کے ذرات سے کیسے ممیز اور ممتاز ہوں گے' پھر ان مختلف اور مختلط ذرات کو دوبارہ کس طرح انسانی پیکر میں ڈھالا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست کر دیں۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان مختلف اور مختلط ذرات کو باہم ممتاز کرنا اور انسانی پیکر میں ڈھالنا اس شخص کے لیے مشکل ہوگا جس کا علم ناقص ہو اور اس کی قدرت ناقص ہو' اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کیوں مشکل ہوگا جس کا علم بھی کامل اور محیط ہے اور اس کی قدرت بھی کامل اور محیط ہے۔

نیز اس آیت کی تفسیر اس طرح ہے کہ ہم انسان کی انگلیوں کے پوروں کو دوبارہ بنانے پر کیوں قادر نہیں ہوں گے جب کہ ہم ان کو پہلی بار بنا چکے ہیں اور دوسری بار بنانا تو پہلی بار بنانے سے زیادہ آسان ہے اور انگلیوں کی ہڈیوں کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ کی کہ جب ہم انسان کے جسم کی ان چھوٹی ہڈیوں کو دوبارہ بنانے پر قادر ہیں تو بڑی ہڈیوں کے بنانے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہیں۔

القیامہ: ۵ میں فرمایا: بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی بُرے کام کرتا رہے ○

توبہ نہ کرنا اور روزِ قیامت کی تکذیب کرنا

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) یعنی وہ شخص مستقبل میں بھی بُرے کام کرتا رہے اور بُرے کاموں کو بالکل ترک نہ کرے' سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ شخص تسلسل کے ساتھ گناہ کرتا رہے اور توبہ کو مؤخر کرتا رہے اور یہ کہتا رہے کہ میں عنقریب توبہ کرلوں گا حتیٰ کہ وہ بُرے کاموں اور گناہوں میں مشغول ہو اور اسی حال میں اس کو موت آ جائے۔

Marfat.com

(۲) "لیفجر امامه" کا معنی ہے: اس کو آگے جو اُمور پیش آنے ہیں یعنی آخرت میں ان کی تکذیب کرتا رہے اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے اور آخرت میں حساب و کتاب اور ثواب اور عذاب کی تکذیب کرتا رہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ القیامہ: ۶ میں فرمایا: وہ سوال کرتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ یعنی اس کے آگے جو قیامت کا دن آنے والا ہے' اس کی تکذیب کرتا رہے اور گویا وہ قیامت کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے: وہ دن کب آئے گا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ سوال کرتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ پس جب نظر چکا چوند ہو جائے گی O اور چاند بے نور ہو جائے گا O اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے O اس دن انسان کہے گا: آج فرار کی جگہ کہاں ہے؟ O (القیامہ: ۱۰۔۶)

یعنی سوال کرنے والا انکاراً اور استہزاءً کہے گا کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ وہ قیامت کے دن کو بہت بعید سمجھے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا۠ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ O فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ O (الملک: ۲۷۔۲۵)

کافر کہتے ہیں: قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) O آپ کہیے: اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے' میں تو تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں O پھر جب یہ لوگ اس وعدہ کو قریب تر پالیں گے اس وقت ان کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: یہی وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرتے تھے O

القیامہ: ۹۔۷ میں فرمایا: پس جب نظر چکا چوند ہو جائے گی O اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے O

قیامت کی تین علامتیں اور ان پر اعتراضات کے جوابات

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تین علامتیں ذکر فرمائی ہیں' پہلی علامت یہ ہے کہ جب بجلی چمکے گی اور بہت تیز روشنی کو دیکھنے سے' دیکھنے والے کی نظر خیرہ ہو جائے گی اور اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا جیسا کہ بہت روشنی پڑنے سے ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ انسان کو ایسی حالت کا کب سامنا ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ موت کے وقت' دوسرا قول یہ ہے کہ جب انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو دوزخ کو دیکھ کر اس کی نظر چکا چوند ہو جائے گی اور جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ کیفیت موت کے وقت ہوگی' انہوں نے کہا: جب قیامت کے منکر نے قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کو جواب دیا گیا کہ جب اس کی موت قریب آئے تو عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر اس کی نظر خیرہ ہو جائے گی اور اس کے شکوک زائل ہو جائیں گے اور اس کو قیامت پر یقین آ جائے گا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ چاند بے نور ہو جائے گا یعنی اس کو گہن لگ جائے گا' اس پر ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ چاند کو اس وقت گہن لگتا ہے' جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور جب سورج اور چاند جمع ہوں گے اس وقت تو یہ حالت پیدا نہیں ہوگی' اس کا جواب یہ ہے کہ چاند کو گہن لگنے کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہ اس نظام کا پابند نہیں ہے کہ اس کے بغیر چاند کو گہن نہ لگ سکے' جیسے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط جنسی کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس نظام کا پابند نہیں ہے کہ اس کے بغیر انسان کو پیدا نہ کر سکے' اس نے عورت کے بغیر حضرت حواء کو پیدا کر دیا اور

Marfat.com

مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا' اسی طرح اس نے چاند اور سورج کے درمیان زمین کے حائل ہونے کو چاند کے گہن کا سبب بنایا ہے لیکن قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ براہِ راست زمین کے حائل ہونے کے بغیر چاند کو گہنا دے گا اور اس کو بے نور کر دے گا۔

تیسری علامت میں فرمایا: سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ۔ سورج میں یہ طاقت نہیں کہ وہ چاند کو پا سکے۔

(یٰسٓ: ۴۰)

جب سورج چاند کو نہیں پکڑ سکتا تو وہ دونوں جمع کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قیامت کے وقوع سے پہلے وہ معمولی کی گردش کرتے رہیں گے' لیکن جب قیامت آئے گی تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ سورج اور چاند کے جمع ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں بے نور ہونے میں جمع ہو جائیں گے۔

القیامہ: ۱۰ میں فرمایا: اس دن انسان کہے گا: آج فرار کی جگہ کہاں ہے؟O

یعنی جو انسان قیامت کے وقوع کا منکر ہے' جب وہ قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک احوال دیکھے گا تو وہ گھبرا کر پوچھے گا: آج فرار کی جگہ کہاں ہے؟O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! اس دن کہیں پناہ نہ ہوگی O اس دن آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہوگی O اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی O بلکہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہوگی O خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش کرتا ہو O (القیامہ: ۱۵۔۱۱)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی

القیامہ: ۱۱ میں اس سے جھڑک کر منع فرمایا ہے کہ وہ اللہ سے فرار کی جگہ ڈھونڈے' اور اس آیت کا معنی ہے: اس دن کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گی' ''وزر'' کا معنی ہے: روکنے والا پہاڑ یا پناہ کی جگہ۔

القیامہ: ۱۲ میں فرمایا: اس دن آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہوگی O

اس آیت میں ''المستقر'' کا لفظ ہے' یہ استقرار سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ٹھہرنا' اس دن تم اللہ عزوجل کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس ٹھکانا نہیں بنا سکو گے' جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ (العلق: ۸) بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنے کی جگہ ہے O

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ O (النور: ۴۲) اور اللہ ہی کی طرف ٹھہرنے کی جگہ ہے O

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ O (الشوریٰ: ۵۳) سنو تمام اُمور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں O

ان آیات کا معنی یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانا تمہارے رب ہی کے پاس ہے' خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ ہو' یعنی تمہارا ٹھکانا اللہ سبحانہٗ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ جس کو چاہے گا اپنے وعدہ کے مطابق یا اپنے فضل سے جنت میں داخل کر دے گا اور جس کو چاہے گا اپنی وعید کے مطابق یا اپنے عدل سے دوزخ میں داخل کر دے گا۔

القیامہ: ۱۳ میں فرمایا: اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی O

بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دینا

یعنی انسان کو اس کے ان کاموں کی خبر دی جائے گی جو اس نے کیے ہیں اور ان کاموں کی خبر دی جائے گی جو اس نے

Marfat.com

نہیں کیے' یا جو کام اس نے خود کیے مثلاً جو صدقات دیئے یا وہ کام جس کا اس نے اپنے مرنے کے بعد کرنے کا حکم دیا کہ اس کے مال سے اتنا صدقہ دے دیا جائے' یا اس نے جو نیک کام ایجاد کیے' جن پر اس کے مرنے کے بعد عمل ہوتا رہا' یا اس نے جو بُرے کام ایجاد کیے جن پر اس کے مرنے کے بعد عمل ہوتا رہا' مجاہد نے کہا: اس سے مراد اس کے پہلے عمل ہیں اور آخری عمل ہیں' اس آیت کی نظیر یہ آیات ہیں:

فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ (المجادلہ:۶) اللہ ان کو ان کے کیے ہوئے تمام اعمال کی خبر دے گا جن کو اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور وہ بھول چکے ہیں۔

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ (یٰس:۱۲) اور ہم ان کے وہ اعمال لکھ رہے ہیں جن کو وہ آخرت کے لیے بھیج رہے ہیں۔

انسان کو جو اس کے اعمال کی خبر دی جائے گی تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اس پر اس کا حساب پیش کیا جائے گا یا میزان کے وقت اس کو اس کے اعمال کی خبر دی جائے گی' حسب ذیل احادیث میں بھی اس کا ثبوت ہے:

قیامت کے دن بندہ کے نیک اعمال ملنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی موت کے بعد جو نیک اعمال آ کر اس کو ملتے ہیں' ان میں سے وہ علم ہے جس کی اس نے تعلیم دی اور اس کی اشاعت کی اور وہ نیک اولاد ہے جس کو اس نے ترک کیا یا وہ قرآن مجید کا نسخہ ہے' جس کا اس نے وارث کیا یا وہ مسجد ہے' جس کو اس نے بنایا یا اس نے کسی مسافر کے لیے جو گھر بنایا یا وہ نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا یا اس نے اپنی زندگی میں اپنی صحت کے ایام میں جو صدقہ دیا یہ وہ نیکیاں ہیں جو اس کی موت کے بعد اس کو آ کر ملیں گی۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۴۲' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات نیک اعمال ایسے ہیں جن کا اجر بندے کی موت کے بعد اس کی قبر میں بھی جاری رہتا ہے' جس شخص نے کسی علم کی تعلیم دی یا اس نے کوئی نہر جاری کی یا اس نے کوئی کنواں کھودا' یا اس نے کوئی درخت اگایا' یا اس نے کوئی مسجد بنائی یا اس نے قرآن مجید کے نسخہ کا کسی کو وارث بنایا یا اس نے (نیک) اولاد چھوڑی' جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۴۳۔۳۴۴' اس حدیث کی سند میں محمد بن عبید اللہ العرزمی نام کا راوی متروک الحدیث ہے)

ان دونوں حدیثوں میں موت کے بعد ان نیک اعمال کے ملنے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت ان اعمال کی خبر نہیں دی جائے گی بلکہ قیامت کے دن حساب پیش کرتے وقت یا میزان کے پاس ان نیک اعمال کی خبر دی جائے گی' اس سلسلہ میں دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں' (وہ تین اعمال یہ ہیں:) صدقۂ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۸۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۵۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو نکالا' اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس نیکی پر عمل کریں گے' ان کی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا

Marfat.com

اور ان بعد والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس پر اپنی برائی کا گناہ ہوگا اور بعد کے لوگوں کی برائیوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان بعد والوں کے گناہوں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۱۷، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۵۴، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۹)

القیامہ: ۱۴ میں فرمایا: بلکہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہوگی O

انسان کی اپنے اوپر بصیرت کے دو محمل

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی اور اس آیت میں گویا ترقی کر کے فرمایا: بلکہ اس کو یہ ضرورت نہیں ہوگی کہ کوئی اور اس کو خبر دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نفس خود مشاہدہ کر رہا ہوگا کہ وہ خود ان افعال کا فاعل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو خود اپنے اوپر بصیرت ہوگی' اس کے دو محمل ہیں:

(۱) انسان اپنی بداہت عقل سے جانتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرنے سے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اسی میں سعادت ہے' اور جو کام اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت سے دور کرتے ہوں اور دنیا کی زینت اور اس کی لذتوں میں مشغول رکھتے ہوں اور ان ہی میں معصیت اور شقاوت ہے' خواہ وہ اپنی چرب زبانی سے ملمع کاری کرتا رہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بیان کرتا رہے لیکن وہ اپنی عقل سلیم سے جانتا ہے کہ در اصل حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اسی لیے فرمایا ہے کہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہوگی۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن جبیر اور مقاتل نے کہا کہ انسان کے اعضاء خود اس کے کاموں پر گواہی دیں گے' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O (النور: ۲۴)

جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے O

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ O (یٰس: ۶۵)

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پیر ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے O

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O (حٰم السجدہ: ۲۰)

حتیٰ کہ جب وہ دوزخ کے پاس آ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے کاموں کی گواہی دیں گے O

امام واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیات کفار پر محمول ہیں کیونکہ وہ اپنے اعمال کا انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا پھر ان کے اعضاء ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔

القیامہ: ۱۵ میں فرمایا: خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش کرتا ہو O

''معاذیر'' ''معذرۃ'' کی جمع ہے' اس آیت کا معنی ہے کہ انسان ہر چند کہ اپنے کاموں کا عذر پیش کرے گا اور اپنی مدافعت میں دلائل لائے گا اور ہر ممکن طریقہ سے بحث کرے گا لیکن اس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اعضا خود اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○ بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ○ سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں ○ پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے ○ (القیامہ: ۱۹۔۱۶)

دورانِ وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کے لیے عجلت سے قرآن مجید کو دہرانے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے' آپ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس آیت کو دہراتے رہتے تھے' آپ کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ آپ اس آیت کو حفظ کر لیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○ آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے' سفیان نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھایا' امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تنزیل سے بہت مشقت اٹھاتے تھے' اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اپنے ہونٹوں کو اس طرح حرکت دیتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرکت دیتے تھے' سعید بن جبیر نے کہا: میں اپنے ہونٹوں کو اس طرح حرکت دیتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حرکت دیتے تھے' پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۸' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۵۲۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۳)

القیامہ: ۱۷ میں فرمایا: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنا اللہ سبحانہ کے ذمہ ہے

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں' پس جب ہم قرآن کی کوئی آیت نازل کریں تو آپ غور سے سنیں' پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھوائیں' اس کے بعد جب حضرت جبریل آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے' پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی ان آیتوں کو اس طرح پڑھ لیتے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۲۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۹)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل دوبارہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کے سامنے دوبارہ ان آیات کو پڑھیں اور آپ سن کر ان کو دہرائیں حتیٰ کہ آپ کو وہ آیات حفظ ہو جائیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ آیات آپ سے اس طرح پڑھوائیں گے کہ آپ ان کو نہیں بھولیں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ (الاعلیٰ: ۶) ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے ○

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے اس آیت کی جو پہلی تفسیر ذکر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' اس آیت کی وہی تفسیر صحیح ہے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کی ہے۔

Marfat.com

القیامہ: ۱۸ میں فرمایا: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O

حضرت جبریل کے فعل کو اللہ سبحانہ کا فعل قرار دینے کی ایک مثال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کئی مثالیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا قرار دیا ہے اور یہ آیت حضرت جبریل علیہ السلام کے شرفِ عظیم پر دلالت کرتی ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ (الفتح: ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حالانکہ ان کے ہاتھوں پر آپ کا ہاتھ ہے۔ اسی طرح فرمایا:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ (الانفال: ۱۷)

آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے (بہ ظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

اسی طرح یہ آیت ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت جبریل قرآن پڑھیں تو آپ ان کے پڑھنے کی اتباع کریں۔

صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا پڑھنا حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نہیں ہونا چاہیے بلکہ واجب یہ ہے کہ جب تک حضرت جبریل پڑھتے رہیں' آپ خاموشی سے ان کے پڑھنے کو سنتے رہیں' حتیٰ کہ جب حضرت جبریل اپنے پڑھنے سے فارغ ہو جائیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کریں اور پڑھنے کی اتباع کا یہی معنی ہے اور حلال اور حرام میں قرآن مجید کی اتباع کا یہ کوئی مقام نہیں ہے' جیسا کہ اس سے پہلے صحیح بخاری کی روایت سے گزر چکا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی کسی آیت کو لے کر نازل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر جھکا کر سنتے رہتے تھے اور جب حضرت جبریل چلے جاتے تو پھر آپ پڑھنا شروع کرتے تھے۔

القیامہ: ۱۹ میں فرمایا: پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O

Marfat.com

حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت

امام رازی فرماتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور ان کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن مجید کے مشکل مباحث اور اس کے معانی کے متعلق حضرت جبریل سے پوچھتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں باتوں سے منع فرمایا اور فرمایا: آپ حضرت جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیں اور قرآن مجید کے معانی کے متعلق آپ پریشان نہ ہوں اور حضرت جبریل سے اس کے معنی کے متعلق نہ پوچھیں' اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام ماتریدی کی تحقیق

بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی آیت میں جو خطاب ہو اس کا فوراً بیان کرنا ضروری نہیں ہے اور خطاب کے وقت سے اس کے بیان کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے' اور علامہ ابوالحسن نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وقت خطاب سے بیان کی تاخیر واجب ہے اور تم اس کے قائل نہیں ہو۔

(۲) ہمارا مؤقف یہ ہے کہ خطاب کا اجمالی بیان تو فوراً لازم ہے اور تفصیلی بیان میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

قفال نے ایک تیسرا بیان بھی دیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: پھر ہم آپ کو خبر دیں گے کہ ہم پر اس کا بیان لازم ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: آیت میں مطلقاً بیان کا ذکر ہے خواہ اجمالی ہو یا تفصیلی' سو ہر قسم کا بیان خطاب سے مؤخر ہو سکتا ہے اور قفال کا سوال ضعیف ہے' کیونکہ اس میں بغیر کسی دلیل کے ظاہر کو ترک کر دیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: جن آیات کو ہم نے اجمالاً نازل کیا ہے' ان کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے' پس اس کے بیان سے اس کا اتمام کر دیا جائے گا' اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ کام جائز ہے یا مستحسن ہے کیونکہ فرائض کی کئی شاخیں ہوتی ہیں' اس میں ارکان' لوازم اور آداب ہوتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہے اور فرمایا: ہم پر بیان کرنا لازم ہے' یعنی اس میں کنایہ ہے یا اس کا تعلق اصول کے ساتھ ہے یا فروع کے ساتھ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اصول اور کنایات کو بیان کیا جائے گا اور بعد میں جو مجتہدین ان آیات میں غور و فکر کریں گے ان پر ان آیات کے مقاصد کھول دیئے جائیں گے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام رازی کی تحقیق

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

قدیم روافض کی قوم کا یہ زعم ہے کہ اس قرآن میں تغیر و تبدل اور تحریف کی گئی ہے اور اس میں زیادتی اور کمی بھی کی گئی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیات جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت سے اور زبان کو حرکت دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ حضرت جبریل کے پڑھنے کے دوران نہ پڑھیں اور ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیں اور ان کے معنی کے متعلق آپ حضرت جبریل سے نہ پوچھیں' ان کے معنی کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے' روافض کہتے ہیں کہ القیامہ: ۱۹۔۱۶ کی یہ آیات اس سے پہلے کی آیات سے اور اس کے بعد کی آیات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حصہ قرآن نہیں ہے' اور غیر قرآن کو قرآن میں شامل کر دیا گیا ہے' اس لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ان آیات کی اس سے پہلی اور بعد کی

Marfat.com

آیات کے ساتھ مناسبت بیان کریں' سو ہم کہتے ہیں کہ یہ مناسبت متعدد وجوہ سے ہے:

(۱) ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھنے میں جو عجلت کرنے سے منع فرمایا' یہ عجلت کا واقعہ سورۃ القیامہ کی ان ہی آیات کے درمیان پیش آیا ہو' تو اس لیے ضروری ہوا کہ آپ کو ان ہی آیات کے درمیان عجلت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہو۔

(۲) اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ کفار سعادتِ عاجلہ کو پسند کرتے تھے' ارشاد فرمایا:

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی بُرے کام کرتا رہے ۝ (القیامہ: ۵)

پھر اس کے بعد بیان فرمایا کہ عجلت کرنا مطلقاً مذموم ہے حتیٰ کہ نیک کاموں میں بھی عجلت نہیں کرنی چاہیے' اس لیے فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ۝ (القیامہ: ۱۶)

اور ان آیات کے اخیر میں فرمایا:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ (القیامہ: ۲۰) ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہو ۝

(۳) گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد!' اس تعجیل سے آپ کی غرض یہ ہے کہ آپ قرآن کو حفظ کرلیں اور مشرکین مکہ کو قرآن مجید کی تبلیغ کریں لیکن اس میں آپ کو تعجیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ ہر انسان کو اپنے نفس پر بصیرت ہے اور وہ اپنے دلوں سے یہ بات جانتے ہیں کہ انہوں نے کفر' بت پرستی اور انکارِ قیامت کو جو اختیار کیا ہوا ہے وہ باطل ہے اور بدترین عقیدہ ہے' پس اگر قرآن مجید کو عجلت سے پڑھنے میں آپ کی غرض یہ تھی کہ ان کو ان کے عقیدہ کی خرابی پر مطلع کریں لیکن یہ چیز تو وہ از خود جانتے ہیں تو پھر اس کے لیے ان کو جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک اور سورت میں بھی بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۚ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ: ۱۱۴) آپ اس سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں حتیٰ کہ آپ کی طرف وحی پوری کی جائے اور یہ دعا کریں کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما ۝

یعنی قرآن مجید کو حفظ کرنے کے لیے اس کو بار بار دہرانے سے مدد طلب نہ کریں' بلکہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

قفال نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ عام انسان سے خطاب ہے' جس طرح عام انسان سے خطاب کرکے یہ فرمایا ہے:

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی۔ (القیامہ: ۱۳)

جب انسان کو اس کے اعمال نامہ میں تمام بُرے کام دکھائے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ آج اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے' آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے ۝ (بنی اسرائیل: ۱۴)

Marfat.com

پھر جب وہ اپنا اعمال نامہ پڑھنے لگے گا تو خوف کی شدت سے اس کی زبان کپکپانے لگے گی اور وہ عجلت سے پڑھنے کی کوشش کرے گا' تب اس سے کہا جائے گا: تم عجلت سے پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو کیونکہ ہم پر ہماری وعید کے اعتبار سے یا ہماری حکمت کے اعتبار سے واجب ہے کہ ہم تمہارے تمام اعمال کو تمہارے سامنے جمع کریں اور تمہارے سامنے تمہارے اعمال کو پڑھیں' پس جب ہم تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پڑھیں تو تم ہمارے پڑھنے کی اتباع کرو اور یہ اقرار کرو کہ تم نے یہ اعمال کیے ہیں' پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے احکام کا بیان کریں اور ان پر عمل نہ کرنے کی سزاؤں کا بیان کریں اور اس آیت کی اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے تمام اعمال کو اس کے سامنے تفصیل سے بیان فرمائے گا' اور ان آیات میں اس کے لیے دنیا میں شدید وعید ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے' پھر قفال نے یہ کہا کہ یہ ان آیات کی بہت حسین توجیہ ہے اور عقلی طور پر اس میں کوئی خرابی نہیں ہے' اگرچہ اس کی تائید میں احادیث اور آثار وارد نہیں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہو O اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو O اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے O اور بہت چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے O وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا O (القیامہ: ۲۵۔۲۰)

القیامہ: ۲۱۔۲۰ میں کفارِ مکہ سے خطاب ہے اور جلد ملنے والی چیز سے مراد دنیا اور اس کی زیب و زینت ہے' اس آیت میں کفار کی دنیا سے محبت کرنے پر مذمت کی ہے اور ان کو اس لیے زجر و توبیخ کی ہے تاکہ وہ اپنی اس روش سے باز آجائیں' اور آخرت سے مراد جنت ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تبلیغ فرماتے تھے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ اور نیک کام کرو اور بُرے کام چھوڑ دو تو نہ تم صرف عذابِ نار سے محفوظ رہو گے بلکہ جنت اور آخرت کی دیگر دائمی نعمتوں کے مستحق ہو جاؤ گے لیکن وہ شرک اور کفر اور دنیا کے عارضی مفاد کی خاطر جنت اور آخرت کی دیگر دائمی نعمتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

القیامہ: ۲۳۔۲۲ میں فرمایا: اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے O

''ناضرۃ'' کا معنی

اس آیت میں ''ناضرۃ'' کا لفظ ہے' ''نضر'' کا معنی ہے: سونا' چاندی' اور ''نضرۃ'' کا معنی ہے: تروتازگی' زندگی کی رونق' ''نضیر'' کا معنی ہے: تروتازہ پر رونق پانی' سونے چاندی والا' ''نضر اللہ وجھہ'' کا معنی ہے: اللہ اس کا چہرہ تروتازہ اور خوش وخرم رکھے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۴۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عمر اور مجاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے' اس کا معنی ہے: اللہ سبحانہ نے ان کے لیے جو ثواب رکھا ہے وہ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی جنت میں رؤیت کی نفی پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات

معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے کا انکار کیا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ . آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے یعنی انہیں دیکھتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

معتزلہ کا اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں کفار کی آنکھیں مراد ہیں یعنی کفار قیامت کے دن اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے' جیسا کہ اس آیت میں اس کی تصریح ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَؕ ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے○ (المطففین: ۱۵)

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ الانعام کی اس آیت میں مؤمنوں اور کافروں سب کی آنکھیں مراد ہیں تو ہم کہیں گے کہ المطففین: ۱۵ کی بناء پر اس میں تخصیص کر لی گئی اور اس سے مراد صرف کافروں کی آنکھیں ہیں اور اگر الانعام: ۱۰۳ کے عموم پر اصرار کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ آیت دنیا کے ساتھ خاص ہے یعنی دنیا میں کوئی اللہ سبحانہ کو نہیں دیکھ سکتا اور اگر اس آیت کو روزِ قیامت کے ساتھ خاص کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ روزِ قیامت میں کئی احوال ہوں گے۔ بعض احوال میں اللہ سبحانہ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور جب اللہ رحم اور کرم فرمائے گا تو اس وقت مؤمنین اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور ان سب جوابات کے علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ الانعام: ۱۰۳ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہ طور احاطہ کوئی نہیں دیکھ سکے گا' کیونکہ دیکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ انسان جس چیز کو دیکھے اس کا احاطہ بھی کرے' ہم آسمان کو دیکھتے ہیں اور اس کا احاطہ نہیں کرتے جب کہ آسمان متناہی ہے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ ہم اس کا احاطہ کر لیں' جب کہ اللہ تعالیٰ غیر متناہی ہے' نیز ہم کہتے ہیں کہ المطففین: ۱۵ میں بھی یہ دلیل ہے کہ مؤمنین قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے' پس اگر مؤمنین بھی اس دن حجاب میں رکھے جائیں تو مؤمنوں اور کافروں میں کیا فرق رہے گا اور یہ آیت خصوصیت سے کفار کی محرومی کی کیسے دلیل ہوگی۔

قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کے معانی

مؤمنین قیامت کے دن اور جنت میں اپنے رب کو دیکھیں گے' اس پر حسبِ ذیل احادیث میں دلیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی طرف اور اپنے خادموں کی طرف اور اپنی کنیزوں کی طرف' ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف صبح اور شام دیکھے گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں: "وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ○" (القیامۃ: ۲۳۔۲۲)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۷۔ ۲۵۵۶' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں' ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے وہ چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سونے کا ہے اور مسلمانوں اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان صرف اللہ کی کبریائی کی چادر ہوگی' جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہو گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۷۸۔ ۴۸۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۸' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۴۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۱)

حضرت جریر البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: بے شک تم لوگ اپنے رب کو بالکل ظاہر دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو (یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کو دوام کے ساتھ پڑھو) تو ایسا کرو۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۸۵۱-۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۳۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۷۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۵۵۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۷۷' مسند الحمیدی رقم الحدیث:۷۹۹' مسند احمد ج ۴ص ۳۶۰)

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے رب کو دیکھے گا؟ (راوی عبید اللہ بن معاذ نے کہا: یعنی وہ قیامت کے دن تنہا اپنے رب کو دیکھے گا) آپ نے فرمایا: ہاں اے ابورزین!' انہوں نے پوچھا: اللہ کی مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر شخص چاند کو نہیں دیکھتا؟ (ابن معاذ راوی نے کہا: یعنی چودھویں رات میں کیا ہر شخص اکیلا چاند کو نہیں دیکھتا) ہم نے کہا: کیوں نہیں!' آپ نے فرمایا: پس اللہ سبحانہ تو سب سے زیادہ عظیم ہے (ابن معاذ نے کہا: چاند تو اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ عزوجل تو بہت عظیم اور بہت بزرگ ہے)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۷۳۱' حافظ ابن حجر نے کہا: اس حدیث کی سند مقبول ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب حجاب کھول دیا جائے گا تو سب اللہ سبحانہ کی طرف دیکھیں گے' سو اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت اور اپنے دیدار سے بڑھ کر زیادہ پسندیدہ کوئی چیز ان کو عطا نہیں کی اور نہ اس سے زیادہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کوئی چیز عطا کی تھی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۸۱' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۵۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۴۴۱' مسند احمد ج ۴ص ۳۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب عزوجل تجلی فرمائے گا' حتیٰ کہ سب اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر سجدے میں گر جائیں گے' پھر اللہ سبحانہ فرمائے گا: اپنے سر اٹھاؤ کیونکہ یہ دن عبادت کرنے کا دن نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی' کتاب الرؤیۃ' رقم الحدیث:۶۲)

القیامۃ:۲۵-۲۴ میں فرمایا: اور بہت چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے O وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا O

''باسرۃ'' اور ''فاقرۃ'' کے معانی

القیامۃ:۲۴ میں ''باسرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اداس' بے رونق اور پریشان' ''بسر'' کا معنی ہے: وقت سے پہلے کسی کام میں جلدی کرنا اور یہاں مراد ہے وقت سے پہلے اداس ہونا اور تیور بگڑ جانا' مجازاً اس کا معنی ترش رُو ہونا اور منہ بگاڑنا بھی ہے۔

القیامۃ:۲۵ میں ''فاقرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مصیبت اور سختی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: پشت کے مہرے کو توڑنے والی مصیبت۔

یعنی کفار کے چہرے قیامت کے دن بہت بگڑے ہوئے' اداس اور مرجھائے ہوئے ہوں گے۔

مجاہد وغیرہ نے کہا: ''فاقرۃ'' کا معنی ہے: ایسی مصیبت جو آدمی کی کمر توڑ دے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: شر' سدی نے کہا: اس کا معنی ہے: ہلاکت' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن زید نے کہا: اس سے مراد ہے: دوزخ میں داخل ہونا اور یہ سب متقارب معانی ہیں۔

اصل میں اس کا معنی ہے: لوہا گرم کر کے اونٹ کی ناک پر ایسا گرم نشان لگانا جو اس کی ہڈی تک پہنچ جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۹ص ۱۰۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً جب ان کی روح ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ جائے گی O اور کہا جائے گا کہ کوئی دم کرنے والا ہے؟ O اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کی ساعت ہے O اور پنڈلی' پنڈلی سے لپٹ جائے گی O اس دن آپ کے رب کی طرف لے

Marfat.com

جایا جائے گاO(القیامہ:۳۰-۲۶)

''کلا'' اور ''تراقی'' کا معنی

القیامہ:۲۶ میں ''کلاّ'' کا لفظ ہے اس کے دو معنی ہیں' یہ کسی کو کسی کام سے روکنے اور باز رکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور تحقیق اور یقین کے اظہار کے بھی لیے آتا ہے۔

الزجاج نے کہا:''کلاّ'' یہاں پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے روکنے اور منع کرنے کے لیے ہے' گویا کہ یوں کہا گیا کہ جب تم نے جان لیا کہ ایمان لانے والے اور اعمالِ صالحہ کرنے والے آخرت میں کامیاب ہیں' اور کفر کرنے والے اور بُرے کام کرنے والے آخرت میں ناکام ہیں' اوّل الذکر دائمی نعمتیں پائیں گے اور ثانی الذکر ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے اور تم کو معلوم ہو گیا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر تم دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے باز آ جاؤ اور یاد رکھو کہ تمہارے سامنے موت آنے والی ہے اور پھر دنیا کی یہ عارضی راحتیں تم سے منقطع ہو جائیں گی اور پھر بعد کی زندگی شروع ہو گی جو ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی۔

دوسرے مفسرین نے کہا:''کلاّ'' اس آیت میں تحقیق اور یقین کے معنی میں ہے' یعنی جب ان کی روح ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ جائے گی۔اس آیت میں ''التراقی'' کا لفظ ہے' یہ ''الترقوہ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے:ہنسلی''بلغت روحہ التراقی''اس کا معنی ہے:وہ جاں بلب ہو گیا' ہنسلی کا معنی ہے:گردن کے نیچے اور سینہ کے اوپر کی ہڈی' یعنی جب اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر اس کے گلے تک پہنچ جائے گی اور اب وہ کسی لمحہ بھی مرا چاہتا ہو گا۔

مقاتل نے کہا:قیامت کے دہشت ناک احوال سننے کے بعد بھی کافر ایمان نہیں لائے گا' لیکن وہ اپنے آپ سے موت کو دور نہیں کر سکے گا اور گھونٹ گھونٹ کر کے موت کو پیتا رہے گا' لیکن بالآخر اس کو مرنا ہے۔

القیامہ:۲۷ میں فرمایا:اور کہا جائے گا:کوئی دم کرنے والا ہے؟O

''راق'' کا معنی

اس آیت میں ''راق'' کا لفظ ہے' اس کے دو معنی ہیں:ایک یہ کہ یہ ''رُقیۃ'' کا اسم فاعل ہے' یعنی دم کرنے والا' کچھ کلمات پڑھ کر پھونک مارنے والا' اور اس کا دوسرا معنی ہے:یہ ''رَقِیٌّ'' کا اسم فاعل ہے' اس کا معنی ہے:اوپر چڑھنے والا' قرآن مجید میں ہے:

اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ ؕ (بنی اسرائیل:۹۳)

(کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:) یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کا بھی اس وقت تک ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہم پر کوئی کتاب نازل نہ کریں جس کو ہم خود پڑھ لیں۔

اگر ''راق'' سے مراد دم کرنے والا ہو تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب موت انسان کے گلے تک پہنچ جائے تو وہ انسان خود یا اس کے رشتہ دار اس کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی طبیب یا دم کرنے والے اور جھاڑ پھونک کرنے والے کو طلب کرتے ہیں۔

اور اگر ''راق'' کا معنی اوپر چڑھنے والا ہو تو اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس کافر کی روح کو اوپر لے جائیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:فرشتے کافر کے قرب کو ناپسند کرتے ہیں تو ملک الموت فرشتوں سے کہیں گے:تم میں سے کون

Marfat.com

اس کی روح کو لے کر اوپر چڑھے گا؟ الکلبی نے کہا: بندہ کی موت کے وقت رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور جب بندہ کی روح اس کے گلے کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں: اس کی روح کو کون اوپر لے جائے گا؟

القیامہ: ۲۸ میں فرمایا: اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کی ساعت ہے O

اس آیت میں ''ظن'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: گمان' اور بسا اوقات ظن کا لفظ یقین کے معنی میں ہوتا ہے اور اس آیت میں بھی ظن کا لفظ یقین کے معنی میں ہے' یعنی جب تک انسان کی روح اس کے بدن کے ساتھ متعلق رہتی ہے تو وہ دنیا سے شدید محبت کی وجہ سے دنیا کی زندگی سے محبت کرتا رہتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ (القیامہ: ۲۰) ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہو O

اور انسان کی امید دنیا سے منقطع نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس کی روح اس کے گلے تک نہ پہنچ جائے' پھر اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح ایسا جوہر ہے جو قائم بنفسہٖ ہے اور بدن کی موت کے بعد باقی رہتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روح کے فراق اور اس کی جدائی کو موت فرمایا ہے اور روح کی صفت باقی رہنا ہے اور صفت اپنے موصوف کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔

القیامہ: ۲۹ میں فرمایا: اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی O

پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے کے دو محمل

اس آیت میں ''الساق'' کا لفظ ہے ''الساق'' کا حقیقی معنی ہے: پنڈلی جو کہ مخصوص عضو ہے' اور اس کا مجازی معنی ہے: کسی کام یا کسی چیز کی شدت' کیونکہ جب انسان کوئی بہت سخت اور مشکل کام کرتا ہے تو اپنی پنڈلی سے پائنچے اوپر اٹھا لیتا ہے اور جب انسان دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کے لیے یہ بہت سخت اور مشکل وقت ہوتا ہے' اب اس کی دو مشکلیں اور دو سختیاں ایک دوسرے سے لپٹ جاتی ہیں' ایک دنیا سے انتقال کی سختی' دوسرے اپنے مال اور اولاد سے جدائی کی سختی' اسی طرح اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے جدائی کی پریشانی اور دوسری یہ پریشانی کہ اس دنیا میں اس کا دل لگا ہوا تھا' اب وہ ایسی جگہ قبر میں جانے والا ہے' اس اجنبی جگہ وہ کیسے رہے گا؟ یہاں پر ایک آدمی کے لیے کئی کمرے ہوتے ہیں' ایک کمرہ مطالعہ کا ہوتا ہے اور ایک کمرا کھانے پینے اور آرام کا ہوتا ہے' یہاں اس کو بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے میسر ہوتے ہیں' باتیں کرنے اور دل بہلانے کے لیے دوست اور احباب ہوتے ہیں' پھر اس کو قبر میں رکھ دیا جائے گا اور وہ بہت تنگ جگہ ہوگی' نہ وہاں روشنی ہوگی نہ ہوا ہوگی' نہ اس سے کوئی باتیں کرنے والا ہوگا' نہ وہ سیر اور تفریح کے لیے کہیں جا سکے گا' اس چھوٹی سی تنگ اور تاریک جگہ میں اس کا کیسے گذارا ہوگا' پس ایک مشکل سے کئی مشکلات اور ایک سختی کے ساتھ کئی سختیاں اور ایک پریشانی سے کئی پریشانیاں وابستہ ہوتی ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''الساق'' سے اس کا حقیقی معنی مراد ہو یعنی پنڈلی' الشعبی اور قتادہ نے کہا: جب انسان پر نزع روح کا وقت آتا ہے تو وہ تکلیف کی شدت میں بے قراری سے ایک ٹانگ کے اوپر دوسری ٹانگ مارتا ہے' اس طرح ایک پنڈلی دوسری پنڈلی کے ساتھ چمٹ جاتی ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی پنڈلیاں مرنے کے بعد سوکھی ہوئی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

Marfat.com

القیامہ: ٣٠ میں فرمایا: اس دن آپ کے رب کی طرف لے جایا جائے گا O

اس آیت میں "المساق" کا لفظ ہے یہ "ساق یسوق" کا مصدر "مساق" ہے جیسے "قال یقول" کا مصدر "مقال" ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے رب کی طرف لے جایا جائے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوگوں کو ان کا رب ہنکا کر اپنی طرف لے جائے گا۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾

نہ اس نے تصدیق کی اور نہ اس نے نماز پڑھی O لیکن اس نے تکذیب کی اور روگردانی کی O

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ

پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا O تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو پھر تیرے لیے (قبر میں) خرابی ہو O پھر

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾

تیرے لیے (حشر) میں خرابی ہو پھر تیرے لیے (دوزخ میں) خرابی ہو O کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ O

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً

کیا وہ حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟ O پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا

فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

پھر (اللہ نے) اس کو پیدا فرمایا پھر اس کو درست بنایا O پھر اس سے دو جوڑے بنائے مرد

وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ

اور عورت O کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ

يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾ ع ٢ ١٠ ١٨

مُردوں کو زندہ کرے؟ O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہ اس نے تصدیق کی اور نہ اس نے نماز پڑھی O لیکن اس نے تکذیب کی اور روگردانی کی O پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا O تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو' پھر (قبر میں) تیرے لیے خرابی ہو O پھر تیرے لیے (حشر میں) خرابی ہو' پھر تیرے لیے (دوزخ میں) خرابی ہو O (القیامہ: ٣٥۔٣١)

"اولٰی لك فاولٰی" کا شانِ نزول اور اس کے معانی

یہ آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں' یعنی ابوجہل نے نہ تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی تصدیق

Marfat.com

کی اور نہ آپ کے پیغام پر عمل کرتے ہوئے نماز پڑھی' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ قتادہ نے کہا: اس نے نہ اللہ کی کتاب کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی' اور ایک قول ہے: نہ اس نے اللہ کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کرنے کے لیے صدقہ دیا اور نہ وہ نمازیں پڑھیں جن کے پڑھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' اور ایک قول ہے: نہ وہ دل سے ایمان لایا اور نہ اس نے بدن سے نماز پڑھی۔

اس کے بعد فرمایا: اس نے قرآن کی تکذیب کی اور ایمان لانے سے اعراض کیا' پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا۔

القیامہ: ٣٣ میں ''یتمطّٰی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: غرور سے اکڑتا ہوا' ناز سے مٹکتا ہوا' ''مطا'' کا معنی ہے: پشت' اس کی جمع ''امطاء'' ہے' ''مطیۃ'' کا معنی ہے: سواری اور بوجھ' اس کی جمع ''مطایا'' ہے' ''مطو'' اور ''مطاء'' کا معنی ہے: اکڑنا' تیز تیز چلنا' ''امطاء'' کا معنی ہے: جانور پر بوجھ لادنا' ''تمطّی'' کا معنی ہے: اکڑنا' مٹک مٹک کر چلنا۔

القیامہ: ٣٥۔٣٤ میں فرمایا: ''اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ '' یعنی تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو پھر (قبر میں) تیرے لیے خرابی ہو ۝ پھر تیرے لیے (حشر میں) خرابی ہو پھر (دوزخ میں) تیرے لیے خرابی ہو ۝ ان آیتوں میں ایک دھمکی کے بعد دوسری دھمکی ہے اور ایک وعید کے بعد دوسری وعید ہے' پس ان آیتوں میں اس کی چار بُرائیوں کے مقابلہ میں چار وعیدیں ہیں' پہلی تین آیتوں میں اس کی چار بُرائیوں کا ذکر فرمایا: (١) اس نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تصدیق نہیں کی (٢) نماز نہیں پڑھی (٣) اس نے قرآن مجید کی تکذیب کی (٤) اس نے ایمان لانے سے اعراض کیا اور اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا' پھر ان چار بُرائیوں کے مقابلے میں چار سزاؤں اور چار وعیدوں کا ذکر فرمایا: (١) اس کے لیے مرتے وقت خرابی ہوگی (٢) قبر میں خرابی ہوگی (٣) حشر میں خرابی ہوگی (٤) دوزخ میں خرابی ہوگی۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلے تو وہ سامنے بنو مخزوم کے دروازہ سے آ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک بار یا دو بار جھٹکا دیا' پھر فرمایا: ''اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ '' (القیامہ: ٤٠) پس ابو جہل نے کہا: کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ پس اللہ کی قسم! میں اس وادی میں سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں' پھر آپ کے اوپر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر امام عبدالرزاق رقم الحدیث: ٣٤٢٠۔٣٤١٩)

قتادہ نے کہا: ابو جہل اکڑ اکڑ کر جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ '' (القیامہ: ٣٥۔٣٤) تب ابو جہل نے کہا: میرا نہ تم کچھ بگاڑ سکتے ہو' نہ تمہارا رب کچھ بگاڑ سکتا ہے' پس بے شک میں ان دو پہاڑوں کے درمیان سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں' پھر جنگ بدر کے دن اس نے مسلمانوں کی طرف سر بلند کر کے دیکھا اور کہا: آج کے بعد کبھی اللہ کی عبادت نہیں کی جائے گی' پھر اللہ سبحانہ نے اس کی گردن ماردی اور وہ بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

اس آیت میں ''اولٰی لک'' کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ''اولٰی'' کا معنی قریب ہے' یعنی تیرے لیے ہلاکت اور عذاب قریب ہے پھر اس کو تاکید کے لیے چار بار مکرر ذکر فرمایا' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تکرار اس لیے ہے کہ اس عذاب کو تو اپنے پہلے بُرے کام کے لیے لازم سمجھ لے' پھر دوسرے بُرے کام کے لیے' پھر تیسرے بُرے کام کے لیے' پھر چوتھے بُرے کام کے لیے' جن کا ذکر القیامہ: ٣٣۔٣١ میں مذکور ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''اولٰی'' کا معنی ''ویل'' ہے یعنی ہلاکت' اور چار بار ''ویل'' کے ذکر کا معنی یہ ہے: تیرے لیے

Marfat.com

زندگی میں ویل ہو اور مرتے وقت ویل ہو اور حشر کے دن ویل ہو اور دوزخ میں دخول کے دن ویل ہو۔

اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ تیرے لیے ہلاکت ہو اور عذاب ہو اور اس کو تاکید کے لیے چار بار مکرر فرمایا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز۱۹ص۱۰۴-۱۰۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

ان آیات میں ابوجہل کے خلاف ہلاکت اور عذاب کی دعا ہے' یعنی دنیا اور آخرت میں تجھ پر بار بار ہلاکت اور عذاب آتا ہے' قفال نے کہا: اس آیت کے تین محمل ہیں: (۱) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کے لیے وعید ہے (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن اسلام سے ایک بات کہی' اس دشمن اسلام کو وہ بات ناگوار گزری تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی بات کی مثل یہ آیتیں نازل فرمادیں (۳) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اللہ کے دشمن سے یہ کلمات کہیں' گویا کہ جب ابوجہل اکڑ کر اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اس کے خلاف یہ دعائیہ کلمات کہیں: سن تیرے قریب اب وہ عذاب آ پہنچا ہے' جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ تھی۔

(تفسیر کبیر ج۱۰ص۷۳۷-۷۳۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا O کیا وہ حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟ O پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اس کو پیدا فرمایا پھر اس کو درست بنایا O پھر اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت O کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے؟ O (القیامہ: ۴۰-۳۶)

انسان کو عبث پیدا نہ فرمانا اور اس کے ضمن میں وقوع قیامت کی دلیل

القیامہ: ۳۶ میں ''سدی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مہمل' یعنی کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اس کو نہ کسی چیز کا حکم دیا جائے گا نہ کسی کام سے منع کیا جائے گا' نہ اس کو دنیا میں مکلف کیا جائے نہ آخرت میں اس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: کیا انسان کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہیں کریں گے؟ (القیامہ: ۳) اور اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع اور انسان کے دوبارہ زندہ کیے جانے پر دو دلیلیں قائم فرمائیں' ان میں سے ایک دلیل یہ آیت ہے اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں تصرف کرنے کے لیے اعصاب اور آلات دیئے ہیں اور صحیح اور غلط کا ادراک کرنے کے لیے عقل عطا کی ہے' اب اگر اس نے انسان کو اپنی اطاعت اور عبادت کے حکم کا مکلف نہیں کیا اور اس کو بُرے کاموں سے باز رہنے کا مکلف نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اطاعت اور عبادت نہ کرنے اور بُرے کاموں کے کرنے سے راضی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے ضروری ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف مانا جائے' پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے لیے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ قیامت کے بعد حشر کے دن اطاعت گزاروں کو جزا دی جائے اور نافرمانوں کو سزا دی جائے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے تو دوسری بار اسی کائنات کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کب مشکل ہے' جب کہ اس کو ہر چیز کا علم ہے' وہ جانتا ہے کہ انسان کے مرنے اور اس کے جسم کے بوسیدہ ہونے کے بعد اس کے جسم کے مختلف اور منتشر ذرات کہاں کہاں ہیں اور وہ ان ذرات کو جمع کر کے ان سے اسی جیسا انسان کھڑا کرنے پر

Marfat.com

قادر ہے اور اس دلیل کی طرف اشارہ اس سے اگلی آیت میں کیا ہے۔

القیامہ: ۳۸۔۳۷ میں فرمایا: کیا وہ حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟O پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اس کو پیدا فرمایا پھر اس کو درست بنایاO

نطفہ کا معنی اور اس کے ضمن میں وقوعِ قیامت کی دلیل

نطفہ اس قلیل پانی کو کہتے ہیں جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی پسلی کے درمیان ہوتا ہے' اور اس کو مرد عورت کے رحم میں ڈال دیتا ہے' اس آیت میں انسان کی تحقیر کی طرف اشارہ ہے گویا انسان اس منی سے پیدا کیا گیا ہے جو نجاست کے مخرج سے نکلتی ہے' جو اگر انسان کے جسم پر لگ جائے تو جسم ناپاک اور اگر اس کے کپڑے پر لگ جائے تو وہ کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے' سو جب انسان ایسی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے اکڑنا اور اس کی عبادت کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے اور اس آیت میں اشارہ اور کنایہ سے یہ بتایا ہے کہ انسان کو پہلی بار اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو دوسری بار اس کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کب مشکل ہے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ اور کنایہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدہ مریم کی الوہیت اور ان کے خدا ہونے کا درج ذیل آیت میں ردّ فرمایا ہے:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ (المائدہ: ۷۵)

مسیح ابن مریم (خدا نہیں ہیں) صرف اللہ کے رسول ہیں' ان سے پہلے بھی بہت رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں نیک اور سچی بندی تھیں اور وہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم دونوں کھانا کھاتے تھے' گویا ان دونوں کو اپنی بقا کے لیے کھانے کی احتیاج تھی اور جو اپنی بقا کے لیے کھانے کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا اور جو کھانا کھاتا ہے وہ قضاء حاجت بھی کرتا ہے اور جو قضاء حاجت کرتا ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اس طرح لطیف پیرائے سے اشارہ اور کنایہ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی الوہیت کا ردّ فرمادیا' اسی طرح زیر بحث آیت میں لطیف پیرائے اور کنائے سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو قائم کرنے اور انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر دلیل قائم فرمادی۔

القیامہ: ۴۰۔۳۹ میں فرمایا: پھر اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورتO کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے؟O

انسان کی صرف دو صنفوں پر ایک اعتراض کا جواب

یعنی پھر انسان کی دو قسمیں بنادیں' مرد اور عورت تو جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتداءً پیدا فرمایا تو وہ اس کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا فرما سکتا۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہاں انسان کی صرف دو قسمیں بیان فرمائی ہیں' حالانکہ انسان کی ایک تیسری قسم ہے اور وہ خنثیٰ (مخنث) ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں انسان کی اعم اور اغلب اقسام بیان فرمائی ہیں اور چونکہ مرد اور عورت کے مقابلہ میں مخنث کی تعداد بہت کم ہے' اس لیے اس کا ذکر نہیں فرمایا' دوسرا جواب یہ ہے کہ مخنث کو تغلیباً مردوں کی صنف میں داخل فرمادیا۔

امام عبد الرزاق اور امام ابن جریر نے اپنی اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان آیتوں

Marfat.com

کو پڑھتے تو آپ فرماتے: ''سبحانك اللھم بلٰی '' کیوں نہیں اے اللہ! تو ایسا نہ کرنے سے یا اس پر قادر نہ ہونے سے پاک ہے۔ (تفسیر عبدالرزاق رقم الحدیث: ۳۴۲۲، جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۶۸۸)

سورۃ القیامہ کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ جون ۲۰۰۵ء بہ روز اتوار بعد از نمازِ ظہر سورۃ القیامہ کی تفسیر مکمل ہو گئی' اس سورت کی تفسیر ۱۷ جون ۲۰۰۵ء کو شروع کی تھی اور نو دن میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی' حالانکہ بیچ میں ایک دن مجھے بخار بھی آیا' آج کل پورا پاکستان شدید گرمی کی لپیٹ میں ہے' کراچی میں بھی درجہ حرارت 42c تک پہنچ گیا تھا' اب الحمد للہ کم ہو کر 35c-36c تک رہ گیا ہے۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر مکمل کرادی ہے' باقی قرآن مجید کی تفسیر بھی مکمل کرادیں' اور شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو تا روزِ قیامت باقی اور فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی اور تبیان القرآن کے تمام معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

وٰاخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

سورۃ الدھر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الانسان بھی ہے اور الدھر بھی ہے' برصغیر پاک و ہند میں اس سورت کا نام الدھر معروف ہے اور دوسرے علاقوں میں اس کا نام الانسان مشہور ہے' زیادہ تر عربی تفاسیر میں اس سورت کا نام الانسان لکھا ہوا ہے اور برصغیر میں قرآن مجید کے جو نسخے چھپے ہوئے ہیں ان میں اس سورت کا نام الدھر لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں:

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ۝ (الدھر:۱)

یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ۝

سورت الدھر اور سورۃ القیامہ کی مناسبت

اس سے پہلے سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفہ سے کی گئی ہے' پھر اس کی دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت اور اس سورت کی ابتداء میں بتایا کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے پیدا کیا اور ان کو سمیع و بصیر بنا دیا' پھر بشر کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی سورت میں جنت اور دوزخ کا حال اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں جنت اور دوزخ کے اوصاف کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے' خصوصاً جنت کے اوصاف کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ تیسری مناسبت یہ ہے کہ سورۃ القیامہ میں کفار اور فجار کو قیامت کے دن جو دہشت ناک اُمور پیش آئیں گے ان کا ذکر فرمایا ہے اور اس سورت میں قیامت کے دن نیک مسلمانوں کو جو نعمتیں ملیں گی' ان کا ذکر فرمایا ہے۔

سورت الدھر کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے' اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مکی ہیں اور بعض آیات مدنی ہیں' حضرت ابن عباس' ابن ابی طلحہ' قتادہ اور مقاتل کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہی جابر بن زید کا قول ہے اور قتادہ سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے اور حسن' عکرمہ اور کلبی نے کہا کہ ایک آیت کے سوا یہ مدنی ہے' وہ آیت یہ ہے: "فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا ۝" (الدھر:۲۴) اور انہوں نے یہ معین نہیں کیا کہ یہ آیت کس سورت کی ہے۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ سورۃ الدھر مکی ہے' کیونکہ اس سورت کا اسلوب اور اس کا طرز بیان دیگر مکی سورتوں کے موافق ہے' البتہ

Marfat.com

ایک آیت ایسی ہے جس کا مضمون مکی سورتوں کے بجائے مدنی سورتوں کے موافق ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ (الدھر: ۸) اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○

یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے مدینہ میں ایک رات ایک مسکین کو کھانا کھلایا اور دوسری رات ایک یتیم کو کھانا کھلایا اور تیسری رات ایک قیدی کو کھانا کھلایا' کیونکہ اس وقت مکہ میں مسلمانوں کے قیدی نہیں تھے اور قیدی سے متبادر یہ ہے کہ جس مشرک کو دار الحرب سے قید کیا گیا ہو۔

جابر بن زید نے کہا ہے کہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۸ ہے' یہ سورت سورۃ الرحمان کے بعد اور سورۃ الطلاق سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ نمبر ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو اس سورت کو مدنی قرار دیتے ہیں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس اعتبار سے اس کے نزول کا نمبر ۳۰ یا ۳۱ ہے اور یہ سورۃ القیامہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۶ ہے اور اس میں بالاتفاق ۳۱ آیات ہیں۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۳۷۰' تیونس)

سورت الدھر کے مشمولات

☆ الدھر ۶۔۱ میں تخلیق انسان کی ابتداء کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کو سننے اور دیکھنے کی طاقت عطا کی ہے اور اس کو دنیا میں سیدھا راستہ دکھایا ہے اور انسانوں کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں' پھر بتایا کہ شکر گزاروں کی جزا جنت ہے اور ناشکروں کی سزا دوزخ ہے۔

☆ الدھر: ۱۱۔۷ میں یہ بتایا ہے کہ شکر گزار اپنی مانی ہوئی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔

☆ الدھر: ۲۲۔۱۲ میں بتایا ہے کہ شکر کرنے والوں کو جنت میں بہت ثواب ہوگا اور ان کی بہت عزت افزائی ہوگی۔

☆ الدھر: ۲۶۔۲۳ میں بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اور آپ کو عمدہ طریقہ سے صبر کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا اور اس کے لیے قیام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ الدھر: ۲۸۔۲۷ میں دنیا کی جلد ملنے والی عارضی چیزوں کی محبت اور آخرت کی نعمتوں کو ترک کرنے کی مذمت کی ہے اور کفر اور عناد پر وعید فرمائی ہے۔

☆ الدھر: ۳۱۔۲۹ میں بتایا ہے کہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے نصیحت ہے اور ان کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی دعوت دی ہے۔

سورۃ الدھر کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں سورۃ الدھر کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے اللہ! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت اور اسلام کی صحیح ترجمانی پر قائم رکھنا اور زلات سے محفوظ اور مامون رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ / ۲۷ جون ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورۃ الدھر مکیۃ ٧٦	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	آیاتہا ٣١ رکوعاتہا ٢

سورۃ الدھر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ

یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آ چکا ہے جب وہ کوئی

شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿١﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

قابل ذکر چیز نہ تھا ○ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے

اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿٢﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

ہم اس کو آزماتے ہیں سو ہم نے اس کو سننے والا' دیکھنے والا بنا دیا ○ ہم نے اس کو (سیدھا)

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿٣﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

راستہ دکھا دیا' اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا ○ بے شک ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿٤﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ

کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بے شک نیکو کار

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿٥﴾ ۚ عَيْنًا

ایسے مشروب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے ○ اس چشمے

يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ

سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ اس چشمہ کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے ○ وہ نذر پوری

بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾ وَ

کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے ○ وہ

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ

اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے

Marfat.com

اَسِيْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

ہیں O (ابرار کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے اس کے

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا

عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں

عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

جو بے حد ترش اور سخت ہے O سو اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچا لیا

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ج وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا

اور ان کو تروتازگی اور فرحت عطا فرمائی O اور ان کے صبر کی جزا میں

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫لا مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ج لَا

ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا O وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، وہ جنت میں

يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ج وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ

نہ گرمی کی دھوپ پائیں گے اور نہ سردی کی ٹھنڈک O اور درختوں کے سائے ان پر

ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ

جھکے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے O اور ان کے لیے چاندی

بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ لا ⑮ قَوَارِيْرَا۠

کے برتن اور ایسے گلاس گردش میں لائے جائیں گے جو شیشہ کی طرح شفاف ہوں گے O یہ شیشہ کی مثل

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا

برتن چاندی کے ہوں گے (پلانے والے) ان کو ٹھیک انداز ے پر رکھیں گے O وہاں ان کو ایسے جام بھی پلائے

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ⑰ج عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱

جائیں گے جن میں سونٹھ کے چشمہ کی آمیزش ہو گی O اس چشمہ کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہے O

قرأ حفص بغیر الالف فی الوصل فیھما ووقفا علی الاول بالالف وعلی الثانی بغیر الالف ۱۲

Marfat.com

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

اور دائمی جنتی لڑکے ان کے پاس گردش کریں گے تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿۱۹﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ

وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں O تم وہاں جہاں بھی دیکھو گے تو سراسر

نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿۲۰﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ

نعمتیں اور عظیم سلطنت ہی دیکھو گے O اہل جنت کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے

خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ ۚ وَسَقَاهُمْ

اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿۲۱﴾ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ

انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا O (کہا جائے گا:) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری

ع ۱ ۲۲ ۱۹ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿۲۲﴾

کوششیں بارآور ہوئیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا O بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے ہم اس کو آزماتے ہیں' سو ہم نے اس کو سننے والا' دیکھنے والا بنا دیا O ہم نے اس کو (سیدھا) راستہ دکھا دیا' اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا O (الدھر: ۳۔۱)

''ھل'' کا معنی

اس آیت کے شروع میں ''ھـل'' کا لفظ ہے اور یہ استفہام کے لیے آتا ہے' اس کا معنی ہے: ''کیا'' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہوگا: کیا انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا اور یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سوال کر رہا ہے: کیا انسان پر ایسا وقت آچکا ہے' اور سوال کرنا عدم علم پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ جاننا محال ہے' اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''ھـل'' ''قـد'' کے معنی میں ہے' یعنی بے شک یا بالیقین انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے' اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ (الغاشیہ:۱) بے شک آپ کے پاس قیامت کی خبر آچکی ہے O

اس آیت میں ''انسان'' کے مصداق میں متعدد اقوال

اس آیت میں ''انسان'' کا لفظ ہے' علامہ علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے: انسان کی تفسیر میں دو قول ہیں:

Marfat.com

(۱) قتادہ' السدی اور عکرمہ نے کہا: اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں پہاڑ اتوار کے دن نصب کیے اور پیر کے دن درخت پیدا کیے اور مکروہ چیزیں منگل کے دن پیدا کیں اور نور بدھ کے دن پیدا کیا' اور جمعرات کے دن اس میں چوپاؤں کو پھیلا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا' وہ جمعہ کی ساعات میں سے آخری ساعت تھی' عصر سے لے کر رات کے وقت تک۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۸۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۴۳)

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''انسان'' سے مراد ہر انسان ہے۔
(النکت والعیون ج ۵ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ ۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے۔
(الدھر: ۲)

اس دوسری آیت میں ''انسان'' سے مراد عام بنو آدم اور عام انسان ہیں اور دونوں آیتوں میں لفظ ''انسان'' معرفہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو دوسرا معرفہ پہلے معرفہ کا عین ہوتا ہے اور جب دوسری آیت میں انسان سے مراد عام بنو آدم ہیں تو پہلی آیت میں ''انسان'' سے مراد عام بنو آدم ہونے چاہئیں' نیز اس لیے بھی تاکہ نظم قرآن میں خلل نہ آئے۔

اس آیت میں ''حین من الدھر'' فرمایا ہے' علامہ الماوردی نے کہا ہے: اس کی تفسیر میں تین قول ہیں:

جس مدت میں انسان قابل ذکر نہ تھا' اس مدت کے متعلق متعدد اقوال

(۱) اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونکے جانے سے چالیس سال پہلے کا زمانہ مراد ہے' اس وقت ان کا جسم مکہ اور طائف کے درمیان افتادہ تھا' ابو صالح کی روایت کے مطابق یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو گارے والی گیلی مٹی (طین) سے پیدا کیا گیا' اور ان کا جسم چالیس سال اس حالت میں رہا' پھر چالیس سال وہ سڑی ہوئی کیچڑ (حمأ مسنون) کی حالت میں رہے' پھر چالیس سال وہ خشک بجتی ہوئی مٹی (صلصال) کی حالت میں رہے' پھر ایک سو بیس سال بعد ان کے جسم کی تخلیق مکمل ہوگئی' پھر ان میں روح پھونک دی گئی۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد غیر معین مدت اور غیر محدود زمانہ ہے۔
اس کے بعد فرمایا: جب وہ (انسان) کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا' اس ارشاد کے بھی دو محمل ہیں:

(۱) یحییٰ بن سلام نے کہا: وہ (انسان) خلقت میں کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قابل ذکر چیز تھا۔

(۲) اس وقت انسان مٹی کا ایک جسم تھا جس کی صورت بنی ہوئی تھی' اس وقت اس کا نہ ذکر کیا جاتا تھا نہ وہ معروف تھا' اس وقت اس کا کوئی نام نہ تھا' پھر اس میں روح پھونک دی گئی تو وہ قابل ذکر ہوگیا' یہ فراء اور قطرب اور ثعلب کا قول ہے۔
(النکت والعیون ج ٦ ص ١٦٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الدھر: ۲ میں فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے' ہم اس کو آزماتے ہیں' سو ہم نے اس کو سننے والا'

Marfat.com

دیکھنے والا بنا دیاO

''نطفہ'' اور ''امشاج'' کا معنی

اس آیت میں ''نطفۃ'' کا لفظ ہے' نطفہ منی کے قطرہ کو کہتے ہیں' قلیل پانی جو کسی جگہ محفوظ ہو اس کو نطفہ کہتے ہیں' اور ''امشاج'' کا معنی اخلاط ہے' ''امشاج'' کا واحد 'مشج' اور 'مشیج' ہے' یعنی دو چیزوں کا ایک دوسرے سے مل جانا' فراء نے کہا: ''امشاج'' سے مراد ہے: مرد کے پانی اور عورت کے پانی کا مختلط ہونا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''امشاج'' کا معنی ہے: سفیدی میں سرخی یا سرخی میں سفیدی۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا پیلا ہوتا ہے' ان میں سے جس کا پانی بھی غالب یا سابق ہو' بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۱۱' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۹۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے' وہ عورت کے پانی سے مختلط ہو جاتا ہے جو پیلا پتلا ہوتا ہے' ان دونوں پانیوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے' بچے کے پٹھے' ہڈی اور اس کی قوت مرد کے پانی سے ہوتی ہے' اور اس کا خون' گوشت اور بال عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔

نطفہ کے اختلاط میں متعدد اقوال

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: نطفہ حیض کے خون کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے کیونکہ جب عورت کے رحم میں مرد کا پانی داخل ہوتا ہے اور عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اس کا حیض آنا بند ہو جاتا ہے' تو پھر مرد کا نطفہ حیض کے خون کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے۔ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ''امشاج'' کا معنی یہ ہے کہ پہلے پانی اور خون مختلط ہوتا ہے' پھر وہ جمہ ہوا خون بن جاتا ہے' پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ کے اختلاط سے مراد یہ ہے کہ نطفہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ہم اس کو آزماتے ہیں' سو ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔

اس کا معنی ہے: جب ہم نے انسان کو پیدا کیا تھا تو ہم اس کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ کرنے والے تھے' سو ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں سننے اور دیکھنے کا معنی سمجھنا ہو' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے فرمایا تھا:

لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ . (مریم: ۴۲) تم اس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے؟

یعنی جو کسی چیز کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

الدھر: ۳ میں فرمایا: ہم نے اس کو (سیدھا) راستہ دکھا دیا اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو چاہے ناشکراO

''سبیل'' سے مراد عام راستہ ہے یا ہدایت کا مخصوص راستہ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواسِ ظاہرہ' حواسِ باطنہ اور عقل سلیم عطا کی ہے' جن کی مدد سے انسان سیدھے راستہ کو پا سکتا ہے۔

Marfat.com

انسان اپنی تخلیق کی ابتداء میں تمام اشیاء کی معرفت سے خالی ہوتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل اور حواس عطا فرمائے' جن کی وجہ سے وہ اشیاء کی معرفت حاصل کرتا ہے' اس آیت میں ''سبیل'' سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد عام راستہ ہو خواہ وہ خیر کا راستہ ہو یا شر کا' نجات کا راستہ ہو یا ہلاکت کا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ (البلد: ۱۰) — اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے○

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہدایت کا راستہ ہو اور یہی وہ معروف راستہ ہے جس کی تمام نبیوں اور رسولوں نے ہدایت دی ہے اور قرآن مجید نے اس راستہ پر سبیل کا اطلاق کیا ہے' مشرکین قیامت کے دن کہیں گے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ (الاحزاب: ۶۷) — اور مشرکین کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی' جنہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا○

راستہ کی ہدایت دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ایسی نشانیاں رکھی ہیں کہ ان نشانیوں سے انسان اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کی توحید تک پہنچ سکتا ہے' اور انسان کو عقل عطا کی ہے جس کے ذریعہ وہ جان سکتا ہے کہ کوئی چیز بھی کسی موجد کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی تو اتنی بڑی کائنات کسی موجد کے بغیر کیسے وجود میں آ سکتی ہے اور اس کائنات کی یکسانیت یہ بتاتی ہے کہ اس کا موجد واحد ہے کیونکہ اس کائنات کا طبعی اور فطری نظام واحد ہے اور نظام کی وحدت ناظم کی وحدت کا تقاضا کرتی ہے' اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے مراد یہ بھی ہے کہ اس نے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور آسمانی کتابیں اور صحائف نازل فرمائے۔

انسان کو اختیار دیا ہے خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا

اس کے بعد فرمایا: اب وہ (انسان) چاہے شکر کرنے والا ہو چاہے ناشکرا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو خیر اور شر اور نجات اور ہلاکت کے دونوں راستے دکھا دیئے' کائنات میں اپنی ذات اور توحید پر دلائل رکھے اور انسان کو عقل دی کہ ہم تک پہنچ سکے' پھر مزید تنبیہ کے لیے نبیوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا' اب انسان کا اختیار ہے وہ چاہے تو نجات کا راستہ اختیار کر کے شکر گزار بن جائے اور چاہے تو ہلاکت کا راستہ اختیار کر کے ناشکرا بن جائے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: ۲۹) — اور آپ کہیے کہ تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے' سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے○ بے شک نیکو کار ایسے مشروب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے○ اس چشمے سے اللہ کے بندے پئیں گے' وہ اس چشمہ کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے○ (الدھر: ۶۔۴)

ربط آیات اور مشکل الفاظ کے معانی

اس سے پہلی آیت میں شکر کرنے والوں اور ناشکروں کا ذکر فرمایا تھا' اب اس کے بعد کی دو آیتوں میں ان دونوں کے اخروی انجام کا ذکر فرمایا ہے' اور لف ونشر غیر مرتب کے طور پر پہلے ناشکروں کی سزا کا ذکر فرمایا ہے تا کہ ناشکروں اور ان کی سزا کا ذکر متصل ہو جائے' اس کے بعد شکر کرنے والوں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے۔

Marfat.com

الدھر: ۴ میں ''اعتدنا'' کا ذکر ہے ''اعتداد'' کا معنی ہے: کسی چیز کو تیار کرنا حتیٰ کہ جب اس چیز کی ضرورت ہو وہ چیز حاضر اور موجود ہو' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ○ (ق: ۲۳) اور اس کے ساتھ رہنے والا فرشتہ کہے گا: یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا۔

اور اس آیت میں ''سلا سلاً'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: زنجیریں' جن سے مجرموں کے پیر باندھے جائیں گے اور اس میں ''اغلالاً'' کا ذکر ہے' اس سے مراد طوق ہیں جن سے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ جوڑ کر باندھ دیا جائے گا اور ''سعیر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ دوزخ ان صفات کے ساتھ بنائی جا چکی ہے' معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ دوزخ ابھی بنائی نہیں گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی دوزخ ضرور بنائے گا' ہم کہتے ہیں کہ اس توجیہ میں بلاضرورت قرآن مجید کی آیات کو مجاز پر محمول کرنا ہے۔

الدھر: ۵ میں فرمایا: بے شک نیکوکار ایسے مشروب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے ○

دنیا کے کافور اور جنت کے کافور کا فرق

اس آیت میں ''ابرار'' کا لفظ ہے' یہ ''بر'' کی جمع ہے' جیسے ''رب'' کی جمع ''ارباب'' ہے' ''بر'' کا معنی ہے: نیک کام کرنے والا' اور اس میں ''کاس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گلاس' جام' آب خورہ۔

اس آیت پر ایک یہ سوال ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا ہے کہ جنت کا مشروب کافور کے ساتھ ملا ہوا ہوگا حالانکہ کافور کا ذائقہ تلخ اور کڑوا ہوتا ہے تو جس مشروب میں کافور ملا ہوگا وہ لذیذ نہیں ہوگا' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کافور نام کا جنت میں ایک چشمہ ہے' جس کا پانی کافور کی طرح سفید ہوگا اور اس کی تاثیر کافور کی طرح ٹھنڈی ہوگی لیکن اس کا ذائقہ تلخ نہیں ہوگا بلکہ شیریں ہوگا' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت میں نیک لوگوں کو ایسا مشروب پلایا جائے گا جس میں کافور کے چشمہ کا پانی ملا ہوا ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جنت کے چشمہ میں کافور کی خوشبو پیدا کر دے گا اور اس کا ذائقہ شیریں اور لذیذ ہوگا اور کافور کی خوشبو کی وجہ سے اس چشمہ کا نام کافور ہوگا۔

الدھر: ۶ میں فرمایا: اس چشمہ سے اللہ کے بندے پئیں گے' وہ اس چشمہ کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے ○

''عباد اللہ'' کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے

پہلی آیت میں اور اس آیت میں فرق یہ ہے کہ ان بندوں کی اپنے مشروب پینے کی ابتداء ان کے گلاسوں سے ہوگی' پھر وہ کافور کے چشمہ سے پانی نکال کر اس میں شراب طہور ملا کر پئیں گے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ کے بندے اس چشمہ سے پئیں گے اور اس میں ''عباد صالحین'' نہیں فرمایا' اس کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اس چشمے سے پئیں گے خواہ وہ دنیا میں نیک رہے ہوں یا نہ رہے ہوں' البتہ کفار اس چشمہ سے بالاتفاق نہیں پئیں گے' اس سے واضح ہوا کہ ''عباد اللہ'' کا لفظ مؤمنین کے ساتھ خاص ہے' اسی طرح قرآن مجید میں جو ارشاد ہے: ''وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ'' (الزمر: ۷) اس آیت میں بھی ''عباد اللہ'' کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے اور اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں سے کفر کے صدور پر راضی نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے O وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں O (ابرار کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں' ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے O (الدھر: ۱۰۔۷)

''نذر'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور نذر کے شرعی احکام

''نذر'' کا لغوی معنی ہے: وعدہ کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کے کرنے کا وعدہ کرے' خواہ مطلقاً' جیسے کہے: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مجھ پر اتنا صدقہ کرنا لازم ہے' خواہ معلقاً' جیسے کہے: اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو مجھ سے ملا دیا تو میں اس کی رضا کے لیے اپنے مال میں سے اتنا صدقہ کروں گا' یا اس کی رضا کے لیے اتنی نفل نمازیں پڑھوں گا۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت غیر مشروط طور پر کرنی چاہیے اور اپنے کسی کام کی شرط لگا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ماننی چاہیے اور اس کی عبادت کی جو نذر مانی جائے' اس کا پورا کرنا واجب ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔

عبادت کی نذر ماننے کی کراہت پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی' (یعنی جو کام نہیں ہونا وہ نہیں ہوگا خواہ تم اس کام کے لیے نذر مانو یا نہ مانو) نذر کے ذریعہ عبادت کا حصول صرف بخیل سے ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۴۲۱۷)

اور معصیت کی نذر کی ممانعت کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی معصیت میں نذر جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۹۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۸۴۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۷)

اور عبادت کی نذر کا پورا کرنا واجب ہے' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی' اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۶۹۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۸۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۲۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۸۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

غیر اللہ کی نذر ماننے کے عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے' جاہل عوام یوں نذر مانتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی! اگر آپ نے میرے فلاں بیمار کو تندرست کر دیا یا میرے فلاں گم شدہ شخص کو مجھ سے ملا دیا تو میں آپ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا یا بریانی کی دیگ پیش کروں گا' یہ طریقہ ناجائز ہے' اگر اولیاء اللہ سے مدد مانگنی ہو تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اے اللہ کے ولی! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ میرے فلاں بیمار کو تندرست کر دے' اگر آپ کی دعا سے میرا بیمار تندرست ہوگیا تو میں ایک دیگ کا صدقہ کر کے اس کا ثواب آپ کی نذر کروں گا اور آپ کو ہدیہ

Marfat.com

کروں گا اور اس دیگ کو آپ کے مزار کے فقراء کے کھانے کے لیے پیش کروں گا۔ اس طریقہ سے جب وہ اولیاء اللہ سے مدد کی درخواست کرے گا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اس درخواست میں ''نذر'' کا لفظ ہدیہ اور تحفہ کے معنی میں ہے۔

ہم نے نذر کے موضوع پر مفصل گفتگو الحج: ٢٩ میں کی ہے' تبیان القرآن ج ٧ ص ٧٠۵-۴٧ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ابرار (نیک بندوں) کے اخروی اجر و ثواب کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نیک اعمال کون سے ہیں جن کی وجہ سے ابرار کو آخرت میں ایسا اجر و ثواب ملتا ہے' سو فرمایا: وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے۔

قیامت کے احوال کو شر کہنے کی توجیہ اور اولیاء اللہ کا اس دن کے شر سے محفوظ رہنا

نذر پوری کرنے کے بعد یہ ذکر فرمایا ہے: وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل اس وقت مقبول ہوتا ہے جب اس عمل سے عبادت کی نیت کی جائے' سو بتایا کہ ان کا نذر پوری کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہے' وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس کا شر تو قیامت کے دن پھیلے گا' ابھی تو نہیں پھیلا ہوا' حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس کا شر پھیلا ہوا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو کام مستقبل میں یقیناً ہونا ہو' اس کو تحقق وقوع کے لیے ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قیامت کے جس قدر دہشت ناک احوال ہیں' وہ سب اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال حکمت اور صواب ہوتے ہیں' پھر ان کو شر کہنا کس طرح درست ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اس حیثیت سے شر نہیں کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں' بلکہ قیامت کے دن جن لوگوں پر وہ دہشت ناک احوال طاری ہوں گے' ان کے حق میں وہ شر ہوں گے' جس طرح امراضِ مہلکہ اور شدید مصائب کو شر کہا جاتا ہے' حالانکہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور نفوسِ قدسیہ کے متعلق فرمایا ہے:

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ . (الانبیاء: ١٠٣) — قیامت کی بڑی دہشت بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قیامت کا ہول اور اس کا خوف بہت شدید ہوگا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان پھٹ جائیں گے اور پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائیں گے اور ستارے جھڑ جائیں گے اور سورج اور چاند کو لپیٹ دیا جائے گا' یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی' پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور سمندروں میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور ان چیزوں کو دیکھ کر تمام مکلفین کو ہول اور خوف ہوگا اور سب پر دہشت طاری ہوگی' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ○ (الحج: ٢)

جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی' اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تمہیں لوگ مدہوش دکھائی دیں گے حالانکہ واقع میں وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ○

یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا ○ (المزمل: ١٧)

وہ دن جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا ○

فی نفسہ اس دن کا ہول اور خوف بہت شدید ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے اولیاء کو اس دن کے دہشت ناک احوال اور خوف سے محفوظ رکھے گا۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن کا شر فساق‘ فجار اور کفار میں پھیلا ہوا ہوگا اور مومنین اس دن کے شر سے مامون اور محفوظ ہوں گے اور اس پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ . (الانبیاء:۱۰۳) قیامت کی بڑی دہشت بھی انہیں غم گین نہ کر سکے گی۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ (الزخرف:۶۸) اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غم گین ہو گے ۝

جنات عدن میں داخل ہوتے وقت مومنین کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ۝ (فاطر:۳۴) اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا‘ بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا اور شکر کرنے کی اچھی جزا دینے والا ہے ۝

الدھر: ۸ میں فرمایا: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۝

ایثار کی فضیلت میں احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کی محبت میں‘ اس کا معنی ہے: ہر چند کہ انہیں خود کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے‘ پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے لیے ایثار کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے زیادہ عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرو حتیٰ کہ تمہاری روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۱۹‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان نے ضرورت کے باوجود کسی برہنہ مومن کو کپڑے پہنائے تو اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا‘ اور جس مسلمانوں نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا‘ اللہ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا‘ اللہ اس کو جنت کی شراب سے پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۸۲‘ سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۴۴۹‘ مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۱۱۱۱‘ حلیۃ الاولیاء ج ۸ص ۱۳۴‘ مسند احمد ج ۳ص ۱۴۔۱۳ طبع قدیم‘ مسند احمد ج ۱۷ص ۱۶۷۔۱۶۶‘ رقم الحدیث:۱۱۱۰۱‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ ۱۴۲۰ھ)

الدھر: ۸ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے یا ایک انصاری کے متعلق؟

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے‘ انہوں نے ایک دن روزہ رکھا‘ جب افطار کا ارادہ کیا تو ایک سائل نے نداء کی: تمہارے پاس جو طعام ہے وہ مجھے کھلا دو‘ کیونکہ میں نے آج سارے دن سے کچھ نہیں کھایا‘ حضرت ابوالدحداح یا حضرت علی نے اپنی اہلیہ سے کہا: اٹھو! اس کو ایک روٹی اور سالن دے دو اور اس کو کھانا کھلا دو‘ تھوڑی دیر بعد ایک یتیم لڑکی نے آ کر صدا دی اور کہا: مجھے کھانا کھلاؤ‘ میں بہت کم زور ہوں اور میں نے سارے دن سے کچھ نہیں کھایا‘ حضرت ابوالدحداح نے کہا: اے ام الدحداح! اس کو ایک روٹی اور سالن دو اور اس کو کھانا کھلاؤ‘ کیونکہ اللہ کی قسم! یہ اس مسکین سے زیادہ مستحق ہے‘ وہ ابھی اس کو

Marfat.com

کھلانے میں مشغول تھے کہ دروازہ پر ایک قیدی نے آ کر سوال کیا: تمہارے شہر میں ایک اجنبی مسافر آیا ہے' اس کو کھانا کھلاؤ' پس میں تمہارے ہاں قیدی ہوں اور مجھے بھوک نے بہت ستا رکھا ہے' پس اس ذات کی رضا کے لیے جس نے تمہیں عزت دی ہے اور مجھے ذلت میں مبتلا کیا ہے تم مجھے کھانا کھلا دو' پھر حضرت ابو الدحداح نے کہا: اے ام الدحداح! اٹھو اور اس مسافر قیدی کو ایک روٹی اور سالن کھلا دو' یہ ان دونوں سائلوں سے زیادہ مستحق ہے' پھر انہوں نے ان کو تین روٹیاں کھلا دیں اور ان کے لیے صرف ایک روٹی رہ گئی' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی مدح میں یہ آیتیں نازل کیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں O (وہ کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں' ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے O (الدھر: ۱۰۔۸)

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو تین دن بھوکا رکھ کر مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے' مقاتل نے کہا: یہ آیت ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک دن میں ایک مسکین' ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا' اس کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ اس انصاری کے قصہ کو بیان کیا ہے' وہ کہتے ہیں: ہمیں علی بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے کھانا کھلائیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے' لیکن میں تلاش کرتا ہوں' پھر وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا' وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا' اس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تھا' میں نے آپ سے کہا: مجھے کھانا کھلائیں' آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں' اس انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلاؤ اور پلاؤ' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یتیم گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے کھانا کھلایئے' آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں' پھر وہ یتیم اس انصاری کے پاس گیا جس کے پاس مسکین گیا تھا اور اس نے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ' اس انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ' پس انہوں نے اس کو کھانا کھلایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی گیا اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے کھانا کھلایئے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں کھلانے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں' پھر وہ قیدی اس انصاری کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ' انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ' ان تینوں کو کھانا کھلانے کے واقعات ایک ہی وقت میں ہوئے' تب اللہ تعالیٰ نے اس نصاری کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں O (الدھر: ۸) (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۹۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی نے بھی امام ثعلبی سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۱۶۔۱۱۵)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ثعلبی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے' ان کے نانا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے گئے اور انہوں نے کہا: اے ابو الحسن! کاش تم اپنے بچوں کے لیے نذر مان لیتے

Marfat.com

اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے' تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میرے دونوں بیٹے تندرست ہو گئے تو میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے تین دن کے روزے رکھوں گا' پھر حضرت علی خیبر کے یہودی شمعون کے پاس گئے اور اس سے تین صاع (بارہ کلو گرام) جَو قرض لیے' اس یہودی نے کہا: کیا خیال ہے اگر تم ان تین صاع جَو کے عوض مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے کچھ اُون کے دھاگے بنوا کر دے دو' آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا' انہوں نے اس کی موافقت کی' حضرت علی بازار سے جَو لے آئے' حضرت فاطمہ نے وہ جَو پیسے' آٹا گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں تا کہ بہ شمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے لیے ایک ایک روٹی ہو جائے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی' پھر گھر آئے اور اپنے آگے کھانا رکھا' اتنے میں ایک مسکین آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں' آپ مجھے کھانا کھلائیں' اللہ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا' حضرت علی نے فرمایا: اس کو کھانا کھلا دو اور انہوں نے ایک دن اور ایک رات کچھ کھائے بغیر گزارا اور سوا خالص پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا' دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ نے ایک صاع (چار کلو گرام) گندم کو پیسا اور آٹا گوندھ کر اس کی روٹیاں پکائیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' پھر گھر آئے' ان کے سامنے کھانا رکھا گیا' اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مہاجرین کی اولاد سے ایک یتیم ہوں' میرے والدین شہید ہو گئے' آپ مجھے کھانا کھلائیں' اللہ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا' پھر حضرت علی نے اس کو کھانا کھلا دیا اور دو دن بھوکے گزارے' اور پانی کے سوا کسی چیز کو تناول نہیں کیا' تیسرے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باقی ایک صاع جَو کو پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' پھر گھر آئے' ان کے سامنے کھانا رکھا گیا' اتنے میں ایک قیدی آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھلاتے' آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا' پھر انہوں نے اس کو کھانا کھلا دیا' اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا' اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا' اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو پکڑا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبلے ہو چکے تھے اور ان کے جسموں پر کپکپی طاری تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھی تو فرمایا: اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے' میری بیٹی فاطمہ کے پاس چلو' وہ سب ان کے پاس گئے' وہ اس وقت محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے اللہ مدد فرما! محمد کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں' پھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے اترے اور کہا: اے محمد! آپ یہ لیں! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے' آپ نے فرمایا: اے جبریل! ہم کیا لیں؟ تو حضرت جبریل نے آپ کو یہ آیات پڑھائیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ الآیات (الدھر: ۱۰۔۸)

(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۰۱۔ ۹۸ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے:

Marfat.com

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری التوفی ٤٦٨ ھ: الوسیط ج ٤ ص ٤٠١۔٤٠٠، بیروت ١٤١٥ھ۔ امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی التوفی ٥١٦ ھ: معالم التنزیل ج ٥ ص ١٩١، بیروت ١٤٢٠ھ۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی التوفی ٥٩٧ ھ: زاد المسیر ج ٨ ص ٤٣٢، بیروت ١٤٠٧ھ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ: الجامع لاحکام القرآن جز ١٩ ص ١١٦۔١١٥، بیروت ١٤١٥ھ۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ ھ: تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٤٦٧، بیروت ١٤١٥ھ۔

مشہور شیعہ مفسر ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی التوفی ٤٦٠ ھ لکھتے ہیں:

عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ اور الحسن اور الحسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (التبیان ج ١٠ ص ٢١١، داراحیاء التراث العربی بیروت)

محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

جاہل شخص یہ نہیں جانتا کہ اس قسم کا ایثار کرنا مذموم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ. لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں، آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو۔ (البقرہ: ٢١٩)

یعنی جو تمہاری اور تمہارے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد ہو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٤٢٦، سنن نسائی رقم الحدیث: ٢٥٤٣)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں افضل دینار وہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جس کو اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جس کو اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٩٩٤، سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٩٦٦، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٧٦٠، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٩١٨٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے غلام پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم مسکین پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجر اس کا ہے جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٩٩٥، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ٩١٨٣)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان کا کارمختار (سیکرٹری) آیا، آپ نے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی روزی دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ ان کو ان کی روزی دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا: کسی شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس کو روزی دینے کا وہ مالک ہے اس کو روزی نہ دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خرچ کرنے میں) سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو' پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو' پھر اگر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو' پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۷' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۶)

کیا کوئی صاحب عقل یہ گمان کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان احادیث اور ان احکام سے ناواقف تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے پانچ اور چھ سال کے بچوں کو تین دن اور تین راتیں بھوکا رکھا' حتیٰ کہ وہ بھوک کی شدت سے بے حال ہوگئے' ان کی آنکھیں اندر دھنس گئیں اور ان کے پیٹ ان کی کمر سے چپک گئے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا یہ حال دیکھ کر رو پڑے' چلو مان لیا کہ حضرت علی نے اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی تو کیا ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنی اہلیہ کو بھی اس ایثار پر برانگیختہ کرتے' چلو مان لیا کہ ان کی اہلیہ نے بھی حضرت علی کی طرح اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی' تو کیا حضرت علی کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی تین دن اور تین راتیں بھوکا رہنے کی ترغیب دیتے' نیز حضرت علی کے لیے یہ کب ضروری تھا کہ وہ سائل کو پانچوں روٹیاں دے دیتے' وہ سائل کو ایک روٹی دے دیتے' باقی روٹیاں وہ خود اور ان کے اہل وعیال کھاتے' کوئی احمق اور جاہل ہی ایسا کام کرسکتا ہے' جو دل حق آگاہ ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے کام کا گمان نہیں کرسکتے' مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ قید خانوں میں بیٹھے ہوئے ایسی احادیث گھڑتے رہتے ہیں اور جب ماہر علماء کے پاس یہ احادیث پہنچتی ہیں تو وہ ان کو مسترد کردیتے ہیں اور ہر چیز کے لیے آفت اور سازش ہوتی ہے اور دین کی آفت اور سازش سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۱۹۔۱۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ پر تعقب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے' جیسا کہ حکیم ترمذی اور ابن جوزی نے ذکر کیا ہے' موضوع ہونے کے لفظی اور معنوی دلائل خود اس حدیث میں موجود ہیں' پھر اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہو کیونکہ حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے شادی مدینہ میں ہوئی تھی اور وہیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے حالانکہ النحاس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہی جمہور کا مؤقف ہے' اور یہ کہنے سے کہ یہ آیت حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی' ان کی شان اور فضیلت کم نہیں ہوتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ابرار میں داخل نہ ہوں بلکہ اور مسلمانوں کی بہ نسبت وہ ابرار میں پہلے داخل ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے مولیٰ اور محبوب ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رَوح اور رَیحان (خوشی اور خوش بو) ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور وہ اپنی فضیلت کے ثبوت میں اس من گھڑت روایت سے مستغنی ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۷۱۔۲۷۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے' کلبی نے اس حدیث کو از ابو صالح از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام ثعلبی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ۴ ص ۶۷۰) اور امام ابن جوزی نے لکھا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۳۹۰) اور حکیم ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث ان

Marfat.com

احادیث میں سے ہے جن کو محققین کے قلوب مسترد کر دیتے ہیں' اس حدیث میں اس طرح ملمع کاری کی گئی ہے اور اس کو ایسا مزین اور پُر اثر بنایا گیا ہے کہ جاہل آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ایسا کام کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایسا کام کرنے والا قابل مذمت ہے۔ (نوادر الاصول ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۴)

الدھر: ۸ صرف حضرت علی کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا تعلق تمام ابرار کے ساتھ ہے

ہر چند کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے' لیکن ان میں سے محققین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کو حضرت علی کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ آیت تمام ابرار اور نیک کام کرنے والوں کے لیے عام ہے اور اس آیت کی بشارت میں تمام مؤمنین داخل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے سب کو ہدایت دی ہے اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرما دیا ہے' پھر مخلوق کی دو قسمیں بن گئیں' ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے' پھر کافروں کے لیے عذاب کی وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لیے وعد کا ذکر فرمایا' پس فرمایا: ''اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ'' (الدھر: ۵) بے شک نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے' یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکوکاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کے حال کا بیان ہے' پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں تو اس سورت کا نظم خراب ہو جائے گا' اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں' سو فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ. (الدھر: ۵) نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا. (الدھر: ۷) وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ○ (الدھر: ۸) وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○

اسی طرح اس کے بعد بشارتوں کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں' اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں' جیسا کہ ان آیات کے عموم میں دوسرے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں' سو اب اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام ابرار (نیکوکاروں) کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور ہر اس شخص کے متعلق جس نے کوئی نیک کام کیا' سو یہ آیت تمام مؤمنین کے لیے عام ہے' اور نقاش' ثعلبی' قشیری اور متعدد مفسرین نے حضرت علی' حضرت فاطمہ اور ان کی باندی فضہ کے قصہ میں ایک حدیث ذکر کی ہے' جو صحیح ہے نہ ثابت ہے' جس کو لیث نے از مجاہد از حضرت ابن عباس' الدھر: ۷ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۹ ص ۱۱۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت میں ''ابــرار'' سے مراد فقط اہل بیت ہوں کیونکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے' لہٰذا اس آیت میں دوسرے نیک مسلمان بھی داخل ہیں جو مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلائیں اور یہ قصہ راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے' مگر یہ قصہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے' حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہ قصہ من گھڑت ہے' اس کو جاہل احمق کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا' ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' نیز اس قصہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ سورت مدنی ہو حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے' اور حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کا نکاح جنگ اُحد کے بعد مدینہ میں ہوا تھا۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۳۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الدھر: ۸ میں ''علٰی حبہ'' کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: یعنی اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا یا اپنے نفس کی خواہش کے باوجود کھانا کھلانا

اس آیت میں فرمایا ہے: ''علٰی حبہ'' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ ''حبہ'' کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے' فضیل بن عیاض نے کہا: وہ اللہ سے محبت کی وجہ سے مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں' الدارانی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''حبہ'' کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے یعنی اس کے باوجود کہ اس شخص کو طعام کی خواہش ہو اور اسے کھانے کی ضرورت ہو' پھر بھی وہ مسکین' یتیم اور قیدی کی ضرورت کو اپنی محبت اور خواہش پر ترجیح دے اور ایثار کرے' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ

نیک وہ شخص ہے جو مال سے اپنی محبت کے باوجود وہ مال رشتہ داروں کو' یتیموں کو' مسکینوں کو' مسافروں کو' سوال کرنے والوں اور غلاموں کو ان کے آزاد کرنے کے لیے دے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرمائی ہے جو ایثار کرتے ہیں اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں' سو فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ

اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود بھی شدید خواہش ہو۔ (الحشر: ۹)

اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار

ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کھانے' کپڑے' دواؤں کے لیے کچھ نہ رکھے اور نہ اپنے ماں باپ اور اہل وعیال کے لیے کچھ رکھے اور دوسرے ضرورت مندوں میں اپنا مال تقسیم کرتا پھرے خواہ وہ خود' اس کے ماں باپ اور اہل وعیال فاقوں سے مرتے رہیں کیونکہ یہ ضروری ہے کہ ایک موضوع پر قرآن مجید اور احادیث کی تمام تصریحات کو سامنے رکھ کر کوئی حکم نکالا جاتا ہے' ان آیات میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرنے کی فضیلت ہے اور ایثار کا بیان ہے' لیکن دوسری آیت میں فرمایا ہے:

Marfat.com

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ. لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو۔ (البقرہ:۲۱۹)

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو پھر اگر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۷ سنن نسائی رقم الحدیث:۲۵۴۶)

اس لیے الدھر:۷ کا محمل یہ ہے کہ اپنی اپنے ماں باپ کی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے جو مال زائد ہو یا جو طعام زائد ہو اور تمہیں اس مال اور طعام کی شدید خواہش بھی ہو تو تم اس میں سے مسکین یتیم اور قیدی کو کھلاؤ' اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ. تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کرسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران:۹۲)

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ'' (آل عمران:۹۲) اور میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے' میں اللہ کے پاس اس نیکی کے ذخیرہ ہونے کی توقع کرتا ہوں' یارسول اللہ! آپ اس باغ کو جہاں چاہیں خرچ کریں' آپ نے فرمایا: رہنے دو' یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے (دوبار فرمایا) تم نے اس کے متعلق جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا اور میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں اور اپنے عم زاد میں تقسیم کردیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۶۱ صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۸۹ سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۰۲ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۰۶۶)

''مسکین'' اور ''یتیم'' کا معنی

اس آیت میں ''مسکین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جو خود کمانے پر قادر نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو وہ مسکین ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۙ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ○ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ○ (البلد:۱۶۔۱۴) یا بھوک والے دن کھانا کھلانا○ کسی رشتہ دار یتیم کو○ یا کسی خاک پر پڑے ہوئے مسکین کو○

اور اس آیت میں ''یتیم'' کا لفظ ہے' یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو چکا ہو' ہر وہ چیز جو یکتا اور منفرد ہو' اس کو بھی یتیم کہتے ہیں' جو موتی سیپی میں اکیلا ہو اس کو دریتیم کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۷۱۵) امام رازی نے کہا: جو اپنی کم عمری کی وجہ سے کمانے کے قابل نہ ہو اور اس کا کمانے والا فوت ہو چکا ہو' اس کو یتیم کہتے ہیں۔

اسیر کے معنی اور مصداق میں مفسرین کے متعدد اقوال اور مسلمان قیدیوں اور مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ کرنے کے احکام

اور اس آیت میں ''اسیر'' (قیدی) کا لفظ ہے' اس کے معنی اور مصداق میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اسیر مشرکین میں سے ہوتا ہے' روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم مشرک قیدیوں کو بھیجتے تا کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے حق کو قائم رکھا جائے کیونکہ اس وقت تک ان کو کھانا کھلانا واجب ہے حتیٰ کہ امام ان کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ ان کو قتل کیا جائے گا یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے گا یا ان کو غلام بنایا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قیدی کافر ہو یا مسلمان ہو کیونکہ جب اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا کھلانا واجب ہے تو اگر وہ مسلمان ہو گا تو بہ طریق اولیٰ اس کو کھانا کھلانا واجب ہو گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اس کو قتل کرنا واجب ہو گا تو اس کو کھانا کھلانا کیوں واجب ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حال میں اس کو قتل کرنے کا وجوب دوسرے حال میں اس کو کھانا کھلانے کے وجوب کے منافی نہیں ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جب اس کو ایک وجہ سے سزا دی جائے تو اس کو دوسری وجہ سے بھی سزا دی جائے یہی وجہ ہے کہ جس شخص پر قصاص لازم ہو اور اس پر قتل سے کم سزا بھی ہو تو اس کو قتل سے کم سزا دینا مستحسن نہیں ہے' پھر یہ سوال ہے کہ قیدی کو کھانا کھلانا کس پر واجب ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ سربراہِ مملکت پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائے اور اگر وہ نہ کھلائے تو پھر عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائیں۔

(۲) السدی نے کہا: اسیر سے مراد غلام ہے۔

(۳) اسیر سے مراد مقروض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مقروض تمہارا قیدی ہے' سو تم اپنے مقروض کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (الکشاف ج ۴ ص ۶۶۹)

(۴) اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جس کو کسی جرم کی وجہ سے قید میں رکھا گیا ہو' یہ مجاہد' عطا اور سعید بن جبیر کا قول ہے' اور حضرت ابوسعید خدری نے اس سلسلہ میں ایک حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔

(۵) اسیر سے مراد بیوی ہے کیونکہ وہ بھی خاوند کی قید میں ہوتی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' کیونکہ وہ تمہاری مددگار ہیں۔ (مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۱۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۳)

قفال نے کہا ہے کہ ''اسیر'' کا لفظ ان تمام معانی کا محتمل ہے کیونکہ ''اسر'' کا معنی ہے: کسی کو تسمہ کے ساتھ باندھنا اور اسیر کو بند کرنے کے لیے تسمہ کے ساتھ باندھا جاتا ہے' پھر اسیر کو قیدی کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا' خواہ اس کو باندھا جائے یا نہ اور اس کا رجوع اس کی طرف ہو گیا' جس کو بند کیا گیا ہو اور قید میں رکھا گیا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں ''اسیر'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قیدی صرف مشرکین ہوتے تھے۔

امام سعید بن منصور' امام ابن شیبہ اور امام ابن مردویہ نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی' اس وقت قیدی صرف مشرکین تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وقت قیدی مشرکین تھے' پس اللہ کی قسم! تمہارے مسلمان بھائی کا تم پر حق اور اس کی حرمت بہت زیادہ ہے۔

امام ابن المنذر نے اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کو قید نہیں کرتے تھے' لیکن یہ آیت ان قیدیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مشرکین تھے' ان سے فدیہ لینے کے لیے انہیں گرفتار کیا جاتا تھا' سو یہ

Marfat.com

آیت ان کے متعلق نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام عبد بن حمید نے عکرمہ سے ''اسیر'' کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ عرب ہند اور دیگر علاقوں سے جن کو گرفتار کریں' تم پر لازم ہے کہ تم ان کو کھلاؤ اور پلاؤ حتیٰ کہ تم ان کو قتل کر دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔

امام ابو شیبہ نے ابورزین سے روایت کیا ہے کہ میں شقیق بن سلمہ کے ساتھ تھا' ان کے پاس سے کچھ مشرکین قیدی گزرے' انہوں نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور پھر اس آیت کو تلاوت کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام ابن شیبہ نے سعید بن جبیر اور عطاء سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل قبلہ وغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۰۵' الدرالمنثور ج ۸ ص ۳۴۳۔ ۳۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی اسیر ہو' کیونکہ حسن بصری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی اسیر لایا جاتا تو آپ اس کو کسی مسلمان کے سپرد کر دیتے اور فرماتے: اس کے ساتھ نیک سلوک کرو' اس کے پاس وہ قیدی دو یا تین دن رہتا تو وہ اس کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا' قتادہ نے کہا: ان دنوں قیدی مشرک ہوتا تھا تو تمہارا مسلمان بھائی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کو کھانا کھلاؤ۔

امام ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قیدیوں کو گرفتار کیا تو سات مہاجرین نے ان قیدیوں پر خرچ کیا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمان' حضرت سعد' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح' انصار نے کہا: ہم نے ان مشرکین کو اللہ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے قتل کیا ہے اور تم ان پر خرچ کر کے ان کی مدد کر رہے ہو' تب اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے متعلق ۱۹ آیات نازل کیں ''ان الابرار یشربون'' سے لے کر ''عینا فیھا تسمی سلسبیلا'' تک اور ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ قیدی خواہ مشرک ہوں' ان کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس میں ثواب کی توقع ہے۔

پہلی حدیث (حضور قیدی کو کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے تھے) حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ کسی قابل ذکر محدث نے اس کو روایت نہیں کیا اور ابن العراقی نے کہا: میں اس سے واقف نہیں ہوں' اور دوسری حدیث کو امام ابن عساکر کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور مجھے اس کی صحت پر اعتماد نہیں ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ یہ آیات مدنیہ ہوں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔

ہاں عامۃ العلماء کے نزدیک دارالاسلام میں کفار کے ساتھ نیک سلوک کرنا جائز ہے اور ان پر صدقات واجبہ کو صرف نہیں کیا جائے گا' ابن جبیر اور عطاء نے کہا ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ ہے جو اہل قبلہ سے ہو' علامہ طیبی نے کہا: اس قول کا محمل یہ ہے کہ جب دارالحرب میں کوئی مسلمان کفار کی قید میں ہو تو اس کو کھانا کھلانا مستحسن ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جو دارالحرب میں کفار کی قید میں ہو اور اس کو آزاد کرانے کے لیے فدیہ کی ضرورت ہو' اور وہ فدیہ کو طلب کرنے کے لیے نکلے' محی السنۃ نے مجاہد' ابن جبیر اور عطا سے نقل کیا ہے کہ اس اسیر سے وہ مراد ہے جو اہل قبلہ سے ہو' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان قیدیوں کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو مسلمان مال دار ہو اور اس پر کسی کا قرض ہو جس کو ادا کرنے پر وہ قادر ہو اور وہ عناداً قرض ادا نہ کرتا ہو یا کسی اور نفسانی غرض سے اور اس وجہ سے اس کو قید کر لیا گیا ہو تو اس

Marfat.com

کو کھانا کھلانا مستحسن نہیں ہے، حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اسیر سے مراد غلام ہے کیونکہ وہ بھی مالک کی قید میں ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کر سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقروض بھی تمہارا قیدی ہے، اس لیے اس آیت میں اسیر سے مراد مقروض بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۶۸۔۲۶۷، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

الدھر: ۹ میں فرمایا: (ابرار کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O

ابرار کا محتاجوں کے ساتھ نیکی کر کے صلہ اور ستائش سے منع کرنا اور اس کی وجوہ

اس سے پہلی آیات میں ذکر فرمایا تھا کہ ابرار (نیک لوگ) مسکین، یتیم اور قیدی کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ان کے اس حسن سلوک کی دو غرضیں تھیں، ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول، جس کو انہوں نے اپنے اس قول سے ظاہر کیا: ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں اور دوسری قیامت کے دن کا خوف جس کا انہوں نے اس قول سے اظہار کیا: بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے۔ (الدھر: ۱۰)

ہو سکتا ہے کہ ان ابرار نے اپنی زبان سے یہ کہا ہو کہ ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تاکہ ان کا یہ کہنا اس پر دلیل ہو کہ وہ ان ضرورت مندوں سے اپنے اس احسان کا بدلہ نہیں چاہتے، نہ اپنے متعلق کلماتِ تحسین سننا چاہتے ہیں، اور انہوں نے اپنی زبان سے اس لیے یہ کہا ہو کہ دوسرے احسان کرنے والے بھی سن لیں کہ کسی کے ساتھ نیکی کر کے نہ اس سے اس نیکی کا معاوضہ طلب کرنا چاہیے نہ اس کی تعریف و توصیف کا منتظر رہنا چاہیے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بات انہوں نے دل میں کہی ہو اور ان کی نیت صلہ اور ستائش کی نہ ہو اور زبان سے انہوں نے کچھ نہ کہا ہو، مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کے حال کا پتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

انسان جب کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو کبھی تو وہ نیکی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور ان ابرار کی یہ نیکی ایسی ہی تھی اور کبھی یہ نیکی کسی صلہ کی طلب اور ستائش کی چاہت کے لیے ہوتی ہے، اول الذکر نیت محمود ہے اور ثانی الذکر نیت مذموم ہے اور اس کے مذموم ہونے پر دلیل یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (طعنہ کی) ایذاء سے باطل نہ کرو، مثل اس شخص کے جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔ (البقرہ: ۲۶۴)

اس لیے ابرار نے صراحت کے ساتھ کہا: ہم تم سے صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش۔

الدھر: ۱۰ میں فرمایا: (ابرار نے کہا:) بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور سخت ہے O

''عبوس'' اور ''قمطریر'' کا معنی

اس آیت میں دو مشکل لفظ ہیں: ''عبوسا'' اور ''قمطریرا''۔

''عبوسا'' کے معنی ہے: منہ بنانے والا، تیوری چڑھانے والا، ترش رو، سخت منہ بگاڑنے والا، اس آیت میں ''عبوسا'' ''یوم'' کی صفت ہے، اس کا معنی ہے: ایسا دن جو لوگوں پر بہت سخت اور دشوار ہو، قاموس میں لکھا ہے: ایسا مکروہ دن جس سے لوگوں کے منہ بگڑ جائیں۔ (القاموس ص ۵۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ) امام رازی نے لکھا ہے کہ ''یوم'' کی صفت جو ''عبوس''

Marfat.com

لائی گئی ہے یہ مجاز ہے یعنی وہ دن منہ بنانے یا بگاڑنے والا نہیں ہے بلکہ اس دن کی سختی اور شدت سے لوگوں کے منہ بگڑ جاتے ہیں جیسے کہتے ہیں: "نهاره صائم" اس کا حقیقی معنی ہے: اس کا دن روزہ دار ہے حالانکہ اس سے مراد ہوتا ہے: اس دن میں وہ روزہ دار ہے اس طرح "یوماً عبوساً" کا معنی ہے: اس دن کے ھول اور اس کی شدت سے لوگوں کے منہ بگڑ جائیں گے روایت ہے کہ کافر کی آنکھوں کے درمیان سے اس دن پسینہ تیل کی طرح بہ رہا ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۹)

"قمطرت الناقة" کے الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جب اونٹنی دُم اٹھا کے ناک چڑھا کر اور منہ بنا کر مکروہ شکل اختیار کرے اس مناسبت سے ہر مکروہ اور رنج میں مبتلا کرنے والے دن کو "قمطریر" کہا جانے لگا اور جس دن میں بہت مصائب اور آلام نازل ہوں اس دن کو "قمطریر" کہتے ہیں اور چونکہ قیامت کا دن بہت ہولناک ہوگا اس لیے قیامت کے دن کو "قمطریر" کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچالیا اور ان کو تروتازگی اور فرحت عطا فرمائی O اور ان کے صبر کی جزاء میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا O وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے وہ جنت میں نہ گرمی کی دھوپ پائیں گے اور نہ سردی کی ٹھنڈک O اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے O اور ان کے لیے چاندی کے برتن اور ایسے گلاس گردش میں لائے جائیں گے جو شیشہ کی طرح شفاف ہوں گے O یہ شیشے کی مثل برتن چاندی کے ہوں گے (پلانے والے) ان کو ٹھیک اندازے پر رکھیں گے O وہاں ان کو ایسے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کے چشمے کی آمیزش ہوگی O اس چشمہ کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہے O اور دائمی جنتی لڑکے ان کے پاس گردش کریں گے تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں O تم وہاں جہاں بھی دیکھو گے تو سراسر نعمتیں اور عظیم سلطنت ہی دیکھو گے O اہل جنت کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا O (کہا جائے گا:) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوششیں بار آور ہوئیں O (الدھر: ۲۲۔۱۱)

جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں

الدھر: ۱۱ سے الدھر: ۲۲ تک اللہ تعالیٰ نے جنت کی وہ نعمتیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ابرار کو آخرت میں عطا فرمائی ہیں۔

اس سے پہلے یہ بتایا تھا کہ ابرار نے محض اللہ کی رضا کے لیے اور قیامت کے خوف سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلایا تھا اور ان پر صدقہ کیا تھا اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان دونوں غرضوں کو پورا کر دیا ان کو قیامت کے دن کے ہول سے بھی بچالیا اور چونکہ ان سے راضی ہو گیا اس لیے ان کو تروتازگی اور خوشی عطا فرمائی اس کی مزید تفصیل اس کے بعد کی آیات میں ہے۔

الدھر: ۱۳۔۱۲ میں فرمایا: اور ان کے صبر کی جزا میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا O وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے وہ جنت میں نہ گرمی کی دھوپ پائیں گے نہ سردی کی ٹھنڈک O

صبر کی اقسام

اس آیت میں صبر سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے غرباء اور مساکین پر صدقہ کرنے سے جو مال میں کمی ہوتی ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں یا نماز روزے حج اور دیگر عبادات میں جو جسمانی مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں یا ناجائز

Marfat.com

خواہشوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے' صبر کی چار قسمیں ہیں: (۱) کسی مصیبت پر جب پہلی بار صدمہ پہنچے تو اس پر صبر کرے (۲) فرائض اور واجبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرے (۳) اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرنے پر صبر کرے (۴) دنیاوی مصائب پر اپنے نفس کو رونے پیٹنے اور شکوہ شکایت کرنے سے روکے اور صبر کرے۔

وہ مسہریوں پر یا مسندوں پر ٹیک لگائے ہوئے جنت میں بیٹھے ہوئے ہوں گے' وہاں کی ہوا معتدل ہوگی' سرد ہوگی نہ گرم۔ ''زمھریر'' کا معنی بنوطے کی لغت میں چاند ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: جنت میں خود بہ خود روشنی ہوگی' اس لیے وہاں نہ سورج کی ضرورت ہوگی نہ چاند کی۔

الدھر: ۱۴ میں فرمایا: اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے ○

ابرار کو دو قسم کی جنتیں ملنا اور سورج اور چاند کے بغیر درختوں کے سائے کی توجیہات

پہلی آیت میں بتایا تھا کہ ابرار کو ایک جنت وہ دی جائے گی جس میں ان کو ریشمی لباس پہنایا جائے گا اور اس جنت میں ان کو گرمی اور سردی سے بھی محفوظ رکھا جائے گا اور دوسری جنت ایسی دی جائے گی جس میں درختوں کے سائے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے' کیونکہ ان ابرار نے کہا تھا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (الدھر: ۱۰) اور ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اللہ تعالیٰ سے دو جنتیں عطا فرماتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ○ (الرحمٰن: ۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں ○

سو ان ابرار کو بھی دو جنتیں دی جائیں گی۔

اس جگہ ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ سایا وہاں ہوتا ہے جہاں سورج ہو' پس جب جنت میں سورج نہیں ہوگا تو وہاں سایا بھی نہیں ہونا چاہیے' پھر درختوں کے سائے کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درختوں کے سائے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہاں سورج ہوتا تو وہاں جو سائے ہوتے ان کو اہل جنت کے قریب کر دیا جائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت میں دوسرے اجسامِ نورانیہ کی روشنی ہو جس کی وجہ سے درختوں کا سایہ ہو کیونکہ جنت میں بہرحال اندھیرا تو نہیں ہوگا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درختوں کے سائے سے مراد خود درخت ہوں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کے بغیر وہاں سایا پیدا کر دے' کیونکہ انسان سائے میں بھی تلذذ حاصل کرتا ہے' جیسے جنت میں سونے اور چاندی کی کنگھیاں ہوں گی حالانکہ جنت میں بالوں کے اندر نہ میل کچیل ہوگا اور نہ بال اُلجھے ہوئے ہوں گے' جنہیں سنوارنے کے لیے کنگھی کرنے کی ضرورت ہو' اور جیسے پیاس کے بغیر جنت میں تلذذ کے لیے مشروب پلائے جائیں گے۔

نیز فرمایا: اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے' یعنی اگر وہ کھڑے ہوں تب بھی خوشوں سے پھل توڑ سکیں گے اور اگر اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوں یا مسہریوں پر لیٹے ہوں تب بھی خوشوں سے پھل توڑ سکیں گے۔

الدھر: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: اور ان کے لیے چاندی کے برتن اور ایسے گلاس گردش میں لائے جائیں گے جو شیشہ کی طرح شفاف ہوں گے ○ یہ شیشہ کی مثل برتن چاندی کے ہوں گے' (پلانے والے) ان کو ٹھیک اندازے پر رکھیں گے ○

جنت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کے استعمال میں تعارض کے جوابات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شفاف چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کا ذکر فرمایا ہے اور ایک اور آیت میں سونے کے

Marfat.com

پیالوں اور گلاسوں کا ذکر فرمایا ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ (الزخرف:۷۱) ان پر سونے کے پیالوں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔

اور بہ ظاہران آیتوں میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں سونے اور چاندی دونوں کے برتن ہوں گے اور اہل جنت کے تنعم اور تعیش کے لیے کبھی ان کو سونے کے برتنوں میں کھلایا اور پلایا جائے گا اور کبھی چاندی کے برتنوں میں۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے لیے شفاف چاندی کے برتن ہوں گے شفاف وہ چیز ہوتی ہے جس کے آر پار دیکھا جا سکے اور چاندی کثیف ہوتی ہے اس کے آر پار نہیں دیکھا جا سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی چاندی ایسی ہی ہوتی ہے لیکن جنت کی چاندی اور جنس کی ہوگی اس کے آر پار دیکھا جا سکے گا نیز شیشہ بھی پتھر کی جنس سے ہے اور وہ فی نفسہ کثیف ہوتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کثیف پتھر کو شفاف اور لطیف بنا سکتا ہے تو وہ کثیف چاندی کو بھی لطیف اور شفاف بنا سکتا ہے نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت کی کسی چیز کی دنیا کی کسی چیز کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں ہے ان میں صرف نام کا اشتراک ہے ورنہ جس نام کی چیز دنیا میں ہے جنت میں اس نام کی چیز اس سے بہت مختلف ہوگی۔

نیز فرمایا: (پلانے والے) ان کو ٹھیک اندازے پر رکھیں گے O

یعنی ان گلاسوں میں اتنی مقدار میں مشروب ڈالا جائے گا جس سے پینے والے سیر ہو سکیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پینے والے اور مشروب پینا چاہیں گے تو پلانے والے ان کو اور مشروب لا کر پلائیں گے۔

سونٹھ کے پانی کی توجیہ

الدھر: ۱۷ میں فرمایا: وہاں ان کو ایسے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کے چشمے کی آمیزش ہوگی O

اس سے پہلی آیتوں میں مشروب کے برتنوں کی تفصیل بیان فرمائی تھی اور مشروب کی مقدار کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں مشروب کی کیفیت کا بیان فرمایا ہے کہ اس میں سونٹھ کے چشمے کی آمیزش ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کھانے کے بعد ہاضمے کے لیے سونٹھ کا پانی پیتے تھے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جنت میں کھانے پینے کے بعد الگ سے سونٹھ کا پانی پینے کی ضرورت نہیں ہوگی جنت کے مشروبات میں از خود سونٹھ کا پانی ملا ہوا ہوگا۔

سلسبیل کا معنی

الدھر: ۱۸ میں فرمایا: اس چشمہ کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہے O

ابن الاعرابی نے کہا: ''سلسبیل'' کا لفظ صرف قرآن میں آیا ہے عربی زبان میں یہ لفظ نہیں ہے اس لیے یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ''سلسبیل'' کا مادہ کیا ہے اور یہ کس لفظ سے ماخوذ ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ جو مشروب میٹھا ہو اور آسانی سے حلق سے اتر جائے اس کو مشروب ''سلسال'' یا ''سلسبیل'' کہا جاتا ہے۔ زجاج نے کہا: لغت میں ''سلسبیل'' اس چیز کی صفت ہے جو انتہائی سلاست میں ہو یعنی جو چیز انتہائی آسان اور رواں ہو اس چشمہ کا پانی سونٹھ کے چشمہ کی طرح ہوگا اور آسانی اور روانی سے حلق سے اترے گا۔

جنتی لڑکوں کے دائمی ہونے کی توجیہ

الدھر: ۱۹ میں فرمایا: اور دائمی جنتی لڑکے ان کے پاس گردش کریں گے تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں O

Marfat.com

بچپن میں انسان کے چہرے پر بھولپن اور معصومیت ہوتی ہے‘ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ پُر بہار اور پُرکشش ہوتا ہے اور اسے دیکھنے سے طبیعت خوش ہوتی ہے‘ اور جیسے جیسے انسان کی عمر بڑھتی ہے اس کے چہرے پر پکا پن آ جاتا ہے‘ چہرے پر مستے اور دانے نکل آتے ہیں‘ اس کے چہرے کی خوب صورتی‘ رونق اور کشش جاتی رہتی ہے اور وہ چہرہ جو بچپن میں بھولا بھالا اور معصوم لگتا تھا‘ جوان ہونے کے بعد خرانٹ لگنے لگتا ہے‘ اس کے برعکس جنت میں جو اہل جنت کی خدمت پر مامور لڑکے ہوں گے‘ ان کے چہروں پر ہمیشہ اسی طرح بھولپن‘ معصومیت‘ رونق اور رعنائی رہے گی جو دنیا میں بالغ ہونے سے پہلے لڑکوں کے چہروں پر ہوتی ہے۔

اس لیے فرمایا: اور دائمی جنتی لڑکے‘ یعنی ان لڑکوں کی صورتوں پر جو بھولپن اور معصومیت ہو گی وہ دائمی ہو گی‘ اس کے برخلاف دنیا میں لڑکوں کے چہرے پر یہ کیفیت بالغ ہونے سے پہلے تک رہتی ہے‘ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی ہے کہ وہ لڑکے دائمی ہیں یعنی ان کو موت نہیں آئے گی لیکن پہلی تفسیر راجح ہے‘ اس کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ ''مخلدون'' کا معنی ہے: ''محلون'' یعنی وہ زیورات سے آراستہ ہوں گے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

یعنی وہ حسین وجمیل اور صبیح اور ملیح لڑکے جب مجلس میں متفرق جگہوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے تو تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

الدھر: ۲۰ میں فرمایا: تم وہاں جہاں بھی دیکھو گے تو سراسر نعمتیں اور عظیم سلطنت ہی دیکھو گے O

جنتیوں کی سلطنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بیان کرنے والا جنت کی نعمتوں کے حسن اور ان کی پاکیزگی کو کماحقہٗ بیان نہیں کر سکتا‘ اہل جنت میں سے جو شخص ادنیٰ درجہ کا ہو گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا ملک ایک ہزار سال کی مسافت کو محیط ہے اور دور والے کو اسی طرح دیکھے گا جیسے وہ قریب والے کو دیکھ رہا ہو گا اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں گے تو وہ ان کو فوراً حاصل ہو جائے گی‘ نیز اس آیت میں فرمایا: ان کی عظیم سلطنت ہو گی‘ کلبی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اللہ کا ولی اپنے گھر میں آرام کر رہا ہو گا‘ پھر اللہ کا فرستادہ اس کے پاس عمدہ پوشاک‘ لذیذ کھانے اور مرغوب مشروبات لے کر آئے گا اور اس کی اجازت سے اس کے گھر میں داخل ہو گا‘ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مکرم فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں نہیں آ سکیں گے‘ اس سے بڑھ کر ان کی نعمتیں اور ان کی عظیم سلطنت اور کیا ہو گی۔

الدھر: ۲۱ میں فرمایا: اہل جنت کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا O

''سندس'' اور ''استبرق'' کا معنی

اس آیت میں ''سندس'' کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: باریک ریشم‘ باریک دیبا‘ علامہ سیوطی نے ''الاتقان'' میں لکھا ہے کہ جوالیقی نے کہا ہے کہ فارسی میں اس کا معنی ہے: باریک دیبا‘ اور لیث نے کہا ہے کہ ارباب لغت اور مفسرین میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ لفظ معرب ہے‘ یعنی اصل میں یہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کو عربی لفظ بنایا گیا ہے‘ شیدلہ نے کہا: اصل میں یہ ہندی زبان کا لفظ ہے۔ (لغات القرآن ج ۳ ص ۲۳۶‘ کراچی)

اور ''استبرق'' کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: ریشم کا زریں کپڑا۔ (لغات القرآن ج ۱ ص ۷۷‘ کراچی)

Marfat.com

سونے اور چاندی کے کنگن میں تعارض اور اس کے جواب

نیز فرمایا: اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔
ایک اور سورت میں ان کو سونے کے کنگن پہنانے کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ. (الکہف:۳۱)
ان کے لیے دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

ان آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے' اہل جنت کو سونے اور چاندی دونوں کے کنگن بہ یک وقت پہنائے جائیں گے یا کبھی سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور کبھی چاندی کے' دوسرا جواب یہ ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہوتے ہیں' بعض لوگ چاندی پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ سونا پسند کرتے ہیں' جنت میں دونوں قسم کے کنگن ہوں گے جن کو سونا پسند ہوگا وہ سونے کے کنگن پہنیں گے اور جن کو چاندی پسند ہوگی وہ چاندی کے کنگن پہنیں گے' تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جنت کے ''ولدان'' اور ''غلمان'' (نوخیز بے ریش لڑکوں) کا ذکر ہے کہ وہ جنت میں چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہوں گے اور الکہف:۳۱ میں جنت کے مردوں کا ذکر ہے کہ وہ سونے کے کنگن پہنے ہوئے ہوں گے۔

''شراب طہور'' کا معنی

نیز اس آیت میں فرمایا: اور ان کا رب ان کو شراب طہور پلائے گا O

''طہور'' ''طاہر'' کا مبالغہ ہے یعنی جنت کی شراب بہت زیادہ پاکیزہ ہوگی' اور وہ دنیا کی خمر (انگور کی شراب) کی طرح نجس نہیں ہوگی' اور اس کو بنانے میں ناپاک اور نجس ہاتھوں کا استعمال نہیں ہوا ہوگا' اور جسم کے مسامات سے جو پسینہ نکلے گا اس میں بھی نجس شراب کی بو نہیں ہوگی بلکہ مشک کے پسینہ کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

مقاتل نے کہا: جنت کے دروازے پر ایک چشمہ ہے جو ایک درخت کے تنے سے نکلتا ہے' جو شخص اس مشروب کو پیتا ہے اس کا دل کینہ اور حسد سے اور اس کے پیٹ میں جو بھی گندگی ہوتی ہے اس سے صاف ہو جاتا ہے اور یہی ''شراب طہور'' کا معنی ہے کیونکہ ''طہور'' کا معنی ہے: پاک کرنے والا۔

ابوقلابہ نے کہا: اہل جنت کو کھانے اور پینے کے بعد شراب طہور پلائی جائے گی' اس سے ان کے جسم کا باطن پاک ہو جائے گا' اور ان کی کھالوں سے پسینہ نکلے گا جس سے مُشک کی خوشبو آئے گی اور ان دونوں قولوں کی بناء پر ''طہور'' کا معنی ''مطہر'' ہے اور یہ شراب ان کے باطن سے اخلاقِ مذمومہ اور اشیاء موذیہ خارج کر دے گی۔

روح بشری ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتی رہتی ہے اور ایک نور سے دوسرے نور کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے' حتیٰ کہ جب وہ روح تمام مقامات اور انوار طے کرتی ہوئی اللہ عزوجل کے قریب پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور' اس کی کبریائی اور عظمت کے مقابلہ میں تمام انوار مضمحل ہو جاتے ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابرار کے ثواب اور ان کے درجات کو اس آیت پر ختم کیا کہ: اور ان کا رب ان کو شراب طہور پلائے گا۔

الدھر:۲۲ میں فرمایا: (کہا جائے گا:) یہ ہے تمہاری جزاء اور تمہاری کوششیں بار آور ہوئیں O

ابرار کا جنت میں کلماتِ تحسین سے استقبال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیں گے' اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمام نعمتیں تمہارے لیے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے لیے تمہارے واسطے

Marfat.com

تیار کیا تھا' باوجود اس کے کہ تمہارے اعمال کم تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو تمہارے اعمال کی جزا میں تیار فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبان سے یہ کہلوائے گا کہ وہ اہل جنت سے کہیں:

سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۝ (الرعد:۲۴) تم پر سلام ہو تم نے جو صبر کیا تھا آخرت کا یہ گھر اس کی کیسی اچھی جزا ہے۝

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۝ (الحاقہ:۲۴) جو اعمال تم نے گزشتہ زمانہ میں کیے تھے ان کے بدلہ میں خوشی سے کھانا پینا تمہیں مبارک ہو۝

اہل جنت سے فرشتوں کے اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ اہل جنت کو مزید خوش اور مسرور کیا جائے کیونکہ جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے: یہ تیری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے تاکہ اس کے غم اور افسوس میں اور اضافہ ہو' اسی طرح ابرار اور نیک لوگوں کو انعامات دے کر یہ بتایا جائے گا کہ یہ تمہاری اطاعت اور عبادات کا صلہ ہے تاکہ ان کی مسرت اور شادمانی میں اور زیادتی ہو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو یعنی میرے علم میں تمہارے لیے یہ انعامات مقدر تھے' اسی لیے میں نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لیے یہ انعامات تیار کیے۔

بندوں کی نیکیوں کے مشکور ہونے اور اللہ تعالیٰ کے شاکر ہونے کی توجیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہاری سعی (نیک اعمال) مشکور ہیں' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرار اور نیک بندوں کے نیک اعمال پر ان کا شکر ادا کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لائق یہ ہے کہ بندے اس کا شکر ادا کریں' نہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا شکر ادا کرے۔ اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ مشکور کی حمد و ثناء اور تعریف اور تحسین کی جائے' آخرت میں اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک اعمال کی تحسین فرمائے گا اور بتائے گا کہ ان نیک اعمال کی وجہ ہی سے ان کو جنت میں ان بلند مقامات پر رکھا گیا ہے اور ان کو یہ انعامات دیئے گئے اور یہی ان کے نیک اعمال کا مشکور ہونا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں کے نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے' ان کے نیک اعمال کی اچھی جزا عطا فرماتا ہے اور ان کے نیک اعمال کی قدر دانی اور قدر افزائی فرماتا ہے۔

(۳) جو شخص تھوڑی سی چیز سے راضی ہو جائے اس کو شکور کہا جاتا ہے یعنی وہ بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تھوڑی سی عبادت سے راضی ہو جاتا ہے اور ان کی کم عبادت پر ان کو بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۝ (البقرہ:۱۵۸) جس نے خوشی سے کوئی نیکی کی تو بے شک اللہ (اس کا) قدر دان بہت جاننے والا ہے۝

(۴) بندے کے اللہ سے قرب کا آخری درجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے راضی بھی ہو اور مرضی بھی ہو یعنی اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۝ (الفجر:۲۸۔۲۷) اے مطمئن روح! ۝ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۝

سو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (انعامات) تمہاری جزاء ہیں تو یہ بندے کے راضی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جب

Marfat.com

فرمایا: تمہاری سعی مشکور ہے یعنی تمہاری اطاعات اور عبادات کی تحسین کی گئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی طرف اشارہ ہے امام رازی نے فرمایا: یہ بندے کے قرب کا آخری درجہ ہے تو ابرار کے ثواب کے ذکر میں اس کو سب سے آخر میں ہی ذکر کرنا مناسب تھا' اس لیے ابرار کے ثواب کے بیان کے آخر میں فرمایا: یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوششیں بار آور ہوئیں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۚ (۲۳) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ

بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہے O آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے

رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۚ (۲۴) وَاذْكُرِ اسْمَ

اور آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں خواہ وہ گناہ گار ہو یا ناشکرا O اور آپ اپنے رب کے نام

رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ (۲۵) وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ

کا صبح اور پچھلے پہر ذکر کریں O اور رات کے کچھ وقت میں اس کے لیے سجدہ کریں اور رات کے طویل حصہ میں

لَيْلًا طَوِيلًا (۲۶) إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ

اس کی تسبیح کریں O بے شک یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور بھاری دن (قیامت)

وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا (۲۷) نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا

اپنے پس پشت ڈال دیتے ہیں O ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ

أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا (۲۸) إِنَّ هَٰذِهِ

مضبوط بنائے ہیں' اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے میں اور لوگ لے آئیں گے O بے شک یہ (آیات)

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (۲۹) وَمَا

نصیحت ہیں' سو جو شخص چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کر لے O اور اللہ تعالیٰ

تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۖ (۳۰)

کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے' بے شک اللہ بہت علم والا' بے حد حکمت والا ہے O

يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۳۱)

وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے' اور ظالموں کے لیے اس نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہےO آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے اور آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں خواہ وہ گناہ گار ہو یا ناشکراO (الدھر: ۲۴۔۲۳)

ربط آیات اور تھوڑا تھوڑا قرآن مجید نازل کرنے کی حکمت

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ انسان حادث ہے' پہلے وہ موجود نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ اس کو عدم سے وجود میں لایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًاO (الانسان: ۱) — یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے' جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھاO

پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا' پھر فرمایا ''نَبْتَلِيْهِ'' (الانسان: ۲) ہم اس کو آزماتے ہیں' سو ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا' پھر ہم نے اس کو سیدھا راستہ دکھا دیا' پھر بتایا کہ انسان اپنے اختیار سے دو فرقوں میں بٹ گئے' ان میں سے بعض شکر گزار تھے اور بعض ناشکرے' پھر اختصار کے ساتھ کفار کے عذاب کو بیان فرمایا اور اس کے بعد تفصیل کے ساتھ ابرار اور اطاعت کرنے والوں کے اجر وثواب کو بیان فرمایا اور اخیر میں فرمایا: ''وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًاO'' (الانسان: ۲۲) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوششیں بارآور ہوئیں' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احوالِ دنیا بیان فرمائے اور اطاعت کرنے والوں کے احوال کو نافرمانی کرنے والوں کے احوال پر مقدم رکھا' اطاعت کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی امت ہے' سو الانسان: ۲۳ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًاO (الانسان: ۲۳) — بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہےO

اس آیت سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضبوط کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے' کیونکہ قریشِ مکہ آپ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ کہانت اور جادو ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو تھوڑا تھوڑا کر کے جو نازل فرمایا ہے' اس میں بھی حکمت بالغہ ہے کہ جس وقت کے لیے جو حکم مقرر ہے اس وقت میں وہ حکم دیا جائے' یہی وجہ ہے کہ کفار سے قتال کا حکم ہجرت کے بعد دیا گیا اور ہجرت سے پہلے کفار کی ایذاء کے مقابلہ میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔

الدھر: ۲۴ میں فرمایا: آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے اور آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں خواہ وہ گناہ گار ہو یا ناشکراO

کفار کا آپ کو لالچ دے کر اور دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنا اور آپ کی استقامت

امام مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ صبر کیجئے حتیٰ کہ آپ کے اور اہل مکہ کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے' اور جب یہ آپ کو برا کہیں تو آپ جواب میں ان کو برا نہ کہیں اور جب یہ آپ کو ایذاء پہنچائیں تو آپ جواب میں ان کو ایذاء نہ پہنچائیں۔

اور فرمایا: آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں' اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے' وہ گناہ گار ہو یا ناشکرا' ناشکرے سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کفار دارالندوۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ان میں عمرو بن عمیر بن مسعود الثقفی بھی تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ بتاؤ کہ تم

Marfat.com

نے اپنے باپ دادا کا دین کیوں چھوڑ دیا؟ ولید بن مغیرہ نے کہا: اگر تم مال کے طلب گار ہو تو میں تمہیں اپنا آدھا مال دے دیتا ہوں بہ شرطیکہ تم اپنے دین کا پیغام سنانا چھوڑ دو اور ابوالبختری بن ہشام نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر یہ اپنے دین سے پھر گئے تو میں اپنی بیٹی کی ان کے ساتھ شادی کر دوں گا۔ وہ عرب کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل ہے اور وہ گفتگو میں بھی سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ باتیں سن کر خاموش رہے اور آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' پھر ابن مسعود ثقفی نے کہا: کیا بات ہے تم ہمیں جواب کیوں نہیں دیتے؟' اگر تمہیں اپنے رب کے عذاب کا خوف ہے تو میں تم کو اس عذاب سے پناہ میں رکھوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر ہنسی آ گئی' پھر آپ نے اپنے کپڑے سمیٹے اور وہاں سے اٹھ کر چل دیئے اور تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں خواہ وہ گنہ گار ہو یا ناشکرا' یعنی ولید بن مغیرہ اور ابوالبختری کی اطاعت نہ کریں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۳۳۔۴۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ کہتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوجہل نے یہ کہا تھا: اگر میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روندوں گا۔

(تفسیر القرآن العزیز رقم الحدیث: ۳۴۴۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۷۹۷)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم نے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے آزمائش اور امتحان کے لیے نازل کیا ہے' سو آپ اپنی رسالت کی تبلیغ اور اپنے رب کے نازل کردہ فرائض کے امتحان اور آزمائش میں صبر کیجئے اور جن کاموں کا آپ کو حکم دیا ہے' ان پر عمل کرتے رہیے اور ان کافروں میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں خواہ وہ گناہ گار ہوں یا ناشکرے' اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں اپنی قوم کے گناہ گار مشرکوں کی اطاعت نہ کریں جو آپ کو معصیت پر سوار کرنا چاہتے ہیں اور نہ ناشکروں کی بات مانیں جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۲۷۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق امام رازی کی توجیہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں میں سے کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے' پھر اس ممانعت کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ ہدایت' ارشاد اور متنبہ ہونے کے محتاج ہیں کیونکہ لوگوں کی طبیعتوں میں شہوات اور ناجائز خواہشیں ہیں جو ان کو فتنہ اور فساد پر ابھارتی ہیں' اور اگر لوگوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کی توفیق سے مستغنی ہوتا تو لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو معصوم ہیں اور جب آپ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کی توفیق سے مستغنی نہیں ہیں تو ہر مسلمان پر یہ منکشف ہو جائے گا کہ وہ ناجائز خواہشوں اور شہواتِ باطلہ اور تمام معاصی سے بچنے اور باز رہنے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کی توفیق کا محتاج ہے' سو وہ اسی کی طرف راغب ہو اور اسی سے گڑگڑا کر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بُرے کاموں سے بچائے اور نیک کاموں پر لگائے رکھے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۵۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام رازی کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر مفسر اس آیت کی تفسیر میں اس سوال کی طرف متوجہ ہوا اور نہ اس کا جواب ذکر کیا'

Marfat.com

البتہ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ نے امام رازی ہی کی مذکور الصدر تفسیر کو اپنی عبارت میں نقل کر دیا ہے۔

(روح البیان ج ۱۰ص ۳۲۷' داراحیاء التراث العربی بیروت'۱۴۲۱ھ)

آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق مصنف کی توجیہ

ہماری رائے یہ ہے کہ امام رازی نے جو اس سوال کا جواب ذکر کیا ہے' اس کی متانت اور اس کے حسن اور خوبی اور اس کی گہرائی اور گیرائی کا کوئی ثانی نہیں ہے' تاہم مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب بہ ظاہر آپ سے ہے لیکن حقیقت میں اس سے مراد آپ کی امت ہے اور اس آیت میں صنعت تعریض ہے' فرمایا آپ سے ہے اور سنایا آپ کی امت کو ہے یعنی اے مسلمانو! جب تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گناہ گاروں اور ناشکروں کی اطاعت سے منع کیا ہے تو سوچو کہ تمہارے لیے یہ ممانعت کس قدر سخت اور قوی ہے اور اس آیت میں خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد نہیں ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ اس شخص کو کسی کام سے منع کیا جاتا ہے جس کے لیے وہ کام کرنا ممکن ہو' اور جس شخص کے لیے کوئی کام کرنا ممکن ہی نہیں ہے اس کو اس کام سے منع نہیں کیا جاتا مثلاً گونگے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تم فحش گفتگو نہ کرو کیونکہ اس کے لیے گفتگو کرنا ممکن ہی نہیں ہے' اسی طریقہ پر ہم کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے داعی ہیں' اس وجہ سے آپ کے لیے گناہ گاروں اور ناشکروں کی اطاعت کرنا ممکن ہی نہیں ہے' اس لیے ہمارے نزدیک اس آیت میں اسناد مجاز عقلی ہے اور اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے' آپ گناہ گاروں اور ناشکروں کی اطاعت نہ کریں لیکن حقیقت میں یہ خطاب آپ کی امت سے ہے کہ وہ گناہ گاروں اور ناشکروں کی اطاعت نہ کریں کیونکہ آپ کے لیے تو ان کی اطاعت کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ ہمارے جواب کو مزید تفصیل سے سمجھنے کے لیے "وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ" (المدثر:۶) کا مطالعہ کریں۔

آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق سید مودودی کی تقریر

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ اس آیت کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ترجمانی کرتے ہوئے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی ان میں سے کسی سے دب کر دین حق کی تبلیغ سے باز نہ آؤ' اور کسی بدعمل کی خاطر دین کی اخلاقی تعلیمات میں' یا کسی منکر حق کی خاطر دین کے عقائد میں ذرہ برابر بھی ترمیم و تغیر کرنے کے لیے تیار نہ ہو' جو کچھ حرام و ناجائز ہے اسے برملا حرام و ناجائز کہو' خواہ کوئی بدکار کتنا ہی زور لگائے کہ تم اس کی مذمت میں ذرا سی نرمی ہی برت لو اور جو عقائد باطل ہیں انہیں کھلم کھلا باطل اور جو حق ہیں انہیں علانیہ حق کہو' چاہے کفار تمہارا منہ بند کرنے یا اس معاملہ میں کچھ نرمی اختیار کر لینے کے لیے تم پر کتنا ہی دباؤ ڈالیں۔ (تفہیم القرآن ج ۶ص ۲۰۲' ترجمان القرآن' لاہور'۱۴۱۱ھ)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور آپ سے عقیدت کی رمق بھی نہیں ہے اور نہیں لگتا کہ یہ آپ کے کسی امتی کا کلام ہے اور کیا کسی بندے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ بن کر جو چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا پھرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ اپنے رب کے نام کا صبح اور پچھلے پہر ذکر کریں O اور رات کے کچھ وقت میں اس کے لیے سجدہ کریں' اور رات کے طویل حصہ میں اس کے لیے تسبیح کریں O بے شک یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں' اور بھاری دن اپنے پس پشت ڈال دیتے ہیں O ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے میں اور لوگ لے آئیں گے O (الدھر: ۲۸۔۲۵)

Marfat.com

صبح اور پچھلے پہر اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں یا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا

الدھر:۲۵ کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ ہے کہ صبح اور پچھلے پہر اپنے رب کے نام کے ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے اور "بکرۃ" سے مراد فجر کی نماز ہے اور "اصیلا" (پچھلے پہر) سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور "وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ" (الدھر:۲۶) سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور "سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا" (الدھر:۲۶) سے مراد تہجد کی نماز ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد ہمیشہ فرض رہی یا ابتداء میں یہ نماز فرض تھی' بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی' اس کی تفصیل سورۃ المزمل میں بیان ہو چکی ہے۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کے ذکر سے مراد نماز نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا ہے' اور اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ دن اور رات کے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے' خواہ وہ زبان سے ذکر کرے یا دل سے ذکر کرے۔

قرآن مجید اور احادیث سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الاحزاب:۴۲۔۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو ۝ اور صبح کو اور پچھلے پہر اس کی پاکیزگی بیان کرو ۝

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کے احکام مجھ پر بہت زیادہ ہیں' پس آپ مجھے ایسی چیز بتائیے جس کو میں پلے باندھ لوں' آپ نے فرمایا: تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہر وقت تر رہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۷۹۳)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: قیامت کے دن کس بندہ کا درجہ سب سے افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے مردوں کا اور زیادہ ذکر کرنے والی عورتوں کا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کفار اور مشرکین سے جہاد کرے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہوگا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۷۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو تمہارے اس عمل کے متعلق نہ بتاؤں جو تمہارے رب کے نزدیک سب سے زیادہ افضل' سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ بلند درجے والا ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور وہ تمہارے لیے اس سے بھی زیادہ بہتر ہے کہ تمہارا اپنے دشمنوں سے مقابلہ ہو' تم ان کی گردنوں پر وار کرو' وہ تمہاری گردنوں پر وار کریں' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۷۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۷۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں' رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر طمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ان کا اپنے پاس والوں میں ذکر فرماتا ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۹۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: تم یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس نعمت پر اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر اسلام کا احسان فرمایا' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم صرف اس لیے بیٹھے ہو' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم صرف اس لیے بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا: میں نے تم پر کسی جھوٹ کی تہمت کی بناء پر تم سے حلف نہیں لیا تھا لیکن ابھی میرے پاس حضرت جبریل آئے ہیں اور انہوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرما رہا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۹ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۴۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھیں تو وہ مجلس ان کے لیے ہلاکت ہوگی' اگر اللہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان کو بخش دے گا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۷۹ مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰)

قیامت کے دن کو پس پشت ڈالنے اور اس دن کے بھاری ہونے کی توجیہ

الدھر: ۲۷ میں فرمایا: بے شک یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور بھاری دن اپنے پس پشت ڈال دیتے ہیں O

اس سے پہلی آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب تھا اور مومنین کے لیے ہدایت تھی اور اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق بتایا کہ یہ کفار کفر پر ڈٹے رہنے کو پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی ناجائز نفسانی خواہشیں کفر پر قائم رہنے سے ہی پوری ہوتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توحید اور رسالت کی جو دعوت دی ہے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے' اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جن چیزوں پر ایمان اور عمل ان کو آخرت کے عذاب سے نجات دے اس سے اعراض کرتے ہیں' رہا یہ کہ ان کے متعلق فرمایا: وہ بھاری دن یعنی قیامت کے دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں' اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے قیامت کے دن کے محاسبہ اور اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوئی تیاری نہیں کی بلکہ اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی تو گویا انہوں نے قیامت کے دن کے عذاب کی وعید کو پس پشت ڈال دیا اور قیامت کے دن کو بھاری دن فرمانے کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ اس دن بہت سخت ہولناک اُمور پیش آئیں گے تو گویا وہ بہت بھاری دن ہوگا یعنی اس کی ہولناکیاں کفار اور فساق پر بہت بھاری ہوں گی۔

الدھر: ۲۸ میں فرمایا: ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں' اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلہ میں اور لوگ لے آئیں گے۔

دنیا کی جلد ملنے والی چیزوں کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کفار دنیا میں جلد ملنے والی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں' سو دنیاوی نعمتوں سے محبت کرنے کا تقاضا بھی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں اور اس کی اطاعت کریں کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور ان کا مضبوط جسم بنایا' ان کے جوڑ بند پختہ کیے اور ان کے جوڑوں کو رگوں اور پٹھوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھا۔ اس کے علاوہ ان کو دنیا میں زندہ رہنے کے تمام اسباب عطا کیے' سو اگر وہ ان دنیاوی نعمتوں سے محبت

Marfat.com

کرتے ہیں تو اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کے عطا کرنے والے سے محبت کریں' اس کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت وعبادت کریں' نیز ان کو اس سے بھی ڈرنا چاہیے' جو ان نعمتوں کو عطا کر سکتا ہے وہ ان نعمتوں کو چھین بھی سکتا ہے' تو ان نعمتوں کے زائل ہو جانے کے خوف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں' خلاصہ یہ ہے کہ اول تو ان لوگوں کو آخرت کی دائمی نعمتوں سے محبت کرنی چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے اور اگر وہ دنیا کی جلد ملنے والی عارضی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں تو ان نعمتوں کے زوال کے خطرہ سے بچنے کے لیے اور ان نعمتوں کی بقاء کے لیے اور ان نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنے کے لیے بھی ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔

''اسر'' کا معنی اور کافروں کو فنا کر کے دوسری قوم کو پیدا کرنے کی قدرت

اس آیت میں ''اسر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انسان کے جوڑوں کی بندش' امام رازی نے لکھا ہے: ''اسر'' کا معنی ہے: کسی چیز کو رسی سے باندھنا' کسی قیدی کو یا گھوڑے کو مضبوطی سے باندھنا اور اسی آیت میں یہ معنی ہے کہ ہم نے ان کے اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے باندھا ہوا ہے اور ان کے جوڑوں کو رگوں اور پٹھوں کے ساتھ پختگی کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلہ میں اور لوگ لے آئیں گے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ہم جب چاہیں گے ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بدلہ میں اور لوگ پیدا کر دیں گے' اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں بیان فرمایا ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ○ (النساء: ۱۳۳)

اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تو وہ تم سب کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس پر پوری قدرت رکھنے والا ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ (ابراہیم: ۱۹)

(اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' اگر وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے ○

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ○ (محمد: ۳۸)

اگر تم نے روگردانی کی تو وہ تمہارے بدلہ میں اور لوگوں کو لے آئے گا' جو تمہاری طرح نہ ہوں گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ (آیات) نصیحت ہیں سو جو شخص چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کرے ○ اور اللہ کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے' بے شک اللہ بہت علم والا' بے حد حکمت والا ہے ○ وہ جس چیز کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے' اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ (الدھر: ۳۱۔۲۹)

جبر وقدر کے مسئلہ میں مفسرین اور محدثین کی تقاریر

اللہ تعالیٰ نے پہلے نیک لوگوں کے احوال بیان فرمائے' پھر بدکار لوگوں کے احوال بیان فرمائے' اس کے بعد فرمایا: یہ (آیات) نصیحت ہیں یعنی اس سورت کی آیات میں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت پر دلائل دیئے گئے ہیں اور ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے اور کفر وشرک کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے پس ان پر غور کر کے جو شخص اپنی آخرت اور عاقبت کو سنوارنا چاہتا ہے تو وہ اپنے رب کے راستہ کو اختیار کرے۔

Marfat.com

اور اللہ کے چاہے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔ اس آیت میں انسان کے چاہنے اور اللہ کے چاہنے کا ذکر ہے اور یہاں جبر وقدر کی بحث چھڑ گئی۔

امام رازی کی جبریہ کی تائید میں تقریر

امام محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جس سے استدلال کرتے ہوئے جبر وقدر کے استدلال کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں' پس قدری جو کہتا ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے وہ اس سے استدلال کرتا ہے:

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (الدھر:۲۹) سو جو شخص چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کرے۝

اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے افعال اس کے چاہنے اور اس کے اختیار پر موقوف ہیں اور یہ صریح میرا مذہب ہے' اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ سو جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے کفر کرے۔

(الکہف:۲۹)

اور جبری جو کہتا ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مجبور ہے' وہ کہتا ہے کہ جب اس آیت کو اس کے بعد والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے جبریہ کا مذہب واضح طور پر نکل آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کرے' اس کا تقاضا ہے کہ بندہ کی مشیت اس وقت خالص ہوگی جب وہ فعل کو مستلزم ہوگی اور اس کے بعد فرمایا: اور اللہ کے چاہے بغیر تم نہیں چاہ سکتے' اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بندہ کی مشیت کو مستلزم ہے اور مستلزم کا مستلزم' مستلزم ہوتا ہے' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی مشیت بندہ کی مشیت کو مستلزم ہے اور یہی جبر ہے' اسی طرح الکہف: ۲۹ سے بھی جبر پر استدلال ہوتا ہے کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ مشیت فعل کو مستلزم ہوتی ہے اور اللہ کی مشیت بندہ کی مشیت کو مستلزم ہے اور مستلزم کا مستلزم' مستلزم ہوتا ہے' پس واضح ہوا کہ بندہ کا ایمان لانا یا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور یہی جبر ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: قاضی معتزلی نے جبریہ کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں اللہ کی طرف راستہ اختیار کرنے کا ذکر ہے' اور ہم مانتے ہیں کہ اللہ اس راستہ کو چاہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس راستہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اللہ اس راستہ کو چاہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بہ طور عموم کہہ دیا جائے کہ بندہ اسی چیز کو چاہتا ہے' جس کو اللہ چاہتا ہے' کیونکہ اس خاص چیز کے متعلق مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاہا اور اس کا ارادہ کیا۔

امام رازی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قاضی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں اس خاص چیز کے متعلق یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاہا اور اس کا ارادہ فرمایا اور یہ عام قاعدہ نہیں ہے' اس لیے کہ یہ احتمال ہے کہ اس خاص صورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو اور اسی جیسی اور صورتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۶۲-۷۶۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی کی اہل سنت کی تائید میں تقریر اور امام رازی کا رد

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ امام رازی کی تقریر کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس آیت سے جبریہ کا مذہب ثابت نہیں ہوتا' جس میں بندہ کے اختیار کی بالکل نفی ہو جاتی ہے اور بندہ مجبور محض ہو جاتا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کا راستہ اختیار کرنے کے لیے صرف بندہ کا چاہنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

بھی بندہ کے لیے اس چیز کو چاہا ہو تا ہم بندہ کا چاہنا بہ طور کسب ہے اور اللہ کا چاہنا بہ طور خلق ہے۔
ہاں! اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں جو فرمایا ہے: ''فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا'' (الدھر: ۲۹) سو جو شخص چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کرے' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا مطلقاً چاہنا فعل کو مستلزم ہوتا ہے یعنی بندہ جب بھی کسی فعل کو چاہے گا وہ اس فعل کو کرے گا' حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے' کیونکہ بندہ کئی مرتبہ کسی فعل کو کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس فعل کو نہیں کر پاتا' اس لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت کو تحقیق کے لیے مانا جائے یعنی ''وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' (الدھر: ۳۰) اور اللہ کے چاہے بغیر تم نہیں چاہ سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا چاہنا فعل کو مستلزم ہے اور دوسری آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ کی چاہت اس وقت فعل کو مستلزم ہوگی جب اللہ تعالیٰ بھی بندہ کی چاہت کو چاہے گا' سو اس کو غور و فکر سے پڑھو۔

یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں عقلیں حیران ہیں اور اس میں علماء کے قدم پھسل گئے ہیں' جبریہ کا سب سے قوی شبہ یہ ہے کہ جب تک کسی چیز کا وجود واجب نہ ہو وہ موجود نہیں ہوتی' پس جب کسی فعل کی علت تامہ متحقق ہو جائے تو اس فعل کا وجود لازم اور واجب ہوگا اور اس سے اضطرار اور بندہ کا مجبور ہونا لازم آئے گا اور اگر اس فعل کا وجود لازم نہ ہو تو معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آئے گا اور یہ محال ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ فعل کے صدور کے لیے یہ لازم نہیں کہ اس کا وجود واجب ہو تو پھر اس کے صدور میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔

تحقیق یہ ہے کہ نہ مطلقاً معتزلہ کا قول صحیح ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے نہ مطلقاً جبریہ کا قول صحیح ہے کہ بندہ مجبور محض ہے بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے اور بندہ کا چاہنا اور اللہ کا چاہنا دونوں امر ثابت ہیں' علامہ کورانی نے کہا ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مختار ہے اور اپنے اختیار میں غیر مختار ہے' یعنی بندہ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کو پیدا کرتا ہے لیکن وہ اپنے چاہنے میں مختار نہیں ہے' وہ اسی فعل کو چاہتا ہے جس کو اللہ چاہتا ہے اور اس کو جو ثواب اور عذاب ہوتا ہے وہ اس کی نیک صلاحیت واقعیہ کی وجہ سے یا اس کی بد صلاحیت واقعیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی فطرت اور اپنے مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے اور سبحان ہے وہ جس نے ہر چیز کی تخلیق کی' اس کو بھلائی اور برائی کا ادراک کرایا اور پھر اس کو ہدایت دی۔

(روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۸۸۔ ۲۸۷ ملخصاً و موضحاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ سیوطی کی قدریہ کے ردّ میں اس آیت کی تقریر

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے قدریہ پر لعنت کی اور پھر لعنت کی' آپ نے تین بار اس طرح فرمایا (قدریہ اور معتزلہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے) قدریہ کا قول نہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے موافق ہے اور نہ فرشتوں کے قول کے موافق ہے اور نہ شیطان کے قول کے موافق ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ. (الدھر: ۳۰) تم وہی چاہتے ہو جس کو اللہ چاہتا ہے۔

فرشتوں نے کہا:

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ. (البقرہ: ۳۲) ہمیں صرف اسی چیز کا علم ہے جس کا تو نے ہمیں علم عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۗ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ (ھود:۳۴)

میری نصیحت سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا خواہ میں تمہاری خیرخواہی چاہوں اگر اللہ تمہیں گم راہی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہو' وہی تمہارا رب ہے' اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

اور اہل جنت نے کہا:

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ . (الاعراف:۴۳)

اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم خود سے ہدایت پانے والے نہ تھے۔

اور اہل دوزخ نے کہا:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا . (المؤمنون:۱۰۶)

اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی۔

اور شیطان نے کہا:

رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ . (الحجر:۳۹)

اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے۔

نیز حافظ سیوطی لکھتے ہیں: امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو فرماتے: ہر آنے والی چیز قریب ہے' آنے والی چیز دور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کسی عجلت کی وجہ سے کسی کام کو جلدی نہیں کرتا' جو اللہ چاہتا ہے نہ کہ وہ جو لوگ چاہتے ہیں' لوگ ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ کسی اور چیز کا ارادہ کرتا ہے' جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے خواہ لوگ ناپسند کریں' جس چیز کو اللہ قریب کردے اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو اللہ دور کردے اس کو کوئی قریب کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کے اذن کے بغیر کوئی چیز واقع نہیں ہوتی۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۳۴۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قدریہ کے رد میں احادیث اور آثار

اس مؤقف کی تائید میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان قلب واحد کی طرح ہیں' وہ اس قلب کو جس طرح چاہتا ہے پھیرتا رہتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸ قدیم' مسند احمد ج ۱۱ ص ۱۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۲)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قہر اور غلبہ اور دلوں پر تصرف کرنا اس طرح آسان ہے جس طرح کسی شخص کے لیے اس چیز پر تصرف کرنا آسان ہے جو اس کے ہاتھ میں ہو اور اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور مشیت کے اعتبار سے تصرف فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے تصرف میں کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۱۴۲' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی اس حدیث کی یہی شرح لکھی ہے۔

Marfat.com

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا: میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شبہات ہیں آپ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جس سے اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان شبہات کو زائل کر دے حضرت ابی بن کعب نے کہا: اگر اللہ تمام آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک کہ تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی اور اگر تم اس عقیدہ کے خلاف پر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو گے پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح حدیث روایت کی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۹ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۷ مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۹۶۲ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۶۴ المستدرک ج ۲ ص ۵۴۴ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳ قدیم مسند احمد ج ۳۵ ص ۴۶۶۔ رقم الحدیث: ۲۱۵۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں تھے جو بقیع الغرقد میں تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بیٹھ گئے آپ کے پاس ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے کہ اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہے یا جنت میں ہے اور یہ لکھ دیا گیا ہے کہ وہ شخص بد بخت ہے یا نیک بخت ہے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! پس کیوں نہ ہم اس لکھے ہوئے پر قناعت کر لیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں پس جو شخص نیک بختوں میں سے ہوگا وہ نیکوں میں سے ہو جائے گا اور جو شخص بدبختوں میں سے ہوگا وہ بدوں میں سے ہو جائے گا آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جائے گا جو نیک بختوں میں سے ہوگا اس کے لیے نیکی کو آسان کر دیا جائے گا اور جو بدبختوں میں سے ہوگا اس کے لیے بدی کو آسان کر دیا جائے گا پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت کی:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ (اللیل: ۱۰۔۵)	پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور (اپنے رب سے) ڈرا O اور نیک بات کی تصدیق کی O تو ہم اس کے لیے نیک راستہ کو آسان کر دیں گے O اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی O اور نیک بات کی تکذیب کی O تو ہم اس کے لیے (آخرت کی) تنگی کو آسان کر دیں گے O

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۶۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۷ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۴ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸)

جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ خطابی کی تقریر

علامہ ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو یہ خبر دی کہ اس باب میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور یہ ایسی چیز ہے جو ان چیزوں

Marfat.com

کے مشابہ نہیں ہے جن کا تمہیں علم ہے اور آپ نے لوگوں کو یہ خبر دی کہ ان کے دنیا میں اعمال آخرت کے انجام کی علامت ہیں؛ پس جس شخص کے لیے نیک اعمال آسان کر دیئے گئے تو اس کے لیے آخرت میں کامیابی کی توقع ہے اور جس کے لیے بُرے کام آسان کر دیئے گئے اس کے لیے آخرت میں ہلاکت کا خطرہ ہے اور یہ علم ظاہر کے اعتبار سے علامات ہیں اور یہ کسی انجام کو واجب نہیں کرتیں، کیونکہ اللہ سبحانہ نے غیب کے علم کو اپنی مخلوق سے مخفی رکھا ہے، جس طرح اس نے وقت وقوع قیامت کو مخلوق سے مخفی رکھا ہے، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کی بعض علامات بیان فرمائیں کہ اس زمانہ میں باندیوں سے ان کے مالک پیدا ہوں گے، اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیر ننگے بدن فقراء بکریوں کو چرانے والے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے، اسی طرح اس نے ظاہری اعمال کو اخروی انجام کی علامت بنا دیا۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۷ ص ۶۳۔۶۲، دار المعرفہ، بیروت)

نیز علامہ ابوسلیمان الخطابی لکھتے ہیں:

جب یہ کہا جاتا ہے کہ قضاء و قدر اللہ کی جانب سے ہیں تو لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہیں اور ان کا اپنے افعال میں کوئی اختیار نہیں ہے لیکن ان کا یہ گمان صحیح نہیں ہے، کیونکہ تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے عمل اور ان کے کسب کا پہلے سے علم ہوتا ہے اور خیر اور شر ہر چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور جن افعال کو بندے اختیار کرتے ہیں ان کو بھی پیدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۷ ص ۶۹)

جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ ابن بطال کی تقریر

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اہل سنت کے اس مؤقف کی دلیل ہے کہ سعادت اور شقاوت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، اس کے برخلاف قدریہ یہ کہتے ہیں کہ شر کو اللہ نے پیدا نہیں کیا اور اس حدیث میں جبریہ کا بھی رد ہے کیونکہ مجبور وہ شخص ہوتا ہے، جس سے کوئی فعل اس کی مرضی اور اس کی خواہش کے بغیر جبراً کرایا جائے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نیک بخت کے لیے نیک کام آسان کر دیئے جائیں گے اور بدبخت کے لیے بُرے کام آسان کر دیئے جائیں گے، اور کسی کام کو آسان کرنا اس کام پر مجبور کرنے کی ضد ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان کاموں کو معاف فرما دیا جن کاموں پر ان کو مجبور کیا گیا تھا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۹۸، تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۸۲) اور کسی کام کو آسان کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس کام کو اپنی پسند اور اپنی خواہش کے موافق کرے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۳۴۹، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ)

جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ عینی کی تقریر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سائل سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں یا کوئی اور صحابی، سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہر پیدا ہونے والے کے لیے جنت یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے تو پھر ہم عمل کی مشقت کیوں اٹھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہے کیونکہ جو شخص جس ٹھکانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے اس ٹھکانے کا عمل آسان کر دیا گیا ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب قضاء ازلی کا یہ تقاضا ہے تو پھر نیک کاموں پر تحسین اور ثواب اور بُرے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تحسین اور مذمت اچھائی اور بُرائی کے محل ہونے کے اعتبار سے ہوتی ہے، اچھائی اور بُرائی کے فاعل ہونے کے اعتبار سے نہیں ہوتی، جیسے کسی اچھی چیز کی تعریف کی جاتی ہے اور بُری

Marfat.com

چیز کی مذمت کی جاتی ہے اور رہا ثواب اور عقاب تو وہ باقی اُمور عادیہ کی طرح ہے اور جس طرح یہ کہنا درست نہیں ہے کہ لکڑی آ گ میں ڈالنے سے کیوں جلتی ہے اور ابتداءً کیوں نہیں جلتی' اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ بندہ کو بُرے کام کرنے پر عذاب کیوں ہوتا ہے اور ابتداءً عذاب کیوں نہیں ہوتا۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ اسلوب سے جواب دیا ہے اور لوگوں کو تقدیر پر تکیہ کرنے اور عمل ترک کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ عبودیت کے تقاضے سے ان پر جو عبادات لازم ہیں ان عبادات کو ادا کریں اور اُمور الٰہیہ میں تصرف نہ کریں اور عبادت کرنے اور عبادت ترک کرنے کو جنت اور دوزخ میں دخول کا سبب مستقل نہ قرار دیں' بلکہ ان کو فقط جنتی اور دوزخی ہونے کی علامت قرار دیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لوگوں کے جنتی یا دوزخی ہونے کو لکھ دیا ہے تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس لکھے ہوئے کو عمل ترک کرنے کی حجت بنا لیا جائے تو آپ نے انہیں یہ بتایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں' اور ایک چیز دوسری چیز کو باطل نہیں کرتی' ایک چیز باطنی ہے اور وہ علت موجبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری چیز علامت ظاہرہ ہے یعنی نیک اعمال کسی انسان کے جنتی ہونے کی ظاہری علامت ہیں اور آپ نے بتایا کہ ہر انسان کو جس ٹھکانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے' اس کے لیے اس ٹھکانے کا عمل آسان کر دیا ہے اور دنیا میں اس کا عمل اس کے آخرت کے ٹھکانے کی علامت ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا رزق مقدر کر دیا ہے' اس کے باوجود اس کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے حصول کے لیے کسب کرے اور کوشش کرے' اسی طرح ہر انسان کی مدت حیات مقدر کر دی ہے اس کے باوجود اس کو بیماریوں میں علاج کرنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح قدرتی آفات اور مصائب بھی مقدر ہیں' اس کے باوجود ان کے ازالہ کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے' پس جس طرح رزق کے مقدر ہونے کے باوجود اس کے حصول کے لیے کسب اور کوشش کو ترک نہیں کیا جاتا' اور موت کا وقت مقرر ہونے کے باوجود علاج کو ترک نہیں کیا جاتا اور مصائب کے مقدر ہونے کے باوجود ان کو دور کرنے کی دعاؤں کو ترک نہیں کیا جاتا' اسی طرح جنت یا دوزخ کے پیشگی مقدر ہونے کے باوجود ان کے حصول یا ان سے بچنے کی کوشش اور کسب کو ترک نہیں کیا جائے گا' خلاصہ یہ ہے کہ باطنی علت موجبہ کی وجہ سے ظاہری علامت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ص ۲۷۳۔۲۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جبر وقدر کے مسئلہ میں علامہ ابی مالکی کی تقریر

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سائل کے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جب ہر شخص کے آخرت کے ٹھکانے کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے اور جس چیز کی قضاء ازل میں ہو چکی ہے' اس کا نافذ ہونا ضروری ہے تو پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ہم عمل کرنے کو ترک کر دیتے ہیں' علامہ مازری نے کہا: اس شخص کو جو شبہ ہوا تھا وہی شبہ معتزلہ کو بھی ہوا اور انہوں نے کہا کہ بندہ اپنے اعمال کا خود خالق ہے' انہوں نے کہا: بندہ کی معصیت اور نافرمانی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کی قضاء سے ہو تو بندہ کو اس معصیت پر عذاب دینا کس طرح درست ہو گا اور جب بندہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کا فعل ہو اور اس کے پیدا کرنے سے ہو تو پھر بندہ سے اس کی اطاعت کو کیوں کر طلب کیا جائے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے شبہ کو زائل کیا اور اس شخص کے گمان کے برخلاف اس کو عمل کرنے کا حکم دیا اور اس کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لیے نیک اعمال کو آسان کر دیا ہے اور بدکار لوگوں کے لیے بُرے اعمال کو آسان کر دیا ہے اور ہمارے نزدیک انسان اپنے افعال کا کسب کرتا ہے اور وہ اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے' یعنی بندہ جس فعل

Marfat.com

کو اختیار کرتا ہے اور اس کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے اعمال کو آخرت میں اس کے جنتی یا دوزخی ہونے کی علامت بنا دے۔ اس تقریر سے جس طرح اس شخص کا شبہ زائل ہوتا ہے اسی طرح معتزلہ کا شبہ بھی زائل ہو جاتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۱۵-۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ نواوی کی تقریر

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہل سنت کے مذہب پر واضح دلیل ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تمام افعال خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں' نافع ہوں یا مضر ہوں' وہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے واقع ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ اللہ سے (اس کے فعل کے متعلق) سوال نہیں کیا جائے گا اور لوگوں سے (ان کے افعال کے متعلق) سوال کیا جائے گا ○ (الانبیاء: ۲۳)

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی کوئی علت اور سبب نہیں ہے۔

امام ابو المظفر السمعانی المتوفی ۴۸۹ھ نے کہا ہے کہ اس باب کی معرفت کا طریقہ کتاب اور سنت پر موقوف ہے' اس کو قیاس اور محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا' پس جو شخص کتاب اور سنت سے عدول کرے گا وہ گم راہ ہو جائے گا اور حیرت کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور وہ کسی ایسی چیز تک نہیں پہنچے گا جس سے اس کا دل مطمئن ہو کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے' ایک سر اور راز ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مخلوق سے مخفی رکھا ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان پر تقدیر کا مسئلہ منکشف ہو جائے گا اور اس سے پہلے منکشف نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنے سے منع فرمایا ہے' بلکہ احکام شرعیہ پر عمل کرنا واجب ہے اور ہر شخص آخرت میں جس ٹھکانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس پر آسان کر دیا جائے گا' قلم تقدیر کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے اور یہ لکھا ہوا لوحِ محفوظ میں ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت اور صفت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۰ ص ۶۷۰۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ قاضی عیاض کی تقریر

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عمل کرو' ہر شخص کے لیے وہ عمل آسان کر دیا جائے گا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اور آپ کا استدلال اس آیت سے ہے: "فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○" (اللیل: ۷) تو ہم اس کے لیے نیکی کو آسان کر دیں گے' اس حدیث اور اس آیت میں جبریہ کے خلاف حجت قاطعہ ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کا جنت یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: بلکہ ان کی قضاء کر دی گئی اور اس کو ان میں نافذ کر دیا گیا ہے۔

ہمارے ائمہ محققین نے کہا ہے کہ ان احادیث کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا جاننے والا ہے کہ کون اس کی اطاعت کرے گا تو وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور کون اس کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا' اور جو شخص جنت یا دوزخ کا مستحق ہوتا ہے' اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علم میں جنتی تھا تو وہ جنت کا مستحق ہو گیا یا وہ اللہ کے علم

Marfat.com

میں دوزخی تھا تو وہ دوزخ کا مستحق ہو گیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وجہ سے کسی شخص کو اپنی اطاعت یا معصیت پر مجبور کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے یہ علم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے یا اس کی معصیت کریں گے اور ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کے متعلق یہ علم ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے متعلق فرمایا:

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الاحقاف: ١٤) یہ ان کے ان کاموں کی جزاء ہے جن کو وہ دنیا میں کرتے تھے ○

اور اہل دوزخ کے متعلق فرمایا:

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○ (حٰم السجدہ: ٢٨) یہ اس کی سزا ہے کہ وہ دنیا میں ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ○

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ○ (النجم: ٣١) تاکہ اللہ بُرے لوگوں کو ان کے بُرے کاموں کی سزا دے اور جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں ان کو ان کی نیکیوں کی جزا دے ○

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے ثواب اور عذاب دیتا ہے' اور سب چیزوں کا اس کو پہلے سے علم ہوتا ہے' پس وہ جس پر رحم فرماتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے اور اس کے لیے نیک عمل آسان کر دیتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور کفر کرتا ہے وہ اس کو رسوا اور ناکام کر دیتا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا حکم دیا اور بُرائیوں سے روکا تاکہ اس کی اطاعت کرنے والا' اس کی اطاعت کر کے جنت میں داخل ہو جائے اور اس کی نافرمانی کرنے والا اس کی نافرمانی کر کے دوزخ میں داخل ہو جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کی آزمائش ہے تاکہ وہ دیکھے کہ بندے کیسا عمل کرتے ہیں اور یہ دیکھے کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے اور تاکہ حکم دینے اور منع کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور بندوں کے لیے ان کی ہدایت کا راستہ یا گم راہی کا راستہ آسان ہو جائے اور مزین ہو جائے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ (اللیل: ١٠-٥) پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور (اپنے رب سے) ڈرا ○ اور نیک بات کی تصدیق کی ○ تو ہم اس کے لیے نیک راستہ آسان کر دیں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی ○ اور نیک بات کی تکذیب کی ○ تو ہم اس کے لیے (آخرت کی) تنگی کو آسان کر دیں گے ○

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے متعلق فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ (الحجرات: ٨-٧) لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو پسندیدہ بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا اور کفر اور فسق اور معصیت کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا' یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ○ اللہ کے فضل اور اس کے انعام سے۔

اور کفار اور بدبختوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ○ (النمل: ۴)

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے' پس وہ بھٹک رہے ہیں○

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۔ (فاطر: ۸)

پس کیا جس شخص کے لیے اس کے بُرے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں وہ ان (بُرے اعمال) کو اچھا سمجھنے لگتا ہے' سو بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گم راہی میں رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

پس ان میں سے کوئی شخص بھی اپنے عمل میں مجبور نہیں ہے' جیسے جبریہ کہتے ہیں اور نہ ہی قدریہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان جو چاہے وہ کرسکتا ہے خواہ اللہ چاہے یا نہ چاہے۔

جبر وقدر کے مسئلہ میں مصنف کی تقریر

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے' انسان کا بھی خالق ہے اور اس کے اعمال کا بھی خالق ہے اور وہ انسان کے اسی فعل کو پیدا کرتا ہے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے' اب سوال یہ ہے کہ انسان کے اختیار اور ارادہ کو کون پیدا کرتا ہے؟ اگر اس کے اختیار کو انسان پیدا کرتا ہے تو یہ قدریہ کا مذہب ہے اور اگر انسان کے اختیار کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے تو پھر یہ جبریہ کا مذہب ہے' متکلمین نے اس اعتراض سے جان چھڑانے کے لیے کہا کہ اختیار اور ارادہ حال ہے اور حال ان کی اصطلاح میں بالذات موجود ہے نہ بالذات معدوم ہے اور ایسی چیز خلق کے تحت نہیں آتی' احداث کے تحت آتی ہے' لہٰذا اختیار اور ارادہ کا خلق نہیں ہوتا کہ جبر لازم آئے بلکہ اس کا احداث ہوتا ہے اور اختیار اور ارادہ کا محدث خود انسان ہے اور بعض متکلمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اختیار اور ارادہ کے سوا اس کے تمام افعال کا خالق ہے اور قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۔ (الرعد: ۱۶)

آپ کہیے: اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

اس آیت میں ہر چیز کے عموم سے انسان کا اختیار اور ارادہ مستثنیٰ ہے' یعنی انسان کے اختیار کے سوا اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن یہ دونوں جواب اقناعی ہیں تحقیقی نہیں ہیں' ان سے اصل اشکال کی گرہ نہیں کھلتی لیکن اگر ان جوابوں کو نہ مانا جائے تو پھر جبر لازم آئے گا' اور اگر جبر کو مان لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ انسان کے ارادہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور انسان مجبور محض ہے تو پھر سوال ہوگا کہ جب انسان کو نیکی کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی کرنے اور بُرائی ترک کرنے کا حکم کیوں دیا اور اس حکم کو پہنچانے کے لیے نبی اور رسول کیوں بھیجے' کتابیں کیوں نازل کیں' جنت اور دوزخ کیوں بنائی' حساب اور کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ ہم جو بھی کام کرتے ہیں اپنی مرضی اور خوشی سے کرتے ہیں حالانکہ جبر میں تو زبردستی کرایا جاتا ہے' پھر جب اہل قدر کی بات صحیح ہے نہ اہل جبر کی تو پھر ہمیں اس اشکال کو حل کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے' جیسا کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ عقدہ ہم سے دنیا میں حل نہیں ہوگا' آخرت میں ہم پر یہ مسئلہ منکشف ہو جائے گا' تاہم یہ سوال پھر بھی ہوگا کہ اس مسئلہ میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟ تو ہمارے لیے اجمالی طور پر اتنا مان لینا کافی ہے کہ ہمارا اور ہمارے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ہم احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں مجبور نہیں ہیں' ہم اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے۔ ہم چونکہ تمام کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں اس لیے جبر نہیں ہے اور چونکہ ہمیں یہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے' اس لیے قدر نہیں ہے۔ ہم ان دقیق

Marfat.com

ابحاث میں نہیں پڑتے کہ اس اختیار کی کیا صفت ہے اور کیا کیفیت ہے؟ ہم نے اس مسئلہ میں جن مشاہیر مفسرین اور محدثین کی تحقیقات پیش کی ہیں' ان کا بھی یہی مآل ہے۔

الدھر:۳۱ میں فرمایا: وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O

جنت میں دخول کا ظاہری اور حقیقی سبب

اس آیت میں رحمت سے مراد ایمان ہے یا جنت ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: وہ جس کو چاہتا ہے ایمان میں داخل فرماتا ہے' یعنی ازل میں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لائے گا اس کو ایمان میں داخل فرمائے گا' یا رحمت سے مراد جنت ہے' سو اس کا معنی ہے: جنت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے' اور اس کے فضل اور احسان سے ہے' بندے کے نیک اعمال کے سبب سے اور اس کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جنت میں دخول کا سبب حقیقی ہے اور جن آیات میں جنت کا دخول اعمال کے سبب سے فرمایا ہے' اس سے مراد سبب ظاہری اور سبب صوری ہے۔

اور فرمایا ہے: اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے لوگوں کے لیے فیصلہ فرما دیا ہے' نیکوکاروں کے لیے جنت میں دخول مقدر کر دیا ہے اور کفار اور فجار کے لیے دوزخ تیار کر دی ہے۔

سورۃ الدھر کی تفسیر کا اختتام

الحمدللہ رب العٰلمین! آج ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ جولائی ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ بعد از نمازِ ظہر سورۃ الدھر کی تفسیر مکمل ہو گئی' ۲۷ جون کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح انیس دن میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اے میرے رب! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر مکمل کرا دی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور شرح صحیح مسلم اور تفسیر تبیان القرآن کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھیں اور میری اور میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمائیں۔

آج آٹھ ربیع الثانی ہے' آج ہی کی تاریخ کو دو سال پہلے میری والدہ محترمہ کی وفات ہوئی تھی' آج ان کی دوسری برسی ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میری امی کو پہنچا دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ المرسلات

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام المرسلات ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ہے اور اس سورت کا نام اس کے ایک جز پر رکھ دیا ہے اس سورت کی ابتدائی چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف النوع ہواؤں اور فرشتوں کی قسم کھائی ہے:

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ (المرسلات: ۴۔۱)

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں ○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں ○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں ○ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو جدا کرنے والے ہیں ○

امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں عکرمہ اور الحسن سے روایت کیا ہے کہ سورۃ المرسلات مکہ میں نازل ہوئی' حافظ سیوطی نے بھی ''الاتقان'' میں اسی طرح لکھا ہے' جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداء میں مکہ میں نازل ہوئیں تھیں' کیونکہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں چھپے ہوئے تھے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۷۷ ہے۔ اس سورت کی ایک آیت ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ○ (المرسلات: ۴۸)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ○

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے مشرکین کا ذکر ہے اور مشرکین سے نماز پڑھنے کے لیے نہیں کہا جاتا تھا' بلکہ ایمان لانے کے لیے کہا جاتا تھا لیکن اس بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور پھر نماز پڑھو اس کی پوری بحث المدثر: ۴۴۔۲۳ میں گزر چکی ہے۔ (التحریر والتنویر جز ۲۹ ص ۴۱۸' تیونس)

سورت المرسلات کے متعلق احادیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت سورۃ المرسلات نازل ہوئی' اس وقت ہم آپ کے ساتھ تھے اور ہم آپ کے منہ سے سن کر اس سورت کو یاد کر رہے تھے' اس وقت ایک سانپ نکلا' ہم اس کو مارنے کے لیے دوڑے' وہ جلدی سے ایک سوراخ میں گھس گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳۴)

Marfat.com

حضرت عمر نے فرمایا: یہ واقعہ منیٰ کے ایک غار میں پیش آیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے' اس وقت آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی' ہم نے آپ کے منہ سے اس سورت کو سن کر یاد کیا' اس وقت آپ کا منہ اس سورت کی تلاوت سے تر تھا' پھر اچانک ایک سانپ نکل آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس سانپ کو مار ڈالو' ہم اس کی طرف جھپٹے' وہ ہم سے نکل گیا' آپ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان سے سنا: وہ ''وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا'' پڑھ رہے تھے' وہ کہنے لگیں: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تمہارے اس سورت کی تلاوت کرنے نے مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۶۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۱۰' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۸۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۸۳۱)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن مردویہ عمرو بن شعیب سے' وہ اپنے والد محمد اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہواؤں کی آٹھ اقسام ہیں' ان میں سے چار قسمیں عذاب کی ہیں اور چار قسمیں رحمت کی ہیں' پس جو ہوائیں عذاب کی ہیں' وہ یہ ہیں: (۱) العاصف (۲) الصرصر (۳) العقیم (۴) القاصف اور جو ان میں سے رحمت کی ہیں' وہ یہ ہیں: (۱) الناشرات (۲) المبشرات (۳) المرسلات (۴) الذاریات۔ اللہ تعالیٰ مرسلات کو بھیجتا ہے' وہ بادل کو پھیلا دیتی ہے' پھر مبشرات کو بھیجتا ہے' وہ بادلوں میں پانی داخل کرتی ہیں' پھر ذاریات کو بھیجتا ہے' وہ بادل کو اٹھاتی ہیں اور اس سے پانی ٹپکاتی ہیں' پھر بارش ہوتی ہے پھر ناشرات کو بھیجتا ہے' وہ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہاں بادل کو لے جاتی ہیں۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۳۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

جو چار عذاب کی ہوائیں ہیں' ان کے معانی حسب ذیل ہیں:

(۱) العاصفات کا معنی ہے: بہت تیز چلنے والی ہوائیں' آندھیاں (۲) الصرصر' بہت تیز چلنے والی آندھی یا بہت سرد ہوا (۳) العقیم' وہ ہوا جو بے برکت اور بے فیض ہو (۴) القاصف' نہایت تیز اور شدید گرج دار ہوا۔

سورۃ المرسلات کے مشمولات

☆ جس طرح عموماً مکی سورتوں میں قیامت' حشر ونشر اور احوالِ آخرت بیان کیے جاتے ہیں' اسی طرح المرسلات میں بھی ان مضامین کو بیان کیا گیا ہے' اور مرنے کے بعد زندہ کرنے پر دلائل قائم کیے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی توحید پر دلائل قائم کیے ہیں' کفار اور مؤمنین کے اخروی انجام کو بیان فرمایا ہے' کفار کو ان کے بعض اعمال پر ملامت کی ہے اور بعض اُمورِ غیبیہ بیان فرمائے ہیں۔

☆ المرسلات: ۷۔۱ میں ہواؤں اور فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔

☆ المرسلات: ۱۵۔۸ میں وقت وقوعِ قیامت کی علامات بیان فرمائی ہیں۔

☆ المرسلات: ۲۸۔۱۶ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اپنی قدرت کو دلائل سے بیان فرمایا ہے اور گزشتہ اُمتوں کی ہلاکت کو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار پر کفار کو ڈرایا اور دھمکایا ہے۔

Marfat.com

☆ المرسلات: ۴۰-۲۹ میں مجرمین کا ٹھکانا اور کافروں کا عذاب بیان فرمایا ہے۔

☆ المرسلات: ۴۵-۴۱ میں مؤمنین متقین کی نعمتوں کا بیان فرمایا ہے اور دائمی جنتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو متعدد انواع سے اپنا فضل اور احسان فرمایا ہے اور ان کی تکریم کی ہے اس کا بیان فرمایا ہے۔

☆ المرسلات: ۵۰-۴۶ میں کفار کے بعض اعمال پر ان کو سرزنش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ محض اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

سورۃ المرسلات کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ المرسلات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صداقت پر قائم رکھنا اور باطل اور ناحق سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی-۳۸
۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ جولائی ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سورة المرسلات مكية ۷۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آياتها ۵۰ ركوعاتها ۲

سورۃ المرسلات مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں ○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں ○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو)

نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ

پھیلاتی ہیں ○ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو جدا کرنے والے ہیں ○ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں ○

نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾

حجت قائم کرنے کی وجہ سے یا عذاب سے ڈرانے کی وجہ سے ○ بے شک جس (قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے ○ پس

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا

جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے ○ اور آسمان کو چیر دیا جائے گا ○ اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے ○ اور جب

الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾

رسولوں کے حاضر ہونے کا وقت آ جائے گا ○ کس دن کے لیے مدت مقرر کی گئی تھی؟ ○ فیصلہ کے دن کے لیے ○

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟ ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا تھا؟ ○ پھر ہم ان کے بعد والے لوگوں کو لاتے رہے ○

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں ○ اس دن تکذیب

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾

کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ○

Marfat.com

فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ق

پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا O ایک مدت معین تک O پھر ہم نے اندازہ کیا

فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ

سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O کیا ہم نے

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّ جَعَلْنَا

زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا O زندوں اور مُردوں کے لیے O اور ہم نے

فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

اس میں بلند اور بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تم کو میٹھا پانی پلایا O

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰی مَا كُنْتُمْ

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O چلو اس (دوزخ) کی طرف جس کو تم

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ

جھٹلاتے تھے O چلو اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں

شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ

والا ہے O وہ نہ (ٹھنڈا) سایا فراہم کرنے والا ہے نہ شعلہ سے بچاتا ہے O بے شک دوزخ محل

بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ

کے برابر انگارے پھینکتی ہے O گویا وہ زرد اونٹ ہیں O اس دن تکذیب کرنے

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ

والوں کے لیے ہلاکت ہے O یہ وہ دن ہے جس میں وہ (نفع آور) بات نہ کرسکیں گے O اور نہ انہیں عذر پیش

فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا یَوْمُ

کرنے کی اجازت دی جائے گی O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O یہ فیصلہ کا

Marfat.com

الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

دن ہے' جس میں ہم نے تم کو اور پہلوں کو جمع کیا ہے O اگر تم کوئی چال چلنا چاہتے ہو تو

فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ع ۱ ۲۱

میرے خلاف چال چلو O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں O پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں O پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں O پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو جدا کرنے والے ہیں O پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں O حجت قائم کرنے کی وجہ سے یا عذاب سے ڈرانے کی وجہ سے O بے شک جس (قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے O (المرسلات: ۷۔۱)

جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ جس قیامت کے واقع ہونے کا اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے' وہ ضرور آنے والی ہے' ان پانچ چیزوں کے ناموں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا' لیکن ان کی صفات کا ذکر فرمایا ہے' اور ان کے موصوف کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: ان کا موصوف ہوائیں ہیں' بعض نے کہا: ان کا موصوف فرشتے ہیں' بعض نے کہا: ان کا موصوف قرآن مجید ہے' بعض نے کہا: ان کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہیں اور جمہور مفسرین نے یہ کہا کہ پہلی تین صفات کا موصوف ہوائیں ہیں اور بعد کی دو صفات کا موصوف فرشتے ہیں' امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر وغیرہم کا یہی مختار ہے اور ہم نے بھی اسی کے موافق ان آیات کا ترجمہ کیا ہے' ہم پہلے ان صفات کے معانی ذکر کریں گے' پھر ہر احتمال کے موافق ان آیات کا محمل بیان کریں گے۔

المرسلات: ۵۔۱ کے الگ الگ محامل

المرسلات: ۱ میں فرمایا: "وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا" "المرسلات" کا معنی ہے: جن کو بھیجا گیا ہو' خواہ وہ ہوائیں ہوں یا فرشتے ہوں یا قرآن مجید ہو یا انبیاء علیہم السلام ہوں اور "عرفًا" کے دو معنی ہیں: نیکی اور تواتر اور تسلسل۔ اب اگر اس کا معنی نیکی اور بھلائی ہو اور اس صفت کا موصوف ہوائیں ہوں تو اس کا معنی ہے: جو ہوائیں نیکی اور بھلائی کے ساتھ چلتی ہیں' اور اگر اس صفت کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ فرشتے جو مسلمانوں کے پاس اللہ کی رحمت لے کر پہنچے' اور اگر اس کا موصوف قرآن مجید ہو تو اس کا معنی ہے: قرآن مجید جو رحمت کے ساتھ نازل کیا گیا' اور اگر اس کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہوں تو وہ رحمت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور وہ "عرفًا" یعنی معروف کاموں کی تلقین اور تبلیغ کرتے ہیں۔

اور اگر "عرفًا" کا معنی تواتر اور تسلسل ہو اور اس کا موصوف ہوائیں ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ ہوائیں جو مسلسل چلائی جاتی ہیں اور اگر اس کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ فرشتے جن کو مسلسل بھیجا گیا اور اگر اس کا موصوف قرآن مجید ہو تو اس کا معنی ہے: قرآن مجید کی آیات جو تواتر کے ساتھ نازل کی گئیں اور اگر اس کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ انبیاء علیہم السلام جو مسلسل ہدایت دینے کے لیے آتے رہے۔

Marfat.com

المرسلات: ۲ میں فرمایا: ''فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا''۔ ''عاصف'' کا معنی: تند و تیز ہوا' آندھی' اگر اس کا موصوف ہوا ہو تو پھر اس کا معنی ظاہر ہے کہ سخت آندھی چیزوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے' جیسے سخت اور تیز آندھی نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا تھا اور اگر اس کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ فرشتے جو تیزی کے ساتھ آندھی کی طرح آئے یا وہ آندھی کی طرح تیزی سے کفار کی روحوں کو لے گئے' اور اگر اس کا موصوف قرآن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ ابتداء میں قرآن کا نظام ضعیف ہوتا ہے لیکن وہ بہ تدریج آندھی کی طرح شدید ہو جاتا ہے اور باطل کے تمام مکر اور سازشوں کو اُڑا کر لے جاتا ہے اور اگر اس کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہوں تو اس کا معنی ہے: ابتداء میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اور تبلیغ میں نرمی ہوتی ہے' پھر بہ تدریج ان کی تعلیم اور تبلیغ میں شدت اور سختی آتی جاتی ہے۔

المرسلات: ۳ میں فرمایا: ''وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا''۔ ''نشر'' کا معنی پھیلانا ہے' اگر اس کا موصوف ہوائیں ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر بارش لاتی ہیں اور اگر اس کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ فرشتے جو زمین پر اترنے کے لیے اپنے پر پھیلاتے ہیں یا احکامِ شرعیہ کو زمین میں پھیلاتے ہیں یا وہ فرشتے جو قیامت کے دن لوگوں کے صحائف اعمال کو پھیلائیں گے اور اگر اس کا موصوف قرآن مجید ہو تو اس کا معنی ہے: قرآن مجید کی آیات نے حکمت' ہدایت اور نصیحت کو تمام دنیا کے لوگوں کے دلوں میں پھیلا دیا اور اگر اس کا موصوف انبیاء ہوں تو اس کا معنی ہے: انبیاء علیہم السلام نے اپنے دین اور اپنی شریعت کو تمام دنیا میں پھیلا دیا۔

المرسلات: ۴ میں فرمایا: ''فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا''۔ ''الفارقات'' کا معنی ہے: فرق کرنے والے اور جدا جدا کرنے والے' اگر اس کا موصوف ہوائیں ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھاڑ کر اس کے ٹکڑے جدا جدا کر دیتی ہیں اور اگر اس کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: وہ فرشتے جو حق اور باطل کے درمیان تفریق کر دیتے ہیں' اور اگر اس کا موصوف قرآن مجید ہو تو قرآن مجید کی آیات بھی حق اور باطل کے درمیان تفریق کر دیتی ہیں اور اگر اس کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہوں تو وہ بھی حق اور باطل اور توحید اور الحاد کے درمیان فرق کر دیتے ہیں۔

المرسلات: ۵ میں فرمایا: ''فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا''۔ ''الملقیٰت'' کا معنی ہے: پیش کرنے والے' پہنچانے والے' اگر اس کا موصوف ہوائیں ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ عقل والا یہ دیکھے گا کہ جب زور کی آندھی چلتی ہے تو وہ بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں کو منہدم کر دیتی ہے' مضبوط اور تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے' سمندر میں موجوں کو اٹھا کر طوفان لے آتی ہے' سو ان اُمور کا مشاہدہ کر کے وہ خوف زدہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کے ذکر کی پناہ میں آئے گا اور اس طرح یہ معنی صادق آئے گا کہ ہوائیں دلوں میں اللہ کے ذکر کو ڈالتی ہیں' اور اگر اس کا موصوف فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے ذکر کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں اور اگر اس کا موصوف قرآن مجید ہو تو پھر اس کا معنی ظاہر ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہیں' اور اگر اس کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دعوت دیتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس کی طرف راغب کرتے ہیں۔

المرسلات: ۶ میں فرمایا: حجت قائم کرنے کی وجہ سے یا عذاب سے ڈرانے کی وجہ سے O

رسولوں کو مبعوث فرمانے کی حکمت

یعنی جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے پیغام کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں یا انبیاء علیہم السلام مخلوق کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہ اس لیے ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے تاکہ کل قیامت کے دن جب کسی شخص سے پوچھا جائے: تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے یا تم نے بُرے اعمال ترک کیوں نہیں کیے یا نیک اعمال کیوں نہیں کیے؟ تو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچے ہی نہیں تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء:۱۶۵)

ہم نے ثواب کی بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔

یا رسولوں کو اس لیے احکام دے کر لوگوں کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو عذاب سے ڈرا کر بُرے اعمال ترک کرنے اور نیک اعمال کرنے پر آمادہ کریں۔

المرسلات: ۷ میں فرمایا: بے شک جس (قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے O

اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدہ کا پورا ہونا

یہ اس سے پہلی کھائی ہوئی قسموں کا جواب ہے یعنی ہواؤں فرشتوں قرآن اور نبیوں کی قسم! تم سے جس قیامت کے وقوع کا وعدہ کیا گیا وہ ضرور واقع ہونے والی ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم کو جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے تو وہ عذاب تم پر ضرور واقع ہوگا یا تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ تم کو مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا سو تم سے کیا ہوا وہ وعدہ ضرور پورا کیا جائے گا اس کے بعد کی آیتوں میں قیامت کے وقوع کی علامات بیان فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے O اور آسمان کو چیر دیا جائے گا O اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیئے جائیں گے O اور جب رسولوں کے حاضر ہونے کا وقت آ جائے گا O کس دن کے لیے مدت مسرر کی گئی تھی O فیصلہ کے دن کے لیے O اور آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O (المرسلات: ۱۵۔۸)

قیامت کے وقوع کی علامات

اس سے پہلی آیت میں قیامت کے وقوع کا بیان فرمایا تھا اور ان آیات میں قیامت کے وقوع کی علامات بیان فرمائی ہیں:

المرسلات: ۸ میں ''طمست'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مٹا دینا اور نیست و نابود کر دینا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ (الانفطار:۲) — اور جب ستارے جھڑ جائیں گے O

اور اس کا معنی مٹانا اور بے نور کرنا بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۙ (التکویر:۲) — اور جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے O

المرسلات: ۹ میں فرمایا: اور آسمان کو چیر دیا جائے گا O

اس آیت میں ''فرجت'' کا لفظ ہے ''فرج'' کا معنی پھاڑنا اور شق کرنا ہے قرآن مجید میں آسمانوں کے پھٹنے کا ذکر ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ (الانشقاق:۱) — اور جب آسمان شق ہو جائے گا O

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ . (الفرقان:۲۵) — اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا۔

المرسلات: ۱۰ میں فرمایا: اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیئے جائیں گے O

Marfat.com

اس آیت میں "نسفت" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دینا' قرآن مجید میں ہے:

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ (طٰہٰ:۱۰۵) اور وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں پس آپ کہیے کہ میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا ○

المرسلات: ۱۱ میں فرمایا: اور جب رسولوں کے حاضر ہونے کا وقت آ جائے گا ○

اس آیت میں "اقتت" کا لفظ ہے' یہ اصل میں "وقتت" ہے اور "وقت" سے بنا ہے' مجاہد اور زجاج نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہے جس میں رسول اپنی امت کے لیے گواہی پر پیش ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہو جب انبیاء علیہم السلام حصولِ ثواب کے لیے جمع ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہو جب رسولوں کی امتوں سے پوچھا جائے گا کہ جب انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کی تو انہوں نے کیا جواب دیا؟ اور رسولوں سے بھی سوال کیا جائے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَنَسْــَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الاعراف:۶) پس ہم ان سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے ○

اور یہ وہ وقت ہو گا جب نبی علیہ السلام جنت اور دوزخ کا' صحائف اعمال کے پیش کرنے کا' حساب کا' میزان پر اعمال کے وزن کا اور قیامت کے تمام اُمور کا مشاہدہ کریں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (الزمر:۶۰) اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' کیا تکبر کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟ ○

کفارِ قریش کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا

المرسلات: ۱۲ میں فرمایا: کس دن کے لیے مدت مقرر کی گئی تھی؟ ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی عظمت کو بیان فرمایا ہے' اس دن کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مؤخر فرمایا' تا کہ تمام لوگوں کے اعمال اور ان کے اعمال کے ذرائع اور وسائل منقطع ہو جائیں اور پھر لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء اور سزا دی جائے' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی' ان کو سزا دی جائے اور جن لوگوں نے اس کی توحید کی تصدیق کی ان کو جزا دی جائے' اس دن قیامت کی ہولناکیاں ظاہر ہوں گی اور لوگوں کے سامنے ان کے صحائف اعمال میزان پر پیش کیے جائیں گے۔

المرسلات: ۱۳ میں فرمایا: فیصلہ کے دن کے لیے ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس دن رحمٰن مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الدخان:۴۰) بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقرر کر لیا گیا ہے ○

المرسلات: ۱۴ میں فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟ ○

یعنی آپ کو فیصلہ کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کو کس نے بتایا ہے؟

المرسلات: ۱۵ میں فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○

Marfat.com

''ویل'' کا معنی

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید کی تکذیب کرتے تھے' اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے پیغام اور ان کی دی ہوئی خبروں کی تکذیب کرتے تھے اور قیامت کی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کی تکذیب کرتے تھے' ان کے لیے ''ویل'' ہے یعنی عذاب' ہلاکت اور رسوائی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ ''ویل'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر نے کہا کہ ''ویل'' جہنم میں ایک وادی ہے جس میں انواع واقسام کا عذاب ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب دوزخ کی آگ شکستہ ہوگی تو دوزخ کا ایک انگارہ لے کر اس پر مارا جائے گا اور پھر دوزخ کی آگ ایک دوسرے کو کھا جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے جہنم کو پیش کیا گیا تو میں نے ویل سے بڑی اس میں کوئی وادی نہیں دیکھی' اور یہ بھی روایت ہے کہ ویل وہ جگہ ہے جس میں تمام دوزخیوں کی قے اور ان کی پیپ کو جمع کیا جائے گا' اور اس میں سے تھوڑی تھوڑی پیپ بہتی رہے گی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ٢٧٨٤٥) اور لوگوں کو معلوم ہے کہ سب سے بُری اور گندی جگہ وہ ہوتی ہے جہاں پر بدبودار نجاست اور غلاظت اور بول اور براز کو ڈالا جائے' سو تمام دوزخیوں کی بدبودار نجاستوں اور غلاظتوں کو دوزخ کی اس وادی میں ڈالا جائے گا' جس کا نام ویل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ٢٩ ص ١٢٨' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا تھا؟ O پھر ہم ان کے بعد والے لوگوں کو لاتے رہے O ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ O پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ پر رکھا O ایک مدت معین تک O پھر ہم نے اندازہ کیا سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O (المرسلات: ٢٤-١٦)

کفارِ قریش کو گزشتہ کافروں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہلی امتوں میں جتنے بھی کفار تھے ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا' پھر ان کے بعد جو کفار آئیں گے ان کو بھی ہم پہلوں کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں' جیسا کہ جنگ بدر میں ستر مشرکین قتل کر دیے گئے اور بعد میں جو لوگ کفر پر مر گئے' ان کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا اور یہ کفار اگرچہ دنیا میں ہلاک کر دیے گئے یا ان کو دنیا میں عذاب دیا گیا' لیکن سب سے بڑا عذاب ان کو قیامت کے دن ہوگا' اسی لیے المرسلات: ١٩ میں فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

المرسلات: ٢٤-٢٠ میں فرمایا: کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ O پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا O ایک مدت معین تک O پھر ہم نے اندازہ کیا سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O

کفارِ قریش کو حیات بعد الموت پر قدرت سے ڈرانا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے تم کو ابتداءً پیدا فرمایا ہے' سو وہ تم کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے' سو جب وہ تم کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر اس نے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں' ان کے مقابلہ میں تمہاری اطاعتوں اور عبادتوں کا حساب لے گا۔

Marfat.com

اس نے تم کو حقیر پانی کی بوند سے پیدا فرمایا' پھر اس نے تم کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا اور وہ جگہ رحم ہے کیونکہ جس پانی سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ پانی رحم میں رہتا ہے اور جس پانی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا وہ رحم سے خارج ہو جاتا ہے' اور رحم میں وہ ایک معین مدت تک رہتا ہے اور وہ مدت وقت ولادت ہے اور کتنی مدت میں بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے' پھر فرمایا: پھر ہم نے اندازہ کیا سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ بچہ کی پیدائش کے لیے جس مدت کا اندازہ فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے' عام طور پر حمل کی مدت نو ماہ ہوتی ہے' اس مدت میں پیٹ میں بچہ بہ تدریج نشو ونما کے مراحل طے کرتا ہے اور اس کی ماں بہ تدریج اس کا بوجھ اٹھانے کی عادی ہو جاتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے' ورنہ اگر استقرار نطفہ کے فوراً بعد ۴ پونڈ کا بچہ بن جاتا تو عورت کو اچانک اس بوجھ کو اٹھانے میں بھی بڑی تکلیف ہوتی اور وضع حمل کے وقت بھی بہت تکلیف ہوتی' اخیر میں پھر فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہ تدریج پیدائش کی جو نعمت عطا کی ہے' اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا O زندوں اور مردوں کے لیے O اور ہم نے اس میں بلند اور بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تم کو میٹھا پانی پلایا O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O (المرسلات: ۲۸۔۲۵)

کفارِ قریش کو ان کے اندر رکھی ہوئی نعمتوں اور ان کے باہر رکھی ہوئی نعمتوں کے شکر ادا نہ کرنے کے عذاب سے ڈرانا

المرسلات: ۲۵ میں ''کفاتا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سب کو سمیٹنے کی جگہ' زمین زندہ انسانوں کو اپنے اوپر سمیٹے ہوئے ہے اور مردہ انسانوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے' مکان زندہ انسانوں کو سمیٹتے ہیں اور قبریں مردہ انسانوں کو سمیٹتی ہیں' ''کفت'' کا معنی ہے: ظرف اور زمین زندہ اور مردہ انسانوں کا ظرف ہے' ''کفات'' جمع کرنے کے مقام کو بھی کہتے ہیں اور زمین زندہ اور مردہ انسانوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ لغت میں ''کفت'' کا معنی ہے: کسی چیز کا رخ پھیر دینا' نیچے میں دبوچ لینا' جمع کرنا' حفاظت کرنا' اڑنے کے ارادہ سے پرندہ کا بازو سمیٹنا' روک کے رکھنا' حدیث میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمروا الانية واوكئوا الاسقية واجيفوا الابواب واكفتوا صبيانكم بالليل.

برتن ڈھانپ کر رکھو' مشکوں کا منہ باندھ کر رکھو' دروازے بند رکھو اور رات کو بچوں کو روک کے رکھو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۱۶) (المفردات ج ۲ ص ۵۵۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا ذکر فرمایا کیونکہ ہمارے باہر کی چیزوں میں جو چیز ہم سے سب سے زیادہ قریب ہے وہ زمین ہے' اور ''کفاتا'' کا معنی ہے: سمیٹنا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندوں اور مُردوں کا ذکر فرمایا ہے یعنی زمین نے تمام زندوں اور مردوں کو سمیٹ رکھا ہے' یعنی زندہ انسان زمین پر گھروں میں رہتے ہیں اور مردہ انسان زمین میں بنائی ہوئی قبروں میں رہتے ہیں اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کے جو فضلات ہوتے ہیں اور گندی بدبودار چیزیں ہوتی ہیں ان سب کو زمین سمیٹ لیتی ہے اور انسان کو زندہ رہنے کے لیے جس قدر خوراک کی ضرورت ہوتی ہے' خواہ وہ غلہ ہو یا پھل ہوں وہ سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور زمین بے شمار زندوں اور لاتعداد مُردوں کی کفیل ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو مُردے زمین میں مدفون ہیں' وہ زمین میں محفوظ ہیں اور جو چیز محفوظ ہو اس کو چرانے سے ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' لہٰذا جو شخص کسی مردے کا کفن چرائے اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے۔

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر الفرقان: ۵۳ میں گذر چکی ہے' سو انسانوں پر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور جن لوگوں نے اپنے منعم کو نہیں پہچانا اور اس کی تکذیب کی ان کے لیے قیامت کے دن ہلاکت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چلو اس (دوزخ) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے ○ چلو اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے ○ وہ نہ (ٹھنڈا) سایا فراہم کرنے والا ہے نہ شعلہ سے بچاتا ہے ○ بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے پھینکتی ہے ○ گویا وہ زرد اونٹ ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ (المرسلات: ۳۴-۲۹)

کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا

ان آیات سے بھی کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے' سو ان آیتوں میں ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے' دنیا میں کفار آخرت کے عذاب کا انکار کرتے تھے' اس لیے آخرت میں دوزخ کے محافظ ان سے کہیں گے: چلو اس عذاب کی طرف جس کا تم انکار کرتے تھے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق کے سروں کے قریب ہوگا' اور اس دن لوگوں کے جسموں پر لباس نہیں ہوگا اور سورج کی گرمی سے ان کے بدن جھلس رہے ہوں گے' پھر جس پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے گا' اس کو اپنے سائے میں رکھے گا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ (الطور: ۲۷)

(جنتی لوگ کہیں گے:) سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا اور ہمیں تند و تیز گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا ○

دوزخ کے دھوئیں کی تین شاخوں کے محامل

کفار اور مکذبین سے کہا جائے گا: اب چلو اللہ کے اس عذاب کی طرف جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے تھے اور دوزخ کے دھوئیں کی طرف چلو' اللہ تعالیٰ نے اس دھوئیں کے سائے کی کئی صفات بیان فرمائی ہیں' یہاں فرمایا ہے: ''الی ظل ذی ثلاث شعب'' اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔

دھوئیں کی تین شاخوں کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اوپر بھی آگ ہوگی اور ان کے نیچے بھی آگ ہوگی اور آگ ان کو محیط بھی ہوگی اور اس آیت میں آگ کو مجازاً سایا فرمایا ہے کیونکہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی' قرآن مجید میں ہے:

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ○ (الزمر: ۱۶)

کفار کے لیے اوپر سے بھی آگ کے سائے (سائبان) اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائے ہوں گے' یہی عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے' اے میرے بندو! پس مجھ سے ڈرتے رہو ○

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ. (العنکبوت: ۵۵)

جس دن ان کو عذاب ان کے اوپر سے بھی ڈھانپ لے گا اور ان کے پیروں کے نیچے سے بھی۔

(۲) قتادہ نے کہا: تین شاخوں سے مراد دھوئیں کی تین جانبیں ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ (الکہف: ۲۹)

بے شک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی۔

Marfat.com

آگ کی کی قناتوں سے مراد دھواں ہے' پھر اس دھوئیں کی ایک شاخ ان کی دائیں جانب ہوگی اور دوسری شاخ ان کی بائیں جانب ہوگی اور تیسری شاخ ان کے سروں پر ہوگی۔

امام رازی فرماتے ہیں: یہ اس لیے ہے کہ غضب انسان کی دائیں جانب سے ہوتا ہے اور شہوت انسان کی بائیں جانب ہوتی ہے' اور قوتِ شیطانیہ اس کے دماغ میں ہوتی ہے' اور تمام افعال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں ان کا منبع اس کے عقائد میں ہوتا ہے اور اس کے اعمال ان ہی تین قسموں پر مشتمل ہوتے ہیں' پھر ان تین مصادر سے تین ظلمات پیدا ہوتی ہیں اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہاں پر تین درجات ہیں: حس' خیال اور وہم اور یہ عالم قدس سے روح کے استفادہ نور سے مانع ہوتے ہیں اور ان تین درجات میں سے ہر درجہ کے لیے ایک خاص قسم کی ظلمت ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٧٧٤)

(٣) بعض علماء نے یہ کہا کہ دھوئیں کی تین شاخوں سے مراد یہ ہے کہ وہ دھواں بہت عظیم ہوگا اور چونکہ وہ دھواں بہت عظیم ہو گا' اس لیے وہ تین شاخوں میں منقسم ہو جائے گا۔

المرسلات: ٣١ میں فرمایا: وہ نہ (ٹھنڈا) سایا فراہم کرنے والا ہے اور نہ شعلے سے بچانے والا ہے O

دھوئیں کے سائے کی صفات

یعنی اس دھوئیں کا سایا ایسا نہیں ہوگا جیسا سایا قیامت کے دن مؤمنین کے لیے ہوگا' اس دھوئیں کے سائے سے شعلے اور چنگاریاں نکل رہی ہوں گی۔

یہ سایا جہنم میں ہوگا' یہ جہنم کی گرمی سے ٹھنڈک کا سایا فراہم نہیں کرے گا' اور نہ اس کے شعلوں سے بچائے گا' قرآن مجید میں اس سائے کی صفت بیان فرمائی ہے:

فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۙ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۙ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۙ (الواقعہ: ٤٤۔٤٢)

دوزخی گرم ہوا اور گرم پانی میں ہوں گے O اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں O وہ سایا نہ ٹھنڈا ہے نہ فرحت بخش O

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے جب انہیں محشر میں حساب کتاب کے لیے ٹھہرایا ہوا ہو اس وقت ان کے لیے دھوئیں کا سایا فراہم کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ سایا تم کو سورج کی گرمی سے نہیں بچائے گا اور نہ تم سے دوزخ کی آگ کے شعلے کو دور کرے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوزخ کے شعلہ سے مراد پیاس ہو' یعنی یہ سایا تمہاری پیاس کو دور نہیں کرے گا۔

المرسلات: ٣٢ میں فرمایا: بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے پھینکتی ہے O

''شرر' قصر' جمالة'' اور ''صفر'' کے معانی اور محل کی مثل انگاروں کی توجیہ

اس آیت میں ''شرر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چنگاریاں' جب آگ جلتی ہے تو اس آگ سے چنگاریاں اڑتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ اس کا دھواں اس کا سایا ہوگا' بایں طور کہ وہ آگ بہت بڑے بڑے انگارے اڑا رہی ہوگی' اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اس آگ کے انگارے ''قصر'' کی مثل ہوں گے اور ''قصر'' کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد بڑے بڑے محلات ہیں۔

(٢) مبرد نے کہا: بہت بڑی لکڑی کو ''قصرة'' کہا جاتا ہے اور اس کی جمع ''قصر'' ہے' عبدالرحمان بن عباس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''قصر'' کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ ایک لکڑی ہے جس کو ہم سردیوں

Marfat.com

میں جلانے کے لیے اکٹھا کرتے تھے' اس لکڑی کو ہم کاٹتے تھے اور اس کا نام ہم نے ''قصر'' رکھا تھا' سعید بن جبیر' مقاتل اور ضحاک وغیرہ نے کہا: یہ کھجور کے درخت اور بڑے بڑے درختوں کے تنے ہیں۔

المرسلات: ۳۳ میں فرمایا: گویا وہ زرد اونٹ ہیں O

اس آیت میں ''جمالات'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''جمال'' کی جمع ہے' جیسے ''رجال'' کی جمع ''رحالات'' ہے اور ''بیوت'' کی جمع ''بیوتات'' ہے' ''جمالات'' کی صفت ''صفر'' ہے' اس کا معنی زرد ہے اور اس سے مراد سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جو زردی کی طرف مائل ہوں' دوزخ کی آگ کے انگاروں کو دو چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ انگارے محل کے برابر ہوں گے اور زرد اونٹ کی مثل ہوں گے' اس سے مقصود یہ ہے کہ جس آگ کے انگارے اتنے بڑے بڑے ہوں گے وہ آگ کتنی عظیم ہوگی اور وہ انگارے اڑ کر دوزخیوں پر گریں گے اور جس شخص کے اوپر بلندی سے محل کے برابر یا اونٹ کے برابر کوئی چیز آ کر گرے' اس کا کیا حال ہوگا؟ سو دوزخیوں کے اوپر جب اتنے بڑے انگارے گریں گے تو ان کا کس طرح کچومر نکل جائے گا' پھر ان لوگوں کو بتایا کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں' ان کو ایسے عذاب کا سامنا ہوگا' پس ان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کریں' اور اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہ دن ہے جس میں وہ (نفع آور) بات نہ کر سکیں گے O اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O یہ فیصلہ کا دن ہے جس میں ہم نے تم کو اور پہلوں کو جمع کیا ہے O اگر تم کوئی چال چلنا چاہتے ہو تو میرے خلاف چال چلو O اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O

(المرسلات ۴۰۔۳۵)

متعدد وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا

المرسلات: ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن اور اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنی بدعقیدگیوں اور بُرے اعمال پر کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے اور نہ مذموم عقائد اور مذموم افعال کی توجیہ میں کوئی دلیل پیش کر سکیں گے۔

(۲) تمام لوگوں کے سامنے ان کے قبیح اور بُرے افعال پیش کیے جائیں گے اور جن لوگوں کے سامنے وہ عزت دار بنتے تھے ان کے سامنے ان کو رسوا اور ذلیل کیا جائے گا اور شرمندگی اور رسوائی کا عذاب' تلوار کے ساتھ قتل کرنے اور آگ میں جلانے کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جو غلام بھاگا ہوا' اس کو اس کے آقا کے سامنے پکڑ کر پیش کرنا' اس کے لیے سخت عذاب اور ذلت کا موجب ہوتا ہے۔

(۴) جن لوگوں کو وہ دنیا میں ذلیل اور حقیر سمجھتا تھا' وہ قیامت کے دن اس کے سامنے عزت اور سرفرازی سے نوازے جائیں گے اور وہ خود کو جن کے مقابلہ میں بہت عزت دار اور کامیاب سمجھتا تھا وہ ان کے سامنے ذلت اور خواری میں مبتلا کیا جائے گا اور یہ اُمور کفار کے لیے شدید اذیت کا باعث ہوں گے اور یہ چاروں وجوہ ان کے لیے روحانی عذاب کا باعث ہوں گی۔

(۵) اور پانچواں عذاب جسمانی ہے' وہ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب اور اس کی شدید ہولناکی کا مشاہدہ کریں گے اور جب ان کو اتنے شدید قسم کے عذاب کا مشاہدہ کرایا جائے گا' (اللہ تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے پناہ میں رکھے) جس کی تمام

Marfat.com

کیفیات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا' تو پھر ضرور ان لوگوں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ متعدد آیات سے ثابت ہے کہ کفار قیامت کے دن باتیں کریں گے پھر یہاں کیوں فرمایا: وہ اس دن بات نہ کر سکیں گے؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار اس دن کوئی بات نہ کر سکیں گے' حالانکہ دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار قیامت کے دن بات کریں گے' وہ آیات یہ ہیں:

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر: ۳۱) پھر تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ۝

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام: ۲۳) پھر ان کے شرک کا مآل صرف یہ ہوگا کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! اے ہمارے رب! ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (النساء: ۴۲) جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول کی نافرمانی کی تھی' وہ یہ چاہیں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جائے' اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے ۝

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا: اس آیت میں ایک عبارت مقدر ہے اور پوری عبارت اس طرح ہے: یہ وہ دن ہے جس میں وہ کوئی بات نہیں کر سکیں گے' یعنی اپنے کفر و شرک کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے اور نہ انہیں اس کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنا کوئی عذر پیش کر سکیں' کیونکہ انہوں نے جو کفر اور شرک کیا تھا' اس کا نہ کوئی عذر صحیح ہے نہ کوئی صحیح جواب ہے' پس جب وہ اپنے حق میں کوئی دلیل پیش کر سکیں گے اور نہ کوئی معقول توجیہ کر سکیں گے تو گویا انہوں نے کوئی بات نہیں کی' کیونکہ جو شخص کوئی مفید اور نفع آور بات نہ کر سکے گویا اس نے کوئی بات نہیں کی' جیسے اگر کوئی شخص کوئی مفید بات نہ کرے تو آپ اس سے کہیں کہ تم نے کوئی بات نہیں کی یا تم نے کچھ نہیں کیا۔

(۲) الفراء نے اس کے جواب میں کہا: یعنی وہ اس وقت کوئی بات نہیں کر سکیں گے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پورے قیامت کے دن میں کوئی بات نہیں کر سکیں گے' اس کی مثال ایسے ہے جیسے آپ کسی شخص سے کہیں: جس دن فلاں شخص کراچی پہنچے گا میں اس دن آپ کے پاس آؤں گا' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس پورے دن میں آپ کے پاس آؤں گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت وہ کراچی پہنچے گا میں اس وقت آپ کے پاس آؤں گا۔

(۳) اس آیت میں یہ فرمایا ہے: یہ وہ دن ہے جس میں وہ کوئی بات نہیں کر سکیں گے۔ یہ جملہ مطلق ہے اور مطلق عموم کا فائدہ نہیں دیتا نہ انواع میں نہ اوقات میں' سو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ قیامت کے پورے دن میں کوئی بات نہیں کر سکیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کفر اور شرک کیا؟ تو وہ اپنی مدافعت میں کوئی بات نہیں کر سکیں گے۔

(۴) یہ آیت دوزخ کے محافظوں کے اس قول کے بعد ہے: چلو اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے ۝ (المرسلات: ۳۰) اس وقت وہ دوزخ کے محافظوں کا حکم مانتے ہوئے دوزخ کے دھوئیں کی طرف چل پڑیں گے' جب دنیا

Marfat.com

میں انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور اس وقت وہ دوزخ کے محافظوں کے حکم کے اوپر بے چون و چرا عمل کریں گے حالانکہ دنیا میں انہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائے جاتے تھے ان پر عمل کرنے کی بہ نسبت قیامت کے دن دوزخ کے محافظوں کے حکم پر عمل کرنا سخت مشکل' دشوار اور عذاب اور ہلاکت کا موجب ہے' اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننے سے انکار نہ کرتے اور عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ کرتے تو انہیں قیامت کے دن اس ہلاکت آفریں حکم پر عمل نہ کرنا پڑتا' خلاصہ یہ ہے کہ المرسلات: ۳۵ میں جو فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں وہ کوئی بات نہ کرسکیں گے' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دوزخ کے محافظ ان سے یہ کہیں گے: چلو اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے' تو وہ اس وقت دوزخ کے محافظوں کے سامنے کوئی بات نہ کرسکیں گے اور بے چون و چرا ان کے حکم پر عمل کریں گے' اور اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ قیامت کے پورے دن میں کوئی بات نہیں کرسکیں گے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک عورت اپنے خاوند سے لڑائی کے دوران کہتی ہے: میں اسی وقت تمہارے گھر سے جارہی ہوں' اس کا خاوند اس سے کہتا ہے: اگر تو گئی تو تجھے طلاق' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اسی وقت اس کے گھر سے گئی تو اس کو طلاق ہوگی' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بعد میں جب بھی کبھی اس کے گھر سے گئی تو اس کو طلاق ہو جائے گی بلکہ اس کا جانا اسی وقت کے ساتھ مقید ہوگا' اسی طرح اس آیت میں جو فرمایا ہے: یہ وہ دن ہے جس میں وہ کوئی بات نہ کرسکیں گے' یہ بھی اسی وقت کے ساتھ مقید ہے جب دوزخ کے محافظ انہیں دوزخ کے دھوئیں کی طرف جانے کا حکم دیں گے' نہ کہ یہ معنی ہے کہ وہ قیامت کے پورے دن بات نہ کرسکیں گے۔

المرسلات: ۳۶ میں فرمایا: اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی O

امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟

اس آیت سے بہ ظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ کفار اور مشرکین کا عذر تو ہوگا لیکن ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہ حکمت کے خلاف ہے۔

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

حقیقت میں کفار اور مشرکین کا کوئی عذر نہیں ہوگا' لیکن بعض اوقات ان کے دماغ میں یہ فاسد خیال آئے گا کہ ان کا کوئی ٹوٹا پھوٹا عذر ہے تو ان کو اس فاسد عذر کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی' اور ہوسکتا ہے کہ ان کا فاسد عذر یہ ہو کہ جب بندوں کے تمام افعال اور اعمال تیرے علم' تیری مشیت' تیری قضاء اور تیری تخلیق سے ہوتے ہیں تو پھر تو میرے ان اعمال پر مجھے سزا کیوں دے رہا ہے؟ اور کفار کا یہ عذر فاسد ہے کیونکہ کفار اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور مالک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے' کسی کو اس کے تصرف پر کسی قسم کے اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے' اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء: ۱۶۵)

ہم نے خوش خبری دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر لوگوں کی کوئی حجت اور الزام باقی نہ رہے۔

اور فرمایا:

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی ○ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم اپنے رسول کو بھیجنے سے پہلے انہیں عذاب دے کر ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے: اے ہمارے رب! اگر تو ہماری طرف اپنے رسول کو بھیج دیتا تو ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوتے ○

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اسی لیے بھیجا تھا تا کہ کفار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر اور حجت نہ پیش کر سکیں' اور رسولوں کے بھیجنے کے بعد اگر چہ یہ عذر ختم ہو گیا کہ بغیر احکام کی تبلیغ کے ان کو عذاب کیوں دیا جا رہا ہے' تاہم یہ عذر تو بہر حال باقی ہے کہ جب ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے اپنے چاہنے سے پیدا کیا ہے تو پھر ان کو کیوں عذاب دیا جا رہا ہے؟ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو عذاب سے ڈرا کر ان کے عذر کو پہلے ہی زائل فرما دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ○ (المرسلات: ۶۔۷)

پھر ان فرشتوں کی قسم جو دلوں میں ذکر ڈالنے والے ہیں ○ حجت قائم کرنے کی وجہ سے یا عذاب سے ڈرانے کی وجہ سے ○

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۷۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

مصنف کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟

میں کہتا ہوں: اس آیت سے کفار اور مشرکین کا یہ عذر ساقط نہیں ہوگا' وہ کہیں گے کہ بے شک تو نے عذاب سے ڈرانے کے لیے رسول بھیجے تھے اور اپنی حجت قائم کی تھی لیکن ہمارے دلوں میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوا' اس لیے ہم نے شرک اور کفر کو ترک نہیں کیا' تو اگر چاہتا تو ہمارے دلوں کو بدل ڈالتا اور ہمارے دلوں میں اپنا خوف پیدا کر دیتا' پھر ہم رسولوں کے پیغام پر عمل کرتے۔ امام رازی چونکہ جبریہ کی نمائندگی کرتے ہیں اس لیے کفار کے اس شبہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ جبریہ کے اصول پر اس کا کوئی معقول جواب دیا جا سکتا ہے' البتہ اہل سنت کے اصول پر اس شبہ کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ بے شک کفار کے اعمال اور افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے لیکن کفار کے ان ہی افعال کو پیدا کیا ہے جن افعال کو انہوں نے چاہا اور ان کا ارادہ کیا' اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس کی اطاعت کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اس کو پیدا کر دیتا' لیکن انہوں نے کفر اور شرک کا ارادہ کیا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں کفر اور شرک کو پیدا کر دیا اور اسی ارادہ اور اختیار کی بناء پر ان کو عذاب دیا جا رہا ہے' لہٰذا کفار اور مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی صحیح عذر نہیں ہوگا اور اس فاسد عذر کو پیش کرنے کی انہیں اجازت نہیں دی جائے گی۔

اب رہا یہ اعتراض کہ مان لیا کہ کفار کا عذر فاسد تھا لیکن اس کے باوجود انہیں موقع تو دینا چاہیے تھا تا کہ وہ اپنا عذر بیان کرتے' پھر ان کے عذر کے فساد کو بیان کر دیا جاتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے پاس رسول بھیجے اور ان رسولوں نے انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے کا حکم دیا' اور رسولوں کا انہیں اطاعت اور عبادت کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیار دیا ہے اور وہ مجبور محض نہیں ہیں' لیکن انہوں نے اپنے اختیار سے رسولوں کی اطاعت کرنے کے بجائے شیطان کی اطاعت کرنے کو اختیار کیا' سو اب اگر آخرت میں وہ اس عذر کو پیش کرتے بھی تو کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ اس کا جواب تو ان پر دنیا میں ہی واضح ہو چکا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس خاص موقع پر جب دوزخ کے محافظ ان سے کہیں گے کہ چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے' اس وقت وہ

Marfat.com

بات نہیں کر سکیں گے اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی کیونکہ یہ وقت ان کی سزا کے نفاذ کا ہوگا لیکن اس سے پہلے پورے روزِ قیامت میں تو وہ باتیں کریں گے اور اپنے متعدد عذر بھی پیش کریں گے حتیٰ کہ حساب کے وقت وہ یہ بھی کہیں گے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ (الانعام: ۲۳) اللہ کی قسم! اے ہمارے رب! ہم شرک کرنے والے نہ تھے ○

اس کے بعد فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے' یعنی اگر یہ کفار اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کر دیتے تو قیامت کے دن انہیں دوزخ کے تین شاخوں والے دھوئیں کی طرف نہ جانا پڑتا' سو اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

المرسلات: ۳۸ میں فرمایا: یہ فیصلہ کا دن ہے جس میں ہم نے تم کو اور پہلوں کو جمع کیا ہے ○

کفار کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے عذاب سے ڈرانا

اس آیت میں بھی کفار کو قیامت کے دن کے عذاب اور ان کو ہونے والی شرمندگی سے ڈرایا ہے' اور اس دن کفار کے درمیان دو قسم کے فیصلے کیے جائیں گے' ایک وہ فیصلے جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا اور دوسرے وہ فیصلے ہوں گے جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا' جن اُمور کا فیصلہ حقوق اللہ سے ہوگا ان میں کفار کے ایمان نہ لانے اور کفر پر اصرار کرنے کی سزا کا فیصلہ ہوگا اور نیک اعمال نہ کرنے اور بُرے کام کرنے پر سزا کا فیصلہ ہوگا۔

اور جن امور کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا' مثلاً کسی شخص پر انہوں نے ظلم کیا ہوگا' کسی کو ناحق مارا پیٹا ہوگا یا کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا یا کسی کا مال چھینا ہوگا یا کسی کی آبروریزی کی ہوگی تو ان مظالم کی ان کو الگ سزا دی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن مشرکوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تھی اور جنہوں نے آپ سے پہلے نبیوں کی تکذیب کی تھی' ان سب کو جمع کیا جائے گا اور ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان کو سزا سنائی جائے گی۔

المرسلات: ۳۹ میں فرمایا: اگر تم کوئی چال چلنا چاہتے ہو تو میرے خلاف چال چلو ○

کفار کا اللہ کے سامنے مکر کرنے سے عاجز ہونا

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ کفار اور مشرکین مختلف حیلوں اور مکر سے لوگوں کے حقوق کو اپنی ذات سے دور کریں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ میرے حقوق کو بھی اپنی ذات سے مکر اور حیلے سے دور کر سکو تو کرو' اور یہ امر تعجیز کے لیے ہے یعنی تم اس سے عاجز ہو کہ مکر اور حیلے سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو اپنی ذات سے دور کر دو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے مقرب بندے پر جو کلام نازل کیا ہے اگر تم کو اس کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہے' سو تم اس کلام کی مثل کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔ (البقرہ: ۲۳) حالانکہ کفار قرآن کی مثل کسی سورت کو لانے سے عاجز تھے تو جس طرح اس آیت میں ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے حکم دیا تھا' اسی طرح اس آیت میں بھی ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی ہے: تم دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مجھ سے جنگ کرتے تھے' آؤ! آج مجھ سے جنگ کرو' ایک قول یہ ہے کہ تم دنیا میں میری نافرمانی کرتے تھے' آج تم میری نافرمانی نہیں کر سکتے اور نہ اپنے آپ کو نافرمانی سے بَری کر سکتے ہو۔

Marfat.com

قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ○ آپ کہیے کہ تم اپنے تمام شرکاء کو بلالو پھر تم سب مل کر مجھے نقصان پہنچانے کا حیلہ کرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو○ (الاعراف: ۱۹۵)

پھر المرسلات: ۴۰ میں فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے○

یعنی اگر تم نے دنیا میں میری توحید کی تصدیق نہ کی تو پھر آخرت میں تمہیں اس چیلنج کا سامنا کرنا ہوگا اور تم اس چیلنج کو پورا نہ کر سکو گے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾

بے شک متقین (ٹھنڈے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے○ اور لذیذ پھلوں میں سے جن کو وہ چاہیں گے○

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ

(ان سے کہا جائے گا:) خوشی کے ساتھ کھاؤ اور پیو ان نیک اعمال کی وجہ سے جن کو تم کرتے تھے○ ہم نیک کام کرنے

نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا

والوں کو اسی طرح نیک جزا دیتے ہیں○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے○ تم کچھ دن

وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾

تک کھاؤ اور فائدہ اٹھا لو بے شک تم مجرم ہو○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے○

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے○

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ ع ۲ ع ۲۲

اس (قرآن) کے بعد وہ پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین (ٹھنڈے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے○ اور لذیذ پھلوں میں سے جن کو وہ چاہیں گے○ (ان سے کہا جائے گا:) خوشی کے ساتھ کھاؤ اور پیو ان نیک اعمال کی وجہ سے جن کو تم کرتے تھے○ ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح نیک جزا دیتے ہیں○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے○ (المرسلات: ۴۵-۴۱)

متقین کو اجر و ثواب عطا کرنے سے جو مشرکین کو عذاب ہوگا اس سے ان کو ڈرانا

جس طرح کسی شخص کے لیے اس کی سزا باعث رنج اور ذلت ہوتی ہے، اسی طرح اس شخص کے لیے اس کے مخالفوں اور دشمنوں پر انعام و اکرام بھی رنج اور ذلت کا سبب ہوتا ہے، کفار کو قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا وہ ان کے لیے رنج اور ذلت کا باعث ہوگا، اسی طرح مومنین پر جو آخرت میں انعام اور اکرام ہوگا وہ بھی ان کے لیے رنج اور ذلت کا باعث ہوگا، اس

Marfat.com

سے پہلی آیتوں میں قیامت کے دن کفار کا عذاب بیان فرمایا تھا اور اب اس رکوع کی آیتوں میں قیامت کے دن مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کا ذکر ہے اور یہ بھی کفار کے لیے سوہان روح ہے' جس طرح ان کے لیے عذاب تکلیف اور رنج کا باعث ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر انعام واکرام کے ذکر کے بعد فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کو نہ داخل کرنے پر امام رازی کے دلائل

المرسلات: ۴۱ میں ''متقین'' کا لفظ ہے اور امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ متقی کا مصداق وہ شخص ہے جو صرف شرک اور کفر کی تمام اقسام کو ترک کرنے والا ہو اور اس کے مصداق میں ہر قسم کے گناہوں کو ترک کرنا اور اللہ کی اطاعت کرنا داخل نہیں ہے' امام رازی کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص شرک اور کفر کو ترک کرنے والا ہو' اس پر متقی کا لفظ صادق آئے گا۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس سورۃ المرسلات میں شروع سے لے کر یہاں تک صرف شرک اور کفر کی مذمت کی ہے' اس لیے اس آیت میں جو متقین پر انعام واکرام کا ذکر فرمایا ہے' اس کی وجہ بھی صرف متقین کا ایمان ہونا چاہیے اور اگر اس آیت میں متقین سے مراد شرک اور کفر کے ترک کے علاوہ معاصی کے ترک کرنے اور اطاعت اور عبادت کو بھی مراد لیا جائے تو اس سورت کی نظم اور ترتیب میں خلل ہو جائے گا' پس ثابت ہو گیا کہ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف کفر اور شرک کو ترک کرنے والے ہوں۔ امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے کامل مصداق پر محمول کرنا چاہیے اور متقین کا کامل مصداق وہ لوگ ہیں جو شرک اور کفر کو ترک کرنے والے ہوں' لہٰذا متقین کے لفظ کو ان ہی لوگوں پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۸۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے اجتناب کو داخل کرنے پر مصنف کے دلائل

ہمارے نزدیک متقی کا مصداق وہ شخص ہے جو کفر وشرک کے علاوہ گناہ ہائے کبیرہ کو بھی ترک کرنے والا ہو' اور اللہ تعالیٰ نے اجر وثواب کی جو بشارتیں دی ہیں وہ ان ہی متقین کے لیے ہیں اور صرف کفر وشرک کو ترک کرنے سے اور گناہوں کا ارتکاب کرتے رہنے سے انسان ان بشارتوں کا مستحق نہیں ہوتا' الا یہ کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے یا اللہ اس کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے۔ گناہوں کو ترک کیے بغیر ان بشارتوں کا مستحق ماننا مرجئہ کا مذہب ہے اور امام رازی بھی مرجئہ کے مخالف ہیں اور ان کا رد کرتے ہیں' ہمارے نزدیک متقین کے مصداق میں گناہوں کا ترک کرنا داخل ہے' اس کی دلیل یہ آیات ہیں:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ○ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ○ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ○ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ○ (النّٰزعٰت: ۴۱۔۳۷)

سو جس شخص نے سرکشی کی○ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی○ تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے○ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکے رکھا○ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جنت کے انعام کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کو خواہشات سے روکے اور جو شخص اپنے نفس کی خواہشوں پر عمل کر کے گناہ کبیرہ کرتا رہا اور بغیر توبہ کیے مر گیا' وہ جنت کے انعام کا مستحق نہیں ہو گا' اس لیے ضروری ہے کہ متقین کے مصداق میں گناہ ہائے کبیرہ کا ترک کرنا بھی مراد لیا جائے۔ ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال: ۸۔۷)

سو جس شخص نے رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا ○ اور جس شخص نے رائی کے دانے کے برابر بھی بُرائی کی وہ اس کی سزا پائے گا ○

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کفر اور شرک سے مجتنب رہا' اس کے باوجود وہ گناہوں میں ملوث رہا تو وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا اور اس کے لیے جنت کی بشارتیں نہیں ہیں' الا یہ کہ وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے یا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرما دیں' کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

لیکن ایسا شخص بہر حال گناہ ہائے کبیرہ کا مرتکب ہوگا متقی نہیں ہوگا' متقی وہ شخص ہوتا ہے جو کفر اور شرک کو ترک کرنے والا ہو اور اس کے علاوہ نیک اعمال سے متصف ہو اور کبائر سے مجتنب ہو اور اس پر واضح دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۷۷)

(اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو' لیکن (اصل) نیکی اس شخص کی ہے' جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے) رشتہ داروں اور یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوالیوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے' اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں' اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے' یہی لوگ سچے (مؤمن) ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ متقی ہیں جب شیطان ان کو بُرائی پر اکساتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

البقرہ: ۱۷۷ سے معلوم ہوا کہ متقین وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد نیک کام کرتے ہیں اور الاعراف: ۲۰۱ سے معلوم ہوا کہ متقین گناہوں سے باز رہتے ہیں۔

متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کو داخل نہ کرنے پر امام رازی کے دلائل کے جوابات

امام رازی کی پہلی دلیل یہ ہے کہ جو شرک اور کفر کو ترک کرنے والا ہو' اس پر متقی کا لفظ صادق آئے گا' ہم کہتے ہیں کہ بے شک لغوی طور سے اس پر متقی کا لفظ صادق آئے گا لیکن قرآن کی اصطلاح میں اس پر متقی کا لفظ صادق نہیں آئے گا کیونکہ قرآن کی اصطلاح میں متقی وہ شخص ہے جو ایمان کے ساتھ ساتھ اطاعت اور عبادت بھی کرے اور کبیرہ گناہوں سے باز رہے' جیسا کہ البقرہ: ۱۷۷ اور الاعراف: ۲۰۱ سے واضح ہو چکا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور سورتوں میں تعارض نہیں ہے کہ ایک سورت میں متقی سے مراد ایمان مع اطاعت ہو اور دوسری سورت میں متقی سے مراد مجرد ایمان ہو' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا یہ معیار بتایا ہے کہ اس میں اختلاف اور تعارض نہیں ہے' ارشاد فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے' اگر یہ قرآن اللہ کے

Marfat.com

اللہِ لَوَجَدُوا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ۞ (النساء: ۸۲) سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف (اور تعارض) پاتے ۞

امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۃ المرسلات کی اس سے پہلے کی تمام آیات میں فرمایا ہے کہ کفار کو صرف تکذیب کرنے کی وجہ سے عذاب ہوگا' اس کا تقاضا یہ ہے کہ متقین کو صرف تصدیق کرنے کی وجہ سے جنت دی جائے' ہم کہتے ہیں کہ کفار کو عذاب صرف توحید کی تکذیب کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ عبادات نہ کرنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

فِیۡ جَنّٰتٍ ۟ۛ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۞ عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۞ مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ ۞ قَالُوۡا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ ۞ وَ لَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ ۞ (المدثر: ۴۴۔۴۰)

جنتی جنتوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے ۞ مجرموں کے متعلق ۞ تم کو دوزخ میں کس جرم نے داخل کیا؟ ۞ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہ تھے ۞ اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے ۞

اس لیے کفار کی تکذیب کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق نہیں کرتے تھے' بلکہ اس کا معنی ہے: وہ اس کی توحید کی بھی تکذیب کرتے تھے اور اس کے احکام کی بھی عملاً تکذیب کرتے تھے اور جب اس کے مقابلہ میں متقین کو جنت کی نعمتیں دینے کا ارشاد ہوگا تو اس آیت میں متقین سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی قولاً تصدیق کرتے ہوں اور اس کے احکام کی عملاً تصدیق کرتے ہوں یعنی متقین وہ ہیں جو کفر و شرک کو ترک کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے والے ہوں اور اس کی نافرمانی کرنے سے باز رہنے والے ہوں' امام رازی نے فرمایا ہے: اگر مؤمن سے ثواب کے وعدہ کو اس کی اطاعت کے ساتھ مقید کیا جائے تو وہ اس سورت کی نظم کے موافق نہیں ہے' کیونکہ اس سورت میں اس سے پہلے کفار کے کفر پر مذمت کی گئی' لہٰذا متقین کا ثواب بھی صرف ایمان کی وجہ سے ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ خواہ ظاہری طور پر ایسا ہو لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے' ہم بتا چکے ہیں البقرہ: ۱۷۷ میں فرمایا جا چکا ہے: جو نماز قائم کریں' زکوۃ ادا کریں' اپنے وعدہ کو پورا کریں اور تکلیف اور سختی میں صبر کریں' یہی لوگ سچے (مؤمن) ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں اور قرآن مجید میں اختلاف اور تعارض نہیں ہے کہ کہیں کچھ مراد ہو اور کہیں کچھ اور مراد ہو' جب کہ ہم کہتے ہیں کہ سورۃ المرسلات میں کفار کے صرف کفر پر مذمت نہیں ہے بلکہ ان کی تکذیب کی مذمت ہے اور کفار قولاً اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کرتے تھے اور عملاً اس کے احکام کی تکذیب کرتے تھے' لہٰذا مؤمن سے وعدہ ثواب کو ایمان کے ساتھ اطاعت سے بھی مقید کیا جائے تو یہ اس سورت کی نظم کے بھی مطابق ہے مخالف نہیں ہے۔

امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے کامل مصداق پر محمول کرنا چاہیے اور متقی کا کامل مصداق وہ شخص ہے جو کفر اور شرک کو ترک کرنے والا ہو' لہٰذا متقی سے مراد کفر و شرک کو ترک کرنے والا مراد لینا اولیٰ ہے۔

ہم کہتے ہیں: نہیں متقی کا کامل مصداق وہ شخص ہے جو کفر و شرک کو بھی ترک کرنے والا ہو اور گناہ ہائے کبیرہ کو بھی ترک کرنے والا ہو اور اس کے تمام احکام کی اطاعت کرنے والا ہو اور اس کی تمام عبادات کو بجالانے والا ہو اور ایسے متقی کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے جنت کی تمام نعمتیں عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' نیز اگر صرف کفر اور شرک کو ترک کرنے کی وجہ سے جنت کی نعمتیں مل جائیں' وہ ٹھنڈے سایوں اور چشموں میں ہوں' وہ حسب منشا لذیذ پھل حاصل کریں' خوشی کے ساتھ کھائیں اور پئیں تو جو متقین شرک اور کفر کو ترک کرنے کے ساتھ اس کی اطاعت اور عبادت بھی کرتے ہوں اور اس کی نافرمانی سے باز رہتے ہوں ان کے لیے کیا انعام ہوگا؟ جن نعمتوں کا یہاں ذکر ہے انسان کو ان سے بڑھ کر اور کیا نعمت چاہیے' پھر وہ کیوں مشکل احکام کی

Marfat.com

اطاعت کرے اور عبادت کی مشقت میں پڑے اور کیوں اپنی نفسانی خواہشوں کی مخالفت کرے' جنت کی نعمتیں تو اس کو اس مشقت کے بغیر بھی مل جائیں گی۔

المرسلات: ۴۳ اور ۴۴ سے متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول کا ثبوت

اگر امام رازی المرسلات: ۴۳ پر غور فرمالیتے تو کبھی یہ بات نہ کہتے' اللہ تعالیٰ نے متقین کے لیے جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ آیت ہے کہ متقین سے فرمایا جائے گا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ خوشی کے ساتھ کھاؤ اور پیو ان نیک اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے ۝ (المرسلات: ۴۳)

اس آیت میں صراحتہً نیک اعمال کا ذکر ہے کہ متقین کو یہ نعمتیں ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ملیں گی' لہٰذا ضروری ہوا کہ متقی کے مصداق میں ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا بھی اعتبار کیا جائے۔

اسی طرح المرسلات: ۴۴ سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ متقین سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو نیک عمل کرتے تھے' متقین کے متعلق کہا جائے گا:

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح نیک جزا دیتے ہیں ۝ (المرسلات: ۴۴)

اس آیت میں متقین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ محسنین ہیں یعنی احسان کرنے والے اور احسان کرنے والوں کی تفسیر حدیث میں اس طرح ہے:

حضرت جبریل نے کہا: مجھے بتائیے احسان کی کیا تعریف ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک. تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۔۹۔۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم ان متقین کو ایسی جزا دیں گے جیسا کہ ان کی اطاعت کی جزاء کو ہم نے دنیا میں بیان فرمایا تھا' اسی طرح اہل احسان نے جو ہماری اطاعت کی ہے' ہم ان کو جزاء اور ثواب دیں گے اور انہوں نے دنیا میں جو ہماری بہ طریق احسان (یعنی خوب اچھی) عبادت کی ہے ہم ان کو ایسی جزا دیں گے اور آخرت میں ان کے اجر کو ہم ضائع نہیں کریں گے۔

(جامع البیان جز ۲۹ ص ۳۰۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے متقی کو محسن فرمایا کیونکہ اس نے متقین کے ذکر سے ابتداء کی تھی اور یہ ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا نعمتیں تیار کی ہیں' پھر یہ خبر دی کہ یہ ان کے احسان یعنی خوب اچھی عبادت کرنے کی جزا دی گئی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب متقی کے لفظ کو بغیر کسی قید کے ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے: محاسن کرنے والے یعنی خوب اچھی عبادت کرنے والے اور ''مہالک'' یعنی کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

ان عبارات سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ متقین کے مصداق وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک کو اور گناہ ہائے کبیرہ کو ترک کریں اور نہایت اچھے طریقہ سے عبادت کریں' نہ وہ جو صرف کفر اور شرک کو ترک کریں خواہ کبیرہ گناہوں کو ترک نہ کریں اور اطاعت اور عبادت نہ کریں۔

امام رازی بہت بڑے نکتہ آفریں مفسر ہیں' ہم ان کے تفسیری نکات سے بہت استفادہ کرتے ہیں لیکن اس جگہ ہم خود کو ان سے متفق نہ کر سکے' اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے یقیناً اس نکتہ آفرینی سے ان کی مراد مرجئہ کے مذہب کی تائید نہیں تھی اور وہ مرجئہ کے اس قول کے مخالف ہیں کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرنے کی ضرورت ہے نہ بُرے اعمال کو ترک کرنے کی۔

متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول پر دیگر مفسرین کی تصریحات

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ المرسلات: ۴۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو لوگ دنیا میں فرائض ادا کر کے اور گناہوں سے اجتناب کر کے اللہ کے عذاب سے بچتے ہیں (یعنی متقین) وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایوں میں ہوں گے' ان کو اس دن کی گرمی اور تکلیف نہیں پہنچے گی' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کفر کرنے والے ہیں وہ تین شاخوں والے دھوئیں میں ہوں گے اور متقین ایسے چشموں میں ہوں گے جو جنت کے درختوں کے نیچے بہ رہے ہوں گے اور ان کا جب دل چاہے گا وہ جنت کے درختوں کے پھل کھائیں گے اور ان کو ان پھلوں کے کھانے سے کسی نقصان کا خطرہ نہیں ہوگا۔

اور المرسلات: ۴۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان متقین سے کہا جائے گا: تمہارا جب دل چاہے ان پھلوں میں سے کھاؤ اور ان چشموں سے پیو اور ان چیزوں کو کھانے اور پینے سے تمہیں نہ کوئی تکدر اور اکتاہٹ ہوگی نہ رکاوٹ ہوگی اور تم ہمیشہ ان کو کھاتے رہو گے اور ان کو کھانے اور پینے سے تم کو کبھی کوئی ضرر نہیں ہوگا' تم کو یہ جزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بہت جدوجہد کرتے تھے۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۳۰۳۔۳۰۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ المرسلات: ۴۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

متقین کا مصداق وہ لوگ ہیں جو اقوال کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں اور اعمال سے ان اقوال کو یقینی بناتے ہیں' پس متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بُری صحبت سے بچاتا ہے' سو اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس کو قیامت کے دن کے شر سے بچائے گا اور محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ خوب اچھی مصاحبت کرتا ہے تو اللہ اس کی آخرت کو خوب اچھا کرتا ہے اور اس کو سایوں' چشموں اور پھلوں کے عزت و کرامت والے مقام میں ٹھہراتا ہے اور متقی وہ ہے جو اپنے نفس کو (گناہوں کی) ہلاکت سے بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے عذاب سے بچاتا ہے اور محسن وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ احسان کرتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ احسان کرتا ہے اور اس پر سایوں اور چشموں کا انعام فرماتا ہے (اللہ تعالیٰ نے متقین کو المرسلات: ۴۴ میں محسنین بھی فرمایا ہے)۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۶۲' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ متقین کی تعریف میں لکھتے ہیں:

یعنی ان الذین یتقون الشرك والفواحش. یعنی جو لوگ شرک اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔

(بحر العلوم ج ۳ ص ۴۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

Marfat.com

حافظ اسماعیل بن عمرو دمشقی متوفی ۷۷۴ھ' المرسلات: ۴۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے ان متقین بندوں کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: جنہوں نے واجبات کو ادا کر کے اور محرمات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ وہ قیامت کے دن جنتوں اور چشموں میں ہوں گے' اس کے برخلاف مشرکین سیاہ اور بدبودار دھوئیں میں ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۰۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' المرسلات: ۴۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے احسان کے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور دنیا میں نیک اعمال کیے' ہم ان کو ثواب عطا کریں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۴۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ' المرسلات: ۴۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو متقین سایوں اور چشموں میں تھے' ان سے کہا گیا کہ تم خوشی سے کھاؤ اور پیو کیونکہ تم دنیا میں ایمان کے ساتھ صالح عمل کرتے تھے۔

علامہ آلوسی المرسلات: ۴۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''المحسنین'' سے مراد ''المتقین'' ہیں جن کا المرسلات: ۴۱ میں ذکر آ چکا ہے' صفت احسان کے ساتھ ان کی مدح کی وجہ سے ان کی طرف ضمیر نہیں لوٹائی بلکہ صراحۃً محسنین کا ذکر فرمایا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کو یہ انعام واکرام ان کے نیک کاموں کی وجہ سے دیا گیا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متقین اور محسنین سے مراد مؤمنین صالحین ہوں اور اس آیت میں معتزلہ کے اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ آلوسی المرسلات: ۴۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ کیونکہ ان کے دشمن اور مخالف اس ثوابِ عظیم کو پائیں گے اور وہ عذابِ الیم میں برقرار رہیں گے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۳۰۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

جن مفسرین نے بغیر غور وفکر کے امام رازی کی تقلید میں متقین کے مصداق سے اطاعت اور عبادت کو خارج کیا

علامہ اسماعیل حقی البروسوی المتوفی ۱۱۳۷ھ' المرسلات: ۴۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المتقین سے مراد ہے: جو کفر اور تکذیب سے اجتناب کرنے والے ہوں کیونکہ یہ لفظ مکذبین کے مقابلہ میں ہے۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۳۴۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد الحنفی القونوی المتوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں تقویٰ کا پہلا مرتبہ مراد ہے اور وہ شرک سے اجتناب کرنا ہے' اس پر قرینہ یہ ہے کہ المتقین' المکذبین کے مقابلہ میں ہے' پس متقین کا مصداق نافرمان موحدین کو بھی شامل ہے اگرچہ ان کے درجات میں فرق ہے' اور ان متقین کا ثواب سایوں میں ہے۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۱۹ ص ۵۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی المرسلات: ۴۱ میں متقین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

چونکہ یہ لفظ یہاں مکذبین (جھٹلانے والوں) کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے' اس لیے متقیوں سے مراد اس جگہ وہ لوگ

Marfat.com

ہیں جنہوں نے آخرت کو جھٹلانے سے پرہیز کیا اور اس کو مان کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کی کہ ہمیں آخرت میں اپنے اقوال و افعال اور اپنے اخلاق و کردار کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۲۱۶ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۴۱۱ھ)

ہر چند کہ سید مودودی نے اخیر میں یہ قید لگادی ہے کہ انہوں نے دنیا میں اس انداز سے زندگی بسر کی (الخ) لیکن انہوں نے متقین کو بہ ہر حال مکذبین کا مقابل قرار دیا ہے اور اس میں نیک اعمال کی قید نہیں لگائی۔

ان مفسرین کے رد کے وہی دلائل ہیں جو ہم امام رازی کے دلائل کے جواب میں پیش کر چکے ہیں۔

متقین کے مصداق کے بارے میں مصنف کے مؤقف پر ایک اعتراض کا جواب

ہوسکتا ہے ہماری تقریر پر یہ اعتراض ہو کہ امام رازی نے جو متقین کے مصداق سے گناہوں سے احتراز اور اطاعت کو خارج کیا ہے یہ صحیح ہے کیونکہ جو مؤمن گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور اس نے اطاعت اور عبادت نہ کی ہو وہ بھی ابتداءً بخشا جائے اور جنت میں چلا جائے اور وہ سایوں اور چشموں میں ہو اور اپنے پسندیدہ پھلوں میں ہو اور اس سے کہا جائے کہ خوشی سے کھاؤ اور پیو تو اس میں امام رازی نے کوئی غلط بات نہیں کہی' یہ تو عین اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق ہے' کیونکہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ جو مؤمن مرتکب کبیرہ بغیر توبہ کے مرگیا' وہ لازماً دوزخ میں داخل ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اس کے مقابلہ میں اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں کہ مؤمن مرتکب کبیرہ کو بخش دیا جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو ابتداءً اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمادے گا اور ان کا استدلال قرآن مجید کی حسب ذیل آیت سے ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ قید نہیں لگائی کہ شرک سے کم گناہ کو وہ اس کے لیے بخشے گا جو اس پر مرنے سے پہلے توبہ کرلے گا' اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ خواہ توبہ نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو چاہے گا تو بخش دے گا' اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الرعد: ۶)

اور بے شک آپ کا رب لوگوں کو ان کے گناہوں کے باوجود بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب سخت سزا دینے والا ہے○

اس آیت کے پہلے جزء کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو عین حالت معصیت میں بھی بخش دیتا ہے' تو پھر امام رازی نے متقین کے مصداق میں اگر گناہوں سے اجتناب اور اطاعت و عبادت کرنے کی قید نہیں لگائی تو وہ ان آیات مبارکہ اور اہل سنت کے نظریہ کے مطابق ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو مرتکب کبیرہ کو اس کے گناہوں کے باوجود اور اس کی توبہ کے بغیر بخش دے گا اور وہ ابتداءً جنت میں چلا جائے گا اور سایوں' چشموں اور پسندیدہ پھلوں میں رہے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ خوشی سے کھاؤ اور پیو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو گناہوں کے باوجود اس کی توبہ کے بغیر بخش دے گا اور جنت میں بھیج دے گا' لیکن وہ بہ ہر حال مرتکب کبیرہ ہوگا اور غیر تائب ہوگا' متقی نہیں ہوگا' نیز اس آیت میں اس کی مغفرت کا ذکر ہے' یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اس کی ابتداءً مغفرت فرمادے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی مغفرت اس کی سزا بھگتنے کے بعد ہو یا لمبے عرصہ تک میدانِ محشر میں کھڑے رکھنے کے بعد ہو۔ بھلا جن لوگوں نے بے خوفی اور دلیری سے کبیرہ گناہ کیے ہوں' وہ ان لوگوں

Marfat.com

کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جو ہر وقت اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرتے رہتے ہیں اور گناہوں سے باز رہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاہُمۡ وَ مَمَاتُہُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ۝ (الجاثیہ: ۲۱)

جن لوگوں نے گناہ کیے ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کو ان ایمان والوں کی مثل کر دیں گے جنہوں نے نیک اعمال کیے اور ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہو جائے' وہ یہ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں ۝

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ گناہ گار مسلمان تو مؤمنین صالحین کے برابر بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ متقین کے برابر ہوں' ہم گناہ گار مسلمانوں کی مغفرت کا انکار نہیں کرتے' ہمارا انکار ان کو متقین قرار دینے سے ہے۔

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے تبیان القرآن ج ۶ ص ۴۰۷۔۴۰۶ کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم کچھ دن تک کھاؤ اور فائدہ اٹھالو بے شک تم مجرم ہو ۝ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ۝ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ۝ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ۝ اس قرآن کے بعد وہ پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے ۝ (المرسلات: ۵۰۔۴۶)

کفار کو نعمتوں کے شکر نہ ادا کرنے پر عذاب سے ڈرانا

المرسلات: ۴۱ سے پہلے جو کفار اور مشرکین کی مذمت کی گئی تھی' یہ آیت بھی اسی کی طرف راجع ہے یعنی ان مکذبین سے کہا جائے گا: تم دنیا میں چند روزہ زندگی گزار کر کھانے پینے کا عارضی نفع اٹھالو بے شک تم مجرم ہو یعنی کافر ہو' تم نے دنیا میں جو شرک کیا ہے اور دیگر گناہ کبیرہ کیے ہیں تم کو آخرت میں ان کی سزا بھگتنی ہو گی۔

اس آیت میں اگرچہ دنیا کی چیزوں کو کھانے پینے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے' لیکن درحقیقت ان چیزوں سے ڈرایا ہے کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان کا شکر ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں اس کو عذاب کا سامنا کرنا ہو گا کیونکہ ہر چند کہ دنیا کا عیش و آرام' لذیذ اور مرغوب چیزوں کو کھانا اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنا بہت خوش گوار ہے' لیکن یہ اس وقت ہے جب انسان اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو اس کی دنیا بھی آرام دہ ہو گی اور آخرت بھی اور اگر وہ اللہ کی توحید اور اس کے احکام کی تصدیق نہ کرے تو اس کو آخرت میں عذاب ہو گا اور وہ دردناک عذاب کبھی منقطع نہیں ہو گا تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی یہ عارضی خوشیاں بہت کم ہیں اور اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان عارضی لذائذ کے مقابلہ میں اس کو کتنا طویل اور سخت عذاب بھگتنا ہو گا تو وہ ان چیزوں کی طرف کبھی رغبت نہ کرے۔

المرسلات: ۴۷ میں فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ۝

یعنی اگر یہ کفار اللہ تعالیٰ کی ناشکری کا جرم نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے احکام کی تصدیق کرتے اور ان پر عمل کرتے تو ان کو قیامت کے دن ہلاکت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

المرسلات: ۴۸ میں فرمایا: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ۝

کفار کو نماز نہ پڑھنے پر عذاب سے ڈرانا

اس آیت میں بھی کفار کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے' گویا کہ ان سے کہا گیا: چلو مان لیا تم دنیا سے اور اس کے عیش سے محبت کرتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مکمل اعراض نہ کرو بلکہ اس کی عبادت کرتے رہو' اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے اور

Marfat.com

اس کے احکام پر عمل کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ دنیا کی لذتیں بھی حاصل کرتے رہے تو تمہاری مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے' پھر یہ کفار ایسا نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے اور اپنے جہل اور کفر پر اصرار کرتے تھے اور اپنے آپ کو دائمی عذاب کے لیے تیار رکھتے تھے۔

کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے کہا: یہ آیت ثقیف کے متعلق نازل ہوئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسلام لے آؤ اور نماز پڑھو' انہوں نے کہا: ہم جھکیں گے نہیں یعنی رکوع نہیں کریں گے' یہ ہمارے لیے عیب ہے' آپ نے فرمایا: اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں رکوع اور سجود نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان سے آخرت میں کہا جائے گا: نماز پڑھو' جب ان کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے گا اور قیامت دارِ تکلیف نہیں ہے کہ ان کو کسی عبادت کا حکم دیا جائے اور اس کے نہ کرنے سے ان کو عذاب ہو' ان کو سجدہ کرنے کے لیے اس وجہ سے بلایا جائے گا کہ دنیا میں ان کی عبادت کرنے کا حال منکشف ہو جائے' پس جو شخص دنیا میں اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہوگا وہ قیامت کے دن آسانی سے سجدہ کرے گا اور جو دنیا میں ریاکاری سے سجدہ کرتا ہوگا وہ قیامت کے دن سجدہ نہیں کر سکے گا اور اس کی کمر تختے کی طرح ہو جائے گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے کہا جائے گا: تواضع اور عاجزی کرو تو وہ تواضع نہیں کر سکیں گے اور یہ نماز اور غیر نماز ہر حالت میں عام ہے اور نماز کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ توحید کے بعد تمام احکامِ شرعیہ کی اصل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۴۶' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

المرسلات: ۴۹ میں فرمایا: اور اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے O

یعنی جن کافروں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے اس حکم کی تکذیب کی ان کے لیے ہلاکت ہے۔

المرسلات: ۵۰ میں فرمایا: اس قرآن کے بعد وہ پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ O

اس سورت کے شروع سے اس آیت تک اللہ تعالیٰ نے دس وجوہ سے کفار کو ایمان نہ لانے پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کی مذمت کی ہے اور ان کو قرآن کی آیات میں اور کائنات میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے' تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے حال پر تعجب ظاہر فرمایا کہ اس قرآن کے بعد اور کوئی ہدایت کی کتاب آئے گی نہیں اور نہ اس نبی کے بعد اور کوئی ہدایت دینے والا نبی آئے گا تو پھر کفار کس بات کا انتظار کر رہے ہیں' وہ ایمان کیوں نہیں لے آتے؟

سورۃ المرسلات کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ/۲۴ جولائی ۲۰۰۵ء بہ روز اتوار بعد از نمازِ عصر سورۃ المرسلات کی تفسیر ختم ہو گئی' ۱۷ جولائی کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح ۷ روز میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اے میرے رب! جس طرح آپ نے یہاں تک ۲۹ پاروں کی تفسیر مکمل کرا دی ہے' اسی طرح اپنے فضل و کرم سے آخری عمّ پارے کی تفسیر مکمل کرا دیں' میری صحت اور توانائی کو اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو قائم رکھیں اور میری اور میرے والدین

Marfat.com

کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں اور ایمان پر عزت اور کرامت کے ساتھ خاتمہ فرمادیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ النبا

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام النبا ہے' اور یہ نام اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟○ عظیم خبر کے متعلق ○ (النبا: ۲۔۱)

وہ خبر وقوعِ قیامت کی خبر ہے' اور وہ لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے زندہ ہونے کی خبر ہے' لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ قیامت کب واقع ہوگی اور ان کو مرنے کے بعد کب زندہ کیا جائے گا!

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورت ''عمّ یتساء لون'' مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں عبدالعزیز بن قیس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کتنی قرأت کرتے تھے' حضرت انس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا: انہوں نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور اس نماز میں ''المرسلات'' اور ''عم یتساء لون'' پڑھیں۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۳۵۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

المرسلات اور النبا میں مناسبت

(۱) سورۃ المرسلات اور سورۃ النبا دونوں میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو بتایا ہے اور ان دونوں میں اس چیز کو دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے' سورۃ المرسلات میں فرمایا:

اَلَمۡ نُہۡلِکِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿ؕ﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُہُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ ○ کَذٰلِکَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ ○ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ○ اَلَمۡ نَخۡلُقۡکُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۙ○ فَجَعَلۡنٰہُ فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۙ○ اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۙ○ فَقَدَرۡنَا ٭ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ ○ (المرسلات: ۲۳۔۱۶)

کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟○ پھر ہم ان کے بعد دوسری قوموں کو لاتے ہیں○ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں○ اس دن مکذبین کے لیے ہلاکت ہے○ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟○ پھر ہم نے اس پانی کو محفوظ جگہ میں رکھا○ ایک مقرر اندازے تک○ پھر ہم نے اندازہ کیا' سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں○

اور سورۃ النبا میں فرمایا:

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِہٰدًا ۙ○ وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۙ○ وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ○ وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ○ وَّ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟○ اور پہاڑوں کو میخیں○ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا○ اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت

Marfat.com

لِبَاسًا ۙ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۙ (النبا: ۱۷۔۶)

بنایا○اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا○اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا○اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے○اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا○اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زور کی بارش نازل کی○ تاکہ ہم اس کے سبب سے غلہ اور سبزہ نکالیں○اور گھنے باغات○ بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے○

(۲) ان دونوں سورتوں میں جنت اور دوزخ کی صفات بیان کی گئی ہیں' قیامت کے ہولناک مناظر بیان کیے گئے' کفار اور مشرکین کو دوزخ میں جو عذاب دیا جائے گا' اس کا بیان کیا گیا ہے اور متقین کو جنت میں جن انعامات اور اکرامات سے نوازا جائے گا' ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) سورۃ المرسلات میں اجمالاً فرمایا تھا:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ؕ (المرسلات: ۱۴)

آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے○

اور النبا میں اس کی تفصیل فرمائی ہے:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۙ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ (النبا: ۱۸۔۱۷)

بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے○جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے○

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۰ اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۷۸ ہے۔

سورت النبا کے مشمولات

☆ النبا: ۵۔۱ میں قیامت کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور قیامت کے وقوع پر دلائل قائم کیے گئے ہیں۔

☆ النبا: ۱۶۔۶ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعدد مظاہر سے انسان کے مرنے کے بعد اس کو زندہ کرنے پر متعدد دلائل دیئے گئے ہیں۔

☆ النبا: ۲۰۔۱۷ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے کا کون سا وقت ہے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا۔

☆ النبا: ۳۸۔۲۱ میں کافروں کے عذاب کی مختلف اقسام اور مؤمنوں کے ثواب کی مختلف انواع بیان کی گئی ہیں۔

☆ اور اس سورت کو اس خبر پر ختم کیا گیا ہے کہ یہ دن برحق ہے اور کفار کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جس کی شدت کو دیکھ کر وہ کہیں گے: کاش! ان کو مٹی بنا دیا جاتا۔

سورۃ النبا کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل اور کذب سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۷ جولائی ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹/ ۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورة النبإ مكية	بسم الله الرحمن الرحيم	آياتها ۴۰ ركوعاتها ۲

سورۃ النبا مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ﴿٢﴾ الَّذِي هُمْ

یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟○ عظیم خبر کے متعلق ○ جس میں یہ اختلاف

فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ

کر رہے ہیں○ ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے○ پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے○ کیا ہم نے

نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٨﴾

زمین کو فرش نہیں بنایا؟ ○ اور پہاڑوں کو میخیں ○ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ○

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ

اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا ○ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا ○ اور ہم نے دن کو روزی کمانے

مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا

کا وقت بنایا ○ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے ○ اور ہم نے سورج کو چمکتا

وَهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِنُخْرِجَ

ہوا چراغ بنایا ○ اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زور دار بارش نازل کی ○ تاکہ ہم اس کے سبب

بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ﴿١٦﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ

سے غلہ اور سبزہ اگائیں ○ اور گھنے باغات ○ بے شک فیصلہ کا دن

مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَ

مقرر شدہ وقت ہے ○ جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج آؤ گے ○ اور

فُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے بن جائیں گے ○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ

Marfat.com

سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾

سراب بن جائیں گے ○ بے شک دوزخ گھات میں ہے ○ سرکشوں کا ٹھکانا ہے ○

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا

جس میں وہ مدتوں تک رہیں گے ○ اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی

شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ

مشروب ○ سوا کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے ○ یہ ان کے موافق بدلہ ہے ○ بے شک

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾

وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے ○ اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی ○

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ

اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے ○ اب چکھو ہم تمہارا عذاب بڑھاتے

اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع

ہی رہیں گے ○

ع ۳۰ / ۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟○ عظیم خبر کے متعلق○ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں○ ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے○ پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے○ (النبا: ۵-۱)

''عمّ یتساء لون'' کی لفظی تحقیق

النبا: ۱ میں پہلا لفظ ہے: ''عمّ'' یہ لفظ اصل میں ''عن ما'' تھا' ''ن'' اور ''م'' قریب المخرج ہیں' اس لیے ''ن'' کا ''م'' میں ادغام کر دیا گیا تو یہ ''عما'' ہو گیا' پھر کثرت استعمال کی وجہ سے اس میں تخفیف کی گئی اور اس کے آخر میں الف کو حذف کر دیا گیا تو یہ ''عمّ'' ہو گیا جیسے ''لم' بم'' اور ''فیم'' میں تخفیف کی وجہ سے ان الفاظ کے اخیر میں الف کو حذف کیا گیا ہے' کیونکہ یہ الفاظ بھی اصل میں ''لما' بما'' اور ''فیما'' تھے۔

کلامِ عرب میں لفظ ''ما'' کسی مجہول چیز کی ماہیت اور حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''ما الروح'' روح کی حقیقت کیا ہے؟ اور ''ما الجن'' جن کی حقیقت کیا ہے؟ پھر جس عظیم چیز کی ماہیت اور حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے کفار ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے' اس کی حقیقت اور اس کی صفات کا ادراک کرنے سے ان کی عقل عاجز تھی' اس لیے اس عظیم چیز کی ذات اور صفات ان کے نزدیک مجہول تھیں' اس لیے انہوں نے لفظ ''ما'' سے سوال کیا کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور اس کی کیا صفات ہیں؟ اور اس پر لفظ ''ما'' کا دخول اس چیز کے مرتبہ کے بلند ہونے اور اس چیز کے عظیم ہونے

Marfat.com

کی دلیل ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

مَآ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌؕ ○ (المطففین: ۸) آپ کو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟ ○

''سجن'' کا معنی قید خانہ ہے''سجین'' کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ قید خانہ کی طرح ایک نہایت تنگ مقام ہے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ زمین کے سب سے نچلے حصہ میں ایک جگہ ہے جہاں کافروں' مشرکوں اور ظالموں کی روحوں کو رکھا جاتا ہے اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کافروں' مشرکوں اور ظالموں کے صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''سجین'' بہت عظیم چیز ہے' جس کا کافروں کی روحوں اور ان کے صحائف اعمال کے مستقر سے تعلق ہے۔

''ما'' کا مدخول کوئی عظیم مجہول چیز ہوتی ہے' جس کی حقیقت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے' اس کی دوسری مثال یہ ہے:

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُؕ ○ (البلد: ۱۲) اور آپ کیا سمجھے کہ العقبۃ کیا ہے ○

''العقبہ'' گھاٹی کو کہتے ہیں یعنی جو پہاڑ میں چڑھائی کا راستہ ہو' یہ راستہ عام طور پر نہایت دشوار گزار ہوتا ہے' یعنی جب انسان کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہو تو اس کو شیطان اس نیکی سے روکنے کے لیے بہت وسوسے ڈالتا ہے اور اس کا نفس بھی اس محنت اور مشقت سے جان چھڑانے کے لیے اس کو متعدد طریقوں سے روکتا ہے' اسی طرح جب انسان کا نفس اس کو کسی بُرے کام کی طرف مائل کرتا ہے اور اس بُرائی پر اُبھارتا ہے تو انسان کو نیکی کرنے کے لیے یا بُرائی سے بچنے کے لیے شیطان سے اور اپنے نفس سے سخت جنگ کرنا پڑتی ہے اور جس طرح پہاڑ کی گھاٹی پر چڑھنا سخت دشوار ہوتا ہے' اس طرح ایسے مواقع پر نیک عمل کرنا اور بُرے کام کو ترک کرنا بھی بہت دشوار ہوتا ہے' سو یہ وہ عظیم گھاٹی ہے جس کو سمجھنا اور جاننا مطلوب ہے۔

سوال کرنے والوں کا مصداق

اس آیت میں فرمایا ہے: یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟ ○

یہ سوال کرنے والے کون لوگ تھے؟ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) یہ سوال کرنے والے کفار تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دھمکانے کے لیے فرمایا:

كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَۙ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ○ (النبا: ۵۔۴) ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے ○ پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے ○

اور دھمکانا صرف کفار کے لیے مناسب ہے' اس سے معلوم ہوا یہ کفار تھے جو ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

(۲) کفار اور مؤمنین دونوں سوال کرتے تھے' رہے مؤمنین تو وہ اس لیے سوال کرتے تھے کہ دین میں ان کی بصیرت اور قیامت پر ان کا ایمان اور زیادہ قوی ہو جائے اور رہے کفار تو وہ اسلام کا مذاق اڑانے کے لیے اور اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک اور شبہات ڈالنے کے لیے سوال کرتے تھے۔

(۳) سوال کرنے والے کفار اور مشرکین تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ جس قیامت کا ہم سے وعدہ کر رہے ہیں' وہ کب آئے گی۔

النبا: ۲ میں فرمایا: عظیم خبر کے متعلق ○

پہلی تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد قرآن مجید کی خبر ہے

جس عظیم خبر کے متعلق کفار سوال کرتے تھے وہ کس چیز کی خبر تھی؟ آیا قرآن کی یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی یا

Marfat.com

قیامت کی' ان تینوں احتمالات کی طرف مفسرین گئے ہیں' پہلا قول یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی خبر ہے۔

(۱) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد نے کہا: ''النبأ العظیم'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۸۹۰)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔ (النبا: ۳)

اور قرآن مجید کے متعلق کفارِ مکہ اختلاف کر رہے تھے' بعض کہتے تھے کہ قرآن مجید جادو ہے' اور بعض کہتے تھے کہ وہ شعر ہے اور بعض کہتے تھے کہ وہ ''اساطیر الاولین'' ہے یعنی پچھلی قوموں کے افسانے ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قیامت کے انکار پر وہ متفق تھے' نیز النبا: ۲ میں فرمایا: وہ عظیم خبر کے متعلق سوال کرتے تھے' اور خبر کا مصداق صرف قرآن مجید ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خبر نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوت کی خبر دی گئی ہے' اسی طرح قیامت بھی خبر نہیں ہے بلکہ قیامت کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔

دوسری تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد آپ کی بعثت کی خبر ہے

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر ہے۔

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے: اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور آپ کا دعویٰ نبوت مراد ہے۔

(زاد المسیر ج ۹ ص ۴' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے: یہ کیا نیا پیغام لائے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یہ کس چیز کے متعلق سوال کر رہے ہیں؟ کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنے پر وہ بہت تعجب کر رہے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ (قٓ: ۲)　　بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ تو بہت عجیب بات ہے ۝

نیز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توحید کا پیغام سنایا تو ان کو اس پر بھی بہت تعجب ہوا' قرآن مجید نے ان کا قول نقل فرمایا ہے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (صٓ: ۵)　　کیا اس نے اتنے بہت معبودوں کو ایک مستحق عبادت بنا دیا ہے؟ بے شک یہ بہت تعجب کی بات ہے ۝

پس مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق تعجب کا اظہار کرتے تھے اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟ ۝ عظیم خبر کے متعلق ۝ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ۝

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا اختلاف یہ تھا کہ بعض آپ کو شاعر کہتے تھے' بعض مجنون کہتے تھے اور بعض ساحر کہتے تھے۔

تیسری تفسیر عظیم خبر سے مراد حیات بعد الموت کی خبر ہے

(۳) اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ وہ قیامت اور لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق سوال کرتے تھے۔

Marfat.com

امام محمد بن جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
قتادہ نے "النبأ العظیم" کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۸۹۱)
ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اس خبر سے مراد قیامت کا دن ہے' کفار نے کہا: اس دن کے متعلق تم یہ زعم کرتے ہو کہ ہم اور ہمارے آباء کو اس دن میں زندہ کیا جائے گا اور ان کا اس میں اختلاف تھا اور وہ اس پر ایمان نہیں لاتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے بتایا: بلکہ وہ عظیم خبر ہے جس سے تم اعراض کرتے ہو' وہ قیامت کا دن ہے جس پر تم ایمان نہیں لاتے۔
قتادہ نے کہا: موت کے بعد زندہ کیے جانے میں ان کے دو فرقے تھے: بعض تصدیق کرتے تھے اور بعض تکذیب کرتے تھے۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

معاد جسمانی کے متعلق کفار اور مشرکین کی آراء

معاد کے متعلق کفار اور مشرکین کی حسب ذیل آراء تھیں:
بعض مشرکین معاد جسمانی میں شک کرتے تھے' وہ کہتے تھے:

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىْٓ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ (حٰم السجدہ: ۵۰)
میرا یہ گمان نہیں ہے کہ قیامت قائم ہوگی' اور اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس اچھا انعام ہوگا۔

اور بعض ان میں سے وہ تھے جو دہریوں کے عقائد کے حامل تھے' وہ کہتے تھے:

اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ (المؤمنون: ۳۷)
ہماری صرف یہی دنیا کی زندگی ہے' ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھایا جائے گا۔

اور ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر تھے اور مردہ انسان کے دوبارہ زندہ کرنے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر سمجھتے تھے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْىِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ ۝ (یٰس: ۷۸)
اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہا: ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟۝

اور بعض مرنے کے بعد زندہ ہونے کو مانتے تھے مگر وہ یہ کہتے تھے کہ ان کو ان کی بدعقیدگیوں اور بداعمالیوں سے حشر کے دن کوئی ضرر نہیں ہوگا' وہ کہتے: ہمارے یہ بت ہم کو اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (یونس: ۱۸)
اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ (بت) قیامت کے دن اللہ کے پاس ہماری شفاعت کریں گے۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی سوال کیا: یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟۝ پھر خود ہی جواب دیا: عظیم خبر کے متعلق ۝ اس کی توجیہ یہ ہے کہ کسی چیز کو سوال اور جواب کے طریقہ پر بیان کرنا اس چیز کو فہم اور وضاحت کے زیادہ قریب کر دیتا ہے' اس کی مثال یہ آیت ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝
آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ واحد قہار کی ۝

Marfat.com

(المؤمن: ۱۶)

النبا: ۵۔۴ میں فرمایا: ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O

''کلّا'' کا لفظی اور مرادی معنی

ان دونوں آیتوں کے شروع میں ''کلّا'' ہے''کلّا'' کے لفظ کو اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ جو چیز پہلے مذکور ہے اس کا رد کیا جائے' یعنی واقع اس طرح نہیں ہے جس طرح یہ کفار اور مشرکین کہتے ہیں کہ یہ خبر عظیم باطل ہے' وہ حیات بعد الموت کو باطل کہتے ہیں' ہرگز نہیں! حیات بعد الموت باطل نہیں ہے' ان کو جب عنقریب ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو وہ اس کو عین الیقین کے ساتھ جان لیں گے' پھر ہرگز نہیں! ان کو جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو وہ اس کو حق الیقین کے ساتھ جان لیں گے۔

عین الیقین کا معنی ہے: کسی چیز کا مشاہدہ سے علم ہونا' اور حق الیقین کا معنی ہے: کسی چیز کا تجربہ سے یقین ہونا' جب مشرکین قبروں سے نکلیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ لوگ قبروں سے زندہ ہو کر نکل رہے ہیں تو ان کو حیات بعد الموت پر علم الیقین ہو گا' پھر جب وہ اس پر توجہ کریں گے کہ وہ خود بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں تو ان کو حیات بعد الموت پر حق الیقین ہو جائے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''کلّا'' کا لفظ 'حقا'' کے معنی میں ہے یعنی یقیناً یہ عنقریب جان لیں گے O پھر یقیناً یہ عنقریب جان لیں گے O' اور یہ جو فرمایا ہے: یہ عنقریب جان لیں گے' اس میں ان کے لیے وعید اور عذاب کی دھمکی ہے کہ یہ جس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں اور جس چیز کا مذاق اڑا رہے ہیں' وہ برحق ہے' اس کو کوئی ٹالنے والا یا مسترد کرنے والا نہیں ہے اور لاریب وہ چیز ضرور واقع ہو گی اور دوبارہ جو اس جملہ کا ذکر کیا ہے' اس میں یہ بتایا ہے کہ دوسری دھمکی پہلی دھمکی سے زیادہ شدید ہے۔

''کلّا سیعلمون'' کو دوبار ذکر کرنے کے فوائد

اس جملہ کو جو دوبار ذکر فرمایا ہے' اس کی مفسرین نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) پہلی آیت کا تعلق کفار سے ہے اور دوسری آیت کا تعلق مؤمنین سے ہے' یعنی عنقریب کفار کو اس عظیم خبر کی تکذیب کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا' اور عنقریب مؤمنین کو اس عظیم خبر کی تصدیق کا انجام اور اس کی جزاء کا علم ہو جائے گا۔

(۲) پہلے جملہ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب کفار میدانِ حشر کا مشاہدہ کر لیں گے اور دوسرے جملہ کا معنی ہے: عنقریب کفار اس تکذیب کے عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے۔

(۳) پہلے جملہ کا معنی ہے: عنقریب کفار کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرنے والا ہے اور دوسرے جملہ کا معنی ہے: عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا یہ گمان اور وہم صحیح نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

(۴) پہلے جملہ میں جو وعید ہے' اس کا تعلق دنیا کی وعید سے ہے جیسے کفارِ مکہ کو جنگ بدر میں شکست اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہوئے اور دوسرے جملہ میں جو وعید ہے اس کا تعلق آخرت کی سزا سے ہے۔

(۵) پہلے جملہ میں جو وعید ہے' اس کا تعلق کافروں کی موت' نزع کی سختی اور سکرات الموت سے ہے اور دوسرے جملہ میں وعید کا

Marfat.com

تعلق دوزخ کی سزا سے ہے۔

(۶) پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے اور دوسرے جملہ میں احکامِ شرعیہ فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی بناء پر وعید ہے۔

(۷) پہلے جملہ میں جسمانی عذاب کی وعید ہے جو عذاب ان کو دوزخ میں دیا جائے گا اور دوسرے جملہ میں روحانی عذاب کی وعید ہے جو مؤمنوں پر انعام واکرام اور ان کی تعظیم وتکریم کو دیکھ کر انہیں ہوگا اور دنیا میں جن کو وہ حقیر سمجھتے تھے آخرت میں ان کی توقیر دیکھ کر ان کے دل جلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟O اور پہاڑوں کو میخیں O اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا O اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا O اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا O اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا O اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے O اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا O اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زوردار بارش نازل کی O تاکہ ہم اس کے سبب سے غلہ اور سبزہ اگائیں O اور گھنے باغات O بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے O (النبا: ۱۷۔۶)

حیات بعد الموت پر اجمالی شواہد اور دلائل

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا تھا کہ کفار حیات بعد الموت کا اور حشر اجساد کا انکار کرتے ہیں' ان کے انکار کی بنیاد یہ تھی کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے گا' اور ایک مردہ کی مٹی دوسرے مردے کی مٹی میں مل جائے گی اور تیز ہواؤں اور آندھیوں سے ان کے ذرات دور دراز علاقوں میں پہنچ جائیں گے تو کیسے معلوم ہوگا کہ کون سا ذرہ کس انسان کا ہے اور کون سا ذرہ دوسرے انسان کا ہے؟' ان کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس کا علم ناقص ہو وہ ان مختلط ذرات کو باہم ممتاز نہیں کر سکتا اور جس کی قدرت ناقص ہو وہ ان بکھرے ہوئے ذرات کو جوڑ کر پھر ویسا ہی انسان بنا کر کھڑا نہیں کر سکتا' اللہ تعالیٰ کا علم بھی کامل ہے اور اس کی قدرت بھی کامل' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور اپنی قدرت کے کمال پر النبا: ۱۶۔۶ تک شواہد پیش کیے کہ اس نے زمین کو فرش بنایا' اس میں پہاڑوں کی میخیں لگائیں' انسانوں کو پیدا کیا' دن اور رات کا نظام بنایا' سات مضبوط آسمان بنائے' سورج اور بادلوں کو پیدا کیا' زمین سے غلہ اور سبزہ اور گھنے باغات اگائے' کیا جس نے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے وہ تم کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا اور آخرت میں تمہارا محاسبہ نہیں کر سکتا اور نیکوکاروں کو ثواب اور گناہ گاروں کو عذاب نہیں دے سکتا؟

النبا: ۷ میں فرمایا: اور پہاڑوں کو میخیں O

صوفیاء کی اصطلاح میں ''اوتاد'' کا معنی

اس آیت میں ''اوتاد'' کا لفظ ہے' یہ ''وتد'' کی جمع ہے' ''وتد'' کا معنی ہے: میخ اور کیل' اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنا کر اس میں پہاڑوں کی میخیں لگادیں تاکہ زمین اپنی جگہ قائم رہے' اس آیت میں پہاڑوں کو میخوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح میخ کو جب کسی چیز میں گاڑ دیا جائے تو وہ اس چیز کو قائم رکھتی ہے' اسی طرح جب پہاڑوں کو زمین میں نصب کردیا گیا تو پہاڑ زمین کو اپنے محور پر قائم رکھتے ہیں اور زمین کو محور سے متجاوز نہیں ہونے دیتے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ''اوتاد'' حقیقت میں اکابر اولیاء اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص اہل صفا ہیں' وہ ان پہاڑوں کی طرح ہیں جن کو زمین میں نصب کیا ہوا ہے' ابوسعید خراز سے یہ سوال کیا گیا کہ اوتاد اور ابدال میں کون افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: اوتاد افضل ہیں' سائل نے سوال کیا: کیسے؟ ابوسعید خراز نے کہا: کیونکہ ابدال ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹتے رہتے ہیں اور

Marfat.com

ایک مقام سے دوسرے مقام میں ان کا بدل چھوڑ دیا جاتا ہے اور اوتاد انتہائی بڑے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اپنے مقام سے نہیں ہٹتے اور اپنے مقام پر اس طرح قائم رہتے ہیں جیسے کسی جگہ میخ کو گاڑ دیا گیا ہو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے مخلوق کا نظام اور قوام قائم رہتا ہے' ابن عطاء نے کہا: اوتاد ہی اہل استقامت اور اہل صدق ہیں' ان کے احوال متغیر نہیں ہوتے اور وہ مقام تمکین پر فائز ہیں۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۳۴۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

النبا: ۸ میں فرمایا: اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا O

''زوج'' کے معنی سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال

اس آیت میں ''زوج'' کا لفظ ہے' علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ ''زوج'' کے معنی میں لکھتے ہیں:

''زوج'': شوہر' بیوی' طاق (فرد کے خلاف) یعنی جفت کو کہا جاتا ہے' دو چیزوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ''زوج'' ہیں۔

(القاموس المحیط ص ۱۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس آیت میں ''زوج'' سے یہی آخری معنی مراد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس حال میں پیدا کیا ہے کہ تمہاری دو صنفیں ہیں اور تم دونوں کی وجہ سے نسل انسانی کا فروغ ہو رہا ہے اور زوج کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا جاتا ہے جس کی دو مثلیں ہوں' عام ازیں کہ وہ جان دار چیزیں ہوں یا بے جان چیزیں ہوں' جیسے میاں بیوی' جرابیں' موزے اور جوتے وغیرہ اسی طرح دو متقابل چیزوں پر بھی زوج کا اطلاق کیا جاتا ہے' جیسے فقر اور غنا' صحت اور مرض' علم اور جہل اور قوت اور ضعف وغیرہ' اسی طرح قبیح اور حسین' طویل القامت اور قصیر القامت وغیرہ اضداد پر بھی زوج کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور انتہائی حکمت پر واضح دلیل ہے کہ اس نے غنی اور فقیر' صحت مند اور بیمار اور توانا اور کمزور متضاد صفات کے حامل انسان پیدا کیے تاکہ ان کا امتحان اور آزمائش ہو سکے اور یہ دیکھا جائے کہ غنی اور صحت مند' صحت اور خوش حالی پر شکر کرتا ہے یا نہیں اور فقیر اور بیمار اپنے فقر اور مرض پر صبر کرتا ہے یا نہیں' کیونکہ انسان بیماری کی حالت میں صحت کی قدر کرتا ہے اور فقر کی حالت میں خوش حالی کی قدر کرتا ہے۔

النبا: ۹ میں فرمایا: اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا O

''نوم'' اور ''سبات'' کے معانی اور نیند کو ''سبات'' فرمانے کی وجہ

اس آیت میں دو لفظ ہیں: ''نوم'' اور ''سبات''' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ ''نوم'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نوم'' کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں اور وہ سب صحیح ہیں:

(۱) رطب (تر) بخارات کے دماغ کی طرف چڑھنے کی وجہ سے دماغ کے پٹھوں کا ڈھیلا پڑ جانا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نفس کو بغیر موت کے وفات دے دے' قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو نیند کے وقت قبض فرماتا ہے۔

(۳) نیند خفیف موت ہے اور موت ثقیل نیند ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۶۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

''سبت'' کے اصل معنی ہیں: ''القطع'' یعنی کسی کام کو منقطع کرنا' ہفتہ کے دن کو ''یوم السبت'' کہا جاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اتوار کے دن سے شروع کی اور چھ دنوں میں اس تخلیق کو مکمل کر لیا' پھر ہفتہ کے دن اس

Marfat.com

نے اپنے عمل کو منقطع کر دیا تو اس لیے اس کا نام 'یوم السبت'' ہوا' یعنی کام منقطع کرنے کا دن' قرآن مجید میں ہے:

اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِیْهِمْ ۚ (الاعراف: ۱۶۳)

جب وہ (بنو اسرائیل) ہفتہ کے دن تجاوز کرتے تھے' جب ان کے کام کے انقطاع کے دن مچھلیاں ظاہراً سامنے آتی تھیں اور جس دن وہ کام منقطع کرتے تھے (ہفتہ کے دن) اس دن وہ ان کے سامنے نہیں آتی تھیں۔

اور فرمایا:

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ (النبا: ۹)

اور ہم نے تمہاری نیند کو کام کاج کے انقطاع کا ذریعہ بنا دیا یعنی راحت O

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۲۔۲۹۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیند کو 'سبات'' فرمایا یعنی قطع کا ذریعہ اور سبب' سو اس کی علماء نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) زجاج نے کہا: نیند انسان کے اعمال اور اس کی حرکات کے منقطع ہونے کا سبب ہے' اس لیے اس کو 'سبات'' فرمایا۔

(۲) قرآن مجید میں نیند کو موت فرمایا ہے (الزمر: ۴۲) اس لیے بیداری کو حیات اور معاش یعنی روزی کمانے کا ذریعہ فرمایا ہے:

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۠ (النبا: ۱۱) اور ہم نے دن کو کام کاج اور حصول رزق کا ذریعہ بنا دیا O

(۳) لیث نے کہا: 'السبات'' ایسی نیند ہے جو بے ہوشی کے مشابہ ہے' اگرچہ ہر نیند ایسی نہیں ہوتی لیکن وجہ تسمیہ کے لیے جامع ہونا ضروری نہیں ہے' جیسے پاجامہ کو پاجامہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ پیروں کا لباس ہے حالانکہ پیروں کا ہر لباس پاجامہ نہیں ہوتا' شلوار' تہ بند اور پتلون بھی پیروں کا لباس ہے' اس لیے اس سے امام رازی کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ اگرچہ 'سبات'' بے ہوشی کو کہتے ہیں لیکن اس وجہ سے نیند کو 'سبات'' کہنا درست نہیں کیونکہ ہر نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ وہ بے ہوشی کے مشابہ ہو۔

(۴) ''سبات'' کا معنی قطع ہے یعنی ٹکڑے ٹکڑے اور انسان کو نیند بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور قسط وار آتی ہے' ایسا نہیں ہوتا کہ انسان مسلسل کئی کئی دن سوتا رہے' وہ چند گھنٹے سو جاتا ہے' پھر جاگ کر کام کاج کرتا ہے' پھر سو جاتا ہے تو اس کو نیند قطعات کی صورت میں آتی ہے۔

(۵) انسان جب کام کرنے سے تھک جاتا ہے تو کام منقطع کر کے سو جاتا ہے اور یہ نیند اس کی تھکاوٹ کو زائل کر دیتی ہے' پس اس تھکاوٹ کے ازالہ کو 'سبات'' اور قطع فرمایا یعنی تھکاوٹ کو قطع کرنا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیند کو راحت بنا دیا۔

(۶) مبرد نے کہا: جب انسان پر نیند کا غلبہ ہو اور انسان اس نیند کو دور کرنے اور منقطع کرنے کی کوشش کرے تو عرب اس کو بھی ''سبات'' کہتے ہیں' اس صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہاری نیند کو خفیف اور ہلکی بنایا ہے تاکہ تمہارے لیے اس نیند کو منقطع کرنا آسان ہو' گویا کہ یوں کہا گیا کہ ہم نے تمہاری نیند کو لطیف نیند بنایا ہے اور اس کو ایسی گہری اور ثقیل نہیں بنایا کیونکہ وہ بیماری ہے' صحت نہیں ہے۔

النبا: ۱۰ میں فرمایا: اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا O

Marfat.com

لباس کا معنی اور رات کو لباس فرمانے اور اس کے نعمت ہونے کی وجوہ

اس آیت میں "لباس" کا لفظ ہے علامہ محمد بن ابوبکر رازی حنفی متوفی ٦٦٠ ھ لکھتے ہیں:

"لباس" کا ایک معنی ہے: اشتباہ یعنی کسی شخص پر کوئی معاملہ خلط ملط کر دینا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (الانعام: ٩)

اور اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تو ہم اس کو انسان ہی بناتے اور ہم ان پر اسی چیز کا التباس اور اشتباہ ڈال دیتے جس کا التباس اور اشتباہ انہیں اب ہو رہا ہے ○

اور لباس اس چیز کو کہتے ہیں جس کو پہنا جائے' مرد عورت کا لباس ہے اور عورت مرد کا لباس ہے' قرآن مجید میں ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ: ١٨٧) وہ (بیویاں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ (الاعراف: ٢٦) اور تقویٰ کا لباس یہی زیادہ بہتر ہے۔

تقویٰ کے لباس سے مراد حیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا عذاب کے ڈر سے فحش کاموں اور دیگر برائیوں کو ترک کر دینا)۔ (مختار الصحاح ص ٣٤٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ ھ)

ہر وہ چیز جو انسان کی قبیح چیزوں کو ڈھانپ لے اس کو لباس کہتے ہیں' شوہر بیوی کا لباس ہے کیونکہ بیوی کی ضروریات اور اس کی خواہش کو پورا کرنے کی وجہ سے وہ بیوی کو فحش اور غلط کاموں کے ارتکاب سے روکتا ہے' اسی طرح بیوی شوہر کا لباس ہے کیونکہ اس کی خدمت اور اس کی خواہش پوری کرنے کی وجہ سے وہ شوہر کو غلط راہوں پر جانے سے روکتی ہے۔

قفال نے کہا: اصل میں لباس ڈھانپنے والی چیز کو کہتے ہیں اور چونکہ رات اپنی ظلمت اور اندھیرے کی وجہ سے لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے' اس لیے رات کو لباس فرمایا ہے' اور رات انسان کے حق میں اس لیے نعمت ہے کہ جب انسان اپنے دشمن سے چھپنا چاہے تو رات اس کے لیے ساتر ہو جاتی ہے اور جس طرح لباس کی وجہ سے انسان کا جمال زیادہ اور کامل ہوتا ہے اور لباس کی وجہ سے وہ سردی اور گرمی کے ضرر کو دور کرتا ہے' اسی طرح رات کو نیند کی وجہ سے انسان کا حسن و جمال زیادہ ہو جاتا ہے' اس کی تھکاوٹ کے زائل ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے سے اضمحلال دور ہو جاتا ہے اور وہ تر و تازہ اور شاداب ہو جاتا ہے اور اس کے دماغ سے تفکرات کا ہجوم نکل جاتا ہے اور وہ پُرسکون ہو جاتا ہے۔

النبا: ١١ میں فرمایا: اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا ○

"معاش" کا معنی اور اس کے نعمت ہونے کی توجیہ

اس آیت میں "معاش" کا لفظ ہے' "معاش" "عیش" سے بنا ہے' "عیش" کا معنی ہے: وہ حیات جو جانداروں کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ مطلقاً حیات کا لفظ تو حیوان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے' اسی لفظ سے معیشت بنا ہے۔

(المفردات ج ٢ ص ٤٥٨)

معیشت کا معنی ہے: حیات کے ذرائع اور وسائل یعنی زندگی گزارنے کے اسباب۔

دن کو معاش فرمایا یعنی یہ زندگی گزارنے کا وقت ہے' اس وقت میں تم کو نیند سے بیدار کیا جاتا ہے اور نیند موت کی بہن ہے گویا اس وقت میں تم کو از سر نو زندہ کیا جاتا ہے' اس وجہ سے دن کا معاش ہونا بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

علامہ علاء الدولہ محمد بن احمد سمنانی متوفی ٦٥٩ ھ ان آیتوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کیا ہم نے بشریت کی زمین کو تمہاری استراحت کا پالنا نہیں بنایا' اور بشریت کے منافع کی انواع کے پھیلنے کا ذریعہ نہیں

Marfat.com

بنایا اور تمہارے نفوس کی شقاوت اور دلوں کی سختیوں کے پہاڑوں کو بشریت کی سرزمین کے قیام کے ستون اور پائے نہیں بنایا اور تم کو جوڑے جوڑے بنایا' روح کا جوڑا اور نفس کا جوڑا یا دل کو مذکر اور نفس کو مؤنث بنایا اور تمہاری نیند کی غفلت کو راحت بنایا تا کہ تم لذتوں اور شہوتوں کو پوری پوری حاصل کر کے استراحت کر سکو اور تمہاری طبیعتوں کی رات کو تمہارے دن کی روحانیت کے لیے پردہ بنایا اور تمہارے دن کی روحانیت کو معاش بنایا' جس میں تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کر سکو۔

(مخطوطہ تکملہ التاویلات النجمیہ بہ حوالہ روح البیان ج ۱۰ص ۲۴۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

التاویلات النجمیہ کا تعارف

شیخ نجم الدین ابوبکر بن عبداللہ رازی متوفی ۶۵۴ھ دایہ کے لقب سے معروف تھے' انہوں نے صوفیانہ اصطلاحات پر قرآن مجید کی تفسیر لکھی' لیکن سورۃ الذاریات تک مکمل کر سکے' بعد ازاں الطور سے آخر قرآن تک شیخ علاء الدولہ سمنانی نے اس کا تکملہ لکھا' یہ تفسیر پانچ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے' ہنوز طبع نہیں ہوئی' اس کا قلمی نسخہ دار الکتب' قاہرہ میں موجود ہے۔ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان میں کہیں کہیں اس کا اقتباس نقل کرتے رہتے ہیں۔

النبا: ۱۲ میں فرمایا: اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے O

لفظ ''بنینا'' لانے کی حکمت

''شداد'' کا لفظ ''شدیدۃ'' کی جمع ہے یعنی جس کی تخلیق مضبوط اور محکم ہو اور وقت کے گزرنے سے اس میں کوئی تغیر نہ ہو سکے اور اس میں نہ کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو سکے اور نہ اس میں کوئی شگاف پڑ سکے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ (الانبیاء: ۳۲) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے۔

اس آیت میں ''بنینا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہم نے بنیاد رکھی اور بنیاد مکان کے نیچے ہوتی ہے اور چھت اوپر ہوتی ہے تو چھت بنانے کے لیے لفظ ''بنینا'' کو لانے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بنیاد ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ہوتی ہے جب کہ چھت میں ٹوٹ پھوٹ کا خطرہ ہوتا ہے' تو ''بنینا'' کا لفظ لا کر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ یہ چھت بھی بنیاد کی طرح مضبوط ہے اور ٹوٹ پھوٹ کے خطرہ سے محفوظ ہے۔

بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں' اسی طرح قلب کے بھی سات طبقات ہیں: (۱) طبقۃ الصدور اور یہ جوہر اسلام کا معدن ہے (۲) طبقۃ القلب اور یہ جوہر ایمان کا محل ہے (۳) الشغاف' یہ عشق' محبت اور شفقت کا معدن ہے (۴) الفواد' یہ مکاشفہ اور مشاہدہ کا معدن ہے (۵) حبۃ القلب' یہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ مخصوص ہے' اس طبقہ میں دونوں جہان میں سے کسی کی محبت نہیں ہوتی (۶) السویدا' یہ علم لدنی کا معدن ہے اور بیت الحکمۃ ہے (۷) بیت المعزۃ' یہ اکملین کا قلب ہے' اس بیت میں اسرار الہیہ ہیں' یہ باطن سے ظاہر کی طرف بالکل نہیں نکلتے اور نہ کبھی ان کا کوئی اثر ظاہر ہوتا ہے۔ (روح البیان ج ۱۰ص ۳۴۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

النبا: ۱۳ میں فرمایا: اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا O

''وھاج'' اور ''ثجاج'' کے معانی

اس آیت میں ''وھاج'' کا لفظ ہے' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ ''وھج'' سے بنا ہے' ''وھج'' کا معنی ہے: روشن ہونا' چمکنا اور بھڑکنا' سو اس کا معنی ہے: بہت زیادہ روشن۔

بعض علماء نے کہا: ''الوھج'' کا معنی ہے: ''مجمع النور والحرارۃ'' گویا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ سورج انتہائی

Marfat.com

درجہ کا روشن اور انتہائی درجہ کا گرم ہے' کلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''الوھاج'' صرف نور کا مبالغہ ہے' اور الخلیل کی کتاب میں لکھا ہے کہ ''الوھج'' آگ اور سورج کی گرمی ہے۔

اس کا تقاضا ہے کہ ''الوھاج'' حرارت کا مبالغہ ہو یعنی انتہائی گرم اور روشن۔

النبا: ۱۴ میں فرمایا: اور ہم نے برسنے والے بادلوں سے زوردار بارش نازل کی O

اس آیت میں ''المعصرات'' کا لفظ ہے' اس کا واحد ''المعصرۃ'' ہے' اس کا لغوی معنی ہے: نچوڑنے والی' یعنی بادلوں کو نچوڑنے والی ہوائیں۔

''المعصرات'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو چیر دیتی ہیں' اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں۔

مجاہد' مقاتل' کلبی اور قتادہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ''المعصرات'' سے مراد وہ تند و تیز ہوائیں ہیں جو بادلوں کو چیر دیتی ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا. اللہ ہوائیں چلاتا ہے جو بادل کو اٹھاتی ہیں۔

(الروم: ۴۸)

ابو العالیہ' الربیع اور الضحاک نے کہا: ''المعصرات'' سے مراد بادل ہیں اور انہوں نے بادلوں کو ''المعصرات'' کہنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) المؤرج نے کہا: لغت قریش میں ''المعصرات'' کا معنی بادل ہے۔

(۲) المازنی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ ''المعصرات'' ہی بادل ہوں' جو نچڑتے ہیں کیونکہ جب نچوڑنے والی چیزیں بادلوں کو نچوڑتی ہیں تو ان سے پانی برستا ہے اور بارش ہوتی ہے۔

(۳) ''المعصرات'' سے مراد وہ بادل ہیں جو نچڑنے کے قریب ہوتے ہیں کیونکہ جب ہوائیں ان بادلوں کو نچوڑتی ہیں تو وہ برسنے لگتے ہیں' جس طرح جب فصل کٹنے کے قریب ہو تو کہا جاتا ہے فصل کٹ گئی' اس طرح جب لڑکی کے حیض آنے کا وقت قریب ہو تو کہا جاتا ہے: لڑکی نچڑ گئی۔

نیز اس آیت میں مذکور ہے: ''ماءً ثجاجاً''۔ ''ثجاج'' کا معنی ہے: زور و شور کے ساتھ برسنے والا' اس کا معنی ہے: پانی برسنا اور بہنا' ''ثج'' کا مصدر لازم بھی ہوتا ہے اور متعدی بھی ہوتا ہے' گویا اس کا معنی بہنا بھی ہے اور بہانا بھی ہے' حدیث میں بھی ''الثج'' کا لفظ ہے:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل الحج العج والثج'' یعنی سب سے افضل حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے تلبیہ کہا جائے اور قربانی کے جانوروں کا خون بہایا جائے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۲۷' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۷۹۷)

النبا: ۱۵۔۱۴ میں فرمایا: تاکہ ہم اس کے سبب سے غلہ اور سبزہ اگائیں O اور گھنے باغات O

غلہ اور سبزہ اگانے کی ظاہری اور صوفیانہ تفسیر

جب یہ پانی زمین تک پہنچ جائے گا اور مٹی اور بیج سے مخلوط ہو جائے گا تو ہم اس سے غلہ اور سبزہ اگائیں گے' غلہ سے مراد وہ زرعی پیداوار ہے' جو انسان کی خوراک بنتی ہے' جیسے گندم' جو' چاول اور مختلف دالیں' اور سبزہ سے مراد وہ مختلف اقسام کا چارہ ہے

Marfat.com

جو جانوروں کی خوراک بنتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں دونوں کی خوراک کا بندوبست کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۔ (طٰہٰ:۵۴) تم خود کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ۔

نیز النبا:۱۶ میں فرمایا: اور گھنے باغات O

تاکہ انسان باغات کے پھلوں سے نئے نئے ذائقوں کی لذت حاصل کرے' جنت کا اصل معنی ستر اور چھپانا ہے' ڈھال کو ''جُنۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دشمن کے وار کے لیے ستر ہوتی ہے' گھنے باغات سے مراد کھجور اور دوسرے پھلوں کے باغات ہیں اور ''الفافا'' کے معنی ہیں: ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے یعنی گھنے۔ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جس کی بہ کثرت گھنی اور سایادار شاخیں ہوتی ہیں' درخت کی شاخیں جب ایک دوسرے میں گھسی ہوئی ہوتی ہیں تو وہ گھنا ہوتا ہے اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔

علامہ علاء الدولہ سمنانی متوفی ۶۵۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہم نے ارواح کے آسمان سے الطاف کی ہواؤں سے علوم ذاتیہ اور حکمت ہائے ربانیہ کو قطرہ قطرہ تمہارے دلوں کی سرزمین پر ٹپکایا ہے تاکہ ہم اس سے محبتِ ذاتیہ کا غلہ اور شوق اور اشتیاق کا غلہ اگائیں اور محبتِ الٰہی کے گھنے باغات پیدا کریں۔ (التاویلات النجمیہ ج ۵ مخطوطہ)

النبا:۱۷ میں فرمایا: بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے O

حیات بعد الموت پر دلائل اور شواہد کا خلاصہ

اس سورت کے شروع میں عظیم خبر کا ذکر فرمایا تھا اور اس سے مراد حیات بعد الموت ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے النبا:۶ سے النبا:۱۶ تک حیات بعد الموت پر دس آیتوں میں دس دلائل پیش فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں بنایا اور لوگوں کو جوڑا جوڑا پیدا کیا' نیند کو راحت' رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش بنایا الخ۔

اور ان دس چیزوں کو پیدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو اس ساری کائنات کا علم ہے اور وہ ان کی تخلیق پر قادر ہے' پس وہ عالم اور قادر ہے اور واجب ہے کیونکہ ممکن تو خود اپنی تخلیق میں محتاج ہے اور جب وہ واجب ہے تو ضروری ہے کہ وہ واحد ہو' کیونکہ تعدد وجباء محال ہے اور جب وہ اس تمام کائنات کو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس کائنات کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے: بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے O اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ہے' اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ایک دن مقرر فرما دیا ہے جس میں قیامت قائم ہوگی' اس دن تمام لوگ ختم ہو جائیں گے اور ان کے اعمال بھی منقطع ہو جائیں گے' پھر ایک اور دن مقرر فرما دیا ہے جس میں صور پھونکا جائے گا تو تمام مردہ لوگ زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش تھے وہ ہوش میں آ جائیں گے' پھر سب لوگوں کو جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے گا' نیکوں کو ثواب دیا جائے گا اور بدکاروں کو عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج آؤ گے O اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے بن جائیں گے O اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے O بے شک دوزخ گھات میں ہے O سرکشوں کا ٹھکانا ہے O جس میں وہ مدتوں تک رہیں گے O اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب O سوا کھولتے

Marfat.com

ہوئے پانی اور پیپ کے O یہ ان کے موافق بدلہ ہے O بے شک وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے O اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی O اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے O اب چکھو ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے O (النبا: ۳۰-۱۸)

حشر کے دن لوگوں کے فوج درفوج آنے کے متعلق ایک روایت کی تحقیق

صور سے مراد سینگھ کی شکل کی ایک چیز ہے جس کو بگل کہتے ہیں' اس میں پھونک مارنے سے بہت ہیبت ناک آواز نکلے گی' صور کی پوری تفصیل (الزمر: ۶۸) میں بیان کی جا چکی ہے۔

جس جگہ میدانِ حشر قائم کیا جائے گا' تمام مُردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر وہاں فوج درفوج پہنچیں گے' عطاء نے کہا: ہر نبی اپنی امت کے ساتھ آئے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ (بنی اسرائیل: ۷۱) جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے بغیر سند کے ایک حدیث ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تم نے بہت بڑی چیز کے متعلق سوال کیا ہے' پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' پھر فرمایا: میری امت سے دس قسم کے لوگوں کا حشر کیا جائے گا' بعض بندروں کی صورتوں میں ہوں گے' بعض خنزیروں کی صورتوں میں ہوں گے' بعض منہ کے بل اوندھے گھسٹ گھسٹ کر آ رہے ہوں گے' بعض اندھے ہوں گے' بعض بہرے اور گونگے ہوں گے' بعض لوگوں کی زبانیں ان کے سینوں تک لٹکی ہوئی ہوں گی' ان کے مونہوں سے قے بہ رہی ہوگی' جس سے تمام اہل محشر کو گھن آ رہی ہوگی' بعض لوگوں کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں گے' بعض لوگ آگ کے درختوں کے تنوں پر سولی پر چڑھے ہوئے ہوں گے' بعض لوگوں سے مردار سے زیادہ بُری بدبو آ رہی ہوگی' بعض لوگ تیل کے جبے پہنے ہوئے ہوں گے جو ان کے بدن سے چپکے ہوئے ہوں گے۔

رہے وہ لوگ جو بندروں کی صورتوں پر ہوں گے وہ چغل خور ہوں گے' اور جو لوگ خنزیروں کی صورتوں پر ہوں گے وہ حرام کھانے والے ہوں گے' اور جو لوگ منہ کے بل چل رہے ہوں گے وہ سود کھانے والے ہوں گے' اور جو لوگ اندھے ہوں گے وہ ظالمانہ فیصلے کرنے والے ہوں گے' اور جو بہرے اور گونگے ہوں گے وہ اپنے اعمال پر اترانے والے ہوں گے' اور جن کی زبانیں لٹکی ہوئی ہوں گی یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو اپنے قول کے خلاف عمل کریں گے' اور جن لوگوں کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کو ستاتے ہیں اور جن کو آگ کے درختوں پر سولی دی ہوئی ہوگی یہ وہ سپاہی ہیں جو لوگوں کو (ظلماً) حاکم کے پاس لے جائیں گے' اور جن سے مردار سے زیادہ سخت بدبو آ رہی ہوگی یہ وہ ہیں جو اپنی لذتوں اور شہوتوں کی اتباع کریں گے اور اپنے مالوں میں سے اللہ کے حقوق ادا نہیں کریں گے اور جو لوگ تیل کے جبے پہنے ہوئے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو فخر اور تکبر کرنے والے ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۱۵' الکشاف ج ۴ ص ۶۸۷' تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳-۱۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۵۳-۱۵۲' الدر المنثور ج ۸ ص ۳۶۱' روح البیان ج ۱۰ ص ۳۵۳' روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۰-۱۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اس حدیث کو امام ابن مردویہ اور امام ثعلبی نے بیان کیا ہے' اس کو محمد بن زہیر از محمد بن ہندی از حنظلہ سدوسی از والد خود از براء بن عازب روایت کیا ہے' اس کی سند میں حنظلہ سدوسی بہت ضعیف ہے' امام احمد نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے اور بہت عجیب چیزیں روایت کرتا ہے' امام ذہبی نے اس کا میزان میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ (تخریج الکشاف ج ۴ ص ۶۸۷)

Marfat.com

النبا:۱۹ میں فرمایا: اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے بن جائیں گے O

آسمان کے دروازوں کا ثبوت

اس آیت کا معنی ہے: فرشتوں کے نزول کے لیے آسمان میں دروازے بن جائیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَةُ تَنْزِیْلًا O (الفرقان:۲۵) جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو لگا تار اتارا جائے گا O

ایک قول یہ ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور دروازوں کی مثل ہو جائے گا' ایک قول یہ ہے کہ دروازوں سے مراد آسمان کے راستے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ آسمان بکھر جائے گا اور اس میں دروازے بن جائیں گے' ایک قول یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں' ایک دروازے سے اس کے نیک اعمال اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق آسمان سے اترتا ہے' اور جب قیامت قائم ہو گی تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے' آسمان کے دروازوں کا اس حدیث میں ذکر ہے:

شب معراج کی حدیث میں ہے: پھر ہم کو آسمان کی طرف لے جایا گیا' حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں' کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! ان کو بلایا گیا ہے' پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۳' السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۳۱۴)

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں آسمان کے دروازوں کا صراحۃً ذکر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ. (الاعراف:۴۰) جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

النبا:۲۰ میں فرمایا: اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے O

قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال

اس آیت میں ''سراب'' کا لفظ ہے' شدید گرمی میں دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی سے ریگستان میں جو ریت پانی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی بہہ رہا ہے اور درختوں کا عکس اس میں دکھائی دے رہا ہے اس کو سراب کہتے ہیں کیونکہ اس چمکتی ہوئی ریت پر نظر پڑنے سے پانی کا دھوکا ہو جاتا ہے' اس لیے دھوکے اور فریب کے لیے سراب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اور اس آیت میں ''سیرت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا یا کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہاڑوں کے حسب ذیل احوال ذکر فرمائے ہیں:

(۱) پہلا حال یہ ہے کہ پہاڑوں پر ایک ضرب لگا کر ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا اور اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا:

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّةً وَّاحِدَةً O (الحاقہ:۱۴) اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا اور ان کو ایک ضرب سے توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا O

(۲) دوسرا حال یہ ہے کہ پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اُون کی طرح اُڑ رہے ہوں گے:

Marfat.com

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ؕ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے ○ (القارعہ: ۵)

(۳) تیسرا حال یہ ہے کہ پہاڑ بکھرے ہوئے ذرات کے غبار کی طرح ہو جائیں گے:

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ۙ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ پھر وہ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے ○ (الواقعہ: ۶۔۵)

(۴) چوتھا حال یہ ہے کہ پہاڑوں کو دھنک دیا جائے گا کیونکہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے مختلف حصوں میں پڑے ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعہ ان کو دھنک ڈالے گا:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ۙ وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' سو آپ کہیے کہ میرا رب ان کو دھنک ڈالے گا (یعنی ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا) ○ (طٰہٰ: ۱۰۵)

(۵) پانچواں حال یہ ہے کہ جس طرح کسی سوراخ یا روشن دان سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں اور ان میں روشنی کے باریک ذرات کے غبار دکھائی دیتے ہیں' اسی طرح جب اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجے گا تو وہ پہاڑوں کے ذرات کو اُڑائیں گی اور وہ شعاعوں میں باریک ذرات کے منتشر غبار کی طرح دکھائی دیں گے:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ . اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی حالت میں دیکھو گے۔ (الکہف: ۴۷)

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ . (النمل: ۸۸) اور آپ پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتے ہیں کہ یہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بھی بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے۔

(۶) پہاڑوں کا چھٹا حال یہ ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو کر سراب اور فریب نظر ہو جائیں گے اور حقیقت میں لاشی اور معدوم ہو جائیں گے اور جو شخص پہاڑوں کی جگہ دیکھے گا اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی جیسے کسی شخص کو دور سے ریگستان میں چمکتا ہوا پانی نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا اور اس حال کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا:

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ (النبا: ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے ○

قیامت کے دہشت ناک مناظر بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ دوزخ کے ہولناک احوال بیان فرما رہا ہے۔

النبا: ۲۱ میں فرمایا: بے شک دوزخ گھات میں ہے ○

''مرصاد'' کا معنی اور مصداق

دوزخ گھات میں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ دوزخ منتظر ہے یعنی جب سے دوزخ بنائی گئی ہے' وہ مجرموں کا انتظار کر رہی ہے کہ ان کو کب دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

''مرصاد'' کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ ''مرصاد'' اسم ظرف ہے اور یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں سے گھات لگائی جاتی ہے' جیسے ''مضمار'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھوڑوں کو ''اضمار'' کیا جاتا ہے یعنی پہلے انہیں کچھ دن خوب کھلاتے پلاتے ہیں اور بعد میں انہیں کچھ دن بھوکا رکھتے ہیں تا کہ ان کا جسم مضبوط ہو جائے اور مشقت برداشت کرنے کا عادی

Marfat.com

ہو جائے۔ اس اعتبار سے اس میں دو احتمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں دوزخ کے محافظ مجرموں کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں' دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مؤمنین دوزخ کے اوپر سے گزریں گے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ. (مریم: ۷۱) تم میں سے ہر شخص دوزخ میں سے گزرے گا۔

پس جنت کے محافظین دوزخ کے پاس مؤمنین کے استقبال کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہوں گے۔

''مرصاد'' کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''رصد'' کا مبالغہ ہے' ''رصد'' کا معنی ہے: انتظار کرنا اور ''مرصاد'' کا معنی ہے: بہت شدید انتظار کرنا' گویا کہ دوزخ اللہ کے دشمنوں کا بہت شدید انتظار کر رہی ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ. (الملک: ۸) قریب ہے کہ دوزخ مارے غیظ وغضب کے پھٹ جائے۔

اور دوزخ ہر کافر اور منافق کا انتظار کر رہی ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: بے شک دوزخ گھات میں ہے یعنی وہ ابتداء سے مجرموں کا انتظار کر رہی ہے اور جب دوزخ کی تخلیق کی جا چکی ہے تو جنت کی بھی تخلیق کی جا چکی ہے کیونکہ دونوں کی تخلیق میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

النبا: ۲۲ میں فرمایا: سرکشوں کا ٹھکانا ہے O

یعنی دوزخ تمام مجرموں کی گھات میں ہے' خواہ وہ کفار ہوں یا مؤمنین فساق ہوں' وہ انتظار تو تمام مجرموں کا کر رہی ہے لیکن ٹھکانا صرف سرکشوں کا ہے' اور سرکشوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرتے ہیں اور اس کی مخالفت اور اس سے معارضہ کرنے میں حد سے بڑھتے ہیں۔

النبا: ۲۳ میں فرمایا: جس میں وہ مدتوں تک رہیں گے O

''احقاب'' کا معنی دوزخ میں کفار کے خلود اور دوام کے منافی نہیں ہے

اس آیت میں ''احقابًا'' کا لفظ ہے' یہ ''حقب'' کی جمع ہے' ''حقب'' کا معنی ہے: زمانہ کی ایک مقرر مدت' اس مدت کے تعین میں اہل لغت کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ مدت اسی برس ہے' بعض نے کہا: تین سو برس اور بعض نے کہا: تین ہزار برس' قتادہ نے کہا: ''احقاب'' سے مراد ہے: غیر متناہی زمانہ۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ ''احقاب'' کی تفسیر میں مفسرین سے حسب ذیل وجوہ منقول ہیں:

(۱) کلبی اور مقاتل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''احقاب'' کا واحد ''حقب'' ہے اور اس کا معنی ہے: اسی اور کچھ سال اور سال تین سو ساٹھ دنوں کا ہوتا ہے اور ایک دن دنیا کے ہزار سالوں کے برابر ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی روایت کی ہے۔

(۲) ھلال ہجری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''احقاب'' کے متعلق سوال کیا تو حضرت علی نے فرمایا: ''احقاب'' کا واحد ''حقب'' ہے' اور اس کا معنی سو سال ہیں' اور ایک سال میں بارہ مہینے ہیں اور ایک مہینہ میں تیس دن ہیں اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا: ''احقاب'' کے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ اس سے کتنی مدت مراد ہے لیکن اس کا واحد ''حقب'' ہے اور اس کی مدت ستر سال ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

Marfat.com

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "احقاب" خواہ کتنا طویل ہو مگر اس کی مدت ہے تو متناہی اور اہل دوزخ کے عذاب کی مدت غیر متناہی ہے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) "احقاب" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل دوزخ کو کئی "حقب" تک عذاب دیا جائے گا' ایک "حقب" ختم ہونے کے بعد دوسرا "حقب" شروع ہو جائے گا اور یوں ان کو غیر متناہی "حقب" تک عذاب ہوتا رہے گا۔

(تفسیر مجاہد ص ۳۱۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۲) زجاج نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ "احقاب" یعنی مدت طویل تک عذاب میں مبتلا رہیں گے' ان کو ٹھنڈک حاصل ہوگی نہ کوئی مشروب' پس "احقاب" کی مدت میں انہیں ایک خاص قسم کا عذاب ہوتا رہے گا اور اس مدت میں ان کو پینے کے لیے صرف گرم پانی اور دوزخیوں کی پیپ دی جائے گی' پھر جب اس "احقاب" کی مدت گزر جائے گی تو ان کو دوسری قسم کا عذاب دیا جائے گا اور یوں ہر "احقاب" کے بعد عذاب کی جنس بدلتی رہے گی اور ان کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب ہوتا رہے گا اور کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(۳) اگرچہ اس آیت میں مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "احقاب" کی مدت گزرنے کے بعد اہل دوزخ کا عذاب منقطع ہو جائے گا لیکن اس کے مقابلہ میں صریح قرآن میں یہ مذکور ہے کہ اہل دوزخ کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب ہوگا اور صریح دلیل مفہوم مخالف والی دلیل پر مقدم ہوتی ہے اور عذاب ختم نہ ہونے کا صریح ذکر اس آیت میں ہے:

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝ (المائدہ: ۳۷) کفار دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے حالانکہ وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لیے دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا ۝

(۴) علامہ زمخشری صاحب کشاف نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ "حقب" کے معنی ہیں: بارش کا نہ ہونا اور خیر سے منقطع ہونا' یعنی کفار دوزخ میں اس حال میں رہیں گے کہ وہ خیر سے منقطع رہیں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۶۔۱۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ کس وقت کفار دوزخ سے نکل جائیں گے اور وہ دوزخ میں خلود اور دوام کے ساتھ نہیں رہیں گے' کیونکہ ہر چند کہ "احقاب" کا معنی متناہی زمانہ ہے لیکن دوزخ میں کفار کے لیے ایک "احقاب" نہیں ہوگا بلکہ احقاب کثیرہ غیر متناہیہ ہوں گے' اور اگر بالفرض یہ آیت مفہوم مخالف کے اعتبار سے دوزخ میں کفار کے عدم خلود پر دلالت کرتی ہے تو قرآن مجید کی بہت آیتیں دوزخ میں کفار کے خلود اور دوام پر مفہوم صریح سے دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً یہ آیت ہے:

وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝ (المائدہ: ۳۷) اور کفار دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لیے اس میں دائمی عذاب ہوگا ۝

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۵۔۲۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بعض علماء کے نزدیک کفار کا عذاب دائمی نہیں ہے

شیخ ابن قیم اور بعض دوسرے فقہاء اسلام نے زیر تفسیر آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار محدود اور متناہی زمانہ تک دوزخ میں رہیں گے' پھر ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (شفاء العلیل ص ۲۶۴۔۲۵۲' مصر' حادی الارواح ج ۲ ص ۲۳۵۔۱۶۷)

لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اور جمہور فقہاء اسلام کے خلاف ہے' ان کے استدلال کا جواب ہم امام رازی اور

Marfat.com

علامہ آلوسی کی عبارات سے واضح کر چکے ہیں' ان علماء نے قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے بھی اپنے مؤقف کو ثابت کیا ہے' ہم ان آیات کو مع ان کے جوابات کے پیش کر رہے ہیں۔

ھود: ۱۰۷ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۙ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ○ (ھود: ۱۰۷-۱۰۶)

رہے وہ لوگ جو بد بخت ہیں سو وہ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ میں زور زور سے چیخیں گے اور چلائیں گے ○ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے ماسوا اس مدت کے جس کو آپ کا رب چاہے گا' بے شک آپ کا رب جس چیز کا ارادہ کرے اس کو خوب کرنے والا ہے ○

''وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے'' آیت کے اس حصہ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا قائم رہنا تو دائمی اور ابدی نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے دوزخ میں قیام کو آسمانوں اور زمینوں کے قیام پر معلق کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا دوزخ میں قیام بھی دائمی اور ابدی نہیں ہے بلکہ وقتی اور عارضی ہے۔

قرآنِ مجید کی دیگر نصوصِ قطعیہ اور بہ کثرت احادیث سے چونکہ یہ ثابت ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے' اس لیے مفسرین نے اس آیت کی متعدد تاویلات کی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

استدلال مذکور کے جوابات

(۱) ان آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ○ (ھود: ۱۰۸)

رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے ماسوا اس مدت کے جس کو آپ کا رب چاہے گا' یہ غیر منقطع عطا ہے ○

اگر جب تک آسمان اور زمین قائم رہنے سے یہ لازم آتا ہے کہ آسمان اور زمین کے فنا ہونے کے بعد دوزخ کا عذاب منقطع ہو جائے تو پھر ھود: ۱۰۸ سے یہ لازم آئے گا کہ آسمان اور زمین کے فنا ہونے کے بعد جنت کا اجر و ثواب بھی منقطع ہو جائے حالانکہ اس بات کے شیخ ابن قیم بھی قائل نہیں' سو یہ لوگ اس آیت کا جو جواب دیں گے جمہور علماء کی طرف سے وہی جواب ھود: ۱۰۸ کا بھی تسلیم کر لیا جائے۔

(۲) اس آیت میں آسمان اور زمین سے مراد دنیا کے آسمان اور زمین نہیں ہیں بلکہ جنت اور دوزخ کے آسمان اور زمین مراد ہیں کیونکہ جنت اور دوزخ فضا اور خلا میں تو نہیں ہیں' ان میں فرش ہوگا جس پر لوگ بیٹھے ہوئے یا ٹھہرے ہوئے ہوں گے' اور ان کے لیے کوئی سائبان بھی ہوگا جس کے سائے میں وہ لوگ ہوں گے اور عربی میں ہر سایا کرنے والی چیز پر سماء کا اطلاق کیا جاتا ہے اور جنت میں زمین کے وجود پر یہ آیت دلیل ہے:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ○ (الزمر: ۷۴)

اور (جنتی) کہیں گے: اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو (اس) زمین کا وارث بنایا تاکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں' پس نیک عمل کرنے والوں کا ثواب کیسا اچھا ہے ○

Marfat.com

آخرت کے زمین و آسمان دنیا کے زمین و آسمان سے مختلف ہیں' اس پر یہ آیت بھی دلیل ہے:

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ. جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔ (ابراہیم:۴۸)

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ جنت اور دوزخ کے زمین و آسمان اس دنیا کے زمین و آسمان کے مغائر ہیں اور جب جنت اور دوزخ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے تو ان کے زمین اور آسمان بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جنت اور دوزخ میں رہنے والے بھی ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

(۳) اگر زمین و آسمان سے مراد اس دنیا کے زمین و آسمان ہوں تب بھی یہ آیت جنت اور دوزخ میں جنتیوں اور دوزخیوں کے دوام کے منافی نہیں ہے' کیونکہ عربوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا دوام بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے تو فلاں چیز رہے گی اور قرآنِ مجید چونکہ عربوں کے اسلوب کے موافق نازل ہوا ہے' اس لیے جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں گے' اس سے مراد دوام اور خلود ہی ہے' اور معنی یہی ہے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۴) مقدم کے ثبوت سے تالی کا ثبوت ہوتا ہے لیکن مقدم کی نفی سے تالی کی نفی نہیں ہوتی' مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ انسان ہے تو پھر یہ حیوان ہے' یہ درست ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کہ اگر یہ انسان نہیں ہے تو پھر یہ حیوان نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ انسان نہ ہو گھوڑا ہو اور حیوان ہو' اسی طرح جب تک آسمان اور زمین ہیں وہ دوزخ میں رہیں گے' اس سے یہ لازم نہیں ہو گا کہ جب آسمان اور زمین نہ ہوں تو وہ دوزخ میں نہ ہوں۔

الانعام: ۱۲۸ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال اور اس کے جوابات

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ○ (الانعام:۱۲۸) اللہ فرمائے گا: دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے' تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو' مگر جتنی مدت اللہ چاہے' بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○

اس استثناء کی دو توجیہیں ہیں: (۱) وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے مگر اس سے دو وقت مستثنیٰ ہیں: ایک قبر سے حشر تک کا زمانہ اور دوسرا میدانِ حشر میں ان کے محاسبہ تک کا وقت۔ اس کے بعد ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۲) جب دوزخی دوزخ کی آگ کی شدت سے فریاد کریں گے تو ان کو دوزخ کی آگ سے نکال کر زمہریر (سخت ٹھنڈا اور برفانی طبقہ) میں ڈال دیا جائے گا اور جب زمہریر کی ٹھنڈک سے گھبرا کر فریاد کریں گے' تو ان کو پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ الغرض! وہ ہر حال میں ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی طرف منتقل ہوں گے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ حکم لگائے کہ وہ اپنی کس مخلوق کو جنت میں نہیں داخل کرے گا یا دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔ (جامع البیان جز ۸ ص ۴۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

جن آیات سے مخالفین نے یہ استدلال کیا تھا کہ کفار کو دائمی عذاب نہیں ہو گا' ان کے جوابات ذکر کرنے کے بعد اب ہم قرآن مجید کی وہ آیات پیش کر رہے ہیں جن میں کفار کے لیے دوزخ کے دائمی عذاب کی تصریح ہے' قرآن مجید میں ایسی ۳۷ آیات ہیں۔

Marfat.com

کفار کے لیے دوزخ کے دائمی عذاب کی تصریح کی آیات

جن آیات میں کفار کے لیے دوزخ میں خلود اور خالدین کی تصریح ہے ان کے حوالہ جات حسب ذیل ہیں:

(۱) الفرقان:۶۹ (۲) یونس:۵۲ (۳) السجدہ:۱۴ (۴) حم السجدہ:۲۸ (۵) محمد:۱۵ (۶) النساء:۱۴ (۷) التوبہ:۶۳ (۸) الحشر:۱۷ (۹) البقرہ:۳۹ (۱۰) البقرہ:۸۱ (۱۱) البقرہ:۲۱۷ (۱۲) البقرہ:۲۵۷ (۱۳) البقرہ:۲۷۵ (۱۴) آل عمران:۱۱۶ (۱۵) المائدہ:۳۷ (۱۶) المائدہ:۸۰ (۱۷) التوبہ:۱۷ (۱۸) یونس:۲۷ (۱۹) ھود:۲۳ (۲۰) الرعد:۵ (۲۱) الانبیاء:۹۹ (۲۲) المؤمنون:۱۰۳ (۲۳) الزخرف:۷۴ (۲۴) المجادلہ:۱۷ (۲۵) البقرہ:۱۶۲ (۲۶) آل عمران:۸۸ (۲۷) النساء:۱۶۹ (۲۸) التوبہ:۶۸ (۲۹) ھود:۱۰۷ (۳۰) النمل:۲۹ (۳۱) طٰہٰ:۱۰۱ (۳۲) الاحزاب:۶۵ (۳۳) الزمر:۷۲ (۳۴) المؤمن:۷۶ (۳۵) التغابن:۱۰ (۳۶) الجن:۲۳ (۳۷) البینہ:۶۔

ان آیات میں تین آیات ایسی ہیں جن میں ''خالدین'' کی تاکید ''ابداً'' کے ساتھ ہے' وہ آیات حسب ذیل ہیں:

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ۙ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ○ (النساء:۱۶۹۔۱۶۸)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا' اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا○ سوائے دوزخ کے راستے کے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اور یہ کام اللہ پر آسان ہے○

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (الاحزاب:۶۵۔۶۴)

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے○ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' وہ کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے○

(۳) وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ (الجن:۲۳)

اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسول کی' اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے○

ان ۳۷ آیات کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں جن میں یہ دلیل ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور وہ کبھی دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

اب اگر اللہ تعالیٰ کسی کافر یا مشرک کی سزا معاف کر کے اس کو بخش دے تو اس کی اس خبر کے خلاف لازم آئے گا اور یہ محال ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کسی کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں فرمائے گا' اب اگر وہ کسی کافر کی سزا معاف کر دے تو اس آیت کے خلاف ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ○ (الاعراف:۴۰)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان (پر ایمان لانے) سے تکبر کیا' ان کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے' اور ہم اسی طرح مجرموں کو

Marfat.com

سزا دیتے ہیں○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح مثال سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اسی طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے اب کفار کی مغفرت اور ان کے جنت میں داخل ہونے کے امکان کو ظاہر کرنا اس آیت کی تکذیب کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (النساء:۵۶)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا ہم عنقریب ان کو آگ میں داخل کر دیں گے جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں۔

اس آیت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ کافروں پر عذاب کا سلسلہ تا ابد جاری رہے گا ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قید اور بغیر کسی استثناء کے یہ کلی حکم لگایا ہے کہ کافروں کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب ہو گا اور اب یہ امکان پیدا کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کافروں کو ایک مدت تک عذاب دے کر ان کو معاف فرما دے گا ان تمام آیتوں کی تکذیب کے مترادف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کو معاف نہیں کرے گا ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی ان کو جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا اور جب بھی ان کی کھال جل جائے گی اس کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا اور ان کے علاوہ بہ کثرت آیات ہیں جن میں فرمایا ہے کہ کافروں کو دائمی اور ابدی عذاب ہو گا۔

کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا یہ دوزخی کون ہیں؟ تحقیق یہ ہے کہ ان دوزخیوں سے مراد موحدین ہیں جن کو ان کے گناہوں کے سبب سے تطہیر کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

(۱) قتادہ اور ضحاک نے بیان کیا کہ یہ استثناء ان موحدین کی طرف راجع ہے جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا ان کو دوزخ میں رکھے گا پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۳۱۴۔۱۴۳۱۳۔۱۴۳۱۲۔۱۴۳۱۱ تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۲۳۷۔۱۱۲۳۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل کر دے گا وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے گا جنت میں داخل فرمائے گا اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دے گا پھر فرمائے گا: تم دیکھو کہ جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پھر وہ دوزخ سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان کو حیات کے دریا میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس طرح نشو و نما پانے لگیں گے جس طرح دریا کے کنارے اُگا ہوا دانہ نشو و نما پاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۶۰۔۲۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴)

(۲) اس آیت کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے سوا ان اوقات کے جب وہ دنیا میں تھے یا برزخ میں تھے یا میدانِ حشر میں حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے خلاصہ یہ ہے کہ دوزخیوں کا دوزخ کے عذاب سے

Marfat.com

استثناء ان تین اوقات اور احوال کی طرف راجع ہے۔
(۳) اس آیت کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ استثناء ان کے چیخنے اور چلانے کی طرف راجع ہے یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ چیختے اور چلاتے رہیں گے' لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کی چیخ و پکار نہیں ہوگی۔
(۴) اس آیت کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ دوزخ میں آگ کا عذاب بھی ہوگا اور زمہریر کا عذاب بھی ہوگا جس میں بہت سخت ٹھنڈک ہوگی اور یہ استثناء آگ کے عذاب کی طرف راجع ہے' یعنی وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ کے عذاب میں رہیں گے مگر جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو آگ کے عذاب سے نکال کر ٹھنڈک کے عذاب میں ڈال دے گا۔
(۵) اس آیت کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فتح کی اس آیت کی طرح ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ. (الفتح: ۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا' اگر اللہ چاہے گا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے (بعض) اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور (بعض) اپنے سروں کو کترواتے ہوئے۔

بظاہر اس آیت کا یہ معنی ہے: اگر اللہ چاہے گا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے اور اگر اللہ چاہے گا تو نہیں داخل ہو گے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق ہونا واجب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم معاذ اللہ جہل سے بدل جائے گا' سو جس طرح اس آیت میں ''اللہ چاہے گا'' کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمانوں کا مسجد حرام میں داخل نہ ہونا بھی ممکن ہے' اسی طرح زیر تفسیر آیت میں بھی ''مگر جتنا آپ کا رب چاہے'' کا یہ معنی نہیں ہے کہ ایک محدود مدت کے بعد اللہ تعالیٰ یہ چاہے گا کہ دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے۔

اہلِ جنت کے جنت میں اور اہلِ نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے' جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا آپ کا رب چاہے۔

اس آیت میں جو استثناء ہے اس کی بھی وہی توجیہات ہیں جو اس سے پہلی آیت میں بیان کی جا چکی ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ان اہلِ جنت پر محمول کیا جائے جو کچھ عرصہ دوزخ میں رہیں گے' پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اب اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا کہ نیک بخت لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے' سوا اس وقت کے جب وہ دوزخ میں تھے' پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ''یہ غیر منقطع عطاء ہے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد اور ابو العالیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ اہل جنت کا جنت میں قیام منقطع ہو جائے گا بلکہ ان کا جنت میں قیام حتمی اور یقینی طور پر دائمی اور غیر منقطع ہے اور حدیث صحیح میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو ایک سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا' پھر ایک منادی یہ ندا کرے گا: اے اہلِ جنت! پھر وہ سر اٹھا کر منادی کی طرف دیکھیں گے' منادی کہے گا: تم پہچانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اس کو دیکھ لیں گے' پھر وہ منادی ندا کرے گا: اے اہلِ نار! وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے' منادی کہے گا: تم پہچانتے ہو یہ کیا ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے' پھر اس مینڈھے کو ذبح کر

Marfat.com

دیا جائے گا' پھر وہ منادی کہے گا: اے اہلِ جنت! اب ہمیشہ رہنا ہے' موت نہیں ہے اور اے اہلِ نار! اب ہمیشہ رہنا ہے اور موت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۵۷' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۱۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۷' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۷)

قرآن مجید میں اہل جنت کے متعلق ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۚ وہ جنت میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوا اس پہلی موت کے۔ (الدخان: ۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا: (اے اہلِ جنت!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے' اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم ہمیشہ جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے تم پر کبھی مصیبت نہیں آئے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹' سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۹۶۳)

خلودِ عذاب کے منکرین کا بعض احادیث سے استدلال اور اس کا جواب

عذاب دوزخ کے خلود اور دوام کے منکرین نے اپنے مؤقف پر بعض احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے پاس عرش کے اوپر لکھ دیا کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۵۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سو رحمتیں پیدا کیں' ایک رحمت تمام مخلوق میں رکھ دی اور ننانوے (۹۹) رحمتیں اپنے پاس رکھ لیں' امام مسلم نے اس کے بعد دوسری روایت میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے سو رحمتیں ہیں' ان میں سے ایک رحمت جنات' انسانوں' جانوروں اور حشرات الارض میں نازل کی ہے جس سے وہ ایک دوسرے پر نرمی اور رحم کرتے ہیں اور وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اللہ نے ننانوے رحمتیں مؤخر کر لی ہیں جن کے ساتھ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۵۴' باب سعۃ رحمۃ اللہ رقم الحدیث: ۱۹۔۱۸)

منکرین خلود کہتے ہیں کہ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظہر ہے اور جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے' اب اگر دوزخ کا عذاب بھی جنت کے ثواب کی طرح دائمی ہو تو پھر اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت نہیں لے جا سکے گی' اس لیے ماننا پڑے گا کہ دوزخ کا عذاب دائمی نہیں ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ کا عذاب گناہ گار مسلمانوں پر دائمی نہیں ہو گا اور کفار پر دائمی عذاب ہو گا جیسا کہ بہ کثرت قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے منکرین خلود کی طرف سے درج ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

(۱) طبرانی میں حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا جب خزاں رسیدہ پتے کی مانند ہو جائے گا اور اس کے دروازے کھل جائیں گے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا جس میں اس کے دروازے کھل جائیں گے اور اس میں کوئی نہ ہو گا۔

Marfat.com

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جو کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہنم میں ایک دن ایسا آئے گا' جب اس میں کوئی نہ ہوگا۔

(۴) تفسیر عبد بن حمید میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اہلِ دوزخ ریگستانِ عالج کے ذرّات کے شمار کے بقدر بھی دوزخ میں رہیں' پھر بھی ایک دن آئے گا جب وہ اس سے نکلیں گے۔

(۵) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہنم پر ایک دن آئے گا جب اس کے خالی دروازے بھڑبھڑائیں گے اور اس میں کوئی نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب لوگ اس میں صدہا ہزار سال (احقاب) کی مدت پوری کرلیں گے۔

(۶) عبدالرزاق' ابن منذر' طبرانی اور بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ یا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی یا کسی اور صحابی نے فرمایا کہ ''الا ماشاء ربک'' کا استثناء پورے قرآن پر حاوی ہے' یعنی جہاں جہاں قرآن میں ''خالدین فیھا'' (سدا اس میں رہیں گے) ہے' وہاں مشیت الٰہی کا استثناء قائم ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوزخ پر ایک زمانہ آئے گا جب اس کے خالی دروازے کھڑکھڑائیں گے۔ (سیرۃ النبی ج ۴ ص ۴۰۹۔ ۴۰۸' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۸۵ء)

یہ تمام روایات ضعیف ہیں اور ان میں سے بعض بلاسند مذکور ہیں' لہٰذا یہ روایات قرآن مجید کی آیات قطعیہ اور احادیثِ صحیحہ کے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب دوزخی دوزخ کے عادی ہو جائیں گے تو پھر ان کو تکلیف نہیں ہوگی

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

صوفیہ میں شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے متبعین یہ فرماتے ہیں کہ کافر و مشرک جن پر خلودِ نار کا حکم ہے' وہ بالآخر دوزخ میں رہتے رہتے ایسے ہو جائیں گے کہ ان کو اسی دوزخ میں راحت و لذت معلوم ہونے لگے گی' جیسے بعض کیڑے غلاظتوں ہی کو پسند کرتے ہیں اور ان ہی میں لطف اٹھاتے ہیں۔ (سیرۃ النبی ج ۴ ص ۴۰۶' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۸۵ء)

قرآن مجید میں صرف یہ مذکور نہیں ہے کہ مشرکین ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے بلکہ قرآن مجید میں یہ بھی تصریح ہے کہ ان کو ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا اور عذاب کا معنی ہے: درد اور اذیت میں مبتلا ہونا اور یہ لطف اٹھانے کے منافی ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۶۹)

مشرک کے لیے قیامت کے دن دگنا عذاب کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ مبتلا رہے گا ○

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ (یونس: ۵۲)

پھر ظالموں سے کہا جائے گا: دائمی عذاب کو چکھو۔

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (السجدہ: ۱۴)

تم اپنے کرتوتوں کے سبب دائمی عذاب کو چکھو ○

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کفار اور مشرکین ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

Marfat.com

دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب

امام رازی نے لوگوں کی طرف سے ایک اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ کافر نے زمانہ متناہی میں جُرم کیا ہے اور اس کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دینا ظلم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذاب کافر کی نیت کے اعتبار سے ہے' اس کی نیت دائماً کفر کرنے کی ہوتی ہے' اگر بالفرض وہ غیر متناہی زمانہ تک زندہ رہتا تو غیر متناہی زمانہ تک کفر کرتا' اس وجہ سے اس کو غیر متناہی زمانہ تک عذاب دیا جائے گا۔

نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جتنے وقت میں جرم کیا جائے' اس کو سزا بھی اتنے ہی وقت میں دی جائے' انسان ایک منٹ میں کسی کو گولی مار کر قتل کر دیتا ہے اور بعض اوقات اس کی سزا عمر قید ہوتی ہے' شوگر یا ہائی بلڈ پریشر کا مریض تھوڑے سے وقت میں بد پرہیزی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے عمر بھر کے لیے فالج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

امام رازی نے دوسرا اعتراض یہ ذکر کیا ہے کہ یہ عذاب نفع سے خالی ہے اس لیے یہ قبیح ہے' یہ نفع سے اس لیے خالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس کا نفع ہو نہیں سکتا' کیونکہ وہ نفع اور ضرر سے مستغنی اور بلند ہے' اور دوزخی کافر کو بھی اس عذاب سے نفع نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے حق میں یہ عذاب ضرر محض ہے' اور جنتی مسلمانوں کو بھی کافر کے عذاب سے کوئی نفع نہیں ہوگا' کیونکہ وہ اپنی لذتوں میں منہمک اور مشغول ہوں گے تو کسی کے دائمی عذاب میں مبتلا ہونے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ امام رازی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے اعتبار سے تو کافر کو مطلقاً عذاب ہونا ہی نہیں چاہیے اور اس دلیل کو دائمی عذاب کے ساتھ مخصوص کرنا باطل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو عذاب دینا ان کے جرم کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عدل ہے' اس میں لحاظ نہیں کیا گیا کہ اس سے کسی کو نفع پہنچے گا یا نہیں۔ یہ دو اعتراض امام رازی نے تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٠۴ میں ذکر کیے ہیں۔

کفار اور مشرکین کے دوزخ میں دائمی عذاب کے منکرین کے ہم نے تمام اعتراضات کے چن چن کر جواب لکھ دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ مشہور اسکالر حضرت مولانا عبدالمجید زید حبہٗ (برسٹل' برطانیہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے' انہوں نے برطانیہ سے فون کر کے مجھ سے فرمائش کی کہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کروں اور اس سلسلہ میں سید سلیمان ندوی کی ''سیرۃ النبی'' کی چوتھی جلد کا بھی جائزہ لوں' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ان کی یہ فرمائش بہ احسن وجوہ پوری ہوگئی ہے' والحمد للّٰہ رب العالمین ۔ ٢٩ جمادی الثانیہ ١۴٢٦ھ/ ٦ اگست ٢٠٠٥ء۔

النبا: ٢٦۔ ٢۴ میں فرمایا: اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب O سوا کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے O یہ ان کے موافق بدلہ ہے O

''برد'' کی دو تفسیریں

یعنی کفار اور مشرکین بار بار مدتوں تک جس عذاب میں مبتلا رہیں گے' اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب' شدید گرمی اور تپش میں رہنے کے باوجود انہیں ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا نصیب نہیں ہوگا' اور نہ کوئی سایا ملے گا جو انہیں دوزخ کی گرمی سے بچا سکے' اور نہ انہیں کوئی مشروب ملے گا جس سے انہیں پیاس میں تسکین حاصل ہو' اور ان کے باطن کی گرمی کو زائل کر دے۔

اخفش' کسائی' فراء اور قطرب اور عتبی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں ''برد'' (ٹھنڈک) سے مراد نیند ہے' کیونکہ نیند سونے والے کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور پیاسا آدمی جب سو جائے تو وہ سونے کے بعد ٹھنڈا اور تر و تازہ ہو جاتا ہے' لیکن پہلا قول راجح ہے کیونکہ ''برد'' سے نیند مراد لینا مجاز ہے اور جب ''برد'' کا حقیقی معنی ٹھنڈک مراد لینا یہاں ممکن ہے تو بلاوجہ اس آیت کو مجاز پر

Marfat.com

محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
النبا: ۲۵ میں کہا گیا ہے کہ ''حمیم'' سے مراد پگھلا ہوا پیتل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ''حمیم'' کا معنی بہت گرم اور ابلتا ہوا پانی ہے۔

غساق کا معنی

نیز اس آیت میں ''غساق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ٹھنڈا' نخ بد بودار پانی۔ (غریب القرآن) دوزخیوں سے بہنے والا لہو۔ (جلالین' المفردات) حدیث میں ہے کہ اگر ''غساق'' کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام دنیا والوں کے دماغ سڑ جائیں۔ (مجمع بحار الانوار)

علامہ پٹنی نے لکھا ہے: ''غساق'' کا معنی ہے: دوزخیوں کا بہنے والا لہو یا ان کا دھوون یا آنسو یا زمہریر کی انتہائی ٹھنڈک۔
''قاموس'' اور ''تاج العروس'' میں بھی اس کا معنی زمہریر کی انتہائی ٹھنڈک لکھا ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ''غساق'' کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:

(۱) ابو معاذ نے کہا: ''غساق'' فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی بنا لیا ہے' فارس کے لوگ جب کسی چیز سے گھن کھاتے تھے تو اس کو خاشاک کہتے تھے۔
(۲) جس چیز کی ٹھنڈک ناقابل برداشت ہو' اس کو ''غساق'' کہتے ہیں' زمہریر بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(۳) دوزخیوں کی آنکھوں سے جو آنسو بہیں گے اور ان کی کھالوں سے جو خون اور پیپ بہے گا اور ان کی رگوں سے جو گھناؤنی رطوبات نکلیں گی' اس کو ''غساق'' کہتے ہیں۔
(۴) ''غساق'' کا معنی ہے: سخت بد بودار چیز' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ''غساق'' کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام دنیا بد بودار ہو جائے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۸۳' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۷۸' مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۶۸۲)

(۵) ''غاسق'' کا معنی ہے: اندھیری رات کی تاریکی' قرآن مجید میں ہے:
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (الفلق: ۳) (میں پناہ میں آتا ہوں) اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ پھیل جائے۔

اس اعتبار سے ''غساق'' ایسا مشروب ہے جو سخت سیاہ اور مکروہ ہو گا اور آدمی اس کو دیکھ کر اس طرح گھبرائے گا جس طرح اندھیری رات کی تاریکی کو دیکھ کر گھبراتا ہے۔
ان معانی کے اعتبار سے اس آیت کا معنی ہے کہ دوزخی سخت کھولتے ہوئے پانی کو پئے گا یا بد بودار پیپ کو پئے گا۔
النبا: ۲۶ میں فرمایا: یہ ان کے موافق بدلہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ ان کی سزا جرم کے کیسے موافق ہو گی جب کہ متناہی زمانہ کے جرم کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دی جائے گی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی سزاؤں کی انواع اور اقسام کو بیان فرمایا اور اب یہ بتایا ہے کہ یہ ان کے جرائم کی مکمل سزا ہے' کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا تھا' اس لیے ان کو سزا بھی بہت بڑی دی ہے اور یہ سزا ان کے اعمال کے موافق ہے' ہر چند کہ ان کا جرم متناہی زمانہ میں تھا لیکن چونکہ ان کی نیت ہمیشہ کفر اور شرک پر قائم رہنے کی تھی' اس لیے ان کو اتنا

Marfat.com

شدید عذاب غیر متناہی زمانہ تک دیا گیا‘ اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ سزا ان کے جرم کے موافق کیسے ہوگی جب کہ ان کا جرم متناہی زمانہ میں تھا اور ان کو سزا غیر متناہی زمانہ میں دی جا رہی ہے‘ امام رازی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے اور جو چاہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۸)

النبا: ۲۷ میں فرمایا: بے شک وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے O

حساب کی امید نہ رکھنے کی توجیہات

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انسان اس چیز کی امید رکھتا ہے جس میں اس کے لیے کوئی منفعت ہوتی ہے اور کوئی خیر ہوتی ہے اور کفار اور مشرکین کے لیے ان کے محاسبہ میں کون سی خیر اور کون سی منفعت ہے‘ جس وجہ سے وہ اس کی امید رکھیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں ”رجاء“ کے لفظ کا معنی امید نہیں ہے بلکہ توقع ہے‘ یعنی ان کو یہ توقع نہیں تھی کہ ان کا حساب لیا جائے گا‘ پھر اچانک قیامت کے دن ان کا محاسبہ شروع ہو جائے گا اور جو آفت اور مصیبت خلافِ توقع پیش آ جائے وہ اس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں امید کا معنی خوف ہے یعنی کفار اور مشرکین قیامت کے دن کے حساب اور محاسبہ سے ڈرتے نہ تھے اور بے دھڑک فحاشی اور منکرات کا ارتکاب کرتے اور کفر و شرک کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے۔

نیز اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ وہ مؤمن نہ تھے کیونکہ مؤمن تو ہر آن آخرت کے محاسبہ سے ڈرتا رہتا ہے۔

النبا: ۲۸ میں فرمایا: اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی O

قوتِ عملیہ کے تین شعبے

اس سے پہلی آیت میں کفار کی قوتِ عملیہ کا فساد بتایا تھا کہ وہ بڑی بے خوفی سے اور دیدہ دلیری سے کفر اور شرک کرتے تھے‘ اور منکرات اور فواحش اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے‘ یعنی انہوں نے اپنی قوتِ عملیہ کو فاسد کر لیا تھا اور اس آیت میں ان کی قوتِ نظریہ کا فساد بتایا ہے کہ وہ حق کا انکار کرتے تھے اور باطل پر اصرار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے‘ قیامت‘ حیات بعد الموت اور جزاء اور سزا کی نہ صرف تکذیب کرتے تھے بلکہ ان کا مذاق اڑاتے تھے‘ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے تھے‘ اس کو شعر اور سحر کہتے تھے اور اس پر پھبتیاں کستے تھے‘ اور دوسرے احکامِ شرعیہ کی بھی تکذیب کرتے تھے اور جس طرح ان کی قوتِ عملیہ فاسد تھی اسی طرح ان کی قوتِ نظریہ بھی فاسد تھی۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو قوتیں دی ہیں: ایک قوتِ نظریہ ہے اور دوسری قوتِ عملیہ ہے‘ قوتِ نظریہ سے وہ غور و فکر کرتا ہے اور غلط اور صحیح میں‘ شرک اور توحید میں اور کفر اور ایمان میں امتیاز کرتا ہے اور غلط افکار اور عقائد کو ترک کر کے صحیح افکار اور عقائد کو اپناتا ہے اور قوتِ عملیہ سے بُرے کاموں کو ترک کرتا ہے اور اچھے کاموں کو اختیار کرتا ہے اور یہ تہذیب نفس ہے‘ اور اپنی اصلاح کرنے کے بعد اپنے ماتحت اور زیر کفالت لوگوں کی اصلاح کرتا ہے‘ اس کو تدبیر منزل کہتے ہیں اور اپنے نفس اور اپنے گھر اور دفتر کی اصلاح کے بعد اپنے شہر اور اپنے ملک کی اصلاح کے لیے اپنے حصہ کی مساعی کو بروئے کار لاتا ہے‘ قرآن مجید میں قوتِ عملیہ کے ان تینوں شعبوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم:۶) اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اس آیت میں تہذیب نفس اور تدبیر منزل کا حکم ہے یعنی اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح کرو۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ. (آل عمران:۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ. (الحج:۴۱) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمائیں تو یہ نماز (کا نظام) قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے منع کریں گے۔

مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں سیاست مدنیہ کا حکم دیا ہے یعنی اپنے نفس اور اپنے گھر کی اصلاح کے بعد اپنے ملک اور اپنی قوم کی اصلاح کریں۔

کفار اور مشرکین نے قوتِ نظریہ کو بھی فاسد کر لیا تھا اور قوتِ عملیہ کے ان تینوں شعبوں کو بھی فاسد کر لیا تھا۔

النبا:۲۹ میں فرمایا: اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے○

اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کا ثبوت اور فلاسفہ کے اعتراض کا جواب

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں ہر چیز کا علم تھا اور اس نے اپنے علم کو لوحِ محفوظ میں لکھ کر محفوظ کر لیا ہے اور اس کے فرشتوں نے بندوں کے صحائف اعمال میں بندوں کے تمام اعمال کو لکھ کر محفوظ کر لیا ہے' اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اپنے اختیار سے کیا عمل کریں گے اور اس کو ان کے ہر ہر جزی عمل کا تفصیلی علم تھا اور اس کا علم غیر متبدل اور غیر فانی ہے ورنہ اس کا جہل لازم آئے گا اور یہ محال ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ○ (المجادلہ:۶) جس دن اللہ ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور ان کو ان کے کیے ہوئے عملوں کی خبر دے گا' جن کو اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور جن کو یہ بھول گئے تھے اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے○

بندوں نے اپنے اختیار سے جو عمل کیے ان ہی اعمال کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں پیشگی علم تھا' جس کو اس نے گن گن کر لوحِ محفوظ میں لکھ لیا تھا' اور بعد میں فرشتوں نے ان کے ہر ہر عمل کو لکھ لیا' ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام جزئیات کا علم ہے' اس کے برخلاف فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات کا علم ہے اور جزئیات کا علم نہیں ہے کیونکہ جزئیات تو متغیر ہوتی رہتی ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کا علم مانا جائے تو اس کے علم میں تغیر اور حدوث لازم آئے گا اور یہ محال ہے' کیونکہ مثلاً اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ فرعون غرق ہو گا' اور جب فرعون غرق ہو رہا تھا تو پہلا علم متغیر ہو کر اس طرح ہو گا کہ فرعون غرق ہو رہا ہے' اور اب جب کہ فرعون غرق ہو چکا ہے اگر وہی پہلا علم اپنے حال پر ہو کہ فرعون غرق ہو گا یا غرق ہو رہا ہے تو یہ علم واقع کے خلاف ہو گا اور جو علم واقع کے خلاف ہو وہ جہل ہوتا ہے' اس لیے لامحالہ وہ علم متغیر ہو جائیں گے اور اب اس کا علم اس طرح ہو گا کہ فرعون غرق ہو چکا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہو تو اس کا علم متغیر ہو جائے گا اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور یہ محال ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے علم کی کیفیت کا علم نہیں ہے' ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام کلیات اور جزئیات کا علم ہمیشہ سے ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے' یہ جاہل فلاسفہ اتنا نہیں سمجھتے کہ مخلوق کو تو جزئیات کا علم ہوتا ہے اگر خالق کو جزئیات کا علم نہ ہو تو مخلوق کا علم خالق سے بڑھ جائے گا اور یہ محال ہے' باقی رہا اس کا علم کس کیفیت سے ہے' اس کا علم ہمیں کیسے ہو سکتا ہے' کیا ہم کو یہ علم ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے تو وہ کیسے سنتا ہے؟ وہ بصیر ہے تو وہ کیسے دیکھتا ہے؟ وہ کیسے کلام کرتا ہے؟ وہ زندہ ہے تو کیسے زندہ ہے؟ ہم اس کی کسی صفت کی کیفیت کو نہیں جانتے تو اس کے علم کی کیفیت کو کیسے جان سکتے ہیں' تاہم فلاسفہ کے اطمینان کے لیے متکلمین نے یہ کہا ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا علم مطلق ہے اور لابشرط شی کے مرتبہ میں ہے' فرعون کے غرق ہونے سے پہلے اس علم کی تعبیر اس طرح تھی کہ فرعون غرق ہو گا اور غرق کے وقت اس کی تعبیر اس طرح ہو گی کہ وہ غرق ہو رہا ہے' اور غرق ہونے کے بعد اس کی تعبیر اس طرح ہو گی کہ وہ غرق ہو چکا ہے۔

النبا: ۳۰ میں فرمایا: اب چکھو ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے O

کفار سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے فحش اقوال اور افعال بیان فرمائے تھے اور پھر ان کے عذاب کی اقسام اور انواع کو بیان فرمایا' اس کے بعد مکرر بیان فرمایا کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے اور اب اس رکوع کے آخر میں فرمایا: اب چکھو ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے' یہ آیت ان کے عذاب میں مبالغہ پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے:

(۱) اس آیت میں تاکید کے ساتھ فرمایا: "فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا" (النبا: ۳۰) ہم تم میں ہرگز زیادہ نہیں کریں گے مگر عذاب۔

(۲) پہلے غائب کے صیغہ کے ساتھ فرمایا تھا: وہ محاسبہ سے نہیں ڈرتے (النباء: ۲۷) اور اب بالمشافہ فرمایا: اب عذاب کو چکھو۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دوزخیوں کے اوپر اس سے زیادہ شدید عذاب کی اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۷۹۶۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ ۔ اور اللہ نہ ان سے کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا۔

(آل عمران: ۷۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: پس چکھو' تو ان سے کلام تو فرمالیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: وہ ان سے لطف اور کرم سے کلام نہیں فرمائے گا اور یہ کلام ان کے ساتھ نہایت غضب سے ہے۔

نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفار پر ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا اور ان کو ہر آن اور ہر لحہ پہلے سے زیادہ عذاب ہو گا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ

بے شک متقین کے لیے کامیابی کی جگہ ہے O باغات اور انگوروں کی بیلیں ہیں O اور نوجوان

Marfat.com

أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَأْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا

ہم عمر بیویاں ہیں O اور چھلکتے ہوئے جام ہیں O اس میں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ

كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ

ایک دوسرے کی تکذیب O آپ کے رب کی طرف سے جزا ہوگی نہایت کافی عطا ہوگی O جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' نہایت رحم فرمانے والا ہے اس سے (بغیر اجازت) بات کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہوگا O

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا

جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے' اس سے کوئی بات نہیں کر سکے گا سوا

مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ

اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور اس نے صحیح بات کی O وہ دن

الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّآ أَنْذَرْنٰكُمْ

برحق ہے' سو اب جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے O بے شک ہم نے تمہیں

عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُولُ

عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے' اس دن آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے

ع ۱۰ ۲

الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہو جاتا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک متقین کے لیے کامیابی کی جگہ ہے O باغات اور انگوروں کی بیلیں ہیں O اور نوجوان ہم عمر بیویاں ہیں O اور چھلکتے ہوئے جام ہیں O وہ اس میں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کی تکذیب O آپ کے رب کی طرف سے جزا ہوگی نہایت کافی عطا ہوگی O جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' نہایت رحم فرمانے والا ہے' اس سے (بغیر اجازت) بات کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہوگا O (النبا: ۳۷۔۳۱)

اہل جنت پر نوازشیں

اس سے پہلی آیتوں میں کفار اور مشرکین کے عذاب کی انواع اور اقسام بیان فرمائی تھیں اور ان آیتوں میں متقین کے

Marfat.com

اجر وثواب کی انواع اور اقسام بیان فرمائی ہیں اور یہی قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ ایک ضد کے بعد اس کی دوسری ضد کا ذکر فرماتا ہے اور کفار اور ان کے عذاب کے بعد مؤمنین اور ان کے ثواب کا ذکر فرما رہا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: متقین کے لیے کامیابی کی جگہ ہے' متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور کفر اور تمام کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ان کے لیے کامیابی کی جگہ ہے' اس جگہ سے مراد جنت ہے۔

النبا: ۳۲ میں فرمایا: باغات اور انگوروں کی بیلیں ہیں O

اس آیت میں ''حدائق'' کا لفظ ہے' یہ ''حديقة'' کی جمع ہے' ''حديقة'' اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گرد چار دیواری ہو اور ''اعنابا'' سے مراد ہے: انگوروں کی بیلیں۔

النبا: ۳۳ میں فرمایا: اور نوجوان ہم عمر بیویاں O

''کواعب'' ان دوشیزاؤں کو کہتے ہیں جن کے سینے خوب اُبھرے ہوئے ہوں' اور ''اتراب'' کا معنی ہے: ہم عمر اور ہم سن۔

النبا: ۳۴ میں فرمایا: اور چھلکتے ہوئے جام ہیں O

اس آیت میں ''کاساً دھاقا'' کے الفاظ ہیں' ''کاساً'' کا معنی ہے: جام اور ''دھاقا'' کا معنی ہے: چھلکتا ہوا' اس سے مراد ہے: شراب کے چھلکتے ہوئے جام لیکن جنت کی شراب نشہ آور نہیں ہو گی۔

النبا: ۳۵ میں فرمایا: وہ اس میں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کی تکذیب O

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اس میں نہ کوئی لغو بات سنیں گے' اس آیت میں ''اس میں'' سے کیا مراد ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ اس شراب کے جام میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے' اس کے برخلاف دنیاوی شراب کے گلاسوں کو پینے سے انسان کو نشہ ہو جاتا ہے اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں اور اس کو صحیح اور غلط میں تمیز نہیں رہتی اور جنت میں جوان کو شراب کے جام دیئے جائیں گے' اس کو پینے سے ان میں ایسی کیفیت پیدا نہیں ہو گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جنت میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ بات نہیں کریں گے۔

اس آیت میں ''کذاباً'' کا لفظ ہے' یہ ''کذب'' کا مبالغہ ہے یعنی وہ جنت میں بہت بڑی جھوٹی بات نہیں سنیں گے' بہت بڑی جھوٹی بات سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سنیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے یا اس کا بیٹا یا بیوی ہے یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہیں سنیں گے۔

النبا: ۳۶ میں فرمایا: آپ کے رب کی طرف سے جزا ہو گی نہایت کافی عطا ہو گی O

جزا اور عطا میں بہ ظاہر تعارض کے جوابات

اس آیت میں جزاء اور عطا کے دو لفظ ہیں' جزا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنوں نے دنیا میں جو نیک اعمال کیے تھے' اس کی وجہ سے وہ اس اجر و ثواب کے مستحق ہیں اور عطا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے استحقاق کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے ان کو اجر و ثواب عطا فرما رہا ہے اور یہ تناقض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ بندے جو اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے نہیں ہوتے بلکہ وہ اس وجہ سے اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

Marfat.com

اور اس آیت میں ''حساب'' کا لفظ ہے ''حساب'' کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: کفایت' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جو اجر وثواب عطا فرمائے گا وہ ان کو کافی ہو گا اور حساب کا دوسرا معنی ہے: گنتی کرنا' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو گنتی کے موافق اجر وثواب عطا فرمائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جزاء کے تین درجات بیان فرمائے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا دس گنا اجر عطا فرمائے گا (۲) اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا سات سو گنا اجر عطا فرمائے گا (۳) اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا غیر متناہی اجر عطا فرمائے گا' اور ان تین درجات کا ذکر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں ہے:

(۱) مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ (الانعام: ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس کی دس مثل اجر ملے گا۔

(۲) مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ (البقرہ: ۲۶۱) جو لوگ اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی مثل ہے جو سات خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔

(۳) اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ○ (الزمر: ۱۰) صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا ○

النبا: ۳۷ میں فرمایا: جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' نہایت رحم فرمانے والا ہے' اس سے (بغیر اجازت) بات کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہوگا ○

بلا اذن شفاعت نہ کرنے کی تحقیق

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اس سے بات کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہوگا' اس کی تین تفسیریں ہیں:

(۱) عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ سے خطاب نہیں کر سکیں گے' رہے مؤمنین تو وہ گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(۲) قاضی نے کہا: اس سے مراد مؤمنین ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمنین کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے خطاب نہیں کر سکیں گے' کیونکہ جب یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا تو ثابت ہوا کہ وہ کفار کو جو عذاب پہنچائے گا وہ اس کا عدل ہے' اور مؤمنین کو جو ثواب عطا فرمائے گا وہ بھی اس کا عدل ہے اور وہ کسی کے حق میں کمی نہیں کرے گا۔ امام رازی فرماتے ہیں: یہ قول بھی پہلے قول کی بہ نسبت زیادہ حق کے قریب ہے کیونکہ اس سے پہلے اس آیت میں مؤمنین کا ذکر ہے' مشرکین کا ذکر نہیں ہے۔

مصنف کے نزدیک یہ دوسری تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ مؤمنین کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے حالانکہ دلائل سے ثابت ہے کہ صالحین مؤمنین گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور اس آیت کا محمل یہ ہے کہ کوئی مؤمن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

(۳) اس سے مراد تمام آسمان اور زمین والے ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ سے کلام اور خطاب کرنے کا اختیار نہیں ہے' اور جو شفاعات کی جائیں گی وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے کی جائیں گی اور ان کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملکیت کی نفی کی ہے اور کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے یا خطاب کرنے کا مالک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے جس کو شفاعت کرنے کا موقع عطا

Marfat.com

فرمائے گا وہ اس شفاعت کا مالک نہیں ہوگا' البتہ ماذون ہوگا۔
باقی رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے خطاب کرنے کا مالک نہیں ہے؟ اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:
(۱) اللہ کے ماسوا ہر چیز اللہ کی مملوک ہے اور مملوک اپنے مالک سے کلام کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔
(۲) اگر یہ کہا جائے کہ مملوک اپنے مالک سے کلام کرنے کا مستحق ہے اور اس کا اللہ پر حق ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے' اس سے کوئی بات نہیں کر سکے گا' سوا اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی' اور اس نے صحیح بات کی O وہ دن برحق ہے' سو اب جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے O بے شک ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے' اس دن آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہو جاتا O (النبا: ۴۰۔۳۸)

النبا: ۳۸ میں ''روح'' کے مصداق میں اقوال مفسرین

النبا: ۳۸ میں ''روح'' کا لفظ ہے' اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:
ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی المتوفی ۱۰۴ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے اور اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بنو آدم کی صورتوں پر بنایا ہے اور آسمان سے جو بھی فرشتہ نازل ہوتا ہے' اس کے ساتھ ایک روح ہوتی ہے۔
(تفسیر مجاہد ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ۱۵۰ھ روایت کرتے ہیں:
اس روح کا چہرہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے' اس کا نصف آگ ہے اور اس کا نصف برف ہے' وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! جس طرح تو نے اس آگ اور اس برف میں الفت ڈال دی ہے' یہ آگ اس برف کو نہیں پگھلاتی اور نہ یہ برف اس آگ کو بجھاتی ہے' اسی طرح اپنے ایمان والے بندوں کے درمیان الفت ڈال دے تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے اس روح کو اختیار کر لیا اور فرمایا: جس دن روح اور اس کے تمام فرشتے کھڑے ہوں گے۔
(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
روح کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد مسلمانوں کی روح ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد فرشتوں کے محافظ ہیں' وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور لوگ ان کو نہیں دیکھتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روح سے مراد وہ کتابیں ہوں جو آسمان سے نازل کی گئی ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ. (النحل: ۲) وہ فرشتوں کو اپنے حکم کی وحی (آسمانی کتاب) دے کر جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔

پھر یہ آسمانی کتابیں اس شخص سے مناقشہ کریں گی جس نے ان کے حق کو ضائع کر دیا' یا جس نے ان کتابوں کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس شخص کے حق میں شفاعت کریں گی جس نے ان کا حق ادا کیا اور ان کے احکام پر عمل کیا اور بعض نے کہا: اس سے مراد وہ مخفی چیز ہے جس کی تفسیر نہیں کی جا سکتی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ. یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: روح میرے رب کے امر سے ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۵)

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ص ۱۷۱'۳۷'مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے لکھا ہے: اس آیت میں روح کی تفسیر میں آٹھ قول ہیں:

(۱) ابو صالح نے کہا: روح انسانوں کی طرح اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور انسان نہیں ہے اور وہ اللہ سبحانہ کا لشکر ہے۔

(۲) مقاتل بن حیان نے کہا: وہ ملائکہ میں سب سے اشرف ہیں۔

(۳) ابن ابی نجیح نے کہا: وہ ملائکہ کے محافظ ہیں۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ تخلیق کے لحاظ سے سب سے عظیم فرشتہ ہے۔

(۵) سعید بن جبیر نے کہا: وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

(۶) حسن بصری نے کہا: وہ بنو آدم کی ارواح ہیں' وہ صف باندھے کھڑی ہوں گی اور فرشتے بھی صف باندھے کھڑے ہوں گے۔

(۷) قتادہ نے کہا: وہ بنو آدم ہیں۔

(۸) زید بن اسلم نے کہا: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ (النکت والعیون ج ۶ص ۱۹۰'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مصنف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس آیت میں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ قرآن مجید کی اکثر آیات میں روح سے مراد حضرت جبریل ہیں اور مزید قرینہ یہ ہے کہ ان کا فرشتوں کے ساتھ ذکر ہے۔

روح اور فرشتوں کے صحیح بات کہنے کی توجیہات

اس آیت میں فرمایا ہے: روح اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روح اور سب فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ سب الگ الگ صفوں میں کھڑے ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روح (خواہ اس کا جو بھی مصداق ہو) اور فرشتے جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوں گے' اس کی دو شرطیں ہیں: (۱) وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوں گے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ. کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے۔ (البقرہ:۲۵۵)

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی شفاعت میں صحیح بات کہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب وہ رحمٰن کی اجازت سے شفاعت کرے گا تو وہ لامحالہ صحیح بات کہے گا' پھر یہ شرط کیوں عائد کی ہے کہ وہ صحیح بات کہے؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلقاً کلام کرنے کی اجازت دی' پھر وہ اپنے اجتہاد سے ایسا کلام کریں گے جو بالکل صواب اور صحیح ہو اور شفاعت میں اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی حدود کے موافق ہو اور یہ ان کی انتہائی اطاعت اور عبادت کی دلیل ہے۔

(۲) اس سے مراد حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کی شفاعت نہیں ہے' بلکہ شفاعت کے دیگر مصادیق مراد ہیں' لیکن پہلا جواب راجح ہے۔

النبا: ۳۹ میں فرمایا: وہ دن برحق ہے' سو اب جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنالے O

Marfat.com

حصولِ شفاعت کی دعا پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے اور اس دن کو حسب ذیل وجوہ سے حق فرمایا ہے۔
امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک کم عقل عورت کے پاس سے گزرے وہ یہ دعا کر رہی تھی: اے اللہ! مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اہل لوگوں میں سے بنا دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوں دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے جنت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء سے بنا دے کیونکہ آپ کی شفاعت تو آپ کی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

اس پر معتزلہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تم یہ دعا کرتے ہو کہ اے اللہ! ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرما تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم یہ دعا کرتے ہو کہ اے اللہ! ہمیں گناہ کبیرہ کرنے والوں میں سے بنا کیونکہ آپ کی شفاعت تو گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے شرک سے اجتناب کیا اور اس سے گناہ کبیرہ سرزد ہو گئے تو چونکہ وہ اللہ کی توحید پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی تو اس کے یہ محاسن اس کو شفاعت کا اہل بنا دیتے ہیں اور جب وہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنے نبی کی شفاعت سے حصہ عطا فرما تو گویا وہ یوں کہتا ہے: اے اللہ! مجھے نیک کاموں کی توفیق عطا فرما اور مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیری تعظیم کرتے ہیں اور تیری اطاعت اور عبادت سے تیرا تقرب حاصل کرتے ہیں حتیٰ کہ میں شفاعت کو حاصل کر لوں اور اس کا اپنی دعا سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اللہ اس کو کبیرہ گناہ کرنے والوں میں سے کر دے۔
ہمارے اس قول کے صحیح ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصفت: ۱۴۴-۱۴۳) پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ○ تو وہ حشر تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ان کی تسبیح نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو وہ مچھلی کے پیٹ سے نجات کے مستحق نہ ہوتے اسی طرح مرتکب کبیرہ اپنے سابقہ نیک کاموں کی وجہ سے شفاعت کا مستحق ہوگا اور اس کی دوزخ سے نجات کی امید کی جائے گی وہ اپنے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے شفاعت کا مستحق نہیں ہوگا نیز معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ گناہ صغیرہ کا مرتکب اگر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنی مغفرت کا سوال کیا تو تمہارے اعتراض کے طور پر اس کی دعا کا یہ معنی ہوگا کہ اے اللہ! مجھے صغیرہ گناہوں میں مبتلا رکھ تاکہ تو میری مغفرت کر دے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کے طلب کرنے کی دعا کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور تم جو اس اعتراض کا جواب دو گے ہماری طرف سے شفاعت کی دعا پر تمہارے اعتراض کا وہی جواب ہو گا۔

اگر معتزلہ ہمارے معارضہ کے جواب میں یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مرتکب صغیرہ ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ جو شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرما تو اس دعا کا بھی یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مرتکب کبیرہ ہونے کی دعا کر رہا ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۷۲-۳۷۱ موسسۃ الرسالۃ ناشرون ۱۴۲۵ھ)

Marfat.com

میں نے اپنے تلمیذ رشید مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ' وجہٗ کے سامنے جب معتزلہ کا یہ اعتراض ذکر کیا کہ حصول شفاعت کی دعا کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ یہ دعا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کر دے' کیونکہ حدیث میں ہے: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۳۹) تو انہوں نے برجستہ کہا: یہ اعتراض تو اس وقت ہوتا جب حدیث میں کوئی حصر کا لفظ ہوتا کہ میری شفاعت صرف مرتکب کبائر کے لیے ہوگی حالانکہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی متعدد اقسام ہیں: (۱) آپ کی شفاعتِ کبریٰ تمام اہل محشر کے لیے ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب لینا شروع کر دے (۲) اور آپ صالحین کے لیے ترقی درجات کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۳) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے آپ ان کی نجات کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۴) آپ اپنے اہل بیت کے لیے خصوصی شفاعت فرمائیں گے (۵) آپ ستر ہزار در ستر ہزار مؤمنوں کے لیے شفاعت فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بغیر حساب اور کتاب کے جنت میں داخل فرما دے (۶) اذان کے بعد آپ پر درود پڑھ کر آپ کے لیے وسیلہ کی دعا کرنے والوں کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۷) جو مسلمان آپ کی قبر انور کی زیارت کریں گے ان کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۸) جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۹) اہل مدینہ کے لیے شفاعت فرمائیں گے (۱۰) اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھوں کو چومنے والوں کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔

ان دس قسموں کے علاوہ ایک قسم یہ ہے کہ آپ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے بھی شفاعت فرمائیں گے' سو حصول شفاعت کی دعا کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ دعا کرنے والے کو کبیرہ گناہ کرنے والوں سے کر دیا جائے؟ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس کو باقی دس قسموں میں سے کسی قسم میں کر دیا جائے' سو یہ جواب سن کر میں نے مفتی اسماعیل کی بہت تحسین کی اور ان کو دعا دی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے شاگرد کو ایسا ذہن عطا فرمایا ہے اور حاضر جواب بنایا ہے' وللّٰه الحمد علٰی ذالك۔

النبا: ۳۹ میں فرمایا: وہ دن برحق ہے' سو اب جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے O

روزِ قیامت کے حق ہونے کی توجیہ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس دن سوا حق کے اور کوئی بات نہیں کہی جائے گی اور اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن برحق ہے' وہ ضرور واقع ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا: سو اب جو چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے' یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے گم راہی اور ہدایت کے دونوں راستے وضاحت سے دکھا دیئے ہیں اور کسی کو ہدایت یا گم راہی اختیار کرنے سے نہیں روکا اور جس نے رشد اور ہدایت کے راستہ کو اختیار کیا اس کا ٹھکانا جنت کی طرف ہے اور یہی راستہ اس کے رب کی طرف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا معنی ہے: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے گا' اس کو ہدایت دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

عطاء نے کہا: اپنے رب کی اطاعت کر کے اور اس کا قرب حاصل کر کے اپنے رب کی طرف ٹھکانا بناؤ۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۰۱۳)

النبا: ۴۰ میں فرمایا: بے شک ہم نے تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے' اس دن آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہو جاتا O

النبا: ۴۰ میں آدمی کے متعلق مفسرین کے اقوال

یعنی جس عذاب سے تم کو ڈرایا گیا ہے اس کا آنا بہت قریب ہے' اگرچہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس کا آنا بہت دور ہے' جیسا

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ (النحل:۱) اللہ تعالیٰ کا (قیامت کے متعلق) حکم آ پہنچا ہے اب جلدی نہ مچاؤ۔

اس کے بعد فرمایا: اس دن آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اس آیت میں آدمی کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) اس سے مراد تمام مخلوق ہے خواہ مؤمن ہو یا کافر' ہاتھوں کے بھیجنے کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ انسان کے اکثر اعمال اس کے ہاتھوں سے ہوتے ہیں اور قیامت کے دن اس کا صحیفہ اعمال بھی اس کے ہاتھوں میں دیا جائے گا' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے جو نیک یا بد کام کیے ہیں' ان میں اس کے ہاتھوں کا دخل نہ ہو' جیسا کہ بارش کو رحمت کہا جاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ بارش رحمت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے بارش نازل ہوتی ہے۔

(۲) عطاء نے کہا: آدمی سے مراد اس آیت میں کافر ہے' کیونکہ مؤمن جس طرح اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے کاموں کو دیکھے گا' اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے عفو اور اس کی رحمت کی طرف دیکھے گا اور رہا کافر تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سوا اور کسی چیز کو نہیں دیکھے گا تو وہ صرف اپنے ہاتھوں سے بھیجے ہوئے گناہوں کو دیکھے گا۔

(۳) حسن اور قتادہ نے کہا: اس آیت میں آدمی سے مراد مؤمن ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہو جاتا' پس جب اس آیت کے دوسرے حصہ میں کافر مراد ہے تو ضروری ہوا کہ پہلے حصہ میں مؤمن مراد ہو' نیز اس لیے کہ جب مؤمن نے اپنے ہاتھوں سے نیک کام بھی بھیجے اور بُرے کام بھی تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف بھی ہوگا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید بھی ہوگی' پس وہ منتظر ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا' رہا کافر تو اس کو یقین ہوگا کہ اس کو عذاب ہوگا' اس کو نہ کوئی تجسس ہوگا نہ انتظار۔

کافر کے قول ''کاش! میں مٹی ہو جاتا'' کے متعلق روایات

کافر قیامت کے دن زندہ کیے جانے سے پہلے مٹی تھا' اب جب وہ اپنا انجام دیکھ لے گا تو کہے گا: کاش! وہ اسی طرح مٹی ہو جاتا اور اب اس کو عذاب نہ دیا جاتا' جیسا کہ ان آیات میں ہے: قیامت کے دن کافر کہے گا:

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ (الحاقہ:۲۷) کاش کہ موت ہی میرا کام تمام کر دیتی ○

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○ (النساء:۴۲) جس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے ○

امام ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور اس کو امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی التوفی ۵۱۶ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے بھی ان سے نقل کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قیامت کے دن روئے زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور تمام جانوروں' حیوانوں اور حشرات الارض کو اکٹھا کیا جائے گا' پھر جانوروں سے قصاص لیا جائے گا' حتیٰ کہ اگر سینگھ والی بکری نے بغیر سینگھ والی بکری کے سینگھ مارا تو اس سے قصاص لیا جائے گا' پھر جب ان کے قصاص سے فراغت ہو جائے گی تو پھر ان سے کہا جائے گا: اب تم مٹی ہو جاؤ' یہ منظر دیکھ کر کافر کہے گا: کاش! میں بھی مٹی ہو جاتا۔

Marfat.com

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ وحشی جانوروں کو حشرات الارض کو اور پرندوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا' حتیٰ کہ بغیر سینگھ کی بکری کا سینگھ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: میں نے تم کو پیدا کیا اور تم کو بنو آدم کے لیے مسخر کیا اور تم اپنی پوری زندگی ان کی اطاعت کرتے رہے' اب تم اپنے پہلے حال کی طرف لوٹ جاؤ اور مٹی ہو جاؤ' پس جب کافران کی طرف دیکھے گا جو مٹی ہو گئے تو تمنا کرے گا اور یہ کہے گا: کاش! میں دنیا میں خنزیر کی صورت میں ہوتا اور آج مٹی ہو جاتا۔

ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان بیان کرتے ہیں: جب اللہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور اہل جنت کو جنت میں جانے کا حکم دے گا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں جانے کا حکم دے گا تو اس وقت سب جانوروں سے اور مؤمنین جنات سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ' پھر وہ سب مٹی ہو جائیں گے' اس وقت کافر کہے گا: کاش! میں مٹی ہو جاتا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں کافر سے مراد ابلیس ہے کیونکہ اس نے حضرت آدم کی مذمت کی تھی کہ ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس پر فخر کیا تھا کہ اس کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے' پس جب وہ قیامت کے دن یہ دیکھے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے مؤمنوں کو کس قدر ثواب عطا کیا جا رہا ہے اور وہ کس قدر سختی اور عذاب میں ہے تو ابلیس کہے گا: کاش! میں مٹی ہوتا۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۲۱۔۱۲۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ' معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۶۴۔۱۶۳)

سورۃ النبا کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۴ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۱۰ اگست ۲۰۰۵ء بہ روز بدھ بعد نمازِ عصر سورۃ النبا کی تفسیر مکمل ہو گئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے سورۃ النبا کی تفسیر مکمل کرا دی' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اپنی رحمت سے شرح صحیح مسلم کو اور اس تفسیر تبیان القرآن کو قیامت تک باقی' مقبول اور فیض آفریں رکھیں اور میری اور میرے والدین اور اس کتاب کے ناشر اور قارئین کی محض اپنے کرم سے مغفرت فرما دیں' دارین کی سختیوں سے مامون رکھیں اور دارین کی خوشیاں اور کامرانیاں عطا فرمائیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورة النّٰزِعٰت

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام اس آیت میں مذکور پہلے لفظ سے ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ (النّٰزِعٰت:۱) ان (فرشتوں) کی قسم جو (جسم میں) ڈوب کر نہایت سختی سے (کافر کی) روح کھینچتے ہیں ۝

امام ابن الضریس' النحاس' ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النّٰزِعٰت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۳۷۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۱ ہے' یہ سورۃ النبا کے بعد نازل ہوئی ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے بھی اس سورت کا نمبر ۸۱ ہے۔

النّٰزِعٰت اور النبا میں مناسبت

سورۃ النّٰزِعٰت اور سورۃ النبا دونوں میں قیامت کے مناظر اور متقین اور مجرمین کے اخروی احوال بیان کیے گئے ہیں۔ ان دونوں سورتوں کی ابتداء میں قیامت کے مناظر اور حیات بعد الموت پر دلائل پیش کیے گئے ہیں' اور حساب اور جزاء اور سزا کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں' النبا کے آخر میں قیامت کے عذاب کے قریب آنے سے ڈرایا ہے اور النّٰزِعٰت کے آخر میں حشر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

النّٰزِعٰت کے مشمولات

☆ النّٰزِعٰت: ۵۔۱ میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو کافروں کے جسموں سے ان کی روحوں کو نہایت سختی کے ساتھ کھینچ کر نکالیں گے اور مؤمنوں کے جسموں سے ان کی روح کو نہایت نرمی سے نکالیں گے اور اس قسم کا جواب محذوف ہے یعنی تم کو ضرور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

☆ النّٰزِعٰت: ۱۰۔۶ میں قیامت کا ذکر ہے اور کفار کے انکارِ قیامت کا ذکر ہے۔

☆ النّٰزِعٰت: ۱۴۔۱۱ میں کفار کے انکارِ قیامت کی تفصیل ہے اور ان کا ردّ کیا گیا ہے۔

☆ النّٰزِعٰت: ۲۶۔۱۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے ساتھ معرکہ آرائی کا ذکر ہے جو اپنی حکومت کے غرور میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا تا کہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا سبب ہو۔

Marfat.com

☆ النّزعٰت: ۳۲-۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت کے منکرین سے خطاب فرمایا ہے اور بعض محسوس دلائل سے مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو ثابت فرمایا ہے اور ان کو بتایا ہے کہ وہ آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں سے زیادہ قوی تو نہیں ہیں' جب اللہ تعالیٰ ان کو پیدا کر سکتا ہے تو ان منکرین کو کیوں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا!

☆ النّزعٰت: ۴۶-۳۴ کی آخری آیتوں میں قیامت کے ہولناک اُمور بیان فرمائے ہیں اور بتایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: بعض سعید ہیں اور بعض شقی ہیں اور یہ کہ مشرکین یہ سوال کرتے ہیں کہ قیامت کس وقت آئے گی' اور اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس کے وقت کو اپنی عقل سے کوئی نہیں جان سکتا' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی عقل سے نہیں معلوم کر سکتے کہ قیامت کس وقت آئے گی البتہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس کا علم عطا فرمایا ہے' اور یہ کہ مشرکین کا دنیا میں رہنا چند روز ہے اور جب قیامت اچانک آئے گی تو ان کے ہوش اُڑ جائیں گے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور امداد پر توکل کرتے ہوئے سورۃ النّزعٰت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق پر قائم رکھنا اور مجھ سے وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور غلط اور باطل سے مجھے مجتنب رکھنا اور اس کا رد کرنے کی ہمت عطا فرمانا اور اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما اور مجھے بُرے کاموں سے مجتنب اور نیک کاموں سے متصف رکھنا اور انجامِ کار میری مغفرت فرما دینا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۵ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۱۱ اگست ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٤٦ رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ النّٰزعٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے اس میں چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾

ان (فرشتوں) کی قسم جو (جسم میں) ڈوب کر نہایت سختی سے (کافر کی) روح کھینچتے ہیں ○ اور ان کی قسم جو نہایت نرمی سے (مومن کی جان

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

وقف لازم

کے) بند کھولتے ہیں ○ اور ان کی قسم جو (زمین و آسمان کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں ○ پھر ان کی قسم جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں ○

الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾

پھر ان کی قسم جو (نظام کائنات کی) تدبیر کرنے والے ہیں ○ (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) جس دن لرزائے گی لرزانے والی ○

وقف لازم

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾

پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ○ اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے ○ (دہشت سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ○

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾

وقف لازم

وہ کہتے ہیں: کیا ہم ضرور مرنے کے بعد زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ ○ کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے؟ ○ وہ کہتے ہیں: پھر

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ هَلْ

تو یہ بڑے خسارے کی واپسی ہوگی ○ وہ ضرور صرف ایک جھڑکی ہوگی ○ پھر وہ اچانک (حشر کے) کھلے میدان میں ہوں گے ○ کیا آپ

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

وقف لازم

کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی؟ ○ جب ان کے رب نے وادیٔ طویٰ میں انہیں

طُوًى ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ

ندا فرمائی ○ کہ آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی کی ہے ○ آپ اس سے کہیں کہ گناہوں سے پاک

اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ

ہونے کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ ○ اور میں تجھے تیرے رب کی طرف رہ نمائی کروں سو تو ڈرے ○ پھر انہوں نے

Marfat.com

الْاٰیَۃَ الْکُبْرٰی ﴿٢٠﴾ فَکَذَّبَ وَعَصٰی ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ﴿٢٢﴾

اسے بہت بڑی نشانی دکھائی O سو اس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی O پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ان کے خلاف کارروائی کی O

فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَہُ

اس نے لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کیا O پس کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں O پس اللہ

اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ

نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب کی گرفت میں لے لیا O بے شک اس میں ڈرنے والوں کے لیے ضرور

یَّخْشٰی ﴿٢٦﴾

عبرت ہے O

ع ١ ٢٦ ٢

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان (فرشتوں) کی قسم جو (جسم میں) ڈوب کر نہایت سختی سے (کافر کی) روح کھینچتے ہیں O اور ان کی قسم جو نہایت نرمی سے (مؤمن کی جان کے) بند کھولتے ہیں O اور ان کی قسم جو (زمین اور آسمان کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں O پھر ان کی قسم جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں O پھر ان کی قسم جو (نظامِ کائنات کی) تدبیر کرنے والے ہیں O (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا)۔ (النّزعٰت: ٥۔١)

کافر کی روح کھینچنے کی کیفیت اور کافر کی روح کا سختی کے ساتھ جسم سے نکالنا

النّزعٰت: میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو بنو آدم کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالتے ہیں' اور جب وہ کفار کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالتے ہیں تو ان کے جسموں میں ڈوب کر نہایت سختی سے ان کی روحوں کو کھینچتے ہیں' جیسے کوئی کانٹوں والی شاخ کیچڑ اور گارے میں پھنسی ہو تو اس کو سختی سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔

جب کوئی پرندہ کسی پنجرہ میں بند ہو اور اس کے چاروں طرف خون خوار بلیاں اس کو نوچنے کے لیے تیار ہوں تو وہ اس پنجرہ میں دبکا رہتا ہے کیونکہ اس کو پتا ہوتا ہے کہ وہ اسی وقت تک محفوظ ہے جب تک اس پنجرہ میں ہے' اگر کوئی پنجرہ کی کھڑکی کھول کے اس کو نکالے تو وہ پنجرہ میں ہی سکڑا بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو سختی سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ٤٢٧ھ لکھتے ہیں اور امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی التوفی ٥١٦ھ اور دوسرے مفسرین نے بھی اس کو نقل کیا ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملک الموت کافر کی روح کو ہر بال' ہر ناخن اور قدموں کی جڑوں کے نیچے سے کھینچتا ہے اور اس کو اس کے جسم میں بار بار لوٹا کر نکالتا ہے اور مقاتل نے کہا: ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے کفار کی روحوں کو اس طرح سختی سے کھینچتے ہیں' جیسے لوہے کی سیخ میں بہت کانٹے ہوں اور ان میں گیلا اُون پھنسا ہوا ہو تو اس کو سختی سے کھینچ کر نکالا جائے پھر اس کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے پانی میں ڈوبا ہوا شخص نکلتا ہے۔

(الکشف والبیان ج ١٠ ص ١٢٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٢ھ' معالم التنزیل ج ٥ ص ٢٠٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٠ھ)

Marfat.com

امام عبد الرحمان بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ کفار کی روحیں ہیں جن کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے' پھر آگ میں غرق کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۱۱۰' الدر المنثور ج ۸ ص ۳۷۰)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم کھائی ہے اور کھینچنے والوں کو کسی کے ساتھ خاص نہیں کیا' اس لیے یہ عام ہے خواہ فرشتہ ہو یا موت ہو یا ستارہ ہو یا کمان ہو۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ فرمایا ہے کہ النّزِعٰت سے مراد وہ فرشتے ہیں جو سختی سے کافر کی روح کو اس کے جسم سے کھینچتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۹ ص ۱۶۵) اور ظاہر ہے کہ ان حضرات صحابہ کرام کی یہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے' کیونکہ یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کو اپنی عقل اور قیاس سے متعین کیا جا سکے۔

النّزِعٰت: ۲ میں فرمایا: اور ان (فرشتوں) کی قسم جو نہایت نرمی سے (مومن کی جان کے) بند کھولتے ہیں O

''ناشطات'' کا معنی اور مؤمن کی روح کا آسانی کے ساتھ جسم سے نکلنا

اس آیت میں ''ناشطات'' کا لفظ ہے' یہ ''ناشطة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: گرہ یا بند کھولنے والے' فراء نے کہا: اس سے مراد ہے: مؤمنوں کی روحوں کو آسانی سے ان کے جسموں سے نکالنے والے فرشتے' ''انشطت العقال'' کا معنی ہے: میں نے اونٹ کے زانو بند کی گرہ کھول دی' ''نشط'' کا معنی ہے: گرہ لگانا اور ''انشط'' کا معنی ہے: گرہ کھولنا' نیز ''نشاط'' کا معنی خوش ہونا بھی ہے' اس صورت میں معنی ہوگا: مؤمنوں کی خوش ہونے والی روحیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمنوں کی روحیں خوشی خوشی اپنے جسموں سے نکلتی ہیں کیونکہ ان کے نکلنے سے پہلے ہی ان کے سامنے جنت کر دی جاتی ہے۔ (لغات القرآن ج ۶ ص ۱۳۔۱۲)

امام ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی فرشتے مؤمن کے جسم سے اس کی گرہ یا اس کا بند کھول دیتے ہیں جس طرح جب اونٹ کی ٹانگ سے بندھی ہوئی رسی کو کھول دیا جائے تو کہتے ہیں: ''نشطت العقال من ید البعیر'' یہ فراء کا قول ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: مؤمنوں کی روحیں خوشی خوشی اپنے جسموں سے نکلتی ہیں' کیونکہ جو مومن بھی فوت ہوتا ہے' مرنے سے پہلے اس کو جنت پیش کی جاتی ہے اور وہ اس میں اپنی ان ازواج کو دیکھتا ہے جو بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۲۳' معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۰۴' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمنین کی روحیں جب ملک الموت کو دیکھیں گی تو ملک الموت کہے گا: اے نفس مطمئنہ! چلو روح اور ریحان (خوشی اور خوشبو) کی طرف اور رب کی طرف جو ناراض نہیں ہے اور خوشی خوشی کرامت کے ساتھ جنت کی طرف چلو۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۳۷۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حارث بن خزرج کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کھڑا ہوا تھا' میں نے کہا: اے ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ یہ مؤمن ہے' ملک الموت نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ خوش ہوں اور اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں' بے شک میں ہر

Marfat.com

مؤمن کے ساتھ نرمی کرنے والا ہوں۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۷۸۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۱۸۸)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی موت کے وقت پیشانی پر پسینہ ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۹۸۲، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۲۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۵۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ یہ موت کی شدت سے کنایہ ہے، دوسرا یہ کہ یہ موت کے وقت خیر کی علامت ہے۔

مؤمن کی روح کھینچنے کی کیفیت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ مؤمن دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ جنت کے کفن ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس مؤمن کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور اس سے کہتا ہے: اے نفسِ مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل، پھر اس کی روح اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے، پھر فرشتہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور پکڑنے کے بعد پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کو نہیں چھوڑتا اور اس کو اس کفن میں اور اس خوشبو میں رکھ دیتا ہے اور اس سے روئے زمین کی سب سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آتی ہے، فرشتے اس روح کو لے کر فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں، فرشتے ان سے پوچھتے ہیں: یہ کیسی پاکیزہ معطر روح ہے؟ وہ بتائیں گے: یہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کا وہ نام بتائیں گے جو اس کا دنیا میں سب سے اچھا نام تھا، حتیٰ کہ وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمانِ دنیا پر پہنچیں گے اور اس کے لیے آسمان کو کھلوائیں گے تو آسمان کھول دیا جائے گا، پھر آسمانِ دنیا سے لے کر ساتویں آسمان تک اس کا ہر آسمان پر استقبال کیا جائے گا، پس اللہ عزوجل فرمائے گا: میرے بندہ کا صحیفہ اعمال علیین میں رکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لے جاؤ، میں نے اسی زمین سے ان کو پیدا کیا ہے اور اسی زمین میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی زمین سے ان کو دوبارہ نکالوں گا، پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جائے گا، پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے پوچھیں گے: تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، وہ پھر پوچھیں گے: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، وہ پھر پوچھیں گے: یہ کون شخص ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ کہیں گے: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا، پس میں ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت سے ایک کھڑکی کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور حد نگاہ تک اس کی قبر میں توسیع کر دی جائے گی، پھر اس کے پاس ایک خوب صورت شخص آئے گا، جس کا لباس بھی حسین ہو گا اور اس کی خوشبو بھی بہت اچھی ہو گی، وہ کہے گا: تمہیں اس چیز کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہے گا: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو بہت حسین ہے اور خیر انگیز ہے، وہ کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں، تو وہ کہے گا: اے میرے رب! قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندۂ کافر دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ فام فرشتے اترتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کافر کے

Marfat.com

سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل' وہ روح اس کافر کے جسم میں پھیل جاتی ہے' وہ اس روح کو اس طرح گھسیٹ کر نکالتے ہیں جس طرح کانٹوں والی سلاخ میں پھنسے ہوئے گیلے اُون کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے' پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتے ہیں اور پکڑنے کے بعد پلک جھپکنے کی مقدار بھی نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اس کی روح کو اس ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں' اس سے مردار کی طرح سخت بدبو نکلتی ہے' وہ اس روح کو لے کر چڑھتے ہوئے فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں' وہ پوچھتے ہیں: یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ بتاتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں اس کے بدترین نام کو بتاتے ہیں' حتیٰ کہ آسمانِ دنیا میں پہنچتے ہیں' آسمان کو کھلواتے ہیں تو آسمان کو نہیں کھولا جاتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ (الاعراف: ۴۰)

ان (کافروں کے لیے) آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کو سب سے نچلی زمین سجین میں داخل کر دو' پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (الحج: ۳۱)

جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ گویا آسمان سے گر پڑا' اب یا تو اسے پرندے اُچک کر لے جائیں گے یا ہوا اس کو دور دراز کی جگہ پر پھینک دے گی ۝

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جائے گی' پھر دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' وہ پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا' وہ پوچھیں گے: یہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا' پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: یہ جھوٹ بول رہا ہے' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو' اور اس کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی اِدھر کی پسلیاں اُدھر نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بدصورت شخص آئے گا جس کا لباس بھی بہت بُرا ہوگا اور اس سے سخت بدبو آ رہی ہوگی' پس وہ کہے گا: تمہیں بُری چیزوں کی بشارت ہو' یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا' وہ کافر کہے گا: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو بہت خوفناک ہے جو شر انگیز ہے' وہ شخص کہے گا: میں تمہارا خبیث عمل ہوں' تب وہ کافر کہے گا: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔

علامہ شعیب الارنؤوط اور دیگر محققین نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳۰ ص ۵۰۳)

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۴۹۹۔ رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۲۰۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲۔ ۳۸۰' مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۷۵ طبع جدید' دارالکتب العلمیہ' بیروت' المستدرک ج ۱ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۹۵' کتاب الزہد لابن المبارک رقم الحدیث: ۱۲۱۹' کتاب الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: ۸۱۲۔ ص ۳۰۲' الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۵۲۲۱۔ ج ۴ ص ۲۷۱۔ ۲۷۰' حافظ منذری نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰۔ ۴۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۶۳۰' جمع الجوامع رقم الحدیث: ۵۱۶۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۴۹۵' شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی المتوفی ۴۱۸ھ۔ ج ۲ ص ۱۵۲۔ رقم الحدیث: ۲۱۴۰' شرح الصدور ص ۵۵۔ ۵۴' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو امام

Marfat.com

ابن ابی حاتم اور امام ابن جریر کے حوالہ سے بھی لکھا ہے لیکن بسیار تلاش کے بعد مجھے ان کی تفسیروں میں یہ حدیث نہیں ملی)

میں نے اس حدیث کے متعدد حوالہ جات اس لیے جمع کیے ہیں تاکہ قارئین کو یہ اطمینان ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس حدیث میں بندہ مومن کے خاتمہ کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہم کو عطا کر دے' اے میرے رب! میرے لیے میری موت کو سہل اور آسان کر دے اور موت کے وقت میرے جسم سے میری روح کو اس طرح نکالنا جس طرح پانی کی مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے اور موت کے بعد بندہ مؤمن کو جن نعمتوں سے نوازنے کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ تمام نعمتیں مجھے اور میرے قارئین اور محبین کو عطا فرمانا' میں نے اپنے قارئین کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کی ہے' سو قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی میرے لیے حسن خاتمہ کی دعا کریں' خصوصاً ایسے خاتمہ کی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اسی موضوع پر ایک اور حدیث ہے' جس کو حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام بزار اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک ریشم کے ٹکڑے میں مشک اور مختلف پھول لے کر آتے ہیں' پھر اس کے جسم سے روح کو اس طرح نکالا جاتا ہے' جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکالا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: اے پاکیزہ روح! اس حال میں کہ تو راضی ہو اور تجھے راضی کیا گیا ہو' تو اللہ کی خوشی اور اس کی کرامت کی طرف نکل اور جب وہ روح نکلتی ہے تو اس کو اس مشک اور پھولوں پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس ریشم کو لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو علیین کی طرف لے جایا جاتا ہے اور بے شک جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ میں انگارے رکھ کر لاتے ہیں' پھر اس کی روح کو نہایت سختی کے ساتھ کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: اے خبیث روح! اس حال میں کہ تو ناراض ہو اور تجھ پر اللہ ناراض ہو' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ذلت اور اس کے عذاب کی طرف نکل اور جب وہ روح نکل آتی ہے تو اس کو ان انگاروں پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس ٹاٹ کو اس کے اوپر لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو سجین کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

(شرح الصدور ص ۶۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۴ ھ)

علامہ علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال لکھے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''النّٰشطٰت'' سے وہ فرشتے مراد ہیں جو مؤمنین کی روحوں کو آسانی کے ساتھ ان کے جسموں سے نکالتے ہیں۔

(۲) قتادہ نے کہا: یہ ستارے ہیں جن کو ان کی طلوع ہونے کی جگہوں سے غروب ہونے کی جگہوں کی طرف نکالا جاتا ہے۔

(۳) مجاہد نے کہا: یہ روح ہے' جو انسان کی روح کا بند کھول دیتی ہے۔

(۴) سدی نے کہا: یہ روح ہے' جس کا موت سے بند کھل جاتا ہے۔

(۵) عطاء نے کہا: یہ جانوروں کی گردنوں میں ڈالی جانے والی رسیاں ہیں۔

(۶) ابوعبیدہ نے کہا: یہ وحشی جانور ہیں جن کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف کھول دیا جاتا ہے' جیسے تفکرات انسان کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جاتے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

النّٰزعٰت: ۳ میں فرمایا: اور ان کی قسم (جو زمین اور آسمان کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں O

Marfat.com

''السابحات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''السابحات'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روحوں کے ساتھ تیرتے ہیں' الکلبی نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روحوں کو قبض کرتے ہیں' جیسے کوئی شخص پانی میں تیرتا ہے تو کبھی پانی میں ڈبکی لگاتا ہے اور کبھی سطح آب پر اُبھر آتا ہے اور مجاہد اور ابو صالح نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو بہت تیز رفتار گھوڑے کی طرح تیزی سے آسمان سے اترتے ہیں جیسے تیز رفتار گھوڑے کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ تیرنے والا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں' قتادہ نے کہا: اس سے مراد ستارے' سورج اور چاند ہیں' اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (یٰس: ۴۰) — ہر ستارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے ○

عطاء نے کہا: اس سے مراد کشتیاں ہیں۔

(الکشف والخفاء ج ۱۰ص ۱۲۴' النکت والعیون ج ۶ص ۱۹۳' معالم التنزیل ج ۵ص ۲۰۵' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۱۶۷)

''السابقات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین

النّزعٰت: ۴ میں فرمایا: پھر ان کی قسم جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں ○

مجاہد اور ابوروق نے کہا: جو ابن آدم کی خیر اور عمل صالح کو پہنچانے میں سبقت کرتے ہیں' مقاتل نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو ارواحِ مؤمنین کو جنت میں لے جانے میں سبقت کرتے ہیں' حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ مؤمنین کی روحیں ہیں جو فرشتوں کی طرف سبقت کرتی ہیں' یہ اللہ کی ملاقات اور اس کی رحمت اور کرامت کے شوق میں آگے بڑھتی ہیں' عطاء نے کہا: یہ گھوڑے ہیں' قتادہ نے کہا: یہ ستارے ہیں' بعض بعض سے چلنے میں سبقت کرتے ہیں۔ (الکشف والخفاء ج ۱۰ص ۱۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانے میں شیاطین پر سبقت کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ بنو آدم نیک اعمال کی طرف سبقت کرتے ہیں تو یہ ان کو لکھ لیتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۱۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

''السابقات'' سے مراد مؤمنین کی ارواح ہیں' ان کو ''سابقات'' اس لیے فرمایا کہ جب وہ روحیں یہ دیکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا کیا تکریم اور خیر تیار کی ہے تو وہ اپنے مقرر وقت سے پہلے اپنے اجسام سے نکلنا چاہتی ہیں تاکہ وہ اجسام سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی تیار کی ہوئی کرامت تک پہنچ جائیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۶)

ایک قول یہ ہے کہ یہ سبقت موت کے وقت ہوگی' جب مؤمن کو موت آئے گی تو وہ اس وقت میں اس قیدی کی طرح ہوگا جو قید سے رہائی اور راحت چاہتا ہو کیونکہ اس وقت مؤمن دیکھے گا کہ اس کے لیے کیا ثواب تیار کیا گیا ہے' پس اس وقت اس کی خواہش ہوگی کہ وہ اس جسم سے نکل کر اس ثواب تک پہنچ جائے اور کافر جب دیکھے گا کہ اس کے لیے کیا عذاب تیار کیا گیا ہے تو اس کی روح اس جسم سے نکلنا ناپسند کرے گی اور اس وقت اس کے لیے یہی دنیا جنت ہوگی اور وہ اپنے عذاب کو دیکھ کر اس جسم سے جدا ہونا نہیں چاہے گی اور اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے' اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۷-۶۵۰۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۳)

Marfat.com

کیونکہ جب مؤمن موت کے وقت جنت میں اپنے ثواب کو دیکھے گا' تو اس وقت اس کی روح جسم سے نکل کر جنت میں جانا اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرے گی اور جب موت کے وقت اپنے عذاب کو دیکھے گا تو اس کی روح جسم سے نکل کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے گی۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

النّزعٰت: ۵ میں فرمایا: پھر ان کی قسم جو (نظام کائنات کی) تدبیر کرتے ہیں O

''المدبرات'' کے مصداق میں اقوالِ مفسرین

امام الحسین بن مسعود الفرا البغوی المتوفی ۵۱۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''المدبرات امرا'' سے مراد فرشتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے چند اُمور ان کے سپرد کر دیئے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو حکم دیا ہے وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں' عبد الرحمان بن سابط نے کہا: دنیا میں نظام عالم کی تدبیر چار فرشتے کرتے ہیں: حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت ملک الموت اور حضرت اسرافیل علیہم السلام۔

حضرت جبریل کے سپرد وحی لانا اور ہوائیں اور لشکر ہیں' حضرت میکائیل کے سپرد بارش اور زمین کی پیداوار کا نظام ہے اور حضرت ملک الموت کے سپرد روحوں کو قبض کرنا ہے اور حضرت اسرافیل کے سپرد صور پھونکنا ہے اور وہ بغیر کسی اہم امر کے زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۰۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اولیاء اللہ کی ارواح کا ''المدبرات'' کا مصداق ہونا اور لوگوں کے کام آنا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''الناشطات'' سے مراد مؤمنین کی ارواح ہیں جو نہایت نرمی اور آسانی سے اپنے جسموں سے نکل جاتی ہیں' پھر وہ ارواحِ بشریہ جو تعلق جسمانی سے خالی ہوتی ہیں اور عالم بالا کے ساتھ اتصال کی مشتاق ہوتی ہیں جب وہ اجسام کی ظلمت سے نکل جاتی ہیں تو وہ عالم ملائکہ اور منازل قدس کی طرف مسرت اور شادمانی سے بہت سرعت کے ساتھ جاتی ہیں اور ان کے تیزی سے روانہ ہونے کو ''سابحات'' (تیرنے والیاں) سے تعبیر فرمایا ہے' پھر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا سے متنفر ہونے میں اور عالم علوی کے ساتھ اتصال کی محبت میں ان ارواح کے درجات مختلف ہوتے ہیں' پس جن ارواح کے یہ احوال زیادہ کامل ہوتے ہیں ان کی عالم قدس کی طرف روانگی اتنی سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور جن کے یہ احوال کم زور ہوتے ہیں ان کی روانگی اسی قدر آہستہ ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو ارواح ''سابقات'' ہوتی ہیں یعنی جو عالم قدس سے محبت کی وجہ سے بہت تیزی سے عالم قدس کی طرف سبقت کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان ہی ارواح کی قسم کھائی ہے یعنی ان ارواح کی قسم جو عالم قدس کی طرف سبقت کرتی ہیں تم ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے' پھر یہ مستبعد نہیں ہے کہ ان ارواحِ شریفہ عالیہ میں جو قوت اور شرف ہے ان ہی کے آثار سے اس عالم کے احوال ظہور میں آتے ہوں' لہٰذا وہی ارواحِ شریفہ ''فالمدبرات امرا'' کی مصداق ہیں' کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ انسان خواب میں اپنے استاذ کو دیکھتا ہے اور اس کو جو مشکل پیش آتی ہے اس کا اپنے استاذ سے ذکر کرتا ہے اور اس کا استاذ اس کو اس مشکل کے حل کی طرف رہ نمائی کرتا ہے اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ بیٹا خواب میں اپنے باپ کو دیکھتا ہے اور اس کا باپ اس کو کسی مدفون خزانے کی رہ نمائی کرتا ہے اور کیا جالینوس نے یہ نہیں کہا کہ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا اور اپنے علاج سے عاجز ہو گیا' اس نے کہا: میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے علاج کی کیفیت بتائی اور کیا امام غزالی نے یہ نہیں کہا کہ ارواحِ شریفہ (یعنی نیک لوگوں کی روحیں) جب اپنے بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں' پھر اتفاق سے کوئی

Marfat.com

انسان ان کے پہلے جسم اور روح کے مشابہ ہوتا ہے تو یہ بعید نہیں ہے کہ اس نیک روح کا اس بدن کے ساتھ تعلق ہو اور وہ نیک کاموں میں اس کی مدد کرے اور اس معاونت کا نام الہام ہے اور اس کی نظیر کفار اور فجار کی روحوں میں یہ ہے کہ وہ اپنے مناسب بدن میں بُرائی کو ڈالتی ہیں اور اس کو وسوسہ کہتے ہیں اور یہ تفسیر اگر چہ مفسرین سے منقول نہیں ہے لیکن لفظ اس کا بہت زیادہ احتمال رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یہ کہنا جہالت ہے کہ اولیاء اللہ اپنی وفات کے بعد تصرف کرتے ہیں' مثلاً بیمار کو شفا دیتے ہیں' ڈوبے ہوئے کو غرق سے نجات دیتے ہیں' دشمن کے خلاف مدد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں' ہاں! اس میں توقف نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کی وفات کے بعد ان کو کرامت عطا کرتا ہے' جیسا کہ ان کی وفات سے پہلے ان کو کرامت عطا کی تھی (پس ان کی دعا سے) اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا عطا فرماتا ہے اور ڈوبنے والے کو غرق سے نجات دیتا ہے اور دشمن کے خلاف مدد فرماتا ہے اور بارش نازل فرماتا ہے اور ایسے ہی اُمور ان کی کرامت ہیں اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ظاہر فرماتا ہے جو صورت میں ان کے مشابہ ہوتا ہے' پھر وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کا سوال کرے جو گناہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت اور وجاہت کی وجہ سے اس کے سوال کو پورا فرما دیتا ہے اور اگر کوئی سوال کرنے والا کسی گناہ کا سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو پورا کر دے تو یہ اس سائل کے لیے مکر اور استدراج ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

نیک روحیں بدن سے جدا ہونے کے بعد ''المدبرات'' کا مصداق ہیں (الی قولہ) پس جب تدبیر کرنا روح کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس جہان میں تدبیر کرتی ہے' پس جب وہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد اس جہان سے برزخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو اس کی تدبیر اور تاثیر بہت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کا جسم روح کے لیے حجاب ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سورج کے لیے بادل حجاب نہ ہوں تو اس کی دھوپ بہت تیز اور سخت ہوتی ہے۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۳۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن لرزائے گی لرزانے والی O پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی O اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے O دہشت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی O وہ کہتے ہیں: کیا ہم ضرور مرنے کے بعد زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ O کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے؟ O وہ کہتے ہیں: پھر تو یہ بڑے خسارے کی واپسی ہوگی O وہ ضرور صرف ایک جھڑکی ہوگی O پھر وہ اچانک (حشر کے) کھلے میدان میں ہوں گے O (النّٰزعٰت: ۱۴۔۶)

قیامت کے احوال اور ''راجفۃ'' کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے: ''یوم ترجف الراجفۃ'' اور یوم پر زبر اس لیے ہے کہ وہ فعل محذوف کا مفعول ہے اور وہ فعل ہے ''لتبعثن'' یعنی تم ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے' جس دن لرزائے گی لرزانے والی O

اس پر یہ اعتراض ہے کہ لرزائے گی لرزانے والی' اس سے پہلا صور پھونکنا مراد ہے حالانکہ لوگوں کو دوسرے صور کے پھونکنے کے وقت زندہ کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ النّٰزعٰت: ۷ میں دوسرے صور کے پھونکنے کا ذکر ہے:

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ (النّٰزعٰت: ۷) پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی O

''راجفۃ'' کے لغت میں دو معنی ہیں: ایک معنی حرکت ہے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ . (المزمل:۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ تھرائیں گے۔

اس کا دوسرا معنی ہے: گرج دار آواز یا ہولناک آواز یا کڑک' قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ . (الاعراف:۹۱) پس ان کو ہولناک کڑک نے پکڑ لیا۔

ان آیات میں قیامت کے احوال ذکر کیے گئے ہیں' ''الراجفة'' سے مراد ہے: پہلی بار صور میں پھونکنا اور اس کو ''راجفة'' (لرزانے والی) اس لیے فرمایا ہے کہ پہلے صور کے پھونکنے سے دنیا لرزنے لگے گی اور اس میں زلزلہ آ جائے گا' پھر اس کے بعد جب دوسری بار صور میں پھونکا جائے تو زمین مردوں کو زندہ کرنے کے لیے دوبارہ لرزے گی۔

اس کے بعد فرمایا: اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے O دہشت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی O (النّٰزعٰت:۹۔۸)

یعنی مشرکین کے دل لرز رہے ہوں گے اور منافقین کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ط . (محمد:۲۰) جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔

اس کے بعد فرمایا: وہ کہتے ہیں: کیا ہم ضرور مرنے کے بعد زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟O (النّٰزعٰت:۱۰)

''حافرة'' کا معنی

اس آیت میں ''حافرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پہلی حالت الٹے پاؤں' ''حافرة'' ''حفر'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: زمین کھودنا' ''حافرة'' کا لفظ الٹے پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لیے ضرب المثل ہو گیا ہے' انسان جس راستہ آیا' الٹے پاؤں اسی راستہ پر پلٹا تو چلنے کی وجہ سے قدموں کے نشانات سے جو زمین کھدی' اس نسبت سے وہ حالت ''حافرة'' کہلائی اور بعض کا قول ہے کہ ''حافرة'' اس زمین کو کہتے ہیں جس میں ان کی قبریں کھدی ہوتی ہیں اور ''حافرة'' بہ معنی ''محفورة'' ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام ''حافرة'' اس وجہ سے ہے کہ وہ ''حوافر'' کا مستقر ہے یعنی کھروں اور سموں کے ٹکنے کی جگہ ہے۔

اس آیت میں اس کا معنی ہے: پہلی حالت پر پلٹنے کی جگہ' گویا مشرکین یہ کہتے تھے کہ آیا ہم مرنے کے بعد پھر پہلی زندگی کی طرف لوٹ جائیں گے؟

النّٰزعٰت:۱۱ میں فرمایا: کیا ہم جب گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے؟O

اس آیت میں ''نخرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بوسیدہ چورا' چور چور ہڈیاں' بوسیدہ ہونا' ریزہ ریزہ ہونا۔

النّٰزعٰت:۱۲ میں فرمایا: وہ کہتے ہیں کہ پھر تو بڑے خسارے کی واپسی ہو گی۔

''نخرة'' کا معنی اور خسارہ کی تفسیر میں دو قول

حسن بصری نے کہا: اس قول سے مشرکین نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کیا ہے' یعنی ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا اور دوسرے مفسرین نے کہا: مشرکین کے قول کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں کا گمان ہے اگر ہم کو دوبارہ زندہ کیا گیا تو یہ دوسری زندگی مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو گی کیونکہ مشرکین کا گمان یہ تھا کہ جس طرح وہ دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں' آخرت میں بھی اسی طرح عیش و عشرت میں ہوں گے اور مسلمان جس طرح دنیا میں تنگی سے گزر بسر کر رہے ہیں' اس

Marfat.com

سے دوسری زندگی مسلمانوں کے لیے خسارہ کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک کافر کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ○ (الکہف: ۳۶)

اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میں اس (دنیا) سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا ○

پس مشرکین یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں دنیا کی جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا درجہ اور مرتبہ مسلمانوں میں بہت بڑا اور بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء پر تو معیشت تنگ کر دے اور اپنے دشمنوں پر معیشت کو وسیع کر دے اور جب ان پر دنیا میں معیشت کشادہ کی گئی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہی دنیا اور آخرت میں فضیلت والے ہیں اور جو ان کے مخالف ہیں وہی خسارے والے ہیں۔

النّٰزِعٰت: ۱۳ میں فرمایا: وہ ضرور صرف ایک جھڑکی ہوگی ○

''زجرۃ'' کا معنی

اس میں یہ بتایا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا بہت سرعت سے ہوگا اور اس کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے اور اس سے دوسری بار صور میں پھونکنا مراد ہے اور یہ حضرت اسرافیل کی چیخ ہے مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین کے نیچے سے زندہ کرے گا وہ اس ہولناک آواز کو سن کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ○ (صٓ: ۱۵)

انہیں صرف ایک چیخ کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف اور ڈھیل نہیں ہے ○

النّٰزِعٰت: ۱۴ میں فرمایا: پھر وہ اچانک (حشر کے) کھلے ہوئے میدان میں ہوں گے ○

''ساھرۃ'' کا معنی

اس آیت میں ''ساھرۃ'' کا لفظ ہے ''ساھرۃ'' کا معنی ہے: میدان ''سھر'' کا معنی: نیند اڑ جانا بھی ہے لیکن اس کا زیادہ استعمال روئے زمین کے متعلق ہوتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: ''ساھرۃ'' سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں اس نام سے اس کو موسوم کرنے کی دو وجہیں ہیں: (۱) اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں (۲) اس زمین میں سراب رواں ہوتا ہے عربوں کا محاورہ ہے: ''عین ساھرۃ'' (جاری چشمہ) اور میرے نزدیک اس کی تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمین پر چلنے والے کی خوف سے نیند اڑ جاتی ہے تو جس زمین پر حشر برپا ہوگا وہاں کافر بہت زیادہ خوف زدہ ہوں گے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ''ساھرۃ'' یہی دنیا کی زمین ہوگی یا آخرت کی زمین ہوگی کیونکہ دوسرے صور میں پھونکنے سے جو مہیب آواز پیدا ہوگی جس کو اس سے پہلی آیت میں ''زجرۃ'' (جھڑکی) فرمایا ہے اس وقت لوگ جوق در جوق آخرت کی زمین میں منتقل ہوں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۳۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی؟ ○ جب ان کے رب نے وادیٔ طویٰ میں انہیں ندا فرمائی ○ کہ آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی کی ہے ○ آپ اس سے کہیں کہ گناہوں سے پاک ہونے کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ ○ اور میں تجھے تیرے رب کی طرف رہ نمائی کروں سو تو ڈرے ○ پھر انہوں نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی ○ سو اس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی ○ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ان کے خلاف کارروائی کی ○ اس نے لوگوں کو جمع

Marfat.com

کر کے یہ اعلان کیاO پس کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوںO پس اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب کی گرفت میں لے لیاO بے شک اس میں ڈرنے والے کے لیے ضرور عبرت ہےO (النّٰزعٰت: ۲۶-۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ معرکہ کا قصہ اور اس سے کفارِ مکہ کو ڈرانا

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے انکار پر بہت اصرار کر رہے ہیں حتیٰ کہ وہ اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: ''تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ'' (النّٰزعٰت: ۱۲) پھر تو آخرت کی طرف لوٹنا بہت خسارہ والا ہوگا اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا یہ مسلسل انکار بہت شاق گزرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا تاکہ آپ کو تسلی دی جائے کہ فرعون کو دعوت دینے میں موسیٰ علیہ السلام نے بھی مشقت اٹھائی تھی اور فرعون بھی آخر وقت تک اپنے انکار پر جما رہا تھا' سو آپ پریشان نہ ہوں اور غم نہ کریں' انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینے میں ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ فرعون کفارِ مکہ سے زیادہ قوی اور جابر حکم ران تھا' اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا اور اس کی بہت بڑی سلطنت تھی اور جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کے مقابلہ میں سرکشی کی تو اس کا جاہ وحشم' اس کی بڑی سلطنت اور اس کا لشکر اس کے کچھ کام نہ آیا' اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا اور اس کو دنیا اور آخرت میں عبرت کا نشان بنا دیا اور فرعون کی قوت اور حشمت کے مقابلہ میں یہ کفارِ مکہ کیا چیز ہیں' اگر یہ بھی آخر وقت تک اپنے انکار پر جمے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی دنیا اور آخرت میں عبرت کا نشان بنا دے گا۔

النّٰزعٰت: ۱۶-۱۵ میں فرمایا: کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی؟O جب ان کے رب نے وادیٔ طویٰ میں انہیں ندا فرمائیO

النّٰزعٰت: ۱۶ میں ''طوی'' کا لفظ ہے' طویٰ شام کی ایک وادی کا نام ہے جو پہاڑ طور کے پاس ہے' جب رات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی تھی کہ آپ فرعون کے پاس جائیں' طویٰ وادیٔ مقدس ہے جس میں دو مرتبہ برکت ڈالی گئی ہے۔

فراء نے یہ کہا ہے کہ طویٰ مدینہ اور مصر کے درمیان ایک وادی ہے۔

النّٰزعٰت: ۱۷ میں فرمایا: کہ آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی کی ہےO

اس آیت میں ''طغی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حد سے تجاوز کرنا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ اس نے کس چیز میں حد سے تجاوز کیا تھا' اس لیے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر کیا اور کافر ہو گیا اور دوسرے مفسرین نے کہا: اس نے بنی اسرائیل کے مقابلہ میں حد سے تجاوز کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے خالق اور مخلوق دونوں کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا ہو' خالق کے معاملہ میں تجاوز یہ تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا اور لوگوں سے کہا: ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' (النّٰزعٰت: ۲۴) (تمہارا سب سے بڑا رب میں ہوں) اور مخلوق کے سامنے تکبر یہ تھا کہ اس نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا' ان سے بے گار کے کام لیتا تھا اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان کو تلقین کی کہ وہ ان سے کہیں:

النّٰزعٰت: ۱۸ میں فرمایا: آپ اس سے کہیں کہ گناہوں سے پاک ہونے کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟O

اس آیت میں ''تزکّی'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''زکی'' ہے' اس کا معنی ہے: عیوب سے بری ہونا اور قبائح سے پاک

Marfat.com

ہونا' قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ (الشمس:۹) جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا ۝

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو تلقین کی تھی کہ فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کریں' فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا . (طٰہٰ:۴۴) پس تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینی ہو تو اس کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے اور نرمی سے بات کرنی چاہیے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ . (آل عمران:۱۵۹) اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مبلغین لوگوں کے ساتھ سختی کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور بہت زیادہ تعصب سے کام لیتے ہیں وہ تبلیغ کرنے میں انبیاء علیہم السلام کے طریقہ پر نہیں ہیں۔

النّٰزعٰت :۱۹ میں فرمایا: اور میں تجھے تیرے رب کی طرف رہ نمائی کروں سو تو ڈرے ۝

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت اور اس پر ایمان لانا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر مقدم ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت کو پہلے ذکر کیا اور اللہ سے ڈرنے کا ذکر بعد میں کیا' اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ . (طٰہٰ:۱۴) بے شک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو آپ میری عبادت کیجیے۔

اور اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کا خوف اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے' اسی لیے فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۘ . (فاطر:۲۸) اللہ کے بندوں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

النّٰزعٰت :۲۰ میں فرمایا: پھر انہوں نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی ۝

اس آیت میں جس بہت بڑی نشانی کا ذکر فرمایا ہے' اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

بہت بڑی نشانی کے متعلق متعدد اقوال

(۱) اس سے مراد ید بیضاء ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۟ . (النمل:۱۲) آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان (بغل) میں ڈالیں آپ کا ہاتھ سفید چمک دار بغیر کسی عیب کے نکلے گا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ (طٰہٰ:۲۳-۲۲) اور آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبایئے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا' یہ دوسری نشانی ہے ۝ تاکہ ہم آپ کو اپنی بعض بہت بڑی نشانیاں دکھائیں ۝

(۲) اس سے مراد عصا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ جب عصا کو زمین پر ڈالتے تو وہ اژدہا بن جاتا تھا' اس کے اجزاء اور اس کا جسم بڑھ جاتا تھا اور اس سے حضرت موسیٰ کو بہت بڑی قدرت اور بہت شدید طاقت حاصل ہوتی تھی' اور وہ اژدہا بہت ساری چیزوں کو نگل جاتا تھا اور وہ چیزیں فنا ہو جاتی تھیں اور بڑی بڑی چیزوں کے اجزاء فنا ہو جاتے تھے اور چیزوں کے

Marfat.com

رنگ اور ان کی صورتیں زائل ہو جاتی تھیں اور ان چیزوں میں سے ہر چیز ایک مستقل معجزہ ہے لہٰذا عصا بہت بڑی نشانی ہوا۔

(۳) بہت بڑی نشانی سے مراد ید بیضاء اور عصا کا مجموعہ ہے۔

النّٰزعٰت :۲۱ میں فرمایا: سو اس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی O

یعنی اس کی تکذیب کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزے ان کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت نہیں کرتے' اسی لیے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے معارضہ کرنے کے لیے دوسرے شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کیا' قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ O (الشعراء:۵۳) پھر فرعون نے شہروں میں (جادوگروں کو) جمع کرنے والوں کو بھیج دیا O

النّٰزعٰت :۲۲ میں فرمایا: پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ان کے خلاف کارروائی کی O

اس آیت میں "یسعی" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "سعی" ہے' اس کا معنی جدوجہد کرنا بھی ہے اور بھاگنا بھی اور اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

(۱) جب فرعون نے اژدھے کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ مرعوب ہو کر بھاگ گیا۔

(۲) فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیٹھ پھیری اور ان کے خلاف کارروائی کرنے میں مشغول ہو گیا۔

النّٰزعٰت :۲۴۔۲۳ میں فرمایا: اس نے لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کیا O پس کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں O

فرعون نے دوسرے شہروں سے جادوگروں کو بلوا کر جمع کیا۔ (الشعراء:۵۳) پھر جس مقام پر تمام جادوگر جمع ہوئے تھے' اس میدان میں اس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

سب سے بڑا رب ہوں' کا معنی

اس نے جو یہ کہا تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں' اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں اور سمندروں اور دریاؤں کو میں نے پیدا کیا ہے کیونکہ یہ دعویٰ تو ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا' بلکہ فرعون دہریہ تھا' وہ اس جہان کا کوئی صانع نہیں مانتا تھا' نہ نبی اور رسول کو مانتا تھا' اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا مربی اور محسن ہوں' لہٰذا تم میرا شکر ادا کرو اور میری تعظیم کرو اور مجھے سجدہ کرو اور میرے احکام مانو اور میری اطاعت کرو' وہ قیامت' حشر ونشر اور جزاء اور سزا کا بھی منکر تھا۔

النّٰزعٰت :۲۶۔۲۵ میں فرمایا: پس اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب کی گرفت میں لے لیا O بے شک اس میں ڈرنے والے کے لیے ضرور عبرت ہے O

"اٰخرۃ" اور "اولٰی" کی متعدد تفاسیر

اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ نے اس کو "اٰخرۃ" اور "اولٰی" کے عذاب کی گرفت میں لے لیا' مجاہد' شعبی' سعید بن جبیر اور مقاتل نے کہا: "اٰخرۃ" اور "اولٰی" سے مراد فرعون کے دو دعوے ہیں' جو حسب ذیل ہیں:

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ (القصص:۳۸) مجھے اپنے سوا تمہارے اور کسی معبود کا علم نہیں ہے۔

اس دعویٰ کے چالیس سال بعد اس نے یہ دعویٰ کیا:

Marfat.com

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النّٰزعٰت: ۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں

یعنی فرعون کے ان دو دعووں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مقصود اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ جب فرعون نے پہلا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو گرفت میں نہیں لیا بلکہ اس کو چالیس سال تک مہلت دی اور جب اس نے چالیس سال تک رجوع نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھ کر دعویٰ کیا تو پھر اس کو اپنے عبرت ناک عذاب کی گرفت میں لے لیا۔

حسن اور قتادہ نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ''اخرۃ'' اور ''اولیٰ'' کا معنی یہ ہے کہ اسے آخرت اور دنیا کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا' دنیا میں اس کو سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قفال نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ فرعون کے دو جرم تھے' اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' سو اس کو ان دو وجہوں سے عذاب ہوگا اور ''اخرۃ'' اور ''اولیٰ'' سے یہی مراد ہے۔

پھر فرمایا: اس میں ڈرنے والوں کے لیے ضرور عبرت ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جو قصہ بیان فرمایا ہے اور فرعون کو جو رسوا کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو عزت دی ہے اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی کرے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرے' وہ فرعون کے انجام سے دوچار ہوگا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

آیا تم کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو؟ جس کو اللہ نے بنا دیا ہے O اللہ نے اس کی چھت بلند کی پھر اس کو ہموار بنایا O

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

اس کی رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا O اور اس کے بعد زمین کو

دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

پھیلا دیا O اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا O اور پہاڑوں کو

اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ

اس زمین میں نصب کر دیا O تم کو اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے O پس جب بڑی مصیبت آ

الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ

جائے گی O اس دن انسان اپنی کوشش یاد کرے گا O اور ہر دیکھنے

الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾

والے کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی O سو جس نے سرکشی کی O اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی O

Marfat.com

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۳۹﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ

تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے ○ اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۴۱﴾

سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا ○ پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے ○

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيمَ أَنْتَ مِنْ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ ○ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا

ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ

تعلق ہے ○ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہا ہے ○ آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے

يَخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً

ڈرتا ہے ○ گویا کہ وہ جس دن اس کو دیکھیں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں) صرف دن کے آخری حصے میں ٹھہرے

أَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾ ع

تھے یا دن کے اول حصے میں ○

ع ۲ ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیا تم کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو؟ جس کو اللہ نے بنا دیا ہے ○ اللہ نے اس کی چھت بلند کی پھر اس کو ہموار بنایا ○ اس کی رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا ○ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا ○ اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا ○ اور پہاڑوں کو اس زمین میں نصب کر دیا ○ تم کو اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ○ (النّٰزعٰت: ۳۳۔۲۷)

النّٰزعٰت: ۲۸۔۲۷ میں فرمایا: آیا تم کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو؟ جس کو اللہ نے بنا دیا ہے ○ اللہ نے اس کی چھت بلند کی پھر اس کو ہموار بنا دیا ○

آسمانوں کی تخلیق سے حیات بعد الموت پر استدلال

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ختم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ کلام کو پھر حیات بعد الموت کے منکرین کی طرف راجع فرمایا اور یہ استدلال کیا کہ اے منکرو! تمہارے مقابلہ میں آسمان بہت بڑی مخلوق ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اتنے عظیم آسمان طبق در طبق بنا دیئے ہیں تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کب مشکل ہے جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ (یٰس: ۸۱)

کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے وہ اس پر قادر نہیں کہ ان کی مثل پیدا فرمائے۔

Marfat.com

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ. آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے۔ (المؤمن: ۵۷)

خلاصہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کے منکرین اس بات کو مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ (لقمان: ۲۵) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور بہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

اور ہر صاحب عقل اس بات کو مانے گا کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اور جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرما چکا ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کب مشکل اور دشوار ہے تو پھر انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے کا کیوں انکار کرتے ہو!

آسمان بہت عظیم مخلوق ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے احکام پر عمل کرنے کی جو امانت سونپی ہے' اس نے اس امانت میں خیانت نہیں کی اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرا اور آسمان کے مقابلہ میں انسان اس قدر ضعیف اور ناتواں ہے' وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں خیانت کرنے سے نہیں ڈرتا اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو صرف انسانوں کے لیے پیدا فرمایا' سو اللہ تعالیٰ ان کو نصیحت کرتا ہے کہ ان کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائے اور لوگ اپنی سرکشی کو ترک کر کے اس دعوت پر ایمان لے آئیں جس کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا' پھر اس کو بنانے کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس نے اس کی چھت کو بلند کیا' پھر اس کو ہموار کیا' ہموار بنانے سے مراد یہ ہے کہ آسمان میں شکنیں اور سلوٹیں نہیں ہیں' وہ کہیں سے اونچا نیچا نہیں ہے' جیسے اس نے ارشاد فرمایا:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ (الملک: ۳) تم رحمن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے۔

النّٰزعٰت: ۲۹ میں فرمایا: اس کی رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا O

''اغطش'' کا معنی

اس آیت میں ''اغطش'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کا تاریک ہونا' یا رات کو تاریک کرنا' اس کا مادہ ''غطش'' ہے' اس کا معنی ہے: کمزور نظر یا دھندلی نظر والا ''تغاطش'' کا معنی ہے: جان بوجھ کر اندھا یا غافل بننا۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۶۹' بیروت' مختار الصحاح ص ۲۸۲' بیروت)

اور اس آیت میں ''ضحی'' کا لفظ ہے ''ضحی'' چاشت کے وقت کو کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں دن کے دس گیارہ بجے کا وقت ہوتا ہے' اس آیت میں اس سے مراد دن ہے اور دن کو ''ضحی'' سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اس وقت میں خوب دھوپ نکل آتی ہے اور دن مکمل طور پر روشن ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں ''لیلھا وضحاھا'' کی ضمیریں آسمان کی طرف لوٹ رہی ہیں یعنی آسمان کی رات تاریک کر دی اور آسمان کے دن کو روشن کر دیا کیونکہ رات اور دن کا وجود سورج کے طلوع اور غروب سے ہوتا ہے اور سورج کا تعلق آسمان سے ہے۔

النّٰزعٰت: ۳۰ میں فرمایا: اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا O

Marfat.com

''دحٰها'' کا معنی اور زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کی تحقیق

اس آیت میں ''دحٰها'' کا لفظ ہے''دحی''''دحو'' سے بنا ہے'اس کا معنی ہے: کسی چیز کو ہموار کر دیا' بچھا دیا' یا پھیلا دیا'اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آسمان کو بنایا' اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا' دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین کو بنایا'اس کے بعد آسمان کو بنایا' وہ آیت یہ ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ. (البقرہ:۲۹)

وہی (اللہ ہے) جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا' پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا۔

اس تعارض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کا مادہ پیدا کیا یا نفس زمین کو پیدا کیا' پھر آسمانوں کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کو پیدا کرنے کے بعد پھر زمین کو پھیلایا اور اس کو موجودہ شکل دی۔ البقرہ:۲۹ میں نفس زمین کو پیدا کرنے کا ذکر ہے اور النّٰزعٰت:۳۰ میں زمین کو پھیلانے اور اس کو موجودہ شکل دینے کا ذکر ہے۔

(۲) اس آیت سے مراد صرف زمین کو پھیلانا نہیں ہے بلکہ زمین کو قابل کاشت بنانا ہے کیونکہ اس کے بعد والی آیت میں فرمایا ہے:اور اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ (النّٰزعٰت:۳۱) کیونکہ زمین میں کھیتی باڑی اور روئیدگی کی صلاحیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب آسمان سے بارشیں ہوں اور زمین میں دریا اور چشمے بھی اسی وقت وجود میں آتے ہیں' جب آسمان سے پانی برسے'اس لیے پہلے آسمانوں کو پیدا کرنے کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد زمین کو قابل کاشت بنانے کا اور البقرہ:۲۹ میں نفس زمین کو پیدا کرنے کا ذکر ہے۔

(۳) ''بعد ذالک'' کا معنی حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ یعنی آسمانوں کے بنانے کے ساتھ زمین کو پھیلا دیا' جیسے فرمایا ہے:''عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ'' (القلم:۱۳) یعنی ولید بن مغیرہ ان عیوب کے ساتھ بے نسب بھی ہے۔

النّٰزعٰت:۳۱ میں فرمایا:اور اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا O

''مرعاها'' کا معنی اور زمین کے منافع اور فوائد

اس آیت میں فرمایا ہے: زمین سے اس کا پانی نکالا'اس سے مراد ہے: زمین کے چشموں سے پھوٹ کر نکلنے والا پانی' اور اس میں ''مرعاها'' کا لفظ ہے''المرعٰی'' کا معنی ہے: چراگاہ' یہ ظرف مکان ہے' جانوروں اور انسانوں کی خوراک یعنی گھاس' غلہ' پھل وغیرہ' اصل میں ''رعی'' کا معنی ہے: جاندار کی حفاظت کرنا اور اس کو باقی رکھنا' حفاظت کی تین صورتیں ہیں: (۱) خوراک کے ذریعہ (۲) دشمنوں سے بچانا (۳) مناسب انتظام سے حق دار کو اس کا حق دلانا۔ ''راعی'' چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم اور نگران کو بھی راعی کہتے ہیں'اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص راعی (محافظ) ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت (ماتحت افراد) کے متعلق سوال کیا جائے گا' امام (ملک کا سربراہ) راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت (عوام) کے متعلق سوال ہوگا' مرد اپنے گھر میں راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت (گھر والوں) کے متعلق سوال ہوگا' عورت اپنے خاوند کے گھر میں راعیہ ہے اور اس سے اس کی رعیت (گھر کے مال ومتاع) کے متعلق سوال کیا جائے گا' خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت (مالک کے مال) کے متعلق سوال کیا

Marfat.com

جائے گا' اور مرد اپنے باپ کے مال کا راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت (اس کے زیر انتظام لوگوں) کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۸۹۳' سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۷۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۵)

اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے زمین سے انسانوں اور ان کے جانوروں کی خوراک نکالی' سبزہ اور غلہ پیدا کیا' طرح طرح کے پھل پیدا کیے' جڑی بوٹیاں پیدا کیں' جن سے انسان علاج کرتے ہیں' روئی پیدا کی جس سے لباس بنایا جاتا ہے' درخت پیدا کیے جن سے فرنیچر اور دوسری ضرورت کی چیزیں بنائی جاتی ہیں' زمین میں معدنیات رکھے' جن میں لوہا ہے جس سے مشینیں اور اسلحہ بنایا جاتا ہے' تانبا اور پیتل ہے جن سے برتن بنائے جاتے ہیں' سونا اور چاندی ہے جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں' تیل اور قدرتی گیس ہے' جن سے ایندھن حاصل کیا جاتا ہے' دریا پیدا کیے' جن سے کاشت کاری کے لیے پانی حاصل کیا جاتا ہے اور بجلی بنائی جاتی ہے۔

النّٰزعٰت: ۳۳۔۳۲ میں فرمایا: اور پہاڑوں کو اس زمین میں نصب کر دیا O تم کو اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے O

''ارساھا'' کا معنی

س آیت میں ''ارسٰی'' کا لفظ ہے' یہ ''رسو'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: لنگر باندھنا' ثابت رکھنا اور میخ ٹھوکنا۔

یعنی پہاڑوں کو زمین میں نصب کر دیا تا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ پہاڑوں کا اپنی جگہ قائم رہنا ان کی اپنی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قائم کرنے کی وجہ سے ہے۔

دوسری آیت میں ''اَنعام'' کا لفظ ہے' یہ ''نَعَم'' کی جمع ہے' صحاح میں مذکور ہے کہ اس لفظ کا اطلاق زیادہ تر اونٹ' گائے اور بکریوں اور دنبوں پر کیا جاتا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۸۵) یعنی ''المرعٰی'' میں جو نباتات ہیں وہ تمہارے لیے بھی ہیں اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی ہیں یعنی زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس میں سب کے لیے منافع ہیں اور سب کی خوراک ہے' خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب بڑی مصیبت آ جائے گی O اس دن انسان اپنی کوشش یاد کرے گا O اور ہر دیکھنے والے کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی O سو جس نے سرکشی کی O اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی O تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے O اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا O پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے O (النّٰزعٰت: ۴۱۔۳۴)

''طامۃ'' کا معنی

النّٰزعٰت: ۳۴ میں فرمایا: پس جب بڑی مصیبت آ جائے گی O

اس آیت میں ''طامۃ'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''طمّ'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اتنا زیادہ ہونا کہ وہ چھا جائے اور سب پر غالب آ جائے' اس آیت میں اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ ہنگامہ قیامت ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا O

(مختار الصحاح ص ۲۳۹)

النّٰزعٰت: ۳۶۔۳۵ میں فرمایا: اس دن انسان اپنی کوشش یاد کرے گا O اور ہر دیکھنے والے کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی O

Marfat.com

اس آیت میں کوشش سے مراد انسان کے کیے ہوئے اعمال ہیں' قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں اس کا صحیفہ اعمال دے دیا جائے گا اور جن کیے ہوئے کاموں کو وہ بھول چکا تھا اس کو وہ سب یاد آ جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (المجادلہ: ۶)

جس دن اللہ ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور ان کو ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' جن اعمال کو اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور یہ بھول چکے تھے' اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے ○

دوزخ کو ظاہر کرنا

دوسری آیت میں فرمایا ہے: اور دوزخ کو بالکل ظاہر کر دیا جائے گا' اس میں 'بُرِّزَت' کا لفظ ہے' اس کا مادہ 'بروز' ہے' اس کا معنی ظہور ہے' دوزخ کے ظہور کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ○ (مریم: ۷۲۔۷۱)

تم میں سے ہر شخص دوزخ پر وارد ہوگا' یہ آپ کے رب کا قطعی فیصلہ ہے ○ پھر ہم متقین کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے ○

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ○ (الشعراء: ۹۱۔۹۰)

اور جنت کو متقین کے قریب کر دیا جائے گا ○ اور گم راہوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا ○

النّٰزعٰت: ۳۹۔۳۷ میں فرمایا: سو جس نے سرکشی کی ○ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ○ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے ○

قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کا کمال اور فساد

انسان کی دو قوتیں ہیں: قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ' قوتِ نظریہ کا کمال یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو اور وہ اس کی توحید کی تصدیق کرے اور یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس پر غالب ہے' پھر وہ اپنے آپ کو حقیر جانے گا اور انکسار اور تواضع کرے گا' پھر وہ سرکشی اور تکبر نہیں کرے گا اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کرے گا اور اس کی توحید کی تصدیق نہیں کرے گا تو پھر وہ سرکشی اور تکبر کرے گا' اور قوتِ عملیہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرامین پر عمل کرے اور دنیا کے عیش و عشرت پر آخرت کو ترجیح دے اور قوتِ عملیہ کا فساد یہ ہے کہ انسان دنیا کے لھو و لعب اور عیش و عشرت میں مستغرق ہو اور آخرت کو فراموش کر دے' پس النّٰزعٰت: ۳۷ میں قوتِ نظریہ کے فساد کا ذکر ہے کیونکہ جب قوتِ نظریہ فاسد ہو جاتی ہے تو انسان سرکشی کرتا ہے اور النّٰزعٰت: ۳۸ میں قوتِ عملیہ کے فساد کا ذکر ہے کیونکہ جب قوتِ عملیہ فاسد ہو جاتی ہے تو انسان دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث

النّٰزعٰت: ۳۸ میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا' اور اپنے اہل و عیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لیے حاصل کیا' وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور جس نے دنیا کو حرام طریقہ سے طلب کیا تاکہ وہ مال دار ہو اور لوگوں پر فخر کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ١٠٣٧٥' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٢١٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا (آخرت میں) کوئی مال نہ ہو اور دنیا کو وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٧١' شعب الایمان رقم الحدیث: ١٠٦٣٨)

حسن نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے۔ (شعب الایمان ج ٧ ص ٣٨٨۔ رقم الحدیث: ١٠٥٠١)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں' سو تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو' آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب فی الامل وطولہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں مسافر کی طرح رہو یا راستہ عبور کرنے والے کی طرح اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب تم صبح کو اٹھو تو شام کا انتظار نہ کرو' اور تم اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے دنوں کے لیے عمل کرو اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لیے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٤١٦' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢١٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص میں دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام دیکھو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس کو حکمت عطا کی گئی ہے۔

(شعب الایمان ج ٧ ص ٣٥٢۔ رقم الحدیث: ١٠٥٥٢)

النّٰزعٰت: ٣٩ میں فرمایا: تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے O

دوزخ کی صفات کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣٢٦٥' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٨٤٣' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٨٩' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٣١٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٣' سنن داری رقم الحدیث: ٢٨٤٧)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں اور دو تسمے پہنائے جائیں گے' اس سے اُس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٥٦١' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢٦٠٤' سنن داری رقم الحدیث: ٢٨٤٨' مسند احمد ج ٣ ص ٧٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی' پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی' پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی' پس وہ سیاہ اندھیری ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢٥٩٠' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٥٢٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں صرف شقی داخل ہوگا' آپ سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! شقی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے کوئی اطاعت نہیں کی اور اس کی کسی معصیت کو ترک نہیں کیا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ٤٢٩٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٩)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے جنت کو پیدا کیا تو جبریل سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھو' حضرت جبریل نے جنت کو دیکھا اور نعمتوں کو دیکھا جو اہل جنت کے لیے بنائی ہیں' پھر آ کر کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل ہو گا' پھر جنت کو مشقت والی چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا' پھر فرمایا: اے جبریل! اب جا کر جنت کو دیکھو' حضرت جبریل گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا' پھر آ کر کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب اس میں کوئی بھی نہیں داخل ہو گا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبریل! جاؤ دوزخ کو دیکھو' حضرت جبریل گئے اور دوزخ کو دیکھا' پھر آ کر کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہو گا' پھر دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا' پھر فرمایا: اے جبریل! جاؤ دوزخ کو دیکھو' حضرت جبریل گئے اور دوزخ کو دیکھا' پھر کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۴۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۶۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۷۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲)

النّزعٰت: ۴۱-۴۰ میں فرمایا: اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا O پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے O

خوفِ خدا سے گناہ ترک کرنے والوں کی دو قسمیں

النّزعٰت: ۴۰ میں فرمایا: اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس سے مراد یا تو مطلقاً میدانِ حشر میں کھڑا ہونا ہے یا اس سے مراد حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ معصیت کے جس حال میں کھڑا ہوا ہو وہ اس حال میں ڈر رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے کرنے سے منع فرمایا تھا اور میں اس کام کو کر رہا ہوں' پھر اس نے اپنے آپ کو گناہ کی اس لذت حاصل کرنے اور شہوت کے تقاضے کو پورا کرنے سے روکا ہو اور اس کو آخرت کے عذاب کا خوف دامن گیر ہوا ہو اور جب اس پر یہ کیفیت طاری ہو گئی تو اس پر اپنی شہوت کے تقاضے کو ترک کرنا آسان ہو جائے گا اور آخرت کے لیے نیک کام کرنا سہل ہو جائے گا۔

جو لوگ آخرت کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیتے ہیں' ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ہمیشہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں اور کبھی شہوت سے مغلوب ہو کر گناہ کی وادی میں نہیں اترتے اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو آخرت کا عذاب یاد دلاتے ہیں اور اس کو اس اجر و ثواب کی طرف راغب کرتے ہیں' جو اہل اطاعت کے لیے تیار کیا گیا ہے' پھر گویا وہ آخرت کے عذاب اور ثواب کا مشاہدہ کر لیتے ہیں' پھر وہ آخرت کی لذتوں کو دنیا کی لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں' کیونکہ وہ دنیا سے زیادہ لذیذ ہیں اور دائمی ہیں' پھر اس پر آخرت کے لیے عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں ''ھوی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نفس کا اپنی شہوت اور لذت کو حاصل کرنے کی طرف مائل ہونا اور نفس کی فطرت میں شہوت اور لذت سے محبت ہے اور نفس کو اپنی شہوت کے حصول سے اسی طرح روکا جا سکتا ہے کہ وہ نفس کو ارتکاب معصیت پر عذاب سے ڈرائے اور ترکِ معصیت کے ثواب کی طرف اس کو راغب کرے۔

اس کے بعد فرمایا: ایسے شخص کا ٹھکانا جنت ہی ہے O

جنت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

جنت کی صفات کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے

Marfat.com

اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ (السجدہ: ۱۷) سو کوئی نفس نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کن نعمتوں کو چھپا رکھا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۹۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۸' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۲۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ جنت کی نعمتوں میں رہے گا' وہ خوف زدہ نہیں ہوگا' اس کے کپڑے میلے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۲۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند درجہ ہے' اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو الفردوس کا سوال کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۹۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۳۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۳۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا ○ آپ کا اس کے ذکر سے کیا تعلق ہے؟ ○ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے ○ آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے ○ گویا کہ وہ جس دن اس کو دیکھیں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں) صرف دن کے آخری حصے میں ٹھہرے تھے یا دن کے اوّل حصے میں ○ (النّٰزِعٰت: ۴۶۔۴۲)

کفار وقوعِ قیامت کا کیوں سوال کرتے تھے؟

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کے امکان پر دلائل قائم فرمائے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کی خبر دی' پھر قیامت کے دن رونما ہونے والے ہولناک اور دہشت ناک مناظر بیان فرمائے' پھر قیامت کے دن مؤمنوں اور کافروں کے انجام کی خبر دی اور اس کے بعد اب النّٰزِعٰت: ۴۲ میں فرمایا ہے: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟

مشرکین قیامت کے وقوع کی خبر اور اس کے ہولناک مناظر کی خبریں سنتے تھے اور قیامت کے یہ نام بتائے گئے کہ وہ ''الطامۃ'' (بہت بڑی مصیبت) ہے' ''الصاخۃ'' (ایسی زبردست چیخ جو کانوں کو بہرا کر دے) ہے' ''الغاشیۃ'' (جس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی) ہے' ''الحاقۃ'' (ثابت شدہ حقیقت) ہے' ''الواقعۃ'' (ضرور واقع ہونے والی) ہے' ''القارعۃ'' (کھٹکھٹا کر خبردار کرنے والی) ہے اور ''الساعۃ'' وغیرہا ہیں' اس لیے وہ تجسس سے پوچھتے تھے کہ وہ کب واقع ہو گی؟ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ قیامت کے متعلق اس لیے سوال کرتے ہوں کہ وہ اس کو جلد طلب کرنا چاہتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

یَسۡتَعۡجِلُ بِہَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہَا ۚ (الشوریٰ: ۱۸) قیامت کے وقوع کی جلدی ان لوگوں کو ہے جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

Marfat.com

کفار کا وقوع قیامت کا سوال کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب

النّٰزعٰت: ۴۳ میں فرمایا: آپ کا اس کے ذکر سے کیا تعلق ہے O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا ہے کہ آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی۔

النّٰزعٰت: ۴۴ میں فرمایا: آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے O

یعنی قیامت کے وقوع کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو اس کے وقوع کا علم نہیں دیا' واضح رہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقوع کی خبر نہیں دی تھی' پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے وقوع کا علم عطا فرما دیا اور اس آیت کا معنی ہے کہ قیامت کے وقوع کے علم ذاتی کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے' اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم سورۃ الجن میں بیان کر چکے ہیں۔

النّٰزعٰت: ۴۵ میں فرمایا: آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرائیں اور آپ کا عذاب سے ڈرانا' اس پر موقوف نہیں ہے کہ آپ کو قیامت کے وقوع کا علم ہو' باقی رہا یہ اعتراض کہ اس آیت میں فرمایا ہے: آپ اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے حالانکہ آپ سب کو ڈرانے والے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ واقع میں سب کو ڈرانے والے ہیں اور قیامت سے ڈرنے والوں کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ وہی لوگ آپ کے ڈرانے سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔

النّٰزعٰت: ۴۶ میں فرمایا: گویا کہ وہ جس دن اس کو دیکھیں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں) صرف دن کے آخری حصے میں ٹھہرے تھے یا دن کے اوّل حصے میں O

اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ (الاحقاف: ۳۵)

یہ (کفار) جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو (ان کو یوں لگے گا) کہ وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس عذاب کا کافروں نے انکار کیا تھا جب ان کو اس عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو ان کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ہمیشہ سے اس عذاب میں رہے ہیں اور دنیا میں تو انہوں نے صرف دن کا تھوڑا سا وقت گزارا تھا۔

سورۃ النّٰزعٰت کا اختتام

الحمد للہ علیٰ احسانہ! آج ۱۸ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۲۴ اگست ۲۰۰۵ء' بہ روز بدھ سورۃ النّٰزعٰت کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۱۱ اگست ۲۰۰۵ء کو اس سورت کی تفسیر کی ابتداء کی تھی' اس طرح تیرہ دنوں میں اس کی تفسیر اپنے اختتام کو پہنچی۔ اے بارِ الٰہ! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اور میری مغفرت فرما دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علٰی سید المرسلین
سیدنا محمد وعلٰی آله واصحابه وازواجه وذریاته اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۂ عبس

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام عبس ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے' وہ آیت یہ ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۙ (عبس: ۱) (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا

یہ سورت حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے' جو نابینا تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے: یارسول اللہ! مجھے ہدایت دیجئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے سردار بیٹھے ہوئے تھے (اور آپ ان کو تبلیغ فرما رہے تھے' آپ کو طبعی طور پر حضرت ابن ام مکتوم کی دخل اندازی ناگوار گزری) آپ نے حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کیا اور دوسروں کی طرف متوجہ رہے' حضرت ابن ام مکتوم نے کہا: کیا آپ کے خیال میں میری بات میں کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' اس کے متعلق یہ سورت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۱)

اس سورت کے نزول کا تعین اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے تھے۔

حضرت عمرو بن ام مکتوم کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام عبد اللہ ہے اور اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہے' ان کی ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبد اللہ ہے' یہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے' یہ بہت پہلے اسلام لے آئے تھے اور مہاجرین اولین میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ میں آ گئے تھے' اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد آئے تھے' پہلا قول زیادہ صحیح ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عام غزوات میں مدینہ میں اپنا خلیفہ بناتے تھے اور یہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے' یہ جنگ قادسیہ میں گئے اور وہیں شہید ہو گئے' ایک قول ہے: وہاں سے آ کر وفات پائی۔

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیرہ غزوات میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(الاصابہ رقم الحدیث: ۵۷۸۰' الاستیعاب رقم الحدیث: ۱۹۶۹' اسد الغابہ رقم الحدیث: ۴۰۱۱)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۴ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۰ ہے' یہ سورۃ النجم کے بعد اور سورۃ القدر سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

Marfat.com

سورتِ عبس کے مشمولات

☆ اس سورت کا موضوع دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے عقائد پر زور دینا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت' اس کے ساتھ اخلاق کی تعلیم ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان مساوات رکھنی چاہیے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق نہیں رکھنا چاہیے۔

☆ عبس: ۱۶-۱ میں حضرت عمرو بن ام مکتوم کا قصہ ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ معلوم کرنے آئے' اس وقت آپ کفارِ قریش کو ایمان کی دعوت دے رہے تھے' درمیان میں حضرت ابن مکتوم کی دخل اندازی آپ کو ناگوار گزری اور آپ کا چہرۂ انور متغیر ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابن مکتوم کی طرف متوجہ کیا کہ آپ ان صنادید قریش کو چھوڑ دیں' یہ بے پرواہی سے آپ کی بات سن رہے ہیں' آپ اپنے غلام ابن مکتوم کی طرف متوجہ ہوں جو نہایت محبت اور اشتیاق سے آپ سے مسئلہ سمجھنے کے لیے آیا ہے۔

☆ عبس: ۲۳-۱۷ میں بتایا: جو اپنے رب کی نعمتوں کا کفر کرتے ہیں اور اس کی ہدایت سے اعراض کرتے ہیں' اس میں کفار کے احوال کا ذکر ہے۔

☆ عبس: ۳۲-۲۴ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل دیئے ہیں کہ اس نے کھانے اور پینے کے لیے سبزہ اور غلہ پیدا کیا اور پانی مہیا کیا اور جس طرح اس کو ان چیزوں پر قدرت ہے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کرے۔

☆ عبس: ۴۲-۳۳ میں قیامت کے دہشت ناک مناظر بیان فرمائے ہیں اور مؤمنین صالحین اور کفار اور فجار کے ثواب اور عذاب کو بیان فرمایا ہے۔

سورۂ عبس کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

اے میرے رب! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور ناصواب سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۰ رجب ۱۴۲٦ھ / ۲٦ اگست ۲۰۰۵ء

Marfat.com

(٨٠) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (٢٤) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا رُكُوْعُهَا

سورت عبس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیالیس آیات اور ایک رکوع ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ﴿١﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ

(رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا○ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا○ آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی

يَزَّكّٰىٓ ۙ﴿٣﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ﴿٤﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿٥﴾ فَاَنْتَ

حاصل کرتا○ یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت نفع دیتی○ جس نے بے پرواہی کی○ تو آپ اس کے

لَهٗ تَصَدّٰى ۭ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿٨﴾

درپے ہیں○ اور اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا○ اور رہا وہ جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے○

وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿١٠﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ

اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے○ تو آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے○ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے○ سو جو چاہے اس

ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ﴿١٥﴾ وقف لازم

سے نصیحت حاصل کرے○ یہ عزت والے صحیفوں میں ہے○ جو بلندی والے پاکیزہ ہیں○ ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے○

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۭ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ﴿١٧﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ

جو عزت والے نیک ہیں○ (کافر) انسان ہلاک ہو جائے وہ کیسا ناشکرا ہے○ اسے کس چیز سے پیدا

خَلَقَهٗ ۭ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴿٢٠﴾

کیا ہے؟○ اس کو نطفہ سے پیدا کیا' پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا○ پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا○

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۭ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ

پھر اس کو موت دی پس اس کو قبر میں پہنچایا○ پھر جب چاہے گا اس کو زندہ کر کے نکالے گا○ بے شک اس نے اللہ کے حکم

مَآ اَمَرَهٗ ۭ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ

پر ابھی تک عمل نہیں کیا○ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے پر غور کرے○ ہم نے خوب پانی

Marfat.com

صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَ

بہایا O پھر ہم نے زمین کو شق کیا O سو اس میں غلہ اگایا O اور

عِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً

انگور اور سبزی O اور زیتون اور کھجور O اور گھنے باغات O اور میوے اور (مویشیوں)

وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾

کا چارا O تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے O پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آ جائے گی O

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَ

اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا O اور اپنی ماں اور باپ سے O اور اپنی بیوی اور

بَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾

بیٹوں سے O اس دن ہر شخص کو اپنی پڑی ہو گی جو اس کو (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی O

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَ

اس دن کئی چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے O مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش O اور

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ

اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی O وہی

هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

ع ۱ / ۴۲ / ۵

لوگ کافر بدکار ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا O کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا O آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا O یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت نفع دیتی O اور جس نے بے پرواہی کی تو آپ اس کے درپے ہیں O اور اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہو گا O اور رہا وہ جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے O اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے O تو آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے O (عبس: ۱۰۔۱)

”عبس“ کا معنی اور اس آیت کا شانِ نزول

عبس: ۲۔۱ میں فرمایا: (رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا O کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا O

Marfat.com

اس آیت میں ''عبس'' کا لفظ ہے' امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

دل کی تنگی سے ماتھے پر بل آ جانے کا نام ''عبوس'' ہے' سو اس کا معنی ہے: اس نے تیوری چڑھائی' وہ ترش رُو ہوا' وہ چیں بہ جبیں ہوا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

عبس: ۲ میں فرمایا: کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا O

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام اور عباس بن عبد المطلب وغیرہم کو اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے کے درپے تھے اور اس پر بہت حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں تاکہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے ان کے پیروکار بھی اسلام لے آئیں' اس وقت ایک نابینا شخص عبد اللہ ابن ام مکتوم (صحیح نام عمرو ابن ام مکتوم) آئے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھانے کا سوال کر رہے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو جو علم دیا ہے اس میں سے مجھے تعلیم دیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات آئے' اور آپ دوسروں کی طرف متوجہ رہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۶۵۔ رقم الحدیث: ۲۸۱۴۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام ابومنصور ماتریدی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت ابن ام مکتوم کی دخل اندازی سے ناگواری ہوئی تھی' اس کا اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کافر سرداروں کو نصیحت کر رہے تھے اور ان کو اسلام کی طرف راغب کر رہے تھے' اس توقع پر کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور ان کے اسلام لانے سے ان کی قوم کے بہت لوگوں کے اسلام لانے کی توقع تھی اور جب وہ لوگ اسلام لے آتے تو اسلام کی بہت زیادہ تقویت ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ اجر و ثواب ہوتا' اور جب حضرت عمرو ابن ام مکتوم کے درمیان میں سوال کرنے سے آپ کی وہ نصیحت منقطع ہوگئی تو جس اجر و ثواب کی آپ کو توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی' سو اس وجہ سے اس موقع پر آپ کا منقبض اور تنگ دل ہونا کوئی بعید چیز نہیں ہے' نیز آپ کے چہرے پر جو ناگواری کے تاثرات آئے اور ماتھے پر بل ظاہر ہوئے اور آپ نے پیٹھ موڑی' یہ ایسے اُمور ہیں جن کا تعلق مشاہدہ کرنے اور دیکھنے سے ہے' اور حضرت عمرو بن ام مکتوم نابینا تھے' انہوں نے آپ کے یہ تاثرات نہیں دیکھے' اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے ان سے سرد مہری کا سلوک کیا' اور آپ کافر سرداروں کی طرف تبلیغ اسلام کے لیے متوجہ تھے اور اگر آپ ان سے بے رخی اختیار کرتے تو نہ صرف ان کے اسلام لانے کی توقع نہ رہتی بلکہ ان کی وجہ سے ان کی قوم کے اور دیگر لوگوں کے اسلام لانے کی توقع بھی ختم ہو جاتی اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اسلام کی دعوت دیں خواہ اس کوشش میں ہماری جانیں چلی جائیں اور ہمارا تمام مال خرچ ہو جائے اور اس کوشش میں اگر ہم کسی مسلمان کی طرف توجہ نہ کریں یا اس سے بے رخی برتیں تو اس عظیم مقصد کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تبلیغ اسلام کے بلند پایہ کام کے مقابلہ میں یہ کوئی قابل ملامت چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا منصب عطا فرمایا ہے' اور انبیاء علیہم السلام بعض اوقات اپنے اجتہاد سے کوئی

Marfat.com

کام اللہ تعالیٰ سے اذن لیے بغیر کر لیتے ہیں' وہ کام اپنی جگہ پر صحیح ہوتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کام کی اجازت نہیں لی ہوتی' اس لیے اللہ تعالیٰ اس کام پر عتاب فرماتا ہے' جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے علاقہ سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا' اگر چہ یہ کام حضرت یونس علیہ السلام کے بجائے کوئی عام شخص کرتا تو اس کی حمد و ثناء کی جاتی اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے لوگ کافر تھے اور حضرت یونس علیہ السلام کے دین کی وجہ سے ان کے دشمن تھے' سو یونس علیہ السلام ان سے اس لیے علیحدہ ہو گئے کہ ان سے نجات پا جائیں اور اپنے دین کو سلامت رکھیں اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی عام شخص ایسا کام کرتا تو اس کی بہت مدح سرائی کی جاتی۔

(۲) جب حضرت یونس علیہ السلام ان کے کفر اور ان کی گم راہی کی وجہ سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو آپ کا چلا جانا ان کی گم راہی اور کفر کو ترک کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لیے انجامِ کار بہت مؤثر ہوا' سو حضرت یونس علیہ السلام کا یہ اقدام ان کو نصیحت کرنے میں بہت مؤثر ثابت ہوا۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے پاس سے اس لیے چلے گئے کہ دوسرے لوگوں سے اپنے دین کی حمایت اور نصرت حاصل کریں اور جب خود ان کی قوم دین کے معاملہ میں ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی تھی تو دوسرے لوگوں سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا بہت مناسب اور مستحسن تھا۔

ان تین وجوہات کے پیش نظر اگر کوئی عام آدمی قوم کے پاس سے چلا جاتا تو ضرور مستحسن ہوتا لیکن نبی کا معاملہ مختلف ہوتا ہے' اس کا اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رابطہ رہتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی اہم فیصلہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہ کرے' اور چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر قوم کے پاس سے چلے گئے تھے' اس لیے ان پر عتاب فرمایا گیا' اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہ کر کے سردارانِ قریش کو تبلیغ اسلام میں مشغول رہنا اپنی جگہ پر بہت عظیم عبادت اور بہت بڑی نیکی تھی اور اگر کوئی عام آدمی یہ کام کرتا تو اس کے لیے یہ تمام روئے زمین کی نیکیوں سے بڑھ کر عظیم کام تھا لیکن چونکہ آپ نبی تھے اور آپ کا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رابطہ تھا اور آپ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص لیے بغیر حضرت ابن مکتوم کی طرف توجہ نہ کر کے سردارانِ قریش کی طرف تبلیغ میں مشغول رہے' اس لیے آپ پر ان آیات میں عتاب فرمایا۔

ثوری نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: مرحبا ہو جس شخص کے لیے میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا اور فرماتے: کیا تم کو کوئی کام ہے؟ اور آپ نے ان کو دو مرتبہ مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۸۳' الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۳۱' الکشاف ج ۴ ص ۷۰۱' معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۱۰' روح المعانی جز ۳۰ ص ۶۹)

ان آیات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تمام جہان والوں کے لیے شفقت اور رحمت رکھی تھی اور آپ کی شفقت یہاں تک تھی کہ جو کفار اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے تھے' آپ کو ان کا اس قدر غم ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ شاید آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے ○ (الشعراء: ۳)

Marfat.com

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ○ (النمل: ۷۰)
آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں○

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ (فاطر: ۸)
سو آپ ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

اور ان آیات کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ (التحریم: ۱)
اے نبی! جو چیزیں اللہ نے آپ کے لیے حلال کر رکھی ہیں آپ ان کے نفع سے اپنے آپ کو کیوں روک رہے ہیں' آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں۔

اس آیت میں آپ کو اپنی بیویوں کی رضا جوئی سے منع نہیں فرمایا کیونکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ (الاحزاب: ۵۱)
آپ ان ازواج میں سے جن کو چاہیں دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس رکھ لیں' اور آپ جن کو الگ کر چکے ہیں ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلالیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے' اس (حکم) میں اس کی زیادہ توقع ہے کہ ان ازواج کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم گین نہ ہوں اور آپ جو کچھ بھی ان کو دیں اس پر وہ سب راضی رہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ التحریم میں آپ کو ازواج کی رضا جوئی سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ آپ اس قدر مشقت نہ اٹھائیں کہ ازواج کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کے نفع سے اپنے آپ کو روک لیں۔

اس لیے سورۂ عبس کی ان آیات کا محمل یہ ہے کہ سردارانِ قریش کا ایمان سے اعراض کرنا آپ پر اس قدر گراں گزرتا تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: "عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى" (عبس: ۱) (آپ نے تیوری چڑھائی اور پیٹھ پھیری) اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کے چہرے پر کس قدر شدید ناگواری ہوتی تھی' نہ یہ کہ اس آیت میں آپ کو ملامت کی گئی ہے یا آپ پر عتاب کیا گیا ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۸۲۔۳۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

یہ توجیہ اس لیے محل اعتراض ہے کہ بعد کی آیات اس کے موافق نہیں ہیں۔

امام رازی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

ان آیات پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تادیب اور ملامت کے مستحق تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن ام مکتوم کو ملامت کرنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا' رہا یہ کہ حضرت ابن ام مکتوم ملامت کے مستحق تھے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) حضرت ابن ام مکتوم نابینا ہونے کی وجہ سے اگرچہ یہ دیکھ نہیں رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردارانِ قریش سے گفتگو فرما رہے ہیں' لیکن ان کی سماعت تو صحیح تھی' وہ کفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی آواز سن رہے تھے' پس ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو منقطع کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض پوری ہونے سے پہلے اپنی غرض پوری

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہے اور یہ عظیم معصیت ہے۔

(۲) اہم کام کو مقدم کیا جاتا ہے' حضرت ابن ام مکتوم اسلام لا چکے تھے اور دین کی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور سردارانِ قریش ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور ان کا اسلام لانا ایک عظیم جماعت کے اسلام لانے کا سبب تھا اور حضرت ابن ام مکتوم کا اس اہم کام میں مداخلت کرنا ایک معمولی کام کی خاطر ایک عظیم خیر کو منقطع کرنے کا سبب تھا' اس لیے ان کا یہ اقدام حرام تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ○ (الحجرات: ۴)

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نداء کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن مکتوم کی نداء کفار کے ایمان قبول کرنے سے قطع کرنے کے حکم میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کے بہ ظاہر خلاف تھی' لہٰذا اس کا ذنب اور معصیت ہونا زیادہ اولیٰ ہے' سو حضرت ابن ام مکتوم کا فعل گناہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل واجب تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بہ ظاہر ایسا ہی تھا' لیکن اغنیاء کو فقراء پر اور سرداروں کو کمزوروں پر مقدم کرنے سے فقراء کے دل ٹوٹ جاتے' اس وجہ سے آپ پر عتاب کیا گیا جب کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ فقراء کو نہ دھتکاریں' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ. (الانعام: ۵۲)

اور ان لوگوں کو نہ دھتکاریں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔

امام رازی کا دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ عتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری فعل پر نہیں کیا گیا بلکہ جو چیز آپ کے دل میں تھی اس پر عتاب کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سردارانِ قریش سے قرابت' ان کے شرف اور ان کے بڑے مرتبہ کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی طرف میلان تھا اور آپ طبعی طور پر نابینا شخص سے اس کے نابینا ہونے کی وجہ سے اور اس سے قرابت نہ ہونے کی وجہ سے اور اس کے معزز نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے اور جب اس وجہ سے آپ نے اس کے آنے پر تیوری چڑھائی اور پیٹھ پھیری تو آپ پر عتاب کیا گیا نہ کہ اس کے بے موقع سوال کرنے کی وجہ سے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۵۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے دوسرے جواب پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی کا یہ دوسرا جواب بالکل صحیح نہیں ہے' پہلی بات تو یہ ہے کہ امام رازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے حال پر کیسے مطلع ہو گئے کہ آپ کے دل میں سردارانِ قریش کی قرابت' ان کے شرف اور مرتبہ کی وجہ سے ان کی طرف میلان تھا اور نابینا شخص کے نابینا ہونے' اس سے عدم قرابت اور اس کے غیر معزز ہونے کی وجہ سے آپ اس سے متنفر تھے' یہ قول آپ کی سیرتِ طیبہ کے سراسر خلاف ہے' مزید یہ کہ دلوں کے حالات جاننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ابوجہل اور ابولہب کا تعلق سرزمین مکہ سے تھا اور وہ آپ کے قرابت دار تھے لیکن آپ ان سے متنفر تھے' حضرت بلال حبش کے تھے' حضرت صہیب روم کے تھے اور حضرت سلمان فارسی فارس کے تھے اور یہ سب فقراء اور مساکین تھے اور آپ کے قرابت دار نہ تھے اور آپ ان سے بے حد

Marfat.com

محبت کرتے تھے اور ان کی تکریم کرتے تھے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکینی میں زندہ رکھنا اور مجھے مسکینی میں موت عطا کرنا اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر کرنا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے' اے عائشہ! تم کسی مسکین کو نہ مسترد کرنا خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا دو' اے عائشہ! مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو قریب رکھو' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم کو قریب رکھے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۶' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۲' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۲' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۶۵۹۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۲' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۴۵)

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کی عیادت کرتے تھے اور ان کے متعلق سوال کرتے تھے۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۹۰۳)

ان احادیث سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں امیر کافروں کی محبت تھی نہ غریب مسلمانوں سے نفرت تھی' اللہ تعالیٰ امام رازی کی مغفرت فرمائے' وہ اس دوسرے جواب کو ذکر نہ کرتے تو بہتر تھا۔

امام رازی نے ان آیات پر دوسرا سوال یہ وارد کیا ہے:

جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف تیوری چڑھانے پر عتاب کیا ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابن ام مکتوم کی بہت تعظیم ظاہر ہوتی ہے اور جب ایسا ہے تو پھر حضرت ابن ام مکتوم کو نابینا کے وصف سے کیوں ذکر فرمایا ہے کیونکہ نابینا کا وصف تو تحقیر کے لیے ذکر کیا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نابینا کا وصف حضرت ابن ام مکتوم کی تحقیر شان کے لیے نہیں ذکر کیا گیا بلکہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے مزید شفقت اور رعایت کے مستحق تھے' تو اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کے یہ کیسے مناسب تھا کہ آپ ان پر سختی کرتے۔

اور ان آیات پر تیسرا سوال یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت تھی کہ آپ حسب مصلحت اپنے اصحاب کے ساتھ سلوک کریں اور کئی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تادیب کرتے تھے اور بعض کاموں پر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محاسن آداب کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور کسی نامناسب کام پر تیوری چڑھانا بھی ان کی تادیب میں داخل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں مداخلت کرنا بھی نامناسب کام ہے تو اس پر تیوری چڑھانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیوں عتاب فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تادیب میں ماذون تھے لیکن اس موقع پر اغنیاء کو فقراء پر ترجیح دینے سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ دنیا کو دین پر ترجیح دیتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۵۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت ابن ام مکتوم کو یہ علم ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردارانِ قریش کو تبلیغ فرما رہے ہیں اور آپ کو ان کے اسلام کی توقع ہے اور پھر وہ آپ کی گفتگو میں مداخلت کرتے تو ان کا یہ فعل بے ادبی ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی آپ پر عتاب فرمایا

Marfat.com

تا کہ اہل صفہ (فقراء صحابہ) کے دل نہ ٹوٹ جائیں' یا اس لیے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مؤمن فقیر' کافر غنی سے بہتر ہے اور یہ کہ مؤمن کی رعایت کرنا کافر غنی سے زیادہ لائق ہے' خواہ کافر کے ایمان لانے کی توقع ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابن ام مکتوم پر اعتماد ہو کہ اگر آپ ان کی طرف توجہ نہ بھی کریں تو ان کو ملال نہیں ہو گا اور دوسری جانب کفار کے مجلس سے اٹھ کر چلے جانے کا خطرہ ہو جیسا کہ ایک موقع پر آپ کچھ صحابہ کو عطا فرما رہے تھے اور جس کی حضرت سعد بن وقاص نے سفارش کی تھی اس کو عطا نہیں فرمایا اور آخر میں بہ طور عذر یہ فرمایا: میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اس خوف سے کہ اللہ اس کو دوزخ میں منہ کے بل گرا دے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۶)

ابن زید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کے سوال پر اس لیے تیوری چڑھائی تھی اور ان سے اعراض کیا تھا کہ جو شخص حضرت ابن ام مکتوم کو لے کر آ رہا تھا' آپ نے اس کو اشارہ کیا تھا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کو روکے' لیکن حضرت ابن ام مکتوم نے اس کو دھکا دیا اور انکار کیا اور کہا کہ وہ ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کریں گے اور یہ ان کی طرف سے ایک قسم کا سخت رویہ تھا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: "عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی" (عبس: ۱) انہوں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اور غائب کے صیغہ سے کلام فرمایا اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا: آپ نے تیوری چڑھائی اور آپ نے منہ پھیرا' پھر آپ سے انس فرمانے کے لیے بالمشافہ فرمایا:

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ﴿ (عبس: ۳) آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ○

یعنی حضرت ابن ام مکتوم جو آپ سے قرآن اور دین کی تعلیم کا سوال کر رہے تھے' وہ اس تعلیم پر عمل کرتے اور دین میں زیادہ تقویٰ اور پاکیزگی حاصل کرتے اور ان سے ناواقفیت کی ظلمت زائل ہو جاتی' اور ایک قول یہ ہے کہ "لعله" کی ضمیر کافر کی طرف لوٹ رہی ہے' یعنی آپ جن کافروں کے اسلام قبول کرنے کی خواہش کر رہے ہیں' آپ کو کیا پتا کہ آپ کی تبلیغ کا ان پر اثر ہو گا اور وہ پاکیزگی حاصل کر لیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۸۴۔۱۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے کی توجیہ

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن ام مکتوم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے دوران مداخلت کرنا بہ ظاہر ذنب اور معصیت ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا تیوری چڑھانا برحق تھا لیکن آپ کے اس فعل سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرتے ہیں اور فقراء کی دل آزاری کی کوئی پرواہ نہیں کرتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا اور اس پر متنبہ کیا کہ آپ کا یہ فعل منصب نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے اور آپ کا یہ فعل ترک اولیٰ اور ترک افضل کے قبیل سے ہے۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۳۹۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

"عتاب" کے معنی کی تحقیق

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

العتب والعتبان لذمك الرجل على اساءة كانت له اليك.

عتاب کا معنی یہ ہے کہ تم کسی شخص کے ساتھ بُرا سلوک کرو تو وہ تم کو اس بُرے سلوک پر ملامت کرے۔

نیز لکھتے ہیں: کسی شخص کو نیک کام کی طرف لوٹانے کی رہ نمائی کرنے کو عتاب کہتے ہیں' اور لکھتے ہیں:

Marfat.com

الرجل الذی یعاتب صاحبه او صدیقه فی کل شیء اشفاقا علیه ونصیحة له.

کسی شخص کا اپنے شاگرد یا اپنے دوست پر شفقت کرتے ہوئے ہر چیز میں نصیحت کرنا۔

(لسان العرب ج ۱۰ص ۲۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

''عتاب'' کا معنی ہر شخص کے لیے اس کے مرتبہ اور منصب کے اعتبار سے کیا جائے گا' عام لوگوں کے حق میں عتاب کا معنی ہوگا: ان کے کسی غلط یا بُرے کام پر ان کو ملامت کرنا اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں عتاب کا معنی ہوگا: ان کے کسی خلاف اولیٰ کام پر لطف و محبت سے ان کو متنبہ فرمانا گویا یوں کہنا: آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے' یہ کام آپ کے شایانِ شان نہیں ہے' جیسا اس آیت میں ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ . (التوبہ: ۴۳) اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے (منافقین کو ان کے صدق کے ظہور سے پہلے) کیوں اجازت دے دی؟

کسی صحیح یا مستند حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا گیا' البتہ علامہ قرطبی نے ثوری کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھ کر چادر بچھا دیتے اور فرماتے: مرحبا ہو جس شخص کے لیے میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کا یہی محمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تیوری چڑھانے پر لطف و محبت کے ساتھ تنبیہ فرمائی تا کہ مخالفینِ اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ پیغمبر اسلام امیر کافروں کو غریب مسلمانوں پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کرنے کی وجہ سے آپ پر عتاب کرنے کی آیات

عبس: ۳ میں فرمایا: آپ کو کیا پتا کہ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا O

جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ''لعل'' (شاید) کا لفظ آئے تو اس کا معنی ہوتا ہے: واجب ہے۔ اس آیت میں ''یزکّی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''یتزکّی'' یعنی وہ آپ کی تعلیم پر عمل کر کے پاکیزگی حاصل کرتا۔

عبس: ۴ میں فرمایا: یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت نفع دیتی O

یعنی آپ اس کو نصیحت کرتے اور وہ آپ کی نصیحت پر عمل کرتا تو اس کو فائدہ ہوتا۔

عبس: ۶۔۵ میں فرمایا: اور جس نے بے پرواہی برتی O تو آپ اس کے در پے ہیں O

یعنی آپ اللہ کی طرف سے جو دین لے کر آئے ہیں وہ اس کو چھوڑ کر اس طریقہ کو اختیار کر رہا ہے جو شیطان نے اس کے لیے مزین کر دیا ہے یا ''استغنی'' کا معنی ہے: مال و دولت سے غنی ہونا کیونکہ آپ جن کو تبلیغ کر کے مسلمان کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب اصحاب ثروت اور مال دار لوگ تھے اور آپ کو توقع تھی کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئے تو ان کی اتباع میں بہت لوگ اسلام قبول کر لیں گے' آپ ان کے در پے ہیں' اس کا معنی ہے: آپ ان کو مسلمان کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

عبس: ۷ میں فرمایا: اور اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا O

یعنی آپ کا کام تو صرف نصیحت کرنا ہے' اگر یہ سردارانِ قریش آپ کی نصیحت قبول نہ کریں' آپ سے اعراض کریں اور آپ سے عداوت رکھیں تو آپ کو ان سے ضرر نہیں پہنچے گا بلکہ اللہ آپ کی حفاظت کرے گا اور آپ سے ان کے شر کو دور کرے گا۔

عبس: ۹۔۸ میں فرمایا: اور رہا وہ جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے O اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے O

ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص محض اللہ کے خوف کی وجہ سے آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے۔

عبس: ۱۰ میں فرمایا: تو آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے O

Marfat.com

حسن بصری نے کہا: آپ نے جو مؤمن سے پیٹھ پھیری اور کافروں کی طرف توجہ کی یہ میرا حکم نہ تھا' ابوبکر اصم نے کہا: جب مذکورہ دس آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ کہیں آپ کا منصب رسالت زائل نہ ہو جائے' پھر بعد کی آیت سے آپ کو اطمینان ہوا۔ اس آیت میں ''تلھی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک سے اعراض کر کے دوسرے کے ساتھ مشغول ہونا۔

آپ کو جو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کا منصب رسالت زائل نہ ہو جائے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے' آپ کو خیال ہوا کہ میرا مومن سے پیٹھ پھیرنا شاید اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے' بعد کی آیات سے آپ کو تسلی ہوئی' پھر آپ کا یہ خوف زائل ہو گیا اور آپ کو اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ناراض نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یہ قرآن نصیحت ہے O سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے O یہ عزت والے صحیفوں میں ہے O جو بلندی والے پاکیزہ ہیں O ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے O جو عزت والے نیک ہیں O (عبس: ۱۶۔۱۱)

قرآن مجید کا پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہونا

عبس: ۱۱ میں فرمایا: بے شک یہ قرآن نصیحت ہے O

''کلا'' حرف زجر ہے' اس کا معنی ہے: جس پر عتاب کیا گیا ہے وہ دوبارہ ایسا کام نہ کرے جو مستوجب عتاب ہو' حسن بصری نے کہا: جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان آیات کو پڑھا تو آپ بہت متاسف ہوئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ سے غم کی کیفیت دور ہو گئی' کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ آپ کا حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کرنا صرف ترک اولیٰ تھا۔

اس سے پہلی سورتوں کے ساتھ اس آیت کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف یہ وحی کی ہے کہ آپ کافر دنیا داروں کو مؤخر کریں اور مسلمان فقراء کو مقدم رکھیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نصیحت ہے' آپ پر مواخذہ یا گرفت نہیں ہے' اسلام پوری طرح واضح ہو چکا ہے خواہ کوئی دنیا دار اس کو قبول کرے یا نہ کرے' سو آپ کو ان کی طرف زیادہ التفات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عبس: ۱۴۔۱۲ میں فرمایا: سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے O یہ عزت والے صحیفوں میں ہے O جو بلندی والے پاکیزہ ہیں O

قرآن مجید واضح نصیحت ہے' سو جو لوگ اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہیں اور اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیں تو ان کے لیے یہ کام بہت آسان ہے' یہ نصیحت صحائف میں مذکور ہے یعنی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے' وہ لوح اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت یافتہ ہے اور ساتویں آسمان کی بلند جگہ پر ہے اور اس لوح کو پاکیزہ فرشتوں کے سوا اور کوئی نہیں چھوتا اور شیاطین کے ناپاک ہاتھوں کے مَس سے وہ محفوظ ہے۔

عبس: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: اور ان کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے O جو عزت والے نیک ہیں O

''سفرۃ'' اور ''کرام'' کا معنی اور فرشتوں کا انسان سے اس کی بیوی کے ساتھ صحبت کے وقت اور قضاء حاجت کے وقت دور رہنا

اس آیت میں ''سفرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کاتبین یعنی لکھنے والے' ''سفر'' کا اصل معنی ہے: کشف اور بیان' مسافر کو اس لیے مسافر کہتے ہیں کہ سفر کے ذریعہ اس پر نیا علاقہ اور نئے لوگ منکشف ہو جاتے ہیں' اسی طرح کسی چیز کو لکھ کر

Marfat.com

منکشف اور واضح کر دیا جاتا ہے "سفرة" سے مراد یہاں پر ملائکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان سفیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام رسولوں تک پہنچاتے ہیں' اسی طرح ملائکہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان وسائط ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کا علم بندوں تک پہنچانے کے ذرائع ہیں۔

دوسری آیت میں "بررة" کا لفظ ہے' یہ "بار" کی جمع ہے "بار" کا معنی ہے: نیکی کرنے والا' جیسے "کافر" کی جمع "کفرة" اور "فاجر" کی جمع "فجرة" ہے۔

صحائف کی دوسری تفسیر یہ ہے: صحائف انبیاء' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ (الاعلیٰ: ۱۸)

بے شک یہ نصیحت انبیاء متقدمین کے صحیفوں میں ہے ۝

اور "سفرة کرام" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کے قاری ہیں۔ قفال نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: ان صحائف کو پاکیزہ فرشتوں کے سوا اور کوئی نہیں چھوتا۔

سفیر رسول کو' اور قوم کے درمیان صلح کرانے والے کو کہتے ہیں' حدیث صحیح میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے اور وہ حافظ ہو' وہ "السفرة الکرام البررة" (نیک پاکیزہ فرشتوں) کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو حفظ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۳۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۸)

اس آیت میں "کرام" کا لفظ ہے یعنی وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں' حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھتے ہیں' الضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرام کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ فرشتے اس بات سے مکرم ہیں کہ وہ ابن آدم کے ساتھ اس وقت ہوں جب وہ اپنی بیوی سے خلوت کرتا ہے' یا بیت الخلاء میں قضاء حاجت کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۸۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (کافر) انسان ہلاک ہو جائے وہ کیسا ناشکرا ہے ۝ اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ ۝ اس کو نطفہ سے پیدا کیا' پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا ۝ پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا ۝ پھر اس کو موت دی پس اس کو قبر میں پہنچایا ۝ پھر جب چاہے گا اس کو زندہ کر کے نکالے گا ۝ بے شک اس نے اللہ کے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا ۝ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے پر غور کرے ۝ ہم نے خوب پانی بہایا ۝ پھر ہم نے زمین کو شق کیا ۝ سو اس میں غلہ اگایا ۝ اور انگور اور سبزی ۝ اور زیتون اور کھجور ۝ اور گھنے باغات ۝ اور میوے اور (مویشیوں کا) چارا ۝ تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ۝ (عبس: ۳۲۔۱۷)

اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل نفسیہ

عبس: ۱۷ میں فرمایا: (کافر) انسان ہلاک ہو جائے وہ کیسا ناشکرا ہے ۝

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ قریش کے کافر سردار اپنے آپ کو فقراء مسلمین سے بلند اور برتر سمجھتے تھے' ان آیات میں ان کے تکبر کا رد فرمایا ہے کہ انسان کس چیز پر تکبر کر رہا ہے' یہ ابتداء میں نطفہ تھا' ناپاک پانی کا قطرہ اور آخر میں یہ بدبودار مردار ہو جائے گا۔

اس آیت میں "قتل" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کافر انسان مار دیا جائے' یا اس کو عذاب دیا جائے یا اس کو ہلاک کر دیا جائے' ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عتبہ بن ابی لہب کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ

Marfat.com

ایمان لا چکا تھا اور جب سورۃ النجم نازل ہوئی تو مرتد ہو گیا اور کہنے لگا: میں النجم کے سوا پورے قرآن پر ایمان لاتا ہوں تو اللہ عزوجل نے عتبہ بن ابی لہب کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی اور ''قتل الانسان'' سے مراد ہے: عتبہ پر لعنت کی جائے کہ اس نے قرآن کا انکار کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف یہ دعا کی:

اللھم سلط علیه کلبك اسد الغاضرة. اے اللہ! اس کے اوپر زرخیز زمین میں اپنے کتے کو مسلط کر دے جو پھاڑنے والے شیر کی طرح ہو۔

وہ فوراً شام کی طرف نکل گیا' جب زرخیز زمین میں پہنچا تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یاد آئی' پھر ایک رات کو شیر آیا' اس نے عتبہ بن ابی لہب کا منہ سونگھا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' اس کا باپ اس پر رونے لگا اور کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو بھی کہا وہ ہو کر رہا۔ (یہ روایت علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۸۷ میں درج کی ہے' مگر اس پر اعتراض کیا گیا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے اور علامہ قرطبی نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا' البتہ اس سے ملتی جلتی ایک حدیث حاکم نے روایت کی ہے' وہ یہ ہے:)

نوفل بن ابی عقرب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ لہب بن ابی لہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کیا کرتا تھا' ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی: اے اللہ! اس کے اوپر اپنے کتے کو مسلط کر دے' وہ شام جانے کے ارادہ سے ایک قافلہ کے ساتھ گیا' پھر ایک جگہ قیام کیا' وہ کہنے لگا: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا سے ڈر لگ رہا ہے' قافلہ والوں نے کہا: ہرگز نہیں! انہوں نے اس کا سامان اپنے پاس رکھ لیا اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے بیٹھ گئے' پھر شیر آیا اور اس کو جھپٹ کر لے گیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳۹ قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۸۴' علامہ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے)

عبس: ۱۸ میں فرمایا: اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ O

یہ استفہام تعجب ہے' یعنی یہ انسان کس چیز پر تکبر کر رہا ہے' یہ سوچے کہ اس کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

عبس: ۱۹ میں فرمایا: اس کو نطفہ سے پیدا کیا پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا O

حسن بصری نے کہا: وہ شخص کیسے تکبر کرتا ہے جو دن میں کئی بار بول و براز کے لیے بیت الخلاء جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۞ (الکہف: ۳۷) کیا تو اس ذات کا کفر کر رہا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر تجھے مکمل مرد بنا دیا O

اللہ تعالیٰ انسان کو تخلیق کے کئی ادوار میں لاتا رہا' پہلے وہ نطفہ تھا' پھر وہ جما ہوا خون ہو گیا' پھر گوشت کا ٹکڑا بن گیا' پھر اس میں ہڈیاں پہنائیں' پھر اس میں روح پھونک دی۔

عبس: ۱۹ میں فرمایا: پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا O

اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے: انسان کا اپنی ماں کے پیٹ سے نکلنا آسان کر دیا' ماں کے پیٹ میں ولادت کے وقت مولود کا سر نیچے اور اس کی ٹانگیں اوپر ہوتی ہیں اور تنگ راستہ سے زندہ مولود کا نکل آنا اللہ تعالیٰ کی نہایت عجیب قدرت کا ظہور ہے۔

(۲) ابو مسلم نے کہا: اس سے مراد ہے: ''وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ'' (البلد: ۱۰) ہم نے انسان کو خیر اور شر کے دونوں راستے دکھا دیئے' یعنی انسان کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر اور شر کے راستے دکھا دیئے ہیں اور اس کو یہ قدرت عطا کر دی ہے کہ وہ چاہے تو خیر کے راستے پر چلے اور چاہے تو شر کے راستے پر چلے اور خیر اور شر کی راہ نمائی اس کے حواس' اس کی عقل' علماء' انبیاء

Marfat.com

علیہم السلام اور آسمانی کتابیں اور صحائف کرتے ہیں۔

عبس: ۲۲۔۲۱ میں فرمایا: پھر اس کو موت دی پس اس کو قبر میں پہنچایا O پھر جب چاہے گا اس کو زندہ کر کے نکالے گا O

انسان کی تخلیق کا پہلا مرتبہ یہ تھا کہ اس کو نطفہ سے بہ تدریج مکمل انسان بنایا اور دوسرا مرتبہ یہ تھا کہ اس کے لیے اللہ تک پہنچنا آسان کر دیا اور تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی روح قبض کی اور اس کو قبر میں پہنچا دیا اور پھر قیامت کے دن اس کو میدانِ حشر میں لا کھڑا کیا۔ انسان کی موت بھی اس کے لیے نعمت ہے کیونکہ موت کی وجہ سے اس کی جزاء کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے نیک اعمال پر جو نعمتیں مقدر کی ہیں ان کے حصول کا وقت آتا ہے' اور اس کے قبر میں دفن ہونے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں کیونکہ اگر وہ دفن نہ ہوتا تو درندے اور پرندے اس کو کھا جاتے اور زمین پر اس کے اعضاء بکھرے ہوئے ہوتے' اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس کو میدانِ حشر میں لے آئے گا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حشر کا وقت معین اور معلوم نہیں ہے' جس طرح انسان کو اس کی موت کا وقت معلوم نہیں ہے۔

عبس: ۲۳ میں فرمایا: بے شک اس نے اللہ کے حکم پر عمل نہیں کیا O

اس آیت کے شروع میں ''کلا'' کا لفظ ہے' اور یہ لفظ زجر اور ڈانٹنے کے لیے آتا ہے اور کسی کام سے روکنے اور ہٹانے کے لیے آتا ہے' پس اس لفظ سے کافر انسان کو اس کے تکبر سے اس کے کفر سے اور توحید کے انکار پر اصرار سے روکا گیا ہے کہ اس کافر نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا اور اپنے کفر اور تکبر سے ابھی تک باز نہیں آیا۔

عبس: ۲۴ میں فرمایا: انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے پر غور کرے O

اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل خارجیہ

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ اسلوب ہے کہ وہ دو قسم کے دلائل ذکر فرماتا ہے' ایک وہ دلائل جو انسان کے اپنے نفس میں ہیں اور دوسرے وہ دلائل جو انسان کے نفس سے باہر آفاق میں ہیں تاکہ انسان اپنے اندر غور کرے تو اللہ کی اطاعت کی طرف رجوع کرلے اور اپنے باہر غور کرے تو اللہ کی فرماں برداری کی طرف پلٹ آئے' سو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے طعام کی طرف متوجہ کیا' اس کا طعام زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے اور زمین کی پیداوار اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تخلیق سے حاصل ہوتی ہے' پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اس کی اپنی تخلیق کی طرف متوجہ فرمایا' یہ دلائل نفسیہ تھے' اب اس کو طعام کی طرف متوجہ فرمایا ہے' یہ دلائل آفاق ہیں۔

عبس: ۲۵ میں فرمایا: ہم نے خوب پانی بہایا O

اس سے مراد ہے: ہم نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔

عبس: ۲۶ میں فرمایا: پھر ہم نے زمین کو شق کیا O

یعنی ہم نے زمین کو اس قابل بنایا کہ اس میں ہل چلایا جا سکے اور کاشت کاری کی جا سکے' اگر وہ زمین بہت سخت اور پتھریلی ہوتی تو اس میں کسی چیز کی کاشت نہ ہو سکتی۔

عبس: ۲۷ میں فرمایا: سو اس میں غلہ اگایا O

اس سے مراد گندم' جو' مکئی' باجرہ وغیرہ ہیں اور مختلف قسم کی دالیں اور چاول جن سے غذا حاصل ہوتی ہے۔

عبس: ۲۸ میں فرمایا: اور انگور اور سبزی O

غلہ کے بعد انگور کا ذکر کیا' کیونکہ انسان کھانے کے بعد پھل کھاتا ہے' اس کے بعد ''قضباً'' کا لفظ ہے' اس کا معنی کھیرا ہے

Marfat.com

یا عام سبزی۔

عبس: ۲۹ میں فرمایا: اور زیتون اور کھجور O اور گھنے باغات O

زیتون کے پھل کے بہت فوائد ہیں' زیتون کا پھل کھایا بھی جاتا ہے اور اس کا تیل بھی نکالا جاتا ہے' زیتون کا تیل بہت مقوی ہوتا ہے' اس میں کولیسٹرول بالکل نہیں ہوتا اور اس کو کھانے سے بدن اور اعصاب میں بہت قوت حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح کھجور میں بھی بہت غذائیت اور بہت قوت ہے اور ہم اس سے پہلے اس کے متعلق تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

عبس: ۳۰ میں فرمایا: اور گھنے باغات O

''حدائق'' ''حديقة'' کی جمع ہے' ''حديقة'' اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گرد چار دیواری ہو' ''غلب'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گردن موٹی ہو اور اس سے مراد وہ باغ ہیں جن میں بہت گھنے درخت ہوں۔

عبس: ۳۲۔۳۱ میں فرمایا: اور میوے اور (مویشیوں کا) چارا O تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے O

اس آیت میں ''فاكهة'' کا عطف ''عنب'' پر ہے' اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ انگور اور کھجور اور زیتون ''فاكهة'' یعنی میووں میں داخل نہیں ہیں کیونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ''فاكهة'' سے مراد خشک پھل ہوں جیسے پستہ' بادام اور اخروٹ وغیرہ۔

''ابا'' کا معنی ہے: چراگاہ اور چارا انسان کے جانوروں کی غذا ہے۔

یہ آیات اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل ہیں کیونکہ ان چیزوں کی پیدائش طرزِ واحد پر ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا واحد ہے' نیز جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں' وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے انسان پر انعام اور احسان کیا ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ اس کو خالق اور واحد مستحق عبادت مانے اور اس کے سامنے سرکشی نہ کرے اور تکبر اور کفر نہ کرے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی O اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا O اور اپنی ماں اور باپ سے O اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے O اس دن ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی جو اس کو (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی O اس دن کئی چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے O مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش O اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی O وہی لوگ کافر بدکار ہیں O (عبس: ۴۲۔۳۳)

قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم

عبس: ۳۳ میں فرمایا: پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی O

''صاخة'' کا معنی ہے: اس قدر شدید آواز جو کانوں کو بہرا کر دے' اور اس سے مراد دوسرا صور پھونکنا ہے جس کی ہیبت ناک آواز سن کر تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ اس سے پہلی آیات میں انسان کے مرنے اور اس کے دفن ہونے کا ذکر فرمایا تھا' اور قبر میں مدفون ہونے کے بعد دوسرے صور کی آواز سے مردے زندہ ہو جائیں گے اور پھر حشر برپا ہوگا۔

عبس: ۳۶۔۳۴ میں فرمایا: اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا O اور اپنی ماں اور باپ سے O اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے O

ہو سکتا ہے کہ بھاگنے سے اس کا ظاہری معنی مراد ہو' یعنی ایک دوسرے کے مطالبہ سے پیچھا چھڑانا اور اس سے دور ہونا' مثلاً

Marfat.com

ایک شخص اپنے بھائی سے کہے گا: تم نے میرے مال کو انصاف سے خرچ نہیں کیا اور ماں باپ کہیں گے: تم نے ہمارے ساتھ نیکی کرنے میں کوتاہی کی اور بیوی کہے گی: تم نے مجھے حرام مال کھلایا' بیٹے کہیں گے: تم نے ہم کو تعلیم نہیں دی اور ہماری تربیت نہیں کی۔ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے جو شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ قابیل ہوگا جو ہابیل سے بھاگے گا اور جو شخص اپنی بیوی سے بھاگے گا وہ حضرت نوح اور حضرت لوط ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرار سے مراد دور جانا نہ ہو بلکہ اس سے مراد نصرت اور حمایت نہ کرنا ہو اور بے زار ہونا مراد ہو جیسے یہ آیات ہیں:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا. (البقرہ:۱۶۶) جن کافر سرداروں کی پیروی کی گئی تھی وہ ان سے بے زار ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی تھی۔

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا. (الدخان:۴۱) اس دن کوئی دوست کسی دوست کے بالکل کام نہیں آئے گا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

قیامت کے دن نفسی نفسی کی وجہ یہ ہوگی کہ جتنے ہر ایک کے دوسرے پر حقوق ہوں گے اُن کا مکمل طور پر ادا کرنا ممکن نہیں ہوگا تو قرابت داروں کو اُس دن یہ خوف ہوگا کہ حقوق میں تقصیر کی وجہ سے اُن پر گرفت کی جائے گی' اس وجہ سے وہ ایک دوسرے سے بھاگیں گے اور اُن میں سے ہر ایک اس وجہ سے بھاگے گا کہ اُس کے اوپر اپنے قرابت داروں کا بوجھ نہ ڈال دیا جائے' جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے:

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ط. (فاطر:۱۸) اگر کوئی بوجھل شخص اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو اس کا بوجھ بالکل نہیں اُٹھایا جائے گا خواہ وہ قرابت دار ہو۔

قرابت دار دُنیا میں ایک دوسرے کا بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے سے تعاون نہیں کریں گے بلکہ بھاگیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زیر بحث آیت کفار کے متعلق ہو۔ رہے مسلمان تو ہوسکتا ہے کہ اُن کے درمیان قرابت کے حقوق برقرار رہیں' جیسا کہ مسلمان دوستوں کے درمیان محبت باقی رہے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ط (الزخرف:۶۷) تمام دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے ○

اور اگر زیر بحث آیت مسلمانوں اور کافروں دونوں کے ساتھ متعلق ہو تو ہوسکتا ہے کہ قیامت کے بعض احوال ایسے ہوں جن میں مسلمان قرابت دار ایک دوسرے سے بھاگیں گے' یہی نفسی نفسی کا موقع ہوگا' پھر جب انہیں امن ہو جائے گا اور ان کے پاس اجازتِ شفاعت کی بشارت آجائے گی تو وہ شفاعت کریں گے' ایک دوسرے کا حال معلوم کریں گے اور ایک دوسرے سے نہیں بھاگیں گے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

عبس: ۳۷ میں فرمایا: اس دن ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی' جو اس کو دوسروں سے بے پرواہ کردے گی ○

اس آیت میں اس کا سبب بیان فرمایا ہے کہ کیوں کوئی شخص اپنے بھائی سے اور کوئی شخص اپنے بیٹوں سے بھاگے گا کیونکہ اس دن ہر شخص کو صرف اپنی فکر ہوگی' یعنی اس کا دل و دماغ صرف اپنے تفکرات سے بھرا ہوا ہوگا اور اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں ہوگی اور وہ اس شخص کے مشابہ ہوگا جس کے پاس بہت غلام ہوں اور وہ مزید کسی غلام کو رکھنے کی گنجائش نہ رکھتا ہو۔

عبس: ۳۹۔۳۸ میں فرمایا: اس دن کئی چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے ○ مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش ○

Marfat.com

مؤمنوں اور کافروں کے چہروں کی آخرت میں کیفیات

اس آیت میں ''مسفرۃ'' کا لفظ ہے'''اسفار'' اس وقت کو کہتے ہیں جب صبح روشن ہو جائے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص رات کو بہت نماز پڑھتا ہے صبح اس کا چہرہ روشن اور حسین ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مؤمن دنیا سے منقطع ہو کر جب عالم قدس سے واصل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت اور رضا اس پر سایا فگن ہوتی ہے' یعنی جس وقت میزان کے وزن اور حساب سے فارغ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عزت اور سرفرازی سے بہت خوش ہوتا ہے تو اس وقت کی اس کی خوشی کو ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔

عبس: ۴۲۔۴۰ میں فرمایا: اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی O وہی لوگ کافر بدکار ہیں O

غبار کا معنی ظاہر ہے جیسے انسان پر سفر میں گرد و غبار چھا جاتا ہے' اور ان آیات میں ''ترھق'' کا لفظ ہے'''رھق'' کا معنی ہے: کسی چیز کا جلدی سے عارض ہونا' کسی چیز کا دوسری چیز پر زبردستی چھا جانا'''قترۃ'' کا معنی ہے: دھوئیں کی سیاہی' اللہ تعالیٰ کفار کے چہروں میں سیاہی اور غبار کو جمع فرما دے گا جیسا کہ انہوں نے اپنے اندر دنیا میں کفر اور بُرے اعمال کو جمع کر لیا تھا۔

ان آیات سے خوارج نے یہ استدلال کیا ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کاملین اور کفار کا ذکر فرمایا ہے اور مؤمن مرتکب کبیرہ کا ذکر نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ کفار میں داخل ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا ذکر دوسری آیات میں ہے' اسی طرح مرجۂ نے کہا کہ مرتکب کبیرہ کا ذکر ان آیات میں نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ وہ مؤمنین کاملین میں داخل ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ضرر نہیں ہوتا' اس کا جواب بھی یہی ہے کہ دوسری آیات میں ان کا ذکر آ چکا ہے۔

سورۂ عبس کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۶ رجب ۱۴۲۶ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز جمعرات بعد از نمازِ عصر سورۂ عبس کی تکمیل ہو گئی' ۲۰ رجب کو اس تفسیر کا آغاز کیا تھا' اس طرح چھ دنوں میں اس تفسیر کی تکمیل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے محض اپنے کرم سے یہاں تک تفسیر مکمل کرا دی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی بھی تفسیر مکمل کرا دے۔ مجھ کو صحت اور توانائی کے ساتھ ایمان پر قائم رکھے اور تا حیات اسلام کے احکام پر عامل رکھے۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین
سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ التکویر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ‘ اس کے متعلق احادیث اور اس کے مشمولات

اس سورت کا نام التکویر ہے اور یہ ’’کوّرت‘‘ کا مصدر ہے‘ قرآن کی اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے:

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۝ (التکویر:۱) جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ۝

ابن یزید الصنعانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ قیامت کے دن اس طرح دیکھے جیسے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو‘ اس کو چاہیے کہ وہ یہ سورتیں پڑھے: ’’اذا الشمس کورت‘‘ اور ’’اذا السماء انفطرت‘‘ اور ’’اذا السماء انشقت‘‘۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۳۳‘ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۲۰۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو لپیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تاکہ وہ مشرکین مزید ذلیل و خوار ہوں جو ان کی عبادت کرتے تھے۔

اس سے پہلے سورۂ عبس میں بھی قیامت کے ہولناک واقعات بیان کیے گئے تھے‘ جیسے فرمایا تھا: جب کانوں کو بہرا کرنے والی قیامت آجائے گی تو اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا الخ‘ یا اس لیے کہ اس کا بھائی وہ تکلیف اور شدت نہ دیکھ سکے جس میں وہ مبتلا ہے اور یا اس لیے کہ اسے علم ہوگا کہ وہ اپنے بھائی سے کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکے گا اور اس سورت میں بھی قیامت کے ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں‘ جیسے فرمایا: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر: ۷ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر: ۸۱ ہے۔

اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد بیان فرمائے ہیں‘ مثلاً توحید‘ رسالت‘ قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہونا اور قیامت کے دن ہولناک اُمور کا واقع ہونا‘ انسان دنیا میں جن چیزوں کو بہت عظیم اور بہت عجیب سمجھتا ہے ان کا ٹوٹ پھوٹ جانا جیسے زمین‘ پہاڑ‘ آسمان‘ سورج‘ چاند اور ستاروں کا متغیر ہو کر فنا ہو جانا۔

اس مختصر تعارف کے بعد اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے میں اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! اس ترجمہ اور تفسیر میں ہر ہر قدم پر مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھنا اور اس سورت کے اسرار اور عجائب کو مجھ پر کھول دینا۔ (آمین) غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۷ رجب ۱۴۲۶ھ/۲ ستمبر ۲۰۰۵ء موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹/۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

آیاتہا ۲۹ رکوعہا ۱ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | سورۃ التکویر مکیۃ

سورۃ التکویر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیات اور ایک رکوع ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا

جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا O اور جب ستارے جھڑ جائیں گے O اور جب

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ

پہاڑ چلائے جائیں گے O اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی O اور جب وحشی جانور

حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ

جمع کیے جائیں گے O اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے O اور جب جانیں

زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾

ملا دی جائیں گی O اور جب زندہ درگور (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا O وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟ O

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَإِذَا

اور جب صحائف اعمال پھیلا دیئے جائیں گے O اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا O اور جب

الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ

دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا O اور جب جنت قریب کر دی جائے گی O تو ہر شخص جان لے گا

مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾

جو کام اس نے پیش کیا ہے O میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی O چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی O

وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ

اور رات کی جب جانے لگے O اور صبح کی جب چمکنے لگے O بے شک یہ معزز

رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ

رسول کا قول ہے O جو قوت والا ہے عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے O جس کی

Marfat.com

ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ

آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے وہاں امانت دار ہے O اور تمہارے نبی مجنون نہیں ہیں O اور بے شک انہوں نے اسے روشن

الْمُبِیْنِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ

کنارے پر دیکھا O اور وہ (نبی) غیب کی خبر دینے پر بخیل نہیں ہیں O اور یہ (قرآن) شیطان مردود

شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿٢٥﴾ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

کا قول نہیں ہے O سو تم کہاں جا رہے ہو؟ O بے شک وہ تمام جہان والوں

لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ

کے لیے نصیحت ہے O تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو سیدھا چلنا چاہے O اور تم صرف

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٢٩﴾ ع ٦

وہی چاہتے ہو جس کو اللہ رب العلمین چاہتا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا O اور جب ستارے جھڑ جائیں گے O اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے O اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی O اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے O اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے O اور جب جانیں ملا دی جائیں گی O اور جب زندہ درگور (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا O وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟ O اور جب صحائف اعمال پھیلا دیئے جائیں گے O اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا O اور جب دوزخ کو بھڑکایا جائے گا O اور جب جنت قریب کر دی جائے گی O تو ہر شخص جان لے گا جو کام اس نے پیش کیا ہے O (التکویر: ١٤۔١)

''کوّرت'' کا معنی

ابتدائی تیرہ آیات میں بارہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بارہ چیزیں قیامت کی علامات ہیں اور ان تیرہ آیات کا پہلی آیت پر عطف ہے اور معطوف اور معطوف علیہ مل کر شرط ہیں اور آیت: ١٤ اس کی جزاء ہے' خلاصہ کلام اس طرح ہے کہ جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا اور باقی مذکور علامات بھی واقع ہو جائیں گی تو ہر شخص جان لے گا جو کام اس نے پیش کیا ہے یعنی جو عمل اس نے آخرت کے لیے آگے بھیجا ہے' وہ کیا ہے۔

التکویر: ١ میں فرمایا: جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا O

اس آیت میں ''کورت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''تکویر'' ہے' حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: جب سورج کی روشنی ختم ہو جائے گی اور اس میں کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ (تفسیر مجاہد ص ٣٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

مقاتل بن سلیمان متوفی ١٥٠ھ نے کہا: جب اس کی روشنی نہیں رہے گی۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ٣ ص ٤٥٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

Marfat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ مذکور الصدر تفسیر روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
ابوصالح اور ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں: جب سورج کو پھینک دیا جائے گا۔
(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۲۱۸۔ ۲۸۲۱۷ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

پھر امام ابن جریر اپنا مختار لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ کلام عرب میں "تکویر" کا معنی ہے: ایک چیز کے بعض اجزاء کو اس کے اوپر لپیٹنا جیسے عمامہ کو سر کے اوپر لپیٹا جاتا ہے یا جیسے بڑی چادر میں کپڑے جمع کر کے اس چادر کو کپڑوں کے اوپر لپیٹا جاتا ہے اسی طرح سورج کو لپیٹنے کا معنی یہ ہے کہ سورج کے بعض اجزاء کو بعض پر لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا اور جب ایسا کیا جائے گا تو اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۸۲ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ سورج اور چاند کو کس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورج اور چاند دونوں کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۰۰) امام بزار اور دوسرے ائمہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کو لپیٹ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا' حسن بصری نے کہا: ان دونوں کا کیا گناہ ہے جو ان کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا؟ ابوسلمہ نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر اعتراض کر رہے ہو کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ امام بزار نے کہا: حضرت ابوہریرہ سے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔
امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: سورج اور چاند کو دوزخ میں اس لیے پھینکا جائے گا تا کہ سورج اور چاند کی عبادت کرنے والے ان کا انجام دیکھ لیں۔
امام ابن وہب نے "جمع الشمس والقمر" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو جمع کر کے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور امام ابن ابی حاتم نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔
علامہ خطابی نے کہا ہے کہ سورج اور چاند کے دوزخ میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو عذاب دیا جا رہا ہو' لیکن اس سے ان لوگوں کو ذلیل کرنا مقصود ہے جو دنیا میں سورج اور چاند کی عبادت کرتے تھے تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کی وہ عبادت باطل تھی' ایک قول یہ ہے کہ سورج اور چاند کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے' پھر ان کو آگ میں لوٹا دیا گیا ہے' اور اسماعیلی نے کہا: ان کو دوزخ میں ڈالنے سے ان کو عذاب دینا لازم نہیں آتا کیونکہ دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی ہوں گے' پتھر بھی ہوں گے اور بھی کئی چیزیں ہوں گی اور اہل دوزخ کو عذاب دینے کے لیے عذاب کے کئی آلات ہوں گے' لہٰذا سورج اور چاند کا عذاب یافتہ ہونا لازم نہیں آئے گا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۳ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

التکویر: ۲ میں فرمایا: اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ○

"انکدرت" کا معنی

اس آیت میں "انکدرت" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "انکدار" ہے' اس کا معنی ہے: میلا ہونا لیکن پراگندہ ہو کر بکھر جانے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے' اس آیت کا معنی ہے: جب ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے' اسی طرح "انفطرت" ہے' اس کا مصدر "انفطار" ہے' اس کا معنی ہے: چرنا اور پھٹنا اور "إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ" (الانفطار: ۱) کا معنی ہے: جب آسمان

Marfat.com

پھٹ جائے گا۔

عطاء نے کہا: ستارے آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں سے معلق ہیں اور یہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں اور جب آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے تو یہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں سے چھوٹ جائیں گی۔

التکویر: ۳ میں فرمایا: اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے O

اس کا معنی ہے: جب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے فضا میں اُڑا دیا جائے گا اس کی تفسیر النبا: ۲۰ اور النمل: ۸۸ میں گزر چکی ہے۔

التکویر: ۴ میں فرمایا: اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی O

''العشار'' کا معنی اور ان کے معطل کیے جانے کی توجیہ

عربوں کے نزدیک حاملہ اونٹنیاں سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور جب ان کو معطل کر کے چھوڑ دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے کسی غیر معمولی چیز کا مشاہدہ کر لیا ہے' جس کی وجہ سے ان اونٹنیوں کی طرف ان کی توجہ نہیں رہی۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے اور اچانک قیامت آ جائے گی اور ان کے اموال اور املاک ضائع ہو جائیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''العشار'' سے مراد پانی سے بھرے ہوئے بادل ہیں' جب اچانک قیامت آ جائے گی تو بادل اس پانی کو برسا نہیں سکیں گے۔

التکویر: ۵ میں فرمایا: اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے O

''وحوش'' کا معنی اور ''وحوش'' سے قصاص لینے کے فوائد

خشکی کے جانوروں میں سے جو جانور انسان سے عام طور پر مانوس نہیں ہوتے ان کو ''وحوش'' کہا جاتا ہے' ان وحشی جانوروں کو ہر طرف سے جمع کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا' ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا استحقاق واجب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ تمام وحشی جانوروں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا اور جن جانوروں نے دوسرے جانوروں کو ایذاء پہنچائی ہوگی' ان سے قصاص لیا جائے گا' پھر ان سے کہا جائے گا: مر جاؤ تو وہ تمام وحشی جانور مر جائیں گے اور اس قصہ کو ذکر کرنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام وحشی جانوروں کو عدل کرنے کے لیے جمع کرے گا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنات کو عدل کرنے کے لیے جمع نہ کرے۔

(۲) وحشی جانور انسانوں سے بدکتے ہیں اور ان کو دیکھ کر بھاگتے ہیں' اس کے باوجود وہ سب میدانِ محشر میں جمع ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے وہ اپنی فطرت کو بھول چکے ہوں گے۔

(۳) ان حیوانات میں سے بعض حیوان دوسرے بعض حیوانات کی غذا ہوتے ہیں' جیسے شیر اور بکری' لیکن اس دن یہ سب جمع ہوں گے اور کوئی دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوگا کہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے وہ اپنے طبعی تقاضوں کو بھول چکے ہوں گے۔

التکویر: ۶ میں فرمایا: اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے O

Marfat.com

''تسجیر'' کا معنی

امام مجاہد بن جبر مخزومی متوفی ۱۰۴ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سمندر کو گرم کیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ آگ ہو جائے گا' اور مجاہد نے کہا: سمندر میں آگ لگائی جائے گی۔ (تفسیر مجاہد ص ۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''تسجیر'' کا معنی ہے: تنور میں آگ جلا کر اس کو گرم کرنا' اور جب سمندروں میں آگ لگا دی جائے گی تو ان میں پانی بالکل نہیں رہے گا اور پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور اس وقت تمام سمندر اور زمینیں ایک چیز ہو جائیں گی' جو انتہائی گرم اور جلانے والے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین تمام سمندروں کا پانی چوس لے اور بلند ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں اور تمام زمینیں سمندر کی سطح کے مساوی ہو جائیں اور یہ سب کا سب گرم یا بھڑکایا ہوا سمندر بن جائے۔

قفال نے کہا: اس آیت کی تین وجوہ سے تاویل ہو سکتی ہے:

(۱) جہنم سمندر کی تہوں میں ہو اور دنیا کو قائم کرنے کے لیے اس وقت وہ گرم نہیں ہے اور جب دنیا کی مدت ختم ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس آگ کی تاثیر سمندر تک پہنچا دے گا' پھر اس سبب سے تمام سمندر بھڑکائی ہوئی آگ بن جائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سورج' چاند اور ستاروں کو سمندر میں ڈال دے گا' اس سبب سے سمندر بھڑکائی ہوئی آگ بن جائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ سمندر میں بہت عظیم آگ پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے سمندر بہت گرم ہو جائے گا۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ ان تاویلات کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو دنیا کو تباہ کرنے اور قیامت کو قائم کرنے پر قادر ہے' وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ سمندروں کو گرم کر دے اور اس کے پانی کو آگ لگا دے اور اس کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ سمندر میں سورج اور چاند کو ڈالے یا اس کی تہوں میں جہنم ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۶۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ چھ علامتیں جن کا ذکر آ چکا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا وقوع دنیا کو تباہ کرنے کے شروع میں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا وقوع قیامت کے بعد ہو لیکن باقی چھ علامتیں' ان کا وقوع قیامت کے ساتھ مختص ہے۔

دوزخ کا مصداق کس جگہ پر ہے؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا: جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا: سمندر میں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ وہ صادق ہے' قرآن مجید میں ہے: ''وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ'' (الطور: ۶) اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم! ' اور قرآن مجید میں ہے: ''وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ'' (التکویر: ۶) اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۲۳۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شمر بن عطیہ نے کہا: ''وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ'' (الطور: ۶) بھڑکائے ہوئے تنور کے قائم مقام ہے اور ''وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ'' (التکویر: ۶) بھی اس کی مثل ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۲۴۱)

علامہ آلوسی نے امام رازی کی تفسیر کا بعض حصہ نقل کر دیا ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۹۱)

Marfat.com

اس آیت کی جو تفسیر کی گئی ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن یہ سمندر آگ بن جائے گا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی سمندر وہ جہنم ہو' جس کا قرآن مجید اور احادیث میں تذکرہ ہے کیونکہ جہنم کو پیدا کیا جا چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا ہے اور اس کے بعض احوال بیان فرمائے ہیں اور جن کفار کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے' ان میں سے بھی بعض کا ذکر فرمایا ہے' نیز قرآن مجید میں ہے:

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ (نوح:۲۵) قوم نوح کو ان کے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیا گیا پھر فوراً ان کو جہنم کی آگ میں داخل کر دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سمندر کے علاوہ کوئی اور چیز جہنم ہے جس کی آگ میں قوم نوح کو داخل کیا گیا اور جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور ان لوگوں کو دیکھا جن کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے' رہا یہ سمندر تو اس کو قیامت میں بھڑکایا جائے گا اور اس کے پانی کو آگ بنایا جائے گا' سو یہ سمندر جہنم کا مصداق نہیں ہے اور قرآن اور احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جہنم کہاں پر ہے' اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اثر منقول ہے وہ اس باب میں قطعی الثبوت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

التکویر: ۷ میں فرمایا: اور جب جانیں ملا دی جائیں گی O

روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے کے محامل

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) ارواح کو اجسام کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

(۲) قیامت کے دن تین جوڑے بن جائیں گے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۱۰-۷)

اور تمہارے تین گروہ ہو جائیں گے O اور دائیں ہاتھ والے پس کیا خوب ہیں دائیں ہاتھ والے O اور بائیں ہاتھ والے پس کیسے ہیں بائیں ہاتھ والے O اور جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو سبقت کرنے والے ہی ہیں O

(۳) زیادہ عبادت کرنے والوں کا ایک گروہ بنایا' درمیانی عبادت کرنے والوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دوسرا گروہ بنایا جائے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تیسرا گروہ بنایا جائے گا۔

(۴) مؤمنین کی روحوں کو بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور کافروں کی روحوں کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

(۵) ہر نظریاتی گروہ کو اس کے افراد کے ساتھ ملا دیا جائے گا' یہودی کو یہودیوں کے ساتھ' عیسائی کو عیسائیوں کے ساتھ اور مسلمان کو مسلمانوں کے ساتھ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جنت میں نیک آدمی کو نیک آدمی کے ساتھ ملا دیا جائے گا' اور دوزخ میں بدکار کو بدکار کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا: ہر شخص کو اس کی جماعت کے ساتھ ملا دیا جائے گا' یہودی کو یہودی کے ساتھ اور نصرانی کو نصرانی کے ساتھ' الربیع بن خثیم نے کہا: ہر شخص کو اس کے عمل کے ساتھ ملا دیا جائے گا' عطاء اور مقاتل نے کہا: مؤمنین کی روحوں

Marfat.com

کو بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور کافروں کی روحوں کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا' عکرمہ نے اس آیت کا معنی اس طرح کیا ہے کہ روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹا دیا جائے گا۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۱۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

التکویر: ۹۔۸ میں فرمایا: اور جب زندہ درگور (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا O وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟ O

زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''موء ودۃ'' اس لڑکی کو کہتے ہیں جس کو زندہ قبر میں دبا دیا جاتا ہے' عربوں کے ہاں جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی اور وہ اس کو زندہ رکھنا چاہتا تو وہ اس کو اون کا جبہ پہنا کر جنگل میں بکریوں اور اونٹوں کو چرانے کے لیے چھوڑ دیتا اور اگر وہ اس کو قتل کرنا چاہتا تو اس کو چھوڑ دیتا حتیٰ کہ جب اس کا قد چھ بالشت کا ہو جاتا تو اس کا باپ اس کی ماں سے کہتا: اس کو خوب صورت کپڑے پہناؤ حتیٰ کہ میں اس کو اس کے رشتہ داروں سے ملانے کے لیے لے جاؤں اور اس نے صحرا میں ایک کنواں کھودا ہوا ہوتا تھا' وہ اس لڑکی کو وہاں لے جا کر اس سے کہتا: اس کنویں میں جھانک کر دیکھو' پھر اس کو پیچھے سے دھکا دے کر کنویں میں گرا دیتا اور اس کے اوپر مٹی ڈال کر اس کو زمین کی تہ کے ساتھ ملا دیتا۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

زندہ درگور کرنے کا سبب اور اس لڑکی سے سوال کرنے کی توجیہ

امام رازی نے فرمایا ہے کہ عرب اپنی بیٹیوں کو اس لیے زندہ درگور کرتے تھے کہ ان کو بیٹی کا باپ کہلانے سے عار آتا تھا یا وہ تنگیٔ رزق کے خطرے سے بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو وہ بیٹیوں کو بیٹیوں کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جس کو زندہ درگور کیا گیا ہے' اس سے سوال کیا جائے گا' بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ قاتل سے سوال کیا جاتا کہ تم نے اس لڑکی کو کس گناہ کی وجہ سے زندہ درگور کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اور جواب اس کے قاتل کی تذلیل کے لیے کیا جائے گا' جیسے عیسائیوں کی تذلیل کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ (المائدہ: ۱۱۶)

کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ عیسیٰ کہیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مقتولہ سے اس لیے سوال کیا جائے گا کہ وہ قاتل کے خلاف کیا دعویٰ کرتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۶۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

زندہ درگور کرنے کی ممانعت میں احادیث

زندہ درگور کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سلمہ بن زید الجعفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (زمانۂ جاہلیت میں) زندہ درگور کرنے والا اور جس کو زندہ درگور کیا گیا' دونوں دوزخ میں ہیں ماسوا اس کے کہ زندہ درگور کرنے والا اسلام کا زمانہ پا لے اور پھر اللہ اس سے درگزر فرمائے (زمانۂ جاہلیت میں مرنے والی نابالغ لڑکی کا دوزخ میں ہونا محل اشکال ہے)۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۸۔ رقم الحدیث: ۱۵۴۹۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

Marfat.com

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کیا تھا' آپ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اونٹوں والا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ان میں سے ہر ایک کے بدلہ میں ایک اونٹ کی قربانی دو۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۸۰' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۳۷' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۴)

التکویر: ۱۰ میں فرمایا: اور جب صحائف (اعمال) پھیلا دیے جائیں گے O

انسان کی موت کے وقت اس کے صحائف اعمال کو لپیٹ دیا جاتا ہے اور حساب کے وقت اس کے صحائف اعمال کو کھول کر پھیلا دیا جائے گا۔

التکویر: ۱۱ میں فرمایا: اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا O

آسمان کے اوپر جنت اور اللہ تعالیٰ کا عرش ہے' آسمان کو ان سے الگ کر لیا جائے گا جس طرح ذبیحہ کی کھال کھینچ کر اس کو ذبیحہ سے الگ کر لیتے ہیں۔

التکویر: ۱۲ میں فرمایا: اور جب دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا O

بنو آدم کے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا' معتزلہ نے کہا: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابھی جہنم کو پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ قیامت کے دن اس کو بھڑکایا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ جہنم کو پیدا کیا جا چکا ہے' لیکن اس کی آگ کو قیامت کے دن بھڑکایا جائے گا۔

التکویر: ۱۳ میں فرمایا: اور جب جنت قریب کر دی جائے گی O

جنت متقین کے قریب کر دی جائے گی' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ O (الشعراء: ۹۰) اور جنت متقین کے قریب کر دی جائے گی O

التکویر: ۱۴ میں فرمایا: تو ہر شخص جان لے گا جو کام اس نے پیش کیا ہے O

اس سے پہلے بارہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' ان کا مجموعہ شرط ہے یعنی جب قیامت کے دن ان بارہ چیزوں کا وقوع ہوگا تو ہر شخص جان لے گا کہ اس کے صحائف اعمال میں کن کاموں کو حاضر کیا گیا ہے' ظاہر ہے کہ وہ اعمال تو حاضر نہیں کیے جائیں گے بلکہ جن صحائف میں وہ اعمال لکھے ہوئے ہیں' ان کو حاضر کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب اس سے حساب لیا جائے گا یا جب میزان پر اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی O چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی O اور رات کی جب جانے لگے O اور صبح کی جب چمکنے لگے O بے شک یہ معزز رسول کا قول ہے O جو قوت والا ہے عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے O جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے وہاں امانت دار ہے O اور تمہارے نبی مجنون نہیں ہیں O اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا O اور وہ (نبی) غیب کی خبر دینے پر بخیل نہیں ہیں O اور یہ (قرآن) شیطان مردود کا قول نہیں ہے O سو تم کہاں جا رہے ہو؟ O بے شک وہ تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو سیدھا چلنا چاہے O اور تم صرف وہی چاہتے ہو جس کو اللہ رب العلمین چاہتا ہے O (التکویر: ۲۹-۱۵)

التکویر: ۱۶-۱۵ میں فرمایا: میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی O چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی O

Marfat.com

''الخنّس'' اور ''الکنّس'' کے معانی

اس آیت میں ''الخنّس'' کالفظ ہے یہ ''خانس'' اسم فاعل کی جمع ہے اس کا معنی ہے: پیچھے ہٹ جانے والے پھر جانے والے رُک جانے والے چھپ جانے والے بعض مفسرین کے نزدیک اس سے ستارے مراد ہیں کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں اور بعض کے نزدیک چاند اور سورج کے علاوہ پانچوں سیارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یعنی مریخ' زحل' عطارد' زہرہ اور مشتری کیونکہ ان کی چال اس طرح ہے کہ کبھی یہ مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس چلتے ہیں اور کبھی سورج کے نزدیک آ کر غائب ہو جاتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے مراد نیل گائے ہے کیونکہ اس میں بھی پیچھے ہٹنے' پھر جانے' رُکنے اور چھپنے کی صفت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فراء نے کہا: اس سے مراد ستارے ہیں اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور امام عبد الرزاق نے سند صحیح کے ساتھ عمرو بن شرحبیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ الخنس کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ نیل گائے ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میرا بھی یہی گمان ہے' اور حسن بصری نے کہا: اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو دن میں چھپ جاتے ہیں۔

التکویر: ۱۶ میں ''الکنس'' کالفظ ہے یہ ''کانس'' اسم فاعل کی جمع ہے ''کناس'' ہرن کے رہنے کی جھاڑی کو کہتے ہیں اور جھاڑی میں ہرن کے چھپنے کو بھی کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''الکنس'' وہ ستارے ہیں جو چھپ کر غائب ہو جاتے ہیں اور بعض نے کہا: ''الکنس'' سے مراد ہرن ہیں' امام سعید بن منصور نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''الکنس'' سے مراد وہ ستارے ہیں جو رات میں نظر آتے ہیں اور دن میں چھپ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے' مجاہد سے ''الکنس'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں' ابراہیم نے کہا: آپ کو کیوں پتا نہیں تو انہوں نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ اس سے مراد نیل گائے ہے اور یہ لوگ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں' ابراہیم نے کہا: یہ لوگ حضرت علی کے اوپر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۷۰۶-۷۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری نے کہا: ''الخنس'' کا معنی ہے: وہ ستارے جو اپنے مدار میں لوٹ جاتے ہیں اور ''الکنس'' کا معنی ہے: وہ ستارے جو ہرن کی طرح چھپ جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری تفسیر ''اذا الشمس کورت'')

امام رازی نے کہا ہے کہ ''الخنس'' اور ''الکنس'' سے ستاروں کا مراد لینا زیادہ لائق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ستاروں کی قسم کھانا ہرن کی قسم کھانے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

التکویر: ۱۷ میں فرمایا: اور رات کی جب جانے لگے O

اس آیت میں ''عسعس'' کالفظ ہے یہ لغت اضداد سے ہے' ''عسعس'' کالفظ رات کے آنے اور رات کے جانے دونوں میں مستعمل ہے۔

التکویر: ۱۸ میں فرمایا: اور صبح کی جب چمکنے لگے O

اس سے مراد ہے: جب صبح کی روشنی مکمل طور سے پھیل جائے۔

Marfat.com

التکویر:۱۹ میں فرمایا: بے شک یہ معزز رسول کا قول ہے○

حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کا تذکرہ اور امام رازی کا تمام رسولوں کو حضرت جبریل کی امت قرار دینا

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت جبریل کی چھ صفات ذکر کی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ رسول ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمام انبیاء کی طرف اللہ کے رسول ہیں' سو وہ رسول ہیں اور تمام انبیاء ان کی امت ہیں۔ درج ذیل آیتوں سے بھی یہی مراد ہے:

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ . (النحل ۲)

وہی جبریل کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے نازل فرماتا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (الشعراء ۱۹۵۔۱۹۴)

جس کو الروح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں○ آپ کے قلب کے اوپر تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں○

اور دوسری صفت یہ ہے کہ وہ کریم ہیں اور ان کا کرم یہ ہے کہ وہ افضل چیز عطا کرتے ہیں اور وہ معرفت اور ہدایت ہے۔ تیسری اور چوتھی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ قوی ہیں اور عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں۔ (التکویر:۲۰) ان کی قوت یہ ہے کہ ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوت کا ذکر فرمایا ہے' تو آپ کی قوت کا کیا اندازہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی چار بستیوں کو اپنے ایک پر کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھا لیا تھا' حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغیوں کی آوازیں سنیں اور مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ ابیض نامی شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل نے اُس کو معمولی سی ضرب لگائی' جس کے نتیجہ میں وہ مکہ سے ہند کے پرلے سرے میں جا پڑا اور بعض مفسرین نے کہا: اس قوت سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس میں خلل نہ آنے دینا' اُن کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر آخرت تک اور ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے جلال ذات کے مشاہدہ کی جو قدرت ہے وہ یہاں مراد ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت معزز اور بہت مکرم ہیں۔ پانچویں صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے' (عرش والے کے نزدیک) امانت دار ہیں (التکویر:۲۱)۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں میں واجب الاطاعت ہیں' وہ ان ہی کے حکم سے آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا پیغام پہنچانے میں امانت دار ہیں' اللہ تعالیٰ نے اُن کو خیانت کرنے سے اور لغزش کرنے سے محفوظ اور مامون رکھا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۷۰۔۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی نے یہی تقریر البقرہ:۳۰ کی تفسیر میں بھی کی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پوری تفسیر کبیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے اور علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ' علامہ شمس الدین

Marfat.com

ذہبی متوفی ۷۴۸ھ حاجی خلیفہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے جو یہ لکھا ہے کہ امام رازی تفسیر کبیر کو مکمل نہیں کر سکے' یہ خلاف تحقیق ہے۔ دراصل ان علماء کرام نے پوری تفسیر کبیر کا مطالعہ نہیں فرمایا' ورنہ یہ حضرات یہ بات نہ کہتے کہ امام رازی کی وفات کے بعد تفسیر کبیر کو علامہ احمد قمولی متوفی ۷۲۷ھ نے مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے' انہوں نے انجانے میں امام رازی کے کمالات علامہ قمولی سے منسوب کر دیئے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ شمول جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہونا ۔۔۔۔ اور امام رازی کا ردّ

امام رازی نے حضرت جبریل علیہ السلام کی جو چھ صفات ذکر فرمائی ہیں' ہم کو صرف پہلی صفت کی تفسیر میں ان سے اختلاف ہے' کیونکہ اس پہلی صفت کی تفسیر میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام انبیاء کی طرف رسول ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام ان کی امت ہیں اور چونکہ رسول اپنی امت سے افضل ہوتا ہے' اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام رسولوں سے افضل ہوں' جب کہ اس کے برخلاف دلائل سے یہ ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضرت جبریل سے افضل ہیں اور جبریل علیہ السلام اُن سے مفضول ہیں' اور ان کی خدمت کرنے پر مامور ہیں۔ اس سلسلہ میں دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ (آل عمران: ۳۳) بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہانوں پر بزرگی دی○

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح کو اور آل ابراہیم (حضرت اسحٰق' حضرت اسماعیل اور تمام انبیاء بنی اسرائیل) اور آل عمران (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آل ابراہیم میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور تمام جہانوں میں بہ شمول حضرت جبریل علیہ السلام تمام ملائکہ مقربین اور دیگر تمام ملائکہ شامل ہیں۔

(۲) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَۙ○ (الحجر: ۳۰' ص: ۷۳) تو سب کے سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا○

اس آیت میں تمام فرشتوں کے معنی کو مؤکد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین الفاظ ذکر فرمائے ہیں: (۱) ''الملائکۃ'' یہ جمع معرف بلام الاستغراق ہے (۲) ''کلھم'' (۳) ''اجمعون''۔

امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خلیل اور سیبویہ نے کہا ہے کہ ''کلھم اجمعون'' میں ایک تاکید کے بعد دوسری تاکید ہے۔ مُبرّد سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو اُس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ صرف یہ فرماتا کہ فرشتوں نے سجدہ کیا تو یہ احتمال ہوتا کہ بعض فرشتوں نے سجدہ کیا' جب ''کلھم'' فرمایا تو یہ احتمال زائل ہو گیا اور ظاہر ہو گیا کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا' پھر یہ احتمال رہا کہ انہوں نے مختلف اوقات میں سجدہ کیا' سو جب ''اجمعون'' فرمایا تو یہ احتمال بھی زائل ہو گیا اور واضح ہو گیا کہ سب فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی سورۂ صٓ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

رہا یہ کہ زمین کے تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا یا اس میں آسمانوں کے فرشتے بھی داخل ہیں' جیسے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل اور الروح الاعظم' جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا۔ جس دن حضرت جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ (النبا:۳۸)

سو اس میں بہت دقیق مباحث ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۱۰)

امام رازی کچھ بھی کہیں' بہرحال قرآن مجید کی اس نص قطعی سے یہ ثابت ہو گیا کہ بلا استثناء تمام فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور اس میں واضح طور پر حضرت جبریل بھی شامل ہیں اور اس سجدہ کا حکم جبھی دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت علمی تمام فرشتوں پر ثابت کر دی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اُن تمام چیزوں کے نام بتا دیئے جن کے نام فرشتے نہ بتا سکے تھے اور اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں اور یہ بات معروف اور ثابت ہے کہ جس کو سجدہ کیا جائے' وہ اُس سے افضل ہوتا ہے جو اس کو سجدہ کرے' لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام بہ شمول حضرت جبریل تمام فرشتوں سے افضل قرار پائے۔

(۳) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ (البقرہ:۳۰) اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ (صٓ:۲۶) اے داوٗد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے' تو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت داوٗد (علیہما السلام) کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور خلیفہ کا معنی ہے: نائب اور قائم مقام' سو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے' جب کہ کسی فرشتے کو اپنا نائب اور خلیفہ نہیں بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بہ شمول جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۴) تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا۔ (الفرقان:۱) وہ ذات بہت بابرکت ہے جس نے (حق اور باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والی کتاب کو اپنے مقرب بندہ پر بہ تدریج نازل فرمایا' تاکہ وہ (بندہ خاص) تمام جہان والوں کے لیے (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والے ہو جائیں۔

تمام جہانوں میں حضرت جبریل بھی شامل ہیں' سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں۔

(۵) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ شمول حضرت جبریل تمام فرشتوں کے لیے رحمت ہیں' کیونکہ وہ بھی تمام جہانوں کے عموم میں داخل ہیں اور جو رحمت ہو وہ اُس سے افضل ہوتا ہے جس کے لیے وہ رحمت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل سے افضل ہیں۔

(۶) فرشتوں کے افضل ہونے کی معتزلہ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی عبادت بہت کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں

Marfat.com

کرتے اور اس پر درج ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (النحل: ۵۰) اور وہ (فرشتے) وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے ۝

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم: ۶) وہ (فرشتے) اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے ۝

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے کوئی مانع اور مزاحم نہیں ہے۔ اُن میں نہ بھوک اور پیاس ہے نہ شہوت اور غضب' جب کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے بھوک و پیاس بھی رکھی' شہوت' غضب اور نیند بھی رکھی ہے' تو انسان کی عبادت کے لیے یہ چیزیں موانع اور رکاوٹیں ہیں۔ ان موانع اور رکاوٹوں کے باوجود انسان کا اللہ عزوجل کی عبادت کرنا فرشتوں کی عبادت سے کہیں افضل ہے' لہٰذا عام فرشتوں کی عبادتوں سے عام مؤمنین کی اطاعت اور عبادت افضل ہے اور خاص فرشتوں (مثلاً حضرت جبریل' حضرت میکائیل علیہما السلام وغیرہما) کی عبادت و اطاعت سے انبیاء علیہم السلام کی اطاعت و عبادت افضل ہے' لہٰذا واضح ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بہ شمول جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۷) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (الانفطار: ۱۱-۱۰) بے شک تمہارے اوپر محافظ فرشتے مقرر ہیں ۝ (جو) معزز لکھنے والے (ہیں) ۝

سو مؤمنین محفوظ ہیں اور فرشتے اُن کے محافظ' اسی طرح فرشتے انبیاء علیہم السلام کی بھی حفاظت کرتے ہیں' جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (الجن: ۲۷) پس بے شک اُس رسول کے آگے اور پیچھے (ہر طرف) نگہبان مقرر فرما دیتا ہے ۝

یہ قاعدہ ہے کہ جس کی حفاظت کی جائے وہ اپنے محافظ سے افضل ہوتا ہے۔ عام مؤمنین کے محافظ عام ملائکہ ہیں اور خواص انبیاء کرام کے محافظ رُسل ملائکہ ہیں' لہٰذا عام مؤمنین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور انبیاء علیہم السلام رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔

التکویر: ۱۹ میں ''رسولِ کریم'' کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا

التکویر: ۲۱-۱۹ میں جو چھ صفات ذکر کی گئی ہیں اور اُن کے متعلق امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت جبریل کی چھ صفات ہیں' اس کے متعلق مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ صفات ہیں۔

ان آیات کی جو یہ تفسیر کی گئی ہے کہ حضرت جبریل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں' یہ ایسی تفسیر ہے جس سے حضرت جبریل علیہ السلام بھی راضی نہیں ہوں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کی تائید سے یہ کہتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے' مفسرین کا جم غفیر اس طرف گیا ہے کہ اس آیت میں ''رسول کریم'' سے لے کر باقی صفات تک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ''انہ لقول رسول کریم'' سے مراد حضرت جبریل ہیں تو اس کے خلاف یہ آیات ہیں:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الحاقۃ: ۴۲-۴۰) بے شک یہ ضرور رسول کریم کا قول ہے ۝ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم ایمان لاتے ہو ۝ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ۝

Marfat.com

ان آیات سے یہ متعین ہوگیا کہ سورۃ الحاقہ میں "رسول کریم" سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' سو اسی طرح التکویر: ۱۹ میں بھی "رسول کریم" سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

التکویر: ۲۰ میں "ذی قوۃ" کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا

"ذی قوۃ" سے مراد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' کیونکہ جس قرآن کے نزول کو پہاڑ برداشت نہ کر سکے کہ اگر وہ قرآن پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا' آپ پر وہ کلام پورا نازل ہوا اور آپ کی طمانیت میں کوئی فرق نہیں آیا اور اللہ عزوجل کی جس تجلی کو پہاڑ طور سہار نہ سکا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئے' آپ نے اس ذات کو بھی بلا حجاب جاگتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○" (النجم: ۱۷) نہ آپ کی نظر کج ہوئی نہ حد سے آگے بڑھی' سو آپ کی قوت کا کیا ٹھکانا کہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے سے حضرت جبریل کے پَر جلتے ہیں اور آپ بڑے اطمینان سے اُس سے آگے گئے اور آپ کی طاقت کا کیا کہنا کہ آپ نے وہ کلام سُنا جس کو کوئی مخلوق سُن نہیں سکتی اور اُس ذات کو بے حجاب دیکھا جس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت جبریل کا چند بستیوں کو پلٹ دینا کیا نسبت رکھتا ہے۔

التکویر: ۲۰ میں چوتھی صفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور وجیہ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا

حضرت جبریل کی چوتھی صفت یہ تھی کہ وہ عرش والے کے نزدیک مکرم اور معزز ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ عزوجل کے نزدیک مکرم اور معزز ہیں' اس کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آیات اور احادیث حسب ذیل ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ: ۱۳۰)	آپ رات اور دن کے اوقات میں اللہ کی تسبیح پڑھیے تاکہ آپ راضی ہو جائیں ○
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ: ۵)	اور عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔ (البقرہ: ۱۴۴)	بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف مڑنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اُس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے' جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر آپ راضی ہیں۔
عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹)	عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و وجاہت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں صرف یہ گمان کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری فرمانے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۱۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور آدم اور ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا جس کے تحت حضرت آدم اور اُن کے ماسوا سب ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا' تو اس جنت میں میں داخل ہوں گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں تمام اوّلین اور آخرین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۶' سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم (جامع مانع باتیں) دی گئی ہیں (۲) رُعب سے میری مدد کی گئی ہے (۳) میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے (۴) میرے لیے تمام روئے زمین کو پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے (۶) مجھ پر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں اور بہ شمول حضرت جبریل تمام ملائکہ بھی مخلوق میں داخل ہیں' لہٰذا آپ اُن کے بھی رسول ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے دو وزیر آسمان کے ہیں: جبریل اور میکائیل' اور میرے دو وزیر زمین کے ہیں: ابوبکر اور عمر۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۶۴' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۶۷۹)

جس نے اپنے وزیر بنائے ہوں وہ اُن وزیروں سے افضل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور حضرت میکائیل سے افضل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تمام روئے زمین کے مشارق اور مغارب کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا' مجھے کوئی شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ملا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۲۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۶' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷' الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶)

Marfat.com

اس حدیث میں خود حضرت جبریل نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ پوری کائنات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ پوری کائنات میں بہ شمول حضرت جبریل تمام فرشتے بھی ہیں لہٰذا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل سے افضل ہیں۔ اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام حضرت جبریل کی امت ہوتے تو حضرت جبریل سب سے افضل ہوتے' حالانکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل سے افضل ہیں' تو آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ امام رازی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمام انبیاء کے رسول ہیں اور تمام انبیاء اُن کی امت ہیں۔

کیا کوئی ہمیں بتا سکتا ہے کہ ان احادیث و آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے نبی سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عزت و وجاہت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے اس کے مقابلہ کی کوئی عظمت' حضرت جبریل کے لیے بھی قرآن اور حدیث میں ہے؟

التکویر: ۲۱ میں ''مُطَاعٍ'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا

ان آیتوں میں پانچویں صفت ''مُطَاعٍ'' ہے' جس کا معنی ہے: وہ شخص جس کی اطاعت کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''مُطاع'' ہونے کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ (آل عمران: ۳۲) آپ کہہ دیجئے: اللہ کی اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی۔

کیا حضرت جبریل کے لیے بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کر لی؟ تو معلوم ہوا کہ اصل مُطاع تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

التکویر: ۲۱ میں ''امین'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا

ان آیتوں میں چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ امانت دار ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ وحی پہنچانے میں امانت دار ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندوں تک وحی پہنچانے میں بھی امانت دار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اور اس کی حکمتوں کے رکھنے میں بھی امانت دار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غیوب پر بھی امانت دار ہیں اور مخلوق کی امانتیں رکھنے میں بھی امانت دار ہیں' حتیٰ کہ جان کے دشمن بھی آپ ہی کے پاس امانتیں رکھواتے تھے' تو کیوں نہ کہا جائے کہ اس آیت میں ''امین'' سے مراد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کی پہلی صفت ''رسول'' ہے' سو آپ رسول ہیں۔ دوسری صفت ''کریم'' ہے' سو آپ اللہ عزوجل کے نزدیک مکرم ہیں۔ تیسری صفت ''ذِی قُوَّۃٍ'' ہے اور آپ کائنات میں سب سے بڑھ کر قوی ہیں۔ چوتھی صفت عرش والے کے نزدیک معزز ہونا ہے' سو آپ اللہ عزوجل کے نزدیک عزت اور وجاہت والے ہیں' پانچویں صفت ''مُطاع'' ہے' تو آپ کی سب سے زیادہ اطاعت کی گئی' اور چھٹی صفت امانت دار ہونا ہے' سو آپ سب سے بڑھ کر امانت دار ہیں' لہٰذا ان چھ صفات کے اعلیٰ مصداق حضرت جبریل علیہ السلام کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

Marfat.com

جن مفسرین نے التکویر:۱۹ میں "رسول کریم" سے حضرت جبریل کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مُراد لیا ہے

اب ہم یہ بتائیں گے کہ کن مفسرین نے حضرت جبریل کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کا مصداق قرار دیا ہے:

علامہ ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی الشافعی التوفی ۴۸۹ھ لکھتے ہیں:

"انہ لقول رسول کریم" کی تفسیر میں یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ یہ جبریل کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "رسول کریم" سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور قول اوّل مشہور ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۶ ص ۱۶۹' دارالوطن' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

"رسول کریم" کی تفسیر میں دو قول ہیں: حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد جبریل ہیں' ابن عیسیٰ نے کہا کہ اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۲۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی التوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ اور حسن بصری نے کہا کہ "رسول کریم" سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور انہوں نے کہا کہ یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (التبیان فی تفسیر القرآن ج ۱۰ ص ۲۸۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور متاوّلین کے نزدیک "رسول کریم" سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور دیگر مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (المحرر الوجیز ج ۱۶ ص ۲۴۲' المکتبۃ التجاریہ' ۱۴۱۱ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی الغرناطی التوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا کہ "رسول کریم" سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (البحر المحیط ج ۱۰ ص ۴۱۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الثعالبی المالکی التوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک "رسول کریم" سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ کل آیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قاضی عیاض نے شفاء میں فرمایا کہ "مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ" (التکویر:۲۱) کی تفسیر میں اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر الثعالبی ج ۵ ص ۵۵۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

"رسول کریم" سے مراد جبریل ہیں یا پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۷۹' مکتبہ عثمانیہ' کوئٹہ' ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق بن حسن بھوپالی القنوجی التوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

"رسول کریم" سے مراد جبریل ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

(فتح البیان ج ۷ ص ۳۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اُس میں دو واسطے ہیں: ایک وحی لانے والا فرشتہ جبریل علیہ السلام اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جبریل بھی اللہ کے رسول ہیں اور حضور بھی' لیکن ان کی رسالتوں میں کئی فرق ہیں' ایک یہ کہ حضرت جبریل صرف نبیوں کے لیے رسول ہیں اور حضور ساری مخلوق کے لیے' دوسرا یہ کہ حضرت جبریل کی رسالت حضور کی وفات سے ختم ہوگئی مگر حضور کی رسالت ابد الآباد تک قائم رہے گی' تیسرا یہ کہ حضور با اختیار رسول ہیں' حضرت جبریل بے اختیار جیسے ڈاکیہ اور سفیر' اس لیے حضرت جبریل حضور کی امت ہیں' نہ کہ اس کے برعکس۔ (نور العرفان ص ۹۳۷-۹۳۶' ادارہ کتب اسلامیہ' گجرات)

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ تفسیر نے اس جگہ ''رسول کریم'' سے مراد (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے اور صفاتِ مذکورہ کو کسی قدر تکلف سے آپ کی ذات پر منطبق کیا ہے۔ واللہ اعلم (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۸۴' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۴ھ)

اس طویل ترین بحث سے قارئین پر جہاں یہ واضح ہوا کہ التکویر میں ذکر کردہ صفات کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں' وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام رازی کا تمام رسولوں کو حضرت جبریل کی امت قرار دینا صحیح نہیں ہے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ بہ شمول حضرت جبریل تمام فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں۔

التکویر: ۲۴-۲۲ میں فرمایا: اور تمہارے نبی مجنون نہیں ہیں O اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا O اور وہ (نبی) غیب کی خبر دینے پر بخیل نہیں ہیں O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا اور ''ضنین'' کا معنی

بعض اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے تھے' التکویر: ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ تمہارے پیغمبر مجنون نہیں ہیں O اور التکویر: ۲۳ میں فرمایا: انہوں نے حضرت جبریل کو آسمان کے روشن کنارے پر دیکھا۔

ابو الاحوص اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا' ان کے چھ سو پر تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۳۱۱)

عامر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے' حضرت جبریل آپ کے پاس حضرت دحیہ کی صورت میں آتے تھے' ایک دن وہ آپ کے پاس ایسی صورت میں آئے جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا' ان پر سبز ریشم کا لباس تھا' جس پر موتی لٹک رہے تھے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے: ''وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ'' (التکویر: ۲۳)۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۳۱۲)

زر بیان کرتے ہیں کہ ''الضنین'' کا معنی بخیل ہے اور غیب سے مراد قرآن مجید ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۳۱۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآن غیب ہے' پس اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا' آپ نے اس کی تعلیم دی اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بخل نہیں کیا۔

ابن زید نے کہا: ''الغیب'' القرآن ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بخل نہیں کیا' لوگوں تک اس کو پہنچایا اور اس کی تبلیغ کی' اللہ تعالیٰ نے الروح الامین جبریل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور جبریل نے اس کو پہنچایا' جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امانت دی تھی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امانت کو اللہ کے بندوں تک پہنچایا' ان

Marfat.com

میں سے کسی نے بخل کیا نہ چھپایا۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۸۳۱۸)

التکویر:۲۵ میں فرمایا: اور یہ (قرآن) شیطان مردود کا قول نہیں ہے O

کفارِ مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس اس قرآن کو لے کر آتا ہے اور آپ کی زبان پر ان کلمات کو القاء کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس قول کا رد فرمایا ہے۔

التکویر:۲۶ میں فرمایا: سو تم کہاں جا رہے ہو؟ O

اس آیت کا معنی ہے: اسلام کے اس سیدھے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر تم کہاں جا رہے ہو؟

التکویر:۲۷ میں فرمایا: بے شک وہ تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O

یعنی قرآن مجید تمام مخلوق کے لیے ہدایت ہے۔

التکویر:۲۸ میں فرمایا: تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو سیدھا چلنا چاہے O

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ قرآن مجید اپنی ذات میں تمام مخلوق کے لیے ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھا سکتے ہیں جو خود بھی سیدھے راستہ پر چلنا چاہتے ہوں۔

التکویر:۲۹ میں فرمایا: اور تم صرف وہی چاہتے ہو جس کو اللہ رب العلمین چاہتا ہے O

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ استقامت کا فعل استقامت کے ارادہ پر موقوف ہے اور یہ ارادہ اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ عطا فرمائے' خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں' امام رازی فرماتے ہیں: یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے' اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ بندہ جس فعل کو اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا فرما دیتا ہے' بندہ کے اختیار کو کسب کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کو خلق کہتے ہیں' بندہ کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے' اس کی تفصیل الدھر:۳۰ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ التکویر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۹ رجب ۱۴۲۶ھ/۴ ستمبر ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ سورۃ التکویر کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۲ ستمبر کو اس سورت کی تفسیر شروع کی تھی' اس طرح تین روز میں اس کی تفسیر مکمل ہوئی۔

اے میرے رب! آپ اس تفسیر کو مکمل کرا دیں اور میری مغفرت فرما دیں۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ الانفطار

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الانفطار ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''انفطرت'' کا لفظ ہے اور اس کا مصدر ''الانفطار'' ہے وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ (الانفطار:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا O

ترتیب مصحف اور ترتیب نزول دونوں اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۲ ہے۔

اس سورت میں حیات بعد الموت پر دلائل دیئے گئے ہیں اور قیامت کے ہولناک مناظر کا ذکر کیا گیا ہے اور مشرکین کو دلائل توحید کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کے اعمال کا شمار کیا جا رہا ہے اور اس کے نیک اور بد اعمال کی جزا دی جائے گی اور لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ اپنے بُرے اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں گے۔

الٰہ العٰلمین! اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں مجھے خطاء سے محفوظ رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۹ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۴ ستمبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

(۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۹ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الانفطار مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انیس آیات اور ایک رکوع ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ○ اور جب سمندر (اپنی جگہ سے)

فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

بہا دیے جائیں گے ○ اور جب قبریں شق کر دی جائیں گی ○ تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے پہلے کیا عمل کیا تھا اور بعد میں کیا

وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ

کیا تھا ○ اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے دھوکے میں رکھا تھا؟ ○ جس نے

خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨

تجھے پیدا کیا، پھر درست کیا، پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا ○ پھر جس صورت میں چاہا تجھے بنا دیا ○

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا

بے شک تم روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہو ○ اور بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں ○ معزز

كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣

لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں تم جو کچھ عمل کرتے ہو ○ بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں ○

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا

اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں ○ وہ روزِ جزاء کو اس میں پہنچیں گے ○ اور وہ اس سے

بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٧ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

چھپ نہیں سکیں گے ○ اور آپ نے کیا سمجھا روزِ جزا کیا ہے؟ ○ پھر آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء

الدِّيْنِ ۝١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩ ع ۱۹

کیا ہے؟ ○ جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اور اس دن تمام احکام اللہ ہی کے لیے ہوں گے ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب آسمان پھٹ جائے گا○ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے○ اور جب سمندر (اپنی جگہ سے) بہا دیئے جائیں گے○ اور جب قبریں شق کر دی جائیں گی○ تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے پہلے کیا عمل کیا تھا اور بعد میں کیا کیا تھا○ (الانفطار: ۵۔۱)

قیامت کے احوال اور آثار کے ذکر سے مقصود انسان کو ڈرانا ہے

الانفطار: ۱ میں فرمایا: جب آسمان پھٹ جائے گا○

آسمان کے پھٹنے کا قرآن مجید کی متعدد آیات میں ذکر ہے:

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا○ (الفرقان: ۲۵) اور جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو لگاتار اتارا جائے گا○

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ○ (الرحمٰن: ۳۷) پس جب آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا○

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ○ (الانشقاق: ۱) اور جب آسمان پھٹ جائے گا○

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

سورۃ الانفطار میں آسمان کے پھٹنے کا ذکر ہے اور دوسری سورت میں آسمان کے کھولنے کا ذکر ہے:

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا○ (النبا: ۱۹) اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے ہو جائیں گے○

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آسمان کے پھٹنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں دروازے بن جائیں گے اور بعض نے کہا: یہ اس سوال کا جواب ہے کہ قیامت کب آئے گی تو فرمایا: جب آسمان پھٹ جائے گا اور یہ تفسیر زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ آیت ڈرانے اور دہلانے کے لیے ہے' اور آسمان کے دروازے کھلنے سے وہ ڈر اور خوف نہیں ہوتا جو آسمان کے پھٹنے سے ہوتا ہے۔

پھر آسمان کے پھٹنے' ستاروں کے جھڑنے' سمندروں کے بہانے' پہاڑوں کو چلانے اور زمین کو ہموار میدان بنانے کے ذکر میں قیامت کے آثار اور احوال کا بیان ہے' اور اس میں یہ اشارہ نہیں ہے کہ ایسا کس وقت ہوگا' کیونکہ اس کے وقوع کے وقت پر مطلع ہونے سے ڈر اور خوف پیدا نہیں ہوگا اور اس کے آثار کے ذکر کرنے سے ڈر اور خوف پیدا ہوگا اور وہ ایسا شدید ہولناک دن ہوگا کہ قوی اور غالب چیزیں بھی اپنی جگہ برقرار نہیں رہیں گی' پہاڑوں' زمینوں اور آسمانوں میں تغیرات برپا ہو جائیں گے:

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ○ (القارعہ: ۵) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے○

سو جب پہاڑوں' زمینوں اور آسمانوں کا یہ حال ہوگا تو ضعیف جسامت والے انسان کا کیا حال ہوگا!

آسمان' زمین اور پہاڑ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہیں اور سرمو نافرمانی نہیں کرتے' وہ قیامت کے دن ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو انسان جو ان کے مقابلہ میں کمزور جسامت کا ہے' اس کے اعمال خبیث ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانیاں کی ہیں' اس کا کیا حال ہوگا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے یہ احوال اور آثار بیان فرمائے تا کہ انسان ان ہولناک آثار پر مطلع ہو کر اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی کرنے اور گناہوں سے باز آ جائے' اس وجہ سے ان

Marfat.com

اُمور کو بیان فرمایا۔

قیامت کے ان احوال کو بیان فرمایا اور یہ نہیں بتایا کہ قیامت کے وقوع کا وقت کیا ہے' اسی وجہ سے انسان کی عمر کی انتہا نہیں بیان کی گئی تا کہ انسان ہر وقت ڈرتا رہے' کہیں اسی وقت اس کی موت نہ آ جائے اور ہر وقت گناہوں سے باز رہے کہ کہیں گناہ کی حالت میں اسے موت نہ آ جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے احوال قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں بیان فرمائے ہیں اور اس کی دو وجہیں ہیں:

(۱) انسان کے دل کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں' بعض اوقات وہ ایک مرتبہ کسی چیز کا ذکر سن کر اثر نہیں لیتا لیکن جب بار بار کسی چیز کا ذکر کیا جائے تو اس کا دل و دماغ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے' بعض دفعہ وہ کسی چیز کا ذکر سرسری طور پر سنتا ہے اور بعض دفعہ وہ اس چیز کو بہت توجہ اور غور سے سنتا ہے اور اثر پذیر ہوتا ہے۔

(۲) اس زمانہ میں لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے اور بار بار وعظ اور نصیحت کے ذکر سے ان کے دل نرم ہوتے تھے اور ان کا ایمان قوی ہوتا تھا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۹۸۔ ۳۹۷' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

الانفطار: ۲ میں فرمایا: اور جب ستارے جھڑ جائیں گے O

ستاروں کے جھڑنے کی توجیہ

ستاروں کا جھڑنا یا اس وجہ سے ہو گا کہ ستاروں کی تخلیق مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے کی گئی تھی' سو جب قیامت کے بعد مخلوق ہی نہیں رہے گی تو ستاروں کی بھی ضرورت نہیں ہو گی کیونکہ اب اندھیری راتوں میں ستاروں سے رہ نمائی حاصل کرنے والا کوئی نہیں ہو گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ستاروں کو آسمان کی زینت کے لیے بنایا گیا ہے تو جب آسمان ہی پھٹ جائیں گے تو ان کی زینت کے لیے ستاروں کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔

الانفطار: ۳ میں فرمایا: اور جب سمندر (اپنی جگہ سے) بہا دیئے جائیں گے O

سمندروں کو بہانے کے محامل

بعض مفسرین نے کہا: تمام سمندروں کا پانی ایک سمندر میں بہا دیا جائے گا' پھر اس سمندر کے پانی کو زمین جذب کر لے گی' پھر اللہ تعالیٰ تمام زمین کو ہموار کر دے گا حتیٰ کہ اس میں کوئی اونچی نیچی جگہ نہیں رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ پہاڑوں سے یا کسی اور چیز سے زمین کو خشک کر دے گا اور بعض مفسرین نے کہا: ہر سمندر کا پانی اپنی جگہ جوش مارے گا اور یہ نہیں ہو گا کہ تمام سمندروں کا پانی کسی ایک سمندر میں جمع ہو جائے۔

امام رازی نے لکھا ہے: اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) سمندروں کے درمیان جو اللہ تعالیٰ نے حاجب اور رکاوٹ بنائی ہے جو بعض سمندروں کو بعض سے ملنے نہیں دیتی' اللہ تعالیٰ وہ رکاوٹ اٹھا لے گا حتیٰ کہ تمام سمندر مل کر ایک سمندر بن جائیں گے اور یہ رکاوٹ زمین میں زلزلہ آنے سے زائل ہو جائے گی (۲) اس وقت سمندر کا پانی ٹھہرا ہوا اور مجتمع ہے' پس جب سمندروں کو بہا دیا جائے گا تو یہ پانی متفرق ہو کر چلا جائے گا (۳) حسن بصری نے کہا: ''فجرت'' کا معنی ہے: سمندر کو خشک کر دیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۷۳)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ (۱) سمندروں کے درمیان جو رکاوٹیں ہیں ان کو زائل کر دیا جائے گا' پھر میٹھا پانی کڑوے پانی کے ساتھ مل کر ایک سمندر بن جائے گا (۲) زمین تمام سمندروں کے پانی کو جذب کر لے گی اور ہموار ہو جائے گی اور تمام زمینیں اس میں برابر ہوں گی کہ اس میں پانی نہیں ہو گا اور زمین کا ہموار ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

Marfat.com

لَا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ؕ (طٰہٰ:۱۰۷) آپ اس زمین میں نہ کہیں موڑ دیکھیں گے نہ اونچ نیچ O

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۱۱۔۱۱۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس آیت سے علامہ آلوسی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ سمندروں کے بہانے سے زمین ہموار ہو جائے گی بلکہ اس آیت کا سیاق وسباق یہ ہے کہ پہاڑوں کو' ریزہ ریزہ کرنے سے زمین ہموار ہو جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا ۙ فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا ۙ لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ؕ (طٰہٰ:۱۰۷۔۱۰۵)

اور وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا O اور زمین کو ہموار اور صاف میدان کر کے چھوڑ دے گا O آپ اس زمین میں نہ کہیں موڑ دیکھیں گے نہ اونچ نیچ O

الانفطار:۴ میں فرمایا: اور جب قبریں شق کر دی جائیں گی O

''بعثرت'' کا معنی ہے: الٹ پلٹ کر دینا یعنی اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دینا' یعنی قبروں کو شق کر کے ان میں سے مُردوں کو زندہ کر کے نکال لیا جائے گا' جیسے یہ آیت ہے:

وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا ۙ (الزلزال:۲) اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی O

الانفطار:۵ میں فرمایا: تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے پہلے کیا عمل کیا تھا اور بعد میں کیا کیا تھا O

انسان کے مقدم اور مؤخر اعمال کے محامل

یعنی تمام لوگ جان لیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اوّل سے لے کر آخر تک کیا عمل کیے تھے اور ان کے اوپر اپنا کوئی عمل مخفی نہیں رہے گا اور بعض مفسرین نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے دنیا میں جو بھی نیک کام کیے تھے یا بُرے کام کیے تھے' قیامت کے دن وہ ان سب کاموں کو جان لے گا اور بعض مفسرین نے کہا کہ اس کے پہلے مقدم کاموں سے وہ کام مراد ہیں جو اس نے خود کیے اور مؤخر کاموں سے وہ کام مراد ہیں جو اس کے نکالے ہوئے طریقہ کے مطابق لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد کیے' خواہ وہ نیک کام ہوں یا بُرے کام ہوں۔

ضحاک نے کہا: جن کاموں کو اس نے مقدم کیا' اس سے مراد فرائض ہیں اور جن کو اس نے مؤخر کیا اس سے مراد ہے: جن فرائض کو اس نے ضائع کر دیا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان کو اس کے ان کاموں کا کب علم ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو ان کاموں کا علم اجمالی تو حشر کے شروع میں ہو جائے گا کیونکہ نیکوکار سعادت کے آثار اور بدکار شقاوت کے آثار اوّل امر میں ہی دیکھ لے گا اور اس کو علم تفصیلی اس وقت ہوگا جب اس کے سامنے اس کا اعمال نامہ پیش کیا جائے گا اور جب اس سے حساب لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے دھوکے میں رکھا تھا؟ O جس نے تجھے پیدا کیا' پھر درست کیا' پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا O پھر جس صورت میں تجھے چاہا بنا دیا O بے شک تم روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہو O اور بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں O معزز لکھنے والے O وہ جانتے ہیں تم جو کچھ عمل کرتے ہو O (الانفطار:۱۲۔۶)

الانفطار:۶ میں فرمایا: اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے دھوکے میں رکھا تھا؟ O

اللہ تعالیٰ کا اپنی کریمی کے تقاضے سے فوراً گناہوں پر سزا نہ دینا اور اس سے انسان کا دھوکا کھانا

تجھے کس چیز نے دھوکے میں رکھا تھا کہ تو نے اپنے رب کی اطاعت اور عبادت سے اعراض کیا اور تو گناہوں کے

Marfat.com

ارتکاب میں مشغول رہا۔

اس آیت میں رب کے ساتھ اس کی صفت کریم کا ذکر فرمایا ہے اور یہی انسان کو دھوکے میں رکھنے کی علت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انسان کے گناہ پر فوراً گرفت نہیں فرماتا اور اس سے درگزر فرماتا ہے' یا اپنی گرفت کو مؤخر فرما دیتا ہے اور اس سے انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ انسان کے گناہوں کو معاف فرماتا رہے گا' ورنہ گناہ کے ارتکاب کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے دیتا تو پھر وہ دوبارہ یا بار بار گناہ نہ کرتا' پس اس کا عذر یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ مجھے بار بار گناہ کرنے پر تیرے کرم نے اُبھارا یا میری جہالت نے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے: اے میرے رب! جہالت' یعنی انسان اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے جہالت کی وجہ سے گناہوں میں مشغول رہتا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق ہے یعنی اے مشرک! تجھے کس چیز نے دھوکے میں رکھا حتیٰ کہ تو نے کہا: اللہ نے تجھ کو تیرے باپ دادا کی تقلید میں بت پرستی کا حکم دیا ہے کیونکہ جب وہ بے حیائی کا کام کرتے تھے تو کہتے تھے: انہیں اللہ نے اس بے حیائی کا حکم دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ (الاعراف: ۲۸)

جب وہ لوگ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔

اے مشرک! کیا تیری طرف رسول کو نہیں بھیجا گیا تھا' کیا تیری طرف کتاب نہیں نازل کی گئی تھی' تجھ پر واضح نہیں ہو گیا کہ اللہ نے تجھے کس چیز کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے تجھے روکا ہے؟

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

الانفطار: ۷ میں فرمایا: جس نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا' پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا O

انسان کی تخلیق کی تفصیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت کا اظہار فرمایا ہے کہ اس نے ماں کے پیٹ کے تین اندھیروں میں انسان کی تخلیق کی' جہاں کوئی انسان کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا اور انسان پر اپنی اس نعمت کا اظہار فرمایا تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کی مخالفت اور اس کی نافرمانی سے باز آئے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا بیان ہے تاکہ اس سے انسان جان لیں کہ ان کو عبث اور بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا کیونکہ جو اپنی حکمت اور قدرت سے انسان کو پیٹ کے تین اندھیروں میں پیدا فرماتا ہے وہ اپنی مخلوق کو عبث اور فضول پیدا نہیں فرما سکتا بلکہ اس نے اپنی مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان کو نیک باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجے اور ان پر آسمانی کتابوں کو نازل کرے' جن کی اتباع کرنے کو ان پر لازم کرے اور جب لوگ ان کی اتباع کرنے سے اعراض کریں اور ان کی پیروی کو ترک کریں تو ان کو سزا دے۔

اس کے بعد فرمایا: پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا یعنی تجھے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کیا کیونکہ انسان اصل میں اپنے باپ کی پشت میں ایک گندہ قطرہ تھا' پھر اس گندے قطرہ کو اس کی ماں کے رحم میں منتقل کیا' پھر اس کو نطفہ بنایا' پھر اس کو جمے ہوئے خون کی طرف منتقل کیا' پھر اس کو گوشت کا ٹکڑا بنایا اور اس کو ہڈیاں پہنائیں اور اس کے تمام اعضاء بنائے اور اس کی بہترین صورت بنائی اور یہ نعمت ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنا عظیم

Marfat.com

احسان فرمایا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

الانفطار: ۸ میں فرمایا: پھر جس صورت میں چاہا تجھے بنا دیا O

اللہ تعالیٰ کا انسان کو معتدل صورت بنانا

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے اس صورت میں بنا دیا' جس صورت میں تو اب ہے' اس نے تجھے کسی حیوان کی صورت میں نہیں بنایا' اس میں عقل اور تمیز رکھی جس سے وہ نفع اور نقصان کو پہچان سکتا ہے اور اس کو ایسی صورت میں بنایا کہ آسمانوں اور زمینوں اور حیوانوں کو اس کے لیے مسخر کر دیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ (لقمان: ۲۰)

اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم کو وافر مقدار میں دے رکھی ہیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا O (بنی اسرائیل: ۷۰)

ہم نے اولادِ آدم کو بہت عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریوں میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے روزی دی اور ان کو بہت ساری مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی O

سب چیزیں انسان کے لیے مسخر کی ہیں اور انسان کو کسی چیز کے لیے مسخر نہیں کیا اور اس کو یہ نعمتیں اس لیے یاد دلائی ہیں کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے۔

امام رازی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء معتدل بنائے' ایسا نہیں کیا کہ ایک ہاتھ بڑا اور دوسرا ہاتھ چھوٹا ہوتا' یا ایک ٹانگ بڑی ہوتی اور دوسری چھوٹی ہوتی' اسی طرح ایک آنکھ بڑی ہوتی اور دوسری چھوٹی ہوتی' اسی طرح اس کی ہڈیاں' اس کے اعصاب اور اس کی شریانیں سب بہترین حکمت پر بنائی گئی ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور قوت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی کو ترک کرے اور اس کی اطاعت اور عبادت کی طرف سبقت کرے۔

الانفطار: ۹ میں فرمایا: بے شک تم روزِ جزا کو جھٹلاتے ہو O

روزِ جزاء کی تکذیب کے محامل

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) میں نے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں' تم ان نعمتوں کو ان کے مقاصد میں میری ہدایت کے مطابق خرچ نہیں کرتے' بلکہ تم روزِ جزاء کی تکذیب کرتے ہو۔

(۲) تم اللہ تعالیٰ کے کرم سے دھوکا نہ کھاؤ' حالانکہ تم گناہوں سے باز نہیں آتے بلکہ تم روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہو۔

(۳) جیسے تمہارا گمان ہے کہ نہ کوئی مرنے کے بعد زندہ ہوگا نہ کسی کو حساب و کتاب کے لیے محشر میں لایا جائے گا' اس طرح نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عبث اور بے کار پیدا کیا ہے اور تم اس نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے' بلکہ تم اس کو جھٹلاتے ہو۔

اس آیت میں ''دین'' کا لفظ ذکر فرمایا ہے' اس جگہ ''دین'' سے مراد حساب بھی ہے یعنی تم روزِ حساب کی تکذیب کرتے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''دین'' سے مراد دینِ اسلام ہو۔

الانفطار: ۱۲-۱۰ میں فرمایا: اور بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں O معزز لکھنے والے O وہ جانتے ہیں تم جو کچھ عمل کرتے

Marfat.com

ہو○

''کراماً کاتبین'' کے اعمال بنی آدم لکھنے کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے مختلف فرشتوں کے ذمہ مختلف کام لگائے ہوئے ہیں' جیسے حضرت عزرائیل کے ذمہ روح قبض کرنا لگایا ہے اور حضرت میکائیل کے ذمہ رزق پہنچانا ہے اور بعض فرشتوں کے ذمہ یہ ہے کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر دیکھیں کہ کہاں اللہ کے بندے اس کا ذکر کر رہے ہیں' ان کو ملائکہ سیاحین کہا جاتا ہے اور اسی طرح بعض فرشتوں کو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے ان کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے' ان فرشتوں کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر اس لیے مامور کیا ہے تاکہ ان کا لکھا ہوا قیامت کے دن انسان پر حجت ہو جائے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کفار کے اعمال کو بھی فرشتے لکھتے ہیں یا نہیں کیونکہ وہ تو صرف بُرے کام کرتے ہیں نیک کام نہیں کرتے' اس لیے بعض علماء نے کہا: ان کے اعمال کو لکھنے والے فرشتے نہیں ہیں' اور بعض نے کہا: ان کے لیے بھی لکھنے والے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۲۵﴾ (الحاقہ: ۲۵) اور رہا وہ شخص جس کو اس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' پس وہ کہے گا: اے کاش! مجھ کو یہ صحیفہ نہ دیا جاتا○

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ (الانشقاق: ۱۰-۱۱) اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا○ تو وہ عنقریب موت کو پکارے گا○

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جو فرشتہ کافر کی دائیں جانب ہوتا ہے وہ کیا کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بائیں جانب کے لکھے ہوئے پر گواہ ہوتا ہے۔

سفیان سے سوال کیا گیا کہ جب بندہ نیک یا بدعمل کرتا ہے' اس کا فرشتوں کو علم ہونا تو ظاہر ہے لیکن جب نیک یا بدعمل کا ارادہ کرتا ہے' اس کا فرشتوں کو کیسے علم ہوتا ہے؟ سفیان نے جواب دیا: جب بندہ نیک عمل کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے مُشک کی خوشبو آتی ہے اور جب وہ بُرے عمل کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے سخت ناگوار بدبو آتی ہے۔

مسلمانوں کا بُرے کام کرنا کفار کے بُرے کام کرنے سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ مسلمانوں کو علم ہے کہ ان کے اعمال کی حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو ان کے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں' اس کے باوجود جب وہ بُرے کام کریں تو یہ زیادہ قابل ملامت ہے کیونکہ کفار کو تو اس پر ایمان نہیں ہے کہ ان کے تمام اعمال کو فرشتے لکھ رہے ہیں۔

کراماً کاتبین قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے الگ ہو جاتے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ برہنہ ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے رہتے ہیں جو صرف قضاء حاجت کے وقت تم سے جدا ہوتے ہیں اور جس وقت مرد اپنی بیوی کے ساتھ عمل تزویج کرتا ہے' سو تم فرشتوں سے حیاء کرو اور ان کی تکریم کرو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۸۰۰)

امام بزار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو برہنہ ہونے سے منع فرماتا ہے' سو تم ان فرشتوں سے حیا کرو' جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں' وہ کراماً کاتبین ہیں جو تین اوقات کے سوا تم سے جدا نہیں ہوتے' قضاء حاجت کے وقت' جنابت کے وقت اور غسل کے وقت۔

امام ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت باہر

Marfat.com

نکلے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو جنگل میں نہا رہا تھا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور کراماً کاتبین کا اکرام کرو' جو دو حالتوں کے سوا ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے ہیں' جب انسان بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ ہو' کیونکہ اللہ نے ان کا نام کرام رکھا ہے' وہ ایسی حالتوں میں دیوار یا اوٹ کے پیچھے جاتے ہیں اور انسان کی طرف نہیں دیکھتے۔

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے جب ایسا صحیفہ اللہ کے پاس لے کر جائیں جس کے اوّل اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان میں لکھی ہوئی چیزوں کو بخش دیتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۰۳-۴۰۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں ○ اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں ○ وہ روزِ جزاء کو اس میں پہنچیں گے ○ اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے ○ اور آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء کیا ہے؟ ○ پھر آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء کیا ہے؟ ○ جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا' اور اس دن تمام احکام اللہ ہی کے ہوں گے ○ (الانفطار: ۱۹-۱۳)

الانفطار: ۱۴-۱۳ میں فرمایا: بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں ○ اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں ○

''ابرار'' کا معنی اور مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہ ہونا

اس سے پہلی آیات میں بتایا تھا کہ کراماً کاتبین بنو آدم کے تمام اعمال لکھ رہے ہیں اور ان آیتوں میں ان عمل کرنے والوں کے اُخروی اعمال کو بیان فرمایا ہے۔

ان آیتوں میں ''ابرار'' کا ذکر فرمایا ہے اور ''ابرار'' کا معنی ہے: بر (نیکی) کرنے والے اور ''بر'' کا بیان اس آیت میں ہے:

بر (نیکی) صرف یہ نہیں ہے کہ تم مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف منہ کر لو بلکہ حقیقت میں نیکوکار وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخر پر اور فرشتوں پر اور کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان لائے' اور جو مال سے محبت رکھنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والوں کو مال دے اور غلاموں کو آزاد کرے اور پابندی سے نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور جب کوئی عہد کرے تو اس کو پورا کرے' تنگ دستی' دکھ درد اور جنگ کے وقت صبر کرے یہی وہ لوگ ہیں جو صادق ہیں اور یہی متقی ہیں ○ (البقرہ: ۱۷۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بر اور تقویٰ اور ابرار اور متقین دونوں سے مراد واحد ہے اور جو ان تمام اوصاف سے متصف ہو وہ نیکوکار اور متقی ہے۔

معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ: اور بدکار ضرور دوزخ میں ہیں (الانفطار: ۱۴) اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے (الانفطار: ۱۶)۔

یہ آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مرتکب گناہِ کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' کیونکہ مرتکبِ کبیرہ فاجر ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فجار ضرور دوزخ میں ہیں اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے' لیکن ہمارے نزدیک مؤمن مرتکبِ کبیرہ فاجر نہیں ہے' فاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کرے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۞ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۞ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۞

بے شک فجار کا صحیفہ اعمال سجین میں ہے ○ اور آپ کیا سمجھے کہ سجین کیا ہے؟ ○ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے ○ وہ لوگ جو روزِ جزاء کی

Marfat.com

تکذیب کرتے ہیں O (المطففین: ۱۱۔۷)

پس فجار کے عموم میں مؤمنین مرتکبین کبائر داخل نہیں ہیں اور اگر بالفرض مؤمن مرتکبِ کبیرہ کو دوزخ میں داخل کیا جائے تو وہ تھوڑا عرصہ تطہیر کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا' بعد میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

الانفطار: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: وہ روزِ جزاء کو اس میں پہنچیں گے O اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے O

جنت کا ثواب اور دوزخ کا عذاب غیر منقطع ہے

یہ آیت اہلِ نار اور اہلِ جنت دونوں کی طرف راجع ہے' پس اہلِ جنت' جنت سے غائب نہیں ہوں گے اور اہل دوزخ' دوزخ سے غائب نہیں ہوں گے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک دن جنت کا ثواب ختم ہو جائے گا اور اسی طرح ایک دن دوزخ کا عذاب ختم ہو جائے گا' ہم کہتے ہیں کہ اگر جنت کا ثواب ایک دن ختم ہو جائے تو جنتی جنت میں خوش اور راضی نہیں رہیں گے کیونکہ ان کو معلوم ہوگا کہ ایک دن یہ عیش ختم ہونے والا ہے' اسی طرح اگر ایک دن دوزخ کا عذاب ختم ہو جائے تو دوزخی دوزخ میں مطمئن اور خوش رہیں گے کہ ایک دن یہ عذاب ختم ہونے والا ہے اور یہ چیز قرآن مجید کی بہت آیتوں کے خلاف ہے۔

الانفطار: ۱۸۔۱۷ میں فرمایا: اور آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء کیا ہے؟ O پھر آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء کیا ہے؟ O

روزِ جزاء کے ادراک کی نفی کا محمل

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ ھ فرماتے ہیں:

آپ اپنی عقل سے یومِ جزاء کو نہیں جانتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا' اور بعض مفسرین نے کہا: یہ اس دن کی تعظیم اور اس کے ہول ناک ہونے کی وجہ سے فرمایا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۰۲)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے خطاب میں اختلاف ہے' بعض مفسرین نے کہا: اس آیت میں کافر سے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے لیے خطاب ہے اور اکثر مفسرین نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور آپ سے یہ خطاب اس لیے فرمایا کہ نزولِ وحی سے پہلے آپ کو علم نہیں تھا کہ یوم جزاء کیا ہے۔

اس آیت میں دوبارہ فرمایا ہے: آپ نے کیا سمجھا کہ روزِ جزاء کیا ہے' کیونکہ پہلی بار کا خطاب اہلِ دوزخ کے لیے ہے اور دوسری بار کا خطاب اہلِ جنت کے لیے ہے' گویا کہ فرمایا: آپ نے کیا سمجھا کہ فجار کے ساتھ قیامت کے دن کیا معاملہ کیا جائے گا اور ابرار کے ساتھ قیامت کے دن کیا معاملہ کیا جائے گا اور ''یوم الدین'' کا دوبارہ ذکر اس کی اہمیت اور تعظیم کی وجہ سے کیا گیا۔

الانفطار: ۱۹ میں فرمایا: جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا اور اس دن تمام احکام اللہ ہی کے لیے ہوں گے O

اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت کی ممانعت

یہ وہ دن ہے جس میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی اور انبیاء علیہم السلام بہت لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے اور جب ایسا ہوگا تو ایک شخص دوسرے شخص کے لیے کسی چیز کا مالک ہوگا اور وہ شفاعت ہے تو پھر اس آیت کیا توجیہ ہوگی؟ اس

Marfat.com

کی حسب ذیل توجیہات ہیں:
(۱) کفار اپنے بتوں سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ مصائب میں ان کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کے رد میں نازل فرمائی ہے' کفار جو اپنے بتوں سے مصائب دور کرنے کی توقع رکھتے تھے' اس کے متعلق یہ آیت ہے:

إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ (العنکبوت: ۲۵)

(ابراہیم نے کہا:) تم نے اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پرستش کی ہے تم نے اس کو آپس میں دنیاوی دوستی کی بنیاد بنالیا ہے' پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ میں ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا○

(۲) اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا مگر جب اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن دے گا تو پھر وہ شفاعت کریں گے' جس طرح اس آیت میں ارشاد ہے:

لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا○ (النبا: ۳۸)

رحمان کے اذن کے بغیر کوئی بات نہیں کر سکے گا اور وہ درست بات کرے گا○

(۳) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مالک بنائے بغیر کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔
نیز فرمایا: اور اس دن تمام احکام اللہ ہی کے لیے ہوں گے' یعنی بغیر کسی تنازع کے' اور ہر وقت میں تمام احکام اللہ ہی کے لیے ہوتے ہیں لیکن دنیا میں ظالم لوگ اس میں تنازع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام چلاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے لھو ولعب' خواتین کے لیے بے حجاب نکلنے اور مرد و زن کے مخلوط اجتماعات اور رقص اور فحاشی کی ممانعت اور مذمت کی ہے اور اس دور کے حکمران ترقی کے نام پر اس کو رواج دے رہے ہیں اور عوام کو اس کی ترغیب دے رہے ہیں اور میوزک کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام کو جاری کرنا ہے' علم' سائنس اور تکنیکی مہارت کے حصول کے بجائے بسنت منانے' میراتھن دوڑ اور فحش کام منانے کی ترویج اور اشاعت پر زور دے رہے ہیں۔

سورۃ الانفطار کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج یکم شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۷ ستمبر ۲۰۰۵ء بہ روز بدھ بعد از نمازِ عصر الانفطار کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب! اس تفسیر کو مکمل کرادے اور اس کو قیامت تک کے لیے مرغوب اور فیض آفریں بنادے اور میری مغفرت فرمادے۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین
وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سورة المطففين

سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف

اس سورت کا نام المطففین ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۙ (المطففین: ۱) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے○

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

ابن الفرس نے کہا ہے کہ یہ سورت مکی ہے کیونکہ اس میں ''اساطیر'' کا ذکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے کیونکہ اہل مدینہ ناپ تول میں بہت زیادہ کمی کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کے سوا اس کی باقی آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قوم نے کہا: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام نسائی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ خراب تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ'' (المطففین: ۱) تو پھر وہ عمدہ طریقہ سے ناپ طول کرنے لگے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۶۷' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

(السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۹۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۳۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۰۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۲)

تاہم ہمارے مصاحف میں اس سورت کو مکی لکھا گیا ہے' ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۳ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۶ ہے' یہ سورۃ العنکبوت کے بعد اور سورۃ البقرۃ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورة المطففين کی سورۃ الانفطار کے ساتھ مناسبت

(۱) سورۃ الانفطار کے آخر میں فرمایا تھا:

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـئًا ؕ (الانفطار: ۱۹) جس دن کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہو گا۔

اس آیت میں نافرمانی کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے کہ کوئی شخص ان کی شفاعت نہیں کر سکے گا اور سورۃ المطففین میں بھی نافرمانی کرنے والوں کے لیے وعید ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۙ (المطففین: ۱) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے○

Marfat.com

(۲) ان دونوں سورتوں میں قیامت کے دہشت ناک اُمور اور اس کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۳) سورۃ الانفطار میں بندوں کے اعمال لکھنے والے فرشتوں (کراماً کاتبین) کا ذکر فرمایا تھا۔ (الانفطار: ۱۱۔۱۰) اور اس سورت میں فرمایا ہے: "کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ" (المطففین: ۲۰) وہ ایک لکھا ہوا صحیفہ ہے۔

سورۃ المطففین کے مشمولات

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر کیا گیا ہے' خصوصاً قیامت کے احوال اور اھوال کا ذکر فرمایا ہے اور ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔

☆ المطففین: ۶۔۱ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید وعید کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ المطففین: ۱۷۔۷ میں بتایا ہے کہ فساق اور فجار کا اعمال نامہ سجین میں لکھا ہوا ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہے۔

☆ المطففین: ۲۸۔۱۸ میں بتایا ہے کہ ابرار اور نیکوکار کے صحائف اعلیٰ علیین میں لکھے ہوئے اور وہ فساق اور فجار کے صحائف سے ممتاز ہیں۔

☆ المطففین: ۳۶۔۲۹ میں بتایا ہے کہ دنیا میں کفار مؤمنین کے ایمان لانے کا مذاق اُڑاتے تھے اور ان پر ہنستے تھے اور آخرت میں جب مؤمنین کفار کو دوزخ کے عذاب میں گرفتار دیکھیں گے تو وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے۔

سورۃ المطففین کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ المطففین کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۸ ستمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورۃ المطففین مکیۃ ۸۳ ۳۶ آیاتہا　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　رکوعہا ۱

سورۃ المطففین مکی ہے　اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے　اس میں چھتیس آیات اور ایک رکوع ہے

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَۙ ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۲﴾

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے○ وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں○

وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ﴿۳﴾ؕ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓـئِكَ

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں○ کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ

اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَۙ ﴿۴﴾ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍۙ ﴿۵﴾ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ

ان کو (مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا؟○ بہت بڑے دن میں○ جب سب لوگ رب العلمین

لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۶﴾ؕ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ ﴿۷﴾ؕ

کے سامنے کھڑے ہوں گے○ بے شک کافروں کا صحیفہ اعمال سجین میں ہے○

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا سِجِّيۡنٌ ﴿۸﴾ؕ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ﴿۹﴾ؕ وَيۡلٌ يَّوۡمَـئِذٍ

اور آپ کیا سمجھے کہ سجین (والا صحیفہ) کیا ہے؟○ وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے○ تکذیب کرنے والوں کے

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَۙ ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۱۱﴾ؕ وَمَا

لیے شدید عذاب ہے○ جو روزِ جزاء کی تکذیب کرتے ہیں○ اس دن

يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا

کی تکذیب صرف سرکش گنہ گار کرتا ہے○ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو

قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳﴾ؕ كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ

وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں○ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے (برے) کاموں نے

مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَـئِذٍ

ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا○ بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار)

Marfat.com

لَّمَحْجُوبُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ

سے محروم ہوں گے O پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں پہنچیں گے O پھر (ان سے) کہا جائے گا:

هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ

یہ ہے وہ عذاب جس کی تم تکذیب کرتے تھے O بے شک نیکو کاروں کا صحیفہ اعمال

لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾

ضرور علیین میں ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ علیین کیا ہے O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ

جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیں O بے شک نیکو کار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں O عزت والی مسندوں پر بیٹھے

يَنْظُرُونَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ

دیکھ رہے ہیں O آپ ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچان لیں گے O ان کو مہر لگی ہوئی

مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

شفاف شراب پلائی جائے گی O اس کی مہر مشک ہے اور اسی میں رغبت کرنے والوں

الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا

کو رغبت کرنی چاہیے O اور اس میں (چشمہ) تسنیم کی آمیزش ہے O اس چشمہ سے مقربین

الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِينَ اَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا

پیتے ہیں O بے شک مجرمین (دنیا میں) مومنوں پر ہنستے

يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوٓا

تھے O اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے تھے O اور جب اپنے

اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

گھروں کو جاتے تو ہنسی خوشی لوٹتے O اور جب وہ (کفار) مومنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ

Marfat.com

لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ

ضرور گم راہ ہیں O حالانکہ یہ (کفار) ان (مؤمنوں) پر نگہبان نہیں بنائے گئے O پس آج مؤمنین

اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

کافروں پر ہنس رہے ہیں O عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں O

ع ۱ ۳۶ ۸ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کفار کو اپنے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے؟ O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں O اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں O (المطففین: ۳۔۱)

''مطففین'' کا معنی اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق احادیث

المطففین: اس میں ''ویل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ان کو آخرت میں شدید عذاب ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہنم میں ''ویل'' نام کی ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ بہ کر آئے گی۔

''المطففون'' کا معنی ہے: وہ لوگ جو ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں' بعض علماء نے کہا: ''تطفیف'' پیمائش اور وزن میں بھی ہوتی ہے اور وضو اور نماز اور حدیث میں بھی ہوتی ہے۔ امام مالک نے کہا: ہر چیز میں پورا پورا دینا بھی ہے اور کم کر کے دینا بھی ہے۔

اہل لغت نے کہا ہے: ''المطفف'' ''تطفیف'' سے ماخوذ ہے اور ''طفیف'' کا معنی ہے: قلیل اور ''مطفف'' وہ شخص ہے جو اپنے صاحب کو وزن یا پیمائش میں اس کے حق سے کم دے۔

ناپ تول میں کمی کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ خبیث تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ'' (المطففین: ۱) پھر وہ عمدہ طریقہ سے ناپ تول کرنے لگے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۵۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲۳' صحیح ابن عباس رقم الحدیث: ۴۹۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۳۳' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۰۴۱' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۲)

امام ابن سعد' امام بزار اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا عامل بنایا' جب وہ خیبر کی طرف گئے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ'' تو میں نے کہا: فلاں شخص ہلاک ہوگیا' اس کے پاس ایک صاع (چار کلو اناج کا پیمانہ) ہے' جس سے وہ ناپ کر دیتا ہے اور ایک دوسرا صاع ہے جس سے وہ ناپ کر لیتا ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک شخص کسی ناپ تول کرنے والے کو ملازم رکھے اور اس کو علم ہو کہ یہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو اس کا گناہ اس کے اوپر ہوگا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۱۷' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۰۷ طبع جدید)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو: (۱) جس قوم میں بھی بے حیائی ظاہر ہوتی ہے' حتیٰ کہ وہ برسرعام بے حیائی کے کام کریں تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ بیماریاں جوان کے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں (۲) اور جو قوم بھی ناپ طول میں کمی کرتی ہے' اس پر قحط آ جاتا ہے اور افلاس چھا جاتا ہے اور ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں (۳) اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتے' وہ آسمان کی بارش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور اگر حیوانات نہ ہوتے تو ان پر بالکل بارش نہ ہوتی (۴) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں' ان کے اوپر ان کے مخالف دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے وہ ان کے ہاتھوں سے مال چھین لیتا ہے (۵) اور جو ائمہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کو ترجیح نہیں دیتے' اللہ تعالیٰ ان میں ایک دوسرے کا خوف پیدا کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۹' تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۶۳۶' الدرالمنثور ج ۸ ص ۴۰۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ انہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا O بہت بڑے دن میں O جب سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے O بے شک کافروں کا صحیفہ اعمال سجین میں ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ سجین (والا صحیفہ) کیا ہے O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O تکذیب کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O جو روزِ جزاء کی تکذیب کرتے ہیں O اس دن کی تکذیب صرف سرکش گنہ گار کرتا ہے O (المطففین: ۱۲۔۴)

المطففین: ۶۔۴ میں فرمایا: کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا O بہت بڑے دن میں O جب سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے O

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ملامت

المطففین: ۴ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے حال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ کس قدر دیدہ دلیری سے ناپ تول میں کمی کر رہے ہیں' گویا ان کے دلوں میں ناپ تول میں کمی کرنے کے متعلق کوئی خطرہ اور کوئی کھٹکا نہیں ہے اور ان کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور ناپ تول میں کمی کرنے کے متعلق ان سے سوال کیا جائے گا' یعنی ان کو ناپ تول میں کمی کرنے پر عذاب کا یقین ہی نہیں ہے' اگر انہیں اس پر عذاب کا یقین ہوتا تو وہ اس فعل سے باز آ جاتے۔

المطففین: ۵ میں جو ''یوم عظیم'' فرمایا ہے' اس سے مراد قیامت کا دن ہے یا یومِ جزاء ہے۔

المطففین: ۶ میں فرمایا ہے: جب سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے O اس دن کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قیامت کے دن گرمی کی شدت سے پسینہ آنے کے مختلف احوال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المطففین: ۶ کی تفسیر میں فرمایا: حتیٰ کہ اس دن ایک شخص اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائے گا O

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۳۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۷۸)

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج کو لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کی مقدار پر ہوگا (سلیم بن عامر نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس میل سے کیا مراد ہے)' پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے اپنے پسینہ میں ہوں گے' کسی کے ٹخنوں تک

Marfat.com

پسینہ ہوگا اور کسی کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا اور کسی کی کوکھوں تک پسینہ ہوگا اور بعض وہ لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام بنا ہوا ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۶۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۔۳' المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۶۰۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کا دن مؤمن پر آسان کر دیا جائے گا حتیٰ کہ جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن اس پر گزر جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۷۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۳۹۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمن پر قیامت کا دن فرض نماز کے وقت کی مقدار آسان کر دیا جائے گا۔

اور اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۶۳۔۶۲)

سنو! اولیاء اللہ پر (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے ۝ جو لوگ ایمان لائے اور وہ (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے ۝

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے جود اور لطف سے ہمیں بھی ان مقرب لوگوں کے گروہ میں شامل کر لے۔

اس سے پہلے صحیح البخاری (۴۹۳۸) کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ میدانِ حشر میں لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے' دوسرا قول یہ ہے: لوگ ایک دوسرے سے اپنے دنیاوی حقوق لینے کے لیے کھڑے ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ لوگ اللہ کے سامنے فیصلہ کے لیے کھڑے ہوں گے۔

مخلوق کی تعظیم کے لیے قیام کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اللہ کے سامنے جو بندے کھڑے ہوں گے وہ تعظیم عبودیت کے لیے کھڑے ہوں گے' رہا بندوں کا بندوں کے سامنے کھڑا ہونا' سو اس میں اختلاف ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور بعض احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے' عدم جواز کی احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اور صحابہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ آپ کو یہ پسند نہیں ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۵۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے باہر آئے' ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح بعض عجمی بعض عجمیوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۳)

قیام تعظیم کی ممانعت کے محامل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قیام کو ناپسند فرماتے تھے' اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم متکبرین اور جابروں کی عادت کی مخالفت کرنے کے لیے اپنے لیے قیام کو ناپسند فرماتے تھے' بلکہ آپ

Marfat.com

نے عام عربوں کی عادت پر قائم رہنے کو اختیار فرمایا کہ وہ اپنے کھڑے ہونے' بیٹھنے' کھانے پینے' لباس پہننے' چلنے اور باقی کاموں میں تکلف نہیں کرتے تھے کیونکہ روایت ہے' آپ نے فرمایا: میں او میری امت کے متقین تکلف سے بَری ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ العراقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام دار قطنی نے ''الافراد'' میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۶ ص ۲۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' کشف الخفاء ج ۱ ص ۲۰۵)

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کراہیت کی وجہ یہ ہو کہ آپ کی محبت کا تقاضا اتحاد تھا' جو تکلف نہ کرنے کا موجب ہے اور امام ابو حامد نے کہا ہے کہ جب اتحاد مکمل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان صحبت کے حقوق میں تخفیف ہو جاتی ہے اور قیام اور عذر پیش کرنا اور حمد و ثنا کرنا' ہر چند کہ صحبت کے حقوق میں سے ہیں لیکن ان کے ضمن میں ایک قسم کی اجنبیت اور تکلف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کی تعظیم کے لیے قیام کرنے یا قیام نہ کرنے کا حکم' زمانہ' اشخاص اور احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔

سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد کی جس حدیث میں یہ ارشاد ہے: جو شخص اس سے خوش ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں' اس کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے' یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو اپنی بڑائی کو ظاہر کرنے کے لیے یہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں' لیکن جب وہ اپنی بڑائی کو طلب نہ کرے اور لوگ از خود طلب ثواب کے لیے اس کے سامنے کھڑے ہوں یا اپنی تواضع کے اظہار کے لیے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے باہر آئے تو ہم آپ (کی تعظیم) کے لیے کھڑے ہو گئے' آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں' یعنی لوگ ان کے مال اور ان کے منصب کی وجہ سے ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے' جب کہ صرف علم اور تقویٰ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۴۷۷۔۴۷۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام کے استحسان میں احادیث اور آثار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو ماننے پر تیار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا' وہ قریب سے ایک دراز گوش پر سوار ہو کر آئے' جب وہ قریب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۶۲۔۴۱۲۱۔۳۸۰۴۔۳۰۴۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۶۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توبہ قبول ہونے کا اعلان کر دیا (الیٰ قولہ) تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور دوڑتے ہوئے آئے حتیٰ کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ کی قسم! حضرت طلحہ کے علاوہ مہاجرین میں سے اور کوئی کھڑا نہیں ہوا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب التوبہ۔ باب: ۹۔ رقم حدیث الباب: ۵۳۔ رقم بلا تکرار: ۲۷۶۹۔ الرقم المسلسل: ۶۸۸۳' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۹۲۸)

حضرت عمر بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں آپ کے رضاعی والد آ گئے' آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنا کپڑا بچھایا' سو وہ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ کی رضاعی والدہ آ گئیں تو آپ نے اس کپڑے کو دوسری جانب سے ان کے لیے پھاڑ دیا' وہ اس پر بیٹھ گئیں' پھر آپ کے رضاعی بھائی آ گئے'

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن میرے حجرے میں تھے' انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت کھڑے ہو گئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے گئے' اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ پشت دیکھا' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۳۲' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۴۲۸)

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے اور بیٹھنے میں اور آپ کی سیرت میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر آپ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی مجلس میں بٹھاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اپنی مجلس سے کھڑی ہو جاتیں' آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی مجلس میں بٹھاتیں۔ الحدیث (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۱۷' الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث: ۹۹۹' مسند احمد ج ۸ ص ۲۸۲' شعب الایمان رقم الحدیث: ۸۹۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے کلام فرماتے تھے پس جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ آپ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۴۶۷۔ رقم الحدیث: ۸۹۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نیک مسلمانوں سے تھے' جب وہ یمن سے لوٹ کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہو گئے' ان کو گلے لگایا اور فرمایا: مہاجر سوار کو خوش آمدید ہو۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۸۔ رقم الحدیث: ۳۷۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔

(اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۴۲' بیروت' الاصابہ ج ۱ ص ۵۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اجلال اور تعظیم سے یہ ہے کہ جس مسلمان کے سفید بال ہوں اس کا اکرام کیا جائے (بزرگوں کی تعظیم کی جائے) اور جو قرآن کا حافظ عالم ہو اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس سے بے وفائی نہ کرتا ہو (عالم باعمل ہو)' اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی تعظیم کی جائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۳)

عالم باعمل یا کسی بزرگ متقی کی آمد پر کھڑے ہو جانا بھی اس کی تعظیم ہے' اسی طرح کسی عادل حاکم کے لیے کھڑے ہونا بھی اس کی تعظیم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے ان کے حسب مراتب سلوک کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۴۲)

یعنی فساق فجار کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو اور علماء دین اور مشائخ عظام اور اپنے والدین کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔

حضرت ابن السرح رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے ہمارے چھوٹوں

Marfat.com

پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانا پس وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲' المستدرک ج ۴ ص ۱۷۸' کنز العمال رقم الحدیث: ۵۹۷۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۲۰۹۸' المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل' پاکستان)

ان احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص بڑا ہو اس کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے' خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بڑا ہو یا علم وفضل کے اعتبار سے بڑا ہو یا زہد وتقویٰ کے لحاظ سے بڑا ہو اور اس کے آنے پر کھڑے ہو جانا بھی اس کی تعظیم وتوقیر ہے۔

اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ متکبر شخص ہے اور اس کے لیے قیام کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے' اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے یا وہ اپنے دل میں اس کا بڑا مرتبہ سمجھتا ہے تو اس کے لیے تعظیماً قیام کرنا مکروہ ہے' البتہ اولاد کا والد کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا' یا شاگرد کا استاذ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا یا کسی نیک دوست یا منعم کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا صحیح ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو بلوا کر فرمایا: اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان کے مرتبہ کے اظہار کے لیے تھا اور حضرت معاذ خود کو بڑا نہیں سمجھتے تھے' اس لیے یہ قیام جائز اور مستحسن ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی شخص سے جائز امید ہو یا آنے والا شخص اس کی کسی پریشانی کو دور کر دے تو اس کی تعظیم کے لیے قیام کرنا جائز ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

قیام تعظیمی میں اختلاف ہے' اگر کوئی شخص اپنے آپ کو تعظیم کا مستحق سمجھتا ہو اور اس کا منتظر ہو کہ اس کے لیے قیام کیا جائے تو اس کے لیے قیام کرنا ممنوع ہے اور اگر کسی کے آنے سے خوشی ہو یا اور دیگر صحیح اسباب کی وجہ سے قیام کیا جائے تو پھر جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۲۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے لیے فرمایا: ''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو'' اس ارشاد میں اصحابِ فضیلت کی تکریم ہے' اور جب وہ آئیں تو ان کے آنے پر کھڑے ہونے کی تعلیم اور تلقین ہے' جمہور علماء نے اس حدیث سے قیام تعظیم کو ثابت کیا ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ یہ وہ قیام نہیں ہے جو ممنوع ہے' جو قیام ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور جب تک وہ بیٹھا رہے لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اصحابِ فضیلت جب آئیں تو ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مستحب ہے' اس کے ثبوت میں بہت احادیث ہیں اور اس کی ممانعت میں کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے اور میں نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں احادیث اور عبارات علماء کو جمع کیا ہے اور مانعین کے توہمات کا ازالہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۸ ص ۴۸۸۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' الاذکار ج ۱ ص ۳۰۹۔ ۳۰۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت سعد کی حدیث سے ثابت ہوا کہ سربراہِ مملکت کو مسلمان بزرگ کی تعظیم کا حکم دینا چاہیے اور سربراہِ مملکت کی مجلس میں اربابِ فضیلت کی تکریم کرنا اور ان کے لیے قیام کرنا مشروع ہے اور تمام لوگوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگ کے آنے پر اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ علامہ ابن الحاج مالکی قیامِ تعظیم کا انکار کرتے ہیں' اور علامہ نواوی کے دلائل کا رد کرتے ہیں' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طویل بحث کو نقل کیا ہے اور آخر میں ان کے درمیان محاکمہ کر کے یہ لکھا ہے:

اگر قیام کے ترک کرنے پر کوئی خرابی یا شر مرتب ہو تو قیام کو ترک کرنا ممنوع ہے یا اس سے کسی کی توہین ہوتی ہو تو بھی قیام کو ترک کرنا ممنوع ہے اور علامہ عبد السلام نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بعض محققین سے نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ اگر عجمیوں کی طرح قیام کی عادت بنالی جائے (کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور دوسرے اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں) تو پھر یہ قیام ممنوع ہے' اور اگر کوئی شخص سفر سے آئے یا حاکم کے لیے اس کی حکومت کی مجلس میں قیام کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ اسی کے ساتھ علامہ ابن الحاج کی توجیہات کو بھی ملا لیا جائے کہ جس شخص کو کوئی نعمت ملی ہو تو اس کو مبارک باد دینے کے لیے قیام کرنا' یا کسی عاجز کی مدد کے لیے کھڑے ہونا یا مجلس میں توسیع کے لیے کھڑے ہونا' سو قیام کی یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۲۳۔۳۱۸ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء احناف کا مؤقف

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سربراہِ مملکت یا حاکم کو کسی مسلمان بزرگ کی تعظیم کا حکم دینا چاہیے' اور سربراہ ملک کی مجلس میں اربابِ فضیلت کی تکریم کرنی چاہیے اور ان کے لیے تعظیماً قیام کرنا چاہیے اور عام لوگوں کو ان کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دینا چاہیے اور حضرت معاویہ کی حدیث میں جو ارشاد ہے کہ جس کو اپنے لیے قیام سے خوشی ہو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے' یہ وعید متکبرین کی طرف راجع ہے یا ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو اپنے لیے نہ اٹھنے پر ناراض ہوتے ہوں۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۲ میں ہے کہ اپنے سردار حضرت سعد کی طرف کھڑے ہو اور اس کو سواری سے اتارو اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔ فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۱۹) علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت سعد کی طرف کھڑے ہونے کا حکم ان کو سواری سے اتارنے کے لیے دیا تھا کیونکہ وہ بیمار تھے' بعض علماء کا قول بعید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۱۔۴۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس روایت کو اس لیے بعید کہا ہے کہ مسند احمد کی حدیث کی سند ضعیف ہے اور حافظ ابن حجر کا اس کی سند کو حسن کہنا ان کا تسامح ہے' اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ضعف ہے' اس حدیث کی سند میں عمرو بن علقمہ ہے' اس سے اس کے بیٹے محمد کے سوا اور کسی نے حدیث روایت نہیں کی' اور ابن حبان کے سوا اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی' سو وہ مجہول راوی ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۴۲ ص ۳۰' رقم الحدیث: ۲۵۰۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تاہم اگر اس حدیث کی سند حسن بھی ہو پھر بھی اس حدیث میں جو قید ہے (اس کو سواری سے اتارو) وہ صحیح بخاری کے اطلاق کے معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ تعارض اس وقت ہوتا ہے جب دو حدیثیں ایک درجہ کی ہوں اور صحیح اور حسن ایک درجہ کی حدیثیں نہیں ہیں۔

Marfat.com

علامہ حسین بن منصور اوز جندی المعروف بہ قاضی خاں حنفی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

کچھ لوگ مصاحف سے دیکھ کر قرآن مجید پڑھ رہے تھے یا ایک شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا' پھر ان کے پاس اصحابِ فضیلت بزرگوں میں سے کوئی شخص آیا تو قرآن مجید پڑھنے والوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر آنے والا عالم ہے یا اس کا والد ہے یا اس کا وہ استاذ ہے جس نے اس کو علم سکھایا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا قیام کرنا جائز ہے' اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ (فتاوی قاضی خاں ج ۲ ص ۴۲۲ علی ھامش الہندیہ' مصر' فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۳۱۶' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا ہو یا جو شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس حال میں اس کے پاس ایسا شخص آئے جو تعظیم کا مستحق ہو تو اس کی تعظیم کے لیے قیام کرنا جائز ہے۔ علامہ ابن وھبان نے کہا: بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قیام مستحب ہے' کیونکہ اس قیام کو ترک کرنے سے کینہ' بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے' خصوصاً اس جگہ جہاں قیام کرنے کا معمول ہو' اور اس پر جو وعید ہے اس کا محل ترکوں اور عجمیوں کا قیام ہے (جس میں ایک شخص بیٹھا ہو اور دوسرے اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں)۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ "عنایۃ" وغیرہا میں شیخ حکیم ابو القاسم سے منقول ہے کہ جب ان کے پاس کوئی غنی آتا تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جب ان کے پاس فقراء اور طالب علم آتے تو وہ ان کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے' ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا: غنی مجھ سے تعظیم کی توقع رکھتا ہے' اگر میں اس کی تعظیم نہ کروں تو ضرر ہو گا اور فقراء اور طلبہ مجھ سے صرف سلام کا جواب چاہتے ہیں اور یہ کہ میں ان سے علمی باتیں کروں' اس کی پوری تفصیل علامہ شرنبلالی کے رسالہ میں ہے۔

البتہ دنیا حاصل کرنے کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرنا حرام ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے کسی دولت مند شخص کے لیے عاجزی کی اور اپنے آپ کو ذلیل کیا اور اس کی تعظیم اس سے طمع کی وجہ سے کی' اس کی دو تہائی مروت اور نصف دین جاتا رہے گا۔ (شعب الایمان ج ۶ ص ۲۹۹۔ رقم الحدیث: ۸۲۳۲)

والدین پر رحمت کے لیے ان کے سر پر بوسا دیا جائے' اپنے بھائی پر شفقت کے لیے اس کی پیشانی پر بوسا دیا جائے' مؤمنین کی تعظیم کے لیے ان کے ہاتھ پر بوسا دیا جائے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح اور شام مصحف کو بوسا دیتے تھے۔ (درمختار) کسی کی تعظیم کے لیے زمین کو بوسا دینا حرام ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۶۹۔ ۴۶۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

المطففین: ۹۔ ۷ میں فرمایا: بے شک کافروں کا صحیفہ اعمال سجین میں ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ سجین (والا صحیفہ) کیا ہے؟ O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O

"سجین" کا معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فجار کی ارواح اور ان کے اعمال سجین میں ہیں' مجاہد نے کہا: سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے' اس کے نیچے فجار کا صحیفہ اعمال ہے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کافر کے پاس موت کے فرشتے آتے ہیں تو وہ اس کا وقت آنے پر اس کو بالکل مہلت نہیں دیتے اور فوراً اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور اس کو عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس کو وہ شر دکھاتے ہیں جو اللہ دکھانا چاہتا ہے' پھر اس کو ساتویں زمین تک اتارتے ہیں اور وہی سجین ہے اور وہیں فرشتے اس کا صحیفہ اعمال رکھتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجین جہنم میں ایک کھلا ہوا کنواں ہے۔
(النکت والعیون ج ۶ ص ۲۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

المطففین: ۸ میں ''کتاب مرقوم'' کا ذکر ہے اس سے مراد وہ صحیفہ ہے جس میں ان کے اعمال لکھ کر مہر لگا دی گئی ہے اب اس میں نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے نہ اس سے کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

المطففین: ۹ میں فرمایا: آپ کیا سمجھے کہ سجین کیا ہے؟O یہ سجین کی تعظیم کے لیے فرمایا ہے۔

المطففین: ۱۲۔۱۰ میں فرمایا: تکذیب کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہےO جو روزِ جزاء کی تکذیب کرتے ہیںO اس دن کی تکذیب صرف سرکش گنہ گار کرتا ہےO

روزِ جزاء کی تکذیب کرنے والے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مکذبین کے لیے قیامت کے دن شدید عذاب ہے' پھر بتایا کہ یہ وہ مکذبین ہیں جو یومِ جزاء' یومِ حساب اور فیصلہ کے دن کی تکذیب کرتے ہیں اور فرمایا: اس دن کی تکذیب تو صرف سرکش گنہ گار کرتا ہے جو حق سے تجاوز کرتا ہے اور مخلوق کے ساتھ ان کے معاملات میں ظلم کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت الولید بن مغیرہ' ابوجہل اور ان ایسے لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیںO ہرگز نہیں! بلکہ ان کے (بُرے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیاO بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گےO پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں پہنچیں گےO پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جس کی تم تکذیب کرتے تھےO بے شک نیکو کاروں کا صحیفہ اعمال ضرور علیین میں ہےO اور آپ کیا سمجھے کہ علیین کیا ہے؟O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہےO جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیںO (المطففین: ۲۱۔۱۳)

''اساطیر'' کا معنی

المطففین: ۱۳ میں ''اساطیر'' کا لفظ ہے' یہ ''اسطورۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: من گھڑت لکھی ہوئی کہانیاں' وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھی ہوئی ہے۔

المطففین: ۱۴ میں فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ ان کے (بُرے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیاO

دل پر زنگ لگنا

لفظ ''کلا'' سے کفار کے قول کا رد فرمایا ہے یعنی یہ پہلے لوگوں کے قصے نہیں ہیں۔

اس آیت میں ''ران'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''رین'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا زنگ آلود ہونا اور میلا ہونا۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اس گناہ کی تلافی کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ اس گناہ کو کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور یہ وہ ''ران'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ''كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ'' (المطففین: ۱۴) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۴۴)

Marfat.com

اسی طرح مفسرین نے کہا ہے کہ مسلسل گناہ کرتے رہنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے' فرا نے کہا: جس شخص کے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں تو وہ اس کے دل کا احاطہ کر لیتے ہیں اور یہی دل کا زنگ ہے' مجاہد نے کہا: جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی مثل یہ ہے' انہوں نے اپنی ہتھیلی کی ایک انگلی بند کر لی اور جب دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کی مثل یہ ہے' انہوں نے دوسری انگلی بند کر لی' پھر جب بار بار گناہ کرتا ہے تو اس کی مثل یہ ہے' انہوں نے ساری انگلیاں بند کر کے مٹھی بند کر لی حتیٰ کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔

المطففین: ۱۵ میں فرمایا: بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گے O

قیامت کے دن کافروں کا اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونا اور مؤمنوں کا اپنے رب کے دیدار سے شاد کام ہونا

اس آیت میں ''کلّا'' کا لفظ تحقیق کے لیے ہے یا کفار کے قول کو رد کرنے کے لیے ہے' یعنی بے شک کفار قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

زجاج نے کہا: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھائی دے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس آیت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ پھر اس میں کفار کی کوئی تخصیص اور تنقیص ہو گی کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو نہیں دیکھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ﴿ۚ۲۳﴾ اس دن بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے O (القیامہ: ۲۳۔۲۲)

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور مؤمنین کو قیامت کے دن جو اپنے دیدار سے شاد کام کرے گا' کفار کو اس سے محروم رکھے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے رب کی توحید پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے سے اعراض' انکار اور انحراف کیا تھا' اس لیے قیامت کے دن ان کو اس کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا' قیامت کے دن جو ہولناک اُمور ہوں گے اور سب پر اس دن کے واقعات سے دہشت چھائی ہوئی ہو گی تو مؤمنین جب اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کی ساری وحشت اور کلفت زائل ہو جائے گی' دنیا میں مؤمنین کاملین اس طرح اپنے رب کی عبادت کرتے تھے گویا اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں' یہی وجہ ہے کہ جب کوفہ کی مسجد میں چھت سے سانپ گر پڑا تو مسجد میں بھگدڑ مچ گئی' ایک ہنگامہ مچ گیا لیکن امام اعظم ابوحنیفہ اسی طرح صبر و سکون سے نماز پڑھتے رہے' ان کے خضوع اور خشوع میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ وہ اس طرح اپنے رب کی عبادت کر رہے تھے گویا کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں' سو قیامت کے دن ان کاملین کو ان کی اس عبادت کا انعام اس طرح دیا جائے گا کہ وہ بالیقین فی الواقع اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے' قیامت کے دہشت ناک واقعات سے ایک ہنگامہ بپا ہو گا اور ان کاملین کو کچھ خبر نہیں ہو گی' یہ اطمینان اور سکون سے اپنے رب کے دیدار کے جلووں میں مست اور بے خود ہوں گے' رہے ہم ایسے عام مؤمنین تو ہمارے شب و روز ایسی غفلت اور معصیت میں گزرتے ہیں کہ ہم اپنے اعمال اور اپنی ناقص عبادات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کے بھی مستحق نہیں ہیں' ہوا' پانی' خوراک اور دنیا کی جو نعمتیں ہمیں ملتی ہیں' وہ ان کاملین کے توسل اور تصدق سے ملتی ہیں' سو آخرت میں بھی ہمیں اُمید ہے کہ ان ہی کاملین کے توسل سے ہمیں آخرت کی نعمتیں نصیب ہوں گی اور قیامت کے دن ان کی عبادتوں کی برکت سے ہمیں بھی اپنے رب کا دیدار حاصل ہو گا اور ان شاء اللہ ہماری یہ امید پوری ہو گی۔

Marfat.com

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:
امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا اور وہ اس کو نہیں دیکھ سکیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لیے اپنے دیدار کی تجلی فرمائے گا اور وہ اس کو دیکھ لیں گے' امام شافعی نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کفار پر ناراضگی کی وجہ سے ان کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا تو جب اللہ تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہے تو ان کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا' سنو! اللہ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو یہ یقین نہ ہوتا کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھے گا تو وہ دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا' الحسین بن الفضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو دنیا میں اپنی توحید پر ایمان کے نور سے محروم رکھا اور آخرت میں ان کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ص ۲۲۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

المطففین: ۱۶ میں فرمایا: پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں پہنچیں گے O
یعنی دوزخ میں وہ لازم رہیں گے اور اس سے باہر نہیں آ سکیں گے' جیسے قرآن مجید میں ہے:
كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا. (النساء: ۵۶) جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کو دوسری کھالوں کے ساتھ بدل دیں گے۔

المطففین: ۱۷ میں فرمایا: پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جس کی تم تکذیب کرتے تھے O
یعنی ان سے جہنم کے محافظ کہیں گے: یہ وہ عذاب ہے جس کی خبر تم کو رسولوں نے دی تھی اور تم اس کی تکذیب کرتے تھے۔

المطففین: ۲۱۔۱۸ میں فرمایا: بے شک نیکو کاروں کا صحیفہ اعمال ضرور علیین میں ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ علیین کیا ہے؟ O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیں O

علیین اور مؤمنوں کے صحائف کے متعلق احادیث اور آثار

نیکو کاروں کا صحیفہ علیین میں بلند جگہ رکھا ہوا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ صحیفۂ اعمال جنت میں ہے' ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ آسمان میں اللہ کی کتاب میں ہے' مجاہد اور قتادہ نے کہا: ساتویں آسمان میں مؤمنین کی روحیں ہیں' ضحاک سے ایک روایت ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے' جس پر اللہ کے تمام احکام ختم ہو جاتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

ایک قول یہ ہے کہ علیین فرشتوں کی صفت ہے اور اس سے مراد ملائکہ مقربین ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیین والے ضرور جنت کو فلاں مقام سے دیکھ رہے ہیں' پس جب اہل علیین میں سے کوئی شخص جھانکتا ہے تو اس کے چہرے کی روشنی سے جنت روشن ہو جاتی ہے پس جنتی کہتے ہیں: یہ کیسا نور ہے؟ تو کہا جائے گا: علیین والوں میں سے ایک شخص نے جھانکا تھا اور وہ لوگ ابرار' اطاعت گزار اور اصحابِ صدق ہیں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۸۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت اہل علیین کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح چمکتے ہوئے ستارہ کو آسمان کے کنارے میں دیکھا جاتا ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۳۱۔ ۲۸۳۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ علیین کیا ہے؟ O یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو علیین کے متعلق کس

Marfat.com

نے خبر دی' اس میں علیین کے بلند مرتبہ کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا: وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O

علامہ قرطبی نے یہ روایت ذکر کی ہے:

فرشتے بندوں کے اعمال لے کر اوپر چڑھتے ہیں' جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اپنے بندے کے دل کا نگہبان ہوں اور اس نے اخلاص سے میرے لیے عمل کیا ہے' اس کے اس عمل کو علیین میں رکھ دو' بے شک میں نے اس کو بخش دیا ہے اور فرشتے کسی اور بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں' اس نے یہ عمل اخلاص سے میرے لیے نہیں کیا' اس عمل کو سجین میں رکھ دو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۲۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیں O

یعنی ابرار کے نیک اعمال پر ہر آسمان سے مقرب فرشتے گواہ ہیں۔ وہب بن منبہ اور امام ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ مقربین سے مراد یہاں پر حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں' پس جب مؤمن کوئی نیک عمل کرتا ہے تو فرشتہ اس کو صحیفہ میں لکھ کر آسمان پر چڑھتا ہے اور اس کا نور آسمانوں میں اس طرح چمکتا ہے جس طرح سورج کا نور زمین پر چمکتا ہے حتیٰ کہ وہ فرشتہ اس کو لے کر حضرت اسرافیل تک پہنچتا ہے' پھر وہ اس پر مہر لگا دیتا ہے اور حضرت اسرافیل اس پر گواہ ہوتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں O عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں O آپ ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچان لیں گے O ان کو مہر لگی ہوئی شفاف شراب پلائی جائے گی O اس کی مہر مشک ہے اور اسی میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے O اور اس میں (چشمہ) تسنیم کی آمیزش ہے O اس چشمہ سے مقربین پیتے ہیں O (المطففین: ۲۸۔۲۲)

جنت میں ابرار کی نعمتیں' ''رحیق مختوم'' اور ''تسنیم'' کے معانی

ابرار یعنی نیکوکار جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہوں گے' اور وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کرامات کو دیکھ رہے ہوں گے' جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں' مقاتل نے کہا: وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال ذات کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ان نعمتوں کے ملنے سے ان کو جو خوشی ہوگی اور ان کے چہروں پر جو رونق اور تروتازگی ہوگی' اس کو دیکھ کر آپ انہیں پہچان لیں گے' ان کو شرابِ طہور پلائی جائے گی جس میں کوئی تلخی ہوگی نہ کوئی نشہ ہوگا' اس آیت میں ''رحیق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: صاف اور شفاف شراب' اس شراب پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: شراب پینے کے بعد ان کو مشک کا ذائقہ آئے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنایا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا' اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا' اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا' اللہ اس کو ''رحیق مختوم'' (مشک کے ذائقہ والی شراب) سے پلائے گا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۶۸۲)

Marfat.com

المطففین: ۲۶ میں ''فلیتنافس'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''تنافس'' ہے' اس کا معنی ہے: رغبت کرنا' یعنی ان نعمتوں میں رغبت کرنا چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اعمالِ صالحہ کرنے چاہئیں۔
اور اس (شراب) میں چشمہ تسنیم کی آمیزش ہے۔ تسنیم وہ مشروب ہے جس کو اوپر سے انڈیلا جائے گا' اور یہ جنت کی سب سے افضل شراب ہے۔ لغت میں تسنیم کا معنی ہے: بلندی' اونٹ کے کوہان کو سنام کہا جاتا ہے' کیونکہ وہ بھی اونٹ کی پیٹھ پر بلند ہوتا ہے' اسی طرح ''تسنیم القبور'' اس قبر کو کہتے ہیں جو اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنائی جائے' حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے صرف مقربین کو پلایا جائے گا' ایک قول یہ ہے کہ تسنیم ہوا میں ایک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بہ رہا ہے اور اس سے اہل جنت کے برتنوں میں صاف شراب انڈیلی جائے گی۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مجرمین (دنیا میں) مؤمنوں پر ہنستے تھے ○ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے تھے ○ اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو ہنسی خوشی لوٹتے ○ اور جب مؤمنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ ضرور گم راہ ہیں ○ حالانکہ یہ (کفار) ان (مؤمنوں) پر نگران نہیں بنائے گئے ○ پس آج مؤمنین کافروں پر ہنس رہے ہیں ○ عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ○ کفار کو اپنے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے؟ ○ (المطففین: ۳۶-۲۹)

دنیا میں کفار کا مؤمنوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اُڑانا اور آخرت میں مؤمنوں کا کفار سے بدلہ لینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ آخرت میں ابرار اور نیکوں کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ کفار دنیا میں مؤمنوں کا کس طرح مذاق اڑاتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے اور آخرت میں معاملہ الٹ ہو جائے گا اور اب مؤمنین کفار کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان پر ہنسیں گے' ان آیات سے مقصود مؤمنین کو تسلی دینا ہے اور ان کے دلوں کو تقویت پہنچانا ہے۔
المطففین: ۲۹ میں فرمایا: بے شک مجرمین (دنیا میں) مؤمنوں پر ہنستے تھے ○
صنادید کفار مثلاً ابوجہل' الولید بن مغیرہ اور العاص بن وائل سہمی وغیرہ' حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم پر ہنستے تھے اور دیگر فقراء مسلمین کا مذاق اڑاتے تھے' تو یہ آیت نازل ہوئی۔
اس آیت کے شانِ نزول میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ جا رہے تھے' منافقین ان کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور ایک دوسرے کو آنکھیں ماریں' پھر اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر کہا: ہم نے آج ایک گنجے کو دیکھا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔
المطففین: ۳۰ میں ''یتغامزون'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پلکوں اور بھوؤں سے اشارے کرنا اور اس کا معنی عیب بیان کرنا بھی ہے' اس آیت کا معنی ہے: وہ آنکھوں سے اشارے کر کے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور یہ کہتے تھے: ان لوگوں کو دیکھو' یہ مشقت اٹھا رہے ہیں اور دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان کو اس سے ثواب ملے گا۔
المطففین: ۳۱ میں فرمایا: اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو ہنسی خوشی لوٹتے ○
وہ اپنے شرک کرنے اور دیگر معصیت کے کام کرنے اور دنیا کی لذتوں کو حاصل کرنے پر خوش ہوتے تھے اور مسلمانوں کی مذمت کر کے مزے لیتے تھے۔
المطففین: ۳۲ میں فرمایا: اور جب وہ (کفار) مؤمنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ ضرور گم راہ ہیں ○
یعنی کفار کے نزدیک مسلمانوں کی گم راہی یہ تھی کہ وہ دنیا کی نقد لذتوں کو چھوڑ کر آخرت کی اُدھار لذتوں کا سودا کر رہے

Marfat.com

تھے۔

المطففین: ۳۳ میں فرمایا: حالانکہ یہ (کفار) ان (مؤمنوں) پر نگران نہیں بنائے گئے O

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو مسلمانوں پر نگران اور محافظ بنا کر نہیں بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہیں کہ آیا ان کے اعمال حق ہیں یا باطل اور ان پر یہ عیب لگائیں کہ وہ گم راہ ہیں بلکہ ان کافروں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

المطففین: ۳۵۔۳۴ میں فرمایا: پس آج مسلمان کافروں پر ہنس رہے ہیں O عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں O

مسلمانوں کے کفار پر آخرت میں ہنسنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) دنیا میں کفار مسلمانوں کی تنگ دستی اور زبوں حالی دیکھ کر ان پر ہنستے تھے اور آخرت میں مسلمان کفار کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان پر ہنسیں گے اور اس پر ہنسیں گے کہ کفار نے باقی لذتوں کے بدلہ میں فانی لذتوں کا سودا کر لیا اور ان کو اس تجارت میں خسارا ہوا۔

(۲) کفار دوزخ میں دیکھیں گے کہ دوزخ سے باہر نکلنے کا دروازہ کھل گیا ہے جب وہ دوڑ کر اس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا اور مؤمنین جنت میں عزت والی مسندوں پر بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے اور یہ منظر دیکھ کر ہنس رہے ہوں گے۔ مؤمنین عزت والی مسندوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے کہ کفار دنیا کی عزت اور تکبر کے بعد آج کتنی ذلت اور رسوائی میں ہیں۔

المطففین: ۳۶ میں فرمایا: کفار کو اپنے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے O

اس آیت میں ''ثـواب'' کا لفظ ہے یعنی کفار کو اپنے مذاق اڑانے کا کیسا ثواب ملا ہے اور ان کے بدلہ کو استہزاءً ثواب فرمایا ہے۔

سورۃ المطففین کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۶ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۵ء بہ روز سنیچر سورۃ المطففین کی تفسیر مکمل ہو گئی' رب العلمین تبیان القرآن کو مکمل فرمادے اور میری مغفرت فرمائے۔

والصلوٰة والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین
والأخرین وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم

سورة الانشقاق

سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور دیگر اُمور

اس سورت کا نام الانشقاق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''انشقت'' کا لفظ ہے' وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ (الانشقاق:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا○

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۳ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۴ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' انہوں نے نماز میں '' اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ'' کی تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت ادا کیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں اس سورت پر سجدہ تلاوت ادا کیا ہے' سو میں ہمیشہ اس سورت پر سجدہ تلاوت ادا کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں آپ سے جا ملوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۶۶' صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۴۰۸' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ '' اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ'' اور '' اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ '' میں سجدہ تلاوت ادا کیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۴۰۷' سنن ترمذی رقم الحدیث:۵۷۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۶۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۵۸)

سورۃ التکویر' سورۃ الانفطار' سورۃ المطففین اور سورۃ الانشقاق ان چاروں سورتوں میں قیامت کے دن کی صفات بیان کی گئی ہیں' سورۃ التکویر میں سب سے زیادہ قیامت کی صفات کا ذکر ہے' سورۃ الانفطار میں قیامت کے دن کی ابتدائی صفات کا ذکر فرمایا ہے' سورۃ المطففین میں فجار اور ابرار کے انجام کا زیادہ تذکرہ ہے' سورۃ الانشقاق میں قیامت کے ہولناک اُمور کا ذکر ہے اور نیکوکاروں کے حساب میں آسانی اور بدکاروں کے حساب میں سختی کا ذکر ہے' سورۃ المطففین میں صحیفہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا ذکر ہے اور سورۃ الانشقاق میں صحیفہ اعمال کے پیش کرنے کا ذکر ہے۔

سورۃ الانشقاق کے مشمولات

☆ الانشقاق:۵۔۱ میں دیگر مکی سورتوں کی طرح ضروری عقائد کا ذکر ہے اور قیامت کے دن واقع ہونے والے ہولناک مناظر کا بیان ہے اور اس کی ابتداء قیامت کے دن تکوینی تبدیلیوں سے کی گئی ہے۔

☆ الانشقاق:۱۵۔۶ میں بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب حساب لیا جائے گا اور انسان کا صحیفہ اعمال پیش کیا جائے گا تو اس کا کیا حال ہوگا اور جب انسان کو دو قسموں میں بانٹ دیا جائے گا' ایک وہ ہوں گے جن کا صحیفہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ

Marfat.com

میں ہوگا اور ایک وہ ہوں گے جن کا صحیفہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

☆ الانشقاق: ۱۹۔۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے شفق کی رات کی اور چاند کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین سخت ہولناک اُمور کا سامنا کریں گے۔

☆ الانشقاق: ۲۵۔۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کفار ملحدین اور دہریوں کی ایمان نہ لانے پر مذمت کی ہے اور ان کو درد ناک عذاب سے ڈرایا ہے اور ان مؤمنین کی نجات کی بشارت دی ہے جو اعمالِ صالحہ سے متصف ہیں اور ان کو دائمی اور مستمر ثواب عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے جو کم ہوگا نہ منقطع ہوگا۔

☆ بہرحال یہ سورت دو مقصدوں پر مشتمل ہے: ایک یہ کہ انسان قیامت کے دن اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کے نتائج کو حاصل کرے گا اور دوسرا یہ کہ آخرت میں دو ٹھکانے ہیں یا جنات النعیم اور یا دوزخ کی آگ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جنات النعیم عطا فرمائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

سورۃ الانشقاق کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ کریم کے فیضان پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' رب العلمین! ان مقاصد میں مجھے حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور غلط سے بچانا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۷ شعبان ۱۴۲۶ھ/۱۲ ستمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورة الانشقاق مكية ۸۴ — آياتها ۲۵ — ركوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الانشقاق مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچیس آیات اور ایک رکوع ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۲ وَاِذَا الْاَرْضُ

جب آسمان پھٹ جائے گا O اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گا اور یہی اس پر حق ہے O اور جب زمین پھیلا دی جائے

مُدَّتْ ۝۳ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵

گی O اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی O اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گی اور یہی

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶

اس پر حق ہے O اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے کے لیے بہت مشقت کر رہا ہے سو تو اس سے ملنے والا ہے O

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا

سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا O تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب

يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

لیا جائے گا O اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا O اور جس شخص کا صحیفہ اعمال

كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى

اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا O تو وہ عنقریب اپنی موت کو طلب کرے گا O اور بھڑکتی ہوئی آگ

سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ

میں پہنچے گا O بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھا O اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں

يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶

لوٹے گا O کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھا O پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوں O

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

اور رات کی اور جن چیزوں کو وہ سمیٹ لے O اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے O تم ضرور درجہ بہ درجہ

معانقہ ۱۶ عندالمتاخرین ۱۲

Marfat.com

عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ

چڑھو گے O تو ان کو کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے؟ O اور جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا

الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدۃ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ السجدۃ ۱۳

جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتے O بلکہ کفار جھٹلا رہے ہیں O

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ إِلَّا

اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں O سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے O

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع ۹ ۷۵ ۱

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب آسمان پھٹ جائے گا O اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گا اور یہی اس پر حق ہے O اور جب زمین پھیلا دی جائے گی O اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی O اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گی اور یہی اس پر حق ہے O (الانشقاق: ۵۔۱)

الانشقاق: ۱ میں آسمان کے پھٹنے کا ذکر ہے' یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا اور بادلوں سمیت اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔

''اذنت'' کا معنی

الانشقاق: ۲ میں ''اذنت'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: کسی بات کو سن کر اس کا علم حاصل کیا جائے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ ھ نے فرمایا ہے کہ درج ذیل حدیث میں بھی ''اذن'' کا معنی سنا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ما اذن اللہ لشیء کاذنہ لنبی یتغنی بالقرآن۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اتنا نہیں سنا جتنا اس نے اپنے نبی سے خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید کو سنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۲۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ''وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا'' کا معنی ہے: زمین نے اپنے رب کا حکم سنا۔

قتادہ اور ضحاک نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: زمین نے اپنے رب کا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

الانشقاق: ۴۔۳ میں فرمایا: اور جب زمین پھیلا دی جائے گی O اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ باہر ڈال دے گی اور خالی

Marfat.com

ہو جائے گیO

زمین کو پھیلانے کے متعلق احادیث

زمین کو کھینچ کر پھیلانے کا ذکر ان احادیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شبِ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابراہیم‘ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا‘ پہلے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا تو حضرت ابراہیم کو اس کا علم نہیں تھا‘ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا‘ ان کو بھی علم نہ تھا‘ پھر سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا‘ حضرت عیسیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے مجھ کو زمین پر نازل فرمائے گا بہر حال قیامت کب آئے گی اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے‘ پھر انہوں نے خروجِ دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا‘ لوگ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں گے اور یاجوج ماجوج ہر بلندی سے ان کے سامنے آئیں گے‘ وہ جس پانی کے پاس سے گزریں گے اس کو پی جائیں گے اور جس چیز کے پاس سے گزریں گے اس کو خراب کر دیں گے‘ پھر لوگ اللہ سے فریاد کریں گے‘ پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے‘ پھر روئے زمین میں ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی‘ پھر لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے‘ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا‘ وہ بارش ان کی لاشوں کو سمندر میں ڈال دے گی‘ پھر پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے اور زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور مجھے بتایا گیا کہ جب یہ ہوگا تو قیامت اس طرح اچانک آ جائے گی جس طرح گھر والوں کو پتا نہیں چلتا کہ حاملہ عورت کے کب بچہ ہو جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۸۱‘ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین کو پھیلا دے گا حتیٰ کہ لوگوں کے لیے صرف اپنے قدموں کی جگہ ہوگی‘ پس سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور جبریل رحمٰن کی دائیں طرف ہوں گے‘ پس میں کہوں گا: اے میرے رب! بے شک انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ تو نے ان کو میری طرف بھیجا ہے‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سچ ہے‘ پھر میں شفاعت کروں گا‘ پس میں کہوں گا: اے میرے رب! تیرے بندوں نے اطرافِ زمین میں تیری عبادت کی ہے‘ علی بن حسین نے کہا: یہی مقام محمود ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۴۵۱‘ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

مجاہد نے کہا: زمین اپنے مُردوں کو باہر نکال دے گی۔ قتادہ نے کہا: زمین اپنے بوجھ کو باہر نکال کر پھینک دے گی۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۱۴۳‘ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۵ھ)

امام رازی فرماتے ہیں: زمین کی وسعت میں قیامت کے دن اضافہ کیا جائے گا کیونکہ اس دن اس میں تمام مخلوق حساب کے لیے کھڑی ہوگی‘ اور زمین میں اس دن اضافہ کرنا ضروری ہے خواہ زمین کو پھیلا کر اس میں اضافہ کیا جائے یا زمین کے طول وعرض میں زیادتی کر کے اس میں اضافہ کیا جائے۔

اور اس دن زمین اپنے پیٹ سے تمام مُردوں اور خزانوں کو نکال کر باہر پھینک دے گی اور زمین خالی ہو جائے گی‘ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے باطن میں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

اس سے پہلے آسمان کے لیے فرمایا تھا کہ وہ اس کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گا اور اب زمین کے لیے فرمایا: وہ اس کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے کے لیے بہت مشقت کر رہا ہے سو تو اس سے ملنے والا ہے O سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا O تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا O اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا O تو وہ عنقریب اپنی موت کو طلب کرے گا O اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گا O بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھا O اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا O کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھا O (الانشقاق: ۱۵۔۶)

''کادح'' کا معنی اور آسان حساب کا معنی

اس آیت میں ''کادح'' کا لفظ ہے''کادح'' کا معنی ہے: کوشش کرنے والا اور جدوجہد کرنے والا' اس کے بعد فرمایا ہے:''الی ربک''یعنی تو اپنے رب کی طرف بہت کوشش کرنے والا ہے' اس کا معنی ہے:

تو اپنے رب سے ملاقات کے لیے کوشش کر رہا ہے' اور رب سے ملاقات کا معنی ہے: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا۔

اس کے بعد فرمایا: سو تو اس ملنے والا ہے یعنی تو اپنے رب کے حکم سے ملاقات کرنے والا ہے یعنی جب تو حساب کے لیے پیش ہو گا۔

الانشقاق: ۹۔۷ میں فرمایا: سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا O تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا O

آسان حساب کا معنی یہ ہے کہ اس کے اوپر اس کے اعمال پیش کیے جائیں اور وہ جان لے کہ ان اعمال میں یہ طاعت ہے اور یہ معصیت ہے' پھر اس کو طاعت کے اوپر ثواب دیا جائے اور اس کی معصیت سے درگزر کر لیا جائے تو یہ آسان حساب ہے' اس میں اس شخص پر کوئی سختی ہے نہ اس سے کوئی مناقشہ ہے' اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اگر اس سے کوئی عذر پوچھا جائے اور وہ عذر پیش نہ کر سکے تو وہ رسوا ہو گا' پھر جب اس سے یہ آسان حساب لیا جائے گا تو وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور وہ ثواب کو حاصل کرنے والا ہو گا اور عذاب سے نجات پانے والا ہو گا اور اس کے اہل سے مراد اس کو ملی ہوئی بڑی آنکھوں والی حوریں' اس کی بیویاں اور اس کی اولاد ہیں' بہ شرطیکہ وہ مؤمن اور اہل جنت سے ہوں۔

آسان حساب کے متعلق احادیث

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی ایسی بات سنتیں' جس کو انہوں نے نہ سمجھا ہوتا تو وہ اس کے متعلق سوال کرتیں' حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ (الانشقاق: ۸)　　تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O

آپ نے فرمایا: اس سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے' لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا' میں نے کہا: یا نبی اللہ! آسان حساب کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے

Marfat.com

کے صحیفہ اعمال کو دیکھے اور اس سے درگزر فرمائے' اور جس سے اس دن حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور مؤمن پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے' اللہ عزوجل اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے' حتیٰ کہ اسے جو کانٹا چبھتا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۵۵۔ ۵۷' شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۷۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۷۲۔ ۸۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۸)

الانشقاق: ۱۲۔ ۱۰ میں فرمایا: اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا O تو وہ عنقریب اپنی موت کو طلب کرے گا O اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گا O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اسود بن عبد الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور اس کا حکم ہر مومن اور کافر کے متعلق عام ہے' وہ اپنا دایاں ہاتھ کتاب کو لینے کے لیے بڑھائے گا تو فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ میں کتاب پکڑا کر اس ہاتھ کو موڑ کر اس کی پیٹھ کے پیچھے کر دے گا' مقاتل نے کہا: اس کے سینہ کی ہڈیوں کو توڑ کر اس کے بائیں ہاتھ کو اس میں باندھا جائے گا' پھر اس کا ہاتھ اس کے پیچھے سے نکال کر اس میں اس کا صحیفہ اعمال پکڑا دیا جائے گا۔

وہ اپنی موت کو طلب کرے گا اور کہے گا: ہائے میرا عذاب! اور ہائے میری موت!

پھر اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

کافر کا دنیا کی خوش حالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا اور ''یحور'' کا معنی

الانشقاق: ۱۵۔ ۱۳ میں فرمایا: بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھا O اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا O کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھا O

دنیا میں اہل جنت غم اور خوف میں مبتلا رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت میں نعمتیں اور خوشی عطا فرمائی۔

جیسا کہ ان آیات میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ O فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ O (الطور: ۲۷۔ ۲۶)

(اہل جنت کہیں گے:) ہم اس سے پہلے اپنے اہل کے درمیان بہت ڈرتے رہتے تھے O سو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو دوزخ کی گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا O

اور اہل دوزخ کے متعلق یہ بتایا کہ وہ دنیا میں بہت خوش تھے' پھر ان کو آخرت میں دوزخ کے عذاب میں جھونک دیا گیا۔

الانشقاق: ۱۴ میں ''یحور'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''حور'' ہے۔ ''حور'' کا مشہور معنی سفیدی ہے' ''الخبز الحواری'' کا معنی ہے: سفید روٹی' اور اسی وجہ سے جنت کی گوری خواتین کو قرآن مجید میں حور فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے ''یَحُوْرَ'' کے معنی کا اس وقت تک نہیں پتا چلا حتیٰ کہ میں نے سنا: ایک اعرابی اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا: ''حوری ارجعی الی'' اے گوری بچی! میری طرف لوٹ آ' اور اس آیت کا معنی ہے: اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللھم انی اعوذ بك من وعثاء السفر وكابة المنقلب والحور بعد الكور. الحديث

اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اور واپسی کے غم سے اور زیادتی کے بعد کمی کی طرف لوٹنے سے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۵۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۵۰۸' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۸۰۴)

اس کے بعد فرمایا: کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھا O

Marfat.com

یعنی جس طرح اس نے گمان کیا ہے' واقع میں اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ ضرور ہماری طرف لوٹ کر آئے گا' بے شک اس کا رب اس کو پیدا کرنے سے پہلے بھی یہ جاننے والا تھا کہ اس نے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوں O اور رات کی اور جن چیزوں کو وہ سمیٹ لے O اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے O تم ضرور درجہ بہ درجہ چڑھو گے O تو ان کو کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے؟ O اور جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتے O بلکہ کفار جھٹلا رہے ہیں O اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں O سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے O سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے O (الانشقاق: ۲۵۔۱۶)

''شفق'' کا معنی

الانشقاق: ۱۶ میں ''شفق'' کا لفظ ہے۔

''شفق'' کے معنی میں اختلاف ہے' فقہاء شافعیہ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد جو سرخی آسمان کے کناروں میں دکھائی دیتی ہے وہ شفق ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی دکھائی دیتی ہے وہ شفق ہے۔

محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

شفق کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: شفق آسمان کے کناروں میں وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے' حضرت ابوبکر' حضرت معاذ' حضرت انس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ شفق سرخی ہے' اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت یہی ہے' یہ حضرت ابن عمر' حضرت شداد بن اوس اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شفق سرخی ہے۔ (موطأ امام مالک ج ۱ ص ۳۹' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۶۹) اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب آسمان کے کناروں میں سیاہی پھیل جائے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۵۷' اسلام آباد)

اور آسمان کے کناروں میں سیاہی اسی وقت پھیلتی ہے جب سفیدی زائل ہو جائے اور امام شافعی نے جو حدیث روایت کی ہے کہ شفق سرخی ہے' وہ دراصل حدیث موقوف ہے۔ (عنایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۴۔۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

الانشقاق: ۱۷ میں فرمایا: اور رات کی اور جن چیزوں کو وہ سمیٹ لے O

''وسق'' اور ''اتساق'' کا معنی

اس آیت میں ''وسق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جمع کرنا' اسی اعتبار سے فقہاء غلہ کے اس پیمانے کو وسق کہتے ہیں جس میں ساٹھ صاع طعام (غلہ یا اناج) جمع کیا جا سکے (ایک صاع چار کلوگرام کا ہوتا ہے) اور ''وما وسق'' سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کو رات جمع کر لیتی ہے' جیسے چاند اور ستارے' اور انسانوں' حیوانوں اور حشرات الارض کی حرکات' کام کاج اور انتشار سے سکون کی طرف رجوع کرنا۔

سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد ہے: رات میں انسان جو کام کرتے ہیں' قفال نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد بندوں کا تہجد پڑھنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمان بندوں کی تحسین فرمائی ہے جو سحری کے وقت اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔

Marfat.com

الانشقاق: ۱۸ میں فرمایا: اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے O

اس آیت میں "اتسق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کا تام اور مکمل ہونا' اس کے اجزا کا مجتمع ہونا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: جب چاند مستوی ہو جائے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: جب چاند گول ہو جائے۔

الانشقاق: ۱۹ میں فرمایا: تم ضرور درجہ بہ درجہ چڑھو گے O

انسانوں کا مختلف احوال اور منازل میں منتقل ہونا

اس آیت میں عام انسانوں اور کفار سے خطاب ہے اور اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) انسان پہلے مرحلہ میں گندے پانی کا قطرہ تھا' پھر اپنی تخلیق کے مراحل طے کرتا ہوا مکمل انسان بنا' پھر جوان ہوا' پھر ادھیڑ عمر کو پہنچا' پھر بوڑھا ہوا' پھر مر گیا اور قبر میں دفن ہو گیا' پھر برزخ میں آ گیا' پھر حشر میں پہنچا' پھر اپنے ایمان اور اعمال کے اعتبار سے جنت میں گیا یا دوزخ میں جھونک دیا گیا' یوں انسان متعدد اُمور اور احوال میں منتقل ہوتا رہا' ایک امر کے بعد دوسرے امر کی طرف اور ایک حال کے بعد دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا رہا اور ایک منزل کے بعد دوسری منزل میں پہنچتا رہا اور پھر اس کو دارِ ثواب یا دارِ عذاب میں خلود اور دوام حاصل ہو گیا۔

(۲) لوگ قیامت کے دن مختلف احوال اور شدائد کی طرف منتقل ہوتے رہیں گے' ایک شدت سے دوسری شدت کی طرف اور ایک ہول سے دوسرے ہول کی طرف' گویا کہ جب لوگوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور قیامت اور حشر کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے رات کی اور چاند کی قسم کھا کر فرمایا: قیامت ضرور واقع ہوگی اور تم ضرور میدانِ حشر میں جمع کیے جاؤ گے اور حشر کے ہولناک مناظر اور شدتوں کا سامنا کرو گے' حتیٰ کہ تمہارے حساب اور کتاب کے بعد تم کو جنت یا دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ (التغابن: ۷)

آپ کہیے: کیوں نہیں اور میرے رب کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے' پھر تم کو تمہارے اعمال کی خبر دی جائے گی۔

(۳) قیامت کے دن لوگ دنیاوی احوال کے برعکس احوال میں منتقل ہوتے رہیں گے' جو شخص دنیا میں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا وہ آخرت میں عزت اور وجاہت والا ہوگا اور جو دنیا میں عزت اور وجاہت والا تھا وہ آخرت میں ذلیل اور حقیر ہوگا' جو دنیا میں عیش وعشرت میں تھے وہ آخرت میں تنگ دست اور قلاش ہوں گے اور جو دنیا میں تہی دست اور قلاش تھے وہ آخرت میں نعمتوں میں ہوں گے' قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ (الواقعہ: ۳)

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے O

اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو یہ بلند کرنے والی ہے اور فساق فجار اور کفار کو یہ پست کرنے والی ہے' دنیا میں اہل ایمان ضعیف اور حقیر سمجھے جاتے تھے' وہ آخرت میں قوی اور معزز ہوں گے اور کفار دنیا میں قوی اور معزز سمجھے جاتے تھے' وہ آخرت میں ضعیف اور حقیر ہوں گے' اور اس سورت کی اس سے پہلے والی آیات کا بھی یہی مضمون ہے' ان آیات میں فرمایا ہے:

سو جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا O تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا O اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا O اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا O تو وہ عنقریب اپنی موت کو طلب کرے گا O اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گا O بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھا O اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا O (الانشقاق: ۱۴۔۷)

Marfat.com

(۴) تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے کی امتوں کے طریقہ پر چلو گے' جس طرح وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور قیامت کی تکذیب کرتے تھے' اسی طرح تم بھی تکذیب کرو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہ درجہ ترقی کرنا

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور اس اعتبار سے اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشرکین اور منکرین قیامت پر فتح اور غلبہ کی بشارت ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور چاند کی قسم کھا کر فرمایا: اے رسول مکرم! ہم آپ کو ایک حالت سے دوسری حالت تک سوار کرتے رہیں گے اور آپ کو تدریجاً غلبہ اور فتح سے ہم کنار کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ اپنے مقصد میں سرخ رُو ہو جائیں گے۔

(۲) ابتداء میں آپ پر فقر' شدت اور خوف کا جو حال تھا' بعد میں ہم آپ کو اس حال سے خوش حالی' عافیت اور امن کے حال کی طرف منتقل کر دیں گے۔

(۳) ابتداء میں جو مشرکین آپ کے مخالف تھے ہم بعد میں ان کو آپ کے حامی اور انصار بنا دیں گے۔

(۴) ہم آپ کو زمین کے طبقات سے آسمان کے طبقات پر سوار کریں گے تاکہ آپ ہماری نشانیوں کا مشاہدہ کریں اور جنت اور دوزخ کو ملاحظہ کریں۔

(۵) آپ درجہ بہ درجہ بلند منازل اور رفیع مراتب پر سوار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات کو حاصل کرتے رہیں گے۔

ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں سوار ہونے کے متعلق احادیث اور اقوالِ مفسرین

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ کی اتباع کرو گے' بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ' حتیٰ کہ اگر پہلے لوگ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی داخل ہو گے' ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! یہود و نصاریٰ کے طریقہ پر؟ آپ نے فرمایا: اور کس کے!

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر وہ احوال اور افعال ضرور طاری ہوں گے جو بنی اسرائیل پر طاری ہوئے تھے' برابر سرابر' حتیٰ کہ ان میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ برسرِ عام بدکاری کی تو میری امت میں بھی کچھ لوگ ایسا کریں گے۔ الحدیث (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۴۱' المستدرک ج ۱ ص ۱۲۹)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝" (الانشقاق: ۱۹) کی تفسیر میں مکحول سے روایت کیا ہے کہ ہر بیس سال بعد تم میں وہ کیفیات ہوں گی جو تم میں پہلے نہیں تھیں۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ لوگوں کے احوال بدلتے رہیں گے' وہ پہلے تنگ دست ہوں گے' پھر خوش حال ہو جائیں گے اور پہلے خوش حال ہوں گے پھر تنگ دست ہو جائیں گے۔

امام ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں گھٹیا اور پست سمجھے جاتے تھے' وہ آخرت میں معزز ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں معزز تھے وہ آخرت میں حقیر ہوں گے۔

Marfat.com

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۴۲، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

الانشقاق: ۲۰ میں فرمایا: تو ان کو کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے؟O

یہ کفار قیامت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہے اور کفار کے شبہات زائل کیے جا چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر بتایا ہے کہ افلاک اور عناصر میں تغیرات واقع ہو رہے ہیں شفق کے ظہور سے پہلے دن کی روشنی ہوتی ہے اور اس کے بعد رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور رات کی ظلمت سے پہلے دن کا نور ہوتا ہے اور چاند کی جسامت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ افلاک اور عناصر میں تغیر کرنے پر قادر ہے تو وہ تمام مخلوق میں تغیر کرنے پر قادر ہے تو وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ قیامت قائم کر کے سب کو فنا کر دے اور پھر دوبارہ سب کو زندہ کر دے' پھر مشرکین اس پر کیوں ایمان نہیں لاتے!

الانشقاق: ۲۱ میں فرمایا: اور جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتےO

اگر انسان بہ غور قرآن مجید کو سنے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اور جب قرآن مجید معجز کلام ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صدق واجب ہے' لہٰذا آپ کے احکام کی اطاعت کرنا واجب ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بعید قرار دیا کہ کفار قرآن مجید کو سن کر سجدہ نہیں کرتے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ○'' (العلق: ۱۹) سجدہ کر اور اللہ کے قریب ہو' پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مومنین نے سجدہ کیا' اور کفار اپنے سروں کے اوپر تالیاں بجاتے رہے' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ سجدہ نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے سجدہ تلاوت کے وجوب پر دو وجہ سے استدلال کیا ہے' اول اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع کو واجب قرار دیا' فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ. (الاعراف: ۱۵۸)

پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی اتباع کرو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو قرآن مجید سن کر سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرتے' اور جب کسی فعل کے ترک پر مذمت کی جائے تو اس فعل کا کرنا واجب ہوتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۰۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

الانشقاق: ۲۲ میں فرمایا: بلکہ کفار جھٹلا رہے ہیںO

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کے دلائل بالکل واضح ہیں لیکن کفار اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے اور ضد اور عناد کی وجہ سے ان دلائل کو جھٹلا رہے ہیں۔

الانشقاق: ۲۳ میں فرمایا: اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیںO

اس آیت میں ''یوعون'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''الوعا'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جمع کر کے تھیلی میں رکھنا' قرآن مجید میں ہے:

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى○ (المعارج: ۱۸)

اس نے جمع کیا اور سنبھال کر رکھاO

انہوں نے اپنے دلوں میں جو شرک اور تکذیب کو جمع کر کے رکھا ہوا ہے' اللہ کو اس کا خوب علم ہے اور وہ ان کو اس کی دنیا

Marfat.com

میں اور آخرت میں سزا دینے والا ہے۔

الانشقاق: ۲۴ میں فرمایا: سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے O

یعنی یہ کفار اپنے شرک اور تکذیب کی وجہ سے اس بشارت کے مستحق ہیں۔

الانشقاق: ۲۵ میں فرمایا: سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے O

اس کا معنی یہ ہے کہ ان کفار میں سے جنہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے' ان کو عظیم ثواب ہوگا۔

اس آیت میں ''غیر ممنون '' کا لفظ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو جو ثواب ملے گا اس پر نہ کوئی احسان رکھا جائے گا اور نہ طعنہ دے کر ان کو اذیت پہنچائی جائے گی' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ ثواب نہ کبھی ختم ہوگا نہ کبھی کم ہوگا اور یہ عبادات کی ترغیب میں بہت عظیم بشارت ہے' جیسا کہ اس سے پہلی آیتوں میں کفر اور معصیت سے بہت زیادہ زجر و توبیخ کی گئی ہے۔

سورۃ الانشقاق کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۰ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۱۵ ستمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز جمعرات سورۃ الانشقاق کی تفسیر مکمل ہوگئی' رب العلمین! اس تفسیر کو مکمل کرا دینا اور اس کو قیامت تک کے لیے فیض آفریں اور مقبول بنا دینا اور محض اپنے فضل و کرم سے میری مغفرت فرما دینا۔

والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ

واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده و نصلي و نسلم علىٰ رسوله الكريم

سورة البروج

سورت کا نام‘ وجہ تسمیہ اور دیگر اُمور

اس سورت کا نام البروج ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے البروج والے آسمان کی قسم کھائی ہے‘ وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۙ﴿۱﴾ (البروج:۱) برجوں والے آسمان کی قسم!

(۱) یہ سورت اس سے پہلی سورتوں کے ساتھ اس چیز میں مشابہ ہے کہ ان چاروں سورتوں میں آسمان کے ذکر سے ابتداء کی گئی ہے‘ وہ سورتیں یہ ہیں: الانفطار‘ الانشقاق‘ البروج اور الطارق‘ الانفطار اور الانشقاق‘ البروج سے پہلے ہیں اور الطارق‘ البروج کے بعد ہے۔

(۲) ان دونوں سورتوں میں مؤمنین کے لیے بشارت اور کفار کے لیے وعید ہے اور قرآن مجید کی تعظیم ہے۔

(۳) اس سے پہلی سورت میں یہ بتایا تھا کہ مشرکین نے اپنے سینوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے خلاف جو بغض اور عناد چھپایا ہوا ہے‘ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اس سورت میں یہ بتایا کہ اس سے پہلی امتوں کے کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا‘ اس میں مشرکین کے لیے نصیحت ہے اور مؤمنوں کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط رکھنا ہے۔

سورۃ البروج کے مشمولات

☆ البروج:۹۔۱ میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی‘ قیامت کے دن کی‘ اور اپنی امتوں پر گواہی دینے والے نبیوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے: وہ ایک ایندھن والی آگ تھی جس نے مؤمنوں اور مؤمنات کو جلا ڈالا تھا تاکہ انہیں ان کے دین کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا جائے۔

☆ البروج:۱۱۔۱۰ میں ان سرکش کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب کی وعید ہے اور مؤمنین کے لیے جنتوں کی بشارت ہے۔

☆ البروج:۲۲۔۱۲ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی عظمت بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اعداء سے اس کے انتقام لینے کی قدرت بیان فرمائی ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۷ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸۵ ہے۔

سورۃ البروج کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں ’’والسماء ذات البروج

Marfat.com

اور ''والسماء والطارق'' کی تلاوت کرتے تھے۔(مسند احمد ج ۲ص ۳۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عشاء کی نماز میں ان سورتوں کی تلاوت کی جائے جن کے شروع میں ''والسماء'' کا ذکر ہے۔(مسند احمد ج ۲ص ۳۲۷)

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں ''والسماء والطارق'' اور ''والسماء ذات البروج'' پڑھتے تھے۔(مسند احمد ج ۵ص ۱۰۳)

سورۃ البروج سے مقصود

اس سورت کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو تسلی دی جائے کہ وہ کفار کی ایذا رسانیوں سے ہراساں اور پریشان نہ ہوں' کیونکہ سابقہ امتوں کے کفار بھی کفارِ مکہ کی طرح تھے' وہ نبیوں اور لوگوں کو ایذا پہنچاتے تھے جیسے ثمود' نمرود اور فرعون تھے' اور نجران یمن میں ایک ظالم بادشاہ تھا' جس نے ایک نیک لڑکے کو ہلاک کروا دیا اور جو لوگ اس بادشاہ کی خدائی پر ایمان نہیں لائے ان کو زندہ آگ میں جلوا دیا۔اس کا مفصل قصہ ان شاء اللہ! ہم البروج ۸۔۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

سورۃ البروج کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔رب العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۱شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ستمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورة البروج مكية ۸۵ | بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم | اٰياتها ۲۲ ركوعها ۱

سورۃ البروج مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بائیس آیات اور ایک رکوع ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّ

برجوں والے آسمان کی قسم ○ اور اس دن کی (قسم) جس کا وعدہ کیا ہوا ہے ○ اور حاضر کی (قسم) اور

مَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾

جس کو حاضر کیا جائے گا ○ خندقوں والے ہلاک کیے جائیں ○ بھڑکتی ہوئی آگ والے ○

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

جب وہ ان کے کنارے بیٹھے تھے ○ اور وہ مومنوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اس کا مشاہدہ

شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ

کر رہے تھے ○ اور ان کو ان مومنوں کی صرف یہ بات ناگوار گزری کہ وہ اللہ پر ایمان لائے' جو غالب

الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

حمد کیا ہوا ہے ○ جس کی آسمانوں اور زمینوں میں حکومت ہے' اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

چیز پر نگہبان ہے ○ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو (آگ کی)

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾

مصیبت میں ڈالا' پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ

جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ○ بے شک آپ کے رب کی گرفت بہت

Marfat.com

لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾

سخت ہے O بے شک وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا O وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے O

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ اَتٰىكَ

عظمت والے عرش کا مالک ہے O جس کام کا ارادہ کرے اس کو کرنے والا ہے O کیا آپ کے پاس

حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

لشکروں کی خبر پہنچی؟ O فرعون اور ثمود کی O بلکہ کفار تکذیب

فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ

کے درپے ہیں O اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے O بلکہ قرآن

قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ ع ١ ٢٢ ١٠

بہت عظمت والا ہے O لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برجوں والے آسمان کی قسم O اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا ہوا ہے O اور حاضر کی اور جس کو حاضر کیا جائے گا O (البروج: ٣۔١)

البروج: ١ میں اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان کی قسم کھائی ''بروج'' ''برج'' کی جمع ہے اور اس کا معنی درج ذیل ہے:

''بروج'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی

''بروج'' ''برج'' کی جمع ہے۔اس کے معنی بلند عمارت اور محل ہیں۔گنبد اور ستارے کے مقام کو کہتے ہیں۔آسمان کا بارہواں حصہ جو رصد گاہوں سے دکھائی دیتا ہے' اس کو برج کہتے ہیں۔علماء ہیئت کہتے ہیں کہ آسمان نو ہیں۔سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک سیارہ ہے۔سات سیارگان یہ ہیں: قمر' زحل' عطارد' شمس' مشتری' مریخ اور زہرہ اور آٹھویں آسمان میں وہ ستارے ہیں جو ثابت ہیں (یعنی گردش نہیں کرتے) اور نویں آسمان کو وہ فلک اطلس کہتے ہیں' وہ سادہ ہے' اور آٹھویں آسمان میں ستاروں کے اجتماع سے جو مختلف شکلیں بنتی ہیں' وہ اس نویں آسمان میں نظر آتی ہیں جن کو رصد گاہوں میں دیکھا جاتا ہے۔کہیں یہ شکل شیر کی سی بن جاتی ہے' اس کو برج اسد کہتے ہیں اور کہیں ترازو کی سی شکل بنتی ہے' اس کو برج میزان کہتے ہیں اور کہیں یہ شکل بچھو کی سی بنتی ہے' اس کو برج عقرب کہتے ہیں۔یہ کل بارہ برج ہیں' حمل' ثور' جوزا' سرطان' اسد' سنبلہ' میزان' عقرب' قوس' جدی' دلو اور حوت۔سورج ہر ماہ میں ایک برج کی مسافت کو طے کرتا ہے اور ایک سال میں بارہ بروج کی مسافت قطع کرتا ہے۔گرمی' سردی' بہار اور خزاں' یہ چاروں موسم سورج کی اسی حرکت سے وجود میں آتے ہیں۔

(روح المعانی جز ٣٠ ص ١٤٣۔ ١٤٢ ملخصاً وموضحاً)

ترقی اردو بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں لکھا ہے:

Marfat.com

سیارہ کا دائرہ گردش جسے اس کا گھر' مقام یا منزل کہتے ہیں' آسمانی دائرہ کے بارہ حصوں میں سے ہر ایک راس ہے۔ قدیم ہیئت دانوں نے ستاروں کے مقامات سمجھنے کے لیے منطقہ یا راس منڈل (فضا) کے بارہ حصے کیے ہیں۔ ہر حصہ میں جو ستارے واقع ہیں ان کی اجتماعی صورت سے جو شکل بنتی ہے اس حصہ کا نام اسی شکل پر رکھ دیا گیا ہے' مثلاً چند ستارے مل کر شیر کی سی شکل بناتے ہیں' اس حصہ کا نام برج اسد رکھ لیا گیا ہے۔ (اُردو لغت ج ۲ ص ۹۹۵' مطبوعہ محیط اُردو پریس' کراچی)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

اہل عرب ستاروں اور بروج کے علم کو بہت عظیم علوم میں سے شمار کرتے تھے اور ان سے راستوں' اوقات اور ان سے خشک سالی اور فصل کی سرسبزی اور زرخیزی پر استدلال کرتے تھے۔ مریخ کا برج الحمل اور العقرب ہے اور زہرہ کا برج الثور اور المیزان ہے اور عطارد کا برج الجوزاء اور السنبلہ ہے اور القمر کا برج السرطان ہے اور الشمس کا برج الاسد ہے اور مشتری کا برج القوس اور الحوت ہے اور زحل کا برج الجدی اور الدلو ہے۔ (تفسیر منیر ج ۱۴ ص ۲۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

''بروج'' کے مصادیق میں اقوالِ مفسرین

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

کسی عمارت کو مضبوط بنانے کے لیے اس کی ایک طرف پر جو گنبد بنایا جاتا ہے اس کو برج کہتے ہیں' اور بعض نے کہا: برج کا معنی محل ہے اور بعض نے کہا: برج کا معنی ستارے ہیں اور بعض نے کہا: یہ سورج' چاند اور ستاروں کی گزرگاہ ہیں اور ان کی منازل بروج ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

بروج کی تفسیر میں تین اقوال ہیں:

(۱) یہ مشہور بارہ برج ہیں' ان کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ ان میں بہت عجیب حکمت ہے کیونکہ ان بروج میں سورج حرکت اور دورہ کرتا ہے اور اس جہان کے فوائد سورج کے دورہ پر موقوف ہیں اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان بروج کا خالق زبردست حکیم ہے۔

(۲) بروج چاند کی منازل ہیں اور ان کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ ان بروج میں چاند دورہ کرتا ہے اور چاند کی حرکت سے آثارِ عجیبہ وجود میں آتے ہیں۔

(۳) بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں اور ان کو ان کے ظہور کی وجہ سے بروج فرمایا ہے کیونکہ بروج کا لغوی معنی ہے: ظہور۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۰۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: بروج کے متعلق چار قول ہیں:

(۱) الحسن' قتادہ' مجاہد اور ضحاک نے کہا: بروج سے مراد ستارے ہیں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عکرمہ اور مجاہد نے کہا: بروج سے مراد محلات یا قلعے ہیں' عکرمہ نے کہا: یہ محل آسمان میں ہیں' مجاہد نے کہا: بروج میں محافظ ہیں۔

(۳) المنہال بن عمرو نے کہا: وہ کوئی خوب صورت مخلوق ہے۔

(۴) ابو عبیدہ اور یحییٰ بن سلام نے کہا: وہ منازل ہیں' اور یہ بارہ برج ہیں جو ستاروں' سورج اور چاند کی منازل ہیں' قمر ہر برج میں دو دن اور ایک تہائی دن چلتا رہتا ہے اور یہ اٹھائیس دن ہیں اور دو راتیں چھپا رہتا ہے اور سورج ہر برج میں ایک ماہ

Marfat.com

چلتا رہتا ہے اور ان بارہ برجوں کے یہ اسماء ہیں: (۱) الحمل (۲) الثور (۳) الجوزاء (۴) السرطان (۵) الاسد (۶) السنبلة (۷) المیزان (۸) العقرب (۹) القوس (۱۰) الجدی (۱۱) الدلو (۱۲) الحوت۔

کلام عرب میں "البروج" کا معنی ہے: "القصور" یعنی محلات یا قلعے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۴۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بارہ برجوں کے معانی

(۱) الحمل کا معنی ہے: بکری کا بچہ موسم بہار کے برجوں میں سے ایک برج (۲) ثور کا معنی ہے: بیل (۳) الجوزاء کا معنی ہے: سیاہ بکری جس کے درمیان میں سفیدی ہو (۴) السرطان کا معنی ہے: کیکڑا ایسا پھوڑا جس کی رگیں کیکڑے کے پاؤں کی طرح دکھائی دیتی ہیں کینسر (۵) الاسد کا معنی ہے: شیر (۶) السنبلہ کا معنی ہے: گندم کا خوشا یا گچھا (۷) المیزان کا معنی ہے: ترازو (۸) العقرب کا معنی ہے: بچھو (۹) القوس کا معنی ہے: کمان (۱۰) الجدی کا معنی ہے: پہلے سال کا بکری کا بچہ یہ برج الدلو کے متصل ہے (۱۱) الدلو کا معنی ہے: ڈول (۱۲) الحوت کا معنی ہے: مچھلی۔

یعنی آسمان پر بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے بکری کے بچہ کی شکل بن جاتی ہے کہیں بیل کی شکل بن جاتی ہے کہیں بکری کی شکل بن جاتی ہے اور کہیں کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے علیٰ ہذا القیاس یہ شکلیں رصدگاہ میں قوی دوربین سے نظر آتی ہیں علماء ہیئت نے اپنی آسانی کے لیے ان شکلوں کے یہ نام رکھ لیے ہیں۔

الحمل اور العقرب مریخ کی منزل ہے الثور اور المیزان زہرہ کی منزل ہے الجوزاء اور السنبلہ عطارد کی منزل ہے السرطان قمر کی منزل ہے الاسد شمس کی منزل ہے القوس اور الحوت مشتری کی منزل ہے اور الجدی اور الدلو زحل کی منزل ہے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

ستاروں کی بروج میں انگریزی مہینوں کے اعتبار سے گردش

ماہرین علم نجوم کے اعتبار سے درج ذیل مہینوں میں ستارے ان بروج میں گردش کرتے ہیں تاہم یہ کوئی شرعی اور حتمی چیز نہیں ہے:

(۱) اپریل: الحمل	ARIES	(۲) مئی: الثور	TAURUS
(۳) جون: الجوزاء	GEMINI	(۴) جولائی: السرطان	CANCER
(۵) اگست: الاسد	LEO	(۶) ستمبر: السنبلہ	VIRGO
(۷) اکتوبر: المیزان	LIBRA	(۸) نومبر: العقرب	SCORPIO
(۹) دسمبر: القوس	SAGITTARIUS	(۱۰) جنوری: الجدی	CAPRICORN
(۱۱) فروری: الدلو	AQUARIUS	(۱۲) مارچ: الحوت	PISCES

البروج: ۲ میں فرمایا: اور اس دن کی (قسم) جس کا وعدہ کیا ہوا ہے O

اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے آسمان والوں اور زمین والوں سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ قیامت کے دن ان سب کو جمع کیا جائے گا۔

البروج: ۳ میں فرمایا: اور حاضر کی (قسم) اور جس کو حاضر کیا جائے گا O

Marfat.com

''شاھد'' اور ''مشھود'' کے مصادیق کا قرآن مجید' احادیث اور آثار سے تعین

اس آیت میں ''شاھد'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: حاضر اور ''مشھود'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کو حاضر کیا گیا ہو۔

''شاھد'' اور ''مشھود'' کے مصداق میں اختلاف ہے' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''شاھد'' سے مراد جمعہ کا دن ہے اور ''مشھود'' سے مراد عرفہ کا دن ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن کا وعدہ کیا ہوا ہے وہ قیامت کا دن ہے اور ''یوم مشھود'' یوم عرفہ ہے اور ''شاھد'' یوم جمعہ ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۳۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۱۹)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دن اور ہر رات شاہد ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن بھی بندے پر گزرتا ہے وہ اس سے ندا کر کے یہ کہتا ہے: اے ابن آدم! میں نو پیدا شدہ ہوں اور آج تم مجھ میں جو بھی عمل کرو گے میں اس پر شہید (گواہ) ہوں' سو تم مجھ میں نیک کام کر و کل میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا' سو اگر میں گزر گیا تو پھر تم مجھے کبھی نہیں دیکھو گے اور رات بھی آنے کے بعد اسی طرح ندا کرتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۰۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۱۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن بصری اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ''شاھد'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ (النساء: ۷۹) — اور اللہ کافی شاہد (گواہ) ہے ○

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ. (الانعام: ۱۹) — آپ کہیے کہ سب سے بڑی شہادت کس کی ہے؟ آپ کہیے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ شہید (گواہ) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اور قول یہ ہے کہ ''شاھد'' سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ (النساء: ۴۱) — (اے رسول مکرم!) اس وقت آپ کی کیا شان ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر شہید (گواہ) بنائیں گے ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ (الاحزاب: ۴۵) — اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا ○

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ. (البقرہ: ۱۴۳) — اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں پر شاہد ہوں گے' اور ان کی امت مشھود ہو گی:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ. (النساء: ۴۱) — اس وقت آپ کی کیا شان ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ انسان کے اعضاء اس کے اوپر شاہد ہیں:

Marfat.com

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النور: ۲۴)

جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے تھے ○

انسان کا مال بھی اس کے خلاف شاہد ہوگا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے اور وہ مسلمان کیسا اچھا ہے جو اس مال سے مسکین کو' یتیم کو اور مسافر کو دیتا ہے یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس مال کو ناحق طریقہ سے لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس شخص کے خلاف گواہ ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۵۲' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۶۴۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۹۱)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا دن مشہود ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ (درود) پڑھا کرو کیونکہ یہ دن مشہود ہے' اس دن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۶۳۷)

ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فرمایا:

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آل عمران: ۸۱)

فرمایا: پس تم سب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر) گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خندقوں والے ہلاک کیے جائیں ○ بھڑکتی ہوئی آگ والے ○ جب وہ ان کے کنارے بیٹھے تھے ○ اور وہ مومنوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اس کا مشاہدہ کر رہے تھے ○ (البروج: ۷-۴)

''اخدود'' کا معنی

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی' قیامت کے دن کی اور شاہد اور مشہود کی قسم کھائی ہے' اس کا جواب محذوف ہے یعنی ان چیزوں کی قسم! تم ضرور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جاؤ گے۔

البروج: ۴ میں ''اخدود'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں لمبا چوڑا گڑھا جیسے خندق' اس کی جمع ''اخادید'' ہے۔

البروج: ۵ کا معنی ہے: اس خندق میں ایندھن ڈال کر آگ بھڑکائی گئی۔

البروج: ۶ کا معنی ہے: جن لوگوں نے اس خندق میں آگ بھڑکائی تھی وہ اس خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور اس میں مومنوں کو ڈال رہے تھے۔

نجران یمن کے شمال میں ایک شہر ہے' جو نجران بن زیدان کی طرف منسوب تھا' اس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت میں یہ واقعہ پیش آیا' اس واقعہ کو امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اس طرح روایت کیا ہے:

اصحابِ اخدود کے واقعہ کی تفصیل میں صحیح حدیث

امام مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا' جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں' آپ میرے

Marfat.com

پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے‘ میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں‘ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا‘ جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا‘ وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تو (تاخیر کے سبب) جادوگر اس کو مارتا‘ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی‘ راہب نے اس سے کہا: جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا ساحر نے مجھے روک لیا تھا‘ یہ سلسلہ یونہی تھا کہ اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر لیا‘ لڑکے نے سوچا کہ آج میں آزماؤں گا کہ آیا ساحر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! اگر تجھ کو راہب کے کام ساحر سے زیادہ پسند ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گزرنے لگیں‘ اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گزرنے لگے‘ پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کو خبر دی‘ راہب نے اس سے کہا: اے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو‘ تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں‘ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے‘ جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا‘ یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا‘ اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا‘ بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا تھا‘ اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر آیا‘ اور کہا: اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تم کو دے دوں گا‘ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا‘ شفا تو اللہ دیتا ہے‘ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو میں اللہ سے دعا کروں گا‘ اللہ تم کو شفا دے گا‘ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دے دی‘ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا‘ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہاری بینائی کس نے لوٹائی؟ اس نے کہا: میرے رب نے‘ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: میرا اور تمہارا رب اللہ ہے‘ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتا نہ بتا دیا‘ پھر اس لڑکے کو لایا گیا‘ بادشاہ نے اس سے کہا: اے بیٹے! تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو‘ برص والوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو‘ اس لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا‘ شفا تو صرف اللہ دیتا ہے‘ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا‘ پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ‘ راہب نے انکار کیا‘ اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے‘ پھر اس مصاحب کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ‘ اس نے انکار کیا‘ اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے‘ پھر اس لڑکے کو بلایا‘ اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ‘ اس لڑکے نے انکار کیا‘ بادشاہ نے اس لڑکے کو چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا: اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ‘ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو‘ اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا‘ وہ لوگ اس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے‘ اس لڑکے نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے‘ اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے‘ وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا‘ بادشاہ نے پوچھا: جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا‘ بادشاہ نے اس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا: اس کو ایک کشتی میں سوار کرو‘ جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا‘ وہ لوگ اس کو لے گئے‘ اس نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لینا‘ وہ کشتی فوراً اُلٹ گئی‘ وہ سب غرق ہو گئے‘ اور وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا‘ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ جو گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا‘ پھر اس نے بادشاہ سے کہا: تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکو گے جب تک کہ میرے کہنے کے

Marfat.com

مطابق عمل نہ کرو' بادشاہ نے کہا: وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ' پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو ایک تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہو: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے' پھر مجھے تیر مارو' جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا' سو بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا' پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا' پھر اس تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھا' پھر کہا: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے' تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا' اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا' تمام لوگوں نے کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا: کیا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے' اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا' تمام لوگ ایمان لے آئے' بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا' سو وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگائی گئی اور کہا: جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جا' سو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے' اخیر میں ایک عورت آئی' اس کے ساتھ ایک بچہ تھا' وہ اس میں گرنے سے جھجکی' اس کے بچہ نے کہا: اے ماں! ثابت قدم رہو' تم حق پر ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۰۵' الرقم المسلسل: ۷۳۷۶' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۶۱)

اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے کہ راہب نے لڑکے سے کہا: جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہنا: مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہنا: مجھے ساحر نے روک لیا تھا' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ راہب نے اس کو جھوٹ کی تلقین کی' قاضی عیاض نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جھوٹ بولنا جائز ہے' خصوصاً اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے اور جب کوئی شخص کسی کو دین سے روک رہا ہو تو اس موقع پر بھی جھوٹ بولنا جائز ہے' علامہ خطابی نے کہا: اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہب اور اس لڑکے کا یہ واقعہ ان کی مدح و ثنا کے طور پر بیان کیا ہے اور ان کے اسی فعل کو مقرر رکھا ہے' اگر یہ فعل غلط ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا غلط ہونا بیان کر دیتے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب اس لڑکے کو اذیت دی گئی تو اس نے راہب کا پتا بتا دیا' علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس لڑکے نے راہب کے قتل کی رہنمائی کیسے کی' جبکہ راہب نے اس سے یہ کہا بھی تھا کہ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ' پھر بھی میرا پتا نہ بتانا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا' اگر اس کو بالغ مان لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ لڑکے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس راہب کو قتل کر دیا جائے گا اور راہب نے اپنا پتا بتانے سے منع کیا تھا لیکن لڑکے نے اس سے وعدہ نہیں کیا تھا' علاوہ ازیں لڑکا اذیت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ لڑکے نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ وہ اس کو کس طریقہ سے قتل کر سکتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکے نے اپنے قتل پر معاونت کی اور یہ جائز نہیں ہے' قاضی عیاض نے کہا: لڑکے نے یہ رہنمائی اس لیے کی تھی کہ تمام لوگوں میں اللہ پر ایمان لانے کی حقانیت ظاہر ہو جائے اور لوگ اس دلیل کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں' اور ایسا ہی ہوا' علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا: وہ لڑکا نابالغ تھا یا اس نے اس وجہ سے رہنمائی کی کہ اس کو یقین تھا کہ وہ مآل کار قتل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں اس بچہ کا ذکر ہے جس نے طفولیت میں کلام کیا' اور یہ اس قسم کے چھ بچوں میں سے ایک ہے۔ قاضی

Marfat.com

عیاض نے کہا: اس حدیث میں مصائب پر اولیاء اللہ کے صبر کا بیان ہے' اور یہ کہ دین کی تبلیغ میں اللہ کے نیک بندوں پر مصائب آتے ہیں اور یہ کہ خطرہ کے وقت بھی اپنے دین کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۹ ص ۴۶۴۔ ۴۷۱ دارالکتب العلمیہ 'بیروت)

جان جانے کے خوف کے باوجود کلمہ کفر نہ کہنے کی عزیمت

اللہ عزوجل نے اس آیت میں اس امت کے مؤمنین کو یہ بتایا ہے کہ ان سے پہلے موحدین کو اللہ کی راہ میں کتنی مشکلات اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے اس لڑکے کا ذکر کیا تاکہ اگر ان کو دین کی راہ میں تکلیفوں اور ایذاؤں کو برداشت کرنا پڑے تو وہ ان پر صبر کریں اور ان کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور وہ اس لڑکے کو اپنے لیے اسوۂ نمونہ اور اپنا آئیڈیل بنائیں' اور دین حق پر مضبوطی سے جمے اور ڈٹے رہیں اور دین حق کی تبلیغ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کریں اور جس طرح اس لڑکے نے اپنی کم سنی کے باوجود حق کی راہ میں صبر کیا' اسی طرح اس راہب نے بھی صبر کیا' حتیٰ کہ اس کو آری سے کاٹ ڈالا گیا' اسی طرح اور بہت لوگ جو اللہ پر ایمان لائے تھے اور ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا' انہوں نے عزم اور ہمت سے کام لیا' حتیٰ کہ ان کو آگ میں ڈال دیا گیا اور ان کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی۔

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے کہا ہے کہ ایمان بچانے کے لیے جان دینے کا عمل اب منسوخ ہو چکا ہے (دل میں ایمان رکھ کر زبان سے کلمۂ کفر کہہ دینا چاہیے تاکہ جان بچائی جا سکے)۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۳۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے اور جس شخص میں حوصلہ اور ہمت ہو اور وہ جان جانے کی پرواہ کیے بغیر دین حق پر جم سکے اور ڈٹ سکے' اس کے حق میں یہی افضل اور اولیٰ ہے اور یہی عزیمت ہے کہ وہ کلمۂ کفر نہ کہے خواہ اس کی جان چلی جائے۔

قرآن مجید میں ہے' حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ (لقمان: ۱۷)

اے میرے پیارے بیٹے! تم نماز قائم رکھنا اور نیک کاموں کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے روکتے رہنا اور (اس معاملہ میں) تم پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنا' بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے ○

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عظیم جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۱)

محمد بن سنجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہی تھی' آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے' آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرنا' خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم کو آگ میں جلا دیا جائے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۹۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۰۴' امام طبرانی کی سند میں ایک راوی یزید بن سنان رہاوی ہے' امام بخاری وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے اور اکثر نے اس کی تضعیف کی ہے)

Marfat.com

جان جانے کے خطرہ سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت‘ جب کہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو

ہاں! اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہہ دے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو اس کو جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت ہے‘ البتہ عزیمت پہلی صورت ہے‘ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النحل: ۱۰۶)

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا‘ سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو‘ ہاں! جو لوگ کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○

اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہے:

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ مشرکین نے حضرت عمار کو‘ ان کے والد یاسر کو اور ان کی ماں سمیہ کو اور حضرت صہیب کو‘ حضرت بلال کو‘ حضرت خباب کو اور حضرت سالم کو پکڑ لیا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ حضرت سمیہ کو انہوں نے دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا اور نیزہ ان کی اندام نہانی کے آر پار کر دیا اور ان سے کہا: تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اسلام لائی ہو‘ سو ان کو قتل کر دیا اور ان کے خاوند یاسر کو بھی قتل کر دیا‘ یہ دونوں وہ تھے جن کو اسلام کی خاطر سب سے پہلے شہید کیا گیا اور رہے عمار تو ان سے انہوں نے جبر یہ کفر کا کلمہ کہلوایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عمار نے کلمہ کفر کہا ہے تو آپ نے فرمایا: بے شک عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے معمور ہے‘ اس کے گوشت اور خون میں ایمان رچ چکا ہے‘ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ‘ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے‘ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اگر وہ دوبارہ تم سے جبراً کلمہ کفر کہلوائیں تو تم دوبارہ کہہ دینا۔

(اسباب نزول القرآن رقم الحدیث: ۵۶۷‘ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ المستدرک ج ۲ ص ۳۵۷‘ تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۱۹۴۶)

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہا اور ان کے معبودوں کو اچھا کہا‘ تب ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت عمار نے کہا: بہت بُرا ہوا‘ یا رسول اللہ! انہوں نے مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ میں آپ کو بُرا کہوں اور ان کے بتوں کو اچھا کہوں۔ آپ نے پوچھا: تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ تمہیں دوبارہ مجبور کریں تو دوبارہ کہہ دینا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم‘ المستدرک رقم الحدیث: ۳۳۱۳ طبع جدید‘ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا‘ وہ سات افراد تھے‘ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم‘ حضرت ابوبکر‘ حضرت بلال‘ حضرت خباب‘ حضرت عمار‘ حضرت سمیہ (حضرت عمار کی والدہ) اور حضرت صہیب۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع آپ کے چچا نے کیا۔ حضرت ابوبکر کا دفاع ان کی قوم نے کیا‘ باقی پانچوں کو مشرکین نے پکڑ لیا اور ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں تپانا شروع کر دیا‘ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی

Marfat.com

پوری کوشش سے ان کو عذاب پہنچایا' پھر حضرت بلال کے سوا سب نے جان بچانے کے لیے ان کی موافقت کر لی پھر ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک قوم آئی اور ان کو ایک چمڑے پر ڈال کر لے گئی' پھر شام کو ابوجہل آیا اور حضرت سمیہ کو گالیاں دینے لگا' پھر اس نے ان کی اندام نہانی میں نیزہ مارا جوان کے منہ کے پار ہو گیا۔ وہ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی سب سے پہلی خاتون تھیں۔ حضرت بلال نے کفار کی موافقت کرنے کے مقابلہ میں اللہ کی راہ میں جان دینے کو آسان سمجھا' کفار نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر بچوں کو تھما دی' وہ ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد' احد (اللہ ایک ہے) پکارتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۴۸۔ ۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۴ طبع قدیم' مسند احمد رقم الحدیث: ۳۸۳۲ طبع جدید' عالم الکتب' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۰۸۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۱' اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میرے پاس سے منتشر ہو جاؤ' پس جس شخص کے پاس طاقت ہے وہ آخر رات تک ٹھہر جائے اور جس کے پاس طاقت نہیں ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں چلا جائے اور جب تم یہ سن لو کہ میں اس جگہ ٹھہر گیا ہوں تو مجھ سے آ کر مل جانا۔ جب صبح ہوئی حضرت بلال' حضرت خباب' حضرت عمار اور قریش کی ایک کنیز جو اسلام لا چکی تھی' ان سب کو ابوجہل اور دوسرے مشرکین نے پکڑ لیا۔ انہوں نے حضرت بلال سے کہا: تم کفر کرو۔ انہوں نے انکار کیا تو انہوں نے ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں دھوپ میں تپایا' وہ ان کو گھسیٹ رہے تھے اور وہ احد' احد کہہ رہے تھے۔ حضرت خباب کو وہ کانٹوں میں گھسیٹ رہے تھے اور رہے حضرت عمار تو انہوں نے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہہ لیا اور قریش کی اس کنیز کے جسم میں ابوجہل نے چار کیلیں ٹھونکیں' پھر اس کو گھسیٹا' پھر ان کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا' پھر حضرت بلال' حضرت خباب اور حضرت عمار' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے حضرت عمار سے پوچھا: جب تم نے کلمہ کفر کہا تھا تو تمہارے دل کی کیفیت کیا تھی؟ کیا تم نے کھلے دل سے کلمہ کفر کہا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ'' (النحل: ۱۰۶)۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۲۶۶۶' الدر المنثور ج ۵ ص ۱۷۱۔ ۱۷۰)

البروج: ۴ میں فرمایا ہے: خندقوں والے ہلاک کیے جائیں ○

خندق کھودنے والوں کا انجام

یہ دعائیہ کلمہ ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ دعا تو عاجز انسان کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے' ہر چیز پر قادر ہے' پھر اس کا یہ فرمانا کس طرح صحیح ہو گا کہ خندقوں والے ہلاک کر دیئے جائیں یا ان کو اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مؤمنوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ انہیں اصحاب الاخدود کے متعلق یہ دعا کرنی چاہیے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اصحاب الاخدود سے مراد خندقیں جلانے والے نہیں ہیں' بلکہ خندقوں میں جلنے والے مؤمنین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ ان کو قتل کر دیا گیا یعنی آگ میں جلا دیا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ان ظالموں کے انجام کی خبر دی ہے' کیونکہ روایت ہے کہ جن مؤمنوں کو خندق میں ڈالا گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی روحوں کو آگ میں پہنچنے سے پہلے قبض فرما لیا اور آگ نے خندق سے نکل کر ان لوگوں کو جلا ڈالا' جو خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ مؤمنین نجات پا گئے اور خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے کفار جل گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۵۳' ۱۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کو ان مؤمنوں کی صرف یہ بات ناگوار گزری کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو غالب' حمد کیا ہوا ہے O جس کی آسمانوں اور زمینوں میں حکومت ہے' اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے O بے شک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا' پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب ہے اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے O (البروج: ۱۱۔۸)

خندق میں ڈالنے والے کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب اور جلنے کی وعید اور مؤمنوں کے لیے جنت اور اللہ کی رضا کی بشارت

نجران کے بادشاہ اور اس کے جن کارندوں نے مؤمنوں کو جلایا تھا' ان کو صرف یہ بات بُری لگی کہ ان کے ملک کے مؤمنین اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق پر قائم رہے اور ان کو ڈرانے اور دھمکانے سے توحید کی تصدیق سے دست کش نہیں ہوئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''العزیز'' ذکر فرمائی ہے' ''العزیز'' کا معنی ہے: ایسا غالب جو کبھی مغلوب نہ ہو اور ایسا قاہر جس کے قہر کو ٹالا نہ جا سکے اور دوسری صفت ''الحمید'' ذکر کی ہے' ''حمید'' کا معنی ہے: جو اپنے مؤمن بندوں کی زبانوں سے حمد اور ثنا کا مستحق ہو' ہر چند کہ بعض چیزوں کی تسبیح عام لوگوں کو سنائی نہیں دیتی لیکن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان چیزوں کی تسبیح بھی سنتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ. ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(بنی اسرائیل: ۴۴)

البروج: ۹ میں فرمایا: جس کی آسمانوں اور زمینوں میں حکومت ہے' اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے O

اللہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور وہی ان کا خالق اور مدبر ہے اور اگر وہ چاہے تو ان کو فنا کر دے اور جب اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ متصف ہے تو وہی اس لائق اور مستحق ہے کہ اس کے اوپر ایمان لایا جائے تو کفار کا اس پر ایمان لانے کو قابل سزا جرم قرار دینا اور مؤمنوں کو آگ کی خندق میں ڈالنا قطعاً باطل اور ظلم عظیم ہے۔

البروج: ۱۰ میں فرمایا: بے شک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا' پھر انہوں نے توبہ نہیں کی' ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب ہے اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے O

اس آیت میں ''فتنۃ'' کا لفظ ہے' ''فتنۃ'' کا معنی ہے: ابتلاء اور امتحان' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کفار نے مؤمنوں کو امتحان میں مبتلا کیا اور کفر نہ کرنے پر آگ کی خندق میں ڈال دیا اور بعض مفسرین نے کہا کہ ''فتنۃ'' کا معنی آگ میں جلانا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: جن لوگوں نے مؤمنوں کو آگ میں جلا دیا۔

نیز اس آیت میں فرمایا: پھر انہوں نے توبہ نہیں کی' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیتے تو وہ اس وعید سے نکل آتے اور ان کو آخرت میں دوزخ کا عذاب نہ ہوتا' اور اس آیت میں یہ قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے' حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اسلام اور شرف صحابیت سے مشرف کر دیا۔

اس آیت میں خندق میں مؤمنوں کو ڈالنے والے ظالموں کے لیے دو عذابوں کا ذکر فرمایا ہے: ایک دوزخ کا عذاب ہے

Marfat.com

اور ایک جلنے کا عذاب ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دو جرم تھے: ایک کفر تھا اور دوسرا مؤمنوں کو جلانے کا تھا' ہر چند کہ دوزخ میں بھی جلانے کا عذاب ہے لیکن ان کو اس عذاب کے علاوہ شدید نوعیت کے جلانے کا عذاب بھی دیا جائے گا۔

البروج: ۱۱ میں فرمایا: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے O

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے عذاب کی وعید بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں مؤمنوں کے لیے جنت کے ثواب کی بشارت سنا رہا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی اور ''الفوز الکبیر'' (بہت بڑی کامیابی) کی بھی بشارت دی ہے' اور بہت بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جو جنت میں جانے کے بعد حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کے رب کی گرفت بہت سخت ہے O بے شک وہ ہی ابتداءً پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا O وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے O عظمت والے عرش کا مالک ہے O جس کام کا ارادہ کرے اس کو کرنے والا ہے O کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی؟ O فرعون اور ثمود کی O بلکہ کفار تکذیب کے درپے ہیں O اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے O بلکہ قرآن بہت عظمت والا ہے O لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے O (البروج: ۲۲۔۱۲)

اللہ تعالیٰ کی عظیم اور منفرد صفات

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے عذاب کی وعید اور مؤمنوں کے لیے جنت کی بشارت کا ذکر فرمایا تھا اور اب تاکید کے لیے دوبارہ وعد اور وعید کا ذکر فرما رہا ہے۔

البروج: ۱۲ میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے رب کی گرفت بہت سخت ہے' اس آیت میں ''بطش'' کا لفظ ہے' ''بطش'' کا معنی ہے: کسی چیز کو شدت کے ساتھ پکڑنا اور جب اس کی صفت شدت ہوگی تو اس کا معنی ہے: کسی کو بہت زیادہ ملامت کرنا اور اس کو بہت سختی کے ساتھ پکڑنا۔

البروج: ۱۳ میں فرمایا: بے شک وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا O

اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر ان کو فنا کر دے گا' پھر ان کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے میدانِ حشر میں جمع فرمائے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دوزخ والوں کو آگ کھا لے گی حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو نئے سرے سے پیدا فرما دے گا اور اس آیت سے یہی معنی مراد ہے۔

البروج: ۱۴ میں فرمایا: وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے O

معتزلہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کے لیے غفور ہے' جو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ پر توبہ کرے اور ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مطلقاً غفور ہے' جو اپنے گناہوں پر توبہ کرے اس کو بھی بخش دیتا ہے اور جو توبہ نہ کرے اس کو بھی بخش دیتا ہے' کیونکہ اس نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)	بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

شرک سے کم گناہ کو بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ کی قید نہیں لگائی' اس سے معلوم ہوا کہ شرک سے کم گناہ (گناہ کبیرہ) کی بخشش عام ہے خواہ توبہ کے ساتھ ہو خواہ بغیر توبہ کے۔

Marfat.com

امام رازی نے لکھا ہے: کیونکہ توبہ کرنے والے کی مغفرت واجب ہے اور جو کام واجب ہو اس پر مدح نہیں کی جاتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور ہونے کو بہ طور مدح ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بہت بخشنے والے سے مراد ہے: وہ بغیر توبہ کے بخشنے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۱۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے توبہ کو قبول کرنا محض اس کا فضل و کرم ہے اگر وہ کسی کی توبہ قبول نہ کرے تو اس سے کون باز پرس کر سکتا ہے اس کا بخش دینا بہر حال اس کا فضل ہے خواہ وہ توبہ سے بخشے یا بغیر توبہ کے۔

''الودود'' کے معنی میں کئی اقوال ہیں اکثر مفسرین نے کہا: ''الودود'' کا معنی ہے: محبت کرنے والا کلبی نے کہا: ''الودود'' کا معنی ہے: جو اپنے دوستوں کی مغفرت کر کے ان سے محبت کرے ازہری نے کہا: اللہ کے نیک بندوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے قفال نے کہا: ''الودود'' کا معنی حلیم ہے۔

البروج: ۱۵ میں فرمایا: عظمت والے عرش کا مالک ہے O

اس آیت میں ''عرش'' کا لفظ ہے بادشاہ کا تخت اس کی سلطنت اور اقتدار سے کنایہ ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عرش مراد ہو اور اللہ عزوجل نے آسمانوں کے اوپر اپنا بہت عظیم تخت بنایا ہو جس کی عظمت اور جلالت کے اوپر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مطلع نہ ہو۔

اس آیت میں ''مجید'' کا لفظ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ تعالیٰ مجد اور جلال اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت ہو جس طرح قرآن مجید (البروج: ۲۱) میں ''مجید'' قرآن کی صفت ہے۔

البروج: ۱۶ میں فرمایا: جس کام کا ارادہ کرے اس کو کرنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ جس کام کو مناسب جانتا ہے اس کو کرنے والا ہے اور اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور اس کے کام میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا وہ اپنے مومن بندوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کوئی اس کو اس سے روک نہیں سکتا اور وہ کفار اور مشرکین کو دوزخ میں داخل کرے گا اور کوئی ان کو دوزخ سے بچا نہیں سکتا اور وہ گناہ گار مومنوں میں سے جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے کر اس کو معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا اس کے اوپر دنیا میں کوئی مصیبت ڈال کر اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا اور جس کو چاہے گا اس کو کچھ عرصہ تطہیر کے لیے دوزخ میں عذاب دے گا اور پھر جنت میں داخل کر دے گا اور جس کو چاہے گا اس کو اپنے مقربین میں سے کسی کی شفاعت سے معاف فرما دے گا اور جس کو چاہے گا اس کو محض اپنے فضل سے معاف فرما دے گا غرض دنیا اور آخرت میں وہ مالک اور مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو چاہے گا وہ کرے گا۔

عہد رسالت اور اس سے پہلے کے مکذبین کی سرشت

البروج: ۲۰۔۱۷ میں فرمایا: کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی؟ O فرعون اور ثمود کی O بلکہ کفار تکذیب کے درپے ہیں O اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار نے خندق کھود کر آگ جلائی اور اس میں مومنوں کو ڈال دیا اب یہ بتایا کہ ان سے پہلے جو کفار تھے وہ بھی اسی طرح مومنوں پر ظلم کرنے والے تھے اپنے اپنے زمانے میں فرعون اور ثمود بھی مومنوں پر ظلم کرتے تھے اس سے پہلی سورتوں میں قوم فرعون اور ثمود کے واقعات گزر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ہر زمانہ میں کفار مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ کارروائی کرتے رہے ہیں۔

Marfat.com

اور فرمایا: اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے O اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور اس کا اقتدار تمام کفار کو محیط ہے' کوئی کافر اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان سب کو فوراً ہلاک کر دے اور آپ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ان پر فوراً عذاب نازل کر دے' سو آپ ان کی تکذیب کی وجہ سے نہ گھبرائیں' جب اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینا چاہے گا تو اس کو ایک پل بھی دیر نہیں لگے گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے احاطہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے ان کی ہلاکت قریب آ پہنچی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو محیط ہے اور ان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

البروج: ۲۱ میں فرمایا: بلکہ قرآن بہت عظمت والا ہے O

قرآن مجید کی فضیلت

یہ قرآن تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی سعادت اور دوسری قوم کی شقاوت کو بیان فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ فلاں قوم کو فلاں قوم سے ضرر پہنچے گا' یہ قرآن شرف' کرم اور برکت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور لوگوں کو اپنے دین اور دنیا کی بھلائی میں جن احکام کی ضرورت ہوتی ہے' وہ تمام احکام اور ہدایات اس میں مذکور ہیں' یہ واحد آسمانی کتاب ہے کہ جس زبان میں یہ نازل ہوئی ہے اسی زبان میں اب تک محفوظ ہے اور قیامت تک اسی زبان میں محفوظ رہے گی' اس میں کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہیں ہو سکی اور نہ اس کی کسی سورت یا آیت کی اب تک کوئی نظیر لائی جا سکی اور نہ قیامت تک لائی جا سکے گی' قرآن مجید کے سوا اور کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جس کو اتنا زیادہ پڑھا جاتا ہو اور اس کو حفظ کیا جاتا ہو اور ہر سال اس کو نماز (تراویح) میں ذوق وشوق سے سنا اور سنایا جاتا ہو۔

البروج: ۲۲ میں فرمایا: لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے O

لوحِ محفوظ کی تعریف میں اقوالِ مفسرین

قرآن مجید لوح میں مکتوب ہے اور شیاطین کی دسترس سے محفوظ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوح سرخ یاقوت کی تختی ہے' اس کا بالائی حصہ عرش کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور زیریں حصہ ایک فرشتہ کی گود میں ہے' اس کی کتابت نور ہے' اس کا قلم نور ہے' اللہ عزوجل ہر روز اس میں تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے' اور ہر نظر سے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو پست کر دیتا ہے' یعنی کسی کو فقیر بنا دیتا ہے اور کسی کو غنی بنا دیتا ہے' کسی کو زندہ کرتا ہے اور کسی کو موت عطا کرتا ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

مقاتل نے کہا: لوحِ محفوظ عرش کی دائیں جانب ہے۔

کہا گیا ہے کہ لوحِ محفوظ میں مخلوق کی تمام اقسام اور ان کے متعلق تمام اُمور کا ذکر ہے' اس میں ان کی موت کا' حیات کا' ان کے رزق کا' ان کے اعمال کا اور ان میں نافذ ہونے والے اُمور کا ذکر ہے' اور ان کے اعمال کے نتائج کا ذکر ہے اور وہی اُمّ الکتاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز لوحِ محفوظ میں لکھی' وہ یہ ہے: میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' محمد میرے رسول ہیں' جس نے میرے فیصلہ کو تسلیم کر لیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا کیا' میں نے اس کو صدیق لکھا ہے اور اس کو صدیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے

Marfat.com

میرے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا' وہ مجھے چھوڑ کر جس کو چاہے اپنا معبود بنا لے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٩ص ٢٥٧۔٢٥٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی نے کہا ہے کہ لوح سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہاں فرمایا ہے: قرآن مجید لوحِ محفوظ میں ہے اور ایک آیت میں فرمایا ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ یہ قرآن کریم ہے ۝ جو پوشیدہ کتاب میں ہے ۝

(الواقعہ: ٧٨۔٧٧)

ہوسکتا ہے کہ لوحِ محفوظ اور کتابِ مکنون سے مراد ایک ہی چیز ہو اور اس کے محفوظ ہونے کا یہ معنی ہو کہ یہ فرشتوں کے غیر کے چھونے سے محفوظ ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (الواقعہ: ٧٩) اس کو مطہرون کے سوا کوئی نہیں چھوتا ۝

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ملائکہ مقربین کے سوا یہ اوروں سے محفوظ ہے' کوئی دوسرا اس پر مطلع نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تغیر اور تبدل سے محفوظ ہو۔

بعض متکلمین نے کہا ہے کہ لوح وہ چیز ہے جو فرشتوں کے لیے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کو پڑھتے ہیں اور جب کہ اس کی تائید میں احادیث اور آثار وارد ہیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ١١ص ١١٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

سورة البروج کا اختتام

آج تیرہ شعبان ١٤٢٦ھ/ ١٨ ستمبر ٢٠٠٥ء' بہ روز اتوار بعد از نمازِ عصر سورۂ بروج کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علیٰ رسوله الکریم

سورة الطارق

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الطارق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''الطارق'' کا لفظ مذکور ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ (الطارق:۱) آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے کی قسم ۝

''الطارق'' اس روشن ستارے کو کہتے ہیں جو رات کو طلوع ہوتا ہے' یہ ستارہ دن میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور رات کو ظاہر ہوتا ہے' اسی طرح لغت میں رات میں آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔

سورۃ الطارق کا نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۶ ہے اور تلاوت کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۶ ہے۔

سورۃ الطارق کے متعلق احادیث

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت خالد العدوانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقیف کے بازار میں دیکھا' اس وقت آپ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوئے تھے' آپ ثقیف کے پاس گئے اور ان سے مدد طلب کی' حضرت خالد بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے: ''وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝'' حتیٰ کہ آپ نے اس سورت کو ختم کر لیا' میں نے اس سورت کو زمانۂ جاہلیت میں یاد رکھا' پھر اسلام لانے کے بعد اس کو پڑھا۔
(مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرۃ اور سورۂ نساء پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہے ہو! کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم ''وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝'' پڑھو اور ''والشمس وضحاھا'' پڑھو یا ان کی مثل کوئی سورت پڑھو۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۹۸۰)

امام ابن مردویہ نے ''وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝'' کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رات میں طلوع ہونے والے کی قسم کھائی ہے اور ہر وہ چیز جو رات میں آئے وہ ''الطارق'' ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ الطارق کی سورۃ البروج کے ساتھ مناسبت

(۱) سورۃ الطارق اور سورۃ البروج دونوں کی ابتداء میں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے۔

(۲) دونوں سورتوں میں انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے کا ذکر ہے' سورۃ البروج میں فرمایا: ''اِنَّهٗ هُوَ يُبۡدِئُ وَيُعِيۡدُ ۝'' (البروج:۱۳) وہی ابتداءً پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اور سورۃ الطارق میں فرمایا: ''اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ۝'' (الطارق:۸) بے شک اللہ اس کو دوبارہ لوٹانے پر ضرور قادر ہے۔

Marfat.com

(۳) سورۃ البروج میں ہے: "بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝" (البروج: ۲۲۔۲۱) بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں (مکتوب) ہے اور اس سورت میں فرمایا ہے: "اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝" (الطارق: ۱۳) یہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔

سورۃ الطارق کے مشمولات

☆ سورۃ الطارق مکی ہے اور دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد بیان کیے گئے ہیں' مثلاً قیامت' لوگوں کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا' حساب کتاب' جزاء سزاء اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور جو ابتداءً کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ اس کو دوبارہ بھی پیدا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

☆ الطارق: ۴۔۱ میں آسمان اور رات کو طلوع ہونے والے روشن ستاروں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے: ہر نفس کے اوپر فرشتے نگہبان ہیں۔

☆ الطارق: ۸۔۵ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتداءً نطفہ سے پیدا کیا ہے اور جب وہ انسان کو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے تو انتہاءً بھی پیدا کر سکتا ہے۔

☆ الطارق: ۱۰۔۹ میں انسان کے حشر کا حال بیان فرمایا ہے کہ اس دن اللہ انسان کے دل کی پوشیدہ باتوں کا بھی حساب لے گا اور اس دن انسان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

☆ الطارق: ۱۷۔۱۱ میں زمین اور آسمان کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید صادق ہے اور یہ حق اور باطل کے درمیان صحیح فیصلہ کرنے والا ہے اور اس میں قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے کفار کو زجر و توبیخ کی اور شدید وعید سنائی ہے۔

سورۃ الطارق کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الطارق کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ رب العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۴ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

(۸۶) سورۃ الطارق مکیۃ (۳۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیاتہا ۱۷ رکوعہا ۱

سورۃ الطارق مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں سترہ آیات اور ایک رکوع ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ اَلنَّجْمُ

آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے (ستارے) کی ○ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ رات کو طلوع ہونے والا کیا ہے؟ ○ (وہ) نہایت

الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

روشن ستارہ (ہے) ○ بے شک ہر نفس کے اوپر ایک محافظ (نگہبان) ہے ○ سو انسان کو غور کرنا چاہیے کہ

مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ

وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ○ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ○ جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان

وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾

سے نکلتا ہے ○ بے شک اللہ اس کو لوٹانے پر ضرور قادر ہے ○ جس دن سینہ کی چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ○

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ﴿۱۱﴾

سو اس وقت نہ اس کی کوئی طاقت ہو گی نہ اس کا کوئی مددگار ہو گا ○ بارش والے آسمان کی قسم ○

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ

اور پھٹنے والی زمین کی قسم ○ بے شک یہ (قرآن) (حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے ○ اور یہ کوئی

بِالْهَزْلِ ؕ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚۖ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ

مذاق نہیں ہے ○ بے شک کافر اپنی سازش کر رہے ہیں ○ اور میں اپنی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں ○ سو آپ

الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ ع

کافروں کو چھوڑ دیں (اور) ان کو تھوڑی مہلت دیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آسمان کی قسم اور رات کو طلوع ہونے والے (ستارے) کی ○ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ رات کو طلوع ہونے والا کیا ہے؟ ○ (وہ) نہایت روشن ستارہ (ہے) ○ بے شک ہر نفس کے اوپر ایک محافظ (نگہبان) ہے ○ (الطارق: ۴۔۱)

Marfat.com

''طارق'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آسمان' سورج' چاند اور ستاروں کا ذکر بہت زیادہ کیا ہے' کیونکہ ان کی گردش میں' ان کے طلوع اور غروب میں اور دیگر احوال میں بہت عجائب اور غرائب ہیں اور دوسری مخلوقات کے لیے اس میں بہت منافع ہیں۔

''طارق'' کا معنی ہے: رات کو آنے والا خواہ وہ ستارہ ہو یا کوئی اور چیز ہو' دن میں آنے والے کو طارق نہیں کہتے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ستارے کو طارق اس لیے فرمایا ہے کہ وہ رات میں طلوع ہونے کے ساتھ مختص ہے اور عرب ہر اس شخص کو طارق کہتے ہیں جو رات کا قصد کرے۔ ''طرق'' کا اصل معنی ہے: کوٹنا' اسی وجہ سے ہتھوڑے کو''مطرقة'' کہتے ہیں اور رات میں آنے والے کو بھی اسی لیے' طارق'' کہتے ہیں کہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کو کوٹنے اور کھٹکھٹانے کا محتاج ہوتا ہے۔

رات کو گھر میں داخل ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم رات میں آؤ تو فوراً گھر داخل نہ ہو' حتیٰ کہ تمہاری بیوی زیر ناف بال صاف کرے اور سر کے بکھرے ہوئے بال سنوارے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۲۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۱۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۷۷۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۱۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸)

نیز طارق کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

ابوالتیاح بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن خنبش التمیمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا' اس وقت وہ بوڑھے ہو چکے تھے: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں' میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں کیا کرتے تھے' جس رات میں شیاطین نے آپ کے خلاف سازش کی تھی اور مکر کیا تھا' یعنی آپ کو ایذاء پہنچانے کا حیلہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: اس رات شیاطین آپ کے پاس وادیوں اور گھاٹیوں سے نازل ہوئے' ان میں سے ایک شیطان تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا اور وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ جلانا چاہتا تھا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ پڑھیے' آپ نے پوچھا: میں کیا پڑھوں؟ حضرت جبریل نے کہا: آپ پڑھیے:

اعوذ بکلمات اللہ التامة من شر ما خلق وذرأ وبرأ ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر' یا رحمٰن.

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں' ہر اس شر سے جس کو اس نے پیدا کیا اور زمین میں منتشر کر دیا اور ہر اس شر سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور ہر اس شر سے جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور ہر طارق (رات میں آنے والے) کے شر سے' سوا اس طارق کے جو خیر کے ساتھ آئے یا رحمٰن۔

پھر ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شکست دے دی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۴ ص ۲۰۰۔ رقم الحدیث: ۱۵۴۶۰' مؤسسة الرسالة' بیروت' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۸۳۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۸۴۴' اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ اس روایت میں جعفر بن سلیمان متفرد ہے اور اس کی روایات منکر ہیں)

الطارق: ۲ میں فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ وہ رات کو طلوع ہونے والا کیا ہے؟O

Marfat.com

امام رازی فرماتے ہیں: ہر سننے والا یہ جانتا ہے کہ طارق سے مراد کیا ہے' سفیان بن عیینہ نے کہا: ہر وہ چیز جس کے متعلق قرآن میں ہو''وما ادرٰك'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق ''وما یدریك'' ہو اس کی خبر نہیں دی گئی' جیسے یہ آیت ہے:

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ○ اے مخاطب! تو کیا جانے ہو سکتا ہے کہ قیامت قریب ہو ○

(الشوریٰ:١٧)

الطارق:٣ میں فرمایا: ''النَّجْمُ الثَّاقِبُ'' یعنی (وہ) نہایت روشن ستارہ (ہے) ○

''النجم الثاقب'' کا معنی اور مصداق اور سورۃ الطارق کا شانِ نزول

وہ ستارہ بہت بلند مرتبہ والا ہے' یہ وہ ستارہ ہے جس سے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے' اس ستارے کو نہایت روشن ان وجوہ سے فرمایا ہے: (١) ثاقب کا معنی ہے: سوراخ کرنے والا اور یہ ستارہ اپنی روشنی سے اندھیرے میں سوراخ کر دیتا ہے' پھر اس میں نافذ ہو جاتا ہے اس کو ''دری'' بھی کہتے ہیں یعنی یہ اندھیرے کو دور کر دیتا ہے (٢) یہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کی روشنی ہوا میں اس طرح نفوذ کر جاتی ہے جیسے کوئی چیز کسی چیز میں سوراخ کر دیتی ہے اور ثاقب کا معنی ہے: سوراخ کرنے والا (٣) یہی وہ ستارہ ہے کہ جب شیطان اس کو دیکھتا ہے تو یہ شیطان میں سوراخ کر دیتا ہے یعنی شیطان میں نفوذ کر کے اس کو جلا دیتا ہے (٤) الفراء نے کہا: ''النجم الثاقب'' کا معنی ہے: وہ ستارہ جو تمام ستاروں سے بلند ہے کیونکہ جو پرندہ بہت اونچی پرواز کر کے آسمان کے قریب جا پہنچے' عرب اس کو ''ثاقب'' کہتے ہیں۔

اس ستارے کو ''الطارق'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ رات میں طلوع ہوتا ہے اور رات میں آنے والے کو طارق کہتے ہیں اور یہ رات میں طلوع ہو کر جنات کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے یعنی جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمان کے قریب جاتے ہیں' ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ''النجم الثاقب'' سے مراد کئی ستاروں کا مجموعہ ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○'' (العصر:٢) بے شک انسان ضرور خسارے میں ہے' یا اس سے کوئی ایک معین ستارہ مراد ہے' ابن زید نے کہا: ''النجم الثاقب'' سے مراد ثریا ہے' الفراء نے کہا: اس سے مراد زحل ہے کیونکہ وہ اپنے نور سے سات آسمانوں میں سوراخ کر دیتا ہے اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد وہ شہاب ثاقب ہیں جن سے شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ○ مگر جو شیطان (فرشتوں کی) کوئی بات اُچک کر بھاگے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتا ہے ○

(الصّٰفّٰت:١٠)

آسمان دنیا پر زینت کے علاوہ ستاروں کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ سرکش شیاطین سے اس کی حفاظت کی جائے' پس جب شیطان آسمان پر فرشتوں کی کوئی بات سننے کے لیے جاتے ہیں تو ستارے ان پر ٹوٹ کر گرتے ہیں' جس سے بالعموم شیطان جل جاتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی بہت آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روٹی اور دودھ دیا' جس وقت وہ بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے تو ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور پھر وہ آگ ہو گیا' ابوطالب نے گھبرا کر کہا: یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اس ستارے سے شیطان کو مارا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تو ابوطالب کو سخت تعجب ہوا' پھر یہ سورت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج ١١ص ١١٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

Marfat.com

الطارق:۴ میں فرمایا: بے شک ہر نفس کے اوپر ایک محافظ (نگہبان) ہے O

انسان کے محافظ اور نگہبان کی تحقیق

اس آیت میں یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ محافظ کون ہے اور وہ کس چیز کی حفاظت کرتا ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل تفصیل ہے:

بعض مفسرین نے کہا کہ وہ محافظ اللہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اور ہر چیز کی بقا کا انتظام بھی اسی نے کیا ہے' اس نے زمین میں روئیدگی کی صلاحیت رکھی' بادلوں سے پانی برسایا' سورج کی تپش سے غلہ کو پکایا اور چاند کی کرنوں سے اس میں ذائقہ پیدا کیا' اس نے انسان کی ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا اور یوں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت اور اس کی حفاظت کا نظام وضع فرمایا' نیز زمین میں ایسی جڑی بوٹیاں پیدا فرمائیں جن سے انسان اپنی بیماریوں کا علاج کر سکے اور سورج اور چاند کی روشنی سے جنگلوں' صحراؤں اور سمندروں کے اندھیروں کو دور فرمایا' قرآن مجید میں ہے:

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ص (یوسف:۶۴) اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ محافظ فرشتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں فرشتوں کو انسان کا محافظ فرمایا ہے' وہ آیات درج ذیل ہیں:

فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط (الانعام:۶۱) اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ط (الرعد:۱۱) اس کے محافظ اور نگہبان انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں' جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ O مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ O (قٓ:۱۸۔۱۷) جب (انسان کے ہر قول اور فعل) دو فرشتے لے لیتے ہیں ایک (اس کی) دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے O وہ جو بات بھی کرتا ہے اس کا محافظ فرشتہ اس کو لکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے O

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ O كِرَامًا كَاتِبِيْنَ O يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ O (الانفطار:۱۲۔۱۰) اور بے شک تم پر ضرور محافظ (فرشتے) مقرر ہیں O معزز لکھنے والے O وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو O

فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک کاموں کا لکھنے والا مرد کی دائیں طرف ہوتا ہے اور بُرے کاموں کا لکھنے والا مرد کی بائیں طرف ہوتا ہے اور نیک کاموں کا لکھنے والا بُرے کاموں کے لکھنے والے پر امین (امیر) ہوتا ہے۔ جب انسان کوئی نیک کام کرتا ہے تو نیک کام لکھنے والا اس کو دس کام لکھتا ہے اور جب وہ کوئی بُرا کام کرتا ہے تو نیک کام لکھنے والا فرشتہ بُرے کام لکھنے والے فرشتہ سے کہتا ہے: سات گھنٹوں تک اس کے بُرے کام کو نہ لکھو' شاید یہ تسبیح پڑھ لے یا استغفار کر لے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث:۷۹۷۱' شعب الایمان رقم الحدیث:۷۰۵۰۔۷۰۴۹' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۲۴'

Marfat.com

مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۲۰۸' الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث:۱۲۰۹' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اور ایک سند کی توثیق کی گئی ہے اور البانی نے کہا ہے: اس کی سند حسن ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ بُرے کام کا قصد کرے تو اس کو مت لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کی ایک بُرائی لکھو اور جب وہ نیک کام کا قصد کرے اور اس نیک کام کو نہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو' اور جب وہ نیک کام کرے تو اس کی دس نیکیاں لکھ دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۲۸' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۰۷۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نیک کام کرنے کا دل میں منصوبہ بناتا ہے تو جب تک وہ نیک کام نہیں کرتا' میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور جب وہ اس نیک کام کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بُرے کام کا منصوبہ بناتا ہے تو جب تک وہ اس بُرے کام کو نہ کرے میں اس کو معاف کر دیتا ہوں اور جب وہ اس بُرے کام کو کرے تو میں اس کی ایک بُرائی لکھ دیتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اے میرے رب! تیرا یہ بندہ بُرا کام کرنا چاہتا ہے حالانکہ اس بندہ کو اس کی بُرائی پر خوب بصیرت ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انتظار کرو' اگر وہ بندہ اس بُرے کام کو کر لے تو اس کی ایک بُرائی لکھ دو اور اگر وہ اس بُرائی کو ترک کر دے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو' اس نے اس بُرائی کو میرے خوف کی وجہ سے ترک کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اسلام میں نیک عمل کرے تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے' اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے اور ہر بُرے کام کو جو وہ کرتا ہے' اس کی صرف ایک بُرائی لکھی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نیک کام کا قصد کیا اور اس کو نہیں کیا تو اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس نے نیک کام کا قصد کیا اور اس نیک کام کو کر لیا تو اس کا وہ نیک کام دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے اور جس نے بُرائی کا قصد کیا اور اس کو کیا نہیں تو اس کی بُرائی نہیں لکھی جاتی اور اگر اس بُرے کام کو کر لیا تو اس کی ایک بُرائی لکھی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۰' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۰۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نیکیوں اور بُرائیوں کو لکھتا ہے' پھر بیان فرمایا: جس نے نیکی کا قصد کیا اور اس نیکی کو نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ نیکی کے قصد کے بعد اس نیکی کو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک بلکہ سات سو کو بھی دگنا چوگنا کر کے لکھ دیتا ہے اور اگر کوئی شخص بُرائی کا قصد کرے اور وہ بُرائی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ اس بُرے کام کا قصد کر کے اس بُرے کام کو کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی صرف ایک بُرائی لکھ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۴۹۱' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۱)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بُرائی کے لکھنے کا اسناد اپنی طرف کیا ہے اور دوسری احادیث میں فرشتوں کی طرف اسناد فرمایا ہے اور حقیقت میں لکھتے فرشتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی آیات اور دیگر احادیث میں اس کی تصریح ہے لیکن چونکہ انہیں لکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے' اس لیے اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا اسناد اپنی ذات کی طرف فرمایا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے فرشتوں کو اس طرح لکھنے کا حکم دیتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لکھنے والے فرشتوں کو اس

Marfat.com

مقدار پر مطلع فرمادیتا ہے۔

ان احادیث میں معصیت کے قصد یا معصیت کے منصوبہ کا ذکر آیا ہے' اس سے مراد ''ھم'' ہے اور وہ عزم اور نیت سے کم درجہ کی چیز ہے یعنی اس میں گناہ کرنے کا راجح ارادہ ہے اور مرجوح جانب گناہ نہ کرنے کی ہے لیکن اگر وہ گناہ کرنے کا عزم اور اس کی نیت کرلے تو پھر اس کا گناہ لکھ دیا جاتا ہے کیونکہ گناہ کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا قول صحیح ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ حفاظت کرنے والے فرشتے جانتے ہیں کہ بندہ کے دل میں نیکی کا ھم اور قصد ہے یا بُرائی کا ھم اور قصد ہے اور وہ اسی طرح بندہ کے عقائد کو بھی جانتے ہیں اور اس حدیث میں ان لوگوں کے قول کا ردّ ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتے بندے کے صرف اس عمل کو لکھتے ہیں جو ظاہر ہوتا ہے یا جس بات کو وہ سنتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فرشتوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا' پھر انہیں بندے کے ھم اور اس کے قصد کا کیسے علم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو اس سے اچھی خوشبو آتی ہے اور جب بندہ بُرائی کا قصد کرتا ہے تو اس سے بدبو آتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو طبری نے ابو معشر مدنی سے روایت کیا ہے اور عنقریب کتاب التوحید میں حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت آئے گی کہ جب میرا بندہ بُرا کام کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھوحتیٰ کہ وہ اس بُرائی پر عمل کرلے۔

(صحیح البخاری: ۷۵۰۱)

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتہ انسان کے ظاہر اور باطن پر مطلع ہوتا ہے' یا تو اللہ تعالیٰ اس کو مطلع فرماتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس میں ایسا علم پیدا فرماتا ہے جس سے فرشتہ اس کا ادراک کرلیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بخاری کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ بُرائی کا ارادہ کرے تو اس کو مت لکھوحتیٰ کہ وہ اس بُرے کام کو کرے' اگر وہ بُرا کام کرے تو اس کی ایک بُرائی لکھ لو اور اگر وہ میری وجہ سے اس بُرے کام کو ترک کردے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کرسکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ اس نیک کام کو کرے تو اس کے لیے وہ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک لکھ دو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۰۱)

حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کوئی بات کہتا ہے' جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ بات کہاں تک پہنچے گی' اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے واسطے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور ایک شخص کوئی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس کو اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کی وہ بات کہاں تک پہنچے گی' پھر اللہ تعالیٰ اس کے واسطے قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۵ ص ۱۸۰۔ رقم الحدیث: ۱۵۸۵۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۱۰۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۲۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۵' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۵' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۹۵۷)

اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے لکھنے کا یہ محمل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے جسم میں بھی کوئی بیماری ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اس کی حفاظت کرنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندہ کے لیے ہر دن اور رات کو وہی نیک عمل لکھتے رہو جو وہ صحت کے ایام میں کرتا تھا' جب تک کہ وہ میری اس بیماری کی قید میں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۰' کراچی' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۹۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں' پس جب وہ بندہ مر جاتا ہے تو جو فرشتے اس کا عمل لکھتے تھے' وہ عرض کرتے ہیں کہ اب تو ہمیں اجازت دے کہ ہم آسمان پر چلے جائیں' اللہ عزوجل فرمائے گا: میرا آسمان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے' جو میری تسبیح کرتے رہتے ہیں' وہ عرض کریں گے: پھر ہم زمین میں قیام کریں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری تسبیح کرتی رہتی ہے' وہ عرض کریں گے: پھر ہم کہاں جائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے کی قبر پر قیام کرو' میری تسبیح پڑھو' میری حمد پڑھو' میری تکبیر پڑھو اور ''لا الہ الا اللہ'' پڑھو اور قیامت تک ان کلمات کو میرے بندے کے صحیفہ اعمال میں لکھتے رہو۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں عثمان بن مطر ہے اور وہ قوی نہیں ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۹۳۱' الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۱۱۴' الدر المنثور ج ۷ ص ۵۲۱' کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۹۶۷)

فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت کرتے ہیں؟

فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہر نفس کے اوپر حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں۔

قتادہ نے کہا: وہ فرشتے تمہارے عمل کی اور تمہارے رزق کی اور تمہاری موت اور حیات کی حفاظت کرتے ہیں اور جب تمہاری زندگی پوری ہو جائے' اے ابن آدم! تو تمہاری روح قبض کر کے تمہیں تمہارے رب کے پاس لے جاتے ہیں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۸۵۸۵۔۲۸۵۸۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:

ہر نفس کے اوپر اس کے رب کی طرف سے ایک نگران ہے' جو اس کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے اور وہ جو بھی اچھے اور بُرے کام کرتا ہے' ان کو شمار کرتا رہتا ہے۔

الکلبی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا مقرر ہے' جو اس کے اقوال اور افعال کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ اس کو اس کی تقدیر کے حوالے کر دیتا ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز امام بغوی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا: فرشتے انسانوں سے دو حالوں میں مجتنب رہتے ہیں: قضاء حاجت کے وقت اور جماع کے وقت' مجاہد نے کہا: وہ اس کی ہر بات کی حفاظت کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ بیماری کی حالت میں جو کراہتا ہے اس کو بھی لکھتے ہیں' عکرمہ نے کہا: وہ اس کی صرف وہی بات لکھتے ہیں جس پر اس کو ثواب یا عذاب ہو' ضحاک نے کہا: انسان کی ٹھوڑی کے نیچے جو بال ہیں وہ ان بالوں پر بیٹھتے ہیں' حسن بصری سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۲۷۲' بیروت)

Marfat.com

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حفاظت کرنے والے فرشتے انسان کے تمام اعمال کو لکھتے ہیں' خواہ وہ اعمال ظاہر ہوں یا باطن اور قیامت کے دن اس کا صحیفہ اعمال پیش کر دیں گے۔

(۲) فرشتے انسان کے عمل کی' اس کے رزق کی اور اس کی مدتِ حیات کی حفاظت کرتے ہیں اور جب انسان اپنی مدتِ حیات کو اور اپنے رزق کو پورا کر لیتا ہے تو وہ اس کی روح کو قبض کر کے اس کے رب کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

(۳) وہ انسان کی آفتوں اور مصیبتوں سے حفاظت کرتے ہیں' اور انسان کو صرف وہی آفت پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہوتی ہے۔

(۴) الکلبی نے کہا: وہ انسان کی قبر میں پہنچنے تک حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے O وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے O جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے O بے شک اللہ اس کو لوٹانے پر ضرور قادر ہے O جس دن سینہ کی چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی O سو اس وقت نہ اس کی کوئی طاقت ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا O (الطارق: ۱۰۔۵)

''دافق' صلب'' اور ''ترائب'' کا معنی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہر نفس کے لیے ایک محافظ ہے' جو اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے اور اس کے اعمال کو گنتار ہتا ہے' اس کو جاننے کے بعد انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ اہم مقاصد کے حصول کی کوشش کرے اور شرع اور عقل اس پر متفق ہیں کہ سب سے اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید کو ماننا ہے اور اس کو ماننا ہے کہ اس نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے' جہاں اس سے اس کے اعمال کی پرسش ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت آخرت کی معرفت پر مقدم ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کو اس کے خالق کی طرف متوجہ کیا۔

الطارق: ۶۔۵ میں فرمایا: سو انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے O وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے O

الطارق: ۶ میں ''دافق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اچھل کر بہنے والا۔

جو لوگ مر کر دوبارہ اٹھنے کا اور رسول کے بھیجنے کا انکار کرتے ہیں' وہ اس پر غور کریں کہ وہ نطفہ سے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ نطفہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اس میں ہڈیاں بن جاتی ہیں' اور پھر اس سے انسان کی صورت بن جاتی ہے' اگر اس نطفہ کو ایک طباق میں رکھ دیا جائے اور تمام جن اور انسان مل کر یہ کوشش کریں کہ وہ اس نطفہ سے انسان کا کوئی ایک عضو بنا لیں تو نہیں بنا سکتے' اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا جو قدرتی نظام بنایا ہے' اس نظام سے ہٹ کر انسان کی پیدائش عمل میں نہیں آ سکتی۔

الطارق: ۷ میں فرمایا: جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے O

اس آیت میں ''صلب'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: مرد کی پیٹھ' اور ''ترائب'' کا لفظ ہے' اس سے مراد عورت کے سینہ کی درمیانی جگہ ہے' یعنی اس کے پستانوں کے درمیانی جگہ' جب انسان جماع کرتا ہے تو اس کی پیٹھ سے پانی نکل کر رحم میں داخل ہوتا ہے اور عورت کے سینہ سے نکل کر پانی وہاں پہنچتا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ہم مانتے ہیں کہ نطفہ بدن کے تمام اجزاء سے نکلتا ہے' اسی وجہ سے انسان اپنے والدین کے بہت مشابہ ہوتا ہے' اور خروج

Marfat.com

منی کے بعد تمام جسم کے غسل کی بھی یہی حکمت ہے اور جو آدمی بہت زیادہ جماع کرتا ہے' اسی وجہ سے اس کی کمر میں بہت درد ہوتا ہے اور یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ جو پانی کمر میں جمع ہوتا ہے' وہ بہت زیادہ نکل جاتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری المتوفی ۱۹۹۷ء لکھتے ہیں:

''صُلب'' کہتے ہیں: ریڑھ کی ہڈی کو' ''ترائب'' ''تریبة'' کی جمع ہے ''ھی موضع القلادة من الصدر''۔ (قرطبی عن ابن عباس) گلے کا ہار سینہ پر جس جگہ لٹکتا ہے اس کو 'ترائب'' کہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے کہ مادۂ منویہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے' لیکن دوسرے مفسرین جن کے سرخیل حسن بصری ہیں' وہ کہتے ہیں: ''وقال الحسن المعنی: یخرج من صُلب الرجل وترائب الرجل ومن صُلب المراۃ وترائب المراۃ'' (قرطبی) یعنی یہ مادہ مرد کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سینے کی ہڈی کے درمیان سے' اسی طرح عورت کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سینے کی ہڈی کے درمیان سے نکلتا ہے' یہی قول طبی تحقیقات کے مطابق ہے۔

اس آیت پر بعض ملحدین نے اعتراض کیا ہے کہ مادۂ منویہ کے خروج کا کیا مطلب ہے؟ خروج کا مطلب اگر جسم سے باہر خارج ہونا ہو تو بداہۃً غلط ہے' کیونکہ منی کا خروج یہاں سے نہیں ہوتا۔ اگر خروج کا معنی اس کا مقر ہے جہاں وہ جمع ہوتی ہے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس کا ذخیرہ 'اوعیة المنی: خُصْیَتَین'' ہیں نہ کہ پشت و سینہ' اگر خروج کا مقصد یہ ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی یہاں تیار ہوتے ہیں تو بھی درست نہیں' کیونکہ اس کے بنانے میں سب سے زیادہ حصہ دماغ کا ہے نہ کہ صُلب وترائب کا۔

جن لوگوں نے ان اُمور کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے' ان کے نزدیک معترض کا یہ اعتراض اس کی جہالت اور اس کے الحاد کی دلیل ہے۔ قرآن کریم نے ''بین الصُّلب و الترائب'' کے مختصر اور جامع الفاظ سے حقیقت کی جس طرح ترجمانی کی ہے' اس سے بہتر ناممکن ہے۔ جسم میں کوئی ایک عضو ایسا نہیں جو تنہا اس مادۂ تولید کو بناتا ہو' بلکہ تمام اعضائے رئیسہ کے اشتراک سے یہ مادہ تیار ہوتا ہے۔ دماغ' دل اور جگر کا حصہ اس میں نمایاں اور سب سے زیادہ ہے۔ دل اور جگر کا مقام تو بلاشبہ ''بین الصُّلب والترائب'' ہے۔ باقی رہا دماغ تو ریڑھ کی ہڈی میں نُخاع (وہ سفید رنگ کی تار جو دماغ سے گردن سے گزرتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی کے سارے موہروں سے ہوتی ہوئی کمر تک پہنچتی ہے) اس مادہ کی تیاری میں حصہ لیتا ہے۔ یہاں اس کے اصلی عناصر تیار ہو کر کیسۂ منی میں پہنچتے ہیں اور وہاں سے نکل کر کئی نالیوں کو طے کرتے ہوئے باہر نکلتے ہیں' چنانچہ علامہ آلوسی نے اس حقیقت کو مندرجہ ذیل سطور میں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ریشہ' دماغی' قلبی اور جگری قوتیں سب اس مادہ کو اس قابل بنانے میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہیں' یہاں تک کہ وہ انسان کا مبدأ بن جاتا ہے۔ ''من بین الصلب والترائب'' کی مختصر اور جامع عبارت اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ''ترائب'' قلب اور جگر کو شامل ہے' ''صُلب'' سے وہ ریڑھ کی ہڈی کا ریشہ مراد ہے جس کے ذریعہ سے دماغ اس کی تیاری میں حصہ لیتا ہے۔

علاوہ ازیں مادۂ منویہ اگرچہ خصیتین پیدا کرتے ہیں اور کیسۂ منویہ میں جمع ہو جاتا ہے' مگر اس کے اخراج کا مرکزِ تحریک صُلب اور ترائب کے درمیان واقع ہے اور دماغ سے اعصابی رَو جب اس مرکز کو پہنچتی ہے تب اس مرکز کی تحریک سے کیسۂ منویہ سکڑتا ہے اور اس سے ماءِ دافق پچکاری کی طرح نکلتا ہے۔ قرآنِ کریم کا بیان علمِ طب کی جدید تحقیقات کے عین مطابق

Marfat.com

ہے۔

علامہ بیضاوی اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفاسیر میں اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

(ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۳۷۔۵۳۶)

الطارق: ۸ میں فرمایا: بے شک اللہ اس کو لوٹانے پر ضرور قادر ہے O

انسان کو لوٹانے کے دو محمل' آخرت کی طرف یا باپ کی صلب کی طرف

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو اس کے باپ کی صلب کی طرف لوٹانے پر ضرور قادر ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں اٹھانے پر ضرور قادر ہے اور یہ تفسیر زیادہ قریب اور واضح ہے کیونکہ اس کے بعد کی آیات حشر کے احوال اور کوائف سے متعلق ہیں' اور اس سے پہلے یا بعد اس چیز میں کفار کا اختلاف ذکر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ اس کے باپ کی پشت میں لوٹانے پر قادر ہے یا نہیں ہے' جب کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کفار شک کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ اس کا رد فرمایا ہے' اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابتداءً انسان کو پیدا فرمایا ہے اور نطفہ کی ایک بوند سے جیتا جاگتا انسان بنا کر کھڑا کر دیا ہے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کر دے۔

پہلی تفسیر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پانچ چھ فٹ کے انسان کو اس کے باپ کی پشت میں لوٹانا کس طرح ممکن ہے' جب کہ اس کا باپ بھی پانچ چھ فٹ ہی کا ہوتا ہے؟ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو بڑھاپے سے جوانی کی طرف لوٹائے اور جوانی سے بچپن کی طرف لوٹائے' پھر اس کو گوشت کا لوتھڑا بنا دے' پھر اس کو جما ہوا خون بنا دے' پھر اس کو نطفہ بنا دے' پھر اس نطفہ کو اس کے باپ کی صلب کی طرف لوٹا دے تو وہ یقیناً اس پر قادر ہے۔ (اس پر بھی یہ اشکال ہے کہ اس نطفہ کو باپ کی صلب کی طرف لوٹانا غیر معروف اور غیر مشاہد ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (تاویلات ماتریدیہ ج ۵ ص ۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں: اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) اس آیت کا معنی یہ ہے: جس ذات نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا ہے' وہ اس کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ (یٰس: ۷۹) آپ کہیے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ (الروم: ۲۷) وہی ہے جو پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا: وہ اس پر قادر ہے کہ نطفہ کو دوبارہ آلے میں لوٹا دے' عکرمہ اور ضحاک نے کہا: وہ اس پر قادر ہے کہ نطفہ کو پشت میں لوٹا دے' ضحاک سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ انسان کو دوبارہ نطفہ بنا دے' مقاتل بن حیان نے کہا: اس کا معنی ہے: اگر میں چاہوں تو انسان کو بڑھاپے سے جوانی کی طرف لوٹا دوں اور جوانی سے بچپن کی طرف لوٹا دوں اور بچپن سے پھر نطفہ کی طرف لوٹا دوں' تاہم اس آیت کی تفسیر میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (علامہ قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں یہ

Marfat.com

دونوں قول لکھے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس دوسری تفسیر کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بالکل باطل ہے اور صحیح تفسیر پہلی ہے اور حضرت علامہ آلوسی نے جو کچھ لکھا ہے وہی صحیح اور معقول ہے اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے اقوال صحیح نہیں ہیں۔

آیا اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو ایک انڈے میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے فرمایا: اسی طرح یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ پوری دنیا کو ایک انڈے میں داخل کر دے؟ اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ پوری دنیا کو تنگ کر کے اور سکیڑ کر انڈے میں داخل کر دے یا انڈے کو اس قدر وسیع کر دے اور پھیلا دے کہ پوری دنیا اس میں آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ انڈا اپنے حال پر رہے اور دنیا اپنے حال پر رہے اور پھر پوری دنیا انڈے میں سما جائے تو یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ جز کل ہو جائے اور کل جز ہو جائے' اسی طرح انسان اپنی جسامت میں رہتے ہوئے اپنے باپ کی پشت میں آ جائے تو یہ محال ہے لیکن اگر انسان کی جسامت بہ تدریج کم ہو کر نطفہ کے برابر ہو جائے تو پھر اس کا اپنے باپ کی پشت میں منتقل ہونا ممکن ہے۔ اسی طرح یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اہل جنت کی حرکت اور سکون کی کوئی انتہاء ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہے' پھر سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو ان کی حرکت کی انتہاء اور حرکت کے عدد کا علم ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے کہ یہ حرکت کبھی منقطع نہیں ہوگی اور اس کو ان حرکات کے انقطاع کا علم نہیں ہے اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اہل جنت کی حرکات کے انقطاع کا علم نہیں ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہل کا اثبات نہیں ہے' بلکہ جہل کا اثبات اس وقت ہوتا جب یہ کہا جاتا کہ اس کو غیر منقطع حرکات کے انقطاع کا علم ہے۔

(تاویلات ماتریدیہ ج ۵ ص ۴۳۴ مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون ۱۴۲۵ھ)

الطارق: ۱۰۔۹ میں فرمایا: جس دن سینہ کی چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ○ سو اس وقت نہ اس کی کوئی طاقت ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا ○

''سرائر'' اور ''ابتلاء'' کا معنی

الطارق: ۹ میں ''السرائر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: دل میں جو عقائد اور نیات چھپی ہوئی ہیں اور جو اعمال پوشیدہ طور پر کیے ہیں' اور اس آیت میں ''تبلی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ابتلاء اور آزمائش' اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے' نیز اس کے صحیفہ اعمال میں غور کیا جائے گا جس میں فرشتوں نے اس کے اعمال کی تفصیل لکھی ہے' آیا فرشتوں کا لکھا ہوا اس کے پیش کردہ اعمال کے مطابق ہے یا نہیں' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے اعمال کا علم ہے لیکن اتمام حجت کے لیے اس کیفیت سے حساب لیا جائے گا۔

اس کی دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ بعض افعال کا ظاہر تو حسین ہوتا ہے اور ان کا باطن قبیح ہوتا ہے اور بعض افعال کا ظاہر قبیح ہوتا ہے اور ان کا باطن حسین ہوتا ہے اور اس دن اعمال کی آزمائش اس طرح کی جائے گی کہ جن افعال کا ظاہر حسین ہے اور باطن قبیح ہے' ان افعال کے قبیح ہونے کی وجوہ پیش کی جائیں گی اور جن افعال کا ظاہر قبیح ہے اور باطن حسین ہے' ان افعال کی تحسین کی وجوہ پیش کی جائیں گی۔

اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ جو افعال اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان راز ہیں' ان کو قیامت کے دن ظاہر کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر راز کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس اظہار کی وجہ سے بعض چہرے خوش ہوں گے اور بعض چہرے

Marfat.com

مرجھائے ہوئے ہوں گے۔

الطارق: ۱۰ میں فرمایا: سو اس وقت نہ اس کی کوئی طاقت ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا O

اس کی طاقت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسی قوت نہیں ہوگی' جس کی وجہ سے وہ ازخود اپنی ذات سے عذاب کو دور کر سکے' اور ناصر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی ایسا مددگار نہ ہوگا جو اس سے عذاب کو دور کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بارش والے آسمان کی قسم O اور پھٹنے والی زمین کی قسم O بے شک یہ (قرآن) (حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا کلام ہے O اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے O بے شک کافر اپنی سازش کر رہے ہیں O اور میں اپنی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں O سو آپ کافروں کو چھوڑ دیں (اور) ان کو تھوڑی مہلت دیں O (الطارق: ۱۷۔۱۱)

آسمان کو ''ذات الرجع'' فرمانے کی توجیہات

اللہ سبحانہٗ نے توحید اور حشر کے ثبوت پر دلائل دینے کے بعد ایک اور قسم کھائی' اس قسم میں آسمان کو ''ذات الرجع'' فرمایا ہے' ''ذات الرجع'' کا معنی ہے: بار بار لوٹنے والا۔ زجاج وغیرہ نے کہا ہے: اس سے مراد ہے: بارش کو برسانے والا' کیونکہ بارش بار بار لوٹ کر آتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ زمین کے سمندروں سے سمندر کا پانی بھاپ بن کر بادلوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے' پھر بارش کی صورت میں وہی پانی زمین کی طرف لوٹ جاتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ عرب نیک فال کے طور پر بارش کو ''ذات الرجع'' یعنی لوٹ کر آنے والی کہتے ہیں کہ بارش دوبارہ پھر لوٹ کر آئے' جیسے عید کے دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان کی زندگی میں پھر لوٹ کر آتا ہے' کیونکہ عید کا لفظ عود سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لوٹنا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ بارش ہر سال لوٹ کر آتی ہے بلکہ ایک سال میں متعدد بار آتی ہے' اس لیے بارش کو ''ذات الرجع'' کہتے ہیں' یعنی بار بار لوٹ کر آنے والی اور کیونکہ بارش کا نزول آسمان کی جانب سے ہوتا ہے' اس لیے آسمان کو بھی ''ذات الرجع'' فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ'' (الطارق: ۱۱) کا معنی ہے: بار بار بارش برسانے والا آسمان' کیونکہ آسمان سے بار بار بارش نازل ہوتی ہے یا جو خیر آسمان کی طرف سے آتی ہے' وہ بار بار لوٹ کر آتی ہے۔

ابن زید نے کہا: آسمان اپنے سورج اور اپنے چاند کو غروب ہونے کے بعد بار بار طلوع کی طرف لوٹاتا ہے۔

الطارق: ۱۲ میں فرمایا: اور پھٹنے والی زمین کی قسم O

زمین کو ''ذات الصدع'' فرمانے کی توجیہات

اس آیت میں زمین کو ''ذات الصدع'' فرمایا ہے' ''الصدع'' کا معنی ہے: ''الشق'' یعنی پھٹنا' قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ O (الروم: ۴۳) — اس دن سب پھٹ کر بکھر جائیں گے O

حضرت ابن عباس نے فرمایا: زمین پھٹتی ہے اور اس سے پودے اور کونپلیں نکل آتی ہیں۔

مجاہد نے کہا: اس سے مراد دو پہاڑوں کے درمیان شق اور شگاف ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا. (الانبیاء: ۳۱) — اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنا دیئے۔

لیث نے کہا: ''الصدع'' سے مراد زمین کی پیداوار ہیں کیونکہ زمین کی پیداوار زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہیں اور اسی اعتبار سے زمین کی پیداوار کو ''الصدع'' فرمایا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے جان داروں کی تخلیق کو اپنی توحید اور حشر کی معرفت کی دلیل بنایا ہے' اسی طرح اس نے اس قسم میں زمین کی پیداوار کی تخلیق کو اس کی معرفت کی دلیل بنایا ہے' پس بارش برسانے والا آسمان بہ منزلہ باپ

Marfat.com

ہے اور پھٹ کر غلہ نکالنے والی زمین بہ منزلہ ماں ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں کیونکہ دنیا کی تمام نعمتیں اس پر موقوف ہیں کہ آسمان کی جانب سے بار بار بارشیں نازل ہوتی رہیں اور زمین پھٹ کر بار بار غلہ اور پھل اُگاتی رہے۔

آسمان اور زمین کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے جوابِ قسم کا ذکر کیا۔

الطارق: ۱۳ میں فرمایا: بے شک یہ (قرآن) (حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے O

''قول فصل'' کی دو تفسیریں' فیصلہ کرنے والی کتاب یا مفصل کتاب

حارث اعور' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس کتاب میں تم سے پہلے لوگوں کی خبر ہے اور تمہارے بعد کے لوگوں کے لیے حکم ہے اور یہ فیصلہ پر مشتمل کتاب ہے' کوئی مذاق نہیں ہے' جس کسی جبار نے اس کو ترک کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا اور جس نے اس کتاب کے غیر میں ہدایت کو تلاش کیا' اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۶)

''قول فصل'' کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا قول ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے: یہ مفصل قول ہے' اس میں حلال اور حرام کو بیان فرما دیا ہے اور یہ بیان فرما دیا ہے کہ کن کاموں سے بچنا چاہیے اور کن کاموں کو کرنا چاہیے اور اس میں حق اور باطل اور صحیح اور غلط کو بیان فرما دیا ہے اور اس میں مؤمنوں کے لیے ثواب کی بشارت اور کفار کے لیے عذاب کی وعید کو بیان فرما دیا ہے' انبیاء سابقین اور مؤمنین صالحین کا ذکر ہے اور سابقہ امتوں کے کافروں اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے اور قیامت تک پیش آنے والے اُمور کے لیے جامع ہدایت ہے اور مکمل دستور العمل ہے۔

''قول فصل'' کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے پہلے جو ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تم کو اس دن زندہ کرے گا' جس دن تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تمہاری خفیہ باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا' یہ برحق قول ہے کوئی مذاق نہیں ہے۔

الطارق: ۱۵۔۱۴ میں فرمایا: بے شک کافر اپنی سازش کر رہے ہیں O اور میں اپنی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں O

کافروں کی سازش اور ان کا مکر یہ تھا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات ڈالتے تھے تاکہ وہ اسلام نہ لائیں' مثلاً وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید میں ہے کہ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا' تو جب انسانوں کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور وہ مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے اور ان کے اجزاء دوسرے مردوں کے اجزاء سے خلط ملط ہو جائیں گے تو ان کو باہم کس طرح تمیز دی جائے گی؟ اور وہ کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے تو یہ کسی بڑے سردار پر کیوں نہ نازل ہوا؟ اور وہ کہتے تھے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جو جانور اپنی طبعی موت سے مر جائے وہ حرام ہے اور جس جانور کو مسلمان اللہ کے نام سے ذبح کریں وہ حلال ہے' سو یہ کیسی غلط بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور حرام ہو اور بندے کا مارا ہوا جانور حلال ہو؟ اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعن کرتے تھے اور کہتے تھے: وہ ساحر ہیں یا شاعر ہیں یا مجنون ہیں اور انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ناکام کر دیا اور ان کے تمام شبہات کو زائل کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور مدد فرمائی اور آپ کے لائے ہوئے دین کو سربلند اور غالب کر دیا۔

کفار کے ''کید'' اور اللہ تعالیٰ کے ''کید'' کا فرق

اس آیت میں کفار کی سازش کو بھی ''کید'' فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو خفیہ تدبیر فرمائی' اس کو بھی ''کید'' فرمایا ہے

Marfat.com

حالانکہ ان کی سازش باطل تھی اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر حق ہے' صورۃً مماثلت کی وجہ سے دونوں کے لیے ایک لفظ ''کید'' فرمایا ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ (الشوریٰ: ۴۰) برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

حالانکہ برائی ظلم ہے اور اس کا بدلہ عدل ہے' جیسے کوئی کسی کو ظلماً قتل کر دے' پھر اس کے قصاص میں قاتل کو قتل کیا جائے تو پہلا قتل ظلم ہے اور دوسرا قتل عدل ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ (الحشر: ۱۹) کافروں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔

کافروں کا بھلانا گناہ اور اللہ کا بھلانا یعنی ان پر رحم نہ فرمانا ان کے گناہ کی سزا ہے' لیکن صورۃً مماثلت کی وجہ سے دونوں کے لیے بھلانے کا لفظ استعمال فرمایا۔

اس طرح کی اور بہت آیات ہیں' جیسے فرمایا:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ (النساء: ۱۴۲) منافقین اپنے (زعم میں) اللہ کو دھوکا دے رہے ہیں حالانکہ اللہ ان کو ان کے دھوکے کی سزا دینے والا ہے۔

زیر تفسیر آیت میں کافروں کا ''کید'' (سازش) یہ تھا کہ اللہ کے دین سے لوگوں کو متنفر کیا جائے' اور اللہ تعالیٰ کا ''کید'' یہ تھا کہ ان کو ان کے کفر میں ڈھیل دی جائے' پھر اچانک ان پر گرفت کی جائے۔

الطارق: ۱۷ میں فرمایا: سو آپ کافروں کو چھوڑ دیں (اور) ان کو تھوڑی مہلت دیں O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہلت دینے کے حکم کی توجیہ

اس آیت میں ''رویداً'' کا لفظ ہے' یہ اسماء افعال میں سے ہے' اس کا معنی ہے: ان کو مہلت دیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں۔ اس آیت میں پہلے ''فمهل'' فرمایا' اس کے بعد ''امهلهم'' فرمایا' دونوں کا معنی ہے: ان کو مہلت دیں اور ''روید'' کا بھی یہی معنی ہے' غرضیکہ متعدد تاکیدات کے ساتھ فرمایا ہے: ان کو مہلت دیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ جس طرح آپ کو تنگ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو مشتعل کر رہے تھے' اس کا تقاضا تھا کہ ان کافروں سے فوری انتقام لیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے آپ کو صبر وضبط کی تلقین فرماتا رہا' دوسری وجہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ کے مسلسل مظالم کا تقاضا یہ تھا اور حالات اس موڑ پر آ گئے تھے کہ آپ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے' اس لیے فرمایا: آپ ان کو تھوڑی مہلت دیں' کیونکہ عنقریب غزوۂ بدر میں یا آخرت میں ان سے انتقام کا موقع آئے گا' اگرچہ آپ نے ان کی ہلاکت کی ایسی کوئی دعا نہیں کی تھی' بلکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! مشرکین کے خلاف دعا کیجئے' آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۹۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے آپ سے پوچھا: آپ پر کون سا ایسا دن آیا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ آپ پر سخت تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی جس بدسلوکی کا سامنا کیا ہے' سو کیا ہے اور ان کی سب سے زیادہ بدسلوکی کا دن یومِ عقبہ تھا' میں نے ابن عبد یالیل کے سامنے اپنی نبوت کو پیش کیا' اس نے میری امید کے مطابق جواب نہیں دیا' پھر میں نہایت غمگین ہو کر چلا گیا' پھر قرن الثعالب پر پہنچ کر میں سنبھلا' میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل نے مجھ پر سایا کیا ہوا تھا' میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت جبریل تھے' انہوں نے مجھ کو ندا کر کے کہا: آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ

Marfat.com

ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں اس کو حکم دیں' پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو ندا کر کے آپ کو سلام کیا' پھر کہا: یا محمد! آپ جو چاہتے ہیں حکم دیں' آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان ان کو پیس دوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا' جو صرف اللہ واحد کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۳۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۰۶)

سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی سرشت اور مزاج کے موافق فرمایا' ان کو تھوڑی مہلت دیں' عنقریب جنگ بدر میں آپ کو جہاد کی اجازت دی جائے گی' پھر ان سے انتقام لے لیں یا پھر آخرت میں ان سے انتقام لیا جائے گا۔

سورۃ الطارق کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۸ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ الطارق کی تفسیر ختم ہوگئی۔

وصلی اللہ علٰی سیدنا محمد وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الاعلیٰ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الاعلیٰ ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''الاعلیٰ'' کا لفظ ہے وہ آیت یہ ہے:

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ (الاعلیٰ:۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہےO

یہ بیان کیجئے کہ آپ کے رب کا نام ہر نقص اور ہر عیب سے بَری ہے اور ہر حسن اور کمال سے متصف ہے یہ سورت مکی ہے ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۸ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۷ ہے اور اس کے فضائل میں حسبِ ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام ابن الضریس' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سورۃ ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى'' مکہ میں نازل ہوئی۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۴۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ) آئے' وہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے' وہ دونوں ہم کو قرآن پڑھاتے تھے' پھر حضرت عمار' حضرت بلال اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آئے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس اصحاب کے ساتھ آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز سے اس قدر خوش ہوئے ہوں' جس قدر آپ کے تشریف لانے سے خوش ہوئے' حتیٰ کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تشریف لے آئے' پس جب آپ آئے تو میں نے ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى'' اور اس کی مثل سورتیں پڑھیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۱)

امام احمد' امام بزار اور امام ابن مردویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى'' سے محبت کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۶)

امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اسانید سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کے دن یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى'' اور ''هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ'' اور اگر عید جمعہ کے دن ہوتی تو ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۲۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۳۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۲۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں سورۃ ''سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ

Marfat.com

الْاَعْلٰی ''اور سورۃ ''هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ'' پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۸۳' مسند احمد رقم الحدیث: ۱۹۵۷۶)

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی'' پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۶۰)

امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی'' سورۃ ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' اور سورۃ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۲۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۷۳۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۷۱)

امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی'' پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۲۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۶۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۷۳)

سورۃ الاعلیٰ کے مشمولات

- ☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت کا موضوع بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا اثبات ہے' اور قرآن مجید کو حفظ کرنے کی ترغیب ہے' اور انسان کے نفس کی تہذیب کی تلقین ہے۔
- ☆ سورۃ الاعلیٰ ۵۔ا میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح پڑھنے کا حکم ہے اور اس کی حمد اور تمجید کا حکم ہے کیونکہ اس نے مخلوق کو پیدا کیا' اس کو ہدایت دی اور اس کے نفع کی چیزوں کو پیدا کیا۔
- ☆ سورۃ الاعلیٰ: ۷۔۶ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان بنا دیا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ آپ قرآن مجید کو کبھی نہیں بھولیں گے۔
- ☆ سورۃ الاعلیٰ: ۱۳۔۸ میں نفوسِ انسانیہ کی اصلاح اور تہذیب کی تلقین فرمائی ہے۔
- ☆ سورۃ الاعلیٰ: ۱۹۔۱۴ میں یہ بتایا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو کفر' شرک اور کبیرہ گناہوں سے پاک کر لیا اور وہ ہمیشہ اللہ عزوجل کے جلال اور اس کی عظمت کو یاد کرتا رہا اور اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دی تو اس کا نفس پاکیزہ ہو جائے گا اور وہ آخرت میں کامیاب ہو جائے گا۔

سورۃ الاعلیٰ کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الاعلیٰ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ رب العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل اور کذب سے مجتنب رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲۱ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ الاعلیٰ مکیۃ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیاتہا ۱۹ رکوعہا ۱

سورۃ الاعلیٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انیس آیات اور ایک رکوع ہے

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ

اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے ○ جس نے (مخلوق کو) پیدا کیا پھر اس کو درست بنایا ○ اور جس نے

قَدَّرَ فَہَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ؕ﴿۵﴾

(صحیح) اندازہ کیا پھر ہدایت دی ○ اور جس نے چراگاہ بنائی ○ پھر تازہ گھاس کو خشک مائل بہ سیاہ کر دیا ○

سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ

ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے ○ مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ

وَ مَا یَخۡفٰی ؕ﴿۷﴾ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ۚ﴿ۖ۸﴾ فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۹﴾

کو جانتا ہے ○ اور ہم آپ کے لیے سہولت کر دیں گے ○ سو آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ دے ○

سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ﴿ۙ۱۰﴾ وَ یَتَجَنَّبُہَا الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۱﴾ الَّذِیۡ یَصۡلَی

عنقریب وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے ○ اور اس نصیحت سے بڑا بدبخت دور رہے گا ○ جو بڑی آگ

النَّارَ الۡکُبۡرٰی ﴿ۚ۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿ؕ۱۳﴾ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ

میں جائے گا ○ پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا ○ بے شک جس نے اپنا باطن صاف کر لیا وہ

تَزَکّٰی ﴿ۙ۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿ؕ۱۵﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ

کامیاب ہو گیا ○ اور جس نے اپنے رب کا نام ذکر کیا، پھر وہ نماز پڑھتا رہا ○ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح

الدُّنۡیَا ﴿۫ۖ۱۶﴾ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿ؕ۱۷﴾ اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ

دیتے ہو ○ اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے ○ بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف

الۡاُوۡلٰی ﴿ۙ۱۸﴾ صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی ﴿۱۹﴾ ع ۱ / ۱۹ / ۱۲

میں بھی (مذکور) ہے ○ ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف میں ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہےO جس نے (مخلوق کو) پیدا کیا پھر اس کو درست بنایاO اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا پھر ہدایت دیO اور جس نے چراگاہ بنائیO پھر تازہ گھاس کو خشک مائل بہ سیاہ کر دیاO (الاعلیٰ: ۵۔۱)

تسبیح کا معنی اور اللہ کے نام کی نقص اور عیب سے بَری ہونے کی وجوہ

الاعلیٰ: ا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی تسبیح پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

تسبیح کا معنی ہے تقدیس اور تنزیہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کو ان چیزوں سے بَری کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' اور وہ حسب ذیل چیزیں ہو سکتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام اللہ کے نام پر رکھنا' جیسے مشرکین نے اپنے بت کا نام لات رکھا تھا' اور مسیلمہ کا نام یمامہ کا رحمان رکھا تھا' ہمارے ہاں کسی کا نام عبد الرحمان یا عبد الغفار ہوتا ہے' پھر لوگ تخفیف کے لیے اس کو رحمان صاحب یا غفار صاحب کہتے ہیں' یہ بھی اسی حکم میں ہے' اس سے بھی سختی کے ساتھ اجتناب کرنا لازم ہے' بعض لوگ کہتے ہیں: اے رحمان بھائی! اے غفار بھائی! یہ اور بھی معیوب ہے' اللہ تعالیٰ کے اسماء ذات ہوں یا اسماء صفات' ان کا احترام کرنا لازم ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء کی ایسی تفسیر نہ کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' مثلاً اس کی صفت اعلیٰ ہے تو اس کی ایسی تفسیر کی جائے کہ وہ کسی بلند جگہ پر قائم ہے' بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ قہر کرنے میں اور غلبہ میں سب سے زیادہ بلند ہے یا اس کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا نام بغیر اس کے خوف اور اس کی تعظیم کے نہ لیا جائے' مثلاً غفلت اور بے دھیانی سے اس کا نام نہ لیا جائے' کوئی ناجائز اور معیوب کام کرتے وقت اس کا نام نہ لیا جائے' کسی ناپاک حالت اور ناپاک جگہ اس کا نام نہ لیا جائے' مثلاً غسل خانے یا واش روم میں اس کا نام نہ لیا جائے' جنابت کی حالت میں یا برہنہ بدن اس کا نام نہ لیا جائے' اس کے معنی پر توجہ کے بغیر اس کا نام نہ لیا جائے' کھیل کود میں اور مشغلہ کے طور پر تالی بجاتے ہوئے اس کا نام نہ لیا جائے' جیسے مشرکین تالیاں بجاتے ہوئے اور سیٹیاں بجاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات سماع شرع پر موقوف ہیں' یعنی کتاب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات وارد ہو چکی ہیں' ان ہی صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے' ہمارے ہاں عام لوگ اللہ میاں کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا جائز نہیں ہے میاں شوہر کو کہا جاتا ہے' بعض لوگ بوڑھے آدمی کو میاں جی کہتے ہیں' بعض لوگ اللہ سائیں کہتے ہیں' سائیں فقیر کو بھی کہا جاتا ہے' یہ تو اردو کے الفاظ ہیں' عربی کے الفاظ میں سے بھی اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسماء کا اطلاق جائز ہے جو قرآن اور حدیث میں وارد ہو چکے ہوں' اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق ہے' علامۃ کے لفظ میں اگرچہ زیادہ مبالغہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ ہر چند کہ تاء کے متعدد معانی ہیں لیکن تاء تانیث کے لیے بھی آتی ہے' اسی طرح قرآن اور حدیث میں اگر افعال کا اطلاق ہو تو اپنی طرف سے ان سے اسم مشتق کر کے اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا جائز نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں ''یُعَلِّمُ'' کا لفظ ہے' لیکن اللہ تعالیٰ پر معلم کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ معلم اس کو کہتے ہیں جو فیس لے کر بچوں کو پڑھاتا ہو' غرض جس لفظ میں کسی اعتبار سے بھی نقص اور عیب کا معنی ہو' اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں اور نہ یہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ میں بھی کسی عمدگی اور خوبی کا معنی ہو' اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کر دیا جائے بلکہ یہ دیکھا

Marfat.com

جائے کہ اس لفظ کا اطلاق قرآن اور حدیث میں آیا ہے یا نہیں' اسی طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خنزیروں' بندروں اور کیڑوں مکوڑوں کا خالق ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ اور اللہ کے لیے سب اچھے نام ہیں سو ان ناموں سے اللہ کو پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کی صفات' اس کے افعال' اس کے اسماء اور اس کے احکام میں سے کسی کے ساتھ بھی اس چیز کو ذکر نہ کیا جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' مثلاً اس کی ذات کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ جسم ہے یا باپ ہے یا شوہر ہے اور اس کی صفات کے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ وہ حادث ہیں یا محدود ہیں یا ناقص ہیں' اور اس کے افعال کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ اس کا فلاں کام ظلم ہے یا درست نہیں ہے بلکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ مالک علی الاطلاق ہے' جو چاہے کرے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے' ہر کام اس کی قدرت اور اس کے چاہنے اور اس کی تخلیق سے ہوتا ہے لیکن وہ ہر کام پر راضی نہیں ہوتا اور اس کے احکام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس نے ہمیں جس کام کا بھی حکم دیا ہے' اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے ماننے اور اس پر عمل کرنے میں ہمارا فائدہ ہے بلکہ اس نے ہم کو اس لیے احکام دیئے ہیں کہ وہ ہمارا خالق اور مالک ہے' ہم اس کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں اور مالک جو چاہے اپنی مملوک کو حکم دے سکتا ہے۔

''سبحان ربی الاعلٰی'' کے متعلق احادیث

حضرت عقبہ بن عامر جہنی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ'' (الواقعہ: ۷۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم رکوع میں پڑھا کرو' اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ'' تو آپ نے فرمایا: اس کو تم سجدہ میں پڑھا کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۶۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے: ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ'' (الاعلیٰ: ۱) تو آپ پڑھتے: ''سبحان ربی الاعلٰی''۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۸۳' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو تین مرتبہ کہے: ''سبحان ربی العظیم'' اور یہ کم سے کم تین مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ پڑھے: ''سبحان ربی الاعلٰی'' اور یہ کم سے کم تین مرتبہ ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۸۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۹۰)

اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاعلٰی'' ذکر کرنے کی وجوہ

اس آیت میں رب کی صفت ''الاعلٰی'' بیان فرمائی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حمد وثنا کرنے والے کی حمد وثنا سے اعلیٰ' اجل اور اعظم ہے اور ہر ذکر کرنے والے کے ذکر سے بلند و بالا ہے' اس کا جلال اور اس کی کبریائی ہمارے ادراک اور ہمارے تصور اور ہمارے علوم اور معارف سے بہت بلند ہے اور اس کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہماری حمد اور شکر سے بہت بلند اور برتر ہیں اور اس کے حقوق ہماری اطاعت اور عبادت اور ہمارے تمام نیک اعمال سے بہت زیادہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں تیری ایسی حمد وثناء نہیں کر سکا'

Marfat.com

جیسی حمد و ثنا خود تو نے اپنی کی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۲۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۰۶' مسند احمد ج ۱ ص ۹۶ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۷۔ رقم الحدیث: ۷۵۱' اس حدیث کی سند قوی ہے)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تو نے اپنی ذات کی ایسی حمد و ثناء کی جو تیری ذات کے لائق ہے' سو تیری ایسی حمد و ثناء کون کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رب کی صفت ''الاعلیٰ'' ذکر کی ہے' اس میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے کہ ہر نقص اور عیب سے اس کا بری ہونا بیان کیا جائے' یعنی وہ اپنے ملک' اپنی سلطنت اور اپنی قدرت کی وجہ سے ہر چیز سے اعلیٰ اور بلند ہے۔

الاعلیٰ: ۳۔۲ میں فرمایا: جس نے (مخلوق کو) پیدا کیا' پھر اس کو درست بنایا○ اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا پھر ہدایت دی○

اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ہدایت سے اس کی الوہیت اور اس کی توحید پر استدلال

چونکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول پر موقوف ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے تسبیح کا حکم دینے کے بعد اپنے وجود اور اپنی الوہیت کا ذکر فرمایا کہ اسی نے مخلوق کو پیدا کیا اور اسی نے ہدایت دی ہے' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر یہ دلیل قائم کی:

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ○ (الشعراء: ۷۸) جس نے مجھے پیدا کیا ہے پس وہی مجھے ہدایت دیتا ہے○

اور جب فرعون نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے پوچھا: تم دونوں کا رب کون ہے یا موسیٰ! (طٰہٰ: ۴۹) تو انہوں نے جواب دیا:

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی○ (طٰہٰ: ۵۰) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی مخصوص بناوٹ عطا کی' پھر ہدایت دی○

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ابتدائی آیات نازل کیں' ان میں بھی اپنی تخلیق اور ہدایت کا ذکر فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ○ (العلق: ۵۔۱) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا○ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا○ پڑھیے اور آپ کا رب بہت کریم ہے○ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا○ انسان کو وہ سب سکھا دیا جس کو وہ نہیں جانتا تھا○

اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر ایسی واضح دلیل ہے' جس کا مشرکین بھی اعتراف کرتے تھے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ. (لقمان: ۲۵) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا' تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے (ان کو پیدا کیا ہے)۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ. (العنکبوت: ۶۳) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی کس نے نازل کیا اور اس پانی سے زمین کے مردہ (بنجر) ہونے کے بعد کس نے اس کو زندہ کیا (زرخیز بنایا) تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

Marfat.com

اور چونکہ تمام روئے زمین کو زرخیز بنانے کا یہی واحد نظام ہے کہ آسمان سے بارش برسائی جائے تو معلوم ہوا کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے تو اسی طرح یہ آیت اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ربوبیت' اس کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہے' جس کا کفار اور مشرکین بھی اعتراف کرتے تھے اور العلق: ۵ میں فرمایا: انسان کو وہ سب سکھا دیا جس کو وہ نہیں جانتا تھا' اس میں اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا عام اور ہمہ گیر ذریعہ اس کی تخلیق اور اس کی ہدایت ہے' اور جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل ہو جائے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور یہ کہے کہ وہ خود تو ممکن اور حادث ہے لیکن اس کا خالق اور اس کو راہِ راست کی ہدایت دینے والا مخلوق ہونے اور امکان اور حدوث سے پاک ہے' بلکہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور ہر حسن اور کمال سے متصف ہے۔

عام مخلوق اور خصوصاً انسان کی درست تخلیق کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے مخلوق کو پیدا کیا پھر اس کو درست بنایا' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا' اور بالخصوص انسان کو پیدا کیا اور اس کو درست بنایا یعنی اس کو حسین بناوٹ پر پیدا فرمایا' جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ (التین: ۴) — بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ○

انسان کو اس نے تمام عبادات ادا کرنے کے قابل بنایا' اور زمینوں اور آسمانوں کو تمام جمادات' نباتات اور حیوانات کو اس کے نفع کے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ہر قسم کا تصرف اور عمل کرنے کا مالک اور قادر ہے۔

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا پھر ہدایت دی ○

اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور ستاروں اور عناصر' اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور انسانوں کی جسامتِ مخصوصہ اور ان کی صورتوں کا اور ان کی صلاحیتوں کا اور ان کی کارکردگی کا اور مدتِ معلومہ تک ان کی بقاء کا اور ان کی صفات میں سے ان کے رنگوں' ان کی خوشبوؤں' ان کے حسن اور قبح' ان کی سعادت اور ان کی شقاوت' اور ان کی ہدایت اور ان کی گمراہی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اور اس کے مطابق ان کو پیدا کیا۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○ (الفرقان: ۲) — اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کا مناسب اندازہ قرار دیا ○

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ○ (الاحزاب: ۳۸) — اور اللہ کے تمام کام تقدیر (صحیح اندازے) پر مبنی ہیں ○

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! ماسوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' آپ نے اس کتاب کے موافق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی' یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں اہل جنت کے اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے' پس اس میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ اس میں کوئی کمی کی جائے گی' کبھی بھی' پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی: یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں اہل دوزخ کے اور ان کے آباء کے اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے' پس اس میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ اس میں کوئی کمی کی جائے گی' کبھی بھی' آپ کے اصحاب نے

Marfat.com

کہا: یارسول اللہ! پھر اگر تمام کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس لیے کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: تم ٹھیک اور صحیح کام کرتے رہو' کیونکہ جنتی شخص کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جائے گا' خواہ اس نے کوئی عمل کیا ہو اور دوزخی شخص کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر کیا جائے گا' خواہ اس نے کوئی عمل کیا ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ دیئے' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو نیکی میں استعمال فرماتا ہے' آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! وہ اس کو کیسے استعمال فرماتا ہے؟ فرمایا: وہ اس کو موت سے پہلے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک کوئی بندہ مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر ایمان نہ لائے کہ ہر خیر اور شر تقدیر سے وابستہ ہے' اور اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس پر آ نہیں سکتی تھی۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۴)

ابن ابی خزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ ہم جو دَم کراتے ہیں یا دوا دارو کرتے ہیں اور جس ڈھال کے ذریعہ حملے سے بچتے ہیں کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ آدمیوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی نے لعنت کی ہے' (بعض روایات میں ہے: اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے) (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) طاقت اور جبر سے اقتدار حاصل کرنے والا تاکہ عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذلت والوں کو عزت دے (۴) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا (۵) میری اولاد میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حلال کرنے والا (۶) میری سنت کو (اہانۃً) ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۴)

الولید بن عبادۃ بن الصامت بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے یہ وصیت کی: اے میرے بیٹے! اللہ سے ڈرتے رہو اور تم ہرگز تقویٰ حاصل نہیں کر سکو گے' جب تک اللہ پر ایمان نہ لاؤ اور اس پر ایمان نہ لاؤ کہ ہر خیر اور شر اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے' اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مرو گے تو دوزخ میں داخل ہو گے' اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ نے جس چیز کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے' پھر (اس سے) فرمایا: لکھ' اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو لکھو اور جو کچھ ہو چکا ہے اور ابد تک جو ہونے والا ہے' وہ لکھو۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۱۹)

اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے متعدد معانی اور محامل

اور اس آیت میں فرمایا: پھر اللہ نے ہدایت دی۔

ہر مزاج مخصوص قوت کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر قوت میں مخصوص فعل کی صلاحیت ہے اور مخلوق کو درست بنانے کا معنی یہ ہے کہ انسان کے اجزاء جسمانیہ کو مخصوص طریقہ سے بنانا اور ان میں مخصوص قوت کی صلاحیت رکھنا اور یہی تقدیر ہے اور انسان کو

Marfat.com

ہدایت دینے کا یہ معنی ہے کہ انسان کے اعضاء میں ایسی قوتوں کو تخلیق کرنا کہ ہر قوت افعال مخصوصہ کا مبدأ' مصدر اور معدن بن سکے اور اس کے مجموعہ سے مکمل مصلحت حاصل ہو جائے' پھر مفسرین نے اس ہدایت کی مختلف تفسیریں کی ہیں۔

مقاتل نے کہا: مذکر کو ہدایت دی کہ وہ مؤنث سے کس طرح اپنی خواہش پوری کرے' یہ فطری ہدایت ہے جو ہر جاندار میں ہے۔

بعض علماء نے کہا: ہر جاندار کو اور ہر انسان کو اس کی غذا حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا' خواہ وہ چرنے' چگنے سے ہو یا دوسرے جانوروں کو شکار کر کے اور ان کو چیرنے' پھاڑنے سے ہو یا سبزیاں اور گوشت کھانے سے ہو' یہ بھی فطری ہدایت ہے۔

بعض علماء نے کہا: انسان کو اچھا اور بُرا اور نیک اور بدراستہ سمجھایا' کیونکہ انسان کو حساس اور عقل سے کام لینے والا بنایا ہے اور اس کو اس پر قادر بنایا ہے کہ وہ مفید چیزوں کو حاصل کرے اور نقصان دہ چیزوں سے دور رہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (الشمس: ١٠۔٧)

نفس (انسان) کی اور اس کو درست بنانے کی قسم O پس اللہ نے اس کو بُرے کاموں اور ان سے بچنے کی سمجھ عطا کر دی O جس نے اپنے باطن کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے نفس کو بُرے کاموں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا O

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد: ١٠)

اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئے O

بعض علماء نے کہا: ہدایت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے افعال سے اپنی الوہیت پر' اپنی ذات اور صفات پر' اپنی توحید پر اور اپنی قدرت پر مطلع فرمایا کیونکہ ہر عقل والا دیکھتا ہے کہ اس جہان میں ایسی چیزیں ہیں جو از خود وجود میں نہیں آ سکتیں اور یہ چیزیں ایسی مربوط' منظم اور دائمی ہیں کہ ان کو اتفاقی حادثہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور یہ تمام چیزیں اس جہان میں نظام واحد کے ساتھ منسلک ہیں' کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ سورج یا چاند ایک دن ایک جانب سے طلوع ہوں اور دوسرے دن دوسری جانب سے' اسی طرح ہر چیز میں یکسانیت' نظم اور تسلسل ہے' اس لیے اس نظام کو بنانے اور چلانے والے متعدد نہیں ہو سکتے' اس لیے نظام کا خالق ضرور واحد اور صرف واحد ہے۔

قتادہ نے کہا: ہدایت دینے کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ سے زبردستی اور جبراً گناہ نہیں کرایا اور نہ کسی کو جبراً گم راہ کیا اور نہ کسی کو گناہ کرنے اور گم راہی کا حکم دیا لیکن وہ اپنے بندوں کی اطاعت اور عبادت سے راضی ہے اور اس نے اپنے بندوں کو اطاعت اور عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' اور ان کو کفر اور معصیت سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ ہدایت دینے کے متعدد معانی اور محامل ہیں' لیکن ان سب کا مآل دو معنی کی طرف ہے' ایک دنیاوی اُمور کی فطری ہدایت کہ کس طرح کوئی جاندار اپنی خوراک حاصل کرے اور کس طرح اپنی نسل بڑھائے' اور کس طرح اپنا سر چھپائے اور بسیرا کرے اور اپنے آپ کو گرمی' سردی اور برسات سے بچائے اور دوسرا معنی ہے: دینی اُمور کی ہدایت کہ کس طرح اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور مانے اور اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کن کاموں کو کرے اور کن کاموں سے باز رہے' اس ہدایت کا داعیہ' باعث اور محرک انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں رکھا گیا ہے' لیکن یہ ہدایت عقل سے' رسولوں سے' آسمانی کتابوں سے اور دینی رہنماؤں سے حاصل ہوتی ہے۔

''المرعٰی'' کا معنی

الاعلیٰ: ۴ میں فرمایا: اور جس نے چراگاہ بنائی O

Marfat.com

اس آیت میں ''المرعٰی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چراگاہ' جانوروں اور انسانوں کی خوراک' یعنی قدرتی گھاس' سبزہ' غلہ اور پھل وغیرہ' یہ لفظ اصل میں ''رعی'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: جاندار کی حفاظت کرنا اور اس کو باقی رکھنا' حفاظت کی تین صورتیں ہیں: (۱) خوراک مہیا کرنا (۲) جان داروں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا اور ان کو بچانا' ان کی بیماریوں کا حسب مقدور علاج کرنا (۳) زیر کفالت افراد کا مناسب انتظام کرنا اور ان کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے بچانے کی تلقین اور تگ ودو کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور پھر اس کی تین قسمیں ہیں' اگر ایک فرد کو بُرائی سے بچانا اور نیکی سے متصف کرنا ہو تو اس کو تہذیب نفس کہتے ہیں اور اگر ایک گھر اور ایک خاندان کو بُرائیوں سے دور رکھنا اور نیکیوں سے متصف کرنا ہو تو اس کو تدبیر منزل کہتے ہیں اور اگر ایک شہر اور ایک ملک کی اصلاح کرنی ہو تو اس کو سیاستِ مدنیہ کہتے ہیں یعنی ایک شہر یا ملک کی اندرونی خرابیوں مثلاً چوری کی وارداتوں' ڈاکوں' بھتوں' لسانی اور مذہبی فسادات' سمگلنگ' چور بازاری' نقلی اور ملاوٹ والی اشیاء' نشہ آور چیزوں اور مخرب اخلاق کاموں کو روکنا اور شہر یا ملک کی خوش حالی' روزگاری کے مواقع اور عام ضروری اشیاء کو فراہم کرنا اسی طرح ملک کے خارجی اور بیرونی معاملات کو صحیح طور پر چلانا' تجارت اور دفاع کے شعبوں کو مضبوط اور منظم کرنا یہ سیاستِ مدنیہ ہے' ''راعی'' چرواہے اور محافظ کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی کہتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت افراد کے متعلق سوال ہوگا' سربراہ ملک نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا اور ایک شخص اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے گھر کے لوگوں کے متعلق سوال ہوگا' عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے گھر کے متعلق سوال ہوگا' خادم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۹۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۶۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵)

الاعلیٰ: ۵ میں فرمایا: پھر تازہ گھاس کو خشک مائل بہ سیاہ کر دیا O

''غثاء'' اور ''احویٰ'' کا معنی

اس آیت میں ''غثاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خشک گھاس' سیلاب کا کوڑا اور جھاگ' سوکھے گلے سڑے پتے اور ''احویٰ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کالا سیاہ مائل بہ سبز' سرخ مائل بہ سیاہ' یہ لفظ ''حوۃ'' سے بنا ہے' ''حوۃ'' اس سیاہی کو کہتے ہیں جو مائل بہ سبز ہو یا وہ سرخی جو مائل بہ سیاہی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے O مگر جو اللہ چاہے' بے شک وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے O اور ہم آپ کے لیے سہولت کر دیں گے O سو آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ دے O عنقریب وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے O اور اس نصیحت سے بڑا بدبخت دور رہے گا O جو بڑی آگ میں جائے گا O پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا O (الاعلیٰ: ۱۳۔۶)

اللہ تعالیٰ کے یاد کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید نہ بھولنا اور اس کے ضمن میں ـــ

آپ کی نبوت کی دلیلیں

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا' اور آپ کو معلوم تھا کہ کامل تسبیح جب ہوگی جب

Marfat.com

آپ قرآن کے موافق تسبیح پڑھیں' اس لیے آپ قرآن مجید کو یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے' مبادا آپ قرآن مجید بھول جائیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے فرمایا: ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت جبریل آپ پر قرآن نازل کرتے تو آپ جلدی جلدی دہرانے کی کوشش کرتے کہ آپ بھول نہ جائیں' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے فرمایا: ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے' اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے' ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) حضرت جبریل آپ کے سامنے متعدد بار قرآن مجید پڑھیں گے تو اس کو بار بار سن کر آپ کو خوب حفظ ہو جائے گا' پھر آپ نہیں بھولیں گے۔

(۲) ہم آپ کا سینہ کھول دیں گے اور آپ کی قوتِ حافظہ کو اس قدر قوی کر دیں گے کہ آپ کو پکا حفظ ہو جائے گا' پھر آپ نہیں بھولیں گے۔

(۳) آپ ہمیشہ تسبیح پڑھتے رہیے' ہم آپ کو عنقریب قرآن مجید پڑھائیں گے' جو تمام اولین اور آخرین کے علوم کا جامع ہے' اس میں آپ کی اور آپ کی قوم کا ذکر ہے' ہم اس کو آپ کے دل میں جمع کر دیں گے اور اس پر عمل کرنا ہم آپ کے لیے آسان کر دیں گے۔

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دو وجہوں سے دلالت کرتی ہے' ایک اس وجہ سے کہ آپ اُمی شخص تھے اور آپ کا اس ضخیم کتاب کو بغیر درس اور تکرار اور بغیر لکھنے کے یاد کرنا خلافِ عادت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت جبریل کے سامنے دہرانے سے منع فرما دیا تھا تو صرف ایک مرتبہ حضرت جبریل سے سن کر اس قدر ضخیم کتاب کو حفظ کر لینا غیر معمولی اور خلافِ عادت کام ہے' اور یہ آپ کا زبردست معجزہ ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سورت الاعلیٰ مکہ میں نازل ہونے والی اوائل سورتوں میں سے ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرما دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کو نہیں بھولیں گے اور یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور یہ بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ باقی کسی موقع پر کسی ایک لفظ کی طرف توجہ کا مبذول نہ ہونا قرآن مجید بھولنے کو مستلزم نہیں ہے۔

الاعلیٰ: ۷ میں فرمایا: مگر جو اللہ چاہے' بے شک وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے O

بعض آیات کے بھولنے کے متعلق احادیث اور ان کی توجیہ

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں بعض الفاظ کو پڑھنا بھول گئے تھے۔

مسور بن یزید الاسدی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا' آپ نے کچھ چھوڑ دیا اور اس کو نہیں پڑھا' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھ کو یاد کیوں نہیں دلایا؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھائی' آپ کی قرأت میں آپ پر کچھ اشتباہ ہو گیا' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم کو کس نے منع کیا؟ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۰۷)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور آپ

Marfat.com

نے قرآن مجید کی ایک سورت سے کچھ ترک کر دیا' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اُبی نے کہا: یارسول اللہ! کیا فلاں فلاں آیت منسوخ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا:نہیں' حضرت اُبی نے کہا: آپ نے اس آیت کونہیں پڑھا تھا' آپ نے فرمایا:تم نے مجھے تلقین کیوں نہیں کی (تم نے مجھے بروقت لقمہ کیوں نہیں دیا)؟(المعجم الاوسط رقم الحدیث:۶۴۰۸'المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۳۲۱۶)

مصنف کے نزدیک ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو بھولے نہیں تھے' حتیٰ کہ یہ احادیث زیر تفسیر آیت کے معارض ہوں' لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے اس آیت کی قرأت کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹادی تھی اور وہ حکمت یہ ہے کہ اگر امام نماز میں قرأت کے درمیان کہیں بھول جائے تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کو لقمہ دے اور قرأت کے علاوہ اگر امام نماز کے کسی رکن کو بھول جائے تو اس کو لقمہ دینا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ امام کو ازخود یاد آجائے اور وہ اس رکن کو ادا کر کے سجدہ سہوادا کرے' الا یہ کہ امام نماز ختم کرنے والا ہوتو پھر اس کو لقمہ دے دے' اس کی تفصیل فتح القدیر ج ا ص ۴۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت اور فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۴۲۵ ـ ۴۲۲' لائل پور میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ماتریدی کی تقریر

امام ابومنصور محمد بن محمد متوفی ۳۳۳ ھ'الاعلیٰ: ۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:مگر جو اللہ چاہے' بعض مفسرین نے کہا: اس کا معنی ہے:مگر اللہ جو چاہے گا' وہ آپ کو قرآن مجید سے بھلادے گا' لیکن میری رائے میں یہ معنی صحیح نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پڑھانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں سے کچھ نہ بھولنا آپ کی نبوت کی دلیل ہے' اگر آپ قرآن میں سے کچھ بھول گئے تو یہ آپ کی نبوت میں طعن ہو گا' اور بعض احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ نماز میں ایک آیت بھول گئے تھے' لیکن یہ اخبار احاد ہیں جو علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتیں' البتہ ان کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے' ہمارے نزدیک اس آیت میں استثناء کے تین محامل ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام اپنی عصمت میں زلات (لغزشوں' اجتہادی خطاء' مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب) سے مامون نہیں ہوتے کہ ان پر جو انعام کیا گیا ہے وہ ان سے زائل نہ ہو جائے' اگر چہ اب ہم پر ان کی عصمت ظاہر ہو چکی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے دلائل کے جواب میں فرمایا:

اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـا ؕ (الانعام:۸۰)

کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے بحث کر رہے ہو حالانکہ وہ مجھے (کامل) ہدایت دے چکا ہے' اور تم جن چیزوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا' ماسوا اس کے کہ میرا رب ہی کوئی چیز چاہے۔

مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈراتے تھے کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کی مخالفت نہیں چھوڑی تو وہ آپ پر کوئی آفت یا مصیبت نازل کر دیں گے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتا' تمہارے بت مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' ہاں! اگر میرا رب ہی مجھ پر کوئی آفت نازل کرنا چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے' پس جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام میں یہ استثناء ہے' اسی طرح زیر تفسیر آیت میں استثناء ہے کہ عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے' پھر آپ نہیں بھولیں گے' ہاں! اگر اللہ خود ہی چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ

اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں تو پھر ہم اللہ پر جھوٹ

Marfat.com

اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ. (الاعراف:۸۹) تہمت لگانے والے ہوں گے اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں تمہارے دین سے بچا کر رکھا ہے اور تمہارے دین میں داخل ہونا ہمارے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ جو چاہے وہ ہمارا رب ہے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ. (یوسف:۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف کے لیے خفیہ تدبیر کی تھی' وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کی رُو سے نہیں رکھ سکتے تھے' مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

جس طرح مذکور الصدر انبیاء علیہم السلام کے عام اور کلی معاملات میں عادۃً کوئی استثناء نہیں ہوسکتا تھا' مگر یہ کہ اللہ چاہے کیونکہ وہ ہر ممکن پر قادر ہے' اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھا دیا تو آپ عادۃً اس کو نہیں بھول سکتے تھے' لیکن اگر اللہ چاہے تو ایسا ہوسکتا تھا' مگر ایسا ہوا نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معاملات میں ایسا نہیں ہوا' اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لیے ایسا فرمایا۔

(۲) اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی حکم کو منسوخ فرما دے گا اور اس حکم کی آیت کو آپ کے دل سے بھلا دے گا اور یہاں حقیقت میں آپ کا کسی آیت کو بھولنا نہیں ہوگا بلکہ اس آیت کی تلاوت کو منسوخ کرنا ہوگا' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ؕ. (البقرہ:۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیں یا اس کو بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔

(۳) اس آیت کے استثناء میں آپ کے بھولنے سے مراد آپ کی توجہ ہٹ جانا ہے' اور توجہ کے بعد وہ آیت آپ کو یاد آ جاتی ہے' جیسے قرآن کے پکے اور ماہر حافظ سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی کام میں مشغول ہو تو اس کی کسی آیت کی طرف توجہ نہیں رہتی لیکن جب وہ بہ غور توجہ کرتا ہے تو اس کو وہ آیت یاد آ جاتی ہے اور ان تین جوابات سے اس آیت میں استثناء کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ابن جوزی کی تقریر

امام عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جس حکم کو منسوخ کرنا چاہے گا اس کی آیت کو آپ کے دل سے بھلا دے گا۔

(۲) اس آیت میں استثناء اس آیت کی مثل ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ. (ھود:۱۰۷-۱۰۶) بدبخت لوگ دوزخ میں رہیں گے' وہاں چیخیں گے اور چلائیں گے ○ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان اور زمین برقرار ہیں' ماسوا اس وقت کے' جس وقت کو آپ کا رب چاہے۔

یعنی اگر کسی وقت میں اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کافروں کو دوزخ سے نکال لے گا لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا' اسی طرح اگر اللہ چاہے گا تو آپ قرآن مجید بھول جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا۔

(زاد المسیر ج ۹ ص ۹۰-۸۹' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام رازی کی تقریر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مذکور استثناء کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ استثناء حقیقت میں حاصل نہیں ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولے' اس اعتبار سے اس استثناء کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس آیت میں تبرک کے لیے ''الا ماشاء اللہ'' فرمایا ہے (جیسے ہم ان شاء اللہ کہتے ہیں:) اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ (الکہف: ۲۴۔۲۳) آپ کسی چیز کے متعلق یہ نہ کہیں کہ میں اس کو کل کرنے والا ہوں ۝ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: میں تمام معلومات کو جاننے والا اور ہر چیز کے انجام کو تفصیلاً جاننے والا ہوں' اس کے باوجود میں مستقبل میں وقوع کی خبر نہیں دے رہا تو آپ کو اور آپ کی امت کو بہ طریق اولیٰ نہیں چاہیے کہ وہ مستقبل میں کسی کام کے وقوع کی خبر دیں۔

(۲) الفراء نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ جو چاہے گا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلا دے گا' مگر اس استثناء کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اللہ یہ ارادہ کرے کہ وہ آپ کو بھولنے والا بنا دے تو وہ اس پر قادر ہے' جیسے اس نے فرمایا ہے:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (بنی اسرائیل: ۸۶) اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے آپ پر نازل کی ہے ہم اس کو سلب کر لیں۔

حالانکہ ہم کو قطعی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا' اور اس آیت کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے رب کی قدرت بتانا چاہتا ہے حتیٰ کہ آپ یہ جان لیں کہ آپ کا نہ بھولنا آپ کے رب کے فضل اور اس کے احسان کے سبب سے ہے' آپ کی اپنی قوت حفظ کے سبب سے نہیں ہے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے اس استثناء کا ذکر فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ ہو سکتا تھا کہ آپ پر جو بھی وحی نازل ہوئی ہے' خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر' اس کو آپ بھول جائیں' اس لیے آپ ہر وقت اور ہر حال میں قرآن مجید کی طرف بھرپور توجہ رکھتے تھے۔

(۴) اس استثناء سے مقصود یہ ہے کہ آپ بالکل نہیں بھولیں گے' جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے: تم میرے مال میں حصہ دار ہو مگر جو اللہ چاہے' حالانکہ وہ استثناء کا بالکل ارادہ نہیں کرتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ استثناء حقیقت میں واقع ہوا ہے اور اس تقدیر پر حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) زجاج نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: مگر اللہ جو چاہے گا وہ آپ بھول جائیں گے' کیونکہ آپ بھول جاتے تھے' پھر اس کے بعد آپ اس کو یاد کرتے تھے' لیکن آپ دائماً اور کلی طور پر کبھی کسی آیت کو نہیں بھولتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ نماز میں ایک آیت کو پڑھنا بھول گئے اور حضرت اُبی بن کعب نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت منسوخ ہوگئی ہے' انہوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں اس کو بھول گیا تھا۔

(۲) مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ جو چاہے گا آپ کو بھلا دے گا اور اس بھلانے سے مراد منسوخ کرنا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیں یا اس کو بھلا دیں تو ہم اس

Marfat.com

مِثْلِهَا ؕ (البقرہ:۱۰۶) سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔

اور اب آیت کا معنی یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ جس آیت کو چاہے کہ تمام اوقات میں آپ کو وہ بھلا دے تو وہ آپ کو حکم دے گا کہ آپ اس کو نہ پڑھیں اور یہ آپ کے نسیان کا اور آپ کے سینہ سے اس آیت کے زوال کا سبب ہوگا۔

(۳) اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قلیل اور نادر طور پر ان چیزوں کو بھولیں گے، جن کا تعلق سنن اور آداب سے ہے نہ ان چیزوں کو جن کا تعلق فرائض اور واجبات سے ہے کیونکہ ان کا بھولنا دین اور شریعت میں خلل کا موجب ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد فرمایا: بے شک وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے O

ظاہر سے مراد ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ جو قرآن مجید پڑھتے تھے اور پوشیدہ سے مراد ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں جو اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھولنے کے خطرہ سے قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بتایا: آپ خوف نہ کریں میں اس کا ضامن ہوں کہ آپ قرآن نہیں بھولیں گے، دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، جس حکم پر عمل کرنا ان کے لیے دشوار ہوگا، وہ اس حکم کو منسوخ کر دے گا اور اس آیت کی قرأت آپ سے بھلا دے گا کیونکہ وہ ظاہر اور باطن کا جاننے والا ہے۔

الاعلیٰ: ۸ میں فرمایا: اور ہم آپ کے لیے سہولت کر دیں گے O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت کے لیے دین کا آسان ہونا

سہولت سے مراد ہے: وہ نیک اعمال جو سہولت مہیا کرتے ہیں، اس آیت کے مفسرین نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) ہم آپ کو قرآن مجید کے حفظ کرنے کے آسان اور سہل طریقہ کی توفیق دیں گے۔
(۲) ہم آپ کو ایسے نیک اعمال کی توفیق دیں گے، جس سے آپ کے لیے جنت کا راستہ آسان اور سہل ہو جائے گا۔
(۳) ہم آپ پر نزولِ وحی کو آسان کر دیں گے تاکہ آپ سہولت سے وحی کو حفظ کر سکیں، جان سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔
(۴) ہم آپ پر ایسے شرعی احکام نازل کریں گے، جن پر عمل کرنا آسان ہوگا اور لوگوں کے لیے شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل اور دشوار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (الحج: ۷۸) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ ۔ (الاعراف: ۲) یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر اس لیے نازل کی گئی ہے کہ آپ اس سے لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں سو آپ کے سینہ میں اس سے تنگی نہ ہو۔

اور احادیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین آسان ہے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹، سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰۴۹، مسند احمد ج ۵ ص ۶۹)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر آسان احکام بیان کرو اور مشکل احکام نہ بیان کرو اور لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور لوگوں کو بددل اور متنفر نہ کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۳۴' السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۵۸۹۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اس کی طرف جھپٹے' تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' اور اس جگہ کے اوپر ایک یا دو ڈول پانی بہادو' کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲)

امام رازی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سہولت اور آسانی کے اس قدر دروازے کھولے ہیں کہ کسی اور پر اس قدر دروازے نہیں کھولے' آپ کو جاہلیت کے معاشرہ میں پیدا کیا' والد رحمہ اللہ پہلے فوت ہو چکے تھے' پھر والدہ رحمہا اللہ بھی فوت ہو گئیں اور چند سال بعد دادا کا سایا بھی سر سے اٹھ گیا' کسی مکتب میں پڑھنے کے لیے نہیں گئے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کے اقوال اور افعال کو تمام جہانوں کے لیے نمونہ بنا دیا اور آپ کو تمام مخلوق کا ھادی بنا دیا' حضرت سعدی فرماتے ہیں ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشست

وہ یتیم شخص جو پڑھنے کے لیے مکتب میں داخل نہیں ہوا' اس کی تعلیمات نے کتنی ہی لائبریریوں کی پہلی کتابوں کو بھلا دیا۔

الاعلیٰ: ۹ میں فرمایا: سو آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ دے O

اس اعتراض کا جواب کہ آپ کا منصب تو ہر شخص کو نصیحت کرنا ہے نہ کہ صرف ان کو جن کو نصیحت نفع دے

اس سے پہلی آیت میں بتایا تھا کہ ہم نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے دین آسان کر دیا ہے' اب اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ جب دین آسان ہے تو لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں اور نصیحت کریں' اگر ان کو نصیحت فائدہ دے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا منصب تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کو نصیحت فرماتے رہیں' خواہ ان کو فائدہ ہو یا نہ ہو' پھر یہ شرط کیوں عائد کی ہے کہ اگر ان کو نصیحت فائدہ دے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

اگر کوئی حکم کسی شرط پر موقوف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب وہ شرط نہ پائی جائے تو اس حکم پر عمل نہ کیا جائے یعنی یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اور یہ چیز حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا. اور تم اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکیزہ رہنے کا ارادہ کریں۔ (النور: ۳۳)

اس ممانعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر تمہاری باندیاں پاکیزہ رہنے کا ارادہ نہ کریں تو پھر تم ان کو بدکاری پر مجبور کرو۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ. تم پر (سفر میں) نمازوں کو قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں بہ شرطیکہ تم کو یہ خطرہ ہو کہ کفار (دورانِ نماز) تم پر حملہ کر دیں گے۔ (النساء: ۱۰۱)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم صرف حالت جنگ میں نمازوں کو قصر کر سکتے ہو اور حالت امن میں نمازوں کو قصر نہیں

Marfat.com

کر سکتے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ (البقرہ: ۲۸۳)

اگر تم سفر میں ہو اور تم کو (قرض کی دستاویز) لکھنے والا نہ ملے تو تم (قرض کے عوض) رہن کو رکھ لیا کرو۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر قرض کی رقم کو لکھنے والا مل جائے تو پھر قرض کے عوض رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ان مثالوں سے جہاں اعتراض مذکور کا جواب ہوا' وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف کا یہ مؤقف صحیح ہے کہ احکامِ شرعیہ میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

نصیحت کے نفع آور ہونے کی شرط عائد کرنے کے فوائد

باقی یہ شرط جو لگائی گئی ہے کہ اگر نصیحت ان کو فائدہ دے تو ان کو نصیحت کریں' اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) اگر کوئی مقصود کسی شرط کو عائد کرنے سے زیادہ بہتر طور پر پورا ہوتا ہو تو شرط کا عائد کرنا مناسب ہے' لہٰذا جن کو نصیحت فائدہ دے' ان کو نصیحت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(۲) اس آیت میں صراحۃً یہ فرمایا ہے: ان کو نصیحت کریں جن کو نصیحت فائدہ دے' اور یہ حکم التزاماً اس کو بھی متضمن ہے کہ جن کو نصیحت فائدہ نہ دے' ان کو بھی نصیحت کریں تاکہ اتمام حجت ہو جائے اور آپ کے مطلقاً ھادی ہونے کا تقاضا پورا ہو۔

(۳) اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر پر مطلع فرمایا ہے کہ کفار کو آپ کی نصیحت فائدہ نہیں دے گی' وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کریں گے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو کئی بار نصیحت کی مگر انہوں نے آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ آپ بہت غم گین اور افسردہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (قٓ: ۴۵)

اور آپ ان کو جبراً مؤمن بنانے والے نہیں ہیں' لہٰذا آپ صرف ان ہی لوگوں کو قرآن مجید سے نصیحت کیجئے جو (عذابِ آخرت کی) وعید سے ڈرتے ہوں ۝

یعنی عام لوگوں کو نصیحت کرنا ابتداءً تو ضروری ہے لیکن بار بار اور پیہم صرف ان ہی لوگوں کو نصیحت کرنا ضروری ہے' جن کے حق میں نصیحت کرنا مفید ہو۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ کسی حکم کے ساتھ کسی شرط کو عائد کرنا' اس کے حق میں تو درست ہے جس کو انجام کا پتا نہ ہو' اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے' اس کو علم ہے کہ کفار کو یہ نصیحت فائدہ نہیں دے گی' پھر اس نے یہ شرط کیوں عائد کی کہ اگر نصیحت فائدہ دے' اس کو تو معلوم ہے کہ کفار کو نصیحت سے فائدہ ہوگا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تبلیغ اور پیغام بھیجنے کا حکم اور چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو عواقب اُمور اور مغیبات کا علم ہونا دوسری چیز ہے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر مبنی نہیں ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ (طٰہٰ: ۴۴)

آپ دونوں فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کریں' شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے ۝

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا کہ فرعون نصیحت حاصل کرے گا نہ ڈرے گا۔

ایک سوال یہ ہے کہ کیا یہ امر منضبط ہے کہ آپ کتنی بار عام لوگوں کو نصیحت کریں تو آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو

Marfat.com

جائیں گے۔

امام رازی نے فرمایا: اس کا انضباط عرف پر مبنی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۳)

مصنف کے نزدیک عام تبلیغ کا حکم اس وقت تک تھا' جب تک یہ آیت اور ق: ۴۵ نازل نہیں ہوئی تھی اور جب یہ آیات نازل ہو گئیں تو اب آپ پر صرف ان ہی لوگوں کے لیے نصیحت کرنا ضروری ہے' جن کو نصیحت فائدہ دے یا جو آخرت کی وعید سے ڈرتے ہوں۔

الاعلیٰ: ۱۰ میں فرمایا: عنقریب وہ شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے O

اللہ سے ڈرنے والے کا مصداق

وہی شخص آپ کی نصیحت کو قبول کرے گا' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یا روزِ آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کی توحید پر' آپ کی رسالت پر اور قرآن کے کتابِ ہدایت ہونے پر ایمان لاتے ہیں' بُرے کاموں سے بچتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور یہ ایمان ہی ان کو آپ کی نصیحت کے قبول کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ کبھی اس شخص کو بھی نصیحت کی جاتی ہے جو آخرت کی امید رکھتا ہے' مگر آخرت سے ڈرنے والے کے لیے نصیحت زیادہ مفید ہے' قشیری نے کہا: ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ بالعموم نصیحت کیجئے' اگرچہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت زیادہ مفید ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف دلوں میں ہوتا ہے اور دلوں کے حال پر صرف اللہ تعالیٰ مطلع ہوتا ہے' اس لیے آپ کے لیے افضل یہ ہے کہ آپ ہر شخص کو نصیحت کرتے رہیں' کیونکہ کوئی شخص نصیحت کو قبول کرے یا نہ کرے' آپ کو تو بہر حال نصیحت کرنے سے اجر و ثواب ملے گا۔

امام رازی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابن ام مکتوم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

الاعلیٰ: ۱۳۔۱۱ میں فرمایا: اور اس نصیحت سے بڑا بدبخت دور رہے گا O جو بڑی آگ میں جائے گا O پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا O

بڑی آگ کا مصداق

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی دو قسمیں ہیں: مؤمنین اور کافرین' اور مؤمنین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور اس سے نفع حاصل کرتے ہیں' سو جو شخص آپ کی نصیحت کو مسترد کر دے' وہ کافر ہو گا اور بہت بڑا بدبخت ہو گا اور وہی بہت بڑی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

بہت بڑی آگ کی تفسیر میں کئی قول ہیں: حسن بصری نے کہا: بہت بڑی آگ دوزخ کی آگ ہے اور چھوٹی آگ دنیا کی آگ ہے' ایک قول یہ ہے کہ جیسے گناہوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں' سب سے بڑا گناہ شرک اکبر ہے' اس کے بعد شرک اصغر ہے یعنی ریاکاری' اس کے بعد ماں باپ کی نافرمانی ہے' اس کے بعد قطع رحم ہے' پھر دیگر گناہ کبیرہ ہیں' اسی اعتبار سے دوزخ کے بھی مختلف درجات ہیں اور سب سے بڑا درجہ کفر اور شرک کرنے والوں کے لیے ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ ‏ بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ (النساء: ۱۴۵)

ایک سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ''اشقی'' یعنی بہت بڑا بدبخت دوزخ میں ہو گا تو جو شخص بہت بڑا بدبخت

Marfat.com

اور بہت بڑا مجرم نہ ہو کیا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں "اشقی" بہ معنی "شقی" ہے یعنی جو شخص کافر ہے وہ دوزخ میں داخل ہوگا خواہ بڑا کافر ہو یا چھوٹا۔

پھر فرمایا: پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا O

یعنی اس پر موت نہیں آئے گی تا کہ اس کو عذاب سے نجات مل جائے اور نہ وہ اس طرح زندہ رہے گا کہ زندگی سے لطف اٹھا سکے جیسے فرمایا:

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ (فاطر: ۳۶) نہ ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے کم کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس نے اپنا باطن صاف کر لیا وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے رب کا نام ذکر کیا' پھر وہ نماز پڑھتا رہا O بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو O اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے O بے شک یہ نصیحت پہلے صحائف میں بھی (مذکور) ہے O ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف میں O (الاعلیٰ: ۱۹۔۱۴)

تزکیہ نفس کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا اور ان کی ہٹ دھرمی اور ان کے اُخروی انجام کا ذکر فرمایا تھا' اور جیسا کہ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کفار کے بعد مؤمنین کا ذکر فرماتا ہے اور وعید کے بعد اور عذاب کے بعد ثواب کا ذکر فرماتا ہے' اس لیے ان مؤمنوں کا ذکر فرما رہا ہے' جنہوں نے اپنا تزکیہ کر لیا اور اپنا باطن صاف کر لیا۔

اب یہ بحث ہے کہ تزکیہ سے کیا مراد ہے؟ امام رازی کی رائے یہ ہے کہ تزکیہ سے مراد ہے: کفر و شرک کو ترک کر کے اپنے باطن کو صاف کرنا اور کفر کی تاریکی کو اپنے قلب سے زائل کر کے اس کو ایمان کے نور سے روشن کرنا' کیونکہ اس آیت میں مطلق تزکیہ کا ذکر ہے اور جب کسی چیز کو مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے مراد اس کا کامل فرد ہوتا ہے اور تزکیہ کا کامل فرد کفر اور شرک کو زائل کرنا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "تزکی" کا معنی ہے: "لا اله الا الله" پڑھنا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۵)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" کی تفسیر میں فرمایا: جس نے "لا اله الا الله" کی شہادت دی اور یہ شہادت دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى" کی تفسیر میں فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۲۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں عباد بن احمد العرزمی متروک ہے۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۳۷)

دوسرے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ تزکیہ سے مراد ہے: کفر و شرک اور ہر قسم کے کبیرہ گناہوں کی آلودگی سے قلب کو صاف کر دینا اور اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ

بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی O جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں O اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں O اور جو اپنا باطن صاف کرنے والے ہیں O اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O سوا اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے سو بے شک ان میں وہ ملامت کیے ہوئے نہیں

Marfat.com

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۱۱۔۱)

ہیں ۝ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا سو وہی لوگ (اللہ کی حدود سے) تجاوز کرنے والے ہیں ۝ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی پاس داری کرنے والے ہیں ۝ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں ۝ وہی لوگ وارث ہیں ۝ جو جنت الفردوس کی وراثت پائیں گے' وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۝

حافظ جلال الدین سیوطی نے الاعلیٰ: ۱۵۔۱۴ کی تفسیر میں حسب ذیل آثار ذکر کیے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: جس نے شرک کو ترک کیا' توحید کا اقرار کیا اور پانچوں نمازیں پڑھیں۔

امام بیہقی نے ''الاسماء والصفات'' میں عکرمہ سے روایت کیا ہے: جس نے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھا۔

امام ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے' جس نے بہ کثرت استغفار کیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۲۳۱)

امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے' جس نے نیک عمل کیے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۲۳۲)

تزکیہ کی تفسیر صدقۂ فطر قرار دینے کے متعلق احادیث اور آثار

امام بزار' امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے سند ضعیف سے عبد اللہ بن عمرو بن عوف سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھنے سے پہلے ان آیات کی تلاوت فرماتے تھے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ۝'' (الاعلیٰ: ۱۵۔۱۴) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقۂ فطر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝'' سے مراد صدقۂ فطر ہے۔ (تفسیر امام ابن حاتم رقم الحدیث: ۱۹۲۳۳)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نمازِ عید پڑھنے کے لیے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرتے۔

امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی ہے کہ عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جائے۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: جس شخص نے اپنے مال کو پاک کیا اور جس شخص نے اپنے اخلاق سے اپنے باطن کو پاکیزہ کیا۔

امام سعید بن منصور اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے صدقہ کیا' پھر نماز پڑھی' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۲۴۰)

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۴۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تزکیہ کا معنی ہے: اپنے قلب سے عقائد باطلہ اور گناہ ہائے کبیرہ کی طرف میلان کو زائل کرنا اور خضوع اور خشوع سے نماز پڑھنے کا معنی یہ ہے: جو شخص اپنے رب کے سامنے منکسر اور متواضع ہوتا ہے' اس کا دل اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت سے منور ہو جاتا ہے' پھر اس نور کی وجہ سے اس کے تمام اعضاء سے خضوع اور خشوع ظاہر ہوتا ہے۔

Marfat.com

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ نماز کی "تکبیرۃ الافتتاح" میں اللہ اکبر کہنا ضروری ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں ہے اگر اس نے اللہ اعظم کہہ دیا' پھر بھی نماز کو شروع کرنا صحیح ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝" (الاعلیٰ:١٤) اس نے اپنے رب کا نام ذکر کیا' پھر نماز پڑھی۔

الاعلیٰ:١٦ میں فرمایا: بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث اور آثار

اس آیت کا معنی ہے کہ تم دنیا کے مشاغل اور دنیا کی لذات کو آخرت کے مشاغل اور آخرت کی لذات پر ترجیح دیتے ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک خطبہ دیا' ہم میں سے جس نے اس کو یاد رکھا' اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا' اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک ہونے والے اُمور کو بیان فرمادیا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: یہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے' سو دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو' سنو! تم دنیا اور عورتوں سے بچو۔ الحدیث

(مسند احمد ج ٣ ص ١٩ طبع قدیم' مسند احمد ج ١٧ ص ٢٢٧۔ رقم الحدیث: ١١١٤٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد فرمایا: بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم سب مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ١٣٤٤' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٢٢٣' مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں رغبت کی اور اس کی دنیا میں رغبت زیادہ ہوگئی تو جس قدر اس کی دنیا میں رغبت ہوگی' اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اتنا اندھا کردے گا اور جو دنیا میں بے رغبتی کرے گا اور اس کی امید کم کرے گا' اللہ اس کو پڑھنے کے بغیر علم عطا فرمائے گا اور بغیر حصول ہدایت کے ہدایت عطا فرمائے گا' نیز فرمایا: سنو! تمہارے بعد ایسی قوم آئے گی جس کو بغیر قتل اور جبر کے حکومت حاصل نہیں ہوگی اور بغیر بخل اور عجز کے خوش حالی حاصل نہیں ہوگی اور بغیر دین سے نکلنے اور خواہش کی پیروی کے محبت حاصل نہیں ہوگی' سنو! جس شخص نے ایسے زمانہ کو پایا اور حصولِ مال پر قدرت کے باوجود فقر پر صبر کیا اور حصولِ عزت پر قدرت کے باوجود ذلت پر صبر کیا اور حصولِ محبت پر قدرت کے باوجود بغض پر صبر کیا اور یہ صرف اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لیے کیا تو اللہ اس کو پچاس صدیقوں کا اجر عطا فرمائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٣٥ ملخصاً' حسن بصری نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! یہ دنیا ہلاکت کا گھر ہے' ٹھہرنے کا گھر نہیں ہے' یہ غم کا گھر ہے' خوشی کا گھر نہیں ہے' جس نے دنیا کو پہچان لیا وہ دنیا کی کشادگی سے خوش نہیں ہوگا اور دنیا کی شدت سے غم گین نہیں ہوگا' سنو! اللہ نے دنیا کو آزمائش کا گھر بنایا ہے اور آخرت کو انجام کا گھر بنایا ہے' پس دنیا کی آزمائش کو آخرت کا ثواب بنا دیا' اور آخرت کا ثواب دنیا کی آزمائش کا عوض ہے' پس اللہ تعالیٰ اچھی جزاء دینے کے لیے آزمائش کرتا ہے' پس تم دنیا کے میٹھے گھونٹ سے آخرت کی کڑواہٹ کی وجہ سے بچو اور اس کی لذتوں سے آخرت کے مصائب کی وجہ سے بچو اور اس گھر کو آباد کرنے کی کوشش نہ کرو' جس کو ویران کرنے کا اللہ نے فیصلہ کرلیا ہے اور تم دنیا سے میلان نہ رکھو' جس سے

Marfat.com

اجتناب کا اللہ نے ارادہ فرمایا ہے ورنہ تم اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے اور اس کی سزا کے مستحق ہو گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۸۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سب سے بُرے لوگ وہ ہیں جن کو نعمتوں سے غذا دی گئی' جو بہت لذیذ کھانا کھاتے ہیں اور بہت عمدہ کپڑے پہنتے ہیں' وہی یقیناً میری امت کے سب سے بُرے لوگ ہیں اور جو شخص کسی ظالم سربراہ کی وجہ سے ملک سے بھاگے وہ نافرمان نہیں ہے بلکہ ظالم سربراہ ملک نافرمان ہے' سنو! خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۳۶۴۷)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ الاعلیٰ پڑھی' جب وہ اس آیت پر پہنچے: ''بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ''(الاعلیٰ:۱۶) تو انہوں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہم نے آخرت کے اوپر دنیا کو ترجیح دے دی ہے' پھر انہوں نے کہا: ہم نے دنیا کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ ہم نے دنیا کی خوش نما چیزوں کو' دنیا کی (حسین) عورتوں کو اور دنیا کی کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کو دیکھا اور آخرت کی نعمتیں ہم سے غائب تھیں' اور ہم نے جلد ملنے والی چیزوں کو تاخیر سے ملنے والی نعمتوں پر ترجیح دی۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۸۶۵۸)

الاعلیٰ:۱۷ میں فرمایا: اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے O

اُخروی نعمتوں کے افضل ہونے کی وجوہ

آخرت حسب ذیل وجوہ سے دنیا سے بہتر ہے:

(۱) آخرت جسمانی اور روحانی سعادتوں پر مشتمل ہے جب کہ دنیا میں صرف دنیاوی لذتیں ہیں۔

(۲) دنیا کی لذتیں مصیبت اٹھانے کے بعد ملتی ہیں اور آخرت کی لذتیں ابتداءً ملتی ہیں۔

(۳) دنیا کی لذتوں کے ساتھ یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ یہ لذتیں کسی وقت بھی زائل ہو سکتی ہیں۔

(۴) دنیا کی لذتیں فانی ہیں اور آخرت کی لذتیں باقی ہیں۔

الاعلیٰ:۱۸ میں فرمایا: بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف میں بھی (مذکور) ہے O

کون سی نصیحت سابقہ صحائف میں مذکور ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ اس نصیحت کا اشارہ کس طرف ہے' بعض علماء نے کہا: اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کی توحید' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت' کفار کو عذاب کی وعید اور مؤمنین کو ثواب کی بشارت کی طرف ہے۔

بعض علماء نے کہا: اس کا اشارہ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ''(الاعلیٰ:۱۴) کی طرف ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر نامناسب کام سے پاک اور صاف کرے' قوتِ نظریہ کو تمام عقائد باطلہ سے پاک کرے اور قوتِ عملیہ کو تمام مذموم اخلاق سے پاک کرے۔

''وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ ''(الاعلیٰ:۱۵) میں یہ بتایا ہے کہ انسان اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور کرے اور ''فَصَلّٰی'' میں یہ بتایا ہے کہ انسان اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مزین کرے۔

''بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ''(الاعلیٰ:۱۶) میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ دنیا کی زیب و زینت میں غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کو فراموش نہ کرے۔

''وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ''(الاعلیٰ:۱۷) میں یہ رہ نمائی کی ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

ثواب کی طرف رغبت کرے اور اُخروی انعامات کی طرف۔
اور چونکہ اشارہ اس کی طرف کیا جاتا ہے جو زیادہ قریب مذکور ہو اس لیے متبادر یہ ہے کہ یہ اشارہ الاعلیٰ: ۱۷ کی طرف ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:
وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ○ (الشعراء: ۱۹۶) بے شک یہ (قرآن) انبیاء سابقین کے صحائف میں بھی مذکور ہے ○
الاعلیٰ: ۱۹ میں فرمایا: ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف میں ○
اس آیت میں الاعلیٰ: ۱۸ کا بیان ہے' الاعلیٰ: ۱۸ میں فرمایا تھا: بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف میں بھی (مذکور) ہے اور الاعلیٰ: ۱۹ میں ان صحائف کا بیان ہے کہ ان صحائف سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحائف ہیں۔
انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحائف کے متعلق تفصیل حسبِ ذیل حدیث میں ہے:

نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق

امام ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند کے ساتھ ایک بہت طویل حدیث روایت کی ہے' اس موضوع سے متعلق اس روایت کا درمیانی حصہ ہم پیش کر رہے ہیں۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں' میں نے کہا: بہت اچھے ہیں' میں نے کہا: یارسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' پھر ان کو اپنے سامنے بنایا' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم' شیث اور خنوخ' یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح' اور چار نبی عرب ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے' خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے' ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات' انجیل' زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)
اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(موارد الظمآن ص ۵۴۔۵۲' مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ' بیروت)
امام احمد نے بھی دو سندوں سے اس حدیث کو حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے مگر اس میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶۔۱۷۹' مطبوعہ مکتبہ اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)
امام ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۳۵۷۔۳۵۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)
حافظ الہیثمی نے بھی امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۹' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

Marfat.com

سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۲۷ شعبان ۱۴۲۶ھ/۲ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی' رب العٰلمین! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر مکمل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں' میں جن امراض میں مبتلا ہوں مجھے ان سے شفاء عطا فرمائیں' مجھے مزید توانائی عطا فرمائیں' صاحب زادہ حبیب الرحمان (بریڈفورڈ)' مولانا عبدالمجید (برسٹل)' ثمینہ بہن (برسٹل)' مولانا اسماعیل نورانی (کراچی)' شیخ نجیب الدین (کراچی)' شفیق بھائی' شمیم بھائی' سید عمیر (کراچی)' اور مفتی منیب الرحمان (کراچی)' سید محسن اعجاز (لاہور) اور فوزیہ بہن (لاہور) اور میرے تمام محسنین اور احباب کو اور مجھ کو دنیا اور آخرت کی مشکلات اور آفات و بلیات سے محفوظ اور مامون رکھیں اور آخرت کی دائمی نعمتیں اور جنت الفردوس عطا فرمائیں' میری والدہ ماجدہ' میرے والد گرامی اور میرے تمام اساتذہ کی اور تمام تلامذہ اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائیں اور میری تمام تصانیف کو تا قیام قیامت باقی' مرغوب اور فیض آفریں رکھیں۔ آمین یارب العٰلمین۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ الغاشیۃ

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث

اس سورت کا نام الغاشیۃ ہے' کیونکہ اس سورت کی ابتدائی آیت میں ''الغاشیة'' کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِؕ۝ (الغاشیہ:۱) بے شک آپ کے پاس ڈھانپنے والی چیز کی خبر آ چکی ہے۝

اس آیت میں ''ھل'' بہ معنی ''قد'' ہے یعنی تحقیق ''الغاشیة'' کا معنی: ڈھانپنے والی' اس سے مراد قیامت ہے' کیونکہ قیامت کی ہولناکیاں تمام مخلوق کو ڈھانپ لیں گی۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الغاشیۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدرالمنثور ج ۸ ص ۴۴۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت النعمان بن بشر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعہ کے ساتھ سورۃ الغاشیۃ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۲۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۱۹)

سورۃ الغاشیۃ کا ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے نمبر ۸۸ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۶۸ ہے۔

سورۃ الغاشیۃ کی سورۃ الاعلیٰ کے ساتھ مناسبت

سورۃ الاعلیٰ میں مؤمنین اور کافروں اور جنت اور دوزخ کے اوصاف اجمالاً بیان کیے گئے تھے:

سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰىۙ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَىۙ۝ الَّذِىۡ يَصۡلَى النَّارَ الۡكُبۡرٰىۚ۝ (الاعلیٰ: ۱۲-۱۰) عنقریب وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے۝ اور اس نصیحت سے بڑا بدبخت دور رہے گا۝ جو بڑی آگ میں جائے گا۝

اور الغاشیۃ میں ان کی صفات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں' دوزخ اور اہل دوزخ کی صفات میں ہے:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ۝ تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ۝ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ۝ لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ۝ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ۝ (الغاشیہ: ۷-۲) اس دن بہت چہرے ذلیل ہوں گے۝ کام کرنے والے مشقت برداشت کرنے والے۝ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۝ انہیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا۝ ان کا کھانا صرف خاردار خشک زہریلے درخت سے ہوگا۝ جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا۝

Marfat.com

سورۃ الغاشیۃ کے مشمولات

☆ سورۃ الغاشیۃ میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد بیان فرمائے ہیں۔

☆ اس سورت میں قیامت کے دہشت ناک احوال بیان فرمائے ہیں' اور مؤمنین اور کافرین کے اعمال کی جزاء اور سزا بیان فرمائی ہے اور اہل جنت اور اہل دوزخ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کے علم پر آسمانوں' اونٹوں' پہاڑوں اور زمینوں وغیرہا کی تخلیق سے استدلال فرمایا ہے۔

☆ اس سورت کے آخر میں لوگوں کو یہ یاد دلایا ہے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف لوٹ کر جانا ہے' جہاں ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ پر جو احکامِ شرعیہ نازل کیے گئے ہیں' وہ لوگوں کو یاد دلائیں۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الغاشیۃ کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ الٰہ العٰلمین! مجھے اس مہم میں ہدایت اور استقامت پر قائم رکھیں۔ آمین یارب العٰلمین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۷ شعبان ۱۴۲۶ھ/۲ اکتوبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٨٨ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٢٦ رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الغاشیہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھبیس آیات اور ایک رکوع ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۭ ① وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ ②

بے شک آپ کے پاس ڈھانپنے والی چیز کی خبر آ چکی ہے ○ اس دن بہت چہرے ذلیل ہوں گے ○

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ ③ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ ④ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ

کام کرنے والے مشقت برداشت کرنے والے ○ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے ○ انہیں کھولتے ہوئے چشمہ

اٰنِيَةٍ ۭ ⑤ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ ⑥ لَّا يُسْمِنُ وَلَا

(کے پانی) سے پلایا جائے گا ○ ان کا کھانا صرف خاردار خشک زہریلے درخت سے ہو گا ○ جو نہ فربہ کرے گا نہ

يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۭ ⑦ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ ⑧ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ ⑨

بھوک دور کرے گا ○ بہت چہرے اس دن خوش و خرم ہوں گے ○ اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے ○

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ ⑩ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۭ ⑪ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ ⑫

بلند جنت میں ○ جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا ○ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے ○

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ ⑬ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ ⑭ وَّنَمَارِقُ

اس میں بلند مسندیں ہوں گی ○ اور ترتیب سے رکھے ہوئے جام ہوں گے ○ اور صف بہ صف گاؤ تکیے

مَصْفُوْفَةٌ ۙ ⑮ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۭ ⑯ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ

رکھے ہوں گے ○ اور بہترین فرش بچھے ہوں گے ○ کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے

كَيْفَ خُلِقَتْ ۫ ⑰ وَاِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۫ ⑱ وَاِلَى الْجِبَالِ

بنایا گیا ہے ○ اور آسمان کو کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے ○ اور پہاڑوں کو کہ

كَيْفَ نُصِبَتْ ۫ ⑲ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۫ ⑳ فَذَكِّرْ ۣ

وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں ○ اور زمین کو کہ وہ کیسے پھیلائی گئی ہے ○ سو آپ نصیحت کرتے رہیں

وقف لازم

Marfat.com

إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ

آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں O آپ ان (کافروں) کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں O مگر جو حق سے پشت پھیرے

وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

اور کفر کرے O تو اللہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا O بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے O

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

ع ٢٦ ١٣

پھر بے شک ہم پر ہی ان کا حساب ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کے پاس ڈھانپنے والی چیز کی خبر آ چکی ہے O اس دن بہت چہرے ذلیل ہوں گے O کام کرنے والے مشقت برداشت کرنے والے O وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے O انہیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا O ان کا کھانا صرف خاردار خشک زہریلے درخت سے ہوگا O جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا O (الغاشیہ: ۷۔۱)

قیامت کے دن کو ''الغاشیة'' فرمانے کی وجہ

الغاشیہ: ۱ میں ''الغاشیة'' (ڈھانپنے والی چیز) قیامت کو کہا گیا ہے اور اس کو ''الغاشیة'' کہنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) قرآن مجید میں ہے: ''يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ'' (العنکبوت: ۵۵) وہ دن جو ان کو عذاب سے ڈھانپ لے گا۔

(۲) قیامت کو ''الغاشیة'' اس لیے فرمایا ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز کا تمام اطراف سے احاطہ کر لے اس کو غاشیہ کہتے ہیں۔

(۳) قیامت اچانک آ کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈھانپ لے گی جیسا کہ اس آیت میں ہے:

أَفَأَمِنُوٓا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ (یوسف: ۱۰۷) کیا یہ لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے ڈھانپنے والی چیز آ جائے۔

(۴) قیامت تمام اولین اور آخرین لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔

(۵) قیامت کے ہولناک مناظر اور اس کے دہشت ناک احوال اور شدائد لوگوں کو ڈھانپ لیں گے۔

(۶) ''الغاشیة'' دوزخ کی آگ ہے جو کفار اور اہل دوزخ کے چہروں کو ڈھانپ لے گی قرآن مجید میں ہے:

تَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ (ابراہیم: ۵۰) ان کے چہروں کو دوزخ کی آگ ڈھانپ لے گی O

الغاشیہ: ۲ میں فرمایا: اس دن بہت چہرے ذلیل ہوں گے O

اس آیت میں ''خاشعة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ذلیل و خوار ہونے والے دبنے والے عاجزی کرنے والے۔

اس آیت کا لفظی معنی ہے: کفار کے چہرے اس دن ذلیل و خوار ہوں گے اور اس سے مراد ہے: خود کفار اس دن ذلیل و خوار ہوں گے چہروں کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی ذلت اور خواری کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں گے قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں بھی کفار کی ذلت اور خواری کا ذکر فرمایا ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ کاش کہ آپ دیکھتے جب مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے

Marfat.com

سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ (السجدہ:۱۲)

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ. اور آپ انہیں اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے اور وہ ذلت سے جھک رہے ہوں گے۔ (الشوریٰ:۴۵)

الغاشیہ:۳ میں فرمایا: کام کرنے والے' مشقت برداشت کرنے والے O

کفار پر شدتِ عذاب

آخرت کے دن کفار کے چہروں پر مشقت ہوگی' کیونکہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے تھے' وہ دوزخ میں مشقت والے عمل کریں گے' وہ زنجیروں اور بھاری اور وزنی طوق گلے میں ڈالے ہوئے گھسٹ رہے ہوں گے' قرآن مجید میں ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اس کو پکڑو' پھر اس کو طوق پہنا دو O پھر اس کو دوزخ میں جھونک دو O پھر اس کو ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے O (الحاقہ:۳۲-۳۰)

ان کی مشقت والا عمل یہ ہوگا کہ وہ زنجیروں اور طوق میں جکڑے ہوئے دوزخ کے شعلوں کی لپٹ سے کبھی اوپر اٹھیں گے اور کبھی نیچے جائیں گے' نیز دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے وہ میدانِ محشر میں ایک ہزار سال کے دن میں ننگے' بھوکے پیاسے کھڑے ہوں گے اور یہ ان کا بہت مشقت والا عمل ہوگا۔

حسن بصری نے کہا: ان کو یہ ذلت اور مشقت دنیا میں حاصل ہوگی اور یہ لوگ یہود' نصاریٰ' بت پرست اور مجوس ہیں' انہوں نے اپنے ذہنوں اور دماغوں میں اللہ تعالیٰ کا جو تصور بنا رکھا تھا' یہ اس کے مطابق دنیا میں عبادت کی مشقت برداشت کرتے رہے' روزے رکھتے اور مشقت والی ریاضتیں کرتے' لیکن ان کی یہ ریاضتیں آخرت میں کسی کام نہ آئیں' اس لیے یہ ذلیل وخوار ہوں گے۔

الغاشیہ:۴ میں فرمایا: وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے O

اس آیت میں ''تصلی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی جگہ داخل ہونا اور کسی جگہ پہنچنا۔

اور اس آیت میں ''حامیة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دہکتی ہوئی جلتی ہوئی آگ' یہ لفظ ''حمیٌ'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: دہکنا اور گرم ہونا۔ (مختار الصحاح ص ۱۰۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت) اور ''تصلی'' کا لفظ ''صلی'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: داخل ہونا' اس سے مراد ہے: وہ دوزخ میں جھونکے گئے اور جل رہے ہیں۔

(القاموس المحیط ص ۱۳۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

الغاشیہ:۵ میں فرمایا: انہیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا O

اس آیت میں ''انیة'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''انیٌ'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: سخت کھولنا اور پکنا۔

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ پانی اس قدر گرم ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو تمام پہاڑ پگھل جائیں گے۔

الغاشیہ:۶ میں فرمایا: ان کا کھانا صرف خار دار خشک زہریلے درخت سے ہوگا O

اس آیت میں ''ضریع'' کا لفظ ہے' ''ضریع'' کا معنی ہے: خاردار جھاڑی' حدیث میں ہے:

Marfat.com

''الضریع'' ایک گھاس ہے' جس کو شبرق کہا جاتا ہے' اہل حجاز'' الضریع'' سوکھی ہوئی گھاس کو کہتے ہیں اور یہ زہریلی گھاس ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری تفسیر سورۃ الغاشیہ باب: ۸۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عذاب کی متعدد اقسام ہیں' اسی طرح معذبین کے بھی کئی طبقات ہیں' بعض معذبین تھوہر کے درخت کو کھائیں گے اور بعض ''غسلین'' کو کھائیں گے اور بعض ''الضریع'' کو کھائیں گے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''الضریع'' آگ کا درخت ہے اور خلیل نے کہا: وہ سبز رنگ کی بدبودار گھاس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۱۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الغاشیہ: ۷ میں فرمایا: جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا O

کفارِ قریش نے کہا: ہمارے اونٹ ضریع (خشک گھاس) کھاتے ہیں اور خوب فربہ ہو جاتے ہیں تو اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بہت چہرے اس دن خوش و خرم ہوں گے O اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے O بلند جنت میں O جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا O اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے O اس میں بلند مسندیں ہوں گی O اور ترتیب سے رکھے ہوئے جام ہوں گے O اور صف بہ صف گاؤ تکیے رکھے ہوں گے O اور بہترین فرش بچھے ہوں گے O (الغاشیہ: ۱۶۔ ۸)

مؤمنین کا آخرت میں اجر و ثواب اور مشکل الفاظ کے معانی

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کفار کے عذاب کی شدتوں کا ذکر فرمایا اور اب قرآن مجید کے اسلوب کے مطابق آخرت میں مؤمنین کے ثواب کی فرحتوں اور نعمتوں کا ذکر فرما رہا ہے۔

الغاشیہ: ۸ میں بتایا کہ مؤمنین کے چہرے بہت بارونق اور حسین ہوں گے' جیسے اس آیت میں ہے:

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۚ تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی اور رونق کو پہچان لو گے O (المطففین: ۲۴)

الغاشیہ: ۹ میں فرمایا: اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے O

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انہوں نے دنیا میں نیک اعمال کرنے کی جو کوشش اور جدوجہد کی تھی' اس پر ان کی حمد کی جائے گی' کیونکہ ان ہی نیک اعمال کی وجہ سے ان کو آخرت میں اچھی جزا حاصل ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے کیا خوب عمل کیے تھے اور جب ان کے نیک اعمال کی تعریف کی جائے گی تو وہ خوش اور راضی ہوں گے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب وہ اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کے نتیجے میں بہت عظیم ثواب کا مشاہدہ کریں گے تو وہ بہت خوش اور راضی ہوں گے' اس عظیم ثواب کی تفصیل درج ذیل آیتوں میں آ رہی ہے۔

الغاشیہ: ۱۰ میں فرمایا: بلند جنت میں O

اس بلندی سے بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ جنت مسافت میں بلند ہوگی اور اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ جنت شرف اور مرتبہ میں بلند ہوگی' کیونکہ جنت کے بعض درجات بعض دوسرے درجات سے اعلیٰ ہوں گے' عطاء نے کہا: دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

الغاشیہ: ۱۱ میں فرمایا: جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا O

Marfat.com

لغوبات سے مراد ہے: فضول' عبث اور بے کار بات' قرآن مجید میں ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا. (مریم:۶۲) وہ جنت میں فضول بات نہیں سنیں گے۔

جنت میں لغو بات نہ سننے کی وجوہ

جنت میں لغو بات نہ سننے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جنت لغو باتوں سے پاک ہے کیونکہ جنتی گویا کہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں اور انہوں نے جنت کو نیکی اور حق سے حاصل کیا ہے نہ کہ لغو اور باطل سے' اسی طرح دنیا کی ہر وہ مجلس جو شریف اور معزز ہو' وہ لغو باتوں سے پاک ہوتی ہے اور جس مجلس میں لغو باتیں نہ ہوں اور وقار جس قدر زیادہ ہو' اس کی عزت اور جلالت اس قدر زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) زجاج نے کہا: اہل جنت صرف حکمت کی باتیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو ان کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔

(۳) مقاتل نے کہا: جس طرح دنیا میں لوگ شراب پیتے وقت ہلڑ مچاتے ہیں' جنت میں شراب پیتے وقت ایسا نہیں ہوگا۔

(۴) جنت میں لوگ ایسی باتیں نہیں کریں گے' جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو یا ان کو ایذاء پہنچے۔

الغاشیہ: ۱۲ میں فرمایا: اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے ○

جنت کے چشمے' گلاس' فرش اور تکیے

اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں انواع واقسام کے بہت زیادہ چشمے ہوں گے۔

الغاشیہ: ۱۴۔۱۳ میں فرمایا: اس میں بلند مسندیں ہوں گی ○ اور ترتیب سے رکھے ہوئے جام ہوں گے ○

ان کی مسندیں فضاء میں بلند ہوں گی' کیونکہ جب مؤمن مسند پر بیٹھے گا تو وہ اپنے رب کی عطا کی ہوئی تمام نعمتوں کو دیکھے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کی مسندیں زمرد' موتیوں اور یاقوت سے مزین ہوں گی اور آسمانوں میں بلند ہوں گی۔

ترتیب شدہ جام سے مراد یہ ہے کہ ان چشموں کے کنارے گلاس قطار در قطار رکھے ہوئے ہوں گے اور جب کوئی شخص چشمہ سے پینا چاہے گا تو گلاس بھر کر پی لے گا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب وہ چشمہ سے پینا چاہے گا تو گلاس خود بہ خود بھر جائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ گلاس چاندی اور سونے کے ہوں اور ان پر ہیرے اور جواہر جڑے ہوئے ہوں۔

الغاشیہ: ۱۵ میں فرمایا: اور صف بہ صف گاؤ تکیے رکھے ہوں گے ○

اس آیت میں ''نمارق'' کا لفظ ہے' یہ ''نمرقة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بڑا تکیہ' گدا' زین یا پالان' اور ''نمرقة'' کا معنی ہے: چھوٹا تکیہ۔ (القاموس المحیط ص ۹۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

الغاشیہ: ۱۶ میں فرمایا: اور بہترین فرش بچھے ہوں گے ○

اس آیت میں ''زرابی'' کا لفظ ہے' یہ ''زربی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: غالیچے اور فرش یا ہر وہ چیز جس کو زینت کے لیے بچھایا جائے اور اس پر تکیہ لگایا جائے۔ (القاموس المحیط ص ۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے ○ اور آسمان کو کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے ○ اور پہاڑوں کو کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں ○ اور زمین کو کہ وہ کیسے پھیلائی گئی ہے ○ سو آپ نصیحت کرتے رہیں' آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں ○ آپ ان کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں ○ مگر جو حق سے پشت پھیرے اور کفر کرے ○ تو اللہ اس

Marfat.com

کو بہت بڑا عذاب دے گاO بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہےO پھر بے شک ہم پر ہی ان کا حساب ہےO
(الغاشیہ: ۲۶۔۱۷)

اونٹ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کی خبر دی تھی اور یہ بتایا تھا کہ اہل قیامت کی دو قسمیں ہیں: ایک مؤمنین ہیں جو نجات یافتہ ہیں اور دوسرے کافرین ہیں جو عذاب یافتہ ہیں' اور قیامت کے دن پر اور عذاب اور ثواب پر ایمان لانا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کا واحد خالق اور مدبر اور حکیم مانا جائے' اس لیے اب درج ذیل آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید اور اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلائل قائم فرمائے ہیں۔

الغاشیہ: ۱۷ میں اونٹ کی تخلیق کا ذکر فرمایا' اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے تمام حیوانات اس کی تخلیق اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ تمام حیوانات کی پیدائش اور ان کی نشو ونما کا طریقہ واحد ہے اور ان کی تخلیق کی طرز اور نظم واحد ہے اور تخلیق کی طرز کا واحد ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی واحد ہے' پھر ان تمام حیوانات اور چوپایوں میں سے اونٹ کی تخصیص کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حیوانات میں جو منافع اور فوائد رکھے ہیں' وہ یہ ہیں: انسان بعض جانوروں کا گوشت کھاتا ہے اور بعض جانوروں کا دودھ پیتا ہے' بعض جانوروں پر اپنا سامان لاتا ہے اور بعض جانوروں پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا ہے' اور بعض جانوروں کو صرف ان کی خوب صورتی اور ان کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں ان فوائد کا ذکر فرمایا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ○ (یٰس: ۷۲۔۷۱)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے جو مخلوق بنائی ہے' ان میں سے ہم نے ان کے فائدہ کے لیے چوپائے بھی بنائے ہیں' جن کے یہ مالک ہیںO اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے تابع کر دیا ہے' سو ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیںO

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ۸۔۵)

اور اللہ نے تمہارے نفع کے لیے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت منافع ہیں اور بعض چوپائے تمہارے کھانے کے کام آتے ہیںO اور ان چوپاؤں میں تمہارے لیے حسن و جمال ہے جب تم شام کو چرا کر لاؤ اور جب صبح چرانے لے جاؤO اور وہ تمہارا سامان ان شہروں تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت برداشت کیے خود نہیں جا سکتے تھے بے شک تمہارا رب بہت شفیق اور نہایت مہربان ہےO اور اس نے گھوڑوں کو اور خچروں کو اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو' اور وہ باعث زینت ہوں' اور ان چیزوں کو پیدا کیا جن کو تم نہیں جانتےO

Marfat.com

ان آیات میں مویشی کو پیدا کرنے کے یہ فوائد بیان فرمائے ہیں کہ تم ان پر سواری کرتے ہو'ان کا گوشت کھاتے ہو'ان کی اُون اور بالوں سے لباس اور ٹوپیاں بناتے ہو'ان کا حسن و جمال دیکھ کر تمہیں خوشی ہوتی ہے اور وہ تمہارے بار برداری کے کام آتے ہیں اور ان میں سے بعض کا تم دودھ پیتے ہو'اور یہ تمام فوائد اونٹ کے اندر باقی تمام جانوروں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں کیونکہ اگر حلال جانوروں کے گوشت کھانے کا فائدہ دیکھا جائے تو اونٹ کا گوشت سب سے زیادہ ہوتا ہے اور اگر دودھ پینے کا فائدہ دیکھا جائے تو اونٹنی کا دودھ سب سے زیادہ ہوتا ہے اور اگر جانوروں پر سوار ہو کر قطع مسافت کو دیکھا جائے تو ریگستانی علاقوں میں اونٹ سب سے زیادہ مسافت قطع کرتا ہے بلکہ ان علاقوں میں صرف اونٹ ہی کے ذریعہ سفر کیا جاتا ہے' اور بار برداری کے لحاظ سے اونٹ تمام جانوروں سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے' اور عربوں کے دلوں میں تمام جانوروں سے زیادہ اونٹ کی وقعت اور اہمیت ہوتی ہے' اسی وجہ سے انہوں نے کسی انسان کو خطاً قتل کرنے کی دیت سو اونٹ مقرر کی ہے' نیز اونٹ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت کئی کئی دن کی خوراک کو اپنے اندر ذخیرہ کر لیتا ہے اور بغیر کھائے پیئے لمبے عرصہ تک سفر کرتا رہتا ہے' اسی لیے اس کو صحرائی جہاز کہا جاتا ہے' نیز یہ بہت آسانی سے سدھایا جاتا ہے اور بہت اطاعت گزار ہے' اس کی نکیل کی رسی کو پکڑ کر ایک بچہ بھی اسے جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے' اونٹ میں اس قدر حیران کن صفات ہیں جو عقل والے کو اس پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ اس کی تخلیق پر غور کرے اور اس کی حکمتوں سے یہ قیاس کرے کہ اس کا خالق کس قدر زبردست قدرت اور حکمت والا ہے اور بے ساختہ یہ کہے کہ ''سبحان اللہ ما خلق باطلا'' اللہ سبحان ہے اس نے کوئی چیز بے فائدہ نہیں بنائی۔

الغاشیہ: ۱۸ میں فرمایا: اور آسمان کو کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے O

آسمان' پہاڑ اور زمین میں نشانیاں

اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ستون کے اتنی عظیم چھت بنا دی ہے جو پوری روئے زمین کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس میں بے شمار ستاروں کی قندیلیں روشن کر دی ہیں' جو صحراؤں' بیابانوں اور سمندروں میں اندھیری رات کے مسافروں کی رہ نمائی کرتی ہیں' برسہا برس سے یہ نظام یونہی طرزِ واحد پر قائم ہے' کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی توحید پر ایک روشن دلیل نہیں ہے۔

الغاشیہ: ۱۹ میں فرمایا: اور پہاڑوں کو کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں O

زمین میں ان پہاڑوں کو نصب کیا گیا' یہ نہ ادھر اُدھر ہلتے ہیں نہ جھکتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں کے اندر معدنی دولت کے ذخائر رکھے ہیں' ان میں سونا اور چاندی ہے' لوہا اور تانبا ہے' کوئلہ ہے اور انسانی ضروریات کا سامان ہے۔

الغاشیہ: ۲۰ میں فرمایا: اور زمین کو کہ وہ کیسے پھیلائی گئی ہے O

ان مذکور نشانیوں میں باہمی مناسبت

اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق اور اپنی توحید پر دلائل کا ذکر کرتے ہوئے اونٹ' آسمان' پہاڑوں اور زمین کا ذکر فرمایا ہے اور چاروں کے ذکر میں کوئی مناسبت ضروری ہے۔

اس مناسبت کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید لغتِ عرب پر نازل ہوا ہے اور عرب عموماً صحراؤں میں سفر کرتے تھے اور صحرا میں بالکل تنہا ہوتے تھے اور جب انسان تنہا ہوتا ہے تو وہ اردگرد کی چیزوں پر غور و فکر کرتا ہے' سب سے پہلے وہ اپنی سواری اونٹ کی طرف دیکھتے تو ان کو اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب اور اسرار دکھائی دیتے' وہ اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور منافع پر غور کرتے اور جب وہ اوپر نظر اٹھاتے تو ان کو آسمان کے سوا کچھ نظر نہ آتا اور وہ اس بے ستون وسیع و عریض بلند نیلی چھت کو دیکھ کر حیران ہوتے' اور جب وہ اپنے دائیں اور بائیں دیکھتے تو ان کو پہاڑ نظر آتے اور جب وہ اپنے نیچے دیکھتے تو ان

Marfat.com

کو پھیلی ہوئی زمین نظر آتی اور یہی وہ موقع تھا کہ جب وہ ان چیزوں کے اسرار اور منافع پر غور وفکر کرتے تو ان پر لازم تھا کہ وہ اس غور وفکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی توحید پر ایمان لے آتے' سو اللہ تعالیٰ نے انسان کے غور وفکر کرنے کے لیے ان چاروں چیزوں کا ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے خوب صورت چیزوں سے اپنی تخلیق اور توحید پر کیوں استدلال نہیں فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کے حسن وجمال اور سونے اور چاندی سے اپنی تخلیق اور توحید پر استدلال نہیں کیا کیونکہ جب انسان کسی حسین وجمیل خاتون کو یا کسی خوب صورت مرد کو دیکھتا ہے تو اس کی توجہ اس کے فوائد اور منافع اور اس کے اسرار اور اس کی حکمتوں کی طرف نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ اس کے حسن سے متاثر ہو کر اپنی جنسی تسکین کے متعلق سوچنے لگتا ہے اور اس پر شہوانی جذبات غالب آ جاتے ہیں' اسی طرح جب وہ سونے چاندی کی دھاتوں اور لہلہاتے ہوئے سرسبز اور شاداب باغات کی طرف دیکھتا ہے تو وہ سونے چاندی کے زیورات بنانے کے متعلق سوچتا ہے اور باغوں میں خوش ذائقہ اور خوش رنگ اور خوش بودار پھلوں کو دیکھ کر ان کو کھانے کے متعلق تجویزیں بناتا ہے اور اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ اس کے خالق نے ان چیزوں میں کیسے اسرار اور حکمتیں رکھی ہوئی ہیں' اس کے برخلاف جب انسان اونٹ' آسمان' پہاڑوں اور زمین کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں شہوانی خیالات نہیں آتے' وہ اونٹ کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ اس بہ ظاہر بے ڈھنگے جانور میں کتنے منافع اور فوائد ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے اس صحرائی جہاز کو پیدا نہ کیا ہوتا تو وہ اس بے آب وگیاہ صحرا کو کیسے عبور کرتا' پھر اس کی نظر آسمان کی طرف اٹھتی ہے تو وہ اس کی وسعت پر حیران ہوتا ہے' پہاڑوں کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے' اس پھیلی ہوئی زمین کی وسعتوں پر غور کرتا ہے' غرض ان چاروں چیزوں سے اسے اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید کے آثار نظر آتے ہیں۔

الغاشیہ: ۲۱ میں فرمایا: سو آپ نصیحت کرتے رہیے' آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں O

اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق' توحید اور قیامت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا' سو آپ نصیحت کرتے رہیے' آپ ایمان لانے کی ترغیب پر ثواب کی بشارت دیں گے اور جو کفر پر اصرار کرے گا' اس کو عذاب سے ڈرائیں گے اور اگر کفار آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کو ایذاء پہنچاتے ہیں تو آپ اس پر صبر کریں' اب آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں کیونکہ اب آپ کے بعد کوئی اور نبی تو مبعوث نہیں کیا جائے گا' نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔

الغاشیہ: ۲۲ میں فرمایا: آپ ان (کافروں) کو جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں O

جبریہ کے نظریہ کا باطل ہونا

اس مضمون کی دیگر آیات یہ ہیں:

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ (قٓ: ۴۵) — اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ O (یونس: ۹۹) — اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ سب کے سب ایمان لے آتے' تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے حتیٰ کہ وہ سب مؤمن ہو جائیں O

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ تمام مشرکین مؤمن اور مؤحد ہو جائیں اور آپ کی ان تھک تبلیغ کرنے کے باوجود ان کے ایمان نہ لانے سے آپ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کے رنج کے ازالہ اور آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایک ساتھ ایمان لے آتے' لیکن اللہ سبحانہ

Marfat.com

نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ سب لوگوں کو جبراً مؤمن بنا دینا اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کے لیے عقل دی ہے اور اس کو اختیار عطا فرمایا ہے' وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی عقل سے کھوٹے کھرے کو پرکھ کر اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اس کی تخلیق' اس کی توحید اور اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر ایمان لائے۔ اس آیت میں فرقہ جبریہ کا رد ہے' جو یہ کہتا ہے کہ انسان کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے' انسان کا مؤمن ہونا یا انسان کا کافر ہونا' یا انسان کا نیک اور صالح ہونا' یا اس کا فاسق اور فاجر ہونا' سب اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے اور انسان اپنے تمام افعال میں مجبور محض ہے۔ ان کا یہ نظریہ بداہۃً باطل ہے' اگر ایسا ہو تو دنیا میں رسولوں کو ہدایت کے لیے بھیجنا اور جنت اور دوزخ کو پیدا کرنا اور جزاء اور سزا کا نظام بنانا یہ سب عبث اور بے فائدہ ہو جائے گا۔

الغاشیہ: ۲۴۔ ۲۳ میں فرمایا: مگر جو حق سے پشت پھیرے اور کفر کرے O تو اللہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا O

بہت بڑے عذاب کا محمل

اگر آپ کی پرزور تبلیغ کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو آپ سے ان کے ایمان نہ لانے پر سوال نہیں کیا جائے گا' لیکن جو ان میں سے پشت پھیرے گا تو اللہ سبحانہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا اور وہ دوزخ کا عذاب ہے' دوزخ کے عذاب کو بہت بڑا عذاب اس وجہ سے فرمایا ہے کہ کفر کا عذاب مجرد فسق کے عذاب سے بہت بڑا ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ O (السجدہ: ۲۱)

ہم ان کو (دنیا میں) بڑے عذاب کے علاوہ ضرور کم درجہ کا عذاب چکھائیں گے تاکہ وہ (کفر سے) پلٹ آئیں O

بڑے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے اور اس سے کم درجہ کے عذاب سے مراد ہے: دنیا کا عذاب' جیسے دنیا میں جنگ کے اندر شکست سے دوچار ہونا' سمندری طوفان اور دریاؤں میں سیلاب آنا' زلزلے' قحط اور موذی بیماریوں میں مبتلا ہونا۔

دوزخ کے عذاب کو بہت بڑا عذاب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: دوزخ کی آگ کا سب سے نچلا طبقہ۔

الغاشیہ: ۲۶۔ ۲۵ میں فرمایا: بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے O پھر بے شک ہم پر ہی ان کا حساب ہے O

کفار اور مشرکین کو عذاب دینا کیوں ضروری ہے؟

ان آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ہر چند کہ مشرکینِ مکہ آپ کی نبوت کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں' آپ کا مذاق اڑاتے ہیں' آپ پر آوازیں کستے ہیں اور آپ پر طعن اور تشنیع کرتے ہیں اور آپ کو طرح طرح کی ایذاء پہنچاتے ہیں لیکن بالآخر یہ ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے' پھر ہم ان کا حساب لیں گے اور ان کو قرار واقعی سزا دیں گے۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ کفار سے حساب لینا اور ان کو سزا دینا' اللہ تعالیٰ کا حق ہے' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ مالک اپنا حق وصول کرے' مالک اپنے حق کو معاف بھی تو کر سکتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ سزا کو معاف کرنا صرف مؤمنین کے ساتھ خاص ہے' اللہ تعالیٰ آخرت میں کفار اور مشرکین کی سزا کو نہ معاف فرمائے گا اور نہ ان کی سزا میں تخفیف فرمائے گا' کیونکہ دنیا میں وہ ان کو دائمی سزا کی خبر دے چکا ہے' اب اگر اس سزا کے خلاف ہو تو اس کی خبر کذب اور جھوٹ ہو گی اور کذب اور جھوٹ اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اس لیے کفار اور مشرکین کی سزا میں تخفیف ہونا یا ان کی سزا کا ساقط ہونا بھی محال ہے۔

نیز کفار سے حساب لینا اور ان کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء

Marfat.com

علیہم السلام کی عزت اور وجاہت کو ظاہر فرمائے گا کہ جن کافروں اور مشرکوں نے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے پیغام کو مسترد کر دیا تھا اور ان کی نبوت اور رسالت کی تکذیب کی تھی' وہ آج کس قدر ذلت اور خواری کے عذاب میں مبتلا ہیں' سو قیامت کے دن اللہ سبحانہ کفار کو عذاب میں مبتلا کر کے انبیاء علیہم السلام کے مقام کو بلند فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کافروں اور مشرکوں سے انتقام لے گا' جو دنیا میں اپنے خود ساختہ خداؤں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے استحقاق عبادت میں شریک کرتے رہے تھے۔

رب العلمین! ہم کو اس حساب اور عذاب سے محفوظ رکھنا اور ہمیں اپنے محبوب سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بلاحساب و کتاب جنت الفردوس عطا فرما دینا' ہم اس انعام کے لائق تو نہیں لیکن آپ بہت کریم ہیں اور یہ آپ کے کرم سے کچھ بعید نہیں ہے۔ آمین یارب العلمین

سورۃ الغاشیہ کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۳۰ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۵ اکتوبر ۲۰۰۵ء' بہ روز بدھ سورۃ الغاشیہ کی تفسیر مکمل ہو گئی' رب العلمین! اپنے کرم سے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اور میری تمام تصانیف کو قیامت تک شائع' مرغوب اور فیض آفریں رکھیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے قرابت داروں کی' میرے اساتذہ' احباب اور تلامذہ کی' اس کتاب کے ناشر اور معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین یارب العلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین
وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلیٰ ازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ الفجر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الفجر ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''الفجر'' کا لفظ مذکور ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَالۡفَجۡرِ ۝ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۝ (الفجر:۲۔۱) فجر کی قسم ۝ اور دس راتوں کی (قسم) ۝

اس سورت کا ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۰ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۸۹ ہے۔

حضرت ابن عباس' حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ سورۃ الفجر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام نسائی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو' تم کو ان سورتوں کا پتا نہیں ''سبح اسم ربك الاعلٰی' والشمس وضحاھا' والفجر'' اور ''واللیل اذا یغشٰی''؟۔ (سنن نسائی رقم الحدیث:۹۹۷)

سورۃ الغاشیہ کے ساتھ الفجر کی مناسبت

سورۃ الغاشیہ میں لوگوں کی دو قسمیں بیان فرمائی تھیں: مؤمنین اور کافرین' وہ لوگ جن کے چہرے ذلیل ہوں گے اور وہ لوگ جن کے چہرے خوش وخرم اور بارونق ہوں گے' اور اس سورت میں متعدد گم راہ فرقے بیان فرمائے ہیں' گم راہ اور کفار میں سے عاد اور ثمود اور فرعون کا ذکر فرمایا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے مؤمنین شاکرین کا ذکر فرمایا ہے' گویا کہ دونوں سورتوں میں وعد اور وعید کا ذکر ہے۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۃ الغاشیہ میں اپنی تخلیق اور توحید پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۝ (الغاشیہ:۱۷) کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے بنایا گیا ہے ۝

اور اس سورت میں اس طرح استدلال فرمایا ہے:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ (الفجر:۶) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ ۝

سورۃ الفجر کے مشمولات

☆ الفجر:۵۔۱ میں اللہ نے فجر کی ذوالحجہ کی دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کفار کو ضرور بہ ضرور عذاب

Marfat.com

ہوگا۔

☆ الفجر ۱۴۔۶ میں کفار کی بعض ظالم قوموں کا ذکر فرمایا ہے' جیسے عاد' ثمود اور قومِ فرعون اور یہ بتایا ہے کہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا۔

☆ الفجر: ۲۰۔۱۵ میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی میں خیر اور شر اور تنگی اور کشادگی میں مبتلا کیا ہے' اور کسی انسان کے پاس زیادہ نعمتوں کا ہونا اس پر دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول اور معزز ہے اور نہ کسی انسان کا فقر و فاقہ میں مبتلا ہونا اس پر دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور مبغوض ہے۔

☆ الفجر: ۲۳۔۲۱ میں قیامت کے ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں۔

☆ الفجر: ۲۶۔۲۴ میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے دو فرقے ہوں گے: کامیاب اور ناکام' بدبخت اور نیک بخت۔

☆ الفجر: ۳۰۔۲۷ میں بتایا ہے کہ مؤمن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کو جنت میں حاصل کر رہے ہوں گے۔

سورۃ الفجر کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اب اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

رب العٰلمین! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا اور باطل سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۳۰ شعبان ۱۴۲۶ھ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴۔۰۳۲۱

Marfat.com

سُورَةُ الْفَجْرِ ۸۹ مَكِّيَّةٌ ۱۰ | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | آيَاتُهَا ۳۰ رُكُوعُهَا ۱

سورۃ الفجر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تیس آیات اور ایک رکوع ہے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝۴

اور فجر کی قسم ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی (قسم) جب وہ گزرے ○

هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝۵ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ

بے شک اس میں صاحبِ عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ

بِعَادٍ ۝۶ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸

کیسا معاملہ کیا؟ ○ وہ ارم کے لوگ تھے ستونوں جیسے لمبے قد والے ○ ان کی مثل شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ○

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝۱۰

اور ثمود کے لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں ○ اور میخوں والا فرعون تھا ○

الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝۱۲

ان لوگوں نے شہروں میں بہت سرکشی کی ○ پھر ان شہروں میں بہت دہشت گردی کی ○

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴

پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا ○ بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے ○

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۵

پس لیکن جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت دے کر آزمائے تو

فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ

وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت دی ○ اور جب اس کا رب اس کو (مصیبت سے) آزمائے اور اس پر اس کا رزق

رِزْقَهُ ۵ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ

تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ○ یہ بات نہیں ہے، بلکہ تم یتیم کی عزت

Marfat.com

الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ

نہیں کرتے ہو ○ اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو ○ اور تم وراثت

التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ اِذَا

کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ○ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو ○ بے شک جب

دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

زمین پاش پاش کر کے ریزہ ریزہ کردی جائے گی ○ اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے ○

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ

اور اس دن دوزخ کو لایا جائے گا' اس دن انسان یاد کرے گا اور اب کہاں یاد کرنے

الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿٢٤﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا

کا وقت ہے ○ وہ کہے گا: کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لیے بھیجی ہوتی ○ سو اس دن اس کے

یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ یٰٓاَیَّتُهَا

عذاب کی طرح کوئی عذاب نہ دے گا ○ اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا ○ اے نفس

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿٢٨﴾

مطمئنہ! ○ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ○

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿٣٠﴾

پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں داخل ہو جا ○

ع ١ ١٤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور فجر کی قسم ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی (قسم) جب وہ گزرے ○ بے شک اس میں صاحب عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے ○ (الفجر: ۵۔۱)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فجر' دس راتوں' جفت اور طاق اور گزرنے والی رات کی قسم کھائی ہے' عرب ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جو ان کے نزدیک عظمت والی ہوتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمت والی ہیں' اور یہ چیزیں اس لیے عظیم ہیں کہ ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید پر دلائل ہیں اور مخلوق پر واجب ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

Marfat.com

اس آیت میں فجر سے کون سی فجر مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں' امام رازی نے ان تمام اقوال کو جمع کر لیا ہے' ہم یہاں پر ان اقوال کا تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں:

الفجر سے مراد معروف صبح ہے اور اس کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ فجر سے مراد معروف صبح ہے' اور وہ صبح صادق کا صبح کاذب سے پھٹ کر نمودار ہونا ہے' اس وقت رات ختم ہو جاتی ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اور انسان' حیوان' پرندے اور وحشی جانور سب اپنے اپنے رزق کی تلاش میں نکل جاتے ہیں' اور اس میں اس کی مثال ہے جب مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے سو اس میں غور وفکر کر کے اس وقت کو یاد کرنا چاہیے' صبح کے وقت کی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں صبح کا ذکر فرمایا ہے:

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ (المدثر: ۳۴) — اور صبح کی قسم! جب روشن ہو جائے ۝

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ (التکویر: ۱۸) — اور صبح کی قسم! جب وہ طلوع ہو جائے ۝

اللہ تعالیٰ نے صبح کے خالق ہونے پر اپنی مدح فرمائی ہے:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ (الانعام: ۹۶) — وہ صبح کو نکالنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ الفجر سے مراد نمازِ فجر ہے اور اللہ تعالیٰ نے نمازِ فجر کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ وہ دن کے شروع میں پڑھی جاتی ہے اور اس میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۸) — بے شک فجر میں قرآن پڑھنے پر (فرشتے) حاضر ہوتے ہیں ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں اور فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں' پھر جو فرشتے ساری رات تمہارے ساتھ رہے تھے' وہ فجر کے وقت آسمان پر جاتے ہیں' ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۸۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۰)

تیسرا قول یہ ہے کہ فجر سے مراد معین فجر ہے' پھر اس کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

''والفجر'' سے مراد یوم نحر کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث

اس سے مراد یوم نحر یعنی دس ذوالحج کی فجر ہے' کیونکہ مناسکِ حج ملتِ ابراہیم کے خصائص میں سے ہیں اور عرب حج کو ترک نہیں کرتے تھے' اور وہ عظیم دن ہے جس میں مسلمان اپنی قربانی ادا کرتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۰۷) — اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا ۝

یومِ نحر کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم اس دن سب سے عمدہ لباس پہنیں اور سب سے اچھی خوشبو لگائیں اور سب سے فربہ قربانی کریں جو ہمیں میسر ہو' گائے سات افراد کی طرف سے

Marfat.com

اور اونٹ سات افراد کی طرف سے اور بلند آواز سے تکبیر پڑھیں اور ہم طمانیت اور وقار سے رہیں۔

(المعجم الکبیر ج ۳ ص ۹۳' المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰' شعب الایمان ج ۴ ص ۱۳' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰' کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرمئی رنگ کے سینگھوں والے دو بڑے بڑے خصی مینڈھے تھے آپ نے ان میں سے ایک کولٹا کر عرض کیا: ''بسم اللہ واللہ اکبر'' اے اللہ! یہ محمد کی طرف سے ہے' پھر دوسرے کولٹا کر عرض کیا: ''بسم اللہ واللہ اکبر'' یہ محمد اور اس کی اس امت کی طرف سے ہے' جس نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے تبلیغ کرنے کی گواہی دی۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۳ ص ۳۲۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۶۸' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۲' المطالب العالیہ ج ۲ ص ۲۸۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کھڑی ہو اور اپنی قربانی کے سامنے حاضر رہو کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے کیے ہوئے ہر گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی' اور یہ آیات پڑھو:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (الانعام: ۱۶۳۔۱۶۲)

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے ۝ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا ہوں ۝

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بشارت صرف آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے لیے خاص ہے' اس کے مصداق آپ ہیں یا تمام مسلمان ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ بشارت تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۹۲' کتاب الدعا للطبرانی ج ۲ ص ۱۲۴۴' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۲' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۸۳' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷)

ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن چونکہ فضائل اعمال میں سند ضعیف کے ساتھ بھی احادیث معتبر ہوتی ہیں' اس لیے ہم نے ان احادیث کو درج کیا ہے۔

''الفجر'' سے مراد ذوالحجہ کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث

معین فجر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس فجر سے مراد ذوالحجہ کی صبح ہے' کیونکہ اس کے ساتھ ہی دس راتوں کا ذکر ہے اور یہ اس عظیم عبادت کے مہینہ کا پہلا دن ہے' ذوالحجہ کے مہینہ کے فضائل میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنوں اور مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور سب سے زیادہ عزت والا مہینہ ذوالحجہ ہے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۱۵' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۰' کنز العمال ج ۸ ص ۸۶۳)

''الفجر'' سے مراد ماہِ محرم کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث

اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ماہِ محرم کی صبح ہے کیونکہ وہ ہر سال کا پہلا دن ہے' ماہِ محرم کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''وَالْفَجْرِ ۝ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝'' (الفجر: ۲۔۱) کی تفسیر میں فرماتے تھے: فجر سے مراد محرم کی صبح ہے جو سال کی پہلی فجر ہے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۶' فضائل الاوقات ص ۴۸۶)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۳۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۶۱۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۴۲)

''ولیال عشر'' سے مراد ذوالحج کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث

دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں' کیونکہ ان دنوں میں مسلمان حج کے افعال میں مشغول ہوتے ہیں اور ان دس دنوں میں نیک اعمال کی فضیلت' میں بہ کثرت احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن دس راتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے' اس سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں اور جفت سے مراد قربانی کا دن ہے اور طاق سے مراد یوم عرفہ ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۲۱۵' فضائل الاوقات ص ۳۴۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عشر (لیال)'' قربانی کے (مہینہ کے) دس دن ہیں اور ''الوتر'' یوم عرفہ ہے اور ''الشفع'' یوم النحر ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۸' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالحجہ کے دس دنوں میں نیک عمل کرنے سے زیادہ اور کسی دن میں نیک عمل کرنا اللہ کو محبوب نہیں ہے' مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں' ماسوا اس کے کہ کوئی شخص جہاد کے لیے جائے اور اس کی جان بھی شہید ہو جائے اور اس راہ میں اس کا مال بھی خرچ ہو جائے اور اس کی جان اور مال میں سے کوئی چیز نہ لوٹے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۶۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴۔ ج ۳ ص ۴۱۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۴۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۳۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کو نیک عمل کرنا جتنا پسند ہے اور جتنا اس کے نزدیک ان دنوں میں نیک عمل افضل ہے اور کسی دن میں نہیں ہے' تم ان دنوں میں بہ کثرت ''لا الہ الا اللہ'' پڑھو اور ''اللہ اکبر'' پڑھو' کیونکہ یہ تہلیل' تکبیر اور اللہ کے ذکر کے ایام ہیں اور ان ایام میں نیک عمل کا سات سو گنا اجر دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۱۶' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالحجہ کے دس دنوں سے زیادہ کسی اور دن میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند نہیں ہے' ان میں سے ہر دن میں روزہ رکھنا ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی راتوں میں سے ہر رات میں قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۲۸' شرح السنۃ رقم الحدیث ۱۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ان دس دنوں کے علاوہ کبھی دس دن (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۴۳۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۵۶' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۸۷۲' صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۵۹۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۴۔۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دس دنوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن زیادہ عظیم اور زیادہ محبوب نہیں ہے' سو تم ان دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ ''لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر'' اور ''الحمد للہ'' پڑھو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۱۔۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۳۲' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

ان احادیث میں ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی فضیلت ہے' اس کی تائید اس آیت میں

Marfat.com

ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ. اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔

(الحج: ۲۸)

''ایام معلومات'' سے مراد ذبح کے ایام یعنی ایام تشریق ہیں جو یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہیں یعنی ۱۰' ۱۱' ۱۲ ذوالحجہ'

عام طور پر ''ایام معلومات'' سے عشرہ ذوالحجہ اور ''ایام معدودات'' سے ایام تشریق مراد لیے جاتے ہیں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ. (البقرہ: ۲۰۳) اور ان گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں بہ آوازِ بلند تکبیرات پڑھی جائیں یعنی ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد''۔

''ولیال عشر'' سے مراد محرم کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث

دس راتوں کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد محرم کے ابتدائی دس دن ہیں' جن میں دس محرم یوم عاشوراء بھی شامل ہے اور ان دنوں کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ اگر میں رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھوں تو کس مہینہ میں روزے رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور وہ اس مہینہ میں دوسروں کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۷۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے یوم عاشوراء (دس محرم) کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء کے سوا روزہ رکھنے کے لیے کسی ایسے دن کو تلاش کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس کی اور دنوں پر فضیلت ہو اور یوم عاشوراء کے علاوہ رمضان کا مہینہ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۰۰۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کے دن انبیاء سابقین روزہ رکھتے تھے' سو تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۴' اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم الہجری منکر الحدیث ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس دن اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے نجات دی تھی اور فرعون کو اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ نے اس دن شکر کا روزہ رکھا' پس ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۰۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۴۴۴' سنن نسائی رقم الحدیث ۲۴۴۴' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۷۳۴)

Marfat.com

عاشوراء کی فضیلت میں احادیث

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ عزوجل نے ہمیں عاشوراء کے دن فضیلت دی ہے آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ عزوجل نے آسمانوں کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا اور اسی طرح زمینوں کو بھی اور عرش کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا اور اسی طرح کرسی کو بھی اور پہاڑوں کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا اور اسی طرح ستاروں کو بھی' اور قلم کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا اور اسی طرح لوح کو بھی' اور حضرت جبریل علیہ السلام کو یوم عاشوراء میں پیدا کیا اور فرشتوں کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا' اور حضرت آدم علیہ السلام کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا' اور اسی طرح حواء کو بھی اور جنت کو یومِ عاشوراء میں پیدا کیا اور یوم عاشوراء میں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرایا' حضرت ابراہیم خلیل الرحمان یوم عاشوراء میں پیدا ہوئے اور یوم عاشوراء میں ان کو اللہ نے آگ سے نجات دی' اور یوم عاشوراء میں اللہ نے ان سے فدیہ قبول فرمایا' اور یوم عاشوراء میں فرعون کو غرق کر دیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشوراء میں آسمان پر اٹھالیا' حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت یومِ عاشوراء میں ہوئی' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو یومِ عاشوراء میں حکومت دی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یوم عاشوراء میں ہوئی (صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے) رب عزوجل عرش پر یومِ عاشوراء میں مستوی ہوا اور قیامت کا دن بھی یومِ عاشوراء میں ہوگا۔ (فضائل الاوقات ص ۴۴۱' مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۲۰۲ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کی سند میں محمد بن عبداللہ بن فھزاراز حبیب بن ابی حبیب ہے اور کہا کہ یہ حدیث بلاشک موضوع ہے' حافظ سیوطی نے اس حدیث کو درج کر کے کہا: اس کی سند میں آفت حبیب ہے۔

(اللئالی المصنوعہ ج ۲ ص ۹۲' علامہ علی بن محمد الکنانی التوفی ۹۶۳ھ نے بھی اس کو موضوع قرار دیا ہے' تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج ۲ ص ۱۴۸)

امام ابن عدی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یومِ عاشوراء میں اپنے اہل وعیال پر وسعت کی' اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر وسعت رکھے گا۔

(الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۵۴' امام عقیلی نے کہا: اس کی سند میں سلیمان مجہول ہے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے)

حافظ جلال الدین سیوطی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں:

حافظ ابوالفضل العراقی نے اپنی امالی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور ان میں سے بعض اسانید کو حافظ ابوالفضل بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے' اور اس حدیث کی سند میں جو سلیمان ہے اس کو امام ابن حبان نے ثقات میں قرار دیا ہے' پس یہ حدیث ان کی رائے میں صحیح ہے' اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث امام دارقطنی نے الافراد میں روایت کی ہے اور حضرت جابر کی حدیث امام بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' امام بیہقی نے کہا: ہرچند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن جب بعض سندوں کو بعض سے ملایا جائے تو ان میں قوت آجاتی ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

(اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۹۵-۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عاشوراء کو روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو' اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو اور اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۷۹۰)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نو محرم اور دس محرم کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔
(شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۷۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا' اس نے گویا ایک سال کے روزے رکھے اور جس نے یوم عاشوراء کو صدقہ کیا اس نے گویا ایک سال صدقہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی' تم اس دن نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی' وہب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ عشرہ محرم کے پہلے دن سے میرا قرب حاصل کریں۔ (لطائف علمیہ ج ا ص ۸۱۔۸۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

''ولیال عشر'' سے مراد رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی فضیلت میں احادیث

اس میں تیسرا قول یہ ہے کہ ان دس راتوں سے مراد رمضان کا آخری عشرہ ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری عشرہ (دس دنوں) کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۱۸۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پھر آپ بیس رمضان کی صبح کو باہر آئے' پس ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے بھلا دی گئی' تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو' اور میں نے خواب دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس جائے' ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان پر کوئی بادل نہیں دیکھ رہے تھے' پھر بادل آ گئے اور بارش ہونے لگی' حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کے شہتیروں کی تھی' اور نماز قائم کی گئی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کی پیشانی میں دیکھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۸۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۵۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۲۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۸۶)

''الشفع'' سے مراد یوم نحر اور ''الوتر'' سے مراد یوم عرفہ اور ان کی فضیلت میں احادیث

''الشفع'' (جفت) اور ''الوتر'' (طاق) کی متعدد تفسیریں ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے کہ طاق سے مراد یوم عرفہ ہے اور جفت سے مراد یوم نحر ہے اور ان کی فضیلت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام ایام میں افضل یومِ عرفہ ہے۔

(الاتحاف ج ۴ ص ۲۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی دن دوزخ سے اتنے بندوں کو

Marfat.com

آزاد نہیں کرتا جتنے یومِ عرفہ کو کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے' پھر فرماتا ہے: ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۰۰۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۱۴' المستدرک رقم الحدیث: ۱۷۰۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۱۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یوم عرفہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ حجاج کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو' ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور یہ گرد وغبار سے اَٹے ہوئے ہیں' یہ دور دراز سے فریاد کرتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں' میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان سب کو بخش دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن دوزخ سے لوگ آزاد نہیں کیے جاتے۔

(فضائل الاوقات للبیہقی ص ۳۵۵' صحیح ابن خزیمہ ج ۴ ص ۲۶۳' شعب الایمان ج ۳ ص ۳۶' کنز العمال ج ۵ ص ۷۱)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی اور دن شیطان کو اس قدر غم اور غصہ میں نہیں دیکھا گیا ماسوا یومِ بدر کے' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما رہا ہے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ۹۸۲' مصنف عبد الرزاق ج ۵ ص ۱۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۶' کنز العمال ج ۵ ص ۷۲)

جفت سے مراد یوم نحر ہے یعنی دس ذوالحجہ کا دن' عید الاضحیٰ' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یومِ عرفہ' یوم النحر اور ایامِ تشریق ہم اہل اسلام کی عید کے دن ہیں اور یہ کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۷۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۱۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۰۰۴)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں' آپ سے پوچھا گیا: ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے' آپ سے پوچھا گیا: اور اُون کے بدلہ میں؟ آپ نے فرمایا: ہر اُون کے بدلہ میں بھی ایک نیکی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۱۲۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸' شعب الایمان رقم الحدیث: ۷۳۲۷)

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھائے بغیر عید گاہ نہیں جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ سے واپس آئے بغیر نہیں کھاتے تھے' پھر آکر آپ اپنی قربانی کی کلیجی سے کھاتے تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن کسی آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ وہ (قربانی کے جانور کا) خون بہائے' بے شک قربانی کا وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگھوں' اور اپنے بالوں اور اپنے کھروں کے ساتھ آئے گا اور اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے' سو تم خوشی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۲۶)

جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا قربانی کرنا واجب ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے قربانی کی' اس نے پھر سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم میں عقل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے قربانی کی۔

Marfat.com

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۵۰۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۱۲۴)

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر ہے پھر اس کے بعد دوسرا دن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پانچ یا چھ اونٹنیاں لائی گئیں' ان میں سے ہر ایک بڑھ کر آپ کے قریب آ رہی تھی کہ آپ اس سے قربانی کی ابتداء کریں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۷۶۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حیوانات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کو پہچانتے تھے' جیسا کہ درج ذیل حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے:

حضرت یعلیٰ بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی چیزیں دیکھیں جن کو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا' ان میں سے دوسری چیز یہ تھی کہ آپ کے پاس سے ایک اونٹ گزرا' وہ اپنی گردن بڑھا کر بڑبڑانے لگا' آپ نے فرمایا: اس اونٹ کے مالک کو بلاؤ' پس وہ آ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: یہ اونٹ تمہاری شکایت کر رہا ہے کہ یہ اونٹ تمہارے ہاں پیدا ہوا' تم نے اس سے کام لیا' حتیٰ کہ اب وہ بوڑھا ہو گیا تو تم اس کو ذبح کرنا چاہتے ہو' اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر آپ آگے روانہ ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرة او فسقة الجن و الانس. ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے جنات اور انسانوں میں سے کافروں اور فاسقوں کے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۱۔ رقم الحدیث:۶۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۳ قدیم' مسند احمد ج ۲۹ ص ۱۰۹۔ رقم الحدیث:۱۷۵۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۲۔۲۱۔۲۰' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

"الشفع" (جفت' جوڑا) اور "الوتر" (طاق) میں مزید عقلی احتمالات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے جفت اور طاق کے متعلق حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) "الشفع" سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا ہیں اور "الوتر" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) "الشفع" سے مراد وہ نمازیں ہیں جو جفت ہیں' جیسے فجر' ظہر' عصر اور عشاء اور "الوتر" سے مراد وہ نماز ہے جو طاق ہے' جیسے مغرب' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض نمازیں جفت ہیں اور بعض طاق ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ ایمان کے بعد نماز کا مرتبہ ہے اور عبادات میں نماز کا جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

(۳) "الشفع" سے مراد کل مخلوق ہے کیونکہ فرمایا: "وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝" (النباء: ۸) ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور وتر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ وتر ہے اور وتر سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۴۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۶۷۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۴۱۶' سنن ترمذی رقم الحدیث:۴۵۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۶۷۴)

(۴) دنیا کی ہر چیز یا زوج ہے یا فرد ہے' گویا کہ میں زوج اور فرد کے رب کی قسم کھاتا ہوں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ پس مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو ۝ اور جن کو تم نہیں دیکھتے ۝ (الحاقہ: ۳۹۔۳۸)

Marfat.com

(۵) ''الشفع'' سے مراد جنت کے درجات ہیں' ان کی تعداد آٹھ ہے اور ''الوتر'' سے مراد دوزخ کے طبقات ہیں اور وہ سات ہیں۔

(۶) ''الشفع'' سے مراد دن اور رات ہیں اور ''الوتر'' سے مراد وہ دن ہے جس کے بعد رات نہیں اور وہ روزِ قیامت ہے۔

(۷) ''الشفع'' سے مراد وہ بارہ چشمے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے بن گئے اور ''الوتر'' سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات ہیں۔

(۸) ''الشفع'' سے مراد قومِ عاد کے عذاب کے ایام ہیں' ان کی تعداد آٹھ تھی اور ''الوتر'' سے مراد ان کی راتیں ہیں' ان کی تعداد سات تھی' قرآن مجید میں ہے:

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا. (الحاقہ: ۷) سات راتیں اور آٹھ دن پے در پے۔

(۹) ''الشفع'' سے مراد بارہ برج ہیں اور ''الوتر'' سے مراد سات سیارے ہیں۔

(۱۰) ''الشفع'' سے مراد تیس دن کا مہینہ ہے اور ''الوتر'' سے مراد ۲۹ دن کا مہینہ ہے۔

(۱۱) ''الشفع'' سے مراد دو ہونٹ ہیں اور ''الوتر'' سے مراد زبان ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ (البلد: ۹) ایک زبان اور دو ہونٹ ○

(۱۲) ''الشفع'' سے مراد نماز کے دو سجدے ہیں اور ''الوتر'' سے مراد نماز کا رکوع ہے۔

واضح رہے کہ ''الشفع'' اور ''الوتر'' سے مراد یا دو معزز چیزیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے' اور ہم نے جن چیزوں کا ذکر کیا ہے' وہ سب ''الشفع'' اور ''الوتر'' سے مراد ہو سکتی ہیں اور قرآن مجید میں ان میں سے کسی چیز کی تعیین کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا' اگر ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے یا اہل علم کے اجماع سے ثابت ہو جائے تو پھر وہی مراد ہے اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چیز مراد ہو سکتی ہے' لیکن اس کا ثبوت ظنی ہوگا قطعی نہیں ہوگا' اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام چیزیں مراد ہیں کیونکہ ''الشفع'' اور ''الوتر'' میں الف لام استغراق کا ہے' یعنی تمام جفت اور تمام طاق۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۵۰۔۱۴۹ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

''والشفع والوتر'' کی تفسیر میں مصنف کا صحیح اور صریح حدیث سے استدلال

امام رازی نے فرمایا ہے کہ اگر ''ولیال عشر'' اور ''والشفع والوتر'' کی تفسیر میں کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے ثابت ہو تو پھر وہی مراد ہے اور ہم کو اس کی تفسیر میں یہ حدیث مل گئی ہے' سو ان کی تفسیر میں اس حدیث پر ہی اعتماد کرنا چاہیے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ولیال) عشر'' سے مراد قربانی کے (مہینہ کے) دس دن ہیں اور ''الوتر'' ''یوم عرفہ'' ہے اور ''الشفع'' ''یوم النحر'' (قربانی کا دن) ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۲ ص ۳۸۹۔ رقم الحدیث: ۱۴۵۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۴۱۰۱' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۰ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۷۸۵۱' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' کنز العمال رقم الحدیث: ۲۹۴۴)

شیخ شعیب الارنؤوط نے اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے' اور امام حاکم کی سند امام مسلم کی شرط کے موافق ہے' اور امام ذہبی نے بھی امام مسلم کی موافقت کی ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۲۲ ص ۳۸۹)

امام رازی پر چونکہ عقلیات کا غلبہ ہے' اس لیے وہ اس حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے' دوسری بات یہ ہے کہ احادیث

Marfat.com

تک رسائی کے جتنے وسائل اب میسر ہیں' وہ امام رازی کے دور میں حاصل نہ تھے' اس لیے امام رازی اس حدیث تک نہ پہنچ سکے۔

الفجر: ۴ میں فرمایا: اور رات کی (قسم) جب وہ گزرے O

رات کی قسم کھانے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم اور بھی کئی آیات میں کھائی ہے:

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ O (المدثر: ۳۳) اور رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیرے O

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ O (التکویر: ۱۷) اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے O

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس رات سے مراد کوئی مخصوص رات نہیں ہے کیونکہ رات اور دن کے متواتر آنے جانے میں اور ان کی مقدار کے مختلف ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر بہت عظیم نعمت ہے' اس لیے رات کی قسم کھانا ممکن ہے اور اس میں اس پر تنبیہ ہے کہ رات اور دن کا متواتر ایک دوسرے کے بعد آنا اللہ تعالیٰ کی عظیم تدبیر پر مبنی ہے۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا: اس سے مراد عید الاضحیٰ کی رات ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۸۱)

اور امام رازی نے مقاتل بن حیان سے نقل کیا کہ اس سے مراد مزدلفہ کی رات ہے' کیونکہ اس رات کے اوّل میں عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانگی ہوتی ہے اور اس کے آخر میں بھی گزرنا ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمزور لوگوں کو اس رات میں پہلے بھیج دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کم زور افراد کو پہلے بھیج دیتے تھے اور وہ مزدلفہ میں رات کو مشعر حرام کے پاس وقوف کرتے تھے' پھر وہ جب تک چاہتے اللہ کا ذکر کرتے' حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۷۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۹۵)

الفجر: ۵ میں فرمایا: بے شک اس میں صاحب عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے O

''ذی حجر'' کا معنی

اس آیت میں ''ذی حجر'' کا لفظ ہے' ''حجر'' عقل کو کہتے ہیں کیونکہ عقل انسان کو غلط اور نامناسب کام کرنے سے روکتی ہے' اور ''حجر'' کا معنی ہے: کسی کام سے منع کرنا اور روکنا' الفراء نے کہا ہے: جو شخص اپنے نفس پر قاہر ہو اور اپنے نفس پر ضبط کرنے والا ہو' اس کو عرب ''ذو حجر'' کہتے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صاحب عقل ہو' وہ جان لے گا' یہ مذکورہ چیزیں بہت عجیب و غریب ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت پر بہت دلائل ہیں اور یہ چیزیں خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہیں' اس لیے یہ چیزیں اس لائق ہیں کہ ان کی قسم کھائی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قومِ عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ O وہ ارم کے لوگ تھے ستونوں جیسے لمبے قد والے O ان کی مثل شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا O اور ثمود کے لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں O اور میخوں والا فرعون تھا O ان لوگوں نے شہروں میں بہت سرکشی کی O پھر ان شہروں میں بہت دہشت گردی کی O پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا O بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے O (الفجر: ۱۴۔۶)

Marfat.com

عاد، ثمود اور قوم فرعون کا عذاب

امام رازی فرماتے ہیں: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے "والفجر" وغیرہ کی قسم کھائی ہے، اس کے جواب کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ بے شک آپ کا رب گھات میں ہے اور دوسرا یہ کہ پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، لیکن پہلا محمل اولیٰ ہے۔

الفجر: ۶ میں فرمایا ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ اس کا معنی ہے: کیا آپ کو نہیں معلوم؟ اس لیے کہ عاد اور ثمود اور فرعون کی خبریں، عرب میں تواتر کے ساتھ منقول تھیں، ان آیتوں میں بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن یہ خطاب ہر شخص کو عام ہے، اور اس سے مقصود کفار مکہ کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر وہ اسی طرح کفر اور شرک پر اڑے رہے تو یہ خطرہ ہے کہ ان پر بھی وہی عذاب آ جائے جو عاد اور ثمود اور قوم فرعون پر آ چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کفار کی تین قوموں کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، لیکن ان کے عذاب کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، البتہ سورۃ الحاقہ میں ان قوموں کے عذاب کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔

قوم ثمود کے عذاب کی کیفیت کے متعلق فرمایا:

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ○ (الحاقہ: ۵)

رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا ○

اور قوم عاد کے عذاب کی کیفیت کے متعلق فرمایا:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ○ (الحاقہ: ۶)

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ○

اور فرعون کے عذاب کے متعلق فرمایا:

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ○ (الحاقہ: ۹)

اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور وہ جن کی بستیاں اُلٹ دی گئی تھیں انہوں نے گناہ کیے ○

فرعون اور اس کی قوم کے عذاب کی تفصیل ان آیتوں میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ آٰلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (یونس: ۹۲-۹۰)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار گزار دیا، پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے ان کا تعاقب کیا، حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے کہا: میں ایمان لایا کہ اس ذات کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں ○ (جواب آیا:) اب ایمان لایا ہے اور اس سے پہلے تو سرکشی کرنے والوں میں سے تھا ○ پس آج ہم صرف تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ تو بعد والوں کے لیے نشانِ عبرت ہو جائے، اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○

Marfat.com

قومِ عاد کا تعارف

عاد کا نام ہے: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح' پھر لفظ عاد اس کے قبیلہ کا نام بن گیا' پھر اس قبیلہ کے متقدمین کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: "وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَاۨ الْاُوْلٰىۙ" (النجم: ۵۰) بے شک اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کر دیا' اور متاخرین کو عاد الاخیرۃ کہا جاتا ہے' اور رہا ارم تو وہ عاد کے دادا کا نام ہے اور اس آیت میں ارم سے کون مراد ہے؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد قبیلہ عاد کے متقدمین ہیں' جن کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو ان کے دادا کے نام پر ارم کہتے ہیں۔

(۲) جس شہر میں یہ لوگ رہتے تھے' اس کا نام ارم تھا اور یہ اسکندریہ تھا اور ایک قول ہے کہ یہ شہر دمشق تھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ قومِ عاد ریگستان کے بلند ٹیلوں میں رہتی تھی اور اسکندریہ اور دمشق میں ریگستان کے بلند ٹیلے نہیں ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ . اور عاد کے بھائی کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو ریگستان میں ڈرایا۔ (الاحقاف: ۲۱)

(۳) ارم اس قوم کا نام ہے جو میناروں کی شکل میں یا قبروں کی شکل میں پہاڑوں کے اندر اپنے گھر بناتی تھی۔

الفجر: ۷ میں فرمایا: وہ ارم کے لوگ تھے' ستونوں جیسے لمبے قد والے O

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان میں سے لمبے قد کا آدمی پانچ سو ذراع کا ہوتا تھا (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) اور ان میں سے چھوٹے قد کا آدمی تین سو ذراع کا ہوتا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان کا قد ستر (۷۰) ذراع کا ہوتا تھا' علامہ ابن العربی نے کہا: یہ روایت صحیح نہیں ہے' کیونکہ حدیث صحیح میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کا طول ہوا میں ساٹھ ذراع تھا' پھر اب تک مخلوق کا قد بہ تدریج کم ہوتا رہا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۱)

قتادہ نے کہا: ان میں سے ایک آدمی کا طول بارہ ذراع کا ہوتا تھا۔

یہ لوگ ستون کھڑے کر کے ان کے اوپر مکان بناتے تھے' اس لیے ان کو ستون والے فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے لمبے قد کی وجہ سے ان کو ستون والے فرمایا۔ ضحاک نے کہا کہ ستون والے سے مراد ہے: وہ بہت زیادہ قوت والے تھے' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةًؕ . (حٰمٓ السجدہ: ۱۵) انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے؟

الفجر: ۸ میں فرمایا: ان کی مثل شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا O

قومِ عاد جتنے لمبے قد' عظیم جسامت اور شدید قوت والی تھی' اس زمانہ میں ایسی قوم کہیں بھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔

الفجر: ۹ میں فرمایا: اور ثمود کے لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں O

Marfat.com

ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر مکان بنانا

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی' مفسرین نے کہا ہے: انہوں نے سب سے پہلے پہاڑوں اور چٹانوں کو تراش کر مکان بنائے' انہوں نے مدائن میں ہزاروں کی تعداد میں پہاڑوں کو تراش کر مکان بنائے' قرآن مجید میں ہے:

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا اٰمِنِيْنَ ○ یہ لوگ بے خوف ہو کر پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے ○

(الحجر: ۸۲)

۹ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بستی سے گزرے تو آپ نے اپنے سر پر کپڑا لپیٹ لیا اور سواری کو تیز کر لیا اور فرمایا: اس جگہ روتے ہوئے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے گزرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۳۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۵)

یہ وادی پہاڑوں کے درمیان تھی وہ ان پہاڑوں کو تراش کر ان میں حویلیاں اور گھر بناتے تھے' جن میں حوض بھی ہوتے تھے۔

الفجر: ۱۰ میں فرمایا: اور میخوں والا فرعون تھا ○

میخوں والے کا معنی

میخوں والے سے مراد فرعون کا لشکر ہے' جو فرعون کے ملک اور اس کی سلطنت کو مضبوط کرتا تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ لوگوں کو میخوں سے عذاب دیا کرتا تھا' ان کو باندھ کر ان میں میخیں گاڑ دیا کرتا تھا' حتیٰ کہ وہ مر جاتے تھے' اس نے اپنی بیوی آسیہ اور اپنی بیٹی ماشطہ کے ساتھ بھی یہی کیا تھا' ص: ۱۲ میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

الفجر: ۱۳۔ ۱۱ میں فرمایا: ان لوگوں نے شہروں میں بہت سرکشی کی ○ پھر ان شہروں میں بہت دہشت گردی کی ○ پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا ○

عذاب کے کوڑے کا معنی

ان لوگوں سے مراد عاد' ثمود اور فرعون ہیں' انہوں نے ظلم ڈھانے اور سرکشی کرنے میں حد سے تجاوز کیا' پھر انہوں نے بہت دہشت گردی کی اور حد سے زیادہ لوگوں کو اذیت پہنچائی' تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا' عذاب کے کوڑے سے مراد ہے: ان پر بہت شدید عذاب نازل کیا' کیونکہ ان کے نزدیک کوڑے مارنا بہت سخت سزا ہوتی تھی۔

الفجر: ۱۴ میں فرمایا: بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے ○

''مرصاد'' کا معنی

''مرصاد'' کا معنی ہے: گھات لگانے کی جگہ یعنی کسی کا انتظار کرنے کا مقام' جو شخص گھات لگا کر کسی پوشیدہ مقام میں بیٹھا ہو' اس کے پاس سے گزرنے والا دشمن اس سے بچ کر گزر نہیں سکتا اور اس کا دشمن اس سے چھپا نہیں رہ سکتا' اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی در پردہ بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے' اس سے بچ کر یا اس سے چھپ کر کوئی بندہ کوئی کام نہیں کر سکتا' گھات لگانے کے چار اجزاء ہیں: (۱) گھات لگانے کا مقام دشمن سے مخفی ہو (۲) دشمن کی گزرگاہ ہو (۳) جہاں گھات لگا کر بیٹھنے والے کو دشمن کے احوال کی خبر ہو جائے (۴) دشمن گھات لگانے والے کی گرفت سے بچ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ جو گھات لگاتا ہے اس میں یہ چاروں اُمور متحقق ہیں' بندوں کو نہیں معلوم کہ اللہ کے علم کا کیا ذریعہ ہے اور وہ کس طرح ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور کہاں

Marfat.com

سے دیکھ رہا ہے' زندگی کا راستہ سب کو طے کرنا ہے' سب اس راستہ سے گزر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام اقوال اور اعمال اور احوال کا' کامل علم ہے اور اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

حسن اور عکرمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تا کہ اس کے مطابق اس کو جزا دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جہنم کے اوپر سات پل ہیں' پہلے پل پر انسان سے اس کے ایمان کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر وہاں سے نجات ہو گئی تو پھر وہ دوسرے پل پر آئے گا' وہاں اس سے نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر اس سے نجات ہو گئی تو تیسرے پل پر آئے گا' پھر اس سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر وہاں سے گزر گیا تو پھر وہ چوتھے پل پر آئے گا' پھر اس سے ماہِ رمضان کے روزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر روزے پورے تھے تو پھر وہ پانچویں پل پر آئے گا' وہاں اس سے حج اور عمرہ کے متعلق سوال کی جائے گا' اگر اس کا حساب مکمل تھا تو پھر وہ چھٹے پل پر آئے گا' وہاں اس سے رشتہ داروں سے میل جول کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر وہاں سے گزر گیا تو پھر ساتویں پل پر آئے گا' وہاں اس سے لوگوں کے حقوق کے متعلق سوال کیا جائے گا' ایک منادی ندا کرے گا: جس کسی کا اس پر حق ہے وہ آ کر اس سے وصول کر لے اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا معنی ہے: بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے O ثوری نے کہا: جہنم پر تین پل ہیں' ایک پل میں رحم ہے' دوسرے میں امانت ہے اور تیسرے میں رب تبارک وتعالیٰ ہے' یعنی اس کی حکمت' اس کا ارادہ اور اس کا امر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کا رب ان کی گھات میں ہے یعنی ان کی باتیں سن رہا ہے اور ان کے اعمال دیکھ رہا ہے' ان کی سرگوشیوں کو سنتا ہے اور ان کے پوشیدہ اعمال کو دیکھ رہا ہے اور سب کو ان کے اعمال کے موافق جزا دے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۴۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس لیکن جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت دے کر آزمائے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت دی O اور جب اس کا رب اس کو (مصیبت سے) آزمائے اور اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا O یہ بات نہیں ہے' بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو O اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو O اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو O اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو O (الفجر: ۲۰۔۱۵)

دنیا کی نعمتیں ملنے کو عزت اور کرامت اور ان سے محرومی کو بے عزتی نہیں سمجھنا چاہیے

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: بے شک آپ کا رب ان کی گھات میں ہے یعنی آپ کا رب دیکھ رہا ہے کہ اس کے بندے آخرت کے لیے کیا عمل کر رہے ہیں' سو اس کی نظر صرف آخرت کی طرف ہے' اور انسان کا یہ حال ہے کہ اس کی نظر صرف دنیا کی طرف ہے' اس کے نزدیک اہم چیز صرف دنیا کی لذتیں اور شہوتیں ہیں' اگر دنیا میں اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہو جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی اور اگر دنیا میں اس کی نفسانی خواہشیں پوری نہ ہوں تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا' اس کی نظیر وہ آیات ہیں جو کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں:

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ O (الروم: ۷)	وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں O
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ	اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ایک کنارے پر (کھڑے ہو کر) اللہ کی عبادت کرتے ہیں' اگر ان کو کوئی فائدہ ہوا تو وہ اس سے مطمئن ہوتے ہیں' اور اگر ان پر کوئی مصیبت آ گئی تو وہ اسی وقت

Marfat.com

الْمُبِيْنُ ○ (الحج: ۱۱) پلٹ جاتے ہیں' انہوں نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا' یہی کھلا ہوا نقصان ہے ○

صرف دنیا کو مطمع نظر بنانا اور آخرت کی طرف توجہ نہ کرنا حسبِ ذیل وجوہ سے باطل ہے:

دنیاوی عیش و عشرت کی مذمت کی وجوہ

(۱) دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں اس قدر کم ہیں جیسے قطرہ سمندر کے مقابلہ میں ہو' بلکہ یہ نسبت بھی نہیں ہے کیونکہ قطرہ کی سمندر کی طرف نسبت متناہی کی متناہی کی طرف ہے اور دنیا کی آخرت کی طرف نسبت متناہی کی غیر متناہی کی طرف ہے' دنیا کی نعمتیں متناہی اور محدود ہیں اور آخرت کی نعمتیں غیر متناہی اور لامحدود ہیں' پس اگر کسی شخص کو دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں اور وہ آخرت کی نعمتیں حاصل نہ کر سکے تو یہ سراسر خسارہ ہے اور جو دنیا کی نعمتیں حاصل نہ کر سکا بلکہ مصائب اور آفات میں مبتلا رہا اور آخرت میں اس کو جنت اور اس کی نعمتیں مل گئیں تو وہ کامیاب اور بامراد ہے' اس کا اپنے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کے رب نے اس کو ذلیل کر دیا بلکہ اس کے رب نے اس کو عزت والا بنایا اور کامیاب کر دیا۔

(۲) جب بھی کسی انسان پر کوئی مصیبت آئے یا اس کو کوئی نعمت ملے تو اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کے کسی عمل کا نتیجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے' بعض اوقات اس کے نیک بندوں پر دنیا میں مصائب آتے ہیں جیسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر مصائب آئے اور بعض اوقات فساق اور فجار بہت عیش و آرام اور نعمتوں میں ہوتے ہیں جیسے یزید اور اس کے دیگر رفقاء' اور عمومی طور پر کفار بہت دولت مند' قوی اور مستحکم ہیں اور مسلمان بہت پس ماندہ' کمزور اور دبے ہوئے ہیں کیونکہ دنیا میں کفار کی شوکت اور عزت بہ طور استدراج' مکر اور ان کو ڈھیل دینے کے لیے ہوتی ہے اور مسلمانوں کی زبوں حالی ان کی آزمائش اور آخرت میں ان کے درجات کی بلندی کے لیے ہوتی ہے۔

(۳) جو شخص مال دار اور خوش حال ہو' اس کو اپنی زندگی کے خاتمہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اعتبار انسان کے خاتمہ کا ہوتا ہے اور جو شخص فقیر اور محتاج ہو' اس کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و زر نہیں دیا' تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کو اور بے شمار نعمتیں دی ہیں' اس کا بدن صحیح و سالم ہے' اس کی عقل کام کر رہی ہے' وہ صاحبِ ایمان ہے اور اعمالِ صالحہ پر قادر ہے' سانس لینے کے لیے ہوا' پینے کے لیے پانی اور کھانے کے لیے غذا اس کو میسر ہے' وہ ناگہانی آفات مثلاً زلزلوں اور سونامی ایسے سمندری طوفانوں سے محفوظ ہے اور مہلک اور موذی امراض مثلاً ایڈز اور کینسر وغیرہ سے بچا ہوا ہے۔

(۴) جب انسان کو اپنی لذتوں کے حصول اور شہوتوں کے اسباب میسر ہوتے ہیں تو وہ اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے اور ان لذتوں کو ترک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجوع کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے اور جب انسان کے پاس عیش و عشرت کے سامان نہ ہوں' اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی اور معصیت پر ابھارنے والی چیزیں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے لیے سہل اور آسان ہو جاتا ہے' سو جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو عیش و طرب دے کر واپس لے لے تو اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دینے کے بعد ذلت میں مبتلا کر دیا بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی آخرت اور عاقبت سنوارنے کا ایک اور موقع عنایت فرما دیا ہے۔

Marfat.com

(۵) انسان دنیاوی نعمتوں اور راحتوں سے جتنا زیادہ بہرہ اندوز ہوگا' وہ اس قدر زیادہ ان کی محبت میں گرفتار ہوگا اور موت کے وقت جب ان چیزوں سے اس کی جدائی ہوگی تو اس کو اتنا زیادہ قلق ہوگا اور دنیاوی عیش وعشرت سے اس کا جس قدر کم تعلق ہوگا' موت کے وقت ان چیزوں کی جدائی سے اسی قدر کم قلق ہوگا' اس لیے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دنیا کی نعمتوں کا حصول عزت کا سبب ہے اور ان نعمتوں کا نہ ملنا ذلت کا سبب ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ وجوہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص اس دنیا کے بعد آخرت کا قائل ہو اسے دنیاوی نعمتوں کے ملنے اور نہ ملنے کو عزت اور ذلت کا معیار نہیں بنانا چاہیے لیکن جو شخص دہریہ ہو اور آخرت کا قائل ہی نہ ہو اس کے لیے یہ وجوہ اس پر دلیل نہیں ہیں کہ مال دنیا کا ملنا اور نہ ملنا عزت اور ذلت کا معیار نہیں ہے' تو ہم کہیں گے کہ دہریہ کو بھی کم از کم یہ تو ماننا پڑے گا کہ جس کے پاس جتنا زیادہ مال ہوگا' اس کے لیے چوری' ڈاکے' لوٹ مار اور قتل اور دہشت گردی کے خطرات اس قدر زیادہ ہوں گے اور جس کے پاس مالِ دنیا جس قدر کم ہوگا وہ اس قدر زیادہ امن اور سکون کے ساتھ رہے گا۔

یاد رہے کہ میں نے چوری کا لفظ یونہی عبارت آرائی کے لیے لکھ دیا ہے' ورنہ ہم جس دور میں ہیں (۲۰۰۵ء) اس میں چوریاں نہیں ہوتیں' ڈاکو دن اور رات کے کسی بھی وقت عام راستوں' بازاروں اور چوراہوں پر ٹی۔ ٹی کے زور پر موبائل فون' نقد رقم اور گھڑیاں چھین لیتے ہیں اور عورتوں کے زیورات اتروا لیتے ہیں' اسلحہ کے زور پر گاڑیاں چھین لیتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر بے دریغ گولی مار کر ہلاک کر دیتے ہیں اور آئے دن یہ خبریں تواتر سے اخبارات میں آتی رہتی ہیں' میں نے پندرہ بیس سال سے کسی علاقہ میں کہیں بھی چوری کی خبر نہیں پڑھی' اب صرف برسرِ عام ڈاکے پڑتے ہیں۔

آیا دنیاوی مال کے حصول پر اترانے والا عام انسان ہے یا مخصوص انسان ہے؟

الفجر: ۱۵ میں ''الانسان'' کا ذکر ہے' اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس انسان سے عام انسان مراد ہے یا کوئی خاص انسان مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس سے عتبہ بن ربیعہ اور ابوحذیفہ بن المغیرہ مراد ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے امیہ بن خلف مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ابی بن خلف مراد ہے۔

مال اور نعمت ملنے پر خوش ہونا' اترانا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرنا' اور رزق کی تنگی اور فقر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہانت سمجھنا ان کافروں کا شیوہ ہے' جو قیامت اور حشر ونشر پر ایمان نہیں رکھتے' رہا مؤمن تو جب اس پر رزق کی کشادگی کی جائے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس پر رزق کی تنگی کر دی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ قضا وقدر سے متعلق ہے اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتا' البتہ بعض مسلمان بھی اپنی جہالت سے یہ گمان کرتے ہیں کہ جب ان کو کوئی نعمت ملے تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کسی عبادت کی فضیلت کی وجہ سے اس نعمت کے مستحق تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وجہ سے عزت دی ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کر دیا' سو ایسے مسلمانوں کو اپنے اس گمان پر توبہ کرنا چاہیے اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ یہ کافروں کی صفت ہے' مسلمانوں میں یہ صفت نہیں ہونی چاہیے۔

الفجر: ۲۰۔۱۷ میں فرمایا: یہ بات نہیں ہے' بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو○ اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو○ اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو○ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو○

''کلا'' کا معنی

الفجر: ۱۷ میں ''کلا'' کا لفظ ان کے گمان کو مسترد کرنے کے لیے ہے' پس کسی شخص کا خوش حال اور مال دار ہونا اس کی

Marfat.com

فضیلت کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ تنگ دست ہونا اس کی ذلت کی وجہ سے' سو بندے کو تنگی ہو یا کشادگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا: بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو O

یتیم کی تکریم کی وجوہ

امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے یتیم کی تکریم کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

(۱) یتیم کے مال کی حفاظت کرے تاکہ وہ ضائع نہ ہو اور اس کی عمدہ تربیت کرے اور اس کو نیک اخلاق اور آداب سکھائے اور اس کو بُری صحبتوں اور بُری عادتوں سے بچائے تاکہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں معزز اور مکرم ہو۔

(۲) اس کو احکامِ شرعیہ کی تعلیم دے' اس سے نماز پڑھوائے' روزے رکھوائے اور دیگر مستحب کاموں کی تلقین کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معزز اور مکرم ہو۔

(۳) اس کے مال کو اپنی ضروریات پر بہ قدر حاجت خرچ کرے اور اس کے مال کو نفع بخش تجارت یا کسی عمدہ صنعت پر لگائے تاکہ اس کا مال ختم ہونے یا ضائع ہونے سے بچے' یہ اس کے مال کی تکریم ہے۔

یتیم کی دل داری نہ کرنے کی مذمت

الفجر: ۱۸ میں فرمایا: اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو O

یعنی تم لوگوں سے یہ نہیں کہتے تھے کہ یتیم کو کھلاؤ' اور اس طرح نیکی کا حکم دینے کو ترک کرتے ہو۔

الفجر: ۱۹ میں فرمایا: اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو O

اس آیت میں ''تراث'' کا لفظ ہے' یہ اصل میں ''وراث'' تھا' واؤ کو تاء سے تبدیل کر دیا' جیسے ''وجاہ'' کو ''تجاہ'' کر دیا۔

اور اس آیت میں ''لما'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ جمع کرنا یعنی تم وراثت کا بہت زیادہ مال کھا جاتے ہو' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) زجاج نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: وہ یتیم کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے اس کے مال کو جلدی جلدی فضول کاموں میں خرچ کر کے ختم کر دیتے تھے۔

(۲) حسن بصری نے کہا: وہ یتیم کا مال بھی کھا جاتے اور اس کے ساتھی کا مال بھی کھا جاتے تھے۔

(۳) میت کے مال میں سے بعض مال حلال ہوتا تھا' بعض مال مشتبہ ہوتا تھا اور بعض مال حرام ہوتا تھا' وہ بغیر تمیز کے سارا مال کھا جاتے تھے۔

الفجر: ۲۰ میں فرمایا: اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو O

اس آیت میں ''جمّا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کثیر' یعنی تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو اور تم مال کو جمع کرنا چاہتے ہو اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مال حلال ذرائع سے آ رہا ہے یا حرام ذرائع سے آ رہا ہے' تمہاری نظر صرف دنیا پر ہے اور آخرت کی طرف سے تم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جب زمین پاش پاش کر کے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی O اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے O اور اس دن دوزخ کو لایا جائے گا' اس دن انسان یاد کرے گا اور اب کہاں یاد کرنے کا وقت ہے O وہ کہے گا: کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لیے بھیجی ہوتی O سو اس دن اس کے عذاب کی طرح کوئی

Marfat.com

عذاب نہ دے گا○ اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا○ (الفجر: ۲۶۔۲۱)

قیامت کے دن کفار اور فساق فجار کا کف افسوس ملنا

الفجر: ۲۱ میں بھی پہلے ''کلا'' کا لفظ ہے اور یہ لفظ کافروں کے گمان اور ان کے زعم کو مسترد کرنے کے لیے ہے کہ کافر دنیا کی حرص کر رہے ہیں اور یتیم کا مال ہڑپ کر رہے ہیں اور اس کے حقوق کا تحفظ نہیں کر رہے ہے اور اس کی تادیب' تربیت اور تکریم نہیں کر رہے ہیں اور اپنے ان کاموں کو اچھا سمجھ کر ان کاموں پر خوش ہو رہے ہیں' سو ان کا یہ سمجھنا غلط اور باطل ہے' ان کو ان کاموں سے باز آنا چاہیے' وہ ہر طرح کا مال جمع کر رہے ہیں خواہ وہ حلال ہو یا حرام ہو اور ان کا یہ وہم ہے کہ آگے چل کر آخرت میں اس کی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور ان کے بُرے اعمال پر کوئی گرفت نہیں ہوگی' سو ایسا نہیں ہوگا' جن لوگوں کا یہ حال ہے وہ قیامت کے دن نادم ہوں گے اور وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہوں نے اپنی ساری عمر نیک کاموں میں صرف کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا ہوتا اور یتیموں' غریبوں اور ناداروں کی ضروریات پر اپنے مال کو خرچ کیا ہوتا اور لوٹ مار' ڈاکا زنی' چھین جھپٹ' بھتہ خوری اور دیگر حرام ذرائع سے مال جمع نہ کیا ہوتا' نقلی دوائیں نہ بنائی ہوتیں' کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ نہ کی ہوتی' ذخیرہ اندوزی نہ کی ہوتی' منشیات کا دھندا نہ کیا ہوتا' سود نہ لیا ہوتا' رشوت نہ لی ہوتی اور دیگر حرام کام نہ کیے ہوتے' لیکن اس دن ان کاموں پر ندامت کسی کام نہ آئے گی اور ایسا انسان صرف کف افسوس ملتا رہ جائے گا۔

''دکا دکا'' کا معنی

اور اس آیت میں ''دکا دکا'' کے الفاظ ہیں ''دکا'' کا معنی ہے: ریزہ ریزہ کرنا' کسی چیز کو ڈھا کر برابر کرنا' کوٹ کر ہموار کرنا'' دکّ'' نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے' اس لیے اس مناسبت سے اس کے مصدر کا معنی ہے: ریزہ ریزہ کرنا اور اس آیت میں ''دکت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ توڑ دی گئی' وہ ریزہ ریزہ کی گئی۔

خلیل نے کہا: ''دك'' کا معنی ہے: دیوار یا پہاڑ کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا یعنی جب روئے زمین کی ہر چیز ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی خواہ وہ پہاڑ ہوں یا درخت اور جب زمین پر زلزلہ آئے گا تو اس پر کوئی چیز صحیح اور سالم نہیں رہے گی۔

الفجر: ۲۲ میں فرمایا: اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے○

قیامت کے دن آپ کے رب کے آنے کی توجیہات

یہ قیامت کے دن کی دوسری صفت ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: ''وجاء ربك'' اس کا لفظی معنی ہے: آپ کا رب آئے گا' واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا اور آنا جانا محال ہے کیونکہ حرکت کرنا اور آنا جانا جسم کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے منزہ اور مبرا ہے' متقدمین اس آیت کی تقریر میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آتا جاتا بھی ہے اور آسمانوں پر اترتا بھی ہے اور وہ بھاگتا بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ میں ہے' لیکن اس کا آنا جانا' اترنا اور بھاگنا مخلوق کی طرح نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' وہ اپنی شان کے مطابق آتا جاتا ہے اور اترتا چڑھتا ہے' ہم نہیں جانتے کہ اس کے آنے جانے اور اترنے چڑھنے کی کیا کیفیت ہے اور متاخرین نے جب دیکھا کہ بدمذہب لوگ اللہ تعالیٰ کے آنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آنا جانا تو جسم کی صفت ہے اور اگر اللہ آئے گا تو العیاذ باللہ وہ جسم ہوگا اور جسم ممکن و حادث ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آئے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آنے کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حساب لینے اور جزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا۔

Marfat.com

(۲) اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا قہر اور اس کا عذاب آئے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں آئیں گی کیونکہ یہ قیامت کا دن ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان آیات کا ظہور ہوگا' پس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے آنے کو اللہ تعالیٰ کا آنا فرمایا' تا کہ ان نشانیوں کی عظمت معلوم ہو۔

(۴) اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہور تام ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں جس قدر شکوک اور شبہات تھے' وہ سب زائل ہو جائیں گے اور سب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ظہور ہو جائے گا' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی واضح تجلی فرمائے گا۔

(۵) اس آیت میں جو فرمایا ہے: آپ کا رب آیا' اس میں آپ کے رب کے قہر اور سلطنت کے آثار کے ظہور کا بیان ہے اور اس کی نشانیوں کے ظہور کی تمثیل ہے' جب بادشاہ خود دربار میں آتا ہے تو اس کے آنے سے اس کے رعب' اس کی ہیبت اور اس کے جلال کے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ آثار ظاہر ہو گئے اور آپ کے رب کے آنے سے آپ کے رب کے جلال کے آثار کا ظہور مراد ہے۔

اس کے بعد فرمایا ہے: اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے' اس کا معنی ہے: ہر آسمان سے فرشتے نازل ہو کر صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور وہ جنات اور انسانوں کو گھیر لیں گے۔

الفجر: ۲۳ میں فرمایا: اور اس دن دوزخ کو لایا جائے گا' اس دن انسان یاد کرے گا اور اب کہاں یاد کرنے کا وقت ہے O

دوزخ کو لانے والے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مقاتل نے کہا: ستر ہزار فرشتے جہنم کو ہانکتے ہوئے لائیں گے اور ان فرشتوں کے ہاتھوں میں اس کی لگام ہوگی اور دوزخ غیظ وغضب سے چنگھاڑ رہی ہوگی اور اس کو لا کر عرش کی بائیں جانب گاڑ دیا جائے گا۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن جہنم کو لایا جائے گا' اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو گھسیٹ رہے ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۲)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ اور امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' حتیٰ کہ آپ کے اصحاب پر یہ اثر بہت شاق گزرا' پھر آپ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھے حضرت جبریل نے یہ آیات پڑھائی ہیں: ''كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ'' (الفجر: ۲۳۔۲۱)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جہنم کو کس طرح لایا جائے گا؟ فرمایا: اس کو ستر ہزار لگاموں کے ساتھ کھینچا جائے گا' ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے' وہ اس طرح بدک رہی ہوگی کہ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ تمام اہل محشر کو جلا ڈالے' پس وہ کہے گی: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کو مجھ سے کیا خطرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گوشت کو مجھ پر حرام کر دیا ہے؟ اس وقت ہر شخص نفسی نفسی (مجھے اپنی جان کی فکر ہے) کہہ رہا ہوگا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کہہ رہے ہوں گے: اے میرے رب! میری امت! اے میرے رب! میری امت!

(الکشف والبیان ج ۱۰ص ۲۰۲۔۲۰۱' الوسیط ج ۴ص ۴۸۵' بیروت' الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ص ۴۹)

Marfat.com

پھر فرمایا: اس دن انسان یاد کرے گا اور اب کہاں یاد کرنے کا وقت ہے O

آخرت میں ندامت اور توبہ کام نہیں دے گی

اس دن کافر اپنے شرک اور کفر پر نادم ہوگا اور توبہ کرے گا اور اس سے کہا جائے گا: اب کہاں یاد کرنے کا وقت ہے! وہ دنیا میں نصیحت قبول نہیں کرتا تھا اور اپنے کفر اور شرک سے رجوع نہیں کرتا تھا' اب دوزخ کو اپنے سامنے دیکھ کر کفر اور شرک سے رجوع کرے گا اور توبہ کرے گا' مگر اب توبہ کہاں قبول ہوگی' آخرت کے عذاب کو دیکھنے اور غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان قبول ہوتا ہے۔ کافر کے نادم ہونے کا ذکر اس آیت میں بھی ہے:

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ O (الانعام: ۲۷)

اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے' پھر کہیں گے: ہائے ہائے! کاش! ہمیں (دنیا میں) لوٹا دیا جائے' پھر ہم اپنے رب کی آیات کو نہیں جھٹلائیں گے اور ہم مؤمنین میں سے ہو جائیں گے O

الفجر: ۲۴ میں فرمایا: وہ کہے گا: کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لیے بھیجی ہوتی O

یعنی وہ کہے گا: کاش! میں نے دنیا کی زندگی میں کوئی نیک عمل کیا ہوتا یا کاش! میں نے زندگی میں کوئی ایسا عمل کیا ہوتا' جس کی وجہ سے مجھے آج دوزخ سے نجات مل جاتی۔

الفجر: ۲۶۔۲۵ میں فرمایا: سو اس دن اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہ دے گا O اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری نے کہا: اللہ کے عذاب کی طرح اس کو کوئی عذاب نہیں دے گا' اور جس طرح اللہ نے اس کو جکڑا ہے اس طرح اس کو کوئی نہیں جکڑے گا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں کوئی کسی کو اس طرح عذاب نہیں دے گا جس طرح اللہ عزوجل آخرت میں کافر کو عذاب دے گا' یعنی جس طرح کافر کو زنجیروں اور طوق سے جکڑا جائے گا' اس طرح کوئی دنیا میں کسی کو نہیں جکڑے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کافر سے مراد ابلیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کافر سے مراد امیہ بن خلف ہے۔

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عذاب دینے کا مالک نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نفس مطمئنہ! O تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی O پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا O اور میری جنت میں داخل ہو جا O (الفجر: ۳۰۔۲۷)

نفس مطمئنہ کو ندا کرنے والوں کے مصداق میں مفسرین کے اقوال

ایک سوال یہ ہے کہ قیامت کے دن نفس مطمئنہ کو کون ندا کر کے کہے گا: اے نفس مطمئنہ!؟ مفسرین نے کہا: یہ نداء اور خطاب فرشتے کریں گے اور اولیاء اللہ سے کہیں گے: اے نفس مطمئنہ! اور بعض صوفیاء نے کہا: یہ نداء اور خطاب خود اللہ عزوجل کرے گا کیونکہ دنیا میں اللہ کے نیک بندے یا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے تو قیامت کے دن اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو پکارے گا اور فرمائے گا: اے نفس مطمئنہ!

امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس نداء اور خطاب کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کتنا خوب صورت خطاب ہے' آپ نے فرمایا: عنقریب یہ خطاب تم سے کیا جائے گا (یعنی موت کے وقت)' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: رومۃ کے کنویں کو کون خریدے گا کہ ہم اس کا میٹھا پانی پئیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید لیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کنویں کو لوگوں کے پینے کے لیے وقف کررہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: ''یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ'' الآیۃ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت میں نفس مطمئنہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نفس مراد ہے۔

مجاہد نے کہا: نفس مطمئنہ سے وہ نفس مراد ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔

الحسن نے کہا: جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مؤمن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا نفس اس سے مطمئن ہوتا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے اور اللہ اس سے راضی ہوتا ہے' تب اللہ اس کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کردیتا ہے اور اس کو اپنے نیک بندوں میں شامل کرلیتا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۳۱۔۳۴۲۹ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

نفس انسان کی اقسام

انسان کے نفس کی تین قسمیں ہیں: (۱) نفس امارہ' وہ نفس جو انسان کو برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے (۲) نفس لوامہ' وہ نفس جو انسان کو برے کام کرنے پر ملامت کرتا ہے (۳) نفس مطمئنہ' وہ نفس جو ہمیشہ نیک کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنی کارکردگی پر مطمئن رہتا ہے' یہ نفس انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے' نفس امارہ فساق فجار کا نفس ہے اور نفس لوامہ عام مؤمنین کا نفس ہے جو شیطان کے بہکانے سے اور نفس امارہ کی ترغیبات سے برے کام کرلیتے ہیں' پھر ان کا نفس ان کو ملامت کرتا ہے' وہ ان برے کاموں پر توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور آئندہ ان برے کاموں سے بچنے کا عہد کرتے اور ان برے کاموں کی تلافی اور تدارک کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں نفس کی ان تینوں قسموں کا ذکر ہے' نفس امارہ کا ذکر اس آیت میں ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (یوسف: ۵۳)

میں اپنے نفس کو برائی سے بری نہیں کرتا' بے شک نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے سوا اس کے کہ میرا رب ہی رحم فرمائے' بے شک میرا رب بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اور نفس لوامہ کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ○ (القیامہ: ۲)

اور میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو ملامت کرنے والا ہے○

اور نفس مطمئنہ کا ذکر اس آیت میں ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۙ○ (الفجر: ۲۷)

اے نفس مطمئنہ!○

Marfat.com

نفسِ مطمئنہ کے مصداق میں مفسرین کے اقوال

مفسرین نے نفسِ مطمئنہ کے مصداق میں حسب ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) مجاہد وغیرہ نے کہا: جس نفس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور وہ اس کے سامنے عاجز ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ نفس جو اللہ کے ثواب پر مطمئن ہو'ان سے ایک روایت ہے: وہ نفس جو مؤمنہ ہو (۳) مجاہد سے دوسری روایت ہے: جو نفس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی قضاء پر راضی ہو اور اس کو یہ یقین ہو کہ جو مصیبت اس سے ٹل چکی ہے وہ اس پر آنہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس پر آ گئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی (۴) مقاتل نے کہا: جو نفس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو (۵) ایک قول ہے: جس کو اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدہ پر یقین ہو (۶) ابن کیسان نے کہا: مطمئنہ سے مراد ہے: جو مخلصہ ہو (۷) ایک قول ہے: جو اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو اور قیامت کی اور ثواب کی تصدیق کرتا ہو (۸) عبد اللہ بن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے: اس سے مراد حضرت حمزہ کا نفس ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد ہر مؤمن کا نفس ہے جو مخلص ہو اور اطاعت گزار ہو (۹) ابن زید نے کہا: اس سے مراد وہ نفس ہے جس کو موت کے وقت اور قبر سے اٹھتے وقت اور میدانِ حشر میں ثواب کی بشارت دی گئی ہو (۱۰) حسن بصری نے کہا: جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مؤمن کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ نفس اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے مطمئن ہوتا ہے (۱۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: جب مؤمن فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتوں کو بھیجتا ہے اور ان کے ساتھ جنت کا ایک تحفہ بھیجتا ہے' وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں: اے نفسِ مطمئنہ! اپنے جسم سے اس حال میں باہر نکل کہ تو خود بھی راضی ہو اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہو' تو خوشی اور خوشبو کی طرف نکل اور اپنے رب کی طرف جو تجھ سے راضی ہے ناراض نہیں ہے' پھر وہ نفس اس مشک سے زیادہ خوشبو کے ساتھ نکلتا ہے جس کو کسی انسان نے روئے زمین پر سونگھا ہو۔ الحدیث (۱۲) سعید بن جبیر نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہو گئے' پھر ایک ایسا پرندہ آیا' جیسا پرندہ اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا' وہ ان کی نعش میں داخل ہو گیا' پھر باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا' پھر جب ان کو دفن کیا گیا تو کوئی ان کی قبر پر ان آیات کی تلاوت کر رہا تھا: "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝" (الفجر: ۲۸۔۲۷) اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کون تلاوت کر رہا تھا (۱۳) ضحاک نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رومۃ کے کنوئیں کو مسلمانوں کے لیے وقف کیا (۱۴) ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' جب ان کو کفارِ مکہ نے سولی پر لٹکایا' کفار نے ان کا چہرہ مدینہ کی طرف کیا تھا' حضرت خبیب نے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر لیا (۱۵) سعید بن زائد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝" (الفجر: ۲۷) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ کتنی اچھی آیت ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فرشتہ تمہارے سامنے یہ آیت پڑھے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۵۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نفسِ مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام ابو منصور ماتریدی سے

الفجر: ۳۰۔۲۸ میں فرمایا: تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۝ پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا ۝ اور میری جنت میں داخل ہو جا ۝

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو پر سکون ہو اور شک میں نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعد' وعید' امر' نہی اور اس کی توحید پر مطمئن ہو

Marfat.com

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیا میں یہ کہا جائے گا کہ جہاں تجھے تیرے رب نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید پر مطمئن ہو کر وہاں لوٹ جا' پھر اس نفس سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے جس انعام کا وعدہ کیا ہے' وہ اس کو عطا فرمائے گا تو وہ اس سے راضی ہو جائے گا اور چونکہ اس نے دنیا میں نیکی کے کاموں میں بہت کوشش کی ہو گی' اس لیے وہ اپنے رب کے نزدیک بھی مرضیہ اور پسندیدہ ہو گا' اس سے کہا جائے گا: تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور تو ان میں داخل ہو جا' جو جنت کے مستحق ہیں۔

اور یہ بھی وہ سکتا ہے کہ نفس مطمئنہ سے آخرت میں یہ کہا جائے کہ اے نفس! تو دنیا میں اللہ کے وعد اور اس کی وعید پر مطمئن تھا اور تو نے دنیا میں اس کی اطاعت اور عبادت کی' اب تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا: اے نفس! تو دنیا میں مطمئن تھا' اب تو آخرت کی طلب میں جا اور ان چیزوں کی طرف جا' جن کو اللہ نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا: اے نفس مطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹ جا' جب تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو جائے گا اور تو بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء اور ثواب سے راضی ہو جائے گا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۵۶' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام رازی سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝'' (الفجر: ۲۸) کا معنی ہے: تو ثواب سے راضی ہے اور تو نے دنیا میں جو نیک اعمال کیے ہیں' ان کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرضیہ اور پسندیدہ ہے اور ''فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝'' (الفجر: ۲۹) کا معنی ہے: تو میرے مقرب بندوں میں شامل ہو جا اور یہ بہت معزز حالت ہے کیونکہ ارواحِ شریفہ قدسیہ شفاف آئینوں کی طرح ہیں اور جب بعض مقربین کی روحیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں تو جس طرح شفاف آئینوں میں ایک دوسرے کے عکوس منعکس ہوتے ہیں تو ہر ایک کی سعادت کے آثار سب میں ظاہر ہوں گے اور ان کی روحانیت کے درجات بہت عظیم ہوں گے اور ''وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝'' (الفجر: ۳۰) کا معنی ہے کہ نیک روحوں کو روحانی جنت تو موت کے وقت ہی حاصل ہو جاتی ہے' اب آخرت میں جسمانی جنت بھی ان کو حاصل ہو جائے گی اور جب کہ جسمانی جنت کی سعادت قیامت کے بعد ہی حاصل ہو گی' اس لیے ''وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝'' کو واؤ کے ساتھ فرمایا ہے' فاء کے ساتھ نہیں فرمایا کیونکہ نفس مطمئنہ کو جسمانی جنت موت کے فوراً بعد حاصل نہیں ہو گی اور ''فَادْخُلِي فِي عِبَادِي'' کو فاء کے ساتھ فرمایا ہے کیونکہ نفس مطمئنہ موت کے فوراً بعد دیگر مقربین کی ارواح میں شامل ہو جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۶۳-۱۶۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر علامہ آلوسی سے

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ کہ ''ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ'' (الفجر: ۲۸) سے مراد یہ ہے کہ اپنے رب کی کرامت کی طرف رجوع کر اور میرے نیک بندوں میں اور دار ثواب میں داخل ہو جا' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ قول موت کے وقت کہا جائے یا محشر میں حساب سے پہلے' اور دخول سے مراد جنت میں دخول ہے' لیکن دائمی قیام کے لیے نہیں بلکہ جنت کی نعمتوں سے ایک قسم کا تمتع حاصل کرنے کے لیے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ مؤمنین کی روحیں جنت میں پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی اور

Marfat.com

بعض آثار میں ہے کہ جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کو نصف جنت عطا کی جاتی ہے یعنی اس جنت کا نصف جس کا اس سے قیامت کے دن دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

امام ابن جریر امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے ابوصالح سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے یہ موت کا عنوان ہے اور دنیا سے نکل کر اپنے رب کی طرف رجوع کا ذکر ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اس سے کہا جائے گا: میرے نیک بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے نفس مطمئنہ سے یہ کہا جائے گا اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے جسم کی طرف لوٹ جاتا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دے سکے امام ابن منذر نے اس آیت کی تفسیر میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے نفس مطمئنہ! اپنے اس جسم کی طرف لوٹ جا جس سے تو راضی ہو کر نکلی تھی کیونکہ تو نے میرے پسندیدہ اور مرضیہ ثواب کو دیکھ لیا تھا حتیٰ کہ تجھ سے منکر اور نکیر سوال کریں۔

امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ نفس مطمئنہ کو موت کے وقت قبر سے نکلنے کے وقت اور میدان محشر میں جنت کی بشارت دی جائے گی۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر کے نفس کے متعلق بتایا تھا' وہ کہے گا: کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لیے بھیجی ہوتی O سو اس دن اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہ دے گا O اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا O (الفجر: ۲۶۔۲۴)

اور ان آیتوں میں مؤمن کے نفس کے لیے یہ بشارت دی ہے کہ اس سے کہا جائے گا: اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی O پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا O اور میری جنت میں داخل ہو جا O (الفجر: ۳۰۔۲۷)

صوفیاء نے کہا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مؤمن کے نفس کے تین مراتب ہیں: مطمئنہ' راضیہ اور مرضیہ۔

امام طبرانی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (یہ دعا کرو کہ) اے اللہ! میں تجھ سے ایسے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر یقین رکھتا ہو' تیری قضاء پر راضی ہو اور تیری عطا پر قانع ہو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۴۹۰' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۵۹۸)

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۳۸۔۲۳۶ ملخصاً' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سورۃ الفجر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۷ رمضان ۱۴۲۶ھ/۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ الفجر کی تفسیر مکمل ہوگئی' رب العلمین! باقی سورتوں کی تفسیر مکمل فرما دیں' اور میری' میرے والدین' اس کتاب کے معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دیں اور مخالفین کے شر سے محفوظ رکھیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والاخرین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سورة البلد

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام البلد ہے''البلد'' کا معنی ہے: شہر اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے''البلد الحرام ''یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی ہے اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے''البیت العتیق ''یعنی خانہ کعبہ کے ساتھ مشرف کیا ہے اور اس کو مسلمانوں کے لیے قبلہ بنا دیا ہے وہ آیت یہ ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ (البلد:۱) میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں○

سورۃ البلد کی سورۃ الفجر کے ساتھ مناسبت

سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت اور وراثت کا سارا مال کھانے کی مذمت فرمائی تھی اور مسکین کو کھانا کھلانے پر راغب نہ کرنے کی مذمت فرمائی تھی (الفجر: ۲۰۔۱۷) اور سورۃ البلد میں یہ بتایا ہے کہ مال دار کو اپنا مال کن اُمور میں خرچ کرنا چاہیے پس فرمایا:

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۙ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ (البلد:۱۶۔۱۲) اور آپ کیا سمجھے وہ دشوار گھاٹی کیا ہے○ (قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا○ یا بھوک کے دن کھلانا○ ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو○ یا خاک نشین مسکین کو○

سورۃ الفجر کے آخر میں نفس مطمئنہ کی حالت بتائی تھی (الفجر: ۳۰۔۲۷) اور سورۃ البلد کے آخر میں اس کی ضد کی حالت بیان فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنا:

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡــَٔمَةِ ؕ عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ○ (البلد: ۲۰۔۱۹) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا وہ بائیں طرف والے (منحوس) ہیں○ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی○

سورت البلد کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۵ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۹۰ ہے۔

سورۃ البلد کے مشمولات

☆ اس سورت میں بنیادی طور پر انسان کی نیک بختی اور بد بختی کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔

☆ البلد: ۴۔۱ میں''البلد الحرام''اور''ام القری''یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے جس میں داخل ہونے والوں کو امن حاصل ہوتا ہے خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلالت کا بیان ہے کہ اس شہر کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں پھر بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں انسان کا حال مشقت اور تھکاوٹ ہے۔

Marfat.com

☆ البلد: ۷۔۵ میں بیان فرمایا ہے کہ انسان دھوکے میں مبتلا ہے' وہ فضولیات میں پیسہ خرچ کرتا ہے' پھر فخر سے لوگوں میں بیان کرتا ہے' وہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

☆ البلد: ۱۰۔۸ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھوں' زبان اور ہونٹوں کی نعمتیں دی ہیں اور اس کے لیے خیر اور شر کے راستے واضح کر دیئے ہیں اور اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی ایک راستہ کو اختیار کر لے۔

☆ البلد: ۱۸۔۱۱ میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن انسان کو کیسی مشکلات پیش آئیں گی اور کیسے ہولناک مناظر کا سامنا ہو گا اور ان سے محفوظ اور مامون رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور نیکی کے راستوں میں مال کو خرچ کرے تاکہ وہ ان نیک بخت لوگوں میں سے ہو جائے جو قیامت کے دن دائیں طرف ہوں گے۔

☆ البلد: ۲۰۔۱۹ میں فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کریں گے اور فسق و فجور کریں گے' وہ بائیں طرف ہوں گے' پس مؤمنین کفار سے ممتاز ہو جائیں گے اور دونوں فریقوں کے ٹھکانے اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے' ایک فریق کا ٹھکانا جنت ہے اور دوسرے فریق کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

سورۃ البلد کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ البلد کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ رب العلمین! اور اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا اور ضلالت اور ناصواب سے مجتنب رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۷ رمضان ۱۴۲۶ھ/۱۲ اکتوبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورة البلد ۹۰ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتها ۲۰ رکوعها ۱

سورۃ البلد مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیس آیات اور ایک رکوع ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ○ اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں ○ اور (انسان کے) والد کی قسم اور

وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ

اس کی اولاد کی ○ بے شک ہم نے انسان کو (اس کی) مشقت میں پیدا کیا ○ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی

عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ وقف لازم

قادر نہ ہو سکے گا؟ ○ وہ کہتا ہے: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہے ○ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو

اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ

کسی نے نہیں دیکھا؟ ○ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان اور دو ہونٹ ○ اور ہم نے اس کو (خیر اور شر

النَّجْدَيْنِ ۚ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾

کے) دونوں راستے دکھا دیئے ○ پس وہ دشوار گھاٹی سے نہیں گزرا ○ اور آپ کیا سمجھے وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ ○

فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾

(قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا ○ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ○ ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو ○

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا

یا خاک نشیں مسکین کو ○ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو (توحید پر) ایمان لائے اور انہوں نے ایک

بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ

دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کی ○ وہی لوگ دائیں طرف والے (بابرکت) ہیں ○ اور جن لوگوں

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱ ع ۲۰ ۱۵

نے ہماری آیتوں کا کفر کیا، وہی لوگ بائیں طرف والے (منحوس) ہیں ○ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی ○

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں O اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں O اور (انسان کے) والد کی قسم اور اس کی اولاد کی O بے شک ہم نے انسان کو (اس کی) مشقت میں پیدا کیا O (البلد:۴۔۱)

''لا اقسم'' میں لفظ ''لا'' کی تفسیر میں دو قول

البلد:۱ کے شروع میں ہے: ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' اس کا لفظی ترجمہ ہے: میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا' اس میں جو لفظ ''لا'' ہے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ لفظ ''لا'' کے ساتھ مشرکین مکہ کے زعم کی نفی فرمائی ہے' ان کا زعم یہ تھا کہ قیامت آئے گی نہ مرنے کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم کی نفی فرمائی: نہیں ایسا نہیں ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اور نہ ایسا ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا بلکہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا ضرور ہوگا' دوسری صورت یہ ہے کہ جو انسان دنیا کی زندگی پر مغرور تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس کے اوپر کوئی قادر نہیں ہوگا' اس کے اس زعم کی نفی فرمائی: نہیں ایسا نہیں ہے کہ انسان پر کوئی قادر نہیں ہوگا' کیوں نہیں! اس شہر کی قسم! اللہ اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر ضرور قادر ہوگا' اور اس کی تیسری صورت یہ ہے کہ میں اس شہر کی اس وقت قسم نہیں کھاتا جب آپ اس شہر میں نہ ہوں' بلکہ میں اس شہر کی اس وقت قسم کھاتا ہوں جب آپ اس شہر میں مقیم ہوں۔

(۲) لفظ ''لا'' کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ ''لا'' زائد ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا' کیونکہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی ہے' فرمایا:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (التین:۳) اور اس امن والے شہر کی قسم! O

اور جب اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسم کھا چکا ہے تو پھر اس شہر کے قسم کھانے کی نفی کس طرح صحیح ہوگی' اس کی نظیر یہ آیت ہے' اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ. (الاعراف:۱۲) (اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے:) تجھ کو سجدہ نہ کرنے سے کس نے منع کیا؟

حالانکہ مقصود یہ ہے کہ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ. (ص:۷۵) تجھ کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا؟

پس معلوم ہوا کہ الاعراف:۱۲ میں لفظ ''لا'' زائد ہے' اسی طرح ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' میں بھی لفظ ''لا'' زائد ہے۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت میں آیات اور احادیث

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور مکہ مکرمہ کی فضیلت میں حسب ذیل آیات ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ O (آل عمران:۹۷۔۹۶)

بے شک اللہ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے' وہ تمام جہانوں کے لیے برکت والا اور ہدایت والا ہے O اس میں واضح نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے' جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا' اور اللہ کے لیے ان لوگوں کے اوپر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس گھر کے راستہ پر جانے کی قدرت رکھتے ہوں' اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے

Marfat.com

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (البقرہ:۱۲۵)

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے ثواب کی جگہ بنا دیا اور امن کی جگہ بنا دیا' اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے یہ عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع کرنے والوں' سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو ○

وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ (الحج:۲۷)

اور (اے ابراہیم!) آپ لوگوں میں حج کی منادی کر دیں' لوگ آپ کے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر دور دراز کے راستوں سے سوار ہو کر بھی ○

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ (الحج:۲۹)

اور (وہ لوگ) اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں ○

اور بیت اللہ کی فضیلت میں حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' جو شخص بھی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے' اس کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹے' اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے معارضہ کرے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے اور مجھے دن کی ایک ساعت (ایک گھنٹہ) میں قتال کی اجازت دی تھی' پھر اس کی حرمت آج اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۰۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۵۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۸۰۹' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۸۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آج کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک یہ یوم حرام ہے (عزت اور حرمت والا دن ہے)' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بلد حرام ہے (حرمت والا شہر ہے)' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ عزت اور حرمت والا مہینہ ہے' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے' جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے اور آج کے مہینہ کی حرمت ہے اور جس طرح تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۷۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۶۸۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۳۹۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹)

البلد ۲ میں فرمایا: اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں ○

''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر علامہ قرطبی سے

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے شہر کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ آپ اس شہر میں ہیں اور یہ اس پر متنبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ مکرم ہیں اور اللہ کو آپ سے بہت محبت ہے' علامہ واسطی نے کہا:

Marfat.com

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس شہر کی قسم اس لیے کھاتے ہیں کہ آپ کے اس شہر میں رہنے کی وجہ سے جب تک آپ حیات ہوں' یہ شہر مکرم ہے اور جب آپ کی وفات ہو تو یہ شہر برکت والا ہے' یعنی مدینہ منورہ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''وانت حل '' یعنی اس شہر میں آپ جو کام بھی کریں وہ آپ کے لیے حلال ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس دن آپ مکہ میں داخل ہوئے آپ کے لیے حلال کر دیا گیا کہ آپ جس کافر کو چاہیں قتل کر دیں' سو آپ نے ابن خطل' مقیس بن صبابہ وغیرہما کو قتل کر دیا اور آپ کے بعد اور کسی شخص کے لیے مکہ میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے لیے دن کی ایک ساعت میں مکہ میں قتال کرنا حلال ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کا دن تھا' پھر اس کے بعد قیامت تک کے لیے اس کی حرمت لوٹ آئی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے جب آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' اس وقت اس نے مکہ کو حرم بنا دیا تھا پس وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے' نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۵۳)

''وانت حل '' کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آپ اس میں مقیم ہیں اور یہ آپ کا محل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ اس میں محسن ہیں یعنی آپ اس شہر میں نیک کام کرنے والے ہیں اور میں اس شہر میں آپ سے راضی ہوں۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس میں حلال ہیں یعنی آپ اس میں گنہ گار نہیں ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص حل ہے اور حلال ہے اور محل ہے' اس کا معنی گرہ کھولنا' حلال ہونا اور نازل ہونا' اترنا اور ٹھہرنا ہے یعنی آپ مکہ میں نازل ہونے والے اور ٹھہرنے والے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور تحسین ہے یعنی آپ اس شہر میں وہ ایسا کام کرنے والے نہیں ہیں' جس کا ارتکاب آپ پر حرام ہو' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ بیت اللہ کے کیا حقوق ہیں نہ کہ ان مشرکین کی طرح جو اس شہر میں کفر اور معصیت کے کام کرتے تھے اور ان آیتوں کا معنی اس طرح ہے کہ میں اس بیت معظم کی قسم کھاتا ہوں جس کی عزت اور حرمت کو آپ جانتے ہیں' سو آپ اس بیت کی تعظیم کرتے ہوئے اس میں مقیم ہیں اور اس شہر میں کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو آپ پر حرام ہو۔ شُرحبیل بن سعد نے کہا: آپ اس شہر میں حلال ہیں اور کفار مکہ میں قتل کرنے کو اور شکار کرنے کو اور اس کے درختوں کو کاٹنے کو حرام قرار دیتے ہیں' اس کے باوجود وہ مکہ سے آپ کے نکالنے کو اور آپ کے قتل کو حلال قرار دیتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۵۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

''وانت حل بھذا البلد'' کی تفسیر امام رازی سے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

''وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿﴾'' (البلد: ۲) سے مراد حسب ذیل اُمور ہیں:

(۱) آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور ٹھہرے ہوئے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس وجہ سے مکرم قرار دیا ہے کہ آپ اس میں مقیم ہیں۔

(۲) کفار اس شہر کے احترام میں اس شہر میں قتل کرنے کو' یہاں شکار کرنے کو اور یہاں کے درختوں کے کاٹنے کو حرام قرار دیتے ہیں' اس کے باوجود ان کے نزدیک اس شہر میں آپ کو قتل کرنا حلال ہے' وہ آپ کو قتل کرنے کے لیے گھات لگا کر بیٹھے تھے لیکن آپ اِن کے درمیان سے سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے نکل گئے اور ان کو پتا نہیں چلا' اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

اپنی مہم میں ثابت قدم رکھنا ہے اور کفار کی عداوت پر تعجب کا اظہار ہے۔
(٣) قتادہ نے کہا: "وانت حل" کا معنی یہ ہے کہ آپ گنہ گار نہیں ہیں اور آپ کے لیے حلال ہے کہ آپ مکہ میں جس کافر کو چاہیں قتل کر دیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مکہ کو فتح کر دیا اور اس کو آپ کے لیے حلال کر دیا' پھر آپ نے جس چیز کو چاہا حلال کر دیا اور جس چیز کو چاہا حرام کر دیا اور جو چاہا آپ نے کیا' آپ نے عبداللہ بن خطل کو قتل کر دیا' جس وقت وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اور مقیس بن صبابہ کو اور ان کے سوا کو بھی اور ابوسفیان کے گھر کو حرم قرار دیا' اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کسی کے لیے مکہ میں قتال کو حلال نہیں کیا' صرف میرے لیے ایک ساعت کے لیے اس میں قتال کو حلال کیا تھا' پھر قیامت تک کے لیے اس کو حرم بنا دیا' نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا' نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ سورت تو مکی ہے اور تم نے جو حدیثیں بیان کی ہیں' یہ مدینہ میں ہجرت کے بعد اخیر کی ہیں تو ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایک لفظ حال کے لیے ہوتا ہے اور اس کا معنی مستقبل کے لیے ہوتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ . (الزمر:٣٠) بے شک آپ وفات پانے والے ہیں۔

اسی طرح اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کے لیے مکہ میں سب اُمور حلال ہونے والے ہیں۔

(٤) اس کا معنی یہ ہے کہ آپ مکہ میں حلال کام کرنے والے ہیں' مشرکین کے برخلاف جو مکہ میں اللہ کی توحید کا اور آپ کی رسالت کا کفر کر کے حرام کام کرتے ہیں۔

(٥) اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم کھا کر اس کی انتہائی فضیلت بیان فرمائی اور اس شہر کے رہنے والے آپ کے نسب کو اور آپ کے خاندان کی عظمت' شرافت اور طہارت کو پہچانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ اپنی عمر کے اس طویل حصہ میں ہر قسم کے بُرے افعال سے پاک اور صاف رہے ہیں' جیسا کہ ان آیات سے بھی ظاہر ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ . (الجمعہ:٢) (اللہ) وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی کی نوع سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ . (التوبہ:١٢٨) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ . (یونس:١٦) پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک طویل عمر گزار چکا ہوں۔

لہٰذا اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں' اس سے غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم منصب کو واضح کرنا ہے۔

"وانت حل بھٰذا البلد" کی تفسیر مصنف سے

البلد:٢ میں "وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ" حال ہے اور "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" (البلد:١) ذوالحال ہے اور حال' ذوالحال کی قید ہوتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شہر مکہ کی قسم کھانا اس حال کے ساتھ مقید ہے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مقیم ہوں گویا شہر مکہ اسی وقت معظم اور مکرم ہے جب آپ شہر مکہ میں مقیم ہوں' معلوم ہوا کہ کسی بھی چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار اس پر ہے جب وہ چیز آپ کے ساتھ متلبس اور مقارن ہو' سو جب آپ مکہ میں تھے تو مکہ مکرم تھا اور جب آپ مدینہ میں آ گئے تو مدینہ مکرم

Marfat.com

ہو گیا' جیسے دس کروڑ کا کوئی قیمتی ہیرا' اگر تجوری میں رکھا ہو تو وہ تجوری دس کروڑ کی ہے' اگر وہ ہیرا کسی انگوٹھی میں جڑا ہو تو وہ انگوٹھی دس کروڑ کی ہے اور اگر وہ ہیرا کسی ہار میں لگا ہو تو وہ ہار دس کروڑ کا ہے' سو اس کائنات میں سب سے افضل مخلوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے' جیسا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا:

قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد.

میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو کھنگال ڈالا' پس میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۲۸۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۷۶)

سو جب آپ آسمانوں پر تھے تو آسمان سب سے افضل تھے اور جب آپ زمین پر آئے تو زمین سب سے افضل تھی' مکہ میں تھے تو مکہ سب سے افضل تھا' مدینہ میں آئے تو مدینہ سب سے افضل تھا' وادی بدر میں تھے تو وہ سب سے افضل تھی' جبل اُحد پر آئے تو وہ سب سے افضل تھا' جب غار حرا میں تھے تو وہ افضل تھا اور جب غار ثور میں گئے تو وہ افضل تھا' شب ہجرت جب حضرت ابوبکر کے کاندھوں پر تھے تو حضرت ابوبکر سب سے افضل تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر اقدس تھا تو وہ سب سے افضل تھیں' جب عرش پر پہنچے تو وہ سب سے افضل تھا اور اب جب کہ قبر انور کے فرش پر محو آرام ہیں تو وہ فرش سب سے افضل ہے' غرض عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار آپ کی ذات ہے اور ہر چیز کی فضیلت آپ کے دامن سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ. (النساء: ۶۵) آپ کے رب کی قسم!

اللہ تعالیٰ کعبہ کا بھی رب ہے' بیت المعمور کا بھی رب ہے' عرش عظیم کا بھی رب ہے' لیکن یوں قسم نہیں کھائی کہ رب کعبہ کی قسم! یا رب بیت المعمور کی قسم! یا عرش عظیم کے رب کی قسم! بلکہ یوں قسم کھائی: آپ کے رب کی قسم!

اس میں یہ اشارہ ہے: ہونے کو تو میں کعبہ کا بھی رب ہوں' بیت المعمور کا بھی رب ہوں' عرش عظیم کا بھی رب ہوں' مگر مجھے نہ کعبہ کے رب ہونے پر ناز ہے' نہ بیت المعمور کے رب ہونے پر ناز ہے' نہ مجھے عرش کے رب ہونے پر ناز ہے' اگر مجھے ناز ہے تو اے محمد مصطفیٰ! مجھے تمہارے رب ہونے پر ناز ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یونہی تو نہیں فرمایا: میں خدائے عزوجل کی صرف اس وجہ سے پرستش کرتا ہوں کہ وہ رب محمد ہے۔ (مبدأ و معاد فارسی ص ۶۳۔ اردو ص ۹۷' ادارہ مجددیہ' کراچی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝'' (الفیل: ۱) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟'' ''اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ'' (الفرقان: ۴۵) کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا؟'

اللہ تعالیٰ نے جب اپنا ذکر فرمایا تو آپ کی طرف اپنی نسبت کی اور جب آپ کا ذکر فرمایا تو اپنی طرف آپ کی نسبت کی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ. (بنی اسرائیل: ۱) سبحان ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے عبد مقدس کو لے گئی۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ. (الفرقان: ۱) بابرکت ہے وہ ذات جس نے الفرقان کو اپنے عبد مکرم پر نازل فرمایا۔

یعنی اللہ اپنی نسبت آپ کی طرف کرتا ہے اور آپ کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے گویا تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا . (البقرہ:۱۴۸) ہر ایک کے لیے ایک جہت (قبلہ) ہے جس کی طرف وہ منہ کر رہا ہے۔

علامہ آلوسی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا قبلہ ہے' مقربین کا قبلہ عرش ہے' روحانیین کا قبلہ کرسی ہے اور کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور انبیاء سابقین کا قبلہ بیت المقدس اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور وہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور رہا آپ کی روح کا قبلہ تو وہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے' جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے خوف کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ (اتحاف ج ۶ ص ۹۰)

(روح المعانی جز ۲۰ ص ۲۳' دار الفکر' بیروت)

اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے' آپ نے فرمایا:

ان اتقاکم و اعلمکم باللّٰہ انا . بے شک تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۰' سنن نسائی رقم الحدیث:۳۲۱۶)

اما واللّٰہ انی لاتقاکم للّٰہ واخشاکم لہ. سنو! بے شک میں ضرور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۰۸)

اللہ تعالیٰ ان کے پاس ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سب سے زیادہ آپ اللہ سے ڈرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ اللہ آپ کے پاس ہے' اور یہی اس قول کا معنی ہے کہ اللہ کا قبلہ آپ کی ذات ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کی روح کا قبلہ اللہ کی ذات ہے یہ تو صحیح ہے لیکن یہ کیسے صحیح ہوگا کہ اللہ کا قبلہ آپ کی ذات ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کا معنی عبادت کی سمت نہیں ہے بلکہ قبلہ کا معنی توجہ اور التفات کی سمت ہے' سو آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توجہ آپ کی طرف رہتی ہے' آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں تو وہ فرماتا ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ:۱۴۴)

اور جب آپ نماز کے قیام اور سجدہ میں ہوں تو وہ آپ کی طرف دیکھتا رہتا ہے:

الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ○ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ○ وہ آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں ○ اور جب آپ سجدہ کرنے والوں میں مڑتے ہیں ○ (الشعراء:۲۱۸، ۲۱۹)

سو جب اللہ تعالیٰ کا مرکز التفات اور محور توجہ آپ کی ذات ہے تو وہ آپ کی عظمتوں کو بھی ظاہر فرماتا ہے اور آپ کی نسبتوں کی عظمتوں کو بھی واضح فرماتا ہے' آپ مکہ اور مسجد حرام میں ہوں تو اس کی قسم کھاتا ہے اور مسجد اقصیٰ میں ہوں تو اس کا ذکر فرماتا ہے۔

البلد:۳ میں فرمایا: اور (انسان کے) والد کی قسم اور اس کی اولاد کی ○

والد اور اولاد کے مصداق میں اقوال مفسرین

مجاہد اور قتادہ اور حسن اور ابو صالح نے کہا: والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور اس کی اولاد سے مراد ان کی نسل ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ وہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے عمدہ مخلوق ہیں' اس میں انبیاء علیہم السلام بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف دیگر دعوت دینے والے بھی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے نیک لوگوں کی قسم ہے اور جو کفار اور فساق اور فجار ہیں وہ گویا کہ حیوانات ہیں' ایک قول یہ ہے کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اولاد سے مراد ان کی ذریت ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ان کی تمام ذریت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں جو ان کی ذریت میں سے مسلمان ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام والد اور اس کی اولاد ہے۔ الماوردی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ والد سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کیونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کا ذکر ہے اور اولاد سے مراد آپ کی امت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں' تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۰) (النکت والعیون للماوردی ج ۶ ص ۲۷۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

البلد: ۴ میں فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو (اس کی) مشقت میں پیدا کیا O

''کبد'' کا معنی اور انسان کی دشواری کے محامل

اس آیت میں ''کبد'' کا لفظ ہے' ''کَبَد'' کا معنی ہے: دشواری' سختی' مشقت ''کَبِد'' یا ''کِبْد'' کا معنی ہے جگر' کلیجی' جگر کا درد ہونا' ''کابد'' کا معنی ہے: محنت' شق' مشقت اٹھانا وغیرہ۔ (القاموس المحیط ص ۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس آیت میں ''کبد'' یعنی شدت اور مشقت کے حسب ذیل محامل ہو سکتے ہیں:

(۱) ہم نے انسان کو شدت اور مشقت کے کئی مراحل میں پیدا کیا ہے' ایک مرتبہ اس کی ماں کے پیٹ میں' پھر اس کے دودھ پینے کی مدت میں' پھر جب وہ بالغ ہو گیا تو اپنے معاش اور روزگار کے حصول کی مشقت میں مبتلا ہو گیا' پھر اس کے بعد موت کی شدت میں۔

(۲) اس سے مراد دین کی مشقت اٹھانا ہے' وہ نعمت ملنے پر شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت آنے پر صبر کرتا ہے اور عبادات کی ادائیگی میں مشقت اٹھاتا ہے۔

(۳) اس سے مراد آخرت کی مشقت ہے' پہلے سکرات موت کی شدت ہے' پھر قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب کی مشقت ہے' پھر قبر کے اندھیرے کا سامنا ہے' پھر قبر سے نکل کر میدان حشر کی طرف جانا ہے' پھر اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہونا ہے اور پھر آخرت کے انجام کا پیش آنا ہے' جو جنت ہو گا یا دوزخ۔

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ دنیا میں کوئی لذت نہیں ہے' انسان جس کو بہ ظاہر لذت سمجھتا ہے اس میں بھی درد اور تکلیف کی آمیزش ہے' کھانا کھانے سے پہلے انسان بھوک کی تکلیف برداشت کرتا ہے اور کھانے کے بعد غذا کے ناموافق ہونے کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں کا سامنا کرتا ہے' جن میں قبض' اسہال' شوگر' ہائی بلڈ پریشر' کولیسٹرول اور دیگر موذی امراض ہیں' بیوی سے عمل زوجیت میں لذت ہے' مگر اس کے نتیجہ میں اولاد کو پالنے پوسنے اور ان کی تربیت کی مشقت ہے' بعض دفعہ اولاد نالائق اور ناخلف ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان ساری زندگی اذیت میں مبتلا رہتا ہے' مال اور دولت میں لذت ہے مگر اس مال کی وجہ سے انسان لوٹ مار' ڈکیتی' دہشت گردی کے خطرات اور خوف وہراس میں مبتلا رہتا ہے' خوب صورت مکانوں میں لذت ہے مگر پہلے ان کو بنانے کی مشقت ہے' پھر ان کے قرض کی ادائیگی' ٹیکس کی ادائیگی کی مصیبت ہے اور ان کو قدرتی آفات مثلاً سیلاب اور زلزلوں سے محفوظ رکھنے کی مشقت ہے۔

Marfat.com

غرض انسان کو محنت، مشقت، شدت اور مصیبت میں پیدا کیا گیا ہے اس لیے اس جہان کے بعد کوئی اور جہان ہونا چاہیے تاکہ وہ جہان اس کے لیے لذات، سعادات اور کرامات کے حصول کا جہان ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہ ہو سکے گا؟O وہ کہتا ہے: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہےO کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟O کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیںO اور زبان اور دو ہونٹO اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئےO (البلد: ۱۰۔۵)

کیا ابن آدم یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کے کفر و شرک اور اس کے فسق و فجور پر اس کی گرفت نہیں کر سکیں گے، یا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد ہم اس کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکیں گے یا انسان اپنی امارت اور دولت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس پر عجز اور فقر کو طاری نہیں کر سکیں گے، یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کو جزا یا سزا دینے پر اور اس سے حساب لینے پر قادر نہیں ہیں۔

البلد: ۶ میں فرمایا: وہ کہتا ہے: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہےO

''لبداً'' کا معنی

اس آیت میں ''لبداً'' کا لفظ ہے ''لبد'' کا معنی مال کثیر ''لابد'' کا بھی یہی معنی ہے، اصل میں ''لبد'' اور ''لبدۃ'' کا معنی ہے نمدہ اور گوند سے چپکایا ہوا اون، نمدہ ہو یا چپکایا ہوا اون، ان سب میں تہ پر تہ جمائی جاتی ہے، وسعت استعمال کی وجہ سے مال کثیر کو بھی ''لبد'' کہتے ہیں گویا اس میں بھی مال کی تہ پر تہ جمائی جاتی ہے ''لبد'' اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو گھر میں بیٹھا رہے اور کمائی کے لیے باہر نہ نکلے۔ (القاموس المحیط ص ۳۱۶، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

لیث نے کہا: ''مال لبد'' سے مراد یہ ہے کہ وہ اتنا زیادہ مال ہو کہ اس کی کثرت کی وجہ سے اس کے فنا ہونے کا خوف نہ ہو، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر یہ کہتا ہے کہ میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت میں مال کثیر خرچ کیا ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار اپنی بڑائی اور فخر کو ظاہر کرنے کے لیے مال کثیر خرچ کرتے تھے، اس کے متعلق ان میں سے کسی نے کہا: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہے۔

البلد: ۷ میں فرمایا: کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟O

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں، قتادہ نے کہا: وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو نہیں دیکھا اور وہ اس سے یہ نہیں پوچھے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ الکلبی نے کہا: وہ جھوٹا ہے، اس نے کچھ خرچ نہیں کیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے کہ وہ کیا خرچ کر رہا ہے اور کیا خرچ نہیں کر رہا، وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۲۴۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

البلد: ۱۰۔۸ میں فرمایا: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیںO اور زبان اور دو ہونٹO اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئےO

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اور خیر اور شر کے دو راستے

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تیری زبان اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کے کرنے کے متعلق تجھ سے جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی ہے تو ان کو منطبق کر دے، اور اگر تیری آنکھ حرام کاموں کے کرنے میں تجھ سے جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی

Marfat.com

ہے تو ان کو منطبق کر دے اور اگر تیری شرم گاہ تجھ سے حرام کاموں میں جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی ہے تو ان کو منطبق کر دے۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۴۰۷۔ ج۱۵ص۸۵۶)

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے البلد:۸ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیں دو آنکھیں عطا فرمانا اس کی دو ظاہری نعمتیں ہیں جو ہم کو اس کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

امام ابن عساکر نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے تجھے بہت عظیم نعمتیں عطا کی ہیں، جو عدد و شمار سے باہر ہیں اور جن کا تو شکر ادا نہیں کر سکتا' اور میں نے تجھ کو جو نعمتیں دی ہیں' وہ یہ ہیں کہ تیرے لیے دو آنکھیں بنادی ہیں جن سے تو دیکھتا ہے اور میں نے ان آنکھوں کے لیے پردے (پلکیں) بنا دی ہیں' تو اپنی آنکھوں سے حلال چیزوں کو دیکھ اور جب تو ان چیزوں کو دیکھے جن کو میں نے حرام کر دیا ہے تو ان پردوں (پلکوں) کو منطبق کر دے اور میں نے تجھ کو زبان دی ہے اور اس کے لیے غلاف بنا دیا ہے پس تو میرے حکم کے مطابق زبان سے بول' جو باتیں تیرے لیے حلال ہیں اور اگر تیرے سامنے وہ چیزیں پیش ہوں جن کو میں نے تجھ پر حرام کر دیا ہے تو اپنی زبان پر تالا ڈال دے' اور میں نے تیرے لیے شرم گاہ بنائی ہے اور اس کے لیے پردہ بنایا ہے تو اپنی شرم گاہ سے ان چیزوں و حاصل کر جو میں نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں اور جب تیرے سامنے کوئی حرام چیز آئے تو تو اس پر پردہ ڈال دے اے ابن آدم! میری ناراضگی کو نہ اٹھا اور تو میرے انتقام کی طاقت نہیں رکھتا۔

مجاہد نے کہا: ''هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ'' کا معنی ہے: ہم نے انسان کو خیر اور شر کے راستوں کی پہچان کرا دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہدایت اور گم راہی کے راستوں کی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اے لوگو! یہ دو راستے خیر اور شر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شر کا راستہ خیر کے راستے سے زیادہ محبوب نہیں بنایا۔

(الدر المنثور ج۸ص۴۷۸۔۴۷۷، داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان آیات میں اس پر واضح دلیل ہے کہ انسان مجبور نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار دیا ہے' اس کو حواس عطا کیے ہیں اور عقل سلیم دی ہے' اس کو نیکی اور بدی کے راستے دکھا دیئے ہیں اور سمجھا دیئے ہیں' اس پر لازم ہے کہ وہ نیکی کے راستے کو اختیار کرے اور برائی کے راستے کو ترک کر دے اور اگر اس نے اختیار کے باوجود نیک عمل نہیں کیے اور برے عمل کرتا رہا تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے دوزخ بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ دشوار گھاٹی سے نہیں گزرا ۝ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے ۝ (قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا ۝ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ۝ ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو ۝ یا خاک نشین مسکین کو ۝ (البلد: ۱۶۔۱۱)

''اقتحم'' اور ''العقبة'' کا معنی اور دشوار گھاٹی کا مصداق

البلد: ۱۱ میں ''اقتحم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چڑھا' گھس پڑا' اس کا مصدر ''اقتحام'' ہے' اس کا معنی ہے: بغیر دیکھے بھالے اپنے آپ کو کسی چیز میں جھونک دینا۔ (القاموس المحیط ص ۱۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اور اس آیت میں ''العقبة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گھاٹی' پہاڑ میں چڑھائی کا جو دشوار گزار راستہ ہوتا ہے' اس کو ''عقبہ'' کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''عقبہ'' سے مراد یہاں آخرت ہے' عطاء نے کہا: ''عقبہ'' سے مراد یہاں جہنم کی گھاٹی ہے' الکلبی نے کہا: یہ جنت اور

Marfat.com

دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: یہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے' علامہ واحدی نے کہا: اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ کوئی انسان جہنم کے پہاڑ پر نہیں چڑھا اور نہ اس سے گزرا' نیز البلد: ۱۳ میں ''عقبة'' کی تفسیر مقروض کی گردن چھڑانے اور اس کو کھانا کھلانے کے ساتھ کی گئی ہے۔

حسن اور مقاتل نے کہا ہے کہ دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنے کے ذکر میں یہ مثال دی ہے کہ انسان نے اپنے نفس کی ناجائز خواہشوں کے خلاف مزاحمت کیوں نہیں کی اور غلط نفسانی تقاضوں کو پورا کرنے سے اجتناب کیوں نہیں کیا اور نیکی کرنے میں شیطان کے بہکانے سے جہاد کیوں نہیں کیا' الحسن نے کہا: اللہ کی گھاٹی بہت شدید ہے' اور یہ انسان کا اپنی ناجائز خواہشوں سے اور شیاطین انس اور جن سے جہاد کرنا ہے۔

امام رازی نے فرمایا: یہی تفسیر برحق ہے کیونکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ محسوسات کے عالم سے نکل کر انوار الٰہیہ کے عالم میں پہنچ جائے اور اس مادی عالم اور عالم قدس کے درمیان بے شمار دشوار گزار گھاٹیاں اور پُر خطر وادیاں ہیں جن کو عبور کرنا بے حد مشکل اور دشوار ہے۔

البلد: ۱۳ میں فرمایا: (قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا O

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث

''الفك'' کا معنی ہے: طوق اور بیڑیوں کو کاٹ دینا اور یہاں اس سے مراد ہے: کسی انسان کے گلے سے غلامی یا قرض کا طوق اتار دینا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غلام کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے عضو کو دوزخ سے آزاد کر دے گا' حتیٰ کہ اس کی شرم گاہ کو اس کی شرم گاہ کے بدلہ میں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۰۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴۱)

حضرت ابوامامہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان مرد نے کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو وہ اس کا دوزخ سے چھڑانا ہوگا' اس کے ہر عضو کا اس کے عضو سے بدلہ ہوگا اور جس مسلمان عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو وہ اس کا دوزخ سے چھڑانا ہوگا اور اس کے ہر عضو کا اس کے عضو سے بدلہ ہوگا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴۷' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۱' المعجم الکبیر ج ۸ ص ۹۵)

غلام کو آزاد کرنا اور صدقہ کرنا دونوں افضل عمل ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک غلام کو آزاد کرنا صدقہ کرنے سے افضل ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک صدقہ کرنا' غلام آزاد کرنے سے افضل ہے' اور اس آیت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلام کو آزاد کرنے کا ذکر صدقہ دینے سے پہلے کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام کی گردن چھڑائی' اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۶۶)

البلد: ۱۴ میں فرمایا: یا بھوک کے دن کھانا کھلانا O

بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں آیات اور احادیث

اس آیت میں ''مسغبة'' کا لفظ ہے' یہ اسم مصدر ہے' اس کا معنی ہے: بھوک' بھوکا ہونا' ''سغب'' کا معنی ہے: ایسی بھوک یا پیاس جس میں تھکان سی محسوس ہو' جیسے جب جسم میں گلوکوز کم ہونے کے وقت کیفیت ہوتی ہے۔

(القاموس المحیط ص ۹۷' مؤسسة الرسالة' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

قحط' تنگ دستی اور شدید ضرورت کے وقت مال نکالنا انسان کے نفس پر سخت مشکل اور دشوار ہوتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ (البقرہ:۱۷۷)

اور مال سے اپنی محبت کے باوجود رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوالیوں اور گردن چھڑانے کے لیے مال دے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ (الدھر:۸)

اور وہ کھانے کی ضرورت کے باوجود مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اسلام کے کون سے حکم پر عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا: تم جس شخص کو پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو' اس کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۱۹۴' سنن نسائی رقم الحدیث:۵۰۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۲۵۳)

کھانا کھلانے میں فضیلت ہے' لیکن جب انسان خود بھوکا ہونے کے باوجود دوسروں کو کھلائے تو اس میں زیادہ فضیلت ہے۔

حبان بن ابی جبلہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صدقہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ آسمان پر چڑھتا ہے' وہ یہ ہے کہ انسان بہت عمدہ کھانا تیار کرے اور پھر اپنے (مسلمان) بھائیوں کو کھلائے۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۴۲۴' رقم الحدیث:۱۶۳۶۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی بھوکے پیٹ والے کو سیر ہو کر کھانا کھلانے سے زیادہ کوئی عمل افضل نہیں ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث:۶۳۴۷' کنز العمال رقم الحدیث:۱۶۳۷۰' شعب الایمان رقم الحدیث:۳۳۶۷)

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغفرت کے موجبات سے یہ ہے کہ بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا جائے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۳۳۶۴' کنز الایمان رقم الحدیث:۱۶۳۷۲' المستدرک ج ۲ ص ۵۲۴' رقم الحدیث:۳۹۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو روٹی کھلائی حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا اور اس کو پانی پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی سات خندقوں سے دور کر دے گا' ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۳۳۶۸' کنز العمال رقم الحدیث:۱۶۳۷۳)

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جس شخص نے کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنایا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس شخص نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا' اللہ تعالیٰ اس کو رحیق (شراب طہور) سے پلائے گا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث:۳۳۷۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازوں میں سے اس دروازے میں داخل کرے گا' جس میں سے صرف اس جیسے مسلمان داخل ہوں گے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰۔ رقم الحدیث:۱۶۲' کنز العمال رقم الحدیث:۱۶۳۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے گناہ زیادہ ہوں تو پانی

Marfat.com

کے گھاٹ پر لوگوں کو پانی پلاؤ' تمہارے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح تیز آندھی سے درخت کے پتے گرتے ہیں۔
(تاریخ بغداد ج ٦ ص ٤٠٣' کنز العمال رقم الحدیث: ١٦٣٧٧)

ابوجنیدہ الفہری اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی پیاسے کو پانی پلا کر اس کو سیر کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دے گا اور اس سے کہا جائے گا: اس دروازے سے داخل ہو اور جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر اس کو سیر کر دیا' اس کے لیے جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔
(المعجم الکبیر ج ٢٢۔ رقم الحدیث: ٩٣٩' کنز العمال رقم الحدیث: ١٦٣٨٢' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

البلد: ١٥ میں فرمایا: ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو O

یتیم کا معنی

انسانوں میں یتیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کا بچپن میں باپ فوت ہو گیا ہو اور حیوانات میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی بچپن میں ماں فوت ہو گئی ہو اور بعض اہل لغت یتیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ دونوں فوت ہو گئے ہوں۔

جو یتیم رشتہ دار نہ ہو اس پر بھی صدقہ کرنے میں فضیلت ہے لیکن جو یتیم رشتہ دار بھی ہو' اس پر صدقہ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے' جس طرح جس یتیم کے کفالت کرنے والے ہوں' اس پر صدقہ کرنے میں بھی فضیلت ہے لیکن جس یتیم کا کوئی کفیل نہ ہو' اس پر صدقہ کرنے میں بہت فضیلت ہے۔

یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو رکھا اور اس کو اپنے کھانے پینے میں شامل کیا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' سوا اس کے کہ اس کا کوئی ایسا گناہ ہو جس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٩١٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٦٦٩)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٩١٨' صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٠٠٥' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٥٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٣)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہاتھ پھیرا تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے' اس کی اتنی نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس شخص کے پاس کوئی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکا ہو اور وہ اس کے ساتھ نیک سلوک کرے تو وہ میرے ساتھ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہو گا اور آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔
(مسند احمد ج ٥ ص ٢٥٠ طبع قدیم' مسند احمد ج ٣٦ ص ٤٧٤۔ رقم الحدیث: ٢٢١٥٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢١ھ' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ١٧٨' شرح السنۃ رقم الحدیث: ٣٤٥٦' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٧٨٢١' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٣١٩٠)

رشتہ داروں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کس کو صدقہ دینا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اس قرابت دار کو جو پہلو تہی کرتا ہو۔

Marfat.com

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۷۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۴۸۹۶، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ام المومنین نے اپنی ایک باندی کو آزاد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے کسی ماموں کو دے دیتیں تو تم کو زیادہ اجر ملتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۲۸۳، داراحیاء التراث العربی بیروت)

سلیمان بن عامر الضبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور قرابت دار پر صدقہ کرنا دو صدقے ہیں' ایک صدقہ ہے اور ایک صلہ رحم ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۷۹۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ کیا ان کے لیے یہ صدقہ کافی ہوگا کہ وہ اپنے خاوند اور اپنی گود کے بچوں کو صدقہ دے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہیں دو اجر ملیں گے' ایک اجر صدقہ کا ہوگا اور ایک اجر قرابت داری کا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۶۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۰۰، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۶۵۰۸، داراحیاء التراث العربی بیروت)

البلد: ۱۶ میں فرمایا: یا خاک نشین مسکین کو O

خاک نشین کے مصادیق

خاک نشین سے مراد یہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو' حتیٰ کہ فقر کی وجہ سے وہ مٹی سے آلودہ ہے اور سوائے خاک اور مٹی کے اس کا اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو راستہ (فٹ پاتھ) پر پڑا ہو اور اس کا کوئی گھر نہ ہو' مجاہد نے کہا: یہ وہ شخص ہے جو اپنے جسم اور لباس کو مٹی سے نہ بچا سکے' قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ عیال دار ہو' عکرمہ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ مقروض ہو' ابو سنان نے کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ اپاہج ہو' ابن جبیر نے کہا: اس سے مراد ہے: جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۶۲' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو (توحید پر) ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کی O وہی لوگ دائیں طرف والے (بابرکت) ہیں O اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا' وہی لوگ بائیں طرف والے (منحوس) ہیں O ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی O (البلد: ۲۰۔۱۷)

مومنین صالحین کے لیے بشارت اور کفار کے لیے عذاب کی وعید

یعنی جو لوگ دشوار گزار گھاٹی پر چڑھیں اور نفس کے ناجائز تقاضوں سے جنگ اور جہاد کریں' ان کا یہ جہاد اس وقت قابل تحسین اور لائق اجر ہوگا' جب وہ مومن ہوں اور اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کا یہ سارا جہاد رائیگاں جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا تھا' کھانا کھلاتا تھا' قیدیوں کو چھڑاتا تھا اور غلاموں کو آزاد کرتا تھا اور اللہ کی راہ میں لوگوں کو اونٹوں پر سوار کرتا تھا' کیا ان اعمال سے اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے اللہ! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴)

نیز فرمایا: انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کی۔

یعنی وہ ایک دوسرے کو ایمان کی راہ میں مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی نصیحت کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ہر امتحان میں ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتے تھے اور گناہوں سے ہمیشہ اجتناب کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر

Marfat.com

قائم رہنے کی نصیحت کرتے تھے اور وہ ایک دوسرے کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ وہ مظلوم اور فقیر پر رحم کریں یا جو شخص بُرے کام کر رہا ہو اس کو بُرائی سے روکیں کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں رحم کرنا ہے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کو نیکی کا راستہ دکھائے اور اس کو بدی کے راستہ پر چلنے سے روکے۔

اور جو مؤمنین اس دشوار گھاٹی پر چڑھے اور جنہوں نے ہر آزمائش میں صبر کیا اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کی اس گروہ کے سرخیل اکابر صحابہ مثلاً خلفاء راشدین اور ان کے موافقین اور بعد کے اخیار تابعین ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ صبر کی وصیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور رحم کی وصیت سے مراد مخلوق پر شفقت ہے اور اسلام کے تمام احکام کا مدار اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مخلوق کی شفقت پر ہے۔

البلد: ۱۸ میں فرمایا: وہی لوگ دائیں طرف والے (بابرکت) ہیںO

''اصحاب المیمنة'' کی تفسیر الواقعہ: ۲۹۔۲۸ میں گزر چکی ہے۔

البلد: ۱۹ میں فرمایا: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا' وہی لوگ بائیں طرف والے (منحوس) ہیںO

اس آیت کی تفسیر الواقعہ: ۴۲ میں گزر چکی ہے۔

البلد: ۲۰ میں فرمایا: ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگیO

اس آیت میں ''مؤصدة'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''ایصاد'' ہے' اس کا معنی ہے: دروازہ بند کرنا' قفل لگانا ''مؤصدة'' کا معنی ہے: بند کی ہوئی۔

اس آیت کا معنی ہے: کافروں کو دوزخ میں ڈال کر دوزخ کے دروازے بند کر دیے جائیں گے اور کسی دروازے کو کھولا نہیں جائے گا' نہ دوزخ سے ان کا کوئی غم باہر نکلے گا اور نہ باہر سے کوئی خوشی دوزخ کے اندر داخل ہوگی' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کی آگ ان کا مکمل احاطہ کر لے گی۔

سورۃ البلد کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۱ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ البلد کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' اسی طرح قرآن کریم کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دینا' اور اس تفسیر کو قیامت تک باقی اور فیض رساں رکھنا اور محض اپنے فضل سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی' میرے تلامذہ اور قارئین اور اس کتاب کے ناشرین اور معاونین کی مغفرت فرما دینا۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد خاتم النبيين افضل الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله واصحابه وازواجه وذرياته وامته اجمعين.

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورة الشّمس

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث

اس سورت کا نام الشمس ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت کا پہلا لفظ'' والشمس '' ہے'وہ آیت یہ ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ (الشمس:۱) سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ'' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ '' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۸۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں'' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ '' اور اس کے مشابہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۰۹' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۹۹' مسند احمد رقم الحدیث:۲۲۴۸۵' دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں '' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ '' اور'' والسماء والطارق '' پڑھی۔(المعجم الکبیر رقم الحدیث:۱۹۵۸' دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو خطبہ دیتے تھے'اس کو جھوٹا کہو'میں اس کا گواہ ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے'پھر بیٹھتے' پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے'راوی نے پوچھا: آپ کا خطبہ کیسا ہوتا تھا؟ حضرت جابر نے کہا: آپ اپنے کلام سے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے' اور کتاب اللہ سے آیات پڑھتے تھے' آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا اور آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی' آپ نماز میں '' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ '' اور'' وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ '' پڑھا کرتے تھے' سو فجر کی نماز کے اور ظہر کی نماز کے۔الحدیث

(المعجم الکبیر رقم الحدیث:۲۵۰۰' دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بیہقی نے'' شعب الایمان '' میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم چاشت کی دو رکعتوں میں ان دو سورتوں کو پڑھیں:'' وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ '' اور'' والضحی ''۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۴۸۳' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

سورت الشمس اور سورۃ البلد کی مناسبت

(۱) سورۃ البلد کے آخر میں'' اصحاب میمنة '' اور'' اصحاب مشئمة '' کا ذکر فرمایا تھا اور سورۃ الشمس میں ان کے مصداق کو ذکر فرمایا' سو بتایا:

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ (الشمس: ۹) جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا ○

اور یہی لوگ ''اصحاب میمنة'' ہیں۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (الشمس: ۱۰) اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا ○

اور یہی لوگ ''اصحاب مشئمة'' ہیں۔

(۲) سورۃ البلد کے آخر میں بتایا تھا کہ کفار کو آخرت میں دوزخ کی سزا دی جائے گی اور اس سورت کے آخر میں بتایا ہے کہ بعض کفار کو دنیا میں بھی سزا دی گئی۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۶ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۱ ہے۔

سورۃ الشمس کے مشمولات

(۱) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بلند چیزوں کی قسم کھائی ہے' جیسے سورج اور چاند کی' دن اور رات کی اور آسمان کی اور پست چیزوں کی بھی قسم کھائی ہے' جیسے زمین کی اور نفس انسان کی۔

(۲) اس میں انسان کو اس کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے نفس کو پاکیزہ کرے اور اس سے ڈرایا ہے کہ وہ اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرے۔

(۳) قوم ثمود کی مثال دی ہے' ان کے ایک شخص نے اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کر کے مقدس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' جس کی سزا میں ان پر دنیا میں عذاب آ گیا۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت پر قائم رکھنا' فکری' نظری' اعتقادی اور فقہی غلطیوں سے محفوظ اور مامون رکھنا اور وہی لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور آپ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہو اور مجھے گناہوں سے بچانا اور نیکیوں پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۲ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

(۹۱) سورۃ الشمس مکیۃ (۲۶) | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۱۵ رکوعہا ۱

سورۃ الشمس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پندرہ آیات اور ایک رکوع ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ﴿۳﴾

سورج کی قسم! اور اس کی روشنی کی O اور چاند کی قسم! جب وہ اس کے پیچھے آئے O اور دن کی قسم! جب وہ سورج کو نمایاں کرے O

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا

اور رات کی قسم! جب وہ اس کو چھپائے O اور آسمان کی قسم! اور جس نے اس کو بنایا O اور زمین کی قسم! اور جس نے اس کو

طَحٰهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ﴿۸﴾

پھیلایا O اور نفس کی قسم! اور جس نے اس کو درست بنایا O پھر اس (نفس) کو اس کے بُرے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا O

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا O قوم ثمود

بِطَغْوٰهَا ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ

نے اپنی سرکشی کے سبب (اپنے رسول کو) جھٹلایا O جب (اس قوم کا) سب سے بدبخت اٹھا O سو اللہ کے رسول نے ان سے کہا: اللہ

اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۵ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو O انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے رب

ع ۱۵ ۱۶ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا O اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سورج کی قسم! اور اس کی روشنی کی O اور چاند کی قسم! جب وہ اس کے پیچھے آئے O اور دن کی قسم! جب وہ سورج کو نمایاں کرے O اور رات کی قسم! جب وہ اس کو چھپائے O اور آسمان کی قسم! اور جس نے اس کو بنایا O اور زمین کی قسم! اور جس نے اس کو پھیلایا O اور نفس کی قسم! اور جس نے اس کو درست بنایا O پھر اس کو اس کے بُرے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا O جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا O (الشمس: ۱۰-۱)

Marfat.com

قسم اور جوابِ قسم

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے: (۱) سورج (۲) چاند (۳) دن (۴) رات (۵) آسمان (۶) زمین (۷) نفس انسان' اور ان سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا: جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا وہ ناکام ہوگیا' سو یہ اس سورت کی قسم اور جوابِ قسم کی تفصیل ہے' اب ہم جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے ان میں سے ہر ایک کی وضاحت کریں گے۔

سورج کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں' برکتیں اور نشانیاں

الشمس: ۱ میں فرمایا: سورج کی قسم! اور اس کی روشنی کی O

اس آیت میں ''ضحٰی'' کا لفظ ہے' مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد سورج کی روشنی اور اس کی حرارت ہے' اللہ تعالیٰ نے سورج میں ایسے اثرات رکھے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی لطیف حکمتوں اور اس کی تدبیر کی باریکیوں اور برکتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) سورج میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ سورج کا نور سائے کو ختم کر دیتا ہے اور چاند کے نور سے چھپ جاتا ہے اور ستارے نظر نہیں آتے اور ہوا میں سورج کے نور کے چمکیلے ذرات غبار کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

(۲) پھر سورج کی حرارت سے کھیتوں میں سبزیاں' اور دانے پکتے ہیں اور باغوں میں پھل تیار ہوتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں' اور انسانوں اور حیوانوں کے لیے صالح غذا تیار ہوتی ہے۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکیمانہ تدبیر سے سورج کو زمین سے مناسب فاصلہ پر رکھا ہے' اگر یہ فاصلہ کم ہوتا تو تمام کھیت اور باغات جل جاتے اور اس کی حرارت کی شدت سے تمام انسان اور حیوان جل کر راکھ ہو جاتے۔

(۴) پھر سورج میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی یہ ہے کہ سورج کئی ہزار میل کی مسافت قطع کرتا ہے اور پوری زمین کے گرد ایک چکر لگاتا ہے' پھر سورج سے اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم کا اظہار فرماتا ہے کیونکہ اس کی روشنی اور حرارت ہر ذی روح کو پہنچ رہی ہے' خواہ وہ اللہ کو ماننے والا ہو یا اس کا منکر ہو' اس کا شکر گزار ہو یا ناشکرا ہو' اس کا دوست ہو یا اس کا دشمن ہو۔

(۵) سورج کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہے کیونکہ سورج کا ایک مخصوص جسم ہے' اور وہ ایک خاص جگہ سے اور خاص وقت میں طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے اور اس کے اس نظام میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی' پس ضروری ہوا کہ سورج کو اس مخصوص جسامت میں رکھنے کے لیے اور اس مخصوص نظام کا پابند کرنے کے لیے کوئی خالق ہو اور وہ خالق واجب اور قدیم ہو' ورنہ پھر اس کا بھی کوئی خالق ہوگا اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خالق واحد ہو' ورنہ اس کے طلوع اور غروب اور اس کی مخصوص حرکت کے نظام میں یکسانیت نہیں ہوگی اور اس کے نظام کی وحدت' اس پر دلیل ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔

الشمس: ۲ میں فرمایا: اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے O

چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟

اس آیت میں ''تلاھا'' کا لفظ ہے' ''تلا یتلوا'' کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز کے تابع ہونا اور چاند' سورج کے حسب ذیل اُمور میں تابع ہے:

Marfat.com

(۱) مہینہ کے نصف اوّل میں سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند طلوع ہوتا ہے اور اپنی روشنی میں سورج کے تابع ہوتا ہے۔

(۲) سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو پہلی رات کا چاند سورج کے غروب کے فوراً بعد نظر آتا ہے۔

(۳) چاند کے تابع ہونے کا یہ معنی ہے کہ چاند اپنی روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے۔

(۴) چودھویں رات کو جب چاند پورا نظر آتا ہے تو اس وقت وہ روشن ہونے میں سورج کے قائم مقام ہوتا ہے۔

(۵) سورج کے جو منافع ذکر کیے گئے ہیں وہ چاند میں بھی موجود ہیں' غذا سورج سے پکتی ہے اور اس میں ذائقہ چاند کی کرنوں سے آتا ہے۔

(۶) سورج اور چاند کے فوائد تمام مخلوق کو حاصل ہوتے ہیں اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان دونوں کا خالق واحد ہے' کیونکہ اگر ان کے خالق متعدد ہوتے تو ان کے فوائد تمام مخلوق کو حاصل نہ ہوتے بلکہ ہر خالق صرف اپنی مخلوق کو ان کے فوائد پہنچاتا۔

الشمس: ۳ میں فرمایا: اور دن کی قسم! جب وہ سورج کو نمایاں کرے O

دن کن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے

اس آیت میں ''جلاھا'' کا لفظ ہے' یہ ''تجلیۃ'' سے بنا ہے' اس کا معنی کشف اور اظہار ہے' زجاج نے کہا: اس کی ضمیر سورج کی طرف راجع ہے اور اس کا معنی ہے: جب دن نے سورج کو ظاہر کر دیا' دن سورج کی روشنی کو کہتے ہیں پس جب دن زیادہ روشن ہوگا تو سورج زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ اثر کی قوت مؤثر کی قوت کو ظاہر کرتی ہے' لہٰذا دن سورج کو ظاہر کرتا ہے اور جمہور نے کہا: یہ ضمیر دنیا یا زمین کی طرف راجع ہے' اگرچہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے اور اس کا معنی ہے: دن نے دنیا کو یا زمین کو ظاہر کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۷۴)

امام ابو منصور ماتریدی نے کہا: اس آیت کے کئی محمل ہیں: دن نے دنیا کو ظاہر کر دیا' دن نے زمین کو ظاہر کر دیا' دن نے سورج کو ظاہر کر دیا' رات کی ظلمت نے جن چیزوں کو چھپا لیا تھا' دن کے نور نے آنکھوں کے ذریعہ ان چیزوں کو ظاہر کر دیا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۶۳)

الشمس: ۴ میں فرمایا: اور رات کی قسم! جب وہ اس کو چھپائے O

رات اور دن کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا

اس کا محمل یہ ہے کہ رات دنیا کو چھپا لیتی ہے' یا روئے زمین کو چھپا لیتی ہے یا سورج کو چھپا لیتی ہے یا اپنی ظلمت سے مخلوق کو آنکھوں سے چھپا لیتی ہے' سورج اور چاند کی بہ نسبت رات اور دن کے توارد میں زیادہ سلطنت اور زیادہ تصرف ہے' کیونکہ رات اور دن کے تعاقب اور آنے جانے سے مدتیں پوری ہوتی ہیں اور عمریں تمام ہوتی ہیں اور کوئی شخص اپنے آپ کو ان کی زد سے بچا نہیں سکتا' سورج کی حدت اور تیز روشنی کی زد سے انسان خود کو بچا سکتا ہے کہ وہ ایسے حجاب میں چلا جائے جہاں سے سورج نظر نہ آئے' اسی طرح اگر کسی انسان کو چاند کی روشنی اچھی نہ لگے تو وہ کسی اوٹ میں رہ کر چاند سے چھپ سکتا ہے لیکن دن اور رات کی گردش کی زد سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔

دن کا فائدہ یہ ہے کہ دن میں جب خوب روشنی پھیل جاتی ہے تو انسان اور حیوان سب اپنے معاش اور روزی کے حصول کے لیے نکلتے ہیں اور جدوجہد کرتے ہیں اور رات کا فائدہ یہ ہے کہ دن میں کی ہوئی جدوجہد سے اعصاب تھک جاتے ہیں تو رات کی نیند اس تھکاوٹ کو اتارتی ہے۔

Marfat.com

الشمس: ۵ میں فرمایا: اور آسمان کی قسم! اور جس نے اس کو بنایاO

''وما بناها'' میں ''ما'' سے مراد ''من'' ہونے کی توجیہ

زجاج نے کہا: اس آیت میں لفظ ''ما'' ''الذی'' کے معنی میں ہے' ہر چند کہ ''ما'' کی وضع غیر ذوی العقول کے لیے ہے لیکن کبھی اس کا مجازاً استعمال ذوی العقول کے لیے بھی ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''ما'' ''من'' کے معنی میں ہے اور دونوں تاویلوں کے اعتبار سے یہ قسم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے' پہلی تاویل کے اعتبار سے معنی اس طرح ہے: سورج' چاند' دن' رات اور آسمان بنانے والے کی قسم! اور دوسری تاویل کے اعتبار سے معنی اس طرح ہے: اور آسمان کی قسم! اور جس نے اس کو بنایا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۶۴)

اس آیت میں لفظ ''ما'' ''من'' کے معنی میں ہے' اس کی دوسری مثال اس آیت میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ . (النساء: ۲۲) اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ ''ما'' کو کیوں استعمال فرمایا اور لفظ ''من'' کو کیوں استعمال نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اللہ عزوجل لفظ ''من'' استعمال فرماتا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہوتی یعنی آسمان کی قسم! اور جس ذات نے آسمان کو بنایا اور لفظ ''ما'' سے اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرف اشارہ ہے' یعنی آسمان کی قسم! اور اس عظیم چیز کی قسم جو اس آسمان کو بنانے پر قادر ہے۔

الشمس: ۶ میں فرمایا: اور زمین کی قسم! اور جس نے اس کو پھیلایاO

اس آیت میں ''طحٰها'' کا لفظ ہے' یہ ''الطحو'' سے بنا ہے' اور یہ ''الدحو'' کی مثل ہے' اس کا معنی بھی پھیلانا ہے' جیسے اس آیت میں فرمایا:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (النزعت: ۳۰) اور آسمان کو بنانے کے بعد زمین کو پھیلایاO

یعنی زمین کا مادہ پہلے بنایا' پھر آسمانوں کو بنایا اور ان کو ہموار کیا' اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔

الشمس: ۷ میں فرمایا: اور نفس کی قسم! اور جس نے اس کو درست بنایاO

نفس انسان کی قسم سے مراد انسان کامل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے

اس سے پہلے مفرد چیزوں کی قسم کھائی تھی' جیسے سورج' چاند' آسمان اور زمین اور اب اس چیز کی قسم کھائی جو عناصر اربعہ سے مرکب ہے اور وہ نفس انسان ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نفس سے مراد انسان کا جسم ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نفس سے مراد نفسِ ناطقہ یا قوتِ مدبرہ ہو' اگر اس سے مراد انسان کا جسم ہے تو اس کو درست بنانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعضاء کو معتدل اور متوسط بنایا اور ہر عضو کو اس کی مناسب جگہ میں رکھا' مثلاً دماغ جو پورے جسم کا حاکم ہے' اس کو سر میں رکھا' جو جسم میں سب سے اوپر ہے اور دل جس پر حیات کا مدار ہوتا ہے اس کو جسم کے وسط اور سینہ میں رکھا' اور بول و براز کو مثانہ اور بڑی آنت میں رکھا جو پیٹ کے نچلے حصہ میں ہے اور یہ بہت حکیمانہ تدبیر ہے۔

اس آیت میں نفس کو نکرہ ذکر کیا ہے' اس کے دو محمل ہیں: یا تو اس سے نفس کامل مراد ہے یا عام نفس مراد ہے' اگر نفس کامل مراد ہے تو وہ نفس قدسیہ نبویہ ہے' کیونکہ ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے اور وہ فرد واحد ان کثیر کا رئیس ہوتا ہے اور عناصر مرکبہ کے تحت کئی انواع اور اقسام ہیں اور ان کا رئیس حیوان ہے اور حیوان کے تحت کئی انواع ہیں اور ان کا رئیس انسان ہے اور

Marfat.com

انسان کے بہت افراد ہیں اوران کا رئیس نبی ہے اور نبی کے ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد ہیں اوران کے رئیس نبی الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے مفردات اور عناصر کی قسم کھانے کے بعد مقصود کائنات اور خلاصہ موجودات' فخر آدم و بنی آدم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے۔

نفس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے عام نفس مراد ہو اور اس سے مراد نفس انسان ہے' کیونکہ تمام نفوس میں انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اور نفس انسان کے عموم کی مراد ہونے پر یہ آیت قرینہ ہے:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ (التکویر:۱۴)　　اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہے ۝

الشمس:۸ میں فرمایا: پھر اس (نفس) کو اس کے بُرے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا ۝

''الھام'' کا معنی اور انسان کے اچھے اور بُرے کاموں کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس آیت میں ''الھام'' کا لفظ ہے' اس کا اصل معنی ابلاغ اور پہنچانا ہے' اور عرف میں اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو بندے کے دل میں ڈالنا' یعنی اللہ تعالیٰ نے بندے کے دل میں یہ ڈال دیا کہ فلاں فلاں کام بُرا ہے اور اس کے دل میں یہ بھی ڈال دیا کہ ان بُرے کاموں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے اور یہی ''الفجور'' اور ''الطغوی'' کا معنی ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد:۱۰)　　ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئے ۝

پھر فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (الشمس:۱۰-۹)　　جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا ۝ اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا ۝

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر اور شر کے دونوں راستے دکھا دیئے اور اس کو یہ اختیار دیا کہ وہ خیر اور شر میں جس راستے کو پسند کرے اس کو اختیار کرے' پھر وہ جس فعل کو اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے' اس کے برخلاف معتزلہ کا یہ مسلک ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' اور جبریہ کا یہ مسلک ہے کہ انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے وہ مجبور محض ہے' اللہ تعالیٰ جو فعل چاہتا ہے وہ اس میں پیدا کر دیتا ہے' جبریہ کا مسلک اس لیے باطل ہے کہ اگر انسان مجبور محض ہو تو پھر اس کو مکلف کرنا صحیح نہ ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمانا اور میدانِ حشر میں حساب لینا' میزان قائم کرنا اور جنت اور دوزخ اور جزاء اور سزا کا سارا نظام بے معنی اور عبث ہو جائے گا' اور معتزلہ کا مسلک اس لیے باطل ہے کہ انسان کو اپنے افعال کا خالق ماننا' قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصّفّت:۹۶)　　اور اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی ۝

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

اچھے اور بُرے کاموں کا علم غور و فکر کرنے سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے حاصل ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا فجور اور تقویٰ بیان فرما دیا اور اس کی تعلیم دے دی' بعض لوگوں کا یہ زعم ہے کہ تمام نیکیاں

Marfat.com

خلقۃً بدیہی ہیں' وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے کہ اس نے انسان کو اس کے فجور اور اس کے تقویٰ کی تعلیم دے دی ہے اور اس کی عقل میں ایسا نور رکھ دیا ہے جس سے وہ بُری چیز کی بُرائی اور ہر اچھی چیز کی اچھائی کو پہچان لیتا ہے۔

ہمارے (اہل سنت و جماعت) کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ انسان تمام چیزوں کی اچھائی اور بُرائی کو بداہت عقل سے پہچانتا ہے' لیکن عقول ہر چیز کی اچھائی اور بُرائی کو نہیں پہچان سکتیں اور اس کی پہچان انسان کو غور اور فکر کرنے سے ہوتی ہے اور بعض چیزوں کی اچھائی اور بُرائی صرف غور وفکر سے بھی نہیں ہوتی' اس کی معرفت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی تبلیغ سے ہوتی ہے' مثلاً صرف عقل کے غور وفکر سے ہمیں کیسے پتا چل سکتا ہے کہ جب سورج طلوع ہو رہا ہو یا سورج سر پر ہو تو اس وقت نماز پڑھنا حرام ہے یا جب انسان پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو اس وقت تیمّم سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے یا ہم عقل سے کیسے جان سکتے ہیں کہ فجر کی نماز کی دو رکعات ہیں اور ظہر' عصر اور عشاء کی چار رکعات ہیں اور مغرب کی تین رکعات اور اسی طرح نماز پڑھنے میں حسن اور اس کے خلاف نماز پڑھنا قبیح ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم اپنی طبیعت سے لذیذ اور نفع بخش چیزوں کی طرف راغب ہوتے ہو اور تکلیف دہ اور درد انگیز چیزوں سے متنفر ہوتے ہو' اس طرح تم حسین اور خوب صورت چیزوں کو پسند کرتے ہو اور قبیح اور بدصورت چیزوں کو ناپسند کرتے ہو' یہ عقل سے ہی ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہو' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے حسن اور قبح کو جاننے کے یے عقل میں صلاحیت اور تمیز رکھ دی ہے' لہٰذا ''فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝'' (الشمس: ۸) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل میں ایسی قوت رکھ دی ہے' جو بُری چیز کو اچھی چیز سے ممتاز کرتی ہے اور خبیث چیزوں کو طیب چیزوں سے اور گناہوں کی بُرائی کو اور عبادات کے حُسن کو بیان کرتی ہے اور اس کی معرفت غور وفکر سے ہوتی ہے یا رسولوں کی تعلیم اور تبلیغ سے اور اسی بناء پر انسان کو مکلف کیا جاتا ہے۔

نیک کاموں کا الہام ان ہی لوگوں کو کیا جاتا ہے جو نیکی کی جدوجہد کرتے ہیں

اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گناہوں سے بچنے اور نیک کاموں کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تقویٰ کا الہام کر دیتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت: ۶۹)

جو لوگ ہمارے راستہ پر چلنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں پر چلا دیتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے نیکی کی کوشش کرنے والوں سے ہدایت پر پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے' نیز ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ (البقرہ: ۱۸۶)

جب آپ سے میرے بندے میرا پوچھیں تو (آپ کہیں:) میں قریب ہوں' میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں وہ جب دعا کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرنے کی اس شرط کو بیان فرمایا:

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ (البقرہ: ۱۸۶)

پس یہ بھی تو میرے حکم پر عمل کیا کریں۔

نیز فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ (البقرہ: ۴۰)

تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو' میں تم سے کیا ہوا عہد پورا

Marfat.com

کروں گا۔

اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ. بے شک میں تمہاری معاونت کے لیے ساتھ ہوں بہ شرطیکہ تم نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ (المائدہ:۱۲)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو ذات تقویٰ کا الہام کرتی ہے' وہی اپنے عہد کو پورا کرتی ہے' پس جب بندہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لیے کھڑا ہو تو اللہ عزوجل اس کو عبادات کے طریقے اور گناہوں سے بچنے کے راستے القاء اور الہام کر دیتا ہے اور اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

الہام سے مراد اچھے اور بُرے کاموں کا لزوم ہے

اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ انسان کے لیے تقویٰ اور فجور کو لازم کر دیتا ہے' پس اس کو تقویٰ کا ثواب ہوگا اور فجور کے ارتکاب سے عذاب ہوگا اور کسی شخص کی دوسرے شخص کے فجور سے گرفت نہیں کی جائے گی' اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب مجرد تقویٰ کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد تمام نیکیاں ہوتی ہیں اور جب تقویٰ کے ساتھ بر اور عطاء کے لفظ کا بھی ذکر کیا جائے تو پھر تقویٰ سے مراد ہوتا ہے: تمام حرام کاموں سے بچنا' جیسا کہ ان آیات میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ اور جس نے اللہ کی راہ میں دیا ۝ اور گناہ کرنے سے ڈرا اور نیک باتوں کی تصدیق کی ۝ (اللیل:۶۔۵)

ان آیات کا معنی یہ ہے کہ اس نے ان تمام نیک کاموں کو کیا جن کی دنیا اور آخرت میں تحسین کی جاتی ہے اور ان تمام کاموں سے بچا' جن کی دنیا اور آخرت میں مذمت کی جاتی ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۶۵۔۴۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

نیکی اور بدی کے الہام کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مؤمن متقی کے دل میں اس کا تقویٰ ڈال دیا اور فاجر کے دل میں اس کا فجور ڈال دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝'' (الشمس:۸) تو آپ نے یہ دعا کی:

اللهم ات نفسی تقواها و زکها انت خیر من زکّاها انت ولیّها و مولاها. اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کر دے' تو سب سے عمدہ پاک کرنے والا ہے' تو اس کا ولی اور اس کا مولا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۷۲۲' السنۃ رقم الحدیث:۳۱۹)

ابوالاسود الدولی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج کل جو لوگ عمل کر رہے ہیں اور اس میں مشقت اٹھا رہے ہیں' کیا یہ وہ اعمال ہیں جو ان کے لیے مقدر ہو چکے ہیں اور ان کا فیصلہ ہو چکا ہے یا یہ از سر نو یہ کام کر رہے ہیں جس طرح ان کے نبی نے فرمایا ہے اور اس کی نبوت ان کے نزدیک دلیل سے ثابت ہو چکی ہے' میں نے کہا: نہیں! یہ وہ اعمال ہیں جو ان کے لیے مقدر ہو چکے ہیں اور ان کا فیصلہ ہو چکا ہے' حضرت عمران نے کہا: تو پھر کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ ابوالاسود نے کہا: پھر میں بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا' میں نے کہا: ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی مملوک ہے اور اس کے زیر تصرف ہے' وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں اور لوگوں سے ان کے ہر فعل کے متعلق سوال کیا جائے گا' پھر حضرت عمران نے

Marfat.com

مجھ سے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، میں نے تم سے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ میں تمہاری عقل کو آزماؤں۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۵۰، مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۸، السنۃ رقم الحدیث: ۱۷۴)

الشمس: ۱۰۔۹ میں فرمایا: جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیاO اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیاO

''تزکیۃ'' اور ''تدسیۃ'' کا معنی اور ''تدسیۃ'' کے محامل

زکوۃ کا اصل معنی ہے: نمو اور زیادتی، جب کھیت لہلہانے لگتا ہے تو کہتے ہیں: ''زکا الزرع'' اور زکوۃ کا معنی ہے: تطہیر اور پاک کرنا، سو جو شخص گناہوں سے مجتنب رہا اور اس نے نیک کام کر کے اپنے صغائر معاف کرا لیے اور توبہ کر کے اپنے کبائر معاف کرا لیے، اس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کا تزکیہ کر لیا۔

دوسری آیت میں ''دسّاھا'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کو دوسری چیز میں چھپانا، کسی چیز کو زمین میں دفن کر دینا، چھپانا، گم نام کر دینا اور اس آیت میں اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) جب لوگوں میں تنگی یا ضرورت ہو تو نیک لوگ اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ فقراء ان کی طرف رجوع کریں اور بخیل خود کو چھپاتے ہیں تاکہ کوئی ضرورت مند ان سے سوال نہ کر سکے، گویا جس نے حق داروں کو ان کا حق نہیں پہنچایا، اس نے اپنے آپ کو گناہوں سے آلودہ کر لیا۔

(۲) جو شخص فاسق اور بدکار تھا، اس نے اپنے آپ کو صالحین میں شامل کر لیا تاکہ لوگ اس کو بھی نیک اور صالح سمجھیں۔

(۳) جس شخص نے اپنے آپ کو بدکاریوں اور فسق و فجور میں چھپا لیا اور معصیت میں دفن کر لیا یا جس نے اپنے آپ کو گناہوں میں غرق کر لیا اور سرکشی کے سمندر میں ڈوب گیا۔

(۴) جو شخص دائماً گناہ کرتا رہا اور گناہ گاروں کی مجلس میں شریک رہا اور ان کا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا رہا۔

(۵) جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے اعراض کرتا رہا اور گناہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بھولا بسرا اور گم نام ہو گیا۔

جبر کی تقویت میں امام رازی کے دلائل

امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے جبریہ کی تائید میں لکھا ہے:

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے گم راہ کر دیا اور اس کو فسق و فجور میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا، اس کا نفس ناکام ہو گیا اور گم نام ہو گیا (امام رازی نے اللہ تعالیٰ کے لیے اضلال، اغواء اور افجار کے الفاظ لکھے ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف ان الفاظ کی نسبت کرنے سے سخت اذیت اور تکلیف پہنچی ہے کیونکہ اغواء کی نسبت تو ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی طرف کی تھی، جب اس نے کہا: ''قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ'' (الاعراف: ۱۶) چونکہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امام رازی کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے، وہ معتزلہ کا رد کرتے کرتے کہاں پہنچ گئے)۔

پھر امام رازی لکھتے ہیں: الواحدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ گویا اللہ سبحانہ نے اپنی سب سے افضل مخلوق کی قسم کھا کر یہ فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، وہ آخرت میں کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو رسوا کر لیا اس نے نقصان اٹھایا تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ انسان ہی اپنے نفس کی تطہیر کا خالق ہے اور وہی اپنے نفس کو گناہوں سے ہلاک کرتا ہے اور اس سے پہلے کوئی تقدیر نہیں ہے اور نہ کوئی قضاء ہے، یعنی اس سے پہلے اللہ کو کسی چیز کا علم تھا اور نہ اس نے اس کے موافق کسی حکم کو نافذ کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۷۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

Marfat.com

ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسان کو جب اختیار دیا جائے گا تو وہ اپنے اختیار سے نیک کام کرے گا یا گناہ کرے گا' پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں وہی کام پیدا کر دیتا ہے اور شقی یا سعید ہونے کے متعلق اپنے حکم کو نافذ کر دیتا ہے اور یہی قضا و قدر ہے' اس کا علم سابق قدر اور تقدیر ہے اور اس کے مطابق حکم کو نافذ کرنا قضاء ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ایک شخص کی مدتِ حیات بیس سال ہے' یہ تقدیر ہے اور بیس سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ اس کی موت کا حکم نافذ فرما دیتا ہے' یہ اس کی قضاء ہے۔

امام رازی نے یہ کہا ہے کہ انسان کے اختیار کا کوئی خالق ہے یا نہیں' اگر اس کا کوئی خالق نہیں ہے تو پھر یہ دہریوں کا نظریہ ہے اور اگر اس اختیار کا خالق انسان ہے تو یہ اس لیے باطل ہے کہ خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو' ممکن اور حادث کسی چیز کا خالق نہیں ہو سکتا اور اگر انسان کے اختیار کا خالق اللہ ہے تو پھر ہمارا مقصود ثابت ہو گیا کہ انسان کو نیک یا بد اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور یہی جبر ہے۔ صاحب عقل اپنا تجربہ کر کے دیکھ لے' کیونکہ انسان بعض اوقات کسی چیز سے بالکل غافل ہوتا ہے' پھر اچانک اس کے دل میں کسی کام کی صورت آتی ہے' پھر اس کام کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے' پھر اس کام کے حصول کے لیے اس کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں آتے ہیں اور پھر انسان اس فعل کو حاصل کر لیتا ہے' پس انسان کا کسی بھی فعل کو کرنا خواہ وہ نیک ہو یا بد' اس تحریک اور شوق کے بعد ہوتا ہے' جو اس کے دل میں اچانک پیدا ہوتی ہے اور اس تحریک اور شوق میں اس کا کوئی اختیار اور دخل نہیں ہوتا اور یہی جبر ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۷۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کے دلائل کے جوابات عقلی دلائل سے

جبر کی تائید میں امام رازی کی یہ دلیل بہت قوی ہے' میں آج صبح نمازِ فجر کے بعد اس پر غور کرتا رہا' پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کیا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اختیار کی دو قسمیں ہیں: ایک تو مطلق اور کلی اختیار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا فرمایا بلاشبہ اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' لیکن اس سے جبر لازم نہیں آتا اور ایک کسی مخصوص اور جزی کام کو کرنے کا اختیار ہے' مثلاً آج ظہر کی نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا' اس اختیار کو انسان صادر کرتا ہے اور اس سے انسان کا خالق ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عقل سے غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور اس کے بعد نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے میں سے کسی ایک جانب کو اختیار کرتا ہے اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عقل کا ثمرہ ہے' اس لیے اس اختیار کے صدور سے انسان کا خالق ہونا لازم نہیں آتا۔

امام رازی نے فرمایا ہے: انسان بالکل غافل ہوتا ہے' پھر اچانک اس کے دل میں کسی اچھے یا بُرے کام کی صورت آتی ہے اور اس صورت کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے حصول کے لیے انسان کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں آتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس صورت کو حاصل کر لیتا ہے اور یہی جبر ہے۔ امام رازی نے جبر کی اس تقریر میں ایک اہم مقدمہ کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ جب انسان کو مثلاً کسی گناہ کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے تو فوراً ہی اس گناہ کے حصول کے لیے اس کے اعضاء اور اعصاب حرکت میں نہیں آتے بلکہ اس سے پہلے ایک مرتبہ عقل کے غور اور فکر کا ہے' انسان اس بُرائی کی دنیاوی خرابی اور اُخروی عذاب پر غور کرتا ہے اور اس کی عقل اس کو گناہ کے ارتکاب سے روکتی ہے' اگر انسان اپنی عقل سلیم کے منع کرنے اور ضمیر کی ملامت سے باز آ جاتا ہے تو یہ اس کا تقویٰ ہے اور اگر وہ اپنی عقل اور ضمیر کی آواز کو نہیں مانتا اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکا دیتا ہے تو یہ اس کا ''الفجور'' ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُرائی سے روکنے کے لیے عقل دی تھی' اس لیے عقل کے روکنے کے باوجود اس کا معصیت اور گناہ کا ارتکاب کر لینا' کسی طرح بھی جبر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس تہمت سے

Marfat.com

پاک ہے کہ وہ انسان کو گناہ پر مجبور بھی کرے پھر اس گناہ پر اس کو سزا بھی دے۔

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے پہلے اس کی عقل اس کو اس گناہ سے روکتی ہے' اس کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے حسب ذیل دلائل ہیں:

امام رازی کے دلائل کے جوابات' قرآن مجید کی آیات سے

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ○ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ (البلد: ۱۱۔۸)

کیا ہم نے انسان کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ○ اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دو راستے دکھا دیئے ○ پھر وہ (گناہ کو ترک کرنے اور نیکی کرنے کی) دشوار گھاٹی پر نہیں چڑھا ○

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ○ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۭ○ (القیامہ: ۱۵۔۱۴)

بلکہ ہر انسان کو اپنے نفس پر بصیرت ہے ○ خواہ اپنے کتنے ہی عذر پیش کرے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جب متقی لوگوں کو شیطان گناہ کی صورت دکھاتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں' پھر یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

یعنی وہ گناہ کی صورت کی ترغیب پر فوراً اس کے حصول کے درپے نہیں ہوتے بلکہ اس گناہ کے عواقب اور نتائج پر غور کرتے ہیں' پھر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ گناہ کا ارادہ نہیں کرتے۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (الاعراف: ۲۰۰)

(اے مخاطب!) جب شیطان تم کو کوئی وسوسہ ڈالے (تمہارے دل میں گناہ کی صورت القاء کر کے اس کی طرف مائل اور راغب کرے) تو تم اللہ کی پناہ طلب کرو (''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو) بے شک وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ○

اس آیت میں بھی یہی تعلیم دی ہے کہ جب تمہارے دل میں گناہ کرنے کا شوق پیدا ہو اور اس کی تحریک ہو تو فوراً اس کے حصول کے درپے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے کام لو' غور و فکر کرو اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسہ اور گناہ کی صورت کو دل سے نکالنے کے لیے ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم'' پڑھو' اس طرح گناہ کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹے گی اور تم گناہ سے باز آ جاؤ گے۔

امام رازی کے دلائل کے جوابات احادیث سے

احادیث سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں جیسے ہی گناہ کی صورت آتی ہے اور اس کا شوق اور اس کی تحریک ہوتی ہے تو وہ فوراً اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ غور و فکر کر کے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے یا اس کو ترک کر دیتا ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی مرتبہ ہمارے دل میں برے وسوسے آتے ہیں اور ہم ان پر عمل نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرما لیا ہے بہ شرطیکہ وہ اس وسوسہ کے موافق عمل نہ کریں یا کلام نہ کریں۔

Marfat.com

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۲۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲۔ ۱۲۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۰۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۳، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۴۴۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۴۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۳)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

انسان کے دل میں اچانک جن کاموں کی صورتیں آتی ہیں، اگر وہ رذائل اور معاصی کی طرف راغب کریں تو وہ وسوسہ ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی طرف راغب کریں تو وہ الہام ہے۔

واضح رہے کہ ایک وسوسہ غیر اختیاری ہوتا ہے اور دوسرا اختیاری ہوتا ہے، غیر اختیاری وہ ہے جو انسان کے دل میں ابتداءً اور اچانک آئے اور انسان اس کے دفع کرنے پر قادر نہ ہو، اس قسم کا وسوسہ تمام امتوں سے معاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ (البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور وسوسہ اختیاری وہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی ناجائز کام کی صورت آئے اور وہ اس کو اپنے دل میں جمالے اور اس کے موافق عمل کرنے کی کوشش کرے اور اس کام کے تصور سے لذت حاصل کرے، جیسے انسان کے دل میں کسی اجنبی عورت کے ساتھ ناجائز خواہش کی صورت آئے اور وہ اس کو دل میں جمالے اور اس کام کو کرنے کا منصوبہ بنائے، اسی طرح اور گناہوں کی صورتیں ہیں، تو جب تک وہ اس گناہ کو کرنے کا عزم نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے تو یہ وسوسہ خصوصاً اس امت کے لیے معاف ہے، علامہ نواوی نے کہا: جب کوئی انسان اپنے دل میں گناہ کا عزم کرے اور اس کو کرنے کا پکا ارادہ کرے تو وہ اپنے اعتقاد میں اور عزم میں گناہ گار ہوگا، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: جب میرا بندہ گناہ کا ھم (غیر پختہ ارادہ) کرے تو اس کے گناہ کو نہ لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۸)

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۱ ص ۲۰۰۔ ۱۹۹، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث اور اس کی شرح سے واضح ہو گیا کہ انسان وسوسہ آتے ہی فوراً گناہ نہیں کرتا بلکہ کبھی اس پر عمل کرتا ہے اور کبھی اس پر عمل نہیں کرتا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: نیکی عمدہ خُلق ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تم اس کو ناپسند کرو کہ لوگ اس کام پر مطلع ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۹)

دل میں کھٹکنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس کام کے متعلق متردد ہو اور اس کام کے درست ہونے کے متعلق اس کو شرح صدر نہ ہو اور اس کے دل میں شک ہو اور اس کو یہ خوف ہو کہ یہ کام گناہ ہوگا۔ اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ دل میں کسی بُرے کام کی صورت آتے ہی انسان فوراً اس پر عمل نہیں کرتا، بلکہ اس پر غور و فکر کرتا ہے، اگر اس پر منکشف ہو جائے کہ یہ کام گناہ ہے اور اس پر خوفِ خدا کا غلبہ ہو تو وہ اس کام کو ترک کر دیتا ہے اور اگر وہ شہوت میں ڈوبا ہوا ہو تو وہ اس گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے اور یہی اس آیت کا معنی ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ۙ (الشمس: ۸) پس انسان کے نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا ۝

الحمد للہ! ہماری اس تقریر سے وہ دلیل ساقط ہو گئی، جس سے امام رازی نے یہ ثابت کیا تھا کہ انسان اپنے افعال اختیاریہ

Marfat.com

میں مجبور ہے اور اس کا معاذ اللہ یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود انسان کو گناہ پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی اس کو سزا دیتا ہے' سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ اس ظلم سے پاک اور مبرا اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (اپنے رسول کو) جھٹلایا O جب (اس قوم کا) سب سے بدبخت اٹھا O سو اللہ کے رسول نے ان سے کہا: اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو O انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں' تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا O اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے O (الشمس: ۱۵۔۱۱)

قومِ ثمود کی سرکشی اور اس کا عذاب

اس آیت میں ''طغویٰ'' کا لفظ ہے' ''طغویٰ'' کا معنی ہے: معصیت میں حد سے تجاوز کرنا' یعنی انہوں نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اپنے رسول کی سرکشی کی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''طغویٰ'' سے مراد ہے: ان کا عذاب یعنی ان کو جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا' انہوں نے اس عذاب کی تکذیب کی' درج ذیل آیتوں میں عذاب پر طغیان کا اطلاق فرمایا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ○ فَاَمَّا ثَمُودُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ○ (الحاقہ: ۵۔۴)

ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی کو جھٹلایا تھا O رہے ثمود تو وہ بہت خوف ناک آواز (طاغیہ) سے ہلاک کر دیئے گئے O

الشمس: ۱۲ میں فرمایا: جب (اس قوم کا) سب سے بدبخت اٹھا O

اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں' اس واقعہ کی پوری تفصیل الاعراف: ۷۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں اونٹنی کا ذکر فرما رہے تھے اور اس کا ذکر فرما رہے تھے جس نے اس کو ذبح کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا'' (الشمس: ۱۲) آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کے لیے ایک آدمی اٹھا' اس کا نام عزیز عارم تھا' وہ اپنے قبیلہ کا بڑا تھا جیسے ابو زمعہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۵۵)

الشمس: ۱۴۔۱۳ میں فرمایا: سو اللہ کے رسول نے ان سے کہا: اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو O انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔ الایۃ

اللہ کے رسول سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں' ان کے ارشاد کا معنی یہ تھا کہ اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے ڈرو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو' جیسے اس آیت میں فرمایا ہے:

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الاعراف: ۷۳)

یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے بہ طور نشانی ہے' اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے' اس کو نقصان پہنچانے کے لیے مت چھوؤ ورنہ تم کو دردناک عذاب پکڑ لے گا O

اس کا قصہ سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے' قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی نبوت کا معجزہ پیش کرنے کے لیے چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھائیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے چٹان سے اونٹنی نکال دی اور ایک دن قوم کے لیے مقرر کیا کہ وہ اس دن کنویں سے پانی پئیں اور ایک دن اونٹنی کے لیے مقرر کیا' یہ بات ان کو ناگوار گزری' پھر انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' اس اونٹنی کے ٹخنوں کے اوپر جو پٹھے تھے ان کو تلوار کے وار سے کاٹ ڈالا' اس اونٹنی

Marfat.com

کی کونچوں کو قدار بن سالف نے کاٹا تھا لیکن اس آیت میں ان کی پوری قوم کی طرف اس فعل کی اضافت کی ہے کیونکہ پوری قوم اس کے فعل پر راضی تھی' انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے اس قول کی تکذیب کی تھی کہ اگر تم نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو تم پر عذاب آئے گا۔قتادہ نے کہا ہے کہ قدار اس وقت تک اونٹنی کی کونچیں کاٹنے پر راضی نہیں ہوا' جب تک کہ اس قوم کے تمام مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے اس کے تابع نہیں ہوئے۔

اس کے بعد فرمایا: تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا O

ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا کفر کیا' حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔اس آیت میں ''دمدم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس نے تباہ کر دیا اور اس نے ہلاک کر دیا' ''دمدم'' کا حقیقی معنی ہے: عذاب کو دگنا اور چوگنا کرنا اور اس کو بار بار لوٹانا' اور کسی چیز کو دوسری چیز پر منطبق کرنا یعنی عذاب کو ان پر منطبق کر دیا' اور اس کا معنی ہے: کسی بستی کو ہلاک کر کے اس کو جڑ سے اکھاڑ دینا۔

اور فرمایا: اس کو ہموار کر دیا' یعنی ان کو پیوند زمین کر کے زمین کو ان پر ہموار کر دیا' ان پر ایک خوف ناک چنگھاڑ آئی تھی' جس سے ان کے چھوٹے اور بڑے سب ہلاک ہو گئے' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ نزولِ عذاب میں اس پوری امت کو برابر رکھا' چھوٹوں اور بڑوں' مردوں اور عورتوں' امیروں اور غریبوں سب پر عذاب آیا۔

الشمس: ۱۵ میں فرمایا: اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے O

اس آیت کے دو اور محمل ہیں:

(۱) اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو اپنی قوم کے ہلاک ہونے کا کوئی خوف نہیں تھا اور نہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ اس قوم پر عذاب آنے سے ان کو کوئی نقصان پہنچے گا' کیونکہ وہ اپنی قوم کو پہلے ہی عذاب سے ڈرا چکے تھے اور عذاب کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دے دی تھی۔

(۲) جب قوم کا سب سے بدبخت قدار بن سالف اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لیے اٹھا اور اس کو اپنے انجام کا کوئی خوف نہیں تھا۔

یہ دونوں معنی بھی تقدیم' تاخیر سے ہو سکتے ہیں لیکن مربوط معنی پہلا ہے کہ اللہ نے قومِ ثمود سے انتقام لیا اور اس کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

سورۃ الشمس کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج پندرہ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات بہ وقت سحر سورۃ الشمس کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے میرے رب! آپ نے اپنے فضل اور احسان سے یہاں تک تفسیر مکمل کرا دی ہے' اپنے کرم سے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' میرے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیں اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھیں' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب' میرے تلامذہ' میرے قارئین اور اس کتاب کے معاونین کی اور میرے مخلص اور محب معاونین کی خصوصاً شیخ نجیب الدین صاحب کی مغفرت فرمائیں اور مجھے اور ان سب کو دنیا اور آخرت میں سرخ رو رکھیں' عزت کے ساتھ زندہ رکھیں اور عزت کی موت عطا فرمائیں اور اس کتاب کو قیامت تک فیض آفریں اور مقبول رکھیں۔

امین یا رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علٰی حبیبہ سیدنا ومولانا وملجانا وشفیعنا محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ اللیل

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام اللیل ہے' کیونکہ اس سورت کی ابتداء میں ''اللیل'' کا ذکر ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ (اللیل:۱) — اور رات کی قسم! جب وہ (دن کو) چھپالے O

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورت ''وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ'' (اللیل:۱) مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں ''واللیل اذا یغشی'' سورت پڑھا کرتے تھے۔ (الدرالمنثور ج ۸ ص ۴۸۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ الشمس میں وہ کام بتائے گئے تھے' جن سے اخروی فلاح حاصل ہوتی ہے اور وہ کام بتائے تھے' جن سے اخروی نقصان ہوتا ہے' پس فرمایا:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۙ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ؕ (الشمس:۱۰۔۹)

بے شک جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا O

اور سورۃ اللیل میں فرمایا:

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۙ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ۙ وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ؕ (اللیل:۱۰۔۶)

پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا O اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا O پس عنقریب ہم اس کو آسانی مہیا کریں گے O اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا O اور نیک باتوں کی تکذیب کی O پس عنقریب ہم اس کو دشواری مہیا کر دیں گے O

اور چونکہ یہ سورت بخیل کی مذمت میں نازل ہوئی ہے' اس لیے اس کی ابتداء میں ''اللیل'' (رات) کا ذکر مناسب تھا' جو ظلمت پر دلالت کرتا ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۲ ہے۔

Marfat.com

سورۃ الّیل کے مشمولات

☆ الّیل: ۴۔۱ میں رات اور دن کی اور مذکر اور مؤنث کے خالق کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے: لوگوں کے اعمال مختلف ہیں' بعض نیکوکار ہیں اور بعض بدکار ہیں اور بعض مؤمن ہیں اور بعض کافر ہیں۔

☆ الّیل: ۱۰۔۵ میں بتایا ہے کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں' اور ہر گروہ کا طریق کار مختلف ہے اور ہر گروہ کی اخروی جزا بھی مختلف ہے' مؤمنین اور نیک عمل کرنے والوں کی جزاء جنت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی' آخرت کی اور جزاء اور سزا کی تصدیق کی اور کافروں کی اور بدکاروں کی سزا دوزخ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے تھے اور اپنے رب عزوجل سے بے پرواہی کرتے تھے اور انہوں نے وعد اور وعید کی تکذیب کی تھی۔

☆ الّیل: ۱۳۔۱۱ میں بتایا ہے کہ آخرت میں مال کام نہیں آئے گا اور اللہ ہی ہدایت کا منشور بنانے والا ہے اور وہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔

☆ الّیل: ۱۶۔۱۴ میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب ہر اس شخص کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تکذیب کرے گا۔

☆ الّیل: ۲۱۔۱۷ میں بتایا: جس شخص نے اپنا مال کسی کا بدلہ اتارنے کے لیے نہیں خرچ کیا بلکہ محض اخلاص سے اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا' وہ عنقریب دوزخ سے دور رکھا جائے گا اور اس آیت کا مصداق صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی امداد اور اسی کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے اب میں سورۃ الّیل کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اس کام میں حق اور صواب پر قائم رکھنا اور باطل اور ناصواب سے بچائے رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۵ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ اللیل — رکوعہا ۱ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ۲۱

سورۃ اللیل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اکیس آیات اور ایک رکوع ہے

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ

اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے O اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو O اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور

الْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَ

مادہ کو پیدا کیا O بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے O پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا O

صَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾

اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا O پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے O اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا O

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ

اور نیک باتوں کی تکذیب کی O پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے O اور جب وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا

إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾

مال اس کے کسی کام نہ آئے گا O بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر ہے O بے شک آخرت اور دنیا کے ہم ہی مالک ہیں O

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي

پس میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں O اس میں صرف بڑا بد بخت ہی جھونکا جائے گا O جس نے حق کی تکذیب

كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ

کی اور اس سے پیٹھ پھیری O اور عنقریب اس دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا O جو اپنا مال اپنے باطن کو

يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ

پاک کرنے کے لیے دیتا ہے O اور اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے O مگر اس کا مال

وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾ ع ۱ ۲۱ ۱۷

دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے O اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا O

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے O اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو O اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے O بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے O (اللیل:۴۔۱)

رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلائل

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن اور اپنی تخلیق کی قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ ہر انسان کی دنیا میں کوشش دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اس وجہ سے ہر انسان کا انجام بھی دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

اللیل:۱ میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم کھائی' جس میں ہر جاندار اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر آرام کرتا ہے اور اپنی تھکاوٹ اتارتا ہے' پھر نیند اس کو ڈھانپ لیتی ہے' جس سے اس کے بدن کو راحت پہنچتی ہے اور اللیل:۲ میں اللہ تعالیٰ نے دن کی قسم کھائی کیونکہ جب دن نکلتا ہے تو اس کی روشنی سے ہر وہ چیز منکشف ہو جاتی ہے جس کو رات کے اندھیرے نے چھپا لیا تھا' اور اس وقت تمام لوگ اپنے معاش اور روزی کو حاصل کرنے کے لیے حرکت میں آتے ہیں' پرندے اپنے اپنے گھونسلوں سے نکل آتے ہیں اور حشرات الارض اپنے اپنے بلوں سے نکل آتے ہیں' اگر رات ہی مستقل طور پر رہتی تو لوگوں کے لیے معاش کا حصول مشکل ہو جاتا' اور اگر دن ہی مستقل طور پر رہتا تو لوگ راحت اور آرام حاصل نہ کر سکتے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور اس کی رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا سلسلہ لگاتار جاری رکھا جائے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً . (الفرقان:۶۲)

وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے روانہ کر دیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (القصص:۷۲۔۷۱)

آپ کہیے: تم یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک کے لیے رات کو مسلط کر دیتا تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لیے دن کی روشنی لاتا' کیا تم نہیں سنتے O آپ کہیے: تم یہ (بھی) بتاؤ کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک کے لیے دن کو مسلط کر دیتا تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لاتا' جس میں تم راحت حاصل کرتے' کیا تم دیکھتے نہیں ہو O

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور رات کی قسم جب وہ چھپائے' اس کا مفعول نہیں ذکر کیا کہ وہ کس کو چھپائے' بعض نے کہا: اس سے مراد ہے: وہ سورج کو چھپائے اور بعض نے کہا: اس سے مراد ہے: وہ دن کو چھپائے اور بعض نے کہا: وہ اپنی ظلمت سے ہر چیز کو چھپالے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں:

رات اور دن جس کا مخلوق پر بار بار آنا جانا ہوتا ہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی توحید پر دو عظیم نشانیاں بنایا ہے' ان کو ہر شخص مانتا ہے' خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر' کسی مذہب کا ماننے والا ہو یا دہریہ ہو۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۶۹)

ان کی اللہ کی الوہیت اور توحید پر اس طرح دلالت ہے کہ رات اور دن کے آنے جانے کا سلسلہ ہمیشہ سے اسی طرح جاری ہے' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رات نہ آئے یا کبھی دن نہ آئے' اور ہمیشہ گرمیوں میں دن بڑے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور سردیوں میں راتیں بڑی ہوتی ہیں اور دن چھوٹے ہوتے ہیں' عموماً گرمیوں میں چودہ گھنٹے کا دن اور دس گھنٹے کی

Marfat.com

رات ہوتی ہے اور سردیوں میں چودہ گھنٹوں کی رات اور دس گھنٹوں کا دن ہوتا ہے' پھر ایسا نہیں ہوتا کہ چودہ گھنٹوں کی رات کے بعد فوراً دس گھنٹے کا دن ہو جائے بلکہ دن اور رات کا گھٹنا اور بڑھنا بہ تدریج ایک ایک منٹ سے ہوتا رہتا ہے' جس طرح سردی کے بعد گرمی فوراً نہیں آتی بہ تدریج آتی ہے' اسی طرح دن اور رات کا گھٹنا اور بڑھنا بھی تدریجاً ہوتا ہے اور یہ نظام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اگر گرمی کے بعد فوراً سردی آ جاتی تو لوگ برداشت نہ کر سکتے' اس لیے درجہ حرارت درجہ بہ درجہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور رات اور دن اور موسموں کے تغیر کا یہ نظام ہمیشہ سے اسی طرح جاری ہے اور نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا بھی واحد ہے۔

اللیل: ۳ میں فرمایا: اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے O

نر اور مادہ کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی نشانی

اس آیت میں تمام مخلوق کی قسم ہے' کیونکہ کوئی مخلوق نر اور مادہ سے خارج نہیں ہے' اور رہے مخنث تو وہ بھی نر کے ساتھ لاحق ہیں' یہ اور بات ہے کہ ہمارے دور میں یہ لوگ زنانہ وضع کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مخصوص پانی (منی) سے پیدا کیا ہے اور ہمیشہ سے انسان اسی طرح پیدا ہو رہے ہیں' اگر یہاں متعدد خدا ہوتے تو ضرور ان کے پیدا کرنے کے طریقوں میں اختلاف ہوتا اور جب صدیوں سے انسان اس طریق واحد سے پیدا ہو رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کا پیدا کرنے والا بھی واحد ہے۔

اس کی تحقیق کہ حضرت ابن مسعود ''وما خلق الذكر والانثى'' کے بجائے ''والذكر والانثى'' پڑھا کرتے تھے

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

قراءت متواترہ میں یہ آیت اسی طرح ہے: ''وما خلق الذكر والانثى'' اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے: ''والذكر والانثى'' اور اس سے پہلے ''وما خلق'' نہیں پڑھتے تھے' حدیث میں ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم شام میں گئے تو ہمارے پاس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے موافق پڑھتا ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں ہوں' انہوں نے کہا: تم نے حضرت ابن مسعود سے آیت کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح پڑھتے تھے: ''وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝'' حضرت ابوالدرداء نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے' لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اس طرح پڑھوں: ''وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى'' اور میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۲۴)

ابوبکر الانباری نے کہا: اس قسم کی ہر حدیث مردود ہے اور اجماع کے خلاف ہے اور امام حمزۃ اور امام عاصم نے حضرت ابن مسعود سے اس آیت کی ایسی قراءت روایت کی ہے جو اجماع کے موافق ہے اور جو سند اجماع کے موافق ہو' اس کو قبول کرنا اس سند سے اولیٰ ہے جو اجماع کے مخالف ہو' اور جس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے' ہوسکتا ہے وہ بھول گیا ہو یا غافل ہو' اور اگر حضرت ابوالدرداء کی حدیث صحیح ہو اور اس کی سند مقبول اور معروف ہو' تب بھی حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی

Marfat.com

اللہ عنہم اس کی مخالفت کرتے تھے' لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے جو صحابہ کی کثیر جماعت سے ثابت ہو اور اس کو چھوڑ دینا چاہیے جو کسی ایک صحابی کی روایت ہو کیونکہ ایک شخص کو تو نسیان ہو سکتا ہے لیکن پوری جماعت اور پوری ملت کو نسیان نہیں ہو سکتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۷۳۔۷۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ قرأت صرف علقمہ اور حضرت ابو الدرداء سے منقول ہے' اور ان کے علاوہ لوگوں نے ''وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ'' کی تلاوت کی ہے' اور اسی پر سب کا اتفاق ہے' حالانکہ حضرت ابو الدرداء تک سند بہت قوی ہے' اور ہو سکتا ہے کہ ''والذکر والانثی'' کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو' اور یہ نسخ حضرت ابو الدرداء اور علقمہ تک نہ پہنچا ہو' تعجب اس پر ہے کہ حفاظ نے اس حدیث کی حضرت ابو الدرداء سے روایت کی لیکن کسی نے بھی اس کے موافق قرأت نہیں کی اور نہ اہل شام نے' اس سے بھی یہ بات قوی ہو جاتی ہے کہ ''والذکر والانثی'' کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۴۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے کہا ہے کہ اس معاملہ میں اور ایسے دوسرے اُمور میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ پہلے یہ قرأت تھی' پھر منسوخ ہو گئی' اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی' ان کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو الدرداء نے ''والذکر والانثی'' کی قرأت اس وقت کی ہو جب ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نہیں پہنچا تھا' اور اس پر اجماع ہے کہ اس میں سے ہر منسوخ التلاوت آیت کو حذف کر دیا گیا ہے' اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ظاہر ہو گیا تو پھر کسی کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کا موجودہ قرآن مجید کے خلاف پڑھنا اور ان کی توجیہات

میں کہتا ہوں کہ علامہ المازری کے اس مؤخر الذکر جواب سے اور بھی کئی اشکال دور ہو جاتے ہیں' مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے' اسی طرح حافظ سیوطی نے متعدد روایات کے حوالوں سے یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں دو اور سورتیں بھی تھیں' سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد اور ان کو وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت ملانے کے بعد پڑھا جاتا تھا۔

امام محمد بن نصر اور امام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قنوت میں یہ دو سورتیں پڑھتے تھے: ''اللهم اياك نعبد'' اور ''اللهم انا نستعينك''۔

قنوت کے جس حصہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے' اس کو سورۃ الحمد اور جس حصہ میں کفار کے لیے بددعا ہے اس کو سورۃ الخلع کہا جاتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبد الملک بن سوید الکاہلی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قنوتِ فجر میں ان دو سورتوں کی تلاوت کرتے تھے: ''اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونثنى عليك ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللهم اياك نعبد ولك نصلى ونسجد واليك نسعٰى ونحفد ونرجو رحمتك ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار ملحق''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۷۔ رقم الحدیث: ۷۰۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

اسی طرح متعدد روایات میں حضرت ابن عباس' حضرت ابی بن کعب' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وتر میں ان سورتوں کی تلاوت کرنا منقول ہے۔(الدر المنثور ج ۸ ص ۶۳۷۔۶۳۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حالانکہ ہمارے پاس جو قرأت متواترہ سے ثابت قرآن مجید کا نسخہ ہے' اس میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ان میں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان سورتوں کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور جو صحابہ ان کی تلاوت کرتے تھے' ان کو اس کے نسخ کا علم نہیں تھا یا ان کا پڑھنا حضرت عثمان کے مصحف کے معلوم ہونے سے پہلے تھا یا وہ ان سورتوں کو قرآن مجید کی سورت کے لحاظ سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ دعا کے اعتبار سے پڑھتے تھے اور رہا حضرت ابن مسعود کا معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار کرنا تو اوّل تو وہ صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور ثانی یہ کہ وہ بھی حضرت عثمان کے مصحف کے معلوم ہونے سے پہلے تھا اور جب وہ مصحف معلوم اور مشہور ہو گیا تو پھر کسی کا اس سے اختلاف نہ رہا۔

یہ تحقیق مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے ہے' معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار کی حضرت ابن مسعود کی طرف نسبت کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ سورۃ الفلق کی تفسیر میں آئے گی۔

اللیل: ۴ میں فرمایا: بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے○

تمام لوگوں کے اعمال کا برابر نہ ہونا

اس آیت میں جواب قسم مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے رات' دن اور نر اور مادہ کی قسم کھا کر فرمایا: اس کے بندوں کے اعمال مختلف ہیں۔ اس آیت میں "شتّٰی" کا لفظ ہے' یہ "شتیت" کی جمع ہے' جیسے مریض کی جمع "مرضٰی" ہے "شتات" کا معنی تباعد اور افتراق ہے' یعنی تمہارے اعمال ایک دوسرے سے بعید اور مختلف ہیں' بعض لوگوں کے اعمال گم راہی ہیں اور بعض لوگوں کے اعمال ہدایت ہیں' بعض لوگوں کے اعمال ان کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور بعض لوگوں کے اعمال ان کو دوزخ میں جھونک دیتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے اعمال ایک جیسے نہیں ہیں' جیسا کہ ان آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ (الحشر: ۲۰)
دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ○ (السجدہ: ۱۸)
آیا جو شخص مومن ہے وہ فاسق کی مثل ہو سکتا ہے' یہ دونوں برابر نہیں ہیں○

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ: ۲۱)
کیا جو لوگ بدکاری کرتے ہیں ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کو مومنوں اور نیکوکاروں کی مثل کر دیں گے کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے' یہ لوگ کیسا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جس نے (اللہ کی راہ میں دیا) اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا○ پس ہم عنقریب اس کو آسانی مہیا کریں گے○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری مہیا کریں گے○ اور جب وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا○ (اللیل: ۱۱۔۵)

اللیل: ۱۰۔۵ کا خلاصہ

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے اللہ کے احکام پر عمل کیا اور اس کی نافرمانی اور ناشکری کرنے سے ڈر کر اس سے بچتا

Marfat.com

رہا' یا جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لایا اور شرک اور ناشکری کرنے سے بچتا رہاO اور اس نے اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید یعنی ثواب اور عذاب کی خبر کی تصدیق کیO تو ہم اس کے لیے احکامِ شرعیہ پر عمل کرنا آسان کردیں گے اور اسلام کی حقانیت کے لیے اس کا سینہ کھول دیں گےO اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لایا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ثواب کی خبر سے بے پرواہ رہاO اور اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کی تکذیب کیO تو ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی مخالفت کو اس شخص کے لیے آسان کردیں گےO حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے' آپ ایک تنکے سے زمین کریدنے لگے' پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: عمل کرتے رہو' ہر شخص کے لیے اسی عمل کو آسان کردیا گیا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے' سو جو شخص اہل سعادت سے ہے' اس کے لیے اہل سعادت کے اعمال آسان کردیئے جائیں گے اور جو شخص اہل شقاوت سے ہے' اس کے لیے اہل شقاوت کے اعمال آسان کردیئے جائیں گے' پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت کی: ''فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰىۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰىؕ '' (اللیل: ۷۔۵)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۹۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۶۷۸)

اللہ کی راہ میں دینے کے محامل

اللیل: ۵ میں فرمایا ہے: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہاO

اللہ کی راہ میں دینے سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا' مقروض لوگوں کا قرض ادا کیا' غلاموں کو آزاد کیا' جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت گراں قیمت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کیا' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس نے مال کے حقوق بھی ادا کیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کر کے اپنی جان کے حقوق بھی ادا کیے اور فرمایا: وہ اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا' یعنی ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہا۔

اللیل: ۶ میں فرمایا: اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہاO

''حسنٰی'' کے متعدد مصداق

اس آیت میں ''حسنٰی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حسن اور خوبی' اچھائی' عمدگی' نیکی اور سچائی۔

اس آیت میں نیک باتوں کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) ''حسنٰی'' سے مراد ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' کی تصدیق ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور توحید اور رسالت کی تصدیق کی کیونکہ کفر کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور گناہوں سے بچنے کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۲) ''حسنٰی'' سے مراد بدنی عبادات اور مالی عبادات کے فرائض ہیں یعنی جس شخص نے بدنی اور مالی عبادات کے فرائض کو ادا کیا اور احکام شرعیہ کی تصدیق کی۔

(۳) ''حسنٰی'' سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس مال کا عوض اور بدل عطا فرماتا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

Marfat.com

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ یُخۡلِفُهٗ ۚ (سبا:۳۹) اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اللہ اس کا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں' ان میں سے ایک دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخیل کے مال کو ضائع کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۱۰' السنن الکبریٰ رقم الحدیث:۹۱۷۸)

اس کی تائید اس آیت میں ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ (البقرہ:۲۶۱) جو لوگ اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اُگائے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہتا ہے بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کو اس کے خرچ کیے ہوئے مال سے زیادہ بدل عطا فرمایا تو پھر وہ ''حسنٰی'' ہے۔

(۴) ''حسنٰی'' سے مراد ثواب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''حسنٰی'' ایسا لفظ ہے جو ہر اچھی خصلت کی گنجائش رکھتا ہے۔

اللیل: ۷ میں فرمایا: پس عنقریب ہم اس کو آسانی مہیا کریں گے O

''یسرٰی'' کے مصداق میں متعدد اقوال

اس آیت میں ''یسریٰ'' کا لفظ ہے' اور اس کا معنی ہے: آسانی اور سہولت اور یہاں ''یسریٰ'' کے مصداق میں حسبِ ذیل اقوال ہیں:

(۱) ہم اس کو نیک اعمال کا طریقہ اور اچھے اور عمدہ اوصاف سے متصف ہونا سہولت سے عطا فرمائیں گے۔

(۲) بعض عبادات کو انجام دینے میں بہت مشکل اور دشواری ہوتی ہے' لیکن جب انسان کو یہ یقین ہو کہ یہ عبادات اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی تو اس کے لیے ان مشکل اور کٹھن عبادات کو انجام دینا آسان ہو جاتا ہے۔

(۳) جب انسان کو مال کی ضرورت ہو اور اس کو مالِ حرام آسانی سے مثلاً رشوت سے مل رہا ہو تو اس کے لیے اس مالِ حرام سے دامن کش ہونا بہت مشکل ہوتا ہے' اسی طرح جب اس پر شہوت کا غلبہ ہو اور کوئی عورت اس کو حرام کام پر ترغیب دے رہی ہو تو اس وقت اس حرام کام سے اجتناب کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے' اور جب وہ دشمن سے انتقام لینے کے لیے سخت بے چین ہو اور اس کو موت کے گھاٹ اتارنے کا موقع آسانی سے میسر ہو' اس وقت اپنے غیظ و غضب پر قابو رکھنا بہت کٹھن ہوتا ہے' لیکن جس مسلمان کے دل میں خوفِ خدا اور تقویٰ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ان تمام مشکل کاموں کو آسان فرما دیتا ہے۔

اللیل: ۱۰۔۸ میں فرمایا: اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا O اور نیک باتوں کی تکذیب کی O پس عنقریب ہم اس کو دشواری مہیا کریں گے O

Marfat.com

امام رازی کے جبر پر دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
ہمارے اصحاب نے اس آیت سے جبر کی صحت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم عنقریب اس کو آسانی مہیا کریں گے۔ (اللیل: ۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو نیک اعمال کی توفیق کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس کے لیے اطاعت اور عبادت کو معصیت اور گناہ کے مقابلہ میں راجح کر دیا ہے اور فرمایا: پس عنقریب ہم اس کو دشواری مہیا کریں گے۔ (اللیل: ۱۰) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو معصیت کی رسوائی کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس کے نزدیک معصیت اور گناہ کو اطاعت اور عبادت کے مقابلہ میں راجح کر دیا ہے اور جب تک رجحان بہ منزلہ وجوب نہ ہو تو کوئی فعل صادر نہیں ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ مؤمن کے لیے نیک کام کرنا واجب ہے اور کافر کے لیے گناہ کرنا واجب ہے اور یہی جبر ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں: قفال نے اس دلیل کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے لیے نیک کاموں کی آسانی مہیا کرنے اور کافر کے لیے نیک کاموں کی دشواری مہیا کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے' اس سے مجازاً مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن پر اپنا لطف و کرم فرماتا ہے اور وہ لطف اس کو نیک کاموں کی طرف مائل کرتا ہے اور کافر پر اس کے کفر اور تکبر کی وجہ سے وہ لطف و کرم نہیں فرماتا۔

(۲) مؤمن کے لیے نیک کاموں کی آسانی کرنے اور کافر کے لیے نیک کاموں کو دشوار کرنے کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف اسناد ہے وہ اسناد مجازِ عقلی ہے' جیسے درج ذیل آیت میں بتوں کی طرف گمراہ کرنے کا اسناد مجاز عقلی ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ — اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے۔ (ابراہیم: ۳۶)

(۳) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ واقع میں مؤمنوں کے لیے نیک کام کرنا آسان ہوتا ہے اور کافروں کے لیے مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے لیے نیک کام آسان کرتا ہے اور کافروں کے لیے مشکل بنا دیتا ہے۔

امام رازی ان تینوں جوابوں کا یہ کہہ کر ردّ فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کو مجاز پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے' خصوصاً اس لیے کہ ہم نے دلیل عقلی قطعی سے یہ ثابت کر دیا کہ جب تک کسی فعل کا صدور واجب نہ ہو وہ صادر نہیں ہو سکتا' پس مؤمن کا نیکی کو صادر کرنا اس وقت ہوگا' جب یہ صدور واجب ہو اور جب مؤمن سے نیکیوں کا صدور واجب ہو اور کافر سے ممتنع ہو تو یہی جبر ہے اور ہم نے اس صدور کو واجب اس لیے کہا ہے کہ مثلاً اگر مؤمن سے نیکیوں کا صدور ممکن ہو تو ممکن میں تو وجود اور عدم برابر ہوتے ہیں تو پھر اس کے وجود کے لیے کسی مرجح کی ضرورت ہوگی' پھر ہم اس مرجح میں کلام کریں گے کہ وہ واجب ہے یا ممکن ہے' پھر یا تو یہ سلسلہ چلتا رہے گا تو پھر تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے یا پھر ماننا پڑے گا کہ وہ مرجح واجب ہے اور واجب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی مؤمنوں کے لیے نیک اعمال کے صدور کی آسانی کو واجب کرتا ہے اور کافر کے لیے نیک اعمال کی دشواری کو واجب کرتا ہے اور یہی جبر ہے۔

پھر ہمارے اصحاب نے اس آیت کے ظاہر کو اس لیے مؤکد قرار دیا ہے کہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کا ٹھکانا معلوم ہے کہ اس کا ٹھکانا جنت میں ہے یا دوزخ میں‘ ہم نے کہا: کیا ہم اس پر اعتماد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تم عمل کرتے رہو‘ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق دی جائے گی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٤٩‘ صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٦٤٧‘ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٦٩٤‘ سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢١٣٦)

امام رازی فرماتے ہیں: قفال نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ (الذاریات: ٥٦)

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ○

امام رازی قفال کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جواب میں فرمایا: تم عمل کرتے رہو‘ یعنی ہر ایک کو اسی کام کی توفیق دی جائے گی جو اللہ کے علم میں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ١١ ص ١٨٤‘ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ١٤١٥ھ)

مصنف کی طرف سے امام رازی کے دلائل کے جوابات

قفال نے اللیل: ٧ میں آسانی مہیا کرنے کو اور اللیل: ١٠ میں دشواری مہیا کرنے کو مجاز پر محمول کیا اور کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم مؤمن پر اپنا لطف و کرم کریں گے تو اس کے لیے نیک کام آسان کردیں گے اور کافر پر اپنا لطف نہیں کریں گے تو اس کے لیے نیک کام مشکل ہوں گے‘ امام رازی نے اس جواب کو یہ کہہ کر ردّ کردیا کہ ان آیات کو مجاز پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام رازی کا یہ ردّ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ظاہر آیت پر کوئی اشکال ہو تو اس کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے اور یہاں ظاہر معنی پر یہ اشکال ہے کہ اگر مؤمن کے نیک کام بھی اللہ نے پیدا کیے اور کافر کے بُرے کام بھی اللہ نے پیدا کیے تو پھر مؤمن کی نیک کاموں پر تحسین کیوں کی جاتی ہے اور کافر کی بُرے کاموں پر مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ پھر حساب‘ میزان‘ جنت‘ دوزخ سب باطل ہوجائیں گے اور انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ کے لیے بھیجنا بھی عبث قرار پائے گا‘ اس وجہ سے ان آیات کو مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

امام رازی نے فرمایا ہے کہ دلیل عقلی قطعی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے‘ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال کا خالق ہے لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کے ان ہی افعال کو پیدا فرماتا ہے جن کا وہ ارادہ کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی تحسین اور مذمت کی جاتی ہے اور ان کو جزا اور سزا دی جاتی ہے۔

امام رازی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس سے جبر ثابت نہیں‘ اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف کچھ نہیں ہوتا‘ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو اختیار دے گا تو وہ اپنے اختیار سے نیک کام کریں گے یا گناہ کریں گے اور جو کام وہ اپنے اختیار سے کریں گے‘ اسی کو اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسان کردے گا‘ سو اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم ہے‘ لیکن تم اس کے علم کی وجہ سے عمل کو ترک نہ کرو کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم اپنے اختیار سے کیا کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان ہی کاموں کو آسان فرماچکا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

Marfat.com

اللیل: ۱۱ میں فرمایا: اور جب وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا○

''تردّی'' کا معنی اور اس کا مصداق

اس آیت میں ''تــــردّی'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پہاڑ سے نیچے گرا' یا گڑھے میں گرا اور خود کو ہلاکت کے لیے پیش کیا۔

ہم نے ذکر کیا ہے کہ ''تردّی'' کا معنی ہے: پہاڑ سے گرنا' اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ . (المائدہ: ۳) اور جو جانور اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگھ مارنے سے مرا ہو۔

اور اللیل: ۱۱ میں مراد یہ ہے کہ اس کو تدفین کے وقت قبر میں گرا دیا گیا ہو یا اس کو جہنم کے گڑھے میں جھونک دیا گیا ہو' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ہم نے کافر کے لیے ''العــســریٰ'' کو مہیا کر دیا اور وہ دوزخ ہے تو پھر وہ مال اس کے کسی کام نہ آئے گا' جس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ بخل کرتا تھا اور اس مال کو اپنے وارث کے لیے چھوڑتا تھا اور اپنی آخرت کے لیے اس کو نہیں رکھتا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ . (الانعام: ۹۴) اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آئے ہو' جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انسان اجر آخرت کے لیے جو نیک اعمال آگے بھیجتا ہے وہی اس کو نفع دیتے ہیں مثلاً وہ ایمان لا کر اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اللہ نے اس کے مال میں مسکینوں اور سائلوں کے جو حقوق رکھے ہیں ان کے وہ حقوق ادا کرے' نہ کہ وہ اپنے مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنے ورثاء کے لیے چھوڑ جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سورۃ اللیل کا نزول

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

یہ سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا' پھر ان کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں:

اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے○ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو○ اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا○ بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے○ (اللیل: ۴۔۱) یعنی امیہ بن خلف اور حضرت ابوبکر کی کوشش ضرور مختلف ہے' امیہ اور ابی ایمان لانے والوں کو عذاب دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر ایمان والوں کو عذاب سے نجات دلانے کی کوشش کر رہے ہیں' پھر فرمایا: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے○ یعنی حضرت ابوبکر کو جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا' ان کو ہم جنت عطا فرمائیں گے' پھر فرمایا: اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے○ یعنی امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کو دوزخ میں جھونک دیں گے' یہ تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے منقول ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون ۱۴۲۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر ہے O بے شک آخرت اور دنیا کے ہم ہی مالک ہیں O پس میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں O اس میں صرف بڑا بدبخت ہی جھونکا جائے گا O جس نے حق کی تکذیب کی اور اس سے پیٹھ پھیری O اور عنقریب اس دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا O جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے O اور اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے O مگر اس کا مال دنیا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے O اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا O (اللیل: ۲۱۔۱۲)

اللیل: ۱۲ میں فرمایا: بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر ہے O

اس آیت کی توجیہات کہ اللہ پر ہدایت دینا واجب ہے

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى ۝'' (اللیل: ۱۲) اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: ہم پر ہدایت دینا واجب ہے کیونکہ ''علیٰ'' وجوب کے لیے آتا ہے اور اس سے معتزلہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ بندوں کے فائدہ کے لیے کام کرے اور اس پر واجب ہے کہ جو کام بندوں کے لیے نقصان دہ ہو اس کو نہ کرے، ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے، بندوں کو ہدایت دینا اور ان کے فائدہ کے کام کرنا اس پر واجب نہیں، یہ محض اس کا لطف و کرم ہے، اسی طرح نیک مؤمنین کو جنت عطا فرمانا اس کا فضل ہے اور بدکار کافروں کو دوزخ میں جھونکنا اس کا عدل ہے۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ لفظ ''علیٰ'' وجوب کے لیے آتا ہے، تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، قرآن مجید میں بہت مقامات پر ''علیٰ'' وجوب کے لیے نہیں ہے، مثلاً ان آیات میں:

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۔ (المائدہ: ۳)	اور جو جانور بتوں کے لیے ذبح کیے گئے ہوں۔
وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ ۔ (النحل: ۹)	اور سیدھی راہ پر چلانا اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔
وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۔ (الانعام: ۳۰)	اور کاش آپ دیکھتے جب وہ اپنے رب کے لیے کھڑے ہوں گے۔

لہٰذا اس آیت کا معنی اس طرح ہوگا: بے شک ہماری عبادت کے لیے ضرور بندوں کو ہدایت دینا ہے، یا بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر ہے یا جو شخص ہم سے ہدایت طلب کرے، اس کو ہدایت دینا ہمارا لطف و کرم ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ (العنکبوت: ۶۹)	اور جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور ان کو اپنے راستہ کی ہدایت دیتے ہیں۔

اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے جس شخص سے ہدایت پر چلنے کے انعام کا وعدہ کیا ہے، اس وعدہ کو پورا کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

اللیل: ۱۳ میں فرمایا: بے شک آخرت اور دنیا کے ہم ہی مالک ہیں O

اللہ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دینے کی مذمت

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دیتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے کہ تم کو معلوم ہے کہ دنیا اور آخرت ہماری ملک میں ہے اور بتوں کی ملک میں نہیں ہے، پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو، جو دنیا اور

Marfat.com

آخرت کے مالک نہیں ہیں‘ سواس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔
اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم ایمان لا کر اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتے اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کیوں بخل کرتے ہو اور بے پرواہی برت رہے ہو‘ حالانکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہی تم کو دنیا اور آخرت میں اس کا نفع ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔

اللیل: ۱۴ میں فرمایا: پس میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوںO

اس آیت میں ''تَلَظّٰی'' کا لفظ ہے‘ اس کا مصدر ''تَلَظِّی'' ہے‘ اس کا معنی ہے: آگ کا لپٹیں مارنا‘ شعلے بلند کرنا اور بھڑکنا۔

اس آیت میں کفار کو بھی ڈرایا گیا ہے اور مؤمنین فساق کو بھی۔

اللیل: ۱۶۔۱۵ میں فرمایا: اس میں صرف بڑا بدبخت ہی جھونکا جائے گاO جس نے حق کی تکذیب کی اور اس سے پیٹھ پھیریO

اللیل: ۱۶ سے معتزلہ اور مرجئہ کا اپنے اپنے مذہب پر استدلال اور ان کے جوابات

یہ آیت اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے موافق ہے کہ دوزخ میں دائمی عذاب کے لیے کفار ہی کو جھونکا جائے گا اور فساق مؤمنین اور مرتکب کبائر دائمی عذاب کے لیے دوزخ میں نہیں ڈالے جائیں گے اور چونکہ یہ آیت معتزلہ کے مسلک کے خلاف تھی‘ اس لیے انہوں نے اس آیت کی یہ تاویل کی کہ اس آیت میں تکذیب کی حقیقت مراد نہیں ہے‘ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے‘ ان کا ارتکاب کرتے ہیں‘ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عملاً تکذیب کرتے ہیں‘ لہٰذا جو مؤمنین مرتکبین کبائر ہیں‘ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے ہیں اور اس سے روگردانی کرنے والے ہیں‘ کیونکہ ابتداء میں تو وہ توحید پر ایمان لائے اور بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں پر عمل کرنے لگے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرنے سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا مکذب نہیں ہوتا کیونکہ بہت آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فاسق مومن کو مکذب نہیں قرار دیا بلکہ اس پر مؤمن کا اطلاق کیا ہے‘ مثلاً فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ (البقرہ: ۱۷۸) اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور قاتل مرتکب کبیرہ ہوتا ہے اور اس آیت میں اس پر مؤمن کا اطلاق فرمایا ہے‘ لہٰذا واضح ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ اللہ تعالیٰ کا مکذب نہیں ہوتا۔

اس آیت سے مرجئہ نے بھی استدلال کیا ہے‘ مرجئہ کا مؤقف یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی معصیت اور گناہ سے مؤمن کی گرفت اور پکڑ نہیں ہوگی‘ ان کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ دوزخ میں وہی داخل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرے اور اس کے حکم سے پیٹھ پھیرے اور مؤمن خواہ گناہ کبیرہ کرے یا صغیرہ‘ وہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والا ہے نہ اس کے حکم سے پیٹھ پھیرنے والا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ کے متعدد طبقات ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (النساء: ۱۴۵) بے شک منافقین دوزخ کی آگ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

Marfat.com

اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ جن کفار اور منافقین نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی اور اس کے احکام سے روگردانی کی' وہ دوزخ کی زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے طبقہ میں ہوں' اور جن مؤمنین نے صرف گناہ کبیرہ کیا' ان کو تطہیر کے لیے اس سے کم درجہ کے آگ کے طبقہ میں ڈالا جائے' اور مؤمن مرتکب کبیرہ کے عذاب کی دلیل یہ آیات ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ (الماعون: ۷-۴)

ان نمازیوں کے لیے ویل نامی دوزخ کی وادی کا عذاب ہے○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں○ جو دکھاوے کے لیے عبادت کرتے ہیں○ اور معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں○

اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ دوزخ کے اس خاص طبقہ میں صرف مکذب داخل ہوں اور مؤمن مرتکب کبیرہ کے لیے دوزخ کا کوئی اور طبقہ ہو۔

فساق مؤمنین کے متعلق اہل سنت و جماعت کا مؤقف

جن مؤمنین مرتکبین کبائر کو سخت عذاب سے ڈرایا گیا ہے' مثلاً سود خوروں' زانیوں' یتیم کا مال کھانے والوں' شرابیوں' جھوٹوں اور بے نمازیوں کو' ہم ان کو دی ہوئی وعیدوں کا انکار نہیں کرتے' اگر انہوں نے مرنے سے پہلے توبہ صحیحہ نہیں کی اور گناہوں کی تلافی نہیں کی تو وہ ضرور عذاب کی ان وعیدوں کے مستحق ہیں الا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمادیں اور یا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرمادے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو آخرت میں عذاب دیا جائے مگر یہ عذاب کفار اور مکذبین کے عذاب سے کم ہوگا' کیفیت میں بھی کم ہوگا اور مقدار میں بھی کم ہوگا' کفار کا عذاب ان کی توہین کے لیے ہوگا اور مؤمنین مرتکبین کبائر کا عذاب تطہیر کے لیے ہوگا۔

اللیل: ۱۸-۱۷ میں فرمایا: اور عنقریب اس دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا○ جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے○

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ جو شخص سب سے زیادہ اللہ سے ڈرے' وہ اپنے تقویٰ' اپنے نیک اعمال اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے دور رکھا جائے گا۔

کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لیے صدقہ کا جواز اور محض اخلاص سے صدقہ دینے کا افضل ہونا

اللیل: ۱۹ تا ۲۱ میں فرمایا: اور اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے○ مگر اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے○ اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا○

یعنی وہ شخص صرف اللہ کی رضا کے لیے زکوٰۃ اور صدقات دیتا ہے' کسی کا بدلہ اتارنے کے لیے زکوٰۃ اور صدقات نہیں دیتا ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کی نیکی کا بدلہ دینے کے لیے اس کا زکوٰۃ اور صدقات دینا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ بھی جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ (الرحمٰن: ۶۰)

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے○

لیکن اس سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کے ساتھ نیکی کی جائے اور اس کو صدقہ دیا جائے' اس کے بعد فرمایا: اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس شخص کو اس کا رب اتنی جزا دے گا کہ وہ اپنے رب سے راضی ہو جائے گا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر کے حضرت بلال اور دیگر چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے متعلق روایات

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے چھ یا سات غلاموں کو آزاد کیا تھا' ان غلاموں کا حضرت ابوبکر پر کوئی احسان نہیں تھا کہ یہ کہا جائے کہ ان کا بدلہ اتارنے کے لیے ان کو حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد کیا تھا' ان کے آزاد کیے ہوئے غلاموں میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ تھے۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۳۴ ـ جز ۳۰ ص ۲۸۰' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام عبدالرحمان بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا' جنہیں اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا' وہ یہ ہیں: (۱) حضرت بلال (۲) حضرت عامر بن فہیرہ (۳) حضرت نہدیہ (۴) اور ان کی بیٹی (۵) زنیرہ (۶) ام عیسیٰ (۷) بنومؤمل کی باندی اور ان کے غلام خرید کر آزاد کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۴۱ ـ رقم الحدیث: ۱۹۳۶۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ اور امام الحسین بن مسعود المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال کا نام بلال بن رباح ہے' ان کی والدہ کا نام حمامۃ تھا' حضرت بلال صادق الاسلام اور طاہر القلب تھے' یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے' جب خوب دھوپ گرم ہو جاتی تو امیہ ان کو باہر نکالتا اور ان کو مکہ کی پتھریلی زمین پر لٹا کر گھسیٹتا' پھر بہت وزنی پتھر کو ان کے سینہ پر رکھنے کا حکم دیتا' پھر کہتا: تم جب تک مر نہیں گے میں تم کو یونہی عذاب دیتا رہوں گا' ورنہ تم محمد کے رسول ہونے کا انکار کرو' اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی آزمائش کی حالت میں پکارتے: ''احد احد'' (اللہ واحد ہے' اللہ واحد ہے)۔ امام محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اسی طرح حضرت بلال کو عذاب دیا جارہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا' آپ نے امیہ سے کہا: تمہیں اس مسکین کو عذاب دینے سے خدا کا خوف نہیں آتا؟ امیہ نے کہا: تم نے ہی اس کا دین فاسد کیا ہے' اب تم جس طرح چاہو اس کو چھڑا لو' حضرت ابوبکر نے فرمایا: میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے (یعنی مشرک ہے) میں تم کو حضرت بلال کے بدلہ میں اس کو دے دیتا ہوں' امیہ نے کہا: مجھے منظور ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنا غلام امیہ کو دے کر اس سے حضرت بلال کو لے لیا اور ان کو آزاد کر دیا' پھر ان کے ساتھ اور چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا' جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا' ان کے نام یہ ہیں: (۱) عامر بن فہیرہ' یہ غزوۂ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے (۲) ام عمیس (۳) زنیرہ' ان کی بینائی چلی گئی تھی' حضرت ابوبکر نے ان کو آزاد کر دیا' قریش نے کہا: ان کی بینائی لات اور عزیٰ نے سلب کی ہے' حضرت زنیرہ نے کہا: یہ جھوٹ بولتے ہیں' لات اور عزیٰ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی (۴ ـ ۵) اور حضرت ابوبکر نے نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کر دیا' یہ دونوں بنو عبدالدار کی ایک عورت کی باندیاں تھیں' حضرت ابوبکر ان کے پاس سے گزرے' ان کو ان کی مالکہ نے لکڑیاں چننے کے لیے بھیجا تھا' اور وہ کہہ رہی تھی: اللہ کی قسم! میں تم دونوں کو کبھی آزاد نہیں کروں گی' حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے ام فلاں! ایسا نہ کہو وہ کہنے لگی: ہرگز نہیں! تم نے ہی ان کو خراب کیا ہے' تم ان دونوں کو آزاد کر دو' حضرت ابوبکر نے پوچھا: کتنے میں؟ اس نے کہا: اتنے اور اتنے میں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں نے ان کو خرید لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں (۶) اور حضرت ابوبکر بنو المومل کی باندی کے پاس سے

Marfat.com

گزرے اس کو عذاب دیا جارہا تھا' آپ نے اس کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

سعید بن المسیب نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت بلال کو خریدنے کے وقت حضرت ابوبکر نے امیہ سے کہا: تم اس کو فروخت کرو گے؟ اس نے کہا: ہاں! میں اس کو نسطاس کے عوض فروخت کرتا ہوں' اور نسطاس حضرت ابوبکر کا غلام تھا' اور اس کی ملکیت میں دس ہزار دینار اور غلام اور باندیاں اور مویشی تھے' حضرت ابوبکر نے اس سے کہا: تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ سب مال تمہارا ہو جائے گا' اس نے انکار کر دیا' جس وجہ سے حضرت ابوبکر اس سے ناراض ہو گئے اور جب امیہ نے کہا: میں بلال کو نسطاس کے عوض بیچتا ہوں تو حضرت ابوبکر نے اس کو غنیمت جانا اور نسطاس کے عوض حضرت بلال کو خرید لیا۔ اس وقت مشرکین نے کہا: ابوبکر نے جو بلال کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے تو ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہو گا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابوبکر نے بلال کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (الليل: ٢١-١٩)

اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ انہوں نے کسی کا بدلہ اتارنے کے لیے یہ نیکی نہیں کی ۝ لیکن اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے کی ہے ۝

اور عنقریب ان کا رب ان کو آخرت میں جنت میں اتنی عزت اور کرامت عطا فرمائے گا کہ وہ اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔

(السیرۃ النبویہ ج ١ ص ٣٥٥-٣٥٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ' معالم التنزیل ج ٥ ص ٢٦٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر ہیں' اس پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور شیعہ اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (المائدہ: ٥٥)

اور وہ حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں ۝

اور اس سورت میں فرمایا ہے:

الْاَتْقَى ۝ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ (الليل: ١٨-١٧)

سب سے زیادہ متقی ہے ۝ جو اپنا مال زکوٰۃ (پاکیزگی) کے لیے خرچ کرتا ہے ۝

اور اس آیت میں زکوٰۃ دینے سے حضرت علی کے حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے کی طرف اشارہ ہے اور جب بعض شیعہ علماء نے میرے سامنے یہ دلیل پیش کی تو میں نے کہا: میں اس پر عقلی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اس آیت کے مصداق حضرت ابوبکر ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اس ''اتقی'' سے مراد وہ ہے جو افضل الخلق ہو' اور جب اس طرح ہو تو پھر واجب ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ''الاتقی'' سے مراد افضل الخلق ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات: ١٣)

بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

Marfat.com

پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی سب سے زیادہ افضل ہے' پس اب ہم کہتے ہیں کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق حضرت ابوبکر ہیں یا حضرت علی ہیں' اور اس آیت کو حضرت علی پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ''الاتقٰی'' وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان کے والد سے لے کر ان کی پرورش کی' ان کو کھلایا اور پلایا اور پہنایا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دنیاوی احسان کرنے والے تھے' جس کی جزا ان پر واجب تھی' اور رہے حضرت ابوبکر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا' بلکہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے تھے' ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر پر ہدایت دینے اور دین کی تعلیم دینے کے دینی احسانات تھے لیکن ان احسانات کا کوئی امتی بدلہ نہیں دے سکتا' نہ ان کا بدلہ دیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (الفرقان: ٥٧) آپ کہیے: میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔

پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں احسان سے مراد دنیاوی احسان ہے اور صرف حضرت ابوبکر ہی ایسے شخص ہیں جن پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے' اس کے برخلاف حضرت علی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں اور جب اس آیت میں ''الاتقٰی'' سے مراد حضرت علی نہیں ہیں تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت میں ''الاتقٰی'' سے مراد حضرت ابوبکر ہیں اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ١١ص ١٨٨' دار احیاء التراث العربی' ١٤١٥ھ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں احادیث اور آثار

(١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش خبری سنو! تم دوزخ سے اللہ کے عتیق (آزاد کردہ ہو)' میں کہتی ہوں: اس دن سے حضرت ابوبکر کا نام عتیق پڑ گیا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٦٧٩' جامع الاصول رقم الحدیث: ٦٤٠٣)

(٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ابھی ابھی حضرت جبریل آئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں' حتیٰ کہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھوں' تب آپ نے فرمایا: سنو اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٦٥٢' جامع الاصول رقم الحدیث: ٦٤٠٤)

(٣) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اللہ عزوجل نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اس کے پاس رہے تو اس بندہ نے اللہ کے پاس رہنے کو اختیار کر لیا' پس حضرت ابوبکر رونے لگے تو ہم کو ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ ایک بندہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کے متعلق یہ کیوں رو رہے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اپنے مال اور اپنی رفاقت سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان کے ساتھ

Marfat.com

اسلام کی اخوت اور محبت ہے' مسجد کے ہر دروازے کو بند کر دیا جائے' سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۶۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸)

(۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ سکتا ہوں' میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا بچایا ہے؟ میں نے کہا: اتنا ہی' اور حضرت ابوبکر اپنا کل مال لے کر آ گئے' آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے' تب میں نے دل میں کہا: میں حضرت ابوبکر سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۶۷)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: حضرت ابوبکر ہمارے سردار ہیں' ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۵۶' جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۴۱۳)

(۶) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر اپنے کپڑے کو ایک طرف سے پکڑے ہوئے آئے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گھٹنے سے اپنا کپڑا اٹھایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا صاحب کسی سے جھگڑ کر آ رہا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے سلام کر کے کہا: میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی' پس میں نے جلدی کی' میں نادم ہوا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف کر دیں' انہوں نے مجھے اس کا انکار کیا تو میں آپ کے پاس آ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف فرمائے' پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے' پھر پوچھا: کیا یہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر ڈر گئے اور وہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں ہی ظلم کرنے والا تھا' انہوں نے یہ جملہ دو بار کہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا' تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے کہا: آپ نے سچ کہا اور اپنے مال اور اپنی جان سے میری مدد کی' پھر دو بار فرمایا: کیا تم میرے لیے میرے صاحب کو چھوڑنے والے ہو؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۴۰۔۳۶۶۱' جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۴۱۴)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں میں ابوبکر ہوں' ان میں ان کے سوا اور کسی کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۳' جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۴۱۵)

(۸) حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا اور میں بھی لوگوں کی جماعت میں آپ کے پاس تھا' آپ کو حضرت بلال نے نماز کے لیے بلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو ہم گئے' اس وقت حضرت عمر لوگوں میں تھے اور حضرت ابوبکر حاضر نہ تھے' میں نے کہا: اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عمر نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی تو فرمایا: ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ انکار کرے گا اور مسلمان انکار کریں

Marfat.com

گئے'یہ آپ نے دوبار فرمایا' وہ اس وقت آئے جب حضرت عمر نماز پڑھا چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی'ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حجرہ سے سر باہر نکال کر غصہ سے فرمایا:نہیں' نہیں! لوگوں کو ابو قحافہ کا بیٹا نماز پڑھائے۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۶۶۰' جامع الاصول رقم الحدیث:۶۴۱۶)

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے' پھر ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا' پس تم میں سے کون خوشی سے چاہتا ہے کہ وہ ابوبکر پر مقدم ہو' مسلمانوں نے کہا: ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر پر مقدم ہوں۔
(مسند احمد ج۱ص ۲۱' سنن نسائی ج ۲ص ۷۴' بیروت' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۶۴)

(۱۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے' آپ نے فرمایا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے دوبارہ یہی کہا' آپ نے پھر فرمایا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو' پھر حضرت ابوبکر کے پاس بلانے والا گیا اور حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۳۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۲۰' مسند احمد ج۴ص ۴۱۲)

(۱۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں پیر کے دن حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور مسلمان صف باندھے ان کے پیچھے کھڑے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا' آپ نے کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا' گویا آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خوشی میں لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے' پھر حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے آئے تاکہ آپ صف سے مل جائیں' ان کا گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے باہر آ رہے ہیں' پھر ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم نماز مکمل کرو اور آپ نے حجرہ کا پردہ گرا دیا اور اسی دن آپ کی وفات ہوگئی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۸۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۱۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۴' شمائل ترمذی رقم الحدیث ۳۹۵' مسند احمد ج ۳ص ۱۱۰)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم حوض پر میرے صاحب ہو گے اور تم غار میں میرے صاحب تھے۔(سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۶۷)

(۱۳) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ برا سلوک کب کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے' اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کیا اور بہت زور سے گلا گھونٹنے لگا' پھر حضرت ابوبکر آ گئے اور انہوں نے اس کو دھکا دے کر دفع کیا اور کہا: تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' حالانکہ یہ اپنے رب کے پاس سے معجزات لے کر آیا ہے۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۷۸' مسند احمد ج ۲ص ۲۰۴)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے' اس وقت آپ کے اصحاب میں سے کسی

Marfat.com

کھچڑی بال (سیاہ اور سفید ملے جلے بال) نہیں تھے' سوا حضرت ابوبکر کے انہوں نے ان بالوں کو مہندی اور سیاہ رنگ سے رنگ کر چھپا لیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۹۱۹)

(۱۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور کہا: میں یہ چاہتا تھا کہ میرے تمام اعمال مل کر حضرت ابوبکر کے ایک دن کے عمل کی طرح ہو جاتے اور ان کی ایک رات کے عمل کی مثل ہو جاتے' رہی رات تو یہ وہ رات تھی جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں گئے' جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اس میں نہ داخل ہوں' حتیٰ کہ آپ سے پہلے میں داخل ہوں' پھر حضرت ابوبکر نے غار میں داخل ہو کر دیکھا تو اس میں ایک جانب سوراخ تھے' انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کر دیا' دو سوراخ باقی رہ گئے' ان میں حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں پیر داخل کر دیئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اب آپ آ جائیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر کی گود میں سر رکھ کر سو گئے' حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک لگا' لیکن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے خدشہ سے بالکل حرکت نہیں کی' پھر درد کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے' آپ نے پوچھا: اے ابوبکر کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' مجھے ڈنک لگا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن ڈالا تو حضرت ابوبکر کا درد جاتا رہا' بعد میں وہ درد پھر لوٹ آیا اور وہی ان کی موت کا سبب بن گیا اور رہا ان کا دن تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اگر یہ زکوٰۃ میں ایک بکری کا بچہ (یا رسی) دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا' پس میں نے کہا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں' حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا: کیا تم زمانۂ جاہلیت میں قوی اور سخت تھے اور اسلام میں کمزور اور نرم ہو گئے ہو؟ بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے' کیا میری زندگی میں دین کی مخالفت کی جائے گی!

(جامع الاصول رقم الحدیث: ۶۴۲۶' الریاض النضرۃ ص ۱۰۵۔۱۰۴)

(۱۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ہجرت کا واقعہ سنایا اور کہا: ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن سفر کرتے رہے' حتیٰ کہ ہم کو دوپہر کا وقت ہو گیا' پھر میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں مجھے سائے کی جگہ نظر آئے' پھر مجھے ایک چٹان نظر آئی' میں نے دیکھا تو اس کا سایہ تھا' میں نے اس جگہ کو صاف کیا اور اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھایا' پھر میں نے آپ سے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ یہاں لیٹ جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے' پھر میں اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی ہمیں تلاش تو نہیں کر رہا' پھر میں نے ایک بکریاں چرانے والے لڑکے کو دیکھا' وہ اپنی بکریوں کو چرا کر اس چٹان کی طرف لا رہا تھا' وہ بھی اسی چٹان کے سائے کی جستجو میں تھا' جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا' جس کو میں پہچانتا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں' میں نے اس سے پوچھا: آیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے اس کو ایک بکری باندھنے کے لیے کہا' پھر میں نے اس سے کہا: اپنے ہاتھ صاف کر لو' پھر اس نے میرے لیے دودھ دوہا' میں نے اسی دودھ کو چمڑے کے ایک مشکیزے میں ڈالا' پھر دودھ میں کچھ پانی ڈال کر اس کو ٹھنڈا کیا' پھر میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' اس وقت آپ

Marfat.com

بیدار ہو چکے تھے' میں نے کہا: یارسول اللہ! دودھ پئیں' آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! اب کوچ کریں' آپ نے فرمایا: ہاں' ہم روانہ ہوئے اور لوگ ہمارا پیچھا کر رہے تھے' ان میں سے کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا' سوائے سراقہ بن مالک کے' وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا' میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو ہم تک آ پہنچا ہے' آپ نے فرمایا: تم خوف نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۰۹)

(۱۷) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں غار میں تھا' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا' آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۷' مسند البزار رقم الحدیث: ۳۶)

(۱۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے افضل قرار دیتے تھے' پس ہم سب سے افضل حضرت ابوبکر کو قرار دیتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب کو' پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۵)

(۱۹) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی' آپ نے اس سے فرمایا: تم پھر آنا' اس نے کہا: یہ فرمائیں' اگر میں پھر آپ کو نہ پاؤں؟ گویا کہ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہو' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۶' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۶)

(۲۰) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر میں امیر بنا کر بھیجا' میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' پھر میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: عمر بن الخطاب' پھر انہوں نے کئی آدمیوں کو گنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۶۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۸۸۵)

(۲۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا' ان پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا' چرواہے نے اس سے وہ بکری چھینی تو بھیڑیا اس چرواہے کی طرف مڑ کر کہنے لگا' درندوں کے دن میں ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا؟ جس دن میرے سوا بکریوں کا کوئی محافظ نہیں ہوگا' اور ایک آدمی ایک بیل کو لے جا رہا تھا اور اس نے اس پر سامان لادا ہوا تھا' بیل اس کی طرف مڑ کر کہنے لگا: میں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں' بلکہ میں ہل چلانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں' لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۶۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۸)

(۲۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنویں کے اوپر ڈول ہے' میں نے اس ڈول کے ساتھ اس کنویں سے جتنا اللہ نے چاہا پانی نکالا' پھر اس ڈول کو ابوقحافہ کے بیٹے نے لے لیا' اور اس سے ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی

Marfat.com

نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے' پھر ڈول وہیں آ گیا' پھر اس ڈول کو عمر بن الخطاب نے پکڑا اور میں نے اس کنویں سے پانی نکالنے میں عمر کی طرح غیر معمولی قوی شخص کوئی اور نہیں دیکھا' حتیٰ کہ پھر اور لوگ پانی نکالنے لگے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹)

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا تہبند (تکبر سے) ٹخنوں کے نیچے لٹکایا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' حضرت ابوبکر نے کہا: میرے تہبند کی ایک جانب لٹک جاتی ہے' الا یہ کہ میں اس کی حفاظت کروں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۷۸۴)

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے ایک قسم کی دو چیزیں (جوڑا) اللہ کی راہ میں خرچ کیں' اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا' (کہا جائے گا:) اے عبداللہ! یہ نیکی ہے' سو جو نمازیوں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اور جو مجاہدوں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا' اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے وہ شخص تم ہو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۶۶' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۷۴' سنن نسائی رقم الحدیث:۲۴۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۸)

(۲۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی' اس وقت حضرت ابوبکر مدینہ کی بالائی بستیوں میں تھے' حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی' اور اللہ آپ کو ضرور اٹھائے گا اور آپ (چوروں اور ڈاکوؤں کے) ضرور ہاتھ پیر کاٹ دیں گے' پھر حضرت ابوبکر آ گئے' انہوں نے آپ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپ کو بوسہ دیا' اور کہا: آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' آپ پاکیزگی کے ساتھ زندہ رہے اور پاکیزگی کے ساتھ فوت ہوئے' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں چکھائے گا' پھر باہر آئے اور کہا: اے قسم کھانے والے! ٹھہر جاؤ' جب حضرت ابوبکر نے یہ کہا تو حضرت عمر بیٹھ گئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۶۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۷۱۱۳)

(۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر حضرت ابوبکر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: سنو! جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور یہ آیت پڑھی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ (الزمر:۳۰) آپ بھی جان بہ حق ہونے والے اور یہ مشرکین بھی مرنے والے ہیں ○

اور یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران:۱۴۴)

اور محمد (خدا) نہیں ہیں صرف رسول ہیں' ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں' کیا پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم (دین اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے' اور جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکے گا'

Marfat.com

اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو نیک جزا دے گا○

پس لوگ رونے لگے' اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترے میں حضرت سعد بن عبادہ کی طرف جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا' پھر حضرت ابوبکر' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ان کے پاس گئے اور پھر حضرت عمر بات کرنے لگے' حضرت ابوبکر نے ان کو خاموش کر دیا' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے کلام سے اپنے نزدیک نہایت عمدہ بات کہہ رہا ہوں' مجھے خوف ہے کہ حضرت ابوبکر اس بات تک نہیں پہنچیں گے' پھر حضرت ابوبکر نے نہایت بلیغ کلام کیا اور اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو' حباب بن المنذر نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے' ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا' حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں لیکن ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء ہو گے' تم عمر سے بیعت کرلو یا ابوعبیدہ سے بیعت کرلو' حضرت عمر نے کہا: نہیں! بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے' آپ ہمارے سید ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں' پھر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر ان کی بیعت کرلی اور پھر لوگوں نے بیعت کرنی شروع کر دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۱۳)

(۲۷) محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سب سے افضل تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر' میں نے پوچھا: پھر کون تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت عمر' مجھے یہ ڈر لگا کہ وہ کہیں گے: حضرت عثمان' میں نے پوچھا: پھر آپ سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۱)

(۲۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر میں باہر نکلا اور میں نے سوچا' آج میں سارا دن لازماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا' پھر حضرت ابوموسیٰ مسجد میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا' لوگوں نے کہا: آپ مسجد سے نکل کر وہاں گئے اور ایک جگہ اشارہ کیا' پھر میں پوچھتے پوچھتے بیر اریس تک پہنچا اور میں وہاں دروازے پر بیٹھ گیا' وہ دروازہ درخت کی شاخوں کا بنا ہوا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے اور آپ نے وضو کیا' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ بیر اریس (ایک کنویں) کی منڈیر کے وسط میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے کنویں میں ٹانگیں لٹکائی ہوئی تھیں اور پنڈلیاں کھولی ہوئی تھیں' میں نے آپ کو سلام کیا' پھر دروازہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور سوچا' آج میں آپ کا دربان بنوں گا' پھر حضرت ابوبکر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا' میں نے کہا: کون ہے؟ کہا: ابوبکر' میں نے کہا: ٹھہریں' پھر میں نے آپ کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکر اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو' پھر میں نے آ کر حضرت ابوبکر سے کہا: آپ آ جائیں اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے' پھر حضرت ابوبکر آئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اسی طرح ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں' اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے آنے اور انہیں جنت کی بشارت دینے کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۳)

(۲۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان اُحد

Marfat.com

پہاڑ پر چڑھے تو اُحد لرزنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُحد ٹھہر جا' تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

(۳۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا' پس لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے لیے دعا کر رہے تھے اور حضرت عمر کا جنازہ ان کے تخت پر رکھا ہوا تھا' اس وقت ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ آپ پر رحم کرے' میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مقام آپ کے دو صاحبوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) کے ساتھ کر دے گا' کیونکہ میں نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں اور ابوبکر اور عمر تھے' اور میں نے اور ابوبکر اور عمر نے کیا' اور میں اور ابوبکر اور عمر گئے' پس بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا' میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴)

(۳۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: تم میرے لیے اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی (عبدالرحمان) کو بلاؤ' حتیٰ کہ میں ان کو ایک مکتوب لکھ دوں' کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں ہی سب سے زیادہ (خلافت کا) مستحق ہوں اور کوئی نہیں ہے' اور اللہ اور مؤمنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۸۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۲)

(۳۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج صبح تم میں سے کون شخص روزے سے اٹھا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' آپ نے فرمایا: آج تم میں سے کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' آپ نے فرمایا: آج تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ اوصاف ہوں گے' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۲۸' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۰۷)

(۳۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے' پھر حضرت عمر کو' پھر حضرت عثمان کو' پھر اس کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۲۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰۷)

امام ابوداؤد کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور پھر حضرت عثمان ہیں۔

(۳۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی' ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے سوائے ابوبکر کے' انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ قیامت کے دن دے گا' اور مجھے کسی کے مال سے وہ فائدہ نہیں پہنچا جو ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں دنیا میں

Marfat.com

کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' سنو! تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۳۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا' پھر ابوبکر' پھر عمر۔ الحدیث (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۹۲)

(۳۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم غار میں بھی میرے صاحب تھے اور حوض پر بھی میرے صاحب ہو گے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

(۳۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک بڑا پیالہ دیا گیا ہے' جو دودھ سے بھرا ہوا تھا' میں نے اس پیالے سے پیا' حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری کھال اور گوشت کے درمیان رگوں میں جاری ہو گیا' میں نے اس پیالے میں دودھ بچا دیا اور وہ دودھ ابوبکر کو دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ علم ہے' جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا حتیٰ کہ جب آپ اس سے سیر ہو گئے تو آپ نے اپنا بچا ہوا علم ابوبکر کو دیا' آپ نے فرمایا: تم نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۵۴' المستدرک ج ۳ ص ۸۵' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۹)

(۳۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا' جس سے ہر گھر والے اور ہر بالا خانے والے کہیں گے: مرحبا' مرحبا' ہمارے پاس آئیں' ہمارے پاس آئیں' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص کتنا کامیاب اور سرخ رو ہو گا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں اور وہ تم ہو گے اے ابوبکر۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۶۷' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۱۶۶' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۸۵)

(۳۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا میرے ماں باپ دینِ اسلام کے مطابق عبادت کرتے تھے' اور ہر روز صبح یا شام کو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تھے' جب مسلمان فتنہ میں مبتلا ہوئے تو ہجرت کر کے حبشہ کی طرف جانے لگے' حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد پر پہنچے تو ان کو ابن الدغنہ ملا اور وہ ایک بستی کا سردار تھا' اس نے کہا: اے ابوبکر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے' اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سفر کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں' ابن الدغنہ نے کہا: آپ ایسا شخص خود جائے گا نہ اس کو جانے دیا جائے گا' جس کے پاس مال نہ ہو' آپ اس کے لیے مال کماتے ہیں' رشتہ داروں سے مل کر رہتے ہیں' ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کے راستے میں جو مشکلات آتی ہیں' ان میں مدد کرتے ہیں' میں آپ کا ضامن ہوں' آپ لوٹ آئیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸۳' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۷۷' مسند احمد ج ۶ ص ۹۸)

(۴۰) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے مشورہ کیا' انہوں نے آپ کو مشورہ دیا' پس حضرت ابوبکر کا مشورہ صحیح تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر کو خطاء پر قرار دیا جائے۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۹۶۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۳۲۸)

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں کتب شیعہ کی تصریحات

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا' وہ کوفہ میں منبر پر فرما رہے تھے: اگر تم میرے پاس کسی ایسے شخص کو لائے جو مجھ کو ابوبکر اور عمر سے افضل کہتا ہو تو میں اس کو اتنے کوڑے ماروں گا' جو بہتان لگانے والے پر مارے جاتے ہیں۔ (رجال الکشی ص ۳۳۸' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' کربلا)

ایام فتنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ اولیٰ نہیں تھے۔

(نہج البلاغۃ ص ۵۶۶' خطبہ نمبر ۱۶۴' انتشارات زرین' ایران)

شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی من اکابر الامامیہ فی القرن السادس ''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ'' (الزمر: ۳۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ ''والذی جاء بالصدق'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' ''وصدق به'' سے مراد ابوبکر ہیں۔ (مجمع البیان جز ۸ ص ۷۷۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچا دین لے کر آئے اور حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کی تصدیق کی۔

سورۃ اللیل کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۱ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۵ء بہ روز بدھ بعد نماز فجر سورۃ اللیل کی تفسیر مکمل ہو گئی' رب العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر لکھوا دی ہے' باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں' اس تفسیر اور میری جملہ تصانیف کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور سب مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبه سیدنا محمد وعلٰی آله واصحابه

وازواجه وذریته وامته اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الضحیٰ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور سورۃ اللیل سے مناسبت

اس سورت کا نام الضحیٰ ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے: ''والضحی'' چاشت کے وقت کی قسم! چاشت کا وقت دن کی ابتداء کو کہتے ہیں' جب سورج بلند ہو چکا ہوتا ہے' جیسے ہمارے برصغیر میں نو بجے سے گیارہ بجے تک کا وقت ہوتا ہے' یہ سورت ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کے بلند مقام کو ظاہر کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ سورۃ اللیل کے بعد سورۃ الضحیٰ شروع ہوئی ہے' جیسے رات کے اندھیرے کے بعد دن کا اجالا شروع ہوتا ہے یا جیسے کفر اور شرک کی تاریکیوں کے بعد آفتاب نبوت کی سحر طلوع ہوئی' جس سے کفر و شرک کی ظلمت کے آثار مٹ گئے' سورۃ اللیل حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت پر ختم ہوئی ہے اور سورۃ الضحیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سے شروع ہوئی ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ صدیقیت کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور جس طرح سورۃ اللیل اور سورۃ الضحیٰ کے درمیان کوئی سورت حائل نہیں ہے' اسی طرح حضرت ابوبکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی تیسرا حائل نہیں ہے' ایمان لانے میں' اسلام کی تبلیغ اور نصرت کرنے میں' جہاد میں' ہجرت میں' امامت اور خلافت میں' قبر میں' حشر میں اور دخولِ جنت میں ہر جگہ اور ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیق' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے بعد ہیں۔

سورۃ اللیل اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ختم ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ متقی کو آخرت میں راضی فرمائے گا اور سورۃ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کیا اور فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ (الضحیٰ:۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے○

سورۃ اللیل میں اللہ تعالیٰ نے ''الاتقی'' کا ذکر فرمایا تھا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور سورۃ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے ''سید الاتقی'' کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سورۃ الضحیٰ کے مشمولات

☆ سورۃ الضحیٰ کا موضوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کے احوال مبارکہ ہیں۔

☆ الضحیٰ:۴۔۱ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ناراض ہوا نہ اس نے آپ کو چھوڑا اور آپ پر اللہ تعالیٰ مسلسل اپنی نعمتوں کی بارش فرماتا ہے' حتیٰ کہ آپ پر ہر بعد والی گھڑی میں پہلے سے زیادہ انعام فرماتا ہے۔

Marfat.com

☆ الضحیٰ: ۵ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ آخرت میں آپ کو شفاعت کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

☆ الضحیٰ: ۸۔۶ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صغرسن سے نوازتا رہا ہے' جب آپ کے والدین فوت ہو گئے اور آپ یتیم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی پناہ میں رکھا' اور جب آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق تھے تو اس نے آپ کو مخلوق کی طرف متوجہ کیا' اور جب آپ کے پاس دنیاوی مال زیادہ نہ تھا تو اس نے آپ کو مالِ دنیا سے مستغنی رکھا۔

☆ الضحیٰ: ۱۱۔۹ میں یہ بتایا کہ یتیم پر شفقت کرنی چاہیے اور مسکین کی مدد کرنی چاہیے' اور یتیم کو ڈانٹنا اور دھمکانا نہیں چاہیے اور کسی سوال کرنے والے کو دھتکارنا نہیں چاہیے' اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کی جہت سے جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں' آپ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین بنایا ہے اور آپ کو سراپا رحمت بنا کر قیامت تک کی تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے' سو آپ اپنے رب کی ان عظیم نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایئے۔

سورۃ الضحیٰ کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی اعانت پر توکل کرتے ہوئے' اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے پروردگار! مجھے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں حق اور صدق پر قائم رکھنا اور اس سورت کے حقائق اور معارف پر مجھے مطلع فرمانا اور اس کے اسرار کو مجھ پر کھول دینا۔ **وما ذلك على الله بعزيز**

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۲۲ رمضان ۱۴۲۶ھ/ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰
۲۰۲۱۷۴۴۔۰۳۲۱

Marfat.com

(۹۳) سورۃ الضحیٰ مکیۃ (۱۱) — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتہا ۱۱ رکوعہا ۱

سورۃ الضحیٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَ

چاشت کے وقت کی قسم O اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے O آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بے زار ہوا O

لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ

اور بے شک بعد والی ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے O اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ

فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ﴿۷﴾

راضی ہو جائیں گے O کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا؟ پھر آپ کو ٹھکانا دیا O اور آپ کو حُبِ کبریاء میں سرشار پایا تو آپ کو تبلیغ دین کی طرف

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَاَمَّا

متوجہ کیا O اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا O سو آپ یتیم پر شدت نہ کریں O اور

ع ۱ ۱۱ ۱۸ السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

مانگنے والے کو نہ جھڑکیں O اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چاشت کے وقت کی قسم O اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے O آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بے زار ہوا O اور بے شک بعد والی ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے O اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O (الضحیٰ: ۵۔۱)

''ضحی'' اور ''سجی'' کا معنی

الضحیٰ: ۱ میں ''ضحی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چاشت کا وقت' جب دن نکل آئے' جس وقت دھوپ چڑھ جائے' ''ضحی'' کا معنی ہے: دن چڑھنا اور دھوپ پھیلنا۔ (القاموس المحیط ص ۱۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ) قرآن مجید میں ہے:

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ O (الاعراف: ۹۸) کیا بستیوں والوں کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ دن چڑھے ان پر ہمارا عذاب آ جائے اور وہ اس وقت کھیل رہے ہوں O

الضحیٰ: ۲ میں ''سجی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ چھا گیا' اس نے آرام کر لیا' اس نے قرار حاصل کر لیا۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

سورۃ اللیل کو سورۃ الضحیٰ پر مقدم کرنے کی وجہ

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی قسم کھائی ہے اور سورۃ اللیل میں اللہ عزوجل نے رات اور دن کی قسم کھائی تھی'

Marfat.com

وہاں رات کا ذکر مقدم فرمایا اور اس سورت میں دن کا ذکر مقدم فرمایا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) انسان کو اپنی زندگی میں رات اور دن دونوں کی ضرورت ہے' دن میں وہ کسبِ معاش کرتا ہے اور رات کو تھکاوٹ اتار کر آرام کرتا ہے' لیکن رات کی فضیلت یہ ہے کہ وہ دن پر مقدم ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ. (الانعام:۱) اللہ نے اندھیروں اور روشنی کو پیدا فرمایا۔

اس لیے سورۃ اللیل کو پہلے ذکر فرمایا اور دن کی فضیلت یہ ہے کہ وہ نور' ضیاء اور روشنی ہے۔

(۲) سورۃ اللیل میں حضرت ابوبکر کا ذکر ہے اور سورۃ الضحیٰ میں ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہیں اور حضرت ابوبکر کے ایمان سے پہلے ان کے کفر کا زمانہ ہے اور وہ رات کی تاریکی کے مشابہ ہے اور سورۃ الضحیٰ میں آپ کا ذکر ہے اور آپ ابتداء سے مؤمن اور سیرتِ کاملہ کے حامل ہیں اور وہ نور اور ضیا ہے' اس لیے اس سورت کو والضحیٰ سے شروع فرمایا۔

(۳) سورۃ اللیل حضرت ابوبکر صدیق کی سورت ہے اور سورۃ الضحیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سورت ہے اور سورۃ اللیل کے متصل بعد سورۃ الضحیٰ کو ذکر کر کے یہ اشارہ فرمایا کہ صدیقیت کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور حضرت ابوبکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی تیسرا فرد حائل نہیں ہے۔

دن اور رات کی قسم کھانے کی توجیہات

اس سورت میں دن اور رات کی قسم کھانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اس میں یہ تنبیہ ہے کہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی دو عظیم نعمتیں ہیں' ایک پل میں دن طلوع ہو جاتا ہے اور ایک آن میں رات آ جاتی ہے' کسی شخص کو دن آنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے نہ رات آنے سے کوئی ملال ہوتا ہے۔

(۲) کبھی راتیں بڑی ہوتی ہیں اور کبھی دن بڑے ہوتے ہیں' نہ رات ہمیشہ بڑی رہتی ہے نہ دن ہمیشہ بڑا رہتا ہے' اس جہان میں کسی کو دائمی بڑائی حاصل نہیں ہے' دائمی اور مطلقاً بڑائی اور کبریائی صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے۔

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

الضحیٰ:۳ میں فرمایا ہے: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بے زار ہوا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام چالیس روز تک آپ پر نازل نہیں ہوئے اور ایک قول ہے کہ تین روز تک آپ پر نازل نہیں ہوئے تو مشرکین مکہ نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے تو ان پر مسلسل وحی نازل ہوتی رہتی' جیسے ان سے پہلے نبیوں پر مسلسل وحی نازل ہوتی رہی تھی' اب اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے بے زار ہو گیا ہے' اس لیے ان پر وحی نازل نہیں ہو رہی' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بے زار ہوا۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۹۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۴۵' دار الفکر)

مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور وہ آپ سے بے زار ہو گیا' اب ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ پر گواہ پیش کرتے' اور جب وہ اپنے اس دعویٰ پر گواہ نہیں پیش کر سکے تو قاعدہ کے مطابق آپ پر لازم تھا کہ آپ ان کے اس دعویٰ کے انکار پر قسم اٹھاتے' پس قسم آپ پر آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی جگہ دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے' نہ وہ آپ سے بے زار ہوا ہے' اور یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا معاملہ واحد ہے' آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے' آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے' آپ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے' اسی طرح جو

Marfat.com

قسم آپ پر لازم آتی ہے' وہ اللہ پر قسم ہے' اسی لیے فرمایا: دن کی قسم اور رات کی قسم! آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے نہ وہ آپ سے بے زار ہوا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو چند دن وحی نہیں نازل کی گئی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں نزولِ وحی سے آپ گھبرا جاتے تھے اور خوف زدہ ہو جاتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے چند دن کے لیے آپ سے سلسلہ نزولِ وحی کو موقوف کر دیا' تاکہ آپ وحی کا انتظار کریں اور آپ کے دل میں اس کا اشتیاق پیدا ہو' حتیٰ کہ جب حضرت جبریل آپ پر سورۃ الضحیٰ لے کر نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم اب تک نہیں آئے حتیٰ کہ میں تمہارا مشتاق ہو گیا تھا' حضرت جبریل نے کہا: میں آپ سے زیادہ آپ کا مشتاق تھا کیونکہ آپ اللہ عزوجل کے نزدیک بہت مکرم ہیں لیکن میں وحی لانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں اور اس کے حکم پر چلتا ہوں۔ (تفسیر مقاتل ج ۳ ص ۴۹۴)

''والضحیٰ واللیل'' (دن اور رات) کی قسم کے محامل

اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی جو قسم کھائی ہے' اس میں دن اور رات سے کیا مراد ہے؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ عبد الکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری متوفی ۴۶۵ ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس سے مراد ہے: چاشت کے وقت کی نماز کی قسم یا دن کی اس ساعت کی قسم جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف کیا تھا۔

(۲) رات سے مراد ہے: اس رات کی قسم جب اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ کو اپنے دیدار کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر ایک اَبر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم۔ الذکر: ۴۱' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۰۔ ۲۱۱) سو رات کے پھیل جانے کی قسم سے مراد ہے: کثرتِ مشاغل کی بناء پر اللہ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے آپ کے دل پر ابر کا چھا جانا اور دن کی قسم سے مراد ہے: کثرتِ استغفار کی وجہ سے آپ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا منعکس ہونا' خلاصہ یہ ہے کہ اس رات کی قسم جب آپ کے دل پر ابر چھا گیا اور اس دن کی قسم جب اللہ کے جلووں سے آپ کا دل روشن ہو گیا۔

(۴) رات کی قسم سے مراد ہے: اس رات کی قسم! جب تہائی رات کے بعد اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہو کر فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں' کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں' کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۵۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۱۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۷۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۶۶)

(۵) دن کی قسم سے مراد وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو راضی کرنے کے لیے بیت اللہ کو آپ کی نمازوں کا قبلہ بنا دیا۔

(لطائف الاشارات ج ۳ ص ۴۲۹' مزیداً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

(۶) بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کے روشن چہرے کی قسم (اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کی سیاہ زلفوں کی قسم)۔

(۷) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کے اہل بیت کے مردوں کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کے اہل بیت کی خواتین کی قسم۔

Marfat.com

(۸) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: نزولِ وحی کے ایام کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: اس زمانہ کی قسم! جب آپ سے نزولِ وحی کو روک لیا گیا۔

(۹) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کے اس نورِ علم کی قسم جس سے مخفی غیب منکشف ہو جاتا ہے اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کے وہ غیوب جو مستتر ہیں۔

(۱۰) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: ابتداء میں اسلام کے ظہور کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: قربِ قیامت میں اسلام کے خفا کی قسم' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور عنقریب اجنبی ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۳)

(۱۱) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: کمال عقل کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: حالتِ وفات کی قسم۔

(۱۲) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کی ظاہر حیات کی قسم جس میں مخلوق نے آپ کا کوئی عیب نہیں دیکھا اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کی حیات کے باطن کی قسم جس میں عالم الغیب نے آپ کا کوئی عیب نہیں دیکھا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

(۱۳) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کے یومِ ولادت کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کی شبِ معراج کی قسم یا آپ کی وفات کی شب کی قسم۔

(۱۴) ''والضحیٰ'' سے مراد ہے: آپ کی امت کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کی قسم اور ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کے امت کے عیوب کو چھپانے کی قسم۔

(۱۵) آپ کی صفاتِ ظاہرہ کی قسم جو سب مخلوق کو معلوم ہیں اور آپ کی صفاتِ باطنہ کی قسم جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

(۱۶) زندگی کی قسم اور قبر میں آنے والی شب کی قسم۔ (تفسیر عزیزی پارہ عم' ص ۲۱۷' حاجی عبدالمجید و برادران' تاجران کتب' کابل' افغانستان)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

(۱۷) علامہ طیبی قدس سرہ نے کہا ہے: دن اور رات کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ ان میں دو نمازیں ہیں' جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں' دن کی نماز کے متعلق آپ نے فرمایا: مجھ کو چاشت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا اور رات کی نماز کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور آپ رات کو تہجد کی نماز پڑھیے' وہ خصوصیت سے آپ کے لیے زائد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی نمازِ چاشت کی قسم اور آپ کی نمازِ تہجد کی قسم۔

(۱۸) رات کا وقت غم اور وحشت کا وقت ہے اور دن کا وقت سرور اور خوشی کا وقت ہے' گویا آپ کی خوشی کی قسم اور آپ کے غم کی قسم۔

(۱۹) دن کا وقت لوگوں کے ہجوم کا وقت ہے اور رات کا وقت محبوب سے ملاقات کا وقت ہے' گویا دن میں آپ کے لوگوں کے ساتھ مشغول ہونے کی قسم اور رات میں اپنے رب کے ساتھ تنہائی اور راز و نیاز کی قسم۔

Marfat.com

(٢٠) علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ نے کہا ہے کہ دن کی ایک ساعت رات کی تمام ساعات پر غالب ہے' جس طرح تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور معجزات تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات پر غالب ہیں' گویا کہ دن کی اس ساعت کی قسم جو رات کی تمام ساعات پر اس طرح غالب ہے' جس طرح تنہا آپ کے کمالات تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات پر غالب ہیں۔ (روح المعانی جز ٣٠ ص ٢٧٩' دار الفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

الضحیٰ: ٣ میں فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا! اور نہ وہ بے زار ہوا O

الضحیٰ: ٣ کے شانِ نزول میں متعدد اقوال

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

بعض مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول میں یہ کہا ہے کہ لوگ آپ سے کسی چیز کے متعلق پوچھتے تو آپ فرماتے: میں کل بتادوں گا' مثلاً آپ سے قیامت' اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس اعتماد پر فرمایا کہ آج مجھ پر وحی نازل ہو جائے گی تو میں کل بتادوں گا اور آپ نے ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا تو کئی دن تک وحی نازل نہیں ہوئی' اس پر مشرکین نے خوش ہو کر کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور ان سے بے زار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں چھوڑا' اور نہ آپ سے بے زار ہوا' اور بعض نے یہ کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کو پہلی وحی کے بعد بہت گھبرائے ہوئے دیکھا تو کہا: آپ کے رب نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ سے بے زار ہو گیا' لیکن یہ قول بداہۃً باطل ہے' صحیح بخاری میں ہے کہ جب آپ گھبرائے ہوئے غارِ حرا سے آئے تو حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ہرگز نہیں' اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' ناداروں کے لیے کماتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستہ میں پیش آنے والی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦٠' مسند احمد ج ٦ ص ٢٣٢) حضرت خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا مقام تو بہت بلند ہے' کوئی مسلمان کسی نبی کے متعلق ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

امام ابو منصور ماتریدی نے اپنے طور پر اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس شروع میں کوئی مادی طاقت نہ تھی اور نہ مال و دولت تھی' اس کے برخلاف آپ کے مخالفین قریشِ مکہ بہت رئیس تھے' مادی طاقت اور عددی برتری رکھتے تھے' اس لیے آپ کے متعلق انہوں نے کہا کہ آپ کو رب نے چھوڑ دیا اور آپ سے بے زار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بے زار ہوا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٥ ص ٤٧٦۔٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ١٤٢٥ھ)

امام محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جب چند دن کے لیے آپ پر وحی کا آنا رک گیا تو ابولہب کی بیوی نے یہ کہا تھا: اے محمد! میرا گمان ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا تو اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' دوسرا قول یہ ذکر کیا ہے کہ جب وحی آنے میں دیر ہو گئی تو آپ نے حضرت خدیجہ سے کہا: میرے رب نے مجھ کو چھوڑ دیا اور مجھ سے بے زار ہو گیا تو حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی کہ ایسا نہیں ہو گا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتداء میں جو عزت دی ہے' اللہ اس کو پورا کرے گا' لیکن ہمارے نزدیک یہ قول بھی بداہۃً باطل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان نہیں فرما سکتے' تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کے گھر میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا کتے کا بچہ تھا' اس وجہ سے آپ پر وحی کا آنا رک گیا تھا' یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اور یہ سورت

Marfat.com

مکی ہے' چوتھا قول یہ ذکر کیا ہے کہ بعض مسلمان ناخن نہیں کاٹتے تھے' اس لیے آپ پر وحی کا آنا رک گیا تھا' اس قول کا باطل ہونا بالکل واضح ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کائنات میں سب سے زیادہ مکرم اور معظم ہیں' پھر اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کہنا کس طرح مناسب ہوگا کہ میں نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ میں آپ سے بے زار ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اس طرح نہیں فرمایا' بلکہ جب مشرکین نے یہ کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور ان سے بے زار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ آپ سے بے زار ہوا۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں: یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اس کی طرف سے نازل ہوا ہے' کیونکہ اگر یہ آپ کی اپنی تصنیف ہوتا اور آپ کا کلام ہوتا تو آپ کے سلسلہ کلام میں وقفہ نہ آتا اور مشرکین کو اس اعتراض کا موقع نہ ملتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے رب نے چھوڑ دیا اور اس سے بے زار ہو گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۳۔۱۹۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وجاہت

عیسائیوں کی مزعوم آسمانی کتاب انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا تو انہوں نے کہا:

اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ''ایلی' ایلی لما شبقتنی؟'' یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ ○ (متی کی انجیل ص ۳۳' باب: ۲۸' آیت: ۴۶' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

ہمارے نزدیک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی اور نہ انہوں نے مذکور الصدر جملہ کہا' لیکن عیسائیوں کی اپنی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اور ہماری کتاب قرآن مجید میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ (الضحیٰ: ۳۔۱) چاشت کے وقت کی قسم ○ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے ○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بے زار ہوا ○

دن اور رات کی قسم کھانے میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگر مسلسل دن کی روشنی رہے تو انسان تھک جائیں' اس لیے انسان کو سکون اور آرام پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رات بنائی' اسی طرح اگر آپ پر مسلسل وحی نازل ہوتی رہتی تو آپ تھک جاتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکون اور آرام پہنچانے کے لیے چند دن وحی نازل نہیں کی اور اس سے جاہل اور معاند مشرکین نے یہ سمجھا کہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑ دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرنے کے لیے اور آپ کی عزت اور وجاہت ظاہر کرنے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ دن اور رات کی قسم! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا۔

الضحیٰ: ۴ میں فرمایا: اور بے شک بعد والی ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے ○

دن بہ دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کرامت کا زیادہ ہونا

یعنی اللہ تعالیٰ دن بہ دن آپ کی عزت اور وجاہت میں اضافہ فرماتا رہے گا اور فراعنہ وقت اور منکروں اور معاندوں پر آپ کو غلبہ عطا فرماتا رہے گا اور آپ کو بہ کثرت فتوحات عطا فرماتا رہے گا اور آپ کے متبعین اور پیروکار بڑھاتا رہے گا اور آپ کے علوم اور معارف اور درجات میں ترقی عطا فرماتا رہے گا اور آپ کا ہر بعد والا زمانہ پہلے زمانہ سے بڑھ چڑھ کر اور

Marfat.com

افضل اور اعلیٰ ہوگا اور یا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی مہمات کے مقابلہ میں اخروی درجات کی ترقی میں کوشش کرنا آپ کے زیادہ لائق ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے عزت اور وجاہت حاصل ہوئی اور آپ کو اس سے خوشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا کہ یہ مرتبہ اگر چہ عظیم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے لیے آخرت میں اس سے بھی بڑا مرتبہ ہے' نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہر روز بلکہ ہر ساعت اللہ تعالیٰ آپ کو گزری ہوئی ساعت سے بڑھ کر عزت اور بلندی عطا فرمائے گا' آپ یہ نہ گمان کریں کہ میں آپ سے ناراض ہوں بلکہ میں ہر روز آپ کو پہلے سے زیادہ سعادت اور کرامت عطا فرماؤں گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت دنیا سے کس وجہ سے افضل ہوگی اور کس اعتبار سے فزوں تر ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حسب ذیل وجوہ سے آپ کے لیے آخرت' دنیا سے افضل اور اعلیٰ ہوگی۔

آپ کی آخرت کا آپ کی دنیا سے افضل ہونا

(۱) آپ کی امت آپ کے لیے بہ منزلہ اولاد ہے اور آخرت میں آپ کی امت جنت میں ہوگی اور اولاد پر نعمت دیکھ کر اس کے باپ کو خوشی ہوتی ہے۔

(۲) آپ نے اللہ تعالیٰ سے جنت کو خرید لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ: ۱۱۱) — بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

سو آخرت اور جنت آپ کی مملوک ہے اور دنیا آپ کی مملوک نہیں ہے' سو مملوک میں رہنا غیر مملوک میں رہنے سے افضل ہے۔

(۳) دنیا میں کفار آپ کو تنگ کرتے ہیں اور ستاتے ہیں اور آخرت میں آپ کی امت تمام امتوں پر گواہ ہوگی اور آپ تمام نبیوں اور رسولوں پر گواہ ہوں گے اور اللہ کی ذات آپ پر گواہ ہوگی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ (الفتح: ۲۸) — اور اللہ کی گواہی کافی ہے ۝

یہ بہت بڑی عظمت اور فضیلت ہے' جو آپ کو آخرت میں حاصل ہوگی۔

(۴) دنیا کی حسنات اور لذات' آفات اور پریشانیوں سے گھری ہوئی ہیں اور قلیل اور فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں' پریشانیوں اور افکار سے خالی ہیں اور بہت زیادہ ہیں اور دائمی اور غیر منقطع ہیں۔

الضحیٰ: ۵ میں فرمایا: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۝

قرآن مجید کی سب سے زیادہ امید افزا آیت

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۰۳ھ لکھتے ہیں:

دنیا میں اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر اور شرف کو بلند کرے گا اور آپ کو دشمنوں پر غلبہ اور فتح اور نصرت عطا فرمائے گا اور آپ کا دین اطراف عالم میں پھیل جائے گا اور آخرت میں آپ کو تمام نبیوں پر فضیلت اور برتری عطا فرمائے گا' آپ سے پہلے کوئی شفاعت کے لیے لب کشائی نہیں کرے گا' حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور مقام محمود پر آپ ہی فائز ہوں گے' آپ سے پہلے کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا' نہ آپ کی امت سے پہلے کوئی امت جنت میں داخل ہو سکے گی' حوضِ کوثر آپ کے

Marfat.com

حوالے ہوگا اور اس دن آپ کی عزت اور عظمت دیکھنے والی ہوگی۔

بعض مفسرین نے کہا: یہ سب سے امید افزا آیت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا' اور آپ اس سے راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت دوزخ میں جائے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے امید افزا یہ آیت ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ١١٠)

جس نے کوئی گناہ کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا' پھر اللہ سے مغفرت طلب کی تو وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا پائے گا ○

اور ہمارے نزدیک قرآن مجید کی سب سے زیادہ امید افزا آیات وہ ہیں' جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور فرشتوں کو مؤمنین کے لیے استغفار کا حکم دیا اور انہوں نے مؤمنین کے لیے استغفار کیا' جیسے درج ذیل آیات ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (ابراہیم: ٣٦)

سو جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ محمودہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بے حد مغفرت کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○

رَبَّنَا اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: ٤١)

اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میری والدین کی اور تمام مؤمنین کی جس دن حساب قائم ہو ○

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد: ١٩)

(اے نبی مکرم!) آپ اپنے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی مغفرت طلب کیجئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے جو استغفار کیا' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی' جس میں حضرت ابراہیم کا یہ قول ہے: اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے' سو جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ محمودہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بے حد مغفرت کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (ابراہیم: ٣٦) اور اس آیت کی تلاوت کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے: اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے۔ (المائدہ: ١١٨) پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! میری امت' میری امت اور روتے رہے' تب اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے' پس ان سے پوچھو: انہیں کیا چیز رُلاتی ہے؟ سو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ سے پوچھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قول کی خبر دی' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ' پس ان سے کہو: بے شک ہم عنقریب آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٠٢' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٢٦٩)

Marfat.com

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے تو اس کے بعد یہ کیوں فرمایا: اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کے زیادہ امتی جنت میں چلے جاتے اور کچھ دوزخ میں جاتے تو آپ راضی ہو جاتے لیکن بعض امتیوں کے دوزخ میں جانے سے آپ رنجیدہ ہوتے' اس لیے فرمایا: ہم آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے' بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیں گے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۷۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا بیان کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: آپ کی بعد والی ساعت آپ کی پہلی ساعت سے افضل ہے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ تفاوت کہاں تک ہے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس کی انتہاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا اور آپ کی رضا پر ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر وہ چیز عطا کرے گا' جس کا آپ ارادہ کریں گے اور دنیا اپنی وسعت کے باوجود آپ کے ہر ارادہ کو پورا کرنے کی گنجائش نہیں رکھتی' اس لیے آخرت دنیا سے افضل ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد آپ کو آپ کی امت کی شفاعت کا منصب عطا فرمانا ہے' روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۴)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۵۳)

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۲۲۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

قاضی عبد الحق بن غالب بن عطیہ الاندلسی المتوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل بیت نے یہ کہا ہے کہ کتاب اللہ میں یہ سب سے زیادہ امید افزاء آیت ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو آپ راضی نہیں ہوں گے' کیونکہ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ (المحرر الوجیز ج ۱۶ ص ۳۲۱' مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل عراق سے فرمایا: تم یہ کہتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید افزاء آیت یہ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر: ۵۳)

آپ کہیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' بے شک وہی بے حد مغفرت کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ○

اہل عراق نے کہا: ہاں! ہم یہی کہتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ

Marfat.com

میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى'' اور حدیث میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوگا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۸۵)

علامہ عبد الرحمان بن محمد الثعالبی مالکی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا' پھر اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے' جس میں اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: اے محمد! ہم عنقریب آپ کو راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲) علامہ قرطبی نے بھی اس روایت کی تائید میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (تفسیر الثعالبی ج ۵ ص ۶۰۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الضحیٰ: ۵ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل ہو۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۳ ص ۴۴۔ رقم الحدیث: ۳۷۴' مکتبۃ الرشید ریاض' ۱۴۲۳ھ)

خطیب بغدادی نے ''تلخیص المتشابہ'' میں ایک اور سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے' اگر ان کی امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں داخل ہوا۔

امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ میں حضرت ابراہیم کا یہ قول پڑھا: ''فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي'' (ابراہیم: ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: ''إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ'' (المائدہ: ۱۱۸) پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! میری امت' اے اللہ! میری امت' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲)

امام ابن المنذر' امام ابن مردویہ اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حرب بن شریح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین سے کہا: یہ بتایئے کہ جو شفاعت اہل عراق بیان کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! خدا کی قسم! مجھے محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میرا رب ندا فرمائے گا: اے محمد! آیا آپ راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا: ہاں! اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۷۷' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۴۶' کنز العمال رقم الحدیث: ۳۹۷۵۸) پھر حضرت علی نے متوجہ ہو کر فرمایا: اے اہل عراق! تم یہ کہتے ہو کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا'' (الزمر: ۵۳) اور ہم تمام اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝'' (الضحیٰ: ۵) اور یہی آیت شفاعت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۹۔ رقم الحدیث: ۳۷۲۵' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابن ابی حاتم نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ'' (الضحیٰ: ۵) شفاعت کی آیت ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۹۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:
امام باقر رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں آ کر فرمایا: اے اہل عراق! تم یہ کہتے ہو کہ کتاب اللہ میں سب سے امید افزا یہ آیت ہے: "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" (الزمر: ۵۳) اور ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزا یہ آیت ہے: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" (الضحیٰ: ۵) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو آپ راضی نہیں ہوں گے۔
اور حدیث میں ہے کہ میں اپنی امت کی شفاعت کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ میرے لیے ندا کی جائے گی: اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے؟ پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۳۴۶۶' المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۲۰۸۳)
(روح البیان ج ۱۰ ص ۵۴۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:
امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: آپ کی رضا یہ ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل ہو جائے (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۱۴۷۴) اور امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہ ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۵۳) اور خطیب نے تلخیص میں ایک اور سند سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے' اگر آپ کی امت سے ایک شخص بھی دوزخ میں ہوا اور اس تفسیر پر یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے' حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی دعا کی' یہ آیت پڑھی: "فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ" (ابراہیم: ۳۶) اور حضرت عیسیٰ کی دعا کی' یہ آیت پڑھی: "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ" (المائدہ: ۱۱۸) پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! میری امت' اے اللہ! میری امت' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲)
(فتح القدیر ج ۵ ص ۶۱۴' دار الوفاء' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ حافظ سیوطی کی مکمل عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ آپ کی پوری امت کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ (الجامع لشعب الایمان ج ۳ ص ۴۴۔ رقم الحدیث: ۱۴۷۴' مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۳ھ) اور خطیب بغدادی نے "تلخیص المتشابہ" میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا تو آپ راضی نہیں ہوں گے' اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر عظیم شفقت کا تقاضا ہے' آپ اپنی امت کی آسانی اور مغفرت پر حریص ہیں' پھر علامہ آلوسی نے اس کی تائید میں امام مسلم کی وہ روایت ذکر کی ہے' جس کے آخر میں اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اے محمد! ہم عنقریب آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۰۲) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لطف و کرم ہے وہ مخفی نہیں ہے۔
(روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۸۹۔ ۲۸۸' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کی رضا اس میں ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل ہو اور خطیب نے تلخیص میں اس آیت کی تفسیر میں کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے' اگر آپ کی امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں گیا' پھر اس کی دلیل میں صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۲ کی حدیث نقل کی اور اس کی تائید میں 'حلیۃ الاولیاء' کے حوالے سے وہ حدیث ذکر کی' جس کو حافظ سیوطی نے الدر المنثور ج ۸ ص ۴۹۸ میں ذکر کیا ہے۔

(فتح البیان ج ۷ ص ۴۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کا قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے تعارض

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل ہو جائے اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی دوزخ میں داخل ہوا تو آپ راضی نہیں ہوں گے' اور ان حدیثوں کو مفسرین میں سے علامہ ثعلبی' علامہ ابن عطیہ اندلسی' امام رازی' علامہ قرطبی' علامہ الثعالبی' حافظ سیوطی' علامہ اسماعیل حقی' علامہ آلوسی' نواب صدیق حسن بھوپالی وغیرہم نے ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو دیگر احادیث سے تقویت پہنچائی ہے' لیکن اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض گنہ گار مسلمان دوزخ میں داخل ہوں گے اور گناہوں سے پاک کرنے کے بعد ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ اور شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۳۷۴ کی یہ حدیث اور مفسرین کی نقول ان سب کے خلاف ہیں۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں تصریح ہے کہ بعض گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ (الماعون: ۷-۴)

ان نمازیوں کے لیے ویل (دوزخ کی وادی) ہے ۝ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرنے والے ہیں ۝ جو لوگ ریاکاری کرتے ہیں ۝ اور عاریۃً چیز دینے سے منع کرتے ہیں ۝

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (التوبہ: ۳۴)

اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے ۝

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ (النساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ صرف اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں' اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے ۝

اور حسب ذیل احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ بعض گنہ گار مسلمانوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اور تطہیر کے بعد نکال لیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھا اور اس کے دل میں جَو کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اور جس شخص نے "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھا اور اس کے دل میں جوار کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاعت کے سبب دوزخ سے لوگوں کو اس

Marfat.com

حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو چکے ہوں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۵۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے دوزخ والوں میں سے وہ لوگ جو دوزخ کے اہل ہیں' وہ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے' لیکن کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا' اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی' پھر ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا اور ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! ان پر پانی بہاؤ' پھر وہ اس طرح نشوونما پائیں گے' جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اُگ کر سرسبز ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۹)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا' یہ گناہ گار مسلمان ہوں گے' ان پر اللہ تعالیٰ موت طاری کرے گا' اس موت کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے کے بعد ان پر حقیقۃً موت طاری کر دے گا اور ان کے عذاب کی مدت' ان کے گناہوں کے اعتبار سے ہوگی' پھر ان پر موت طاری کر دے گا اور جب تک اللہ چاہے گا' ان کو دوزخ میں محبوس رکھے گا اور موت کی وجہ سے ان کو اس مدت کا احساس نہیں ہوگا' پھر ان کو اس حال میں دوزخ سے نکالا جائے گا کہ وہ دوزخ میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا اور ان پر آبِ حیات بہایا جائے گا' پھر وہ زندہ ہو جائیں گے اور اس قدر سرعت کے ساتھ نشوونما پائیں گے جس طرح سیلاب کی مٹی میں پڑا ہوا دانہ سرعت کے ساتھ اُگ کر سرسبز ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس موت سے مراد حقیقی موت نہیں ہے' لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا احساس اور شعور سلب کر لیا جائے گا' اس وجہ سے ان کو دوزخ کے عذاب کا بالکل احساس نہیں ہوگا (جیسے کسی انسان کو بے ہوش کر کے اس کی سرجری کی جاتی ہے تو اس کو چیر پھاڑ کا بالکل احساس نہیں ہوتا) علامہ نووی فرماتے ہیں: لیکن میرے نزدیک راجح پہلا قول ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۱۰۲۷۔۱۰۲۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حدیث مذکور پر تعارض کے اشکال کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مکافاتِ عمل کے قانون کو پورا کرنے کے لیے اور اپنی وعید کے تقاضے کو مکمل کرنے کے لیے' بعض گناہ گار مسلمانوں کو دوزخ میں ضرور ڈالے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کی مؤمنین پر جو رحمت اور شفقت ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ان کو حقیقۃً عذاب نہیں ہوگا' بلکہ ان کو صرف صورۃً عذاب ہوگا اور وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لیکن ان کو کوئی درد محسوس نہیں ہوگا کیونکہ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان پر صورۃً موت طاری کر دے گا' جس سے ان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جائیں گے اور ان کو درد اور عذاب کا بالکل احساس نہیں ہوگا' جیسے سرجری سے پہلے انسان کے حواس کو معطل کر دیا جاتا ہے۔

اور اس تقریر پر شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۳۷۴ کی حدیث سے اشکال دور ہو جاتا ہے' آپ نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کرے گا اور آپ کے کسی ایک امتی کو بھی دوزخ میں حقیقۃً عذاب نہیں دے گا اور جن مؤمنین نے گناہ کیے اور بغیر توبہ کے مر گئے' اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ کے فضل محض

Marfat.com

سے محروم رہے' ان بعض گناہ گار مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے مکافاتِ عمل کے قانون اور اپنی وعید کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں ڈالے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے اپنی رحمت سے ان کے حواس اور مشاعر کو سلب کر لے گا' حتیٰ کہ ان کو دوزخ کے عذاب کا بالکل احساس نہیں ہوگا اور یہی اس حدیث کا محمل ہے کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا یعنی اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا اور اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں راضی کرے گا اور آپ کے کسی امتی کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا' پھر جو مسلمان دوزخ میں صورۃً جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے نکال لے گا' پھر ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈالا جائے گا اور اہل جنت ان پر آبِ حیات بہائیں گے اور وہ پھر زندہ ہو کر تر و تازہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

میں نے جو اس حدیث کی تقریر کی ہے' اس سے تمام آیات اور احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا' مجھ سے پہلے کسی مفسر یا محدث نے اس اشکال کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی' یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور انعام ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ سے یہ کریمانہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کے نفس کو کمال عطا فرمائے گا اور آپ کو اولین اور آخرین کے علوم عطا فرمائے گا' آپ کی نبوت کو غلبہ عطا فرمائے گا اور آپ کے زمانہ میں آپ کو فتوحات عطا فرما کر اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے زمانہ میں فتوحات عطا فرما کر آپ کے دین کو سربلند فرمائے گا اور زمین کے تمام مشارق اور مغارب میں آپ کا پیغام پہنچ جائے گا۔ علامہ ابوحیان نے کہا: اولیٰ یہ ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا اور نوال دنیا اور آخرت دونوں کو شامل ہے' ہاں! آخرت میں آپ کو جو عطا حاصل ہوگی' وہ دنیا کی عطا سے بہت زیادہ ہے' حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کو موتیوں کے ایک ہزار محل عطا فرمائے گا' جن کی مٹی مشک ہوگی اور ہر محل میں بہ کثرت حوریں اور خدام ہوں گے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۲۶ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۴۳' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ) (روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۸۸۔۲۸۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

آخرت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت عطا کرنے کے متعلق احادیث

آخرت میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کو ظاہر فرمائے گا' اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا اور فرمائے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ آج کس کی بادشاہی ہے؟ (خود ہی فرمائے گا:) اللہ کی بادشاہی ہے جو واحد قہار ہے ۝ (المومن: ۱۶)

اور جب اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا تو کسی کو لب کشائی کی جرأت نہیں ہوگی' لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک حصول شفاعت کے لیے جائیں گے' لیکن سب نفسی نفسی کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور اس سے کلام کرنے سے ڈریں گے' اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو آپ ان کی شفاعت کی حامی بھریں گے' حدیث میں ہے:

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما یقول ان الناس یصیرون یوم القیامۃ جثاً کل امۃ تتبع نبیھا یقولون یا فلان اشفع حتی تنتھی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذالک یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود. (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۷۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے' حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہوگی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ موج در موج پھر رہے ہوں گے' پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے: اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے' وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں' تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ' وہ خلیل الرحمان ہیں' پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں' لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ' وہ کلیم اللہ ہیں' پھر لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں' تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ' وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں' پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں لیکن تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں ہی شفاعت کے لیے ہوں' میں اپنے رب سے اجازت طلب کرتا ہوں' پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے کلمات الہام کیے جائیں گے' جن سے میں اللہ کی حمد کروں گا' وہ حمد کے کلمات اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں' پھر میں ان کلمات سے اللہ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں تو کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پس میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت! میری امت! پھر کہا جائے گا: آپ جایئے' جس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے۔ (الحدیث) یہ مکالمہ اور دوزخ سے امت کو نکالنا چار بار ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۵۱۰' صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۲۴۳)

غور کیجئے جب کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی ہمت نہیں ہوگی' اس وقت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوں گے اور جب کوئی اللہ عزوجل سے شفاعت نہ کر سکے گا' اس وقت آپ شفاعت کریں گے' بلکہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا: آپ مانگیے آپ کو ملے گا' آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول ہوگی اور یہی وہ عطا ہے جس کا آپ سے دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝" (الضحیٰ:۵) آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عزت اور فضیلت عطا کی جائے گی' اس کا بیان ان احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا' اور قیامت کے دن جب لوگوں کا وفد آئے گا تو میں ان سے کلام کروں گا' اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا' اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا' اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم میں ہوں گا اور میں یہ بات فخر یہ نہیں کہتا (بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۵۹' سنن دارمی رقم الحدیث:۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت کے حلوں میں سے حلہ

Marfat.com

پہنایا جائے گا' پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا' اور اس مقام پر میرے علاوہ مخلوق میں سے اور کوئی کھڑا نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرو' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت کا سب سے بلند درجہ ہے' جو صرف کسی ایک شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے وہ شخص میں ہوں گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)' اور اس دن حضرت آدم ہوں یا ان کے سوا جو نبی بھی ہو' وہ میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوگا اور سب سے پہلے مجھ سے ہی زمین شق ہوگی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپس میں کہہ رہے تھے: کس قدر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم کو بنایا' دوسرے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا اور کسی نے کہا: حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں' اور کسی نے کہا: حضرت آدم صفی اللہ ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: میں تمہاری باتیں اور تمہارے تعجب کو سن رہا تھا' بے شک حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں' اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں' اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں' اور حضرت آدم صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں' سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی وہ ہوں' جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)' اور میں ہی سب سے پہلے جنت کو کھلواؤں گا اور اللہ میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دے گا اور مجھ کو اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں تمام اوّلین اور آخرین سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۱۶' سنن دارمی رقم الحدیث:۴۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں خاتم النبیین ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں) اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں)۔ (سنن دارمی رقم الحدیث:۵۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یعنی یہ میرے فخر کی چیز نہیں ہے کہ میں رسولوں کا قائد ہوں' فخر تو ان رسولوں کو کرنا چاہیے جنہیں مجھ جیسا قائد مل گیا۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ (درود) پڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہو جاتی ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ

Marfat.com

جاتے ہیں اور اتنے ہی اور فرشتے نازل ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں' یہ معمول اسی طرح ہوتا رہے گا حتیٰ کہ زمین آپ سے شق ہوگی اور آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر سے باہر آئیں گے۔
(سنن دارمی رقم الحدیث: ۹۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا' پھر آپ کو ٹھکانا دیاO اور آپ کو جب کبریاء میں سرشار پایا تو آپ کو تبلیغ دین کی طرف متوجہ کیاO اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیاO سو آپ یتیم پر شدت نہ کریںO اور مانگنے والے کو نہ جھڑکیںO اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریںO (الضحیٰ: ۱۱۔۶)

یتیم کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم ہونے کی کیفیت

الضحیٰ: ۶ میں "یتیم" کا لفظ ہے' یتیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا والد فوت ہو جائے' اور اس آیت میں "اوی" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "ایواء" ہے' اس کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا' اس آیت کا یہ معنی ہے: کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کم سن بچے تھے' آپ کے والد نہیں تھے تو اللہ عزوجل نے آپ کو ان کے ساتھ ملا دیا جنہوں نے آپ کی پرورش اور نگہداشت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں تھے تو آپ کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے' ولادت کے بعد آپ اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور اپنے دادا سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے' پھر جب آپ کی عمر شریف چھ سال تھی تو آپ کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں اور جب آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے دادا رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے' اور حضرت عبد المطلب نے آپ کے چچا جناب ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ آپ کی کفالت کریں اور انہوں نے نہایت شفقت سے آپ کی کفالت کی' ان کا نام عبد مناف تھا' پھر ابو طالب آپ کی کفالت کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا' اس کے بعد بھی عرصۂ دراز تک آپ کی نصرت اور حمایت کرتے رہے' حتیٰ کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابو طالب کی وفات ہوگئی۔ (الکشاف ج ۴ ص ۷۶۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ ایک دن ابو طالب نے اپنے بھائی عباس سے کہا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں؟ ابو طالب نے کہا: میں دن رات کے کسی وقت میں بھی ان کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا' حتیٰ کہ رات کو بھی اپنے پاس سلاتا تھا' ان کا جسم بہت نرم ملائم اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا' بہت دفعہ میں ان کو اپنے بستر سے گم پاتا' میں ان کو ڈھونڈنے کے لیے باہر نکلتا تو وہ مجھے آواز دیتے: اے چچا! میں یہاں ہوں! پھر میں لوٹ آتا' بہت مرتبہ آدھی رات کو میں ان سے ایسا کلام سنتا' جس سے مجھے بہت تعجب ہوتا' ہم کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے اور نہ کھانے کے بعد الحمد للہ پڑھتے اور وہ کھانے سے پہلے کہتے تھے: "بسم اللہ الاحد" اور کھانے کے بعد کہتے تھے: "الحمد للہ" مجھے اس پر بہت تعجب ہوتا تھا' میں نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے دیکھا' نہ جاہلیت کی طرح ہنستے دیکھا اور نہ بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۹۰' دار الفکر' بیروت)

آپ کو یتیم رکھا اور آپ کے والدین کو اٹھا لیا تاکہ آپ پر کسی کی تعظیم کرنے کا حق نہ ہو' دودھ پلانے والی حلیمہ کا بھی آپ پر کوئی احسان نہ تھا' کیونکہ آپ کی برکت سے اس پر خوش حالی آ گئی' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو یتیم اس طرح فرمایا ہے' جس طرح دریتیم اس موتی کو کہا جاتا ہے جو اپنی سیپی میں تنہا اور منفرد ہوتا ہے' آپ بھی اپنی پاکیزہ صفات اور حیرت انگیز کمالات

Marfat.com

میں منفرد تھے اور اس آیت کا معنی ہے: کیا اللہ نے آپ کو قریش میں منفرد صفات کا حامل نہیں پایا' پھر آپ کو ان کے ساتھ ملا دیا' یا ہم نے آپ کو درِ یتیم کی طرح بے نظیر صفات کا حامل پایا تو آپ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور آپ کو برگزیدہ بنا لیا۔

الضحیٰ: ۷ میں فرمایا: اور آپ کو حُبِّ کبریاء میں سرشار پایا تو آپ کو تبلیغ دین کی طرف متوجہ کیا O

لفظ ''ضال'' کے معنی کی تحقیق اور ائمہ لغت کی تصریحات

اس آیت میں ''ضال'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے معنی میں لکھتے ہیں:

''ضلال'' کا معنی ہے: سیدھے راستے سے منحرف ہونا' اس کی ضد ہدایت ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ (یونس: ۱۰۸) سو جو سیدھے راستے پر چلتا ہے تو اس کا سیدھے راستہ پر چلنا اپنے نفع کے لیے ہے اور جو سیدھے راستہ سے انحراف کرتا ہے تو اس کے انحراف کا ضرر اسی پر ہے۔

''ضلال'' سیدھے راستہ سے انحراف کو کہتے ہیں خواہ یہ انحراف عمداً ہو یا سہواً ہو' کم ہو یا زیادہ ہو' کیونکہ وہ سیدھا راستہ جو اللہ اور اس کے رسول کا پسندیدہ ہے' اس پر چلنا سخت مشکل ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ (البلد: ۱۱) (انسان نیکی کرنے اور بُرائی ترک کرنے کی) دشوار گزار گھاٹی پر نہیں چڑھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

استقیموا ولن تحصوا. یعنی تم مکمل طور پر صراطِ مستقیم پر نہیں چل سکو گے بہر حال کوشش کرتے رہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۶۔ رقم الحدیث: ۱۲۷۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۸۲' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۹۹۴' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۹۲)

حکماء نے کہا ہے کہ کوئی انسان مکمل ہدایت پر نہیں ہوتا' کسی وجہ سے ہدایت پر ہوتا ہے اور کسی وجہ سے ضلالت پر ہوتا ہے' اور جب ''ضلال'' کا معنی ہے: سیدھے راستہ کو ترک کرنا' خواہ یہ ترک کرنا عمداً ہو یا سہواً' کم ہو یا زیادہ' تو کسی شخص سے کوئی بھی کسی قسم کی خطا ہو جائے تو اس کے لیے ''ضلال'' کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے' اس لیے لفظ ''ضلال'' کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف بھی ہوتی ہے' اگرچہ دونوں کے ضلال میں بہت زیادہ فرق ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى'' (الضحیٰ: ۷) یعنی جب آپ کو نبوت پر فائز کیا گیا تو آپ مکمل شریعت سے آگاہ نہ تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق ان کے بیٹوں کا یہ قول نقل فرمایا: ''اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ'' (یوسف: ۹۵) آپ اپنی اسی پرانی والہانہ محبت اور وارفتگی میں ہیں' اور ان کے بیٹوں نے کہا: ''اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ'' (یوسف: ۸) (یوسف اور بنیامین کو محبت میں ترجیح دے کر) ہمارا باپ صریح غلطی پر ہے اور مصر کی عورتوں نے زلیخا کے متعلق کہا:

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یوسف: ۳۰) اس کے دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے' ہم اس کو صریح گم راہی میں دیکھتی ہیں O

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ (البقرہ: ۲۸۲) تاکہ ان میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے دوسری اسے یاد دلا دے۔

Marfat.com

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ؕ (الشعراء: ۲۰) موسیٰ نے کہا: جس وقت میں نے یہ کام کیا (قبطی کو تادیبا گھونسا مارا) اس وقت میں سہو کرنے والوں میں سے تھا O

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۟ (طٰہٰ: ۵۲) میرا رب نہ غفلت کرتا ہے نہ بھولتا ہے O

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۟ (الفیل: ۲) کیا اللہ نے ان کی سازش کو معطل اور باطل نہیں کر دیا O

(المفردات ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸ ملخصاً وموضحاً 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ "ضال" کا معنی ہے: (۱) گم راہ (۲) ناواقف (۳) بھولنے والا (۴) محبت میں وارفتہ (۵) غافل (۶) سہو کرنے والا (۷) اور معطل اور باطل۔

علامہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر رازی حنفی متوفی ۶۶۰ھ نے "ضال" کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:

(۱) گم راہ (۲) ضائع ہونے والا (۳) ہلاک ہونے والا (۴) راستہ گم کرنے والا (۵) راستہ نہ جاننے والا۔

(مختار الصحاح ص ۲۳۱ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

"ضال" ہدایت یافتہ کی ضد ہے یعنی (۱) گم راہ (۲) کسی چیز کو گم کرنے والا (۳) کسی چیز کو نہ پہچاننے والا (۴) کسی چیز کو گرانے والا (۵) ضائع ہونے والا (۶) گم شدہ چیز (۷) زائل ہونے والا (۸) بھولنے والا (۹) ہلاک ہونے والا (۱۰) باطل (۱۱) کسی چیز میں گم یا غائب ہونے والا۔ (لسان العرب ج ۹ ص ۵۸-۵۶ ملخصاً 'مؤسسة الرسالة' بیروت ۲۰۰۳ء)

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

"ضال" کا معنی ہے: ہدایت یافتہ کی ضد یعنی گم راہ' گم ہونے والا' غائب ہونے والا' ضائع ہونے والا' چھپ جانے والا' باطل۔ (قاموس ص ۱۰۲۴ 'مؤسسة الرسالة' بیروت ۱۴۲۴ھ)

سید محمد مرتضیٰ زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ نے "قاموس" کی شرح میں مزید یہ معنی لکھتے ہیں:

محبت میں وارفتہ' سہو کرنے والا' بھولنے والا۔ (تاج العروس ج ۷ ص ۴۱۱ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ان معانی میں سے بعض معانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت اور آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں جیسے گم راہ' ضائع ہونے والا' ہلاک ہونے والا' معطل اور باطل' اور دوسرے معانی مثلاً محبت میں وارفتہ' ناواقف' غافل' سہو کرنے والا' بھولنے والا' راستہ گم کرنے والا' راستہ نہ جاننے والا' کسی چیز میں گم ہونے والا اور غائب ہونے والا' ان معانی کو مفسرین نے متعدد تاویلات کے ساتھ اختیار کیا ہے اور ان معانی کے علاوہ کچھ اور معانی کو بھی محاوراتِ عرب سے مستنبط کر کے اختیار کیا ہے' ہم اس بحث میں امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ' علامہ الماوردی متوفی ۴۵۰ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کے اختیار کردہ معانی ذکر کر رہے ہیں۔

امام ابومنصور ماتریدی کی لفظ "ضال" میں توجیہات

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ نے اس آیت کے حسب ذیل محامل ذکر کیے ہیں:

(۱) اگر (بہ فرض محال) اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی ہدایت نہ دیتا اور آپ کو اس کی توفیق نہ دیتا تو وہ ضرور آپ کو غیر ہدایت یافتہ پاتا' کیونکہ آپ گمراہ قوم میں پیدا ہوئے تھے' اس قوم کو کسی نے ہدایت نہیں دی تھی اور کسی نے اس کو اللہ کی توحید کی طرف دعوت نہیں دی تھی' لیکن اللہ نے آپ کو ہدایت دی اور توحید کی رہ نمائی کی' سو اس نے آپ کو گم راہ اور غیر ہدایت یافتہ

Marfat.com

نہیں بنایا' اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط (آل عمران: ۱۰۳)

اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے' سو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۴)

اگر بالفرض ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو ممکن تھا کہ آپ ان مشرکین کی طرف قدرے مائل ہو جاتے ۝

کیونکہ انسان اور بشر کی طبیعت میں جلد اور آسانی سے ملنے والی دنیا کی لذتوں اور راحتوں کی طرف میلان ہے' اس لیے ہو سکتا تھا کہ آپ دنیا کی طرف مائل ہو جاتے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے فضل اور لطف سے آپ کو معصوم بنایا اور آخرت کی نعمتوں پر آپ کو ثابت قدم رکھا اور دنیا کی عارضی لذتوں سے متنفر بنایا۔ اس بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض اللہ آپ کو ہدایت نہ دیتا تو وہ ضرور آپ کو غیر ہدایت یافتہ پاتا لیکن اس نے آپ کو ہدایت دی اور آپ کو گم راہ نہیں پایا۔

(۲) ''ضال'' کا معنی ہے: ناواقف۔ اللہ نے آپ کو ہدایت سے ناواقف پایا اور یہ ناواقفیت آپ کے کسب اور اختیار سے نہیں تھی' لیکن انسان اپنی اصل خلقت میں ناواقف ہے اور اس آیت میں ''ضلال'' کا معنی ناواقفیت ہے کیونکہ مخلوق اپنے ابتدائی احوال میں ناواقف ہوتی ہے' وہ اپنے کسب اور اختیار سے ناواقف نہیں ہوتی کہ اس کی مذمت کی جائے اور نہ وہ اپنے اختیار سے عالم ہوتی ہے کہ اس کی تحسین کی جائے لیکن وہ اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے ناواقف ہوتی ہے کیونکہ اس وقت اس کے پاس حصول علم کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا اور اس ناواقفیت میں اس کے کسب اور اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے' لیکن جب اس کو حصول علم کے آلات میسر ہو جائیں' پھر بھی وہ اپنے اختیار سے علم حاصل نہ کرے تو پھر اس کی مذمت کی جاتی ہے اور علم حاصل کرے تو پھر اس کی تحسین کی جاتی ہے۔

اس تقریر کی بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے: اللہ نے آپ کو اصل خلقت کے اعتبار سے حالتِ صغر میں ناواقف پایا' سو آپ کو آپ کے علم کی طرف ہدایت دی اور اس کی نظیر یہ آیتیں ہیں:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ (الشوریٰ: ۵۲)

(ہمارے وحی کرنے سے پہلے) آپ از خود اپنی عقل سے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کی تفصیل کیا ہے' لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا جس سے ہم ہدایت دیتے ہیں جس کو چاہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۴۸)

نزول قرآن سے پہلے آپ نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ یہ باطل پرست لوگ شکوک اور شبہات میں پڑ جاتے ۝

یعنی ہمارے وحی کرنے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے از خود اپنی عقل سے دین کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب کی تفصیلات کا علم ہوا۔

(۳) ''ضال'' کا معنی ہے: غافل۔ اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ نے آپ کو انبیاء متقدمین اور صالحین کی خبروں سے غافل پایا تو اللہ نے آپ کو ان کی خبروں سے مطلع فرمایا' جیسا کہ اس آیت میں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (یوسف: ۳) ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں جس کی ہم نے آپ کی طرف اس قرآن سے وحی کی ہے اور بے شک آپ اس وحی سے پہلے اس قصہ سے غافل تھے ○

(۴) آپ کو قرآن مجید اور اس کے مضامین سے ناواقف پایا تو آپ کو ان کا علم عطا فرمایا۔

بعض علماء نے کہا: آپ کو گم راہ قوم میں پایا تو آپ کو ہدایت دی یعنی ان گم راہ لوگوں میں سے آپ کو باہر نکالا' اگر آپ کو ان لوگوں سے باہر نہ نکالتا تو وہ آپ کو اپنی گم راہی کی طرف دعوت دیتے اور آپ کو اس پر مجبور کرتے اور اس گم راہی کے سوا آپ سے راضی نہ ہوتے۔

(۵) آپ کو فرائضِ نبوت سے ناواقف پایا تو آپ کو ان کی ہدایت دی۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۷۸۔۴۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

علامہ الماوردی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) ''ضلال'' کا معنی ہے: معرفت کا نہ ہونا' ابن عیسیٰ نے کہا کہ آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کو حق کی معرفت نہ تھی تو آپ کو حق کی ہدایت دی۔

(۲) امام طبری نے کہا کہ ''ضال'' کا معنی ہے: ناواقف' یعنی آپ کو نبوت سے ناواقف پایا تو آپ کو نبوت کی طرف ہدایت دی۔

(۳) سُدّی نے کہا کہ ''ضلال'' کی نسبت قوم کی طرف ہے' یعنی آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو اُن کو ہدایت دینے کی آپ کو رہنمائی فرمائی۔

(۴) آپ کو ہجرت سے ناواقف پایا تو آپ کو ہجرت کی طرف ہدایت دی۔

(۵) ''ضال'' کا معنی ہے: طالب' یعنی آپ کو قبلہ کا طالب پایا تو آپ کو قبلہ کی طرف ہدایت دی۔

(۶) ''ضال'' کا معنی ہے: متحیر' یعنی آپ کو کتاب کے بیان کرنے میں متحیر پایا تو آپ کو اس کے بیان کی ہدایت دی۔

(۷) ''ضال'' کا معنی ہے: بھولنے والا' یعنی آپ کو بھولنے والا پایا تو آپ کو یاد رکھنے کی ہدایت دی۔

(۸) ''ضال'' کا معنی ہے: محبت رکھنے والا' یعنی آپ کو ہدایت سے محبت رکھنے والا پایا تو آپ کو ہدایت دی۔

(النکت والعیون ج ۶ ص ۲۹۴)

امام رازی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لحظہ کے لیے بھی کفر نہیں کیا' قرآن مجید میں ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ (النجم: ۲) تمہارے پیغمبر نے نہ راہِ حق کو گم کیا نہ وہ ٹیڑھے راستہ پر چلے ○

اور انہوں نے اس آیت کے متعدد محامل بیان کیے ہیں:

(۱) ''ضال'' کا معنی غافل ہے۔ حضرت ابن عباس' حسن بصری' ضحاک اور شہر بن حوشب نے کہا: آپ کو احکام شریعت

Marfat.com

(کی تفصیل) سے غافل پایا تو آپ کو ان کی ہدایت دی اور اس کی تائید ان آیات میں ہے: ''مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ'' (الشوریٰ: ۵۲) ''وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ'' (یوسف: ۳)۔

(۲) ''ضـــال'' کا معنی ہے: گم شدہ۔ آپ کی دائی حلیمہ آپ کو آپ کے دادا کی طرف واپس لے جانے لگیں تو انہوں نے آپ کو گم پایا حتیٰ کہ وہ ھبل نامی بت کے پاس گئیں اور اس سے شکایت کی تو وہ سب بت گر پڑے اور یہ آواز سنائی دی: اس بچے کے ہاتھوں ہماری ہلاکت ہوگی۔

(۳) آپ اپنے دادا عبد المطلب سے گم ہو گئے تھے تو ابوجہل آپ کو ان کے پاس لایا' جس طرح حضرت موسیٰ نے فرعون کے گھر پرورش پائی۔

(۴) آپ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ جا رہے تھے' ایک کافر نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا اور آپ کو قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔

(۵) جب دودھ پانی میں مخلوط ہو جائے تو اہل عرب کہتے ہیں: ''ضلّ الماء فی اللبن'' (پانی دودھ میں گم ہو گیا) اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفر کے معاشرہ میں مخلوط پایا تو آپ کو قوت دے دی اور آپ کے دین کو غالب کر دیا۔

(۶) ''ضال'' کا معنی ہے: منفرد اور یکتا۔ جنگل میں جو درخت تنہا اور منفرد ہو' اہل عرب اس کو ''شجرۃ ضالۃ'' کہتے ہیں' اس اعتبار سے اس آیت میں آپ کو ''ضال'' فرمایا ہے یعنی دنیا کے یہ تمام شہر ایسے جنگل کی طرح ہیں جس میں سوائے آپ کے کوئی ایسا درخت نہ تھا جس میں توحید کے پھول کھل رہے ہوں اور معرفتِ الٰہی کے پھل بہار دے رہے ہوں' سو اس جہل اور کفر کے جنگل میں آپ ہی منفرد درخت تھے تو میں نے آپ سے مخلوق کو ہدایت دی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

الحکمة ضالة الحکیم۔ حکمت حکیم کا منفرد ثمر بار درخت ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۷)

(۷) ''ضال'' کا معنی ہے: معرفت سے عاری۔ جب آپ ایامِ طفولیت میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''ضال'' پایا یعنی علوم اور معارف سے خالی پایا' نہ کہ گمراہانہ عقائد کا حامل' تو آپ میں عقل' معرفت اور ہدایت پیدا فرمائی' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل: ۷۸)

اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے' اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو○

(۸) اس آیت میں ''ضـــال'' کا اسناد آپ کی قوم کی طرف ہے۔ بعض اوقات قوم کے سردار سے خطاب ہوتا ہے اور اس سے مراد اس کی قوم ہوتی ہے' پس اس آیت کا معنی ہے: آپ کی قوم کو گمراہ پایا تو اس کو ہدایت دی۔

(۹) ''ضـــال'' سے مراد ہے: تنہا اور الگ تھلگ۔ آپ کو اپنی قوم سے الگ تھلگ اور غیر مخلوط پایا تو آپ کو ان کے ساتھ میل جول کی طرف متوجہ کیا تاکہ آپ ان کو ہدایت پر لائیں۔

(۱۰) ''ضـــال'' کا معنی متحیر ہے' آپ مکہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں متحیر تھے اور اپنے رب کے اذن کے منتظر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کرنے کی اجازت دی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی ہدایت دی۔

(۱۱) آپ نماز کے قبلہ کے معاملہ میں متحیر اور مضطرب تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ بیت اللہ کو آپ کا قبلہ بنایا جائے گا یا نہیں' تو

Marfat.com

اللہ نے فرمایا:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ص. (البقرہ:۱۴۴) پس ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے' جس کی طرف منہ کرنے پر آپ راضی ہیں۔

(۱۲) ''ضال'' کا معنی محبت ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو محبت کرنے والا پایا تو اس نے آپ کو احکامِ شرعیہ کی ہدایت دی تاکہ آپ ان احکام پر عمل کر کے اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔

(۱۳) ''ضال'' کا معنی ناواقف ہے۔ آپ دنیاوی اُمور سے ناواقف تھے اور صرف دین سے واقف تھے' تو اللہ نے دین کے ساتھ ساتھ آپ کو دنیاوی اُمور سے بھی واقف کیا اور آپ نے تجارت میں نفع حاصل کیا۔

(۱۴) ''ضال'' سے مراد ہے: مظلوم۔ آپ اپنی قوم کا ظلم برداشت کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوی کر دیا اور آپ کو ہدایت دی حتیٰ کہ آپ ان پر حاکم ہو گئے۔

(۱۵) آپ آسمانوں کے راستوں سے ناواقف تھے' شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان راستوں کی ہدایت دی۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ قرطبی کی لفظ ''ضال'' کے بارے میں توجیہات

(۱) ''ضال'' کا معنی ناواقف ہے' شب معراج جب جبریل آپ کا ساتھ چھوڑ گئے اور آپ آگے کے راستے سے ناواقف تھے تو اللہ عزوجل نے آپ کو عرش کی طرف ہدایت دی۔

(۲) ''ضال'' کا معنی ناواقف ہے' یعنی آپ کو اپنے نفس کی معرفت نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نفس اور احوال کی معرفت دی۔

(۳) ''ضال'' کا معنی ہے: تنہا۔ آپ تنہا دین اسلام پر تھے' آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا تو اللہ عزوجل نے آپ کے سبب سے مخلوق کو اپنی طرف ہدایت دی۔

(۴) آپ کی قوم آپ کے مرتبہ سے ناواقف تھی' تو اللہ عزوجل نے آپ کی قوم کو آپ کے مرتبہ کی طرف ہدایت دی۔

(۵) ''ضال'' کا معنی ہے: متحیر۔ آپ اللہ کی ذات کی معرفت میں متحیر اور سرگرداں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت کی طرف ہدایت دی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۸۷۔۸۵' دار الفکر بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الافاضل کی توجیہات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا:

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی:

غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علوم ما کان و ما یکون عطا کیے' اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔

مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات و صفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۹۵۴۔۹۵۳' تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

Marfat.com

مصنف کی توجیہ

ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور آپ کو حُبِّ کبریاء میں سرشار پایا تو آپ کو تبلیغ دین کی طرف متوجہ کیا۔

محبت کا کمال یہ ہے کہ محب محبوب کے جلووں میں اس طرح کھو جائے کہ وہ محبوب کی ذات کے سوا ہر چیز کو فراموش کر دے' حتیٰ کہ اسے اپنی ذات کا بھی احساس نہ رہے اور سارے عالم کو بلکہ خود اپنی ذات کو بھی بھول جائے اور محبت میں سرشاری اور وارفتگی کے عالم میں سوا ذات محبوب کے اور کوئی چیز پیش نظر نہ ہو اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے کامل محبت تھی اور حسن الوہیت کے جمال میں آپ ایسے محو تھے کہ آپ کو اپنی ذات کا بھی احساس نہ تھا' بھلا کائنات کی طرف کیا توجہ ہوتی' پس اللہ تعالیٰ نے ہم بے کسوں پر کرم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی ذات اور ہماری طرف متوجہ کیا' تا کہ آپ مخلوق کو تبلیغ دین کریں اور انہیں گم راہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں میں لائیں' بے کسوں کا کس اور بے سہاروں کا سہارا بنیں' گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت کا مینار بنائیں اور تحت الثریٰ میں گرنے والوں کو اوج ثریا تک پہنچا دیں۔

الضحیٰ: ۸ میں فرمایا: اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا O

''عائل'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کرنے کے محامل

اس آیت میں ''عائل'' کا لفظ ہے' ''عائل'' کا معنی ہے: مفتقر اور فقیر' یعنی آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے پاس ضرورت کی چیزیں نہ تھیں تو آپ کو تجارت کے نفع کے ذریعہ غنی کر دیا' یہ اس وقت ہوا جب آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے سفر پر شام کی طرف روانہ ہوئے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ کی مال دار خاتون تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کر لیا اور انہوں نے اپنا تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا' پھر اسلام کی فتوحات کے ذریعہ آپ کو بہ کثرت مالِ غنیمت اور مالِ فے حاصل ہوا اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالِ دنیا سے غنی کر دیا۔

اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے مال پر آپ کو قناعت کرنے والا بنا دیا اور آپ کے دل کو غنی کر دیا اور ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی وجہ سے آپ کو اپنے ماسوا سے غنی کر دیا' آپ صرف اللہ عزوجل کی طرف مفتقر تھے تو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم سے آپ کو غنی کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کی تعلیم دی ہے:

اللھم اغننی من الفقر. اے اللہ! مجھے فقر سے غنی کر دے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۳۳۲' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۱۵)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے لحاظ سے فقیر پایا تو آپ کو آخرت کی نعمتیں دکھا کر دنیا سے غنی کر دیا اور جب آپ نے وہ نعمتیں دیکھیں جن کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے اور آخرت کی عزتیں اور وجاہتیں دیکھیں تو پھر آپ کی نظر میں دنیا حقیر ہو گئی' حتیٰ کہ آپ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مچھر کے پَر کے برابر بھی نہ تھی' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے' جب آپ اٹھے تو آپ کے پہلوؤں میں چٹائی کے نشانات ثبت ہو گئے تھے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے لیے بستر بنا دیں' آپ نے

Marfat.com

فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق ہے! میں اس دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں آتا ہے' پھر اس کو چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۷۷' مسند احمد ج ا ص ۳۹۱)

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف سے آپ کو غنی کر دیا ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا' آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' بے شک میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۹۶۵)

پس اس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے آپ کو غنی کر دیا ہو اور ہمیں آپ نے اس سے مطلع نہ فرمایا ہو۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

الضحیٰ: ۹ میں فرمایا: سو آپ یتیم پر شدت نہ کریں O

آپ کو یتیم بنانے کی حکمتیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ یتیم کا حق نہ روکیں اور اس کا مال اس کو ادا کر دیں' کیونکہ آپ یتیم رہ چکے ہیں اور یتیم کے حال سے اچھی طرح واقف ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یتیمی کو اختیار فرمایا' اس کی مفسرین نے حسب ذیل حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) آپ کو یتیموں کا حال معلوم ہو تا کہ آپ یتیموں کے حقوق ادا کریں اور ان کی آسودگی اور ان کے لیے خیر کے حصول کی کوشش کریں' حضرت یوسف علیہ السلام ایامِ قحط میں اس لیے سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے تاکہ وہ بھوکے لوگوں کی بھوک کو بھول نہ جائیں۔

(۲) آپ کو یتیم رکھا تاکہ یتیم اس وصف میں آپ کا شریک ہو جائے اور یتیم کی اس لیے تکریم کی جائے کہ آپ بھی یتیم تھے۔

(۳) جس شخص کے ماں اور باپ دونوں زندہ ہوتے ہیں' اس کا اعتماد اپنے ماں اور باپ پر ہوتا ہے' آپ کے ماں اور باپ دونوں کو اٹھا لیا تاکہ بچپن سے آپ کا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے۔

(۴) عموماً یتیم کی تربیت اور تادیب نہیں ہو پاتی' اس لیے لوگ یتیم کے عیب بہت تلاش کرتے ہیں' سو لوگوں نے آپ کے احوال کو بھی بہت گہری نظر سے دیکھا' لیکن سوائے پاکیزگی اور پاک دامنی کے ان کو کوئی چیز نظر نہیں آئی حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلانِ نبوت کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو آپ کی ذات میں طعن کرنے کی کوئی وجہ نہیں ملی۔

(۵) جس کا باپ ہوتا ہے وہ اس کو تعلیم دیتا ہے اور اس کی تادیب کرتا ہے' آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے سر سے باپ کا سایا اٹھا لیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی تعلیم اور تادیب کا کفیل اور متولی صرف اللہ تعالیٰ تھا' سند ضعیف سے روایت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی. مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' سو بہت اچھا ادب سکھایا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۹۵)

(۶) اگر آپ کے ماں باپ زندہ رہتے تو آپ کو ان کی ہر وقت تعظیم کرنی پڑتی' اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ آپ صرف اللہ عزوجل کی تعظیم کریں اور مخلوق میں سے کسی کی تعظیم نہ کریں۔

Marfat.com

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک گھر ہے جس کا نام دار الفرج ہے اس میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے مؤمنین یتیموں کو خوش کیا ہوگا۔

(اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۷۱ التنزیہ ج ۲ ص ۱۳۶۔۱۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یتیم روتا ہے تو اس کے آنسو رحمٰن کی ہتھیلیوں میں گرتے ہیں اور وہ فرماتا ہے: اس یتیم کو کس نے رُلایا ہے جس کے ماں باپ قبر میں غائب ہو چکے ہیں اور جو اس یتیم کو چپ کرائے اس کے لیے جنت ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲ التنزیہ ج ۲ ص ۱۳۶ الفوائد رقم الحدیث: ۲ ۷ التذکرہ رقم الحدیث: ۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یتیم روتا ہے تو اس کے رونے کی وجہ سے عرش ہل جاتا ہے اور رحمٰن فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے اس بندہ کو کس نے رُلایا حالانکہ میں اس کے باپ کی روح قبض کر چکا ہوں اور اس کو مٹی میں چھپا چکا ہوں فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کوئی علم نہیں ہے پس رحمان فرمائے گا: اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ جس نے اس کو راضی کیا میں اس کو قیامت کے دن راضی کروں گا۔

(اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۷۱ التنزیہ ج ۲ ص ۱۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں یتیم کی تکریم کی جائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۳۴۳۴ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ابو مالک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پانی کے ساتھ ملایا حتیٰ کہ اس کو سیر کر دیا اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہو جائے گی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۴۔ ج ۵ ص ۲۹ مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۹۲۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے آپ نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۰۵ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۵۱۵۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۱۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳)

ان احادیث کو علامہ آلوسی نے بھی بغیر تخریج کے ذکر کیا ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۹۴۔۲۹۳)

الضحیٰ: ۱۰ میں فرمایا: اور مانگنے والے کو نہ جھڑکیں O

ربط آیات

اس سے پہلے فرمایا تھا: آپ یتیم تھے تو آپ کو ٹھکانا دیا آپ طالبِ ہدایت تھے تو آپ کو ہدایت دی اور آپ ضرورت مند تھے تو اللہ نے آپ کو غنی کیا تو آپ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو نہ بھولیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور یتیم پر شفقت کریں اور سائل پر رحم کریں کیونکہ آپ یتیمی اور تنگ دستی کو گزار چکے ہیں۔

صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کے لیے عذاب کی وعید کے متعلق احادیث

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کی طرف سے حقوق ادا کر رہا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس سلسلہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے پھر ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے پھر آپ نے فرمایا: تین صورتوں کے سوا اور کسی صورت میں سوال کرنا

Marfat.com

جائز نہیں ہے: (۱) ایک وہ شخص ہے جس نے کسی کی طرف کسی حق کو ادا کرنے کا ذمہ لیا ہو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے' حتیٰ کہ اس کو مطلوبہ مال مل جائے' پھر وہ سوال سے رُک جائے (۲) دوسرا وہ شخص جس کے مال پر کوئی آفت آ گئی ہو اور اس کا سب مال ضائع ہو گیا ہو اس کے لیے سوال کرنا حلال ہے حتیٰ کہ اس کو گزر اوقات کے لیے مل جائے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص فاقوں میں مبتلا ہو حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص فاقوں میں مبتلا ہے تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے (تین آدمیوں کی گواہی استحباب کی شرط ہے اگر وہ واقعی فاقے کر رہا ہے تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے) اے قبیصہ! ان تین صورتوں کے سوا جو شخص سوال کرتا ہے' وہ حرام کھاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۰' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا' وہ آگ کے انگاروں کا سوال کر رہا ہے' کم سوال کرے یا زیادہ۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۳۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے' وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا' جس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہو گی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵)

سہل ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنی چیزیں تھیں جو اس کو سوال سے غنی کر سکتی تھیں' وہ صرف آگ کو زیادہ کر رہا ہے' نفیلی نے پوچھا: اس چیز کی کتنی مقدار ہے جو اس کو سوال سے غنی کر دے اور اس مقدار کے ہوتے ہوئے اس کو سوال نہیں کرنا چاہیے؟ فرمایا: اس کے پاس صبح او شام کا کھانا ہو یا ایک دن اور ایک رات کا کھانا ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۲۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۰)

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی (مالک نصاب زکوٰۃ) کے لیے سوال کرنا جائز نہیں اور نہ تندرست آدمی کے لیے' سوال کرنا صرف اس کے لیے جائز ہے جس کو فقر ہلاک کر رہا ہو یا جو قرض کے بوجھ سے گھبرا رہا ہو' اور جس نے اپنے مال میں اضافے کے لیے سوال کیا' قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی اور وہ دوزخ کے گرم پتھر کھا رہا ہو گا' پس جو چاہے (اس عذاب کو) کم کرے اور جو چاہے زیادہ کرے۔ (اگر کسی شخص کو علم ہو کہ اس سائل کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو نرمی سے مسترد کر دے اور اگر وہ اس کو دے گا تو وہ گنہگار ہو گا) (سنن ترمذی رقم الحدیث ۶۵۳)

سائل کو دینے کی ترغیب کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (لوگوں پر) خرچ کر' میں (تجھ پر) خرچ کروں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد چیز کو خرچ کر دے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کر رکھے تو یہ تیرے لیے برا ہے اور اگر تیرے پاس بہ قدر ضرورت مال ہو تو تجھ کو ملامت نہیں کی جائے گی اور دینے کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کر۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۳۶)

Marfat.com

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مجھے حیاء آتی ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اسے دے دو' خواہ وہ بکری کا جلا ہوا پایا ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۶۵' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت ہدیہ کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا' انہوں نے خادمہ سے کہا: اس کو گھر میں رکھ دو شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تناول فرمائیں' خادمہ نے اس کو گھر کے طاق میں رکھ دیا' اس اثناء میں ایک سائل نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: صدقہ دو' اللہ تمہارے مال میں برکت دے' گھر والوں نے کہا: اللہ تمہیں برکت دے' وہ سائل چلا گیا' بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے ام سلمہ! تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ اور انہوں نے خادمہ سے کہا: جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گوشت لا کر دو' وہ گئی تو اس طاق میں گوشت نہیں تھا' ایک پتھر کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہی گوشت ہے جو اب پتھر کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے' کیونکہ تم نے سائل کو یہ گوشت نہیں دیا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰۰' اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ حضرت عثمان کا غلام مجہول ہے)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مساکین جھوٹ نہ بولیں تو ان کو رد کرنے والا فلاح نہ پائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۹۶۷' اس حدیث کا ایک راوی جعفر بن الزبیر ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کے لیے حق ہے' خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند مجہول ہے کیونکہ اس کی سند میں یعلیٰ بن ابی یحییٰ مجہول ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴۔ رقم الحدیث: ۱۷۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۳' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۶۷۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۸۹۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۳' الموطأ ج ۲۔ رقم الحدیث: ۱۹۲۷' دارالمعرفۃ' بیروت)

موطأ امام مالک میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے: سائل کو عطا کرو خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو عطا کرنے کی ترغیب ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ جس شخص کے پاس صبح اور شام کا کھانا ہو' اس کا سوال کرنا مکروہ ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی کا اور تندرست شخص کا جو کمانے پر قادر ہو' سوال کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سائل سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا سائل ہے کہ بغیر سواری کے اس کے لیے کہیں جانا مشکل ہو اور اس کے پاس ایک دن سے زیادہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو اور وہ کمزور اور بیمار ہو' اس وجہ سے محنت مزدوری نہ کر سکتا ہو' اس لیے اس کا سوال کرنا صحیح ہے' علاوہ ازیں اس حدیث کی سند قطعی الثبوت نہیں ہے۔

(الاستذکار ج ۲۷ ص ۴۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز حافظ ابن عبدالبر اپنی دوسری شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس اس کا گھوڑا اس کی ضرورت کے لیے ہو تو وہ اس گھوڑے کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا' کیونکہ وہ اپنی

Marfat.com

ضروریات کے لیے پیدل نہیں جا سکتا' اور اس گھوڑے کا مالک ہونے کی وجہ سے وہ فقر کی حد سے نہیں نکلتا اور ان اغنیاء کے حکم میں داخل نہیں ہوتا' جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے: سائل کو عطا کرو' یہ نہیں فرمایا: اس کو زکوٰۃ دو یا نفلی صدقہ دو' پس اس کو ہر قسم کے صدقہ سے دینا جائز ہے' نیز اس حدیث میں یہ ترغیب دی ہے کہ سائل جو بھی ہو' اس کو عطا کرنا چاہیے' کیونکہ مسلمان کے حال سے اغلب یہ ہے کہ وہ واقعی ضرورت مند ہے' جب ہی سوال کر رہا ہے' ہاں! اگر دینے والے کو کسی دلیل سے معلوم ہو کہ یہ ضرورت مند یا مقروض نہیں ہے یا یہ صحت مند ہے اور کمانے پر قادر ہے تو پھر اس کو نہیں دینا چاہیے۔ (التمہید ج ۲ ص ۶۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے تھے' حتیٰ کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب مرنے لگا تو اس کے بیٹے نے آپ سے آپ کی قمیص مانگی تاکہ وہ اس قمیص کو اپنے باپ کا کفن بنا دے تو آپ نے اس کو اپنی قمیص عطا کر دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۶۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۸)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاشیہ والی ایک چادر بُن کر آپ کے پاس لائی' اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی' آپ وہ چادر پہن کر ہمارے پاس آئے' ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہنے لگا: یارسول اللہ! یہ بہت خوبصورت چادر ہے' آپ مجھے یہ چادر دے دیجئے' حاضرین نے کہا: تم نے یہ اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن لیا تھا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے' اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا صرف اس لیے سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے کہا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہوگئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

امام عبدالرحمان بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

منہال بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' اس عورت نے کہا: آپ سے کہنا کہ مجھے کوئی کپڑا پہنا دیجئے' آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے' اس عورت نے کہا: آپ کے پاس واپس جاؤ اور کہو: آپ نے جو قمیص پہنی ہوئی ہے وہی دے دیجئے' اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا تو آپ نے اپنی قمیص اتار کر اس کو دے دی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۳۲۷۔ رقم الحدیث: ۱۳۲۵۶' الدرالمنثور ج ۵ ص ۲۴۱)

اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرمی سے جواب دینا چاہیے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ سائل کو سختی کے ساتھ جواب نہ دیں' اگر آپ کے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس کو نرمی اور رحمت کے ساتھ لوٹا دیں' ایک تفسیر یہ بھی ہے' جو آپ سے دین کا کوئی مسئلہ معلوم کر رہا ہو' اس کو نہایت نرمی اور آسانی سے مسئلہ بتائیں اور اگر دنیا کی کسی چیز کا سوال کرے تو اگر آپ کے پاس وہ چیز ہو تو دے دیں ورنہ اس کو نرمی کے ساتھ لوٹا دیں' اسی مضمون کی یہ آیت ہے:

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۲۸)

اور اگر آپ کو اپنے رب کی رحمت کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دیں ○

امام عبدالرحمان بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

مجاہد نے کہا: یعنی اگر آپ کو اللہ کے رزق کا انتظار ہو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۵۱)

حسن بصری نے کہا: آپ اس صورت میں نرمی اور شفقت سے کہیں: عنقریب ان شاء اللہ ہم کو کوئی چیز ملے گی تو ہم تم کو عطا کریں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۵۲)

سدی نے "قول میسور" کی تفسیر میں کہا: آپ ان سے کہیں کہ اس وقت ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے' جب وہ چیز ہمارے پاس آئے گی تو ہم عطا کریں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۵۳)

ابن زید نے "قول میسور" کی تفسیر میں کہا: آپ خوب صورت بات کہیں' اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عطا فرمائے اور تم کو بھی اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں برکت دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۳۲۵۴)

مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے' صرف اللہ سے گڑگڑا کر سوال کیا جائے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت میں جھڑکنے سے ممانعت اس صورت میں ہے' جب سائل گڑگڑا کر سوال نہ کرے لیکن اگر وہ گڑگڑا کر سوال کرے اور نرمی سے منع کرنے کے باوجود واپس نہ جائے تو پھر اس سائل کو ڈانٹنے اور جھڑکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۹۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ آلوسی نے یہ صحیح نہیں لکھا' اللہ تعالیٰ نے مطلقاً سائل کو جھڑکنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ گڑگڑا کر سوال کرے یا نہ کرے اور منع کرنے سے واپس جائے یا نہ جائے اور ہم کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر ہم نے گنجائش کے باوجود اس سائل کو نہ دیا اور اس کو اپنے دروازہ سے لوٹا دیا تو وہ تو کسی اور دروازہ پر چلا جائے گا لیکن جب ہم اللہ سے سوال کریں گے اور اس کی سزا میں اس نے ہمیں لوٹا دیا تو ہمارے لیے تو اس کے سوا اور کوئی دروازہ نہیں ہے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی سوال کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ مستحق ہے یا نہیں' مستحق کو دینا چاہیے اور غیر مستحق کو نہیں دینا چاہیے' میں کہتا ہوں کہ جس کو ہم نے غیر مستحق سمجھ کر مسترد کر دیا وہ کسی اور دروازے پر جا کر گدا کرے گا لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے' اگر اس نے بھی ہمیں اس بناء پر غیر مستحق قرار دے کر رد کر دیا تو ہم اس کے بعد کس دروازہ پر جا کر سوال کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تحسین فرمائی جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے:

لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ (البقرہ: ۲۷۳) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کرنے کا حکم دیا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ (الاعراف: ۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

ہمارا حال یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر بے توجہی سے سرسری طور پر چند کلمات پڑھ کر اٹھ جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً رمضان کے مہینہ میں لوگ مسجد میں آ کر نمازیوں کے سامنے اپنے مصائب بیان کر کے گڑگڑا کر سوال کرتے ہیں اور کوشش کر کے آنسو نکالتے ہیں اور روتے ہیں' پس جس کے سامنے گڑگڑانا چاہیے' اس کے سامنے نہیں گڑگڑاتے اور مخلوق کے سامنے روتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں۔

الضحیٰ: ۱۱ میں فرمایا: اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں O

اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے اور یہی اس کا شکر ہے

مجاہد بن القرشی المخزومی المتوفی ۱۰۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

انسان جو نیک عمل کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے معتمد مسلمان بھائیوں کو وہ عمل بتائے تاکہ وہ بھی اس کی اقتداء کریں اور اس کی مثل عمل کریں۔ (تفسیر مجاہد رقم الحدیث: ۲۰۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان کا شکر ادا کیجئے۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: اس نعمت سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن مجید کی تبلیغ کیجئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۳۸۴)

مقسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا: جب مؤمن شخص کوئی نیک عمل کرے تو وہ اپنے گھر والوں کو اس کی خبر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۳۸۵)

نیز حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تمہیں کوئی خیر حاصل ہو تو تم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس کا ذکر کرو۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۳۸۶)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: جس نے کم نعمت کا شکر ادا نہیں کیا تو اس نے زیادہ نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کیا' اور جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا' اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا اور اللہ کی نعمت کا بیان کرنا شکر ہے اور اس کا بیان نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے' اور جماعت رحمت ہے اور اس سے علیحدہ ہونا عذاب ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۵ طبع قدیم' شعب الایمان رقم الحدیث: ۴۴۱۹)

زاذان کندی بیان کرتے ہیں: ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' ہم نے کہا: اپنے اصحاب کا حال بتایئے؟ آپ نے پوچھا: میرے کون سے اصحاب کا؟ اس نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا' آپ نے فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب میرے اصحاب ہیں' تم کن کے متعلق دریافت کرتے ہو؟ اس نے کہا: جن کا آپ محبت سے ذکر کرتے ہیں اور ان پر رحمت بھیجتے ہیں' آپ نے پوچھا: ان میں سے کس کا؟ لوگوں نے کہا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا' آپ نے فرمایا: انہوں نے قرآن اور سنت کا علم حاصل کیا اور وہ ان کے لیے کافی ہے' پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: وہ بہت سوال کرتے تھے' ان کو دیا بھی جاتا اور منع بھی کیا جاتا ہے' وہ دین کا علم حاصل کرنے پر بہت حریص تھے' ان کو ایک برتن میں علم دیا گیا سو وہ بھر گیا' لوگوں نے کہا: پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں' آپ نے فرمایا: ان کو منافقین کے ناموں کا علم دیا گیا' وہ مشکل مسائل کے عالم ہیں' لوگوں نے کہا: حضرت سلمان کے متعلق بتائیں' آپ نے فرمایا: وہ حکیم لقمان کی مثل ہیں' وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں' انہوں نے علم اول اور علم آخر کو حاصل کیا' لوگوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں' آپ نے فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کے گوشت' ان کے خون اور ان کے بالوں میں ایمان رچا بسا ہوا ہے' آگ ان کے جسم کو نہیں کھا سکتی' لوگوں نے کہا: آپ اپنے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: ٹھہرو! اللہ تعالیٰ نے خود ستائی سے منع فرمایا ہے' ایک شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ'' (الضحیٰ: ۱۱) آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کی نعمت کو بیان کرتا ہوں' میں جب سوال کرتا ہوں تو مجھے عطا کیا جاتا ہے اور جب میں چپ رہتا ہوں تو مجھے ابتداءً نعمت دی جاتی ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۶ ص ۲۱۴۔ رقم الحدیث: ۶۰۴۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کچھ عطا کیا گیا'

Marfat.com

پس وہ اس کی خبر دے اور اگر کوئی نہ ملے تو وہ اللہ کی حمد و ثناء کرے اگر اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی تو اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اس کی عطا کو چھپایا تو اس نے کفرانِ نعمت کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۸۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے کوئی نیکی کی ہے اس کا صلہ دینا چاہیے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کی نیکی کا ذکر کرنا چاہیے پس جس نے اس نیکی کا ذکر کیا اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۹۰ طبع قدیم)

حسن بصری نے کہا: اس کی نعمت کا زیادہ ذکر کرو کیونکہ نعمت کا ذکر شکر ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۴۴۲۱)

ابو حازم نے کہا: اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپاؤ جس طرح تم اپنے گناہوں کو چھپاتے ہو۔ (شعب الایمان رقم الحدیث:۶۸۹۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس پر نظر آئے اور اس کی خستہ حالی کو ناپسند فرماتا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۸ طبع قدیم

ابونضرۃ نے کہا: مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کا بیان کیا جائے۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۲۹۴ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اگر ریاکاری اور اپنی بڑائی کا خطرہ نہ ہو تو اپنے نیک اعمال کا اسی نیت سے اظہار کرنا افضل ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی اقتداء کریں اور اگر یہ خطرہ ہو تو ان کو چھپانا افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا ہے؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) مجاہد نے کہا: اس نعمت سے مراد قرآن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب سے عظیم نعمت عطا کی ہے وہ قرآن مجید ہے اور اس نعمت کو بیان کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ خود بھی قرآن کریم پڑھیں اور لوگوں کو بھی پڑھائیں اور لوگوں سے اس کے حقائق اور معارف بیان کریں۔

(۲) مجاہد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس نعمت سے مراد نبوت ہے یعنی آپ پر جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کا بیان کریں۔

(۳) آپ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یتیم اور سائل کے حقوق ادا کیے سو آپ یہ لوگوں کے سامنے بیان کیجئے تاکہ لوگ آپ کی اقتداء کریں۔

(۴) تمام اطاعات اور عبادات سے مقصود یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق ہو جائے اس سورت میں جن عبادات کا حکم دیا ہے اس کے بعد یہ حکم دیا کہ دل اور زبان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہو اور انسان بار بار اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتا رہے اور ان کو دہراتا رہے تاکہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول نہ سکے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والی چند نعمتوں کے متعلق احادیث

حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (الضحیٰ:۱۱) کے تحت یہ احادیث ذکر کی ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین و جمیل مکان بنایا اور اس کے کسی کونے

Marfat.com

میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس جو شخص اس کو دیکھتا ہوا گزرتا ہے' وہ تعجب سے یہ کہتا ہے کہ اس مکان میں اس ایک اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۶' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۹۹' شرح السنۃ ج ۱۳ ص ۲۰۱)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
رُعب سے میری مدد کی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔ مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۳۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۰' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۴۳۴' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۷۲' شرح السنۃ ج ۱ ص ۲۶۶)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا' اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین کھلے گی' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۵۵۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۵)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں وہ ہوں جس سے قیامت کے دن سب سے پہلے زمین کھلے گی اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور مجھ ہی کو حمد کا جھنڈا دیا جائے گا اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔

(سنن ترمذی ۳۱۴۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۵)

(۵) ابوالجوزاء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب مخلوق کوئی نہیں پیدا کی اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو' پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ'' (الحجر: ۷۲) آپ کی زندگی کی قسم! بے شک یہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۱۳' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے دکھایا گیا کہ میں جنت میں سیر کر رہا ہوں' اس وقت میں نے ایک دریا دیکھا' جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے' پھر فرشتہ نے اپنا ہاتھ لگایا تو اس کی مٹی میں مشک کی خوشبو تھی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۵۸۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۱)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور ایلہ میں فاصلہ ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر کوزے ہیں۔

(التاریخ الکبیر للامام البخاری ج ۳ ص ۳۲۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲' المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۴۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۴۵)

Marfat.com

(۸) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ ادا کی' پھر منبر پر چڑھ کر یہ خطبہ دیا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہی دینے والا ہوں اور میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جب کہ میں اس مقام میں ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے' لیکن مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم اُس میں رغبت کرو گے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:۱۳۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۲۲۳' مسند احمد ج ۴ص ۱۴۹' المعجم الکبیر ج ۳ص ۶۴)

(۹) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے گا۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا حوض کتنا وسیع ہے؟ آپ نے فرمایا: عدن اور عمان سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں سونے اور چاندی کے دو پرنالے ہیں' اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا اور مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے' جس نے اس کو پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا اور اس کا منہ کبھی سیاہ نہیں ہو گا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(مسند احمد ج ۵ص ۲۵۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث:۷۶۷۲' البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث:۱۳۴)

(۱۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکوثر جنت میں ایک دریا ہے' جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں' اس کے پانی کا بہاؤ موتی اور یاقوت پر ہے اور اس کی مٹی مُشک سے زیادہ خوشبو دار ہے اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۶۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۳۴' مسند احمد ج ۲ص ۶۷' المستدرک ج ۳ص ۱۷' شرح السنۃ ج ۸ص ۴۳۲)

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: الکوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ عزوجل نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ جنت میں ایک دریا ہے' جس میں خیر کثیر ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث:۶۵۷۸' المستدرک ج ۲ص ۵۳۷)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۳۳۱' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ص ۴' شرح السنۃ ج ۱۵ص ۱۶۶' مسند ابوعوانہ ج ۱ص ۱۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ص ۵۰۳)

(۱۳) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر (یا یہ فرمایا کہ) میری امت کو تمام امتوں پر چار خصوصیات کے ذریعہ فضیلت عطا فرمائی ہے: مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے' پوری زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے' سو میرا امتی جہاں نماز کا موقع پائے' وہی جگہ اس کے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے' رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے جو کہ میرے آگے ایک ماہ کی مسافت تک قائم ہوتا ہے اور میرے دشمنوں کے دلوں میں میری دھاک بٹھاتا ہے اور میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۲۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۵۵۳' جمع الجوامع للسیوطی رقم الحدیث:۴۸۸۸' مسند احمد ج ۲ص ۲۲۲' مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث:۵۰۰۱)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چار چیزوں کے ذریعہ لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی ہے: بہادری' سخاوت' کثرتِ جماع اور شدتِ ضبط۔

Marfat.com

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۷۰ تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ ص ۳۴۷)

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات عطا کیے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لاسکتا ہے اور مجھے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ اللہ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف فرمائی سو مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۹۸۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۲ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۱۲۹)

یہ تمام احادیث حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے اللہ کی نعمتوں کی تفسیر میں بیان کی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۱۶۔۴۱۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ والضحیٰ ختم کر لیتے تو اس کے بعد اللہ اکبر پڑھتے پھر آخر قرآن تک ہر سورت کے درمیان اللہ اکبر پڑھتے اور سورت کے آخر کو تکبیر کے ساتھ نہیں ملاتے تھے بلکہ ان کے درمیان فصل کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کئی دنوں تک وحی نہیں آئی اور مشرکین طعنہ دینے لگے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: ''مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى'' (الضحیٰ: ۳) اور پھر لگاتار وحی نازل ہونے لگی تو آپ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اس طرح اللہ اکبر پڑھتے ''والضحٰی'' کو ختم کرنے کے بعد آخر قرآن تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر پڑھنا مستحب ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۹۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۴ شوال ۱۴۲۶ھ/ ۷ نومبر ۲۰۰۵ء بعد از نماز ظہر سورۃ الضحیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی' میں نے تھکاوٹ' کمزوری اور بیماری کے باوجود ''الضحٰی'' کی تفسیر کے لیے بہت مطالعہ کیا' بہ کثرت احادیث کو تلاش کیا اور بسیار غور وفکر کے بعد بہت سے نکات کا استخراج کیا' اللہ تعالیٰ اس عاجز کی سعی کو قبول فرمائے' ۲۷ اکتوبر کو اس سورت کی تفسیر کی ابتداء کی تھی' اس طرح گیارہ دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

یارب العلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور میری مغفرت فرمادیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد خاتم النبيين قائد المرسلين شفيع المذنبين وعلىٰ آله واصحابه وازواجه وذرياته وامته اجمعين.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

سورۃ الانشراح

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کے تین نام منقول ہیں: سورۃ الانشراح' سورۃ الشرح اور سورۃ الم نشرح اور یہ تینوں نام اس سورت کی ابتدائی آیت سے ماخوذ ہیں اور وہ یہ ہے:

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ (الانشراح:۱) (اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا○

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ہدایت کے انوار' علوم اور معارف اور اسرار اور حکمتوں کے حصول کے لیے آپ کا سینہ بے کینہ' کشادہ اور وسیع کر دیا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ (الانعام:۱۲۵) پس جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے' اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۲ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۴ ہے۔

سورۃ الضحیٰ میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اس سورت میں بھی آپ پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

سورۃ الضحیٰ کی طرح سورۃ الانشراح کا موضوع بھی آپ کی شخصیت مبارکہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ ہے' اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں' ان کا بیان ہے' اور یہ سورت چار اُمور پر مشتمل ہے:

(۱) الانشراح:۴۔۱ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایمان اور حکمت کے انوار کے ساتھ آپ کا سینہ کھول دیا' آپ سے پُر مشقت کاموں کا بوجھ اتار دیا اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(۲) الانشراح:۶۔۵ میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تبلیغ کی راہ میں آپ کو مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوگا' لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو بہت آسانیاں عطا فرمائے گا۔

(۳) الانشراح:۷ میں آپ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے بعد آپ عبادت پر کمربستہ ہو جائیں۔

(۴) الانشراح:۸ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور مہمات میں اس پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ الانشراح کے اس تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں' رب العلمین! اس مہم میں میری مدد فرمانا اور مجھے کامیاب کرنا۔ علیك توکلت و الیك انیب (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ ۵ شوال ۱۴۲۶ھ/ ۸ نومبر ۲۰۰۵ء موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰/۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

سورۃ الانشراح | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۸ رکوعہا ۱

سورۃ الانشراح مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِیْٓ

(اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا O اور آپ سے (پرمشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا O جس

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

نے آپ کی پشت کو گراں بار کر دیا تھا O اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا O پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ

یُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَ

آسانی ہے O بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے O پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو عبادت پر کمر بستہ ہوں O اور

ع ۱ ۸ ۱۹ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

اپنے رب ہی کی طرف راغب ہوں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا O اور آپ سے (پرمشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا O جس نے آپ کی پشت کو گراں بار کر دیا تھا O اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا O (الانشراح: ۴۔۱)

شرح صدر کا معنی

اس سے پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو غائب کے صیغہ کے ساتھ تعبیر فرمایا تھا' کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا' پھر آپ کو ٹھکانا دیا' اور اس سورت میں متکلم کے صیغہ کے ساتھ آپ سے خطاب فرمایا ہے: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا O

اس آیت میں ''نشرح'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''شرح'' ہے' ''شرح'' کا معنی ہے: نرم کرنا' وسیع کرنا اور کھولنا' یعنی کیا ہم نے آپ کا سینہ وسیع نہیں کر دیا' یا کیا ہم نے اسلام کے لیے آپ کا سینہ نرم نہیں کر دیا۔

کفار کے طعن و تشنیع اور ان کی دل آزار باتوں سے آپ کو رنج ہوتا تھا اور آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور وسیع کر دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (الانعام: ۱۲۵) پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے' اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سینہ میں نور داخل ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سینہ کو فراخ کر دیتا ہے' آپ سے

Marfat.com

پوچھا گیا: یارسول اللہ! سینہ کے فراخ ہونے کی کوئی علامت بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انسان دھوکے کے گھر سے نکل کر دائمی راحت کے گھر میں آ جاتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۱۱ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۸۶۳۰ کنز العمال ج اص ۲۷ حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی عدی بن الفضل ساقط ہے)

شرح صدر کے متعلق احادیث اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

عتبہ بن عبد السلمی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا: میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا' میں اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے' ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا' میں نے کہا: اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ' میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا' پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے' ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں' پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے' ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا' پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: برف کا پانی لاؤ' پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا' پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ' پھر کہا: چھری لاؤ' پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا' پھر کہا: اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو' پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے' پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا' پھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی' ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی' انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں' وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا' حتیٰ کہ ہم میری والدہ (رضی اللہ عنہا) تک پہنچ گئے' میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا تھا' میری والدہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوئیں اور فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۵۔۱۸۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۹ ص ۱۹۶۔۱۹۵۔ رقم الحدیث: ۱۷۶۴۸' المعجم الکبیر ج ۱۷۔ رقم الحدیث: ۳۴۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳' الا حاد والمثانی رقم الحدیث: ۱۳۶۹' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۱۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۷۔۶۱۶' تاریخ دمشق ج اص ۳۷۶' الوفاء لابن الجوزی ص ۱۰۸' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۷' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۸۴۱' حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند حسن ہے' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۳۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں شق صدر کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس واقعہ کو اپنی نبوت کی نشانی قرار دیا اور اس واقعہ سے اپنی نبوت کو پہچانا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور اس میں نبوت کا ثبوت ہے اور نبوت کے احکام اس وقت جاری ہوئے جب آپ کی عمر کے چالیس سال پورے ہو گئے اور آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

امام ابو نعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے' وہ آپ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے' جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو!

Marfat.com

میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا' میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی' ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا: ہاں! ' ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرا دیا' پھر میرا پیٹ شق کیا' حضرت جبریل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل میرے پیٹ کو دھو رہے تھے' پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا (ایک روایت میں ہے: ''بلا دم ولا وجع '' نہ میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۸۴۳) پھر کہا: ان کا دل چیرو' پھر میرا دل چیرا گیا' پھر کہا: اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو' پھر جمے ہوئے خون کے مشابہ کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی' پھر کہا: ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو' پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی' ان کے پاس کوئی سفوف تھا' اس کو چھڑکا' پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا: اب آپ جائیں' پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لیے بہت رحمت اور بڑوں کے لیے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ رقم الحدیث: ۱۶۶' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۵۴۳' حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے ''زوائد المسند'' میں روایت کیا ہے' اس کے راوی ثقہ ہیں' امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳) الوفا با حوال المصطفیٰ لابن الجوزی رقم الحدیث: ۱۲۹۔ ص ۱۱۲۔۱۱۱' دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۰۸ھ' الدر المنثور ج ۸ ص ۵۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ' روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۰۰۔ ۲۹۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تنبیہ: امام ابونعیم اور امام ابن الجوزی نے شق صدر کے وقت آپ کی عمر دس سال لکھی ہے اور حافظ الہیثمی اور حافظ سیوطی نے اس وقت آپ کی عمر بیس سال لکھی ہے اور علامہ آلوسی نے دونوں روایتیں لکھی ہیں اور اس سے شق صدر کے تعدد پر استدلال کیا ہے۔

ان دونوں صحیح حدیثوں میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ نے شق صدر کے اس مذکور الصدر واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا' سو آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی' البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا۔

امام ابونعیم کی روایت کردہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبریل کو دیکھے' وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' وہ آپ کے پیچھے سو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟ انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی' آپ نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا' آپ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

ولم یرہ خلق الاعمی الا ان یکون نبیا ولکن ان یجعل ذلك فی اخر عمرك. اور جبریل کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا' سوا اس کے کہ وہ نبی ہو' لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔

پھر آپ نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کو تاویل کا علم عطا کر اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔ (المستدرک ج ۳ ص ۵۳۶ طبع قدیم' المستدرک ج ۶۔ رقم الحدیث: ۶۲۸۷' المکتبۃ العصریہ' ۱۴۲۰ھ)

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

Marfat.com

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبریل کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۹۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبریل کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت بچپن میں آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ نبی تھے' نیز آپ کا سینہ چیرا گیا' تو نہ آپ کو درد ہوا نہ آپ کا خون نکلا' اور آپ کے دل کو چیرا گیا اور آپ یہ تمام اُمور ملاحظہ فرما رہے تھے جب کہ عام بشر اور انسان کے لیے یہ اُمور متصور نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر سے اپنی نبوت پر استدلال فرمانا اور بچپن میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے باوجود آپ کا نابینا نہ ہونا' اس امر پر واضح دلیل ہیں کہ اس وقت آپ نبی تھے۔

بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت کا عطا فرمایا جانا

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے' لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے' جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۝ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرما دی ۝ (مریم:۱۲)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی المتوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے' اس آیت میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا کی گئی' اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا' ان کا استحقاق نہ تھا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۳ ص ۲۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: اس آیت میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اس آیت میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ (۲) عقل (۳) اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کر دیا اور ان کی طرف وحی کی اور حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بچپن میں اعلانِ نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کا حکم دیا تھا' اور اس آیت میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں:

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی صفاتِ شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقامِ مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے' لہٰذا اس آیت میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

(۲) حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جا سکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔

اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ مستبعد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۱۷۔ ۵۱۶' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے' حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی جز ۱۶ ص ۱۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز یہی سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

جب بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو بھی بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ اللہ کے وہ حبیب ہیں' جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے تو وہ اس کو مستبعد نہیں قرار دے گا۔ (روح المعانی جز ۲۵ ص ۹۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے اور آپ نے چالیس سال تک تبلیغ نہیں کی تو آپ کا گناہ گار ہونا لازم آئے گا' اس لیے آپ پیدائش کے بعد چالیس سال تک نبی نہ تھے بلکہ ولی تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے چالیس سال تک تبلیغ اس لیے نہیں کی کہ اس وقت تک آپ کو تبلیغ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' آپ کو تبلیغ کرنے کا سب سے پہلا حکم ان آیات میں دیا گیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (المدثر: ۲۔۱) اے کپڑا لپیٹنے والے ۝ اٹھیں اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں ۝

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت ''یایها المدثر '' ہے (الی قولہ) اور اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت ''اقرا باسم ربك الذی خلق '' سے پہلے نازل ہوئی ہے اور حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اقرا باسم ربك الذی خلق '' پہلے نازل ہوئی ہے اور اکثر امت کا یہی مختار ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۹۹)

ہر چند کہ امام احمد اور امام ابونعیم کی روایت کردہ احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی لیکن ملا علی قاری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے۔

ملا علی قاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے ولی قرار دینا

قال السید نقلا عن الازهار اختلف العلماء فی أن نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم قبل النبوة هل کان متعبدا بشرع قیل کان علی شریعة ابراهیم

سید نے الازہار سے نقل کر کے یہ کہا ہے: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اعلان) نبوت سے پہلے آیا کسی شریعت کے موافق عبادت کرتے تھے؟ کہا گیا ہے کہ

Marfat.com

وقيل موسى و قيل عيسى والصحيح انه لم يكن متعبدا بشرع لنسخ الكل بشريعة عيسى وشرعه كان قد حرف وبدل قال تعالٰى ما كنت تدرى ما الكتاب ولا الايمان اى شرائعه واحكامه وفيه أن عيسى كان مبعوثا لبنى اسرائيل فلا يكون ناسخا لاولاد ابراهيم من اسمعيل قال العلماء وكان مؤمنا بالله ولم يعبد صنما قط اجماعا وكانت عبادته غير معلومة لنا قال ابن برهان ولعل الله عزوجل جعل خفاء ذلك وكتمانه من جملة معجزاته قلت فيه بحث ثم قال وقد يكون قبل بعثة النبى صلى الله عليه وسلم يظهر شئى يشبه المعجزات يعنى التى تسمى ارهاصا ويحتمل أن يكون نبيا قبل أربعين غير مرسل وأما بعد النبوة فلم يكن على شرع سوى شريعته اجماعا والاظهر أنه كان قبل الاربعين وليا ثم بعدها صار نبيا ثم صار رسولا۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۳۰۸ ملتان' مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۵۶۸' پشاور)

آپ شریعتِ ابراہیم پر تھے' ایک قول یہ ہے کہ شریعتِ موسیٰ پر تھے' ایک قول یہ ہے کہ شریعتِ عیسیٰ پر تھے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کسی شریعت کے موافق عبادت نہیں کرتے تھے کیونکہ تمام شرائع حضرت عیسیٰ کی شریعت سے منسوخ ہو چکی تھیں اور حضرت عیسیٰ کی شریعت محرّف اور مبدّل ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ما کنت تدری ما الكتاب ولا الايمان'' آپ از خود نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے' یعنی آپ سابقہ شرائع اور احکام کو نہیں جانتے تھے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے' اس لیے وہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شریعت کے لیے ناسخ نہیں تھے' علماء نے کہا ہے کہ ہمارے نبی اعلانِ نبوت سے پہلے اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر اجماع ہے کہ آپ نے کسی بت کی عبادت نہیں کی اور ہمیں معلوم نہیں کہ آپ اس وقت کس طرح عبادت کرتے تھے۔ ابن برھان نے کہا: شاید اللہ عزوجل نے اس کو مخفی رکھا ہے اور اس کو چھپانا آپ کے معجزات میں سے ہے' میں کہتا ہوں: اس میں بحث ہے' پھر سید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے کچھ ایسی چیزیں ظاہر ہوتی تھیں جو معجزات کے مشابہ ہوتی تھیں' جن کو ارھاص کہا جاتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے نبی ہوں (رسول نہ ہوں) اور اس پر اجماع ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ اپنی شریعت کے علاوہ اور کسی شریعت پر نہ تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے ولی تھے' پھر اس کے بعد نبی ہوئے' پھر اس کے بعد رسول ہوئے۔

ملا علی قاری کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

ملا علی قاری کی مذکور الصدر عبارت میں حسب ذیل اُمور قابل توجہ ہیں:

(۱) ملا علی قاری نے یہ نہیں لکھا کہ آپ لازماً اعلانِ نبوت سے چالیس سال پہلے ولی تھے بلکہ یہ لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے ولی تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی نبی تھے' البتہ یہ زیادہ ظاہر نہیں ہے۔

(۲) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ چالیس سال پہلے نبی ہوں' رسول نہ ہوں' اور ملا علی قاری نے کسی دلیل سے اس احتمال کو رد نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ملا علی قاری کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اعلانِ نبوت سے

Marfat.com

چالیس سال پہلے آپ نبی ہوں۔

(۳) ملا علی قاری نے اس عبارت کے آخر میں لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ پہلے نبی ہوئے' پھر اس کے بعد رسول ہوئے' ملا علی قاری نے بغیر کسی دلیل کے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ کو نبوت ملی' پھر رسالت ملی' اس لیے ان کا یہ قول مردود ہے' علماء امت میں سے کوئی بھی آپ کے حق میں نزولِ قرآن کے بعد نبوت اور رسالت کے فصل کا قائل نہیں ہے' جب آپ پر قرآن مجید کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپ صاحبِ کتاب ہو گئے اور رسول وہی ہوتا ہے جو صاحبِ کتاب ہو' اور ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے' نیز نبی تو آپ پہلے سے تھے' نزولِ قرآن کے بعد رسول بھی ہو گئے اور جب المدثر: ۲ نازل ہوئی تو آپ کو تبلیغ کا اور اعلانِ نبوت اور رسالت کا حکم دیا گیا۔

(۴) ہم متعدد احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور ملا علی قاری کے قول میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے۔

عالم ارواح میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کیا جانا

عالم ارواح میں آپ کے لیے نبوت کا ثبوت متعدد احادیث سے ہے' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا: جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۰' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۷۵۸)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی' جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے ابن ابی الجدعا سے روایت کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ) امام ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں میسرۃ الفخر سے روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲' دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ) اور امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد. میں اس حال میں نبی تھا' جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۰۔ رقم الحدیث: ۸۳۳' دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح جامع الاصول (ج ۸ ص ۴۱۲۔ رقم الحدیث: ۶۳۵۰) میں ہے۔ ابن ربیع نے کہا: اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۴ ص ۲۰۲۔ رقم الحدیث: ۲۰۵۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) اور امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۷ ص ۲۵۱۔ رقم الحدیث: ۱۰۹۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ) اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۹ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث ۴۲۰۹' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ' حافظ ذہبی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے) اور امام ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث. (دلائل النبوۃ رقم الحدیث: ۳' دار النفائس) میں تخلیق میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب کے آخر ہوں۔

Marfat.com

ملاعلی قاری نے یہاں تک اس حدیث کے حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۲۸' مکتبہ حقانیہ پشاور' مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ ص ۵۸' ملتان)

حدیث مذکور کی تخریج مصنف کی طرف سے

ہم نے ملاعلی قاری کی عبارت کے ضمن میں اس حدیث کی تخریج کی ہے' اب ہم ازخود اس حدیث کی تخریج پیش کر رہے ہیں:

مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۸۔۱۲۷' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۹۳' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰' السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث: ۴۱۰' الشریعۃ للآجری ص ۴۲۱۔۴۱۶' مشکل الآثار للطحاوی رقم الحدیث: ۵۹۷۷' الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۸۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۸۵۔۸۴' اسد الغابۃ لابن الاثیر ج ۵ ص ۲۸۵' تہذیب الکمال للمزی ج ۱۴ ص ۳۶۰' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۲۹۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۹۲' مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳۶۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۶۴۶۔۱۲۵۷۱' حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کی سند سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے: ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۴' الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۶۴۲۴' علامہ سیوطی نے حدیث صحیح کی رمز کی ہے' المداوی رقم الحدیث: ۲۵۸۳' المعجم الصغیر ج ۱۔ رقم الحدیث: ۳۵۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے اس حدیث کو حسب ذیل متعدد طرق سے روایت کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ کب نبی تھے؟ لوگوں نے کہا: چپ کر' چپ کر' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ و' میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ابو الجدعا بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کب نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: جس وقت حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔

مطرف بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ کب نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: جب آدم روح اور مٹی کے درمیان تھے۔

عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کو کب نبی بنایا گیا؟ آپ نے فرمایا: جب مجھ سے میثاق لیا گیا' اس وقت حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ عالم ارواح میں آپ کو نبی بنانے سے مراد یہ ہے کہ آپ اس وقت اللہ کے علم میں نبی تھے

بعض علماء نے کہا کہ چالیس سال سے پہلے کسی کو نبی نہیں بنایا جاتا' اس لیے ان احادیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ اللہ کے علم میں اس وقت نبی تھے' جب ہنوز حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے' یا آپ کو اس وقت نبی بنانا مقدر کر دیا گیا تھا' جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم یا تقدیر اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے' جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے' بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل میں تھا' اور تقدیر بھی ازل میں تھی' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کیا تخصیص ہے' تمام انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں اور اس کی تقدیر میں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرنے سے کون سا محال لازم آتا ہے' جو اس کو مجاز پر محمول کیا جائے اور چالیس سال کی عمر

Marfat.com

میں نبی بنانا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تھی' جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا ہوتے ہی نبی بنا دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے' جب کہ اس کے وقوع پر احادیث شاہد عادل ہیں۔ ہاں! اعلانِ نبوت اور تبلیغ کا حکم چالیس سال کی عمر میں دیا جاتا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ اعم اور اغلب یہ ہے کہ اعلانِ نبوت کا حکم چالیس سال کی عمر میں دیا جاتا ہے' جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقع ہوا۔ (روح المعانی ج ۲۶ ص ۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مصنف کے جواب کی تائید دیگر اکابر علماء سے

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ'' (آل عمران: ۸۱) کی تقریر میں لکھا ہے:

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ کے رتبۂ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے' اور اس کے ساتھ آیت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اُن کے زمانے میں ہوتی تو آپ ان سب کی طرف رسول ہوتے' سو آپ کی نبوت اور رسالت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتیں آپ کی امت ہیں' لہٰذا آپ کا فرمان ''بعثت الی الناس کافۃ'' (مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے' اور اس سے آپ کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' (میں نبی تھا اور ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے) اور جس شخص نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ علم الٰہی میں نبی تھے یعنی آپ مستقبل میں نبی ہوں گے' اُس کی اس معنی تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ کی نبوت اُس وقت میں ثابت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ اُس وقت آپ کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اُس وقت اور اُس سے پہلے جانتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے' اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ کے اُس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے' پھر اُنہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔

پس اگر تم کہو کہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (آیئے ہم بتلاتے ہیں) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لیے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ کے وجود سے اور آپ کو بھیجنے سے قبل آپ کو نبوت سے متصف کیا جا سکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ کے لیے صحیح ہے تو آپ کے غیر کے لیے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔ ہم کہتے ہیں: بے شک احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے' لہٰذا ''کنت نبیا'' (میں نبی تھا) کے الفاظ سے آپ نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا' یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور

Marfat.com

حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوسِ مبارکہ جانتے ہیں' نورِ الٰہی جن کی مدد کرتا ہے' پھر اُن حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کو وصفِ نبوت عطا فرمایا اور اُسی وقت اُس کو فیض عطا فرمایا تو آپ نبی ہو گئے' اور باری تعالیٰ نے آپ کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ کا مرتبہ ہے' وہ اسے پہچان لیں' سو آپ کی حقیقت اُسی وقت موجود تھی' اگرچہ آپ کے جسدِ اطہر کا ظہور بعد میں ہوا' فی الجملہ آپ کی حقیقت اُسی وقت سے بارگاہِ الٰہیہ سے اوصافِ شریفہ سے متصف ہے' صرف آپ کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا' حتیٰ کہ آپ کا جسم اطہر اُس کمال کو پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہوا' اسی طرح بارگاہِ الٰہی سے پہنچنے والی ہر وہ چیز مؤخر رکھی گئی' جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا' لیکن آپ کی حقیقت متعجل ہے' اس میں کوئی تأخر نہیں اور اسی طرح آپ کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب وحکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تأخر نہیں ہے' تأخر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ا ص ا ا۔ ۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

شیخ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ ھ کی یہ عبارت درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

المواہب اللدنیہ ج ا ص ۳۲۔ ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ا ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' نسیم الریاض ج ا ص ۲۴۲۔ ۲۴۱' دار الفکر' بیروت' طبع قدیم' زرقانی علی المواہب ج ا ص ۷۴۔ ۷۲' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ' انوار العرفان فی اسماء القرآن ص ۲۰۵۔ ۲۰۳۔

عالم ارواح میں آپ کو نبوت عطا کرنے کے متعلق اکابر علماء کی تصریحات

علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی متوفی ۹۷۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی' جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو اس وقت نبوت عطا کی گئی' دیگر انبیاء علیہم السلام اپنے ایامِ رسالت محسوسہ میں نبی بنائے گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا: میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے' آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا: میں اس وقت انسان تھا یا موجود تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خصوصیت سے نبوت کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی' کیونکہ نبوت اسی وقت متحقق ہوتی ہے' جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر کی ہوئی شریعت کی معرفت ہو جائے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۳۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا:

اے ابوالحسن! بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رُو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا' تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہوئے' جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔

Marfat.com

(تجلی الیقین ص ۸ حامد اینڈ کمپنی لاہور ۱۴۰۱ھ)

اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی لکھتے ہیں:
محبوب کریم علیہ السلام خارج میں بالفعل نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام اس دیس میں آپ سے استفادہ فرماتے تھے' انبیاء علیہم السلام کی نبوت خارج میں موجود و متحقق نہیں تھی' صرف علم الٰہی میں نبی تھے' جب کہ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے اور انبیاء و رسل اور ملائکہ کے مربی اور فیض رساں تھے' جیسے کہ ''کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث'' اور ''قالوا متی وجبت لك النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد'' سے ظاہر ہے۔

(ہدایۃ المتذبذب الحیران ص ۳۰۲۔۳۰۱' جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کرنے کی ایک اور دلیل

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ ارواح میں نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ بھی فرمارہے تھے' صاحب الازھار اور ملا علی قاری وغیرھم کے نزدیک آپ اس عالمِ عناصر اور جہانِ بشریت میں نبی نہیں تھے' سوال یہ ہے کہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے نبوت کیوں سلب فرمائی' جب کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اگر اس کی نعمت پر شکر ادا کیا جائے تو وہ اس نعمت میں اضافہ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. (ابراہیم: ۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو ضرور زیادہ دوں گا۔

اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ ارواح میں نعمت نبوت کا شکر ادا کر رہے تھے' کیونکہ آپ ارواحِ انبیاء کو تبلیغ فرمارہے تھے اور نعمت کا شکر یہی ہے کہ جس مقصد کے لیے نعمت دی ہے' اس کو پورا کیا جائے' سو جب آپ عالمِ ارواح میں نعمتِ نبوت کے شکر گزار تھے تو اس عالمِ بشریت میں آپ نبوت کے اور زیادہ مستحق تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کیے جانے کے دلائل ظنی ہیں' قطعی نہیں ہیں' اس طرح اس کے انکار کے دلائل بھی ظنی ہیں اور کسی جانب قطعیت نہیں ہے' جن علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر بچپن میں آپ کو نبوت عطا کیے جانے کا انکار کیا ہے' ان پر کسی قسم کی بدعقیدگی کا حکم لاگو نہیں ہوگا' تاہم ہمارے نزدیک ''مسند احمد'' اور ''دلائل النبوۃ'' کی احادیث کی بناء پر آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور آپ کا بچپن میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا بھی آپ کے نبی ہونے کو مستلزم ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۞ (الضحیٰ: ۴) آپ کی ہر بعد والی ساعت' پہلی ساعت سے افضل ہے ۞

اس آیت کا عموم بھی عالمِ ارواح کے بعد عالمِ بشریت میں آپ کی افضل نبوت کا متقاضی ہے اور جب حضرت یحییٰ کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تو آپ جو رحمۃ للعلمین اور خاتم النبیین ہیں' قائد المرسلین اور محبوب رب العلمین ہیں' وہ کیوں کر اس نعمت سے محروم ہوں گے!

معراج کے موقع پر شق صدر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے' پھر میرے سینہ کو کھولا گیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا' پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا' جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر اس میں جو کچھ تھا' اس کو میرے سینہ میں ڈال دیا گیا' پھر میرے سینہ کو بند کر دیا گیا۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۳' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۳۱۴)

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ جس وقت میں حطیم میں یا حجر میں لیٹا ہوا تھا' میرے پاس ایک آنے والا آیا' پھر اس نے میرے حلقوم سے میری ناف تک سینہ کو چاک کر دیا' پھر میرے دل کو نکالا گیا' پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا' جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر میرے دل کو دھویا گیا' پھر میرے سینہ کو بھر دیا گیا' پھر براق کو لایا گیا۔الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۴۸)

آپ کا شقِ صدر کتنی بار ہوا؟

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے معراج کی شب شق صدر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شق صدر صرف آپ کے بچپن میں (چار یا پانچ سال کی عمر میں) ہوا ہے' جب آپ بنو سعد میں تھے اور یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ آپ کا شق صدر بعثت (اعلانِ نبوت) کے وقت بھی ہوا ہے اور معراج کی شب بھی ہوا ہے' اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ یہ خلافِ عادت امور سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے' اور اس میں معجزہ کا اظہار ہے' اور شق صدر کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) بچپن میں آپ کا شق صدر ہوا تاکہ آپ کی نشو و نما کامل ترین احوال میں ہو' اور آپ شیطان سے معصوم رہیں' یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے سینہ سے جما ہوا خون نکال کر پھینک دیا اور کہا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا۔

(۲) بعثت کے وقت آپ کا شق صدر ہوا تاکہ آپ کے قلب میں وہ چیز ڈالی جائے' جس سے آپ کا قلب قوی ہو جائے اور وحی کو قبول کر سکے۔

(۳) معراج کے موقع پر آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے قلب میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کی صلاحیت حاصل ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۔۳۰' فتح الباری ج ۷ص ۶۰۵۔۶۰۴)

مصنف کے نزدیک تین مرتبہ شق صدر کی حکمت یہ ہے: پہلی بار شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے دل میں نبوت کے علم الیقین کی استعداد رکھی جائے اور دوسری بار شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے دل میں نبوت کے عین الیقین کی استعداد رکھی جائے اور تیسری بار شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے دل میں نبوت پر حق الیقین کی استعداد رکھی جائے۔

آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں رکھنے' اس کو زمزم سے دھونے اور اس میں ایمان ـــــ اور حکمت رکھنے کی تشریح

حافظ بدر الدین عینی اور حافظ شہاب الدین عسقلانی لکھتے ہیں:

آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں رکھا گیا حالانکہ مردوں کے لیے سونے کا استعمال ممنوع ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) آپ کا قلب قلوب میں سے افضل ہے' اس لیے اس کو رکھنے کے لیے سب سے افضل دھات کا برتن منتخب کیا گیا (۲) سونے کو آگ نہیں کھاتی جس طرح آپ کے جسم کو آگ نہیں جلا سکتی (۳) سونے کو مٹی نہیں کھا سکتی' جس طرح آپ کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی (۴) سونے کو زنگ نہیں لگتا (۵) سونے میں تمام جواہر کی بہ نسبت زیادہ ثقل ہے جیسے وحی میں ثقل ہوتا ہے۔

Marfat.com

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سونے کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے'اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے'دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تحریم دنیا کے احوال کے ساتھ مخصوص ہے اور معراج کے غالب احوال کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے کیونکہ اس کے اکثر احوال کا تعلق غیب سے ہے۔اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس طشت میں ایمان اور حکمت تھے'اس پر اعتراض ہے کہ ایمان اور حکمت از قبیل معانی ہیں' وہ طشت میں کیسے ہو سکتے ہیں'اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور حکمت کے معانی کو جسم کی شکل دے دی گئی تھی'جس طرح اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں آپ کے قلب کو پانی سے دھونے کا ذکر ہے'اس پانی سے مراد زمزم کا پانی ہے اور اس سے مقصود زمزم کو آپ کے قلب کی برکت پہنچانا ہے۔ایمان سے مراد ایمان کی قوت ہے اور حکمت سے مراد معانی قرآن کی فہم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱'فتح الباری ج ۷ص ۶۰۵)

شق صدر پر اعتراضات اور ان کے جوابات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ نے شق صدر کی احادیث پر اعتراضات کیے ہیں' وہ اعتراضات اور ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) شق صدر کی روایات کا تعلق آپ کے بچپن سے ہے'اور وہ معجزات ہیں'اس وقت تک آپ نے اعلانِ نبوت نہیں فرمایا تھا تو اعلانِ نبوت سے پہلے معجزات کیسے صادر ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے نبی سے جو خلافِ عادت اُمور ظاہر ہوں'ان کو ارہاص کہتے ہیں اور یہ بہ کثرت انبیاء سے ثابت ہیں۔

(۲) قلب کو دھونے سے لازم آتا ہے کہ اس میں گناہ ہوں یا میل ہو'نیز دھویا جسم کو جاتا ہے اور گناہ اور میل از قبیل معانی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دھونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے گناہ ہوں' بلکہ زمزم کے پانی کو برکت پہنچانے کے لیے آپ کے قلب اطہر کو دھویا گیا۔

(۳) آپ کے قلب سے جو جما ہوا خون نکالا گیا'اس کے متعلق حدیث میں ہے:یہ آپ کے قلب میں شیطان کا حصہ ہے' یہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس جمے ہوئے خون سے مراد وہ چیز ہے جو ہر انسان کے قلب میں ہوتی ہے'اسی کی وجہ سے انسان گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور عبادات کو ترک کرتا ہے'اور جب آپ کے قلب سے اس چیز کو زائل کر دیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ ہمیشہ اطاعت اور عبادت کرتے رہیں گے اور گناہوں سے مجتنب رہیں گے'اور اس سے آپ کے قلب میں فرشتوں کے لیے یہ علامت ہو جائے گی کہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک ہے' وہ اپنی مخلوق پر جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔(تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۲۰۶۔۲۰۵' داراحیاء التراث العربی'بیروت'۱۴۱۵ھ)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرح صدر کے لیے دعا کی تھی:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ (طٰہٰ:۲۵) اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے ○

اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغیر طلب اور بغیر دعا کے فرمایا:

Marfat.com

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الانشراح:۱) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا ۝

اس سے معلوم ہوا کہ جو نعمتیں دوسرے نبیوں کو مانگنے سے ملتی تھیں' آپ کو وہ نعمتیں بن مانگے عطا کی جاتی تھیں۔

الانشراح:۳۔۲ میں فرمایا: اور آپ سے (پُر مشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا ۝ جس نے آپ کی پشت کو گراں بار کر دیا تھا ۝

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے محامل

اس آیت میں ''وزر'' کا لفظ ہے' بعض مفسرین نے اس کا معنی گناہ کیا ہے' لیکن چونکہ ''وزر'' کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے' اس لیے اس کا معنی گناہ کرنا صحیح نہیں ہے' سو یہاں اس کا معنی ہے: پُر مشقت کاموں کا بوجھ۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

عبدالعزیز بن یحییٰ اور ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے آپ سے نبوت کے بوجھ اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں تخفیف کر دی تاکہ فرائض نبوت کو ادا کرنا آپ پر دشوار نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں آپ پر وحی کا نزول بہت شدید ثقیل ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دینے کا ارادہ کرتے' پھر حضرت جبریل آپ کو بچا لیتے تھے' پھر آپ سے اس بوجھ کو زائل کر دیا' جس سے آپ کی عقل کے متغیر ہونے کا خطر تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۹۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو پہاڑ سے گرا دینے کے ارادہ کی روایت صحیح نہیں

مصنف کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ثقل سے گھبرا کر کبھی خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ نہیں کیا' اس کے برخلاف حدیث میں یہ ذکر ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سخت سردی کے ایام میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو وحی منقطع ہونے کے بعد آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۳۳۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸)

اور پہاڑ سے خود کو گرا دینے کے قصد کی حسب ذیل روایت صحیح نہیں ہے' اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ طویل حدیث کے آخر میں ہے:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں' ورقہ بن نوفل نے آپ کو تسلی دی اور کہا: آپ کے پاس وہی ناموس آیا ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا۔۔۔ پھر کچھ دنوں بعد ورقہ فوت ہو گئے اور وحی کا آنا رک گیا' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت غم گین ہوئے' (امام زہری فرماتے ہیں:) ہمیں جو حدیث پہنچی ہے' اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ پر غم کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ آپ نے کئی بار خود کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرانے کا ارادہ کیا' اور ہر بار جب بھی آپ خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تو آپ کے سامنے حضرت جبریل علیہ السلام آ جاتے اور کہتے: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! بے شک آپ رسول برحق ہیں' پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل ٹھنڈا ہو جاتا اور آپ واپس چلے جاتے' پھر جب کافی دنوں تک وحی نہ آتی تو پھر آپ اسی طرح پہاڑ پر جاتے اور پہاڑ کی بلندی سے خود کو گرانے کا ارادہ کرتے اور جبریل آپ کے سامنے نمودار ہو کر اسی طرح کہتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۹۸۲)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے' امام ابونعیم نے اپنی مستخرج میں شیخ بخاری یحییٰ بن بکیر سے

Marfat.com

اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے' اسماعیلی نے بھی کہا ہے کہ یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے' امام مسلم' امام احمد' امام اسماعیلی اور امام ابونعیم نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے اور یہ حدیث بلاغات زہری سے ہے اور متصل نہیں ہے (لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے اور چونکہ امام بخاری کے شیخ یحییٰ بن بکیر اور دیگر ائمہ حدیث نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے' اس لیے یہ حدیث شاذ ہے اور کیونکہ اس حدیث کا متن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موجب طعن ہے' اس لیے یہ حدیث نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ سعیدی غفرلہٗ) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اس روایت کا متصل نہ ہونا ہی معتمد ہے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۳۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے بعض دیگر محامل

ہم نے آپ کے اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کو نامناسب کاموں سے محفوظ رکھا' حتیٰ کہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ بالکل معصوم تھے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

عام اہل تاویل نے کہا ہے کہ ''وزر'' کا معنی گناہ ہے' وہ کہتے ہیں: پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ''وزر'' اور ''ذنب'' کو ثابت کیا' پھر ''ذنب'' کو آپ سے ساقط اور زائل کر دیا' اس قول سے ہم کو وحشت ہوتی ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے: آپ کے اوپر جو نبوت کا ثقل تھا' ہم نے اس میں تخفیف کر دی' اگر ہم یہ تخفیف نہ کرتے تو نبوت کا بوجھ آپ کی کمر توڑ کر رکھ دیتا۔

اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کو گناہوں سے محفوظ اور معصوم بنایا اور اگر آپ کی حفاظت اور عصمت نہ ہوتی تو آپ کے ''اوزار'' اور ''ذنوب'' ہوتے' جیسے ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝'' (الضحیٰ: ۷) میں فرمایا تھا: اگر اللہ آپ کو ہدایت پر ثابت قدم اور برقرار نہ رکھتا تو وہ ضرور آپ کو غیر ہدایت یافتہ پاتا کیونکہ آپ گم راہ قوم کے درمیان تھے' لیکن آپ کو ہدایت پر ثابت قدم اور برقرار رکھا تو آپ کو غیر ہدایت یافتہ نہیں پایا' اسی طرح اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا اور آپ میں گناہوں کے بوجھ کو داخل ہونے نہیں دیا اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ پہلے آپ نے گناہوں کا بوجھ اٹھایا اور پھر آپ سے اس بوجھ کو اتار دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے اس آیت کے نو محمل ذکر کیے ہیں' جن میں سے بعض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں' ہم قوسین میں ان نامناسب اور باطل محامل کی نشان دہی کر دیں گے۔

(۱) قتادہ نے کہا: اس سے مراد زمانۂ جاہلیت میں آپ کے گناہ ہیں' جن کا آپ پر بوجھ تھا' اللہ تعالیٰ نے اس بوجھ کو اتار دیا یعنی آپ کو معاف کر دیا۔ (یہ قول باطل ہے کیونکہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں' خواہ ان گناہوں کا صدور آپ سے سہواً ہو یا عمداً' صورۃً ہو یا حقیقۃً۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

(۲) ''وزر'' سے مراد یہ ہے کہ آپ کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے خلاف جو کام کرتی تھی' آپ ان کاموں کو مکروہ جانتے تھے اور ان کی وجہ سے آپ کی طبیعت پر بوجھ تھا اور آپ خود ان میں تغیر کرنے پر قادر نہ تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ (آل عمران: ۹۵) تم لوگ ملت ابراہیم کی پیروی کرو' جو باطل ادیان سے الگ ہیں۔

Marfat.com

اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت کے اس بوجھ کو اتار دیا۔
(۳) نبوت کے فرائضِ منصبی کا جو آپ پر ثقل تھا' اس بوجھ کو اتار کر آپ کے فرائض منصبی میں تخفیف کر دی۔
(۴) امت کے گناہ بھی آپ کی طبیعت پر بوجھ تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ سے شفاعت کا وعدہ فرما کر اور ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝'' (الضحیٰ: ۵) نازل فرما کر اس بوجھ کو اتار دیا۔
(۵) اگر آپ کے گناہ ہوتے تو ان کے بوجھ سے آپ کی کمر ٹوٹ جاتی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنا کر اس بوجھ سے معصوم اور مامون کر دیا۔
(۶) ''وزر'' سے مراد وہ ہیبت اور خوف ہے' جو حضرت جبریل سے پہلی ملاقات کے وقت آپ پر طاری ہوا تھا اور آپ پر یہ حالت طاری ہوئی کہ آپ شدتِ اشتیاق سے خود کو پہاڑ سے گرا دینا چاہتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوی کر دیا۔ (ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ صحت سے ثابت نہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)
(۷) کفارِ قریش کے ظلم و ستم سے آپ کے دل پر بوجھ طاری تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوی کر کے وہ بوجھ اتار دیا' حتیٰ کہ ایک موقع پر کفار نے آپ کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا تب بھی آپ یہی فرما رہے تھے:

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون. اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

''اللھم اھد لقومی فانھم لا یعلمون'' یہ دعا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی' کسی اور نبی نے کی ہے

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد میں جب کفار نے آپ کا دانت شہید کر دیا اور آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تو آپ کے اصحاب کو اس سے بہت رنج ہوا اور انہوں نے آپ سے کہا: آپ ان کے خلاف دعا کریں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا' بلکہ مجھے دعا کرنے والا اور رحمت بنا کر بھیجا ہے' اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے' یا فرمایا: ''اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون'' اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتے۔

(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ص ۵۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی اپنے استاد علامہ ابن حجر کی اتباع میں اسی طرح لکھا ہے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۲ ص ۱۹۴' مطبع نور محمد' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ ''اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نہیں ہے' کسی اور نبی کی دعا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے' جن کو ان کی قوم نے زخمی کر دیا تھا' وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ''اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون'' اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۷۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۹۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۲۵' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴۷۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب غزوۂ اُحد میں کفار نے آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا' تو آپ نے یہ فرمایا تھا:

کیف یفلح قوم شجوا نبیھم وکسروا رباعیته. (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۹۱) وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کر دیا اور ان کا دانت شہید کر دیا۔

ہوسکتا ہے کہ جب غزوۂ اُحد میں کفار نے آپ کا چہرہ زخمی کر دیا اور صحابہ غمگین ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نبی کا واقعہ یاد آ گیا اور آپ نے صحابہ کی دلجوئی کے لیے اس نبی علیہ السلام کا قول ذکر فرمایا۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ مسلم: ۱۷۹۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے' جن کی قوم نے ان کا چہرہ خون آلود کر دیا تھا' "**اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون**" اس نبی سے آپ کی مراد خود اپنی ذاتِ مبارکہ تھی' گویا غزوۂ اُحد سے پہلے آپ کی طرف یہ وحی کی گئی تھی اور آپ کے لیے اس نبی کا تعین نہیں کیا گیا تھا اور جب غزوۂ اُحد پیش آیا تو متعین ہو گیا کہ اس نبی سے مراد آپ خود تھے۔ (المفہم ج ۳ ص ۶۵۱' دار ابن کثیر دمشق' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی کے اس قول کا فساد درج ذیل حدیث سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۵۔۲۰۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں تو آپ پر بہت رش ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اس کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا' ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کا چہرہ زخمی کر دیا' پس وہ نبی اپنی پیشانی سے اپنا خون صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما' پس بے شک یہ نہیں جانتے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ اس نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنی پیشانی صاف کر رہے تھے۔

(شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ "**اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون**" یہ دعا کسی اور نبی علیہ السلام کی ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو نقل فرمایا ہے' خود یہ دعا نہیں کی اور اس دعا کی نسبت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے میں امام رازی' علامہ ابن حجر مکی' ملا علی قاری اور علامہ قرطبی نے خطا کی ہے۔ ہم نے اس کی زیادہ تفصیل اس لیے کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں علماء' مقررین اور مصنفین اس دعا کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس قول کی نسبت کریں' جو آپ نے نہ فرمایا ہو' حدیث میں ہے:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی جو میں نے نہیں کی' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنا لے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۲)

(۸) اگر یہ سورت ابوطالب کی موت کے بعد نازل ہوئی ہے تو ان کی موت سے جو آپ کو شدید قلق ہوا تھا' اس بوجھ سے مراد وہ قلق ہے اور جب شب معراج سب نبیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی تحسین کی اور آپ کا ذکر بلند فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس بوجھ کو اتار دیا۔

Marfat.com

(۹) ''وزر'' سے مراد وہ ثقل اور حیرت ہے' جو اعلانِ نبوت سے پہلے آپ پر طاری تھی' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کامل عقل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عدم سے وجود میں لایا اور آپ کو حیات' عقل اور دیگر بہت نعمتیں عطا کیں تو آپ پر اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا بہت ثقل اور بوجھ ہوا اور قریب تھا کہ شدتِ حیا سے آپ کی کمر ٹوٹ جاتی' کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور آپ حیران تھے کہ کس طرح اپنے رب کی اطاعت کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور آپ کو شریعت عطا کی اور اعلانِ نبوت کا حکم دیا اور آپ کو مکلف کیا' تب آپ کو معلوم ہوا کہ اپنے رب کی کیسے اطاعت کریں' پھر آپ کا بوجھ کم ہو گیا اور آپ پر معاملات آسان ہو گئے' کیونکہ لئیم النفس کو زیادہ نعمتیں ملیں اور وہ منعم کی خدمت نہ کرے تو اس کو حیاء نہیں آتی اور جو کریم النفس ہو اور اس پر زیادہ انعام کیا جائے اور وہ ان نعمتوں کے مقابلہ میں منعم کی خدمت نہ کر سکے تو اس کو بہت حیاء آتی ہے اور اس کی طبیعت پر بہت بوجھ پڑتا ہے اور جب منعم اس کو اپنی خدمت کا مکلف کر دے تو اس کا بوجھ اتر جاتا ہے اور اس پر معاملہ سہل ہو جاتا ہے اور وہ خوش ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۲۰۸۔۲۰۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الانشراح: ۴ میں فرمایا: اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا O

نبی صلی علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق امام ماتریدی' امام رازی اور علامہ قرطبی کی تقاریر

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تین تقریریں ہیں:

(۱) آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر لازم کر دیا ہے کہ وہ آپ کے اوپر ایمان لائے' حتیٰ کہ کسی شخص کا اللہ پر اور اس کی توحید پر ایمان لانا' اس وقت تک قبول نہیں ہو گا جب تک کہ وہ آپ کے اوپر ایمان نہ لائے اور نہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت مقبول ہو گی' جب تک کہ وہ آپ کی اطاعت نہ کرے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی پس بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O (النساء: ۶۵)

پس آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے' جب تک کہ یہ باہمی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر آپ نے جو فیصلہ کیا ہے' اس کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی نہ پائیں اور اس کو مکمل تسلیم کر لیں O

(۲) آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے' اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اذان میں' اقامت میں' نماز میں' تشہد میں' غرض ہر مقام پر اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر رکھا ہے۔

(۳) آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی اضافت آپ کے نام کی طرف کی ہے' جیسے رسول اللہ' نبی اللہ اور بغیر رسالت اور نبوت کے آپ کا ذکر نہیں کیا' پس فرمایا: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ'' (الفتح: ۲۹) اور فرمایا: ''يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ'' (المائدہ: ۶۷) اور فرمایا: ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ'' (التحریم: ۱) اور اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے وصف کے ساتھ صرف آپ کا ذکر کیا ہے اور انبیاء سابقین

Marfat.com

کا ذکر صرف ان کے اسماء کے ساتھ کیا ہے' جیسے فرمایا: "وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ" (الانعام: ۸۳) "وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ" (الانعام: ۸۶) اور آپ کے ذکر کو عظمت اور شرف کے ساتھ کرنا لازم کر دیا' حتیٰ کہ جس نے آپ کے نام کا تخفیف کے ساتھ ذکر کیا' اس کا ایمان جاتا رہا۔

(تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۴۸۲' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے اور آپ کے نام کی شہرت تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے' اور آپ کا نام عرش پر لکھا ہوا ہے اور کلمۂ شہادت اور تشہد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے' اور سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ کا ذکر ہے اور تمام آفاق میں آپ کا ذکر پھیلا ہوا ہے' خطبوں میں اور اذان میں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے' دینی کتب کے شروع اور آخر میں آپ کا ذکر ہوتا ہے' قرآن مجید میں بہت جگہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ہے' مثلاً: "وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ" (التوبہ: ۶۲) "مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (النساء: ۱۳) "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" (النور: ۵۴) اور اللہ تعالیٰ آپ کو رسول اور نبی کے عنوان سے ندا فرماتا ہے اور دیگر انبیاء کو ان کے ناموں سے ندا فرماتا ہے' مثلاً یا موسیٰ' یا عیسیٰ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت رکھ دی ہے' آپ کے متبعین آپ کی نعت پڑھتے ہیں اور آپ کے فضائل بیان کرتے ہیں' آپ پر درود پڑھتے ہیں اور آپ کی سنتوں کی حفاظت کرتے ہیں' بلکہ ہر فرض نماز کے ساتھ آپ کی سنت میں زائد نماز پڑھتے ہیں' وہ فرض میں اللہ کے حکم پر عمل کرتے اور سنت میں آپ کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کر لی' اور آپ کی بیعت کو اللہ کی بیعت قرار دیا ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ" (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں' وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں' بادشاہ آپ کی اطاعت کرنے میں عار نہیں سمجھتے' قراء آپ کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقہ کی حفاظت کرتے ہیں' اور مفسرین آپ کی کتاب کی آیات کی تفسیر کرتے ہیں' واعظین آپ کی احادیث کی تبلیغ کرتے ہیں' علماء اور سلاطین آپ کے روضہ کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ کے روضہ کی خاک سے اپنے چہروں کو سجاتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں' سو آپ کا شرف روزِ قیامت تک باقی رہے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اذان' اقامت' تشہد اور جمعہ' عید الفطر' عید الاضحیٰ میں منبروں پر اور ایامِ تشریق' یومِ عرفہ اور رمی جمار کے وقت اور صفا اور مروہ پر' اور خطبۂ نکاح میں اور زمین کے مشارق اور مغارب میں جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے' اور اگر کوئی شخص اللہ عزوجل کی عبادت کرے اور جنت اور دوزخ اور تمام مغیبات کی تصدیق کرے اور یہ شہادت نہ دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس کی عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ کافر رہے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا اور آپ سے پہلے نازل کی ہوئی کتابوں میں آپ کا ذکر کیا اور پہلے رسولوں کو آپ کی بشارت دینے کا حکم دیا اور ہر دین پر آپ کے دین کو غالب کر دیا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان کے فرشتوں میں آپ کے ذکر کو بلند کیا اور زمین پر مومنین میں آپ کے ذکر کو بلند کیا اور ہم آخرت میں آپ کے

Marfat.com

ذکر کو بلند کریں گے اور آپ کو مقام محمود اور بلند درجات عطا کریں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۹۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ درج ذیل احادیث اور آثار کو روایت کیا ہے۔

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ''۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۶۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے: میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: اللہ ہی کو علم ہے' فرمایا: جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۰۶۸)

امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے ایک چیز کا سوال کیا' کاش! میں نے وہ سوال نہ کیا ہوتا' میں نے کہا: اے میرے رب! آپ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا میں نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو آپ کو ٹھکانا دیا' اور آپ کو حبِّ کبریاء میں سرشار پایا تو مخلوق کی طرف ہدایت دی اور آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا اور آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ کا بوجھ اتار دیا اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا' پس جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا اور آپ کو خلیل بنایا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۴۶ ـ رقم الحدیث ۱۹۳۹۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

ابن عطاء نے کہا: اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ میں نے اپنے اوپر ایمان کی تکمیل آپ کے ذکر کے ساتھ کر دی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ میں نے آسمان کے فرشتوں میں آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے' اور قیامت کے دن تمام مخلوق آپ کی پناہ میں آئے گی' کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی کس قدر وجاہت اور قدر و منزلت ہے۔

(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۲۳۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا: پھر آپ ارواحِ انبیاء علیہم السلام کے پاس گئے' ان سب نے اپنے رب کی حمد و ثناء کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا' اور مجھے ملک عظیم عطا فرمایا اور میری امت کو اللہ کے لیے قیام کرنے والا بنایا' جو میری اتباع کرتی ہے اور مجھے نمرود کی آگ سے نجات دی اور اس آگ کو مجھ پر ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا۔ حضرت موسیٰ نے اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اللہ سبحانہ کے لیے ہیں' جس نے مجھے کلیم بنایا اور مجھے اپنی رسالت اور کلام کے لیے چن لیا' اور مجھے سرگوشی کرنے کے لیے قریب کیا اور مجھ پر تورات نازل کی' اور میرے ہاتھوں سے آل فرعون کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دی۔

پھر حضرت داؤد نے اپنے رب کی حمد و ثناء کی: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' جس نے مجھے ملک عطا کیا اور مجھ پر زبور نازل کی اور میرے لیے لوہا نرم کر دیا' اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا' اور مجھے حکمت اور فصل خطاب عطا

Marfat.com

کیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اور کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' جس نے میرے لیے ہواؤں کو جنات کو اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور سرکش جنات کو میرا تابع کر دیا' جو میرے لیے قلعے اور مجسمے بناتے ہیں اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور میرے لیے تانبے کا چشمہ بہایا اور مجھے ایسا عظیم ملک عطا فرمایا جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اور کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے ایسا بنایا کہ میں مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتا ہوں' اور کوڑھیوں کو تندرست کرتا ہوں اور اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان کے اوپر اٹھالیا اور مجھے کفار سے پاک رکھا اور مجھے اور میری ماں کو شیطان رجیم سے پاک رکھا۔

پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اور فرمایا: آپ سب نے اپنے رب کی حمد وثناء کی' اب میں اپنے رب کی حمد وثناء کرتا ہوں' سو آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' جس نے مجھے رحمۃ للعلمین بنا کر مبعوث فرمایا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا' اور مجھ پر فرقان کو نازل کیا' جس میں (ہدایت سے متعلق) ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا اور میری امت کو امت وسط (کامل) بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا' اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے بوجھ اتار دیا اور میری خاطر میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو افتتاح کرنے والا اور نبوت کا اختتام کرنے والا بنایا۔

پھر حضرت ابراہیم نے فرمایا: انہی وجوہ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم سب پر فضیلت دی ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱۔۴۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا' وہاں حضرت موسیٰ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کا بیان کیا' پھر فرمایا کہ پس جب نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سب کی امامت کی۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر

(۱) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سب سے پہلے عالم ارواح میں بلند کیا گیا' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۗ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آل عمران: ۸۲۔۸۱)

اور (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس کی تصدیق کرنے والے ہوں' جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور بہ ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور ان کی مدد کرنا' فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کر لیا؟ سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: پس تم گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہ ہوں ○ سو جو اس عہد کے بعد پھر گیا وہی لوگ نافرمان ہوں گے ○

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے جس نبی کو بھی بھیجا خواہ حضرت آدم ہوں یا ان کے بعد کا نبی ہو اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں آپ مبعوث ہو جائیں تو

Marfat.com

وہ ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لائے اور ضرور بہ ضرور آپ کی مدد کرے اور اپنی امت کو بھی یہ حکم دے گا کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ (جامع البیان جز ۳ ص ۴۵۰۔ رقم الحدیث: ۵۷۹۰ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

سدی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور ان کے بعد جو نبی بھی بھیجا' اس سے یہ عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو وہ ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور اگر اس نبی کی زندگی میں آپ مبعوث نہیں ہوئے تو وہ اپنی امت سے یہ عہد لے گا کہ اگر ان کی زندگی میں آپ مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لائیں اور ضرور بہ ضرور آپ کی مدد کریں۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۵۷۹۲)

اس عہد کو پورا کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا کی: "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" (البقرہ: ۱۲۹) اے ہمارے رب! اہل مکہ میں ان ہی میں سے عظیم رسول مبعوث فرما اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ — میں اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں' جو میرے بعد آئے گا' اس کا نام احمد ہوگا۔ (الصف: ۶)

(۲) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اللہ عزوجل خود اور اس کے سب فرشتے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ (الاحزاب: ۵۶) — بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر صلوٰۃ بھیجو اور خوب صلوٰۃ بھیجو○

اس آیت میں بتایا ہے: اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے' امام بخاری نے صلوٰۃ کا معنی بیان کیا:

ابو العالیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنی ہے: وہ فرشتوں کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء اور مدح فرماتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ آپ کے لیے دعا ہے اور مؤمنین کی صلوٰۃ کے متعلق یہ حدیث روایت کی:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یارسول اللہ! یہ سلام تو معلوم ہے' ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو: "**اللهم صل على محمد عبدك ورسولك كما صليت على آل ابراهيم وبارك على محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت على ابراهيم**"۔

(صحیح البخاری ص ۱۰۳۵-۱۰۳۴۔ رقم الحدیث: ۴۷۹۸' شرکۃ دار الارقم' بیروت)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء مخلوق کے ذمہ نہیں لگائی کیونکہ مخلوق محدود ہے تو آپ کی مدح و ثناء بھی محدود ہو جاتی' نیز مخلوق کی ابتداء اور انتہا ہے تو آپ کی مدح و ثناء بھی ابتداء اور انتہا میں مقید ہو جاتی' اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدح و ثناء خود کی ہے کہ نہ اس کی کوئی حد ہے نہ آپ کی مدح و ثناء کی کوئی حد ہوگی' نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور انتہا ہے نہ آپ کی مدح و ثناء کی کوئی ابتداء اور انتہا ہوگی' وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تو آپ کی مدح و ثناء بھی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہوتی رہے گی' مؤمنوں کو حکم دیا تم بھی آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو' اس کے ساتھ یہ بتایا کہ فرشتے بھی آپ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' یعنی اگر تم ان پر صلوٰۃ و سلام نہ پڑھو تو ان کو کیا کمی ہوگی' جن پر فرشتے ہر وقت صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں' بعض لوگ اذان کے بعد اور جمعہ کے بعد

Marfat.com

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ ان کے منع کرنے سے کیا ہوتا ہے' آپ کی شان یہ ہے کہ آپ کی قبر انور پر صبح اور شام فرشتے صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں' حدیث میں ہے:

کعب نے بیان کیا کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے آپ کی قبر انور کا احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور شام کو وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں' یہ اسی طرح ہوتا رہے گا حتیٰ کہ (قیامت کے دن) آپ کی قبر انور سے زمین پھٹ جائے گی اور آپ قبر مبارک سے نکلیں گے اور ستر ہزار فرشتے آپ کا احاطہ کیے ہوئے ہوں گے۔

(سنن دارمی رقم الحدیث: ۹۵' مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۹۵۵)

نیز میں کہتا ہوں کہ ان منکرین کے آپ پر سلام نہ پڑھنے سے آپ کو کیا کمی ہوگی' آپ کی شان یہ ہے کہ آپ پر تو شجر و حجر بھی سلام پڑھتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو ضرور پہچانتا ہوں' جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا' میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا' ہم مکہ کی کسی جانب گئے تو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا' وہ کہتا: **السلام علیك یا رسول اللّٰہ**۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۲۶)

سو یہ آپ کے ذکر کی بلندی ہے کہ شجر و حجر آپ پر سلام عرض کرتے ہیں' فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور خود رب کائنات آپ کی مدح و ثناء کرتا ہے۔

(۳) زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَؕ (الانشراح: ۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ○

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کی بلندی اپنے ذمہ رکھی' مخلوق کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ آپ کا ذکر بلند کرے کیونکہ اگر مخلوق آپ کا ذکر بلند کرتی تو مخلوق کی ایک حد ہے' وہ اپنی حد تک آپ کا ذکر بلند کرتی' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو خود بلند کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی حد ہے اور نہ آپ کے ذکر کی بلندی کی کوئی حد ہوگی' اللہ عزوجل لامحدود ہے تو آپ کے ذکر کی بلندی بھی لامحدود ہوگی' نیز مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے' اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے' سو آپ کے ذکر کی بلندی بھی ازلی ابدی ہوگی' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اندازہ اس حدیث سے کریں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہوگئی تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بہ حق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانا' حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا نہیں کیا' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا۔ الحدیث

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹' المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳۔۸۲' الوفاء ص ۳۳' مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ' دار الجیل' ریاض)

Marfat.com

اس کائنات میں سب سے بلند عرش عظیم ہے اور عرش عظیم پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے اور یہ آپ کے ذکر کی بلندی کی واضح مثال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرہ: ۲۵۳)

یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو دوسرے بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کو درجات میں بلندی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بتایا کہ کتنے درجات بلندی عطا فرمائی' کیونکہ عالم عدد میں کوئی ایسا عدد نہیں ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی تعیین کر سکے' سو آپ کے درجات غیر متناہی ہیں' امام بوصیری فرماتے ہیں:

فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کی کوئی حد ہے ہی نہیں' جس کو کوئی بتانے والا بتا سکے''

اس آیت میں آپ کا نام نہیں لیا بلکہ فرمایا: ان میں سے بعض کو (غیر متناہی) درجات عطا فرمائے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ غیر متناہی درجات کی بلندی کے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے منفرد اور مخصوص ہیں کہ آپ کے سوا ذہن اور کسی کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہی کلمات کہو' جو اس نے کہے ہیں' پھر مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھو' بے شک جو مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰت نازل فرماتا ہے' پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۸۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۸۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۶۷۸)

وسیلہ جنت کا عظیم ترین درجہ ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ منفرد اور مخصوص ہیں' اسی طرح غیر متناہی درجات کی بلندی کے ساتھ بھی آپ منفرد اور مخصوص ہیں۔

(۵) دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سورج غروب ہو رہا ہے اور جہاں سورج غروب ہو رہا ہے' وہاں مغرب کی اذان ہو رہی ہے' اور جہاں اذان ہو رہی ہے' وہاں ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' کے ساتھ بلند آواز سے ''اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' پڑھا جا رہا ہے' سو دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور یہ بھی آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۶) پہلے مسلمان سال میں ایک مرتبہ یوم میلاد کو آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے' مخالفین نے اس کو بدعت کہا اور اس کی مخالفت کی تو اس کے ردعمل میں مسلمان سال میں متعدد بار محافل میلاد منعقد کرتے اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے' مخالفین نے پھر اس کو منع کیا تو مسلمان ہر جمعہ کی نماز کے بعد آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے' اور جب اس سے بھی منع کیا گیا تو مسلمان ہر نماز کے بعد پڑھنے لگے: ''الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ'' اور جب اس کی بھی مخالفت ہوئی تو مسلمان جمعہ اور مغرب کی اذان کے علاوہ ہر اذان کے بعد وقفہ کر کے پڑھنے لگے: ''الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ'' پھر جب اس کے خلاف آوازیں اٹھیں تو مسلمان اذان سے پہلے بھی وقفہ کر کے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے اور یوں یوماً فیوماً اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بڑھا رہا ہے اور بلند فرما رہا ہے' اسی لیے فرمایا: ''وَرَفَعْنَا لَكَ

Marfat.com

ذِكْرَكَ ○ ''(الم نشرح:۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے○ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے○ پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو عبادت پر کمر بستہ ہوں○ اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہوں○ (الانشراح:۸۔۵)

ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں

الانشراح:۵ اور الانشراح:۶ میں لفظ ''العسر'' مکرر ہے اور یہ معرفہ ہے اور لفظ ''یسر'' بھی مکرر ہے اور یہ نکرہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اوّل کا عین ہوتا ہے او جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اوّل کا غیر ہوتا ہے یعنی ''العسر'' ایک ہے اور ''یسر'' دو ہیں' اور ''العسر'' کا معنی ہے: مشکل اور ''یسر'' کا معنی ہے: آسانی' سو ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں ہیں' پس جب کسی انسان کو اپنی مہم میں مشکلات درپیش ہوں تو اسے گھبرانا نہیں چاہیے اور ان آیتوں میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مشکل کے ساتھ دو آسانیاں رکھی ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشکل کبھی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکے گی۔ حافظ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے خوش خوش باہر آئے' آپ نے فرمایا: ایک مشکل دو آسانیوں پر کبھی غالب نہیں آسکتی' پھر آپ نے ان دو آیتوں کی تلاوت فرمائی۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۲۸ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۵۰' المکتبۃ العصریہ' کنز العمال ج ۲ ص ۱۴)

اس آیت میں دو آسانیوں سے مراد اسلام اور دین ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک آسانی سے مراد دنیا کی فتوحات ہوں اور دوسری آسانی سے مراد جنت کی نعمتیں ہوں۔

کفارِ مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی وجہ سے آپ کو عار دلاتے تھے کہ آپ کا دین قبول کرنے سے ہمیں یہ چیز مانع ہے کہ آپ تنگ دست اور نادار ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ تنگ دستی کی یہ مشکل عنقریب زائل ہو جائے گی اور آپ کو فتوحات اور غنیمتوں کی آسانیاں حاصل ہوں گی۔

الانشراح:۷ میں فرمایا: پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو عبادت پر کمر بستہ ہوں○

تبلیغ کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرنا

قتادہ' ضحاک اور مقاتل نے کہا: جب آپ فرض نماز سے فارغ ہوں تو پھر کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رغبت کے ساتھ دعا کریں' آپ اللہ تعالیٰ سے رغبت کے ساتھ سوال کریں تو وہ آپ کو عطا فرمائے گا۔

شعبی نے کہا: جب آپ نماز میں تشہد پڑھنے سے فارغ ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے دعا کریں۔

علی بن طلحہ نے کہا: اپنی فراغت کے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی نفلی عبادات کے ساتھ خاص کر لیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جب آپ ایک عبادت سے فارغ ہوں تو اس کے متصل دوسری عبادت شروع کر دیں' حتیٰ کہ آپ کا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے خالی نہ گزرے۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور کارِ تبلیغ سے فارغ ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کمر بستہ ہوں۔

Marfat.com

اسی طرح ہمارے خطباء اور واعظین جو ہر روز رات گئے تک جلسوں میں عوام سے خطاب کرتے ہیں' ان پر بھی لازم ہے کہ وہ تبلیغی خطابات سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کریں' لیکن ہمارے زمانہ میں کم علماء ایسے ہیں' عام طور پر مقررین اور واعظین تبلیغی اجتماعات اور خطابات سے فارغ ہو کر آدھی رات کے بعد گھر لوٹتے ہیں' پھر سو جاتے ہیں اور فجر کی نماز نکل جاتی ہے اور باقی فرض نمازوں میں بھی تساہل کرتے ہیں' میں نے ایسے علماء کو دیکھا ہے جو دینی مدارس کی پُرشکوہ عمارات بناتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے' اللہ تعالیٰ ہمارے واعظین' مقررین اور مہتممین کو عبادت کی طرف راغب کرے اور ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے' آمین ۔قرآن مجید میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اللہ کے نزدیک یہ بہت موجبِ غضب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے ○ (الصف:۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ معراج میں نے ایسے مردوں کو دیکھا' جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں' جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے' حالانکہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے' کیا وہ عقل نہیں رکھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۱ص ۱۵۸۔رقم الحدیث:۱۳۵۱۵' مسند عبد بن حمید رقم الحدیث:۱۲۲۲' شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث:۱۳۵۱۵)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں آگ میں نکل آئیں گی اور وہ اس طرح چکر لگا رہا ہو گا جیسے گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے' پھر دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر کہیں گے: اے فلاں شخص! تم کو کیا ہوا؟ کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا' اور میں تم کو برے کاموں سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۳۲۶۷' صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۹۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۸۶۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۸۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے اور ہمیں ایسے انجام سے محفوظ رکھے اور ہمیں حُسنِ خاتمہ عطا فرمائے۔(آمین)

صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سوال کرنے میں رغبت کی جائے

یعنی صرف اللہ سے اس کے فضل کا سوال کریں اور اسی پر اعتماد رکھیں اور اسی پر توکل کریں' ظاہر ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ سے ہی سوال کرتے تھے اور صرف اللہ پر ہی توکل کرتے تھے' تو آپ کو جو یہ حکم دیا گیا ہے وہ تقریر اور تاکید کے لیے ہے یعنی جس طرف آپ صرف اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں' اسی طریقہ پر قائم رہیں اور اسی طریقہ کو ہمیشہ برقرار رکھے رہیں اور یا پھر اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو حکم دیا ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

اور اس آیت میں آپ کی امت کو یہ تعلیم دی گئی ہے اور یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور حاجات میں صرف اللہ عزوجل سے سوال کیا کریں اور صرف اسی سے گڑگڑا کر سوال کیا کریں' ہمارے زمانہ میں لوگ اللہ تعالیٰ سے اس قدر گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے تھے' جس قدر مخلوق سے گڑگڑا کر اور رونکھی آواز بنا کر سوال کرتے ہیں' یا پیروں اور فقیروں کے پاس جا کر سوال کرتے ہیں یا مزارات پر جا کر سجدے کرتے ہیں اور منتیں اور مرادیں مانتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت نہیں کرتے' حالانکہ چاہیے یہ کہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کریں' اسی سے اپنی حاجات طلب کریں' اس کے سامنے رو رو کر اور

Marfat.com

گڑگڑا کر دعا کریں اور اپنی دعاؤں میں مقربین بارگاہ ناز کا وسیلہ پیش کریں' کیونکہ اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے جو دعا کی جائے' اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔

سورۃ الانشراح کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱٦ شوال ۱۴۲٦ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۰۵ء' بہ روز ہفتہ بعد از نماز ظہر سورۃ الانشراح کی تفسیر مکمل ہوگئی' ۸ نومبر کو اس تفسیر کو شروع کیا تھا' اس طرح گیارہ دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اے میرے رب! جس طرح آپ نے کرم فرمایا اور سورۃ الانشراح تک تفسیر لکھوا دی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی لکھوا دیں اور اس تفسیر کو اور میری باقی کتابوں کو تا روزِ قیامت باقی اور فیض آفریں رکھیں' اور میری' میرے والدین کی' اس کتاب کے ناشر' معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین)

وصلى الله تعالٰى علٰى حبيبه سيدنا محمد خاتم النبيين قائد المرسلين شفيع المذنبين
وعلٰى آله واصحابه وازواجه وذريته وامته اجمعين.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ التین

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام التین ہے کیونکہ اس سورت کے مطلع میں ''التین'' کا ذکر ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ (التین: ۱) انجیر اور زیتون کی قسم ○

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۵۰۷)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے' آپ نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۃ ''والتین والزیتون'' پڑھی' میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز کے ساتھ پڑھنے والا کسی کو نہیں سنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۴۶' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۶۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۲۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۵)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۵ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۸ ہے۔

سورۃ التین کے مشمولات

☆ التین: ۴۔۱ میں نوع انسان کا اشرف المخلوقات ہونا بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت اور قامت میں پیدا فرمایا ہے۔

☆ التین: ۶۔۵ میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا کیا ہے لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لایا اور اس کے رسول کی تصدیق نہیں کی تو وہ اس کو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دے گا' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو اللہ تعالیٰ انہیں غیر متناہی اجر عطا فرمائے گا۔

☆ التین: ۸۔۷ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے کفار کو عذاب دے گا اور اپنے فضل سے مؤمنین کو ثواب عطا فرمائے گا۔

سورت التین کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب! اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا اور گمراہی اور ناصواب سے بچانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۶ شوال ۱۴۲۶ھ / ۱۹ نومبر ۲۰۰۵ء موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹-۰۳۰۰ / ۲۰۲۱۷۴۴-۰۳۲۱

Marfat.com

التین ۹۵ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۸ رکوعہا ۱

سورۃ التین مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ﴿۱﴾ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ﴿۲﴾ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ﴿۳﴾

انجیر اور زیتون کی قسم ○ اور طور سینین کی ○ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی ○

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ○ پھر ہم نے اس کو سب سے نچلے طبقہ

سٰفِلِيۡنَۙ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ

میں لوٹا دیا ○ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے سو ان کے

اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ ﴿۷﴾ اَلَيۡسَ

لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے ○ سو کون ہے جو اس کے بعد قیامت کے متعلق آپ کی تکذیب کرے ○ کیا اللہ

اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۸﴾ ع

تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انجیر اور زیتون کی قسم ○ اور طور سینین کی ○ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی ○ بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ○ (التین: ۴۔۱)

''التین'' کا معنی اور اس کے طبی فوائد

التین: اس میں 'تین'' اور 'زیتون'' کے الفاظ ہیں۔ 'تین'' کا معنی ہے انجیر' انجیر اور زیتون دو مشہور پھل ہیں' انجیر عمدہ اور لذیذ پھل ہے' اس میں فضلہ اور فالتو مادہ نہیں ہوتا' اس میں لطیف غذائیت ہوتی ہے' یہ زود ہضم ہے' نفع آور دوا ہے' طبیعت کو نرم کرتا ہے' بلغم کو تحلیل کرتا ہے' گردوں کو صاف کرتا ہے' مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے' جگر اور تلی کے سدّوں کو کھولتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے' اور حدیث میں ہے: یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

(بیضاوی مع الخفاجی ج ۹ ص ۵۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

انجیر یونان' ترکی' اسپین اور جنوبی فرانس میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں سے درآمد کیا جاتا ہے۔ انجیر قبض کشاء ہے' انجیر کا دودھ بواسیری مسوں کا علاج ہے' اس کا دودھ مسوں پر لگانے سے معمولی ورم آتا ہے لیکن خود بہ خود دور ہو جاتا ہے اور مسّا جھڑ جاتا ہے' بلغم کو پکا کر خارج کرتا ہے' اس کو کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے' پسینہ آور ہے' اس سے تلی کا ورم اور جگر کی سختی دور ہو جاتی ہے' چونکہ یہ پیشاب آور ہے اس لیے گردہ اور مثانہ کی پتھری بھی نکالتا ہے۔

Marfat.com

سو گرام انجیر میں ۲۱۴ حرارے ۴ گرام پروٹین ۶۹ گرام نشاستہ ۱ گرام چکنائی اور ۱۹ گرام ریشہ (پھوک) پایا جاتا ہے۔
(مفید دوائیں مفید غذائیں ص ۴۹۔۴۸ بیت الحکمۃ کراچی)

انجیر کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر کا ایک طباق ہدیہ کیا گیا' آپ نے اس میں سے انجیر کھائیں اور اپنے اصحاب سے فرمایا: کھاؤ' پھر آپ نے فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو کہہ سکتا ہوں' کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوتے ہیں' اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ص ۲۳۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو امام ابونعیم نے ''الطب'' میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔
(حاشیۃ الکشاف ج ۴ص ۷۷۸)

''زیتون'' کا معنی اور اس کے طبی فوائد

زیتون مشہور پھل ہے' یہ زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں پیدا ہوتا ہے' مثلاً یونان' فلسطین اور اسپین وغیرہ' اس کا پھل قدرے کسیلا ہوتا ہے' اس سے تیل نکالا جاتا ہے جس کو روغن زیتون کہتے ہیں' روغن زیتون جوڑوں کے درد میں مفید ہے' اس میں کولیسٹرول نہیں ہوتا' اس سے پیٹ کے کیڑے اور پتے کی پتھری خارج ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید میں زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ○ (المؤمنون: ۲۰)

اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے' جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن ہے ○

زیتون کا تیل سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے' سالن پر ''صبغ'' کا اطلاق فرمایا ہے' ''صبغ'' کا معنی رنگ ہے اور روٹی سالن کے ڈبونے سے رنگین ہو جاتی ہے' طور سیناء اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ میں عمدہ قسم کا زیتون پیدا ہوتا ہے۔

زیتون کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: زیتون کی مسواک کیا خوب ہے' وہ مبارک درخت کی ہے' وہ بدبو کو زائل کرتی ہے اور منہ کو خوش بودار کرتی ہے' یہ میری مسواک ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۶۸۲' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ حاشیۃ الکشاف ج ۴ص ۷۷۳)

''والتین والزیتون'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''التین'' سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد ہے' جو جودی پر بنی ہوئی تھی' اور زیتون سے مراد مسجد بیت المقدس ہے۔ ضحاک نے کہا: ''التین'' مسجد حرام ہے اور ''الزیتون'' مسجد اقصیٰ ہے۔ ابن زید نے کہا: ''التین'' مسجد دمشق ہے اور ''الزیتون'' مسجد بیت المقدس ہے' قتادہ نے کہا: ''التین'' دمشق کا پہاڑ ہے اور ''الزیتون'' بیت المقدس کا پہاڑ ہے اور محمد بن کعب نے کہا: ''التین'' اصحاب الکہف کی مسجد ہے اور ''الزیتون'' مسجد ایلیاء ہے' کعب

Marfat.com

الاحبار اور عکرمہ نے کہا: ''التین'' دمشق ہے اور ''الزیتون'' بیت المقدس ہے' الفراء نے کہا: ''التین'' حلوان سے ھمذان تک کے پہاڑ ہیں اور ''الزیتون'' شام کے پہاڑ ہیں' ان کو طور زینا اور طور تینا کہا جاتا ہے' عکرمہ سے ایک روایت ہے کہ ''التین'' اور ''الزیتون'' شام کے دو پہاڑ ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ ''التین'' اور ''الزیتون'' سے مراد انجیر اور زیتون کے درخت ہیں اور ان سے مسجد یا شہر مراد لینا مجاز ہے اور بغیر ضرورت کے قرآن مجید کے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے' انجیر کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ اس درخت کے پتوں سے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بدن کو ڈھانپا تھا' قرآن مجید میں ہے:

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔ (الاعراف: ۲۲)

اور وہ انجیر کے درخت کے پتے تھے' دوسری وجہ یہ ہے کہ انجیر کا درخت بہت خوب صورت ہے اور اس کا پھل لذیذ اور خوش ذائقہ ہے۔

زیتون کے درخت کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ (النور: ۳۵) وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم کو زیتون کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے:

اکثر شام کے لوگ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں' اور اسی سے سالن پکاتے ہیں اور پیٹ کے امراض میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۵۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۲۰)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۰۰۔۹۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

التین: ۲ میں فرمایا: اور طور سینین کی O

''طور سینین'' کا مصداق

مجاہد نے کہا: ''طور'' سے مراد پہاڑ ہے اور ''سینین'' سریانی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مبارک' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: خوب صورت اور مبارک' نیز عکرمہ نے کہا: ''طور'' وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا کی تھی۔ مقاتل اور کلبی نے کہا: ''سینین'' ہر اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس میں پھل دار درخت ہوں' یہ اہل نبط کی لغت ہے' اللہ تعالیٰ نے طور کی قسم اس لیے کھائی ہے کہ یہ پہاڑ شام میں ہے اور ارضِ مقدسہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ برکت دی ہے' قرآن مجید میں ہے:

الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (بنی اسرائیل: ۱) وہ مسجد اقصیٰ جس کے اردگرد ہم نے برکت دی ہے۔

التین: ۳ میں فرمایا: اور اس امن والے شہر (مکہ) کی O

Marfat.com

شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ

اس آیت میں مکہ کو ''امین'' فرمایا ہے' کیونکہ جو جانور یا انسان مکہ میں داخل ہو وہ امن والا ہو جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے دمشق کے پہاڑ کی قسم کھائی کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پناہ کی جگہ ہے اور بیت المقدس کی قسم کھائی کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے قیام کی جگہ ہے' کیونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشانی ہے اور شہر مکہ کی قسم کھائی کیونکہ وہ حضرت سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ السلام کا مولد اور مہبط وحی ہے۔

التین: ۴ میں فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا O

''انسان'' کے مصداق میں اقوال اور اس کے بہترین ساخت میں ہونے کی توجیہ

اس آیت میں ''انسان'' کا لفظ ہے اور اس کے مصداق میں متعدد اقوال ہیں:
ایک قول یہ ہے کہ ''انسان'' سے مراد کافر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد الولید بن المغیرہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کلدۃ بن اسید ہے' ان اقوال کی بناء پر یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس ''انسان'' سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔
بہترین ساخت سے مراد یہ ہے کہ انس کو معتدل اور سیدھی قامت میں پیدا کیا ہے' کیونکہ دوسرے حیوان جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ بھی جھکا ہوا ہوتا ہے' اس کے برعکس انسان کی قامت سیدھی ہوتی ہے' وہ اپنے ہاتھوں سے کھانے کی چیز پکڑ کر منہ میں لے جاتا ہے' منہ کو کھانے کی چیز کی طرف نہیں جھکاتا۔
قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق انسان سے زیادہ حسین نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان میں علم' قدرت' ارادہ کرنے' باتیں کرنے' سننے' دیکھنے' تدبیر کرنے اور حکمت کی صلاحیت رکھی اور یہ تمام رب تبارک وتعالیٰ کی صفات ہیں' گویا انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ. بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۱)

علماء نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں صورت بہ معنی صفت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ صورت کے معروف معنی سے پاک ہے اور کوئی چیز اللہ کی مثل نہیں ہے' انسان عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کی ہر نشانی اس عالم صغیر میں موجود ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے اس کو سب سے نچلے طبقہ میں لوٹا دیا O سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' سو ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے O سو کون ہے جو اس کے بعد قیامت کے متعلق آپ کی تکذیب کرے O کیا اللہ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے O (التین: ۸۔۵)

مؤمنین کاملین کا ارذل عمر سے محفوظ رہنا

سب سے نچلے طبقہ میں لوٹانے کے حسب ذیل محامل ہیں:
(۱) سب سے نچلے طبقہ سے مراد دوزخ ہے' یعنی کافر کو ہم نے دوزخ میں لوٹا دیا اور مؤمن کو جنت کی طرف لوٹا دیا جیسا کہ دوسری آیت کے استثناء سے ظاہر ہے۔
(۲) کافر کو ہم نے اس کے اختیار کیے ہوئے سب سے نچلے افعال اور اعمال کی طرف لوٹا دیا' جو شرک اور کفر ہیں اور مؤمن کو

Marfat.com

ہم نے اس کے اختیار سے کیے ہوئے سب سے بلند اور بالا اعمال کی طرف لوٹا دیا' جو توحید ورسالت پر ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔

(۳) انسان کو ہم نے ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا' جب اس کی قویٰ کم زور اور حواس معطل ہو جاتے ہیں۔

التین: ۶ میں فرمایا: سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' سوان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے O

یعنی ہر انسان کو ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے' ماسوا مؤمنین صالحین کے۔

ضحاک نے بیان کیا ہے کہ جب بندہ اپنی جوانی میں زیادہ نمازیں پڑھتا ہے اور زیادہ روزے رکھتا ہے اور زیادہ صدقات کرتا ہے' پھر جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور جوانی کی طرح نیک اعمال نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو جوانی کے نیک اعمال کا اجر عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ سفر کرتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی اقامت اور صحت کے ایام کے کیے ہوئے نیک اعمال کا اجر لکھ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۹۶)

عکرمہ نے بیان کیا: جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہتا ہے' وہ ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹے گا (تاہم یہ کلیہ نہیں ہے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کو مبارک ہو جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے نیک اعمال زیادہ ہوں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۳۲۹' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۱۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸)

التین: ۷ میں فرمایا: سو کون ہے جو اس کے بعد قیامت کے متعلق آپ کی تکذیب کرے O

یعنی ان دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد اے رسول مکرم! آپ کی کون تکذیب کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کی ایک بوند سے تدریجاً مکمل انسان بنا دیا' پھر اس کو جوان مرد بنایا' پھر ادھیڑ عمر تک پہنچایا' پھر تدریجاً اس کو کم زور کرتا رہا' حتیٰ کہ اسے ناکارہ عمر تک پہنچا دیا اور اس جسمانی تغیر میں اس پر واضح دلیل ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد پھر زندہ کرنے اور میدانِ حشر میں جمع کرنے پر قادر ہے۔

التین: ۸ میں فرمایا: کیا اللہ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے O

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب یہ آیت پڑھتے: ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ'' (التین: ۸) تو کہتے: ''بلی وانا علی ذالک من الشاھدین'' کیوں نہیں! میں بھی اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے سورۃ التین پڑھی اور یہ آیت پڑھی: ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ'' اس کو چاہیے کہ یہ پڑھے: ''بلی وانا علی ذالک من الشاھدین''۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۴۷)

سورۃ التین کی تفسیر کی تکمیل

آج ۱۸ شوال ۱۴۲۶ھ / ۲۱ نومبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ التین کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے میرے رب! اس کو قبول فرما اور اس تفسیر کو مکمل کرا دے' اور میری اور میرے والدین اور قارئین کی مغفرت فرما دے۔

والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سورة العلق

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام العلق ہے' کیونکہ اس سورت کی دوسری آیت میں ''العلق'' کا لفظ ہے'اور وہ آیت یہ ہے:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۞ (العلق:۱۔۲) (اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ۞ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ۞

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو مکہ میں نازل ہوئی' وہ ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ'' ہے۔ (الدرالمنثور ج۸ص ۵۱۳)

امام ابن شیبہ' امام طبرانی' امام حاکم اور امام ابونعیم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ''اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ'' پہلی سورت ہے' جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۷۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۴۲۲۴' الدرالمنثور ج۸ص ۵۱۳)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۶ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ا ہے۔

اس سے پہلی سورت میں انسان کی تخلیق کی صورت بیان کی گئی تھی کہ اس کو سب سے عمدہ ساخت میں پیدا فرمایا اور اس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بتایا ہے کہ اس کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا ہے۔

العلق کے مشمولات

☆ العلق: ۵۔۱ میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس کو ضعف سے قوت کی طرف منتقل فرمایا اور اس میں قرأت اور کتابت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

☆ العلق: ۸۔۶ میں یہ بتایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور اپنے مال و دولت کی بناء پر تکبر کرتا ہے۔

☆ العلق: ۱۹۔۹ میں ابوجہل کی مذمت کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کرتا تھا اور اپنے زعم میں اپنے بتوں کی مدد کرتا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تنبیہ کی ہے کہ وہ ابوجہل کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں۔

سورۃ العلق کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ یا رب العٰلمین! مجھے اس ترجمہ میں ہدایت پر برقرار رکھنا اور اس سورت کے اسرار اور معارف کو مجھ پر کھول دینا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۸ شوال ۱۴۲۶ھ/ ۲۱ نومبر ۲۰۰۵ء موبائل نمبر: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹/ ۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ العلق مکیۃ (۹۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتها ۱۹ رکوعها ۱

سورۃ العلق مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں انیس آیات اور ایک رکوع ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ﴿۲﴾

(اے رسولِ مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہےO انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہےO

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا

پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہےO جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایاO انسان کو وہ سکھایا جس کو

لَمْ يَعْلَمْ ۭ ﴿۵﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ ﴿۷﴾ اِنَّ

وہ نہیں جانتا تھاO بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہےO اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہےO بے شک

اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۭ ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۭ ﴿۱۰﴾

آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہےO کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہےO ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھےO

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۭ ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ

آپ بتائیں اگر وہ منع کرنے والا ہدایت پر ہوتاO یا وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتاO آپ بتائیں اگر وہ حق کی تکذیب کرے

كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۭ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۭ ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ

اور پیٹھ پھیرےO کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہےO بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ ﴿۱۷﴾

پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گےO وہ پیشانی جو جھوٹی گناہ گار ہےO اسے چاہیے کہ اپنے ہم مجلس مددگاروں کو بلائےO

۱ ع ۱۹ ۲۱ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾ ع السجدة

ہم بھی عنقریب دوزخ کے مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گےO ہرگز نہیں آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں آپ سجدہ کریں اور زیادہ قریب ہوںO

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیاO انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہےO پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہےO (العلق: ۳۔۱)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی ابتداء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے' اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے' کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور خورد و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے (جب کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں) تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے آ کر اور چیزیں لے جاتے۔ اسی دوران غارِ حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آ کر آپ سے کہا: پڑھیے' آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے زور سے گلے لگا کر مجھے دبایا حتیٰ کہ اس نے دبانے پر پوری قوت صرف کر دی' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے' میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بغل گیر ہوا' حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: پڑھیے' میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بغل گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا' پھر مجھے چھوڑ کر کہا: '' اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ '' (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ○ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ○ پڑھیے اور آپ کا رب ہی زیادہ کریم ہے ○ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ○ انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا ○) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کپڑا اڑھاؤ' مجھے کپڑا اڑھاؤ' گھر والوں نے آپ کو کپڑے اڑھائے' حتیٰ کہ آپ کا خوف دُور ہو گیا' پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا اور فرمایا: اب میرے ساتھ کیا ہو گا؟ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی: ہرگز نہیں! آپ کو یہ نوید مبارک ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا' خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں' اور راہِ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں' پھر حضرت خدیجہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں' جو زمانۂ جاہلیت میں عیسائی مذہب پر تھے' اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے' بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی' حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنیے' ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا' ورقہ نے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس وحی لے کر آیا تھا' کاش میں جوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی' لوگ اس کے دشمن ہو جاتے تھے' اگر وقت نے مجھ کو مہلت دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا: اے میرے چچا زاد! اپنے بھتیجے کی بات سُن لیجیے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۳۔۲۳۲)

Marfat.com

وحی کا لغوی معنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ' کتابت' مکتوب' رسالۃ' الہام' کلام خفی' ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف القاء کرو۔

وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ (الانعام:۱۱۲)

(''شیاطین الانس والجن'') ایک دوسرے کو خفیہ طریقے سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) فریب دینے کے لیے پہنچاتے ہیں۔

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے' پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا' ابواسحٰق نے کہا: وحی کا لغت میں اصل معنی ہے: خفیہ طریقہ سے خبر دینا' اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں' اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ (الشوریٰ:۵۱)

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے' مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں خفیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے' یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے' جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے' جس کی تلاوت کی جاتی ہے' جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت اعلام (خبر دینے) کی ہے' اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵' المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

وحی کا شرعی معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وشرعا الاعلام بالشرع وقد يطلق الوحی ويراد به الموحٰی وهو کلام الله المنزل على النبی صلی الله علیه وسلم.

شریعت کی خبر دینا وحی ہے اور کبھی وحی سے اس کلام کو مراد لیا جاتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۹' لاہور)

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدرالدین عینی نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سننا' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

(۲) فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

(۳) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

(۴) ''صلصلۃ الجرس'' (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

Marfat.com

(۵) حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں' جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔
(۶) حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پروں کے ساتھ آئے' جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔
(۷) حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں' جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔
(۸) اللہ تعالیٰ براہِ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو' جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔
(۹) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو' جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے' آپ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ اعلیٰ! کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟
(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔
(۱۱) وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے: تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ مؤکل رہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰' طبع مصر)

خواب کی تعریف اور اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے' اس کو خواب کہتے ہیں' اور قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: خواب ان ادراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا کرتا ہے' جس طرح بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے' خواب میں جو ادراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے اُمور کے لیے علامات بن جاتے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمائے گا' اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے' لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔
نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
خواب کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم رؤیا صادقہ' یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں' جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں' اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے' اور دوسری قسم ہے: اضغاث' اور اس کی تین قسمیں ہیں:
(۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور غمگین ہو' مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں' وہ انھی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے' یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں زیادہ دیکھتا ہے' انھی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں' وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴۔۳۵۳' طبع لاہور)

ابتداء نبوت میں غارِ حرا جانے کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی' تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا جانا کوئی اچانک حادثہ نہ ہو' اس لیے پہلے آپ میں خصالِ نبوت پیدا کیے گئے' آپ کو سچے خواب دکھائے گئے' حجر اور شجر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو نبی کہہ کر مخاطب کرتے' پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔
آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی' تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تفکرات سے فارغ ہو' کیونکہ جب تک انسان

Marfat.com

کٹھن ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا' اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی' تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں اور آپ کے لیے وحی کا حصول سہل اور آسان ہو' فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا: پڑھیے اور اپنے سینہ سے لگا کر بھینچنا بھی اسی لیے تھا' تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا' جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور وفکر کر رہے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں کئی کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ مستقبل کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرنا اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں سترہ رمضان کو پیر کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتداء میں فرشتہ آپ کے پاس وحی لے کر آیا تو آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے' اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۲' طبع مصر)

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں' اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے' جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان لہ صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدهم كما ان للبصير صفة بها يفارق الاعمٰى حتى يدرك بها المبصرات.

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے' جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے' جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰' بیروت)

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۸۔۸۸ کا مطالعہ کریں۔

''ما انا بقارئ'' کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جبرائیل نے آپ سے کہا: ''اقرأ'' پڑھیے' آپ نے فرمایا: ''ما انا بقارئ'' میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا' اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا تو جبرائیل نے کہا: ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ'' یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں بلکہ آپ اپنے رب کی طاقت اور اس کی اعانت سے پڑھیں' اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سکھائے گا' یہ علامہ سہیلی کی تقریر ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ ''ما انا بقارئ'' کی ترکیب اختصاص کا تقاضا کرتی ہے' کیونکہ جب مسند الیہ سے پہلے

Marfat.com

حرف نفی ہو' مسند الیہ' مسند پر مقدم ہو اور مسند فعل یا شبہ فعل ہو تو اس ترکیب میں مسند' مسند الیہ کے ساتھ مختص ہوتا ہے' جیسے ''ما انا قلت ھذا ''یعنی یہ بات صرف میں نے نہیں کہی' اس کا مطلب ہے: میرے علاوہ دوسروں نے یہ بات کہی ہے' یعنی صرف میں قرأت نہیں کرسکتا' میرے علاوہ دوسرے قرأت کرسکتے ہیں' علامہ طیبی نے اس تقریر کو مسترد کر دیا ہے اور کہا: یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے' اور اس کا معنی ہے: میں یقیناً قرأت کرنے والا (پڑھنے والا) نہیں ہوں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ''ما انا بقارئ'' کیوں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا' دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں پڑھتا نہیں ہوں' اور تیسری بار کا معنی ہے: میں کیا پڑھوں؟ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کیا ہے: ''کیف اقرء'' میں کیسے پڑھوں' اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: ''ماذا اقرء'' میں کیا پڑھوں؟ اور دلائل بیہقی میں زہری سے مرسلاً روایت ہے: ''کیف اقرء'' میں کیسے پڑھوں؟ اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ 'ما' استفہامیہ ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۴-۲۳' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جا سکتا' ہوسکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا ہو اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا' کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو' وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمیت کے منافی نہیں ہے' خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے' ہاں! کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمیت کے منافی ہے' قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں: جو لکھنا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو' اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا: پڑھیے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۷-۵۰۶' مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا O انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا O بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے O اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے O کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے O ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے O آپ بتائیں اگر وہ منع کرنے والا ہدایت پر ہوتا O یا وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا O آپ بتائیں اگر وہ حق کی تکذیب کرے اور پیٹھ پھیرے O (العلق: ۱۳-۴)

لکھنے کی فضیلت اور لکھنے کے متعلق احادیث

قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے' اگر قلم نہ ہوتا تو احکام شرعیہ کو لکھ کر محفوظ نہ کیا جاتا' اور نہ معاش کے معاملات کو لکھ کر منضبط کیا جاتا' اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا کہ ان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور ان کو جہالت کے اندھیروں سے علم کی روشنی کی طرف لایا' اگر قلم نہ ہوتا تو علوم کو مدون نہ کیا جاتا اور حکمتوں کو مقید نہ کیا جاتا' اور نہ اولین اور آخرین کی خبروں کو جمع کیا جاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آسمانی کتابوں کو محفوظ کیا جاتا' اور نہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ اور اقوال مجتہدین کو مدون اور منضبط کیا جاتا' غرض یہ کہ اگر قلم نہ ہوتا تو دین اور دنیا کے حصول علم کا دروازہ بند رہتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بھی سنتا تھا' اس کو یاد رکھنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا' قریش نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بات سن کر لکھ لیتے ہو'

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں' کبھی غصہ میں بات کرتے ہیں اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں' پھر میں لکھنے سے رک گیا اور میں نے اس واقعہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم لکھتے رہو' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۶)

حضرت الشفاء بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت ان کے پاس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں' آپ نے فرمایا: تم ان کو پھوڑے کا دَم کیوں نہیں سکھا تیں' جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۸۷' مسند احمد رقم الحدیث: ۲۷۱۶۳' دارالفکر)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تو آپ نے فرمایا: میری حدیث بیان کرو اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا' وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنا لے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ سے بہت احادیث سنتے ہیں' پھر ان کو لکھ لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: لکھتے رہو' کوئی حرج نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۴۱۰' مسند الشامیین رقم الحدیث: ۲۲۷' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان میں سب سے کم عمر تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنائے' میں نے صحابہ سے کہا: آپ لوگ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے ہیں' حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن چکے ہیں اور آپ لوگ احادیث بیان کرنے میں منہمک رہتے ہیں تو صحابہ ہنسنے لگے اور کہنے لگے: اے ہمارے بھتیجے! ہم نے جو کچھ آپ سے سنا ہے' وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی متروک ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کو قید کرو' میں نے پوچھا: علم کی قید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: لکھنا۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۸۵۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن المؤمل ہے' ابن معین اور ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا' اور امام احمد نے کہا: اس کی احادیث منکر ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲)

ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: علم کو لکھ کر قید کر لو۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ' اس نے پوچھا: کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو لکھ' جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ اَبد تک ہونے والا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے' پھر اس کی تصویر بناتا ہے اور اس میں اس کی سماعت' اس کی بصارت' اس کی کھال' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں پیدا فرماتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کی زندگی کتنی ہے؟ پس تمہارا رب جو چاہتا ہے فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ فیصلہ فرماتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے' پھر فرشتہ اس صحیفہ کو لے کر نکل

Marfat.com

جاتا ہے' پس اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۵)
دیگر احادیث میں اس طرح ہے: چالیس دن نطفہ رہتا ہے' پھر چالیس دن کے بعد نطفہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن کے بعد گوشت بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے' پھر اس میں چار چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' پھر فرشتہ اس کا رزق' اس کی مدتِ حیات' اس کا عمل اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیتا ہے۔ الحدیث
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۹۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۴۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۰۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۳۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۷۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۴۶)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:
اصل میں اقلام تین ہیں: (۱) قلم اوّل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس کو لکھنے کا حکم دیا (۲) قلم ثانی فرشتوں کے اقلام ہیں' وہ قلم اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں رکھ دیئے ہیں' وہ ان قلموں سے تقدیر' مستقبل میں ہونے والے اُمور اور بندوں کے اعمال لکھتے ہیں (۳) قلم ثالث لوگوں کے قلم ہیں' جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں رکھ دیئے ہیں' جن سے وہ اپنی باتیں لکھتے ہیں اور اپنے مقاصد کو تحریر میں لاتے ہیں اور کتابیں اور رسائل لکھتے ہیں۔

العلق: ۵ میں فرمایا: انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا O

العلق: ۵ میں ''الانسان'' کے متعلق متعدد اقوال

اس آیت میں انسان کے مصداق میں کئی اقوال ہیں:
امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی متوفی ۳۳۳ ھ لکھتے ہیں:
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں ''انسان'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا O (النساء: ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ کو وہ تمام چیزیں سکھا دیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے' اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے O

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا:

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ (ہود: ۴۹)

یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں' ان چیزوں کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں ''انسان'' سے مراد ہر انسان ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ O (النحل: ۷۸)

اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا' اس وقت تم کو کچھ علم نہ تھا اور اسی نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو O

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۹۱' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ ھ)

علامہ الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ ھ لکھتے ہیں:
ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''انسان'' سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا . (البقرہ:٣١) آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''انسان'' سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط . (النساء:١١٣) اور اللہ نے آپ کو وہ تمام چیزیں سکھا دیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۸۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی التوفی ۵۹۷ ھ نے لکھا ہے:

''انسان'' سے مراد اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (زاد المسیر ج ۹ ص ۱۷۶' المکتب الاسلامی' بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے: اس آیت میں ''انسان'' کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) ''انسان'' سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں (۲) اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) اس سے مراد عام انسان ہے اور ہر قول پر وہی دلائل دیئے ہیں جو دوسرے مفسرین نے ذکر کیے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۰۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی ''انسان'' کے مصداق میں یہی تین قول نقل کیے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۶۲۸' فتح البیان ج ۷ ص ۵۰۴)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ساتھ اور بغیر قلم کے ایسے اُمور کلیہ اور جزئیہ اور ظاہر اور خفی سکھا دیئے' جن کا دل میں خطرہ بھی نہیں گزرتا' یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال کرم ہے اور اس میں یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے علوم سکھا رہا ہے' جن کا عقلیں احاطہ نہیں کر سکتیں۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۲۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

العلق: ۷۔۶ میں فرمایا: بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے O اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O

''طغیان'' کا معنی

مفسرین نے کہا: العلق: ۶ سے لے کر آخر سورت تک تمام آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اس آیت میں ''لیطغی'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''طغیان'' ہے' اس کا معنی ہے: اللہ کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مشرکین نے ان کو سنا تو ابوجہل نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا یہ زعم ہے کہ جو مستغنی ہوتا ہے' وہ سرکشی کرتا ہے تو آپ ہمارے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیں' شاید ہم اس سے کچھ سونا لے لیں' پھر ہم اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین کی پیروی کریں گے' تب آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ ان کو اختیار دیں' اگر یہ چاہیں تو ہم پہاڑ کو سونا بنا دیں' اس کے باوجود اگر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تو ہم ان پر وہ عذاب نازل کریں گے' جو اصحابِ مائدہ پر نازل کیا تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' اس لیے آپ نے ان کو ان کے اسی حال پر باقی رکھا۔

العلق: ۷ میں فرمایا: اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O یعنی اپنے قبیلہ اور دیگر مددگاروں کے ہونے کی بناء پر اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیتا ہے اور اس کو جب مل جاتا ہے تو وہ اپنے کھانے' پینے' لباس اور سواریوں میں بہت اضافہ کرتا ہے۔

Marfat.com

العلق:۸ میں فرمایا: بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے O
یعنی جب ابو جہل آخرت میں پہنچے گا تو اسے اپنے تکبر اور سرکشی کی سزا مل جائے گی۔

ابو جہل کی مذمت اور ادب کی وجہ سے مکروہ وقت میں نماز سے منع نہ کرنا

العلق:۱۰-۹ میں فرمایا: کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے O ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے O

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۴۶۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا میں تمہارے سامنے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منہ خاک آلود کروں؟ لوگوں نے کہا: ہاں' اس نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روندوں گا' اسے بتایا گیا کہ دیکھو وہ سامنے نماز پڑھ رہے ہیں' وہ آپ کی گردن کو روندنے کے لیے آگے بڑھا' پھر فوراً الٹے پاؤں لوٹ آیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کر رہا تھا' لوگوں نے اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! کیا ہوا' کیوں واپس آ گئے؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور اس میں ہولناک چیزیں ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ ذرا بھی میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے O ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے O

(الوسیط ج ۴ ص ۵۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں: اس آیت میں ہر اس شخص کے لیے وعید ہے جو کسی کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے' روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو عید گاہ میں نمازِ عید سے پہلے نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ نے ان کو منع کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ڈرتا تھا کہ میں اس آیت کی وعید میں داخل ہو جاؤں گا' کیا آپ نے اس کو دیکھا جو ہمارے بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھے' امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے بہت خوب صورت ادب کو مستنبط کیا' امام ابو یوسف نے ان سے پوچھا: جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے تو یہ کہہ سکتا ہے: ''اللھم اغفرلی؟'' ابوحنیفہ نے کہا: وہ ''ربنا لک الحمد'' کہے اور سجدہ میں چلا جائے اور ''اللھم اغفرلی'' کہنے سے منع نہیں کیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۲۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طلوع آفتاب یا استواء آفتاب کے وقت نماز پڑھ رہا ہو' جب سجدہ کرنا جائز نہیں ہے تو اس کو نماز پڑھنے سے منع نہ کیا جائے بلکہ بعد میں مسئلہ بتا دیا جائے کہ اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی طرح گاؤں کی مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا' لیکن ان کو صراحۃً جمعہ پڑھنے سے منع نہ کیا جائے بلکہ ان سے کہا جائے کہ آپ پر ظہر کی نماز فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے اور ظہر با جماعت کو ترک کرنے سے آپ لوگ گنہ گار ہوں گے' اس لیے ظہر کی نماز با جماعت پڑھیں' مجھ سے ایک دفعہ ایک عالم نے پوچھا کہ جب طلوع آفتاب کے وقت سجدہ کرنا حرام ہے تو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا جائے گا؟ میں نے کہا: یہ قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہے' اس وقت نماز پڑھنا قبیح لذاتہ ہے' اس لیے حرام ہے اور نماز فی نفسہ حسن لغیرہ ہے' اس لیے اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔

العلق:۱۲-۱۱ میں فرمایا: آپ بتائیں اگر وہ منع کرنے والا ہدایت پر ہوتا O یا وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا O

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر سے خطاب فرمایا ہے کہ اے کافر! یہ بتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز پڑھ رہے

Marfat.com

ہیں' ان کا نماز پڑھنا عین ہدایت ہے اور وہ جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں اور لوگوں کو عذاب سے ڈرا رہے ہیں اور خوف خدا کا حکم دے رہے ہیں اور تو ان کو ان نیک کاموں سے ڈرا رہا ہے۔

العلق:۱۳ میں فرمایا: آپ بتائیں اگر وہ حق کی تکذیب کرے اور پیٹھ پھیرے ○

یعنی ابوجہل اللہ عزوجل کی کتاب کی تکذیب کرتا ہے اور ایمان لانے سے اعراض کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ○ بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے ○ وہ پیشانی جو جھوٹی گناہ گار ہے ○ اسے چاہیے کہ اپنے ہم مجلس مددگاروں کو بلائے ○ ہم بھی عنقریب دوزخ کے مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گے ○ ہرگز نہیں' آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں' آپ سجدہ کریں اور زیادہ قریب ہوں ○ (العلق:۱۹۔۱۴)

ابوجہل کے لیے عذاب کی وعید

یعنی کیا ابوجہل نے یہ نہیں جانا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے' اور اس کو اس کی شرارتوں اور خباثتوں کا علم ہے۔

العلق:۱۶۔۱۵ میں فرمایا: بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے ○ وہ پیشانی جو جھوٹی گناہ گار ہے ○

یعنی اگر ابوجہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے باز نہ آیا تو ہم قیامت کے دن اس کو ضرور پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے' پھر اس کو اس کے قدموں کے ساتھ باندھ کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

یہ آیت ہر چند کہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور اس آیت سے ان تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتے اور اس کے سامنے سرکشی کرتے ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

اس آیت میں ''لنسفعا'' کا لفظ ہے' ''سفع'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پکڑ کر سختی سے کھینچنا اور ''ناصیة'' کا معنی ہے: پیشانی کے اوپر سر کے بال۔

العلق:۱۸۔۱۷ میں فرمایا: اسے چاہیے کہ اپنے ہم مجلس مددگاروں کو بلائے ○ ہم بھی عنقریب دوزخ کے مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گے ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ مقامِ ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے' ابوجہل کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو ابوجہل کہنے لگا: اے محمد! آپ مجھے کس چیز سے ڈرا رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! اس وادی کے اکثر لوگ میری مجلس میں بیٹھنے والے ہیں' تب اللہ سبحانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ تم اپنی مجلس کے مددگاروں کو بلاؤ' ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے

سجدہ سے اللہ سبحانہ کے قرب کا حصول

العلق:۱۹ میں فرمایا: ہرگز نہیں' آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں' آپ سجدہ کریں اور زیادہ قریب ہوں ○

یعنی ابوجہل جو آپ کو نماز پڑھنے سے منع کر رہا ہے' آپ ہرگز اس کی کوئی بات نہ مانیں' آپ اللہ کے لیے نماز پڑھتے رہیں اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کا قرب حاصل کریں' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ سجدہ کریں تو اللہ سے دعا کر

Marfat.com

کے اس کا قرب حاصل کریں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب اور سب سے زیادہ محبت اس وقت ہوتی ہے' جب اس کی پیشانی زمین پر اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتی ہے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۸۲)
عبارت کا خلاصہ ہے: اللہ سبحانہ کے سامنے ذلت اختیار کرنا اور غایت تذلل سجدہ میں ہے کیونکہ انسان سجدہ میں اپنے مشرف ترین عضو کو اللہ کے سامنے خاک پر رکھ دیتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکوع میں رب کی تعظیم کرو اور رہا سجود تو اس میں دعا کی خوب کوشش کرو کیونکہ اس میں تمہاری دعا کا قبول ہونا متوقع ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۷۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۷۶)
زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اے محمد! آپ نماز سے اللہ کا قرب حاصل کرتے رہیں اور اے ابوجہل! تو دوزخ کے قریب ہوتا رہ۔
علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ اس سجدہ سے نماز کا سجدہ مراد ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اس سے سجدۂ تلاوت مراد ہے کیونکہ حدیث میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ'' (الانشقاق:۱) میں سجدہ کیا اور ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' (العلق:۱) میں سجدہ کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۷۸' سنن ترمذی رقم الحدیث:۵۷۳)
اور یہ حدیث نص صریح ہے کہ اس آیت میں سجدہ سے مراد سجدۂ تلاوت ہے۔
ہم دنیا کے مقتدر لوگ مثلاً صدر اور گورنر وغیرہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ کا قرب حاصل کرنے کی ہمیں کتنی کوشش کرنی چاہیے اور اس کا قرب حاصل کرنا کتنا آسان ہے' سجدہ کرو اور اس کے قریب ہو جاؤ۔

سورۃ العلق کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۲ شوال ۱۴۲۶ھ/ ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء' بہ روز جمعہ بہ وقت فجر سورۃ العلق کی تفسیر مکمل ہو گئی' رب العلمین! اس تفسیر کو قبول فرمالیں اور قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین اور میرے اساتذہ اور تبیان القرآن کے قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین یارب العلمین)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ القدر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام القدر ہے' کیونکہ اس سورت میں ''لیلۃ القدر'' کا تین بار ذکر ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں ''القدر'' کا لفظ ہے' وہ آیت یہ ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ (القدر:۱) بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ۝

''القدر'' کے کئی معانی ہیں' مگر یہاں عظمت اور شرف مراد ہے' یعنی یہ بہت عظمت اور شرف والی رات ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے القدر:۱ کی تفسیر میں فرمایا: پورا قرآن مجید رب العزۃ کے پاس سے لیلۃ القدر میں نازل ہوا اور اس کو آسمانِ دنیا میں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام اس کو لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حرا میں نازل ہوئے اور بندوں کے سوالات کے جوابات میں اور ان کے اعمال سے متعلق آیات لے کر نازل ہوئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۴۲۵' المستدرک ج ۲ ص ۵۳۰۔ رقم الحدیث: ۳۹۵۸' الدر المنثور ج ۸ ص ۵۱۹)

اس سے پہلے سورۃ العلق میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا: آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔

اور اس سورت میں بتایا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی' جو بہت بڑے مرتبہ اور بہت عظمت والی رات ہے' کیونکہ اس رات میں آسمان سے فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور طلوع فجر تک اس رات میں عبادت کرنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں بہت انوار اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ. رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔

(البقرہ:۱۸۵)

اور اس سورت میں بتایا ہے کہ لیلۃ القدر میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان کے مہینہ میں ہے' رہا یہ کہ رمضان کی کون سی شب لیلۃ القدر ہے تو احادیث صحیحہ سے واضح ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہے اور جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

سورۃ القدر کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی اعانت اور امداد پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ

Marfat.com

اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں، رب العلمین! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہ،

۲۲ شوال ۱۴۲۶ھ / ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القدر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیات اور ایک رکوع ہے

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ

بے شک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ O شبِ قدر

ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا

ہزار مہینوں سے بہتر ہے O اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے

بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾

حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں O یہ رات طلوعِ فجر ہونے تک سلامتی ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ O شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے O (القدر: ۳-۱)

''لیلۃ القدر'' میں قرآن مجید کا آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہونا

القدر: ا میں ''انزلناہ'' کی ضمیر منصوب قرآن مجید کی طرف راجع ہے ہر چند کہ اس سورت میں اس سے پہلے قرآن مجید کا ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کا معنی ہر پڑھنے والے کو معلوم ہے اور اس کا ذکر اس کے ذہن میں مرتکز ہے درج ذیل آیات میں قرآن مجید کے نزول کا ذکر ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ. (البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔

حٰمٓ ﴿١﴾ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴿٢﴾ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ. (الدخان: ۳-۱) حامیم O کتاب مبین کی قسم O ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔

اس آیت میں ''لیلۃ مبارکۃ'' سے مراد ''لیلۃ القدر'' ہے۔ شعبی نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو نازل کرنے کی ابتداء ''لیلۃ القدر'' میں کی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے پورے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف بیت العزۃ میں نازل کیا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے رہے اور یہ مدت تیئس (۲۳) سال ہے۔

الماوردی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ میں اللہ کی طرف سے آسمانِ دنیا میں مکمل نازل ہوا' پھر مکرم فرشتوں نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس راتوں میں حضرت جبریل علیہ السلام پر نازل کیا' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور حضرت جبریل مختلف مہینوں اور مختلف ایام میں حسب ضرورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے تھے۔

Marfat.com

(النکت والعیون ج ۶ ص ۳۱۱‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت)

علامہ ابن العربی نے کہا: یہ قول باطل ہے‘ حضرت جبریل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی فرشتے کا واسطہ نہیں ہے‘ اور نہ حضرت جبریل اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ ہے۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۳۲۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۰۸ھ)

صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف مکمل نازل ہوا‘ پھر امر اور نہی اور حلال اور حرام اور مواعظ اور قصص اور لوگوں کے سوالات کے جوابات میں حسب ضرورت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تئیس (۲۳) سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت جبریل کے واسطے سے نازل ہوتا رہا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پورا قرآن ساتویں آسمان سے آسمانِ دنیا کی طرف رمضان میں نازل ہوا‘ پھر اللہ تعالیٰ جس چیز کو نازل فرمانا چاہتا‘ نازل فرما دیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۴۔ رقم الحدیث: ۳۰۱۷۸‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۱۶ھ)

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ آسمانی کتابیں چوبیس رمضان کو نازل ہوئی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۰۱۸۰)

ابو العالیہ ابوالجلد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم رمضان کی شب میں نازل ہوئے اور زبور چھ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۰۱۸۲)

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ تورات اس دن نازل ہوئی جب رمضان میں چھ دن رہتے تھے اور قرآن چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۰۱۷۹)

بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ

اس رات میں جو فضیلت رکھی گئی ہے‘ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ اس رات میں عبادت کی وجہ سے فضیلت ہے یا اس رات میں فرشتوں کے نزول کی وجہ سے فضیلت ہے‘ یا اس رات میں طلوعِ فجر تک سلامتی کے نزول کی وجہ سے فضیلت ہے یا اس رات میں قرآن مجید کے نزول کی ابتداء کی وجہ سے فضیلت ہے یا فی نفسہ اس رات میں فضیلت رکھی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات پر عبادت کرنے کی فضیلت رکھی ہے‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری جگہ ایک لاکھ نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور میری مسجد‘ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا‘ دوسری جگہ سوا مسجد حرام کے ایک ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۴۰۶) ان مقامات اور جگہوں کو عبادات کے لیے خاص کر لیا گیا اور ان مقامات پر عبادات کرنے کے ثواب کو بڑھا دیا گیا‘ اسی طرح بعض اوقات کو بھی عبادات کے لیے خاص کر لیا گیا اور ان اوقات میں عبادات کے اجر و ثواب کو بڑھا دیا گیا‘ جیسے رمضان کے مہینہ میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہے اور فرائض کے ثواب کو ستر درجہ بڑھا دیا گیا‘ اسی طرح لیلۃ القدر کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ کر دیا گیا۔

لیلۃ القدر میں ’’قدر‘‘ کے معانی

اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے فرمایا ہے کہ ’’قدر‘‘ کا معنی تقدیر ہے: ’’خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝‘‘ (الفرقان: ۲) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا مناسب اندازہ کیا‘ اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے لیے جو امور چاہتا ہے وہ مقدر فرما

Marfat.com

دیتا کہ اس سال میں کتنے لوگوں پر موت آئے گی' کتنے لوگ پیدا ہوں گے اور لوگوں کو کتنا رزق دیا جائے گا' پھر یہ اُمور اس جہان کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں اور وہ چار فرشتے ہیں: اسرافیل' میکائیل' عزرائیل اور جبریل علیہم السلام' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوحِ محفوظ سے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال کتنا رزق دیا جائے گا اور کتنی بارشیں ہوں گی' کتنے لوگ زندہ رہیں گے اور کتنے مرجائیں گے' عکرمہ نے کہا: لیلۃ القدر میں بیت اللہ کا حج کرنے والوں کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں' ان میں سے کسی نام کی کمی کی جاتی ہے اور نہ کسی نام کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں مستقبل میں ہونے والے اُمور کے متعلق فیصلے فرماتا ہے اور ان فیصلوں کو ان فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے جو ان کو نافذ کرتے ہیں۔

اس رات کو لیلۃ القدر فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''قدر'' کا معنی عظمت اور شرف ہے' ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ'' (الانعام: ۹۱) انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی' جیسے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کی بہت قدر و منزلت ہے' زہری نے کہا: اس رات میں عبادت کرنے کی بہت قدر و منزلت ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے' ابوبکر وراق نے کہا: جس شخص کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو' جب وہ اس رات کو عبادت کرتا ہے تو وہ بہت قدر اور عظمت والا ہو جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والی کتاب' بہت عظیم الشان رسول پر' بہت عظمت والی امت کے لیے نازل کی گئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت خیر اور برکت اور مغفرت نازل فرماتا ہے' سہل نے کہا: اس رات کو لیلۃ القدر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے رحمت کو مقدر کر دیا ہے۔

خلیل نے کہا: ''قدر'' کا معنی تنگی بھی ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ. (الطلاق: ۷) جس شخص پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔

اس رات میں اتنی کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۱۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

القدر: ۳۔۲ میں فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ ○ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ○

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا یا نہیں؟

امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابن عیینہ نے کہا: قرآن مجید کی جس آیت میں کسی چیز کے متعلق فرمایا: ''وما ادرٰك'' اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دے دیا ہے اور جس کے متعلق فرمایا ہے: ''وما یدریك'' اس کا علم آپ کو نہیں دیا۔

(صحیح البخاری ص ۴۱۸' شرکۃ دار الارقم' بیروت' لبنان)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا' جو میرے دوست تھے' انہوں نے کہا: ہم نے رمضان کے متوسط عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا' آپ بیس رمضان کی صبح کو باہر آئے اور آپ نے ہمیں خطبہ دیا' اور آپ نے فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی' پھر بھلا دی گئی' اب تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ لوٹ جائے' ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھتے تھے' پھر

Marfat.com

اچانک بادل آیا اور بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور اس کی چھت میں کھجور کی شاخیں تھیں' اور نماز کی اقامت کہی گئی' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۰۱۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۸۲' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۳۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۳۳۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۷۷۵)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے باہر آئے' اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے' آپ نے فرمایا: میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے آیا تھا' پس فلاں اور فلاں آپس میں لڑ پڑے تو لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو' پس تم اس کو انتیسویں شب' ستائیسویں شب اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۰۲۳)

شارحین نے کہا ہے کہ صرف اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا تھا اور دوسرے سال آپ کو پھر اس کا علم عطا کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۷۷' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۷' فیض الباری ج ۳ ص ۱۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اس سال شب قدر کی تعیین کے علم کو اٹھانے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے لیے لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھنے کا عذر ہو جائے کیونکہ اگر آپ کو علم ہوتا اور آپ نہ بتاتے تو یہ آپ کی رحمت کے خلاف تھا اور اگر بتا دیتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھا جائے تاکہ اللہ کے بندے لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی ہر طاق رات جاگ کر عبادت میں گزاریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا عبادت میں جاگنا پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی چیزوں کو مخفی رکھا ہے' مثلاً اللہ کے ولی کو مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ ہر شخص کے متعلق یہ گمان کر کے کہ ممکن ہے یہی اللہ کا ولی ہو' اس کی تعظیم اور تکریم کریں' جمعہ کی جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کو مخفی رکھا تاکہ مسلمان جمعہ کی ہر ساعت میں دعا کرتے رہیں کہ ممکن ہے یہی قبولیت کی ساعت ہو' موت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ انسان ہر وقت نیک کاموں میں مشغول رہے اور برے کاموں سے مجتنب رہے تاکہ اس کو موت آئے تو نیک کام کرتے ہوئے آئے نہ کہ خدا نخواستہ برے کام کرتے ہوئے اس کو موت آئے' اسی طرح قیامت کے وقت کو بھی مخفی رکھا' تاکہ ہر لمحہ لوگ ڈرتے رہیں کہ کہیں اسی وقت قیامت نہ آجائے اور لیلۃ القدر کو بھی مخفی رکھا تاکہ کوئی عادی مجرم اس رات کو بھی گناہوں میں گزار دے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ نہ لکھا جائے کہ اس نے اس عظیم رات کی دانستہ بے توقیری کی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے معتمد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں تو آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ کہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کی' جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث:۲۱' ۷ باب لیلۃ القدر)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا' جو اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال تک ہتھیار پہنے رہا' مسلمانوں کو اس پر بہت تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝" (القدر:۳۔۱)۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:۱۹۴۲۴' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۹۳)

Marfat.com

علی بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے چار شخصوں نے اسّی (۸۰) سال تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی' اور ان کے نام بتائے: حضرت ایوب' حضرت زکریا' حضرت حزقیل بن العجوز اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو تعجب ہوا' تب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کی امت کو اس پر تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اسّی سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز نازل کی ہے' پھر آپ کے سامنے سورۃ القدر: ۳-۱ آیات تلاوت کیں اور کہا: یہ اس سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب خوش ہو گئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۴۲۶' تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۹۳)

امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی ہے اور اس سے پہلی امتوں کو عطا نہیں کی۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۲۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھے' اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا تو اللہ سبحانہ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۱۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۲۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۳)

رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل

زر بن جیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے کہا: اے ابوالمنذر! ہمیں لیلۃ القدر کے متعلق بتایئے کیونکہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو شخص پورا سال قیام کرے گا' وہ لیلۃ القدر کو پا لے گا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: اللہ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے' ان کو خوب معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے' لیکن انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ تم کو اس کی تعیین بتلائیں اور تم اس پر تکیہ کر لو اور اس ذات کی قسم جس نے قرآن کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے' لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے' ہم نے پوچھا: اے ابوالمنذر! آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ انہوں نے کہا: اس علامت سے جس کی ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے' ہم نے اس کو یاد رکھا اور اس کا شمار کیا' ہم نے پوچھا: وہ کیا علامت ہے؟ انہوں نے کہا: اس کی صبح کو سورج بغیر شعاؤں کے طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۱۹۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۶۸۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۷۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۷۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۲)

حضرت ابی بن کعب' امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان شاء اللہ کہے بغیر قسم اُٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے' سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا' طواف کے سات پھیرے مقرر کیے اور ہفتہ کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور امام رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے' جن کا حاصل

Marfat.com

ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہیے۔امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی اس سورۃ مبارکہ میں "هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (القدر: ۵) میں "ھی" ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" جس شخص نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے قیام کیا' اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت قیام نماز ہے' اس لیے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ و استغفار میں کوشش کرنی چاہیے' بندہ خضوع وخشوع اور سوز گداز سے نماز پڑھے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں' تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں۔علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض صالحین لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر کے قیام کی نیت سے دس دوگانے پڑھتے تھے۔بعض اکابر سے یہ بھی منقول ہے: جس شخص نے ہر رات لیلۃ القدر کی نیت سے دس آیات تلاوت کیں' وہ لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں ہوگا۔امام ابواللیث نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات ہیں اور ہر رکعت میں متوسط قرأت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ" کی سورت پڑھے' اس کے بعد تین بار "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کی سورت پڑھے' پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے اور درود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کے لیے اُٹھے' اس طرح جتنے نفل چاہے پڑھے' علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ نوافل کی جماعت بلا کراہیت جائز ہے بشرطیکہ فرائض کی طرح اذان اور اقامت نہ کریں۔"شرح نقایہ" وغیرہ میں "محیط" کے حوالے سے یہ عبارت ہے: "لیلۃ القدر صلوٰۃ الرغائب" اور شعبان کی پندرھویں شب میں نوافل میں امام کی اقتداء کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مؤمنوں کے نزدیک حسن ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے' اس لیے اس پر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ کرو' جن کو عبادت کا ذوق ہے نہ دعاؤں کا شوق ہے۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۵۸۱۔۵۸۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عامر بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر کا دن اس کی شب کی مثل ہے اور اس کی شب اس کے دن کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳۔رقم الحدیث: ۸۶۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہمارے ملک میں جس تاریخ کو شب قدر ہوتی ہے' سعودی عرب میں اس سے ایک دن یا دو دن پہلے شب قدر ہوتی ہے' میرا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ملک کے رہنے والوں کو ان کے حساب سے شب قدر کی عبادت کا اجر عطا فرمائے گا۔

ابن المسیب نے کہا: جس شخص نے لیلۃ القدر میں مغرب اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' اس نے لیلۃ القدر سے اپنا حصہ پا لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۶۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ثواب میں اضافہ

شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے' اس سلسلہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے: کیا اس ایک رات میں عبادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہو جاتا ہے؟ اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں

Marfat.com

کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک کم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہو جاتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفلی ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں' یہ نفلی عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی' رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے' ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں' جو دس یا ایک لاکھ مثلوں کے برابر ہے' لہٰذا ان مثلوں سے فرض کی تکلیف ساقط نہیں ہو سکتی' اس لیے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہو سکتا ہے' نہ شب قدر کی عبادت سے ہزار ماہ کی عبادتوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ

ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شب قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے' کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے' اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شب قدر کا علم ہو جائے اور پھر وہ اس رات میں قصداً گناہ کرے تو یقیناً اس کا یہ گناہ اور راتوں کے گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے' اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ: ''مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا'' (الانعام: ۱۶۰) جو شخص جتنی برائی کرے گا اسے اتنی برائی ہی کی سزا ملے گی' پھر اس رات میں قصداً گناہ کرنے والا کیوں زیادہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر میں گناہ کرنے والے کی دو زیادتیاں ہیں' ایک گناہ کی اور ایک شب قدر کے تقدس کو پامال کرنے کی' جس طرح گھر میں گناہ کی بہ نسبت حرم کعبہ میں وہ گناہ کرنا زیادہ بڑا ہے' اس لیے جو شخص شب قدر میں گناہ کرے گا' اس کو اسی گناہ کی سزا ملے گی' لیکن ظاہر ہے کہ اس رات کا جرم اور راتوں کے جرم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے' اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ تمام عبادات میں کوشش کرے' کس گناہ سے ناراض ہوتا ہے' اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تاکہ لوگ ولی کے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں۔ قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تاکہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ بندے ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات میں جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے اور عادی گنہگار اگر شامتِ نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی کوئی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اگر کوئی عادی گنہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بناء پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ نہ لازم آئیں' کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی سے گناہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے' وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے وضو کے لیے اٹھا دو' انہوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں' آپ

Marfat.com

نے اس کو خود کیوں نہیں جگا دیا؟ آپ نے فرمایا: اگر میرے اٹھانے پر یہ انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے' تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لیے حکم دیا کہ اگر یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو' غور کرو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکوکار لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں' یہ بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے' لیکن یہ گوارا نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتلا دینے سے کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے' اللہ! اللہ! وہ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے' پھر گنہگار بندوں کا!

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر کے گمان میں جاگ کر گزاریں گے اور رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں سے بھر دے گا' ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے' پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے' اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے' پھر اس کی عبادتوں کا کیا عالم ہوتا!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں ○ یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے ○ (القدر: ۵۔۴)

فرشتوں کے نزول کی تفصیل

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کعب بیان کرتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اس کنارے پر ہے' جو جنت کے قریب ہے' پس اس کے نیچے دنیا ہے اور اس کے اوپر جنت ہے اور جنت کرسی کے نیچے ہے' اس میں فرشتے ہیں جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور سدرہ کی ہر شاخ پر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کا مقام اس کے وسط میں ہے' اللہ تعالیٰ ہر لیلۃ القدر میں حضرت جبریل کو ندا کرتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر نازل ہوں' اور ان میں سے ہر فرشتے کو مؤمنین کے لیے شفقت اور رحمت دی جاتی ہے' پھر وہ غروب آفتاب کے وقت حضرت جبریل کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں' پھر زمین کے ہر حصہ پر فرشتے سجدہ اور قیام میں مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعا کرتے ہیں' سوا ان مقامات کے جہاں یہودیوں اور عیسائیوں کا معبد ہو یا آتش کدہ ہو یا بت خانہ ہو یا کچرا کنڈی ہو یا جس گھر میں کوئی نشہ کرنے والا ہو یا جس گھر میں گھنٹی ہو یا بیت الخلاء ہو' ان جگہوں کے علاوہ ہر جگہ فرشتے تمام رات مؤمنوں کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور حضرت جبریل ہر مؤمن سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس وقت ہر مؤمن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کا دل بہت نرم ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس وقت حضرت جبریل اس سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۵۳۔ رقم الحدیث: ۱۹۴۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس رات میں فرشتے نازل ہوتے ہیں' اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ تمام فرشتے نازل ہوتے ہیں' بعض مفسرین نے کہا: وہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتے ہیں' لیکن اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ وہ زمین پر نازل ہوتے ہیں' کیونکہ بہت احادیث میں یہ وارد ہے کہ تمام ایام میں فرشتے مجالس ذکر میں حاضر ہوتے ہیں' پس جب عام ایام میں فرشتے

Marfat.com

زمین پر نازل ہوتے ہیں تو اس عظیم الشان رات میں تو فرشتے بہ طریق اولیٰ زمین پر نازل ہوں گے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ فرشتے کس لیے زمین پر نازل ہوتے ہیں' اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) بعض نے کہا: فرشتے اس لیے نازل ہوتے ہیں کہ بشر کی عبادت اور اطاعت میں اس کی کوشش کو دیکھیں۔

(۲) فرشتوں نے کہا تھا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ. (مریم:۶۴) ہم صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس رات اللہ تعالیٰ ان کو زمین پر نازل ہونے کا حکم دیتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں اہل جنت کے پاس فرشتے نازل ہوں گے:

يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ. (الرعد:۲۴۔۲۳) فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے ○ اور کہیں گے: تم پر سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میں فرشتوں کو نازل ہونے کا حکم دے کر یہ ظاہر فرمایا کہ آخرت کی عزت افزائی تو الگ رہی' اگر تم دنیا میں بھی میری عبادت میں مشغول رہو گے تو یہاں بھی اس رات میں فرشتے تمہاری زیارت کے لیے آئیں گے۔ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فرشتے اس رات کو اس لیے نازل ہوتے ہیں کہ ہم پر سلام پڑھیں اور ہماری شفاعت کریں' سو جس کو ان کا سلام پہنچے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

روح کے مصداق میں اقوالِ مفسرین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں' روح کے متعلق حسب ذیل اقوال امام رازی نے ذکر کیے ہیں:

(۱) روح بہت بڑا فرشتہ ہے' وہ اتنا بڑا ہے کہ تمام آسمان اور زمینیں اس کے سامنے ایک لقمہ کی طرح ہیں۔

(۲) روح سے مراد مخصوص فرشتوں کی ایک جماعت ہے' جس کو عام فرشتے صرف لیلۃ القدر کو ہی دیکھ سکتے ہیں۔

(۳) وہ اللہ کی ایک خاص مخلوق ہے جو نہ فرشتوں کی جنس سے ہے' نہ انسانوں کی جنس سے ہے' ہوسکتا ہے وہ اہل جنت کے خادم ہوں۔

(۴) اس سے مراد خاص رحمت ہے' کیونکہ رحمت کو بھی روح فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ. (یوسف:۸۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(۵) اس سے مراد بہت بزرگ اور مکرم فرشتہ ہے۔

(۶) ابو نجیح نے کہا: اس سے مراد کراماً کاتبین ہیں' جو مؤمن کے نیک کام لکھتے ہیں اور بُرے کاموں کے ترک کرنے کو لکھتے ہیں۔

(۷) زیادہ صحیح یہ ہے کہ روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' ان کی خصوصیت کی وجہ سے ان کو عام فرشتوں سے الگ ذکر کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

القطب الربانی الشیخ عبد القادر الجیلانی ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جائیں' ان کے ساتھ نور کے

Marfat.com

جھنڈے ہوتے ہیں' جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اور باقی فرشتے چار جگہوں پر اپنے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں' کعبہ پر' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر' بیت المقدس کی مسجد پر اور طور سیناء کی مسجد پر' پھر جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ زمین پر پھیل جاؤ' پھر فرشتے تمام زمین پر پھیل جاتے ہیں اور جس مکان یا خیمے یا پتھر پر یا کسی کشتی میں غرض جہاں بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو' وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں! جس گھر میں کتا یا خنزیر یا شراب ہو یا تصویروں کے مجسمے ہوں یا کوئی شخص زنا کاری سے جنبی ہو' وہاں نہیں جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں' کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے' تو وہ پوچھتے ہیں: تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تھے کیونکہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی لیلۃ القدر تھی۔ آسمانِ دنیا کے فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجات کے سلسلے میں کیا کیا؟ فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکاروں کی شفاعت قبول کر لی' پھر آسمانِ دنیا کے فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی ہے' اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں اسی طرح گفتگو ہوتی ہے' علیٰ ہذا القیاس' سدرۃ المنتہیٰ' جنت الماویٰ' جنت نعیم' جنت عدن اور جنت الفردوس سے ہوتے ہوئے وہ فرشتے عرش الٰہی پر پہنچیں گے' وہاں عرشِ الٰہی آپ کی امت کی مغفرت پر شکریہ ادا کرے گا اور کہے گا: اے اللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ گزشتہ رات تُو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالحین کو بخش دیا اور گنہگاروں کے حق میں نیکوکاروں کی شفاعت قبول کر لی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عرش! تم نے سچ کہا' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے میرے پاس بڑی عزت اور کرامت ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا کبھی خیال آیا۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۵۰۔ ۳۴۹' دار الفکر بیروت)

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں

فرشتوں کے زمین پر نزول کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زمین پر انسانوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے: ''تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ'' فرشتے اور جبریل امین اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بشمول جبرائیل تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے زمین پر آنے کی پہلے اجازت طلب کرتے ہیں' پھر اس کے بعد زمین پر اترتے ہیں اور یہ چیز انتہائی محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے وہ ہماری طرف راغب اور مائل تھے اور ہم سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے' لیکن اجازت کے منتظر تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے اجازت مل گئی تو قطار در قطار صف باندھے زمین پر اُتر آئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود فرشتے ہم سے ملاقات کی تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کو ہمارے گناہوں کا پتا نہیں چلتا کیونکہ جب وہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مسلمانوں کی عبادات کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب گناہوں پر پہنچتے ہیں تو لوحِ محفوظ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وقت فرشتوں کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکلتے ہیں: سبحان ہے وہ ذات جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور گناہوں کو چھپا لیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے خود عبادات سے مالا مال ہیں' تسبیح' تقدیس اور تہلیل کے تونگر ہیں' قیام' رکوع اور سجود کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے' پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جسے دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات

Marfat.com

کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی اور ضرورت مند کو کھلا دے' یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی' گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا' اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا' اپنی طبعی نیند چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے رات کے پچھلے پہر اُٹھنا اور خوف خدا سے ہچکیاں لے لے کر رونا' یہ وہ عبادت ہے جس کا فرشتوں کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: گناہ گاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح اور تہلیل کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے' اس لیے فرشتے یادِ خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کے دیکھنے اور خوفِ خدا سے نکلنے والی آہوں کے سننے کے لیے زمین پر اترتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آ کر سلام عرض کریں گے' **الملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم** ''فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آ کر سلام کریں گے' اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور آ کر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔ امام رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ علماء اور صالحین کے سامنے زیادہ اچھی اور زیادہ خضوع و خشوع سے عبادت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گذاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو آؤ! اب ملائکہ کی مجلس میں خضوع اور خشوع سے عبادت کرو۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اعتراض کی صورت میں کہا تھا کہ اسے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے جو زمین میں فسق و فجور اور خون ریزی کرے گا؟ اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی اُمیدوں سے بڑھ کر اجر و ثواب کا وعدہ کیا' اس رات کے عبادت گزاروں کو زبانِ رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی' فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی' تاکہ اس کے بندے یہ رات جاگ کر گزاریں' تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دُور رکھیں' تاکہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جا سکے: یہی وہ ابن آدم ہے' جس کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی' یہی وہ شر خاکی ہے' جس کے فسق و فجور کا تم نے ذکر کیا تھا' اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے' لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لیے یہ رات سجدوں اور قیام میں گزار رہا ہے' تم نے فسق و فجور اور خون ریزی دیکھی تھی' ہماری خاطر راتوں کو جاگ کر سجدہ کرنے والی جبینیں نہیں دیکھی تھیں' ہماری یاد کے سبب آنکھوں میں مچلنے والے آنسو نہیں دیکھے تھے' دیکھو! اللہ تعالیٰ بڑے مان سے تمہاری عبادت دکھانے کے لیے آسمان سے فرشتے اتارتا ہے' کہیں تم یہ رات گناہوں میں گزار کر اس کا مان نہ توڑ دینا۔

فرشتوں کا سلام

مفسرین لکھتے ہیں کہ شب قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آ کر سلام کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس پر خوفِ خدا کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے' یادِ خدا سے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور خشیت الٰہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے' امام رازی فرماتے ہیں: فرشتوں کا سلام کرنا' سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدوں پر جب اس رات لاتعداد فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں تو کیونکر نہ یہ امید کی جائے کہ جہنم کی آگ ان پر سلامتی کا باغ بن جائے گی۔

Marfat.com

سورۃ القدر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ٢٦ شوال ١٤٢٦ھ/ ٢٩ نومبر ٢٠٠٥ء بہ روز منگل بہ وقت سحر سورۃ القدر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اے میرے رب! اپنے لطف وکرم سے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں' میری تمام تصانیف کو تاروز قیامت شائع' مقبول ومرغوب اور فیض آفریں رکھیں اور میری مغفرت فرمادیں۔ آمین یا رب العلمین

وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین وشفیع المذنبین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ البینۃ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام البینۃ ہے۔ ''البیّنۃ'' کا معنی ہے: ''الحجۃ الواضحۃ'' یعنی بہت صاف اور واضح دلیل اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''البیّنۃ'' کا لفظ ہے' اور وہ آیت یہ ہے:

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَہُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝ (البینۃ:١) اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے ۝

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں: ''لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' (البینۃ:١) حضرت ابی نے پوچھا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں' تو حضرت ابی رونے لگے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٥٩' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٧٩٩)

دوسری روایت میں ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے وہ سورت پڑھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٩٦٠' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٧٩٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''یا خیر البریۃ!'' آپ نے فرمایا: اس کے مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٣٥٢' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٨)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں' پھر آپ نے پڑھا: ''لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' (البینۃ:١) اور اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دین معتبر ہے' جو حنیفہ اور مسلمہ ہو' نہ کہ یہودیہ اور نصرانیہ اور مجوسیہ' جس نے نیکی کی وہ ہرگز اس کا کفر نہیں کرے گا اور آپ نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی ایک وادی ہو تو وہ ضرور دوسری وادی کو تلاش کرے گا' اور اگر اس کو دوسری وادی مل جائے تو وہ ضرور تیسری وادی تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے تو اللہ ضرور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٨٩٨' مسند احمد ج ٥ ص ١٣١)

البینۃ: ٤-١ میں یہود' نصاریٰ اور مجوس کے مذاہب کا بطلان بیان فرمایا ہے۔

البینۃ: ٥ میں یہ بتایا ہے کہ تمام اعمال میں اخلاص ضروری ہے۔

البینۃ: ٨-٦ میں کفار کو مخلوق کا بدترین گروہ فرمایا اور مومنین کو مخلوق کا بہترین گروہ فرمایا۔

اس مختصر تعارف کے بعد میں اب سورۃ البینۃ کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں' رب العلمین! اس میں میری مدد فرمانا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

٢٧ شوال ١٤٢٦ھ/ ٣٠ نومبر ٢٠٠٥ء

Marfat.com

سورۃ البینۃ ٩٨ مدنیۃ ١٠٠

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیاتہا ٨ رکوعہا ١

سورۃ البینہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ

اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں

حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾

حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے ○ وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں ○

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ

ان میں معتدل احکام ہیں ○ اہل کتاب میں اسی وقت تفرقہ ہوا جب ان کے پاس

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ

واضح دلیل آ چکی تھی ○ اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے

لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ

اللہ کی عبادت کریں، ملت حنیفہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی

دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ

دین مستقیم ہے ○ بے شک اہل کتاب میں سے جو کفار ہیں اور مشرکین ہیں

فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والے ہیں، وہی تمام مخلوق میں بدترین ہیں ○ بے شک جو لوگ

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾

ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں ○

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ان کی جزاء ان کے رب کے پاس ہے جو دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے

Marfat.com

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ

سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے'

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۠ (۸)

ع ۸ ۱ ۲۳

یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے ○ وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں ○ ان میں معتدل احکام ہیں ○ اہل کتاب میں اسی وقت تفرقہ ہوا جب ان کے پاس واضح دلیل آ چکی تھی ○ (البینہ: ۴-۱)

امام ابو منصور ماتریدی کی تقریر

ان آیات کی مفسرین نے کئی تقریریں کی ہیں۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

البینہ: ۱ میں اہل کتاب سے پہلے ''مِنْ'' تبعیضیہ کا ذکر ہے اور مشرکین سے پہلے نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے متعدد فرقے تھے' ان میں سے بعض کافر تھے اور بعض کافر نہیں تھے اور مشرکین تمام کے تمام کافر تھے۔

اہل کتاب میں سے بعض وہ تھے' جو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان رکھتے تھے اور جب آپ مبعوث ہو گئے تو پھر بھی وہ آپ پر ایمان لے آئے' اور بعض وہ تھے جو آپ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان نہیں لائے اور بعض وہ تھے جو پہلے بھی کافر تھے اور بعد میں بھی کافر رہے' اور جب ان کے متعدد فرقے تھے تو اہل کتاب سے پہلے ''مِنْ'' تبعیضیہ کا ذکر کیا یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رہے مشرکین تو ان کی ایک ہی قسم تھی اور وہ سب کافر تھے۔

اس آیت میں ''بینۃ'' کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جیسا کہ البینہ: ۲ میں فرمایا: وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''بینۃ'' اس لیے فرمایا ہے کہ حق اور باطل کو آپ نے ہی بیان فرمایا ہے اور دنیا اور آخرت کی ہر اہم چیز آپ نے بیان فرمائی اور اپنی نبوت اور اسلام کی صداقت پر آپ نے ہی معجزات پیش کیے' سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے' اس کو بھی آپ نے پڑھ کر سنایا' سو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر حجت قاطعہ اور واضح دلیل آپ کی ذاتِ گرامی ہے' اس لیے ان دونوں آیتوں کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جن بعض لوگوں نے کفر کیا' وہ اور مشرکین اپنے دین کو چھوڑنے والے نہیں ہیں' حتیٰ کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں اور آپ ان پر قرآن مجید کی تلاوت کریں' جس میں معتدل احکام ہیں اور اہل کتاب میں اسی وقت تفرقہ ہوا' جب آپ مبعوث ہو گئے' ان میں سے بعض آپ پر ایمان لے آئے اور ان میں سے بعض نے عناداً آپ کا انکار کیا اور کافر ہو گئے۔

البینہ: ۱ کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین دنیا سے اس وقت تک نکلنے والے نہیں ہیں' جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آ جائے اور واضح دلیل سے مراد یہ ہے کہ موت کے وقت ان کو عذاب کے فرشتے دکھائے

Marfat.com

جائیں گے اور وہ عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور اس وقت دنیا سے نکل جائیں گے۔

البینہ :۲ میں پہلی تقریر کے مطابق حجت واضحہ کا بیان ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں' اور دوسری تقریر کے مطابق جب حجت واضحہ سے مراد عذاب کے فرشتے ہوں تو پھر یہاں سے نیا کلام شروع ہو رہا ہے یعنی وہ اللہ کے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں' پاک صحیفوں سے مراد قرآن مجید ہے' قرآن مجید ہر چند کہ ایک صحیفہ ہے لیکن اس کو تعظیماً جمع کے صیغہ سے ذکر فرمایا' دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید تمام صحائف سابقہ کے اصول اور عقائد پر مشتمل ہے' اس لیے اس کو صحف مطہرہ فرمایا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ذکر کتب سابقہ میں بھی تھا' جیسا کہ فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء:۱۹۶) کتب سابقہ میں بھی اس قرآن کا ذکر ہے ○

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○ (الاعلیٰ:۱۹۔۱۸) یہ نصیحت پہلے صحیفوں میں بھی ہے ○ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں ○

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید سابقہ صحائف میں ہے اور سابقہ صحائف قرآن مجید میں ہیں' پس جب آپ نے قرآن مجید کی تلاوت کی تو گویا سابقہ صحائف کی تلاوت کی۔

البینہ :۳ میں فرمایا: ان میں معتدل احکام ہیں۔

اس آیت میں "قیمۃ" کا لفظ ہے' "قیمۃ" کا معنی ہے: صادقہ' صواب پر مبنی' درست' معاش اور معاد کو درست کرنے والی' مراد یہ ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں درست اور مستقیم تھیں' انسان کی زندگی کی اصلاح کرنے والی تھیں' اور قرآن مجید ان سابقہ کتابوں کے عقائد اور نصائح پر مشتمل ہے' یعنی اس کتاب میں بہت احکامِ شرعیہ ہیں جو معتدل ہیں اور حکمت کے موافق ہیں۔

البینہ :۴ میں فرمایا: اہل کتاب میں اسی وقت تفرقہ ہوا' جب ان کے پاس واضح دلیل آچکی تھی ○

اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) بعض اہل کتاب نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اس وقت اختلاف کیا' جب ان کے نزدیک دلیل سے آپ کی نبوت ثابت ہوگئی' حالانکہ اس سے پہلے وہ اس پر متفق تھے کہ آخری نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور ان کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح کی دعائیں کیا کرتے تھے' ان کا خیال تھا کہ وہ نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے' لیکن جب وہ نبی بنو اسماعیل سے مبعوث ہوئے تو ضد' عناد اور تعصب کی وجہ سے انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔

(۲) جس چیز میں انہوں نے اختلاف کیا' وہ یہ ہے کہ ہر شخص کی خلقت میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کی نشانیاں ہیں' اگر وہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے' اس جگہ "البینۃ" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن مجید یا انسان کی نفس خلقت ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۵۰۰۔۴۹۹' موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

البینہ :۱ اور البینہ :۴ میں تعارض کے امام رازی کی طرف سے جوابات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے ان آیات کی تقریر اس طرح کی ہے:

البینہ :۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے' وہ اپنے کفر کو اس وقت تک چھوڑنے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان کے پاس حجت واضحہ نہ آجائے اور حجت واضحہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' یعنی جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

مبعوث ہو جائیں گے تو وہ اپنے کفر کو چھوڑ دیں گے۔

البیّنہ: ۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو ان کا کفر زیادہ ہو گیا اور ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اور یہ ان آیتوں پر قوی اشکال ہے' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) صاحب کشاف نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کفار کے دو فریق تھے: اہل کتاب اور بت پرست' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے اہلِ کتاب یہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دین کو ترک نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ نبی مبعوث ہو جائیں' جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ وعدہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے اور جو نبی مبعوث ہونے والے تھے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ حکایت کی کہ جب وہ رسول آ گئے تو انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور وہ اپنے کفر پر برقرار رہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک تنگ دست شخص بدکار ہو' اس سے کوئی دوسرا شخص کہے: تم بدکاری چھوڑ دو' تو وہ کہے: اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو میں بدکاری چھوڑ دوں گا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسے مال دے دیا تو اس نے پھر بھی بدکاری نہیں چھوڑی' خلاصہ یہ ہے کہ البیّنہ: ا میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کتاب اپنے کفر کو اس وقت تک چھوڑنے والے نہیں ہیں جب تک کہ وہ آخری نبی مبعوث نہ ہو جائیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے قول کی حکایت کی ہے اور البیّنہ: ۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ واقع میں اہل کتاب نے اس رسول کے آنے کے بعد بھی اپنے کفر کو نہیں چھوڑا' سو البیّنہ: ا میں اہل کتاب کے قول کی حکایت ہے اور البیّنہ: ۴ میں واقع کی حکایت ہے' سو ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

امام رازی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ اور تجزیہ

میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے اس جواب کو سب سے عمدہ جواب قرار دیا ہے' لیکن میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ البیّنہ: ا میں مشرکین کا بھی ذکر ہے اور مشرکین سے اس نبی کی بعثت کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اور نہ وہ یہ کہتے تھے کہ جب وہ نبی آ جائیں گے تو ہم اپنے کفر کو ترک کر دیں گے' سو امام رازی کے اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ البیّنہ: ا میں مشرکین کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس امام ماتریدی نے ان آیتوں میں یہ فرق نہیں کیا کہ البیّنہ: ا میں ان کے قول کی حکایت ہے اور البیّنہ: ۴ میں واقع کی حکایت ہے' بلکہ دونوں میں واقع کا ذکر ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین دونوں اپنے کفر کو اس وقت تک چھوڑنے والے نہ تھے' جب تک کہ حجت واضحہ نہ آ جائے' لہٰذا البیّنہ: ۴ میں فرمایا کہ جب وہ حجت واضحہ آ گئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو اہل کتاب میں تفرقہ ہو گیا کیونکہ بعض اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئے تھے اور بعض آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔

(۲) امام رازی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ البیّنہ: ا کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار اپنے کفر کو ترک نہیں کریں گے خواہ ان کے پاس حجت واضحہ آ جائے' لیکن امام رازی نے اس جواب کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''حتٰی'' ہے اور لفظ ''حتٰی'' سے یہ معنی نہیں بنتا۔

(۳) امام رازی نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ ''منفکین'' کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنے کفر کو ترک کر دیں گے بلکہ اس سے مراد ہے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور مناقب کو ترک کرنا' اور البیّنہ: ا کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فضائل اور مناقب کے ساتھ ذکر اس وقت تک ترک نہیں کریں گے' جب تک حجت واضحہ نہ آ جائے یعنی پہلے اہل کتاب اور مشرکین آپ کا ذکر فضائل اور مناقب کے ساتھ کرتے تھے' لیکن جب آپ مبعوث ہو گئے تو

Marfat.com

انہوں نے عناد کی وجہ سے آپ کے فضائل کا ذکر کرنا ترک کر دیا۔

میرے نزدیک امام رازی کا یہ جواب درست ہے۔

(۴) امام رازی کا چوتھا جواب یہ ہے کہ البینہ: ۱ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین کا مجموعہ اپنے کفر کو ترک نہیں کرے گا' حتیٰ کہ حجت واضحہ آ جائے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں اور البینہ: ۴ میں یہ بتایا ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے بعد یہ مجموعہ اپنے کفر پر قائم نہیں رہا بلکہ ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے کفر پر قائم رہے اور ان کا تفرقہ ظاہر ہو گیا۔

امام رازی کا یہ جواب بھی درست ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کفار کو اپنے کفر میں تردد نہیں تھا بلکہ اپنے کفر پر جزم اور یقین تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو ان کا کفر پر جزم اور یقین زائل ہو گیا اور وہ اپنے کفر میں متردد اور حیران رہ گئے۔

امام رازی کا یہ جواب بھی صحیح ہے۔

البینہ: ۱ میں ''من'' تبعیضیہ پر ایک اشکال کا جواب

امام رازی فرماتے ہیں: کفار کی دو قسمیں ہے: ایک اہل کتاب ہیں جیسے یہود اور نصاریٰ' یہ کافر ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین میں کفر کو اختیار کر لیا' یہود نے کہا: ''عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ'' (التوبہ: ۳۰) اور عیسائیوں نے کہا: ''الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ'' (التوبہ: ۳۰) مسیح اللہ کے بیٹے ہیں' نیز انہوں نے اپنی کتاب میں اور اپنے دین میں تحریف بھی کی ہے' اور مشرکین اپنے آپ کو کسی کتاب کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے' وہ بت پرستی کرنے کی وجہ سے کافر تھے' اس طرح یہ کافروں کی دو جنسیں ہیں' اب البینہ: ۱ پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: بعض اہل کتاب اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے تو بعض کافر تھے اور بعض کافر نہیں تھے' اس لیے اہل کتاب پر تو ''مـــن'' تبعیضیہ کا داخل ہونا صحیح ہے اور مشرکین تو تمام کافر تھے' اس لیے مشرکین پر ''مـــن'' تبعیضیہ کا داخل ہونا صحیح نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''مـــن'' تبعیضیہ اہل کتاب اور مشرکین کے مجموعہ پر داخل ہے اور اس مجموعہ کا بعض کافر ہے نہ کہ کل۔

مجوس اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ مجوس اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں' بعض علماء نے کہا کہ مجوس اہل کتاب میں داخل ہیں' کیونکہ حدیث میں ہے: جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک مجلس میں کہا: مجھے نہیں معلوم کہ میں مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں' وہ اہل کتاب نہیں ہیں' تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۲۴ طبع کراچی' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۰۰۲۵' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۸۹' کنز العمال رقم الحدیث: ۱۱۴۹۰)

اور بعض علماء نے کہا کہ مجوس اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا ذکر فرمایا ہے' جو بلادِ عرب میں تھے اور وہ یہود اور نصاریٰ ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۔ (الانعام: ۱۵۶)

کہیں تم لوگ یہ (نہ) کہو کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے دو فرقوں پر نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

ان دو فرقوں سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۹۔ ۲۳۷ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں' ملت حنیفہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے ○ بے شک اہل کتاب میں سے جو کفار ہیں' اور مشرکین ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والے ہیں' وہی تمام مخلوق میں بدترین ہیں ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں ○ ان کی جزاء ان کے رب کے پاس ہے' جو دائمی جنتیں ہیں' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے' یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا ○ (البینہ: ۸۔ ۵)

اخلاص کی اہمیت

البینہ: ۵ میں فرمایا: اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں' ملت حنیفہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے ○

یعنی ان کفار کو تورات اور انجیل میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کو واحد مانیں اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریات: ۵۶) اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں ○

لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ (الزمر: ۳) اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ (الزمر: ۱۱) آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبات کروں ○

''حنفاء'' کا معنی

اس آیت میں ''حنفاء'' فرمایا ہے' ''حنفاء'' کا معنی ہے: مائل ہوتے ہوئے' یعنی تمام ادیان اور مذاہب سے انحراف کرتے ہوئے دینِ اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر' سعید بن جبیر نے کہا: حنیف کا معنی ہے: جو شخص ختنہ کرے اور حج کرے' اہل لغت نے کہا: جو شخص اسلام کی طرف مائل ہو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے ''حنفاء'' کی تفسیر میں کہا:

مجاہد نے کہا: ''حنفاء'' کا معنی ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اتباع کرتے ہوئے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کریں' اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○

گویا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے مزاج میں تقلید کرنے کا عنصر ہے' سو اگر تم نے تقلید کرنی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کرو' جن کے متعلق تمام اہل مذاہب کا اجماع ہے کہ وہ اور ان کے اصحاب نیک اور پاکیزہ تھے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ (الممتحنہ:۴) تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ تھا۔

سو اگر تمہیں کسی کی پیروی کرنے کا شوق ہے تو حضرت ابراہیم کی پیروی کرو' جنہوں نے تمام بتوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے' بتوں سے بیزاری کی پاداش میں انہیں آگ میں ڈالا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح سنی ''سبوح قدوس'' تو وہ ان کو بہت اچھی لگی اور اس کو دوبارہ سننے کے لیے انہوں نے اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں دے دیا' خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا میں اپنی جان' اپنی اولاد اور اپنے مال کو خرچ کر دیا' سو تم اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عبادت کرو' اور اگر تم پوری طرح حضرت ابراہیم کی پیروی نہیں کر سکتے تو ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیروی کرو' جنہوں نے کم سنی میں اللہ کی رضا اور اپنے والد کے حکم کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دی اور تم اس مرد کامل کی اتباع بھی نہ کر سکو تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی اتباع کرو' انہوں نے کس طرح اپنے غم اور غصہ کے گھونٹ پیے' اپنے بچہ کی ولادت کی مشقت اور تکلیف برداشت کی' پھر جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ان کو مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں اکیلا چھوڑ کر جانے لگے اور اشارہ سے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں تو وہ اس پر راضی ہو گئیں اور اس مصیبت پر صبر کر لیا' غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام' ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت ہاجر' سب کے سب تسلیم و رضا کے پیکر تھے اور ان سب کی زندگیوں میں ہمارے عمل کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اخلاص اور عبادت کا معنی

اس آیت میں ''مخلصین'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''اخلاص'' ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرے' اس کا باعث اس فعل کی نیکی ہو اور جو فرض یا واجب ادا کرے' اس کا باعث اس فعل کی فرضیت یا وجوب ہو' وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے اس فعل کو کرے' نہ وہ فعل کسی کو دکھانا مقصود ہو نہ کسی کو سنانا مقصود ہو' اصل مقصود بالذات اللہ عزوجل کی رضا ہو' جنت کا حصول بھی بالتبع مطلوب ہو اور دوزخ سے نجات بھی بالتبع مطلوب ہو۔ تورات میں لکھا ہوا ہے: جس فعل سے میری رضا کا ارادہ کیا گیا وہ فعل کم بھی ہو تو اللہ کے نزدیک بہت ہے اور جس فعل سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا وہ فعل اگر بہت بھی ہو تو میرے نزدیک کم ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے والد کی خوشی کے لیے کوئی عبادت کرے یا اپنی اولاد کی خوشی کے لیے کوئی عبادت کرے تو اس میں اخلاص نہیں ہے' اسی طرح اگر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کوئی عبادت کرے تو اس میں اخلاص کہاں سے ہوگا۔

بعض مفسرین نے ''مخلصین'' کی تفسیر میں کہا: وہ عبادت کا اقرار کرتے ہوئے نیک کام کریں اور بعض مفسرین نے کہا: وہ اپنے دلوں سے عبادت میں اللہ کی رضا کا ارادہ کریں' زجاج نے کہا: وہ صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں' کسی اور کو اس میں شریک نہ کریں' اور اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التوبہ:۳۱) اور ان کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں۔

عبادت کا معنی تذلل ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: اللہ کے لیے انتہائی تعظیم اور اپنی انتہائی عاجزی اور تذلل سے کی ہوئی اطاعت' جس سے اللہ کے کسی حکم پر عمل ہو' بچہ کی نماز کو عبادت نہیں کہتے کیونکہ وہ اللہ کی عظمت کو نہیں جانتا' اس لیے

Marfat.com

اس کے فعل میں انتہائی تعظیم ہوگی' اسی طرح یہودی کی نماز بھی عبادت نہیں ہوگی کیونکہ اس میں انتہائی تعظیم تو ہے لیکن اس کی نماز اللہ کا حکم نہیں ہے' کیونکہ اسلام کے علاوہ باقی تمام شرائع منسوخ ہو چکی ہیں' اسی طرح جو لوگ جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں اور پوری طرح رکوع اور سجود نہیں کرتے' ان کی نماز بھی عبادت نہیں ہے کیونکہ ان کی نماز میں نہ انتہائی تعظیم ہے اور نہ اس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

اخلاص کا معنی ہے: نیت خالصہ اور ہر عبادت میں نیت خالصہ ضروری ہے یعنی وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی جائے اور چونکہ تمام لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ عبادت کریں' اس لیے ہر عبادت میں نیت کرنا ضروری ہوا' اس لیے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ وضو کرنا بھی عبادت ہے' اس لیے وضو میں نیت کرنا فرض ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عبادات میں نیت واجب ہے کیونکہ اخلاص قلب کا عمل ہے' اس سے صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کیا جاتا ہے اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۲۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی متوفی ۳۷۰ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں عبادت میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے' یعنی عبادت میں اللہ کے غیر کو شریک نہ کیا جائے کیونکہ اخلاص شرک کی ضد ہے اور اس کا نیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ نیت کے ہونے میں اور نہ نیت کے نہ ہونے میں' اس لیے نیت کو واجب کرنے میں اخلاص سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ جو شخص ایمان لے آیا' اس نے اپنی عبادت میں اخلاص کر لیا اور شرک کی نفی کر دی۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۴' سہیل اکیڈمی' لاہور)

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نیت طہارت کی شرائط میں سے ہے' بغیر نیت کے وضو صحیح ہے نہ تیمم اور نہ غسل' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ پانی سے طہارت کے حصول میں نیت شرط نہیں ہے' نیت صرف تیمم میں شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ. جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

(المائدہ: ۶)

اس آیت میں وضو کی شرائط کا ذکر کیا ہے اور نیت کا ذکر نہیں کیا' اگر نیت وضو کی شرط ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ذکر فرماتا' کیونکہ امر کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کا امر کیا گیا ہے' اس پر عمل کرنے سے مامور بہ حاصل ہو جاتا ہے' لہٰذا چہرہ اور ہاتھوں اور پیروں کو دھونے اور سر کا مسح کرنے سے وضو حاصل ہو جاتا ہے' نیز یہ پانی سے طہارت کو حاصل کرنا ہے اور اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے' جس طرح نجاست کو پانی سے زائل کرنے کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہے' (علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:) ہماری دلیل یہ ہے: حدیث میں ہے: اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱) لہٰذا بغیر نیت کے وضو صحیح نہیں ہوگا۔

(المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۰-۱۱۹' ملخصاً' دار الفکر' بیروت)

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اعمال کی فضیلت کا مدار نیت پر ہے کیونکہ بہت سارے اعمال بغیر نیت کے بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہوتے ہیں' مثلاً کسی چیز کو خریدنا' بیچنا' واپس کرنا' کسی چیز کو کرائے پر دینا' کسی کو ملازم رکھنا' نکاح کرنا' طلاق دینا' منگنی کرنا' ایلاء کرنا' ظہار کرنا' بیوی بچوں کو خرچ دینا اور اس طرح کے بہت اعمال بغیر نیت کے بھی صحیح ہیں' لہٰذا وضو کرنا بھی بغیر نیت کے صحیح ہے' البتہ فضیلت اسی میں ہے کہ وضو کرنے سے پہلے اس میں طہارت کی نیت کی جائے۔

البیّنہ: ۵ کے لطائف اور نکات

اس آیت میں حسب ذیل لطائف اور نکات ہیں:

(۱) اس آیت سے پہلی چار آیتوں میں کفر کو ترک کرنے اور عقائد صحیحہ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا حکم ہے اور اس آیت میں اخلاص سے عبادت کرنے' نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے پھر اس مجموعہ کے متعلق فرمایا کہ یہی دین قیمہ ہے یعنی دین مستقیم ہے' اور اس میں یہود اور نصاریٰ اور مرجئہ کا رد ہے' کیونکہ یہود اور نصاریٰ عمل تو بہت کرتے تھے لیکن اللہ عزوجل کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ان کا ایمان نہیں تھا' اور مرجئہ کا عقائد صحیحہ پر ایمان تو تھا مگر وہ اعمالِ صالحہ کو ضروری نہیں مانتے تھے' پس ان میں سے کوئی بھی دین قیمہ اور دین مستقیم کا حامل نہیں ہے' دین قیمہ کے حامل صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔

(۲) اس آیت میں مسلمانوں کی فرشتوں پر فضیلت ظاہر کی گئی ہے کیونکہ فرشتے تسبیحات پڑھتے ہیں' رکوع اور سجود کرتے ہیں لیکن وہ محنت اور مشقت سے مال کما کر اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور مسلمان نماز پڑھتے ہیں' یہ وصف فرشتوں میں بھی ہے اور مسلمان زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں اور یہ وصف فرشتوں میں نہیں ہے' اس لیے فرشتوں سے آخرت میں کہا جائے گا کہ تم مسلمانوں کی عظمتوں کو سلام کرو کیونکہ انہوں نے محنت اور مشقت سے مال کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر صبر کیا اور انہوں نے روزے رکھے اور بھوک اور پیاس کو برداشت کر کے صبر کیا' قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ. (الرعد: ۲۴۔۲۳)

اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے داخل ہوں گے ۝ اور کہیں گے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا۔

(۳) نفس کامل تب ہوتا ہے' جب اس کو علم بھی ہو اور قدرت بھی' اگر اس کو علم ہو اور قدرت نہ ہو تو وہ اپاہج کی طرح عاجز اور ناقص ہے' اگر اس کو قدرت اور علم نہ ہو تو وہ مجنون کی طرح ناقص ہے اور نماز دین کے لیے علم کے منزلہ میں ہیں اور زکوٰۃ دین کے لیے قدرت کے مرتبہ میں' پس جس طرح نفس علم اور قدرت سے کامل ہوتا ہے' اسی طرح دین نماز اور زکوٰۃ سے کامل ہوتا ہے اور یہی دین قیمہ ہے۔

(۴) پہلے ''مخلصین'' فرمایا' اس میں دین کے عقائد کی طرف اشارہ ہے' پھر نماز اور زکوٰۃ کا فرمایا اور ان عبادات کی مشقت سے مسلمان علم اور عمل کے لحاظ سے کامل ہو گئے' اور وہ دین قیمہ کے حامل ہو گئے۔

(۵) اس آیت میں عقائد اور اعمال کا ذکر ہے اور ایمان کامل تصدیق اور اعمالِ صالحہ کا مجموعہ ہے' سو اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔

البیّنہ: ۶ میں فرمایا: بے شک اہل کتاب میں سے جو کفار ہیں اور مشرکین ہیں' وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والے ہیں' وہی تمام مخلوق سے بدترین ہیں ۝

Marfat.com

کفار اہل کتاب کے عذاب کو مشرکین کے عذاب پر مقدم کرنے کی توجیہ

البینہ :۶ میں کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے اور البینہ :۸۔۷ میں مؤمنین کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے' پہلے کفار کے عذاب اور پھر مؤمنین کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا تاکہ مؤمنین اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں کو ترک کرتے رہیں' کفار کی وعید میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے: ایک یہ کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔

اگر کوئی شخص ساری عمر نماز نہ پڑھے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی' لیکن اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال کی بھی توہین کرے تو اس کی تکفیر کر دی جائے گی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادات اتنی عزیز نہیں ہیں جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور حرمت عزیز ہے اور اہل کتاب میں سے کفار اللہ تعالیٰ کو تو مانتے تھے اور اس کی عبادت بھی کرتے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے توقیری کرتے تھے اور مشرکین اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے تھے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی بے توقیری کرتے تھے اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کفار کا عذاب بیان فرمایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے توقیری کرتے تھے' پھر ان کا عذاب بیان فرمایا جو شرک کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بے توقیری کرتے تھے اور اس سے یہ ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ موجب غضب یہ چیز ہے کہ اس کے رسول کی بے توقیری کی جائے' اس لیے اہل کتاب میں سے کفار کے عذاب کو پہلے بیان فرمایا اور مشرکین کے عذاب کو بعد میں بیان فرمایا۔

مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے دلائل

البینہ :۷ میں فرمایا: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں ○

اس آیت سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مؤمنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں اور تمام مخلوق میں ملائکہ بھی داخل ہیں' لہٰذا مؤمنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں' تاہم اس میں تفصیل یہ ہے کہ رسل بشر' رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عام مؤمنین صالحین سے افضل ہیں اور عام مؤمنین صالحین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ رسل ملائکہ' رسل بشر سے افضل ہیں اور عام ملائکہ عام مؤمنین صالحین سے افضل ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے مؤقف پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کا اللہ کے نزدیک جو مرتبہ ہے' کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' قیامت کے دن بندہ مؤمن کا جو اللہ کے نزدیک مرتبہ ہوگا' وہ فرشتوں کے مرتبہ سے ضرور بہت زیادہ عظیم ہوگا اور تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۟ (البینہ :۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں ○

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۴۳۲' تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۴۸' الدر المنثور ج ۸ ص ۵۳۸' روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۷۰)

اس کے علاوہ درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام

Marfat.com

مخلوق میں سب سے زیادہ کون مکرم ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتیں؟ ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ'' (البینہ: ۷)۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۳۸' روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۷۰)

مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس پر حسب ذیل اعتراضات کیے ہیں:

(۱) یزید نحوی سے مروی ہے کہ ''بریة'' ''برا'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: مٹی اور اس سے مراد بنو آدم ہیں' لہٰذا ''بریة'' میں فرشتے داخل ہی نہیں ہیں حتیٰ کہ مؤمنین صالحین کا فرشتوں سے افضل ہونا لازم آئے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۴۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ ''بریة'' ''برا'' سے ماخوذ نہیں ہے' بلکہ ''بَرءَ'' سے ماخوذ ہے' امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابن قتیبہ نے کہا کہ ''البریة'' کا معنی ہے: ''الخلق''۔ اکثر عرب اور قراء اس کو ترک ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ یہ ''البریٰ'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی مٹی ہے یعنی جن کو مٹی سے پیدا کیا گیا' انہوں نے کہا: اسی وجہ سے اس پر ہمزہ نہیں ہے' الزجاج نے کہا: اگر یہ ''البـریٰ'' سے ماخوذ ہوتا' جس کا معنی مٹی ہے تو اس پر ہمزہ نہ آتا' یہ لفظ صرف ''بـرء اللّٰہ الخلق'' (اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا) سے ماخوذ ہے۔ الخطابی نے کہا کہ ''البریة'' کی اصل میں ہمزہ ہے' لیکن اس میں ہمزہ کو ترک کرنے پر اصطلاح ہو گئی۔ (زاد المسیر ج ۹ ص ۱۹۹' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

خود امام رازی البینہ: ۶ میں ''شر البریة'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

پانچواں سوال یہ ہے کہ لفظ ''البریة'' کی قرأت کس طرح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام نافع نے ''البـرئیة'' کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی نے بغیر ہمزہ کے ''البریة'' پڑھا ہے' جیسے ''النبی' الذریة'' اور ''الخابیة'' پڑھا جاتا ہے' جب اس کو اصل کی طرف لوٹایا جائے تو پھر اس پر ہمزہ آتا ہے' جیسا کہ لفظ ''النبی'' میں بھی ہمزہ اسی طرح ہے اور اس میں ہمزہ کو ترک کرنا عمدہ ہے اور اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ''البـریة'' ''البـریٰ'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی مٹی ہے' ان کا قول فاسد ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۴۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

لیجئے! امام رازی نے خود تصریح کر دی ہے کہ ''البریة'' ''البریٰ'' سے ماخوذ نہیں ہے اور یہ قول فاسد ہے' پھر حیرت ہے کہ فرشتوں کی بشر پر فضیلت ثابت کرنے کے لیے انہوں نے ایک صفحہ بعد یہ لکھ دیا کہ ''خیر البریة'' میں ''البریٰ'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: بنو آدم نہ کہ ''بَرءَ اللّٰہ الخلق'' سے ماخوذ ہے' یعنی مؤمنین صالحین تمام بنو آدم میں افضل ہیں نہ کہ مؤمنین صالحین تمام مخلوق میں افضل ہیں' حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے افضل ہوں اور امام رازی جس کی یہاں پیروی کر رہے ہیں' وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ہم جس کی پیروی کر رہے ہیں' وہ اہل سنت کا مذہب ہے۔

(۲) امام رازی کا اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' بشر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۴۹-۲۴۸)

میں کہتا ہوں کہ یہ قول قرآن مجید کے اسلوب اور حرف دونوں کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' آیا ہے' اس سے مراد بشر ہی ہوتے ہیں' فرشتے مراد نہیں ہوتے۔ حیرت ہوتی ہے کہ امام رازی نے معتزلہ کی تائید میں کیسی عجیب و غریب بات کہی ہے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ:۲۵)

اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی بشارت دیجئے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہیں' جب بھی ان کو جنت کے پھلوں سے رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ تو وہ ہے جو ہم کو اس سے پہلے دیا گیا تھا حالانکہ ان کو اس سے پہلے اس سے مشابہ پھل دیا گیا تھا' اور ان مؤمنین صالحین کے لیے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں بھی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مؤمنین سالحین کے لیے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں بھی ہوں گی تو اگر مؤمنین صالحین میں فرشتے بھی داخل ہیں تو کیا فرشتوں کے لیے بھی پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے متعلق امام رازی کے تفصیلی دلائل

امام رازی نے اس استدلال پر تیسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ فرشتے ''البریۃ'' سے خارج ہیں اور اس پر بہت دلائل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت وہبی ہوتی ہے یا کسبی' اگر وہبی فضیلت کی طرف دیکھو تو فرشتوں کی اصل نور ہے اور تمہاری اصل سڑی ہوئی کیچڑ ہے اور ان کا مسکن وہ دار ہے جس میں تمہارے باپ کو لغزش کی وجہ سے رہنے نہیں دیا گیا اور تمہارا مسکن زمین ہے جو شیاطین کی آماجگاہ ہے' نیز ہماری مصلحتوں کا فرشتے انتظام کرتے ہیں اور ہمارا رزق ان میں سے بعض (حضرت میکائیل) کے ہاتھ میں ہے اور ہماری روح بعض دوسرے فرشتوں کے ہاتھ میں ہے' پھر وہ علماء ہیں اور ہم متعلم ہیں' پھر ان کی عظیم ہمت کو دیکھو وہ حقیر گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتے' اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب سے سوائے الوہیت کے دعویٰ کے اور کسی چیز کی حکایت نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء:۲۹)

اور ان میں سے جس فرشتے نے یہ کہا کہ اللہ کے سوا میں مستحق عبادت ہوں تو ہم اس کو جہنم میں جھونک دیں گے' ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں ○

یعنی اگر فرشتے کسی گناہ کا اقدام کرتے تو ان کی ہمت اس قدر بلند تھی کہ سوائے دعوائے ربوبیت کے اور کوئی گناہ ان کے لائق نہ تھا اور تم ہمیشہ پیٹ اور شرم گاہ کی غلامی میں رہتے ہو اور جہاں تک عبادت کا معاملہ ہے تو وہ نبی سے زیادہ عبادت کرتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی عبادت کی اس طرح مدح فرمائی ہے کہ وہ دو تہائی رات میں عبادت کرتے تھے اور فرشتوں کی عبادت کے متعلق اس طرح فرمایا ہے:

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○

(الانبیاء:۲۰)

وہ دن رات تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں ○

اور ایک مقام پر اس طرح فرمایا:

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ○ (حم السجدہ:۳۸)

پس جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ کبھی نہیں اکتاتے ○

(امام رازی فرماتے ہیں:) عنوان پر مفصل گفتگو سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۲۴۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

نبیوں اور مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے تفصیلی دلائل کے جوابات

امام رازی نے فرمایا کہ فرشتوں کی وہبی فضیلت یہ ہے کہ ان کی اصل نور ہے اور انسانوں کی اصل سڑی ہوئی کیچڑ ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ ہر مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں: (۱) علت مادی (۲) علتِ صوری (۳) علت فاعلی (۴) علت غائی' علت مادی کے اعتبار سے فرشتے افضل ہیں کیونکہ ان کا مادہ تخلیق نور ہے اور بشر کا مادہ تخلیق مٹی' لیکن باقی تین علتوں کے اعتبار سے مؤمنین صالحین فرشتوں سے افضل ہیں' علت صوری کے لحاظ سے اس لیے افضل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا' حدیث میں ہے:

عن ابی هريرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خلق اللّٰه آدم علی صورته. الحدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۲۷' الاستیذان رقم الحدیث: ۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵)

علت فاعلی کے اعتبار سے اس لیے افضل ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ (ص: ۷۵)

اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا' جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

اور علت غائی کے اعتبار سے اس لیے حضرت آدم افضل ہیں کہ ان کا مقصد تخلیق اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہونا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے بشر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ . (بنی اسرائیل: ۷۰)

بے شک ہم نے اولادِ آدم کو ضرور مکرم بنایا ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫ (التین: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو حسین ترین ساخت میں بنایا ہے ○

مؤمنین صالحین کے فرشتوں سے افضل ہونے پر خصوصی دلیل یہ ہے کہ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا' نیز اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں کو بشر اور انسان کی خدمت پر مامور کیا ہے' حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے ہیں' حضرت میکائیل انسانوں کے لیے رزق فراہم کرتے ہیں' حضرت عزرائیل ان کی روح قبض کرتے ہیں' ملائکہ سیاحین ان کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کرتے ہیں' کچھ فرشتے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے صلوٰۃ و سلام کو روضہ انور میں پہنچاتے ہیں' کچھ فرشتے ان کے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں' کراماً کاتبین ان کے اعمال لکھتے ہیں' کچھ فرشتے رحم میں ان کی تصویر بناتے ہیں اور تقدیر کے اُمور لکھتے ہیں اور لیلۃ القدر کے عابدوں پر وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ آ کر شب قدر کے عابدوں کی عظمتوں پر طلوع فجر تک سلام پڑھتے رہتے ہیں' ان کے علاوہ وہ مؤمنین صالحین کے لیے اور بھی بہت خدمات انجام دیتے ہیں اور ان شواہد سے آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ مؤمنین صالحین فرشتوں سے بدرجہا افضل ہیں۔

امام رازی نے فرمایا: ان کا مسکن وہ دار ہے جس میں تمہارے باپ کو لغزش کی وجہ سے رہنے نہیں دیا گیا اور تمہارا مسکن زمین ہے' جو شیاطین کی آماجگاہ ہے۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ فرشتے صرف جنت میں نہیں ہیں' وہ دوزخ میں بھی بہ طور محافظ ہیں' وہ آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین

Marfat.com

پر بھی ہیں اور ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کا جنت میں پہلے عارضی قیام تھا' ان کا مقصد تخلیق زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت اور خلافت کرنا تھا' وہ اس لیے زمین پر آئے اور اپنا مشن پورا کرنے کے بعد وہ دائمی قیام کے لیے اپنی بے شمار ذریات کے ساتھ جنت میں جائیں گے' اس لیے مؤمنین صالحین کا دائمی گھر جنت ہی ہے اور دنیا تو ان کے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے' یہاں پر وہ شیاطین سے جہاد کرتے ہیں اور ان کو رسوا کرتے ہیں اور یہ ان کی فضیلت کی وجہ ہے نہ کہ مذمت کی۔

امام رازی نے فرمایا: ہماری مصلحتوں کا انتظام فرشتے کرتے ہیں اور ہمارا رزق ان میں سے بعض کے ہاتھ میں ہے اور ہماری روح بعض دوسرے فرشتوں کے ہاتھ میں ہے۔

الجواب: ہمارا رزق اور ہماری روح فرشتوں کے ہاتھ میں ہے' ان کے اختیار میں نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہماری خدمت پر مامور ہیں' یہ ان کی فضیلت نہیں ہے' بلکہ ہماری فضیلت ہے۔

امام رازی نے فرمایا: پھر وہ علماء ہیں اور ہم متعلم ہیں۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ فرشتوں کا معلم اور ہمارا متعلم ہونا بالکل ثابت نہیں ہے' بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کیونکہ ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام نے تمام فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام سکھائے' قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۳۳۔۳۱)

اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے' پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا' پس فرمایا: مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو ○ فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے' ہمیں صرف اسی کا علم ہے جس کا تو نے ہمیں علم دیا ہے اور کوئی علم نہیں' بے شک تو بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے ○ اللہ نے فرمایا: اے آدم! ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتاؤ' پس جب آدم نے ان چیزوں کے نام سکھا دیئے تو اللہ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کو میں ہی جانتا ہوں اور میں ہی جانتا ہوں جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے تھے ○

جب ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کی تمام فرشتوں پر فضیلت علمی ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں' پس تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا' قرآن مجید میں ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ (الحجر: ۳۰' ص: ۷۳)

سو تمام کے تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر (آدم کو) سجدہ کیا ○

اور ظاہر ہے کہ جس کو سجدہ کیا جائے' وہ سجدہ کرنے والوں سے افضل ہوتا ہے۔

امام رازی نے فرمایا: پھر ان کی عظیم ہمت یہ ہے کہ وہ حقیر گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتے' اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب سے سوائے الوہیت کے دعویٰ کے اور کسی چیز کی حکایت نہیں کی' اگر فرشتے کسی گناہ کا اقدام کرتے تو ان کی ہمت اس قدر بلند تھی کہ سوائے دعویٰ ربوبیت کے اور کوئی گناہ ان کے لائق نہ تھا اور تم ہمیشہ پیٹ اور شرم گاہ کی غلامی میں رہتے ہو۔

الجواب: میں کہتا ہوں کہ پھر تو فرعون اور نمرود کو بھی بلند ہمت ماننا پڑے گا کیونکہ انہوں نے بالفعل ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا' رہا یہ

Marfat.com

کہ فرشتے پیٹ اور شرم گاہ کے حقیر گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتے' سو اس میں ان کی کوئی فضیلت نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھوک' شہوت اور غضب کا مادہ رکھا ہی نہیں ہے' فضیلت تو مؤمنین صالحین کی ہے' جن میں بھوک' شہوت اور غضب کو رکھا گیا ہے' اس کے باوجود وہ حرام کھاتے ہیں نہ حرام طریقوں سے شہوت کو پورا کرتے ہیں اور نہ غضب میں آ کر قتل و غارت گری کرتے ہیں اور امام رازی نے فرمایا ہے: تم ہمیشہ پیٹ اور شرم گاہ کی غلامی میں رہتے ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمنین صالحین کبھی بھی پیٹ اور شرم گاہ کی غلامی میں گناہ نہیں کرتے اور ہم فرشتوں پر ان ہی صالحین کی فضیلت کے قائل ہیں۔ جیسا کہ زیر تفسیر آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ؕ (البینہ: ۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں○

اور جو لوگ پیٹ اور شرم گاہ کی غلامی میں ہمیشہ گناہ کرتے ہیں' وہ کفار اور فساق فجار ہیں' ہم ان کو فرشتوں سے افضل نہیں مانتے بلکہ فرشتے ان سے افضل ہیں' صرف انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین صالحین فرشتوں سے افضل ہیں۔

امام رازی نے فرمایا: جہاں تک عبادت کا معاملہ ہے تو فرشتے نبی سے زیادہ عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی عبادت کی اس طرح مدح فرمائی ہے کہ وہ دو تہائی رات میں عبادت کرتے تھے اور فرشتوں کی عبادت کے متعلق اس طرح فرمایا ہے:

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ○ (الانبیاء: ۲۰)

وہ رات دن تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں○

الجواب: میں کہتا ہوں کہ فرشتوں کے دن رات عبادت کرنے اور نہ تھکنے اور نہ اکتانے میں ان کا کوئی کمال نہیں اور نہ ان کی کوئی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں نیند رکھی ہے نہ بھوک اور پیاس رکھی ہے' نہ شہوت اور غضب رکھا ہے' کمال تو انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں نیند رکھی ہے' اس کے باوجود وہ نیند کو ترک کر کے دو تہائی رات تک عبادت کرتے تھے علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ہے کہ وہ اپنے اختیار سے نیند کو ترک کر کے دو تہائی رات تک عبادت کرتے تھے' اور فرشتوں کی عبادت اختیاری نہیں ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جس کام پر لگا دیا وہ اس کام کو کسی اختیار کے بغیر کر رہے ہیں' جس طرح سورج کا روشنی پہنچانے میں کوئی اختیار اور کمال نہیں ہے' اسی طرح جن فرشتوں کو دن رات عبادت کرنے کا حکم دیا' ان کا بھی دن رات عبادت کرنے میں کوئی اختیار اور کمال نہیں ہے۔

اس کے بعد امام رازی نے فرمایا: اس عنوان پر مفصل گفتگو سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سورۃ البقرہ میں امام رازی نے فرشتوں کی انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کے جو دلائل دیئے ہیں' ہم نے ان کا جواب سورۃ التکویر: ۲۱۔۱۹ میں لکھ دیا ہے' وہ جوابات بھی اسی جلد میں ہیں' قارئین کرام ان کو نکال کر پڑھ لیں۔

مفتی محمد شفیع کا پوری تفسیر کبیر کو امام رازی کی تفسیر نہ قرار دینا

امام رازی نے چونکہ اس سورت میں سورۃ البقرہ کا حوالہ دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس آخری پارہ کی تفسیر بھی امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے' بعض علماء نے بغیر تحقیق کے لکھ دیا ہے کہ امام رازی نے تفسیر کبیر کو مکمل نہیں کیا۔ یہ صحیح نہیں ہے' پوری تفسیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام رازی نے سورۂ فتح تک تفسیر خود لکھی ہے اس کے بعد وہ اسے پورا نہ کر سکے چنانچہ سورۂ فتح سے آخر تک کا حصہ قاضی شہاب الدین الدمشقی متوفی ۶۳۹ یا شیخ نجم الدین قمولی متوفی ۷۷۷ھ (صحیح ۷۲۷ھ ہے) نے مکمل فرمایا۔

(معارف القرآن ج ۱ مقدمہ ص ۵۷ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۱۴ھ)

ابوالکلام آزاد کی تفسیر کبیر پر مبہم تنقید

ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۶-۸ میں امام رازی پر رد کیا ہے میں نے ان صفحات کو پڑھا ان میں کوئی بات جواب کے قابل نہیں ہے ابوالکلام آزاد نے قدیم تفاسیر پر مبہم تبصرہ اور تنقید کی ہے۔ کسی تفسیر کے متعلق معین بات نہیں لکھی کہ اس تفسیر میں یہ لکھا ہوا ہے اور یہ اس وجہ سے غلط ہے۔

مثلاً وہ لکھتے ہیں:

اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لے کر قرون اخیرہ تک جس قدر مفسر پیدا ہوئے ان کا طریق تفسیر ایک روبہ تنزل معیار فکر کی مسلسل زنجیر ہے جس کی ہر پچھلی کڑی پہلی سے پست تر اور ہر سابق لاحق سے بلند تر واقع ہوئی ہے۔ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۹)

آزاد صاحب نے کوئی مثال نہیں دی کوئی دلیل نہیں قائم کی کوئی حوالہ نہیں دیا کہ فلاں کتاب کی فلاں تفسیر روبہ تنزل معیار کی حامل ہے اور اگر یہ کلیہ ہے تو ان کی تفسیر ترجمان القرآن جو ۱۹۳۰ء میں لکھی گئی ہے وہ تو بہت زیادہ بعد کی تفسیر ہے اس لیے وہ ان کے اپنے کلیہ کے مطابق بہت زیادہ روبہ تنزل ہے۔

امام رازی پر مبہم تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب امام رازی نے تفسیر کبیر لکھی اور پوری کوشش کی کہ قرآن کا سراپا اس مصنوعی لباس وضعیت سے آراستہ ہو جائے۔ اگر امام رازی کی نظر اس حقیقت پر ہوتی تو ان کی پوری تفسیر نہیں تو دو تہائی حصہ یقیناً بے کار ہو جاتا۔ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۱)

آزاد صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ امام رازی کی فلاں تفسیر وضعی ہے جب دو تہائی تفسیر وضعی ہے تو کم از کم آٹھ دس حوالے تو اس کے ثبوت میں دینے چاہیے تھے شکر ہے کہ انہوں نے امام رازی کی ایک تہائی تفسیر کو غیر وضعی مان لیا ہے اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیتے تو ہم کیا کر سکتے تھے خود آزاد صاحب نے جو تفسیر لکھی ہے وہ بھی انہوں نے اپنے مخصوص نظریات کے مطابق لکھی ہے چونکہ آزاد صاحب وہابی فکر کے ترجمان تھے اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور بندگی پر بہت زور دیا ہے اور آپ کی عظمت اور تکریم کا کوئی ذکر نہیں کیا آزاد صاحب لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ اہم مسئلہ مقام نبوت کی حد بندی کا تھا یعنی معلم کی شخصیت کو اس کی اصلی جگہ میں محدود کر دینا تا کہ شخصیت پرستی کا ہمیشہ کے لیے سدباب ہو جائے اس بارے میں قرآن نے جس طرح صاف اور قطعی لفظوں میں جابجا پیغمبر اسلام کی بشریت اور بندگی پر زور دیا ہے محتاج بیان نہیں (الی قولہ)۔ پیغمبر اسلام کی بندگی اور درجہ رسالت کا اعتقاد اسلام کی اصل و اساس بن جائے اور اس کا کوئی موقع ہی باقی نہ رہے کہ عبدیت کی جگہ معبودیت اور رسالت کی جگہ اوتار کا تخیل پیدا ہو (الی قولہ)۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد مسلمانوں میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے لیکن ان کی شخصیت کے بارے میں کبھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوا ابھی ان کی وفات پر چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ حضرت ابوبکر نے برسر منبر اعلان کر دیا تھا: جو کوئی تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پرستش کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔

(ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۶۷-۱۶۶)

Marfat.com

آزاد صاحب نے جو کچھ لکھا ہے' یہ وہابی نظریہ کے مطابق لکھا ہے اور قرآن مجید کو اپنے نظریہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے' لہٰذا یہ تفسیر وضعی بھی ہے اور تفسیر بالرائے بھی ہے کیونکہ انہوں نے تفسیر بالرائے کے متعلق لکھا ہے:

جب باب عقائد میں ردوکد شروع ہوئی تو مختلف مذاہب کلامیہ پیدا ہو گئے' ہر مذہب کے مناظر نے چاہا' اپنے مذہب پر نصوصِ قرآنیہ کو ڈھالے' وہ اس کی جستجو میں نہ تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ بلکہ ساری کاوش اس کی تھی کہ کس طرح اسے اپنے مذہب کا مؤید دکھادیں' اس طرح کی تفسیر تفسیر بالرائے تھی۔ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۵)

وہابی فکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی فضیلت کی جو آیات ہیں' ان میں آپ کی فضیلت کے پہلو کا ذکر نہیں کرتے اور آپ کی فضیلت کو حذف کر دیتے ہیں' ابوالکلام آزاد نے اسی فکر کے مطابق قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ کیا ہے: ''وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝'' (الانبیاء: ۱۰۷) کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

(اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں نہیں بھیجا ہے' مگر اس لیے کہ تمام جہان کے لیے ہماری رحمت کا ظہور ہے۔

(ترجمان القرآن ج ۱ ص ۸۹)

تمام علماء مفسرین بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمۃ للعلمین'' فرمایا ہے' لیکن آزاد صاحب نے اپنے نظریہ میں ڈھال کر اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اور ''رحمۃ للعلمین'' کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نہیں بنایا اور اجماع مسلمین کی مخالفت کی' اور آزاد صاحب کی تعریف کے مطابق یہی تفسیر بالرائے ہے اور یہی تفسیر وضعی ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو اپنی بدعقیدگی میں ڈھال دیا جائے۔

امام رازی کی تفسیر کبیر کے محاسن

ابوالکلام آزاد نے امام فخرالدین رازی کی دو تہائی تفسیر کو بے کار قرار دیا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ابوالکلام آزاد میں یہ اہلیت ہی نہیں تھی کہ وہ امام رازی کی تفسیر کے نکات اور دقائق کو سمجھ سکتے' حقیقت یہ ہے کہ امام رازی کی تفسیر کبیر اس قدر عمدہ ہے کہ متقدمین میں اس کی کوئی مثال ہے نہ متاخرین میں اس کی کوئی نظیر ہے' امام رازی سے پہلے کی جو تفاسیر ہیں' ان میں صرف صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے اقوال نقل کیے گئے ہیں اور کہیں کہیں احادیث کا بھی ذکر کیا گیا ہے' اور الماوردی اور ابوبکر بن العربی نے مذاہب کا ذکر کیا ہے اور ابوبکر جصاص نے اپنے مذہب پر دلائل دیے ہیں' زمخشری نے لغت اور فصاحت و بلاغت کا ذکر کیا ہے' لیکن امام رازی نے ان تمام اُمور کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے اسرار اور نکات بیان کیے ہیں' قرآن مجید کی متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر متعدد آیات سے استنباط کیا ہے' قیامت' مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے' حشر اور نشر کو بہت دلائل سے ثابت کیا ہے' اور قرآن مجید کی کئی آیات سے شفاعت کو ثابت کیا ہے اور منکرین شفاعت کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر بہت دلائل پیش کیے ہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا استنباط کیا ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو متعدد آیات سے واضح کیا ہے اور روافض کے شبہات کے مسکت جوابات دیئے ہیں' قیاس اور اجماع کی حجیت کو ثابت کیا ہے' ان کے زمانہ میں معتزلہ کا زور تھا جو کہتے تھے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے' وہ جن آیات سے استدلال کرتے تھے' ان آیات کا صحیح محمل بیان فرمایا ہے' اور جگہ جگہ ان کا رد فرمایا ہے' جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مرجائے' اس کی مغفرت کو بہت آیات سے ثابت کیا ہے' قرآن مجید کے قدیم ہونے کو بہت دلائل سے ثابت کیا ہے' انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کو متعدد آیات سے ثابت کیا ہے اور منکرین عصمت

Marfat.com

انبیاء کے شبہات کے وزنی اور تسلی بخش جوابات دیئے ہیں اور تفسیر کبیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام رازی اس میں قرآن مجید کی آیات کا باہمی ربط بیان کرتے ہیں' یوں لگتا ہے کہ پورا قرآن ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہے اور وہ قرآن مجید کی آیات کے بہت لطیف اسرار اور نکات بیان کرتے ہیں' جن سے متقدمین اور متاخرین کی تفاسیر خالی ہیں' امام رازی کی تفسیر زیادہ تر ان ہی عنوانوں پر مشتمل ہے' بتایئے ان میں سے کون سا عنوان ایسا ہے جسے بے کار کہا جا سکتا ہے؟ ابوالکلام آزاد کا امام رازی کی دو تہائی تفسیر کو بے کار کہنا انتہائی ظلم ہے' چاند پر تھوکنے سے چاند کے حسن میں کوئی فرق نہیں پڑتا' صرف تھوکنے والے کی پستی کا اظہار ہوتا ہے۔

بعد کے بعض مفسرین نے امام رازی کے بعض نکات کو اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے' ان میں قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۴۱ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ اور علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ شامل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا تھا: تمام فقہاء عیال ابوحنیفہ ہیں' یعنی بعد کے تمام فقہاء نے امام ابوحنیفہ کی فقہ سے استفادہ کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ امام رازی کے بعد کے تمام مفسرین عیال امام رازی ہیں' سب بعد والوں نے ان کی تفسیر کے نکات اور دلائل سے استفادہ کیا ہے۔

خود راقم الحروف نے امام رازی کی تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے' میں نے تقریباً پوری تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا ہے اور تفسیر کبیر کو سامنے رکھ کر تبیان القرآن کو لکھا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ بحمدہ تعالیٰ جتنا میں نے تفسیر کبیر کو پڑھا ہے' اتنا اس کو کسی نے نہیں پڑھا ہوگا' یہی وجہ ہے کہ بہت علماء نے یہ لکھ دیا کہ امام رازی نے پوری تفسیر کبیر نہیں لکھی' ان میں علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ' علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ' حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ ایسے محقق علماء شامل ہیں' جب کہ میں نے باقاعدہ تفسیر کبیر کے حوالہ جات سے واضح کیا ہے کہ پوری تفسیر حضرت امام رازی قدس سرہٗ کی ہی لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۳۴۔۳۲)

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی ہر بات صحیح یا حجت ہو' اس لیے بعض مقامات پر میں نے امام رازی کی تفسیر سے نہایت ادب اور شائستگی سے اختلاف بھی کیا ہے' اس کے باوجود میرے نزدیک تفسیر میں امام رازی کا جو مقام ہے' وہ کسی اور مفسر کا نہیں ہے۔

البینہ: ۸ میں فرمایا: ان کی جزا ان کے رب کے پاس ہے' جو دائمی جنتیں ہیں' جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے' یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا O

مؤمنین صالحین کو جزا میں دائمی جنت عطا کرنے کی توجیہ

مؤمنین صالحین کی یہ نیت ہوتی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہیں گے' اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھیں گے اور ہمیشہ اعمال صالحہ کرتے رہیں گے اور اگر وہ دوام اور خلود کی زندگی پاتے تو وہ دائماً ایمان پر قائم رہتے اور اعمال صالحہ کرتے رہتے' ان کی اس نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں دوام اور خلود عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مؤمنین صالحین کی جزا دائمی جنتیں ہیں' اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ان کو جنت ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ملے گی' جب کہ قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ مؤمنین جنت میں داخل ہونے کے بعد کہیں گے:

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَۃِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ہمیشگی کے مقام میں داخل کر دیا۔ (فاطر: ۳۵)

Marfat.com

پس ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' البینہ :۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین صالحین کو جنت ان کے اعمال کی وجہ سے ملے گی اور فاطر :۳۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنت اللہ سبحانہ کے فضل کی وجہ سے ملے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ جنت ملنے کے دو سبب ہیں: حقیقی اور ظاہری' حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ظاہری سبب مؤمنین صالحین کے نیک اعمال ہیں' فاطر :۳۵ میں حقیقی سبب کا ذکر ہے اور البینہ :۸ میں ظاہری سبب کا ذکر ہے' اس لیے ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنتیں عطا فرمانے کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مؤمنین صالحین کی جزاء دائمی جنات ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین صالحین کو ایک سے زائد جنتیں ملیں گی' قرآن مجید میں ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۴۶)

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝

نیز فرمایا:

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۶۲)

اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں ۝

اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین صالحین کے لیے چار جنتیں ہیں' امام رازی نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی چار پلکیں ہیں اور جب وہ خوفِ خدا سے روتا ہے تو ان چار پلکوں سے آنسو گرتے ہیں تو اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ اس کو چار جنتیں عطا فرماتا ہے' الرحمٰن :۴۶ میں خوفِ خدا کا ذکر مقدم ہے اور البینہ :۸ میں خوفِ خدا کا ذکر مؤخر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ (جزاء) ان کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے رہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ چار جنتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا ان مؤمنین صالحین کے لیے ہے جو اپنی زندگی کی ابتداء اور انتہاء میں یعنی پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی صورت یہ ہے کہ جب انسان کو اس کا نفس یا شیطان کسی گناہ پر اُبھارے تو اسے خدا یاد آ جائے اور وہ خوفِ خدا سے اس گناہ سے باز آ جائے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب شیطان ان کے دلوں میں بُرے کام کا خیال ڈالتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں' سو اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۝

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر تو چار جنتیں ان مؤمنین صالحین کو ملیں گی' جو گناہ کرنے سے پہلے اللہ سے ڈریں اور گناہ نہ کریں اور جو لوگ شامت نفس یا اغواء شیطان سے گناہ کر گزریں' ان کا کیا انجام ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو مؤمنین گناہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈر کر توبہ کر لیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کریں' ان کا بھی اللہ سبحانہ سے ڈرنے والوں میں شمار ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

اور جو لوگ کوئی بے حیائی کا کام کر گزریں یا کوئی گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کریں تو فوراً اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہ پر مغفرت طلب کریں' اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشے گا' اور جس گناہ کو وہ کر چکے ہیں' اس پر دانستہ اصرار نہ کریں ۝ تو ان کی جزاء ان کے

Marfat.com

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ؕ۝ (آل عمران: ١٣٦۔١٣٥) رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیکی کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے○

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو مؤمنین گناہ کرنے کے بعد اللہ سے ڈر کر فوراً توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی کئی جنتیں عطا فرمائے گا۔

عام مسلمانوں کی خدا خوفی کی دلیل

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص پوری زندگی اللہ سے ڈرتا رہے' اس کو چار جنتیں ملیں گی تو عام مسلمان کیسے پوری زندگی اللہ سے ڈرنے کے مصداق ہوں گے' میں کہتا ہوں کہ جو مسلمان پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں' وہ اللہ سبحانہ سے ہمیشہ ڈرتے رہنے کے مصداق ہیں' اوّل اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی یا اس کے عذاب سے ڈر کر پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں' ثانی اس لیے کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں بے وضو نماز نہیں پڑھتے' سخت سردی میں بھی وہ وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے وضو نماز نہیں پڑھتے' سو جو مؤمنین پانچ وقت وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں' وہ اپنی ساری زندگی میں اللہ سے ڈرنے والوں کے مصداق ہیں اور اللہ کے فضل سے امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور ان سے جو گناہ ہو گئے' ان کو بخش دے گا اور اپنے فضل سے انہیں کئی جنتیں عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت

تاہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا کریں' اگر از خود رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کریں' اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر انعامات اور احسانات کو یاد کریں' پھر اپنے گناہوں کے متعلق سوچیں اور اپنے دل میں نادم ہوں' پھر ندامت کے غلبہ سے آنکھوں میں آنسو لائیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' جو اللہ کے خوف سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٦٣٣' سنن نسائی رقم الحدیث: ٣١٠٧' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢١٤٤' مسند احمد ج ٢ ص ٥٠٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ١٦٣٩)

اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا جنت عطا کرنے سے بڑا انعام ہے

نیز مؤمنین صالحین کے متعلق فرمایا: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

مؤمنین صالحین کو پہلے یہ انعام عطا فرمایا کہ ان کو دائمی جنتیں عطا کیں' اس کے بعد اس سے بڑا انعام یہ فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر سب سے بڑا انعام ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لیے تیار ہیں' ہر قسم کی خیر تیرے ہاتھوں میں ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہوا کہ ہم تجھ سے راضی نہ ہوں' اے ہمارے

Marfat.com

رب! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے' جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا کیا' اللہ عزوجل فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ سبحانہ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا حلال کرتا ہوں' میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۵۵' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۴۹)

اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی رضا کے محامل

اللہ تعالیٰ کے بندوں سے راضی ہونے اور بندوں کے اللہ سے راضی ہونے کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندوں نے دنیا میں جو نیک کام کیے اور اللہ سبحانہ کے احکام کی اطاعت کی' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے راضی ہوگا۔

اور بندوں کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو نیک اعمال کی توفیق دی اور آخرت میں جوان پر انعام اور اکرام کیا' بندے اس سے خوش ہو گئے۔

(۲) اللہ کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندوں نے اپنی نجات کے لیے جو نیک کام کیے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرما لیا اور اس پر ان کو ثواب عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ان پر انعام ہے کہ اس نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ان سے راضی ہو گیا۔

اگر اللہ ان کو معاف فرما دیتا اور ان سے درگزر فرماتا تو یہ بھی اس کا کرم تھا اور اس کا کرم بالائے کرم یہ ہے کہ وہ ان سے راضی ہو گیا۔ بندے اس سے راضی ہو گئے یعنی اس کے فضل اور اس کے لطف سے خوش ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پُرمشقت کاموں کا مکلف کیا اور ان پر آفات اور مصائب ڈالے' اس کے مقابلہ میں جب آخرت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انعام اور اکرام دیکھا تو دنیا کی تمام سختیاں ان پر آسان ہو گئیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی اور نیک کاموں پر ان کی تحسین کی۔

بندے اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو ان کے اعمال کی جزاء عطا فرمائی' اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ رضا کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی قضاء پر دل کا خوش ہونا اور قلمِ تقدیر پر دل کا مطمئن ہونا۔

بندہ جسم اور روح کا مجموعہ ہے' جسم کی جنت' جنت الفردوس اور جنت عدن ہے اور روح کی جنت اس کے رب کی رضا ہے' بندہ پر ابتدائی انعام جنت ہے اور انتہائی انعام اس کے رب کی رضا ہے' پہلے اللہ کے راضی ہونے کا ذکر فرمایا' پھر بندے کے راضی ہونے کا ذکر فرمایا کیونکہ خالق کا ذکر بندوں کے ذکر پر مقدم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو تفسیریں

اس کے بعد فرمایا: یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا۔

بعض مفسرین نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب ان کے دل میں کسی گناہ کا خیال آئے تو وہ اللہ کے خوف سے اس گناہ سے باز رہتے ہیں اور بعض عارفین نے کہا: جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' پھر بھی اللہ سبحانہ کے خوف سے لرزہ براندام ہوتے ہیں' پتا نہیں ہماری یہ اطاعت اور عبادت قبول ہو گی یا نہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المؤمنون: ۶۰) وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں (کیا پتا یہ عمل قبول ہو یا نہ ہو)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

Marfat.com

آیت کے متعلق سوال کیا: یارسول اللہ! آیا یہ ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے نیک اعمال قبول نہ کیے جائیں' یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۹)

اس آیت کے ساتھ جب درج ذیل آیت ملائی جائے تو اس میں علم اور علماء کی فضیلت پر دلیل ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ — اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

اور جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ'' (البینہ: ۸)۔

اس سے واضح ہوا کہ صحابہ اور اخیار تابعین کے بعد علماء عاملین کے متعلق یہ کہنا جائز ہے: رضی اللہ عنہم' مثلاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ' امام بخاری رضی اللہ عنہ' امام رازی رضی اللہ عنہ' غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ہم ایسے لوگوں کے متعلق کہنا چاہیے عفی عنہ یا غفرلہٗ مثلاً غلام رسول سعیدی غفرلہٗ۔

کوئی مسلمان اپنے نجات یافتہ اور جنتی ہونے کا دعویٰ نہ کرے

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی مسلمان کبھی بھی اس مرتبہ پر نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ سبحانہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بے خوف ہو جائے اور اس کو یہ علم ہو کہ وہ اہل جنت سے ہے' ماسوا انبیاء علیہم السلام کے کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ وہ اہل جنت سے ہیں' اس کے باوجود وہ تمام مسلمانوں سے زیادہ اللہ سے ڈرتے ہیں' حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا. — بے شک مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے اور میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۱۶)

واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی. (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۰) — اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کا علم رکھنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۵۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس مسئلہ میں یہ حدیث بہت واضح ہے:

خارجہ بن زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ام العلاء انصاریہ کہتی ہیں کہ جب مہاجرین کو تقسیم کیا گیا تو ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون آئے' ہم نے ان کو اپنے گھر میں ٹھہرایا' وہ بیمار ہو گئے اور اس بیماری میں فوت ہو گئے' ان کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق کہا: میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہارا اکرام کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کا اکرام کیا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو' پھر اللہ کس کا اکرام کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ان کے اوپر تو موت آ چکی ہے اور مجھے ان کے لیے خیر کی امید ہے اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے پھر کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۴۳' مسند احمد

Marfat.com

ج ۶ ص ۴۳۶) سو کسی مسلمان کا خود کو جنتی کہنا جائز نہیں ہے۔

آپ کو از خود اپنا حال معلوم نہیں تھا' تاہم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا اور شفاعت کبریٰ عطا کی جائے گی۔

سورۃ البیّنہ کی تفسیر کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۳ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۶ دسمبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ البیّنہ کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے رب کریم! میری اس تفسیر کو مکمل فرما دے اور میری جملہ تصانیف کو قیامت تک فیض آفریں رکھ اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین
والاٰخرین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ
وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورة الزلزال

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الزلزال ہے' کیونکہ اس کی پہلی آیت میں ''الزلزال'' کا ذکر ہے' وہ آیت یہ ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (الزلزال:۱) جب پوری زمین زلزلہ کی شدت سے ہلا دی جائے گی O

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ ''اذا زلزلت'' مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔(درمنثور ج ۸ ص ۵۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے قرآن پڑھایئے' آپ نے فرمایا: ''ذوات الراء'' (مثلاً ''المر'') سے تین سورتیں پڑھو' اس شخص نے کہا: میری عمر زیادہ ہوگئی' میرا دل سخت ہوگیا اور میری زبان موٹی ہوگئی' آپ نے فرمایا: پھر ''ذوات حٰم'' سے تین سورتیں پڑھو' اس نے پھر پہلی بات دہرائی' آپ نے فرمایا: ''مسبحات'' (جن کے شروع میں ''سبح'' یا ''یسبح'' ہے) میں سے تین سورتیں پڑھو' اس نے پھر پہلی بات دہرائی اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی سورتِ جامعہ پڑھایئے' تب آپ نے اس کو ''اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا'' پڑھائی' حتیٰ کہ اس کو پڑھا کر فارغ ہوگئے' اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' تب آپ نے فرمایا: یہ شخص کامیاب ہوگیا' یہ شخص کامیاب ہوگیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۹۹' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۸۰۲۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ''اذا زلزلت'' پڑھی' وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھی' وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے ''قل یایھا الکافرون'' پڑھی' وہ ربع قرآن کے برابر ہے۔(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۸۹۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذا زلزلت'' نصف قرآن کے برابر ہے اور ''قل ھو اللہ احد'' تہائی قرآن کے برابر ہے اور ''قل یایھا الکافرون'' ربع قرآن کے برابر ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۸۹۴)

بنو جہینہ کے ایک شخص نے کہا: اس نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کی دونوں رکعتوں میں ''اذا زلزلت الارض'' پڑھی' میں نہیں جانتا کہ آپ بھول گئے تھے یا آپ نے عمداً اس طرح پڑھا۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۸۱۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اس میں

Marfat.com

''اذا زلزلت الارض'' پڑھتے تھے۔(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۹۳ ہے۔

الزلزال: ۵۔۱ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن زمین میں شدید زلزلہ آئے گا' اس دن قبر سے مردے نکل پڑیں گے اور زمین کی پشت پر جس نے جو بھی کام کیا ہے وہ اس کی خبر دے گا۔

الزلزال: ۶ میں یہ بیان فرمایا کہ تمام مخلوق حساب کے لیے میدانِ محشر میں جمع ہوگی' پھر لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا' نیکوکار جنت میں جائیں گے اور بدکار دوزخ میں۔

سورۃ الزلزال کی مناسبت سے اب ہم زلزلہ سے متعلق ایک اہم مقالہ نقل کر رہے ہیں:

زلزلہ کی تعریف' اس کے اسباب اور اثرات اور اس کی تاریخ

زلزلے کو قدرتی آفات میں سب سے ہولناک اور تباہ کن تصور کیا جاتا ہے' زمین کے اندر تہوں میں چٹانوں کے درمیان عرصہ سے جاری حرکت کے باعث پیدا ہونے والی توانائی کے اخراج سے سطح زمین پر ہونے والی ہلچل کا نام زلزلہ ہے' جس کے اچانک نمودار ہونے سے پلک جھپکتے میں ہزاروں انسان لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ ہماری زمین کی پرسکون سطح کے نیچے ہر دم تبدیلی اور اتھل پتھل کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور جہاں تحت قشر ارض کی چٹانیں اور لمبی سپاٹ تہیں آپس میں بے پناہ زمینی دباؤ کے تحت جڑی ہوئی ہوتی ہیں' اگر ان کے ان جوڑوں کے نیچے توانائی مجتمع ہونے لگے تو لاکھوں سال بعد توانائی کا دباؤ چٹانوں کے دباؤ سے بڑھ جاتا ہے' جس کے نتیجے میں یہ تہیں اور چٹانیں تھرکنے اور سرکنے لگتی ہیں تا کہ توانائی خارج کر سکیں' ان کی ان حرکت سے سطح زمین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور حرکت کا یہ سلسلہ سطح زمین پہ موجود پہاڑوں' چٹانوں' سمندروں اور رہائشی علاقوں میں عمارات میں منتقل ہو جاتا ہے۔

جتنی شدت سے زیر زمین حرکت ہوگی' اتنی ہی شدت سے سطح زمین پر بھی ہلچل نمودار ہوگی۔ فی زمانہ زلزلے ہمارے لیے ایسی ناقابل پیش گوئی قدرتی آفت کا درجہ رکھتے ہیں' جس سے انسانی جانوں اور املاک کا ناقابل تلافی نقصان وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سائنسدان اس بات پہ تحقیق کر رہے ہیں کہ زمین کے کون سے حصے ایسی پلیٹوں پر مشتمل ہیں جن کی تہہ میں یہ چھپا ہوا خطرہ موجود ہے۔

زلزلہ کی تاریخ

سائنس کی دنیا میں زلزلوں کا مطالعہ اور ان پر تحقیق زیادہ پرانی نہیں ہے' اٹھارویں صدی تک زلزلے کے چند ہی واقعات نوٹ کیے گئے ہیں' جب کہ اس وقت تک زلزلوں پر تحقیق جب کہ ان کے آنے پر ان کی وجوہات کو بھی جاننے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی' البتہ غیر حقیقی روایتی تشریحات پر لوگ یقین رکھتے تھے' مثلاً زمین کو ایک بیل نے اپنے سینگوں پر اٹھا رکھا ہے اور جب اس کا ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ سینگ بدلتا ہے اور دوسرے سینگ پر زمین کے بوجھ کو لیتا ہے' جس کی وجہ سے زمین ہلتی ہے اور زلزلہ آ جاتا ہے۔

زلزلے کا سب سے پرانا معلوم واقعہ چین کا ہے' جہاں ۱۱۷۷ ق م کے زلزلے کا تاریخ سے پتہ چلتا ہے' یورپ کے ۵۸۰ بعد مسیح کے زلزلے کا قصہ سینہ بہ سینہ سولھویں صدی کے وسط اور ۱۴۷۱ء کا پیرو کا زلزلہ بمعہ اپنی ہلاکتوں اور املاک کے نقصان کے تخمینوں کے ساتھ کتابوں میں موجود ہے' مگر تحقیقی اعتبار سے یہ بھی ناکافی ہے' البتہ سترھویں صدی سے زلزلوں کے واقعات کے چند ریکارڈ تحقیقی نقطہ نظر سے اہمیت کے حامل ہیں۔ اٹھارویں صدی سے تو باقاعدہ ان پر مطالعہ اور تحقیق شروع ہوگئی' جس کا

Marfat.com

نقطۂ آغاز ۱۸۱۲ء۔ ۱۸۱۱ء کا امریکہ کے علاقے نیو میڈرڈ' مسوری میں زلزلہ تھا' جس کی با قاعدہ ریکٹر اسکیل پر پیائش کی گئی اور اسے ۸ درجے کا زلزلہ مانا گیا' یہ زلزلہ ۱۶ دسمبر ۱۸۱۱ء کو صبح کے وقت ان علاقوں میں اپنی تباہی پھیلا گیا۔ ۲۳ مارچ ۱۸۱۲ء کو ان ہی علاقوں میں اتنی ہی شدت کا ایک اور زلزلہ آیا اور تباہ حال لوگوں پر قیامت ڈھا گیا اور ۷ فروری ۱۸۱۲ء کو اس زلزلے کے بعد زلزلے کے جھٹکوں نے ان علاقوں کو مکمل قبرستان میں تبدیل کر دیا۔ حالیہ تاریخ کا شمالی امریکہ کے علاقے سان فرانسسکو ۱۹۰۶ء زلزلہ ریکارڈ موجود ہے' جس میں ۷۰۰ افراد لقمۂ اجل بنے' جب کہ ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء کے الاسکا کے زلزلے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پانچ لاکھ مربع میل کے دائرے میں محسوس کیا گیا اور سان فرانسسکو کے زلزلے سے اس کی شدت دگنی تھی' معلوم انسانی تاریخ کا یہ شدید ترین زلزلہ تھا' مگر الاسکا میں چونکہ انسانی آبادی خال خال ہے' لہٰذا املاک اور جانوں کا اتلاف بہت کم ہوا' زلزلے کے مرکزی حصے میں زمین کی حرکت اتنی شدید تھی کہ کسی درخت پر کوئی پتہ اور کوئی شاخ نہیں بچی۔

زلزلہ کہاں آ سکتا ہے؟

ہماری زمین مختلف تہوں پر مشتمل ہے' جن میں ہر تہہ کے الگ طبعی اور کیمیائی خواص ہیں' بیرونی تہہ یا سطح ارض کی موٹائی ۷۰ کلومیٹر ہے' جو تقریباً تہہ در تہہ آپس میں لپٹی ہوئی ایک درجن ناہموار سطحی تہوں پر مشتمل ہے' جن میں سے ہر تہہ کی بالائی سطح سخت اور ناہموار ہے' جبکہ اس سے اوپر کی تہہ کی زیریں سطح نرم اور پگھلی ہوئی چٹانوں پر مشتمل ہے' زیادہ تر زلزلے ان تہوں کے ان حصوں میں آتے ہیں' جہاں پر آپس میں جڑتی ہیں' ان پلیٹوں کی ان حد بندیوں کو جہاں یہ آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں' باؤنڈریز کہا جاتا ہے۔ ان کی تین اقسام ہیں:

(۱) اسپریڈنگ زون (Spreadin Zone): وہ جگہ ہوتی ہے' جہاں تہوں کے نیچے پگھلی ہوئی چٹانیں موجود ہوتی ہیں اور وہ باؤنڈریز پھاڑ کر اپنی جگہ بناتی ہیں اور ان باؤنڈریز کے درمیان نئے مادے کو بھر دیتی ہیں' زیادہ تر اسپریڈنگ زون زیر آب پائے جاتے ہیں اور اکثر سمندروں کی تہوں کے نیچے اس طرح کے زون واقع ہیں' اسپریڈنگ زون کے زلزلے زمین کی تہہ کے ۳۰ کلومیٹر نیچے تک کے علاقے میں وقوع پذیر ہوتے ہیں' انسانوں سے سب سے زیادہ قریب اسپریڈنگ زون کیلی فورنیا اور میکسیکو کے ساحلی علاقے ہیں۔

(۲) ٹرانسفارم فالٹ (Transform Fault): وہ جگہیں ہوتی ہیں' جہاں دو تہوں کے کنارے اوپر تلے واقع ہوتے ہیں' ان میں شمالی امریکا' یوریشین اور مڈ اٹلانٹک پلیٹس شامل ہیں' یہاں زلزلہ نسبتاً ہلکا ہوتا ہے۔

(۳) سب ڈکشن زون (Subduction Zone): کافی خطرناک علاقہ ہوتا ہے' یہاں زیر زمین تہوں میں اوپر کی تہہ بہت وزنی اور دباؤ والی ہوتی ہے' جو اپنی نچلی تہہ کو ایسی گہرائی میں مسلسل دھکیلتی ہے' جہاں اس کی چٹانیں پگھلنے لگتی ہیں اور سطح زمین پر بہت شدت کی حرکت ظہور میں آتی ہے' ایسی جگہوں میں امریکہ' مغربی کینیڈا' الاسکا اور تقریباً تمام پہاڑی علاقے شامل ہیں' خاص کر وہ پہاڑی سلسلے جن میں آتش فشاں موجود ہوں۔

زلزلے ان فالٹس اور زونز کے علاوہ بھی آ سکتے ہیں' مگر ان کی شرح ۱۰ فیصد ہے اور یہ زمین کی ان ہی تہوں کے درمیان تبدیلی کی وجہ سے آتے ہیں' جن کے درمیان چٹانیں بڑی مقدار میں پگھل جاتی ہیں یا ان میں سے کسی تہہ کی زیریں سطح اتنی اوپر والی تہہ کا دباؤ برداشت نہیں کر پاتی اور اپنی جگہ چھوڑنے لگتی ہے۔ نیو میڈرڈ امریکہ میں ۱۸۱۲ء۔ ۱۸۱۱ کے زلزلے ایسی ہی تبدیلی کا شاخسانہ تھے' جہاں چارلسٹن کی پلیٹ نے نارتھ امریکہ کی پلیٹ کو ہلا دیا تھا۔

Marfat.com

زلزلے کس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں؟

زلزلہ ایک تھرتھراہٹ کا نام ہے' جو سطح زمین میں ہوتی ہے' زمین کی بیرونی سطح پر یہ تھرتھراہٹ اس کے نیچے ہونے والی تبدیلی کا مظہر ہوتی ہے' یہ تبدیلی جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ تہوں کے درمیان چٹانوں کی تبدیلی سے آتی ہے یا قریب ترین آتش فشاں کی جولانیوں کے نتیجے میں ہونے والی زیرزمین ارتعاشی لہروں کی وجہ سے آتی ہے یا پھر حضرت انسان کی زیرزمین دھماکہ کرنے کی کارستانیوں کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے' تینوں وجوہات سے Earths Crust یا قشر ارض مرتعش ہوکر اپنی جگہ چھوڑ کر نئی جگہ پر سیٹ ہوتا ہے یا پھر اس میں شدید ارتعاش سے گہری دراڑیں پڑ جاتی ہیں' بعض اوقات ان دراڑوں میں سطح پر موجود چیزیں ان میں گر جاتی ہیں اور دوسرے ارتعاش سے جب یہ دراڑیں باہم ملتی ہیں تو ان کے درمیان آنے جانے والی سطح زمین کی تمام چیزیں زمین میں میلوں نیچے دفن ہو جاتی ہیں' قشر ارض کی اس تھرتھراہٹ کو Seismic Waves یا بھونچالی لہریں کہا جاتا ہے' سطح کو دیر تک مرتعش رکھتی ہیں' حتیٰ کہ سطحی تہہ کسی مناسب جگہ پر مکمل طور پر سیٹ ہوکر پرسکون نہ ہو جائے' اس کی مثال کسی ٹیوننگ فورک یا بڑی گھنٹی کی طرح ہوتی ہے' جو ایک چوٹ پر دیر تک تھرتھراتے رہتے ہیں۔ فالٹ سطح زمین کے نیچے دو تہوں کے متوازی یا مخالف سروں کے باہم ملنے والی جگہوں کو کہا جاتا ہے' ان کی تین اقسام ہیں:

(۱) نارمل فالٹ (Normal Faults): میں عموماً دو متوازی یا مخالف زیرزمین تہہ کے سرے ایک دوسرے کا دباؤ برداشت نہ کرتے ہوئے ایسی جگہوں سے باہم ملنے لگتے ہیں' جہاں دباؤ نسبتاً کم ہوتا ہے' ان کی اس حرکت کا سطح زمین پہ اثر پڑتا ہے اور زلزلہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔

(۲) تھرسٹ فالٹس (Thrust Faults): زمین کے نیچے موجود ان تہوں کے باہم ملنے کی جگہیں ہوتی ہیں' جہاں فالٹس سے کچھ دور اس تہہ کے نیچے تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے اور جس تہہ کے نیچے تبدیلی نہ ہو' وہ اپنے دباؤ سے اس تہہ کو ایک جھٹکے سے دوسری طرف یا مخالف سمت دباتی ہے اور فالٹ کے نیچے تبدیلی نہ آنے کے باوجود وہ جگہ زلزلے کا شکار ہو جاتی ہے' اس میں مرکز کوئی اور جگہ ہوتی ہے' مگر زلزلہ کہیں اور آتا ہے یعنی جہاں فالٹ موجود ہوتا ہے زلزلہ وہاں آتا ہے' بعض اوقات تبدیلی کا مرکز زلزلہ آنے کی جگہ سے میلوں دور واقع ہوتا ہے' مگر اس جگہ سطح ارضی پر کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی اور جہاں کچھ نہیں ہوتا' وہاں ایک تہہ کے دباؤ کے زوردار جھٹکے سے سطح ارض پہ تباہی پھیل جاتی ہے۔

(۳) اسٹرائیک سلپ فالٹ (Strike-Slip Faults): وہ جگہ ہوتی ہے جہاں زمین کی ایک تہہ دوسری تہہ پر افقی حیثیت میں چڑھ بیٹھتی ہے' اس میں عین فالٹ کی لائن پر دور تک زمین کی ایک تہہ اپنی زیریں سطح کے پگھلنے یا کسی اور وجہ سے بیٹھ جاتی ہے اور اس کے متوازی دوسری تہہ کا کنارہ اس کے رقبے پر چڑھ جاتا ہے' جس سے بیرونی سطح ارض پہ زبردست بھونچال آتا ہے اور بیرونی سطح کا بڑا حصہ تھرکنے اور دراڑیں پڑنے سے خود پر موجود ہر چیز کو تباہ کرتا ہے۔ زیرزمین سطحوں کی یہ تبدیلی اگر ۷۰ کلومیٹر کی گہرائی تک وقوع پذیر ہو تو اسے Shallow زلزلہ یا سطحی زلزلہ کہیں گے جبکہ ۷۱ سے ۳۰۰ کلومیٹر یعنی ۴۳ سے ۱۸۶ میل گہری تہوں میں ہلچل کو Intermediate یا درمیانی گہرائی کا زلزلہ کہا جاتا ہے' جبکہ ۷۰۰ کلومیٹر یعنی ۴۳۵ میل کی گہرائی تک ہونے والی تبدیلیوں کا اثر سطح ارضی پر پڑتا ہے اور اسے Deep زلزلہ کہا جاتا ہے' جبکہ ان تمام تبدیلیوں کا ذکر عمومی طور پر ۶۳۷۰ کلومیٹر نیچے یعنی ۳۹۶۰ میل نیچے مرکز ارض میں ہوتا ہے۔

Marfat.com

زلزلہ پیمائی

زلزلہ پیمائی کا آغاز ڈاکٹر چارلس ایف ریکٹر کے ایجاد کردہ آلے سے ہوا' جوانہوں نے کیلیفورنیا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں طویل تحقیق کے بعد ایجاد کیا' ان کا یہ آلہ فی زمانہ زلزلہ پیمائی کے لیے انتہائی معتبر ہے' یہ آلہ ریاضی کی شاخ ''لاگرتھم'' کے اصولوں پہ کام کرتا ہے' جس میں زمین کے ۱۰ دفعہ کے ارتعاش کو ۶ گنا جاتا ہے' ساڑھے تین منٹ اور ۷ سے اوپر ریڈنگ والے زلزلوں کو تباہ کن زلزلہ قرار دیا جاتا ہے جب کہ ریکٹر اسکیل پر ۲ ریڈنگ کا وہ کم از کم زلزلہ ہے' جسے انسان محسوس کر سکتے ہیں۔ زلزلے کی ابتدائی علامات گڑگڑاہٹ ہوتی ہے' جو تھوڑی ہی دیر میں سطح زمین کی تھرتھراہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہے' جس کے ساتھ ہی جھٹکے لگنے شروع ہو جاتے ہیں اور زمین پہ موجود ٹیلے' پہاڑیاں' چٹانیں اور عمارات ان جھٹکوں سے تباہ ہونا شروع ہو جاتی ہے' یہ جھٹکے بہت جلد زمین کے تیزی سے ہلنے میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور سطح زمین پہ موجود چیزوں کی تباہی میں سرعت آ جاتی ہے۔

پاکستان میں اکتوبر کی ۸ تاریخ کو سات اعشاریہ آٹھ اور اس کے بعد چھ اعشاریہ چار کی شدت سے آنے والے دو زلزلوں میں جتنی توانائی خارج ہوئی ہے' وہ ایک میگاٹن کے ساتھ ہزار ایٹم بموں کے دھماکوں کے برابر تھی' کراچی یونیورسٹی کے جیالوجسٹ ڈاکٹر نیر ضیغم کے مطابق پاکستان کے زیر اہتمام کشمیر اور شمالی علاقوں میں اتنے شدید زلزلے کی وجہ زمین کی سطح سے صرف دس سے بیس کلومیٹر کی گہرائی پر توانائی کی بڑی مقدار کا اخراج تھا۔ انہوں نے کہا کہ اتنے شدید زلزلے نے ایک ذیلی اسکوائر کے علاقے میں دوسری فالٹ لائن کو بھی متحرک کر دیا ہے اور ماضی میں غیر متحرک یا سوئی ہوئی سالٹ لائن بھی زلزلوں کے باعث بن رہی ہیں' ڈاکٹر نیر نے کہا کہ پندرہ تاریخ تک اس علاقے میں ۵۷ زلزلے ریکارڈ کیے گئے جن کو سائنسی اصطلاح ''آفٹر شاک'' یا جھٹکے کہنا ٹھیک نہیں' بلکہ یہ علیحدہ زلزلے تھے' انہوں نے کہا کہ اب تک ماہرین کا خیال بھی تھا کہ یہ بڑے زلزلے کے بعد آنے والے جھٹکے ہیں لیکن ان زلزلوں کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ الگ الگ زلزلے تھے اور کسی ایک جگہ نہیں آ رہے' انہوں نے کہا کہ ہمالیہ پہاڑیوں کے ''تھرسٹ سسٹم'' میں ارتعاش پیدا ہو گیا ہے۔

پاکستان میں آنے والے زلزلوں کا محور زیادہ تر ملک کا شمالی اور مغربی حصہ ہوتا ہے جو کہ انڈین پلیٹ کے علاوہ ایران اور افغان مائکرو پلیٹ کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ چمن فالٹ پاکستان کی مغربی سرحدوں میں افغانستان کے ساتھ منسلک ہے۔ اس کا آغاز قلات سے ہوتا ہے جو شمالی مکران رینج میں واقع ہے۔ وہاں سے کوئٹہ کی طرف جاتا ہے' پھر کابل جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ مکران کے ساحل کے ساتھ ساتھ ایک اور فالٹ بھی موجود ہے اور یہ اپنی فطرت میں مغربی سرحدوں میں واقع فالٹ جیسا ہے۔ اس کا سلسلہ مہاراشٹر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں آنے والا بدترین زلزلہ اسی فالٹ میں واقع تھا۔ یہ زون دراصل عربین اور ایرانی مائیکرو پلیٹس کے درمیان حد بندی کا کام کرتا ہے' تھرسٹ زون (Thrust Zone) کیر تھر کوہ سلیمان اور سالٹ رینجز کے ساتھ ساتھ ہے۔ کراچی کے اردگرد چار عدد فالٹس موجود ہیں' جبکہ کراچی کے علاوہ انڈس ڈیلٹا اور مکران کا ساحل بھی ان فالٹس کی زد میں ہیں۔ ان میں سب سے پہلا فالٹ اللہ بند فالٹ ہے' جو کہ شاہ بندر' جاہ' پاکستان اسٹیل مل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا شہر کے مشرقی حصوں سے گزر کر کیپ مانتر' ہاکس بے پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس فالٹ زون کے باعث گزشتہ صدیوں میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اسی فالٹ زون کے باعث نقصان پہنچا تھا' دوسرا فالٹ بھنبھور تباہ ہو گیا تھا جبکہ ۱۸۹۶ء میں شاہ بندر کو بھی شدید نقصان پہنچا تھا۔ دوسرا فالٹ زون رن آف کچھ سے شروع ہوتا ہے۔ تیسرا فالٹ زون پب فالٹ (Pubb Fault) کہلاتا ہے جو کہ بحیرہ عرب میں مکران کے ساحل پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ آخری

Marfat.com

فالٹ زون ڈسٹرکٹ داؤد میں سرجانی کے مقام پر واقع ہے اور کراچی کی حدود میں ختم ہوتا ہے۔ پاکستان کے ساحلی علاقوں کو بلند و بالا سمندری لہروں سے بھی خاصا نقصان پہنچا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں آنے والے بدترین زلزلے کے باعث مکران کے ساحل پر ۱۲ کلومیٹر بلند سمندری لہروں نے زبردست تباہی مچائی تھی۔

محکمہ موسمیات، حکومتِ پاکستان کے جاری کردہ ایک نقشے کے مطابق ملک کو چار زون میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مکران کے ساحل کے ساتھ ساتھ کوئٹہ کے اطراف کا علاقہ اور افغان سرحد کے ساتھ صوبہ سرحد کا کچھ علاقہ زون نمبر ۴ میں شمار کیا جاتا ہے۔ صوبہ سرحد کا بقیہ علاقہ زون نمبر ۳ میں شامل ہے۔ پاکستان کا بقیہ حصہ کراچی کی حدود تک زون نمبر ۳ میں ہی شامل ہے۔ ملک کا بقیہ حصہ زون نمبر ۲ میں شامل ہے۔ اس زون میں پشاور، راولپنڈی اور اسلام آباد شامل ہیں۔ اس کے باوجود یہ تینوں شہر شمالی علاقوں یا افغانستان میں آنے والے زلزلوں سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

بلوچستان کا بالائی مغربی حصہ اور بھارت کی سرحدوں کے ساتھ کا علاقہ زلزلے کے فالٹ زون نمبر ۱ میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس زون میں لاہور بھی شامل ہے۔ ۱۹۰۵ء میں کانگڑہ (بھارت) میں آنے والا زلزلہ لاہور پر بھی اثر انداز ہوا تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں زلزلے، تاریخ کے آئینے میں

(۱) ۸۹۳ء۔ ۸۹۴ء، دیبل (زیریں سندھ) پاکستان۔ ریکٹر اسکیل پر شدت ۵.۷ درجے، ۱۵ ہزار افراد ہلاک ہوئے اور متعدد بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔

(۲) ۴ مئی ۱۶۶۸ء، شاہ بندر (زیریں سندھ) پاکستان۔ ۶.۷ درجے کی شدت۔

(۳) ۱۶ جون ۱۸۱۹ء، اللہ بند (پاک بھارت سرحد پر واقع)، ۵.۷ درجے کی شدت۔

۱۳۲۰۰ افراد ہلاک ہوئے اور رن کچھ کے علاقے میں درجنوں بستیاں ختم ہو گئیں۔ اس ہولناک زلزلے کے باعث ساحلی علاقے میں تقریباً ۹۰ کلومیٹر کا علاقہ شدید ترین انداز میں متاثر ہوا اور زمین کی سطح ۴ میٹر بلند ہو گئی۔ اس زلزلے کے اثرات پورے برصغیر پاک و ہند میں محسوس کیے گئے، حتیٰ کہ کلکتہ میں بھی اس کے جھٹکے واضح طور پر محسوس ہوئے تھے۔

(۴) ۲۶ ستمبر ۱۸۲۷ء، لاہور، پاکستان۔ اس زلزلے کے باعث لاہور اور قرب و جوار کے تقریباً ایک ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

(۵) ۲۴ جنوری ۱۸۵۲ء، کاہان (بلوچستان)۔ تقریباً ۳۵۰ تا ۱۲۵۰ افراد ہلاک ہوئے۔ انسانی جانوں کے علاوہ ہزاروں مویشی بھی ہلاک ہوئے۔

(۶) ۱۸۶۵ء، کاہان (بلوچستان)۔ کچھ عمارتیں تباہ ہو گئی تھیں۔

(۷) ۱۸۸۳ء، جھالاوان (بلوچستان)۔ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔

(۸) ۱۸۸۹ء، جھالاوان (بلوچستان)۔ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔

(۹) ۲۰ دسمبر ۱۸۹۲ء، چمن (پاک افغان سرحد)۔ ریکٹر اسکیل پر شدت: ۶.۸ درجے، اس زلزلے کے اثرات پورے بلوچستان میں محسوس کیے گئے، اس کا مرکز کھوجک کے علاقے میں تھا۔

(۱۰) ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء، اور الائی اور سبی (بلوچستان) کا درمیانی علاقہ۔ شدت ۷.۰ درجے، ۱۰۰ سے زائد افراد ہلاک ہوئے اور متعدد گاؤں نیست و نابود ہو گئے۔

(۱۱) یکم فروری ۱۹۲۹ء، بونیر اور ہزارہ (صوبہ سرحد) میں یہ زلزلہ آیا تھا۔ زلزلے کے نقصانات کی تفصیل دستیاب نہیں ہے زلزلہ مقامی وقت کے مطابق رات گیارہ بجے ایبٹ آباد کے شمال میں آیا تھا۔

Marfat.com

(۱۲) ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء شاریگھ (بلوچستان) زلزلے سے متعدد کچے مکانات مسمار ہو گئے۔
(۱۳) ۲۷ اگست ۱۹۳۱ء مچھ (بلوچستان)' کوئٹہ میں اس زلزلے کے باعث متعدد افراد ہلاک ہوئے تھے۔
(۱۴) ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ (پاکستان)' ریکٹر اسکیل پر شدت ۸.۱ درجے' اس خوفناک زلزلے کے باعث کوئٹہ شہر میں ۳۰ ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے اور کوئٹہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔
(۱۵) ۲۱ نومبر ۱۹۳۹ء بدخشان (افغانستان)' شمال مشرقی افغانستان' شمالی پاکستان' شمالی بھارت کے علاقوں میں اس کے اثرات محسوس کیے گئے تھے۔
(۱۶) ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء مکران کا ساحلی علاقہ (بلوچستان)' ۷.۹ درجے کی شدت' جنوبی پاکستان اور ایران میں ۴۰۰۰ افراد ہلاک ہوئے تھے۔ ساحل سمندر پر ۱۲ میٹر اونچی لہریں بلند ہوئی تھیں۔ وسیع پیمانے پر املاک کا نقصان بھی ہوا تھا۔
(۱۷) ۲۸ دسمبر ۱۹۷۴ء شمال مشرقی مالاکنڈ (صوبہ سرحد)۔ ۵۰۰۰ افراد ہلاک ہوئے تھے۔ مزید تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔
(۱۸) ۱۲ ستمبر ۱۹۸۱ء گلگت (شمالی پاکستان)' اس زلزلے کے باعث ۲۲۰ افراد ہلاک ہوئے اور ۲۵۰۰ افراد زخمی ہوئے تھے۔ زلزلے کے اثرات راولپنڈی' پشاور اور سری نگر میں بھی محسوس کیے گئے تھے۔
(۱۹) ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کوہ ہندوکش (افغانستان)' اس زلزلے کے باعث کابل اور سمنگان میں ۱۲ افراد ہلاک ہوئے جبکہ پشاور میں ۱۴ افراد ہلاک ہوئے۔ زلزلے کے اثرات تاجکستان' ازبکستان' کرغزستان' شمالی پاکستان اور شمالی بھارت میں بھی محسوس کیے گئے تھے۔
(۲۰) ۲۹ جولائی ۱۹۸۵ء کوہ ہندوکش (افغانستان)۔ شدت ۷.۴ درجے' چترال اور سوات کے علاقوں میں ۵ افراد ہلاک ہوئے' جبکہ تاجکستان کا علاقہ بھی متاثر ہوا تھا۔
(۲۱) ۳۱ جنوری ۱۹۹۱ء کوہ ہندوکش (افغانستان)' شدت ۶.۷ درجے' اس زلزلے میں افغانستان کے علاقے کنڑ' ننگرہار اور صوبہ بدخشاں میں ۲۰۰ تا ۴۰۰ افراد ہلاک ہوئے تھے جبکہ مالاکنڈ' چترال اور پشاور کے علاقوں میں ۳۰۰ افراد ہلاک ہوئے۔ زلزلے کے اثرات نئی دہلی اور تاشقند میں بھی محسوس کیے گئے۔
(۲۲) ۲۷ فروری ۱۹۹۷ء ہرنائی (بلوچستان)' یہ انتہائی طاقتور زلزلہ کہا گیا ہے' اس کی شدت ۷.۳ درجے تھی۔ کوئٹہ' سبی اور ہرنائی میں کم از کم ۵۰ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے اثرات پورے بلوچستان میں محسوس کیے گئے۔ برفانی تودوں اور لینڈ سلائیڈ کے باعث متعدد سڑکیں اور ریلوے لائن مسمار ہو گئیں۔
(۲۳) ۲۶ جنوری ۲۰۰۱ء بھاشاؤ' گجرات (بھارت)' شدت ۷.۶ درجے' اس زلزلے میں کم از کم ساڑھے گیارہ ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے' جبکہ جنوبی پاکستان میں ۲۰ افراد ہلاک ہوئے۔ احمد آباد اور سورت میں کثیر المنزلہ عمارتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ گجرات' مدھیہ پردیش' مہاراشٹر اور راجھستان میں وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی۔ اس کے اثرات بنگلہ دیش تک محسوس کیے گئے۔
(۲۴) ۳ نومبر ۲۰۰۲ء اس زلزلے میں ۱۷ افراد ہلاک اور ۱۶۵ افراد زخمی ہوئے۔ اس کی شدت ریکٹر اسکیل پر ۵.۵ تھی۔ اس کے اثرات اسلام آباد' پشاور اور سری نگر میں بھی محسوس کیے گئے۔
(۲۵) ۲۰ نومبر ۲۰۰۲ء گلگت (استور ریجن)' ریکٹر اسکیل پر شدت ۶.۳ درجے' اس زلزلے کے باعث وادی استور میں ۲۳ افراد ہلاک ہوئے۔ علاقے میں وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی تھی' علاقے کے ۱۵ ہزار افراد بے گھر ہو گئے' اس زلزلے کے اثرات

Marfat.com

اسلام آباد اور سری نگر میں بھی محسوس کیے گئے تھے۔

زلزلے سے متعلق ۱۲۰ اہم سوالات اور ان کے جوابات

(۱) سوال: زلزلے کی تعریف کیا ہے؟

جواب: زمین کی تہہ میں توانائی کے اخراج کے باعث زمینی سطح پر جو انتہائی خوفناک ارضی تبدیلی پیدا ہوتی ہے' اس کے باعث پیدا ہونے والی کیفیت کو زلزلہ کہا جاتا ہے۔

(۲) سوال: زلزلے کیوں آتے ہیں؟ اس کی وجوہات کون سی ہیں؟

جواب: زمین کی تہہ (FORCES TECTONIC) پر دباؤ کے باعث معمولی سی مڑ جاتی ہے' لیکن چونکہ زمینی تہہ سخت ہوتی ہے' لہٰذا جب دباؤ بڑھتا ہے تو زمینی تہہ پھٹ جاتی ہے اور وہ ایک نئی پوزیشن اختیار کر لیتی ہے' زمین میں پیدا ہونے والا ارتعاش (SIESMIC WAVES) کہلاتا ہے اور یہ لہریں ارتعاش زمین کی سطح کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں' ان لہروں کے باعث جو کیفیت پیدا ہوتی ہے' اس کو زلزلہ کہا جاتا ہے۔

(۳) سوال: زلزلے کہاں پر آتے ہیں؟

جواب: زمین کی تہہ میں ٹوٹے ہوئے (Frature) مقامات ہوتے ہیں' یہاں پر دو کرسٹل بلاکس ایک دوسرے کے مخالف سفر کرتے ہیں' ایک بلاک اوپر کی جانب سفر کرتا ہے جب کہ دوسرا بلاک نیچے کی جانب سفر کرتا ہے' ماہرین ارضیات اور زلزلے کا مشاہدہ کرنے والے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ زلزلے زیادہ تر انہی فالٹس (Faults) پر آتے ہیں جو کہ زمین کی تہہ میں کمزور مقامات شمار کیے جاتے ہیں۔

(۴) سوال: ہر برس کتنے زلزلے آتے ہیں:

جواب: عالمی سطح پر ہر برس دس لاکھ زلزلے آتے ہیں' ان میں وہ زلزلے بھی شامل ہیں جو بہت ہی معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں' مندرجہ ذیل جدول میں مختلف درجوں میں آنے والے زلزلوں کی اوسط فریکونسی دی گئی ہے۔

(۵) سوال: ہر ماہ' دن اور منٹ میں کتنے زلزلے آتے ہیں:

جواب: فی ماہ تقریباً ۸۰ ہزار زلزلے' فی دن تقریباً ۲۶۰۰ زلزلے' فی منٹ دو ہزار زلزلے

۱	بہت شدید	۸.۰+	۱
۲	بہت اہم	۷.۰-۷.۹	۱۸
۳	بہت زیادہ (تباہ کن)	۶.۰-۶.۹	۱۲۰
۴	درمیانہ (تباہیاں پھیلنے کا باعث)	۵.۰-۵.۹	۱,۰۰۰
۵	معمولی نوعیت (معمولی نقصانات)	۴.۰-۴	۶,۰۰
۶	عام طور پر محسوس ہونے والے زلزلے	۳.۰-۳.۹	۴۹,۰۰۰
۷	قابل برداشت	۲.۰-۲.۹	۳,۰۰,۰۰۰
۸	نا قابل محسوس	۲.۰ درجے سے بھی کم	۶۰۰,۰۰۰

ہر تیس سیکنڈ پر ایک زلزلہ محسوس ہوتا ہے' زلزلہ ایک عام قدرتی آفت ہے۔

Marfat.com

(۶) سوال: عالمی سطح پر یہ زلزلے کس قدر گہرے ہوتے ہیں؟
جواب: زلزلے عام طور پر زمین کی بالائی سطح سے لے کر زمین کی تہہ میں ۸۰۰ کلومیٹر گہرائی تک ہوتے ہیں۔
(۷) سوال: دنیا بھر میں سب سے زیادہ زلزلے کہاں آتے ہیں؟
جواب: کیلی فورنیا' الاسکا' جاپان' جنوبی امریکہ' فلپائن۔
(۸) سوال: کیا امریکہ میں آنے والے زلزلے کم ہلاکتوں کا باعث بنتے ہیں؟
جواب: ایسا نہیں ہے' مندرجہ ذیل شیڈول میں عالمی سطح پر گزشتہ دو عشروں میں آنے والے زلزلوں کی تفصیل ہے:

سال	تاریخ	علاقہ	اموات	ریکٹر اسکیل پر شدت
۱۹۷۱ء		جنوبی کیلی فورنیا	۶۵	۶.۵
۱۹۷۲ء	۲۳تمبر	نکاراگوا	۵,۰۰۰	۶.۲
۱۹۷۶ء	۴فروری	گوئٹے مالا	۲۲,۰۰۰	۷.۹
۱۹۷۷ء	۲۷جولائی	چین	۲۵۰,۹۹۹۷	۷.۶
۱۹۸۰ء	۴مارچ	رومانیہ	۲,۰۰۰	۷.۲
۱۹۸۰ء	۱۰اکتوبر	الجزائر	۳۵,۰۰۰	۷.۷
۱۹۸۱ء	۲۳نومبر	جنوبی اٹلی	۳,۰۰۰	۷.۲
۱۹۸۲ء	۱۱جون	جنوبی ایران	۳,۰۰۰	۶.۹
۱۹۸۳ء	۱۳دسمبر	یمن	۲۸,۰۰۰	۶.۰
۱۹۸۵ء	۳۰اکتوبر	ترکی	۱۳,۴۲	۶.۰
۱۹۸۹ء	۱۹دسمبر	میکسیکو	۱۰,۰۰۰	۷.۰
۱۹۸۹ء	۷دسمبر	آرمینیا	۲۵,۰۰۰	۶.۹
۱۹۸۹ء	۱۷اکتوبر	شمالی کیلی فورنیا	۶۷	۷.۱
۱۹۹۰ء	۲۰جون	ایران	۴۰,۰۰	۷.۷

(۹) سوال: کسی ایک زلزلے میں سب سے زیادہ اموات کہاں ہوئیں؟
جواب: ۱۹۵۶ء میں چین میں آنے والا بدترین زلزلہ آٹھ لاکھ تیس ہزار (۸۳۰,۰۰۰) افراد کی ہلاکت کا باعث بنا تھا۔
(۱۰) سوال: زلزلے کی پیمائش کس طرح کی جاتی ہے؟
جواب: SIESMOMETER نامی آلہ زمین کی تمام تر حرکت کی پیمائش کرتا ہے' ایک عدد سیسموگراف (SIESMO GRAPH) اس آلے کے ساتھ ریکارڈنگ کے آلات کو منسلک کر دیا جاتا ہے' جو زمین کی حرکت کا مستقل ریکارڈ حاصل جمع کرتا رہتا ہے' اس ریکارڈ کی بنیاد پر ہی سائنس دان یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زلزلے کی شدت ریکٹر اسکیل پر کتنی تھی اور زلزلے کے باعث کس قدر توانائی خارج ہوئی' مختلف سیسموگراف کو زلزلے کے مقام سے قریب اور دور دراز جگہوں پر نصب کیا جاتا ہے تاکہ زلزلے کی شدت کا اندازہ کیا جا سکے' مختلف سیسمک اسٹیشنوں اور سیسموگرافکس کو ایک ہی

Marfat.com

درجے کی شدت ظاہر کرنی ہوتی ہے' زلزلے کی پیمائش کے لیے سب سے زیادہ مقبول اور مشہور آلہ ریکٹر اسکیل ہے' مگر سائنس دان دیگر آلے بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۱۱) سوال: ریکٹر اسکیل کس شکل کا ہوتا ہے؟

جواب: ریکٹر اسکیل دراصل کوئی ذکر یا انسٹرومنٹ نہیں ہے بلکہ یہ زلزلے سے پیدا ہونے والی لہریں (SIESMIC WAVES) کی وسعت یا ان کی کشادگی کو ناپنے کا ایک پیمانہ ہے اور اس کا تعلق اس توانائی سے ہے جو زلزلے کے باعث خارج ہوتی ہے' اس کا اندازہ کسی بھی زلزلے کے بارے میں سیسموگراف کے ریکارڈ سے کیا جاتا ہے۔

(۱۲) سوال: زلزلے کی پیمائش کے لیے پہلا آلہ کب ایجاد ہوا؟

جواب: ۱۳۲ء میں چینی فلسفی ژانگ ہینگ (ZHANG HENG) نے زلزلے کی نشاندہی کرنے والا آلہ ایجاد کیا تھا۔

(۱۳) سوال: زلزلے کے بارے میں اندازے اور پیش گوئی میں کیا فرق ہے؟

جواب: زلزلے کے بارے میں اندازہ کرتے وقت ایک مخصوص تاریخ' جگہ اور اس کی شدت کا ذکر ہوتا ہے' جب کہ زلزلے کے بارے میں پیش گوئی میں متعدد امکانات اور علاقے کے بارے میں دیگر معلومات ظاہر کی جاتی ہیں' زلزلے کے بارے میں سو فیصد صحیح پیش گوئی کرنا یا اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے۔

(۱۴) سوال: کیا زلزلے آنے سے پہلے جانوروں کا رویہ تبدیل ہو جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ بات بالکل درست ہے' زلزلہ آنے سے پہلے کتے' بلی' سانپ اور گھوڑوں کا رویہ غیر معمولی طور پر تبدیل ہو جاتا ہے' پرندے عام طور پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں' بلیوں کا انتہائی تکلیف دہ انداز میں مسلسل رونا ایک عام مشاہدہ ہے۔

(۱۵) سوال: کیا زلزلے آنے پر زمین پھٹ جاتی ہے اور انسانوں کو اپنے اندر ہضم کر لیتی ہے؟

جواب: یہ زلزلے کے بارے میں صرف کہانی ہے اور حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے' زلزلے کے باعث زمین میں شگاف پڑنا دیکھا گیا ہے' یہ شگاف زیادہ تر نوکیلے اور سطحی نوعیت کے ہوتے ہیں' بدترین زلزلے کے باعث عمارتوں میں شگاف ضرور پڑ جاتے ہیں' زمین کے پھٹنے اور اس میں انسانوں کے سما جانے کی بات کبھی بھی مشاہدے میں نہیں آئی ہے۔

(۱۶) سوال: کیا زلزلے آتش فشاں پیدا کرتے ہیں؟

جواب: جی نہیں' آتش فشاں پیدا ہونے کی مختلف وجوہات ہیں' کسی بھی علاقے میں آتش فشاں پیدا ہونے سے پہلے درمیان میں یا بعد میں زلزلہ آ سکتا ہے۔

(۱۷) سوال: کیا زلزلے موسم سے جڑے ہوتے ہیں؟

جواب: چوتھی صدی قبل مسیح میں مشہور فلسفی ارسطو نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ زلزلے زمین کی تہہ میں موجود غاروں میں مقید ہواؤں کے اخراج اور زبردست دباؤ سے آتے ہیں' زلزلہ آنے سے قبل اس علاقے کا موسم گرم ہو جاتا ہے اور اس نظریے کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے کہ زمین کی انتہائی نچلی سطح میں خاصی بڑی مقدار میں ہوا کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے' جو زمین رگڑنے کے باعث خارج ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(۱۸) سوال: زلزلے کے بارے میں کام کرنے والے سائنس دانوں کو کیا کہا جاتا ہے؟

Marfat.com

جواب: سیسمولوجسٹ (SIESMOLOGIST) یہ یونانی زبان کا لفظ ہے اور ایسے شخص کے لیے مخصوص ہے' جو زلزلوں کے بارے میں علم رکھتا ہو اور زمین کی حرکت کے بارے میں مسلسل تحقیق وجستجو میں لگا رہتا ہو۔

(۱۹) سوال: زلزلے کے باعث کس قدر توانائی خارج ہوتی ہے؟

جواب: زلزلے کے باعث بہت بڑی مقدار میں توانائی خارج ہوتی ہے' یہی وجہ ہے کہ زلزلے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں' مندرجہ ذیل شیڈول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریکٹر اسکیل پر کس شدت سے آنے والے زلزلے کے لیے عام حالات میں کتنی مقدار میں ٹی این ٹی (TNT) کی ضرورت ہوتی ہے:

ریکٹر اسکیل پر شدت	ٹی این ٹی کی مطلوبہ مقدار
۴.۰	۶ ٹن
۵.۰	۱۹۹ ٹن
۶.۰	۶,۲۷۰ ٹن
۷.۰	۱۹۹,۰۰۰ ٹن
۸.۰	۶۲۷۰۰۰ ٹن
۹.۰	۹۹,۰۰۰,۰۰۰ ٹن

(۲۰) سوال: کیا زلزلوں کو روکا جا سکتا ہے؟

جواب: ابھی تک کوئی ایسا طریقہ یا کوشش کامیاب نہیں ہو سکی ہے' لیکن یہ ممکن ہے کہ زلزلے کی شدت اور اس کی تباہ کاریوں کو کم سے کم کیا جا سکے' فالٹ زون میں واقع عمارتوں کو تعمیر کرتے وقت ایسی ڈیزائن بنائی جائے' جس سے زلزلے کے خلاف قوتِ مدافعت بڑھ جائے' عمارتوں کے اندرونی حصے اس قدر پائیدار بنائے جائیں کہ وہ گرنے والے عمارتی سامان سے محفوظ رہیں' عوام کو بھی زلزلے کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔

زلزلہ سے متعلق اہم نکات

سائنس کی دنیا میں زلزلوں کا مطالعہ اور ان پر تحقیق زیادہ پرانی نہیں ہے۔ اٹھارویں صدی تک زلزلے کے محض چند واقعات نوٹ کیے گئے' جب کہ اس دوران زلزلوں پر تحقیق کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ زلزلے کا سب سے پرانا معلوم واقعہ ۱۱۷۷ ق م کا ہے' جس میں چین میں آنے والے زلزلے کا ذکر ہے۔ حالیہ تاریخ کا سان فرانسسکو کا ۱۹۰۶ء کا زلزلہ ریکارڈ پر موجود ہے' جس میں ۷۰۰ افراد لقمۂ اجل بنے' جب کہ ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء کے الاسکا کے زلزلے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پانچ لاکھ مربع میل کے دائرے میں محسوس کیا گیا۔

زلزلہ زمین کی بالائی سطح پر تہہ در تہہ آپس میں لپٹی ایک درجن سے زائد ۷۰ کلومیٹر موٹی سخت اور ناہموار پلیٹوں اور زیریں سطح پر نرم اور پگھلی ہوئی چٹانوں جنہیں ''باؤنڈریز'' کہا جاتا ہے' کے درمیان زیریں سطح کے نرم ہو جانے پر اوپری تہوں کے باعث آتا ہے' یہ پلیٹیں جہاں آپس میں جڑی ہوتی ہیں' وہ دباؤ برداشت نہیں کر پاتیں اور اپنی جگہ چھوڑ دیتی ہیں۔ امریکہ' مغربی کینیڈا' الاسکا اور تقریباً تمام پہاڑی علاقوں میں موجود آتش فشاں بھی زلزلوں کا خاص مرکز ہیں۔

زلزلے کے جھٹکوں سے زمین ہلنے لگتی ہے' زمین پر موجود پہاڑی ٹیلے اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں' چٹانیں ٹوٹنے لگتی ہیں اور عمارتوں کے پلر بیموں کا ساتھ چھوڑ کر چھتوں کو ڈھانے لگ جاتے ہیں' اگر زلزلہ شدید ہو تو تباہی ورنہ زمین بل کر رہ جاتی ہے'

Marfat.com

ریکٹر اسکیل پر ۷ کی شدت سے اوپر کو خطرناک اور تباہ کن کہا جاتا ہے۔

ریکٹر اسکیل کیا ہے؟

زلزلے کی شدت کو ناپنے کا آغاز ڈاکٹر چارلس ایف ریکٹر کے ایجاد کردہ آلے سے ہوا' جو انہوں نے کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں طویل تحقیق کے بعد ایجاد کیا۔ ان کا یہ آلہ فی زمانہ زلزلہ پیمائی کے لیے انتہائی معتبر ہے۔ یہ آلہ ریاضی کی شاخ ''لاگرتھم'' کے اصولوں پر کام کرتا ہے' جس میں زمین کے ۱۰ دفعہ کے ارتعاش کو ۶ گنا جاتا ہے۔ ساڑھے تین منٹ دورانیے اور ۷ سے اوپر ریڈنگ والے زلزلوں کو تباہ کن زلزلہ قرار دیا جاتا ہے۔ زلزلے کی ابتدائی علامات گڑگڑاہٹ ہوتی ہے' جو تھوڑی ہی دیر میں تھرتھراہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

زلزلے کا باعث بننے والی زیر زمین پلیٹس یہ پلیٹس دنیا بھر میں پائی جاتی ہیں

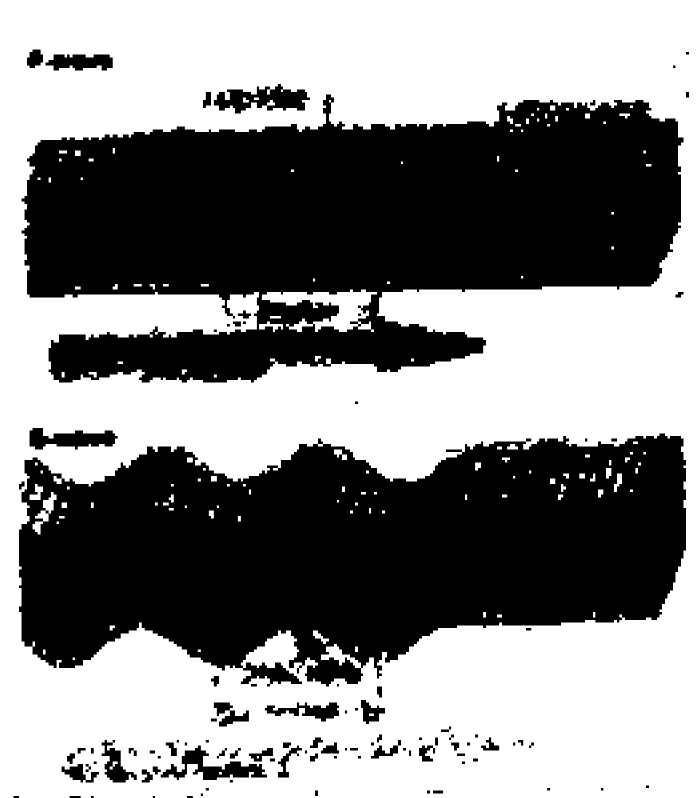

اس خیالی عکس میں زلزلے کی چار مختلف اقسام کی صراحت کی گئی ہے

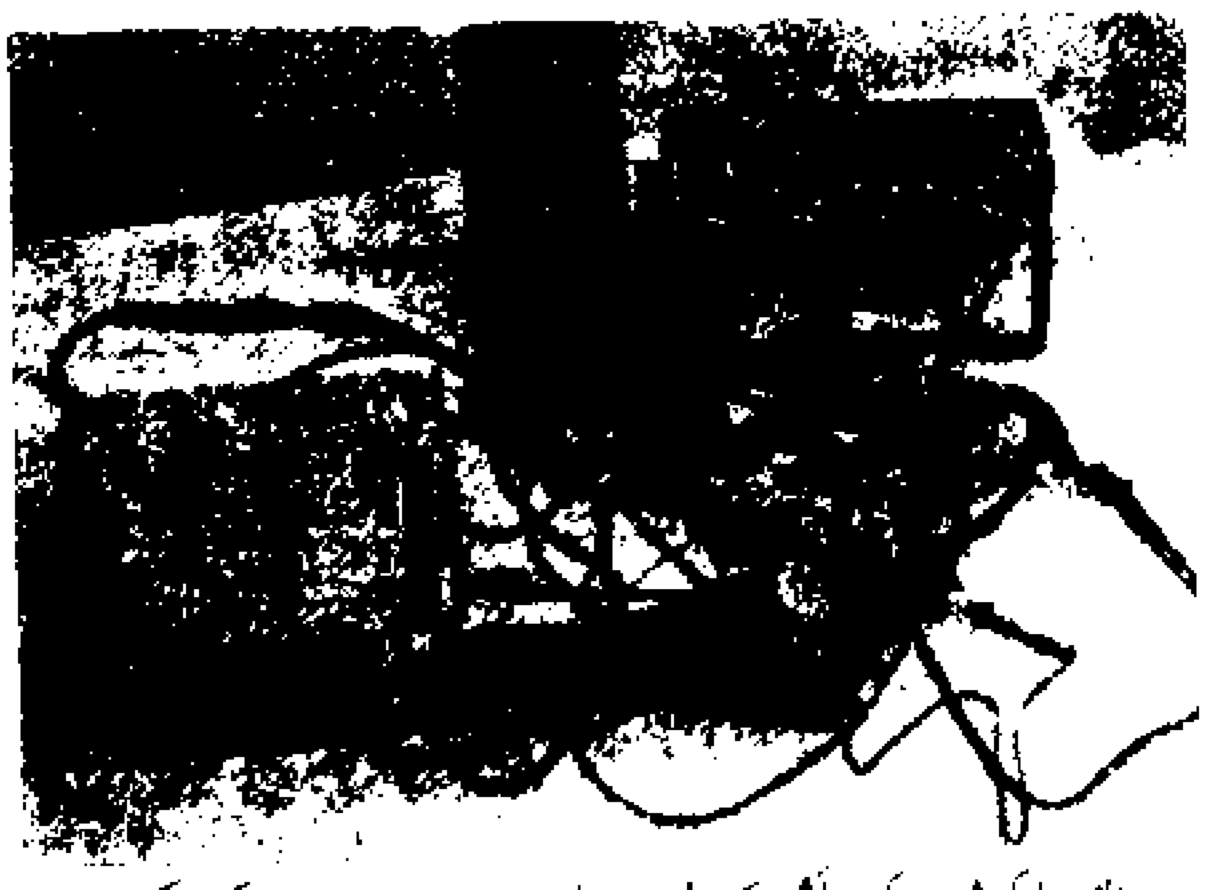

زلزلے کی شدت کی پیمائش کے لئے استعمال ہونے والا جدید ترین ریکٹر اسکیل

زلزلہ کی تحقیق پر یہ معلومات افزاء مقالہ منظور الحسن ہاشمی اور مسعود صاحب کا لکھا ہوا ہے' جو ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو قومی اخبار میں شائع ہوا' اس کی افادیت کے پیش نظر میں نے اس کو قومی اخبار کے شکریہ کے ساتھ سورۃ الزلزال کے تعارف میں شامل کر لیا ہے۔

سورۃ الزلزال کے اس تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے' اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب اس ترجمہ اور تفسیر میں میری مدد فرمائیں۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۵ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ/ ۸ دسمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورۃ الزلزال ۹۹ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۸ رکوعہا ۱

سورۃ الزلزال مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾

جب پوری زمین زلزلہ کی شدت سے ہلا دی جائے گی ○ اور زمین اپنا تمام بوجھ باہر نکال دے گی ○

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ

اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ ○ اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی ○ کیونکہ

رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا

آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے ○ اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال

أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَنْ

دکھا دیئے جائیں ○ سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا ○ اور جو

۱ ع ۸ ۲۴ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

ذرہ برابر بُرائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب پوری زمین زلزلہ کی شدت سے ہلا دی جائے گی ○ اور زمین اپنا تمام بوجھ باہر نکال دے گی ○ اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ ○ اس دن وہ زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی ○ (الزلزال: ۴-۱)

زلزلہ کا لغوی اور عرفی معنی

زلزلہ کا معنی ہے: بھونچال' ہلا ڈالنا ''زلزال'' کا معنی ہے: بہت زور سے جھڑ جھڑانا' لرزا دینا' ہلا ڈالنا' امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: اس میں تکرارِ حروف تکرارِ معنی کے لیے ہے یعنی بار بار جھڑ جھڑانا اور ہلا ڈالنا۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۸۳' مکتبہ نزارِ مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

زلزلہ کا عرفی اور اصطلاحی معنی ہم نے اس سورت کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے لکھ دیا ہے۔

زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس وقت حضرت اسرافیل پہلی بار صور میں پھونکیں گے' اس وقت زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا' جس سے ہر چیز تہس نہس اور الٹ پلٹ ہو جائے گی۔

امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ نے کہا ہے: اس آیت میں ایک سوال کا جواب ہے' سوال یہ ہے کہ لوگوں نے کہا: جس قیامت سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے وہ کب آئے گی؟ اس کے جواب میں فرمایا: جب زمین پوری شدت سے ہلا دی

Marfat.com

جائے گی' اور اونچے اونچے پہاڑ زمین بوس ہو جائیں گے اور زمین کہیں بھی اونچی نیچی نہیں رہے گی' قرآن مجید میں ہے:

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ (طٰہٰ: ١٠٧۔١٠٦) پس وہ زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر دے گا ۝ جس میں (اے مخاطب!) نہ تو کوئی کجی دیکھے گا نہ اونچ نیچ ۝

زمین کا اپنا بوجھ باہر نکالنا

الزلزال: ٢ میں فرمایا: اور زمین اپنا تمام بوجھ باہر نکال دے گی ۝

اس کی تفسیر میں یہ آیتیں ہیں:

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ (الانشقاق: ٤۔٣) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی ۝ اور اس کے اندر جو کچھ ہے' اس کو باہر نکال دے گی اور خالی رہ جائے گی ۝

زمین میں جو سر بلند پہاڑ ہیں' ان سب کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کو صاف اور ہموار کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی' زمین میں جو مردے دفن ہیں' وہ سب زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے اور زمین میں جو خزانے ہیں' ان کو باہر نکال کر خالی ہو جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے چاندی کے ستونوں کی مثل زمین اپنے جگر کے ٹکڑے اُگل دے گی' قاتل ان کو دیکھ کر کہے گا: ان ہی کی وجہ سے میں نے قتل کیا تھا' رشتے توڑنے والا کہے گا: ان ہی کی وجہ سے میں نے رشتے توڑے تھے' چور ان کو دیکھ کر کہے گا: ان ہی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا' پھر سب اس مال کو چھوڑ دیں گے اور کوئی اس میں سے کچھ نہیں لے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٠١٣' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢٢٠٨)

الزلزال: ٣ میں فرمایا: اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ ۝

ایک قول یہ ہے کہ جب پہلے صور میں پھونکا جائے اور تمام زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا تو ہر انسان خواہ وہ مومن ہو یا کافر' وہ زمین کو لرزتے ہوئے دیکھ کر یہ کہے گا: اس زمین کو کیا ہوا' یہ کیوں لرز رہی ہے؟ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ مؤمن کو تو پہلے سے معلوم تھا کہ قیامت کے وقت زلزلہ آئے گا۔

الزلزال: ٤ میں فرمایا: اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی ۝

زمین کے خبر دینے کی کیفیت

یعنی زمین کے اوپر جو نیک یا بد اعمال کیے گئے ہیں' وہ ان سب کا بیان کر دے گی' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ زمین کیا خبر دے گی؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: اس کی خبر یہ ہے کہ وہ ہر بندے اور بندی کے متعلق یہ بتائے گی کہ اس نے فلاں دن زمین کی پشت پر یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ کام کیا تھا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ٢٤٢٩)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ٤٥٠ھ نے کہا: زمین کے خبر دینے میں تین قول ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ زمین کو حیوان ناطق بنا دے گا' پھر وہ کلام کرے گی (٢) اللہ تعالیٰ اس میں کلام پیدا کر دے گا (٣) اس سے جو چیز صادر ہو گی وہ کلام کے قائم مقام ہو گی۔ (النکت والعیون ج ٦ ص ٣٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیونکہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے ۝ اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان

Marfat.com

کے اعمال دکھا دیئے جائیں O سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا O اور جو ذرہ برابر بُرائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O (الزلزال: ۸-۵)

یعنی زمین جو خبریں دے گی' وہ اللہ کے حکم سے دے گی' ایک قول یہ ہے کہ زمین میں جو زلزلہ آئے گا اور زمین اپنا بوجھ نکالے گی اور زمین جو خبر دے گی کہ اس کی پشت پر فلاں فلاں نیکی کی گئی ہے اور فلاں فلاں بُرائی کی گئی' یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقع ہوں گے۔

الزلزال: ۶ میں فرمایا: اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں O

یعنی حساب کے بعد دائیں ہاتھ والے جنت کی طرف روانہ ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ وہ حساب سے فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹیں گے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر شخص اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہوگا' جو نیکوکار ہوگا' وہ یہ کہے گا: میں نے زیادہ نیکیاں کیوں نہیں کیں اور جو اس کے علاوہ ہوگا' وہ کہے گا: میں نے گناہوں کو ترک کیوں نہیں کیا۔ (فردوس الاخبار رقم الحدیث: ۶۵۰۱)

ایک قول یہ ہے کہ جس وقت لوگ قبروں سے نکلیں گے تو ان کو حساب کی جگہ پر لایا جائے گا تاکہ وہ اپنے صحائف اعمال میں اپنے اعمال لکھے ہوئے دیکھ لیں اور اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیں اور وہ حساب کی جگہ سے مختلف ٹولیوں میں روانہ ہوں گے۔

الزلزال: ۸-۷ میں فرمایا: سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا' وہ اس کا صلہ دیکھے گا O اور جو ذرہ برابر بُرائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O

مؤمن اور کافر کے اعمال کے بدلہ کا ضابطہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کفار میں سے جو شخص بھی ذرہ کے برابر کوئی نیک کام کرے گا' اس کو اس کی نیکی کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جائے گا اور اس کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر کوئی کافر کوئی بُرا کام کرے گا تو آخرت میں اس کو شرک کی سزا کے علاوہ اس بُرائی کی سزا بھی دی جائے گی اور مؤمنین میں سے جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر کوئی بُرائی کرے گا' اس کو دنیا میں ہی اس بُرائی کی سزا دے دی جائے گی اور مرنے کے بعد اس کو آخرت میں اس بُرائی کی کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور اس کی بُرائی سے درگزر کر لیا جائے گا اور اگر مؤمن نے ذرہ برابر کوئی نیکی کی تو اس کو قبول کر لیا جائے گا اور اس کا آخرت میں اجر زیادہ کر دیا جائے گا۔

بعض احادیث میں ہے کہ ذرہ کا کوئی وزن نہیں ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن آدم کے کسی عمل سے غافل نہیں ہے' خواہ وہ عمل صغیرہ ہو یا کبیرہ' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ (النساء: ۴۰) بے شک اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ آدمی زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھائے تو اس کے ہاتھ پر جو خاک لگی ہو وہ ذرہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

محمد بن کعب القرظی نے کہا ہے کہ کافر جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا' اس کا ثواب اس کو دنیا میں اس کے نفس' اس کے مال' اس کے اہل اور اس کی اولاد میں دے دیا جائے گا' حتیٰ کہ جب وہ دنیا سے جائے گا تو اللہ سبحانہ کے پاس اس کی کوئی نیکی نہیں ہو

Marfat.com

گی اور مومن نے دنیا میں ذرہ برابر جو بُرائی کی ہوگی اس کی سزا اس کو دنیا میں ملے گی۔ اس کے نفس اس کے مال اس کے اہل اور اس کی اولاد میں اس کو سزا دے دی جائے گی حتیٰ کہ جب وہ دنیا سے جائے گا تو اللہ سبحانہ کے پاس اس کی کوئی بُرائی نہیں ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ابوبکر کھانا کھا رہے تھے وہ کھانے سے رک گئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! کیا ہم کو ہمارے اچھے اور بُرے عملوں کا بدلہ ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تم جو ناگوار چیزیں دیکھتے ہو وہ تمہاری ذرہ برابر بُرائی کا بدلہ ہے اور تمہاری ذرّہ برابر نیکی کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۲۲۲ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۲)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ: ۳۰)

تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور بہت سے گناہ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

موطأ امام مالک میں ہے: ایک مسکین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانا طلب کیا ان کے سامنے انگور رکھے ہوئے تھے حضرت عائشہ نے ایک انسان سے کہا: اس کو انگور کا ایک دانہ دے دو اس انسان نے تعجب سے حضرت عائشہ کی طرف دیکھا حضرت عائشہ نے اس سے کہا: تم انگور کے ایک دانہ پر تعجب کر رہے ہو یہ ایک ذرہ برابر نیکی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دو کھجوریں صدقہ کیں تو سائل نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو حضرت سعد نے سائل سے کہا: اللہ تعالیٰ ہم سے ذرہ برابر نیکی قبول فرما لیتا ہے اور دو کھجوروں میں تو بہت ذرات ہیں۔

المطلب بن حطب بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا ایک ذرّہ کے برابر بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس آیت میں معتزلہ کے خلاف اہل سنت و جماعت کے مسلک پر دلیل ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں: جو مؤمن گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور وہ بغیر توبہ کے مر جائے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا ہے: جس مؤمن نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہو وہ اس کی جزا پائے گا تو اس مؤمن کو اس کے ایمان کی جزا ضرور ملے گی اس لیے اگر اس کو اپنے گناہوں کی سزا دینے کے لیے دوزخ میں ڈالا گیا تو پھر اس کو اس کے ایمان کی جزا دینے کے لیے ضرور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا لہٰذا وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اس کو جنت سے نکال کر دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا لہٰذا مؤمن مرتکب کبیرہ کی اگر شفاعت یا مغفرت نہیں ہوئی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں ضرور جائے گا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جس کے فرائض پورے نہیں ہوئے اس کے نوافل قبول نہیں ہوں گے ہم کہتے ہیں کہ اس کے نوافل بہرحال خیر اور نیکی ہیں اور نیکی ذرہ برابر بھی ہو تو بندہ مؤمن اس کی جزا پائے گا فرائض کے ترک پر وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور نوافل کا اس کو ثواب عطا کیا جائے گا۔

الحمد للہ رب العلمین! آج ۷ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۰ دسمبر ۲۰۰۵ء بہ روز ہفتہ سورۃ الزلزال کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اے رب کریم! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور میری اور میرے اساتذہ میرے والدین اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ العٰدیٰت

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

''العادیات'' کا معنی ہے: وہ گھوڑے جن کو مجاہدین دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے دوڑاتے ہیں' اس سورت کا نام العادیات ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''العادیات'' کا لفظ ہے' اور وہ آیت یہ ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ (العدیت:١) ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیزی سے دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے ○

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ العٰدیٰت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابوعبید نے حسن بصری سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذا زلزلت'' نصف قرآن کے برابر ہے اور ''والعٰدیٰت'' نصف قرآن کے برابر ہے۔ (الدر المنثور ج ٨ ص ٥٤٧)

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٤ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ١٠٠ ہے۔

العٰدیٰت: ١۔٧' اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر یہ بتایا ہے کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

العٰدیٰت: ٨' انسان کی طبیعت میں مال و دولت کو حاصل کرنے کی شدید حرص ہے۔

العٰدیٰت: ٩۔١١' انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ نیک اعمال کرے تاکہ قیامت کے دن سرخرو ہو سکے اور اسے بُرے اعمال کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

العٰدیٰت کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے' اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے ربِ کریم! مجھے اس ترجمہ اور تفسیر میں صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

٧ ذوالقعدۃ ١٤٢٦ھ/ ١٠ دسمبر ٢٠٠٥ء

Marfat.com

سورۃ العٰدیٰت — مکیۃ — آیاتہا ۱۱ — رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العٰدیٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ

ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے O پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں O پھر صبح کے وقت

صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ

دشمن پر حملہ کرتے ہیں O پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں O پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں O بے شک

الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ

انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے O اور بے شک وہ اس پر ضرور گواہ ہے O اور بے شک

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾

وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے O کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے O

وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ

اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا O بے شک ان کا رب اس دن

يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱ ۱۱ ۲۵

ان کی ضرور خبر رکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے O پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں O پھر صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیں O پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں O پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں O (العٰدیٰت: ۵۔۱)

''العادیات ضبحا'' کا معنی

''عادیات'' کا لفظی معنی ہے: دوڑنے والیاں اس سے مراد تیز رفتار گھوڑے یا اونٹنیاں ہیں ''عادیات'' ''عادیۃ'' کی جمع ہے اور ''عدو'' سے مشتق ہے جس کا معنی دوڑنا ہے یہ اصل میں ''عَادِوَات'' تھا' واؤ کو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدل دیا تو ''عادیات'' ہو گیا جیسے ''غزو'' سے ''غازیات'' ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عطاء' مجاہد' عکرمہ' حسن بصری' قتادہ اور مقاتل وغیرہم کا قول ہے کہ یہ مجاہدین کے گھوڑوں کی صفت ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں' محمد بن کعب اور

Marfat.com

سدی کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے ''العٰدیٰت ضبحا'' کے متعلق سوال کیا' میں نے کہا: اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں بہت تیز دوڑتے ہیں اور سرشام اس وقت واپس آتے ہیں جب لوگ کھانے کے لیے آگ جلاتے ہیں' وہ شخص میرے پاس سے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس نے حضرت علی سے بھی یہی سوال کیا اور آپ کو حضرت ابن عباس کا جواب بھی بتایا' آپ نے بتایا: جاؤ حضرت ابن عباس کو میرے پاس لے آؤ' پھر حضرت علی نے حضرت ابن عباس سے فرمایا: تم لوگوں کو ایسی بات کیوں بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! اسلام کا سب سے پہلا غزوہ' غزوۂ بدر تھا' اس وقت ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے' ایک حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور دوسرا حضرت مقداد بن الاسود کے پاس تھا' اس صورت میں ''العٰدیٰت ضبحا'' کو گھوڑوں پر محمول کرنا کس طرح صحیح ہوگا' لہٰذا اس سے مراد وہ اونٹنیاں ہیں جو عرفات سے مزدلفہ تک دوڑتی ہیں' پھر جب لوگ مزدلفہ میں ٹھہرتے ہیں تو وہ آگ جلاتے ہیں اور ''فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ'' (العٰدیٰت: ۳) سے مراد وہ اونٹنیاں ہیں جو صبح کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف دوڑتی ہیں اور ''فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ'' (العٰدیٰت: ۴) سے مراد وہ غبار ہے جو ان اونٹنیوں کے قدموں تلے روندنے سے اٹھتا ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: پھر حضرت ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کر کے حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا' اور امام ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی نے یہ فرمایا کہ غزوۂ بدر میں دو سے زیادہ گھوڑے نہ تھے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد گھوڑوں پر سواروں کا ایک خاص دستہ ہے' جو کسی جنگی مہم پر روانہ کیا گیا تھا' شعبی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس میں غبار اڑنے کا ذکر ہے اور غبار گھوڑوں کے دوڑنے سے ہی اڑتا ہے' نیز امام عبدالرزاق نے کہا ہے کہ اس میں ان کے ہانپنے کا ذکر ہے اور چوپایوں میں سے سوائے کتے اور گھوڑے کے اور کوئی جانور نہیں ہانپتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس کے قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ ''ضبحا'' کا معنی ہے: ہانپنا اور چوپایوں میں سے کتوں اور گھوڑوں کے سوا اور کوئی جانور نہیں ہانپتا۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۴۸۔۳۴۵ ملخصاً' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۵۷ ملخصاً' تفسیر امام عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۱۸۔۳۱۷ ملخصاً' فتح الباری ج ۹ ص ۷۵۱۔۷۵۰)

''الموریات قدحا'' کا معنی

''الموریات'' جمع مؤنث اسم فاعل ہے' اس کا مصدر ''ایراء'' ہے' اس کا معنی ہے: آگ روشن کرنے والے' عکرمہ نے کہا: اس سے مراد مجاہدین کے وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں' قتادہ نے کہا: اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جن کے سواروں کے دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکتی ہے' سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' اس سے مراد سواروں کا وہ دستہ ہے جو دن بھر جہاد کرنے کے بعد شام کو واپس آ کر کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتا ہے۔

''قدحا'' کا معنی ہے: چقماق کو مار کر آگ نکالنا' پتھر پر پتھر یا لوہے کو مار کر آگ نکالنا ''قدح بالزند'' کا معنی ہے: چقماق کو رگڑ کر آگ نکالی' اور اس سے مراد ہے: گھوڑوں کا نعل دار سموں کو پتھریلی زمین پر مارنا ''قدح فیہ'' کا معنی ہے: کسی چیز میں نکتہ چینی کرنا۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۴۹۔۳۴۸' معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۹۵)

Marfat.com

''المغيرات صبحا'' کا معنی

''المغیرات'' جمع مؤنث اسم فاعل ہے اس کا مصدر ''اغارۃ'' ہے اس کا معنی ہے: مال غنیمت لوٹنے والے چھاپہ مارنے والے اکثر مفسرین نے کہا: اس سے مراد ہے: گھوڑوں پر سواروں کے دستے جو صبح کے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں۔

اور علامہ القرطبی نے کہا: اس سے مراد اونٹوں کی وہ جماعتیں ہیں جو اپنے سواروں کو لے کر قربانی کے دن صبح کے وقت منیٰ کی طرف تیز تیز جاتی ہیں اور سنت یہی ہے کہ صبح سے پہلے روانہ نہ ہوا جائے اور ''اغارۃ'' کا معنی ہے: بہت تیزی سے روانہ ہونا۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۹۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

''فاثرن به نقعا'' اور ''فوسطن به جمعا'' کا معنی

''اثرن'' جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہے اس کا مصدر ''اثارۃ'' ہے اس کا معنی ہے: برانگیختہ کرنا اور گرد و غبار اڑانا ''نقعا'' کا معنی ہے: تنگ کنویں میں جمع شدہ پانی اور گرد و غبار۔

عکرمہ سے اس کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: گھوڑوں کے دوڑنے سے گرد و غبار اڑا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۲۶۸ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

''فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا'' کا معنی ہے: جماعت میں گھس گئے بیچ میں آ گئے۔

یعنی مجاہدین اپنے گھوڑوں کے ساتھ دشمن کی فوجوں میں گھس گئے۔

القرطبی نے کہا: اس سے مراد اونٹ ہیں جو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۵۲ معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے O اور بے شک وہ اس پر ضرور گواہ ہے O اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے O کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے O اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا O بے شک ان کا رب اس دن ان کی ضرور خبر رکھنے والا ہے O

''الکنود'' کا معنی اور انسان کا اپنے ''الکنود'' ہونے پر گواہ ہونا

سابقہ پانچ آیتوں میں جو قسم کھائی تھی العدیت: ۶ میں اس کا جواب ہے اس آیت میں ''لکنود'' کا لفظ ہے اس آیت کا معنی ہے: بے شک انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: انسان طبعی طور پر ناشکرا ہے اور ''لکنود'' کا معنی ہے: ''لکفور'' یعنی وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا' حسن بصری نے کہا: انسان مصائب کا ذکر کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

حکیم ترمذی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الکنود'' وہ شخص ہے جو خود کھاتا ہے اور اپنے رفقاء کو نہیں کھلاتا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۷۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! کیا میں تم میں سب سے برے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: جو عطیہ کو صرف اپنے پاس رکھے اور اپنے خادم کو مارے۔ (نوادر الاصول ص ۲۶۷)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کندہ اور حضر موت کی لغت میں ''الکنود'' کا معنی ہے: نافرمان اور ربیعہ اور مضر کی لغت میں اس کا معنی ہے: ''الکفور'' یعنی بہت ناشکرا اور کنانہ کی لغت میں اس کا معنی ہے: بہت بخیل نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں اس سے مراد کافر ہے۔

Marfat.com

ابوبکر الواسطی نے کہا: ''الکنود'' وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے اور ابوبکر الوراق نے کہا: ''الکنود'' وہ شخص ہے جو سمجھتا ہے کہ اس کو نعمت اس کی اور اس کے دوستوں کی وجہ سے ملی ہے امام ترمذی نے کہا: ''کنود'' وہ شخص ہے جو نعمت کو دیکھے اور نعمت دینے والے کو نہ دیکھے'' ''ھلوع'' اور ''کنود'' وہ شخص ہے جس پر مصیبت آئے تو گھبرا جائے اور راحت آئے تو ناشکری کرے ایک قول یہ ہے کہ وہ کینہ رکھنے والا اور حسد کرنے والا ہے ایک قول ہے کہ وہ تقدیر سے جاہل ہے اور حکمت میں ہے: جو تقدیر سے جاہل ہے اس نے اپنی عزت کا پردہ چاک کر دیا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''الکنود'' ناشکرا اور منکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر صفاتِ مذمومہ غیر محمودہ کے ساتھ کی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٢٠ ص ١٤٣۔١٤٢ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

العٰدیٰت: ٧ میں فرمایا: اور بے شک وہ اس پر ضرور گواہ ہے ○

حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے فرمایا: انسان اپنے نفس اور اپنے اعمال پر خود گواہ ہے۔

اس کا ایک محمل یہ ہے کہ انسان اپنے ناشکرے ہونے پر خود گواہ ہے کیونکہ یہ چیز بالکل ظاہر ہے اور انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا یا اس لیے کہ آخرت میں وہ خود اپنے گناہوں کا اعتراف کر لے گا۔

اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ناشکرے ہونے پر گواہ ہے اور یہ معنی راجح ہے کیونکہ اس کی ضمیر ''لربہ'' کی طرف راجع ہے اور اس کا ذکر انسان کی بہ نسبت قریب ہے اس آیت میں انسان کو اس کے معاصی پر زجر و توبیخ کی گئی ہے کیونکہ آخرت میں اس کے اعمال کا شمار کیا جائے گا۔

العٰدیٰت: ٨ میں فرمایا: اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے ○

مال کی محبت کے متعلق احادیث

اس آیت میں ''الخیر'' کا لفظ ہے یعنی وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے اور قرآن مجید میں ''خیر'' کے لفظ سے مال کا بھی ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل آیات میں ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ. (البقرہ: ١٨٠)
جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے سو اگر اس نے مال چھوڑا ہو تو اس پر وصیت کو فرض کر دیا گیا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ○ (المعارج: ٢١)
اور جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ بخل کرنے والا ہے ○

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے عرف میں مال کو خیر قرار دیتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عرف کے موافق فرمایا کہ انسان خیر کی یعنی مال کی محبت میں شدید ہے اور شدید سے مراد بخیل ہے۔

انسان کو مال سے جس قدر محبت ہے اس کا ذکر ان حدیثوں میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٤٣٦ صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٠٤٩ مسند احمد ج ٦ ص ٥٥۔ ج ٣ ص ٢٤٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا آپ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اموال آتے تھے ان میں یہ مال سب سے زیادہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز

Marfat.com

پڑھانے گئے اور اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' نماز پڑھانے کے بعد آپ اس مال کے پاس بیٹھ گئے' پھر آپ جس شخص کو بھی دیکھتے' اس کو اس مال سے عطا کرتے' اس وقت آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے' پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے مال عطا کیجئے' کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' آپ نے ان سے فرمایا: آپ اس میں سے مال لے لیں' انہوں نے اپنے کپڑے میں مال ڈالنا شروع کیا اور اس مال کی چوٹی بنا دی اور اس کو اٹھا نہ سکے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کسی کو حکم دیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں! آپ خود اٹھائیں' انہوں نے کہا: اچھا تو پھر آپ اٹھا کر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں' انہوں نے اس گٹھڑی سے مال کم کیا لیکن پھر اس کی چوٹی بن گئی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کسی کو کہیے کہ اس کو اٹھا کر مجھ پر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں' انہوں نے کہا: پھر آپ خود اٹھا کر رکھ دیں' آپ نے فرمایا نہیں' آپ خود اٹھائیں' انہوں نے اس میں سے مال کم کیا' پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' پھر چلے گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان کا تعاقب کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حرص پر تعجب ہو رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اس وقت اٹھے' جب وہاں پر ایک درہم بھی باقی نہیں رہا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۱)

مال کی محبت کے اثرات

مفسرین نے اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی ہیں:

(۱) انسان مال کی محبت کی وجہ سے بخیل اور ممسک ہو گیا ہے۔

(۲) انسان مال کی محبت میں اور دنیا کو طلب کرنے اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے میں بہت شدید اور قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں بہت خفیف اور ضعیف ہے۔

(۳) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے اس کا دل بہت تنگ ہوتا ہے اور منقبض ہوتا ہے۔

بخیل کی مذمت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے' جنہوں نے لوہے کے دو کوٹ پہنے ہوئے ہوں' جو ان کے پستانوں سے ان کے گلوں تک ہوں' رہا خرچ کرنے والا تو وہ جوں جوں خرچ کرتا ہے' اس کے لوہے کے کڑے ڈھیلے ہوتے جاتے ہیں اور اس کے جسم سے ان کڑوں کے نشان مٹتے جاتے ہیں اور بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرے تو لوہے کا ہر کڑا اس کے جسم کے ساتھ اور چمٹتا جاتا ہے' وہ اس کوٹ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۳' سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں' ایک فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (خرچ کیے ہوئے) مال کا بدل عطا فرما اور دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخیل کے مال کو ضائع کر دے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۱۷۸)

العٰدیٰت: ۹ میں فرمایا: کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے O

''بعثر'' کا معنی

اس آیت میں ''بعثر'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''بعثرۃ'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو الٹ پلٹ کرنا' ''بعثر'' کا معنی

Marfat.com

ہے: وہ اٹھایا گیا' وہ کریدا گیا' وہ الٹ پلٹ کیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ (الانفطار: ۴) اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی O

اس آیت میں ''ما فی القبور'' فرمایا ہے اور لفظ ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے اور قبروں میں جو مردے دفن ہیں' وہ ذوی العقول تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا' اس وقت وہ زندہ اور عقل والے نہ ہوں گے' قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد وہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کی عقل لوٹائی جائے گی۔

العدیٰت: ۱۰ میں فرمایا: اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا O

صحیفوں کے مندرجات کو ظاہر کرنے کے محامل

اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) ان کے صحیفوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے' اس کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

(۲) جن احکام پر انہوں نے عمل کیا اور جن احکام پر انہوں نے عمل نہیں کیا' ان سب کو بتا دیا جائے گا کہ انہوں نے کتنے فرائض اور واجبات پر عمل کیا اور کتنے فرائض اور واجبات کو ترک کیا۔ اسی طرح کتنے حرام اور مکروہ تحریمی کاموں کو کیا اور کتنوں کو ترک کیا۔

(۳) دنیا میں اکثر اوقات انسان کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہوتا ہے' لیکن قیامت کے دن اس کے سینے کی تمام چھپی ہوئی باتیں اور اس کے پردے چاک کر دیئے جائیں گے۔

اے رب کریم! قیامت کے دن ہم مسلمانوں کو رسوا نہ کرنا اور جس طرح دنیا میں ہماری برائیوں کو چھپا کر ہماری عزت اور آبرو کو قائم رکھا ہے' اسی طرح قیامت میں بھی ہماری عزت اور آبرو کو قائم رکھنا۔ (آمین)

ظاہری اعضاء کے مقابلہ میں دل کے افعال کا معیار ہونا

العدیٰت: ۱۰ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا ہے: اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا' اس میں دل کے افعال کا ذکر کیا گیا ہے اور ظاہری اعضاء کے افعال کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہری اعضاء دل کے افعال کے تابع ہیں کیونکہ اس کے دل میں پہلے کسی کام کا شوق ہوتا ہے' پھر اس کام کی تحریک پیدا ہوتی ہے' پھر وہ اس کا ارادہ کرتا ہے' پھر اس کے بعد ظاہری اعضاء حرکت میں آتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مذمت اور مدح میں دل کے افعال کو اصل قرار دیا ہے۔ مذمت کے اعتبار سے یہ آیت ہے:

اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ (البقرہ: ۲۸۳) اس کا دل گناہ گار ہے۔

اور مدح کے اعتبار سے یہ آیت ہے:

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال: ۲) ان کے دل اللہ سے خوف زدہ ہیں۔

نیز اس آیت میں سینوں کا ذکر فرمایا ہے اور مراد اس سے دل ہیں' اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دل سینوں میں ہیں۔

العدیٰت: ۱۱ میں فرمایا: بے شک ان کا رب اس دن ان کی ضرور خبر رکھنے والا ہے O

اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی خبریں دی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی خبر ہو گی اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی خبر رکھنے والا ہے' اس کا یہ معنی

Marfat.com

نہیں ہے کہ اس کو از خود خبر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا علم تو ازلی اور ابدی ہے اور انسان کے صحائف اعمال میں جو کچھ فرشتے لکھتے ہیں' وہ انسان پر حجت قائم کرنے کے لیے ہے۔

اس آیت پر دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کو خبر ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کو ہر وقت ہر چیز کا علم ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم جاری نہیں ہوگا اور اس دن کسی کے علم کا اظہار نہیں ہوگا' گویا اس دن وہی عالم ہوگا اور اس کے سوا اور کوئی عالم نہیں ہوگا۔

سورۃ العٰدیٰت کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ/۱۲ دسمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز پیر سورۃ العٰدیٰت کی تفسیر کی تکمیل ہو گئی' اے ربِ کریم! جس طرح آپ نے اس سورت کی تفسیر کی تکمیل کرادی ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور میری تمام تصانیف کو قبول فرمائیں اور قیامت تک ان کو فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' میرے احباب' میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین
وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

سورۃ القارعۃ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام القارعۃ ہے‘ کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے‘ اور وہ آیت یہ ہے:

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ﴿﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ﴿﴾ (القارعۃ: ۲۔۱) ناگہانی مصیبت ○ ناگہانی مصیبت کیا چیز ہے؟ ○

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ القارعۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر‘ امام ابن المنذر‘ امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے اسماء میں سے ایک اسم ''القارعۃ'' ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۵۲‘ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

اس سے پہلی سورت العٰدیٰت: ۹ میں فرمایا تھا: کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے‘ اور یہ امر قیامت کے عوارض میں سے ہے‘ اس لیے اس سورت کے بعد القارعۃ نازل ہوئی‘ جس میں قیامت کے ہولناک اُمور بیان کیے گئے ہیں۔

القارعۃ کا ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۰ ہے اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۱ ہے۔

اس سورت کی ابتدائی آیات میں قیامت میں پیش آنے والے ہولناک اُمور بیان فرمائے اور آخری آیات میں میزان‘ حساب وکتاب اور جزاء اور سزاء کا بیان فرمایا ہے۔

سورۃ القارعۃ کے اس مختصر تعارف کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں‘ اے میرے رب کریم! مجھے اس سورت کے ترجمہ و تفسیر میں ہدایت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۰ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

آیاتہا ۱۱ رکوعہا ۱	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	سورۃ القارعۃ مکیۃ ۱۰۱

سورۃ القارعۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ

ناگہانی مصیبت O ناگہانی مصیبت کیا چیز ہے؟ O آپ کیا سمجھے کہ ناگہانی مصیبت کیا ہے؟ O (یہ وہ دن ہے)

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ

جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے O اور پہاڑ دھنی ہوئی

كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝٥ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٦ فَهُوَ

رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے O پس جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے O تو وہ

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨ فَاُمُّهٗ

پسندیدہ زندگی میں ہو گا O اور جس (کی نیکی) کے پلڑے ہلکے ہوں گے O تو اس کا

هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١ ع ۱ ۱۱ ۲۶

ٹھکانہ ہاویہ ہو گا O اور آپ کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے O وہ سخت دہکتی ہوئی آگ (کا بہت نیچا گڑھا) ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ناگہانی مصیبت O ناگہانی مصیبت کیا چیز ہے؟ O آپ کیا سمجھے کہ ناگہانی مصیبت کیا ہے؟ O (یہ وہ دن ہے) جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے O اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے O (القارعۃ: ۵۔۱)

''القارعۃ'' کا معنی ہے: کھٹکھٹانا ''قرع الباب'' کا معنی ہے: دروازہ کھٹکھٹایا' اس کا عرفی معنی ہے: اچانک آنے والی مصیبت' اور بہت بڑا حادثہ' قیامت بھی ناگہانی مصیبت اور بہت بڑا حادثہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ ۔ کفار کے کرتوتوں کے سبب ہمیشہ ان پر کوئی ناگہانی مصیبت آتی رہے گی۔ (الرعد: ۳۱)

''القارعۃ'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا تو ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئے گی' جس سے تمام لوگ دہل کر مر جائیں گے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو سورج' چاند' ستارے اور پہاڑ وغیرہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اس سے بہت گرج دار آواز پیدا ہوگی' اس وجہ سے قیامت کو ''قارعۃ'' فرمایا' تیسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور سورج اور چاند کو لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگ برنگی اُون کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ رہے ہوں گے تو لوگ

Marfat.com

مارے خوف اور دہشت کے دہل رہے ہوں گے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ قیامت اپنے ہولناک اُمور سے اللہ کے دشمنوں اور کفار کے دلوں کو ضرب شدید سے کھٹکھٹا رہی ہوگی۔

نیز فرمایا ہے: آپ کیا سمجھے کہ ناگہانی مصیبت کیا ہے' اس کا معنی ہے: اس کی حقیقت کا آپ کو از خود علم نہیں ہے کیونکہ اس کی شدت اور ہولناکی کی طرف کسی کی رسائی نہیں ہے' کسی کی عقل وہاں تک پہنچ سکتی ہے نہ وہم پہنچ سکتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جو دہشت ناک اُمور واقع ہوں گے' ان کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے اور کسی ذریعہ سے نہیں ہوسکتا۔

القارعۃ: ۴ میں فرمایا: (یہ وہ دن ہے) جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ○

قیامت کے دن لوگوں کے احوال

پروانے از قبیل حشرات الارض ہیں' یہ شمع' لیمپ یا بلب وغیرہ کسی روشن چیز پر گرتے ہیں اور مرتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جس طرح پروانے متفرق اور منتشر ہوتے ہیں' اسی طرح اس دن لوگ بھی حیران اور پریشان ادھر اُدھر بھاگ رہے ہوں گے اور تشبیہ اس چیز میں ہے کہ اس دن لوگ روشنی پر گرنے والے پروانوں کی طرح حیران اور مضطرب ہوں گے' قتادہ نے کہا: پروانوں کے ساتھ تشبیہ کثرت اور انتشار میں ہے اور ضعف اور ذلت میں ہے اور کسی مربوط نظام کے بغیر ادھر اُدھر بھاگنے میں ہے۔

قیامت کے دن پہاڑوں کے احوال

القارعۃ: ۵ میں فرمایا: اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ پہاڑ مختلف رنگوں کے ہیں:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ○ (فاطر: ۲۷)

اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں' سفید اور سرخ' ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ ○

قیامت کے کھٹکھٹانے سے جو مہیب آواز پیدا ہوگی' اس کے اثر سے سر بہ فلک پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح ہو جائیں گے تو سوچنا چاہیے کہ اس دل دہلانے والی آواز کو سن کر انسان کا کیا حال ہوگا۔

قیامت کے دن پہاڑوں میں جو تغیرات ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے حسب ذیل احوال بیان فرمائے ہیں:

(۱) ایک حال یہ ہے کہ پہاڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے:

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً○ (الحاقۃ: ۱۴)

اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو اٹھا لیا جائے گا اور ایک ضرب میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے ○

(۲) پہاڑ قیامت کے دن بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ (النمل: ۸۸)

(اے مخاطب!) تم پہاڑوں کو دیکھ کر اپنی جگہ جما ہوا خیال کرتے ہو' حالانکہ (قیامت کے دن) وہ بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے۔

(۳) قیامت کے دن پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا

قیامت کے دن زمینیں اور پہاڑ تھرتھرائیں گے اور پہاڑ

Marfat.com

مَّهِيۡلًا ۝ (المزمل: ۱۴) ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے ۝
(۴) قیامت کے دن پہاڑ دھنکی ہوئی رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے' جیسا کہ القارعۃ : ۵ میں ہے۔
(۵) قیامت کے دن پہاڑ فریب نظر ہو جائیں گے۔
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ (النبا: ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے' پھر وہ سراب (فریب نظر) ہو جائیں گے ۝
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے ۝ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ۝ اور جس (کی نیکی) کے پلڑے ہلکے ہوں گے ۝ تو اس کا ٹھکانا ھاویہ ہوگا ۝ اور آپ کیا سمجھے کہ ھاویہ کیا ہے؟ ۝ وہ سخت دہکتی ہوئی آگ (کا بہت نیچا گڑھا) ہے ۝ (القارعۃ: ۱۱-۶)

مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام ماتریدی کی تقریر

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ ھ' وزن اعمال کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا' وہ تمام مؤمنین ہیں اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا' وہ تمام کفار ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے حق کی تعظیم کرتا ہے' اور وہ اس کی حدود کو قائم کرتا ہے' اس لیے اس کے اعمال کے لیے میزان ہوگی اور اس کے اعمال کی قدر و قیمت ہوگی' اور کافر نیک اعمال نہیں کرتا' اس لیے اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ دل کے ان نیک اعمال کا وزن کیا جائے گا' جن پر فرشتے بھی مطلع نہیں ہوتے' جو بنو آدم کے اعمال لکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ نیک اعمال صرف مؤمنین کے ہوتے ہیں نہ کہ کفار کے' ہم اس سے پہلے میزان کے مسئلہ پر لکھ چکے ہیں' اس لیے یہاں ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ ھ)
امام ابو منصور ماتریدی نے وزن اعمال کے متعلق زیادہ تفصیل سے الاعراف : ۸ کی تفسیر میں لکھا ہے' وہاں ان کی عبارت یہ ہے:
حسن بصری نے کہا: میزان کے دو پلڑے ہیں' جن میں نیکیوں اور بُرائیوں کا وزن کیا جائے گا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں داخل ہوگا' اور دوسرے اہل تاویل نے کہا: ''موازین'' سے مراد خود نیکیاں اور بُرائیاں ہیں' سو جس کی نیکیاں بُرائیوں پر راجح ہوں گی وہ جنت میں چلا جائے گا اور جس کی بُرائیاں نیکیوں پر راجح ہوں گی وہ دوزخ میں جائے گا (یعنی وزن نہیں ہوگا)۔
امام ابو منصور ماتریدی میزان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آیت میں مؤمنین اور کفار دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور مؤمن کے ساتھ ایمان ہوگا تو اس کی کوئی بُرائی نیکی پر راجح نہیں ہوگی اور کافر کے ساتھ جب شرک ہوگا تو اس کی کوئی نیکی بُرائی پر راجح نہیں ہوگی' پھر اعمال کے وزن کا کیا فائدہ ہوگا' تاہم یوں کہا جا سکتا ہے کہ مؤمن کے اعمال کا جب وزن کیا جائے گا تو ایمان کے بغیر صرف اس کی نیکیوں اور بُرائیوں کا مقابلہ کیا جائے گا' اسی طرح جب کافر کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو اس کے کفر کے بغیر اس کی نیکیوں اور بُرائیوں کا مقابلہ کیا جائے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں پر کوئی اجر نہیں دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں جو اس کو نعمتیں دی گئی تھیں' وہی اس کی نیکیوں کا اجر تھا اور رہا مؤمن تو اس کی بُرائیوں سے درگزر کر لیا جائے گا اور اس کی نیکیوں پر اجر دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے:
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بہت نیک اعمال تو ہم قبول فرماتے

Marfat.com

نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ○ (الاحقاف:١٦) ہیں اور ان کے گناہوں سے ہم درگزر فرماتے ہیں' وہ جنتی لوگ ہیں' اس سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا○

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۲۰۹ 'موسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام رازی کی تقریر

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ القارعۃ :۶ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فراء نے کہا: اس آیت میں ''موازین'' کا لفظ ہے اور یہ ''موزون'' کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ عمل ہے جس کی اللہ سبحانہ کے نزدیک کوئی اہمیت ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ ''موازین'' ''میزان'' کی جمع ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میزان کی ایک ڈنڈی ہے اور اس میں دو پلڑے ہیں' اس میں صرف اعمال کا وزن کیا جائے گا' مؤمن مطیع کی نیکیوں کو حسین صورت میں لایا جائے گا اور جب اس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے پر راجح ہوگا تو اس کے لیے جنت ہے' اور کافر کی برائیوں کو بہت قبیح صورت میں لایا جائے گا' پھر اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا رہ جائے گا' پھر وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

حسن بصری نے کہا: میزان کے دو پلڑے ہیں' ان کی صفت نہیں کی جا سکتی' متکلمین نے کہا: صرف نیکیوں اور برائیوں کا وزن نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن صحیفوں میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں' ان کا وزن کیا جائے گا یا نور کو نیکیوں کی علامت اور ظلمت کو برائیوں کی علامت قرار دیا جائے گا یا نیکیوں کے صحیفوں کو حسین صورتوں سے بدل دیا جائے گا اور برائیوں کے صحیفوں کو قبیح صورتوں سے بدل دیا جائے گا' پھر جب ان کا وزن کیا جائے گا تو ان کا ہلکا اور بھاری ہونا ظاہر ہو جائے گا اور اس وزن کا فائدہ یہ ہے کہ نیکیوں والا مومن سرِ محشر مسرور اور سرخ رو ہوگا اور برائیوں والا کافر سرِ محشر پژمردہ اور رسوا ہوگا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۶۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت کے متعلق مصنف کی تقریر

میزان پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ وزن تو کسی ٹھوس چیز کا کیا جاتا ہے' انسان کی نیت تو کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے' پھر انسان کی ریاکاری یا اس کے اخلاص کا وزن کیسے کیا جائے گا؟ اسی طرح نیک کاموں سے محبت یا بغض کا وزن کیسے کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سائنسی آلات کے ذریعہ بہت سی کیفیات کا وزن کیا جاتا ہے' حالانکہ کیفیات بھی ٹھوس چیز نہیں ہیں' انسان کے جسم میں بخار بھی ایک کیفیت ہے اور تھرمامیٹر کے ذریعہ اس کے جسم کی حرارت کا وزن کیا جاتا ہے اور دیگر آلات کے ذریعہ کمرہ اور فضاء کے درجہ حرارت کی پیمائش کی جاتی ہے' انسان کے خون میں کولیسٹرول اور شوگر کی آلات کے ذریعہ پیمائش کی جاتی ہے' انسان کی تمام بیماریاں اس کے خون میں ہوتی ہیں اور اس کے خون کا تجزیہ کر کے ان بیماریوں کو معلوم کیا جاتا ہے اور وہ بھی کیفیات ہیں' کوئی ٹھوس چیز نہیں ہیں اور جب مخلوق کیفیات کا وزن کر لیتی ہے تو اس کے خالق کے بارے میں یہ گمان کیسے صحیح ہوگا کہ وہ اخلاص اور ریاکاری ایسی کیفیات کا وزن نہیں کر سکتا۔

القارعۃ :۷۔۶ میں فرمایا: پس جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے○ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا○

یعنی وہ ایسی زندگی ہوگی جس سے زندگی گزارنے والا راضی ہوگا۔

القارعۃ :۹۔۸ میں فرمایا: اور جس کی (نیکی کے) پلڑے ہلکے ہوں گے○ تو اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہوگا○

ھاویہ کے معانی

یعنی جس کی نیکیاں کم ہوں گی اور اس کی برائیاں زیادہ ہوں گی' اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہوگا' ھاویہ کے معانی حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

(۱) ھاویہ دوزخ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' یہ دوزخ کا گہرا گڑھا ہے' جس میں اہل دوزخ کو ڈال دیا جائے گا' اس آیت میں ''ام'' کا لفظ ہے' جس سے مراد ٹھکانا ہے کیونکہ ماں کی گود اس کے بچوں کا ٹھکانا ہوتی ہے۔

(۲) ھاویہ سے مراد دوزخ کی جڑ ہے کیونکہ اہل دوزخ کو منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

القارعۃ: ۱۱۔۱۰ میں فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ ھاویہ کیا ہے؟O وہ سخت دہکتی ہوئی آگ (کا بہت نیچا گڑھا) ہے O

اس کا معنی یہ ہے کہ ھاویہ اتنی سخت گرم ہے کہ اس کے مقابلہ میں باقی دوزخ گرم نہیں ہے' میں ھاویہ سے اور دوزخ کے تمام عذاب کی اقسام سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

سورۃ القارعۃ کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ/۱۴ دسمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز بدھ سورۃ القارعۃ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اے میرے ربِ کریم! جس طرح آپ نے اس سورت کو مکمل کرا دیا ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کو بھی مکمل کرا دیں' میری تمام تصانیف کو قیامت تک فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی' اور میرے تلامذہ اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین
و علیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

سورة التکاثر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام التکاثر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''التکاثر'' کا لفظ ہے' وہ آیت یہ ہے:

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ (التکاثر:۱) تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا○

''تکاثر'' کا معنی ہے: اپنے مال' اولاد' ارکان اور خدام کی کثرت پر فخر کرنا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورہ ''اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ'' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدرالمنثور ج۸ص ۵۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے؟ صحابہ نے کہا: ہر روز ایک ہزار آیات کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص (ہر روز) ''اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ'' پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ (المستدرک ج۱ص ۵۶۷۔۵۶۶' الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۲۲۸۷' حاکم نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے سورۃ ''اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ'' پڑھ رہا ہوں' جو اس کو سن کر رو دیا' اس کے لیے جنت ہے' آپ نے وہ سورت پڑھی' اس کو سن کر بعض لوگ روئے اور بعض نہیں روئے' جو لوگ نہیں رو رہے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے بہت کوشش کی لیکن ہم رونے پر قادر نہ ہو سکے' آپ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے دوبارہ پڑھتا ہوں' پس جو رو دیا اس کے لیے جنت ہے' جو رونے پر قادر نہ ہوا وہ کوشش کر کے روئے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۱۸۹۴' کتاب الضعفاء للعقیلی ج۲ص ۱۶۳۔۱۶۲' الدرالمنثور ج۸ص ۵۵۶' اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی اور وہ نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے تھے' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۹۷' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۸۳' مسند احمد ج۶ص ۱۹۸)

اس سے پہلے سورۃ القارعۃ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کی جزاء اور سزاء بیان فرمائی تھی اور اس سورت میں بتایا ہے کہ انسان کس وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوتا ہے اور وہ ہے دین کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہونا اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے' آخرت میں اس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ انسان مال اور دولت' اولاد اور خدام کی کثرت پر فخر کرتا ہے اور ان کے حصول میں لگا رہتا ہے' حتیٰ کہ قبر کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

ابن بریدہ "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ سورۃ انصار کے دو قبیلوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: بنو حارثہ اور بنو حارث وہ ایک دوسرے پر اپنی کثرت سے فخر کرتے تھے ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ سے کہا: تم میں فلاں بن فلاں کی مثل ہے دوسرے نے بھی اسی طرح کہا انہوں نے زندوں کے اوپر فخر کیا پھر انہوں نے کہا: قبرستان میں چلو پھر ایک جماعت نے دوسری جماعت سے کہا انہوں نے قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا: تم میں اس کی مثل ہے دوسری جماعت نے بھی اسی طرح کہا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیاO حتیٰ کہ تم (مر کر) قبروں میں پہنچ گئے (التکاثر: ٢۔١)۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٩٤٥٣)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم بنو فلاں سے اکثر ہیں اور بنو فلاں بنو فلاں سے اکثر ہیں حتیٰ کہ وہ گم راہی میں مر گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٩٤٥٦)

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٦ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ١٠٢ ہے۔

سورۃ التکاثر کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں اے ربِ کریم! مجھے صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

١٢ ذوالقعدۃ ١٤٢٦ھ / ١٥ دسمبر ٢٠٠٥ء

Marfat.com

سورۃ التکاثر ۱۰۲ مکیۃ ۱۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتھا ۸ رکوعھا ۱

سورۃ التکاثر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ (١) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ (٢) كَلَّا سَوْفَ

تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا○ حتیٰ کہ تم (مر کر) قبروں میں پہنچ گئے○ یقیناً تم عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ۙ (٣) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ (٤) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

جان لو گے○ پھر یقیناً تم عنقریب جان لو گے○ ہرگز نہیں! کاش! تم علم یقین کے ساتھ

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ (٥) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ (٦) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ

اپنا انجام جان لیتے○ بے شک تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے○ پھر تم ضرور عین الیقین کے ساتھ

الْيَقِيْنِ ۙ (٧) ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ع (٨)

دوزخ کو دیکھو گے○ پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا○ حتیٰ کہ تم (مر کر) قبروں میں پہنچ گئے○ یقیناً تم عنقریب جان لو گے○ پھر یقیناً تم عنقریب جان لو گے○ (التکاثر: ۴۔۱)

مال میں کثرت کی طلب اس وقت ممنوع ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غفلت کی موجب ہو

مال اور اولاد کی کثرت پر فخر نے تم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم مر کر قبروں میں دفن ہو گئے'
''الھا'' کا مصدر ''الھاء'' ہے' اس کا معنی ہے: زیادہ ضروری چیز سے غافل ہونا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم مال اور اولاد کی کثرت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو گئے' قتادہ نے کہا: تم قبیلوں کی کثرت کی وجہ سے اللہ سے غافل ہو گئے' ضحاک نے کہا: تم کو معاش اور تجارت نے غافل کر دیا۔ ''الھا'' کا معنی ہے: مشغول کر دیا' مقاتل نے کہا: یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ کہتے تھے: ہم بنو فلاں سے اکثر ہیں' (یہ قول مخدوش ہے کیونکہ یہود مدینہ میں تھے اور یہ سورت مکی ہے) ابن زید نے کہا: یہ آیت انصار کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' (یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور انصار مدینہ میں تھے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت قریش کے دو قبیلوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: بنو عبد مناف اور بنو سہم' وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے' وہ اپنی سیادت اور اپنے شرف سے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے: ہماری اکثریت ہے اور ہمارے سردار زیادہ ہیں' قتادہ نے کہا: وہ کہتے تھے: ہم بنو فلاں سے اکثر ہیں اور ہر دن ان میں سے ایک نہ ایک مر کر کم ہو رہا تھا' حتیٰ کہ وہ سب فوت ہو گئے۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۵۱' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کسی خاص گروہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے' جو مال و دولت کو زیادہ

Marfat.com

سے زیادہ جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اس فکر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ ''اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ'' کی تلاوت فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال میرا مال' اے ابن آدم! تیرا مال تو صرف وہی ہے جس کو تو نے کھالیا اور جس کو فنا کر دیا' یا تو نے جس کو پہن لیا پھر اس کو بوسیدہ کر دیا' یا تو نے اس کا صدقہ کر کے اس کو ختم کر دیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۵۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۲' ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اس کے سوا جو بھی مال ہے تم اس کو لوگوں کے لیے چھوڑ کر (دنیا سے) جانے والے ہو)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں اور اس کا منہ مٹی کے سوا ہرگز نہیں بھرے گا اور جو توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۳۷' سنن ترمذی میں یہ الفاظ ہیں: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا)

اطاعت' عبادت اور حسن اخلاق میں کثرت کو طلب کرنا محمود اور مستحسن ہے

اس آیت میں کثرت طلب کرنے کی مذمت فرمائی ہے' لیکن مطلقاً کثرت کو طلب کرنا مذموم نہیں ہے' بلکہ اطاعات' عبادات اور محاسن اخلاق میں کثرت کو طلب کرنا مطلوب ہے' اور مال میں کثرت اگر فسق و فجور کے لیے ہو تو مذموم ہے اور اگر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے لیے مطلوب ہو تو یہ مستحسن ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا مستحسن ہے' ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس حق کے راستے میں خرچ کرے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور وہ اس علم کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگوں کو تعلیم دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵)

اسی طرح اولاد میں کثرت اگر صرف اپنی نسل بڑھانے کے لیے ہو تو یہ مستحسن نہیں ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کے لیے مطلوب ہو تو یہ مستحسن ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے' جس کا خاندان بھی اچھا ہے اور وہ بہت خوب صورت بھی ہے اور اس کی اولاد نہیں ہوتی' کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ پھر دوسری بار آیا' آپ نے پھر منع فرمایا' وہ پھر تیسری بار آیا تو آپ نے فرمایا: اس عورت سے شادی کرو' جو محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً تکاثر مذموم نہیں ہے بلکہ جو تکاثر مذموم ہے' وہ یہ ہے کہ فسق و فجور کے لیے مال و دولت میں کثرت کو طلب کیا جائے اور علم میں زیادتی اور اطاعت اور عبادت میں کثرت اور اخلاقِ حمیدہ میں اضافہ محمود اور مستحسن ہے' لہٰذا ''التکاثر'' میں الف لام استغراق کے لیے نہیں ہے' بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں میں ایسی زیادتی کو طلب کرنا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت سے مانع ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے' ایسا تکاثر ممنوع اور مذموم ہے اور ''التکاثر'' میں الف لام عہد کا ہے' اور معہود اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والا تکاثر ہے۔ امام رازی نے فرمایا ہے: سعادات میں ''تفاخر'' غیر مذموم

Marfat.com

ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ اپنے رب کی نعمت بیان کیجئے (الضحیٰ: ۱۱) (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۷۰) لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اپنے فضائل بیان فرمائے' اس کے ساتھ فرمایا: مجھے اس پر فخر نہیں۔

التکاثر: ۲ میں فرمایا: حتیٰ کہ تم نے قبروں کی زیارت کر لی' اس سے مراد ہے: حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قبر کی زیارت کرنے والا تو کچھ دیر قبر کی زیارت کر کے واپس چلا جاتا ہے' اور جو قبر میں دفن ہوتا ہے' وہ تو حشر تک قبر میں ہی رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں دفن ہونے والا بھی بالآخر قبر سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

زیارتِ قبور کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے' علامہ حازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے' علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے کا حکم عام ہے' جیسے پہلے قبروں کی زیارت سے ممانعت عام تھی' پھر جب یہ عام ممانعت منسوخ ہو گئی تو مردوں اور عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہو گیا' زیارتِ قبور کی اباحت اور جواز پر بہ کثرت احادیث مروی ہیں:

(۱) امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا' اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔

(۲) امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس کے یہ الفاظ ہیں: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا' اب سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ماں (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے' سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو' کیوں کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(۳) امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا' اب قبروں کی زیارت کیا کرو' کیونکہ یہ دنیا میں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا' پھر فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو اور کوئی بُری بات نہ کہنا۔

(۵) امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی' پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے' وہ بھی روئے' پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تھی' مجھے یہ اجازت نہیں دی (تا کہ استغفار کرنے سے کسی کو والدہ ماجدہ کے متعلق ارتکاب معصیت کا وہم نہ ہو کیونکہ جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے اس کے ارتکابِ معصیت کا شبہ ہوتا ہے) پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی' سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو' کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

(۶) امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کی اجازت دی ہے۔

(۷) امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت حیان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم

Marfat.com

خیبر کو خطبہ دیا اور ان تین چیزوں کو حلال کر دیا' جن سے پہلے آپ نے منع فرمایا تھا' ان کے لیے زیارتِ قبور' قربانی کے گوشت اور برتنوں کی اجازت دے دی۔

(۸) امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قبر کی زیارت کرو' اس سے تم کو آخرت یاد آئے گی۔

(۹) امام احمد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا' اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(۱۰) امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف منہ کر کے فرمایا: السلام علیکم۔

(۱۱) امام احمد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبرستان گئے اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۱۲) امام ابن عبد البر سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۱۳) امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے' پھر کہا: بعض اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کی رخصت دی تو اس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہو گئے۔

(حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰۔۶۹' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ بے صبری کا اظہار زیادہ کرتی ہیں اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے' ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا: ممکن ہے' یہ حدیث بھی زیارت قبور کی رخصت سے پہلے کی ہو' جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہیں' میرے نزدیک ان کا نہ جانا مستحب ہے اور جوان عورتوں کا قبروں پر جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اپنے گھر کی چار دیواری میں لازم رہنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے' بہت سے علماء نے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے جانے کو بھی مکروہ کہا ہے تو قبرستان میں جانا تو بہ طریق اولیٰ مکروہ ہوگا' عورتوں پر جمعہ کا پڑھنا جو فرض نہیں ہے تو میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے' جو لوگ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کے جواز کے قائل ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن قبرستان سے آ رہی تھیں' میں نے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی

Marfat.com

زیارت کر کے آ رہی ہوں' میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پہلے حضور نے منع فرمایا تھا' بعد میں آپ نے زیارتِ قبور کا حکم فرمایا۔

بعض علماء نے بوڑھی اور جوان عورتوں میں فرق کیا ہے' اور صرف زیارت اور مردوں سے اختلاط میں فرق کیا ہے' علامہ قرطبی مالکی نے کہا: جوان عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا حرام ہے' اور رہیں بوڑھی عورتیں تو ان کا زیارتِ قبور کے لیے جانا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ مردوں سے اختلاط نہ کریں' اور ان شاء اللہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا' نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں ''زوّارات'' (بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) پر لعنت ہے اور ''زوارات'' مبالغہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: جو بہ کثرت زیارتِ قبور کے لیے جاتی ہوں' اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت نہیں ہے اور نہ ان کو ممانعت ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو بہ کثرت زیارت کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ ان کے قبرستان میں زیادہ جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور اس کی پوشیدہ زینتوں کا اظہار ہوتا ہے اور عورتوں کا باہر نکلنا مشہور ہو جاتا ہے اور اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو قبروں کی تعظیم کی وجہ سے قبروں کے ساتھ لازم رہتے ہیں' اور عورتوں کے قبروں پر جانے سے ان کے رونے' چلانے اور واویلا کرنے کا بھی خدشہ ہے' اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں (مثلاً عورتوں کے زیادہ آنے جانے سے لوگ بھی فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور عورتوں کی عزت اور ناموس کو بھی خطرہ ہوتا ہے) اس اعتبار سے ''زائرات'' اور ''زوّارات'' (کبھی کبھی زیارت کرنے والیوں اور بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

''توضیح'' میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں زیارتِ قبور کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تصریح ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی اور نخعی کو اجازت کی احادیث نہیں پہنچیں' اور شارع علیہ السلام سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے:

السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. تمہارے صبر کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور دارِ آخرت کیا ہی اچھا ہے۔

اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت شارع علیہ السلام نے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ فتح مکہ کے دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی' ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو بیان کیا ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے زیارتِ قبور کی اجازت روایت کی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد کی قبر کی زیارت کرتے تھے' وہاں ٹھہرتے اور ان کے لیے دعا کرتے' اور امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور ان کی قبر مکہ میں تھی' ابن ابی حبیب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے' وہاں بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے وقت سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ افعال کیے ہیں' امام مالک سے زیارتِ قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا' پھر اس کی اجازت دے دی' سو اگر انسان ایسا کرے اور صرف نیک کلمات کہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' نیز ''توضیح'' میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی قبر مکرم پر آتے اور عرض کرتے: ''السلام علیک یا رسول اللہ ' السلام علیک یا ابا بکر ' السلام علیک یا ابتاہ''۔

صرف ابتداء اسلام میں زیارتِ قبور سے منع کیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بتوں کی عبادت اور قبروں پر سجدہ کرنے کا رواج قریب تھا اور لوگ نئے نئے اس عہد سے نکلے تھے اور جب لوگوں کے دلوں میں اسلام مستحکم اور قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت کرنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا خطرہ نہیں رہا تو آپ نے قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا' کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور طاؤس سے منقول ہے کہ دفن کے بعد لوگ سات دن تک قبر سے جدا نہ ہونے کو مستحب قرار دیتے تھے کیونکہ مُردوں سے قبروں میں سات دن حساب اور آزمائش ہوتی ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے' بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے' خصوصاً شہر کی عورتوں کا جانا حرام ہے' کیونکہ وہ بطور فتنہ اور فساد نکلتی ہیں (یعنی بہت زیادہ خوشبو لگا کر اور میک اَپ کر کے نکلتی ہیں اور راستہ میں آنے جانے والے مردان کو دیکھتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں)' زیارتِ قبور کی اجازت تو صرف اس لیے دی گئی ہے کہ لوگ آخرت کو یاد کریں' ماضی کی بداعمالیوں پر غور کر کے ان سے بچیں اور توبہ کریں اور دنیا سے دل نہ لگائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۰۔۶۹' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقیل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھما.

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رخصت ثابت ہے۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵' مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت جائز ہے۔ (البحر الرائق) اور ''شرح المنیۃ'' میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے' علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر عورتیں غم کی تجدید' مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور رونے اور واویلا کرنے کے لیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے اور حدیث میں زوّاراتِ قبور پر جو لعنت کی گئی ہے' وہ اسی پر محمول ہے اور اگر رونے اور واویلا کرنے کے بجائے اعتبارِ آخرت اور میت پر دعا کرنے کے لیے جائیں یا صالحین کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے جائیں تو جائز ہے' بوڑھی عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورتوں کے لیے جانا مکروہ ہے' جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجدوں میں جانے کا معاملہ ہے اور یہ بہت اچھی توفیق ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۳' مطبعہ عثمانیہ' استنبول' ۱۳۲۷ھ)

زیارتِ قبور کے مسئلہ کی زیادہ تحقیق اور مذاہب ائمہ ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۴۲۔۷۳۴ میں بیان کیے ہیں۔

التکاثر: ۴۔۳ میں فرمایا: یقیناً تم عنقریب جان لوگے O پھر یقیناً تم عنقریب جان لو گے O

التکاثر: ۳ اور التکاثر: ۴ کے محامل

فراء نے کہا: ان آیتوں کا معنی ہے: جن چیزوں پر تم تفاخر اور تکاثر کر رہے ہو وہ کوئی قابلِ فخر چیزیں نہیں ہیں اور عنقریب تم ان پر فخر کرنے کا انجام جان لو گے' آیت: ۴ میں پھر اس کو تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس نے فرمایا: آیت:۳ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب تم جان لو گے' اس تفاخر کا جو عذاب قبر میں نازل ہوگا اور آیت:۴ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب تم جان لو گے' اس تفاخر کا جو عذاب آخرت میں نازل ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ التکاثر:۳ کا معنی ہے: عنقریب جب تم موت کے وقت عذاب کا مشاہدہ کرو گے تو جان لو گے کہ میری دعوت برحق تھی' اور آیت:۴ کا معنی ہے: عنقریب جب تم کو موت کے بعد زندہ کیا جائے گا تو تم جان لو گے کہ میرا پیغام برحق تھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ جب فرشتے تمہاری روح قبض کریں گے تو تم میرے پیغام کا صدق جان لو گے اور دوسری آیت کا معنی ہے: جب تم کو قبر میں دفنایا جائے گا اور منکر نکیر تم سے سوال کریں گے تو تم کو میرے قول کی صداقت پر یقین آ جائے گا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ قیامت کے دن تم کو اپنے دوبارہ زندہ کیے جانے پر یقین آ جائے گا' اور دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن تم کو اس پر یقین آ جائے گا کہ تم کو عذاب دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں کفار سے خطاب فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! کاش تم علم یقین کے ساتھ اپنا انجام جان لیتے ○ بے شک تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے ○ پھر تم ضرور عین الیقین کے ساتھ دوزخ کو دیکھو گے ○ پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا ○ (التکاثر: ۸۔۵)

''علم الیقین' عین الیقین'' اور ''حق الیقین'' کی تعریفیں

اس آیت کا معنی ہے: تم مال کی کثرت پر فخر نہ کرو کیونکہ تم کو اس فخر کرنے پر آخرت میں عذاب دیا جائے گا' اور یہ جو فرمایا ہے: کاش! تم علم الیقین کے ساتھ اپنا انجام جان لیتے' اس کا جواب محذوف ہے یعنی اگر آج تم آخرت میں اپنے عذاب کو جان لیتے تو مال و دولت پر فخر کرنا چھوڑ دیتے۔

کسی خبر کو سن کر یا دلائل میں غور و فکر کرنے سے یقین حاصل ہو' اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو اس کو عین الیقین کہتے ہیں اور تجربہ سے جو یقین حاصل ہو' اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

ہم کو جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین ہے' وہ علم الیقین ہے' اور صحابہ کرام کو جو آپ کی نبوت پر یقین تھا' وہ عین الیقین تھا اور آپ کو جو اپنی نبوت پر یقین تھا' وہ حق الیقین تھا۔

دوزخ کو دیکھنا کفار کے ساتھ خاص ہے یا مؤمنین بھی دوزخ کو دیکھیں گے؟

التکاثر:۶۔۷ میں فرمایا: بے شک تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے ○ پھر تم ضرور عین الیقین کے ساتھ دوزخ کو دیکھو گے ○

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں کفار کے ساتھ خاص ہیں' وہ آخرت میں ضرور دوزخ کو دیکھیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیتیں کفار اور مؤمنین دونوں کے لیے عام ہیں' کیونکہ مؤمنین بھی قیامت کے دن دوزخ کو دیکھیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ (مریم:۷۱) تم میں سے ہر شخص کا دوزخ سے گزر ہوگا۔

مؤمن کا دوزخ سے گزر ہوگا' سو وہ اس کی گزرگاہ ہے اور کافر کا ٹھکانا ہے' وہ وہیں رہے گا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس میں یہ ہے کہ دوزخ کے اوپر ایک پل بچھا دیا جائے گا' تم میں سے بعض اس کے اوپر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے' بعض بجلی کی طرح اور بعض آندھی کی طرح' بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح گزر جائیں گے' ان میں سے بعض تو صحیح سلامت نجات پانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے ہوں گے' یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا' تم آج مجھ سے حق کے معاملہ میں اس قدر سخت نہیں جتنے اس دن اللہ کے سامنے ہو گے' جب مؤمنین دیکھیں گے کہ اپنے بھائیوں میں

Marfat.com

سے صرف ان کو نجات ملی ہے تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ دوسرے نیک اعمال کرتے تھے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کا مثقال بھر بھی ایمان ہو' اس کو دوزخ سے نکال لو اور اللہ ان کی صورتوں کو دوزخ پر حرام کر دے گا' پس وہ ان لوگوں کے پاس جائیں گے' ان میں سے بعض تو اپنے قدموں تک دوزخ میں غائب ہو چکے ہوں گے اور بعض آدھی پنڈلیوں تک دوزخ میں غائب ہو چکے ہوں گے' سو جن کو وہ پہچان لیں گے' ان کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۳۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶)

التکاثر: ۸ میں فرمایا: پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گاO

نعمتوں کے متعلق سوال صرف کفار سے ہوگا یا مؤمنین سے بھی ہوگا

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی کفار سے خطاب ہے یعنی جو کفر مال و دولت پر فخر کرتے تھے' ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ چونکہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا' اس لیے تم کو یہ عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سے حساب کے وقت نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے کہ کیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا؟

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت مؤمنین اور کفار دونوں کے لیے عام ہے' اگر کافروں سے سوال ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں لیکن تم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لائے اور تم نے اس کے رسول کا انکار کیا اور اس کے پیغام کو قبول نہیں کیا اور اگر یہ سوال مؤمنین سے ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ اے مؤمنو! تم نے جو نیک اعمال کیے تھے' وہ تو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے بھی کافی نہ تھے' جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کی تھیں' تاکہ مؤمنین یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کی خطاؤں سے درگزر فرمایا ہے اور ان کو ثواب میں جنت عطا فرمائی ہے' یہ محض اللہ کا ان پر فضل ہے' ورنہ ان کے نیک اعمال تو ان نعمتوں کے شکر کے لیے بھی کافی نہ تھے' جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھیں۔

درج ذیل حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نعمتوں کے متعلق سوال مؤمنین سے بھی کیا جائے گا۔

مؤمنین سے نعمتوں کے سوال پر دلائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی دن یا کسی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر آئے تو آپ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ملے' آپ نے ان سے پوچھا کہ تم اس وقت باہر کیوں نکلے ہو؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے' میں بھی اسی سبب سے باہر آیا ہوں جس سبب سے تم آئے ہو' پھر فرمایا: تم میرے ساتھ چلو' پھر آپ ایک انصاری کے گھر گئے' اس وقت وہ انصاری گھر میں نہیں تھا' جب اس کی اہلیہ نے آپ کو دیکھا تو کہا: مرحبا! آپ اپنے لوگوں میں آئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے' اتنے میں وہ انصاری آ گیا' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی طرف دیکھا' پھر کہا: الحمد للہ! آج سے پہلے میرے گھر اتنے مکرم اور معظم مہمان نہیں آئے' پھر وہ اٹھ کر گیا اور ادھ پکی اور تازہ پکی ہوئی کھجوروں کے خوشے اور چھوارے لے کر آیا اور کہا: آپ حضرات ان کو تناول فرمائیں' پھر اس نے چھری پکڑی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرنا' اس نے بکری ذبح کی اور انہوں نے اس بکری کا گوشت کھایا اور ان خوشوں سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا اور خوب سیر ہو گئے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قیامت کے دن تم سے آج کی ان نعمتوں کے متعلق سوال

Marfat.com

کیا جائے گا' تم اپنے گھروں سے بھوکے نکلے' پھر گھروں میں لوٹنے سے پہلے تم کو یہ نعمتیں مل گئیں۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۳۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۶۹)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روٹی کا وہ ٹکڑا جو تمہاری بھوک دور کرے اور اتنا کپڑا جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ سکے اور وہ غار جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچائے' ان تین نعمتوں کے علاوہ باقی نعمتوں کا تم سے سوال کیا جائے گا۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸)

جن نعمتوں کا سوال کیا جائے گا' ان کے متعلق آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین

جن نعمتوں پر سوال کیا جائے گا' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ امن اور صحت ہے۔

(۲) سعید بن جبیر نے کہا: وہ صحت اور فراغت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت لوگ فریب خوردہ ہیں' صحت اور فراغت۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۱۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۴)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ سماعت اور بصارت ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۶)

بے شک کان اور آنکھ اور دل' ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال کیا جائے گا ۝

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کان اور آنکھ اور مال' اولاد نہیں دیئے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۶۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۰)

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ کھانے اور پینے کی جگہ ہے۔

(۵) حسن بصری نے کہا: وہ صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا ہے۔

(۶) مکحول نے کہا: وہ سیر ہو کر کھانا اور پینا ہے' اور سایا دار مکان اور میٹھی نیند ہے۔

(۷) مجاہد نے کہا: دنیا کی ہر لذت کے متعلق قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

ان نعمتوں پر سوال کے متعلق احادیث سے استدلال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ" (التکاثر: ۸) تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کس نعمت کے متعلق ہم سے سوال کیا جائے گا' یہ تو صرف کھجور اور پانی ہے اور دشمن موجود ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک یہ سوال کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو بلائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس سے اس کی عزت اور وجاہت کے متعلق اس طرح سوال کرے گا' جس طرح اس سے اس کے مال کے متعلق سوال کرے گا۔
(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۵۱' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۸' اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا صرف ان چیزوں میں حق ہے' اس کی رہائش کا گھر ہو' وہ کپڑا جس سے اس کی شرم گاہ چھپ جائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۴۱)

Marfat.com

یہ تمام وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ بندہ نے ان کا شکر ادا کیا ہے یا نہیں' اور شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت جس لیے دی ہے' اس نعمت کو اس مقصد میں خرچ کیا جائے اور اس نعمت پر دل سے' زبان سے اور دیگر اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی تعظیم کی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے بندہ سے قیامت کے دن جس نعمت کا سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ کیا ہم نے تمہارا تندرست جسم نہیں بنایا تھا اور تم کو ٹھنڈے پانی سے سیر نہیں کیا تھا؟ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۸' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۷۳۶۴' المستدرک ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم دو قدم بھی نہیں چل سکے گا حتیٰ کہ اُس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا: (۱) اُس نے اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی؟ (۲) اُس نے اپنی جوانی کو کن کاموں میں گنوایا؟ (۳) اُس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا؟ (۴) اُس نے اپنا مال کن کاموں میں خرچ کیا؟ (۵) اُس نے اپنے علم کے موافق کتنا عمل کیا؟ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۶' مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۷۱' معجم کبیر رقم الحدیث: ۹۷۷۲' معجم صغیر رقم الحدیث: ۷۶۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۶۳' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴۰)

سورۃ التکاثر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو سورۃ التکاثر کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے میرے رب کریم! قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں اور میری تصانیف کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ العصر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام العصر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ (العصر:۱) زمانہ کی قسم ۝

امام طبرانی نے ''اوسط'' میں اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں ابوملیکہ دارمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ ملتے تو علیحدہ نہ ہوتے' حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے سورۃ العصر پڑھتے' اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ العصر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سے پہلی سورت التکاثر میں یہ بیان فرمایا تھا کہ دنیاوی اُمور میں زیادہ مشغول ہونا مذموم ہے اور اس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مؤمنین کو اعمالِ صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

☆ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے العصر کی قسم کھائی ہے' اس سے مراد دہر ہے یا زمانہ ہے جو بہت عجائب پر مشتمل ہے۔

☆ اس سورت میں بہت اختصار کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصول بتا دیئے ہیں اور وہ ایمان' اعمالِ صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا ہے۔

سورۃ العصر کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور ثواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۴ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ العصر — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتہا ۳ رکوعہا ۱

سورۃ العصر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیات اور ایک رکوع ہے

وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

زمانہ کی قسم ۝ بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ۝ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣ ع ۲۸

اور انہوں نے ایک دوسرے کو دین حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زمانہ کی قسم ۝ بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ۝ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو دین حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ۝ (العصر: ۳۔۱)

زمانہ کی قسم کھانے کی وجوہ

(۱) زمانہ بہت عجیب وغریب چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے اس میں خوشی اور غم کا' اور صحت اور بیماری کا' خوش حالی اور تنگ دستی کا ظہور ہوتا ہے' عقل حیران ہے کہ زمانہ کو موجود کہے یا معدوم کہے' معدوم اس لیے نہیں کہہ سکتی کہ زمانہ سال' مہینہ' ہفتہ' دن اور گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے اور زمانہ کم اور زیادہ ہوتا ہے اور جو چیز اس طرح ہو وہ معدوم نہیں ہو سکتی اور موجود اس لیے نہیں کہہ سکتی کہ زمانہ یا ماضی ہے یا مستقبل' ماضی گزر چکا ہے وہ موجود نہیں ہے اور مستقبل ابھی آیا نہیں وہ بھی موجود نہیں ہے اور رہا حاضر تو وہ ناقابلِ تقسیم ہے۔

(۲) انسان ساری زندگی گناہ کرتا رہے اور عمر کے آخری لمحہ میں توبہ کر لے تو اس کو جنت مل جائے گی' جس میں وہ ابدالآباد تک رہے گا' تو انسان کی پوری زندگی کا وہی قیمتی لمحہ ہے اور اس سے پہلے کی زندگی کو انسان محض ضائع کرتا رہا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ (الفرقان: ۶۲)

اور اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا اس کے لیے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہو ۝

(۳) لوگوں کی عادت ہے کہ ان پر جو مصائب آتے ہیں یا ان کو جو نقصان ہوتے ہیں وہ ان کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے' اس میں کوئی عیب نہیں ہے' عیب تو انسان میں ہے' وہ اپنے کرتوتوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے اور اس نقصان کی نسبت زمانہ کی طرف کر دیتا ہے۔

(۴) زمانہ کے گزرنے سے انسان کی عمر کم ہوتی رہتی ہے' اگر وہ اس زمانہ میں نیک کام نہیں کرے گا تو اس کو سراسر نقصان ہو گا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ۝ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے۔

Marfat.com

''العصر'' کی تفسیر میں اقوال

''العصر'' کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:
زوایت ہے کہ ''العصر'' سے مراد دہر اور زمانہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: رب عصر کی قسم ہے' ابن کیسان نے کہا: اس سے مراد دن اور رات ہے' حسن بصری نے کہا: اس سے مراد زوال شمس سے لے کر غروب شمس تک کا وقت ہے' قتادہ نے کہا: اس سے مراد دن کی ساعات میں سے آخری ساعت ہے' مقاتل نے کہا: اس سے مراد عصر کی نماز ہے کیونکہ وہ صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۰۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مقاتل نے جو کہا ہے کہ ''والعصر'' سے مراد عصر کی نماز ہے' اس کی مفسرین نے حسب ذیل وجوہ ذکر کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے عصر کی نماز کی قسم کھا کر اس پر تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عصر کی نماز میں بہت فضیلت ہے' اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' (البقرہ: ۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو' خصوصاً درمیانی نماز کی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عصر کی نماز کی بہت فضیلت اور اہمیت بیان فرمائی ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور اس کا مال ہلاک ہوگیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۱۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۸۵)

حضرت بریدہ نے ایک ابر آلود دن میں فرمایا: عصر کی نماز جلدی پڑھ لو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہوگیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰۔۳۴۹)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے' جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو' تم کو اسے دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' اگر تم سے ہوسکے تو طلوعِ شمس اور غروبِ شمس سے پہلے کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو' یہ نمازیں تم سے قضا نہ ہو جائیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۷۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جو فرشتے تمہارے پاس رات میں تھے وہ اوپر جاتے ہیں' ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے' وہ فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے' اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۸۶۔۴۸۷)

(۳) عصر کے وقت نماز پڑھنا نفس پر بہت بھاری ہوتا ہے کیونکہ اس وقت کاروباری لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور جو عبادت بھاری ہو' اس کو ادا کرنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔

(۴) عصر کی نماز کے بعد دن کی عبادت ختم ہو جاتی ہے' سو اس وقت نماز پڑھنا مرتے وقت توبہ کرنے کے مشابہ ہے۔

(۵) عصر کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقدس ہے' اس وقت جھوٹ بول کر سودا بیچنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناراضگی کا

Marfat.com

موجب ہے' حدیث میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ کا فالتو پانی ہو اور وہ اپنے پڑوسی کو دینے سے منع کرے' دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے دنیاوی غرض کی خاطر بیعت کرے' اگر وہ اس کو دنیا میں سے کچھ دے تو وہ اس سے راضی ہو اور اگر وہ اس کو نہ دے تو اس سے ناراض ہو اور تیسرا وہ شخص ہے جو عصر کے بعد سودا فروخت کرے اور کہے: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' مجھے یہ چیز اتنے اتنے کی ملی ہے اور اس کی خریدار تصدیق کر دے اور اس نے جھوٹی قسم کھائی ہو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں' ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

''والعصر'' سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہونا

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی قسم کھائی ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال اس طرح ہے' جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو اجرت پر کام کے لیے رکھا اور ان سے کہا: رات تک کام کرنا' انہوں نے آدھے دن تک کام کیا' پھر کہا: ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں اور کام چھوڑ کر چلے گئے' پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو لگایا اور ان سے کہا: تم بقیہ دن تک کام کرنا اور تم کو وہ اجر ملے گا' انہوں نے عصر کی نماز کے وقت تک کام کیا اور کہا: بس ہم اتنا ہی کام کر سکتے ہیں' پھر اس نے اور لوگوں کو بلایا اور انہوں نے بقیہ دن غروبِ آفتاب تک کام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کا اجر حاصل کر لیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۶' مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۶۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر وہ زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے ساتھ مختص ہے لہٰذا ''والعصر'' کا معنی ہے: اس زمانہ کی قسم جس میں آپ ہیں' یہ آپ کے زمانہ کی قسم ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی: ''اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○'' (البلد: ۲) اس شہر کی قسم جس میں آپ مقیم ہیں اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی: ''لَعَمْرُكَ'' (الحجر: ۷۲) پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے زمانہ کی قسم! آپ کے شہر کی قسم! آپ کی زندگی کی قسم! سوچیے! اللہ تعالیٰ آپ کی نسبتوں کی قسم کھا رہا ہے اور آپ کی نسبتیں اللہ کے نزدیک اتنی مکرم ہیں تو خود آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر مکرم ہوگی! (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۷۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

العصر: ۲ میں فرمایا: بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ○

تمام انسانوں کا خسارے میں مبتلا ہونا

اس آیت میں ''الانسان'' پر الف لام کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ یہ الف لام استغراق کے لیے ہے جیسا کہ حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: بے شک ابن آدم ہلاکت اور نقصان میں ہے۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۷۱) دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الف لام عہد کا ہے اور معہود کفار ہیں۔

امام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سورت کو پڑھا اور آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''والعصر'' سے مراد ہے دن کا آخری حصہ' ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ'' سے مراد ہے: ابوجہل بن ہشام' ''الا الذین امنوا'' سے مراد ہے: ابوبکر صدیق اور ''عملوا الصلحت'' سے مراد ہے: عمر بن الخطاب' ''وتواصوا بالحق'' سے مراد ہے: عثمان بن عفان' ''وتواصوا بالصبر'' سے مراد ہے: علی بن ابی طالب۔

امام ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بعینہٖ یہی تفسیر نقل کی ہے۔

(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۲۸۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے: اس آیت میں ''الانسان'' سے مراد کافر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد مؤمنین کا استثناء فرمایا ہے' فرمایا ہے: بے شک انسان خسارہ میں ہے' اور خسارہ کا معنی ہے: انسان کا اصل مال ضائع ہو جائے یعنی انسان خود بھی ہلاک ہو جائے اور اس کی تمام عمر گناہوں میں ضائع ہو جائے۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۰۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

''خسر'' کا معنی ہے: اصلی مال کا ضائع ہو جانا یا کم ہو جانا' پس انسان نے جب اپنے نفس کو ان کاموں میں استعمال نہیں کیا' جن سے دائمی نفع ہوتا ہے تو وہ خسارہ میں ہے کیونکہ اس نے اپنے نفس کو ہلاک کرنے کا عمل کیا۔

(زاد المسیر ج ۹ ص ۲۲۵' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

انسان خسارہ سے الگ نہیں ہو سکتا' کیونکہ خسارہ کا معنی ہے: اصل مال کا ضائع ہو جانا اور انسان کا اصل مال اس کی عمر ہے اور وہ بہت کم اپنی عمر کے ضائع ہونے سے بچ سکتا ہے کیونکہ انسان کے اوپر جو ساعت بھی گزر رہی ہے' اس میں اگر وہ گناہوں میں مصروف ہے تو اس کے نقصان میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر اس کی وہ ساعت مباح کاموں میں گزر رہی ہے' پھر بھی اس کا نقصان اس لحاظ سے ہے کہ اس کو ان کاموں پر ثواب نہیں ملا' اور اگر اس کی وہ ساعت اطاعت اور عبادت میں گزر رہی تو وہ جس کیفیت سے عبادت کر رہا ہے' اس سے عمدہ اور اعلیٰ کیفیت سے بھی عبادت کرنا ممکن ہے کیونکہ خشوع اور خضوع کے درجات غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جلال اور قہر کے مراتب بھی غیر متناہی ہیں تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی جس قدر زیادہ معرفت ہوگی' اس کو اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ خوف ہوگا اور جتنا زیادہ خوف ہوگا' وہ اتنی زیادہ تعظیم سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اعلیٰ عبادت کو ترک کرنا اور ادنیٰ عبادت کو اختیار کرنا یہ بھی ایک قسم کا نقصان ہے' پس واضح ہو گیا کہ ہر انسان کسی نہ کسی قسم کے خسارے اور نقصان میں مبتلا ہے۔

اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ ہر انسان اصل میں خسارے اور نقصان میں مبتلا ہے' کیونکہ انسان کی سعادت اس میں ہے کہ وہ آخرت سے محبت رکھے اور دنیا سے اعراض کرے اور وہ اسباب جو آخرت کے داعی اور محرک ہیں' وہ مستور اور غیر ظاہر

Marfat.com

ہیں اور وہ اسباب جو دنیا کی محبت کے داعی ہیں' وہ ظاہر ہیں' وہ انسان کے حواسِ خمسہ اور شہوت اور غضب ہیں' اس وجہ سے زیادہ لوگ دنیا کی محبت اور اس کو طلب کرنے میں مستغرق ہیں' اس لیے سب لوگ خسارے اور نقصان میں ہیں سوائے مؤمنین صالحین کے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۲۸۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

العصر: ۳ میں فرمایا: سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو دینِ حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی O

حق اور صبر کی نصیحت کے محامل

اس آیت کا معنی ہے: سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کی اور اس کی اطاعت اور عبادت کا اقرار کیا اور نیک اعمال کیے یعنی فرائض اور واجبات کو ادا کیا اور سنن اور مستحبات پر کار بند رہے اور معاصی کا ارتکاب نہیں کیا اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے مجتنب رہے اور دوسروں کو بھی کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتے رہے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

''وتواصوا بالحق'' کی تفسیر میں تین قول ہیں: یحییٰ بن سلام نے کہا: وہ دوسروں کو بھی توحید پر ایمان لانے کی تلقین کرتے رہے' قتادہ نے کہا: وہ قرآن کے احکام پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے رہے' سدی نے کہا: وہ اللہ کی اطاعت اور عبادت کی تلقین کرتے رہے۔

''وتواصوا بالصبر'' کی تفسیر میں بھی تین قول ہیں: قتادہ نے کہا: وہ اللہ کی فرماں برداری کی نصیحت کرتے رہے' ہشام بن حسان نے کہا: وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرائض پر عمل کرنے کی تائید کرتے رہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام کام کرنے کی خواہش پر صبر کرنے اور شہوت اور غضب کے تقاضوں پر صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی مشقت پر صبر کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ (النکت والعیون ج ۶ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

افعال میں حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی؟

اللہ تعالیٰ نے اس استثناء میں تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے میں جو انسان کی عمر اور جوانی خرچ ہوتی ہے' انسان اس پر ملال نہ کرے کیونکہ اللہ کی عبادت میں عمر کا تھوڑا سا حصہ اس کو دائمی اور ابدی جنت تک پہنچا دیتا ہے اور دوزخ کے دائمی عذاب سے بچا لیتا ہے۔

(۲) ہر وہ شخص جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے وہ اس کا خیر خواہ ہے اور وہ شخص جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی معصیت کی دعوت دے' وہ اس کا بدخواہ ہے۔

(۳) ماتریدیہ کہتے ہیں: اعمال میں فی نفسہٖ حسن یا قبح ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حسین کاموں کا حکم دیا ہے اور قبیح کاموں سے منع فرمایا ہے' مثلاً نماز پڑھنا فی نفسہٖ حسین کام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور زنا کرنا فی نفسہٖ قبیح کام ہے کیونکہ اس سے نسب محفوظ نہیں رہتا' اس لیے اس سے منع فرمایا ہے' سو اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کا حکم دیا ہے اور بُرے کاموں سے روکا ہے اور اشاعرہ کہتے ہیں کہ فی نفسہٖ کسی کام میں حسن یا قبح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ حسین ہے اور جس سے منع کیا ہے وہ قبیح ہے' اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' اس لیے وہ حسین ہے اور زنا کرنے سے منع کیا ہے' اس لیے وہ قبیح ہے' اگر اللہ تعالیٰ نماز سے منع کرتا تو نماز پڑھنا قبیح ہوتا اور اگر زنا کرنے کا حکم دیتا تو زنا کرنا

Marfat.com

حسین کام ہوتا۔

انسان کا خود نیک ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنائے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود نیک کام کرنے کے علاوہ یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنائے' انہیں دین حق پر عمل کرنے کی وصیت کرے اور مشکلات اور مصائب میں صبر کرنے کی وصیت کرے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶)

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے' پس ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا' ملک کا سربراہ اپنی رعایا کا نگہبان ہے' اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کا محافظ ہے' اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا' عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا' نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے' اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا' تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۵۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۹' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۷۰۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمام لوگ خسارے میں ہیں' سوا ان کے جو چار چیزوں سے متصف ہوں: ایمان' اعمالِ صالحہ' لوگوں کو اطاعت اور عبادت کی وصیت کرنا اور لوگوں کو صبر کی تلقین کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کرے بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور ان کو برائی سے روکے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ ۔ تم بہترین امت ہو' ان سب امتوں سے جن کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے' تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران: ۱۱۰)

سورۃ العصر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۶ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز پیر سورۃ العصر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اے میرے ربِ کریم! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ (آمین)

آج کل کراچی میں سردی کافی پڑ رہی ہے اور مجھے ٹھنڈ زیادہ لگتی ہے' سردی کے موسم میں معمول کے مطابق کام نہیں ہو پاتا' بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں تک کام ہوگیا ہے' ان شاء اللہ آئندہ بھی ہو جائے گا۔

اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری تمام تصانیف کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھے اور میری اور میرے والدین کی اور میرے اساتذہ کی اور میرے احباب اور تلامذہ کی اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین و علیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم

سورة الھمزۃ

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الھمزۃ ہے' کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''اَلْهُمَزَة'' کا لفظ ہے' اور وہ آیت یہ ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ (الھمزۃ:۱) ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ○

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ'' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدرالمنثور ج ۸ ص ۵۶۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۳۲ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۴ ہے۔

اس سے پہلے سورۃ العصر میں یہ بتایا تھا کہ مؤمنین صالحین کے سوا ہر انسان خسارہ اور نقصان میں ہے اور اس سورت میں ایک مثال اس شخص کی بتائی ہے جو آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے اور وہ شخص طعنہ زن اور عیب جو ہے۔

اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ جو شخص لوگوں کو طعنے دیتا ہے اور ان کے عیوب تلاش کرتا ہے' وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

پھر ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے' جو اس خیال سے مال جمع کرتے رہتے ہیں' جیسے انہوں نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان لوگوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم کرنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۶ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

سورۃ الھمزۃ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۹ رکوعہا ۱

سورۃ الھمزۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں نو آیتیں اور ایک رکوع ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝٢

ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ○ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا ○

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝٣ كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤

وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○ ہر گز نہیں! وہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) میں جھونک دیا جائے گا ○

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝٦ الَّتِي

اور آپ کیا سمجھے کہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) کیا ہے؟ ○ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی (آگ) ہے ○ جو دلوں پر

تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝٧ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِي

چڑھ جائے گی ○ وہ (آگ) ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہو گی ○ لمبے

ع ۱ ۹ ۲۹

عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

لمبے ستونوں میں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ○ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا ○ وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○ (الھمزہ: ۳۔۱)

سورۃ الھمزۃ کا شانِ نزول

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سورت میں طعنہ زن اور عیب جو کے لیے جو وعید ذکر کی گئی ہے وہ ہر طعنہ زن اور عیب جو کے لیے ہے' یا مخصوص طعنہ دینے والوں کے لیے ہے' محققین نے کہا: یہ وعید ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہے' کیونکہ کسی آیت کے سبب کی خصوصیت عام حکم سے مانع نہیں ہوتی۔

دوسرے علماء نے کہا ہے: یہ وعید مخصوص لوگوں کے لیے ہے۔

عطاء اور کلبی نے کہا: یہ وعید اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص طعنے دیتا تھا اور آپ کی عیب جوئی کرتا تھا اور دیگر لوگوں کی بالعموم عیب جوئی کرتا تھا اور انہیں طعنے دیتا تھا' اور امام محمد بن اسحاق نے کہا: ہم ہمیشہ سے یہ سنتے رہے ہیں کہ سورۃ الھمزۃ امیہ بن خلف جمحی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ سورت الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو پس پشت آپ کے عیب نکالتا تھا اور آپ کے منہ

Marfat.com

پر آپ کو طعنے دیتا تھا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ٣ ص ٥١٧ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

مجاہد نے کہا: یہ آیت ہر اس شخص کے متعلق عام ہے جس میں یہ وصف پایا جائے۔

(معالم التنزیل ج ٥ ص ٣٠٣ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٠ھ)

''الھمزة'' اور ''اللمزة'' کے معانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چغلی کھانے والے اور دوستوں کے درمیان فساد ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والے۔

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سب سے اچھے ہیں؟ مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سب سے بُرے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان پھوٹ اور فساد ڈالتے ہیں اور جو لوگ عیب سے بَری ہوں ان میں عیب نکالتے ہیں۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٤٥٩ طبع قدیم مسند احمد ج ٤٥ ص ٥٧٥۔ رقم الحدیث: ٢٧٥٩٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤٢١ھ یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے المعجم الکبیر ج ٢٤ رقم الحدیث: ٤٢٣ الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث: ٣٢٣ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١١٩ حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٦ شعب الایمان رقم الحدیث ١١١٠٧ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی متعدد ائمہ نے توثیق کی ہے اور شہر بن حوشب کے علاوہ تمام رجال صحیح ہیں مجمع الزوائد ج ٨ ص ٩٣)

اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ ''ھمزة'' چغل خور ہے اور ''لمزة'' عیب نکالنے والا ہے اور ابو العالیہ حسن مجاہد اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: ''ھمزة'' وہ ہے جو انسان کے سامنے اس کی بُرائی بیان کرے اور ''لمزة'' وہ ہے جو انسان کے پسِ پشت اس کی بُرائی بیان کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٢٠ ص ١٦٤ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

کفار کی عام روش یہ تھی کہ جب وہ کسی کمزور اور غریب آدمی سے بات کرتے تو اس کے منہ پر اس کو بُرا کہتے تھے اور جب کسی طاقت ور اور امیر آدمی سے بات کرتے تو منہ پر اس کی تعریف کرتے تھے اور اس کے پسِ پشت اس کے عیوب بیان کرتے تھے غرض وہ ''ھمزة'' بھی تھے اور ''لمزة'' بھی تھے چونکہ کسی کے سامنے اس کی بُرائی بیان کرنے میں یہ امکان تھا کہ وہ اپنی مدافعت کرے گا اور پسِ پشت اس کی بُرائی بیان کرنے میں یہ خطرہ نہ تھا' اس لیے وہ پسِ پشت بُرائی زیادہ کرتے تھے۔ غیبت کے متعلق ہم نے الحجرات کی تفسیر میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔

الھمزة: ٢ میں فرمایا: جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھاO

ضحاک نے کہا: وہ مال اس لیے گن گن کر جمع کر کے رکھتا ہے تاکہ اس کی اولاد اس مال کی وارث ہو جائے اور اس سے مقصود ان لوگوں کی مذمت کرنا ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے اور اس کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔

الھمزة: ٣ میں فرمایا: وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ (زندہ) رکھے گاO

سدی نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور یہ مال اس کے کام آتا رہے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے بے شمار آدمی مرتے رہتے ہیں تو وہ یہ گمان کیسے کر سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس نے مرنا ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) میں جھونک دیا جائے گاO اور آپ کیا سمجھے کہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) کیا ہے؟O وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی (آگ) ہےO جو دلوں پر چڑھ جائے گیO وہ (آگ) ان پر ہر

Marfat.com

طرف سے بند کی ہوئی ہوگی O لمبے لمبے ستونوں میں O (الھمزۃ: ۹-۴)

''الحطمۃ'' کا معنی

الھمزۃ: ۴ میں ''الحطمۃ'' کا لفظ ہے' جس کا ترجمہ ہم نے چورا چورا کرنے والی کیا ہے۔

کتب لغت میں اس کے یہ معنی مذکور ہیں: ریزہ ریزہ' چورا چورا' جو چیز ٹوٹ پھوٹ کر چورا چورا ہو جائے' یہ ''حطم'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: کسی چیز کو توڑنا اور کوٹنا ''الحطمۃ'' دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے۔

(القاموس المحیط ص ۱۰۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ' مختار الصحاح ص ۹۶' دار احیاء التراث العربی الاسلامی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس آیت میں فرمایا ہے: ہرگز نہیں! اس میں اس کافر کے مزعوم کا رد فرمایا ہے یعنی نہ وہ خود دنیا میں ہمیشہ رہے گا نہ اس کا جمع کیا ہوا مال باقی رہے گا اور اس کو رسوا کرتے ہوئے ''الحطمۃ'' میں جھونک دیا جائے گا ''الحطمۃ'' دوزخ کی آگ کا وہ طبقہ ہے جہاں اس کو توڑ پھوڑ کر پیس ڈالا جائے گا' اس طبقہ کو ''الحطمۃ'' اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں جو کچھ بھی ڈالا جائے وہ اس کو توڑ پھوڑ کر چورا چورا کر دیتا ہے۔

الھمزۃ: ۵ میں فرمایا: اور آپ کیا سمجھے کہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) کیا ہے؟ O

یہ ''الحطمۃ'' کی اہمیت بیان کرنے کے لیے اس طرح فرمایا ہے' مقاتل نے کہا: یہ دوزخ کا وہ طبقہ ہے جو ہڈیوں کو توڑ دے گا اور گوشت کو کھا جائے گا' طعنہ زن اور عیب جو کو اس طبقہ میں اس لیے ڈالا جائے گا کہ وہ بھی غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھا جاتا تھا' اس لیے اس کو ''حطمۃ'' میں ڈالا جائے گا' جو اس کی ہڈیاں توڑ کر اس کا گوشت کھا جائے گی۔

الھمزۃ: ۶ میں فرمایا: وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی (آگ) ہے O

دوزخ کی آگ کی شدت

یعنی یہ وہ آگ ہے جو کبھی سرد نہیں ہوتی۔ یہ دنیا کی جلائی ہوئی آگ کی طرح نہیں ہے' جو بالآخر بجھ جاتی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلایا گیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے' کہا گیا: یارسول اللہ! یہ آگ بھی کافی تھی' آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ تمہاری آگ پر انہتر درجہ زیادہ ہے۔

الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۴۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۸۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳' سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۸۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا' حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی' اس کو پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی' اس کو پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی' پس وہ سیاہ اندھیری ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۵۹۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں صرف شقی داخل ہوگا' پوچھا گیا: یارسول اللہ! شقی کون ہے؟ فرمایا: جو اللہ (کی رضا) کے لیے کوئی طاعت نہ کرے اور اللہ (کے خوف سے) کوئی گناہ ترک نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹)

کفار کے عذاب کی کیفیت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کافروں کے پیٹ میں داخل ہوگی' پھر ان کے سینہ تک پہنچ جائے گی' پھر ان

Marfat.com

کے دل پر چڑھ جائے گی اور انسان کے جسم میں دل سے زیادہ لطیف اور کوئی چیز نہیں ہے اور تھوڑی سی اذیت سے بھی دل میں بہت تکلیف ہوتی ہے' پس اس وقت کافر کا کیا حال ہوگا جب اس کو دوزخ میں جھونکا جائے گا' پھر دوزخ کی آگ اس کے دل پر چڑھ جائے گی' دل کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا ہے کہ شرک' کفر' تمام عقائد خبیثہ اور تمام بُری نیات کافر کے دل میں ہوتی ہیں۔

الھمزۃ:۸ میں فرمایا: وہ (آگ) ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی O

الھمزۃ:۴ میں فرمایا تھا: ان کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا' یعنی دوزخ میں کوئی بہت گہری جگہ ہے جیسے کوئی اندھا کنواں ہو اور اس میں کافروں کو جھونک دیا جائے گا' اور اس جگہ سے نکلنے کا کوئی دروازہ ہوگا لیکن وہ دروازہ ان پر بند کر دیا جائے گا' اس سے ان کی حسرت اور ناامیدی میں اور اضافہ ہوگا۔

جب کسی دروازے کے کواڑوں کو زور سے بند کر دیا جائے اور اس میں کنڈی لگا کر قفل لگا دیا جائے اور ان بند دروازوں کے کھلنے کی بہ ظاہر کوئی صورت نہ ہو تو عرب کہتے ہیں: ''اصدت الباب'' اس سے ''مؤصدۃ'' بنا ہے' گویا ان کافروں کو حطمہ نام کے دوزخ کے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا اور اس طبقہ کے دروازوں کو مضبوطی سے بند کر دیا جائے گا' ان کو کوئی کھول نہیں سکے گا اور اس دردناک عذاب سے نجات کی ان کے لیے کوئی صورت نہیں ہوگی۔

الھمزۃ:۹ میں فرمایا: لمبے لمبے ستونوں میں O

اس آیت میں ''عمد'' کا لفظ ہے' یہ ''عمود'' کی جمع ہے' اس کا معنی ستون ہے اور ''ممدۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: طویل' لمبے یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی طرح بلند ہوں گے' نہ وہ بجھیں گے نہ ان کی ایذاء رسانی میں کوئی کمی ہو گی۔

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ان لمبے لمبے ستونوں سے ''حطمۃ'' کے دروازوں کو بند کر دیا جائے گا اور یہ آگ کے لمبے لمبے ستون اس قدر زیادہ ہوں گے کہ گویا وہی بند دروازہ ہیں۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ''حطمۃ'' کو ان پر اس حال میں بند کر دیا جائے گا کہ وہ آگ کے ان لمبے لمبے ستونوں سے باندھے ہوئے اور جکڑے ہوئے ہوں گے۔

''الھمزۃ'' کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۸ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۲۱ دسمبر ۲۰۰۵ء' بہ روز بدھ سورۃ الھمزۃ کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب کریم! تفسیر تبیان القرآن کو مکمل فرما دے اور اس تفسیر کو اور میری دیگر تصانیف کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھ اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور تلامذہ کی اور قارئین کی اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)

والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین شفیعنا یوم الدین
و علٰی آلہ واصحابہ وازواجہ و ذریتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الفیل

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الفیل ہے کیونکہ اس کی پہلی آیت میں ''اصحاب الفیل'' کا ذکر ہے' وہ آیت یہ ہے:

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِؕ۝ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟○ (الفیل:۱)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ ''اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ'' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۶۷۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس سورت کا ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے نمبر ۱۰۵ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۹ ہے۔

اس سے پہلی صورت الھمزۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جن طعنہ زن اور عیب جو کافروں نے مال جمع کیا' وہ مال ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکا' اب اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے اس سورت میں فرمایا کہ ابرھہ جو مال و دولت اور قوت اور طاقت کے اعتبار سے ان سے بہت زیادہ تھا' وہ ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعہ ان کو ہلاک کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ بڑی سے بڑی قوت اور طاقت کفار کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

یہ مکی سورت ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یمن کا گورنر ابرھہ بڑے کروفر سے ہاتھیوں کی فوج لے کر آیا تھا' چھوٹے چھوٹے پرندوں نے کنکریاں مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ابرھہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا' اس نے صنعاء نامی شہر میں ایک کلیسا بنایا تھا' اس نے شاہِ حبشہ کو خط لکھا: میں نے آپ کے لیے ایک بہترین گرجا تعمیر کیا' میری خواہش ہے کہ آئندہ عرب کے لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اس معبد میں حج اور طواف کیا کریں' جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے غضب میں آ کر اس گرجا میں بول و براز کر دیا' یہ دیکھ کر ابرھہ آگ بگولا ہو گیا اور اس نے کہا: اگر میں نے کعبہ کو نہ گرایا تو میرا نام ابرھہ نہیں' وہ اسی وقت ہاتھیوں کی ایک فوج کے ساتھ کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا' وہ مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلہ پر ٹھہرا' اس نے اپنے ایک سردار کو حکم دیا کہ مکہ کے لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے سو وہ سردار قریش کے اونٹ اور دوسرے مویشی چھین کر لے آیا' جن میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے بھی تھے' اس کے بعد ابرھہ نے کسی کو بھیج کر انہیں بلوایا' ابرھہ نے حضرت عبد المطلب کی بہت عزت کی اور ترجمان کے ذریعہ ان میں یہ بات چیت ہوئی' ابرھہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت عبد المطلب نے کہا: تم میرے اونٹ

Marfat.com

واپس کر دو' ابرہہ نے تعجب سے کہا: تمہیں اونٹوں کی فکر ہے اور خانہ کعبہ کی کوئی فکر نہیں' جس کو میں گرانے آیا ہوں' حضرت عبدالمطلب نے کہا: میں اونٹوں کا مالک ہوں' اس لیے اپنے اونٹ مانگ رہا ہوں' خانہ کعبہ کا مالک اللہ ہے' وہ اپنا گھر خود بچائے گا' اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں لوٹ آئے اور قریش سے کہا کہ تم لوگ شہر مکہ سے نکل جاؤ اور پہاڑوں کے دروں میں پناہ لے لو' اور خود چند آدمیوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں گئے اور وہاں یہ دعا کی: اے اللہ! ہر شخص اپنا گھر بچاتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا' ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر' تیری تدبیر پر غالب آ جائے اور اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنا چاہتا ہے تو تو جو چاہتا ہے وہ کر۔

حضرت عبدالمطلب اس دعا کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں کے درے میں پناہ گزین ہو گئے' دوسری صبح کو ابرہہ کعبہ کو گرانے کے لیے اپنی فوج اور ہاتھیوں کو لے کر روانہ ہوا' جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا اور بہت کوشش کے باوجود نہ اٹھا' پھر اس نے ہاتھی کا منہ دوسری طرف کیا تو وہ تیز بھاگنے لگا' پھر جب وہ اس کا منہ مکہ کی طرف کرتا تو وہ بیٹھ جاتا اور دوسری طرف اس کا منہ کرتا تو وہ چل پڑتا' اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے پرندوں کے غول کے غول بھیجے' ان کی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں' انہوں نے وہ کنکریاں برسانی شروع کر دیں' جس شخص پر وہ کنکریاں گرتیں' وہ ہلاک ہو جاتا' ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا' وہ کنکری اس کے سر میں گھستی اور اس کی مقعد سے نکل جاتی' یہ دیکھ کر ابرہہ کا لشکر بھاگ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن سے اپنا گھر بچا لیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ص ۱۲۱۔۱۱۹ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ' تفسیر کبیر ج ۱۱ص ۲۸۹۔۲۸۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الفیل کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب کریم! مجھے اس مہم میں راہِ راست پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
۱۸ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۲۱ دسمبر ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

الفیل | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | رکوعہا

سورۃ الفیل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیات اور ایک رکوع ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ ۝١ أَلَمْ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ O کیا اس نے

يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝٢ وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ

ان کے مکر کو باطل نہیں کر دیا؟ O اور ان پر پرندوں کے

طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝٣ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۝٤

جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے O جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے O

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝٥

سو انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ O کیا اس نے ان کے مکر کو باطل نہیں کر دیا؟ O (الفیل: ۲-۱)

"اصحاب الفیل" کو آپ کا دیکھنا متصور نہیں تھا پھر کیوں فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟

الفیل: ا میں فرمایا ہے: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ حالانکہ یہ واقعہ آپ کی بعثت سے چالیس سال پہلے ہوا تھا' تو جو واقعہ آپ کی پیدائش سے پہلے رونما ہوا ہو'اس کو آپ کیسے دیکھ سکتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ پرندوں کے کنکریاں پھینکنے کا واقعہ تواتر سے ثابت تھا اور اس کا علم عرب میں ہر کس و ناکس کو ہو چکا تھا اور اس کا علم ایسا ہی یقینی تھا جیسا کہ کسی چیز کو دیکھ کر علم ہوتا ہے' پس کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ یہ اس معنی میں ہے: کیا آپ نے نہیں جانا؟ لیکن چونکہ اس کا علم مشاہدہ کی طرح یقینی تھا' اس لیے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟

پرندوں سے ابرہہ کے لشکر کو فنا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارہاص تھا

پرندوں کے کنکریاں مارنے کا واقعہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر دلیل ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کا ظہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت سے پہلے آپ کے لیے ایک خلافِ عادت اور خلافِ معمول امر ظاہر فرمایا اور نبی کی بعثت سے پہلے بھی معجزہ کا ظہور جائز ہے اور اس کو اصطلاح میں ارہاص کہتے ہیں۔

کفار پر جو آسمانی عذاب آتے رہے ہیں' مثلاً قومِ عاد کو آندھی سے ہلاک کر دینا اور کفار کی بعض قوموں کو زلزلوں سے ہلاک کر دینا' بعض دہریے ان کا انکار کرتے ہیں' لیکن پرندوں نے جو اپنی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں لی ہوئی تھیں اور ان کو انہوں نے ابرہہ کی فوج پر اس طرح مارا کہ وہ کنکر جس کے سر پر لگتا اس کی مقعد سے نکل جاتا اور ہر کنکر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا

ع ۵ ۱ ۲۰

Marfat.com

تھا' جس کے سر پر وہ کنکر مارا جاتا تھا اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں کوئی شعبدہ یا کوئی حیلہ ہے' اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ احادیث ضعیفہ کی طرح ہے کیونکہ جس سال ہاتھیوں والا واقعہ ہوا تھا' اسی سال ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے چالیس سال بعد آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اس کے کچھ دن بعد ہی مکہ میں یہ سورت نازل ہوئی' اگر بالفرض یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو مکہ میں آپ کے بہت مخالفین تھے' وہ سب آسمان سر پر اٹھا لیتے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا' نہ ابرھہ ہاتھیوں کے ساتھ فوج لے کر آیا تھا نہ اس کی فوج کے اوپر پرندوں نے کنکریاں ماریں تھیں' ایسا کچھ نہیں ہوا تھا' اور جب کسی نے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد اس کی تکذیب نہیں کی تو معلوم ہو گیا یہ واقعہ سب کے نزدیک تسلیم شدہ اور معروف تھا' لہٰذا یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے اور یہ وہ معجزہ ہے جو آپ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوا۔

ہم نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آپ کی بعثت سے چالیس سال پہلے ہوا تھا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھیوں کے لشکر والے سال میں پیدا ہوئے تھے' ہماری پیدائش ایک سال میں ہوئی ہے۔ (مسند احمد ج ۴ص ۲۱۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۹ص ۴۲۲۔رقم الحدیث: ۱۷۸۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۹' الآحاد والمثانی ج ۱ص ۴۷۸' المعجم الکبیر ج ۱۸۔رقم الحدیث: ۸۷۲' المستدرک ج ۲ص ۶۰۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۸۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ص ۷۷۔۷۶' الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۱۰۱)

''اصحاب الفیل'' سے انتقام لینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے نکات

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے یا رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ بلکہ لکھا ہے: آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ اس میں یہ اشارہ ہے کہ کفارِ مکہ نے دیکھا کہ جو لوگ کعبہ گرانے آئے تھے' ان سے اللہ سبحانہ نے کس طرح انتقام لیا' پھر بھی انہوں نے بت پرستی نہیں چھوڑی' اور اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ نے اس واقعہ کا مشاہدہ نہیں کیا' پھر بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کر کے اس کا شکر ادا کیا اور اس کی اطاعت اور عبادت کی' پس گویا کہ آپ نے اللہ سبحانہ کا یہ انتقام دیکھا' سو آپ ان کفار سے بری ہو گئے اور میں نے سب لوگوں میں سے آپ کو پسند کر کے چن لیا' پس میں کہتا ہوں: ''ربک'' یعنی میں آپ کا رب ہوں اور آپ کا حامی اور ناصر ہوں' نہ کسی اور کا' اور اس میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ میں نے اصحاب الفیل سے جو یہ انتقام لیا ہے' وہ محض آپ کے اکرام اور آپ کی تعظیم کے لیے لیا ہے اور آپ کی آمد کی عزت افزائی کے لیے' پس جب میں نے آپ کی آمد سے پہلے آپ کی تکریم کی ہے تو آپ کے ظہور کے بعد میں آپ کی حمایت اور نصرت کیوں نہ کروں گا اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بشارت ہے کہ آپ ضرور فتح مند اور کامیاب اور سرخ رو ہوں گے۔

فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے' کعبہ صدف اور سیپی کی طرح ہے اور آپ اس میں موتی کی طرح ہیں' سو جب کسی نے کعبہ کو نقصان پہنچانے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انتقام لیا' تو ولید بن مغیرہ اور اخنس بن شریق جو آپ کو طعنے دے کر اور آپ کے عیب نکال کر آپ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور آپ کا دل دکھاتے ہیں' حالانکہ آپ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں تو میں ان کو کیوں نہ سزا دوں گا اور ان کی گرفت کیوں نہ کروں گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کعبہ آپ کی نمازوں کا قبلہ ہے اور آپ کا دل آپ کی معرفت رب کا قبلہ ہے تو جب میں نے آپ کے اعمال کے قبلہ کی دشمنوں سے حفاظت کی ہے تو میں آپ کے

Marfat.com

عقائد کے قبلہ کی دشمنوں سے حفاظت کیوں نہ کروں گا اور آپ کی ذات سے عداوت رکھنے والوں کو ملیامیٹ کر دوں گا۔

ابرھہ کے لشکر کا ہاتھیوں سے بھی کم درجہ ہونا

اس آیت میں ''اصحاب الفیل'' فرمایا ہے''ارباب الفیل'' (ہاتھیوں کے مالکوں) نہیں فرمایا کیونکہ ''اصحاب'' جب کسی چیز کی طرف مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کی جنس سے ہوتا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ ابرھہ اور اس کا لشکر ہاتھیوں کی جنس سے تھا یعنی جس طرح ہاتھی حیوان اور بے عقل ہیں' اسی طرح ابرھہ اور اس کا لشکر بھی حیوانوں کی طرح بے عقل تھا' ورنہ وہ اللہ سبحانہ کے گھر کو گرانے کے لیے نہ آتا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب دو شخصوں میں مصاحبت ہو تو ان میں سے ادنیٰ کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ کا صاحب ہے' جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں' یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ ان کے صاحب ہیں اور جو لوگ آپ کی صحبت میں رہے ان کو صحابہ کہا جاتا ہے' پس ابرھہ اور اس کے لشکر کو ''اصحاب الفیل'' فرمایا یعنی وہ ہاتھیوں سے بھی ادنیٰ درجہ کے ہیں کیونکہ جب انہوں نے ہاتھیوں کو مکہ کی طرف چلانا چاہا تو ہاتھی بیٹھ گئے اور ان کی ہزار کوشش کے باوجود وہ مکہ کی طرف ایک قدم بھی نہیں چلے' اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھیوں کو یہ معرفت تھی کہ خالق کی معصیت اور اس کے خلاف بغاوت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی اور ابرھہ اور اس کا لشکر اس معرفت سے خالی تھے' وہ خالق سے بغاوت کرنے اور اس کا گھر گرانے چلے تھے' اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ (الاعراف: ۱۷۹) یہ کفار جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گم راہ ہیں۔

کعبہ میں بت پرستی کرنے والوں کو فوراً عذاب نہیں دیا تو ابرھہ کے لشکر کو فوراً عذاب کیوں دیا؟

کفار کعبہ میں بت پرستی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام نہیں لیا' اور ابرھہ نے کعبہ کی دیواروں کو گرانے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا' امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کعبہ میں بت پرستی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی اور تعدی کرتے ہیں اور کعبہ کی دیواریں گرانے سے مخلوق کے حق میں کمی اور تعدی تھی اور بعض اوقات مخلوق کے حق میں کمی اور تعدی کو برداشت نہیں کیا جاتا' جیسے ڈاکو' باغی اور قاتل خواہ مسلمان ہوں' ان کو قتل کر دیا جاتا ہے اور جہاد میں جو کافر بوڑھا ہو یا اندھا ہو یا بچہ ہو یا عورت ہو' اس کو قتل نہیں کیا جاتا' کیونکہ وہ مخلوق کو ضرر نہیں پہنچاتے۔

مصنف کے نزدیک اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ جو لوگ کعبہ میں بت پرستی کرتے تھے' وہ لوگ اگرچہ مشرک تھے' لیکن بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے اور چونکہ ان کی نیت بیت اللہ کی تعظیم تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو آخرت میں رکھا اور دنیا میں مؤخر کر دیا اور ابرھہ اور اس کے لشکر کی نیت بیت اللہ کی توہین اور اس کی تخریب تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی ان کو پرندوں سے ہلاک کرا دیا۔

الفیل: ۲ میں فرمایا: کیا اس نے ان کے مکر کو باطل نہیں کر دیا؟O

ابرھہ تو علانیہ فساد کرنے آیا تھا' پھر اس کو ''کید'' کیوں فرمایا؟

اس آیت میں ''کید'' کا لفظ ہے' ''کید'' کا معنی ہے: کسی کو خفیہ طریقہ سے ضرر پہنچانا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابرھہ اور اس کا لشکر خفیہ طریقہ سے ضرر پہنچانے تو نہیں آئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ''کید'' کیوں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ انہوں نے علانیہ کہا تھا کہ وہ کعبہ کو گرانے آئے ہیں لیکن وہ دل میں کعبہ کی تعظیم اور اس کی پذیرائی سے جلتے تھے اور حسد کرتے تھے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ جو تعظیم کعبہ کی کی جارہی ہے' وہ ان کے بنائے ہوئے کلیسا کی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے O جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے O

Marfat.com

انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیاO (الفیل: ۵۔۳)

''ابابیل'' کا معنی

اس آیت میں ''ابابیل'' کا لفظ ہے''ابابیل'' کا معنی ہے: متفرق پرندے جو ساتھ مل کر اڑتے ہیں اور اڑنے میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔ ابوعبدی نے کہا: اس کا معنی ہے: جماعات متفرقہ' اگر مختلف گھوڑے بھی جماعت کے ساتھ آئیں تو ان کو بھی ''ابابیل'' کہا جاتا ہے' ''ابابیل'' کے واحد میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس کا واحد نہیں آتا اور بعض نے کہا: اس کا واحد ''ابول'' یا ''ابیل'' ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو پرندے جھنڈ بنا کر آئے تھے' ان کی سونڈ بھی تھی اور ان کے پنجے بھی تھے' یہ پرندے سبز' زرد یا سیاہ رنگ کے تھے اور یہ سمندر کی جانب سے آئے تھے' ان کے منہ اور پنجوں میں کنکر تھے۔

(جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۸۲' معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۰۸)

الفیل: ۴ میں فرمایا: جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھےO

''سجیل'' کا معنی

اس آیت میں ''سجیل'' کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''سجیل'' کا لفظ فارسی میں سنگ و گل کا مجموعہ ہے' یعنی وہ کنکریاں مٹی کی بھی تھیں اور پتھر کی بھی تھیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۳۹۸)

قتادہ نے کہا: یہ سفید رنگ کے پرندے تھے' جو سمندر کی طرف سے آئے تھے' ہر پرندہ کے ساتھ تین پتھر ہوتے تھے' دو پتھر اس کے پنجوں میں تھے اور ایک پتھر اس کی چونچ میں تھا' جس کو بھی وہ کنکر لگتا تھا' اس کے جسم کے آر پار ہو جاتا تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۴۰۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کے کسی جانب وہ کنکر لگتا تو اس کی مقابل جانب سے نکل جاتا' اگر سر پر لگتا تو اس کی مقعد سے نکل جاتا۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۹)

''سجیل'' کے دیگر معانی حسب ذیل ہیں:

کاغذ کا بنڈل' صحیفہ' محضر' وثیقہ' ''سجیل'' کا معنی مکتوب بھی ہے' امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے: ''سجل'' ایک پتھر ہے' جس پر لکھا جاتا تھا' بعد میں ہر وہ چیز جس پر لکھا جاتا تھا' اس کو ''سجل'' کہا جانے لگا۔

(المفردات ج ۱ ص ۲۹۷۔۲۹۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

الفیل: ۵ میں فرمایا: سو انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیاO

''عصف'' کا معنی

اس آیت میں ''عصف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھوسا' بھوسی' چھلکا' کھیت کے پتے' وہ بھوسا جس کو ہمارے مویشی استعمال کرتے ہیں' پودے کے پتے جس کے اطراف میں ڈنٹھل ہوں اور اس ڈنٹھل کے اطراف میں پتے ہوں' جیسے خوشے کے اوپر پتے ہوتے ہیں' کھائے ہوئے پھل کا چھلکا' گندم' جو وغیرہ کے دانے سے جب چھلکا الگ کر لیا جائے تو اس چھلکے کو بھوسا کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ جانور جب بھوسے کو کھا لیتا ہے تو وہ جگالی کر کے اس کو مزید پیستا ہے' مطلب یہ ہے کہ جس طرح جانور کا کھایا ہوا بھوسا بالکل ریزہ ریزہ ہوتا ہے' اس طرح کنکریاں لگنے کے بعد ان کے اجسام بالکل گل کر ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com

سورۃ الفیل کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۹ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/۲۲ دسمبر ۲۰۰۵ء بہ روز جمعرات سورۃ الفیل کی تفسیر مکمل ہو گئی' اے میرے رب کریم! قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل فرما دے' میری تمام تصانیف کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھ اور میری مغفرت فرما دے۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین وافضل المرسلین
وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده و نصلي و نسلم علی رسوله الکریم

سورة القریش

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام القریش ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''القریش'' کا لفظ مذکور ہے وہ آیت یہ ہے:

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿﴾ (القریش:۱) قریش کو رغبت دلانے کے لیے ﴿﴾

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿﴾'' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۹ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۶ ہے۔

سورۃ القریش اور سورۃ الفیل ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں' سورۃ الفیل میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دشمن کو ہلاک کر دیا' جو بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا' جس کی وجہ سے پوری عرب دنیا میں ان کی عزت اور ان کا وقار تھا' اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ایک اور نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں تجارت کرنے کی رغبت پیدا کی اور موسم سرما اور موسمِ گرما میں ان کو دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے سفر کرنے پر تیار کیا' جس کی وجہ سے وہ خوش حال ہوگئے' گرمیوں میں وہ شام کی طرف سفر کرتے تھے اور سردیوں میں وہ یمن کی طرف سفر کرتے تھے۔

اس سورت کا سورۃ الفیل کے ساتھ شدید اتصال ہے ''لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿﴾'' جار مجرور ہے اور یہ اس مقدر جملہ کے متعلق ہے:''اهلك الله اصحاب الفيل لايلف قريش ''اللہ تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلانے کے لیے 'اصحاب الفیل '' کو ہلاک کر دیا اور اس شدتِ اتصال کی وجہ سے حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ان دونوں سورتوں کو ایک سورت قرار دیا گیا ہے اور ان کے درمیان ''بسم الله الرحمن الرحيم ''نہیں لکھی گئی' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ دو سورتیں ہیں جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف رائج کیا تھا' اس میں یہ دو الگ الگ سورتیں ہیں۔

یہ مکمل سورت قریش پر اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں کے بیان میں ہے' اللہ تعالیٰ کی قریش پر نعمتِ عظمیٰ یہ تھی کہ قریش جو پہلے بکھرے ہوئے اور منتشر تھے' ان کو مجتمع اور متحد کیا اور ان میں باہم محبت پیدا کی اور ان کو گرمیوں میں شام کی طرف تجارتی سفر پر تیار کیا اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر پر آمادہ کیا' جس کی وجہ سے ان کی ضرورتیں پوری ہوگئیں اور وہ خوش حال ہو گئے اور ان کے شہر کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گہوارہ بنا دیا۔

سورۃ القریش کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے ربِ کریم! اس مہم میں مجھے صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ موبائل نمبر: ۰۳۰۰-۲۱۵۶۳۰۹/۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

(۳) سورۃ قریش مکیۃ (۲۹)	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	آیاتھا ۴ رکوعھا ۱

سورۃ القریش مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چار آیات اور ایک رکوع ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲

قریش کو رغبت دلانے کے لیے ○ انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا ○

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں ○ جس نے انہیں بھوک میں کھانا

جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

کھلایا اور ان کو خوف سے امن میں رکھا ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قریش کو رغبت دلانے کے لیے ○ انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا ○ پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں ○ جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کو خوف سے امن میں رکھا ○ (القریش: ۴-۱)

قریش کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دین میں لوگ قریش کے تابع ہیں' مسلمان مسلمان کے تابع ہیں اور کافر کافر کے تابع ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۹۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام بارہ خلفاء تک مسلسل غالب رہے گا' وہ کل خلفاء قریش سے ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۲۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قریش کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا' اللہ اس کو ذلیل کر دے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۹۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت ام ہانی ء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات وجوہ سے قریش کو فضیلت دی ہے: (۱) میں قریش میں ہوں (۲) نبوت ان میں ہے (۳) حجابت ان میں ہے (۴) زمزم سے پانی پلانے کا منصب ان میں ہے (۵) ''اصحاب الفیل'' کے خلاف اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی (۶) انہوں نے دس سال اللہ سبحانہ کی عبادت کی' اس وقت ان کے علاوہ اور کوئی عبادت نہیں کرتا تھا (۷) اللہ سبحانہ نے ان کے متعلق قرآن مجید کی ایک سورت نازل کی' پھر آپ نے اس کی تلاوت کی: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝'' (القریش: ۴-۱) حاکم

Marfat.com

نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، مگر شیخان نے اس کو روایت نہیں کیا، ذہبی نے کہا: اس کی سند میں یعقوب ضعیف راوی ہے اور ابراہیم کی روایات منکر ہیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳۶ طبع قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۷۵ المکتبۃ العصریہ، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۷)

القریش: ا میں فرمایا: قریش کو رغبت دلانے کے لیے O

القریش کا الفیل کے ساتھ مربوط ہونا

زجاج اور ابوعبیدہ نے کہا: ''لایلف قریش'' پہلی سورت کے ساتھ مربوط ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ''اصحاب الفیل'' کو اس لیے ہلاک کیا تاکہ قریش باقی رہیں، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب الفیل کو ہلاک کر دیا اور ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا تو وہ ان کے کفر کی سزا تھی، نہ اس لیے کہ اس سے قریش کی حمایت مقصود تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے کفر کی سزا نہیں تھی کیونکہ کفر کی سزا تو اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت تک کے لیے مؤخر کی ہوئی ہے، اگر یہ کوئی سزا ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو یہ سزا دیتا، اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو جو ہلاک کیا تھا وہ قریش کی قدر افزائی کے لیے کیا تھا۔

القریش اور الفیل الگ الگ سورتیں ہیں یا نہیں؟

بعض علماء نے کہا کہ ''لایلف قریش'' اس سے پہلی سورت ''الم ترکیف'' کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ سورۃ القریش الگ سورت نہیں ہے، بلکہ الفیل اور القریش دونوں مل کر ایک سورت ہیں اور القریش مستقل سورت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ان دونوں کو ایک سورت قرار دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے مصحف کا اعتبار نہیں ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کا اعتبار ہے اور اس پر اجماع ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے مغرب کی پہلی رکعت میں والتین پڑھی اور دوسری رکعت میں الفیل اور القریش ملا کر پڑھیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک سورت ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو ملا کر پڑھے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دونوں ایک سورت ہیں۔

القریش: ۲ میں فرمایا: انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا O

قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کی توجیہ

اس میں دوسری بحث یہ ہے کہ قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کے لیے ''اصحاب الفیل'' کو ہلاک کیا گیا، اس کا کیا سبب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ غیر زرعی شہر تھا اور مکہ کے سردار سردی اور گرمی میں تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور اسی تجارت پر ان کا معاشی انحصار تھا، وہ اس تجارت کے ذریعہ اہل مکہ کی ضرورت کی چیزیں خرید کر لاتے تھے، اور مکہ کے گرد و نواح کے لوگ اہل مکہ کی بہت تعظیم کرتے تھے، وہ کہتے تھے: یہ بیت اللہ کے پڑوسی اور حرم کے رہنے والے ہیں اور کعبہ کے متولی ہیں اور ان کو اہل اللہ کہا جاتا تھا، اگر ابرہہ کا لشکر کعبہ کو گرا دیتا تو ان کی یہ عزت اور حرمت جاتی رہتی اور اہل حبشہ مکہ میں لوٹ مار مچا دیتے اور یہ شہر ویران اور کھنڈر ہو جاتا اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شہر میں پیدا ہونا تھا اور اسی شہر میں مبعوث ہونا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی شہر میں آپ کی بعثت کی دعائیں کی تھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قریش کے دلوں کو سردی کے موسم میں یمن کے سفر کی طرف مائل کیا اور گرمی کے موسم میں شام کے سفر کی طرف مائل کیا۔

قریش کی وجہ تسمیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب

قریش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قرش سمندر کے ایک بڑے جانور کا نام ہے، جو کشتیوں سے کھیلتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قریش کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو انہوں نے کہا: قریش

Marfat.com

قرش کی تصغیر ہے' قرش سمندر کا ایک طاقتور جانور ہے' جو دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں کھاتا' وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے اور کبھی مغلوب نہیں ہوتا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبیلۂ قریش میں پیدا ہوئے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۶)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت واثلہ سے کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا' اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۷)

القریش: ۳ میں فرمایا: پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں O

قریش پر انعام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں

اللہ تعالیٰ کے انعامات کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضرر کو دور کرنا (۲) نفع عطا فرمانا' اللہ تعالیٰ نے قریش پر دونوں قسم کے انعامات فرمائے اور چونکہ دفع ضرر' حصولِ نفع پر مقدم ہے' اس لیے سورۃ الفیل میں ان سے ان کے دشمن ابرھہ کے لشکر کو ہلاک کرنے کا ذکر فرمایا اور سورۃ القریش میں ان کو تجارتی سفر کے لیے راغب کرنے کا بیان فرمایا اور ہر نعمت پر اس کا شکر کرنا واجب ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: چونکہ ہم نے قریش کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں' اس لیے ان پر واجب ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں۔

اس عبادت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی عجز اور تذلل کا اظہار کریں یا اس بیت اللہ کے رب کی توحید کا اعتراف کریں کیونکہ صرف اسی نے اس گھر کی حفاظت کی ہے' نہ کہ ان بتوں نے جن کی وہ پرستش کرتے ہیں اور اس آیت میں ''رب'' کا لفظ اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے ابرھہ سے کہا تھا کہ اس بیت کا ایک رب ہے' جو اس کی حفاظت کرے گا اور کعبہ کی حفاظت کو بتوں کے حوالے نہیں کرے گا' سو اب قریش پر لازم تھا کہ اعتراف اور اقرار کی بناء پر صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش سے فرمایا کہ چونکہ تم نے کعبہ کی حفاظت کے لیے صرف اللہ وحدہٗ پر اعتماد کیا ہے' لہٰذا تم اس بیت میں صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔

القریش: ۴ میں فرمایا: جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کو خوف سے امن میں رکھا O

قریش کو کھانا کھلانے اور امن میں رکھنے کے اسباب

اللہ تعالیٰ نے قریش کو جو بھوک میں کھانا کھلایا' اس کے حسب ذیل اسباب ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جب قریش کو حرم میں مامون کر دیا تو ان کو اپنے تجارتی سفر میں کوئی خطرہ نہ رہا' وہ امن اور چین کے ساتھ تجارتی سفر کرتے اور شام اور یمن سے غلہ خرید کر لاتے اور اپنی معیشت اور خورد و نوش کا انتظام کرتے۔

(۲) کلبی نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو آپ نے ان کے خلاف یہ دعا کی: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ آپ کی دعوتِ ایمان سے روگردانی کر رہے ہیں تو آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے اوپر قحط کے ایسے سات

Marfat.com

سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط آیا تھا' پھر ان پر ایسا قحط آیا' جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے جانوروں کی کھالیں' مُردے اور مُردار کھالیے' پھر آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ الحدیث (پھر آپ کی دعا سے مکہ میں بہت بارش ہوئی)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۰۷' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۸۱)

لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور یہ سورت مکی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اگر جانوروں کو بھی کوئی شخص کھلائے اور پلائے تو جانور اسی کی اطاعت کرتے ہیں' گویا مشرکین مکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک میں کھلایا اور یہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت نہیں کرتے۔

(۴) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قریش جہالت کی بھوک میں مبتلا تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی نازل فرمائی' جس سے ان کی جہالت دور ہوگئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے قریشِ مکہ! تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جاہل لوگ تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر وحی نازل فرمائی' جنہوں نے تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دی حتیٰ کہ اب تم کو اہلِ علم کہا جاتا ہے' پھر کھانا کھلانا جسم کی غذا ہے جو کھانا کھلانے والے کے شکر کو واجب کرتا ہے تو جو طعام روح کی غذا ہے' اس طعام کا شکر ادا کرنا کیوں کر شکر کا سبب نہیں ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کو خوف سے امن میں رکھا' اس کی بھی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) قریش' مکہ سے مختلف شہروں کا سفر کرتے تھے اور ان کو اپنے سفر میں کسی ڈاکے یا لوٹ مار کا خطرہ نہ تھا' ان کو اپنے سفر میں کسی خطرے کا سامنا نہیں ہوتا تھا جب کہ دوسرے لوگ جو دور دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے' ان کو بہت خطرات پیش آتے تھے' اس معنی میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ (العنکبوت: ۶۷)

کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو پر امن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اُچک لیے جاتے ہیں (یعنی قتل وغارت کا شکار ہو جاتے ہیں)۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ''اصحاب الفیل'' کو ہلاک کر کے ان کے شہر کو اور ان کے سفر کو مامون بنا دیا ہے۔

(۳) ضحاک اور ربیع نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو جذام کی بیماری سے مامون کر دیا' اسی وجہ سے مکہ مکرمہ کے باشندوں پر کبھی جذام نہیں آیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۰۰-۲۹۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورت القریش کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۰ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/۲۳ دسمبر ۲۰۰۵ء بہ روز جمعہ سورۃ القریش کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب کریم! قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور میری تمام تصانیف کو قیامت تک فیض آفریں رکھیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین
وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الماعون

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام الماعون ہے کیونکہ اس سورت کی آیت: ۷ میں ''الماعون'' کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ (الماعون: ۷) اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں ○

جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور ھبۃ اللہ نے کہا: اس سورت کا نصف مکہ میں عاص بن وائل کے متعلق نازل ہوا اور اس سورت کا باقی نصف عبد اللہ بن ابی منافق کے متعلق نازل ہوا ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۳۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلی سورت قریش میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتے تھے اور اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے تھے دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا: اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں اور اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو دی ہوئی نعمتیں بتائیں اور وہ اس کے باوجود مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انکار کرتے تھے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔

اس سورت کی ابتداء مکی ہے اور اس میں دین کی تکذیب کرنے والے کافر کا ذکر ہے اور اس کی انتہا مدنی ہے اور اس میں استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرنے والے منافق کا ذکر ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں دین کی تکذیب کرنے والے کافر کا ذکر ہے اور اس کی دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں: ایک یہ کہ وہ یتیم کو دھتکارتا ہے اور دوسری یہ کہ وہ لوگوں کو یتیم کے کھلانے پر برانگیختہ نہیں کرتا۔

اور اس سورت کے آخر میں منافق کی مذمت کی ہے اور اس کی تین صفات ذکر فرمائی ہیں: (۱) وہ نماز سے غفلت کرتا ہے اور سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتا ہے (۲) وہ ریاکار ہے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے (۳) وہ اپنے پڑوسیوں کو استعمال کی معمولی چیز دینے سے بھی منع کرتا ہے اور کافر اور منافق دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔

سورۃ الماعون کا تلاوت کے اعتبار سے نمبر ۱۰۷ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۷ ہے۔

سورۃ الماعون کے اس مختصر تعارف کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں اے میرے رب کریم! اس مہم میں مجھے صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۱ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

سورۃ الماعون مکیۃ — آیاتہا ۷ — رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الماعون مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں سات آیات اور ایک رکوع ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کی تکذیب کرتا ہے؟ O پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو

الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾ فَوَیۡلٌ

دھکے دیتا ہے O اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا O سو ان نمازیوں کے

لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیۡنَ

لیے ہلاکت ہے O جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں O جو ریا کاری

ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ٪﴿۷﴾ ع ۲۲

کرتے ہیں O اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کی تکذیب کرتا ہے؟ O پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے O اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا O (الماعون: ۳۔۱)

الماعون کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور پہلی تین آیتوں کے مکی ہونے پر دلائل

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اس سورت کے نزول میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور مقاتل اور مجاہد اور ایک جماعت نے کہا: یہ سورت مکی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سورت کا ابتدائی حصہ مکہ میں نازل ہوا ہو' کیونکہ اس کے شروع میں اس کا ذکر ہے جو دین کی تکذیب کرتا تھا اور وہ عاص بن وائل تھا اور دین کی تکذیب کرنے والے لوگ مکہ میں تھے' اور اس سورت کا آخری حصہ مدینہ میں نازل ہوا کیونکہ اس سورت کے آخر میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں' ان میں ذکر ہے کہ وہ ریا کاری اور دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے بھی منع کرتے ہیں۔

''ارأیت'' کا لفظ سوال اور استفہام کی جگہ پر ذکر کیا جاتا ہے اور جس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' یہ اس کی تقریر اور تاکید کے لیے آتا ہے' گویا کہ یوں فرمایا: جو شخص یتیم کو دھکے دیتا ہے اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا' وہی شخص دین کی تکذیب کرتا ہے اور دین کی تکذیب سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے' حساب' میزان' اور جزاء اور سزا کا انکار کرتا ہے اور یہ شخص وہی ہوسکتا ہے جو علانیہ دین اسلام کی مخالفت کرتا ہے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص منافقین میں سے تھا کیونکہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مؤمنین کی موافقت کو ظاہر کرتے تھے۔

رؤسائے کفار دین کی تکذیب کرتے تھے اور اپنے پیروکاروں پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کا موقف برحق ہے اور رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام سنا رہے ہیں وہ باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے یہ فرمایا: تم یتیم پر ظلم مت کرو اور اس کے حق سے منع نہ کرو اور یتیم کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو' جیسے دین کی تکذیب کرنے والے کرتے ہیں اور تم مسکین کو کھانا کھلانے پر لوگوں کو برانگیختہ کرو' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ یہ کفار کتنے بخیل تھے اور یتیم اور مسکین کی کس طرح توہین کرتے تھے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے' پس مؤمنین کو نصیحت فرما رہا ہے کہ تم ایسا نہ کرنا۔

چونکہ یتیم کا کوئی مددگار نہیں ہوتا اور کافر کو آخرت کا کوئی خوف نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا آخرت پر کوئی ایمان نہیں ہوتا اور کسی پر ظلم کرنے سے اس لیے باز رہتا ہے کہ یا تو اس کو آخرت میں جزاء کی طرف رغبت ہوتی ہے یا اس کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے کسی پر ظلم کیا تو دنیا میں اس پر بھی ظلم کیا جائے گا' اور مساکین کے دنیا میں ایسے حامی اور مددگار نہیں ہوتے کہ اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ لیں اور نہ یتیم کے حامی اور مددگار ہوتے ہیں' جو اس پر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیں اور کافر کو آخرت کے ثواب میں کوئی رغبت نہیں ہوتی اور نہ اس کو آخرت کے عذاب کا کوئی خوف ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت کی تصدیق نہیں کرتا' اس لیے وہ یتیم اور مسکین پر بے دھڑک ظلم کرتا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۶۲۴-۶۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یتیم کی پرورش پر بشارت اور مسکین کو کھانا نہ کھلانے پر وعید اور الماعون: ۱ کا شانِ نزول

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کی تکذیب کرتا ہے O علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے' ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے متعلق نازل ہوئی ہے' کلبی اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے' اور ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے' سدی نے کہا: یہ آیت الولید بن المغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے' ابن جریج نے کہا: یہ ابوسفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ ہر ہفتہ ایک اونٹ ذبح کیا کرتا تھا' ایک یتیم نے اس سے کچھ گوشت مانگا تو اس نے اس کو لاٹھی مار کر ڈرایا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الماعون: ۲ میں ''یدعُ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس کو دھکا دیتا ہے' قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اس پر قہر کرتا ہے اور اس پر ظلم کرتا ہے۔

حضرت مالک بن عمرو قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے فدیہ ہو جائے گا' اس غلام کی ہر ہڈی اس کی ہڈی سے فدیہ ہو جائے گی اور جس نے کسی یتیم بچے کو مسلمان ماں باپ کے ساتھ ملایا' اس کے کھانے پینے تک حتیٰ کہ اللہ نے اس یتیم کو غنی کر دیا' اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۴ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۱ ص ۳۷۵' رقم الحدیث: ۱۹۰۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۳۰۳۱' المعجم الکبیر ج ۱۱' رقم الحدیث: ۶۶۶)

نیز فرمایا: اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا' یعنی وہ اپنے بخل کی وجہ سے اور آخرت کا انکار کرنے کی وجہ سے کسی کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ مسکین کو کھانا کھلائے' جو شخص اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے مسکین کو کھانا نہ کھلا سکے' یہ مذمت اس کو شامل نہیں ہے' یہ مذمت ان لوگوں کو شامل ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے پر قادر ہوں' مگر اپنے بخل کی وجہ سے نہ خود کھلائیں اور

Marfat.com

نہ کسی اور سے کہیں کہ اس مسکین کو کھانا کھلا دو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں○ جو ریاکاری کرتے ہیں○ اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں○ (الماعون: ۷۔۴)

جن نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ نمازی ہیں جو نماز سے ثواب کی امید نہ رکھیں اور نماز نہ پڑھنے سے ان کو عذاب کا ڈر نہ ہو اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزرنے کے بعد پڑھیں' ابو العالیہ نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وقت پر نماز نہ پڑھیں اور اس کا رکوع اور سجود مکمل نہ کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ (مریم: ۵۹)

پھر (نیک لوگوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' ان کو عنقریب دوزخ میں جھونک دیا جائے گا○

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ (النساء: ۱۴۲)

اور منافقین جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں' وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں○

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے' وہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: منافق وہ ہے جو تنہائی میں نماز نہیں پڑھتا اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے۔

الماعون: ۵ میں فرمایا: جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں○

سہو کی تحقیق

ایک چیز ہے نمازوں سے غفلت کرنا' یعنی کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی' یہ منافقوں کا شعار ہے اور ایک چیز ہے نمازوں میں غفلت کرنا یعنی کبھی نماز میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے یا انسان نماز میں کسی کام کے متعلق سوچنے لگتا ہے اور اس کا منصوبہ بنانے لگتا ہے کہ اس سے بہت کم مسلمان خالی ہوتے ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نماز میں سہو ہو جاتا تھا چہ جائیکہ اور لوگوں کو' اسی وجہ سے فقہاء نے اپنی کتابوں میں سجود السہو کا باب قائم کیا ہے' قاضی ابن العربی نے کہا ہے: سہو سے سلامتی محال ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کو اپنی نمازوں میں سہو ہوا ہے اور جس شخص کو نماز میں سہو نہیں ہوتا' یہ وہ شخص ہے جو نماز میں غور و فکر کرتا ہے' نہ قراءت میں تدبر کرتا ہے اور اس کی فکر نماز کے ارکان اور رکعات کو گننے میں لگی رہتی ہے' یہ وہ شخص ہے جو چھلکے کھاتا ہے اور مغز چھوڑ دیتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نماز میں سہو ہوتا تھا تو آپ کی فکر اس سے بہت عظیم تھی' ہاں! کبھی نماز میں اس شخص کو سہو ہوتا ہے جو شیطان کے وسوسہ کو قبول کر لیتا ہے' شیطان اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' فلاں چیز کو یاد کر' جو چیز اس کو پہلے یاد نہیں آتی تھی' وہ اس کو نماز میں یاد آ جاتی ہے' حتیٰ کہ وہ شخص بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

Marfat.com

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۰ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

مصنف کے نزدیک ہمارے سہو میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو میں بہت فرق ہے' ہم دنیا کے خیال میں ڈوب جاتے ہیں اور نماز کی رکعات کی طرف ہماری توجہ نہیں رہتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الوہیت کے جلووں میں منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہیں اور نماز کی رکعات کی تعداد سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے' ہمارا سہو نقص ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو کمال ہے۔

الماعون: ۶ میں فرمایا: جو ریاکاری کرتے ہیں O

ریاکاری کی تعریف

یعنی وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ اطاعت کرتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ وہ تقیہ سے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں جیسے فاسق اس لیے نماز پڑھتا ہے کہ اس کو نمازی کہا جائے اور ریاکار عبادت سے دنیا طلب کرتا ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بناتا ہے اور وہ لوگوں سے تعریف اور تحسین کی توقع کرتا ہے' ریاکار کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ موٹے کپڑے پہنتا ہے تاکہ یہ ظاہر کرے کہ اس کو دنیا میں کوئی رغبت نہیں ہے اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی باتوں سے ریاکاری کرتا ہے' وہ اہل دنیا کی مذمت کرتا ہے اور نیکی اور عبادت کے ضائع ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ وہ لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے اور لوگوں کو دکھا کر بہت خیرات اور صدقات دیتا ہے۔

فرائض کو دکھا کر ادا کیا جائے اور نوافل کو چھپا کر

جو اعمالِ صالحہ فرائض میں سے ہیں ان کو دکھا کر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ فرائض کا حق یہ ہے کہ ان کو دکھا کر ادا کیا جائے اور ان کی تشہیر کی جائے کیونکہ فرائض اسلام کی علامات ہیں اور دین کے شعائر ہیں اور فرائض کا تارک مذمت اور مذمت کا مستحق ہوتا ہے' پس فرائض کو دکھا کر ادا کیا جائے تاکہ اس پر ترکِ فرائض کی تہمت نہ لگے' اور نفلی عبادات کا حق یہ ہے کہ ان کو چھپا کر ادا کیا جائے کیونکہ نوافل کو ادا نہ کرنے پر انسان کو ملامت نہیں کی جاتی اور نہ اس پر کوئی تہمت لگتی ہے اور اگر کوئی شخص قصداً نفلی عبادات دکھا کر کرے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے تو یہ اچھی بات ہے' ریاء اس وقت ہوتا ہے جب اس کا قصد یہ ہو کہ لوگ اس کی نفلی عبادات دیکھ کر اس کی تعریف اور تحسین کریں اور اس کی عزت اور احترام کریں۔

الماعون: ۷ میں فرمایا: اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں O

''الماعون'' کی تعریف میں بارہ اقوال

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے: الماعون کی تفسیر میں بارہ اقوال ہیں:

(۱) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اس سے مراد ان کے اموال کی زکوٰۃ ہے۔

(۲) ابن شہاب اور سعید بن المسیب نے کہا: اس سے مراد مال ہے۔

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد گھر میں استعمال ہونے والی کار آمد چیزیں ہیں جیسے کلہاڑی' دیگچی اور آگ وغیرہ۔

(۴) زجاج اور ابو عبید نے کہا: ''الماعون'' ہر وہ چیز ہے جس میں کوئی منفعت ہو جیسے کلہاڑی' ڈول اور بڑا پیالہ۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے: جو چیز عاریۃً لی جائے۔

(۶) محمد بن کعب اور کلبی نے کہا: یہ وہ چیز ہے جس کا لوگ آپس میں لین دین کرتے ہوں۔

Marfat.com

(۷) اس سے مراد پانی اور گھاس ہے۔

(۸) اس سے مراد صرف پانی ہے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد کسی شخص کا حق ہے۔

(۱۰) طبری نے کہا: اس سے مراد کوئی بھی تھوڑی سی چیز ہے۔

(۱۱) اخفش نے کہا: اس سے مراد اطاعت اور فرماں برداری ہے۔

(۱۲) الماوردی نے کہا: اس سے مراد ایسا کام ہے جس میں کم مشقت ہو۔

منافق میں یہ تین اوصاف ہوتے ہیں: وہ نماز کو ترک کرتا ہے' ریا کاری کرتا ہے اور معمولی سی چیز دینے میں بھی بخل کرتا ہے اور مسلمان میں ان اوصاف کا پایا جانا بہت بعید ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۱۔۱۹۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الماعون کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۲ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۵ء بہ روز اتوار سورۃ الماعون کی تفسیر مکمل ہوگئی' اے میرے رب کریم! قرآن مجید کی باقی تفسیر بھی مکمل کرادیں اور میری مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبه سیدنا محمد خاتم النبیین امام المرسلین شفیعنا یوم الدین وعلٰی آله واصحابه وازواجه وعترته وامته اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

سورۃ الکوثر

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الکوثر ہے' کیونکہ اس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ (الکوثر:۱) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے ○

یہ خیر کثیر آپ کو دائمی طور پر دنیا اور آخرت میں حاصل ہے' اسی خیر کثیر کا ایک فرد حوضِ کوثر ہے' جو آپ کو محشر میں حاصل ہو گا اور اسی کا ایک فرد نہر کوثر ہے جو آپ کو جنت میں حاصل ہو گی۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۵ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۰۸ ہے۔

سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ ''اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ'' مکہ میں نازل ہوئی ہے' نیز امام ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۵۸۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حافظ سیوطی نے الاتقان ج ۱ ص ۷۰ میں اس کے خلاف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ سورۃ الکوثر مدنی ہے' علامہ نووی نے شرح مسلم میں اس کو ترجیح دی ہے اور اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ کو اونگھ آ گئی' آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے پڑھا: ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ○'' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہو گی' اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں' پھر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۸۴' سنن نسائی رقم الحدیث: ۹۰۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۷۰۲)

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سونا جائز ہے' اور یہ کہ اپنے

Marfat.com

اصحاب کے سامنے سونا جائز ہے اور یہ کہ انسان اپنے اصحاب کے سامنے کسی بات پر مسکرائے تو اس کا سبب بیان کرنا جائز ہے' لیکن علامہ نووی نے اس کی شرح میں یہ نہیں لکھا کہ سورۃ الکوثر مکی ہے یا مدنی ہے' جیسا کہ حافظ سیوطی نے فرمایا ہے۔
(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۵۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری نے کوثر کے متعلق جو احادیث روایت کی ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الکوثر مکی ہے کیونکہ ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو نہر کوثر شب معراج میں عطا کی گئی اور معراج آپ کو ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے مکہ میں ہوئی تھی' اس سے واضح ہوا کہ سورۃ الکوثر مکی ہے۔ امام بخاری نے سورۃ الکوثر کی تفسیر میں جو احادیث درج کی ہیں' وہ یہ ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا: میں ایک نہر (دریا) پر آیا' جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے' میں نے کہا: اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۴۔ ۳۵۷۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۲)

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؁'' (الکوثر: ۱) کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے' اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی ہیں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوثر کی تفسیر میں فرمایا: یہ وہ خیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے' ابوبشر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ''الکوثر'' جنت میں نہر ہے' سعید نے کہا: جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر کا فرد ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر کے قول کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ ''الکوثر'' خیر کثیر ہے' یہ ان لوگوں کے قول کے خلاف نہیں ہے' جنہوں نے کہا ہے: اس سے مراد جنت میں نہر ہے' کیونکہ جنت میں نہر بھی خیر کثیر کے افراد میں سے ہے اور شاید کہ سعید بن جبیر نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس کی تاویل اپنے عموم کی وجہ سے اولیٰ ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے ''الکوثر'' کی نہر کے ساتھ تخصیص ثابت ہے' لہٰذا اس سے عدول نہیں کرنا چاہیے۔
(فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ نے لکھا ہے کہ اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کے صاحب زادے حضرت قاسم فوت ہو گئے تھے تو ابوجہل لعنہ اللہ نے یا عاص بن وائل نے آپ کو معاذ اللہ ابتر کہا تھا' اس وقت یہ سورت نازل ہوئی تھی' اس قول کی بناء پر یہ سورت مکی ہے اور یہی قول مشہور ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰) کی بناء پر یہ کہا گیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

(عنایۃ القاضی ج ۹ ص ۵۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت

امام رازی نے فرمایا ہے کہ سورۃ الکوثر اس سے پہلی سورت الماعون کے بہ منزلہ مقابلہ ہے کیونکہ سورۃ الماعون میں منافق یا مشرک کے چار وصف بیان فرمائے تھے' پہلا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ بخیل ہوتا ہے' کیونکہ فرمایا: مشرک بخیل ہوتا ہے کیونکہ وہ

Marfat.com

یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر برانگیختہ نہیں کرتا (الماعون: ۳۔۲) اور اس سورت میں بخل کے مقابلہ میں فرمایا: ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے (الکوثر: ۱) یعنی آپ بھی بہ کثرت عطا کیجئے' اور الماعون میں منافق کا دوسرا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا (الماعون: ۵) اس کے مقابلہ میں اس سورت میں فرمایا ہے: سو آپ نماز پڑھتے رہیے (الکوثر: ۲) یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے رہیے اور الماعون میں منافق کا تیسرا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ریاکاری کرتا ہے (الماعون: ۶) اس کے مقابلہ میں الکوثر میں فرمایا ہے: ''لِرَبِّكَ'' (الکوثر: ۲) یعنی اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھیے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے' اور الماعون میں منافق کا چوتھا وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں ادا کرتا (الماعون: ۷) اس کے مقابلہ میں الکوثر میں فرمایا: ''وَانْحَرْ'' (الکوثر: ۳) یعنی آپ قربانی کیجئے اور اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ آپ قربانی کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیجئے اور سورۃ الکوثر کے آخر میں فرمایا: ''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ'' (الکوثر: ۳) یعنی منافق جو ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے' وہ عنقریب مر جائے گا اور دنیا سے اس کا نام ونشان مٹ جائے گا اور آپ کا ذکر جمیل دنیا میں قیامت تک ہوتا رہے گا اور آخرت میں آپ کو ثواب جزیل حاصل ہوگا۔

نیز اس سورت کے لطائف میں سے یہ ہے کہ عارفین اور عابدین کے تین درجات ہوتے ہیں: (۱) وہ اپنے دلوں اور روحوں سے اللہ تعالیٰ کے نور جلال میں مستغرق ہوتے ہیں اور ''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ'' (الکوثر: ۱) میں اس درجہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی روح مقدسہ تمام ارواحِ بشریہ سے ممتاز ہے کیونکہ وہ باقی ارواح کی بہ نسبت بہت جلد اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے (۲) عارفین اور عابدین ہمیشہ اطاعت اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ'' (الکوثر: ۲) میں اس درجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ ہمیشہ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے (۳) عارفین اور عابدین اپنے نفس کو دنیاوی لذات اور جسمانی شہوات کے حصول سے باز رکھتے ہیں اور اس درجہ کی طرف ''وَانْحَرْ'' (الکوثر: ۳) سے اشارہ فرمایا کیونکہ نفس کو ان لذتوں سے روکنا اس کو ذبح کرنے کے قائم مقام ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۰۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الکوثر کا اس سے پہلی سورتوں کے لیے تتمہ ہونا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

سورۃ الکوثر سے پہلے جو سورتیں تھیں' سورۃ الکوثر ان کا بہ منزلہ تتمہ ہے اور سورۃ الکوثر کے بعد جو سورتیں ہیں' سورۃ الکوثر ان کا بہ منزلہ مقدمہ ہے' سورۃ الکوثر سے پہلی سورتوں کا بہ منزلہ تتمہ ہونے کی تفصیل یہ ہے:

سورۃ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح فرمائی ہے' فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا' نہ آپ سے بے زار ہوا (الضحیٰ: ۳) اور فرمایا: آپ کی ہر بعد والی ساعت' اس سے پہلی ساعت سے افضل ہے (الضحیٰ: ۴) اور فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے (الضحیٰ: ۵) یہ آخرت کی نعمتیں ہیں اور دنیاوی نعمتوں کے متعلق فرمایا: کیا اس نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا (الضحیٰ: ۶) اور فرمایا: آپ کو حب الٰہی میں سرشار پایا تو مخلوق کی طرف متوجہ کیا اور آپ کو ضرورت مند پایا تو آپ کو غنی کر دیا۔ (الضحیٰ: ۸۔۷)

سورۃ الانشراح کی تین آیتوں میں آپ کی مدح فرمائی: اے رسول مکرم! کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا○ اور آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا○ جس نے آپ کی پشت کو گراں بار کر رکھا تھا○ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا○ (الانشراح: ۴۔۱)

سورۃ التین میں آپ کی تین طرح تکریم فرمائی: آپ کے شہر کی قسم کھائی' فرمایا: اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم○

Marfat.com

(التین: ۳) اور آپ کی امت کے لیے دوزخ سے نجات کی بشارت دی' فرمایا: پھر ہم نے انسان کو سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دیاO سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیےO (التین: ۶۔۵) اور آپ کی امت کے لیے غیر متناہی اجر کی بشارت دیO (التین: ۶)

سورۃ العلق میں بھی تین قسم کی تکریمات ہیں' فرمایا: اے رسول مکرم! اپنے رب کے نام سے پڑھیے (العلق: ۱) یعنی اپنے رب کے نام سے مدد حاصل کرتے ہوئے قرآن پڑھیے' پھر آپ کے دشمن پر اظہارِ قہر کیا' فرمایا: اس (دشمن) کو چاہیے کہ اپنے ہم مجلس کو پکارےO ہم دوزخ پر مقرر فرشتوں کو بلائیں گےO (العلق: ۱۸۔۱۷) آپ کو قرب کامل کے ساتھ خاص کیا' فرمایا: آپ سجدہ کریں اور ہم سے مزید قریب ہو جائیںO (العلق: ۱۹)

سورۃ القدر میں آپ کی امت کے لیے تین قسم کی فضیلت ہے: شب قدر میں عبادت ہزار ماہ سے بہتر ہے (القدر: ۳) اس میں فرشتوں اور جبریل کا نزول ہوتا ہے (القدر: ۴) اس شب میں طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے (القدر: ۵)۔

سورۃ البینۃ میں آپ کی امت کے لیے تین فضیلتیں ہیں: آپ کی امت کو کل مخلوق سے بہتر فرمایا (البینہ: ۷) ان کا ثواب ان کے رب کے پاس دائمی جنتیں ہیں (البینہ: ۸) اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے (البینہ: ۸)۔

سورۃ الزلزال میں بھی آپ کی امت کے لیے تین فضیلتیں ہیں' فرمایا: اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی (الزلزال: ۴) اس کا تقاضا یہ ہے کہ زمین آپ کی امت کی اطاعت اور عبادت کی خبر دے گی' نیز فرمایا: اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے تاکہ ان کے اعمال دکھائے جائیں (البینہ: ۶) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے سامنے ان کی اطاعت اور عبادت پیش کی جائے گی' جس سے ان کو فرحت اور مسرت حاصل ہو گی' اور فرمایا: سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کی جزا دیکھے گا (البینہ: ۷) اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے عظیم عبادت ہے' پس وہ اس کا عظیم ثواب پائیں گے۔

سورۃ العادیات میں آپ کی امت کے مجاہدوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی اور یہ ان کی بہت بڑی فضیلت ہے اور اس کا ذکر تین آیات میں ہے: ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئےO پھر سم مار کر پتھر سے چنگاریاں اڑاتے ہیںO پھر صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیںO (العادیات: ۳۔۱)

سورۃ القارعۃ میں آپ کی امت کی تین فضیلتیں بیان فرمائیں' فرمایا: جس کی نیکی کے پلڑے بھاری ہوں گےO تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گاO (القارعۃ: ۷۔۶) اور ان کے دشمنوں کے متعلق فرمایا: وہ دہکتی ہوئی آگ کے گڑھے میں ہوں گےO (القارعۃ: ۱۱)

سورۃ التکاثر میں آپ کے دین سے اعراض کرنے والوں پر تین قسم کا عذاب بیان کیا' ان سے فرمایا: تم ضرور دوزخ کو دیکھو گےO تم ضرور اس کو یقینی طور پر دیکھو گےO پھر اس دن تم سے ضرور نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گاO (التکاثر: ۸۔۶)

سورۃ العصر میں آپ کی امت کی تین فضیلتیں بیان فرمائیں: ان کے ایمان کا ذکر فرمایا اور ان کے اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا اور یہ بتایا کہ وہ مخلوق کو اعمالِ صالحہ کی اور حق کی اور صبر کی وصیت کرتے ہیں (العصر: ۳)

سورۃ الھمزہ میں یہ بتایا: آپ کا جو دشمن آپ پر طعنہ زن ہے اور آپ کا عیب جو ہے' اس کو تین قسم کا عذاب دیا جائے گا: وہ اپنے دنیا کے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا: وہ زعم کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا (الھمزہ: ۳) اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گاO (الھمزہ: ۴) اور دوزخ کے اس طبقہ کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں گے اور وہ اس سے باہر نکلنے کی

Marfat.com

کوئی راہ نہ پائے گاO (الھمزہ: ٩)
سورۃ الفیل میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو تین طرح رد فرمایا: ان کی سازش کو ناکام کر دیاO ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجےO ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیاO (الفیل: ٥۔٢)
سورۃ القریش میں بتایا کہ آپ کے قبیلہ کی اللہ تعالیٰ نے تین طرح رعایت کی: ان کو آپس میں محبت کرنے والا بنا دیاO ان کو بھوک کی حالت میں کھلایاO ان کو خوف سے امن میں رکھاO (القریش: ٤۔٢)
سورۃ الماعون میں آپ کو مشرف کیا کہ آپ کے دین کی تکذیب کرنے والوں کی تین صفاتِ مذمومہ بیان کیں' ان کی خساست اور بخل کو بیان کیا' فرمایا: وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھلانے پر برانگیختہ نہیں کرتاO (الماعون: ٣) اور بتایا کہ وہ خالق کی تعظیم نہیں کرتا' فرمایا: وہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیںO جو ریاکاری کرتے ہیںO (الماعون: ٦۔٥) اور بتایا: وہ مخلوق کو فائدہ نہیں پہنچاتے' فرمایا: وہ استعمال کی معمولی چیز نہیں دیتےO (الماعون: ٧)
پھر اللہ سبحانہ نے اس کے بعد سورۂ کوثر میں آپ کی بہت عظیم فضیلتیں بیان فرمائی ہیں' فرمایا: ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے' یعنی وہ عظیم فضیلتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان میں سے ہر فضیلت دنیا اور مافیہا سے افضل ہے' سو آپ اپنے رب کی عبادت اور مخلوق کو نیکی کی راہ دکھانے میں مشغول ہوں' رہا بدنی عبادت کا ذکر تو وہ اس میں ہے: آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور مالی عبادت کا ذکر اس میں ہے: اور قربانی کیجئے' پس سورۃ الکوثر اس سے پہلی سورتوں کا تتمہ ہے۔
اور ہم نے یہ کہا تھا کہ سورۃ الکوثر اس کے بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہے' اس کی تفصیل یہ ہے:

سورۃ الکوثر کا بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہونا

اس کے بعد سورت کافرون ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہلوایا کہ تمام دنیا والے کافر ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ تمام لوگ اپنے دین پر شدت سے وابستہ ہوتے ہیں اور سخت متعصب ہوتے ہیں اور وہ اپنے دین اور مذہب کی نصرت کے لیے جان اور مال بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جو شخص ان کے دین کے خلاف کوئی بات کرے یا ان کے دین کی مذمت کرے تو وہ بہت سخت غیظ و غضب میں آ جاتے ہیں' پس جب آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ تمام دنیا والوں کو کافر کہیں اور ان کے دین کو باطل کہیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ تمام دنیا والے آپ کے جانی دشمن ہو جائیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صرف ایک دشمن تھا' جو فرعون تھا اور آپ کو تمام دنیا والوں کی دشمنی کا سامنا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ کافرون سے پہلے سورۃ الکوثر نازل فرمائی' تاکہ آپ کے دل میں دنیا والوں کی دشمنی کا خوف نہ رہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی یعنی دین اور دنیا کی خیر کثیر عطا کی' پس گویا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ آپ کی نصرت اور حفاظت کرے گا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ. (الانفال: ٦٤)	اے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے۔
وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ. (المائدہ: ٦٧)	اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔
اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ. (التوبہ: ٤٠)	اگر تم نے نبی کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد کر دی ہے۔

اور جس کی حفاظت کا اللہ سبحانہ کفیل اور ضامن ہو اس کے دل میں کسی دشمن کا خوف نہیں ہوگا۔
(٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی اور یہ لفظ دنیا اور آخرت کی تمام خیرات

Marfat.com

اور محاسن کو شامل ہے اور ظاہر ہے کہ مکہ میں آپ کو تمام خیرات اور اچھائیاں حاصل نہیں ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف ہو نہیں سکتا تو ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک سلامت رکھے' جب تک یہ وعدہ پورا نہ ہو جائے اور آپ کا کوئی دشمن آپ کو ضرر نہ پہنچا سکے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے تمام دنیا والوں کو کافر کہا تو سب لوگ جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ یہ کام مال و دولت کے لیے کر رہے ہیں تو ہم آپ کو اتنا مال دیں گے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جائیں گے اور اگر آپ کا مطلوب زوجہ ہے تو ہم آپ کی شادی عرب کی سب سے مکرم عورت سے کر دیتے ہیں اور اگر آپ کا مطلوب ریاست ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں' سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو جب آسمانوں اور زمینوں کے خالق نے آپ کو دنیا اور آخرت کی تمام خیرات عطا کر دی ہیں تو آپ ان کی پیش کش کی طرف سر مو التفات نہ کریں۔

(۴) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ'' تو اس سے یہ مستفاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام فرمایا ہے اور آپ ''وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا'' (النساء: ۱۶۴) کے قائم مقام ہیں بلکہ اس سے افضل ہیں کیونکہ جب مولیٰ اپنے بندہ کو انعام دیتے ہوئے کلام کرے تو وہ دوسری جہت کے کلام سے افضل ہے' پس اس کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اتنی زبردست قوت اور طاقت حاصل ہوئی کہ جب آپ نے تمام دنیا کے انسانوں کو کہا: ''يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' تو آپ کو ذرہ برابر بھی خوف نہ ہوا' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے الکوثر کو الکافرون پر مقدم رکھا تاکہ آپ بے دھڑک تمام جہان کے کافروں کو کافر کہہ سکیں اور ان کے معبودوں سے براءت کا اظہار کر سکیں' پس جب آپ نے میری فرماں برداری کی تو دیکھیے میں نے کیسے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور آپ کو بہ کثرت پیروکار عطا کیے اور تمام دنیا کے لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے' پھر جب آپ کی دعوت اور شریعت کا اظہار مکمل ہو گیا تو پھر قلب اور باطن کے احوال شروع ہو گئے کیونکہ طالب کا مقصود صرف دنیا ہو گی یا صرف آخرت ہو گی اور جس کا مقصود صرف دنیا ہو گی' وہ دنیا میں رسوا ہو گا اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہو گی اور سورۂ تبت سے یہی بتانا مقصود ہے' اللہ تعالیٰ تک رسائی یا مخلوق کے ذریعہ سے ہوتی ہے یا بندہ پہلے خالق سے واصل ہوتا ہے پھر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ افضل طریقہ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا بیان شروع کیا اور سورۂ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' میں اس کا بیان ہے' پھر اس کے بعد سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' میں مخلوق کے مراتب کا ذکر کیا اور نفس انسانیہ کے مراتب پر سورۂ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' میں اپنی کتاب کو ختم فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۱۰۔۳۰۷ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الکوثر کے اس مفصل تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الکوثر کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۶ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ ۲۹ دسمبر ۲۰۰۵ء

موبائل نمبر: ۲۱۵۶۳۰۹۔۰۳۰۰

۲۰۲۱۷۴۴۔۰۳۲۱

Marfat.com

الکوثر ۱ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۳ رکوعہا ۱

سورۃ الکوثر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے O سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں O

شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

ع ۲ ۲۴

بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے O سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں O بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے O (الکوثر: ۳۔۱)

اس آیت میں ''انا'' اور ''اعطاء'' کے فوائد اور نکات

اس آیت کے شروع میں لفظ ''انـا'' ہے اور یہ جمع کا لفظ ہے اور اس لفظ سے کبھی جمعیت مراد ہوتی ہے اور کبھی تعظیم مراد ہوتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے' اس لیے اس سے جمعیت مراد نہیں ہو سکتی' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کوثر عطا فرمائی ہے' اس میں کئی افراد وسیلہ ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو اہل مکہ میں رسول بنا کر بھیجنے کی دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ. (البقرہ: ۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے امت احمد میں سے بنا دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ. (الصف: ۶) اور میں اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی تم کو بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

لفظ ''انـا'' میں جمع کے لفظ کی دوسری وجہ تعظیم ہے یعنی آپ کو کوثر عطا کرنے والا تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے اور جب آپ کو عطا کرنے والا اس قدر عظیم ہے تو اس کا عطیہ بھی بہت عظیم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے فرمایا ہے: ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی اور مستقبل کے صیغہ سے نہیں فرمایا کہ ہم آپ کو کوثر عطا کریں گے' یہ اس کی دلیل ہے کہ کوثر آپ کو ماضی میں حاصل ہو چکی ہے اور اس میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جس کو ماضی میں بہت عظیم نعمت حاصل ہو چکی ہو وہ اس سے بہت افضل ہے جس کو مستقبل میں وہ نعمت حاصل ہو' اسی لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹)

(۲) گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ہم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی سعادت کے اسباب مہیا کر دیئے تھے تو

Marfat.com

ہم آپ کی ولادت اور آپ کی عبادت کے بعد آپ کو کب فراموش کرنے والے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو کوثر عطا کرنے کا ذکر کیا' اس کے بعد آپ کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو کوثر عطا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل اور احسان ہے' آپ کی کسی عبادت اور ریاضت کا معاوضہ نہیں ہے۔

(۴) نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے کوثر آپ کو دی ہے' یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے یہ کوثر نبی کو دی ہے یا رسول کو دی ہے کیونکہ اگر فرماتا: یہ کوثر نبی کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر نبوت کا مقتضیٰ ہے' سو جو بھی نبی ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور اگر فرماتا: یہ کوثر رسول کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر رسالت کا تقاضا ہے' سو جو بھی رسول ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہو گی اور جب فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو پتا چلا کہ یہ کوثر نہ نبوت کا تقاضا ہے نہ رسالت کا تقاضا ہے' یہ کوثر تو صرف آپ کی ذات کا تقاضا ہے۔

(۵) عربی میں ''اعطاء'' اور ''ایتاء'' دونوں کا معنی دینا اور نوازنا ہے' اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ''اعطاء'' کا لفظ فرمایا ''ایتاء'' کا لفظ نہیں فرمایا کیونکہ ''اعطاء'' کا متبادر معنی ہے: محض اپنے فضل سے دینا' نیز ''اعطاء'' کا معنی ہے: کسی چیز کا مالک بنا دینا اور ''ایتاء'' سے یہ متبادر نہیں ہوتا' پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے' آپ جس کو چاہیں اس کوثر میں سے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں' اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا تو فرمایا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ. (صٓ:۳۹) یہ ہماری عطاء ہے' اب آپ کسی پر احسان کر کے اس کو دے دیں یا روک کر رکھیں۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا کی تو آپ کو اس کا مالک بنا دیا' چاہے آپ کسی کو دیں یا نہ دیں۔

لفظ ''کوثر'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الکوثر'' جنت میں نہر ہے' اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں' اس میں موتی اور یاقوت جاری ہیں' اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے' اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۶۱' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۲) کوثر سے مراد حوض ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ کو اونگھ آ گئی' آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے پڑھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○'' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی' اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں' اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۰۰)

اس حدیث سے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ما کان وما یکون'' کا علم نہیں تھا ورنہ

Marfat.com

آپ کو از خود معلوم ہوتا کہ یہ شخص آپ کے دین اور آپ کی امت سے نکل چکا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (الوفاس ۸۱۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۶۹ھ) سو جس شخص نے دین میں نیا کام نکالا اس کا عمل بھی آپ پر پیش کیا گیا تھا' لہٰذا اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی نہیں ہوتی' البتہ اس میں آپ کی توجہ کی نفی ہے۔

کوثر سے مراد حوض ہو یا جنت میں نہر' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ہے' اس لیے یہ تفسیر تمام اقوال پر راجح اور فائق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کثیر آپ کو عطا کر دی' اور اسلام' قرآن' نبوت اور دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین اور ثناء جمیل خیراتِ کثیرہ ہیں اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۶)

(۴) عکرمہ نے کہا: کوثر سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔
(۵) حسن بصری نے کہا: کوثر سے مراد قرآن ہے۔
(۶) المغیرہ نے کہا: کوثر سے مراد اسلام ہے۔
(۷) الحسین بن الفضل نے کہا: کوثر سے مراد قرآن کو آسان کرنا اور احکامِ شرعیہ میں تخفیف ہے۔
(۸) ابوبکر بن عیاش نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے اصحاب' آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی کثرت ہے۔
(۹) ابن کیسان نے کہا: کوثر سے مراد ایثار ہے۔
(۱۰) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔
(۱۱) ''الکوثر'' سے مراد آپ کے دل کا وہ نور ہے' جس نے آپ کو اللہ کے ماسوا سے منقطع کر دیا۔
(۱۲) کوثر سے مراد شفاعت ہے۔
(۱۳) الثعلبی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے معجزات ہیں' جن سے آپ کی امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔
(۱۴) ہلال بن یساف نے کہا: کوثر سے مراد ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے اور ایک قول ہے: کوثر سے مراد دین کی فقہ ہے اور ایک قول ہے: پانچ نمازیں ہیں۔

ان اقوال میں سے صحیح ترین قول اوّل اور ثانی ہے یعنی کوثر سے مراد جنت میں ایک نہر ہے یا حوض ہے' جو محشر میں قائم ہوگا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حوضِ کوثر کے متعلق یہ ایمان افروز حدیث ہے:

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ منبر پر گئے' پس فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا' اور بے شک اللہ کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۹۰-۱۳۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸)

الکوثر: ۲ میں فرمایا: سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں O

Marfat.com

تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کے متعلق ضعیف روایات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر ایسی عظیم نعمت عطا کی ہے تو آپ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہمیشہ نماز پڑھتے رہیں اور قربانی ادا کرتے رہیں' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ وہ آپ کو اس قدر خوش حال کردے گا کہ آپ قربانی کرتے رہیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ نماز سے مراد عید کی نماز ہے اور ''وانحر'' سے مراد عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا ہے۔

مجاہد' عطاء اور عکرمہ سے روایت ہے کہ نماز سے مراد مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھنا اور اس کے بعد منیٰ میں قربانی کرنا ہے۔

ابوالاحوص سے روایت ہے کہ اونٹ کو نحر کرتے وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

امام ابن ابی حاتم' حاکم' ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: یہ کون سا نحیرہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے تو حضرت جبریل نے کہا: یہ نحیرہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ جب آپ نماز کی تکبیر تحریمہ پڑھیں تو رفع یدین کریں اور جب رکوع کریں تو رفع یدین کریں اور جب رکوع سے سر اٹھائیں تو رفع یدین کریں کیونکہ یہی ہماری نماز ہے اور آسمانوں کے فرشتوں کی نماز ہے اور ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت رفع یدین ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۷۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۳۸' ذہبی نے کہا: اس کی سند میں اسرائیل غیر معتمد ہے اور امام نسائی کے نزدیک متروک ہے۔)

حاکم نے ''مستدرک'' میں اور دارقطنی نے ''الافراد'' میں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے: اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں' پھر نماز میں اپنے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر رکھیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۳۷' حافظ ذہبی نے اس سے سکوت کیا ہے۔)

حافظ جلال الدین سیوطی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت کے متعلق کہا ہے: اس کو امام ابن ابی حاتم نے اور حاکم نے ''مستدرک'' میں سند ضعیف سے روایت کیا ہے اور ابن کثیر نے اس حدیث کے متعلق کہا: یہ شدید منکر ہے بلکہ امام ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی دوسری حدیث کے متعلق حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم حاکم نے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترک رفع یدین اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر دلائل شرح صحیح مسلم' جلد اوّل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ ''نحر'' کا لفظ اونٹوں کو نحر کرنے میں استعمال ہوتا ہے' نہ کہ ان معانی میں اور قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کیا جاتا ہے اور قربانی کرنا اور اونٹوں کو نحر کرنا زکوٰۃ کے معنی کے قریب ہے' بہ خلاف ان مذکورہ معانی کے' علاوہ ازیں مکہ کے مشرکین بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے اور ان کے لیے اونٹوں کو نحر کرتے تھے تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس آیت کو اس پر محمول کیا جائے کہ آپ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اللہ کی رضا کی خاطر نماز پڑھیں اور اس کی رضا کے لیے قربانی کریں۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۴۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

الکوثر: ۳ میں فرمایا: بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے O

''شانئ'' اور ''ابتر'' کے معنی

اس آیت میں ''شانئ'' اور ''ابتر'' کے دو لفظ ہیں' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

''شنا'' کا معنی ہے: کسی شخص سے بغض کی بناء پر اس کو ناپسند کرنا' قرآن مجید میں ہے: ''شَنَاٰنُ قَوْمٍ'' (المائدہ: ۸)

Marfat.com

کسی قوم کی دشمنی اور اس سے بغض "شانئك" کا معنی ہے: آپ سے بغض رکھنے والا آپ کا دشمن۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۵۲)

"ابتر" کا لفظ "بتر" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: جس کی جڑ کٹی ہوئی ہو پھر اس کا استعمال اس شخص کے لیے ہونے لگا' جس کے بعد اس کی نسل جاری نہ ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کام سے پہلے اللہ کا ذکر نہ کیا جائے وہ "ابتر" ہے یعنی ناتمام اور نامکمل ہے (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۷۶) قرآن مجید میں ہے: "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○" (الکوثر: ۳) یعنی جس کا ذکر اس کے بعد نہ چلے' اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار کا زعم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر منقطع ہو جائے گا' جب آپ کی عمر ختم ہو جائے گی کیونکہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا: جس کا ذکر منقطع ہوگا' وہ آپ کا دشمن ہے اور رہے آپ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ (الانشراح: ۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ○

کیونکہ آپ تمام مؤمنین کے بہ منزلہ باپ ہیں اور تمام مؤمنین حکماً آپ کی اولاد ہیں' اللہ عزوجل نے آپ کا ذکر بلند کیا ہے اور آپ کو خاتم الانبیاء بنایا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۴۶)

الکوثر: ۳ کا شانِ نزول

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شانِ نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص نے آپ کو ابتر کہا تھا' وہ العاص بن وائل السہمی تھا۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۵۳)

ابن زید نے کہا: وہ شخص یہ کہتا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جڑ کٹ گئی اور ان کی نسل آگے نہیں چلے گی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۵۸)

شمر بن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط یہ کہتا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل باقی نہیں رہے گی اور وہ ابتر ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کعب بن اشرف مدینہ آیا تو قریش اس کے پاس گئے اور کہا: ہم حرم کا انتظام اور حفاظت کرنے والے ہیں اور زمزم کے پانی پلانے والے ہیں اور تم اہل مدینہ کے سردار ہو' یہ بتاؤ کہ ہم بہتر ہیں یا یہ شخص جو اپنی قوم سے کٹ چکا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے افضل ہے؟ کعب بن اشرف نے کہا: بلکہ تم اس سے افضل ہو' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۶۲)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے بیٹے حضرت قاسم تھے' پھر حضرت زینب تھیں' پھر حضرت عبد اللہ تھے' پھر حضرت ام کلثوم تھیں' پھر حضرت فاطمہ تھیں' پھر حضرت رقیہ تھیں' پس حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور وہ مکہ میں سب سے پہلے آپ کی اولاد میں سے فوت ہونے والے تھے' پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے' اس وقت العاص بن وائل السہمی نے کہا: ان کی نسل منقطع ہو گئی اور یہ ابتر (جڑ کٹے) ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○" (الکوثر: ۳)۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۹۵' دار احیاء التراث العربی بیروت) (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۶۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں محمد بن علی سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ

Marfat.com

عنہ جب اتنی عمر کو پہنچ گئے کہ وہ سواری پر سوار ہو سکیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا' اس وقت عاص بن وائل نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج صبح ابتر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۸۹' الدر المنثور ج ۸ ص ۵۹۵)

امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے آپ کو ابتر کہا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۵۱۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

شمر بن عطیہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط یہ کہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد باقی نہیں رہے گی' اور وہ جڑ کٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝'' (الکوثر: ۳)۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۵۱۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو العاص بن وائل' ابوجہل' عقبہ بن ابی معیط اور کعب بن اشرف تمام دشمنانِ مصطفیٰ نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا' جب کسی شخص کا بیٹا فوت ہو جائے تو اس کے ہم وطن اور رشتہ دار اس کی تعزیت کرتے ہیں اور اس کو تسلی دیتے ہیں' یہ کیسے ہم وطن اور رشتہ دار تھے' جو ایسے رنج و غم کے موقع پر آپ کو تسلی دینے کے بجائے آپ کو طعنے دے رہے تھے اور آپ کو ابتر کہہ رہے تھے' اس جاں کاہ وقت میں آپ کو صرف رب ذوالجلال نے تسلی دی اور فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے ۝ سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں ۝ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے ۝ (الکوثر: ۳۔۱)۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت فرمانا

کفار نے جب آپ کو طعنہ دیا کہ آپ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے بلاواسطہ مدافعت کی اور فرمایا: بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر (مقطوع النسل) ہے اور یہی محبین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے محبوب کو کوئی طعنہ دے تو وہ اپنے محبوب کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور اس کی قرآن مجید میں اور بھی کئی مثالیں ہیں' جب کفار نے آپ کی شان میں یہ بدگوئی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نقل فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ (سبا: ۸۔۷)

اور کفار نے کہا: آؤ ہم تمہیں ایسا شخص بتائیں' جو تمہیں یہ خبر دے رہا ہے کہ جب تم پورے پورے ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہاری ضرور نئی تخلیق کی جائے گی ۝ اس نے یا تو اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے یا یہ دیوانہ ہے۔

جب کفار نے آپ کو جھوٹا اور دیوانہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ کی مدافعت کی اور فرمایا:

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝ (سبا: ۸)

بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ جن لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہے وہ عذاب میں اور دور کی گم راہی میں ہیں ۝

اسی طرح جب ولید بن مغیرہ نے آپ کو دیوانہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدافعت میں فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (القلم: ۲)

آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں ۝

اور القلم: ۱۳۔۸ میں ولید بن مغیرہ کی مذمت میں اس کے نو عیوب بیان فرمائے اور نواں عیب یہ بیان کیا کہ وہ بداصل ہے۔

اسی طرح منکرین نے آپ کے متعلق کہا:

لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ (الرعد: ۴۳)

آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدافعت میں فرمایا:

یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ (یٰسین: ۳۔۱)

یٰس ○ قرآن حکیم کی قسم ○ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ○

اسی طرح کفار کے اس قول کو نقل فرمایا:

اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۭ (الصّٰفّٰت: ۳۶)

کیا ہم شاعر دیوانے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدافعت میں فرمایا:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۳۷)

(نہیں نہیں) بلکہ وہ تو سچا دین لے کر آئے ہیں اور انہوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ○

پھر آپ کے دشمنوں کو وعید سنائی:

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۚ (الصّٰفّٰت: ۳۸)

بے شک تم ضرور دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو ○

اسی طرح کفار کے اس قول کو نقل فرمایا:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ . (الفرقان: ۷)

اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

تو اللہ نے ان کے رد میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ . (الفرقان: ۲۰)

ہم نے آپ سے پہلے جن رسولوں کو بھی بھیجا وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنی قوم کو توحید کا پیغام سنایا اور فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑ سواروں کا ایک لشکر ہے' جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا' آپ نے فرمایا: تب میں تم کو یہ خبر دیتا ہوں کہ اگر تم اسی طرح اللہ کے ساتھ شرک کرتے رہے تو تم پر بڑا عذاب آئے گا' یہ سن کر ابولہب نے کہا: ''تبًا لك'' تمہارے لیے ہلاکت ہو' کیا تم نے اس لیے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ جب ابولہب نے آپ سے کہا: ''تبًا لك'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدافعت اور ابولہب کی مذمت میں پوری سورت نازل فرما دی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۭ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۭ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ (اللھب: ۵۔۱)

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ○ اسے اس کے مال اور اس کی کمائی نے کوئی فائدہ نہ دیا ○ وہ عنقریب زبردست شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا ○ اور اس کی بیوی (بھی)' لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ○ اس کی گردن میں درخت کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی ○

انبیاءِ سابقین کا خود اپنی مدافعت کرنا

پہلے نبیوں کی شان میں اگر کافر کوئی ناگفتنی بات کہتا تو وہ خود اپنی مدافعت کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ان کی ناگفتنی بات کو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الاعراف:٦٠)

حضرت نوح کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک ہم تم کو ضرور کھلی ہوئی گم راہی میں دیکھتے ہیں ○

تو حضرت نوح علیہ السلام نے خود اپنی مدافعت فرمائی:

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف:٦١)

حضرت نوح نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گم راہی نہیں ہے لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں ○

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے ان کے متعلق بدگوئی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو نقل فرمایا:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (الاعراف:٦٦)

حضرت ھود کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: بے شک ہم تم کو بے وقوفی میں دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں ○

تب حضرت ھود نے از خود اپنی مدافعت فرمائی:

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف:٦٧)

حضرت ھود نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی کم عقلی نہیں ہے لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محبوبیت

یہ تو انبیاء سابقین تھے لیکن جب محبوب رب العلمین کو مبعوث فرمایا اور کفار نے آپ کی شان میں بدگوئی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ خود اپنی مدافعت فرمائیں بلکہ جیسے ہی کسی نے آپ کی شان کے خلاف کوئی بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کا رد فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے چند دن آپ پر وحی نازل نہیں فرمائی تو کافروں نے کہا: (سیدنا) محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا اور اس سے بے زار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فوراً سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی، جس میں یہ آیات ہیں:

وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ؕ (الضحیٰ:٣۔١)

چاشت کے وقت کی قسم ○ اور رات کی قسم جب وہ چھیل جائے ○ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے نہ وہ آپ سے بے زار ہوا ہے ○

اسی طرح جب کافروں نے آپ کو ابتر کہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدافعت میں پوری سورۂ کوثر نازل فرمادی۔

الکوثر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ٢٧ ذوالقعدہ ١٤٢٦ھ/ ٣٠ دسمبر ٢٠٠٥ء کو سورۂ کوثر کی تفسیر کی تکمیل ہو گئی۔ اے میرے رب کریم! جس طرح آپ نے یہاں تک تفسیر لکھوا دی ہے باقی سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دیں۔ میری تمام تصنیف کو تا قیامت فیض آفریں رکھیں اور میری، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے احباب اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین و علی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الکافرون

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۃ الکافرون ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کافروں کو مخاطب کر کے یہ کہیں کہ آپ ان بتوں کی عبادت نہیں کریں گے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت یہ ہے:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ (الکافرون: ۱) آپ کہیے: اے کافرو!O

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۹۲ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے پہلے سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ اخلاص سے اپنے رب کی عبادت کریں اور اس سورت میں یہ حکم دیا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیں کہ آپ مشرکین کے خود ساختہ بتوں کی عبادت نہیں کریں گے اور آپ ان کے معبودوں سے بے زاری کا اظہار کر دیں۔

اس سورت میں مشرکین کے اعمال سے بے زاری کا اظہار کیا گیا ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سورت میں کفار کی اس طمع کو منقطع کر دیا گیا کہ کبھی مسلمان دین اور عبادت کے معاملہ میں ان سے سمجھوتا کر لیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی رقم الحدیث: ۴۶۵۸)

حضرت فروہ بن نوفل الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کچھ وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: تم سوتے وقت "قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" پڑھا کرو' کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۵۵' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۹)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۰۹ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۸ ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ / ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء

Marfat.com

الکٰفرون مکیۃ ٦ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اٰیاتھا ٦ رکوعھا ١

سورۃ الکافرون مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھ آیات اور ایک رکوع ہے

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ

آپ کہیے: اے کافرو! O میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو O اور نہ تم اس کی

عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ

عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے O اور

عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ﴿۶﴾ ع ٦ ٣٢

نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: اے کافرو! O میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو O اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے O اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے O (الکافرون: ٦۔١)

''قل یایھا الکافرون'' کا شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ وہ آپ کو اتنا مال دیں گے کہ آپ مکہ کے امیر ترین شخص ہو جائیں گے اور آپ جس عورت سے شادی کرنا چاہیں گے' وہ اس سے آپ کی شادی کر دیں گے' بس آپ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں اور اگر آپ ایسا نہ کریں تو ہم آپ کے سامنے ایک اور پیش کش کرتے ہیں' آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ ایک سال تک ہمارے معبودوں یعنی لات اور عزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال تک ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے' آپ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم نازل ہوتا ہے' پھر اس کے جواب میں سورۂ کافرون نازل ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ٢٩٥٦٣' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ١٩٥١٨)

آپ نے ان کی پیش کش کو از خود رد نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ آپ کو نورِ نبوت سے یہ معلوم تھا کہ اس سلسلہ میں پوری سورت نازل ہونے والی ہے۔

ابو البختری کے غلام سعید بن مینا بیان کرتے ہیں کہ الولید بن مغیرہ' العاص بن وائل' الاسود بن المطلب اور امیہ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور انہوں نے کہا: یا محمد! آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں' ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کریں اور ہم اور آپ تمام معاملات میں مشترک ہو جائیں' پھر اگر ہمارا موقف آپ کے موقف سے زیادہ صحیح ہو تو آپ ہمارے موقف سے حصہ لے چکے ہوں گے اور اگر آپ کا موقف ہمارے موقف سے زیادہ صحیح ہو تو ہم آپ کے موقف سے

Marfat.com

حصہ لے چکے ہوں گے' تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ کافرون نازل فرمائی۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۵۱۹' جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۶۴)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:
یہ سورت ان ضدی اور سرکش کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور وہ بت پرستی کو ترک کر کے توحید اور اسلام کی طرف رجوع نہیں کریں گے' کیونکہ ایسا نہیں تھا کہ ہر کافر کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرے گا' کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک وقت میں کافر ہو اور دوسرے وقت میں اسلام لے آئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ سورت صرف ان ہی کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ تادم مرگ کافر ہی رہیں گے اور اسلام نہیں لائیں گے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ثبوت پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے خبر دی تھی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ ایمان نہیں لائے اور کفر پر مر گئے۔ اس سورت میں آپ کی رسالت کی دلیل کے علاوہ یہ بھی دلیل ہے کہ کفار مکہ جو آپ کو اپنے دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے تھے' وہ مایوس ہو جائیں کیونکہ آپ کبھی بھی ان کے بتوں کی طرف موافقت کرنے والے نہ تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۶۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

"یایھا الکافرون" سے پہلے "قل" لانے کے متعلق امام رازی کی توجیہات

امام رازی نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "قل" کیوں فرمایا' یعنی آپ کہیے' اور صرف اسی پر اکتفاء کیوں نہیں کیا کہ اے کافرو!؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر لفظ "قل" نہ ہوتا تو اس سے یہ سمجھا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خود فرما رہے ہیں: اے کافرو! حالانکہ آپ بہت نرم مزاج' شفیق اور رحیم و کریم ہیں اور ایسا سخت لفظ کہنا آپ کے مزاج کے مناسب نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں آپ کی نرمی اور رحم دلی کے متعلق یہ آیات ہیں:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ (آل عمران: ۱۵۹)

اللہ کی رحمت کے سبب آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے ○

اور آپ کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ آپ کافروں کو نہایت اچھے طریقہ سے دین کی طرف بلائیں اور عمدہ جواب دیں' فرمایا:

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ (النحل: ۱۲۵)

لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور نہایت اچھے طریقہ کے ساتھ ان سے بحث کریں۔

سو آپ کو لوگوں کے ساتھ خلق اور نرم گفتاری کا حکم دیا گیا اور پھر آپ ان سے فرماتے: اے کافرو! تو لوگ کہتے: یہ سخت کلام نرم گفتگو کے کیسے لائق ہوسکتا ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے "قل" فرمایا یعنی آپ کہیے: اے کافرو! گویا آپ از خود مشرکین مکہ کو اے کافرو! نہیں کہہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے حکم کی تعمیل میں ان سے سخت کلام فرما رہے ہیں اور نرم گفتاری کر رہے ہیں یعنی آپ کی رحمت اور نرم مزاجی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

Marfat.com

امام رازی نے اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا:

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ○ (الشعراء: ۲۱۴) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے ○

اور آپ اپنے قرابت داروں سے بہت محبت کرتے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ (الشوریٰ: ۲۳) آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوا اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔

اور جب کہ رشتہ داری اور نسب کی وحدت سخت کلام کرنے سے مانع ہوتی ہے تو آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں سے سختی سے کلام کریں اور کہیں: اے کافرو!

امام رازی نے اس کی تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ (المائدہ: ۶۷) اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے' اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے اپنے ذمہ جو پیغام تھا وہ نہیں پہنچایا۔

تو چونکہ آپ کے اوپر "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ○" کا مجموعہ نازل کیا گیا تھا' اس لیے آپ نے "قل" سمیت یہ پورا کلام پہنچا دیا۔

امام رازی نے "قل" کہنے کی چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان اپنے مالک اور مولا کی تو ہر بات برداشت کر لیتا ہے خواہ وہ سخت ہو یا نرم لیکن دوسرے کی سخت بات برداشت نہیں کرتا اور مشرکین یہ مانتے تھے اور یہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ ان کا خالق اور ان کا رازق ہے اور وہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ (لقمان: ۲۵) اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اور انسان اپنے مالک اور مولیٰ کی وہ باتیں برداشت کر لیتا ہے جن کو وہ دوسروں سے سننا گوارا نہیں کرتا' پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً فرماتے: "یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ○" اے کافرو! تو ہو سکتا تھا کہ وہ یہ قرار دیتے کہ یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو شاید وہ اس کو برداشت نہ کرتے اور آپ کو ایذاء پہنچاتے لیکن جب انہوں نے سنا "قل" (آپ کہیے) تو انہوں نے جان لیا کہ یہ درشت اور سخت کلام آسمانوں اور زمینوں کے خالق کی طرف سے ہے' تو انہوں نے اس سخت کلام کو برداشت کر لیا اور ان کو یہ ناگوار نہ لگا۔

امام رازی نے "یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ○" سے پہلے لفظ "قل" ذکر کرنے کی اسی طرح کی تینتالیس (۴۳) تاویلات اور توجیہات ذکر کی ہیں' آخری تاویل اور توجیہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں سختی اور درشتی تھی' سو جب ان کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا گیا تو ان دونوں سے فرمایا:

فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا (طٰہٰ: ۴۴) آپ دونوں فرعون سے نرمی سے بات کریں۔

اور جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف بھیجا گیا تو آپ کو سختی کرنے کا حکم دیا' لہٰذا فرمایا:

وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ (التوبہ: ۷۳) ان پر سختی کیجیے۔

کیونکہ آپ میں انتہائی نرمی اور رحم دلی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:

Marfat.com

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝" (الکافرون: ۲۔۱) آپ کہیے: اے کافرو! ۝ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو ۝ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۲۹۔۳۲۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی قدس سرہ نے یہ توجیہات اور تاویلات اس لیے کی ہیں کہ مشرکین مکہ کو کافر کہنا گویا سب وشتم کی بات تھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ تھی' اس لیے "يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝" سے پہلے "قل" لایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے از خود ان کو کافر نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم دینے سے ان کو کافر فرمایا ہے۔

مصنف کے نزدیک فی نفسہٖ کافر کے لفظ میں کوئی سختی یا سب وشتم کی بات نہیں ہے' کافر کا معنی ہے: منکر' مشرکین چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے' اس لیے ان کو کافر کہا جاتا ہے یعنی منکرین' اسی طرح مسلمان چونکہ بتوں کی پرستش اور شیطان کی اطاعت کا انکار کرتے ہیں' اس لیے اس معنی میں ان پر بھی کفر کا اطلاق فرمایا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ (البقرہ: ۲۵۶)

سو جو شخص شیطان (کی اطاعت) کا کفر کرتا ہے اور اللہ (کی توحید) پر ایمان رکھتا ہے' اس نے مضبوط رستے کو تھام لیا۔

جس طرح مشرکین اللہ تعالیٰ کی توحید کے کافر اور منکر ہیں' اسی طرح مسلمان بھی شیطان کی اطاعت کے کافر اور منکر ہیں' اس لیے اس اعتبار سے مسلمان کو کافر کہنے میں کوئی سخت بات ہے نہ مشرک کو کافر کہنے میں کوئی سخت اور ناروا بات ہے۔

قرآن مجید کی بہت آیات میں مشرکوں کو خطاب کر کے کفر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور اس سے پہلے لفظ "قل" نہیں ہے' چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ (البقرہ: ۲۸)

تم اللہ کا کیوں کر کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے سو اس نے تم کو زندہ کیا۔

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے مشرکوں نے کہا:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۷۶)

متکبر لوگوں نے کہا: تم جس ذات پر ایمان لائے ہو ہم اس ذات کے کافر ہیں (یعنی اس کے منکر ہیں) ۝

اس آیت میں مشرکین نے خود اپنے اوپر کافر کا اطلاق کیا ہے' پس مشرکین کو کافر کہنا ان کے حق میں سخت بات کیسے ہو گئی۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (التوبہ: ۳۲)

مشرکین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے سوا انکار کرتا ہے' خواہ کافروں کو ناگوار ہو ۝

لہٰذا مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین مکہ کو "کافرون" فرمانا کوئی ایسی سخت اور سنگین بات نہیں ہے' جس کی تینتالیس (۴۳) توجیہات کی ضرورت ہو' ویسے امام رازی بہت عظیم اور متبحر مفسر ہیں' وہ جس کی چاہیں اور جتنی چاہیں توجیہات کر سکتے ہیں۔

الکافرون: ۵۔۲ میں فرمایا: میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو ۝ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں ۝ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے ۝ اور نہ تم اس کی

Marfat.com

عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں ○

سورۃ الکافرون کی آیات میں تکرار کا جواب

ان آیات پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت: ۳۔۲ اور آیت: ۵۔۴ کا ایک ہی معنی اور مفہوم ہے اور یہ تکرار ہے اور تکرار غیر مفید ہوتا ہے اور بلیغ کے کلام میں کوئی چیز غیر مفید نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ آیت ۵۔۴' آیت ۳۔۲ کی تاکید ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت ۳۔۲ حال کے زمانہ پر محمول ہیں اور آیت: ۵۔۴ مستقبل کے زمانہ پر محمول ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ میں زمانہ حال میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ زمانہ مستقبل میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا' اسی طرح کفار کے متعلق فرمایا: نہ تم زمانہ حال میں اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ تم زمانہ مستقبل میں اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

اور یہ آیات ان ہی کافروں کے ساتھ مخصوص ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

الکافرون: ۶ میں فرمایا: تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے ○

"لکم دینکم ولی دین" کے محامل

اس کا معنی یہ ہے: تمہارا موقف اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنا ہے اور میرا موقف اخلاص کے ساتھ اللہ سبحانہ کی توحید کو ماننا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ مشرکین کو شرک کرنے کی اجازت دے دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تو شرک کی بیخ کنی کے لیے ہوئی' آپ شرک کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔

اور رہی یہ آیت تو اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اس آیت سے مراد تہدید (دھمکانا) اور زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (حٰمٓ السجدہ: ۴۰) تم جو چاہو کرتے رہو' بے شک وہ تمہارے تمام کاموں کو دیکھنے والا ہے ○

یہ امر کا صیغہ ہے لیکن اس سے مقصود عذاب سے ڈرانا اور دھمکانا ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کو شرک اور کفر اور معصیت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے' سو اسی طرح الکافرون: ۵ ہے۔

(۲) گویا آپ نے فرمایا: میں تمہیں توحید کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں' اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور میری پیروی نہیں کرتے تو مجھ کو چھوڑ دو اور مجھے شرک اور بت پرستی کی دعوت نہ دو۔

(۳) دین کا معنی ہے: حساب' یعنی تم سے تمہارے اعمال کا حساب ہوگا اور مجھ سے میرے اعمال کا حساب ہوگا اور کسی سے دوسرے کے اعمال کا حساب نہیں ہوگا۔

(۴) تم کو تمہارے اعمال کی سزا ملے گی اور مجھ کو میرے اعمال کی جزا ملے گی۔

(۵) دین سے مراد ہے: عادت' تمہاری وہ عادت ہے جو تم کو شیاطین سے ملی ہے اور میری وہ عادت ہے جو مجھے وحی الٰہی سے حاصل ہوئی ہے' لہٰذا تم اتباع شیاطین کی وجہ سے دوزخ میں جاؤ گے اور میں اتباع وحی کی وجہ سے جنت میں جاؤں گا۔

سورۃ الکافرون کی تکمیل

آج ۲۹ ذوالقعدۃ ۱۴۲۶ھ/ یکم جنوری ۲۰۰۶ء' بہ روز اتوار سورۃ الکافرون کی تفسیر مکمل ہو گئی' الحمد للہ رب العلمین۔ اے

Marfat.com

میرے رب کریم! اپنی رحمت اور فضل و کرم سے قرآن مجید کی باقی سورتوں کی تکمیل بھی کرا دے' اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے تلامذہ اور میرے احباب کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے اور میری تمام تصانیف کو قیامت تک باقی اور فیض آفریں رکھ۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین و علٰی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و امتہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ النصر

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام النصر ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ''نصر'' کا لفظ ہے اور وہ آیت یہ ہے:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے O

اس ''نصر'' سے مراد بہت بڑی مدد ہے اور اس فتح سے مراد بہت بڑی فتح ہے اور وہ فتح مکہ ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ'' مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۶۰۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس سے پہلی سورت میں یہ بتایا تھا کہ دین اسلام کفار کے دین کے خلاف ہے اور اس سورت میں یہ بشارت دی ہے کہ کفار کا دین عنقریب مٹ جائے گا اور دین اسلام غالب آ جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب بہت بڑی فتح اور بہت بڑی نصرت حاصل ہوگی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور اردگرد کے قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن پورا ہو رہا ہے اور عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی۔ ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۴ ہے اور یہ آخری سورت منیٰ میں حجۃ الوداع کے دوران نازل ہوئی ہے اور چونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لیے اس سورت کا مدنی سورتوں میں شمار کیا جاتا ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۰ ہے۔

یہ سورت بالاجماع مدنی ہے اور اس میں فتح مکہ اور مشرکین کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ تمام جزیرہ عرب میں اب اسلام پھیل جائے گا اور بت پرستی اور شرک کے اندھیرے اب چھٹ جائیں گے اور اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوری ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے رب عزوجل کی حمد اور اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، سو اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کی تسبیح اور اس سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

سورۃ النصر کے اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے ربِ کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

یکم ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۲ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

سورۃ النصر مدنیۃ ٣ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ٣ رکوعہا ١

سورۃ النصر مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیات اور ایک رکوع ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ○ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ

فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ○ سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع

بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ○ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ○ سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ○ (النصر: ٣۔١)

فتح سے مراد فتح مکہ ہونا

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

عام اہل تفسیر نے یہ کہا ہے کہ سورۃ النصر مکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نصرت کی گئی تھی' وہ اہل مکہ کے خلاف تھی' علامہ ابوبکر اصم نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ فتح مکہ ہجرت کے آٹھ سال بعد ہوئی ہے اور یہ سورت ہجرت کے دس سال بعد نازل ہوئی ہے' اس پر یہ سوال ہوگا کہ اس آیت میں ''اذا'' کا لفظ ہے اور یہ لفظ مستقبل کے لیے آتا ہے' اس لیے اس سے مراد خاص فتح مکہ نہیں ہے' بلکہ اسلام کی دیگر فتوحات ہیں' لیکن اس سوال کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ''اذا'' کا لفظ ''اذ'' کے معنی میں ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے' اس لیے اس آیت میں فتح کو فتح مکہ پر محمول کرنا درست ہوگا' پس یہ سورت نازل تو ہجرت کے دس سال بعد ہوئی ہے اور یہ آخری سورت ہے' لیکن اس سورت میں فتح مکہ کی نعمت کو بیان کیا گیا ہے' جو فتح ہجرت کے آٹھ سال بعد حاصل ہوئی تھی۔

''اذا جاء نصر اللّٰہ'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات پوری ہونے پر استدلال

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ پہلے لوگ ایک ایک کر کے یا دو دو کر کے اسلام میں داخل ہوتے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو پوری پوری فوج اور پورے پورے قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگے' نیز اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنی وفات کی خبر دی اور اس پر حسب ذیل اُمور سے استدلال ہے:

(١) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو اس سے آپ نے یہ استدلال کیا کہ آپ کا مشن اب پورا ہو چکا ہے' لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا وقت آ گیا ہے۔

Marfat.com

(۲) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوری ہونے کی کچھ علامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی تھیں' ان علامات سے آپ نے جان لیا تھا کہ اب آپ کا وقت پورا ہو چکا ہے۔

(۳) جب لوگوں کے فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے سے اب تبلیغ اسلام میں مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی تو آپ نے جان لیا کہ اب آپ کی زندگی پوری ہوگئی ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۶۳۵۔۶۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُۙ‏'' کی تفسیر میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے گویا اس سال میری روح قبض کر لی جائے گی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۹۰۷' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۶۷' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۷۱۲)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُۙ‏'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنی امت میں چالیس سال گزارے اور میرے بیس سال پورے ہو چکے ہیں اور میں اس سال میں فوت ہو جاؤں گا' پس حضرت سیدہ فاطمہ رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی' پھر آپ مسکرانے لگیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۹۵۲۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ مجھ سے ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُۙ‏'' کے متعلق سوال کیا' میں نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے' اس کے بعد دوسری روایت میں ہے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے' جس کی اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی تھی اور بتایا تھا' یہ آپ کی وفات کی علامت ہے' سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۱۰۶۱۷۔۱۰۶۱۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۷۰۔۴۹۶۹۔۴۴۳۰۔۳۶۲۷۔۳۲۹۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۲)

حمد اور تسبیح کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے محامل

النصر: ۳ میں فرمایا: سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے ○

تسبیح کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی ان چیزوں سے تنزیہ بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور حمد کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے ثناء کرنا' جن کی اس نے آپ کو تعلیم دی ہے۔

اس آیت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھتے رہیں کیونکہ یہ دو کلمات حمد اور تسبیح کے جامع ہیں۔

اس آیت میں آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ آپ سے کوئی تقصیر یا تفریط ہوئی تھی' جس کی بناء پر آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ہر لحظہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ نعمتیں ہیں بلکہ غیر متناہی نعمتیں ہیں جن کا زبان و بیان سے شکر نہیں ادا کیا جا سکتا تو اس لیے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا کماحقہ جو آپ شکر ادا نہیں کر سکتے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی معصوم جب اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کے

Marfat.com

درجات اور مراتب بلند کیے جائیں۔

اس کا تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس استغفار سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ اپنے لیے استغفار کریں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لیے استغفار کریں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:۱۹) آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں اور مؤمنین اور مؤمنات کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہو کہ جب آپ دائماً استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو "تواب" فرمایا ہے یعنی وہ بہت زیادہ توبہ قبول فرماتا ہے' بندہ ایک بار گناہ کر کے توبہ کرتا ہے' وہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے' بندہ پھر گناہ کر کے توبہ کرتا ہے تو وہ پھر توبہ قبول فرمالیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے' حتیٰ کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (گناہ کے بعد) استغفار کر لیا' اس نے اصرار نہیں کیا' خواہ وہ دن میں ستر بار (بھی) گناہ کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۱۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۵۵۹)

سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت حمد اور تسبیح اور استغفار کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مشائخ بدر میں داخل کرتے تھے' ان میں سے بعض مشائخ کو یہ ناگوار ہوتا تھا' انہوں نے کہا: آپ ان کو ہمارے درمیان کیوں رکھتے ہیں حالانکہ ان کی عمر کے برابر تو ہمارے بیٹے ہیں' حضرت عمر نے فرمایا: یہ اس حیثیت سے ہیں جس کا تمہیں علم نہیں ہے' پھر ایک دن حضرت عمر نے ان کو بلایا اور مشائخ بدر میں داخل کیا اور میرا یہی اندازہ تھا کہ آج حضرت عمر ان پر میری حیثیت واضح کریں گے' پھر حضرت عمر نے ان سے پوچھا: آپ لوگ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ" کے متعلق کیا بیان کرتے ہیں؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب جنگ میں ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور جب ہمیں شکست ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور دوسرے بعض مشائخ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا' پھر حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس! آپ کے نزدیک کیا اس سورت کی یہی تفسیر ہے؟ میں نے کہا: نہیں' حضرت عمر نے پوچھا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان ہے' جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دی تھی "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ" آپ کی وفات کی علامت تھی' حضرت عمر نے فرمایا: اس سورت کے متعلق مجھے اس سے زیادہ علم نہیں ہے' جو آپ نے بتلایا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۷۰' سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بہت زیادہ پڑھتے تھے: "سبحان اللّٰہ وبحمدہ' استغفر اللّٰہ واتوب الیہ" میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ یہ بہت زیادہ پڑھتے ہیں: "سبحان اللّٰہ وبحمدہ' استغفر اللّٰہ واتوب الیہ"؟ آپ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے یہ خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا' پس جب میں وہ علامت دیکھ لوں تو میں بہ کثرت پڑھوں: "سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللّٰہ واتوب الیہ" پس بے شک میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے' وہ علامت ہے: "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ" (النصر:۱) یعنی

Marfat.com

فتح مکہ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۲۹۳۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۂ "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ" کے بعد جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی 'سبحانك ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي "تو سبحان ہے' اے ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ' اے اللہ! تو میری مغفرت فرما۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورت نصر نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخر میں تسبیح اور استغفار بہت زیادہ کرتے تھے' آپ جب بھی کھڑے ہوتے یا بیٹھتے یا آتے یا جاتے تو یہ پڑھتے تھے: "سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب اليه" اور فرماتے: مجھے یہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر آپ نے سورت النصر پوری پڑھی۔ بعض روایات میں ہے: آپ اس طرح پڑھتے تھے: "سبحانك اللهم وبحمدك استغفرك واتوب اليك"۔

(جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۷۸' الدر المنثور ج ۸ ص ۶۰۵)

النصر: ۳ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے کا حکم ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے بہت زیادہ استغفار کیا ہے' اب ہم وہ احادیث پیش کر رہے ہیں' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرتِ استغفار کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت استغفار کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سبحانہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۰۷' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۱۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے قلب پر (رحمت کا) حجاب آ جاتا ہے اور میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ سبحانہ سے استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۷۰۲۔ باب استحباب الاستغفار۔ رقم الحدیث: ۴۱' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱)

نیز حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سبحانہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں ایک دن میں سو مرتبہ اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۰۲' باب الاستغفار رقم الحدیث ۴۲)

امام رازی کے بعض نکات پر مصنف کا تبصرہ

امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اس سورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے تین نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے' آپ کی نصرت فرمائی' آپ کو فتح مکہ عطا فرمائی اور آپ کے دین میں لوگوں کو فوج در فوج داخل فرمایا' پھر پہلی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے فرمایا: اپنے رب کی تسبیح کیجئے' اور دوسری نعمت کا شکر ادا کرنے کے متعلق فرمایا: اپنے رب کی حمد کیجئے اور تیسری نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے فرمایا: اپنے رب سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۳۴)

پھر استغفار کے حکم کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۴) آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہوئے اپنے دل میں یہ گمان نہ کریں کہ آپ اللہ کی وہ اطاعت کر رہے ہیں' جو اس کے لائق ہے بلکہ اس حالت میں بھی یہ گمان کریں کہ میں اللہ سبحانہ کی ایسی حمد اور تسبیح نہ کر سکا' جیسی تسبیح اور حمد کرنا اس کا حق تھا' پھر اس تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

Marfat.com

(۵) گویا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے: اے محمد! آپ معصوم ہیں یا معصوم نہیں ہیں' پس اگر آپ معصوم ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کریں اور اگر آپ معصوم نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ بندہ کسی وقت بھی اللہ کی عبادت کرنے کے حکم سے فارغ نہیں ہوتا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۴۲)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں ہے کہ آپ معصوم ہیں یا معصوم نہیں ہیں اور اس معنی کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے اور اگر اس عبارت کا کوئی اور معنی ہے تو وہ ہماری سمجھ میں نہیں آ سکا' خود امام رازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کے قائل اور معتقد ہیں اور انہوں نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر دلائل قائم کیے ہیں۔

اس عبارت کے دو صفحے بعد امام رازی نے لکھا ہے: جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوئی' ان کے نزدیک آپ کو استغفار کا حکم دینے کے حسب ذیل محامل ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق امام رازی کی توجیہات

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار آپ کی تسبیح کرنے کے قائم مقام ہے' کیونکہ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ غفار ہے۔

(۲) آپ نے استغفار اس لیے کیا کہ آپ کی امت آپ کی اقتداء کرے' کیونکہ کوئی مکلف اس خطرے سے خالی نہیں ہے کہ اس سے عبادت میں کوئی تقصیر ہوگئی ہو اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ آپ معصوم تھے اور عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے اس کے باوجود جب آپ استغفار سے مستغنی نہیں ہیں تو کوئی دوسرا استغفار کرنے سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے۔

(۳) آپ ترک افضل کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴) بندہ جو عبادت بھی کرتا ہے' جب اس عبادت کا مقابلہ اپنے رب کی نعمتوں سے کرتا ہے تو اپنی عبادت کو اس کی نعمتوں کے شکر کے مقابلہ میں بہت کم پاتا ہے تو اس تقصیر شکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

(۵) جب سالک ایک عبادت سے دوسری عبادت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اپنی پہلی عبادت کو قاصر پاتا ہے' لہٰذا اس قصور پر استغفار کرتا ہے اور اللہ کی طرف سیر کے مراتب غیر متناہی ہیں اس لیے استغفار کے مراتب بھی غیر متناہی ہیں۔

(۶) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ اپنی امت کے لیے استغفار کیجئے اور جب آپ کی امت دن بہ دن زیادہ ہو رہی ہے تو آپ کے استغفار کی بھی زیادہ ضرورت ہے' سو آپ زیادہ سے زیادہ استغفار کیجئے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۴۵-۳۴۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق دیگر مفسرین کی توجیہات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی کرتے رہتے تھے' جب آپ ترقی کر کے اگلے مرتبہ پر پہنچتے تو پہلے مرتبہ پر استغفار کرتے۔

(۲) آپ اپنے بلند مرتبہ کے اعتبار سے جس کام کو اپنے مرتبہ کے خلاف سمجھتے' اس پر استغفار کرتے۔

(۳) استغفار کا تعلق ان اُمور سے ہے' جو آپ سے سہواً صادر ہوئے' خواہ اعلان نبوت سے پہلے۔

(۴) کوئی شخص بھی کما حقہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کر سکتا' اس کو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت ہوتی ہے وہ اتنے ہی حقوق ادا کر سکتا ہے اور عارف کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اس سے کہیں زیادہ ہیں' جتنے وہ ادا کر رہا ہے تو اس کو اپنے عمل سے حیا آتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں تقصیر کر رہا ہے' سو اس کو جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

معرفت ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے اور اس کو اپنے عمل سے اتنی زیادہ حیا آتی ہے اور وہ اتنا زیادہ استغفار کرتا ہے۔

(۵) یہ بھی ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے استغفار کرتے ہوں کہ آپ کو اللہ سبحانہ کی عظمت اور جلال کی سب سے زیادہ معرفت ہے اور آپ کو یہ علم ہو کہ ہر چند کہ آپ کی عبادت تمام عابدین کی عبادت سے زیادہ ہے لیکن اللہ عزوجل کی کبریائی اور اس کی عظمت اور جلال کے مقابلہ میں پھر بھی کم ہے اور اس کمی پر آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوں۔

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۶۳ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے آپ کے استغفار کرنے کی درج ذیل وجوہ بیان فرمائی ہیں:

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہتے تھے: اے اللہ! میری خطاء اور میرے جہل کو معاف فرما اور تمام معاملات میں میرے اسراف کو معاف فرما' اور جن کاموں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' ان کو معاف فرما' اے اللہ! جو کام میں نے خطاءً کیے یا عمداً کیے اور جو جہلاً کیے اور جو مذاقاً کیے ان سب کو معاف فرما دے اور یہ سب کام وہ ہیں جو میرے نزدیک ہیں' اے اللہ! میرے پہلے کاموں کو اور میرے بعد کے کاموں کو اور جو کام میں نے لوگوں کے سامنے کیے اور جو کام میں نے لوگوں سے چھپ کر کیے' ان سب کو معاف فرما دے' تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۳۹۸' نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ ہماری تعلیم کے لیے یہ دعا کرتے تھے)

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں' ان کے مقابلہ میں آپ اپنی عبادات کو بہت کم خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے تھے۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استغفار کے حکم دینے کا یہ معنی ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے وابستہ رہیں' اس سے سوال کرتے رہیں' اس سے رغبت کرتے رہیں' اس کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر اس کے سامنے گڑگڑاتے رہیں۔

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو بہ طور عبادت استغفار کرنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا بھی عبادت ہے اور آپ کو مغفرت طلب کرنے کے لیے یہ حکم نہ دیا ہو۔

(۵) آپ کی امت کو متنبہ کرنے کے لیے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ کی امت بے خوف ہو کر استغفار کو ترک نہ کرے۔

(۶) آپ کو امت کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے یعنی آپ امت کی شفاعت کریں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے یعنی وہ تسبیح کرنے والوں' استغفار کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کی بہت توبہ قبول فرماتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' پھر بھی آپ کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے تو دوسروں کو توبہ اور استغفار کرنے کی کس قدر زیادہ ضرورت ہوگی۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۲۰۷' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت کی طرف متوجہ ہونا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً تسبیح' حمد اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں زیادہ مشغولیت آپ کو امت کے کاموں

Marfat.com

میں زیادہ مشغولیت سے مانع ہوگی اس میں یہ تنبیہ ہے کہ آپ کی تبلیغ کا کام مکمل اور تمام ہو چکا ہے اور یہ آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی اب آپ کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔

نیز جب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح حاصل ہوگئی اور لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہو گئے تو معلوم ہو گیا کہ آپ کا امر تمام اور کمال کو پہنچ گیا اور اب آپ کی رحلت کا وقت آ گیا ہے۔

آپ کو استغفار کا حکم دے کر اس پر متنبہ کیا کہ جب انسان کی وفات قریب ہو تو اس کو زیادہ سے زیادہ استغفار کرنا چاہیے اور احادیث میں ہے: جب سورت نصر نازل ہوئی تو آپ نے خود خبر دی کہ یہ میری وفات کی علامت ہے اور اس سال میری روح قبض کر لی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی خیر تو حاصل کر لی اب آخرت کی خیر کے حصول کا وقت آ گیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۳۶ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابو الحجاج مجاہد بن جبر القرشی المتوفی ۱۰۴ھ اس سورت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس وقت آپ کی وفات ہوگی۔

(تفسیر مجاہد ص ۳۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ نے کہا ہے: سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی (۸۰) دن زندہ رہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۵۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاتل کے قول کے مطابق ایک سال زندہ رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق دو سال زندہ رہے اس کے اگلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اس کے بعد آپ اسی (۸۰) دن زندہ رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ. (التوبہ: ۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں۔

اس کے بعد آپ پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ. (البقرہ: ۲۸۱) اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

مقاتل نے کہا: اس کے بعد آپ سات دن زندہ رہے۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۳۶۲)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۃ النصر منٰی میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی پھر یہ آیت نازل ہوئی: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (المائدہ: ۳) اس کے بعد آپ اسی (۸۰) دن زندہ رہے پھر آپ پر آیت کلالہ (النساء: ۱۷۶) نازل ہوئی اس کے بعد آپ پچاس دن زندہ رہے پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ

Marfat.com

اَنْفُسِكُمْ ''(التوبہ:۱۲۸)اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ''(البقرہ:۲۸۱)اس کے بعد آپ اکیس (۲۱) دن زندہ رہے مقاتل نے کہا: اس کے بعد آپ سات دن زندہ رہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۲۰۸۔۲۰۷ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

سورت النصر کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۳ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/۴ جنوری ۲۰۰۶ء بہ روز بدھ سورۃ النصر کی تفسیر مکمل ہوگئی اے میرے رب کریم! جس طرح آپ نے اس سورت کو مکمل فرمایا ہے باقی سورتوں کو بھی مکمل فرمادیں اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب میرے تلامذہ اور قارئین کی مغفرت فرمادیں اور میری تمام تصانیف کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں رکھیں۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبه سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین وعلٰی آله واصحابه وازواجه وذریاته وامته اجمعین.

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین سبحانك اللهم وبحمدك استغفرك واتوب الیك.

اے میرے رب کریم! اب میرا بھی وقت آخر آرہا ہے میرا ایمان پر خاتمہ فرمانا اور میری زبان پر کلمہ طیبہ اور استغفار جاری کردینا۔(آمین یارب العلمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي و نسلم علی رسوله الكريم

سورة اللہب

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کا نام اللہب ہے اور اس سورت کا نام تبت بھی ہے اور اس سورت کا نام المسد بھی ہے کیونکہ تینوں لفظ اس سورت میں وارد ہیں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ سورۃ ''تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ'' مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابولہب کفارِ قریش میں سے تھا' جب کفارِ قریش نے ہم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تو ایک دن ابولہب ایک گھاٹی سے نکلا اور اس کی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی' ابولہب نے اس سے کہا: اے عتبہ کی بیٹی! کیا تم نے لات اور عزیٰ کی مدد کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اللہ تم کو جزائے خیر دے' اے عتبہ کے باپ' ابولہب نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو ایسی سزاؤں سے ڈراتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے اور ان کا زعم یہ ہے کہ یہ سزائیں بعد میں ملیں گی' وہ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے' حتیٰ کہ ہم میں سے جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۶۰۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ اللہب سے پہلے سورۃ النصر ہے' سورت النصر میں اطاعت گزاروں کے لیے ثواب کی بشارت ہے اور اس سورت میں نافرمانوں کے لیے عذاب کی وعید ہے' یوں ان دونوں سورتوں میں وعد اور وعید کی مناسبت ہے۔

اس سورت میں ابولہب عبد العزیٰ بن عبد المطلب کا انجام بتایا گیا ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب بن امیہ تھی' جو ابوسفیان کی بہن تھی' وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت دشمن تھی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی تھی اور اپنے شوہر کی طرح لوگوں کو اسلام لانے سے روکتی تھی۔

ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۶ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۱ ہے۔

اس مختصر تعارف اور تمہید کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے ربِ کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۴ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ / ۵ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

سورۃ اللھب — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — ایاتھا ۵ رکوعھا ۱

سورۃ اللھب مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں پانچ آیات اور ایک رکوع ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰى عَنْهُ

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O اس کے مال نے اور

مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ

اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا O وہ عنقریب سخت شعلوں والی

لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِيْ جِيْدِهَا

آگ میں جائے گا O اور اس کی بیوی بھی' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے O اس کی گردن

حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤ ع

میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا O وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا O اور اس کی بیوی بھی' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے O اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی O (اللھب: ۵۔۱)

سورت اللھب کا شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O (الشعراء: ۲۱۴) اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں O

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا: یا بنی فہر' یا بنی عدی' یہ قریش کے خاندان تھے' حتیٰ کہ وہ سب جمع ہو گئے اور جو خود نہیں آ سکے انہوں نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ دیکھیں کہ انہیں کس لیے بلایا گیا ہے۔ ابولہب بھی آ گیا اور دیگر قریش بھی آ گئے' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس وادی میں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر آیا ہوا ہے تو آیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے آپ کی خبر کا سچ کے سوا تجربہ نہیں کیا' فرمایا: تو میں تم کو ڈرا رہا ہوں کہ تمہارے آگے شدید عذاب آ پہنچا ہے' تب ابولہب نے کہا: تم پر سارا دن ہلاکت ہو' کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی: "تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ O مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ"۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۷۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۳' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۸۱۹)

ایک اور سند سے حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (الشعراء: ۲۱۴)

Marfat.com

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے حتیٰ کہ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے ندا کی: ''یا صباحاہ'' (ہوشیار ہو جاؤ صبح ہوگئی ہے' کسی خطرہ سے خبردار کرنے کے لیے ''یا صباحاہ'' کہا جاتا ہے) لوگوں نے کہا: یہ کون ہے؟ اور سب آپ کے پاس جمع ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ گھڑ سواروں کا ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے سے آ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ سے کبھی جھوٹی خبر نہیں سنی' تب آپ نے فرمایا: میں تم کو ڈرا رہا ہوں کہ تمہارے سامنے عذاب شدید ہے' ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو' کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟ پھر وہ کھڑا ہو گیا' اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی: ''تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ''۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۷۱' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۵۵-۲۰۸' ابن مندہ رقم الحدیث: ۱۵۰' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۵۰' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۴۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

''تبت'' کا معنی

اللہب: ۱ میں ''تبت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''تب'' اور ''تباب'' ہے' علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں' اس کا معنی ہے: دائمی نقصان' ''تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ'' کا معنی ہے: ابولہب دائمی نقصان میں رہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝ (ھود: ۱۰۱) اور انہوں نے اپنا نقصان ہی زیادہ کیا ۝

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِىْ تَبَابٍ ۝ (المؤمن: ۳۷) اور فرعون کی ہر سازش نقصان میں رہی ۝

(المفردات ج ۱ ص ۹۳' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

''تبّ'' کا معنی ہلاکت اور ٹوٹنا بھی ہے۔ (لغات القرآن ج ۲ ص ۶۶)

ابولہب کا نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عداوت

اللہب: ۱ میں ہے: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ۝

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابولہب اس کی کنیت ہے اور اس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب ہے' اس کی ماں خزاعیہ ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا' ابولہب کنیت کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس کا بیٹا لہب تھا' یا اس کے رخسار بہت سرخ تھے' الفاکہی نے کہا ہے کہ اس کی کنیت ابولہب اس وجہ سے تھی کہ لہب کا معنی ہے: شعلہ اور اس کا چہرہ اس کے حسن کی وجہ سے شعلے کی طرح بھڑکتا تھا' نیز اس کا مآل یہ تھا کہ یہ دوزخ کے شعلوں میں جھونکا گیا' اس لیے قرآن مجید نے اس کی کنیت کا ذکر کیا ہے' اس کے اسم کا ذکر نہیں کیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی کنیت کے بجائے اپنے اسم کے ساتھ زیادہ مشہور تھا' نیز قرآن مجید نے اس کا اسم اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کا اسم عبد العزیٰ تھا' اور العزیٰ بت تھا' جس کی پرستش کی جاتی تھی اور عبد العزیٰ کا معنی ہوا: عزیٰ کا بندہ' اور قرآن میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کا ذکر مناسب نہ تھا۔ یہ تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ اعلان نبوت سے پہلے یہ اور ابوطالب لڑ پڑے اور ابولہب' ابوطالب کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو آپ نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کو زمین پر دے مارا' اس نے کہا: ہم دونوں تمہارے چچا ہیں' پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے دل میں تمہاری محبت کبھی بھی نہیں رہی' ابولہب یہ سن کر غضب ناک ہوا اور ہمیشہ آپ سے عداوت رکھتا رہا' غزوۂ بدر میں ابولہب نہیں گیا تھا اور اس نے اپنی جگہ بدیل کو بھیج دیا تھا اور جب اس کو قریش کی عبرت ناک شکست کا پتا چلا تو یہ غم سے مر گیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد ابولہب آپ سے بدترین عداوت رکھتا تھا' اس کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔

ربیعہ بن عباد دیلی پہلے زمانۂ جاہلیت میں تھے' پھر اسلام لے آئے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کے ساتھ ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا' آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے' آپ اس کے راستوں میں جا رہے تھے اور لوگ آپ کے گرد جمع ہو رہے تھے' میں نے دیکھا کوئی آپ سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا' اور آپ خاموش نہیں ہو رہے تھے' آپ یہی کہہ رہے تھے: اے لوگو! ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہو تم آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے' اور بے شک آپ کے پیچھے ایک بھینگا آدمی تھا' وہ بہت خوب صورت تھا اور اس کی دو چوٹیاں تھیں' وہ کہہ رہا تھا: یہ شخص اپنا دین بدل چکا ہے اور جھوٹا ہے' میں نے کہا: یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ محمد بن عبد اللہ ہیں اور یہ نبوت کا ذکر کر رہے ہیں' میں نے پوچھا: اور یہ کون شخص ہے جو ان کو جھوٹا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ان کا چچا ابولہب ہے' راوی نے کہا: تم اس وقت کم عمر تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں عقل مند تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۵ ص ۴۰۵۔۴۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' الاحاد والمثانی رقم الحدیث: ۹۶۴' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۵۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۰۰' سنن نسائی ج ۸ ص ۵۵' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۶۲' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۲۱۹)

ابولہب کی عبرت ناک موت

اللہب: ۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O

ابولہب نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بددعائیہ کلمہ کہا تھا' ''تبا لک'' آپ کا ہاتھ ٹوٹ جائے یا آپ ہلاک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں صورۃً بددعائیہ کلمہ فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں' ورنہ اللہ تعالیٰ بددعا دینے سے پاک ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی' وہ ہلاک ہو گیا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس کی ہلاکت کے احوال میں لکھتے ہیں:

ابورافع بیان کرتے ہیں: جنگ بدر کے بعد ابولہب سات دن زندہ رہا' حضرت ام الفضل نے خیمہ کی چوب اس کے سر پر مار کر اس کا سر پھاڑ دیا' اس کے بعد وہ عدسہ کی بیماری میں مبتلا ہوا' اس بیماری میں طاعون کی طرح گلٹی سی نکلتی ہے اور یہ ایک قسم کا پھوڑا ہوتا ہے' اسی بیماری میں وہ مر گیا' اس کے جسم سے سخت بدبو آ رہی تھی' تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی' لوگ اس بیماری سے طاعون کی طرح بھاگتے تھے' حتیٰ کہ قریش کے ایک شخص نے اس کے بیٹوں سے کہا: تم کو حیاء نہیں آتی' تمہارے گھر میں تمہارے باپ کی لاش سے بدبو پھیل رہی ہے اور تم اس کو دفن نہیں کرتے' انہوں نے کہا: ہم ڈرتے ہیں کہ اس کو ہاتھ لگانے سے کہیں ہمیں بھی یہ بیماری نہ لگ جائے' اس نے کہا: تم اس کو دفن کرو' میں بھی تمہاری مدد کروں گا' ابورافع نے کہا: پس اللہ کی قسم! انہوں نے اس کو غسل نہیں دیا اور مکہ کی ایک بلند جگہ سے اس کو ایک دیوار کے ساتھ پھینک دیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال دیئے (نعوذ باللہ منہ)۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۷۷۔۷۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ' تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۳۔۳۵۲)

اللہب: ۲ میں فرمایا: اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا O

ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام

یعنی اس کا مال اور اس کی کمائی' اس کو دوزخ کے عذاب سے نہ بچا سکے' اس آیت میں ہم نے کسب کا معنی کمائی کیا ہے اور کسب کا اطلاق اولاد پر بھی ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سب سے پاکیزہ طعام جو تم

Marfat.com

کھاتے ہو وہ تمہاری کمائی سے ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی سے ہے۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۵۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۲۸ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۴۶۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۰ مسند احمد ج ۶ ص ۳۱)

ابولہب کے دو بیٹے تھے: عتبہ اور عتیبہ' اور ان دونوں کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیوں سے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد کی وجہ سے ابولہب نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی صاحب زادیوں کو طلاق دے دیں' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

قتادہ بن دعامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ بن ابولہب سے ہوا' ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمادیا اور دوسری صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اس کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں' جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ ''تبت یدا ابی لھب'' نازل فرمائی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتیبہ اور عتبہ سے کہا: میرا سر تم دونوں کے سر کے لیے حرام ہوگا' اگر تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی اور ابولہب کی بیوی اروی بنت حرب بن امیہ نے کہا: اے میرے بیٹو! تم ان دونوں کو طلاق دے دو' سوان دونوں نے آپ کی صاحب زادیوں کو طلاق دے دی' اور جب عتیبہ نے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عتیبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں آپ کے دین سے کفر کرتا ہوں اور آپ کی بیٹی کو چھوڑتا ہوں' نہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے نہ میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر وہ آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ کی قمیص پھاڑ دی' وہ اس وقت تجارت کی غرض سے شام کی طرف جارہا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس کے اوپر اپنے کتے کو مسلط کردے' وہ قریش کے تاجروں کے ساتھ روانہ ہوا حتیٰ کہ وہ سب رات کو شام میں ایک جگہ ٹھہرے' اس جگہ کا نام الزرقاء تھا' اس رات ان کے پاس شیر آیا اور ان کے درمیان چکر لگاتا رہا' عتیبہ نے کہا: ہائے میری ماں کا عذاب! اللہ کی قسم! یہ مجھے پھاڑ کھائے گا' جیسا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی تھی' پھر لوگوں کے درمیان سے شیر اس کے پاس آیا' اس کے سر کو پکڑ کر اس کو مار ڈالا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۳۶-۴۳۵' دلائل النبوۃ لابی نعیم رقم الحدیث: ۳۸۳-۳۸۱-۳۸۰' تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۰' روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۷۱)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ابولہب کے تین بیٹے تھے: عتیبہ' عتبہ اور معتب' عتبہ اور معتب فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام کو مخفی رکھا اور ان کے حق میں دعا کی اور یہ دونوں جنگ حنین اور جنگ طائف میں حاضر ہوئے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۷۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اللہب: ۳ میں فرمایا: وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا O

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر دلائل

امام رازی فرماتے ہیں: اس آیت میں تین وجہوں سے غیب کی خبر ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ابولہب خسارہ میں رہے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: وہ اپنے مال اور اپنی اولاد سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور ایسا ہی ہوا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اور ایسا ہی ہوا کیونکہ وہ ایمان نہیں لایا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۳-۳۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

دراصل یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر تین دلیلیں ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید کی وساطت سے یہ تین پیش گوئیاں فرمائیں اور یہ تینوں پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور یہ آپ کی نبوت کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

Marfat.com

اللہب: ۴ میں فرمایا: اور اس کی بیوی بھی' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے O

ابولہب کی بیوی کی مذمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابولہب کی بیوی کانی تھی' اس کی کنیت ام جمیل تھی' اس کا نام تھا اروی بنت حرب بن امیہ' یہ حضرت معاویہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ کانی نہیں تھی' امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ'' نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی آئی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ایک طرف ہو جائیں' آپ نے فرمایا: عنقریب میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے گی (میں اس کو دکھائی نہیں دوں گا)' اس نے کہا: اے ابوبکر! تمہارے پیغمبر نے میری ھجو کی ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اس کعبہ کے رب کی قسم! وہ شعر بناتے ہیں نہ شعر پڑھتے ہیں' اس نے کہا: تم ان کی تصدیق کرتے ہو' جب وہ پیٹھ پھیر کر چلی گئی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اس نے آپ کو نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: جب تک وہ پیٹھ پھیر کر چلی نہیں گئی' ایک فرشتہ مجھے چھپائے ہوئے تھا اور امام ابویعلیٰ اور امام ابن ابی حاتم نے اور حاکم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ'' نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سے کسی نے کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری ہجو کی ہے' تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہنے لگی: کیا آپ نے مجھے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا آپ نے میری گردن میں رسی دیکھی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' المستدرک ج ۲ ص ۳۶۱)

امام ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں' جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی' اس وقت آپ کے پاس حضرت ابوبکر بھی تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ ایک طرف ہو جائیں تاکہ آپ کوئی مکروہ بات نہ سنیں' جس سے آپ کو رنج ہو' ابولہب کی بیوی آ رہی ہے اور وہ سخت بدزبان ہے' آپ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی' وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی' اس نے حضرت ابوبکر سے کہا: تمہارے پیغمبر نے ہماری ہجو کی ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! وہ شعر بناتے ہیں نہ شعر پڑھتے ہیں' اس نے کہا: تم ان کی تصدیق کرتے ہو' جب وہ چلی گئی تو حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو مجھے چھپائے ہوئے تھا۔ (دلائل النبوۃ رقم الحدیث: ۱۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۳۱۷۵۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۱۰۳)

''حمالة الحطب'' کا معنی

اس آیت میں ''حمالة الحطب'' کا لفظ ہے' ''حمالة'' کا معنی ہے: اٹھا کر لانے والی اور ''الحطب'' کا معنی ہے: لکڑیاں' وہ اپنے بخل کی وجہ سے جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لاتی تھی اور کانٹے لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آپ کو وہ کانٹے چبھیں' ''حمالة الحطب'' کا معنی چغلیاں کھانے والی بھی ہے' وہ لوگوں کی چغلیاں کرتی تھی اور ادھر کی بات اُدھر لگاتی تھی۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۹۵۹۹' تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۴۔۳۵۳' فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷)

اللہب: ۵ میں فرمایا: اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہو گی O

ابولہب کی بیوی کے لیے دوزخ کی وعید

اس آیت میں ''جید'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گردن اور اس آیت میں ''مسد'' کا لفظ ہے' اس کا معنی کھجور کی چھال

Marfat.com

کی بٹی ہوئی رسی ہے۔ (القاموس المحیط ص ۲۷۵ القاموس ص ۳۱۹ موسستہ الرسالۃ بیروت)

الواحدی نے کہا ہے کہ درخت کی چھال سے جو بہت عمدہ طریقہ سے رسی بٹی جائے اس کو "مسد" کہتے ہیں۔

یہ وہ مضبوط رسی تھی جس سے وہ اپنی لکڑیوں کا گٹھا باندھتی تھی قیامت کے دن اسی یا اس جیسی رسی کا پھندا اس کے گلے میں پڑا ہوگا اس آیت سے مقصود اس کو اور اس کے خاوند کو ایذاء پہنچانا ہے۔

اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جہنم کی آگ میں وہ ایسی حالت میں ہوگی کہ اس کی پیٹھ پر درخت زقوم کی کانٹے دار لکڑیوں کا گٹھا ہوگا اور اس کی گردن میں آگ کی زنجیروں کا پھندا ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ درخت کی چھال سے بٹی ہوئی رسی کا پھندا دوزخ کی آگ میں کیسے باقی رہے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح دوزخ کی آگ میں اس کی کھال اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی اسی طرح وہ رسی بھی ہمیشہ رہے گی اور جس طرح اس کو جلنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح وہ رسی بھی بار بار بنتی رہے گی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بٹی ہوئی رسی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ لوہے کی زنجیر ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی شدید مذمت

جب کسی شریف اور مہذب انسان کو کوئی شخص بُرا کہے یا گالی دے تو وہ برداشت کر لیتا ہے لیکن اگر اس کے عزیز دوست یا محبوب کو کوئی شخص بُرا کہے تو پھر وہ ضبط نہیں کرتا اور ایک کی دس سناتا ہے ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا دفاع کیا اور فرمایا: اللہ کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں پھر اس کی مذمت میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے اور آخری عیب یہ بیان فرمایا کہ وہ بداصل ہے یعنی ولد الحرام ہے۔

اسی طرح کوئی کسی معزز شخص کے محبوب کو بُرا کہے تو وہ اس کی بھی مذمت کرتا ہے اور اس کے متعلقین کی بھی مذمت کرتا ہے کہ تم ایسے ہو اور تمہاری اولاد ایسی ہے اور تمہاری بیوی ایسی ہے اسی نہج پر جب ابولہب نے آپ کے متعلق کہا کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو گیا اور اس کا بیٹا بھی ہلاک ہو گیا اور آخرت میں وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی دوزخ میں لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے جائے گی اور اس کے گلے میں رسی ہوگی۔

اس سورت سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اگر ہمیں بُرا کہا جائے تو ہم اس پر صبر کرلیں لیکن اگر کوئی بدبخت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہے تو ہم اس پر بالکل صبر نہ کریں اور بُرا کہنے والے کو ایک کی دس سنائیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے جن لوگوں کی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز عبارات تھیں ان پر صبر نہیں کیا اور ایک کے بجائے دس سنائیں ان کی زبردست تکفیر کی اور ان کے خلاف الکوکبۃ الشہابیہ تمہید ایمان اور حسام الحرمین وغیرہ لکھیں اللہ تعالیٰ ان کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے مؤقف پر قائم رکھے۔ (آمین)

سورت اللھب کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۶ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/ ۷ جنوری ۲۰۰۶ء بہ روز ہفتہ کو اس سورت کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اے میرے رب کریم! میری تمام تصانیف کو قیامت تک فیض آفریں رکھ میری اور قارئین کی اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین وافضل المرسلین شفیعنا یوم الدین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سورۃ الاخلاص

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں' اس کا زیادہ مشہور نام الاخلاص ہے' کیونکہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے اور یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل ہر نقص سے بَری ہے اور ہر شریک سے پاک ہے اور اس سورت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے انسان شرک اور دائمی عذاب سے خلاص اور نجات پالیتا ہے' اس سورت کے دیگر نام یہ ہیں:

سورۃ التفرید' سورۃ التوحید' سورۃ النجات' سورۃ الولایۃ' سورۃ المعرفۃ اور سورۃ الاساس وغیرہ' اس سے پہلے سورۃ الکافرون میں اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر معبودوں کی پرستش کی نفی کی تھی اور اس سورت میں اللہ سبحانہ کی الوہیت کا اثبات ہے۔

اس سورت میں اسلام کے سب سے اہم عقیدہ کا ذکر ہے اور وہ اللہ سبحانہ کی توحید ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کمال سے متصف ہونے کا ذکر ہے اور اس سورت میں نصاریٰ کا ردّ ہے' جو تین خداؤں کے قائل ہیں اور مشرکین کا ردّ ہے' جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں باطل خداؤں کو شریک کرتے ہیں۔

سورت الاخلاص کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا' ابن آدم کی تکذیب یہ ہے کہ اس نے کہا: وہ اس کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکے گا جیسے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے' اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا: اللہ نے بیٹا بنا لیا حالانکہ میں ''الاحد الصمد'' (واحد اور بے نیاز) ہوں' حالانکہ میری اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا کفو (ہم سر) ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۷۵۔۴۹۷۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما دی: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞'' پس صمد وہ ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو' نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مر جائے گا اور جو مرتا ہے اس کا عنقریب کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ عزوجل مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا'' وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ '' آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۴' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے' صحابہ نے کہا: ہم کیسے تہائی قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ''

Marfat.com

تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۱۱ الرقم المسلسل:۱۸۵۵)

اسی سند سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کو قرآن مجید کا ایک حصہ بنایا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۱۱ (بلا تکرار) الرقم المسلسل:۱۸۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جمع ہو جاؤ' میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا' پھر جنہوں نے جمع ہونا تھا' وہ جمع ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے سورۂ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھی' پھر آپ چلے گئے' پھر ہم میں سے بعض نے کہا: میرے خیال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر آئی ہے' اس وجہ سے آپ گھر چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا' سنو! بے شک یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۱۲' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۹۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اپنے اصحاب میں نماز پڑھاتے تھے' وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں سورۂ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتے تھے' جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے' اس لیے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: ان سے کہو کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۳۷۵' صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۱۳' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص (حضرت کلثوم بن ہدم) مسجد قباء میں امامت کرتے تھے' وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" سے ابتداء کرتے' پھر اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے' ان کے اصحاب نے کہا: آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے اور کوئی اور سورت ملاتے ہیں' آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھیں' انہوں نے کہا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں' تم کو پسند ہو تو میں تم کو امامت کراؤں اور پسند نہ ہو تو امامت نہ کراؤں' اور لوگ ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور کسی اور کو امام بنانا' ناپسند کرتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آئے تو انہوں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا' آپ نے ان صاحب سے فرمایا: تم اپنے اصحاب کی بات کیوں نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو لازماً پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۷۷۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۹۰۱' صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۷۹۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱)

سورت الاخلاص کے اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورت الاخلاص کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۶ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۷ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتہا ۴ رکوعہا ۱

سورۃ الاخلاص مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چار آیات اور ایک رکوع ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾

آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے O اللہ بے نیاز ہے O اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے O

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ع ۱ ۲۷

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے O اللہ بے نیاز ہے O اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے O اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے O (الاخلاص: ۴-۱)

مطالب کی تین قسمیں اور پوری تفسیر کبیر کا امام رازی کی تصنیف ہونا

الاخلاص: ۱ میں فرمایا: آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے O

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتادیا کہ بات یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور آپ کو اس مشقت میں نہیں ڈالا کہ آپ دلائل عقلیہ سے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کو معلوم کریں۔

امام رازی فرماتے ہیں: مطالب تین قسم کے ہیں: ایک وہ مطالب ہیں جن کو خبر کے ذریعہ نہیں معلوم کیا جا سکتا' یہ وہ مطالب ہیں کہ خبر کی صحت ان مطالب کی صحت پر موقوف ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم اور اس کے علم اور اس کی قدرت کا علم اور معجزات کی صحت کا علم (کیونکہ عقل یہ کہتی ہے کہ اس جہان کا کوئی بنانے والا ہونا چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ وہ عالم اور قادر بھی ہو کیونکہ بغیر علم اور قدرت کے وہ اس جہان کو بنا نہیں سکتا اور نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ معجزہ دکھائے ورنہ سچے نبی اور جھوٹے نبی میں امتیاز نہیں ہو سکتا) اور مطالب کی دوسری قسم وہ ہے جس کا بغیر خبر کے محض عقل سے علم نہیں ہو سکتا (جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (۱۹) ہے) اور مطالب کی تیسری قسم وہ ہے جس کا علم عقل سے بھی ہو سکتا ہے اور خبر سے بھی ہو سکتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہم درج ذیل آیت کی تفسیر میں مفصل دلائل پیش کر چکے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا متعدد خدا ہوتے تو ان کا نظام فاسد ہو جاتا۔ (الانبیاء: ۲۲)

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۵۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ پوری تفسیر کبیر امام رازی ہی کی لکھی ہوئی ہے' تب ہی تو انہوں نے سورت الاخلاص کی تفسیر میں سورت الانبیاء کا حوالہ دیا ہے اور علامہ ابن خلکان' حافظ ذہبی' حافظ عسقلانی اور حاجی خلیفہ کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ پوری تفسیر کبیر امام رازی کی لکھی ہوئی نہیں ہے اور اس کو علامہ احمد قمولی متوفی ۷۲۷ھ نے مکمل کیا ہے' دراصل ان علماء نے پوری تفسیر کبیر پڑھی ہی نہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل

چونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا ہے اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی توحید پر چند سادہ اور عام فہم دلائل پیش کیے جائیں۔

(۱) اگر اس کائنات کے متعدد پیدا کرنے والے ہوتے تو فرض کیجئے ایک خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا کیا جائے اور دوسرا خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا نہ کیا جائے تو دونوں کا ارادہ پورا ہونا محال ہے کہ زید پیدا بھی ہو اور نہ بھی ہو کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے تو جس کا ارادہ پورا ہوگا وہی خدا ہوگا' دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دونوں خدا اتفاق سے پیدا کرتے ہیں اور ان میں اختلاف نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں اختلاف ممکن تو ہے تو جب ان میں اختلاف ہوگا تو پھر کس کا ارادہ پورا ہوگا؟ سو جس کا ارادہ پورا ہوگا' وہی خدا ہوگا دوسرا خدا نہیں ہوگا' نیز جب وہ دونوں اتفاق سے پیدا کرتے ہیں تو ضروری ہوگا کہ ایک خدا دوسرے خدا کی موافقت کرے تو جس کی موافقت کی جائے گی وہ متبوع ہوگا اور جو موافقت کرے گا وہ تابع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہو سکتا تو پھر دو خدا نہیں ہو سکتے اور جب دو خدا نہیں ہو سکتے تو دو سے زیادہ بھی نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں پیدائش اور موت' اور تغیر و تبدل نظام واحد پر چل رہا ہے' سورج ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مخصوص جانب میں غروب ہو جاتا ہے' اسی طرح چاند اور ستارے بھی نظام واحد کے موافق طلوع اور غروب کر رہے ہیں' زرعی پیداوار اور انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش اور موت ایک نظام کے تحت ہو رہی ہے' اگر یہاں متعدد خدا ہوتے تو کائنات کے نظام متعدد ہوتے' ہر خدا اپنا اپنا نظام جاری کرتا اور اس کائنات میں نظامِ واحد ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا ناظم اور خالق اور موجد بھی واحد ہے۔

(۳) اس کائنات میں ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے' تب ہی نظام صحیح رہتا ہے ورنہ نظام فاسد ہو جاتا ہے' اسکول میں ماسٹر متعدد ہوں تو ہیڈ ماسٹر واحد ہوتا ہے' صوبہ میں وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعلیٰ ایک ہوتا ہے' وفاقی وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعظم واحد ہوتا ہے اور جس ملک میں صدارتی نظام ہو وہاں صدر ایک ہوتا ہے' تو جب ایک ملک کے دو صدر نہیں ہو سکتے تو اس کائنات کے دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کائنات کا واحد خالق اور مالک ہے اور اس کے ثبوت میں اس نے نبیوں' رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا' اگر اس کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق تھا تو اس پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے نبی اور رسول بھیجتا' جو آ کر یہ بتاتا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے اور وہ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے' لیکن جب ایسا کوئی نبی نہیں آیا' ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کا دعویٰ سچا ہے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت لازم نہیں ہے۔

جب اللہ واحد ہے تو مجوسیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ دو خدا ہیں: ایک خیر کا خالق ہے وہ یزداں ہے اور ایک شر کا خالق ہے وہ اہرمن ہے اور عیسائیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ تین خدا ہیں: اللہ تعالیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم' اور مشرکینِ مکہ کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مستحق عبادت ماننا بھی باطل ہو گیا۔

الاخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ بے نیاز ہے۔

Marfat.com

''الصمد'' کے معانی اور محامل

اس آیت میں ''صمد'' کا لفظ ہے' ''صمد'' کا معنی ہے: اپنی حاجات اور ضروریات میں جس کا قصد کیا جائے اور اسے کسی کی طرف حاجت اور ضرورت نہ ہو' الاصم نے کہا: ''الصمد'' وہ ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہو' السدی نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جس کا مرغوبات کے حصول میں قصد کیا جائے اور آفات اور مصائب میں اس سے فریاد کی جائے' الحسین بن فضل البجلی نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جو جس چیز کو بھی چاہے وہ کرے اور اپنے ہر ارادہ کو پورا کرے اور اس کے حکم اور اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہ ہو' ''صمد'' وہ ہے جو غنی ہو' قرآن مجید میں ہے: ''هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○'' (الحدید: ۲۴) وہ مستغنی ہے اور تعریف کیا ہوا ہے' ''صمد'' وہ ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو' ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط'' (الانعام: ۱۸) وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے' قتادہ نے کہا: وہ کھاتا پیتا نہیں ہے' ''وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ط'' (الانعام: ۱۴) وہ کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا' نیز قتادہ نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جو ہمیشہ باقی رہے اور اس کے سوا ہر چیز فانی ہے: ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ'' (الرحمٰن: ۲۶۔۲۷) زمین پر ہر چیز فانی ہے ○ اور آپ کا رب باقی ہے' ابو مالک نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جس کو اونگھ اور موت نہیں آتی: ''لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ'' (البقرہ: ۲۵۵) اس کو نہ نیند آتی ہے نہ موت' مقاتل بن حیان نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو' ربیع بن انس نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جس پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آئے' سعید بن جبیر نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جو اپنی تمام صفات اور افعال میں کامل ہو' امام جعفر صادق نے کہا: جو ہمیشہ غالب ہو اور کبھی مغلوب نہ ہو' ''صمد'' وہ ہے جو تمام نقصانات اور تغیرات سے منزہ ہو اور زمان و مکان کے احاطہ سے مبرا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۶۳۔۳۶۲' ملخصاً و موضحاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الاخلاص: ۳ میں فرمایا: اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے ○

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی اولاد کی نفی کی ہے اور پھر دوسرے حصہ میں اس کی نفی کی ہے کہ وہ خود کسی کی اولاد ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد ہے' البتہ اس کے کئی فرقے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے' مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اور یہود یہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد اس لیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے' اگر اس کی اولاد ہوتی تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتی اور جو پیدا ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ممکن اور حادث ہو گا۔

عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو اللہ کا بیٹا اور اللہ کو اس کا باپ کہتے ہیں' یہ اطلاق مجازی ہے' اور یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی طور پر مسیح کا باپ ہے بلکہ اس کو عزت اور بزرگی کے طور پر باپ کہا جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے اسماء کا اطلاق کیا جاتا ہے جن میں نقص کا پہلو نہ ہو اور ان صفات کا اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہوں اور باپ ہونے میں نقص کا پہلو ہے کیونکہ اس سے جسمانی رشتہ سے باپ ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے' موجودہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو باپ کہتے تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا برگزیدہ نبی کب اس بات سے ناواقف ہو گا کہ باپ ہونا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں' لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کو باپ نہیں کہہ سکتے۔

الاخلاص: ۴ میں فرمایا: اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے ○

Marfat.com

یہ بھی الاخلاص: ۳ کا تتمہ ہے کیونکہ کوئی شخص اسی کو بیوی بناتا ہے جو اس کی کفو ہو اور اس کی ہم پلہ ہو اس کائنات میں کوئی اس کا ہم پلہ ہی نہیں ہے تو وہ کسی کو بیوی کیسے بنائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ. (الانعام: ۱۰۱) اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے اس کی تو کوئی بیوی ہی نہیں اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

الاخلاص کا خلاصہ

الاخلاص: ۱ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے الاخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ صمد ہے یعنی وہ رحیم و کریم ہے سب اس کا قصد کرتے ہیں اور وہ کسی کا قصد نہیں کرتا' الاخلاص: ۳ میں فرمایا: وہ والد ہے نہ مولود ہے یعنی ممکنات کی صفات سے مجرد اور منزہ ہے۔

الاخلاص: ۱ میں فرمایا: اللہ احد ہے تو ان کا رد ہو گیا جو متعدد خدا مانتے ہیں جیسے مشرکین اور عیسائی' اور الاخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ صمد ہے' سب اسی کا قصد کرتے ہیں تو ان کا رد ہو گیا جو اپنی حاجات میں بتوں کا قصد کرتے ہیں اور الاخلاص: ۳ میں فرمایا: وہ والد نہیں ہے تو یہود کا رد ہو گیا' جو کہتے تھے: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مشرکین کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور الاخلاص: ۴ میں فرمایا: اللہ کا کوئی کفو اور ہم سر نہیں تو ان مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر مانتے تھے۔

یہ سورت' سورۃ الکوثر کے مقابلہ میں ہے' سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی تھی اور جس نے آپ کو ابتر کہا تھا' اس کی مذمت کی اور آپ کی شان بیان کی تھی' اس سے پہلے ''قل'' (آپ کہیے) نہیں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ از خود آپ کی مدافعت کر رہا ہے اور آپ کی شان بیان کر رہا ہے اور اس سورت میں پہلے ''قل'' فرمایا' یعنی آپ کہیے اور اللہ تعالیٰ کی مدافعت کیجئے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف اس کا شریک' اس کا بیٹا اور اس کی بیوی مانتے ہیں' ان کا رد کیجئے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مدافعت کر رہے ہیں' الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہنے والے کا رد کیا تھا اور الاخلاص میں فرمایا کہ آپ کہیے اور ان کا رد کیجئے جو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے ہیں' اس کا بیٹا مانتے ہیں' اس کی بیوی مانتے اور اس کی شان کے خلاف اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

شرک کی تعریف اور مشرکینِ مکہ کا شرک کیا تھا؟

سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا ذکر فرمایا ہے اور شرک کا رد کیا ہے' اس مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ توحید پر دلائل دینے کے بعد شرک کی وضاحت کریں۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے' اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے اور وہ مستحق عبادت ہے' سو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب اور قدیم ماننا یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا شرک ہے' اس کے علاوہ کوئی چیز شرک نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت صالحین اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں یا اسناد مجازی کے طور پر ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہمیں فلاں چیز عطا فرمائیں جیسے حضرت ھاجر نے صفا' مروہ کے گرد سات چکر لگانے کے بعد جب حضرت جبریل کی آواز سنی تو کہا:

اغث ان کان عندك خير. اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۶۵' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۱۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۳)

Marfat.com

یا جیسے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا:

قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم:۱۹)

جبریل نے کہا: میں آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں ۝

جب حضرت جبریل بیٹا دینے کی اپنی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو مسلمان بھی بیٹا دینے کی نسبت اولیاء اللہ اور صالحین کی طرف کر سکتے ہیں اور یہ اسناد مجازی ہے اور ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں ہے' ورنہ حضرت ھاجر اور حضرت جبریل کو بھی مشرک قرار دینا ہو گا۔ العیاذ باللہ!

مخالفین اس نوع کی استمداد کو شرک کہتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو قبر پرست اور مشرک کہتے ہیں' نیز کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ صالحین سے مدد طلب کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اہل مکہ قبر والوں سے یا صالحین سے مدد طلب کرتے تھے یا ان کی عبادت کرتے تھے' قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ اہل مکہ ملائکہ کی' جنات کی' ستاروں کی اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے کسی کی عبادت اس کی صالحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے۔

مشرکین فرشتوں کی عبادت ان کی صالحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت اس وجہ سے کرتے تھے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَٰدُ الرَّحْمَٰنِ إِنَٰثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَٰدَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْ شَآءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَٰهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ (الزخرف: ۲۰-۱۹)

اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کی عبادت کرنے والے ہیں مؤنث قرار دیا' کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے' عنقریب ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کے متعلق بازپرس کی جائے گی ۝ اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نہ کرتے' انہیں اس کا کوئی علم نہیں' وہ صرف اندازے سے بات کرتے ہیں ۝

اور مشرکین جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت بھی وہ ان کی صالحیت کی وجہ سے نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے جنات کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں قرار دے دیا تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ۖ وَخَرَقُوا لَهُۥ بَنِينَ وَبَنَٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (الانعام:۱۰۰)

اور انہوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنا لیا اور بغیر علم کے ان کو اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیا' اللہ ان کی بیان کی ہوئی صفات سے بہت بلند ہے ۝

وَجَعَلُوا بَيْنَهُۥ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ (الصّٰفّٰت:۱۵۸)

اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان نسب گھڑ لیا۔

مشرکین ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے' ان میں سے کوئی چیز بھی صالح انسان نہیں ہے' قرآن مجید میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ مشرکین کسی صالح انسان کی عبادت کرتے تھے یا کسی قبر کی عبادت کرتے تھے۔

مشرکین بتوں کی نذر مانتے تھے' ان کی نذر کو ایصال ثواب پر چسپاں کرنا بھی باطل ہے' ہمارے نزدیک نذر اللہ کی مانی جاتی ہے کہ اے اللہ! اگر فلاں بیمار کو تو نے شفا دے دی تو میں تیری رضا کے لیے اتنا طعام صدقہ کروں گا' پھر اس طعام کو صدقہ

Marfat.com

کر کے اس کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

سورۃ الاخلاص کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۸ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/ ۹ جنوری ۲۰۰۶ء بہ روز پیر سورۃ الاخلاص کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اے میرے رب کریم! باقی دو سورتوں کی تفسیر بھی مکمل کرا دے اس تفسیر کو مقبول بنا دے اور میری مغفرت فرما۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین
شفیعنا یوم الدین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلي و نسلم علی رسوله الکریم

سورة الفلق

سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام الفلق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الفلق" کا لفظ مذکور ہے وہ آیت یہ ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ (الفلق:۱) آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ○

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے حسن بصری' عکرمہ' عطاء اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ اور ایک جماعت کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۹۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلے سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا تھا اور یہ کہ جو چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' اس کی ذات اور صفات ان سے منزہ ہے' اور اس سورت الفلق اور اس کے بعد کی سورت الناس میں یہ بتایا ہے کہ اس جہان میں جو بھی شر ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے' اسی طرح شیاطین' انس اور جن جو انسان کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور انسان کے دل میں بُرائی کے وسوسے ڈالتے ہیں' ان سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

المعوذتین (الفلق اور الناس) کی فضیلت میں احادیث

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۱۴' سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۹۰۲' سنن نسائی رقم الحدیث:۹۵۳۔۹۵۴' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۰۳۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۴)

حضرت حابس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" اور یہی المعوذتان ہیں۔ (سنن نسائی رقم الحدیث:۵۴۳۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں سورۂ یوسف اور سورۂ ھود کو پڑھوں' آپ نے فرمایا: اے عقبہ! "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" کو پڑھو' تم کوئی سورت نہیں پڑھو گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو' اگر تم کر سکتے ہو تو اس کو (پڑھنے سے) فوت نہ ہونے دو۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۴۰ قدیم' المستدرک رقم الحدیث:۳۹۸۸' الذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے' حتیٰ کہ المعوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا۔
(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۵۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۵۰۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۱۱)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۳ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۲۰ ہے۔

آیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے یا نہیں؟

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو مصاحف سے کھرچ دیتے تھے اور کہتے تھے: یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۵ ص ۱۱۷۔ رقم الحدیث: ۲۱۱۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث: ۹۱۵۰' مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۸۶)

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت جبریل نے آپ سے کہا: آپ پڑھیے: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' تو میں نے اس کو پڑھا' پھر انہوں نے کہا: آپ پڑھیے: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' تو میں نے اس کو پڑھا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہم وہی پڑھتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۵ ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۹۷' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۳۵ ص ۱۱۶)

زر بن جیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی المعوذتین کو مصحف سے کھرچ دیتے ہیں' سفیان بن مسعود سے کہا گیا تو انہوں نے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا' حضرت ابی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے ان کو پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے ان کو پڑھا' حضرت ابی نے کہا: ہم اسی طرح پڑھتے ہیں' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے' سفیان نے کہا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو کھرچ دیتے تھے اور وہ حضرت ابن مسعود کے مصحف میں نہیں ہیں اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر یہ پڑھ کر دم کرتے تھے اور ان کا یہ گمان تھا کہ یہ دونوں اللہ کی پناہ طلب کرنے کے لیے ہیں اور انہوں نے اپنے گمان پر اصرار کیا اور باقی صحابہ کی یہ تحقیق تھی کہ یہ دونوں سورتیں قرآن سے ہیں' انہوں نے ان دونوں سورتوں کو قرآن مجید میں رکھا۔

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند شیخین کی شرط کے موافق صحیح ہے۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۵ ص ۱۱۸۔ رقم الحدیث: ۲۱۱۸۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۷۴' سنن البیہقی ج ۲ ص ۳۹۴' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۷۶' صحیح بخاری میں اس حدیث کا خلاصہ ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: مجھ سے ان کو پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے پڑھا' سو تم بھی اسی طرح پڑھو جس طرح میں نے پڑھا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث: ۳۵۱۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود کے انکارِ معوذتین کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:
وہ قرآن جو اس وقت شرقاً غرباً تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے' اس میں سورۂ فاتحہ سے لے کر معوذتین تک جو مصاحف میں بیان کیا گیا ہے' وہ سب اللہ عزوجل کا کلام اور اس کی وحی ہے' جو اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل فرمایا ہے' جس شخص نے اس میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا وہ کافر ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ان کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ المعوذتین نہیں تھیں' سو وہ جھوٹ ہے' موضوع ہے' صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ زر بن جیش' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین تھیں۔
(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۳۲' مسئلہ: ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:
صحیح مسلم کی حدیث: ۸۱۴ میں واضح دلیل ہے کہ المعوذتان قرآن مجید سے ہیں اور جس نے حضرت ابن مسعود کی طرف اس کے خلاف منسوب کیا' اس کا قول مردود ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۱۸۲' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:
کتب قدیمہ میں یہ منقول ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے اور اس مسئلہ میں بہت قوی اشکال ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ صحابہ کے زمانہ میں سورۂ فاتحہ کے قرآن ہونے پر نقل متواتر حاصل تھی اور حضرت ابن مسعود کو اس کا علم تھا اور پھر انہوں نے اس کے قرآن ہونے کا انکار کیا تو یہ انکار ان کے کفر کو یا ان کی عقل کی کمی کو واجب کرے گا' اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس زمانہ میں ان کے قرآن ہونے پر نقل متواتر نہیں تھی تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اصل میں قرآن مجید نقل متواتر سے ثابت نہیں ہے اور اس سے قرآن مجید حجت یقینیہ نہیں رہے گا اور ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو یہ قول منقول ہے' یہ نقل کاذب اور باطل ہے اور اسی بات سے اس اشکال کا حل نکل سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۹۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:
صحیح مسلم کی حدیث: ۸۱۴ میں اس پر واضح دلیل ہے کہ معوذتین قرآن ہیں اور حضرت ابن مسعود سے جو اس کے خلاف منقول ہے' وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۴ ص ۲۴۴۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:
المعوذتان قرآن مجید سے ہیں اور جس شخص نے حضرت ابن مسعود کی طرف اس کے خلاف منسوب کیا' اس کا قول مردود ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود معوذتان کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے اور روایات صحیحہ کا انکار کرنا درست نہیں ہے' البتہ حضرت ابن مسعود کے قول کی تاویل کرنا ضروری ہے' قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابن مسعود معوذتان کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو مصحف میں لکھنے کا انکار کرتے تھے' ان کے نزدیک اسی سورت کو قرآن میں لکھا جائے' جس کو لکھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو اور ان تک رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہیں پہنچی تھی' یہ عمدہ تاویل ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دونوں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے اس قول میں کتاب اللہ سے مراد مصحف ہے' لہٰذا تاویل صحیح ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کے زمانہ میں بھی معوذتین متواتر تھیں لیکن حضرت ابن مسعود کے نزدیک ان کا تواتر ثابت نہ تھا' اس لیے ان کا انکار کفر نہیں ہے' البتہ معوذتین کا تواتر معروف ہو چکا ہے' لہٰذا اب جو ان کا انکار کرے گا' وہ کفر ہوگا' اس کی نظیر یہ ہے کہ اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ کا انکار کفر ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ اجماع واضح نہیں تھا' اس لیے آپ نے منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۵۱ ملخصاً' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

معوذتین کے قرآن ہونے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جو اختلاف منقول ہے' اس سے بعض ملحدین نے قرآن مجید کے اعجاز میں طعن کیا ہے' انہوں نے کہا: اگر قرآن مجید کی بلاغت حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہوتی تو قرآن مجید غیر قرآن سے ممتاز ہوتا' پھر اس میں یہ اختلاف نہ ہوتا کہ یہ قرآن ہے یا نہیں' اور تم کو معلوم ہے کہ معوذتین کے قرآن ہونے پر اجماع ہے اور فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ اب معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے اور شاید کہ حضرت ابن مسعود نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۹۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود کے رجوع کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طبرانی نے خود حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے ان کو پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے پڑھا' سو تم بھی اس طرح پڑھو جس طرح میں نے پڑھا ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۵۱۵)

سورۃ الفلق کے اس تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے اس سورت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کو شروع کر رہا ہوں۔ اے میرے رب کریم! اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے صحت اور صواب پر قائم رکھنا۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۰ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۱ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

سورۃ الفلق مکیۃ ۱۱۳ — آیاتہا ۵ — رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفلق مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیات اور ایک رکوع ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ
آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں O اس کی بنائی ہوئی ہر چیز کے شر سے O اور اندھیری رات

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ
کے شر سے جب وہ چھا جائے O اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O اور

شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۱ / ۵ / ۳۸
حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں O اس کی بنائی ہوئی ہر چیز کے شر سے O اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے O اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے O (الفلق: ۵۔۱)

اللہ سے پناہ طلب کرنے میں صبح کے وقت کی تخصیص کی توجیہات

الفلق: ۳۔۱ میں فرمایا: آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں O اس کی بنائی ہوئی ہر چیز کے شر سے O اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے O

اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ فلق سے مراد صبح کا وقت ہے' زجاج نے کہا: رات کو پھاڑ کر صبح نمودار ہوتی ہے' اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جو ذات رات کے اس شدید اندھیرے کو اس جہان سے زائل کرنے پر قادر ہے' وہ ذات پناہ طلب کرنے والے سے اس چیز کو ضرور زائل کرنے پر قادر ہے جس سے وہ ڈر رہا ہے اور خوف زدہ ہے۔

(۲) صبح کا طلوع ہونا کشادگی کی نوید کی مثل ہے' پس جس طرح انسان رات میں صبح کا منتظر ہوتا ہے' اسی طرح خوف زدہ انسان اپنی مہم میں کامیابی کا منتظر ہوتا ہے۔

(۳) صبح کے وقت کی تخصیص کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت مظلوم اور بے قرار لوگ اپنی حاجات میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں' گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت کے رب کی پناہ طلب کرتا ہوں' جو ہر رنج اور فکر سے کشادگی عطا فرماتا ہے۔

(۴) ہو سکتا ہے کہ صبح کے وقت کو اس لیے خاص کیا ہو کہ فجر کی نماز قیامت کے تمام احوال کی جامع ہے' کیونکہ فجر کی نماز میں انسان طویل قیام کرتا ہے اور یہ طویل قیام اس کو قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے پچاس ہزار سال کے قیام کی یاد دلاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ (المطففین:۶) جس دن تمام لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

اور انسان جب نماز میں امام کی قرأت سنتا ہے تو وہ اس کو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ کی قرأت کی یاد دلاتا ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ (الجاثیہ:۲۹) یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے سامنے سچ سچ بول رہی ہے۔

اور جب انسان نماز میں رکوع کرتا ہے تو یہ اس کو اس وقت کی یاد دلاتا ہے جب مجرم اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے:

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ (السجدہ:۱۲) وہ اپنے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں گے۔

اور جب وہ نماز میں سجدہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس وقت کی یاد دلاتا ہے جب کافروں کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (القلم:۴۲) اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا' سو وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے ○

اور جب وہ قعدہ میں دوزانو بیٹھا ہوگا تو یہ اس کو اس وقت کی یاد دلائے گا جب تمام امتیں گھٹنوں کے بل گری ہوں گی:

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ (الجاثیہ:۲۸) اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہو گی۔

پس گویا کہ اللہ سے پناہ طلب کرنے والا یہ کہتا ہے: اے میرے رب کریم! جس طرح تو نے مجھے رات کے اس اندھیرے سے نجات دی ہے مجھے ان ہولناک مصائب سے بھی نجات عطا فرما۔

(۵) صبح کا وقت بہت سعادت اور استجابت کا وقت ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:۷۸) بے شک فجر کے وقت قرآن پڑھنے میں (فرشتے) حاضر ہوتے ہیں ○

اس وقت میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں' اس لیے اس وقت پناہ طلب کرنے والے کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔

(۶) یہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنے اور استغفار کرنے کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے بہت مناسب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران:۱۷) اور جو لوگ سحر کے وقت اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۷۲-۳۷۳ ملخصاً وموضحاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

صبح کے وقت اللہ سے پناہ طلب کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا' ہم صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کے لیے آئے' آپ نے فرمایا: پڑھو' میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: پڑھو ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اور معوذتین' جب شام ہو اور جب صبح ہو تین تین بار پڑھو' ان کی تلاوت تم کو ہر چیز سے کافی ہوگی۔ (سنن نسائی رقم الحدیث:۵۴۴۳)

Marfat.com

الفلق: ۴ میں فرمایا: اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے ○

''نفّٰثٰت'' کا معنی

اس آیت میں ''نفّٰثٰت'' کا لفظ ہے''نفث'' کا معنی ہے: منہ سے ایسی پھونک مارنا جس میں کچھ لعاب کی آمیزش ہو اور بعض نے کہا: اس سے مراد صرف پھونک ہے اور''العقد'''' عقدۃ'' کی جمع ہے'اس کا معنی گرہ ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب جادوگر جادو کے الفاظ پڑھنا شروع کرتا ہے تو وہ ایک دھاگا پکڑ لیتا ہے' وہ اس دھاگے میں ایک گرہ لگاتا ہے اور جادو کے الفاظ پڑھ کر اس گرہ میں پھونک مارتا ہے' پھر اس طرح گرہیں لگاتا جاتا ہے اور اس میں پھونکیں مارتا جاتا ہے۔ اس آیت میں پھونک مارنے والے جادوگر کے لیے مؤنث کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) جادو کا عمل زیادہ تر عورتیں کرتی ہیں کیونکہ وہ گرہ لگاتی جاتی ہیں اور پھونک مارتی جاتی ہیں اور اس میں اصل چیز یہ ہے کہ یہ عمل دل سے کیا جائے' اور عورتیں یہ کام زیادہ توجہ سے کرتی ہیں' کیونکہ ان کا علم کم ہوتا ہے اور ان میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) مؤنث کا صیغہ اس لیے لایا گیا ہے کہ اس سے مراد جادوگروں کی جماعت ہے کیونکہ جب کئی جادوگر مل کر جادو کریں گے تو اس کا اثر زیادہ ہوگا۔

(۳) ابوعبیدہ نے کہا:''نفاثات'' (پھونک مارنے والیاں) سے مراد ہے: لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا (لیکن تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر نہیں ہوا تھا' اس کی وضاحت عنقریب آئے گی۔ سعیدی)۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا مؤقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ گرہوں میں جادو کیا تھا اور اس دھاگے کو ذروان نامی کنوئیں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور تین دن آپ پر سخت گزرے' پھر اس وجہ سے معوذتین نازل ہوئیں اور حضرت جبریل نے آکر آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دی' تب آپ نے حضرت علی اور حضرت طلحہ کو بھیجا اور وہ اس دھاگے کو لے کر آئے اور حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ آیت پڑھتے جائیں اور گرہ کھولتے جائیں اور جب آپ آیت پڑھنے لگے تو گرہ کھلنے لگی اور آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی گئی۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ معتزلہ نے اس کا سرے سے انکار کیا ہے' قاضی نے کہا: یہ روایت باطل ہے' یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' (المائدہ: ۶۷) اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا' اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ماننے سے نبوت میں طعن ہوتا ہے' اور اس لیے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا اگر صحیح ہو تو ضروری تھا کہ جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو جادو سے نقصان پہنچاتے اور وہ اس پر قادر ہوتے کہ اپنے لیے کوئی بڑا ملک حاصل کر لیتے اور یہ تمام لوازم باطل ہیں اور اس لیے کہ کفار آپ کو عار دلاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عیب ہوتا' اور معلوم ہے کہ آپ میں عیب جائز نہیں ہے' ہمارے اصحاب نے کہا: یہ قصہ جمہور اہل نقل کے نزدیک صحیح ہے' اور جن وجوہ کا معتزلہ نے ذکر کیا ہے' ہم ان پر سورۂ بقرہ

Marfat.com

میں کلام کر چکے ہیں' رہا ان کا یہ کہنا کہ کفار آپ پر عیب لگاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں تو اگر آپ پر جادو کیا جاتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسحور کہنے سے کفار کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو کے ذریعہ آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے' اسی وجہ سے آپ نے کفار کے دین کو ترک کر دیا' رہا یہ کہ جادو کے اثر سے آپ کے بدن میں کوئی درد ہو گیا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کسی شیطان' کسی انسان اور جن کو اس طرح مسلط ہونے نہیں دے گا کہ وہ آپ کے دین' آپ کی شریعت اور آپ کی نبوت میں کوئی ضرر پہنچا سکے اور رہا آپ کے بدن میں ضرر پہنچانا تو وہ بعید نہیں ہے' ہم سورۃ البقرہ میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا موقف

امام رازی کی اس عبارت میں حسب ذیل اُمور لائق توجہ ہیں:

(۱) امام رازی نے یہاں سورۃ الفلق کی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی لکھی ہوئی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی نہیں ہے اور علامہ قمولی نے اس کو مکمل کیا ہے جیسا کہ ہم بہت جگہ اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔

(۲) امام رازی نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم سورۂ بقرہ میں معتزلہ کے دلائل کا جواب لکھ چکے ہیں' یہ امام رازی کا تسامح ہے' امام رازی نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں معتزلہ کی کسی دلیل کا جواب نہیں دیا' دیکھئے تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت۔

(۳) امام رازی نے یہاں صرف جادو زدہ کے طعن کا جواب دیا ہے اور اس کو بہت مفسرین نے لکھا ہے لیکن معتزلہ کی قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو جادوگر آپ کو ضرر پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے' سو آپ پر جادو سے ضرر ماننا قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج ۵ ص ۸۱۔۷۹ میں جادو پر بحث کی ہے اور معتزلہ کی اس دلیل کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا' ہم نے بنی اسرائیل: ۴۷ میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے' ہمارے نزدیک یہ تو ہو سکتا ہے کہ لبید بن اعصم یا اس کی بیٹیوں نے آپ پر جادو کیا ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' آپ نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہو کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے' آپ اس سے مامون ہیں کہ آپ کے دل میں کوئی خلاف واقع خیال ڈالا جائے' یا العیاذ باللہ! آپ دیکھیں کچھ اور آپ کو نظر کچھ آئے یا آپ کی قوت مردمی متاثر ہو' ہمارے نزدیک اس قسم کی تمام باتیں بعض راویوں کی کارستانی ہے' ہم نے ذکر کیا ہے کہ المعوذتان کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور جس قول کی بناء پر یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں' ان روایات کا غیر صحیح ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے' نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ معجزہ کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے اور سحر کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے' معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے اور اس کا سبب اللہ سبحانہ سے قرب اور دعائیہ کلمات ہیں اور سحر کا صدور کافر سے ہوتا ہے اور اس کا سبب شیطان سے قرب اور شرکیہ اور کفریہ کلمات کا پڑھنا ہے تو اگر نبی پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ شیطان کا مقرب رحمان کے مقرب پر اثر انداز ہو گیا اور اس کو بیمار کرنے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○'' (طٰہٰ: ۶۹)۔

Marfat.com

قرآن مجید کی سورتوں سے دم کرنے کا جواز

الفلق: ۴ میں گرہوں میں پھونک مارنے کا ذکر ہے' جادو کے کلمات پڑھ کر گرہوں میں پھونک مارنا باطل اور حرام ہے' لیکن اللہ کا کلام پڑھ کر کسی بیماری پر پھونک مارنا مستحب ہے اور اس کے استحباب میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے تو آپ اپنی ہتھیلیوں پر "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور معوذتین پڑھ کر پھونک مارتے' پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور ان ہتھیلیوں کو جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے' وہاں تک اپنے جسم پر ملتے' حضرت عائشہ نے کہا: جب آپ بیمار ہو گئے تو آپ مجھے اس طرح پھونک مار کر اپنی ہتھیلیوں کو ملنے کا حکم دیتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۸' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۹۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۲۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایک سفر میں گئے اور عرب کے کسی قبیلہ میں پہنچے' انہوں نے قبیلہ والوں سے کہا: ہماری مہمانی کرو (یعنی کھانا کھلاؤ)' قبیلہ والوں نے ان کو مہمان بنانے سے انکار کیا' اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنک مارا ہوا تھا' انہوں نے اس کے علاج کے بہت جتن کیے' لیکن کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا' ان میں سے کسی نے کہا: یہ لوگ جو تمہاری بستی میں آئے ہیں ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفا ہو جائے' سو ان لوگوں نے صحابہ سے کہا: اے نو واردوں کی جماعت! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈنک مارا ہے' ہم نے اس کے علاج کی پوری کوشش کر لی لیکن اس کو فائدہ نہیں ہوا' کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: ہاں ہے' اللہ کی قسم! بے شک میں ضرور دم کرتا ہوں' لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تھی' تم نے ہماری مہمانی نہیں کی' لہٰذا اب میں تمہیں دم کرنے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ تم ہمیں معاوضہ دو' پس انہوں نے بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی (وہ تیس بکریاں تھیں۔ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۲) پھر وہ صحابی گیا اور سورت الفاتحہ پڑھ کر اس سردار پر لعاب آمیز پھونک ماری' حتیٰ کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے رسی سے (بندھا ہوا) کھل گیا ہو اور وہ اس طرح چلنے لگا گویا اس کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی' پھر قبیلہ والوں نے ان کو بکریوں کا ریوڑ دے دیا' بعض صحابہ نے کہا: ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو' دم کرنے والے صحابی نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق معلوم کر لیں' ہم آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کریں گے' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کیا حکم فرماتے ہیں' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے' تم نے درست کیا' ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۴۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۲' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۴' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۱۵۶)

بعض روایات میں دم کرنے کی ممانعت ہے' اس سے مراد شرکیہ کلمات پڑھ کر دم کرنا ہے۔

الفلق: ۵ میں فرمایا: اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے O

حسد کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث

حسد کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ اس کے پاس سے وہ نعمت زائل ہو جائے' خواہ اس کو وہ نعمت نہ ملے' اگر اس کی قدرت میں اس نعمت کو چھیننا ہو تو وہ اس نعمت کو چھین لے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے' اور اس سورت میں ہر وہ شر داخل ہے' جس کا انسان کے دین یا اس کی دنیا میں خطرہ ہو۔

اگر انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ نعمت

Marfat.com

عطا کر دے تو اس کو رشک کہتے ہیں' رشک کرنا جائز ہے اور حسد کرنا حرام ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حسد کرنے سے باز رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مؤمن کے پیٹ میں اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کی حرارت جمع نہیں ہوں گی اور نہ کسی بندہ کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوگا۔ (سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۶)

حسد وہ پہلا گناہ ہے جو آسمانوں میں اللہ سبحانہ کی نافرمانی میں کیا گیا اور حسد وہ پہلا گناہ ہے جو اللہ کی نافرمانی میں زمین پر کیا گیا' ابلیس نے حضرت آدم سے حسد کیا اور قابیل نے ہابیل سے حسد کیا' حسد میں پانچ خرابیاں ہیں:

(۱) حاسد ہر اس شخص سے حسد کرتا ہے' جس کو کوئی نعمت دی گئی ہو (۲) حاسد اللہ کی تقسیم سے راضی نہیں ہوتا (۳) حاسد اللہ کے فضل سے بخل کرتا ہے کہ اللہ جس پر چاہے اپنا فضل کرتا ہے (۴) حاسد اولیاء اللہ کا بُرا چاہتا ہے اور ان سے نعمت کے زوال کی تمنا کرتا ہے (۵) حاسد ابلیس کا متبع ہوتا ہے۔

سورۃ الفلق کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۱ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/۱۲ جنوری ۲۰۰۶ء بہ روز جمعرات سورۃ الفلق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اے میرے رب کریم! سورۃ الناس کی تفسیر بھی مکمل کرا دے اور اس تفسیر کو قیامت تک کے لیے مقبول اور فیض رساں بنا دے اور میری مغفرت فرما دے۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیعنا یوم الدین
و علٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده و نصلی و نسلم علٰی رسوله الکریم

سورۃ الناس

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام الناس ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں "الناس" کا لفظ ہے اور اس سورت میں "الناس" کا لفظ پانچ مرتبہ مذکور ہے۔

جیسا کہ ہم نے سورۃ الفلق کی تفسیر میں ذکر کیا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکی ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں۔

سورۃ الناس قرآن مجید کی آخری سورت ہے' قرآن مجید کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے ہوئی تھی' اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اور سورت الناس میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس کا مآل بھی اللہ سے مدد طلب کرنا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی اوّل آخر ہدایت یہ ہے کہ صرف اللہ سے ہی مدد طلب کی جائے اور اسی سے پناہ طلب کی جائے اور ہر مشکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔

سورۃ الفلق میں مخلوقات کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے اور جادوگرنیوں کے جادو کے شر سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم تھی اور یہ شرور ظاہر ہیں اور سورۃ الناس میں شیاطین کے وسوسوں سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم ہے اور یہ شرور خفیہ ہیں' ان دونوں سورتوں کی ابتداء میں لفظ "قل" ہے یعنی آپ کہیے' بہ ظاہر یہ صرف آپ کو خطاب ہے اور حقیقت میں اس خطاب میں آپ کی امت بھی داخل ہے۔

اس سورت سے مقصود یہ ہے کہ آپ وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں جو تمام انسانوں کا رب ہے اور یہ بتانا ہے کہ تمام لوگوں کو شیاطین کے وسوسوں سے پناہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے' اس کے دل پر وسواس ہوتا ہے' اگر وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو (شیطان) پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر وہ غافل ہوتا ہے تو پھر وہ اس کو وسوسہ ڈالتا ہے اور "الوسواس الخناس" سے یہی مراد ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۴۱ طبع قدیم' المستدرک رقم الحدیث: ۳۹۹۱' المکتبۃ العصریہ' ذہبی نے کہا: یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔)

ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۴ ہے اور ترتیبِ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۲۱ ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب میں اللہ تعالیٰ کی امداد اور اعانت پر توکل کرتے ہوئے سورۃ الناس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر شروع کر رہا ہوں' اے میرے رب کریم! مجھے اس مہم میں صحت اور صواب پر قائم رکھیں۔ (آمین) غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۱۲ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

سورۃ الناس مکیۃ ۱۱۴ ۔ ۲۱ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ۶ رکوعہا ۱

سورۃ الناس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھ آیات اور ایک رکوع ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾

آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں O سب لوگوں کے بادشاہ کی O سب لوگوں کے معبود کی (پناہ لیتا ہوں) O

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ

پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والے کے وسوسہ ڈالنے کے شر سے O جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ

ع ۱ ۶ ۳۹

النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

ڈالتا ہے O جو جنات اور انسانوں میں سے ہے O

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں O سب لوگوں کے بادشاہ کی O سب لوگوں کے معبود کی (پناہ لیتا ہوں) O پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والے کے وسوسہ ڈالنے کے شر سے O جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے O جو جنات اور انسانوں میں سے ہے O (الناس: ۶۔۱)

انسان کی باقی مخلوق پر فضیلت

الناس: ۳۔۱ میں فرمایا: آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں O سب لوگوں کے بادشاہ کی O سب لوگوں کے معبود کی (پناہ لیتا ہوں) O

اس آیت میں انسانوں کے رب کی پناہ لینے کا حکم ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا رب ہے اور سب کا مالک' مربی اور مصلح ہے' اس میں یہ تنبیہ کرنا ہے کہ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مخلوق سب سے افضل ہے وہ انسان ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کی نسبت انسان کی طرف کی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کا ذکر فرمایا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسانوں کے بادشاہ بھی ہوتے ہیں' لیکن تمام انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ ہے' اور بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے' لیکن حقیقت میں وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں' عبادت کا مستحق وہ ہے جو تمام انسانوں کا معبود ہے۔

جو شخص بادشاہ ہوتا ہے اور ملک کا سربراہ ہوتا ہے' وہی پورے ملک پر حاکم ہوتا ہے' وہی ملک کے باشندوں کے لیے قانون بناتا ہے' پورے ملک میں اسی کی فرماں روائی ہوتی ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَلِكِ النَّاسِ'' (الناس: ۲) یعنی وہی دنیا کے تمام لوگوں کا بادشاہ اور حاکم مطلق ہے' اسی کی تمام جہانوں میں حکومت اور فرماں روائی ہے' اس نے ارشاد فرمایا:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (الانعام: ۵۷) حکم دینے کا حق صرف اللہ کا ہے۔

جب سب انسانوں کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے' اسی نے ان کی پرورش کی ہے تو تمام انسانوں کی معیشت اور معاشرت میں

Marfat.com

حکم دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

نیز فرمایا: ''اِلٰهِ النَّاسِ ۙ'' (الناس:۳) یعنی وہی سب لوگوں کا معبود ہے' خواہ انسان کسی کی عبادت کریں لیکن تمام لوگوں کی عبادت کا مستحق وہی واحد لاشریک ہے۔

الناس:۴ میں فرمایا: پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والے کے وسوسہ ڈالنے کے شر سے O

''خناس'' کا معنی

اس آیت میں ''خناس'' کا لفظ ہے' ''خناس'' کا معنی ہے: پیچھے ہٹ جانے والا' چھپ جانے والا' یہ لفظ ''خنس'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: پیچھے ہٹنا اور چھپ جانا' قرآن مجید میں ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ (التکویر:۱۵) میں چھپنے والے (ستاروں) کی قسم کھاتا ہوں O

یہ ستارے دن کے وقت چھپ جاتے اور نظر نہیں آتے یا اپنے منظر سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

''خناس'' مبالغہ کا صیغہ ہے' اور یہ شیطان کا لقب ہے' جب انسان غافل ہو تو یہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کو یاد کر رہا ہو تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جیسے ہی اللہ کی یاد سے رُک جائے تو پھر وسوسہ ڈالنے آ جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے قلب پر بیٹھا رہتا ہے' جب اس کو سہو ہو یا غفلت ہو تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ کا ذکر کرے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۹۶۷۸)

ابن زید نے کہا: ''خناس'' وہ ہے جو ایک بار وسوسہ ڈالتا ہے اور دوسری بار پیچھے ہٹ جاتا ہے اور موقع کا منتظر رہتا ہے اور یہ شیطان الانس ہے' یہ انسانوں پر شیطان الجن سے زیادہ شدید ہوتا ہے' شیطان الجن وسوسہ ڈالتا ہے اور تم اس کو دیکھتے نہیں ہو اور شیطان الانس کو تم دیکھتے رہتے ہو۔ (جامع البیان رقم الحدیث:۲۹۶۸۳)

قرآن مجید میں شیطان الانس اور شیطان الجن دونوں کا ذکر ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (الانعام:۱۱۲)

اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے دشمن شیاطین الانس اور شیاطین الجن بنا دیئے ہیں' جن میں سے بعض بعضوں کو خوش نما وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ ان کو دھوکا دیں۔

الناس:۵ میں فرمایا: جو لوگوں کے سینہ میں وسوسہ ڈالتا ہے O

وسوسہ کا معنی

اس آیت میں ''یوسوس'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''وسواس'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی بُرے خیال یا گناہ کے کام کو دل میں ڈالنا۔ شیطان انسان کے دل میں اللہ کی معصیت کو القاء کرتا ہے اور اس معصیت کو خوش نما لباس پہنا کر اس کو اس کام کی طرف راغب کرتا ہے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

وسوسہ ایک امر معروف ہے' شیطان انسان کے دل میں ایسی باتیں ڈالتا ہے جن سے وہ اپنے دین میں حیران ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں بُری خواہشات ڈالتا ہے اور اس کو بُرے کام کرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب شیطان انسان کو بُرائی کی طرف راغب کرے تو انسان کو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

Marfat.com

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ○ اِنَّ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيۡطٰنِ تَذَكَّرُوۡا فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ ○ (الاعراف: ۲۰۱۔۲۰۰)

اور اگر شیطان آپ کو کوئی وسوسہ ڈالے تو آپ اللہ کی پناہ طلب کریں' بے شک وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ○ بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی گناہ کا خیال آتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

''الوسواس'' کی تحقیق ہم نے الاعراف: ۲۰ میں بیان کر دی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۷۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام رازی کی اس عبارت میں یہ واضح تصریح ہے کہ سورۃ الناس تک تفسیر ان ہی کی لکھی ہوئی ہے' میں ان بڑے بڑے علماء پر حیران ہوتا ہوں' جنہوں نے یہ کہا ہے کہ امام رازی اپنی تفسیر کو مکمل نہ کر سکے تھے۔

الناس: ۶ میں فرمایا: جو جنات اور انسانوں میں سے ہے ○

دین کی سلامتی جسم کی سلامتی سے زیادہ اہم ہے

جنات میں سے جو شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے' اس کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح رواں دواں ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۷۱)

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان کسی شخص کو بُرے کاموں کی طرف مائل کرے تو وہ بھی شیطان ہے اور اس کے شر سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

سورۃ الفلق میں اندھیرے کے غلبہ یعنی آفات اور مصائب' جادو کرنے والی عورتوں اور حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اور اس سورت میں صرف ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اور وہ وسوسہ ہے' سو سورۃ الفلق میں نفس اور بدن کے شر سے سلامتی مطلوب ہے اور سورۃ الناس میں شر کی پناہ سے دین کی سلامتی مطلوب ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دین کا ضرر دنیا کے ضرر سے بہت اہم ہے۔

سورۃ الناس کی تفسیر کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ ذوالحج ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء بہ روز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ سورۃ الناس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ میں نے ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/ ۲۱ فروری ۱۹۹۴ء کو تفسیر تبیان القرآن لکھنے کا آغاز کیا تھا' یہ لمبا سفر تھا' بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہ سفر پورا کرا دیا اور تقریباً بارہ سال کے عرصہ میں بارہ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر مکمل ہو گئی' میں علمی طور پر بھی بہت بے بضاعت ہوں اور گوناگوں امراض کی وجہ سے بہت نحیف اور ناتواں ہوں' مجھے یہ امید نہ تھی کہ میں اس تفسیر کو مکمل کر سکوں گا' لیکن اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان اور بے حد کرم ہے کہ اس نے اس گناہ گار اور کم ترین بندہ سے اپنے دین کی یہ عظیم خدمت لے لی۔

تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل اور کلماتِ تشکر

آج بارہ ذوالحج ہے اور عید الاضحیٰ کا دن ہے' اور جمعہ کا دن بھی عید ہے اور جس دن مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے وہ دن بھی عید ہے اور مجھے اللہ کی یہ نعمت ملی کہ آج تفسیر تبیان القرآن مکمل ہوئی اور ہر جائز خوشی کا دن بھی عید ہوتا ہے' سو

Marfat.com

آج کا دن میرے لیے کئی وجوہ سے عید کا دن ہے' میں اس نعمت پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں' "فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضٰی" اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا' اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۴)

اس لیے میں اپنے محسن گرامی پروفیسر مفتی منیب الرحمان دام لطفہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے ہر مرحلہ میں میری معاونت کی اور بے لوث دوستی کا حق ادا کیا اور مخالفوں کے سامنے ہمیشہ میری پرجوش وکالت کی اور میری ضرورت کی کتابوں کی فراہمی میں ہمیشہ میرے کام آئے اور سفر میں اور حضر میں ہر دم مجھے یاد رکھا' ان کے علاوہ مفتی محمد اطہر نعیمی مدظلہ اور مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کی دعائیں میرے شامل حال رہیں' اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اور مفتی منیب الرحمان کو ہمیشہ اپنے انعام اور اکرام سے نوازتا رہے۔

میرے احباب اور تلامذہ میں سے مفتی محمد اسماعیل نورانی' مولانا محمد صابر نورانی' سید عمیر الحسن برنی اور بالخصوص مولانا عبداللہ نورانی جو تفسیر تبیان القرآن کا خلاصہ انوار تبیان القرآن کے نام سے کر رہے ہیں' تاکہ اس کو میرے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر شائع کیا جائے' ان شاء اللہ عنقریب وہ شائع ہو کر منصۂ شہود پر آ جائے گا اور مولانا حافظ محمد اویس نقشبندی' مولانا محمد اکرام اللہ ہزاروی' مولانا محمد نصیر اللہ نقشبندی اور محترم محمد شمیم خان بھی میرے شکریہ کے خاص مستحق ہیں' میں ان سب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کی سعادتیں اور راحتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

تبیان القرآن کی طباعت کا اصل سہرا سید اعجاز احمد رحمہ اللہ کے سر ہے' جنہوں نے تبیان القرآن کی تصنیف کا مجھ سے معاہدہ کیا اور یہ تردد نہیں کیا کہ اس شخص کی عمر ۵۸ سال ہو چکی ہے اور یہ کئی دائمی بیماریوں میں مبتلا ہے' پتا نہیں! یہ اتنا عرصہ جیے گا یا نہیں' اگر یہ درمیان میں مر گیا تو ہماری کتاب نامکمل رہے گی اور پھر چل نہیں سکے گی' سید اعجاز احمد رحمہ اللہ کی تو معاہدہ کے چار سال بعد ۹ ستمبر ۱۹۹۸ء میں وفات ہو گئی' اُن کے بعد ان کے صاحبزادے سید محسن اعجاز شکر اللہ سعیہ نے انتہائی ولولہ انگیز جذبہ کے ساتھ تبیان القرآن کی طباعت کرائی اور بہت محنت' جاں فشانی اور باریک بینی کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھایا اور اپنے والد رحمہ اللہ کے مشن کو عروج پر پہنچا دیا' میرے علم میں ایسا کوئی ناشر نہیں ہے جو کسی مسودہ کی طباعت میں اتنی گہری دلچسپی لے اور اس پر اتنی محنت کرے' اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں سرخ رو فرمائے۔ (آمین)

ملک اور بیرونِ ملک میں اللہ تعالیٰ نے بعض احباب کے دلوں میں میری ایسی محبت ڈال دی ہے کہ وہ مسلسل میری خدمت کرتے رہتے ہیں' ملک میں ان محبین گرامی میں الحاج شیخ نجیب الدین' الحاج محمد شفیق اور الحاج غلام محمد ہیں اسعدہم اللہ تعالیٰ فی الدارین اور بیرونِ ملک میں صاحبزادہ حبیب الرحمان فیض پوری بریڈ فورڈ' مولانا حافظ عبدالمجید شرق پوری برسٹل اور محترمہ ثمینہ بہن (برسٹل' میں) ہیں اکرمہم اللہ تعالیٰ فی الدارین' اللہ تعالیٰ ان سب کو دین اور دنیا کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

تبیان القرآن کی تصنیف کے دوران میں نے جن تفاسیر سے استفادہ کیا ہے' ان میں سرفہرست امام رازی کی تفسیر کبیر اور علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن ہے' اس کے بعد روح المعانی اور روح البیان ہیں اور استدلال میں تائید اور تقویت کے لیے تقریباً تمام دستیاب تفاسیر کے حوالے رہے ہیں' علامہ جلال الدین سیوطی کی الدر المنثور سے بھی میں نے بہت استفادہ کیا ہے' امام ابومنصور ماتریدی کی تفسیر تبیان کی بارھویں جلد کے دوران طبع ہو کر آئی' اس سے بھی میں جس قدر استفادہ کر سکا' وہ میں نے کر لیا ہے۔ تبیان القرآن میں میری خواہش یہ رہی کہ قرآن مجید کی تفسیر میں' میں زیادہ سے زیادہ احادیث اور آثارِ صحابہ کو

Marfat.com

درج کروں' مجھ سے پہلے مفسرین نے بھی ایسا کیا ہے لیکن میری انفرادیت یہ ہے کہ میں نے تمام احادیث کو ان کے مکمل اور مفصل حوالہ جات کے ساتھ درج کیا ہے اور ہر حدیث کی بھرپور تخریج کی ہے' یہ ایک ضروری اور فطری امر ہے کہ جب کوئی شخص کسی موضوع پر لکھتا ہے تو اس کو بعض مقامات پر اپنے پیش رو مصنفین سے اختلاف بھی ہوتا ہے اور تقریباً سب ہی مفسرین نے بعض مقامات پر اپنے پہلوں سے اختلاف کیا ہے' سو یہ چیز ناگزیر ہے لیکن میں نے جہاں بھی جس سے اختلاف کیا' ادب اور احترام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا' اس تفسیر کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ میں نے اس کو بہت آسان اور اس دور کی مروج اُردو میں لکھا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اس کے قارئین کا حلقہ دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے' انسان کی معلومات میں روز بہ روز اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اس کی سوچ بدلتی رہتی ہے' ابھی چونکہ میری زندگی میں تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم چھپ رہی ہیں' اس لیے جب کسی مقام پر میری رائے بدل جاتی ہے تو میں اس میں ترمیم کر دیتا ہوں' لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے' ایسے کل پندرہ مقامات ہیں' جن کی تفصیل میں نے شرح صحیح مسلم کی چھٹی جلد کے آخر میں بیان کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور معاونین کی' میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی' سید محسن اعجاز صاحب کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرمائے اور ہم سب کو سعادت اور فلاحِ دارین عطا فرمائے۔ **وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیعنا یوم الدین و علٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.**

لا اِلٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین. سبحانك وبحمدك استغفرك واتوب الیك.

ان سطور کے پڑھنے والے قارئین سے درخواست ہے کہ وہ میرے لیے ایمان پر خاتمہ اور مغفرت کی دعا کریں۔

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عھدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر نفسی ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت.

امیدوارِ عفو و کرم
غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ' بلاک نمبر ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی-۳۸
۲۴ ذوالحج ۱۴۲۵ھ/ ۴ فروری ۲۰۰۵ء
موبائل نمبر: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

Marfat.com

تبیان القرآن جلد ثانی عشر کی مفصل ڈائری

ہجری تقویم	عیسوی تقویم	دن	صفحات کی مکمل تعداد	ایک ماہ کے صفحات	مطلوبہ اوسط	موجودہ اوسط
۲۲ ذوالحج ۱۴۲۵	۲ فروری ۲۰۰۵	بدھ	افتتاح		۱.۱۹	
۱۹ محرم ۱۴۲۶	یکم مارچ ۲۰۰۵	منگل	۶۱	۶۱		۵.۸
۲۱ صفر ۱۴۲۶	یکم اپریل ۲۰۰۵	جمعہ	۱۶۶	۱۰۵		۳.۷۴
۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۶	یکم مئی ۲۰۰۵	اتوار	۲۳۰	۶۴		۳.۴۷
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۶	یکم جون ۲۰۰۵	بدھ	۲۹۶	۶۶		۳.۲۳
۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۶	یکم جولائی ۲۰۰۵	جمعہ	۳۷۷	۸۱		۱.۳۸
۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۶	یکم اگست ۲۰۰۵	پیر	۴۴۶	۶۹		۱.۱۹
۲۶ رجب ۱۴۲۶	یکم ستمبر ۲۰۰۵	جمعرات	۵۱۲	۶۶		۱.۳۰
۲۶ شعبان ۱۴۲۶	یکم اکتوبر ۲۰۰۵	ہفتہ	۶۱۶	۱۰۴		۱.۴۹
۲۸ رمضان ۱۴۲۶	یکم نومبر ۲۰۰۵	منگل	۷۳۵	۱۱۹		۱.۴۰
۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۶	یکم دسمبر ۲۰۰۵	جمعرات	۸۱۴	۷۹		۲.۳۰
۲۹ ذیقعد ۱۴۲۶	یکم جنوری ۲۰۰۶	اتوار	۹۲۳	۱۰۹		۲.۰۰
۱۳ ذوالحج ۱۴۲۶	۱۳ جنوری ۲۰۰۶	جمعہ	۹۶۷	۴۴		۲.۰۱

Marfat.com

تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری

تبیان کی جلد نمبر	فہرست اور ماخذ کے بغیر مسودہ کے صفحات	مطبوعہ صفحات	تصنیف کی کل مدت	ابتداء کی تاریخ	انتہاء کی تاریخ
۱	۹۸۸	۱۰۴۲	۱۸ ماہ	۲۱_۲_۹۴	۱۰_۸_۹۵
۲	۷۹۸	۹۰۸	۱۴ ماہ	۱_۹_۹۵	۱۸_۹_۹۶
۳	۶۷۹	۷۲۰	۱۲ ماہ	۲۲_۱۱_۹۶	۱۸_۹_۹۷
۴	۷۰۴	۷۳۳	۱۴ ماہ	۱_۱۲_۹۷	۱۴_۳_۹۹
۵	۶۹۷	۸۹۹	۱۲ ماہ	۷_۳_۹۹	۱۵_۳_۲۰۰۰
۶	۷۵۲	۸۳۲	۹ ماہ ۱۳ دن	۱۸_۳_۲۰۰۰	۲۰_۱۲_۲۰۰۰
۷	۸۱۱	۹۴۰	۸ ماہ ۱۵ دن	۲۸_۱۲_۲۰۰۰	۱۲_۹_۲۰۰۱
۸	۷۶۵	۸۸۲	۹ ماہ ۳ دن	۱۷_۹_۲۰۰۱	۲۰_۶_۲۰۰۲
۹	۸۵۰	۹۹۱	۱۰ ماہ ۲۵ دن	۲۳_۶_۲۰۰۲	۱۸_۵_۲۰۰۳
۱۰	۷۵۶	۸۴۳	۱۰ ماہ ۵ دن	۱۵_۵_۲۰۰۳	۲۴_۳_۲۰۰۴
۱۱	۸۳۱	۹۴۰	۱۰ ماہ ۷ دن	۲۴_۳_۲۰۰۴	۱_۲_۲۰۰۵
۱۲	۹۶۷	۱۰۷۸	۱۱ ماہ ۱۲ دن	۲_۲_۲۰۰۵	۱۳_۱_۲۰۰۶

Marfat.com

انڈیکس تبیانُ القرآن مکمل (12 جلد)

جلد نمبر	سورت کا نام	سورتوں کی تعداد	سیپارہ نمبر
1	مقدمہ O الفاتحہ O البقرۃ	2	1-2-3
2	العمران O النساء	2	3-4-5-6
3	المائدہ O الانعام	2	6-7-8
4	الاعراف O الانفال	2	8-9-10
5	التوبہ تا یوسف	4	10-11-12-13
6	الرعد تا بنی اسرائیل	5	13-14-15
7	الکھف تا المؤمنون	6	15-16-17-18
8	النور تا القصص	5	18-19-20
9	العنکبوت تا الصّٰفّٰت	9	20-21-22-23
10	ص تا الجاثیہ	8	23-24-25
11	الاحقاف تا التغابن	19	26-27-28
12	الطلاق تا الناس	50	28-29-30

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ' کتاب الزہد' مکتبۃ الدار مدینہ منورہ' ۱۴۰۴ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی حنفی' متوفی ۲۰۳ھ' مسند طیالسی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۳۹۱ھ

۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۳- امام سلیمان بن داؤد الجارود المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۴- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۵- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' المصنف' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۶- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۷- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۹- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مسند ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دارالوطن بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۰- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ھ' عالم الکتب بیروت' ۱۴۱۹ھ

Marfat.com

۲۱- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۲- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۳- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ دار ارقم بیروت
۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' خلق افعال العباد' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۲۵- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۶- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۷- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۸- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابو داؤد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۹- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابو داؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۳۰- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دار الجیل بیروت' ۱۹۹۸ء
۳۱- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۳۲- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۳۸۵ھ' سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۳- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دار الرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۴- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۵- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۶- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۷- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۸- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۹- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابو یعلیٰ موصلی' مطبوعہ دار المامون التراث بیروت' ۱۴۰۴ھ
۴۰- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۴۱- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ' صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۵ھ
۴۲- امام ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی' متوفی ۳۱۲ھ' مسند عمر بن عبد العزیز
۴۳- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابو عوانہ' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۴۴- امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی' المتوفی ۳۲۰ھ' نوادر الاصول' مطبوعہ دار الریان التراث القاہرہ' ۱۴۰۸ھ
۴۵- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح مشکل الآثار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۴۶- امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۸- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۹- امام محمد بن جعفر بن حسین خرائطی' متوفی ۳۲۷ھ' مکارم الاخلاق' مطبوعہ مطبعۃ المدنی مصر' ۱۴۱۱ھ

Marfat.com

۵۰- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

۵۱- امام ابوبکر احمد بن حسین آجری، متوفی ۳۶۰ھ، الشریعہ، مطبوعہ مکتبہ دار السلام ریاض، ۱۴۱۳ھ

۵۲- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

۵۳- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ

۵۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، مسند الشامیین، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۹ھ

۵۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، کتاب الدعاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ

۵۷- امام ابوبکر احمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت، ۱۴۰۸ھ

۵۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی، التوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۵۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ

۶۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، المکتبہ العصریہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

۶۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

۶۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار النفائس، بیروت

۶۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

۶۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ

۶۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

۶۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبہ المنارۃ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ

۷۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

۷۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبہ الرشد ریاض، ۱۴۲۳ھ

۷۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۷۳- امام عبدالوصاب بن محمد ابن مندہ، متوفی ۴۷۵ھ، الفوائد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

Marfat.com

۷۴- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۷۵- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۶ھ
۷۶- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۷۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۷۸- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ
۷۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۸۰- امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۴۳ھ' الاحادیث المختارۃ' مطبوعہ مکتب النہضۃ الحدیثیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۸۱- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دارابن کثیر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۸۲- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ
۸۳- حافظ شرف الدین عبدالمومن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ' المتجر الرابح' مطبوعہ دارخضر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۸۴- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم بیروت
۸۵- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۸۶- حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر' متوفی ۷۷۴ھ' جامع المسانید والسنن' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۰ھ
۸۷- امام محمد بن عبداللہ زرکشی' متوفی ۷۹۴ھ' اللآلی المنثورۃ' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۸۸- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ
۸۹- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۹۰- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' موارد الظمآن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۹۱- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' تقریب البغیہ بترتیب احادیث الحلیۃ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۹۲- امام محمد بن محمد جزری' متوفی ۸۳۳ھ' حصن حصین' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۹۳- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' زوائد ابن ماجہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۹۴- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۹۵- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۹۶- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ
۹۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ

Marfat.com

۹۸- امام عبدالرؤف بن علی المناوی، التوفی ۱۰۳۱ھ کنوز الحقائق، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۹- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۲۰ھ
۱۰۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ مسند فاطمۃ الزہراء
۱۰۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۰۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ البدور السافرہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۰۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ جمع الجوامع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۰۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۰۵- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ الدرر المنتثرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۰۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ کشف الغمہ، مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر ۱۳۰۳ھ، دارالفکر بیروت ۱۴۰۸ھ
۱۰۷- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت
۱۰۸- علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء متوفی ۱۳۷۸ھ الفتح الربانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

کتب تفاسیر

۱۰۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، متوفی ۶۸ھ تنویر المقباس، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران
۱۱۰- ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی، متوفی ۱۰۴ھ تفسیر مجاہد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۱۱- امام حسن بن عبداللہ البصری، التوفی ۱۱۰ھ تفسیر الحسن البصری، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ
۱۱۲- امام مقاتل بن سلیمان، متوفی ۱۵۰ھ تفسیر مقاتل بن سلیمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۱۳- امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ احکام القرآن، مطبوعہ داراحیاء العلوم بیروت ۱۴۱۰ھ
۱۱۴- امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ معانی القرآن، مطبوعہ بیروت
۱۱۵- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۱۶- شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰۷ھ تفسیر قمی، مطبوعہ دارالکتاب ایران ۱۴۰۶ھ
۱۱۷- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۰۹ھ، دارالفکر بیروت
۱۱۸- امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج، متوفی ۳۱۱ھ اعراب القرآن، مطبوعہ مطبع سلمان فارسی ایران ۱۴۰۶ھ
۱۱۹- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
۱۲۰- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ تاویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۲۱- امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

١٢٢- علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی' متوفی ٣٧٥ھ' تفسیر سمرقندی' مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ ١٤١٣ھ

١٢٣- شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی' متوفی ٣٨٥ھ' التبیان فی تفسیر القرآن' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

١٢٤- امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی' متوفی ٤٢٧ھ' تفسیر الثعلبی دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٢ھ

١٢٥- علامہ مکی بن ابی طالب متوفی ٤٣٧ھ' مشکل اعراب القرآن' مطبوعہ انتشارات نور ایران ١٤١٢ھ

١٢٦- علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی' متوفی ٤٥٠ھ' النکت والعیون' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

١٢٧- علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ٤٦٥ھ' تفسیر القشیری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ

١٢٨- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ

١٢٩- امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی' المتوفی ٤٦٨ھ' اسباب نزول القرآن' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

١٣٠- امام منصور بن محمد السمعانی الشافعی المتوفی ٤٨٩ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ دار الوطن' ریاض' ١٤١٨ھ

١٣١- علامہ عماد الدین طبری الکیا الہراسی' متوفی ٥٠٤ھ' احکام القرآن' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٢ھ

١٣٢- امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی' المتوفی ٥١٦ھ' معالم التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٠ھ

١٣٣- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ٥٣٨ھ' الکشاف' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٧ھ

١٣٤- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی' مالکی' متوفی ٥٤٣ھ' احکام القرآن' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

١٣٥- علامہ ابوبکر قاضی عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی' متوفی ٥٤٦ھ' المحرر الوجیز' مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ

١٣٦- شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی' متوفی ٥٤٨ھ' مجمع البیان' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٤٠٦ھ

١٣٧- علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی' متوفی ٥٩٧ھ' زاد المسیر' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

١٣٨- خواجہ عبداللہ انصاری من علماء القرن السادس' کشف الاسرار وعدۃ الابرار' مطبوعہ انتشارات امیر کبیر تہران

١٣٩- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ٦٠٦ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ

١٤٠- شیخ ابومحمد روز بہان بن ابوالنصر البقلی شیرازی متوفی ٦٠٦ھ' عرائس البیان فی حقائق القرآن' مطبع منشی نولکشور لکھنو

١٤١- علامہ محی الدین ابن عربی' متوفی ٦٣٨ھ' تفسیر القرآن الکریم' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٩٧٨ء

١٤٢- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ

١٤٣- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ٦٨٥ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر

١٤٤- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ٧١٠ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

١٤٥- علامہ علی بن محمد خازن شافعی' متوفی ٧٤١ھ' لباب التاویل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور

١٤٦- علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی' متوفی ٧٢٨ھ' تفسیر نیشاپوری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ

١٤٧- علامہ تقی الدین ابن تیمیہ' متوفی ٧٢٨ھ' التفسیر الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٠٩ھ

١٤٨- علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ' متوفی ٧٥١ھ' بدائع التفسیر' مطبوعہ دار ابن الجوزیہ مکہ مکرمہ

١٤٩- علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی' متوفی ٧٥٤ھ' البحر المحیط' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٢ھ

Marfat.com

١٥٠- علامہ ابوالعباس بن یوسف السمین الشافعی' متوفی ٧٥٦ھ' الدر المصون' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ
١٥١- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ٧٧٤ھ' تفسیر القرآن' مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت' ١٣٨٥ھ
١٥٢- علامہ عماد الدین منصور بن الحسن الکازرونی الشافعی' متوفی ٨٦٠ھ' حاشیۃ الکازرونی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٦ھ
١٥٣- علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی' متوفی ٨٧٥ھ' تفسیر الثعالبی' مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
١٥٤- علامہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم رومی حنفی' متوفی ٨٨٠ھ' حاشیۃ ابن التمجید علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ
١٥٦- علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ٨٨٥ھ' نظم الدرر' مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی قاہرہ' ١٤١٣ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ
١٥٦- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' الدر المنثور' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ
١٥٧- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' جلالین' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
١٥٨- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' لباب النقول فی اسباب النزول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
١٥٩- علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی' متوفی ٩٥١ھ' حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی' مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ
١٦٠- شیخ فتح اللہ کاشانی' متوفی ٩٧٧ھ' منہج الصادقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران
١٦١- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ٩٨٢ھ' تفسیر ابوالسعود' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٣٩٨ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٩ھ
١٦٢- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی' متوفی ١٠٦٩ھ' عنایۃ القاضی' مطبوعہ دار صادر' بیروت' ١٢٨٣ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ
١٦٣- علامہ احمد جیون جونپوری' متوفی ١١٣٠ھ' التفسیرات الاحمدیہ' مطبع کریمی بمبئی
١٦٤- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ١١٣٧ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ
١٦٥- علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ١١٩٥ھ' حاشیۃ القونوی علی البیضاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ
١٦٦- شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل' متوفی ١٢٠٤ھ' الفتوحات الالہیہ' مطبوعہ مطبع البہیۃ' مصر ١٣٠٣ھ
١٦٧- علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ١٢٢٣ھ' تفسیر صاوی' مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ' مصر' دارالفکر بیروت' ١٤٢١ھ
١٦٨- قاضی ثناء اللہ پانی پتی' متوفی ١٢٢٥ھ' تفسیر مظہری' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
١٦٩- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' متوفی ١٢٣٩ھ' تفسیر عزیزی' مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
١٧٠- شیخ محمد بن علی شوکانی' متوفی ١٢٥٠ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' دارالوفا بیروت' ١٤١٨ھ
١٧١- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ١٢٧٠ھ' روح المعانی' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' دارالفکر بیروت' ١٤١٧ھ

Marfat.com

۱۷۲- نواب صدیق حسن خان بھوپالی' متوفی ۱۳۰۷ھ' فتح البیان' مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۰۱ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۱۲ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۷۳- علامہ محمد جمال الدین قاسمی' متوفی ۱۳۳۲ھ' تفسیر القاسمی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ

۱۷۴- علامہ محمد رشید رضا' متوفی ۱۳۵۴ھ' تفسیر المنار' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت

۱۷۵- علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری مصری' متوفی ۱۳۵۹ھ' الجواہر فی تفسیر القرآن' المکتبہ الاسلامیہ ریاض

۱۷۶- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

۱۷۷- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' متوفی ۱۳۶۷ھ' خزائن العرفان' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۱۷۸- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور

۱۷۹- علامہ محمد طاہر بن عاشور' متوفی ۱۳۸۰ھ' التحریر والتنویر' مطبوعہ تونس

۱۸۰- سید محمد قطب شہید' متوفی ۱۳۸۵ھ' فی ظلال القرآن' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ

۱۸۱- مفتی احمد یار خان نعیمی' متوفی ۱۳۹۱ھ' نور العرفان' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات

۱۸۲- مفتی محمد شفیع دیوبندی' متوفی ۱۳۹۶ھ' معارف القرآن' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۳۹۷ھ

۱۸۳- سید ابوالاعلیٰ مودودی' متوفی ۱۳۹۹ھ' تفہیم القرآن' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۸۴- علامہ سید احمد سعید کاظمی' متوفی ۱۴۰۶ھ' التبیان' مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز ملتان

۱۸۵- علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی' اضواء البیان' مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۱۸۶- استاذ احمد مصطفیٰ المراغی' تفسیر المراغی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۷- آیت اللہ مکارم شیرازی' تفسیر نمونہ' مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران' ۱۳۶۹ھ

۱۸۸- جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۱۸۹- شیخ امین احسن اصلاحی' تدبر قرآن' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور

۱۹۰- علامہ محمود صافی' اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ' مطبوعہ انتشارات زرین ایران

۱۹۱- استاذ محی الدین درویش' اعراب القرآن وبیانہ' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت

۱۹۲- ڈاکٹر وھبہ زحیلی' تفسیر منیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ

۱۹۳- سعیدی حوی' الاساس فی التفسیر' مطبوعہ دارالسلام

کتب علوم قرآن

۱۹۴- علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ' البرہان فی علوم القرآن' مطبوعہ دارالفکر بیروت

۱۹۵- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الاتقان فی علوم القرآن' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۱۹۶- علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی' مناہل العرفان' مطبوعہ دار احیاء العربی بیروت

Marfat.com

کتب شروح حدیث

۱۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالک اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ

۱۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ

۱۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ

۲۰۰- علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ المنتقی، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ

۲۰۱- علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی، متوفی ۵۴۳ھ عارضۃ الاحوذی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۰۲- قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی متوفی ۵۴۳ھ القبس فی شرح موطا ابن انس، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۳- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بہ فوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا بیروت، ۱۴۱۹ھ

۲۰۴- علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

۲۰۵- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۲۰۶- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ

۲۰۷- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ

۲۰۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۰۹- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ

۲۱۰- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ فتح الباری، دار ابن الجوزی ریاض، ۱۴۱۷ھ

۲۱۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۱۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ

۲۱۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر بیروت

۲۱۴- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۲۱۵- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ

۲۱۶- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ

۲۱۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۰ھ

Marfat.com

۲۱۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۲ھ
۲۲۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ تنویر الحوالک 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۲۱- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۲۲۲- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۲۲۳- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات 'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۲۷- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الحرز الثمین 'مطبوعہ مطبعہ امیریہ مکہ مکرمہ' ۱۳۰۴ھ
۲۲۸- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۵ھ
۲۲۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۲۳۰- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۰ھ
۲۳۱- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۳۲- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر' ۱۳۷۵ھ
۲۳۳- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم 'مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۲۳۴- شیخ محمد ادریس کاندھلوی' متوفی ۱۳۹۴ھ' التعلیق الصبیح 'مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ لاہور
۲۳۵- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۳۶- مولانا محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۱ھ نزہۃ القاری مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور' ۱۴۲۱ھ

کتب اسماء الرجال

۲۳۷- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ
۲۳۸- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۳۹- علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ' العلل المتناھیہ 'مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد' ۱۴۰۱ھ
۲۴۰- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۴۱- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۴۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۳- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۴- علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی' متوفی ۹۰۲ھ' المقاصد الحسنہ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

٢٤٥- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ
٢٤٦- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤ھ
٢٤٧- علامہ محمد بن طولون متوفی ٩٥٣ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٣ھ
٢٤٨- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ٩٨٦ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ
٢٤٩- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ١٠١٤ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
٢٥٠- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ١١٦٢ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق
٢٥١- شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ' الفوائد المجموعہ' مطبوعہ نزار مصطفیٰ ریاض
٢٥٢- علامہ عبدالرحمن بن محمد درویش متوفی ١٢٦٧ھ' اسنی المطالب' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٢ھ

کتب لغت

٢٥٣- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ١٧٥ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ ایران' ١٤١٤ھ
٢٥٤- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ٣٩٨ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم بیروت' ١٤٠٤ھ
٢٥٥- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ٥٠٢ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ
٢٥٦- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ٥٨٣ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٧ھ
٢٥٧- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ
٢٥٨- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ٦٦٠ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ
٢٥٩- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ٦٧٦ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
٢٦٠- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ٧١١ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
٢٦١- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ٨١٧ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
٢٦٢- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ٩٨٦ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ' ١٤١٥ھ
٢٦٣- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ١٢٠٥ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
٢٦٤- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ١٨٦٧ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ١٩٢٧ء
٢٦٥- شیخ غلام احمد پرویز' متوفی ١٤٠٥ھ' لغات القرآن' مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور
٢٦٦- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
٢٦٧- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

٢٦٨- امام محمد بن اسحاق' متوفی ١٥١ھ' کتاب السیر والمغازی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٣٩٨ھ
٢٦٩- امام عبدالملک بن ہشام' متوفی ٢١٣ھ' السیرۃ النبویہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ

Marfat.com

۲۷۰- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ 'الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۷۱- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشا پوری متوفی ۴۰۶ھ 'شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ
۲۷۲- علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی' المتوفی ۴۵۰ھ 'اعلام النبوت' دار احیاء العلوم بیروت' ۱۴۰۸ھ
۲۷۳- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ 'تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم بیروت
۲۷۴- حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر' متوفی ۴۶۳ھ 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۵- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ 'الشفاء' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ
۲۷۶- علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی' متوفی ۵۸۱ھ 'الروض الانف' مکتبہ فاروقیہ ملتان
۲۷۷- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ 'الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۷۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ 'اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۷۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ 'الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۸۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ 'وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۲۸۱- علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی' متوفی ۷۵۶ھ 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام' مطبوعہ کراچی
۲۸۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ 'تاریخ الاسلام' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۹ھ
۲۸۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ 'سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۲۸۴- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ 'زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۸۵- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ 'طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۲۸۶- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ 'البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۸۷- علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ 'تاریخ ابن خلدون' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۸۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ 'الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۸۹- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ 'وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ
۲۹۰- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ 'المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ
۲۹۱- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ 'سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۹۲- علامہ احمد بن حجر مکی شافعی' متوفی ۹۷۴ھ 'الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۲۹۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ 'شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۴- شیخ عبد الحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ 'مدارج النبوت' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۹۵- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ 'نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۶- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۴ھ 'شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

۲۹۷- علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی' متوفی ۱۳۰۴ھ' السیرۃ النبوۃ' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ
۲۹۸- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' نشر الطیب' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

کتب فقہ حنفی

۲۹۹- علامہ احمد بن علی الجصاص الرازی' متوفی ۳۷۰ھ' مختصر اختلاف العلماء' دارالبشائر الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰۰- علامہ ظہیر الدین بن ابی حنیفہ الولوالجی' متوفی ۵۴۰ھ' الفتاویٰ الولوالجیہ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ
۳۰۱- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ
۳۰۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۳۰۳- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری' متوفی ۵۴۲ھ' خلاصۃ الفتاویٰ' مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۷ھ
۳۰۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۰۵- علامہ حسین بن منصور اوز جندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۰۶- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۳۰۷- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۳۰۸- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ - ایم سعید کمپنی کراچی' ۱۴۲۱ھ
۳۰۹- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۳۱۰- علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی' متوفی ۷۸۶ھ' فتاویٰ تاتارخانیہ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۱۱ھ
۳۱۱- علامہ ابوبکر بن علی حداد' متوفی ۸۰۰ھ' الجوہرۃ المنیرہ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۱۲- علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی' متوفی ۸۲۷ھ' فتاویٰ بزازیہ' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۱۳- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۱۴- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ شرح العینی' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۳۱۵- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ
۳۱۶- علامہ جلال الدین خوارزمی' کفایہ' مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۱۷- علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین' متوفی ۹۵۴ھ' شرح الکنز' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر
۳۱۸- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ
۳۱۹- علامہ محمد خراسانی' متوفی ۹۶۲ھ' جامع الرموز' مطبوعہ مطبع منشی نولکشور' ۱۲۹۱ھ
۳۲۰- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۲۱- علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی' متوفی ۹۸۲ھ' حاشیہ ابوسعود علی ملا مسکین' مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر' ۱۲۸۷ھ
۳۲۲- علامہ حامد بن علی قونوی رومی' متوفی ۹۸۵ھ' فتاویٰ حامدیہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۰ھ

Marfat.com

۳۲۳- امام سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ النہر الفائق' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۲۴- علامہ حسن بن عمار بن علی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ امداد الفتاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' موسسۃ التاریخ العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ
۳۲۵- علامہ عبدالرحمن بن محمد' متوفی ۱۰۷۸ھ' مجمع الانہر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۳۲۶- علامہ خیرالدین رملی' متوفی ۱۰۸۱ھ' فتاوی خیریہ' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۲۷- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۲۸- علامہ سید احمد بن محمد حموی' متوفی ۱۰۹۸ھ' غمز عیون البصائر' مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت' ۱۴۰۷ھ
۳۲۹- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاوی عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ
۳۳۰- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۳۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۳۳۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاوی الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی کوئٹہ
۳۳۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۳۹۶ھ
۳۳۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ
۳۳۵- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' جد الممتار' مطبوعہ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی
۳۳۶- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاوی رضویہ' مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی
۳۳۷- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاوی افریقیہ' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۳۳۸- علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۷۶ھ' بہار شریعت' مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی
۳۳۹- شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ' اعلاء السنن' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۴۰- علامہ نور اللہ نعیمی' متوفی ۱۴۰۳ھ' فتاوی نوریہ' مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور' ۱۹۸۳ء

کتب فقہ شافعی

۳۴۱- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۳ھ
۳۴۲- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۴۳- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ
۳۴۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۴۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' روضۃ الطالبین' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ
۳۴۶- علامہ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الحاوی للفتاوی' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۴۷- علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی متوفی ۱۰۰۴ھ' نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۴۸- علامہ ابوالضیاء علی بن علی شبراملسی' متوفی ۱۰۸۷ھ' حاشیہ ابوالضیاء علی نہایۃ المحتاج' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

کتب فقہ مالکی

۳۴۹- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۵۰- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۵۱- علامہ خلیل بن اسحاق مالکی' متوفی ۷۶۷ھ' مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۵۲- علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی' المتوفی ۹۵۴ھ' مواہب الجلیل' مطبوعہ مکتبۃ النجاح' لیبیا
۳۵۳- علامہ علی بن عبداللہ بن الخرشی' المتوفی ۱۱۰۱ھ' الخرشی علی مختصر خلیل' مطبوعہ دار صادر بیروت
۳۵۴- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت
۳۵۵- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۳۵۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ
۳۵۷- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۳۵۸- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل بیروت' ۱۴۱۸ھ
۳۵۹- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۳۶۰- علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی' متوفی ۸۸۵ھ' الانصاف' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۶۱- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ

کتب شیعہ

۳۶۲- نہج البلاغہ (خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ) مطبوعہ ایران و مطبوعہ کراچی
۳۶۳- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی' متوفی ۳۲۹ھ' الاصول من الکافی' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۶۴- شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی' متوفی ۳۲۹ھ' الفروع من الکافی' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۳۶۵- شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی من القرن السادس' الاحتجاج' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت' ۱۴۰۳ھ
۳۶۶- شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی' المتوفی ۶۷۹ھ' شرح نہج البلاغہ' مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران
۳۶۷- شیخ فاضل مقداد متوفی ۸۲۶ھ' کنز العرفان' مطبوعہ مکتب نوید اسلام- قم ۱۴۲۲ھ
۳۶۸- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ' حق الیقین' مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران' ۱۳۴۷ھ
۳۶۹- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ' حیات القلوب' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
۳۷۰- ملا باقر بن محمد تقی مجلسی' متوفی ۱۱۱۰ھ' جلاء العیون' مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

Marfat.com

کتب عقائد و کلام

۳۷۱- امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ طبری شافعی لالکائی متوفی ۴۱۸ھ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
۳۷۲- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ
۳۷۳- علامہ ابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد الانباری المتوفی ۵۷۷ھ الداعی الی الاسلام مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۹ھ
۳۷۴- شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ العقیدۃ الواسطیہ مطبوعہ دار السلام ریاض ۱۴۱۴ھ
۳۷۵- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۳۷۶- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح المقاصد مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۷۷- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شرح المواقف مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۳۷۸- علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ مسایرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۷۹- علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف الشافعی المتوفی ۹۰۶ھ مسامرہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر
۳۸۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۵ھ
۳۸۱- علامہ محمد بن احمد السفارینی المتوفی ۱۱۸۸ھ لوامع الانوار البھیہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ
۳۸۲- علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ کتاب العقائد مطبوعہ تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی کراچی

کتب اصول فقہ

۳۸۳- امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ المحصول مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
۳۸۴- علامہ علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری المتوفی ۷۳۰ھ کشف الاسرار مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۱۱ھ
۳۸۵- علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ توضیح و تلویح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳۸۶- علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ التحریر مع التیسیر مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض
۳۸۷- علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ مسلم الثبوت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۳۸۸- علامہ احمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ نور الانوار مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۳۸۹- علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۸ھ شرح مسلم الثبوت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کتب متفرقہ

۳۹۰- شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی المتوفی ۳۸۶ھ قوت القلوب مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۳۹۱- شیخ ابو محمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ المحلی بالآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
۳۹۲- امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ احیاء علوم الدین مطبوعہ دار الخیر بیروت ۱۴۱۳ھ

Marfat.com

۳۹۳- امام ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی' متوفی ۵۹۷ھ' ذم الھوی' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۳ھ
۳۹۴- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرہ' مطبوعہ دار البخاریہ مدینہ منورہ' ۱۴۱۷ھ
۳۹۵- شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی' متوفی ۷۲۸ھ' قاعدہ جلیلہ' مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر' ۱۳۷۳ھ
۳۹۶- علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکبائر' مطبوعہ دار الغد العربی قاہرہ' مصر
۳۹۷- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' جلاء الافہام' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۹۸- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ' اغاثۃ اللھفان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۳۹۹- شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۰۰- علامہ عبداللہ بن اسد یافعی' متوفی ۷۶۸ھ' روض الریاحین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر' ۱۳۷۴ھ
۴۰۱- علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی' متوفی ۸۱۶ھ' کتاب التعریفات' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر' ۱۳۰۶ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۴۰۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' شرح الصدور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۴ھ
۴۰۳- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المیزان الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۴- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الیواقیت والجواہر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۵- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الکبریت الاحمر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۶- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' لواقح الانوار القدسیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۷- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' کشف الغمہ' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۸ھ
۴۰۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۰۹- علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ' المنن الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۱۰- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الفتاویٰ الحدیثیہ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۱۱- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' اشرف الوسائل الی فہم الشمائل' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ
۴۱۲- علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الصواعق المحرقہ' مطبوعہ مکتبہ القاہرہ' ۱۳۸۵ھ
۴۱۳- علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی' متوفی ۹۷۴ھ' الزواجر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ
۴۱۴- امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی' متوفی ۱۰۳۴ھ' مکتوبات امام ربانی' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی' ۱۳۷۰ھ
۴۱۵- علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' اتحاف سادۃ المتقین' مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر' ۱۳۱۱ھ
۴۱۶- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' فتاویٰ رشیدیہ کامل' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۴۱۷- علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ' کشف الظنون' مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ تہران' ۱۳۷۸ھ
۴۱۸- امام احمد رضا قادری' متوفی ۱۳۴۰ھ' الملفوظ' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور
۴۱۹- شیخ وحید الزمان' متوفی ۱۳۴۸ھ' ہدیۃ المہدی' مطبوعہ میور پریس دہلی' ۱۳۲۵ھ
۴۲۰- علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' متوفی ۱۳۵۰ھ' جواہر البحار' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

۴۲۱- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' بہشتی زیور' مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۴۲۲- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۲ھ' حفظ الایمان' مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی
۴۲۳- علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی' نداء یارسول اللہ' مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور' ۱۴۰۵ھ
۴۲۴- سید پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ' متوفی ۱۳۶۷ھ' تصفیہ ما بین سُنی والشیعۃ' مطبوعہ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم
احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامد صلی اللہ علیہ وسلم
محمود صلی اللہ علیہ وسلم
قاسم صلی اللہ علیہ وسلم
عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

فاتح صلی اللہ علیہ وسلم
شاہد صلی اللہ علیہ وسلم
حاشر صلی اللہ علیہ وسلم
رشید صلی اللہ علیہ وسلم
مشہود صلی اللہ علیہ وسلم

بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
نذیر صلی اللہ علیہ وسلم
داع صلی اللہ علیہ وسلم
شاف صلی اللہ علیہ وسلم

ہاد صلی اللہ علیہ وسلم
ماح صلی اللہ علیہ وسلم
منج صلی اللہ علیہ وسلم
تہامی صلی اللہ علیہ وسلم

ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم
امی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ناہ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز صلی اللہ علیہ وسلم
حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم
رؤف صلی اللہ علیہ وسلم
رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
طٰس صلی اللہ علیہ وسلم
مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حٰم صلی اللہ علیہ وسلم
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
یٰس صلی اللہ علیہ وسلم
اولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مزمل صلی اللہ علیہ وسلم

ولی صلی اللہ علیہ وسلم
مدثر صلی اللہ علیہ وسلم
متین صلی اللہ علیہ وسلم
مصدق صلی اللہ علیہ وسلم

طیب صلی اللہ علیہ وسلم
ناصر صلی اللہ علیہ وسلم
منصور صلی اللہ علیہ وسلم
مصباح صلی اللہ علیہ وسلم
امر صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حجازی صلی اللہ علیہ وسلم
نزاری صلی اللہ علیہ وسلم
صادق صلی اللہ علیہ وسلم
امین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نجی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
حسیب صلی اللہ علیہ وسلم
مجیب صلی اللہ علیہ وسلم
شکور صلی اللہ علیہ وسلم
مقتصد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
قوی صلی اللہ علیہ وسلم
حفی صلی اللہ علیہ وسلم
مامون صلی اللہ علیہ وسلم

معلوم صلی اللہ علیہ وسلم
حق صلی اللہ علیہ وسلم
مبین صلی اللہ علیہ وسلم
مطیع صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الراحۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اول صلی اللہ علیہ وسلم
آخر صلی اللہ علیہ وسلم
ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم
باطن صلی اللہ علیہ وسلم

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم
یتیم صلی اللہ علیہ وسلم
کریم صلی اللہ علیہ وسلم
حکیم صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلی اللہ علیہ وسلم
سراج صلی اللہ علیہ وسلم
مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
محرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منیر صلی اللہ علیہ وسلم
مذکر صلی اللہ علیہ وسلم
مطہر صلی اللہ علیہ وسلم
قریب صلی اللہ علیہ وسلم

خلیل صلی اللہ علیہ وسلم
مدعو صلی اللہ علیہ وسلم
جواد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

عادل صلی اللہ علیہ وسلم
شہیر صلی اللہ علیہ وسلم
شہید صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم
شفیع صلی اللہ علیہ وسلم

مومن صلی اللہ علیہ وسلم
مضری صلی اللہ علیہ وسلم
نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم
حافظ صلی اللہ علیہ وسلم

کامل صلی اللہ علیہ وسلم
قرشی صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین

فہارس و اشاریہ

تبیان القرآن

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

فہارس

تبیان القرآن

جلد سیزدہم

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

تصحیح : حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : جمادی الثانی 1431ھ / مئی 2010ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

تبیان القرآن (جلد سیزدہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	تمہید	5
2	تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری	5
3	تبیان القرآن جلد ثامن کی مفصل ڈائری	6
4	تفسیر کبیر اور تبیان القرآن	8
5	حصول جنت کے لیے موت کی تمنا کرنے پر یہود کے اعتراض کا جواب امام رازی سے	9
6	حصول جنت کے لیے موت کی تمنا پر یہود کے اعتراض کا جواب صاحب تبیان القرآن سے	9
7	مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے متعلق امام رازی کی تحقیق	10
8	مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے متعلق صاحب تبیان القرآن کی تحقیق	11
9	اہل بدر کی مغفرت سے متعلق احادیث صحیحہ پر امام رازی کی تحقیق	12
10	اہل بدر کی مغفرت سے متعلق احادیث صحیحہ پر صاحب تبیان کی بحث	13
11	فرعون کے منہ میں جبریل کے مٹی ڈالنے کی حدیث پر امام رازی کی تحقیق	14
12	حدیث مذکور پر صاحب تبیان کی بحث و تحقیق	15
13	متقی کا مصداق کون؟ اس بارے میں امام رازی کی تحقیق	16
14	متقی کے مصداق پر صاحب تبیان کی تحقیق	17
15	ماں باپ کے حصول لذت کے نتیجہ میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟ اس کا جواب امام رازی سے	18
16	اس سوال کا جواب صاحب تبیان سے	19
17	تفسیر قرطبی اور تبیان القرآن	20
18	ہڈی کے پاک و ناپاک ہونے سے متعلق امام قرطبی کی تحقیق و دلائل اور مذہب مالکیہ کی ترجیح	20
19	ہڈی کے پاک و ناپاک ہونے سے متعلق صاحب تبیان کی تحقیق و دلائل اور مذہب احناف کی ترجیح	21
20	تفسیر روح المعانی اور تبیان القرآن	23
21	انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد مانگنے کے متعلق روح المعانی کی عبارت	24
22	انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مدد مانگنے کے متعلق قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی کا نظریہ	24
23	مذکور الصدر علماء کی عبارات پر صاحب تبیان کا محققانہ رد اور مذہب اہل سنت کی ترجیح	25
24	جدید تفاسیر اور تبیان القرآن	27
25	اسلام کے نظریۂ جہاد پر مستشرقین کا اعتراض اور پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کا جواب	27
26	نظریۂ جہاد پر مستشرقین کا اعتراض اور شیخ امین احسن اصلاحی کا جواب	28

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
27	نظریۂ جہاد پر اعتراض اور مفتی شفیع دیوبندی کا جواب	28
28	مذکور الصدر علماء کے جوابات پر صاحب تبیان کی بحث ونظر اور اعتراض مذکور کا مفصل جواب	28
29	التوبہ:۷۵ کے مصداق حضرت ثعلبہ بن حاطب ہیں یا ثعلبہ بن ابی حاطب؟ اس بارے میں معاصر مفسرین کی تحقیق	32
30	عنوان مذکور پر صاحب تبیان القرآن کی تحقیق	33
31	صاحب تبیان کی اس مفصل تحقیق کی تائید میں راقم کی طرف سے ایک دلیل	36
32	شیخ مودودی کی حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ تحقیق کہ وہ انسان نہیں، فرشتہ ہیں	38
33	صاحب تبیان کی تحقیق کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے، اور شیخ مودودی کا دلائل سے رد	39
34	نا اہل شخص کو سند یا لائسنس جاری کرنا' شہادت کاذبہ ہے یا ظلم اور کذب؟ اس بارے میں مفتی محمد شفیع دیوبندی کی تحقیق	41
35	نا اہل کو سند یا لائسنس دینے سے متعلق صاحب تبیان کی تحقیق اور تحقیق مذکورہ کا دلائل سے رد	42
36	نا اہل شخص کو ووٹ دینا کیوں ناجائز ہے؟ اس بارے میں مفتی محمد شفیع دیوبندی کی تحقیق	44
37	نا اہل کو ووٹ دینے کے عدم جواز پر صاحب تبیان کی تحقیق اور تحقیق مذکور کا مدلل رد	45
★	**فہارس تبیان القرآن (12 جلد) مکمل**	
1	تبیان القرآن جلد اوّل (نمبر 1)	47
2	تبیان القرآن جلد دوئم (نمبر 2)	77
3	تبیان القرآن جلد سوئم (نمبر 3)	98
4	تبیان القرآن جلد چہارم (نمبر 4)	117
5	تبیان القرآن جلد پنجم (نمبر 5)	137
6	تبیان القرآن جلد ششم (نمبر 6)	165
7	تبیان القرآن جلد ہفتم (نمبر 7)	185
8	تبیان القرآن جلد ہشتم (نمبر 8)	211
9	تبیان القرآن جلد نہم (نمبر 9)	235
10	تبیان القرآن جلد دہم (نمبر 10)	262
11	تبیان القرآن جلد یازدہم (نمبر 11)	284
12	تبیان القرآن جلد دوازدہم (نمبر 12)	312

Marfat.com

تمہید

شرح صحیح مسلم کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کے قلم سیال کا ایک عظیم و قابل قدر کارنامہ ''تبیان القرآن'' ہے' جو کہ قرآن حکیم کی ایک ضخیم' مبسوط اور جامع تفسیر ہے۔ علامہ صاحب نے ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۴ء کو اس تفسیر کا آغاز کیا تھا اور تاحال مصروف تحریر ہیں۔ ابتداء سے' سورۂ بنی اسرائیل تک کی تفسیر ۶ ضخیم جلدوں کی صورت میں منظر عام پر آ چکی ہے۔ سورۃ الکہف سے لے کر سورۃ القصص تک کی تفسیر (ساتویں اور آٹھویں جلد کی صورت میں) زیر طبع ہے۔ اور نویں جلد (از سورۃ العنکبوت تا الصّٰفّٰت) زیر تحریر ہے۔

گذشتہ صفحات میں' میں نے تفصیلی گفتگو کے ذریعے شرح صحیح مسلم کے مقام اور مرتبہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے' اولاً ارادہ بھی یہی تھا کہ شرح صحیح مسلم کے مقام کو واضح کیا جائے' بعد میں خیال آیا کہ علامہ صاحب مدظلہ العالی کی تازہ ترین اور زیر تحریر تصنیف و تالیف ''تبیان القرآن'' کا بھی مختصراً تعارف پیش کر دیا جائے' تا کہ احقر کی یہ تحریر' علامہ صاحب کی دونوں شاہکار تصانیف کے تعارف سے آراستہ اور مزین ہو جائے۔

اصل مبحث پر گفتگو سے قبل یہ بھی واضح کر دوں کہ صاحب تبیان القرآن کا یہ طریقہ ہے کہ آپ نے اپنی تفسیر کی ہر جلد کی مکمل تفصیل یکجا کرنے کے لئے مسودہ کے آغاز میں ایک ڈائری مرتب کی ہے' جس میں ہر جلد کے آغاز اور اختتام کی تاریخ' تصنیف کی کل مدت اور دیگر ضروری باتیں بیان کی ہیں۔ اس ڈائری سے جہاں اور دیگر باتیں معلوم ہوتی ہیں' وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفسیری کام میں تاریخ اور دنوں کا کیا تناسب ہے۔ قارئین کی معلومات کے لئے تفسیری ڈائری پیش خدمت ہے:

تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری

تبیان کی جلد نمبر	فہرست اور ماخذ کے بغیر مسودہ کے صفحات	مطبوعہ صفحات	تصنیف کی کل مدت	ابتداء کی تاریخ	انتہاء کی تاریخ
۱	۹۸۸	۱۰۹۳	۱۸ ماہ	۲۱-۲-۹۴	۱۰-۸-۹۵
۲	۷۹۸	۹۰۸	۱۴ ماہ	۱-۹-۹۵	۱۸-۹-۹۶
۳	۶۷۹	۷۲۰	۱۲ ماہ	۲۲-۱۱-۹۶	۱۸-۹-۹۷
۴	۷۰۴	۷۳۳	۱۴ ماہ	۱-۱۲-۹۷	۱۴-۳-۹۹
۵	۷۹۷	۸۹۹	۱۲ ماہ	۱۷-۳-۹۹	۱۵-۳-۲۰۰۰
۶	۷۵۲	۸۳۲	۹ ماہ ۱۳ دن	۱۸-۳-۲۰۰۰	۲-۱۲-۲۰۰۰
۷	۸۱۱		۸ ماہ ۱۵ دن	۲۸-۱۲-۲۰۰۰	۱۲-۹-۲۰۰۱
۸	۷۶۵		۹ ماہ تین دن	۱۷-۹-۲۰۰۱	۲۰-۶-۲۰۰۲

Marfat.com

اسی طرح صاحب تبیان کا یہ طریقہ ہے کہ آپ تبیان القرآن کی کسی بھی جلد کو شروع کرنے سے پہلے یہ تخمینہ لگاتے ہیں کہ اس جلد میں کتنی سورتیں آئیں گی' ان کی مجموعی آیات کتنی ہوں گی اور مسودہ کے مجموعی صفحات کتنے ہوں گے۔ پھر یہ تخمینہ لگاتے ہیں کہ ایک آیت کی تفسیر اوسطاً کتنے صفحات تک ہوگی' پھر اس کے مطابق تفسیر لکھتے ہیں۔ کسی آیت کی تفسیر زیادہ ہو جائے تو دوسری جگہ اس میں اختصار کر کے مطلوبہ اوسط کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہ طور مثال' تبیان القرآن جلد ثامن کی تفصیلی ڈائری ملاحظہ ہو:

تبیان القرآن جلد ثامن کی مفصل ڈائری

ہجری تقویم	دن	عیسوی تقویم	صفحات کی تعداد	صفحات کی کل تعداد	مدت	مطلوبہ اوسط ۱۰۴۹ موجودہ اوسط
۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ	اتوار	۱۷ ستمبر ۲۰۰۱ء				
۱۲ رجب ۱۴۲۲ھ	پیر	۳۰ ستمبر ۲۰۰۱ء	۴۶	۴۶	۱۳ دن	4.6
شعبان ۱۳ھ	بدھ	۳۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء	۹۰	۱۳۶	ایک ماہ	2.47
رمضان ۱۴ھ	جمعہ	۳۰ نومبر ۲۰۰۱ء	۱۰۰	۲۳۶	ایک ماہ	1.57
شوال ۱۵ھ	پیر	۳۱ دسمبر ۲۰۰۱ء	۹۶	۳۳۲	//	1.23
ذیقعدہ ۱۶ھ	جمعرات	۳۱ جنوری ۲۰۰۲ء	۹۵	۴۲۷	//	1.18
ذی الحجہ ۱۴ھ	جمعرات	۲۸ فروری ۲۰۰۲ء	۵۰	۴۷۷	//	1.29
محرم ۱۴۲۳ھ ۱۶	اتوار	۳۱ مارچ ۲۰۰۲ء	۸۵	۵۶۲	ایک ماہ	1.45
صفر ۱۶ھ	منگل	۳۰ اپریل ۲۰۰۲ء	۵۶	۶۱۸	ایک ماہ	1.33
ربیع الاول ۱۸ھ	جمعہ	۳۱ مئی ۲۰۰۲ء	۷۰	۶۹۸	ایک ماہ	1.68
النور	۶۴ آیات	۲۰ جون ۲۰۰۲ء	۶۷	۷۶۵	۲۰ دن	1.40
الفرقان	۷۷ آیات					

Marfat.com

الشعراء	۲۲۷ آیات					
النمل	۹۳ آیات					
القصص	۸۸ آیات					
میزان	۵۴۹					

شرح صحیح مسلم کے حوالہ سے گذشتہ اوراق میں جن خصوصیات پر میں نے روشنی ڈالی ہے' وہ تمام خصائص ''تبیان القرآن'' میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً مفسر زید مجدہم نے تفسیر آیات کے ضمن میں کئی مسائل پر تحقیقی اور تفصیلی گفتگو فرمائی ہے' جیسے: آیت کریمہ:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ. (آل عمران: ۳)

(اللہ نے) آپ پر کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔

کے تحت تورات اور انجیل کا ۲۰ صفحات پر مفصل اور تحقیقی تعارف۔ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۳۸)

آیتِ مبارکہ:

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. (الاعراف: ۵۴)

پھر اس نے (اپنی شان کے لائق) عرش پر استواء فرمایا۔

کے تحت ۱۰ صفحات پر استواء علی العرش کی تفصیل وتحقیق (تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۵۸)

معروف آیتِ مبارکہ:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (النحل: ۴۳)

تو تم اہل علم سے پوچھا کرو اگر تم نہیں جانتے۝

کے تحت ۲۰ صفحات پر مسئلہ تقلید کی جامع تحقیق (تبیان القرآن ج ۶ ص ۴۳۲)' وغیر ذالک۔

اسی طرح دورِ حاضر کے بعض جدید مسائل پر بھی گفتگو فرمائی ہے' مثلاً: ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں نماز کا حکم (تبیان القرآن ج ۱ ص ۵۳۰)' لاٹری اور انعامی بانڈز کا حکم (تبیان القرآن ج ۱ ص ۸۱۶' ج ۵ ص ۱۷)' انگریزی دواؤں اور پرفیومز کا شرعی حکم (تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۰۰)' وغیر ذالک۔

اسی طرح مذہب حق اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات پر بھی بکثرت دلائل پیش کیے ہیں اور مخالفین کا محققانہ اور مدلل اور مہذب رد فرمایا ہے۔ جیسے: آیتِ کریمہ:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ (الفاتحہ: ۴)

ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۝

کے تحت انبیاء کرام واولیاء عظام سے توسل واستمداد کے جواز میں ۲۲ صفحات پر تفصیلی اور تحقیقی بحث (تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۹۵)

آیتِ کریمہ:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ۝ (النحل: ۲۰)

اور وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کرسکتے وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۝

کے تحت اولیاء کرام کے حاجت روا ہونے' انہیں مدد کے لیے پکارنے اور یا غوث وغیرہ کہنے کے ثبوت میں ۱۰ صفحات پر تحقیقی بحث اور

Marfat.com

شیخ مودودی کا مدلل رد (تبیان القرآن ج ۶ ص ۳۸۲)

آیتِ مبارکہ:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ. (الاعراف: ۱۸۷) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے رب کو ہے۔

کے تحت رسول اللہ ﷺ کے علم غیب اور نافع و دافع ہونے کے ثبوت میں ۴۵ صفحات پر مفصل اور مدلل بحث (تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۴۷) وغیر ذالک من الامثال۔

اختصار کے پیش نظر، میں ذکر کردہ خصائص پر کوئی تبصرہ کئے بغیر اس مقام پر فقط تبیان القرآن اور قدیم وجدید تفاسیر کے تقابلی جائزہ کے طور پر چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں، جن کی روشنی میں قارئین پر تفسیر تبیان القرآن کی جامعیت اور مقام واضح ہو جائے گا۔ ہر چند کہ یہ تفسیر علماء مفسرین ومحققین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا نچوڑ اور عمدہ تلخیص ہے، تاہم متعدد مقامات پر اس کی ابحاث، معتبر اور معروف ترین تفاسیر پر فائق نظر آتی ہیں۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

تفسیر کبیر اور تبیان القرآن

تفسیر کبیر، امام المتکلمین، سند المفسرین امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ کی لکھی ہوئی عظیم تفسیر ہے، اس کے مضامین بہت مدلل اور محققانہ ہونے کے ساتھ ساتھ مبسوط اور مستند بھی ہیں۔ یہ تفسیر احناف کے مقابلہ میں شوافع کے لئے اور باطل فرقوں کے مقابلہ میں جمیع اہل سنت کے لیے مایۂ افتخار ہے۔ انتہائی منظم، مرتب اور سیر حاصل ابحاث، اس تفسیر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اس تفسیر میں امام رازی نے زیادہ تر معتزلہ کے عقائد کا رد کیا ہے اور معتزلہ کا رد کرتے ہوئے آپ کا میلان جبریہ کی طرف ہو گیا ہے، دلائل میں منطق، فلسفہ اور مناظرہ کا زیادہ رنگ ہے۔ عقائد میں آپ نے دہریت کا بہت رد کیا ہے اور فقہی مسائل میں فقہ شافعی کو ترجیح دی ہے اور زیادہ تر علامہ ابوبکر جصاص حنفی کے دلائل کو ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔ اس کے علاوہ آیات کی تفسیر میں بہت زیادہ علمی نکات بیان کیے ہیں۔ آیات کے شان نزول میں اکثر تفسیر ابن جریر اور واحدی کی تفسیر الوسیط سے استفادہ کیا ہے۔ بلاغت کے مباحث میں اور روایات کے درج کرنے میں علامہ زمخشری کی تفسیر الکشاف کو پیش نظر رکھا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر چونکہ عقلیات کا غلبہ زیادہ تھا اس لئے بسا اوقات جو احادیث، خواہ صحیح ہوں ان کے نزدیک عقلی اعتراضات کا موجب ہوتی ہیں، ان کو مسترد کر دیتے ہیں اور بعض اوقات بہت ضعیف روایات کو بھی تفسیر میں ذکر فرما دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر صحیح احادیث وارد کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت ومحبت اور اہل بیت اور صحابہ کرام کی فضیلت میں آیات سے استنباط واستخراج کرتے ہیں، تمام ائمہ کا بہت تعظیم سے ذکر کرتے ہیں۔ الغرض یہ بہت سارے محاسن وکمالات کی جامع تفسیر ہے۔ لیکن ہماری حرماں نصیبی کہ آپ اس تفسیر کو مکمل نہ فرما سکے اور قول مشہور کے مطابق سورۃ الانبیاء تک تفسیر لکھ کر وصال فرما گئے۔ علامہ خفاجی حنفی علیہ الرحمۃ نے اسی طرح لکھا ہے۔ (کلمۃ الدارفی بدایۃ التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۶)

اور حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ اس کو علامہ نجم الدین احمد بن محمد القمولی المتوفی ۷۲۷ھ نے مکمل کیا۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۱۷۵۶)

هذا ما افاده صاحب التبيان لهذا الفقير۔

تبیان القرآن کے بنیادی مآخذ میں ایک اہم ماخذ یہ تفسیر بھی ہے۔ متعدد مقامات پر اس سے استفادہ کیا گیا ہے اور دلائل و براہین کو اس کے حوالوں سے مزین کیا گیا ہے۔ تاہم بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ کئی مقامات پر صاحب تبیان

Marfat.com

القرآن نے تفسیر کبیر سے زیادہ دل آویز تفسیر کی ہے۔ اور بعض مقامات پر تفسیری نکات کے حوالہ سے امام رازی رحمہ اللہ سے انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ اختلاف بھی فرمایا ہے۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

حصولِ جنت کے لیے موت کی تمنا کرنے پر یہود کے اعتراض کا جواب امام رازی سے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ: ۹۵۔ ۹۴)

آپ کہہ دیجئے! اگر تمام لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے لئے ہی دار آخرت (کی راحتیں) اللہ کے ہاں مخصوص ہیں تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر تم سچ کہتے ہو○ اور وہ ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے اپنی کارستانیوں کے خوف سے' اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے○

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک سوال قائم کیا ہے کہ یہودی پلٹ کر یہی سوال سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کر سکتے تھے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ جنت صرف آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ہے' کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر آپ موت کی تمنا کر لیں اور آیئے ہم آپ کو اور آپ کی امت کو قتل کر دیتے ہیں؟

اس سوال کو قائم کرنے کے بعد خود اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں:

انهم لو قلبوا الكلام على محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لزمه ان يرضى بالقتل قلنا الفرق بين محمد عليه السلام وبينهم ان محمدا كان يقول انى بعثت لتبليغ الشرائع الى اهل التواتر وهذا المقصود لم يحصل بعد فلاجل هذ الا ارضى بالقتل واما انتم فلستم كذالك فظهر الفرق.

(تفسیر کبیر ج ا ص ۶۰۷' ۶۰۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

یہی سوال پلٹ کر اگر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم کرتے تو ہم جواباً یہ کہیں گے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہود کے درمیان (اس حوالہ سے) فرق ہے' اور وہ یہ کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ سکتے تھے کہ مجھے قیامت تک متواتر رہنے والی امت کی طرف احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے' اور یہ مقصد اس کے بعد حاصل نہ ہو گا' اس لئے میں اپنے قتل کئے جانے پر راضی نہیں ہوں' جب کہ تمہارا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا فرق واضح ہو گیا۔

امام فخر الدین رازی کا یہ جواب بلاشبہ اپنے مقام اور مرتبہ پر ہے' لیکن صاحب تبیان القرآن نے ذکر کردہ سوال کا جو جواب دیا ہے وہ بہت قابل تحسین اور لائق تعریف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

حصولِ جنت کے لیے موت کی تمنا پر یہود کے اعتراض کا جواب صاحب تبیان القرآن سے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہودی مسلمانوں سے یہ کہیں کہ اگر تم اسلام کے دین حق ہونے اور دخول جنت کے مدعی ہو تو تم موت کی تمنا کرو' حالانکہ تم موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ تمہارے نبی نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ صرف ہمارے نبی کے پیروکار جنت میں جائیں گے' بلکہ ہر نبی کے سچے پیروکار جنت میں جائیں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کی ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت واقع کر۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے' کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر اللہ کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ان احادیث میں اس چیز کی تصریح ہے کہ اللہ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے لئے موت کی تمنا صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خود اور صحابہ نے یہ تمنا کی ہے' البتہ دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہو تو یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۷۶)

مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے متعلق امام رازی کی تحقیق

قرآن حکیم میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی یہ دعا نقل کی گئی:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. (یوسف: ۱۰۱)

اے میرے رب! تو نے مجھے یہ ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے باتوں کے انجام کا علم سکھایا' اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی میرا دنیا اور آخرت میں کارساز ہے' مجھے اس حالت میں وفات دے کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی دعا کی اور انہوں نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رب سے ملنے کی دعا کی اور ان سے پہلے کسی نبی نے موت کی دعا نہیں کی' اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ ہر صاحب عقل زندگی کے مقابلہ میں موت کو ترجیح دے گا' کیونکہ دنیا کی نعمتیں زائل

Marfat.com

ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں' دنیا کی بڑی لذتیں کھانے' جماع کرنے اور حکومت اور اقتدار میں ہیں۔ کھانے کی لذت بہت عارضی ہے بس جتنی دیر انسان لقمہ چباتا ہے' حلق سے لقمہ نگلنے کے بعد کوئی لذت باقی نہیں رہی' اور لذت جماع بھی عارضی ہے اور اس کے نتیجہ میں بیوی بچوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں انسان تاحیات مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور حکومت اور اقتدار کی لذت کے ساتھ ان گنت مسائل' پریشانیاں اور خطرات ہیں اور جب صاحب عقل ان معانی پر غور کرے گا تو وہ یہی تمنا کرے گا کہ حیات جسمانیہ زائل ہو جائے۔ امام رازی فرماتے ہیں: میرا بھی یہی حال ہے' میں جسمانی لذات کے معائب سے واقف ہوں اور میں چاہوں تو ان کے عیوب بیان کرنے میں بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتا ہوں اور اب اکثر اوقات میں' میں حضرت یوسف کی' کی ہوئی دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٥١٧' ٥١٤ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے متعلق صاحب تبیان القرآن کی تحقیق

صاحب تبیان القرآن نے امام رازی کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے اور اس پر دلائل دیئے ہیں کہ مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے اور یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی تھی بلکہ یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! جب تو میری روح کو قبض فرمائے تو حالت اسلام پر میری روح کو قبض فرمانا۔ آپ لکھتے ہیں:

میں امام رازی کے علوم و معارف اور ان کی نکتہ آفرینیوں کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا' میں ان کی تحقیقات اور تدقیقات سے استفادہ کرتا ہوں' ان کے دستر خوان علم کا ایک ادنیٰ ریزہ خوار ہوں اور ان کا روحانی شاگرد ہونا اپنے لئے باعثِ فخر گردانتا ہوں' اس کے باوجود بصد ادب مجھے امام رازی کی اس تحقیق سے اختلاف ہے' میرے نزدیک موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی تھی اور نہ اس کی دعا کی تھی بلکہ ان کی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! جب تو میری روح کو قبض فرمائے تو حالت اسلام پر میری روح کو قبض فرمانا' اس میں مرنے کی دعا نہیں ہے بلکہ تاحیات اسلام پر جینے کی دعا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اے اللہ! مجھ سے اسلام کو سلب نہ کرنا حتیٰ کہ مجھے موت عطا کرے' اور ابن عقیل کہتے تھے کہ حضرت یوسف نے موت کی تمنا نہیں کی تھی' انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ان کی موت صفت اسلام پر آئے اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ جب تو مجھے موت عطا فرمائے تو حالت اسلام پر موت عطا فرمانا۔

(زاد المسیر ج ٤ ص ٢٩٢' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ١٤٠٧ ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٥٦٧١' صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٦٨٠' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣١٠٨' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٩٧١' سنن نسائی رقم الحدیث: ١٨١٩' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٦٥' مسند احمد ج ٣ ص ١٠١' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٩٦٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے' جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف

Marfat.com

نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیک شخص ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر بدکار ہے تو ہوسکتا ہے وہ توبہ کر لے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۲۳۵ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۸۱۸) (تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۶۸)

اہل بدر کی مغفرت سے متعلق احادیثِ صحیحہ پر امام رازی کی تحقیق

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مغفرت اور بخشش کا اعلان فرمادیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب بن ابی بلتعہ کے کفار مکہ کو جنگی اقدامات سے آگاہ کرنے کے لیے خط لکھنے پر ان کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انہ قد شہد بدرا وما یدریك لعل اللہ ان یکون قد اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم.

بے شک یہ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا: تو جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۰۷ صحیح مسلم فضائل الصحابہ رقم الحدیث: ۱۶۱ (۲۴۹۴)۔ (۶۲۸۴) سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۶۵۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۱۶ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۸۵) (بحوالہ تبیان القرآن ج ۴ ص ۷۰۰)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث صحیح پر اشکال وارد کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ بدری صحابہ جو چاہیں کریں تو لازم آئے گا کہ ان سے احکام شرعیہ کا مکلف ہونا ساقط ہوگیا اور کوئی عقلمند یہ بات نہیں کہے گا۔ امام رازی کے اس اشکال سے متعلق مکمل وضاحت اور تفصیل حسب ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے قبل کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جب جنگ بدر کا دن تھا تو مسلمان مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مال غنیمت اٹھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (الانفال: ۶۸)

اگر پہلے سے (مال غنیمت کو حلال کرنے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا۔

یہاں سوال یہ ہے کہ بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب الٰہی نہ آنے کا کیا سبب تھا؟ اس کا ایک جواب جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ لوح محفوظ میں پہلے سے یہ لکھا ہوا تھا کہ اس امت پر مال غنیمت حلال ہے اس وجہ سے ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنو آدم میں سے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا آسمان سے ایک آگ نازل ہو کر مال غنیمت کو کھا جاتی تھی اور جب جنگ بدر کا دن تھا تو مسلمان مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مال غنیمت اٹھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر پہلے سے (یہ حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا۔ (الانفال: ۶۸)

(مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۷۴۳۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷ طبع کراچی سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۲۰۹ المنتقیٰ رقم الحدیث: ۱۰۷۱ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۸۰۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۱۔ ۲۹۰ التمہید لابن عبد البر ج ۶ ص ۴۵۷)

Marfat.com

ذکرہ کردہ سوال کا دوسرا جواب وہ ہے جو ابتداء میں ذکر کردہ حدیث سے ظاہر ہے' یعنی چونکہ اہل بدر کے لیے اللہ تعالیٰ نے عام بخشش اور مغفرت کا اعلان فرما دیا تھا' اس لئے بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب نازل نہیں ہوا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب الٰہی نہ آنے کے مذکورہ دونوں سبب صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ لیکن امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ذکر کردہ احادیث صحیحہ پر اعتراض اور اشکال وارد کیا ہے۔ پہلی حدیث (جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر کی گئی) پر اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو مشكل لان تحليل الغنائم والفداء هل كان حاصلا في ذالك الوقت او ما كان حاصلا في ذالك الوقت؟فان كان التحليل والاذن حاصلا في ذالك الوقت امتنع انزال العذاب عليهم ' لان ما كان ماذو نافيه من قبل لم يحصل العقاب على فعله وان قلنا ان الاذن ما كان حاصلا في ذالك الوقت كان ذالك الفعل حراما في ذالك الوقت.

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۱)

(اس کو سبب ٹھہرانا) مشکل ہے' کیونکہ مال غنیمت اور فدیہ کا لینا پہلے سے حلال تھا یا نہیں تھا' اگر پہلے سے حلال تھا تو نزول عذاب کی کوئی وجہ نہیں ہے' کیونکہ جس کو کسی کام کی اجازت دے دی جائے اس کو اس کام کے کرنے پر سزا نہیں دی جاتی۔ اور اگر ان کو اس سے پہلے مال غنیمت لینے کی اجازت حاصل نہیں تھی تو ان کا مال غنیمت لینا فعل حرام قرار پایا۔

دوسری حدیث پر اشکال وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا ايضا مشكل لانه يقتضي ان يقال انهم ما منعوا عن الكفر والمعاصي والزنا والخمر وما هددوا بترتيب العقاب على هذه القبائح وذالك يوجب سقوط التكاليف عنهم ولا يقوله عاقل وايضا فلو صاروا كذالك فكيف اخذهم الله تعالىٰ في ذالك الموضع بعينه في تلك الواقعة بعينها وكيف وجه عليهم هذا العتاب القوى؟

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۲)

اس پر بھی اشکال ہے' کیونکہ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ بدری صحابہ کو کفر کرنے' زنا کرنے اور شراب پینے سے اور دیگر برائیوں سے منع نہیں کیا گیا' نہ ان برے کاموں کے ارتکاب پر انہیں عذاب سے ڈرایا گیا ہے' نیز اگر اس کو مان لیا جائے کہ بدری صحابہ جو چاہیں کریں تو لازم آئے گا کہ ان سے احکام شرعیہ کا مکلف ہونا ساقط ہو گیا' اور کوئی عاقل یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ نیز اگر ان کو ہر کام کرنے کی اجازت اور رخصت ہے تو پھر بلا اذن مال غنیمت لینے کی وجہ سے ان پر عتاب کیوں آیا؟

بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب نہ آنے کے جو دو سبب صحیح احادیث کی روشنی میں ذکر کیے گئے' ان پر امام رازی نے اعتراضات اور اشکالات وارد کرنے کے بعد خود ایک جواب ذکر کیا ہے' جو کہ ان کی اپنی رائے پر مبنی ہے اور اس کو معتمد بھی قرار دیا ہے (جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا)۔ (تبیان القرآن ج ۴ ص ۷۰۰۔ ۶۹۹ ملخصاً وموضحاً)

اہل بدر کی مغفرت سے متعلق احادیث صحیحہ پر صاحب تبیان کی بحث

صاحب تبیان القرآن نے امام رازی علیہ الرحمۃ کے احادیث صحیحہ پر وارد کردہ اشکالات کا جواب دیا ہے اور ان کے اپنی ذاتی رائے پر مبنی جواب دینے کے سلسلے میں ان سے بہت احترام کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

امام رازی کی بہت بڑی علمی شخصیت ہے اور میں ان کی گرد راہ کے بھی برابر نہیں ہوں تاہم امام رازی کے اس اشکال کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بدری صحابہ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنی مغفرت کے متعلق تشویش میں مبتلا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کفر صادر ہونے نہیں دے گا' اور گناہ کبیرہ سے بھی ان کو محفوظ رکھے گا اور اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو مرنے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دے گا۔ اور ان کا بلا اجازت مال غنیمت لینا اور پھر اس کے باوجود ان پر عذاب نہ آنا تو اس حدیث کے موید اور موافق ہے کیونکہ درخت تک عذاب آنے کے باوجود ان پر اسی لیے عذاب نہیں آیا کہ وہ بدری صحابہ تھے اور لوح محفوظ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بدری صحابہ مغفور ہیں۔ رہا یہ کہ پھر ان کو ملامت کیوں کی گئی اور عتاب کیوں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عتاب ہونا' آخرت میں مغفرت کے منافی نہیں ہے۔

امام رازی نے خود اس آیت کی تفسیر کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ حکم نہ کیا ہوتا کہ وہ اس واقعہ کو معاف کر دے گا تو ان کو بڑا عذاب پہنچتا اور یہ حکم اگرچہ تمام مسلمانوں کے لئے ثابت ہے لیکن اہل بدر کی عبادات بہت عظیم تھیں۔ انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی' بغیر ہتھیاروں اور تیاری کے کفار کے اپنے سے تین گنا لشکر سے مقابلہ کیا تو یہ کہنا بعید نہیں کہ وہ بلا اجازت مال غنیمت لینے کے جس گناہ کے مرتکب ہوئے اور اس گناہ کی وجہ سے وہ جس عذاب کے مستحق ہوئے وہ ان کی عبادات کے ثواب کے مقابلے میں بہت کم ہے اور ان کا ثواب اس عذاب سے بہت زیادہ ہے تو اس گناہ کے معاف ہونے کی زیادہ توقع ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ پہلے دو جواب جو احادیث صحیحہ پر مبنی ہیں ان پر امام رازی نے اعتراضات کیے اور ان کو مسترد کر دیا اور جو جواب اور جو تفسیر ان کی رائے پر مبنی ہے اس کو انہوں نے معتمد قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہمارے علم کی ان کے علم کے ساتھ وہی نسبت ہو سکتی ہے جو ذرہ کو آفتاب کے ساتھ اور قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے' اس کے باوجود ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ہمارے نزدیک اس باب میں وہی تفسیر معتمد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر مبنی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۴ ص ۷۰۰)

فرعون کے منہ میں جبرئیل کے مٹی ڈالنے کی حدیث پر امام رازی کی تحقیق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے اس کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے کہا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○ (یونس: ۹۰)

میں اس بات پر ایمان لایا کہ جس ذات پر بنی اسرائیل ایمان لائے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں○

اس واقعہ کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا:

ان جبریل جعل یدس فی فی فرعون الطین خشیة ان یقول لا اله الا الله فیرحمه الله.

کہ جبرئیل فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال رہے تھے' اس خوف سے کہ وہ کہہ دے گا: لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۱۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۱۵' المستدرک ج ۲ ص ۲۴۰' شعب الایمان رقم الحدیث: ۹۳۹۱) (بحوالہ تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۶۲)

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے حسب سابق' اس حدیث صحیح کے مضمون کو تسلیم نہیں کیا اور اس پر مختلف اعتراضات

Marfat.com

وارد کئے ہیں۔عبارت ملاحظہ ہو:

هل يصح ان جبريل عليه السلام اخذ يملا فمه من الطين لئلا يتوب غضبا عليه. والجواب: الاقرب انه لا يصح لان في تلك الحالة اما ان يقال التكليف كان ثابتا او ما كان ثابتا فان كان ثابتا لم يجز على جبريل عليه السلام ان يمنعه من التوبة بل يجب عليه ان يعينه على التوبة وعلى كل طاعة لقوله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وايضا فلو منعه بما ذكروه لكانت التوبة ممكنة لان الاخرس قد يتوب بان يندم بقلبه و يعزم على ترك معاوده القبيح وحينئذ لايبقى لما فعله جبريل عليه السلام فائدة وايضا لو منعه من التوبة لكان قد رضي ببقائه على الكفر والرضا بالكفر كفر وايضا فكيف يليق بالله تعالٰى ان يقول لموسى وهرون عليهما السلام فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى ثم يامر جبريل عليه السلام بان يمنعه من الايمان. (تفسیر کبیر ج۶ ص ۲۹۷)

کیا یہ صحیح ہے کہ جبریل علیہ السلام' فرعون پر غصہ کی وجہ سے اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے تا کہ وہ توبہ نہ کر سکے؟ جواب یہ ہے کہ زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ڈوبتے وقت فرعون ایمان لانے کا مکلف تھا یا نہیں تھا۔ اگر مکلف تھا تو جبریل کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ اس کو توبہ سے روکتے' بلکہ ان پر لازم تھا کہ توبہ کرنے میں اس کی معاونت کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور پرہیز گاری کے کام پر تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے کام میں تعاون نہ کرو۔ نیز اگر جبریل امین نے فرعون کو توبہ سے روکا ہوتا تب بھی توبہ ممکن تھی' کیونکہ گونگا آدمی بھی محض دل سے نادم ہو کر اور برائیوں کو چھوڑنے کا عزم کر کے تائب ہو جاتا ہے (یعنی زبان سے توبہ کرنا ضروری نہیں ہے) پھر جبریل امین کے مٹی ڈالنے کا کیا فائدہ؟ نیز اگر جبریل نے فرعون کو توبہ سے روکا ہوتا تو (لازم آیا کہ) وہ فرعون کے کفر پر راضی ہوئے اور کسی کے کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے یہ لائق ہے کہ وہ ایک طرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے فرمائے: تم دونوں فرعون سے نرمی سے بات کرنا' شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈرے (اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ فرعون ایمان لے آئے' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ) دوسری طرف جبریل کو حکم فرمائے کہ فرعون کے منہ میں مٹی ڈال دو' تا کہ وہ ایمان نہ لا سکے۔

حدیث مذکور پر صاحب تبیان کی بحث وتحقیق

صاحب تبیان القرآن نے امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کے ذکر کردہ اعتراضات کا یہاں بھی جواب دیا ہے اور ان کے حدیثِ صحیح سے ثابت ہونے والے مضمون کو تسلیم نہ کرنے پر ان سے اختلاف کیا ہے' آپ لکھتے ہیں:

امام رازی کے یہ اعتراضات بہت قوی ہیں لیکن ہم احادیث کا خادم ہونے کی حیثیت سے ان احادیث کا تحفظ کریں گے' اور ان کے اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فرعون اللہ کی آیتوں کا انکار کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے اس درجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اب اگر وہ ایمان لاتا پھر بھی اس کے ایمان کو قبول نہ کیا جاتا' اس لئے جبرئیل کو اس وقت اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لئے بھیجا تا کہ اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تو اب راندۂ درگاہ ہو چکا ہے اور اب تیرا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۶۳)

Marfat.com

تبیان القرآن کی ساتویں جلد (جو عنقریب چھپ کر آنے والی ہے) میں بھی مفسر زید مجدہم نے امام رازی رحمہ اللہ کے اعتراض کو بیان کیا ہے اور زیادہ تفصیل سے اس کا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

امام رازی نے ان احادیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ جبریل اس کے منہ میں اس خوف سے کیچڑ ڈال رہے تھے کہ وہ ایمان لے آئے گا' یہ بعید ہے کیونکہ ایمان لانے سے منع کرنا فرشتوں اور نبیوں کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۸۲' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا ان احادیث پر یہ بہت قوی اعتراض ہے لیکن چونکہ میں نے اپنی زندگی احادیث کے پڑھنے' پڑھانے اور احادیث کی خدمت کرنے میں گزار دی ہے اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے یہ کہتا ہوں کہ فرعون اللہ تعالیٰ کی متعدد آیتوں کا انکار کر کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلسل تکبر اور سرکشی کر کے' لوگوں پر ناحق بے دریغ ظلم کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں شدید گستاخیاں کر کے اس سزا کا مستحق ہو چکا تھا کہ اب اگر وہ ایمان لاتا پھر بھی اس کا ایمان قبول نہ کیا جاتا' اس کی نظیر وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ. (البقرہ: ۷)

اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۱۵۵)

بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی' پس وہ بہت کم ایمان لائیں گے ۝

وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (التوبۃ: ۹۳)

اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے' پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ۝

اسی طرح النمل: ۱۰۸' محمد: ۱۶' الاعراف: ۱۰۰' یونس: ۷۴' الاعراف: ۱۰۱' الروم: ۵۹' المومن: ۳۵' التوبہ: ۸۷ اور المنافقون: ۳ میں کفار و منافقین اور جاہلوں اور معاندوں کے دلوں پر مہر لگانے کا ذکر ہے۔ اسی نہج پر جبریل کو اس وقت فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لیے بھیجا' تاکہ اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تو اب راندہ درگاہ ہو چکا ہے اور اب تیرا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔

امام رازی نے یونس: ۹۲ میں بھی اس اعتراض کا ذکر کیا ہے اور وہاں بھی میں نے اس اعتراض کا جواب لکھا ہے (تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۶۳) لیکن یہاں پر میں نے زیادہ تحقیق کی ہے۔ (مسودہ تبیان القرآن ج ۷ ص ۲۳۵)

متقی کا مصداق کون؟ اس بارے میں امام رازی کی تحقیق

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا. (النحل: ۳۰)

اور متقین سے کہا گیا: تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اچھا (کلام)۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے متقی کے معنی و مصداق پر بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں متقی سے مراد وہ شخص ہے جو کفر و شرک سے بچنے والا اور کلمۂ طیبہ پر ایمان رکھنے والا ہو' اور فی الحقیقت متقی ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کفر و شرک سے بچے اور کلمۂ طیبہ پر یقین رکھے' یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر حرام کام سے بچنے والا اور ہر نیک کام کا کرنے والا ہو۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

Marfat.com

قال القاضی یدخل تحت التقوی ان یکون تارکا لکل المحرمات فاعلا لکل الواجبات ومن جمع بین ھذین الامرین فھو مومن کامل الایمان وقال اصحابنا یرید الذین اتقوا الشرك وایقنوا انه لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ واقول ھذا اولی مما قاله القاضی لانا بینا انه یکفی فی صدق قوله فلان قاتل او ضارب کونه اتیا بقتل واحد وضرب واحد ولا یتوقف صدق ھذا الکلام علی کونه اتیا بجمیع انواع القتل و جمیع انواع الضرب فعلی ھذا قوله و قیل للذین اتقوا یتناول کل من اتی بنوع واحد من انواع التقوی الا انا اجمعنا علی ان لا بد من التقویٰ عن الکفر والشرك فوجب ان لا یزید علی ھذا القید لانه لما کان تقیید المطلق خلاف الاصل کان تقیید المقید اکثر مخالفة للاصل وایضا فلانه تعالیٰ انما ذکر ھؤلاء فی مقابلة اولئك الذین کفروا واشرکوا فوجب ان یکون المراد من اتقی عن ذالك الکفر والشرك.

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۰)

قاضی نے کہا کہ متقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر فعل حرام کو ترک کرنے والا اور ہر واجب کو کرنے والا ہو اور اسی کو مومن کامل کہتے ہیں۔ جب کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ متقی کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ وہ شرک سے بچے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھے۔ میں کہتا ہوں: یہ بات قاضی کے قول سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ کسی پر قاتل یا ضارب کے درست اطلاق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی کو قتل کر دے یا کسی کو مار دے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ قتل اور ضرب کی تمام انواع و اقسام کو ادا کرے تب اسے قاتل یا ضارب کہا جائے گا۔ اسی طریق پر یہ آیت بھی ہے جس میں فرمایا گیا: للذین اتقوا۔ یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو تقویٰ اور پرہیز گاری کا کوئی ایک کام بھی کر دے ہاں اس پر ہمارا اجماع ہے کہ متقی کے لیے کفر و شرک سے بچنا لازم ہے۔ سو اس قید پر مزید کسی اور قید کا اضافہ نہ کیا جائے ورنہ اس سے قاعدۂ کلیہ کے برخلاف مطلق کو مقید کرنا لازم آئے گا جو کہ خلافِ اصل ہے۔ اور یہ بات بھی ہمارے دعویٰ پر دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متقین کا تذکرہ مشرکین اور کفار کے مقابلہ میں فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ متقی سے مراد وہ شخص ہو جو کفر و شرک سے بچنے والا ہو۔

متقی کے مصداق پر صاحب تبیان کی تحقیق

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی اس تحقیق کے برخلاف صاحب تبیان القرآن کی تحقیق یہ ہے کہ ایسا شخص جو کفر اور شرک سے بچنے والا ہو اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتا ہو اس کو متقی نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس پر ''مومن'' کا اطلاق کر دینا کافی ہے اور متقی کے اطلاق کے لئے کفر و شرک سے بچنے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ مزید کچھ قیود کا اضافہ کرنا ہوگا ورنہ محض مومن اور محض متقی میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ آپ لکھتے ہیں:

ہماری رائے یہ ہے کہ جو لوگ کفر اور شرک سے مجتنب ہوں اور اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور ان میں برائیوں سے اجتناب اور نیکیوں سے اتصاف کی اور قیود کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان پر مومنین کا اطلاق کر دینا کافی ہے' لیکن جب ان پر متقین کا اطلاق کیا جائے گا تو اس میں مزید قیود کا اضافہ کرنا اور تقویٰ کے مزید افراد کا بھی لحاظ کرنا ہوگا ورنہ پھر محض مومنین اور محض متقین میں کوئی فرق نہیں رہے گا' امام رازی نے اس سلسلہ میں قاتل اور ضارب کی جو مثال دی ہے وہ صحیح نہیں ہے' اس مقام پر عالم اور مفتی کی مثال درست ہے' عرف میں اس شخص کو عالم نہیں کہتے جس کو صرف ایک مسئلہ کا علم ہو نہ اس شخص کو جسے تمام مسائل کا علم ہو بلکہ جس شخص کو قابل ذکر اور قابل شمار مسائل کا علم ہو اس کو عالم کہتے ہیں' اسی طرح اس کو مفتی نہیں کہتے جو کسی کو ایک مسئلہ بتا دے نہ اس کو مفتی کہتے

Marfat.com

ہیں جو سارے جہان کے مسائل بتائے بلکہ جو قابل ذکر اور قابل شمار مسائل کا حل بتائے اس کو مفتی کہتے ہیں' اسی طرح صرف ایک بار کپڑا بیچنے والے کو بزاز اور صرف ایک بار جوتی مرمت کرنے والے کو خصاف (موچی) اور صرف ایک بار کپڑا دھونے والے کو قصار (دھوبی) نہیں کہتے اسی طرح اس شخص کو متقی نہیں کہا جائے گا جو کفر اور شرک سے اجتناب کر کے کلمہ پڑھ لے اور بس! بلکہ اس شخص کو متقی کہا جائے گا جو کفر اور شرک سے مجتنب ہو' اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرے اور بشری تقاضے سے اگر اس سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو وہ اس کا تدارک اور تلافی کر لے اور اگر انسانی کمزوری اور نفس امارہ کی لغزش سے وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس پر نادم ہو اور توبہ استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا امیدوار رہے' تقویٰ کے مفہوم میں صرف کفر اور شرک سے اجتناب داخل نہیں ہے بلکہ نفسانی خواہشوں سے بچنا بھی تقویٰ کی حقیقت میں داخل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ. (البقرہ: ۱۰۳) اور اگر وہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کی طرف سے ثواب بہت بہتر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ ایمان لانے کے بعد کا مرتبہ ہے' ایمان لانے کے بعد اللہ کے ڈر سے نیک کام کرنا اور برے کام ترک کرنا یہ تقویٰ ہے اور جو ایسا کرے وہ متقی ہے۔ اور جو جتنی زیادہ نیکیاں کرے گا اور جس قدر زیادہ برے کاموں سے بچے گا وہ اتنا بڑا اور کامل متقی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ. (آل عمران: ۱۷۲) مومنوں میں سے جو نیک کام کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے اجر عظیم ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے اور احسان (نیک کام) کے بعد تقویٰ کا درجہ اور مرتبہ ہے' قرآن مجید اور احادیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ میں ایمان کے بعد نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی صفت کا بھی دخل ہے' تقویٰ کا پہلا مرتبہ کبیرہ گناہوں اور فرائض کے ترک سے بچنا ہے' دوسرا مرتبہ صغیرہ گناہوں اور واجبات کے ترک سے بچنا ہے' تیسرا مرتبہ مکروہات تنزیہہ اور خلاف سنت سے بچنا ہے اور چوتھا مرتبہ دنیاوی امور میں انہماک اور اشغال اور یاد الٰہی سے غافل کرنے والی چیزوں سے بچنا ہے' امام رازی متقی میں کفر اور شرک سے اجتناب اور اللہ اور رسول پر ایمان کے علاوہ اور کسی قید کے اعتبار کرنے کو خلاف اصل کہتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ واجب ہے کہ اس میں صرف کفر اور شرک سے اجتناب کا اعتبار کیا جائے تو امام رازی کی اس تحقیق کے اعتبار سے یہ لازم آئے گا کہ جو مومن شرابی' جواری اور زانی ہو اور نماز' روزہ کا تارک ہو اس کو بھی متقی کہا جائے گا' یہ بات ہماری ناقص فہم سے بالاتر ہے' اللہ تعالیٰ امام رازی کے درجات بلند فرمائے وہ معتزلہ کے رد کی شدت میں مرجئہ کی طرف چلے گئے۔

(تبیان القرآن ج ۶ ص ۴۰۶)

ماں باپ کے حصولِ لذت کے نتیجہ میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟ اس کا جواب امام رازی سے

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. (الاسراء: ۲۳) اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے ایک سوال قائم کیا ہے کہ والدین نے حصول لذت کے لیے ایک عمل کیا' جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوگئی۔ تو پھر والدین کا اپنی اولاد پر کیا احسان اور انعام ہوا؟

Marfat.com

اس کا جواب دیتے ہوئے خود ارشاد فرماتے ہیں:

هب انهما في اول الامر طلبا لذة الوقاع الا ان الاهتمام بايصال الخيرات وفي دفع الافات من اول دخوله في الوجود الى وقت بلوغه الكبر اليس انه اعظم من جميع ما يتخيل من جهات الخيرات و المبرات فسقطت هذه الشبهات.
(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۲)

مان لیتے ہیں کہ ان دونوں نے مجامعت کی لذت حاصل کی لیکن اپنی اولاد کو ابتداء سے لے کر بڑھاپے کو پہنچنے تک بھلائیاں پہنچانا اور ان سے مصائب کو دور کرنا' کیا یہ ان تمام بھلائیوں اور احسانات سے بڑھ کر نہیں جن کو ہمارا خیال پہنچتا ہے؟ اسی سے اعتراضات اور خدشات دور ہو جاتے ہیں۔

اس سوال کا جواب صاحب تبیان سے

صاحب تبیان القرآن کی تحقیق یہ ہے کہ والدین کا جنسی عمل محض حصول لذت کے لئے نہیں ہوتا' جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کیا ہے' اگر ان کا یہ فعل محض حصول لذت کے لئے ہوتا اور اولاد کا حصول ان کا مقصد نہ ہوتا تو خاوند عزل کر لیتا' یا خاندانی منصوبہ بندی کے جدید طریقوں میں سے کسی طریقے کو اپنا لیتا' یا عورت اپنے حمل کا اسقاط کرا لیتی' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اولاد کی خواہش رکھتے ہیں اور عملاً صاحب اولاد بھی ہوتے ہیں اور بالعموم مذکورہ طریقوں کو نہیں اپناتے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد عمل ازدواج سے محض حصول لذت نہیں ہے بلکہ اولاد کا حصول ہے۔

صاحب تبیان' اپنے جواب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ماں باپ نے اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یا حصول لذت کے لئے ایک عمل کیا جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہو گئی اور اس کی پرورش کا بار ان پر پڑ گیا تو ماں باپ کا اولاد پر کون سا احسان ہوا' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کا مقصود صرف حصول لذت ہوتا تو وہ جنسی عمل کرنے کے بعد عزل کر لیتے تاکہ استقرار حمل نہ ہوتا اور اب تو خاندانی منصوبہ بندی نے بہت سارے طریقے بتا دیئے ہیں جن کے ذریعے ماں باپ اپنی خواہش پوری کر سکتے ہیں' اور ان کو اولاد کے جھنجھٹ میں مبتلا نہیں ہونا پڑے گا' لیکن جب انہوں نے ضبط تولید کے کسی طریقہ پر عمل نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود صرف حصول لذت نہیں تھا بلکہ حصول اولاد تھا' اور اس مقصد کے لئے ان کے والد نے کسب معاش کے لیے اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کیا' دہری' تہری ملازمتیں کیں' اور اپنی اولاد کے کھانے پینے' لباس' دواؤں اور دیگر ضروریات زندگی کا خرچ اٹھانے کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر جدوجہد کی۔ اولاد کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی' وہ خود چاہے بھوکے رہ جائیں' خواہ ان کے لئے دوا نہ ہو لیکن اولاد کے لئے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو وقت پر کھانا اور وقت پر دوا مل جائے' باپ خواہ ان پڑھ ہو لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اعلیٰ تعلیم حاصل کرے' اور ماں کے اولاد پر جس قدر احسانات ہیں وہ بے حد حساب ہیں' اگر اس کا مقصد صرف فطری تقاضا پورا کرنا ہوتا اور حصول لذت ہوتا تو وہ استقرار حمل سے پہلے اسقاط کرا سکتی تھی' وہ ایام حمل اور وضع حمل کی تکلیفیں نہ اٹھاتی' پھر وہ دو سال تک بچہ کو دودھ پلاتی ہے' اس کے بول و براز کو صاف کرتی ہے' اس کے بستر کو صاف رکھتی ہے' اس کا گوہ موت اٹھاتے ہوئے اس کو کوئی گھن نہیں آتی' کوئی کراہت محسوس نہیں ہوتی' راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو دودھ پلاتی ہے' خود گیلے بستر پر لیٹ کر اس کو سوکھے بستر پر سلاتی ہے' اور یوں بالغ ہونے تک اس کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اگر گھر میں کھانا کم ہو تو خود بھوکی رہتی ہے اور بچوں کو کھلا دیتی ہے' غرض ماں کے اولاد پر اتنے احسانات ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور ماں باپ جو اولاد کی خدمت کرتے ہیں یہ بالکل بے غرض اور بے لوث ہوتی ہے'

Marfat.com

یہ نہ کہا جائے کہ وہ اس لئے بچہ کی پرورش کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر ان کا سہارا اور دست و بازو بنے گا' کیونکہ لڑکے کے متعلق تو یہ امید کی جاسکتی ہے' لڑکی کو تو اس کی شادی سے پہلے پالنا پڑتا ہے اور شادی کے بعد بھی پالنا پڑتا ہے اور رہا لڑکا تو ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جوانی کی عمر تک پہنچے گا بھی یا نہیں' کسی کام کے لائق بنے گا یا نہیں' پھر پڑھا لکھا کر کسی کام کے لائق تو ماں باپ بناتے ہیں' اور یہ چیز ان کے مشاہدہ میں ہوتی ہے کہ شادی کے بعد عموماً لڑکے اپنی بیویوں کے کہنے پر چلتے ہیں اور ماں باپ کو کوئی حیثیت نہیں دیتے' وہ بھول جاتے ہیں کہ ماں باپ نے ان کو کس طرح پالا پوسا تھا اور کس طرح اس مقام تک پہنچایا تھا' یہ سب ماں باپ کے پیش نظر ہوتا ہے' اس کے باوجود وہ اولاد کی بے غرض اور بے لوث خدمت اور پرورش کرتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی بے غرض پرورش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ اولاد کی بے لوث پرورش کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۶ ص ۶۸۷)

تفسیر قرطبی اور تبیان القرآن

تفسیر قرطبی علامہ ابوعبداللہ محمد قرطبی مالکی رحمہ اللہ متوفی ۶۶۸ ھ کی لکھی ہوئی معروف و مستند تفسیر ہے۔ اس میں آیات کی تفسیر میں زیادہ تر فقہی احکام کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا اصل نام ''الجامع لاحکام القرآن'' ہے۔ اس میں احادیث بھی بہت کثرت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں' مطبع دار الکتاب العربی کے محقق ومخرج شیخ عبدالرزاق المہدی کی تحقیق کے مطابق اس میں کل ۶۵۵۸ احادیث ہیں جو امام قرطبی نے از خود دلائل کے طور پر پیش کی ہیں۔ اس میں صاحب تفسیر نے مالکی ہونے کے ناطے اپنے مسلک کے اثبات میں متعدد مقامات پر دلائل پیش کئے ہیں' اور ان کی بناء پر دیگر ائمہ (امام اعظم' امام شافعی اور امام احمد وغیرہم) کا رد فرمایا ہے۔ تبیان القرآن کے اولین مآخذ میں ایک اہم ماخذ یہ تفسیر بھی ہے۔ خصوصاً فقہیات کے حوالہ سے اس تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تاہم جہاں امام قرطبی نے احناف کے خلاف دلائل قائم کئے ہیں ان کا بعض مقامات پر تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور مذہب احناف کی برتری کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی ذیل میں ایک مثال ملاحظہ ہو:

ہڈی کے پاک وناپاک ہونے سے متعلق امام قرطبی کی تحقیق ودلائل اور مذہب مالکیہ کی ترجیح

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مردار کی ہڈیاں پاک ہیں جس طرح اس کے بال' کھر' پٹھے اور سینگ پاک ہیں۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت) جب کہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مردار کی ہڈیاں اس کے گوشت کی طرح ناپاک ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (النحل: ۸۰)

اور اللہ نے تمہاری رہائش کے لئے تمہارے گھر بنائے اور تمہارے مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے' جن کو تم ہلکا پھلکا دیکھ کر سفر کے دن اور اقامت کے دن کام میں لاتے ہو اور ان (مویشیوں) کے اون اور پشم اور بالوں سے ایک معین وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے گھریلو چیزیں بناتے ہو ۝

امام قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں اس حوالہ سے بحث کی ہے کہ آیا ہڈی پاک ہے یا

Marfat.com

ناپاک؟ چنانچہ وہ اپنا اور احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اماما ذکرہ الحنفیون فی العظم والسن والقرن انہ مثل الشعر فالمشھور عندنا ان ذالک نجس کاللحم و قال ابن وھب مثل قول ابی حنیفۃ ولنا قول ثالث ھل تلحق اطراف القرون والاظلاف باصولھا او بالشعر قولان وکذالک الشعری من الریش حکمہ حکم الشعر والعظمی منہ حکمہ حکمہ. (تفسیر قرطبی جز۵، ج۱۰، ص۱۴۱)

جو کچھ احناف نے ذکر کیا ہے کہ ہڈی، دانت اور سینگ بالوں کی طرح ہے، اس سلسلے میں ہمارا مشہور قول یہ ہے کہ جس طرح مردار کا گوشت نجس ہے اسی طرح ہڈی وغیرہ بھی نجس ہے۔ ابن وہب نے بھی امام ابوحنیفہ کی مثل قول کیا ہے۔ ہمارا اس سلسلے میں ایک تیسرا قول یہ ہے کہ سینگوں اور کھروں کے اطراف کو ان کی جڑوں کے ساتھ ملایا جائے گا یا نہیں، اس بارے میں دو قول ہیں۔ اسی طرح پروں والے شعری (بالوں والے) جانوروں کے اعضاء کا حکم ان کے بالوں کی طرح ہے اور ان میں ہڈیوں والے جانوروں کے اعضاء کا حکم ان کی ہڈیوں کی طرح ہے۔

احناف اور امام مالک کے موقف کی وضاحت کے بعد امام قرطبی نے اپنے موقف پر قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ (یٰسین:۷۸)

اس (کافر) نے کہا جب ہڈیاں گل کر بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ ○

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا. (البقرہ:۲۵۹)

اور ان ہڈیوں کو دیکھو ہم کس طرح ان کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ان کو گوشت پہناتے ہیں۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا. (المومنون:۱۴)

پھر ہم نے گوشت کی بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ○ (النزعت:۱۱)

کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس طرح چمڑے اور گوشت میں حیات ہوتی ہے اسی طرح ہڈیوں میں بھی حیات ہوتی ہے۔ اور مرنے کے بعد باقی جسم کی طرح ہڈیاں بھی نجس ہو جاتی ہیں۔

اور حدیث میں ہے:

عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا مکتوب آیا کہ مردار کی کھال اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۷۲۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۱۲۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۶۱۳، المعجم الاوسط رقم الحدیث:۱۰۴، مسند احمد ج۴ ص۳۸۱) (القرطبی، بحوالہ تبیان القرآن ج۶ ص۵۳۲، ۵۳۱)

ہڈی کے پاک وناپاک ہونے سے متعلق صاحب تبیان کی تحقیق ودلائل اور مذہب احناف کی ترجیح

آیتِ مذکورہ کے تحت صاحب تبیان نے مضبوط دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مردار کی ہڈی پاک ہے اور احناف کا موقف اس سلسلے میں بہت قوی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

Marfat.com

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی نے ہڈی کے نجس ہونے پر بہت دلائل پیش کیے ہیں۔ ہم پہلے ہڈی کے پاک ہونے پر دلائل پیش کریں گے اس کے بعد علامہ قرطبی مالکی کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔

متعدد احادیث' آثار صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے کہ وہ ہاتھی دانت سے بنی ہوئی کنگھی کا استعمال کرتے تھے اگر ہڈی نجس ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہڈی سے بنی ہوئی کنگھی کو استعمال نہ فرماتے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت سے بنی ہوئی کنگھی تھی جس سے آپ کنگھی کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۷۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷ ص ۳۳۶)

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ایک طویل حدیث ذکر کی ہے' اس کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد شدہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (آخر میں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ثوبان! (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے سوتی پٹی کا ایک ہار خریدو اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خریدو۔ (ج ۱ ص ۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو بستر پر جاتے تو اپنے وضو کا پانی اور مسواک اور کنگھی رکھتے اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو رات کو اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور کنگھی کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی ایک کنگھی تھی جس سے آپ کنگھی کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام بیہقی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے کیونکہ ہڈی نجس ہوتی ہے۔ علامہ ترکمانی نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے اپنے مذہب کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنے کے بجائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ بیان کرتے ہیں:

زہری نے کہا جب تک پانی کا ذائقہ' اس کی بو یا اس کا رنگ متغیر نہ ہو' اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زہری نے کہا مردار جانوروں مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں میں کوئی حرج نہیں ہے اور میں نے بہت زیادہ علماء متقدمین کو دیکھا وہ ہاتھی دانت کی بنی ہوئی کنگھیوں سے کنگھی کرتے تھے' اور ہاتھی دانت کے بنے ہوئے برتنوں میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء باب: ۶۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ'' (الانعام: ۱۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا مردار کی ہر چیز حلال ہے سوا اس چیز کے جس کو کھایا جاتا ہے' اس کی کھال' اس کا سینگ' اس کے بال' اس کے دانت اور اس کی ہڈی' یہ تمام چیزیں حلال ہیں' کیونکہ اس کو ذبح نہیں کیا گیا (اس لئے اس کا گوشت حلال نہیں ہے)۔

امام دارقطنی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۱۱۷' ۱۱۲) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابوبکر الہذلی کی بناء پر اعتراض کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۳) تاہم تعدد اسانید کی وجہ سے اس کا ضعف مضر نہیں ہے۔

Marfat.com

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

ہڈی' سینگ اور بال وغیرہ مردار نہیں ہیں کیونکہ عرف شرع میں مردار ان حیوانات کو کہتے ہیں جو بغیر ذبح کے مر گئے ہوں یا جن کو کسی نے بغیر ذبح کے مار کر ان کی حیات زائل کر دی ہو اور بال اور ہڈی وغیرہ میں حیات نہیں ہوتی لہٰذا وہ مردار نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مردار کی نجاست مردار کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں جو بہنے والا خون اور نجس رطوبات ہوتی ہیں' اس کی وجہ سے مردار نجس ہوتا ہے اور بال اور ہڈی میں خون اور رطوبات نہیں ہوتیں اس لئے بال اور ہڈی نجس نہیں ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے ہڈی میں حیات کے ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ (یٰسین: ۷۸) اس (کافر) نے کہا جب ہڈیاں گل کر بوسیدہ ہو چکی ہوں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا ○

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ ہڈیوں میں حیات ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردوں کی ہڈیاں نجس ہوتی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ حیوان کے مرنے کے بعد اس کی ہڈیاں بھی مردہ ہو جاتی ہیں اور مردہ نجس ہوتا ہے لہٰذا ہڈیاں بھی نجس ہیں' اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہڈیاں پاک ہیں' اسی طرح بال بھی پاک ہیں اور اس آیت میں ہڈیوں کو زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پہلے زندہ انسان کے جسم میں ہڈیاں صحیح و سالم تھیں ان کو دوبارہ اصل حالت میں کون لائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے پہلی بار انسان کو پیدا کیا تھا اور اس کے جسم میں صحیح و سالم ہڈیاں بنائی تھیں وہی دوبارہ انسان کو ہڈیوں سمیت پیدا فرمائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرنے سے مراد ہے ہڈیوں والے انسان کو زندہ کرنا' اور کفار کو دراصل اسی میں شبہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار نے کہا ان بوسیدہ ہڈیوں والوں کو کون زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہڈیوں والوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''العظام'' سے مراد ہے: ''اصحاب العظام''۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۹' ۱۰۸ ملخصاً مطبوعہ کوئٹہ) (تبیان القرآن ج ۶ ص ۵۳۶' ۵۳۵' ۵۳۴)

تفسیر روح المعانی اور تبیان القرآن

روح المعانی' علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۷۰ھ کی لکھی ہوئی مبسوط اور معتمد تفسیر ہے۔ اس کا مکمل نام ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی'' ہے۔ یہ ایک جامع اور کامل تفسیر ہے۔ ادب و بلاغت' فقہ و تصوف' منطق و فلسفہ اور دیگر کئی علوم و فنون کی جزئیات و مسائل اس تفسیر کا حصہ ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر تفسیر آیات کے ضمن میں حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور شان و عظمت کو اجاگر کیا ہے اور گستاخانِ رسول ﷺ کی گستاخیوں سے بچانے کے لیے امت کو صحیح راستہ دکھلایا ہے۔ تاہم بعض مقامات پر آپ کی تفسیر میں ایسی عبارات ملتی ہیں جن سے بدمذہب عناصر کو تقویت ملتی ہے۔ جیسے معروف آیت:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۵۴) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں ○

کے تحت آپ کی تفسیر میں یہ عبارت موجود ہے کہ جو شہداء کرام کئی سو سال پہلے شہید ہو گئے ان کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

Marfat.com

جب ان کی قبر کسی وجہ سے کھل گئی تو ان کے زخموں اور خون کو تر و تازہ پایا گیا' یہ تمام باتیں خرافات اور ناقابل تسلیم ہیں۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۶۷۴ 'مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ یہ علامہ سید آلوسی علیہ الرحمۃ کی عبارت نہیں ہو سکتی' نہ وہ دریدہ دہن اور بے ادب تھے۔ آپ نہایت خوش عقیدہ' صحیح العقیدہ اور سنی عالم و مفسر تھے۔ اس کا اور اس طرح کی دیگر عبارات کا اصل سبب وہ ہے جو صاحب تبیان القرآن نے مقدمہ تفسیر میں علامہ نبہانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ علامہ سید محمود آلوسی کا ایک پوتا نعمان آلوسی تھا' جو شیخ ابن عبد الوہاب نجدی اور شیخ ابن تیمیہ کے افکار سے متاثر تھا اور اس نے علامہ آلوسی کی تفسیر کے بعض مقامات میں تحریف کر دی ہے۔

(تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۳۲)

اس واضح ترین سبب کی بنیاد پر علامہ آلوسی کی تفسیر میں بعض عبارات ایسی ملتی ہیں جن سے بدعقیدگی کی بو آتی ہے اور انہی کو وہابی دیو بندی حضرات' عقائد اہل سنت کے خلاف بنیاد بناتے ہیں۔ چونکہ تبیان القرآن کا ایک بنیادی ماخذ یہ تفسیر بھی ہے اس لئے صاحب تبیان نے ایسے مواقع پر روح المعانی کی عبارات کا رد کیا ہے اور مذہب حق اہل سنت و جماعت کے عقائد کو ثابت کیا ہے۔ اور چونکہ مخالفین علامہ سید محمود آلوسی کا حوالہ دے کر روح المعانی کی ظاہر عبارت سے استدلال کرتے ہیں اس لئے مفسر زید مجدہم نے مقام رد میں نعمان آلوسی کا کوئی ذکر نہیں کیا' بلکہ علامہ سید محمود آلوسی ہی کے حوالہ سے ان عبارات کا رد کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان علماء کا بھی رد کیا ہے جو حقیقۃً بد عقیدگی پھیلانے والے ہیں۔ ذیل میں اس سلسلے کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد مانگنے کے متعلق روح المعانی کی عبارت

سورۂ یونس کی آیت: ۲۲' جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے فرمایا کہ جب تم اپنی کشتیوں میں محو سفر ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے جا رہی ہوں اور لوگ ان سے خوش ہو رہے ہوں اور اچانک ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور سمندر کی موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ یقین کر لیں کہ وہ طوفان میں پھنس چکے ہیں' اس وقت وہ دین میں اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر اسی کو پکارتے ہیں (اور اسی سے دعا کرتے ہیں)۔

اس آیت کے تحت روح المعانی میں کچھ اس طرح سے ہے کہ آج کل بعض لوگ مصیبت کے وقت ان کو پکارتے ہیں جو نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان' نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے۔ بعض خضر اور الیاس کو پکارتے ہیں اور بعض ابو الخمیس اور عباس کو پکارتے ہیں اور بعض لوگ کسی امام یا شیخ کو پکارتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صرف اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتا' نہ صرف اسی کو نجات دینے والا جانتے ہیں' گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جو حالت بیان فرمائی ہے' اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سیدھے راستے پر کون ہے؟ اس زمانہ میں جہالت کی جو آندھی چل چکی ہے' گمراہی کی موجیں زور پکڑ چکی ہیں' شریعت کی کشتی بکھر چکی ہے اور غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کو نجات کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے' ان تمام کو ہم اللہ عزوجل پر چھوڑتے ہیں (کہ وہی فیصلہ فرمادے) اور ایسی صورت حال میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اہل معرفت پر بہت مشکل ہو گیا ہے۔ (روح المعانی جز ۱۱ ص ۱۳۰' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مدد مانگنے کے متعلق قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی کا نظریہ

قاضی محمد شوکانی اور نواب صدیق بھوپالی نے یونس: ۴۹ کی تفسیر میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا سختی سے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

وفی هذه اعظم واعظ وابلغ زاجر لمن صار دیدنه و هجیراه المناداة لرسول اللهﷺ و الاستغاثة به عند نزول النوازل التی لا یقدر علی دفعها الا الله سبحانه فان هذا مقام رب العالمین الذی خلق الانبیاء والصالحین و جمیع المخلوقین رزقهم واحیاهم ویمیتهم فکیف یطلب من نبی من الانبیاء او ملك من الملائکة او صالح من الصالحین ما هو عاجز عنهٔ غیر قادر علیه و یترك الطلب لرب الارباب القادر علی کل شیء الخالق الرازق المعطی المانع.

فیا عجبا یعکفون علی قبور الاموات الذین قد صاروا تحت اطباق الثری و یطلبون منهم من الحوائج مالا یقدر علیه الا الله عزوجل' کیف لا یتیقظون لما وقعوا به من الشرك ولا ینتبهون لما حل بهم من المخالفة لمعنی لا اله الا الله ' مدلول قل هو الله احد. (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دارالوفاء بیروت' فتح البیان ج ۳ ص ۲۴۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس آیت میں بہت بڑی نصیحت اور سخت تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جن کا وطیرہ اور عادت بن چکی ہے کہ جب ان پر ایسی مصیبتیں آتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور دور نہیں کرسکتا' تو یہ رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں' حالانکہ یہ تو اس پروردگار کی شان ہے جس نے انبیاء وصالحین اور تمام مخلوق کو پیدا فرمایا' انہیں رزق دیا' انہیں زندگی بخشی اور انہیں وفات دے گا۔ تو کسی نبی یا فرشتہ سے مدد طلب کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے جب کہ وہ خود اس سے عاجز ہے اور پھر یہ کہ جو سب کا رب ہے' ہر چیز پر قادر ہے' خالق ہے' رزق دینے والا ہے' سب کچھ دینے والا ہے اور روکنے والا ہے اس سے مدد مانگنا چھوڑ دیا جائے! اب کس قدر تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان مردوں کی قبروں سے چمٹتے ہیں جو مٹی کے ڈھیر کے نیچے چلے گئے اور ان سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی اور پورا نہیں کرسکتا۔ یہ لوگ کیوں اس چیز سے بیدار نہیں ہوتے کہ وہ شرک میں پڑے جارہے ہیں اور اس پر متنبہ نہیں ہوتے کہ ان کے اس فعل سے لا الہ الا اللہ کے معنی ومفہوم اور "قل هو الله احد" کے مدلول کی مخالفت لازم آتی ہے۔

مذکور الصدر علماء کی عبارات پر صاحب تبیان کا محققانہ رد اور مذہب اہل سنت کی ترجیح

صاحب تبیان القرآن نے روح المعانی کی ذکر کردہ عبارت اور قاضی شوکانی اور نواب صدیق بھوپالی کے ذکر کردہ نظریہ کا دلائل کے ساتھ رد کیا ہے اور اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد طلب کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

یونس: ۲۲ کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں:

علامہ آلوسی کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کو بالکل ناجائز قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے' اور اسی طرح علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن بھوپالی کا مشکلات میں فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کو شیطانی معتقدات قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس سے بشمول صحابہ کرام بکثرت صالحین امت کے عقائد کو شیطانی قرار دینا لازم آئے گا۔

امام محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید نے دشمن کو للکارا پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق پکارا یا محمداہ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کردیتے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴)

امام ابن ابی شیبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے" اے

Marfat.com

اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو"۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰ ' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

خود علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو! اس کو روک لو" کیونکہ زمین میں اللہ کے لئے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴) اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ موصلی (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۶۹) امام طبرانی (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۱۸) اور امام ابن السنی (عمل الیوم واللیلہ ص ۱۶۲ ' مطبوعہ حیدر آباد دکن) نے روایت کیا ہے۔ علامہ الہیثمی نے کہا اس میں ایک راوی معروف بن حسان ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن السنی کی کتاب سے نقل کرنے کے بعد کہا مجھ سے بعض بہت بڑے علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی۔ ان کو اس حدیث کا علم تھا' انہوں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس سواری کو روک دیا' اور ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا' ہمارے ساتھ جو سواری تھی وہ بھاگ گئی' سب اس کو روکنے سے عاجز آ گئے' میں نے یہ کلمات کہے تو اسی وقت وہ سواری بغیر کسی سبب کے رک گئی۔ (الاذکار ص ۲۰۱)

امام طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے اور وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے "اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو' اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو' اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۱۸۔۱۱۷) حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ امر مجرب ہے' اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے باوجود اس کے کہ بعض میں ضعف ہے البتہ زید بن علی نے عتبہ کو نہیں پایا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) اور امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک کراماً کاتبین کے سوا زمین میں اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں' جب تم میں سے کسی کو جنگل کی زمین میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کو چاہیے وہ بلند آواز سے کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار رقم الحدیث: ۳۱۲۸ ' شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۶۷) حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲) اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد طلب کرنے پر دلیل ہے جن کو انسان نہیں دیکھتے جو اللہ کے بندوں میں سے فرشتے اور نیک جن ہیں' اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ جب اس کی سواری گر جائے یا پھسل جائے یا گم ہو جائے تو وہ بنو آدم سے مدد طلب کرے۔

(تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶۔۱۵۵ ' مطبع مصطفیٰ البابی مصر' ۱۳۵۰ھ ' ص ۲۰۲ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اپنے منہیہ میں لکھتے ہیں:

علامہ زیادی نے مقرر رکھا ہے کہ انسان کی جب کوئی چیز ضائع ہو جائے اور وہ یہ ارادہ کرے کہ اللہ سبحانہ اس کی چیز واپس کر دے تو اس کو چاہیے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی بلند جگہ کھڑا ہو' اور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو پہنچائے اور یہ کہے: اے سیدی! اے احمد بن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی تو میں آپ کا نام دیوان اولیاء سے نکال دوں گا تو جو شخص یہ کہے گا اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اس کی گم شدہ چیز واپس کر دے گا' اجھوری مع زیادۃ' اسی طرح داؤدی رحمہ اللہ کی شرح المنہج میں ہے۔

Marfat.com

(رد المحتار' دار الکتب العربیہ مصر' ج ۳ ص ۳۵۵' مطبوعہ ۱۳۲۷ھ' ج ۳ ص ۳۲۴' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حافظ ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اپنی مہمات میں ''یا محمداہ'' پکارتے تھے' علامہ شوکانی نے متعدد احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ فرشتوں اور نیک جنوں سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور علامہ شامی نے متعدد علماء کے حوالوں سے لکھا ہے کہ سیدی احمد علوان کی وفات کے بعد ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے' اب اگر علامہ آلوسی' علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصریحات کے مطابق انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے مدد طلب کرنے کو ناجائز اور شیطانی عقیدہ قرار دیا جائے تو بشمول صحابہ تمام صالحین امت کو شیطانی عقیدہ کا حامل قرار دینا لازم آئے گا۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۳۴۹ تا ۳۵۱)

جدید تفاسیر اور تبیان القرآن

جدید تفاسیر سے میری مراد وہ تفاسیر ہیں جو اردو زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ جیسے ضیاء القرآن' تفہیم القرآن' معارف القرآن وغیر ذالک۔ تبیان القرآن ان تفاسیر میں ایک جدید اضافہ ہے۔ گو کہ اس کے بنیادی مآخذ قدیم تفاسیر ہی ہیں' تاہم جدید تفاسیر سے بھی پہلو تہی نہیں کی گئی۔ گویا قدیم اور جدید دونوں تفاسیر کا رنگ اس میں موجود ہے۔ البتہ بعض مقامات پر صاحب تبیان القرآن نے جدید تفاسیر کے ساتھ اپنی بحث ونظر اور محققانہ تبصرہ کر کے قارئین کو تقابلی جائزہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ اور انہی چند مقامات کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صاحب تبیان نے کسی بھی تفسیر کو محض خانہ پری کے لیے پیش نظر نہیں رکھا بلکہ مکمل غور وخوض کے ساتھ اس کی عبارت پیش کی ہے' حتیٰ کہ اختلاف کی صورت میں بلاخوف وخطر' دلائل کے ساتھ اس کا رد فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم ان تمام باتوں کے اثبات میں تقابلی جائزہ کی چند مثالیں پیش کر رہے ہیں:

اسلام کے نظریۂ جہاد پر مستشرقین کا اعتراض اور پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کا جواب

مستشرقین اور مغرب پرست لوگ بالعموم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب اسلام کا اصول یہ ہے کہ ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے'' پھر جہاد کرنے کا کیا مقصد ہے؟ جہاد تو جبر کی نشانی ہے اور اس بات کی تائید ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟

دور حاضر کے کئی مفسرین نے اس اعتراض کے جواب دیئے ہیں۔ ذیل میں ہم اولاً صاحب ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کا جواب پیش کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

''اسلام جس طرح یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انہیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے' اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس وقت اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریہ جہاد ہے' اسلام کے بعض نکتہ چیں جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں وہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لئے اپنے ماننے والوں کو دشمنان دین و ایمان کے جور وستم کا تختہ مشق بننے نہیں دے گا''۔

(ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور' بحوالہ تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۸)

Marfat.com

نظریۂ جہاد پر مستشرقین کا اعتراض اور شیخ امین احسن اصلاحی کا جواب

صاحب تدبر قرآن' شیخ امین احسن اصلاحی اعتراض مذکورہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی طرح ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ مجرد کسی قوم کے اندر کفر کا وجود اس امر کے لیے کافی نہیں ہے کہ اسلام کے علمبردار ان کے خلاف جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور تلوار کے زور سے ان کو اسلام پر مجبور کر دیں۔ جہاد اصلاً فتنہ اور فساد فی الارض کے مٹانے کے لئے مشروع ہوا ہے اگر یہ چیز کہیں پائی جاتی ہے تو اہل ایمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ استطاعت رکھتے ہوں تو وہ اس فتنہ اور فساد کو مٹانے کے لیے جہاد کریں خاص طور پر اس فتنہ کو مٹانے کے لیے جو اہل کفر کا ہاتھوں اس لیے برپا کیا جائے کہ اہل ایمان کو ان کے دین سے پھیرا جائے یا اسلامی نظام کو برباد کیا جائے صرف مشرکین بنی اسماعیل کا معاملہ اس کلیہ سے استثناء کی نوعیت رکھتا ہے۔ (تدبر قرآن ج ۱ ص ۵۹۴' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور' پاکستان' بحوالہ تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۹)

نظریہ جہاد پر اعتراض اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کا جواب

مستشرقین کے اعتراض مذکورہ کے جواب میں مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے بلکہ دفع فساد کے لیے ہے کیونکہ فساد اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس کے کافر در پے رہتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۶۱۶' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' بحوالہ تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۹)

مذکور الصدر علماء کے جوابات پر صاحب تبیان کی بحث ونظر اور اعتراض مذکور کا مفصل جواب

صاحب تبیان القرآن نے ضیاء القرآن' تدبر قرآن اور معارف القرآن سے مستشرقین کے اعتراض کا جواب پیش کرنے کے بعد ان پر قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل بحث ونظر کی ہے اور اس کے بعد دو صفحات پر از خود تفصیلی اور تحقیقی جواب قلمبند فرمایا ہے۔ پہلے ہم صاحب تبیان کی بحث ونظر پیش کر رہے ہیں' اس کے بعد آپ کا جواب پیش کریں گے۔

بحث ونظر کرتے ہوئے صاحب تبیان لکھتے ہیں:

اسلام میں جہاد صرف مدافعانہ جنگ کے لیے نہیں ہے جیسا کہ علامہ ازہری نے لکھا ہے اور نہ صرف فتنہ اور فساد کو دور کرنے کے لیے ہے جیسا کہ موخر الذکر علماء نے لکھا ہے' بلکہ اسلام میں جہاد اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ. (الانفال: ۳۹)

اور کافروں سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور پورا دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

اس آیت میں یہ واضح حکم دیا گیا ہے کہ جب تک کہ پورا دین اللہ کے لیے نہ ہو جائے اس وقت تک کافروں سے جنگ اور جہاد کرتے رہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں' اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے ماسوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

Marfat.com

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک وہ اسلام نہ قبول کرلیں ان سے جہاد اور قتال کیا جائے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ. (التوبہ:۵)

سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کردو' ان کو گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرو' اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اور اہل کتاب کے متعلق فرمایا انہیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قتال کرو اور اگر وہ تمہارے ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُونَ۝ (التوبہ:۲۹)

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اس چیز کو حرام نہیں کہتے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے جو کہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قوم سے اس وقت تک قتال نہیں کیا جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث کو امام احمد' امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۴' مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے' پھر فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو' جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تم دشمن مشرکوں (اہل کتاب) سے مقابلہ کرو' تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو' اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آ جائیں (الی قولہ) اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کردیں تو ان کو یہ خبر دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا (الی قولہ) اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو تم بھی اس کو قبول کرلو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کردو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

جنگ خیبر کے ایام میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا تو انہوں نے کہا جب تک وہ

Marfat.com

مسلمان نہیں ہوں گے ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے آپ نے فرمایا اسی طرح کرنا' حتیٰ کہ جب تم ان کے علاقہ میں داخل ہو تو (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دینا' اور ان کو یہ خبر دینا کہ ان پر کیا احکام واجب ہیں اللہ کی قسم' اگر ایک شخص بھی تمہارے سبب سے ہدایت یافتہ ہو جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (دنیا کی خیر) سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۴۱۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی' ۱۳۸۱ھ)

تفصیلی بحث ونظر کے بعد مفسر زید مجد ہم اعتراض مذکور کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہودی اور عیسائی مستشرقین معترضین کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کفار کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے میں اسلام تنہا اور منفرد نہیں ہے' بلکہ موجودہ تورات (کتاب مقدس' بائبل) میں بھی اپنے مخالف کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد کرنے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے' اور موجودہ انجیل میں تصریح ہے کہ تورات کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔ اب آپ تورات کے اس اقتباس کا مطالعہ فرمائیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا O' اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں O' اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا O' اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا O' لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا O' ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں O' پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا O' بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا O' تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو O (استثناء باب: ۲۰' آیت: ۱۸۔۱۰) (عہد نامہ قدیم: ۱۸۶)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں O' کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے O (متی باب: ۵' آیت: ۱۸۔۱۷) (نیا عہد نامہ: ۸)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو بہ غور پڑھنا چاہیے۔ اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں:

جہاد کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر پر حملہ کیا جائے اور مسلمان مدافعانہ جنگ کریں' یہ جہاد فرض عین ہے' اس کی مثال غزوہ بدر' غزوہ احد اور غزوہ خندق میں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ "لا اکراہ فی الدین" کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ہوش مند اعتراض کر سکتا ہے اور جہاد کی دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا جائے اور بہ شرط استطاعت از خود کافروں کے ملک پر حملہ کیا جائے یہ جہاد فرض کفایہ ہے' فتح مکہ' فتح طائف اور فتح خیبر میں اس کی مثالیں ہیں اور بعد میں مسلمانوں نے مصر' شام' عراق' ایران اور بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا اور دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ گئی' اور اس

Marfat.com

میں یہ تفصیل ہے کہ جب مشرکین سے جہاد کیا جائے تو یا تلوار ہے یا اسلام' اور اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں یا وہ اسلام قبول کریں' یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں۔

اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی رعایت اس لیے رکھی ہے کہ وہ الوہیت اور رسالت کے کسی نہ کسی طور پر قائل ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جزا سزا اور حلال وحرام کے اصولی طور پر معترف ہیں اور جب وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے باج گزار ہو جائیں گے اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہوگا تو مسلمانوں کو ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے اور انہیں بھی اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ جلد یا بہ دیر اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کا اسلام کو قبول کرنا بہ رضا ورغبت ہوگا اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے' جہاد کی اس شکل پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اب صرف ایک شکل رہ جاتی ہے اور وہ ہے تبلیغ اسلام کے لیے مشرکین کے خلاف جہاد' یا وہ اسلام کو قبول کر لیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا' اور اس پر بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر واکراہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے' اگر کوئی شخص کسی ملک کا باشندہ ہو اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے' اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے مخالف اور دشمن ملک اور حکومت کا علی الاعلان دم بھرتا ہو اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدار قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا کیا آج دنیا کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے' اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تو یہ کیوں عدل وانصاف کے مطابق نہیں ہے جب کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے' سو اسی طرح جو شخص اللہ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اللہ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو' اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو اس سے یہ کہنا بجا اور عدل وانصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ' نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا موت ہے اسی طرح اسلام میں بھی مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے' اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب کہ غدار وطن کے لیے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے' اور جب کسی قاتل' چور' ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہے اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ بھی ان کے جرائم کی سزا ہے' جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے؟ میں اس اشکال کے جواب پر کئی دن غور کرتا رہا میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش کے لیے قدیم اور جدید متعدد تفاسیر کو دیکھا' لیکن میں نے دیکھا کہ کسی نے بھی اس کو حل نہیں کیا اور مدافعانہ جنگ اور جزیہ کے اختیار سے اصل اشکال کو ٹالنے' دفع وقتی اور فرار کی کوشش کی' بہرحال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لئے دعوت فکر ہے۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۸۰ تا ۹۸۲)

Marfat.com

صاحب تبیان کے اس تحقیقی اور تفصیلی جواب پر مجھ جیسا بے علم کیا تبصرہ کرسکتا ہے' سوائے اس کے کہ معاصر مفسرین کے ذکر کردہ جوابات کے مقابلہ میں صاحب تبیان کا جواب آپ کی فکر ونظر کی وسعت اور گہرائی پر واضح دلیل ہے اور یہ کہ فن تفسیر وحدیث اور فقہ و اصول میں وارد ہونے والے اشکالات واعتراضات کے علاوہ عصر حاضر کے پیدا کردہ اعتراضات اور چیلنجوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دینے میں مفسر کو کس قدر کمال اور مرتبہ حاصل ہے۔اس کے باوصف آپ کا آخر میں یہ لکھنا کہ "بہرحال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لئے دعوتِ فکر ہے"۔آپ کے کمالِ انکسار اور صفاءِ قلب وفکر پر دلیل ہے۔

التوبۃ کی آیت ۷۵ کے مصداق حضرت ثعلبہ بن حاطب ہیں یا ثعلبہ بن ابی حاطب؟ اس بارے میں معاصر مفسرین کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰىنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ○ (التوبہ:۷۵)

اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے ○

بعض قدیم تفاسیر کے علاوہ جدید تفاسیر میں بھی یہ مذکور ہے کہ اس آیت میں جس منافق کا ذکر ہو رہا ہے وہ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے آیت مذکورہ کے تحت پورا واقعہ بیان کیا ہے۔اس کے چند جملے یہ ہیں:
ثعلبہ بن حاطب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔۔۔جب وہ عامل بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس سے پیشتر کہ وہ کچھ عرض کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ویح ثعلبہ بن حاطب. (ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۳۵) ثعلبہ ہلاک ہوگیا۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ' طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے پورا واقعہ نقل کیا ہے اس کا پہلا جملہ یہ ہے:
ایک شخص ثعلبہ ابن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کریں کہ میں مال دار ہو جاؤں۔(معارف القرآن ج ۴ ص ۴۲۶)

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی پورا واقعہ بیان کیا ہے۔اس کا آغاز یوں ہے:
ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولت مند ہو جانے کی دعا فرما دیجئے۔
(تفسیر عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن ص ۲۶۳)

اس کے علاوہ اور دیگر کئی مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ میں جس واقعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کا تعلق ثعلبہ بن حاطب انصاری سے ہے۔(دیکھئے:خزائن العرفان' از صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' تفسیر ابوالحسنات' از علامہ سید ابوالحسنات قادری' تیسیر البیان'

Marfat.com

از مفتی عزیز احمد قادری بدایونی' بیان القرآن' از شیخ اشرف علی تھانوی)

عنوان مذکور پر صاحب تبیان القرآن کی تحقیق

آیتِ مذکورہ کے مصداق میں صاحب تبیان القرآن کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہے' اور جو ثعلبہ بن حاطب ہیں وہ بدری صحابی ہیں اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ واقعۂ مذکورہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صاحب تبیان نے اس حوالہ سے بہت مفصل اور تحقیقی گفتگو کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہیں' نہ کہ منافق اور نہ آیتِ مذکورہ کے مصداق۔ نیز جس روایت میں واقعۂ مذکورہ کو حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے وہ روایت شدید ضعیف ہے۔

صاحب تبیان نے اس ضعیف روایت پر اور اس کے راویوں پر مستند کتب کی روشنی میں جرح کی ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہ روایت' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزاج کے بھی بالکل خلاف ہے۔ تفصیلی بحث کے بعد آخر میں واضح کیا ہے کہ سورۃ التوبہ کی ذکر کردہ آیت کا صحیح مصداق کون ہے۔

صاحب تبیان کی یہ تحقیق بہت مفصل ہے' اس کا مکمل مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید ہوگا۔ ذیل میں ہم اس تحقیق کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں:

معاصر مفسرین وغیرہم نے آیت مذکورہ کا مصداق جس شخص کو قرار دے کر منافق بتایا ہے' اس کے بدری صحابی ہونے پر صاحب تبیان القرآن' دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں: غزوۂ بدر میں بنوامیہ سے جو صحابہ شریک ہوئے ان میں حضرت ثعلبہ بن حاطب بھی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام محمد بن عمرو واقد التوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں: بنوامیہ میں سے غزوہ بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے' ان میں حضرت ثعلبہ بن حاطب بھی ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو مقام روحاء سے واپس کر دیا تھا اور ان کو مدینہ پر عامل مقرر کیا تھا مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ (کتاب المغازی ج ۱ ص ۱۵۹' مطبوعہ عالم الکتب بیروت' ۱۴۰۴ھ)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ثعلبہ بن حاطب اور حضرت معتب بن الحمراء خزاعی کے درمیان مواخات کرائی تھی اور حضرت ثعلبہ بن حاطب غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۶۰' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۷ھ)

امام یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی التوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثعلبہ بن حاطب اور حضرت معتب بن عوف بن الحمراء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مواخات قائم کی تھی اور حضرت ثعلبہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۲۸۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ معتمد اور مستند تصریحات ہیں جن سے واضح ہوگیا کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور بدریوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ سب نجات یافتہ اور جنتی ہیں تو ان کو ایک منافق کے متعلق نازل شدہ آیات کا مصداق قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۴' ۲۰۳)

معاصر مفسرین وغیرہم نے جس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے آیتِ مذکورہ کا مصداق حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے' اس روایت کے شدید ضعیف ہونے پر دلائل ذکر کرتے ہوئے صاحب تبیان لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت ابوامامہ باہلی کی طرف منسوب جس روایت میں حضرت ثعلبہ کو منافق قرار دیا ہے اس کو ائمہ حدیث نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی المتوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں: امام ابن عبدالبر نے کہا ایک قول یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب ہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ. (التوبہ:۷۵) بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔

کیونکہ اس نے زکوٰۃ دینے سے منع کیا تھا اور ان کے متعلق یہ وارد ہے کہ وہ بدر میں حاضر ہوئے اور وہ اس آیت کے معارض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حشر تک نفاق ڈال دیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور ان صحابہ میں سے ہیں جن کے ایمان کی اللہ اور اس کے رسول نے شہادت دی ہے' جیسا کہ المتحنہ کے شروع میں آئے گا' پس ان کے متعلق حضرت ابوامامہ باہلی اور حضرت ابن عباس کی طرف جو روایت منسوب ہے' وہ صحیح نہیں ہے اور امام ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کیا تھا اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور ضحاک نے کہا کہ یہ آیت چند منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ یہ ہیں نبتل بن الحارث اور جد بن قیس اور معتب بن قشیر۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۳۴-۱۳۳' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

یہ روایت طبرانی نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ اور شعب الایمان میں اور ابن ابی حاتم اور طبری اور ابن مردویہ نے روایت کی ہے اور ان سب نے اس سند سے روایت کی ہے۔ علی بن یزید از قاسم بن عبدالرحمٰن از ابوامامہ اور یہ بہت زیادہ ضعیف سند ہے۔ سہیلی نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثعلبہ بدری صحابی ہیں اور ابن اسحٰق ہی سے یہ منقول ہے کہ یہ آیت ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' پس یہ ثعلبہ بن حاطب کے نام کے دو الگ الگ شخص ہیں۔

(الکافی والشاف فی تخریج احادیث الکشاف علی تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۹۲' مطبوعہ من منشورات البلاغہ ایران)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ ھ نے کہا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب کے متعلق جو زکوٰۃ نہ دینے کی طویل حدیث مروی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نو ہجری میں فرض ہوئی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے' اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۶' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

واحدی نے نقل کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری ہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ''۔ (التوبہ:۷۵) اور انہوں نے اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ ہی یہ ذکر کیا کہ وہ بدری صحابی ہیں' ہاں امام ابن اسحٰق نے ان کا بدریین میں ذکر کیا ہے اور میرے نزدیک حضرت ثعلبہ بن حاطب اس شخص کے غیر ہیں جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوا تھا' اور حضرت ثعلبہ بن حاطب کے متعلق ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے' نیز واحدی اور اس کے شیخ ثعلبی اور المہدوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ حضرت حاطب بھی بدری صحابی ہیں اور مہاجرین میں سے ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

امام ابوبکر احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مفسرین کے درمیان مشہور ہے اور وہ اس کو متعدد اسانید موصولہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور وہ سب ضعیف اسانید ہیں۔(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۹۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام عبدالرحیم بن الحسین العراقی التوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار مع احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۴۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن یزید الالہانی ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۲' مطبوعہ دار الکتب العربی' ۱۴۰۲ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی' امام ابن مردویہ' امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کو سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔(اسباب النزول ص ۴۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حافظ عسقلانی نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہیں اور وہ احد میں شہید ہوئے تھے اور اس قصہ میں جس ثعلبہ کا ذکر ہے وہ حضرت عثمان کی خلافت میں مرا تھا' پس ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں الگ الگ شخص ہیں۔ ملخصاً (ہم الاصابہ کی مفصل عبارت نقل کر چکے ہیں)۔(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۷۔۹۶' مطبوعہ المکتبہ النوریہ الرضویہ' لائل پور پاکستان)

علامہ شمس الدین عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے' اور یہ مفسرین کے درمیان مشہور ہے اور الاصابہ میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس قصہ کا مصداق حضرت ثعلبہ کو بنانا درست نہیں۔

(فیض القدیر ج ۸ ص ۴۳۸۲' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)(تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۵' ۲۰۴)

تحقیق کے اختتام پر حرف آخر کے طور پر لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں اردو کی عام دستیاب تفسیروں میں بھی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف اس واقعہ کو منسوب کیا گیا ہے اور جو خطباء اور واعظین ان اردو کی تفاسیر پر اعتماد کرتے ہیں' وہ ایک عظیم بدری صحابی پر افتراء باندھتے ہیں' سو میں نے یہ چاہا کہ اس عظیم بدری صحابی سے اس افتراء کو دور کروں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ہم کو تحقیق کرنے کی توفیق دے اور سنی سنائی اور بے سند باتوں سے ہم کو اجتناب کی توفیق عطا فرمائے' میں نے ان آیات کی تفسیر میں حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی نفاق اور بخل سے براءت میں بہت مفصل گفتگو کی ہے تاکہ حضرت ثعلبہ کی براءت ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے اور اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۹)

Marfat.com

صاحب تبیان کی اس مفصل تحقیق کی تائید میں راقم کی طرف سے ایک دلیل

فقیر کہتا ہے کہ صاحب تبیان نے سورۃ التوبہ کی ذکر کردہ آیت کا جو مصداق بیان کیا ہے اور اس پر جو مفصل تحقیق قلمبند فرمائی ہے اس کی واضح تائید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود ہے۔ چنانچہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ:

شانِ نزول اس آیت شریفہ کی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. اَلْاٰیَۃ. (التوبہ:۷۵)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے۔

حدیث ثعلبہ ابن حاطب ہے یا اور کوئی حدیث؟ حدیث ثعلبہ کی صحیح یا حسن یا ضعیف یا موضوع؟ یہ ثعلبہ ابن حاطب بدری ہے یا اور کوئی؟ تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا:

بدری حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید انصاری ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے۔ اگرچہ یہ بھی قوم اوس سے تھا۔ اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانۂ اقدس حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ اور یہ منافق زمانۂ خلافت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مرا۔ جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور آیہ کریمہ میں اس کی مذمت اتری' حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے قبول نہ فرمائی۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لایا۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول نہ فرمائی' اور میں قبول کرلوں' ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں حاضر لایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لوں یہ کبھی نہ ہوگا۔ پھر خلافت ذی النورین غنی رضی اللہ عنہ میں لایا' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صدیق و فاروق نے قبول نہ فرمائی' میں بھی نہ لوں گا۔ آخر انہیں کی خلافت میں مر گیا۔

اللہ عزوجل اہلِ بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرما چکا:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم.

جو چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا۔

اور اس منافق کے باب میں فرماتا ہے:

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ.

اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کیا کہ مرتے دم تک نہ جائے گا۔ (التوبہ:۷۷)

حاشاللہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔

امام حافظ الشان اصابہ میں فرماتے ہیں:

ثعلبه بن حاطب بن عمرو الانصاری ذکره موسی بن عقبه و ابن اسحق فی البدریین و کذا ذکره ابن الکلبی و زادانه قتل باحد.

ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحق نے اہلِ بدر میں شمار کیا ہے' اسی طرح ابن کلبی نے ذکر کیا ہے' اور یہ بھی فرمایا کہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔

تفسیر امام ابن جریر میں ہے:

Marfat.com

حدثني محمد بن كبد حدثني ابي حدثني عمي حدثني ابي عن ابيه عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رجلا يقال له ثعلبه ابن ابي حاطب اخلف الله ما وعده فقص الله تعالى شانه في القرآن ومنهم من عاهد الله الى قوله يكذبون.

محمد بن کبد نے مجھے' ان کو ان کے والد نے' ان کو ان کے چچا نے ان کو ان کے والد نے' ان کو ان کے والد نے اور ان کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ثعلبہ بن ابی حاطب نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی تو اللہ تعالیٰ نے التوبہ میں اس کا واقعہ بیان فرمایا۔

تفسیر معالم میں ہے:

قال الحسن و مجاهد نزلت في ثعلبة بن ابي حاطب الخ.

حضرت حسن اور مجاہد نے فرمایا کہ التوبہ کی آیت: ۷۵ ثعلبہ بن ابی حاطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

تفسیر ابن جریر و ثعلبی وغیرہم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

فانزل الله تعالىٰ فيه و منهم من عاهد الله وعند رسول الله ﷺ رجل من اقارب ثعلبة فسمع ذلك فخرج حتى اتاه فقال ويحك يا ثعلبة قد انزل الله فيك كذا و كذا فخرج ثعلبة حتى اتى النبي ﷺ يساله ان يقبل صدقته فقال ان الله منعني ان اقبل منك صدقتك ثم الى ابا بكر حين استخلف فقال اقبل صدقتي فقال ابو بكر لم يقبلها رسول الله ﷺ وانا اقبلها فلما ولي عمر اتاه فقال يا امير المومنين اقبل صدقتي فقال لم يقبلها رسول الله ﷺ ولا ابو بكر ولا انا اقبلها ثم ولي عثمان فاتاه فساله فقال لم يقبلها رسول الله ﷺ ولا ابو بكر ولا عمر رضوان الله تعالى عليهما وانا لا اقبلها فلم يقبلها منه وهلك ثعلبة في خلافة عثمان رضي الله تعالى عنه اه مختصرا.

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''ومنهم من عاهد الله ''۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ثعلبہ کا کوئی رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا' اس نے جب یہ آیت سنی تو وہ ثعلبہ کے پاس آیا اور کہا: کہ افسوس اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں یہ یہ نازل فرمایا ہے۔ یہ سن کر ثعلبہ حضور کی خدمت میں آیا اور کہا: کہ آپ میرا صدقہ قبول فرمالیں تو حضور نے فرمایا: کہ مجھے اللہ نے منع فرما دیا ہے پھر وہ خلافت ابوبکر میں حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور ان سے کہا: کہ آپ میرا صدقہ قبول کر لیں تو انہوں نے کہا: کہ جس کو اللہ کے رسول نے قبول نہیں فرمایا: اس کو میں کیسے قبول کر لوں پھر وہ خلافت عمر میں حضرت عمر فاروق کے پاس آیا اور ان سے یہی بات کہی تو حضرت عمر نے فرمایا: کہ جس کو اللہ کے رسول اور ابوبکر نے قبول نہیں فرمایا اس کو میں کیسے قبول کر لوں۔ پھر وہ خلافت عثمان میں حضرت عثمان کی خدمت میں آیا اور ان سے بھی یہی کہا تو انہوں نے فرمایا: کہ جس کو اللہ کے رسول نے اور ابوبکر اور عمر نے قبول نہیں فرمایا: اس کو میں کیسے قبول کر لوں۔ پھر ثعلبہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ہلاک ہو گیا۔

یہ سب اس حدیثِ ثعلبہ کی تسلیم پر ہے۔ ورنہ وہ سرے سے ثابت الصحت نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں فرمایا: ''ان صح الخبر ولا اظنه يصح''۔

اقول یہ حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جس میں بجائے ابن ابی حاطب' ابن حاطب کہا' ابن جریر و بغوی و ثعلبی و ابن السکن و ابن شاہین و باوردی سب کے یہاں بطریق معاذ ابن رفاعہ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اور علی بن یزید

Marfat.com

میں کلام معلوم ہے۔ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ضعیف امام دارقطنی نے فرمایا متروک امام بخاری نے فرمایا منکر الحدیث اور فرمایا:

كل من اقول فيه منكر الحديث لا تحل الرواية عنه. جسے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۴'۴۳)

شیخ مودودی کی حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ تحقیق کہ وہ انسان نہیں فرشتہ ہیں

سورۃ الکہف (آیۃ ۶۰ تا ۸۲) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے جس واقعہ کو بیان فرمایا ہے' اس کے اختتام پر زیر بحث آیت کے ماتحت شیخ مودودی نے تفسیر کرتے ہوئے اس بات پر بحث و تحقیق کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان ہیں یا فرشتہ؟ اور پوری بحث میں دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فرشتہ ہیں' انسان نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

اس قصے میں ایک بڑی پیچیدگی ہے' جسے رفع کرنا ضروری ہے' حضرت خضر نے یہ تین کام جو کیے ہیں ان میں سے تیسرا کام تو خیر شریعت سے نہیں ٹکراتا' مگر پہلے دونوں کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک تمام شرائع الٰہیہ میں ثابت رہے ہیں۔ کوئی شریعت بھی کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی مملوکہ چیز کو خراب کر دے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے۔ حتیٰ کہ اگر کسی انسان کو بطریق الہام بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب چھین لے گا' اور فلاں لڑکا بڑا ہو کر سرکش اور کافر نکلے گا' تب بھی اس کے لیے خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر کشتی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت خضر نے یہ دونوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے' فی الواقع اس پیچیدگی کو کچھ بھی رفع نہیں کرتا۔ سوال یہ نہیں ہے کہ حضرت خضر نے یہ کام کس کے حکم سے کیے تھے۔ ان کا حکمِ الٰہی سے ہونا تو بالیقین ثابت ہے کیونکہ حضرت خضر خود فرماتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ان کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ اللہ کی رحمت ان کی محرک ہوئی ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ خود فرما چکا ہے کہ حضرت خضر کو اللہ کی طرف سے ایک علم خاص حاصل تھا۔ پس یہ امر تو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے کیے گئے تھے۔ مگر اصل سوال جو یہاں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی؟ ظاہر ہے کہ یہ تشریعی احکام نہ تھے' کیونکہ شرائع الٰہیہ کے جو بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے کتب آسمانی سے ثابت ہیں ان میں کبھی کسی انسان کے لیے یہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ وہ بلا ثبوتِ جرم کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے۔ اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ احکام اپنی نوعیت میں اللہ تعالیٰ کے ان تکوینی احکام سے مشابہت رکھتے ہیں جن کے تحت دنیا میں ہر آن کوئی بیمار ڈالا جاتا ہے اور کوئی تندرست کیا جاتا ہے' کسی کو موت دی جاتی ہے اور کسی کو زندگی سے نوازا جاتا ہے' کسی کو تباہ کیا جاتا ہے اور کسی پر نعمتیں نازل کی جاتی ہیں۔ اب اگر یہ تکوینی احکام ہیں تو ان کے مخاطب صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں شرعی جواز و عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیار کے بغیر صرف اوامر الٰہیہ کی تعمیل کرتے ہیں۔ رہا انسان تو خواہ وہ بلا ارادہ کسی تکوینی حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنے' اور خواہ الہاماً اس طرح کا کوئی غیبی علم اور حکم پا کر اس پر عملدرآمد کرے' بہر حال وہ گناہگار ہونے سے نہیں بچ سکتا اگر وہ کام جو اس نے کیا ہے کسی حکم شرعی سے ٹکراتا ہو۔ اس لیے کہ انسان بحیثیت اس کے کہ وہ انسان ہے' احکامِ شرعیہ کا مکلف ہے اور اصولِ شریعت میں کہیں یہ گنجائش نہیں پائی جاتی کہ کسی انسان کے لیے

Marfat.com

محض اس بناء پر احکامِ شرعیہ میں سے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز ہو کہ اسے بذریعۂ الہام اس خلاف ورزی کا حکم ملا ہے اور بذریعۂ علمِ غیب اس خلاف ورزی کی مصلحت بتائی گئی ہے۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس پر نہ صرف تمام علمائے شریعت متفق ہیں' بلکہ اکابر صوفیہ بھی بالاتفاق یہی بات کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے تفصیل کے ساتھ عبدالوہاب شعرانی' محی الدین ابن عربی' مجدد الفِ ثانی' شیخ عبدالقادر جیلانی' جنید بغدادی' سری سقطی' ابو الحسین النوری' ابو سعید الخراز' ابو العباس احمد الدینوری اور امام غزالی جیسے نامور بزرگوں کے اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل تصوف کے نزدیک بھی کسی ایسے الہام پر عمل کرنا خود صاحبِ الہام تک کے لئے جائز نہیں ہے جو نصِ شرعی کے خلاف ہو۔

(روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۶۔۱۸)

اب کیا ہم یہ مان لیں کہ اس قاعدہ کلیہ سے صرف ایک انسان مستثنیٰ کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضرت خضر؟ یا یہ سمجھیں کہ خضر کوئی انسان نہ تھے بلکہ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیتِ الٰہی کے تحت (نہ کہ شریعت الٰہی کے تحت) کام کرتے ہیں؟

پہلی صورت کو ہم تسلیم کر لیتے اگر قرآن بالفاظِ صریح یہ کہہ دیتا کہ وہ ''بندہ'' جس کے پاس حضرت موسیٰ اس تربیت کے لیے بھیجے گئے تھے' انسان تھا۔ لیکن قرآن اس کے انسان ہونے کی تصریح نہیں کرتا بلکہ صرف: ''عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ'' ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ' کے الفاظ بولتا ہے جو ظاہر ہے کہ اس بندے کے انسان ہونے کو مستلزم نہیں ہیں' قرآن مجید میں متعدد جگہ فرشتوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے' مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورۂ انبیاء: ۲۶۔ اور سورۃ زخرف: ۱۹' پھر کسی صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر کو نوعِ انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔ اس باب میں مستند ترین روایات وہ ہیں جو عن سعید بن جبیر' عن ابن عباس' عن ابی بن کعب' عن رسول اللہ ﷺ کی سند سے ائمۂ حدیث کو پہنچی ہیں۔ ان میں حضرت خضر کے لئے صرف رَجُل کا لفظ آیا ہے' جو اگرچہ مرد انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ خود قرآن میں یہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہو چکا ہے جیسا کہ سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے: ''وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ''۔ نیز یہ ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسانوں کے سامنے آئے گا تو انسانی شکل ہی میں آئے گا اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا۔ حضرت مریم کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا تو قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے کہ: ''فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا''۔ پس نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''وہاں انہوں نے ایک مرد کو پایا'' حضرت خضر کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہمارے لیے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم ''خضر'' کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے' یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں ہے بلکہ کارگاہِ مشیت کی کارکن ہے۔ متقدمین میں سے بھی بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے جسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ماوردی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۲۔ ۴۰' بحوالہ مسودہ تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۴۶)

صاحب تبیان کی تحقیق کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے' اور شیخ مودودی کا دلائل سے رد

صاحب تبیان نے الکہف کی آیاتِ مذکورہ کی تفسیر میں دلائل و براہین سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے۔ اور شیخ مودودی کی مذکورہ تحقیق کا مفصل رد کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

متقدمین میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت خضر فرشتہ تھے' اسی طرح علامہ ماوردی نے بھی بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی یہ قول نقل کیا ہے' لیکن ان میں سے کسی کا بھی یہ مختار نہیں ہے کہ حضرت خضر فرشتہ تھے۔ ان سب کا یہی

Marfat.com

مختار ہے کہ حضرت خضر نبی تھے۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی بھی یہی رائے ہے اور اسی پر انہوں نے دلائل دیئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ انسانوں میں سے بشر تھے اور وہ بشر نبی تھے' کیونکہ انسان اسی سے علم حاصل کرتا ہے جس کا رتبہ اس سے بلند ہو اور یہ جائز نہیں کہ نبی کے اوپر ایسا انسان ہو جو نبی نہ ہو۔ (النکت والعیون ج ٦ ص ٣٢٥' مؤسس الکتب الثقافیہ' بیروت)

اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ''۔ (الکہف:۸۲) یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے۔ یعنی مجھے ان کاموں کا حکم دیا گیا اور میں ان پر واقف ہو گیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور دوسروں نے کہا وہ رسول تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے تھے' اس قول کو علامہ ماوردی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے' اور بہت سے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ نبی نہ تھے' اللہ کے ولی تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر بعض لوگوں نے حضرت خضر کو فرشتہ کہا ہے تو بعض لوگوں نے ان کو رسول اور ولی بھی کہا ہے لیکن یہ ساقط الاعتبار قول ہیں۔ جمہور کی تحقیق یہی ہے کہ وہ نبی ہیں اور ساقط الاعتبار اقوال سے استدلال کرنا انصاف سے بعید ہے۔

علامہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اور جمہور اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر نبی ہیں اور ان کو بواطن کی معرفت کا علم دیا گیا تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر شریعت کا علم تھا۔ (البحر المحیط ج ۷ ص ۲۰۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ احادیث میں حضرت خضر علیہ السلام کے لئے (رجل) مرد کا لفظ آیا ہے' لیکن مرد کا لفظ صریحاً انسان ہونے پر دلالت نہیں کرتا' ہم کہتے ہیں کہ احادیث میں کم از کم حضرت خضر کے لیے مرد کا لفظ تو آیا ہے لیکن قرآن اور حدیث میں یہ صراحت کہیں بھی نہیں آئی کہ حضرت خضر انسان نہیں' فرشتہ تھے۔ علاوہ ازیں جنات کے لئے جو ''رجل'' کا لفظ ہے' وہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ ''بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ'' ہے اور حضرت جبریل کے لئے بشر کا لفظ مثل کے ساتھ ہے' بغیر قرینہ کے ''رجل'' کا لفظ صرف آدمی کے لئے ہوتا ہے' پھر بغیر کسی تصریح کے جمہور کے موقف کے خلاف یہ کیسے مان لیا جائے کہ وہ نبی نہیں فرشتہ تھے' باقی رہا یہ شبہ کہ بلاقصور ایک لڑکے کو قتل کرنا اور کشتی کو عیب دار کرنا گناہ ہے' یہ حضرت خضر کے لئے کیسے جائز ہو گیا؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی کام گناہ اس وقت ہوتا ہے جب اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد کیا جائے' انہوں نے تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے تھے جیسا کہ انہوں نے فرمایا: ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ''۔ (الکہف:۸۲)

آپ دیکھئے! حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں سجدہ تعظیمی جائز تھا' ہماری شریعت میں حرام اور گناہ ہے' اسی طرح بنو اسرائیل کی شریعت میں مال غنیمت سے کھانا گناہ تھا' ہماری شریعت میں جائز ہے' اسی طرح حضرت موسیٰ کی شریعت میں یہ کام گناہ تھے اور حضرت خضر کے نزدیک یہ کام جائز تھے' کیونکہ ان کو اسی طرح حکم دیا گیا تھا۔ باقی رہا سید مودودی کا یہ کہنا کہ تکوینی امور فرشتوں کے سپرد کیے جاتے ہیں' نبیوں کے سپرد نہیں کیے جاتے' میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ قرآن مجید کی کس آیت میں یا کس حدیث میں لکھا ہے؟ اور بہ فرض محال اگر کہیں یہ قاعدہ لکھا ہوا بھی ہے تو یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ اس قاعدے سے کوئی استثناء نہیں ہو سکتا' جب کہ امام شافعی تو فرماتے ہیں:

ما من عام الا وقد خص عنه البعض. ہر عام قاعدہ سے کوئی نہ کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا ہے۔

Marfat.com

باقی رہا یہ کہ آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے کہ حضرت خضر فرشتہ نہیں تھے انسان تھے تو ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا. (الکہف: ۷۷)

پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے اور بستی والوں سے ان دونوں کے کھانا طلب کیا۔

امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حتی اذا اتیا اهل قریة لناما فطافا فی المجالس فاستطعما اهلها فابوا ان یضیفوهما.

وہ دونوں کم ظرف لوگوں کی بستی میں آئے اور ان کی تمام مجالس میں گھومے اور ان دونوں نے ان سے کھانا مانگا' لیکن بستی والوں نے ان دونوں کو کھانا دینے سے انکار کر دیا۔

(صحیح مسلم فضائل خضر رقم الحدیث: ۱۷۲)

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے اس بستی کی مجلسوں میں پھر پھر کر کھانا مانگا' اور ظاہر ہے کہ کھانے کی احتیاج انسانوں کو ہوتی ہے' فرشتوں کو نہیں ہوتی بلکہ فرشتوں کے سامنے حضرت ابراہیم نے کھانا رکھا' انہوں نے پھر بھی کھانا نہیں کھایا اور حضرت ابراہیم ان سے اجنبیت محسوس کر کے ان سے ڈرنے لگے۔ (ہود: ۷۰) پس حضرت خضر علیہ السلام کا کھانا طلب کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے' فرشتے نہ تھے۔

صاحب تبیان نے اس مقام پر اپنے موقف کی تائید اور شیخ مودودی کے رد کی مزید تقویت کے لئے شیخ امین احسن اصلاحی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کی تصریح نقل کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے۔

(دیکھئے: تدبر القرآن ج ۶ ص ۶۰۶' مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن لاہور' معارف القرآن ج ۵ ص ۶۱۲' مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۲ھ)

اور ان کا اس بات کی تصریح کرنا کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے' یہ اس بات کی تصریح ہے کہ وہ انسان تھے' فرشتہ نہ تھے۔

نا اہل شخص کو سند یا لائسنس جاری کرنا' شہادتِ کاذبہ ہے یا ظلم اور کذب؟

اس بارے میں مفتی محمد شفیع دیوبندی کی تحقیق

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے معارف القرآن میں اس پر بحث کی ہے کہ کسی نا اہل شخص کو سرٹیفکیٹ یا لائسنس دینا' جھوٹی شہادت ہے یا نہیں؟ اور امتحانات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لگانا' شہادت اور گواہی ہے یا نہیں؟ ان کا اپنا موقف یہ ہے کہ نا اہل کو سند یا لائسنس دینا' درحقیقت اس شخص کی قابلیت کی جھوٹی گواہی دینا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے' اسی طرح طلباء کے پرچوں پر نمبرنگ' یہ بھی طالب علم کے قابل ہونے نہ ہونے کی شہادت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

آخر میں ایک اور اہم بات بھی یہاں جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ لفظ شہادت اور گواہی کا جو مفہوم آج کل عرف میں مشہور ہو گیا ہے وہ تو صرف مقدمات وخصومات میں کسی حاکم کے سامنے گواہی دینے کے لیے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ مگر قرآن وسنت کی اصطلاح میں لفظ شہادت اس سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دینا کہ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں یا نوکری کرنے کے قابل نہیں' یہ بھی ایک شہادت ہے۔ اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شہادت ہو کر گناہ کبیرہ ہو گیا۔

اسی طرح امتحانات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا بے پروائی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۷۰۔۷۱' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' بحوالہ تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۱۸)

Marfat.com

نااہل کو سند یا لائسنس دینے سے متعلق صاحب تبیان کی تحقیق اور تحقیق مذکورہ کا دلائل سے رد

صاحب تبیان کی تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ نااہل شخص کو سند یا سرٹیفکیٹ دینا یا امتحانی کاپیوں پر ممتحن کا طلباء کو نمبر دینا' یہ تمام امور شہادت نہیں ہیں بلکہ قضاء کے مشابہ ہیں' کیونکہ شہادت کی تعریف ان امور پر صادق نہیں آتی۔ اس سلسلے میں آپ نے تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے دلائل سے مفتی محمد شفیع دیوبندی کی اس تحقیق کا رد کیا ہے کہ یہ تمام امور شہادت اور گواہی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اگر کوئی ڈاکٹر کسی صحت مند شخص کو کسی تعلق کی بناء پر یا رشوت لے کر بیماری کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے تو اس کے سر پر ایک گناہ تو رشوت لینے کا ہے اور اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا گناہ ہے۔ اور دوسرا گناہ اس کا جھوٹ ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے:

اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَO (النور:۷) اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہوO

اور جھوٹ پر عذاب کی وعید سنائی ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَO (البقرہ:۱۰) اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے' کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھےO

اگر کوئی ممتحن کسی طالب علم کے پرچہ میں رشوت لے کر یا سفارش یا تعلق کی بناء پر زیادہ نمبر لگاتا ہے یا دشمنی اور عداوت کی بنا پر اس کے نمبر کم لگاتا ہے تو یہ ظلم ہے' کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔ اور اس کا شرعی معنی ہے حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنا اور اس کو جور کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا ظلم ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۶۲' مطبوعہ ایران' النہایہ ج ۳ ص ۶۱' المفردات ص ۳۱۶۔۳۱۵)

اور ظلم بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت فرمائی ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO (ھود:۱۸) سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہےO

اس لیے کسی ڈاکٹر کا صحت مند کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دینا یا کسی افسر کا اناڑی کو ڈرائیونگ لائسنس دینا یا کسی ٹیکسی ڈرائیور کے غلط میٹر کو صحیح میٹر کی سند دینا یا رشوت لے کر کسی غیر ملکی کو قومی شناختی کارڈ بنا دینا یا کسی یونیورسٹی یا ادارہ کی جعلی سند جاری کر دینا اور اس نوع کی تمام جھوٹی اور جعلی دستاویزات' جھوٹ اور ظلم پر مبنی ہیں' اور گناہ کبیرہ ہیں۔ تاہم ان کو جھوٹی شہادت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے' خصوصاً ممتحن کے نمبر لگانے کا معاملہ کسی طور پر شہادت نہیں ہے۔ اس کے لگائے ہوئے نمبر شہادت نہیں' بلکہ ایک قسم کا فیصلہ ہیں' اگر وہ غلط نمبر لگائے گا تو یہ اس کی عدالت کے خلاف ہوگا اور قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (المائدہ:۸) کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے۔ تم عدل کرتے رہو' وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے۔

طالب علم کا پرچہ چیک کر کے جو نمبر لگاتا ہے وہ اس کی قضا اور فیصلہ ہے۔ اسی طرح جو افسر گاڑی کی فٹ نس (Fitness) کا

Marfat.com

سرٹیفکیٹ دیتا ہے یا میٹر کو صحیح قرار دیتا ہے یہ اس کی قضا اور فیصلہ ہے اور ڈاکٹر جو سرٹیفکیٹ دیتا ہے یہ اس کی ماہرانہ رائے ہے۔ یہ تمام امور مشابہ بالقضاء ہیں' شہادت نہیں۔ پس شہادت دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے میں شہادت دیتا ہوں جیسا کہ ہم عنقریب باحوالہ بیان کریں گے۔ اس لیے اگر یہ لوگ غلط فیصلہ کریں گے اور خلاف واقع تحریر کریں گے' تو عدل کے خلاف ہوگا' اور ظلم اور جھوٹ ہوگا' اور یہ کام موجب لعنت ہیں اور گناہ کبیرہ ہیں' لیکن یہ شہادت کی تعریف میں نہیں آتے۔

اس مقام پر مفسر زید مجدہم نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں مستند کتب کی روشنی میں شہادت کی تعریف ذکر کی ہے اور بتایا ہے کہ ذکر کردہ امور کو شہادت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں قاضی کے سامنے ایک شخص کے دوسرے شخص پر حق کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دینا (مثلاً کہے میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں آدمی کا فلاں شخص پر فلاں حق ہے) شریعت میں شہادت ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۵۷' مطبوعہ ایران)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم علم اور یقین کے قائم مقام ہے' اس میں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ دوسری قسم وہ ہے جو قسم کے قائم مقام ہے' اس میں مثلاً یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ زید چلنے والا ہے۔ (المفردات ص ۲۶۸)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

جب گواہ مسموعات کی جنس سے کوئی بات سنے مثلاً بیع' اقرار یا حاکم کے حکم کو سنے' یا مبصرات میں سے کسی چیز کو دیکھے مثلاً کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھے' یا کسی کو غصب کرتے ہوئے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں فلاں شخص نے بیع کی' یا حاکم نے فیصلہ کیا خواہ اس کو گواہ نہ بنایا گیا ہو۔ (عنایہ مع فتح القدیر ج ۷ ص ۳۵۷' طبع بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے لکھا ہے کہ شہادت میں لفظ شہادت (مثلاً میں شہادت دیتا ہوں) کہنا ضروری ہے' کیونکہ قرآن مجید میں اسی لفظ کے ساتھ شہادت دینے کا حکم فرمایا ہے:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (الطلاق:۲) اور تم میں سے دو نیک شخص شہادت دیں۔

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ. (البقرہ:۲۸۲) اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو شاہد (گواہ) بنالو۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ. (البقرہ:۲۸۲) اور تم اپنے مردوں میں سے دو شاہد طلب کرو۔

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ. (الطلاق:۲) اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہادت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس کی مثل ہو تو شہادت دو ورنہ چھوڑ دو۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۹۸' سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۵۶)

ان تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی سنی ہوئی بات یا کسی وقوع پذیر ہونے والے حادثہ کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دینے کو

Marfat.com

شہادت کہتے ہیں۔ اور ڈاکٹر جو کسی مریض کے متعلق اپنی رائے لکھتا ہے' یا ممتحن کسی پرچہ پر نمبر لگاتا ہے' اس میں کسی واقعہ یا حادثہ کی خبر نہیں دی جاتی' بلکہ اپنی طرف سے ایک رائے دی جاتی ہے یا ایک حکم دیا جاتا ہے۔ اس لیے ان امور کو شہادت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر بدنیتی کی وجہ سے صحیح رائے نہ لکھی جائے' یا صحیح حکم نہ لگایا جائے تو یہ عدل کے خلاف ہے اور ظلم ہے اور اگر اس نے دانستہ اپنی فی الواقع رائے کے خلاف لکھا تو یہ جھوٹ ہے اور بہرحال گناہ کبیرہ ہے۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۲۰۔۱۱۸)

نااہل شخص کو ووٹ دینا کیوں ناجائز ہے؟ اس بارے میں مفتی محمد شفیع دیوبندی کی تحقیق

گذشتہ مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی مفتی محمد شفیع نے یہی لکھا ہے کہ نااہل شخص کو ووٹ دینا چونکہ ایک جھوٹی شہادت ہے' نیز یہ غلط شفاعت (سفارش) اور ناجائز وکالت بھی ہے' اس لئے یہ ناجائز ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

کامیاب ہونے والے فارغ التحصیل طلباء کو سند یا سرٹیفکیٹ دینا اس کی شہادت ہے کہ وہ متعلقہ کام کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے۔ اگر وہ شخص واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس سرٹیفکیٹ یا سند پر دستخط کرنے والے سب کے سب شہادت کاذبہ کے مجرم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح اسمبلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت وامانت کے اعتبار سے بھی قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے نمائندوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کے حق میں یہ گواہی سچی اور صحیح ثابت ہو سکے' مگر ہمارے عوام ہیں کہ انہوں نے اس کو محض ہار جیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے ووٹ کا حق کبھی پیسوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے' کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی ناپائیدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تو اور' لکھے پڑھے دیندار مسلمان بھی نااہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت وعذاب بن رہے تھے۔

نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی ازروئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے' کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ اس کا حکم قرآن کریم کے الفاظ میں پہلے بیان ہو چکا ہے' ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا. (النساء: ۸۵)

یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا' تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے' یعنی کسی نااہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے' اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امیدوار اپنی کارکردگی کے پنج سالہ دور میں جو غلط اور ناجائز کام کرے گا' ان سب کا وبال ووٹ دینے والے کو بھی پہنچے گا۔

ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لیے وکیل بناتا ہے۔ لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات تک پہنچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا' مگر یہاں

Marfat.com

ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک شہادت' دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک صالح قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں' اسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری شفاعت بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان ووٹر پر فرض ہے کہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے' وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں' اور دیانت دار ہے یا نہیں' محض غفلت و بے پرواہی سے بلاوجہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ بنے۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۲۷۔۱۷' مطبوعہ ادارہ المعارف' کراچی۔ بحوالہ تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۲۰)

نااہل کو ووٹ دینے کے عدم جواز پر صاحب تبیان کی تحقیق اور تحقیق مذکور کا مدلل رد

مفتی محمد شفیع کی تحقیق کے برخلاف صاحب تبیان کی تحقیق یہ ہے کہ نااہل شخص کو ووٹ دینا' درحقیقت اس کو کسی منصب پر فائز کرنا ہے اور نااہل کو منصب دینے سے شرعاً منع کیا گیا ہے' نیز یہ ظلم اور خیانت ہے' نہ کہ جھوٹی شہادت یا بری شفاعت یا ناجائز وکالت' جیسا کہ مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے۔

صاحب تبیان اپنے موقف پر دلائل ذکر کرتے ہوئے اور تحقیق مذکور کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو شخص علم اور عمل کے اعتبار سے نااہل ہو' اس کو ووٹ دینا ہمارے نزدیک بھی ناجائز اور گناہ ہے' لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ووٹ کسی کے حق میں شہادت ہے' یا وکالت ہے' یا شفاعت ہے' اس کا شہادت نہ ہونا تو ہماری پہلی تقریر سے واضح ہو گیا۔ شہادت میں کسی دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے واقعہ کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دی جاتی ہے' اور ووٹ دینے کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ شفاعت اس لیے نہیں ہے کہ شفاعت میں کسی تیسرے شخص کے پاس کسی منصب کے لیے سفارش کی جاتی ہے اور اس تیسرے شخص کے اختیار میں یہ معاملہ ہوتا ہے کہ خواہ اس شفاعت کو قبول کرے خواہ رد کر دے' جب کہ ووٹ کی حیثیت اس طرح نہیں ہے۔ جس نمائندہ کے ووٹ ڈالے گئے ہیں' اگر اس کے ووٹ اپنے مقابل سے زیادہ ہوں تو وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے گا۔ اس میں کسی کے قبول کرنے نہ کرنے کا کوئی معاملہ نہیں ہے' اس طرح ووٹ وکالت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وکالت میں موکل کسی شخص کو وکیل بنانے کے بعد اس کو معزول بھی کر سکتا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۹۹) اور ووٹر کسی امیدوار کو ووٹ ڈالنے کے بعد اپنے ووٹ کو کینسل نہیں کر سکتا' اور نہ ہی منتخب ہونے کے بعد اس امیدوار کو معزول کر سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی تعلق یا لالچ یا دباؤ کی وجہ سے کسی نااہل شخص کو ووٹ ڈال رہا ہے تو اس عمل کے ناجائز ہونے کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک منصب کے لیے نااہل شخص کو مقرر کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور اسلام میں کسی نااہل کو منصب دینے سے منع کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے اپنی بات مکمل کر کے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہو گی؟ آپ نے

Marfat.com

فرمایا جب کوئی منصب کسی نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۵۹ مسند احمد بہ تحقیق احمد شاکر ج ۸ رقم الحدیث: ۸۷۱۴ الجامع الصغیر ج ۱ رقم الحدیث: ۸۸۷ الجامع الکبیر ج ۱ رقم الحدیث: ۱۸۹۵)

جو کسی ایسے شخص کو قومی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ووٹ ڈالتا ہے جو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ مند نہ ہو اور اس کا بدچلن اور بد کردار ہونا بالکل واضح ہو تو وہ اس نمائندگی کے لیے نا اہل شخص کو منتخب کر رہا ہے اور نا اہل کو منصب کے لیے منتخب کرنا اس حدیث کے مطابق قیامت آ جانے کے مترادف ہے۔ نیز اس سلسلہ میں مزید احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ کا فرمان بردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۹۳۔۹۲ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۷۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کوئی اہل شخص دین کا والی ہو تو دین پر نہ رونا اور جب نا اہل والی ہو تو پھر دین پر رونا۔ (علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے مسند احمد ج ۱۷ رقم الحدیث: ۲۳۴۷۶ امام حاکم اور امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک ج ۴ ص ۵۱۵ نیز امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ المعجم الاوسط ج ۱ رقم الحدیث: ۲۸۶ المعجم الکبیر ج ۴ رقم الحدیث: ۳۹۹۹)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جو شخص پیسوں کے لالچ برادری کے تعلق یا کسی بااثر آدمی کے دباؤ کی وجہ سے نا اہل کو ووٹ ڈالتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کرتا ہے۔ نیز اہل شخص کے ہوتے ہوئے نا اہل شخص کو ووٹ ڈالنا ظلم ہے کیونکہ ظلم کا معنی ہی یہ ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور ظالموں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ظلم گناہ کبیرہ ہے۔

نیز جب کوئی بدکردار اور فاسق و فاجر یا بدمذہب شخص اسمبلی میں پہنچے گا اور اس کو قانون سازی کا اختیار ملے گا تو یہ ممکن ہے کہ وہ خلاف شرع قانون بنائے یا اس کے حق میں ووٹ دے۔ جیسے ایوب خان کے دور میں عائلی قوانین بن گئے جو سراسر غیر اسلامی ہیں اور ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء کی وفاقی کابینہ نے یہ مسودہ قانون منظور کیا کہ عورت خواہ قاتل ہو اس کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے ایسے بے دین لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچایا یا جنہوں نے خلاف شرع قانون سازی کی وہ بھی برابر کے مجرم ہیں۔ اس لیے جو لوگ غیر متدین اور غیر صالح لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچائیں گے وہ بھی برابر کے مجرم ہوں گے۔ اس لیے نا اہل شخص کو ووٹ دینا بالکل جائز نہیں ہے یہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے ظلم ہے اور خلاف شرع قانون بنانے کا ذریعہ ہے۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۲۲۔۱۲۱)

صاحب تبیان کی یہ تحقیق مفتی محمد شفیع کی ذکر کردہ تحقیق کے مقابلہ میں یقیناً بہت مدلل اور معقول ہے۔ اس سے جہاں مفسر زید مجدہم کے علمی اور تحقیقی مقام کا اندازہ ہوتا ہے وہاں آپ کی تفسیر کی جامعیت بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب تبیان نے تفسیر کو لکھنے میں کس قدر جد و جہد اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اللہ رب کریم مفسر زید مجدہم کو اس تفسیر کی تکمیل کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے اور ہم سب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد اوّل)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	حدیث دل	۳۷
۲	مقدمہ تفسیر	۴۱
۳	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۳
۴	ضرورت وحی اور ثبوت وحی	۴۵
۵	وحی کی اقسام	۴۶
۶	قرآن مجید کی تعریف اور قرآن مجید کے اسماء	۴۸
۷	قرآن کریم کے فضائل اور اجر وثواب	۵۰
۸	قرآن مجید کو پڑھنے اور سننے کے احکام' آداب اور بعض ضروری مسائل	۵۳
۹	تفسیر کی کتابوں کو بے وضو ہاتھ لگانے کی تحقیق	۵۸
۱۰	قرآن مجید کا اعجاز	۵۹
۱۱	عدیم النظیر ہونے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۰
۱۲	فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۰
۱۳	کمی اور زیادتی نہ ہو سکنے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۱
۱۴	پیش گوئیوں کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۲
۱۵	حقائق کائنات کی خبر دینے کے اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا	۶۳
۱۶	نسخ کی تحقیق	۶۹
۱۷	نسخ کا لغوی معنی	۶۹
۱۸	نسخ کا شرعی معنی	۶۹
۱۹	نسخ میں مذاہب	۷۰
۲۰	نسخ کے متعلق پرویز صاحب کے نظریہ کا علمی جائزہ	۷۱
۲۱	نسخ کے وقوع پر قرآن مجید سے استدلال	۷۴
۲۲	ثبوت نسخ کے ذرائع	۷۴
۲۳	مصنف کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کی آیات منسوخہ کا بیان	۷۴
۲۴	احکام شرعیہ کو منسوخ کرنے کی حکمتیں	۷۹
۲۵	"نسخ القرآن بالسنة" کے قائلین اور ان کے دلائل	۸۰
۲۶	"نسخ القرآن بالسنة" کے مانعین اور ان کے دلائل کا تجزیہ	۸۰
۲۷	"نسخ القرآن بالسنة" میں سنت کا محمل	۸۲
۲۸	"نسخ القرآن بالسنة" میں نسخ کا محمل	۸۲
۲۹	"نسخ القرآن بالسنة" کی مثالیں	۸۲
۳۰	"نسخ السنة بالقرآن" کا بیان	۸۴
۳۱	"نسخ السنة بالسنة" کا بیان	۸۵
۳۲	اسباب نزول کا بیان	۸۶
۳۳	اسباب نزول کے فوائد	۸۷
۳۴	عام سبب اور آیت کے عام الفاظ	۸۸
۳۵	خاص سبب اور آیت کے خاص الفاظ	۸۸
۳۶	خاص سبب اور آیت کے عام الفاظ	۸۹

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۷	ایک آیت کے متعدد اسباب اور ایک سبب کی متعدد آیات	۹۱
۳۸	مکمل قرآن یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	۹۱
۳۹	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان	۹۳
۴۰	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت اور سورت کا بیان	۹۵
۴۱	مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت	۹۶
۴۲	عہد رسالت میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۹۶
۴۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۹۹
۴۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	۱۰۲
۴۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اوراق قرآن جلانے کا محمل اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کے متعلق فقہاء کے نظریات	۱۰۳
۴۶	قرآن مجید کے غیر محرف ہونے کے متعلق علماء شیعہ کی تصریحات	۱۰۴
۴۷	جمع قرآن کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ	۱۰۵
۴۸	سات حرفوں پر قرآن مجید کے نزول کی تحقیق	۱۰۶
۴۹	قرآن مجید کی سورتوں' آیتوں اور حرفوں کی تعداد کا بیان	۱۰۸
۵۰	قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	۱۰۹
۵۱	قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی تاریخ اور تحقیق	۱۱۲
۵۲	قرآن مجید پر رموز اوقات لگانے کی تاریخ اور تحقیق	۱۱۴
۵۳	مضامین قرآن کا خاکہ ایک نظر میں	۱۱۸
۵۴	تفسیر اور تاویل کا لغوی معنی	۱۱۸
۵۵	تفسیر کی اصطلاحی تعریف	۱۱۹
۵۶	تفسیر اور تاویل کا فرق	۱۲۰
۵۷	تفسیر قرآن کی فضیلت پر عقلی دلائل	۱۲۱
۵۸	تفسیر قرآن کی فضیلت کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۱
۵۹	قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر اعتراضات کے جوابات	۱۲۲
۶۰	قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی مشروعیت اور جواز پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل	۱۲۳
۶۱	طبقات مفسرین کا بیان	۱۲۴
۶۲	قرآن مجید کی تفسیر کے اصل مآخذ	۱۲۸
۶۳	قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری علوم	۱۲۹
	سورۂ فاتحہ	۱۳۱
۱	الحمد للّٰہ رب العلمین. (الفاتحہ:۷۔۱)	۱۳۳
۲	سورہ فاتحہ کے اسماء	۱۳۳
۳	سورہ فاتحہ کے فضائل	۱۳۶
۴	سورہ فاتحہ کا مقام نزول	۱۳۹
۵	سورہ فاتحہ کی آیات کی تعداد	۱۴۰
۶	سورہ فاتحہ کے مضامین	۱۴۱
۷	اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم	۱۴۲
۸	''اعوذ باللّٰہ'' کے مفردات کے معانی	۱۴۲
۹	''اعوذ باللّٰہ'' کے صرف اور اعراب کا بیان	۱۴۳
۱۰	نماز اور غیر نماز میں ''اعوذ باللّٰہ'' پڑھنے کے متعلق احادیث	۱۴۳
۱۱	نماز میں ''اعوذ باللّٰہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	۱۴۴
۱۲	نماز میں ''اعوذ باللّٰہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۱۴۴

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۳	نماز میں ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب	۱۴۴
۱۴	نماز میں ''اعوذ باللہ'' پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۱۴۵
۱۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۱۴۶
۱۶	بائے بسم اللہ کا معنی	۱۴۶
۱۷	فعل کو بسم اللہ کے بعد مقدر کرنے کی وجوہ	۱۴۷
۱۸	بسم اللہ میں اسم کا الف حذف کرنے کی وجہ	۱۴۷
۱۹	لفظ اللہ کا معنی اور اس کے وصف یا علم ہونے کی تحقیق	۱۴۸
۲۰	رحمٰن اور رحیم کا معنی	۱۴۹
۲۱	رحمٰن کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجوہ	۱۵۰
۲۲	بسم اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رمز اور اشارہ	۱۵۰
۲۳	''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے متعلق فقہی مباحث	۱۵۱
۲۴	''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے آیت قرآن ہونے کی تحقیق	۱۵۱
۲۵	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۲
۲۶	اوائل سور میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ان سورتوں کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۳
۲۷	نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ	۱۵۴
۲۸	نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ	۱۵۵
۲۹	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے احکام شرعیہ اور مسائل	۱۵۶
۳۰	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء لکھنے اور پڑھنے کے آداب	۱۵۷

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۱	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فوائد اور حکمتیں	۱۵۷
۳۲	حمد کے لغوی اور اصطلاحی معانی	۱۶۰
۳۳	تمام تعریفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے استحقاق پر دلیل	۱۶۱
۳۴	مخلوق کا شکر ادا کرنے سے پہلے خالق کا شکر ادا کیا جائے	۱۶۱
۳۵	اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد وثناء سے مخلوق کا عاجز ہونا	۱۶۲
۳۶	اللہ کی حمد کرنے کے احوال اور اوقات	۱۶۲
۳۷	اللہ کی حمد کی فضیلت اور اجر وثواب	۱۶۴
۳۸	خود اپنی حمد وثناء کرنے کی شرعی نوعیت	۱۶۵
۳۹	کسی دوسرے شخص کے سامنے اس کی حمد وثنا کرنے کی شرعی نوعیت	۱۶۷
۴۰	منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل	۱۶۸
۴۱	رب کا لغوی اور شرعی معنی	۱۶۹
۴۲	العٰلمین کا لغوی اور عرفی معنی	۱۷۰
۴۳	العٰلمین کے متعلق اقوال میں مصنف کا مختار	۱۷۱
۴۴	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور وفکر	۱۷۱
۴۵	کمال ذات' گزشتہ احسان' رجا اور خوف سے حمد وثناء کا تقاضا	۱۷۱
۴۶	بعض مفسرین کی فروگزاشت	۱۷۲
۴۷	مٰلک اور مَلِک کی دو قراءتیں	۱۷۲
۴۸	یوم کا عرفی اور شرعی معنی	۱۷۳
۴۹	یوم قیامت کی مقدار	۱۷۳
۵۰	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	۱۷۵
۵۱	وقوع قیامت پر شرعی دلائل	۱۷۵
۵۲	دنیا میں راحت اور مصیبت کا آنا' مکمل جزاء اور سزا نہیں ہے	۱۷۶
۵۳	دین کا لغوی معنی	۱۷۶
۵۴	دین' شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات	۱۷۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۵	"اللہ رب، رحمٰن، رحیم" اور "مالک یوم الدین" میں وجہ ارتباط	۱۷۷
۵۶	عبادت کا لغوی معنی	۱۷۸
۵۷	عبادت کا اصطلاحی معنی	۱۷۹
۵۸	قرآن مجید میں عبد کے اطلاقات	۱۷۹
۵۹	اپنے غلام کو "میرا عبد" کہنے کی کراہت اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کی تحقیق	۱۸۰
۶۰	عبادت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	۱۸۱
۶۱	"ایاک نعبد" میں حرف خطاب کو مقدم کرنے کے اسرار اور نکات	۱۸۲
۶۲	"ایاک نعبد" میں جمع کا صیغہ لانے کے اسرار اور نکات	۱۸۳
۶۳	غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات کے اسرار اور نکات	۱۸۳
۶۴	استعانت کا معنی	۱۸۴
۶۵	"ایاک نستعین" کی تفسیر	۱۸۴
۶۶	عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجوہ	۱۸۴
۶۷	اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق	۱۸۵
۶۸	اولیاء اللہ سے استعانت کا صحیح طریقہ	۱۸۷
۶۹	وسیلہ کا لغوی معنی	۱۸۷
۷۰	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء کرام کی عبارات	۱۸۸
۷۱	حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا	۱۸۹
۷۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا	۱۹۱
۷۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا	۱۹۲
۷۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۱۹۳
۷۵	حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۱۹۴
۷۶	شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح	۱۹۵
۷۷	طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب	۱۹۵
۷۸	توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	۱۹۶
۷۹	توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ	۱۹۸
۸۰	توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ	۱۹۹
۸۱	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ	۲۰۰
۸۲	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ	۲۰۱
۸۳	انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین سے براہِ راست استمداد کے متعلق احادیث	۲۰۱
۸۴	رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۰۲
۸۵	امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج	۲۰۳
۸۶	ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف	۲۰۴
۸۷	ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف	۲۰۷
۸۸	ہدایت کا لغوی معنی اور اس کی اقسام	۲۰۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۹	ہدایت کی اقسام کی مزید تفصیل	۲۱۰
۹۰	اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا فرق	۲۱۰
۹۱	صراط مستقیم کا لغوی اور شرعی معنی	۲۱۱
۹۲	کیا نمازی کا صراط مستقیم کی دعا کرنا تحصیل حاصل ہے؟	۲۱۱
۹۳	جمع کے صیغہ سے دعا کرنے کی وجہ اور ربط آیات	۲۱۲
۹۴	انعام یافتہ لوگوں کا بیان	۲۱۳
۹۵	انعام یافتہ لوگوں کے راستوں کا بیان	۲۱۳
۹۶	''مغضوب'' کا معنی	۲۱۴
۹۷	''المغضوب علیھم'' کی ماثور تفسیر	۲۱۴
۹۸	''مغضوب'' کا معنی بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش	۲۱۴
۹۹	''ضالین'' کے معانی	۲۱۵
۱۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ''ضالین'' کی منقول تفسیر	۲۱۷
۱۰۱	جن لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا' آیا وہ شریعت کے مکلف ہیں یا نہیں؟	۲۱۷
۱۰۲	آمین کا معنی	۲۱۷
۱۰۳	نماز میں آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ	۲۱۸
۱۰۴	آمین کہنے کی فضیلت میں احادیث	۲۱۹
۱۰۵	آمین بالجہر کے متعلق احادیث	۲۱۹
۱۰۶	آمین بالسر کے متعلق احادیث	۲۲۰
۱۰۷	آمین قرآن مجید کا جز نہیں ہے	۲۲۱
۱۰۸	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۲۱
۱۰۹	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۲۲
۱۱۰	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۲۳
۱۱۱	فاتحہ خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ	۲۲۳
	سورہ بقرہ	۲۲۹
۱	سورہ بقرہ کا اجمالی تعارف	۲۳۱
۲	سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ	۲۳۲
۳	سورہ بقرہ کے محل نزول اور آیات اور حروف کی تعداد کا بیان	۲۳۳
۴	سورہ بقرہ کے فضائل میں احادیث اور آثار	۲۳۴
۵	الم○ذلك الكتب لا ريب. (البقرہ:۵۔۱)	۲۳۷
۶	حروف مقطعات کے علم کی تحقیق	۲۳۷
۷	کتاب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۴۰
۸	''ریب'' کا معنی	۲۴۱
۹	قرآن مجید میں ''ریب'' کی نفی اور اثبات کا محمل	۲۴۱
۱۰	آیا قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے یا صرف متقین کے لیے؟	۲۴۲
۱۱	تقویٰ کا صیغہ اور اس کا لغوی معنی	۲۴۲
۱۲	تقویٰ کا اصطلاحی معنی	۲۴۳
۱۳	تقویٰ اور متقین کے متعلق احادیث	۲۴۵
۱۴	تقویٰ کے مراتب	۲۴۶
۱۵	ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۷
۱۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب	۲۴۹
۱۷	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان	۲۵۰
۱۸	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا اور سمجھنا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے	۲۵۱
۱۹	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲
۲۰	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲
۲۱	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد	۲۵۳
۲۳	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد	۲۵۴
۲۴	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات	۲۵۵
۲۵	آیا اسلام اور ایمان متغائر ہیں یا متحد؟	۲۵۶
۲۶	غیب کا معنی	۲۵۸
۲۷	آیات مذکورہ میں غیب کا مصداق	۲۵۸
۲۸	آیات مذکورہ میں مومنین بالغیب کا مصداق	۲۵۸
۲۹	آیا مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں	۲۵۹
۳۰	خلاصہ بحث	۲۶۳
۳۱	جس غیب کی خبر دے دی جائے آیا وہ غیب رہا یا نہیں؟	۲۶۳
۳۲	صلوٰۃ کا لغوی معنی	۲۶۴
۳۳	اقامت صلوٰۃ کے معانی اور محامل	۲۶۴
۳۴	بہ تدریج نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان	۲۶۵
۳۵	عبادات میں نماز کی جامعیت	۲۶۶
۳۶	قرآن مجید اور احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید	۲۶۷
۳۷	تارک نماز کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۶۹
۳۸	تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۷۰
۳۹	تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۷۰
۴۰	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	۲۷۱
۴۱	تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۷۲
۴۲	تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۲۷۲
۴۳	فقہاء احناف کے موقف پر دلیل	۲۷۳
۴۴	رزق کا لغوی معنی	۲۷۳
۴۵	رزق کا اصطلاحی معنی	۲۷۳
۴۶	حرام کے رزق نہ ہونے پر معتزلہ کے دلائل	۲۷۴
۴۷	معتزلہ کے دلائل کے جوابات	۲۷۴
۴۸	حرام کے رزق ہونے پر اہل سنت کے دلائل	۲۷۵
۴۹	آیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالخصوص زکوٰۃ مراد ہے یا عام خرچ کرنا؟	۲۷۶
۵۰	راہِ خدا میں کل مال خرچ کرنے کی شرعی حیثیت	۲۷۶
۵۱	''انزال'' کا معنی اور اس کی کیفیت	۲۷۷
۵۲	''ما انزل الیك وما انزل من قبلك'' کی تفسیر	۲۷۷
۵۳	ختم نبوت پر دلیل	۲۷۷
۵۴	دار آخرت اور یقین کا معنی	۲۷۸
۵۵	ان الذین کفروا سوآء علیھم. (الفاتحہ:۷۔۶)	۲۷۹
۵۶	کفر کا لغوی معنی	۲۷۹
۵۷	دیگر مفردات کے لغوی معانی	۲۸۰
۵۸	شان نزول	۲۸۰
۵۹	اللہ تعالیٰ کے کلام کے قدیم ہونے پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کا جواب	۲۸۰
۶۰	اللہ تعالیٰ نے جس ممکن کے عدم وقوع کی خبر دی ہے اس کے ساتھ مکلف کرنے کی تحقیق	۲۸۱
۶۱	محال بالذات کے ساتھ مکلف کرنے پر علامہ بیضاوی کی دلیل اور اس کا جواب	۲۸۱
۶۲	جن کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ہے' ان کو تبلیغ کرنے کی وجہ	۲۸۲
۶۳	جب کفار کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو ان سے مواخذہ کیوں؟	۲۸۲
۶۴	قلب کی تعریف	۲۸۴
۶۵	ومن الناس من یقول امنا باللہ. (البقرہ:۱۰۔۸)	۲۸۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۶	منافقین کے اللہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے سلسلہ میں اعتراضات کے جوابات	۲۸۵
۶۷	شعور کا معنی	۲۸۶
۶۸	مرض کی تعریف اور منافقین کے مرض کا بیان	۲۸۶
۶۹	جھوٹ کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور منافقین کے جھوٹ کا بیان	۲۸۷
۷۰	جھوٹ بولنے کی ممانعت اور اس کے عذاب کے متعلق احادیث	۲۸۷
۷۱	جھوٹ بولنے کی رخصت کے مواقع	۲۸۸
۷۲	جان' مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت	۲۸۸
۷۳	شعر اور مبالغہ میں جھوٹ کا راز	۲۸۸
۷۴	تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنے کا جواز	۲۸۹
۷۵	توریہ کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے	۲۹۱
۷۶	خلاصہ بحث	۲۹۱
۷۷	واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض. (البقرہ: ۱۳۔۱۱)	۲۹۲
۷۸	منافقین اپنے افساد کو اصلاح کیوں کہتے تھے؟	۲۹۲
۷۹	عہد رسالت سے لے کر آج تک افساد کو اصلاح کا نام دینے کا تسلسل	۲۹۳
۸۰	ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کے ایمان کا معیار ہونا	۲۹۳
۸۱	زندیق کی توبہ کی قبولیت پر دلیل	۲۹۴
۸۲	زندیق کی تحقیق اور اس کا شرعی حکم	۲۹۴
۸۳	صحابہ کرام پر سب وشتم کی مذمت اور رد	۲۹۵
۸۴	واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا. (البقرہ. ۱۵۔۱۴)	۲۹۶
۸۵	ان شیاطین کا بیان جن سے منافق خلوت میں ملتے تھے	۲۹۶

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۶	اللہ تعالیٰ کے استہزاء کی توجیہ	۲۹۷
۸۷	اولئك الذین اشتروا الضلالة بالهدی. (البقرہ: ۱۸۔۱۶)	۲۹۸
۸۸	منافقین کے احوال کی پہلی مثال	۲۹۸
۸۹	او کصیب من السماء. (البقرہ: ۲۰۔۱۹)	۲۹۹
۹۰	منافقین کے احوال کی دوسری مثال	۳۰۰
۹۱	دونوں مثالوں کا تجزیہ	۳۰۰
۹۲	آیا عہد رسالت کے بعد منافقوں کا وجود ہے یا نہیں؟	۳۰۰
۹۳	شے کے معنی میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف	۳۰۱
۹۴	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کا محال ہونا	۳۰۱
۹۵	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معنی کی تحقیق اور اس کے کذب کے محال ہونے پر دلائل	۳۰۲
۹۶	یایها الناس اعبدوا ربکم. (البقرہ: ۲۲۔۲۱)	۳۰۳
۹۷	ربط آیات اور التفات کے فوائد	۳۰۳
۹۸	باوجود اللہ تعالیٰ کے قرب کے "یایها الناس" سے ندا کرنے کی توجیہ	۳۰۳
۹۹	"یایها الناس" سے سورہ بقرہ کے مدنی ہونے پر اعتراض کا جواب	۳۰۴
۱۰۰	مومنین' کفار اور منافقین کے لیے عبادت کے حکم کا الگ الگ معنی	۳۰۴
۱۰۱	کفار کے فروع کے مکلف ہونے میں علماء بخارا اور علماء شافعیہ کا اختلاف اور صحیح موقف کا بیان	۳۰۴
۱۰۲	اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اعتراف	۳۰۵
۱۰۳	اللہ تعالیٰ کے خالق اور لاشریک ہونے پر دلائل	۳۰۵
۱۰۴	"لعلکم تتقون" میں امید کی نسبت بندوں کی طرف ہے	۳۰۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۵	انسان عبادت پر غرور کرے نہ عبادت کی وجہ سے خود کو اجر کا مستحق سمجھے	۳۰۷
۱۰۶	زمین کا گول ہونا اور اس کا گردش کرنا اس کے فرش ہونے کے منافی نہیں ہے	۳۰۹
۱۰۷	پھلوں کو بتدریج پیدا کرنے کی حکمت	۳۰۹
۱۰۸	اللہ تعالیٰ کے لاشریک ہونے کا بیان	۳۱۰
۱۰۹	شرک کی تعریف	۳۱۱
۱۱۰	کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے	۳۱۱
۱۱۱	وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا. (البقرہ: ۲۴-۲۳)	۳۱۳
۱۱۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۳۱۴
۱۱۳	شہید کا معنی	۳۱۵
۱۱۴	دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان	۳۱۶
۱۱۵	وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت. (البقرہ: ۲۵)	۳۱۶
۱۱۶	نجات کا مدار اللہ کے فضل پر ہے نہ کہ اعمال پر	۳۱۷
۱۱۷	جنت کا معنی، قرآن اور حدیث میں جنت کی ترغیب اور اس کی طلب کا بیان	۳۱۷
۱۱۸	جنتی عورتوں اور حوروں کی پاکیزگی، حسن و جمال اور ان کے ساتھ نکاح کی کیفیت کا بیان	۳۲۰
۱۱۹	جس عورت نے دنیا میں متعدد نکاح کیے ہوں، وہ آخرت میں کس خاوند کے نکاح میں ہوگی؟	۳۲۱
۱۲۰	جن مردوں اور عورتوں کا دنیا میں نکاح نہیں ہوا، ان کا جنت میں نکاح ہو جائے گا	۳۲۱
۱۲۱	جنت میں ناپاک اور ناجائز خواہشات نہیں ہوں گی	۳۲۲
۱۲۲	ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا. (البقرہ: ۲۷-۲۶)	۳۲۲
۱۲۳	مثال بیان کرنے کا قاعدہ	۳۲۴
۱۲۴	حیاء کا معنی اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی طرف حیاء کی نسبت کا محمل	۳۲۴
۱۲۵	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی توجیہ	۳۲۵
۱۲۶	فسق کی تعریف اور اس کی اقسام	۳۲۵
۱۲۷	عہد موثق کا معنی اور اس کی اقسام	۳۲۶
۱۲۸	منافقین کا شر اور فساد	۳۲۷
۱۲۹	کیف تکفرون باللہ. (البقرہ: ۲۹-۲۸)	۳۲۷
۱۳۰	حیات اور موت کا معنی	۳۲۸
۱۳۱	زمین اور آسمان کی تخلیق کی ترتیب	۳۲۸
۱۳۲	اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق	۳۲۹
۱۳۳	حشر اجساد پر دلیل	۳۳۱
۱۳۴	واذ قال ربک للملائکۃ. (البقرہ: ۳۳-۳۰)	۳۳۱
۱۳۵	ربط آیات	۳۳۲
۱۳۶	ملائکہ کی حقیقت، ان کی خصوصیت اور ان کے فرائض منصبی کا بیان	۳۳۳
۱۳۷	خلیفہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۳۳۴
۱۳۸	آیت مذکورہ میں خلیفہ کے مصداق کا بیان	۳۳۵
۱۳۹	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	۳۳۶
۱۴۰	حضرت آدم کے خلیفہ بنانے پر فرشتوں کے سوال کرنے کا محمل	۳۳۶
۱۴۱	حضرت آدم کو خلیفہ بنانے کی وجہ اور فرشتوں کے شبہ کا ازالہ	۳۳۷
۱۴۲	آدم کی لفظی تحقیق اور حضرت آدم کی تخلیق کے مراحل	۳۳۷
۱۴۳	حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم کا بیان	۳۳۸
۱۴۴	واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم. (البقرہ: ۳۹-۳۴)	۳۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۵	حضرت آدم کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	۳۳۹
۱۴۶	سجدہ کے لغوی اور شرعی معنی	۳۴۰
۱۴۷	تکبر کا معنی اور ابلیس کے تکبر کا بیان	۳۴۰
۱۴۸	ابلیس کا معنی اور اس کے فرشتہ یا جن ہونے کی تحقیق	۳۴۱
۱۴۹	حضرت حوا کی خلقت کا بیان	۳۴۳
۱۵۰	آیا حضرت آدم کو جنت الخلد میں رکھا گیا تھا یا زمین کے کسی باغ میں؟	۳۴۴
۱۵۱	شجر ممنوع کا بیان	۳۴۵
۱۵۲	آیا شجر ممنوع سے کھانا معصیت تھا یا نہیں؟	۳۴۵
۱۵۳	شجر ممنوع سے کھانے کے لیے ابلیس کی وسوسہ اندازی کا بیان	۳۴۶
۱۵۴	عصمت انبیاء کا اصطلاحی معنی	۳۴۷
۱۵۵	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل	۳۴۸
۱۵۶	عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب	۳۵۰
۱۵۷	عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب	۳۵۰
۱۵۸	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب	۳۵۰
۱۵۹	حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کی حکمتوں کا بیان	۳۵۱
۱۶۰	حضرت آدم کی توبہ کے کلمات اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل	۳۵۲
۱۶۱	توبہ کا لغوی اور شرعی معنی	۳۵۴
۱۶۲	قرآن مجید اور سنت میں توبہ کا بیان	۳۵۵
۱۶۳	دوبارہ نیچے اترنے کا حکم دینے کی حکمت	۳۵۷
۱۶۴	عصمت آدم پر حشویہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۵۷
۱۶۵	حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں خلیفہ اعظم ہونا	۳۵۸
۱۶۶	بشر اور فرشتے کے درمیان افضلیت کا بیان	۳۶۰
۱۶۷	قصہ آدم اور ابلیس میں حکمتیں اور نصیحتیں	۳۶۱
۱۶۸	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ: ۴۰-۴۶)	۳۶۱
۱۶۹	ربط آیات	۳۶۲
۱۷۰	بنو اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان اور ان نعمتوں کے یاد دلانے کی وجہ	۳۶۳
۱۷۱	بنو اسرائیل اور اللہ تعالیٰ کے مابین عہد کا بیان	۳۶۳
۱۷۲	قرآن مجید کس چیز میں تورات کا مصدق ہے؟ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی شریعت پر عمل اور حضور کی رسالت کا عموم	۳۶۴
۱۷۳	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی تحقیق	۳۶۵
۱۷۴	قرآن خوانی کے نذرانوں کے جواز کا بیان	۳۶۹
۱۷۵	یہود کی تلبیس اور کتمان حق کا بیان	۳۷۰
۱۷۶	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے وجوب کی شرائط کا بیان	۳۷۰
۱۷۷	باجماعت نماز پڑھنے کے فوائد	۳۷۱
۱۷۸	جماعت کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	۳۷۱
۱۷۹	نوافل کی جماعت کی تحقیق	۳۷۳
۱۸۰	خواتین کی امامت کی تحقیق	۳۷۴
۱۸۱	خواتین کی امامت کے متعلق احادیث	۳۷۴
۱۸۲	خواتین کے امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۳	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۴	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۳۷۶
۱۸۵	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۳۷۷
۱۸۶	سمجھدار نابالغ لڑکے کی امامت کی تحقیق	۳۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۷	یہود کی بے عملی کا بیان	۳۸۰
۱۸۸	بے عمل علماء کے عذاب کا بیان	۳۸۰
۱۸۹	آیا نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟	۳۸۱
۱۹۰	بے علم کے وعظ' تقریر اور اس کے مرید کرنے کا شرعی حکم	۳۸۲
۱۹۱	صبر کے معانی	۳۸۷
۱۹۲	صبر کے متعلق احادیث	۳۸۷
۱۹۳	نماز سے مدد حاصل کرنے کا بیان	۳۸۸
۱۹۴	خشوع کا معنی	۳۸۸
۱۹۵	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ:۴۸-۴۷)	۳۸۹
۱۹۶	شفاعت کی تحقیق	۳۹۰
۱۹۷	شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل	۳۹۱
۱۹۸	شفاعت پر احادیث سے دلائل	۳۹۳
۱۹۹	واذ نجینا کم من ال فرعون. (البقرہ:۵۴-۴۹)	۳۹۵
۲۰۰	بنواسرائیل پر فرعون کے عذاب کا بیان	۳۹۶
۲۰۱	فرعون کا نام	۳۹۷
۲۰۲	آل کا لغوی معنی	۳۹۷
۲۰۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے مصداق کی تحقیق	۳۹۸
۲۰۴	بنواسرائیل کے لیے سمندر چیرنے کا بیان	۴۰۰
۲۰۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام ونسب کا بیان	۴۰۰
۲۰۶	تورات کا نزول اور بنواسرائیل کی گوسالہ پرستی	۴۰۰
۲۰۷	بنواسرائیل کی قبولیت توبہ کا بیان	۴۰۱
۲۰۸	واذ قلتم یا موسی لن نؤمن لك. (البقرہ:۵۹-۵۵)	۴۰۳
۲۰۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معذرت کے لیے ستر بنواسرائیل کو طور پر لے جانا	۴۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۰	ستر اسرائیلیوں کا دوبارہ زندہ ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی نہیں	۴۰۵
۲۱۱	میدان تیہ میں بنواسرائیل کی سرگردانی کا پس منظر وپیش منظر اور اللہ کی نعمتوں کا بیان	۴۰۵
۲۱۲	بنواسرائیل کا "حطة" کو "حنطة" کہنا	۴۰۶
۲۱۳	بنواسرائیل پر طاعون کا عذاب	۴۰۷
۲۱۴	طاعون کے متعلق احادیث	۴۰۷
۲۱۵	طاعون کے متعلق قدیم علماء اور جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق	۴۰۸
۲۱۶	طاعون کی علامت دوطرح سے نمودار ہوتی ہے	۴۰۸
۲۱۷	طاعون کا علاج	۴۰۹
۲۱۸	واذا ستسقی موسیٰ لقومه. (البقرہ:۶۱-۶۰)	۴۰۹
۲۱۹	زمین سے پانی نکالنے میں حضرت موسیٰ کا معجزہ اور اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی کا معجزہ	۴۱۰
۲۲۰	یہودیوں کے نبیوں کو قتل کرنے پر تورات کی شہادت	۴۱۱
۲۲۱	یہودیوں پر ذلت مسلط کیے جانے کے باوجود اسرائیل کی حکومت کی توجیہ	۴۱۲
۲۲۲	ان الذین امنوا والذین هادوا والنصاری. (البقرہ:۶۲)	۴۱۲
۲۲۳	صابئین کے دین کی تحقیق	۴۱۲
۲۲۴	ایمان لائے ہوئے لوگوں کے ایمان لانے کی توجیہ	۴۱۳
۲۲۵	آیا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے سے موجودہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی	۴۱۴
۲۲۶	نجات کے لیے صرف کسی دین کی طرف منسوب ہونا کافی نہیں ہے	۴۱۵

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۲۲۷	واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور. (البقرہ:۶۶۔۶۳)	۴۱۶
۲۲۸	عہد اور میثاق کے معنی	۴۱۶
۲۲۹	کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود عمل ہے	۴۱۷
۲۳۰	کیا بنو اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو معلق کر کے ان سے تورات کو قبول کرانا' ان کے اختیار کے منافی نہیں تھا؟	۴۱۷
۲۳۱	موجودہ بندروں کے مسخ شدہ اسرائیلی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۴۱۹
۲۳۲	تناسخ اور تماسخ کا بیان	۴۲۲
۲۳۳	حیلہ کی تحقیق	۴۲۲
۲۳۴	قرآن اور سنت میں حیلہ کا ثبوت	۴۲۳
۲۳۵	حیلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۴۲۴
۲۳۶	فقہاء کے بیان کیے ہوئے بعض حیلے	۴۲۴
۲۳۷	حیلہ اسقاط کی تحقیق	۴۲۵
۲۳۸	واذ قال موسٰی لقومہ ان اللہ یامرکم. (البقرہ:۷۱۔۶۷)	۴۲۶
۲۳۹	بنو اسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا بیان	۴۲۷
۲۴۰	بنو اسرائیل کی گائے کا بیان	۴۲۸
۲۴۱	گائے ذبح کرنے کے واقعہ سے استنباط شدہ مسائل	۴۲۸
۲۴۲	واذ قتلتم نفسا فادرء تم فیھا. (البقرہ:۷۴۔۷۲)	۴۲۹
۲۴۳	گائے کا ایک عضو مقتول پر مارنے سے اس کا زندہ ہونا	۴۳۰
۲۴۴	گائے ذبح کرا کر مقتول کو زندہ کرنے کی حکمت	۴۳۰
۲۴۵	پتھروں' درختوں اور جانوروں کا ادراک اور ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا	۴۳۱

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۲۴۶	افتطمعون ان یومنوا لکم. (البقرہ:۷۹۔۷۵)	۴۳۳
۲۴۷	آیات مذکورہ کا شان نزول	۴۳۴
۲۴۸	بنو اسرائیل کی تحریف کا بیان	۴۳۵
۲۴۹	یہود کے نفاق کا بیان	۴۳۶
۲۵۰	"امی" اور "امنیہ" کا بیان	۴۳۶
۲۵۱	"ویل" کا معنی	۴۳۷
۲۵۲	وقالوا لن تمسنا النار. (البقرہ:۸۲۔۸۰)	۴۳۷
۲۵۳	عذاب یہود کے مزعومہ چند دنوں کا بیان	۴۳۸
۲۵۴	بلا توبہ مرتکب کبیرہ مرنے والوں کے دائمی عذاب پر معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب	۴۳۸
۲۵۵	واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل. (البقرہ:۸۳)	۴۳۹
۲۵۶	ربط آیات	۴۳۹
۲۵۷	والدین کی اطاعت پر ثواب کے متعلق احادیث	۴۳۹
۲۵۸	ماں باپ کی نافرمانی پر عذاب کے متعلق احادیث	۴۴۲
۲۵۹	رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق احادیث	۴۴۳
۲۶۰	واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دمائکم. (البقرہ:۸۶۔۸۴)	۴۴۴
۲۶۱	یہود مدینہ کا ایک دوسرے کو قتل کر کے میثاق توڑنے کا بیان	۴۴۵
۲۶۲	ولقد اتینا موسٰی الکتب. (البقرہ:۸۸۔۸۷)	۴۴۵
۲۶۳	عیسٰی' مریم اور روح القدس کے معنی	۴۴۶
۲۶۴	انبیاء کرام سے یہود کے عناد رکھنے کا بیان	۴۴۶
۲۶۵	آیات مذکورہ سے مسائل کا استنباط	۴۴۷
۲۶۶	ولما جاء ھم کتاب من عند اللہ. (البقرہ:۹۰۔۸۹)	۴۴۸
۲۶۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	قبول ہونا	۴۴۸
۲۶۸	خلاصہ آیات اور استنباط مسائل	۴۴۹
۲۶۹	واذا قیل لهم امنوا بما انزل الله. (البقرہ: ۹۳۔۹۱)	۴۴۹
۲۷۰	تورات پر یہود کے دعویٰ ایمان کا رد اور ابطال	۴۵۰
۲۷۱	قرآن مجید کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ	۴۵۱
۲۷۲	قل ان کانت لکم الدار الاخرة. (البقرہ: ۹۶۔۹۴)	۴۵۲
۲۷۳	یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں	۴۵۲
۲۷۴	قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل	۴۵۳
۲۷۵	حصولِ شہادت کے لیے موت کی تمنا کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت	۴۵۳
۲۷۶	قل من کان عدوا لجبریل. (البقرہ: ۱۰۱۔۹۷)	۴۵۴
۲۷۷	یہود کا جبریل کو اپنا دشمن کہنا	۴۵۵
۲۷۸	جبریل کو دشمن کہنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	۴۵۷
۲۷۹	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۴۵۷
۲۸۰	یہودیوں کا آپ پر ایمان لانے کے عہد کو توڑنا	۴۵۸
۲۸۱	واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان. (البقرہ: ۱۰۳۔۱۰۲)	۴۵۸
۲۸۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق	۴۵۹
۲۸۳	سحر کے لغوی معنی	۴۶۱
۲۸۴	سحر کے شرعی معنی	۴۶۲
۲۸۵	سحر کی تحقیق میں مذاہب، سحر کے دلائل اور ان پر اعتراضات کے جوابات	۴۶۲

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۸۶	سحر کے شرعی حکم کی تحقیق	۴۶۵
۲۸۷	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۴۶۵
۲۸۸	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۴۶۵
۲۸۹	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۴۶۶
۲۹۰	سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۴۶۷
۲۹۱	مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور تجزیہ	۴۶۸
۲۹۲	ہاروت اور ماروت پر سحر کو نازل کرنے کی حکمت	۴۶۸
۲۹۳	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت	۴۶۹
۲۹۴	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت کا قرآن مجید سے بطلان	۴۷۰
۲۹۵	ہاروت اور ماروت کی معصیت کی روایت پر بحث ونظر	۴۷۰
۲۹۶	علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا حکماً جہل ہے	۴۷۲
۲۹۷	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کا فرق	۴۷۲
۲۹۸	یایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا. (البقرہ: ۱۰۵۔۱۰۴)	۴۷۲
۲۹۹	''راعنا'' کہنے کی ممانعت اور ''انظرنا'' کہنے کا حکم	۴۷۳
۳۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے شرعی حکم کی تحقیق	۴۷۵
۳۰۱	گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش	۴۷۷
۳۰۲	گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث	۴۷۷
۳۰۳	ما ننسخ من اية او ننسها. (البقرہ: ۱۰۶)	۴۸۰
۳۰۴	نسخ کی تحقیق	۴۸۰
۳۰۵	نسخ کے دو معنی	۴۸۰
۳۰۶	نسخ اور بداء کا فرق	۴۸۱
۳۰۷	خبر کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف	۴۸۲
۳۰۸	نسخ اور تخصیص کا فرق	۴۸۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۰۹	نسخ اور تقیید کا فرق	۴۸۳
۳۱۰	عرف اور تعامل کا بدلنا نسخ نہیں ہے	۴۸۴
۳۱۱	قرآن مجید کی آیاتِ منسوخہ کی تعداد میں اختلاف کا منشاء	۴۸۴
۳۱۲	الم تعلم ان اللّٰہ لہ ملک السموات والارض. (البقرہ: ۱۱۲-۱۰۷)	۴۸۴
۳۱۳	ربط آیات	۴۸۶
۳۱۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کی ممانعت کا محمل	۴۸۶
۳۱۵	حسد کی تحقیق	۴۸۸
۳۱۶	حسد کے متعلق احادیث اور آثار	۴۸۸
۳۱۷	حسد کے مراتب	۴۹۰
۳۱۸	حسد کے اسباب	۴۹۰
۳۱۹	حسد کو زائل کرنے کا علاج	۴۹۱
۳۲۰	کافروں اور مشرکوں کی زیادتی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درگزر کرنا	۴۹۲
۳۲۱	عفو اور درگزر کا منسوخ ہونا	۴۹۳
۳۲۲	شخصی معاملہ میں زیادتی سے درگزر کرنا اور دین کے معاملہ میں رعایت نہ کرنا	۴۹۳
۳۲۳	آخرت کے لیے نیکیوں کا بھیجنا	۴۹۴
۳۲۴	وقالت الیہود لیست النصاری. (البقرہ: ۱۱۳)	۴۹۶
۳۲۵	یہود و نصاریٰ کا فرقوں میں بٹنا	۴۹۶
۳۲۶	ملت اسلامیہ کا بیان اور اسلامی فرقوں کی تحقیق	۴۹۶
۳۲۷	شریعت' طریقت اور حقیقت کا بیان	۵۰۰
۳۲۸	ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ. (۱۱۵-۱۱۴)	۵۰۱
۳۲۹	آیت مذکورہ کے شان نزول کی تحقیق	۵۰۱
۳۳۰	ذکر بالجہر کی تحقیق	۵۰۲
۳۳۱	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۰۳
۳۳۳	''وللّٰہ المشرق والمغرب'' کے شان نزول کا بیان	۵۰۴
۳۳۳	چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے کا جواز	۵۰۵
۳۳۴	وقالوا اتخذوا اللّٰہ ولدا. (البقرہ: ۱۱۹-۱۱۶)	۵۰۶
۳۳۵	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۵۰۷
۳۳۶	ابداع اور بدعت کا معنی	۵۰۷
۳۳۷	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۵۰۸
۳۳۸	سنت کی تعریف' اس کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۵۰۹
۳۳۹	ڈاڑھی میں قبضہ کی بحث	۵۱۰
۳۴۰	کیا ترک سنت کی سزا شفاعت سے محرومی ہے؟	۵۱۱
۳۴۱	''کن فیکون'' کی تحقیق	۵۱۱
۳۴۲	مشرکین کے فرمائشی معجزات اور مطالبات پورا نہ کرنے کی وجوہ	۵۱۲
۳۴۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کی بحث	۵۱۴
۳۴۴	ولن ترضی عنک الیہود. (البقرہ: ۱۲۱-۱۲۰)	۵۱۶
۳۴۵	یہود و نصاریٰ کی عدم اطاعت کی خبر کا قرب قیامت میں ان کے ایمان لانے کی آیت سے تعارض اور اس کا جواب	۵۱۷
۳۴۶	بعض آیات میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حقیقت میں مسلمانوں سے خطاب ہونا	۵۱۸
۳۴۷	تورات اور انجیل کی تلاوت کا ناجائز ہونا اور قرآن مجید کی تلاوت کے آداب	۵۱۸
۳۴۸	یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی. (البقرہ: ۱۲۴-۱۲۲)	۵۱۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۴۹	نسبت ابراہیم کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین پر دین اسلام کا حجت ہونا	۵۲۰
۳۵۰	ان کلمات کا بیان جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی	۵۲۰
۳۵۱	امام کا لغوی معنی	۵۲۲
۳۵۲	اہل سنت کے نزدیک امام کا شرعی معنی	۵۲۲
۳۵۳	اہل تشیع کے نزدیک امامت کا شرعی معنی اور بحث و نظر	۵۲۳
۳۵۴	امام کے معصوم ہونے پر علماء شیعہ کے دلائل اور بحث ونظر	۵۲۵
۳۵۵	علماء شیعہ کے نزدیک اللہ اور رسول کی تصریح سے امام کا تقرر اور بحث ونظر	۵۲۶
۳۵۶	علماء شیعہ کے نزدیک امام کو مقرر کرنے کا اللہ پر وجوب اور بحث ونظر	۵۲۷
۳۵۷	اہل تشیع کے بارہ اماموں کا بیان	۵۲۹
۳۵۸	اہل سنت کے نزدیک امامت کو منعقد کرنے کے طریقے	۵۲۹
۳۵۹	امامت کے مسائل	۵۲۹
۳۶۰	امامت کے وجوب پر دلائل	۵۳۰
۳۶۱	کیا اب امام نہ بنانے کی وجہ سے پوری امت گمراہ ہے؟	۵۳۰
۳۶۲	فاسق کی امامت امت میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۵۳۱
۳۶۳	فاسق کی امامت امت میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۵۳۱
۳۶۴	فاسق کی امامت امت میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۵۳۲
۳۶۵	فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ	۵۳۳
۳۶۶	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ	۵۳۵
۳۶۷	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ	۵۳۵
۳۶۸	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ	۵۳۶

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۶۹	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ	۵۳۶
۳۷۰	حضرت ابراہیم کے مطلقاً ذریت کے لیے دعا کرنے کی توجیہ	۵۴۱
۳۷۱	واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا. (البقرہ:۱۲۶۔۱۲۵)	۵۴۱
۳۷۲	حرم میں قصاص لینے اور حدود جاری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۴۲
۳۷۳	مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق	۵۴۳
۳۷۴	آیا مکہ مکرمہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا حضرت ابراہیم کی دعا کے بعد سے؟	۵۴۴
۳۷۵	واذ یرفع ابراھیم القواعد. (البقرہ:۱۲۸۔۱۲۷)	۵۴۵
۳۷۶	تعمیر کعبہ کی تاریخ کے متعلق روایات کا بیان	۵۴۵
۳۷۷	حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مسلمان کرنے کی دعا پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۴۷
۳۷۸	اپنی اولاد کے لیے دعا کی تخصیص کا جواب	۵۴۷
۳۷۹	حضرت ابراہیم کو مناسک حج کی تعلیم کا بیان	۵۴۸
۳۸۰	ربنا وابعث فیھم رسولا. (البقرہ:۱۲۹)	۵۴۸
۳۸۱	حضرت ابراہیم نے جس عظیم رسول کی بعثت کی دعا کی وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	۵۴۸
۳۸۲	اہل مکہ ہی میں سے رسول کو مبعوث کرنے کی حکمت	۵۴۹
۳۸۳	نماز میں حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ کی تخصیص اور ان کے ساتھ تشبیہ کی حکمتیں	۵۴۹
۳۸۴	کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کی تشریح	۵۵۰
۳۸۵	ومن یرغب عن ملة ابراھیم. (البقرہ:۱۳۱۔۱۳۰)	۵۵۰
۳۸۶	ملت کا معنی	۵۵۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۸۷	ملت ابراہیم سے انحراف کا حماقت ہونا	۵۵۱
۳۸۸	تمام انبیاء کا پیدائشی مومن ہونا	۵۵۱
۳۸۹	ووصی بھا ابراھیم بنیہ. (البقرہ: ۱۳۴-۱۳۲)	۵۵۲
۳۹۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں کی سوانح	۵۵۲
۳۹۱	جبریہ اور قدریہ کے نظریہ کا رد	۵۵۳
۳۹۲	کسی کے گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دینا	۵۵۴
۳۹۳	قرآن اور حدیث کی بناء پر اکابر علماء سے اختلاف کرنے کا جواز	۵۵۴
۳۹۴	وقالوا کونوا ھودا او نصاری. (البقرہ: ۱۳۷-۱۳۵)	۵۵۶
۳۹۵	''حنیف'' کا معنی	۵۵۷
۳۹۶	تمام انبیاء پر ایمان لانے کی وجہ	۵۵۸
۳۹۷	باقی انبیاء پر جو نازل کیا گیا اس پر ایمان لانے کے محامل	۵۵۸
۳۹۸	اللہ کی مثل پر ایمان لانے میں اشکال اور اس کے جوابات	۵۵۹
۳۹۹	صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ. (البقرہ: ۱۴۱-۱۳۸)	۵۵۹
۴۰۰	''صبغۃ اللہ'' (اللہ کا رنگ) کی تفسیر	۵۶۰
۴۰۱	اخلاص کا معنی	۵۶۰
۴۰۲	حضرت ابراہیم اور اسماعیل وغیرہ کے دین یہودیت اور عیسائیت پر نہ ہونے کا بیان	۵۶۱
۴۰۳	اس شہادت کا بیان جس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے چھپایا	۵۶۲
۴۰۴	ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کی تحقیق	۵۶۲
۴۰۵	سیقول السفھاء من الناس. (البقرہ: ۱۴۳-۱۴۲)	۵۶۴
۴۰۶	آیا مکہ مکرمہ میں ابتداءً آپ کا قبلہ کعبہ تھا یا بیت المقدس؟	۵۶۵
۴۰۷	تحویل قبلہ کا بیان	۵۶۵
۴۰۸	تحویل قبلہ سے متعلق مسائل	۵۶۶
۴۰۹	نماز کے لیے کسی ایک جہت کی طرف منہ کرنے کے اسرار	۵۶۷
۴۱۰	کعبہ کو قبلہ بنانے کے اسرار	۵۶۷
۴۱۱	استقبال قبلہ کے فقہی مسائل	۵۶۸
۴۱۲	کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا	۵۶۹
۴۱۳	امت مسلمہ کا باقی امتوں پر گواہ ہونا	۵۷۰
۴۱۴	دین اسلام اور مسلک اہل سنت وجماعت کا سب سے افضل ہونا	۵۷۱
۴۱۵	عدالت صحابہ اور حجیت اجماع	۵۷۱
۴۱۶	قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں پچھلی امتوں اور اس امت کے افعال اور احوال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جانا	۵۷۱
۴۱۷	بعض ترجموں سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اشکال اور اس کے جوابات	۵۷۴
۴۱۸	اہل کتاب پر تحویل قبلہ کے بھاری ہونے کی وجہ	۵۷۶
۴۱۹	نمازوں پر ایمان کے اطلاق کی توجیہ	۵۷۶
۴۲۰	قد نری تقلب وجھک. (البقرہ: ۱۴۶-۱۴۴)	۵۷۶
۴۲۱	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق	۵۷۷
۴۲۲	اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم	۵۷۸
۴۲۳	علماء سے معصیت کے صدور کا زیادہ قبیح ہونا	۵۷۹
۴۲۴	اہل کتاب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	۵۷۹
۴۲۵	الحق من ربک فلا تکونن من الممترین. (البقرہ: ۱۵۲-۱۴۷)	۵۸۱

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۴۲۶	قبلہ کے بارے میں شک کرنے کی ممانعت کی توجیہ	۵۸۲
۴۲۷	اللہ کی ذات کا حضور کے لیے قبلہ ہونا	۵۸۲
۴۲۸	پانچوں نمازوں کے مستحب اوقات	۵۸۳
۴۲۹	کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو تین بار ذکر کرنے کی حکمتیں	۵۸۴
۴۳۰	تمام نعمت کا مصداق	۵۸۵
۴۳۱	دعائے ابراہیم میں تزکیہ کا موخر ہونا اور دعائے استجابت میں مقدم ہونا	۵۸۶
۴۳۲	نبی اور رسول کی تعریف	۵۸۷
۴۳۳	نبی اور رسول کو مبعوث کرنے کی حکمتیں	۵۸۸
۴۳۴	نبی کی شرائط	۵۸۹
۴۳۵	ہر نبی کے پیدائشی نبی ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۵۸۹
۴۳۶	نبیوں، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۵۹۰
۴۳۷	ذکر کی اقسام اور ذکر کے متعلق اقوال	۵۹۲
۴۳۸	یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة. (البقرہ: ۱۵۷۔۱۵۳)	۵۹۳
۴۳۹	ربط آیات	۵۹۴
۴۴۰	اللہ کے نزدیک موت اور حیات کا معنی اور شان نزول	۵۹۵
۴۴۱	برزخ میں حیات کا بیان	۵۹۵
۴۴۲	اولیاء اللہ کی جسمانی حیات کا بیان	۵۹۶
۴۴۳	شہداء کی حیات کا بیان	۵۹۶
۴۴۴	شہادت کے بعد بعض جسموں کے تغیر سے ان کی حیات پر معارضہ کا جواب	۵۹۶
۴۴۵	سبز پرندوں میں شہید کی روح کے متمثل ہونے سے تناسخ کا جواب	۵۹۷
۴۴۶	انبیاء علیہم السلام کی حیات کا بیان	۵۹۸
۴۴۷	حیات انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات	۶۰۰
۴۴۸	وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان	۶۰۱
۴۴۹	شہید کا معنی	۶۰۲
۴۵۰	شہداء کی تعداد کا بیان	۶۰۲
۴۵۱	شہید کے متعلق فقہی احکام	۶۰۳
۴۵۲	علم اور شعور کا فرق	۶۰۳
۴۵۳	دنیا میں مصائب پیش آنے کی وجوہات	۶۰۵
۴۵۴	صبر کے معانی اور مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت	۶۰۶
۴۵۵	''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کی فضیلت	۶۰۶
۴۵۶	صلوٰۃ کا معنی اور غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کی شرعی حیثیت	۶۰۷
۴۵۷	مروجہ ماتم کی شرعی حیثیت	۶۰۸
۴۵۸	ان الصفا والمروة من شعائر اللہ. (البقرہ: ۱۶۰۔۱۵۸)	۶۰۸
۴۵۹	ربط آیات	۶۰۹
۴۶۰	صفا اور مروہ کے معنی	۶۰۹
۴۶۱	حج اور عمرہ کا لغوی اور شرعی معنی	۶۰۹
۴۶۲	شوال میں عمرہ کرنے والے پر استطاعت کے بغیر حج فرض ہونے کی تحقیق	۶۱۰
۴۶۳	یہ فرمانے کی وجہ کہ صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہیں ہے	۶۱۲
۴۶۴	صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مذاہب ائمہ	۶۱۳
۴۶۵	علم چھپانے پر وعید کا بیان	۶۱۵
۴۶۶	نااہل لوگوں کے سامنے علم اور حکمت کو بیان کرنے کی ممانعت	۶۱۵
۴۶۷	لعنت کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کے شرعی احکام	۶۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۶۸	توبہ کے قبول ہونے کے لیے گناہ کو ترک کرنے اور اس کی تلافی کرنے کی شرط	۶۱۷
۴۶۹	ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار. (البقرہ: ۱۶۳ـ۱۶۱)	۶۱۸
۴۷۰	مردہ کافروں پر لعنت کرنے کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کرنے کی ممانعت	۶۱۹
۴۷۱	مسلمانوں پر لعنت کرنے کی ممانعت	۶۲۰
۴۷۲	کفار کے عذاب میں تخفیف نہ ہونے پر دلائل اور ابولہب وغیرہ کے عذاب میں تخفیف کے جوابات	۶۲۰
۴۷۳	واحد کا معنی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	۶۲۱
۴۷۴	ان فی خلق السموات والارض. (البقرہ: ۱۶۴)	۶۲۲
۴۷۵	اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدت اور اس کے علم پر دلائل	۶۲۳
۴۷۶	ومن الناس من یتخذ من دون اللہ. (البقرہ: ۱۶۷ـ۱۶۵)	۶۲۵
۴۷۷	مومن کے نزدیک محبوبین کے مدارج	۶۲۵
۴۷۸	البقرہ کی آیت: ۱۶۵ کے متعدد نحوی تراکیب کے اعتبار سے آٹھ معانی	۶۲۶
۴۷۹	گمراہ کرنے والے متبوعین کا اپنے تابعین سے قیامت کے دن بری ہونا	۶۲۷
۴۸۰	یایھا الناس کلوا مما فی الارض. (البقرہ: ۱۷۰ـ۱۶۸)	۶۲۸
۴۸۱	ربط آیات	۶۲۸
۴۸۲	حلال اور طیب اور گناہ اور بدعت کا معنی	۶۲۸
۴۸۳	''سوء'' اور ''فحشاء'' کا معنی	۶۲۹
۴۸۴	تقلید کی تعریف	۶۲۹
۴۸۵	ومثل الذین کفروا کمثل الذین ینعق. (البقرہ: ۱۷۳ـ۱۷۱)	۶۳۰
۴۸۶	''نعق'' کا معنی	۶۳۰
۴۸۷	حرام کھانے کا وبال	۶۳۱
۴۸۸	حرام کیے ہوئے مردہ جانوروں میں سے مستثنیات کا بیان	۶۳۱
۴۸۹	عنبر کی تحقیق	۶۳۲
۴۹۰	سطح آب پر آنے والی مردہ مچھلی کا شرعی حکم	۶۳۴
۴۹۱	ملکی اور غیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنے کا شرعی حکم	۶۳۴
۴۹۲	بہائے ہوئے خون کا بالاجماع حرام ہونا	۶۳۵
۴۹۳	ضرورت کی وجہ سے ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کے خون کو منتقل کرنے کا جواز	۶۳۶
۴۹۴	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کے متعلق احادیث	۶۳۷
۴۹۵	فقہاء اسلام کے نزدیک احادیث مذکورہ کا محمل	۶۳۸
۴۹۶	ضرورت کے وقت حرام چیزوں سے علاج کے متعلق احادیث اور فقہاء اسلام کی تشریحات	۶۳۹
۴۹۷	صحت اور زندگی کی حفاظت کا حکم باقی تمام احکام پر مقدم ہے	۶۴۱
۴۹۸	اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرنا واجب ہے	۶۴۴
۴۹۹	''وما اھل بہ لغیر اللہ'' کی تحقیق	۶۴۴
۵۰۰	ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب. (البقرہ: ۱۷۶ـ۱۷۴)	۶۴۶
۵۰۱	تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپانے کا گناہ ہونا	۶۴۷
۵۰۲	اللہ تعالیٰ کے کلام نہ کرنے اور نظر نہ فرمانے کی توجیہ	۶۴۷
۵۰۳	لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	والمغرب. (البقرہ:۱۷۷)	۶۴۸
۵۰۴	آیت مذکورہ کے شان نزول کے متعلق اقوال	۶۴۹
۵۰۵	اللہ تعالیٰ، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانے کا معنی	۶۴۹
۵۰۶	رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت	۶۴۹
۵۰۷	یتیم، مسکین اور ابن السبیل کا معنی	۶۵۰
۵۰۸	سوال کرنے کی جائز حد	۶۵۰
۵۰۹	سائلین کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۶۵۲
۵۱۰	غلام آزاد کرنے، نماز پڑھنے اور زکوۃ وغیرہ کے معانی	۶۵۲
۵۱۱	یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی. (البقرہ:۱۷۹۔۱۷۸)	۶۵۳
۵۱۲	آیات مذکورہ کا شان نزول	۶۵۳
۵۱۳	غلام اور ذمی کے خون کا قصاص نہ لینے کے حق میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۶۵۴
۵۱۴	غلام اور ذمی کے قصاص کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مذہب	۶۵۴
۵۱۵	آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل	۶۵۵
۵۱۶	آزاد سے غلام کا قصاص نہ لینے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب	۶۵۶
۵۱۷	مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۵۷
۵۱۸	متعدد لوگوں کی جماعت سے ایک شخص کے قصاص لینے کا بیان	۶۵۷
۵۱۹	سلاطین اور حکام سے قصاص لینے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۵۸
۵۲۰	قصاص لینا حکومت کا منصب ہے	۶۶۰
۵۲۱	کیفیت قصاص اور آلہ قتل میں ائمہ مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل	۶۶۰
۵۲۲	ولی مقتول کے معاف کرنے کی تفصیل	۶۶۲
۵۲۳	دیت کی مقدار اور عاقلہ کا بیان	۶۶۲
۵۲۴	کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت. (البقرہ:۱۸۲۔۱۸۰)	۶۶۲
۵۲۵	ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۶۶۳
۵۲۶	وصیت کا لغوی اور شرعی معنی	۶۶۳
۵۲۷	وصیت کی اقسام	۶۶۳
۵۲۸	وصیت کی شرائط اور رکن	۶۶۴
۵۲۹	وصیت کا لزوم	۶۶۴
۵۳۰	ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب	۶۶۵
۵۳۱	احادیث کی روشنی میں وصیت کے احکام	۶۶۵
۵۳۲	یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام. (البقرہ:۱۸۴۔۱۸۳)	۶۶۶
۵۳۳	ربط آیات	۶۶۷
۵۳۴	روزہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی مشروعیت کی تاریخ	۶۶۷
۵۳۵	رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث	۶۶۸
۵۳۶	بعض نفلی روزوں کی فضیلت	۶۷۱
۵۳۷	بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت	۶۷۲
۵۳۸	روزہ کے اسرار ورموز	۶۷۳
۵۳۹	روزہ کے فساد وعدم فساد کے بعض ضروری مسائل	۶۷۴
۵۴۰	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کا بیان	۶۷۴
۵۴۱	مریض کے روزہ قضاء کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۴۲	مسافر کے روزہ قضاء کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۷۷
۵۴۳	"الذین یطیقونہ" کے معنی کی تحقیق میں احادیث اور آثار	۶۷۸
۵۴۴	"الذین یطیقونہ" کے معنی کی تحقیق میں مفسرین کی آراء	۶۸۰
۵۴۵	بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۸۱
۵۴۶	شهر رمضان الذی انزل فیه القران. (البقرہ:۱۸۵)	۶۸۲
۵۴۷	رمضان کے اسرار و رموز اور رمضان میں نزول قرآن کا بیان	۶۸۳
۵۴۸	قطبین میں روزہ اور نماز کی تحقیق	۶۸۴
۵۴۹	سعودی عرب کے حساب سے روزہ رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۶۸۴
۵۵۰	پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۶۸۵
۵۵۱	سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے	۶۸۵
۵۵۲	روزہ کی رخصت کے لیے شرعی مسافت کا بیان	۶۸۵
۵۵۳	میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ	۶۸۶
۵۵۴	حاملہ اور مرضعہ کے لیے روزہ کی رخصت میں مذاہب ائمہ	۶۸۶
۵۵۵	اسلام دین یسر ہے	۶۸۷
۵۵۶	عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۶۸۹
۵۵۷	واذا سالك عبادی عنی فانی قریب. (البقرہ:۱۸۷-۱۸۶)	۶۹۰
۵۵۸	شان نزول	۶۹۱
۵۵۹	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۱
۵۶۰	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۲
۵۶۱	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث	۶۹۳
۵۶۲	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۶۹۶
۵۶۳	طلب جنت کی دعا کرنے کا قرآن اور سنت سے بیان	۶۹۸
۵۶۴	دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب	۶۹۹
۵۶۵	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	۷۰۱
۵۶۶	روزہ کی رات میں سونے کے بعد کھانے پینے اور عمل زوجیت کی اجازت	۷۰۳
۵۶۷	سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا بیان اور طلوع فجر کے بعد سحری کھانے کی ممانعت	۷۰۳
۵۶۸	اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	۷۰۴
۵۶۹	اعتکاف کی شرائط	۷۰۴
۵۷۰	اعتکاف کے آداب	۷۰۴
۵۷۱	اعتکاف کے مفسدات	۷۰۵
۵۷۲	اعتکاف کے بعض ضروری مسائل	۷۰۵
۵۷۳	ولا تاكلوا اموالكم بينكم. (البقرہ:۱۸۸)	۷۰۶
۵۷۴	مال حرام کھانے کی حرمت	۷۰۶
۵۷۵	مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم	۷۰۶
۵۷۶	رشوت کا معنی	۷۰۷
۵۷۷	قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم	۷۰۷
۵۷۸	احادیث اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم	۷۰۸
۵۷۹	رشوت کی اقسام	۷۰۸
۵۸۰	قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق	۷۰۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۸۱	جھوٹی گواہی سے حکم رد ہوتا ہے یا نہیں؟	۷۰۹
۵۸۲	قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف	۷۱۰
۵۸۳	جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہوجاتی ہے	۷۱۰
۵۸۴	فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً ہونے کی شرائط	۷۱۱
۵۸۵	قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تجزیہ	۷۱۲
۵۸۶	یسئلونك عن الاھلة. (البقرہ:۱۹۰-۱۸۹)	۷۱۵
۵۸۷	اسلامی تقویم کا بیان	۷۱۶
۵۸۸	اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنے کی مذمت	۷۱۶
۵۸۹	اجازت جہاد کی پہلی آیت کا بیان	۷۱۷
۵۹۰	قتال اور جہاد میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں وغیرہ کو قتل کرنے کی ممانعت	۷۱۷
۵۹۱	ہجرت سے پہلے قتال کی ممانعت	۷۱۸
۵۹۲	واقتلوھم حیث ثقفتموھم. (البقرہ:۱۹۳-۱۹۱)	۷۱۹
۵۹۳	خلاصہ آیات	۷۱۹
۵۹۴	حرم میں ابتداءً قتل کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا	۷۲۰
۵۹۵	الشھر الحرام بالشھر الحرام. (البقرہ:۱۹۵-۱۹۴)	۷۲۱
۵۹۶	حرمت والے مہینوں کا بیان	۷۲۱
۵۹۷	خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی تفسیر	۷۲۲
۵۹۸	واتموا الحج والعمرة للہ. (البقرہ:۱۹۶)	۷۲۳
۵۹۹	فرضیت حج کی تاریخ اور حج کی اقسام	۷۲۴

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۰۰	احرام میں ممنوع کام	۷۲۴
۶۰۱	احرام میں جائز کام	۷۲۵
۶۰۲	احرام میں مستحب کام	۷۲۵
۶۰۳	عمرہ کرنے کا طریقہ	۷۲۵
۶۰۴	حج کرنے کا طریقہ	۷۲۶
۶۰۵	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر وثواب	۷۲۷
۶۰۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا طریقہ	۷۲۸
۶۰۷	''احصار'' (حج یا عمرہ کے سفر میں پیش آنے والی رکاوٹ) کی تعریف میں مذاہب ائمہ	۷۳۰
۶۰۸	امام ابوحنیفہ کے موقف پر ائمہ لغت کی تصریحات	۷۳۱
۶۰۹	امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے استدلال	۷۳۱
۶۱۰	امام ابوحنیفہ کے موقف پر آثار صحابہ سے استدلال	۷۳۲
۶۱۱	امام ابوحنیفہ کے موقف پر اقوال تابعین سے استدلال	۷۳۲
۶۱۲	امام ابوحنیفہ کے موقف کی ہمہ گیری اور معقولیت	۷۳۲
۶۱۳	مُحصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک	۷۳۳
۶۱۴	مُحصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	۷۳۴
۶۱۵	ضرورت کی وجہ سے منیٰ میں پہنچنے سے پہلے سر منڈوانے کی رخصت	۷۳۴
۶۱۶	حج تمتع کا بیان	۷۳۵
۶۱۷	الحج اشھر معلومات. (البقرہ:۱۹۹-۱۹۷)	۷۳۶
۶۱۸	حج کے مہینوں کے متعلق فقہاء امت کے نظریات	۷۳۷
۶۱۹	فرضیت حج کے سبب میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۷۳۷
۶۲۰	ایام حج میں فحش باتیں، گناہ اور جھگڑا کرنے کی ممانعت	۷۳۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۲۱	حج کے لیے سفرخرچ تیار کرنے کا حکم	۷۳۸
۶۲۲	حج کے دوران روزی کمانے کا جواز	۷۳۸
۶۲۳	مشعر حرام کا بیان	۷۳۹
۶۲۴	نسلی برتری کے تفاخر کا ناجائز ہونا	۷۳۹
۶۲۵	فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللّٰہ. (البقرہ: ۲۰۳۔۲۰۰)	۷۴۰
۶۲۶	دوزخ سے پناہ اور جنت کی طلب کی دعا کرنا انبیاء کرام اور صحابہ عظام کا طریقہ ہے	۷۴۱
۶۲۷	اللّٰہ کے جلد حساب لینے کی تفسیر	۷۴۳
۶۲۸	تکبیرات تشریق میں مذاہب ائمہ	۷۴۴
۶۲۹	ذکر بالجہر میں امام ابوحنیفہ کا موقف	۷۴۵
۶۳۰	قیام منٰی کی مدت کا بیان	۷۴۶
۶۳۱	حجاج کرام کے اجر وثواب اور ان سے مصافحہ کرنے کے متعلق احادیث وآثار	۷۴۶
۶۳۲	رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے اور شفاعت طلب کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۷۴۷
۶۳۳	ومن الناس من یعجبك قوله فی الحیوة الدنیا. (البقرہ: ۲۰۶۔۲۰۴)	۷۴۸
۶۳۴	دنیا اور آخرت کو برباد کرنے والا	۷۴۹
۶۳۵	"الد الخصام" (سخت جھگڑالو) کا بیان	۷۴۹
۶۳۶	ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ. (البقرہ: ۲۱۰۔۲۰۷)	۷۵۰
۶۳۷	رضاء الٰہی کی خاطر دنیا ترک کرنے والا	۷۵۰
۶۳۸	دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین کی رعایت یا موافقت کا ناجائز ہونا	۷۵۲
۶۳۹	"بینات" کی تفسیر	۷۵۲
۶۴۰	بادلوں کے ساتھ عذاب کی تمثیل کا بیان	۷۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴۱	سل بنی اسرائیل کم اتینهم من ایة بینة. (البقرہ: ۲۱۲۔۲۱۱)	۷۵۳
۶۴۲	بنو اسرائیل کا اللّٰہ کی نعمتوں کو کفر سے تبدیل کرنا	۷۵۴
۶۴۳	اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ تبدیل کرنے کا سبب	۷۵۵
۶۴۴	کان الناس امة واحدة. (البقرہ: ۲۱۳)	۷۵۵
۶۴۵	تاریخ انسانیت	۷۵۶
۶۴۶	ابتداء میں نوع انسان کے دین حق پر ہونے کے دلائل	۷۵۷
۶۴۷	تمام انسانوں کا دین صرف اسلام ہے	۷۵۷
۶۴۸	ام حسبتم ان تدخلوا الجنة. (البقرہ: ۲۱۶۔۲۱۴)	۷۵۸
۶۴۹	راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب	۷۵۹
۶۵۰	راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے مصارف	۷۶۰
۶۵۱	جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۶۱
۶۵۲	جہاد کرنے میں عزت اور جہاد ترک کرنے میں ذلت کا بیان	۷۶۱
۶۵۳	جہاد کے درجات اور اجر وثواب کے متعلق احادیث	۷۶۲
۶۵۴	یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه. (البقرہ: ۲۱۸۔۲۱۷)	۷۶۳
۶۵۵	ربط آیات اور شان نزول	۷۶۴
۶۵۶	حضرمی کے قتل کی تاریخ کی تحقیق	۷۶۴
۶۵۷	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کے منسوخ ہونے کی تحقیق	۷۶۵
۶۵۸	مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۷۶۸
۶۵۹	قتل مرتد پر قرآن اور سنت سے دلائل	۷۶۸
۶۶۰	مرتدہ کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے دلائل	۷۶۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۶۱	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟	۷۷۰
۶۶۲	ارتداد سے نیک عمل ضائع ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۷۰
۶۶۳	دارالاسلام، دارالکفر اور دارالحرب کی تعریفات	۷۷۲
۶۶۴	یسئلونک عن الخمر والمیسر. (البقرہ: ۲۲۰_۲۱۹)	۷۷۳
۶۶۵	قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان	۷۷۳
۶۶۶	احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان	۷۷۵
۶۶۷	خمر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	۷۷۶
۶۶۸	جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان	۷۷۷
۶۶۹	لاٹری اور انعامی بانڈز وغیرہ کا شرعی حکم	۷۷۸
۶۷۰	''عفو'' (زائد از ضرورت) کے معانی اور محامل	۷۷۸
۶۷۱	''عفو'' کے لفظ سے سوشلزم کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب	۷۷۹
۶۷۲	زیر کفالت یتیم کے ساتھ طرز معاشرت	۷۸۰
۶۷۳	ولا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن. (البقرہ: ۲۲۱)	۷۸۱
۶۷۴	مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کے نکاح کا عدم جواز	۷۸۲
۶۷۵	مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب سے نکاح کے جواز کی توجیہ	۷۸۳
۶۷۶	ویسئلونک عن المحیض. (البقرہ: ۲۲۳_۲۲۲)	۷۸۴
۶۷۷	حیض کا حکم بیان کرنے کا شانِ نزول	۷۸۵
۶۷۸	حائضہ سے مباشرت کرنے کی دینی اور دنیاوی خرابی	۷۸۵
۶۷۹	حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۸۶
۶۸۰	ایام حیض کی تعیین میں مذاہب ائمہ	۷۸۶
۶۸۱	حیض، نفاس اور استحاضہ میں مبتلا خواتین کے مسائل	۷۸۷
۶۸۲	ولا تجعلوا اللّٰه عرضة لايمانكم. (البقرہ: ۲۲۷_۲۲۴)	۷۸۹
۶۸۳	قسم کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور قسم کی شرائط اور ارکان	۷۹۰
۶۸۴	غیر اللہ کی قسم اور مستقبل اور ماضی میں طلاق اور عتاق کی قسم کھانے کی تحقیق	۷۹۱
۶۸۵	یمین غموس (جھوٹی قسم)	۷۹۳
۶۸۶	یمین لغو (بلا قصد قسم)	۷۹۳
۶۸۷	یمین منعقدہ (بالقصد قسم)	۷۹۴
۶۸۸	احکام شرعیہ کے اعتبار سے قسم کی اقسام	۷۹۴
۶۸۹	ایلاء کا معنی اور ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہاء احناف کا موقف	۷۹۵
۶۹۰	ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور دلائل اور فقہاء احناف کی طرف سے جوابات	۷۹۶
۶۹۱	والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء. (البقرہ: ۲۲۸)	۷۹۷
۶۹۲	مطلقہ عورتوں کی عدت مقرر کرنے کا شانِ نزول	۷۹۸
۶۹۳	مطلقہ عورتوں کی اقسام اور ان کی عدتوں کا بیان	۷۹۸
۶۹۴	عدت کا لغوی اور شرعی معنی اور عدت کے احکام	۷۹۸
۶۹۵	عدت مقرر کرنے کی حکمتیں	۷۹۹
۶۹۶	قرء کے معانی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات	۸۰۰
۶۹۷	قرء بہ معنی حیض کی تائید میں احادیث اور فقہاء احناف کے دلائل	۸۰۰
۶۹۸	قرء کے معنی کی تعیین میں دیگر ائمہ مذاہب کی آراء	۸۰۲
۶۹۹	اسلام میں عورتوں کے مردوں پر حقوق	۸۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۰۰	اسلام میں مردوں کے عورتوں پر حقوق	۸۰۷
۷۰۱	آیا عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے یا نہیں؟	۸۰۹
۷۰۲	حاصل بحث	۸۱۰
۷۰۳	الطلاق مرتان. (البقرہ: ۲۳۰-۲۲۹)	۸۱۰
۷۰۴	طلاق کا لغوی معنی	۸۱۱
۷۰۵	طلاق کا اصطلاحی معنی	۸۱۱
۷۰۶	طلاق کی اقسام	۸۱۱
۷۰۷	طلاق کیوں مشروع کی گئی؟	۸۱۲
۷۰۸	صرف ناگزیر حالات میں طلاق دی جائے	۸۱۲
۷۰۹	صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟	۸۱۲
۷۱۰	طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟	۸۱۳
۷۱۱	خلع	۸۱۳
۷۱۲	قاضی اور حکمین کی تفریق	۸۱۴
۷۱۳	تین طلاق کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں	۸۱۴
۷۱۴	سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد	۸۱۵
۷۱۵	طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے	۸۱۵
۷۱۶	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج	۸۱۶
۷۱۷	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف	۸۱۶
۷۱۸	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف	۸۱۷
۷۱۹	بہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف	۸۱۸
۷۲۰	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل	۸۱۸
۷۲۱	شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات	۸۱۹
۷۲۲	زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات	۸۱۹
۷۲۳	تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات	۸۲۰
۷۲۴	حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات	۸۲۰
۷۲۵	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے	۸۲۱
۷۲۶	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل	۸۲۱
۷۲۷	اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟	۸۲۲
۷۲۸	صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل	۸۲۳
۷۲۹	طاؤس کی روایت کا صحیح محمل	۸۲۴
۷۳۰	حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام	۸۲۴
۷۳۱	حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت	۸۲۶
۷۳۲	حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان	۸۲۷
۷۳۳	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل	۸۲۷
۷۳۴	قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات	۸۲۸
۷۳۵	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل	۸۲۹
۷۳۶	حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات	۸۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۳۷	صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۸۳۲
۷۳۸	سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق	۸۳۳
۷۳۹	سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۸۳۵
۷۴۰	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین	۸۳۶
۷۴۱	حرف آخرت	۸۳۷
۷۴۲	واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن. (البقرۃ: ۲۳۲۔۲۳۱)	۸۳۸
۷۴۳	جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے، اس کی گلوخلاصی میں آراء ائمہ	۸۳۹
۷۴۴	خرچ سے محروم عورت کی گلوخلاصی پر جمہور فقہاء کے دلائل	۸۴۰
۷۴۵	مذاق میں دی ہوئی طلاق کا نافذ ہونا	۸۴۱
۷۴۶	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے متعلق مذاہب ائمہ	۸۴۱
۷۴۷	بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	۸۴۲
۷۴۸	والوالدات یرضعن اولادھن. (البقرۃ: ۲۳۳)	۸۴۳
۷۴۹	دودھ پلانے کے شرعی احکام	۸۴۴
۷۵۰	دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء	۸۴۴
۷۵۱	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا. (البقرۃ: ۲۳۵۔۲۳۴)	۸۴۵
۷۵۲	عدت وفات کا بیان اور عدت کی تعریف	۸۴۶
۷۵۳	عدت کے مسائل اور شرعی احکام	۸۴۷
۷۵۴	گناہ کے ارتکاب پر مواخذہ ہونے اور گناہ کے ارادہ پر مواخذہ نہ ہونے کی تحقیق	۸۴۸
۷۵۵	لا جناح علیکم ان طلقتم النساء. (البقرۃ: ۲۳۷۔۲۳۶)	۸۵۰
۷۵۶	غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان	۸۵۰
۷۵۷	مطلقہ کی متاع کی مقدار میں ائمہ مذاہب کی آراء	۸۵۱
۷۵۸	مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء	۸۵۲
۷۵۹	متاع کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل	۸۵۲
۷۶۰	متاع کے وجوب کے خلاف فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات	۸۵۲
۷۶۱	نکاح کی گرہ کا مالک شوہر ہے یا عورت کا ولی؟	۸۵۳
۷۶۲	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت پر جمہور کے دلائل	۸۵۳
۷۶۳	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق احادیث	۸۵۴
۷۶۴	حافظوا علی الصلوت والصلوٰۃ الوسطی. (البقرۃ: ۲۴۲۔۲۳۸)	۸۵۴
۷۶۵	حفاظت نماز کی تاکیدات اور نماز میں سستی اور اس کو ترک کرنے پر وعیدات	۸۵۵
۷۶۶	صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۸۵۹
۷۶۷	فجر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۰
۷۶۸	ظہر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۰
۷۶۹	عصر کی نماز کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۱
۷۷۰	باتیں نہ کرنے اور خضوع اور خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم	۸۶۲
۷۷۱	چلتی ٹرین اور طیارہ وغیرہ میں نماز پڑھنے کا بیان	۸۶۳
۷۷۲	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق ائمہ کی آراء	۸۶۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷۷۳	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۸۶۴
۷۷۴	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۵	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۶	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۸۶۵
۷۷۷	حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۸۶۶
۷۷۸	حفاظت نماز اور عدت وفات میں مناسبت کا بیان	۸۶۷
۷۷۹	ایک سال تک عدت وفات کے منسوخ ہونے کا بیان	۸۶۷
۷۸۰	عدت وفات کے شرعی حکم میں اختلاف فقہاء	۸۶۸
۷۸۱	حدیث سے عدت وفات کا بیان	۸۶۸
۷۸۲	عدت وفات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۸۶۹
۷۸۳	عدت وفات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۸۶۹
۷۸۴	عدت وفات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۸۷۰
۷۸۵	عدت وفات کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۸۷۰
۷۸۶	مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی کا وجوب	۸۷۱
۷۸۷	الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم. (البقرہ:۲۴۵۔۲۴۳)	۸۷۱
۷۸۸	طاعون سے ڈر کر بھاگنے والوں کا مرنا اور دوبارہ زندہ ہونا	۸۷۲
۷۸۹	وقت سے پہلے موت آنے اور تیسری موت کے اشکال کا جواب	۸۷۳
۷۹۰	"الم تر" (کیا آپ نے نہیں دیکھا) کی تحقیق	۸۷۳
۷۹۱	جہاد کی تحریک	۸۷۴
۷۹۲	اللہ کو قرض حسن دینے کا بیان	۸۷۴
۷۹۳	قبض اور بسط کا معنی	۸۷۵
۷۹۴	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کے متعلق احادیث	۸۷۵
۷۹۵	الم تر الی الملا من بنی اسرائیل. (البقرہ:۲۴۷۔۲۴۶)	۸۷۶
۷۹۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بنواسرائیل کی ایک جماعت کے جہاد کی طرف متوجہ کرنے کے اسرار	۸۷۷
۷۹۷	بنواسرائیل کی اس جماعت کے نبی آیا شمویل تھے یا شمعون؟	۸۷۷
۷۹۸	یہود کو سرزنش	۸۷۹
۷۹۹	طالوت کا بیان	۸۷۹
۸۰۰	وقال لھم نبیھم ان ایة ملکه. (البقرہ:۲۴۸)	۸۸۱
۸۰۱	بنواسرائیل کے تابوت کی تحقیق	۸۸۱
۸۰۲	سکینہ کے معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۸۸۲
۸۰۳	آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات کا بیان	۸۸۳
۸۰۴	دیگر انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے استفادہ اور حصول شفاء	۸۸۴
۸۰۵	فلما فصل طالوت بالجنود. (البقرہ:۲۵۲۔۲۴۹)	۸۸۷
۸۰۶	طالوت کی فتح اور جالوت کی شکست کا بیان	۸۸۹
۸۰۷	نیکوکاروں کی برکت سے گنہ گاروں سے عذاب کا دور ہونا	۸۹۰
۸۰۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلیل اور آپ کو تسلی دینے کا بیان	۸۹۲
۸۰۹	تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض. (البقرہ:۲۵۳)	۸۹۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۱۰	رسولوں کی باہمی فضیلت	۸۹۴
۸۱۱	بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا	۸۹۵
۸۱۲	”رحمۃ للعلمین“ ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۶
۸۱۳	تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۶
۸۱۴	تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۸۹۸
۸۱۵	رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۰
۸۱۶	خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۲
۸۱۷	کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۳
۸۱۸	آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۴
۸۱۹	امت کی کثرت اور افضلیت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۵
۸۲۰	مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۶
۸۲۱	اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۷
۸۲۲	آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۸
۸۲۳	دنیا میں اعلان مغفرت ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۰۹
۸۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کے محامل	۹۱۲
۸۲۵	باعث تخلیق کائنات ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۴
۸۲۶	قائد المرسلین ہونے اور بعض دیگر فضائل کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۵
۸۲۷	خالق اور خلق کے محبوب ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا	۹۱۶
۸۲۸	خلیل اور حبیب میں فرق کا بیان	۹۱۸
۸۲۹	کلیم اور حبیب میں فرق کا بیان	۹۱۹
۸۳۰	انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی افضلیت	۹۲۱
۸۳۱	سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والی حدیث کا حضرت موسیٰ کے پہلے اٹھنے والی حدیث سے تعارض کا جواب	۹۲۳
۸۳۲	جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے اس کے جوابات	۹۲۳
۸۳۳	یایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنا کم. (البقرہ: ۲۵۴)	۹۲۴
۸۳۴	راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید	۹۲۴
۸۳۵	آخرت میں دوستی اور سفارش سے مسلمانوں کے انتفاع کا بیان	۹۲۴
۸۳۶	اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم. (البقرہ: ۲۵۶۔۲۵۵)	۹۲۵
۸۳۷	آیۃ الکرسی کے مفردات اور جملوں کی تشریح	۹۲۶
۸۳۸	آیۃ الکرسی کے فضائل	۹۲۸
۸۳۹	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	۹۲۹
۸۴۰	کرسی کا لغوی معنی	۹۲۹
۸۴۱	قرآن مجید احادیث اور آثار سے کرسی پر بیٹھنے اور چار زانو بیٹھنے کا جواز	۹۳۰

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۸۴۲	دین میں جبر نہ ہونے کی تحقیق	۹۳۱
۸۴۳	مشروعیت جہاد پر نفی جبر کی وجہ سے اعتراض اور معاصر مفسرین کے جوابات	۹۳۳
۸۴۴	جوابات مذکورہ پر بحث ونظر	۹۳۳
۸۴۵	مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد پر اعتراض کا جواب	۹۳۵
۸۴۶	اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور. (البقرہ:۲۵۷)	۹۳۷
۸۴۷	مومنوں کو ظلمات سے نکالنے کے محامل	۹۳۷
۸۴۸	کفار کو نور سے نکالنے کے محامل	۹۳۸
۸۴۹	طاغوت کا معنی	۹۳۸
۸۵۰	الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ. (البقرہ:۲۵۹۔۲۵۸)	۹۳۸
۸۵۱	مومن کے نور اور کافر کی ظلمت کی مثالیں	۹۳۹
۸۵۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کا پس منظر اور پیش منظر	۹۳۹
۸۵۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا خلاصہ	۹۴۱
۸۵۴	مناظرہ اور مباحثہ کے احکام اور آداب	۹۴۱
۸۵۵	تباہ شدہ بستی اور اس کے پاس سے گزرنے والے شخص کی تحقیق	۹۴۲
۸۵۶	حضرت عزیر کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	۹۴۳
۸۵۷	واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی. (البقرہ:۲۶۰)	۹۴۴
۸۵۸	حضرت ابراہیم کو حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	۹۴۴
۸۵۹	مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ. (البقرہ:۲۶۶۔۲۶۱)	۹۴۵
۸۶۰	حیات بعد الموت کے ذکر کے بعد صدقہ وخیرات کے ذکر کی مناسبت	۹۴۷
۸۶۱	انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف	۹۴۷
۸۶۲	دس گنے، سات سو گنے اور بے حساب اجر دینے کی وجوہات	۹۴۸
۸۶۳	صدقات وخیرات کے آداب وشرائط	۹۴۹
۸۶۴	صدقات کے مصارف، اجر وثواب اور آداب و شرائط کے متعلق احادیث	۹۴۹
۸۶۵	جہاد اور اللہ کی رضاجوئی میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق	۹۵۰
۸۶۶	ریاکار منافق اور مخلص مومن کے راہ خدا میں خرچ کرنے کی مثالوں کا فرق	۹۵۱
۸۶۷	اللہ کی رضاجوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کے لیے خرچ کرنے کی صورتیں	۹۵۱
۸۶۸	سخت حاجت کے وقت باغ کے جل جانے کی مثال کی دو تقریریں	۹۵۳
۸۶۹	یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم. (البقرہ:۲۷۴۔۲۶۷)	۹۵۴
۸۷۰	صدقہ میں دیئے جانے والے مال کی صفات کا بیان	۹۵۶
۸۷۱	حلال کمائی کی مدح اور بر بناء ضرورت اولاد کے مال سے کھانے کا جواز	۹۵۷
۸۷۲	حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال	۹۵۷
۸۷۳	عشر کا بیان	۹۵۸
۸۷۴	عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات	۹۵۸
۸۷۵	عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	۹۵۹
۸۷۶	عشر کے نصاب میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ	۹۵۹
۸۷۷	عشری اور خراجی اراضی کی تعریفیں	۹۶۱
۸۷۸	خراج کی مقدار کا بیان	۹۶۲
۸۷۹	اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان	۹۶۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۸۰	بخل کو بے حیائی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۹۶۳
۸۸۱	حکمت کے مصداق میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال	۹۶۴
۸۸۲	حکمت کی تعریف اور اس کی اقسام	۹۶۴
۸۸۳	حکمت کے متعلق احادیث	۹۶۴
۸۸۴	نذر کا لغوی اور شرعی معنی اور نذر کی اقسام	۹۶۵
۸۸۵	نذر صحیح اور نذر باطل کا بیان	۹۶۶
۸۸۶	اہل الذمہ کو نفلی صدقات دینے کا جواز	۹۶۹
۸۸۷	گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت میں احادیث	۹۷۱
۸۸۸	سوال کرنے کی حد جواز	۹۷۲
۸۸۹	مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق	۹۷۲
۸۹۰	خفیہ اور علانیہ صدقہ کی آیات کے شان نزول میں متعدد اقوال	۹۷۳
۸۹۱	الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم. (البقرہ:۲۸۱۔۲۷۵)	۹۷۴
۸۹۲	صدقہ کے بعد سود کی آیات ذکر کرنے کی مناسبت	۹۷۵
۸۹۳	ربا کا لغوی معنی	۹۷۶
۸۹۴	ربا کا اصطلاحی معنی	۹۷۶
۸۹۵	ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب ائمہ	۹۷۷
۸۹۶	ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ	۹۷۸
۸۹۷	ربا الفضل کی حرمت کا سبب	۹۸۰
۸۹۸	نفع اور سود میں فرق	۹۸۱
۸۹۹	بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل	۹۸۱
۹۰۰	مجوزین سود کے دلائل کے جوابات	۹۸۲
۹۰۱	افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل	۹۸۳
۹۰۲	دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ	۹۸۴
۹۰۳	دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ	۹۸۴
۹۰۴	دارالحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت	۹۸۴
۹۰۵	دارالحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ	۹۸۵
۹۰۶	مکحول کی روایت کا محمل	۹۸۵
۹۰۷	دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت	۹۸۶
۹۰۸	کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے	۹۸۷
۹۰۹	حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت	۹۸۹
۹۱۰	دارالحرب، دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات	۹۹۰
۹۱۱	قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب	۹۹۱
۹۱۲	ربا اور بیع کا فرق	۹۹۲
۹۱۳	ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان	۹۹۳
۹۱۴	ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں	۹۹۴
۹۱۵	سود خور کے لیے دائماً دوزخ کی وعید کی توجیہ	۹۹۴
۹۱۶	سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا	۹۹۵
۹۱۷	سودی کاروبار ترک نہ کرنے والے کے خلاف جنگ کرنے کا حکم	۹۹۵
۹۱۸	سود پر وعید کے متعلق احادیث	۹۹۶
۹۱۹	مقروض کو مہلت دینے اور اس سے قرض وصول کرنے کا طریقہ	۹۹۷
۹۲۰	مقروض کو مہلت دینے اور قرض معاف کرنے کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۹۹۸
۹۲۱	قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت	۹۹۹
۹۲۲	یایها الذین امنوا اذا تداینتم بدین. (البقرہ:۲۸۳۔۲۸۲)	۱۰۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۲۳	سود کے بعد تجارتی قرضوں کے تحفظات کے ذکر کی مناسبت	۱۰۰۲
۹۲۴	مال کے مذموم یا محمود ہونے کا مدار	۱۰۰۲
۹۲۵	بیع مطلق اور بیع سلم کی تعریفات	۱۰۰۳
۹۲۶	بیع سلم کی شرائط	۱۰۰۴
۹۲۷	دین اور قرض کی تعریفیں اور ان کا فرق	۱۰۰۴
۹۲۸	آیت مداینہ کے حکم کا تمام دیون کو شامل ہونا	۱۰۰۵
۹۲۹	دین پر مبنی عقود کی دستاویز لکھوانے‘ اس پر گواہ بنانے یا رہن رکھنے کا شرعی حکم	۱۰۰۵
۹۳۰	شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۰۰۶
۹۳۱	شہادت کی اقسام	۱۰۰۶
۹۳۲	قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان	۱۰۰۶
۹۳۳	شہادت کا حکم	۱۰۰۷
۹۳۴	شہادت کی تعریف‘ رکن اور سبب وغیرہ کا بیان	۱۰۰۸
۹۳۵	تحمل شہادت کی شرائط	۱۰۰۸
۹۳۶	بہ لحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط	۱۰۰۸
۹۳۷	عدالت کی تعریف	۱۰۰۸
۹۳۸	عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۱۰۰۸
۹۳۹	مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات	۱۰۱۰
۹۴۰	وہ امور جن میں صرف عورت کی گواہی معتبر ہے	۱۰۱۱
۹۴۱	عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں	۱۰۱۲
۹۴۲	گواہی کے لیے بلائے جانے پر گواہوں کے جانے کا شرعی حکم	۱۰۱۳
۹۴۳	کاتب اور گواہ کے ضرر کا بیان	۱۰۱۴
۹۴۴	سفر اور حضر میں رہن رکھنے کے جواز	۱۰۱۴
۹۴۵	رہن کی تعریف اور رہن سے فائدہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء	۱۰۱۵
۹۴۶	رہن کی شرائط اور ضروری مسائل	۱۰۱۷
۹۴۷	اعتماد کی صورت میں وثیقہ لکھوانے‘ گواہ بنانے اور گروی رکھنے کو ترک کرنے کی رخصت	۱۰۱۸
۹۴۸	احادیث کی روشنی میں دین اور قرض کے ضروری مسائل	۱۰۱۸
۹۴۹	گواہی دینے کا وجوب اور دل کی طرف گناہ کی اضافت کی حکمتیں	۱۰۱۹
۹۵۰	وثیقہ لکھنے‘ گواہ بنانے‘ رہن رکھنے کے اسرار اور حکمتیں	۱۰۲۰
۹۵۱	للہ ما فی السموات وما فی الارض. (البقرہ:۲۸۶۔۲۸۴)	۱۰۲۱
۹۵۲	بیع اور رہن کے بعد اعمال صالحہ سے مکلف کرنے کی مناسبت	۱۰۲۲
۹۵۳	خواطر قلب کی تکلیف کے منسوخ ہونے کا بیان	۱۰۲۲
۹۵۴	’’ھم‘‘ اور عزم کی تحقیق	۱۰۲۳
۹۵۵	دل کے افعال پر مواخذہ کی تحقیق	۱۰۲۴
۹۵۶	تکلیف مالا یطاق پر استدلال اور اس کا جواب	۱۰۲۷
۹۵۷	سورہ بقرہ کے افتتاح اور اختتام کی مناسبت	۱۰۲۷
۹۵۸	اللہ‘ فرشتوں‘ کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے ذکر کی ترتیب	۱۰۲۸
۹۵۹	کسب اور اکتساب کا معنی اور شر کو اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہ	۱۰۲۸
۹۶۰	دوسروں کے عمل سے نفع یا ضرر پہنچنے کا بیان	۱۰۲۹
۹۶۱	خطا‘ نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں‘ ان پر مواخذہ نہ کرنا	۱۰۳۰
۹۶۲	سابقہ امتوں کے سخت احکام	۱۰۳۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۹۶۳	سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت	۱۰۳۰			
۹۶۴	کلمات تشکر	۱۰۳۱			
۹۶۵	ماخذ ومراجع	۱۰۳۳			

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
سورہ آل عمران	۲۷
سورہ آل عمران کے اسماء	۲۹
سورہ آل عمران کی سورہ بقرہ کے ساتھ وجہ اتصال' ارتباط اور مناسبت	۳۰
سورہ آل عمران کے مضامین کا خلاصہ	۳۱
الم○اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (۱-۶)	۳۵
سورہ بقرہ کی آخری اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں میں مناسبت	۳۵
سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول اور نصاریٰ نجران کے ساتھ آپ کے مناظرہ کا بیان	۳۶
موجودہ انجیل کی شہادت سے حضرت مسیح کا خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونا	۳۷
قرآن مجید کا کتاب حق ہونا	۳۸
تورات کا معنی' مصداق اور لفظی تحقیق	۳۸
پرانے عہد نامہ کے مشمولات	۳۸
اصل تورات کے مشمولات	۳۹
موجودہ تورات کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء اور منکرین کا نظریہ	۳۹
حوادث روزگار کے ہاتھوں تورات کا تلف ہو جانا	۴۰
تورات کی نشأۃ ثانیہ	۴۰
موجودہ تورات کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں	۴۱

عنوان	صفحہ نمبر
اصل تورات کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات	۴۳
موجودہ تورات کے محرف ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات	۴۴
موجودہ تورات کی تصدیق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۴
موجودہ تورات کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے	۴۵
انجیل کا لفظی معنی' مصداق اور لفظی تحقیق	۵۳
انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات	۵۳
انجیل کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴
موجودہ انجیل کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے	۵۴
احکام اسلام بہ مقابلہ تعلیمات انجیل	۵۶
علم محیط اور قدرت کاملہ پر الوہیت کی بناء کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا	۵۹
ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات (۷-۹)	۶۰
آیات محکمات اور متشابہات کے ذکر کی مناسبت	۶۰
محکم کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۱
متشابہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲
اصولیین کے نزدیک محکم اور متشابہ کی تعریفیں	۶۲
زائغین (جن کے دلوں میں کجی ہے) کا مصداق	۶۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
لا یعلم تاویلہ الا اللہ میں وقف کی تحقیق	۶۳
آیات متشابہات کو نازل کرنے کا فائدہ	۶۴
آیات متشابہات میں غور و فکر کرنے والے علماء متاخرین کا نظریہ	۶۴
علماء راسخین کی تعریف	۶۶
دلوں کو ٹیڑھا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت میں مذاہب	۶۷
دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا کے متعلق احادیث	۶۷
خلف وعد کا محال ہونا اور خلف وعید کا جائز ہونا	۶۸
ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم (۱۰-۱۳)	۶۹
مال اور اولاد کے ذکر میں حسن ترتیب کا بیان	۷۰
قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت	۷۱
قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتا (۱۳)	۷۱
فتح کا مدار عددی برتری اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر ہے۔	۷۲
معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان	۷۲
زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین (۱۴-۱۸)	۷۴
مشکل الفاظ کے معانی	۷۵
سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط اور مناسبت	۷۶
متاع دنیا کی تزئین اور آرائش اللہ کی جانب سے بہ طور ابتلاء اور آزمائش ہے۔	۷۶
دین اور دنیا میں توازن اور اعتدال قائم رکھنا اسلام ہے۔	۷۷
اعتدال کے ساتھ عورتوں کی طرف رغبت کا استحباب	۷۹
اعتدال کے ساتھ بیٹوں کی طرف رغبت کا استحباب	۸۰

عنوان	صفحہ نمبر
اعتدال کے ساتھ مال کی طرف رغبت کا استحباب	۸۱
اعتدال کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کی طرف رغبت کا استحباب	۸۲
اعتدال کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف رغبت کا استحباب	۸۳
اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا	۸۳
کوئی شخص بھی توبہ اور استغفار سے مستغنی نہیں ہے	۸۴
رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے کی خصوصیت اور استغفار کی فضیلت	۸۶
مشکل الفاظ کے معانی	۸۸
آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال	۸۸
علماء دین کی فضیلت	۸۹
ان الدین عند اللہ الاسلام (۱۹-۲۰)	۹۰
اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۹۱
اہل کتاب کے اختلاف کا بیان	۹۲
ان الذین یکفرون بایات اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق (۲۱-۲۷)	۹۳
رسول اللہ ﷺ کا انکار اللہ تعالیٰ کی تمام آیتوں کا انکار ہے	۹۵
رسول اللہ ﷺ کی سری شہادت	۹۵
ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنا افضل جہاد ہے	۹۶
مصیبت سے بچنے کے لیے کلمہ حق نہ کہنے کا جواز	۹۶
یہود کے جرائم پر سزاؤں کا ترتب	۹۷
بلا توبہ مرتکب کبیرہ مرنے والے مومن کی مغفرت میں مذاہب	۹۹
روم اور فارس کی فتح کی پیش گوئی	۱۰۰
سیدنا محمد ﷺ کے نبی ہونے پر مخالفین کے اعتراض کا جواب	۱۰۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء (۳۰-۲۸)	۱۰۲
کفار سے دوستی کی ممانعت کا آیات سابقہ سے ارتباط اور شان نزول	۱۰۳
کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت کا معنی اور محمل	۱۰۴
کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۰۴
بدعقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	۱۰۶
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مواسات (انسانی ہمدردی) کے متعلق آیات اور احادیث	۱۰۷
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مجرد معاملہ (معاشرتی برتاؤ) کے متعلق احادیث	۱۰۸
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مدارات (نرم گفتگو اور ملائمت) کے متعلق احادیث	۱۰۹
مداہنت کی تحقیق	۱۱۰
مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق	۱۱۱
تقیہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام	۱۱۲
تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۱۱۳
تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل	۱۱۴
تقیہ کے متعلق ائمہ اہل سنت کے مذاہب	۱۱۵
وعد اور وعید اور ترغیب اور ترہیب	۱۱۷
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (۳۲-۳۱)	۱۱۸
اتباع رسول ﷺ کے حکم کا شان نزول اور آیات سابقہ سے مناسبت	۱۱۸
محبت کے معنی اور اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی تحقیق	۱۱۹
اللہ کی محبت کا حصول جن نفوس قدسیہ کی محبت پر موقوف ہے	۱۲۰
جن افعال اور عبادات سے اللہ محبت کرتا ہے	۱۲۱
جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا	۱۲۲
ان اللہ اصطفی ادم ونوحا وال ابراھیم (۳۴-۳۳)	۱۲۳
خاص انسانوں کا خاص فرشتوں سے اور عام انسانوں کا عام فرشتوں سے افضل ہونا	۱۲۳
حضرت آدم، حضرت نوح وغیرہم کے خصوصی ذکر کی توجیہ اور ان کی فضیلتوں کا بیان	۱۲۵
انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی خصوصیات	۱۲۵
اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت (۳۷-۳۵)	۱۲۸
عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل	۱۲۹
حضرت عیسیٰ کا مس شیطان سے محفوظ رہنا ہمارے نبی ﷺ کی افضلیت کے منافی نہیں ہے	۱۳۰
بچہ کا نام رکھنا، اس کو گھٹی دینا اور بچہ کی ولادت کے دیگر مسائل	۱۳۱
عقیقہ کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین	۱۳۳
عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۳۵
عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۱۳۶
عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۳۷
عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۱۳۷
عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل	۱۳۸
عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث و نظر	۱۳۹
امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا	۱۳۹
نذر کے بعض احکام اور ماں کی اولاد پر ولایت	۱۴۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت زکریا علیہ السلام کی سوانح	۱۴۱
حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم کی کفالت کرنا	۱۴۳
ھنالک دعا زکریا ربہ (۴۱-۳۸)	۱۴۴
حضرت زکریا علیہ السلام کے اولاد کی دعا کرنے کا سبب	۱۴۵
نمازی کو ندا کرنے کی بحث	۱۴۶
محراب میں نماز پڑھنے کی بحث	۱۴۶
حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سوانح	۱۴۷
حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا	۱۵۰
حضرت یحییٰ کی ولادت کو حضرت زکریا کے مستبعد سمجھنے کی توجیہ	۱۵۱
تین دن کے لیے حضرت زکریا کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں	۱۵۱
و اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک (۴۴-۴۲)	۱۵۲
زیر بحث آیت میں حضرت مریم کے فضائل	۱۵۳
حضرت مریم کی فضیلت میں احادیث	۱۵۴
زیر بحث آیت میں سجدہ کے ذکر کو رکوع کے ذکر پر مقدم کرنے کی توجیہات	۱۵۵
بچہ کی پرورش کرنے کے حقداروں کا بیان	۱۵۶
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۱۵۸
رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بیان	۱۵۸
اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک (۴۷-۴۵)	۱۵۹
خلاصہ آیات اور وجہ ارتباط	۱۶۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دینے کی توجیہ	۱۶۰
مسیح کا معنی	۱۶۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کا بیان	۱۶۱
حضرت عیسیٰ کا پختہ عمر میں کلام کرنے کا معجزہ ہونا	۱۶۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد	۱۶۳
مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب آنا	۱۶۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کے مواعظ	۱۶۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول	۱۷۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا	۱۷۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول اور ان کی تدفین	۱۷۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مدت کا شمار	۱۷۳
حضرت مریم کے حمل کی کیفیت	۱۷۳
ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورٰۃ و الانجیل (۵۱-۴۸)	۱۷۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم	۱۷۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۱۷۵
فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ (۵۴-۵۲)	۱۷۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کی مخالفت کا سبب	۱۷۹
حواریین کا معنی اور مصداق	۱۷۹
اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا	۱۸۰
اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی (۵۸-۵۵)	۱۸۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت عیسیٰ کے ساتھ وفات کا تعلق بہ معنی موت	
نہ ہونے کی تحقیق	۱۸۲
ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم	۱۸۳
(۵۹-۶۳)	۱۸۵
حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد	۱۸۵
انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں	
حضرت آدم کے پتلے سے کن فیکون کے خطاب	
کی وضاحت	۱۸۶
حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم کے درمیان وجوہ	
مماثلت	۱۸۶
نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ کی تفصیل	۱۸۷
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۱۸۸
مباہلہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۱۸۹
الوہیت مسیح کے ابطال پر ایک عیسائی عالم سے امام	
رازی کا مناظرہ	۱۹۰
قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ	
(۶۴-۶۶)	۱۹۱
آیات سابقہ سے مناسبت اور شان نزول	۱۹۲
عقیدہ تثلیث اور اس کا ابطال	۱۹۲
اہل کتاب کو دعوت اسلام کا طریقہ	۱۹۳
یہود و نصاریٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف نسبت کا	
باطل ہونا اور مسلمانوں کی نسبت کا برحق ہونا	۱۹۳
ماکان ابراھیم یہود یا ولا نصر انیا	
(۶۷-۷۱)	۱۹۵
عوام اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	۱۹۶
علماء اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	۱۹۷
وقالت طائفۃ من اھل الکتاب امنوا	
بالذی انزل (۷۲-۷۴)	۱۹۸

عنوان	صفحہ نمبر
نبوت کا وہبی ہونا اور باقی فضائل کا کسبی ہونا	۲۰۱
ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار	
(۷۵-۷۷)	۲۰۲
اہل کتاب کے امانت داروں اور خائنوں کا بیان	۲۰۲
کفار کی نیکیوں کے مقبول یا مردود ہونے کی بحث	۲۰۳
یہودی غیر یہودی کا مال کھانا کیوں جائز سمجھتے تھے	۲۰۴
غیر معروف طریقہ سے مخالفین کا مال کھانے کا عدم	
جواز	۲۰۵
غیر معروف اور غیر قانونی طریقوں سے کافر اقوام کا	
مال کھانے کے دلائل پر بحث و نظر	۲۰۷
حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت	۲۰۹
دار الحرب' دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات	۲۱۰
دار الکفر میں غیر قانونی طریقوں سے کافروں کا مال	
کھانے کا عدم جواز	۲۱۳
عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کے متعلق	
آیت کا نزول	۲۱۵
عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کی سزا کا بیان	۲۱۶
و ان منھم لفریقا یلون السنتھم	
(۷۸-۸۰)	۲۱۸
ربط آیات اور شان نزول	۲۱۹
"لی" کا معنی اور تورات میں لفظی یا معنوی تحریف	
کی تحقیق	۲۱۹
بشر کا معنی	۲۲۲
حکم کا معنی	۲۲۳
ربانیین کا معنی	۲۲۴
ربط آیات اور شان نزول	۲۲۵
انبیاء علیہم السلام کا دعویٰ الوہیت کرنا عقلاً ممتنع	
ہے	۲۲۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
کفر ملت واحدہ ہے	۲۲۷
واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم (۸۱-۸۳)	۲۲۸
ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۲۲۸
تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے کے میثاق کی تحقیق	۲۲۹
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا عموم اور شمول	۲۳۰
زمینوں اور آسمانوں اور تمام مخلوق کی اطاعت کا بیان	۲۳۲
قل امنا باللہ وما انزل علینا (۸۴-۸۹)	۲۳۳
زیر تفسیر آیت کی آیات سابقہ کے ساتھ مناسبت	۲۳۵
انبیاء سابقین علیہم السلام پر ایمان لانے کا مفہوم	۲۳۶
اسلام کے لغوی اور شرعی معنی کا بیان	۲۳۷
اسلام قبول نہ کرنے کے نقصان کا بیان	۲۳۷
زیر تفسیر آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال	۲۳۸
اللہ تعالٰی کے ہدایت دینے کا مطلب	۲۳۹
مرتدوں کو ہدایت نہ دینے کے اشکال کے جوابات اور بحث و نظر	۲۳۹
ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا (۹۰-۹۱)	۲۴۲
مرتدین کے کفر میں زیادتی کا بیان	۲۴۲
مرتدین کی توبہ قبول نہ ہونے کا محمل	۲۴۳
ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کفار کی تین قسمیں	۲۴۳
لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (۹۲)	۲۴۵
بر کا لغوی اور شرعی معنی	۲۴۶
نیکی کے حصول کے لیے صحابہ کرام کا اپنی محبوب چیزوں کو صدقہ کرنا	۲۴۷

عنوان	صفحہ نمبر
پسندیدہ اور محبوب مال کا معیار	۲۴۹
کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ماحرم (۹۳-۹۵)	۲۵۱
مناسبت اور شان نزول	۲۵۲
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو شرعاً حرام کیا تھا یا عرفاً	۲۵۳
اسلام میں احکام آسان ہیں	۲۵۴
ان اول بیت وضع للناس (۹۶-۹۷)	۲۵۶
کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور راجح روایت کا بیان	۲۵۷
تعمیر کعبہ کی تاریخ	۲۵۹
کعبہ کے فضائل	۲۶۴
مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت	۲۶۵
بیت اللہ کے اسماء	۲۶۵
کعبہ کی برکت اور ہدایت کا معنی	۲۶۶
کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں	۲۶۷
حرم میں داخل ہونے والے مجرم کے مامون ہونے میں مذاہب فقہاء	۲۶۸
حرم میں قتل کے تکویناً ممنوع ہونے پر بحث و نظر	۲۷۰
قرامطہ کا مکہ فتح کرکے حجر اسود کو اکھاڑ کر لے جانا	۲۷۰
کعبہ کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اصحاب فیل کی طرح قرامطہ پر عذاب کیوں نہیں آیا؟	۲۷۱
قرامطہ کی تعریف	۲۷۲
قرامطہ کے عقائد	۲۷۳
حج کی تعریف، شرائط، فرائض، واجبات، سنن اور آداب، ممنوعات اور مکروہات	۲۷۴
حج کے فضائل	۲۷۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حج کی استطاعت کی تفصیل	۲۷۸
قدرت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید	۲۷۹
حلال مال سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام مال سے حج کرنے کی مذمت	۲۸۰
قل یاهل الکتاب لم تکفرون بایات اللہ (۹۸-۱۰۱)	۲۸۰
کفر پر مذمت میں اہل کتاب کی تخصیص کی وجہ	۲۸۱
اہل کتاب کے گمراہ کن حیلے	۲۸۲
شاس بن قیس کا مسلمانوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کی ناکام سعی کرنا	۲۸۲
صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کے لیے دین پر استقامت کے ذرائع	۲۸۳
یایها الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ (۱۰۲-۱۰۳)	۲۸۴
ربط آیات	۲۸۵
آیا اللہ سے کماحقہ ڈرنے کا حکم محکم ہے یا منسوخ؟	۲۸۵
تقویٰ کے متعلق احادیث	۲۸۶
لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنی	۲۸۷
تاحیات اسلام پر قائم رہنے کے حکم کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	۲۸۸
اللہ کی رسی کا بیان	۲۸۹
عقائد حقہ میں اختلاف سے ممانعت	۲۹۰
باہمی بغض' حسد اور عصبیت کی وجہ سے اختلاف کی ممانعت	۲۹۱
فرعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کی گنجائش	۲۹۳
اوس اور خزرج پر اللہ تعالیٰ کے دنیاوی اور اخروی احسانات	۲۹۵
ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر (۱۰۴-۱۰۹)	۲۹۶

عنوان	صفحہ نمبر
ربط آیات اور مناسبت	۲۹۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی مزید آیات	۲۹۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث اور آثار	۲۹۸
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق	۳۰۰
برائی سے روکنے کے لیے تادیب اور تعزیر کے مراتب	۳۰۱
بغیر علم کے وعظ اور تبلیغ کرنا حرام ہے	۳۰۳
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے	۳۰۶
ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان	۳۰۶
کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے	۳۰۷
امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	۳۰۷
بنی اسرائیل کے اختلاف کی مذمت کا سبب	۳۰۷
قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کی وہ علامات جن سے وہ پہچان لیے جائیں گے	۳۰۹
حوض پر وارد ہونے والے مرتدین کے متعلق علم رسالت اور بحث و نظر	۳۰۹
عذاب کا عدل اور ثواب کا فضل ہونا	۳۱۲
کنتم خیر امة (۱۱۰-۱۱۷)	۳۱۳
ربط آیات' مناسبت اور شان نزول	۳۱۳
تمام امتوں سے افضل امت ہونے کا مدار	۳۱۴
صحیح' صادق اور کامل ایمان کا معیار	۳۱۴
مدینہ کے یہودیوں کی ذلت اور خواری کا بیان	۳۱۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سہارے کے بغیر یہودی ریاست قائم نہیں کر سکتے	۳۱۷
لیسوا سواء من اهل الکتاب (۱۱۵-۱۱۳)	۳۱۸
ربط آیات اور مناسبت	۳۱۹
اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی صفات کی تفصیل اور تحقیق	۳۱۹
ان الذین کفروا لن تغنی عنهم اموالهم (۱۱۷-۱۱۶)	۳۲۱
آخرت میں کفار کے اعمال کا ضائع ہونا	۳۲۲
یایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانة (۱۲۰-۱۱۸)	۳۲۳
کفار کو رازدار بنانے کی ممانعت اور اس کی حکمتیں	۳۲۴
مسلمانوں کے کافروں سے محبت کرنے اور ان کے محبت نہ کرنے کے محامل	۳۲۶
مسلمانوں کے خلاف کافروں کے غیظ و غضب کا بیان	۳۲۶
نیک اور متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا محمل	۳۲۷
غیر مسلموں سے دینی اور دنیاوی کام لینے کی تحقیق	۳۲۸
واذ غدوت من اهلک تبوئ المؤمنین (۱۲۷-۱۲۱)	۳۳۰
غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ	۳۳۱
غزوہ احد کا مختصر تذکرہ	۳۳۲
سابقہ آیات کے ساتھ ارتباط	۳۳۵
غزوہ احد کے لیے نبی ﷺ کا صحابہ سے مشورہ اور جنگ کی تیاری	۳۳۶
غزوہ احد کے متعلق احادیث اور آثار	۳۳۷
ربط آیات اور مناسبت	۳۴۰
بدر کا لغوی معنی اور جغرافیائی محل وقوع	۳۴۱

عنوان	صفحہ نمبر
بدر میں مسلمانوں کے ضعف کا بیان	۳۴۱
مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب	۳۴۱
جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار	۳۴۳
جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء	۳۴۶
غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۵۳
لیس لک من الامر شیء (۱۲۹-۱۲۸)	۳۵۴
لیس لک من الامر کے شان نزول میں متعدد اقوال	۳۵۴
آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	۳۵۵
بعض کافروں کے خلاف دعاء ضرر کرنے اور لعنت کرنے کے متعلق احادیث	۳۵۶
بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعائے ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں	۳۵۶
رسول اللہ ﷺ کو دعاء ضرر سے روکنے کی توجیہ اور بحث و نظر	۳۵۸
قنوت نازلہ کا معنی	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۳۶۰
قنوت نازلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۳۶۱
قنوت نازلہ میں فقہاء احناف کا نظریہ	۳۶۲
قنوت نازلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ	۳۶۳
اصحاب بیر معونہ کی شہادت کا بیان	۳۶۳
علم رسالت پر اعتراض کا جواب	۳۶۴
یایها الذین امنوا لا تاکلوا الربوا (۱۳۲-۱۳۰)	۳۶۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
آیات سابقہ سے مناسبت	۳۶۴
سود مفرد اور سود مرکب کا بیان	۳۶۵
ربا الفضل کا بیان	۳۶۵
ربا الفضل میں علت حرمت کی تحقیق	۳۶۶
سود میں منہمک رہنے والا کفر کے خطرہ میں ہے	۳۶۷
دوزخ کا کفار کے لیے تیار کیا جانا آیا فساق مومنین کے دخول سے مانع ہے یا نہیں؟	۳۶۷
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور منصب رسالت	۳۶۸
وسارعوا الی مغفرۃ (۱۳۳-۱۳۶)	۳۷۰
ربط آیات	۳۷۰
مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ	۳۷۱
غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت	۳۷۲
معاف کرنے کی فضیلت	۳۷۳
گناہوں پر نادم ہونے اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید	۳۷۵
گناہوں پر اصرار کا لغوی اور شرعی معنی	۳۷۸
توبہ کی تعریف' ارکان اور شرائط	۳۷۸
کیا گناہوں کو معین کر کے توبہ کرنا ضروری ہے	۳۷۹
قد خلت من قبلکم سنن (۱۳۷-۱۴۳)	۳۸۰
ربط آیات	۳۸۱
قرآن مجید میں سنت کا مفہوم	۳۸۲
سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۸۲
مسلمانوں کے اعلیٰ اور غالب ہونے کے معنی	۳۸۴
شہید کی تعریف اس کا شرعی حکم اور اس کی وجہ تسمیہ	۳۸۵
فتح اور شکست کو گردش دینے کی اصل حکمت	۳۸۶
وما محمد الا رسول (۱۴۴-۱۴۵)	۳۸۸
رسول اللہ ﷺ کی وفات اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ کا بیان	۳۸۹
درایت اور روایت سے لوح محفوظ سے تمام امور کے لکھے جانے کا بیان	۳۹۳
نیت اور اخلاص کا بیان	۳۹۶
وکاین من نبی قتل (۱۴۶-۱۴۸)	۳۹۷
مصائب میں ثابت قدمی پر سابقہ امتوں کا نمونہ	۳۹۸
آیات مذکورہ سے مستنبط مسائل	۳۹۸
یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا (۱۴۹-۱۵۳)	۳۹۹
دینی معاملات میں کفار کی اطاعت سے ممانعت	۴۰۰
اللہ کے سوا کسی اور کی خدائی پر دلیل کا نہ ہونا	۴۰۱
جنگ احد میں مسلمانوں کی پسپائی کا بیان	۴۰۱
"اللہ نے تم کو ان سے پھیر دیا" کی تفسیر	۴۰۲
مسلمانوں کو غم اٹھانے اور مصائب برداشت کرنے کا عادی بنانا	۴۰۳
ثم انزل علیکم (۱۵۴-۱۵۵)	۴۰۴
رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے مسلمانوں کا سو جانا اور منافقوں کا پریشانی سے جاگتے رہنا	۴۰۵
اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی	۴۰۶
جنگ احد میں بھاگنے والے مسلمانوں کا بیان	۴۰۷
جنگ احد میں بھاگنے کی وجہ سے حضرت عثمان پر طعن کا جواب	۴۰۷
جنگ احد میں مسلمانوں کی جس خطا کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش دی	۴۰۸
یایھا الذین امنوا لا تکونوا (۱۵۶-۱۶۰)	۴۰۹
ربط آیات اور خلاصہ تفسیر	۴۱۰
یوں کہنا منع ہے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو فلاں مصیبت نہ آتی	۴۱۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مستقبل کے لیے اگر کا لفظ کہنے کا جواز اور ماضی کے لیے اگر کا لفظ کہنے کی ممانعت	۴۱۱
اس کی تحقیق کہ جہاد کی نیت نہ کرنا نفاق ہے	۴۱۱
منافقین کے قول کے حسرت ہونے کی وجوہات	۴۱۲
اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے کا بیان	۴۱۳
اللہ کی مغفرت اور رحمت کا دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے افضل اور بہتر ہونا	۴۱۳
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام رازی کا نظریہ	۴۱۴
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام غزالی کا نظریہ	۴۱۵
دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں مصنف کا نظریہ	۴۱۶
دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۴۱۶
دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب کے ثبوت میں احادیث	۴۱۷
دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی طلب اخلاص کے منافی نہیں ہے	۴۱۸
نبی ﷺ کے عفو و درگزر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۱۹
نبی ﷺ کے عفو و درگزر اور حسن اخلاق کے متعلق احادیث	۴۱۹
سراقہ بن مالک کو معاف کر دینا	۴۲۰
عمیر بن وہب کو معاف کر دینا	۴۲۰
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	۴۲۲
فتح مکہ کے بعد ابو سفیان اور ہند کو معاف کر دینا	۴۲۲
فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا	۴۲۳
فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا	۴۲۴
فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا	۴۲۵
ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا	۴۲۶
منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا	۴۲۶
عفو اور درگزر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۲۷
عفو اور درگزر کے متعلق احادیث	۴۲۷
نبی ﷺ کے عفو و درگزر کے مختلف محامل	۴۲۸
مشورہ کا لغوی اور عرفی معنی	۴۲۹
مشورہ کے متعلق احادیث	۴۲۹
رسول اللہ ﷺ کو صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا	۴۳۰
کس قسم کے لوگوں سے مشورہ کیا جائے	۴۳۰
توکل کا معنی	۴۳۱
توکل کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۳۲
توکل کے متعلق احادیث	۴۳۲
توکل کی صحیح تعریف	۴۳۳
کیا اسباب کو ترک کرنا اور مال جمع کرنا توکل کے خلاف ہے؟	۴۳۵
اسباب حاصل کرنے کا حکم	۴۳۶
اشیاء کو جمع کرنا اور ذخیرہ کرنا بھی مطلوب ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے	۴۳۸
اگر اللہ مدد نہ کرے تو کوئی مددگار نہیں	۴۳۹
وما کان لنبی ان یغل (۱۶۴-۱۶۱)	۴۴۰
مناسبت اور شان نزول	۴۴۰
مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	۴۴۱
مال غنیمت سے متعلق دیگر مسائل	۴۴۲
اموال مسلمین میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	۴۴۲
نیکوکاروں کا بدکاروں کی مثل نہ ہونا	۴۴۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ثواب اور عذاب کے مختلف درجات	۴۴۵
آیات سابقہ سے مناسبت	۴۴۵
نبیوں اور رسولوں کی بعثت کا عام انسانوں اور مومنوں کے لیے رحمت ہونا	۴۴۶
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل اور مومنین پر وجوہ احسان	۴۴۷
سیدنا محمد ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے	۴۵۱
تلاوت' تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم کا بیان	۴۵۳
اولما اصابتکم مصیبة (۱۶۵۔۱۶۸)	۴۵۴
بعض مسلمانوں اور منافقوں کے شبہات اور ان کے جوابات	۴۵۵
ولا تحسبن الذین قتلوا (۱۶۹۔۱۷۱)	۴۵۶
مناسبت اور شان نزول	۴۵۷
حیات شہداء کے متعلق احادیث	۴۵۷
حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات	۴۵۸
شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟	۴۶۰
شہداء کی حیات جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر	۴۶۰
شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۴۶۲
حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار	۴۶۳
حکمی شہداء کا خلاصہ	۴۶۷
غسل شہداء کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۶۸
شہداء کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۶۸
شہداء کے رزق کا بیان	۴۶۹
فوت شدہ مسلمانوں کا اپنے اقارب کے اعمال پر مطلع ہونا	۴۷۰
اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کی کامیابی پر خوش ہونا چاہیے	
الذین استجابوا للہ والرسول (۱۷۲۔۱۷۵)	۴۷۱
آیات مذکورہ کے شان نزول میں دو روایتیں	۴۷۱
ایمان میں زیادتی کا محمل	۴۷۳
دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی	۴۷۳
رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیان	۴۷۴
دنیا میں کافروں کی خوشحالی سے دھوکا نہ کھایا جائے	۴۷۵
ان الذین اشتروا الکفر (۱۷۷۔۱۷۹)	۴۷۵
ایمان کے بدلہ میں کفر کو خریدنے کا محمل	۴۷۶
زندگی اور موت میں کون بہتر ہے اور موت کی تمنا کرنا جائز ہے یا نہیں	۴۷۷
کافروں کو گناہ کے لیے ڈھیل دینے کی توجیہات	۴۷۸
اصحاب رسول (ﷺ) کے مومن اور طیب ہونے پر دلیل	۴۷۹
انبیاء علیہم السلام کو علم الغیب ہے یا غیب کی خبروں کا علم ہے	۴۸۰
انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کے متعلق علماء امت کی تصریحات	۴۸۱
رسول اللہ ﷺ کے علم غیب اور علم ما کان وما یکون کے متعلق احادیث	۴۸۳
ولا یحسبن الذین یبخلون (۱۸۰)	۴۸۴
بخل کا لغوی معنی	۴۸۵
بخل کا شرعی معنی اور اس کی اقسام	۴۸۵
بخل کی مذمت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۸۶
بخل کی مذمت کے متعلق احادیث و آثار	۴۸۷
لقد سمع اللہ قول الذین (۱۸۱۔۱۸۶)	۴۹۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اسلام کے نظام زکوۃ پر یہودیوں کا اعتراض	۴۹۳
یہودیوں کے اعتراض مذکور کا جواب	۴۹۴
مخالف کے طعن کے جواب میں اس پر طعن کر کے اس کو ساکت کرنا	۴۹۴
اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز کلام کفر ہے	۴۹۵
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق معراج کا صلہ	۴۹۶
پچھلی امتوں میں قربانی' صدقات اور مال غنیمت کو آسمانی آگ کا کھا جانا	۴۹۶
یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب	۴۹۸
رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کا بیان	۴۹۸
بینات' زبر اور کتاب منیر کا معنی	۴۹۹
جنگ احد کی ہزیمت پر مسلمانوں کو تسلی دینے کا بیان	۴۹۹
موت سے مستثنیٰ رہنے والے نفوس کا بیان	۴۹۹
دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کو طلب کرنے کے متعلق احادیث اور بحث و نظر	۵۰۰
دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق آیات	۵۰۳
دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۴
کافروں اور بے دینوں کی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا	۵۰۷
واذ اخذ اللہ میثاق الذین (۱۸۷-۱۸۹)	۵۰۸
ربط آیات اور شان نزول	۵۰۹
علم چھپانے کی مذمت کے متعلق احادیث	۵۱۰
عبداللہ بن لہیعہ کی روایت کی تحقیق	۵۱۰
بعض آیات میں عموم الفاظ کی بجائے خصوصیت مورد کا اعتبار	۵۱۲

عنوان	صفحہ نمبر
نیکی کی تعریف چاہنے پر عذاب کی وعید	۵۱۳
ان فی خلق السموت والارض (۱۹۰-۱۹۵)	۵۱۴
اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدت پر دلیل	۵۱۶
بہ کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۷
کروٹ کے بل نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کے مسلک کی وضاحت	۵۱۸
مخلوق میں غور و فکر کرنے کی ہدایت اور خالق میں غور و فکر کرنے کی ممانعت	۵۲۰
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تحقیق	۵۲۰
ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ نہ ہونے کے نظریہ کا رد	۵۲۲
گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کے مٹانے میں تکرار کے جوابات	۵۲۳
صالحین کے جوار اور قرب میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا	۵۲۴
دعا قبول ہونے کے علم کے باوجود دعا کرنے کی حکمتیں	۵۲۵
دعا کے قبول ہونے کا ایک طریقہ	۵۲۶
تمام صحابہ کے مومن ہونے کی دلیل	۵۲۷
لا یغرنک تقلب الذین (۱۹۶-۲۰۰)	۵۲۷
غرور کا معنی اور شان نزول	۵۲۸
کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث	۵۲۸
اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کے قرب کا جنت سے افضل ہونا	۵۳۰
شان نزول	۵۳۱
غائب میت کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۵۳۲
ربط آیات	۵۳۳

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
صبر کا لغوی اور شرعی معنی	۵۳۴	قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق احادیث	۵۵۶
صبر کے متعلق احادیث	۵۳۴	قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق مذاہب ائمہ	۵۵۷
صابروا کا لغوی معنی اور صبر اور مصابرہ میں فرق	۵۳۵	احادیث صحیحہ صریحہ کا اقوال ائمہ پر مقدم ہونا	۵۵۷
مصابرہ کے متعلق احادیث	۵۳۵	نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کا بیان	۵۵۸
مرابطہ کے معنی	۵۳۶	تعدد ازدواج کا آپ ﷺ کی خصوصیت ہونا	۵۵۹
آیت مذکورہ میں رابطوا کے محامل	۵۳۶	رسول اللہ ﷺ کے تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں	۵۵۹
اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے متعلق احادیث	۵۳۷	نبی ﷺ کا تعدد ازدواج کمال ضبط ہے یا حظ نفسانی کی بہتات	۵۶۶
سورۃ النساء	۵۳۹	نحلہ کا معنی	۵۶۶
سورۃ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ	۵۴۱	مہر کا مقرر کرنا صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے	۵۶۷
سورۃ النساء کے فضائل	۵۴۱	مہر ادا کرنے کی تاکید اور مہر ادا نہ کرنے پر وعید	۵۶۷
سورۃ النساء کی سورہ آل عمران کے ساتھ مناسبت اور ارتباط	۵۴۲	رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے مہر کا بیان	۵۶۸
سورۃ النساء کے مضامین کا خلاصہ	۵۴۳	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان	۵۶۹
یایھا الناس اتقوا ربکم (۱)	۵۴۴	مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۵۷۰
خالق کی حکمت اور مخلوق پر شفقت	۵۴۴	مہر کے ثبوت میں احادیث	۵۷۰
اسلام میں رنگ و نسل کا امتیاز نہیں ہے	۵۴۴	مہر کی مقدار کے متعلق فقہائے حنبلیہ کا مذہب	۵۷۱
رشتہ داروں سے تعلق توڑنے پر وعید اور تعلق جوڑنے پر بشارت	۵۴۵	مہر کی مقدار کے متعلق فقہائے شافعیہ کا مذہب	۵۷۲
واتوا الیتمی اموالھم (۴-۲)	۵۴۶	مہر کی مقدار میں غیر مقلدین اور علمائے شیعہ کا نظریہ	۵۷۴
یتیم کا مال ادا کرنے کا حکم	۵۴۷	مہر کی مقدار میں فقہائے مالکیہ کا نظریہ	۵۷۵
یتیم کا مال کھانے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی مذمت اور حسن سلوک کی تعریف	۵۴۷	مہر کی مقدار میں فقہائے احناف کا مذہب	۵۷۸
نکاح کی ترغیب اور فضیلت کے متعلق احادیث	۵۴۸	ٹیلی فون پر نکاح کا شرعی حکم	۵۷۸
نکاح کی حکمتیں اور فوائد	۵۵۰	بیویوں کے درمیان عدل کا حکم اور بعض دوسرے مسائل	۵۷۸
غیر کفو میں نکاح کے جواز پر احادیث	۵۵۲		
کفو میں نکاح کی شرط کے متعلق مذاہب اربعہ	۵۵۳		
تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات	۵۵۴		
چار بیویوں پر اقتصار کی توجیہ	۵۵۶		

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ولا تؤتوا السفہاء اموالکم (۵-۶)	۵۷۹
کم عقلوں کو مال نہ دینے اور یتیم کے مال کو ولی کا مال فرمانے کی توجیہ	۵۸۰
مال کم عقل کی ملک کرنا اس آیت کے منافی نہیں	۵۸۰
حجر (قولی تصرف سے روکنا) کا لغوی اور شرعی معنی	۵۸۱
حجر کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل	۵۸۱
جو کسی منصب (آسامی) کے نااہل ہوں ان کو اس کی ذمہ داری نہ سونپی جائے	۵۸۲
لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کا معیار	۵۸۲
یتیم کا مال کھانے میں مذاہب فقہاء	۵۸۳
تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق	۵۸۳
للرجال نصیب مما ترک الوالدان (۷-۱۰)	۵۸۳
زمانہ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا	۵۸۵
تقسیم وراثت میں ورثا کا اقرب ہونا معیار ہے	۵۸۶
ورثاء کی ترکہ کی تقسیم کی تفصیل	۵۸۷
رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کو دینا احسان نہیں ان کا حق پہنچانا ہے	۵۸۸
یتیموں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھا جائے	۵۸۸
ظلماً مال یتیم کھانے پر انتہائی سخت عذاب کی وجہ	۵۸۹
ظلماً یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث	۵۸۹
یوصیکم اللہ فی اولادکم (۱۱-۱۴)	۵۹۰
وراثت کے تفصیلی احکام	۵۹۲
اولاد کے احوال	۵۹۳
مرد کو عورت سے دگنا حصہ دینے کی وجوہات	۵۹۴
والدین کے احوال	۵۹۴
قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کے دلائل	۵۹۵
حارث اعور کے ضعف کا بیان	۵۹۶
اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف کی تقویت	۵۹۷
شوہر اور بیوی کے احوال	۵۹۷
کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۵۹۸
آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل	۶۰۰
احکام وراثت کی اطاعت پر جنت کی بشارت	۶۰۰
احکام وراثت کی نافرمانی کرنے والے پر دائمی عذاب کی وعید اور اس کی توجیہ	۶۰۱
والتی یاتین الفاحشۃ (۱۵-۱۶)	۶۰۱
عورتوں کی بدکاری پر ابتدائی سزا کا بیان	۶۰۳
حدود میں عورتوں کی گواہی نامعتبر ہونے پر دلائل	۶۰۳
حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر اعتراض کا جواب	۶۰۵
کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟	۶۰۵
دو شخصوں کی بے حیائی کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۰۶
اغلام کی حرمت پر قرآن مجید کی آیات	۶۰۶
اغلام کی حرمت پر احادیث اور آثار	۶۰۷
عمل قوم لوط کی حد یا تعزیر میں مذاہب اربعہ	۶۰۸
جہالت سے گناہ کرنے پر مقبولیت توبہ کی تشریح	۶۱۰
غرغرہ موت کے وقت توبہ کا قبول نہ ہونا	۶۱۱
زمانہ جاہلیت کے مظالم سے عورتوں کو نجات دلانا	۶۱۲
زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ہے	۶۱۳
قنطار کا معنی	۶۱۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ مہر رکھنے سے منع فرمانا	۶۱۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم پر شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب	۶۱۵
خلوت صحیحہ کی وجہ سے کامل مہر کے وجوب پر فقہائے احناف کے دلائل	۶۱۶
باپ کی منکوحہ سے بیٹے کے نکاح کے متعلق	

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
مذاہب فقہاء	۶۱۷
باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی سزا	۶۱۹
حرمت علیکم امہاتکم (۲۵-۲۳)	۶۱۹
محرمات نکاح کا بیان	۶۲۱
نسبی محرمات کی تفصیل	۶۲۱
رضاعی محرمات کی تفصیل	۶۲۱
رشتہ نکاح کے سبب محرمات کی تفصیل	۶۲۲
جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق	۶۲۳
مالی فدیہ کے بدلے میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۶۲۵
مسلمان قیدیوں سے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۶۲۶
جنگی قیدیوں کو احساناً" بلا معاوضہ آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۶۲۷
جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہائے اسلام کی آراء	۶۲۸
کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے	۶۲۹
مہر کے مال ہونے پر دلیل	۶۳۰
جواز متعہ پر علمائے شیعہ کے دلائل	۶۳۰
علمائے شیعہ کے نزدیک متعہ کے فقہی احکام	۶۳۱
علمائے شیعہ کے جواز متعہ پر دلائل کے جوابات	۶۳۲
حرمت متعہ پر قرآن مجید سے دلائل	۶۳۳
حرمت متعہ پر احادیث سے دلائل	۶۳۴
احادیث شیعہ سے حرمت متعہ پر دلائل	۶۳۶
بعض مفسرین کا تسامح	۶۳۶
اہل کتاب باندیوں سے نکاح میں فقہاء کے مذاہب	۶۳۷
غیر سید کا فاطمی سیدہ سے نکاح	۶۳۸
باندیوں سے نکاح کے احکام	۶۳۸
یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم (۳۳-۲۶)	۶۳۹
احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب	۶۴۱
شریعت کا مزاج آسان احکام بیان کرنا ہے نہ کہ مشکل۔	۶۴۲
مال حرام کی انواع اور اقسام	
رشوت کی تعریف' وعید اور شرعی احکام	۶۴۳
اپنے آپ کو قتل کرنے کی ممانعت کے تین محمل	۶۴۴
خودکشی کرنے والے کے عذاب کا بیان	۶۴۵
خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم	۶۴۵
صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تحقیق	۶۴۶
اصرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ	۶۴۹
اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور اس کی عطا کے خلاف تمنا کرنے سے ممانعت	۶۵۱
الرجال قوامون علی النساء (۳۴-۳۲)	۶۵۲
قرآن مجید سے عورتوں کی حاکمیت کا عدم جواز	۶۵۶
قوام کا معنی	۶۵۶
عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث	۶۵۶
عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء	۶۵۷
ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب	۶۵۸
جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب	۶۵۸
بیویوں کو مارنے کے متعلق احادیث	۶۵۹
بیویوں کو مارنے کے متعلق فقہاء کا نظریہ	۶۵۹
اختلاف زن و شوہر میں دونوں جانب سے مقرر کردہ منصف آیا حاکم ہیں یا وکیل	۶۶۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اگر شوہر بیوی کو خرچ دے نہ طلاق تو آیا عدالت اس کا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟	۶۶۳
عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراضات کے جوابات	۶۶۳
قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ	۶۶۵
قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث	۶۶۶
دفع حرج، مصلحت اور ضرورت کی بنا پر ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر فیصلہ اور فتوے کا جواز	۶۶۷
جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے نہ آباد کرے اس کے متعلق شریعت کا حکم	۶۶۸
اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کا بیان	۶۶۹
ماں باپ کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۰
پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۱
غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان	۶۷۲
اخلاص سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لیے وعید	۶۷۳
جبریہ کا رد اور ایمان میں تقلید کا کافی ہونا	۶۷۴
اللہ کے ظلم نہ کرنے کا معنی	۶۷۵
اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب بڑھانے کا معنی	۶۷۵
تمام نبیوں کے صدق پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت	۶۷۶
قیامت کے دن کفار کے مختلف احوال	۶۷۶
یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة (۴۳-۵۰)	۶۷۷
حالت نشہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کا شان نزول	۶۷۹
تیمم کی مشروعیت کا سبب	۶۸۰
حضرت عائشہ کے گمشدہ ہار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے علم کی بحث	۶۸۱
حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل	۶۸۱
جنبی کے لیے جواز تیمم میں صحابہ کا اختلاف	۶۸۲
تیمم کی تعریف، شرائط اور مذاہب فقہاء	۶۸۳
تیمم کے بعض مسائل	۶۸۵
یہود کی تحریف کا بیان	۶۸۶
لعنت کی اقسام اور کسی شخص پر لعنت کرنے کی تحقیق	۶۸۶
شرک کی تعریف	۶۸۷
کیا چیز شرک ہے اور کیا چیز شرک نہیں ہے	۶۸۸
اپنی پاکیزگی اور فضیلت بیان کرنے کی ممانعت	۶۹۰
غرض صحیح کی بناء پر اپنی پاکیزگی اور اپنی فضیلت بیان کرنے کا جواز	۶۹۱
الم تر الی الذین اوتوا نصیبا (۵۱-۵۹)	۶۹۲
جبت اور طاغوت کا معنی	۶۹۳
یہود کے بخل کی مذمت	۶۹۵
یہود کے حسد کی مذمت	۶۹۵
دوزخ میں جلی ہوئی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدلنے پر تعذیب بلا معصیت کی بحث	۶۹۷
روح اور جسم دونوں پر عذاب کی دلیل	۶۹۷
تعذیب بلا معصیت کے اشکال کے صحیح جوابات	۶۹۷
روح اور جسم دونوں کے مستحق عذاب ہونے کی ایک مثال	۶۹۸
اخروی نعمتوں کے لیے نیک اعمال چاہئیں	۶۹۸
ربط آیات اور شان نزول	۶۹۹
امانت ادا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۹۹
امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث	۷۰۰
اللہ کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
خلق خدا کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۱
اپنے نفس کے ساتھ معاملہ میں امانت داری کا دائرہ کار	۷۰۲
قضاء کے آداب اور قاضی کے ظلم اور عدل کے متعلق احادیث	۷۰۳
کتاب' سنت' اجماع اور قیاس کی حجیت پر استدلال	۷۰۵
اولی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال اور مصنف کا مختار	۷۰۵
اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت بالتبع ہے	۷۰۶
قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	۷۰۶
ائمہ اور فقہاء کے اقوال پر احادیث کو مقدم رکھنا ان کی بے ادبی نہیں ہے	۷۰۸
دلائل کی بناء پر اکابر سے اختلاف کرنا ان کی بے ادبی نہیں ہے	۷۰۸
علماء اور مجتہدین حضرات معصوم نہیں دلائل کے ساتھ ان کے ساتھ اختلاف کرنا جائز ہے	۷۰۹
الم تر الی الذین یزعمون (۶۰-۷۰)	۷۱۱
حضور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل کر دینا	۷۱۳
نبی ﷺ کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا جواز	۷۱۴
گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا جواز	۷۱۶
رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں ہے	۷۱۸
نبی ﷺ کی زیارت کے لیے صحابہ کا اضطراب	۷۱۹
اہل جنت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا ان کے درجوں میں مساوات کو مستلزم نہیں	۷۱۹
نبی' صدیق' شہید اور صالح کی تعریفات	۷۱۹
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بعض خصوصیات اور فضائل	۷۲۰
یایھا الذین امنوا خذوا حذرکم (۷۱-۷۶)	۷۲۰
ربط آیات اور خلاصہ مضمون	۷۲۲
جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کا بیان	۷۲۲
اخروی اجر و ثواب کے لیے جہاد کرنا	۷۲۳
مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا	۷۲۳
مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ میں ہر ایک کا ہدف اور نصب العین	۷۲۴
قرآن مجید کی ترغیب جہاد کے نکات	۷۲۴
ترغیب جہاد کے متعلق احادیث	۷۲۴
الم تر الی الذین قیل لھم کفوا (۷۷-۸۷)	۷۲۶
شان نزول اور ربط آیات	۷۲۹
اچھائی اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور برائی ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں	۷۳۰
منصب رسالت	۷۳۱
قرآن مجید میں اختلاف نہ ہونے کا بیان	۷۳۲
شان نزول	۷۳۳
قیاس اور تقلید کے حجت ہونے کا بیان	۷۳۳
شان نزول اور ربط آیات	۷۳۳
نبی ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر ہیں	۷۳۳
شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام	۷۳۴
نیکی کے کاموں میں شفاعت کے متعلق احادیث	۷۳۴
اسلام میں سلام کے مقرر کردہ طریقہ کی افضلیت	۷۳۵
مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت اور اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۷۳۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
کن لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہئے	۷۳۷
جن مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہئے	۷۳۸
امتناع کذب کا بیان	۷۳۹
امتناع کذب پر امام رازی کے دلائل	۷۳۹
امتناع کذب پر علامہ تفتازانی کے دلائل	۷۴۰
امتناع کذب پر میر سید شریف کے دلائل	۷۴۰
شرح مواقف کے دلائل پر علامہ میر سید شریف کے اعتراضات	۷۴۱
علامہ میر سید شریف کے اعتراضات کے جوابات	۷۴۱
امتناع کذب پر علامہ میر سید شریف کی تصریحات	۷۴۲
امتناع کذب کے متعلق دیگر علماء کی تصریحات اور دلائل	۷۴۳
امتناع کذب کے متعلق علمائے دیوبند کا عقیدہ	۷۴۳
خُلف وعید کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے کذب کو مستلزم نہیں ہے	۷۴۴
فمالکم فی المنافقین فئتین (۹۱-۸۸)	۷۴۵
کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	۷۴۸
ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۴۸
قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا	۷۴۹
اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے	۷۴۹
ہجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۷۵۰
جن کافروں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اس کی پابندی کی جائے گی	۷۵۰
وماکان لمؤمن (۹۶-۹۲)	۷۵۲
قتل خطا کی آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال	۷۵۴
قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام	۷۵۵
دیت کا معنی	۷۵۶
قتل خطا، قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار	۷۵۶
دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے	۷۵۷
عورت کی نصف دیت کی تحقیق	۷۵۸
قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت	۷۵۹
ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام	۷۵۹
دار الحرب میں کسی مسلمان کو خطاءً قتل کرنے پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت	۷۵۹
ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ	۷۵۹
ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا	۷۶۰
ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل	۷۶۱
قتل خطا کے کفارہ کا بیان	۷۶۱
قتل عمد کی تعریف اور اس کے متعلق احادیث	۷۶۲
قتل عمد پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کا بیان	۷۶۳
مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات	۷۶۴
سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث	۷۶۵
احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے	۷۶۵
بلاعذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے مجاہدین کے برابر نہیں ہیں	۷۶۶
عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے مجاہدین کے برابر ہیں	۷۶۷
غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر	۷۶۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ان الذین توفھم الملائکۃ (۱۰۰-۹۷)	۷۶۹
فرضیت ہجرت کی آیات کا شان نزول	۷۷۰
ہجرت کا شرعی حکم	۷۷۲
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کے اسباب	۷۷۲
دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام	۷۷۳
حصول نفع کے لیے ہجرت کی اقسام	۷۷۴
واذا ضربتم فی الارض (۱۰۴-۱۰۱)	۷۷۵
نماز خوف کا شان نزول	۷۷۷
نماز خوف پڑھنے کا طریقہ	۷۷۷
سفر شرعی میں نماز کو قصر کر کے پڑھنے کا وجوب	۷۷۸
مسافت شرعی کی مقدار میں مذاہب ائمہ	۷۷۹
مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلو میٹر	۷۷۹
سمندری سفر میں مسافت شرعیہ کا معیار	۷۸۲
کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرنا	۷۸۳
حالت جنگ میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۸۳
نمازوں کے اوقات	۷۸۴
ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا کرنے کا عدم جواز	۷۸۴
قطبین میں نمازوں اور روزوں کا مسئلہ	۷۸۵
مناسبت اور شان نزول	۷۸۵
انا انزلنا الیک الکتاب بالحق (۱۱۳-۱۰۵)	۷۸۶
ربط آیات	۷۸۷
منافقوں کے چوری کرنے اور بے قصور پر اس کی تہمت لگانے کے متعلق مختلف روایات	۷۸۸
نبی ﷺ کا کبھی دلیل ظاہر اور کبھی علم غیب کے مطابق فیصلہ کرنا	۷۹۰
اللہ تعالیٰ کا آپ کو منافقوں کی حمایت سے منع فرمانا	
آپ ﷺ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	۷۹۱
طعمہ کے معاملہ میں نبی ﷺ کو استغفار کا حکم دینے کی توجیہات	۷۹۲
ولولا فضل اللہ علیک (۱۱۵-۱۱۳)	۷۹۳
ماکان ومایکون کا علم	۷۹۵
ماکان ومایکون کے علم کے متعلق احادیث	۷۹۶
طعمہ بن ابیرق (چوری کرنے والے منافق) کا انجام	۷۹۸
من یشاقق الرسول الایہ کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے	۷۹۹
اجماع کا حجت ہونا نبی ﷺ کا معصوم ہونا اور دیگر مسائل	۷۹۹
ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (۱۲۶-۱۱۶)	۷۹۹
مشرکین کے بتوں کا مونث ہونا	۸۰۲
شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی	۸۰۳
جھوٹی آرزوئیں ڈالنے کا معنی	۸۰۳
مویشیوں کے کان چیرنے کا معنی	۸۰۳
تغییر خلق اللہ کا معنی	۸۰۴
شیطان کو کیسے علم ہوا کہ اس کے پیروکار بہت زیادہ ہوں گے	۸۰۵
شیطان کے کیے ہوئے وعدہ کے غرور ہونے کا بیان	۸۰۵
ہر گناہ پر سزا ہونے کے اشکال کا جواب	۸۰۶
گناہگاروں کے لیے نوید مغفرت	۸۰۸
دین اسلام کے برحق اور واجب القبول ہونے پر دلائل	۸۰۹
خلیل کا معنی اور حضرت ابراہیم کے خلیل اللہ ہونے کی وجوہات	۸۰۹
حضرت ابراہیم کا خلیل اللہ ہونا اور آپ ﷺ کا حبیب اللہ ہونا	۸۱۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت ابراہیم اور سیدنا محمد علیہما السلام کے مقام خلت کا فرق	۸۱۱
اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	۸۱۲
ویستفتونک فی النساء (۱۲۷-۱۳۴)	۸۱۳
وراثت اور نکاح میں عورتوں کے حقوق کا بیان	۸۱۴
فتویٰ کا معنی' اس کے تقاضے اور مسائل	۸۱۵
یتیم لڑکیوں کے حقوق کا بیان	۸۱۷
عورتوں کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا	۸۱۸
صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا	۸۱۹
دلی محبت میں بیویوں میں درمیان عدل کرنا ممکن نہیں	۸۱۹
بیویوں کے عدل نہ کرنے والوں کی سزا	۸۲۰
بندوں کی اطاعت اور ان کے شکر سے اللہ کے غنی ہونے کا بیان	۸۲۱
صرف دنیاوی اجر طلب کرنے کی مذمت اور دنیا و آخرت میں اجر طلب کرنے کی مدح	۸۲۲
یاایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط (۱۳۵-۱۴۱)	۸۲۳
ربط آیات	۸۲۵
اپنے خلاف گواہی دینے کا معنی	۸۲۶
عدل کو گواہی پر مقدم کرنے کی وجوہ	۸۲۶
کسی فریق کی رعایت کی وجہ سے گواہی نہ دینے کی ممانعت	۸۲۷
ایمان والوں کو ایمان لانے کے حکم کی توجیہ	۸۲۷
کفر اور معصیت پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت ہے	۸۲۹
منافقوں کا مسلمانوں اور کافروں کو فریب دینا	۸۲۹
مسلمانوں سے وعدہ غلبہ کے باوجود غلبہ کفار کی توجیہ	۸۳۰
کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ نہ ہونے سے فقہاء احناف اور شوافع کا استنباط مسائل	۸۳۰
ان المنافقین یخادعون اللہ (۱۴۲-۱۴۷)	۸۳۲
منافقوں کے دھوکے کا معنی ان کے دھوکے کی سزا اور شان نزول	۸۳۳
گراں باری اور سستی سے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۸۳۴
ریاکاری سے عبادت کرنے کے متعلق احادیث	۸۳۵
اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنے کا معنی	۸۳۵
منافق کا مذبذب ہونا	۸۳۶
ہدایت کے دو معنی اور ان کے محمل	۸۳۶
کافروں کے نابالغ بچوں پر عذاب نہیں ہوگا	۸۳۶
درک کے معنی اور دوزخ کے طبقات	۸۳۷
نفاق کی علامتوں پر اشکال کے جوابات	۸۳۷
نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں	۸۳۹
شکر کو ایمان پر مقدم کرنے کے اسرار	۸۳۹
شاکر' علیم میں ربط اور مناسبت	۸۴۰
لا یحب اللہ الجہر بالسوء (۱۴۸-۱۵۲)	۸۴۱
کسی کی برائی' غیبت اور چغلی کی ممانعت کے متعلق احادیث	۸۴۲
مظلوم کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنے کا جواز	۸۴۴
غیبت کرنے کی مباح صورتیں	۸۴۴
یسئلک اہل الکتاب (۱۵۳-۱۶۲)	۸۴۷
نبی ﷺ کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۰
شریعت تورات کے ساتھ یہود کی سرکشی اور عناد	۸۵۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
چار وجوہ سے یہود کا کفر	۸۵۱
یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت مریم پر بہتان باندھا	۸۵۲
یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا	۸۵۳
یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا	۸۵۳
یہود کا کفر' حضرت عیسیٰ کے قتل کے متعلق شک میں مبتلا ہونا اور آپس میں اختلاف کرنا	۸۵۴
امام رازی کے اعتراض کا جواب	۸۵۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا بیان	۸۵۶
ابن تیمیہ کے افکار اور ان پر علمائے امت کے تبصرے	۸۵۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	۸۵۹
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	۸۶۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق احادیث	۸۶۲
انا اوحینا الیک کما اوحینا (۱۷۰-۱۶۳)	۸۷۲
سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہود کے اعتراض کا جواب	۸۷۶
قرآن مجید کو یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	۸۷۷
نبیوں اور رسولوں کی تعداد کے متعلق احادیث	۸۷۸
علم نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	۸۷۹
حضرت موسیٰ کے اللہ سے ہم کلام ہونے میں یہود کا رد	۸۷۹
ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا اور تمام معجزات کا بدرجہ اتم جامع ہونا	۸۸۰
یکبارگی کتاب نازل نہ کرنے کے اعتراض کا ایک اور جواب	۸۸۱
رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانے کے وجوب میں مذاہب	۸۸۱
رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت	۸۸۳
سیدنا محمد ﷺ کی دعوت پر دلیل	۸۸۳
حضرت عیسیٰ کی شان میں افراط و تفریط سے ممانعت	۸۸۳
حضرت عیسیٰ کے کلمۃ اللہ ہونے کا معنی	۸۸۵
حضرت عیسیٰ کے روح من اللہ ہونے کا معنی	۸۸۵
تثلیث کا ابطال	۸۸۶
ابنیت مسیح کا ابطال	۸۸۶
لن یستنکف المسیح (۱۷۶-۱۷۲)	۸۸۷
شان نزول	۸۸۹
نبیوں کے فرشتوں سے افضل ہونے کی بحث	۸۸۹
سیدنا محمد ﷺ کا برہان اور قرآن مجید کا نور ہونا	۸۹۰
آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق	۸۹۲
کلالہ کا لغوی معنی	۸۹۲
کلالہ کا شرعی معنی	۸۹۳
کلالہ کے متعلق حضرت جابر کی حدیث	۸۹۳
مناسبت	۸۹۳
کلالہ کی وراثت کے چار احوال	۸۹۳
ایک اشکال کا جواب	۸۹۳
سورۃ النساء کے اول اور آخر میں مناسبت	۸۹۳
اختتامی کلمات اور دعا	۸۹۳
ماخذ و مراجع	۸۹۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ المائدہ	٢٥
١	نام	٢٧
٢	زمانہ نزول	٢٨
٣	سورۃ النساء اور المائدہ میں ارتباط اور مناسبت	٣٠
٤	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	٣٠
٥	یا یھا الذین امنوا اوفوا بالعقود	
	(٢----١)	٣٢
٦	عقود کا لغوی اور عرفی معنی	٣٣
٧	عقود کا شرعی معنی	٣٣
٨	عقود کی اقسام	٣٣
٩	بھیمۃ الانعام کا معنی	٣٤
١٠	جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب	٣٥
١١	شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی	٣٦
١٢	حرمت والے مہینوں' ھدی اور قلائد کا بیان	٣٦
١٣	آیت مذکورہ کا شان نزول	٣٧
١٤	آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ	
	ہونے میں اختلاف	٣٧
١٥	صیغہ امر کے متعدد مواضع استعمال	٣٨
١٦	تقاضائے امر کے واحد ہونے پر دلیل	٤٠

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
١٧	امر کا مقتضی وجوب ہونے پر دلائل	٤١
١٨	ممانعت کے بعد امر کے مقتضی کی تحقیق	٤٢
١٩	نبی ﷺ کے افعال سے وجوب کا ثابت نہ ہونا	٤٣
٢٠	نبی ﷺ کے افعال کے سنت' مستحب اور	
	واجب ہونے کا ضابطہ	٤٤
٢١	کتنی مقدار ڈاڑھی رکھنا سنت ہے؟	٤٦
٢٢	آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام	٤٨
٢٣	حرمت علیکم المیتۃ والدم و	
	لحم الخنزیر (٥----٣)	٤٩
٢٤	مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام	٥١
٢٥	خون کے شرعی احکام	٥٢
٢٦	خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان	٥٢
٢٧	"ما اھل لغیر اللہ بہ" کا معنی اور اس کے	
	شرعی احکام	٥٣
٢٨	المنخنقۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	٥٤
٢٩	الموقوذۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	٥٥
٣٠	المتردیۃ کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم	٥٥
٣١	النطیحۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	٥٦
٣٢	جس جانور کو درندے نے کھایا ہو اس کا شرعی حکم	٥٦

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	"الا ماذ کیتم" کے مستثنیٰ منہ کا بیان	۵۶
۳۴	نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۷
۳۵	ازلام کا معنی	۵۷
۳۶	نجومیوں کاہنوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت	۵۷
۳۷	کسی درپیش مہم کے متعلق استخارہ کرنے کی ہدایت	۵۹
۳۸	استخارہ کرنے کا طریقہ	۵۹
۳۹	قرائن کی بناء پر مستقبل کے ظنی ادراک حاصل کرنے کا حکم	۶۰
۴۰	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین پر بحث و نظر	۶۱
۴۱	حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا	۶۵
۴۲	تدریجاً احکام کا نزول دین کے کامل ہونے کے منافی نہیں	۶۵
۴۳	اسلام کا کامل دین ہونا ادیان سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں	۶۶
۴۴	یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا	۶۷
۴۵	یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ	۷۱
۴۶	عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا' مفتی نعیم	۷۱
۴۷	ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت	۷۲
۴۸	زیر بحث آیت کا معنی اور شان نزول	۷۲
۴۹	شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام	۷۳
۵۰	شکار کی شرائط کا بیان	۷۳
۵۱	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان	۷۴
۵۲	شکاری کتے کے معلّم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط	۷۴
۵۳	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	۷۵
۵۴	غلیل' کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم	۷۷
۵۵	بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق	۷۹
۵۶	بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل	۸۰
۵۷	بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل	۸۰
۵۸	بندوق کے شکار کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر	۸۰
۵۹	قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور	۸۴
۶۰	اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق	۸۹
۶۱	اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ	۹۱
۶۲	دیگر کفار کے برعکس اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ	۹۱
۶۳	اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ	۹۱
۶۴	آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ	۹۲
۶۵	یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا (۶)	۹۳
۶۶	آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت	۹۳
۶۷	آیت وضو کا شان نزول	۹۴
۶۸	آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان	۹۵
۶۹	شرائع سابقہ اور مکی دور میں فرضیت وضو کے متعلق احادیث	۹۶
۷۰	وضو کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	۹۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز	۹۹
۷۲	وضو کے متفق علیہ فرائض	۱۰۰
۷۳	سر کے مسح کی مقدار میں مذاہب ائمہ	۱۰۰
۷۴	پیروں کے دھونے پر دلائل	۱۰۲
۷۵	پیروں کے دھونے پر علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات	۱۰۳
۷۶	وضو کے مختلف فیہ فرائض	۱۰۴
۷۷	وضو کی سنتیں	۱۰۵
۷۸	وضو کے مستحبات	۱۰۸
۷۹	وضو کے آداب	۱۰۹
۸۰	وضو توڑنے والے امور	۱۰۹
۸۱	تیمم کی شرط، طریقہ اور دیگر احکام	۱۱۴
۸۲	واذکروا نعمة الله علیکم و میثاقہ (۱۱----۷)	۱۱۴
۸۳	اللہ کی نعمت اور اس کے عہد و میثاق کا معنی	۱۱۶
۸۴	صحیح اور سچی شہادت کی اہمیت	۱۱۷
۸۵	نااہل کو سند یا لائسنس دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر	۱۱۸
۸۶	شہادت کی تعریف	۱۱۹
۸۷	نااہل شخص کو ووٹ دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر	۱۲۰
۸۸	طلب منصب کی تحقیق	۱۲۲
۸۹	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	۱۲۳
۹۰	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	۱۲۴
۹۱	ولقد اخذ الله میثاق بنی اسرائیل (۱۴----۱۲)	۱۲۵
۹۲	سابقہ آیات سے ارتباط	۱۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۳	حل لغات	۱۲۷
۹۴	بنو اسرائیل کی عہد شکنی کا بیان	۱۲۷
۹۵	بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں ہوگی، خواہ نیک عمل کیے ہوں	۱۲۸
۹۶	تورات کی تحریف میں علماء کے نظریات	۱۲۹
۹۷	استخراج مسائل	۱۳۱
۹۸	یا اهل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم (۱۷----۱۵)	۱۳۱
۹۹	رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علماء کے نظریات	۱۳۲
۱۰۰	نبی ﷺ کے نور حسی ہونے پر دلائل	۱۳۴
۱۰۱	نبی ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل	۱۳۷
۱۰۲	قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد	۱۳۹
۱۰۳	حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کا رد	۱۴۰
۱۰۴	وقالت الیهود والنصاری نحن ابناء الله واحباءه (۱۹----۱۸)	۱۴۱
۱۰۵	یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں	۱۴۱
۱۰۶	فترت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۴۲
۱۰۷	حضرت آدم سے لیکر سیدنا محمد ﷺ تک کا زمانہ	۱۴۳
۱۰۸	واذ قال موسی لقومه یقوم اذکروا نعمة الله علیکم (۲۶----۲۰)	۱۴۳
۱۰۹	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۴۵
۱۱۰	بنو اسرائیل کے انبیاء کا بیان	۱۴۵
۱۱۱	بنو اسرائیل کے ملوک (بادشاہوں) کا بیان	۱۴۶
۱۱۲	بنو اسرائیل کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا	۱۴۶
۱۱۳	ارض مقدسہ کا مصداق	۱۴۶
۱۱۴	جبارین کا بیان	۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۵	فاذھب انت وربک میں بنو اسرائیل کے کفر اور فسق کی وجوہات	۱۴۸
۱۱۶	میدان تیہ میں بنو اسرائیل کا بھٹکنا	۱۴۹
۱۱۷	حضرت یوشع کے لیے سورج کو ٹھہرانا	۱۴۹
۱۱۸	نبی ﷺ کا سورج کو لوٹانا	۱۵۰
۱۱۹	حدیث رد شمس کی سند کی تحقیق	۱۵۱
۱۲۰	واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق (۳۱-----۲۷)	۱۵۲
۱۲۱	ربط آیات اور مناسبت	۱۵۳
۱۲۲	قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تفصیل	۱۵۴
۱۲۳	ہابیل کے اس قول کی توجیہ کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ذمہ لگے	۱۵۵
۱۲۴	قابیل کے قتل کرنے کی کیفیت	۱۵۶
۱۲۵	ہر نیک اور بد کام کے ایجاد کرنے والوں کو بعد والوں کے عمل سے حصہ ملتا رہتا ہے	۱۵۶
۱۲۶	قابیل کا انجام	۱۵۷
۱۲۷	من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل (۳۴-----۳۲)	۱۵۸
۱۲۸	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۵۹
۱۲۹	ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر کس طرح ہوگا؟	۱۶۰
۱۳۰	شان نزول	۱۶۱
۱۳۱	حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی	۱۶۲
۱۳۲	ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف	۱۶۲
۱۳۳	ڈاکہ کا رکن	۱۶۲
۱۳۴	ڈاکہ کی شرائط	۱۶۲
۱۳۵	ڈاکہ کے جرم کی تفصیل	۱۶۳
۱۳۶	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا	۱۶۴
۱۳۷	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا	۱۶۵
۱۳۸	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا	۱۶۵
۱۳۹	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۶۶
۱۴۰	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ اور احناف کا جواب	۱۶۷
۱۴۱	حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۶۸
۱۴۲	حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو حدیثوں میں تطبیق	۱۶۹
۱۴۳	یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ (۴۰-----۳۵)	۱۷۰
۱۴۴	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۷۱
۱۴۵	وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب	۱۷۱
۱۴۶	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز	۱۷۱
۱۴۷	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث	۱۷۳
۱۴۸	وسیلہ بہ معنی درجہ جنت	۱۷۴
۱۴۹	دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق	۱۷۴
۱۵۰	دعاء اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	۱۷۵
۱۵۱	وسیلہ بہ معنی مرشد کامل	۱۷۶
۱۵۲	آیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا یا اس کے ایمان کا؟	۱۷۶
۱۵۳	آیات سابقہ سے مناسبت	۱۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۴	سرقہ کا لغوی معنی	۱۸۰
۱۵۵	سرقہ کا اصطلاحی معنی	۱۸۰
۱۵۶	شان نزول	۱۸۰
۱۵۷	جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	۱۸۰
۱۵۸	چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت	۱۸۱
۱۵۹	حجیت حدیث پر دلیل	۱۸۱
۱۶۰	حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ	۱۸۱
۱۶۱	حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ	۱۸۲
۱۶۲	حد سرقہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ	۱۸۳
۱۶۳	حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے جوابات	۱۸۴
۱۶۴	مذہب احناف کے ثبوت میں احادیث	۱۸۵
۱۶۵	کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟	۱۸۶
۱۶۶	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	۱۸۷
۱۶۷	یا یہا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر (۴۳----۴۱)	۱۸۹
۱۶۸	یہود کا تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرنا	۱۹۱
۱۶۹	نبی ﷺ کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا	۱۹۱
۱۷۰	یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	۱۹۲
۱۷۱	سحت کا معنی اور اس کا حکم	۱۹۳
۱۷۲	رشوت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۱۹۴
۱۷۳	اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ	۱۹۵
۱۷۴	موجودہ تورات میں آیت رجم	۱۹۷
۱۷۵	انا انزلنا التورۃ فیہا ہدی و نور (۴۵----۴۴)	۱۹۷
۱۷۶	شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا	۱۹۸
۱۷۷	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا	۱۹۹
۱۷۸	قصاص کے حکم کا شان نزول	۲۰۰
۱۷۹	ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء	۲۰۰
۱۸۰	تورات میں قرآن مجید کی صداقت	۲۰۱
۱۸۱	اعضاء کے قصاص کی کیفیت میں مذاہب اربعہ	۲۰۱
۱۸۲	بدلہ نہ لینے کی فضیلت	۲۰۲
۱۸۳	وقفینا علی اثارہم بعیسی ابن مریم (۵۰----۴۶)	۲۰۳
۱۸۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۲۰۵
۱۸۵	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	۲۰۵
۱۸۶	قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا	۲۰۶
۱۸۷	شرائع سابقہ کے حجت ہونے کی وضاحت	۲۰۶
۱۸۸	شان نزول	۲۰۷
۱۸۹	یا یہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود (۵۶----۵۱)	۲۰۸
۱۹۰	شان نزول	۲۰۹
۱۹۱	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۹۲	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۱۰
۱۹۳	کفار سے دوستی کے حق میں منافقوں کے بہانوں کا بطلان	۲۱۲
۱۹۴	عہد رسالت اور بعد کے مرتدین کا بیان	۲۱۳
۱۹۵	اللہ کی محبوب قوم کے مصداق میں متعدد اقوال	۲۱۴
۱۹۶	حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلائل	۲۱۵
۱۹۷	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۱۷
۱۹۸	حضرت ابوبکر کے فضائل میں موضوع احادیث	۲۱۹
۱۹۹	آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال	۲۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۰	حضرت علی کے مستحق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل	۲۲۰
۲۰۱	علماء شیعہ کی دلیل کا جواب	۲۲۱
۲۰۲	یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا (۶۱----۵۷)	۲۲۲
۲۰۳	مناسبت اور شان نزول	۲۲۳
۲۰۴	یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں سے متعلق قرآن مجید کی اصطلاح	۲۲۳
۲۰۵	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذاہب	۲۲۴
۲۰۶	مناسبت اور شان نزول	۲۲۴
۲۰۷	ابتداء اذان کی کیفیت	۲۲۵
۲۰۸	کلمات اذان میں مذاہب ائمہ	۲۲۶
۲۰۹	حضرت ابو محذورہ کی روایت کا محمل	۲۲۷
۲۱۰	کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ	۲۲۸
۲۱۱	اذان کا جواب	۲۲۹
۲۱۲	دعا بعد الاذان	۲۲۹
۲۱۳	اذان کی فضیلت میں احادیث	۲۳۰
۲۱۴	مناسبت اور شان نزول	۲۳۱
۲۱۵	آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات	۲۳۱
۲۱۶	وتری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم (۶۶----۶۲)	۲۳۳
۲۱۷	نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی مذمت	۲۳۴
۲۱۸	نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث	۲۳۵
۲۱۹	مناسبت اور شان نزول	۲۳۷
۲۲۰	ید اللہ (اللہ کا ہاتھ) کا معنی	۲۳۸
۲۲۱	گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے رزق میں وسعت اور فراخی	۲۴۱
۲۲۲	یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۶۷----۶۷)	۲۴۲
۲۲۳	ایک آیت کی تبلیغ نہ کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کس طرح درست ہے؟	۲۴۴
۲۲۴	تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث	۲۴۵
۲۲۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر علماء شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب	۲۴۷
۲۲۶	آیا رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور تھے یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟	۲۴۹
۲۲۷	نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں	۲۵۱
۲۲۸	وہ علم جسکو تمام امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے	۲۵۱
۲۲۹	وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے	۲۵۲
۲۳۰	وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے	۲۵۴
۲۳۱	شان نزول	۲۵۵
۲۳۲	یہود و نصاریٰ کے کسی عمل کا لائق شمار نہ ہونا	۲۵۵
۲۳۳	نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا اور زیادہ ہونا	۲۵۶
۲۳۴	الصابئون کے رفعی حالت میں ہونے کی توجیہ	۲۵۶
۲۳۵	کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی!	۲۵۷
۲۳۶	فتنہ کے معنی	۲۵۷
۲۳۷	بنو اسرائیل کا ہدایت سے دوبارہ اندھا اور بہرا ہونا	۲۵۸
۲۳۸	عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد	۲۶۰
۲۳۹	لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ (۷۷----۷۳)	۲۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۰	متقدمین اور متاخرین عیسائیوں کا نظریہ تثلیث اور اس کا رد	۲۶۱
۲۴۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر دلائل	۲۶۲
۲۴۲	حضرت مریم کے نبیہ نہ ہونے پر دلائل	۲۶۴
۲۴۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گزاری سے ان کے خدا نہ ہونے پر استدلال	۲۶۴
۲۴۴	غلو حق اور غلو باطل کی تعریفیں	۲۶۵
۲۴۵	لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل (۷۸۔۔۔۔۸۲)	۲۶۶
۲۴۶	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل پر لعنت کا بیان	۲۶۷
۲۴۷	نجاشی کا اسلام لانا	۲۶۹
۲۴۸	مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا اور کفار مکہ کا ان کو واپس بلانے کی سعی کرنا	۲۶۹
۲۴۹	حضرت جعفر کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا	۲۷۰
۲۵۰	کفار قریش کا مسلمانوں کو نکلوانے کی مہم میں ناکام ہونا	۲۷۱
۲۵۱	واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم (۸۳۔۔۔۔۸۶)	۲۷۲
۲۵۲	شان نزول	۲۷۳
۲۵۳	یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم (۸۷۔۔۔۔۸۹)	۲۷۳
۲۵۴	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	۲۷۴
۲۵۵	عبادات اور معاملات میں میانہ روی کے متعلق آیات اور احادیث	۲۷۵
۲۵۶	اسلام معتدل، سہل اور دین فطرت ہے	۲۸۰
۲۵۷	آیا حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۰
۲۵۸	امام مالک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۵۹	امام شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۶۰	امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۶۱	امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟	۲۸۲
۲۶۲	بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس میں مفتی بہ قول	۲۸۳
۲۶۳	افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے تقاضوں کو پورا کرے اور کبھی نہ کرے	۲۸۵
۲۶۴	مناسبت اور شان نزول	۲۸۶
۲۶۵	یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۸۶
۲۶۶	قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت	۲۸۷
۲۶۷	جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز	۲۸۸
۲۶۸	فی نفسہ قسموں کی اقسام	۲۸۹
۲۶۹	اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات	۲۹۰
۲۷۰	قسم کھانے کا طریقہ	۲۹۱
۲۷۱	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق	۲۹۱
۲۷۲	یمین لغو کی تعریف	۲۹۲
۲۷۳	یمین منعقدہ کی تعریف	۲۹۳
۲۷۴	یمین غموس کی تعریف	۲۹۳
۲۷۵	کفارہ قسم کی مشروعیت	۲۹۴
۲۷۶	کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ	۲۹۴
۲۷۷	یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب (۹۰۔۔۔۔۹۳)	۲۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷۸	مشکل الفاظ کے معنی	۲۹۶
۲۷۹	شراب کی تحریم کے متعلق احادیث	۲۹۷
۲۸۰	خمر کی حقیقت میں مذاہب فقہاء	۲۹۸
۲۸۱	خمر کا بعینہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا	۲۹۹
۲۸۲	جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو، اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز	۲۹۹
۲۸۳	جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	۳۰۰
۲۸۴	انگریزی دواؤں اور پرفیوم کا شرعی حکم	۳۰۰
۲۸۵	شراب نوشی پر وعید کی احادیث	۳۰۳
۲۸۶	خمر کی حد کا بیان	۳۰۴
۲۸۷	بھنگ اور افیون کا شرعی حکم	۳۰۴
۲۸۸	سکون آور دواؤں کا شرعی حکم	۳۰۵
۲۸۹	تمباکو نوشی کا شرعی حکم	۳۰۵
۲۹۰	جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان	۳۰۵
۲۹۱	معمہ، لاٹری اور رشہ کا شرعی حکم	۳۰۶
۲۹۲	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر	۳۰۶
۲۹۳	چوسر اور شطرنج کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۰۷
۲۹۴	کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت	۳۰۸
۲۹۵	شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۳۰۹
۲۹۶	انصاب اور ازلام کی تفسیر	۳۱۰
۲۹۷	شان نزول کا بیان	۳۱۲
۲۹۸	تحریم خمر کی تاریخ	۳۱۲
۲۹۹	اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجیہات	۳۱۳
۳۰۰	یایھا الذین امنوا لیبلونکم اللہ بشئی (۹۶۔۔۔۹۴)	۳۱۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰۱	شان نزول اور مناسبت	۳۱۵
۳۰۲	"تاکہ اللہ یہ جان لے" کی توجیہات	۳۱۵
۳۰۳	حالت احرام میں شکار کرنے کی سزا	۳۱۶
۳۰۴	خشکی کے جانوروں کے قتل کی ممانعت سے پانچ فاسق جانوروں کا استثناء	۳۱۶
۳۰۵	کھیتوں کے کوے کے علاوہ ہر کوے کو قتل کرنے کا حکم	۳۱۷
۳۰۶	تین صورتوں میں محرم کے لیے شکاری جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت	۳۱۷
۳۰۷	محرم عمداً قتل کرے یا خطاء ہر صورت میں اس پر ضمان کا وجوب	۳۱۸
۳۰۸	شکار کی تعریف	۳۱۸
۳۰۹	شکار پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمان کے لزوم میں مذاہب ائمہ	۳۱۸
۳۱۰	شکار کی جزاء میں اس کی مثل صوری ضروری ہے یا اس کی قیمت؟	۳۲۰
۳۱۱	جزاء میں اختیار منصفوں کی طرف راجع ہے یا محرم کی طرف؟	۳۲۱
۳۱۲	طعام کا صدقہ مکہ میں کرنا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی جائز ہے؟	۳۲۲
۳۱۳	دوسری بار شکار کو مارنے سے جزاء لازم ہوگی یا نہیں؟	۳۲۲
۳۱۴	اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے؟	۳۲۲
۳۱۵	سمندری شکار کی تعریف اور اس میں مذاہب ائمہ	۳۲۳
۳۱۶	شکار کا گوشت محرم کے لیے ناجائز ہونے کے متعلق احادیث	۳۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۷	محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب ائمہ	۳۲۵
۳۱۸	محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	۳۲۵
۳۱۹	جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیما للناس (۱۰۰---۹۷)	۳۲۷
۳۲۰	مشکل الفاظ کے معنی	۳۲۷
۳۲۱	مناسبت	۳۲۸
۳۲۲	کعبہ اور دیگر شعائر حرم کا لوگوں کے لیے مصالح اور مقوم ہونا	۳۲۸
۳۲۳	کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا فرائض رسالت میں سے نہیں ہے	۳۲۹
۳۲۴	اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بدکاروں کا برابر نہ ہونا	۳۲۹
۳۲۵	یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم (۱۰۴---۱۰۱)	۳۳۰
۳۲۶	نبی ﷺ سے سوالات کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۳۳۱
۳۲۷	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات	۳۳۲
۳۲۸	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے محامل	۳۳۳
۳۲۹	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۳۴
۳۳۰	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث	۳۳۵
۳۳۱	مشکل سوالات اور بجھارت ڈالنے کی ممانعت	۳۳۶
۳۳۲	سوالات کرنے کے جائز اور ناجائز مواقع	۳۳۷
۳۳۳	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے پچھلی امتوں کا ہلاک ہونا	۳۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳۴	البحیرہ کا معنی	۳۳۸
۳۳۵	السائبہ کا معنی	۳۳۸
۳۳۶	الوصیلہ کا معنی	۳۳۹
۳۳۷	الحامی کا معنی	۳۳۹
۳۳۸	بحیرہ اور سائبہ وغیرھما کے متعلق احادیث	۳۳۹
۳۳۹	ایصال ثواب کے لیے نامزد جانوروں کا حلال اور طیب ہونا	۳۴۰
۳۴۰	بحیرہ وغیرہ کی تحریم کا خلاف عقل ہونا	۳۴۱
۳۴۱	تقلید مذموم اور تقلید محمود	۳۴۱
۳۴۲	یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم (۱۰۸---۱۰۵)	۳۴۲
۳۴۳	مناسبت اور شان نزول	۳۴۳
۳۴۴	نجات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ضروری ہونا	۳۴۴
۳۴۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے متعلق احادیث	۳۴۴
۳۴۶	سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے متعلق احادیث	۳۴۵
۳۴۷	سفر میں وصیت کرنے اور غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل	۳۴۶
۳۴۸	سفر میں وصیت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کے دلائل	۳۴۶
۳۴۹	اہل ذمہ کی آپس میں گواہی کے جواز پر امام ابو حنیفہ کے دلائل	۳۴۷
۳۵۰	امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب	۳۴۹
۳۵۱	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا جواز	۳۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵۲	شک اور شبہ کی بناء پر ملزم یا متہم کو قید میں رکھنے کا جواز	۳۵۰
۳۵۳	مجرموں کو قید میں رکھنے کا جواز	۳۵۱
۳۵۴	نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق احادیث	۳۵۱
۳۵۵	نادہندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	۳۵۲
۳۵۶	گواہ بنانے کے لیے بعد از نماز وقت کی خصوصیت	۳۵۳
۳۵۷	قسم دلانے اور گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت میں مذاہب	۳۵۴
۳۵۸	صرف اللہ کی ذات کی قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے	۳۵۵
۳۵۹	مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کی توجیہ	۳۵۶
۳۶۰	یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم (۱۱۱---۱۰۹)	۳۵۷
۳۶۱	آیات سابقہ سے مناسبت	۳۵۸
۳۶۲	قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے اس قول کی توجیہات کہ "ہمیں کچھ علم نہیں"	۳۵۸
۳۶۳	اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ	۳۶۱
۳۶۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۳۶۱
۳۶۵	روح القدس کا معنی	۳۶۲
۳۶۶	حیات مسیح اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل	۳۶۲
۳۶۷	کتاب، حکمت اور تورات اور انجیل کا معنی	۳۶۲
۳۶۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندے بنانا، بیماروں کو شفاء دینا اور دیگر معجزات	۳۶۳
۳۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں	۳۶۴
۳۷۰	اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم ھل یستطیع (۱۱۵---۱۱۲)	۳۶۵
۳۷۱	مناسبت اور شان نزول	۳۶۶
۳۷۲	نزول مائدہ کے فرمائشی معجزہ کی توجیہات	۳۶۶
۳۷۳	عام آدمی کی نظر اور نبی کی نظر	۳۶۷
۳۷۴	اول اور آخر کے لیے عید ہونے کا معنی	۳۶۸
۳۷۵	بنو اسرائیل پر نازل ہونے والے طعام کا خوان	۳۶۸
۳۷۶	میلاد رسول ﷺ	۳۶۹
۳۷۷	محفل میلاد کا بدعت حسنہ ہونا	۳۶۹
۳۷۸	نزول مائدہ کی کیفیت کی تحقیق	۳۷۱
۳۷۹	دسترخوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم	۳۷۴
۳۸۰	واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت (۱۲۰---۱۱۶)	۳۷۴
۳۸۱	اس اشکال کا جواب کہ عیسائی تو حضرت مریم کو خدا نہیں کہتے اور اللہ کی الوہیت کی نفی نہیں کرتے	۳۷۶
۳۸۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی براءت کرنا	۳۷۷
۳۸۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ایک اشکال کا جواب	۳۷۷
۳۸۴	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کی شفاعت کی	۳۷۸
۳۸۵	العزیز الحکیم اور الغفور الرحیم کا فرق	۳۷۹
۳۸۶	فساق مومنین کے لیے نبی ﷺ کی شفاعت	۳۷۹
۳۸۷	سچ بولنے کا فائدہ صرف آخرت میں کیوں ہوگا؟	۳۸۰
۳۸۸	اللہ کی عظمت و جبروت کے ذکر پر سورت کا اختتام	۳۸۱
۳۸۹	شریعت اور حقیقت کی طرف اشارہ	۳۸۱
۳۹۰	تمام مضامین سورت کی دلیل	۳۸۱
۳۹۱	اختتامی کلمات	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الانعام	۳۸۳
۳۹۲	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	۳۸۶
۳۹۳	سورۃ الانعام سے مدنی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث	۳۸۶
۳۹۴	سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۸۷
۳۹۵	سورۃ الانعام کا موضوع	۳۸۸
۳۹۶	سورۃ الانعام کے مضامین	۳۸۹
۳۹۷	الحمد لله الذی خلق السموت والارض (۱----۶)	۳۹۰
۳۹۸	حمد، مدح اور شکر کا فرق	۳۹۲
۳۹۹	تمام تعریفوں کا اللہ کے ساتھ مختص ہونا	۳۹۲
۴۰۰	عالم کبیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۳
۴۰۱	کفار کی احسان فراموشی	۳۹۳
۴۰۲	عالم صغیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۴
۴۰۳	دو اجلوں کی تفسیریں	۳۹۵
۴۰۴	اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل	۳۹۶
۴۰۵	کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر بالرسول کی مذمت	۳۹۶
۴۰۶	ربط آیات اور خلاصہ مضمون	۳۹۷
۴۰۷	قرن کی تحقیق	۳۹۸
۴۰۸	بعض سوالوں کے جوابات	۳۹۸
۴۰۹	ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ (۷----۱۰)	۳۹۹
۴۱۰	ربط آیات اور شان نزول	۳۹۹
۴۱۱	کفار کے انکار کا حقیقی سبب	۴۰۰
۴۱۲	کفار کے مطالبہ کے باوجود نبی ﷺ کے ساتھ فرشتے کو نہ بھیجنے کی حکمت	۴۰۰
۴۱۳	نبی ﷺ پر طعن اور استہزاء کرنے والوں کی سزا	۴۰۱
۴۱۴	قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان (۸----۱۱)	۴۰۲
۴۱۵	الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل	۴۰۴
۴۱۶	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۴۰۴
۴۱۷	مغفرت، نجات اور دخول جنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، نہ کہ اعمال	۴۰۸
۴۱۸	اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول جنت کی تحقیق	۴۱۰
۴۱۹	حقیقی حاجت روا، کارساز اور مستعان صرف اللہ تعالیٰ ہے	۴۱۱
۴۲۰	انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں	۴۱۳
۴۲۱	قل ای شیء اکبر شهادة قل الله (۱۹----۲۰)	۴۱۵
۴۲۲	ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی گئی	۴۱۵
۴۲۳	اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	۴۱۷
۴۲۴	کفار کے اخروی نقصان کا معنی	۴۱۸
۴۲۵	ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا (۲۱----۲۶)	۴۱۹
۴۲۶	یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۲۷	روز قیامت مشرکین کی ناکامی اور نامرادی	۴۲۰
۴۲۸	شان نزول	۴۲۲
۴۲۹	کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات	۴۲۳
۴۳۰	ایمان ابوطالب کی تحقیق	۴۲۴
۴۳۱	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث	۴۲۵
۴۳۲	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مفسرین کے مذاہب کی تصریحات	۴۲۷
۴۳۳	ابوطالب کے ایمان کے متعلق مصنف کا نظریہ	۴۲۹
۴۳۴	ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا (۳۰۔۔۔۔۲۷)	۴۲۹
۴۳۵	قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت	۴۳۰
۴۳۶	قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ (۳۷۔۔۔۔۳۱)	۴۳۱
۴۳۷	منکرین قیامت کے خسارہ کا بیان	۴۳۳
۴۳۸	روز قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی توجیہ	۴۳۳
۴۳۹	آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط	۴۳۵
۴۴۰	دنیا کی زندگی کو لہو ولعب قرار دینے کی وجوہات	۴۳۵
۴۴۱	دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث	۴۳۶
۴۴۲	نیکی کی راہ میں صرف کرنے کی نیت سے مال دنیا کا استحسان	۴۳۸
۴۴۳	دنیا کی محبت مطلقاً مذموم نہیں ہے	۴۴۰
۴۴۴	لہو ولعب کے معنی کی تحقیق	۴۴۱
۴۴۵	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام	۴۴۲
۴۴۶	شان نزول اور مناسبت	۴۴۴
۴۴۷	نبی ﷺ کی تسلی کی آیات	۴۴۵
۴۴۸	شان نزول	۴۴۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴۹	زمین میں سرنگ بنانے اور آسمان پر سیڑھی لگانے کے معانی اور توجیہات	۴۴۶
۴۵۰	معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟	۴۴۷
۴۵۱	جبراً ہدایت نہ دینے کی حکمت	۴۴۸
۴۵۲	کفار کو مردہ فرمانے کی توجیہ	۴۴۸
۴۵۳	کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب	۴۴۹
۴۵۴	ومامن دابۃ فی الارض ولا طیر یطیر (۴۱۔۔۔۔۳۸)	۴۵۰
۴۵۵	آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط	۴۵۱
۴۵۶	جانوروں کے حساب اور قصاص کے متعلق احادیث	۴۵۱
۴۵۷	حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجوہ	۴۵۲
۴۵۸	رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا محمل	۴۵۳
۴۵۹	لوح محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے	۴۵۴
۴۶۰	قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے	۴۵۴
۴۶۱	سنت کی حجیت پر دلائل	۴۵۵
۴۶۲	آثار صحابہ کی حجیت پر دلائل	۴۵۶
۴۶۳	اجماع کی حجیت پر دلائل	۴۵۶
۴۶۴	قیاس کی حجیت پر دلائل	۴۵۷
۴۶۵	قرآن مجید میں ہر چیز کے ذکر ہونے پر دلائل	۴۵۸
۴۶۶	قرآن مجید میں صرف ہدایت کے مذکور ہونے پر دلائل	۴۵۹
۴۶۷	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند مفسرین کا نظریہ	۴۶۰
۴۶۸	اللہ تعالیٰ کے گمراہی اور ہدایت پیدا کرنے کی توجیہ	۴۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۶۹	مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے	۴۶۵
۴۷۰	ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذنھم (۵۰-----۴۲)	۴۶۶
۴۷۱	مصیبتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں	۴۶۸
۴۷۲	گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے استدراج اور ڈھیل ہے	۴۶۸
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۴۷۰
۴۷۴	کافروں کے عمومی عذاب میں "آیا مومن بھی مبتلا ہوں گے یا نہیں؟	۴۷۰
۴۷۵	انبیاء علیہم السلام کا مقرر شدہ کام	۴۷۱
۴۷۶	نبی ﷺ سے قدرت، علم غیب اور فرشتہ ہونے کی نفی	۴۷۲
۴۷۷	نبی ﷺ سے قدرت اور علم غیب کی نفی کا محمل	۴۷۲
۴۷۸	علماء دیوبند کے نزدیک علم غیب کی نفی کا محمل	۴۷۳
۴۷۹	نبی ﷺ کے لیے علم غیب کا ثبوت	۴۷۴
۴۸۰	نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز	۴۷۵
۴۸۱	نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسلک	۴۷۵
۴۸۲	کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے منافی ہے؟	۴۷۶
۴۸۳	نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل	۴۷۶
۴۸۴	صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل	۴۷۷
۴۸۵	آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے	۴۷۸
۴۸۶	اجتہاد کی تعریف	۴۷۸
۴۸۷	نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب	۴۷۸
۴۸۸	نبی ﷺ کے اجتہاد کے عدم جواز کے قائلین	۴۷۹
۴۸۹	نبی ﷺ کے اجتہاد کے جواز کے قائلین	۴۷۹
۴۹۰	نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق توقف کے قائلین	۴۷۹
۴۹۱	نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء	۴۸۰
۴۹۲	نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث	۴۸۱
۴۹۳	وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم (۵۵-----۵۱)	۴۸۳
۴۹۴	کافروں اور مسلمانوں کو ڈرانے کے الگ الگ محمل	۴۸۴
۴۹۵	مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینی کی بناء پر مجلس سے اٹھانے کی ممانعت	۴۸۵
۴۹۶	صبح و شام اخلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت	۴۸۶
۴۹۷	مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت	۴۸۶
۴۹۸	نبی ﷺ کو منع کرنا در اصل امت کے لیے تعریض ہے	۴۸۷
۴۹۹	نبی ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب	۴۸۷
۵۰۰	بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا	۴۸۹
۵۰۱	شان نزول میں متعدد اقوال	۴۹۰
۵۰۲	اولیاء اللہ کی تعظیم کی تاکید	۴۹۰
۵۰۳	جہالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی کی وضاحت	۴۹۱
۵۰۴	مجرموں کے طریقے کو بیان کرنے کی حکمت	۴۹۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰۵	قل انی نہیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ (۶۰---۵۶)	۴۹۲
۵۰۶	بتوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا	۴۹۳
۵۰۷	غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا فرق	۴۹۳
۵۰۸	کفار کے مطالبے کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	۴۹۵
۵۰۹	زیر بحث آیت کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	۴۹۵
۵۱۰	مفاتح الغیب کی تفسیر میں بعض علماء کی لغزش	۴۹۶
۵۱۱	مفاتح الغیب کی تفسیر میں احادیث اور آثار	۴۹۷
۵۱۲	مفاتح الغیب کی تفسیر میں علماء کے نظریات	۴۹۸
۵۱۳	آیا نبی ﷺ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں یا غیب کا علم بھی دیا گیا ہے؟	۴۹۹
۵۱۴	اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں فرق	۵۰۰
۵۱۵	لوح محفوظ کا بیان	۵۰۱
۵۱۶	نیند کا وفات صغریٰ ہونا	۵۰۲
۵۱۷	وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ (۶۷---۶۱)	۵۰۳
۵۱۸	اللہ تعالیٰ کے قہر کا معنی	۵۰۴
۵۱۹	کراماً کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض	۵۰۵
۵۲۰	کراماً کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیت	۵۰۵
۵۲۱	کراماً کاتبین کے فرائض اور وظائف کے متعلق احادیث	۵۰۶
۵۲۲	آیا دل کی باتوں کو کراماً کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟	۵۰۷
۵۲۳	اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں	۵۰۹
۵۲۴	اللہ تعالیٰ' ملک الموت اور فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت کی وضاحت	۵۰۹
۵۲۵	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت	۵۱۰
۵۲۶	اللہ تعالیٰ کے مولیٰ اور حق ہونے کا معنی	۵۱۱
۵۲۷	روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر امام رازی کے دلائل	۵۱۱
۵۲۸	امام رازی کے دلائل پر بحث و نظر	۵۱۲
۵۲۹	جسم سے پہلے روح کے پیدا ہونے پر دلائل اور بحث و نظر	۵۱۳
۵۳۰	قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان	۵۱۶
۵۳۱	حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۱۶
۵۳۲	حساب کی کیفیت کے متعلق احادیث	۵۱۷
۵۳۳	حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہ' تابعین اور علماء کے نظریات	۵۲۰
۵۳۴	نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب لیا جائے گا؟	۵۲۱
۵۳۵	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ	۵۲۱
۵۳۶	مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بھول جانے پر ملامت	۵۲۲
۵۳۷	اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے عذاب کی اقسام	۵۲۳
۵۳۸	امت کے اختلاف اور لڑائیوں سے نجات کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو منع فرمانا	۵۲۴
۵۳۹	فقہ کا لغوی معنی اور اصطلاحی معنی	۵۲۶
۵۴۰	واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنہم (۷۰---۶۸)	۵۲۷
۵۴۱	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت	۵۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۴۲	شیطان کے لیے نبی ﷺ کو نسیان میں مبتلا کرنا ممکن نہیں	۵۲۹
۵۴۳	قرآن اور سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کا نسیان	۵۳۰
۵۴۴	نبی ﷺ کے سہو اور نسیان کے متعلق فقہاء اور محدثین کا موقف	۵۳۱
۵۴۵	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن' سنت اور آثار سے تصریحات	۵۳۳
۵۴۶	اہل بدعت کے مصداق	۵۳۵
۵۴۷	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق فقہاء کی تصریحات	۵۳۶
۵۴۸	احتجاجاً واک آؤٹ کرنے کی اصل	۵۳۷
۵۴۹	بسل کا معنی	۵۳۷
۵۵۰	بت پرستی کا لہو و لعب ہونا	۵۳۸
۵۵۱	قل اندعوا من دون اللہ ما لا ینفعنا (۷۱.....۷۳)	۵۳۹
۵۵۲	گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثال	۵۴۰
۵۵۳	آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	۵۴۱
۵۵۴	قرآن اور احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان	۵۴۱
۵۵۵	واذ قال ابراھیم لابیہ ازر اتتخذ اصناما الھۃ (۷۴.....۸۲)	۵۵۰
۵۵۶	آیات سابقہ سے مناسبت	۵۵۱
۵۵۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام' نسب اور تاریخ پیدائش	۵۵۲
۵۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات	۵۵۲
۵۵۹	آزر کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال	۵۵۳
۵۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھا نہ کہ آزر!	۵۵۴
۵۶۱	آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہنے کی توجیہ	۵۵۴
۵۶۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مومن ہونے کی دلیل	۵۵۵
۵۶۳	قیامت کے دن آزر کو باپ کہنے کی توجیہ	۵۵۷
۵۶۴	نبی ﷺ کے تمام آباء کرام کے مومن ہونے پر دلیل	۵۵۸
۵۶۵	موحدین اور عابدین سے زمین کبھی خالی نہیں رہی	۵۵۸
۵۶۶	رسول اللہ ﷺ کے تمام آباء کرام کا اپنے اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور بہتر ہونا	۵۵۹
۵۶۷	ابوین کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر پر بحث و نظر	۵۶۲
۵۶۸	ابوین کریمین کے ایمان کے متعلق امام رازی کا صحیح موقف	۵۶۳
۵۶۹	ابوین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر	۵۶۴
۵۷۰	بتوں کی پرستش کا کھلی ہوئی گمراہی ہونا	۵۶۵
۵۷۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا مصداق	۵۶۵
۵۷۲	ستارے' چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا	۵۶۷
۵۷۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو "ھذا ربی" کہنا شک کی بناء پر نہیں تھا	۵۶۷
۵۷۴	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	۵۶۸
۵۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ	۵۶۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۷۶	اس مباحثہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	۵۶۹
۵۷۷	وتلک حجتنا اتینھا ابراھیم علی قومہ (۹۰----۸۳)	۵۶۹
۵۷۸	مسلمانوں پر مصائب نازل ہونے کی وجوہات	۵۷۱
۵۷۹	انبیاء علیہم السلام علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی	۵۷۲
۵۸۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تسلسل	۵۷۲
۵۸۱	حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ	۵۷۳
۵۸۲	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	۵۷۴
۵۸۳	نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۷۴
۵۸۴	حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق	۵۷۶
۵۸۵	انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت	۵۷۷
۵۸۶	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	۵۷۸
۵۸۷	اللہ تعالیٰ کی ہدایت	۵۷۹
۵۸۸	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	۵۸۰
۵۸۹	وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ (۹۳----۹۱)	۵۸۱
۵۹۰	مناسبت اور شان نزول	۵۸۳
۵۹۱	تورات میں تحریف کے متعلق امام رازی کا موقف اور بحث و نظر	۵۸۴
۵۹۲	آیت مذکورہ کا منسوخ نہ ہونا	۵۸۴
۵۹۳	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر ناشناسی	۵۸۵
۵۹۴	قرآن مجید کی خیر اور برکت	۵۸۸
۵۹۵	قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہونا	۵۸۹
۵۹۶	مکہ مکرمہ کا ام القریٰ ہونا	۵۸۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۹۷	نبی ﷺ کی عمومی بعثت پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب	۵۹۰
۵۹۸	آخرت پر ایمان نبی ﷺ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے	۵۹۰
۵۹۹	تمام عبادات میں نماز کی اہمیت	۵۹۱
۶۰۰	تارک نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۹۲
۶۰۱	مناسبت اور شان نزول	۵۹۳
۶۰۲	مسیلمہ اور اسود العنسی کے احوال	۵۹۳
۶۰۳	معرفت کے جھوٹے دعویٰ داروں کا رد اور ابطال	۵۹۵
۶۰۴	حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال	۵۹۶
۶۰۵	کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت	۵۹۷
۶۰۶	مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی	۵۹۹
۶۰۷	ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت (۱۰۰----۹۸)	۵۹۹
۶۰۸	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۱
۶۰۹	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۲
۶۱۰	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	۶۰۳
۶۱۱	تمام انسان نسلاً برابر ہیں	۶۰۴
۶۱۲	مستقر اور مستودع کا معنی	۶۰۴
۶۱۳	سابقہ آیات سے ارتباط	۶۰۵
۶۱۴	کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا	۶۰۵
۶۱۵	کھجور، انگور، زیتون اور انار کے خواص	۶۰۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٦١٦	پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود باری پر استدلال	٦٠٨
٦١٧	توڑے بغیر پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کا عدم جواز	٦٠٨
٦١٨	باغوں میں پھلوں کی مروجہ بیع کے جواز کی صورتیں	٦٠٩
٦١٩	مشرکین کے اپنے شرکاء کے متعلق نظریات اور ان کے فرقے	٦١٠
٦٢٠	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونے پر دلائل	٦١٠
٦٢١	بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد (١٠٠---١٠١)	٦١١
٦٢٢	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دلائل سے رد	٦١٣
٦٢٣	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	٦١٤
٦٢٣	رویت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	٦١٦
٦٢٤	منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات	٦١٦
٦٢٥	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	٦١٨
٦٢٦	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	٦١٨
٦٢٧	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات	٦١٩
٦٢٨	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رویت کے جوابات	٦٢١
٦٢٩	کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز آپ کے ذمہ نہیں ہے؟	٦٢٢
٦٣٠	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ	٦٢٢
٦٣١	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	٦٢٣
٦٣٢	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے	٦٢٤
٦٣٣	سد ذرائع کی بناء پر بتوں کو برا کہنے کی ممانعت	٦٢٥
٦٣٤	فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ	٦٢٦
٦٣٥	جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان کا کفر میں کیا قصور ہے؟	٦٢٦
٦٣٦	ولو اننا نزلنا الیهم الملئکة و کلمهم الموتی (١١١---١١٧)	٦٢٧
٦٣٧	اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے	٦٢٨
٦٣٨	انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین (سرکشوں) کا ہونا	٦٢٩
٦٣٩	وحی' زخرف القول اور غرور کے معنی	٦٢٩
٦٤٠	شیطان کے وسوسہ اندازی کی تحقیق	٦٣٠
٦٤١	شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمت	٦٣١
٦٤٢	لتصغی کا معنی	٦٣٢
٦٤٣	نبوت کی دو دلیلیں	٦٣٢
٦٤٤	کلمات رب کے صادق اور عادل ہونے کے معانی	٦٣٣
٦٤٥	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے	٦٣٣
٦٤٦	عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں کی تفصیل	٦٣٤
٦٤٧	اتباع ظن کی مذمت کی وضاحت	٦٣٥
٦٤٨	فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیه ان کنتم بایته مؤمنین (١١٨---١٢١)	٦٣٥
٦٤٩	مکی سورت میں مدنی سورت کے حوالہ کا اشکال اور اس کا جواب	٦٣٧
٦٥٠	تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق	٦٣٧
٦٥١	ظاہر اور پوشیدہ گناہوں کی ممانعت	٦٣٨
٦٥٢	اثم کا معنی	٦٣٨
٦٥٣	اثم کی تعریف اور مصادیق کے متعلق احادیث	٦٣٨
٦٥٤	دل کے افعال پر مواخذہ کے دلائل	٦٣٩

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵۵	جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۴۱
۶۵۶	امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	۶۴۱
۶۵۷	حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	۶۴۲
۶۵۸	او من کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ نورا (۱۲۲----۱۲۹)	۶۴۲
۶۵۹	کافر کے مردہ اور مومن کے زندہ ہونے کی مثالیں	۶۴۳
۶۶۰	علم اور جہل کے مراتب	۶۴۵
۶۶۱	کفار اور فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت	۶۴۵
۶۶۲	حصول نبوت کا معیار	۶۴۶
۶۶۳	حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد	۴۶۴
۶۶۴	اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء	۶۴۷
۶۶۵	نبی کی صفات لازمہ	۶۴۷
۶۶۶	اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت	۶۴۸
۶۶۷	جنت کو دارالسلام فرمانے کی وجوہات	۶۴۹
۶۶۸	جہنم کے خلود سے استثناء کی توجیہات	۶۵۰
۶۶۹	ظالم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	۶۵۱
۶۷۰	یمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم (۱۳۰----۱۳۵)	۶۵۲
۶۷۱	جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیہات	۶۵۳
۶۷۲	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا' وہاں کے باشندوں کا حکم	۶۵۵
۶۷۳	آیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	۶۵۵
۶۷۴	جنات کے دخول جنت کے متعلق علماء کی آراء	۶۵۶
۶۷۵	مسلمان جنوں کے جنت میں نہ داخل ہونے کے دلائل	۶۵۶
۶۷۶	مسلمان جنوں کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل	۶۵۶
۶۷۷	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کے معنی	۶۵۷
۶۷۸	استغناء اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	۶۵۸
۶۷۹	وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام (۱۳۶----۱۴۰)	۶۵۹
۶۸۰	اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے محامل	۶۶۰
۶۸۱	اس تقسیم کی مذمت	۶۶۱
۶۸۲	آیات سابقہ سے ارتباط	۶۶۱
۶۸۳	خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم	۶۶۲
۶۸۴	ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق	۶۶۳
۶۸۵	مشرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور ابطال	۶۶۶
۶۸۶	خود ساختہ شریعت سازی کا رد اور ابطال	۶۶۷
۶۸۷	بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت	۶۸۶
۶۸۸	وھو الذی انشا جنت معروشت (۱۴۱----۱۴۴)	۶۶۹
۶۸۹	مشکل الفاظ کے معانی	۶۷۰
۶۹۰	وجود باری اور توحید پر دلیل	۶۷۰
۶۹۱	فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ؟	۶۷۱
۶۹۲	عشر کے نصاب میں مذاہب فقہاء	۶۷۱
۶۹۳	امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	۶۷۲
۶۹۴	نفلی صدقہ کرنے میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟	۶۷۳
۶۹۵	مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۶۷۴
۶۹۶	مناظرہ اور قیاس کی اصل	۶۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹۷	قل لاجد فی ما اوحی الی محرما (۱۵۰----۱۴۵)	۶۷۵
۶۹۸	قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	۶۷۷
۶۹۹	بعض الفاظ کے معنی	۶۷۹
۷۰۰	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۶۷۹
۷۰۱	مشرکین کے شبہات کا جواب	۶۸۰
۷۰۲	جبریہ کا رد اور ابطال	۶۸۱
۷۰۳	قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم (۱۵۴----۱۵۱)	۶۸۱
۷۰۴	اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل	۶۸۳
۷۰۵	شرک کا حرام ہونا	۶۸۳
۷۰۶	والدین کے ساتھ بد سلوکی کا حرام ہونا	۶۸۴
۷۰۷	قتل اولاد کا حرام ہونا	۶۸۵
۷۰۸	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	۶۸۶
۷۰۹	قتل ناحق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام	۶۸۶
۷۱۰	قتل مومن پر وعید	۶۸۸
۷۱۱	یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	۶۸۹
۷۱۲	ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا	۶۹۰
۷۱۳	ناحق بات کا حرام ہونا	۶۹۰
۷۱۴	اللہ تعالیٰ سے بد عہدی کرنے کا حرام ہونا	۶۹۱
۷۱۵	بدعات سے اجتناب کا حکم	۶۹۱
۷۱۶	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۶۹۲
۷۱۷	وھذا کتاب انزلنہ مبارک فاتبعوہ (۱۵۹----۱۵۵)	۶۹۳
۷۱۸	مشرکین پر اتمام حجت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرمانا	۶۹۵
۷۱۹	قیامت سے پہلے دس نشانیوں کا ظہور	۶۹۶
۷۲۰	فرقہ بندی کی مذمت	۶۹۷
۷۲۱	من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا (۱۶۵----۱۶۰)	۶۹۸
۷۲۲	دس گنا اجر، سات سو گنا اجر اور بے حساب اجر کے محامل	۶۹۹
۷۲۳	نسک کا معنی	۷۰۱
۷۲۴	نماز کا افتتاح انی وجھت سے واجب ہے یا تکبیر سے	۷۰۲
۷۲۵	نبی ﷺ کا اول المسلمین ہونا	۷۰۲
۷۲۶	فتنہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا	۷۰۳
۷۲۷	فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں مذاہب فقہاء	۷۰۳
۷۲۸	برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا	۷۰۴
۷۲۹	کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات	۷۰۵
۷۳۰	مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محامل	۷۰۶
۷۳۱	مسلمانوں کی آزمائش	۷۰۶
۷۳۲	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان	۷۰۷
۷۳۳	حرف آخر	۷۰۸
۷۳۴	ماخذ و مراجع	۷۰۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الاعراف	
۱	سورت کا نام	۲۷
۲	الاعراف کا معنی اور مصداق	۲۸
۳	سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات	۳۰
۴	سورۃ الاعراف کا زمانہ نزول	۳۱
۵	سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد	۳۱
۶	سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی باہمی مناسبت	۳۲
۷	المص O کتب انزل الیک (۱-۱۰)	۳۴
۸	المص کی تحقیق	۳۵
۹	قرآن مجید کی تبلیغ میں نبی ﷺ کے حرج یا شک کی تحقیق	۳۶
۱۰	قرآن مجید سے ڈرانے اور نصیحت کرنے کے الگ الگ محمل	۳۸
۱۱	احادیث کے حجت ہونے کے دلائل اور ان کی حجیت کی وضاحت	۳۸
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۴۲
۱۳	ایک اشکال کا جواب	۴۲
۱۴	نزول عذاب کے وقت معذبین کا اعتراف جرم	۴۳
۱۵	قیامت کے دن رسولوں اور ان کی امتوں سے سوالات	۴۳
۱۶	قیامت کے دن مجرموں سے سوال کرنے اور نہ کرنے کے محامل	۴۵
۱۷	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۴۶
۱۸	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	۴۶
۱۹	قرآن مجید سے میزان کے ثبوت پر دلائل	۴۷
۲۰	احادیث اور آثار سے میزان کے ثبوت پر دلائل	۴۷
۲۱	آیا میزان میں صرف مسلمانوں کا وزن ہوگا یا کافروں کا بھی وزن ہوگا؟	۵۰
۲۲	ان مسلمانوں کی مغفرت کی صورتیں جن کی نیکیاں گناہوں کے برابر یا گناہوں سے کم ہوں گی	۵۰
۲۳	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے مناسبت	۵۲
۲۴	معایش کی تفصیل	۵۲
۲۵	شکر کا لغوی اور اصطلاحی معانی	۵۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴
۲۷	شکر ادا کرنے کے طریقوں کے متعلق احادیث	۵۴
۲۸	شکر کی فضیلت کے متعلق احادیث	۵۶
۲۹	ولقد خلقنکم ثم صورنکم (۱۸-۱۱)	۵۶
۳۰	آیات سابقہ سے مناسبت	۵۸
۳۱	ایک اشکال کا جواب	۵۸
۳۲	حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح کے بعض اہم واقعات	۵۸
۳۳	حضرت آدم علیہ السلام کی مرحلہ وار تخلیق	۵۹
۳۴	حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد کا مشاہدہ کرانا	۶۰
۳۵	حضرت آدم علیہ السلام کی آزمائش	۶۱
۳۶	حضرت آدم علیہ السلام کا سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور اس حدیث کی تحقیق	۶۲
۳۷	حضرت آدم کے سکون کے لیے حضرت حوا کو پیدا کرنا	۶۳
۳۸	حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا	۶۳
۳۹	حضرت آدم علیہ السلام کی وفات	۶۴
۴۰	حضرت آدم علیہ السلام کا برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ	۶۴
۴۱	سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی	۶۵
۴۲	قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات	۶۵
۴۳	ابلیس جن تھا یا فرشتہ؟	۶۶
۴۴	امر کا وجوب کے لیے ہونا	۶۶
۴۵	حضرت آدم سے افضل ہونے پر ابلیس کا یہ استدلال کہ آگ مٹی سے افضل ہے	۶۷
۴۶	آگ سے مٹی کے افضل ہونے کی دس وجوہات	۶۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷	حضرت آدم کا چاروں علتوں کی وجہ سے ابلیس سے افضل ہونا	۶۹
۴۸	ابلیس کے باطل قیاس کی بناء پر منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا تجزیہ	۷۰
۴۹	مجوزین قیاس کا احادیث سے استدلال	۷۱
۵۰	مجوزین قیاس کا آثار صحابہ اور اقوال علماء سے استدلال	۷۲
۵۱	شیطان کے ساتھ طویل مکالمہ اس کی فضیلت کا موجب نہیں	۷۳
۵۲	ابلیس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا یا آسمان سے؟	۷۴
۵۳	تواضع کرنے والے کے لیے سربلندی اور تکبر کرنے والے کے لیے ذلت اور پستی	۷۵
۵۴	اس بات کی تحقیق کہ ابلیس لعین کو کتنی زندگی کی مہلت دی ہے	۷۶
۵۵	اغواء کا معنی	۷۷
۵۶	ابلیس لعین کا جبر اور قدر میں حیران ہونا اور جبر اور قدر میں صحیح مذہب	۷۸
۵۷	ابلیس لعین کا صراط مستقیم سے بہکانے کی سعی کرنا	۷۸
۵۸	ابلیس لعین کا چار جہات سے حملہ آور ہونا اور اس سے تدارک کی دعا	۷۹
۵۹	ابلیس لعین کے اس دعویٰ کا سبب کہ اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوں گے	۸۰
۶۰	کیا تمام اہل بدعت اور گمراہ فرقے دوزخی ہیں	۸۱
۶۱	یادم اسکن انت وزوجک الجنۃ (۲۵-۱۹)	۸۱
۶۲	ابلیس کی وسوسہ اندازی، حضرت آدم کا زمین پر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	آنا اور توبہ کرنا	۸۳
۶۳	حضرت آدم کے فرشتہ اور دائمی بننے کی طمع پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۸۵
۶۴	آیا شجر ممنوع سے کھانا گناہ تھا؟ اگر گناہ نہیں تھا تو سزا کیوں ملی؟ اور آدم و ابلیس کے معرکہ میں کون کامیاب رہا؟	۸۵
۶۵	یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا (۳۱-۲۶)	۸۶
۶۶	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۸۸
۶۷	آیات سابقہ سے مناسبت	۸۸
۶۸	لباس کی نعمت پر شکر ادا کرنا	۸۹
۶۹	مرد اور عورت کی شرم گاہوں کے مصادیق میں مذہب فقہاء	۸۹
۷۰	حضرت آدم کے جنت سے باہر آنے کا سبب ان کا خلیفہ بننا تھا یا شجر ممنوع سے کھانا	۹۱
۷۱	جنات کے انسانوں کو دیکھنے اور انسانوں کے جنات کو نہ دیکھنے کی تحقیق	۹۱
۷۲	جنات کے انسانوں پر تصرف کرنے کا بطلان	۹۳
۷۳	فاحشہ کا معنی اور مراد اور کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے فاحشہ کا حکم دیا ہے	۹۳
۷۴	قسط اور عدل کے معانی	۹۴
۷۵	اخلاص کا معنی	۹۵
۷۶	قرآن مجید میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم	۹۵
۷۷	عمل میں اخلاص کے فوائد اور ثواب کے متعلق احادیث	۹۵
۷۸	عمل میں اخلاص نہ ہونے سے نقصان اور عذاب کے متعلق احادیث	۹۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹	اخلاص ہونے پر فائدہ اور اخلاص نہ ہونے کے نقصان کے متعلق ایک اسرائیلی روایت	۹۸
۸۰	اخلاص سے کیا ہوا کم عمل بغیر اخلاص کے زیادہ اعمال سے افضل ہے	۹۹
۸۱	انسانوں کے حشر کی کیفیت	۱۰۰
۸۲	ابتداء فطرت میں ہر انسان کا ہدایت یافتہ ہونا	۱۰۰
۸۳	برہنہ طواف کی ممانعت کا شان نزول اور لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت	۱۰۱
۸۴	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت پر بحث و نظر	۱۰۲
۸۵	کھانے پینے میں وسعت کی گنجائش اور اعتدال کا حکم اور بسیار خوری کا اسراف ہونا	۱۰۵
۸۶	بسیار خوری کی مذمت میں احادیث	۱۰۵
۸۷	پرہیز کی اہمیت کے متعلق احادیث	۱۰۶
۸۸	کھانے پینے کے آداب کے متعلق احادیث	۱۰۷
۸۹	کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۰	کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۱	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۱۱۰
۹۲	وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب	۱۱۲
۹۳	قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبت من الرزق (۳۹-۳۲)	۱۱۴
۹۴	لباس پہنتے وقت دعا کرنے اور شکر ادا کرنے کے متعلق احادیث	۱۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۵	لباس کی انواع اور اقسام کے متعلق احادیث	۱۱۶
۹۶	لباس کے رنگوں کے متعلق احادیث	۱۱۷
۹۷	اجلے' صاف اور عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	۱۱۸
۹۸	قیمتی اور معمولی لباس پہننے کی احادیث میں تطبیق	۱۱۹
۹۹	لباس پہننے کے شرعی اور فقہی احکام	۱۲۱
۱۰۰	زینت اور تجمل کے متعلق مفسرین مذاہب اربعہ کی تحقیق	۱۲۱
۱۰۱	اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق	۱۲۵
۱۰۲	معمولات اہل سنت کا جواز اور استحسان	۱۲۷
۱۰۳	ان گناہوں کا بیان جو تمام گناہوں کی اصل ہیں	۱۲۸
۱۰۴	ربط آیات	۱۲۹
۱۰۵	رسول کا ان لوگوں کی جنس سے ہونا جن کی طرف اس کو مبعوث کیا گیا	۱۲۹
۱۰۶	مختار کل کی وضاحت	۱۳۱
۱۰۷	نیک مسلمان حشر کے دن آیا گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے یا نہیں	۱۳۲
۱۰۸	گناہ گار مسلمانوں کے لیے دائمی عذاب کا نہ ہونا	۱۳۲
۱۰۹	اللہ پر بہتان باندھنے اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے کی تفصیل	۱۳۳
۱۱۰	کتاب یا لوح محفوظ میں اللہ پر بہتان باندھنے والوں کی سزا	۱۳۳
۱۱۱	کتاب کی تفسیر میں دیگر اقوال	۱۳۴
۱۱۲	دوزخ میں کفار کے احوال	۱۳۵
۱۱۳	ضعف کا معنی	۱۳۵
۱۱۴	دوگنے عذاب پر ایک سوال کا جواب	۱۳۵
۱۱۵	ان الذین کذبوا بایتنا واستکبروا عنھا (۴۷-۴۰)	۱۳۵
۱۱۶	کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولنے کے متعدد محامل	۱۳۷
۱۱۷	کافروں کے لیے آسمان کا دروازہ نہ کھولنے کے متعلق حدیث	۱۳۸
۱۱۸	اہل جنت کے دلوں سے دنیا کی رنجشوں اور شکایتوں کا محو ہو جانا	۱۴۰
۱۱۹	کفار کی جنتوں کا مسلمانوں کو وراثت میں ملنا	۱۴۰
۱۲۰	جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے نہ کہ نیک اعمال	۱۴۱
۱۲۱	دخول جنت کے لیے اعمال کو سبب قرار دینے کے محامل	۱۴۳
۱۲۲	حشر کے دن کفار کی توبہ کارگر نہیں ہوگی	۱۴۳
۱۲۳	الاعراف کا معنی اور مصداق	۱۴۴
۱۲۴	ونادی اصحب الاعراف رجالا (۵۳-۴۸)	۱۴۵
۱۲۵	اصحاب الاعراف کو دخول جنت کا اذن	۱۴۷
۱۲۶	کافروں کو دوزخ میں کھانے پینے سے محروم رکھنے کی سزا دینا	۱۴۷
۱۲۷	اللہ کی راہ میں پانی خرچ کرنے کی اہمیت اور اجر و ثواب	۱۴۸
۱۲۸	قرآن مجید کی خصوصیات	۱۵۰
۱۲۹	کفار کے اخروی خسارہ کا بیان	۱۵۰
۱۳۰	ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام (۵۸-۵۴)	۱۵۱
۱۳۱	اہم اور مشکل الفاظ کے معانی	۱۵۲
۱۳۲	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل	۱۵۴
۱۳۳	زمینوں اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنانے کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حکمت	۱۵۵
۱۳۴	چھ دنوں کی تفصیل میں احادیث کا اضطراب اور معتبر حدیث کی تعیین	۱۵۵
۱۳۵	عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا موقف	۱۵۸
۱۳۶	استواء اور صفات کے مسئلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے مخالفین	۱۵۹
۱۳۷	استواء اور صفات کے مسئلے میں شیخ ابن تیمیہ کے موافقین	۱۶۰
۱۳۸	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین احناف کا موقف	۱۶۱
۱۳۹	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین شافعیہ کا موقف	۱۶۲
۱۴۰	استواء اور صفات کے مسئلہ میں متقدمین مالکیہ کا موقف	۱۶۲
۱۴۱	استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متقدمین حنابلہ کا موقف	۱۶۵
۱۴۲	استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متاخرین کی آراء	۱۶۶
۱۴۳	مانعین دعا کے دلائل	۱۶۹
۱۴۴	مانعین دعا کے دلائل کے جوابات	۱۶۹
۱۴۵	دعا قبول نہ ہونے کے فوائد	۱۷۰
۱۴۶	دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث	۱۷۱
۱۴۷	آہستہ دعا کرنے کے فوائد اور نکات	۱۷۳
۱۴۸	خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۷۴
۱۴۹	خارج نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث	۱۷۷
۱۵۰	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق حرف آخر	۱۸۳
۱۵۱	چالیس حدیثوں کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق نوید اور بشارت	۱۸۳
۱۵۲	چالیس حدیثوں کی تبلیغ پر بشارت کی احادیث کی فنی حیثیت	۱۸۴
۱۵۳	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے قواعد اور شرائط	۱۸۵
۱۵۴	دعا میں حد سے بڑھنے کا ممنوع ہونا	۱۸۶
۱۵۵	محسنین کا معنی	۱۸۷
۱۵۶	اس کائنات میں حشر کے دن مردوں کو زندہ کرنے کی نشانی	۱۸۷
۱۵۷	اچھی اور خراب زمینوں میں مسلمانوں اور کافروں کی مثال	۱۸۸
۱۵۸	لقد ارسلنا نوحا الی قومه فقال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره (۵۹-۶۴)	۱۸۹
۱۵۹	حضرت نوح کا نام و نسب اور ان کی تاریخ ولادت	۱۹۰
۱۶۰	بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی؟	۱۹۱
۱۶۱	حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اول رسل ہونا	۱۹۱
۱۶۲	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا بیان	۱۹۲
۱۶۳	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب	۱۹۳
۱۶۴	طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل	۱۹۴
۱۶۵	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	۱۹۴
۱۶۶	قصہ نوح نازل کرنے کے فوائد	۱۹۵
۱۶۷	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۱۹۵
۱۶۸	اہم اور مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۶
۱۶۹	حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کی وجوہات	۱۹۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۰	قوم نوح کے استبعاد اور تعجب کا ازالہ	۱۹۷
۱۷۱	والی عاد اخاھم ھودا (۶۵-۷۲)	۱۹۸
۱۷۲	حضرت ہود علیہ السلام کا شجرۂ نسب	۱۹۹
۱۷۳	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت	۲۰۰
۱۷۴	عاد کی قوت اور سطوت اور ان پر عذاب نازل ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۰۰
۱۷۵	قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت	۲۰۲
۱۷۶	صالحین کے عرس کی تحقیق	۲۰۳
۱۷۷	حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق	۲۰۴
۱۷۸	حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام کے مقابلہ میں سیدنا محمد ﷺ کی زیادہ عزت اور وجاہت	۲۰۵
۱۷۹	اللہ تعالیٰ کی توحید اور استحقاق عبادت پر دلیل	۲۰۶
۱۸۰	والی ثمود اخاھم صالحا (۷۳-۷۹)	۲۰۷
۱۸۱	قوم ثمود کی اجمالی تاریخ	۲۰۹
۱۸۲	حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اور قوم ثمود کی طرف ان کی بعثت	۲۰۹
۱۸۳	قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کرنا اور معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانا اور ان پر عذاب کا نازل ہونا	۲۰۹
۱۸۴	قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۸۵	اونٹنی کا قاتل ایک شخص تھا یا پوری قوم ثمود	۲۱۱
۱۸۶	اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہات	۲۱۲
۱۸۷	قوم ثمود کے عذاب کی مختلف تعبیریں اور ان میں وجہ تطبیق	۲۱۲
۱۸۸	قوم ثمود کے قصہ کے متعلق احادیث اور آثار	۲۱۲
۱۸۹	ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العلمین (۸۰-۸۴)	۲۱۳
۱۹۰	حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب	۲۱۴
۱۹۱	حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت	۲۱۴
۱۹۲	حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کا حسین اور نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا	۲۱۵
۱۹۳	قوم لوط میں ہم جنس پرستی کی ابتداء	۲۱۵
۱۹۴	حضرت لوط کی بیوی کی خیانت اور قوم لوط کی بری عادتیں	۲۱۶
۱۹۵	عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں	۲۱۶
۱۹۶	قرآن مجید میں عمل قوم لوط کی مذمت	۲۱۷
۱۹۷	احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت اور سزا کا بیان	۲۱۷
۱۹۸	عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب فقہاء	۲۱۹
۱۹۹	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	۲۱۹
۲۰۰	والی مدین اخاھم شعیبا (۸۵-۸۷)	۲۲۰
۲۰۱	حضرت شعیب کا نام اور نسب	۲۲۱
۲۰۲	مدین اور اصحاب الایکہ ایک قوم ہیں یا الگ الگ	۲۲۱
۲۰۳	حضرت شعیب کا مقام بعثت	۲۲۲
۲۰۴	حضرت شعیب کی قوم پر عذاب کا نزول	۲۲۲
۲۰۵	حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر	۲۲۳
۲۰۶	ڈرا دھمکا کر ناجائز رقم بٹورنے والے	۲۲۴
۲۰۷	قوم شعیب کو ترغیب و ترہیب	۲۲۵
۲۰۸	قال الملا الذین استکبروا من قومہ (۸۸-۹۳)	۲۲۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۹	حضرت شعیب علیہ السلام کے کفر میں لوٹنے کے اعتراض کے جوابات	۲۲۶
۲۱۰	توکل کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۲۷
۲۱۱	لوہے سے داغنے اور دم کرانے پر توکل سے بری ہونے کا اشکال	۲۲۷
۲۱۲	دوا کرنے اور علاج کرانے کے متعلق احادیث	۲۲۸
۲۱۳	دوا اور دم سے نبی ﷺ کا علاج کرانا	۲۲۸
۲۱۴	اشکال مذکور کا جواب	۲۲۹
۲۱۵	توکل کی تعریف پر ایک اور اشکال کا جواب	۲۲۹
۲۱۶	نزول عذاب سے حضرت شعیب علیہ السلام کی نبوت کی صداقت	۲۳۰
۲۱۷	وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا (۹۹-۹۴)	۲۳۱
۲۱۸	مشکل الفاظ کے معانی	۲۳۲
۲۱۹	رنج اور راحت کے نزول میں کافروں اور مسلمانوں کے احوال اور افعال کا فرق	۲۳۲
۲۲۰	نیک اعمال نزول رحمت کا سبب ہیں اور بد اعمال نزول عذاب کا باعث ہیں	۲۳۳
۲۲۱	اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا (۱۰۸-۱۰۰)	۲۳۴
۲۲۲	کفار مکہ پر عذاب نہ بھیجنے کی وجہ	۲۳۵
۲۲۳	کفار مکہ کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۲۳۶
۲۲۴	سابقہ امتوں کے عذاب سے کفار مکہ کا سبق حاصل نہ کرنا	۲۳۶
۲۲۵	سیدنا محمد ﷺ کا علم غیب اور آپ کی رسالت پر دلیل	۲۳۶
۲۲۶	تمام نبی حامل معجزہ ہیں	۲۳۷
۲۲۷	نبی ﷺ کے معجزہ کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے امتیاز	۲۳۷
۲۲۸	معجزہ کی تعریفات	۲۳۸
۲۲۹	معجزہ کی شرائط	۲۳۸
۲۳۰	افعال غیر عادیہ کی دیگر اقسام	۲۳۹
۲۳۱	معجزات انبیاء کے اختیار میں ہونے پر محدثین، فقہاء اور متکلمین کے دلائل	۲۳۹
۲۳۲	معجزات پر انبیاء کے اختیار کے ثبوت میں احادیث	۲۴۱
۲۳۳	انبیاء کے اختیار میں معجزات ہونے پر ایک اشکال کا جواب	۲۴۳
۲۳۴	معجزات کے صدور میں علماء دیو بند کا موقف	۲۴۳
۲۳۵	معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا موقف	۲۴۴
۲۳۶	پہلے تکذیب کرنے کی وجہ سے بعد میں ایمان نہ لانے کی توجیہات	۲۴۶
۲۳۷	دعاؤں سے مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو فراموش کر دینا	۲۴۶
۲۳۸	حضرت آدم سے حضرت موسیٰ اور حضرت موسیٰ سے ہمارے نبی ﷺ تک کا زمانہ	۲۴۷
۲۳۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، پرورش، نکاح، نبوت اور فرعون کو تبلیغ	۲۴۸
۲۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات	۲۵۱
۲۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر	۲۵۲
۲۴۲	فرعون کے دعویٰ خدائی کا رد	۲۵۳
۲۴۳	قبطیوں کا بنو اسرائیل کو غلام بنانا	۲۵۳
۲۴۴	قال الملا من قوم فرعون ان ھذا لسحر علیم (۱۲۶-۱۰۹)	۲۵۵
۲۴۵	ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو	۲۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۶	سحر کی تعریف اور سحر اور معجزہ میں فرق	۲۵۷
۲۴۷	سحر اور ساحر کا شرعی حکم	۲۵۹
۲۴۸	سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم	۲۵۹
۲۴۹	حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ	۲۶۰
۲۵۰	جادوگروں کے ایمان لانے میں علم کی فضیلت	۲۶۲
۲۵۱	رب موسیٰ وہارون کہنے کی وجہ	۲۶۲
۲۵۲	فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا	۲۶۳
۲۵۳	آیا فرعون اپنی دھمکی پر عمل کر سکا یا نہیں؟	۲۶۳
۲۵۴	راہ حق میں قربانی دینے کے لیے تیار رہنا	۲۶۴
۲۵۵	وقال الملا من قوم فرعون اتذر موسی (۱۲۷-۱۲۹)	۲۶۴
۲۵۶	فرعون کے معبود کی تفسیر میں اقوال	۲۶۵
۲۵۷	اللہ پر ایمان کامل کی وجہ سے مصائب کا آسان ہو جانا	۲۶۶
۲۵۸	کسی بات کو سمجھنے کے لیے سوال کرنے کا جواز	۲۶۶
۲۵۹	ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین (۱۳۰-۱۴۱)	۲۶۷
۲۶۰	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۲۶۹
۲۶۱	قوم فرعون پر پے در پے بلائیں اور آفتیں نازل کرنے کی حکمت	۲۷۰
۲۶۲	فال اور شگون نکالنے کی تحقیق	۲۷۱
۲۶۳	بدشگونی کی ممانعت کا سبب	۲۷۲
۲۶۴	نیک فال کے جواز کا سبب اور بدفال کو شرک قرار دینے کی توجیہ	۲۷۳
۲۶۵	عورت‘ مکان اور گھوڑے میں بدشگونی کی توجیہ	۲۷۴
۲۶۶	بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے	۲۷۵
۲۶۷	کسی چیز سے بدشگونی لینے یا کسی دن کو منحوس قرار دینے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۸	بدشگونی کے سلسلے میں خلاصہ بحث	۲۷۸
۲۶۹	قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل وغیرہ بھیجنے کا عذاب	۲۷۹
۲۷۰	ستر ہزار فرعونیوں کا طاعون میں مبتلا ہونا	۲۸۲
۲۷۱	عقائد میں تقلید کا مذموم ہونا اور فروع میں تقلید کا ناگزیر ہونا	۲۸۲
۲۷۲	بنو اسرائیل کو شام پر قابض کرنا	۲۸۳
۲۷۳	سرزمین شام کی زمین کی فضیلت کے متعلق احادیث	۲۸۵
۲۷۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۲۸۶
۲۷۵	مناسبت اور ربط آیات	۲۸۶
۲۷۶	بنو اسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا اور کس جگہ کسی قوم کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا؟	۲۸۶
۲۷۷	شرک کے فعل کا جہالت اور حماقت ہونا	۲۸۷
۲۷۸	بنو اسرائیل کی ناشکری اور احسان فراموشی	۲۸۸
۲۷۹	کسی مسلمان موحد کو مشرک قرار دینے کا بطلان	۲۸۸
۲۸۰	ووعدنا موسی ثلاثین لیلة (۱۴۲-۱۴۷)	۲۸۸
۲۸۱	ربط آیات‘ مناسبت اور موضوع	۲۹۰
۲۸۲	حضرت موسیٰ کے لیے پہلے تیس راتیں اور پھر دس راتیں مزید مقرر کرنے کی حکمت	۲۹۱
۲۸۳	میقات کا معنی اور کسی کام کی مدت مقرر کرنے کی اصل	۲۹۲
۲۸۴	بندوں کے اعذار کی آخری مدت ساٹھ سال ہے	۲۹۲
۲۸۵	شمسی اور قمری تاریخ مقرر کرنے کا ضابطہ	۲۹۳
۲۸۶	حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا اور ان کو نصیحت فرمانا ان کی شان میں کمی کا موجب نہیں	۲۹۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸۷	حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بمنزلہ ہارون ہیں	۲۹۴
۲۸۸	حدیث مذکور سے روافض کا حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال	۲۹۵
۲۸۹	روافض کے استدلال مذکور کا جواب	۲۹۵
۲۹۰	حضرت ابن ام مکتوم کو تمام مغازی میں خلیفہ بنانا	۲۹۵
۲۹۱	حضرت ابن ام مکتوم کی خلافت سے حضرت علی کے متعلق مزعوم خلافت بلافصل پر معارضہ	۲۹۶
۲۹۲	اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق مذاہب اسلام	۲۹۷
۲۹۳	اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار	۲۹۸
۲۹۴	اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کی بعض تفصیلات	۲۹۹
۲۹۵	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب	۳۰۰
۲۹۶	منکرین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات	۳۰۱
۲۹۷	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے قرآن مجید سے دلائل	۳۰۲
۲۹۸	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	۳۰۲
۲۹۹	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر قرآن مجید سے ایک اور دلیل	۳۰۳
۳۰۰	منکرین رویت کے ایک اور اعتراض کا جواب	۳۰۴
۳۰۱	انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینے کے متعلق حدیث	۳۰۴
۳۰۲	"مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت مت دو" اس حدیث کے جوابات	۳۰۵
۳۰۳	دوسرے جواب کے ضمن میں تمام انبیاء پر نبی ﷺ کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۰۵
۳۰۴	گیارھویں جواب کے ضمن میں نبی ﷺ کی شان میں غلو کرنے کی ممانعت	۳۰۶
۳۰۵	صعقہ کا معنی	۳۱۰
۳۰۶	انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلائل	۳۱۱
۳۰۷	دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبی ﷺ پر فضیلت جزی کی تحقیق	۳۱۲
۳۰۸	دیدار نہ کرانے کی تلافی میں کلام سے مشرف فرمانا	۳۱۳
۳۰۹	تورات کی تختیوں کا مادہ' تعداد اور نزول کی تاریخ	۳۱۳
۳۱۰	تورات میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل مذکور ہونے کی توجیہ	۳۱۴
۳۱۱	تورات کے احکام کا درجہ بہ درجہ ہونا	۳۱۵
۳۱۲	الواح تورات میں نبی ﷺ اور آپ کی امت کی خصوصیات	۳۱۶
۳۱۳	اللہ کی آیات سے کفار کے دلوں کو پھیرنے کی توجیہ	۳۱۷
۳۱۴	تکبر کا لغوی اور شرعی معنی	۳۱۸
۳۱۵	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۱۹
۳۱۶	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث	۳۲۰
۳۱۷	تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا	۳۲۱
۳۱۸	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۳۲۲
۳۱۹	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی' مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات	۳۲۳
۳۲۰	ٹخنوں سے نیچا نیچا لٹکانے میں علماء دیوبند کا موقف	۳۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۱	مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد	۳۲۵
۳۲۲	شیخ تھانوی کے دلائل پر بحث و نظر	۳۲۶
۳۲۳	شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کے دلائل	۳۲۸
۳۲۴	شیخ کشمیری' شیخ میرٹھی اور جسٹس عثمانی کے دلائل پر بحث و نظر	۳۲۹
۳۲۵	ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۳۰
۳۲۶	ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے متعلق حرف آخر	۳۳۱
۳۲۷	کفار کی نیکیوں کا ضائع ہو جانا	۳۳۲
۳۲۸	فرائض اور واجبات کے ترک پر مواخذہ کی دلیل	۳۳۳
۳۲۹	واتخذ قوم موسی من بعده (۱۴۸-۱۵۱)	۳۳۳
۳۳۰	بنو اسرائیل کے بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنے کے متعلق روایات	۳۳۴
۳۳۱	کلام کرنے اور ہدایت دینے پر مدار الوہیت کی توجیہ	۳۳۶
۳۳۲	لما سقط فی ایدیهم کا معنی	۳۳۷
۳۳۳	قوم کی گمراہی پر حضرت موسیٰ آیا طور سے واپسی پر مطلع ہوئے یا پہلے	۳۳۸
۳۳۴	غضب کا معنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غضب کا تعین	۳۳۸
۳۳۵	غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۳۹
۳۳۶	غیظ و غضب کو ضبط کرنے اور بدلہ نہ لینے کے متعلق احادیث	۳۳۹
۳۳۷	تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنے کی توجیہ	۳۴۱
۳۳۸	حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنے کی توجیہ اور دیگر فوائد	۳۴۲
۳۳۹	حالت غضب میں طلاق دینے کا شرعی حکم	۳۴۳
۳۴۰	شماتت کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۴۵
۳۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء مغفرت کی توجیہ	۳۴۵
۳۴۲	ان الذین اتخذوا العجل سینالهم (۱۵۲-۱۵۷)	۳۴۶
۳۴۳	توبہ قبول کرنے کے باوجود بنو اسرائیل پر عذاب کی وعید کی توجیہ	۳۴۸
۳۴۴	بدعت سیئہ کی تعریف	۳۴۸
۳۴۵	توبہ کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا عموم اور شمول	۳۴۹
۳۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے غصہ کی تلافی کرنا	۳۵۰
۳۴۷	تورات کی تختیاں ٹوٹی تھیں یا نہیں	۳۵۱
۳۴۸	ستر اسرائیلیوں کے انتخاب کے سلسلہ میں مختلف روایات	۳۵۱
۳۴۹	سورۃ البقرہ میں الصاعقہ اور سورۃ الاعراف میں الرجفہ فرمانے کی توجیہ	۳۵۳
۳۵۰	کیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ ستر اسرائیلیوں کی وجہ سے ان کو ہلاکت میں مبتلا کرے گا؟	۳۵۳
۳۵۱	اللہ کے معاف کرنے اور مخلوق کے معاف کرنے میں فرق	۳۵۴
۳۵۲	حضرت موسیٰ نے دنیا اور آخرت کی جس بھلائی کا سوال کیا تھا وہ کیا چیز تھی؟	۳۵۴
۳۵۳	نبی اور رسول کے معنی	۳۵۶
۳۵۴	قرآن اور سنت میں نبی ﷺ پر امی کا اطلاق	۳۵۶
۳۵۵	امی کا لغوی معنی	۳۵۷
۳۵۶	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل	۳۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵۷	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۶۰
۳۵۸	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کے ثبوت میں احادیث	۳۶۰
۳۵۹	نبی ﷺ کے لکھنے کے متعلق محدثین کی تحقیق	۳۶۳
۳۶۰	تورات اور انجیل میں نبی ﷺ کی بشارتوں کے متعلق احادیث	۳۶۸
۳۶۱	موجودہ تورات کے متن میں نبی ﷺ کے متعلق بشارتیں	۳۶۹
۳۶۲	موجودہ انجیل کے متن میں نبی ﷺ کے متعلق بشارتیں	۳۷۱
۳۶۳	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نبی ﷺ کی خصوصیات	۳۷۳
۳۶۴	اشیاء کو حلال اور حرام کرنا نبی ﷺ کا منصب ہے	۳۷۵
۳۶۵	الطیبات اور الخبائث کی تفسیر میں مذاہب اربعہ	۳۷۶
۳۶۶	بنو اسرائیل کے بوجھ اور ان کے طوق کا اتارنا	۳۷۷
۳۶۷	نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۸
۳۶۸	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے شرعی حکم کی تحقیق	۳۸۳
۳۶۹	احادیث اور آثار میں غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کی تصریحات	۳۸۵
۳۷۰	غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات	۳۸۶
۳۷۱	نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر میں صحابہ کرام کا عمل	۳۸۸
۳۷۲	وفات کے بعد بھی نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم	۳۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷۳	رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ادب اور احترام	۳۸۹
۳۷۴	رسول اللہ ﷺ کا ادب قرآن مجید کے عمل پر مقدم ہے	۳۹۰
۳۷۵	قل یایھا الناس انی رسول اللہ (۱۶۲-۱۵۸)	۳۹۳
۳۷۶	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر قرآن مجید کی آیات	۳۹۴
۳۷۷	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے عموم اور شمول پر احادیث	۳۹۵
۳۷۸	وہ معجزات جو سیدنا محمد ﷺ کی ذات مبارکہ میں ہیں اور جو آپ سے صادر ہوئے	۳۹۶
۳۷۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگوں کا مصداق	۳۹۷
۳۸۰	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی نافرمانیاں	۳۹۸
۳۸۱	وسئلھم عن القریۃ (۱۷۱-۱۶۳)	۴۰۰
۳۸۲	نافرمانی پر اصرار کرنے والے اسرائیلیوں کو بندر بنانے کی تفصیل	۴۰۲
۳۸۳	تبلیغ کا فرض کفایہ ہونا	۴۰۳
۳۸۴	بعض احکام کا استنباط	۴۰۴
۳۸۵	فلسطین میں اسرائیل کا قیام قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے	۴۰۴
۳۸۶	یہودیوں میں نیکوکار اور بدکار	۴۰۵
۳۸۷	خلف اور خلف کا معنوی فرق	۴۰۶
۳۸۸	گناہوں پر اصرار کے ساتھ اجر و ثواب کی طمع کی مذمت	۴۰۶
۳۸۹	واذ اخذ ربک من بنی آدم (۱۸۱-۱۷۲)	۴۰۸
۳۹۰	بنو آدم سے میثاق لینے کے متعلق احادیث	۴۱۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹۱	میثاق لینے کا مقام	۴۱۱
۳۹۲	میثاق حضرت آدم کی پشت سے ذریت نکال کر لیا گیا تھا یا بنو آدم کی پشتوں سے	۴۱۱
۳۹۳	میثاق کے حجت ہونے پر ایک اور اشکال کا جواب	۴۱۲
۳۹۴	کیا یہ میثاق کسی کو یاد ہے؟	۴۱۲
۳۹۵	نبی ﷺ کا اصل کائنات ہونا	۴۱۲
۳۹۶	واتل علیھم نبا الذی کے شان نزول میں مختلف روایات	۴۱۳
۳۹۷	بد عمل اور رشوت خور عالم کی مذمت	۴۱۵
۳۹۸	بد عمل اور رشوت خور عالم کی کتے کے ساتھ مماثلت کا بیان	۴۱۶
۳۹۹	ہانپنے والے کتے کی مثال کا تمام گمراہوں اور کافروں کو شامل ہونا	۴۱۷
۴۰۰	آیات مذکورہ سے مستنبط شدہ احکام شرعیہ	۴۱۷
۴۰۱	ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی جانب سے ہونے کا معنی	۴۱۸
۴۰۲	بہت سے جنات اور انسانوں کو دوزخ کے لیے پیدا کرنے کی توجیہ	۴۱۹
۴۰۳	عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟	۴۲۰
۴۰۴	دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل	۴۲۱
۴۰۵	قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ	۴۲۱
۴۰۶	عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال	۴۲۲
۴۰۷	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۴۲۳
۴۰۸	کفار کا جانوروں سے زیادہ گمراہ ہونا	۴۲۴
۴۰۹	آیت سابقہ سے ارتباط	۴۲۴
۴۱۰	اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی	۴۲۴
۴۱۱	اسم مسمی کا عین ہے یا غیر	۴۲۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۱۲	اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق	۴۲۶
۴۱۳	اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) اسماء کی تفصیل	۴۲۸
۴۱۴	اسم اعظم کی تحقیق	۴۲۹
۴۱۵	الحاد کا معنی	۴۳۰
۴۱۶	اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل	۴۳۰
۴۱۷	اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات	۴۳۱
۴۱۸	اس امت میں بھی حق کی ہدایت دینے والے اور حق کے ساتھ عدل کرنے والے ہیں	۴۳۲
۴۱۹	اجماع کے حجت ہونے پر احادیث	۴۳۲
۴۲۰	والذین کذبوا بایتنا (۱۸۸-۱۸۲)	۴۳۴
۴۲۱	مشکل الفاظ کے معانی	۴۳۵
۴۲۲	تفکر کا معنی	۴۳۶
۴۲۳	جاہل کفار نبی ﷺ کو کیوں مجنون کہتے تھے اور اس کا جواب	۴۳۷
۴۲۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل	۴۳۷
۴۲۵	آیا بغیر دلیل کے ایمان لانا صحیح ہے یا نہیں؟	۴۳۹
۴۲۶	کافروں کو گمراہی پر پیدا کرنے کا معنی	۴۴۰
۴۲۷	آیات سابقہ سے ارتباط	۴۴۰
۴۲۸	مشکل الفاظ کے معانی	۴۴۱
۴۲۹	وقت وقوع قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت	۴۴۱
۴۳۰	علم قیامت کے متعلق لوگوں کے سوالات اور نبی ﷺ کے جوابات	۴۴۲
۴۳۱	نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا	۴۴۳
۴۳۲	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات	۴۴۷
۴۳۳	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وغیرہ دیے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات	۴۴۸
۴۳۴	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کی انحصار کی خصوصیت کا باعث	۴۵۱
۴۳۵	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۴۵۲
۴۳۶	علم کی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۴۵۳
۴۳۷	قرآن اور سنت میں نبی ﷺ کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کی تصریحات	۴۵۷
۴۳۸	نبی ﷺ کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۴۶۱
۴۳۹	شیخ اسماعیل دہلوی کا رسول اللہ ﷺ کی آخرت میں نفع رسانی پر انکار	۴۶۲
۴۴۰	شیخ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا رد اور ابطال	۴۶۳
۴۴۱	اہل بیت اور دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ ﷺ کا آخرت میں نفع پہنچانا	۴۶۴
۴۴۲	نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ	۴۶۶
۴۴۳	اس پر دلیل کہ رسول اللہ ﷺ سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے	۴۶۶
۴۴۴	رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی میں افراط، تفریط اور اعتدال پر مبنی نظریات	۴۶۸
۴۴۵	علم غیب کی تحقیق	۴۶۹
۴۴۶	غیب کا لغوی معنی	۴۶۹
۴۴۷	غیب کا اصطلاحی معنی	۴۷۰
۴۴۸	رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۷۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴۹	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق احادیث	۴۷۲
۴۵۰	رسول اللہ ﷺ سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ اگر میں غیب کو جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا	۴۸۴
۴۵۱	رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں علماء دیوبند کا نظریہ	۴۸۵
۴۵۲	رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۴۸۶
۴۵۳	ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ (۱۹۵-۱۸۹)	۴۸۸
۴۵۴	ان روایات کی تحقیق جن میں مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حوا نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا	۴۸۹
۴۵۵	جعلا لہ شرکاء (انہوں نے اللہ کے شریک بنا لیے) کی توجیہات	۴۹۰
۴۵۶	غلط طریقہ سے نام لینے اور نام بگاڑنے کی مذمت	۴۹۲
۴۵۷	بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق	۴۹۲
۴۵۸	پسندیدہ اور ناپسندیدہ ناموں کے متعلق احادیث	۴۹۲
۴۵۹	عبد النبی نام رکھنے کا شرعی حکم	۴۹۳
۴۶۰	قیامت کے دن انسان کو اس کے باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کے نام کی طرف؟	۴۹۵
۴۶۱	بچوں کا نام محمد رکھنے کی فضیلت	۴۹۷
۴۶۲	بتوں کی بے مائیگی اور بے چارگی	۴۹۹
۴۶۳	ان ولی اللہ الذی (۲۰۶-۱۹۶)	۵۰۰
۴۶۴	اللہ تعالیٰ اور رسول کے مقرب نیک لوگ ہیں	۵۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۶۵	آیات سابقہ سے ارتباط	۵۰۳
۴۶۶	معاف کرنے، نیکی کا حکم دینے اور جاہلوں سے اعراض کرنے کے الگ الگ محامل	۵۰۳
۴۶۷	عفو اور درگزر کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۰۳
۴۶۸	عفو اور درگزر کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۴
۴۶۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درگزر کرنے کے متعلق احادیث	۵۰۵
۴۷۰	نزغ شیطان کا معنی	۵۰۶
۴۷۱	وساوس شیطان سے نجات کا طریقہ	۵۰۶
۴۷۲	وسوسہ شیطان کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض اور اس کے جوابات	۵۰۷
۴۷۳	طائف من الشیطان کا معنی	۵۰۸
۴۷۴	انسان کس طرح غور و فکر کرکے انتقام لینے کو ترک کرے	۵۰۸
۴۷۵	انسان کس طرح غور و فکر کرکے گناہوں کو ترک کرے	۵۰۹
۴۷۶	خوف خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا	۵۱۰
۴۷۷	کفار کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی توجیہ	۵۱۲
۴۷۸	قرآن مجید پڑھنے کے آداب	۵۱۳
۴۷۹	قرآن مجید سننے کا حکم آیا نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا خارج از نماز کو بھی شامل ہے	۵۱۴
۴۸۰	آیا قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ	۵۱۵
۴۸۱	قرآن مجید سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۵۱۶
۴۸۲	امام کے پیچھے قرآن سننے میں مذاہب اربعہ	۵۱۸
۴۸۳	فقہاء حنبلیہ کے اس مسئلہ میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں	۵۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸۴	فقہاء احناف کے نزدیک نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے	۵۱۹
۴۸۵	امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۹
۴۸۶	ذکر خفی کی فضیلت	۵۲۰
۴۸۷	معتدل آواز کے ساتھ جہراً ذکر ممنوع نہیں ہے	۵۲۱
۴۸۸	ذکر کے لیے صبح اور شام کے اوقات کی تخصیص کی حکمت	۵۲۱
۴۸۹	فرشتوں کی کثرت عبادت سے انسان کو عبادت پر ابھارنا	۵۲۱
۴۹۰	فرشتوں کی کثرت عبادت ان کی افضلیت کو مستلزم نہیں	۵۲۲
۴۹۱	حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے وله يسجدون کا تعارض اور اس کا جواب	۵۲۲
۴۹۲	سجدہ تلاوت کی تحقیق	۵۲۳
۴۹۳	سجدہ تلاوت کے حکم میں مذاہب فقہاء	۵۲۳
۴۹۴	سجدہ تلاوت کی تعداد میں مذاہب فقہاء	۵۲۴
۴۹۵	حرف آخر	۵۲۶
	سورۃ الانفال	
۱	انفال کا معنی	۵۳۱
۲	سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ	۵۳۲
۳	سورۃ الانفال کا زمانہ نزول	۵۳۲
۴	ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام اس کی آیتوں کی تعداد اور سبب نزول	۵۳۳
۵	غزوہ بدر کا خلاصہ	۵۳۳
۶	غزوہ بدر کے متعلق احادیث	۵۳۴
۷	سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ	۵۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	سورۃ الانفال کے مقاصد	۵۳۹
۹	یسئلونک عن الانفال (۱۰-۱)	۵۴۰
۱۰	انفال کا معنی اور اس کے مصداق میں مفسرین کے نظریات	۵۴۲
۱۱	مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کرام کا اختلاف	۵۴۳
۱۲	تنفیل (کسی نمایاں کارنامہ پر مجاہدوں کو غنیمت سے زائد انعام دینے) میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۵۴۴
۱۳	تنفیل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۵۴۵
۱۴	تنفیل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۵۴۵
۱۵	تنفیل میں فقہاء احناف کا نظریہ	۵۴۶
۱۶	وجل کا معنی	۵۴۷
۱۷	اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴۷
۱۸	اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کے متعلق احادیث اور آثار	۵۴۸
۱۹	ایمان میں کمی اور زیادتی کی تحقیق	۵۵۰
۲۰	مال حرام سے نجات کے طریقے	۵۵۱
۲۱	میں یقیناً مومن ہوں یا میں انشاء اللہ مومن ہوں کہنے میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف	۵۵۱
۲۲	مبحث مذکور میں فریقین کے درمیان محاکمہ	۵۵۲
۲۳	"میں یقیناً مومن ہوں" کہنے کے دلائل	۵۵۳
۲۴	"میں انشاء اللہ مومن ہوں" کہنے کے دلائل کا تجزیہ	۵۵۳
۲۵	بعض صحابہ کے نزدیک لشکر کفار سے مقابلہ کا ناگوار ہونا' اس کا پس منظر اور پیش منظر	۵۵۴
۲۶	ابوسفیان کے قافلہ تجارت پر حملہ کو بعض صحابہ کے ترجیح دینے کا بیان	۵۵۶
۲۷	غزوہ بدر کے دن نبی ﷺ کا گڑگڑا کر دعا کرنا	۵۵۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸	جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق احادیث اور آثار	۵۵۸
۲۹	جنگ بدر میں قتال ملائکہ کے متعلق مفسرین اسلام کی آراء	۵۶۱
۳۰	غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق امام رازی کا تبدیل شدہ نظریہ	۵۶۷
۳۱	غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کے متعلق مصنف کی تحقیق	۵۶۹
۳۲	اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ و ینزل علیکم (۱۹-۱۱)	۵۷۰
۳۳	غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی امداد کی چھ انواع	۵۷۲
۳۴	جس دن کی صبح جنگ ہونی تھی اس رات مسلمانوں پر نیند کا طاری ہونا	۵۷۹
۳۵	مسلمانوں پر اس رات غنودگی طاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۵۷۲
۳۶	بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ اور بارش کا نزول	۵۷۳
۳۷	بدر کے دن بارش کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۵۷۴
۳۸	بقیہ چار نعمتوں کی تفصیل	۵۷۴
۳۹	رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتی کی بحث	۵۷۶
۴۰	سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ	۵۷۷
۴۱	سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار	۵۸۴
۴۲	زحف کا معنی	۵۸۹
۴۳	میدان جنگ سے پسپائی کی دو جائز صورتیں	۵۸۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴	اگر دشمن کی تعداد مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو پھر مسلمانوں کا میدان سے بھاگنا جائز نہیں	۵۹۰
۴۵	میدان جنگ سے بھاگنے کی ممانعت قیامت تک کیلئے عام ہے یا یوم بدر کے ساتھ مخصوص ہے	۵۹۱
۴۶	مسلمانوں سے کفار بدر کے قتل کی نفی کے محامل	۵۹۲
۴۷	وما رمیت اذ رمیت کے شان نزول میں مختلف اقوال	۵۹۳
۴۸	نبی ﷺ سے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نفی اور اثبات کے محامل	۵۹۴
۴۹	معجزات کا مقدور ہونا	۵۹۵
۵۰	اچھی آزمائش کا معنی	۵۹۵
۵۱	اللہ نیک مسلمانوں کی نصرت اور حمایت فرماتا ہے' بدکاروں کی نہیں	۵۹۶
۵۲	یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ (۲۸-۲۰)	۵۹۶
۵۳	رسول اللہ کے حکم پر عمل کا واجب ہونا	۵۹۸
۵۴	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا واحد ہونا	۵۹۸
۵۵	اللہ تعالیٰ کی معلومات واقعیہ اور اس کی معلومات فرضیہ	۶۰۰
۵۶	فرض نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے' اور نفل نماز میں ماں کے بلانے پر	۶۰۱
۵۷	مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے	۶۰۲
۵۸	انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حائل ہونے کے محامل	۶۰۳
۵۹	بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی	۶۰۴
۶۰	رحمان کے دو انگلیوں سے کیا مراد ہے	۶۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۱	ظالموں پر عذاب کے نزول میں صالحین کا شمول	۶۰۶
۶۲	بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو عذاب کیوں ہوگا؟	۶۰۸
۶۳	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت اور شکر گزاری کرے	۶۰۹
۶۴	اللہ اور رسول سے خیانت کی ممانعت کے شان نزول میں متعدد روایات	۶۱۰
۶۵	حضرت ابولبابہ انصاری کی توبہ	۶۱۱
۶۶	اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کے محامل	۶۱۲
۶۷	امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۱۳
۶۸	امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۱۴
۶۹	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کا معنی	۶۱۷
۷۰	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۱۷
۷۱	مال اور اولاد کے فتنہ ہونے کے متعلق احادیث	۶۱۷
۷۲	یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم (۲۹-۳۷)	۶۱۸
۷۳	کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں	۶۲۰
۷۴	مومنوں اور کافروں کا دنیا اور آخرت میں فرق	۶۲۰
۷۵	جب نبی ﷺ نے دنیا میں گناہگاروں کے لیے شفاعت کر دی ہے تو آخرت میں شفاعت کیوں ہوگی؟	۶۲۱
۷۶	اللہ تعالیٰ کا فضل	۶۲۱
۷۷	کفار قریش کا نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا	۶۲۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۸	اللہ تعالیٰ کا کفار کی سازش کو ناکام کر کے آپ کو ان کے نرغہ سے نکال لانا	۶۲۳
۷۹	نضر بن الحارث کے جھوٹے دعوے	۶۲۴
۸۰	کسی قوم میں جب اس کا نبی موجود ہو تو اس قوم پر عذاب نہیں آتا	۶۲۶
۸۱	کفار کے استغفار کی متعدد تفاسیر	۶۲۶
۸۲	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۲۷
۸۳	جاہل صوفیاء کے رقص و سرود پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۶۲۷
۸۴	قل للذین کفروا (۴۰-۳۸)	۶۲۹
۸۵	سابقہ آیات سے ارتباط اور شان نزول	۶۲۹
۸۶	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۳۰
۸۷	کافر کے سابقہ گناہوں کے بخشنے میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم	۶۳۲
۸۸	زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۳۲
۸۹	زندیق کا معنی اور مفہوم	۶۳۳
۹۰	زندیق، منافق، دہری اور ملحد کی تعریفوں کا باہمی فرق	۶۳۳
۹۱	زندیق کی توبہ اور اس کو قتل کرنے کے شرعی احکام	۶۳۴
۹۲	زندیق کی توبہ مقبول ہونے یا نہ ہونے کے الگ الگ محمل	۶۳۴
۹۳	زندیق کی توبہ قبول ہونے پر امام رازی کے دلائل اور تحقیق مقام	۶۳۵
۹۴	فتنہ کا معنی	۶۳۶
۹۵	صرف جزیرۂ عرب سے کفر کا غلبہ ختم کرنا مقصود ہے یا پوری دنیا سے	۶۳۶
۹۶	واعلموا انما غنمتم من شئی (۴۴-۴۱)	۶۳۸
۹۷	ربط مضمون	۶۳۸
۹۸	انفل، تنفیل اور سلب کی مختصر تشریح	۶۳۸
۹۹	فئے کا معنی	۶۳۸
۱۰۰	مال غنیمت کی تعریف	۶۳۹
۱۰۱	خمس کی تقسیم میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۶۳۹
۱۰۲	خمس کی تقسیم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۶۴۰
۱۰۳	خمس کی تقسیم میں فقہاء مالکیہ کا موقف	۶۴۱
۱۰۴	خمس کی تقسیم میں فقہاء احناف کا موقف	۶۴۱
۱۰۵	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۴۳
۱۰۶	فتح بدر میں سیدنا محمد ﷺ کی دلیل نبوت	۶۴۴
۱۰۷	کفار کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	۶۴۴
۱۰۸	مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	۶۴۵
۱۰۹	یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة (۴۸-۴۵)	۶۴۵
۱۱۰	آیات سابقہ سے ارتباط	۶۴۶
۱۱۱	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث	۶۴۶
۱۱۲	دشمن اسلام کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کی فضیلت اور اجر و ثواب	۶۴۷
۱۱۳	دوران قتال اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق احادیث	۶۴۷
۱۱۴	دوران قتال ذکر کے متعلق علماء کے اقوال	۶۴۸
۱۱۵	اختلاف رائے کی بناء پر مخالفت نہ کی جائے	۶۴۹
۱۱۶	مسلمانوں کے زوال کا سبب وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنا ہے	۶۵۰
۱۱۷	مشکل الفاظ کے معانی	۶۵۱
۱۱۸	فخر اور ریا کی مذمت	۶۵۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۹	ابلیس کا سراقہ کی شکل میں آکر کفار کو بہکانا	۶۵۲
۱۲۰	ابلیس کو سراقہ کی شکل میں متشکل ہونے کی قدرت دینے کی حکمت	۶۵۲
۱۲۱	اذ یقول المنفقون (۵۸-۴۹)	۶۵۳
۱۲۲	مقتولین بدر کی بوقت موت کیفیت	۶۵۵
۱۲۳	عذاب کے مستحق کو عذاب نہ دینا بھی جائز ہے	۶۵۶
۱۲۴	اللہ کسی بندہ پر کوئی ظلم نہیں کرتا	۶۵۶
۱۲۵	کفار بدر کا متبعین فرعون کے مماثل ہونا	۶۵۷
۱۲۶	اہل مکہ پر اللہ کی ان نعمتوں کا بیان جن کی انہوں نے ناشکری کی	۶۵۷
۱۲۷	جو قوم خود کو کسی نعمت کا نااہل ثابت کرتی ہے اللہ اس نعمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے	۶۵۸
۱۲۸	اس آیت کا پہلی آیت کی تفصیل ہونا	۶۵۹
۱۲۹	بنو قریظہ کی عہد شکنی	۶۵۹
۱۳۰	مشکل الفاظ کے معانی	۶۶۰
۱۳۱	فریق ثانی کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ ختم کرنے کی صورتیں	۶۶۰
۱۳۲	مسلمانوں کے سربراہ کی عہد شکنی زیادہ مذموم اور زیادہ بڑا گناہ ہے	۶۶۱
۱۳۳	ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا (۶۴-۵۹)	۶۶۲
۱۳۴	ربط آیات اور شان نزول	۶۶۲
۱۳۵	ربط آیات	۶۶۳
۱۳۶	تیر اندازی کے فضائل	۶۶۳
۱۳۷	اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	۶۶۴
۱۳۸	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کے لیے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	۶۶۵
۱۳۹	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں ان کا مصداق	۶۶۷
۱۴۰	نامعلوم دشمنوں کا مصداق	۶۶۸
۱۴۱	دشمنان اسلام کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کی حکمت	۶۶۹
۱۴۲	جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۷۰
۱۴۳	جہاد کی فضیلت کے متعلق احادیث	۶۷۱
۱۴۴	جہاد کی حکمت اور اس سوال کا جواب کہ کافروں کو قتل کرنا اللہ اور رسول کی رحمت کے منافی ہے	۶۷۳
۱۴۵	جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں	۶۷۴
۱۴۶	جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورتیں	۶۷۵
۱۴۷	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط	۶۷۶
۱۴۸	جہاد کے وجوب کی شرائط	۶۷۷
۱۴۹	مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل اور جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۷۸
۱۵۰	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق احادیث	۶۷۹
۱۵۱	جنگی قیدیوں کے فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے پر صاحب ہدایہ کے اعتراض کا جواب	۶۸۲
۱۵۲	کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟	۶۸۲
۱۵۳	دشمن سے صلح کرنے کا حکم آیا منسوخ ہے یا نہیں	۶۸۴
۱۵۴	دشمن سے صلح کرنے یا صلح نہ کرنے کے الگ الگ محمل	۶۸۵
۱۵۵	دشمن کی نیت فاسد ہونے کے باوجود صلح کا جواز	۶۸۶
۱۵۶	اسلام کی نعمت سے عرب کے مخالف دھڑوں کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باہم شیر و شکر ہو جانا	۶۸۶
۱۵۷	عارضی اور فانی محبت اور دائمی اور باقی محبت کے مبادی اور اسباب	۶۸۷
۱۵۸	صحابہ کرام کی باہمی محبت کا سبب	۶۸۸
۱۵۹	حضرت عمر جب اسلام لائے تو مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی؟	۶۸۸
۱۶۰	یایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال (۶۵-۶۹)	۶۸۹
۱۶۱	مسلمانوں پر تخفیف کر کے مشکل حکم کو منسوخ کرنا	۶۹۱
۱۶۲	کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجوہات	۶۹۱
۱۶۳	مشکل الفاظ کے معانی	۶۹۲
۱۶۴	بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا	۶۹۲
۱۶۵	مال دنیا کی طمع کی وجہ سے بعض صحابہ پر عتاب نازل ہوا نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر فدیہ کو ترجیح دینے کی وجہ سے	۶۹۳
۱۶۶	عتاب کی دوسری وجہ بلا اجازت مال غنیمت لینا ہے	۶۹۴
۱۶۷	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے جوابات	۶۹۶
۱۶۸	مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل	۶۹۷
۱۶۹	بدر میں بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب نہ آنے کا سبب کیا تھا؟	۶۹۹
۱۷۰	یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری (۷۰-۷۵)	۷۰۰
۱۷۱	بدر میں رسول اللہ ﷺ کے غیب کی خبر دینے سے متاثر ہو کر حضرت عباس کا مسلمان ہونا	۷۰۲
۱۷۲	بدر کے قیدیوں سے جو مال غنیمت لیا گیا تھا مسلمان ہونے کے بعد ان کو اس سے زیادہ مال مل جانا	۷۰۴
۱۷۳	اللہ تعالیٰ کا علم ماضی، حال اور مستقبل تمام زمانوں کو محیط ہے	۷۰۵
۱۷۴	اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے کفار کی خیانت کا بیان	۷۰۶
۱۷۵	عہد رسالت میں مومنین کی چار قسمیں	۷۰۷
۱۷۶	مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت	۷۰۷
۱۷۷	مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا مشروع پھر منسوخ ہونا	۷۰۹
۱۷۸	ولایت کا معنی	۷۰۹
۱۷۹	کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا	۷۱۰
۱۸۰	دو مختلف ملتوں کے ماننے والوں کے مابین دوستی اور وراثت جائز نہیں	۷۱۲
۱۸۱	مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف	۷۱۲
۱۸۲	ہجرت کی تعریف اور ہجرت کے متعلق مختلف النوع احادیث	۷۱۳
۱۸۳	ہجرت کے مختلف معانی	۷۱۴
۱۸۴	ہجرت کے مختلف النوع احادیث میں تطبیق	۷۱۵
۱۸۵	فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات	۷۱۵
۱۸۶	دار الکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم	۷۱۶
۱۸۷	ہجرت کی اقسام	۷۱۷
۱۸۸	ہجرت الی اللہ کی توضیح	۷۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۹	ذوالارحام کی تعریف ان کے مصادیق اور ان کی وراثت کے ثبوت میں احادیث	۷۱۸			
۱۹۰	اختتامی کلمات اور دعا	۷۱۸			
۱۹۱	ماخذ و مراجع	۷۲۱			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ التوبہ	۳۳
۱	سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ	۳۵
۲	سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث	۳۶
۳	سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال کی باہمی مناسبت	۳۷
۴	سورۃ التوبہ کا زمانہ نزول	۳۸
۵	سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر و پس منظر	۳۹
۶	سورۃ التوبہ کے مسائل اور مطالب	۴۱
۷	براءۃ من اللہ و رسولہ (۶-۱)	۴۲
۸	سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی توجیہات	۴۳
۹	سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۴۵
۱۰	سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء	۴۷
۱۱	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۴۷
۱۲	آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۴۸
۱۳	ان مشرکین کا مصداق جن کو چار ماہ کی مہلت دی گئی	۴۹
۱۴	چار ماہ کے تعین میں متعدد اقوال	۵۱
۱۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلانِ براءت کرنا حضرت ابوبکر کی خلافت میں وجہ طعن نہیں ہے	۵۲
۱۶	حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث	۵۴
۱۷	حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۵
۱۸	حج اکبر کے مختلف اقوال میں تطبیق	۵۵
۱۹	جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی تحقیق	۵۵
۲۰	جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ کے متعلق احادیث	۵۶
۲۱	جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونے پر ایک حدیث سے استدلال	۵۸
۲۲	جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۹
۲۳	جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال	۶۰
۲۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۳
۲۵	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کا منسوخ کرنا	۶۴
۲۶	فاقتلوا المشرکین سے منسوخ ہونے والی آیات کا بیان	۶۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	فاقتلوا المشرکین میں قتل کے عمومی حکم سے مستثنیٰ افراد	۶۶
۲۸	فاقتلوا المشرکین۔الایۃ سے ائمہ ثلاثہ کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال اور اس کے جوابات	۶۶
۲۹	مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قتال سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۶۹
۳۰	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۷۰
۳۱	مشرکین کو دارالاسلام میں آنے کی اجازت دینے کے مسائل اور احکام	۷۰
۳۲	کیف یکون للمشرکین عہد (۷-۱۶)	۷۲
۳۳	ان مشرکین کا بیان جنہوں نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی اور جنہوں نے اس معاہدہ کی پابندی کی	۷۴
۳۴	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۷۵
۳۵	بعض سوالوں کے جوابات	۷۶
۳۶	اہل قبلہ کی تکفیر اور عدم تکفیر میں مذاہب	۷۶
۳۷	صحابہ کرام کو دینی بھائی کے بجائے میرے اصحاب کیوں فرمایا؟	۷۸
۳۸	کسی شخص کے تعارف میں اس کی خصوصی صفات ذکر کی جائیں	۷۸
۳۹	کفر کے علم برداروں کا مصداق	۷۹
۴۰	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۷۹
۴۱	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۸۱
۴۲	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۸۱
۴۳	شریعت کی توہین کرنے والا تورات کی تصریح کے مطابق واجب القتل ہے	۸۵
۴۴	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۸۶
۴۵	فتح مکہ کے لیے جہاد کرنے کے فوائد	۸۶
۴۶	اللہ تعالیٰ کو مستقبل کے واقعات کا علم ہے اور جس چیز کا مطلقاً وقوع نہ ہو اس کے وقوع کو اللہ کا علم شامل نہیں	۸۸
۴۷	سورۃ التوبہ کی آیت:۱۶ کے چند تراجم	۸۹
۴۸	ماکان للمشرکین ان یعمروا (۱۷-۲۴)	۸۹
۴۹	تعمیر کا معنی	۹۳
۵۰	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں مذاہب فقہاء	۹۳
۵۱	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں علماء دیوبند کا نظریہ	۹۴
۵۲	مسجد بنانے کا جواز اور استحقاق کن امور پر موقوف ہے	۹۵
۵۳	مسجد بنانے کے انحصار میں ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی توجیہات	۹۵
۵۴	مسجد بنانے کے فضائل اور مسجد کے اجرو ثواب کے متعلق احادیث	۹۵
۵۵	مسجد کے احکام کے متعلق احادیث	۹۷
۵۶	اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے	۹۸
۵۷	سابقین صحابہ کی فضیلت اور اللہ کی رضا کا جنت سے افضل ہونا	۹۹
۵۸	کفار اور مشرکین سے محبت کا تعلق رکھنا منع	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے اور بغیر محبت کے معاملات جائز ہیں	۱۰۰
۵۹	اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قریبی اعزہ، وطن، تجارت اور مال و دولت سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہونا	۱۰۲
۶۰	صحابہ کرام محبت کے اس معیار کا کامل نمونہ تھے	۱۰۳
۶۱	لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ (۲۵-۲۹)	۱۰۵
۶۲	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۱۰۷
۶۳	وادی حنین کا محل وقوع	۱۰۷
۶۴	اہلِ حنین کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری	۱۰۷
۶۵	نبی ﷺ کی اہلِ حنین سے جہاد کی تیاری	۱۰۷
۶۶	نبی ﷺ کا غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہونا	۱۰۸
۶۷	بعض نو مسلم صحابہ کا حنین کے راستے میں ذات انواط کی تمنا کرنا	۱۰۸
۶۸	حنین میں ابتدائی شکست، شکست کے اسباب اور آپ کو چھوڑ کر بھاگنے والوں کی تعداد	۱۰۸
۶۹	غزوۂ حنین میں ابتدائی شکست کے بعد فتح اور کامرانی	۱۰۹
۷۰	یوم حنین میں فرشتوں کا نزول	۱۱۰
۷۱	اہل حنین کو عذاب دینے کا معنی	۱۱۰
۷۲	اہل حنین میں سے ہوازن اور ثقیف کا اسلام قبول کرنا	۱۱۱
۷۳	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۴	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۵	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۱۲
۷۶	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۱۱۳
۷۷	ربط آیات اور مناسبت	۱۱۵
۷۸	جزیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۱۵
۷۹	جزیہ کن سے وصول کیا جائے گا	۱۱۶
۸۰	جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء	۱۱۷
۸۱	وقالت الیہود عزیر ابن اللہ (۳۰-۳۵)	۱۱۸
۸۲	حضرت عزیر کا نام و نسب، ان کا تعارف اور ان کو ابن اللہ کہنے کا سبب	۱۱۹
۸۳	آیا حضرت عزیر نبی ہیں یا نہیں	۱۲۱
۸۴	احبار اور رہبان کا معنی	۱۲۱
۸۵	قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے دینی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت	۱۲۲
۸۶	نبی کے سوا کسی بشر کا قول خطا سے معصوم نہیں	۱۲۴
۸۷	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے صدق پر دلائل	۱۲۵
۸۸	تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ	۱۲۶
۸۹	یہودی اور عیسائی علماء کے مال کھانے کے ناجائز طریقے	۱۲۶
۹۰	کنز کا معنی	۱۲۷
۹۱	زکوٰۃ نہ دے کر مال جمع کرنے والوں کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مذمت	۱۲۷
۹۲	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ موجب عذاب نہیں ہے	۱۲۸
۹۳	ادائیگی زکوٰۃ کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ	۱۲۹
۹۴	ان عدۃ الشہور عند اللہ (۳۶-۳۷)	۱۳۱
۹۵	عبادات اور معاملات میں قمری تقویم کا اعتبار	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۶	حرمت والے مہینوں کا بیان اور ان کا شرعی حکم	۱۳۲
۹۷	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو موخر کرنا	۱۳۳
۹۸	یایھا الذین امنوا ما لکم (۴۲-۳۸)	۱۳۳
۹۹	غزوۂ تبوک کی تیاری	۱۳۵
۱۰۰	جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب	۱۳۶
۱۰۱	غار ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت	۱۳۷
۱۰۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ	۱۴۰
۱۰۳	خفافا و ثقالا کے معنی	۱۴۲
۱۰۴	جہاد کی اقسام	۱۴۳
۱۰۵	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۱۴۴
۱۰۶	عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (۴۹-۴۳)	۱۴۴
۱۰۷	عفا اللہ عنک کے متعلق مفسرین سابقین کی تقاریر	۱۴۶
۱۰۸	عفا اللہ عنک کے متعلق مصنف کی تقریر	۱۴۷
۱۰۹	جب منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ کو ناپسند تھا تو ان کی مذمت کیوں کی گئی؟	۱۴۹
۱۱۰	تمام مخلوق میں نیکی کی صلاحیت کیوں نہیں پیدا کی گئی	۱۵۰
۱۱۱	ان تصبک حسنۃ تسؤھم (۵۹-۵۰)	۱۵۱
۱۱۲	مسئلہ تقدیر	۱۵۴
۱۱۳	مسلمانوں اور منافقوں کی دو حالتوں کی تفصیل	۱۵۵
۱۱۴	شان نزول	۱۵۵
۱۱۵	کافر کی زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں پر اجر ملنے یا نہ ملنے کی تحقیق	۱۵۶
۱۱۶	مال اور اولاد کا سبب عذاب ہونا	۱۵۸
۱۱۷	رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق احادیث	۱۵۹
۱۱۸	جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا آپ نے اس کو سزا کیوں نہیں دی؟	۱۶۰
۱۱۹	جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اسی کی نسل سے خارجی پیدا ہوئے	۱۶۱
۱۲۰	خارجیوں کے ظہور کا سبب	۱۶۱
۱۲۱	خارجیوں کے متعلق اہل سنت کا نظریہ	۱۶۱
۱۲۲	خارجیوں کی علامت	۱۶۲
۱۲۳	عذاب کے خوف، ثواب کے شوق اور محض رضاالٰہی کے لیے عبادت کرنے کے تین مراتب	۱۶۲
۱۲۴	رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کرنے کی نسبت	۱۶۳
۱۲۵	انما الصدقات للفقراء (۶۶-۶۰)	۱۶۳
۱۲۶	آیاتِ سابقہ کے ساتھ ارتباط	۱۶۵
۱۲۷	زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	۱۶۶
۱۲۸	زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	۱۶۸
۱۲۹	فقیر کا معنی	۱۶۹
۱۳۰	مسکین کا معنی	۱۷۰
۱۳۱	فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہب ائمہ اور تحقیق مقام	۱۷۰
۱۳۲	والعاملین علیھا کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۱۷۱
۱۳۳	مولفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ ہیں سے دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ	۱۷۴
۱۳۵	غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے تملیک ضروری نہیں	۱۷۴
۱۳۶	زکوٰۃ کے تمام مصارف میں تملیک ضروری ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	۱۷۶
۱۳۷	تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ	۱۷۷
۱۳۸	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا	۱۷۸
۱۳۹	آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ	۱۷۹
۱۴۰	زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ	۱۷۹
۱۴۱	زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ	۱۷۹
۱۴۲	زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ	۱۸۰
۱۴۳	کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا جواز	۱۸۰
۱۴۴	منافقین کا نبی ﷺ کو "کان" کہنا اور اس پر اللہ کا رد کرنا	۱۸۱
۱۴۵	شانِ نزول اور اللہ اور رسول کے لیے ضمیر واحد لانے کی توجیہ	۱۸۲
۱۴۶	نبی ﷺ کو منافقین کا علم عطا کیا جانا	۱۸۳
۱۴۷	نبی ﷺ کی شان میں توہین کا لفظ کہنا کفر ہے خواہ توہین کی نیت ہو یا نہیں	۱۸۴
۱۴۸	المنفقون والمنفقت بعضهم من بعض (۶۷-۷۲)	۱۸۵
۱۴۹	اللہ تعالیٰ کے بھلانے کا معنی	۱۸۷
۱۵۰	عذاب مقیم کا معنی	۱۸۸
۱۵۱	منافقین کی پہلے زمانہ کے کافروں کے ساتھ مشابہت	۱۸۸
۱۵۲	سابقہ قوموں کے عذاب سے منافقوں کو نصیحت فرمانا	۱۸۹
۱۵۳	منافقوں اور مومنوں میں تقابل	۱۹۰
۱۵۴	دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور جنت کی نعمتیں	۱۹۰
۱۵۵	اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا سب سے بڑی نعمت ہونا	۱۹۲
۱۵۶	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	۱۹۴
۱۵۷	یایها النبی جاهد الکفار (۷۳-۸۰)	۱۹۴
۱۵۸	منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ	۱۹۶
۱۵۹	اس حدیث کی تحقیق کہ میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں (الحدیث)	۱۹۷
۱۶۰	منافقین نے جو کلمہ کفر کہا تھا اس کے متعلق مفسرین کے اقوال	۱۹۸
۱۶۱	منافق جس مقصد کو حاصل نہ کر سکے اس کے متعلق مفسرین کے اقوال	۲۰۰
۱۶۲	منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل	۲۰۰
۱۶۳	جلاس بن سوید کی توبہ	۲۰۰
۱۶۴	اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے والا منافق	۲۰۱
۱۶۵	یہ منافق حضرت ثعلبہ بن حاطب تھے یا کوئی اور شخص؟	۲۰۲
۱۶۶	حضرت ثعلبہ بن حاطب کے بدری صحابی ہونے پر تصریحات	۲۰۳
۱۶۷	حضرت ثعلبہ بن حاطب کو منافق قرار دینے والی روایت کا شدید ضعف	۲۰۴
۱۶۸	اس روایت کے راویوں پر جرح	۲۰۵
۱۶۹	اس روایت پر درایتاً جرح	۲۰۶
۱۷۰	اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے مزاج کے خلاف ہونا	۲۰۷
۱۷۱	سورۃ التوبہ کی ان آیات کا صحیح مصداق	۲۰۸
۱۷۲	اس روایت کی تحقیق میں حرف آخر	۲۰۹
۱۷۳	صحابہ کرام کے صدقات پر منافقین کے طعنے	۲۰۹
۱۷۴	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شانِ نزول	۲۱۰
۱۷۵	عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	۲۱۰
۱۷۶	اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات	۲۱۱
۱۷۷	ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح	۲۱۲
۱۷۸	فرح المخلفون بمقعدھم (۸۱-۸۹)	۲۱۳
۱۷۹	ربط آیات	۲۱۵
۱۸۰	دوزخ کی گرمی	۲۱۵
۱۸۱	کم ہنسنے اور زیادہ رونے کی تلقین	۲۱۵
۱۸۲	غزوۂ تبوک کے بعد منافقوں کو کسی غزوہ میں شرکت سے ممانعت کی توجیہ	۲۱۶
۱۸۳	منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا شانِ نزول	۲۱۷
۱۸۴	عبداللہ بن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات	۲۱۷
۱۸۵	مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی توجیہات	۲۱۸
۱۸۶	کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟	۲۲۰
۱۸۷	دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا، اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال	۲۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۸	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال	۲۲۲
۱۸۹	وجاء المعذرون من الاعراب (۹۰-۹۳)	۲۲۳
۱۹۰	معذورین کی اقسام	۲۲۴
۱۹۱	جہاد اور نماز میں معذورین کے متعلق احادیث	۲۲۴
۱۹۲	اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۳	کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۴	رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۵	ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۶
۱۹۶	عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی	۲۲۷
۱۹۷	بڑے سے بڑا نیک بھی اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے مستغنی نہیں	۲۲۷
۱۹۸	عبادت سے محروم ہونے کی بناء پر رونا	۲۲۸
۱۹۹	یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم (۹۴-۹۹)	۲۲۹
۲۰۰	اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا	۲۳۱
۲۰۱	منافقین سے ترکِ تعلق کا حکم	۲۳۱
۲۰۲	العرب اور الاعراب کا معنی	۲۳۲
۲۰۳	الاعراب سے مراد مدینہ کے گرد رہنے والے دیہاتی ہیں	۲۳۴
۲۰۴	اعراب کی سنگ دلی اور شقاوت	۲۳۴
۲۰۵	الدوائر اور دائرۃ السوء کے معانی	۲۳۵
۲۰۶	شانِ نزول اور ربط آیات	۲۳۵
۲۰۷	قربات اور صلوات کے معنی	۲۳۵
۲۰۸	والسبقون الاولون من المھاجرین (۱۰۰-۱۰۶)	۲۳۶
۲۰۹	مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین کے مصادیق میں اقوال	۲۳۸
۲۱۰	مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے والوں کی تفصیل	۲۳۹
۲۱۱	مہاجرین اور انصار کے فضائل	۲۴۱
۲۱۲	اللہ کی رضا اس پر موقوف ہے کہ مہاجرین اور انصار کی نیکیوں میں ان کی اتباع کی جائے	۲۴۲
۲۱۳	مدینہ سے باہر کے منافقین اور ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات	۲۴۳
۲۱۴	دو مرتبہ عذاب دینے کی تفصیل	۲۴۴
۲۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بنام منافقین کو مسجد سے نکالنا	۲۴۵
۲۱۶	حضرت ابولبابہ کی توبہ	۲۴۶
۲۱۷	حضرت ابولبابہ کی توبہ اور شانِ نزول	۲۴۷
۲۱۸	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً اور انفراداً صلوٰۃ بھیجنے کی تحقیق	۲۴۸
۲۱۹	صلوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی	۲۴۸
۲۲۰	انبیاء علیہم السلام پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب فقہاء	۲۴۸
۲۲۱	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے میں جمہور کا موقف	۲۵۹
۲۲۲	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۴۹
۲۲۳	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل	۲۵۰
۲۲۴	صدقہ کی ترغیب	۲۵۱
۲۲۵	صدقہ کی فضیلت میں احادیث	۲۵۲
۲۲۶	نیک اعمال کا حکم دینے اور برے اعمال سے روکنے کی وجہ	۲۵۴
۲۲۷	انسان کے اعمال کو زندہ اور مردہ لوگ دیکھتے رہتے ہیں	۲۵۵
۲۲۸	غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ جانے والوں کی چار قسمیں	۲۵۵
۲۲۹	والذین اتخذوا مسجدا ضرارا (۱۱۰-۱۰۷)	۲۵۶
۲۳۰	مسجد ضرار کا پس منظر و پیش منظر	۲۵۶
۲۳۱	مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت	۲۵۸
۲۳۲	اس مسجد کا مصداق جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی	۲۵۹
۲۳۳	مسجد نبوی اور روضہ رسول کی زیارت کے فضائل	۲۶۰
۲۳۴	مسجد قبا کے فضائل	۲۶۱
۲۳۵	پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی فضیلت	۲۶۱
۲۳۶	مشکل الفاظ کے معانی	۲۶۲
۲۳۷	منافقین کے شک میں پڑنے کی وجوہ	۲۶۲
۲۳۸	ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم (۱۱۴-۱۱۱)	۲۶۳
۲۳۹	اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خریدنا	۲۶۴
۲۴۰	تورات اور انجیل میں اللہ کے عہد کا ذکر	۲۶۵
۲۴۱	جنت کے بدلہ میں جان و مال کی بیع کی تاکیدات	۲۶۵
۲۴۲	اس بیع کے بعد معصیت کا بہت سنگین ہونا	۲۶۶
۲۴۳	التائبون کا معنی	۲۶۶
۲۴۴	العابدون کا معنی	۲۶۷
۲۴۵	الحامدون کا معنی	۲۶۷
۲۴۶	السائحون کا معنی	۲۶۸
۲۴۷	الراکعون الساجدون کا معنی	۲۶۸
۲۴۸	الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر کا معنی	۲۶۹
۲۴۹	الحافظون لحدود الله کا معنی	۲۷۰
۲۵۰	ابوطالب کا مرتے وقت کلمہ نہ پڑھنا	۲۷۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵۱	ابو طالب کے ایمان کے متعلق ایک روایت کا جواب	۲۷۱
۲۵۲	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر اعتراض کا جواب	۲۷۲
۲۵۳	مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی توجیہات	۲۷۳
۲۵۴	زندہ کافروں کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کا جواز	۲۷۴
۲۵۵	آزر کے لیے حضرت ابرہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ	۲۷۵
۲۵۶	اواہ کا معنی	۲۷۵
۲۵۷	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کی توجیہ	۲۷۵
۲۵۸	وما کان اللہ لیضل قوما (۱۱۸-۱۱۵)	۲۷۶
۲۵۹	اشیاء میں اصل اباحت ہے	۲۷۷
۲۶۰	آیاتِ سابقہ سے ارتباط کی وجوہ	۲۷۸
۲۶۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول فرمانے کی توجیہات	۲۷۸
۲۶۲	مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کا محمل	۲۷۹
۲۶۳	غزوۂ تبوک کی تنگی اور سختی	۲۸۰
۲۶۴	اللہ تعالیٰ کا بار بار توبہ قبول فرمانا	۲۸۱
۲۶۵	رسول اللہ ﷺ، تبوک کے غازیوں اور تین مخلفین کی توبہ کا باہمی فرق	۲۸۲
۲۶۶	حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونے کی تفصیل	۲۸۲
۲۶۷	یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ (۱۲۲-۱۱۹)	۲۸۷
۲۶۸	صدق کے متعلق احادیث	۲۸۸
۲۶۹	صدق کی عقلی فضیلت	۲۸۹
۲۷۰	لشکر اسلام کے ساتھ تمام مسلمانوں کے روانہ ہونے کے وجوب کی تحقیق	۲۹۰
۲۷۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چھوٹی اور بڑی نیکی مقبول ہے	۲۹۱
۲۷۲	تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کا فرض کفایہ ہونا	۲۹۲
۲۷۳	حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا	۲۹۲
۲۷۴	حصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل	۲۹۳
۲۷۵	حصول علم دین کے فرض کفایہ ہونے کا محمل	۲۹۳
۲۷۶	علم دین کے فضائل	۲۹۳
۲۷۷	فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۹۴
۲۷۸	تقلید شخصی پر دلائل	۲۹۴
۲۷۹	مسائل فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب	۲۹۶
۲۸۰	یایھا الذین امنوا قاتلوا (۱۲۹-۱۲۳)	۲۹۸
۲۸۱	قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتداء کرنے کی وجوہ	۳۰۰
۲۸۲	دنیا اور آخرت میں منافقین کے عذاب کی تفصیل	۳۰۱
۲۸۳	قرآن مجید سے منافقین کی نفرت اور بیزاری	۳۰۱
۲۸۴	سابقہ آیات سے ارتباط	۳۰۲
۲۸۵	نبی ﷺ کی پانچ صفات	۳۰۲
۲۸۶	من انفسکم کا معنی	۳۰۲
۲۸۷	من انفسکم کا معنی (نبی ﷺ کا نفیس ترین ہونا)	۳۰۳
۲۸۸	امت پر سخت احکام کا آپ پر دشوار ہونا	۳۰۵
۲۸۹	دنیا اور آخرت میں امت کی فلاح پر آپ کا حریص ہونا	۳۰۶
۲۹۰	اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو تسلی دینا	۳۰۷
۲۹۱	عرش کا معنی	۳۰۷
۲۹۲	عرش کے متعلق احادیث و آثار	۳۰۸
۲۹۳	عرش کی تفسیر میں اقاویل علماء	۳۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹۴	آیا سورۂ توبہ کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے یا نہیں	۳۰۹
۲۹۵	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی سے لقد جاء کم رسول من انفسکم الایہ کا سورۂ توبہ میں درج ہونا	۳۱۰
۲۹۶	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کا دو گواہوں کے برابر ہونا	۳۱۱
۲۹۷	لقد جاء کم رسول من انفسکم۔ الایہ کے وظیفہ سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت	۳۱۲
۲۹۸	حسبی اللہ لا الہ الا ھو پڑھنے کی فضیلت	۳۱۲
۲۹۹	کلماتِ تشکر	۳۱۳
	سورۃ یونس	۳۱۵
۳۰۰	سورۃ کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ	۳۱۷
۳۰۱	سورۂ یونس کا زمانہ نزول	۳۱۸
۳۰۲	سورۃ التوبہ اور سورۂ یونس کی مناسبت	۳۱۸
۳۰۳	سورۂ یونس کے مسائل اور مقاصد	۳۱۹
۳۰۴	الر۔ تلک ایت الکتاب الحکیم (۱۰-۱)	۳۲۰
۳۰۵	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۳۲۲
۳۰۶	آپ کی نبوت پر مشرکین کا تعجب اور اس کا ازالہ	۳۲۳
۳۰۷	قدم صدق کے متعدد محامل	۳۲۴
۳۰۸	آپ کو ساحر کہنے کا جواب	۳۲۵
۳۰۹	مشرکین کے تعجب کو زائل کرنا	۳۲۵
۳۱۰	حشر اجساد پر دلائل	۳۲۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۱	عدل کے ساتھ جزا دینے کی توجیہ	۳۲۷
۳۱۲	سورج سے الوہیت اور توحید پر استدلال	۳۲۸
۳۱۳	تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے	۳۲۸
۳۱۴	منکرین حشر کے احوال	۳۲۹
۳۱۵	حشر پر ایمان لانے والوں کے احوال	۳۲۹
۳۱۶	اہلِ جنت کی گفتگو کا معمول	۳۳۰
۳۱۷	ولو یعجل اللہ للناس (۲۰-۱۱)	۳۳۰
۳۱۸	اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور اپنے اموال کو بد دعا دینے کی ممانعت	۳۳۳
۳۱۹	کافر کے مُشرّف ہونے کی وجوہ	۳۳۴
۳۲۰	نزول مصیبت کے وقت مسلمانوں کی فکر اور عمل کیا ہونا چاہیے؟	۳۳۴
۳۲۱	کافر کو مُشرّف فرمانے کی وجوہ	۳۳۶
۳۲۲	اللہ تعالیٰ کے آزمانے پر اعتراض کا جواب	۳۳۷
۳۲۳	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	۳۳۷
۳۲۴	لننظر کے چند مشہور تراجم	۳۳۸
۳۲۵	مشرکین کا یہ مطالبہ کہ آپ قرآن مجید کو بدل ڈالیں	۳۳۸
۳۲۶	قرآن مجید میں تبدیلی کے مطالبہ کی وجوہات	۳۳۹
۳۲۷	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۳۳۹
۳۲۸	قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا	۳۴۰
۳۲۹	غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے پر دلائل	۳۴۰
۳۳۰	بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دینے میں مشرکین کے نظریات	۳۴۰
۳۳۱	جس چیز کے وجود کا اللہ کو علم نہ ہو اس کا وجود محال ہے	۳۴۱
۳۳۲	ابتداء میں تمام لوگوں کے مسلمان ہونے پر احادیث اور آثار	۳۴۱
۳۳۳	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل	۳۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳۴	واذا اذقنا الناس رحمۃ (۳۰-۲۱)	۳۴۴
۳۳۵	مصائب کے بعد کفار پر رحم فرمانا	۳۴۶
۳۳۶	مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا	۳۴۷
۳۳۷	علامہ آلوسی، شیخ شوکانی اور نواب بھوپالی کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کو ناجائز قرار دینا	۳۴۸
۳۳۸	علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات پر تبصرہ	۳۴۹
۳۳۹	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے معاملہ میں راہِ اعتدال	۳۵۱
۳۴۰	بغاوت کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۳۵۲
۳۴۱	زمین کی پیداوار کی دنیا کے ساتھ مثال	۳۵۳
۳۴۲	جنت کے داعی کے متعلق احادیث	۳۵۳
۳۴۳	جنت کو دارالسلام کہنے کی وجوہات	۳۵۴
۳۴۴	محشر میں مومنین کی عزت اور سرفرازی	۳۵۴
۳۴۵	اللہ تعالیٰ کا دیدار	۳۵۵
۳۴۶	اللہ تعالیٰ کے حجاب سے کیا مراد ہے؟	۳۵۵
۳۴۷	محشر میں کفار کی ذلت اور رسوائی	۳۵۶
۳۴۸	قیامت کے دن شرکاء کی مشرکین سے بیزاری اور شرکاء کا مصداق	۳۵۸
۳۴۹	شرکاء کے کلام پر کذب کا اعتراض اور اس کے جوابات	۳۵۹
۳۵۰	قل من یرزقکم من السماء والارض (۴۰-۳۱)	۳۵۹
۳۵۱	توحید کے اثبات پر دلائل	۳۶۱
۳۵۲	شرک کا بطلان	۳۶۳
۳۵۳	قیاس اور خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۳۶۳
۳۵۴	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل	۳۶۴
۳۵۵	تورات میں نبی ﷺ کی آمد کی خوشخبری	۳۶۴
۳۵۶	قرآن مجید کی پیش گوئیاں جو مستقبل میں پوری ہوئیں	۳۶۵
۳۵۷	قرآن مجید کے تفصیل الکتاب ہونے کا معنی	۳۶۶
۳۵۸	وان کذبوک فقل لی عملی (۵۳-۴۱)	۳۶۷
۳۵۹	ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے	۳۶۹
۳۶۰	کفار کے ایمان نہ لانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۷۰
۳۶۱	قیامِ دنیا کو کم سمجھنے کی وجوہات	۳۷۱
۳۶۲	ہر امت کے پاس اس کے رسول آنے کے دو محمل	۳۷۲
۳۶۳	اس سوال کا جواب کہ مشرکین پر عذاب جلدی کیوں نہیں آتا	۳۷۳
۳۶۴	نزول عذاب کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں	۳۷۳
۳۶۵	وہابی علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کرنا	۳۷۴
۳۶۶	آپ سے ضرر اور نفع بالذات پہنچانے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً	۳۷۵
۳۶۷	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۶
۳۶۸	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۷
۳۶۹	وصال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد و استغاثہ کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۸
۳۷۰	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کی تکفیر کا بطلان	۳۸۰
۳۷۱	عذاب کی وعید کا برحق ہونا	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷۲	ولوان لکل نفس ظلمت مافی الارض (۶۰-۵۴)	۳۸۲
۳۷۳	ظالموں سے فدیہ نہ قبول کیا جانا	۳۸۳
۳۷۴	ظالموں کے پشیمانی چھپانے کی توجیہ	۳۸۴
۳۷۵	ظالموں کے درمیان عدل سے فیصلہ کی توجیہ	۳۸۴
۳۷۶	وعید عذاب کے برحق ہونے پر دلائل	۳۸۴
۳۷۷	ظاہری ملکیت پر نازاں ہونے والوں کو متنبہ فرمانا	۳۸۵
۳۷۸	روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا	۳۸۵
۳۷۹	قرآن مجید سے قلبی اور روحانی امراض کے علاج کے چار مدارج	۳۸۶
۳۸۰	قرآن مجید سے جسمانی شفاء حاصل کرنے کی تحقیق	۳۸۷
۳۸۱	تمیمہ اور تولہ وغیرہ کے معنی اور ان کا شرعی حکم	۳۸۸
۳۸۲	قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے حصول کے متعلق احادیث اور آثار	۳۸۹
۳۸۳	کلمات طیبہ سے دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث	۳۹۲
۳۸۴	دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق حضرت ابن مسعود کا ارشاد اور امام بغوی سے اس کی توجیہ	۳۹۳
۳۸۵	تعویذ اور دم کی ممانعت کے متعلق ابن حکیم اور حضرت عقبہ بن عامر کا ارشاد اور امام بیہقی، امام ابن الاثیر اور دیگر علماء سلف کی توجیہ	۳۹۳
۳۸۶	تعویذ لٹکانے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت اور اس کے حوالہ جات	۳۹۴
۳۸۷	حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کے صحیح اور حسن نہ ہونے اور مدرج ہونے کے جوابات	۳۹۵
۳۸۸	تعویذ کے جواز کی روایت کا ایک حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب	۳۹۷
۳۸۹	روایت حدیث میں امام محمد بن اسحٰق کا مقام	۳۹۷
۳۹۰	امام محمد بن اسحٰق کو کاذب کہنے کا جواب	۳۹۹
۳۹۱	عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ پر جرح کا جواب	۴۰۰
۳۹۲	عمرو بن شعیب کی اس روایت سے استدلال کرنے والے علماء	۴۰۲
۳۹۳	بعض تابعین کے اقوال کی توجیہ	۴۰۳
۳۹۴	تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق فقہاء تابعین کے فتاویٰ	۴۰۳
۳۹۵	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق علامہ شامی حنفی کی تصریح	۴۰۳
۳۹۶	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور دیوبندی عالم شیخ محمد زکریا سہارنپوری کی تصریح	۴۰۴
۳۹۷	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصریح	۴۰۵
۳۹۸	تعویذ لٹکانے کے جواز کے متعلق علامہ ذہبی کی تصریح اور خواب میں ڈرنے کا تعویذ	۴۰۵
۳۹۹	تعویذ لٹکانے کے متعلق علامہ ابن قیم جوزی کی تصریحات اور بخار کا تعویذ	۴۰۶
۴۰۰	وضع حمل میں تنگی اور مشکل کے متعلق تعویذ	۴۰۶
۴۰۱	نکسیر کے متعلق تعویذ	۴۰۸
۴۰۲	دل یا سینہ میں درد (انجائنا) کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۳	میعادی بخار (ٹائیفائیڈ) مثلاً تین دن کے بخار کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۴	عرق النساء کے لیے تعویذ	۴۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۰۵	گھیا کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۶	ڈاڑھ کے درد کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۷	پھوڑے، پھنسیوں اور آبلوں اور ہر قسم کی انفیکشن کے لیے تعویذ	۴۰۸
۴۰۸	اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مصداق	۴۰۹
۴۰۹	رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار	۴۰۹
۴۱۰	مشرکین کی خود ساختہ شریعت کی مذمت	۴۱۰
۴۱۱	تقشف اور بناوٹی زہد اللہ کی ناشکری ہے	۴۱۲
۴۱۲	وما تکون فی شان وما تتلوا منہ (۷۰-۶۱)	۴۱۳
۴۱۳	مشکل الفاظ کے معانی اور آیاتِ سابقہ سے مناسبت	۴۱۵
۴۱۴	زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ	۴۱۵
۴۱۵	ولی کا لغوی معنی	۴۱۶
۴۱۶	ولی کا اصطلاحی معنی	۴۱۶
۴۱۷	ولی کے مصداق اور ان کے فضائل کے متعلق احادیث اور آثار	۴۱۷
۴۱۸	اللہ اپنے محبوب بندے کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے، اس کی توجیہ	۴۱۸
۴۱۹	اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے کی توجیہ	۴۱۹
۴۲۰	ولی کے فضائل کے متعلق مزید احادیث	۴۲۰
۴۲۱	ابدال کے متعلق احادیث اور آثار اور ان کی فنی حیثیت	۴۲۱
۴۲۲	احادیث ابدال کا معناً متواتر ہونا	۴۲۳
۴۲۳	احادیث ابدال کی مزید توثیق	۴۲۵
۴۲۴	نجباء اور نقباء وغیرہ کی تعداد	۴۲۵
۴۲۵	ولی کی صفات	۴۲۵
۴۲۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا	۴۲۷
۴۲۷	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۲۸
۴۲۸	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۲۹
۴۲۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	۴۳۰
۴۳۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک روایت پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۴۳۱
۴۳۱	امام اعظم کے اخلاق، زہد و تقویٰ، عبادت اور خوفِ خدا	۴۳۲
۴۳۲	افعالِ خارقہ (خلافِ عادت کاموں) کی اقسام اور کرامت کی تعریف	۴۳۴
۴۳۳	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۴۳۵
۴۳۴	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں احادیث صحیحہ اور کرامت کے اختیاری ہونے میں علماء کی تصریحات	۴۳۷
۴۳۵	اولیاء اللہ کے لیے دنیا میں غم اور خوف کا ثبوت	۴۴۱
۴۳۶	اولیاء اللہ کے دنیا کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۴۴۲
۴۳۷	اولیاء اللہ کے لیے آخرت کے غم اور خوف کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۴۴۳
۴۳۸	اولیاء اللہ کے غم اور خوف کی امام رازی کی طرف سے توجیہ	۴۴۴
۴۳۹	اولیاء اللہ کے لیے دنیا اور آخرت میں بشارت	۴۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا	۴۴۷
۴۴۱	شرک کے ابطال پر دلائل	۴۴۷
۴۴۲	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا محال ہونا	۴۴۸
۴۴۳	کفار کے ناکام ہونے کی واضح دلیل	۴۴۹
۴۴۴	واتل علیہم نبانوح (۸۲-۷۱)	۴۴۹
۴۴۵	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۴۵۱
۴۴۶	ربط آیات اور انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں	۴۵۱
۴۴۷	حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو مقدم کرنے کی وجہ	۴۵۲
۴۴۸	حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کی ناگواری کی وجوہ	۴۵۲
۴۴۹	حضرت نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین میں کفار کا کوئی خوف تھا نہ ان سے کسی نفع کی توقع تھی	۴۵۲
۴۵۰	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا انجام	۴۵۳
۴۵۱	کافروں کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۴۵۴
۴۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	۴۵۴
۴۵۳	فرعون اور اس کے درباریوں کے قول میں تعارض کا جواب اور حضرت موسیٰ کے معجزہ کا جادو نہ ہونا	۴۵۴
۴۵۴	قوم فرعون کے بیان کردہ دو عذر	۴۵۵
۴۵۵	جادو کا حکم دینے کی توجیہ	۴۵۵
۴۵۶	فما امن لموسیٰ الا ذریۃ (۹۳-۸۳)	۴۵۵
۴۵۷	ربط آیات اور فرعون کے واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۴۵۷
۴۵۸	حضرت موسیٰ کی قوم کی بعض اولاد کا مصداق	۴۵۷
۴۵۹	اسلام اور ایمان کا معنی اور اس معنی پر توکل کا متفرع ہونا	۴۵۸
۴۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی دعا کے دو محمل	۴۵۸
۴۶۱	بنی اسرائیل کے گھروں کو قبلہ بنانے کے محامل	۴۵۹
۴۶۲	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	۴۶۰
۴۶۳	اللہ کے راستے سے گمراہ کرنے کی دعا کی توجیہات	۴۶۰
۴۶۴	دعا کی قبولیت میں جلدی کی امید رکھنا جہالت ہے	۴۶۱
۴۶۵	بنی اسرائیل کی قوم فرعون سے نجات اور فرعون کا غرق ہونا	۴۶۱
۴۶۶	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	۴۶۲
۴۶۷	فرعون کے منہ میں حضرت جبرئیل کا مٹی ڈالنا اور اس پر اشکال کا جواب	۴۶۳
۴۶۸	قرآن مجید کی صداقت	۴۶۳
۴۶۹	ولقد بوانا بنی اسرائیل (۱۰۶-۹۳)	۴۶۳
۴۷۰	بظاہر رسول اللہ ﷺ کی طرف قرآن میں شک کرنے کی نسبت اور اس سے عام لوگوں کا مراد ہونا	۴۶۶
۴۷۱	شک کی نسبت کا عام لوگوں کی طرف ہونا	۴۶۷
۴۷۲	شک کی نسبت کے متعلق بعض تراجم	۴۶۷
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا معنی	۴۶۸
۴۷۴	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۴۶۹
۴۷۵	حضرت یونس علیہ السلام کا نام و نسب	۴۶۹
۴۷۶	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	۴۶۹
۴۷۷	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	۴۷۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷۸	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	۴۷۰
۴۷۹	ربط آیات	۴۷۳
۴۸۰	آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا	۴۷۴
۴۸۱	حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ	۴۷۴
۴۸۲	حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور نگاہ رسالت میں ان کا بلند مقام	۴۷۵
۴۸۳	حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید	۴۷۶
۴۸۴	سید مودودی کی تنقید پر مصنف کا تبصرہ	۴۷۷
۴۸۵	روئے زمین کے تمام لوگوں کو مومن بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے لیکن اس کی حکمت میں نہیں	۴۷۸
۴۸۶	انسان مجبور محض ہے نہ مختار مطلق	۴۷۹
۴۸۷	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلیل	۴۷۹
۴۸۸	مومنوں کو ثواب عطا فرمانے کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی وجہ سے ہے	۴۸۰
۴۸۹	اسلام کا فطرت کے مطابق ہونا اور کفر کا خلاف فطرت ہونا	۴۸۱
۴۹۰	ریاکاری کا شرک خفی ہونا	۴۸۱
۴۹۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سے منع کرنے میں امت کی طرف تعریض ہے	۴۸۱
۴۹۲	وان یمسسک اللہ بضر (۱۰۷-۱۰۹)	۴۸۲
۴۹۳	اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود اپنے بندوں کو نفع پہنچانا ہے نہ کہ ضرر پہنچانا	۴۸۲
۴۹۴	اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے اور ظاہر کرنا حرام ہے	۴۸۳
۴۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی تبلیغ کردی ہے	۴۸۵
۴۹۶	لفظ "وکیل" کے چند تراجم	۴۸۵
۴۹۷	زیادتیوں پر صبر کرنے کا حکم	۴۸۵
۴۹۸	سورۂ یونس کی اختتامی دعا	۴۸۶
	سورۃ ھود	۴۸۷
۴۹۹	سورۃ کا نام	۴۸۹
۵۰۰	سورۃ ھود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام	۴۹۰
۵۰۱	سورۃ ھود کی سورۂ یونس کے ساتھ مناسبت	۴۹۰
۵۰۲	سورۃ ھود کے متعلق احادیث	۴۹۰
۵۰۳	سورۃ ھود کے مضامین	۴۹۱
۵۰۴	الر کتب احکمت ایتہ ثم فصلت (۱-۵)	۴۹۲
۵۰۵	قرآن مجید کی آیات کے محکم ہونے کے معانی	۴۹۳
۵۰۶	استغفار کے حکم کے بعد توبہ کے حکم کی توجیہ	۴۹۴
۵۰۷	دنیا میں کافروں کی خوشحالی اور مسلمانوں کی بدحالی کی توجیہ	۴۹۴
۵۰۸	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر دینے کی تحقیق	۴۹۶
۵۰۹	تہدید اور تبشیر کا امتزاج	۴۹۷
۵۱۰	منافقین کے سینہ موڑنے کے محامل	۴۹۷
۵۱۱	ومامن دابۃ فی الارض (۶-۸)	۴۹۸
۵۱۲	ربط آیات	۴۹۹
۵۱۳	دابۃ کا معنی	۴۹۹
۵۱۴	مستقر اور مستودع کا معنی	۴۹۹
۵۱۵	اللہ تعالیٰ کے رزق پہنچانے کی مثالیں	۴۹۹
۵۱۶	آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا	۵۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱۷	عرش کے پانی پر ہونے کے متعلق احادیث	۵۰۰
۵۱۸	عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے متعلق علماء کی آراء و نظریات	۵۰۱
۵۱۹	ربط آیات	۵۰۵
۵۲۰	قرآن مجید اور احادیث میں لفظ "امت" کے اطلاقات	۵۰۵
۵۲۱	ولئن اذقنا الانسان منا رحمه (۷-۹)	۵۰۶
۵۲۲	مصیبت میں کفار کا مایوس ہونا اور راحت میں ناشکری کرنا	۵۰۸
۵۲۳	مومن کے لیے مصیبت اور راحت دونوں کا خیر ہونا	۵۰۹
۵۲۴	کیا کفار کے طعن و تشنیع کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی تبلیغ میں کمی کرنے والے تھے؟	۵۱۰
۵۲۵	قرآن مجید کا معجز ہونا	۵۱۲
۵۲۶	ریاکاری کی مذمت اور اس پر وعید	۵۱۲
۵۲۷	تمام اہلِ ملل پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا وجوب	۵۱۴
۵۲۸	غیر متمدن دنیا میں رہنے والوں کے لیے توحید پر ایمان لانا ضروری ہے نہ کہ رسالت پر	۵۱۵
۵۲۹	ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا (۱۸-۲۴)	۵۱۵
۵۳۰	روز قیامت کفار کے خلاف گواہی دینے والوں کے مصادیق	۵۱۷
۵۳۱	کفار مکہ کی چودہ وجوہ سے مذمت	۵۱۸
۵۳۲	کفار کو دگنا عذاب دینا، ایک برائی پر ایک عذاب کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے	۵۱۹
۵۳۳	جب کفار حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو ان سے گرفت کیوں ہوئی؟	۵۱۹
۵۳۴	نیکیوں کے لازماً قبول ہونے کی توقع نہ رکھی جائے	۵۲۰
۵۳۵	ولقد ارسلنا نوحا الى قومه (۲۵-۳۵)	۵۲۱
۵۳۶	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۵۲۳
۵۳۷	انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان کرنے کی حکمت	۵۲۳
۵۳۸	حضرت نوح کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات	۵۲۳
۵۳۹	بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	۵۲۴
۵۴۰	نبی کی خصوصیات	۵۲۵
۵۴۱	قوتِ باصرہ	۵۲۵
۵۴۲	قوتِ سامعہ	۵۲۶
۵۴۳	قوتِ شامہ	۵۲۶
۵۴۴	قوتِ ذائقہ	۵۲۶
۵۴۵	قوتِ لامسہ	۵۲۷
۵۴۶	فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ	۵۲۷
۵۴۷	پس ماندہ اور کمزور لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں	۵۲۸
۵۴۸	اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا	۵۲۸
۵۴۹	طبقاتی فرق اور نام و نسب فضیلت کا موجب نہیں	۵۲۹
۵۵۰	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے	۵۳۰
۵۵۱	تبلیغ دین پر اجر طلب نہ کرنے سے حضرت نوح کا اپنی نبوت پر استدلال	۵۳۰
۵۵۲	مومنوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہ	۵۳۰
۵۵۳	شریعت میں مومن کی تکریم اور کافر کی تذلیل	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مطلوب ہے	۵۳۱
۵۵۴	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ	۵۳۲
۵۵۵	جدال کا معنی	۵۳۳
۵۵۶	حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات	۵۳۳
۵۵۷	جب اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے تو پھر گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟	۵۳۴
۵۵۸	انسان کے افعال کی قدرت میں مذاہب متکلمین اور جبر و قدر کی وضاحت	۵۳۴
۵۵۹	واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک (۳۶-۴۳)	۵۳۵
۵۶۰	امتناع کذب اور مسئلہ تقدیر	۵۳۷
۵۶۱	جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تفریع	۵۳۷
۵۶۲	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متاخرین کا مسلک	۵۳۸
۵۶۳	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات میں متقدمین کا مسلک	۵۳۹
۵۶۴	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۴۱
۵۶۵	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث	۵۴۲
۵۶۶	متاخرین کے اختلاف کا منشاء	۵۴۳
۵۶۷	کشتی بنانے کی کیفیت، اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت کی تفصیل	۵۴۴
۵۶۸	کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ	۵۴۵
۵۶۹	حضرت نوح علیہ السلام کے جواباً مذاق اڑانے کا محمل	۵۴۵
۵۷۰	تنور کے معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۵۴۶
۵۷۱	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل	۵۴۶
۵۷۲	ہر کام کے شروع سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینا	۵۴۷
۵۷۳	حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر کیوں بلایا جبکہ وہ کافر تھا؟	۵۴۸
۵۷۴	وقیل یارض ابلعی ماءک (۴۴-۴۹)	۵۴۸
۵۷۵	مشکل الفاظ کے معنی	۵۵۰
۵۷۶	اللہ اور اس کے رسول کا جمادات کو خطاب کرنا	۵۵۰
۵۷۷	جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کی تفصیل	۵۵۱
۵۷۸	تکبر کی مذمت اور تواضع کی تعریف	۵۵۲
۵۷۹	ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جن کو طوفان میں غرق کیا گیا؟	۵۵۲
۵۸۰	اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا	۵۵۳
۵۸۱	حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل	۵۵۳
۵۸۲	منکرین عصمت کا حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۵۴
۵۸۳	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال کے متعلق امام رازی کی تقریر	۵۵۵
۵۸۴	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید ابو الاعلیٰ مودودی کا تبصرہ	۵۵۶
۵۸۵	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ	۵۵۷
۵۸۶	حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز	۵۵۷
۵۸۷	ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں	۵۵۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۸۸	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی	۵۵۹
۵۸۹	وصول نعمت میں عوام اور خواص کا فرق	۵۶۰
۵۹۰	غیب کی خبروں اور علم غیب کے اطلاق کی بحث	۵۶۱
۵۹۱	والی عاد اخاھم ھودا (۶۰-۵۰)	۵۶۱
۵۹۲	حضرت ھود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی کہنے کی توجیہ	۵۶۳
۵۹۳	امتی کے لیے نبی کو اپنا بھائی کہنے کے جواز پر بعض علماء کے دلائل	۵۶۴
۵۹۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کے عدم جواز پر دلائل	۵۶۴
۵۹۵	بڑے بھائی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تلقین کرنا غلط ہے	۵۶۶
۵۹۶	حضرت صالح علیہ السلام نے دلائل قائم کیے بغیر توحید کی دعوت کیوں دی تھی؟	۵۶۷
۵۹۷	نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمانا	۵۶۸
۵۹۸	حضرت ھود علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ	۵۶۹
۵۹۹	خلاصہ آیات	۵۶۹
۶۰۰	قوم عاد پر نزول عذاب کا پس منظر اور پیش منظر	۵۷۰
۶۰۱	والی ثمود اخاھم صالحا (۶۸-۶۱)	۵۷۱
۶۰۲	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کے دو محمل	۵۷۳
۶۰۳	انسان اور زمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال	۵۷۳
۶۰۴	نیکو کاروں اور بدکاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	۵۷۴
۶۰۵	عمریٰ کا معنی	۵۷۴
۶۰۶	عمریٰ کے متعلق احادیث	۵۷۵
۶۰۷	عمریٰ میں مذاہب ائمہ	۵۷۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۰۸	حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کی امیدوں کی وجوہات	۵۷۶
۶۰۹	شک اور مریب کا فرق	۵۷۶
۶۱۰	اپنی نبوت پر یقین کے باوجود حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک کیوں بات کی؟	۵۷۷
۶۱۱	انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی ترتیب	۵۷۷
۶۱۲	حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہ	۵۷۷
۶۱۳	اونٹنی سے قوم کی دشمنی کا سبب	۵۷۸
۶۱۴	اونٹنی کو قتل کرنے کی وجوہ	۵۷۸
۶۱۵	اونٹنی کو قتل کرنے کی تفصیل	۵۷۸
۶۱۶	قوم ثمود پر عذاب نازل ہونے کی تفصیل	۵۷۹
۶۱۷	"الخزی" کا معنی	۵۸۰
۶۱۸	ولقد جاءت رسلنا (۷۶-۶۹)	۵۸۱
۶۱۹	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۵۸۲
۶۲۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد اور ان کی بشارت میں مختلف اقوال	۵۸۲
۶۲۱	فرشتوں کے سلام کے الفاظ	۵۸۳
۶۲۲	سلام کے متعلق احادیث	۵۸۳
۶۲۳	جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے یا مکروہ ہے	۵۸۴
۶۲۴	سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام اور مسائل	۵۸۵
۶۲۵	اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت	۵۸۶
۶۲۶	مہمان نوازی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۸۷
۶۲۷	مہمان نوازی کے متعلق مذاہب فقہاء	۵۸۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٦٢٨	مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث	٥٨٨
٦٢٩	مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات	٥٨٨
٦٣٠	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ	٥٨٩
٦٣١	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتے ہونے کا علم تھا یا نہیں	٥٩٠
٦٣٢	پچھلی امتوں میں بھی کھانے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا تھا	٥٩٠
٦٣٣	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ	٥٩١
٦٣٤	"یاویلتی" کا معنی اور ترجمہ	٥٩١
٦٣٥	اہل بیت کے مصداق کی تحقیق	٥٩٢
٦٣٦	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ پر ایک اعتراض کا جواب	٥٩٣
٦٣٧	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مباحثہ	٥٩٤
٦٣٨	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی	٥٩٥
٦٣٩	ولما جاءت رسلنا لوطا سیء بهم (٧٧-٨٣)	٥٩٦
٦٤٠	مشکل الفاظ کے معانی	٥٩٧
٦٤١	فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچنا	٥٩٧
٦٤٢	حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجوہ	٥٩٨
٦٤٣	حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا یا قوم کی بیٹیوں کو؟	٥٩٨
٦٤٤	قوم کی بیٹیوں کے ارادہ پر دلائل	٥٩٩
٦٤٥	حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنا	٦٠٠
٦٤٦	اللہ تعالیٰ کی پناہ کی بجائے مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنے کی توجیہات	٦٠١

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٦٤٧	حضرت لوط علیہ السلام کا نجات پانا اور بدمعاش کافروں کا بھاگنا	٦٠٢
٦٤٨	قوم لوط کی بستی اُلٹنے کے متعلق روایات	٦٠٣
٦٤٩	"سجیل" کا معنی	٦٠٣
٦٥٠	قوم لوط کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	٦٠٤
٦٥١	اس امت کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	٦٠٤
٦٥٢	والی مدین اخاهم شعیبا (٨٤-٨٨)	٦٠٤
٦٥٣	ناپ اور تول میں کمی کرنے کی ممانعت	٦٠٦
٦٥٤	لوگوں کو نقصان نہ پہنچانے اور فساد نہ کرنے کے محامل	٦٠٧
٦٥٥	"بقیة الله" کا معنی	٦٠٨
٦٥٦	حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ کی تشریح	٦٠٩
٦٥٧	قوم کے سامنے حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر	٦٠٩
٦٥٨	ویقوم لا یجرمنکم شقاقی (٨٩-٩٥)	٦١٠
٦٥٩	حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کا تتمہ اور قوم کو نصیحت	٦١١
٦٦٠	"فقہ" کا لغوی اور اصطلاحی معنی	٦١٢
٦٦١	کفار حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے تھے؟	٦١٣
٦٦٢	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی تفصیل	٦١٤
٦٦٣	ولقد ارسلنا موسی بایتنا (٩٦-١٠٩)	٦١٤
٦٦٤	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	٦١٦
٦٦٥	"سلطان" کا معنی اور علماء کی سلطنت کا بادشاہوں کی سلطنت سے زیادہ قوی ہونا	٦١٧

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٦٦٦	آیت 'سلطان اور سلطان مبین کا باہمی فرق	٦١٨
٦٦٧	فرعون کی گمراہی اور دوزخ میں اس کا اپنی قوم کا مقتدا ہونا	٦١٨
٦٦٨	انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے کے فوائد	٦١٩
٦٦٩	کفار کو عذاب دینا عدل اور حکمت کا تقاضا ہے	٦٢٠
٦٧٠	گزشتہ قوموں کی برائیوں کے مرتکبین پر آنے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے	٦٢١
٦٧١	وقوع قیامت کی دلیل	٦٢٢
٦٧٢	کیا حشر کے دن لوگوں کا باتیں کرنا مطلقاً ممنوع ہے؟	٦٢٢
٦٧٣	آیا حشر کے دن لوگ "سعید" اور "شقی" میں منحصر ہوں گے یا نہیں؟	٦٢٣
٦٧٤	لوگوں کے سعید اور شقی ہونے کے متعلق احادیث	٦٢٣
٦٧٥	جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تقدیر میں شقی ہونا لکھ دیا تو پھر معصیت میں اس کا کیا قصور ہے؟	٦٢٥
٦٧٦	"تقدیر معلق" اور "تقدیر مبرم" کے متعلق احادیث	٦٢٥
٦٧٧	قضاء مبرم کو کوئی ٹال نہیں سکتا	٦٢٦
٦٧٨	تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے	٦٢٦
٦٧٩	تقدیر میں بحث کرنا ممنوع ہے	٦٢٧
٦٨٠	"سعادت" اور "شقاوت" کا معنی	٦٢٩
٦٨١	"زفیر" اور "شھیق" کا معنی	٦٢٩
٦٨٢	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے عذاب کو آسمان اور زمین کے قیام پر موقوف کرنا دوامِ عذاب کے منافی ہے	٦٣٠
٦٨٣	دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب	٦٣١
٦٨٤	کفار کے دائمی عذاب پر قرآن مجید سے دلائل	٦٣١
٦٨٥	زیر تفسیر آیت میں کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات	٦٣٢
٦٨٦	اہلِ جنت کے جنت میں اور اہلِ نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	٦٣٣
٦٨٧	کفار کے حصوں کا بیان	٦٣٤
٦٨٨	ولقد اتینا موسی الکتاب فاختلف فیه (١٢٣-١١٠)	٦٣٥
٦٨٩	توحید و رسالت کا انکار کفار کی پرانی روش ہے	٦٣٧
٦٩٠	کفار مکہ پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجوہ	٦٣٧
٦٩١	وعد اور وعید کی جامع آیت	٦٣٨
٦٩٢	"استقامت" کا لغوی اور عرفی معنی	٦٣٩
٦٩٣	"استقامت" کا شرعی معنی	٦٤٠
٦٩٤	صوفیا کے نزدیک استقامت کا معنی	٦٤٠
٦٩٥	"رکون" کا لغوی اور عرفی معنی	٦٤١
٦٩٦	"رکون" کا شرعی معنی	٦٤١
٦٩٧	کفار' بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	٦٤٢
٦٩٨	کفار' بدمذہبوں اور فاسقوں سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث	٦٤٢
٦٩٩	اکابر صحابہ پر شیعہ کا سب و شتم اور زیر تفسیر آیت سے اس کا جواب	٦٤٣
٧٠٠	نماز کی اہمیت	٦٤٤
٧٠١	دن کی دو طرفوں میں فقہاء صحابہ و تابعین کے اقوال	٦٤٤
٧٠٢	نماز فجر کو سفید اور روشن وقت میں پڑھنے، عصر کو دو مثل سایہ کے بعد پڑھنے اور روتر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے وجوب میں امام ابو حنیفہ کی تائید	۶۴۴
۷۰۳	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث	۶۴۵
۷۰۴	پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ دیگر عبادات سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث	۶۴۸
۷۰۵	نیکیوں سے صغیرہ گناہ مٹتے ہیں یا کبیرہ؟	۶۴۹
۷۰۶	مرجیہ کے استدلال کا جواب	۶۵۰
۷۰۷	سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہونے کے دو سبب	۶۵۰
۷۰۸	دنیا میں شرک قابل درگزر ہے، ظلم لائق درگزر نہیں	۶۵۱
۷۰۹	دنیا کے مشہور فرقے	۶۵۱
۷۱۰	اختلاف مذموم ہونے کے باوجود مجتہدین کا اختلاف کیوں محمود ہے؟	۶۵۲
۷۱۱	اللہ، رسول اور کتاب ایک ہے پھر اسلام میں فرقے کیوں ہیں؟	۶۵۳
۷۱۲	ابتداءً اسلام قبول کرنے والا کس فرقے میں جائے	۶۵۳
۷۱۳	جہنم کا جنوں اور انسانوں سے بھرنا	۶۵۳
۷۱۴	انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمت	۶۵۴
۷۱۵	حق، نصیحت اور عبرت کا فرق	۶۵۵
۷۱۶	حرفِ آخر	۶۵۶
	سورۃ یوسف	۶۵۷
۷۱۷	سورۃ یوسف کا نام، اس کا مقامِ نزول اور زمانہ نزول	۶۵۹
۷۱۸	حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کا تذکرہ	۶۶۰
۷۱۹	سورۃ یوسف کے مقاصد اور اہداف	۶۶۱
۷۲۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث	۶۶۲
۷۲۱	الٓرٰ تلک ایت الکتب المبین (۱-۶)	۶۶۳
۷۲۲	قرآن مجید کے مبین ہونے کی وجوہ	۶۶۴
۷۲۳	اللہ تعالیٰ کے لیے لعلّ کا معنی	۶۶۴
۷۲۴	"قصہ" کا لغوی معنی	۶۶۵
۷۲۵	سورۃ یوسف کو "احسن القصص" فرمانے کی وجوہات	۶۶۵
۷۲۶	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھنا	۶۶۶
۷۲۷	ان ستاروں کے اسماء	۶۶۶
۷۲۸	خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر	۶۶۷
۷۲۹	"نیند" کی تعریف	۶۶۷
۷۳۰	"خواب" کی تعریف	۶۶۷
۷۳۱	خواب کی اقسام	۶۶۷
۷۳۲	اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم	۶۷۰
۷۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب اور بیداری میں زیارت	۶۷۰
۷۳۴	چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث	۶۷۲
۷۳۵	خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت	۶۷۵
۷۳۶	بھائیوں کو خواب سنانے سے منع کرنے کا سبب	۶۷۵
۷۳۷	کفار اور فساق کے خواب سچے ہونے کی توجیہ	۶۷۶
۷۳۸	صرف ہمدرد اور خیر خواہ کے سامنے خواب بیان کیا جائے	۶۷۶
۷۳۹	عمداً خواب کی غلط تعبیر بیان نہ کرے	۶۷۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۴۰	کسی کو ضرر سے بچانے کے لیے دوسرے کے عیب بیان کرنے کا جواز	۶۷۷
۷۴۱	حسد کے خطرہ سے نعمتوں کے چھپانے کا جواز	۶۷۷
۷۴۲	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سربلندی اور ان کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	۶۷۸
۷۴۳	سچے خوابوں کے بشارت ہونے کی تفصیل	۶۷۸
۷۴۴	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کے دلائل	۶۷۹
۷۴۵	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء نہ ہونے کے دلائل	۶۸۱
۷۴۶	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے متعلق مصنف کا موقف	۶۸۴
۷۴۷	حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح	۶۸۴
۷۴۸	تاویل الاحادیث کے محامل	۶۸۵
۷۴۹	تکمیل نعمت کا معنی	۶۸۵
۷۵۰	لقد کان فی یوسف واخوتہ (۱۴-۷)	۶۸۶
۷۵۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	۶۸۷
۷۵۲	حضرت یوسف کے بھائیوں کی حضرت یوسف سے نفرت کا سبب	۶۸۷
۷۵۳	حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے زیادہ محبت کیوں تھی؟	۶۸۸
۷۵۴	حضرت یوسف کے بھائیوں کا حسد ہی ان کے تمام گناہوں کی جڑ تھا	۶۸۸
۷۵۵	حسد، رشک اور منافست کی تعریفیں	۶۸۸
۷۵۶	حسد نہ کرنے کی فضیلت	۶۸۹
۷۵۷	حسد مذموم	۶۹۰
۷۵۸	غیر اختیاری صبر کی بہ نسبت اختیاری صبر کی فضیلت	۶۹۰
۷۵۹	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر حضرت یوسف کے صبر سے بہت عظیم ہے	۶۹۱
۷۶۰	حسد ایک نفسانی بیماری ہے	۶۹۱
۷۶۱	حسد کے متعلق احادیث	۶۹۲
۷۶۲	حضرت یوسف کے بھائیوں کا انہیں قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کا منصوبہ بنانا	۶۹۲
۷۶۳	مشکل الفاظ کے معانی	۶۹۳
۷۶۴	"لقیط" کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۹۳
۷۶۵	"لقیط" کے شرعی احکام	۶۹۴
۷۶۶	"لُقطہ" کا لغوی معنی	۶۹۵
۷۶۷	لُقطہ کے متعلق احادیث	۶۹۵
۷۶۸	لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۶۹۶
۷۶۹	لُقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف	۶۹۶
۷۷۰	لُقطہ کی اقسام اور ان کے احکام	۶۹۷
۷۷۱	لُقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار	۶۹۸
۷۷۲	لُقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء	۶۹۹
۷۷۳	آج کل کے دور میں لُقطہ کے اعلان کا طریقہ کار	۷۰۰
۷۷۴	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لُقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ	۷۰۱
۷۷۵	امام شافعی کے دلائل کے جوابات	۷۰۱
۷۷۶	لُقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث و آثار	۷۰۲
۷۷۷	حضرت اُبی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح	۷۰۳
۷۷۸	اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ	۷۰۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۷۹	حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کا خطرہ کیوں ہوا؟	۷۰۵
۷۸۰	فلما ذھبوا بہ واجمعوا (۲۰-۱۵)	۷۰۶
۷۸۱	حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کا راستہ میں زدوکوب کرنا	۷۰۷
۷۸۲	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی سے مراد وحی نبوت ہے یا الہام؟	۷۰۸
۷۸۳	حضرت یوسف کے بھائیوں کو خبر نہ ہونے کے محامل	۷۰۸
۷۸۴	والد سے اپنے حالات کو مخفی رکھنے میں حضرت یوسف کی حکمت	۷۰۸
۷۸۵	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خبر دینا	۷۰۹
۷۸۶	دوڑ میں مسابقت کے متعلق احادیث اور ان کی شرح	۷۰۹
۷۸۷	دوڑ میں مسابقت کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۱۱
۷۸۸	انعامی بانڈز کے جواز کی بحث	۷۱۳
۷۸۹	لاٹری اور قماربازی کے متعلق تعزیرات پاکستان کی دفعات کی تشریح	۷۱۴
۷۹۰	دفعہ ۲۹۴(ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیشکش کرنا	۷۱۵
۷۹۱	انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ کا فیصلہ	۷۱۶
۷۹۲	انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمن کا فیصلہ	۷۱۸
۷۹۳	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خبر کے من گھڑت ہونے کی وجوہ	۷۱۹
۷۹۴	حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کرنے کے بجائے اپنے بیٹوں کے جرم کے خلاف تفتیش کیوں نہیں کی؟	۷۲۰
۷۹۵	"صبر جمیل" کی تعریف	۷۲۱
۷۹۶	صبر جمیل کے حصول کے اسباب	۷۲۱
۷۹۷	صبر جمیل کی اقسام	۷۲۲
۷۹۸	قافلہ والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا	۷۲۲
۷۹۹	وقال الذی اشترٰہ من مصر (۲۹-۲۱)	۷۲۳
۸۰۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق متعدد روایات	۷۲۵
۸۰۱	کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل	۷۲۶
۸۰۲	عزیز مصر کی فراست	۷۲۷
۸۰۳	اللہ کے امر کے غالب ہونے کے محامل	۷۲۸
۸۰۴	قصہ یوسف میں تقدیر کے غالب آنے کی مثالیں	۷۲۸
۸۰۵	پختگی کی عمر میں متعدد اقوال	۷۲۹
۸۰۶	حکم اور علم کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۲۹
۸۰۷	محسنین کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۳۰
۸۰۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت اور پارسائی کا کمال	۷۳۰
۸۰۹	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف کو ورغلانا	۷۳۱
۸۱۰	مخلوق کی بہ نسبت خالق سے حیاء کرنا لائق ستائش ہے	۷۳۲
۸۱۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے جوابات کی وضاحت	۷۳۲
۸۱۲	"ھم" کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کے متعلق احادیث	۷۳۲
۸۱۳	"وھم بھا" کے ترجمہ کے دو محمل	۷۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۱۴	آیا حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تھا یا نہیں؟	۷۳۴
۸۱۵	"وھم بھا" کی باطل تفسیریں	۷۳۴
۸۱۶	"لولا ان رابرھان ربہ" کی باطل تفسیریں	۷۳۵
۸۱۷	"وھم بھا" کے اکثر صحیح اور بعض غلط محامل	۷۳۶
۸۱۸	انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار قرار دینے کی توجیہات اور ان کا ابطال	۷۳۷
۸۱۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ کی تہمت کا رد اور ابطال	۷۳۷
۸۲۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک دامن ہونے پر متعدد شواہد	۷۳۸
۸۲۱	"لولا ان رابرھان ربہ" کو ذکر کرنے کا فائدہ	۷۳۹
۸۲۲	"لولا ان رابرھان ربہ" کے مزید محامل	۷۴۰
۸۲۳	السوء، الفحشاء اور المخلصین کا معنی	۷۴۰
۸۲۴	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	۷۴۱
۸۲۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے براءت اور ان کے صدق کے شواہد	۷۴۲
۸۲۶	عزیز مصر کی بیوی کو معافی مانگنے کی تلقین	۷۴۳
۸۲۷	عورتوں کے مکر کا عظیم ہونا	۷۴۴
۸۲۸	وقال نسوة فی المدینة امرات العزیز (۳۰-۳۵)	۷۴۴
۸۲۹	مصری عورتوں کی نکتہ چینی	۷۴۶
۸۳۰	مصری عورتوں کی نکتہ چینی کا منشاء	۷۴۶
۸۳۱	مصری خواتین کی دعوت کا اہتمام	۷۴۷
۸۳۲	حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن کے متعلق احادیث و آثار	۷۴۸
۸۳۳	مصری خواتین کا پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لینا	۷۴۹
۸۳۴	حضرت یوسف علیہ السلام کو "فرشتہ" کہنے کی توجیہ	۷۴۹
۸۳۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت آزمائش	۷۵۰
۸۳۶	اللہ تعالیٰ کی عنایت کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں	۷۵۰
۸۳۷	حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کا سبب	۷۵۱
۸۳۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک بازی کی علامات	۷۵۲
۸۳۹	قید کی مدت	۷۵۲
۸۴۰	ودخل معه السجن فتين (۳۶-۴۲)	۷۵۳
۸۴۱	حضرت یوسف کی قید خانہ میں ساقی اور نانبائی سے ملاقات	۷۵۴
۸۴۲	ساقی اور نانبائی کے بیان کیے ہوئے خواب آیا سچے تھے یا جھوٹے؟	۷۵۵
۸۴۳	قید خانہ میں کھانا آنے سے پہلے حضرت یوسف کا کھانے کی خبر دینا	۷۵۵
۸۴۴	خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کھانے کے متعلق پیش گوئی کی توجیہ	۷۵۶
۸۴۵	حضرت یوسف کے دعویٰ نبوت کے اشارات	۷۵۸
۸۴۶	کافروں کے دین کو ترک کرنے کی توجیہ	۷۵۸
۸۴۷	مبدء اور معاد کے اقرار کی اہمیت	۷۵۹
۸۴۸	اللہ کی نعمتوں کے اظہار کا جواز	۷۶۰
۸۴۹	دین کا معنی	۷۶۰
۸۵۰	شرک سے اجتناب کے اختصاص کی توجیہ	۷۶۰
۸۵۱	ایمان پر شکر ادا کرنے کا وجوب	۷۶۱
۸۵۲	حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام میں توحید باری کی تقاریر	۷۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۵۳	بتوں کے صرف اسماء ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۷۶۴
۸۵۴	کفار کے اس قول کا رد کہ اللہ نے بتوں کی تعظیم کا حکم دیا ہے	۷۶۴
۸۵۵	اللہ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	۷۶۴
۸۵۶	اس بات کی توجیہ کہ اکثر لوگ اللہ کے استحقاق عبادت کو نہیں جانتے	۷۶۴
۸۵۷	ساقی اور نانبائی کے خواب کی تعبیر	۷۶۵
۸۵۸	خواب کی تعبیر کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ظن کی توجیہ	۷۶۵
۸۵۹	شیطان کے بھلانے کے متعلق دو تفسیریں	۷۶۶
۸۶۰	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانے کے متعلق روایات	۷۶۶
۸۶۱	شیطان کے بھلانے کے متعلق اختلاف مفسرین	۷۶۷
۸۶۲	نبی کو بھلانے کی توجیہ	۷۶۷
۸۶۳	نبی ﷺ کے نسیان کی تحقیق	۷۶۸
۸۶۴	سہو اور نسیان کا فرق	۷۶۸
۸۶۵	افعال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا جواز اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا عدم جواز	۷۶۹
۸۶۶	بھولنے اور بھلائے جانے کے دو محمل	۷۶۹
۸۶۷	"لیلۃ التعریس" میں نماز فجر قضا ہونے کی تحقیق	۷۷۰
۸۶۸	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کی تحقیق	۷۷۱
۸۶۹	غزوۂ خندق میں نماز قضاء ہونے کا سبب	۷۷۲
۸۷۰	جہاد میں مشغول ہونے کی وجہ سے آیا اب نماز قضاء کی جاسکتی ہے؟	۷۷۲
۸۷۱	نبی ﷺ کی نمازوں میں سہو کی تحقیق	۷۷۲
۸۷۲	اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ مصائب اور مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے	۷۷۳
۸۷۳	غیر اللہ سے استمداد کا جواز	۷۷۴
۸۷۴	مخلوق سے استمداد کی بناء پر حضرت یوسف سے مواخذہ کی توجیہ	۷۷۵
۸۷۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت	۷۷۶
۸۷۶	وقال الملک انی اری سبع بقرات (۴۹-۴۳)	۷۷۷
۸۷۷	مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا	۷۷۸
۸۷۸	اضغاث احلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۷۸
۸۷۹	مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کا ذکر کرنے کی توجیہ	۷۷۹
۸۸۰	جس سے علم حاصل کیا جائے اس کی تعظیم و تکریم لازم ہے	۷۸۰
۸۸۱	حضرت یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق	۷۸۰
۸۸۲	مستقبل کے لیے پس انداز کرنے اور قومی ضرورت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے کا جواز	۷۸۱
۸۸۳	خواب کا پہلی تعبیر پر واقع ہونا ضروری نہیں	۷۸۱
۸۸۴	تمام مقاصد حیات کے لیے شریعت کا متکفل ہونا	۷۸۲
۸۸۵	حضرت یوسف علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا	۷۸۲
۸۸۶	وقال الملک ائتونی بہ (۵۲-۵۰)	۷۸۲
۸۸۷	علم دین کی وجہ سے روز قیامت علماء کی مغفرت	۷۸۳
۸۸۸	ہمارے نبی ﷺ کا حضرت یوسف کی تحسین کرنا	۷۸۴
۸۸۹	رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات	۷۸۴
۸۹۰	"جیل بھرو تحریک" کا عدم جواز	۷۸۵
۸۹۱	حضرت یوسف کا تہمت لگانے والیوں کی تعیین	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	نہ کرنا	۷۸۵
۸۹۲	مصر کی عورتوں کی سازش کی وجوہ	۷۸۵
۸۹۳	عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف اور حصحص کا معنی	۷۸۶
۸۹۴	پس پشت خیانت نہ کرنے کے دو محمل	۷۸۶
۸۹۵	حضرت یوسف علیہ السلام نے پس پشت کسی کی خیانت نہیں کی	۷۸۷
۸۹۶	حضرت یوسف کی پاکیزگی پر دلائل	۷۸۷
۸۹۷	وما ابرئ نفسی (۵۷-۵۳)	۷۸۸
۸۹۸	حضرت یوسف کے اس قول کی توجیہ کہ "میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا"	۷۸۹
۸۹۹	عصمت کی تعریف	۷۹۰
۹۰۰	نفس امارہ اور نفس مطمئنہ	۷۹۱
۹۰۱	بادشاہ کا حضرت یوسف کو اپنے پاس بلانا	۷۹۱
۹۰۲	حضرت یوسف سے بادشاہ کے متاثر ہونے کی وجوہات	۷۹۲
۹۰۳	حضرت یوسف کا رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانا	۷۹۲
۹۰۴	حضرت یوسف کا بادشاہ کے سامنے خواب اور اس کی تعبیر بیان کرنا	۷۹۳
۹۰۵	بادشاہ کا حضرت یوسف کو صاحب اقتدار اور امانت دار قرار دینا	۷۹۴
۹۰۶	طلب منصب کا عدم جواز اور حضرت یوسف کے طلب منصب کی توجیہ	۷۹۴
۹۰۷	موجودہ طریق انتخاب پر حضرت یوسف کے طلب منصب سے استدلال اور اس کے جوابات	۷۹۵
۹۰۸	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	۷۹۶
۹۰۹	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	۷۹۶
۹۱۰	موجودہ طریق انتخاب کی اصلاح کی ایک صورت	۷۹۶
۹۱۱	کافر یا فاسق فاجر کی طرف سے عہدہ یا منصب قبول کرنے کی تحقیق	۷۹۷
۹۱۲	حضرت یوسف کے حفیظ اور علیم ہونے کے محامل	۷۹۸
۹۱۳	خود ستائی کے ممنوع ہونے کے محامل اور حضرت یوسف کی اپنی تعریف کا جواز	۷۹۹
۹۱۴	حضرت یوسف کا اپنی مدح فرمانا تواضع اور انکسار کے خلاف نہیں ہے	۷۹۹
۹۱۵	ایام قحط میں حضرت یوسف کا حسن انتظام	۸۰۰
۹۱۶	عزیز مصر کی بیوی سے حضرت یوسف کا نکاح	۸۰۱
۹۱۷	حضرت یوسف کی طہارت اور نزاہت پر دلائل	۸۰۳
۹۱۸	وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیه (۶۸-۵۸)	۸۰۴
۹۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۸۰۶
۹۲۰	حضرت یوسف کے بھائیوں کا غلہ لینے مصر پہنچنا اور حضرت یوسف کا انہیں پہچان لینا	۸۰۶
۹۲۱	بھائیوں کا حضرت یوسف کو نہ پہچاننا اور اس کی وجوہ	۸۰۷
۹۲۲	بنیامین کو بلوانے کی وجوہ	۸۰۷
۹۲۳	حضرت یوسف نے بنیامین کو بلوا کر حضرت یعقوب کو مزید رنج میں کیوں مبتلا کیا؟	۸۰۸
۹۲۴	مشکل الفاظ کے معنی	۸۰۹
۹۲۵	بھائیوں کی بوریوں میں رقم کی تھیلی رکھنے کی وجوہ	۸۰۹
۹۲۶	برائی کا جواب اچھائی سے دینے میں ہمارے نبی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ	۸۱۰
۹۲۷	حضرت یعقوب علیہ السلام کے بنیامین کو بھیجنے کی وجوہ	۸۱۲
۹۲۸	بنیامین کو ساتھ بھیجنے کے لیے باپ کو تیار کرنا	۸۱۳
۹۲۹	مصیبت میں گھر جانے کا معنی	۸۱۳
۹۳۰	نظر لگنے کے متعلق احادیث	۸۱۴
۹۳۱	"نظر بد" میں مذاہب اور اس کے متعلق شرعی احکام	۸۱۵
۹۳۲	نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق	۸۱۶
۹۳۳	ولما دخلوا علی یوسف (۶۹-۷۹)	۸۱۷
۹۳۴	حضرت یوسف کا بنیامین کو یہ بتانا کہ میں تمہارا بھائی ہوں	۸۱۹
۹۳۵	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت یوسف نے بنیامین کو روک کر باپ کی مزید دل آزاری کی	۸۱۹
۹۳۶	بے قصور قافلہ والوں کو چور کہنے کی توجیہ	۸۲۰
۹۳۷	جعل (کسی چیز کو ڈھونڈنے کی اجرت) کی تحقیق	۸۲۰
۹۳۸	مال اور شخص کی ضمانت کے متعلق احادیث	۸۲۱
۹۳۹	ضمانت کی تعریف اور اس کے شرعی احکام	۸۲۲
۹۴۰	حضرت یوسف کے بھائیوں کے چور نہ ہونے کے دلائل	۸۲۳
۹۴۱	حضرت یوسف کا بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا	۸۲۳
۹۴۲	بھائیوں سے چوری کی سزا معلوم کرنے کی وجہ	۸۲۳
۹۴۳	بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس پر چوری کے الزام کی تحقیق	۸۲۴
۹۴۴	بھائی کی طرف چوری کی نسبت کو علامہ ماوردی کا گناہ قرار دینا	۸۲۵
۹۴۵	حیلہ کے جواز کی تحقیق	۸۲۵
۹۴۶	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے علامہ قرطبی کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات	۸۲۶
۹۴۷	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات	۸۲۷
۹۴۸	حیلہ کے جواز پر علامہ قرطبی کے اعتراضات کے جوابات	۸۲۷
۹۴۹	حیلہ کے جواز پر امام بخاری کے اعتراضات کے جوابات	۸۲۸
۹۵۰	دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں	۸۲۹
۹۵۱	حیلہ کے جواز پر قرآن اور سنت سے دلائل	۸۲۹
۹۵۲	حیلہ کی تعریف اور اس کے جواز پر علامہ سرخسی کے دلائل	۸۳۱
۹۵۳	حیلہ کے جواز میں معترضین کے منشاء غلطی کا ازالہ	۸۳۱
۹۵۴	"وفوق کل ذی علم علیم" کے ترجمہ میں مصنف کی تحقیق	۸۳۲
۹۵۵	حضرت یوسف کی طرف منسوب کی گئی چوری کے متعلق روایات	۸۳۳
۹۵۶	بھائیوں کا حضرت یوسف سے فدیہ لینے کی درخواست کرنا	۸۳۵
۹۵۷	فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا (۸۰-۹۳)	۸۳۵
۹۵۸	بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار کرنا	۸۳۸
۹۵۹	بھائیوں کا حضرت یعقوب کے پاس واپس جانے کا فیصلہ	۸۳۹
۹۶۰	واقعاتی شہادت کے حجت ہونے پر قرآن و سنت اور عقل صریح سے دلائل	۸۳۹
۹۶۱	غیب کے نگہبان نہ ہونے کے محامل	۸۴۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۶۲	بستی سے پوچھنے کے معانی	۸۴۱
۹۶۳	بدگمانی دور کرنے کے لیے وضاحت کرنے کا استحباب	۸۴۱
۹۶۴	بنیامین کے متعلق بات گھڑنے کی توجیہ	۸۴۲
۹۶۵	صبر جمیل کی تعریف	۸۴۳
۹۶۶	صبر جمیل کے اجر کے متعلق احادیث	۸۴۳
۹۶۷	حضرت یعقوب کے "ہائے افسوس" کہنے کی توجیہ	۸۴۴
۹۶۸	مشکل الفاظ کے معانی	۸۴۵
۹۶۹	جن قرائن کی بناء پر حضرت یعقوب کو حضرت یوسف سے ملاقات کا یقین تھا	۸۴۵
۹۷۰	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کے کفر ہونے کی وجوہ	۸۴۶
۹۷۱	حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو ڈھونڈنے کے بجائے غلہ کا سوال کیوں کیا؟	۸۴۷
۹۷۲	سوال کرنے کی شرائط اور احکام	۸۴۷
۹۷۳	بھائیوں سے ان کے مظالم پوچھنے کی وجوہ	۸۴۸
۹۷۴	بھائیوں کا حضرت یوسف کو پہچان لینا	۸۵۰
۹۷۵	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا	۸۵۰
۹۷۶	حضرت یوسف کے بھائیوں کا اعتراف خطاء کرنا اور حضرت یوسف کا انہیں معاف فرمانا	۸۵۰
۹۷۷	حضرت یوسف کی قمیص سے حضرت یعقوب کی آنکھوں کا روشن ہونا	۸۵۱
۹۷۸	ہمارے نبی ﷺ کے کپڑوں اور آپ کے بالوں سے بیماروں کا شفایاب ہونا اور دیگر برکتیں	۸۵۲
۹۷۹	ولما فصلت العیر قال ابوھم (۹۴-۱۰۴)	۸۵۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۸۰	بہت فاصلہ سے حضرت یعقوب تک حضرت یوسف کی خوشبو پہنچنے کی توجیہ	۸۵۶
۹۸۱	"تفندون" کے معانی	۸۵۷
۹۸۲	"ضلال" کے معانی	۸۵۷
۹۸۳	حضرت یعقوب کی بینائی کا لوٹ آنا	۸۵۷
۹۸۴	اپنے مظالم کو دنیا میں معاف کرالینا	۸۵۸
۹۸۵	بیٹوں کے لیے استغفار کو مؤخر کرنے کی وجوہ	۸۵۸
۹۸۶	حضرت یعقوب کا مصر روانہ ہونا اور حضرت یوسف کا استقبال کرنا	۸۶۰
۹۸۷	حضرت یوسف کی ماں کی وفات کے باوجود ان کے والدین کو تخت پر بٹھانے کی توجیہ	۸۶۰
۹۸۸	نبی ﷺ کے والدین کو زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے پر علامہ قرطبی کے دلائل	۸۶۱
۹۸۹	حضرت یوسف کے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں متعدد اقوال	۸۶۳
۹۹۰	حضرت یوسف کے لیے حضرت یعقوب کے سجدہ کی توجیہات	۸۶۴
۹۹۱	ہماری شریعت میں "سجدۂ تعظیم" کا حرام ہونا	۸۶۴
۹۹۲	قیام تعظیم کی ممانعت کے متعلق احادیث	۸۶۴
۹۹۳	قیام تعظیم میں مذاہب فقہاء	۸۶۴
۹۹۴	آنے والے کے استقبال کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث	۸۶۶
۹۹۵	دعا میں سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا	۸۶۷
۹۹۶	موت کی دعا کرنے کے متعلق امام رازی کا نظریہ	۸۶۸
۹۹۷	موت کی دعا کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۸۶۸
۹۹۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین	۸۶۹
۹۹۹	حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حضرت یوسف کا تابوت نکالنا	۸۶۹			
۱۰۰۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	۸۷۰			
۱۰۰۱	دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی تحقیق	۸۷۲			
۱۰۰۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۸۷۴			
۱۰۰۳	اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۸۷۴			
۱۰۰۴	وکاین من ایة فی السموت والارض (۱۱۱-۱۰۵)	۸۷۴			
۱۰۰۵	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	۸۷۶			
۱۰۰۶	ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق	۸۷۶			
۱۰۰۷	نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہ کا ازالہ	۸۷۸			
۱۰۰۸	”وظنوا انھم قد کذبوا“ کی توجیہات	۸۷۹			
۱۰۰۹	اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی لغزش	۸۸۰			
۱۰۱۰	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا احسن القصص ہونا	۸۸۳			
۱۰۱۱	قرآن مجید میں ہر شے کی تفصیل کا محمل	۸۸۳			
۱۰۱۲	حرفِ آخر	۸۸۳			
۱۰۱۳	مآخذ و مراجع	۸۸۵			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الرعد	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۷
۲	الرعد کا معنی	۲۸
۳	سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	۲۸
۴	سورۃ الرعد اور سورۃ یوسف میں باہمی مناسبت	۳۰
۵	سورۃ الرعد کے مضامین اور مقاصد	۳۲
۶	المر تف تلک ایت الکتاب (۷-۱)	۳۳
۷	اجتہاد اور قیاس پر ایک اعتراض کا جواب	۳۵
۸	اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور دلیل	۳۵
۹	سورج اور چاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال	۳۶
۱۰	عرش پر استواء اور ایسی دیگر صفات کے متعلق متقدمین اور متاخرین کے نظریات	۳۷
۱۱	مشکل الفاظ کے معانی	۳۸
۱۲	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال	۳۹
۱۳	مشکل الفاظ کے معانی	۴۰
۱۴	زمین کے مختلف طبقات سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال	۴۱
۱۵	مختلف ذائقوں سے وجود باری اور توحید باری پر استدلال	۴۲
۱۶	''صنوان'' اور ''صنو'' کے معنی	۴۲
۱۷	تعجب اور اغلال کا معنی	۴۳
۱۸	انکار حشر کا کفر ہونا اور اس کی سزا	۴۳
۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۴۴
۲۰	کفار کا رحمت اور ثواب کے بجائے عتاب اور عذاب کو طلب کرنا	۴۴
۲۱	عین حال معصیت میں اللہ تعالیٰ کا معاف فرما دینا	۴۵
۲۲	مشرکین کا یہ کہنا کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟	۴۶
۲۳	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجہ	۴۶
۲۴	آپ کو قرآن مجید کا معجزہ کیوں دیا گیا؟	۴۷
۲۵	آپ کے دیگر چند مشہور معجزات	۴۷
۲۶	''ولکل قوم ھاد'' میں ھادی کے متعدد محامل	۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق قرار دینے کی تحقیق	۵۱
۲۸	حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل قرار دینے کی دلیل کا جواب	۵۱
۲۹	اللہ یعلم ما تحمل کل انثی (۱۵-۸)	۵۳
۳۰	مشکل الفاظ کے معانی	۵۴
۳۱	آیات سابقہ سے مناسبت	۵۵
۳۲	رحم میں کمی اور زیادتی کے محامل	۵۵
۳۳	حمل کی کم سے کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب فقہاء	۵۶
۳۴	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۷
۳۵	اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور اس کی خصوصیات	۵۷
۳۶	مشکل الفاظ کے معانی اور آیات سابقہ سے ربط	۵۸
۳۷	معقبات کے متعدد محامل	۵۸
۳۸	فرشتوں کو انسانوں پر مامور کرنے کی وجوہات اور حکمتیں	۶۰
۳۹	نعمت کی ناقدری کرنے والوں سے اللہ کا نعمت واپس لینا	۶۱
۴۰	بجلی اور بادل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور	۶۳
۴۱	الرعد اور الصواعق کے معانی اور جھگڑا کرنے والوں کا بیان	۶۳
۴۲	پانی کے ساتھ غیر اللہ کی تمثیل کے محامل	۶۴
۴۳	غیر اللہ کو حقیقی حاجت روا مان کر پکارنا شرک ہے ورنہ نہیں	۶۵
۴۴	افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے	۶۶
۴۵	سجدہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۶
۴۶	اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	۶۷
۴۷	لغوی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	۶۷
۴۸	سایوں کے سجدہ کرنے کی توجیہ	۶۸
۴۹	سجدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث	۶۸
۵۰	قل من رب السموٰت والارض (۱۸-۱۶)	۶۹
۵۱	دلائل کے ساتھ بت پرستوں کا رد اور ابطال	۷۱
۵۲	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے نظریات	۷۱
۵۳	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت اور جبریہ کے نظریات	۷۲
۵۴	جبریہ کے نظریہ کا رد	۷۲
۵۵	معتزلہ کے نظریہ کا رد	۷۲
۵۶	نظریہ اہل سنت کی مزید وضاحت	۷۳
۵۷	معتزلہ کے اعتراضات کے جوابات	۷۳
۵۸	جبریہ کے رد پر مزید دلائل	۷۵
۵۹	خلق اور کسب کی وضاحت	۷۵
۶۰	مشکل الفاظ کے معانی	۷۶
۶۱	پانی اور جھاگ سے تشبیہ کا بیان	۷۶
۶۲	مومنوں اور کافروں کے اخروی احوال	۷۷
۶۳	افمن یعلم انما انزل الیک من ربک (۲۶-۱۹)	۷۸
۶۴	سوال نہ کرنے کا عہد	۸۰
۶۵	سوال کرنے کے جواز کی شرائط	۸۰
۶۶	توکل کا غلط مفہوم	۸۱
۶۷	توکل کا صحیح مفہوم	۸۲
۶۸	رشتوں کو جوڑنے کی اقسام	۸۲
۶۹	رشتوں کو جوڑنے کے متعلق احادیث	۸۳
۷۰	سخت حساب کا معنی	۸۴
۷۱	صبر کی اقسام	۸۴
۷۲	صبر کی وجوہ اور جس وجہ سے صبر اللہ کے لیے ہو	۸۴
۷۳	زکوٰۃ کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کے محامل	۸۵
۷۴	برائی کو اچھائی سے دور کرنے کے محامل	۸۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۵	جن صفات کی بنا پر جنت عطا کی جاتی ہے	۸۶
۷۶	جنت الفردوس کو طلب کرنے کی دعا کرنی چاہیے	۸۶
۷۷	نیک اعمال کے بغیر نسب کا غیر مفید ہونا	۸۷
۷۸	جنت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مجتمع ہونا بھی نعمت ہے	۸۷
۷۹	جنت میں مومنوں کو فرشتوں کے سلام کرنے کے متعلق احادیث	۸۸
۸۰	مومنوں کے صبر کرنے کی متعدد تفاسیر	۸۸
۸۱	کفار کی صفات اور آخرت میں ان کی سزا	۸۹
۸۲	دنیا میں کافروں کی ترقی اور خوشحالی اور مسلمانوں کی پس ماندگی اور تنگی کی وجہ	۹۰
۸۳	و یقول الذین کفروا لولا انزل علیه آیة (۳۱-۲۷)	۹۳
۸۴	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے ہدایت دینے کے محامل	۹۴
۸۵	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کے مطمئن ہونے اور خوف زدہ ہونے کے درمیان تطبیق	۹۵
۸۶	مطمئن دلوں کے مصداق	۹۶
۸۷	''طوبیٰ'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۹۶
۸۸	رحمٰن کے انکار کا شان نزول	۹۷
۸۹	کفار کے فرمائشی معجزات اس لیے نہیں دیے گئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے	۹۸
۹۰	اس اشکال کا جواب کہ مومنین اللہ کی قدرت سے مایوس تو نہ تھے	۹۸
۹۱	ییئس کا ترجمہ علم اور اطمینان کے ساتھ کرنے والے علماء	۹۹
۹۲	''ییئس'' کا ترجمہ ناامیدی کرنے والے علماء	۹۹
۹۳	بعض عصاۃ مومنین کا آیات وعید کے عموم سے مخصوص ہونا	۱۰۰
۹۴	ولقد استهزیء برسل من قبلک (۳۲-۳۷)	۱۰۰
۹۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۱۰۲
۹۶	مشرکین کے خود ساختہ شرکاء کا رد	۱۰۲
۹۷	جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کر دیا پھر ان کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟	۱۰۳
۹۸	کافروں کے مصائب اور مسلمانوں کے مصائب کا فرق	۱۰۳
۹۹	جنت کی صفات	۱۰۴
۱۰۰	جنت نہ بنائے جانے کے متعلق معتزلہ کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۰۴
۱۰۱	مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کا نزول قرآن سے خوش ہونا	۱۰۵
۱۰۲	انبیاء علیہم السلام کا امر اور نہی سے مکلف ہونا اور عصمت کی تعریف	۱۰۶
۱۰۳	قرآن مجید کو حکم عربی فرمانے کی وجہ اور اس کا قدیم ہونا	۱۰۷
۱۰۴	ولقد ارسلنا رسلا من قبلک (۴۳-۳۸)	۱۰۷
۱۰۵	قریش کا یہ اعتراض کہ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے شادیاں کیوں کیں؟	۱۰۸
۱۰۶	اس اعتراض کا یہ جواب کہ انبیاء سابقین نے تو بہت شادیاں کی تھیں!	۱۰۹
۱۰۷	مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے بہت شادیاں کی تھیں	۱۰۹
۱۰۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل	۱۱۰
۱۰۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات	۱۱۲
۱۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی حکمتیں	۱۱۳
۱۱۱	آپ نے کفار قریش کے مطلوبہ معجزات کیوں نہیں پیش کیے	۱۱۷
۱۱۲	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب کیوں نہ نازل ہوا؟	۱۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۳	محو اور اثبات کی تفسیر میں متعدد اقوال	۱۱۸
۱۱۴	قضاء معلق اور قضاء مبرم	۱۱۹
۱۱۵	رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	۱۱۹
۱۱۶	ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض	۱۲۰
۱۱۷	ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کے جوابات	۱۲۰
۱۱۸	اطراف زمین کو کم کرنے کے محامل	۱۲۰
۱۱۹	(آسمانی) کتاب کے عالم کے مصداق میں متعدد اقوال	۱۲۱
۱۲۰	اختتام سورت اور دعا	۱۲۳

سورۃ ابراھیم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام	۱۲۷
۲	سورۃ ابراھیم کا زمانہ نزول	۱۲۷
۳	سورۃ الرعد اور سورۃ ابراھیم کی مناسبت	۱۲۸
۴	سورۃ ابراھیم کے مضامین اور مقاصد	۱۲۸
۵	الرٰ کتٰب انزلنٰہ (۶-۱)	۱۲۹
۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کو مسلمان کرنا	۱۳۱
۷	اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی توفیق کی وضاحت	۱۳۱
۸	جس کے اسلام لانے کا اللہ نے اذن نہیں دیا اس کے اسلام نہ لانے میں اس کا کیا قصور ہے؟	۱۳۲
۹	اسلام کی نشر و اشاعت آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہوئی یا دلائل سے؟	۱۳۲
۱۰	"العزیز الحمید" کا معنی	۱۳۳
۱۱	لفظ اللہ کے علم (نام) ہونے پر دلائل	۱۳۳
۱۲	اللہ تعالیٰ کا کسی سمت کے ساتھ مختص نہ ہونا اور بندوں کے افعال کا خالق ہونا	۱۳۴
۱۳	بت پرستوں کے سخت عذاب کا سبب	۱۳۴
۱۴	دنیاوی لذتوں کا بے مایہ ہونا	۱۳۴
۱۵	بہت دور کی گمراہی کا معنی	۱۳۵
۱۶	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا عموم	۱۳۵
۱۷	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر قرآن مجید کی آیات	۱۳۶
۱۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر احادیث	۱۳۶
۱۹	جمادات اور نباتات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۱۳۷
۲۰	حیوانات کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۱۳۷
۲۱	کفار کے سوا کائنات کی ہر چیز آپ کی رسالت کو جانتی ہے	۱۳۸
۲۲	"گوہ" کا کلمہ شہادت پڑھنا	۱۳۹
۲۳	انبیاء سابقین کے ذکر کی حکمت	۱۴۱
۲۴	تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے	۱۴۱
۲۵	"ایام اللہ" کا معنی	۱۴۱
۲۶	صبر اور شکر کے متعلق احادیث	۱۴۲
۲۷	صبر اور شکر میں عبد اللہ بن مبارک کا معیار اور اس پر کلام	۱۴۳
۲۸	شکر کا معنی اور صابر اور شاکر کے ساتھ نشانیوں کی تخصیص کی توجیہ	۱۴۳
۲۹	واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم (۱۲-۷)	۱۴۴
۳۰	شکر کا معنی	۱۴۶
۳۱	حمد اور شکر کا فرق	۱۴۶
۳۲	جو بندوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہے	۱۴۶
۳۳	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۴۷
۳۴	شکر کے متعلق احادیث اور آثار	۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	اللہ کا شکر نہ کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں	۱۵۲
۳۶	حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنا درست نہیں	۱۵۳
۳۷	اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں پر رکھنے کی متعدد تفسیریں	۱۵۴
۳۸	مشرکین اللہ کو خالق ماننے کے باوجود بت پرستی کیوں کرتے تھے	۱۵۴
۳۹	اللہ تعالیٰ توبہ کے ساتھ اور بغیر توبہ کے بھی گناہوں کو بخش دیتا ہے	۱۵۵
۴۰	توبہ کرنے کی ترغیب میں احادیث	۱۵۷
۴۱	انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں کفار کے شبہات	۱۵۸
۴۲	جن خصوصیات کی بناء پر انبیاء علیہم السلام نبی بنائے گئے	۱۵۸
۴۳	کافروں کے دیگر شبہات کے جوابات	۱۵۹
۴۴	انبیاء علیہم السلام کا کافروں کی دھمکیوں سے نہ ڈرنا	۱۶۰
۴۵	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے زیادہ ہونا	۱۶۰
۴۶	و قال الذین کفروا لرسلھم (۲۱-۱۳)	۱۶۲
۴۷	اس وہم کا ازالہ کہ انبیاء پہلے کافروں کے دین پر تھے	۱۶۳
۴۸	فرماں برداروں کو نافرمانوں کے ملک میں آباد کرنا	۱۶۴
۴۹	جبار اور عنید کا معنی	۱۶۵
۵۰	وراء کا معنی	۱۶۶
۵۱	دوزخ کے پانی کی کیفیت	۱۶۶
۵۲	دوزخیوں کے عذاب کی کیفیت اور ان پر موت کا نہ آنا	۱۶۷
۵۳	عذاب غلیظ کا معنی	۱۶۸
۵۴	کفار کے اعمال کی راکھ کے ساتھ وجہ مشابہت	۱۶۹
۵۵	تمام مخلوق کی پیدائش مبنی برحکمت ہے	۱۶۹
۵۶	برزوا کا معنی	۱۷۰
۵۷	بروز کے معنی پر ایک اعتراض کا جواب	۱۷۰
۵۸	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ نے کافروں کو ہدایت نہیں دی تو کفر میں ان کا کیا قصور ہے؟	۱۷۱
۵۹	و قال الشیطان لما قضی الامر (۲۷-۲۲)	۱۷۲
۶۰	مستقبل میں ہونے والے مکالمے کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۱۷۳
۶۱	لما قضی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال	۱۷۴
۶۲	شیطان سے مراد ابلیس ہونا	۱۷۴
۶۳	اللہ کا وعدہ اور ابلیس کا وعدہ	۱۷۵
۶۴	شیطان نے جو سلطان کی نفی کی اس کے دو محمل	۱۷۵
۶۵	برے کاموں کے ارتکاب پر شیطان کی بجائے خود کو مطعون کیا جائے	۱۷۶
۶۶	شیطان کے وسوسہ کی کیفیت	۱۷۶
۶۷	انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی	۱۷۷
۶۸	صرخ کا معنی	۱۷۷
۶۹	جنت میں سلام کا معنی	۱۷۸
۷۰	شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے	۱۷۸
۷۱	کھجور کے درخت اور مومن میں وجوہ مشابہت	۱۷۹
۷۲	شجرہ طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے	۱۸۰
۷۳	ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کا مصداق اور وجہ مشابہت	۱۸۱
۷۴	کلمہ طیبہ کے حاملین کے قول کا دنیا اور آخرت میں ثابت ہونا	۱۸۱
۷۵	قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے متعلق احادیث	۱۸۲
۷۶	قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے	۱۸۴
۷۷	جو مسلمان قبر کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے	۱۸۵
۷۸	نیک اعمال کا آخرت میں کام آنا	۱۸۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹	الم تر الی الذین بدلوا (۲۸-۳۴)	۱۸۸
۸۰	اہل مکہ پر اللہ کی نعمتیں اور ان کی ناشکری	۱۸۹
۸۱	کفار مکہ کا شرک	۱۸۹
۸۲	اولیاء اللہ سے محبت کا آخرت میں کام آنا	۱۹۰
۸۳	مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۱
۸۴	اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں	۱۹۲
۸۵	بندوں کی جفا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی وفا	۱۹۳
۸۶	واذ قال ابراھیم رب اجعل (۳۵-۴۱)	۱۹۴
۸۷	مکہ کو امن والا بنانے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	۱۹۵
۸۸	اولاد ابراہیم کو بت پرستی سے مامون رکھنے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	۱۹۶
۸۹	مرتکبین کبائر کی شفاعت پر دلیل	۱۹۶
۹۰	شفاعت کی توقع کے باوجود توبہ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے	۱۹۸
۹۱	حضرت ابراہیم کا غیر آباد وادی میں اپنے اہل کو چھوڑنے کا پس منظر اور پیش منظر	۱۹۹
۹۲	حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے پر دلائل	۲۰۲
۹۳	عام لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد بے آب وگیاہ زمین میں چھوڑ آئیں	۲۰۳
۹۴	زم زم کے فضائل	۲۰۳
۹۵	مکہ کو حرم قرار دینے کی وجوہ	۲۰۴
۹۶	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل	۲۰۵
۹۷	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت کے متعلق فقہاء کے نظریات	۲۰۶
۹۸	دعا کا طریقہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۲۰۹
۹۹	امن اور سلامتی کا ایمان اور اسلام پر مقدم ہونا	۲۱۰
۱۰۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بقیہ دعاؤں کی تشریح	۲۱۱
۱۰۱	نبی معصوم کی دعاء مغفرت کے محامل	۲۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مومن ہونے پر دلائل	۲۱۲
۱۰۳	نماز میں دعا مانگنے کے آداب	۲۱۵
۱۰۴	دعاء حرام	۲۱۶
۱۰۵	تمام مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کرنا آیا خلف وعید کو مستلزم ہے؟	۲۱۶
۱۰۶	ولا تحسبن اللہ غافلا (۴۲-۵۲)	۲۱۷
۱۰۷	مشکل الفاظ کے معانی	۲۱۹
۱۰۸	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	۲۱۹
۱۰۹	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل سمجھتے تھے	۲۲۰
۱۱۰	قیامت کے دن کفار کا کف افسوس ملنا	۲۲۱
۱۱۱	کافروں کے مکر کی تفسیر میں متعدد اقوال	۲۲۲
۱۱۲	زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اقوال	۲۲۳
۱۱۳	زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق احادیث	۲۲۳
۱۱۴	زمین کو تبدیل کرنے کی حکمت اور مختلف اقوال میں تطبیق	۲۲۴
۱۱۵	آسمان کو تبدیل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۲۵
۱۱۶	زمین کو دو بار تبدیل کرنے کی تفصیل اور تطبیق	۲۲۵
۱۱۷	آسمان کی تبدیلی کے متعلق اقوال	۲۲۶
۱۱۸	مجرموں کے اخروی احوال	۲۲۶
۱۱۹	ہدایت کے لیے قرآن مجید کا کافی ہونا	۲۲۷
۱۲۰	اختتام سورت	۲۲۸

سورۃ الحجر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام	۲۳۱
۲	الحجر کا معنی	۲۳۱
۳	الحجر کا مصداق	۲۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	الحجر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۲۳۳
۵	سورۃ الحجر کے مقاصد	۲۳۴
۶	الرٰ تلک ایت الکتاب و قران مبین (۱)	۲۳۵
۷	کتاب اور قرآن مبین کا معنی	۲۳۵
۸	کتاب اور قرآن مبین میں تغایر	۲۳۵
۹	الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کرنے کی وجوہ	۲۳۵
۱۰	ربما یود الذین کفروا (۱۵-۲)	۲۳۶
۱۱	گنہگار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر کفار کی حسرت اور ندامت	۲۳۷
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی	۲۳۹
۱۳	آیت مذکورہ کا خلاصہ	۲۳۹
۱۴	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت میں احادیث	۲۳۹
۱۵	مستقبل سے امیدیں وابستہ کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل	۲۴۱
۱۶	کفار مکہ کو زجر و توبیخ	۲۴۲
۱۷	کفار کا آپ کو "مجنون" کہنا کوئی نئی بات نہیں	۲۴۳
۱۸	آپ کی تائید کیلئے کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا	۲۴۴
۱۹	اللہ تعالیٰ کو واحد اور جمع کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کرنے کی توجیہ	۲۴۴
۲۰	اس آیت میں قرآن مجید کی حفاظت مراد ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی؟	۲۴۵
۲۱	قرآن مجید کی حفاظت کے ظاہری اسباب	۲۴۵
۲۲	محافظة الشئی لنفسه کا جواب	۲۴۶
۲۳	قرآن مجید کی حفاظت کا ظاہری سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں	۲۴۷
۲۴	مشکل الفاظ کے معانی	۲۴۷
۲۵	کافروں کے دلوں میں نبیوں کا استہزاء پیدا کرنے پر بحث و نظر	۲۴۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	کفار کے انکار اور استہزاء کی وجوہات	۲۴۹
۲۷	مشکل الفاظ (سحر وغیرہ) کے معانی	۲۵۰
۲۸	کفار مکہ کے مطالبہ پر فرشتوں کو نازل نہ کرنے کی وجہ	۲۵۱
۲۹	ولقد جعلنا فی السماء بروجاً (۲۵-۱۶)	۲۵۱
۳۰	بروج کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۵۲
۳۱	علم نجوم کی تعریف	۲۵۳
۳۲	ستاروں کی تاثیرات ماننے کا شرعی حکم	۲۵۳
۳۳	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۵۴
۳۴	بروج سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۵۵
۳۵	آپ کی بعثت سے پہلے شہاب ثاقب گرائے جانے کے متعلق متعارض احادیث	۲۵۵
۳۶	ان متعارض احادیث میں قاضی عیاض اور علامہ قرطبی کی تطبیق	۲۵۷
۳۷	ان احادیث میں علامہ ابن حجر کی تطبیق	۲۵۸
۳۸	حقیقت میں شیطان کو آگ کا شعلہ مارا جاتا ہے یا ستارہ ٹوٹتا ہے	۲۶۰
۳۹	زمین سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۶۰
۴۰	زمین کو پھیلانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے	۲۶۱
۴۱	"رواسی" کی تفسیر	۲۶۱
۴۲	"موزون" کی تفسیر	۲۶۱
۴۳	مشکل الفاظ کے معانی	۲۶۲
۴۴	کھجوروں میں پیوند کاری کی ممانعت کی احادیث	۲۶۳
۴۵	اس اشکال کا جواب کہ آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے پیداوار کم ہوئی	۲۶۴
۴۶	"مستقدمین" اور "مستاخرین" کی تفسیر میں متعدد استدلال	۲۶۶
۴۷	صف اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت	۲۶۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸	ولقد خلقنا الانسان من صلصال (۲۶-۴۴)	۲۶۸
۴۹	مشکل الفاظ (صلصال الحماء اور مسنون) کے معانی	۲۶۹
۵۰	انسان کی تخلیق سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	۲۷۰
۵۱	انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ	۲۷۱
۵۲	مشکل الفاظ (الجان اور نار السموم) کے معانی	۲۷۲
۵۳	مشکل الفاظ (بشر اور روح) کے معانی	۲۷۴
۵۴	فرشتوں کے سجدہ کی کیفیت	۲۷۷
۵۵	سجدہ کا لغوی اور شرعی معنی اور اس کی فضیلت	۲۷۷
۵۶	تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا	۲۷۸
۵۷	اللہ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان مکالمہ کے اہم نکات	۲۷۸
۵۸	اس اشکال کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو گمراہ کرنے کے لیے طویل عمر نہ دیتا تو لوگ گناہ نہ کرتے	۲۷۹
۵۹	جھوٹ کی قباحت	۲۸۰
۶۰	''اخلاص'' کا معنی	۲۸۰
۶۱	کیا چیز اخلاص کے منافی ہے؟	۲۸۱
۶۲	اخلاص کے مراتب اور درجات	۲۸۱
۶۳	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اخلاص ہے' لیکن کامل اخلاص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے	۲۸۲
۶۴	اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۸۳
۶۵	اخلاص کے متعلق احادیث	۲۸۳
۶۶	اخلاص کے متعلق صوفیاء اور مشائخ کے اقوال	۲۸۴
۶۷	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے	۲۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	''صراط مستقیم'' کی متعدد تفاسیر	۲۸۸
۶۹	انسانوں پر جنات کے تسلط کا رد	۲۸۸
۷۰	اس اشکال کا جواب کہ اصحاب اخلاص کو بھی شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا	۲۸۹
۷۱	جہنم کے دروازے اور ان میں عذاب یافتگان	۲۹۱
۷۲	ان المتقین فی جنت و عیون (۴۵-۶۰)	۲۹۳
۷۳	متقین کی تحقیق	۲۹۴
۷۴	چشموں' سلامتی اور امن کی تفسیر	۲۹۵
۷۵	اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے عذاب دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے	۲۹۶
۷۶	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی وجوہات اور اس کا کفر ہونا	۲۹۷
۷۷	فلما جاء ال لوط ن المرسلین (۶۱-۷۹)	۲۹۸
۷۸	فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین وجمیل لڑکوں کی صورت میں جانا	۳۰۰
۷۹	قوم لوط کی اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ان لڑکوں پر ہجوم کرنا	۳۰۰
۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم	۳۰۱
۸۱	جن خصوصیات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی	۳۰۱
۸۲	قوم لوط پر عذاب کا نزول	۳۰۴
۸۳	''متوسمین'' کا معنی	۳۰۴
۸۴	فراست کا معنی اور اس کے مصادیق	۳۰۵
۸۵	فراست کے متعلق احادیث	۳۰۶
۸۶	قوم لوط کے آثار	۳۰۷
۸۷	''اصحاب الایکہ'' کا معنی اور مصداق	۳۰۷
۸۸	اصحاب الایکہ کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا انتقام	۳۰۸
۸۹	ولقد کذب اصحب الحجر المرسلین (۸۰-۹۹)	۳۰۸
۹۰	الحجر کا معنی اور مصداق	۳۱۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۱	وادی حجر کے متعلق احادیث	۳۱۰
۹۲	وادی حجر کی احادیث کے احکام	۳۱۱
۹۳	وادی حجر اور دیگر ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کی آراء	۳۱۱
۹۴	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	۳۱۳
۹۵	حضرت صالح علیہ السلام کی نشانیاں	۳۱۳
۹۶	بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینا	۳۱۴
۹۷	ربط آیات اور سبب نزول	۳۱۵
۹۸	"السبع المثانی" کی تفسیر میں متعدد اقوال	۳۱۵
۹۹	اس اعتراض کا جواب کہ عطف کی بناء پر سورۃ فاتحہ قرآن عظیم کی مغایر ہے	۳۱۶
۱۰۰	متاع دنیا کی طرف دیکھنے کی ممانعت کو عام مفسرین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرنا	۳۱۷
۱۰۱	مصنف کے نزدیک یہ نسبت امت کی طرف تعریضاً ہے	۳۱۸
۱۰۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اختیار سے متاع دنیا کو ترک فرماتے تھے	۳۱۹
۱۰۳	امت کو دنیاوی عیش کے سامان ترک کرنے کی ترغیب	۳۲۰
۱۰۴	اسلام میں دین اور دنیا کا امتزاج ہے	۳۲۱
۱۰۵	تقسیم کرنے والوں کے مصداق میں متعدد اقوال	۳۲۳
۱۰۶	"عضین" کا معنی	۳۲۴
۱۰۷	گنہگار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت	۳۲۴
۱۰۸	کفار سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت	۳۲۵
۱۰۹	"اصدع" کا معنی	۳۲۶
۱۱۰	جن مذاق اڑانے والے مشرکوں سے بدلہ لیا گیا	۳۲۶
۱۱۱	نماز پڑھنے سے رنج اور پریشانی کا زائل ہونا	۳۲۷
۱۱۲	یقین کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۲۷
۱۱۳	احادیث میں یقین پر موت کا اطلاق	۳۲۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۴	حضرت ام العلاء انصاریہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر ایک اشکال	۳۲۹
۱۱۵	درایت کے معنی کی تحقیق اور اشکال کا جواب	۳۲۹
۱۱۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور دوسروں کے انجام کے علم کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۳۱
۱۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کے علم کے متعلق احادیث	۳۳۱
۱۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے انجام کے علم کے متعلق احادیث	۳۳۲
۱۱۹	اشکال مذکور کے جواب کا خلاصہ	۳۳۴
۱۲۰	دیگر محدثین اور محققین کی طرف سے اشکال مذکور کے جوابات	۳۳۴
۱۲۱	مخالفین اعلیٰ حضرت کا یہ اعتراض کہ مغفرت ذنب کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی بیان کردہ حدیث غیر صحیح ہے	۳۳۷
۱۲۲	اعتراض مذکور کے متعدد جوابات	۳۳۸
۱۲۳	اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر	۳۴۰
۱۲۴	مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے پر اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات	۳۴۰
۱۲۵	الاحقاف: ۹ کو منسوخ ماننے پر مخالفین اعلیٰ حضرت کے ایک اور اعتراض کا جواب	۳۴۲
۱۲۶	سورت کا اختتام	۳۴۲
	سورۃ النحل	
۱	سورت کا نام وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول	۳۴۷
۲	سورۃ النحل کے متعلق احادیث	۳۴۷
۳	سورۃ النحل کے مضامین اور مقاصد	۳۴۸
۴	اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (۱-۹)	۳۴۹
۵	عذاب کی وعید سے سورۃ النحل کی ابتداء کرنے کی توجیہ	۳۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶	مستقبل میں آنے والے عذاب کو ماضی سے تعبیر کرنے کی توجیہ	۳۵۱
۷	ملائکہ سے جبریل کا مراد ہونا	۳۵۲
۸	"روح" میں متعدد اقوال	۳۵۲
۹	روح سے وحی اور اللہ کے کلام کا مراد ہونا	۳۵۳
۱۰	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال	۳۵۳
۱۱	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۳۵۴
۱۲	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۴
۱۳	اون کے لباس پہننے کا جواز	۳۵۵
۱۴	جمال کا معنیٰ اور مویشیوں کا جمال	۳۵۵
۱۵	بکریوں، گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت	۳۵۵
۱۶	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	۳۵۶
۱۷	گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو اونٹوں، گایوں اور بھیڑوں سے علیحدہ ذکر کرنے کی توجیہ	۳۵۷
۱۸	گھوڑوں کا گوشت حرام ہونے کے دلائل	۳۵۷
۱۹	مذکورہ دلائل کے جوابات اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کے حلال ہونے کے دلائل	۳۵۸
۲۰	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۵۹
۲۱	گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	۳۵۹
۲۲	پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۰
۲۳	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق احادیث	۳۶۱
۲۴	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۲
۲۵	لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے	۳۶۳
۲۶	هو الذی انزل من السماء (۲۱-۱۰)	۳۶۳
۲۷	مشکل الفاظ کے معانی	۳۶۵
۲۸	بارش کے پانی سے کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی	۳۶۵
۲۹	زمین کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	۳۶۶
۳۰	سورج اور چاند اور دن اور رات کے تواتر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۶۶
۳۱	سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	۳۶۷
۳۲	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۶۸
۳۳	سمندر کی تسخیر کا معنیٰ	۳۶۸
۳۴	کڑوے پانی میں لذیذ مچھلی کا پیدا کرنا	۳۶۸
۳۵	مچھلی پر گوشت کے اطلاق کی بحث	۳۶۹
۳۶	سمندری جانوروں کے کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۶۹
۳۷	سمندری جانوروں کے کھانے کے متعلق مذہب احناف	۳۷۰
۳۸	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء	۳۷۲
۳۹	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے میں مذہب احناف	۳۷۲
۴۰	زیورات کے متعلق احادیث	۳۷۳
۴۱	زیورات کے متعلق فقہی احکام	۳۷۴
۴۲	زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث اور آثار	۳۷۴
۴۳	زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر	۳۷۶
۴۴	"مواخر" کا معنیٰ	۳۷۶
۴۵	زمین پر پہاڑوں کا نصب کرنا اس کی حرکت کے منافی نہیں ہے	۳۷۷
۴۶	دنیا اور آخرت میں انسان کی ہدایت کے انتظامات	۳۷۹
۴۷	اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	۳۷۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عموم اور اس کے ساتھ مغفرت کا ارتباط	۳۸۱
۴۹	کافروں کو ان کے کفر کے باوجود نعمتیں عطا فرمانے کی توجیہ	۳۸۱
۵۰	بتوں کے خدا اور سفارشی ہونے کا ابطال	۳۸۲
۵۱	"والذین یدعون من دون اللہ" کی وہ تفسیر جو سید مودودی نے کی	۳۸۲
۵۲	سید مودودی کی تفسیر پر بحث ونظر	۳۸۳
۵۳	"والذین یدعون من دون اللہ" میں "یدعون" کا صحیح ترجمہ "عبادت کرنا" ہے "پکارنا" نہیں ہے	۳۸۳
۵۴	"والذین یدعون من دون اللہ" کا مصداق اصنام اور بت ہیں انبیاء اور اولیاء نہیں	۳۸۴
۵۵	والذین یدعون من دون اللہ سے انبیاء اور اولیاء مراد لینے کے شبہات اور ان کے جوابات	۳۸۶
۵۶	انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت	۳۸۷
۵۷	غوث اعظم اور غوث الثقلین ایسے القاب کا ثبوت	۳۸۹
۵۸	شاہ عبدالعزیز اور شیخ اسماعیل دہلوی کا سید مودودی کے نزدیک حجت ہونا	۳۹۰
۵۹	انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی	۳۹۰
۶۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۳۹۱
۶۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	۳۹۱
۶۲	اولیاء اللہ سے حاجت روائی	۳۹۲
۶۳	الٰھکم الٰہ واحد (۲۲-۳۴)	۳۹۳
۶۴	کفار مکہ کے شرک پر اصرار کا سبب	۳۹۵
۶۵	تکبر کی مذمت کے متعلق احادیث	۳۹۵
۶۶	متکبرین کی مغفرت نہ ہونے کی احادیث کی توجیہ	۳۹۶
۶۷	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کی تحقیق	۳۹۶
۶۸	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ	۳۹۷
۶۹	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کے والد کا نظریہ	۳۹۸
۷۰	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نظریہ	۳۹۸
۷۱	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۴۰۰
۷۲	کافروں کو اپنے پیروکاروں کے کفر پر عذاب ہونے کی توجیہ	۴۰۱
۷۳	اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرنے کا استحسان اور استحباب	۴۰۲
۷۴	آیات سابقہ سے ارتباط	۴۰۶
۷۵	امام رازی کے نزدیک متقی کا مصداق اور بحث ونظر	۴۰۵
۷۶	نیکوکاروں کے دنیاوی اجر کی متعدد صورتیں	۴۰۷
۷۷	نیکوکاروں کا آخرت میں اجر وثواب	۴۰۹
۷۸	قبض روح کے وقت نیکوکاروں کی کیفیت	۴۰۹
۷۹	کفار کے انتظار عذاب کی توجیہ	۴۱۰
۸۰	وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ (۴۰-۳۵)	۴۱۱
۸۱	کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں مومن بنا دیتا	۴۱۲
۸۲	طاغوت کا معنی	۴۱۳
۸۳	اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کردیا تو ان کا گمراہی میں کیا قصور ہے	۴۱۴
۸۴	کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا	۴۱۴
۸۵	کفار کا حشر ونشر کو محال کہنا	۴۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۶	حشر ونشر کے امکان اور وقوع پر دلائل	۴۱۶
۸۷	"کن فیکون" پر ایک اعتراض کا جواب	۴۱۶
۸۸	والذین ھاجروا فی اللہ (۵۰-۴۱)	۴۱۷
۸۹	مہاجرین کی تعریف اور تحسین	۴۱۸
۹۰	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت	۴۱۹
۹۱	ہجرت کی وجہ سے اسلام کی تقویت	۴۱۹
۹۲	صبر اور توکل	۴۲۰
۹۳	ہجرت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ہجرت کی اقسام	۴۲۰
۹۴	ہجرت منقطع ہونے کے متعلق احادیث	۴۲۳
۹۵	ہجرت باقی رہنے کے متعلق احادیث	۴۲۵
۹۶	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق	۴۲۵
۹۷	انسان اور بشر کو نبی اور رسول بنانے کی تحقیق	۴۲۷
۹۸	اھل الذکر کا مصداق	۴۲۸
۹۹	مسئلہ تقلید پر "فاسئلوا اھل الذکر" سے استدلال	۴۲۸
۱۰۰	آیت مذکورہ سے استدلال پر نواب صدیق حسن خان کے اعتراضات	۴۲۹
۱۰۱	اعتراضات مذکورہ کے جوابات اور اس پر دلائل کہ اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے	۴۳۰
۱۰۲	آیت مذکورہ کا تمام مسائل کے لیے عام ہونا خواہ ان کا علم ہو یا نہ ہو	۴۳۱
۱۰۳	تقلید کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی وضاحت	۴۳۲
۱۰۴	قرآن کریم سے تقلید پر استدلال	۴۳۳
۱۰۵	احادیث سے تقلید پر استدلال	۴۳۳
۱۰۶	آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے تقلید پر استدلال	۴۳۴
۱۰۷	غیر مقلد علماء کی عبارات سے تقلید پر استدلال	۴۳۴
۱۰۸	تقلید کی ضرورت	۴۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۹	ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب	۴۴۸
۱۱۰	تقلید پر امام غزالی کے دلائل	۴۴۹
۱۱۱	تقلید پر امام رازی کے دلائل	۴۵۰
۱۱۲	تقلید پر امام آمدی کے دلائل	۴۵۰
۱۱۳	تقلید پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	۴۵۱
۱۱۴	مسئلہ تقلید میں حرف آخر	۴۵۱
۱۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ضرورت اور حکمت	۴۵۲
۱۱۶	حجیت حدیث	۴۵۳
۱۱۷	کفار مکہ کو انواع واقسام کے عذاب سے ڈرانا اور دھمکانا	۴۵۵
۱۱۸	ہر چیز کے سائے کے سجدہ کی توضیح اور توجیہ	۴۵۶
۱۱۹	ہر چیز کے سجدہ ریز ہونے کا محمل	۴۵۷
۱۲۰	فرشتوں کا معصوم ہونا	۴۵۸
۱۲۱	وقال اللہ لا تتخذوا الٰھین (۶۰-۵۱)	۴۵۹
۱۲۲	الٰہ کا معنی معبود ہے یا عبادت کا مستحق؟	۴۶۰
۱۲۳	توحید پر دلائل	۴۶۱
۱۲۴	ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟	۴۶۲
۱۲۵	شکر کے شرعی احکام اور اس کے متعلق احادیث	۴۶۳
۱۲۶	مصیبت کے وقت اللہ کو پکارنا اور مصیبت ٹلنے کے بعد اللہ کو بھول جانا	۴۶۴
۱۲۷	اللہ کے لیے حصہ مقرر کرنے پر مشرکین کو زجر و توبیخ	۴۶۶
۱۲۸	بیٹیوں کو عار سمجھنے کی مذمت	۴۶۷
۱۲۹	بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے متعلق احادیث	۴۶۸
۱۳۰	اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفات کا معنی اور اللہ کے اسماء کا توقیفی ہونا	۴۷۰
۱۳۱	ولو یؤاخذ اللہ الناس (۷۰-۶۱)	۴۷۰
۱۳۲	اس سوال کا جواب کہ سب لوگ ظلم کرتے ہیں	۴۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۳	اس سوال کا جواب کہ غیر ظالموں کو ہلاک کرنا عدل کے خلاف ہے	۴۷۳
۱۳۴	"مفرطون" کا معنی	۴۷۷
۱۳۵	کفار کے مختلف نظریات کا بطلان	۴۷۸
۱۳۶	اللہ تعالیٰ کی الوہیت' توحید اور مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل	۴۷۹
۱۳۷	گوبر اور خون کے درمیان دودھ کو پیدا کرنے کی صحیح کیفیت	۴۸۰
۱۳۸	نر حیوانوں میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟	۴۸۰
۱۳۹	اوجھڑی میں دودھ پیدا نہ ہونے کے دلائل	۴۸۱
۱۴۰	دودھ کی خلقت میں اسرار و دقائق	۴۸۱
۱۴۱	دودھ کی خلقت میں حشر ونشر کے امکان کی دلیل	۴۸۳
۱۴۲	لذیذ طعام اور مشروب کھانے پینے کا جواز	۴۸۳
۱۴۳	دودھ کے متعلق احادیث	۴۸۴
۱۴۴	دودھ کا کیمیائی تجزیہ	۴۸۵
۱۴۵	سکر کے لغوی معنی کی تحقیق	۴۸۶
۱۴۶	سکر کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات	۴۸۷
۱۴۷	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم	۴۸۸
۱۴۸	امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف اور اس کا حکم	۴۸۹
۱۴۹	اس حدیث کا جواب جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے	۴۹۰
۱۵۰	خمر کا لعینہٖ حرام ہونا اور باقی مشروبات کا بہ قدر نشہ حرام ہونا	
۱۵۱	شہد کی مکھی کی طرف وحی کی تحقیق	
۱۵۲	شہد کی مکھی کی دو قسمیں	
۱۵۳	شہد کی مکھی کے عجیب وغریب افعال	
۱۵۴	حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم	
۱۵۵	علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث	
۱۵۶	علاج کرنے کا استحباب	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۷	ذیابیطس کے مریض کے لیے شہد کا شفاء نہ ہونا	۴۹۷
۱۵۸	صوفیاء کے نزدیک علاج کرنا رخصت ہے اور علاج کو ترک کرنا عزیمت ہے	۴۹۷
۱۵۹	مشہور صوفی ابوطالب مکی کے کلام پر مصنف کا تبصرہ	۴۹۹
۱۶۰	ترک علاج کو افضل کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۰۱
۱۶۱	علاج کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث سے مزید دلائل	۵۰۷
۱۶۲	قرآن مجید اور احادیث سے "پرہیز" کے ثبوت پر دلائل	۵۱۰
۱۶۳	انسان کی عمر کے تغیرات سے اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر استدلال	۵۱۳
۱۶۴	"ارذل عمر" کا معنی اور مصداق	۵۱۴
۱۶۵	ارذل عمر سے پناہ طلب کرنا	۵۱۴
۱۶۶	والله فضل بعضكم على بعض (۷۱-۷۶)	۵۱۴
۱۶۷	شرک کے رد پر ایک دلیل	۵۱۶
۱۶۸	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے	۵۱۶
۱۶۹	"حفدة" کے معنی	۵۱۸
۱۷۰	کسی شخص کی بیوی کا اس کی خدمت کرنا	۵۱۸
۱۷۱	مشرکین کی اوندھی عقل	۵۲۰
۱۷۲	اللہ تعالیٰ کے لیے مثال گھڑنے کے محامل	۵۲۱
۱۷۳	عاجز غلام اور آزاد فیاض کی مثال کی وضاحت	۵۲۱
۱۷۴	گونگے' عاجز غلام اور نیک آزاد شخص کی مثال کے محامل	۵۲۲
۱۷۵	ولله غيب السموت والارض (۷۷-۸۳)	۵۲۳
۱۷۶	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۷	اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کی وسعت پر دلائل	۵۲۵
۱۷۸	اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کے طریقے	۵۲۶
۱۷۹	پرندوں کی پرواز سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور توحید پر استدلال	۵۲۵
۱۸۰	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۹
۱۸۱	مذکورہ آیات کا خلاصہ	۵۲۹
۱۸۲	ہڈی کے نجس ہونے کے متعلق علامہ قرطبی کے دلائل	۵۳۰
۱۸۳	خنزیر کے بالوں کا نجس ہونا	۵۳۲
۱۸۴	ہڈی کا پاک ہونا	۵۳۳
۱۸۵	انسانوں کے بالوں کا طاہر ہونا	۵۳۶
۱۸۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق احادیث	۵۳۷
۱۸۷	فضلات کریمہ کی طہارت پر فنی اعتراضات کے جوابات	۵۳۹
۱۸۸	فضلات کریمہ کی طہارت کے متعلق دیگر علماء کی عبارات	۵۴۰
۱۸۹	ویوم نبعث من کل امۃ شھیدا (۸۹-۸۴)	۵۴۱
۱۹۰	آخرت میں کفار کے احوال	۵۴۳
۱۹۱	عتاب کا معنی	۵۴۳
۱۹۲	قیامت کے دن بتوں اور مشرکوں کا مکالمہ	۵۴۳
۱۹۳	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کی توجیہ	۵۴۳
۱۹۴	دوسروں کو کافر بنانے والوں کو دگنا عذاب ہونا	۵۴۶
۱۹۵	زمانہ فترت میں علماءِ مبلغین کا حجت ہونا	۵۴۷
۱۹۶	قرآن مجید کا ہر چیز کے لیے روشن بیان ہونا	۵۴۷
۱۹۷	ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (۱۰۰-۹۰)	۵۴۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۸	زیرِ تفسیر آیت کی فضیلت	۵۵۱
۱۹۹	عدل کا معنی	۵۵۱
۲۰۰	عدل کی تعریف کی روشنی میں اسلام اور اہلسنت کا برحق ہونا	۵۵۲
۲۰۱	احسان کا معنی	۵۵۳
۲۰۲	عدل اور احسان میں فرق	۵۵۵
۲۰۳	رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا	۵۵۷
۲۰۴	الفحشاء' المنکر اور البغی سے ممانعت	۵۵۸
۲۰۵	اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی اقسام	۵۵۹
۲۰۶	ایک دوسرے سے تعاون کے معاہدہ کے متعلق متعارض احادیث	۵۶۰
۲۰۷	ان احادیث میں تطبیق	۵۶۰
۲۰۸	''مواخاۃ'' کا معنی	۵۶۱
۲۰۹	حِلف الفضول (مظلوم کا بدلہ لینے کا باہمی معاہدہ)	۵۶۲
۲۱۰	عہد شکنی کی مذمت	۵۶۳
۲۱۱	مشکل الفاظ کے معانی	۵۶۴
۲۱۲	سوت کات کر توڑ دینے کی مثال سے کیا مقصود ہے؟	۵۶۴
۲۱۳	بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور پھر ان سے سوال کرنے کی توجیہ	۵۶۴
۲۱۴	قسم توڑنے کی ممانعت کو دوبارہ ذکر کرنے کی توجیہ	۵۶۵
۲۱۵	اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے افضل ہونا	۵۶۶
۲۱۶	مومن کے ہر عمل کا باعثِ اجر و ثواب ہونا	۵۶۶
۲۱۷	اعمال کا ایمان سے خارج ہونا	۵۶۶
۲۱۸	مومن کی پاکیزہ زندگی کے متعلق متعدد اقوال اور اس کے ضمن میں قناعت اور رزق حلال کی فضیلت	۵۶۷
۲۱۹	مومن کی دنیا کی زندگی اور کافر کی دنیا کی زندگی کا فرق	۵۶۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲۰	قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے "اعوذ باللہ" پڑھنے کی حکمت	۵۷۱
۲۲۱	اس آیت کا بہ ظاہر معنی ہے قرآن مجید پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے اس کا جواب	۵۷۱
۲۲۲	لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کی فضیلت	۵۷۲
۲۲۳	واذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ (۱۱۰-۱۰۱)	۵۷۳
۲۲۴	نسخ کی وجہ سے کفار کے اعتراض کا جواب	۵۷۵
۲۲۵	سنت سے قرآن مجید کے منسوخ نہ ہونے کے استدلال کا جواب	۵۷۵
۲۲۶	"الحاد" اور "عجم" کا معنی	۵۷۶
۲۲۷	مشرکین نے جس شخص کے متعلق تعلیم دینے کا افتراء کیا تھا اس کے بارہ میں متعدد اقوال	۵۷۷
۲۲۸	مشرکین کے افتراء کے متعدد جوابات	۵۷۷
۲۲۹	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	۵۷۸
۲۳۰	جو کام دائماً ہو اس کو اسم سے اور جو کام عارضی ہو اس کو فعل سے تعبیر کرنا	۵۷۹
۲۳۱	جان کے خوف سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت اور جان دینے کی عزیمت	۵۸۰
۲۳۲	اکراہ (دھمکی دینے) کی تعریف اور اس کے مسائل	۵۸۲
۲۳۳	مرتدین کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۵۸۳
۲۳۴	جان کے خوف سے صرف زبان سے کلمۂ کفر کہنے والوں کی معافی کا حکم	۵۸۴
۲۳۵	یوم تاتی کل نفس تجادل (۱۱۹-۱۱۱)	۵۸۵
۲۳۶	روح اور بدن میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہے	۵۸۶
۲۳۷	قیامت کے دن ہر شخص کا نفسی نفسی کہنا	۵۸۷
۲۳۸	کفار مکہ پر بھوک اور خوف کو مسلط کرنا	۵۹۰
۲۳۹	ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ (۱۲۸-۱۲۰)	۵۹۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات سے مشرکین کے خلاف استدلال	۵۹۴
۲۴۱	امت کا معنی	۵۹۴
۲۴۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمانے کی توجیہات	۵۹۵
۲۴۳	ملت ابراہیم کی اتباع کی توجیہ	۵۹۷
۲۴۴	یہودیوں کا ہفتہ کو اور عیسائیوں کا اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا	۵۹۷
۲۴۵	مسلمانوں کا جمعہ کے دن کی ہدایت کو پانا	۵۹۸
۲۴۶	جمعہ کے دن کی چھٹی کا مسئلہ!	۵۹۹
۲۴۷	اتوار کی چھٹی کرنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۶۰۰
۲۴۸	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	۶۰۱
۲۴۹	حکمت، موعظتِ حسنہ اور جدل کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۰۲
۲۵۰	بدلہ لینے میں تجاوز نہ کیا جائے	۶۰۳
۲۵۱	بدلہ لینے کے بجائے صبر کرنے میں زیادہ فضیلت	۶۰۴
۲۵۲	صبر کرنے کی ترغیب	۶۰۴
۲۵۳	بدلہ نہ لینے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سیرت	۶۰۵
۲۵۴	اختتامی کلمات	۶۰۷
	بنی اسرائیل	
۱	سورت کا نام	۶۱۱
۲	سورۂ بنی اسرائیل کا زمانۂ نزول	۶۱۲
۳	سورۃ النحل اور سورۃ بنی اسرائیل میں مناسبت	۶۱۲
۴	سورۂ بنی اسرائیل کے مشمولات	۶۱۲
۵	سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا (۱۰-۱)	۶۱۳
۶	سبحان کا معنی	۶۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	سبحان اللہ کہنے کی فضیلت میں احادیث	۶۱۶
۸	اسریٰ کا معنی	۶۱۷
۹	خواب میں معراج ہونے کی روایات	۶۱۷
۱۰	خواب میں معراج کی روایات کے جوابات	۶۱۸
۱۱	عبد کے معنی	۶۲۰
۱۲	اللہ تعالیٰ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عبد فرمانا	۶۲۱
۱۳	مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف جانا	۶۲۳
۱۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھانا	۶۲۶
۱۵	رات کے قلیل وقفہ میں معراج کا ہونا	۶۲۸
۱۶	واقعہ معراج کی تاریخ	۶۲۹
۱۷	واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ	۶۲۹
۱۸	معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ	۶۳۰
۱۹	کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان	۶۳۰
۲۰	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو وکیل نہ بنانے کا معنی	۶۴۳
۲۱	حضرت نوح علیہ السلام کا بہت شکر گزار ہونا	۶۴۴
۲۲	یہودیوں کی دوبارہ سرکشی اور اس کی سزا میں ان پر دوبارہ دشمنوں کے غلبہ پر بائبل کی شہادت	۶۴۵
۲۳	یہودیوں کا انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا	۶۴۷
۲۴	بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کرنا	۶۴۸
۲۵	بنی اسرائیل کی غلامی کی ذلت سے مسلمان عبرت پکڑیں	۶۵۰
۲۶	اسلام کا سب سے مستحکم دین ہونا	۶۵۱
۲۷	ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر (۲۲-۱۱)	۶۵۲
۲۸	غصہ میں اپنے اور اپنے اہل کے خلاف دعا کرنا	۶۵۴
۲۹	انسان کا جلد باز ہونا	۶۵۵
۳۰	قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھوانے کی وجہ	۶۵۶
۳۱	طائر کا لغوی اور عرفی معنی	۶۵۷
۳۲	طائر (بدشگونی) کے متعلق احادیث	۶۵۷
۳۳	صحائفِ اعمال کو گلے میں لٹکانے کی توجیہ	۶۵۸
۳۴	بندہ کا اپنے صحائفِ اعمال کو پڑھنا	۶۵۹
۳۵	اولاد اور شاگردوں کی نیکیوں کا ماں باپ اور اساتذہ کو ملنے کا جواز	۶۵۹
۳۶	انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے مختار ہے	۶۶۰
۳۷	آیا گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟	۶۶۰
۳۸	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کو عذاب ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۶۲
۳۹	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۶۳
۴۰	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق احادیث	۶۶۳
۴۱	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء مالکیہ کے نظریات	۶۶۴
۴۲	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۶۶۵
۴۳	نابالغ اولاد کا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہونا	۶۶۹
۴۴	مسلمانوں کے بچوں کا جنت میں ہونا	۶۷۰
۴۵	مشرکین کے بچوں کا دوزخ میں داخل ہونا	۶۷۰
۴۶	مشرکین کی اولاد کا اہل جنت کا خادم ہونا	۶۷۱
۴۷	میدان قیامت میں بچوں اور دیگر کا امتحان ہونا	۶۷۱
۴۸	تمام بچوں کا جنت میں داخل ہونا خواہ مسلمان ہوں یا کافر	۶۷۲
۴۹	خلاصہ بحث	۶۷۲
۵۰	مشکل اور اہم الفاظ کے معانی	۶۷۳
۵۱	اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے کے لیے بہانے نہیں ڈھونڈتا	۶۷۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۲	بدکاروں کے لیے وعید اور نیکوکاروں کے لیے بشارت	٦٧٦
۵۳	مشکل الفاظ کے معانی	٦٧٦
۵۴	صرف دنیا کے طلب گار کا انجام	٦٧٦
۵۵	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا ایمان پر موقوف ہونا	٦٧٧
۵٦	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا نیت پر موقوف ہونا	٦٧٨
۵٧	نیک اعمال کے مقبول ہونے کا صحیح طریقہ عبادت پر موقوف ہونا	٦٧٩
۵٨	نیک اعمال کے مشکور ہونے یا اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توجیہ	٦٨٠
۵٩	امیر و غریب کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	٦٨٠
٦٠	آپ کی طرف عبادت غیر اللہ کی نسبت کی وضاحت	٦٨٢
٦١	شرک کی مذمت اور مشرکین کی ناکامی کی توجیہ	٦٨٣
٦٢	وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ (٣٠-٢٣)	٦٨٣
٦٣	اس پر دلیل کہ عبادت کا استحقاق صرف اللہ کے لیے ہے	٦٨٤
٦٤	لفظ قضٰی کے متعدد معانی	٦٨٥
٦۵	اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل ماں باپ کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ	٦٨٦
٦٦	ماں باپ کے حصولِ لذت کے نتیجے میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟	٦٨٧
٦٧	ماں باپ کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	٦٨٧
٦٨	ماں باپ کے حقوق کے متعلق احادیث	٦٨٨
٦٩	ماں باپ کے بڑھاپے اور ان کی موت کے بعد ان سے نیک سلوک کرنا	٦٩٠
٧٠	ماں باپ کو جھڑکنے اور ان کو اُف کہنے کی ممانعت	٦٩١

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٧١	رحم دلی سے بازو جھکانے کا معنی	٦٩١
٧٢	مشرک ماں باپ کے لیے دعاء کرنے میں مفسرین کے اقوال	٦٩٢
٧٣	ماں باپ کے حقوق اور ان کی اطاعت اور نافرمانی کے نتائج اور ثمرات	٦٩٣
٧٤	اوابین کے معانی	٦٩۵
٧۵	جن لوگوں پر خرچ کرنا انسان پر واجب ہے اس کے متعلق مذاہبِ فقہاء	٦٩٦
٧٦	تبذیر کا معنی	٦٩٨
٧٧	مبذرین کو شیطان کا بھائی فرمانے کی توجیہ	٦٩٨
٧٨	شیطان کے ناشکرے ہونے کا معنی	٦٩٩
٧٩	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرم روی کے ساتھ معذرت کرنا	٦٩٩
٨٠	خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا	٧٠٠
٨١	خرچ کرنے کی فضیلت اور خرچ نہ کرنے کی مذمت میں احادیث	٧٠٠
٨٢	زیادہ خرچ کرنے اور اسراف کی مذمت میں احادیث	٧٠١
٨٣	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق	٧٠٢
٨٤	اعتدال اور میانہ روی کے متعلق احادیث	٧٠٣
٨۵	جن کا توکل کامل ہو ان کے لیے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کا جواز	٧٠٤
٨٦	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصولِ تبرک کا جواز	٧٠۵
٨٧	رزق میں کمی اور زیادتی بندوں کی مصلحت پر مبنی ہے	٧٠٦
٨٨	ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (٤٠-٣١)	٧٠٦
٨٩	آیاتِ سابقہ سے مناسبت	٧٠٨
٩٠	حسن اور قبح کے عقلی ہونے پر دلائل	٧٠٨

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۱	عورتوں کی آزادی کے نتائج	۴۰۹
۹۲	حرمتِ زنا کی وجوہ	۴۰۹
۹۳	حرمتِ زنا کو حرمتِ قتل پر مقدم کرنے کی وجہ	۴۱۰
۹۴	کسی مسلمان کو قتل کرنے کی بارہ جائز صورتیں	۴۱۰
۹۵	مقتول کے وارث کی قوت کا بیان	۴۱۱
۹۶	ولی مقتول کے تجاوز نہ کرنے کا معنی	۴۱۱
۹۷	قفا کا معنی	۴۱۲
۹۸	بغیر علم کے ظن پر عمل کرنے کی ممانعت	۴۱۲
۹۹	ظن پر عمل کرنے کی شرعی نظائر	۴۱۳
۱۰۰	ظن پر عمل کرنے کی ممانعت کا محمل	۴۱۴
۱۰۱	کان' آنکھ اور دل سے سوال کیے جانے کی توجیہ	۴۱۴
۱۰۲	اکڑ اکڑ کر چلنے کی ممانعت	۴۱۵
۱۰۳	تکبر کی مذمت میں احادیث	۴۱۶
۱۰۴	آیات سابقہ میں مذکورہ چھبیس احکام کا خلاصہ	۴۱۷
۱۰۵	احکامِ مذکورہ میں اوّل و آخر توحید کو ذکر کرنے کی حکمت	۴۱۸
۱۰۶	احکام مذکورہ کے حکیمانہ ہونے کی وجوہ	۴۱۸
۱۰۷	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کے قول کا ظلم ہونا	۴۱۹
۱۰۸	ولقد صرفنا فی ھذا القرآن (۵۲-۴۱)	۴۱۹
۱۰۹	تصریف اور تذکر کا معنی	۴۲۱
۱۱۰	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	۴۲۲
۱۱۱	اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہر چیز کرتی ہے یا صرف ذوی العقول کرتے ہیں اور یہ تسبیح حالی ہے یا قولی؟	۴۲۳
۱۱۲	ہر چیز کی تسبیح کرنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۴۲۳
۱۱۳	ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۲۴
۱۱۴	ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کرنے کے متعلق احادیث	۴۲۴
۱۱۵	کھجور کی شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کی تشریح	۴۲۵
۱۱۶	قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا	۴۲۶
۱۱۷	لیس للانسان الا ما سعی سے ایصال ثواب کے تعارض کا جواب	۴۲۷
۱۱۸	ایصال ثواب کے متعلق احادیث	۴۲۸
۱۱۹	آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈالنا	۴۲۹
۱۲۰	آپ کے قرآن پڑھتے وقت کفار کے دلوں پر پردہ ڈالنا	۴۲۹
۱۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی تحقیق	۴۳۰
۱۲۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی احادیث	۴۳۰
۱۲۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق علماء متقدمین کا نظریہ	۴۳۱
۱۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ	۴۳۳
۱۲۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء	۴۳۵
۱۲۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ	۴۳۶
۱۲۷	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل' قبروں سے نکلنے کی کیفیت اور آپ کی نبوت کی صداقت	۴۳۹
۱۲۸	وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن (۶۰-۵۳)	۴۴۰
۱۲۹	آپس کی گفتگو میں اور تبلیغ میں نرمی اور حسن اخلاق سے کام لینا	۴۴۲
۱۳۰	بعض نبیوں کی بعض نبیوں پر فضیلت	۴۴۳
۱۳۱	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی توجیہ	۴۴۴
۱۳۲	غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنے کا رد	۴۴۴
۱۳۳	مطلقاً پکارنے اور مدد طلب کرنے کو شرک کہنا صحیح نہیں	۴۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	دوزخ کے عذاب سے انبیاء اور ملائکہ کے ڈرنے کی توجیہ	۷۴۶
۱۳۵	کھلم کھلا سود کھانا اور فحش کام کرنا نزولِ عذاب کا موجب ہے	۷۴۷
۱۳۶	زیر تفسیر آیت کا شان نزول	۷۴۸
۱۳۷	فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہ	۷۴۸
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت فرمانا	۷۴۹
۱۳۹	شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہیں تھا	۷۵۰
۱۴۰	شجرۃ الزقوم کا معنی	۷۵۰
۱۴۱	شجرۃ الزقوم کو ملعون فرمانے کی توجیہات	۷۵۱
۱۴۲	واذ قلنا للملئکة اسجدوا لادم (۷۰-۶۱)	۷۵۱
۱۴۳	مشکل الفاظ اور مغلق فقروں کی تشریح	۷۵۴
۱۴۴	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۷۵۵
۱۴۵	انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجوہ	۷۵۶
۱۴۶	یوم ندعوا کل اناس بامامھم (۸۴-۷۱)	۷۵۹
۱۴۷	قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا' امام سے کیا مراد ہے؟	۷۶۱
۱۴۸	امام کی تفسیر میں صحیح محمل	۷۶۳
۱۴۹	کافروں کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونا	۷۶۳
۱۵۰	کفار کی فرمائشوں کے متعلق اقوال	۷۶۵
۱۵۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم رکھنے کی توجیہات	۷۶۵
۱۵۲	آپ کو دگنا مزہ چکھانے کی توجیہات	۷۶۶
۱۵۳	منکرین عصمت انبیاء کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۷۶۶
۱۵۴	اللہ تعالیٰ کی مدد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان آزمائشوں میں کامیابی	۷۶۷
۱۵۵	فتح مکہ سے قرآن مجید کی پیش گوئی کا پورا ہونا	۷۶۷
۱۵۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے موافق ہونا	۷۶۸
۱۵۷	دلوک کا معنی	۷۶۹
۱۵۸	پانچ نمازوں کی فرضیت	۷۶۹
۱۵۹	اوقاتِ نماز کے متعلق احادیث اور مذاہب	۷۷۰
۱۶۰	تہجد کا معنی	۷۷۳
۱۶۱	تہجد کی رکعات	۷۷۳
۱۶۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں کے لیے تہجد نفل ہے' لیکن نفل کی حیثیت میں فرق ہے	۷۷۴
۱۶۳	یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ پر تہجد فرض ہے	۷۷۵
۱۶۴	مقام محمود کی تحقیق	۷۷۵
۱۶۵	شفاعتِ کبریٰ کے متعلق احادیث	۷۷۵
۱۶۶	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام	۷۷۷
۱۶۷	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا	۷۷۷
۱۶۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کا نکالا جانا	۷۷۸
۱۶۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا	۷۷۸
۱۷۰	مدخل صدق اور مخرج صدق کی تفسیر میں متعدد اقوال	۷۷۸
۱۷۱	جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کریں 'یا اس کی معصیت پر مبنی ہوں' ان کو توڑنے کا وجوب	۷۷۹
۱۷۲	قرآن مجید کا روحانی امراض کے لیے شفاء ہونا	۷۸۰
۱۷۳	قرآن مجید کا جسمانی امراض کے لیے شفاء ہونا	۷۸۰
۱۷۴	نشرہ اور مریضوں پر دم کرنے کا حکم	۷۸۱
۱۷۵	تعویذ لٹکانے کا حکم	۷۸۲
۱۷۶	ظالموں کے لیے قرآن مجید کا مزید گمراہی کا سبب ہونا	۷۸۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۷	انسان کا کمزور دل اور ناشکرا ہونا	۷۸۳
۱۷۸	نیکوں اور بروں پر قرآن مجید کے مختلف آثار	۷۸۳
۱۷۹	متقدمین کی پسندیدہ آیات	۷۸۴
۱۸۰	مصنف کی پسندیدہ آیات	۷۸۴
۱۸۱	ویسئلونک عن الروح (۹۳-۸۵)	۷۸۵
۱۸۲	روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۸۶
۱۸۳	روح کی موت کی تحقیق	۷۸۷
۱۸۴	جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر	۷۸۸
۱۸۵	روح کا حادث اور مخلوق ہونا	۷۸۹
۱۸۶	نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟	۷۹۰
۱۸۷	نفسِ امّارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کی تعریفات	۷۹۰
۱۸۸	عالمِ خلق اور عالمِ امر	۷۹۱
۱۸۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم تھا یا نہیں؟	۷۹۱
۱۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی دلیل	۷۹۳
۱۹۱	دلوں سے علم کا نکل جانا	۷۹۴
۱۹۲	قرآن مجید کا متعدد اسالیب سے ہدایت دینا	۷۹۴
۱۹۳	تبلیغ اسلام سے دست کش ہونے کے لیے کفار مکہ کی پیشکش	۷۹۵
۱۹۴	کفار مکہ کا فرمائشی معجزات طلب کرنا	۷۹۵
۱۹۵	فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کی وجوہات	۷۹۶
۱۹۶	معجزات کے مقدورِ نبی ہونے کی بحث	۷۹۸
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق	۷۹۸
۱۹۸	وما منع الناس ان یؤمنوا (۱۰۰-۹۴)	۸۰۱
۱۹۹	زمین والوں کے لیے کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟	۸۰۳
۲۰۰	کافر کے سر کے بل چلنے اور قیامت کے دن اس کے اندھے، بہرے اور گونگے ہونے کی توجیہات	۸۰۳
۲۰۱	حرص کی مذمت	۸۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰۲	بعض انسانوں کی سخاوت کے باوجود انسان کے بخیل ہونے کی توجیہ	۸۰۵
۲۰۳	بخل کی مذمت میں احادیث	۸۰۵
۲۰۴	ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت (۱۱۱-۱۰۱)	۸۰۷
۲۰۵	حضرت موسیٰ کو نو احکام دیے گئے تھے یا نو معجزات	۸۰۹
۲۰۶	بنی اسرائیل سے سوال کرنے کی توجیہ	۸۱۰
۲۰۷	مسحور، بصائر، استفزاز اور لفیف کے معانی	۸۱۰
۲۰۸	قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنا	۸۱۱
۲۰۹	قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی وجہ	۸۱۲
۲۱۰	ایمان لانے میں اہل کتاب کی عاجزی	۸۱۲
۲۱۱	اللہ اور رحمان پکارنے کے متعدد شان نزول	۸۱۳
۲۱۲	پست آواز اور بلند آواز سے نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے محامل	۸۱۳
۲۱۳	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۸۱۴
۲۱۴	اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلائل اور وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے	۸۱۵
۲۱۵	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	۸۱۵
۲۱۶	اختتامی کلمات اور دعا	۸۱۶
۲۱۷	مآخذ و مراجع	۸۱۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد ہفتم)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	سورۃ الکہف		۱۷	دنیا سے رغبت کو کم کرنا	۴۴
۲	سورۃ کا نام	۳۳	۱۸	دنیا کی زینت اور اس سے دامن بچانے کے متعلق احادیث	۴۵
۳	سورۃ الکہف کا زمانہ نزول	۳۳	۱۹	زہد اور قناعت کے متعلق احادیث	۴۶
۴	سورۃ الکہف کا سبب نزول	۳۴	۲۰	زہد اور قناعت کی تعریفات	۴۸
۵	روح کے سوال کو بنی اسرائیل میں اور بقیہ دو سوالوں کو الکہف میں ذکر کرنے کی توجیہ	۳۴	۲۱	اصحاب کہف کے واقعہ کا شانِ نزول	۴۸
۶	سورۃ الکہف کے متعلق احادیث	۳۵	۲۲	اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کی سوانح	۴۹
۷	سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف میں باہمی مناسبت	۳۶	۲۳	اصحاب کہف کی دُعا کی تشریح	۵۶
۸	سورۃ الکہف کے مشمولات	۳۷	۲۴	لوگوں کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے جنگلوں اور غاروں میں رہنے کا جواز	۵۶
۹	الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب (۱۲-۱)	۳۸	۲۵	عزلت نشینی کے بجائے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی فضیلت	۵۷
۱۰	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کا ارتباط	۴۰	۲۶	عزلت نشینی اور تمدنی زندگی میں درمیانی کیفیت	۵۸
۱۱	اللہ کی حمد کرنے کا طریقہ	۴۱	۲۷	نیند کا' کانوں کے ساتھ تعلق	۵۸
۱۲	قرآن مجید میں کجی نہ ہونے کا معنی	۴۱	۲۸	لنعلم کے چند تراجم اور ان پر اشکال	۵۹
۱۳	انسان کا بااختیار ہونا	۴۲	۲۹	اللہ کے علم کے حادث ہونے کا اشکال اور اس کے جوابات	۶۰
۱۴	نبی ﷺ کا منصب' ایمان کا راستہ دکھانا ہے رہا ایمان کو پیدا کرنا سو وہ اللہ کا کام ہے	۴۲	۳۰	دو جماعتوں کا مصداق	۶۱
۱۵	زمین کی زینت سے انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	۴۳	۳۱	نحن نقص علیک نباھم بالحق (۱۷-۱۳)	۶۱
۱۶	اس سوال کا جواب کہ امتحان لینا تو عدم علم کو مستلزم ہے	۴۴	۳۲	فتیۃ کے معنی	۶۲
			۳۳	اصحاب کہف کے کھڑے ہونے کی تفسیر میں اقوال	۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	سماع کے دوران قیام پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	۶۳
۳۵	بتوں کی عبادت کی ممانعت پر ایک سوال کا جواب	۶۴
۳۶	مشکل الفاظ کے معانی	۶۵
۳۷	اصحاب کہف کے جسموں کو دھوپ سے محفوظ رکھنے کی دو تفسیریں۔	۶۵
۳۸	وتحسبهم ایقاظا وهم رقود. (۱۸-۲۲)	۶۶
۳۹	اصحاب کہف کا کروٹیں بدلنا	۶۷
۴۰	الوصید کا معنی	۶۸
۴۱	صالحین کی مجلس کے ثمرات	۶۸
۴۲	ارتکاب معصیت اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے خلاف نہیں ہے	۶۹
۴۳	کتوں کو رکھنے کا شرعی حکم	۷۰
۴۴	اصحاب کہف کا نیند سے اُٹھ کر اپنے ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجنا	۷۰
۴۵	وکیل بنانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۱
۴۶	وکیل بنانے کے متعلق احادیث	۷۱
۴۷	وکالت کا لغوی اور شرعی معنی	۷۴
۴۸	وکالت کے ارکان	۷۴
۴۹	موکل کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۰	وکیل کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۱	جس چیز میں وکالت ہے اس کے اعتبار سے شرائط	۷۵
۵۲	اصحاب کہف اور ان کے شہر والوں کے درمیان ماجرا اور ان کی بحث	۷۶
۵۳	مزارات پر گنبد بنانے کا ثبوت	۷۷
۵۴	صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۷۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۵	صالحین کی قبروں کے پاس مساجد بنانے کی ممانعت میں احادیث	۸۰
۵۶	ممانعت کی احادیث کا منسوخ ہونا	۸۰
۵۷	صالحین کی قبور کے پاس مسجد بنانے کی ممانعت کے محامل	۸۱
۵۸	صالحین کے جوار میں مسجد بنانے پر مفسرین کی تصریحات	۸۳
۵۹	اصحاب کہف کی تعداد بتانے والے قائلین	۸۴
۶۰	اصحاب کہف کی صحیح تعداد	۸۴
۶۱	سات اوصاف کے درمیان واؤ کا ذکر نہ کرنا اور آٹھویں وصف سے پہلے واؤ کا ذکر کرنا	۸۵
۶۲	ولا تقولن لشایء انی فاعل ذلک غدا. (۲۳-۳۱)	۸۶
۶۳	ان شاء اللہ کہنے کے ترک کی ممانعت	۸۸
۶۴	ان شاء اللہ کہنے کے فقہی مسائل	۸۹
۶۵	نبی ﷺ کو علوم الغیب عطا فرمانا	۸۹
۶۶	ان شاء اللہ کہنے کو بھولنے کی حکمتیں	۹۰
۶۷	نسیان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۹۰
۶۸	رسول اللہ ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت کی تحقیق	۹۱
۶۹	غار میں اصحاب کہف کے قیام کی مدت	۹۳
۷۰	آیا اصحاب کہف اب زندہ ہیں یا نہیں؟	۹۳
۷۱	سنت اور قیاس پر عمل کرنے کا جواز	۹۴
۷۲	نبی ﷺ کو فقراء مسلمین کی مجلس میں بیٹھنے کا حکم	۹۴
۷۳	فقراء اور مساکین کی فضیلت میں احادیث	۹۵
۷۴	اغنیاء کے اسلام کی خاطر فقراء کو مجلس سے نہ اُٹھانے کی توجیہ	۹۸
۷۵	جب انسان کے اختیار اور اس کے اعمال کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	خالق اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی جزا اور سزا کی کیا توجیہ ہے	۹۸
۷۶	اس اشکال کا جواب متکلمین سے	۹۹
۷۷	اس اشکال کا جواب علامہ بہاری سے	۹۹
۷۸	علامہ بہاری کے جواب کی وضاحت	۱۰۰
۷۹	اس اشکال کا جواب مصنف سے	۱۰۰
۸۰	ایمان لانے اور اطاعت کرنے میں بندہ کا فائدہ ہے نہ کہ اللہ کا	۱۰۰
۸۱	سرادقھا کا معنی	۱۰۱
۸۲	دوزخ کی آگ کے متعلق آیات اور احادیث	۱۰۲
۸۳	جنت کی اجمالی نعمتیں	۱۰۳
۸۴	جنت کی تفصیلی نعمتیں	۱۰۳
۸۵	واضرب لھم مثلا رجلین (۴۴-۳۲)	۱۰۳
۸۶	مال دار کافر اور مومن کی مثال کا شان نزول	۱۰۵
۸۷	جنت اور اس کے مقلوب کا معنی	۱۰۶
۸۸	دو باغوں کی صفات	۱۰۶
۸۹	کافر کا اپنے مال پر فخر کرنا اور مسلمان کو حقیر جاننا	۱۰۷
۹۰	مسلمان کا کافر کو جواب دینا	۱۰۷
۹۱	لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۱۰۸
۹۲	ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کے متعلق احادیث	۱۰۹
۹۳	ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کا معنی	۱۰۹
۹۴	باغ پر کافر کے فخر کرنے کا جواب	۱۱۰
۹۵	انبیاء اور صالحین پر مصائب آنے کی حکمت	۱۱۰
۹۶	صرف اللہ کے پاس اختیارات ہونے کی وجوہ	۱۱۱
۹۷	واضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا (۴۹-۴۵)	۱۱۱
۹۸	دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۱۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۹	حرص کی مذمت اور قناعت کی فضیلت	۱۱۳
۱۰۰	الھشیم کے معنی کی تحقیق	۱۱۴
۱۰۱	بیویوں اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا نامناسب ہے	۱۱۴
۱۰۲	الباقیات الصالحات کے بہت بہتر ہونے کی وضاحت	۱۱۵
۱۰۳	الباقیات الصالحات کا مصداق	۱۱۵
۱۰۴	احوال آخرت میں سے پہاڑوں کو چلانے کا معنی	۱۱۶
۱۰۵	احوال آخرت میں سے زمین کے صاف میدان ہونے کا معنی	۱۱۶
۱۰۶	کفار کے پیش ہونے کی پانچ حالتیں	۱۱۷
۱۰۷	قیامت کے دن برہنہ حشر کرنا	۱۱۹
۱۰۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانے اور مرتدین کو میرے اصحاب فرمانے کی توجیہ	۱۲۰
۱۰۹	قیامت کے دن اعمال نامہ پیش کیا جانا	۱۲۰
۱۱۰	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کے متعلق مذاہب	۱۲۱
۱۱۱	صغائر اور کبائر کی تقسیم کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۲۱
۱۱۲	صغائر اور کبائر کے متعلق احادیث	۱۲۱
۱۱۳	گناہ کبیرہ کی تعداد	۱۲۳
۱۱۴	گناہ کبیرہ کی متعدد تعریفیں	۱۲۴
۱۱۵	مکس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۲۵
۱۱۶	بینک سے کاٹی ہوئی زکوٰۃ کا شرعی حکم	۱۲۶
۱۱۷	مکاس کی مذمت میں احادیث	۱۲۷
۱۱۸	ٹیکس لگانے کی تحقیق	۱۲۷
۱۱۹	انفرادی اور اجتماعی اور ملکی اور قومی ضروریات کیلئے نبی ﷺ کا مدد کیلئے مسلمانوں سے اپیل کرنا	۱۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۰	ٹیکس لگانے کے وجوب پر عقلی دلیل	۱۲۹
۱۲۱	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر قرآن مجید سے استدلال	۱۳۰
۱۲۲	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر احادیث سے استدلال	۱۳۰
۱۲۳	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر فقہاء سے استدلال	۱۳۱
۱۲۴	حکومت کا ٹیکس کی آمدنی کو ذاتی تصرف میں لانا ناجائز اور ظلم ہے	۱۳۱
۱۲۵	واذ قلنا للملئکة اسجدوا (۵۳-۵۰)	۱۳۲
۱۲۶	ربط آیات' ذریت کا معنی اور شیطان کی ذریت کا بیان	۱۳۲
۱۲۷	ان لوگوں کا رد جو حقائق شناسی کا دعویٰ کرتے ہیں	۱۳۴
۱۲۸	موبق کا معنی	۱۳۵
۱۲۹	ولقد صرفنا فی هذا القران (۵۹-۵۴)	۱۳۶
۱۳۰	جدال کا معنی اور قرآن اور حدیث میں جدال کے اطلاقات	۱۳۷
۱۳۱	گزشتہ کافر قوموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور	۱۳۹
۱۳۲	گزشتہ تباہ ہونے والی بستیاں	۱۳۹
۱۳۳	جن برے کاموں کی وجہ سے کفار پر عذاب نازل کیا گیا	۱۴۰
۱۳۴	واذ قال موسی لفتٰه لا ابرح (۷۰-۶۰)	۱۴۱
۱۳۵	ربط آیات	۱۴۳
۱۳۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	۱۴۳
۱۳۷	حضرت موسیٰ کا نام ونسب اور عمر کا بیان	۱۴۳
۱۳۸	حضرت یوشع بن نون کا تعارف	۱۴۴
۱۳۹	ہمارے نبی ﷺ کیلئے ردشمس کی حدیث پر حافظ ابن حجر کی تحقیق	۱۴۴
۱۴۰	حدیث ردشمس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی کی تحقیق	۱۴۵
۱۴۱	حدیث ردشمس پر علامہ زبیدی کی تحقیق	۱۴۶
۱۴۲	حدیث ردشمس پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۱۴۷
۱۴۳	حدیث ردشمس پر حرف آخر	۱۴۸
۱۴۴	حضرت یوشع بن نون کو ''فتی'' فرمانے کی توجیہ	۱۴۸
۱۴۵	حضرت خضر کا نام' لقب اور کنیت	۱۴۹
۱۴۶	مجمع البحرین کا مصداق	۱۴۹
۱۴۷	حقبا کے معنی	۱۴۹
۱۴۸	مجمع البحرین کی طرف سفر کا سبب اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کی تعیین	۱۵۰
۱۴۹	سرب کا معنی	۱۵۲
۱۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھولنے کی نسبت کرنے کی توجیہ	۱۵۲
۱۵۱	سفر میں زاد راہ لینا توکل کے خلاف نہیں' بلکہ سنت انبیاء ہے	۱۵۳
۱۵۲	بیماریوں اور مصائب کے بیان کرنے کا جواز	۱۵۳
۱۵۳	مصائب اور بیماریوں کے بیان سے صوفیاء کا منع کرنا	۱۵۵
۱۵۴	مصائب اور بیماریوں کے بیان کرنے کے جواز پر قرآن مجید اور احادیث سے استدلال	۱۵۶
۱۵۵	عیادت کرنے کے ثبوت میں احادیث	۱۵۷
۱۵۶	وما انسانیه میں ضمیر ''ہ'' پر پیش لگانے کی توجیہ	۱۵۹
۱۵۷	پکی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو جانا	۱۵۹
۱۵۸	حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات	۱۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۹	حضرت خضر کو "خضر" کہنے کی وجہ	۱۶۰
۱۶۰	حضرت خضر کے نبی ہونے کی تحقیق	۱۶۱
۱۶۱	سید ابوالاعلیٰ مودودی کا حضرت خضر کو انسان کے بجائے فرشتہ قرار دینا	۱۶۱
۱۶۲	حضرت خضر کے فرشتہ ہونے کا رد	۱۶۳
۱۶۳	حضرت خضر کے انسان ہونے پر دلائل	۱۶۳
۱۶۴	حضرت خضر کے نبی ہونے کا ثبوت علماء دیوبند سے	۱۶۴
۱۶۵	حضرت خضر کی حیات کے متعلق علماء اُمت کی آراء	۱۶۵
۱۶۶	حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل	۱۶۶
۱۶۷	حیات خضر کے ثبوت پر دلائل	۱۶۸
۱۶۸	حیاتِ خضر کے حق میں اور اُس کے خلاف دلائل پر بحث ونظر	۱۶۹
۱۶۹	حیاتِ خضر کے سلسلہ میں حرف آخر	۱۷۱
۱۷۰	علم لدنی کی تعریف	۱۷۱
۱۷۱	حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب دیئے جانے کی تصریحات	۱۷۲
۱۷۲	شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفیں	۱۷۳
۱۷۳	حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصولِ تعلیم کیلئے ادب سے درخواست کرنا	۱۷۴
۱۷۴	حضرت موسیٰ کی درخواست میں ادب کی وجوہ	۱۷۵
۱۷۵	حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ	۱۷۶
۱۷۶	تعلیم اور تعلم کے آداب	۱۷۷
۱۷۷	فانطلقا ... حتی اذا رکبا فی السفینة (۷۱-۷۴)	۱۷۷
۱۷۸	کشتی کا تختہ توڑنے کی تفصیل	۱۷۸
۱۷۹	بھول کی وجہ سے مواخذہ نہ ہونے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فرق اور دیگر فقہی مسائل	۱۷۹
۱۸۰	حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا' وہ بالغ تھا یا نابالغ' اور اس کے قتل کی کیفیت	۱۷۹
۱۸۱	قال الم اقل لک انک لن تستطیع (۷۵-۸۲)	۱۸۰
۱۸۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انصاف پسندی اور اُستاذ کا ادب واحترام	۱۸۱
۱۸۳	کھانا مانگنے کے سوال کا ضابطہ	۱۸۲
۱۸۴	تاویل کا معنی	۱۸۴
۱۸۵	بہ قدر ضرورت مالِ دنیا جمع کرنے کا جواز اور استحباب	۱۸۴
۱۸۶	سمندر میں کام کرنے والے مسکینوں کا بیان	۱۸۵
۱۸۷	زیادہ نقصان سے بچنے کیلئے کم نقصان کو برداشت کرنا	۱۸۵
۱۸۸	لڑکے کو قتل کرنے کی توجیہ	۱۸۶
۱۸۹	یتیم کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۱۸۷
۱۹۰	یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے اجر وثواب کے متعلق احادیث	۱۸۸
۱۹۱	یتیم لڑکوں اور ان کے شہر کا نام	۱۸۹
۱۹۲	خزانہ کے مصداق میں اقوال	۱۹۰
۱۹۳	یتیم بچوں کے باپ کا تعارف اور مرنے کے بعد بھی مرد صالح کا فیضان	۱۹۰
۱۹۴	حضرت خضر کے نبی ہونے پر دلیل	۱۹۱
۱۹۵	حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں حضرت یوشع بن نون کا کردار	۱۹۲
۱۹۶	حسن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور عیب کی نسبت اپنی طرف کرنا	۱۹۲
۱۹۷	صفاء باطن کا دعویٰ کرکے احکام شرعیہ سے	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	استغناء ظاہر کرنا زندیقی ہے	۱۹۴
۱۹۸	تصوف کے جھوٹے مدعی	۱۹۴
۱۹۹	علماء باطن کی تعریف	۱۹۴
۲۰۰	علماء ظاہر کی تعریف	۱۹۵
۲۰۱	علماء ظاہر کی علماء باطن پر فضیلت	۱۹۵
۲۰۲	علماء باطن کی علماء ظاہر پر فضیلت	۱۹۵
۲۰۳	علماء باطن کی فیض آفرینی پر قرآن مجید' احادیث اور آثار سے دلائل	۱۹۶
۲۰۴	علماء باطن اور عارفین کی فیض آفرینی کے واقعات	۱۹۷
۲۰۵	ویسئلونک عن ذی القرنین (۱۰۱-۸۳)	۱۹۸
۲۰۶	ربط آیات	۲۰۰
۲۰۷	ذوالقرنین کا مصداق اور اُس کی وجہ تسمیہ	۲۰۱
۲۰۸	تورات میں ذوالقرنین کی طرف اشارے	۲۰۲
۲۰۹	ذوالقرنین کا تصرف اور اس کا اقتدار	۲۰۳
۲۱۰	ذوالقرنین کا پہلا سفر بہ جانب مغرب	۲۰۳
۲۱۱	ذوالقرنین کا دوسرا سفر بہ جانب مشرق	۲۰۵
۲۱۲	ذوالقرنین کا تیسرا سفر بہ جانب شمال	۲۰۶
۲۱۳	یاجوج ماجوج کے متعلق احادیث	۲۰۷
۲۱۴	یاجوج اور ماجوج کے متعلق قدیم علماء کی آراء	۲۰۸
۲۱۵	یاجوج اور ماجوج کے متعلق متاخرین کی آراء	۲۰۸
۲۱۶	یاجوج اور ماجوج کے متعلق مصنف کا نظریہ	۲۱۲
۲۱۷	سد ذوالقرنین کی تحقیق	۲۱۲
۲۱۸	افحسب الذین کفروا ان یتخذوا (۱۱۰-۱۰۲)	۲۱۴
۲۱۹	جن لوگوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں	۲۱۶
۲۲۰	جن لوگوں کے اعمال کا وزن ضائع نہیں ہوگا	۲۱۷
۲۲۱	بسیار خوری کے دینی اور دنیوی نقصانات	۲۱۷
۲۲۲	جنت الفردوس کا مقام	۲۱۹
۲۲۳	جنت کے فضائل	۲۱۹
۲۲۴	ان جاہل شعراء اور جعلی صوفیاء کا رد' جو جنت کو کم تر کہتے ہیں	۲۲۱
۲۲۵	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا غیر متناہی ہونا	۲۲۲
۲۲۶	بشر کا معنی	۲۲۳
۲۲۷	کفار انبیاء کرام علیہم السلام کو کیوں بشر کہتے تھے اور اُن کا رد	۲۲۴
۲۲۸	انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لئے وجہ احسان ہے	۲۲۵
۲۲۹	رسول اللہ ﷺ کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا	۲۲۵
۲۳۰	نبی اور رسول کا بشر ہونا	۲۲۶
۲۳۱	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۲۲۷
۲۳۲	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ	۲۲۹
۲۳۳	علماء دیوبند کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ	۲۲۹
۲۳۴	رسول اللہ ﷺ کے خصائص کے ذکر کے بغیر آپ کو صرف بشر کہنا جائز نہیں	۲۳۰
۲۳۵	نبی ﷺ سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں	۲۳۱
۲۳۶	دکھانے اور سنانے کیلئے عبادت کرنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۳۲
۲۳۷	اخلاص کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۳۴
۲۳۸	صوفیاء کرام کے نزدیک اخلاص کی تعریفات	۲۳۴
۲۳۹	اخلاص کے متعلق احادیث اور آثار	۲۳۵
۲۴۰	نیک کاموں کے ظہور پر خوش ہونے سے اجر ملنے اور اجر نہ ملنے کے محامل	۲۳۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۴۱	قربانی کے عمل میں مسلمان بہت زیادہ دکھاوا کرتے ہیں	۲۳۷
۲۴۲	اختتامی کلمات	۲۳۸
۲۴۳	سورۂ مریم	
۲۴۴	سورۂ مریم کی وجہ تسمیہ اور اُس کے متعلق احادیث وآثار	۲۴۳
۲۴۵	سورۂ مریم کا زمانۂ نزول	۲۴۴
۲۴۶	نجاشی کے سامنے حضرت جعفر کا تعارف اسلام پیش کرنا	۲۴۴
۲۴۷	الکھف اور مریم میں باہمی مناسبت	۲۴۷
۲۴۸	سورۂ مریم کے مشمولات	۲۴۷
۲۴۹	کھٰیٰعص ٥ ذکر رحمت ربک (۱-۱۵)	۲۴۸
۲۵۰	کھٰیٰعص کی تفسیر	۲۵۰
۲۵۱	حضرت زکریا پر رحمت کی توجیہ	۲۵۰
۲۵۲	ذکر خفی کی فضیلت	۲۵۰
۲۵۳	حضرت زکریا کے نداء خفی کرنے کی وجوہ	۲۵۱
۲۵۴	دعا کے آداب	۲۵۲
۲۵۵	انبیاء کے علم کا وارث بنایا جاتا ہے ان کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا	۲۵۲
۲۵۶	حضرت زکریا کو اللہ نے بشارت دی تھی یا فرشتوں نے	۲۵۴
۲۵۷	سمی کا معنی	۲۵۴
۲۵۸	حضرت یحییٰ کا نام یحییٰ رکھنے کی وجوہ	۲۵۴
۲۵۹	حضرت زکریا کے اس سوال کی توجیہ کہ میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا	۲۵۵
۲۶۰	حضرت زکریا کا تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکنا	۲۵۶
۲۶۱	حضرت زکریا کی محراب کا مصداق	۲۵۶
۲۶۲	محراب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۵۷
۲۶۳	امام کے محراب میں کھڑے ہونے کی تحقیق	۲۵۷
۲۶۴	حضرت یحییٰ کو بچپن میں نبوت عطا فرمانا	۲۵۹
۲۶۵	حنان اور زکوٰۃ کا معنی	۲۵۹
۲۶۶	حضرت یحییٰ پر تین بار سلام کی خصوصیت	۲۶۰
۲۶۷	یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب	۲۶۰
۲۶۸	واذکر فی الکتب مریم (۱۶-۳۲)	۲۶۱
۲۶۹	حضرت مریم کے مشرقی جگہ جانے کی وجوہ	۲۶۳
۲۷۰	حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کا بشری صورت میں آنا	۲۶۳
۲۷۱	فرشتہ سے ہم کلام ہونا حضرت مریم کی نبوت کو مستلزم نہیں	۲۶۴
۲۷۲	اولیاء اللہ کے مزارات پر مرادیں مانگنا	۲۶۵
۲۷۳	عادت کے خلاف بیٹے کی پیدائش پر حضرت مریم کا تعجب فرمانا اور اس کا ازالہ	۲۶۵
۲۷۴	حضرت مریم کے حمل کا سبب	۲۶۵
۲۷۵	حضرت مریم کے حمل کی مدت	۲۶۶
۲۷۶	یوسف نجار کا تعاون	۲۶۶
۲۷۷	وضع حمل کیلئے حضرت مریم کے دور جانے کی وجوہ	۲۶۶
۲۷۸	یہ کہنے کی توجیہ کہ کاش میں اس سے پہلے مرجاتی	۲۶۷
۲۷۹	معاش کے حصول کیلئے کسب کرنا ضروری ہے	۲۶۸
۲۸۰	خاموشی کا روزہ رکھنا غیر مشروع ہے	۲۶۹
۲۸۱	حضرت مریم کو لوگوں کا ملامت کرنا	۲۶۹
۲۸۲	یا اخت ھارون کی توجیہات	۲۶۹
۲۸۳	حضرت مریم کا حضرت عیسیٰ کی طرف جواب کا	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	اشارہ کرنا	۲۷۰
۲۸۴	حضرت عیسیٰ کا پیدا ہوتے ہی غالی نصاریٰ کا رد فرمانا	۲۷۱
۲۸۵	حضرت عیسیٰ کے مبارک ہونے کا معنی	۲۷۱
۲۸۶	حضرت عیسیٰ پر زکوٰۃ کی فرضیت کی تحقیق	۲۷۱
۲۸۷	حضرت عیسیٰ کا اپنی والدہ کی برأت بیان کرنا	۲۷۳
۲۸۸	والسلم علی یوم ولدت (۴۰-۳۳)	۲۷۳
۲۸۹	اس شبہ کا جواب کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بچپن میں کلام کرنے کو کیوں نقل نہیں کیا	۲۷۵
۲۹۰	حضرت عیسیٰ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ میں اختلاف	۲۷۵
۲۹۱	اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونے پر دلائل	۲۷۶
۲۹۲	اللہ ہمارا رب ہے اس کے تقاضے	۲۷۶
۲۹۳	روزِ قیامت کے مشاہدہ کا عظیم ہونا	۲۷۷
۲۹۴	فعل تعجب کے صیغہ کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے اظہار تعجب کی توجیہات	۲۷۸
۲۹۵	روزِ قیامت کا یوم حسرت ہونا	۲۷۸
۲۹۶	اس دن کا مصداق جب فیصلہ ہو چکا ہوگا	۲۷۹
۲۹۷	اللہ تعالیٰ پر وارث کے اطلاق کی توجیہ	۲۷۹
۲۹۸	واذکر فی الکتب ابراھیم (۵۰-۴۱)	۲۸۰
۲۹۹	حضرت ابراہیم کا قصہ شروع کرنے کی وجوہ	۲۸۱
۳۰۰	بتوں کی عبادت کی بطلان کی وجوہ	۲۸۲
۳۰۱	نبی کی اتباع کو تقلید نہ کہنے کی وجوہ	۲۸۳
۳۰۲	آزر کو شیطان سے متنفر کرنے کی وجہ	۲۸۳
۳۰۳	شیطان کی ولایت کا معنی	۲۸۳
۳۰۴	لارجمنک اور واھجرنی کے معنی	۲۸۴
۳۰۵	سلام کی دو قسمیں سلام تحیت اور سلام متارکہ	۲۸۴
۳۰۶	کفار اور فساق کو سلام کرنے کی تحقیق	۲۸۵
۳۰۷	کفار کیلئے مغفرت کی دعا	۲۸۶
۳۰۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کا جاری رہنا	۲۸۶
۳۰۹	واذکر فی الکتب موسیٰ (۶۵-۵۱)	۲۸۷
۳۱۰	نبی اور رسول کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۷۹
۳۱۱	حضرت موسیٰ کا مقرب ہونا	۲۷۹
۳۱۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات	۲۷۹
۳۱۳	حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح	۲۹۰
۳۱۴	رمل (زائچہ بنانے) کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۲۹۱
۳۱۵	حضرت ادریس کا چوتھے یا چھٹے آسمان پر فوت ہونا	۲۹۲
۳۱۶	حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا	۲۹۳
۳۱۷	حضرت ادریس کو اوپر اٹھانے اور ان کی زندگی میں علماء اور مفسرین کا اختلاف	۲۹۴
۳۱۸	حضرت ادریس کے متعلق قول فیصل	۲۹۵
۳۱۹	سجدۂ تلاوت کرنے کے آداب	۲۹۵
۳۲۰	تعدیل ارکان میں کمی کی وجہ سے نمازوں کو ضائع کرنا	۲۹۶
۳۲۱	مستحب وقت کے بعد نماز پڑھ کر نمازوں کو ضائع کرنا	۲۹۷
۳۲۲	نوافل سے فرائض میں کمی کی تلافی اور تدارک	۲۹۷
۳۲۳	فرض نہ پڑھنے سے نفل نامقبول ہونے کی حدیث ضعیف ہے	۲۹۸
۳۲۴	نوافل سے تدارک نہ ہونے کا رد قرآن، حدیث اور تصریحات علماء سے	۲۹۸
۳۲۵	آیا نوافل سے فرائض کی مقدار میں کمی کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تدارک ہوتا ہے یا اس کی کیفیت میں کمی کا	۲۹۹
۳۲۶	اس نظریہ کا بطلان کہ فرض نہ پڑھنے سے نفل قبول نہیں ہوتے	۳۰۰
۳۲۷	قرض اور نذرانے کی مثال کا جواب اور تحقیق مزید	۳۰۰
۳۲۸	غی کا معنی	۳۰۱
۳۲۹	گناہ کبیرہ کے مرتکب کی مغفرت	۳۰۱
۳۳۰	جنت اور جنتیوں کی صفات	۳۰۲
۳۳۱	جبریل کے زیادہ نہ آنے کی وجہ	۳۰۳
۳۳۲	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام اللہ نہیں ہے	۳۰۳
۳۳۳	ویقول الانسان ء اذا ما مت (۸۲-۶۶)	۳۰۴
۳۳۴	قیامت کے دن کفار کے حشر کی کیفیت	۳۰۶
۳۳۵	آیا دوزخ میں دخول کافروں کے ساتھ خاص ہے یا ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا	۳۰۷
۳۳۶	دوزخ میں دخول پل صراط سے گزرنا ہے	۳۰۸
۳۳۷	مسلمانوں کے دخولِ نار سے مراد ان پر بخار آنا ہے	۳۰۹
۳۳۸	دنیاوی فراخ دستی اور تنگدستی حق اور باطل کا معیار نہیں ہے	۳۱۰
۳۳۹	کفار کے مقام کا زیادہ برا ہونا اور ان کے لشکر کا زیادہ کمزور ہونا	۳۱۱
۳۴۰	الباقیات الصالحات کا معنی	۳۱۱
۳۴۱	العاصی بن وائل کی مذمت	۳۱۲
۳۴۲	بت پرستی کا رد	۳۱۳
۳۴۳	ضد کا معنی	۳۱۳
۳۴۴	الم تر انا ارسلنا الشیطین (۹۸-۸۳)	۳۱۳
۳۴۵	شیاطین کو کافروں پر مسلط کرنا اور ''از'' کا معنی	۳۱۵
۳۴۶	محشر میں مومنین کا سواریوں پر سوار ہو کر جنت	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی طرف جانا	۳۱۶
۳۴۷	مومنوں کا رحمٰن سے لیا ہوا عہد	۳۱۶
۳۴۸	ان کافروں کی مذمت جنہوں نے رحمٰن کیلئے بیٹا گھڑ لیا	۳۱۷
۳۴۹	اولیاء کرام کی ولایت کی دلیل	۳۱۸
۳۵۰	لُدّ کا معنی	۳۱۹
۳۵۱	رکز کا معنی	۳۱۹
۳۵۲	اختتامی کلمات اور دعا	۳۱۹
۳۵۳	سورہ طٰہٰ	۳۲۳
۳۵۴	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۲۳
۳۵۵	سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی باہمی مناسبت	۳۲۳
۳۵۶	سورہ طٰہٰ کا زمانہ نزول	۳۲۴
۳۵۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	۳۲۴
۳۵۸	سورہ طٰہٰ کے مقاصد اور مسائل	۳۲۶
۳۵۹	طٰہٰ ۝ ما انزلنا علیک القران لتشقی (۲۴-۱)	۳۲۸
۳۶۰	طٰہٰ الخ کا شانِ نزول	۳۳۰
۳۶۱	طٰہٰ کے معانی	۳۳۰
۳۶۲	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ	۳۳۱
۳۶۳	قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ بھی ہیں	۳۳۲
۳۶۴	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کی تعداد	۳۳۳
۳۶۵	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کے معانی	۳۳۴
۳۶۶	رسول اللہ ﷺ کے اسماء کے متعلق دیگر علماء کی تحقیقات	۳۳۷
۳۶۷	صرف ڈرنے والوں کے لیے قرآن کے نصیحت ہونے کی توجیہ	۳۳۸
۳۶۸	قرآن کریم کی عظمت	۳۳۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۶۹	سر اور اخفی کا معنی	۳۳۹
۳۷۰	اللہ کے واحد ہونے پر ایمان کے مدارج اور مراتب	۳۴۰
۳۷۱	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا	۳۴۰
۳۷۲	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۳۴۲
۳۷۳	جو شخص فرائض کا تارک ہو اور محرمات کا مرتکب ہو آیا صرف کلمہ پڑھنے سے اس کی نجات ہو جائے گی	۳۴۴
۳۷۴	اسماء حسنیٰ	۳۴۵
۳۷۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنے کی وجہ	۳۴۵
۳۷۶	حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کی اجازت سے مدین سے روانہ ہونا	۳۴۵
۳۷۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	۳۴۶
۳۷۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ندا کو سننا	۳۴۷
۳۷۹	حضرت موسیٰ نے جس کلام کو سنا تھا اس کے سننے کی کیفیت	۳۴۷
۳۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے یقین ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	۳۴۷
۳۸۱	نعلین اُتارنے کے حکم کی توجیہات	۳۴۸
۳۸۲	کلام الٰہی کے قدیم ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۳۴۹
۳۸۳	جوتیوں کیساتھ نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	۳۵۰
۳۸۴	جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۵۰
۳۸۵	نقش نعل پاک پر آیات اور اسماء مبارکہ لکھنے کا شرعی حکم	۳۵۱
۳۸۶	وادی طویٰ کا مصداق	۳۵۴
۳۸۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کرنا اور آپ کو نماز پڑھنے کا حکم دینا	۳۵۴
۳۸۸	عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کا واجب ہونا	۳۵۵
۳۸۹	وقوع قیامت پر دلیل اور قیامت کو مخفی رکھنے کی حکمت	۳۵۶
۳۹۰	اللہ تعالیٰ کے اس سوال کی حکمتیں کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے	۳۵۶
۳۹۱	ہمارے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کی افضلیت	۳۵۷
۳۹۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کو طول دینے کی حکمتیں	۳۵۸
۳۹۳	عصا رکھنے کے فوائد	۳۵۹
۳۹۴	عصائے موسیٰ کی تاریخی حیثیت	۳۶۰
۳۹۵	عصا کو زمین پر ڈالنے کی وجوہ	۳۶۰
۳۹۶	عصا کے سانپ بن جانے کی حکمتیں	۳۶۱
۳۹۷	حیۃ ثعبان اور جآن کے معانی اور ان میں تطبیق	۳۶۱
۳۹۸	سانپ سے حضرت موسیٰ کے ڈرنے کی توجیہات	۳۶۱
۳۹۹	ید بیضا اور عصا میں کون سے معجزہ زیادہ عظیم ہے	۳۶۲
۴۰۰	فرعون کی طرف جانے کا حکم دینا	۳۶۳
۴۰۱	قال رب اشرح لی صدری ○ (۲۵-۵۴)	۳۶۳
۴۰۲	شرح صدر کی دعا کی حکمت	۳۶۶
۴۰۳	حضرت موسیٰ کی زبان میں گرہ کی وجوہ	۳۶۶
۴۰۴	فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۶۷
۴۰۵	وزیر کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۳۶۷
۴۰۶	وزارت کیلئے بھائی کی تخصیص کی وجہ	۳۶۷
۴۰۷	ازر کا معنی	۳۶۸

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۴۰۸	حضرت موسیٰ کی ان دعاؤں کا سبب	۳۶۸
۴۰۹	حضرت موسیٰ کی دعاؤں کو باریاب کرنے کی وجوہ	۳۶۹
۴۱۰	حضرت موسیٰ کی ماں پر وحی کرنے کا احسان اور عورت کے نبی نہ ہونے پر دلائل	۳۶۹
۴۱۱	حضرت موسیٰ پر ان کے صندوق کو دریا میں سلامت رکھنے کا احسان	۳۷۰
۴۱۲	فرعون کے گھر حضرت موسیٰ کو پہنچانے کا احسان	۳۷۰
۴۱۳	فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ کی محبت ڈالنے اور ان کی پرورش کا احسان	۳۷۱
۴۱۴	اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا معنی	۳۷۱
۴۱۵	حضرت موسیٰ کی ماں پر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا احسان	۳۷۱
۴۱۶	حضرت موسیٰ پر فرعون سے نجات دینے کا احسان	۳۷۲
۴۱۷	حضرت موسیٰ کو آزمائشوں سے گزارنا	۳۷۳
۴۱۸	حضرت موسیٰ کو مدین میں پناہ دینے کا احسان	۳۷۳
۴۱۹	انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جانا	۳۷۳
۴۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز کرنے کا احسان	۳۷۴
۴۲۱	عصا اور ید بیضا دو نشانیوں پر آیات کے اطلاق کی توجیہ	۳۷۵
۴۲۲	ذکر میں سستی سے منع کرنے کے محامل	۳۷۵
۴۲۳	فرعون کے ساتھ نرمی سے کلام کرنے کی وجوہ اور نرم کلام کے محامل	۳۷۵
۴۲۴	فرعون سے حضرت موسیٰ کے خوف کی توجیہ اور فرط کا معنی۔	۳۷۷

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۴۲۵	اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کی سنت ہے	۳۷۷
۴۲۶	دائمی عذاب صرف کفار کو ہوگا	۳۷۹
۴۲۷	مباحثہ میں فریق مخالف پر سختی کرنے کے بجائے نرمی سے دلائل پیش کرنا	۳۸۰
۴۲۸	اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید پر دلیل	۳۸۰
۴۲۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے فرعون کا پریشان ہونا	۳۸۱
۴۳۰	نہ وہ غلطی کرتا ہے نہ وہ بھولتا ہے کے محامل	۳۸۲
۴۳۱	لکھنے کے جواز کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۸۲
۴۳۲	علم کی باتوں اور احادیث کے لکھنے کے جواز کے متعلق احادیث	۳۸۳
۴۳۳	لکھنے کی ممانعت کی احادیث اور ان کے جوابات	۳۸۴
۴۳۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر ایک اور دلیل	۳۸۵
۴۳۵	منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى (۷۶-۵۵)	۳۸۶
۴۳۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ایک ہی مٹی سے مخلوق ہونا	۳۸۸
۴۳۷	توحید اور رسالت کے وہ دلائل جن کا فرعون نے انکار کیا	۳۹۰
۴۳۸	یوم الزینت کا مصداق	۳۹۱
۴۳۹	جادوگروں کی تعداد	۳۹۱
۴۴۰	سرگوشیاں کرنے والوں اور ان کی سرگوشیوں کا بیان	۳۹۲
۴۴۱	بعض مشکل الفاظ کے معانی اور اعراب کا بیان	۳۹۲
۴۴۲	جادوگروں کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دینا کیا کفر کا حکم دینے کو مستلزم ہے	۳۹۳
۴۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	توجیہات	۳۹۴
۴۴۴	حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا جادوگروں کی لاٹھیوں پر غالب آنا	۳۹۵
۴۴۵	ساحر کے کہیں کامیاب نہ ہونے کی توجیہ	۳۹۵
۴۴۶	سحر کی تعریف	۳۹۶
۴۴۷	سحر کا شرعی حکم	۳۹۶
۴۴۸	آیا جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل سکتی ہے یا نہیں	۳۹۷
۴۴۹	فقہاء احناف کے نزدیک سحر کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۳۹۸
۴۵۰	تعویذات کے بعض احکام	۳۹۸
۴۵۱	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	۳۹۹
۴۵۲	رب العالمین کی بجائے رب ہارون و موسیٰ کہنے کی وجوہ	۳۹۹
۴۵۳	فرعون کی لاف وگزاف کی توجیہ	۴۰۰
۴۵۴	جادوگروں کی اس قول کی توجیہ کہ فرعون نے ان کو جادو کرنے پر مجبور کیا تھا	۴۰۱
۴۵۵	فرعون کی بیوی کا ایمان لانا	۴۰۲
۴۵۶	ایمان لانے کے بعد جادوگروں کا فرعون اور اس کے حواریوں کو نصیحت کرنا	۴۰۲
۴۵۷	ولقد اوحینا الی موسٰی (۸۹-۷۷)	۴۰۳
۴۵۸	حضرت موسیٰ کا رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہونا	۴۰۵
۴۵۹	بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے جانے کی حکمتیں	۴۰۶
۴۶۰	سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ مفسرین کی طرف سے	۴۰۶
۴۶۱	سمندر میں بنائے ہوئے خشک راستہ پر فرعون کے جانے کی توجیہ امام رازی کی طرف سے	۴۰۶
۴۶۲	فرعون کو کلمہ پڑھنے سے روکنے پر امام رازی کے اعتراض کا جواب	۴۰۶
۴۶۳	حضرت موسیٰ کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف کا تابوت نکالنا	۴۰۷
۴۶۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	۴۰۸
۴۶۵	بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانا	۴۱۰
۴۶۶	طور کی دائیں جانب جانے کا بیان	۴۱۰
۴۶۷	کھانے میں حد سے بڑھنے کا معنی	۴۱۱
۴۶۸	بندہ کا بہت زیادہ گناہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا	۴۱۱
۴۶۹	بار بار گناہ بخشنے کی وضاحت	۴۱۲
۴۷۰	کیا توبہ کرنے کے بعد دوبارہ گناہ کرنا توبہ کو کھیل بنانا ہے؟	۴۱۳
۴۷۱	توبہ کرنے‘ ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے بعد ہدایت کے حصول کی توجیہ	۴۱۴
۴۷۲	کلمہ پڑھنے سے پہلے کفریہ عقائد سے اظہار برأت ضروری ہے	۴۱۵
۴۷۳	حضرت موسیٰ کے عجلت کے ساتھ جانے کی توجیہ	۴۱۵
۴۷۴	بنو اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنا	۴۱۷
۴۷۵	حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو بچھڑے کی عبادت پر زجر وتوبیخ کرنا	۴۱۷
۴۷۶	بنی اسرائیل کا بچھڑے کی عبادت پر عذر پیش کرنا	۴۱۸
۴۷۷	زیورات سے بچھڑا بنانے کی تفصیل	۴۱۸
۴۷۸	بچھڑے کو معبود قرار دینے کا بطلان	۴۱۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۷۹	**ولقد قال لهم هرون من قبل** (۱۰۴-۹۰)	۴۲۰
۴۸۰	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق احادیث	۴۲۲
۴۸۱	بے عمل عالم اور واعظ کے متعلق احادیث	۴۲۳
۴۸۲	حضرت علی مظہر ھارون تھے اور تقیہ نہیں کرتے تھے	۴۲۴
۴۸۳	حضرت ھارون علیہ السلام کی تبلیغ کا بہترین طریقہ	۴۲۵
۴۸۴	حضرت موسیٰ کا حضرت ھارون پر ناراض ہونا	۴۲۵
۴۸۵	حمد وثنا کے بعد ڈھول بجانے، رقص کرنے اور اظہار وجد کرنے کا شرعی حکم	۴۲۶
۴۸۶	حضرت ھارون کے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑنے کے اعتراض کے جوابات	۴۲۶
۴۸۷	حضرت ھارون کے جواب کی وضاحت	۴۲۷
۴۸۸	ایمان دلائل سے نہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ملتا ہے	۴۲۸
۴۸۹	حضرت موسیٰ کا سامری کو ملامت کرنا	۴۲۹
۴۹۰	اثر رسول کے متعلق مفسرین کی توجیہ	۴۲۹
۴۹۱	اثر رسول کے متعلق ابو مسلم کی توجیہ	۴۲۹
۴۹۲	سامری کی دنیا میں سزا	۴۳۰
۴۹۳	سامری کے بچھڑے کو جلا کر راکھ کرنا	۴۳۰
۴۹۴	قرآن مجید پر ذکر کا اطلاق	۴۳۱
۴۹۵	قرآن مجید پر ذکر کے اطلاق کی وجوہ	۴۳۱
۴۹۶	روز حشر کی سختیاں اور اس دن کفار کے احوال اور اہوال	۴۳۲
۴۹۷	**ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفها ربی نسفا** (۱۱۵-۱۰۵)	۴۳۳
۴۹۸	قیامت کے وقوع پر کفار کا شبہ	۴۳۵
۴۹۹	نسف کا معنی	۴۳۵
۵۰۰	زمینوں اور لوگوں کی قسمیں	۴۳۵
۵۰۱	زمینوں اور لوگوں کی قسموں کی وضاحت	۴۳۶
۵۰۲	اَلْعِوَج اور اُمت کے معنی	۴۳۶
۵۰۳	قیامت کے دن پکارنے والے کی تفسیر	۴۳۷
۵۰۴	شفاعت کی تحقیق	۴۳۸
۵۰۵	شفاعت کا لغوی معنی	۴۳۸
۵۰۶	شفاعت کا اصطلاحی معنی	۴۴۰
۵۰۷	شفاعت کے متعلق معتزلہ کا نظریہ	۴۴۱
۵۰۸	شفاعت کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	۴۴۱
۵۰۹	شفاعت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	۴۴۲
۵۱۰	شفاعت کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۴۴۲
۵۱۱	شیخ محمد بن عبدالوہاب کا شفاعت کے متعلق کا نظریہ	۴۴۳
۵۱۲	شفاعت کے متعلق شیخ اسماعیل دہلوی کا نظریہ	۴۴۳
۵۱۳	شفاعت بالوجاہت کا صحیح معنی	۴۴۴
۵۱۴	شفاعت محبت	۴۴۵
۵۱۵	شفاعت اور دعا	۴۴۷
۵۱۶	انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	۴۴۸
۵۱۷	شفاعت بالاذن	۴۴۹
۵۱۸	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۴۹
۵۱۹	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق احادیث	۴۵۰
۵۲۰	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق علامہ نووی، علامہ آلوسی اور شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات	۴۵۲
۵۲۱	شفاعت کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ	۴۵۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۲۲	سید ابوالاعلیٰ کے نظریہ شفاعت پر بحث ونظر اور قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا علم	۴۵۵
۵۲۳	ہر شخص کی شفاعت کیلئے مخصوص اذن لینا ضروری نہیں	۴۵۷
۵۲۴	گناہ کبیرہ کی شفاعت کے جواز اور وقوع پر قرآن اور حدیث سے دلائل	۴۵۹
۵۲۵	شفاعت کے متعلق علماء اہل سنت کا نظریہ	۴۶۱
۵۲۶	شفاعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۶۴
۵۲۷	انبیاء علیہم السلام کی شفاعت	۴۶۴
۵۲۸	حضرت سیدنا محمد ﷺ سے طلب شفاعت	۴۶۴
۵۲۹	صالحین کی شفاعت مومنین کے لئے	۴۶۵
۵۳۰	فرشتوں کی شفاعت	۴۶۵
۵۳۱	شفاعت کے متعلق چالیس احادیث	۴۶۶
۵۳۲	شفاعت بالوجاہت کی حدیث پر تعجیل حساب کی شفاعت اور مسلمانوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کا اشکال	۴۷۷
۵۳۳	تعجیل حساب اور دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کو خلط ملط کرنے کے اشکال کا جواب	۴۷۷
۵۳۴	اشکال مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے	۴۷۸
۵۳۵	لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر	۴۸۱
۵۳۶	عنت الوجوہ اور القیوم کے معنی	۴۸۱
۵۳۷	اسم اعظم کے متعلق احادیث	۴۸۲
۵۳۸	قرآن مجید کی صفات	۴۸۳
۵۳۹	اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر تنبیہ	۴۸۳
۵۴۰	قرآن کی تلاوت میں عجلت سے ممانعت کی وجوہ	۴۸۳
۵۴۱	نسیان کے باوجود حضرت آدم پر عتاب کیوں ہوا	۴۸۴

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۴۲	حضرت آدم کا اولوالعزم رسول نہ ہونا	۴۸۴
۵۴۳	واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس ط ابى (۱۲۸-۱۱۶)	۴۸۵
۵۴۴	ابلیس کی حضرت آدم سے عداوت کی وجوہ	۴۸۷
۵۴۵	جنت کی نعمتوں کی قدر دلانا	۴۸۷
۵۴۶	عصی ادم ربہ فغوی سے حضرت آدم کی عصمت پر اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب	۴۸۸
۵۴۷	عصمت انبیاء میں مذاہب	۴۸۹
۵۴۸	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ قرطبی مالکی کی تفسیر	۴۹۰
۵۴۹	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق علامہ آلوسی کی تفسیر	۴۹۱
۵۵۰	عصی ادم ربہ فغوی کے متعلق سید مودودی کی تفسیر	۴۹۱
۵۵۱	سید مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۴۹۲
۵۵۲	وعصی ادم ربہ فغوی کے متعلق مصنف کی تفسیر	۴۹۲
۵۵۳	ذکر سے مراد اور ''ضنک'' کا معنی	۴۹۵
۵۵۴	کافر کی تنگ زندگی کا محمل دنیا میں	۴۹۵
۵۵۵	اس سوال کا جواب کہ کفار دنیا میں عیش وآرام سے ہیں اور مسلمان تنگ دستی میں مبتلا ہیں	۴۹۶
۵۵۶	کافر کی تنگ زندگی کا محمل قبر میں	۴۹۷
۵۵۷	کافر کی تنگ زندگی کا محمل آخرت میں	۴۹۷
۵۵۸	ولولا كلمة سبقت من ربك (۱۳۵-۱۲۹)	۴۹۹
۵۵۹	آپ کی تکذیب کے باوجود کفار کو عذاب نہ دینے کی وجوہ	۵۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۶۰	نزول عذاب کی میعاد	۵۰۰
۵۶۱	نبی ﷺ کو صبر کا حکم دینے کا محمل	۵۰۱
۵۶۲	نماز کے اوقات اور رات کو نماز پڑھنے کی فضیلت	۵۰۱
۵۶۳	نبی ﷺ کی رضا کے محامل	۵۰۲
۵۶۴	مشکل الفاظ کے معانی	۵۰۳
۵۶۵	نماز پڑھنے کی تاکید	۵۰۳
۵۶۶	اشیاء میں اصل اباحت ہے	۵۰۴
۵۶۷	سورت کا اختتام	۵۰۵
۵۶۸	سورۃ الانبیاء	
۵۶۹	سورۃ کا نام	۵۰۹
۵۷۰	سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی مناسبت	۵۱۰
۵۷۱	سورۃ الانبیاء کے مقاصد اور مسائل	۵۱۰
۵۷۲	اقترب للناس حسابھم (۱-۱۰)	۵۱۲
۵۷۳	موت یا قیامت آنے سے پہلے نیکیاں کرنے کے متعلق احادیث	۵۱۳
۵۷۴	یوم حساب اگر قریب ہے تو اب تک آچکا ہوتا	۵۱۷
۵۷۵	قرآن مجید کے حادث ہونے کے اشکال کا جواب	۵۱۷
۵۷۶	آپ کا بشر ہونا آپ کی نبوت کے خلاف نہیں	۵۱۷
۵۷۷	قرآن مجید کو جادو قرار دینے کا جواب	۵۱۸
۵۷۸	شعر کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کے علم شعر کی تحقیق	۵۱۹
۵۷۹	کفار مکہ کے آپ کی نبوت پر چھ اعتراضات اور ان کے جوابات	۵۲۱
۵۸۰	کفار عرب کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجوہ	۵۲۲
۵۸۱	رسول صرف انسانوں اور مردوں کو بنایا جاتا ہے	۵۲۳
۵۸۲	مسئلہ تقلید	۵۲۳
۵۸۳	بشری تقاضوں کی وجہ سے آپ کی رسالت پر اعتراض کا جواب	۵۲۴
۵۸۴	وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ (۱۱-۲۹)	۵۲۵
۵۸۵	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۷
۵۸۶	کفار مکہ کو پچھلی قوموں کا عذاب سنانا	۵۲۸
۵۸۷	مشکل الفاظ کے معانی	۵۲۸
۵۸۸	آسمان اور زمین بنانے کی حکمتیں	۵۲۹
۵۸۹	اگر فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے ہیں تو باقی کام وہ کس وقت کرتے ہیں	۵۲۹
۵۹۰	کافر تو حیات بعد الموت کے قائل نہیں پھر ان پر بتوں کے زندہ نہ کر سکنے کا اعتراض کیوں ہے؟	۵۳۰
۵۹۱	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر عقلی دلائل	۵۳۱
۵۹۲	عرش عظیم کا رب کہنے کی وجہ	۵۳۳
۵۹۳	اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہونا اور اغراض نہ ہونا	۵۳۳
۵۹۴	اللہ تعالیٰ کے شریک نہ ہونے پر دلیل	۵۳۶
۵۹۵	قرآن مجید اور کتب سابقہ کے تین محامل	۵۳۶
۵۹۶	مشرکین کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں	۵۳۷
۵۹۷	فرشتوں کا مکلف ہونا	۵۳۸
۵۹۸	نبی ﷺ کی تمام فرشتوں اور نبیوں پر فضیلت	۵۳۹
۵۹۹	مرتکب کبیرہ کیلئے شفاعت کا جواز	۵۳۹
۶۰۰	مسئلہ شفاعت میں سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ	۵۴۰
۶۰۱	کفار اور مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کا عدم جواز اور مسلمانوں کے لیے شفاعت کا جواز	۵۴۱
۶۰۲	اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض (۳۰-۴۱)	۵۴۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۰۳	زمین اور آسمان کے فتق اور رتق کا معنی	۵۴۵
۶۰۴	اس اشکال کا جواب کہ بعض چیزوں کو پانی سے نہیں بنایا گیا	۵۴۶
۶۰۵	پانی سے ہر چیز کی حیات سے متعلق سائنس کا نظریہ	۵۴۷
۶۰۶	زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۵۴۹
۶۰۷	اس کائنات کی پیدائش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۵۵۰
۶۰۸	آسمان کی حفاظت کے دو محمل	۵۵۴
۶۰۹	ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۵۵۴
۶۱۰	ہر سیارے کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۵۵۵
۶۱۱	ربط آیات اور شانِ نزول	۵۵۷
۶۱۲	ہر نفس کے موت کو چکھنے پر اعتراضات کے جوابات	۵۵۸
۶۱۳	اچھی اور بری حالت اور اس میں آزمانے کا معنی	۵۵۸
۶۱۴	نبی ﷺ کا اپنی وفات کی خبر دینا	۵۵۸
۶۱۵	آخری ایام میں نبی ﷺ کی نمازیں اور بیماری کی کیفیت	۵۶۰
۶۱۶	ایام مرض میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی تھی یا آپ خود امام تھے	۵۶۲
۶۱۷	رسول اللہ ﷺ کا مرض الموت	۵۶۵
۶۱۸	فی الرفیق الاعلیٰ کے متعلق احادیث	۵۶۵
۶۱۹	الرفیق الاعلیٰ کا معنی	۵۶۵
۶۲۰	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کو شدید تکلیف ہونا	۵۶۶
۶۲۱	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی شدید تکلیف کی توجیہات	۵۶۷
۶۲۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عیادت اور تعزیت	۵۷۰
۶۲۳	رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے اور وفات کے بعد کے مفصل احوال	۵۷۱
۶۲۴	رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ کی تحقیق	۵۷۶
۶۲۵	رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ کی تحقیق	۵۷۸
۶۲۶	وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا اُمت کے اعمال پر مطلع ہونا	۵۸۲
۶۲۷	بتوں کا انتقام لینے کے لیے رحمٰن کی مذمت کرنا	۵۸۵
۶۲۸	عجلت کا انسان کی فطرت میں داخل ہونا	۵۸۵
۶۲۹	عجلت کی بناء پر کفار کی مذمت کی توجیہ	۵۸۶
۶۳۰	کفار کی عجلت کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی توجیہ	۵۸۶
۶۳۱	کفار کے استہزاء پر نبی ﷺ کو تسلی دینا	۵۸۷
۶۳۲	قل من یکلؤکم بالیل والنھار من الرحمن (۵۰-۴۲)	۵۸۷
۶۳۳	دنیا میں کافروں کی حفاظت کرنا	۵۸۹
۶۳۴	لا یصحبون کا معنی	۵۸۹
۶۳۵	پہلے زمین کے کنارے کافروں پر کم ہو رہے تھے اور اب مسلمانوں پر!	۵۹۰
۶۳۶	کافروں پر زمین کے کنارے کم ہونے کی سید مودودی کی تفسیر پر تبصرہ	۵۹۰
۶۳۷	میزان میں اعمال کا وزن کرنے کی تحقیق	۵۹۱
۶۳۸	میزان میں وزن کرنے کے متعلق احادیث	۵۹۲
۶۳۹	میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں	۵۹۳
۶۴۰	میزان کے خطرہ سے بچنے کیلئے حقوق العباد کی ادائیگی ضروری ہے	۵۹۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴۱	اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو حقوق العباد بھی معاف کرادے گا	۵۹۴
۶۴۲	وزن کیے جانے والوں کی تین قسمیں	۵۹۵
۶۴۳	فرقان کی تفسیر میں مختلف اقوال	۵۹۷
۶۴۴	غیب میں ڈرنے کا معنی	۵۹۸
۶۴۵	ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل (۵۱-۷۵)	۵۹۸
۶۴۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا	۶۰۱
۶۴۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا	۶۰۲
۶۴۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے بتوں کو توڑنا	۶۰۲
۶۴۹	بتوں کو توڑنے کی بڑے بت کی طرف نسبت کرنے کے جوابات	۶۰۳
۶۵۰	جھوٹ سے بچنے کیلئے کلام میں تعریض کے استعمال کی تحقیق	۶۰۴
۶۵۱	کنایہ اور تعریض کا فرق	۶۰۶
۶۵۲	قرآن مجید اور احادیث میں تعریض کا استعمال	۶۰۶
۶۵۳	حضرت ابراہیم کی قوم نے جو خود کو ظالم کہا اس کی وجوہ	۶۰۸
۶۵۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے والے کا مصداق	۶۰۸
۶۵۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تفصیل	۶۰۹
۶۵۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کی	۶۰۹
۶۵۷	چھپکلی کو مارنے کا حکم	۶۱۰
۶۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۶۱۱
۶۵۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جلائی ہوئی آگ کے ٹھنڈی ہونے کی کیفیت	۶۱۲
۶۶۰	نمرود اور اس کی قوم کا عذاب سے ہلاک ہونا	۶۱۲
۶۶۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت فرمانا	۶۱۳
۶۶۲	شام کا برکت والی سرزمین ہونا	۶۱۳
۶۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتیں	۶۱۴
۶۶۴	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۶۱۴
۶۶۵	ونوحا اذ نادیٰ من قبل فاستجبنا له (۷۶-۹۳)	۶۱۵
۶۶۶	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۶۱۸
۶۶۷	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب	۶۱۹
۶۶۸	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	۶۱۹
۶۶۹	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	۶۲۰
۶۷۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب	۶۲۱
۶۷۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال اور فضائل	۶۲۱
۶۷۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	۶۲۱
۶۷۳	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اجتہادی اختلاف	۶۲۲
۶۷۴	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ اور ان کے دلائل	۶۲۳
۶۷۵	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ اوران کے دلائل	۶۲۴
۶۷۶	ایک اور مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سلیمان علیہما السلام کا اجتہاد	۶۲۶
۶۷۷	انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد	۶۲۷
۶۷۸	عصر حاضر میں اجتہاد کرنے کی تحقیق	۶۲۷
۶۷۹	ضرورت اجتہاد	۶۲۸
۶۸۰	مجتہد کی ضرورت	۶۲۸
۶۸۱	طبقات فقہاء	۶۲۹
۶۸۲	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق متاخرین علماء کا اجتہادی حکم	۶۲۹
۶۸۳	لاؤڈ اسپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۴	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۵	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینے کا اجتہادی حکم	۶۳۰
۶۸۶	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینے کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۱
۶۸۷	ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک دواؤں کے استعمال کے متعلق اجتہادی حکم	۶۳۱
۶۸۸	بعض دیگر مسائل اجتہادیہ	۶۳۳
۶۸۹	ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا معنی	۶۳۳
۶۹۰	مویشیوں میں اللہ کے حقوق	۶۳۳
۶۹۱	مویشیوں میں بندوں کے حقوق	۶۳۴
۶۹۲	مویشیوں کو گیا بھن کرنے کی اجرت کی تحقیق	۶۳۴
۶۹۳	رہن رکھے ہوئے مویشیوں سے استفادہ کی تحقیق	۶۳۵
۶۹۴	رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بیع الوفاء کا حیلہ	۶۳۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹۵	مویشیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا	۶۳۶
۶۹۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح کرنے کے محامل	۶۳۷
۶۹۷	انبیاء علیہم السلام کا مختلف پیشوں کو اپنانا	۶۳۸
۶۹۸	رزق حلال کی طلب کے لیے کسی بھی کام اور پیشے کی فضیلت میں احادیث	۶۳۹
۶۹۹	بعض پیشوں کو گھٹیا اور باعث عار سمجھنا صرف اس دور کی لعنت ہے	۶۴۱
۷۰۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تیز ہواؤں اور نرم ہواؤں کو مسخر کرنا	۶۴۲
۷۰۱	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	۶۴۲
۷۰۲	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے معجزات کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ کے معجزات	۶۴۳
۷۰۳	رسول اللہ ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت	۶۴۵
۷۰۴	جنات کا نبی ﷺ کی شریعت کا مکلف ہونا	۶۴۵
۷۰۵	جنات کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ نکاح کا شرعی حکم	۶۴۶
۷۰۶	حضرت ایوب علیہ السلام کا نام و نسب اور ان کی بعثت کی ترتیب	۶۴۸
۷۰۷	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا	۶۴۸
۷۰۸	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	۶۴۹
۷۰۹	حضرت ایوب کے نقصانات کی تلافی کرنا	۶۵۰
۷۱۰	حضرت ایوب کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت	۶۵۰
۷۱۱	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	۶۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱۲	اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی وجہ	۶۵۲
۷۱۳	کیا دنیا میں مصائب کا آنا اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کے منافی ہے؟	۶۵۳
۷۱۴	حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہما السلام کا تذکرہ	۶۵۳
۷۱۵	حضرت ذوالکفل کو نبی بنانے کا واقعہ	۶۵۴
۷۱۶	حضرت ذوالکفل کی نبوت میں علماء کا اختلاف	۶۵۵
۷۱۷	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۶۵۵
۷۱۸	فظن ان لن نقدر علیه کے ترجمہ کی تحقیق	۶۵۶
۷۱۹	فظن ان لن نقدر علیه کے مختلف تراجم	۶۵۶
۷۲۰	نقدر بمعنی قدرت کو ائمہ لغت کا کفر قرار دینا	۶۵۷
۷۲۱	نقدر بمعنی قدرت کو مفسرین کا کفر قرار دینا	۶۵۷
۷۲۲	حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا قصہ	۶۵۸
۷۲۳	علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی تحقیق	۶۵۹
۷۲۴	حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا قصہ	۶۵۹
۷۲۵	حضرت مریم میں روح پھونکنے پر اشکال کا جواب	۶۶۰
۷۲۶	حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۶۶۰
۷۲۷	امت کا معنی اور دین اور شریعت کا فرق	۶۶۰
۷۲۸	دین میں فرقے بنانے کی ممانعت	۶۶۱
۷۲۹	فمن یعمل من الصلحت وھو مؤمن (۱۱۲-۹۴)	۶۶۲
۷۳۰	نیک اعمال کے لیے ایمان کا شرط ہونا	۶۶۴
۷۳۱	علامہ قرطبی پر مواخذہ	۶۶۵
۷۳۲	حرام کا بہ معنی واجب ہونا اور ''لا'' کا زائدہ ہونا	۶۶۵
۷۳۳	یاجوج ماجوج کا تذکرہ	۶۶۶
۷۳۴	قیامت کا خوف اور دہشت	۶۶۷
۷۳۵	مشرکین کے اس اعتراض کا جواب کہ پھر عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے	۶۶۷
۷۳۶	مشرکین کا آخرت میں بہرا ہونا	۶۶۸
۷۳۷	ابن الزبعریٰ کا رد	۶۶۸
۷۳۸	دوزخ سے دور رکھے جانے اور دوزخ میں داخل ہونے کے تعارض کا جواب	۶۶۹
۷۳۹	الفزع الاکبر کی تفسیر میں اقوال	۶۶۹
۷۴۰	الفزع الاکبر سے نہ گھبرانے والوں کے مصداق	۶۶۹
۷۴۱	السجل کے معنی کی تحقیق	۶۷۰
۷۴۲	عام لوگ حشر میں بغیر لباس کے اور شہداء لباس کے ساتھ اُٹھیں گے	۶۷۱
۷۴۳	آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یا ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو اس بحث میں علامہ ابوالعباس قرطبی کی تقریر	۶۷۲
۷۴۴	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ ابوعبداللہ قرطبی کی تقریر	۶۷۳
۷۴۵	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق حافظ عسقلانی شافعی کی تقریر	۶۷۳
۷۴۶	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ عینی حنفی کی تقریر	۶۷۴
۷۴۷	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی تقریر	۶۷۵
۷۴۸	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق ملا علی قاری حنفی کی تقریر	۶۷۵
۷۴۹	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تقریر	۶۷۶
۷۵۰	نبی ﷺ کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۶۷۶
۷۵۱	کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے	۶۷۷
۷۵۲	زبور کے معانی	۶۷۷
۷۵۳	قرآن مجید کے صدق پر زبور کی شہادت	۶۷۸
۷۵۴	زمین کی وراثت سے جنت کی زمین مراد ہونا	۶۷۹
۷۵۵	زمین کی وراثت سے دنیا کی زمین مراد ہونا	۶۷۹
۷۵۶	اس اعتراض کا جواب کہ جب زمین کی وراثت صرف نیک بندوں کو دی جاتی ہے تو پھر کافروں کو حکومتیں اور اقتدار کیوں دیا گیا	۶۸۰
۷۵۷	سید مودودی کے جواب پر تبصرہ	۶۸۰
۷۵۸	عابدین کا معنی	۶۸۱
۷۵۹	وما ارسلنک الا رحمة للعالمین کے مختلف تراجم	۶۸۲
۷۶۰	رحمة للعالمین کی تفسیر صدر الافاضل سے	۶۸۲
۷۶۱	رحمة للعالمین کی تفسیر امام رازی سے	۶۸۲
۷۶۲	رحمة للعالمین کی تفسیر علامہ آلوسی سے	۶۸۳
۷۶۳	رحمة للعالمین کی تفسیر مصنف سے	۶۸۴
۷۶۴	رسول اللہ کی رحمت کے متعلق دیگر آیات اور ان کی تفسیر میں احادیث	۶۸۵
۷۶۵	آپ کی رحمت کے عموم کے متعلق احادیث	۶۸۷
۷۶۶	مسلمانوں پر آپ کی رحمت کے متعلق احادیث	۶۸۹
۷۶۷	حیوانات اور جمادات پر رحمت کے متعلق احادیث	۶۹۰
۷۶۸	آپ کی رسالت کا ہر چیز کو علم ہے	۶۹۲
۷۶۹	رسول اللہ ﷺ کے رحمة للعالمین ہونے پر اعتراضات	۶۹۳
۷۷۰	اعتراضات مذکورہ کے جوابات	۶۹۴
۷۷۱	صرف توحید کی وحی کی جانے پر اعتراض کا جواب	۶۹۶
۷۷۲	مشرکین سے کس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا	۶۹۷
۷۷۳	اختتامی کلمات اور دعا	۶۹۸
۷۷۴	**سورۃ الحج**	
۷۷۵	سورۃ الحج کی وجہ تسمیہ	۷۰۱
۷۷۶	سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف	۷۰۲
۷۷۷	سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	۷۰۲
۷۷۸	سورۃ الحج کے مشمولات	۷۰۳
۷۷۹	کیا تفسیر کبیر امام رازی نے مکمل نہیں کی؟	۷۰۴
۷۸۰	یایھا الناس اتقوا ربکم (۱۰-۱)	۷۰۵
۷۸۱	مشکل الفاظ کے معانی	۷۰۷
۷۸۲	تقویٰ کی تعریف اور اس کی ضرورت	۷۰۷
۷۸۳	مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عددی نسبت	۷۰۹
۷۸۴	جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۷۰۹
۷۸۸	مرید اور مادر کا بیان	۷۰۹
۷۸۶	بدمذہبوں سے دوستی رکھنے کی ممانعت	۷۰۹
۷۸۷	انسان کی تخلیق کے مراحل اور زمین کی پیداوار سے حشر ونشر پر استدلال	۷۱۰
۷۸۸	کائنات کے امکان سے حشر ونشر کے امکان پر استدلال	۷۱۲
۷۸۹	الحج : ۳ اور الحج ۸ میں تکرار کے اعتراض کا جواب	۷۱۲
۷۹۰	ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف (۲۲-۱۱)	۷۱۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷۹۱	ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے مطالب	۷۱۶
۷۹۲	زیر تفسیر آیت کے شانِ نزول میں متعدد اقوال	۷۱۶
۷۹۳	چند اعتراضات کے جوابات	۷۱۷
۷۹۴	بہت دور کی گمراہی کا بیان	۷۱۸
۷۹۵	کفار کے ضرر پہنچانے اور نہ پہنچانے میں تعارض کا بیان	۷۱۸
۷۹۶	کافروں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزا کا بیان	۷۱۹
۷۹۷	رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والے کو چاہیے کہ خود اپنے بغض میں جل کر مر جائے	۷۱۹
۷۹۸	ہدایت دینے کے محامل	۷۲۰
۷۹۹	ادیان مختلفہ اور ان کا شرعی حکم	۷۲۰
۸۰۰	سورج کے سجدہ کر کے ٹھہرنے کی توجیہ	۷۲۱
۸۰۱	سورج' چاند' ستاروں' پہاڑوں' درختوں' مومنوں اور کافروں کے سجدہ کی کیفیت	۷۲۲
۸۰۲	رب کے متعلق جھگڑا کرنے والے دو فریقوں کے مصداق	۷۲۳
۸۰۳	آخرت میں کفار کی تین قسم کی سزائیں	۷۲۳
۸۰۴	ان اللہ یدخل الذین امنوا (۲۳-۳۳)	۷۲۴
۸۰۵	آخرت میں مومنوں کے چار قسم کے انعامات	۷۲۶
۸۰۶	مردوں کیلئے سونے اور چاندی کے زیورات کی جنت میں تخصیص کی وجہ	۷۲۷
۸۰۷	دنیا میں ریشم اور سونا چاندی پہننے اور شراب پینے والے کا شرعی حکم	۷۲۸
۸۰۸	مسجد حرام سے روکنے والوں کی مذمت کا شانِ نزول	۷۲۹
۸۰۹	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	۷۲۹
۸۱۰	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف	۷۳۰
۸۱۱	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال	۷۳۱
۸۱۲	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	۷۳۲
۸۱۳	الحاد کا معنی اور اس کے مصداق کے تعین میں مختلف اقوال	۷۳۳
۸۱۴	آیا مکہ میں گناہ کا عذاب بھی دگنا ہوتا ہے یا نہیں؟	۷۳۴
۸۱۵	تعمیر کعبہ کی تفصیل	۷۳۵
۸۱۶	قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	۷۳۷
۸۱۷	مویشیوں کی قربانی کرنے کا طریقہ	۷۳۷
۸۱۸	مسافروں اور حجاج پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے	۷۳۸
۸۱۹	قربانی کرنے کا وقت	۷۳۸
۸۲۰	قربانی کا گوشت خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا حکم	۷۳۹
۸۲۱	تفث کا معنی	۷۳۹
۸۲۲	نذر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم	۷۴۰
۸۲۳	نذر کے احکام سے متعلق احادیث	۷۴۱
۸۲۴	نذر ماننے کی ممانعت کے متعدد محامل اور توجیہات	۷۴۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۲۵	نذر ماننے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۷۴۵
۸۲۶	طواف کی اقسام	۷۴۶
۸۲۷	کافر کی روح نکلنے کی کیفیت	۷۴۷
۸۲۸	شعائر اللہ کے معنی اور مصداق کی تحقیق	۷۴۸
۸۲۹	اولیاء اللہ کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	۷۴۹
۸۳۰	اولیاء اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا' طواف کرنا حد رکوع تک جھکنا اور سجدہ کرنے کی ممانعت	۷۵۰
۸۳۱	ھدی کا معنی اور ھدی پر سوار ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	۷۵۰
۸۳۲	حرم سے باہر ھدی کو ذبح کرنا جائز نہیں	۷۵۱
۸۳۳	ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم (۴۸-۳۴)	۷۵۱
۸۳۴	منسک اور مخبتین کے معنی	۷۵۵
۸۳۵	صبر کہاں کرنا چاہیے اور کہاں نہیں	۷۵۵
۸۳۶	البدن کا معنی	۷۵۶
۸۳۷	آیا البدن میں گائے شامل ہے یا نہیں	۷۵۶
۸۳۸	اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ	۷۵۷
۸۳۹	القانع اور المعتر کے معنی	۷۵۸
۸۴۰	آیت مذکورہ کا شانِ نزول	۷۵۸
۸۴۱	قربانی کی دعا ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد مانگی جائے نہ کہ ذبح کرنے کی حالت میں	۷۵۸
۸۴۲	قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع	۷۶۰
۸۴۳	کافروں کو قتل کرنے کی ممانعت کی توجیہات	۷۶۱
۸۴۴	کفار سے درگزر کی آیات کا منسوخ ہونا اور ان سے قتال کی اجازت دینا	۷۶۲
۸۴۵	بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں سے دور کرنے کے محامل	۷۶۳
۸۴۶	یہود و نصاریٰ کی عبادت کے مقامات اور مسلمانوں کی عبادت کے مقام کو جمع کرنے کی توجیہات	۷۶۴
۸۴۷	الصوامع' البیع اور صلوٰت کے معنی	۷۶۴
۸۴۸	خلفاء راشدین کی فضیلت	۷۶۵
۸۴۹	جن کو اقتدار عطا کیا جائے گا ان کے مصادیق	۷۶۵
۸۵۰	مشرکین کی مخالفت اور ایذاؤں پر آپ کو تسلی دینا	۷۶۶
۸۵۱	پچھلی امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا	۷۶۷
۸۵۲	غور و فکر کرنے کا محل آیا دل ہے یا دماغ	۷۶۸
۸۵۳	دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل	۷۶۸
۸۵۴	قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ	۷۶۹
۸۵۵	عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال	۷۷۰
۸۵۶	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۷۷۰
۸۵۷	آخرت میں عذاب کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوگا	۷۷۱
۸۵۸	قل یایھا الناس انما انا لکم نذیر مبین (۴۹-۶۴)	۷۷۲
۸۵۹	آپ کو پیغام حق سنانے میں ثابت قدم رکھنا	۷۷۵
۸۶۰	الحج: ۵۲ کے چند مشہور تراجم	۷۷۶
۸۶۱	الحج: ۵۲ کا شانِ نزول	۷۷۷
۸۶۲	روایت تلک الغرانیق کا متن	۷۷۸
۸۶۳	روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر بحث ونظر	۷۷۹
۸۶۴	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	محدثین کی آراء	۷۸۰
۸۶۵	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء	۷۸۱
۸۶۶	ایک شبہ کا ازالہ	۷۸۴
۸۶۷	یوم عقیم کا معنی	۷۸۶
۸۶۸	آیا اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے اور طبعی موت مرنے والے دونوں کا اجر برابر ہے	۷۸۶
۸۶۹	اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے کا اجر و ثواب	۷۸۸
۸۷۰	سزا بقدر جرم دینا عدل ہے	۷۸۹
۸۷۱	تلوار سے قصاص لینے میں اختلاف فقہاء	۷۹۰
۸۷۲	امام ابوحنیفہ پر علامہ القونوی کے اعتراض کا جواب	۷۹۰
۸۷۳	بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دینا بہتر ہے	۷۹۰
۸۷۴	رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا محمل	۷۹۱
۸۷۵	الم تر ان اللہ سخر لکم (۷۸-۶۵)	۷۹۲
۸۷۶	منسک کے معنی کی تحقیق	۷۹۶
۸۷۷	لوح محفوظ میں سب کچھ لکھے ہوئے ہونے کے متعلق احادیث	۷۹۸
۸۷۸	المنکر اور یسطون کا معنی	۷۹۹
۸۷۹	بتوں کا عجز اور ان کی پرستش کا باطل ہونا	۸۰۰
۸۸۰	بت پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنا	۸۰۲
۸۸۱	فرشتوں کو رسول بنانے کی آیتوں میں تعارض کا جواب	۸۰۲
۸۸۲	بعض فرشتوں اور بعض انسانوں کو بیٹا بنانے کا اعتراض اور اس کا جواب	۸۰۳
۸۸۳	یایھا الذین کا خطاب صرف مومنوں کو شامل ہے	۸۰۳
۸۸۴	چار قسم کے احکام شرعیہ	۸۰۴
۸۸۵	جہاد کا حق ادا کرنے کی متعدد تفاسیر	۸۰۵
۸۸۶	دین میں تنگی نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	۸۰۶
۸۸۸	جب عزیمت (فرض) پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے	۸۰۷
۸۸۸	دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں	۸۰۸
۸۸۹	دین آسان ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	۸۰۸
۸۹۰	حضرت ابراہیم کو مسلمانوں کا باپ فرمانے کی توجیہ	۸۱۱
۸۹۱	ملت کا معنی	۸۱۱
۸۹۲	اس امت کا نام امت مسلمہ اللہ نے رکھا ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے	۸۱۴
۸۹۳	رسول اللہ ﷺ کے علم کے عموم پر علامہ آلوسی کے اعتراضات	۸۱۵
۸۹۴	علامہ آلوسی کے اعتراضات کے جوابات اور آپ کے علم کے عموم کا دفاع	۸۱۶
۸۹۵	احکام شرعیہ کی تعداد ان کی تعریفات اور ان کی مثالیں	۸۲۰
۸۹۶	فرض کی تحقیق	۸۲۱
۸۹۷	واجب کی تحقیق	۸۲۱
۸۹۸	سنت مؤکدہ کی تحقیق	۸۲۲
۸۹۹	سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق	۸۲۳
۹۰۰	مستحب کی تحقیق	۸۲۴
۹۰۱	حرام کی تحقیق	۸۲۵
۹۰۲	مکروہ تحریمی کی تحقیق	۸۲۵
۹۰۳	اساءت کی تحقیق	۸۲۶
۹۰۴	مکروہ تنزیہی کی تحقیق	۸۲۷
۹۰۵	خلاف اولیٰ کی تحقیق	۸۲۸

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
٩٠٦	مباح کی تحقیق	٨٢٩
٩٠٧	ہر مباح مستحب کے ضمن میں متحقق ہوگا' یا مکروہ کے ضمن میں	٨٣١
٩٠٨	سورۃ الحج کا اختتام	٨٣٢
٩٠٩	**سورۃ المؤمنون**	٨٣٥
٩١٠	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس سورۃ کی فضیلت	٨٣٥
٩١١	سورۃ المؤمنون کا زمانہ نزول	٨٣٦
٩١٢	سورۃ المؤمنون اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	٨٣٧
٩١٣	سورۃ المؤمنون کے اہداف اور مقاصد	٨٣٨
٩١٤	قد افلح المؤمنون (١-٢٢)	٨٤٠
٩١٥	الخشوع کا لغوی معنی	٨٤٢
٩١٦	الخشوع کا اصطلاحی معنی	٨٤٣
٩١٧	الخشوع کے درجات	٨٤٣
٩١٨	قرآن مجید میں الخشوع کے اطلاقات	٨٤٤
٩١٩	الخشوع کے متعلق لفظاً اور معنیً احادیث	٨٤٤
٩٢٠	الخشوع کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین	٨٤٦
٩٢١	نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر قرآن مجید سے دلائل	٨٤٨
٩٢٢	نماز میں خضوع اور خشوع کے وجوب پر احادیث سے دلائل	٨٤٩
٩٢٣	نماز میں خشوع کے وجوب کا محمل	٨٥٠
٩٢٤	خشوع کے فوائد	٨٥١
٩٢٥	نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں	٨٥١
٩٢٦	لغو کا لغوی معنی	٨٥٣
٩٢٧	لغو کا اصطلاحی معنی	٨٥٤
٩٢٨	زکوٰۃ کے معانی	٨٥٤
٩٢٩	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنے کے جواز کی توجیہ	٨٥٥

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
٩٣٠	اس دور میں غلام اور باندی بنانے کا عدم جواز	٨٥٥
٩٣١	عورتوں کا غلاموں سے جنسی عمل کرنا' ہم جنس پرستی' استمناء بالید اور متعہ	٨٥٥
٩٣٢	امانت اور عہد کی حفاظت کرنے کا حکم	٨٥٦
٩٣٣	نماز کو سستی اور غفلت سے پڑھنے اور وقت نکلنے کے بعد پڑھنے کی ممانعت	٨٥٧
٩٣٤	کیا جنت میں دخول صرف ان ہی صفات سے ہوگا جن کا المؤمنون کی ابتداء میں ذکر ہے؟	٨٥٩
٩٣٥	الفردوس کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	٨٥٩
٩٣٦	جنت کے وارث ہونے کا معنی	٨٦٠
٩٣٧	تخلیق انسان کے مراحل کی حدیث	٨٦٠
٩٣٨	مخلوق کی ضروریات اور مصلحتوں کی رعایت	٨٦١
٩٣٩	انگور' کھجور' زیتون اور دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	٨٦٢
٩٤٠	دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	٨٦٣
٩٤١	ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فقال یقوم اعبدوا الله (٢٣-٣٢)	٨٦٣
٩٤٢	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	٨٦٥
٩٤٣	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام پہنچانا اور ان کا پیغام کو مسترد کرنا	٨٦٥
٩٤٤	حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے اہم نکات	٨٦٦
٩٤٥	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے بعد ان کی قوم کو طوفان میں غرق کرنے کا خلاصہ	٨٦٦
٩٤٦	حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ	٨٦٧
٩٤٧	وقال الملا من قومه الذین کفروا (٣٣-٥٠)	٨٦٩
٩٤٨	رسول کا اپنی قوم کی طرف پیغام پہنچانا اور قوم کا سرکشی سے اس پیغام کو رد کرنا	٨٧٠
٩٤٩	رسول کا قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر ان کی	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ہلاکت کی دعا کرنا	٨٧١
٩٥٠	حضرت ھود علیہ السلام کے بعد آنے والے دیگر انبیاء کا قصہ	٨٧١
٩٥١	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	٨٧٢
٩٥٢	حضرت عیسیٰ ابن مریم کا قصہ	٨٧٤
٩٥٣	یایھا الرسل کلوا من الطیبت (٧٧-٥١)	٨٧٤
٩٥٤	تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنے کی توجیہ	٨٧٧
٩٥٥	اپنی حلال کمائی سے کھانے کی ترغیب اور ناپاک اور حرام چیزیں کھانے کی ترہیب (ممانعت)	٨٧٧
٩٥٦	امت کا معنی	٨٨٠
٩٥٧	غمرۃ کا معنی اور مصداق	٨٨٢
٩٥٨	کافروں کے کفر کے باوجود ان کو نعمتیں دینے کی وجوہ	٨٨٢
٩٥٩	مومنوں کی تحسین کی پانچ وجوہ	٨٨٣
٩٦٠	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ	٨٨٤
٩٦١	کفار کے کرتوت اور ان پر نزول عذاب کی کیفیت	٨٨٤
٩٦٢	نکوص، سمر اور ہجر کے معانی	٨٨٥
٩٦٣	مشرکین کے تکبر کے محامل	٨٨٥
٩٦٤	عشاء کی نماز کے بعد جاگ کر باتیں کرنے کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	٨٨٦
٩٦٥	حضرت ابوبکر کے مہمانوں کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	٨٨٧
٩٦٦	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجوہ اور ان کا رد اور ابطال	٨٨٩
٩٦٧	وھو الذین انشأ لکم السمع والابصار (٩٢-٧٨)	٨٩١
٩٦٨	اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں اور بندوں کی ناشکری	٨٩٢
٩٦٩	حشر کے وقوع میں مشرکین کے شبہات اور ان کے جوابات	٨٩٣
٩٧٠	مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے اور بت پرستی کے بطلان پر دلائل	٨٩٤
٩٧١	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے اور اس کا شریک نہ ہونے پر دلائل	٨٩٥
٩٧٢	قل رب اما ترینی ما یوعدون (١١٨-٩٣)	٨٩٥
٩٧٣	نبی ﷺ سے اس دعا کرانے کی توجیہ کہ اللہ آپ کو ظالموں کے عذاب میں شامل نہ کرے	٨٩٨
٩٧٤	نبی ﷺ کو کفار کا عذاب دکھانا	٩٠٠
٩٧٥	برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی نصیحت اور نبی ﷺ کی سیرت میں اس کی مثالیں	٩٠٠
٩٧٦	شیطان کے وسوسوں اور اس کے حاضر ہونے سے پناہ طلب کرنے کے متعلق احادیث	٩٠٤
٩٧٧	موت کے وقت دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا کرنے والے کافر ہوں گے اور بدکار مسلمان	٩٠٥
٩٧٨	موت کے وقت ہر شخص کو لازماً علم ہوگا کہ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے یا اس کے اعداء میں سے	٩٠٦
٩٧٩	لعل اور کلا کا معنی	٩٠٦
٩٨٠	برزخ کا معنی	٩٠٧
٩٨١	قیامت کے دن رشتوں کا قائم نہ رہنا اور اپنے اپنے حقوق وصول کرنا	٩٠٧
٩٨٢	قیامت کے دن نبی ﷺ کے نسب، نکاح اور سسرال کے رشتوں کے سوا تمام رشتوں کا	

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ	نمبرشار	عنوان	صفحہ
	منقطع ہو جانا	۹۰۸			
۹۸۳	حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب کی احادیث	۹۱۰			
۹۸۴	موازین کے محامل	۹۱۴			
۹۸۵	آخرت میں کفار کے چار اوصاف	۹۱۵			
۹۸۶	آخرت میں حساب کے متعلق احادیث	۹۱۶			
۹۸۷	دوزخ میں کافروں کی چھ دعائیں جو وہ چھ ہزار سال تک کریں گے	۹۱۸			
۹۸۸	نیک مسلمانوں کو اچھی جزا عطا فرمانے کی وجہ	۹۲۰			
۹۸۹	کفار کو آخرت میں دنیا کی ناپائیداری پر متنبہ کرنا	۹۲۱			
۹۹۰	المؤمنون کی ابتداء اور انتہاء میں مناسبت	۹۲۱			
۹۹۱	اختتامی کلمات	۹۲۲			
۹۹۲	مآخذ و مراجع	۹۲۵			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد ہشتم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ النور	۲۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۱
۲	سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۳۱
۳	سورۃ النور اور سورۃ المومنون کی باہمی مناسبت	۳۲
۴	سورۃ النور کا زمانہ نزول	۳۳
۵	النور کے مسائل اور مقاصد	۳۷
۶	سورۃ انزلنھا وفرضنھا وانزلنا فیھا ایت بینت (۱۰-۱)	۴۰
۷	نحوی اشکال کا جواب' انزال پر اعتراض کا جواب' اور سورت اور فرض کا معنی	۴۱
۸	زنا کا لغوی معنی	۴۳
۹	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۳
۱۰	فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۱	فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۲	فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف	۴۵
۱۳	حد زنا کی شرائط	۴۸
۱۴	احصان کی تحقیق	۴۹
۱۵	زنا کی ممانعت' اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۹
۱۶	زنا کی ممانعت' مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار	۵۰
۱۷	زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ	۵۷
۱۸	کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام	۵۸
۱۹	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء	۵۹
۲۰	زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل	۶۰
۲۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل	۶۱
۲۲	غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث	۶۱
۲۳	رجم کی تحقیق	۶۲
۲۴	قرآن مجید سے رجم کا ثبوت	۶۲
۲۵	رجم کی منسوخ التلاوت آیت	۶۴
۲۶	آیت رجم کی بحث	۶۵
۲۷	رجم کی احادیث متواترہ	۶۶
۲۸	زانیہ کے لئے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث	۶۷
۲۹	زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات	۶۸
۳۰	زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا	۶۹
۳۱	قذف کا لغوی معنی	۶۹
۳۲	قذف کا شرعی معنی	۷۰
۳۳	قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم	۷۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم	۷۰
۳۵	احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء	۷۱
۳۶	احصان کی شرائط میں مذہب احناف	۷۱
۳۷	کوڑے مارنے کے احکام	۷۲
۳۸	جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء	۷۲
۳۹	لعان کے متعلق احادیث	۷۳
۴۰	لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۵
۴۱	لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء	۷۵
۴۲	لعان کی وجہ تسمیہ	۷۶
۴۳	زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم	۷۶
۴۴	لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء	۷۶
۴۵	فقہاء احناف کے نظریے پر دلائل	۷۷
۴۶	علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات	۷۷
۴۷	لعان کی وجہ سے بچے کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء	۷۹
۴۸	ان الذین جاء و بالافک عصبة منکم ط (۲۰-۱۱)	۸۰
۴۹	مشکل الفاظ کے معانی	۸۰
۵۰	النور ۱۰-۱۱ کی مختصر تفسیر	۸۱
۵۱	حضرت عائشہ پر تہمت کی مفصل حدیث	۸۲
۵۲	سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی میں مذاہب	۸۷
۵۳	نزول وحی سے پہلے رسول اللہ کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم اور شبہات کے جوابات	۸۷
۵۴	کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی	۸۹
۵۵	حضرت عائشہ کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل	۸۹
۵۶	حضرت عائشہ کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل	۹۰
۵۷	حضرت عائشہ کے فضائل	۹۱
۵۸	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل	۹۲
۵۹	حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ”میں حضور کے لئے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی“	۹۶
۶۰	حدیث افک پر بعض معاصرین کے اعتراضات	۹۷
۶۱	اعتراضات مذکورہ کے جوابات	۹۷
۶۲	شہاب الزہری کون تھے؟ کیا تھے؟ کیسے تھے؟	۱۰۲
۶۳	حضرت عائشہ کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۱۰۳
۶۴	یایھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوات الشیطن ط (۲۶-۲۱)	۱۱۱
۶۵	الفحشاء والمنکر اور التزکیہ کے معانی	۱۱۳
۶۶	حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل اور نکات	۱۱۴
۶۷	حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے منافقوں کی اخروی سزا	۱۱۸
۶۸	حضرت عائشہ کے لئے جنت کی بشارت	۱۱۹
۶۹	یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا (۳۴-۲۷)	۱۲۰
۷۰	بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی اور دیگر آداب کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۳
۷۱	بیوت غیر مسکونہ (غیر رہائشی) عمارات کی تعیین	۱۲۶
۷۲	مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	۱۲۷
۷۳	عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے کے متعلق احادیث	۱۲۸
۷۴	ایامٰی کا معنی	۱۳۱
۷۵	عبدالنبی نام رکھنے کی تحقیق	۱۳۱
۷۶	نکاح کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۳۱
۷۷	نکاح کی فضیلت میں احادیث	۱۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۸	نکاح کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	۱۳۴
۷۹	جو شخص مجرد ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے	۱۳۶
۸۰	غلاموں اور باندیوں کے بعض احکام	۱۳۶
۸۱	اللہ نور السموات والارض ط (۴۰-۳۵)	۱۳۸
۸۲	نور کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۴۰
۸۳	اللہ پر نور کے اطلاق کی توجیہات	۱۴۰
۸۴	احادیث میں اللہ پر نور کا اطلاق	۱۴۱
۸۵	مشکل الفاظ کے معانی	۱۴۱
۸۶	آپ پر قرآن نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ کی نبوت عالم میں آشکارا ہو جاتی	۱۴۲
۸۷	مساجد کی تعمیر' مساجد میں ذکر اور تسبیح اور مساجد کے آداب کے متعلق احادیث	۱۴۳
۸۸	ان لوگوں کا مصداق اور اجر جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتی	۱۴۴
۸۹	قیامت کے دن دلوں اور آنکھوں کے الٹ پلٹ جانے کا معنی	۱۴۵
۹۰	عبادت میں غفلت نہ کرنے والوں کا اجر	۱۴۵
۹۱	سراب اور البقیعہ کا معنی اور شان نزول	۱۴۶
۹۲	کفار کے اعمال سراب کی طرح دھوکا ہیں یا سمندر کی تاریکی کی طرح بے فیض ہیں	۱۴۷
۹۳	الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صفت (۵۰-۴۱)	۱۴۸
۹۴	"کیا آپ نے نہیں دیکھا" اس سے مراد استفہام تقریری ہے	۱۵۰
۹۵	جانداروں اور بے جانوں کی تسبیح	۱۵۰
۹۶	حیوانات کے ادراک پر علم کے اطلاق کی توجیہ	۱۵۰
۹۷	علم کی تعریف	۱۵۰
۹۸	تخییل' تکذیب' شک' وہم اور ظن کی تعریفات	۱۵۱
۹۹	تقلید مخطی' جہل مرکب' تقلید مصیب' عین الیقین اور حق الیقین کی تعریف	۱۵۱
۱۰۰	علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا اور حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہ کیا جانا	۱۵۲
۱۰۱	پرندوں اور حیوانوں کی معرفت اور علم کے شواہد	۱۵۳
۱۰۲	جمادات' نباتات اور حیوانات کے علم پر قرآن مجید سے دلائل	۱۵۴
۱۰۳	جمادات' نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت میں احادیث	۱۵۵
۱۰۴	کنکریوں' طعام اور پرندوں کی تسبیح کے متعلق احادیث اور آثار	۱۵۶
۱۰۵	علم کی تعریف میں خلاصہ مبحث	۱۵۹
۱۰۶	مشکل الفاظ کے معانی	۱۶۰
۱۰۷	مخلوقات کے تنوع سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال	۱۶۱
۱۰۸	فیصلہ کے لئے قاضی کے بلانے پر جانے کا وجوب	۱۶۲
۱۰۹	انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ (۵۷-۵۱)	۱۶۳
۱۱۰	کتاب' سنت اور حکام مسلمین کی اطاعت کی تاکید	۱۶۴
۱۱۱	جوامع الکلم کی مثال	۱۶۵
۱۱۲	منافقین کی قسموں کا غیر معتبر ہونا	۱۶۶
۱۱۳	کتب سابقہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات	۱۶۶
۱۱۴	النور: ۵۵ کا شان نزول	۱۶۷
۱۱۵	تنگ دستی کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی	۱۶۸
۱۱۶	نواب قنوجی کا آیت استخلاف کو خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص نہ قرار دینا	۱۶۹
۱۱۷	بعض آیات میں عموم الفاظ کی بجائے خصوصیت	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے	۱۶۹
۱۱۸	آیتِ استخلاف کے خلفاء راشدین کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلائل	۱۷۱
۱۱۹	دلائل مذکورہ پر اعتراضات کے جوابات	۱۷۱
۱۲۰	آیتِ استخلاف سے حضرت علیؓ، بارہ امام یا امام مہدی کے مراد نہ ہونے پر دلائل	۱۷۴
۱۲۱	حضرت علی کی خلافت کا برحق ہونا، خلفاء ثلاثہ کے برحق ہونے پر موقوف ہے	۱۷۵
۱۲۲	آیتِ استخلاف سے شیعہ مفسرین کا حضرت علیؓ، بارہ اماموں اور امام مہدی کی خلافت پر استدلال	۱۷۶
۱۲۳	علماء شیعہ کی تفسیروں پر مصنف کا تبصرہ	۱۷۸
۱۲۴	اس امت کی پہلی اجتماعی ناشکری قتل عثمان ہے	۱۷۹
۱۲۵	حکمران دنیاوی امور کے منتظم ہیں اور علماء دینی امور کے	۱۸۰
۱۲۶	یاایها الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم (۵۸-۶۱)	۱۸۱
۱۲۷	تین اوقات میں گھر میں دخول کے لئے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو اجازت لینے کا حکم	۱۸۳
۱۲۸	اجازت مذکورہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا باقی ہے	۱۸۴
۱۲۹	بالغ لڑکوں کو گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر وقت اجازت طلب کرنا ضروری ہے	۱۸۴
۱۳۰	بوڑھی عورتوں کے حجاب کی وضاحت	۱۸۵
۱۳۱	بیماروں اور معذوروں کے ساتھ مل کر کھانے کی اجازت کے اسباب	۱۸۶
۱۳۲	اولاد کے گھروں کو اپنا گھر فرمانا	۱۸۶
۱۳۳	وکیلوں کے لیے اپنے موکلوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت	۱۸۷
۱۳۴	اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت خواہ مل کر یا الگ الگ	۱۸۸
۱۳۵	گھر میں دخول کے وقت گھر والوں کو سلام کرنا	۱۸۸
۱۳۶	انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانو معہ (۶۲-۶۴)	۱۸۹
۱۳۷	امر جامع (مجتمع ہونے والی مہم) کا بیان	۱۹۰
۱۳۸	پیری اور مریدی کے آداب	۱۹۱
۱۳۹	مشکل الفاظ کے معانی	۱۹۱
۱۴۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تاکید	۱۹۱
۱۴۱	لاتجعلوا دعاء الرسول کے تین محامل	۱۹۲
۱۴۲	ندا یا محمد پر اعتراض کے جوابات	۱۹۳
۱۴۳	احادیث، آثار، علماء متقدمین اور علماء دیوبند سے ندا یا محمد کا ثبوت	۱۹۴
۱۴۴	اللہ تعالیٰ کا یا محمد فرمانا	۱۹۵
۱۴۵	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات سے ندا یا محمد کا جواز	۱۹۶
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کے خالق اور مستحق عبادت ہونے پر دلیل	۱۹۹
۱۴۷	سورۃ النور کے اختتامی کلمات	۱۹۹
	سورۃ الفرقان	۲۰۱
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۰۳
۲	قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کی تحقیق	۲۰۴
۳	سورۃ الفرقان کا زمانہ نزول	۲۰۶
۴	سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی باہمی مناسبت	۲۰۷
۵	سورۃ الفرقان کے مشمولات	۲۰۸
۶	تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ (۱-۹)	۲۱۰
۷	بسم اللہ کے معانی	۲۱۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	تبارک' الفرقان' النذیر اور العلمین کے معانی	۲۱۲
۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم	۲۱۲
۱۰	اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کی تمہید	۲۱۳
۱۱	شرک کی پستی	۲۱۴
۱۲	مشرکین کا یہ اعتراض کہ یہ قرآن اہل کتاب کے تعاون سے بنایا گیا ہے	۲۱۴
۱۳	مشرکین کے اعتراض مذکور کا جواب	۲۱۴
۱۴	پیغام حق نہ سنانے پر کفار کا آپ کو مال اور حکومت کی پیش کش کرنا	۲۱۵
۱۵	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ بازاروں میں چلتے ہیں	۲۱۶
۱۶	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے پاس سونے چاندی کے محلات کیوں نہیں اور آپ کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں؟	۲۱۶
۱۷	تبرک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذالک (۲۰-۱۰)	۲۱۷
۱۸	باغات اور محلات کے طعنہ کا جواب	۲۱۹
۱۹	دوزخ کی آنکھوں' کانوں اور زبان کے متعلق احادیث	۲۲۰
۲۰	تغیظ اور زفیر کے معنی	۲۲۰
۲۱	کفار کا جہنم میں جھونکا جانا اور ان کا موت کی دعا کرنا	۲۲۱
۲۲	آیا دوزخ میں کوئی اچھائی ہے؟	۲۲۱
۲۳	جنت میں ہر چاہی ہوئی چیز کے ملنے کا محمل	۲۲۲
۲۴	اللہ کے وعدہ کی بناء پر اس سے سوال کرنا	۲۲۲
۲۵	نعمتوں کی بہتات کی وجہ سے لوگوں کا کفر اور شرک کرنا	۲۲۳
۲۶	"بورا" کے معنی اور شرک کی مذمت	۲۲۴
۲۷	رزق اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اسباب اور وسائل کو تلاش کر کے اختیار کرنا	۲۲۴
۲۸	ترک اسباب پر صوفیاء کے دلائل اور ان کے جوابات اور توکل کا صحیح مفہوم	۲۲۶
۲۹	اہل نعمت کی اہل مصیبت سے شکر میں اور اہل مصیبت کی اہل نعمت سے صبر میں آزمائش	۲۲۸
۳۰	وقال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا (۳۴-۲۱)	۲۲۹
۳۱	ایمان لانے کو فرشتوں کے نزول اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر معلق کرنے کا جواب	۲۳۱
۳۲	حجرا محجورا کے دو محمل	۲۳۱
۳۳	ھباء منثورا کا معنی	۲۳۲
۳۴	قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا وہ مومنوں پر کتنا طویل ہوگا؟	۲۳۳
۳۵	قیامت کے احوال	۲۳۴
۳۶	عقبہ بن ابی معیط کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور اس کی دنیا اور آخرت میں سزا	۲۳۴
۳۷	کیسے شخص کو دوست بنایا جائے؟	۲۳۶
۳۸	مھجور کا معنی	۲۳۶
۳۹	قرآن مجید کو تدریجاً نازل کرنے کی وجہ	۲۳۷
۴۰	ولقد اتینا موسی الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھرون وزیرا (۴۴-۳۵)	۲۳۹
۴۱	فرعون کی طرف صرف حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم دیا تھا یا ان کے بھائی حضرت ہارون کو بھی؟	۲۴۰
۴۲	حضرت نوح کی قوم نے صرف حضرت نوح کی تکذیب کی تھی پھر یہ کیوں فرمایا کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی؟	۲۴۱
۴۳	"الرّس" کا معنی	۲۴۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴	اصحاب الرّس کی تفسیر اوران کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال	۲۴۲
۴۵	قریش کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانا اور آپ کو اذیت پہنچانا	۲۴۳
۴۶	اپنی خواہش کے پرستاروں کے مصادیق	۲۴۴
۴۷	کفار سے سننے اور عقل کی نفی کی توجیہ	۲۴۴
۴۸	کفار کا چوپایوں سے زیادہ گمراہ ہونا	۲۴۵
۴۹	الم تر الی ربک کیف مد الظل ج ولو شاء لجعلہ ساکنا ج (۴۵-۶۰)	۲۴۵
۵۰	ظل اور فئی کا معنی	۲۴۸
۵۱	کفر کے اندھیروں کا ختم ہونا اور ایمان کے سورج کا طلوع ہونا	۲۴۸
۵۲	طہور کا معنی اوراس کا مصداق	۲۴۹
۵۳	کسی نجس چیز کے گرنے سے اگر پانی میں نجاست کی بو اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ آجائے تو پانی طہور نہیں رہے گا	۲۴۹
۵۴	دہ دردہ (۱۰x۱۰) کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا	۲۵۰
۵۵	قُلتین کی مقدار میں پانی کا طہور ہونا	۲۵۰
۵۶	جاری پانی کا طہور ہونا	۲۵۱
۵۷	مختلف علاقوں میں بارش نازل فرمانے کے متعلق احادیث	۲۵۲
۵۸	بارش کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی توحید اوراس کی قدرت پردلیل	۲۵۲
۵۹	جہاد کبیر کا معنی	۲۵۲
۶۰	مرج اور حجراً محجوراً کا معنی	۲۵۳
۶۱	پانی اور بشر کی تفسیر	۲۵۳
۶۲	نسب کا معنی اوراس کی تحقیق	۲۵۴
۶۳	صہر کا معنی اوراس کی تحقیق	۲۵۴
۶۴	اصہار (سسرالی رشتہ داروں) کے مصادیق	۲۵۵
۶۵	نکاح سے حرمتِ مصاہرت کا متفق علیہ ہونا اور زنا سے حرمتِ مصاہرت کا متفق علیہ نہ ہونا	۲۵۵
۶۶	زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہونے پر فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل اوران کے جوابات	۲۵۵
۶۷	امام شافعی کا یہ اعتراض کہ زنا گناہ ہے اور وہ صہر کی نعمت کے حصول کا سبب نہیں بن سکتا!	۲۵۶
۶۸	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل	۲۵۸
۶۹	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۲۵۸
۷۰	زنا سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۲۶۰
۷۱	تبرک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا (۶۱-۷۷)	۲۶۱
۷۲	بروج کے لغوی اور عرفی معنی	۲۶۴
۷۳	رات کی کوئی عبادت قضاء ہوجائے تو اس کو دن میں ادا کرلیا جائے اسی طرح بالعکس	۲۶۴
۷۴	قرآن اور حدیث سے رات کو اُٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت	۲۶۵
۷۵	زمین پر وقار کے ساتھ چلنے اور جاہلوں سے بحث نہ کرنے کا حکم	۲۶۶
۷۶	فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا تمام رات قیام کرنے کی مثل ہے	۲۶۷
۷۷	غراماً کا معنی	۲۶۸
۷۸	اسراف کا معنی	۲۶۸
۷۹	اقتار کا معنی	۲۶۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۰	ان لوگوں کا مصداق جو فضول خرچ اور بخل نہیں کرتے	۲۷۰
۸۱	اسلام میں اچھے کھانوں اور اچھے لباس پر پابندی نہیں ہے	۲۷۰
۸۲	میانہ روی کی اسلام میں تاکید	۲۷۱
۸۳	حضرت وحشی کا قبول اسلام	۲۷۲
۸۴	اللہ تعالیٰ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا	۲۷۴
۸۵	دوبار توبہ کرنے والوں کے ذکر کا فائدہ	۲۷۴
۸۶	زور اور لغو کا معنی	۲۷۵
۸۷	قرآن مجید کو غفلت اور بے پرواہی سے سننے کی مذمت	۲۷۵
۸۸	مال اور اولاد میں کثرت کی دعا کا جواز	۲۷۵
۸۹	اپنی اولاد کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دنیا میں مطلوب ہے یا آخرت میں؟	۲۷۷
۹۰	متقین کا امام بننے کی دعا کریں یا ان کا مقتدی بننے کی؟	۲۷۸
۹۱	رحمان کے مقبول بندوں کی جزاء	۲۷۸
۹۲	رحمان کے مردود بندوں کی سزا	۲۷۹
۹۳	سورۃ الفرقان کے اختتامی کلمات	۲۷۹
	سورۃ الشعراء	۲۸۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۸۳
۲	سورۃ الفرقان سے سورۃ الشعراء کی مناسبت	۲۸۳
۳	سورۃ الشعراء کے مقاصد اور مسائل	۲۸۴
۴	سورۃ الشعراء کی فضیلت	۲۸۵
۵	طسٓمٓ ○ تلک ایت الکتب المبین ○ (۱-۹)	۲۸۶
۶	طسٓمٓ کے محامل	۲۸۷
۷	الکتاب المبین کا معنی	۲۸۷
۸	کفار کے ایمان نہ لانے سے شدت غم میں گھلنے سے آپ کو منع فرمانا	۲۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹	اختیاری ایمان اور اختیاری اطاعت کا مطلوب ہونا اور جبری ایمان اور جبری اطاعت کا نامطلوب ہونا	۲۸۸
۱۰	کفار کا بتدریج سرکشی میں بڑھنا	۲۸۹
۱۱	زوج کریم کا معنی	۲۹۰
۱۲	واذ نادی ربک موسی ان ائت القوم الظلمین (۱۰-۳۳)	۲۹۰
۱۳	گزشتہ رسولوں کے واقعات سنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۲۹۳
۱۴	سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنانے کی حکمت	۲۹۳
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا زیادہ قوی ہونا	۲۹۳
۱۶	حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے رسالت کا سوال کرنے کی توجیہ	۲۹۴
۱۷	حضرت موسیٰ نے اپنے بجائے حضرت ہارون کی رسالت کا سوال کیا تھا یا اپنی مدد کے لئے؟	۲۹۴
۱۸	حضرت موسیٰ کی طرف ذنب کی نسبت کی توجیہ	۲۹۶
۱۹	فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناشکری کا الزام لگانا	۲۹۶
۲۰	حضرت موسیٰ کا ناشکری کے الزام کا جواب دینا	۲۹۷
۲۱	علم کے کمال کے بعد منصب نبوت عطا فرمانا	۲۹۷
۲۲	فرعون کے اس احسان کا جواب کہ اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی	۲۹۸
۲۳	کافر اگر کسی کے ساتھ نیکی کرے تو آیا وہ شکر کا مستحق ہے یا نہیں؟	۲۹۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے متعلق موسیٰ اور فرعون کا مباحثہ	۳۰۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	آیا فرعون موحد تھا' مشرک تھا یا دہریہ تھا؟	۳۰۱
۲۶	اللہ تعالیٰ کے واجب' قدیم اور واحد ہونے کے دلائل کی مزید وضاحت	۳۰۳
۲۷	مباحثہ میں اشتعال میں نہ آنا اور مخاطب کے فہم کے لحاظ سے دلائل کے اسالیب کو تبدیل کرنا	۳۰۴
۲۸	ثعبان' حیہ اور جآن کے معنی	۳۰۵
۲۹	قال للملا حوله ان هذا لسحر عليم ○ (۵۱-۳۴)	۳۰۵
۳۰	فرعون کا حضرت موسیٰ سے مرعوبیت اور ان کے برحق ہونے کے تاثر کو زائل کرنا	۳۰۷
۳۱	فرعون اور اس کے حواریوں کی اپنی کامیابی کے متعلق خوش فہمی	۳۰۸
۳۲	اس کی توجیہات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو پہلے لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے کا حکم دیا	۳۰۹
۳۳	غیر اللہ کی قسم کھانے کا ممنوع ہونا	۳۰۹
۳۴	سانپوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوفزدہ ہونے کی توجیہات	۳۰۹
۳۵	بعض علماء کا سحر کو صرف تخییل اور مسمریزم قرار دینا اور واقع میں اس کی حقیقت کا انکار کرنا	۳۱۰
۳۶	سحر کا لغوی اور شرعی معنی	۳۱۱
۳۷	سحر اور کرامت میں فرق	۳۱۳
۳۸	سحر کے واقع ہونے کے دلائل	۳۱۳
۳۹	سحر کی اقسام اور اس کے وقوع میں مذاہب	۳۱۵
۴۰	فرعون کے ساحروں کا ایمان لانا	۳۱۶
۴۱	فرعون کا اپنے عوام کو حضرت موسیٰ سے متنفر کرنے کے لیے جادوگروں پر الزام تراشی کرنا	۳۱۷
۴۲	صلیب کا معنی	۳۱۷
۴۳	اہل معرفت پر مصائب کا آسان ہونا' اور مصائب برداشت کرنے پر انہیں مراتب سے نوازنا	۳۱۸
۴۴	جادوگروں کا اول المؤمنین ہونا	۳۱۹
۴۵	واوحينا الى موسى ان اسر بعبادى انكم متبعون (۶۸-۵۲)	۳۲۰
۴۶	بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور فرعون کا تعاقب	۳۲۰
۴۷	شرذمه اور حذرون کے معنی	۳۲۰
۴۸	بنی اسرائیل کو کس سرزمین کا وارث بنایا گیا تھا؟	۳۲۲
۴۹	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۳۲۴
۵۰	سمندر پر عصا مارنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۳۲۴
۵۱	فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کا بیان	۳۲۵
۵۲	واتل عليهم نبا ابراهيم ○ اذ قال لابيه وقومه ما تعبدون ○ (۱۰۴-۶۹)	۳۲۷
۵۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۳۲۹
۵۴	قوم کا معنی اور مصداق	۳۲۹
۵۵	صنم کا معنی	۳۳۲
۵۶	بتوں کی عبادت کا رد فرمانا	۳۳۳
۵۷	بتوں کو دشمن فرمانے کی توجیہ	۳۳۴
۵۸	بتوں کو کفار کا دشمن کہنے کے بجائے اپنا دشمن کہنے کی توجیہ	۳۳۴
۵۹	پہلے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کرنا پھر اس کی پرورش کی نعمت کا ذکر کرنا	۳۳۵
۶۰	کھلانے پلانے کی نعمت میں لپٹی ہوئی بے شمار نعمتیں	۳۳۵
۶۱	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے اسرار	۳۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۲	عام لوگوں کی بیماری کے اسباب	۳۳۷
۶۳	نبی علیہ السلام اور نیک لوگوں کی بیماری کے اسباب	۳۳۸
۶۴	عیب کی نسبت اپنی طرف اور حسن کی نسبت اللہ کی طرف کرنا	۳۳۹
۶۵	مرض اور شفاء کے متعلق عارفین کے اقوال	۳۳۹
۶۶	دوا اور علاج کے متعلق احادیث	۳۴۰
۶۷	پرہیز کے متعلق احادیث	۳۴۲
۶۸	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حق میں موت کا نعمت ہونا	۳۴۲
۶۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خطا کا ذکر کر کے مغفرت طلب کی' اس کی توجیہات	۳۴۳
۷۰	حضرت ابراہیم نے کہا ''میرے لئے میری خطا معاف فرما'' اس کی توجیہات	۳۴۶
۷۱	دوسرے نبیوں کو مانگنے سے عطا کرنا اور ہمارے نبی کو بے مانگے عطا فرمانا	۳۴۷
۷۲	ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کے متعلق مصنف کا موقف	۳۴۸
۷۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا پہلا مطلوب اور حکم کا معنی	۳۴۹
۷۴	بعد والوں کی ثنا کے حصول کی دعا کی توجیہات	۳۵۰
۷۵	جنت کی دعا کا مطلوب ہونا اور شہر مدینہ سے جنت کا زیادہ محبوب ہونا	۳۵۱
۷۶	حضرت ابراہیم کی آزر کے لیے دعا کی توجیہات	۳۵۱
۷۷	قیامت کے دن حضرت ابراہیم کی آزر سے ملاقات کے متعلق احادیث	۳۵۲
۷۸	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کرنے پر اشکال اور اس کے جوابات	۳۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۹	آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر خلف وعد اور خلف وعید کے اعتراض کا جواب	۳۵۴
۸۰	وضو کے بعد حضرت ابراہیم کی اس دُعا کو پڑھنے کا ثواب	۳۵۴
۸۱	قیامت کے دن پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین	۳۵۵
۸۲	آخرت میں مسلمانوں کے مال کی نفع رسانی	۳۵۶
۸۳	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	۳۵۷
۸۴	قلب سلیم کی تعریف' اس کی علامات اور اس کا مصداق	۳۵۸
۸۵	جنت اور دوزخ کی صفات	۳۶۰
۸۶	جنت اور دوزخ کس جگہ پر واقع ہے؟	۳۶۱
۸۷	مشرکین' ان کے باطل معبودوں اور ان کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کی دوزخ میں حالت زار	۳۶۲
۸۸	دوزخ میں مشرکین اور بتوں کا ایک دوسرے کو مطعون کرنا	۳۶۳
۸۹	صدیق اور حمیم کا معنی	۳۶۴
۹۰	مومنوں کی مغفرت اور اس پر کفار کی حسرت کے متعلق احادیث	۳۶۴
۹۱	مومنوں کے دوستوں کا قیامت کے دن کام آنا اور کفار کا اس نعمت سے محروم ہونا	۳۶۵
۹۲	مصائب میں گھر کر انسان کا اللہ کی طرف رجوع کرنا اور مصائب دور ہونے کے بعد پھر غافل ہو جانا	۳۶۶
۹۳	اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا	۳۶۷
۹۴	کذبت قوم نوح ن المرسلین ○ اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون. (۱۲۲-۱۰۵)	۳۶۸
۹۵	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	۳۷۰
۹۶	حضرت نوح کو بھائی کہنے کی توجیہ اور ان کی نبوت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پر دلیل	۳۷۰
۹۷	مواعظ اور خطابات پر اجرت لینے کا جواز	۳۷۱
۹۸	جن نیک لوگوں کو معاشرے میں پست اور بے وقعت سمجھا جاتا ہے اللہ کے نزدیک وہی عزت والے ہیں	۳۷۳
۹۹	احکامِ شرعیہ ظاہر پر مبنی ہیں اور باطن اللہ کے سپرد ہے	۳۷۴
۱۰۰	امیر کافروں کی خوشنودی کے لیے غریب مسلمانوں کو نہ اٹھایا جائے	۳۷۵
۱۰۱	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف دعا کی توجیہ	۳۷۶
۱۰۲	قصہ نوح کے بعض اسرار	۳۷۷
۱۰۳	جاہل پیروں کی بیعت کا حرام ہونا	۳۷۷
۱۰۴	کذبت عاد المرسلین ○ اذ قال لھم اخوھم ھود الا تتقون (۱۴۰-۱۲۳)	۳۷۹
۱۰۵	قوم عاد کا مختصر تعارف	۳۸۰
۱۰۶	قوم عاد کے عبث لھو ولعب کے متعلق اقوال	۳۸۱
۱۰۷	لہو ولعب اور کبوتر بازی کے متعلق احادیث	۳۸۲
۱۰۸	محدثین کے نزدیک لھو کی تعریف	۳۸۳
۱۰۹	جسمانی صحت کے حصول کے لیے جائز کھیلوں اور ورزشوں کا جواز	۳۸۴
۱۱۰	لہو باطل (غیر شرعی شغل) کے نقصانات	۳۸۵
۱۱۱	لہو باطل اور کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کی تصریحات	۳۸۵
۱۱۲	جن کاموں سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اس کی شہادت قابل قبول نہیں ہوتی	۳۸۶
۱۱۳	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا سماع، رقص اور دھمال کرنا	۳۸۷
۱۱۴	پرندوں اور جانوروں کو پالنے کے متعلق احادیث	۳۸۹
۱۱۵	موذی جانورات اور حشرات الارض کو قتل کرنے کے متعلق احادیث	۳۸۹
۱۱۶	پرندوں اور جانوروں کو پالنے اور موذی جانوروں کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء کی عبارات	۳۹۰
۱۱۷	متعدد منزلہ بلڈنگیں اور خوبصورت عمارات، پلازہ اور شاپنگ سنٹر بنانے کا شرعی حکم	۳۹۰
۱۱۸	کسی کو تادیب اور سرزنش کے لئے زیادہ سزا نہ دی جائے اور دس ڈنڈیوں سے زیادہ نہ مارا جائے	۳۹۲
۱۱۹	قید کرنے اور مالی جرمانے کی سزائیں	۳۹۴
۱۲۰	اگر بروقت حکام سے رابطہ نہ ہو سکے تو مسلمان از خود ظلم اور برائی کو مٹائے	۳۹۵
۱۲۱	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی فرضیت	۳۹۶
۱۲۲	ناگزیر حالات کے سوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک نہ کیا جائے	۳۹۷
۱۲۳	اگر برائی اور ظلم کو روکنا ناگزیر ہو تو مسلمان از خود کارروائی کریں	۳۹۷
۱۲۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے	۳۹۸
۱۲۵	ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان	۳۹۹
۱۲۶	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے	۳۹۹
۱۲۷	امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	۳۹۹
۱۲۸	قوم ھود کا تکبر اور اس کا ہلاک ہونا	۴۰۰
۱۲۹	کذبت ثمود المرسلین ○ اذ قال لھم اخوھم صلح الا تتقون (۱۵۹-۱۴۱)	۴۰۱
۱۳۰	قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجنا	۴۰۲
۱۳۱	مشکل الفاظ کے معانی	۴۰۳
۱۳۲	جسمانی اور روحانی لذتیں	۴۰۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۳۳	فساد اور شر کی دو قسمیں	۴۰۳
۱۳۴	حضرت صالح علیہ السلام سے دلیل کا مطالبہ	۴۰۴
۱۳۵	حضرت صالح کا چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھانا	۴۰۴
۱۳۶	قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنا اور ان کا عذاب سے ہلاک ہونا	۴۰۵
۱۳۷	قوم ثمود کے نادم ہونے کے باوجود عذاب آنے کی توجیہ	۴۰۶
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور اس کے قہر و غلبہ کے آثار اور تقاضے	۴۰۷
۱۳۹	كذبت قوم لوط ن المرسلين ○ (۱۶۰-۱۷۵)	۴۰۸
۱۴۰	حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت	۴۰۹
۱۴۱	جنسی اعضاء اور جنسی عمل کا ذکر اشارہ اور کنایہ سے کرنے کی تلقین	۴۱۰
۱۴۲	عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی ممانعت	۴۱۱
۱۴۳	عمل قوم لوط کی سزا	۴۱۲
۱۴۴	قوم لوط کی بُری خصلتیں	۴۱۲
۱۴۵	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی زبان درازی اور عذاب کا مستحق ہونا	۴۱۳
۱۴۶	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت اور اس کا عذاب	۴۱۳
۱۴۷	حدود کے نفاذ کا رحمت ہونا	۴۱۵
۱۴۸	كذب اصحب لئيكة المرسلين ○ (۱۷۶-۱۹۱)	۴۱۶
۱۴۹	حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	۴۱۸
۱۵۰	حضرت شعیب علیہ السلام کا مقام بعثت	۴۲۰
۱۵۱	اہل مدین اور اصحاب الایکہ	۴۲۱
۱۵۲	قسطاس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۲۱
۱۵۳	قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق احادیث	۴۲۲
۱۵۴	قسطاس (عدل کرنے) کے متعلق آثار	۴۲۳
۱۵۵	عدل کے متعلق اقوال علماء	۴۲۴
۱۵۶	عدل عقلی اور عدل شرعی	۴۲۵
۱۵۷	عدل اور احسان	۴۲۵
۱۵۸	عدل اور انصاف کے فوائد	۴۲۶
۱۵۹	فساد کی دو قسمیں	۴۲۷
۱۶۰	جبلّت کا معنی	۴۲۷
۱۶۱	طبیعت، خصلت، خلق اور عادت کا فرق	۴۲۷
۱۶۲	جبلّت کے متعلق احادیث	۴۲۸
۱۶۳	حسنِ اخلاق کے متعلق احادیث	۴۲۹
۱۶۴	وہ افعال جو حسنِ اخلاق کا مصداق ہیں اور نبی علیہ السلام کے اخلاقِ حسنہ	۴۳۰
۱۶۵	خصلت اور عادت کا معنی اور آیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟	۴۳۴
۱۶۶	اصحاب لئیکة کا اپنے انکار پر اصرار اور ان پر عذاب کا نازل ہونا	۴۳۶
۱۶۷	سورۃ الشعراء میں انبیاء علیہم السلام کے قصص کی تنقیح	۴۳۷
۱۶۸	مستقبل میں عذاب سے نجات کا مدار	۴۳۷
۱۶۹	وانه لتنزيل رب العالمين ○ نزل به الروح الامين (۱۹۲-۲۲۷)	۴۳۸
۱۷۰	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل	۴۴۰
۱۷۱	حضرت جبرئیل علیہ السلام کو روح الامین کہنے کی وجہ	۴۴۱
۱۷۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر قرآن مجید کو نازل کرنے کی کیفیت	۴۴۱
۱۷۳	حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید کے علاوہ دیگر احکام کے متعلق بھی آپ پر وحی نازل کی ہے	۴۴۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۷۴	قرآن مجید کے عربی زبان میں ہونے کی تحقیق اور غیر عربی الفاظ کا جواب	۴۴۶
۱۷۵	عربی زبان کی فضیلت	۴۴۷
۱۷۶	عربی زبان کی تاریخ	۴۴۷
۱۷۷	سابقہ آسمانی کتابوں میں قرآن مجید کے مذکور ہونے کے محامل	۴۴۸
۱۷۸	آیا قرآن مجید کو غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	۴۴۹
۱۷۹	غیر عربی میں قرآن مجید پڑھنے کی مزید تحقیق	۴۴۹
۱۸۰	آیا ترجمۂ قرآن پر قرآن مجید کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟	۴۵۰
۱۸۱	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۴۵۱
۱۸۲	کفار مکہ کا عناد اور ہٹ دھرمی	۴۵۲
۱۸۳	کفار کی ہٹ دھرمیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۴۵۳
۱۸۴	اللہ کے عذاب کو جلد طلب کرنے کی مذمت	۴۵۴
۱۸۵	اس فانی زندگی پر مغرور نہ ہونے کی تلقین	۴۵۴
۱۸۶	جرم کے بغیر بھی عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے	۴۵۵
۱۸۷	انسان کو خیر اور شر کا اختیار عطا فرمانا	۴۵۶
۱۸۸	اس پر دلائل کہ شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	۴۵۷
۱۸۹	شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے اس کی توجیہ اور بحث ونظر	۴۵۸
۱۹۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت کی توجیہ	۴۵۹
۱۹۱	عشیرۃ کا معنی اور صلہ رحم میں الاقرب فالاقرب کی ترجیح	۴۶۰
۱۹۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۱
۱۹۳	رحم کی تراوٹ سے فائدہ پہنچانا	۴۶۲
۱۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۲
۱۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربین کی دعوت کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۴۶۳
۱۹۶	اہل بیت اور اپنے دیگر قرابت داروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں نفع پہنچانا	۳۶۴
۱۹۷	نفع رسانی کی بظاہر نفی کی روایات کی توجیہ	۴۶۵
۱۹۸	اس پر دلیل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفع اور ضرر کی نفی ذاتی نفع اور ضرر پر محمول ہے	۴۶۶
۱۹۹	نسب پر اعتماد کرنے کے بجائے عمل کی کوشش کی جائے	۴۶۷
۲۰۰	خطا کاروں کے لیے استغفار اور منکروں سے برأت	۴۶۷
۲۰۱	اللہ تعالیٰ کے غالب اور رحیم ہونے کا معنی	۴۶۸
۲۰۲	توکل کی تحقیق	۴۶۸
۲۰۳	حق توکل کا معنی	۴۶۹
۲۰۴	آیا اسباب کو ترک کرنا توکل میں داخل ہے یا نہیں؟	۴۶۹
۲۰۵	توکل کی تعریف میں صوفیاء کے اقوال	۴۷۰
۲۰۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کی عبادات کی تفتیش کرنا	۴۷۱
۲۰۷	تہجد کی نماز کی فضیلت اور اہمیت	۴۷۲
۲۰۸	انبیاء علیہم السلام کے ذنوب کی توجیہ اور بندہ کے شکر اور اللہ کے شکر کا معنی	۴۷۳
۲۰۹	قرآن مجید میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کی تحقیق	۴۷۴
۲۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ قیام اور ساجدین میں دیکھنے کے دیگر محامل	۴۷۶
۲۱۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین (والدین	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کریمین) کے ایمان کے ثبوت میں احادیث	۴۷۷
۲۱۲	والدین کریمین کے ایمان پر امام فخر الدین رازی کے دلائل	۴۸۰
۲۱۳	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ قرطبی کے دلائل	۴۸۱
۲۱۴	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ سہیلی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۵	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ اُبی مالکی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۶	والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں حافظ سیوطی کے دلائل	۴۸۳
۲۱۷	المقامة السندسية في النسبة المصطفويه کا خلاصہ (آپ کے والدین کو زندہ کرنا اوران کا ایمان لانا)	۴۸۵
۲۱۸	آپ کے والدین کریمین کا اہل فترت سے ہونا اورغیر معذب ہونا	۴۸۵
۲۱۹	آپ کے والدین کا مومن ہونا اورآپ کے نسب کی طہارت پر حضرت عباس کے اشعار	۴۸۶
۲۲۰	تنزيه الانبياء عن تشبيه الاغبياء کا خلاصہ (آپ کی تعظیم آپ کے والدین کے ایمان کو مستلزم ہے)	۴۸۷
۲۲۱	السبيل الجليله في الاباء العليه کا خلاصہ	۴۸۸
۲۲۲	آپ کے والدین کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی سو وہ غیر معذب ہیں	۴۸۸
۲۲۳	آپ کے والدین اصحاب فترت سے ہیں اس لئے نجات یافتہ ہیں	۴۸۸
۲۲۴	آپ کے والدین کو زندہ کرنا اوران کا ایمان لانا اوراس کے مخالف احادیث کی تاویل	۴۸۹
۲۲۵	آپ کے والدین ملت ابراہیم پر تھے	۴۸۹
۲۲۶	مسالك الحنفاء في والدي المصطفیٰ (مسلک اوّل آپ کے والدین کا اصحاب فترت سے ہونا)	۴۹۰
۲۲۷	مسلک ثانی آپ کے والدین کا دین ابراہیم پر ہونا	۴۹۰
۲۲۸	آپ کے تمام آباء کے مومن ہونے کے متعلق احادیث	۴۹۰
۲۲۹	زمین کبھی مومنوں سے خالی نہیں رہی اس کے متعلق احادیث	۴۹۲
۲۳۰	اولاد ابراہیم کے ایمان پر قائم رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۹۳
۲۳۱	حضرت عبدالمطلب کے ایمان کی بحث	۴۹۴
۲۳۲	نشر العلمين المنيفين في احياء الابوين الشريفين کا خلاصہ (والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی تقویت اورترجیح کی وجوہ)	۴۹۶
۲۳۳	والدین کریمین کو زندہ کرنے والی حدیث کی سند کی تحقیق	۴۹۷
۲۳۴	الدرج المنيفه في الاباء الشريفه کا خلاصہ	۴۹۸
۲۳۵	التعظيم والمنه في ان ابوی رسول الله في الجنة کا خلاصہ (والدین کریمین کو قبر میں زندہ کرنے کے متعلق پہلی حدیث)	۴۹۹
۲۳۶	اس حدیث کے متن پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۵۰۰
۲۳۷	اس حدیث کی سند پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات	۵۰۱
۲۳۸	محمد بن حسن بن زیاد نقاش پر ابن جوزی کی جرح کا جواب حافظ ذہبی سے	۵۰۱
۲۳۹	محمد بن یحییٰ اور احمد بن یحییٰ پر جرح کا جواب حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی سے	۵۰۱
۲۴۰	والدین کریمین کو زندہ کر کے ایمان لانے کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حدیث میں حفاظ حدیث کا اختلاف	۵۰۲
۲۴۱	اصحاب کہف کو زندہ کیے جانے سے والدین کریمین کو زندہ کئے جانے پر استدلال	۵۰۳
۲۴۲	والدین کریمین کو زندہ کیے جانے اور اس کے خلاف احادیث میں تطبیق	۵۰۳
۲۴۳	حضرت آمنہ کے موحدہ ہونے پر دلیل	۵۰۴
۲۴۴	جب حضرت آمنہ مومنہ تھیں تو آپ کو ان کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں ملی اور آپ نے ان کو دوزخی کیوں فرمایا؟	۵۰۴
۲۴۵	تمام انبیاء کی امہات کے ایمان سے حضرت آمنہ کے ایمان پر استدلال	۵۰۵
۲۴۶	ابولہب کے عذاب میں تخفیف سے حضرت آمنہ کے غیر معذب ہونے پر استدلال	۵۰۶
۲۴۷	ابوین کریمین کے معذب ہونے کی احادیث کے منسوخ ہونے کی نظائر اور اطفال مشرکین کے ایمان سے استدلال	۵۰۶
۲۴۸	زمانہ جاہلیت میں دین ابراہیم پر قائم رہنے والے دوسرے لوگ	۵۰۷
۲۴۹	والدین کریمین کے ایمان کی نفی پر ملا علی قاری کے دلائل	۵۰۸
۲۵۰	ملا علی قاری کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	۵۰۹
۲۵۱	ملا علی قاری کے افکار پر ان کے استاد ابن حجر مکی کا تبصرہ	۵۱۰
۲۵۲	ملا علی قاری پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۵۱۰
۲۵۳	دلائل اور وجوہات جن کی بناء پر قرآن مجید شیطان کا نازل کیا ہوا نہیں ہے	۵۱۱
۲۵۴	افاک اور اثیم کے معنی	۵۱۲
۲۵۵	کاہن کا معنی' کاہن کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۱۳
۲۵۶	کاہنوں کی اقسام	۵۱۳
۲۵۷	نجومیوں سے سوال کی ممانعت	۵۱۴
۲۵۸	شہاب ثاقب کے متعلق حدیث اور اس کی تشریح	۵۱۵
۲۵۹	ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	۵۱۶
۲۶۰	علم نجوم کا لغوی معنی	۵۱۷
۲۶۱	علم نجوم کے اصول اور مبادی	۵۱۷
۲۶۲	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۱۸
۲۶۳	علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آرا (امام غزالی' امام بخاری' علامہ سیوطی' ملا علی قاری' علامہ شامی' امام احمد رضا' علامہ امجد علی' مفتی احمد یار خاں' مفتی وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ وغیرہم کے آراء)	۵۱۹
۲۶۴	اخباروں میں شائع ہونے والی نجومیوں کی پیش گوئیوں اور غیب کی خبروں پر مصنف کا تبصرہ	۵۲۶
۲۶۵	جفر کا لغوی معنی	۵۲۷
۲۶۶	جفر کا اصطلاحی معنی	۵۲۷
۲۶۷	علم جفر کا تفصیلی تعارف	۵۲۸
۲۶۸	علم جفر کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء (اعلیٰ حضرت' مولانا وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ کی آراء)	۵۳۰
۲۶۹	علم جفر کی بنیاد پر اخبارات و رسائل میں غیب کی خبروں اور پیش گوئیوں پر مصنف کا تبصرہ	۵۳۲
۲۷۰	حساب و کتاب اور سائنسی آلات کے ذریعہ پیش گوئیوں کا شرعی حکم	۵۳۲
۲۷۱	چاند نظر آنے کی سائنسی اور تکنیکی وجوہ	۵۳۴
۲۷۲	شعر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور شعر کی تاریخ	۵۳۶
۲۷۳	نیک لوگوں کی پیروی کرنے سے آپ کی نبوت	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے برحق ہونے پر استدلال	۵۳۷
۲۷۴	شعراء کا ہر وادی میں بھٹکتے پھرنا	۵۳۷
۲۷۵	اشعار کی مذمت میں احادیث اور ان کا محمل	۵۳۸
۲۷۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لینے کے لئے کفار کی ہجو کرنا	۵۳۹
۲۷۷	اشعار کی فضیلت میں احادیث	۵۴۱
۲۷۸	حکیمانہ اشعار کا معدن ومنبع	۵۴۳
۲۷۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشعار نہ کہنے کا سبب	۵۴۳
۲۸۰	اختتام سورت	۵۴۳
	سورۃ النمل	۵۴۵
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۴۷
۲	سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کی باہمی مناسبت	۵۴۷
۳	سورۃ النمل کے مضامین اور مقاصد	۵۴۷
۴	طٰسٓ تلک ایت القران وکتاب مبین○ (۱-۱۴)	۵۴۹
۵	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معانی	۵۵۰
۶	طاسین کے اسرار	۵۵۱
۷	اس سورت کو قرآن اور کتاب مبین فرمانے کی وجہ	۵۵۱
۸	ہدایت اور بشارت کو مومنین کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہات	۵۵۱
۹	اس سوال کا جواب کہ ایمان والوں کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ذکر کیوں فرمایا	۵۵۲
۱۰	زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی پھر مکی سورت میں اس کے ذکر کی توجیہ	۵۵۳
۱۱	جب کفریہ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے تو پھر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟	۵۵۴
۱۲	دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کے حصول کی دعا کے متعلق آیات اور احادیث	۵۵۵
۱۳	جنت کی تعریف اور تحسین اور جنت کے مطلوب ہونے پر قرآن اور حدیث میں تصریحات	۵۵۷
۱۴	اللہ کی رضا کا بہت بڑا درجہ ہے	۵۶۱
۱۵	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	۵۶۳
۱۶	اس سورت کے قصص انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ	۵۶۴
۱۷	اھل کا معنی	۵۶۴
۱۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	۵۶۴
۱۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں جو آگ دیکھی وہ اصل میں کیا چیز تھی؟	۵۶۵
۲۰	اللہ کا کلام سننے کی کیفیت	۵۶۷
۲۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے آواز سن کر کیسے یقین کرلیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس باب میں امام قونوی کی تحقیق	۵۶۸
۲۲	نبی کیسے جان لیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اس باب میں مصنف کی تحقیق	۵۶۹
۲۳	نبی کو ابتدائے نبوت میں اپنے نبی ہونے کا علم ہوتا ہے یا نہیں' اس باب میں سید مودودی کا نظریہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۵۷۰
۲۴	حیّہ' جآن اور ثعبان کے معنی اور ان میں تطبیق	۵۷۵
۲۵	رسولوں کے اللہ سے ڈرنے یا نہ ڈرنے کی تحقیق	۵۷۵
۲۶	انبیاء علیہم السلام کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۵
۲۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۶
۲۸	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۷
۲۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۸
۳۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۹
۳۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اللہ سے ڈرنا	۵۷۹
۳۲	عصمت کی تحقیق	۵۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	رسولوں کے اللہ سے نہ ڈرنے کا محمل	۵۸۱
۳۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کر دینا آیا گناہ تھا یا نہیں؟	۵۸۲
۳۵	قبطی کے قتل کو ظلم فرمانے کی تحقیق	۵۸۲
۳۶	عوام اور خواص کے معاصی کا فرق	۵۸۳
۳۷	عصا کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات	۵۸۳
۳۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور قمیص میں بٹن لگانے کی تحقیق	۵۸۴
۳۹	دو آیتوں میں تعارض کا جواب	۵۸۶
۴۰	کفار اور مشرکین کو تنبیہ	۵۸۶
۴۱	ولقد اتینا داؤد وسلیمان علما (۳۱-۱۵)	۵۸۷
۴۲	اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا دوسرا قصہ	۵۸۹
۴۳	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کا جالوت کو قتل کرنا	۵۹۰
۴۴	حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت اور ان کی سیرت کے متعلق احادیث اور آثار	۵۹۱
۴۵	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار	۵۹۲
۴۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے شکر کی ادائیگی کا طریقہ	۵۹۳
۴۷	حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی	۵۹۴
۴۸	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعائیں	۵۹۴
۴۹	حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر	۵۹۵
۵۰	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	۵۹۷
۵۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب اور انبیاء مبعوثین کی ترتیب	۵۹۸
۵۲	قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۵۹۸
۵۳	جہاد کے گھوڑوں کے معائنہ کی مشغولیت کی وجہ سے حضرت سلیمان کی عصر کی نماز کا قضا ہونا	۵۹۹
۵۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد	۶۰۰
۵۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق	۶۰۰
۵۶	حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات	۶۰۱
۵۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجتہاد میں اصابت رائے	۶۰۲
۵۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعاتی شہادت سے استدلال	۶۰۳
۵۹	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے	۶۰۳
۶۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا کرنا جو کسی اور کو نہ دیا گیا ہو	۶۰۴
۶۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کرنا	۶۰۴
۶۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات کو مسخر کرنا	۶۰۵
۶۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات اور ان کے احوال وکوائف کے متعلق احادیث	۶۰۷
۶۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	۶۰۹
۶۵	حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عظیم علم کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۱۱
۶۶	علم کی فضیلت	۶۱۱
۶۷	جہل کی مذمت	۶۱۲
۶۸	اپنے آپ کو عالم کہنے یا جنتی کہنے کی تحقیق	۶۱۵
۶۹	من عرف نفسه فقد عرف ربه کے حدیث ہونے کی تحقیق	۶۱۶
۷۰	من عرف نفسه فقد عرف ربه کے معانی اور محامل	۶۱۷
۷۱	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ادا کرنا	۶۱۹
۷۲	اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں نعمت علم کی خصوصیت	۶۱۹
۷۳	وراثت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲۰
۷۴	سنی مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کی نبوت اور علم کے وارث تھے نہ کہ مال کے	۶۲۲
۷۵	شیعہ مفسرین کے نزدیک حضرت سلیمان' حضرت داؤد کے مال کے وارث تھے نہ کہ نبوت و علم کے	۶۲۳
۷۶	شیعہ مفسرین کے دلائل کے جوابات	۶۲۴
۷۷	علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایات ائمۂ اہل سنت	۶۲۶
۷۸	علم کا وارث بنانے اور مال کا وارث نہ بنانے کے ثبوت میں روایات ائمۂ شیعہ	۶۲۶
۷۹	تحدیث نعمت (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا)	۶۲۷
۸۰	نطق اور منطق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۲۸
۸۱	طیر کے معانی	۶۲۹
۸۲	چیونٹیوں اور بعض پرندوں کے متعلق احادیث	۶۲۹
۸۳	انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا پرندوں کی باتیں سمجھنا	۶۳۱
۸۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیوانوں کا باتیں کرنا اور آپ کی تعظیم کرنا	۶۳۲
۸۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز دی جانے کا محمل	۶۳۴
۸۶	سلطان کے متعلق احادیث	۶۳۴
۸۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور ان کا لشکر	۶۳۵
۸۸	وادی کا معنی	۶۳۶
۸۹	نملۃ کا معنی	۶۳۷
۹۰	جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرایا تھا وہ مذکر تھی یا مونث؟	۶۳۷
۹۱	انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اور ان کے اصحاب کا محفوظ ہونا	۶۴۰
۹۲	مسافت بعیدہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا چیونٹی کو کیسے شعور ہوا اور آپ نے اس کا کلام کیسے سن لیا؟	۶۴۲
۹۳	تبسم' ضحک اور قہقہہ کے معانی اور وجوہ استعمال	۶۴۳
۹۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکرانے اور ہنسنے کے متعلق احادیث	۶۴۴
۹۵	انسان کے والدین کی نعمتوں کا بھی اس کے حق میں نعمت ہونا	۶۴۵
۹۶	ادائیگی شکر کا طریقہ	۶۴۶
۹۷	حضرت سلیمان کا اپنے جد کریم کی اتباع میں جنت اور بعد از وفات ثناء جمیل کی دعا کرنا	۶۴۷
۹۸	انبیاء علیہم السلام اپنے صالح ہونے کی دعا کیوں کرتے تھے؟	۶۴۸
۹۹	شیخ اور امام یا امیر کی معرفت اور اس کی بیعت اور اطاعت کا ضروری ہونا	۶۴۹
۱۰۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہمارے لئے تنبیہ اور نصیحت	۶۵۰
۱۰۱	حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی گمشدگی کے متعلق جو سوال کیا تھا اس کی وجوہ	۶۵۱
۱۰۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینا	۶۵۲
۱۰۳	تقدیر کا تدبیر پر غالب آنا	۶۵۲
۱۰۴	تربیت دینے اور ادب سکھانے کے لئے جانوروں کو مارنے اور سزا دینے کا جواز	۶۵۲
۱۰۵	ہدہد کی سزا کے متعلق متعدد اقوال	۶۵۳
۱۰۶	عربی قواعد کے خلاف قرآن مجید کی کتابت کی تحقیق	۶۵۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۷	قواعد رسم الخط کے خلاف مصحف میں مذکور الفاظ کی فہرس	۶۵۵
۱۰۸	قواعد رسم الخط کی مخالفت کے جوابات کی تنقیح	۶۵۶
۱۰۹	ہدہد کا ملک سبا کی سیر کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنا	۶۵۷
۱۱۰	ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جو اپنے علم کا اظہار کیا اس کی علامہ زمخشری کی طرف سے توجیہ	۶۵۸
۱۱۱	علامہ زمخشری کی توجیہ کا رد اور اس کی صحیح توجیہ	۶۵۹
۱۱۲	انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کے متعلق علامہ قرطبی کا نظریہ	۶۶۰
۱۱۳	ملکہ سبا کی تحقیق	۶۶۰
۱۱۴	ملکہ سبا کا تعارف	۶۶۱
۱۱۵	آیا جن اور انسان کا نکاح عقلاً ممکن ہے یا نہیں؟	۶۶۱
۱۱۶	آیا جن اور انسان کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟	۶۶۲
۱۱۷	بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی پر استدلال کا جواب	۶۶۴
۱۱۸	عورت کے وزیر اعظم ہونے کے جواز کے دلائل اور اس کے جوابات	۶۶۴
۱۱۹	امامت اور خلافت کی تین تعریفیں اور ان پر بحث ونظر	۶۶۵
۱۲۰	آیا اس دور میں مسلمانوں پر خلیفہ کو مقرر کرنا واجب ہے یا نہیں؟	۶۶۶
۱۲۱	عورت کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کی سربراہ بنانے کی ممانعت	۶۶۷
۱۲۲	عورت کے گھر سے بے پردہ نکلنے کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات	۶۶۷
۱۲۳	پردہ کے لزوم کے متعلق قرآن اور سنت کی تصریحات	۶۶۸
۱۲۴	اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل	۶۶۸
۱۲۵	مردوں سے عورتوں کے کلام کی ممانعت	۶۶۹
۱۲۶	عورت کو سربراہ مملکت بنانے کی ممانعت پر قرآن اور سنت کا استدلال	۶۶۹
۱۲۷	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تصریحات	۶۷۱
۱۲۸	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تصریحات	۶۷۱
۱۲۹	عورتوں کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تصریحات	۶۷۲
۱۳۰	حدود اور قصاص کے سوا عورتوں کی قضاء کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	۶۷۳
۱۳۱	حدود اور قصاص کے ماسوا میں عورت کی قضاء کا جواز اس کو مستلزم نہیں کہ اس کو دیوانی عدالت کا قاضی بنا دیا جائے	۶۷۴
۱۳۲	عورت کو سربراہ مملکت بنانے کے عدم جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۶۷۵
۱۳۳	تخت بلقیس کی صفت	۶۷۵
۱۳۴	ان لا یسجدوا کی متعدد نحوی ترکیبیں اور تراجم	۶۷۶
۱۳۵	تخت بلقیس اور عرش الٰہی دونوں کے عظیم ہونے کا فرق	۶۷۷
۱۳۶	خبر واحد اور خبر متواتر وغیرہ کی تعریفیں اور ان کے احکام	۶۷۷
۱۳۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب میں پہلے اللہ کا نام لکھنا	۶۷۸
۱۳۸	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر بادشاہوں کی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	طرف مکاتیب	۶۷۸
۱۳۹	ہدہد کا بلقیس کو مکتوب پہنچانا	۶۷۹
۱۴۰	نبی کے ادب سے ایمان پانا اور نبی کی بے ادبی سے ایمان سے محروم ہونا اور دنیا و آخرت کی ذلت	۶۸۰
۱۴۱	حضرت سلیمان علیہ السلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟	۶۸۰
۱۴۲	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتیب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا کب شروع کیا؟	۶۸۱
۱۴۳	آیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا یا اپنی بادشاہت تسلیم کرنے کا؟	۶۸۲
۱۴۴	قالت یاایھا الملؤ افتونی فی امری ما کنت قاطعة امرا حتی تشھدون (۴۴-۳۲)	۶۸۲
۱۴۵	مشورہ کی اہمیت	۶۸۵
۱۴۶	ایک دوسرے کو ہدیہ دینے کے جواز اور استحسان کے متعلق احادیث	۶۸۵
۱۴۷	بلقیس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کی تفصیل	۶۸۷
۱۴۸	بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہونا	۶۸۸
۱۴۹	تخت بلقیس منگوانے کی وجوہات	۶۸۸
۱۵۰	عفریت کا معنی	۶۸۹
۱۵۱	عفریت من الجن کی پیش کش کہ وہ دربار برخواست ہونے سے پہلے تخت کو حاضر کر دے گا	۶۸۹
۱۵۲	حضرت سلیمان کے ولی کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو حاضر کر دینا	۶۹۰
۱۵۳	جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا مصداق کون تھا؟	۶۹۰
۱۵۴	تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کرنے کی کیفیت	۶۹۱
۱۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "کن" کے مظاہر	۶۹۲
۱۵۶	ولی اور اس کی کرامت کی تعریفیں اور کرامت کے وقوع پر دلائل	۶۹۳
۱۵۷	بلقیس کے ایمان لانے کی تفصیل	۶۹۴
۱۵۸	بلقیس کے نکاح کا بیان	۶۹۵
۱۵۹	ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صلحا ان اعبدوا اللہ (۵۹-۴۵)	۶۹۵
۱۶۰	اس سورت میں حضرت صالح علیہ السلام کا تیسرا قصہ	۶۹۸
۱۶۱	حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف	۶۹۸
۱۶۲	نحوست اور بدشگونی کی تحقیق	۶۹۹
۱۶۳	اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمیوں کے نام	۶۹۹
۱۶۴	حضرت صالح کے مخالفین کی سازش کو اللہ تعالیٰ کا ناکام بنانا	۷۰۰
۱۶۵	قوم ثمود کے ہلاک ہونے کی کیفیت	۷۰۰
۱۶۶	حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کا الحجر سے نکل جانا	۷۰۱
۱۶۷	اس سورت میں حضرت لوط علیہ السلام کا چوتھا قصہ	۷۰۱
۱۶۸	قوم لوط کو بے حیائی کے کاموں پر بصیرت رکھنے والا بھی فرمایا اور جاہل بھی اس کی توجیہ	۷۰۱
۱۶۹	قوم لوط پر زمین کا پلٹ دینا	۷۰۲
۱۷۰	فعل قوم لوط کی سزا اور اس کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۷۰۳
۱۷۱	ہر اہم کام کی ابتداء بسم اللہ، الحمد للہ اور صلوٰۃ وسلام سے کرنے میں قرآن، حدیث اور سلف صالحین کی اتباع ہے	۷۰۳
۱۷۲	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خود ساختہ معبودوں میں بھی کوئی اچھائی ہے	۷۰۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۷۳	امن خلق السمٰوٰت والارض وانزل لکم من السماء ماء (۶۶-۶۰)	۷۰۵
۱۷۴	اللہ تعالیٰ کا اپنی توحید پر دلائل بیان فرمانا	۷۰۷
۱۷۵	آسمانوں اور زمینوں کی نعمتیں عطا کرنے سے توحید پر استدلال	۷۰۷
۱۷۶	تصویر بنانے کے شرعی حکم کی تحقیق	۷۰۸
۱۷۷	جاندار کی تصویر بنانے کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث	۷۰۸
۱۷۸	بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کے جواز کی حدیث	۷۰۹
۱۷۹	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ	۷۰۹
۱۸۰	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ	۷۱۰
۱۸۱	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ	۷۱۱
۱۸۲	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف	۷۱۱
۱۸۳	ویڈیو اور ٹی وی کی تصاویر کا شرعی حکم	۷۱۲
۱۸۴	جو علماء دلائل کی بناء پر فوٹو اور ٹی وی کی تصاویر کے جواز کے قائل ہیں ان پر لعن طعن نہیں کرنی چاہیے	۷۱۳
۱۸۵	ضرورت کی بناء پر پاسپورٹ کے فوٹو گراف کی رخصت	۷۱۳
۱۸۶	زمین کی خصوصیات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۷۱۵
۱۸۷	مضطر کے مصداق کے متعلق اقوال	۷۱۶
۱۸۸	مضطر (بے قرار) کی دعا	۷۱۷
۱۸۹	قرآن اور حدیث سے اس پر استدلال کہ مضطر اور مصیبت زدہ کی دعا قبول ہوتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر	۷۱۷
۱۹۰	مظلوم، مسافر اور والد کی دعا جلد قبول فرمانے کی	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	حکمت	۷۱۸
۱۹۱	مضطر اور مکروب کی فریاد رسی سے توحید پر استدلال	۷۱۹
۱۹۲	حشر ونشر کا ثبوت اور شرک کا ابطال	۷۲۰
۱۹۳	بل ادارک علمھم فی الاخرۃ کے معنی	۷۲۰
۱۹۴	علم غیب کی تحقیق	۷۲۱
۱۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مفتی محمد شفیع کا نظریہ	۷۲۱
۱۹۶	سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۷۲۲
۱۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی تصریح	۷۲۴
۱۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے دلائل	۷۲۴
۱۹۹	غیب کا لغوی معنی	۷۲۵
۲۰۰	غیب کا اصطلاحی معنی	۷۲۵
۲۰۱	رسول اللہ کو علم غیب دیئے جانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۲۶
۲۰۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق احادیث	۷۲۶
۲۰۳	النمل: ۶۵ میں اللہ کے غیر سے علم غیب کی نفی کا محمل	۷۲۸
۲۰۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی ایک دلیل	۷۲۹
۲۰۵	وقال الذین کفروا ءاذا کنا ترابا واباؤنا ائنا لمخرجون (۸۲-۶۷)	۷۳۲
۲۰۶	کفار کی باتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۷۳۴
۲۰۷	موت کا قیامت صغریٰ ہونا	۷۳۵
۲۰۸	مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں	۷۳۵
۲۰۹	یہودیوں کا اختلاف کن امور میں تھا؟	۷۳۶
۲۱۰	سماع موتیٰ کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۷۳۷
۲۱۱	جن کے ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وہی دولت ایمان سے مشرف ہوگا	۷۴۰
۲۱۲	اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کی تفسیر میں اقوال	۷۴۱
۲۱۳	دآبۃ الارض کی صورت اور اس کے محل خروج کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال	۷۴۲
۲۱۴	ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایتنا فھم یوزعون (۹۳-۸۳)	۷۴۵
۲۱۵	حشر کے دن کفار کے کفر و شرک پر زجر و توبیخ	۷۴۷
۲۱۶	دن اور رات کے تعاقب میں' توحید' رسالت اور حشر کی دلیل	۷۴۸
۲۱۷	صور کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۸
۲۱۸	صور اور صور پھونکنے کے متعلق احادیث	۷۴۹
۲۱۹	کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟	۷۴۹
۲۲۰	تین بار صور پھونکنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۷۵۰
۲۲۱	دو بار صور پھونکنے کے دلائل	۷۵۲
۲۲۲	نفخۃ الصعق سے کون کون سے افراد مستثنیٰ ہیں؟	۷۵۳
۲۲۳	کیا حضرت موسیٰ کا ہمارے نبی سے پہلے ہوش میں آنا ان کی افضلیت کو مستلزم ہے؟	۷۵۵
۲۲۴	نفخۃ الصعق سے استثناء میں علامہ قرطبی کا آخری قول	۷۵۷
۲۲۵	قیامت کے دن پہاڑوں کی ٹوٹ پھوٹ اور ریزہ ریزہ ہونے کی مختلف حالتیں	۷۵۷
۲۲۶	لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سب سے بڑی نیکی ہونا	۷۵۸
۲۲۷	نیکی کا اجر نیک کام سے کیوں افضل ہے؟	۷۵۹
۲۲۸	قیامت کے دن عام مسلمان کیسے بے خوف ہوں گے جب کہ انبیاء کرام بھی خوف زدہ ہوں گے	۷۶۰
۲۲۹	شہر مکہ کی اہمیت اور خصوصیت	۷۶۱
۲۳۰	سورۃ النمل کا خاتمہ	۷۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ القصص	۷۶۳
۱	سورت کا نام	۷۶۵
۲	القصص کی النمل سے مناسبت	۷۶۵
۳	سورۃ القصص کے مشمولات	۷۶۶
۴	سورۃ القصص کے اغراض	۷۶۷
۵	طسٓمٓ ○ تلک ایت الکتب المبین (۱-۱۳)	۷۶۸
۶	طسٓمٓ کا معنی	۷۷۰
۷	سورۃ القصص کا خلاصہ	۷۷۰
۸	مومنوں پر تلاوت کرنے کی تخصیص کی توجیہ	۷۷۱
۹	شیعًا کا معنی	۷۷۱
۱۰	بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کی وجوہ	۷۷۱
۱۱	بنی اسرائیل کو امامت اور بادشاہت سے نوازنا	۷۷۲
۱۲	فرعون کا اپنے خدشات کا شکار ہونا	۷۷۳
۱۳	حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کا معنی اور اس وحی کا بیان	۷۷۴
۱۴	حضرت موسیٰ کی ولادت کے سلسلہ میں ارہاصات (اعلانِ نبوت سے پہلے کے خلاف عادت واقعات)	۷۷۴
۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام	۷۷۶
۱۶	حضرت موسیٰ کے فرعون کے گھر پہنچنے میں مزید ارہاصات	۷۷۷
۱۷	حضرت موسیٰ کی ماں کے دل خالی ہونے کے محامل	۷۷۸
۱۸	دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینے کی وجوہ	۷۷۹
۱۹	اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے محامل	۷۷۹
۲۰	فرعون کی بیوی اور حضرت موسیٰ کی بہن کے فضائل اور جنت میں ان کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونا	۷۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱	ولما بلغ اشده واستوی اتینه حکما وعلما (۲۱-۱۴)	۷۸۰
۲۲	اشد اور استوی کے معنی کی تحقیق	۷۸۲
۲۳	اس کی تحقیق کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے یا اس کو چالیس سال کی عمر میں نبوت دی جاتی ہے؟	۷۸۳
۲۴	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیق کائنات سے پہلے نبوت سے متصف ہونا	۷۸۵
۲۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم اور علم دینے کا معنی	۷۸۶
۲۶	حضرت موسیٰ کے شہر میں دخول کے وقت لوگوں کے غافل ہونے کا معنی	۷۸۷
۲۷	عصمت انبیاء پر اعتراض کا جواب	۷۸۷
۲۸	حضرت موسیٰ کے اس قول کی توجیہ کہ ''میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا''	۷۸۸
۲۹	قرآن مجید اور احادیث سے ظالم کی مدد کرنے کی ممانعت	۷۸۸
۳۰	اپنی جماعت کے اسرائیلی کو کھلا ہوا گمراہ کہنے کی توجیہ	۷۹۰
۳۱	اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو جبار (دادا گیر) کیوں کہا تھا؟	۷۹۰
۳۲	ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل (۲۸-۲۲)	۷۹۱
۳۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین پہنچنا اور شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلانا	۷۹۲
۳۴	حضرت موسیٰ کا حضرت شعیب کے گھر جانا	۷۹۳
۳۵	لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیشکش کرنے کا جواز اور استحسان	۷۹۴
۳۶	قرآن مجید اور احادیث میں اجارہ (اجرت لے کر کام کرانے) کا ثبوت	۷۹۵
۳۷	اس بات کا جواب کہ منکوحہ کے تعین کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا اور شعیب علیہ السلام نے کسی ایک بیٹی کا تعین نہیں کیا تھا	۷۹۶
۳۸	بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے	۷۹۶
۳۹	خدمت اور کسی کام کو مہر قرار دینے پر امام مالک اور امام شافعی کا استدلال	۷۹۷
۴۰	امام مالک اور امام شافعی کے استدلال کے مفسرین احناف کی طرف سے جوابات	۷۹۷
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا جانا	۷۹۹
۴۲	فلما قضى موسى الاجل وسار باهله انس من جانب الطور (۴۲-۲۹)	۸۰۰
۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	۸۰۳
۴۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہنے کی خصوصیت	۸۰۴
۴۵	شب معراج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا	۸۰۵
۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ سے ہم کلام ہونے کی بنا پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے ہم کلام ہونے کا انکار	۸۰۶
۴۷	انکار مذکور کے رد پر دلائل	۸۰۷
۴۸	ہمارے نبی کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے پر دلائل	۸۰۹
۴۹	درخت سے آنے والی آواز کی مختلف عبارات اور مقصود کا واحد ہونا	۸۱۰
۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے	۸۱۰
۵۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے تسلی دے کر فرعون کی طرف روانہ کرنا	۸۱۱
۵۲	حضرت موسیٰ کا فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچانا اور فرعون کا تکبر سے اس کو رد کرنا	۸۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۳	فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور اس کا عبرتناک انجام	۸۱۳
۵۴	فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لئے بلند عمارت بنوائی تھی یا نہیں؟	۸۱۴
۵۵	ولقد اتینا موسی الکتب من بعد ما اهلکنا القرون الاولی (۴۳-۵۰)	۸۱۵
۵۶	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل	۸۱۷
۵۷	قرن کا معنی اور نبیوں اور رسولوں کی تعداد	۸۱۸
۵۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت	۸۱۸
۵۹	مشرکین کے شبہات کے جوابات	۸۱۹
۶۰	ولقد وصلنا لهم القول لعلهم یتذکرون (۵۱-۶۰)	۸۲۱
۶۱	ایک بار پورا قرآن نازل کرنے کی بجائے لگاتار آیتیں نازل کرنے کی حکمت	۸۲۳
۶۲	جن مومنین اہل کتاب کو دگنا اجر دیا جائے گا ان کے مصادیق	۸۲۳
۶۳	جن لوگوں کو ان کے نیک اعمال دگنا اجر دیا جائے گا اس کی وجہ استحقاق	۸۲۴
۶۴	مومنین اہل کتاب کے لئے دگنے اجر کی بشارت زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے یا قیامت تک کے لئے عام ہے؟	۸۲۵
۶۵	اس کی تحقیق کہ اسلام اور مسلمین کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے	۸۲۶
۶۶	لفظ اسلام کا ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات	۸۲۶
۶۷	لفظ مسلمین کے ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں آیات	۸۲۷
۶۸	لفظ اسلام کے ہمارے نبی کے شریعت کے ساتھ مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث	۸۲۸
۶۹	مسلمین کے لقب سے صرف ہمارے نبی کے متبعین کے مخصوص ہونے کے ثبوت میں احادیث	۸۲۹
۷۰	ان علماء کے دلائل جو اسلام اور مسلمین کے وصف کو تمام شرائع اور تمام امتوں کے لئے عام قرار دیتے ہیں اور ان کے جوابات	۸۲۹
۷۱	لفظ اسلام کو ہمارے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہات	۸۳۰
۷۲	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں بعض اہل کتاب کو بھی مسلمین کہا گیا ہے	۸۳۲
۷۳	سید مودودی کا علامہ سیوطی کے موقف کو رد کرنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۸۳۳
۷۴	کفار کی لغو اور بے ہودہ باتیں	۸۳۶
۷۵	سلام کی دو قسمیں سلام متارکہ اور سلام تحیت اور علامہ آلوسی کی غلط نقل اور اس کا رد	۸۳۷
۷۶	ابو طالب کے ایمان کے متعلق آیات اور احادیث	۸۳۹
۷۷	ابو طالب کے متعلق مفسرین اہل سنت کی تصریحات	۸۳۹
۷۸	ابو طالب کے اسلام لانے کی روایت پر امام بیہقی اور علامہ ابی کا تبصرہ	۸۴۱
۷۹	ابو طالب کے اسلام لانے کی روایت پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۸۴۲
۸۰	ابو طالب کے ایمان کے متعلق مفسرین شیعہ کی تصریحات	۸۴۳
۸۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے اور نہ دینے کے محامل	۸۴۴
۸۲	کفار کے اس شبہ کے تین جوابات کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو ہماری دنیاوی نعمتیں زائل ہو جائیں گی	۸۴۵
۸۳	افمن وعدنہ وعدا حسنا فهو لاقیه کمن	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	متعنہ (۶۱-۷۵)	۸۴۶
۸۴	مومن اور کافر کی دنیا اور آخرت میں تقابل	۸۴۸
۸۵	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا مشرکین سے بطور زجر و توبیخ کلام فرمانا	۸۴۹
۸۶	جن چیزوں کو اللہ نے پسند فرمایا	۸۴۹
۸۷	استخارہ کے متعلق احادیث	۸۵۰
۸۸	استخارہ کا طریقہ	۸۵۱
۸۹	اولیاء اللہ کو مشکل کشا کہنے کو سید مودودی کا شرک قرار دینا اور اس کا جواب	۸۵۱
۹۰	اسباب معیشت کی نعمتیں	۸۵۳
۹۱	ایک آیت کو دوبارہ ذکر فرمانے کی توجیہ	۸۵۳
۹۲	ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیهم واتینه من الکنوز (۷۶-۸۲)	۸۵۴
۹۳	قارون کا نام و نسب اور اس کے مال دولت کی فراوانی	۸۵۶
۹۴	قارون کا اپنے مال کو عطیہ الٰہی قرار دینے کی بجائے اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھنا	۸۵۶
۹۵	قارون کا اپنے مال و دولت پر اترانا اور اکڑنا	۸۵۷
۹۶	قارون کو زمین میں دھنسا دینا	۸۵۸
۹۷	قارون کی حضرت موسیٰ سے دشمنی اور حضرت موسیٰ کی اس کے خلاف دعا کرنے کی وجہ	۸۵۸
۹۸	ویکان کا معنی اور اس کی ترکیب	۸۵۹
۹۹	تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض (۸۳-۸۸)	۸۵۹
۱۰۰	علو اور فساد کے معنی	۸۶۰
۱۰۱	معاد کے متعلق مختلف اقوال	۸۶۱
۱۰۲	بعثت سے پہلے آپ کو نبی بنائے جانے کا علم تھا یا نہیں؟	۸۶۲
۱۰۳	مشرکین کے مددگار بننے کی ممانعت کے محمل	۸۶۴
۱۰۴	اس آیت کی توجیہ کہ آپ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں	۸۶۴
۱۰۵	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلائل	۸۶۵
۱۰۶	اختتامی کلمات اور دعا	۸۶۵
۱۰۷	مآخذ و مراجع	۸۶۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد نہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ العنکبوت	
۱	سورت کا نام	۳۳
۲	سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث	۳۵
۳	سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول	۳۶
۴	سورۃ العنکبوت کے مشمولات	۳۶
۵	الم ○ احسب الناس ان یترکوا (۱۳-۱)	۳۸
۶	رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی آزمائشیں	۴۰
۷	سابقہ امتوں کی آزمائشیں	۴۱
۸	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کے جوابات	۴۲
۹	اللہ تعالیٰ کا غنی اور بے نیاز ہونا	۴۳
۱۰	شرک اور معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کا حکم	۴۵
۱۱	والدین کی اطاعت کے متعلق احادیث	۴۵
۱۲	العنکبوت: ۱۰-۹ کے متعدد اسباب نزول	۴۸
۱۳	دوسرے لوگوں کے حقوق ضائع کرنے یا ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا	۴۹
۱۴	جو شخص کسی گناہ کا سبب بنے گا اس پر لوگوں کے اس گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا	۵۰
۱۵	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ (۲۲-۱۴)	۵۱
۱۶	حضرت نوح علیہ السلام کی حیات کا اجمالی خاکہ	۵۳
۱۷	اس کی تحقیق کہ طوفانِ نوح تمام زمین پر آیا تھا یا بعض علاقوں پر؟	۵۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	طوفان نوح کا تمام روئے زمین کو محیط ہونا	۵۵
۱۹	طوفان نوح کا صرف بعض علاقوں پر آنا	۵۷
۲۰	اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرنے اور اس کو سجدہ کرنے سے اس کا قرب حاصل ہونا	۶۰
۲۱	مشرکین کا رد فرمانا	۶۱
۲۲	حشر کا ثبوت اور عذاب اور ثواب کا بیان	۶۲
۲۳	والذین کفروا بایٰت اللہ (۳۰-۲۳)	۶۳
۲۴	توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کی تعلیم کے بعد ان کو تاکیداً دہرانا	۶۵
۲۵	جو لوگ دلائل سے لاجواب ہو جائیں وہ دھمکیوں پر اتر آتے ہیں	۶۵
۲۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۶۶
۲۷	عقائد میں اندھی تقلید کا مذموم ہونا	۶۷
۲۸	حضرت لوط اور حضرت سارہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا	۶۷
۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا اہم واقعہ	۶۸
۳۰	حضرت ابراہیم کی طرف جھوٹ کی نسبت کی توجیہ اور دیگر مسائل	۶۹
۳۱	حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت کے متعلق احادیث	۶۹
۳۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی اتباع کی ترغیب	۷۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۳	قوم لوط کا راستوں کو منقطع کرنا	۷۰
۳۴	قوم لوط کا برسرِ مجلس بے حیائی کے کام کرنا	۷۱
۳۵	ولما جاء ت رسلنا ابراھیم بالبشری (۳۱-۴۴)	۷۲
۳۶	قوم لوط پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	۷۴
۳۷	آیا جنت میں عمل قوم لوط ہوگا یا نہیں؟	۷۵
۳۸	جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر علامہ آلوسی کے دلائل	۷۶
۳۹	جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر مصنف کے دلائل	۷۶
۴۰	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنا	۷۷
۴۱	عاد اور ثمود کی ہلاکت	۷۷
۴۲	قارون کا ذکر کر کے نبی ﷺ کو تسلی دینا	۷۸
۴۳	قارون کے ذکر کو فرعون اور ہامان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	۷۸
۴۴	تمام دنیا کے کافروں کو کس کس نوع کے عذاب دیئے گئے؟	۷۹
۴۵	مکڑی کے گھر کا سب سے کمزور گھر ہونا	۸۰
۴۶	غار ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنانا	۸۱
۴۷	مکڑی کے جالوں کے متعلق احادیث اور ان کے شرعی احکام	۸۲
۴۸	پہلے زمانے کے نیک لوگوں کی عبادت کرنے کا بطلان	۸۳
۴۹	قرآن مجید میں بیان کردہ مثالوں کی فہم صرف علماء کو حاصل ہے	۸۳
۵۰	عالم دین کی تعریف اور اس کی شرائط	۸۴
۵۱	عالم دین کے فرائض اور نیکی کا حکم دینے کی تفصیل اور تحقیق	۸۶
۵۲	کائنات کی ہر چیز کا برحق ہونا	۸۸
۵۳	اتل ما اوحی الیک من الکتاب (۴۵-۵۱)	۸۹
۵۴	انبیاء سابقین کے احوال سے نبی ﷺ کو تسلی دینا	۹۰
۵۵	اس اشکال کا جواب کہ نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے پھر بعض نمازی بُرے کام کیوں کرتے ہیں؟	۹۱
۵۶	ذکر اللہ کی فضیلت میں احادیث	۹۳
۵۷	اہل کتاب کے ساتھ بحث میں نرمی اور سختی کرنے کے محمل	۹۴
۵۸	جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے یا کسی ایک صورت کو ترجیح دی جائے؟	۹۵
۵۹	اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے ہی اہل کتاب کے لقب کے مستحق ہیں	۹۶
۶۰	نبی ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے کا ثبوت اور یہ آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے	۹۷
۶۱	ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی متعدد آیات کے مصداق ہیں	۹۸
۶۲	معجزہ کا حصول نبی کے اختیار میں نہیں اور معجزہ کا دکھانا نبی کے اختیار میں ہے	۹۹
۶۳	تورات وغیرہ پڑھنے پر نبی ﷺ کا ناراض ہونا	۱۰۰
۶۴	قل کفی باللہ بینی و بینکم شھیدا (۵۲-۶۳)	۱۰۱
۶۵	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے پر دلائل	۱۰۳
۶۶	کفار مکہ کے عذاب میں تاخیر کی وجہ	۱۰۴
۶۷	زمین پر دوزخ کے وجود کے متعلق روایات اور بحث و نظر	۱۰۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	کن صورتوں میں کفار کے ملک سے ہجرت کرنا فرض ہے اور کن میں نہیں	۱۰۶
۶۹	جنت کے بالاخانوں کا کون مستحق ہوگا؟	۱۰۷
۷۰	مستقبل کے تحفظ کے لیے مال جمع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	۱۰۸
۷۱	نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کی تنگی اور وسعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	۱۰۸
۷۲	لوگوں کی ضرورت اور ان کے ضرر کے وقت ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور حالت توسّع میں اس کا جواز	۱۰۹
۷۳	نبی ﷺ کے اہل کے پاس ایک سال کا طعام ہونے کے باوجود ان کی تنگی اور عُسرت کی توجیہ	۱۱۱
۷۴	توکل کا صحیح معنی اور مفہوم	۱۱۱
۷۵	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر روزمرّہ کے مشاہدات سے استدلال	۱۱۲
۷۶	وما هذه الحيوة الدنيا (۶۴_۶۹)	۱۱۳
۷۷	دنیا کا معنی اور دنیا کے خسیس اور گھٹیا ہونے کے متعلق احادیث	۱۱۴
۷۸	دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا فرمانے کی وجہ	۱۱۵
۷۹	دارِ آخرت کا حقیقی زندگی ہونا	۱۱۵
۸۰	اخلاص کا معنی اور مؤمن اور کافر کے اخلاص کا فرق	۱۱۶
۸۱	مشرکین کی ناشکری اور ان کا ظلم	۱۱۷
۸۲	والذين جاهدوا فينا کے دس محامل	۱۱۸
۸۳	اس حدیث کی تحقیق کہ جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اللہ اس کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا اس کو علم نہیں	۱۱۹
۸۴	جہاد بالنفس کے جہادِ اکبر ہونے کی تحقیق	۱۱۹
۸۵	محسنین کا معنی اور مصداق	۱۲۱
۸۶	سورۃ العنکبوت کا اختتام	۱۲۲
	سورۃ الروم	۱۲۵
۱	سورت کا نام	۱۲۵
۲	سورۃ الروم کے متعلق احادیث	۱۲۵
۳	سورۃ الروم کی سورۃ العنکبوت سے مناسبت	۱۲۶
۴	سورۃ الروم کے مشمولات	۱۲۶
۵	الم ○ غلبت الروم (۱۰_۱)	۱۲۸
۶	رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی کی احادیث	۱۲۹
۷	جوئے میں جیتی ہوئی رقم کو صدقہ کرنے کے حکم پر اشکال کے جوابات	۱۳۱
۸	زیرِ تفسیر آیات کے مسائل اور فوائد	۱۳۲
۹	اللہ کے وعد اور وعید کا معنی اور ان کی خلاف ورزی کی تحقیق	۱۳۳
۱۰	دنیا دار لوگوں اور دین دار لوگوں کی سوچ اور فکر کا فرق	۱۳۵
۱۱	انسان کے اپنے نفس اور خارجی کائنات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۱۳۵
۱۲	قیامت اور حشر ونشر پر دلائل	۱۳۷
۱۳	انبیاء کا انکار کرنے والے کفر کے مرتکب ہوئے اور عذابِ دوزخ کے مستحق ہوئے	۱۳۷
۱۴	الله يبدؤا الخلق ثم يعيده (۱۹_۱۱)	۱۳۸
۱۵	قیامت کے دن مشرکین کے احوال اور ابلیس کے صیغہ کی تحقیق	۱۳۹
۱۶	جنت میں سماع کی تحقیق	۱۴۰
۱۷	پانچ نمازوں کے اوقات	۱۴۲
۱۸	ومن ايته ان خلقكم (۲۷_۲۰)	۱۴۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۹	انسان اور بشر کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۵
۲۰	مردوں اور عورتوں کے متناسب جنسی تقاضوں اور ان کی متوازن شرح پیدائش سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۶
۲۱	اس خارجی کائنات اور انسان کی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے توحید پر استدلال	۱۴۷
۲۲	انسان کی نیند اور طلب رزق کی صلاحیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال	۱۴۸
۲۳	زمین کی روئیدگی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۹
۲۴	زمین اور دیگر سیاروں کی حرکت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	۱۴۹
۲۵	سب اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں	۱۵۰
۲۶	زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بلند صفات	۱۵۰
۲۷	ضرب لکم مثلا من انفسکم (۴۰۔۲۸)	۱۵۰
۲۸	انسان اپنے نوکروں کو اپنا شریک کہلوانا پسند نہیں کرتا تو وہ اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک کیوں کہتا ہے؟	۱۵۳
۲۹	ایک انسان کے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوند کاری کی تحقیق	۱۵۴
۳۰	فطرت کا لغوی معنی	۱۵۴
۳۱	فطرت کا شرعی معنی	۱۵۴
۳۲	ہر بچہ کی فطرت پر پیدائش کی حدیث	۱۵۶
۳۳	اگر فطرت سے مراد دین حق یا اسلام ہو تو پھر یہ حدیث عموم پر نہیں رہے گی	۱۵۶
۳۴	الروم: ۳۰ اور اس حدیث میں فطرت سے مراد کامل ہیئت اور صحیح و سالم خلقت ہے	۱۵۷
۳۵	محققین کے نزدیک فطرت کا معنی کامل خلقت ہی ہے	۱۵۸
۳۶	اپنے جسم کے بعض اعضاء نکلوا کر کسی کو دے دینا اللہ کی تخلیق کو بدلنا ہے	۱۵۹
۳۷	اپنے جسم کے بعض اعضاء کو نکلوانا یا کٹوانا تغییر خلق اللہ ہے	۱۵۹
۳۸	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق احادیث	۱۶۰
۳۹	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات	۱۶۰
۴۰	انسان کے بالوں سے پیوند کاری کی ممانعت پر ایک شبہ کا جواب	۱۶۰
۴۱	مثلہ کی تحریم سے استدلال پر ایک اعتراض کا جواب	۱۶۲
۴۲	انسان کی اپنے جسم پر عدم ملکیت سے استدلال پر اعتراض کا جواب	۱۶۳
۴۳	ایک صحابی کے ہاتھ کاٹنے پر مواخذہ سے اعضاء کی پیوند کاری کی ممانعت پر استدلال	۱۶۴
۴۴	استدلال مذکور پر اعتراض کا جواب	۱۶۵
۴۵	تکریم انسانیت سے اعضاء کی پیوند کاری کی ممانعت پر استدلال	۱۶۵
۴۶	استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	۱۶۶
۴۷	احیاء نفس سے اعضاء کی پیوند کاری کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب	۱۶۶
۴۸	انسان کے اعضاء کے ساتھ پیوند کاری کے جواز پر ایثار نفس سے استدلال	۱۶۸
۴۹	استدلال مذکور کا ابطال	۱۶۹
۵۰	مہاجرین پر انصار مدینہ کے ایثار کی تفصیل	۱۶۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے ہر شخص کے لیے نہیں	۱۷۰
۵۲	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	۱۷۱
۵۳	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب	۱۷۲
۵۴	ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث	۱۷۳
۵۵	جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ کے جاں بلب اور پیاسے ہونے کے باوجود پانی دوسروں کو دے کر مرجانے کا جواب	۱۷۳
۵۶	ایک کتے کو پانی پلانے سے مغفرت کے حصول سے پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب	۱۷۵
۵۷	مردہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنے اور اضطرار کی بنیاد پر پیوند کاری سے استدلال کا جواب	۱۷۶
۵۸	گردوں کے کام کی توضیح	۱۸۰
۵۹	خون اور پیشاب سے قرآن مجید کو لکھنے سے اعضاء کی پیوند کاری پر استدلال اور اس کا جواب	۱۸۴
۶۰	سرجری کی تعلیم اور مشق کے لیے غیر مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے جواز اور مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کے عدم جواز کی تحقیق	۱۸۵
۶۱	غیر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں احادیث	۱۸۶
۶۲	غیر مسلم اموات کے احترام لازم نہ ہونے اور ان کی اہانت کے جواز میں فقہاء اسلام کی عبارات	۱۸۷
۶۳	مسلم اموات میں سرجری کے عدم جواز اور غیر مسلم اموات میں اس کے جواز کی اصل	۱۸۸
۶۴	مطلقاً مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت اور مسلمان مردے کی ہڈی توڑنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	۱۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵	فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	۱۸۹
۶۶	حرف آخر	۱۹۰
۶۷	منیب کا معنی	۱۹۰
۶۸	نماز کے عمداً ترک کرنے کو کفر اور شرک قرار دینے کی توجیہ	۱۹۱
۶۹	ہر فریق کا اپنے نظریہ سے مطمئن اور خوش ہونا	۱۹۱
۷۰	نفس اور روح کے تقاضے	۱۹۲
۷۱	راحت اور مصیبت کے ایام میں مومنوں اور کافروں کے احوال	۱۹۲
۷۲	شکر اور صبر کی تلقین	۱۹۳
۷۳	اپنا مال قرابت داروں کو دینے کی فضیلت	۱۹۳
۷۴	معاوضے کی طلب سے کسی کو ہدیہ دینا	۱۹۵
۷۵	معاوضہ کی طلب سے ہدیہ دینے میں مذاہب فقہاء	۱۹۶
۷۶	ظہر الفساد فی البر والبحر (۴۱-۵۳)	۱۹۷
۷۷	بحر و بر کے فساد کا محمل	۱۹۹
۷۸	اللہ پر بندوں کا حق نہ ہونا	۲۰۰
۷۹	بارش کے ذریعہ بندوں پر رحمت نازل فرمانا	۲۰۱
۸۰	اللہ الذی خلقکم من ضعف (۵۴-۶۰)	۲۰۳
۸۱	عذابِ قبر کے متعلق احادیث	۲۰۴
۸۲	قیامت کے دن کفار کا جھوٹ بولنا	۲۰۵
۸۳	لاھم یستعتبون کا معنی	۲۰۵
۸۴	کفار کے مطلوبہ معجزات نہ دینے کی وجہ	۲۰۵
۸۵	سورۃ الروم کا اختتام	۲۰۶
	سورۃ لقمان	۲۰۷
۱	سورۃ کا نام	۲۰۷
۲	سورۃ لقمان کا زمانہ نزول	۲۰۷

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳	سورۃ لقمان کی سورۃ الروم سے مناسبت	۲۰۸
۴	سورۃ لقمان کے مشمولات	۲۰۹
۵	الم ○ تلک ایٰت الکتاب الحکیم (۱۱-۱)	۲۱۱
۶	بسم اللہ کے اسرار	۲۱۲
۷	الف لام میم کے اسرار	۲۱۲
۸	قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا اور محسنین کا معنی	۲۱۳
۹	نماز قائم کرنے کے معانی	۲۱۳
۱۰	زکوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۱۵
۱۱	انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ کا فرض نہ ہونا	۲۱۶
۱۲	زکوٰۃ کی تاکید اور اس کے فضائل کے متعلق احادیث	۲۱۷
۱۳	آخرت پر یقین اور ہدایت پر قائم رہنے کا معنی	۲۱۸
۱۴	مفلحین کا معنی	۲۱۹
۱۵	لھو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا	۲۱۹
۱۶	غناء کی تحریم اور ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	۲۲۰
۱۷	غناء کی تحریم اور ممانعت میں احادیث اور آثار	۲۲۰
۱۸	جس قسم کے اشعار کا دف کے ساتھ یا بغیر دف کے ساتھ سماع جائز ہے	۲۲۲
۱۹	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا	۲۲۵
۲۰	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء احناف کا نظریہ	۲۲۵
۲۱	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۲۲۶
۲۲	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۲۷
۲۳	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۲۷
۲۴	غناء اور سماع کے متعلق مفسرین احناف کی تصریحات	۲۲۸
۲۵	جائز اور ناجائز سماع	۲۲۹
۲۶	دکھاوے کے لیے حال کھیلنے کی خرابیاں	۲۳۰
۲۷	سماع کے اسباب	۲۳۰
۲۸	سماع کی حقیقت	۲۳۱
۲۹	سماع کی انواع‘ شرائط‘ آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر دلائل	۲۳۱
۳۰	غناء اور سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق	۲۳۳
۳۱	کفار کی سزا کے ذکر اور مومنوں کی جزاء کے ذکر کا تقابل	۲۳۵
۳۲	آسمانوں کا مستدیر (گول) اور ایک دوسرے سے منفصل ہونا	۲۳۶
۳۳	زمین کا متزلزل نہ ہونا اس کی حرکت کے منافی نہیں	۲۳۸
۳۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلائل	۲۳۸
۳۵	توحید کی فضیلت اور شرک کی مذمت	۲۳۸
۳۶	ولقد اتینا لقمن الحکمۃ (۱۹-۱۲)	۲۳۹
۳۷	حکیم لقمان کا تعارف	۲۴۱
۳۸	حکمت کے معانی‘ اس کی تعریفات اور اس کے اطلاقات	۲۴۲
۳۹	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	۲۴۳
۴۰	ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	۲۴۴
۴۱	حکیم لقمان کو شکر کرنے کی تلقین	۲۵۰
۴۲	حکیم لقمان کے بیٹے کا نام اور اس کا دین	۲۵۱
۴۳	شرک کے ظلم عظیم ہونے کی توجیہ	۲۵۱
۴۴	لفظ عام سے عموم اور خصوص مراد لینے کا ضابطہ	۲۵۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۵	ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہات	۲۵۲
۴۶	والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وجوہات	۲۵۴
۴۷	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۵۵
۴۸	حضرت موسیٰ کا حضرت خضر سے حصول تعلیم کے لیے ادب سے درخواست کرنا	۲۵۵
۴۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ	۲۵۵
۵۰	حضرت خضر کے تعلیم دینے سے احتراز کی توجیہ	۲۵۷
۵۱	تعلیم اور تعلم کے آداب	۲۵۷
۵۲	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور ان کے حقوق کے متعلق احادیث اور آثار	۲۵۸
۵۳	اساتذہ اور علماء کی تعظیم اور توقیر کے متعلق فقہاء اور علماء کے اقاویل	۲۵۹
۵۴	استاذ کی تعظیم و تکریم کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دلائل	۲۶۲
۵۵	کافر ماں باپ کی خدمت کرنے کا استحسان	۲۶۴
۵۶	اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کا مصداق	۲۶۴
۵۷	تلاش رزق میں اعتدال چاہیے	۲۶۵
۵۸	انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے	۲۶۵
۵۹	صبر اور عزیمت کی تفصیل	۲۶۶
۶۰	لا تصعر کا معنیٰ	۲۶۷
۶۱	آہستگی سے چلنے کی فضیلت اور بھاگ کر چلنے کی مذمت	۲۶۸
۶۲	گدھے کی آواز کی مذمت اور مرغ کی بانگ کی فضیلت	۲۶۹
۶۳	الم تروا ان اللہ سخرلکم (۳۰_۲۰)	۲۷۰
۶۴	ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل	۲۷۲
۶۵	تقلید اور عقیدہ کا فرق	۲۷۳
۶۶	عقائد میں تقلید کے جواز یا عدم جواز کی بحث	۲۷۳
۶۷	اللہ کے پاس حسن انجام کا پانا	۲۷۴
۶۸	کافروں کی تکذیب سے آپ کو غم کرنے کی	
۶۹	ممانعت کی توجیہ	۲۷۵
۷۰	آپ کو الحمد للہ کہنے کے حکم کی توجیہ	۲۷۵
۷۱	اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کی وجوہ	۲۷۶
۷۲	بعض واعظین کا اللہ کے ذکر کو فانی اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو باقی قرار دینا	۲۷۷
۷۳	کلمات اللہ کا غیر متناہی ہونا	۲۷۷
۷۴	رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنے کے معانی	۲۷۸
۷۵	الم تر ان الفلک تجری (۳۴_۳۱)	۲۷۹
۷۶	صبر اور شکر کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۲۸۰
۷۷	صوفیاء کے نزدیک صبر کی تعریفات	۲۸۱
۷۸	صوفیاء کے نزدیک شکر کی تعریفات	۲۸۲
۷۹	معتدل لوگوں کا بیان	۲۸۳
۸۰	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت کی وضاحت	۲۸۳
۸۱	علوم خمسہ کی نفی کی آیت کا شان نزول	۲۸۴
۸۲	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی	۲۸۵
۸۳	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کی احادیث	۲۸۵
۸۴	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی کا محمل اور مفاتیح الغیب کا معنیٰ	۲۸۶
۸۵	بارش کے نزول کا علم	۲۸۶
۸۶	ماؤں کے رحم کا علم	۲۸۷
۸۷	کل کا اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم	۲۸۸
۸۸	مرنے کی جگہ کا علم	۲۸۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	قیامت کا علم	۲۹۰
۹۰	علوم خمسہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا نبی ﷺ کے علم عطا کرنے کے منافی نہیں ہے	۲۹۱
۹۱	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ وعلم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات	۲۹۲
۹۲	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا باعث	۲۹۵
۹۳	حرف آخر	۲۹۶
	سورۃ السجدۃ	
۱	سورۃ کا نام	۳۰۱
۲	سورۃ السجدۃ کے فضائل میں احادیث	۳۰۱
۳	سورۃ السجدۃ کی سورۃ لقمان سے مناسبت	۳۰۲
۴	سورۃ السجدۃ کے مشمولات	۳۰۳
۵	الم ○ تنزیل الکتاب لا ریب فیه (۱۱-۱)	۳۰۴
۶	الف۔لام۔میم کے نکات	۳۰۵
۷	قرآن مجید کی مختلف النوع ہدایات	۳۰۶
۸	اس اشکال کا جواب کہ اہل عرب کے پاس تو پہلے بھی کئی رسول اور عذاب سے ڈرانے والے آئے تھے	۳۰۶
۹	اس اشکال کا جواب کہ اگر آپ صرف قریش مکہ کے رسول ہیں تو پھر اہل کتاب کے لیے رسول نہیں ہیں	۳۰۷
۱۰	جن چھ دنوں میں دنیا بنائی گئی ان کی تفصیل	۳۰۸
۱۱	منگل کے دن کو منحوس سمجھنے کی تحقیق	۳۰۸
۱۲	اللہ تعالیٰ کے تدبیر کرنے کا معنی	۳۰۹
۱۳	ایک ہزار سال میں اللہ تعالیٰ کی طرف کاموں کے چڑھنے کے محامل	۳۱۰
۱۴	پچاس ہزار سال کے دن اور ایک ہزار سال کے دن کی آیتوں میں تطبیق	۳۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	عالم الغیب کا معنیٰ اس کا ربط اور اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	۳۱۲
۱۶	ہر چیز اور ہر مخلوق کو حامل حسن بنانا	۳۱۳
۱۷	انسان کو مٹی سے بنانا	۳۱۳
۱۸	پانی کی ایک حقیر بوند سے انسان کو بنانا	۳۱۴
۱۹	اللہ کی طرف روح کی اضافت کا معنیٰ	۳۱۴
۲۰	روح کی تحقیق	۳۱۴
۲۱	روح کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۳۱۴
۲۲	روح کے مصداق میں مختلف اقوال	۳۱۵
۲۳	روح کی صحیح تعریف	۳۱۶
۲۴	روح کے جسم لطیف ہونے' بدن میں حلول کرنے' منتقل ہونے اور درد اور لذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۳۱۶
۲۵	روح کے جسم لطیف ہونے اور مذکورہ صفات کے حامل ہونے کے ثبوت میں احادیث	۳۱۷
۲۶	شہداء کی روحوں کو جنت کا رزق ملنا	۳۱۸
۲۷	مومن اور کافر کی روحوں کو قبر میں ان کے جسموں میں داخل کرنا	۳۱۸
۲۸	مومن اور کافر کی روحوں کی ان کے جسموں سے نکلنے کی کیفیت اور ان کے برزخی حالات اور ان کا باہمی فرق	۳۱۹
۲۹	ضلال کے معانی	۳۲۳
۳۰	اللہ تعالیٰ' ملک الموت اور دیگر فرشتوں کے موت دینے کے محامل	۳۲۴
۳۱	آیا ملک الموت تمام مخلوق پر موت طاری کرتے ہیں یا خاص مخلوق پر	۳۲۵
۳۲	ملک الموت پر موت کا آنا	۳۲۶
۳۳	ولو تری اذ المجرمون ناکسوا (۲۲-۱۲)	۳۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا ثمر آور نہ ہونا	۳۲۸
۳۵	تمام جنات اور انسانوں کے ہدایت یافتہ نہ بنانے کی توجیہ	۳۲۹
۳۶	جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنے کے متعلق احادیث	۳۳۰
۳۷	دوزخ میں اللہ کے قدم ڈالنے کی توجیہ	۳۳۰
۳۸	نسیان کے دو معنی	۳۳۱
۳۹	سجدۂ تلاوت کے آداب	۳۳۲
۴۰	نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ	۳۳۲
۴۱	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	۳۳۳
۴۲	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۳۳۳
۴۳	تتجافی اور مضاجع کا معنی	۳۳۴
۴۴	تہجد اور رات کے دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث	۳۳۵
۴۵	اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ	۳۳۷
۴۶	مومن اور فاسق کا دنیا اور آخرت میں مساوی نہ ہونا	۳۳۸
۴۷	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۳۳۸
۴۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل	۳۳۹
۴۹	عذاب ادنیٰ اور عذاب اکبر کے مصادیق	۳۴۰
۵۰	ظلم کے لغوی اور عرفی معنی	۳۴۱
۵۱	ظلم کی سزاؤں اور عذاب کے متعلق احادیث اور ان کی ضروری تشریح	۳۴۱
۵۲	ولقد اتینا موسی الکتاب (۳۰_۲۳)	۳۴۳
۵۳	سیدنا محمد ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے محامل	۳۴۵
۵۴	بارش کے پانی سے بنجر زمین کو زرخیز کرنے کا انعام تاکہ تمہیں جسمانی خوراک حاصل ہو	۳۴۶
۵۵	ہدایت کے پانی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا انعام تاکہ تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہو	۳۴۶
۵۶	آیا فیصلہ کے دن سے دنیا میں کفار کی شکست کا دن مراد ہے یا روز قیامت؟	۳۴۷
۵۷	آیا ہر حال اور ہر جگہ میں مشرکین سے جہاد واجب ہے یا نہیں؟	۳۴۷
۵۸	نبی ﷺ کے انتظار کرنے اور کفار کے انتظار کرنے کا فرق	۳۴۸
۵۹	سورۃ السجدہ کا اختتام	۳۴۸
	سورۃ الاحزاب	۳۴۹
۱	سورۃ کا نام	۳۴۹
۲	سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول	۳۴۹
۳	سورۃ الاحزاب کے مشمولات	۳۵۰
۴	بنو نضیر کو جلا وطن کرنا اور غزوۃ الاحزاب کا سبب	۳۵۰
۵	غزوۃ الاحزاب کا مختصر ذکر	۳۵۱
۶	غزوۃ بنو قریظہ کا مختصر ذکر	۳۵۲
۷	غزوۃ الاحزاب میں قضاء ہونے والی نمازیں	۳۵۲
۸	غزوۃ الاحزاب میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات	۳۵۳
۹	یا یھا النبی اتق اللہ (۸_۱)	۳۵۵
۱۰	نبی ﷺ کو ندا کرنے کی توجیہ	۳۵۶
۱۱	نبی کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۵۷
۱۲	علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک نبی ﷺ کو نام کے بجائے صفات کے ساتھ ندا کرنے کی توجیہ	۳۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
١٣	مصنف کے نزدیک آپ کو ذات اور صفات دونوں کے ساتھ ندا کرنے کا جواز	٣٥٨
١٤	کفار کا آپ کو پیغام توحید سنانے سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	٣٦٠
١٥	آپ کو ڈرنے کا حکم دینے کی توجیہ	٣٦٠
١٦	رسول اللہ ﷺ کا مجوسیوں' مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا	٣٦١
١٧	کفار اور فساق کی مشابہت کے حکم کی تحقیق	٣٦٢
١٨	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں علامہ مناوی کی تحقیق	٣٦٢
١٩	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں شیخ عبد الحق دہلوی کی تحقیق	٣٦٣
٢٠	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں فقہاء احناف کی تحقیق	٣٦٤
٢١	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تحقیق	٣٦٥
٢٢	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں مصنف کی تحقیق	٣٦٧
٢٣	لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا	٣٦٩
٢٤	بدعقیدگی' بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر' گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا	٣٦٩
٢٥	اتباع وحی کے محامل اور بدعت سیئہ کی تعریف	٣٦٩
٢٦	کسی شخص کے اندر دو دل نہ بنانے کے متعدد محامل	٣٧٠
٢٧	قلب کے مصداق کے متعلق قدیم اور جدید آراء	٣٧١
٢٨	ظہار کی تعریف' اس کا حکم اور اس کا کفارہ	٣٧٢
٢٩	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنے کا شرعی حکم	٣٧٣
٣٠	منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصلی باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم	٣٧٥
٣١	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات	٣٧٦
٣٢	اقسط' خطأ اور مغفرت اور رحمت کے معانی اور ان کی وضاحت	٣٧٨
٣٣	خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنے پر وعید	٣٧٨
٣٤	مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی ﷺ کو تصرف کرنے کا زیادہ اختیار ہے	٣٧٩
٣٥	مومنوں کی جانوں اور مالوں پر ان کی بہ نسبت نبی ﷺ زیادہ شفیق ہیں	٣٨٠
٣٦	عام مسلمانوں کی نسبت نبی ﷺ مسلمانوں کے حقوق کے زیادہ کفیل اور ضامن ہیں	٣٨٠
٣٧	سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی زندگی اور موت میں ان کا کفیل اور ضامن ہو	٣٨١
٣٨	ازواج مطہرات کے مومنوں کی مائیں ہونے کی وضاحت	٣٨٢
٣٩	مہاجروں اور بنائے ہوئے بھائیوں کی باہمی وراثت کا منسوخ ہونا	٣٨٢
٤٠	مسلمانوں اور کافروں کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا	٣٨٢
٤١	یوم میثاق میں انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے متعدد محامل	٣٨٤
٤٢	انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعدد محامل	٣٨٥
٤٣	یایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ (٩-٢٠)	٣٨٦
٤٤	غزوۃ الاحزاب میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور احسان کا بیان	٣٨٨

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۵	احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال سے مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	۳۹۱
۴۶	منافقوں کے اس قول کے محامل اے اہل یثرب واپس جاؤ	۳۹۳
۴۷	گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے محامل	۳۹۳
۴۸	جہاد سے بھاگنے والوں کی سرزنش	۳۹۴
۴۹	مسلمانوں کو جہاد سے باز رکھنے کے لیے منافقوں کی کوششیں اور ان کا خوف اور ان کی چرب زبانی	۳۹۵
۵۰	لقد کان لکم فی رسول اللہ (۲۷-۲۱)	۳۹۶
۵۱	نبی ﷺ کی ذات میں سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کا نمونہ	۳۹۷
۵۲	نبی ﷺ کی ذات میں عبادات اور معاملات کا نمونہ	۳۹۸
۵۳	اللہ کے ذکر میں کامل اجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر مکمل جملہ ہو اور ذکر کرنے والے کو اس کا معنیٰ معلوم ہو	۴۰۰
۵۴	غزوۃ الاحزاب کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے محامل	۴۰۰
۵۵	مجاہدین کو مردوں سے تعبیر کرنے کا سبب	۴۰۱
۵۶	بعض مجاہدین کے نذر ماننے کی تحسین کی توجیہ جب کہ نذر ماننا مکروہ ہے	۴۰۱
۵۷	جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق	۴۰۲
۵۸	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے ملنا	۴۰۳
۵۹	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	۴۰۴
۶۰	سورۃ توبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے قرآن مجید میں مندرج ہوئی یا حضرت ابوخزیمہ کی شہادت سے؟	۴۰۵
۶۱	مصنف کے نزدیک حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت سے اس آیت کا قرآن میں مندرج ہونا راجح ہے	۴۰۶
۶۲	دو شہادتوں سے کسی آیت کا قرآن مجید میں درج کرنا آیا تواتر کی شرط کے خلاف ہے یا نہیں؟	۴۰۷
۶۳	خزیمہ اور ابوخزیمہ کے ناموں کا فرق	۴۰۸
۶۴	منافقوں کو عذاب نہ دینے پر ایک اشکال کا جواب	۴۰۸
۶۵	اللہ تعالیٰ کا کفار کو غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	۴۰۹
۶۶	بنو قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا	۴۱۰
۶۷	غزوہ بنو قریظہ کے متعلق احادیث	۴۱۱
۶۸	حضرت سعد نے جو موت کی دعا کی تھی اس پر اعتراضات کے جوابات	۴۱۲
۶۹	ان مفتوحہ علاقوں کے محامل جہاں صحابہ نہیں پہنچے تھے	۴۱۳
۷۰	یایہا النبی ﷺ قل لازواجک (۳۰-۲۸)	۴۱۴
۷۱	نبی ﷺ کا ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا	۴۱۴
۷۲	طلاق کا اختیار دینے کا سبب اور اس کی نوعیت	۴۱۵
۷۳	بیوی کو طلاق کا اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت اختیار میں مذاہب فقہاء	۴۱۶
۷۴	نبی ﷺ کی ازواج کی تفصیل	۴۱۷
۷۵	ازواج مطہرات کا مقام بیان فرمانا	۴۱۹
۷۶	ازواج مطہرات پر زیادہ گرفت فرمانے کی توجیہ	۴۲۰
۷۷	ومن یقنت منکن للہ (۳۴-۳۱)	۴۲۱
۷۸	ازواج مطہرات کو دگنا اجر عطا فرمانا	۴۲۲
۷۹	عیش و عشرت اور دنیاوی لذتوں میں غلو نہ کرنے کی تلقین	۴۲۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۰	ازواج مطہرات اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی باہمی فضیلت میں محاکمہ	۴۲۳
۸۱	عورت کا مردوں سے اپنی آواز کو مستور رکھنے کا حکم	۴۲۴
۸۲	بغیر شرعی ضرورت کے خواتین کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت	۴۲۵
۸۳	تبرج اور جاہلیت اولیٰ کی تفسیر	۴۲۶
۸۴	جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب	۴۲۷
۸۵	حضرت عائشہ کا اصلاح کے قصد سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر وغیرھما کے ساتھ بصرہ روانہ ہونا	۴۲۸
۸۶	قاتلین عثمان کا ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی کو بصرہ روانہ کرنا اور فریقین میں صلح کے مذاکرات	۴۲۹
۸۷	قاتلین عثمان کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ کرا دینا	۴۳۰
۸۸	قاتلین عثمان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر تسلط اور تغلب	۴۳۰
۸۹	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ	۴۳۱
۹۰	مشاجرات صحابہ میں مصنف کا نظریہ	۴۳۳
۹۱	حضرت عائشہ اور حضرت علی کا جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کرنا	۴۳۴
۹۲	حضرت عائشہ کے متعلق شیعہ کی ناگفتنی روایات	۴۳۴
۹۳	حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر حضرت زینب اور حضرت سودہ کے گھر سے نہ نکلنے کے معارضہ کا جواب	۴۳۵
۹۴	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اصلاحی اقدام پر قرآن مجید سے دلائل	۴۳۶

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۹۵	آیت تطہیر کے مصادیق	۴۳۷
۹۶	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا	۴۳۷
۹۷	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	۴۳۸
۹۸	مصنف کے نزدیک اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۰
۹۹	تصریحات لغت سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۰
۱۰۰	قرآن مجید کی نصوص سے اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کا شامل ہونا	۴۴۰
۱۰۱	احادیث صحیحہ کے اطلاقات میں اہل کا ازواج اور	
۱۰۲	اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	۴۴۱
۱۰۳	اہل بیت میں ازواج مطہرات اور آپ کی عترت کے دخول کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۴۴۲
۱۰۴	شیعہ علماء کے اس اعتراض کا جواب کہ اہل بیت کے ساتھ مذکر کی ضمائر کیوں لائی گئیں؟	۴۴۳
۱۰۵	شیعہ علماء کا اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرنا اور اس کا جواب	۴۴۴
۱۰۶	ازواج مطہرات کا احادیث کو پہنچانا	۴۴۵
۱۰۷	کتب احادیث مقبولہ کا حجت ہونا	۴۴۶
۱۰۸	ان المسلمین والمسلمات (۳۵-۴۰)	۴۴۸
۱۰۹	قرآن مجید میں خواتین کا ذکر	۴۵۰
۱۱۰	اسلام، ایمان، قنوت اور خشوع وغیرہ کے معانی	۴۵۰
۱۱۱	بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۴۵۱
۱۱۲	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں نکاح ہونا	۴۵۲
۱۱۳	نکاح غیر کفو میں مذاہب ائمہ	۴۵۲
۱۱۴	نکاح غیر کفو کے متعلق احادیث	۴۵۳
۱۱۵	غیر ہاشمی اور غیر سید کا ہاشمیہ یا فاطمی سیدہ سے نکاح	۴۵۴

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۱۶	رسول اللہ ﷺ کا انعام دینا، غنی فرمانا اور تقسیم فرمانا	۴۵۶
۱۱۷	رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیلات	۴۵۶
۱۱۸	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	۴۵۸
۱۱۹	حضرت زینب سے نکاح میں مسلمانوں کے لیے نمونہ اور آسانی	۴۵۹
۱۲۰	قدراً مقدوراً کا معنیٰ	۴۵۹
۱۲۱	انبیاء علیہم السلام کے ڈرنے کی حقیقت	۴۵۹
۱۲۲	اس کی تحقیق کہ رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں	۴۶۰
۱۲۳	سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۴۶۱
۱۲۴	سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ، مقبولہ	۴۶۳
۱۲۵	احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد	۴۷۰
۱۲۶	نبی ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو فقہاء اسلام کا کافر اور مرتد قرار دینا	۴۷۱
۱۲۷	امام غزالی کی الاقتصاد پر فقہاء اسلام کے تبصرے	۴۷۲
۱۲۸	منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ	۴۷۴
۱۲۹	مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان و اصرار	۴۷۵
۱۳۰	مرزا صاحب کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہیں	۴۸۰
۱۳۱	مرزا صاحب کا جہاد کو منسوخ قرار دینا	۴۸۰
۱۳۲	۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت	۴۸۱
۱۳۳	۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت	۴۸۲
۱۳۴	اس اعتراض کا جواب کہ اگر آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو نبی بن جاتے	۴۸۳
۱۳۵	الاعراف: ۳۵ سے اجراء نبوت کا معارضہ اور اس کا جواب	۴۸۴
۱۳۶	اس اعتراض کا جواب کہ ختم نبوت کا معنی مہر نبوت ہے اور آپ کی مہر سے نبی بنتے ہیں	۴۸۶
۱۳۷	اس اعتراض کا جواب کہ لانبی بعدی میں لا نفی کمال کے لیے ہے نہ کہ نفی جنس کے لیے	۴۸۸
۱۳۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث	۴۸۹
۱۳۹	اس امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ	۴۹۰
۱۴۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا	۴۹۰
۱۴۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا	۴۹۱
۱۴۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ سے بالمشافہ اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	۴۹۱
۱۴۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	۴۹۲
۱۴۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کی تعلیم سے مستفید ہونا	۴۹۳
۱۴۵	اولیاء کرام کا نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے استفادہ کرنا	۴۹۳
۱۴۶	ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت	۴۹۴
۱۴۷	اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا	۴۹۵
۱۴۸	یاایھا الذین امنوا اذکروا اللہ (۵۲-۴۱)	۴۹۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۹	رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ کا حکم دینے اور آپ کی امت کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	۴۹۸
۱۵۰	بکثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث	۴۹۹
۱۵۱	ذکر اور تسبیح کرنے والوں کی اقسام اور ان کے مراتب اور درجات	۵۰۰
۱۵۲	بعض اذکار اور اوراد	۵۰۱
۱۵۳	اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کا معنیٰ	۵۰۱
۱۵۴	اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کے محامل	۵۰۲
۱۵۵	تحیت کا معنیٰ اور اس کے مواقع	۵۰۲
۱۵۶	نبی ﷺ کے اسماء اور آپ کی صفات	۵۰۳
۱۵۷	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	۵۰۴
۱۵۸	رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی توحید اور ذات و صفات پر شاہد ہونا	۵۰۴
۱۵۹	رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں امور آخرت پر شاہد ہونا	۵۰۵
۱۶۰	رسول اللہ ﷺ کا اعمال امت پر شاہد ہونا	۵۰۶
۱۶۱	رسول اللہ ﷺ کو سراج کہنے کی توجیہ	۵۰۷
۱۶۲	جنت کا حصول اللہ کا بہت بڑا فضل ہے	۵۰۸
۱۶۳	کافروں اور منافقوں سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	۵۰۹
۱۶۴	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی تفصیل	۵۰۹
۱۶۵	تہذیب اور شائستگی کا تقاضا یہ ہے کہ جماع اور مباشرت کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے	۵۰۹
۱۶۶	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ	۵۱۰
۱۶۷	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے کے متعلق فقہاء احناف کے موقف پر قرآن اور سنت سے دلائل	۵۱۰
۱۶۸	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں فقہاء احناف کے موقف پر آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین سے دلائل	۵۱۱
۱۶۹	خلوت صحیحہ سے مہر کے وجوب پر امام رازی کے اعتراض کا جواب	۵۱۱
۱۷۰	مطلقہ کو نصف مہر اور متاع دینے کے وجوب کے محامل	۵۱۳
۱۷۱	خلوت صحیحہ کی تعریف	۵۱۳
۱۷۲	مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان	۵۱۴
۱۷۳	سراح جمیل کا معنیٰ	۵۱۴
۱۷۴	حضرت ام ہانی کو نکاح کا پیغام دینا	۵۱۴
۱۷۵	نبی ﷺ کی ازواج کا مہر	۵۱۵
۱۷۶	نکاح کی اجازت کے رشتوں میں اسلام کا متوسط حکم	۵۱۵
۱۷۷	جن خواتین نے اپنے آپ کو نبی ﷺ سے نکاح کے لیے پیش کیا	۵۱۵
۱۷۸	بغیر مہر کے محض ہبہ سے کوئی خاتون عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے	۵۱۶
۱۷۹	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر فرض ہیں امت پر فرض نہیں ہیں	۵۱۷
۱۸۰	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر حرام یا ممنوع ہیں' امت پر حرام یا ممنوع نہیں ہیں	۵۱۸
۱۸۱	آپ کے خصائص میں سے وہ چیزیں جو صرف آپ پر حلال ہیں' امت پر حلال نہیں ہیں	۵۱۹
۱۸۲	انبیاء سابقین علیہم السلام کے اعتبار سے آپ کے خصائص	۵۱۹
۱۸۳	آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	۵۲۰
۱۸۴	عام مسلمانوں پر ازواج میں باریوں کی تقسیم کا وجوب	۵۲۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۵	ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر خواتین سے نکاح کرنے کی ممانعت کی توجیہ	۵۲۲
۱۸۶	نکاح سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنے کا جواز	۵۲۲
۱۸۷	یا یھا الذین امنوا لا تدخلوا (۵۸_۵۳)	۵۲۳
۱۸۸	حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ اور آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	۵۲۵
۱۸۹	حضرت زینب کے ولیمہ کی بعض تفصیلات' ولیمہ کا شرعی حکم اور نزول حجاب کی تاریخ	۵۲۷
۱۹۰	دینی اور دنیاوی ضرورت کی بنا پر ازواج مطہرات کو اپنے گھروں سے نکلنے کی اجازت	۵۲۷
۱۹۱	باہر نکلنے پر حضرت سودہ کو حضرت عمر کے دوبار ٹوکنے کی وضاحت	۵۲۸
۱۹۲	ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرنے کا حکم دیگر مسلم خواتین کو بھی متضمن ہے	۵۲۸
۱۹۳	نبی ﷺ کو کس بات سے ایذاء پہنچی تھی؟	۵۲۹
۱۹۴	نبی ﷺ کی ازواج دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں	۵۲۹
۱۹۵	رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی مستحق مواخذہ ہے	۵۳۰
۱۹۶	خواتین پر ان کے محارم اور ان کی باندیوں سے پردہ نہیں ہے	۵۳۱
۱۹۷	اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ایک صیغہ یا ایک ضمیر میں ذکر کرنے کی تحقیق	۵۳۲
۱۹۸	فقہاء اسلام کے نزدیک نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے آپ کی حمد وثنا کرنا	۵۳۳
۱۹۹	رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۳۶
۲۰۰	دعا کے اول وآخر میں درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۳۹
۲۰۱	بعض دیگر مواقع اور مقامات پر درود پڑھنے کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۵۴۰
۲۰۲	درود ابراہیمی میں تشبیہ اور دوسرے اعتراض کا جواب	۵۴۲
۲۰۳	نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ	۵۴۳
۲۰۴	ہر بار نبی ﷺ کے ذکر پر درود پڑھنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۴۴
۲۰۵	اذان سے پہلے اور بعد درود پڑھنے کا حکم	۵۴۴
۲۰۶	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو مستحب کہا ہے	۵۴۵
۲۰۷	اذان اور اقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تحقیق	۵۴۵
۲۰۸	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو مکروہ کہا ہے	۵۴۷
۲۰۹	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	۵۴۷
۲۱۰	غیر انبیاء پر استقلالاً سلام پڑھنے کا بھی ممنوع ہونا	۵۴۸
۲۱۱	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل	۵۴۸
۲۱۲	نبی ﷺ پر سلام کے بغیر صرف صلوٰۃ پڑھنے کا بلا کراہت جواز	۵۸۹
۲۱۳	اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ کلمات	۵۵۱
۲۱۴	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اور نازیبا کلمات	۵۵۲
۲۱۵	علامہ قرطبی کا حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کی شکایت کو اس آیت کی تفسیر میں ذکر کرنا	۵۵۳
۲۱۶	حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر صحابہ کی شکایات کی توجیہات	۵۵۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۱۷	اللہ اور رسول اور مومنوں کو ایذا پہنچانے کا فرق	۵۵۶
۲۱۸	یا یھا النبی قل لازواجک (۶۸-۵۹)	۵۵۶
۲۱۹	جلباب کی تحقیق	۵۵۸
۲۲۰	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق	۵۵۸
۲۲۱	عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۵۹
۲۲۲	ذالک ادنی ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال	۵۶۰
۲۲۳	بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال	۵۶۳
۲۲۴	عہد رسالت میں حجاب اور نقاب کے معمولات	۵۶۴
۲۲۵	عہد توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول	۵۶۵
۲۲۶	چہرے کے حجاب پر شبہات اور ان کے جوابات	۵۶۵
۲۲۷	المرجفون اور دیگر اصطلاحی الفاظ کے معانی	۵۶۷
۲۲۸	منافقین کو قتل کرنے اور اور مدینہ بدر کرنے کی سزا کیوں نہیں دی گئی	۵۶۸
۲۲۹	رسول اللہ ﷺ کو قیامت کا علم تھا یا نہیں	۵۶۹
۲۳۰	قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے متعلق احادیث	۵۶۹
۲۳۱	علم قیامت کی نفی کے متعلق مفسرین کی توجیہات	۵۷۱
۲۳۲	دوزخ میں کفار کے عذاب کی کیفیت	۵۷۱
۲۳۳	یا یھا الذین امنوا لا تکونوا (۷۳-۶۹)	۵۷۲
۲۳۴	منافقوں کا رسول اللہ ﷺ سے اذیت ناک کلام کرنا اور آپ کا ان کو سزا نہ دینا	۵۷۳
۲۳۵	انبیاء علیہم السلام کا جسمانی عیوب سے بری ہونا اور دیگر مسائل	۵۷۴
۲۳۶	وجیہ کا معنی	۵۷۶
۲۳۷	اس کی تحقیق کہ اس آیت میں ان یحملنھا کا ترجمہ امانت کو اٹھانا ہے یا امانت میں خیانت کرنا ہے	۵۷۷
۲۳۸	امانت کے متعلق احادیث	۵۷۸
۲۳۹	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر جس امانت کو پیش کیا گیا تھا اس کے مصداق میں آثار اور اقوال	۵۷۹
۲۴۰	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر قرآن مجید سے استدلال	۵۷۹
۲۴۱	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر احادیث سے استدلال	۵۸۰
۲۴۲	جمادات سے کلام کرنے کی دوسری توجیہ	۵۸۱
۲۴۳	حمل کا معنیٰ خیانت کرنے پر کتب لغت کی تصریحات	۵۸۲
۲۴۴	جن مفسرین نے یحملنھا کا معنیٰ کیا امانت کو اٹھانا	۵۸۲
۲۴۵	یحملنھا کی تفسیر بار امانت اٹھانے سے کرنے پر	
۲۴۶	علامہ قرطبی کی توجیہات اور ان پر مصنف کی بحث ونظر	۵۸۲
۲۴۷	جن مفسرین نے یحملنھا اور حملھا الانسان میں حمل کا معنیٰ امانت میں خیانت کرنا کیا	۵۸۴
۲۴۸	انسان کے ظالم اور جاہل ہونے کی توجیہ	۵۸۵
۲۴۹	جنسِ انسان پر امانت پیش کرنے کی حکمت کفار کو عذاب دینا، توبہ کرنے والے مومنوں کو بخشنا اور انبیاء اور صالحین کو نوازنا ہے۔	۵۸۶
۲۵۰	اختتام سورت	۵۸۷
	سورۃ سبا	۵۹۱
۱	سورۃ کا نام اور اس کا زمانہ نزول	۵۹۱
۲	سورۃ سبا اور سورۃ الاحزاب میں مناسبت	۵۹۱
۳	سورۃ سبا کے مشمولات	۵۹۲
۴	الحمد للہ الذی لہ ما فی السموت وما فی الارض (۹-۱)	۵۹۳

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۵	آخرت میں اللہ کی حمد کرنے کے چھ مقامات	۵۹۵
۶	حمد کی تعریف‘ اللہ کی حمد کی اقسام اور حمد اور شکر کی ادائیگی کا طریقہ	۵۹۶
۷	زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی اور آسمان سے اترنے اور اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں	۵۹۷
۸	وقوع قیامت پر دلائل	۵۹۷
۹	رزق کریم کا معنی	۵۹۸
۱۰	اہل علم کا مصداق	۵۹۹
۱۱	جز لا یتجزی کے ثبوت پر دلیل	۵۹۹
۱۲	صدق اور کذب کی صحیح تعریفات اور نظام اور جاحظ کی تعریفات پر تبصرہ	۵۹۹
۱۳	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دلائل	۶۰۱
۱۴	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر اعتراضات کے جوابات	۶۰۱
۱۵	جنون کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۰۲
۱۶	ولقد اتینا داود منا فضلا (۲۱-۱۰)	۶۰۳
۱۷	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی فضائل	۶۰۵
۱۸	اوّبی کا معنی	۶۰۶
۱۹	حضرت داؤد علیہ السلام کا آہن گر ہونا	۶۰۷
۲۰	جائز پیشوں کی فضیلت اور بعض پیشوں کو برا جاننے کی مذمت	۶۰۸
۲۱	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	۶۰۹
۲۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کے خصوصی فضائل	۶۰۹
۲۳	محراب کے داخل مسجد ہونے کی تحقیق	۶۱۰
۲۴	محراب کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۱۲
۲۵	تصویروں کا شرعی حکم	۶۱۲
۲۶	جفان‘ الجواب‘ قدور اور راسیات کے معانی	۶۱۲
۲۷	آل داؤد کو شکر کرنے کا حکم	۶۱۳
۲۸	حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا طاری ہونا	۶۱۳
۲۹	حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات و وفات کے بعد ان کا قبروں سے نکلنا	۶۱۴
۳۰	قوم سبا کی خوشحالی اور بدحالی	۶۱۵
۳۱	اہل سبا کی ناشکری اور اس کا انجام	۶۱۶
۳۲	شیطان کے پیروکاروں کا اس کی پیش گوئی کو سچ کر دکھانا	۶۱۷
۳۳	سبا: ۲۱ میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ربط اور اللہ تعالیٰ کے علم پر اشکال کا جواب	۶۱۸
۳۴	قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ (۳۰-۲۲)	۶۲۰
۳۵	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	۶۲۱
۳۶	سبا: ۲۳ میں فرشتوں کے دلوں پر جو ہیبت طاری ہونے کا ذکر ہے اس کا تعلق آیا دنیا سے ہے یا آخرت سے؟	۶۲۲
۳۷	کفار کے لیے شفاعت نہ ہونے کی دلیل	۶۲۳
۳۸	موحد اور مشرک میں کون بہتر ہے؟	۶۲۳
۳۹	سبا: ۲۴ کے حکم کا منسوخ ہونا	۶۲۴
۴۰	فتاح اور علیم کا معنی	۶۲۴
۴۱	کافۃ کا معنی	۶۲۵
۴۲	تمام مخلوق کے لیے آپ کی رسالت پر دلائل	۶۲۶
۴۳	پتھروں‘ پہاڑوں‘ درختوں اور جانوروں کا آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا‘ اور ہر چیز کا آپ کی رسالت کو پہچاننا	۶۲۷
۴۴	کفار سے کیے ہوئے معین وقت کے وعدہ کے متعلق اقوال	۶۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۵	وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن (۳۱۔۳۶)	۶۲۸
۴۶	قیامت کے دن متکبر اور پس ماندہ کافروں کا مناظرہ	۶۲۹
۴۷	اسروا کا معنی	۶۳۰
۴۸	مترفین کا معنی	۶۳۱
۴۹	وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم (۳۶۔۴۵)	۶۳۱
۵۰	مال اور اولاد کی محض کثرت باعث فخر اور پسندیدہ نہیں	۶۳۳
۵۱	خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے کے مواضع اور مقامات اور خرچ کرنے کی فضیلت	۶۳۴
۵۲	فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد	۶۳۵
۵۳	انکار وحی کی وجہ سے سابقہ امتوں پر عذاب آنا	۶۳۶
۵۴	قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ (۴۶۔۵۴)	۶۳۷
۵۵	جماعت کو غور و فکر کی دعوت کیوں نہیں دی؟	۶۳۸
۵۶	نبی ﷺ کا ہر خاص و عام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	۶۳۹
۵۷	توحید' رسالت اور آخرت کی نصیحت کا باہمی ربط	۶۳۹
۵۸	تبلیغ رسالت کا اجر نہ طلب کرنے سے آپ کے رسول ہونے پر استدلال	۶۴۰
۵۹	نبوت عطا کرنے میں سیدنا محمد ﷺ کی تخصیص کی توجیہ	۶۴۰
۶۰	حق اور باطل کا فرق	۶۴۱
۶۱	سبا: ۵۰ میں نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کا ذکر	۶۴۱
۶۲	سبا: ۵۰ میں نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کے بعض دیگر تراجم اور مصنف کا ترجمہ	۶۴۲
۶۳	نبی ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کی تحقیق	۶۴۲
۶۴	کفار کے گھبرانے اور ان کی جائے فرار نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	۶۴۳
۶۵	تناوش کا معنی	۶۴۳
۶۶	روزِ حشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	۶۴۴
۶۷	روزِ حشر کفار کی خواہشیں اور ان کا قبول نہ ہونا	۶۴۴
۶۸	اختتام سورت	۶۴۴
	سورۃ فاطر	۶۴۶
۱	سورت کا نام	۶۴۶
۲	سورۃ فاطر کے مشمولات	۶۴۶
۳	الحمد للہ فاطر السموات والارض (۱۔۷)	۶۴۸
۴	حمد اور فاطر کا معنی	۶۴۹
۵	ملائکہ کی تعریف	۶۴۹
۶	خوب صورت چہرے' خوب صورت آواز اور خوب صورت لکھائی	۶۵۰
۷	چھینک اور ڈکار کا نعمت اور بیماری ہونا	۶۵۱
۸	رحمت اور فتح کی متعدد تفاسیر	۶۵۲
۹	اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا	۶۵۳
۱۰	نبی ﷺ کو تسلی دینا	۶۵۳
۱۱	شیطان کے دھوکے کا بیان	۶۵۴
۱۲	افمن زین لہ سوء عملہ (۸۔۱۴)	۶۵۵
۱۳	برائی کو اچھائی سمجھنے والے اور ان کا شرعی حکم	۶۵۷
۱۴	بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر و نشر پر استدلال	۶۵۹
۱۵	عجب الذنب کی تحقیق	۶۵۹
۱۶	تمام عزتیں اللہ کے لیے ہونے کے متعدد محامل	۶۶۰
۱۷	الکلم الطیب کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۶۱
۱۸	کلمات طیبہ کے چڑھنے کی توجیہات	۶۶۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۹	نیک عمل کے محامل	۶۶۲
۲۰	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کے اوپر چڑھنے کی تحقیق	۶۶۳
۲۱	کفار کے مکر کا بیان	۶۶۴
۲۲	مٹی اور نطفہ سے انسان کی پیدائش	۶۶۵
۲۳	عمر میں اضافہ کر کے لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے کو مٹانا	۶۶۵
۲۴	مشرکین کے معبودوں کی حاجت روائی نہ کرنے کے محامل	۶۶۶
۲۵	یایها الناس انتم الفقراء الی الله (۱۵-۲۶)	۶۶۷
۲۶	قبر والوں کے سننے کا مسئلہ	۶۶۹
۲۷	قبر والوں کے غور وفکر نہ کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	۶۷۰
۲۸	الم تر ان الله انزل من السماء (۲۷-۳۷)	۶۷۱
۲۹	مشکل الفاظ کے معانی	۶۷۳
۳۰	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۶۷۴
۳۱	عالم کی تعریف' اس کا اللہ سے ڈرنا اور دائمی عبادت کرنا	۶۷۴
۳۲	خوف خدا کی دو قسمیں	۶۷۵
۳۳	اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے قرآن مجید کی بشارتیں	۶۷۵
۳۴	اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے احادیث میں بشارتیں	۶۷۶
۳۵	علماء دین کی فضیلت میں احادیث	۶۷۶
۳۶	انما یخشی الله من عباده العلماء میں امام ابوحنیفہ کی قرأت	۶۷۷
۳۷	تلاوت قرآن' اقامت صلوٰۃ اور اداء صدقات کے آداب	۶۷۷
۳۸	اللہ تعالیٰ کے زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق	۶۷۸
۳۹	نبیوں کی ایک دوسرے پر فضیلت	۶۷۹
۴۰	امت مسلمہ کا قرآن مجید کا وارث ہونا	۶۷۹
۴۱	اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے متعلق شیخ طبری اور علامہ آلوسی کا نظریہ	۶۸۰
۴۲	شیخ طبری اور علامہ آلوسی کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ	۶۸۰
۴۳	اہل بیت کرام کے فضائل	۶۸۱
۴۴	ظالم' مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق احادیث اور آثار	۶۸۲
۴۵	ظالم' مقتصد (متوسط) اور سابق کے مصداق کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۸۴
۴۶	مفسرین کے ذکر کردہ مردود اقوال	۶۸۶
۴۷	ظالم کو مقتصد اور سابق پر مقدم کرنے کی توجیہات	۶۸۸
۴۸	تینوں قسم کے مومنوں کا جنت میں داخل ہونا	۶۸۹
۴۹	آخرت میں مومنوں سے غم دور کرنا' ان کی مغفرت کرنا اور ان کو ریشم اور زیورات سے مزین کرنا	۶۹۰
۵۰	اللہ کے فضل سے مغفرت اور جنت کا حاصل ہونا	۶۹۰
۵۱	آخرت میں کفار کے عذاب کی کیفیت	۶۹۱
۵۲	انسان کو اپنی اصلاح کے لیے کتنی عمر کی ضرورت ہے؟	۶۹۲
۵۳	نذیر کے محامل	۶۹۳
۵۴	ان الله علم غیب السموات (۳۸-۴۵)	۶۹۳
۵۵	اس اشکال کا جواب کہ کافروں نے متناہی زمانہ میں کفر کیا تھا اس کی دائمی سزا کیوں دی جائے گی	۶۹۵
۵۶	کفار کے نقصان اٹھانے کا محمل	۶۹۶
۵۷	بتوں کی عبادت پر عقلی اور نقلی دلائل کا نہ ہونا	۶۹۷
۵۸	آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت فرمانا	۶۹۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۹	زمین کی حرکت پر دلائل	۶۹۸
۶۰	بُری سازش، فریب اور خیانت کی ممانعت	۶۹۹
۶۱	دوران سفر آثار عذاب دیکھ کر عبرت حاصل کرنا	۷۰۱
۶۲	اللہ تعالیٰ کا بہ تدریج گرفت فرمانا	۷۰۱
۶۳	بنو آدم کے گناہوں سے جانوروں کو ہلاک کرنا	۷۰۱
۶۴	اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے کی حکمتیں	۷۰۲
۶۵	اختتام سورت	۷۰۳
	سورۃ یٰسٓ	۷۰۷
۱	سورت کا نام	۷۰۷
۲	یٰسٓ کے فضائل میں احادیث و آثار	۷۰۷
۳	یٰسٓ کے بعض اسماء کی توضیح اور تشریح	۷۰۸
۴	سورۃ یٰسٓ کے مشمولات	۷۰۹
۵	یٰسٓ ○ والقرآن الحکیم (۱۲-۱)	۷۱۱
۶	بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ذکر کرنے کی حکمت	۷۱۲
۷	حروف مقطعات کے معنی اور مفہوم کے نامعلوم ہونے کی توجیہ	۷۱۳
۸	یٰسٓ کے اسرار و رموز	۷۱۳
۹	سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی قسم کھانا	۷۱۵
۱۰	العزیز اور الرحیم کے ذکر کی حکمت	۷۱۶
۱۱	اس کی توجیہ کہ اہل مکہ کے پاس آپ کے سوا کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا	۷۱۶
۱۲	سیدنا محمد ﷺ کا تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونا	۷۱۷
۱۳	غفلت کا معنی	۷۱۸
۱۴	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنے کا محمل	۷۱۸
۱۵	مقمحون کا معنی	۷۱۹
۱۶	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنا ان کے ایمان نہ لانے کو کس طرح مستلزم ہے؟	۷۱۹
۱۷	نبی ﷺ کا سورۃ یٰسٓ پڑھتے ہوئے کفار کے نرغے سے نکل جانا	۷۲۰
۱۸	سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کرنے کے محامل	۷۲۳
۱۹	کفار کو ڈرانا یا نہ ڈرانا صرف ان کے حق میں برابر ہے	۷۲۴
۲۰	ان کا بیان جن کو عذاب سے ڈرانا مفید ہے	۷۲۵
۲۱	اللہ تعالیٰ کے بے نیاز اور نکتہ نواز ہونا	۷۲۵
۲۲	اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے ڈرنے کا معنی	۷۲۶
۲۳	انسان کے اچھے یا برے اعمال کا لکھا ہوا محفوظ ہونا	۷۲۷
۲۴	نیکی اور برائی کے عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہنے کے متعلق احادیث اور آثار	۷۲۸
۲۵	زیادہ دور سے آ کر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۷۲۸
۲۶	امام مبین کے متعدد معانی اور محامل	۷۲۹
۲۷	ما کان و ما یکون غیر متناہی ہیں لوح محفوظ ان کا محل کس طرح بن سکتی ہے؟	۷۳۰
۲۸	واضرب لھم مثلا اصحب القریة اذ جاء ھا المرسلون (۲۱-۱۳)	۷۳۱
۲۹	انطاکیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو بھیجنے کے ثبوت میں نقول	۷۳۲
۳۰	انطاکیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو نہ بھیجنے کے دلائل	۷۳۵
۳۱	بشریت کا رسالت کے منافی نہ ہونا	۷۳۶
۳۲	کفار کا انبیاء علیہم السلام کو بدشگون اور منحوس کہنا	۷۳۷
۳۳	صاحب یٰسٓ (حبیب النجار) کا تذکرہ	۷۳۸
۳۴	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لیے دور دور سے آنا قدیم زمانہ کا دستور ہے	۷۴۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	ومالی لا اعبد الذی (۲۲۔۳۲)	۷۴۱
۳۶	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی پہلی وجہ	۷۴۲
۳۷	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون فرمانے کی دوسری وجہ	۷۴۳
۳۸	قوم کا حبیب نجار کو قتل کر دینا اور اس کا اپنی قوم کی بہتری چاہنا	۷۴۴
۳۹	دشمنوں اور مخالفوں سے بدلہ لینے کے بجائے ان کو معاف کر دینے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا افضل ہونا	۷۴۴
۴۰	سابقہ امتوں کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل نہ کرنے اور ہماری امت کے کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل کرنے کی توجیہ	۷۴۶
۴۱	حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت کرنے اور بعد کی تخصیص کی توجیہ	۷۴۸
۴۲	بستی والوں کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک کر دینا	۷۴۸
۴۳	حدیث من عادلی ولیا کی سند پر حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی کے اعتراضات کے جوابات	۷۴۹
۴۴	حدیث مذکور کا معجزات اور کرامات کی اصل ہونا	۷۵۰
۴۵	نبی ﷺ کے لیے غیب اور قدرت کے ثبوت کے سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہ کی تصریح	۷۵۰
۴۶	حسرت کا معنیٰ اور اس بستی کے کافروں کی حسرت کے اسباب	۷۵۲
۴۷	مکہ کے کافروں کے لیے مقام عبرت	۷۵۳
۴۸	وآیۃ لھم الارض المیتۃ (۳۳۔۵۰)	۷۵۳
۴۹	آیات سابقہ سے ارتباط	۷۵۶
۵۰	روٹی کی تعظیم اور تکریم کے متعلق احادیث	۷۵۶
۵۱	احادیث مذکورہ کی تشریح	۷۵۸
۵۲	گندم کی روٹی کا عظیم نعمت ہونا	۷۵۸
۵۳	لفظ سبحان اور تسبیح کا معنیٰ	۷۵۹
۵۴	زمین کی روئیدگی سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید پر استدلال	۷۶۰
۵۵	سلخ کا معنیٰ	۷۶۱
۵۶	ظلمت کا اصل اور نور کا عارض ہونا	۷۶۱
۵۷	زمان اور مکان کے دلائل کی باہمی مناسبت	۷۶۲
۵۸	دن اور رات کے توارد میں وجود باری اس کی توحید اور حشر اجساد پر دلائل	۷۶۲
۵۹	سورج کے مستقر (منازل) کے متعدد محامل	۷۶۳
۶۰	غروب کے وقت سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا پھر اللہ سے اجازت لے کر طلوع ہونا	۷۶۴
۶۱	حدیث مذکور کی تشریح شارحین حدیث سے	۷۶۴
۶۲	حدیث مذکور پر یہ اشکال کہ یہ ہمارے مشاہدے اور قرآن وحدیث کی دیگر نصوص کے خلاف ہے	۷۶۵
۶۳	عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے اور وہیں پڑے رہنے پر اشکال کا جواب علامہ آلوسی کی طرف سے	۷۶۶
۶۴	علامہ آلوسی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	۷۶۷
۶۵	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۷۶۸
۶۶	اشکال مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب	۷۶۸
۶۷	چاند کی منازل	۷۷۰
۶۸	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	۷۷۱
۶۹	قدیم فلاسفہ کے مطابق ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	۷۷۱
۷۰	ہر سیارہ کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	۷۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	بنیادی ضروریات اور سہولت اور تعیش کی نعمتیں	۷۷۴
۷۲	انسانوں کو کشتی کے ذریعے سفر کی سہولت عطا کرنے کی خصوصی نعمت	۷۷۷
۷۳	عیش و آرام کے حال میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے	۷۷۷
۷۴	سامنے اور بعد کے عذاب کے متعدد محامل	۷۷۹
۷۵	اللہ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کی تفصیل	۷۷۹
۷۶	خرچ کرنے کی ترغیب میں عقلی وجوہات	۷۸۰
۷۷	خرچ کی فضیلت اور بخل کی مذمت میں احادیث	۷۸۰
۷۸	مشیت اور رضا میں فرق کرنا چاہیے	۷۸۱
۷۹	دہریوں کا رد اور ابطال	۷۸۲
۸۰	کفار قیامت کی خبر کو وعد کیوں کہتے تھے؟	۷۸۳
۸۱	قیامت کا اچانک آ جانا	۷۸۳
۸۲	ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱-۶۷)	۷۸۴
۸۳	مشکل الفاظ کے معانی	۷۸۶
۸۴	صور پھونکنے کی تعداد	۷۸۷
۸۵	اس کی تحقیق کہ صور پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے کون کون افراد مستثنیٰ ہوں گے؟	۷۸۷
۸۶	صور سے متعلق سورۃ یٰسٓ اور سورۃ زمر کی آیتوں کے تعارض کا جواب	۷۸۹
۸۷	جب صور کی آواز جانداروں کی ہلاکت کا سبب ہے تو پھر دوسرے صور کی آواز سے لوگ زندہ کیوں کر ہوں گے؟	۷۹۰
۸۸	کفار اپنی قبروں کو خواب گاہوں سے کیوں تعبیر کریں گے؟	۷۹۰
۸۹	کفار نے اللہ تعالیٰ کا ذکر رحمٰن کے نام سے کیوں کیا تھا؟	۷۹۱
۹۰	دوسرے صور کی تفصیل	۷۹۱
۹۱	تا کی آٹھ قسمیں	۷۹۲
۹۲	مسلمان کسی مرض کی وجہ سے مقررہ نفلی عبادت نہ کر سکیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو اجر عطا فرماتا رہتا ہے	۷۹۲
۹۳	شغل اور فاکھون کے معنیٰ اور ان کی تفسیریں	۷۹۴
۹۴	جنت کی نعمتوں سے اہل جنت کے محظوظ ہونے کے متعلق احادیث	۷۹۶
۹۵	جنت میں حوروں اور نیک خواتین کی صفات کے متعلق احادیث	۷۹۷
۹۶	جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا کے متعلق احادیث	۷۹۸
۹۷	اہل جنت پر اللہ کا سلام اور اس کی عظمت اور انفرادیت	۸۰۰
۹۸	مجرمین کے دوسروں سے الگ اور جدا ہونے کی متعدد تفسیریں	۸۰۱
۹۹	تمام کافروں کی اقسام کا مجرمین کے عموم میں داخل ہونا	۸۰۲
۱۰۰	عہد کا معنیٰ اور اس کی اقسام	۸۰۳
۱۰۱	شیطان کی عبادت تو کوئی نہیں کرتا تو اس کی ممانعت کا محمل	۸۰۴
۱۰۲	حکام کی اطاعت کا محمل	۸۰۴
۱۰۳	صرف اعضاء ظاہرہ سے شیطان کی اطاعت اور دل سے شیطان کی اطاعت کرنے کا فرق	۸۰۵
۱۰۴	ان احادیث کا ذکر جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ بھی اللہ کا مطلوب ہیں	۸۰۶
۱۰۵	شارحین حدیث کی طرف سے احادیث مذکورہ کی توجیہ	۸۰۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۶	حدیث مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہ	۸۰۸
۱۰۷	شیطان اللہ کے نیک بندوں سے گناہ کرا کر بھی ناکام اور نامراد رہتا ہے	۸۰۹
۱۰۸	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	۸۱۰
۱۰۹	شیطان کی انسانوں سے دشمنی کے اثرات اور ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ	۸۱۱
۱۱۰	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سیدھے راستہ کے معانی اور مطالب	۸۱۲
۱۱۱	جبل اور عقل کے معانی	۸۱۳
۱۱۲	عقل کی تعریفات اور اس کی اقسام	۸۱۴
۱۱۳	انبیاء علیہم السلام کا کام صرف تبلیغ اور شیطان کا کام صرف تزیین ہے پیدا ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے	۸۱۵
۱۱۴	عقل کے اجزاء اور حصص	۸۱۵
۱۱۵	دوزخ کے عذاب کی شدت	۸۱۶
۱۱۶	قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعضاء ان کی نیکیاں بیان کریں گے	۸۱۷
۱۱۷	مجرمین کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کی توجیہ	۸۱۸
۱۱۸	مجرموں کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کے متعلق احادیث	۸۱۸
۱۱۹	مجرموں کے مونہوں پر مہر لگانے کی توجیہات	۸۱۹
۱۲۰	طمس اور مسخ کا معنی	۸۲۰
۱۲۱	ومن نعمره ننكسه فى الخلق (۸۳-۶۸)	۸۲۱
۱۲۲	انسان کی عمروں کے مختلف ادوار	۸۲۲
۱۲۳	انسان کی مختلف عمروں کے متعلق احادیث	۸۲۳
۱۲۴	ارذل عمر کی تحقیق	۸۲۴
۱۲۵	علماء عاملین اور اولیاء اللہ کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	۸۲۵
۱۲۶	انبیاء علیہم السلام کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ مؤثر اور فعّال ہونا	۸۲۶
۱۲۷	خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ مؤثر اور فعّال ہونا	۸۲۷
۱۲۸	شعر کی تحقیق	۸۲۸
۱۲۹	قرآن مجید کی بعض آیتوں پر شعر ہونے کا شبہ اور اس کا جواب	۸۲۸
۱۳۰	گمراہ کن اشعار	۸۲۹
۱۳۱	نبی ﷺ کے کہے ہوئے کلام موزون کے شعر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ	۸۳۱
۱۳۲	نبی ﷺ کو شعر کہنے کی صنعت اور اس فن کا علم تھا یا نہیں؟	۸۳۴
۱۳۳	اچھے اور پسندیدہ اشعار کا بیان	۸۳۴
۱۳۴	عقل کا زندگی کا سبب ہونا اور زندہ وہ ہے جو اللہ کے لیے زندہ ہو	۸۳۵
۱۳۵	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ	۸۳۶
۱۳۶	توحید کی ترغیب اور شرک کی مذمت	۸۳۷
۱۳۷	انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا اعتراض	۸۳۸
۱۳۸	مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلائل	۸۳۸
۱۳۹	منکرین حشر کے شبہات اور ان کے جوابات	۸۳۹
۱۴۰	ہڈیوں کے پاک ہونے پر دلائل	۸۴۰
۱۴۱	انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد بال کے پاک ہونے کے متعلق احادیث	۸۴۱
۱۴۲	بال ہڈی اور دیگر سخت اور ٹھوس اجزاء کی طہارت میں مذاہب فقہاء	۸۴۱

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۴۳	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	۸۴۲
۱۴۴	فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات	۸۴۵
۱۴۵	فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف	۸۴۹
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ کا معنی	۸۵۰
۱۴۷	کن فیکون پر خطاب بالمعدوم اور تحصیل حاصل کے اعتراض کا جواب	۸۵۱
۱۴۸	ملکوت کا معنی	۸۵۱
۱۴۹	سورۃ یٰسٓ کا اختتام	۸۵۱
	سورۃ الصّٰفّٰت	۸۵۳
۱	سورۃ الصّٰفّٰت کی وجہ تسمیہ اور اس کا زمانہ نزول	۸۵۳
۲	سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث	۸۵۳
۳	سورۃ الصّٰفّٰت کے مشمولات	۸۵۵
۴	والصّٰفّٰت صفا (۱-۲۱)	۸۵۶
۵	نماز میں صف بستہ کھڑے ہونے کی فضیلت	۸۵۷
۶	زجر کا معنی اور فرشتوں کے زجر کرنے کی تفصیل	۸۵۸
۷	اس سوال کا جواب کہ غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے پھر اللہ تعالیٰ نے صف بستہ فرشتوں کی قسم کیوں کھائی؟	۸۵۸
۸	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی دلیل	۸۵۹
۹	آسمان دنیا کا ستاروں سے مزین ہونا۔	۸۶۰
۱۰	کاہنوں کی اقسام	۸۶۱
۱۱	کاہن کی تعریف اور کاہن کے پاس جانے کا شرعی حکم	۸۶۱
۱۲	شہاب ثاقب سے مراد آگ کے گولے ہیں یا آسمان دنیا کے ستارے؟	۸۶۲

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۳	شہاب ثاقب گرانے پر چند دیگر شبہات کے جوابات	۸۶۳
۱۴	مارد، الملاء الاعلیٰ اور شہاب ثاقب وغیرہ کے معانی اور ان کی وضاحت	۸۶۳
۱۵	آیا جنات ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے یا نہیں؟	۸۶۴
۱۶	جنات کے فرشتوں کی باتیں سننے پر علامہ آلوسی کے اشکالات	۸۶۵
۱۷	مصنف کی طرف سے علامہ آلوسی کے اشکالات کے جوابات	۸۶۶
۱۸	مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے پر دلیل	۸۷۰
۱۹	تعجب کا معنی	۸۷۰
۲۰	مشرکین کا قیامت کے انکار پر اصرار کرنا	۸۷۱
۲۱	انکار حشر کا شبہ اور اس کا ازالہ	۸۷۲
۲۲	زجرۃ کا معنی	۸۷۲
۲۳	احشروا الذین ظلموا (۷۴-۲۲)	۸۷۳
۲۴	ظالموں کے ازواج کی تفسیر کے متعدد محامل	۸۷۶
۲۵	پل صراط پر کفار اور مومنین اور فساق اور صالحین کے احوال کے متعلق احادیث	۸۷۷
۲۶	نیک کاموں کو دائیں جانب سے شروع کرنے کے متعلق احادیث	۸۷۹
۲۷	کافر پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا آخرت میں مکالمہ	۸۸۰
۲۸	کافروں کے متعلق اللہ کی وعیدات	۸۸۱
۲۹	مومنوں کے متعلق اللہ کی بشارتیں	۸۸۱
۳۰	غول بیابان کی تحقیق	۸۸۲
۳۱	حوروں کو پوشیدہ انڈوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	۸۸۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۲	جسمانی اور روحانی لذتیں	۸۸۴
۳۳	انڈوں کا پاک اور حلال ہونا	۸۸۴
۳۴	انڈے کے غذائی اجزاء اور بدپرہیزی کے نقصانات	۸۸۵
۳۵	مومن کا اپنے واقف کافر کو دوزخ میں دیکھنا	۸۸۶
۳۶	اس مومن اور کافر کا ماجرا امام ابن جریر کی روایت سے	۸۸۷
۳۷	اس مومن اور کافر کا ماجرا امام ابن ابی حاتم کی روایت سے	۸۸۷
۳۸	عذاب قبر پر ایک اشکال کا جواب	۸۸۹
۳۹	شجرۃ الزقوم کی تحقیق	۸۹۰
۴۰	ولقد نادىنا نوح (۱۱۳۔۷۵)	۸۹۳
۴۱	بعض انبیاء سابقین کے قصص	۸۹۵
۴۲	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۸۹۶
۴۳	دعاؤں کے قبول ہونے کی شرائط	۸۹۶
۴۴	حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا مصداق اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعض فضائل	۸۹۷
۴۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۸۹۷
۴۶	شیعہ کا لغوی معنی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	
۴۷	کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	۸۹۸
۴۸	قلب سلیم کا معنی	۸۹۸
۴۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی کواکب پرستی	۸۹۸
۵۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف دیکھنے کا محمل	۸۹۹
۵۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خود کو بیمار کہنے کا پس منظر	۸۹۹
۵۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین بظاہر جھوٹ	۸۹۸
۵۳	میں بیمار ہوں' کہنے کی توجیہات	۹۰۱
۵۴	تعریض اور توریہ کی تعریفات اور ان کے ثبوت میں احادیث	۹۰۱
۵۵	ضرورت اور مصلحت کے وقت جھوٹ بولنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	۹۰۱
۵۶	تحقیق یہ ہے کہ مواضع ضرورت میں بھی صراحۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے	۹۰۴
۵۷	کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی بیماری کو طاعون سمجھا تھا؟	۹۰۴
۵۸	یمین اور یزفون کا معنی	۹۰۵
۵۹	اس پر عقلی اور نقلی دلائل کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے	۹۰۶
۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہونے کی تفصیل	۹۰۸
۶۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی حکمتیں	۹۰۹
۶۲	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اولین مہاجر ہونا	۹۱۱
۶۳	عزلت نشینی کی فضیلت میں احادیث	۹۱۱
۶۴	عزلت نشینی کی فضیلت اور استحباب کے متعلق فقہاء اسلام کے مختلف اقوال	۹۱۲
۶۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صالح بیٹے کو طلب کرنا اور اس کی توجیہ	۹۱۴
۶۶	حلیم کا معنی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلیم ہونا	۹۱۵
۶۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا پس منظر اور پیش منظر	۹۱۶
۶۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق	۹۱۷
۶۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے ذبیح تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟	۹۱۸
۷۰	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	۹۱۹

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۷۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے پر مزید دلائل	۹۲۰
۷۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کے دلائل کی توضیح	۹۲۱
۷۳	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا تورات سے ثبوت	۹۲۲
۷۴	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا ہمارے نبی ﷺ کی وجہ سے تھا	۹۲۳
۷۵	رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں	۹۲۴
۷۶	صرف حضرت اسماعیل نہیں بلکہ ہر مسلمان آپ کی وجہ سے ذبح ہونے سے محفوظ رہا	۹۲۵
۷۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا سچا ہونا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے خواب کا سچا ہونا	۹۲۶
۷۸	قربانی کے فضائل کے متعلق احادیث	۹۲۷
۷۹	قربانی کے شرعی حکم سے متعلق احادیث	۹۲۹
۸۰	ایک جانور کی قربانی میں کتنے افراد شریک ہوسکتے ہیں؟	۹۲۹
۸۱	قربانی کے جانور کی کم از کم کتنی عمر ضروری ہے؟	۹۳۱
۸۲	وہ عیوب جن کی وجہ سے کسی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے	۹۳۱
۸۳	نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کرنے کی ممانعت	۹۳۲
۸۴	قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت	۹۳۳
۸۵	قربانی کی کوئی چیز قصائی کو اجرت میں نہ دی جائے	۹۳۴
۸۶	قربانی کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۹۳۵
۸۷	قربانی کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۹۳۵
۸۸	قربانی کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۹۳۶
۸۹	قربانی کے حکم میں فقہاء احناف کا مذہب	۹۳۶
۹۰	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۹۳۸
۹۱	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۹۳۸
۹۲	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۹۳۹
۹۳	قربانی کے دنوں کی تعیین اور تحدید میں فقہاء احناف کا مذہب	۹۳۹
۹۴	قربانی کے جواز کے لیے صرف تین دنوں کی تخصیص اور تحدید کے متعلق احادیث	۹۳۹
۹۵	قربانی کے منکرین کے شبہات کا ازالہ	۹۴۰
۹۶	فقہاء احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار	۹۴۱
۹۷	فقہاء احناف کے نزدیک افضل قربانی کا بیان اور قربانی کے گوشت کے احکام	۹۴۲
۹۸	قربانی کے دیگر مسائل	۹۴۲
۹۹	قربانی کے اسرار و رموز	۹۴۳
۱۰۰	ولقد مننا علی موسی و هارون (۱۱۴_۱۳۸)	۹۴۴
۱۰۱	حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ	۹۴۶
۱۰۲	حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ اور ان کی مفصل سوانح	۹۴۷
۱۰۳	حضرت الیاس علیہ السلام کی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے ملاقات کی روایات	۹۴۸
۱۰۴	ان روایات کو صحیح قرار دینے پر حافظ ذہبی اور حافظ ابن کثیر کے تبصرے	۹۴۸
۱۰۵	حضرت الیاس علیہ السلام سمیت چار نبیوں کے ابھی تک زندہ ہونے پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ اور مصنف کی توجیہ	۹۵۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۶	حضرت الیاس کے لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایت	۹۵۰
۱۰۷	بعل کا معنیٰ اور اس کی پرستش کا پس منظر اور پیش منظر	۹۵۱
۱۰۸	بعل کی ناکامی اور اس کی پرستش کو چھوڑ کر لوگوں کا حضرت الیاس کی طرف متوجہ ہونا	۹۵۱
۱۰۹	آل یاسین سے مراد آل سیدنا محمد ﷺ ہے	۹۵۲
۱۱۰	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۹۵۳
۱۱۱	وان یونس لمن المرسلین (۱۳۹_۱۸۲)	۹۵۴
۱۱۲	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۹۵۶
۱۱۳	حضرت یونس علیہ السلام کا حسب ونسب اور ابتدائی حالات	۹۵۶
۱۱۴	حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینویٰ کی طرف مبعوث کیا جانا	۹۵۷
۱۱۵	حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونا	۹۵۷
۱۱۶	حضرت یونس علیہ السلام کا غضب ناک ہو کر چلے جانا اور مچھلی کا آپ کو نگل لینا	۹۵۸
۱۱۷	حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	۹۵۹
۱۱۸	حضرت یونس علیہ السلام کا واپس اپنی قوم کی طرف جانا	۹۶۰
۱۱۹	حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل میں احادیث	۹۶۱
۱۲۰	کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں	۹۶۲
۱۲۱	اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کے مدعیان کے محامل	۹۶۳
۱۲۲	کسی کو گمراہ کرنے کی قدرت شیطان میں ہے نہ کفار میں' اس مسئلہ میں اہل سنت کے موقف پر دلائل اور تقدیر کا ثبوت	۹۶۴
۱۲۳	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکالات کو دور کرنے کے لیے علامہ عینی اور دیگر علماء کی تقاریر	۹۶۵
۱۲۴	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکال کو دور کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر	۹۶۷
۱۲۵	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ	۹۶۷
۱۲۶	آیا تقدیر میں لکھا ہوا ہونا ارتکاب معصیت پر ملامت کے سقوط کا سبب ہے یا نہیں؟	۹۶۸
۱۲۷	فرشتوں کا صفیں باندھ کر عبادت کرنا	۹۶۹
۱۲۸	رسولوں کے غلبہ سے مراد ان کا دلائل کے اعتبار سے غلبہ ہے	۹۷۰
۱۲۹	اللہ کی حمد وثنا کرنے اور رسولوں پر سلام بھیجنے میں مناسبت	۹۷۲
۱۳۰	اختتامی کلمات	۹۷۲
۱۳۱	مآخذ ومراجع	۹۷۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد دہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۂ صٓ	۲۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۹
۲	صٓ کا زمانہ نزول	۲۹
۳	صٓ کے اغراض و مقاصد	۳۰
۴	صٓ کے مضامین اور مشمولات	۳۱
۵	تحقیق یہ ہے کہ امام رازی نے ہی تفسیر کو مکمل کیا ہے	۳۲
۶	صٓ والقرآن ذی الذکر (۱۔۱۴)	۳۵
۷	صٓ کے معانی اور محامل	۳۶
۸	اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کیا فرمایا؟	۳۶
۹	ولات حین مناص کی تفسیر	۳۷
۱۰	کفار کا تکبر اور ان کی مخالفت کس سبب سے تھی؟	۳۸
۱۱	کفار کی ابوطالب سے شکایت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب	۳۹
۱۲	کفار کا اپنے بتوں کی عبادت پر صبر کرنے کا محمل	۴۰
۱۳	خلق، خُلق اور اختلاق کے معانی	۴۰
۱۴	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ محمد تو ذات اور صفات میں ہماری مثل ہیں، پھر ان کو وحی رسالت کے لیے کیوں منتخب کیا گیا؟	۴۱
۱۵	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے متعلق کفار کے شکوک و شبہات کا ازالہ	۴۳
۱۶	سابقہ امتوں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے عذاب کا نازل ہونا	۴۶
۱۷	فرعون کو میخوں والے کہنے کی وجہ تسمیہ	۴۶
۱۸	سابقہ امتوں کے عذاب کو بیان کر کے اہل مکہ کو نزول عذاب سے ڈرانا	۴۷
۱۹	وما ینظر ھؤلاء (۱۵۔۲۶)	۴۷
۲۰	لفظ فواق کا معنیٰ اس کا محمل اور اس کے متعلق حدیث	۴۹
۲۱	چیخ اور چنگھاڑ کے تین محمل	۵۰
۲۲	قط کا معنیٰ	۵۱
۲۳	موت کی تمنا کی ممانعت کے متعلق احادیث	۵۱
۲۴	اللہ سے ملاقات اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کا جواز	۵۲
۲۵	حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ	۵۲
۲۶	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی دس وجوہ	۵۳
۲۷	چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۵۵
۲۸	اشراق کی نماز کا وقت	۵۶
۲۹	نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت	۵۷
۳۰	پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرنا	۵۸
۳۱	حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت	۵۹
۳۲	حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا	۵۹

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۳	حکمت کی تعریفات	۶۰
۳۴	فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال	۶۲
۳۵	مشکل الفاظ کے معانی	۶۳
۳۶	حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے؟	۶۳
۳۷	آنے والوں کے فرشتے ہونے پر علامہ ابوبکر بن العربی کے دلائل	۶۴
۳۸	آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل	۶۴
۳۹	آنے والوں کے فرشتے ہونے کی توجیہ	۶۵
۴۰	مذکور توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب	۶۵
۴۱	مذکور توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب	۶۶
۴۲	آنے والوں کے انسان ہونے پر علامہ ابوالحیان اندلسی کے دلائل	۶۶
۴۳	حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟	۶۶
۴۴	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات	۶۷
۴۵	سورۂ صٓ کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء	۶۸
۴۶	سورۂ صٓ کے سجدہ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار	۶۹
۴۷	نماز اور خارج از نماز رکوع سے سجدہ تلاوت کا ادا ہونا	۶۹
۴۸	حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی اس کے متعلق تورات کا بیان	۷۰
۴۹	بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کر کے اس سے استدلال کرنا	۷۳
۵۰	جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کر دیا	۷۴
۵۱	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل	۷۴
۵۲	خلیفہ کا معنی اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال	۷۶
۵۳	انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت	۷۷
۵۴	انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا	۷۸
۵۵	خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذاب شدید کا موجب ہے؟	۷۹
۵۶	خلافت علی منہاج النبوت کی تحقیق	۸۰
۵۷	آیت استخلاف کی تحقیق	۸۰
۵۸	خلافت کی تعریف	۸۱
۵۹	خلافت کی شرائط	۸۲
۶۰	خلافت منعقد کرنے کے طریقے	۸۳
۶۱	خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط	۸۵
۶۲	موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق	۸۵
۶۳	وما خلقنا السماء والارض (۴۰۔۲۷)	۸۶
۶۴	حشر و نشر کے ثبوت پر دلائل	۸۷
۶۵	تدبر اور تذکر کا معنی	۸۸
۶۶	قرآن مجید کے معانی پر غور وفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے کلام کی ناقدری کرنا ہے	۸۸
۶۷	قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب	۸۹
۶۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ	۹۰
۶۹	مشکل الفاظ کے معانی	۹۰
۷۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال	۹۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی توجیہ	۹۱
۷۲	جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت	۹۲
۷۳	جمہور مفسرین کی بیان کی ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت پر امام رازی کا رد	۹۳
۷۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں کے ساتھ مشغولیت کی صحیح توجیہ	۹۵
۷۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کا آزمائش میں مبتلا ہونا	۹۶
۷۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق اسرائیلی روایات	۹۶
۷۷	اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری سے	۹۹
۷۸	اسرائیلی روایات کا رد امام رازی سے	۱۰۰
۷۹	اسرائیلی روایات کا رد علامہ ابوالحیان اندلسی سے	۱۰۱
۸۰	اسرائیلی روایات کا رد علامہ اسمٰعیل حقی سے	۱۰۲
۸۱	اسرائیلی روایات کا رد علامہ آلوسی سے	۱۰۳
۸۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا محمل	۱۰۴
۸۳	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر حجاب اور آپ کی توبہ اور استغفار کا محمل	۱۰۴
۸۴	ایک دن میں ایک سو بار توبہ کرنے کی توجیہ اور توبہ کی اقسام	۱۰۵
۸۵	دعا میں اُخروی مطالب کو دنیاوی مطالب پر مقدم رکھنا	۱۰۶
۸۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ دعا کرنا کہ ان کو ایسی سلطنت دی جائے جو دوسروں کو نہ ملے آیا یہ قول حسد کو مستلزم ہے؟	۱۰۶
۸۷	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الرسل ہونا	۱۰۸
۸۸	ہواؤں اور جنات پر تصرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے	۱۰۸
۸۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو ہوائیں مسخر کی گئی تھیں وہ نرم وملائم تھیں یا تند وتیز؟	۱۱۰
۹۰	جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیے گئے تھے ان کے مختلف النوع فرائض	۱۱۰
۹۱	جن جنات کو زنجیروں سے جکڑا گیا ان کی جسامت پر ایک اعتراض کا جواب	۱۱۱
۹۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی و اُخروی قرب	۱۱۱
۹۳	واذکر عبدنا ایوب (۴۱-۶۴)	۱۱۲
۹۴	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ	۱۱۴
۹۵	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا جانا	۱۱۴
۹۶	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	۱۱۴
۹۷	بعض مفسرین کا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو شیطان کی تاثیر قرار دینا	۱۱۶
۹۸	محققین کے نزدیک شیطان کو کسی انسان کے جسم پر تسلط اور تصرف حاصل نہیں ہے	۱۱۷
۹۹	حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کو شیطان کی طرف جو منسوب کیا تھا اس کی توجیہات	۱۱۷
۱۰۰	حضرت ایوب علیہ السلام کے نقصانات کی تلافی کرنا	۱۱۹
۱۰۱	حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف اور رعایت	۱۱۹
۱۰۲	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	۱۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۳	مشکل حالات میں انبیاء علیہم السلام کی استقامت یاد دلا کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمانا	۱۲۰
۱۰۴	انبیاء علیہم السلام کا خالص دار آخرت کے ساتھ مشغول ہونا	۱۲۱
۱۰۵	عصمت انبیاء پر دلیل	۱۲۲
۱۰۶	مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا گناہ نہ ہونا	۱۲۲
۱۰۷	عصمت کی تعریف اور معصوم اور محفوظ کا فرق	۱۲۳
۱۰۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اپنے والد اور بھائی سے منفصل کرنے کی توجیہ	۱۲۶
۱۰۹	جنت عدن کے متعلق احادیث اور آثار	۱۲۷
۱۱۰	جنت کے دروازے کھلے رکھنے کے اسرار اور نکات	۱۲۸
۱۱۱	متقین کے لیے جنت کی نعمتیں	۱۲۹
۱۱۲	اس پر دلائل کہ طاغین سے مراد کفار ہیں نہ کہ اصحاب کبائر	۱۳۰
۱۱۳	غساق کی تفسیر میں حدیث اور آثار	۱۳۱
۱۱۴	من شکلہ ازواج کا معنیٰ	۱۳۱
۱۱۵	دوزخ میں کافروں کے سرداروں اور پیروکاروں کا مناظرہ	۱۳۱
۱۱۶	قل انما انا منذر (۸۸-۶۵)	۱۳۳
۱۱۷	آیات سابقہ سے ارتباط	۱۳۵
۱۱۸	اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے سے اس کی توحید پر استدلال	۱۳۵
۱۱۹	اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کے متعلق احادیث	۱۳۶
۱۲۰	بار بار گناہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا بخش دینا	۱۳۷
۱۲۱	تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب	۱۳۹
۱۲۲	اولیاء کرام کی وجاہت	۱۳۹
۱۲۳	بہت بڑی خبر کے مصداق میں متعدد احتمالات	۱۴۰
۱۲۴	الملاء الاعلیٰ سے مراد وہ فرشتے ہیں جن سے تخلیق آدم کے متعلق مشورہ لیا گیا	۱۴۰
۱۲۵	الملاء الاعلیٰ کی دوسری تفسیر کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو گناہوں کے کفارے میں بحث کر رہے تھے	۱۴۲
۱۲۶	اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کی تفسیر میں متقدمین اور متاخرین کے نظریات	۱۴۳
۱۲۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا علم دیا جانا	۱۴۴
۱۲۸	منکرین عموم علم رسالت کا آپ کے علم کلی پر اعتراض	۱۴۴
۱۲۹	اعتراض مذکور کے جوابات	۱۴۵
۱۳۰	اگر آپ کو علم کلی دے دیا گیا تھا تو پھر بعد میں قرآن مجید کیوں نازل ہوتا رہا؟	۱۴۶
۱۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم پر امت کے علم کے عموم سے معارضہ اور اس کا جواب	۱۴۶
۱۳۲	بشر کا معنیٰ اور اس کی تخلیق کا مادہ	۱۴۷
۱۳۳	روح کا معنیٰ، روح پھونکنے کا محمل اور ہماری شریعت میں سجدہ تعظیم کا عدم جواز	۱۴۸
۱۳۴	ابلیس کا معنیٰ اور اس کا جنات میں سے ہونا	۱۴۹
۱۳۵	حضرت آدم کو دونوں ہاتھوں سے بنانے کی توجیہ	۱۴۹
۱۳۶	مٹی کا آگ سے افضل ہونا	۱۵۰
۱۳۷	ابلیس کے اس زعم کا بطلان کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے	151
۱۳۸	تکبر کی مذمت میں احادیث	151
۱۳۹	امام رازی کے اس پر دلائل کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ہو رہا ہے	۱۵۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴۰	امام رازی کے دلائل کے جوابات اور بحث ونظر	۱۵۴
۱۴۱	تکلف اور متکلفین کا معنیٰ	۱۵۶
۱۴۲	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت اٹھا کر جو پیغام پہنچایا اس کی تفصیل	۱۵۷
۱۴۳	تکلف اور تصنع کرنے کی مذمت میں احادیث	۱۵۷
۱۴۴	قرآن مجید کا جن اور انس کے لیے نصیحت ہونا	۱۵۸
۱۴۵	سورۂ ص کا اختتام	۱۵۹
	سورۃ الزمر	
۱	سورت کا نام	۱۶۰
۲	الزمر کا زمانہ نزول	۱۶۰
۳	الزمر اور ص میں مناسبت	۱۶۰
۴	الزمر کے مشمولات	۱۶۱
۵	تنزیل الکتب من اللہ (۱-۹)	۱۶۳
۶	انزال اور تنزیل کا فرق	۱۶۵
۷	اخلاص کا لغوی معنیٰ	۱۶۶
۸	اخلاص کا اصطلاحی معنیٰ	۱۶۶
۹	اخلاص کی حقیقت	۱۶۶
۱۰	اخلاص کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق احادیث	۱۶۶
۱۱	اخلاص کے متعلق اقوال علماء	۱۶۸
۱۲	جاہل صوفیاء کے خود ساختہ احکام کا رد	۱۷۰
۱۳	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۱۷۱
۱۴	اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ستر فرمانا	۱۷۲
۱۵	انسان کو پیدا کرنا اور اس کو انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے	۱۷۴
۱۶	اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونا	۱۷۶
۱۷	اللہ تعالیٰ کو تمام افعال کا خالق ماننے پر معتزلہ کا اعتراض اور امام رازی کے جوابات	۱۷۷
۱۸	معتزلہ کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور رضا بالقدر کی تحقیق	۱۷۸
۱۹	اللہ تعالیٰ کا کفر اور معصیت کو پسند نہ فرمانا	۱۸۱
۲۰	جزاء کا مدار اعمال پر بھی ہے اور ان کے اسباب پر بھی	۱۸۱
۲۱	راحت اور مصیبت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور اس سے دعا کرنا ضروری ہے	۱۸۲
۲۲	تہجد کی نماز کے فضائل	۱۸۳
۲۳	تہجد کی نماز کے فضائل میں احادیث	۱۸۳
۲۴	سجدہ کی فضیلت پر دلائل	۱۸۶
۲۵	نماز میں قیام کی فضیلت پر دلائل	۱۸۶
۲۶	سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصادیق	۱۸۸
۲۷	طلب ثواب کے لیے عبادت کرنے کا جواز اور طلب رضا کے لیے عبادت کرنے کا افضل ہونا	۱۸۹
۲۸	حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	۱۹۱
۲۹	محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	۱۹۱
۳۰	علم دین کی تفصیل	۱۹۲
۳۱	علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	۱۹۲
۳۲	علم کی فضیلت میں احادیث	۱۹۳
۳۳	قل یعباد الذین امنوا (۱۰-۲۱)	۱۹۵
۳۴	نیک اعمال کے اجر حسن سے مراد دنیا کا اجر نہیں، آخرت کا اجر ہے	۱۹۷
۳۵	اللہ کی زمین کی وسعت کے تین محامل: دنیا کی زمین کی وسعت، جنت کی زمین کی وسعت اور رزق کی وسعت	۱۹۹
۳۶	صبر کے معانی	۲۰۰

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۷	صبر کا بے حساب اجر عطا فرمانے کی وجوہ	۲۰۱
۳۸	صبر کی جزاء کے متعلق احادیث اور آثار	۲۰۱
۳۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اسلام لانے کے حکم کی توجیہ	۲۰۳
۴۰	کفار کے نقصان زدہ ہونے کے متعلق احادیث اور آیات میں باہم ظاہری تعارض کا جواب	۲۰۴
۴۱	کفار کے نقصان زدہ ہونے کی عقلی وجوہ	۲۰۵
۴۲	آگ کے اوپر تلے حصوں کو آگ کے سائبان کہنے کی توجیہ	۲۰۶
۴۳	اے میرے بندو! آیا اس کے مخاطب مومن ہیں یا کافر؟	۲۰۶
۴۴	طاغوت کا معنیٰ اور مصداق	۲۰۷
۴۵	اس کا بیان کہ بشارت کس نعمت کی ہے' کون بشارت دے گا' کب دے گا اور کس کو دے گا؟	۲۰۸
۴۶	باب عقائد میں باطل نظریات کو ترک کر کے برحق نظریات کو اپنانا	۲۰۹
۴۷	معاملات اور عبادات میں صحیح افعال اور احسن افعال	۲۱۰
۴۸	گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت پر ایک اعتراض کا جواب	۲۱۲
۴۹	جنت کے بالا خانے	۲۱۳
۵۰	وعد اور وعید کا فرق	۲۱۴
۵۱	مشکل الفاظ کے معانی	۲۱۴
۵۲	انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حال کو زمین کی پیداوار کے حال پر قیاس کرے	۲۱۵
۵۳	افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام (۳۱۔۲۲)	۲۱۵
۵۴	انسان کے دل میں اللہ کے نور کا معیار اور اس کی علامتیں	۲۱۷

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۵	دل کی سختی کے اسباب	۲۱۸
۵۶	قرآن مجید سن کر جن کے خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے لیے بشارتیں	۲۱۹
۵۷	قرآن مجید سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کی آراء	۲۱۹
۵۸	قرآن مجید سننے سے رقت طاری ہونے کی فضیلت اور مترنم آواز اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر اظہار وجد کرنے کی مذمت	۲۲۰
۵۹	عذاب کی چہرے کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ	۲۲۱
۶۰	قرآن مجید کے تین اوصاف	۲۲۲
۶۱	اللہ تعالیٰ کی توحید پر آسان' سادہ اور عام فہم دلیل	۲۲۳
۶۲	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت کا فرق	۲۲۳
۶۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے متعلق دیگر مفسرین کی تقاریر	۲۲۴
۶۴	اس پر دلائل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت آنی ہے' یعنی قلیل وقت کے لیے	۲۲۵
۶۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث	۲۲۷
۶۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	۲۲۹
۶۷	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	۲۳۱
۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	۲۳۳
۶۹	اجسام مثالیہ کا تعدد	۲۳۵
۷۰	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	۲۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٧١	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	٢٣٨
٧٢	عام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	٢٤٠
٧٣	نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنے کا جواز اور استحسان	٢٤٢
٧٤	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار	٢٤٣
٧٥	نمازِ جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات	٢٤٦
٧٦	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھگڑنے والوں کے مصادیق	٢٤٩
٧٧	فمن اظلم ممن کذب (٤١۔٣٢)	٢٥١
٧٨	اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والوں کے متعدد مصادیق	٢٥٣
٧٩	سچے دین کو لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے کے مصداق میں متعدد اقوال	٢٥٣
٨٠	ان اقوال میں راجح قول کا بیان	٢٥٤
٨١	اہل جنت کے دلوں کا کینہ اور حسد سے پاک ہونا	٢٥٤
٨٢	کفارہ کا معنیٰ اور زیادہ نیک کاموں کی تفسیر	٢٥٥
٨٣	الزمر: ٣٥ میں علامہ قرطبی کی ''اسوا'' کی تفسیر پر بحث ونظر	٢٥٦
٨٤	الزمر: ٣٥ میں علامہ زمخشری اور علامہ آلوسی کی ''اسوا'' کی تفسیر پر بحث ونظر	٢٥٧
٨٥	الزمر: ٣٥ میں امام رازی کی اسوا کی تفسیر پر بحث ونظر	٢٥٩
٨٦	الزمر: ٣٥ میں بعض اردو تفاسیر پر تبصرہ	٢٦٢
٨٧	کفار کی دھمکیوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مرعوب نہیں ہونا چاہیے	٢٦٣
٨٨	متوکلین کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا	٢٦٤
٨٩	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام حق سنانے میں کامل جانفشانی کی	٢٦٦
٩٠	اللہ یتوفی الانفس (٥٢۔٤٢)	٢٦٧
٩١	نفس کے معنیٰ کی تحقیق	٢٧٠
٩٢	نفس اور روح کے ایک ہونے پر دلائل	٢٧٠
٩٣	نفس اور روح کے مغائر ہونے پر دلائل	٢٧١
٩٤	نفس اور روح کے اتحاد اور تغایر میں حافظ ابن عبد البر کی تحقیق	٢٧٢
٩٥	نفس اور روح کے متعلق امام رازی کی تحقیق	٢٧٢
٩٦	نفس اور روح کے متعلق مصنف کی تحقیق	٢٧٣
٩٧	بتوں کی شفاعت کرنے کا رد اور ابطال	٢٧٤
٩٨	آخرت میں کفار کے عذاب کی تفصیل	٢٧٤
٩٩	راحت اور مصیبت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا	٢٧٦
١٠٠	قل یعبادی الذین اسرفوا (٦٣۔٥٣)	٢٧٧
١٠١	الزمر: ٥٣ کے شان نزول میں متعدد روایات	٢٧٩
١٠٢	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	٢٨٠
١٠٣	قنوط کا معنیٰ اور عفو اور مغفرت کا فرق	٢٨١
١٠٤	اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوسی کی ممانعت کے متعلق آیات' احادیث اور آثار	٢٨٢
١٠٥	اس کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا تو پھر توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟	٢٨٥
١٠٦	احسن نازل شدہ چیز کی متعدد تفسیریں	٢٨٥
١٠٧	قیامت کے دن فساق کی اپنی بد اعمالیوں پر ندامت اور اظہار افسوس	٢٨٧
١٠٨	تکبر کی تعریف اور متکبرین کا حشر	٢٨٧
١٠٩	اللہ تعالیٰ کو بندروں اور خنزیروں کا خالق کہنا ممنوع ہے	٢٨٨

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۰	یہ کہنا کفر ہے کہ میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں اور دیگر کفریہ محاورے	۲۸۹
۱۱۱	مقالید کا معنی اور اس کی تفسیر میں درج حدیث کی تحقیق	۲۸۹
۱۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانوں کا مالک ہونا	۲۹۰
۱۱۳	قل افغیر اللہ تامرونی اعبد (۶۴-۷۰)	۲۹۱
۱۱۴	الزمر: ۶۵ کی توجیہ جس میں فرمایا ہے: اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے	۲۹۳
۱۱۵	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں اللہ کے جسمانی اعضاء کا ثبوت ہے	۲۹۴
۱۱۶	صور پھونکنے کی تحقیق	۲۹۶
۱۱۷	قیامت کے دن جو امور سب سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے	۲۹۶
۱۱۸	رب کے نور سے کیا مراد ہے نور عقلی یا نور حسی؟	۲۹۸
۱۱۹	رب کے نور کی تفسیر میں امام رازی سے اختلاف	۲۹۸
۱۲۰	ہر نفس کے مکمل حساب کی وضاحت	۲۹۹
۱۲۱	وسیق الذین کفروا الی جھنم (۷۱-۷۵)	۲۹۹
۱۲۲	قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت	۳۰۱
۱۲۳	قیامت کے دن مؤمنوں کے ثواب کی کیفیت	۳۰۱
۱۲۴	سورۃ الزمر کا اختتام	۳۰۴
۱۲۵	مصنف کی والدہ کی وفات	۳۰۴
۱۲۶	قرآن وحدیث سے ماں کا مقام	۳۰۵
۱۲۷	جن احادیث سے امی کی مغفرت متوقع ہے	۳۰۶
۱۲۸	جن واقعات سے امی کے مقرب ہونے کا پتا چلتا ہے	۳۰۷
	سورۃ المؤمن	۳۱۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۱۱
۲	المؤمن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث	۳۱۱
۳	المؤمن کی الزمر سے مناسبت	۳۱۲
۴	سورۃ المؤمن کے مشمولات	۳۱۲
۵	حٰم تنزیل الکتب من اللہ (۱-۹)	۳۱۴
۶	حٰم کا معنی	۳۱۵
۷	العزیز اور العلیم کا معنی	۳۱۶
۸	غافر الذنب ' قابل التوب اور شدید العقاب کے معانی	۳۱۶
۹	جدال کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور جدال کی اقسام	۳۱۷
۱۰	ربط آیات	۳۱۸
۱۱	حاملین عرش کی صورت اور ان کی تعداد	۳۱۹
۱۲	امام رازی کی طرف سے نبیوں کے اوپر فرشتوں کی فضیلت کی ایک دلیل	۳۲۰
۱۳	امام رازی کی دلیل کا مصنف کی طرف سے جواب	۳۲۰
۱۴	آیا فرشتوں کی شفاعت سے صرف ثواب میں اضافہ ہوتا ہے یا بغیر توبہ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں؟	۳۲۲
۱۵	حاملین عرش کی دعا کے نکات	۳۲۳
۱۶	ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم (۱۰-۲۰)	۳۲۴
۱۷	قیامت کے دن کفار کے اپنے اوپر غصہ کی وجوہ	۳۲۶
۱۸	المؤمن: ۱۰ کے بعض تراجم	۳۲۷
۱۹	دو موتوں اور دو حیاتوں کی تفسیر میں متقدمین کے اقوال	۳۲۸
۲۰	دو موتوں اور دو حیاتوں پر اعتراضات کے جوابات	۳۲۹
۲۱	المؤمن: ۱۱ کی تفسیر میں امام رازی کا سدی کی تفسیر کو اختیار کرنا	۳۲۹
۲۲	دیگر مفسرین کا حضرت ابن عباس کی طرف منسوب تفسیر کو اختیار کرنا	۳۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳	مذکورہ مفسرین کے جواب کا صحیح نہ ہونا	۳۳۱
۲۴	حضرت ابن عباس کی طرف منسوب سدی اور ابن زید کی تفسیر کا صحیح نہ ہونا	۳۳۱
۲۵	المومن: ۱۱ کی تفسیر میں مصنف کا موقف	۳۳۲
۲۶	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	۳۳۲
۲۷	خوارج کے متعلق احادیث	۳۳۳
۲۸	آفاق اور انفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۳۴
۲۹	اللہ تعالیٰ خود بلند ہے اور مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے	۳۳۴
۳۰	روح کو وحی سے تعبیر کرنے کی وجوہ	۳۳۵
۳۱	قیامت کے دن لوگوں کی مستور چیزوں کا ظاہر ہونا	۳۳۶
۳۲	قیامت کے دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی	۳۳۷
۳۳	ظلم کی اقسام اور اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے ظلم کی نفی	۳۳۸
۳۴	الازفہ اور کاظمین کا معنی	۳۳۸
۳۵	مرتکب کبیرہ کی شفاعت پر معتزلہ کے اعتراض کا جواب	۳۳۹
۳۶	آنکھوں کی خیانت اور دل کی چھپی ہوئی باتیں	۳۳۹
۳۷	اولم یسیروا فی الارض فینظروا (۲۷۔۲۱)	۳۴۰
۳۸	کفار مکہ کو دنیا کے عذاب سے ڈرانا	۳۴۲
۳۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا قصہ بیان فرمانا	۳۴۲
۴۰	فرعون کی قوم فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے کیوں باز رکھنا چاہتی تھی؟	۳۴۴
۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اسرار و رموز	۳۴۵
۴۲	وقال رجل مومن من ال فرعون (۳۷۔۲۸)	۳۴۶
۴۳	قوم فرعون کے مرد مومن کا تعارف اور اس کی فضیلت اور اس کے ضمن میں حضرت ابو بکر کی فضیلت	۳۴۹
۴۴	مدعی نبوت کو قتل نہ کرنے پر ایک اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب	۳۵۰
۴۵	اعتراض مذکور کا مصنف کی طرف سے جواب	۳۵۰
۴۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے بعض حصہ کے پورا نہ ہونے پر اعتراض کا جواب	۳۵۲
۴۷	اس مرد مومن کی حضرت موسیٰ کو بچانے کی ایک اور کوشش	۳۵۳
۴۸	مرد مومن کا قوم فرعون کو بار بار نصیحت کرنا	۳۵۳
۴۹	حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے زمانہ کے کافروں میں مماثلت	۳۵۴
۵۰	جبار اور متکبر کا معنی اور ان کے متعلق احادیث	۳۵۵
۵۱	فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لیے جو بلند عمارت بنوائی تھی اس کی توجیہ	۳۵۶
۵۲	وقال الذی امن یا قوم اتبعون (۵۰۔۳۸)	۳۵۷
۵۳	آل فرعون کے مرد مومن کی قوم فرعون کو توحید اور دنیا سے بے رغبتی کی نصیحتیں	۳۶۰
۵۴	بہ قدر جرم سزا دینا	۳۶۱
۵۵	اعمال کے ایمان سے خارج ہونے کی دلیل	۳۶۱
۵۶	جنت کی نعمتیں اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار	۳۶۱
۵۷	لا جرم کا معنی	۳۶۲
۵۸	تفویض کا معنی	۳۶۳
۵۹	آل فرعون کے مرد مومن کو فرعون کے شر سے محفوظ رکھنا	۳۶۴
۶۰	آل فرعون کو قبر میں اور آخرت میں عذاب پر پیش کرنا	۳۶۵
۶۱	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	۳۶۵
۶۲	عذاب قبر کے ثبوت میں احادیث	۳۶۶
۶۳	عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات	۳۷۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴	عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات	۳۷۴
۶۵	عذاب قبر کی مزید وضاحت	۳۷۶
۶۶	دوزخ میں کافروں کا مباحثہ	۳۷۷
۶۷	آخرت میں کفار کی دعاؤں کو قبول نہ فرمانا' آیا اللہ تعالیٰ کے رحیم وکریم ہونے کے منافی ہے یا نہیں؟	۳۷۸
۶۸	انا لننصر رسلنا والذین امنوا (۵۱-۶۰)	۳۷۹
۶۹	رسولوں اور مؤمنوں کی نصرت کے محامل	۳۸۱
۷۰	کفار اور مشرکین کے اعذار کا ناقابل قبول ہونا	۳۸۲
۷۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی دنیا میں نصرت	۳۸۲
۷۲	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت	۳۸۳
۷۳	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی مفسرین کے نزدیک توجیہات	۳۸۴
۷۴	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کے حکم کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک توجیہات	۳۸۵
۷۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز کتنی بار استغفار کرتے تھے اور آپ کے استغفار کا محمل	۳۸۹
۷۶	نیک اعمال کا مشکلات سے بچانا اور عذاب سے چھڑانا	۳۹۰
۷۷	فتنہ باز لوگوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا	۳۹۲
۷۸	حشر ونشر پر دلیل	۳۹۳
۷۹	ایمان کامل کا معیار	۳۹۴
۸۰	المومن: ۶۰ میں دعا کا معروف معنیٰ مراد ہے یا دعا سے عبادت کرنے کا معنیٰ مراد ہے؟	۳۹۵
۸۱	دعا کی ترغیب اور فضیلت میں احادیث	۳۹۵
۸۲	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی شرائط	۳۹۷
۸۳	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور دعا کی شرائط اور اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال	۴۰۱
۸۴	بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعلق امام رازی کی توجیہ	۴۰۲
۸۵	امام رازی کے جواب پر مصنف کی نقد ونظر	۴۰۲
۸۶	اللہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ (۶۱-۶۸)	۴۰۶
۸۷	رات کو عبادت' غفلت اور معصیت میں گزارنے والے	۴۰۸
۸۸	اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں	۴۰۹
۸۹	قرآن اور ذکر میں مشغول ہونا زیادہ افضل ہے یا دعا کرنے میں؟	۴۱۰
۹۰	تخلیق انسان کے مراحل	۴۱۱
۹۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کے آثار	۴۱۲
۹۲	الم تر الی الذین یجادلون فی ایات اللہ (۶۹-۷۸)	۴۱۲
۹۳	المومن: ۶۹ میں مجادلین سے مراد مشرکین ہیں یا منکرین تقدیر؟	۴۱۴
۹۴	منکرین تقدیر کے متعلق احادیث اور ان سے تعلقات کا شرعی حکم	۴۱۵
۹۵	مشکل الفاظ کے معانی	۴۱۶
۹۶	آخرت میں کفار کا عذاب	۴۱۶
۹۷	مشرکین کے فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجہ	۴۱۷
۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی اور علم ما کان وما یکون پر ایک اعتراض کا جواب	۴۱۷
۹۹	نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۴۱۸
۱۰۰	جن نبیوں کا قرآن مجید میں صراحتاً نام ہے اور جن کا اشارتاً نام ہے	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۱	اللہ الذی جعل لکم الانعام (۸۵۔۷۹)	۴۲۰
۱۰۲	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انعامات اور احسانات	۴۲۲
۱۰۳	توحید اور رسالت پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۴۲۳
۱۰۴	کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت	۴۲۳
۱۰۵	موت کے فرشتہ یا آثار عذاب کو دیکھ کر توبہ قبول نہ ہونے کی تحقیق	۴۲۴
۱۰۶	سورت المؤمن کا خاتمہ	۴۲۶
	سورۂ حٰمٓ السجدۃ	۴۲۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۲۷
۲	حٰمٓ السجدہ کا زمانہ نزول	۴۲۷
۳	حٰمٓ السجدہ کے مشمولات	۴۲۹
۴	حٰمٓ ○ تنزیل من الرحمان الرحیم (۸۔۱)	۴۳۰
۵	حٰمٓ کے معانی	۴۳۱
۶	قرآن مجید کی دس صفات	۴۳۱
۷	کفار کے دلوں پر پردوں اور کانوں میں ڈاٹ کا سبب	۴۳۳
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کی تحقیق	۴۳۴
۹	استقامت کا معنیٰ اور اس کی اہمیت	۴۳۶
۱۰	استقامت کو استغفار پر مقدم کرنے کی توجیہ	۴۳۷
۱۱	زکوٰۃ نہ دینے پر مشرکین کی مذمت کی توجیہ	۴۳۸
۱۲	آیا کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۴۳۸
۱۳	مومن کی صحت کے ایام کے نیک اعمال کا سلسلہ مرض اور سفر میں بھی منقطع نہیں ہوتا	۴۳۹
۱۴	قل ائنکم لتکفرون بالذی (۱۸۔۹)	۴۴۰
۱۵	مشرکین کے کفر کی تفصیل	۴۴۲
۱۶	زمین' آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کی تفصیل	۴۴۲
۱۷	زمین' آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۴۴۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	کفار مکہ کو آسمانی عذاب سے ڈرانے کی توجیہ	۴۴۵
۱۹	امام رازی کی توجیہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۴۴۵
۲۰	اس امت سے صرف آسمانی عذاب اٹھایا گیا ہے' مسخ اور دھنسنے کا عذاب نہیں اٹھایا گیا	۴۴۶
۲۱	قوم عاد کی طرف متعدد رسول آنے کے محامل	۴۴۷
۲۲	قوم عاد کا تکبر	۴۴۸
۲۳	ریح صرصر کا معنیٰ	۴۴۹
۲۴	قوم عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنے کے متعلق احادیث	۴۴۹
۲۵	اطلاقات قرآن میں ریح اور ریاح کا معنوی فرق اور اس پر بحث ونظر	۴۵۰
۲۶	ایام نحسات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۴۵۲
۲۷	بعض ایام کے منحوس ہونے کے ثبوت میں احادیث	۴۵۳
۲۸	بعض ایام کے مبارک ہونے کے ثبوت میں احادیث	۴۵۴
۲۹	بعض ایام کی نحوست کے ثبوت میں پیش کی گئی احادیث کی تحقیق	۴۵۵
۳۰	بعض دنوں کے منحوس ہونے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۴۵۵
۳۱	منحوس کا معنیٰ	۴۵۶
۳۲	نحوست اور بدشگونی کے رد میں قرآن مجید کی آیات	۴۵۶
۳۳	نحوست اور بدشگونی کے رد میں احادیث اور ان کی شروح کی عبارات	۴۵۷
۳۴	عورت' گھوڑے اور مکان میں نحوست کی روایت کے جوابات	۴۶۰
۳۵	نحوست اور بدشگونی کے مبحث میں خلاصۂ کلام	۴۶۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۶	اس سوال کا جواب کہ قوم ثمود ہدایت پانے کے بعد کیسے گمراہ ہوگئی	۴۶۴
۳۷	صاعقہ کا معنی	۴۶۵
۳۸	ویوم یحشر اعداء اللہ الی النار (۲۵-۱۹)	۴۶۵
۳۹	انسان کے اعضاء کے نطق کے ثبوت میں احادیث	۴۶۷
۴۰	انسان کے اعضاء کے نطق کی کیفیت میں اقوال مفسرین	۴۶۸
۴۱	کان آنکھ اور کھال کی خصوصیت کی توجیہ	۴۶۸
۴۲	اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس گمان کی مذمت کہ اس کو بندوں کے اعمال کا علم نہیں ہوگا	۴۶۹
۴۳	اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کے متعلق احادیث	۴۶۹
۴۴	عتاب کا معنی اور دوزخ میں کفار کے عذاب کا لزوم	۴۷۰
۴۵	قیض کا معنی	۴۷۱
۴۶	جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث	۴۷۱
۴۷	مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو قول ثابت ہے اس کا بیان	۴۷۲
۴۸	اللہ تعالیٰ کے گناہ کا ارادہ کرنے کے متعلق امام رازی اور ابوعلی جبائی کی معرکہ آرائی	۴۷۳
۴۹	امام رازی اور ابوعلی جبائی کے درمیان مصنف کا محاکمہ اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تعظیم	۴۷۴
۵۰	وقال الذین کفروا لا تسمعوا (۳۲-۲۶)	۴۷۶
۵۱	کفار کے جرائم اور ان کی سزا	۴۷۷
۵۲	استقامت کا لغوی اور شرعی معنی	۴۷۹
۵۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استقامت کی تفسیر	۴۷۹
۵۴	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے استقامت کی تفسیر	۴۸۰
۵۵	استقامت کے حصول کا دشوار ہونا	۴۸۱
۵۶	عباد صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	۴۸۲
۵۷	فرشتوں کا مؤمنین کے لیے معاون اور مددگار ہونا	۴۸۴
۵۸	فرشتے موت کے وقت مؤمنین کو جن انعامات کی بشارت دیتے ہیں	۴۸۵
۵۹	ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ (۴۴-۳۳)	۴۸۷
۶۰	سابقہ آیات سے مناسبت	۴۸۹
۶۱	واعظ اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعظ پر خود بھی عمل کرے	۴۸۹
۶۲	''میں انشاء اللہ مومن ہوں'' یا ''میں بالیقین مومن ہوں'' کہنے کی تحقیق	۴۹۰
۶۳	قرآن اور سنت سے انبیاء اور مرسلین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۲
۶۴	قرآن اور سنت سے علماء دین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۲
۶۵	علماء دین کی اقسام	۴۹۳
۶۶	قرآن اور سنت سے امراء اور حکام کی دعوت کا ثبوت	۴۹۴
۶۷	قرآن اور سنت سے مؤذنین کی دعوت کا ثبوت	۴۹۵
۶۸	اذان کی فضیلت میں احادیث	۴۹۶
۶۹	اذان میں اشهد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا	۴۹۷
۷۰	مسجد میں اذان دینے کا شرعی حکم	۴۹۹
۷۱	قرآن اور سنت سے عام مؤمنین کی دعوت کا ثبوت	۵۰۲
۷۲	نیکی اور بدی کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۰۳
۷۳	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	۵۰۴
۷۴	لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا اور انہیں جواب نہ دینا اولوالعزم لوگوں کا طریقہ ہے	۵۰۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنا	۵۰۶
۷۶	غصہ نہ کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلت میں قرآن اور سنت کی تصریحات	۵۰۷
۷۷	غصہ کرنے کے دینی اور دنیاوی نقصانات	۵۰۹
۷۸	اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر دلیل	۵۰۹
۷۹	سورج گہن کے وقت نماز پڑھنا	۵۱۰
۸۰	سورج گہن کی نماز کے طریقہ میں مذاہب ائمہ	۵۱۰
۸۱	فقہاء احناف کے نزدیک سورج گہن کی نماز کا طریقہ	۵۱۱
۸۲	آیت سجدہ	۵۱۲
۸۳	فرشتوں کی دائمی تسبیح پر ایک اشکال کا جواب	۵۱۲
۸۴	بشر اور فرشتوں میں باہمی افضلیت کی تحقیق اور امام رازی کی تفسیر پر بحث ونظر	۵۱۲
۸۵	حشر ونشر کے امکان پر ایک دلیل	۵۱۳
۸۶	الحاد کا معنیٰ اور اس کا مصداق	۵۱۴
۸۷	جعلی پیروں اور بناوٹی صوفیوں کا الحاد	۵۱۵
۸۸	قرآن مجید کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہ آنے کے محامل	۵۱۶
۸۹	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۵۱۶
۹۰	قرآن مجید کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا قرآن کی ہدایت سے محروم ہونا	۵۱۷
۹۱	ولقد اتینا موسی الکتب (۴۶-۴۵)	۵۱۷
۹۲	اہل مکہ کی دل آزار باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۵۱۸
۹۳	ظلم کی مذمت میں احادیث	۵۱۸
۹۴	الیہ یرد علم الساعۃ (۵۴-۴۷)	۵۱۹
۹۵	اللہ تعالیٰ کا علم غیب قطعی اور ذاتی ہے اور مخلوق کو بالواسطہ غیب کا علم ہو سکتا ہے	۵۲۱
۹۶	انسان کی ناسپاسی اور ناشکری	۵۲۲
۹۷	قرآن پر ایمان لانے کی کافروں کو نصیحت	۵۲۳
۹۸	انسان کے اپنے نفسوں میں اور اس کائنات میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں	۵۲۳
۹۹	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا	۵۲۴
۱۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا	۵۲۵
۱۰۱	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کے غیر معتبر ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات	۵۲۷
۱۰۲	آفاق اور انفس کی نشانیوں کا تجزیہ	۵۲۸
۱۰۳	حم السجدہ کا خاتمہ	۵۲۹
	سورۃ الشوریٰ	۵۳۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۳۳
۲	الشوریٰ کا زمانہ نزول	۵۳۵
۳	الشوریٰ کے مقاصد اور مباحث	۵۳۵
۴	حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ (۹-۱)	۵۳۷
۵	حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ کی تاویلات	۵۳۸
۶	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۵۳۹
۷	وحی کے متعلق احادیث	۵۴۰
۸	اللہ تعالیٰ علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے	۵۴۲
۹	فرشتوں کا تسبیح اور حمد کرنا	۵۴۲
۱۰	فرشتے صرف مومنین کے لیے استغفار کرتے ہیں یا تمام روئے زمین والوں کے لیے؟	۵۴۳
۱۱	اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مستقل مددگار بنا لینا گمراہی ہے	۵۴۳

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۱۲	مکہ کو ام القریٰ فرمانے کی توجیہ	۵۴۴
۱۳	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم	۵۴۴
۱۴	ایک فریق کے جنتی اور دوسرے فریق کے دوزخی ہونے کے ثبوت میں احادیث	۵۴۵
۱۵	بتوں کو ولی اور کارساز بنانے کی مذمت	۵۴۷
۱۶	وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ (۱۹۔۱۰)	۵۴۸
۱۷	نزاعی اور اختلافی امور کو اللہ پر چھوڑ دینے کی متعدد تفسیریں	۵۵۰
۱۸	قیاس کی نفی پر امام رازی کے نقل کردہ دلائل	۵۵۱
۱۹	نفی قیاس کی امام رازی کی دلیل پر مصنف کا تبصرہ	۵۵۱
۲۰	قیاس کی مشروعیت پر دلائل	۵۵۲
۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کی تحقیق	۵۵۳
۲۲	عہد رسالت میں اجتہاد کے ثبوت پر دلائل	۵۵۴
۲۳	صریح حدیث پر عمل کرنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہات	۵۵۶
۲۴	عہد رسالت میں اجتہاد کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث	۵۵۸
۲۵	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے مماثلت کی نفی	۵۶۰
۲۶	آسمانوں اور زمینوں کی چابیوں کے محامل اور رزق کی اقسام	۵۶۱
۲۷	تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور شریعتوں کا متعدد ہونا	۵۶۱
۲۸	دین اور شریعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۶۲
۲۹	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ	۵۶۲
۳۰	اجتباء کا معنی	۵۶۳
۳۱	مجذوب اور سالک کی تعریفات	۵۶۳
۳۲	امام رازی کے نزدیک اصول اور عقائد میں قیاس جائز نہیں اور فروع اور احکام میں قیاس جائز ہے	۵۶۴
۳۳	انبیاء علیہم السلام کے بعد دین میں تفرقہ ڈالنے والے کون تھے عرب یا اہل کتاب؟	۵۶۶
۳۴	الشوریٰ: ۱۵ سے دس مسائل کا استنباط	۵۶۷
۳۵	اسلام کے خلاف یہود کا اعتراض اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب	۵۶۹
۳۶	یہود کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	۵۶۹
۳۷	داحضۃ کا معنی	۵۷۱
۳۸	الشوریٰ: ۱۸۔۱۷ کا خلاصہ	۵۷۲
۳۹	میزان کا لغوی اور شرعی معنی	۵۷۲
۴۰	عجلت کی مذمت اور اطمینان سے کام کرنے کی فضیلت	۵۷۳
۴۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکمت کی وجہ سے وقوع قیامت کی خبر نہ دینا	۵۷۳
۴۲	کون سا علم باعث فضیلت ہے؟	۵۷۴
۴۳	بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کا معنی	۵۷۴
۴۴	من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ (۲۹۔۲۰)	۵۷۵
۴۵	حرث کا معنی	۵۷۷
۴۶	دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا فرق	۵۷۸
۴۷	دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کے متعلق احادیث	۵۷۹
۴۸	خود ساختہ شریعتوں کی مذمت	۵۸۰
۴۹	اپنی عبادات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنا	۵۸۱
۵۰	تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے اجر کے سوال پر ایک اعتراض	۵۸۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۱	اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد رحم کی قرابت ہے اور اس کی تائید میں مستند احادیث	۵۸۳
۵۲	اعتراض مذکور کا یہ جواب کہ اس سے مراد اہل بیت کی محبت ہے اور فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ	۵۸۴
۵۳	فضائلِ اہل بیت میں سابقین کی نقل کردہ موضوع احادیث	۵۸۵
۵۴	اس اعتراض کا یہ جواب کہ قربیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے	۵۸۷
۵۵	محبت اہل بیت اور تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہل سنت وجماعت کی خصوصیت ہے	۵۸۸
۵۶	محبت اہل بیت اور تعظیم صحابہ کے متعلق احادیث	۵۸۸
۵۷	اقتراف اور شکر کا معنیٰ	۵۸۹
۵۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	۵۹۰
۵۹	توبہ کا لغوی اور عرفی معنیٰ	۵۹۱
۶۰	توبہ کے متعلق احادیث	۵۹۱
۶۱	مسلمانوں کی بعض دعائیں قبول نہ فرمانے کی حکمتیں	۵۹۲
۶۲	الشوریٰ: ۲۷ کا شانِ نزول	۵۹۳
۶۳	آیا ایک سے زائد لباس رکھنا سرکشی اور بغاوت ہے؟	۵۹۴
۶۴	ایک سے زائد لباس رکھنے کے ثبوت میں احادیث	۵۹۴
۶۵	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق	۵۹۵
۶۶	اسراف اور اقتار کا محمل	۵۹۶
۶۷	لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے	۵۹۶
۶۸	مال ودولت کی تقسیم میں مساوات کی خرابیاں	۵۹۹
۶۹	مال کی زیادتی کی خرابیاں	۵۹۹
۷۰	بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو فقیر بنانے کی مصلحتیں	۶۰۰
۷۱	کشادگی رزق کی وجہ سے سرکشی کی وجوہات	۶۰۱
۷۲	غیث اور قنوط کا معنیٰ	۶۰۱
۷۳	بارش ہونے اور بارش نہ ہونے کی وجوہ کے متعلق احادیث	۶۰۱
۷۴	''ولی حمید'' کا معنیٰ	۶۰۳
۷۵	مشکل الفاظ کے معانی	۶۰۳
۷۶	الشوریٰ: ۲۹ کے اسرار	۶۰۳
۷۷	**وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم** (۴۳_۳۰)	۶۰۴
۷۸	مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارۂ ذنوب نہ ہونے پر امام رازی کے پیش کردہ دلائل اور ان کے جوابات	۶۰۵
۷۹	مؤمنوں کے مصائب کا ان کے لیے کفارۂ ذنوب ہونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار	۶۰۷
۸۰	خلاصہ بحث	۶۰۹
۸۱	سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں	۶۱۰
۸۲	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل	۶۱۰
۸۳	دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا فرق	۶۱۱
۸۴	اثم کبیرہ اور فحش کا معنیٰ	۶۱۱
۸۵	چند کبائر کا بیان	۶۱۲
۸۶	حالت غضب میں معاف کرنے کی فضیلت	۶۱۵
۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں	۶۱۶
۸۸	نماز نہ پڑھنے پر وعید	۶۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	شوریٰ کا معنی	۶۱۷
۹۰	مشورہ کرنے کے متعلق احادیث	۶۱۷
۹۱	الشوریٰ: ۳۸ کا شان نزول	۶۱۸
۹۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا باہمی مشاورت سے اہم کاموں کو انجام دینا	۶۱۸
۹۳	بدلہ لینے اور بدلہ نہ لینے کی آیتوں میں بہ ظاہر تعارض کا جواب	۶۱۹
۹۴	قرض خواہ اپنا حق مقروض کی لاعلمی میں بھی لے سکتا ہے	۶۲۰
۹۵	بدلہ لینے کے جواز میں احادیث	۶۲۱
۹۶	بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث	۶۲۲
۹۷	عام مسلمان اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کو خود سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟	۶۲۴
۹۸	ظلم اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے مصادیق	۶۲۵
۹۹	انکم ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی تحقیق	۶۲۵
۱۰۰	اپنے مال کے حق اور عزت کے حق کو معاف کرنے کے سلسلہ میں علماء کے نظریات	۶۲۶
۱۰۱	عزم، عزیمت اور رخصت کا معنی	۶۲۸
۱۰۲	ومن یضلل اللہ فما لہ من ولی من بعدہ (۴۴-۵۳)	۶۲۹
۱۰۳	اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دینے کی نسبت کرنی چاہیے اور گمراہ کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کرنی چاہیے	۶۳۱
۱۰۴	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں قیامت کے دن کفار کے بینا ہونے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں نابینا ہونے کا ذکر ہے	۶۳۲
۱۰۵	وعد اور وعید سنانے کے بعد انسان کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت	۶۳۳
۱۰۶	انسان کے کفر کا سبب	۶۳۳
۱۰۷	مذکر اور مؤنث کی پیدائش کی علامات	۶۳۴
۱۰۸	انبیاء علیہم السلام کو اولاد عطا فرمانے کی تفصیل	۶۳۴
۱۰۹	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	۶۳۴
۱۱۰	اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں	۶۳۵
۱۱۱	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۳۶
۱۱۲	ضرورت وحی اور ثبوت وحی	۶۳۷
۱۱۳	وحی کی اقسام	۶۳۹
۱۱۴	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق شارحین حدیث کی تحقیق	۶۴۱
۱۱۵	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونے کے متعلق مفسرین کی تحقیق	۶۴۶
۱۱۶	نزول قرآن سے پہلے آپ کو اجمالی طور پر قرآن عطا کیا جانا	۶۴۷
۱۱۷	اس اشکال کے جوابات کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کو کتاب کا پتا تھا نہ ایمان کا	۶۴۷
۱۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب اور ایمان کے علم کی نفی کی دیگر مفسرین کی طرف سے توجیہات	۶۴۷
۱۱۹	اشکال مذکور کی مصنف کی طرف سے توجیہات	۶۴۸
۱۲۰	سورۃ الشوریٰ کا اختتام	۶۴۹
	سورۃ الزخرف	۶۵۱
۱	سورت کا نام	۶۵۱
۲	سورت کے مقاصد	۶۵۱
۳	حٰمٓ○ والکتب المبین (۱-۱۵)	۶۵۳
۴	حم والکتب المبین کی تفسیریں	۶۵۴
۵	کتاب کو قرآن عربی فرمانے کی وجوہ	۶۵۵
۶	لوح محفوظ میں قرآن مجید اور مخلوق کے اعمال کا ثابت ہونا	۶۵۵

Marfat.com

صفحہ	عنوان	نمبرشمار
۶۵۶	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذاء رسانی	۷
۶۵۷	انسان کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کا کرم	۸
۶۵۸	انسان کی فطرت میں اللہ کی معرفت کا ہونا	۹
۶۵۸	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	۱۰
۶۵۸	بارش نازل کرنے سے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر استدلال	۱۱
۶۵۹	ازواج کی تخلیق سے توحید پر استدلال	۱۲
۶۶۰	چوپایوں اور کشتیوں کی تخلیق سے توحید پر استدلال	۱۳
۶۶۰	سفر پر روانہ ہونے کے وقت سواری پر بیٹھنے کے بعد کی دعا	۱۴
۶۶۱	سفر سے واپسی کی دعا	۱۵
۶۶۲	جمال کا معنیٰ اور مویشیوں کا جمال	۱۶
۶۶۲	بکریوں، گایوں اور اونٹوں کے مقاصد اور وظائف خلقت	۱۷
۶۶۳	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	۱۸
۶۶۴	ام اتخذ مما یخلق بنت (۲۵-۱۶)	۱۹
۶۶۵	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے	۲۰
۶۶۶	عورتوں کے ناقص ہونے کی وجوہ	۲۱
۶۶۷	کفار کے اس قول کا رد کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں	۲۲
۶۶۷	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے	۲۳
۶۶۸	معتزلہ کا جبریہ پر اعتراض اور امام رازی کا جبریہ کی طرف سے جواب	۲۴
۶۶۹	جبریہ کی حمایت میں سورۃ الانعام کی تقریر	۲۵
۶۶۹	جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل	۲۶
۶۷۰	انسانوں کے لیے اختیار کے ثبوت میں مصنف کی تقریر	۲۷
۶۷۱	جبریہ کی حمایت میں امام رازی کے عقلی دلائل کے جوابات	۲۸
۶۷۲	"مستمسکون" کا معنیٰ	۲۹
۶۷۲	امت کے معانی	۳۰
۶۷۳	دنیاوی مال و متاع کا مذموم ہونا	۳۱
۶۷۴	"اھدیٰ" کے معنیٰ میں مترجمین کی آراء	۳۲
۶۷۵	تقلید کی تحقیق	۳۳
۶۷۶	واذ قال ابراھیم لابیہ وقومہ (۳۵-۲۶)	۳۴
۶۷۷	کفار مکہ کی بت پرستی کے خلاف اسوۂ ابراہیم سے استدلال	۳۵
۶۷۸	اہل مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان کا کفر اور استہزاء	۳۶
۶۷۹	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا	۳۷
۶۸۱	دنیا کی زیب و زینت کفار کے لیے ہے	۳۸
۶۸۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا حقیر ہونا	۳۹
۶۸۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر کو پسند کرنے کی وجوہ	۴۰
۶۸۳	ومن یعش عن ذکر الرحمن (۴۵-۳۶)	۴۱
۶۸۴	اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے کا وبال	۴۲
۶۸۵	معصیت میں شیطان کی اتباع دوزخ میں شیطان کی اتباع کو مستلزم ہے	۴۳
۶۸۵	کفار مکہ کی ضد اور عناد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۴۴
۶۸۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے متعلق احادیث	۴۵
۶۸۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیے قرآن مجید کا شرف عظیم ہونا	۴۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۷	گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کی توجیہات	۶۸۸
۴۸	ولقد ارسلنا موسی بایتنا (۵۶_۴۶)	۶۹۰
۴۹	حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ کو یہاں ذکر کرنے کے مقاصد اور فوائد	۶۹۱
۵۰	ولما ضرب ابن مریم مثلا (۶۷_۵۷)	۶۹۵
۵۱	الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں پہلی روایت	۶۹۶
۵۲	الزخرف: ۵۷ کے شان نزول میں دوسری روایت	۶۹۷
۵۳	سید مودودی کا شان نزول میں حدیث وضع کرنا	۶۹۹
۵۴	مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی بہ نسبت اپنے بتوں کی عبادت کو افضل قرار دینا	۷۰۰
۵۵	آیا کفار نے اپنے بتوں کو بہتر قرار دیا تھا یا حضرت عیسیٰ کو؟	۷۰۱
۵۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے' خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے	۷۰۲
۵۷	فرشتوں کے اللہ کی بیٹیاں نہ ہونے کی ایک اور دلیل	۷۰۳
۵۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تحقیق	۷۰۳
۵۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے متعلق احادیث	۷۰۳
۶۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۰۴
۶۱	یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا	۷۰۴
۶۲	یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا	۷۰۴
۶۳	"بل رفعه الله اليه" پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات	۷۰۵
۶۴	"انی متوفیک ورافعک الی" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۶
۶۵	"انی متوفیک ورافعک الی" پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۰۸
۶۶	"ومکروا ومکر الله" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۸
۶۷	اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا	۷۰۸
۶۸	"یکلم الناس فی المهد وکهلا" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۰۹
۶۹	"وان من اهل الكتب الا ليومنن به" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال	۷۱۰
۷۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	۷۱۰
۷۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	۷۱۱
۷۲	مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۱۱
۷۳	"وما محمد الا رسول" سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	۷۱۲
۷۴	مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال	۷۱۳
۷۵	مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال	۷۱۵
۷۶	حضرت عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا	۷۱۶
۷۷	خلیل کے معانی	۷۱۸
۷۸	دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا	۷۱۸
۷۹	یعباد لا خوف علیکم الیوم (۸۹_۶۸)	۷۱۹
۸۰	مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں	۷۲۲
۸۱	سونے اور چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	۷۲۲
۸۲	سونے اور چاندی کے ظروف آرائش اور چار انگل سونے' چاندی اور ریشم کے کام والے کپڑوں کا جواز	۷۲۳

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۸۳	سونے اور چاندی کے ظروف کی تفصیل	۷۲۴
۸۴	چار انگل ریشم کے کام کے جواز کی مزید تفصیل	۷۲۵
۸۵	مرد کے زیور پہننے کی تفصیل	۷۲۶
۸۶	جنت کی وراثت کی توجیہ	۷۲۷
۸۷	دوزخ کے نگران فرشتے مالک سے اہل دوزخ کا کلام	۷۲۸
۸۸	آپ کے خلاف سازش کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا	۷۲۹
۸۹	الزخرف: ۸۰ کا شانِ نزول	۷۲۹
۹۰	اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک کی مذمت اور اس پر وعید	۷۲۹
۹۱	اس پر دلائل کہ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہیں	۷۳۰
۹۲	غیر اللہ کی عبادت کا باطل ہونا	۷۳۱
۹۳	مشرکین کو بت پرستی پر ملامت کرنا	۷۳۱
۹۴	الزخرف: ۸۸ کی نحوی تراکیب	۷۳۲
۹۵	کافروں کو سلام کرنے کا مسئلہ	۷۳۲
۹۶	الزخرف کا خاتمہ	۷۳۲
	سورۃ الدخان	۷۳۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۳۷
۲	سورۃ الدخان کی فضیلت میں احادیث	۷۳۷
۳	سورۃ الدخان کے مقاصد اور مسائل	۷۳۸
۴	حٰمٓ○ والکتب المبین (۱۔۲۹)	۷۳۹
۵	حامیم کا معنی	۷۴۱
۶	''لیلۃ مبارکۃ'' سے لیلۃ القدر مراد ہونے کے ثبوت میں آثار	۷۴۱
۷	''لیلۃ مبارکۃ'' سے لیلۃ القدر مراد ہونے پر دلائل	۷۴۲
۸	لیلہ مبارکہ سے نصف شعبان کی شب مراد ہونے کے متعلق روایات	۷۴۴
۹	نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق صحاح کی احادیث	۷۴۴
۱۰	نصف شعبان کی شب میں کثرت مغفرت سے متعلق امام بیہقی کی احادیث	۷۴۵
۱۱	نصف شعبان کی شب کے فضائل میں حافظ سیوطی کی روایات	۷۴۷
۱۲	کثرت مغفرت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۴۷
۱۳	کثرت مغفرت کے متعلق احادیث صحیحہ	۷۴۷
۱۴	توبہ اور استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	۷۴۸
۱۵	والدین اور اعزہ کے لیے استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	۷۴۹
۱۶	توبہ پر اصرار کرنے اور استغفار کو لازم رکھنے کے متعلق احادیث صحیحہ	۷۵۰
۱۷	دعا قبول نہ ہونے سے نہ اکتائے نہ مایوس ہو بلکہ مسلسل دعا کرتا رہے	۷۵۱
۱۸	شرک' زنا اور قتل ناحق کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۱
۱۹	کینہ اور بغض کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۲
۲۰	والدین کی نافرمانی کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۳
۲۱	قطع رحم کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۶
۲۲	عادی شرابی کا شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۷
۲۳	چغلی کھانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۷
۲۴	تصویریں بنانے کی وجہ سے شب برأت میں دعا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی قبولیت سے محروم ہونا	۷۵۸
۲۵	شب برأت میں شب بیداری کرنا اور مخصوص عبادات کرنا	۷۵۹
۲۶	شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کو باجماعت پڑھنا	۷۵۹
۲۷	فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادائیگی پر مقدم کرنا	۷۶۰
۲۸	کفار کا اللہ کو خالق ماننا محض ان کا مشغلہ اور دل لگی ہے	۷۶۱
۲۹	آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے قرب قیامت میں دھوئیں کا ظاہر ہونا	۷۶۱
۳۰	دوسری روایت میں ہے: آسمان کے دھواں لانے سے مراد ہے کفار کی بھوک کی کیفیت	۷۶۲
۳۱	آسمان کو دھوئیں سے تعبیر کرنے کی توجیہ	۷۶۳
۳۲	دونوں روایتوں میں اصح روایت کا بیان	۷۶۳
۳۳	دھوئیں کی دو تفسیروں کے محامل	۷۶۴
۳۴	سخت گرفت کے ساتھ پکڑنے کی متعدد تفسیریں	۷۶۵
۳۵	قوم فرعون کو آزمائش میں ڈالنے کی توجیہ	۷۶۵
۳۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ماجرا	۷۶۵
۳۷	نیک آدمی کی موت پر آسمان اور زمین کا رونا	۷۶۸
۳۸	ولقد نجینا بنی اسرائیل (۳۰۔۵۹)	۷۶۸
۳۹	بنی اسرائیل کی فضیلت اور ان کی آزمائش	۷۷۱
۴۰	کفار کے مطالبہ پر ان کے مرے ہوئے باپ دادا کو کیوں نہیں زندہ کیا گیا' الماوردی اور القرطبی کا جواب	۷۷۲
۴۱	اعتراض مذکور کا جواب مصنف کی جانب سے	۷۷۲
۴۲	تبع اور اس کی قوم کا بیان	۷۷۳
۴۳	روز قیامت کو فیصلہ کا دن فرمانے کی توجیہات	۷۷۵
۴۴	آخرت میں کفار کے عذاب کی وعید	۷۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۵	آخرت میں متقین کے اجر وثواب کی بشارت	۷۷۷
۴۶	امام رازی کا فاسق کو جنت کی بشارت میں داخل کرنا اور مصنف کا اس سے اختلاف	۷۷۸
۴۷	اہل جنت کے درمیان بغض اور کینہ کا نہ ہونا	۷۷۸
۴۸	حور کا معنیٰ اور جنت میں حوروں سے عقد کا محمل	۷۷۹
۴۹	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	۷۸۰
۵۰	اہل جنت کی دائمی نعمتیں	۷۸۱
۵۱	اس کی تحقیق کہ موت وجودی ہے یا عدمی	۷۸۲
۵۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار اور کفار مکہ کے انتظار کے الگ الگ محمل	۷۸۲
۵۳	قرآن مجید کے آسان ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	۷۸۳
۵۴	سورۃ الدخان کا خاتمہ	۷۸۳
	سورۃ الجاثیہ	۷۸۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۷۸۴
۲	سورۃ الجاثیہ کے مشمولات	۷۸۴
۳	حٰمٓ○تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز (۱۔۱۱)	۷۸۶
۴	حدیث "کنت کنزا مخفیا" کی تحقیق	۷۸۷
۵	تنزیل قرآن کے مقاصد	۷۸۸
۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے استدلال	۷۸۸
۷	اللہ تعالیٰ کی توحید پر انسانوں' حیوانوں اور درختوں سے استدلال	۷۸۹
۸	اللہ تعالیٰ کی توحید پر رات اور دن کے اختلاف' بارش سے روئیدگی اور ہواؤں سے استدلال	۷۸۹
۹	یومنون ' یوقنون اور یعقلون فرمانے کی توجیہ	۷۹۰
۱۰	عقل کی تعریف' عقل کی اقسام اور عقل کے متعلق احادیث	۷۹۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	ان لوگوں کی مذمت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سننے کے باوجود ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں کی مدح جو آپ سے قرآن سنے بغیر ایمان لے آئے	۷۹۱
۱۲	ان لوگوں کی مدح میں احادیث جو آپ کو بن دیکھے آپ پر ایمان لے آئے	۷۹۲
۱۳	ویل کا معنیٰ	۷۹۳
۱۴	اصرار کا معنیٰ	۷۹۳
۱۵	آیاتِ مذکورہ کے اشارات	۷۹۴
۱۶	اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک (۲۱_۱۲)	۷۹۵
۱۷	بحری جہازوں کا سمندر میں چلنا اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں پر موقوف ہے؟	۷۹۶
۱۸	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۷۹۷
۱۹	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی صفات میں غور و فکر کے متعلق احادیث	۷۹۸
۲۰	الجاثیہ:۱۴ کے شان نزول کی تحقیق	۷۹۸
۲۱	فجور ظاہر اور فجور باطن	۸۰۰
۲۲	بنو اسرائیل کو دی گئی نعمتیں	۸۰۰
۲۳	بغض و عناد کی بناء پر بنو اسرائیل کا حق سے انکار کرنا	۸۰۱
۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ممتاز اور منفرد ہونا	۸۰۱
۲۵	آپ کی شریعت کے بعد کسی اور شریعت کی طرف التفات کرنا جائز نہیں	۸۰۲
۲۶	آپ کو جاہلوں کی اتباع سے منع کرنے کا محمل	۸۰۳
۲۷	بعض مفسرین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب سے محروم تفسیر	۸۰۴
۲۸	بصیرت کے معنیٰ کی تحقیق	۸۰۵
۲۹	قرآن مجید کا ہدایت اور رحمت ہونا	۸۰۵
۳۰	توحید کے مراتب	۸۰۶
۳۱	جرح اور اجتراح کا معنیٰ	۸۰۷
۳۲	کفار کی زندگی اور موت کا مسلمانوں کے برابر نہ ہونا	۸۰۷
۳۳	وخلق اللہ السموات والارض بالحق (۲۶_۲۲)	۸۰۹
۳۴	اللہ سبحانہٗ کا کفار اور فجار کو عذاب دینا اس کا ظلم نہیں عدل ہے	۸۱۰
۳۵	اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنی خواہشوں پر عمل کرنا اپنی خواہشوں کی عبادت کرنا ہے	۸۱۱
۳۶	بعض بندوں کو رسول بنانے اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	۸۱۱
۳۷	کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی توجیہ	۸۱۲
۳۸	سورۃ البقرہ اور سورۃ الجاثیہ دونوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ محامل	۸۱۳
۳۹	جو اللہ، رسول اور ائمہ کو ہادی نہیں مانے گا وہ شیطان کا متبع ہوگا	۸۱۴
۴۰	کفار کے نقل کردہ قول پر ایک اعتراض کا جواب	۸۱۴
۴۱	دہر کا لغوی اور عرفی معنیٰ	۸۱۵
۴۲	دہر کے متعلق احادیث	۸۱۵
۴۳	کلمات حدیث کی تشریح	۸۱۶
۴۴	کفار اور دہریے بلا دلیل اللہ سبحانہٗ کا انکار کرتے ہیں	۸۱۶
۴۵	حشر و نشر کے انکار پر کفار کی حجت کا جواب	۸۱۶
۴۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی توحید، قیامت اور حشر و نشر پر دلیل	۸۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۷	وللہ ملک السموات والارض (۲۷۔۳۷)	۸۱۷			
۴۸	کفار کا خسارہ	۸۱۹			
۴۹	آیا قیامت کے دن سب گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے یا صرف کفار؟	۸۱۹			
۵۰	جاثیہ کی تاویلات	۸۲۰			
۵۱	لوگوں کو ان کے صحائف اعمال کی طرف بلانا	۸۲۱			
۵۲	مؤمنوں اور کافروں کی جزاء کے متعلق احادیث	۸۲۱			
۵۳	اللہ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعارض کا جواب	۸۲۲			
۵۴	حقیقی کامیابی کا مصداق	۸۲۳			
۵۵	جو لوگ دور دراز کے علاقے میں رہتے ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو آیا وہ مکلف ہیں یا نہیں؟	۸۲۳			
۵۶	قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ	۸۲۴			
۵۷	بُرے کاموں کی آخرت میں بُری اور ڈراؤنی صورتیں	۸۲۵			
۵۸	اللہ تعالیٰ کے بھلا دینے کی توجیہ	۸۲۵			
۵۹	آخرت سے ڈرانا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرنا	۸۲۵			
۶۰	سورۃ الجاثیہ کا اختتام	۸۲۶			
۶۱	مآخذ و مراجع	۸۲۷			

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد یازدہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الاحقاف	۳۵
۱	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵
۲	الاحقاف کا معنی	۳۵
۳	الاحقاف کا محل وقوع	۳۶
۴	سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول	۳۶
۵	سورۃ الاحقاف کے اغراض و مقاصد	۳۶
۶	حٰمٓ ○ تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم. (۱۰۔۱)	۳۸
۷	حامیم اور تنزیل الکتٰب کے اشارات اور اسرار و رموز	۳۹
۸	حق کا معنی اور مراد	۴۰
۹	اللہ عزوجل اور رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا انکار' استخفاف اور استحقار کفر ہے	۴۱
۱۰	''اثارۃ'' کا معنی	۴۳
۱۱	الاحقاف: ۴ کا خلاصہ	۴۳
۱۲	کاہن' عراف' بدشگونی اور رمال کی تعریفات اور ان کا شرعی حکم	۴۴
۱۳	ذاتی اور عطائی علم غیب کی تحقیق	۴۴
۱۴	بتوں کے نہ سننے کی قیامت تک کی تخصیص کی وجہ	۴۵
۱۵	بتوں کا مشرکین کی عبادت سے قیامت کے دن بے زاری کا اظہار کرنا	۴۶
۱۶	کفار قرآن مجید کو جادو کیوں کہتے ہیں؟	۴۶
۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افتراء کی تہمت کا ابطال	۴۷
۱۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب	۴۹
۱۹	الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں مفسرین کی آراء	۴۹
۲۰	الاحقاف: ۹ کو دنیا کے احوال نہ جاننے پر محمول کرنے والے مفسرین	۵۰
۲۱	درایت کا معنی	۵۱
۲۲	حافظ ابن کثیر اور ان کے موافقین کا جواب مصنف کی طرف سے	۵۲
۲۳	درایت تفصیلی کی نفی پر کتب لغت' مفسرین اور شارحین حدیث کی عبارات سے استشہاد	۵۲
۲۴	خلاصہ بحث	۵۴
۲۵	الاحقاف: ۹ کے منسوخ ہونے پر مستند علماء اور مفسرین کی تصریحات	۵۵
۲۶	الاحقاف: ۹ سے دنیا کے احوال کے علم کی نفی مراد لینے کا بطلان	۵۹
۲۷	الاحقاف: ۹ سے اُمورِ آخرت کے علم کی نفی مراد لینے پر امام رازی کے اعتراضات کے جوابات	۵۹
۲۸	مخالفینِ اعلیٰ حضرت کا اس صحیح حدیث پر اعتراض جس کی بنیاد پر الاحقاف: ۹ کو منسوخ قرار دیا گیا	۶۰
۲۹	مصنف کی طرف سے متعدد حوالوں کے ساتھ حدیثِ مذکور کے صحیح ہونے پر دلائل	۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰	اعلیٰ حضرت کے جواب کی تقریر	۶۴
۳۱	الاحقاف:۹ کو منسوخ ماننے پر مخالفینِ اعلیٰ حضرت کے ایک عقلی اعتراض کا جواب	۶۴
۳۲	مخالفینِ اعلیٰ حضرت کے ایک نحوی اعتراض کا جواب	۶۵
۳۳	قیاس کے ثبوت پر دلائل	۶۸
۳۴	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تحقیق	۶۹
۳۵	''شہد شاھد من بنی اسرائیل'' کے مصداق کی تحقیق	۷۰
۳۶	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح اور ان کے فضائل	۷۱
۳۷	وقال الذین کفروا (۲۰۔۱۱)	۷۳
۳۸	قرآن مجید پر کفارِ مکہ کے اعتراض کا جواب	۷۵
۳۹	اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کا خوف	۷۶
۴۰	فساق مؤمنین کی مغفرت پر دلائل	۷۶
۴۱	مغفرت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے	۷۷
۴۲	اولاد پر ماں باپ کے حقوق خصوصاً ماں کے حقوق کے متعلق احادیث	۷۸
۴۳	دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں فقہاء احناف کا مذہب	۸۰
۴۴	دودھ پلانے کی انتہائی مدت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	۸۱
۴۵	چالیس سال کی عمر میں انسان کا اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جانا	۸۳
۴۶	چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد نبی کا مبعوث ہونا	۸۴
۴۷	بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کا علم تھا اس پر دلائل	۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۸	عالمِ ارواح میں آپ کی نبوت کا معنی	۸۶
۴۹	بعثت سے پہلے آپ کو اپنی نبوت کا علم ہونے کی تحقیق	۸۶
۵۰	الاحقاف:۱۵ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور خصوصیت	۸۷
۵۱	شام کے سفر کے متعلق حدیثِ ترمذی	۹۰
۵۲	حدیثِ ترمذی پر علامہ ذہبی کی تنقید	۹۱
۵۳	بحیریٰ راہب کا واقعہ کتب سیرت میں	۹۱
۵۴	احسن اعمال پر ایک اشکال کا جواب	۹۲
۵۵	الاحقاف:۱۵ میں حضرت ابوبکر کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب	۹۲
۵۶	الاحقاف:۱۷ کے شانِ نزول میں مختلف روایات	۹۳
۵۷	اس قول کی ترجیح کہ یہ آیت کافر کے متعلق نازل ہوئی	۹۳
۵۸	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی سوانح	۹۴
۵۹	نیکو کار اور بدکار کی پوری پوری جزاء	۹۵
۶۰	پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کے حصول کی اجازت	۹۵
۶۱	آخرت کے ثواب میں اضافہ کی خاطر پسندیدہ اور لذیذ چیزوں کا ترک کرنا اور زہد کو اختیار کرنا	۹۶
۶۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زہد	۹۶
۶۳	صحابہ کرام کا زہد اختیار کرنا اور ترک زہد کی مذمت کرنا	۹۸
۶۴	واذکر اخا عاد اذ انذر قومه (۲۶۔۲۱)	۱۰۰
۶۵	کفارِ مکہ کو عبرت دلانے کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا حال سنانا	۱۰۱
۶۶	الاحقاف اور افک کا معنی	۱۰۲
۶۷	قومِ عاد کی جہالت کی وجوہ	۱۰۲
۶۸	قومِ عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت	۱۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹	قومِ عاد پر عذاب کی تفصیل	۱۰۳
۷۰	آندھیوں کے متعلق احادیث	۱۰۴
۷۱	ولقد اهلكنا ما حولكم من القرىٰ (۲۷-۳۵)	۱۰۶
۷۲	اہل مکہ کے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر کے ان کو عبرت دلانا	۱۰۸
۷۳	مشرکین کے لیے بتوں کی شفاعت کا باطل ہونا	۱۰۸
۷۴	قرآن سن کر جنات کا ایمان لانے سے اہل مکہ کو ملامت کرنا کہ وہ قرآن سُن کر کیوں ایمان نہیں لاتے؟	۱۰۹
۷۵	جنات کا نماز فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننا	۱۱۰
۷۶	لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابن مسعود بھی تھے یا نہیں؟	۱۱۱
۷۷	لیلۃ الجن کی مختلف روایات میں تطبیق	۱۱۲
۷۸	جنات کے قول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہ	۱۱۳
۷۹	کافر جب ایمان لے آئے تو آیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت ہوگی یا بعض گناہوں کی؟	۱۱۴
۸۰	آیا اطاعت گزار جنات کو ثواب ہوگا یا نہیں؟	۱۱۴
۸۱	اللہ کی طرف دعوت دینے والی کی احادیث میں مثالیں	۱۱۵
۸۲	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل	۱۱۶
۸۳	اولوالعزم کا معنی	۱۱۷
۸۴	اولوالعزم رسولوں کے مصادیق	۱۱۸
۸۵	الاحقاف: ۳۵ منسوخ ہے یا نہیں؟	۱۲۰
۸۶	سورۃ الاحقاف کا خاتمہ	۱۲۱
	سورۃ محمد	۱۲۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۲۲
۲	سورۂ محمد کے متعلق احادیث	۱۲۲
۳	سورۂ محمد کے اغراض	۱۲۳
۴	الذين كفروا وصدّوا عن سبيل الله اضل اعمالهم (۱-۱۱)	۱۲۴
۵	اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار کے مصادیق	۱۲۵
۶	ایمان لانے کے بعد سابقہ گناہوں کے مٹانے اور گناہوں کے بدلے میں نیکیاں عطا کرنے کی تحقیق	۱۲۶
۷	اسم محمد کی تشریح اور تحقیق	۱۲۷
۸	نام محمد کے فضائل اور خصوصیات	۱۲۷
۹	آپ کا نام محمد ہونا آپ کے کمال مطلق ہونے کی دلیل ہے	۱۲۸
۱۰	نام محمد وصف اور علمیت کا جامع ہے اور ندا یا محمد	۱۳۰
۱۱	اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عظمتیں	۱۳۱
۱۲	جن کافروں کے متعلق جہاد کا حکم ہے ان کا مصداق	۱۳۳
۱۳	کفار کا خون بہانے کے بعد ان کو گرفتار کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۳۳
۱۴	جہاد کا حکم کب ختم ہوگا	۱۳۵
۱۵	اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات	۱۳۵
۱۶	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب	۱۳۶
۱۷	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات	۱۳۷
۱۸	شہداء اور صالحین کے لیے آخرت میں نعمتیں اور دخولِ جنت میں آسانیاں	۱۳۸
۱۹	اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے طریقے اور اللہ کا ان کی مدد فرمانا	۱۳۹
۲۰	''تعساً لهم'' کے معانی	۱۳۹
۲۱	کفار کے اعمال ضائع کرنے کی وجہ	۱۴۰
۲۲	سابقہ امتوں پر عذاب کی کیفیت اور اس زمانہ	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے کافروں کے عذاب کی کیفیت	۱۴۰
۲۳	ان اللہ یدخل الذین اٰمنوا (۱۹۔۱۲)	۱۴۱
۲۴	دنیا کی نعمتوں سے استفادہ میں مؤمن اور کافر کی نیت اور عمل کا فرق	۱۴۳
۲۵	مشرکین کے ظلم وستم پر آپ کو تسلی دینا	۱۴۴
۲۶	جنت میں انواع واقسام کے مشروبات	۱۴۵
۲۷	جنت میں دخول کے بعد مغفرت کے ذکر کی توجیہات	۱۴۵
۲۸	آخرت میں کفار کا عذاب	۱۴۶
۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سننے میں منافقین کی کیفیت	۱۴۶
۳۰	ھادی' ہدایت اور تقویٰ کے مصداق کے متعلق متعدد اقاویل	۱۴۷
۳۱	قیامت کی نشانیاں	۱۴۸
۳۲	آپ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عالم تھے پھر کیوں فرمایا: جان لیجئے	۱۴۹
۳۳	علم کی فضیلت اور علم کا عمل پر مقدم ہونا	۱۴۹
۳۴	"واستغفر لذنبک" پر آپ کی عصمت کی بناء پر اشکال	۱۵۰
۳۵	اشکال مذکور کا جواب علامہ قرطبی مالکی کی طرف سے	۱۵۰
۳۶	اشکال مذکور کا جواب امام رازی شافعی کی طرف سے	۱۵۱
۳۷	اشکال مذکور کا جواب علامہ آلوسی حنفی کی طرف سے	۱۵۱
۳۸	اشکال مذکور کا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے	۱۵۲
۳۹	ویقول الذین اٰمنوا لولا (۲۸۔۲۰)	۱۵۴
۴۰	قتال اور جہاد کی فرضیت سے مسلمانوں کا خوش ہونا اور منافقوں کا ناخوش ہونا	۱۵۶
۴۱	جہاد سے روگردانی پر منافقوں کے عذر کو رد کرنا	۱۵۶
۴۲	محمد: ۲۲ میں "ان تولیتم" کی دو تفسیریں	۱۵۷
۴۳	صلہ رحم کے متعلق احادیث	۱۵۸
۴۴	لعنت کی اقسام میں علامہ شامی کی تحقیق	۱۶۰
۴۵	لعنت کی اقسام میں مصنف کی تحقیق	۱۶۱
۴۶	یزید پر لعنت کرنے کی بحث اور اس مسئلے میں علامہ آلوسی کی رائے	۱۶۲
۴۷	لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے	۱۶۵
۴۸	لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے	۱۶۷
۴۹	یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف	۱۶۸
۵۰	نیک اعمال کو آخر عمر تک ملتوی کرنے کی مذمت	۱۶۸
۵۱	یہودی اور مشرکین کس چیز میں ایک دوسرے کے موافق تھے اور کس چیز میں مخالف تھے؟	۱۶۹
۵۲	بغیر ایمان کے نیک اعمال کا غیر مفید ہونا	۱۷۰
۵۳	اَم حسب الذین فی قلوبھم (۳۸۔۲۹)	۱۷۰
۵۴	اللہ تعالیٰ کا منافقین کے نفاق کا پردہ چاک فرمانا	۱۷۲
۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا یا نہیں؟	۱۷۳
۵۶	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا معنی	۱۷۵
۵۷	مسلمانوں کے اعمال ضائع ہونے کی توجیہات	۱۷۵
۵۸	نفلی عبادات کا شروع کرنے کے بعد واجب ہونا	۱۷۶
۵۹	جہاد کی ترغیب اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجوہ	۱۷۶
۶۰	جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور لھو ولعب کا فرق	۱۷۸
۶۱	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے اور مخلوق کے محتاج ہونے کی وضاحت	۱۷۹
۶۲	اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی جگہ کس قوم کو دے گا؟	۱۸۰
۶۳	سورۃ محمد کا اختتام	۱۸۰

Marfat.com

سورۃ الفتح

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۸۲
۲	سورۃ الفتح کی پہلی دو سورتوں سے مناسبت	۱۸۳
۳	صلح حدیبیہ کا تذکرہ	۱۸۳
۴	ذوالقعدہ میں عمرہ کے لیے روانہ ہونے اور حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے متعلق احادیث	۱۸۴
۵	صلح حدیبیہ کی باقی ماندہ شرائط	۱۸۹
۶	بیعتِ رضوان کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۱۹۰
۷	بیعتِ رضوان کے متعلق احادیث	۱۹۱
۸	بیعتِ رضوان کا مفصل واقعہ	۱۹۲
۹	بشارت کی تعیین سے پہلے عمرہ حدیبیہ کی توجیہ	۱۹۳
۱۰	سورۃ الفتح کا مقام نزول اور زمانہ نزول	۱۹۷
۱۱	سورۃ الفتح کے مسائل اور مقاصد	۱۹۷
۱۲	انا فتحنا لك فتحا مبینا (۱۰-۱)	۱۹۹
۱۳	(الفتح:۱) سے آیا فتح مکہ مراد ہے یا فتح حدیبیہ؟	۲۰۰
۱۴	آپ کی مغفرت کے حصول کا سبب فتح مکہ ہے یا فتح حدیبیہ یا فتح حجاب ہے	۲۰۱
۱۵	مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۰۳
۱۶	محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۰۶
۱۷	اعلیٰ حضرت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	۲۱۰
۱۸	''لیغفر لك الله'' کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان	۲۱۲
۱۹	عطاء بن ابی مسلم خراسانی	۲۱۳
۲۰	عطاء خراسانی نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو گناہ کی نسبت کی ہے اس کی تاویل کا باطل ہونا	۲۱۵
۲۱	مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی توجیہات	۲۱۷
۲۲	نسخ کی تحقیق	۲۲۲
۲۳	نسخ کا لغوی معنی	۲۲۲
۲۴	نسخ کی اصطلاحی تعریفات	۲۲۲
۲۵	الاحقاف:۹ کے الفتح:۲ سے منسوخ ہونے پر اعتراض اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا جواب	۲۲۳
۲۶	اعلیٰ حضرت کی عبارت پر خلافِ تحقیق ہونے کا الزام اور اس کا جواب	۲۲۴
۲۷	الاحقاف:۹ کے نسخ پر مولینا اویسی کی تحقیق	۲۲۴
۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرتِ کلی کے اعلان کا آپ کی عظیم خصوصیت ہونا	۲۲۵
۲۹	عشرہ مبشرہ اور اصحابِ بدر کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۷
۳۰	صاحب یٰسین کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۸
۳۱	اصحابِ حدیبیہ کی مغفرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	۲۲۹
۳۲	اعلیٰ حضرت' ان کے والد گرامی اور دیگر علماء اہل سنت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کو برقرار رکھنا	۲۳۰
۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کے ثبوت میں مزید احادیث	۲۳۲
۳۴	آثار صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان	۲۳۴
۳۵	اعلیٰ حضرت کے دونوں ترجموں میں محاکمہ	۲۳۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۶	''القرآن ذو وجوہ'' کا جواب	۲۳۶
۳۷	منافقوں اور مشرکوں کی ضرر رسانی اور ان کے عذاب کی نوعیت کا فرق	۲۳۷
۳۸	اللہ کے لشکر کا مصداق	۲۳۸
۳۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے اور ''وتعزروہ وتوقروہ'' کا معنی	۲۳۸
۴۰	''ید اللہ'' کی توجیہات اور ''بما عاھد علیہ اللہ'' میں ضمہ کے اشکال کا جواب	۲۳۹
۴۱	سیقول لك المخلفون من الاعراب (۱۱۔۱۷)	۲۴۰
۴۲	منافقوں کا عذر اور اس کا نامقبول ہونا	۲۴۲
۴۳	منافقوں کا بُرا گمان	۲۴۲
۴۴	منافقین کا غزوۂ خیبر میں شرکت کے لیے اصرار اور اللہ اور اس کے رسول کا منع فرمانا اور اس کی حکمتیں	۲۴۳
۴۵	سخت جنگجو قوم کے متعلق متعدد اقوال	۲۴۵
۴۶	حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اور امامت پر دلیل	۲۴۵
۴۷	مرتد کو قتل کرنے کا وجوب اور اس کو تین دن کی مہلت دینے پر دلائل	۲۴۶
۴۸	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادیٔ فکر کے خلاف ہے؟	۲۴۷
۴۹	کمزور اور معذور لوگوں کے لیے جہاد میں عدم شرکت کی رخصت	۲۴۸
۵۰	لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك (۱۸۔۲۶)	۲۴۸
۵۱	اصحابِ بیعتِ رضوان کی فضیلت	۲۵۰
۵۲	اس بات کی تحقیق کہ جس درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی آیا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا یا نہیں؟	۲۵۱
۵۳	بیعتِ رضوان والے درخت کے بھلا دیئے جانے کے ثبوت میں احادیث	۲۵۱
۵۴	بیعتِ رضوان والے درخت کے کٹوانے کے ثبوت میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل	۲۵۲
۵۵	درخت مذکور کے کٹوانے کے ثبوت میں پیش کردہ روایت کے رجال پر بحث ونظر	۲۵۳
۵۶	مذکورہ روایت کے مردود ہونے پر دیگر شواہد	۲۵۴
۵۷	مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا اثبات کرنے والے مفسرین	۲۵۵
۵۸	مذکورہ درخت کٹوانے کے واقعہ کا انکار کرنے والے مفسرین	۲۵۵
۵۹	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت اور ان سے حصولِ فیض کا جواز	۲۵۵
۶۰	حدیبیہ کے بعد غزوات میں اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں	۲۵۶
۶۱	اللہ تعالیٰ کا حدیبیہ میں کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنا	۲۵۷
۶۲	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک	۲۵۸
۶۳	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	۲۵۹
۶۴	اس اشکال کا جواب کہ آپ عمرہ حدیبیہ میں اپنے ساتھ اونٹ کیوں لے گئے تھے جب کہ عمرہ میں قربانی نہیں ہے؟	۲۵۹
۶۵	حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ دینے کی توجیہات	۲۶۱
۶۶	اللہ کی رحمت میں داخل کرنے کے دو محمل	۲۶۱
۶۷	فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کفار کے خلاف جہاد کرنے سے مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو پھر ان کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا	۲۶۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۸	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ایسی صورت میں اگر جہاد کرنا ناگزیر ہو تو جہاد کیا جائے گا ورنہ نہیں	۲۶۲
۶۹	فقہاء شافعیہ کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں دو قول ہیں	۲۶۲
۷۰	فقہاء احناف کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں کفار پر گولی چلانا اور گولہ باری کرنا جائز ہے	۲۶۳
۷۱	حمیت اور حمیت جاہلانہ کا معنی	۲۶۳
۷۲	''کلمة التقوىٰ'' کے متعلق متعدد اقوال	۲۶۳
۷۳	لقد صدق اللّٰه رسوله الرءیا (۲۹۔۲۸)	۲۶۴
۷۴	اللہ تعالیٰ کے ''انشاء اللّٰه'' فرمانے کی توجیہات	۲۶۵
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈانے اور بال کتروانے کے محمل	۲۶۶
۷۶	حدیبیہ میں وہ کون سی باتیں تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے؟	۲۶۷
۷۷	حدیبیہ کے بعد کون سی فتح حاصل ہوئی؟	۲۶۷
۷۸	دین اسلام کے غلبہ کے محامل	۲۶۷
۷۹	خلفاء راشدین کے فضائل	۲۶۸
۸۰	سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان	۲۶۹
۸۱	تورات اور انجیل میں صحابہ کی صفات	۲۶۹
۸۲	صحابہ کرام کے فضائل	۲۷۰
۸۳	سورۃ الفتح کا اختتام	۲۷۱
	سورۃ الحجرات	۲۷۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۷۲
۲	سورت الحجرات کے مسائل اور مقاصد	۲۷۲
۳	یا ایها الذین امنوا (۱۰۔۱)	۲۷۳
۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل پر اپنے قول اور فعل کو مقدم کرنے کی ممانعت	۲۷۵
۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے کی ممانعت	۲۷۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶	بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کے الگ الگ محمل	۲۷۶
۷	اپنی ضرورت اور آپ کی نعت کے کلمات کو آپ کے سامنے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز	۲۷۶
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھنے والے صحابہ	۲۷۸
۹	تقویٰ کو پرکھنے کا معنی	۲۷۸
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے نداء کرنے والوں کے مصادیق	۲۷۹
۱۱	ولید بن عقبہ کا جھوٹی خبر دینا	۲۸۰
۱۲	فاسق کی شہادت اور روایت کا شرعی حکم	۲۸۱
۱۳	مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے کے متعلق احادیث اور آثار	۲۸۲
۱۴	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا	۲۸۳
۱۵	حضرت معاویہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی سے جنگِ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	۲۸۴
۱۶	حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	۲۸۶
۱۷	حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ	۲۸۷
۱۸	جنگ جمل وقوع پذیر ہونے کی وجہ	۲۸۷
۱۹	حضرت علی کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے احترام کے متعلق احادیث اور آثار	۲۸۸
۲۰	جنگ جمل اور جنگ صفین کے متعلق حرفِ آخر	۲۸۹
۲۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین	۲۹۰
۲۲	حضرت عثمان کے قاتلین کا دنیا میں انجام	۲۹۱
۲۳	مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں	۲۹۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۴	یا ایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم (۱۸۔۱۱)	۲۹۲
۲۵	مذاق اڑانے کی ممانعت	۲۹۴
۲۶	ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور عیب سے متصف کرنے کی ممانعت	۲۹۵
۲۷	فاسق معلن کا فسق بیان کرنے کا جواز	۲۹۶
۲۸	ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارنے کی ممانعت	۲۹۶
۲۹	مسلمان کے متعلق بدگمانی کے حرام ہونے پر دلائل	۲۹۷
۳۰	ظن اور گمان بے جواز اور عدم جواز کے محمل	۲۹۸
۳۱	مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت	۲۹۹
۳۲	ملک کی داخلی اور خارجی استحکام کے لیے محکمۂ جاسوسی قائم کرنے کا جواز	۳۰۰
۳۳	غیبت کی تعریف اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینا	۳۰۰
۳۴	غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ	۳۰۱
۳۵	غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں	۳۰۲
۳۶	غیبت کا کفارہ	۳۰۲
۳۷	جن صورتوں میں پسِ پشت عیب بیان کرنا جائز ہے	۳۰۳
۳۸	استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب	۳۰۵
۳۹	اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل	۳۰۶
۴۰	اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم، عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو	۳۰۸
۴۱	الحجرات: ۱۴ کا شانِ نزول اور ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۰۹
۴۲	سورۃ الحجرات کا خاتمہ	۳۱۰

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ قٓ	۳۱۱
۱	سورت کا نام	۳۱۱
۲	سورۃ الحجرات کی اس سورت سے مناسبت	۳۱۱
۳	سورۃ قٓ کے متعلق احادیث	۳۱۱
۴	قٓ والقراٰن المجید (۱۵۔۱)	۳۱۲
۵	قٓ کے معانی	۳۱۳
۶	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو کفار کیوں بعید سمجھتے تھے	۳۱۴
۷	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کے اشکال کا جواب	۳۱۵
۸	مُردوں کے ذراتِ مختلط کے باہم ممیز ہونے پر دلیل	۳۱۵
۹	''امر مریج'' کا معنی	۳۱۶
۱۰	مردہ انسانوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل	۳۱۶
۱۱	''اصحاب الرس'' کے مصادیق	۳۱۸
۱۲	عاد کا معنی اور مصداق	۳۱۸
۱۳	ایکہ والوں کا مصداق	۳۱۸
۱۴	تبع کا معنی اور مصداق	۳۱۹
۱۵	پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تھکنے کا باطل ہونا	۳۱۹
۱۶	ولقد خلقنا الانسان (۲۹۔۱۶)	۳۲۰
۱۷	اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے قریب ہونے کا معنی	۳۲۱
۱۸	کراماً کاتبین کا صحیفۂ اعمال میں لکھنا	۳۲۲
۱۹	مرض اور سفر کی وجہ سے بندہ جو نیکیاں نہ کر سکے وہ بھی لکھی جاتی ہیں	۳۲۲
۲۰	صحیفۂ اعمال میں لکھی ہوئی نیکیوں کی برکات	۳۲۳
۲۱	موت کی سختیاں	۳۲۳
۲۲	آخرت میں چلانے والے اور گواہی دینے والے کا مصداق	۳۲۴

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۳	انسان کی دنیا میں غفلت اور آخرت میں اس کی نگاہ کا تیز ہونا	۳۲۴
۲۴	قیامت کے دن کافروں اور شیطان سے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام	۳۲۵
۲۵	یوم نقول لجھنم (۴۵_۳۰)	۳۲۶
۲۶	دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے متعلق احادیث	۳۲۸
۲۷	دوزخ میں اللہ کے قدم رکھنے کے محامل	۳۲۸
۲۸	دوزخ کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کر کے بغیر کسی جرم کے اس کو دوزخ میں ڈال دینا	۳۲۹
۲۹	اس حدیث پر اعتراض کا وارد ہونا	۳۳۰
۳۰	اس حدیث کی شرح علامہ ابن بطال سے	۳۳۰
۳۱	اس حدیث کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی سے	۳۳۰
۳۲	نئی مخلوق پیدا کر کے اس کو بلا جرم دوزخ میں ڈالنے کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۳۲
۳۳	زیر بحث حدیث کے متعلق دیگر شارحین کی آراء	۳۳۳
۳۴	''اوّاب'' کا معنی	۳۳۵
۳۵	''حفیظ'' کا معنی	۳۳۵
۳۶	اہل جنت کے لیے غیر مترقبہ نعمتیں	۳۳۶
۳۷	متقین کے لیے غیر مترقبہ نعمتوں کے علاوہ خصوصی مزید انعام	۳۳۶
۳۸	''نقبوا'' اور ''لغوب'' کا معنی اور عقل کا محل	۳۳۸
۳۹	قٓ:۳۹ کا سبب نزول	۳۳۹
۴۰	فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی خاص اہمیت	۳۳۹
۴۱	مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز سنت پڑھنے کی تحقیق	۳۳۹
۴۲	رات کو اٹھ کر تسبیح پڑھنے کے محامل	۳۴۱
۴۳	تسبیح پڑھنے کا اجر وثواب	۳۴۱
۴۴	آیا سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کا اجر وثواب زیادہ ہے یا سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' پڑھنے کا؟	۳۴۲
۴۵	علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کے نزدیک اذکارِ ماثورہ کے اجر وثواب کی بشارت صرف نیکوکاروں کے لیے ہے بدکاروں کے لیے نہیں ہے	۳۴۳
۴۶	علامہ ابن حجر اور علامہ ابن بطال کی رائے پر مصنف کا تبصرہ	۳۴۳
۴۷	''لا الہ الا اللہ'' اور ''سبحان اللہ'' پڑھنے کا اجر وثواب میں ایک اور فرق	۳۴۴
۴۸	''ادبار السجود'' کے محامل	۳۴۴
۴۹	دوسرے صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کے زندہ ہونے کی کیفیت	۳۴۵
۵۰	قبروں سے باہر نکلنے کی کیفیت	۳۴۵
۵۱	گناہ گاروں کے حشر کی کیفیت	۳۴۶
۵۲	بندہ کا جن گناہوں پر خاتمہ ہوا ان ہی گناہوں میں قیامت کے دن اس کو اٹھایا جانا	۳۴۷
۵۳	بندوں کا جن اعمال پر خاتمہ ہوا ان ہی اعمال پر ان کو اٹھائے جانے کے متعلق احادیث	۳۴۹
۵۴	آیاتِ حشر میں بہ ظاہر تعارض	۳۵۰
۵۵	آیاتِ حشر میں تعارض کا جواب	۳۵۱
۵۶	جبر کا معنی	۳۵۳
۵۷	سورۃ قٓ کا اختتام	۳۵۳
	سورۃ الذّٰریٰت	۳۵۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵۵
۲	سورۃ قٓ اور سورۃ الذّٰریٰت کی باہمی مناسبت	۳۵۵
۳	سورۃ الذّٰریٰت کے مشمولات	۳۵۵
۴	والذّٰریٰت ذروًا (۲۳_۱)	۳۵۷
۵	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۸
۶	''ذات الحبک'' کے معانی	۳۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے متعلق کفارِ مکہ کے مختلف اقوال	۳۶۰
۸	ازل میں کفار کو ایمان سے پھیر دینے کی توجیہ	۳۶۰
۹	''الخراصون'' کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے دعائیہ کلام کی توجیہ	۳۶۰
۱۰	کفار اور مشرکین کے استہزاء کی سزا	۳۶۱
۱۱	متقین کے آخرت میں احوال	۳۶۱
۱۲	رات کو کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے کی فضیلت	۳۶۲
۱۳	رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ طریقہ	۳۶۳
۱۴	سحر کے وقت مغفرت طلب کرنے کی فضیلت	۳۶۳
۱۵	صبح تک سونے والے کی مذمت میں احادیث	۳۶۴
۱۶	رات بھر سونے والے کے کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کی توجیہات	۳۶۴
۱۷	طلب مغفرت کے لیے وقت سحر کی خصوصیت	۳۶۵
۱۸	سحر کے وقت استغفار کے متعلق احادیث اور آثار	۳۶۶
۱۹	استغفار کے کلمات اور استغفار کی فضیلت	۳۶۷
۲۰	تہائی رات کے مستجاب وقت میں دعا قبول نہ ہونے کی وجوہ	۳۶۸
۲۱	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت	۳۶۸
۲۲	زکوٰۃ اور صدقات کی تعریفات	۳۶۹
۲۳	سائل اور محروم کی تعبیرات	۳۶۹
۲۴	اسلام میں سوال کرنے کی شرعی حیثیت	۳۷۱
۲۵	سوال نہ کرنے کے متعلق احادیث	۳۷۱
۲۶	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا معیار	۳۷۲
۲۷	موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۳۷۳
۲۸	انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	۳۷۴
۲۹	عالم کبیر کی نشانیوں کے مقابلے میں عالم صغیر کی نشانیاں	۳۷۵
۳۰	آسمان میں مخلوق کے رزق کی تفسیریں	۳۷۵
۳۱	اللہ تعالیٰ کی خبر کے برحق ہونے کو انسان کے کلام کے برحق ہونے سے تشبیہ کی وجوہ	۳۷۶
۳۲	هل اتك حديث ضيف ابراهيم (۳۰-۲۴)	۳۷۷
۳۳	حضرت ابراہیم کے پاس فرشتوں کا مہمان ہونا	۳۷۷
۳۴	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۷۸
۳۵	قال فما خطبكم ايها المرسلون (۴۶-۳۱)	۳۷۹
۳۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ	۳۸۰
۳۷	ایمان اور اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۸۱
۳۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۲
۳۹	قوم عاد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۲
۴۰	قوم ثمود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۸۳
۴۱	انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی نشان دہی	۳۸۳
۴۲	والسماء بنينها بايد (۶۰-۴۷)	۳۸۴
۴۳	''اید'' کا معنی	۳۸۵
۴۴	آسمان کی بناء کو متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت	۳۸۵
۴۵	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا اور اس کا کوئی جوڑا نہیں	۳۸۶
۴۶	اللہ کی طرف بھاگنے کے محامل	۳۸۷
۴۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۸۷
۴۸	کفار کو تبلیغ کرنے سے منع کرنے کی توجیہ	۳۸۸
۴۹	مؤمنین کے لیے آپ کی بار بار نصیحت کا مفید ہونا	۳۸۸
۵۰	''الا لیعبدون'' کے معانی اور محامل	۳۸۹
۵۱	حدیث ''کنت کنزًا مخفیًا'' کی تحقیق	۳۹۰
۵۲	''الا لیعبدون'' کے بقیہ معانی اور محامل	۳۹۲
۵۳	جب جنات اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو ان میں سے اکثر کے عبادت نہ	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کی توجیہ	٣٩٣
٥٤	جنات اور انسانوں کی وجہِ تخلیق بیان کی گئی ہے' باقی کائنات کی وجہِ تخلیق کیوں نہیں بیان کی گئی	٣٩٣
٥٥	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے میں فقہاء اسلام کے مذاہب	٣٩٣
٥٦	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	٣٩٤
٥٧	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے ثبوت میں معتزلہ کے دلائل	٣٩٤
٥٨	شیخ ابن تیمیہ اور معتزلہ کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	٣٩٥
٥٩	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہ ہونے پر امام رازی کے دلائل	٣٩٥
٦٠	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہ ہونے پر علامہ تفتازانی کے دلائل	٣٩٦
٦١	اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہونے کے متعلق شارحینِ حدیث کا نظریہ	٣٩٨
٦٢	اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں	٣٩٨
٦٣	"رزق" کے معانی	٣٩٩
٦٤	قوت کے معانی	٤٠١
٦٥	"متین" کا معنی	٤٠٢
٦٦	"ذنوب" کا معنی	٤٠٢
٦٧	"ذَنب" اور "ذَنَب" کا لفظی اور معنوی فرق	٤٠٢
٦٨	معصیت کا سبب دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے	٤٠٤
٦٩	سورۃ الذّٰریٰت کا اختتام	٤٠٤
	سورۃ الطور	٤٠٥
١	سورت کا نام	٤٠٥
٢	سورۃ الطور اور سورۃ الذّٰریٰت میں مناسبت	٤٠٥
٣	سورۃ الطور کے متعلق احادیث	٤٠٥
٤	سورۃ الطور کے مشمولات	٤٠٦
٥	والطور و کتب مسطور (١-٢٨)	٤٠٧
٦	"الطور" کا معنی اور مصداق	٤٠٨
٧	"کتاب مسطور" کے معانی اور مصادیق	٤٠٩
٨	"رق" کے معانی اور مصادیق میں اربابِ لغت کی تصریحات	٤١٠
٩	"رَق" کے معانی اور مصادیق میں مفسرین کی تصریحات	٤١١
١٠	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید حضور کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا اس لیے اس کا وجود مشکوک ہے	٤١٢
١١	عیسائیوں کی موجودہ "انجیل" کا وجود خود مشکوک ہے	٤١٣
١٢	اناجیلِ اربعہ کی اصلیت	٤١٣
١٣	انجیل متی' لوقا' مرقس	٤١٣
١٤	انجیلِ یوحنا مستند نہیں' اس کے دلائل	٤١٤
١٥	پہلی دلیل	٤١٤
١٦	دوسری دلیل	٤١٤
١٧	تیسری دلیل	٤١٥
١٨	چوتھی دلیل	٤١٥
١٩	پانچویں دلیل	٤١٦
٢٠	چھٹی دلیل	٤١٦
٢١	ساتویں دلیل	٤١٦
٢٢	آٹھویں دلیل	٤١٦
٢٣	نویں دلیل	٤١٦
٢٤	خطوط و مشاہدات	٤١٧
٢٥	کتب مقدسہ کی حیثیت قوانین و انتظامات کی سی ہے	٤٢٠

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	قرآن مجید کی جمع و ترتیب پر عیسائیوں کے اعتراض کا جواب	۴۲۱
۲۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا	۴۲۲
۲۸	صحابہ کرام کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ ہو چکا تھا	۴۲۳
۲۹	حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عہدِ رسالت میں صرف چار صحابہ کے حافظِ قرآن ہونے کا ذکر کیا ہے اس کا جواب	۴۲۴
۳۰	حافظ عسقلانی کے تتبع سے ان صحابہ کی تعداد کا بیان جن کو عہدِ رسالت میں مکمل اور مترتب قرآن مجید حفظ تھا	۴۲۵
۳۱	حضرت انس کی حدیث کے مزید جوابات اور عہد رسالت میں مزید حفاظِ قرآن کا ذکر	۴۲۷
۳۲	حضرت انس کی حدیث کے حافظ عینی کی طرف سے جوابات	۴۲۸
۳۳	حافظ عینی کے تتبع سے عہد رسالت میں حفاظِ قرآن کی تعداد	۴۲۸
۳۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات سے پہلے حفظِ قرآن پر مزید احادیث اور صحابہ کے لیے بھی	۴۲۹
۳۵	وفات سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکمل قرآن مجید کا لکھا ہوا ہونا	۴۳۰
۳۶	مذکور الصدر احادیث کی وضاحت	۴۳۱
۳۷	حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کو ایک مصحف اور ایک جلد میں جمع کرنا	۴۳۱
۳۸	اس حدیث کے راوی عبید بن السباق کی توثیق	۴۳۲
۳۹	التوبہ: ۱۲۸ کا صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملنا کیا تواتر کی شرط کے خلاف نہیں ہے؟	۴۳۲
۴۰	حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	۴۳۳
۴۱	حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں صرف لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھنا اور باقی نسخوں کو جلا دینا	۴۳۴
۴۲	بقیہ مصاحف کو جلانے کی توجیہ	۴۳۴
۴۳	جمع قرآن کے متعلق حرفِ آخر	۴۳۵
۴۴	''البیت المعمور'' کا معنی اور اس کی تاریخ	۴۳۵
۴۵	''البیت المعمور'' کے مصداق اور اس کے مقام کے متعلق احادیث' آثار اور مفسرین کے اقوال	۴۳۶
۴۶	''البحر المسجور'' کے معنی اور مصداق میں اقوالِ مفسرین	۴۳۷
۴۷	عذاب کی وعید پورا کرنے پر دلائل	۴۳۸
۴۸	قیامت کی کیفیات	۴۳۹
۴۹	کفار کے عذاب کے احوال	۴۴۰
۵۰	متقین کے درجات	۴۴۱
۵۱	کافروں کی جزاء اور مؤمنوں کی جزاء میں امام رازی کی نکتہ آفرینی	۴۴۲
۵۲	امام رازی کی نکتہ آفرینی پر مصنف کا تبصرہ	۴۴۳
۵۳	مؤمنوں کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کو جنت میں داخل کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور اقوال تابعین	۴۴۴
۵۴	مؤمنوں کی بالغ اور کافر اولاد ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو گی	۴۴۵
۵۵	اولاد پر شفقت کرنے کی ترغیب	۴۴۶
۵۶	دنیا کا دارالاسباب اور آخرت کا دارالمسببات ہونا	۴۴۶
۵۷	نابالغ اولاد کا بھی اپنے مسلمان ماں باپ کو جنت میں لے جانا اور کسی شخص کو اس کے غیر کے عمل سے فائدہ پہنچنا	۴۴۷

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۸	جنت کے پھلوں اور گوشت کی صفات	۴۴۸
۵۹	اہل جنت کے مخمور ہونے کی کیفیات	۴۴۸
۶۰	غلمان کی صفات اور ان کے مصادیق	۴۴۹
۶۱	اہل جنت کا باہمی مکالمہ	۴۵۰
۶۲	فذکر فما انت بنعمت ربك بکاھن ولا مجنون (۲۹_۴۹)	۴۵۱
۶۳	آپ کو کاہن اور مجنون کہنے کا رد	۴۵۳
۶۴	''ریب المنون'' کا معنی اور آپ کو شاعر کہنے کی توجیہ	۴۵۳
۶۵	کافروں کو آپ کی موت کا انتظار کرنے کا حکم دینے کی توجیہ	۴۵۴
۶۶	''احلام'' کا لغوی اور عرفی معنی	۴۵۴
۶۷	علامہ قرطبی کی یہ تحقیق کہ کفار کی عقلیں نہیں ہیں اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۴۵۵
۶۸	کفار کے ہذیان کا محرک ان کی عقل ہے یا ان کی سرکشی	۴۵۶
۶۹	''تقول'' کا معنی	۴۵۶
۷۰	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات ہیں	۴۵۶
۷۱	اللہ کی اطاعت اور عبادت نہ کرنے پر مشرکین کو ملامت	۴۵۸
۷۲	اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے محامل	۴۵۸
۷۳	''المسیطر'' کا معنی	۴۵۹
۷۴	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کو ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے	۴۵۹
۷۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مادی اجر کے سوال کی نفی کی ہے	۴۶۰
۷۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت	۴۶۱
۷۷	کفار مکہ کے مطلوبہ معجزات محض ضد بازی اور کٹ حجتی کے لیے تھے	۴۶۱
۷۸	کفار کو ان کے حال پر چھوڑنے کے حکم کی توجیہ	۴۶۲
۷۹	کس علم کا حصول فرضِ عین ہے اور کس علم کا حصول فرضِ کفایہ ہے؟	۴۶۳
۸۰	قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے عذابِ قبر کا ثبوت	۴۶۳
۸۱	شیطان کا قبر میں آ کر مؤمنوں کو بہکانا	۴۶۴
۸۲	عذابِ قبر کے اسباب	۴۶۵
۸۳	جن صورتوں میں عذابِ قبر سے نجات ملتی ہے	۴۶۶
۸۴	کسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرنا	۴۶۷
۸۵	نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت سنت کی تحقیق	۴۶۸
۸۶	سورۃ الطور کا اختتام	۴۶۹
	سورۃ النجم	۴۷۰
۱	سورت کا نام	۴۷۰
۲	سورۃ النجم کے متعلق احادیث اور ان کی شرح	۴۷۰
۳	سورۃ النجم کے اہداف اور اغراض	۴۷۲
۴	والنجم اذا ھویٰ (۱_۲۵)	۴۷۳
۵	''نجم'' کے معانی	۴۷۴
۶	''النجم'' کے معانی اور محامل میں مفسرین کے اقوال	۴۷۵
۷	''النجم'' کی تفسیر میں مرغوب اور پسندیدہ اقوال اور ان کی توجیہات اور نکات	۴۷۶
۸	ضلال کے متعدد معانی	۴۷۷
۹	انبیاء علیہم السلام کی طرف ضلال کی نسبت کرنے کے معانی اور محامل	۴۷۸
۱۰	ایک اور اعتبار سے ضلال کے معانی	۴۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	اللہ کی طرف اضلال کی نسبت کرنے کے دو معنی	۴۷۹
۱۲	ضلال کی دو آیتوں میں تعارض کا جواب	۴۸۰
۱۳	''صاحب'' کے معنی	۴۸۰
۱۴	''غویٰ'' کے معنی	۴۸۱
۱۵	''ھویٰ'' کے معنی	۴۸۲
۱۶	آیاتِ سابقہ سے ارتباط	۴۸۲
۱۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق	۴۸۳
۱۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء	۴۸۳
۱۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ	۴۸۵
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاء اجتہادی میں مصنف کی تحقیق	۴۸۵
۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث	۴۸۵
۲۲	حضرت جبریل کی شدید قوت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو دوبار دیکھنا	۴۸۷
۲۳	''دنا فتدلّٰی'' کی ضمیروں کے مرجع کے متعلق مفسرین کے اقوال	۴۸۸
۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے قریب ہونے کے محمل کے متعلق محدثین اور مفسرین کی تصریحات	۴۸۹
۲۵	''فکان قاب قوسین'' کا معنی قریب ہونے والے کے مصداق میں مفسرین کا اختلاف اور قولِ مختار کا تعین	۴۹۱
۲۶	''قاب قوسین'' سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہے	۴۹۲
۲۷	اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہونے پر قرآن مجید کی آیات	۴۹۲
۲۸	''فکان قاب قوسین او ادنٰی'' کی ایک تمثیل سے وضاحت	۴۹۵
۲۹	''فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۴۹۵
۳۰	شب معراج آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا قلب سے؟ اس مسئلہ میں متعدد اقوال قولِ مختار	۴۹۶
۳۱	سدرۃ المنتہٰی کی تعریف' اس کے متعلق احادیث اور وجہ تسمیہ میں اقوال	۴۹۹
۳۲	''جنت الماویٰ'' کی تعریف میں متعدد اقوال	۵۰۰
۳۳	سدرہ کو ڈھانپنے والی چیزوں میں متعدد اقوال	۵۰۰
۳۴	شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر ایک دلیل	۵۰۱
۳۵	جن نشانیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا	۵۰۲
۳۶	شب معراج کی نشانیاں دیکھنے سے امام رازی کا یہ استدلال کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا	۵۰۳
۳۷	امام رازی کے استدلال پر علامہ اسماعیل حقی کا تبصرہ	۵۰۳
۳۸	امام رازی کے استدلال پر مصنف کا تبصرہ	۵۰۳
۳۹	دیدارِ الٰہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات	۵۰۴
۴۰	جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا	۵۰۶
۴۱	رؤیت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۵۰۷
۴۲	منکرینِ رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	۵۰۷
۴۳	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۰۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث	۵۱۰
۴۵	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات	۵۱۱
۴۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکارِ رؤیت کے جوابات	۵۱۲
۴۷	بتوں کی پرستش کا ابطال اور توحید کا استحقاق	۵۱۳
۴۸	لات‘ عزیٰ اور منات کی تحقیق	۵۱۳
۴۹	بت پرستوں کی ظالمانہ تقسیم	۵۱۴
۵۰	مشرکین کے ظن کا باطل ہونا اور مجتہدین کے ظن کا صحیح ہونا	۵۱۴
۵۱	مشرکین کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وضاحت	۵۱۵
۵۲	کفار کی تمناؤں کا پورا نہ ہونا اور دنیا اور آخرت میں ان کا خائب وخاسر ہونا	۵۱۵
۵۳	وکم من ملک فی السموات (۳۲_۲۶)	۵۱۵
۵۴	کفار کے لیے فرشتوں کی شفاعت نہ کرنے کی توجیہ	۵۱۷
۵۵	فرشتوں اور بتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	۵۱۷
۵۶	تصدیق کی اقسام اور کفار کے باطل عقائد پر ظن کے اطلاق کی توجیہ	۵۱۸
۵۷	جو لوگ کسی بھی طریقے سے اصلاح کو قبول نہ کریں ان کا آخری حل ان کے خلاف جہاد ہے	۵۱۹
۵۸	کفار کی بدعقیدگی کو ان کا مبلغ علم قرار دینے کی توجیہ	۵۲۰
۵۹	''اللمم'' کا معنی	۵۲۱
۶۰	''اللمم'' کے متعلق احادیث	۵۲۱
۶۱	''اللمم'' کی تعریف میں صحابہ اور تابعین کے اقوال	۵۲۳
۶۲	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفات اور اس سلسلے میں احادیث	۵۲۳
۶۳	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی توجیہ	۵۲۴
۶۴	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے متعلق احادیث	۵۲۵
۶۵	خودستائی کی ممانعت	۵۲۶
۶۶	افریت الذی تولّٰی (۶۲_۳۲)	۵۲۶
۶۷	النجم: ۳۵_۳۳ کے شانِ نزول کے متعلق اقوال	۵۲۸
۶۸	مشرکین پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی تقریر	۵۲۹
۶۹	''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' اس پر ایک اور سوال	۵۳۰
۷۰	'کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات	۵۳۱
۷۱	ایصالِ ثواب کے عدم جواز پر معتزلہ کا استدلال اور اہل سنت کے جوابات	۵۳۲
۷۲	حنبلی مفسرین کے جوابات	۵۳۲
۷۳	شافعی مفسرین کے جوابات	۵۳۳
۷۴	مالکی مفسرین کے جوابات	۵۳۴
۷۵	حنفی مفسرین کے جوابات	۵۳۵
۷۶	ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث	۵۳۵
۷۷	حضرت علی کی حضور کی طرف سے قربانی کی حدیث کی سند کی تحقیق	۵۳۷
۷۸	حضرت سعد بن عبادہ کی سند کی تحقیق	۵۳۸
۷۹	ایصالِ ثواب کے متعلق بعض دیگر احادیث	۵۳۹
۸۰	ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ کی تصریحات	۵۴۰
۸۱	فقہاء احناف میں سے علامہ شامی کی ایصالِ ثواب کے متعلق تصریحات	۵۴۱
۸۲	ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء حنبلیہ میں سے علامہ ابن قدامہ کی تصریحات	۵۴۲
۸۳	شیخ ابن تیمیہ کے قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر دلائل	۵۴۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸۴	شیخ ابن تیمیہ کے سننِ متواترہ سے مالی صدقات اور عباداتِ بدنیہ کے ایصالِ ثواب پر دلائل	۵۴۴
۸۵	شیخ ابن تیمیہ کے تلاوتِ قرآن سے ایصالِ ثواب پر دلائل	۵۴۷
۸۶	علماء غیر مقلدین میں سے شیخ ابن قیم جوزیہ کی ایصالِ ثواب پر تصریحات	۵۴۹
۸۷	حیلہ اسقاط کا بیان	۵۴۹
۸۸	ایصالِ ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن بھوپالی کی تصریحات	۵۵۰
۸۹	ایصالِ ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین میں نواب وحید الزمان حیدر آبادی کی تصریحات	۵۵۱
۹۰	ایصالِ ثواب کے لیے انعقادِ محفل اور عرفی تعیین یوم پر دلائل	۵۵۱
۹۱	ایصالِ ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ	۵۵۳
۹۲	ملتان: اعظم طارق کی برسی کے اجتماع میں دھماکا' ۱۴ جاں بحق	۵۵۴
۹۳	مولانا اعظم طارق کی برسی پر کالعدم ملت اسلامیہ کا اجتماع ختم ہوتے ہی زوردار دھماکے سے افراتفری پھیل گئی	۵۵۴
۹۴	مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے لیے ایصالِ ثواب کا اعلان	۵۵۴
۹۵	مفتی جمیل اور مولانا نذیر کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی آج ہوگی	۵۵۴
۹۶	بنوری ٹاؤن میں مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی	۵۵۴
۹۷	مفتی جمیل اور نذیر تونسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوری ٹاؤن میں قرآن خوانی	۵۵۴
۹۸	ایصالِ ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ	۵۵۴
۹۹	قرآن خوانی کی اجرت لینے کی توجیہات	۵۵۶
۱۰۰	ایصالِ ثواب کے ثبوت پر برطانیہ سے موصول ہونے والے اعتراضات کے جوابات	۵۵۷
۱۰۱	اس کا جواب کہ دوسرے کے عمل کے کام آنے کا ثبوت کہاں ہے؟	۵۵۷
۱۰۲	اس کا جواب کہ زندہ کے لیے ایصالِ ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟	۵۵۷
۱۰۳	اس کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایصالِ ثواب کا کہاں ثبوت ہے؟	۵۵۸
۱۰۴	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں دوسرے کے لیے دعا کے ثبوت سے ایصالِ ثواب کا ثبوت لازم نہیں آیا	۵۵۹
۱۰۵	اس کا جواب کہ ایصالِ ثواب کے کھانے سے اغنیاء کیوں کھاتے ہیں؟	۵۶۰
۱۰۶	اس کا جواب کہ قرآن اور حدیث میں بندوں کے اعمال میں دوسروں کے ہدیہ کیے ہوئے اعمال کا کیوں ذکر نہیں ہے؟	۵۶۰
۱۰۷	اس کا جواب کہ حضرت سعد نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا اس لیے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۱
۱۰۸	اس کا جواب کہ میت کی نذر پوری کرنا وارثوں پر لازم ہے' اس لیے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۲
۱۰۹	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے جس میں حضور کی طرف سے حضرت علی کی قربانی کرنے کا ذکر ہے	۵۶۲
۱۱۰	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی طرف سے قربانی دینا گھر کے سربراہ کی مثل ہے یہ ایصالِ ثواب کی دلیل نہیں ہے	۵۶۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۱۱	اس کا جواب کہ حضرت سعد بن عبادہ کی حدیث مرسل ہے اس لیے حجت نہیں	۵۶۳
۱۱۲	کیا حضرت حسن بصری فی الواقع مدلس تھے؟	۵۶۳
۱۱۳	تدلیس کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۵۶۵
۱۱۴	حضرت حسن بصری کے مدلس نہ ہونے پر دلائل	۵۶۶
۱۱۵	قیامت کے دن انسان کے گزشتہ اعمال دکھانے کی توجیہ	۵۶۷
۱۱۶	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلیل	۵۶۸
۱۱۷	اللہ تعالیٰ کے ہنسانے اور رُلانے کی توجیہات	۵۶۹
۱۱۸	موت اور حیات کی مختلف تعبیریں	۵۶۹
۱۱۹	''اقنٰی'' کا معنی	۵۷۰
۱۲۰	''شعریٰ'' کا معنی اور مصداق	۵۷۰
۱۲۱	سابقہ امتوں میں سے مکذبین پر عذاب نازل فرمانا	۵۷۱
۱۲۲	سورۃ النجم کا اختتام	۵۷۳
	سورۃ القمر	
۱	سورت کا نام	۵۷۴
۲	سورۃ القمر کا زمانۂ نزول	۵۷۴
۳	شق القمر کے متعلق احادیث	۵۷۴
۴	واقعۂ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	۵۷۶
۵	اقتربت الساعۃ وانشق القمر (۱-۲۲)	۵۷۸
۶	قیامت کے قریب آنے کے متعلق احادیث	۵۷۹
۷	مشرکینِ مکہ کا چاند کے دو ٹکڑوں کا دیکھ لینا	۵۸۰
۸	ہر شخص کا انجام اس کے اعمال کے اعتبار سے ہے	۵۸۰
۹	حکمتِ بالغہ کے محامل	۵۸۰
۱۰	بلانے والے کے مصادیق اور ناگوار چیز کے محامل	۵۸۱
۱۱	قبر سے نکلنے والوں کی دو حالتیں	۵۸۱
۱۲	''مہطعین'' کا معنی	۵۸۲
۱۳	حضرت نوح کو ہمارا بندہ کہنے اور تکذیب کا ذکر مکرر کرنے کی وجہ	۵۸۳
۱۴	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے آپ کو مغلوب فرمانے کی توجیہ	۵۸۳
۱۵	طوفان اور کشتی کی بناوٹ کی کیفیت	۵۸۴
۱۶	اللہ تعالیٰ کی صفات میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف	۵۸۴
۱۷	قرآن مجید کے آسان ہونے کے محامل	۵۸۵
۱۸	ھود کی قوم کے بجائے عاد کا ذکر کرنے کی وجہ	۵۸۶
۱۹	عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنا	۵۸۶
۲۰	معین دنوں کے منحوس یا مبارک ہونے کی تحقیق	۵۸۶
۲۱	رحمت کا غضب پر غالب ہونا	۵۸۷
۲۲	کذبت ثمود بالنذر (۲۳-۴۰)	۵۸۸
۲۳	دنیا میں فقر اور تونگری حق اور باطل کا معیار نہیں	۵۸۹
۲۴	ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت	۵۹۰
۲۵	ثمود اور اونٹنی کے درمیان پانی کی تقسیم	۵۹۱
۲۶	ثمود کا اونٹنی کو ذبح کرنا	۵۹۱
۲۷	ثمود پر عذاب کی کیفیت	۵۹۲
۲۸	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ	۵۹۲
۲۹	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	۵۹۳
۳۰	ولقد جآء آل فرعون النذر (۴۱-۵۵)	۵۹۴
۳۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر قصہ	۵۹۵
۳۲	جنگ بدر میں کفار کی شکست کی خبر	۵۹۵
۳۳	جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی دعا	۵۹۶
۳۴	مسئلہ تقدیر	۵۹۷
۳۵	تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال	۵۹۷
۳۶	تقدیر کے متعلق احادیث	۵۹۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	''مقعد صدق'' کی تفسیر	۵۹۹
۳۸	سورۃ القمر کا اختتام	۶۰۰
	سورۃ الرحمٰن	۶۰۱
۱	سورت کا نام	۶۰۱
۲	سورۃ الرحمٰن کے متعلق احادیث	۶۰۱
۳	سورۃ الرحمٰن کے مشمولات	۶۰۲
۴	الرحمٰن ○ علم القرآن (۱_۲۵)	۶۰۳
۵	رحمٰن کا معنی اور اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا	۶۰۴
۶	رحمٰن نے جس کو قرآن کی تعلیم دی اس کے محامل	۶۰۵
۷	''انسان'' اور ''بیان'' کے محامل	۶۰۵
۸	سورج اور چاند کے حساب سے چلنے میں مفسرین کے اقوال	۶۰۶
۹	''النجم'' سے مراد بیلیں ہیں یا ستارے اور ان کے سجدہ کرنے کی توجیہ	۶۰۶
۱۰	میزان کے متعلق مفسرین کے اقوال	۶۰۷
۱۱	طغیان کا معنی	۶۰۷
۱۲	وزن صحیح کرنے کے حکم کی تکرار کی توجیہ	۶۰۷
۱۳	اعمال اور ان کی کیفیات کے وزن پر ایک اشکال کا جواب	۶۰۸
۱۴	''الانام' الاکمام' الحب' العصف'' اور ''الریحان'' کے معانی	۶۰۹
۱۵	''فبای آلاء ربکما تکذبن'' کے مخاطبین	۶۰۹
۱۶	''آلاء'' کا معنی اور ''الاء'' اور ''النعماء'' کا فرق	۶۰۹
۱۷	ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق اور ان کی تفاصیل	۶۱۰
۱۸	''الآلاء'' اور ''النعماء'' دونوں مترادف ہیں اور ان میں ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق کرنا صحیح نہیں	۶۱۱
۱۹	''فبای آلاء ربکما تکذبن'' کو اکتیس بار مکرر ذکر کرنے میں کوئی حکمت ہے یا نہیں؟	۶۱۲
۲۰	انسان اور جنت کی تخلیق کے اعتبار سے ان پر نعمت	۶۱۴
۲۱	دو مشرق اور دو مغرب بنانے میں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۵
۲۲	دو سمندروں کو ملانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۵
۲۳	موتی اور مونگے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۶
۲۴	سطحِ سمندر پر جہاز چلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	۶۱۶
۲۵	کل من علیها فان (۴۵_۲۶)	۶۱۷
۲۶	تمام روئے زمین والوں کے ہلاک ہونے میں انسانوں کے لیے نعمت	۶۱۸
۲۷	ہر روز نئی شان میں ہونے کے ضمن میں اللہ کی نعمتیں	۶۱۹
۲۸	''کل یوم ھو فی شان'' کے مسئلہ تقدیر سے تعارض کا جواب	۶۱۹
۲۹	جن وانس کا حساب لینے اور ان کو جزاء دینے میں اللہ کی نعمتیں	۶۲۰
۳۰	پیشگی احوالِ قیامت بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۶۲۱
۳۱	''شواظ'' اور ''نحاس'' کے معنی	۶۲۲
۳۲	آسمان کے پھٹنے اور اس کے سرخ ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور ''وردة'' اور ''دھان'' کے معنی	۶۲۳
۳۳	گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہ کرنے کا ایک آیت سے تعارض اور اس کے جوابات	۶۲۳
۳۴	روزِ قیامت کی ہولناکیاں	۶۲۴
۳۵	جہنم میں کفار کے گھومنے کی کیفیت	۶۲۵
۳۶	ولمن خاف مقام ربه جنتٰن (۷۸_۴۶)	۶۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	"ولمن خاف مقام ربه" کا شانِ نزول اور اس بشارت کا ہر مومن کے لیے عام ہونا	۶۲۸
۳۸	دو جنتوں کے مصداق میں احادیث و آثار	۶۲۸
۳۹	زیرِ تفسیر آیت کے شانِ نزول میں ایک ضعیف روایت	۶۲۹
۴۰	اللہ سے نہ ڈرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ	۶۳۰
۴۱	خوفِ خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں عطا فرمانا	۶۳۰
۴۲	"ذواتا افنان" کا معنی	۶۳۲
۴۳	جنت کے چشموں کی کیفیت	۶۳۲
۴۴	جنت کے بستروں اور پھلوں کی کیفیت	۶۳۳
۴۵	انسان عورتوں کے ساتھ جنات کے جماع کرنے کے جواز میں مذاہب	۶۳۳
۴۶	جنات کے جنت میں داخل ہونے کے متعلق مذاہبِ فقہاء	۶۳۴
۴۷	جنت کی حوروں کا حسن و جمال	۶۳۶
۴۸	نیکی اور اس کی جزاء کی تفسیر میں احادیث اور آثار	۶۳۶
۴۹	دو مزید جنتوں کی نعمت	۶۳۷
۵۰	جنت کے درختوں، چشموں اور پھلوں کی نعمت	۶۳۷
۵۱	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	۶۳۸
۵۲	جس عورت کے متعدد شوہر ہوں وہ جنت میں کس شوہر کے پاس رہے گی؟	۶۳۹
۵۳	حوروں کے متعلق سید مودودی کے انوکھے نظریہ پر بحث و نظر	۶۴۰
۵۴	"مقصورات" اور خیموں کے معانی	۶۴۲
۵۵	"رفرف" اور "عبقری" کے معانی	۶۴۲
۵۶	اللہ کے نام کی برکت کا معنی اور اس کی رحمت کے تقاضے	۶۴۴
۵۷	سورۃ الرحمٰن کا اختتام	۶۴۵
	سورۃ الواقعۃ	۶۴۶
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول	۶۴۶
۲	سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث	۶۴۶
۳	سورۃ الواقعہ کے مشمولات	۶۴۷
۴	اذا وقعت الواقعة (۱۔۳۸)	۶۴۹
۵	سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمٰن کی باہمی مناسبت	۶۵۰
۶	قیامت کا وقوع اور اس کا جھوٹ نہ ہونا	۶۵۱
۷	پست اور بلند کرنے کے محامل	۶۵۱
۸	"رجّت، بسّت" اور "هباءً منبثا" کے معانی	۶۵۲
۹	"اصحاب الميمنه، اصحاب المشئمه" اور "السابقون" کے معانی اور ان کی وجہ تسمیہ	۶۵۲
۱۰	"اصحابِ الميمنه" کے مصادیق	۶۵۴
۱۱	"السابقون" کے مصادیق	۶۵۴
۱۲	سبقت کا معنی	۶۵۵
۱۳	"ثلّة" کا معنی اور مصداق	۶۵۵
۱۴	"قليل من الاٰخرين" اور "ثلة من الاٰخرين" میں تعارض کا جواب	۶۵۶
۱۵	"موضونة" کا معنی	۶۵۶
۱۶	"ولدان" اور "غلمان" کے معانی اور مصادیق	۶۵۷
۱۷	"اکواب، اباريق، كاس" اور "معين" کے معانی اور مصادیق	۶۵۸
۱۸	جنت کے پرندوں کی کیفیت	۶۵۸
۱۹	حوروں کا حسن اور جمال	۶۵۹
۲۰	آخرت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے	۶۶۰
۲۱	لغو اور گناہ کی باتوں کا مصادیق	۶۶۱
۲۲	جنت کی بیریوں، کیلوں اور درختوں کی صفات	۶۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٢٣	اہل جنت کی بیویوں کی کیفیات	٦٦٢
٢٤	ثلة من الاولین (٣٩-٧٤)	٦٦٣
٢٥	دائیں طرف والوں کے لیے بشارتیں	٦٦٥
٢٦	بائیں طرف والوں کے لیے وعیدیں	٦٦٥
٢٧	تخلیق انسان سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حشر و نشر پر استدلال	٦٦٧
٢٨	تخلیق کے مراحل سے مرنے کے بعد اٹھنے پر استدلال	٦٦٨
٢٩	حیات بعد الموت پر ایک اور دلیل	٦٦٩
٣٠	حرث (کھیتی باڑی کرنا) مخلوق کی صفت ہے اور زرع (اگانا) اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا خاصہ ہے	٦٦٩
٣١	اللہ تعالیٰ کے خاص افعال کا مخلوق کی طرف نسبت کرنے کا جواز	٦٧٠
٣٢	سید مودودی کے نزدیک مشرک کی تعریف	٦٧٠
٣٣	مخلوق کو سمیع و بصیر، فاعل مختار اور قادر کہنے کا جواز اور ان کا شرک نہ ہونا	٦٧٠
٣٤	سید مودودی کی مشرک کی تعریف سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مشرک ہونا	٦٧١
٣٥	مشرک کی صحیح تعریف	٦٧٤
٣٦	شرک کرنے والوں کے متعدد گروہ	٦٧٤
٣٧	اسنادِ مجازی	٦٧٥
٣٨	اسنادِ مجاز عقلی کی تعریف اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور اس بناء پر سید مودودی اور ان کے ہم مشربوں کا ردّ	٦٧٦
٣٩	''حطام، تفکھون، مغرمون'' اور ''محرومون'' کے معانی	٦٧٩
٤٠	میٹھا پانی فراہم کرنے کی نعمت	٦٨٠
٤١	ایندھن فراہم کرنے کی نعمت	٦٨٠
٤٢	آخرت کی آگ کی شدت	٦٨٠
٤٣	''مقوین'' کا معنی	٦٨٠
٤٤	فلا اقسم بمواقع النجوم (٧٥-٩٦)	٦٨١
٤٥	''مواقع النجوم'' کی قسم کی توجیہ	٦٨٢
٤٦	''مواقع النجوم'' کے مصادیق	٦٨٢
٤٧	کفار مکہ کے علم کی نفی کی توجیہ	٦٨٣
٤٨	قرآن کریم کو کریم فرمانے کی دس وجوہ	٦٨٣
٤٩	قرآن مجید کو ''کتاب'' اور ''مکنون'' فرمانے کی توجیہ	٦٨٧
٥٠	بے وضو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں مفسرین کی تصریحات	٦٨٧
٥١	بے وضو کو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں احادیث	٦٨٨
٥٢	بے وضو کو قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت میں آثار صحابہ و تابعین	٦٨٩
٥٣	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	٦٨٩
٥٤	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی ممانعت میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	٦٩٠
٥٥	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	٦٩٠
٥٦	بے وضو کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے میں فقہاء احناف کا مذہب	٦٩١
٥٧	کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو چھونے میں احناف کا مذہب اور مصنف کا مختار	٦٩١
٥٨	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کے تلاوتِ قرآن کا جواز اور مصنف کا ردّ	٦٩٢

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۵۹	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی حائض اور بے وضو کے سجدۂ تلاوت کرنے کا جواز اور مصنف کا ردّ	۶۹۴
۶۰	جنبی، حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا استدلال اور مصنف کا ردّ	۶۹۶
۶۱	حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات	۶۹۷
۶۲	قرآن مجید کو بہ تدریج نازل کرنے کی وجوہ	۷۰۰
۶۳	مداھنت کا معنی	۷۰۱
۶۴	تکذیب کو رزق بنانے کی توجیہ اور آیت کا شانِ نزول	۷۰۱
۶۵	اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا اثبات اور مخلوق کی سلطنت کا ابطال	۷۰۲
۶۶	''رَوح'' اور ''ریحان'' کے معانی	۷۰۳
۶۷	مؤمنوں پر فرشتوں کے سلام کے مواضع اور مقامات	۷۰۳
۶۸	کافروں کے لیے آخرت میں عذاب کی مہمانی	۷۰۴
۶۹	اللہ تعالیٰ کے اسم کی تسبیح کی توجیہات	۷۰۴
۷۰	رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھنے کی توجیہ	۷۰۵
۷۱	سورۃ الواقعہ کا اختتام	۷۰۶
	سورۃ الحدید	۷۰۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۰۷
۲	سورت الحدید کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور دونوں طرف کی احادیث	۷۰۷
۳	سورت الحدید کی فضیلت	۷۱۰
۴	سورت الحدید کے مشمولات	۷۱۰
۵	سبح للہ ما فی السموات والارض (۱۰-۱)	۷۱۱
۶	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام	۷۱۳

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۷	اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں	۷۱۳
۸	اللہ تعالیٰ کے اوّل و آخر ظاہر و باطن کے معانی اور محامل	۷۱۴
۹	اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر دلائل اور نظائر	۷۱۶
۱۰	اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے	۷۱۷
۱۱	میثاق کے محامل	۷۱۷
۱۲	جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا زیادہ اجر وثواب ہوتا ہے	۷۱۸
۱۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا	۷۱۹
۱۴	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث	۷۲۰
۱۵	فضائلِ صحابہ میں احادیث	۷۲۱
۱۶	من ذا الذی یقرض اللہ (۱۹-۱۱)	۷۲۱
۱۷	قرضِ حسن کی شرائط	۷۲۴
۱۸	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمانے کی توجیہ	۷۲۵
۱۹	قیامت کے دن مؤمنوں کے نور کی مختلف مقدار	۷۲۵
۲۰	قیامت کے دن منافقین کا جنت کے راستے سے محروم ہونا	۷۲۶
۲۱	قیامت کے دن مؤمنوں اور منافقوں کا معاملہ	۷۲۶
۲۲	خضوع اور خشوع کی تعریف	۷۲۷
۲۳	ہر مؤمن کا صدیق اور شہید ہونا	۷۲۸
۲۴	ہر مؤمن کے شہید ہونے کی وجوہ	۷۲۸
۲۵	حکمی شہداء کی تعداد	۷۲۹
۲۶	صدقہ کا شوق اور شہادت کی تمنا کا اجر	۷۳۰
۲۷	اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو (۲۵-۲۰)	۷۳۱
۲۸	اس سوال کا جواب کہ دنیا میں اچھی اور مقدس	

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	چیزیں بھی ہیں' پھر دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان کیوں ہے؟	۷۳۲
۲۹	لھو ولعب اور زینت کا معنی	۷۳۳
۳۰	تفاخر کی مذمت میں حدیث	۷۳۴
۳۱	مال اور اولاد میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	۷۳۴
۳۲	الحدید: ۲۱ اور آل عمران: ۱۳۳ میں تعارض کا جواب	۷۳۵
۳۳	مرجہ کی دلیل اور اس کا رد	۷۳۵
۳۴	حصولِ جنت کا حقیقی اور ظاہری سبب	۷۳۵
۳۵	لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمتیں	۷۳۶
۳۶	مصیبت اور راحت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	۷۳۷
۳۷	بخل کا حکم دینے کے مصادیق اور بخل اور سخاوت کا معنی	۷۳۷
۳۸	''البینات'' کا معنی اور نزولِ کتاب کی حکمت	۷۳۸
۳۹	لوہے کے فوائد	۷۳۸
۴۰	بعض مترجمین کے ترجمہ سے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی بے علمی ظاہر ہونا	۷۳۹
۴۱	ولقد ارسلنا نوحاً (۲۹-۲۶)	۷۴۰
۴۲	نبی' کتاب اور فاسق کے معنی	۷۴۱
۴۳	''رہبانیت'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۱
۴۴	مذاہب اربعہ کے مفسرین کا اختراع' رہبانیت سے بدعتِ حسنہ کے جواز پر استدلال	۷۴۲
۴۵	امام رازی شافعی کی تفسیر	۷۴۲
۴۶	علامہ قرطبی کی تفسیر	۷۴۳
۴۷	علامہ ابن جوزی حنبلی کی تفسیر	۷۴۴
۴۸	علامہ سمرقندی حنفی کی تفسیر	۷۴۴
۴۹	علامہ رومی حنفی کی تفسیر	۷۴۴
۵۰	علامہ اسمٰعیل حقی حنفی کی تفسیر	۷۴۵
۵۱	''ورھبانیۃ ابتدعوھا'' (الحدید: ۲۷) کی تفسیر میں سید مودودی کی جمہور مفسرین اور احادیثِ کثیرہ کی مخالفت	۷۴۶
۵۲	سید مودودی کے رد میں مفتی شفیع کی تفسیر سے تائید	۷۴۶
۵۳	حضرت ابن مسعود کی روایت کے کتب تفسیر اور کتب احادیث سے حوالہ جات	۷۴۷
۵۴	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۴۸
۵۵	وہ فقہائے اسلام جن کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں' بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ	۷۴۹
۵۶	وہ فقہاء اسلام جن کے نزدیک بدعت کی پانچ قسمیں ہیں	۷۵۰
۵۷	بدعت کی تقسیم کے متعلق علمائے دیوبند کی تصریحات	۷۵۲
۵۸	بدعت کی تقسیم کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات	۷۵۳
۵۹	علامہ اسمٰعیل حقی اور شیخ ابن تیمیہ کے موقف کا تجزیہ	۷۵۴
۶۰	بدعت کی تقسیم کے متعلق علمائے غیر مقلدین کی تصریحات	۷۵۴
۶۱	رہبانیت کے رعایت نہ کرنے والوں کے مصادیق	۷۵۵
۶۲	اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق	۷۵۷
۶۳	آیا دو اجر صحیح مومن اہل کتاب کو ملیں گے یا ہر اہل کتاب کو جو اسلام قبول کرے گا؟	۷۵۸
۶۴	اہل کتاب میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو دو گنا اجر عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے	۷۵۹
۶۵	آیا مومنین اہل کتاب کو ہر نیک عمل کا دو گنا اجر دیا جائے گا یا نہیں؟	۷۶۰
۶۶	سورۃ الحدید کا اختتام	۷۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ المجادلہ	
١	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	٧٦٢
٢	سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث	٧٦٢
٣	سورۃ المجادلہ کا زمانہ نزول	٧٦٣
٤	سورۃ المجادلہ کے مشمولات	٧٦٣
٥	قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا (١-٦)	٧٦٥
٦	ظہار کی تعریف اور اس کا حکم	٧٦٧
٧	ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل	٧٦٨
٨	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟	٧٦٨
٩	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل	٧٦٩
١٠	کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث	٧٧٢
١١	ظہار میں فقہاء احناف کا موقف	٧٧٢
١٢	ظہار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	٧٧٣
١٣	ظہار میں فقہاء مالکیہ کا موقف	٧٧٣
١٤	ظہار میں فقہاء شافعیہ کا موقف	٧٧٤
١٥	فقہاء شافعیہ کی دلیل کا جواب	٧٧٤
١٦	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	٧٧٥
١٧	ظہار میں غیر مقلدین کا موقف	٧٧٥
١٨	"یحادون" کا معنی اور کفار کی دنیا اور آخرت میں رسوائی	٧٧٦
١٩	الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض (٧-١٣)	٧٧٧
٢٠	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	٧٧٩
٢١	تین اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کی تخصیص کی وجہ	٧٨٠

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٢٢	یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیوں سے منع فرمانا	٧٨٠
٢٣	یہودیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کی صورت	
٢٤	میں بددعا دینا اور آپ کا جواب	٧٨٠
٢٥	اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں فقہاء کے مذاہب	٧٨١
٢٦	یہودیوں کی گستاخیوں کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	٧٨٢
٢٧	مسلمانوں کو سرگوشی سے منع کرنے کا محمل	٧٨٢
٢٨	مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقیوں کا سرگوشیاں کرنا منع ہے	٧٨٣
٢٩	حاضرینِ بدر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے صفِ اوّل میں بٹھانا	٧٨٤
٣٠	امیر اور منتظم مجلس کو چاہیے کہ عام لوگوں کو صفِ اوّل سے اٹھا کر اصحابِ فضل کو بٹھائے	٧٨٤
٣١	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں حسن ہے	٧٨٥
٣٢	اصحابِ فضل کو کسی کو اٹھا کر اُس کی جگہ بیٹھنے کی ممانعت	٧٨٥
٣٣	اللہ کی کشادگی کرنے کا معنی	٧٨٦
٣٤	علماء کی فضیلت میں آیات اور احادیث	٧٨٦
٣٥	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کی حکمتیں	٧٨٧
٣٦	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے آیا واجب تھا یا مستحب؟	٧٨٨
٣٧	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امت کو تخفیف حاصل کرنا	٧٨٨
٣٨	اکابر صحابہ کا آپ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نہ کرنا' آیا ان کے حق میں کسی طعن یا نقص کا موجب ہے؟	٧٨٩

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹	الم تر الی الذین تولوا قومًا (۲۲-۱۴)	۷۸۹
۴۰	المجادلہ: ۱۴ کا شانِ نزول	۷۹۱
۴۱	منافقین کے کرتوت اور ان کی سزا	۷۹۲
۴۲	منافقین کی مذمت	۷۹۲
۴۳	دنیا اور آخرت میں منافقین کی جھوٹی قسمیں	۷۹۲
۴۴	"استحوذ" کا معنی	۷۹۳
۴۵	کفار پر مسلمانوں کے غلبہ سے مراد دلائل کا غلبہ ہے یا مادی غلبہ؟	۷۹۳
۴۶	کافروں سے ان کے دین کی وجہ سے محبت کرنا ہے اور دیگر اغراض کی وجہ سے گناہ رکھنا گناہ ہے	۷۹۳
۴۷	اپنے کافر باپ، بیٹے اور دیگر رشتہ داروں پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ترجیح دینے والے صحابہ	۷۹۴
۴۸	اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت نہ کرنے والوں پر انعامات	۷۹۵
۴۹	المجادلہ: ۲۲ کا مشہور شانِ نزول	۷۹۶
۵۰	سورۃ المجادلہ کا اختتام	۷۹۶
	سورۃ الحشر	۷۹۸
۱	سورت کا نام	۷۹۸
۲	سورۃ الحشر کے مشمولات	۷۹۸
۳	سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم (۱۰-۱)	۸۰۰
۴	غزوۂ بنو نضیر	۸۰۲
۵	غزوۂ بنو نضیر کی مزید تفصیل	۸۰۳
۶	"اول حشر" کا معنی	۸۰۵
۷	بنو نضیر کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل	۸۰۵
۸	اعتبار کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۰۶
۹	"الجلاء" کا معنی	۸۰۷
۱۰	صحابہ کے اجتہاد کی تصدیق	۸۰۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	بنو نضیر کے درختوں کا کاٹنا اور چھوڑ دینا آیا صحابہ کے اجتہاد سے تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے	
۱۲	اجتہاد سے تھا؟	۸۰۸
۱۳	فیئے کا لغوی اور شرعی معنی	۸۰۹
۱۴	مالِ غنیمت اور مالِ فیئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ	۸۱۰
۱۵	مالِ غنیمت اور مالِ فیئے کا فرق	۸۱۰
۱۶	قرآن مجید سے اموال فیئے کے وقف ہونے پر دلائل	۸۱۱
۱۷	احادیث سے مالِ فیئے کے وقف ہونے پر دلائل اور باغِ فدک کا وقف ہونا	۸۱۲
۱۸	کیا حضرت علی نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جھوٹا اور عہد شکن، خائن اور گناہ گار گمان کیا تھا؟	۸۱۳
۱۹	نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات	۸۱۴
۲۰	نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث	۸۱۵
۲۱	"دولۃ" کا معنی	۸۱۵
۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے	۸۱۵
۲۳	فقراء مہاجرین کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے	۸۱۶
۲۴	اس کی توجیہ کہ انصار نے مہاجرین سے پہلے ایمان کی جگہ بنالی	۸۱۶
۲۵	اموالِ بنو نضیر صرف مہاجرین کو عطا فرمانا نہ انصار کو	۸۱۷
۲۶	ایثار کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۱۷
۲۷	ایثار کے متعلق احادیث اور آثار	۸۱۸
۲۸	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے، ہر شخص کے لیے نہیں	۸۲۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۹	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	۸۲۲
۳۰	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترتیب	۸۲۳
۳۱	ترتیب مذکور کے متعلق مزید احادیث	۸۲۴
۳۲	صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان کا ایثار کرنا جائز ہے	۸۲۴
۳۳	"الشح" کا معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار	۸۲۶
۳۴	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	۸۲۷
۳۵	اصحاب کو سب وشتم کی ممانعت اور مذمت میں احادیث	۸۲۷
۳۶	الم تر الی الذین نافقوا (۲۴-۱۱)	۸۲۸
۳۷	بنو نضیر کو منافقین کا ورغلانا اور دونوں کی ناکامی اور عذاب	۸۳۱
۳۸	منافقین کا بنو نضیر کو شیطان کی طرح ورغلانا اور اس کا انجام	۸۳۲
۳۹	منافقین کی مذمت کے بعد مؤمنوں کو ہدایت اور تقویٰ کی ترغیب	۸۳۳
۴۰	قرآن مجید کی عظمت	۸۳۳
۴۱	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور لفظ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	۸۳۴
۴۲	"الملک، القدوس، السلام، المؤمن، العزیز، الجبار" اور "المتکبر" کا معنی	۸۳۵
۴۳	اللہ تعالیٰ کے لیے "المتکبر" کا لفظ باعثِ مدح ہے اور مخلوق کے لیے باعثِ مذمت ہے	۸۳۵
۴۴	"الخالق، الباری" اور "المصور" کا معنی	۸۳۵
۴۵	سورۃ الحشر کا اختتام	۸۳۶
	سورۃ الممتحنہ	۸۳۷
۱	سورت کا نام	۸۳۷
۲	سورۃ الممتحنہ کا زمانۂ نزول	۸۳۷
۳	سورۃ الممتحنہ کے مشمولات	۸۳۸

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴	یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی (۶-۱)	۸۳۹
۵	الممتحنہ: ۳-۱ کا شانِ نزول	۸۴۱
۶	وہ عورت کون تھی جس کے ہاتھ حضرت حاطب نے خط روانہ کیا تھا؟	۸۴۱
۷	حضرت حاطب سے مؤاخذہ کیوں نہیں کیا گیا اور اہل بدر کی عام مغفرت کی توجیہ	۸۴۲
۸	جاسوس کا شرعی حکم اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	۸۴۲
۹	کفار سے موالات (دوستی) کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات	۸۴۳
۱۰	کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کا شرعی حکم	۸۴۳
۱۱	موالات ہر کافر سے حرام ہے	۸۴۳
۱۲	موالاتِ صوریہ کے احکام	۸۴۳
۱۳	مجرد معاملت کا حکم	۸۴۴
۱۴	کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ	۸۴۵
۱۵	کافروں کے لیے آزمائش کا معنی	۸۴۶
۱۶	عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین (۱۳-۷)	۸۴۶
۱۷	غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تحقیق	۸۴۸
۱۸	غیر متحارب کافروں کے ساتھ حسن سلوک میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق	۸۴۹
۱۹	سلوک مالی کی اقسام	۸۴۹
۲۰	موالات کی تقسیم اور اس کے احکام	۸۴۹
۲۱	میل طبعی کا حکم	۸۴۹
۲۲	موالاتِ صوریہ کے احکام	۸۵۰
۲۳	مدارات کا بیان	۸۵۰
۲۴	حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرام ہے	۸۵۱
۲۵	آیات ممتحنہ میں بر و معاملات سے کیا مراد ہے؟	۸۵۱
۲۶	معنی اقسام کی تحقیق	۸۵۱
۲۷	صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپس کرنا واجب تھا نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی	۸۵۳
۲۸	مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت	۸۵۴
۲۹	مسلم خواتین ہجرت کر کے مدینے آئیں یا مدینہ سے مسلم عورتیں مرتد ہو کر کفار کی طرف جائیں اختلاف دارین سے نکاحِ سابق منقطع ہو جائے گا	۸۵۴
۳۰	مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والی مسلم خواتین	۸۵۴
۳۱	مدینہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں	۸۵۵
۳۲	فریقین کے سابق شوہروں کو اُن کے دیئے ہوئے مہر کی رقم دینا آیا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟	۸۵۵
۳۳	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کا انقطاع میں مذاہب ائمہ	۸۵۵
۳۴	جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئے اُس کے نکاحِ سابق کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک	۸۵۶
۳۵	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء شافعیہ کا مذہب	۸۵۶
۳۶	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء حنبلیہ کا مذہب	۸۵۶
۳۷	ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاحِ سابق کے انقطاع میں فقہاء مالکیہ کا مذہب	۸۵۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	۸۵۸
۳۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام لانے والی خواتین سے احکام شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لینا	۸۵۹
۴۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت لینے کی کیفیت	۸۵۹
۴۱	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	۸۶۰
۴۲	سورۃ الممتحنہ کا اختتام	۸۶۰
	سورۃ الصف	۸۶۲
۱	سورت کا نام	۸۶۲
۲	سورت الصف کے مشمولات	۸۶۲
۳	سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱_۹)	۸۶۳
۴	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی منقطع نہیں ہوتی	۸۶۴
۵	نذر اور وعدہ پورا نہ کرنے والوں اور بے عمل واعظوں پر وعید	۸۶۵
۶	بلاضرورت جنگ کی صفوں کو توڑنا جائز نہیں	۸۶۶
۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی اذیتوں کی تفصیل	۸۶۶
۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دینا	۸۶۷
۹	موجودہ انجیل کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں	۸۶۷
۱۰	اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے معانی اور مصادیق	۸۶۹
۱۱	یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ (۱۰_۱۴)	۸۷۰
۱۲	دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے	۸۷۱
۱۳	جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے	۸۷۲

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۴	ایمان والوں کو دین کی مدد کرنے کا حکم دینے کی توجیہ اور مدد کرنے والوں کے مصادیق	۸۷۲
۱۵	نصاریٰ کے تین فرقے	۸۷۳
۱۶	سورۃ الصف کا اختتام	۸۷۳
	سورۃ الجمعہ	۸۷۴
۱	سورت کا نام	۸۷۴
۲	جمعہ کے متعلق احادیث	۸۷۴
۳	سورۂ جمعہ کا زمانۂ نزول	۸۷۵
۴	سورۂ جمعہ کے مشمولات	۸۷۵
۵	یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱۱-۱)	۸۷۶
۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات	۸۷۸
۷	آپ کی رسالت کا عموم	۸۷۸
۸	فرزندانِ فارس کا علمِ دین کی بلندیوں پر پہنچنا	۸۷۹
۹	قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کے باطن کو صاف کرنا	۸۸۰
۱۰	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	۸۸۱
۱۱	احکامِ تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	۸۸۲
۱۲	موجودہ ''تورات'' کے متن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں	۸۸۲
۱۳	یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۸۸۴
۱۴	قرآن مجید کی پیشین گوئی کی صداقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت پر استدلال	۸۸۴
۱۵	سابقہ آیات سے ارتباط	۸۸۵
۱۶	جمعہ کی وجہ تسمیہ	۸۸۵
۱۷	نماز جمعہ کے متعلق احادیث	۸۸۶
۱۸	نماز جمعہ کے ضروری مسائل	۸۸۷
۱۹	آیا اذانِ اوّل پر جمعہ کی سعی واجب ہے یا اذانِ ثانی پر؟	۸۸۸
۲۰	عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟	۸۸۹
۲۱	نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں مباح ہے	۸۹۰
۲۲	اللہ تعالیٰ کے فضل طلب کرنے کے محامل	۸۹۰
۲۳	اتوار کی چھٹی کے حامیوں کے دلائل اور ان کے جوابات	۸۹۱
۲۴	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	۸۹۱
۲۵	خطبہ جمعہ کے دوران صحابہ کے اٹھ کر چلے جانے کی توجیہ	۸۹۲
۲۶	سورۃ الجمعہ کا اختتام	۸۹۳
	سورۃ المنافقون	۸۹۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۹۴
۲	سورۃ المنافقون کا زمانۂ نزول	۸۹۴
۳	سورۃ المنافقون کے مشمولات	۸۹۵
۴	اذا جاءك المنافقون (۱۱-۱)	۸۹۷
۵	نفاق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۸۹۹
۶	عبد اللہ بن ابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کرنا	۸۹۹
۷	غزوۂ احد میں عبد اللہ بن ابی کا اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل جانا	۸۹۹
۸	غزوۂ بنو قینقاع میں منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا	۹۰۰
۹	غزوۂ بنو المصطلق میں منافقین کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	۹۰۱
۱۰	عبد اللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمِ محترم پر بُری تہمت لگانا	۹۰۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱	منافقین کا شعار جھوٹ بولنا ہے	۹۰۲
۱۲	منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا	۹۰۲
۱۳	منافقوں کے ایمان اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	۹۰۳
۱۴	منافقوں کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے شہتیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	۹۰۳
۱۵	منافقین کا طلب مغفرت سے انکار کرنا	۹۰۴
۱۶	غزوۂ بنو المصطلق چھ ہجری میں عبد اللہ بن ابی کا آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں گستاخی کرنا	۹۰۵
۱۷	آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کا بیان	۹۰۶
۱۸	مؤمنوں کی عزت کا معنی	۹۰۶
۱۹	اللہ کے ذکر کی مختلف تفسیریں	۹۰۷
۲۰	حج میں تاخیر کے جواز سے حضرت ابن عباس کی تفسیر پر اعتراض اور اس کا جواب	۹۰۷
۲۱	سورۃ المنافقون کا اختتام	۹۰۸
	سورۃ التغابن	۹۰۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۰۹
۲	سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن میں مناسبت	۹۰۹
۳	مسبحات اور آخری چھ صورتوں میں ارتباط	۹۱۰
۴	سورۃ التغابن کے مشمولات	۹۱۰
۵	یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض (۱۔۱۰)	۹۱۱
۶	آسمانوں اور زمینوں کا زبان قال سے تسبیح کرنا	۹۱۲
۷	تقدیر پر ایک مشہور اشکال کا جواب	۹۱۳
۸	انسان کی صورت سب سے حسین ہے	۹۱۳
۹	کافروں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟	۹۱۴
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے کی تحقیق	۹۱۵
۱۱	قرآن مجید کو نور فرمانے کی وجہ	۹۱۶
۱۲	قیامت کے دن کو یوم التغابن فرمانے کی وجہ	۹۱۶
۱۳	غبن فاحش کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۹۱۷
۱۴	ما اصاب من مصیبة الا باذن اللہ (۱۱۔۱۸)	۹۱۷
۱۵	مصائب پر صبر کرنے کی تلقین اور ترغیب	۹۱۸
۱۶	اہل وعیال اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکیں یا اس کی نافرمانی کے لیے کہیں تو ان کی بات پر عمل نہ کیا جائے	۹۱۹
۱۷	اہل وعیال کا آزمائش ہونا اور اجر عظیم کی تفسیر	۹۱۹
۱۸	بہ قدر طاقت اللہ سے ڈرنے کا حکم	۹۲۰
۱۹	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کا معنی	۹۲۰
۲۰	سورۃ التغابن کا اختتام	۹۲۱
۲۱	مآخذ و مراجع	۹۲۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین (تبیان القرآن جلد دوازدہم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ الطلاق	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۱
۲	سورۃ الطلاق کا سبب نزول	۴۲
۳	سورۃ الطلاق کی سورۃ التغابن سے مناسبت	۴۳
۴	سورۃ الطلاق کے مشمولات	۴۳
۵	یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ. (۱۔۷)	۴۵
۶	مسئلہ طلاق کی تحقیق	۴۷
۷	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	۴۸
۸	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دینے کی احادیث	۵۱
۹	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	۵۳
۱۰	شیخ ابن تیمیہ کے دلائل کے جوابات	۵۴
۱۱	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن حزم ظاہری کا رد کرنا	۵۶
۱۲	مسئلہ طلاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کرنے کی توجیہ	۵۷
۱۳	حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت	۵۷
۱۴	طلاق بر طریقۂ سنت کی دو صورتیں	۵۷
۱۵	طلاق کا لغوی معنی	۵۸
۱۶	طلاق کا اصطلاحی معنی	۵۸
۱۷	طلاق کی اقسام	۵۸
۱۸	اس اعتراض کا جواب کہ جب حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو کیوں جائز نہیں؟	۵۹
۱۹	عدت کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور عدت کی اقسام	۵۹
۲۰	دوران عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے از خود نکلنے کی ممانعت	۶۰
۲۱	کھلی بے حیائی کی متعدد تفاسیر	۶۰
۲۲	ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم	۶۰
۲۳	ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کی اباحت پر امام شافعی کے دلائل	۶۱
۲۴	کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دینے کی تحریم کے متعلق احادیث اور ان کی وجہ ترجیح	۶۱
۲۵	فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث	۶۱
۲۶	عدت طلاق کے دوران عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر ایک حدیث سے جواز کا استدلال	۶۲
۲۷	اس حدیث کی بناء پر علامہ قرطبی مالکی کا مذہب احناف کو رد کرنا	۶۳
۲۸	مصنف کی طرف سے علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب	۶۳

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۹	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	۶۴
۳۰	علامہ قرطبی کا حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے امام ابوحنیفہ پر رد اور اس کے جوابات	۶۵
۳۱	تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل	۶۶
۳۲	مطلقہ سے رجوع کرنے اور اس کو دستور کے مطابق رخصت کرنے کا معنی	۶۷
۳۳	طلاق اور اس سے رجوع پر گواہ بنانے کے حکم میں مذاہب اور اس کی حکمتیں	۶۸
۳۴	متقین کے لیے راہِ نجات کے حصول کے سلسلہ میں احادیث اور آثار	۶۸
۳۵	توکل کا معنی اور توکل کے متعلق احادیث	۷۰
۳۶	اللہ کے کام پورا کرنے کے محامل	۷۱
۳۷	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۱
۳۸	تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۲
۳۹	تقدیر کی وضاحت اور اس کا کھوج لگانے کی ممانعت	۷۲
۴۰	خلق اور تقدیر کا فرق	۷۳
۴۱	قضاء معلق اور قضاء مبرم	۷۴
۴۲	رزق میں وسعت اور عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	۷۴
۴۳	ان احادیث کا قرآن مجید سے تعارض	۷۵
۴۴	ان احادیث کے قرآن مجید سے تعارض کا جواب	۷۵
۴۵	تقدیر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریحات	۷۵
۴۶	جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا' ان کی عدت میں شک ہونے کے محامل	۷۹
۴۷	بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلافِ صحابہ	۸۰
۴۸	نابالغہ' بوڑھی اور حاملہ عورتوں کی عدت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	۸۰
۴۹	اللہ سے ڈرنے کے فوائد	۸۱
۵۰	حضرت فاطمہ بنت قیس کی وہ روایت جس سے ائمہ ثلاثہ نے مطلقہ کے خرچ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے	۸۱
۵۱	طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنٰی کے استحقاق میں مذاہب	۸۲
۵۲	مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۸۲
۵۳	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل	۸۲
۵۴	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب پر احادیث سے دلائل	۸۴
۵۵	نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	۸۵
۵۶	دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز	۸۶
۵۷	شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب	۸۶
۵۸	وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ. (۱۲-۸)	۸۸
۵۹	احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید	۸۹
۶۰	سات زمینوں کے متعلق امام رازی کی تحقیق	۹۰
۶۱	سات زمینوں کے متعلق دیگر مفسرین کی آراء	۹۰
۶۲	سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث	۹۱
۶۳	سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس	۹۲
۶۴	اثر ابن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء	۹۳
۶۵	اثر ابن عباس پر اشکال	۹۴
۶۶	اشکال مذکور کا جواب مولانا قصوری سے	۹۴
۶۷	اشکال مذکور کا جواب شیخ نانوتوی سے	۹۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۶۸	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل	۹۶
۶۹	سورۃ الطلاق کا اختتام	۹۶
	سورۃ التحریم	۹۷
۱	سورت کا نام	۹۷
۲	سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم میں باہمی مناسبت	۹۷
۳	سورۃ التحریم کے مشمولات	۹۸
۴	یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ. (۷۔۱)	۹۹
۵	صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب	۱۰۱
۶	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سوانح	۱۰۳
۷	مابور پر حضرت ماریہ کی تہمت اور اس کا اس تہمت سے بری ہونا	۱۰۳
۸	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا کفارہ ادا کرنا	۱۰۴
۹	التحریم: ا کے سبب نزول کی تین روایتوں میں سے کون سی روایت زیادہ صحیح اور معتبر ہے؟	۱۰۴
۱۰	مغافیر کے معنی کی تحقیق	۱۰۶
۱۱	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا حضور کو اپنے پاس زیادہ ٹھہرانے کے لیے مغافیر کا حیلہ کرنا' آیا گناہ تھا یا نہیں؟	۱۰۶
۱۲	غیرت کا معنی	۱۰۷
۱۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق	۱۰۷
۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد نہ پینے کے عزم کو سید مودودی کا ناپسندیدہ عمل کہنا	۱۰۸
۱۵	بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء	۱۰۹
۱۶	قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ	۱۱۰
۱۷	اس کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں	۱۱۰
۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے ان کو راز کی بات بتانا اور ان کا راز افشاء کرنا	۱۱۲
۱۹	وحی خفی کا ثبوت	۱۱۴
۲۰	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو توبہ کا حکم دینے کی توجیہ	۱۱۴
۲۱	نیک مسلمانوں کے مصادیق	۱۱۴
۲۲	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد حضرت جبریل' نیک مسلمانوں اور فرشتوں کی مدد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟	۱۱۵
۲۳	مقبولانِ بارگاہ عزت سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنا ہے	۱۱۵
۲۴	مولیٰ اور ولی کا معنی	۱۱۵
۲۵	لفظ مولوی کا معنی	۱۱۶
۲۶	لفظ مولوی کے مواضع استعمال	۱۱۶
۲۷	لفظ شیخ کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	۱۱۷
۲۸	''مسلمات' مؤمنات'' اور ''قانتات'' وغیرہا کے معانی	۱۱۸
۲۹	کیا کوئی خاتون ازواجِ مطہرات سے افضل ہو سکتی ہے؟	۱۱۹
۳۰	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے ناراضگی کے سلسلہ میں احادیث	۱۱۹
۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ ازواج سے الگ رہنا حضرت حفصہ کے افشاءِ راز کی وجہ سے تھا یا ازواج کے زیادہ خرچ مانگنے کی وجہ سے؟	۱۲۲
۳۲	ازواجِ مطہرات کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کا سبب	۱۲۳
۳۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کا محمل	۱۲۳

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ	نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۴	اپنے ماتحت لوگوں اور اولاد کو ادب سکھانے کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات	۱۲۴	۵	''تبارک'' کا صیغہ اور معنی اور اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	۱۳۸
۳۵	دوزخ کے محافظ فرشتوں کی صفات	۱۲۵	۶	موت اور حیات کے معانی	۱۳۹
۳۶	یایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا. (۱۲۔۸)	۱۲۵	۷	اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے اور آزمانے کی توجیہ	۱۴۱
۳۷	''توبۃ النصوح'' کی تعریف میں مفسرین کے اقوال	۱۲۷	۸	رحمٰن کے نظم تخلیق میں کسی قسم کی کجی کا نہ ہونا	۱۴۱
۳۸	توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہونا	۱۲۸	۹	بار بار دیکھنے کے حکم کی توجیہ	۱۴۲
۳۹	مرجئہ کا اس پر استدلال کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی ضرورت نہیں اور اس کا رد	۱۲۹	۱۰	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے کی تحقیق	۱۴۲
۴۰	قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے خلاف سید مودودی کی نقل کردہ ضعیف روایت اور اس کا رد	۱۲۹	۱۱	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۴۳
			۱۲	شہاب ثاقب کے متعلق احادیث	۱۴۳
			۱۳	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے پر اعتراضات کے جوابات	۱۴۵
			۱۴	کفار کو دوزخ کا عذاب دینے کی توجیہ	۱۴۷
۴۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک دلیل	۱۳۰	۱۵	دوزخ میں چنگھاڑ کی تفسیر میں تین اقوال	۱۴۷
۴۲	نجات کا مدار قرابت داری پر نہیں' ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے	۱۳۱	۱۶	دوزخ کے غیظ و غضب میں آنے کی توجیہ اور مرجئہ کا رد	۱۴۸
۴۳	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے متعلق سوال اور اُن کی بیوی کی خیانت پر مُلحدین کے ایک اعتراض کا جواب	۱۳۱	۱۷	رسولوں کی ہدایت کا عقل پر مقدم ہونا	۱۴۹
			۱۸	''سحق'' کا معنی اور تقویٰ کا بیان	۱۴۹
			۱۹	اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر دلائل	۱۵۰
۴۴	حضرت آسیہ کا راہِ حق میں مظالم برداشت کرنا	۱۳۲	۲۰	ھو الذی جعل لکم الارض. (۳۰۔۱۵)	۱۵۱
۴۵	حضرت آسیہ' حضرت مریم اور حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ کی بہن) کا جنت میں حضور کے نکاح میں ہونا	۱۳۲	۲۱	زمین کو نرم اور مسخر بنانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۱۵۳
			۲۲	اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کے اطلاق کی توجیہ	۱۵۳
۴۶	سورۃ التحریم کی تفسیر کا اختتام	۱۳۳	۲۳	کفار مکہ کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا	۱۵۵
	سورۃ الملک		۲۴	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلائل اور کفار کے نظریات کا رد اور ابطال	۱۵۵
۱	سورت کا نام	۱۳۴			
۲	سورۃ الملک کی فضیلت میں احادیث اور آثار	۱۳۴	۲۵	اللہ تعالیٰ کا حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر استدلال	۱۵۷
۳	سورۃ الملک کے مشمولات	۱۳۵			
۴	تبرک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر. (۱۴۔۱)	۱۳۷	۲۶	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کی صفات سے اپنی قدرت پر استدلال	۱۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	کفار کے انکارِ عذاب کا بطلان	۱۵۷
۲۸	کفار کی بددعا سے حراساں نہ ہونے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تلقین	۱۵۸
۲۹	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا	۱۵۹
۳۰	سورت تبارک الذی کا اختتام	۱۵۹
	سورۃ القلم	۱۶۰
۱	سورت کا نام	۱۶۰
۲	سورت القلم کے مشمولات	۱۶۰
۳	ن والقلم وما یسطرون. (۳۳-۱)	۱۶۲
۴	نون اور قلم کے معانی اور ان کے متعلق احادیث	۱۶۴
۵	کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنا اور اللہ تعالیٰ کا رد فرمانا	۱۶۴
۶	''خَلق'' اور ''خُلق'' کا معنی	۱۶۵
۷	حسن اخلاق کی تعلیم، تلقین اور تاکید کے متعلق احادیث	۱۶۵
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق کے متعلق احادیث اور آثار	۱۶۶
۹	عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانا	۱۷۴
۱۰	فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کر دینا	۱۷۵
۱۱	فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا	۱۷۶
۱۲	فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا	۱۷۶
۱۳	فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا	۱۷۷
۱۴	ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا	۱۷۸
۱۵	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا	۱۷۸
۱۶	''وانک لعلی خلق عظیم'' میں امام رازی کی نکتہ آفرینیاں	۱۷۹
۱۷	''وانک لعلی خلق عظیم'' میں مصنف کی نکتہ آفرینی	۱۸۰
۱۸	آپ کے اور کفار کے عنقریب دیکھنے سے مراد آیا دنیا میں دیکھنا ہے یا آخرت میں؟	۱۸۲
۱۹	کفار کی اپنی مہم میں ناکامی اور آپ کی اپنے مشن میں کامیابی	۱۸۲
۲۰	مداہنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۸۳
۲۱	زیادہ قسم کھانے کی مذمت اور چغلی کھانے پر وعید	۱۸۳
۲۲	نیکی سے روکنے اور ''عتل'' اور ''زنیم'' کا معنی	۱۸۴
۲۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنے والے کا مصداق	۱۸۵
۲۴	قرآن مجید میں ولید بن مغیرہ کے دس عیوب مذکور ہیں یا نو؟	۱۸۵
۲۵	ربط آیات اور ولید بن مغیرہ کی ناک کو سونڈ فرمانے کی توجیہ	۱۸۶
۲۶	باغ والوں کی ناشکری کا انجام	۱۸۷
۲۷	ان للمتقین عند ربهم جنت النعیم. (۵۲-۳۴)	۱۸۸
۲۸	کفار کے اس دعویٰ کا رد کہ آخرت میں مسلمین اور مجرمین کی جزاء ایک جیسی ہوگی	۱۹۰
۲۹	اس آیت سے معتزلہ کے اس استدلال کا رد کہ مؤمن مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا	۱۹۰
۳۰	مؤمنین اور مجرمین کی آخرت میں ایک جیسی جزاء ہونے کا عقلی اور نقلی دلائل سے بطلان	۱۹۰
۳۱	''یوم یکشف عن ساق'' میں ''ساق'' کا لغوی معنی	۱۹۱
۳۲	''یوم یکشف عن ساق'' کی تفسیر میں احادیث، آثار اور اقوال تابعین	۱۹۲
۳۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان	۱۹۳
۳۴	جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے وعید	۱۹۴
۳۵	استدراج کا معنی	۱۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	۱۹۵
۳۷	حضرت یونس علیہ السلام پر نعمت کے تدارک کی تفصیل اور ان کے مذموم نہ ہونے پر دلائل	۱۹۶
۳۸	کفار مکہ کا آپ پر نظر لگانے کی ناکام کوشش کرنا	۱۹۷
۳۹	قرآن مجید کے مضامین سے اس کے اثر جنون ہونے کا ابطال	۱۹۸
۴۰	سورۃ القلم کا اختتام	۱۹۸
	سورۃ الحاقۃ	۱۹۹
۱	سورت کا نام وغیرہ	۱۹۹
۲	سورت الحاقہ کے مشمولات	۲۰۰
۳	الحاقۃ○ ما الحاقۃ○ وما ادرک ما الحاقۃ○ (۱_۳۷)	۲۰۱
۴	''الحاقہ'' کا معنی اور قیامت کو ''الحاقہ'' فرمانے کی وجوہ	۲۰۴
۵	قوم ثمود کی عذاب سے ہلاکت	۲۰۵
۶	قوم عاد کی عذاب سے ہلاکت	۲۰۵
۷	دیگر امتوں کی ہلاکت	۲۰۶
۸	قیامت کے وقوع کی علامات	۲۰۷
۹	عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتوں کی تفصیل	۲۰۸
۱۰	لوگوں کا محشر میں تین بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جانا	۲۰۹
۱۱	''عیشۃ راضیۃ'' میں مجاز عقلی کی نسبت	۲۱۰
۱۲	جنت کی بلندی کی دو تفسیریں اور جنت کی نعمتوں کی تفصیل	۲۱۰
۱۳	رسوائی کے عذاب کا دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہونا اور کفار کا کف افسوس ملنا	۲۱۱
۱۴	کفار کو دوزخ میں ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے جکڑ کر عذاب دینا	۲۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا عذاب	۲۱۲
۱۶	کفار کا شفاعت سے محروم ہونا	۲۱۳
۱۷	فلا اقسم بما تبصرون○ وما لا تبصرون○ (۳۸_۵۲)	۲۱۳
۱۸	قرآن مجید کا سحر، شعر اور کہانت نہ ہونا	۲۱۴
۱۹	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق رسول ہونے کی دلیل	۲۱۵
۲۰	قرآن مجید کی ایجابی صفات	۲۱۶
۲۱	رکوع اور سجود کی تسبیحات کے متعلق احادیث اور ان میں مذاہب	۲۱۶
۲۲	سورۃ الحاقہ کا اختتام	۲۱۷
	سورۃ المعارج	۲۱۸
۱	سورت کا نام	۲۱۸
۲	سورۃ المعارج کے مشمولات	۲۱۸
۳	سال سائل بعذاب واقع○ للکفرین لیس لہ دافع○ (۱_۳۵)	۲۲۰
۴	کفار کا عذاب قیامت کو طلب کرنا	۲۲۲
۵	''معارج'' کا لغوی اور عرفی معنی	۲۲۳
۶	''الروح'' کا مصداق	۲۲۳
۷	اس کی تحقیق کہ قیامت کا دن آیا پچاس ہزار سال کا ہے یا ایک ہزار سال کا؟	۲۲۴
۸	مسلمانوں کے لیے قیامت کے دن کی مقدار	۲۲۵
۹	''صبر جمیل'' کا معنی	۲۲۶
۱۰	قیامت کے احوال اور اہوال	۲۲۶
۱۱	مسلمانوں کا گنہ گار مسلمانوں کی شفاعت کرنا	۲۲۷
۱۲	مرجئہ، معتزلہ اور خوارج کا رد	۲۲۷
۱۳	دوزخ کے بلانے کی توجیہات	۲۲۸
۱۴	حب دنیا کی آفات	۲۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	''ھلوعا''اور''جزوعا''کا معنی	۲۲۹
۱۶	حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کا اعتراض اور امام رازی کا جواب	۲۲۹
۱۷	حرص اور بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر قاضی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	۲۲۹
۱۸	فقر اور مرض میں شکوہ اور شکایت نہ کی جائے	۲۳۱
۱۹	''حق معلوم'' کی تفسیر میں جمہور کا مؤقف	۲۳۲
۲۰	''حق معلوم'' کی تفسیر میں سید مودودی کی رائے	۲۳۳
۲۱	سوال کرنے کے جواز کا ضابطہ	۲۳۳
۲۲	نیک اعمال نہ کرنے اور بُرے اعمال سے نہ بچنے پر عذاب کا خوف	۲۳۴
۲۳	تمام نیک اعمال کرنے اور تمام بُرے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف	۲۳۵
۲۴	بیویوں کے سوا جنسی لذت کے حصول کی ممانعت	۲۳۶
۲۵	امانت کی رعایت	۲۳۶
۲۶	گواہیوں کی تفصیل	۲۳۶
۲۷	نماز کی حفاظت سے متعلق اُمور	۲۳۶
۲۸	فمال الذین کفروا قبلک مھطعین (۳۶-۴۴)	۲۳۷
۲۹	مشرکین کے اس زعم کا رد کہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا	۲۳۸
۳۰	مشارق اور مغارب کی توجیہ	۲۳۹
۳۱	آیا مشرکین کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لایا یا نہیں؟	۲۳۹
۳۲	''اجداث، نصب''اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی	۲۴۰
۳۳	سورۃ المعارج کا اختتام	۲۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۂ نوح	۲۴۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۴۱
۲	سورت نوح کے مشمولات	۲۴۱
۳	انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومک (۱-۲۰)	۲۴۳
۴	حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اہم عنوانات	۲۴۵
۵	آیا حضرت نوح تمام لوگوں کے رسول تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟	۲۴۶
۶	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	۲۴۷
۷	اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کے حکم کے بعد حضرت نوح کی اطاعت کے حکم کی توجیہ	۲۴۷
۸	بعض گناہوں کی معافی کی بشارت کی توجیہ	۲۴۷
۹	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق	۲۴۸
۱۰	ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی تقدیر سے ہونا	۲۴۹
۱۱	خوش حالی کے حصول کے لیے اور استغفار کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار	۲۵۰
۱۲	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر اور اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنانے کا عدم جواز	۲۵۲
۱۳	مفتی احمد یار خاں کا یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو سفارشی بنانا جائز ہے اور اس پر مصنف کا تبصرہ	۲۵۳
۱۴	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کو وسیلہ بنانے کے منافی ہے	۲۵۴
۱۵	اللہ اور رسول چاہے کہنا موہم بے ادبی ہے' اللہ پھر رسول چاہے' کہنا چاہیے	۲۵۵
۱۶	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو بہ تدریج پیدا فرمانا	۲۵۶
۱۷	اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید پر دلائل اور آسمانوں کے انطباق اور چاند کے آسمانوں میں ہونے کی توجیہ	۲۵۶
۱۸	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کی توجیہات	۲۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	قال نوح رب انهم عصوني واتبعوا من لم يزده. (۲۸_۲۱)	۲۵۹
۲۰	کفارِ نوح کی حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں	۲۶۰
۲۱	ودّ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر وغیرہا کی تاریخی حیثیت	۲۶۰
۲۲	اس روایت کی تحقیق کہ کفارِ مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے' یہ وہی بت تھے جن کی کفارِ نوح عبادت کرتے تھے	۲۶۲
۲۳	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی توجیہ اور اس دعا کو بددعا کہنے کی مذمت	۲۶۳
۲۴	عذابِ قبر کا ثبوت اور اس پر شبہات کے جوابات	۲۶۴
۲۵	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اعتراضات کے جوابات	۲۶۶
۲۶	سورت نوح کی تفسیر کا اختتام	۲۶۶
	سورۃ الجن	۲۶۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۲۶۷
۲	سورت الجن کے مشمولات	۲۶۸
۳	قل اوحي الي انه استمع نفر من الجن. (۱_۱۹)	۲۶۹
۴	الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۷۱
۵	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	۲۷۲
۶	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	۲۷۴
۷	اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟	۲۷۵
۸	جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث کی تطبیق	۲۷۷
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل	۲۷۷
۱۰	حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر مصنف کا تبصرہ	۲۷۸
۱۱	مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات	۲۷۹
۱۲	انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث	۲۸۰
۱۳	صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد	۲۸۰
۱۴	''وحی'' اور ''نفر'' کا معنی	۲۸۱
۱۵	''جد'' کا معنی	۲۸۱
۱۶	جنات کا اپنے جرائم کا اعتراف کر کے ان سے براءت کا اظہار کرنا	۲۸۱
۱۷	جنات سے فرشتوں کی باتوں کو محفوظ رکھنا	۲۸۳
۱۸	جنات کے فرقے	۲۸۳
۱۹	مشکل الفاظ کے معانی	۲۸۴
۲۰	استغفار کرنے سے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا ملنا	۲۸۵
۲۱	کفار اور فجار کو ڈھیل دینا اور مالِ دنیا کی خرابیاں	۲۸۶
۲۲	اللہ کے ذکر سے اعراض کا معنی	۲۸۸
۲۳	''صعداً'' کا معنی	۲۸۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کا دنیا میں تنگی کا سبب ہونا	۲۸۹
۲۵	مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات اور اطاعت	۲۸۹
۲۶	مسجد میں بُرے کام کرنے کی مذمت میں احادیث	۲۹۲
۲۷	مسجد میں نیک اعمال کرنے کی فضیلت میں احادیث	۲۹۳
۲۸	آپ کی عبادت کو دیکھنے کے لیے ہجوم کی متعدد تفاسیر	۲۹۴
۲۹	قل انما ادعوا ربي ولا اشرك به احدا○ (۲۸_۲۰)	۲۹۵

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۰	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں آپ کو اپنے عجز کے اظہار کا حکم	۲۹۶
۳۱	گنہ گار مسلمانوں کی عدم مغفرت پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۲۹۷
۳۲	اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار کی ذلت اور مومنوں کی عزت اور وجاہت	۲۹۷
۳۳	آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا یا نہیں؟	۲۹۸
۳۴	غیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۲۹۹
۳۵	غیب کی دو قسمیں ذاتی اور عطائی	۳۰۰
۳۶	اللہ تعالیٰ کے غیر پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں	۳۰۰
۳۷	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب لغت سے	۳۰۰
۳۸	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کتب تفاسیر سے	۳۰۱
۳۹	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع کے تراجم	۳۰۲
۴۰	الجن: ۲۶ میں اظہار بہ معنی تسلط پر بحث ونظر	۳۰۳
۴۱	علامہ زمخشری کا کرامات اولیاء کا انکار کرنا	۳۰۵
۴۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر میں امام رازی کی تحقیق	۳۰۵
۴۳	امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۳۰۶
۴۴	الجن: ۲۶ میں ''عالم الغیب'' اور ''علی غیبہ'' سے مراد ہر غیب ہے نہ کہ وقت وقوع قیامت	۳۰۶
۴۵	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ کاہنوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۷
۴۶	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۸
۴۷	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ جادوگروں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۰۹
۴۸	اس قول کا باطل ہونا کہ اللہ تعالیٰ نجومیوں کو بھی غیب کی خبر دیتا ہے	۳۱۰
۴۹	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۱۰
۵۰	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قرطبی مالکی سے	۳۱۲
۵۱	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ بیضاوی شافعی سے	۳۱۲
۵۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ رومی حنفی سے	۳۱۲
۵۳	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ قونوی حنفی سے	۳۱۳
۵۴	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ ابوالحیان اندلسی سے	۳۱۳
۵۵	الجن: ۲۶ کی تفسیر حافظ ابن کثیر سے	۳۱۳
۵۶	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ اسماعیل حقی سے	۳۱۳
۵۷	الجن: ۲۶ کی تفسیر غیر مقلد عالم شیخ شوکانی سے	۳۱۴
۵۸	الجن: ۲۶ کی تفسیر علامہ آلوسی حنفی سے	۳۱۵
۵۹	الجن: ۲۶ کی تفسیر سید مودودی سے	۳۱۵
۶۰	الجن: ۲۶ کی تفسیر مفتی محمد شفیع دیوبندی سے	۳۱۶
۶۱	علم غیب اور غیبی خبروں میں فرق	۳۱۶
۶۲	الجن: ۲۶ کی تفسیر سید نعیم الدین مراد آبادی سے	۳۱۷
۶۳	امام احمد رضا کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علم کا فرق	۳۱۷
۶۴	امام احمد رضا کے نزدیک عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مخصوصہ ہے	۳۱۸
۶۵	علم کلی کی تحقیق	۳۱۸
۶۶	قرآن مجید سے علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے دلائل	۳۱۹
۶۷	علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے متعلق احادیث	۳۲۰
۶۸	''ما کان وما یکون'' کے علم کے ثبوت میں احادیث	۳۲۳
۶۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے عموم اور علم ما کان وما یکون کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات	۳۲۳
۷۰	علم کلی تدریجاً عطا کیے جانے کے دلائل	۳۲۵
۷۱	النساء: ۱۱۳ سے علم کلی کے استدلال پر شبہات کے جوابات	۳۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۲	خلاصہ کلام	۳۳۰
۷۳	اللہ سبحانہ کے علم پر حادث ہونے کا اعتراض اور اس کے جوابات	۳۳۱
۷۴	سورۃ الجن کا اختتام	۳۳۲
	سورۃ المزمل	
۱	سورت کا نام	۳۳۳
۲	سورۃ المزمل کے مشمولات	۳۳۳
۳	یایھا المزمل○قم الیل الا قلیلا○(۱۹ـ۱)	۳۳۵
۴	''المزمل'' کا معنی اور مصداق	۳۳۶
۵	نمازِ تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	۳۳۷
۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے دلائل	۳۳۸
۷	نمازِ تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات	۳۳۸
۸	''ترتیل'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۳۹
۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کا طریقہ	۳۴۰
۱۰	قرآن مجید کی تلاوت کو طرز کے ساتھ اور خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق احادیث	۳۴۰
۱۱	قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنے کے محامل	۳۴۱
۱۲	خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۳۴۲
۱۳	''قول ثقیل'' (بھاری کلام) کا معنی اور اس کا مصداق	۳۴۲
۱۴	''قول ثقیل'' کی تعریف میں متعدد اقوال	۳۴۳
۱۵	رات کو نماز کے لیے اٹھنے میں مشقت کی وجوہ	۳۴۴
۱۶	دن کے وقت میں مصروفیات کی وجوہ	۳۴۵
۱۷	رب کے نام کو یاد کرنے اور رب کو یاد کرنے کا فرق	۳۴۵
۱۸	سب سے منقطع ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور اللہ میں مشغول ہونے کا فرق	۳۴۶
۱۹	''تبتل'' کے متعلق مصنف کی تحقیق	۳۴۷
۲۰	تہجد پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	۳۴۷
۲۱	کفار کی ایذاء رسانیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا	۳۴۸
۲۲	کفار کے جسمانی اور روحانی عذاب کی تفصیل	۳۴۹
۲۳	مشکل الفاظ کے معانی	۳۵۰
۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دینے کی توجیہ	۳۵۰
۲۵	قیامت کے دن بچوں کو بوڑھا کرنے کی توجیہ	۳۵۱
۲۶	اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا پورا ہونا کیوں لازم ہے؟	۳۵۱
۲۷	سورۃ المزمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اجمالی تذکرہ	۳۵۱
۲۸	ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی. (۲۰)	۳۵۳
۲۹	نمازِ تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا	۳۵۳
۳۰	نمازِ تہجد میں کتنا قرآن پڑھنا چاہیے؟	۳۵۳
۳۱	نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض نہ ہونا	۳۵۴
۳۲	تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی توجیہ	۳۵۴
۳۳	سورۃ المزمل کے آخر میں زکوٰۃ کا حکم اس سورت کے مکی ہونے کے خلاف نہیں ہے	۳۵۵
۳۴	اللہ کو قرض دینے کا معنی	۳۵۶
۳۵	اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا	۳۵۶
۳۶	سورۃ المزمل کا اختتام	۳۵۶
	سورۃ المدثر	۳۵۸
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۵۸
۲	سورت المدثر کے متعلق احادیث	۳۵۸
۳	سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر میں باہمی مناسبت	۳۵۹
۴	سورۃ المدثر کے مشمولات	۳۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	یایھا المدثر○قم فانذر○وربک فکبر○ (۱۔۳۱)	۳۶۱
۶	''المدثر'' کے ساتھ خطاب اور لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے محامل	۳۶۳
۷	اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے محامل	۳۶۴
۸	لباس پاک رکھنے کے محامل	۳۶۵
۹	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	۳۶۶
۱۰	احسان رکھنے کی ممانعت کو امام رازی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص قرار دینا	۳۶۶
۱۱	امام رازی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	۳۶۷
۱۲	عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان نہ رکھنے اور امت سے زیادہ لینے کے لیے ان پر احسان نہ رکھنے کے حضور کی سیرت سے دلائل	۳۶۸
۱۳	دیگر متقدمین اور متاخرین کی المدثر:۶ کی تفسیر	۳۷۰
۱۴	المدثر:۶ کی بعض اُردو تفاسیر	۳۷۰
۱۵	سابقہ تفاسیر کا جائزہ	۳۷۱
۱۶	مصنف کے مؤقف کی مزید وضاحت	۳۷۱
۱۷	نبی صلی اللہ عیہ وسلم کو صبر کا حکم دینے کی وجوہ	۳۷۲
۱۸	''نقر'' اور ''ناقور'' کا معنی اور صور کے متعلق احادیث	۳۷۳
۱۹	الولید بن المغیرہ کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات	۳۷۴
۲۰	دوزخ کی صفات کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۳۷۷
۲۱	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	۳۷۸
۲۲	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۷۸
۲۳	کفار کی آزمائش کی وضاحت	۳۷۹
۲۴	سابقہ آسمانی کتابوں میں دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے ذکر پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۸۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کے بیان سے مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کی وضاحت	۳۸۲
۲۶	اس اعتراض کا جواب کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اس کے بعد کفار کا ذکر کرنا تکرار ہے	۳۸۳
۲۷	اس اعتراض کا جواب کہ کفار تو قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہی نہیں تو پھر انہوں نے کیوں کہا: اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟	۳۸۳
۲۸	اس سوال کا جواب کہ جب اللہ تعالیٰ خود ہی گم راہ کرتا ہے تو پھر گم راہوں کی مذمت کیوں فرماتا ہے؟	۳۸۳
۲۹	اس شبہ کا ازالہ کہ صرف انیس فرشتے تمام دوزخیوں کو کس طرح عذاب پہنچا سکتے ہیں؟	۳۸۴
۳۰	اللہ کے لشکر کا بیان	۳۸۴
۳۱	''اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے'' کے مرجع کی تعیین	۳۸۴
۳۲	کلا والقمر○والیل اذ ادبر○ (۳۲۔۵۶)	۳۸۵
۳۳	دوزخ کی مزید صفات کا تذکرہ	۳۸۶
۳۴	امام رازی کا جبریہ کی تائید کرنا	۳۸۷
۳۵	امام رازی کی جبریہ کی تائید پر مصنف کا تبصرہ	۳۸۷
۳۶	وہ کون سے نفوس ہیں جو قیامت کے دن اپنے اعمال کے عوض گروی ہوں گے اور وہ کون سے نفوس ہیں جو گروی نہیں ہوں گے؟	۳۸۸
۳۷	اس کی تحقیق کہ کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں	۳۸۸
۳۸	''المحصول'' میں امام رازی کے دلائل	۳۸۹
۳۹	کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مؤقف اور ان کے دلائل	۳۹۱
۴۰	زیر بحث مسئلہ میں مصنف کا مؤقف	۳۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۱	لغو کاموں کی وضاحت	۳۹۵
۴۲	یقینی چیز کی وضاحت	۳۹۶
۴۳	فساق مؤمنین کے لیے شفاعت کا ثبوت	۳۹۶
۴۴	مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہونا اور اعراض کرنا	۳۹۶
۴۵	معتزلہ اور جبریہ کا ردّ	۳۹۷
۴۶	سورۃ المدثر کا اختتام	۳۹۸
	سورۃ القیامۃ	۳۹۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۳۹۹
۲	سورت القیامۃ کے مشمولات	۳۹۹
۳	لا اقسم بیوم القیمۃ○ (۱-۳۰)	۴۰۱
۴	قسم سے پہلے حرف ''لا'' کے دو محمل	۴۰۲
۵	نفس لوّامہ کے مصداق میں متعدد اقوال	۴۰۳
۶	قیامت اور نفس لوّامہ کی مناسبت	۴۰۴
۷	نفس انسان کی تین قسمیں	۴۰۴
۸	نفس کی تعریف اور اس کا مصداق	۴۰۵
۹	صوفیاء اور علامہ قشیری کی تعریفوں میں تطبیق	۴۰۵
۱۰	القیامہ: ۱-۲ کی قسموں کا جواب	۴۰۵
۱۱	القیامہ: ۳ کا شانِ نزول	۴۰۶
۱۲	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر کفار کا شبہ اور اس کا جواب	۴۰۶
۱۳	توبہ نہ کرنا اور روزِ قیامت کی تکذیب کرنا	۴۰۶
۱۴	قیامت کی تین علامتیں اور ان پر اعتراضات کے جوابات	۴۰۷
۱۵	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی	۴۰۸
۱۶	بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دینا	۴۰۸
۱۷	قیامت کے دن بندہ کے نیک اعمال ملنے کے متعلق احادیث	۴۰۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	انسان کی اپنے اوپر بصیرت کے دو محمل	۴۱۰
۱۹	دورانِ وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کے لیے عجلت سے قرآن مجید کو دہرانے کی ممانعت	۴۱۱
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنا اللہ سبحانہ کے ذمہ ہے	۴۱۱
۲۱	حضرت جبریل کے فعل کو اللہ سبحانہ کا فعل قرار دینے کی ایک مثال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کئی مثالیں	۴۱۲
۲۲	حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	۴۱۲
۲۳	حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت	۴۱۳
۲۴	بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام ماتریدی کی تحقیق	۴۱۳
۲۵	بیان کے خطاب سے مؤخر ہونے کے متعلق امام رازی کی تحقیق	۴۱۳
۲۶	''ناضرۃ'' کا معنی	۴۱۵
۲۷	اللہ تعالیٰ کی جنت میں رؤیت کی نفی پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات	۴۱۵
۲۸	قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کے معانی	۴۱۶
۲۹	''باسرۃ'' اور ''فاقرۃ'' کے معانی	۴۱۷
۳۰	''کلا'' اور ''تراقی'' کا معنی	۴۱۸
۳۱	''راق'' کا معنی	۴۱۸
۳۲	پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے کے دو محمل	۴۱۹
۳۳	فلا صدق لاصلی○ ولکن کذب وتولی○ (۳۱-۴۰)	۴۲۰
۳۴	''اولی لک فاولی'' کا شانِ نزول اور اس کے معانی	۴۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۵	انسان کو عبث پیدا نہ فرمانا اور اس کے ضمن میں وقوع قیامت کی دلیل	۴۲۲
۳۶	نطفہ کا معنی اور اس کے ضمن میں وقوع قیامت کی دلیل	۴۲۳
۳۷	انسان کی صرف دو صنفوں پر ایک اعتراض کا جواب	۴۲۳
۳۸	سورۃ القیامہ کا اختتام	۴۲۴
	سورۃ الدھر	۴۲۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۲۵
۲	سورت الدھر اور سورۃ القیامہ کی مناسبت	۴۲۵
۳	سورت الدھر کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف	۴۲۵
۴	سورت الدھر کے مشمولات	۴۲۶
۵	هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا O (۱-۲۲)	۴۲۷
۶	''ھل'' کا معنی	۴۲۹
۷	اس آیت میں ''انسان'' کے مصداق میں متعدد اقوال	۴۲۹
۸	جس مدت میں انسان قابل ذکر نہ تھا' اس مدت کے متعلق متعدد اقوال	۴۳۰
۹	''نطفہ'' اور ''امشاج'' کا معنی	۴۳۱
۱۰	نطفہ کے اختلاط میں متعدد اقوال	۴۳۱
۱۱	''سبیل'' سے مراد عام راستہ ہے یا ہدایت کا مخصوص راستہ	۴۳۱
۱۲	انسان کو اختیار دیا ہے خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا	۴۳۲
۱۳	ربط آیات اور مشکل الفاظ کے معانی	۴۳۲
۱۴	دنیا کے کافور اور جنت کے کافور کا فرق	۴۳۳
۱۵	''عباد اللہ'' کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے	۴۳۳
۱۶	''نذر'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور نذر کے شرعی احکام	۴۳۴
۱۷	قیامت کے احوال کو شر کہنے کی توجیہ اور اولیاء اللہ کا اس دن کے شر سے محفوظ رہنا	۴۳۵
۱۸	ایثار کی فضیلت میں احادیث	۴۳۶
۱۹	الدھر: ۸ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے یا ایک انصاری کے متعلق؟	۴۳۶
۲۰	حضرت علی کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو تین دن بھوکا رکھ کر مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا	۴۳۷
۲۱	حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین	۴۳۸
۲۲	محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا	۴۳۹
۲۳	الدھر: ۸ صرف حضرت علی کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا تعلق تمام ابرار کے ساتھ ہے	۴۴۱
۲۴	الدھر: ۸ میں ''علی حبہ'' کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: یعنی اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا یا اپنے نفس کی خواہش کے باوجود کھانا کھلانا	۴۴۲
۲۵	اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار	۴۴۲
۲۶	''مسکین'' اور ''یتیم'' کا معنی	۴۴۳
۲۷	اسیر کے معنی اور مصداق میں مفسرین کے متعدد اقوال اور مسلمان قیدیوں اور مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ کرنے کے احکام	۴۴۳
۲۸	ابرار کا محتاجوں کے ساتھ نیکی کر کے صلہ اور ستائش سے منع کرنا اور اس کی وجوہ	۴۴۶
۲۹	''عبوس'' اور ''قمطریر'' کا معنی	۴۴۶
۳۰	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	۴۴۷
۳۱	صبر کی اقسام	۴۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲	ابرار کو دو قسم کی جنتیں ملنا اور سورج اور چاند کے بغیر درختوں کے سائے کی توجیہات	۴۴۸
۳۳	جنت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کے استعمال میں تعارض کے جوابات	۴۴۸
۳۴	سونٹھ کے پانی کی توجیہ	۴۴۹
۳۵	سلسبیل کا معنی	۴۴۹
۳۶	جنتی لڑکوں کے دائمی ہونے کی توجیہ	۴۴۹
۳۷	جنتیوں کی سلطنت	۴۵۰
۳۸	''سندس'' اور ''استبرق'' کا معنی	۴۵۰
۳۹	سونے اور چاندی کے کنگن میں تعارض اور اس کے جواب	۴۵۱
۴۰	''شراب طہور'' کا معنی	۴۵۱
۴۱	ابرار کا جنت میں کلماتِ تحسین سے استقبال	۴۵۱
۴۲	بندوں کی نیکیوں کے مشکور ہونے اور اللہ تعالیٰ کے شاکر ہونے کی توجیہ	۴۵۲
۴۳	انا نحن نزلنا علیک القران (۳۱-۲۳)	۴۵۳
۴۴	ربط آیات اور تھوڑا تھوڑا قرآن مجید نازل کرنے کی حکمت	۴۵۴
۴۵	کفار کا آپ کو لالچ دے کر اور دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنا اور آپ کی استقامت	۴۵۴
۴۶	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق امام رازی کی توجیہ	۴۵۵
۴۷	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق مصنف کی توجیہ	۴۵۶
۴۸	آپ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنے کے متعلق سید مودودی کی تقریر	۴۵۶
۴۹	صبح اور پچھلے پہر اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں یا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	۴۵۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	قرآن مجید اور احادیث سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے کی ترغیب	۴۵۷
۵۱	قیامت کے دن کو پس پشت ڈالنے اور اس دن کے بھاری ہونے کی توجیہ	۴۵۸
۵۲	دنیا کی جلد ملنے والی چیزوں کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے	۴۵۸
۵۳	''اسر'' کا معنی اور کافروں کو فنا کر کے دوسری قوم کو پیدا کرنے کی قدرت	۴۵۹
۵۴	جبر و قدر کے مسئلہ میں مفسرین اور محدثین کی تقاریر	۴۵۹
۵۵	امام رازی کی جبریہ کی تائید میں تقریر	۴۶۰
۵۶	علامہ آلوسی کی اہل سنت کی تائید میں تقریر اور امام رازی کا ردّ	۴۶۰
۵۷	حافظ سیوطی کی قدریہ کے ردّ میں اس آیت کی تقریر	۴۶۱
۵۸	قدریہ کے ردّ میں احادیث اور آثار	۴۶۲
۵۹	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ خطابی کی تقریر	۴۶۳
۶۰	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ ابن بطال کی تقریر	۴۶۴
۶۱	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ عینی کی تقریر	۴۶۴
۶۲	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ ابی مالکی کی تقریر	۴۶۵
۶۳	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ نواوی کی تقریر	۴۶۶
۶۴	جبر و قدر کے مسئلہ میں علامہ قاضی عیاض کی تقریر	۴۶۶
۶۵	جبر و قدر کے مسئلہ میں مصنف کی تقریر	۴۶۸
۶۶	جنت میں دخول کا ظاہری اور حقیقی سبب	۴۶۹
۶۷	سورۃ الدھر کی تفسیر کا اختتام	۴۶۹
	سورۃ المرسلات	۴۷۰
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۷۰
۲	سورت المرسلات کے متعلق احادیث	۴۷۰
۳	سورۃ المرسلات کے مشمولات	۴۷۱
۴	والمرسلت عرفاO فالعصفت (۴۰-۱)	۴۷۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی	۴۷۵
۶	المرسلات: ۵۔۱ کے الگ الگ محامل	۴۷۵
۷	رسولوں کو مبعوث فرمانے کی حکمت	۴۷۶
۸	اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدہ کا پورا ہونا	۴۷۷
۹	قیامت کے وقوع کی علامات	۴۷۷
۱۰	کفارِ قریش کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	۴۷۸
۱۱	''ویل'' کا معنی	۴۷۹
۱۲	کفارِ قریش کو گزشتہ کافروں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرانا	۴۷۹
۱۳	کفارِ قریش کو حیات بعد الموت پر قدرت سے ڈرانا	۴۷۹
۱۴	کفارِ قریش کو ان کے اندر رکھی ہوئی نعمتوں اور ان کے باہر رکھی ہوئی نعمتوں کے شکر ادا نہ کرنے کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۰
۱۵	کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۱
۱۶	دوزخ کے دھوئیں کی تین شاخوں کے محامل	۴۸۱
۱۷	دھوئیں کے سائے کی صفات	۴۸۲
۱۸	''شرر' قصر' جمالۃ'' اور ''صفر'' کے معانی اور محل کی مثل انگاروں کی توجیہ	۴۸۲
۱۹	متعدد وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۳
۲۰	اس اعتراض کا جواب کہ متعدد آیات سے ثابت ہے کہ کفار قیامت کے دن باتیں کریں گے پھر یہاں کیوں فرمایا: وہ اس دن بات نہ کرسکیں گے؟	۴۸۴
۲۱	امام رازی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟	۴۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲	مصنف کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ کفار کو اپنا عذر پیش کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟	۴۸۶
۲۳	کفار کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے عذاب سے ڈرانا	۴۸۷
۲۴	کفار کا اللہ کے سامنے مکر کرنے سے عاجز ہونا	۴۸۷
۲۵	ان المتقین فی ظلل وعیون○ وفواکہ مما یشتھون○ (۵۰۔۴۱)	۴۸۸
۲۶	متقین کو اجر و ثواب عطا کرنے سے جو مشرکین کو عذاب ہوگا اس سے ان کو ڈرانا	۴۸۸
۲۷	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کو نہ داخل کرنے پر امام رازی کے دلائل	۴۸۹
۲۸	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے اجتناب کو داخل کرنے پر مصنف کے دلائل	۴۸۹
۲۹	متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کو داخل نہ کرنے پر امام رازی کے دلائل کے جوابات	۴۹۰
۳۰	المرسلات: ۴۳ اور ۴۴ سے متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول کا ثبوت	۴۹۲
۳۱	متقین کے مصداق میں اطاعت اور عبادت کے دخول پر دیگر مفسرین کی تصریحات	۴۹۳
۳۲	جن مفسرین نے بغیر غور و فکر کے امام رازی کی تقلید میں متقین کے مصداق سے اطاعت اور عبادت کو خارج کیا	۴۹۴
۳۳	متقین کے مصداق کے بارے میں مصنف کے موقف پر ایک اعتراض کا جواب	۴۹۵
۳۴	کفار کو نعمتوں کے شکر نہ ادا کرنے پر عذاب سے ڈرانا	۴۹۶
۳۵	کفار کو نماز نہ پڑھنے پر عذاب سے ڈرانا	۴۹۶

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۳۶	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	۴۹۷
۳۷	سورۃ المرسلات کی تفسیر کا اختتام	۴۹۷
	سورۃ النبا	۴۹۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۹۹
۲	المرسلات اور النبا میں مناسبت	۴۹۹
۳	سورت النبا کے مشمولات	۵۰۰
۴	عم یتساء لون○عن النبا العظیم○ (۳۰_۱)	۵۰۱
۵	''عمّ یتساء لون'' کی لفظی تحقیق	۵۰۲
۶	سوال کرنے والوں کا مصداق	۵۰۳
۷	پہلی تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد قرآن مجید کی خبر ہے	۵۰۳
۸	دوسری تفسیر کہ عظیم خبر سے مراد آپ کی بعثت کی خبر ہے	۵۰۴
۹	تیسری تفسیر عظیم خبر سے مراد حیات بعد الموت کی خبر ہے	۵۰۴
۱۰	معاد جسمانی کے متعلق کفار اور مشرکین کی آراء	۵۰۵
۱۱	''کلا'' کا لفظی اور مرادی معنی	۵۰۶
۱۲	''کلا سیعلمون'' کو دوبارہ ذکر کرنے کے فوائد	۵۰۶
۱۳	حیات بعد الموت پر اجمالی شواہد اور دلائل	۵۰۷
۱۴	صوفیاء کی اصطلاح میں ''اوتاد'' کا معنی	۵۰۷
۱۵	''زوج'' کے معنی سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال	۵۰۸
۱۶	''نوم'' اور ''سبات'' کے معانی اور نیند کو ''سبات'' فرمانے کی وجوہ	۵۰۸
۱۷	لباس کا معنی اور رات کو لباس فرمانے اور اس کے نعمت ہونے کی وجوہ	۵۱۰
۱۸	''معاش'' کا معنی اور اس کے نعمت ہونے کی توجیہ	۵۱۰
۱۹	التاویلات النجمیہ کا تعارف	۵۱۱

نمبرشار	عنوان	صفحہ
۲۰	لفظ ''بنینا'' لانے کی حکمت	۵۱۱
۲۱	''وھاج'' اور ''ثجاج'' کے معانی	۵۱۱
۲۲	غلہ اور سبزہ اگانے کی ظاہری اور صوفیانہ تفسیر	۵۱۲
۲۳	حیات بعد الموت پر دلائل اور شواہد کا خلاصہ	۵۱۳
۲۴	حشر کے دن لوگوں کے فوج در فوج آنے کے متعلق ایک روایت کی تحقیق	۵۱۴
۲۵	آسمان کے دروازوں کا ثبوت	۵۱۵
۲۶	قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال	۵۱۵
۲۷	''مرصاد'' کا معنی اور مصداق	۵۱۶
۲۸	''احقاب'' کا معنی دوزخ میں کفار کے خلود اور دوام کے منافی نہیں ہے	۵۱۷
۲۹	بعض علماء کے نزدیک کفار کا عذاب دائمی نہیں ہے	۵۱۸
۳۰	ھود:۱۰۷ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال	۵۱۹
۳۱	استدلال مذکور کے جوابات	۵۱۹
۳۲	الانعام:۱۲۸ سے کفار کے دائمی عذاب نہ ہونے پر استدلال اور اس کے جوابات	۵۲۰
۳۳	کفار کے لیے دوزخ کے دائمی عذاب کی تصریح کی آیات	۵۲۱
۳۴	کفار کے دائمی عذاب سے استثناء کی توجیہات	۵۲۲
۳۵	اہلِ جنت کے جنت میں اور اہلِ نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	۵۲۳
۳۶	خلود عذاب کے منکرین کا بعض احادیث سے استدلال اور اس کا جواب	۵۲۴
۳۷	اس اعتراض کا جواب کہ جب دوزخی دوزخ کے عادی ہو جائیں گے تو پھر ان کو تکلیف نہیں ہوگی	۵۲۵
۳۸	دائمی عذاب پر امام رازی کے دو اعتراضوں کا جواب	۵۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹	’’برد‘‘ کی دو تفسیریں	۵۲۶
۴۰	غساق کا معنی	۵۲۷
۴۱	اس اعتراض کا جواب کہ ان کی سزا جرم کے کیسے موافق ہوگی جب کہ متناہی زمانہ کے جرم کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دی جائے گی	۵۲۷
۴۲	حساب کی امید نہ رکھنے کی توجیہات	۵۲۸
۴۳	قوتِ عملیہ کے تین شعبے	۵۲۸
۴۴	اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کا ثبوت اور فلاسفہ کے اعتراض کا جواب	۵۲۹
۴۵	کفار سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ	۵۳۰
۴۶	ان للمتقین مفازاO حدائق واعناباO (۴۰۔۳۱)	۵۳۰
۴۷	اہل جنت پر نوازشیں	۵۳۱
۴۸	جزا اور عطا میں بہ ظاہر تعارض کے جوابات	۵۳۲
۴۹	بلا اذن شفاعت نہ کرنے کی تحقیق	۵۳۳
۵۰	النبا: ۳۸ میں ’’روح‘‘ کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۳۴
۵۱	روح اور فرشتوں کے صحیح بات کہنے کی توجیہات	۵۳۵
۵۲	حصولِ شفاعت کی دعا پر معتزلہ کا اعتراض اور اس کے جوابات	۵۳۶
۵۳	روزِ قیامت کے حق ہونے کی توجیہ	۵۳۷
۵۴	النبا: ۴۰ میں آدمی کے متعلق مفسرین کے اقوال	۵۳۷
۵۵	کافر کے قول ’’کاش! میں مٹی ہو جاتا‘‘ کے متعلق روایات	۵۳۸
۵۶	سورۃ النبا کا اختتام	۵۳۹
	سورۃ النّٰزعٰت	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۵۴۰
۲	النّٰزعٰت اور النبا میں مناسبت	۵۴۰
۳	النّٰزعٰت کے مشمولات	۵۴۰
۴	والنزعت غرقاO والنشطت نشطاO (۲۶۔۱)	۵۴۲
۵	کافر کی روح کھینچنے کی کیفیت اور کافر کی روح کا سختی کے ساتھ جسم سے نکالنا	۵۴۳
۶	’’ناشطات‘‘ کا معنی اور مؤمن کی روح کا آسانی کے ساتھ جسم سے نکلنا	۵۴۴
۷	مؤمن کی روح کھینچنے کی کیفیت	۵۴۵
۸	’’السابحات‘‘ کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۸
۹	’’السابقات‘‘ کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۸
۱۰	’’المدبرات‘‘ کے مصداق میں اقوالِ مفسرین	۵۴۹
۱۱	اولیاء اللہ کی ارواح کا ’’المدبرات‘‘ کا مصداق ہونا اور لوگوں کے کام آنا	۵۴۹
۱۲	قیامت کے احوال اور ’’راجفۃ‘‘ کا معنی	۵۵۰
۱۳	’’حافرۃ‘‘ کا معنی	۵۵۱
۱۴	’’نخرۃ‘‘ کا معنی اور خسارہ کی تفسیر میں دو قول	۵۵۱
۱۵	’’زجرۃ‘‘ کا معنی	۵۵۲
۱۶	’’ساھرۃ‘‘ کا معنی	۵۵۲
۱۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ معرکہ کا قصہ اور اس سے کفارِ مکہ کو ڈرانا	۵۵۳
۱۸	بہت بڑی نشانی کے متعلق متعدد اقوال	۵۵۴
۱۹	سب سے بڑا رب ہوں‘ کا معنی	۵۵۵
۲۰	’’اخرۃ‘‘ اور ’’اولیٰ‘‘ کی متعدد تفاسیر	۵۵۵
۲۱	ء انتم اشد خلقا ام السماء بنهاO (۴۶۔۲۷)	۵۵۶
۲۲	آسمانوں کی تخلیق سے حیات بعد الموت پر استدلال	۵۵۷
۲۳	’’اغطش‘‘ کا معنی	۵۵۸
۲۴	’’دحٰها‘‘ کا معنی اور زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کی تحقیق	۵۵۹

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۵	''مرعاھا'' کا معنی اور زمین کے منافع اور فوائد	۵۵۹
۲۶	''ارساھا'' کا معنی	۵۶۰
۲۷	''طامۃ'' کا معنی	۵۶۰
۲۸	دوزخ کو ظاہر کرنا	۵۶۱
۲۹	قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کا کمال اور فساد	۵۶۱
۳۰	دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث	۵۶۱
۳۱	دوزخ کی صفات کے متعلق احادیث	۵۶۲
۳۲	خوفِ خدا سے گناہ ترک کرنے والوں کی دو قسمیں	۵۶۳
۳۳	جنت کی صفات کے متعلق احادیث	۵۶۳
۳۴	کفار وقوعِ قیامت کا کیوں سوال کرتے تھے؟	۵۶۴
۳۵	کفار کا وقوعِ قیامت کا سوال کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب	۵۶۵
۳۶	سورۃ النّٰزعٰت کا اختتام	۵۶۵
	سورۂ عبس	۵۶۶
۱	سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ	۵۶۶
۲	حضرت عمرو بن ام مکتوم کا تذکرہ	۵۶۶
۳	سورتِ عبس کے مشمولات	۵۶۷
۴	عبس وتولّٰی○ان جاءہ الاعمٰی○ (۱-۴۲)	۵۶۸
۵	''عبس'' کا معنی اور اس آیت کا شانِ نزول	۵۶۹
۶	امام ابو منصور ماتریدی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۰
۷	امام رازی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۲
۸	امام رازی کا دوسرا جواب	۵۷۳
۹	امام رازی کے دوسرے جواب پر مصنف کا تبصرہ	۵۷۳
۱۰	علامہ قرطبی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے پر عتاب کی توجیہ	۵۷۴
۱۱	علامہ اسماعیل حقی کی طرف سے آپ کے تیوری چڑھانے کی توجیہ	۵۷۵
۱۲	''عتاب'' کے معنی کی تحقیق	۵۷۵
۱۳	حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض کرنے کی وجہ سے آپ پر عتاب کرنے کی آیات	۵۷۶
۱۴	قرآن مجید کا پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہونا	۵۷۷
۱۵	''سفرۃ'' اور ''کرام'' کا معنی اور فرشتوں کا انسان سے اس کی بیوی کے ساتھ صحبت کے وقت اور قضاء حاجت کے وقت دور رہنا	۵۷۷
۱۶	اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل نفسیہ	۵۷۸
۱۷	اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلائل خارجیہ	۵۸۰
۱۸	قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم	۵۸۱
۱۹	مؤمنوں اور کافروں کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	۵۸۳
۲۰	سورۂ عبس کا اختتام	۵۸۳
	سورۃ التکویر	۵۸۴
۱	سورت کا نام اور وجہِ تسمیہ اس کے متعلق احادیث اور اس کے مشمولات	۵۸۴
۲	اذا الشمس کورت○واذا النجوم انکدرت○(۱-۲۹)	۵۸۵
۳	''کوّرت'' کا معنی	۵۸۶
۴	اس اعتراض کا جواب کہ سورج اور چاند کو کس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا؟	۵۸۷
۵	''انکدرت'' کا معنی	۵۸۷
۶	''العشار'' کا معنی اور ان کے معطل کیے جانے کی توجیہ	۵۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	''وحوش'' کا معنی اور ''وحوش'' سے قصاص لینے کے فوائد	۵۸۸
۸	''تسجیر'' کا معنی	۵۸۹
۹	دوزخ کا مصداق کس جگہ پر ہے؟	۵۸۹
۱۰	روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے کے محامل	۵۹۰
۱۱	زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا	۵۹۱
۱۲	زندہ درگور کرنے کا سبب اور اس لڑکی سے سوال کرنے کی توجیہ	۵۹۱
۱۳	زندہ درگور کرنے کی ممانعت میں احادیث	۵۹۱
۱۴	''الخنّس'' اور ''الکنّس'' کے معانی	۵۹۳
۱۵	حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کا تذکرہ اور امام رازی کا تمام رسولوں کو حضرت جبریل کی امت قرار دینا	۵۹۴
۱۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ شمول جبریل امین تمام فرشتوں سے افضل ہونا اور امام رازی کا رد	۵۹۵
۱۷	التکویر:۱۹ میں ''رسولٍ کریمٍ'' کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۷
۱۸	التکویر:۲۰ میں ''ذی قوۃٍ'' کی صفت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۸
۱۹	التکویر:۲۰ میں چوتھی صفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور وجیہ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۵۹۸
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور وجاہت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۵۹۸
۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و وجاہت کے متعلق احادیث	۵۹۸
۲۲	التکویر:۲۱ میں ''مُطَاعٍ'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۶۰۰
۲۳	التکویر:۲۱ میں ''امینٍ'' کی صفت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہونا	۶۰۰
۲۴	جن مفسرین نے التکویر:۱۹ میں ''رسول کریم'' سے حضرت جبریل کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مُراد لیا ہے	۶۰۱
۲۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا اور ''ضنین'' کا معنی	۶۰۲
۲۶	سورۃ التکویر کا اختتام	۶۰۳
	سورۃ الانفطار	۶۰۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۶۰۴
۲	اذا السماء انفطرت○ واذا الکواکب انتثرت○ (۱۹_۱)	۶۰۵
۳	قیامت کے احوال اور آثار کے ذکر سے مقصود انسان کو ڈرانا ہے	۶۰۶
۴	ستاروں کے جھڑنے کی توجیہ	۶۰۷
۵	سمندروں کو بہانے کے محامل	۶۰۷
۶	انسان کے مقدم اور مؤخر اعمال کے محامل	۶۰۸
۷	اللہ تعالیٰ کا اپنی کریمی کے تقاضے سے فوراً گناہوں پر سزا نہ دینا اور اس سے انسان کا دھوکا کھانا	۶۰۸
۸	انسان کی تخلیق کی تفصیل	۶۰۹
۹	اللہ تعالیٰ کا انسان کو معتدل صورت بنانا	۶۱۰
۱۰	روزِ جزا کی تکذیب کے محامل	۶۱۰
۱۱	''کراماً کاتبین'' کے اعمال بنی آدم لکھنے کی تفصیل	۶۱۱
۱۲	کراماً کاتبین قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے الگ ہوجاتے ہیں	۶۱۱
۱۳	''ابرار'' کا معنی اور مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہ ہونا	۶۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	جنت کا ثواب اور دوزخ کا عذاب غیر منقطع ہے	۶۱۳
۱۵	روزِ جزاء کے ادراک کی نفی کا محمل	۶۱۳
۱۶	اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت کی ممانعت	۶۱۳
۱۷	سورۃ الانفطار کا اختتام	۶۱۴
	سورۃ المطففین	۶۱۵
۱	سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	۶۱۵
۲	سورۃ المطففین کی سورۃ الانفطار کے ساتھ مناسبت	۶۱۵
۳	سورۃ المطففین کے مشمولات	۶۱۶
۴	ویل للمطففین O الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون O (۳۶-۱)	۶۱۷
۵	''مطففین'' کا معنی اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق احادیث	۶۱۹
۶	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ملامت	۶۲۰
۷	قیامت کے دن گرمی کی شدت سے پسینہ آنے کے مختلف احوال	۶۲۰
۸	مخلوق کی تعظیم کے لیے قیام کی ممانعت میں احادیث اور آثار	۶۲۱
۹	قیامِ تعظیم کی ممانعت کے محامل	۶۲۱
۱۰	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام کے استحسان میں احادیث اور آثار	۶۲۲
۱۱	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف	۶۲۴
۱۲	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف	۶۲۴
۱۳	اصحابِ فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام میں فقہاء احناف کا مؤقف	۶۲۵
۱۴	''سجین'' کا معنی	۶۲۶
۱۵	روزِ جزاء کی تکذیب کرنے والے	۶۲۷
۱۶	''اساطیر'' کا معنی	۶۲۷
۱۷	دل پر زنگ لگنا	۶۲۷
۱۸	قیامت کے دن کافروں کا اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونا اور مؤمنوں کا اپنے رب کے دیدار سے شادکام ہونا	۶۲۸
۱۹	علیین اور مؤمنوں کے صحائف کے متعلق احادیث اور آثار	۶۲۹
۲۰	جنت میں ابرار کی نعمتیں ''رحیق مختوم'' اور ''تسنیم'' کے معانی	۶۳۰
۲۱	دنیا میں کفار کا مؤمنوں پر ہنسنا اور ان کا مذاق اُڑانا اور آخرت میں مؤمنوں کا کفار سے بدلہ لینا	۶۳۱
۲۲	سورۃ المطففین کی تفسیر کا اختتام	۶۳۲
	سورۃ الانشقاق	۶۳۳
۱	سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور دیگر اُمور	۶۳۳
۲	سورۃ الانشقاق کے مشمولات	۶۳۳
۳	اذا السماء انشقت O واذنت لربها وحقت O (۲۵-۱)	۶۳۵
۴	''اذنت'' کا معنی	۶۳۶
۵	زمین کو پھیلانے کے متعلق احادیث	۶۳۷
۶	''کادح'' کا معنی اور آسان حساب کا معنی	۶۳۸
۷	آسان حساب کے متعلق احادیث	۶۳۸
۸	کافر کا دنیا کی خوش حالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا اور ''یحور'' کا معنی	۶۳۹
۹	''شفق'' کا معنی	۶۴۰
۱۰	''وسق'' اور ''اتساق'' کا معنی	۶۴۰
۱۱	انسانوں کا مختلف احوال اور منازل میں منتقل ہونا	۶۴۱
۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بہ درجہ ترقی کرنا	۶۴۱

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۳	ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں سوار ہونے کے متعلق احادیث اور اقوالِ مفسرین	۶۴۲
۱۴	سورۃ الانشقاق کا اختتام	۶۴۴
	سورۃ البروج	۶۴۵
۱	سورت کا نام' وجہ تسمیہ اور دیگر اُمور	۶۴۵
۲	سورت البروج کے مشمولات	۶۴۵
۳	سورت البروج کے متعلق احادیث	۶۴۵
۴	سورۃ البروج سے مقصود	۶۴۶
۵	والسماء ذات البروج○ والیوم الموعود○ (۲۲۔۱)	۶۴۷
۶	''بروج'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۴۸
۷	''بروج'' کے مصادیق میں اقوالِ مفسرین	۶۴۹
۸	بارہ برجوں کے معانی	۶۵۰
۹	ستاروں کی بروج میں انگریزی مہینوں کے اعتبار سے گردش	۶۵۰
۱۰	''شاھد'' اور ''مشھود'' کے مصادیق کا قرآن مجید' احادیث اور آثار سے تعین	۶۵۱
۱۱	''اخدود'' کا معنی	۶۵۲
۱۲	اصحابِ اخدود کے واقعہ کی تفصیل میں صحیح حدیث	۶۵۲
۱۳	اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح	۶۵۴
۱۴	جان جانے کے خوف کے باوجود کلمہ کفر نہ کہنے کی عزیمت	۶۵۵
۱۵	جان جانے کے خطرہ سے کلمۂ کفر کہنے کی رخصت' جب کہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو	۶۵۶
۱۶	خندق کھودنے والوں کا انجام	۶۵۷
۱۷	خندق میں ڈالنے والے کافروں کے لیے دوزخ کے عذاب اور جلنے کی وعید اور مؤمنوں کے لیے جنت اور اللہ کی رضا کی بشارت	۶۵۸
۱۸	اللہ تعالیٰ کی عظیم اور منفرد صفات	۶۵۹
۱۹	عہدِ رسالت اور اس سے پہلے کے مکذبین کی سرشت	۶۶۰
۲۰	قرآن مجید کی فضیلت	۶۶۱
۲۱	لوحِ محفوظ کی تعریف میں اقوالِ مفسرین	۶۶۱
۲۲	سورۃ البروج کا اختتام	۶۶۲
	سورۃ الطارق	۶۶۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۶۶۳
۲	سورۃ الطارق کے متعلق احادیث	۶۶۳
۳	سورۃ الطارق کی سورۃ البروج کے ساتھ مناسبت	۶۶۳
۴	سورۃ الطارق کے مشمولات	۶۶۴
۵	والسماء والطارق○ وما ادرک ما الطارق○ (۱۷۔۱)	۶۶۵
۶	''طارق'' کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	۶۶۶
۷	''النجم الثاقب'' کا معنی اور مصداق اور سورۃ الطارق کا شانِ نزول	۶۶۷
۸	انسان کے محافظ اور نگہبان کی تحقیق	۶۶۸
۹	فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۶۸
۱۰	فرشتوں کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۶۸
۱۱	فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت کرتے ہیں؟	۶۷۱
۱۲	''دافق' صلب'' اور ''ترائب'' کا معنی	۶۷۲
۱۳	انسان کو لوٹانے کے دو محمل' آخرت کی طرف یا باپ کی صلب کی طرف	۶۷۴
۱۴	آیا اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو ایک انڈے میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟	۶۷۵
۱۵	''سرائر'' اور ''ابتلاء'' کا معنی	۶۷۵
۱۶	آسمان کو ''ذات الرجع'' فرمانے کی توجیہات	۶۷۶

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۷	زمین کو ''ذات الصدع'' فرمانے کی توجیہات	٦٧٦
۱۸	''قول فصل'' کی دو تفسیریں' فیصلہ کرنے والی کتاب یا مفصل کتاب	٦٧٧
۱۹	کفار کے ''کید'' اور اللہ تعالیٰ کے ''کید'' کا فرق	٦٧٧
۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہلت دینے کے حکم کی توجیہ	٦٧٨
۲۱	سورۃ الطارق کا اختتام	٦٧٩
	سورۃ الاعلیٰ	٦٨٠
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	٦٨١
۲	سورۃ الاعلیٰ کے مشمولات	٦٨١
۳	سبح اسم ربک الاعلیٰO الذی خلق فسوىO (۱۹۔۱)	٦٨٢
۴	تسبیح کا معنی اور اللہ کے نام کی نقص اور عیب سے بری ہونے کی وجوہ	٦٨٣
۵	''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے متعلق احادیث	٦٨٤
٦	اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاعلیٰ'' ذکر کرنے کی وجوہ	٦٨٤
۷	اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ہدایت سے اس کی الوہیت اور اس کی توحید پر استدلال	٦٨٥
۸	عام مخلوق اور خصوصاً انسان کی درست تخلیق کا معنی	٦٨٦
۹	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث	٦٨٦
۱۰	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے متعدد معانی اور محامل	٦٨٧
۱۱	''المرعٰی'' کا معنی	٦٨٨
۱۲	''غثاء'' اور ''احوی'' کا معنی	٦٨٩
۱۳	اللہ تعالیٰ کے یاد کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید نہ بھولنا اور اس کے ضمن میں آپ کی نبوت کی دلیلیں	٦٨٩
۱۴	بعض آیات کے بھولنے کے متعلق احادیث اور ان کی توجیہ	٦٩٠

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ماتریدی کی تقریر	٦٩١
۱٦	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام ابن جوزی کی تقریر	٦٩٢
۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بھولنے کے استثناء پر امام رازی کی تقریر	٦٩٣
۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت کے لیے دین کا آسان ہونا	٦٩۴
۱۹	اس اعتراض کا جواب کہ آپ کا منصب تو ہر شخص کو نصیحت کرنا ہے نہ کہ صرف ان کو جن کو نصیحت نفع دے	٦٩۵
۲۰	نصیحت کے نفع آور ہونے کی شرط عائد کرنے کے فوائد	٦٩٦
۲۱	اللہ سے ڈرنے والے کا مصداق	٦٩۷
۲۲	بڑی آگ کا مصداق	٦٩۷
۲۳	تزکیہ نفس کا معنی	٦٩۸
۲۴	تزکیہ کی تفسیر صدقۂ فطر قرار دینے کے متعلق احادیث اور آثار	٦٩۹
۲۵	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینے کی مذمت میں احادیث اور آثار	۷۰۰
۲٦	اُخروی نعمتوں کے افضل ہونے کی وجوہ	۷۰۱
۲۷	کون سی نصیحت سابقہ صحائف میں مذکور ہے؟	۷۰۱
۲۸	نبیوں' رسولوں' کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	۷۰۲
۲۹	سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا اختتام	۷۰۳
	سورۃ الغاشیۃ	۷۰۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث	۷۰۴
۲	سورۃ الغاشیۃ کی سورۃ الاعلیٰ کے ساتھ مناسبت	۷۰۴
۳	سورۃ الغاشیۃ کے مشمولات	۷۰۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	هل اتک حدیث الغاشیۃ (۱-۲۶)	۴۰۶
۵	قیامت کے دن کو "الغاشیۃ" فرمانے کی وجہ	۴۰۷
۶	کفار پر شدتِ عذاب	۴۰۸
۷	مؤمنین کا آخرت میں اجر وثواب اور مشکل الفاظ کے معانی	۴۰۹
۸	جنت میں لغویات نہ سننے کی وجہ	۴۱۰
۹	جنت کے چشمے، گلاس، فرش اور تکیے	۴۱۰
۱۰	اونٹ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں	۴۱۱
۱۱	آسمان، پہاڑ اور زمین میں نشانیاں	۴۱۲
۱۲	ان مذکور نشانیوں میں باہمی مناسبت	۴۱۲
۱۳	اللہ تعالیٰ نے خوب صورت چیزوں سے اپنی تخلیق اور توحید پر کیوں استدلال نہیں فرمایا؟	۴۱۳
۱۴	جبریہ کے نظریہ کا باطل ہونا	۴۱۳
۱۵	بہت بڑے عذاب کا محمل	۴۱۴
۱۶	کفار اور مشرکین کو عذاب دینا کیوں ضروری ہے؟	۴۱۴
۱۷	سورۃ الغاشیہ کی تفسیر کی تکمیل	۴۱۵
	سورۃ الفجر	۴۱۶
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۴۱۶
۲	سورۃ الغاشیہ کے ساتھ الفجر کی مناسبت	۴۱۶
۳	سورۃ الفجر کے مشمولات	۴۱۶
۴	والفجر ○ ولیال عشر ○ (۱-۳۰)	۴۱۸
۵	الفجر سے مراد معروف صبح ہے اور اس کی فضیلت	۴۲۰
۶	"والفجر" سے مراد یوم نحر کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۴۲۰
۷	"الفجر" سے مراد ذوالحجہ کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۴۲۱
۸	"الفجر" سے مراد ماہ محرم کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	۴۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹	"ولیال عشر" سے مراد ذوالحج کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث	۴۲۲
۱۰	"ولیال عشر" سے مراد محرم کے دس دن اور ان کی فضیلت میں احادیث	۴۲۳
۱۱	عاشوراء کی فضیلت میں احادیث	۴۲۴
۱۲	"ولیال عشر" سے مراد رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۴۲۵
۱۳	"الشفع" سے مراد یوم نحر اور "الوتر" سے مراد یوم عرفہ اور ان کی فضیلت میں احادیث	۴۲۵
۱۴	"الشفع" (جفت، جوڑا) اور "الوتر" (طاق) میں مزید عقلی احتمالات	۴۲۷
۱۵	"والشفع والوتر" کی تفسیر میں مصنف کا صحیح اور صریح حدیث سے استدلال	۴۲۸
۱۶	رات کی قسم کھانے کی وجہ	۴۲۹
۱۷	"ذی حجر" کا معنی	۴۲۹
۱۸	عاد، ثمود اور قوم فرعون کا عذاب	۴۳۰
۱۹	قوم عاد کا تعارف	۴۳۱
۲۰	ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر مکان بنانا	۴۳۲
۲۱	میخوں والے کا معنی	۴۳۲
۲۲	عذاب کے کوڑے کا معنی	۴۳۲
۲۳	"مرصاد" کا معنی	۴۳۲
۲۴	دنیا کی نعمتیں ملنے کو عزت اور کرامت اور ان سے محرومی کو بے عزتی نہیں سمجھنا چاہیے	۴۳۳
۲۵	دنیاوی عیش وعشرت کی مذمت کی وجہ	۴۳۴
۲۶	آیا دنیاوی مال کے حصول پر اترانے والا عام انسان ہے یا مخصوص انسان ہے؟	۴۳۵
۲۷	"کلا" کا معنی	۴۳۵
۲۸	یتیم کی تکریم کی وجہ	۴۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹	یتیم کی دل داری نہ کرنے کی مذمت	۷۳۶
۳۰	قیامت کے دن کفار اور فساق فجار کا کف افسوس ملنا	۷۳۷
۳۱	''دکا دکا'' کا معنی	۷۳۷
۳۲	قیامت کے دن آپ کے رب کے آنے کی توجیہات	۷۳۷
۳۳	دوزخ کو لانے والے	۷۳۸
۳۴	آخرت میں ندامت اور توبہ کام نہیں دے گی	۷۳۹
۳۵	نفس مطمئنہ کو ندا کرنے والوں کے مصداق میں مفسرین کے اقوال	۷۳۹
۳۶	نفس انسان کی اقسام	۷۴۰
۳۷	نفس مطمئنہ کے مصداق میں مفسرین کے اقوال	۷۴۱
۳۸	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام ابو منصور ماتریدی سے	۷۴۱
۳۹	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر امام رازی سے	۷۴۲
۴۰	نفس مطمئنہ کے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کی تفسیر علامہ آلوسی سے	۷۴۲
۴۱	سورۃ الفجر کی تفسیر کی تکمیل	۷۴۳
	سورۃ البلد	۷۴۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۴۴
۲	سورت البلد کی سورت الفجر کے ساتھ مناسبت	۷۴۴
۳	سورت البلد کے مشمولات	۷۴۴
۴	لا اقسم بهذا البلد○وانت حل بهذا البلد○(۱۔۲۰)	۷۴۶
۵	''لا اقسم'' میں لفظ ''لا'' کے دو محمل	۷۴۷
۶	مکہ مکرمہ کی فضیلت میں آیات اور احادیث	۷۴۷
۷	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر علامہ قرطبی سے	۷۴۷
۸	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر امام رازی سے	۷۴۹
۹	''وانت حل بهذا البلد'' کی تفسیر مصنف سے	۷۵۰
۱۰	والد اور اولاد کے مصداق میں اقوال مفسرین	۷۵۲
۱۱	''کبد'' کا معنی اور انسان کی دشواری کے محامل	۷۵۳
۱۲	''لبدا'' کا معنی	۷۵۴
۱۳	اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اور خیر اور شر کے دو راستے	۷۵۴
۱۴	''اقتحم'' اور ''العقبة'' کا معنی اور دشوار گھاٹی کا مصداق	۷۵۵
۱۵	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۶
۱۶	بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں آیات اور احادیث	۷۵۶
۱۷	یتیم کا معنی	۷۵۸
۱۸	یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۸
۱۹	رشتہ داروں کو صدقہ دینے کی فضیلت میں احادیث	۷۵۸
۲۰	خاک نشین کے مصادیق	۷۵۸
۲۱	مؤمنین صالحین کے لیے بشارت اور کفار کے لیے عذاب کی وعید	۷۵۸
۲۲	سورۃ البلد کی تفسیر کی تکمیل	۷۵۰
	سورۃ الشمس	۷۶۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	۷۶۱
۲	سورت الشمس اور سورۃ البلد کی مناسبت	۷۶۱
۳	سورت الشمس کے مشمولات	۷۶۲
۴	والشمس وضحها○والقمر اذا تلها○ (۱۔۱۵)	۷۶۳
۵	قسم اور جواب قسم	۷۶۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶	سورج کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، برکتیں اور نشانیاں	۷۶۴
۷	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	۷۶۴
۸	دن کن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے؟	۷۶۵
۹	رات اور دن کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	۷۶۵
۱۰	''وما بناها'' میں 'ما'' سے مراد 'من'' ہونے کی توجیہ	۷۶۶
۱۱	نفس انسان کی قسم سے مراد انسان کامل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے	۷۶۶
۱۲	''الهام'' کا معنی اور انسان کے اچھے اور برے کاموں کے متعلق اہل سنت کا موقف	۷۶۷
۱۳	اچھے اور برے کاموں کا علم غور وفکر کرنے سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے حاصل ہوتا ہے	۷۶۷
۱۴	نیک کاموں کا الہام ان ہی لوگوں کو کیا جاتا ہے جو نیکی کی جدوجہد کرتے ہیں	۷۶۸
۱۵	الہام سے مراد اچھے اور برے کاموں کا لزوم ہے	۷۶۹
۱۶	نیکی اور بدی کے الہام کے متعلق احادیث	۷۶۹
۱۷	''تزکیه'' اور 'تدسیة'' کا معنی اور 'تدسیة'' کے محامل	۷۷۰
۱۸	جبر کی تقویت میں امام رازی کے دلائل	۷۷۰
۱۹	امام رازی کے دلائل کے جوابات عقلی دلائل سے	۷۷۱
۲۰	امام رازی کے دلائل کے جوابات' قرآن مجید کی آیات سے	۷۷۲
۲۱	امام رازی کے دلائل کے جوابات احادیث سے	۷۷۲
۲۲	قوم ثمود کی سرکشی اور اس کا عذاب	۷۷۴
۲۳	سورۃ الشمس کی تفسیر کی تکمیل	۷۷۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سورۃ اللیل	۷۷۶
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۷۷۶
۲	سورۃ اللیل کے مشمولات	۷۷۷
۳	والیل اذا یغشی○والنهار اذا تجلی○ (۱_۲۱)	۷۷۸
۴	رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلائل	۷۷۹
۵	نر اور مادہ کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی نشانی	۷۸۰
۶	اس کی تحقیق کہ حضرت ابن مسعود 'وما خلق الذکر والانثی'' کے بجائے 'والذکر والانثی'' پڑھا کرتے تھے	۷۸۰
۷	حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کا موجودہ قرآن مجید کے خلاف پڑھنا اور ان کی توجیہات	۷۸۱
۸	تمام لوگوں کے اعمال کا برابر نہ ہونا	۷۸۲
۹	اللیل: ۱۰_۵ کا خلاصہ	۷۸۲
۱۰	اللہ کی راہ میں دینے کے محامل	۷۸۳
۱۱	''حسنی'' کے متعدد مصداق	۷۸۳
۱۲	''یسریٰ'' کے مصداق میں متعدد اقوال	۷۸۴
۱۳	امام رازی کے جبر پر دلائل	۷۸۵
۱۴	مصنف کی طرف سے امام رازی کے دلائل کے جوابات	۷۸۶
۱۵	''عسریٰ'' کا معنی اور اس کا مصداق	۷۸۷
۱۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سورۃ اللیل کا نزول	۷۸۷
۱۷	اس آیت کی توجیہات کہ اللہ پر ہدایت دینا واجب ہے	۷۸۸
۱۸	اللہ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دینے کی مذمت	۷۸۸

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۱۹	اللیل: ۱۶ سے معتزلہ اور مرجئہ کا اپنے اپنے مذہب پر استدلال اور ان کے جوابات	۷۷۹
۲۰	فساق مؤمنین کے متعلق اہل سنت و جماعت کا مؤقف	۷۹۰
۲۱	کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لیے صدقہ کا جواز اور محض اخلاص سے صدقہ دینے کا افضل ہونا	۷۹۰
۲۲	حضرت ابوبکر کے حضرت بلال اور دیگر چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے متعلق روایات	۷۹۱
۲۳	اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر ہیں' اس پر امام رازی کے دلائل	۷۹۲
۲۴	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں احادیث اور آثار	۷۹۳
۲۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت میں کتب شیعہ کی تصریحات	۸۰۲
۲۶	سورۃ اللیل کی تفسیر کا اختتام	۸۰۲
	سورۃ الضحیٰ	۸۰۳
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ اور سورۃ اللیل سے مناسبت	۸۰۳
۲	سورۃ الضحیٰ کے مشمولات	۸۰۳
۳	والضحی○ والیل اذا سجی○ (۱۱۔۱)	۸۰۵
۴	''ضحی'' اور ''سجی'' کا معنی	۸۰۵
۵	سورۃ اللیل کو سورۃ الضحیٰ پر مقدم کرنے کی وجوہ	۸۰۵
۶	دن اور رات کی قسم کھانے کی توجیہات	۸۰۶
۷	''والضحی واللیل'' (دن اور رات) کی قسم کے محامل	۸۰۷
۸	الضحیٰ: ۳ کے شانِ نزول میں متعدد اقوال	۸۰۹
۹	اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وجاہت	۸۱۰
۱۰	دن بہ دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کرامت کا زیادہ ہونا	۸۱۰
۱۱	آپ کی آخرت کا آپ کی دنیا سے افضل ہونا	۸۱۱
۱۲	قرآن مجید کی سب سے زیادہ امید افزا آیت	۸۱۱
۱۳	اس حدیث کا بیان کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا	۸۱۳
۱۴	حدیث مذکور کا قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیثِ صحیحہ سے تعارض	۸۱۶
۱۵	حدیث مذکور پر تعارض کے اشکال کا جواب	۸۱۷
۱۶	دنیا اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۸۱۸
۱۷	آخرت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت عطا کرنے کے متعلق احادیث	۸۱۸
۱۸	یتیم کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم ہونے کی کیفیت	۸۲۱
۱۹	لفظ ''ضال'' کے معنی کی تحقیق اور ائمہ لغت کی تصریحات	۸۲۲
۲۰	امام ابومنصور ماتریدی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۳
۲۱	علامہ الماوردی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۵
۲۲	امام رازی کی لفظ ''ضال'' میں توجیہات	۸۲۵
۲۳	علامہ قرطبی کی لفظ ''ضال'' کے بارے میں توجیہات	۸۲۷
۲۴	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدر الافاضل کی توجیہات	۸۲۷
۲۵	مصنف کی توجیہ	۸۲۸
۲۶	''عائل'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کرنے کے محامل	۸۲۸
۲۷	آپ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	۸۲۹
۲۸	یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث	۸۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹	ربط آیات	۸۳۰
۳۰	صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کے لیے عذاب کی وعید کے متعلق احادیث	۸۳۰
۳۱	سائل کو دینے کی ترغیب کے متعلق احادیث	۸۳۱
۳۲	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو نرمی سے جواب دینا چاہیے	۸۳۳
۳۳	مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے' صرف اللہ سے گڑگڑا کر سوال کیا جائے	۸۳۴
۳۴	اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے اور یہی اس کا شکر ہے	۸۳۴
۳۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا ہے؟	۸۳۶
۳۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والی چند نعمتوں کے متعلق احادیث	۸۳۶
۳۷	سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا اختتام	۸۳۹
	سورۃ الانشراح	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۸۴۰
۲	الم نشرح لک صدرک (۸۔۱)	۸۴۱
۳	شرح صدر کا معنی	۸۴۱
۴	شرح صدر کے متعلق احادیث اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا	۸۴۲
۵	بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت کا عطا فرمایا جانا	۸۴۴
۶	ملا علی قاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت سے پہلے ولی قرار دینا	۸۴۵
۷	ملا علی قاری کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ	۸۴۶
۸	عالم ارواح میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کیا جانا	۸۴۷
۹	حدیث مذکور کی تخریج مصنف کی طرف سے	۸۴۸
۱۰	اس اعتراض کا جواب کہ عالمِ ارواح میں آپ کو نبی بنانے سے مراد یہ ہے کہ آپ اس وقت اللہ کے علم میں نبی تھے	۸۴۸
۱۱	مصنف کے جواب کی تائید دیگر اکابر علماء سے	۸۴۹
۱۲	عالم ارواح میں آپ کو نبوت عطا کرنے کے متعلق اکابر علماء کی تصریحات	۸۵۰
۱۳	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کرنے کی ایک اور دلیل	۸۵۱
۱۴	معراج کے موقع پر شق صدر	۸۵۱
۱۵	آپ کا شق صدر کتنی بار ہوا؟	۸۵۲
۱۶	آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں رکھنے' اس کو زمزم سے دھونے اور اس میں ایمان اور حکمت رکھنے کی تشریح	۸۵۲
۱۷	شق صدر پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۸۵۳
۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے محامل	۸۵۴
۱۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو پہاڑ سے گرا دینے کے ارادہ کی روایت صحیح نہیں	۸۵۴
۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''وزر'' کے بعض دیگر محامل	۸۵۵
۲۱	''اللهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون'' یہ دعا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی' کسی اور نبی نے کی ہے	۸۵۶
۲۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق امام ماتریدی' امام رازی اور علامہ قرطبی کی تقاریر	۸۵۸
۲۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۸۶۰
۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرنے کے متعلق مصنف کی تقریر	۸۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں	۸۶۵
۲۶	تبلیغ کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرنا	۸۶۵
۲۷	صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سوال کرنے میں رغبت کی جائے	۸۶۶
۲۸	سورۃ الانشراح کی تفسیر کی تکمیل	۸۶۷
	سورۃ التین	۸۶۸
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۶۸
۲	سورۃ التین کے مشمولات	۸۶۸
۳	والتین والزیتون○وطور سینین○ (۱۔۸)	۸۶۹
۴	”التین“ کا معنی اور اس کے طبی فوائد	۸۶۹
۵	”زیتون“ کا معنی اور اس کے طبی فوائد	۸۷۰
۶	”والتین والزیتون“ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۸۷۰
۷	”طور سینین“ کا مصداق	۸۷۱
۸	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	۸۷۲
۹	”انسان“ کے مصداق میں اقوال اور اس کے بہترین ساخت میں ہونے کی توجیہ	۸۷۲
۱۰	مؤمنین کاملین کا ارذل عمر سے محفوظ رہنا	۸۷۲
۱۱	سورۃ التین کی تفسیر کی تکمیل	۸۷۳
	سورۃ العلق	۸۷۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۸۷۴
۲	العلق کے مشمولات	۸۷۴
۳	اقرا باسم ربک الذی خلق○ (۱۔۱۹)	۸۷۵
۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی ابتداء	۸۷۶
۵	وحی کا لغوی معنی	۸۷۷
۶	وحی کا شرعی معنی	۸۷۷
۷	نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام	۸۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	خواب کی تعریف اور اقسام	۸۷۸
۹	ابتداء نبوت میں غارِ حرا جانے کی حکمتیں	۸۷۸
۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق	۸۷۹
۱۱	”ما انا بقارئ“ کی تحقیق	۸۷۹
۱۲	لکھنے کی فضیلت اور لکھنے کے متعلق احادیث	۸۸۰
۱۳	العلق: ۵ میں ”الانسان“ کے متعلق متعدد اقوال	۸۸۲
۱۴	”طغیان“ کا معنی	۸۸۳
۱۵	ابوجہل کی مذمت اور ادب کی وجہ سے مکروہ وقت میں نماز سے منع نہ کرنا	۸۸۴
۱۶	ابوجہل کے لیے عذاب کی وعید	۸۸۵
۱۷	سجدہ سے اللہ سبحانہ کے قرب کا حصول	۸۸۵
۱۸	سورۃ العلق کی تفسیر کی تکمیل	۸۸۶
	سورۃ القدر	۸۸۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۸۸۷
۲	انا انزلنہ فی لیلۃ القدر○ (۱۔۵)	۸۸۹
۳	”لیلۃ القدر“ میں قرآن مجید کا آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہونا	۸۸۹
۴	بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ	۸۹۰
۵	لیلۃ القدر میں ”قدر“ کے معانی	۸۹۰
۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا یا نہیں؟	۸۹۱
۷	لیلۃ القدر کے فضائل	۸۹۲
۸	رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل	۸۹۳
۹	لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ	۸۹۴
۱۰	ثواب میں اضافہ	۸۹۴
۱۱	گناہ میں اضافہ	۸۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲	شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں	۸۹۵
۱۳	فرشتوں کے نزول کی تفصیل	۸۹۶
۱۴	لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا	۸۹۶
۱۵	روح کے مصداق میں اقوال مفسرین	۸۹۷
۱۶	فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں	۸۹۸
۱۷	فرشتوں کا سلام	۸۹۹
۱۸	سورۃ القدر کی تفسیر کی تکمیل	۹۰۰
	سورۃ البینۃ	۹۰۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۰۱
۲	لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب. (۱۔۸)	۹۰۲
۳	امام ابو منصور ماتریدی کی تقریر	۹۰۲
۴	البینۃ: ۱ اور البینۃ: ۴ میں تعارض کے امام رازی کی طرف سے جوابات	۹۰۴
۵	امام رازی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ اور تجزیہ	۹۰۵
۶	البینۃ: ۱ میں ''من'' تبعیضیہ پر ایک اشکال کا جواب	۹۰۶
۷	مجوس اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں	۹۰۶
۸	اخلاص کی اہمیت	۹۰۷
۹	''حنفاء'' کا معنی	۹۰۷
۱۰	اخلاص اور عبادت کا معنی	۹۰۸
۱۱	وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب	۹۰۹
۱۲	البینۃ: ۵ کے لطائف اور نکات	۹۱۰
۱۳	کفار اہل کتاب کے عذاب کو مشرکین کے عذاب پر مقدم کرنے کی توجیہ	۹۱۱
۱۴	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے دلائل	۹۱۱
۱۵	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	۹۱۲
۱۶	مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے متعلق امام رازی کے تفصیلی دلائل	۹۱۳
۱۷	نبیوں اور مؤمنین صالحین پر فرشتوں کی فضیلت کے مسئلہ میں امام رازی کے تفصیلی دلائل کے جوابات	۹۱۴
۱۸	مفتی محمد شفیع کا پوری تفسیر کبیر کو امام رازی کی تفسیر نہ قرار دینا	۹۱۶
۱۹	ابو الکلام آزاد کی تفسیر کبیر پر مبہم تنقید	۹۱۷
۲۰	امام رازی کی تفسیر کبیر کے محاسن	۹۱۸
۲۱	مؤمنین صالحین کو جزا میں دائمی جنت عطا کرنے کی توجیہ	۹۱۹
۲۲	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنتیں عطا فرمانے کی تحقیق	۹۲۰
۲۳	عام مسلمانوں کی خدا خوفی کی دلیل	۹۲۱
۲۴	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت	۹۲۱
۲۵	اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا جنت عطا کرنے سے بڑا انعام ہے	۹۲۱
۲۶	اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی رضا کے محامل	۹۲۲
۲۷	اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو تفسیریں	۹۲۲
۲۸	کوئی مسلمان اپنے نجات یافتہ اور جنتی ہونے کا دعویٰ نہ کرے	۹۲۳
۲۹	سورۃ البینۃ کی تفسیر کا اختتام	۹۲۴
	سورۃ الزلزال	۹۲۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۲۵
۲	زلزلہ کی تعریف' اس کے اسباب اور اثرات اور اس کی تاریخ	۹۲۶
۳	زلزلہ کی تاریخ	۹۲۶
۴	زلزلہ کہاں آ سکتا ہے؟	۹۲۷
۵	زلزلے کس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں؟	۹۲۸
۶	زلزلہ پیمائی	۹۲۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	برصغیر پاک وہند میں زلزلے تاریخ کے آئینے میں	۹۳۰
۸	زلزلے سے متعلق ۲۰ اہم سوالات اور ان کے جوابات	۹۳۲
۹	زلزلہ سے متعلق اہم نکات	۹۳۵
۱۰	ریکٹر اسکیل کیا ہے؟	۹۳۶
۱۱	اذا زلزلت الارض زلزالها○(۸۔۱)	۹۳۷
۱۲	زلزلہ کا لغوی اور عرفی معنی	۹۳۷
۱۳	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	۹۳۷
۱۴	زمین کا اپنا بوجھ باہر نکالنا	۹۳۸
۱۵	زمین کے خبر دینے کی کیفیت	۹۳۸
۱۶	مؤمن اور کافر کے اعمال کے بدلہ کا ضابطہ	۹۳۹
	سورۃ العدیت	۹۴۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۴۲
۲	والعدیت ضبحا○فالموریت قدحا○(۱۱۔۱)	۹۴۲
۳	''العادیات ضبحا'' کا معنی	۹۴۲
۴	''الموریات قدحا'' کا معنی	۹۴۳
۵	''المغیرات صبحا'' کا معنی	۹۴۴
۶	''فاثرن به نقعا'' اور ''فوسطن به جمعا'' کا معنی	۹۴۴
۷	''الکنود'' کا معنی اور انسان کا اپنے ''الکنود'' ہونے پر گواہ ہونا	۹۴۴
۸	مال کی محبت کے متعلق احادیث	۹۴۵
۹	مال کی محبت کے اثرات	۹۴۶
۱۰	بخیل کی مذمت میں احادیث	۹۴۶
۱۱	''بعثر'' کا معنی	۹۴۶
۱۲	صحیفوں کے مندرجات کو ظاہر کرنے کے محامل	۹۴۷
۱۳	ظاہری اعضاء کے مقابلہ میں دل کے افعال کا معیار ہونا	۹۴۷
۱۴	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	۹۴۷
۱۵	سورۃ العدیت کی تکمیل	۹۴۸
	سورۃ القارعۃ	۹۴۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۴۹
۲	القارعة○ما القارعة○(۱۱۔۱)	۹۵۰
۳	قیامت کے دن لوگوں کے احوال	۹۵۱
۴	قیامت کے دن پہاڑوں کے احوال	۹۵۱
۵	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام ماتریدی کی تقریر	۹۵۲
۶	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت میں امام رازی کی تقریر	۹۵۳
۷	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت کے متعلق مصنف کی تقریر	۹۵۳
۸	ہاویہ کے معانی	۹۵۳
۹	سورۃ القارعۃ کی تفسیر کی تکمیل	۹۵۴
	سورۃ التکاثر	۹۵۵
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۵۵
۲	الهکم التکاثر○حتی زرتم المقابر○(۸۔۱)	۹۵۷
۳	مال میں کثرت کی طلب اس وقت ممنوع ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غفلت کی موجب ہو	۹۵۷
۴	اطاعت' عبادت اور حسن اخلاق میں کثرت کو طلب کرنا محمود اور مستحسن ہے	۹۵۸
۵	زیارت قبور کا بیان	۹۵۹
۶	فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم	۹۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	التکاثر: ۳ اور التکاثر: ۴ کے محامل	۹۶۲
۸	''علم الیقین' عین الیقین'' اور ''حق الیقین'' کی تعریفیں	۹۶۳
۹	دوزخ کو دیکھنا کفار کے ساتھ خاص ہے یا مؤمنین بھی دوزخ کو دیکھیں گے؟	۹۶۳
۱۰	نعمتوں کے متعلق سوال صرف کفار سے ہوگا یا مؤمنین سے بھی ہوگا	۹۶۴
۱۱	مؤمنین سے نعمتوں کے سوال پر دلائل	۹۶۴
۱۲	جن نعمتوں کا سوال کیا جائے گا' ان کے متعلق آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین	۹۶۵
۱۳	ان نعمتوں پر سوال کے متعلق احادیث سے استدلال	۹۶۵
۱۴	سورۃ التکاثر کی تفسیر کی تکمیل	۹۶۶
	سورۃ العصر	۹۶۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۶۷
۲	والعصر○ ان الانسان لفی خسر○ (۱_۳)	۹۶۸
۳	زمانہ کی قسم کھانے کی وجوہ	۹۶۸
۴	''العصر'' کی تفسیر میں اقوال	۹۶۹
۵	''والعصر'' سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہونا	۹۷۰
۶	تمام انسانوں کا خسارے میں مبتلا ہونا	۹۷۰
۷	حق اور صبر کی نصیحت کے محامل	۹۷۲
۸	افعال میں حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی؟	۹۷۲
۹	انسان کا خود نیک ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنائے	۹۷۳
۱۰	سورۃ العصر کی تفسیر کی تکمیل	۹۷۳
	سورۃ الھمزۃ	۹۷۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۷۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲	ویل لکل ھمزۃ لمزۃ○ الذی جمع مالا۔ (۱_۹)	۹۷۵
۳	سورۃ الھمزۃ کا شانِ نزول	۹۷۵
۴	''الھمزۃ'' اور ''اللمزۃ'' کے معانی	۹۷۶
۵	''الحطمۃ'' کا معنی	۹۷۷
۶	دوزخ کی آگ کی شدت	۹۷۷
۷	کفار کے عذاب کی کیفیت	۹۷۷
۸	''الھمزۃ'' کی تفسیر کی تکمیل	۹۷۸
	سورۃ الفیل	۹۷۹
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۷۹
۲	الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل۔ (۱_۵)	۹۸۱
۳	''اصحاب الفیل'' کو آپ کا دیکھنا متصور نہیں تھا' پھر کیوں فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا؟	۹۸۱
۴	پرندوں سے ابرھہ کے لشکر کو فنا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارہاص تھا	۹۸۱
۵	''اصحاب الفیل'' سے انتقام لینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے نکات	۹۸۲
۶	ابرھہ کے لشکر کا ہاتھیوں سے بھی کم درجہ ہونا	۹۸۳
۷	کعبہ میں بت پرستی کرنے والوں کو فوراً عذاب نہیں دیا تو ابرھہ کے لشکر کو فوراً عذاب کیوں دیا؟	۹۸۳
۸	ابرھہ تو علانیہ فساد کرنے آیا تھا' پھر اس کو ''کید'' کیوں فرمایا؟	۹۸۳
۹	''ابابیل'' کا معنی	۹۸۴
۱۰	''سجیل'' کا معنی	۹۸۴
۱۱	''عصف'' کا معنی	۹۸۴
۱۲	سورۃ الفیل کی تفسیر کی تکمیل	۹۸۵
	سورۃ القریش	۹۸۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۸۶
۲	لایلف قریش○الفھم رحلۃ الشتاء والصیف○(۱-۴)	۹۸۷
۳	قریش کے فضائل	۹۸۷
۴	القریش کا الفیل کے ساتھ مربوط ہونا	۹۸۸
۵	القریش اور الفیل الگ الگ سورتیں ہیں یا نہیں؟	۹۸۸
۶	قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کی توجیہ	۹۸۸
۷	قریش کی وجہ تسمیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب	۹۸۸
۸	قریش پر انعام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں	۹۸۹
۹	قریش کو کھانا کھلانے اور امن میں رکھنے کے اسباب	۹۸۹
۱۰	سورت القریش کی تفسیر کی تکمیل	۹۹۰
	سورۃ الماعون	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۹۹۱
۲	اریت الذی یکذب بالدین○(۱-۷)	۹۹۲
۳	الماعون کے مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اور پہلی تین آیتوں کے مکی ہونے پر دلائل	۹۹۲
۴	یتیم کی پرورش پر بشارت اور مسکین کو کھانا نہ کھلانے پر وعید اور الماعون: ۱ کا شانِ نزول	۹۹۳
۵	جن نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے	۹۹۴
۶	سہو کی تحقیق	۹۹۴
۷	ریاکاری کی تعریف	۹۹۵
۸	فرائض کو دکھا کر ادا کیا جائے اور نوافل کو چھپا کر	۹۹۵
۹	''الماعون'' کی تعریف میں بارہ اقوال	۹۹۵
۱۰	سورۃ الماعون کی تکمیل	۹۹۶
	سورۃ الکوثر	
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۹۹۷
۲	سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا	۹۹۷
۳	سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت	۹۹۸
۴	سورۃ الکوثر کا اس سے پہلی سورتوں کے لیے تتمہ ہونا	۹۹۹
۵	سورۃ الکوثر کا بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہونا	۱۰۰۱
۶	انا اعطینک الکوثر○فصل لربک وانحر○(۱-۳)	۱۰۰۳
۷	اس آیت میں ''انا'' اور ''اعطاء'' کے فوائد اور نکات	۱۰۰۳
۸	لفظ ''کوثر'' کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۱۰۰۴
۹	تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کے متعلق ضعیف روایات	۱۰۰۶
۱۰	''شانئ'' اور ''ابتر'' کے معنی	۱۰۰۶
۱۱	الکوثر: ۳ کا شانِ نزول	۱۰۰۷
۱۲	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت فرمانا	۱۰۰۸
۱۳	انبیاء سابقین کا خود اپنی مدافعت کرنا	۱۰۰۹
۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محبوبیت	۱۰۱۰
۱۵	الکوثر کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۱۰
	سورۃ الکافرون	۱۰۱۱
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۱۱
۲	قل یایھا الکفرون○لا اعبد ما تعبدون○(۱-۶)	۱۰۱۲
۳	''قل یایھا الکافرون'' کا شانِ نزول	۱۰۱۲
۴	''یایھا الکافرون'' سے پہلے ''قل'' لانے کے متعلق امام رازی کی توجیہات	۱۰۱۳
۵	امام رازی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	۱۰۱۵
۶	سورۃ الکافرون کی آیات میں تکرار کا جواب	۱۰۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	"لکم دینکم ولی دین" کے محامل	۱۰۱۶
۸	سورۃ الکافرون کی تکمیل	۱۰۱۶
	سورۃ النصر	۱۰۱۸
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۱۸
۲	اذا جاء نصر اللہ والفتحO (۳۔۱)	۱۰۱۹
۳	فتح سے مراد فتح مکہ ہونا	۱۰۱۹
۴	"اذا جاء نصر اللہ" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات پوری ہونے پر استدلال	۱۰۱۹
۵	حمد اور تسبیح کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے محامل	۱۰۲۰
۶	سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت حمد اور تسبیح اور استغفار کرنا	۱۰۲۱
۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ کثرت استغفار کے متعلق احادیث	۱۰۲۲
۸	امام رازی کے بعض نکات پر مصنف کا تبصرہ	۱۰۲۲
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق امام رازی کی توجیہات	۱۰۲۳
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کے متعلق دیگر مفسرین کی توجیہات	۱۰۲۳
۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت کی طرف متوجہ ہونا	۱۰۲۴
۱۲	سورت النصر کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۲۶
	سورۃ اللہب	۱۰۲۷
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	۱۰۲۷
۲	تبت یدا ابی لھب وتبO (۵۔۱)	۱۰۲۸
۳	سورت اللہب کا شان نزول	۱۰۲۸
۴	"تبت" کا معنی	۱۰۲۹
۵	ابولہب کا نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عداوت	۱۰۲۹
۶	ابولہب کی عبرت ناک موت	۱۰۳۰
۷	ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام	۱۰۳۰
۸	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر دلائل	۱۰۳۱
۹	ابولہب کی بیوی کی مذمت	۱۰۳۲
۱۰	ابولہب کی بیوی کے لیے دوزخ کی وعید	۱۰۳۲
۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی شدید مذمت	۱۰۳۳
۱۲	سورت اللہب کی تکمیل	۱۰۳۳
	سورۃ الاخلاص	۱۰۳۴
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۳۴
۲	سورت الاخلاص کے فضائل	۱۰۳۴
۳	قل ھو اللہ احدO اللہ الصمدO (۴۔۱)	۱۰۳۶
۴	مطالب کی تین قسمیں اور پوری تفسیر کبیر کا امام رازی کی تصنیف ہونا	۱۰۳۶
۵	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	۱۰۳۷
۶	"الصمد" کے معانی اور محامل	۱۰۳۸
۷	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	۱۰۳۸
۸	الاخلاص کا خلاصہ	۱۰۳۹
۹	شرک کی تعریف اور مشرکین مکہ کا شرک کیا تھا	۱۰۳۹
۱۰	سورۃ الاخلاص کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۴۱
	سورۃ الفلق	۱۰۴۲
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۴۲
۲	المعوذتین (الفلق اور الناس) کی فضیلت میں احادیث	۱۰۴۲
۳	آیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرتے تھے یا نہیں؟	۱۰۴۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	حضرت ابن مسعود کے انکارِ معوذتین کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	۱۰۴۴			
۵	قل اعوذ برب الفلق○من شر ما خلق○ (۵۔۱)	۱۰۴۶			
۶	اللہ سے پناہ طلب کرنے میں صبح کے وقت کی تخصیص کی توجیہات	۱۰۴۶			
۷	''نفثٰت'' کا معنی	۱۰۴۸			
۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا مؤقف	۱۰۴۸			
۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق مصنف کا مؤقف	۱۰۴۹			
۱۰	قرآن مجید کی سورتوں سے دم کرنے کا جواز	۱۰۵۰			
۱۱	حسد کی تعریف' اس کا شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	۱۰۵۰			
۱۲	سورۃ الفلق کی تکمیل	۱۰۵۱			
	سورۃ الناس	۱۰۵۲			
۱	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	۱۰۵۲			
۲	قل اعوذ برب الناس○ملک الناس○ (۶۔۱)	۱۰۵۳			
۳	انسان کی باقی مخلوق پر فضیلت	۱۰۵۳			
۴	''خناس'' کا معنی	۱۰۵۴			
۵	وسوسہ کا معنی	۱۰۵۴			
۶	دین کی سلامتی جسم کی سلامتی سے زیادہ اہم ہے	۱۰۵۵			
۷	سورۃ الناس کی تفسیر کی تکمیل	۱۰۵۵			
۸	تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل اور کلمات تشکر	۱۰۵۵			
☆	تبیان القرآن جلد ثانی عشر کی مفصل ڈائری	۱۰۵۸			
☆	تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری	۱۰۵۹			
☆	ماخذ و مراجع	۱۰۶۱			

Marfat.com

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمۂ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن

تجرید

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری نورانی زید علمہ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہلِ سنّت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مُدرّسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

Marfat.com

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

اشاریہ تبیان القرآن

یاقوت

مُرتّب

مولانا حافظ آس محمّد سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُرتب و تصحیح : مولانا حافظ آس محمد سعیدی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : محرم الحرام 1430ھ / جنوری 2009ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵۔۷۳۱۲۱۷۳۔۴۲۔۰۹۲
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹۔۴۲۔۰۹۲
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

اشاریہ تبیان القرآن (مکمل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	انتساب	27
☆	تعارف مؤلف	29
☆	تبیان القرآن، ارباب وعلم فکر کی نظر میں	32
☆	تاثرات	40
☆	پیش لفظ	43

(۱) آ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.1	آثار صحابہ	45
1.2	آثار قیامت	45
1.3	آخرت	45
1.4	آداب	45
1.5	حضرت آدم علیہ السلام	45
1.6	آزر	46
1.7	آزمائش	47
1.8	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا	47
1.9	آسمان	47
1.10	آغاز	48
1.11	آگ	48
1.12	آل	48
1.13	آمین	48
1.14	آنکھ	48
1.15	آیت	48
1.16	آیۃ الکرسی/ کرسی	48
1.17	آیت تطہیر	48

(۲) الف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.1	حضرت ابراہیم علیہ السلام	48
2.2	ابرار	50
2.3	امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	50
2.4	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	51
2.5	ابولہب	51
2.6	ابلیس	51
2.7	ابوجہل	51
2.8	ابرھہ	51
2.9	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ	52

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.10	حضرت ابو طالب	52
2.11	ابتداء	52
2.12	ابدال	52
2.13	سورۂ ابراہیم	52
2.14	حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ	52
2.15	اجر/اجرت	52
2.16	اجتہاد	53
2.17	اجماع	53
2.18	اجازت	54
2.19	سورۃ الاحقاف	54
2.20	سورۃ الاحزاب	54
2.21	غزوۂ احزاب	54
2.22	احوال آخرت	54
2.23	احسان	54
2.24	احکام شریعت	54
2.25	احصار	55
2.26	غزوۂ اُحد	55
2.27	اختلاف	55
2.28	اختیارات ،	55
2.29	اخلاص	55
2.30	سورۂ اخلاص	56
2.31	ادب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	56
2.32	ادب	56
2.33	حضرت ادریس علیہ السلام	56

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.34	اذان	57
2.35	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	57
2.36	استغفار	58
2.37	اسلام	58
2.38	استاذ	59
2.39	حضرت اسماعیل علیہ السلام	59
2.40	اسراف	59
2.41	اسرائیلی روایات	59
2.42	اسماء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	59
2.43	استمناء بالید	60
2.44	اسماء باری تعالیٰ	60
2.45	استقامت	60
2.46	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ	60
2.47	استخارہ	60
2.48	اسم اعظم	60
2.49	اسباب	60
2.50	اسماء حسنیٰ	60
2.51	استعانت/استمداد	60
2.52	استنجاء	60
2.53	اصحاب الاخدود	61
2.54	اصول فقہ	61
2.55	اصول حدیث	61
2.56	اصحاب کہف	61
2.57	اصحاب الایکہ	61

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.58	اطاعت	61
2.59	اطمینان	61
2.60	اعتکاف	61
2.61	اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم	61
2.62	سورۃ الاعلیٰ	62
2.63	اعتبار	62
2.64	سورۃ الاعراف	62
2.65	اغواء	62
2.66	اقتدار	62
2.67	اقامت	62
2.68	اقرار	62
2.69	اللہ تعالیٰ	62
2.70	الہام	68
2.71	الحاد	68
2.72	حضرت الیاس علیہ السلام	68
2.73	امام	68
2.74	امامت	68
2.75	امتحان	68
2.76	امن وسلامتی	68
2.77	امی	68
2.78	امثلہ	69
2.79	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	69
2.80	امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	69
2.81	امتیاز	69

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.82	امانت	70
2.83	امید	70
2.84	امیر	70
2.85	انسان	70
2.86	سورۃ الانشقاق	72
2.87	سورۃ الانشراح	72
2.88	سورۃ الانفطار	72
2.89	انجام	72
2.90	انجیل	72
2.91	انعام	72
2.92	انڈا	72
2.93	انگور	73
2.94	انبیاء کرام علیہم السلام	73
2.95	ان شاء اللہ	74
2.96	سورۃ الانبیاء	74
2.97	انصار	74
2.98	سورۃ الانفال	74
2.99	انفاق فی سبیل اللہ	75
2.100	سورۃ الانعام	75
2.101	انار	75
2.102	انعام یافتہ لوگ	75
2.103	انعامی بانڈز	75
2.104	اولی الامر	76
2.105	اوس وخزرج (قبائل)	76

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.106	اولاد	76
2.107	اولوالعزم	76
2.108	اہل سنت وجماعت	76
2.109	اہانت	76
2.110	اہل کتاب	76
2.111	اہل بیت	77
2.112	ایثار	77
2.113	ایمان	77
2.114	ایندھن	78
2.115	ایلاء	78
2.116	ایٹمی ہتھیار	78
2.117	ایذاء پہنچانا	79
2.118	حضرت ایوب علیہ السلام	79
2.119	ایصال ثواب	79

(۳) ب

3.1	بارش	79
3.2	باطل	80
3.3	بال	80
3.4	باندی	80
3.5	بت/بت پرست	80
3.6	بچے	81
3.7	بچھڑا	81
3.8	بخیل	81
3.9	بدعت	81
3.10	(معرکۂ) بدر	81
3.11	بددعا	82
3.12	بدکار	82
3.13	بدگمانی	82
3.14	بدلہ دینا	82
3.15	بدلہ لینا	83
3.16	بدشگون	83
3.17	برائی	83
3.18	برکات مصطفیٰ ﷺ	83
3.19	بروج	83
3.20	سورۃ البروج	83
3.21	برائی سے روکنا	83
3.22	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	83
3.23	بسیارخوری	84
3.24	بشارت	84
3.25	بشر	84
3.26	بعث بعد الموت	84
3.27	بغاوت	84
3.28	بغض	84
3.29	سورۃ البقرہ	84
3.30	بلوغت	84
3.31	ملکۂ سبا/بلقیس	84
3.32	سورۃ البلد	85
3.33	سورۂ بنی اسرائیل	85

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3.34	بنواسرائیل	85
3.35	بنوقریظہ	86
3.36	غزوۂ بنوالمصطلق	86
3.37	غزوۂ بنوقینقاع	86
3.38	غزوۂ بنونضیر	86
3.39	بھاگنا (میدانِ جنگ سے)	87
3.40	بہتان	87
3.41	بھولنا	87
3.42	بیع	87
3.43	بیٹھنا	87
3.44	بیٹی	87
3.45	بیٹا	87
3.46	بیماری	87
3.47	بیعت	87
3.48	سورۃ البینہ	87
3.49	بیوی	88

(۴) پ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4.1	پاک	88
4.2	پانی	88
4.3	پردہ	88
4.4	پرہیز	88
4.5	پرندہ	88
4.6	پڑوسی	88
4.7	پل صراط	88
4.8	پناہ طلب کرنا	88
4.9	پوسٹمارٹم	88
4.10	پہاڑ	88
4.11	پیش گوئی	88
4.12	پیشہ	89
4.13	پیوندکاری	89
4.14	پیشوا	89
4.15	پیدائش	89

(۵) ت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.1	تباہ	89
5.2	تبلیغ	89
5.3	تبیان القرآن	89
5.4	غزوۂ تبوک	89
5.5	عقیدۂ تثلیث	89
5.6	تجوید	90
5.7	تحفہ دینا	90
5.8	تحویل قبلہ	90
5.9	سورۃ التحریم	90
5.10	تخلیق	90
5.11	تدبر	90
5.12	تدبیر	90
5.13	تربیت	90
5.14	ترغیب	90
5.15	ترہیب	90

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.16	تزکیہ	90
5.17	تسبیح باری تعالیٰ	90
5.18	تصوف	91
5.19	تصویر	91
5.20	تصدیق	91
5.21	تعظیم رسول ﷺ	91
5.22	تعلیم/تعلم	91
5.23	تعویذ	91
5.24	تعظیم خداوندی	91
5.25	تعریف	91
5.26	تعجب	92
5.27	سورۃ التغابن	92
5.28	تفسیر کبیر (للامام رازی)	92
5.29	تفسیر	92
5.30	تقویٰ	92
5.31	تقلید	92
5.32	تقدیر	93
5.33	تقسیم کرنا	93
5.34	تقویم	94
5.35	تقیہ	94
5.36	تکبر	94
5.37	تکلف	94
5.38	سورۃ التکویر	94
5.39	سورۃ التکاثر	94

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.40	تلاوت کلام پاک	94
5.41	تمباکونوشی	94
5.42	تہجد	94
5.43	توسل	95
5.44	توبہ	95
5.45	تورات	96
5.46	توکل	96
5.47	تواضع	97
5.48	سورۃ التوبہ	97
5.49	توہین رسالت	97
5.50	توحید باری تعالیٰ	97
5.51	توریہ	99
5.52	تیمم	99
5.53	سورۃ التین	99
5.54	تیراندازی	99

(۶) ٹ

6.1	ٹیکس	99

(۷) ث

7.1	ثابت قدمی	99
7.2	حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ	99
7.3	ثواب	99
7.4	قوم ثمود	100

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

(۸) ج

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8.1	جانور	100
8.2	جاہل/ جہالت	100
8.3	جادو	100
8.4	جار (پڑوسی)	101
8.5	جاسوس	101
8.6	جان بچانا	101
8.7	سورۃ الجاثیہ	101
8.8	جبریہ	101
8.9	جبر و قدر	101
8.10	جبلت	101
8.11	حضرت جبریل علیہ السلام	102
8.12	جدال	102
8.13	جزاء	102
8.14	جزیہ	102
8.15	جلد بازی	102
8.16	جمعۃ المبارک	102
8.17	جماعت	103
8.18	جماع	103
8.19	جمادات	103
8.20	سورۃ الجمعہ	103
8.21	جمہوریت	103
8.22	جنت	103
8.23	جن	106
8.24	سورۃ الجن	106
8.25	جنازۂ نماز	106
8.26	جنون	107
8.27	جنگ جمل	107
8.28	جواء	107
8.29	جوامع الکلم	107
8.30	جھوٹ	107
8.31	جھگڑنا	107
8.32	جہنم	108
8.33	جہاد/ جنگ	108
8.34	جھوٹی نبوت کے دعویدار	109

(۹) چ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9.1	چاند	109
9.2	چاندی	109
9.3	چشمے	109
9.4	چغلی کھانا	109
9.5	چلنا	109
9.6	چوری کرنا	109
9.7	چھٹی	109
9.8	چھپکلی	109
9.9	چھینک	109
9.10	چیونٹی	110
9.11	چیخنا	110

Marfat.com

ح (۱۰)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10.1	سورۃ الحاقہ	110
10.2	حضرت حاطب رضی اللہ	110
10.3	حاکم	110
10.4	حاجت روائی	110
10.5	حبیب النجار	110
10.6	حج وعمرہ	110
10.7	حجر (قولی تصرف سے روکنا)	111
10.8	حجت	111
10.9	حج اکبر	111
10.10	سورۃ الحجر	111
10.11	سورۃ الحج	111
10.12	حجاب	111
10.13	سورۃ الحجرات	112
10.14	حدود و قصاص	112
10.15	حدیث	112
10.16	سورۃ الحدید	113
10.17	حروف	113
10.18	حرابہ	113
10.19	حرام	113
10.20	حرمت والے مہینے	114
10.21	حرص	114
10.22	حروف مقطعات	114
10.23	حسد	114
10.24	حساب	115
10.25	حسرت	115
10.26	حسن سلوک	115
10.27	حسن اخلاق	115
10.28	سورۃ الحشر	115
10.29	حشرات الارض	115
10.30	حشر	115
10.31	حقوق العباد	116
10.32	حقیقت	116
10.33	حق	117
10.34	حکمت	117
10.35	حکومت	117
10.36	حلال	117
10.37	حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن)	117
10.38	حمد	117
10.39	حمل	117
10.40	سورۃ حٰمٓ السجدہ	118
10.41	غزوۂ حنین	118
10.42	حور	118
10.43	حواریین	118
10.44	حضرت حواء علیہا السلام	118
10.45	حیاء	118
10.46	حیلہ	118

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10.47	حیات	118
10.48	حیض	119
10.49	حیات النبی ﷺ	119

(۱۱) خ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11.1	خارجی	119
11.2	خاموش	119
11.3	خاک نشیں	119
11.4	خاندانی منصوبہ بندی	119
11.5	خبر واحد	119
11.6	ختم نبوت	119
11.7	خدمت	120
11.8	خراج	120
11.9	خرچ کرنا	120
11.10	حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ	120
11.11	خسارہ	120
11.12	خشوع وخضوع	120
11.13	خشیت الٰہی	121
11.14	خصائص مصطفی ﷺ	121
11.15	حضرت خضر علیہ السلام	121
11.16	خلیفہ/خلافت	121
11.17	خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم	121
11.18	خمر ودیگر منشیات	121
11.19	خمس	122
11.20	خنزیر	122
11.21	غزوۂ خندق	122
11.22	خواہش	122
11.23	خودکشی	122
11.24	خون	122
11.25	خوف خدا	122
11.26	خواب	123
11.27	خیانت	123
11.28	خیال	123
11.29	غزوۂ خیبر	123

(۱۲) د

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12.1	دارالحرب	124
12.2	دارالسلام	124
12.3	دارالکفر	124
12.4	داڑھی	124
12.5	حضرت داؤد علیہ السلام	124
12.6	سورۃ الدخان	125
12.7	درود شریف	125
12.8	درایت	125
12.9	درگور کرنا	125
12.10	دشمن	125
12.11	دعوت دین	125
12.12	دعا	125
12.13	دل	127
12.14	دماغ	127

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12.15	دم درود	127
12.16	دنیا	127
12.17	دن	128
12.18	دودھ	128
12.19	دوزخ	129
12.20	دوست	130
12.21	دھمکی دینا	130
12.22	دھواں	130
12.23	دھریہ	130
12.24	دھمال	130
12.25	سورۃ الدھر	130
12.26	دھوکہ دینا	130
12.27	دین	131
12.28	دیت	131
12.29	دیدارِ الٰہی	131
12.30	دیہاتی	131

(۱۳) ڈ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13.1	ڈاکو/ڈاکہ	131
13.2	ڈکار	131

(۱۴) ذ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14.1	سورۃ الذاریات	131
14.2	ذبیحہ	132
14.3	ذخیرہ اندوزی کرنا	132
14.4	ذکرِ الٰہی	132
14.5	ذوی القربیٰ	132
14.6	ذوی الارحام	132
14.7	ذوالقرنین	132
14.8	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	133
14.9	ذوالحجہ	133

(۱۵) ر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15.1	رات	133
15.2	راحت	133
15.3	راہب/رہبانیت	133
15.4	راز	133
15.5	رب	133
15.6	ربا	133
15.7	ربانیین	134
15.8	رجم	134
15.9	سورۃ الرحمٰن	134
15.10	رحمتِ باری تعالیٰ	134
15.11	رزق	134
15.12	رسالت/رسول	135
15.13	رشوت	135
15.14	رشتہ دار	136
15.15	رضائے الٰہی/مصطفیٰ	136
15.16	سورۃ الرعد	136
15.17	رقص وسرود	136
15.18	رکون (کفار سے میل جول)	136

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15.19	رمضان المبارک	136
15.20	رمل	136
15.21	روزہ	136
15.22	روح القدس	137
15.23	روضۂ رسول اللہ ﷺ	137
15.24	روح	137
15.25	رونا	138
15.26	روٹی	138
15.27	سورۃ الروم	138
15.28	رہائش	138
15.29	رہن (گروی رکھنا)	138
15.30	رؤیت باری تعالیٰ	138
15.31	ریاکاری	139
15.32	ریشم	139
15.33	ریب	139

(۱۶) ز

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16.1	زبور	139
16.2	سورۃ الزخرف	139
16.3	زرہ	139
16.4	زکوٰۃ	139
16.5	حضرت زکریا علیہ السلام	140
16.6	زلزلہ	140
16.7	سورۃ الزلزال	140
16.8	زمزم	140
16.9	زمین	140
16.10	سورۃ الزمر	141
16.11	زندیق	142
16.12	زنا	142
16.13	زندگی	142
16.14	زوجہ	142
16.15	زوج	142
16.16	زہد	143
16.17	زیارتِ رسول کریم ﷺ	143
16.18	زیورات	143
16.19	زیتون	143
16.20	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	143
16.21	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	143
16.22	زینت	143
16.23	زیارت قبور	143

(۱۷) س

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
17.1	سامری	144
17.2	سالک	144
17.3	سائل/سوال کرنا	144
17.4	سازش	144
17.5	سورۂ سبا	144
17.6	سبحان	144
17.7	سببِ نزول	144
17.8	سابقہ امتیں	144

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
17.9	قوم سبا	145
17.10	السبع المثانی	145
17.11	ستارہ	145
17.12	سٹہ بازی	145
17.13	سجدہ	145
17.14	سجدۂ تلاوت	145
17.15	سورۃ السجدہ	146
17.16	سجدۂ تعظیمی	146
17.17	سچ	146
17.18	سحر	146
17.19	سرقہ کرنا (چوری کرنا)	146
17.20	سرجری	146
17.21	سرگوشی کرنا	146
17.22	سزا	146
17.23	حضرت سعد رضی اللہ عنہ	146
17.24	سفر	146
17.25	سکوت	146
17.26	سگریٹ نوشی	146
17.27	حضرت سلیمان علیہ السلام	147
17.28	سلام/معانقہ	148
17.29	سلطان	148
17.30	سلطنت	148
17.31	سماع موتی	148
17.32	سماع	148
17.33	سمندر	149
17.34	سنت	149
17.35	سود	149
17.36	سورۃ	149
17.37	سورج	149
17.38	سونا	149
17.39	سہو	150
17.40	سیارہ	150
17.41	سید حاراستہ	150

(۱۸)ش

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18.1	شام	150
18.2	شب برات	150
18.3	شجرۃ الزقوم	150
18.4	الشح	150
18.5	شر	150
18.6	شرح صدر	150
18.7	شرک	150
18.8	شریعت	151
18.9	شرم گاہ	151
18.10	شعور	151
18.11	شعر	151
18.12	حضرت شعیب علیہ السلام	152
18.13	شعائر اللہ	152
18.14	سورۃ الشعراء	152

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18.15	شفاء	152
18.16	شفقت	152
18.17	شفاعت	152
18.18	شق صدر	154
18.19	شق قمر	154
18.20	شکر/شاکر	154
18.21	شک	154
18.22	شکوہ/شکایت	155
18.23	شکار	155
18.24	شگون	155
18.25	شمس	155
18.26	سورۃ الشمس	155
18.27	شوہر	156
18.28	سورۃ الشوریٰ	156
18.29	شہادت	156
18.30	شہید	156
18.31	شہد	157
18.32	شہاب ثاقب	157
18.33	شہاب زہری	157
18.34	شیطان	157
18.35	شیعہ	159
18.36	شیخ	159

(۱۹) ص

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19.1	سورۂ ص	159
19.2	حضرت صالح علیہ السلام	159
19.3	صالح	160
19.4	صائبین	160
19.5	صابن	160
19.6	صبر	160
19.7	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	161
19.8	صحیفہ	161
19.9	صدیق	162
19.10	صدق	162
19.11	صدقہ	162
19.12	صراطِ مستقیم	162
19.13	صعقہ	162
19.14	سورۃ الصف	162
19.15	جنگ صفین	162
19.16	صفات باری تعالیٰ	162
19.17	سورۃ الصّٰفّٰت	162
19.18	صلح حدیبیہ	162
19.19	صلوٰۃ (درود و سلام)	163
19.20	صلوٰۃ (نماز)	164
19.21	صلح	166
19.22	صلہ رحمی	166
19.23	صوفی باصفا	166
19.24	صور	166
19.25	صیغۂ امر	167

Marfat.com

(۲۰) ض

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20.1	ضالین	167
20.2	سورۃ الضحیٰ	167
20.3	ضد	167
20.4	ضمانت	167

(۲۱) ط

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21.1	سورۃ الطارق	167
21.2	طالوت	167
21.3	طاعون	167
21.4	طائر	167
21.5	طریقت	168
21.6	طریقۂ انتخاب	168
21.7	طعام	168
21.8	طعنہ	168
21.9	سورۃ الطلاق	168
21.10	طلاق	168
21.11	سورۃ الطور	169
21.12	طواف	169
21.13	سورۂ طٰہٰ	169
21.14	طہارت	170
21.15	طیب	170

(۲۲) ظ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22.1	ظالم/ظلم	170
22.2	ظن	170
22.3	ظہار	170

(۲۳) ع

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23.1	عاجزی کرنا	171
23.2	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	171
23.3	عالمین	171
23.4	عالم	171
23.5	سورۃ العادیات	172
23.6	قوم عاد	172
23.7	عابد/عبادت	172
23.8	العاص بن وائل	173
23.9	عاشورہ	173
23.10	سورۃ العبس	173
23.11	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	173
23.12	عبرت	173
23.13	عبداللہ بن ابی	173
23.14	عتاب	174
23.15	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	174
23.16	عجلت	174
23.17	عدت	174
23.18	عدل	174
23.19	عذاب	175
23.20	عذر	177
23.21	عرش	177
23.22	عرس	177

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23.23	عربی زبان	178
23.24	عراف	178
23.25	عزت	178
23.26	عزیمت	178
23.27	عزلت نشینی	178
23.28	حضرت عزیر علیہ السلام	178
23.29	عشر	178
23.30	عصا	178
23.31	عصمتِ انبیاء	178
23.32	سورۃ العصر	179
23.33	عطا کرنا	179
23.34	عفو و درگزر	179
23.35	عقیدہ	179
23.36	عقد	179
23.37	عقل	179
23.38	عقیقہ	180
23.39	سورۃ العلق	180
23.40	علم/علم دین	180
23.41	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	181
23.42	علم جفر	181
23.43	علم غیب	181
23.44	علم لدنی	182
23.45	علم نجوم	182
23.46	علم باری تعالیٰ	182

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23.47	علم نبوی ﷺ	183
23.48	علاج	183
23.49	علامات قیامت	184
23.50	علوم خمسہ	184
23.51	عمارت	184
23.52	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	184
23.53	عمران کی بیوی	185
23.54	عمر	185
23.55	عمریٰ	185
23.56	عمل	185
23.57	سورۃ العنکبوت	186
23.58	عورت	186
23.59	عہد	186
23.60	عہد شکنی	187
23.61	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	187
23.62	عیادت	189
23.63	عیب	189
23.64	عیش و عشرت	189

غ (۲۴)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24.1	سورۃ الغاشیہ	189
24.2	غبن	189
24.3	غریب	189
24.4	غزوۂ بدر	189
24.5	غصہ	189

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24.6	غفلت/ غافل	189
24.7	مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	189
24.8	غلام	189
24.9	غلام احمد قادیانی	190
24.10	غلو	190
24.11	مال غنیمت	190
24.12	غناء	190
24.13	غور وفکر	190
24.14	غیر اللہ کو پکارنا	190
24.15	غیب	190
24.16	غلطی کرنا	190
24.17	غیبت	190
24.18	غیرت	190
24.19	غیظ وغضب	191

(۲۵) ف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25.1	سورۃ الفاتحہ	191
25.2	فاتحہ خلف الامام	191
25.3	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	191
25.4	فاسق/ بدعقیدہ	191
25.5	سورۃ فاطر	191
25.6	فاحشہ	191
25.7	فال	191
25.8	فارس	191
25.9	فبای آلاء ربکما تکذبن	191
25.10	فتح	191
25.11	فتویٰ	191
25.12	فتنہ	191
25.13	سورۃ الفتح	192
25.14	فطر	192
25.15	سورۃ الفجر	192
25.16	فحش کام	192
25.17	فخر	192
25.18	فرعون/قوم فرعون	192
25.19	فرقے	193
25.20	فرق	193
25.21	فرقہ بندی	194
25.22	فرشتہ	194
25.23	فریب	195
25.24	سورۃ الفرقان	195
25.25	فراست	195
25.26	فرمانبردار	195
25.27	فساد	195
25.28	فضول خرچی	195
25.29	فضل	195
25.30	فضیلت	195
25.31	فطرت	195
25.32	فعل	195

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25.33	فقہ	196
25.34	فقیر/فقر	196
25.35	فلسطین	196
25.36	فلسفہ	196
25.37	سورۃ الفلق	196
25.38	فواکہہ	196
25.39	فیصلہ	196
25.40	سورۃ الفیل	196
25.41	فیٔ	196

(۲۶) ق

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26.1	سورۂ قٓ	196
26.2	قاضی	196
26.3	قابیل/ھابیل	196
26.4	قارون	197
26.5	سورۃ القارعہ	197
26.6	قبر	197
26.7	قبلہ	197
26.8	قبولِ اسلام	197
26.9	قبح	197
26.10	قتل	197
26.11	قدرت باری تعالیٰ	198
26.12	سورۃ القدر	198
26.13	قذف	198
26.14	قرآن مجید	198
26.15	قرض	202
26.16	قرامطہ	202
26.17	قرأت خلف الامام	202
26.18	قربانی	203
26.19	قریش	203
26.20	سورۃ القریش	203
26.21	قرعہ اندازی	203
26.22	قرض خواہ	204
26.23	قسم	204
26.24	قصہ	204
26.25	قصاص	204
26.26	سورۃ القصص	204
26.27	قضاء	205
26.28	قلب	205
26.29	سورۃ القلم	205
26.30	قمار	205
26.31	سورۃ القمر	205
26.32	قناعت	205
26.33	دعائے قنوت	205
26.34	قوت	205
26.35	قواعد فقہیہ	205
26.36	قیاس	205
26.37	قید/قیدی	206
26.38	قیام تعظیمی	206

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26.39	قیامت	206
26.40	سورۃ القیامہ	209

(۲۷) ک

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
27.1	کائنات	209
27.2	کاہن	209
27.3	سورۃ الکافرون	209
27.4	کامیابی	209
27.5	کبوتر بازی	209
27.6	کتا	209
27.7	کتاب	209
27.8	کذب	210
27.9	کرامت	210
27.10	کراماً کاتبین	210
27.11	کسب	210
27.12	کعبہ	210
27.13	کفر/کفار	210
27.14	کفارہ	216
27.15	کفریہ کلمات	216
27.16	کفو	217
27.17	کلمۂ طیبہ	217
27.18	کلمۂ حق	217
27.19	کلالہ	217
27.20	کلام باری تعالیٰ	217
27.21	کم عقل	217
27.22	کن فیکون	217
27.23	سورۃ الکوثر	218
27.24	کوڑے	218
27.25	کھیل	218
27.26	کھانا کھانے کے آداب	218
27.27	کھجور	218
27.28	سورۃ الکھف	218

(۲۸) گ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
28.1	گدھا	218
28.2	گداگری	218
28.3	گرفت	219
28.4	گروی رکھنا	219
28.5	گستاخ رسول	219
28.6	گمراہ/گمراہی	219
28.7	گمان	219
28.8	گنبد خضریٰ	219
28.9	گناہ	219
28.10	گوشت	221
28.11	گوہ	221
28.12	گواہی دینا	221

(۲۹) ل

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29.1	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	221
29.2	لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	221

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29.3	لاٹری	221
29.4	لالچ	221
29.5	لباس	221
29.6	لذت	221
29.7	لذیذ	221
29.8	لشکر	221
29.9	لعان	221
29.10	لعنت	222
29.11	لغو	222
29.12	لقب	222
29.13	لقطہ	222
29.14	لقیط	222
29.15	سورۂ لقمان	222
29.16	حکیم لقمان	222
29.17	لکھنا	222
29.18	لوحِ محفوظ	222
29.19	لوحِ قرآنی	223
29.20	لواطت	223
29.21	حضرت لوط علیہ السلام	223
29.22	سورۃ اللھب	224
29.23	لوہا	224
29.24	لہو ولعب	224
29.25	سورۃ اللیل	224
29.26	لیلۃ القدر	224

(۳۰) م

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.1	مال	225
30.2	مال غنیمت	225
30.3	سورۃ المائدہ	225
30.4	ماشاءاللہ	225
30.5	سورۃ الماعون	225
30.6	مباہلہ	225
30.7	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	225
30.8	مباشرت	226
30.9	مایوس ہونا	226
30.10	متقی	226
30.11	متعہ	226
30.12	متفرقات	226
30.13	مٹی	226
30.14	مجرم	226
30.15	مجمع البحرین	226
30.16	مجذوب	226
30.17	مجتہد	226
30.18	مجلس	226
30.19	مجوسی	227
30.20	سورۃ المجادلۃ	227
30.21	مچھلی	227
30.22	محسن	227
30.23	محراب	227

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.24	محرم الحرام	227
30.25	سورۂ محمد	227
30.26	محبت	227
30.27	سیدنا محمد عربی ﷺ	227
30.28	محمد بن عبدالوہاب نجدی	235
30.29	محکم	235
30.30	مخلوق	235
30.31	مداہنت	235
30.32	مدافعت	236
30.33	مدد حاصل کرنا	236
30.34	سورۃ المدثر	236
30.35	مدینہ منورہ	236
30.36	مدعی نبوت	236
30.37	مذاق کرنا	236
30.38	مذہب	236
30.39	حضرت مریم علیہا السلام	236
30.40	مرتد	237
30.41	مردار	237
30.42	سورۂ مریم	237
30.43	مرغ	237
30.44	مردوں کو زندہ کرنا	238
30.45	مرجئہ	238
30.46	سورۃ المرسلات	238
30.47	مزارات	238
30.48	سورۃ المزمل	238
30.49	مسکین	238
30.50	مسجد	238
30.51	مسیح	239
30.52	مسلمان	239
30.53	مشابہت	240
30.54	مشرق	240
30.55	مشرک	240
30.56	مشکل الفاظ کے معانی	242
30.57	مشورہ	249
30.58	مصیبت	250
30.59	مصارف زکوٰۃ	250
30.60	مصاہرت	251
30.61	مضطر	251
30.62	سورۃ المطففین	251
30.63	سورۃ المعارج	251
30.64	معاف کرنا	251
30.65	معجزہ	251
30.66	معرفت	252
30.67	معذور	252
30.68	معصوم	252
30.69	معراج النبی ﷺ	252
30.70	معاد	253
30.71	معاملہ	253

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.72	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	253
30.73	مغضوب	253
30.74	مغفرت	253
30.75	مغرب	253
30.76	مفتوحہ علاقے	254
30.77	مقابلہ	254
30.78	مقتول	254
30.79	مقام محمود	254
30.80	مکہ مکرمہ/ اہل مکہ	254
30.81	مکس	255
30.82	مکڑی	255
30.83	ملت	255
30.84	ملائکہ	255
30.85	ملحد	255
30.86	سورۃ الملک	255
30.87	سورۃ الممتحنہ	255
30.88	منت مانگنا	255
30.89	منطق	255
30.90	مناظرہ/ مباحثہ	255
30.91	منافق	255
30.92	سورۃ المنافقون	257
30.93	موت	257
30.94	حضرت موسیٰ علیہ السلام	257
30.95	مواخذہ	260
30.96	مویشی	260
30.97	مولوی	261
30.98	موالات	261
30.99	مہر	261
30.100	مہمان نوازی	261
30.101	مؤمن	261
30.102	سورۃ المؤمنون	263
30.103	سورۃ المؤمن	263
30.104	میت	263
30.105	میقات	263
30.106	میثاق	263
30.107	میزان	263
30.108	میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم	263
30.109	میانہ روی	264

(۳۱) ن

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31.1	نام	264
31.2	سورۃ الناس	264
31.3	ناپ تول	264
31.4	سورۃ النباء	264
31.5	نبوت/ نبی	264
31.6	نجات	266
31.7	نجات از جہنم طلب کرنا	266
31.8	سورۃ النازعات	266
31.9	نجاشی	266

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31.10	نجومی	266
31.11	سورۃ النجم	266
31.12	سورۃ النمل	266
31.13	نحوست	266
31.14	نداء یارسول اللہ ﷺ	267
31.15	نذر	267
31.16	نسخ	267
31.17	سورۃ النباء	267
31.18	نسیان	267
31.19	نسب	268
31.20	نسبت	268
31.21	نشانی	268
31.22	نصب	268
31.23	سورۃ النصر	268
31.24	نصاریٰ	268
31.25	نصیحت	268
31.26	نطفہ	268
31.27	نذر لگنا	268
31.28	نعمت	268
31.29	نفس	270
31.30	نفل	270
31.31	نفاق	270
31.32	نفع وضرر	270
31.33	نفع رسانی	271

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31.34	نقصان	271
31.35	نکاح	271
31.36	نگاہ	272
31.37	نماز	272
31.38	نمرود	272
31.39	سورۃ النمل	272
31.40	حضرت نوح علیہ السلام	272
31.41	سورۂ نوح	274
31.42	نور	274
31.43	سورۃ النور	274
31.44	نوحہ کرنا	274
31.45	نیت	274
31.46	نیند	274
31.47	نیک اعمال	274
31.48	نیک لوگ	275
31.49	نیکی	275
31.50	نیکی کا حکم دینا	275

(۳۲) و

32.1	والدین (ماں + باپ)	275
32.2	والدین کریمین رضی اللہ عنہما	276
32.3	وادی حجر	276
32.4	وادی طویٰ	276
32.5	واعظ	276
32.6	وارث	276

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32.7	سورۃ الواقعہ	277
32.8	وجاہت	277
32.9	وجد	277
32.10	وجود باری تعالیٰ	277
32.11	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ	277
32.12	وحی	277
32.13	وراثت	278
32.14	وزیر/وزارت	278
32.15	وسیلہ	278
32.16	وسوسہ	279
32.17	وصیت	279
32.18	وضو	279
32.19	وعد/وعید	279
32.20	وعدہ	279
32.21	وکیل	279
32.22	ولایت	279
32.23	ولی	279
32.24	ولید بن عتبہ	280
32.25	ولید بن مغیرہ	280
32.26	ووٹ	280
32.27	وہم	280

(۳۳) ہ/ھ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33.1	حضرت ہارون علیہ السلام	280
33.2	ہاروت وماروت	280
33.3	ہجرت/مہاجرین	280
33.4	ہدیٰ	281
33.5	ہدہد	281
33.6	ہدایت/ہادی	281
33.7	ہڈی	282
33.8	ہلاکت	282
33.9	سورۃ الہمزہ	282
33.10	ہم جنس پرستی	282
33.11	ہنسنا/تبسم/قہقہہ	282
33.12	سورۂ ہود	282
33.13	حضرت ہود علیہ السلام	282

(۳۴) ی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34.1	یاجوج وماجوج	283
34.2	یاد	283
34.3	یتیم	283
34.4	حضرت یحییٰ علیہ السلام	284
34.5	یزید	284
34.6	سورۂ یٰسین	284
34.7	حضرت یعقوب علیہ السلام	284
34.8	یقین	285
34.9	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	285
34.10	سورۂ یوسف	285
34.11	حضرت یوسف علیہ السلام	285
34.12	یوم	289

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34.13	یوم حساب	289
34.14	یوم حشر	289
34.15	یوم عرفہ	289
34.16	یوم میلاد	289
34.17	یوم نحر	289
34.18	سورۂ یونس	289
34.19	حضرت یونس علیہ السلام	290
34.20	یہود ونصاریٰ	290

تمت

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو ان دو عظیم شخصیات کے نام منسوب کرتا ہوں
جن کے علمی فیضان سے یقیناً ایک عالم مستفیض و مستفید ہو رہا ہے
جن کا وجود مسعود مسلمانانِ عالم کے لیے باعث رحمت اور مینارۂ نور ہے

میری مراد ہیں

محدث عصر، سعیدِ ملت، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب

اور

میرے محسن و مربی، میرے استاذ محترم، میرے راہبر و رہنما
حضرت علامہ مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب
امداللہ ظلھما علیٰ جمیع المسلمین والمسلمات

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف مؤلف اشاریہ تبیان القرآن

حضرت مولانا حافظ آس محمد سعیدی زید علمہ وفضلہ واسعدہ اللہ فی الدارین' نہایت مخلص اور جلیل القدر عالم دین ہیں' انہوں نے نہایت محبت اور اخلاص سے تفسیر تبیان القرآن کا اشاریہ ترتیب دیا ہے' جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے مضامین تبیان کی فہرست بنائی ہے' مثلاًت کے باب میں ایک عنوان ہے: توسل' اس کی فہرست اس طرح بنائی ہے:

توسل

وسیلہ کا معنی	187/1
انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ	188/1
توسل بعد از وصال پر اعتراضات کے جوابات	196/1
توسل بعد از وصال کے متعلق علماء کرام کے نظریات	198/1
حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا	448/1
وسیلہ بمعنی ذریعۂ تقرب	171/3
انبیاء واولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا	171-173/3
وسیلہ بمعنی درجہ جنت	174/3
دعا اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق	174/3
دعا اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	175/3
وسیلہ بمعنی مرشد کامل	176/3

پیدائش وابتدائی حالات

حافظ آس محمد سعیدی کے والد کا نام محمد الیاس ہے' حافظ آس محمد 1987ء میں بہاولپور پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر میں حاصل کی' ان کے استاذِ گرامی حافظ عون محمد سعیدی ہیں' دوسرے استاد جن سے انہوں نے اکتساب فیض کیا علامہ اللہ وسایا سعیدی ہیں اور شیخ المیراث علامہ احمد دین صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ قرآن مجید حافظ محمد سلیمان کے پاس تین سال میں حفظ کیا' جب سے اب تک دومرتبہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کی اور باقی سالوں میں قرآن مجید کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ اپنے استاد حافظ عون محمد سعیدی صاحب سے 2005ء میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے' اور حافظ عون محمد سعیدی غزالی زماں بیہقی دوراں حضرت علامہ سیّد سعید احمد شاہ صاحب کاظمی قدس سرہٗ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہیں۔

Marfat.com

تعلیمی مراحل

2002ء میں ثانوی عامہ اور میٹرک پاس کیا' 2003ء میں فاضل عربی پاس کیا اور بہاولپور بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی 2004ء میں ثانوی خاصہ اور I.com پاس کیا۔ 2006ء میں B.com اور عالیہ پاس کیا' پھر 2008ء میں تنظیم المدارس سے شہادتِ عالیہ کی سند حاصل کی۔ 2006ء میں کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سوفٹ ویئر کی تعلیم حاصل کی۔ عامہ' خاصہ' عالیہ اور عالمیہ میں ممتاز مع شرف کی ڈگری حاصل کی جب کہ میٹرک' I.com اور B.com پہلی ڈویژن (1st Division) کے ساتھ پاس کیا۔ 2007ء میں استاذ عون محمد سعیدی صاحب سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ 2006ء میں مرکز تحقیق فیصل آباد میں ترتیبی کورس مکمل کیا۔ تنظیم المدارس کے امتحان العالیہ کے لیے جو مقالہ تحریر کیا' اس کا عنوان تھا: قرآن اور سنت کی روشنی میں مسئلہ حجاب۔

دار العلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف میں آل پاکستان مقابلہ تحریر منعقد ہوا' اس میں مقالے کے عنوان تھا: فروغِ دین میں مدارس کا کردار' اس مقابلے میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

دورانِ تعلیم مختلف رسائل و جرائد میں مضامین لکھے' رسائل کے نام یہ ہیں: (۱) السعید (ملتان) (۲) نور الحبیب (بصیر پور) (۳) ماہنامہ نظامیہ (لاہور) (۴) ماہنامہ عرفات (لاہور) (۵) مجلہ الہدایت (ملتان) اس کے علاوہ آسان جنرل ریاضی' محبت رسول ضروری کیوں' اور قربانی کے مسائل وفضائل کے نام سے کتابیں لکھیں' جو طبع ہو چکی ہیں۔

2005ء میں اپنے استاذ کے مدرسے دار العلوم حسینیہ قادریہ سعیدیہ میں تدریس شروع کی' جس میں صرف' نحو' انگریزی' ریاضی اور سراجی پڑھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایل۔ ایل۔ بی کر رہے ہیں۔

سماجی خدمات

سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی اور اس کے چیئرمین منتخب ہوئے' اس تنظیم کی طرف سے کثیر تعداد میں غرباء میں آٹا تقسیم کیا اور عید الفطر میں عید گفٹ پیک تقسیم کیے۔

اشاریہ تبیان القرآن شائع کرنے کا داعی اور محرک

حافظ آس محمد نے سب سے پہلے فقیر ناکارہ کی کتاب معاشرے کے ناسور پڑھی' پھر مقالاتِ سعیدی' تذکرۃ المحدثین' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے کچھ حصے پڑھے اور پھر نعمۃ الباری' ایک مرتبہ ان کے استاذ حافظ عون محمد سعیدی تبیان القرآن کی فہرستوں میں ورزش کے عنوان سے کچھ مواد تلاش کر رہے تھے' استاد شاگرد تقریباً 50 منٹ تک ڈھونڈتے رہے' پھر کہیں جا کر انہیں مطلوبہ مواد ملا۔

پھر انہیں یہ خیال آیا کہ لوگوں کو اس سے اپنا مطلوبہ عنوان تلاش کرنے میں اتنی ہی کاوش کرنی پڑتی ہوگی اور وقت صرف کرنا پڑتا ہو گا' تو کیوں نہ تفسیر تبیان القرآن کا ایک اشاریہ مرتبہ کیا جائے تا کہ لوگوں کو علمی اور تحقیقی کام کرنے میں سہولت میسر ہو' پہلے انہوں نے تفسیر تبیان القرآن کی بارہ (12) جلدوں کی فہارس کو اکٹھا کیا' پھر انہوں نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے کسی ایک عنوان کے تحت اس عنوان کے موافق جو مضامین مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے تھے' ان کو ایک جگہ جمع کیا اور یوں پوری تبیان القران کی فہرست بنادی' ظاہر ہے اس میں انہوں نے بہت مشقت اٹھائی لیکن اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر صرف ایک مہینے میں یہ کام مکمل کرلیا' شروع میں آپ نے یہ کام چھوڑ دیا مگر رمضان کے مہینے میں خواب میں مجھ سے ملاقات کے بعد اس کام کو پھر اسی ذوق وشوق سے شروع کر دیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل ان کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور قارئین تبیان القرآن کو اس سے زیادہ سے زیادہ

Marfat.com

استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یا رب العالمین! بجاہ سیّدنا و سیّد الانبیاء و المرسلین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

Marfat.com

تبیان القرآن ارباب علم وفکر کی نظر میں

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی حبیبہ
سیدنا محمد و علٰی آلہ و صحبہ اجمعین. اما بعد !

تفسیر قرآن (تبیان القرآن) پر جو کام فخر الاماثل شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدھم نے کیا ہے اس پر وہ صرف میرے ہی شکریہ کے مستحق نہیں بلکہ تمام اہلسنت کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو خدمت مسلک اور دین کی ان کے ذریعے سے ہو رہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ تبیان القرآن علامہ سعیدی زید مجدھم کا ایک عظیم علمی و تحقیقی شاہکار اور ایک ایسا سمندر ہے کہ اگر کہا جائے: بحر لاساحل لہ تو بجا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق بخشے (آمین)

فقیر شاہ احمد نورانی صدیقی غفرلہ

(ملخصاً حیات سعید ملت ص: ۸۴ + حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص: ۱۸)

❁❁❁❁❁

حضرت علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب (مہتمم دار العلوم نعیمیہ کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمد للہ و حدہ ازلی ابدی لا اول لہ ولا آخر لہ صمدی سرمدی لاضد ولا ندلہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی
وعلی کل من صحبہ و تبعہ باحسان بعدہ.

''تبیان القرآن'' عہد جدید کی نہایت جامع کامل اور مکمل تفسیر ہے میرے محدود مطالعہ کے مطابق اردو اور عربی کی کسی تفسیر میں اتنا ذخیرہ معلومات یکجا نہیں ہے اگرچہ ہر تفسیر میں آپ کو جستہ جستہ تمام علوم و فنون سے متعلق معلومات ملیں گی لیکن بالعموم ہر تفسیر میں کوئی نہ کوئی رنگ غالب ہے مثلاً ابن جریر طبری اور ابن کثیر کی تفاسیر میں احادیث اور روایات پر زیادہ انحصار کیا گیا ہے علامہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر میں قرآن کی ادبیت اور بلاغت کی شان کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے امام راغب اصفہانی نے لغت کے بیان تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے علامہ زجاج نے صرفی اور نحوی ابحاث کو اپنا موضوع بنایا ہے علامہ ثعلبی نے اسرائیلیات اور تاریخی رطب و یابس کو جمع کر

Marfat.com

دیا ہے علامہ ابوبکر جصاص کی تفسیر میں فقہی رنگ غالب ہے انہوں نے فقہ حنفی کی برتری ثابت کی ہے علامہ قرطبی کی تفسیر یوں نہایت جامع ہے لیکن اس میں فقہ مالکی کو ترجیح دی گئی ہے علامہ احمد جیون کی تفسیر بھی آیات احکام پر مشتمل ہے امام رازی نے اپنی شانِ جامعیت کے ساتھ ساتھ فقہی موضوعات میں اگرچہ فقہ شافعی کو ترجیح دی ہے لیکن ان کی تفسیر کا خاصہ باطل فرقوں کا دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ردِ بلیغ ہے تفسیرِ روح المعانی میں دیگر امور کے علاوہ صرفی ونحوی ترکیب پر کافی توجہ دی گئی ہے تفسیر روح البیان اور تفسیرِ مظہری میں تصوف کا رنگ غالب ہے سید قطب کا مرکزی موضوع مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور جواہر طنطاوی کا مرکزِ نظر قرآن اور سائنس میں تطبیق ہے۔ ہمارے اس خطے پاک وہند کی اردو تفاسیر میں ہر مفسر کے ذہن پر اس کا مخصوص مکتبہ فکر مسلک مذہب اور سیاسی سوچ غالب نظر آتی ہے چنانچہ وہ قرآن کا مطالعہ اسی سیاق وسباق میں کرتے ہیں اور قرآن کی جامعیت آفاقیت ابدیت اور ہمہ گیریت کا حق ادا نہیں کر پاتے۔

الغرض ''کلامِ ربانی'' کی تفسیر کے تمام شعبوں کا کسی ایک تفسیر میں کما حقہ احاطہ کرنا نہایت دشوار امر ہے اور نہ کسی تفسیر کو حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے۔ تاہم بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی موجود اور دستیاب تفاسیر میں جو شانِ جامعیت وکاملیت ''تبیان القرآن'' کو حاصل ہے اس میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے دورانِ تفسیر اردو زبان کے قارئین کے لیے مختلف موضوعات پر اتنا عظیم تحقیقی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ جو کہیں اور کسی جگہ دستیاب نہیں ہے مستقبل کا کوئی بھی مفسر ومحقق صاحبِ ''تبیان القرآن'' کے کسی بھی نتیجہ فکر سے اختلاف تو کر سکتا ہے اور یہ اس کا حق ہے لیکن اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔

''تبیان القرآن'' کی تمام زبانوں کی موجود تمام تفاسیر میں یہ بھی امتیازی شان ہے کہ اس میں ہر بات جدید معیارِ تحقیق کے مطابق کتاب صفحہ مصنف مطبع اور سن طباعت کے حوالوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے یہ چیز دیگر کتب تفاسیر میں بہت مخصوص موضوعات کے ضمن میں خال خال تو ملے گی لیکن اس کا کلی التزام نہیں ملے گا۔

بلاشبہ ''تبیان القرآن'' علم تفسیر اور اس منبع علم سے پھوٹنے والے مختلف علوم وفنون کا انسائیکلو پیڈیا اور انمول خزینہ ہے اور یہ آفتابِ علم مطلعِ علم پر صدیوں جگمگاتا رہے گا کسی نے سچ کہا ہے:

یلوح الخط فی القرطاس دھرا　　　و کاتبه رمیم فی التراب

(صفحہ پر لکھی ہوئی تحریر ہمیشہ چمکتی رہتی ہے اس وقت بھی جبکہ اس کا لکھنے والا مٹی میں گل سڑ چکا ہوتا)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل حضرت علامہ غلام رسول سعیدی کو تمام تر جسمانی علمی عملی فکری اور ذہنی قویٰ کی کامل سلامتی کے ساتھ تبیان القرآن کی تکمیل کے بعد بھی تادیر مزید دینی وعلمی عنوانات پر اپنے دینِ متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین علیه و علی آله و صحبه افضل الصلوٰة و التسلیمات. و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین.

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن (مہتمم: دار العلوم نعیمیہ کراچی)
چیئرمین: مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان
رکن: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

(ماخوذ از: حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص: ۲۳۔۲۸)

Marfat.com

حضرت علامہ غلام محمد سیالوی صاحب (مہتمم جامعہ رضویہ شمس العلوم کراچی)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب! جلیل القدر محدث، مفسر، خطیب اعظم، نامور محقق اور متبحر عالم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلندیٔ فکر، جدت نظر، وسعت مطالعہ اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کی محققانہ شان اپنے مرتبۂ کمال پر نظر آتی ہے۔ آپ نے تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف برقرار رکھا ہے بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے۔ کسی بھی تفسیر، حدیث اور فقہی کاوش کو پرکھنے کا پیمانہ یہ ہے کہ اس میں سابق مفسرین اور محققین کی تفسیری کاوشوں اور تحقیقات پر کس قدر اضافہ کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہیں ہے کہ علامہ سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن اس معیار پر پوری اترتی ہے، تفسیر تبیان القرآن میں مسائل حاضرہ، عبادات، معاملات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ احکام ومسائل میں تمام مذاہب آئمہ کو ان کی اصل کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر تبیان القرآن میں اسلام کے مسلمہ عقائد کو دلائل سے مزین کیا گیا ہے تفسیر میں مذکورہ احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ مآخذ ومراجع کی فہرست سنین وفات کے ترتیب سے مرتب کی گئی ہے، اس نوع کی یہ انفرادی فہرست ہے، جس کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے کہ محدث، مفسر، فقیہ اور مصنف کا تعلق کس زمانے اور کس دور سے ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس تفسیر ''تبیان القرآن'' کو شرف قبول عام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(ماخوذ از: حیات سعید ملت، ص: ۸۴۔۸۵)

❁❁❁❁❁

حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب

(مدیر: جامعہ حسنیہ نزد سبزی منڈی بہاولپور)

تبیان القرآن اس دور کے محقق اعظم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی بے مثال اور بے بدل تفسیر ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی وہ شخصیت ہیں کہ ان جیسے لوگ صدیوں بعد صفحۂ ہستی پر نمودار ہوتے ہیں اور دنیا والوں کو خلافت الٰہیہ کی یاد تازہ کرا جاتے ہیں۔

دنیا کے حسین گلشن میں ہر قدم پر ببول ملتے ہیں
کچھ انہی سے وقار گلشن ہے دو گھڑی کو جو پھول کھلتے ہیں

علامہ سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم (۷ جلد)، تبیان القرآن (۱۲ جلد) اور نعمۃ الباری لکھ کر اہل سنت پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ وہ صدیوں تک ان کا قرض نہیں چکا سکتے۔ دوں ہمت اور زوال پذیر اہلسنت محسن کشی میں اپنی مثال نہیں رکھتے، یہ ہر اس شخص کے مخالف ہوتے ہیں جو انہیں بقاء اور عزت کا راستہ دکھاتا ہے اور ہر اس شخص کے قدموں میں گرتے ہیں جو خود بھی خواب خرگوش میں ہوتا ہے اور انہیں بھی میٹھی نیند کی لوریاں سناتا ہے۔ یہ تو مسلک اہلسنت کی حقانیت ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی حکمت بالغہ سے ان میں ایسے جلیل القدر افراد بھیج دیتا ہے جو انہیں حیات نو کی نوید سنا جاتے ہیں۔ مجدد الف ثانی، علامہ فضل حق خیر آبادی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

Marfat.com

خان قادری غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی اور حضرت علامہ غلام رسول سعیدی یہ وہ ہستیاں ہیں کہ بڑے بڑے اساطین علم ان کے سامنے بالشتیے نظر آتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مسلک اہل سنت کے مخالفین خواہ کتنی ہی کثیر تعداد میں اپنے علماء تیار کریں وہ سارے مل کر ہمارے صرف ایک شاہکار کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے' کیونکہ ایک ہیرا لاکھوں ٹھیکریوں پر بھاری ہوتا ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو سارے کا سارا دارالعلوم دیو بند ہے اور دوسری طرف تنہا اعلیٰ حضرت۔ مگر بخدا! اعلیٰ حضرت کے آفتاب کے سامنے وہ چراغ بھی نہ بن سکے البتہ چراغ پا ضرور ہو گئے...... اسی طرح اس دور میں بھی بے شمار بد مذہب' علم وتحقیق کا پرچم لے کر اٹھے مگر جب علامہ غلام رسول سعیدی کی ہستی ان کے سامنے آئی تو یہ لوگ ان کے ٹخنوں کو بھی نہ چھو سکے۔ یقیناً علامہ سعیدی صاحب نے اہل سنت کا سرفخر سے بلند کر دیا ہے اور اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر دور میں ایک ایسے محقق کی بہرحال ضرورت ہوتی ہے جو اس دور کے مسائل کا ادراک کر کے ان کا صحیح حل پیش کر سکے۔

علامہ صاحب کی تفسیر قرآن ہو یا شرح حدیث دونوں چندے آفتاب وچندے ماہتاب ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین' مسلک کے نام وقف کر دی ہے۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ رب العالمین انہیں نبیین وصدیقین کی صف میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے ہمیں بھی دین ومسلک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کی بخشش فرمائے۔ (آمین)

عصر حاضر میں چونکہ یونیورسٹیز اور جامعات میں تحقیق کو باقاعدہ ایک فن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور اس کے باقاعدہ اصول وضوابط متعین کیے گئے ہیں (اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمیشہ دینی مدارس کے علماء نے اپنے زمانے سے ہر علم وفن میں اپنا لوہا منوایا ہے) لہٰذا ضرورت تھی کسی ایسے عالم دین کی جو دینی تحقیقات کو یونیورسٹیز اور جامعات کے مقابلہ میں زیادہ بہتر فنی انداز میں پیش کر سکے تو یہ سہرا اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام رسول سعیدی کے سر باندھا' جنہوں نے جدید تحقیقی انداز کو اختیار کر کے تن تنہا اتنا بڑا کام کر دیا کہ آنے والی صدیوں میں کئی جامعات مل کر بھی اس فرد واحد کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ساری زندگی ایک کمرہ میں بیٹھ کر کم وبیش ۲۰۰ انسٹیٹیوٹس کا کام ایک ہی شخص نے کر دکھایا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ اس طرح کا کام مسلک حق اہل سنت کے نمائندہ نے کیا ہے۔ اس کی جزاء انہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرما سکتا ہے۔ یہ انہی کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے طرز تحقیق کو اختیار کر کے دیگر مصنفین بھی اپنی کتب میں مکمل حوالہ جات پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں' کیونکہ علماء کرام میں تحقیق کا یہ انداز سب سے پہلے انہوں نے ہی اختیار کیا۔ لہٰذا اب جتنا بھی تحقیقی کام آگے بڑھے گا' اس کا ثواب علامہ صاحب کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھا جائے گا۔ یہ بھی واضح رہے کہ تحقیق کا یہ طریقہ کار کوئی آسان کام نہیں' اگر کوئی مصنف اس طرز پہ لکھنا شروع کر دے تو چند ہی دنوں میں پریشان ہو جائے گا۔ شرح صحیح مسلم وتبیان القرآن جیسا ایک صفحہ لکھنا بھی مشکل کام ہے مگر علامہ صاحب نے اکیلے ہی ہزاروں صفحات لکھ کر ہر صفحہ کو بیسیوں حوالہ جات سے مزین کر دیا ہے۔ پھر مزیدار بات یہ ہے کہ کسی بھی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا' تقریباً ہر موضوع پر لکھا اور باکمال لکھا۔ اگر کسی کے پاس آپ کی تصانیف ہوں تو میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ساری زندگی کے لیے آپ کی کتب ہی کافی رہیں گی' اور دوسری کتب کی اس کو ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

علمی تحقیقات کے حوالے سے ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ ان میں اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ نیز کسی بھی شخصیت سے علمی وتحقیقی آداب کو سامنے رکھتے ہوئے اختلاف رائے کوئی برا کام نہیں ہے۔ لیکن ضد' ہٹ دھرمی' تعصب اور حسد کی بناء پر کسی کے پیچھے پڑ جانا یقیناً ایک بدترین کام ہے۔ ایسے لوگوں سے ہم کہا کرتے ہیں کہ جس شخص سے تم اختلاف کرنے جا رہے ہو پہلے اس جتنا اور ویسا کام

Marfat.com

کر کے دکھاؤ پھر اختلاف کرو تو تمہیں زیب بھی دیتا ہے ورنہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کا محاورہ تمہارے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ بہر حال ہم علامہ صاحب کے طرز تحقیق کے بے حد شیدائی ہیں وہ ہر موضوع کی گہرائی میں اترتے ہیں اور ایسے ایسے گوہر پائے گرانمایہ پیش کرتے ہیں کہ آدمی ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ نہایت اخلاص کے ساتھ معروضی انداز میں تحقیق فرماتے ہیں۔ لگی بندھی سوچ کے پیچھے چلنا ان کی عادت نہیں اور اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اگر وہ لگی بندھی سوچ کے مالک ہوتے تو آج یقیناً اس مقام پر نہ ہوتے۔

چند احمق قسم کے لوگ آپ پر پھبتی کستے ہیں کہ "وہ تو مجتہد ہیں" تو ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ الحمد للہ یقیناً وہ مجتہد ہیں۔ آج امت مسلمہ میں اجتہاد مفقود ہوتا جا رہا ہے اور ہمیں مجتہدین کی شدید ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں کوئی مجتہد موجود ہے جس کا اعتراف تم بھی اپنی زبان سے کر رہے ہو۔ اگر مولانا بھی تمہاری طرح لگی بندھی سوچ کے مالک ہوتے تو وہ بھی تمہاری طرح خشک مقلد ہی ہوتے اور ہمیں ایسے مقلدین کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، ہمیں تو مجتہدین کی ضرورت ہے اور اجتہاد کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے۔ مجتہد کی تمام صفات علامہ صاحب میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ہر مسئلے کا حل پیش کرنے کی کامل صلاحیت رکھتے ہیں وما ذلك على الله بعزيز ان کی رائے سے اختلاف کرنے کا حق بھی کسی مجتہد ہی کو ہے۔ یہ نہیں کہ جو بھی ان سے اختلاف کرے گا وہ مجتہد بن جائے گا "نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندر است۔"

وہ ایسے زبردست محقق ہیں کہ جس مسئلہ کے متعلق وہ مزید غور فرماتے ہیں اور ان پر حق واضح ہو جاتا ہے تو وہ اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیتے ہیں، جس کی مثالیں ان کی کتب میں کئی جگہ پر موجود ہیں۔ بہر حال ہمیں فخر ہے کہ ہمارے درمیان مولانا غلام رسول سعیدی جیسی باوقار، صالح، مجتہد، علمی شخصیت موجود ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے۔ راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ آپ کے مبارک قدموں کو اپنے سر پر رکھ چکا ہے۔ شاید یہ اعزاز دنیا میں کسی کو بھی نصیب نہ ہوا ہو گا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علماء کا قدم جس کے سر پر ہو، ناکامی اس کے مقدر میں کبھی نہیں لکھی جائے گی۔

کچھ اشاریہ کے بارے میں

مولانا آس محمد سعیدی صاحب جو کہ دار العلوم حسنیہ کے ماہر اساتذہ میں سے ہیں اور اسی ادارہ سے ہی مکمل تعلیم حاصل کی ہے ان کی ہمت بڑے بڑے امور کو اپنی جولانگاہ بناتی ہے۔ سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن قائم کر کے انہوں نے خلق خدا کی خدمت کا عظیم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ مختلف مقالات اور مضامین بھی لکھ چکے ہیں مکتبہ حسنیہ کو بھی حسن وخوبی کے ساتھ چلا رہے ہیں اور آئندہ بھی ان کے عزائم بہت بلند ہیں انہوں نے میری تحریک پر تبیان القرآن کا انڈیکس تیار کرنے کا ارادہ کیا جو بہر حال ایک محنت طلب کام تھا اور پھر گونا گوں مصروفیات کے ہوتے ہوئے یہ جان جوکھوں کا کام بن جاتا ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے کامل توجہ اور انتہائی عرق ریزی کے ساتھ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ومرداں چنیں کنند۔ اشاریہ کی تکمیل کے بعد کراچی جا کر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اسے بہت سراہا اور اسی وقت فرید بک سٹال کے مالک جناب سید محسن اعجاز صاحب کو فون کر کے اس کی اشاعت کا عندیہ دیا جسے انہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ ہزاروں صفحات اور سینکڑوں عنوانات پر محیط تبیان القرآن میں مطلوبہ مواد کو تلاش کرنا یقیناً ایک مشکل ترین کام ہے اور جس کے پاس وقت نہ ہو اس کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ مولانا آس محمد صاحب نے قارئین کی اس مشکل کو آسان تر بنا دیا ہے۔ حروف تہجی کی ترتیب سے انہوں نے تبیان القرآن کے تمام مضامین کو ایک خوبصورت لڑی میں پرو دیا ہے۔ اب علماء، خطباء، محققین اور مطالعہ کے شوقین حضرات کے لیے متعلقہ عنوان تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں رہا۔ وہ چٹکیوں

Marfat.com

میں اپنا مسئلہ تلاش کر کے فوری تسلی کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے بدلے انہیں انٹرنیشنل سکالر بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

پروفیسر عون محمد سعیدی
مدیر: جامعہ حسنیہ نزد سبزی منڈی بہاول پور
25 مارچ 2008ء

❀❀❀❀❀

جناب محترم ومکرم شیخ عبدالمالک صاحب

شیخ الحدیث مولانا مفتی غلام رسول سعیدی' عصر حاضر کے ممتاز مفسر' عظیم القدر محدث اور وسیع النظر فقیہ ہیں۔ متعدد گراں قدر علمی تصانیف ان کی باقیات الصالحات ہیں۔ خصوصاً سات جلدوں میں صحیح مسلم شریف کی شرح پیش کر کے ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں علمی گہرائی' گیرائی اور استحضار میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ مختصر مدت میں ایک مثالی او رجامع علمی کتاب پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مصنف مدظلہ العالی نے ان خصوصیات اور اصولوں کی پوری طرح پاسداری کی ہے۔ شاید وہ عصر حاضر کے ان چند مفسرین میں شامل ہیں جو ایک مسلک سے وابستہ ہونے کے باوجود مسلکی تعصب کا شکار نہیں ہوئے اور اپنے مسلک میں مصلب ہونے کے باوجود دوسرے مسالک کا بھی کما حقہ احترام کرتے ہیں۔

مصنف کی تصنیف کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ مسلکی مسائل میں بریلوی مسلک پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مسالک کا احترام کرتے ہیں اور بریلوی مسلک کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ دوسرے سے دوری کو کم کر دیتے ہیں۔ وہ اس کے لیے دلائل سے بات کرتے ہیں۔ بے شمار علمی عنوانات پر نہایت عالمانہ انداز میں تحقیق کی گئی ہے' آیات سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں' ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جو علماء' طلباء اور عامۃ المسلمین کے لیے قیمتی معلومات اور فوائد پر مشتمل ہے۔

علمی تحقیق میں جس جرأت اور دیانت داری اور اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے' اس پر وہ خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ نیز ان کی وہ علمی تحقیقات جو خالص علمی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ گراں قدر ہیں اور تمام اہلِ علم کی ضرورت ہیں اس لیے یہ تفسیر اس بات کی حق دار ہے کہ ہر صاحب علم کی الماری کی زینت ہو۔ مصنف نے جس تیزی سے تفسیر لکھنے کا کام شروع کیا ہوا ہے' اس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ وہ جلد ہی اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس تفسیر کو مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں اتحاد و اتفاق کا ذریعہ اور ایک دوسرے سے استفادے کی بنیاد بنا دے۔ دوسرے علماء کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین (ماہنامہ ترجمان القرآن: ص ۶۵-۷۰' باب ماہ اپریل ۱۹۹۹ء لاہور) (ماخوذ از: حیات سعید ملت' ص: ۸۵-۸۶)

❀❀❀❀❀

Marfat.com

استاذ العلماء علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب (ناظم تعلیمات: دار العلوم نعیمیہ ٔ کراچی)

الحمدللہ الذی ھدانا الٰی طریق اھل سنة وجماعة بفضله العظیم ٔ والصلوٰة والسلام
علی سیدنا محمد الذی کان علی خلق عظیم وعلٰی اله الطیبین الطاھرین
و اصحابه المکرمین الداعین الی صراط مستقیم.

قرآن عظیم وحدیث رسول کریم ﷺ میں اربابِ علم وفضل ٔ اصحاب فکر ونظر اور صاحبانِ عقل وتدبر کے جو فضائل اور مناقب بیان کیے گئے ہیں وہ کسی صاحبِ فہم وفراست پر پوشیدہ نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد آیاتِ طیبہ اور حضورِ اکرم ﷺ نے بے شمار احادیث مقدسہ میں ان کی عظمت و رفعت کو بیان فرمایا ہے۔ احقر اس وقت صرف تین آیاتِ قرآنیہ اور دو احادیثِ نبویہ ﷺ پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنو امنکم والذین اوتوا العلم درجات. (المجادلہ ۵۸:۱۱)

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون. (الزمر ۳۹:۹)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا. (البقرہ ۲:۲۶۹)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت دے اسے بہت بھلائی ملے۔

من یرد اللہ به خیرا یفقھه فی الدین.

اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرمالے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد.

ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر سخت ہوتا ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث سنیہ کی روشنی میں ایک عالم حقانی وفقیہ ربانی کی عزت وعظمت اور شان وشوکت کا پتہ چلتا ہے خالقِ کائنات نے اس خاکدانِ عالم میں بے شمار مصنوعات ومخلوقات کو تخلیق فرمایا لیکن جو مقام ومرتبہ حاملین ایمان وعلم کو عطا فرمایا وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ آیئے اب ان آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ایک ایسے خادمِ دین اور درویش صفت شخصیت کو تلاش کرتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو ہمہ وقت خدمت دین متین کے لیے (یعنی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے لیے) وقف کر دیا۔ جس کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم سے عبارت ہے وہ ہیں عالمِ شہیر ٔ محدث کبیر ٔ فقیہ بے نظیر ابوالوفا علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جن کو مولائے کریم نے اپنے پیارے حبیب رؤف رحیم ﷺ کے صدقے ذہانت وفراست ٔ قوتِ حافظہ ٔ ذکاوت اور تفقہ فی الدین کی دولت سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے ٔ نیز یہ کہ مبدء فیاض نے علامہ موصوف کو جوذہنِ وقاد ٔ طبع اخاذ ٔ مزاج نقاد اور قلم سیال کی جس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ذالك فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ شاید یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ معاصرین میں سے بعض حضرات حسد کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت اور رسول کریم ﷺ کی برکت سے موصوف جب کسی موضوع یا کسی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں تو تحقیق وتدقیق اور تشریح وتوضیح کا حق ادا کر دیتے ہیں بالخصوص (حوادث ونوازل) یعنی جدید مسائل جن پر ان کی شرح مسلم شریف اور تبیان القرآن شاہد عادل ہیں' موصوف ایک عالم وشارح ہی نہیں بلکہ ایک صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ علامہ موصوف کے مجتہدات وتحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے احقر عرض کرتا ہے کہ علامہ سعیدی صاحب کی دونوں کتابیں (شرح صحیح مسلم وتبیان القرآن) حقائق ودقائق' معانی ومعارف کا خزینہ اور تحقیق وتخلیق کا گنجینہ ہیں۔ احقر مندرجہ بالا حروف و الفاظ اور عبارت کو اگر مجتمع کرے تو ایسی شخصیت تشکیل پاتی ہے جو علم وآگہی' فکر ونظر' ذہانت وذکاوت' تدبر وتفکر اور تفقہ فی الدین کی جامع ہو اور یہ ہیں علامہ سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے علامہ سعیدی صاحب کو صحت کاملہ وعاجلہ مرحمت فرمائے۔ آمین

جمیل احمد نعیمی

استاذ الحدیث وناظمِ تعلیمات' دار العلوم نعیمیہ' کراچی

(ماخوذ از: حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص: ۲۹۔۳۱)

مولانا محمد ناصر خاں چشتی صاحب

حضرت سعید ملت کی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف لطیف ''تفسیر تبیان القرآن'' جو اب تک بارہ عظیم وضخیم جلدوں اور جہازی سائز کے تقریباً بارہ ہزار صفحات پر مشتمل تحقیقاتِ نادرہ وعجیبہ اور قدیمہ وجدیدہ سے لبریز عظیم علمی وفقہی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں آیاتِ قرآنیہ کا بے مثال' سلیس رواں اور بامحاورہ اردو ترجمہ وبعدہ' اس کی جامع اور مبسوط تفسیر اور تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ آیات مبارکہ سے ایمان وایقان' علم ومعرفت اور مکارم ومحاسن کی عظیم وبے مثال جواہر پارے وشہ پارے نکھر کر سامنے آئے۔ اس کے علاوہ ان آیات مبارکہ سے بے شمار علمی وفقہی شہ پارے تحقیق وتدقیق کے رنگ سے مزین ہو کر منصۂ وجود میں آئے' تفسیر تبیان القرآن کے ان انمول موتیوں اور لاجواب جوہر کو احاطۂ تحریر وتقریر میں لانا ایک جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ خصوصاً عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور دقیق مسائل کا بہترین اور صائب جواب آپ کو تفسیر تبیان القرآن کے علاوہ شاید خال ہی نظر آئے۔ اس لیے ہم بابانگِ دہل یہ کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر تبیان القرآن! قدیم وجدید علمی وفقہی تحقیقات کا حسین امتزاج ہے اور یہ اس صدی کی سب سے عظیم اور بہترین تفسیر ہے' بلکہ اس صدی کا عظیم مذہبی شاہکار ہے۔

محمد ناصر خان چشتی

فاضل دار العلوم نعیمیہ' کراچی

(ماخوذ از: حیات سعید ملت' ص: ۸۷)

Marfat.com

تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم اے' پی۔ایچ۔ڈی' اعزازِ فضیلت)

برادرم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ موصول ہوا' جس سے اندازہ ہوا کہ آپ فقیر کو جانتے پہچانتے نہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی سے فقیر کے دیرینہ مراسم ہیں' وہ اہل سنت کا اثاثہ ہیں اور ان کی تصانیف اہل سنت کا سرمایہ ہیں' فقیر کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ فقط والسلام

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۹ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ/ ۲۱' اکتوبر ۲۰۰۷ء
۲/۱۷' سی۔پی۔ای۔سی۔ایچ' سوسائٹی' کراچی

محترم مولانا عبدالرشید صاحب

علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم کی جلالت علمی کسی سے مخفی نہیں' چنانچہ تبیان القرآن ان کی جلالت علمی کا ایک عظیم شاہکار ہے' موصوف نے یقیناً اس کتاب کی تصنیف میں بے پناہ عرق ریزی اور محنت فرمائی' کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا' باقی تفاسیر کے مقابلے میں اس کو درج ذیل اُمور میں انفرادیت حاصل ہے:

(1) کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا (خصوصاً دورِ حاضر کے مسائل)

(2) بہتر اور معتمد واحسن قول کی نشاندہی فرمائی اور وہ بھی دلائل کی روشنی میں۔

(3) روحِ قرآن یعنی اعجازِ قرآنی اور مقامِ محمدی علیہ السلام کی خوب وضاحت کی گئی۔

(4) یقیناً احادیث مبارکہ کا ایک عظیم ذخیرہ پیش کیا گیا' اور مفسر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تفسیر بالحدیث کو اہمیت دے کیونکہ احادیث کے بغیر قرآن پاک کی تفسیر یقیناً مشکل ہے۔

(5) عموماً احادیث کی نشاندہی نمبروں کے ساتھ کی گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہمارے مدارس میں صحاح ستہ جو مروّج اور مطبوعہ ہیں' وہ نمبرنگ سے خالی ہیں' اگر نمبرنگ کے ساتھ ساتھ مذکور کتاب کے صفحہ یا باب کو بھی لکھ دیا جاتا تو یقیناً اس سے استفادہ کرنا بہت آسان ہوتا

Marfat.com

اور مطلوبہ حدیث کی تلاش آسان ہو جاتی' شاید بعد کے کسی ایڈیشن میں اس پر عملدرآمد ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مولانا عبدالرشید

انجمن مدرسہ غوثیہ ہدایت القرآن'

ممتاز آباد ملتان

مولانا شیر محمد خان صاحب

محترمی ومکرمی جناب قبلہ آس محمد سعیدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! خیریت موجود عافیت مطلوب

آپ کا مراسلہ باصرہ نواز ہوا' تبیان القرآن از شیخ الحدیث علامہ سعیدی صاحب پر تبصرہ کرنے کا حکم نامہ موصول ہوا۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگرچہ تبیان القرآن کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا' بہر حاصل علامہ سعیدی صاحب کے کام کے بارے اہل السنّت والجماعت کی اکثریت معترف بھی نظر آتی ہے اور شکر گزار بھی' اس ناچیز کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہے جو دل سے علامہ سعیدی صاحب کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت آپ کو طویل عمر عطا فرمائے اور ہر موڑ پر آپ کی دستگیری فرمائے۔

اگرچہ بعض مسائل میں اختلاف رائے ممکن ہے' اور علماء نے اختلاف کیا بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس اختلافِ رائے کو مخاصمت کا رنگ دے دیا جائے' علمی اختلافات دلائل کی بنیاد پر ہر دور میں ہوتے رہے' یہ "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ" کے زمرے میں آتے ہیں۔

سعیدی صاحب نے جو کچھ لکھا' اس پر دلیل قائم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی اور اپنی رائے کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ میں بار بار التجائیں کیں کہ گر حق ہے تو قبول فرما' یہ من جانب اللہ ہے' اور خطا ہوئی تو معاف فرما' تو بڑے رقت انگیز انداز میں دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ اپنی معروضات کو پیش کیا گیا' یہ چیز خوف خدا پر دلالت کرتی ہے۔

اور ان کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اپنی رائے سے رجوع کرنے میں جھجک محسوس نہیں فرماتے بلکہ بڑی جرأت سے اپنی رائے سے رجوع کر لینے کی ہمت رکھتے ہیں' جب کہ یہ صفت دورِ حاضر میں بہت حد تک ناپید ہو چکی ہے' اگرچہ بعض باتوں میں بزرگوں سے اختلاف رائے کیا ہے لیکن اس میں بھی کافی حد تک محتاط انداز اختیار فرمایا' تحریر کے لب ولہجہ کو کنٹرول رکھنے کی کوشش فرمائی' لہٰذا ان کی فکر سے جن احباب کو اختلاف ہو' وہ بھی اسی قسم کا انداز اختیار فرماتے ہوئے دلائل سے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں تو بہت مناسب رہے گا۔

آپ نے بہت سارے جدید موضوعات کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا اور اپنی قیمتی آراء سے امت مسلمہ کو آگاہ فرمایا' اسے آپ کا طرۂ امتیاز بھی کہا جا سکتا ہے۔

بایں ہمہ ناچیز کو ان کی ہر رائے سے اتفاق نہیں بلکہ بعض مقامات پر اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے' اور ایسا ہر دور میں ہوتا رہا اور مجال تحقیق وجستجو میں ایسا ہونا ایک مثبت اقدام ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے' علماء کرام کو کھلے دل سے اس کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ وسعت

Marfat.com

ظرفی کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

ناچیز کی خواہش اور تمنا ہے کہ حضرت موصوف کو اللہ کریم توفیق ارزانی فرمائے کہ مختلف موضوعات پر ذخیرہ احادیث سے جو مواد پیش کیا جاتا ہے اُس کی چھان بین کر کے تقابلی جائزہ لیتے ہوئے قواعد جرح و تعدیل کے پیش نظر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب اگر وجود میں آ جائے و بہت مفید رہے گا۔ اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور شرف قبول سے نوازے۔ تاخیر ہونے پر معذرت قبول ہو۔

راقم الحروف:

شیر محمد خان

خادم دار الافتاء المحمدیہ الغوثیہ' بھیرہ الشریفہ ضلع سرگودھا

۲۹ اپریل ۲۰۰۸ء

Marfat.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد

وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین. آمین . اما بعد !

محدث عصر' سعید ملت' مفسر قرآن' جامع المعقول والمنقول' حضرت علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی بے بدل مصنف اور عظیم محقق و مجتہد ہیں۔ ویسے تو آپ کی تمام تصانیف' آپ کے تبحر علمی اور فقہی تحقیقات سے مملو ہیں' مگر آپ نے خصوصاً ''تبیان القرآن'' میں جو علم وحکمت اور علمی وفقہی تحقیقات قلم بند کی ہیں ان کی مثال نہیں ملتی۔

بلاشبہ! آپ نے تفسیر ''تبیان القرآن'' میں سینکڑوں تفاسیر قرآن کا خلاصہ و نچوڑ اور لب لباب بڑے خوبصورت' دلنشیں اور سہل انداز میں پیش کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آپ مدظلہ العالی اپنی تفسیر کے انداز تحریر اور اسلوب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''میں نے اس تفسیر (تبیان القرآن) کو متوسط طریقہ پر لکھا ہے' اس میں بہت زیادہ تفصیل ہے نہ بہت اختصار ہے' مسائل حاضرہ پر میں نے بہت شرح وبسط کے ساتھ' شرح صحیح مسلم' میں لکھ دیا ہے' اسی طرح عبادات اور معاملات پر سیر حاصل بحث اس میں آ گئی ہے' تاہم جو مسائل اور مباحث اس میں آنے سے رہ گئے ہیں' ان شاء اللہ ان کا اس میں تفصیل کے ساتھ ذکر کروں گا۔ معاصرین اور عہد قریب کے مفسرین کی تحقیقات اور نگارشات کو میں نے اپنے پیش نظر رکھا ہے اور جہاں میری رائے ان کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتی' میں نے ادب واحترام کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے''۔ (تبیان القرآن' ج:۱' ص:۳۸۔۳۹)

عصر حاضر میں تفسیر ''تبیان القرآن'' کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے' وہ کسی پر مخفی نہیں ہے' اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کی تسلی وتشفی کا سامان ہے جو قرآن مجید کو جدید انداز واسلوب اور قدیم ذخیرہ سے استفادہ کر کے سمجھنا چاہتے ہیں۔

بلاشک وشبہ تفسیر ''تبیان القرآن'' علم ومعارف کا ایک بحر بے کراں ہے' جس سے مطلوبہ حکمت کے موتیوں کو تلاش کرنا' کہ وہ کون کون سی جلدوں کے کن کن صفحات پر ہیں' ایک دقت طلب اور وقت طلب معاملہ تھا' لہٰذا اس کا ایسا اشاریہ مرتب کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ جسے تشنگان علم کے لیے Key کی حیثیت رکھتا ہو۔ اللہ رب العزت کا کروڑ ہا احسان ہے کہ اس نے کاتب الحروف کو یہ کام کرنے کی ہمت وسعادت بخشی۔

اس اشاریہ کو ترتیب دیتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے:

☆ اشاریہ' مضامین کے بجائے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے' کئی عنوانات' مرکبات اضافیہ کی صورت میں ہیں' ان میں سے بعض میں مضاف کا اعتبار کیا گیا ہے' مثلاً: ''بیت اللہ''' ''علم غیب'' اور '' علم دین'' بالترتیب ''با'' اور ''عین'' کے تحت درج

Marfat.com

کیے گئے ہیں۔ بعض عنوانات مضاف الیہ کی مناسبت سے لکھے گئے ہیں مثلاً: ''غزوۂ احد'' ''غزوۂ بدر'' اور ''نمازِ جنازہ'' بالترتیب ''الف'' ''با'' اور ''جیم'' کے تحت درج کیے گئے ہیں' جن واقعات میں متعدد اشخاص اور جگہوں کے نام آتے تھے' ان میں اشخاص ومواضع کا لحاظ کرتے ہوئے ایک ہی عنوان کئی جگہوں پر تحریر کیا گیا ہے۔ مثلاً ''مشرکین پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ'' کو ''مشرک'' اور ''عذاب'' دونوں کے تحت تحریر کیا گیا ہے' عنوانات ترتیب دیتے وقت زیادہ تر مشہور الفاظ کا لحاظ رکھا گیا ہے' البتہ سہولت کے لیے غیر مشہور الفاظ بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں' سوائے امت محمدیہ کے بقایا تمام امتوں کا ذکر ان کے انبیاء کے ساتھ ہی کر دیا گیا ہے۔ جیسے ''قوم ثمود'' اور ''قوم عاد'' کو بالترتیب ''حضرت صالح علیہ السلام'' اور ''حضرت ہود علیہ السلام'' کے تحت درج کیا گیا ہے۔

راقم نے تمام مندرجات کی لفظی ومعنوی اور حوالہ جاتی صحت کا اپنی طرف سے پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اس کے باوجود بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان رَد نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا دورانِ مطالعہ کسی محترم ومکرم اہل علم وتحقیق کو کوئی قابلِ اصلاح چیز نظر آئے تو براہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

اس اشاریہ کی ترتیب وتالیف کے دوران جن جن حضرات کا تعاون شامل رہا' راقم الحروف ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہے۔ **جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔**

نیز فرید بک سٹال لاہور کے مالک جناب محترم ومکرم سیّد محمد محسن اعجاز شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے' جنہوں نے اس کی طباعت واشاعت کا اہتمام فرمایا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس' میں دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے راقم' ناشر' کمپوزر اور ہر قاری کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسین ﷺ

آس محمد سعیدی
(فاضل درس نظامی' فاضل عربی' فاضل اردو' بی کام' ایل ایل بی)
چیئرمین: سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن'
گلبرگ روڈ' نزد نادرا آفس' بہاول پور
0300-6818535,0321-6850235

5 اپریل 2008ء / ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	آ	
1	**آثار صحابہ**	
1	آثارِ صحابہ کی حجیت پر دلائل	456/3
2	**آثارِ قیامت**	
1	دیکھئے "49: علاماتِ قیامت" صفحہ 184	
3	**آخرت**	
1	دارآخرت کا معنی	278/1
2	آخرت کے لیے نیکیاں بھیجنا	494/1
3	مسلمانوں کو آخرت میں دوستی اور سفارش سے نفع	924/1
4	مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی	599/3
5	پہاڑوں کو چلانا۔ زمین کا صاف میدان ہونا	116/7
6	آخرت میں کفار کی اقسام	723/7
7	آخرت میں مؤمنوں کے انعامات	726/7
8	آخرت میں کفار کے چار اوصاف	915/7
9	آخرت میں حساب کے متعلق احادیث	916/7
10	آخرت میں مسلمانوں کے مال کی نفع رسانی	356/8
11	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	357/8
12	عقیدۂ آخرت کی تعلیم	65/9
13	دارآخرت کا حقیقی زندگی ہونا	115/9
14	آخرت پر یقین کا معنی	219/9
15	مؤمن اور فاسق کا آخرت میں مساوی نہ ہونا	338/9
16	آخرت کی طرف رغبت کی فضیلت	579/10
17	آخرت میں کفار کے عذاب کی وعید	776/10
18	آخرت میں متقین کے اجر وثواب کی بشارت	777/10
19	آخرت سے ڈرانا اور اللہ کی حمد و تسبیح کرنا	825/10
20	آخرت میں برے کاموں کی بری اور ڈراؤنی صورتیں	825/10
21	آخرت چلانے والے اور گواہی دینے والے کا مصداق	324/11
22	متقین کے آخرت میں احوال	361/11
23	آخرت میں توبہ اور ندامت کا بے فائدہ ہونا	739/12
4	**آداب**	
1	پیری و مریدی کے آداب	191/8
2	اپنے ماتحت لوگوں اور اولاد کو ادب سکھانا	124/12
5	**حضرت آدم علیہ السلام**	
1	آدم کی لفظی تحقیق	337/1
2	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مراحل	337/1
3	حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی وجہ	337/1
4	حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم	338/1
5	حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	339/1
6	آیا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت الخلد میں رکھا گیا یا زمین کے کسی باغ میں؟	349/1
7	حضرت آدم علیہ السلام کا شجر سے کھانا معصیت تھا یا نہیں	345/1
8	حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کی حکمتیں	351/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے کلمات	352/1
10	حضرت آدم علیہ السلام کو دوبار نیچے اترنے کا حکم دینے کی توجیہ	357/1
11	عصمت آدم علیہ السلام پر حشویہ کے اعتراضات کے جوابات	357/1
12	قصۂ آدم و ابلیس میں حکمتیں	361/1
13	حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت	125/2
14	حضرت آدم و عیسیٰ علیہما السلام میں وجوہ مماثلت	186/2
15	حضرت آدم علیہ السلام سے محمد عربی ﷺ تک کا زمانہ	143/3
16	حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح	58/4
17	حضرت آدم علیہ السلام کی مرحلہ وار تخلیق	59/4
18	حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد کا مشاہدہ کرانا	60/4
19	حضرت آدم علیہ السلام کی آزمائش	61/4
20	حضرت آدم علیہ السلام کا محمد عربی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا	62/4
21	حضرت آدم علیہ السلام کے سکون کیلئے حضرت حوا کی تخلیق	63/4
22	حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری	64/4
23	حضرت آدم علیہ السلام کی وفات	64/4
24	حضرت آدم علیہ السلام کا برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ	64/4
25	حضرت آدم علیہ السلام کا ابلیس سے افضل ہونا	69/4
26	حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا اور توبہ کرنا	83/4
27	حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتہ اور دائمی بننے کی طمع پر اعتراضات اور ان کے جوابات	85/4
28	حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوع سے کھانا	85/4
29	حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے باہر آنے کا سبب	91/4
30	حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھنا	489/4
31	بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی	604/4
32	نسیان کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب نہ ہونا	484/7
33	حضرت آدم علیہ السلام کا اولوالعزم رسول نہ ہونا	484/7
34	ابلیس کی حضرت آدم علیہ السلام سے عداوت کی وجوہ	487/7
6	**آزر**	
1	آزر کے متعلق مختلف اقوال	553-558/3
2	آزر کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ	275/5
3	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کی توجیہ	275/5
4	آزر کو شیطان سے متنفر کرنے کی وجہ	283/7
5	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزر کیلئے دعا کی توجیہ	351/8
6	قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزر سے ملاقات	352/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	قیامت کے دن آزر کی شفاعت	353/5
8	آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر خلف وعدو وعید	354/8
7	**آزمائش**	
1	اللہ تعالیٰ کے آزمانے پر ایک اعتراض کا جواب	337/5
2	میدان قیامت میں بچوں اور دیگر کا امتحان ہونا	671/6
3	انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	43/7
4	اچھی اور بُری دونوں حالتوں میں آزمانا	558/7
5	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنا	648/7 114/10
6	اہلِ نعمت و اہلِ مصیبت کی آزمائش	228/8
7	رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی آزمائش	40/9
8	سابقہ امتوں کی آزمائشیں	41/9
9	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا مطلب	175/11
10	اہل وعیال کا آزمائش ہونا	919/11
8	**حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا**	
1	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا راہِ حق میں مظالم برداشت کرنا	132/12
2	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا	132/12
9	**آسمان**	
1	آسمان پر سیڑھی لگانے کا معنی	446/3
2	آسمانوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	541/3
3	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	602/3
4	آسمان کو سات دنوں میں بنانا	155/4
5	آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	876/5
6	آسمان کی تبدیلی کے متعلق اقوال وغیرہ	225-226/6
7	آسمان بنانے کی حکمتیں	529/7
8	آسمان کے فتق اور رتق کا معنی	545/7
9	آسمان کی حفاظت	554/7
10	آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بلند صفات	150/9
11	آسمانوں کا گول اور ایک دوسرے سے منفصل ہونا	236/9
12	آسمان سے اترنے اور اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں	597/9
13	آسمانوں کی حفاظت فرمانا	697/9
14	آسمان دنیا کا ستاروں سے مزین ہونا	860/9
15	آسمانوں کی چابیوں کے محامل	561/10
16	آسمان کا دھواں لانے سے کیا مراد ہے؟	761-765/10
17	آسمان کے خزانے	906/11
18	آسمان کا زبان قال سے تسبیح کرنا	912/11
19	آسمان کی بناء کو متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت	385/11
20	آسمان میں نشانیاں	712/12
21	آسمان کو ذات الرجع فرمانے کی توجیہات	676/12
22	آسمان کے دروازوں کا ثبوت	515/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	**آغاز**	
1	دیکھئے ''11: ابتداء'' صفحہ 52	
11	**آگ**	
1	آگ کے اوپر تلے حصوں کو آگ کے سائبان کہنے کی توجیہ	206/10
2	آخرت کی آگ کی شدت	680/11
12	**آل**	
1	آل کا لغوی معنی	397/1
2	حضور ﷺ کی آل کے مصداق	398/1
13	**آمین**	
1	آمین کا معنی	217/1
2	نماز میں آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ	218/1
3	آمین کہنے کی فضیلت میں احادیث	219/1
4	آمین بالجہر کے متعلق احادیث	219/1
5	آمین بالسر کے متعلق احادیث	220/1
6	آمین کا قرآن کی جزء ہونا	221/1
14	**آنکھ**	
1	آنکھوں کی خیانت	339/10
15	**آیت**	
1	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت	93/1
2	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت	95/1
3	متقدمین کی پسندیدہ آیات	784/6
4	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی پسندیدہ آیات	784/6
5	نقش نعل پاک پر آیت لکھنا	851/7
6	ایک آیت دوبارذکر کرنے کی وجہ	853/8
7	سب سے زیادہ امید افزاء آیت	81/12
16	**آیۃ الکرسی/کرسی**	
1	آیۃ الکرسی کے مفردات وجملوں کی تشریح	926/1
2	آیۃ الکرسی کے فضائل	928/1
3	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	928/1
4	کرسی کا معنی	929/1
5	چارزانو بیٹھنا	929/1
17	**آیت تطہیر**	
1	آیت تطہیر کے مصادیق	437/9
2	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا	437/9
3	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	438/9

الف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**حضرت ابراہیم علیہ السلام**	
1	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آزمائشی کلمات	520/1
2	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مطلق ذریت کیلئے دعا کرنے کی وجہ	541/1
3	مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق	543/1
4	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مسلمان کرنے کی دعا	547/1
5	فقط اپنی اولاد کے لیے دعا کرنا	547/1
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم	548/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس عظیم رسول کی بعثت کی دعا کی؟	548/1
8	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں کی سوانح	552/1
9	حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دین یہودیت وعیسائیت پر نہ ہونا	561/1
10	دعائے ابراہیم میں تزکیہ کا مؤخر جبکہ دعائے استجابت میں مقدم ہونا	587/1
11	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کا پس منظر	939/1
12	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل	941/1
13	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حیات بعد الممات کا مشاہدہ کرانا	943/1
14	آپ علیہ السلام کی طرف یہود ونصاریٰ کی نسبت کا باطل اور مسلمانوں کی نسبت کا برحق ہونا	193/2
15	مقام ابراہیم کی نشانیاں	267/2
16	خلیل کا معنی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا	809/2
17	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا حضرت محمد ﷺ کے مقام خلت کا فرق	811/2
18	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام وغیرہ	552/3
19	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات	552/3
20	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابوین کا ایمان والا ہونا	562-565/3 212/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا بیان	565/3
22	ستارے، چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا	567/3
23	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو ''ہٰذا ربی'' کہنا	567/3
24	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	568/3
25	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے مباحثہ	568/3
26	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کی نعمتوں کا تسلسل	572/3 614/7
27	حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آپ کی اولاد میں ذکر نہ کرنے کی وجہ	573/3
28	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	574/3
29	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد	582/5
30	فرشتوں کے سلام کے الفاظ	583/5
31	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ	589/5
32	حضرت ابرہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتہ ہونے کا علم تھا یا نہیں؟	590/5
33	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ	591/5
34	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مباحثہ	594/5
35	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی	595/5
36	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی تشریح	211/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
37	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غیر آباد وادی میں اپنے اہل کو چھوڑنے کا پس منظر و پیش منظر	199/6
38	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع کرنے کی وجوہ	281/7
39	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کا جاری رہنا	286/7
40	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا	601/7
41	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا	602/7
42	بتوں کو توڑنے کی بڑے بت کی طرف نسبت	603/7
43	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا خود کو ظالم کہنا	608/7
44	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانا	608/7
45	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کیوں نہیں کی؟	609/7
46	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت فرمانا	613/7 68/9
47	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا باپ فرمانا	811/7
48	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مغفرت طلب کرنا	343-346/8
49	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مطلوب	349/8
50	قوم کا معنی اور مصداق	329/8
51	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	611/7 66/9, 908/9
52	حضرت لوط علیہ السلام و سارہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا	67/9
53	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت	69/9
54	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی اعتبار کی ترغیب	70/9
55	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	329/8 897/9
56	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	898/9
57	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی کواکب پرستی	898/9
58	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف دیکھنے کا محمل	899/9
59	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خود کو بیمار کہنے کا پس منظر	899/9
60	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بظاہر تین جھوٹ	898/9
61	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ''میں بیمار ہوں'' کہنے کی توجیہات	901/9
62	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صالح بیٹا طلب کرنا	914/9
63	کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی بیماری کو طاعون سمجھا تھا؟	904/9
64	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی حکمتیں	909/9
65	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا سچا ہونا	926/9
66	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اولین مہاجر ہونا	911/9
67	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ	380/11
2	**ابرار**	
1	دیکھئے ''48: نیک لوگ'' صفحہ 275	
3	**امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق، زہد وتقویٰ، عبادت اور خوف خدا	432/5
4	**حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
2	تصدیق معراج کا صلہ	496/2
3	خصوصیات وفضائل	720/2
4	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	215/3
5	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	217-220/3
6	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان برأت کرنا خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں وجہ طعن نہیں ہے	52/5
7	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مانعین زکوٰۃ سے قتال	69/5
8	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار ثور میں رفاقت	137/5
9	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ	140/5
10	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ اور خوف خدا	427/5
11	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	887/7
12	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت و خصوصیت	87/11
13	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب	92/11
14	فقہاء مہاجرین کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے	816/11
15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا	719/11
16	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث وآثار	720/11 793/12
17	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر دلیل	245/11
18	آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سورۃ اللیل کا نزول	787/12
19	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کتب شیعہ کی تصریحات	802/12
20	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا	791/12
5	**ابولہب**	
1	ابولہب کا نام اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی عداوت	1029/12
2	ابولہب کی عبرت ناک موت	1030/12
3	ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام	1030/12
4	ابولہب کی بیوی کی مذمت	1032/12
5	ابولہب کی بیوی کے لیے دوزخ کی وعید	1032/12
6	**ابلیس**	
1	دیکھئے ''34: شیطان'' صفحہ 157	
7	**ابوجہل**	
1	ابوجہل کی مذمت	884/12
2	ابوجہل کے لیے عذاب کی وعید	885/12
8	**ابرھہ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پرندوں سے ابرھہ کے لشکر کو فنا کرنا	981/12
2	اصحاب الفیل سے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کے نکات	982/12
3	ابرھہ کے لشکر کا ہاتھیوں سے بھی کم درجہ ہونا	983/12
9	**حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کا موجودہ قرآن کے خلاف پڑھنا اور اس کی توجیہات	780-782 / 12
10	**حضرت ابوطالب**	
1	ایمان ابوطالب کی تحقیق	425-429 / 3
2	ابوطالب کا مرتے وقت کلمہ نہ پڑھنا	271/5
3	ابوطالب کے ایمان کے متعلق ایک روایت	271/5
4	ایمان ابوطالب کے متعلق آیات واحادیث	839/8
5	ایمان ابوطالب کے متعلق مفسرین اہلسنت کی تصریحات	839/8
6	ابوطالب کے اسلام لانے کی روایت پر مختلف علماء کے تبصرے	841-844 / 8
11	**ابتداء**	
1	ہر اہم کام کی ابتداء بسم اللہ، الحمد للہ اور صلوٰۃ وسلام سے کرنا	703/8
12	**ابدال**	
1	ابدال کے متعلق احادیث وآثار اوران کی فنی حیثیت	421/5
2	احادیث ابدال کا معنا متواتر ہونا	423/5
3	احادیث ابدال کی مزید توثیق	425/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	نجباء اور نقباء وغیرہ کی تعداد	425/5
13	**سورۂ ابراہیم**	
1	سورۃ کا نام	127/6
2	سورۂ ابراہیم کا زمانۂ نزول	127/6
3	سورۃ الرعد اور سورۂ ابراہیم کی آپس میں مناسبت	128/6
4	سورۂ ابراہیم کے مضامین ومقاصد	128/6
5	سورۂ ابراہیم کا اختتام	228/6
14	**حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تمام مغازی میں خلیفہ بنانا	295/4
2	حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	566/12
3	رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض کرنے کی وجہ	576/12
15	**اجر/اجرت**	
1	تعلیم قرآن ودیگر عبادات پر اجرت لینا	584/2
2	فقط دنیاوی اجر کی مذمت	822/2
3	دس گنا، سات سو گنا اور بے حساب اجر کے محامل	699/3
4	کسی چیز کو ڈھونڈنے کی اجرت کی تحقیق	820/5
5	نیک کاموں کے ظہور پر خوش ہونے کا اجر	236/7
6	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینا	630/7
7	مویشیوں کو گھیا بھن کرنے کی اجرت لینا	634/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	اللہ کی راہ میں مقتول اور طبعی موت مرنے والے کا اجر	786-788 7
9	مواعظ اور خطابات پر اجرت لینا	371/8
10	اجرت لے کر کام کرنے کا جواز	795/8
11	اللہ تعالیٰ کا زیادہ اجر عطا فرمانا	678/9
12	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مادی اجر کی نفی کی ہے	460/11
13	دودھ پلانے کی اجرت لینا	86/12
16	**اجتہاد**	
1	نبی علیہ الصلوٰۃ وسلام کا اجتہاد	476 478-482/3
2	صحابہ کرام کا اجتہاد	477/3
3	آپ ﷺ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے	478/3
4	اجتہاد کی تعریف	478/3
5	اجتہاد کا لغوی واصطلاحی معنیٰ	35/6
6	اجتہاد پر ایک اعتراض کا جواب	35/6
7	ایک مسئلہ میں حضرت سلیمان اور داؤد علیہ السلام کا اجتہاد	626/7
8	انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد	627/7
9	عصر حاضر میں اجتہاد کرنے کی تحقیق	627/7
10	ضرورت اجتہاد	628/7
11	مجتہد کی ضرورت	628/7
12	طبقاتِ فقہاء	629/7
13	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق اجتہاد	629/7
14	لاؤڈ سپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنے کے متعلق اجتہاد	630/7
15	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے کے متعلق اجتہاد	630/7
16	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینے کے متعلق اجتہاد	630/7
17	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینے کے متعلق اجتہاد	631/7
18	ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں کے استعمال کے متعلق اجتہاد	631/7
19	بعض دیگر مسائل اجتہادیہ	633/7
20	ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا معنیٰ	633/7
21	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کرسکتا ہے؟	603/8
22	رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کی تحقیق	553/10
23	عہد رسالت میں اجتہاد کے ثبوت پر دلائل	554/10
24	رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق	483/11
25	رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء	483-487 11
26	صحابہ کے اجتہاد کی تصدیق	807/11
17	**اجماع**	
1	اجماع کی حجیت پر دلائل	456/3
2	اجماع کے حجت ہونے پر دلائل	432/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	**اجازت**	
1	تین اوقات میں گھر میں دخول کیلئے اجازت لینا	183/8
2	اجازت کا حکم منسوخ ہے یا باقی؟	184/8
19	**سورۃ الاحقاف**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	35/11
2	الاحقاف کا معنی	35/11 102/11
3	الاحقاف کا محل وقوع	36/11
4	سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول	36/11
5	سورۃ الاحقاف کے اغراض و مقاصد	36/11
6	سورۃ الاحقاف کا خاتمہ	121/11
7	سورۃ الاحقاف کی آیت: ۳۵ منسوخ ہے یا نہیں؟	120/11
8	سورۃ الاحقاف کی آیت: ۹ کا منسوخ ہونا؟	55-68 11
20	**سورۃ الاحزاب**	
1	سورۃ کا نام	349/9
2	سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول	349/9
3	سورۃ الاحزاب کے مشمولات	350/9
4	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ملنا	403/9
5	سورۃ الاحزاب کا اختتام	587/9
21	**غزوۂ احزاب**	
1	غزوۂ احزاب کا مختصر ذکر	351/9
2	غزوۂ احزاب میں قضا ہونے والی نمازیں	352/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	غزوۂ احزاب میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات	353/9
4	غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر اللہ کا خصوصی فضل	388/9
5	غزوۂ احزاب' اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے محامل	400/9
22	**احوال آخرت**	
1	دیکھئے "3: آخرت" صفحہ 45	
23	**احسان**	
1	احسان کا معنی	553/6
2	احسان اور عدل میں فرق	555/6
24	**احکام شریعت**	
1	احکام شرعیہ پر عمل	641/2
2	شریعت کا مزاج آسان احکام بیان کرنا ہے	642/2
3	احکام شرعیہ کا مدار	765/2
4	احکام شرعیہ کی اقسام	804/7
5	جب عزیمت پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے	807/7
6	احکام شرعیہ کی تعداد، تعریفات اور مثالیں	820/7
7	فرض و واجب کی تحقیق	821/7
8	سنت مؤکدہ کی تحقیق	822/7
9	سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق	823/7
10	مستحب کی تحقیق	824/7
11	حرام اور مکروہ تحریمی کی تحقیق	825/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	اساءت کی تحقیق	826/7
13	مکروہ تنزیہی کی تحقیق	827/7
14	خلاف اولیٰ کی تحقیق	828/7
15	مباح کی تحقیق	829-831/7
16	احکام شرعیہ ظاہر پر مبنی ہیں	374/8
17	مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا گناہ نہ ہونا	122/10
18	احکام شرعیہ پر عمل کرنے پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید	89/12
19	کیا کفار احکام شرعیہ کے مخاطب ہیں؟	388-395/12
25	**احصار**	
1	احصار کی تعریف	730/1
2	احصار کے متعلق مذاہب اربعہ	731/1
3	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کا تعین	733/1
4	ضرورت کی وجہ سے منیٰ میں پہنچنے سے پہلے سرمنڈوانا	734/1
26	**غزوۂ اُحد**	
1	غزوۂ احد کا مختصر تذکرہ	334/2
2	غزوۂ احد کے لیے صحابہ سے مشورہ	336/2
3	غزوۂ احد کے متعلق احادیث	337/2
4	غزوۂ احد میں مسلمانوں کی پسپائی	401/2
5	مسلمانوں کو غم اٹھانے کا عادی بنانا	403/2
6	بھاگنے والے مسلمان	407/2
7	مسلمانوں کی خطا	408/2
8	چند شبہات کے جوابات	455/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	احد کی ہزیمت پر مسلمانوں کو تسلی	498/2
27	**اختلاف**	
1	عقائد حقہ میں اختلاف کی ممانعت	290/2
2	باہمی بغض، حسد اور عصبیت کی وجہ سے اختلاف	291/2
3	فرعی واجتہادی مسائل میں اختلاف	294/2
4	بنی اسرائیل کے اختلاف کی مذمت کا سبب	307/2
5	دلائل کی بناء پر اکابر سے اختلاف	708-709/2
6	اختلاف رائے کی بناء پر مخالفت	649/4
7	مسائل فقہیہ میں آئمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب	296/5
8	اختلاف کے مذموم ہونے کے باوجود مجتہدین کے اختلاف کا محمود ہونا	652/5
28	**اختیارات**	
1	اختیارات صرف اللہ کے پاس ہیں	111/7
29	**اخلاص**	
1	اخلاص کا بیان	396/2
2	اخلاص کا معنی	95/4 280/6
3	قرآن میں اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم	95/4
4	عمل میں اخلاص کے فوائد	95/4
5	عمل میں اخلاص نہ ہونے کا نقصان	97/4
6	اخلاص سے کیا ہوا کم عمل	99/4
7	کیا چیز اخلاص کے منافی ہے؟	281/6
8	اخلاص کے مراتب ودرجات	281/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کیلئے عبادت کرنا اخلاص ہے لیکن کامل اخلاص اللہ کی رضا جوئی ہے	282/6
10	اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات	283/6
11	اخلاص کے متعلق احادیث و آثار	283/6 235/7
12	اخلاص کے متعلق صوفیاء اور مشائخ کے اقوال	284/6
13	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے	285/6
14	کیا اصحاب اخلاص کو شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا؟	289/6
15	اخلاص کا لغوی و اصطلاحی معنی	234/7 116/9 166/10 908/12
16	مومن اور کافر کے اخلاص میں فرق	116/9
17	اخلاص کی حقیقت	166/10
18	اخلاص کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق احادیث	166/10
19	اخلاص کے متعلق اقوال علماء	168/10
20	اخلاص کی اہمیت	951/12
30	**سورۃ الاخلاص**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1034/12
2	سورۃ الاخلاص کے فضائل	1034/12
3	سورۃ الاخلاص کا خلاصہ	1039/12
4	سورۃ الاخلاص کی تکمیل	1041/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31	**ادب مصطفیٰ ﷺ**	
1	نبی ﷺ کے قول و فعل پر اپنے قول و فعل کو مقدم کرنے کی ممانعت	275/11
2	حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے کی ممانعت	275/11
3	بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کے الگ الگ محمل	276/11
4	اپنی ضرورت اور آپ ﷺ کی نعت کے کلمات کو آپ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز	276/11
5	رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز پست رکھنے والے صحابہ	278/11
6	رسول اللہ ﷺ کو حجروں کے باہر سے ندا کرنے والوں کے مصادیق	279/11
32	**ادب**	
1	دیکھئے ''4: آداب'' صفحہ 45	
33	**حضرت ادریس علیہ السلام**	
1	حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح	290/7
2	حضرت ادریس علیہ السلام کا چوتھے یا چھٹے آسمان پر ہونا	293/7
3	حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا	293/7
4	حضرت ادریس علیہ السلام کو اوپر اٹھانا اور ان کی زندگی	294/7
5	حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق قول فیصل	295/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ	653/7
34	**اذان**	
1	اذان کی ابتداء	225/3
2	کلمات اذان	226/3
3	اذان کا جواب	229/3
4	دعا بعد الاذان	229/3
5	اذان کی فضیلت	230/3
6	اذان کی فضیلت میں احادیث	496/10
7	اذان میں اشھدان محمدا رسول اللہ سن کرانگوٹھے چوم کرآنکھوں پر رکھنا	497/10
8	مسجد میں اذان دینے کا شرعی حکم	499/10
35	**ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن**	
1	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بیان	558/2
2	تعدد ازدواج کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہونا	559/2
3	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں	559-566/2
4	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مؤمنوں کی مائیں ہونے کی وضاحت	382/9
5	حضور علیہ السلام کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق کا اختیار دینا	414/9
6	طلاق کا اختیار دینے کا سبب اور اس کی نوعیت	415/9
7	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تفصیل	417/9
8	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام بیان فرمانا	419/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر زیادہ گرفت فرمانے کی توجیہ	420/9
10	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دگنا اجر عطا فرمانا	422/9
11	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت	423/9
12	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مراد ہونا	437/9
13	ازواج مطہرات کا احادیث کو پہنچانا	445/9
14	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حق مہر	515/9
15	آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	520/9
16	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی قابل مواخذہ ہے	530/9
17	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دنیا وآخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں	529/9
18	ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے بات کرنے کا حکم	528/9
19	کیا کوئی خاتون ازوج مطہرات سے افضل ہوسکتی ہے؟	119/12
20	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ماہ ازواج سے ناراض رہنے کی وجہ	122/12
21	ازواج مطہرات کو دنیا وآخرت میں اختیار دینے کا سبب	123/12
22	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی	119/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	**استغفار**	
1	حضور ﷺ کو استغفار کا حکم دینے کی توجیہ	384-390/10
2	استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	748/10
3	والدین اور اعزہ کے لیے استغفار	749/10
4	استغفار کو لازم رکھنے کے متعلق احادیث صحیحہ	750/10
5	طلب مغفرت کے لیے وقت سحر کی خصوصیت	365/11
6	استغفار کے کلمات اور اس کی فضیلت	367/11
7	اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا	356/12
8	استغفار کی فضیلت میں آیات، احادیث و آثار	250/12
9	استغفار کرنے سے دنیا وآخرت کی نعمتوں کا ملنا	285/12
10	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے محامل	1020-1023/12
37	**اسلام**	
1	اسلامی تقویم	716/1
2	اسلام دین یسر ہے	687/1
3	دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین کی رعایت	752/1
4	دین اسلام میں جبر نہیں ہے	931/1
5	اسلام کا معنی	91,237/2 458/5 450/9 309,381/11
6	اسلام قبول نہ کرنے کے نقصانات	237/2
7	اسلام میں احکام کا آسان ہونا	256/2
8	دین اسلام پر استقامت کے ذرائع	283/2
9	تاحیات اسلام پر قائم رہنے کا حکم	288/2
10	دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی	473/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	اسلام میں رنگ ونسل کا امتیاز	544/2
12	دین اسلام کا برحق ہونا	809/2
13	مہر مقرر کرنا مذہب اسلام کی خصوصیت ہے	567/2
14	دین اسلام کے احکام کا بتدریج نزول	65/3
15	اسلام کا کامل دین ہونا	66/3
16	اسلام معتدل، سہل اور دین فطرت ہے	280/3
17	اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت	648/3
18	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہاں کے باشندوں کا حکم	655/3
19	اسلام کی نعمت سے عرب کے مخالف دھڑوں کا باہم شیر وشکر ہو جانا	686/4
20	تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ	126/5
21	اسلام کا فطرت کے مطابق ہونا	481/5
22	جس کے اسلام لانے کا اللہ نے اذن نہیں دیا اس کے اسلام نہ لانے میں اس کا کیا قصور ہے؟	132/6
23	اسلام کی نشر واشاعت آپ ﷺ کی تعلیم سے ہوئی یا دلائل سے؟	132/6
24	اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرنا	402/6
25	اسلام سب سے مستحکم دین ہے	651/6
26	اسلام کے خلاف یہودی کا اعتراض اور اس کا جواب	569-571/10
27	دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے لوگ جن تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا آیا وہ مکلف ہیں یا نہیں؟	823/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
38	**استاذ**	
1	استاذ کا ادب واحترام	181/7
2	استاذ کی تعظیم اور حقوق کے متعلق آیات	255/9
3	استاذ کی تعظیم اور حقوق کے متعلق احادیث	258/9
4	استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق اعلیٰ حضرت کے دلائل	262/9
5	استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق فقہا اور علماء کے اقوال	259/9
39	**حضرت اسماعیل علیہ السلام**	
1	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	202/6
2	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات	279/7
3	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ	653/7
4	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلیم ہونا	915/9
5	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا پس منظر وپیش منظر	916/9
6	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق	917/9
7	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	918-922/9
8	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا	923/9
9	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اپنے والد اور بھائی سے منفصل کرنے کی توجیہ	126/10
40	**اسراف**	
1	نفلی صدقہ میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟	672/3
2	تبذیر کا معنی	698/6
3	مبذرین کو شیطان کا بھائی فرمانا	698/6
4	جو لوگ فضول خرچی نہیں کرتے	270/8
5	اسراف کا محمل	596/10
6	لذت وآسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے	596/10
41	**اسرائیلی روایات**	
1	اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری سے	99/10
2	اسرائیلی روایات کا رد امام رازی سے	100/10
3	اسرائیلی روایات کا رد علامہ ابوالحیان اندلسی سے	101/10
4	اسرائیلی روایات کا رد علامہ اسماعیل حقی سے	102/10
5	اسرائیلی روایات کا رد علامہ آلوسی سے	103/10
42	**اسماء مصطفیٰ ﷺ**	
1	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ	331/7
2	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کے معانی	334/7
3	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد	333/7
4	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کے متعلق علماء کی تحقیق	337/7
5	نقش نعل پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا	351/7
6	نبی ﷺ کے اسماء اور آپ ﷺ کی صفات	503/9
7	اسم محمد (ﷺ) کی تشریح وتحقیق	127/11
8	نام محمد (ﷺ) کے فضائل وخصوصیات	127/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	آپ ﷺ کا نام محمد ہونا آپ ﷺ کے کمال مطلق ہونے کی دلیل ہے	128/11
10	نام محمد (ﷺ) وصف اور علمیت کا جامع ہے	130/11
11	اسم محمد (ﷺ) کی خصوصی عظمتیں	131/11
43	**استمناء بالید**	
1	استمناء بالید کا شرعی حکم	855/7
44	**اسماء باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھنے اور پڑھنے کے آداب	157/1
2	اللہ کے اسماء حسنیٰ کا معنی	424/4
3	اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر	425/4
4	اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توفیقی ہونا	426/4
5	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل	428/4
6	اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل	430/4
7	لفظ اللہ کے نام ہونے پر دلائل	133/6
8	اسماء حسنیٰ کا بیان	435/7
9	اللہ تعالیٰ کے نام کے نقص اور عیب سے پاک ہونے کی وجوہ	683/12
45	**استقامت**	
1	استقامت کا لغوی و شرعی و عرفی معنی	639/5 640/5 479/10
2	صوفیاء کے نزدیک استقامت کا معنی	640/5
3	استقامت کا معنی اور اس کی اہمیت	436/10
4	استقامت کو استغفار پر مقدم کرنے کی توجیہ	437/10
5	نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے استقامت کی تفسیر	479/10
6	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے استقامت کی تفسیر	480/10
7	استقامت کے حصول کا دشوار ہونا	481/10
46	**حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شکایات کی توجیہات	553-556 9
47	**استخارہ**	
1	استخارہ کرنے کا طریقہ	59/3 851/8
2	درپیش مہم کے وقت استخارہ کرنا	59/3
3	استخارہ کے متعلق احادیث	850/8
48	**اسم اعظم**	
1	اسم اعظم کی تحقیق	429/4
2	اسم اعظم کے متعلق احادیث	482/7
49	**اسباب**	
1	رزق اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اسباب تلاش کر کے اختیار کرنا	224/8
2	ترک اسباب کیسا؟	226/8
3	اسباب معیشت کی نعمتیں	853/8
50	**اسماء حسنیٰ**	
1	دیکھئے ”44: اسماء باری تعالیٰ“ صفحہ 60	
51	**استعانت/استمداد**	
1	دیکھئے ”33: مدد حاصل کرنا“ صفحہ 236	
52	**استنجاء**	
1	پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی فضیلت	261/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	**اصحاب الاخدود**	
1	اخدود کا معنی	652/12
2	اصحاب الخدود کے واقعہ کی تفصیل	652/12
3	خندق کھودنے والوں کا انجام	657/12
54	**اصول فقہ**	
1	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	189/9
2	لفظ عام سے عموم وخصوص مراد لینے کا ضابطہ	252/9
55	**اصولِ حدیث**	
1	خبر واحد اور خبر متواتر کی تعریف واحکام	677/8
56	**اصحابِ کہف**	
1	اصحاب کہف کے واقعہ کا شان نزول	48/7
2	اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کی سوانح	49/7
3	اصحاب کہف کی دعا	56/7
4	اصحاب کہف کا کھڑا ہونا	63/7
5	اصحاب کہف کے جسم کی حفاظت	65/7
6	اصحاب کہف کا کروٹیں بدلنا	67/7
7	اصحاب کہف کا نیند سے اٹھنا	70/7
8	اصحاب کہف اور ان کے شہر والوں کے درمیان ماجرا	76/7
9	اصحاب کہف کی صحیح تعداد	84/7
10	اصحاب کہف کے اوصاف	85/7
11	غار میں اصحاب کہف کے قیام کی مدت	93/7
12	آیا اصحاب کہف زندہ ہیں یا نہیں؟	93/7
57	**اصحاب الایکہ**	
1	اصحاب الایکہ کا معنی ومصداق	307/6
2	اصحاب الایکہ کا ظلم اور ان سے اللہ کا انتقام لینا	308/6
58	**اطاعت**	
1	فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے ملک میں آباد کرنا	164/6
2	کتاب، سنت اور حکام مسلمین کی اطاعت	164/8
3	اختیاری اطاعت اور جبری اطاعت	288/8
4	شیخ، امام یا امیر کی اطاعت کا ضروری ہونا	649/8
5	شرک ومعصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کا حکم	45/9
6	والدین کی اطاعت کے متعلق احادیث	45/9
7	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے	150/9
8	ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے	919/11
9	اطاعت میں کثرت طلب کرنا	958/12
59	**اطمینان**	
1	اطمینان سے کام کرنے کی فضیلت	573/10
60	**اعتکاف**	
1	اعتکاف کا معنی مع اقسام	704/1
2	اعتکاف کی شرائط	704/1
3	اعتکاف کے آداب	704/1
4	اعتکاف کے مفسدات	705/1
5	اعتکاف کے ضروری مسائل	705/1
61	**اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اعوذ باللہ کے مفردات واعراب کا بیان	142/1
2	اعوذ باللہ کو نماز و غیر نماز میں پڑھنا	143/1
3	قرآن کی تلاوت سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا	571/6
62	**سورۃ الاعلیٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	681/12
2	سورۃ الاعلیٰ کے مشمولات	681/12
3	سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا اختتام	703/12
63	**اعتبار**	
1	اعتبار کا لغوی واصطلاحی معنی	806/11
64	**سورۃ الاعراف**	
1	سورۃ کا نام	27/4
2	الاعراف کا معنی ومصداق	28/4 144/4
3	سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات	30/4
4	سورۃ الاعراف کا زمانۂ نزول	31/4
5	سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد	31/4
6	سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی باہمی مناسبت	32/4
7	اصحاب الاعراف کو دخول جنت کا اذن	147/4
8	سورۃ الاعراف کا اختتام	526/4
65	**اغواء**	
1	اغواء کا معنی	77/4
66	**اقتدار**	
1	جن کو اقتدار عطا کیا جائے گا ان کے مصادیق	765/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
67	**اقامت**	.
1	کلمات اقامت	22/3
68	**اقبار**	
1	اقبار کا محمل	596/10
69	**اللہ تعالیٰ**	
1	لفظ اللہ کا معنی اور اس کا وصف وعلم ہونا	148/1
2	اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھنے اور پڑھنے کے آداب	162/1
3	رب کا لغوی وشرعی معنی	169/1
4	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور وفکر	171/1
5	اللہ، رب، رحمان ورحیم میں وجہ ارتباط	177/1
6	اللہ کے کلام کے قدیم ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب	282/1
7	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو ممکنات کے ساتھ مکلف کرنا	282/1
8	محال بالذات کے ساتھ مکلف کرنا	283/1
9	اللہ کے استہزاء کی توجیہ	298/1
10	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے	301/1 633/3 537/5
11	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معنی اور اس کا کذب پر محال ہونا	302/1
12	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے قریب ہونے کے باوجود یاایہا الناس سے ندا کرنے کی توجیہ	303/1
13	اللہ تعالیٰ کا خالق اور لاشریک ہونا	305/1 310/1
14	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	336/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں فرق	472/1
16	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	507/1
17	اللہ تعالیٰ کی مثل پر ایمان لانا	559/1
18	اللہ تعالیٰ کا رنگ	560/1
19	اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی پر اشکال کا جواب	574/1
20	واحد کا معنی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	621/1
21	اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدت اور اس کے علم پر دلائل	623/1
22	اللہ تعالیٰ کے کلام نہ کرنے اور نظر نہ فرمانے کی توجیہ	647/1
23	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی	649/1
24	اللہ تعالیٰ کے جلد حساب لینے کی تفسیر	743/1
25	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینا	874/1
26	دلوں کو ٹیڑھا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف	67/2
27	جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے	120/2
28	جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا	122/2
29	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا مطلب	239/2
30	مرتدوں کو ہدایت نہ دینے کے اشکال کے جوابات	239/2
31	اللہ تعالیٰ کی رسی کا بیان	289/2
32	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں	401/2 516/2
33	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا مطلب	406/2
34	اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا دنیاوی تمام لذتوں سے افضل ہونا	413/2
35	اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز کلام کرنا	495/2
36	من عرف نفسه فقد عرف ربه کی تشریح	520/2
37	خالق کی عظمت	544/2
38	اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے خلاف تمنا کرنا	651/2
39	اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا	669/2
40	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کا معنی	675/2
41	اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب بڑھانے کا مطلب	675/2
42	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	812/2
43	بندوں کے شکر سے اللہ تعالیٰ کا غنی ہونا	821/2
44	اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عہد و میثاق	116/3
45	کیا اللہ نے کافر کے کفر یا اس کے ایمان کا ارادہ کیا تھا؟	176/3
46	ید اللہ کا معنی	238/3
47	اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکوکار و بدکار	329/3
48	قیامت کے دن انبیاء کا فرمانا کہ "ہمیں کچھ علم نہیں"	358/3
49	اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ	361/3
50	اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت	381/3
51	تمام تعریفوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہونا	392/3
52	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل	393/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل	396/3
54	الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل	404/3
55	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث	404/3
56	حقیقی حاجت روا، کارساز اور مستعان صرف اللہ ہے	411/3
57	مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے	465/3
58	اللہ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	470/3
59	اللہ کے قہر کا معنی	504/3
60	اللہ کے مولیٰ اور حق ہونے کا معنی	511/3
61	اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی	585/3
62	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونا	610/3
63	اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا	614/3
64	اللہ کے کلمات کے صادق اور عادل ہونے کا معنی	633/3
65	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کا معنی	657/3
66	استغفار اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	658/3
67	اللہ کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم	660/3
68	مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	674/3
69	اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا	133/4
70	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	195/4 206/4
71	اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت اور اس کے متعلق مختلف مذاہب	297/4
72	اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا	299/4
73	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت پر دلائل	437/4
74	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کا منحصر ہونا	451/4
75	اللہ تعالیٰ کی معلومات واقعیہ اور فریضہ	600/4
76	اللہ تعالیٰ کا انسان اور اس کی دل کے درمیان حائل ہونا	603/4
77	رحمان کی دو انگلیوں سے مراد	605/4
78	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا	609/4
79	اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ممانعت	610/4
80	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت	612/4
81	اللہ تعالیٰ کا فضل	621/4
82	اللہ کا عرش پر استواء فرمانا	158-166 4
83	کلام باری تعالیٰ	336/4
84	اللہ تعالیٰ کا علم تمام زمانوں کو محیط ہے	705/4
85	اللہ تعالیٰ کے بھلانے کا مطلب	187/5
86	بڑے سے بڑا نیک بھی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رحمت سے مستغنی نہیں	227/5
87	اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا	231/5
88	اللہ تعالیٰ کا جنت کے بدلہ میں مومنوں کی جانوں اور مالوں کا خریدنا	264-266 5
89	اللہ تعالیٰ کے حجاب سے مراد	355/5
90	اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مصداق	409/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
91	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا محال ہونا	448/5
92	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلیل	479/5
93	اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود اپنے بندوں کو نفع پہنچانا ہے نہ کہ ضرر پہنچانا	482/5
94	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق متاخرین کا مسلک	538/5
95	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق متقدمین کا مسلک	539/5
96	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآنی آیات	541/5
97	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث	542/5
98	اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا	553/5
99	ہر کام کے آغاز سے قبل اللہ کا نام لینا	547/5
100	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا جمادات کو خطاب	550/5
101	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی	559/5
102	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	764/5
103	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور ہدایت دینے کے محامل	94/6
104	عرش پر استواء اور دیگر صفات کے متعلق متقدمین و متاخرین کے نظریات	37/6
105	رحمٰن کے انکار کا شان نزول	97/6
106	لفظ اللہ کے نام ہونے پر دلائل	133/6
107	اللہ تعالیٰ کا کسی سمت کے ساتھ مختص نہ ہونا	134/6
108	بندوں کی جفا کے صلہ میں اللہ کی وفا	193/6
109	اللہ تعالیٰ کو واحد اور جمع کے صیغوں سے تعبیر کرنا	244/6
110	الٰہ کا معنی	460/6
111	اللہ تعالیٰ کو مصیبت کے وقت پکارنا اور بعد میں بھول جانا	464/6
112	اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفات کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توقیفی ہونا	470/6
113	اللہ تعالیٰ کے لیے مثال گھڑنے کے محامل	521/6
114	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے	814/6
115	اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے	815/6
116	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	815/6
117	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا غیر متناہی ہونا	222/7
118	اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونا	276/7
119	اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اس کے تقاضے	276/7
120	اللہ تعالیٰ پر وارث کا اطلاق	279/7
121	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام ''اللہ'' نہیں	303/7
122	اللہ تعالیٰ کا سوال کہ ''تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟''	356/7
123	اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ سے ہم کلام ہونا	357/7
124	اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا معنی	371/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
125	اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر دلائل	380/7
126	اللہ تعالیٰ کی تعظیم	783/7
127	اللہ تعالیٰ کو عرش عظیم کا رب کہنا کیسا؟	533/7
128	اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہونے پر دلیل	536/7
129	اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی وجوہ	652-653/7
130	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ	884/7
131	مخلوقات کے تنوع سے اللہ کی ذات پر استدلال	161/8
132	اللہ تعالیٰ کے خالق اور مستحق عبادت ہونے پر دلیل	199/8 865/8
133	اللہ تعالیٰ کی توحید کی تمہید	213/8
134	اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا	367/8 468/8
135	اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے قہر و غضب کے تقاضے	407/8
136	اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں	849/8
137	اللہ تعالیٰ کا غنی اور بے نیاز ہونا	43/9
138	اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا طریقہ	60/9
139	اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر روزمرہ کے مشاہدات سے استدلال	112/9
140	اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کہنا ظلم ہے	153/9
141	اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے	264/9
142	اللہ تعالیٰ کے پاس حسن انجام کا پانا	274/9
143	اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کی وجہ	276/9
144	اللہ تعالیٰ کا غیر متناہی ہونا	277/9
145	اللہ تعالیٰ کا تدبیر کرنے کا معنی	309/9
146	عالم الغیب کا معنی	312/9
147	ہر چیز اور ہر مخلوق کو حامل حسن بنانا	313/9
148	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	621/9
149	اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے	680/9
150	اللہ تعالیٰ کا بے نیاز اور نکتہ نواز ہونا	725/9
151	اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے ڈرنا	726/9
152	اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ کا معنی	850/9
153	اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے اور رسولوں پر سلام بھیجنے میں مناسبت	972/9
154	اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کی تفسیر	143/10
155	کیا دنیا میں سب کچھ اللہ کی رضا سے ہو رہا ہے؟	153-156/10
156	اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ستر فرمانا	172/10
157	اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونا	176/10
158	اللہ تعالیٰ کا تمام افعال کا خالق ہونا	177-181/10
159	اللہ تعالیٰ کا کفر اور معصیت کو پسند نہ فرمانا	181/10
160	اے میرے بندو! اس کے مخاطب کون ہیں؟	206/10
161	اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے	253/10
162	اللہ تعالیٰ کو بندروں اور خنزیروں کا مالک کہنا کیسا؟	288/10
163	اللہ تعالیٰ کے جسمانی اعضاء	296/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
164	اللہ تعالیٰ خود بلند ہے اور مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے	334/10
165	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ظن رکھنا چاہیے؟	469/10
166	کیا اللہ تعالیٰ گناہ کا ارادہ کرتا ہے؟	473-476 / 10
167	اللہ تعالیٰ علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے	542/10
168	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے مماثلت کی نفی	565/10
169	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر لطیف ہونے کا معنی	574/10
170	اللہ تعالیٰ کے بھلا دینے کی توجیہ	825/10
171	اللہ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعارض کا جواب	822/10
172	اللہ عزوجل کا انکار، استخفاف اور استحقار کفر ہے	41/11
173	اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کا خوف	76/11
174	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کی وضاحت	179/11
175	اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی جگہ کس قوم کو دے گا؟	180/11
176	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا معنی	920/11
177	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	881/11
178	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	779/11
179	اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں	713/11
180	اللہ تعالیٰ کے اوّل و آخر، ظاہر و باطن ہونے کے معانی	714/11
181	اللہ تعالیٰ کے خاص افعال کا مخلوق کی طرف نسبت کرنے کا جواب	670/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
182	اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کا معنی اور اس کی رحمت کے تقاضے	644/11
183	اللہ تعالیٰ کے انشاء اللہ فرمانے کی توجیہات	265/11
184	اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کا معنی	321/11
185	اللہ تعالیٰ کا کوئی جوڑا نہیں	386/11
186	اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کے محامل	387/11
187	آیا اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں یا نہیں؟	393-398 / 11
188	اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے	398/11
189	اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے محامل	458/11
190	اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیوں کو ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے	459/11
191	اللہ تعالیٰ کے ہنسانے اور رلانے کی توجیہات	569/11
192	''تبارک'' کا معنی اور اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	138/12
193	اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے اور آزمانے کی توجیہ	141/12
194	رحمٰن کے نظام تخلیق میں کسی قسم کی کمی کا نہ ہونا	141/12
195	بار بار دیکھنے کے حکم کی توجیہ	142/12
196	اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کے اطلاق کی توجیہ	153/12
197	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلائل	155/12
198	اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا معنی	356/12
199	اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر	352/12
200	اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنانے کا عدم جواز	254/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
201	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کو وسیلہ بنانے کے منافی ہے	255/12
202	"اللہ اور رسول چاہے" کہنا موہم بے ادبی ہے	256/12
203	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو بتدریج پیدا فرمانا	256/12
204	اللہ کے نزدیک کفار کی ذلت اور مؤمنوں کی عزت و وجاہت	297/12
205	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	171/10 1038/12
70	**الہام**	
1	الہام کا معنی	767/12
2	نیک کاموں کا الہام نیکی کی جدوجہد کرنے والوں کو ہوتا ہے	768/12
3	الہام سے مراد اچھے اور برے کاموں کا لزوم ہے	769/12
4	نیکی اور بدی کے الہام کے متعلق احادیث	769/12
71	**الحاد**	
1	الحاد کا معنی	733/7
2	الحاد کا معنی اور اس کا مصداق	514/10
3	جعلی پیروں اور بناوٹی صوفیوں کا الحاد	515/10
72	**حضرت الیاس علیہ السلام**	
1	حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب اور ان کا مصداق	576/3
2	حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ اور ان کی سوانح	947/9
3	حضرت الیاس علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات	948-950 9
4	حضرت الیاس علیہ السلام کے لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایت	950/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
73	**امام**	
1	امام کا لغوی معنی	522/1
2	اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک امام کا شرعی معنی	522/1
3	امام کا معصوم ہونا	525/1
4	امام کا تقرر	526/1
5	اہل تشیع کے بارہ امام	529/1
74	**امامت**	
1	امامت منعقد کرنے کا طریقہ	529/1
2	خواتین کی امامت	374/1
3	خواتین کی امامت کے متعلق احادیث	374/1
4	سمجھدار اور نابالغ لڑکے کی امامت	378/1
5	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	376/1
6	امامت کے مسائل	529/1
7	امامت کا واجب ہونا	530/1
8	نماز میں فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	531/1
75	**امتحان**	
1	دیکھئے "7: آزمائش" صفحہ 47	
76	**امن و سلامتی**	
1	امن و سلامتی کا ایمان و اسلام پر مقدم ہونا	210/6
2	امن و سلامتی کی تفسیر	295/6
77	**اُمی**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اُمی کا معنی	357/4
2	قرآن وسنت میں نبی پر اُمی کا اطلاق	356/4
78	**امثلہ**	
1	مالدار کافر اور مومن کی مثال	105/7
79	**امر بالمعروف ونہی عن المنکر**	
1	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق قرآنی آیات	297/2
2	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق احادیث	298/2 422/7
3	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تفصیل وتحقیق	300/2
4	نہی عن المنکر کے لیے تادیب اور تعزیر کے مراتب	301/2
5	بغیر علم کے وعظ وتقریر کرنا کیسا؟	303/2
6	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا	400/1 306/2 398/8
7	ہتھیاروں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا کیسا؟	306/2 399/8
8	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف ترک کرنا	307/2
9	امر بالمعروف میں ملائمت اختیار کرنا	307/2
10	امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنے کی مذمت	234/3
11	نجات کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ضروری ہونا	344/3
12	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت	344/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	امر بالمعروف ونہی المنکر کی وجہ	254/5
14	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فرضیت	396/8
15	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہ کیا جائے	397/8
16	امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	307/2 399/8
80	**امت محمدی ﷺ**	
1	امت مسلمہ کا دیگر امتوں پر گواہ ہونا	570/1
2	امت محمدیہ کا تمام امتوں سے افضل ہونا	314/2
3	قرآن و حدیث میں لفظ ''امت'' کے اطلاقات	505/5
4	امت محمدی ﷺ کا سب سے زیادہ ہونا	60/6
5	امت کا معنی	594/6 660/7 380/7 72/10
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمانا	95/6
7	ملت ابراہیم کی اتباع کی توجیہ	97/6
8	اس امت کا نام امت مسلمہ کس نے رکھا؟	14/7
9	امت محمدی ﷺ کے فضائل	18/8
10	امت محمدی کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	98/9
11	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	04/9
12	رسول اللہ ﷺ کا اعمال امت پر شاہد ہونا	06/9
13	امت مسلمہ کا قرآن مجید کا وارث ہونا	79/9
14	امت محمدی ﷺ سے کون کون سا عذاب اٹھالیا گیا ہے؟	6/10
81	**امتیاز**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل	306/11
82	**امانت**	
1	امانت ادا کرنے کے متعلق آیات	699/2
2	امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث	700/2
3	اللہ کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	700/2
4	خلق خدا کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	701/2
5	اپنے نفس کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	702/2
6	امانت کے متعلق حکم قرآن	613/4
7	امانت کے متعلق حکم حدیث	613/4
8	امانت کی حفاظت کرنا	856/7
9	امانت کے متعلق احادیث	578/9
10	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی گئی امانت	579/9
11	جنس انسان پر امانت پیش کرنے کی حکمت	586/9
12	امانت کی رعایت	236/12
83	**امید**	
1	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت	239/6
2	مستقبل سے امیدیں وابستہ رکھنا	241/6
84	**امیر**	
1	امیر و غریب کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	680/6
2	بعض لوگوں کو امیر بنانے کی مصلحتیں	600/10
85	**انسان**	
1	تاریخ انسانیت	756/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ابتدا میں نوع انسانی کا دین حق پر ہونا	757/1
3	تمام انسانوں کا دین فقط اسلام ہے	757/1
4	انسان، فرشتوں سے افضل ہیں	123/2
5	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں	186/2
6	بشر کا معنی	222/2
7	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	603/3
8	تمام انسان نسلاً برابر ہیں	604/3
9	انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ ہی مختار مطلق	479/5
10	انسان کے افعال کی قدرت میں مذاہب متکلمین اور جبر و قدر کی وضاحت	534/5
11	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کے دو محمل	573/5
12	انسان کی پیدائش سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	573/5
13	انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ	271/6
14	انسان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	270/6
15	انسان اور بشر کو نبی اور رسول بنانے کی تحقیق	427/6
16	انسان کا جلد باز ہونا	655/6
17	انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے	660/6
18	انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجوہ	756/6
19	انسان کا کمزور دل اور ناشکرا ہونا	783/6
20	انسان کا بااختیار ہونا	42/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	43/7
22	لوگوں کی اقسام	435/7
23	لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر	481/7
24	بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں سے دور کرنا	763/7
25	انسان کو خیر و شر کا اختیار ہے	456/8
26	انسان کو مٹی سے بنانا	313/9 524/11 257/12
27	انسان کو پانی کی ایک حقیر بوند سے بنانا	314/9
28	مٹی اور نطفہ سے انسان کی پیدائش	665/9
29	انسان کو اپنی اصلاح کیلئے کتنی عمر کی ضرورت ہے؟	692/9
30	انسان کو پیدا کر کے انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازنا	174/10
31	انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حال کو زمین کی پیداوار پر قیاس کرے	215/10
32	انسان کے دل میں اللہ کے نور کا معیار اور اس کی علامتیں	217/10
33	تخلیق انسان کے مراحل	710/7 411/10
34	قیامت کے دن انسان کے اعضاء کا نطق	467-468/10
35	آنکھ، کان اور کھال کی خصوصیت کی توجیہ	468/10
36	انسان کی ناسپاسی اور ناشکری	522/10
37	مذکر اور مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
38	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	634/10
39	انسان کی فطرت میں اللہ کی معرفت کا ہونا	658/10
40	چالیس سال کی عمر میں انسان کا اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جانا	83/11
41	انسان کی صورت سب سے حسین ہے	913/11
42	انسان کی دنیا میں غفلت اور آخرت میں اس کی نگاہ کا تیز ہونا	324/11
43	انسانوں کی وجہ تخلیق	393/11
44	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے متعلق احادیث	525/11
45	انسان کی باقی مخلوق پر فضیلت	1053/12
46	انسان کی درست تخلیق کا مطلب	686/12
47	انسان کے محافظ اور نگہبان کی تحقیق	668/12
48	فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت کرتے ہیں؟	671/12
49	انسان کو لوٹانے کے دو محمل	674/12
50	انسانوں کا مختلف احوال اور منازل میں منتقل ہونا	541/12
51	انسان کی بہترین ساخت میں ہونے کی توجیہ	872/12
52	انسان کا اپنے ''الکنود'' ہونے پر گواہ ہونا	944/12
53	تمام انسانوں کا خسارے میں مبتلا ہونا	976/12
54	انسان پر ضروری ہے کہ دوسروں کو بھی نیک بنائے	973/12
55	انسان کے مقدم اور موخر اعمال کے محامل	608/12
56	انسان کی تخلیق کی تفصیل	609/12
57	انسان کی معتدل صورت بنانا	610/12
58	انسان کے مصداق میں متعدد اقوال	429/12
59	جس مدت میں انسان قابل ذکر نہ تھا	430/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
60	انسان کو اختیار دیا ہے خواہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا	432/12
61	انسان کی اپنے اوپر بصیرت کے دو محمل	410/12
62	انسان کو عبث پیدا نہ فرمانا	422/12
63	انسان کی صرف دو صنفوں پر ایک اعتراض کا جواب	423/12
64	بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	524/5
65	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے	530/5
66	بشر کا معنی	274/6 223/7
67	کفار کا انبیاء کو بشر کہنے کی وجہ	224/7
68	انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لیے وجہ احسان	225/7
69	رسول اللہ ﷺ کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا	225/7
70	نبی اور رسول ﷺ کا بشر ہونا	226/7
71	رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا	227-230/7
72	نبی ﷺ سے ”میں بشر ہوں“ کہلوانے کی وجہ	231/7
73	بشر کی تفسیر	253/8
74	بشر کا معنی اور اس کا تخلیقی مادہ	147/10
75	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کی تحقیق	434/10
86	**سورۃ الانشقاق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	633/12
2	سورۃ الانشقاق کے مشمولات	633/12
3	سورۃ الانشقاق کا اختتام	644/12
87	**سورۃ الانشراح**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	840/12
2	سورۃ الانشراح کی تفسیر کی تکمیل	867/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
88	**سورۃ الانفطار**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	604/12
2	سورۃ الانفطار کا اختتام	614/12
89	**انجام**	
1	ہر شخص کا انجام اس کے اعمال کے اعتبار سے ہے	580/11
90	**انجیل**	
1	انجیل کا معنی	53/2
2	انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات	53/2
3	انجیل کے متعلق قرآن کی آیات	54/2
4	موجودہ انجیل	54/2
5	احکام اسلام بمقابلہ تعلیمات انجیل	56/2
6	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	205/3
7	عیسائیوں کی موجودہ انجیل کا وجود مشکوک ہے	413/11
8	اناجیل اربعہ کی اصلیت	413-420 11
91	**انعام**	
1	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انعامات واحسانات	422/10
2	عباد صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	482/10
3	فرشتوں کا مومنین کو موت کے وقت انعامات کی بشارت دینا	485/10
92	**انڈا**	
1	انڈے کا پاک اور حلال ہونا	884/9
2	انڈے کے غذائی اجزاء اور بدپرہیزی کے نقصانات	885/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
93	**انگور**	
1	انگور کے خواص	607/3
2	انگور کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
94	**انبیاء کرام علیہم السلام**	
1	انبیاء علیہم السلام کے نام لکھنے اور پڑھنے کے آداب	157/1
2	تمام انبیاء علیہم السلام کا پیدائشی مومن ہونا	551/1
3	تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کی وجہ	558/1
4	تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لانے کے محامل	558/1
5	انبیاء علیہم السلام کی حیات	598/1
6	حیات انبیاء علیہم السلام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات	600/1
7	وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت	601/1
8	رسولوں کی باہمی فضیلت	894/1
9	انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی وروحانی خصوصیات	125/2
10	انبیاء علیہم السلام کا دعوائے الوہیت کرنا عقلاً ممتنع ہے	226/2
11	انبیاء سابقین پر ایمان لانا	236/2
12	انبیاء کی بعثت کا عام انسانوں اور مسلمانوں کے لیے رحمت ہونا	446/2
13	انبیاء کرام کو علم غیب	480-483/2
14	تمام انبیاء کے صدق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت	676/2
15	انبیاء اور اس کی تعداد	878/2
16	انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا	889/2
17	بعض رسولوں کے انکار سے نجات نہیں ہوگی	128/3
18	انبیاء اور اولیاء، اللہ کی دی ہوئی طاقت سے اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں	413/3
19	انبیاء کا مقرر شدہ کام	471/3
20	انبیاء، علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی	572/3
21	قرآن وسنت کی روشنی میں انبیاء کا نسیان	530/3
22	انبیاء کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت	577/3
23	انبیاء کا ملائکہ سے افضل ہونا	578/3
24	نبی کی صفات لازمہ	647/3
25	تمام نبی حاصل معجزہ ہیں	237/4
26	انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینا	304-310/4
27	انبیاء علیہم اسلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت	312/4
28	حیات انبیاء علیہم السلام پر دلائل	311/4
29	انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں	654/5 451/5 523/5
30	انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی ترتیب	577/5
31	انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے کے فوائد	619/5
32	انبیاء کرام کا امر اور نہی سے مکلف ہونا	106/6
33	انبیاء سابقین کے ذکر کی حکمت	141/6
34	تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے	141/6

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
35	انبیاء کا کافروں کی دھمکیوں سے نہ ڈرنا	160/6
36	کیا انبیاء پہلے کافروں کے دین پر تھے؟	163/6
37	بعض نبیوں کی بعض پر فضیلت	743/6
38	انبیاء علیہم السلام پر مصائب کا آنا	110/7
39	کفار کا انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے کی وجہ	224/7
40	انبیاء علیہم السلام کی وراثت	252/7
41	اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے	377/7
42	انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جانا	373/7
43	انبیاء علیہم السلام کا مختلف پیشے اپنانا	638/7
44	انبیاء علیہم السلام کے ذنوب کی توجیہ	473/8
45	انبیاء مبعوثین کی ترتیب	598/8
46	انبیاء کرام علیہم السلام کا پرندوں کی باتیں سمجھنا	631/8
47	انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے صالح ہونے کی دعا کرنے کی وجہ	648/8
48	انبیاء کرام علیہم السلام کا علم غیب	660/8
49	انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر کافر ہے	137/9
50	یوم میثاق میں انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے متعدد محامل	384/9
51	انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعدد محامل	385/9
52	انبیاء علیہم السلام کے ڈرنے کی حقیقت	459/9
53	انبیاء علیہم السلام کا جسمانی عیوب سے بری ہونا	574/9
54	انبیاء علیہم السلام کی حیات و وفات کے بعد ان کا قبروں سے نکلنا	614/9
55	انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت	679/9
56	انبیاء علیہم السلام کو کفار کا بدشگون کہنا	737/9
57	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	810/9
58	انبیاء علیہم السلام کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے	815/9
59	انبیاء علیہم السلام کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ فعال ہونا	826/9
60	انبیاء سابقین کے قصص	895/9
61	انبیاء علیہم السلام کا خالص دار آخرت کے ساتھ مشغول ہونا	121/10
62	انبیاء علیہم السلام کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	236/10
63	کیا فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں؟	320-322/10
64	انبیاء علیہم السلام کو اولاد عطا فرمانے کی تفصیل	634/10
95	**ان شاء اللہ**	
1	ان شاء اللہ کہنے کو ترک کرنا	88/7
2	ان شاء اللہ کہنے کے فقہی مسائل	89/7
3	ان شاء اللہ کہنے کو بھولنا	90/7
96	**سورۃ الانبیاء**	
1	سورۃ کا نام	509/7
2	سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی مناسبت	510/7
3	اختتامی کلمات و دعا	698/7
97	**انصار**	
1	انصار میں سے ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تفصیل	239/5
2	انصار کے فضائل	241/5
98	**سورۃ الانفال**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انفال کا معنی	531/4
2	سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ	532/4
3	سورۃ الانفال کا زمانہ نزول	532/4
4	ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام، آیتوں کی تعداد اور سبب نزول	533/4
5	سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ	538/4
6	سورۃ الانفال کے مقاصد	539/4
7	انفال کا معنی اور اس کا مصداق	540/4
8	سورۃ الانفال کا اختتام اور دعا	718/4
99	**انفاق فی سبیل اللہ**	
1	آیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالخصوص زکوۃ مراد ہے یا عام صدقہ وغیرہ؟	276/1
2	راہِ خدا میں کل مال خرچ کرنا	276/1
3	راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید	924/1
4	انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف	647/1
5	بے حساب اجر دینے کی وجوہات	948/1
6	صدقات وخیرات کے آداب وشرائط	949/1
7	متفرق مثالیں	950/1
8	صدقہ میں دیئے جانے والے مال کی صفات	956/1
9	خفیہ اور علانیہ صدقہ	968/1 973/1
10	اہل ذمہ کو نفلی صدقات دینا	970/1
11	اللہ کی راہ میں اخلاص سے خرچ نہ کرنا	673/2
12	نفلی صدقہ میں کیا چیز اسراف اور کیا نہیں؟	672/3
13	اللہ کی راہ میں پانی خرچ کرنا	148/4
14	کن لوگوں پر خرچ کرنا انسان پر واجب ہے؟	696/6
15	خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا	700/6
16	خرچ کرنے کی فضیلت	700/6
17	زیادہ خرچ کرنا	702/6
18	تمام مال صدقہ کرنا	704/6
19	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب	823/11
100	**سورۃ الانعام**	
1	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	386/3
2	سورۃ الانعام کی فضیلت	387/3
3	سورۃ الانعام کا موضوع	388/3
4	سورۃ الانعام کے مضامین	389/3
5	سورۃ الانعام کا اختتام	708/3
101	**انار**	
1	انار کے خواص	607/3
102	**انعام یافتہ لوگ**	
1	انعام یافتہ لوگوں کا بیان	213/1
2	انعام یافتہ لوگوں کے راستوں کا بیان	213/1
103	**انعامی بانڈز**	
1	انعامی بانڈز کا شرعی حکم	816/1
2	انعامی بانڈز کے جواز کی بحث	713/5
3	انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ کا فیصلہ	716/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمان کا فیصلہ	718/5
104	**اولی الامر**	
1	اولی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال	705/2
2	اولی الامر کی اطاعت بالتبع ہے	706/2
3	قرآن مجید اور احادیث، اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	706/2
105	**اوس وخزرج (قبائل)**	
1	اوس وخزرج پر اللہ تعالیٰ کے احسانات	295/2
106	**اولاد**	
1	اولاد کے ذکر میں حسن ترتیب	70/2
2	اولاد کا فتنہ ہونا	617/4
3	اولاد کا سبب عذاب ہونا	158/5
4	عام لوگوں کا اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ زمین میں چھوڑنا کیسا ہے؟	204/6
5	اولاد کا آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا	277/8
6	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	357/8
7	اولاد کی محض کثرت باعث فخر اور پسندیدہ نہیں	633/9
8	اولاد کے فرائض	78/11
9	اولاد میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	734/11
10	اولاد پر شفقت کرنے کی ترغیب	446/11
11	مومنوں کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کا جنت میں داخل ہونا	444/11
12	مومنوں کی بالغ اور کافر اولاد ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگی	445/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	نابالغ اولاد کا اپنے مسلمان ماں باپ کو جنت میں لے جانا	447/11
107	**اولوالعزم**	
1	اولوالعزم کا معنی	117/11
2	اولوالعزم رسولوں کے مصادیق	118/11
108	**اہلسنت وجماعت**	
1	مسلک اہلسنت وجماعت کا سب سے افضل ہونا	571/1
2	معمولات اہلسنت کا جواز	127/4
3	محبت اہل بیت صرف اہلسنت وجماعت کی خصوصیت ہے	588/10
4	تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہلسنت وجماعت کی خصوصیت ہے	588/10
109	**اہانت**	
1	عقبہ ابی معیط کا حضور ﷺ کی اہانت کرنا	234/8
2	غیر مسلم اموات کی اہانت کا جواز	186-188/9
110	**اہل کتاب**	
1	اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	607/1 417/3
2	اہل کتاب کا اللہ کی مخالفت کرنا	196/2
3	اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	197/2
4	اہل کتاب کے امینوں اور خائنوں کا ذکر	202/2
5	کفر پر مذمت میں اہل کتاب کی تخصیص	281/2
6	اہل کتاب کے گمراہ کن حیلے	282/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	مسلمانوں میں عداوت کی آگ بھڑکانا	282/2
8	اہلِ کتاب میں سے ایمان والوں کی تفصیل	319/2
9	اہل کتاب کی تعریف اور ان کا ذبیحہ	89/3,91/3
10	اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح	91/3
11	اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح	91/3
12	ایمان لانے میں اہل کتاب کا عاجزی کرنا	812/6
13	اہل کتاب کے لقب کے مستحق کون؟	96/9
14	اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لایا اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق	757-760 11
111	**اہل بیت**	
1	اہل بیت کے مصداق کون؟	592/5
2	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	438/9
3	اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	440-443/9
4	اہل بیت کے ساتھ مذکر کی ضمائر لانے کی وجہ	443/9
5	شیعہ کا اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرنا اور اس کا جواب	444/9
6	اہل بیت کرام کے فضائل	681/9
7	آل یاسین سے مراد آل محمد ﷺ ہے	952/9
8	محبت اہل بیت صرف اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے	588/10
9	محبت اہل بیت کے متعلق احادیث	588/10
112	**ایثار**	.
1	مہاجرین پر انصار مدینہ کے ایثار کی تفصیل	169/9
2	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے	170/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	171/9
4	ایثار کا لغوی و اصطلاحی معنی	817/11
5	ایثار کے متعلق احادیث و آثار	818/11
6	کس کس کو ایثار کی اجازت ہے؟	821/11
7	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	822/11
8	جان کا ایثار صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے کرنا جائز ہے	824/11
9	ایثار کی فضیلت میں احادیث	436/12
10	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایثار کرنا	437/12
113	**ایمان**	
1	ایمان کا لغوی و اصطلاحی معنی	247/1 458/5 450/9 381/11
2	ایمان کی تعریف	249/1
3	نفس ایمان اور ایمان کامل	250/1
4	مومن ہونے کے لیے ماننا ضروری ہے	251/1
5	ایمان کی حقیقت	252/1
6	ایمان میں کمی اور زیادتی	253/1 550/4 473/2
7	اسلام اور ایمان میں نسبت	256/1
8	جن کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ان کو تبلیغ کرنا	282/1
9	کفار کے دلوں پر مہر لگانے کے بعد ان سے مواخذہ کیوں؟	282/1
10	صحابۂ کرام کے ایمان کا معیار	393/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	ایمان والوں کو دوبارہ ایمان کا حکم دینا	413/1
12	اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے ذکر کی ترتیب	1028/1
13	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی	649/1
14	ایمان کامل کا معیار	314/2 394/10
15	ایمان کے بدلے کفر کو خریدنا	476/2
16	ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ	522/2
17	ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینے کی توجیہ	827/2
18	رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانا	881/2
19	اللہ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے	628/3
20	بغیر دلیل کے ایمان لانا صحیح ہے یا نہیں؟	439/4
21	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	462/5
22	تمام اہل ملل پر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا وجوب	514/5
23	غیر متمدن دنیا میں رہنے والوں کے لیے فقط توحید پر ایمان لانا ضروری ہے	515/5
24	پسماندہ اور کمزور لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں	528/5
25	اللہ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا	528/5
26	طبقاتی فرق اور نام و نسب، فضیلت کا موجب نہیں	529/5
27	ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں	558/5
28	ایمان پر شکر ادا کرنے کا وجوب	761/5
29	ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق	876/5
30	ایمان و کفر کی پانی اور جھاگ سے تشبیہ	76/6
31	ایمان لانے میں انسان کا فائدہ	100/7
32	ایمان کے مدارج و مراتب	340/7
33	ایمان اللہ کی توفیق سے ملتا ہے	428/7
34	ایمان لانے کو معلق کرنا	231/8
35	ایمان کے سورج کا طلوع ہونا	248/8
36	اختیاری ایمان اور جبری ایمان	288/8
37	ایمان کا نبی ﷺ کے ادب سے ملنا	6820/8
38	دولت ایمان سے کون کون مشرف ہوں گے؟	740/8
39	ایمان والوں میں سے قابل مدح کون؟	791-793/10
40	ایمان لانے سے تمام گناہوں کی مغفرت ہوگی یا بعض کی؟	113/11
41	ایمان لانے کے بعد گناہوں کو نیکیوں میں بدلنا	126/11
42	اس کی توجیہ کہ انصار نے مہاجرین سے پہلے ایمان کی جگہ بنالی	816/11
114	**ایندھن**	
1	ایندھن فراہم کرنے کی نعمت	680/11
115	**ایلاء**	
1	ایلاء کا معنی اور اس کے وقوع کے بعد فقہاء کا اختلاف	795/1
116	**ایٹمی ہتھیار**	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تیراندازی کے فضائل	663/4
2	اس دور میں تیراندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	664/4
3	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کیلئے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	665/4
4	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں اس کے مصداق	667/4
5	دشمنان اسلام کو مرعوب کرنے کی حکمت	669/4
117	**ایذاء پہنچانا**	
1	اللہ، رسول اور مؤمنوں کو ایذاء پہنچانے کا فرق	556/9
118	**حضرت ایوب علیہ السلام**	
1	حضرت ایوب علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کی بعثت کی ترتیب	648/7
2	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنا	648/7 114/10
3	حضرت ایوب علیہ السلام کے نقصانات کی تلافی کرنا	650/7 119/10
4	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ	114/10
5	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	649/7 114/10
6	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو بعض مفسرین کا شیطان کی تاثیر قرار دینا	116/10
7	حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف ورعایت	650/7 119/10
8	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	652/7 120/10
119	**ایصال ثواب**	
1	ایک شخص کے عمل کا دوسرے کو فائدہ ہونا	562/1 1029/1
2	ایصال ثواب کیلئے نامزد جانوروں کا حلال ہونا	340/3
3	ایصال ثواب کے متعلق احادیث	728/6
4	لیس للانسان الاماسعی کی وضاحت	727/6
5	کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس پر ایک اور سوال	530/11
6	ایصال ثواب کے عدم جواز پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات ودیگر تفصیلات	<u>532-557</u> 11
7	اس کا جواب کہ زندہ کے لیے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟	557/11
8	اس کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ سے ایصال ثواب کا ثبوت کہاں ہے؟	558/11
9	ایصال ثواب کے متعلق مزید تحقیق	<u>560-566</u> 11
10	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں دوسرے کیلئے دعا کے ثبوت سے ایصال ثواب کا ثبوت لازم نہیں آتا	559/11
11	اس کا جواب کہ ایصال ثواب کے کھانے سے اغنیاء کیوں کھاتے ہیں؟	560/11
	ب	
1	**بارش**	
1	مختلف علاقوں میں بارش نازل فرمانا	252/8
2	بارش کا نظام	252/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	بارش کے پانی سے بنجر زمین کو زرخیز کرنے کا انعام	346/9
2	**باطل**	
1	حق و باطل کا فرق	641/9
3	**بال**	
1	خنزیر کے بالوں کا نجس ہونا	532/6
2	انسان کے بالوں کا طاہر ہونا	536/6
4	**باندی**	
1	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنا کیسا؟	855/7
2	اس دور میں باندی بنانا	855/7
3	باندیوں کے بعض احکام	136/8
5	**بت/ بت پرست**	
1	بت پرستوں سے متعلق قرآن کی اصطلاح	223/3
2	بتوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا	493/3
3	بت پرستی کا لہو ولعب ہونا	538/3
4	بتوں کو برا بھلا کہنا	625/3
5	بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم	660/3
6	بت پرستی کی ابتداء	191/4
7	بتوں کی بے مائیگی اور بے چارگی	499/4
8	بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دینے میں مشرکین کے نظریات	340/5
9	بتوں کے صرف اسماء ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	764/5
10	اللہ نے بتوں کی تعظیم کا ہرگز حکم نہیں دیا	764/5
11	بت پرستوں کا دلائل کے ساتھ رد	71/6
12	بت پرستوں کے سخت عذاب کا سبب	134/6
13	مشرکین اللہ کو خالق ماننے کے باوجود بت پرستی کیوں کرتے تھے؟	154/6
14	اولاد ابراہیم کو بت پرستی سے مامون رکھنے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	196/6
15	بتوں کے خدا اور سفارشی ہونے کا ابطال	382/6
16	بتوں کی عبادت	64/7 282/7
17	بت پرستی کا رد	313/7 894/7
18	بتوں کا انتقام لینے کے لے رحمن کی مذمت کرنا	585/7
19	بتوں کا عجز اور ان کی پرستش کا باطل ہونا	800/7
20	بت پرستوں کا اللہ کی قدر نہ کرنا	802/7
21	بتوں میں کوئی اچھائی نہیں	705/8
22	صنم کا معنی	332/8
23	بتوں کی عبادت کا رد فرمانا	333/8
24	بتوں کو دشمن کہنا	334/8
25	بتوں کی عبادت پر عقلی ونقلی دلائل کا نہ ہونا	697/9
26	بعل کا معنی اور اس کی پرستش کا پس منظر و پیش منظر	951/9
27	بعل کی ناکامی وغیرہ	951/9
28	بتوں کو ولی اور کارساز بنانے کی مذمت	547/10
29	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے	667-672 10
30	مشرکین کا نبی ﷺ کی عبادت کی بنسبت اپنے بتوں کی عبادت کو افضل قرار دینا	700/10

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
31	آیا کفار نے اپنے بتوں کو بہتر قرار دیا تھا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو؟	701/10
32	مشرکین کو بت پرستی پر ملامت کرنا	731/10
33	بتوں کے نہ سننے کی قیامت تک کی تخصیل کی وجہ	45/11
34	بتوں کا قیامت کے دن مشرکین کی عبادت سے بےزاری کا اظہار کرنا	46/11
35	بتوں کی پرستش کا ابطال اور توحید کا استحقاق	513/11
36	لات، عزیٰ اور منات کی تحقیق	513/11
37	بت پرستوں کی ظالمانہ تقسیم	514/11
38	بتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	517/11
39	ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہا کی تاریخی حیثیت	260/12
40	کیا کفار مکہ اور کفار نوح کے معبود بت ایک ہی تھے؟	262/12
6	**بچے**	
1	زمانۂ جاہلیت میں بچوں کو وارث نہ بنانا	585/2
2	نابالغ اولاد کا اللہ کی مشیت پر موقوف ہونا	669/6
3	مسلمانوں کے بچوں کا جنت میں ہونا	670/6
4	مشرکین کے بچوں کا دوزخ میں داخل ہونا	670/6
5	مشرکین کی اولاد کا اہل جنت کا خادم ہونا	671/6
6	تمام بچوں کا جنت میں داخل ہونا	672/6
7	**بچھڑا**	
1	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بچھڑے کی عبادت کرنا	417/7

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	زیورات سے بچھڑا بنانا	418/7
3	بچھڑے کو معبود قرار دینا	419/7
8	**بخیل**	
1	بخل کو بے حیائی سے تعبیر کرنے کی وجہ	963/1
2	بخل کا معنی	485/2
3	بخل کی اقسام	485/2
4	بخل کی مذمت میں قرآنی آیات	486/2
5	بخل کی مذمت میں احادیث	**487/2 805/6 946/12**
6	بخل کی مذمت مزید	780/9
7	بخل کا معنی اور اس کا حکم دینا	737/11
8	بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	229/12
9	**بدعت**	
1	بدعت اور ابداع کا معنی	**507/1 628/1**
2	بدعت کی تعریف واقسام	**534/1 692/3**
3	بدعات سے اجتناب کا حکم	691/3
4	بدعت سیئہ کی تعریف	**348/4 369/9**
5	بدعت کا لغوی واصطلاحی معنی	748/11
6	بدعت کی اقسام	**749-754 11**
10	**(معرکۂ) بدر**	
1	معرکۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	72/2
2	غزوۂ بدر کا مختصر تذکرہ	331/2
3	بدر کا معنی اور اس کا جغرافیائی محل وقوع	341/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	بدر میں مسلمانوں کا ضعف	341/2
5	بدر میں مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب	341/2
6	جنگ بدر میں قتالِ ملائکہ	343-353/2 558-569/4
7	غزوۂ بدر کا خلاصہ	533/4
8	غزوۂ بدر کے متعلق احادیث	534/4
9	غزوۂ بدر کے دن حضور کا گڑگڑا کر دعا کرنا	557/4
10	غزوۂ بدر میں اللہ کی امداد کی چھ انواع	572/4
11	غزوۂ بدر کی رات مسلمانوں پر غنودگی کا طاری ہونا	573/4
12	غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ اور بارش کا نزول	573/4
13	رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب	576/4
14	کفار بدر کے قتل کی نفی	592/4
15	فتح بدر میں سیدنا محمد ﷺ کی دلیل نبوت	644/4
16	کفار اور مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	644/4
17	مقتولین بدر کی بوقت موت کیفیت	655/4
18	کفار بدر کا متبعین فرعون کے مماثل ہونا	657/4
19	مسلمانوں پر تخفیف کر کے مشکل حکم کو منسوخ کرنا	691/4
20	کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجوہات	691/4
21	بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا صحابہ سے مشورہ کرنا	692/4
22	فدیہ لینے کی وجہ سے عتاب کے محامل	693/4
23	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے جوابات	696/4
24	مشرکین کے قتل سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنا	697/4
25	بدر میں بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب کا نازل نہ ہونے کا سبب	699/4
26	بدر میں رسول اللہ ﷺ کی غیب کی خبر	702/4
27	بدر کے قیدیوں سے فدیہ	704/4
28	حاضرین بدر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے صف اوّل میں بٹھانا	784/11
29	جنگ بدر میں کفار کی شکست کی خبر	595/11
30	جنگ بدر میں حضور ﷺ کی فتح کی دعا	596/11
11	**بددُعا**	
1	اپنے آپ کو اور اپنے اموال کو بددُعا دینے کی ممانعت	333/5
12	**بدکار**	
1	بدکاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	574/5
2	بدکاروں کے لیے وعید	676/6
13	**بدگمانی**	
1	بدگمانی دور کرنے کیلئے وضاحت کرنے کا استحباب	841/5
2	مسلمان کے متعلق بدگمانی کا حرام ہونا	297/11
3	ظن اور گمان بے جواز اور عدم جواز کے محمل	298/11
14	**بدلہ دینا**	
1	دیکھئے ''13: جزاء'' صفحہ 102	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	**بدلہ لینا**	
1	بدلہ لینے میں تجاوز کرنا	603/6
2	بدلہ کے بجائے صبر	604/6
3	بدلہ نہ لینے میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک سیرت	605/6
4	بدلہ لینے اور نہ لینے کی آیتوں میں بظاہر تعارض کا جواب	619/10
5	بدلہ لینے کے جواز میں احادیث	621/10 624/10
6	بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث	622/10
16	**بدشگون**	
1	دیکھئے "24: شگون" صفحہ 155	
17	**برائی**	
1	برائی ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں رونما ہوتی ہے	730/2
2	برائی کے موجد کو ڈبل سزا	704/3
3	دوسرے کے جرم کی سزا	705/3
4	برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی نصیحت اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں اس کی مثالیں	900-904 7
5	برائی کو اچھائی سمجھنے والے اور ان کا شرعی حکم	657/9
6	عجب الذنب کی تحقیق	659/9
7	بدی کے متعلق مفسرین کے اقوال	503/10
18	**برکات مصطفیٰ ﷺ**	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں اور آپ کے بالوں سے بیماروں کا شفایاب ہونا اور دیگر برکتیں	852/5
19	**بروج**	
1	بروج کا لغوی و اصطلاحی معنی	252/6
2	بروج سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	255/6
3	بروج کا لغوی و عرفی معنی	264/8 648/12
4	بروج کے مصادیق میں اقوال مفسرین	649/12
5	بارہ برجوں کے معانی	650/12
6	ستاروں کی بروج میں گردش	650/12
20	**سورۃ البروج**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	645/12
2	سورۃ البروج کے مشمولات	645/12
3	سورۃ البروج کے متعلق احادیث	645/12
4	سورۃ البروج سے مقصود	646/12
5	سورۃ البروج کا اختتام	662/12
21	**برائی سے روکنا**	
1	دیکھئے "79: امر بالمعروف ونہی عن المنکر" صفحہ 69	
22	**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**	
1	بسم اللہ کا معنی	146/1
2	بسم اللہ میں اسم کا الف حذف کرنے کی وجہ	147/1
3	بسم اللہ میں رسول ﷺ کی طرف اشارہ	150/1
4	بسم اللہ کے متعلق فقہی بحث	151/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	بسم اللہ کا آیت قرآنی ہونا	151/1
6	بسم اللہ کا سورۂ فاتحہ کی جز نہ ہونا	152/1
7	بسم اللہ کا سورتوں کے شروع میں ان کی جز نہ ہونا	153/1
8	بسم اللہ کو نماز میں آہستہ پڑھنا	155/1
9	بسم اللہ کے فوائد و حکمتیں	157/1
10	بسم اللہ کے معانی	211/8 550/8
11	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکاتیب میں بسم اللہ لکھنا	681/8
12	بسم اللہ کے اسرار	212/9
23	**بسیار خوری**	
1	بسیار خوری کا اسراف ہونا	105/4
2	بسیار خوری کی مذمت	105/4
3	بسیار خوری کے دینی و دنیوی نقصانات	217/7
4	کھانے سے حد سے زیادہ بڑھنے کا معنی	411/7
24	**بشارت**	
1	بشارت دینا کیسا؟	208/10
25	**بشر**	
1	دیکھئے ''85: انسان'' صفحہ 70	
26	**بعث بعد الموت**	
1	بعث بعد الموت پر کفار کے اعتراض کا جواب	838/9
2	بعث بعد الموت پر دلائل	838/9 870/9
27	**بغاوت**	
1	بغاوت کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	352/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
28	**بغض**	
1	رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا	719/7
29	**سورۃ البقرہ**	
1	سورۃ البقرہ کا اجمالی تعارف	231/1
2	سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ	232/1
3	سورۃ البقرہ کا محل نزول اور آیات وحروف کی تعداد	233/1
4	سورۃ البقرہ کے فضائل	234/1
5	سورۃ البقرہ کے افتتاح واختتام میں مناسبت	1027/1
6	سورۃ البقرہ آخری دو آیتوں کی فضیلت	1030/1
30	**بلوغت**	
1	لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کا معیار	582/2
31	**ملکۂ سبا بلقیس**	
1	ملکۂ سبا کی تحقیق وتعارف	660.661/8
2	بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی پر استدلال	664/8
3	عورت کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کی سربراہ بنانا	667/8
4	عورت کو سربراہ مملکت بنانا	669-672/8 675/8
5	تخت بلقیس کی صفت	675/8
6	بلقیس کو ہدہد کا خط پہنچانا	679/8
7	بلقیس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کی تفصیل	687/8
8	بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہونا	688/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	تخت بلقیس منگوانے کی وجوہ	688/8
10	حضرت سلیمان علیہ السلام کے ولی کا تخت بلقیس کو حاضر کرنا	689/8
11	تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کرنے کی کیفیت	691/8
12	بلقیس کے ایمان لانے کی تفصیل	694/8
13	بلقیس کا نکاح	695/8
32	**سورۃ البلد**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	744/12
2	سورۃ البلد کی سورۃ الفجر کے ساتھ مناسبت	744/12
3	سورۃ البلد کے مشمولات	744/12
4	لا اقسم میں لفظ ''لا'' کے دو محمل	747/12
5	سورۃ البلد کی تفسیر کی تکمیل	750/12
6	وانت حل بھذا البلد کی تفاسیر	747-752/12
33	**سورۂ بنی اسرائیل**	
1	سورۃ کا نام	612/6
2	زمانہ نزول اور سورۃ النحل کی سورۂ بنی اسرائیل سے مناسبت	612/6
3	سورۂ بنی اسرائیل کے مشمولات	612/6
4	اختتامی کلمات	816/6
34	**بنو اسرائیل**	
1	بنو اسرائیل پر اللہ کی نعمتیں	363/1
2	بنو اسرائیل اور اللہ کے مابین عہد	363/1
3	بنو اسرائیل کی تلبیس اور کتمان حق	370/1
4	یہود کی بے عملی	380/1
5	بنو اسرائیل پر فرعون کا عذاب	396/1
6	بنو اسرائیل کے لیے سمندر چیرنا	400/1
7	بنو اسرائیل کی قبولیت توبہ	401/1
8	بنو اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر لے جانا	404/1
9	ستر اسرائیلیوں کا دوبارہ زندہ ہونا	405/1
10	میدان تیہ میں بنو اسرائیل کی سرگردانی	405/1
11	بنو اسرائیل کا حطۃ کو حنطۃ کہنا	406/1
12	بنو اسرائیل پر طاعون کا عذاب	407/1
13	اسرائیل کی حکومت، یہود پر عذاب کے باوجود	412/1
14	بنو اسرائیل کے سروں پر پہاڑ معلق کرنا	417/1
15	موجودہ بندروں کے مسخ شدہ اسرائیلی ہونا	419/1
16	بنو اسرائیل کی گائے	417/1
17	بنو اسرائیل کی تحریف	435/1
18	بنو اسرائیل کا اللہ کی نعمتوں کو کفر سے تبدیل کرنا	754/1
19	بنو اسرائیل کی ایک جماعت کی طرف مسلمانوں اور نبی ﷺ کا جہاد کے لیے جانا	877/1
20	بنو اسرائیل کا تابوت	881/1
21	بنو اسرائیل کی عہد شکنی	127/3
22	بنو اسرائیل کے انبیاء	145/3
23	بنو اسرائیل کے بادشاہ	146/3
24	بنو اسرائیل کا اپنے زمانے میں سب سے افضل ہونا	146/3
25	میدان تیہ میں بنو اسرائیل	149/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	بنواسرائیل کا دوبارہ اندھا اور بہرا ہونا	258/3
27	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنواسرائیل پرلعنت	267/3
28	بنواسرائیل پر نازل ہونے والا طعام	368/3
29	بنواسرائیل کو مصر اور شام پر قابض کرنا	283/4
30	بنواسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا؟	286/4
31	بنواسرائیل کی ناشکری اور احسان فراموشی	288/4
32	بنواسرائیل کا بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنا	334/4
33	توبہ قبول کرنے کے باوجود بنواسرائیل پر عذاب کی وعید	348/4
34	ستر اسرائیلیوں کا انتخاب	351/4
35	بنواسرائیل کے بوجھ اور ان کے طوق کا اٹھانا	377/4
36	اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بنواسرائیل کی نافرمانیاں	399/4
37	نافرمانی پر اصرار کرنے والے اسرائیلیوں کو بندر بنانا	402/4
38	بنی اسرائیل کے گھروں کو قبلہ بنانے کے محامل	459/5
39	بنی اسرائیل کی قومِ فرعون سے نجات اور فرعون کا غرق ہونا	461/5
40	بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانا	410/7
41	بنی اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنا	417/7
42	بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کی وجوہ	771/8
43	بنی اسرائیل کو امامت اور بادشاہت سے نوازنا	772/8
44	بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور فرعون کا تعاقب	320/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
45	بنی اسرائیل کو کس زمین کا وارث بنایا گیا تھا؟	322/8
46	بنی اسرائیل کی فضیلت اور ان کی آزمائش	771/10
47	بنواسرائیل کو دی گئی نعمتیں	800/10
48	بغض وعناد کی بناء پر بنی اسرائیل کا حق سے انکار کرنا	801/10
35	**بنوقریظہ**	
1	بنوقریظہ کی عہد شکنی	659/4
2	غزوۂ بنوقریظہ کا مختصر تعارف	352/9
3	غزوۂ بنوقریظہ کے متعلق احادیث	411/9
4	بنوقریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا	410/9
36	**غزوۂ بنوالمصطلق**	
1	غزوۂ بنوالمصطلق میں منافقین کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	901/11
37	**غزوۂ بنوقینقاع**	
1	غزوۂ بنوقینقاع میں منافقوں کے خلاف سازش کرنا	900/11
38	**غزوۂ بنونضیر**	
1	غزوۂ بنونضیر	802/11
2	غزوۂ بنونضیر کی مزید تفصیل	803/11
3	بنونضیر کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل	805/11
4	بنونضیر کے درختوں کو کاٹنا اور چھوڑ دینا	808/11
5	اموال بنونضیر صرف مہاجرین کو عطا فرمانا	817/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	بنونضیر کو منافقین کا ورغلانا	831/11
39	**بھاگنا (میدان جنگ سے)**	
1	میدان جنگ سے پسپائی کی دو جائز صورتیں	589/4
2	اگر دشمن کی تعداد مسلمانوں سے کم یا دوگنا ہو تو پھر مسلمانوں کا بھاگنا جائز نہیں	590/4
3	میدان جنگ سے بھاگنے کا عموم یا خصوص	591/4
40	**بہتان**	
1	اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا	133/4
41	**بھولنا**	
1	دیکھیے ''18: نسیان'' صفحہ 267	
42	**بیع**	
1	بیع مطلق و بیع سلم کی تعریف	1003/1
2	بیع سلم کی شرائط	1004/1
3	پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بغیر توڑے بیع	608/3
4	باغوں میں پھلوں کی مروجہ بیع کے جواز کی صورتیں	609/3
43	**بیٹھنا**	
1	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	929/1
2	چار زانو بیٹھنا	930/1
44	**بیٹی**	
1	بیٹیوں کو عار سمجھنے کی مذمت	467/6
2	بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے متعلق احادیث	468/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں	719/6
4	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے	665/10
5	مذکر و مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
6	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	636/10
7	فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں	667/10 703/10
45	**بیٹا**	
1	مذکر و مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
2	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	634/10
46	**بیماری**	
1	عام لوگوں کی بیماری کے اسباب	337/8
2	نبی علیہ السلام اور نیک لوگوں کی بیماری کے اسباب	338/8
3	بیماری کے متعلق عارفین کے اقوال	339/8
47	**بیعت**	
1	جاہل پیروں کی بیعت کا حرام ہونا	377/8
2	شیخ، امام یا امیر کی بیعت کا ضروری ہونا	649/8
3	حضور علیہ السلام کا اسلام لانے والی خواتین سے بیعت لینا	859/11
4	حضور علیہ السلام کی بیعت لینے کی کیفیت	860/11
5	اصحاب بیعت رضوان کی فضیلت	250/11
6	کس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی؟	251-255 11
48	**سورۃ البینہ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	901/12
2	البینۃ:۱، اور البینۃ:۴، میں تعارض کا جواب	904-906 12
3	سورۃ البینۃ کی تفسیر کا اختتام	924/12
49	**بیوی**	
1	دیکھئے "14: زوجہ" صفحہ 142	

پ

1	**پاک**	
1	ہڈی کا پاک ہونا	840/9
2	انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد بالوں کا پاک ہونا	841/9
3	بال، ہڈی اور دیگر سخت وٹھوس اجزاء کی طہارت میں مذاہب فقہاء	841/9
4	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	842-850/9
2	**پانی**	
1	پانی پینے کے آداب	107/4
2	کھڑے ہوکر پانی پینا	108/4
3	وضو کے بچے ہوئے پانی اور آب زمزم کو کھڑے ہوکر پینا چاہیے	112/4
4	پانی کے ساتھ غیر اللہ کی تمثیل کے محامل	64/6
5	بارش کے پانی سے کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی	365/6
6	تمام چیزوں کی پانی سے پیدائش کے بارے میں ایک اشکال کا جواب	546/7
7	پانی سے ہر چیز کی حیات کے بارے میں سائنس کا نظریہ	547/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	پانی کی تفسیر	253/8
9	میٹھا پانی فراہم کرنے کی نعمت	680/11
3	**پردہ**	
1	دیکھئے "12: حجاب" صفحہ 111	
4	**پرہیز**	
1	قرآن وحدیث سے پرہیز کے ثبوت کے دلائل	510/6
5	**پرندہ**	
1	پرندوں کو پالنے کے متعلق احادیث	389,390/8 629/8
6	**پڑوسی**	
1	دیکھئے "4: جار" صفحہ 101	
7	**پل صراط**	
1	پل صراط پر کفار، مومنین اور فساق وصالحین کے احوال کے متعلق احادیث	877/9
8	**پناہ طلب کرنا**	
1	فتنہ باز لوگوں سے پناہ طلب کرنا	392/10
2	اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا	1046/12
9	**پوسٹ مارٹم**	
1	غیر مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کا جواز	185/9
2	مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کا عدم جواز	185/9
10	**پہاڑ**	
1	پہاڑ میں نشانیاں	712/12
2	قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال	515/12
11	**پیش گوئی**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	علم نجوم کی بنیاد پر پیش گوئیاں	526/8
2	علم جفر کی بنیاد پر پیش گوئیاں	532/8
3	حساب و کتاب اور سائنسی آلات کے ذریعے پیش گوئی	532/8
4	رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی	129/9
12	**پیشہ**	
1	رزق حلال کی طلب کیلئے کسی بھی پیشہ کی فضیلت	639/7
2	بعض پیشوں کو گھٹیا اور باعث عار سمجھنا	641/7
3	جائز پیشوں کی فضیلت	608/9
4	بعض پیشوں کو برا جاننے کی مذمت	608/9
13	**پیوندکاری**	
1	ایک انسان کے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوندکاری کرنا	154/9
2	اپنے جسم کے بعض اعضاء کو نکلوانا یا کٹوانا تغیر خلق اللہ ہے	159/9
3	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوندکاری کی ممانعت	160-169/9
14	**پیشواء**	
1	قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دینی پیشواؤں کو ترجیح دینا کیسا؟	122/5
2	احبار اور رہبان کا معنی	121/5
3	یہودی اور عیسائی علماء کے مال کمانے کے ناجائز طریقے	126/5
15	**پیدائش**	
1	تمام مخلوق کی پیدائش مبنی برحکمت ہے	169/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	ت	
1	**تباہ**	
1	گذشتہ تباہ ہونے والی بستیاں	139/7
2	**تبلیغ**	
1	تبلیغ رسالت	244/3 249/3
2	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل پر لعنت	267/3
3	جن لوگوں کو قرآن وحدیث کی تبلیغ کی گئی	415/3
4	تبلیغ کا فرض کفایہ ہونا	403/4
5	رسول اللہ ﷺ نے انتہائی تبلیغ کردی ہے	485/5
6	کیا حضور ﷺ نے کفار کے طعن وتشنیع کے خوف سے تبلیغ میں کمی کی؟	510/5
7	تبلیغ میں نرمی اور حسن اخلاق	742/6
8	کفار کو تبلیغ کرنے سے منع کرنے کی توجیہ	388/11
3	**تبیان القرآن**	
1	تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل اور کلمات تشکر	1055/12
2	تبیان القرآن جلد ثانی عشر کی مفصل ڈائری	1058/12
3	تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری	1059/12
4	**غزوۂ تبوک**	
1	غزوۂ تبوک کی تیاری	135/5
2	غزوۂ تبوک کی تنگی اور سختی	280/5
3	غزوۂ تبوک میں ساتھ جانے والوں کی چار قسمیں	255/5
5	**عقیدۂ تثلیث**	
1	عقیدۂ تثلیث کا ابطال	192/2 886/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	عقیدۂ تثلیث	260/3 261/3
6	**تجوید**	
1	مالک اور ملک کی قراءتیں	172/1
7	**تحفہ دینا**	
1	ایک دوسرے کو تحفہ دینے کا جواز	685/8
2	معاوضے کی طلب سے کسی کو ہدیہ دینا	195-197/9
8	**تحویل قبلہ**	
1	ابتدائی قبلہ	565/1
2	تحویل قبلہ کا بیان	565/1
3	تحویل قبلہ کے مسائل	566/1
4	نماز میں ایک طرف منہ کرنے کے اسرار	567/1
5	اہل کتاب پر تحویل قبلہ کا بھاری ہونا	576/1
6	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	577/1
7	اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم	578/1
8	قبلہ کے بارے میں شک کرنے کی ممانعت	582/1
9	حضور ﷺ کے لیے اللہ کی ذات کا قبلہ ہونا	582/1
10	کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو تین بار ذکر کرنے کی حکمتیں	584/1
11	استقبال قبلہ کے فقہی مسائل	568/1
9	**سورۃ التحریم**	
1	سورۃ کا نام	97/12
2	سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم میں مناسبت	97/12
3	سورۃ التحریم کے مشمولات	98/12
4	سورۃ التحریم کا اختتام	133/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	**تخلیق**	
1	زمین، آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کی تفصیل	442-445 10
11	**تدبر**	
1	مخلوق و خالق میں غور و فکر	520/2
2	غور و فکر کرنے کا محل آیا دل ہے یا دماغ؟	768/7
3	تدبر کا معنی	88/10
4	قرآن مجید کے معانی پر غور و فکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا قرآن کی ناقدری کرنا ہے	88/10
5	قرآن کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا	517/10
6	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
12	**تدبیر**	
1	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	195/12
13	**تربیت**	
1	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور و فکر	171/1
14	**ترغیب**	
1	ترغیب کا معنی	117/2
15	**ترہیب**	
1	ترہیب کا معنی	117/2
16	**تزکیہ**	
1	تزکیۂ نفس	698-700 12
17	**تسبیح باری تعالیٰ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	کون کون سی چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	723/6
2	جانداروں اور بے جانوں کی تسبیح	150/8
3	کنکریوں، طعام اور پرندوں کی تسبیح	156/8
4	تسبیح کرنے والوں کی اقسام، مراتب اور درجات	500/9
5	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی منقطع نہیں ہوتی	864/11
6	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام	713/11
7	اللہ تعالیٰ کے اسم کی تسبیح کی توجیہات	704/11
8	رات کو اٹھ کر تسبیح پڑھنا	341/11
9	کسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	467/11
10	تسبیح کا معنی	683/12 1020/12
18	**تصوف**	
1	تصوف کے جھوٹے مدعی	194/7
19	**تصویر**	
1	تصویر بنانے کا شرعی حکم	708/8
2	جاندار کی تصویر بنانے کی تحریم	708/8
3	بے جان کی تصویر بنانے کا جواز	709/8
4	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء شافعیہ و مالکیہ کا نظریہ	709/8
5	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ	710/8
6	تصویر بنانے کے حکم میں علماء ازہر کا نظریہ	711/8
7	تصویر بنانے کے حکم میں علامہ غلام رسول سعیدی کا نظریہ	711/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	ویڈیو اور ٹی وی کی تصاویر کا شرعی حکم	712/8
9	پاسپورٹ کے فوٹو گراف کی رخصت	713/8
10	تصویروں کا شرعی حکم	612/9
20	**تصدیق**	
1	تصدیق کی اقسام	518/11
21	**تعظیم رسول ﷺ**	
1	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں صحابہ کا عمل	388/4
2	وصال کے بعد بھی حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر	388/4
3	رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ادب و احترام	389/4
4	رسول اللہ ﷺ کا ادب قرآن مجید کے عمل پر مقدم ہے	390/4
22	**تعلیم/تعلم**	
1	تعلیم و تعلم کے آداب	177/7 257/9
23	**تعویذ**	
1	دیکھئے "48: علاج" صفحہ 183	
24	**تعظیم خداوندی**	
1	تعظیم خداوندی قدوس کی تفصیل	779/9
25	**تعریض**	
1	جھوٹ سے بچنے کیلئے کلام میں تعریض استعمال کرنا	604/7
2	تعریض اور کنایہ کا فرق	606/7
3	قرآن واحادیث میں تعریض کا استعمال	606/7
4	تعریض کی تعریف اور اس کے ثبوت میں احادیث	901/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	تعجب	
1	تعجب کے معنی	870/9
27	سورۃ التغابن	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	909/11
2	سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن میں مناسبت	909/11
3	مسبحات اور آخری چھ سورتوں میں ارتباط	910/11
4	سورۃ التغابن کے مشمولات	910/11
5	سورۃ التغابن کا اختتام	921/11
28	تفسیر کبیر (للامام رازی)	
1	مفتی محمد شفیع کانپوری کا تفسیر کبیر کو امام رازی کی تفسیر نہ قرار دینا	916/12
2	ابوالکلام آزاد کی تفسیر کبیر پر مبہم تنقید	917/12
3	تفسیر کبیر کے محاسن	918/12
29	تفسیر	
1	تفسیر اور تاویل کا لغوی معنی	118/1
2	تفسیر کے اصطلاحی معنی	119/1
3	تفسیر اور تاویل میں فرق	120/1
4	تفسیر قرآن کی فضیلت پر عقلی دلائل	121/1
5	تفسیر قرآن کی فضیلت کے متعلق احادیث	121/1
6	قرآن کی تفسیر کرنے والوں کے طبقات	124/1
7	تفسیر کی کتابوں کو بے وضو ہاتھ لگانا	58/1
30	تقویٰ	
1	تقویٰ کا صیغہ اور اس کا لغوی معنی	242/1
2	تقویٰ کا اصطلاحی معنی	243/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	تقویٰ کے متعلق احادیث	245/1
4	تقویٰ کے مراتب	246/1
5	اللہ سے ڈرنے کا حکم	285/2
6	تقویٰ کا معنی	287/2
7	تقویٰ کے متعلق احادیث	286/2
8	تقویٰ کی تعریف اور اس کی ضرورت	707/7
9	تقویٰ کے مصداق میں متعدد اقوال	147/11
10	کلمۃ التقویٰ کے متعلق متعدد اقوال	263/11
11	تقویٰ کو پرکھنے کا معنی	278/11
12	تقویٰ کا بیان	149/12
31	تقلید	
1	تقلید کی تعریف	629/1
2	تقلید کا حجت ہونا	733/2
3	تقلید مذموم اور تقلید محمود	341/3
4	تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق	637/3
5	تقلید شخصی پر دلائل	294/5
6	مسئلہ تقلید پر فاسئلوا اهل الذكر سے استدلال	428/6
7	مذکورہ استدلال پر نواب صدیق حسن خان کے اعتراضات کے جوابات	429-432/6
8	تقلید کا لغوی و اصطلاحی معنی	432/6
9	قرآن کریم سے تقلید پر استدلال	433/6
10	احادیث سے تقلید پر استدلال	433/6
11	آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے تقلید پر استدلال	434/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	غیر مقلد علماء کی عبارات سے تقلید پر استدلال	444/6
13	تقلید کی ضرورت	446/6
14	ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب	448/6
15	تقلید پر امام غزالی کے دلائل	449/6
16	تقلید پر امام رازی و آمدی کے دلائل	450/6
17	تقلید پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	451/6
18	مسئلہ تقلید میں حرف آخر	451/6
19	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا	340/7
20	مسئلہ تقلید	523/7
21	تقلید مخطی اور تقلید مصیب کی تعریف	151/8
22	عقائد میں اندھی تقلید کا مذموم ہونا	67/9
23	تقلید اور عقیدہ کا فرق	273/9
24	عقائد میں تقلید کا جواز یا عدم جواز	273/9
25	تقلید کی تحقیق	375/10
32	**تقدیر**	
1	مسئلہ تقدیر	154/5 537/5
2	جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تقدیر میں شقی ہونا لکھ دیا تو پھر معصیت میں اس کا کیا قصور ہے؟	625/5
3	تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کے متعلق احادیث	625/5
4	قضاء مبرم کو کوئی نہیں ٹال سکتا	626/5
5	تقدیر پر ایمان لانا	626/5
6	تقدیر میں بحث کرنا	627/5
7	قصۂ یوسف میں تقدیر کے غالب آنے کی مثالیں	728/5
8	قضاء معلق اور قضاء مبرم	119/6
9	تقدیر کا تدبیر پر غالب آنا	652/8
10	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکالات کے جوابات	965-968/9
11	منکرین تقدیر کے متعلق احادیث اور ان سے تعلقات کا شرعی حکم	415/10
12	تقدیر پر ایک مشہور اشکال کا جواب	913/11
13	مسئلہ تقدیر	597/11
14	تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال	597/11
15	تقدیر کے متعلق احادیث	598/11
16	تقدیر کے متعلق قرآن کی آیات	71/12
17	تقدیر کا لغوی و اصطلاحی معنی	72/12
18	تقدیر کا کھوج لگانے کی ممانعت	72/12
19	خلق اور تقدیر کا فرق	73/12
20	قضاء معلق اور قضاء مبرم	74/12
21	تقدیر کے متعلق احادیث	75/12
22	جبر	770-774/12 785/12
23	تقدیر کے متعلق آیات و احادیث	686/12
24	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق	248/12
25	ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی تقدیر سے ہونا	249/12
33	**تقسیم کرنا**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تقسیم کرنے والے	323/6
34	**تقویم**	
1	اسلامی تقویم	716/1
2	عبادات و معاملات میں قمری تقویم کا اعتبار	132/5
3	تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے	328/5
35	**تقیہ**	
1	تقیہ کی تعریف، اقسام اور شرعی حکم	112/2
2	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ	113/2
3	تقیہ کے متعلق آئمہ اہل سنت کا نظریہ	115/2
36	**تکبر**	
1	تکبر کا معنی	340/1 318/4
2	ابلیس کے تکبر کا بیان	340/1
3	نسلی تفاخر	739/1
4	غرور کا معنی	528/2
5	تکبر کرنے والے کے لیے ذلت اور پستی	75/4
6	تکبر کی مذمت میں قرآنی آیات	319/4
7	تکبر کی مذمت میں احادیث طیبہ	320/4
8	تکبر کی وجہ سے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا	321/4
9	بغیر تکبر کے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا	322-331/4
10	تکبر کی مذمت	552/5
11	تکبر کی مذمت کے متعلق احادیث	395/6 716/6
12	متکبرین کی مغفرت	396/6
13	اکڑ اکڑ کر چلنا	715/6
14	بیویوں اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا	114/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	تکبر کی مذمت میں احادیث	151/10
16	تکبر کی تعریف اور متکبرین کا حشر	287/10
17	تفاخر کی مذمت میں حدیث	734/11
37	**تکلف**	
1	تکلف اور متکلفین کا معنی	156/10
2	تکلف اور تصنع کی مذمت میں احادیث	157/10
38	**سورۃ التکویر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	584/12
2	سورۃ التکویر کے مشمولات	584/12
3	سورۃ التکویر کا اختتام	603/12
39	**سورۃ التکاثر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	955/12
2	سورۃ التکاثر کی تفسیر کی تکمیل	966/12
40	**تلاوتِ کلام پاک**	
1	تلاوتِ قرآن پاک کے آداب	677/9
2	جنبی اور حائض کے لیے تلاوتِ قرآن پاک	692/11
41	**تمباکو نوشی**	
1	تمباکو نوشی کا شرعی حکم	305/3
42	**تہجد**	
1	تہجد کا معنی	773/6
2	تہجد کی رکعات	773/6
3	تہجد کا نفل ہونا	774/6
4	تہجد کی نماز کی فضیلت و اہمیت	472/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	تہجد کی نماز کے فضائل	183/10
6	نماز تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	337/12
7	تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا	338/12
8	نماز تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات	338/12
9	تہجد پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	347/12
10	تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی توجیہ	354/12
11	نماز تہجد میں کتنا قرآن پڑھنا چاہیے؟	353/12
43	**توسل**	
1	وسیلہ کا معنی	187/1
2	انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ	188/1
3	توسل بعد از وصال پر اعتراضات کے جوابات	196/1
4	توسل بعد از وصال کے متعلق علماء کرام کے نظریات	198/1
5	حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا	448/1
6	وسیلہ بمعنی ذریعہ تقرب	171/3
7	انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا	171-173/3
8	وسیلہ بمعنی درجہ جنت	174/3
9	دعا اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق	174/3
10	دعا اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	175/3
11	وسیلہ بمعنی مرشد کامل	176/3
44	**توبہ**	
1	توبہ کا معنی	354/1
2	قرآن وسنت میں توبہ کا بیان	355/1
3	توبہ کے قبول ہونے کی شرائط	617/1
4	کوئی بھی توبہ سے مستغنی نہیں	84/2
5	استغفار کی فضیلت	86/2
6	توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید	375/2
7	توبہ کی تعریف، ارکان اور شرائط	378/2
8	گناہوں کو معین کر کے توبہ کرنا	379/2
9	جہالت سے گناہ کرنے پر توبہ	610/2
10	موت کے وقت توبہ کی مقبولیت	611/2
11	توبہ کی حقیقت	349/4
12	ابولبابہ انصاری کی توبہ	611/4
13	جلاس بن سوید کی توبہ	200/5
14	ابولبابہ کی توبہ	246/5
15	نبی ﷺ کا توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنے کی توجیہ	278/5
16	مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کا محمل	279/5
17	اللہ تعالیٰ کا بار بار توبہ قبول فرمانا	281/5
18	حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونے کی تفصیل	282/5
19	استغفار کے حکم کے بعد توبہ کے حکم کی توجیہ	494/5
20	توبہ کرنے کی ترغیب میں احادیث	157/6
21	توبہ کی اقسام	105/10
22	تائب کے لیے بری جگہ اور برے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب	139/10
23	توبہ کی ضرورت کیوں؟	285/10
24	توبہ کب قبول نہیں ہوتی؟	424/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25	توبہ کا لغوی و عرفی معنی اور اس کے متعلق احادیث	591/10
26	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو توبہ کا حکم دینے کی توجیہ	114/12
27	توبہ نہ کرنا	406/12
28	توبۃ النصوح کی تعریف	127/12
29	توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہونا	128/12
45	**تورات**	
1	توراۃ کا معنی	38/2
2	پرانے عہدنامے کے مشمولات	38/2
3	اصل تورات کے مشمولات	39/2
4	موجودہ تورات کے متعلق یہودی، عیسائی اور منکرین کا نظریہ	39/2
5	تورات کا تلف ہو جانا	40/2
6	تورات کی نشاۃ ثانیہ	40/2
7	موجودہ تورات کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں	41/2
8	اصل تورات کے متعلق قرآن کے ارشادات	43/2
9	موجودہ تورات کا محرف ہونا	44-52/2
10	تورات میں تحریف	129/3 191/3 584/3
11	موجودہ تورات میں آیت رجم	197/3
12	قرآن کی صداقت	201/3
13	تورات کی تختیوں کا مادہ، تعداد اور تاریخ نزول	313/4
14	تورات میں ہر چیز کی تفصیل	314/4
15	تورات کے احکام کا درجہ بدرجہ ہونا	315/4
16	تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنا	341/4
17	الواح تورات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کی امت کی خصوصیات	316/4
18	تورات کی تختیاں ٹوٹی تھیں یا نہیں	351/4
19	احکام تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	882/11
20	موجودہ تورات کے متن میں حضور ﷺ کے متعلق بشارتیں	882/11
46	**توکل**	
1	توکل کا معنی	431/2
2	توکل کے متعلق قرآن کی آیات واحادیث طیبہ	432/2
3	توکل کی صحیح تعریف	433/2
4	کیا اسباب کو ترک کرنا توکل ہے؟	435/2
5	کیا اشیاء کو جمع کرنا توکل کے خلاف ہے؟	438/2
6	اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو کوئی مددگار نہیں ہوسکتا	439/2
7	توکل کا معنی ومفہوم	227/4 420/6 111/9
8	دم کرانے پر توکل	227/4
9	توکل کی تعریف پر اشکال وجواب	229/4
10	توکل کا غلط مفہوم	81/6
11	توکل کا صحیح مفہوم	82/6
12	کیا سفر میں زادِ راہ لینا توکل کے خلاف ہے؟	153/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	توکل کی تحقیق	468/8
14	حق توکل کا معنی	469/8
15	کیا اسباب کو ترک کرنا توکل میں شامل ہے؟	469/8
16	توکل کی تعریف میں صوفیاء کے اقوال	470/8
17	متوکلین کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا	287/10
18	اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تلقین	198/12
19	توکل کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	70/12
47	**تواضع**	
1	تواضع کرنے والے کے لیے سربلندی	75/4
2	تواضع کی تعریف	552/5
48	**سورۃ التوبہ**	
1	سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ	35/5
2	سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث	36/5
3	سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال کی باہمی مناسبت	37/5
4	سورۃ التوبہ کا زمانہ نزول	38/5
5	سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر وپس منظر	39/5
6	سورۃ التوبہ کے مسائل ومطالب	41/5
7	سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی توجیہات	43/5
8	سورۃ التوبہ سے قبل بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	45/5
9	سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء	47/5
10	سورۃ التوبہ کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے یا نہیں؟	309-312/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	سورۃ التوبہ کی آخری آیت کی فضیلت	312/5
12	سورۃ التوبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن میں مندرج ہوئی یا حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے؟	405/9
49	**توہینِ رسالت**	
1	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق احادیث وآثار	79/5
2	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	79/5
3	شریعت کی توہین کرنے والا تورات کی تصریح کے مطابق واجب القتل ہے	85/5
4	نبی ﷺ کی شان میں توہین کا لفظ کہنا کفر ہے اگرچہ توہین کی نیت نہ ہو	184/5
5	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کی شدید مذمت	1033/12
50	**توحید باری تعالیٰ**	
1	توحید کے اثبات پر دلائل	361/5
2	سورج وچاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	36/6
3	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے توحید باری پر استدلال	39/6
4	زمین کے مختلف طبقات سے توحید باری پر استدلال	41/6
5	مختلف ذائقوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	42/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	354,461 479,722/6 380/7 238,674 859/9
7	زمین کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	366/6
8	سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	367/6
9	اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	379/6
10	صرف توحید کی وحی کی جانے پر اعتراض کا جواب	696/7
11	بارش کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل	252/8
12	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	303/8
13	زمین کی خصوصیات سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	715/8
14	عقیدۂ توحید کی تعلیم	65/8
15	انسان کے اپنے نفس اور خارجی کائنات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	135/9
16	انسان اور بشر کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	145/9
17	کائنات کی دیگر کئی اشیاء سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	146-150/9
18	توحید کی فضیلت	238/9
19	زمین کی روئیدگی سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	760/9
20	دن اور رات کے توارد میں توحید باری تعالیٰ پر استدلال	762/9
21	توحید کی ترغیب	837/9
22	اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے سے اس کی توحید پر استدلال	135/10
23	اللہ تعالیٰ کی توحید پر آسان اور عام فہم دلیل	223/10
24	توحید باری تعالیٰ پر دلیل	509/10
25	ازواج کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	659/10
26	چوپایوں اور کشتیوں کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	660/10
27	آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	788/10
28	انسانوں، حیوانوں اور درختوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
29	رات اور دن کے اختلاف سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
30	بارش سے روئیدگی اور ہواؤں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
31	توحید کے مراتب	806/10
32	حضور ﷺ پہلے سے اللہ کی توحید کے عالم تھے	149/11
33	تخلیق انسان سے توحید باری پر استدلال	667/11
34	انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	374/11
35	عالم کبیر کی نشانیوں کے مقابلے میں عالم صغیر کی نشانیاں	375/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل	568/11
37	رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ کی توحید پر دلائل	779/12
38	نر اور مادہ کو پیدا کرنے میں اللہ کی توحید کی نشانی	780/12
39	اونٹ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	711/12
40	اللہ تعالیٰ کا خوب صورت چیزوں سے اپنی توحید پر استدلال نہ فرمانا	713/12
41	اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے اس کی توحید پر دلیل	685/12
42	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	578-580/12
51	**توریہ**	
1	توریہ کی تعریف اور اس کے ثبوت میں احادیث	901/9
52	**تیمم**	
1	تیمم کی تعریف اور شرائط	684/2
2	جنبی کے لیے جواز تیمم	682/2
3	تیمم کے مسائل	685/2
4	تیمم کا طریقہ اور دیگر احکام	114/3
53	**سورۃ التین**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	868/12
2	سورۃ التین کے مشمولات	868/12
3	سورۃ التین کی تفسیر کی تکمیل	873/12
54	**تیر اندازی**	
1	تیر اندازی کے فضائل	663/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	664/4
3	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کیلئے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	665/4
4	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں اس کے مصداق	667/4
5	دشمنان اسلام کو مرعوب کرنے کی حکمت	669/4

ٹ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ٹیکس**	
1	ٹیکس لگانا	127/7
2	ٹیکس لگانے کا وجوب	129/7
3	حکومت کا ٹیکس کی آمدنی کو ذاتی تصرف میں لانا	131/7
4	انکم ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی تحقیق	625/10

ث

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ثابت قدمی**	
1	سابقہ امتوں کی مصائب میں ثابت قدمی	398/2
2	آپ کو پیغام حق سنانے میں ثابت قدم رکھنا	775/7
2	**حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنا	202/5
2	حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا بدری صحابی ہونا	203/5
3	حضرت ثعلبہ کو منافق قرار دینے والی روایت کا ضعف	204-209/5
3	**ثواب**	
1	ثواب کا فضل ہونا	312/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ثواب کے درجات	445/2
3	مومنوں کو ثواب عطا فرمانے کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی وجہ سے ہے	480/5
4	ثواب کا بیان	62/9
5	ثواب میں اضافہ	894/12
4	**قوم ثمود**	
1	دیکھئے "2: حضرت صالح علیہ السلام" صفحہ 159	

ج

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**جانور**	
1	مویشیوں کے کان چیرنا	803/2
2	مویشیوں میں اللہ کے حقوق	633/7
3	مویشیوں میں بندوں کے حقوق	634/7
4	مویشیوں کو گابھن کرنے کی اجرت	634/7
5	رہن رکھے ہوئے مویشیوں سے استفادہ	635/7
6	مویشیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا	636/7
7	جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب	35/3
8	جس جانور کو درندوں نے کھالیا ہو، اس کا حکم	56/3
9	حرام جانور	84/3
10	جانوروں کے حساب و قصاص کے متعلق احادیث	451/3
11	جانوروں کے انسانوں سے وجوہ مماثلت	452/3
12	بکریوں، گایوں، اور اونٹوں کے مقاصد و وظائف خلقت	355/6 662/10
13	گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو اونٹوں، گایوں اور بھیڑ بکریوں سے علیحدہ ذکر کرنا	357/6
14	گھوڑوں کا گوشت حرام ہونا	357-359/6
15	پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت	360/6
16	جانوروں کو پالنے کے متعلق احادیث	389/8
17	موذی جانوروں کو قتل کرنا	389,390/8
18	تربیت دینے کے لیے جانوروں کو مارنا	652/8
19	جمال کا معنی اور مویشیوں کا جمال	662/10
20	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	356/6 663/10
2	**جاہل/ جہالت**	
1	جاہل کا وعظ، تقریر اور مرید کرنا	382/1
2	علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا حکماً جہل ہے	472/1
3	جہل کے مراتب	645/3
4	جہل مرکب	151/8
5	جہل کی مذمت	612/8
6	انسان کے جاہل ہونے کی توجیہ	585/9
3	**جادو**	
1	سحر کا معنی	461/1
2	سحر کے دلائل مع اعتراضات کے جوابات	462/1
3	سحر کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب اربعہ	465/1
4	ھاروت ماروت پر سحر	468/1
5	سحر کی تعریف	257/4
6	سحر اور معجزہ میں فرق	257/4
7	سحر اور ساحر کا شرعی حکم	259/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم	259/4
9	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ	260/4
10	جادوگروں کا ایمان لانا	262/4
11	جادوگروں کی تعداد	391/7
12	جادوگروں کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دینا	393/7
13	ساحر کامیاب نہیں ہوتا	395/7
14	سحر کی تعریف وشرعی حکم	396/7
15	جادو سے کسی چیز کی حقیقت کا تبدیل ہونا	397/7
16	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	399-401/7
17	سحر کو صرف تخیل اور مسمریزم قرار دینا کیسا؟	310/8
18	سحر کا لغوی واصطلاحی معنی	311/8
19	سحر اور کرامت میں فرق	313/8
20	سحر کے واقع ہونے کے دلائل	313/8
21	سحر کی اقسام	315/8
22	فرعون کے ساحروں کا ایمان لانا	316/8
23	فرعون کا اپنے جادوگروں پر الزام تراشی کرنا	317/8
24	جادوگروں کا اوّل المؤمنین ہونا	319/8
25	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کیا جانا	730-734/6
26	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کا اثر	735/6
27	رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر	1048-1050/12
4	**جار (پڑوسی)**	
1	پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنا	671/2
5	**جاسوس**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	جاسوس کا شرعی حکم	842/11
2	ملک کے داخلی و خارجی استحکام کے لیے محکمۂ جاسوسی قائم کرنا	300/11
6	**جان بچانا**	
1	جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تعریف	537/5
7	**سورۃ الجاثیہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	784/10
2	سورۃ الجاثیہ کے مشمولات	784/10
3	سورۃ الجاثیہ اور سورۃ البقرہ، دونوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ محامل	813/10
4	جاثیہ کی تاویلات	825/10
5	سورۃ الجاثیہ کا اختتام	826/10
8	**جبریہ**	
1	جبریہ کا رد اور ایمان میں تقلید کا کافی نہ ہونا	674/2
9	**جبر وقدر**	
1	جبر وقدر کے مسئلہ میں مفسرین ومحدثین کی تقاریر	459-470/12
2	جبر وقدر	770-774/12 785/12
10	**جبلت**	
1	جبلت کا معنی	427/8
2	طبیعت، خصلت، خلق اور عادت کا فرق	427/8
3	جبلت کے متعلق احادیث	428/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	خصلت وعادت کا معنی	434/8
5	کیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟	434/8
11	**حضرت جبریل علیہ السلام**	
1	ملائکہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کا مراد ہونا	352/6
2	حضرت جبریل علیہ السلام کا زیادہ نہ آنا	303/7
3	حضرت جبریل علیہ السلام کو روح الامین کہنا	441/8
4	کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے قرآن کے علاوہ دیگر احکام کی بھی آپ ﷺ پر وحی نازل کی؟	442/8
5	حضرت جبریل علیہ السلام کی شدت قوت اور نبی ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دوبار دیکھنا	487/11
6	حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کا تذکرہ	594/12
7	حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	412/12
8	حضرت جبریل علیہ السلام کے فعل کو اللہ سبحانہ کا فعل قرار دینا	412/12
9	حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کے معانی پوچھنے کی ممانعت	413/12
12	**جدال**	
1	دیکھئے "31: جھگڑنا" صفحہ 107	
13	**جزاء**	
1	عدل کے ساتھ جزاء دینے کی توجیہ	327/5
2	جب ہر فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس پر جزاء وسزا کیوں؟	98-100/7
3	رحمان کے مقبول بندوں کی جزاء	278/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	جزاء کا مدار اعمال اور اسباب دونوں پر ہے	181/10
5	مؤمنوں اور کافروں کی جزاء کے متعلق احادیث	821/10
6	نیکوکار اور بدکار کی پوری پوری جزاء	95/11
7	جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا اجرو ثواب بھی زیادہ ہے	718/11
8	نیکی کی جزاء کی تفسیر میں احادیث وآثار	636/11
9	کفار کی جزاء اور مومنوں کی جزاء میں امام رازی کی نکتہ آفرینی	442/11
10	مومن اور کافر کے اعمال کے بدلہ کا ضابطہ	939/12
11	جزاء اور عطا میں بظاہر تعارض کا جواب	532/12
12	آخرت میں مسلمین اور مجرمین کی جزاء	190/12
14	**جزیہ**	
1	جزیہ کا معنی	115/5
2	جزیہ کن سے وصول کیا جائے؟	116/5
3	جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء	117/5
15	**جلد بازی**	
1	عجلت کا انسان کی فطرت میں شامل ہونا	585/7
2	عجلت کی بناء پر کفار کی مذمت	585/7
16	**جمعۃ المبارک**	
1	جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ	56/5
2	جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونا	58/5
3	جمعہ کے دن حج کے متعلق اقوال مفسرین	59/5
4	جمعہ کے دن حج کے متعلق اقوال فقہاء	60/5
5	مسلمانوں کا جمعہ کے دن ہدایت کو پانا	598/6
6	جمعہ کے متعلق احادیث	874/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	جمعہ کی وجہ تسمیہ	885/11
8	نماز جمعہ کے متعلق احادیث	886/11
9	نماز جمعہ کے ضروری مسائل	887/11
10	جمعہ کی سعی، اذان اوّل پر لازم ہے یا ثانی پر؟	888/11
11	عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟	889/11
12	نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنا	890/11
13	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	891/11
14	خطبۂ جمعہ کے دوران صحابہ کے اٹھ کر چلے جانے کی توجیہ	892/11
17	**جماعت**	
1	جماعت کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	371/1
2	نوافل کی جماعت کا شرعی حکم	373/1
18	**جماع**	
1	عورتوں سے عمل معکوس کرنا	411/8
2	جنسی عمل کا تذکرہ کنایہ سے کرنا	410/8
3	تہذیب اور شائستگی کا تقاضا ہے کہ جماع اور مباشرت کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے	509/9
19	**جمادات**	
1	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر قرآن سے استدلال	579/9
2	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر احادیث سے استدلال	580/9
3	جمادات سے کلام کرنے کی توجیہ	581/9
20	**سورۃ الجمعہ**	
1	سورۃ کا نام	874/11
2	سورۃ الجمعہ کا زمانۂ نزول	875/11
3	سورۃ الجمعہ کے مشمولات	875/11
4	سورۃ الجمعہ کا اختتام	893/11
21	**جمہوریت**	
1	موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق	85/10
22	**جنت**	
1	جنت کا معنی، اس کی ترغیب اور اس کی طلب	317/1
2	جنتی عورتیں اور حوریں	320/1
3	جس عورت نے دنیا میں متعدد نکاح کیے ہوں وہ عورت جنت میں کس کے ہمراہ ہوگی؟	321/1
4	جن مردوں اور عورتوں کا دنیا میں نکاح نہیں ہوا	321/1
5	جنت میں ناپاک خواہشات کی عدم موجودگی	322/1
6	جنت کی طلب کی دعا کرنا	741/1
7	جنت طلب کرنا کیسا؟	500/2
8	اہلِ جنت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا	719/2
9	دخول جنت کا سبب اللہ کا فضل ہے نہ کہ اعمال کا	408/3
10	اہل جنت کے دلوں سے دنیا کی رنجش کا محو ہونا	140/4
11	جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے	141/4
12	دخول جنت کے لیے اعمال کو سبب قرار دینا	143/4
13	دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور جنت کی نعمتیں	190/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	جنت کی تخفیف	194/5
15	اہل جنت کی گفتگو کا معمول	330/5
16	جنت کے داعی کے متعلق احادیث	353/5
17	جنت کو دارالسلام کہنے کی وجوہات	649/3 354/5
18	حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	876/5
19	جن صفات کی بناء پر جنت عطا کی جاتی ہے	86/6
20	جنت الفردوس کو طلب کرنے کی دعا کرنی چاہیے	86/6
21	جنت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مجتمع ہونا بھی نعمت ہے	87/6
22	جنت میں مومنوں کو فرشتوں کے سلام کرنے کے متعلق احادیث	88/6
23	جنت کی صفات	104/6
24	جنت نہ بنائے جانے کے متعلق معتزلہ کے دلائل اور ان کا رد	104/6
25	جنت میں سلام کا معنی	178/6
26	جنت کی نعمتیں	103/7
27	جنت اور اس کے مطلوب کا معنی	106/7
28	جنت الفردوس کا مقام	219/7
29	جنت کے فضائل	219/7
30	جنت کو کم تر کہنا	221/7
31	جنت اور جنتیوں کی صفات	302/7 316/7
32	جنت کی نعمتوں کی قدر دلانا	487/7
33	جنت میں مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات کی تخصیص	727/7
34	کن صفات کا حامل جنت میں داخل ہوگا؟	859/7
35	الفردوس کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	859/7
36	جنت کے وارث ہونے کا معنی	860/7
37	جنت میں ہر چاہی ہوئی چیز کا ملنا	222/8
38	جنت کی صفات	360/8
39	جنت کس جگہ پر واقع ہے؟	361/8
40	جنت کی تعریف و تحسین	557/8
41	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	563/8
42	اپنے آپ کو جنتی کہنا	615/8
43	جنت کے بالا خانوں کا مستحق کون؟	107/9
44	جنت میں سماع کی تحقیق	140/9
45	اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ	337/9
46	جنت کا حصول اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے	508/9
47	جنت کی نعمتوں سے اہل جنت کا محظوظ ہونا	796/9
48	جنت میں حوروں اور نیک خواتین کی صفات	797/9
49	جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا	798/9
50	اہل جنت پر اللہ کا سلام اور اس کی عظمت و انفرادیت	800/9
51	جنت عدن کے متعلق احادیث و آثار	127/10
52	جنت کے دروازے کھلے رکھنے کے اسرار و نکات	128/10
53	متقین کے لیے جنت کی نعمتیں	129/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
54	جنت کے بالا خانے	213/10
55	اہل جنت کے دلوں کا حسد اور کینہ سے پاک ہونا	254/10 778/10
56	جنت کی نعمتیں اور اس میں اللہ کا دیدار	361/10
57	ایک فریق کا جنتی اور دوسرے فریق کا دوزخی ہونا	545/10
58	جنت کی وراثت کی توجیہ	727/10
59	اہل جنت کی دائمی نعمتیں	781/10
60	شہداء اور صالحین کے لیے دخولِ جنت میں آسانیاں	138/11
61	جنت میں انواع واقسام کے مشروبات	145/11
62	جنت میں دخول کے بعد مغفرت کے ذکر کی توجیہات	145/11
63	حصول جنت کا حقیقی اور ظاہری سبب	735/11
64	جنت کے پرندوں کی کیفیت	658/11
65	جنت کی بیریوں، کیلوں اور درختوں کی صفات	661/11
66	اہل جنت کی بیویوں کی کیفیات	662/11
67	حوروں کا حسن وجمال	659/11
68	دو جنتوں کے مصداق میں احادیث وآثار	628/11
69	جنت کے چشموں کی کیفیت	632/11
70	جنت کے بستروں اور پھلوں کی کیفیت	633/11
71	جنت کے درختوں، چشموں اور پھلوں کی نعمت	637/11
72	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	638/11
73	جس عورت کے متعدد شوہر ہوں وہ جنت میں کس کے پاس رہے گی؟	639/11
74	اہل جنت کے لیے غیر مترقبہ نعمتیں	336/11
75	جنت کے پھلوں اور گوشت کی صفات	448/11
76	اہل جنت کے مخمور ہونے کی کیفیات	448/11
77	مسلمان کی صفات اور ان کے مصادیق	449/11
78	اہل جنت کا باہمی مکالمہ	450/11
79	مؤمنین صالحین کو جزاء میں دائمی جنت عطا فرمانا	919/12
80	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنت دینا	920/12
81	کوئی مسلمان اپنے جنتی ہونے کا دعویٰ نہ کرے	923/12
82	جنت میں لغویات نہ سننے کی وجوہ	710/12
83	جنت کے چشمے، گلاس، فرش اور تکیے	710/12
84	جنت میں ابرار کی نعمتیں	630/12
85	جنت کا ثواب	613/12
86	جنت کی صفات کے متعلق احادیث	563/12
87	اہل جنت پر نوازشیں	531/12
88	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	447/12
89	جنت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال	448/12
90	جنتی لڑکوں کے دائمی ہونے کی توجیہ	449/12
91	جنتیوں کی سلطنت	450/12
92	جنت کی بلندی اور اس کی نعمتوں کی تفصیل	210/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	جن	
1	جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیہ	653/3
2	مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	655/3
3	جنات کے دخولِ جنت کے متعلق علماء کی آراء	656/3
4	مسلمان جنوں کا جنت میں داخل ہونا یا نہ ہونا	656/3
5	جنات کا انسانوں کو دیکھنا اور انسانوں کا ان کو دیکھنا	91/4
6	جنات کا انسانوں پر تصرف	93/4
7	انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی	177/6
8	انسانوں پر جنات کے تسلط کا رد	288/6
9	جنات پر رسول اللہ ﷺ کا تصرف	645/7
10	جنات کا نبی ﷺ کی شریعت کا متحمل ہونا	645/7
11	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	642/7
12	جنات کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ نکاح	646/7
13	جنات کا فرشتوں کی باتیں سننا	864-870/9
14	جنات کا نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سے قرآن سننا	110/11
15	اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کے مدعیان کے محامل	963/9
16	لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے یا نہیں؟	111/11
17	لیلۃ الجن کی مختلف روایات میں تطبیق	112/11
18	جنات کے قول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہ	113/11
19	جنات کا قرآن سن کر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا	109/11
20	آیا اطاعت گزار جنات کو ثواب ہوگا یا نہیں؟	114/11
21	جنات کا جنت میں داخل ہونا	634/11
22	انسان عورتوں کے ساتھ جنات کا جماع کرنا	633/11
23	جنات کی وجہ تخلیق	393/11
24	الجن کا لغوی واصطلاحی معنی	271/12
25	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	272/12
26	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	274/12
27	کیا حضور ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا؟	275-280/12
28	انسان کے جسم میں جنات کا تصرف	280/12
29	جنات کا اپنے جرائم کا اعتراف کر کے ان سے برأت کا اظہار کرنا	281/12
30	فرشتوں کی باتوں کو جنات سے محفوظ رکھنا	283/12
31	جنات کے فرقے	283/12
24	سورۃ الجن	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	267/12
2	سورۃ الجن کے مشمولات	268/12
3	سورۃ الجن کا اختتام	332/12
4	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر	312-317/12
25	نماز جنازہ	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ	389/2
2	غائبانہ نماز جنازہ	532/2
3	رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	238/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	عام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	240/10
5	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا	242-249/10
26	**جنون**	
1	جنون کا لغوی و اصطلاحی معنی	602/9
27	**جنگِ جمل**	
1	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے بصرہ روانہ ہونا	428/9
2	قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بصرہ روانہ کرنا	429/9
3	قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں کے مابین جنگ کرا دینا	430/9
4	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کرنا	434/9
5	جنگِ جمل کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ	287/11
6	جنگ جمل کے متعلق حرف آخر	289/11
28	**جواء**	
1	جوئے کی تعریف اور اس کا حرام ہونا	777/1
2	لاٹری اور انعامی بانڈز کا شرعی حکم	778/1
3	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
4	جوئے کی تعریف اور اس کا حرام ہونا	305/3
5	معمہ، لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم	306/3
6	جوسر اور شطرنج	307/3
7	جوئے کے دینی و دنیاوی خرابیاں	309/3
8	لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیرات پاکستان	714/5
9	جوئے سے جیتی ہوئی رقم صدقہ کرنا	131/9
29	**جوامع الکلم**	
1	جوامع الکلم کی مثال	165/8
30	**جھوٹ**	
1	جھوٹ کی تعریف مع شرعی حکم	287/1
2	جھوٹ کے عذاب سے متعلقہ احادیث	287/1
3	جھوٹ بولنے کی رخصت کے مواقع	288/1
4	جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا	288/1
5	شعر اور مبالغہ میں جھوٹ بولنا	288/1
6	تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنا	289/1
7	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کا محال ہونا	316/1
8	جھوٹ کی قباحت	280/6
9	تکذیب کی تعریف	151/8
10	ضرورت اور مصلحت کے وقت جھوٹ بولنا	901-904/9
11	صدق اور کذب کی صحیح تعریفات	599/9
12	سابقہ امتوں میں مکذبین پر عذاب	571/11
31	**جھگڑنا**	
1	جدال کا معنی اور اس کا قرآن و حدیث میں اطلاق	137/7
2	جدال کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	709/7
3	جدال کی اقسام	317/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32	جہنم	
1	دیکھئے ''19: دوزخ'' صفحہ 129	
33	جہاد/ جنگ	
1	اجازت جہاد کی آیت	717/1
2	بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جہاد میں قتل کرنا	717/1
3	ہجرت سے قبل قتال کرنا	718/1
4	حرم میں ابتداءً قتل کا ممنوع ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا	720/1
5	جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام	761/1
6	جہاد کرنے میں عزت اور نہ کرنے میں ذلت ہے	761/1
7	جہاد کے درجات اور اس پر اجر وثواب	762/1
8	جہاد کی تحریک	874/1
9	مشروعیت جہاد پر اعتراض کا جواب	935/1
10	کیا جہاد کی نیت نہ کرنا نفاق ہے؟	411/2
11	جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کرنا	722/2
12	اجر وثواب کے لیے جہاد کرنا	723/2
13	مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا	723/2
14	مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ	724/2
15	ترغیب جہاد کے متعلق قرآن وحدیث کے ارشادات	724/2
16	بلاعذر جہاد میں شریک نہ ہونا	766/2
17	عذر کی وجہ سے جہاد کرنا	767/2
18	جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآنی آیات	670/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	جہاد کی فضیلت کے متعلق احادیث	971/4
20	جہاد کی حکمت اور کفار کو قتل کرنا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی رحمت کے منافی نہیں ہے	673/4
21	جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں	674/4
22	جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورتیں	675/4
23	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط	676/4
24	جہاد کے وجوب کی شرائط	677/4
25	فتح مکہ کے لیے جہاد کرنے کے فوائد	86/5
26	اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے	98/5
27	جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب	136/5
28	جہاد کی اقسام	143/5
29	منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا رب تعالیٰ کو ناپسند ہونے کے باوجود ان کی مذمت کرنا	149/5
30	منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ	196/5
31	جہاد کا تبلیغ اسلام کے لیے فرض کفایہ ہونا	292/5
32	قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتداء	300/5
33	جہاد کا حق ادا کرنے کی تفسیر	805/7
34	جہاد کبیر	252/8
35	جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث	471/10
36	کن کافروں کے متعلق جہاد کا حکم ہے؟	133/11
37	کفار کا خون بہانے کے بعد ان کو گرفتار کرنا	133/11
38	جہاد کا حکم کب ختم ہوگا؟	135/11
39	جہاد اور قتال کی فرضیت سے مسلمانوں کا خوش اور منافقوں کا غمگین ہونا	156/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
40	جہاد سے روگردانی پر منافقوں کے عذر کو رد کرنا	156/11
41	جہاد کی ترغیب اور زبوں حالی کی وجوہ	176/11
42	جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت	178/11
43	بلاضرورت جنگ کی صفوں کو توڑنا	866/11
44	سخت جنگجو قوم کے متعلق متعدد اقوال	245/11
45	کمزور اور معذور لوگوں کیلئے جہاد میں عدم شرکت کی رخصت	248/11
46	اگر کفار کے خلاف جہاد کرنے سے مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے؟	262-263 11
47	جو لوگ کسی بھی طریقے سے اصلاح کو قبول نہ کریں ان کا آخری حل ان کے خلاف جہاد ہے	519/11
34	**جھوٹی نبوت کے دعویدار**	
1	مسیلمہ اور اسود العنسی کے احوال	593/3
2	مدعی نبوت کو قتل کرنا یا نہ کرنا	350/10

چ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**چاند**	
1	چاند نظر آنے کی سائنسی و تکنیکی وجوہ	534/8
2	چاند کی منازل	770/9
3	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	771/9
4	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	764/12
5	رات اور دن کی سلطنت کا چاند سے زیادہ ہونا	765/12
2	**چاندی**	
1	چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	722/10
2	چاندی کے کام والے کپڑوں کا جواز	723/10
3	چاندی کے ظروف کی تفصیل	724/10
4	چاندی کے کنگن	451/12
5	جنت میں چاندی کے برتن	448/12
3	**چشمے**	
1	چشموں کی تفسیر	295/6
4	**چغلی کھانا**	
1	چغلی کھانے پر وعید	183/12
5	**چلنا**	
1	آہستہ اور بھاگ کر چلنا	268/9
6	**چوری کرنا**	
1	دیکھئے "19: سرقہ" صفحہ 146	
7	**چھٹی**	
1	جمعہ کے دن چھٹی	599/6
2	اتوار کے دن چھٹی	600/6
3	جمعہ کے دن چھٹی کرنے پر دلائل	601/6
4	اتوار کی چھٹی کے حامیوں کے دلائل اور ان کے جوابات	891/11
5	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	892/11
8	**چھپکلی**	
1	چھپکلی کو مارنے کا حکم	610/7
9	**چھینک**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	چھینک کا نعمت اور بیماری ہونا	651/9
10	**چیونٹی**	
1	چیونٹیوں کے متعلق احادیث	628/8
2	نملۃ کا معنی	637/8
3	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرانے والی چیونٹی	637/8 642/8
11	**چیخنا**	
1	چیخ اور چنگھاڑ کے تین محمل	50/10

ح

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الحاقہ**	
1	سورۃ کا نام وغیرہ	199/12
2	سورۃ الحاقہ کے مشمولات	200/12
3	الحاقہ کا معنی	204/12
4	سورۃ الحاقہ کا اختتام	217/12
2	**حضرت حاطب رضی اللہ عنہ**	
1	کس عورت کے ذریعے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے خط روانہ کیا تھا؟	841/11
2	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مواخذہ کیوں نہیں کیا گیا؟	842/11
3	**حاکم**	
1	ظالم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	651/3
2	سلطان کا معنی اور علماء کی سلطنت کا بادشاہوں کی سلطنت سے زیادہ قوی ہونا	617/5
3	سلطان اور سلطان مبین میں فرق	618/5
4	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر دلائل	130-131/7
5	حکمران دنیوی امور کے منتظم ہیں	180/8
6	سلطان کے متعلق احادیث	634/8
7	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت	635/8
8	سربراہِ مملکت کا فرض ہے کہ وہ مؤمنوں کی زندگی اور موت میں ان کا کفیل اور ضامن ہو	381/9
9	حکام کی اطاعت کا محمل	804/9
4	**حاجت روائی**	
1	انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی	390/6
2	حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
3	اولیاء اللہ سے حاجت روائی	392/6
5	**حبیب النجار**	
1	حبیب النجار کا تذکرہ	738/9
2	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون کہنا	742/9
3	قوم کا حبیب نجار کو قتل کر دینا	744/9
4	حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت کرنا	748/9
5	بستی والوں کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک ہونا	748/9
6	**حج و عمرہ**	
1	حج و عمرہ کا معنی	609/1
2	شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہونا	610/1
3	صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہیں، فرمانے کی وجہ	612/1

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	صفااورمروہ کے درمیان سعی میں مذاہب اربعہ	613/1
5	فرضیت حج کی اقسام وتاریخ	737/1
6	عمرہ کرنے کا طریقہ	725/1
7	حج کرنے کا طریقہ	726/1
8	حج تمتع کا بیان	737/1
9	حج کے مہینے	737/1
10	فرضیت حج کے اسباب	737/1
11	ایام حج میں فحش باتیں اور گناہ وغیرہ کرنا	737/1
12	حج کے لیے سفرخرچ تیار کرنا	738/1
13	حج کے دوران روزی کمانا	738/1
14	حجاج کرام کے اجروثواب اوران سے مصافحہ کرنے کے متعلق احادیث وآثار	746/1
15	قیام منیٰ کی مدت	746/1
16	حج کی تعریف، شرائط، فرائض، واجبات، سنن، آداب اور ممنوعات ومکروہات	274/2
17	حج کے فضائل	275/2
18	حج کی استطاعت	278/2
19	قدرت کے باوجود حج نہ کرنا	279/2
20	مال حرام وحلال سے حج کرنا	280/2
21	قیامت تک کون کون حج کرے گا؟	737/7
22	حج میں تاخیر کے جواز سے حضرت ابن عباس کی تفسیر پر اعتراض اوراس کے جوابات	907/11
7	**حجر (قولی تصرف سے روکنا)**	
1	حجر کا معنی	581/2
2	قرآن وسنت سے حجر کا ثبوت	581/2
3	نااہل کو ذمہ داری سونپنا	582/2
8	**حجت**	
1	شرائع سابقہ کا حجت ہونا	198/3 206/3
9	**حج اکبر**	
1	حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث	54/5
2	حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء	55/5
3	حج اکبر کے متعلق مختلف اقوال میں تطبیق	55/5
4	حج اکبر کا معنی	55/5,58/5
5	جمعہ کے حج کے متعلق مختلف اقوال	59/5
10	**سورۃ الحجر**	
1	سورۃ کا نام اور الحجر کا معنی	231/6
2	الحجر کا مصداق	232/6
3	الحجر کے متعلق احادیث اوران کی تشریح	233/6
4	سورۃ الحجر کے مقاصد	234/6
5	سورۃ الحجر کا اختتام	342/6
11	**سورۃ الحج**	
1	سورۃ الحج کی وجہ تسمیہ	701/7
2	سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	702/7
3	سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	702/7
4	سورۃ الحج کے مشمولات	703/7
5	سورۃ الحج کا اختتام	832/7
12	**حجاب**	
1	بوڑھی عورتوں کا حجاب	185/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	عورت کے بے پردہ نکلنے کے متعلق قرآن و سنت کی تصریحات	667/8
3	پردہ کے لزوم کے متعلق قرآن و سنت کی تصریحات	668/8
4	اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا	668/8
5	عورتوں کا مردوں سے کلام کرنا	669/8
6	آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	525/9
7	نزول حجاب کی تاریخ	527/9
8	دینی و دنیاوی ضرورت کی بناء پر عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا	527/9
9	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو گھر سے باہر نکلنے پر دوبار ٹوکنا	528/9
10	عورتوں سے پردہ کی اوٹ سے سوالات کرنے کا حکم	528/9
11	خواتین پر ان کے محارم اور باندیوں سے پردہ لازم نہیں	531/9
12	جلباب کی تحقیق	558/9
13	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق	558/9
14	عورت کے حجاب کے متعلق آیات	559/9
15	ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن سے چہرہ کا حجاب	559/9
16	بوڑھی عورتوں کا حجاب	863/9
17	عہد رسالت میں حجاب و نقاب کے معمولات	564/9
18	عہد تورات میں حجاب و نقاب کے معمولات	565/9
19	چہرے کے حجاب پر شبہات اور ان کے جوابات	565/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	**سورۃ الحجرات**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	272/11
2	سورۃ الحجرات کے مسائل و مقاصد	272/11
3	سورۃ الحجرات کا خاتمہ	310/11
14	**حدود و قصاص**	
1	حرم میں حدود و قصاص لینا	542/1
2	غلام اور ذمی کے قصاص کا بیان	654/1
3	جماعت سے ایک شخص کا قصاص لینا	657/1
4	سلاطین اور حکام سے قصاص	658/1
5	قصاص لینا حکومت کا منصب ہے	660/1
6	کیفیت قصاص اور آلہ قتل	660/1
7	ولی مقتول کا معاف کرنا	662/1
8	دیت کی مقدار اور عاقلہ کا بیان	662/1
9	عورتوں کی بدکاری پر ابتدائی سزا	603/2
10	زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد	605/2
11	عمل قوم لوط پر حد یا تعزیر	608/2
12	حدود کے نفاذ کا رحمت ہونا	415/8
15	**حدیث**	
1	احادیث صحیحہ، اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	706/2
2	ائمہ و فقہاء کے اقوال پر احادیث کو مقدم رکھنا	709/2
3	حجیت حدیث	181/3 453/6
4	خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5
5	احادیث کا حجت ہونا	38/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	چالیس احادیث کی تبلیغ کرنا	183/4
7	حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی شرائط	185/4
8	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل	92/8
9	حدیث افک پر اعتراضات کے جوابات	97/8
10	کتب احادیث مقبولہ کا حجت ہونا	446/9
11	صریح حدیث پر عمل کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی توجیہات	556/10
12	صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب	101/12
16	**سورۃ الحدید**	
1	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	707/11
2	سورۃ الحدید کا مکی یا مدنی ہونا	707/11
3	سورۃ الحدید کی فضیلت	710/11
4	سورۃ الحدید کے مشمولات	710/11
5	سورۃ الحدید کا اختتام	761/11
17	**حروف**	
1	تاء کی اقسام	792/9
18	**حرابہ**	
1	حرابہ کا معنی و تعریف	162/3
2	حرابہ کا رکن	162/3
3	حرابہ کی شرائط	162/3
4	حرابہ کے جرم کی تفصیل	163/2
5	ڈاکو کے فقط ڈرانے کی سزا	164/3
6	ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا	165/3
7	ڈاکو کا قتل کرنا اور مال لوٹنا	165/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	حدود کا کفارہ	166-169/3
19	**حرام**	
1	حرام کھانے کا وبال	631/1 706/1
2	حرام کیے ہوئے مردہ جانوروں میں سے مستثنیات	631/1
3	سطح آب پر آنے والی مردہ مچھلی	634/1
4	بہائے ہوئے خون کا حرام ہونا	635/1
5	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت	637/1
6	مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم	706/1
7	حرمت والے مہینوں کا بیان	721/1
8	ممانعت قتال کا حرمت والے مہینوں میں منسوخ ہونا	765/1
9	حرام مال سے صدقہ کا وبال	957/1
10	مال حرام کی انواع واقسام	643/2
11	ضرورت کی بناء پر حرام اشیاء کا استعمال	72/3
12	حرام جانور	84/3
13	قرآن و حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	677/3
14	اللہ کے حرام کیے کاموں کی تفصیل	683/3
15	شرک کا حرام ہونا	683/2
16	والدین کے ساتھ بدسلوکی کا حرام ہونا	684/3
17	قتل اولاد کا حرام ہونا	685/3
18	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	686/3
19	قتل ناحق کا حرام ہونا	686/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	689/3
21	ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا	690/3
22	ناحق بات کا حرام ہونا	690/3
23	اللہ سے بدعہدی کا حرام ہونا	691/3
24	ڈرا دھمکا کر ناجائز رقم بٹورنا حرام ہے	224/4
25	مال حرام سے نجات کے طریقے	551/4
26	حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز	557/5
27	حرام بمعنی واجب	665/7
28	حرام کمائی سے کھانا	877/7
20	**حرمت والے مہینے**	
1	حرمت والے مہینے	36/3
2	بحیرہ وغیرہ کی حرمت	340/3
3	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کا منسوخ ہونا	64/5
4	حرمت والے مہینوں کا بیان اور ان کا شرعی حکم	132/5
5	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنا	133/5
21	**حرص**	
1	حرص کی مذمت	805/6 113/7
2	حرص کے پیدائشی وصف ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	229/12
22	**حروف مقطعات**	
1	حروف مقطعات کے علم کی تحقیق	240/1
2	کھیعص	250/7
3	طٰہٰ	330/7
4	طسٓ کے اسرار	551/8
5	طسٓمٓ کا معنی	770/8
6	الم کے اسرار	212/9
7	الم کے نکات	305/9
8	بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ذکر کرنے کی حکمت	712/9
9	حروف مقطعات کا معنی ومفہوم	713/9
10	صٓ کے معانی ومحامل	36/10
11	حمٓ کا معنی	315/10 431/10 741/10
12	حمٓ o عسٓقٓ کی تاویلات	538/10
13	حمٓ	39/11
14	قٓ	312/11
15	نون اور قلم کے معانی	164/12
23	**حسد**	
1	حسد کی تحقیق	488/1
2	حسد کے متعلق احادیث	488/1
3	حسد کے مراتب	490/1
4	حسد کے اسباب	490/1
5	حسد کا علاج	491/1
6	کسی کو ضرر سے بچانے کے لیے دوسرے کا عیب بیان کرنے کا جواز	677/5
7	حسد کے خطرہ سے نعمتوں کو چھپانا	677/5
8	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	678/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حسد، رشک اور منافست کی تعریفیں	688/5
10	حسد نہ کرنے کی فضیلت	689/5
11	حسد مذموم	690/5
12	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد ہی ان کے تمام گناہوں کی جڑ تھا	688/5
13	حسد ایک نفسیاتی بیماری ہے	691/5
14	حسد کے متعلق احادیث	692/5
15	حسد کی تعریف، شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	1050/12
24	**حساب**	
1	قیامت کے دن جلد حساب	516/3
2	حساب کی کیفیت	520/3
3	نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب	521/3
4	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ	521/3
5	سخت حساب کا معنی	84/6
6	آسان حساب کا معنی	638/12
7	آسان حساب کے متعلق احادیث	638/12
8	حساب کی امید نہ رکھنے کی توجیہات	528/12
25	**حسرت**	
1	حسرت کا معنی	752/9
26	**حسنِ سلوک**	
1	حسن کا عقلی ہونا	708/6
2	غیر متحارب کفار کے ساتھ حسن سلوک کرنا	848/11
27	**حسنِ اخلاق**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	429/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حسنہ	430/8
3	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	504/10
4	حسن اخلاق میں کثرت طلب کرنا	958/12
5	حسن اخلاق کی تعلیم وتاکید	165/12
6	رسول اللہ ﷺ کے محاسن اخلاق کے متعلق احادیث	166/12
7	خَلق اور خُلق کا معنی	165/12
8	وانک لعلی خلق عظیم کی تفسیر	179-182/12
28	**سورۃ الحشر**	
1	سورۃ کا نام	798/11
2	سورۃ الحشر کے مشمولات	798/11
3	سورۃ الحشر کا اختتام	836/11
29	**حشرات الارض**	
1	حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم	494/6
2	حشرات الارض کو قتل کرنا	389/8
30	**حشر**	
1	انسانوں کے حشر کی کیفیت	100/4
2	نیک مسلمانوں کا حشر	132/4
3	حشر کے دن کفار کی توبہ	143/4
4	حشر کے دن مردوں کو زندہ کرنا	187/4
5	حشر اجساد پر دلائل	325/5
6	منکرین حشر کے احوال	329/5
7	حشر پر ایمان لانے والوں کے احوال	329/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	محشر میں مومنین کی عزت و سرفرازی	354/5
9	محشر میں کفار کی ذلت و رسوائی	356/5
10	کیا حشر کے دن لوگوں کا مطلقاً باتیں کرنا ممنوع ہے؟	622/5
11	کیا لوگ حشر کے دن سعید اور شقی میں منحصر ہوں گے؟	623/5
12	لوگوں کے سعید اور شقی ہونے کے متعلق احادیث	623/5
13	انکار حشر کا کفر ہونا اور اس کی سزا	43/6
14	کفار کا حشر و نشر کو محال کہنا	415/6
15	حشر و نشر کے امکان اور وقوع پر دلائل	416/6
16	عام لوگ حشر میں بے لباس جبکہ شہداء لباس کے ساتھ اٹھیں گے	671/7
17	آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یا نبی ﷺ کو؟	672-676 7
18	کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟	677/7
19	کائنات کے امکان سے حشر و نشر پر استدلال	712/7
20	حشر کے وقوع میں مشرکین کے شبہات	893-894 7
21	حشر و نشر کا ثبوت	720/8 748/8
22	حشر کے دن کفار کے کفر و شرک پر زجر و توبیخ	747/8
23	حشر کا ثبوت	62/9 137/9
24	روز محشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجہ	644/9
25	روز محشر کفار کی خواہشیں	644/9
26	بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر و نشر پر استدلال	659/9
27	دن اور رات کے توارد میں حشر اجساد پر دلائل	762/9
28	منکرین محشر کے شبہات اور ان کے جوابات	839/9
29	حشر و نشر کے ثبوت پر دلائل	87/10 393/10 817/10
30	حشر و نشر کے امکان پر دلیل	513/10
31	بارش نازل کرنے سے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر استدلال	658/10
32	تخلیق انسان سے حشر و نشر پر استدلال	667/11
33	قبروں سے باہر نکلنے کی کیفیت	345/11
34	گناہگاروں کے حشر کی کیفیت	346/11
35	بندہ کا جن گناہوں پر خاتمہ ہو، ان ہی گناہوں میں قیامت کے دن اس کو اٹھایا جانا	347-353 11
36	حشر کے دن لوگوں کا فوج در فوج آنا	514/12
37	لوگوں کا محشر میں تین بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جانا	209/12
31	**حقوق العباد**	
1	عورتوں کے مردوں پر حقوق	842/1
2	مردوں کے عورتوں پر حقوق	847/1
3	عورت پر مرد کی خدمت	849/1
4	اللہ کے کرم سے حقوق العباد بھی معاف ہو سکتے ہیں	594/7
32	**حقیقت**	
1	حقیقت کا بیان	500/1
2	حقیقت کی تعریف	173/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	**حق**	
1	حق و باطل کا فرق	641/9
2	حق کا معنی و مراد	40/11
34	**حکمت**	
1	حکمت کی تعریف و اقسام	964/1
2	حکمت کے متعلق احادیث	964/1
3	حکمت کے مصداق	964/1
4	حکمت کے معانی و تعریفات	242/9
5	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	243/9
6	سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	244/9
7	اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے کی حکمتیں	702/9
8	حکمت کی تعریفات	60/10
9	حکمت بالغہ کے محامل	580/11
35	**حکومت**	
1	دیکھئے "3: حاکم" صفحہ 110	
36	**حلال**	
1	حلال کا معنی	628/1
2	حلال کمائی کی مدح	957/1
3	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	274/3
4	حلال کو حرام کرنا	280-282/3
5	بیوی سے کہنا "تو مجھ پر حرام ہے" کا شرعی حکم	284/3
6	حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	642/3
7	حلال کمائی سے کھانا	877/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
37	**حضرت حلیمہ** (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن)	
1	حضرت حلیمہ کا جنت میں حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا	132/12
38	**حمد**	
1	حمد کے لغوی و اصطلاحی معنی	160/1 649/9
2	تمام تعریفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا مستحق ہونا	161/1
3	اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد سے مخلوق کا عاجز ہونا	162/1
4	اللہ کی حمد کرنے کے احوال و واقعات	162/1
5	اللہ تعالیٰ کی حمد کی فضیلت	164/1
6	خود اپنی حمد و ثنا کرنے کی شرعی حیثیت	165/1
7	دوسرے کے سامنے اس کی حمد و ثنا کرنا	167/1
8	منہ پر تعریف کرنے کا جواز	168/1
9	اپنی پاکیزگی و فضیلت بیان کرنا	690/2
10	اللہ کی حمد کرنے کا طریقہ	41/7
11	آخرت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے چھ مقامات	595/9
12	حمد کی تعریف، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اقسام اور حمد و شکر کی ادائیگی کا طریقہ	596/9
13	خودستائی کی ممانعت	526/11
14	حمد کی تعریف	1020/12
39	**حمل**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	رحم میں کمی اور زیادتی کے محامل	55/6
2	حمل کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب فقہاء	56/6
40	**سورۂ حٰمٓ السجدہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	427/10
2	سورۂ حٰمٓ السجدہ کا زمانہ نزول	427/10
3	سورۂ حٰمٓ السجدہ کے مشمولات	429/10
4	سورۂ حٰمٓ السجدہ کا خاتمہ	529/10
41	**غزوۂ حنین**	
1	وادی حنین کا محل وقوع	107/5
2	اہل حنین کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری	107/5
3	نبی ﷺ کی اہل حنین سے جہاد کی تیاری	107/5
4	نبی ﷺ کا غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہونا	108/5
5	بعض نو مسلم صحابہ کا حنین کے راستے میں ذات انواط کی تمنا کرنا	108/5
6	حنین میں ابتدائی شکست اور اس کے اسباب	108/5
7	غزوۂ حنین میں کامیابی و کامرانی	109/5
8	یوم حنین میں فرشتوں کا نزول	110/5
9	اہل حنین کو عذاب دینے کا معنی	110/5
10	اہل حنین میں سے ھوازن اور ثقیف کا اسلام قبول کرنا	111/5
42	**حور**	
1	حوروں کو پوشیدہ انڈوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	884/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	حور کا معنی اور جنت میں حوروں سے عقد کا محمل	779/10
3	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	780/10
4	حوروں کا حسن و جمال	659/11
5	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	638/11
6	حوروں کے متعلق سیّد مودودی کے انوکھے نظریہ پر بحث ونظر	640/11
43	**حواریین**	
1	حواریین کا معنی و مصداق	179/2
44	**حضرت حواء علیہا السلام**	
1	حضرت حواء علیہا السلام کی خلقت کا بیان	343/1
45	**حیاء**	
1	حیاء کا معنی اور اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت	324/1
46	**حیلہ**	
1	حیلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	424/1 831/5
2	قرآن وسنت میں حیلہ	423/1
3	فقہاء کے بعض حیلے	424/1
4	اسقاط حیلہ	425/1
5	حیلہ کے جواز کی تحقیق	825/5
6	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات	826-828 5
7	حیلہ کے جواز پر قرآن وسنت سے دلائل	829/5
8	حیلہ کے جواز میں معترضین کے منشاء غلطی کا ازالہ	831/5
47	**حیات**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حیات کا معنی	595/1
2	برزخ میں حیات	595/1
3	اولیاء اللہ کی جسمانی حیات	596/1
4	شہداء کی حیات	596/1
5	انبیاء علیہم السلام کی حیات	598/1
6	انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت	387/6
7	حیات کی مختلف تعبیریں	569/11
8	حیات کا معنی	139/12
9	حیات بعد الممات پر استدلال	557/12 507/12
10	حیات بعد الممات پر کفار کا شبہ اور اس کا جواب	406/12
11	حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	943/1
12	حیات بعد الموت اور صدقہ میں مناسبت	947/1
13	حیات کا معنی	328/1
14	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل	116/11 373/11
15	حیات بعد الموت پر دلائل	668-669 11
16	حیات بعد الممات کو کفار کے بعید سمجھنے کی وجہ	314-318 11
17	پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تھکنے کا باطل ہونا	319/11
48	حیض	
1	حیض کے حکم کا شان نزول	785/1
2	حائضہ سے مباشرت	785/1
3	حیض کا معنی	785/1
4	ایام حیض	786/1
5	حیض، نفاس اور استحاضہ میں مبتلا خواتین کے مسائل	787/1
49	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
1	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث	227/10
2	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات	229-235 10
3	اجسام مثالیہ کا تعدد	235/10

خ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	خارجی	
1	خارجیوں کے ظہور کا سبب	161/5
2	خارجیوں کے متعلق اہل سنت کا نظریہ	161/5
3	خارجیوں کی علامت	162/5
4	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	332/10
5	خوارج کے متعلق احادیث	333/10
2	خاموش	
1	خاموشی کا روزہ رکھنا	269/7
3	خاک نشیں	
1	خاک نشین کے مصادیق	758/12
4	خاندانی منصوبہ بندی	
1	خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم	662/3
2	ضبط تولید	663/3
5	خبر واحد	
1	خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5
6	ختم نبوت	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ختم نبوت پر دلیل	277/1
2	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق آیات	461/9
3	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث	463/9
4	احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد	470/9
5	نبی ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنا	471-474/9
6	منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ	474/9
7	غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان واصرار	475/9
8	۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت	481/9
9	۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت	482/9
10	کیا اگر آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے؟	483/9
11	ختم نبوت کے معنی پر ایک اعتراض کا جواب	486/9
12	لا نبی بعدی میں لانفی کمال کے لیے ہے	488/9
7	**خدمت**	
1	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینا	224/3
8	**خراج**	
1	دیکھئے ''29: عشر'' صفحہ 178	
9	**خرچ کرنا**	
1	دیکھئے ''99: انفاق فی سبیل اللہ'' صفحہ 75	
10	**حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ**	
1	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ملنا	403/9
2	حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	404/9
3	سورۂ توبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن میں مندرج ہوئی یا ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے؟	405-408/9
4	خزیمہ اور ابو خزیمہ کے ناموں کا فرق	408/9
5	حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	433/11
11	**خسارہ**	
1	خسارہ کی تفسیر میں دو اقوال	551/12
12	**خشوع وخضوع**	
1	خشوع کا معنی	388/1 450/9
2	خشوع وخضوع کا حکم	862/1
3	الخشوع کا لغوی معنی	842/7
4	الخشوع کا اصطلاحی معنی	843/7
5	الخشوع کے درجات	843/7
6	قرآن میں الخشوع کے درجات	844/7
7	الخشوع کے متعلق لفظاً ومعنی احادیث	844/7
8	الخشوع کے متعلق آثار صحابہ واقوال تابعین	846/7
9	نماز میں خشوع وخضوع کے وجوب پر دلائل	848-850/7
10	خشوع کے فوائد	851/7
11	نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں	851/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	خشوع وخضوع کی تعریف	727/11
13	**خشیت الٰہی**	
1	دیکھئے "25: خوف خدا" صفحہ 122	
14	**خصائص مصطفیٰ ﷺ**	
1	وہ چیزیں جو فقط آپ ﷺ پر فرض ہیں امت پر نہیں	517/9
2	وہ اشیاء جو صرف آپ ﷺ پر حرام ہیں امت پر نہیں	518/9
3	وہ اشیاء جو صرف آپ ﷺ کے لیے حلال ہیں امت کے لیے نہیں	519/9
4	انبیاء سابقین کے اعتبار سے آپ ﷺ کے خصائص	519/9
15	**حضرت خضر علیہ السلام**	
1	حضرت خضر علیہ السلام کا نام، لقب اور کنیت	149/7
2	حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ	160/7
3	حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا	161/7
4	حضرت خضر علیہ السلام فرشتہ تھے یا انسان؟	163/7
5	حیات حضرت خضر علیہ السلام	165-171/7
6	حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب	172/7
7	حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ توڑنا	178/7
8	بچہ کو قتل کرنا	179/7
16	**خلیفہ/ خلافت**	
1	خلیفہ کی تعریف واقسام	334/1
2	حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی وجہ	336/1
3	حضور ﷺ کا حقیقت میں خلیفہ اعظم ہونا	358/1
4	آیت استخلاف کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہ ہونا	169-171/8
5	آیت استخلاف کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہونا	171-174/8
6	آیت استخلاف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، بارہ امام یا امام مہدی کا مراد ہونا یا نہ ہونا	174-179/8
7	خلافت وامامت کی تعریفات	665/8
8	اس دور میں خلیفہ مقرر کرنا	666/8
9	خلیفہ کا معنی	76/10
10	انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت	77/10
11	انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد ﷺ کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا	78/10
12	خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا عذاب شدید کا موجب ہے	79/10
13	خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تحقیق	80/10
14	آیت استخلاف کی تحقیق	80/10
15	خلافت کی تعریف	81/10
16	خلافت کی شرائط	82/10
17	خلافت منعقد کرنے کے طریقے	83/10
18	خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط	85/10
17	**خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم**	
1	خلفائے راشدین کی فضیلت	765/7
18	**خمر و دیگر منشیات**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	خمر کی قرآن میں تحریم	773/1
2	خمر کی حدیث میں تحریم	775/1
3	خمر کی تعریف میں مذاہب ائمہ اربعہ کے نظریات	776/1
4	شراب کی تحریم کے متعلق احادیث	297/3
5	شراب کی حقیقت	298/3
6	شراب کا بعینہٖ حرام ہونا	299/3
7	نشہ آور مشروب کی قلیل وکثیر مقدار	300/3
8	انگریزی دواؤں اور پرفیوم کا شرعی حکم	300/3
9	شراب نوشی پر وعید	303/3
10	خمر کی حد کا بیان	304/3
11	بھنگ اور افیون کا شرعی حکم	304/3
12	سکون آور دواؤں کا استعمال	305/3
13	شراب کے دینی و دنیوی نقصانات	308/3
14	تحریم خمر کی تاریخ	313/3
15	سکر کا معنی	486/6
16	سکر کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات	487/6
17	خمر کی تعریف اور اس کا حکم	488/6
18	خمر کا بعینہٖ جبکہ بقیہ مشروبات کا بقدر نشہ حرام ہونا	490/6
19	**خمس**	
1	خمس کی تقسیم میں مذاہب اربعہ کا مؤقف	639-641/4
20	**خنزیر**	
1	خنزیر کا نجس اور حرام ہونا	52/3
21	**غزوۂ خندق**	
1	اللہ تعالیٰ کا کفار کو غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	409/9
22	**خواہش**	
1	جھوٹی آرزو	803/2
23	**خودکشی**	
1	خودکشی کرنا کیسا؟	644/2
2	خودکشی کرنے والے کے لیے عذاب	645/2
3	خودکشی کرنے والے کا نماز جنازہ	645/2
24	**خون**	
1	خون کے شرعی احکام	52/3
25	**خوفِ خدا**	
1	خشیتِ الٰہی کا ذکر	313/3
2	خوف خدا سے مرنے والے کے لیے دو جنتیں	510/4
3	خوف خدا کے متعلق قرآنی آیات	547/4
4	خوف خدا کے متعلق احادیث و آثار	548/4
5	خلفائے راشدین کا خوف خدا	427-432/5
6	امام اعظم کا خوف خدا	432/5
7	ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟	462/6
8	غیب میں ڈرنے کا معنی	598/7
9	رسولوں کا اللہ سے ڈرنا یا نہ ڈرنا	575/8
10	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اللہ سے ڈرنا	577-580/8
11	عالم کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا	674/9
12	خوف خدا کی اقسام	675/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	خوفِ خدا رکھنے والوں کے لیے قرآن میں بشارتیں	675/9
14	خوف خدا رکھنے والوں کے لیے احادیث میں بشارتیں	676/9
15	بقدر طاقت اللہ سے ڈرنے کا حکم	920/11
16	اللہ سے نہ ڈرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ	630/11
17	خوفِ خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں	630/11
18	عام مسلمانوں کی خدا خوفی کی دلیل	921/12
19	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت	921/12
20	اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو تفسیریں	922/12
21	اللہ سے ڈرنے کے فوائد	81/12
22	اللہ سے ڈرنے والے کا مصداق	697/12
23	خوفِ خدا کی وجہ سے گناہ ترک کرنا	563/12
24	نیک اعمال نہ کرنے اور برے اعمال سے نہ بچنے پر عذاب کا خوف	234/12
25	نیک اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف	235/12
26	خشیتِ الٰہی کا ذکر	313/3
26	**خواب**	
1	خواب کی تعریف	667/5
2	خواب کی اقسام	667/5
3	اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم	670/5
4	رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت	670/5
5	چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث	672/5
6	خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت	675/5
7	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے خواب کا ذکر کرنے سے منع کیا جانے کا سبب	675/5
8	کفار اور فساق کے خواب سچے ہونے کی توجیہ	676/5
9	خواب صرف ہمدرد اور خیر خواہ کے سامنے بیان کیا جائے	676/5
10	عمداً خواب کی غلط تعبیر بیان کرنا	677/5
11	سچے خوابوں کی بشارت ہونے کی تفصیل	678/5
12	خواب کا پہلی تعبیر پر واقع ہونا ضروری نہیں	781/5
13	خواب کی تعریف اور اقسام	878/12
27	**خیانت**	
1	مالِ غنیمت میں خیانت کرنا	441/2
2	اموالِ مسلمین میں خیانت کرنا	442/2
3	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کے محامل	612/4 706/4
4	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ممانعت	610/4
5	خیانت کے متعلق آیاتِ قرآنیہ	613/4
6	خیات کے متعلق احادیث طیبہ	613/4
7	خیانت کی ممانعت	699/9
28	**خیال**	
1	تخیل کی تعریف	151/8
29	**غزوۂ خیبر**	
1	منافقین کا غزوۂ خیبر میں شرکت کیلئے اصرار کرنا	243/11

Marfat.com

د

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**دارالحرب**	
1	دارالحرب کی تعریف	772/1 990/1 210/2
2	**دارالسلام**	
1	دارالسلام کی تعریف	772/1 990/1
2	جنت کو دارالسلام فرمانے کی وجوہ	649/3
3	**دارالکفر**	
1	دارالکفر کی تعریف	772/1 990/1 210/2
2	دارالکفر میں' کفار کا مال کھانا کیسا؟	213/2
4	**داڑھی**	
1	داڑھی میں قبضہ کی بحث	510/1
2	داڑھی کی مقدار	45/3
5	**حضرت داؤد علیہ السلام**	
1	حضرت داؤد علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر	744/6
2	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب	619/7
3	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	619/7
4	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	620/7
5	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح	637/7
6	حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ	590/8 52/10
7	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کا جالوت کو قتل کرنا	590/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت اور ان کی سیرت	591/8
9	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کے متعلق احادیث	592/8
10	حضرت داؤد علیہ السلام کے شکر کی ادائیگی کا طریقہ	593/8
11	حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی	594/8
12	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعائیں	594/8
13	حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر	595/8
14	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	597/8
15	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا	619/8
16	حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم علم دیا جانا	611/8
17	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی فضائل	605/9
18	حضرت داؤد علیہ السلام کا آہن گر ہونا	607/9
19	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	609/9
20	آل داؤد کو شکر کرنے کا حکم	613/9
21	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی دس وجوہ	53/10
22	حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کا تسبیح کرنا	58/10
23	حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت	59/10
24	حضرت داؤد علیہ السلام کا محافظ ان کا لشکر تھا	59/10
25	حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے انسان تھے یا فرشتے؟	63/10
26	آنے والوں کے فرشتے ہونے پر دلائل	64-66/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
27	آنے والوں کے انسان ہونے پر دلائل	64-66/10
28	حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟	66/10
29	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات	67/10 74/10
30	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ کے حضور توبہ کرنا	70/10
31	حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال	76/10
6	**سورۃ الدخان**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	737/10
2	سورۃ الدخان کی فضیلت میں احادیث	737/10
3	سورۃ الدخان کے مقاصد ومسائل	738/10
4	سورۃ الدخان کا اختتام	783/10
7	**درود شریف**	
1	دیکھئے "19: صلوٰۃ (درود وسلام)" صفحہ 163	
8	**درایت**	
1	درایت کا معنی	51/11
2	درایت تفصیلی کی نفی	52/11
9	**درگور کرنا**	
1	زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا	591/12
2	زندہ درگور کرنے کا سبب	591/12
3	زندہ درگور کرنے کی ممانعت میں احادیث	591/12
10	**دشمن**	
1	دشمن سے صلح کرنے کا حکم	684/4
2	دشمن کی نیت فاسد ہونے کے باوجود صلح کا جواز	686/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	**دعوتِ دین**	
1	قرآن وسنت سے انبیاء اور مرسلین کی دعوت کا ثبوت	492/10
2	قرآن وسنت سے علماء دین کی دعوت کا ثبوت	492/10
3	قرآن وسنت سے امراء اور حکام کی دعوت کا ثبوت	494/10
4	قرآن وسنت سے مؤذنین کی دعوت کا ثبوت	495/10
5	قرآن وسنت سے عام مؤمنین کی دعوت کا ثبوت	502/10
6	علماء دین کی اقسام	493/10
7	دعوت الی اللہ دینے والوں کی احادیث میں مثالیں	115/11
12	**دعا**	
1	"اھدنا" میں جمع کے صیغہ سے دعا کرنے کی وجہ	212/1
2	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث	691/1
3	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث	692/1
4	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا	693/1
5	طلب جنت کی دعا کرنا	698/1
6	قبولیت دعا کی شرائط وآداب	699/1 397/10
7	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	701/1 397/10
8	دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا	67/2
9	دعا قبول ہونے کے باوجود دعا کرنا	525/2
10	دعا قبول ہونے کا طریقہ	526/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	مانعین دعا کے دلائل اور ان کے جوابات	169/4
12	دعا قبول نہ ہونے کے فوائد	170/4
13	دعا کی ترغیب وفضیلت	17/4 395/10
14	آہستہ دعا کرنے کے فوائد	173/4
15	خارج از نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا	174-183/4
16	دعا میں حد سے بڑھنا	186/4
17	دعا سے مصیبت ٹلنے کے بعد خدا کو فراموش کر دینا	246/4
18	اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرنے کی دعا کرنا	460/5
19	دعا کی قبولیت میں جلدی کی امید رکھنا جہالت ہے	461/5
20	دعا میں سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا	867/5
21	موت کی دعا کرنا	868/5
22	دعا کا طریقہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	209/6
23	نبی معصوم کی دعا مغفرت کے محامل	211/6
24	نماز میں دعا مانگنے کے آداب	215/6
25	دعاء حرام	216/6
26	کیا تمام مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کرنا کی خلف وعید کو مستلزم ہے؟	216/6
27	دعا کے آداب	252/7
28	انبیاء اور اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	448/7
29	مال اور اولاد میں کثرت کی دعا کرنا	275/8
30	امام بننے کی دعا کرنا	278/8
31	بعد والوں کی بناء کے حصول کی دعا کرنا	350/8
32	وضو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پڑھنے کا ثواب	354/8
33	قیامت کے دن پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین	355/8
34	دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کے حصول کی دعا کرنا	555/8
35	مضطر اور مصیبت زدہ کی دعا کا قبول ہونا	717/8
36	مظلوم، مسافر اور والد کی دعا جلد قبول ہوتی ہے	718/8
37	تحیت کا معنی اور اس کے مواقع	502/9
38	دعاؤں کے قبول ہونے کی شرائط	896/9
39	دعا میں اخروی مطالب کو دنیاوی مطالب پر مقدم رکھنا	106/10
40	راحت ومصیبت، ہر حال میں اللہ سے دعا کرنا	182/10
41	آخرت میں کفار کی دعاؤں کو قبول نہ فرمانا	378/10
42	دعا کے اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال	401-406 10
43	قرآن وذکر میں مشغول ہونا افضل ہے یا دعا کرنا؟	410/10
44	مسلمانوں کی بعض دعائیں قبول نہ فرمانے کی حکمتیں	592/10
45	سفر پر روانہ ہوتے وقت سواری پر بیٹھنے کے بعد کی دعا	660/10
46	سفر سے واپسی کی دعا	661/10
47	دعا کے قبول نہ ہونے سے اکتانا نہیں چاہیے	751/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	تہائی رات کے مستجاب وقت میں دعا قبول نہ ہونے کی وجوہ	368/11
49	اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون یہ دعا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کی ہے	856/12
13	**دل**	
1	قرآن و حدیث میں دل کی طرف عقل و ادراک کی نسبت	421/4 769/7
2	قلب سلیم کی تعریف اور اس کی علامت و مصداق	358/8
3	کسی شخص کے اندر دو دل نہ بنانے کے متعدد محامل	370/9
4	قلب کے مصداق کے متعلق قدیم و جدید آراء	371/9
5	قلب سلیم کا معنی	898/9
6	دل کی سختی کے اسباب	218/10
7	دل کی چھپی ہوئی باتیں	339/10
8	دل پر زنگ لگنا	627/12
9	ظاہری اعضاء کے مقابلہ میں دل کے افعال کا معیار ہونا	947/12
14	**دماغ**	
1	دماغ کا محل عقل ہے	421/4 768/7
15	**دَم درود**	
1	دیکھئے "48: علاج" صفحہ 183	
16	**دنیا**	
1	دنیا میں راحت و مصیبت کا آنا	176/1
2	دنیا و آخرت کی بربادی	749/1
3	دنیا کی تزئین و آرائش	76/2
4	دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنا	504/2
5	دین و دنیا میں توازن	77/2
6	اعتدال کے ساتھ عورتوں کی طرف رغبت	79/2
7	اعتدال کے ساتھ بیٹیوں کی طرف رغبت	80/2
8	اعتدال کے ساتھ مال کی طرف رغبت	81/2
9	اعتدال کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کی طرف رغبت	82/2
10	اعتدال کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف رغبت	83/2
11	دنیا کا بے وقعت ہونا	436/3
12	دنیا کی محبت قطعاً مذموم نہیں ہے	440/3
13	دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث	436/3
14	قیام دنیا کو کم سمجھنے کی وجوہات	371/5
15	دنیاوی لذتوں کا بے مایہ ہونا	134/6
16	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت	239/6
17	متاع دنیا کی طرف دیکھنے کی ممانعت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہونا	317/6
18	دنیاوی عیش کے سامان کو ترک کرنا	320/6
19	اسلام میں دین و دنیا کا امتزاج	321/6
20	صرف دنیا کے طلب گار کا انجام	676/6
21	دنیا سے رغبت کو کم کرنا	44/7
22	دنیا کی زینت اور اس سے دامن بچانا	45/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	دنیا کی پانی کے ساتھ تشبیہ	112/7
24	دنیاوی فراخ دستی اور تنگدستی حق و باطل کا معیار نہیں	310/7
25	دنیا میں ریشم اور سونا چاندی پہننے اور شراب پینے والے کا شرعی حکم	728/7
26	موت کے وقت دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا	905/7
27	موت کے وقت مرتبہ کا علم	906/7
28	دنیا کا معنی اور اس کا خسیس و گھٹیا ہونا	114/9
29	دنیاوی زندگی کو کھیل تماشہ فرمانے کی وجہ	115/9
30	دنیادار اور دین دار لوگوں کی سوچ و فکر کا فرق	135/9
31	جن چھ دنوں میں دنیا بنی	308/9
32	مومن اور فاسق کا دنیا میں مساوی نہ ہونا	338/9
33	دنیاوی لذتوں میں غلو نہ کرنے کی تلقین	422/9
34	دوزخ میں کفار کے عذاب کی کیفیت	571/9
35	دنیا سے بے رغبتی کے متعلق احادیث	579/10
36	دنیاوی مال و متاع کا مذموم ہونا	673/10
37	دنیا کی زیب و زینت کفار کے لیے ہے	681/10
38	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا حقیر ہونا	681/10
39	دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا	718/10
40	دنیا میں اچھی اور مقدس اشیاء کے باوجود دنیاوی زندگی کو صرف دھوکے کا سامان کہنا	732/11
41	دنیا میں فقر اور تونگری حق و باطل کا معیار نہیں	589/11
42	دنیا کی نعمتیں ملنے کو عزت و کرامت سمجھنا	733/12
43	دنیاوی عیش و عشرت کی مذمت کی وجوہ	734/12
44	دنیاوی مال کے حصول پر اترانا کیسا؟	735/12
45	دنیا میں کفار کا مومنوں پر ہنسنا اور مذاق اڑانا	631/12
46	دنیا کی زندگی کو ترجیح دینا	561/12
47	دنیا کی جلد ملنے والی نعمتوں کی محبت	458/12
48	حب دنیا کی آفات	228/12
17	**دن**	
1	دن کو رات اور رات کو دن میں داخل کرنا	791/7
2	دن میں رات کو اور رات کو دن میں داخل کرنے کا معنی	278/9
3	جن چھ دنوں میں دنیا بنائی گئی	308/9
4	منگل کے دن کو منحوس سمجھنا	308/9
5	پچاس ہزار سال کے دن اور ایک ہزار سال کے دن میں تطبیق (یوم قیامت کے متعلق)	311/9
6	ایک ہزار سال میں اللہ کی طرف کاموں کے چڑھنے کے محامل	310/9
7	معین دنوں کا منحوس یا مبارک ہونا	586/11
8	دن کن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے؟	765/12
9	دن کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	765/12
10	دن کے وقت میں مصروفیات کی وجوہ	345/12
18	**دودھ**	
1	دودھ پلانے کے شرعی احکام	844/1
2	دودھ پلانے کی مدت	844/1
3	گوبر اور خون کے درمیان دودھ کو پیدا کرنا	480/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	نرحیوانوں میں دودھ	480/6
5	اوجھڑی میں دودھ	481/6
6	دودھ کی خلقت میں اسرار و دقائق	481/6
7	دودھ کی خلقت میں حشر و نشر کا امکان	483/6
8	دودھ کے متعلق احادیث	484/6
9	دودھ کا کیمیائی تجزیہ	485/6
10	دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
11	دودھ پلانے کی انتہائی مدت	80-83/11
12	دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز	86/12
19	**دوزخ**	
1	دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان	316/1
2	دوزخ سے پناہ مانگنا	500/2
3	دوزخ سے نجات طلب کرنا	414-418/2
4	دوزخ کے طبقات	837/2
5	جہنم کے خلود سے استثناء	640/3
6	کیا تمام اہل بدعت اور گمراہ فرقے دوزخی ہیں	81/4
7	دوزخ میں کفار کے احوال	135/4
8	بہت سے انسانوں اور جنوں کو دوزخ کیلئے پیدا کرنا	419/4
9	دوزخ کی گرمی	215/5
10	جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھرنا	653/5
11	دوزخ کے پانی کی کیفیت	166/6
12	دوزخیوں کے عذاب کی کیفیت اور ان پر موت کا نہ آنا	167/6
13	دوزخ کے دروازے اور ان میں عذاب یافتگان	291/6
14	دوزخ کے متعلق آیات و احادیث	102/7
15	کیا دوزخ میں دخول کفار کے ساتھ خاص ہے؟	207/7
16	دوزخ میں دخول پل صراط سے گزرنا ہے	308/7
17	مسلمانوں کے دخول نار سے مراد	309/7
18	دوزخ میں داخل ہونے اور دور رکھے جانے کا تعارض	669/7
19	برزخ کا معنی	907/7
20	دوزخ میں کفار کی چھ دعائیں	918/7
21	دوزخ کی آنکھ، کان اور زبان کے متعلق احادیث	220/8
22	آیا دوزخ میں کوئی اچھائی ہے؟	221/8
23	کفار کا جہنم میں جھونکا جانا	221/8
24	دوزخ کی صفات	360/8
25	دوزخ کس جگہ واقع ہے؟	361/8
26	مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کی دوزخ میں حالت زار	362/8
27	دوزخ میں مشرکین اور بتوں کا ایک دوسرے کو طعن کرنا	363/8
28	زمین پر دوزخ کا وجود	104/9
29	جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنے کے متعلق احادیث	330/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ	330/9 328/11
31	دوزخ میں کافروں کا مباحثہ	377/10
32	دوزخ میں کفار کے عذاب کا لزوم	470/10
33	دوزخ کے نگران ''مالک'' سے اہل دوزخ کا کلام	728/10
34	دوزخ کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرنا	329-335/11
35	کون کون دوزخ کو دیکھیں گے؟	963/12
36	دوزخ کی آگ کی شدت	977/12
37	کفار کو دوزخ کا عذاب دینے کی توجیہ	147/12
38	دوزخ میں چنگھاڑ کی تفسیر میں تین اقوال	147/12
39	دوزخ کے غیظ وغضب میں آنے کی توجیہ	148/12
40	دوزخ کو لانے والے	738/12
41	دوزخ کا عذاب	613/12
42	کیا سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟	587/12
43	دوزخ کا مصداق کس جگہ پر ہے؟	589/12
44	دوزخ کی صفات کے متعلق احادیث	563/12 377/12
45	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد	378-383/12
46	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	378/12
47	دوزخ کی صفات کا تذکرہ	386/12
48	دوزخ کے محافظ فرشتوں کی صفات	125/12
49	دوزخ کے بلانے کی توجیہات	228/12
20	**دوست**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	صدیق کی تعریف	719/2
2	بدمذہبوں سے دوستی رکھنا	709/7
3	کیسے شخص کو دوست بنایا جائے؟	236/8
4	قیامت کے دن فقط مومنوں کی دوستی کا کام آنا	365/8
21	**دھمکی دینا**	
1	دھمکی دینے کی تعریف اور اس کے مسائل	582/6
22	**دھواں**	
1	دوزخ کے دھوئیں کی تین شاخوں کے محامل	481/12
2	دھوئیں کے سائے کی صفات	482/12
23	**دھریہ**	
1	دھریوں کا رد اور ابطال	782/9
2	دہر کا لغوی وعرفی معنی	815/10
3	دہر کے متعلق احادیث	815/10
4	دہریے بلا دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انکار کرتے ہیں	816/10
24	**دھمال**	
1	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا دھمال کرنا	387/8
25	**سورۃ الدھر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	425/12
2	سورۃ الدھر اور سورۃ القیامہ کی باہمی مناسبت	425/12
3	سورۃ الدھر کا مکی یا مدنی ہونا	425/12
4	سورۃ الدھر کے مشمولات	426/12
5	سورۃ الدھر کا اختتام	469/12
26	**دھوکا دینا**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "23: فریب" صفحہ 195	
27	**دین**	
1	دین کا لغوی و شرعی معنی	176/1
2	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت	528/3
3	دین کا معنی	760/5
4	دین اور شریعت کا فرق	660/7
5	دین میں فرقے بنانے کی ممانعت	661/7
6	ادیان مختلفہ اوران کا شرعی حکم	720/7
7	دین میں تنگی نہیں	806/7
8	دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں	808/7
9	سچے دین کو لانے اور اس کی تصدیق کرنے والے	253/10
10	تمام انبیاء کا دین واحد اور شریعتوں کا متعدد ہونا	561/10
11	دین کا لغوی واصطلاحی معنی	562/10
12	انبیاء کے بعد دین میں تفرقہ ڈالنے والے کون؟	566/10
13	اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے طریقے	139/11
14	دین اسلام کے غلبہ کے محامل	267/11
15	دین کی سلامتی جسم کی سلامتی سے زیادہ اہم ہے	1055/12
16	رسول اللہ ﷺ اور تمام امت کے لیے دین کا آسان ہونا	694/12
28	**دیت**	
1	دیت کا معنی	756/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قتل خطاء، قتل شبہ عمد اور قتل عمد کی دیت	756/2
3	دیت کی ادائیگی کی مدت	757/2
4	عورت کی نصف دیت کی تحقیق	758/2
5	ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنا	759/2
6	دارالحرب میں کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کرنے پر دیت	759/2
7	ذمی کافر کی دیت	759-761/2
29	**دیدار الٰہی**	
1	دیکھئے "30: رویت باری تعالیٰ" صفحہ 138	
30	**دیہاتی**	
1	العرب اور الاعراب کا معنی	232/5
2	الاعراب سے مراد مدینہ کے گرد رہنے والے دیہاتی ہیں	234/5
3	اعراب کی سنگ دلی اور شقاوت	234/5

ڈ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ڈاکو/ڈاکہ**	
1	دیکھئے "18: حرابہ" صفحہ 113	
2	**ڈکار**	
1	ڈکار کا نعمت اور بیماری ہونا	651/9

ذ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الذّٰریات**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	355/11
2	سورۂ ق اور سورۃ الذّٰریات کی باہمی مناسبت	355/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ الذّٰریات کے مشمولات	355/11
4	سورۃ الذّٰریات کا اختتام	404/11
2	**ذبیحہ**	
1	جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	641/3
3	**ذخیرہ اندوزی کرنا**	
1	ضرورت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے کا جواز	781/5
2	ضرورت کے بغیر ذخیرہ اندوزی کرنے کی ممانعت	109/9
4	**ذکرِ الٰہی**	
1	ذکر بالجہر کی تحقیق	502/1 745/1
2	ذکر کی اقسام اور اس کے متعلقہ اقوال	592/1
3	ذکر سے متعلق احادیث کریمہ	517/2
4	اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنا	835/2
5	ذکر خفی کی فضیلت	520/4
6	معتدل آواز کے ساتھ ذکر بالجہر	521/4
7	ذکر کے لیے اوقات کی تخصیص	521/4
8	دوران قتال ذکر کے متعلق احادیث	647/4
9	دوران قتال ذکر کے متعلق علماء کے اقوال	648/4
10	اللہ کے ذکر سے دلوں کے مطمئن ہونے اور خوفزدہ ہونے کے درمیان تطبیق	95/6
11	مطمئن دلوں کے مصداق	96/6
12	ذکر خفی کی فضیلت	250/7
13	ذکر میں سستی	375/7
14	قرآن پر ذکر کا اطلاق	431/7
15	کن لوگوں کو خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی	144/8
16	ذکر اللہ کی فضیلت میں احادیث	93/9
17	اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فانی اور باقی قرار دینا	277/9
18	کلمات اللہ کا غیر متناہی ہونا	277/9
19	اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضروری امور	400/9
20	بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق احادیث	451/9
21	امت محمدی کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	498/9
22	ذکر کرنے والوں کی اقسام،مراتب اور درجات	500/9
23	بعض اذکار واوراد	501/9
24	اذکار ماثورہ پڑھنے کا ثواب	343/11
25	اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے کا معنی	288/12
26	اللہ کے ذکر سے اعراض کا دنیا میں تنگی کا سبب ہونا	289/12
5	**ذوی القربیٰ**	
1	رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک	443/1
2	رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت	649/1
3	رشتہ داروں سے تعلق توڑنا اور جوڑنا	545/2
6	**ذوی الارحام**	
1	دیکھئے ''13: وراثت'' صفحہ 278	
7	**ذوالقرنین**	
1	ذوالقرنین کا مصداق اور اس کی وجہ تسمیہ	201/7
2	تورات میں ذوالقرنین کی طرف اشارے	202/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	ذوالقرنین کا تصرف اور اس کا اقتدار	203/7
4	ذوالقرنین کے تین سفر	203-206/7
5	ذوالقرنین کی تحقیق	212/7
8	**حضرت ذوالکفل علیہ السلام**	
1	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو نبی بنانے کا واقعہ	654/7
2	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت میں علماء کا اختلاف	655/7
9	**ذوالحجہ**	
1	الفجر سے مراد ذوالحجہ کی صبح اور اس کی فضیلت	721/12
2	ولیال عشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ان کی فضیلت	722/12

ر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**رات**	
1	رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنا	791/7
2	رات کو دن میں اور رات میں دن کو داخل کرنے کا معنی	278/9
3	رات کو عبادت، معصیت اور غفلت میں گزارنے والے	408/10
4	رات کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	765/12
5	رات کو نماز کے لیے اٹھنے میں مشقت کی وجہ	344/12
2	**راحت**	
1	راحت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	737/11
3	**راہب/رہبانیت**	
1	رہبانیت کا لغوی و اصطلاحی معنی	741/11
2	مذاہب اربعہ کے مفسرین کا اختراع رہبانیت سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال	742-747/11
3	رہبانیت کی رعایت نہ کرنے والوں کے مصادیق	755/11
4	**راز**	
1	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کرنا	112/12
5	**رب**	
1	دیکھئے "69: اللہ تعالیٰ" صفحہ 62	
6	**رِبا**	
1	ربا کا معنی	976/1
2	ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت	977/1
3	ربا الفضل کی حرمت کا سبب	980/1
4	بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل کے جوابات	981/1
5	افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنا	983/1
6	دار الحرب کے سود میں فقہاء کا نظریہ	984/1
7	سود کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا	987/1
8	دار الحرب، دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات	990/1
9	قیامت میں سود خور کا انجام	991/1
10	ربا اور بیع کا فرق	992/1
11	ربا کو بتدریج حرام کرنا	993/1
12	ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں	994/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	سود خور کے لیے دائماً دوزخ	994/1
14	سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا	994/1
15	سودی کاروبار ترک نہ کرنے والا	995/1
16	سود پر وعید کے متعلق احادیث	996/1
17	سود کے بعد تجارتی قرضوں کا ذکر	1002/1
18	سود مفرد اور سود مرکب	365/2
19	ربا الفضل	365/2
20	ربا الفضل میں علت حرمت	366/2
21	سود میں منہمک رہنے والے کا انجام	367/2
22	کھلم کھلا سود کھانا	747/6
7	**ربانیین**	
1	ربانیین کا معنی	224/2
8	**رجم**	
1	رجم کی تحقیق	62/8
2	قرآن سے رجم کا ثبوت	62/8
3	رجم کی منسوخ التلاوۃ آیت	64/8
4	آیت رجم کی بحث	65/8
5	رجم کی احادیث متواترہ	66/8
9	**سورۃ الرحمٰن**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	601/11
2	سورۃ الرحمٰن کے مشمولات	602/11
3	سورۃ الرحمٰن کا اختتام	644/11
10	**رحمت باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کا کفر ہونا	846/5
2	اللہ تعالیٰ کی رحمت و عذاب دونوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے	296/6
3	اللہ کی رحمت سے مایوسی کی وجوہات	297/6
4	وما ارسلنك الا رحمة للعالمين کی تفسیر	682-693/7
5	رحمت کی متعدد تفاسیر	652/9
6	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونا	587/11
7	اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل کرنے کے دو محمل	261/11
8	رحمان و رحیم کا معنی	149/1
9	رحمان کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجوہ	150/1
10	رحمٰن و رحیم کی تفسیر میں مفسرین کی فروگذاشت	172/1
11	**رزق**	
1	رزق کا معنی	273/1
2	حرام کا رزق ہونا یا نہ ہونا	274/1
3	گناہوں کو ترک کرنے سے رزق میں فراخی	241/3
4	اللہ تعالیٰ کے رزق پہنچانے کی مثالیں	499/5
5	رزق میں وسعت کے متعلق احادیث	119/6
6	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت	516/6
7	رزق میں کمی اور زیادتی	706/6
8	تلاش رزق میں اعتدال	265/9
9	رزق کریمہ کا معنی	598/9
10	رزق کی وسعت	199/10
11	رزق کی اقسام	561/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	کشادگی رزق کی وجہ سے سرکشی کی وجوہات	601/10
13	آسمان میں مخلوق کے رزق کی تفسیریں	375/11
14	رزق میں وسعت کے متعلق احادیث	74/12
12	**رسالت/رسول**	
1	منصب رسالت	731/2
2	تبلیغ رسالت	244/3
3	کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا	329/3
4	ہر امت کے پاس اس کے رسول آنے کے دو محمل	372/5
5	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	313/6
6	زمین والوں کے لیے فرشتہ کو رسول نہ بنانا	803/6
7	رسول کا لغوی و اصطلاحی معنی	279/7
8	صرف انسانوں اور مردوں کو رسول بنایا جاتا ہے	523/7
9	رسول کا اپنی قوم کی طرف پیغام پہنچانا	870/7
10	رسول کا اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہونا	871/7
11	تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنا	877/7
12	حضور علیہ السلام کی رسالت پر ایک اعتراض کا جواب	524/7
13	آپ علیہ السلام کی رسالت کا عموم	212/8
14	رسالت کی تمہید	123/8
15	عقیدۂ رسالت کی تعلیم	65/9
16	حضور علیہ السلام کی رسالت کے برحق ہونے پر دلائل	103/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
17	حضور علیہ السلام کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے	626/9
18	پتھروں، پہاڑوں، درختوں اور جانوروں کا آپ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ہر چیز کا آپ علیہ السلام کی رسالت کو پہچاننا	627/9
19	تبلیغ رسالت کا اجر طلب نہ کرنا	640/9
20	حضور علیہ السلام کی رسالت کی قسم کھانا	715/9
21	بشریت کا رسالت کے منافی نہ ہونا	736/9
22	رسولوں کے غلبہ سے مراد	970/9
23	قرآن و احادیث سے حضور علیہ السلام کی رسالت کا عموم	544/10
24	تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے اجر کے سوال پر اعتراض کا جواب	582-588 / 10
25	رسولوں کی نفرت کے محامل	381/10
26	رسولوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
27	گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کی توجیہات	688/10
28	بعض بندوں کو رسول اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	811/10
29	آپ علیہ السلام کی رسالت کا عموم	878/11
30	رسولوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
13	**رشوت**	
1	رشوت کا معنی	707/1
2	قرآن و حدیث میں رشوت کا حکم	707/1
3	رشوت کی اقسام	708/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	رشوت کی تعریف، وعید اور شرعی احکام	643/2
5	رشوت کا معنی واقسام	194/3
14	**رشتہ دار**	
1	رشتوں کو جوڑنے کی اقسام	82/6
2	رشتوں کو جوڑنے کے متعلق احادیث	83/6
3	رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی	557/6
4	رشتہ داروں کو صدقہ دینے کی فضیلت	758/12
15	**رضائے الٰہی / رضائے مصطفی ﷺ**	
1	رضائے الٰہی کی خاطر دنیا ترک کرنا	750/1
2	اللہ تعالیٰ کی رضا جنت سے افضل ہے	99/5
3	اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے	192/5
4	اللہ تعالیٰ کی رضا کا مہاجرین و انصار کی نیکیوں میں اتباع کیے جانے پر موقوف ہونا	242/5
5	اللہ کی رضا کا بہت بڑا درجہ ہے	561/8
6	اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا جنت عطا کرنے سے بڑا انعام ہے	921/12
7	اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی رضا کے محامل	922/12
8	نبی کریم ﷺ کی رضا کے محامل	502/7
9	رضا اور مشیت میں فرق	781/9
16	**سورۃ الرعد**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	27/6
2	الرعد کا معنی	28/6
3	سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	28/6
4	سورۃ الرعد اور سورۂ یوسف میں باہمی مناسبت	30/6
5	سورۃ الرعد کے مضامین ومقاصد	32/6
6	سورۃ الرعد کا اختتام	123/6
17	**رقص وسرود**	
1	جاہل صوفیاء کا رقص وسرود	627/4
2	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا رقص کرنا	387/8
18	**رکون (کفار سے میل جول)**	
1	رکون کا لغوی، عرفی اور شرعی معنی	641/5
2	رکون کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	642/5
3	رکون کی ممانعت کے متعلق احادیث	642/5
19	**رمضان المبارک**	
1	ولیال عشر سے مراد رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی فضیلت	725/12
20	**رمل**	
1	رمل کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	291/7
21	**روزہ**	
1	روزہ کا معنی	667/1
2	رمضان کے روزوں کے فضائل	668/1
3	نفلی روزوں کی فضیلت	671/1
4	حاملہ اور مرضعہ کے لیے روزہ کی رخصت	686/1
5	عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا	689/1
6	روزہ کی رات میں عمل زوجیت کی اجازت	703/1
7	طلوع فجر کے بعد سحری کھانا	703/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت	672/1
9	روزہ کے اسرار ورموز	673/1
10	روزہ کے فساد وعدم فساد کے بعض ضروری مسائل	674/1
11	انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنا	674/1
12	مریض کا روزہ قضاء کرنا	675/1
13	مسافر کا روزہ قضاء کرنا	677/1
14	بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا	681/1
15	رمضان کے اسرار ورموز اور رمضان میں نزول قرآن کا بیان	683/1
16	قطبین میں روزہ	684/1
17	روزہ کی رخصت کے لیے شرعی مسافت	684/1
18	سعودی عرب کے حساب سے روزہ رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا اور اس کا عکس؟	685/1
19	سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے تو کیا کرے؟	685/1
20	میت کی طرف سے روزہ رکھنا	686/1
21	قطبین میں روزہ	785/2
22	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا	630/7
23	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینا	631/7
22	**روح المقدس**	
1	روح القدس کا معنی	446/1 362/3
2	یہود کا جبرائیل کو اپنا دشمن کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	455-458 1
3	روح القدس کا معنی	362/3
23	**روضۂ رسول ﷺ**	
1	روضۂ رسول ﷺ کے فضائل	260/5
24	**روح**	
1	فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت	509/3
2	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت	510/3
3	روح کا انسان کی حقیقت ہونا	511/3
4	روح کا جسم سے پہلے پیدا ہونا	512/3
5	روح کا معنی	274/6 352/6
6	روح سے وحی اور اللہ کے کلام کا مراد ہونا	353/6
7	روح کا لغوی واصطلاحی معنی	786/6
8	روح کی موت	787/6
9	جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر	788/6
10	روح کا حادث اور مخلوق ہونا	789/6
11	نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟	790/6
12	رسول اللہ ﷺ کو روح کا علم	791/6
13	کافر کی روح نکلنے کی کیفیت	747/7
14	روح کے تقاضے	192/9
15	روح کی اللہ کی طرف اضافت	314/9
16	روح کی تحقیق	314/9
17	روح کا لغوی واصطلاحی معنی	314/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	روح کے مصداق میں مختلف اقوال	315/9
19	روح کی صحیح تعریف	316/9
20	روح کے بدن میں حلول کرنے اور درد و لذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں آیات	316/9
21	روح کے بدن میں حلول کرنے اور درد ولذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں احادیث	317/9
22	شہداء کی روحوں کو جنت میں رزق ملنا	318/9
23	مومن اور کافر کی روحوں کو قبر میں ان کے جسموں میں داخل کرنا	318/9
24	مومن اور کافر کی روحوں کی ان کے جسموں سے نکلنے کی کیفیت	319/9
25	روح کا معنی اور روح پھونکنے کا محمل	148/10
26	روح کو وحی سے تعبیر کرنے کی وجوہ	335/10
27	روح کا مصداق	897/12
28	روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے کے محامل	590/12
29	کافر کی روح کھینچنے کی کیفیت	543/12
30	مومن کی روح کھینچنے کی کیفیت	545/12
31	اولیاء اللہ کی ارواح	549/12
32	الروح	223/12
25	**رونا**	
1	زیادہ رونے کی تلقین	215/5
2	عبادت سے محرومی کے سبب رونا	228/5
26	**روٹی**	
1	روٹی کی تعظیم وتکریم	756/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	گندم کی روٹی کا عظیم نعمت ہونا	758/9
27	**سورۃ الروم**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	125/9
2	سورۃ الروم کی سورۃ العنکبوت سے مناسبت	126/9
3	سورۃ الروم کے مشمولات	126/9
4	سورۃ الروم کا اختتام	206/9
28	**رہائش**	
1	جنگلوں اور غاروں میں رہنا	56/7
2	عزلت نشینی کے بجائے لوگوں کے ساتھ رہنا	57/7
3	عزلت نشینی اور تمدنی زندگی میں درمیانی کیفیت	58/7
4	غیر رہائشی عمارات کی تعیین	126/8
29	**رھن (گروی رکھنا)**	
1	رہن کی تعریف اور اس سے فائدہ اٹھانا	1015/1
2	رہن کی شرائط اور ضروری مسائل	1017/1
3	اعتماد کی صورت میں گروی رکھنے کو ترک کرنا	1018/1
4	رہن کے اسرار و حکمتیں	1020/1
5	بیع اور رہن کے بعد اعمال صالحہ سے مکلف کرنے کا ذکر	1022/1
30	**رؤیت باری تعالیٰ**	
1	رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق فقہاء کے نظریات	616/3
2	منکرین رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	616/3
3	رؤیت باری کے متعلق آیات قرآنیہ	618/3
4	رؤیت باری کے متعلق احادیث نبویہ	618/3
5	شب معراج اللہ کا دیدار	619/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب	300/4
7	منکرین رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	301/4
8	اللہ تعالیٰ کا دیدار عظیم نعمت ہے	192/5
9	رؤیت باری پر اہل سنت کے دلائل	302/4
10	اللہ تعالیٰ کا دیدار	355/5
11	قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت	415-417/12
12	اللہ تعالیٰ کا دیدار عظیم نعمت ہے	192/5
31	**ریاکاری**	
1	ریاکاری سے عبادت کرنا	835/2
2	ریا کی مذمت	651/4
3	ریاکاری کا شرک خفی ہونا	481/5
4	ریاکاری کی مذمت اور اس پر وعید	512/5
5	قربانی کے عمل میں ریاکاری	237/7
6	ریاکاری کی تعریف	995/12
7	فرائض دکھا کر اور نوافل چھپا کر ادا کیے جائیں	995/12
32	**ریشم**	
1	چارانگل ریشم کے کام کے جواز کی تفصیل	723-726/10
33	**ریب**	
1	مزید دیکھئے ''21: شک'' صفحہ 154	

ز

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**زبور**	
1	زبور کا معنی	677/7
2	قرآن کے صدق پر زبور کی شہادت	678/7
2	**سورۃ الزخرف**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے مقاصد	651/10
2	سورۃ الزخرف کا اختتام	732/10
3	**زرہ**	
1	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	609/9
4	**زکوٰۃ**	
1	زکوٰۃ کا معنی اور اس کے وجوب کی شرائط	370/1
2	اسلام کے نظام زکوٰۃ پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب	493/2
3	زکوٰۃ نہ دے کر مال جمع کرنے کی مذمت	127/5
4	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ موجب عذاب نہیں ہے	128/5
5	ادائیگی زکوٰۃ کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ	129/5
6	زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	166/5
7	زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	168/5
8	زکوٰۃ کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کے محامل	85/6
9	گھوڑوں میں زکوٰۃ	361/6
10	بینک سے کاٹی ہوئی زکوٰۃ	126/7
11	زکوٰۃ کا معنی	259/7 854/7
12	زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی	553/8
13	زکوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی	215/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	انبیاء پر زکوٰۃ کا فرض نہ ہونا	216/9
15	زکوٰۃ کی تاکید اور اس کے فضائل	217/9
16	زکوٰۃ کی تعریف	369/11
5	**حضرت زکریا علیہ السلام**	
1	سوانح عمری	141/2
2	حضرت مریم کی کفالت کرنا	143/2
3	اولاد کی دعا کرنا	145/2
4	حضرت یحییٰ کی ولادت کو مستبعد سمجھنا	151/2
5	تین دن سے حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں	151/2
6	حضرت زکریا علیہ السلام پر رحمت	250/7
7	حضرت زکریا علیہ السلام کا نداء خفی کرنے کی وجہ	251/7
8	حضرت زکریا علیہ السلام کو کس نے بشارت دی تھی؟	254/7
9	حضرت زکریا علیہ السلام کا سوال	255/7
10	حضرت زکریا علیہ السلام کے محراب کا مصداق	256/7
11	حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرنا	256/7
12	حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ	658/7
6	**زلزلہ**	
1	زلزلہ کی تعریف، اسباب اور اثرات	926/12
2	زلزلہ کی تاریخ	926/12
3	زلزلہ کہاں آسکتا ہے؟	927/12
4	زلزلہ کس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے؟	928/12
5	زلزلہ پیائی	929/12
6	برصغیر پاک و ہند میں زلزلے تاریخ کے آئینے میں	930/12
7	زلزلے سے متعلق ۲۰/اہم سوالات کے جوابات	932/12
8	زلزلہ سے متعلق اہم نکات	935/12
9	زلزلہ کا لغوی وعرفی معنی	937/12
10	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	937/12
7	**سورۃ الزلزال**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	925/12
8	**زم زم**	
1	زم زم کے فضائل	204/6
9	**زمین**	
1	زمین کا گول ہونا اور اس کا گردش کرنا	324/1
2	زمین اور آسمان کی تخلیق میں ترتیب	345/1
3	زمین میں سرنگ بنانے کا معنی	446/3
4	زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	541/3
5	زمین کبھی موحدین اور عابدین سے خالی نہیں رہی	558/3
6	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	601/3
7	زمین کو چھ دنوں میں بنانا	155/4
8	زمین کی پیداوار کی دنیا کے ساتھ مثال	353/5
9	زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ	415/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کی وجہ	500/5
11	زمین کی پیدائش سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	573/5
12	زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	876/5
13	اطراف زمین کو کم کرنے کے محامل	120/6
14	زمین کا تبدیل ہونا	223-226/6
15	زمین سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	260/6
16	زمین کو پھیلانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے	261/6
17	زمین پر پہاڑوں کا نصب کرنا	377/6
18	زمین کی اقسام	435/7
19	زمین بنانے کی حکمتیں	529/7
20	زمین کے فتق اور رتق کا بیان	545/7
21	زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا	549/7
22	زمین کی وراثت سے جنت کی زمین مراد ہونا	679/7
23	زمین کی وراثت سے دنیا کی زمین مراد ہونا	679/7
24	جب زمین کی وراثت صرف نیک بندوں کو دی جاتی ہے تو پھر کافروں کو حکومتیں اور اقتدار کیوں دیا گیا؟	680/7
25	زمین کی پیداوار سے حشر ونشر پر استدلال	710/7
26	زمین پر وقار کے ساتھ چلنا	266/8
27	زمین میں اللہ کی بلند صفات	150/9
28	زمین کا متزلزل نہ ہونا اس کی حرکت کے منافی نہیں	238/9
29	زمین میں داخل اور اس سے خارج ہونے والی چیزیں	597/9
30	زمین کی حفاظت فرمانا	697/9
31	زمین کی حرکت پر دلائل	698/9
32	دنیا کی زمین کی وسعت، جنت کی زمین کی وسعت اور رزق کی وسعت	199/10
33	زمینوں کی چابیوں کے محامل	561/10
34	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	658/10
35	زمین کے خزانے	906/11
36	زمین کا زبان قال سے تسبیح کرنا	912/11
37	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	937/12
38	زمین کا اپنا بوجھ باہر نکالنا	938/12
39	زمین کے خبر دینے کی کیفیت	938/12
40	زمین میں نشانیاں	712/12
41	سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء	90/12
42	سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث	91/12
43	سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس	92-96/12
44	زمین کو ذات الصدع فرمانے کی توجیہات	679/12
45	زمین کو پھیلانے کے متعلق احادیث	637/12
46	زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کی تحقیق	559/12
47	زمین کے منافع اور فوائد	559/12
10	**سورۃ الزمر**	
1	سورۃ کا نام	160/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ الزمر کا زمانۂ نزول	160/10
3	سورۃ الزمر اور سورۂ ص میں مناسبت	160/10
4	سورۃ الزمر کے مشمولات	161/10
5	سورۃ الزمر کا اختتام	304/10
11	**زندیق**	
1	زندیق کی تحقیق اور اس کا شرعی حکم	308/1
2	زندیق کی توبہ	308/1
3	زندیق کا معنی و مفہوم	633/4
4	زندیق کی توبہ	632/4
5	زندیق، منافق، دھریہ اور ملحد کی تعریفوں میں فرق	633/4
6	زندیق کو قتل کرنے کا شرعی حکم	634/4
12	**زنا**	
1	زنا کی شہادت	819/1
2	حرمت زنا کی وجوہ	709/6
3	حرمت زنا کو حرمت قتل پر مقدم کرنا	710/6
4	زنا کا لغوی معنی	43-48/8
5	حد زنا کی شرائط	48/8
6	احصان کی تحقیق	49/8
7	زنا کی ممانعت اور دنیا و آخرت میں اس کی سزا	49/8
8	زنا کی مذمت	50/8
9	زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنا	57/8
10	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنا	59-61/8
11	غیر شادی شادہ زانی کو صرف کوڑے مارنا	61/8
12	زانیہ کے لیے صرف زانی سے نکاح کی اجازت	67/8
13	زانیہ سے مومن کا نکاح	68-69/8
14	زانی کو از خود قتل کرنا	76/8
13	**زندگی**	
1	فانی زندگی پر مغرور نہ ہونے کی تلقین	454/8
14	**زوجہ**	
1	بیویوں کے درمیان عدل	578/2
2	بیوی کو مارنا	659/2
3	اختلاف زن و شوہر	660/2
4	شوہر کا بیوی کو نفقہ و طلاق نہ دینا	662/2
5	بیوی سے کہنا ”تو مجھ پر حرام ہے“ کا شرعی حکم	284/3
6	شوہر کی خدمت کرنا	518/6
7	عام مسلمانوں پر ازواج میں باریوں کی تقسیم کا جواب	521/9
8	بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء	109/12
9	بیویوں کے سوا جنسی لذت کے حصول کی ممانعت	236/12
15	**زوج**	
1	جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے اور نہ آباد کرے	668/2
2	بیویوں کے درمیان عدل کرنا	819-820/2
3	زوج کریم کا معنی	290/8
4	شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب	86/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	**زہد**	
1	تقشف اور بناوٹی زہد اللہ کی ناشکری ہے	412/5
2	خلفائے راشدین کا زہد و تقویٰ	427-432/5
3	امام اعظم کا زہد و تقویٰ	432/5
4	زہد کی تعریف	48/7
5	زہد کے متعلق احادیث	46/7
6	آخرت کے ثواب میں اضافہ کی خاطر زہد کو اختیار کرنا	96/11
7	نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کا زہد	96-100/11
17	**زیارت رسولِ کریم ﷺ**	
1	زیارت رسول ﷺ کے لیے صحابہ کا اضطراب	719/2
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی زیارت کرنا اور آپ ﷺ کی تعلیم سے مستفید ہونا	493/9
3	ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت	494/9
4	اولیاء کا حضور ﷺ کی بیداری و نیند میں زیارت کرنا	493/9
5	عہدِ صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟	495/9
18	**زیورات**	
1	زیورات کے متعلق احادیث	373/6
2	زیورات کے متعلق فقہی احکام	374/6
3	زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث و آثار	374/6
4	زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب فقہاء	376/6
5	مرد کے زیور پہننے کی تفصیل	726/10
19	**زیتون**	
1	زیتون کے خواص	607/3
2	زیتون کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
20	**حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات	376/9
2	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سلوک	456/9
21	**حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا**	
1	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں نکاح ہونا	452/9
2	رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیل	456/9
3	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	458/9
4	حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح میں مسلمانوں کے لیے نمونہ اور آسانی	459/9
5	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ اور آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	525/9
6	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی بعض تفصیلات	527/9
22	**زینت**	
1	زینت کا معنی	733/11
23	**زیارت قبور**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	زیارت قبور کا بیان	959/12
2	عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم	960/12
	س	
1	**سامری**	
1	سامری کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملامت کرنا	429/7
2	سامری کی دنیا میں سزا	430/7
3	سامری کا بچھڑے کو جلا کر راکھ کرنا	430/7
4	اثر رسول کے متعلق تفسیر	429/7
2	**سالک**	
1	سالک کی تعریف	563/10
3	**سائل/سوال کرنا**	
1	کسی بات کو سمجھنے کے لیے سوال کرنے کا جواز	266/4
2	سوال کرنے کی شرائط واحکام	847/5
3	سوال نہ کرنے کا عہد	80/6
4	سوال کرنے کے جواز کی شرائط	80/6
5	سائل سے پیش آنے کا طریقہ	699/6
6	کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جانا	714/6
7	کھانا مانگنے کا سوال کرنا	182/7
8	اللہ کے وعدہ کی بناء پر اس سے سوال کرنا	222/8
9	سائل اور محروم کی تعبیرات	369/11
10	اسلام میں سوال کرنے کی شرعی حیثیت	371/11
11	سوال نہ کرنے کے متعلق احادیث	371/11
12	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا معیار	372/11
13	صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کیلئے وعید	830/12
14	سائل کو دینے کی ترغیب میں احادیث	831/12
15	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو کیا کریں؟	833/12
16	مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے	834/12
17	صرف اللہ کی طرف سوال کرنے میں رغبت کی جائے	866/12
18	سوال کرنے کے جواز کا ضابطہ	233/12
4	**سازش**	
1	بُری سازش کی ممانعت	699/9
5	**سورۂ سبا**	
1	سورۃ کا نام اور اس کا زمانہ نزول	591/9
2	سورۂ سبا اور سورۃ الاحزاب میں مناسبت	591/9
3	سورۂ سبا کے مشمولات	592/9
4	سورۂ سبا کا اختتام	644/9
6	**سبحان**	
1	سبحان کا معنی	615/6
2	سبحان اللہ کہنے کی فضیلت	616/6
7	**سبب نزول**	
1	اسباب نزول کا بیان	86/1
2	اسباب نزول کے فوائد	87/1
3	عام سبب اور آیت کے عام الفاظ	88/1
4	خاص سبب اور آیت کے خاص الفاظ	88/1
5	ایک آیت کے متعدد اسباب	91/1
8	**سابقہ امتیں**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سابقہ امتوں میں قربانی وصدقات وغیرہ کو آگ کا کھانا	496/2
9	**قوم سبا**	
1	قوم سبا کی خوشحالی اور بدحالی	615/9
2	اہل سبا کی ناشکری اور اس کا انجام	616/9
10	**السبع المثانی**	
1	السبع المثانی کی تفسیر میں متعدد اقوال	315/6
11	**ستارہ**	
1	ستاروں کی بروج میں گردش	690/12
2	ستاروں کے جھڑنے کی توجیہ	607/12
12	**سٹہ بازی**	
1	دیکھئے ''28: جواء'' صفحہ 107	
13	**سجدہ**	
1	سجدہ کا معنی	340/1 65/4
2	آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	339/1
3	قرآن میں سجدہ کے اطلاقات	65/4
4	سجدۂ تلاوت کی تحقیق	523/4
5	سجدۂ تلاوت کے حکم میں مذاہب فقہاء	523/4
6	سجدۂ تلاوت کی تعداد	524/4
7	حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جانا	522/4
8	سجدہ کا لغوی واصطلاحی معنی	66/6 277/6
9	اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی بارہ گاہ میں سجدہ ریز ہونا	67/6
10	لغوی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	67/6
11	سایوں کے سجدہ کرنے کی توجیہ	68/6
12	سجدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث	68/6
13	فرشتوں کے سجدہ کی کیفیت	277/6
14	تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا	278/6
15	ہر چیز کے سائے کے سجدہ کی توضیح	456/6
16	ہر چیز کے سجدہ ریز ہونے کا محمل	457/6
17	سجدۂ تلاوت کرنے کے آداب	295/7
18	سورج کا سجدہ کر کے ٹھہرنا	721/7
19	سورج، چاند، ستاروں، پہاڑوں، درختوں، مومنوں اور کافروں کے سجدہ کی کیفیت	722/7
20	سجدہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول	885/12
14	**سجدۂ تلاوت**	
1	سجدۂ تلاوت کے آداب	331/9
2	نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ	332/9
3	سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء	68/10
4	سورۂ ص کے سجدہ تلاوت کے متعلق احادیث وآثار	69/10
5	نماز اور خارج از نماز سجدہ تلاوت کا ادا ہونا	69/10
6	آیت سجدہ	512/10
7	جنبی، حائض اور بے وضو کا سجدۂ تلاوت کرنا	694/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	**سورۃ السجدہ**	
1	سورۃ کا نام	301/9
2	سورۃ السجدہ کے فضائل میں احادیث	301/9
3	سورۃ السجدہ اور سورۂ لقمان کی مناسبت	302/9
4	سورۃ السجدہ کے مشمولات	303/9
5	سورۃ السجدہ کا اختتام	348/9
16	**سجدۂ تعظیمی**	
1	شریعت محمدی علیہ السلام میں سجدۂ تعظیمی کا حرام ہونا	864/5 148/10
17	**سچ**	
1	مزید دیکھئے ''10: صدق'' صفحہ 162	
18	**سحر**	
1	دیکھئے ''3: جادو'' صفحہ 100	
19	**سرقہ کرنا (چوری کرنا)**	
1	سرقہ کا معنی	180/3
2	جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	180/3
3	چور کے ہاتھ کاٹنے میں حکمت	181/3
4	حد سرقہ کا نصاب	181-185 3
5	کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟	186/3
6	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	187/3
20	**سرجری**	
1	سرجری کیلئے غیر مسلم اور مسلم اموات کا پوسٹ مارٹم	185-188 9
21	**سرگوشی کرنا**	
1	سرگوشی کرنا	392/7
2	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	779/11
3	تین اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کی تخصیص	780/11
4	یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیوں سے منع فرمانا	780/11
5	مسلمانوں کو سرگوشی سے منع کرنے کا محمل	782/11
6	مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقیوں کا سرگوشیاں کرنا منع ہے	783/11
7	نبی سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کی حکمتیں	787-789 11
22	**سزا**	
1	کسی کو تادیب و سرزنش کے لیے سزا دینے کی حد	392/8
2	قید کرنے اور مالی جرمانے کی سزائیں	394/8
3	رحمٰن کے مردود بندوں کی سزا	279/8
4	بقدر جرم سزا دینا	361/10
23	**حضرت سعد رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا موت کی تمنا کرنا	412/9
24	**سفر**	
1	کشتی کے ذریعے سفر کی خصوصی نعمت	777/9
25	**سکوت**	
1	دیکھئے ''2: خاموش'' صفحہ 119	
26	**سگریٹ نوشی**	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "41: تمباکونوشی" صفحہ 94	
27	**حضرت سلیمان علیہ السلام**	
1	حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت	459/1
2	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب	621/7 598/8
3	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال وفضائل	621/7
4	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	622/7
5	حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام کا اختلاف	622/7
6	حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ونرم ہواؤں کو مسخر کرنا	642/7
7	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	642/7
8	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قرآن میں ذکر	598/8
9	حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر کا قضاء ہونا	599/8
10	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد	600/8
11	حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجتہاد میں اصابت رائے	602/8
12	حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ایک حدیث پر اعتراض کا جواب	601/8
13	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعاتی شہادت سے استدلال	603/8
14	حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا کیا گیا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا	604/8
15	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کرنا	604/8
16	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کو مسخر کرنا	605/8
17	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال کے متعلق احادیث	607/8
18	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	609/8
19	حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم علم عطا کیا گیا	611/8
20	حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت وعلم کے وارث تھے نہ کہ مال کے	622-627 8
21	حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز دی گئی	634/8
22	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور ان کا لشکر	635/8
23	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرانے والی چیونٹی	636/8
24	حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنت اور بعد از وفات ذکر جمیل کی دعا کرنا	647/8
25	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہمارے لیے نصیحت	650/8
26	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کی گمشدگی کے متعلق سوال کرنا	651/8
27	حضرت سلیمان علیہ السلام کا حضور علیہ السلام کی بشارت دینا	652/8
28	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھنا	678/8
29	حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو ایمان لانے کا حکم دینا	682/8
30	حضرت سلیمان علیہ السلام کے خصوصی فضائل	609/9
31	حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا طاری ہونا	613/9
32	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ	90/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد	90/10
34	حضرت سلیمان علیہ السلام کا آزمائش میں مبتلا ہونا	91-96 10
35	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق اسرائیلی روایات	96/10
36	حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا محمل	104/10
37	حضرت سلیمان علیہ السلام کا سلطنت کی دعا کرنا	106/10
38	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو مسخر کرنا	110/10
39	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کو زنجیروں سے جکڑنا	111/10
40	حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی واخروی قرب	111/10
28	**سلام/ معانقہ**	
1	سلام کا مقرر کردہ طریقہ	735/2
2	مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت	736/2
3	کن لوگوں کو سلام میں پہل کرنی چاہیے	737/2
4	کن مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے	738/2
5	جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے	584/5
6	جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے	584/5
7	سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام ومسائل	585/5
8	سلام کے متعلق احادیث	583/5
9	سلام کی اقسام	284/7
10	کفار وفساق کو سلام کرنا	285/7
11	گھر میں دخول کے وقت گھر والوں کو سلام کرنا	188/8
12	سلام کی اقسام	837/8
13	کافروں کو سلام کرنے کا مسئلہ	732/10
14	اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں فقہاء کے مذاہب	781/11
15	مومنوں پر فرشتوں کے سلام کے مواضع اور مقامات	703/11
29	**سلطان**	
1	دیکھئے ''3: حاکم'' صفحہ 110	
30	**سلطنت**	
1	دیکھئے ''3: حاکم'' صفحہ 110	
31	**سماع موتی**	
1	سماع موتی کی بحث	576/4
2	سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ	577/4
3	سماع موتی کے ثبوت میں احادیث وآثار	584/4
4	سماع موتی کا ثبوت	737/8
5	قبر والوں کے سننے کا مسئلہ	669/9
6	قبر والوں کے غور وفکر نہ کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	670/9
32	**سماع**	
1	سماع کے دوران قیام	63/7
2	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا سماع	387/8
3	کس قسم کے اشعار کے ساتھ سماع جائز ہے	222/9
4	آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا	225/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع میں ائمہ مذاہب اربعہ کے نظریات	225-229/9
6	جائز اور ناجائز سماع	229/9
7	سماع کے اسباب	230/9
8	سماع کی حقیقت	231/9
9	سماع کی انواع وشرائط	231/9
10	سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	233/9
33	**سمندر**	
1	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	368/6
2	سمندر کی تسخیر کا معنی	368/6
3	سمندری جانوروں کا کھانا	369/6
4	سمندر میں کام کرنے والے مسکین	185/7
34	**سنت**	
1	سنت کی تعریف، اقسام اور شرعی حکم	509/1
2	ترکِ سنت کی سزاء	511/1
3	سنت کا معنی	382/2
4	قرآن مجید کی روشنی میں سنت کا مفہوم	382/2
5	سنت کی حجیت پر دلائل	455/3
6	سنت پر عمل کرنے کا جواز	94/7
35	**سود**	
1	دیکھئے ''6: ربا'' صفحہ 133	
36	**سورۃ**	
1	سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت	93/1
2	سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت	95/1
3	مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت	96/1
37	**سورج**	
1	حدیث ردِ شمس	151/3
2	حضرت یوشع کے لیے سورج ٹھہرانا	149/3
3	نبی ﷺ کا سورج کو لوٹانا	150/3
4	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ردِ شمس	144/7
5	حدیث ردِ شمس پر اعتراضات کے جوابات	147/7
6	سورج کے مستقر کے متعدد محامل	763/9
7	سورج کا غروب کے وقت عرش کے نیچے سجدہ کرنا	764-770/9
8	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	771/9
9	سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا	510/10
10	سورج گرہن کی نماز کے طریقہ میں مذاہب ائمہ	510/10
11	سورج کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، برکتیں اور نشانیاں	764/12
12	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	764/12
13	رات اور دن کی سلطنت کا سورج سے زیادہ ہونا	765/12
38	**سونا**	
1	سونے کا برتنوں کا حرام ہونا	722/10
2	سونے کے ظروف آرائش اور چار انگل سونے کے کام والے کپڑوں کا جواز	723/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سونے کے ظروف کی تفصیل	744/10
4	سونے کے کنگن	451/12
5	جنت میں سونے کے برتن	448/12
39	**سہو**	
1	سہو کی تحقیق	994/12
40	**سیارہ**	
1	ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	554/7
2	ہر سیارے کی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	550/7
3	قدیم فلاسفر کے نزدیک ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	771/9
4	ہر سیارہ کی اپنی گردش کے متعلق سائنسی تحقیق	772/9
41	**سیدھا راستہ**	
1	دیکھئے ''12: صراطِ مستقیم'' صفحہ 162	

ش

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**شام**	
1	شام کا برکت والی سرزمین ہونا	613/7
2	**شب برأت**	
1	لیلۃ مبارکۃ سے نصف شعبان کی رات مراد ہونے کے متعلق روایات	744/10
2	شب برأت میں کثرت مغفرت کے متعلق احادیث وغیرہ	744-748 10
3	وہ کام جن کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی مقبولیت سے محرومی ہوتی ہے	751-759 10
4	شب برأت میں شب بیداری کرنا اور مخصوص عبادات کرنا	759/10
5	شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کو جماعت سے پڑھنا	759/10
3	**شجرۃ الزقوم**	
1	شجرۃ الزقوم کا معنی	750/6
2	شجرۃ الزقوم کو ملعون فرمانا	751/6
4	**الشح**	
1	الشح کے متعلق احادیث وآثار	826/11
5	**شر**	
1	شر کی اقسام	403/8
6	**شرح صدر**	
1	شرح صدر کا معنی	841/12
2	شرح صدر کے متعلق احادیث	842/12
7	**شرک**	
1	شرک کی تعریف	311/1 687/2
2	کیا چیز شرک ہے اور کیا نہیں؟	311/1 688/2
3	شرک کے فعل کا جہالت وحماقت ہونا	287/4
4	کسی مسلمان موحد کو مشرک کہنا کیسا	288/4
5	شرک کا بطلان	363/5 447/5
6	نبی ﷺ کو شرک سے منع کرنے میں امت کی طرف تعریض ہے	481/5
7	دنیا میں شرک کا قابل درگزر ہونا	651/5
8	شرک سے اجتناب کے اختصاص کی توجیہ	760/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	غیر اللہ کو حقیقی حاجت روا مان کر پکارنا شرک ہے	65/6
10	کفار مکہ کے شرک پر اصرار کا سبب	395/6
11	شرک کے رد پر دلیل	516/6
12	شرک کی مذمت	683/6
13	مطلقاً مدد طلب کرنے کو شرک کہنا	745/6
14	شرک کی پستی	214/8
15	شرک کی مذمت	224/8
16	شرک کا ابطال	720/8
17	اولیاء اللہ کو ''مشکل کشا'' کہنے کو مودودی کا شرک قرار دینا	851/8
18	شرک کی مذمت	238/9 837/9
19	اس آیت کی توجیہ کہ آپ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں	864/8
20	شرک کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ	251/9
21	شرک کی تعریف اور مشرکین مکہ کا شرک	1039/12
8	**شریعت**	
1	شریعت کا معنی	176/1
2	جن لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا ان کا شریعت کا مکلف ہونا	217/1
3	شریعت کے معنی میں اہل سنت و معتزلہ کا اختلاف	301/1
4	شریعت کا مزید بیان	500/1
5	احکام شرعیہ پر عمل	641/2
6	شریعت کا مزاج، آسان احکام بیان کرنا ہے	642/2
7	احکام شرعیہ کا مدار	765/2
8	شریعت کی طرف اشارہ	381/3
9	تمام مقاصد حیات کے لیے شریعت کا متکفل ہونا	782/5
10	شریعت کی تعریف	173/7
11	شریعت کا لغوی واصطلاحی معنی	562/10
12	تمام انبیاء کا دین واحد اور شریعتوں کا متعدد ہونا	561/10
13	خود ساختہ شریعتوں کی مذمت	580/10
14	حضور ﷺ کی شریعت کا ممتاز اور منفرد ہونا	801/10
15	آپ ﷺ کی شریعت کے بعد کسی اور کی شریعت کی طرف التفات کرنا جائز نہیں	802/10
9	**شرم گاہ**	
1	مرد اور عورت کی شرمگاہوں کے مصادیق	89/4
2	برہنہ طواف کی ممانعت	101/4
3	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت کی تحقیق	102/4
10	**شعور**	
1	شعور کا معنی	286/1
11	**شعر**	
1	شعر کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کا علم شعر کی تحقیق	519/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	شعر کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کی تاریخ	536/8
3	شعراء کا ہر وادی میں بھٹکتے پھرنا	537/8
4	اشعار کی مذمت میں احادیث	538/8
5	رسول اللہ ﷺ کا انتقام لینے کیلئے کفار کی ہجو کرنا	539/8
6	اشعار کی فضیلت میں احادیث	541/8
7	حکیمانہ اشعار کا معدن ومنبع	543/8
8	رسول اللہ ﷺ کے اشعار نہ کہنے کا سبب	543/8
9	شعر کی تحقیق	828/9
10	قرآن کی بعض آیتوں پر شعر ہونے کا شبہ اور اس کا جواب	828/9
11	گمراہ کن اشعار	829/9
12	نبی ﷺ کے کہے ہوئے کلام موزوں کے شعر ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ	831/9
13	کیا حضور ﷺ کو شعر کہنے کے فن کا علم تھا؟	834/9
14	اچھے اور پسندیدہ اشعار کا بیان	834/9
12	**حضرت شعیب علیہ السلام**	
1	حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ کی تشریح	609/5
2	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سامنے تقریر	609/5
3	حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کا تتمہ اور قوم کو نصیحت	611/5
4	حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو کفار کے نہ سمجھنے کی وجہ	613/5
5	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی تفصیل	614/5
6	حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	418/8
7	حضرت شعیب علیہ السلام کا مقام بعثت	420/8
8	اہل مدین اور اصحاب الایکہ	421/8
9	اصحاب الایکہ پر عذاب نازل ہونا	436/8
10	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنا	77/9
11	عاد اور ثمود کی ہلاکت	77/9
13	**شعائر اللہ**	
1	شعائر اللہ کا معنی	36/3
2	کعبہ اور شعائر حرم	328/3
3	شعائر اللہ کا معنی ومصداق	748/7
4	اولیاء کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	749/7
14	**سورۃ الشعراء**	
1	سورۃ کا نام وجہ تسمیہ	283/8
2	سورۃ الفرقان سے سورۃ الشعراء کی مناسبت	283/8
3	سورۃ الشعراء کے مقاصد ومسائل	284/8
4	سورۃ الشعراء کی فضیلت	285/8
5	سورۃ الشعراء میں انبیاء کے قصص کی تنقیح	437/8
6	سورۃ الشعراء کا اختتام	543/8
15	**شفاء**	
1	شفاء کے متعلق عارفین کے اقوال	339/8
16	**شفقت**	
1	مخلوق پر شفقت کی تفصیل	729/9
17	**شفاعت**	
1	شفاعت پر قرآن سے استدلال	391/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	شفاعت پر حدیث سے استدلال	393/1
3	شفاعت طلب کرنا	747/1
4	نبی کریم ﷺ کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا	714/2
5	شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام	734/2
6	نیکی کے کاموں میں شفاعت	734/2
7	فساق مومنین کے لیے نبی کریم ﷺ کی شفاعت	379/3
8	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گناہگاروں کی آخرت میں دوبارہ شفاعت فرمانا	621/4
9	مرتکبین کبائر کی شفاعت پر دلیل	196/6
10	شفاعت کی توقع کے باوجود توبہ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے	775/6
11	شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث	775/6
12	قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کی اقسام	777/6
13	حضور ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کو نکالا جانا	778/6
14	شفاعت کا لغوی معنی	438/7
15	شفاعت کا اصطلاحی معنی	440/7
16	شفاعت کے متعلق معتزلہ کا نظریہ	441/7
17	شفاعت کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	441/7
18	شفاعت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	442/7
19	شفاعت کے متعلق شیعہ کا نظریہ	442/7
20	شفاعت کے متعلق محمد بن عبدالوہاب کا نظریہ	443/7
21	شفاعت کے متعلق شیخ اسماعیل کا نظریہ	443/7
22	شفاعت کے متعلق ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ	454/7
23	شفاعت بالوجاہت کا مفہوم	444/7 477/7
24	شفاعت اور محبت	445/7
25	شفاعت اور دعا	447/7
26	شفاعت بالاذن	449/7
27	ہر شخص کی شفاعت کے لیے مخصوص اذن	457/7
28	گناہ کبیرہ کی شفاعت کے جواز پر دلائل	459/7
29	شفاعت کے متعلق علماء اہل سنت کا نظریہ	461/7
30	انبیاء علیہم السلام کی شفاعت	464/7
31	شفاعت کے متعلق قرآن کی آیات	464/7
32	حضرت سیدنا محمد ﷺ سے طلب شفاعت	464/7
33	صالحین کی شفاعت، مومنین کے لیے	465/7
34	فرشتوں کا شفاعت کرنا	465/7 322/10
35	شفاعت کے متعلق چالیس احادیث	466/7
36	کفار و مشرکین کے لیے شفاعت کا عدم جواز	541/7
37	کفار کے لیے شفاعت نہ ہونے کی دلیل	623/9
38	گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت پر ایک اعتراض کا جواب	212/10 339/10
39	بتوں کی شفاعت کرنے کا رد	274/10
40	مشرکین کے لیے بتوں کی شفاعت کا باطل ہونا	108/11
41	کفار کیلئے فرشتوں کی شفاعت نہ کرنے کی توجیہ	517/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
42	اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت کی ممانعت	613/12 533/12
43	حصول شفاعت کی دعا پر معتزلہ کے اعتراض کا جواب	536/12
44	فساق مؤمنین کے لیے شفاعت کا ثبوت	396/12
45	کفار کا شفاعت سے محروم ہونا	213/12
46	مسلمانوں کا گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنا	227/12
18	**شق صدر**	
1	معراج کے موقع پر شق صدر	851/12
2	آپ علیہ السلام کا شق صدر کتنی بار ہوا؟	852/12
3	شق صدر پر اعتراضات کے جوابات	853/12
19	**شق قمر**	
1	واقعہ شق القمر کے متعلق احادیث	574/11
2	واقعہ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	576/11
3	واقعہ شق القمر کو مشرکین مکہ کا دیکھ لینا	580/11
20	**شکر/شاکر**	
1	شکر کی ایمان پر تقدیم	839/2
2	شاکر اور علیم میں مناسبت	840/2
3	شکر کا معنی	53/4 143/6 146/6
4	شکر کے متعلق قرآنی آیات	54/4
5	شکر ادا کرنے کے طریقے	54/4
6	شکر کی فضیلت	56/4
7	لباس کی نعمت پر شکر	89/4
8	شکر ادا کرنے کے متعلق حدیث	116/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	شکر کے متعلق احادیث و آثار	142/6
10	شکر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا معیار	143/6
11	حمد اور شکر میں فرق	146/6
12	من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ	146/6
13	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	147/6
14	اللہ کا شکر نہ کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں	152/6
15	شکر کے شرعی احکام اور اس کے متعلق احادیث	463/6
16	حضرت نوح علیہ السلام کا بہت زیادہ شکر گزار ہونا	644/6
17	شیطان کا، ناشکرا ہونا	699/6
18	بندہ کے شکر اور اللہ کے شکر کا معنی	473/8
19	ادائیگی شکر کا طریقہ	646/8
20	شکر کی تلقین	193/9
21	شکر کی فضیلت میں احادیث و آثار	280/9
22	صوفیاء کے نزدیک شکر کی تعریفات	282/9
23	بندوں کا مشکور اور اللہ کا شاکر ہونے کی توجیہ	452/12
24	ناشکری کا انجام بد	187/12
21	**شک**	
1	ریب کا معنی	241/1
2	قرآن میں ریب کی نفی اور اثبات کا محل	241/1
3	قرآن میں بظاہر شک کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہونا اور اس سے عام لوگوں کا مراد ہونا	466/5
4	شک کی نسبت عام لوگوں کی طرف ہونا	467/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	شک کی نسبت کے متعلق بعض تراجم	467/5
6	شک اور ریب میں فرق	576/5
7	شک کی تعریف	151/8
22	**شکوہ/ شکایت**	
1	فقر اور مرض میں شکوہ و شکایت نہ کرنا	231/12
23	**شکار**	
1	حالت احرام میں شکار	316/3
2	محرم کو شکاری جانوروں کے قتل کی اجازت	317/3
3	قتل کرنے پر ضمان	318/3
4	شکار کی تعریف	318/3
5	شکار پر دلالت کی وجہ سے ضمان	318/3
6	شکار کی جزاء	320/3
7	طعام کا صدقہ	322/3
8	اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کیا جائے؟	322/3
9	دوسری بار شکار کو مارنا	322/3
10	سمندری شکار	323/3
11	شکار کا گوشت محرم کے لیے	324/3
12	شکار کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	73/3
13	شکار کی شرائط	73/3
14	شکار کرنے والے جانور	74/3
15	شکاری کتے کا معیار	74/3
16	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے	75/3
17	غلیل، کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنا	77/3
18	بندوق سے مارا ہوا شکار	79/3
19	بندوق کے شکار کو حلال قرار دینا	80/3
24	**شگون**	
1	فال اور شگون نکالنے کی تحقیق	271/4
2	بدشگونی کی ممانعت کے اسباب	272/4
3	نیک فال کے جواز کا سبب	273/4
4	عورت، مکان اور گھوڑے میں بدشگونی	274/4
5	بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے	275/4
6	کسی چیز سے بدشگونی لینا یا کسی دن کو منحوس قرار دینا	276/4
7	بدشگونی کے متعلق خلاصہ	278/4
8	طائر کا لغوی و عرفی معنی	651/6
9	طائر کے متعلق احادیث	657/6
10	نحوست و بدشگون کی تحقیق	699/8
11	کفار کا انبیاء کو بدشگون کہنا	737/9
12	بدشگونی کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
13	بعض ایام کا منحوس ہونا	452/10
14	نحوست اور بدشگونی کا رد	456-464 / 10
15	بدشگونی کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
25	**شمس**	
1	دیکھئے "37: سورج" صفحہ 149	
26	**سورۃ الشمس**	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	76/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ الشمس اور سورۃ البلد کی باہمی مناسبت	761/12
3	سورۃ الشمس کے مشمولات	762/12
4	سورۃ الشمس کا خاتمہ	775/12
5	''وما بناھا'' میں ''ما'' سے مراد ''من'' ہونے کی توجیہ	766/12
27	**شوہر**	
1	دیکھئے ''15: زوج'' صفحہ 142	
28	**سورۃ الشوریٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	533/10
2	سورۃ الشوریٰ کا زمانہ نزول	535/10
3	سورۃ الشوریٰ کے مقاصد ومباحث	535/10
4	شوریٰ کا معنی	617/10
5	سورۃ الشوریٰ کا اختتام	649/10
29	**شہادت**	
1	شہادت کا معنی	1006/1
2	شہادت کی اقسام	1007/1
3	شہادت کا حکم	1008/1
4	شہادت کی تعریف، رکن اور سبب	1008/1
5	شہادت کی شرائط	1008/1
6	عورت کی شہادت	1008/1
7	جن امور میں فقط عورت کی گواہی معتبر ہے	1010/1
8	مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت	1011/1
9	عورت کی شہادت کو نصف قرار دینا	1012/1
10	گواہی کے لیے گواہوں کے جانے کا شرعی حکم	1013/1
11	کاتب اور گواہ کے ضرر کا بیان	1014/1
12	گواہی دینے کا وجوب	1019/1
13	حدود میں عورتوں کی گواہی	604/2
14	حد زنا میں چار مردوں کی گواہی	605/2
15	اپنے خلاف گواہی دینے کا معنی	826/2
16	عدل کو گواہی پر مقدم کرنا	826/2
17	گواہی نہ دینا	827/2
18	صحیح اور سچی شہادت	117/3
19	نااہل کو سند دینا	118/3
20	شہادت کی تعریف	119/3
21	غیر مسلموں کو گواہ بنانا	346/3
22	اہل ذمہ کی آپس میں گواہی	347/3
23	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانا	350/3
24	واقعاتی شہادت کے حجت ہونے پر قرآن و حدیث سے دلائل	839/5
25	فاسق انسان کی شہادت مقبول نہیں	386/8
26	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا	524/10 527/10
27	گواہیوں کی تفصیل	236/12
30	**شہید**	
1	شہید کا معنی	315/1 602/1
2	شہداء کی حیات	596/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	شہادت کے بعد بعض جسموں کا متغیر ہونا	596/1
4	سبز پرندوں میں شہید کی روح کے متمثل ہونے سے تناسخ کا جواب	597/1
5	شہید کے متعلق فقہی احکام	603/1
6	شہید کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	385/2 719/2
7	اللہ کی راہ میں مرنا	413/2
8	حیات شہداء کے متعلق احادیث	457/2
9	حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات	458-461 2
10	شہادت کا اجر و ثواب	462/2
11	حکمی شہداء کے متعلق احادیث	463/2
12	حکمی شہداء کا خلاصہ	467/2
13	غسل شہداء	468/2
14	شہداء کی نماز جنازہ	468/2
15	شہداء کا رزق	469/2
16	ہر مومن کا شہید ہونا	728/11
17	حاکمی شہداء کی تعداد	729/11
18	شہادت کی تمنا کا اجر	730/11
31	**شہد**	
1	شہد کی مکھی کی طرف وحی	492/6
2	شہد کی مکھی کی اقسام	493/6
3	شہد کی مکھی کے عجیب و غریب افعال	494/6
4	شہد کا ذیابیطس کے مریض کے لیے شفا نہ ہونا	497/6
5	رسول اللہ ﷺ کا شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنا	107/12
6	رسول اللہ ﷺ کا شہد نہ پینے کا عزم	108/12
32	**شہاب ثاقب**	
1	شہاب ثاقب کا لغوی و اصطلاحی معنی	254/6
2	آپ ﷺ کی بعثت سے قبل شہاب ثاقب گرائے جانے کے متعلق متعارض احادیث	255-260 6
3	شہاب ثاقب کے متعلق حدیث	515/8
4	ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق احادیث	516/8
5	حقیقت میں شیطان کو آگ کا شعلہ لگتا ہے یا ستارہ ٹوٹتا ہے؟	260/6
6	شہاب ثاقب سے کیا مراد ہے؟	862/9
7	شہاب ثاقب گرانے پر چند شبہات کے جوابات	863/9
8	شہاب ثاقب کا معنی	863/9
9	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	143/12
10	شہاب ثاقب کے متعلق احادیث	143/12
33	**شہاب الزہری**	
1	شہاب الزہری کون تھے؟ کیا تھے؟ کیسے تھے؟	102/8
34	**شیطان**	
1	ابلیس کا معنی اور اس کا فرشتہ یا جن ہونا	341/1
2	ابلیس کے تکبر کا بیان	340/1
3	شجر ممنوعہ کھلانے کے لیے ابلیس کی وسوسہ اندازی	346/1
4	وہ شیطان جس سے منافق خلوت میں ملتے تھے	296/1
5	شیطان کا گمراہ کرنا	803/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	شیطان کا وعدہ	805/2
7	شیاطین کا سرکش ہونا	629/3
8	شیطان کے وسوسہ اندازی کی تحقیق	630/3
9	شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمتیں	631/3
10	ابلیس جنّ تھا یا فرشتہ؟	66/4
11	ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہونے پر استدلال	67/4 70/4
12	شیطان کے ساتھ طویل مکالمہ، اس کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا	74/4
13	ابلیس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا یا کہ آسمان سے	74/4
14	ابلیس لعین کو کتنی زندگی دی گئی ہے؟	76/4
15	ابلیس کا جبر اور قدر میں حیران ہونا	78/4
16	ابلیس کا صراط مستقیم سے بہکانے کی سعی کرنا	78/4
17	ابلیس کا چار جہات سے حملہ آور ہونا	79/4
18	ابلیس کا یہ دعویٰ کہ اکثر شکر گزار نہیں ہوں گے	80/4
19	ابلیس کی وسوسہ اندازی	83/4
20	نزغ شیطان کا معنی	506/4
21	وساوس شیطان سے نجات کا طریقہ	506/4
22	وسوسہ شیطان کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض اور اس کا جواب	507/4
23	ابلیس کا سراقہ کی شکل میں آ کر کفار کو بہکانا	652/4
24	ابلیس کو سراقہ کی شکل میں متشکل ہونے کی قدرت دینے کی حکمت	652/4
25	شیطان سے مراد ابلیس ہونا	174/6
26	ابلیس کا وعدہ اور اللہ کا وعدہ	175/6
27	شیطان کا سلطان کی نفی کرنے کے دو محمل	175/6
28	برے کاموں کے ارتکاب پر شیطان کے بجائے خود کو مطعون کیا جائے	176/6
29	شیطان کے وسوسہ کی کیفیت	176/6
30	شیطان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مکالمہ کے اہم نکات	278/6
31	شیطان کا ناشکرا ہونا	699/6
32	شیطان کی ذریت کا معنی	132/7
33	شیطان کی ولایت کا معنی	283/7
34	شیاطین کو کفار پر مسلط کرنا	315/7
35	شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	457/8
36	شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے	458/8
37	ابلیس کے صیغہ کی تحقیق	139/9
38	شیطان کے پیروکاروں کا اس کی پیش گوئی کو سچ کر دکھانا	617/9
39	شیطان کے دھوکے کا بیان	654/9
40	شیطان کو عبادت سے روکنے کا محمل	804/9
41	شیطان کی اطاعت	805/9
42	شیطان کا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے گناہ کرانے کے باوجود ناکام رہنا	809/9
43	شیطان کا کام صرف تزئین ہے	815/9
44	شیطان کو کسی انسان کے جسم پر تسلط اور تصرف حاصل نہیں ہے	117/10
45	ابلیس کا معنی اور اس کا جنات میں سے ہونا	148/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
46	ابلیس کے اس زعم کا بطلان کہ وہ آدم سے افضل ہے	151/10
47	معصیت میں شیطان کی اتباع دوزخ میں شیطان کی اتباع کو مستلزم ہے	685/10
48	شیطان کا متبع کون ہے؟	814/10
49	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنا	142/12
50	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے پر اعتراضات کے جوابات	145/12
35	**شیعہ**	
1	شیعہ کا لغوی معنی	898/9
2	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	898/9
3	موجودہ شیعہ کا اکابر صحابہ پر سب وشتم کرنا	643/5
36	**شیخ**	
1	لفظ شیخ کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	117/12

ص

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۂ صٓ**	
1	سورۂ صٓ کا نام اور وجہ تسمیہ	29/10
2	سورۂ صٓ کا زمانۂ نزول	29/10
3	سورۂ صٓ کے اغراض ومقاصد	30/10
4	سورۂ صٓ کے مضامین اور مشمولات	31/10
5	سورۂ صٓ کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء	68/10
6	ولات حین مناص کی تفسیر	37/10
7	سورۂ صٓ کا اختتام	159/10
2	**حضرت صالح علیہ السلام**	
1	قوم ثمود کی اجمالی تاریخ	209/4
2	حضرت صالح کی بعثت	209/4
3	حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ کی طلبی	209/4
4	قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب	210/4
5	اونٹنی کا قاتل کون تھا؟	211/4
6	اونٹنی کا معجزہ ہونا	212/4
7	قوم ثمود کا قصہ	212/4
8	حضرت صالح علیہ السلام کا دلائل قائم کیے بغیر توحید کی دعوت دینا	567/5
9	حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کی امیدوں کی وجوہات	576/5
10	حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہ	577/5
11	اپنی نبوت پر یقین کے باوجود حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک بات کیوں کی؟	577/5
12	اونٹنی سے قوم کی دشمنی کا سبب	578/5
13	اونٹنی کو قتل کرنے کی وجوہ	578/5
14	اونٹنی کو قتل کرنے کی تفصیل	578/5
15	قوم ثمود پر عذاب نازل ہونے کی تفصیل	579/5
16	حضرت صالح علیہ السلام کی نشانیاں	313/6
17	حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجنا	402/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	حضرت صالح علیہ السلام سے دلیل کا مطالبہ	404/8
19	حضرت صالح علیہ السلام کا چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھانا	404/8
20	قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنا	405/8
21	قوم ثمود کے نادم ہونے کے باوجود ان پر عذاب نازل ہونا	406/8
22	حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف	698/8
23	اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمی	699/8
24	حضرت صالح علیہ السلام کے مخالفین کی سازش کا ناکام ہونا	700/8
25	قوم ثمود کے ہلاک ہونے کی کیفیت	700/8
26	حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کا الحجر سے نکل جانا	701/8
27	قوم ثمود کا ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہو جانا	464/10
28	قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت	590/11
29	قوم ثمود اور اونٹنی کے درمیان پانی کی تقسیم	591/11
30	قوم ثمود کا اونٹنی کو ذبح کرنا	591/11
31	قوم ثمود پر عذاب کی کیفیت	592/11
32	قوم ثمود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	383/11
33	قوم ثمود کی سرکشی اور اس کا عذاب	774/12
34	قوم ثمود کا عذاب	730/12
35	قوم ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر مکان بنانا	732/12
36	قوم ثمود کی عذاب سے ہلاکت	205/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	**صالح**	
1	دیکھئے "48: نیک لوگ" صفحہ 275	
4	**صائبین**	
1	صائبین کے دین کی تحقیق	412/1
5	**صابن**	
1	ملکی وغیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنا	636/1
6	**صبر**	
1	صبر کا معنی	387/1
2	صبر کے متعلق احادیث	387/1
3	دنیا میں مصائب پیش آنے کی وجوہات	605/1
4	مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت	606/1
5	اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی فضیلت	606/1
6	مروجہ ماتم کی شرعی حیثیت	608/1
7	صبر کا معنی	534/2
8	صبر کے متعلق احادیث	534/2
9	صبر اور مصابرہ میں فرق	535/2
10	مصابرہ کے متعلق احادیث	535/2
11	زیادتیوں پر صبر کا حکم	485/5
12	اختیاری صبر کی زیادہ فضیلت	690/5
13	ہمارے نبی ﷺ کا صبر حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر سے زیادہ عظیم ہے	691/5
14	حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کرنے کے بجائے بیٹوں کی تفتیش کیوں نہ کی؟	720/5
15	صبر جمیل کی تعریف	721/5 843/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	صبر جمیل کے حصول کے اسباب	721/5
17	صبر جمیل کی اقسام	722/5
18	صبر جمیل کے اجر کے متعلق احادیث	843/5
19	صبر کی اقسام	84/6
20	صبر کی وجوہ اور جس وجہ سے صبر اللہ کے لیے ہو	84/6
21	مومنوں کا صبر کرنا	88/6
22	صبر کے متعلق احادیث	142/6
23	صبر کرنے کی ترغیب	604/6
24	نبی کریم ﷺ کو صبر کا حکم	501/7
25	صبر کی تلقین	193/9
26	صبر اور عزیمت کی تفصیل	266/9
27	صبر کی فضیلت میں احادیث و آثار	280/9
28	صوفیاء کے نزدیک صبر کی تعریفات	282/9
29	حضور علیہ السلام کو صبر کی تلقین	120/10
30	صبر کے معانی	200/10
31	صبر کا بے حساب اجر عطا فرمانے کی وجوہ	201/10
32	صبر کی جزاء کے متعلق احادیث و آثار	201/10
33	لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا اور انہیں جواب نہ دینا	505/10
34	مصائب پر صبر کرنے کی تلقین و ترغیب	918/11
35	صبر کی اقسام	447/12
36	صبر جمیل	226/12
7	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	صحابہ کرام پر سب و شتم کی مذمت	295/1
2	عدالت صحابہ	571/1
3	تمام صحابہ کرام کا مومن و طیب ہونا	479/2 527/2
4	سابقین صحابہ کی فضیلت	99/5
5	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام کو دینی بھائی کے بجائے میرے اصحاب کہنا	78/5
6	صحابہ کرام کے صدقات پر منافقین کے طعنے	209/5
7	اکابر صحابہ پر شیعہ کا سب و شتم کرنا	643/5
8	تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے	588/10
9	تعظیم صحابہ کے متعلق احادیث	588/10
10	اپنے کافر باپ یا بیٹے اور دیگر رشتہ داروں پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترجیح دینے والے صحابہ	794/11
11	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	827/11
12	اصحاب کو سب و شتم کی ممانعت	827/11
13	فضائل صحابہ میں احادیث	721/11
14	خلفائے راشدین کے فضائل	268/11
15	سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان	269/11
16	تورات اور انجیل میں صحابہ کی صفات	269/11
17	صحابہ کرام کے فضائل	270/11
8	صحیفہ	
1	صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
2	لوگوں کو ان کے صحائف اعمال کی طرف بلانا	821/10
3	صحیفوں کے مندرجات کو ظاہر کرنے کے محامل	947/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
5	مومنوں کے صحائف کے متعلق احادیث و آثار	629/12
6	صحائف اعمال کو گلے میں لٹکانا	658/6
7	بندہ کا اپنے صحائف اعمال کو پڑھنا	659/6
9	**صدیق**	
1	دیکھئے "20: دوست" صفحہ 130	
10	**صدق**	
1	سچ بولنے کا فائدہ	380/3
2	صدق کے متعلق احادیث	288/5
3	صدق کی عقلی فضیلت	289/5
11	**صدقہ**	
1	دیکھئے "99: انفاق فی سبیل اللہ" صفحہ 75	
12	**صراطِ مستقیم**	
1	صراط مستقیم کا معنی	211/1
2	نمازی کا صراط مستقیم کی دعا کرنا	211/1
3	صراط مستقیم کی متعدد تفاسیر	288/6
13	**صعقہ**	
1	صعقہ کا معنی	310/4
2	سورۃ البقرہ میں الصاعقۃ اور سورۃ الاعراف میں الرجفہ فرمانے کی توجیہ	353/4
14	**سورۃ الصّف**	
1	سورۃ کا نام	862/11
2	سورۃ الصف کے مشمولات	862/11
3	سورۃ الصف کا اختتام	873/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	**جنگِ صفین**	
1	جنگِ صفین کے متعلق حرف آخر	289/11
16	**صفات باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کا غفار ہونا	136-139/10
2	العزیز اور العلیم کا معنی	316/10
3	جبار و متکبر کا معنی اور ان کے متعلق احادیث	355/10
4	اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
5	المتکبر کا لفظ اللہ کے لیے باعث مدح اور مخلوق کے لیے باعث مذمت ہے	835/11
6	رحمٰن کا معنی اور اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا	604/11
7	اللہ تعالیٰ کی صفات میں متقدمین و متاخرین کا اختلاف	584/11
8	اللہ تعالیٰ کی صفت الاعلیٰ ذکر کرنے کی وجوہ	684/12
9	اللہ تعالیٰ کی عظیم اور منفرد صفات	659/12
17	**سورۃ الصّٰفّٰت**	
1	سورۃ الصّٰفّٰت کی وجہ تسمیہ اور اس کا زمانہ نزول	853/9
2	سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث	853/9
3	سورۃ الصّٰفّٰت کے مشمولات	855/9
4	سورۃ الصّٰفّٰت کے اختتامی کلمات	972/9
18	**صلح حدیبیہ**	
1	صلح حدیبیہ کی رُو سے صرف مہاجر مسلمانوں کو کفار کی طرف واپس کرنا	853/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	صلح حدیبیہ کا تذکرہ	183/11
3	ذوالقعدہ میں عمرہ کیلئے روانہ ہونے اور حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے متعلق احادیث	184/11
4	صلح حدیبیہ کی باقی ماندہ شرائط	189/11
5	بیعت رضوان کے متعلق قرآن کی آیات	190/11
6	بیعت رضوان کے متعلق احادیث	191/11
7	بیعت رضوان کا مفصل واقعہ	192/11
8	بشارت کی تعیین سے پہلے عمرہ حدیبیہ کی توجیہ	193/11
9	حدیبیہ کے بعد غزوات میں اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں	256/11
10	اللہ تعالیٰ کا حدیبیہ میں کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنا	257/11
11	حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ دینے کی توجیہات	261/11
12	حدیبیہ میں وہ کونسی باتیں تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے؟	267/11
13	حدیبیہ کے بعد کون سی فتح حاصل ہوئی؟	267/11
19	**صلوٰۃ (درود وسلام)**	
1	غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کی شرعی حیثیت	607/1
2	انبیاء کے غیر پر استقلالاً وانفراداً صلوٰۃ بھیجنے کی تحقیق	248/5
3	صلوٰۃ کا لغوی معنی	248/5
4	انبیاء علیہم السلام پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب فقہاء	248/5
5	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں جمہور کا موقف	249/5
6	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل	250/5
7	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	249/5
8	اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کا معنی	501/9
9	نبی ﷺ پر اللہ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی	533/9
10	رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	536/9
11	دعا کے اوّل و آخر میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت	539/9
12	بعض دیگر مواقع پر درود پڑھنے کی فضیلت	**540/9 545/9**
13	درود ابراہیمی میں تشبیہ اور دوسرے اعتراض کا جواب	542/9
14	نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ	543/9
15	ہر بار نبی کریم ﷺ کے ذکر میں درود پڑھنے کے دلائل اور ان کے جوابات	544/9
16	اذان سے پہلے اور بعد میں درود پڑھنے کا حکم	544/9
17	اذان اور اقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تحقیق	545/9
18	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء سلام نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو مکروہ کہا ہے	547/9
19	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	547/9
20	غیر انبیاء پر استقلالاً سلام پڑھنے کا بھی ممنوع ہونا	548/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ کا استعمال	548/9
22	نبی علیہ السلام پر سلام کے بغیر صرف صلوٰۃ پڑھنے کا بلا کراہت جواز	549/9
20	**صلوٰۃ (نماز)**	
1	صلوٰۃ کا معنی	264/1
2	بتدریج نمازوں کی فرضیت کا بیان	265/1
3	نماز میں تمام عبادات کی جامعیت	266/1
4	قرآن اور احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید	267/1
5	تارک صلوٰۃ کے متعلق مذاہب اربعہ کے نظریات	269/1
6	نماز سے مدد حاصل کرنا	388/1
7	باجماعت نماز کے فوائد	371/1
8	چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا	505/1
9	نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ کی تخصیص	549/1
10	نماز میں ایک طرف منہ کرنے کے اسرار	567/1
11	نمازوں پر ایمان کے اطلاق کی وجہ	576/1
12	پانچوں نمازوں کے مستحب اوقات	583/1
13	حفاظت نماز کی تاکید، نماز میں سستی اور اسے ترک کرنے پر وعید	855/1
14	صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق آراء	859/1
15	چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ پر نماز پڑھنا	863/1
16	حفاظت نماز اور عدت وفات میں مناسبت	866/1
17	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق احادیث	864/1
18	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق آئمہ کی آراء	863/1
19	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اربعہ	865/1
20	نمازی کو ندا کرنا	146/2
21	محراب میں نماز پڑھنا	146/2
22	سجدہ کا ذکر رکوع کے ذکر پر مقدم	155/2
23	کروٹ کے بل نماز پڑھنا	518/2
24	حالت نشہ میں نماز پڑھنا	679/2
25	نماز خوف پڑھنے کا طریقہ	777/2
26	سفر شرعی میں نماز کو قصر کرنا	778/2
27	مسافت شرعی کی مقدار	779/2
28	مسافت قصر کا اندازہ بحساب میل	779/2
29	مسافت قصر کا اندازہ سمندری سفر میں	782/2
30	حالت جنگ میں نماز	783/2
31	ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز	784/2
32	قطبین میں نماز	785/2
33	سستی سے نماز پڑھنا	834/2
34	تمام عبادات میں نماز کی اہمیت	591/3
35	تارک نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	592/3
36	نماز کا افتتاح کس سے کیا جائے؟	702/3
37	فرض نماز میں رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے	601/4
38	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارک صلوٰۃ کو قتل کرنا	66/5
39	نماز کی اہمیت	644/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
40	نماز فجر کو سفید اور روشن وقت میں پڑھنے، عصر کو دو مثل سایہ کے بعد پڑھنے اور وتر کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کی تائید	644/5
41	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کا معاف ہونا	648/5
42	حضور ﷺ کی لیلۃ التعریس میں نماز فجر کا قضا ہونا	770/5
43	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کی تحقیق	771/5
44	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کا سبب	772/5
45	اب جہاد میں مشغولیت کی وجہ سے نماز کو قضا کرنا	772/5
46	نبی ﷺ کی نمازوں میں سہو کی تحقیق	772/5
47	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت	205/6
48	صف اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت	267/6
49	نماز پڑھنے سے رنج و غم کا دور ہونا	327/6
50	پانچ نمازوں کی فرضیت	769/6
51	اوقات نماز کے متعلق احادیث	770/6
52	تعدیل ارکان میں کمی	296/7
53	مستحب وقت کے بعد نماز پڑھنا	297/7
54	نوافل سے فرائض کی کمی کی تلافی	297/7 299/7
55	فرض نہ پڑھنے سے نفل نامقبول	298/7 300/7
56	جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا	350/7
57	عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء	355/7
58	نماز کے اوقات اور رات کو نماز پڑھنا	501/7
59	نماز پڑھنے کی تاکید	503/7
60	آخری ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازیں	560/7
61	ایام مرض میں نماز ظہر کی امامت کس نے کرائی؟	562/7
62	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا	629/7
63	لاؤڈ سپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنا	630/7
64	نماز کو سستی اور غفلت سے پڑھنا	857/7
65	عشاء کی نماز کے بعد جاگ کر باتیں کرنا	886/7
66	نماز فجر باجماعت پڑھنے کی فضیلت	267/8
67	کن لوگوں کو خرید و فروخت نماز سے غافل نہیں کرتی	144/8
68	نماز برے کاموں سے روکتی ہے کی تفصیل	91/9
69	پانچ نمازوں کے اوقات	142/9
70	عمداً نماز ترک کرنا	191/9
71	نماز کو قائم کرنے کا معنی	213/9
72	اقامت صلوٰۃ کے آداب	677/9
73	زیادہ دور سے آکر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	728/9
74	نماز میں صف بستہ کھڑے ہونے کی فضیلت	857/9
75	چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت	55/10
76	اشراق کی نماز کا وقت	56/10
77	نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت	57/10
78	نماز میں قیام کی فضیلت	186/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
79	سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصادیق	188/10
80	نماز نہ پڑھنے پر وعید	616/10
81	فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادائیگی پر مقدم کرنا	760/10
82	نفلی عبادات کا شروع کرنے کے بعد واجب ہو جانا	176/11
83	رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنے کی توجیہ	705/11
84	سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کی توجیہ	705/11
85	فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی خاص اہمیت	339/11
86	مغرب سے قبل دو رکعت نماز سنت پڑھنا	340/11
87	رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ طریقہ	363/11
88	نماز فجر سے قبل دو رکعت سنت ادا کرنا	468/11
89	مکروہ وقت میں نماز	884/12
90	کن نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے؟	994/12
91	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	497/12
92	صبح اور پچھلے پہر اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں یا اللہ کی تسبیح کرنا؟	457/12
93	نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض نہ ہونا	354/12
94	جماعت سے نماز نہ پڑھنا	194/12
95	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	195/12
96	رکوع اور سجود کی تسبیحات	216/12
97	نماز کی حفاظت سے متعلق امور	236/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	**صلح**	
1	مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرانا	282/11
2	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا	283/11
3	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	284/11
22	**صلہ رحمی**	
1	صلہ رحمی میں القرب فالقرب کی ترجیح	460/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	461/8
3	رحم کی تراوٹ سے فائدہ پہنچانا	462/8
4	صلہ رحمی کے متعلق احادیث	158/11
23	**صوفی**	
1	جاہل صوفیاء کے خود ساختہ احکام کا رد	176/10
24	**صور**	
1	قرآن و احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان	541/3
2	صور کا لغوی و اصطلاحی معنی	748/8
3	صور پھونکنے کے متعلق احادیث	749/8
4	کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟	749-753/8
5	نفخۃ الصعق سے مستثنیٰ افراد	753-757/8
6	صور پھونکنے کی تعداد	787/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	صور پھونکنے کے بعد بے ہوشی سے مستثنیٰ رہنے والی شخصیات	787/9
8	صور سے متعلق سورۂ یاسین اور سورۂ زمر کی آیتوں کے تعارض کا جواب	789/9
9	لوگوں کے دوسرے صور سے زندہ ہونے کی وجہ	790/9
10	دوسرے صور کی تفصیل	791/9
11	صور پھونکنے کی تحقیق	296/10
12	دوسرے صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کے زندہ ہونے کی کیفیت	345/11
25	**صیغۂ امر**	
1	صیغۂ امر کے مواضع	38/3
2	تقاضائے امر کا واحد ہونا	40/3
3	امر کا مقتضیٰ وجوب	41/3
4	ممانعت کے بعد امر کا مقتضیٰ	42/3
5	نبی علیہ السلام کے افعال سے وجوب	43/3

ض

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ضالین**	
1	ضالین کے معانی	215/1
2	ضالین کی تفسیر	217/1
2	**سورۃ الضحیٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	803/12
2	سورۃ الضحیٰ کی سورۃ اللیل سے مناسبت	803/12
3	سورۃ الضحیٰ کے مشمولات	803/12
4	سورۃ الضحیٰ پر سورۃ اللیل کو مقدم کرنے کی وجہ	805/12
5	سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا اختتام	839/12
3	**ضد**	
1	ضد کا معنی	313/7
4	**ضمانت**	
1	مال اور شخص کی ضمانت کے متعلق احادیث	821/5
2	ضمانت کی تعریف اور اس کے شرعی احکام	822/5

ط

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الطارق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	663/12
2	سورۃ الطارق کے متعلق احادیث	663/12
3	سورۃ الطارق کی سورۃ البروج سے مناسبت	663/12
4	سورۃ الطارق کے مشمولات	664/12
5	سورۃ الطارق کا اختتام	679/12
2	**طالوت**	
1	طالوت کا بیان	879/1
2	طالوت کی فتح	889/1
3	**طاعون**	
1	طاعون سے ڈر کر بھاگنا	872/1
2	طاعون کے متعلق احادیث	407/1
3	بنواسرائیل پر طاعون کا عذاب	407/1
4	طاعون کے متعلق قدیم علماء وسائنس کی تحقیق	408/1
5	طاعون کا علاج	409/1
4	**طائر**	
1	دیکھئے ''24: شگون'' صفحہ 155	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	**طریقت**	
1	طریقت کا بیان	500/1
2	طریقت	381/3
3	طریقت کی تعریف	173/7
6	**طریقہ انتخاب**	
1	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	796/5
2	امیدوار کیلئے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	796/5
3	موجودہ طریق انتخاب کی اصلاح کی ایک صورت	796/5
4	کافر یا فاسق فاجر کی طرف سے عہدہ یا منصب قبول کرنے کی تحقیق	797/5
7	**طعام**	
1	دسترخوان اور میز پر کھانا کھانے کی شرعی حیثیت	374/3
2	کھانے پینے میں وسعت کی گنجائش	105/4
3	کھانا کھانے کے آداب	107/4
4	کھڑے ہو کر کھانا کھانا	108/4
5	پچھلی امتوں میں بھی کھانا کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنے کا معمول تھا	590/5
6	لذیذ طعام اور مشروب، کھانے پینے کا جواز	483/6
7	بیماروں اور معذوروں کے ساتھ مل کر کھانا	186/8
8	وکیلوں کا اپنی موکلوں کے گھروں سے کھانا	187/8
9	اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانا	188/8
10	اچھے کھانے کھانا	270/8
11	بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت	756/12
8	**طعنہ**	
1	ایک دوسرے کو طعنہ دینے کی ممانعت	295/11
9	**سورۃ الطلاق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	41/12
2	سورۃ الطلاق کا سبب نزول	42/12
3	سورۃ الطلاق کی سورۃ التغابن سے مناسبت	43/12
4	سورۃ الطلاق کے مشمولات	43/12
5	سورۃ الطلاق کا اختتام	96/12
10	**طلاق**	
1	طلاق کا معنی	811/1
2	طلاق کی اقسام	811/1
3	طلاق کی مشروعیت کی وجہ	812/1
4	طلاق فقط ناگزیر حالات میں	812/1
5	طلاق کا اختیار فقط مرد کو	812/1
6	طلاق میں عورت کی رضامندی	813/1
7	تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات و حکمتیں	814/1
8	احسن طریقہ سے طلاق دینے کے فوائد	815/1
9	طلاق کی تدریج میں مرد اور تحدید میں عورت کی رعایت	815/1
10	ایک وقت میں تین طلاقیں	816/1
11	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں مذاہب اربعہ کے نظریات	816/1
12	تین طلاقوں کو ایک قرار دینا	818/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	تین طلاقوں کا تین ہونا	818/1
14	جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے	840/1
15	مذاق میں دی گئی طلاق میں شرعی حکم	841/1
16	مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر اور متاع	850/1
17	مطلقہ کی متاع کی مقدار	851/1
18	مطلقہ کی متاع کا شرعی حکم	852/1
19	متاع کے وجوب پر فقہاء کے دلائل	852/1
20	مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی	871/1
21	حالت غضب میں طلاق	343/4
22	بیوی کو طلاق اور اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت خیار مذاہب فقہاء	416/9
23	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ	510-511/9
24	مطلقہ کو نصف مہر اور متاع دینے کے وجوب کے محامل	513/9
25	مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان	514/9
26	مسئلہ طلاق کی تحقیق	47/12
27	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں	48-53/12
28	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا	53-57/12
29	مسئلہ طلاق میں نبی ﷺ کو ندا کرنا	57/12
30	حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت	57/12
31	طلاق بر طریقہ سنت کی دو صورتیں	57/12
32	طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی	58/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	طلاق کی اقسام	58/12
34	جب حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو کیوں جائز نہیں؟	59/12
35	ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم	60/12
36	ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دینا	61/12
37	فی نفسہٖ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث	61/12
38	تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل	66/12
39	مطلقہ سے رجوع کرنے اور اس کو دستور کے مطابق رخصت کرنے کا معنی	67/12
40	طلاق اور اس سے رجوع پر گواہ بنانا	68/12
41	طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنیٰ	81-86/12
11	**سورۃ الطّور**	
1	سورۃ کا نام	405/11
2	سورۃ الطور اور سورۃ الذّریات میں مناسبت	405/11
3	سورۃ الطور کے متعلق احادیث	405/11
4	سورۃ الطور کے مشمولات	406/11
5	الطور کا معنی اور مصداق	408/11
6	سورۃ الطور کا اختتام	469/11
12	**طواف**	
1	برہنہ طواف کی ممانعت	101/4
2	طواف کی اقسام	746/7
13	**سورۂ طٰہٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	323/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی باہمی مناسبت	323/7
3	سورۂ طٰہٰ کا زمانۂ نزول	324/7
4	سورۂ طٰہٰ کے مقاصد و مسائل	326/7
5	طٰہٰ الخ کا شان نزول	330/7
6	طٰہٰ کے معانی	330/7
7	سورۂ طٰہٰ کا اختتام	505/7
14	**طہارت**	
1	طہور کا معنی اور اس کا مصداق	249/8
2	کسی نجس چیز کے گرنے سے پانی کا طہور	249/8
3	دہ دردہ (۱۰×۱۰) کی مقدار میں پانی کا طہور	250/8
4	قلتین کی مقدار میں پانی کا طہور	250/8
5	جاری پانی کا طہور ہونا	251/8
15	**طیب**	
1	طیب کا معنی	628/1

ظ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ظالم/ظلم**	
1	ظالموں سے فدیہ قبول نہ کیا جانا	383/5
2	ظالموں کے پشیمانی چھپانے کی توجیہ	384/5
3	ظالموں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کی توجیہ	384/5
4	دنیا میں ظلم کا قابل درگزر نہ ہونا	651/5
5	اس سوال کا جواب کہ سب لوگ ظلم کرتے ہیں	472/6
6	اس سوال کا جواب کہ غیر ظالموں کو ہلاک کرنا عدل کے خلاف ہے	473/6
7	ظالموں کے لیے قرآن کا گمراہی ہونا	783/6
8	ظلم کو خود مٹانا	397/8 395/8
9	کیا حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا قبطی کو قتل کرنا ظلم تھا؟	582/8
10	ظالم کی مدد کرنے کی ممانعت	788/8
11	ظلم کا لغوی و عرفی معنی	341/9
12	ظلم کی سزاؤں اور عذاب کے متعلق احادیث	341/9
13	انسان کے ظالم ہونے کی توجیہ	585/9
14	ظالموں کے ازواج کی تفسیر	876/9
15	ظلم کی اقسام اور اللہ کا ظلم سے پاک ہونا	338/10
16	ظلم کی مذمت میں احادیث	518/10 625/10
17	انسان کا ظلم اور اللہ کا کرم	657/10
2	**ظن**	
1	اتباع ظن کی مذمت	635/3
2	ظن کی تعریف	151/8
3	**ظہار**	
1	ظہار کی تعریف، حکم اور اس کا کفارہ	372/9
2	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے کا شرعی حکم	373/9
3	ظہار کی تعریف اور اس کا حکم	767/11
4	ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل	768/11
5	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا	768/11
6	کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث	772/11
7	ظہار میں فقہاء اربعہ کا موقف	772-774/11
8	ظہار میں غیر مقلدین کا موقف	775/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	775/11

ع

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**عاجزی کرنا**	
1	دیکھئے ''47: تواضع'' صفحہ 97	
2	**حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا**	
1	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی تفصیل	82/8
2	نزول وحی سے قبل رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برأت کے متعلق علم	87/8
3	کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی	89/8
4	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل	89/8
5	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل	90/8
6	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	91/8 103/8
7	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا کہ ''میں حضور ﷺ کیلئے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی''	86/8
8	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے منافقین کی سزا	118/8
9	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت کی بشارت	119/8
10	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل	92/8
11	حدیث افک پر اعتراضات کے جوابات	97/8
12	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعہ کی ناگفتنی روایات	434/9
13	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصلاحی اقدام پر قرآن سے دلائل	436/9
3	**عالمین**	
1	عالمین کا لغوی و عرفی معنی	170/1
2	عالمین کے متعلق اقوال	171/1
4	**عالم**	
1	بےعمل علماء کے عذاب کا بیان	380/1
2	علماء سے معصیت کے صدور کا زیادہ قبیح ہونا	579/1
3	علماء راسخین	66/2
4	علماء دین کی فضیلت	89/2
5	علماء کا فتنہ کے زمانے میں گوشہ نشین ہونا	703/3
6	بدعمل اور رشوت خور عالم کی مذمت	415/4
7	بدعمل اور رشوت خور عالم کی کتے کے ساتھ مماثلت	416/4
8	زمانہ فترت میں علماء مبلغین کا حجت ہونا	547/6
9	عالم خلق اور عالم امر	791/6
10	علماء ظاہر اور علماء باطن	194-197/7
11	بےعمل عالم کے متعلق احادیث	423/7
12	اپنے آپ کو عالم کہنا	615/8
13	من عرف نفسه فقد عرف ربه	616-619/8
14	قرآن میں بیان کردہ مثالوں کی فہم صرف علماء کو حاصل ہے	83/9
15	عالم دین کی تعریف اور اس کی شرائط	84/9

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	عالم دین کے فرائض	86/9
17	علماء کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کے متعلق آیات	255/9
18	علماء کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کے متعلق احادیث	258/9
19	علماء دین کی فضیلت میں احادیث	676/9
20	انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی تفسیر	677/9
21	علماء عالمین کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	825/9
22	علماء دین کی اقسام	493/11
23	علماء کی فضیلت میں آیات واحادیث	786/11
5	**سورۃ العادیات**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	942/12
2	سورۃ العادیات کی تکمیل	948/12
6	**قوم عاد**	
1	دیکھئے "13: حضرت ہود علیہ السلام" صفحہ 282	
7	**عابد/عبادت**	
1	عبادت کا لغوی واصطلاحی معنی	178/1
2	قرآن میں عبد کے اطلاقات	179/1
3	عبدالنبی نام رکھنا	180/1
4	عبادت کا اللہ میں منحصر ہونا	181/1
5	ایاک نعبد میں حرف خطاب کو مقدم کرنے کی وجہ	182/1
6	عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجہ	184/1

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	عبادت کا حکم (مومنین، کفار، منافقین)	304/1
8	عبادت پر غرور کرنا	307/1
9	اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنا	716/1
10	اخلاص سے عبادت کرنا	486/3
11	رضاء الٰہی کے لیے عبادت کرنے کے تین مراتب	162/5
12	غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے پر دلائل	340/5
13	عبد کا معنی	620/6
14	یہودیوں کا ہفتہ کو اور عیسائیوں کا اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا	597/6
15	عبادت کا مستحق فقط اللہ ہے	684/6
16	دکھانے اور سنانے کے لیے عبادت کرنا	232/7
17	عابدین کا معنی	681/7
18	ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنا	716/7
19	یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی عبادت کے مقامات	764/7
20	اگر عبادت قضاء ہو جائے تو اسے ادا کر لیا جائے	264/8
21	رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت	265/8
22	فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت	267/8
23	عبادت میں غفلت نہ کرنا	145/8
24	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اصحاب کی عبادات کی تفتیش کرنا	471/8
25	پہلے زمانے کے نیک لوگوں کی عبادت	83/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سیدھے راستہ کے معانی	812/9
27	طلب ثواب و رضا کے لیے عبادت کرنا	189/10
28	عبادات میں صحیح اور احسن افعال	210/10
29	عبادات کے بجائے اللہ کے فضل پر نظر رکھنی چاہیے	581/10
30	اپنی خواہش کی عبادت	811/10
31	دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرنا	871/11
32	جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا	872/11
33	رات کو کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے کی فضیلت	362/11
34	کفار کا اللہ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دینا	788/12
35	تبلیغ کے بعد اللہ کی عبادت میں کوشش کرنا	865/12
36	بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ	890/12
37	عبادت میں کثرت طلب کرنا	957/12
8	**العاص بن وائل**	
1	العاص بن وائل کی مذمت	312/7
9	**عاشورہ**	
1	عاشورہ کی فضیلت میں احادیث	724/12
10	**سورۃ العبس**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	566/12
2	سورۃ العبس کے مشمولات	567/12
3	سورۃ العبس کا اختتام	584/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	**حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح اور ان کے فضائل	71/11
12	**عبرت**	
1	پچھلی امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا	767/7
13	**عبداللہ بن ابی**	
1	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شان نزول	210/5 217/5 218/5
2	رسول اللہ ﷺ کا ابن ابی کے کفن کیلئے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	210/5
3	اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ابن ابی کے لیے استغفار کی وجوہات	211/5
4	ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح	212/5
5	کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟	220/5
6	ابن ابی کا رسول اللہ ﷺ سے بدزبانی کرنا	899/11
7	غزوہ احد میں ابن ابی کا اپنے ۳۰۰ ساتھیوں سمیت لشکر اسلام سے نکل جانا	899/11
8	ابن ابی کا نبی ﷺ کی حرم محترم پر بری تہمت لگانا	901/11
9	ابن ابی کا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا	905/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	رسول اللہ ﷺ کا عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	174/12
14	**عتاب**	
1	عتاب کا معنی	543/6
2	رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تیوری چڑھانے پر عتاب	570-577 12
3	رسول اللہ ﷺ پر عتاب کا محمل	123/12
15	**حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوفِ خدا	429/5
2	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
3	اس امت کی پہلی اجماعی ناشکری قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہے	179/8
4	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا	579/8
5	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سیّد مودودی کا تبصرہ	431/9
6	قاتلین عثمان کا سازش کرنا	430/9
7	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص عثمان، نہ لینے کی وجوہ	287/11
8	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین	290/11
9	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا دنیا میں انجام	291/11
16	**عجلت**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عجلت کی مذمت	573/10
17	**عدت**	
1	عدت کی تعریف اور عدت وفات	846/1
2	عدت کے مسائل اور شرعی احکام	847/1
3	عدت وفات اور حفاظت نماز میں مناسبت	8671
4	عدت وفات کا ایک سال تک منسوخ ہونا	867/1
5	عدت وفات کا شرعی حکم	868/1
6	عدت وفات کے متعلق فقہاء کے نظریات	869/1
7	عدت کا معنی اور اس کے احکام	798/1
8	عدت مقرر کرنے کی حکمتیں	799/1
9	قرء کے معانی	800/1
10	عدت کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	59/12
11	دورانِ عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے ازخود نکلنے کی ممانعت	60/12
12	عدت طلاق کے دوران عورت کا گھر سے باہر نکلنا	62-66 12
13	جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت	79/12
14	بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلاف صحابہ	80/12
15	نابالغہ کی عدت	80/12
18	**عدل**	
1	عدل کا معنی	94/4 551/6
2	عدل کی تعریف	552/6
3	عدل اور احسان میں فرق	555/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	سزا بقدر جرم دینا عدل ہے	789/7
5	عدل کا لغوی و اصطلاحی معنی	421/8
6	عدل کرنے کے متعلق احادیث	422/8
7	عدل کرنے کے متعلق آثار	423/8
8	عدل کرنے کے متعلق اقوال علماء	424/8
9	عدل عقلی اور عدل شرعی	425/8
10	عدل اور احسان	425/8
11	عدل اور انصاف کے فوائد	426/8
19	**عذاب**	
1	عذاب کی بادلوں کے ساتھ تمثیل	753/1
2	عذاب کا عدل ہونا	312/2
3	عذاب کے درجات	445/2
4	روح اور جسم دونوں کو عذاب	697/2 298/2
5	تعذیب بلا معصیت	697/2
6	عذاب کی اقسام	523/3
7	نزول عذاب کے وقت معذبین کا اعتراف جرم	43/4
8	دوگنے عذاب پر سوال و جواب	135/4
9	نبی کی موجودگی میں عذاب کا نہ آنا	626/4
10	عذاب کے مستحق کو عذاب نہ دینا بھی جائز ہے	656/4
11	اللہ کسی پر کوئی ظلم نہیں کرتا	656/4
12	نعمت کی عذاب میں تبدیلی	658/4
13	ظالموں پر عذاب کے نزول میں صالحین کا شمول	606/4
14	بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو بھی عذاب	608/4
15	عذاب مقیم کا معنی	188/5
16	منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دینا	244/5
17	دنیا و آخرت میں منافقین کے عذاب کی تفصیل	301/5
18	مشرکین پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ	373/5
19	نزول عذاب کے بعد ایمان لانے کا فائدہ مند نہ ہونا	373/5
20	عذاب کی وعید کا برحق ہونا	382/5 384/5
21	کفار کو دوگنا عذاب	519/5
22	گذشتہ قوموں کی برائیوں کے مرتکبین پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے	621/5
23	کفار مکہ پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	637/5
24	وعید اور وعد کی جامع آیت	638/5
25	سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہونے کے دو سبب	650/5
26	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب نازل نہ ہونا	117/6
27	اللہ کے عذاب کے ساتھ اس کی رحمت کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے	296/6
28	سورۃ النحل کی ابتداء عذاب کی وعید سے	350/6
29	مستقبل کے عذاب کو ماضی سے تعبیر کرنے کی وجہ	351/6
30	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونا	396-401 6
31	کافروں کو اپنے پیرو کاروں کے کفر پر عذاب	401/6
32	کفار کے انتظار عذاب کی توجیہ	410/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	کفار مکہ کو انواع واقسام کے عذاب سے ڈرانا	455/6
34	دوسروں کو کافر بنانے پر دوگنا عذاب	546/6
35	روح اور جسم دونوں کو عذاب	586/6
36	گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب	660/6
37	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کو عذاب	662-669/6
38	اللہ اپنے بندوں کو عذاب دینے کے لیے بہانے نہیں ڈھونڈتا	673/6
39	قبر پر قرآن پڑھنے سے عذاب میں تخفیف	726/6
40	دوزخ کے عذاب سے انبیاء اور ملائکہ کا ڈرنا	746/6
41	دائمی عذاب، صرف کفار کو	379/7
42	حضور ﷺ کی تکذیب کے باوجود کفار کو عذاب نہ دینا	500/7
43	نزول عذاب کی میعاد	500/7
44	مکہ میں گناہ کا عذاب	734/7
45	آخرت میں عذاب کا ایک دن	771/7
46	مستقبل میں عذاب سے نجات کا مدار	437/8
47	اللہ کے عذاب کو جلد طلب کرنا	454/8
48	جرم کے بغیر بھی عذاب دینا اللہ کا ظلم نہیں	455/8
49	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر عام وخاص کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	462/8
50	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	461/8 463/8
51	عذاب کا بیان	62/9
52	دنیا کے کافروں کو کس کس نوع کے عذاب دیئے گئے	79/9
53	عذاب قبر کے متعلق احادیث	204/9
54	عذاب ادنیٰ اور عذاب اکبر کے مصادیق	340/9
55	نبی علیہ السلام کا ہر خاص وعام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	639/9
56	آثار عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا	701/9
57	جن کو عذاب سے ڈرانا مفید ہے	725/9
58	سامنے اور بعد کے عذاب کے متعدد محامل	779/9
59	عذاب قبر پر ایک اشکال کا جواب	889/9
60	سابقہ امتوں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے عذاب کا نازل ہونا	46/10
61	عذاب کی چہرے کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ	221/10
62	کفار کے آخرت میں عذاب کی تفصیل	274/10 416/10
63	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن کی آیات	365/10
64	عذاب قبر کے ثبوت میں احادیث	366/10
65	عذاب قبر کی نفی پر قرآن سے دلائل اور ان کے جوابات	374/10
66	عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات	374/10
67	عذاب قبر کی مزید وضاحت	376/10
68	امت محمدی سے کون کون سا عذاب اٹھالیا گیا ہے	446/10
69	اللہ رب العزت کا کفار اور فجار کو عذاب دینا عدل ہے	810/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
70	سابقہ امتوں پر عذاب کی کیفیت	140/11
71	اس زمانہ کے کافروں کے عذاب کی کیفیت	140/11
72	آخرت میں کفار کا عذاب	146/11
73	عذاب کی وعید پورا کرنے پر دلائل	438/11
74	منافقوں اور مشرکوں کی ضرر رسائی اور ان کے عذاب کی نوعیت کا فرق	237/11
75	کفار کے عذاب کے احوال	440/11
76	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے عذاب قبر کا ثبوت	463/11
77	عذاب قبر کے اسباب	465/11
78	جن صورتوں میں عذاب قبر سے نجات ملتی ہے	466/11
79	کفار کے عذاب کی کیفیت	977/12
80	عذاب کے کوڑے کا معنی	732/12
81	بڑی آگ کا مصداق	697/12
82	بہت بڑے عذاب کا محمل	714/12
83	کفار اور مشرکین کو عذاب دینا ضروری کیوں؟	714/12
84	کفار پر شدت عذاب	708/12
85	مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہ ہونا	612/12
86	کفار کا عذاب دائمی ہے کہ نہیں؟	517-523/12
87	اہل نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	523/12
88	خلود عذاب کے منکرین کا استدلال اور اس کا جواب	524-526/12
89	متناہی زمانہ کے جرم کی غیر متناہی زمانہ تک سزا	527/12
90	کفار قریش کو عذاب سے ڈرانا	479-487/12
91	لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے محامل	363/12
92	کفار کے جسمانی و روحانی عذاب کی تفصیل	349/12
93	رسوائی کے عذاب کا دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہونا	211/12
94	کفار کو دوزخ میں ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے جکڑ کر عذاب دینا	212/12
95	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا عذاب	212/12
96	عذاب قبر کا ثبوت	264/12
20	**عذر**	
1	بندوں کے اعذار کی آخرت مدت	292/4
21	**عرش**	
1	عرش کا معنی	307/5
2	عرش کے متعلق احادیث و آثار	308/5
3	عرش کی تفصیل میں اقاویل علماء	308/5
4	عرش کے پانی پر ہونے کے متعلق احادیث	500/5
5	عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے متعلق علماء کی آراء ونظریات	501/5
6	اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو عرش پر ساتھ بٹھانا	778/6
7	حاملین عرش کی صورت اور ان کی تعداد	319/10
8	حاملین عرش کی دعا کے احکامات	323/10
9	عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے	208/12
22	**عرس**	
1	صالحین کا عرس	203/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	**عربی زبان**	
1	عربی زبان کی فضیلت	447/4
2	عربی زبان کی تاریخ	447/4
24	**عراف**	
1	عراف کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
25	**عزت**	
1	تمام عزتیں اللہ کے لیے ہونے کے محامل	660/9
26	**عزیمت**	
1	عزیمت کی تفصیل	266/9
27	**عزلت نشینی**	
1	عزلت نشینی کی فضیلت میں احادیث	911/9
2	عزلت نشینی کے استحباب کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	912/9
28	**حضرت عزیر علیہ السلام**	
1	حضرت عزیر علیہ السلام کا نام ونسب، تعارف اور ان کو ابن اللہ کہنے کا سبب	119/5
2	حضرت عزیر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟	121/5
29	**عشر**	
1	عشر کا بیان	958/1
2	عشر کا نصاب	958/1
3	عشری اور خراجی زمین	961/1
4	خراج کی مقدار	962/1
5	اراضی پاکستان کا عشری ہونا	962/1
6	فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ	671/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	عشر کے نصاب میں مذاہب فقہاء	671/3
30	**عصا**	
1	عصا رکھنے کے فوائد	359/7
2	عصا موسیٰ کی تاریخی حیثیت	360/7
3	عصا کو زمین پر ڈالنے کی وجوہ	360/7
4	عصا کا سانپ بن جانا	361/7
5	حیز، ثعبان اور جآن	361/7
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپ سے ڈرنا	361/7
7	عصا اور ید بیضا میں سے عظیم معجزہ کون سا ہے؟	362/7
31	**عصمت انبیاء**	
1	عصمت انبیاء کا معنی	347/1
2	عصمت انبیاء پر دلائل	348/1
3	عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	350/1
4	عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب	350/1
5	عصمت انبیاء پر اعتراضات کے جوابات	350/1
6	عصمت کی تعریف	790/5 106/6
7	منکرین عصمت انبیاء کے اعتراضات اور ان کے جوابات	766/6
8	عصی ادم ربہ فغوی کی تفسیر	488-492 7
9	عصمت کی تحقیق	580/8
10	انبیاء کا معصوم اور ان کے اصحاب کا محفوظ ہونا	640/8
11	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	787/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	عصمت انبیاء پر دلیل	122/10
13	عصمت کی تعریف اور معصوم ومحفوظ میں فرق	123/10
14	واستغفر لذنبک سے حضور ﷺ کی عصمت پر اشکال کے جوابات	150-154 11
15	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	366/12
32	**سورۃ العصر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	967/12
2	سورۃ العصر کی تفسیر کی تکمیل	973/12
33	**عطاء کرنا**	
1	عطاء کرنے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا	163/5
34	**عفو ودرگزر**	
1	نبی کریم ﷺ کے عفو ودرگزر کے متعلق قرآنی آیات	419/2
2	نبی کریم ﷺ کے عفو ودرگزر کے متعلق احادیث	419/2
3	سراقہ بن مالک کو معاف کرنا	420/2
4	عمیر بن وہب کو معاف کرنا	420/2
5	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	422/2
6	ابوسفیان اور ہند کو معاف کرنا	422/2
7	صفوان بن امیہ کو معاف کرنا	423/2
8	عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کرنا	424/2
9	وحشی کو معاف کرنا	425/2
10	ھبار بن الاسود کو معاف کرنا	426/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر	426/2
12	آپ ﷺ کے عفو ودرگزر کے مختلف محامل	428/2
13	عفو ودرگزر کے متعلق قرآن کی آیات	503/4
14	عفو ودرگزر کے متعلق احادیث	504/4
15	انتقام کو ترک کرنا	508/4
35	**عقیدہ**	
1	عقیدہ اور تقلید میں فرق	273/9
2	عقائد میں باطل نظریات کو رد کرنا	209/10
36	**عقد**	
1	عقد کا معنی	33/3
2	عقد کی اقسام	34/3
3	فضول کے عقد میں مذاہب فقہاء	703/3
37	**عقل**	
1	عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟	420/4
2	عقل کی تعریف	422/4 770/7
3	محل عقل کے متعلق مختلف اقوال	423/4
4	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	770/7
5	عقل کے معانی	813/9
6	عقل کی تعریفات واقسام	814/9
7	عقل کے اجزاء اور حصص	815/9
8	عقل کا زندگی کا سبب ہونا	835/9
9	عقل کی تعریف، اقسام اور اس کے متعلق احادیث	790/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	یومنون، یوقنون اور یعقلون فرمانے کی توجیہ	790/10
11	عقل کا محل	338/11
12	علامہ قرطبی کی یہ تحقیق کہ کفار کی عقلیں نہیں ہیں	455/11
13	کفار کے ہذیان کا محرک ان کی عقل ہے یا ان کی سرکشی؟	456/11
38	عقیقہ	
1	بچہ کا نام رکھنا، اس کو گھٹی دینا اور اس کی ولادت کے مسائل	131/2
2	عقیقہ کے متعلق احادیث و آثار	133/2
3	عقیقہ کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	136-138 2
4	عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ	138/2
5	عقیقہ کو منسوخ قرار دینا	139/2
6	بچہ کی پرورش کا حق	158/2
39	سورۃ العلق	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	874/12
2	سورۃ العلق کے مشمولات	874/12
3	سورۃ العلق کی تفسیر کا اختتام	886/12
40	علم/علم دین	
1	علم اور شعور کا فرق	603/1
2	علم چھپانے پر وعید	615/1
3	نااہل لوگوں کے سامنے علم و حکمت بیان کرنا	615/1
4	علم چھپانے کی مذمت	510/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق	452/4
6	علم کی ذاتی اور عطائی میں تقسیم	453/4
7	حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا	292/5
8	حصول علم دین کا فرض عین ہونا	293/5
9	علم دین کے فضائل	293/5
10	جس سے علم حاصل کیا جائے اس کی تعظیم ضروری ہے	780/5
11	علم دین کی وجہ سے روز قیامت علماء کی مغفرت	783/5
12	دلوں سے علم کا نکل جانا	793/6
13	حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق	150/8
14	علم کی تعریف	155/8 158/8
15	علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا	152/8
16	پرندوں اور حیوانوں کی معرفت اور علم کے شواہد	153/8
17	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت پر قرآن سے دلائل	154/8
18	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت اور احادیث سے دلائل	155/8
19	علم کی فضیلت	611/8
20	اللہ کی تمام نعمتوں میں نعمت علم کی خصوصیت	619/8
21	علم پر عمل کرنے کا فائدہ	119/9
22	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے ادب سے درخواست کرنا	255/9
23	اہل علم کا مصداق	599/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24	حکماء، محدثین اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	191/10
25	علم دین کی تفصیل	192/10
26	علم کی فضیلت میں قرآن کی آیات	192/10
27	علم کی فضیلت میں احادیث	193/10
28	کونسا علم باعث فضیلت ہے؟	574/10
29	علم کی فضیلت اور علم کا عمل پر مقدم ہونا	149/11
30	کس علم کا حصول فرض عین ہے اور کس علم کا حصول فرض کفایہ ہے؟	463/11
41	**حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ**	
1	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت	65/3 220/3 247/3
2	حضور علیہ السلام کیلئے حضرت علی رضی اللہ منزلہ ہارون علیہ السلام ہیں	294/4
3	حضرت علی رضی اللہ کی عبادت، زہد اور خوف خدا	430/5
4	حضرت علی رضی اللہ کی فضیلت پر ایک روایت	431/5
5	حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بلا فصل قرار دینے کی دلیل کا جواب	51/6
6	حضرت علی رضی اللہ مظہر ہارون علیہ السلام تھے	424/7
7	حضرت علی رضی اللہ کا خوف خدا	579/8
8	حضرت علی رضی اللہ کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجوہ	287/11
9	حضرت علی رضی اللہ کے دل میں حضرت عائشہ، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کے احترام کے متعلق احادیث و آثار	288/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	حضرت علی رضی اللہ کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو تین دن بھوکا رکھ کر، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا	437-446 12
42	**علم جفر**	
1	علم جفر کا لغوی و اصطلاحی معنی	527/8
2	علم جفر کا تفصیلی تعارف	528/8
3	علم جفر کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	530/8
4	علم جفر کی بنیاد پر غیب کی خبروں اور پیش گوئیوں پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تبصرہ	532/8
5	حساب وکتاب اور سائنسی آلات کے ذریعے پیش گوئیاں	532/8
6	چاند نظر آنے کی سائنسی اور تکنیکی وجوہ	534/8
43	**علم غیب**	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب	472-475 3
2	مفتاح الغیب کی تفسیر	496/3
3	آپ علیہ السلام کو فقط غیب کی خبریں دی گئیں تھیں یا علم غیب بھی	499/3
4	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ علیہ السلام کے علم میں فرق	500/3
5	سیدنا محمد علیہ السلام کا علم غیب	236/4 471-484/4
6	غیب کا معنی	469/4
7	حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اگر میں غیب جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا	484/4
8	حضور علیہ السلام کی طرف علم غیب کی نسبت میں علماء دیوبند کا نظریہ	485/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حضور علیہ السلام کی طرف علم غیب کی نسبت میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ	486/4
10	علم غیب کی خبروں اور علم غیب کے اطلاق کی بحث	561/5
11	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب عطا فرمانا	89/7
12	علم غیب کی تحقیق	721/8
13	رسول اللہ علیہ السلام کو علم غیب	721-724/8
14	غیب کا لغوی و اصطلاحی	725/8
15	رسول اللہ علیہ السلام کے علم غیب کے متعلق آیات و احادیث	726-732/8
16	ذاتی اور عطائی علم غیب کی تحقیق	44/11
17	انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تحقیق	69/11
18	غیب کا لغوی و اصطلاحی معنی	834/11
19	لفظ علم الغیب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	834/11
20	حضور علیہ السلام کے علم غیب پر ایک دلیل	130/12
21	غیب کا لغوی و اصطلاحی معنی	299/12
22	غیب کی اقسام	300/12
23	اللہ تعالیٰ کے غیر پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں	300/12
24	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع	300-303/12
25	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں اظہار بہ معنی تسلط	304/12
26	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں عالم الغیب اور علیٰ غیبہ سے مراد ہر غیب ہے نہ کہ وقت وقوع قیامت	306/12
27	کیا اللہ کاہنوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	307/12
28	کیا اللہ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	308/12
29	کیا اللہ جادوگروں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	309/12
30	علم غیب اور غیبی خبروں میں فرق	316/12
31	علم کلی کی تحقیق	318/12
32	علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے متعلق دلائل	319-323/12
33	ماکان و مایکون کے علم کے ثبوت میں احادیث	323/12
34	علم کلی تدریجاً عطا کیے جانے کے دلائل	325/12
35	علم کلی کے استدلال پر شبہات کے جوابات	326/12
44	**علم لدنی**	
1	علم لدنی کی تعریف	171/7
45	**علم نجوم**	
1	علم نجوم کی تعریف اور ستاروں کی تاثیرات ماننے کا شرعی حکم	253/6
2	نجومیوں کا رد	134/7
3	علم نجوم کا لغوی معنی اور اس کے اصول و مبادی	517/8
4	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	518/8 310/12
5	علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	519-526/8
6	نجومیوں کی پیش گوئیوں اور غیب کی خبروں پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم کا تبصرہ	526/8
46	**علم باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کو مستقبل کے واقعات کا علم ہے	88/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	337/5
3	جس چیز کے وجود کا اللہ کو علم نہ ہوا سکا وجود محال ہے	341/5
4	اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور اس کی خصوصیات	57/6 525/6
5	اللہ تعالیٰ کے علم کے حادث ہونے کا اشکال	60/7
6	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	42/9
7	ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ کے احاطہ علم میں ہے	265/9
8	اللہ تعالیٰ کا علم غیب قطعی اور ذاتی ہے	521/10
9	اللہ تعالیٰ کے علم پر دلائل ونظائر	716/11
10	بعض مترجمین کے ترجمہ سے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی بے علمی کا ظاہر ہونا	739/11
11	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	947/12
12	اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر دلائل	150/12
13	اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کا علم	529/12
14	اللہ تعالیٰ کے علم پر حادث ہونے کے اعتراض کے جوابات	331/12
47	**علم نبوی ﷺ**	
1	نبی کریم ﷺ کے علم کی اقسام	251/3
2	کس علم کی تبلیغ میں آپ ﷺ کو اختیار ہے؟	252/3
3	کس علم کا اخفاء واجب ہے؟	254/3
4	علم کی مراتب	645/3
5	رسول اللہ ﷺ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	329/6
6	رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور دوسروں کے انجام کا علم	331-337 6
7	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا عموم	815-816 7
8	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم	862/8
9	حضور ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام اشیاء کا علم دیا جانا	144/10
10	حضور ﷺ کو علم کلی دیا جانا	144-147 10
11	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی رسالت کا علم	85/11
12	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی نبوت کا علم	86/11
48	**علاج**	
1	دوا کرنے اور علاج کرنے کے متعلق احادیث	228/4
2	دوا اور دم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علاج کرانا	228/4
3	دم کرانے پر توکل	227/4
4	قرآن مجید سے جسمانی شفاء حاصل کرنے کی تحقیق	387/5
5	انبیاء کرام کا روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے مبعوث ہونا	385/5
6	قرآن سے قلبی اور روحانی امراض کے علاج کے چار مدارج	386/5
7	قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے حصول کے متعلق احادیث وآثار	389/5
8	کلمات طیبہ سے دم کرنے کا جواز	392/5
9	دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق اقوال اور اُن کے جوابات	393-403 5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	تعویذ لٹکانے کا جواز	403/5 405/5
11	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مختلف اقوال	403-405/5
12	خواب میں ڈرنے کا تعویذ	405/5
13	بخار کا تعویذ	406/5
14	وضع حمل میں تنگی اور مشکل کے متعلق تعویذ	406/5
15	نکسیر کے متعلق تعویذ	408/5
16	دل یا سینہ میں درد کے لیے تعویذ	408/5
17	میعادی بخار کے لیے تعویذ	408/5
18	عرق النساء کے لیے تعویذ	408/5
19	گٹھیا کے لیے تعویذ	408/5
20	داڑھ کے درد کے لیے تعویذ	408/5
21	پھوڑے، پھنسیوں، آبلوں اور ہر قسم کی انفیکشن کے لیے تعویذ	408/5
22	علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث	495/6
23	علاج کرنے کا استحباب	496/6
24	صوفیاء کے نزدیک علاج کرنا	497/6
25	ترک علاج کو افضل کہنا	501/6
26	علاج کے ثبوت میں قرآن و حدیث سے دلائل	507/6
27	تعویذ لٹکانا	782/6
28	مریضوں پر دم کرنا	781/6
29	تعویذات کے بعض احکام	398/7
30	دوا اور علاج کے متعلق احادیث	340/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31	قرآن کی سورتوں سے دم	1050/12
49	**علاماتِ قیامت**	
1	قیامت سے قبل دس نشانیوں کا ظہور	696/3
2	علم قیامت کے متعلق سوالات وجوابات	424/4
3	علاماتِ قیامت	443/4 569/9 148/11
4	دابۃ الارض کا محل خروج وغیرہ	742/8
5	قیامت کے قریب آنے کے متعلق احادیث	579/11
6	قیامت کے وقوع کی علامات	477/12 207/12
50	**علوم خمسہ**	
1	علوم خمسہ کی نفی کی آیت	284/9
2	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی	285-286/9
3	بارش کے نزول کا علم	286/9
4	ماؤں کے رحم کا علم	287/9
5	کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم	288/9
6	مرنے کی جگہ کا علم	289/9
7	قیامت کا علم	290/9
8	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ کا علم دیا جانا	291-296/9
51	**عمارت**	
1	متعدد منزلہ بلڈنگیں، خوبصورت عمارات، پلازہ اور شاپنگ سنٹر بنانا	390/8
52	**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک الزام کا جواب	820/1
2	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوف خدا	428/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
4	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	324/7
5	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا	578/8
6	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت	245/11
53	**عمران کی بیوی**	
1	عمران کی بیوی کی نذر	129/2
54	**عمر**	
1	پختگی کی عمر کے متعلق متعدد اقوال	729/5
2	عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	119/6
3	انسان کی عمر میں تغیر	513/6
4	ارذل عمر کا معنی اور اس سے پناہ طلب کرنا	514/6
5	عمر میں اضافہ کر کے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کو مٹانا	665/9
6	انسان کی عمروں کے مختلف ادوار	822/9
7	انسان کی مختلف عمروں کے متعلق احادیث	823/9
8	ارذل عمر کی تحقیق	824-828/9
9	عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	74/12
55	**عمریٰ**	
1	عمریٰ کا معنی	574/5
2	عمریٰ کے متعلق احادیث	575/5
3	عمریٰ میں مذاہب ائمہ	575/5
56	**عمل**	
1	نیک عمل نزول رحمت کا جبکہ بد عمل نزول عذاب کا باعث ہیں	233/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	46/4
3	انسان کے اعمال کو زندہ اور مردہ لوگ دیکھتے ہیں	255/5
4	ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے	369/5
5	نیک اعمال کا آخرت میں کام آنا	186/6
6	اعمال کے مطابق جزاء وسزاء	314/6
7	مومن کے ہر عمل کا باعث اجر وثواب ہونا	566/6
8	اعمال کا ایمان سے خارج ہونا	566/6
9	نیک اعمال کا مقبول ہونا	677-680/6
10	بغیر علم کے ظن پر عمل کرنا	712/6
11	جن لوگوں کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں	216/7
12	جن لوگوں کے عمل ضائع نہیں ہوتے	217/7
13	نیک اعمال کے لیے ایمان کا شرط ہونا	664/7
14	نیک عمل کے محامل	662/9
15	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کا اوپر چڑھنا	663/9
16	انسان کے اچھے یا برے اعمال کا لکھا ہوا محفوظ ہونا	727/9
17	نیکی اور برائی کے عمل کا مرنے کے بعد بھی جاری رہنا	728/9
18	نیک اعمال کے اجر حسن سے مراد آخرت کا اجر ہے	197/10
19	اعمال کے ایمان سے خارج ہونے کی دلیل	361/10
20	نیک اعمال کا مشکلات سے بچانا اور عذاب سے چھڑانا	390/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	مومن کی صحت کے ایام کے نیک اعمال کا سلسلہ مرض اور سفر میں بھی منقطع نہیں ہوتا	439/10
22	واعظ اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعظ پر خود بھی عمل کرے	489/10
23	تمام لوگوں کے اعمال کا برابر نہ ہونا	782/12
24	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت	952-953/12
25	وہ نفوس جو قیامت کے دن اپنے اعمال کے عوض گروی ہوں گے	388/12
26	لغو کاموں کی تفصیل	395/12
27	ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی ضرورت	129/12
57	**سورۃ العنکبوت**	
1	سورہ کا نام	35/9
2	سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث	35/9
3	سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول	36/9
4	سورۃ العنکبوت کے مشمولات	36/9
5	سورۃ العنکبوت کا اختتام	122/9
58	**عورت**	
1	عورت پر مرد کی خدمت	809/1
2	زمانہ جاہلیت کے مظالم سے نجات دلانا	612/2
3	عورت کی حاکمیت کا عدم جواز	656-657/2
4	ملکہ بلقیس کی حکمرانی	658/2
5	وراثت و نکاح میں عورتوں کے حقوق	814/2
6	عورتوں کا اپنے حقوق ساقط کرنا	818/2
7	آزاد اور پاک دامن عورت	486/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	عورتوں کی آزادی کے نتائج	709/6
9	عورت کا نبی نہ ہونا	369/7
10	عورت کو مردوں سے اپنی آواز مستور رکھنے کا حکم	424/9
11	بغیر شرعی ضرورت کے خواتین کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت	425/9
12	متبرج اور جاہلیۃ الاولیٰ کی تفسیر	426/9
13	جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر ایک اعتراض کا جواب	427/9
14	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے بصرہ روانہ ہونا	428/9
15	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و بصرہ روانہ کرنا	429/9
16	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں میں جنگ کرا دینا	430/9
17	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تسلط اور تغلب	430/9
18	قرآن میں خواتین کا ذکر	450/9
19	عورتوں کے ناقص ہونے کی وجوہ	666/10
20	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	780/10
59	**عہد**	
1	وعدہ خلافی کرنا	215/2
2	وعدہ خلافی کی سزا	216/2
3	اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی اقسام	559/6
4	ایک دوسرے سے تعاون کا معاہدہ	560/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	مظلوم کا بدلہ لینے کا باہمی معاہدہ	562/6
6	عہد شکنی کی مذمت	563/6
7	عہد کی حفاظت کرنا	856/7
8	مومنوں کا رحمان سے لیا ہوا عہد	316/7
9	عہد کا معنی اور اس کی اقسام	803/9
10	وعدہ پورا کرنے والوں پر وعید	865/11
11	اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا پورا ہونا ضروری کیوں؟	351/12
60	**عہد شکنی**	
1	قبیلہ بنو قریظہ کی عہد شکنی	659/4
2	فریق ثانی کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ ختم	660/4
3	مسلمانوں کے سربراہ کی عہد شکنی زیادہ مذموم ہے	661/4
61	**حضرت عیسیٰ علیہ السلام**	
1	عیسیٰ کا معنی	446/1
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا یا بیٹا نہ ہونا	37/2 59/2
3	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مس شیطان سے محفوظ رہنا	130/2
4	سوانح عمری	147/2
5	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تصدیق کرنا	150/2
6	آپ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دینا	160/2 885/2
7	مسیح کا معنی	161/2
8	آپ علیہ السلام کی وجاہت	161/2
9	پختہ عمر میں کلام کرنا	162/2
10	آپ علیہ السلام کا میلاد	163/2
11	مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب آنا	165/2
12	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کے مواعظ	166/2
13	انجیل کا نزول	170/2
14	آسمانوں پر اٹھایا جانا	170/2
15	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے مابین مدت	173/2
16	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم و معجزات	175/2
17	آپ علیہ السلام سے یہود کی مخالفت کا سبب	179/2
18	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص پر شبہ	180/2
19	وفات کا تعلق بمعنی موت نہیں	182/2
20	ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد	185/2
21	حضرت عیسیٰ و آدم علیہما السلام میں وجوہ مماثلت	186/2
22	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا	856-858 2
23	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور اس کی حکمتیں	859-863 2
24	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان	885/2
25	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح من اللہ ہونا	885/2
26	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا	140/3 262/3 264/3
27	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا بیٹا نہ ہونا	141/3 613/3
28	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	363/3
29	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں	364/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	نزول مائدہ کا معجزہ	366/3 371/3
31	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی برأت ظاہر کرنا	377/3
32	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا	377/3
33	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشرکین کی شفاعت کرنا	378/3
34	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہوتے ہی غالی نصاریٰ کا رد فرمانا	271/7
35	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبارک ہونا	271/7
36	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زکوٰۃ	271/7
37	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی والدہ کی برأت فرمانا	273/7
38	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا	275/7
39	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا نظریہ	275/7
40	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ	259/7
41	حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں	660/7
42	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث	489/9
43	اس امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ	490/9
44	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا	490/9
45	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا	491/9
46	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور علیہ السلام سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	493/9
47	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو انطاکیہ میں بھیجنا	732-736 9
48	حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے، خدا یا اس کے بیٹے نہ تھے	702/10 730/10
49	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تحقیق	703-704 10
50	یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کو قتل کر دینا	704/10
51	بل رفعه الله اليه پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات	705/10
52	انی متوفيك ورافعك الی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	706/10
53	انی متوفيك ورافعك الی پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	708/10
54	ومكروا ومكر الله سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	708/10
55	يكلم الناس فی المهد وكهلا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	709/10
56	ایک اور آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	710/10
57	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	710/10
58	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	711/10
59	مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	711/10
60	وما محمد الا رسول سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	712/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
61	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی عبادت کا حکم دینا	716/10
62	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دینا	867/11
63	موجودہ انجیل کے متن میں حضور ﷺ کی بشارت	867/11
62	**عیادت**	
1	عیادت کا ثبوت	157/7
63	**عیب**	
1	مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت	299/11
64	**عیش وعشرت**	
1	عیش وعشرت میں غلو نہ کرنے کی تلقین	422/9
2	عیش و آرام کے حال میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیے	777/9

غ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الغاشیہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	704/12
2	سورۃ الغاشیہ کی سورۃ الاعلیٰ کے ساتھ مناسبت	704/12
3	سورۃ الغاشیہ کے مشمولات	705/12
4	سورۃ الغاشیہ کی تفسیر کی تکمیل	715/12
2	**غبن**	
1	غبن فاحش کی تعریف مع شرعی حکم	917/11
3	**غریب**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	غریب وامیر کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	680/6
4	**غزوۂ بدر**	
1	دیکھئے "10: (معرکہ) بدر" صفحہ 81	
5	**غصہ**	
1	غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت	372/2
2	غصہ میں بددعا کرنا	654/6
3	غصہ نہ کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلت	507/10
4	غصہ کرنے کے دینی ودنیاوی نقصانات	507/10
5	حالت غضب میں معاف کرنے کی فضیلت	615/10
6	**غفلت / غافل**	
1	اللہ رب العزت کی یاد سے غافل ہونے کا وبال	684/10
7	**مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ**	
1	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کی وفات	304/10
2	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کا قرآن و حدیث سے مقام	305/10
3	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کی جن احادیث سے مغفرت متوقع ہے	306/10
4	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کا جن واقعات سے مقرب ہونے کا پتہ چلتا ہے	307/10
8	**غلام**	
1	اس دور میں غلام بنانا	855/7
2	عورتوں کا غلاموں سے جنسی عمل کرنا	855/7
3	غلاموں کے بعض احکام	436/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث	756/12
9	**غلام احمد قادیانی**	
1	مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان و اصرار	475/9
2	مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہیں	480/9
3	مرزا غلام احمد قادیانی کا جہاد کو منسوخ قرار دینا	480/9
4	مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال	713/10
5	مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال	715/10
10	**غلو**	
1	غلو حق اور غلو باطل	265/3
11	**مال غنیمت**	
1	مال غنیمت میں خیانت کرنا	441/2
2	مال غنیمت کے چند ضروری مسائل	442/2
12	**غناء**	
1	لہو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا	219/9
2	غناء کی تحریم میں آیات و احادیث	220/9
3	غناء کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	233/9
13	**غور و فکر**	
1	دیکھئے 11: تدبر صفحہ 90	
14	**غیر اللہ کو پکارنا**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	غیر اللہ کو پکارنے میں مسلمانوں اور مشرکوں کا فرق	493/3
2	والذین یدعون من دون اللہ کا مصداق	384-387/6
3	غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنا	744/6
4	غیر اللہ کی عبادت کا باطل ہونا	731/10
15	**غیب**	
1	غیب کا معنی	258/1
2	مومن بالغیب کا مصداق	258/1
3	مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کرنا	259/1
4	غیب کا لغوی و اصطلاحی معنی	57/6
16	**غلطی کرنا**	
1	دیکھئے ''39: سہو'' صفحہ 150	
17	**غیبت**	
1	غیبت کی ممانعت کے متعلق احادیث	842/2
2	مظلوم کا ظالم کے ظلم کو بیان کرنا کیا غیبت ہے؟	844/2
3	غیبت کرنے کی مباح صورتیں	847/2
4	غیبت کی تعریف	300/11
5	غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجہ	301/11
6	غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں	302/11
7	غیبت کا کفارہ	302/11
8	جن صورتوں میں غیبت کرنا جائز ہے	303/11
18	**غیرت**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	غیرت کا معنی	107/12
19	**غیظ وغضب**	
1	غیظ وغضب کا معنی	338/4
2	غیظ وغضب کو ضبط کرنے کے متعلق قرآنی آیات	339/4
3	غیظ وغضب کو ضبط کرنے کے متعلق احادیث کریمہ	339/4
4	حالت غضب میں طلاق	343/4

ف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الفاتحہ**	
1	سورۃ الفاتحہ کے اسماء	133/1
2	سورۃ الفاتحہ کے فضائل	136/1
3	سورۃ الفاتحہ کا مقام نزول	139/1
4	سورۃ الفاتحہ کی آیات کی تعداد مع مضامین	140/1
2	**فاتحہ خلف الامام**	
1	فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ائمہ اربعہ کے نظریات	219/1
3	**حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا**	
1	تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا	860/1
2	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب	910/7
4	**فاسق / بدعقیدہ**	
1	فاسق وبدعقیدہ سے اجتناب	533-537/3
2	فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت	645/3
3	فاسق کا معنی	741/11
4	فاسق کی روایت وشہادت کا شرعی حکم	281/11
5	فاسق معلن کا فسق بیان کرنے کا جواز	296/11
5	**سورۃ الفاطر**	
1	سورۃ کا نام	626/9
2	سورۃ الفاطر کے مشمولات	626/9
3	فاطر کا معنی	629/9
4	سورۃ الفاطر کا اختتام	702/9
6	**فاحشہ**	
1	فاحشہ کا معنی اور مراد	93/4
7	**فال**	
1	دیکھیے "24: شگون" صفحہ 155	
8	**فارس**	
1	فرزندان فارس کا علم دین کی بلندیوں پر پہنچنا	879/11
9	**فبای الاء ربکما تکذبٰن**	
1	فبای الاء ربکما تکذبٰن کے مخاطبین	609/11
2	فبای الاء ربکما تکذبٰن کو ۳۱ بار مکرر ذکر کرنے میں حکمت	612/11
10	**فتح**	
1	فتح کا مدار	72/2
2	فتح اور شکست کی گردش	386/2
3	فتح کی متعدد تفاسیر	652/9
11	**فتویٰ**	
1	فتویٰ کا معنی، تقاضے اور مسائل	815/2
12	**فتنہ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	فتنہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا	703/3
2	فتنہ کا معنی	636/4
13	**سورۃ الفتح**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	182/11
2	سورۃ الفتح کی پہلی دو سورتوں سے مناسبت	183/11
3	سورۃ الفتح کا مقام نزول اور زمانہ نزول	197/11
4	سورۃ الفتح کے مسائل و مقاصد	197/11
5	سورۃ الفتح کا اختتام	271/11
14	**فتر**	
1	فتر کا لغوی و اصطلاحی معنی	142/3
15	**سورۃ الفجر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	716/12
2	سورۃ الفجر کی سورۃ الغاشیہ سے مناسبت	716/12
3	سورۃ الفجر کے مشمولات	716/12
4	الفجر سے مراد معروف صبح اور اس کی فضیلت	720/12
5	سورۃ الفجر کا اختتام	712/12
16	**فحش کام**	
1	کھلم کھلا فحش کام کرنا	747/6
17	**فخر**	
1	دیکھئے ''36: تکبر'' صفحہ 94	
18	**فرعون/قوم فرعون**	
1	فرعون کا اصل نام	397/1
2	فرعون کا بنو اسرائیل پر عذاب	396/1
3	قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت	71/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	رب موسیٰ و ہارون کہنے کی وجہ	262/4
5	فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا	263/4
6	فرعون کا اپنی دھمکی پر عمل کرنا یا نہ کرنا؟	263/4
7	فرعون کے معبود کی تفسیر میں اقوال	265/4
8	قوم فرعون پر پے در پے بلائیں نازل ہونا	270/4
9	قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل وغیرہ بھیجنے کا عذاب	279/4
10	ستر ہزار فرعونیوں کا طاعون میں مبتلا ہونا	282/4
11	قوم فرعون کے بیان کردہ دو عذر	455/5
12	فرعون کے واقعہ سے نبی ﷺ کو تسلی دینا	457/5
13	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	460/5
14	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجہ	462/5
15	فرعون کی گمراہی اور دوزخ میں اس کا اپنی قوم کا مقتداء ہونا	618/5
16	فرعون کے منہ میں حضرت جبرائیل کا مٹی ڈالنا اور اس پر اشکال کا جواب	463/5
17	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	399/7
18	فرعون کی بیوی کا ایمان لانا	402/7
19	فرعون کی لاف وگزاف کی توجیہ	400/7
20	رب العالمین کے بجائے رب موسیٰ و ہارون کہنا	399/7
21	فرعون کا سمندر میں بنے ہوئے خشک راستہ پر جانا	406/7
22	فرعون کو کلمہ پڑھنے سے روکنے پر ایک اعتراض کا جواب	306/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	فرعون کی طرف جانے کا حکم صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا یا ان کے بھائی کو بھی؟	240/8
24	آیا فرعون موحد تھا، مشرک، یا دہریہ؟	301/8
25	فرعون کا حضرت موسیٰ کے برحق ہونے کے تاثر کو زائل کرنا	307/8
26	فرعون اور اس کے حواریوں کی اپنی کامیابی کے متعلق خوش فہمی	308/8
27	فرعون کا اپنے خدشات کا شکار ہونا	773/8
28	فرعون کی بیوی کے فضائل اور جنت میں ان کا ہمارے نبی کے نکاح میں ہونا	780/8
29	فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور اس کا عبرت ناک انجام	813/8
30	فرعون کا خدا کو دیکھنے کے لیے بلند عمارت بنوانا	814/8
31	فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کا بیان	325/8
32	فرعون کو میخوں والا کہنے کی وجہ	46/10
33	قوم فرعون کا فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھنا	344/10 353/10
34	قوم فرعون کے مرد مومن کا تعارف اور اس کی فضیلت	349/10
35	مرد مومن کا قوم کو بار بار نصیحت کرنا	353/10
36	فرعون کا خدا کو دیکھنے کے لیے بلند عمارت بنوانا	356/10
37	آل فرعون کے مرد مومن کی قوم فرعون کو توحید اور دنیا سے بے رغبتی کی نصیحتیں	360/10
38	مرد مومن کو فرعون کے شر سے محفوظ رکھنا	364/10
39	آل فرعون کو قبر اور آخرت میں عذاب پر پیش کرنا	365/10
40	فرعون کے قصہ کو بیان کرنے کے فوائد و مقاصد	691/10
41	قوم فرعون کو آزمائش میں ڈالنے کی توجیہ	763/10
42	قوم فرعون کا عذاب	730/12
19	**فرقے**	
1	اسلامی فرقوں کی تحقیق	496/1
2	دنیا کے مشہور فرقے	651/5
3	اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور کتاب کے ایک ہونے کے باوجود اسلام میں فرقے کیوں؟	653/5
20	**فرق**	
1	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں فرق	472/1
2	حبیب اور خلیل میں فرق	918/1
3	حبیب اور کلیم میں فرق	918/1
4	انزال اور تنزیل کا فرق	165/10
5	وعد اور وعید کا فرق	214/10
6	حضور ﷺ اور کفار کی موت کا فرق	223/10
7	دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا فرق	281/10 578/10
8	دنیا کی نعمتوں سے استفادہ میں مومن اور کافر کی نیت اور عمل کا فرق	143/11
9	آلاء اور النعماء کا فرق	609/11 691/11
10	ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق اور ان کی تفاصیل	610/11
11	کفار کے کید اور اللہ تعالیٰ کے کید کا فرق	677/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	دنیا کے کافور اور جنت کے کافور کا فرق	433/12
13	رب کے نام کو یاد کرنے اور رب کو یاد کرنے کا فرق	345/12
14	اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور اللہ میں مشغول ہونے کا فرق	346/12
15	اعلیٰ حضرت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علم کا فرق	317/12
21	**فرقہ بندی**	
1	فرقہ بندی کی مذمت	697/3
22	**فرشتہ**	
1	ملائکہ کی حقیقت، خصوصیت اور ان کے فرائض منصبی	333/1
2	فرشتہ اور بشر کے درمیان افضلیت کا بیان	360/1
3	فرشتوں کی کثرت عبادت سے انسان کو عبادت پر ابھارنا	521/4
4	فرشتوں کی کثرت عبادت ان کی افضلیت کو مستلزم نہیں	522/4
5	فرشتوں کو انسانوں پر مامور کرنے کی وجوہات وحکمتیں	60/6
6	ملائکہ سے جبریل کا مراد ہونا	352/6
7	فرشتوں کا معصوم ہونا	458/6
8	کیا فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے ہیں؟	529/7
9	فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں کا رد	537/7
10	فرشتوں کا مکلف ہونا	538/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	فرشتوں کو رسول بنانے کی آیتوں میں تعارض	802/7
12	بعض فرشتوں اور انسانوں کو بیٹا بنانا	803/7
13	فرشتوں کے دلوں پر ہیبت طاری ہونا	622/9
14	ملائکہ کی تعریف	649/9
15	فرشتوں کے زجر کرنے کی تفصیل	858/9
16	فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں	962/9
17	فرشتوں کا صفیں باندھ کر عبادت کرنا	969/9
18	الملاء الاعلیٰ سے مراد کون سے فرشتے ہیں؟	140-143/10
19	کیا فرشتے انبیاء سے افضل ہیں؟	320-322/10
20	فرشتوں کی شفاعت کرنا	322/10
21	فرشتوں کا مؤمنین کے لیے معاون ومددگار ہونا	484/10
22	فرشتوں کا موت کے وقت مومنین کو انعامات کی بشارت دینا	485/10
23	فرشتوں کی دائمی تسبیح پر ایک اشکال کا جواب	512/10
24	بشر اور فرشتوں میں باہمی افضلیت کی تحقیق	512/10
25	فرشتوں کا تسبیح اور حمد کرنا	542/10
26	فرشتے کن کن کے لیے استغفار کرتے ہیں؟	543/10
27	فرشتے اللہ کی اولاد نہیں ہیں	730/10
28	اللہ تعالیٰ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعاون کا جواب	822/10
29	فرشتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	517/11
30	فرشتوں کا لیلۃ القدر میں نازل ہونا	896/12
31	فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں	898/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32	فرشتوں کا سلام	899/12
33	فرشتوں کا اعمال بنی آدم لکھنا	668/12
34	روح اور فرشتوں کے صحیح بات کہنے کی توجیہات	535/12
35	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	378/12
36	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد	378-383/12
37	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد فرشتوں کی مدد کا ذکر	115/12
23	**فریب**	
1	فریب کی ممانعت	699/9
24	**سورۃ الفرقان**	
1	سورۃ کا نام وجہ تسمیہ	203/8
2	سورۃ الفرقان کا زمانہ نزول	206/8
3	سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی باہمی مناسبت	207/8
4	سورۃ الفرقان کے مشمولات	208/8
5	سورۃ الفرقان کا اختتام	279/8
25	**فراست**	
1	فراست کا معنی اور اس کے مصادیق	305/6
2	فراست کے متعلق احادیث	306/6
26	**فرمانبردار**	
1	دیکھئے "58: اطاعت" صفحہ 61	
27	**فساد**	
1	فساد کی اقسام	403/8
28	**فضول خرچی**	
1	دیکھئے "40: اسراف" صفحہ 59	
29	**فضل**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	881/11
2	اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرنے کے محامل	890/11
30	**فضیلت**	
1	بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا	489/3
2	حضور علیہ السلام کے تمام آباء کا اپنے زمانے میں سب سے افضل ہونا	559/3
31	**فطرت**	
1	فطرت کا لغوی و شرعی معنی	154/9
2	ہر بچہ کی فطرت پر پیدائش کی حدیث	156/9
3	حدیث میں فطرت سے مراد	156/9
32	**فعل**	
1	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت و جبریہ کے نظریات	72/6
2	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت و معتزلہ کے نظریات	71/6
3	جبریہ کے نظریہ کا رد	72/6
4	معتزلہ کے نظریہ کا رد	72/6
5	نظریہ اہل سنت کی مزید وضاحت	73/6
6	معتزلہ کے اعتراضات کے جوابات	73/6
7	جبریہ کے رد پر مزید دلائل	75/6
8	خلق اور کسب کی وضاحت	75/6
9	کام کو فعل و اسم سے تعبیر کرنا	79/6
10	بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے	906/9
11	افعال میں حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی؟	972/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	**فقہ**	
1	فقہ کا معنی	526/3
2	فقہ کا لغوی و اصطلاحی معنی	612/5 367/7
3	کتب فقہ کو بے وضو چھونا کیسا؟	691/11
34	**فقیر/فقر**	
1	فقراء مسلمین کی مجلس میں بیٹھنا	94/7
2	فقراء کی فضیلت میں احادیث	95/7
3	فقراء کو مجلس سے اٹھانا	98/7
4	بعض لوگوں کو فقیر بنانے کی مصلحتیں	600/10
5	حضور ﷺ کے لیے فقر کو پسند کرنے کی وجوہ	682/10
35	**فلسطین**	
1	فلسطین میں اسرائیل کا قیام	404/4
36	**فلسفہ**	
1	جزء لایتجزیٰ کے ثبوت پر دلیل	599/9
37	**سورۃ الفلق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1042/12
2	المعوذتین کی فضیلت میں احادیث	1042-1046 12
3	سورۃ الفلق کا خاتمہ	1051/12
38	**فواکہہ**	
1	پھلوں کو بتدریج پیدا کرنے میں حکمت	324/1
39	**فیصلہ**	
1	حکم کا معنی	224/2
2	فیصلہ کے لیے قاضی کے بلانے پر جانا	162/8
3	حدود اور قصاص کے ماسوا میں عورتوں کی قضاء	673/8
40	**سورۃ الفیل**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	979/12
2	سورۃ الفیل کی تفسیر کی تکمیل	985/12
41	**فئے**	
1	فئے کا معنی	638/4
2	فئے کا لغوی و شرعی معنی	809/11
3	مال غنیمت اور مال فئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ	810/11
4	مال غنیمت اور مال فئے کا فرق	810/11
5	قرآن و حدیث سے مال فئے کے وقف ہونے پر دلائل	811-813 11

ق

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۂ ق**	
1	سورۃ کا نام	311/11
2	سورۂ ق سے سورۃ الحجرات کی مناسبت	311/11
3	سورۂ ق کے متعلق احادیث	311/11
4	سورۂ ق کا اختتام	353/11
2	**قاضی**	
1	قاضی اور دیگر افسروں کا ہدیہ قبول کرنا	743/1
2	قضاء کا ظاہراً اور باطناً نافذ ہونا	744-746/1
3	**قابیل/ہابیل**	
1	قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا	154/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قابیل کے قتل کرنے کی کیفیت	156/3
3	قابیل کا انجام	157/3
4	**قارون**	
1	قارون کا نام ونسب اور اس کا مال ودولت	856/8
2	قارون کا اپنے مال کو فقط اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھنا	856/8
3	قارون کا اپنے مال ودولت پر اترانا اور اکڑنا	857/8
4	قارون کو زمین میں دھنسا دینا	858/8
5	قارون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دشمنی	858/8
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قارون کے خلاف دعا	858/8
7	ویکان کا معنی اور اس کی ترکیب	859/8
8	قارون کا ذکر کر کے نبی علیہ السلام کو تسلی دینا	78/9
9	قارون کے ذکر کو فرعون اور ہامان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ	78/9
5	**سورۃ القارعہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	949/12
2	سورۃ القارعہ کی تفسیر کی تکمیل	954/12
6	**قبر**	
1	دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال	221/5
2	قبر میں فرشتوں کا سوال کرنا	182/6
3	قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے	184/6
4	جو مسلمان قبر کی آزمائش اور اس کے عذاب سے محفوظ رہیں گے	185/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	قبر پر کھجور کی شاخ کے ٹکڑے رکھنا	725/6
6	قبر پر قرآن مجید پڑھنا	726/6
7	قبروں سے نکلنے کی کیفیت	739/6
8	قبر سے نکلنے والوں کی دو حالتیں	581/11
9	شیطان کا قبر میں آ کر مومنوں کو بہکانا	464/11
7	**قبلہ**	
1	دیکھئے ''8: تحویل قبلہ'' صفحہ 90	
8	**قبولِ اسلام**	
1	حضرت وحشی کا قبولِ اسلام	272/8
9	**قبح**	
1	قبح کا عقلی ہونا	708/6
10	**قتل**	
1	حضرمی کے قتل کی تاریخ	764/1
2	قتل خطاء	754/2
3	قتل خطاء کا معنی واقسام	755/2
4	قتل خطاء، عمد اور شبہ عمد کی دیت	756/2
5	قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمتیں	759/2
6	قتل عمد کی تعریف	762/2
7	قتل عمد پر اللہ اور رسول ﷺ کا غضب	763/2
8	مسلمان کے قاتل کی مغفرت	764/2
9	سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنا	765/2
10	قتل برحق کی اقسام	686/3
11	قتل مومن پر وعید	688/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	کسی مسلمان کو قتل کرنے کی جائز صورتیں	710/6
11	**قدرت باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معنی	300/1
2	بجلی اور بادل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور	63/6
3	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	755/6
4	اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ونظائر	716/11
5	اللہ کی قدرت پر دلائل	779-780/12 578/12 580/12
6	اللہ تعالیٰ کا حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر استدلال	157/12
7	اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات سے اپنی قدرت پر استدلال	157/12
8	زوج کے معنی سے قدرت باری تعالیٰ پر استدلال	508/12
12	**سورۃ القدر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	887/12
2	سورۃ القدر کی تفسیر کی تکمیل	900/12
13	**قذف**	
1	قذف کا لغوی معنی	69/8
2	قذف کا شرعی معنی	70/8
3	قرآن وحدیث کی روشنی میں قذف کا حکم	70/8
4	احصان کی شرائط	71/8
5	جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت	72/8
14	**قرآن مجید**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	قرآن مجید کی تعریف واسماء	48/1
2	قرآن مجید کے فضائل اور اجر وثواب	50/1
3	قرآن کو پڑھنے اور سننے کے آداب مع ضروری مسائل	53/1
4	قرآن مجید کا اعجاز	59-63/1
5	مکمل قرآن یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	91/1
6	قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	96/1
7	قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کا حکم	103/1
8	قرآن مجید کا غیر محرف ہونا	104/1
9	قرآن مجید کا سات حرفوں پر نازل ہونا	106/1
10	قرآن مجید کی سورتوں، آیتوں اور حرفوں کی تعداد	108/1
11	قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر مستشرقین کے اعتراضات مع جوابات	109/1
12	قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی تاریخ	112/1
13	قرآن مجید پر رموزِ اوقاف لگانے کی تاریخ	114/1
14	مضامین قرآن کا خاکہ	118/1
15	قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر اعتراضات کے جوابات	122/1
16	قرآن مجید کی مشروعیت پر دلائل	123/1
17	قرآن مجید کی تفسیر کے اصل مآخذ	129/1
18	قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری علوم	129/1
19	قرآن مجید سب کیلئے ہدایت ہے یا صرف متقین کے لیے	242/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	قرآن مجید کا تورات کا مصدق ہونا	364/1
21	تعلیم قرآن پر اجرت	365/1
22	قرآن خوانی کا نذرانہ	369/1
23	آسمانی کتب کے نزول کا مقصد	417/1
24	قرآن مجید کی صداقت	453/1
25	قرآن مجید کی آیات منسوخہ	484/1
26	قرآن مجید پر مسلمانوں کا عمل نہ کرنا (لمحۂ فکریہ)	451/1
27	قرآن مجید کی تلاوت کے آداب	518/1
28	قرآن مجید، کتاب حق ہے	38/2
29	قرآن مجید، اقوال صحابہ پر مقدم ہے	706/2
30	قرآن میں اختلاف نہیں	732/2
31	قرآن کو یکبارگی نازل نہ کرنا	877/2
32	قرآن کا نور ہونا	890/2
33	قرآن مجید کے فوائد ومقاصد	139/3
34	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	205/3
35	قرآن کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا	206/3 589/3
36	قرآن مجید کی آیات	210/3
37	قرآن تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے	454/3
38	قرآن میں ہر چیز کا ذکر ہے	458/3
39	قرآن میں صرف ہدایت کا مذکور ہونا	459/3
40	قرآن مجید کی خیر وبرکت	588/3
41	قرآن کو مشرکین پر اتمام حجت کے لیے نازل کرنا	695/3
42	قرآن مجید کی تبلیغ	36/4
43	قرآن مجید سے ڈرانا اور نصیحت کرنا	38/4
44	قرآن مجید کی خصوصیات	150/4
45	قرآن مجید پڑھنے کے آداب	513/4
46	قرآن مجید سننے کا حکم	514/4
47	قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ	515/4
48	قرآن مجید سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	516/4
49	امام کے پیچھے قرآن سننے میں مذاہب اربعہ	518/4
50	قرآن مجید کو بدلنے کا مشرکین کا مطالبہ	338/5
51	قرآن مجید میں تبدیلی کے مطالبہ کی وجوہات	339/5
52	قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا	340/5
53	قرآن مجید کی پیش گوئیاں	365/5
54	قرآن مجید کی تفصیل الکتاب ہونے کا معنی	366/5
55	قرآن مجید کی صداقت	463/5
56	قرآن مجید کی آیات کے محکم ہونے کے معانی	493/5
57	قرآن مجید کا معجز ہونا	512/5
58	قرآن مجید کا مبین ہونا	664/5
59	قرآن مجید میں ہر شئ کی تفصیل کا محمل	883/5
60	مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کا نزول قرآن سے خوش ہونا	105/6
61	قرآن مجید کو حکم عربی فرمانے کی وجہ اور اس کا قدیم ہونا	107/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
62	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کو مسلمان کرنا	131/6
63	قرآن مجید کا ہدایت کے لیے کافی ہونا	227/6
64	قرآن مبین اور کتاب کا معنی	235/6
65	قرآن مبین اور کتاب میں تغایر	235/6
66	الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کرنے کی وجوہ	235/6
67	قرآن مجید کی حفاظت کے ظاہری اسباب	245-247/6
68	قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے	547/6
69	قرآن کی پیش گوئی کا پورا ہونا	767/6
70	قرآن کا جسمانی وروحانی امراض کے لیے شفا ہونا	780/6
71	نیکوں اور بروں پر قرآن کے مختلف آثار	783/6
72	قرآن کو حق کے ساتھ نازل کرنا	811/6
73	قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی وجہ	812/6
74	پست اور بلند آواز سے نماز میں قرآن پڑھنا	813/6
75	قرآن میں کجی نہ ہونا	41/7
76	قرآن کا صرف ڈرنے والوں کیلئے نصیحت ہونا	338/7
77	قرآن کریم کی عظمت	339/7
78	قرآن پر ذکر کا اطلاق	431/7
79	قرآن مجید کی صفات	483/7
80	قرآن کی تلاوت میں عجلت کرنا	483/7
81	قرآن کے حادث ہونے کے اشکال کا جواب	517/7
82	قرآن کو جادو قرار دینا	518/7
83	قرآن اور کتب سابقہ کے تین محامل	536/7
84	قرآن کو غفلت و بے پرواہی سے سننا	275/8
85	قرآن کا سات حروف پر نازل ہونا	204/8
86	کیا قرآن اہل کتاب کے تعاون سے بنایا گیا ہے؟	214/8
87	قرآن کو تدریجاً نازل کرنے کی وجوہ	237/8
88	الکتاب المبین کا معنی	287/8
89	قرآن کو نبی ﷺ کے قلب پر نازل کرنے کی کیفیت	441/8
90	قرآن کا عربی زبان میں ہونا	446/8
91	سابقہ آسمانی کتب میں قرآن کا ذکر	448/8
92	قرآن کو غیر عربی میں پڑھنا کیسا؟	449/8
93	کیا ترجمۂ قرآن پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے؟	450/8
94	شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	457/8
95	عربی قواعد کے خلاف قرآن کی کتابت	653/8
96	قواعد رسم الخط کے خلاف الفاظ	655/8
97	قرآن کو یکبارگی نازل نہ کرنے کی وجوہ	823/8
98	قرآن کا ہدایت ورحمت ہونا	213/9
99	قرآن کی مختلف النوع ہدایات	306/9
100	رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے کی ممانعت	333/9
101	دو شہادتوں سے کسی آیت کا قرآن میں درج کرنا	407/9
102	امت مسلمہ کا قرآن کا وارث ہونا	629/9
103	قرآن مجید کے معانی پر غور وفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا قرآن کی ناقدری کرنا ہے	88/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
104	قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب	89/10
105	قرآن کریم کا جن وانس کے لیے نصیحت ہونا	158/10
106	قرآن سن کر خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہونا	219/10
107	قرآن سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق صحابہ وفقہاء کی آراء	219/10
108	قرآن کے تین اوصاف	222/10
109	قرآن وذکر میں مشغول ہونا افضل ہے یا دعا کرنے میں؟	410/10
110	قرآن مجید کی دس صفات	431/10
111	قرآن مجید کے پیچھے اور سامنے سے باطل نہ آنے کے محامل	516/10
112	قرآن مجید کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا	517/10
113	قرآن مجید پر کفار کو ایمان لانے کی نصیحت	523/10
114	قرآن مجید کو قرآن عربی فرمانے کی وجوہ	655/10
115	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا	679/10
116	نبی ﷺ اور آپ کی قوم کے لیے قرآن کا شرف عظیم ہونا	687/10
117	قرآن کے آسان ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	783/10
118	تنزیل قرآن کے مقاصد	788/10
119	قرآن کا ہدایت ورحمت ہونا	805/10
120	قرآن مجید کا انکار، استخفاف اور استحقار کفر ہے	41/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
121	قرآن مجید کو کفار کا جادو کہنا	46/11
122	قرآن مجید پر کفار مکہ کے اعتراض کا جواب	75/11
123	قرآن مجید کو نور فرمانے کی وجہ	916/11
124	اللہ کے نور کو بجھانے کے معانی ومصادیق	869/11
125	قرآن مجید کی پیشین گوئی کی صداقت	884/11
126	قرآن مجید کی عظمت	833/11
127	نزول قرآن کی حکمت	738/11
128	قرآن کریم کو کریم فرمانے کی دس وجوہ	683/11
129	قرآن مجید کو کتاب اور مکنون فرمانے کی توجیہ	687/11
130	بے وضو قرآن کو چھونا	987-691 / 11
131	کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو چھونا	691/11
132	جنبی اور حائض کا قرآن کو چھونا	696/11
133	قرآن مجید کو بتدریج نازل کرنے کی وجوہ	700/11
134	کس کو رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی؟	605/11
135	قرآن مجید کے آسان ہونے کے محامل	585/11
136	القرآن ذو وجوہ کا جواب	236/11
137	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید چونکہ حضور ﷺ کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا اس لیے اس کا وجود مشکوک ہے	412/11
138	قرآن مجید کی جمع وترتیب کے متعلق عیسائیوں کے اعتراض کا جواب	421/11
139	حضور ﷺ کو اپنی وفات سے قبل مکمل اور مرتب قرآن حفظ ہو چکا تھا	422/11
140	صحابہ کرام کو بھی حضور ﷺ کی زندگی میں مکمل اور مرتب قرآن حفظ ہو چکا تھا	423-429 / 11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
141	وفات سے قبل حضور ﷺ کے پاس مکمل قرآن کا لکھا ہوا ہونا	430/11
142	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کو ایک مصحف اور ایک جلد میں جمع کرنا	431/11
143	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صرف لغت قریش پر قرآن کو باقی رکھنا اور باقی نسخوں کو جلا دینا	434/11
144	جمع قرآن کے متعلق حرف آخر	435/11
145	قرآن کی سب سے زیادہ امید افزا آیت	811/12
146	قرآن مجید کی آیات اور ایک حدیث کا تعارض	816/12
147	اللہ تعالیٰ کا یاد کرانا اور رسول اللہ کا قرآن کو نہ بھولنا	689-694 12
148	قرآن مجید کی فضیلت	661/12
149	قرآن مجید کا پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہونا	577/12
150	قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت	454/12
151	قرآن اور احادیث سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے کی ترغیب	457/12
152	رسول اللہ ﷺ کا دوران وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کے لیے عجلت کرنا	411/12
153	حضور علیہ السلام کی تلاوت قرآن کا طریقہ	340/12
154	ترتیل کا لغوی و اصطلاحی معنی	339/12
155	قرآن کی تلاوت کو خوش الحانی سے پڑھنا	340/12
156	قرآن کو غنا کے ساتھ پڑھنے کے محامل	341/12
157	خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	342/12
158	قرآن مجید کے مضامین سے اس کے اثر جنون ہونے کا ابطال	198/12
159	قرآن مجید کا سحر، شعر اور کہانت نہ ہونا	214/12
160	قرآن مجید کی ایجابی صفات	216/12
15	**قرض**	
1	اللہ کو قرض حسنہ دینا	996/1 874/1
2	مقروض کو مہلت دینا	997/1
3	قرض معاف کرنے پر اجر و ثواب	998/1
4	دَین اور قرض کی تعریفیں اور ان میں فرق	1004/1
5	آیت مداینہ کا حکم	1005/1
6	دین پر مبنی عقود کی دستاویزات	1005/1
7	قرض کے بعض ضروری مسائل	1018/1
8	قرض حسن کی شرائط	724/11
9	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمانے کی توجیہ	725/11
16	**قرامطہ**	
1	قرامطہ کی تعریف	272/2
2	قرامطہ کے عقائد	273/2
3	قرامطہ کا حجر اسود اکھاڑ کر لے جانا	270/2
4	کعبہ کی بے حرمتی	271/2
17	**قراءت خلف الامام**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	قراءت خلف الامام احناف کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے	519/4
2	قراءت خلف الامام کی ممانعت پر احادیث	519/4
18	قربانی	
1	مویشیوں کی قربانی کرنے کا طریقہ	737/7
2	مسافروں اور حجاج پر قربانی	738/7
3	قربانی کرنے کا وقت	738/7
4	قربانی کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا	739/7
5	البدن کا معنی اور اس کا مصداق	756/7
6	کیا البدن میں گائے شامل ہے؟	756/7
7	اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ	757/7
8	قربانی کی دعا کب پڑھی جائے؟	758/7
9	قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع	760/7
10	قربانی کے عمل میں ریاکاری	237/7
11	ھدی کو حرم سے باہر ذبح کرنا	751/7
12	قربانی کے فضائل کے متعلق احادیث	927/9
13	قربانی کے شرعی حکم سے متعلق احادیث	929/9
14	ایک جانور کی قربانی میں کتنے افراد شریک ہوسکتے ہیں؟	929/9
15	قربانی کے جانوروں کی کم از کم عمریں	931/9
16	قربانی کے جانوروں کے عیوب	931/9
17	نماز عید پڑھنے سے قبل قربانی کرنا	932/9
18	قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت	933/9
19	قربانی کی کوئی چیز قصائی کو اجرت میں دینا	934/9
20	قربانی کے حکم میں آئمہ مذاہب اربعہ کا نظریات	935-938/9
21	قربانی کے دنوں کی تعیین وتحدید میں فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	938-939/9
22	قربانی کے منکرین کے شبہات کا ازالہ	940/9
23	قربانی کے جانور کا معیار	941/9
24	افضل قربانی کا بیان	942/9
25	قربانی کے گوشت کے احکام اور دیگر مسائل	942/9
26	قربانی کے اسرار و رموز	943/9
27	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کا تعین	258-261/11
19	قریش	
1	قریش کے فضائل	987/12
2	القریش کا الفیل کے ساتھ مربوط ہونا	988/12
3	قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کی توجیہ	988/12
4	قریش کی وجہ تسمیہ اور حضور ﷺ کا نسب	988/12
5	قریش پر انعام کا تقاضا	989/12
6	قریش کو کھانا کھلانے اور امن میں رکھنے کے اسباب	989/12
20	سورة القریش	
1	سورة کا نام اور وجہ تسمیہ	986/12
2	سورة القریش کی تفسیر کا اختتام	987/12
21	قرعہ اندازی	
1	سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کیلئے قرعہ اندازی کرنا	87/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22	**قرض خواہ**	
1	قرض خواہ اپنا حق مقروض کی لاعلمی میں بھی لے سکتا ہے	620/10
23	**قسم**	
1	قسم کا معنی، شرائط اور ارکان	790/1
2	غیر اللہ کی قسم کھانا نیز مستقبل اور ماضی میں طلاق وعتاق کی قسم کھانا	791/1
3	جھوٹی قسم کھانا	793/1
4	بلا قصد قسم	793/1
5	بالقصد قسم	794/1
6	قسم کی اقسام	794/1
7	قسم توڑنا	215/2
8	قسم توڑنے والوں کی سزاء	216/2
9	قسم توڑنا	565/6
10	منافقوں کی قسموں کا غیر معتبر ہونا	166/8
11	غیر اللہ کی قسم کھانے کا ممنوع ہونا	309/8
12	اللہ تعالیٰ کا من پسند فرشتوں کی قسم کھانا	858/9
13	اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا	36/10
14	قسم اور جواب قسم	764/12
15	نفس انسان کی قسم سے مراد انسان کامل محمد ﷺ کی قسم ہے	766/12
16	دن اور رات کی قسم کھانے کی توجیہات	856/12
17	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	872/12
18	زمانہ کی قسم کھانے کی وجوہ	968/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	رات کی قسم کھانے کی وجوہ	729/12
20	جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی	475/12
21	قسم سے پہلے حروف ''لا'' کے دو محمل	402/12
22	زیادہ قسم کھانے کی مذمت	183/12
23	قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ	110/12
24	آیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں؟	110/12
24	**قصہ**	
1	قصہ کا لغوی معنی	665/5
2	سورۂ یوسف کو ''احسن القصص'' فرمانے کی وجوہ	665/5
3	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	687/5
4	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا احسن القصص ہونا	683/5
25	**قصاص**	
1	قصاص کے حکم کا شان نزول	200/3
2	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنا	200/3
3	اعضاء کے بدلے قصاص کی کیفیت	201/3
4	بدلہ نہ لینے کی فضیلت	202/3
5	تلوار سے قصاص لینا	790/7
6	ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہ کرنا	338/9
7	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ	431/9
26	**سورۃ القصص**	
1	سورۃ کا نام	765/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ القصص کی سورۃ النحل سے مناسبت	765/8
3	سورۃ القصص کے مشمولات	766/8
4	سورۃ القصص کے اغراض	767/8
5	سورۃ القصص کا خلاصہ	770/8
6	سورۃ القصص کے اختتامی کلمات	865/8
27	**قضاء**	
1	قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث	666/2
2	قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ	665/2
3	قضاء کے آداب اور قاضی کا ظلم وعدل	703/2
4	کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کی حجت پر استدلال	705/2
5	اہل ذمہ کے مابین فیصلہ	195/3
6	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنا	199/3
28	**قلب**	
1	قلب کی تعریف	287/1
29	**سورۃ القلم**	
1	سورۃ کا نام	160/12
2	سورۃ القلم کے مشمولات	160/12
3	سورۃ القلم کا اختتام	198/12
4	نون اور قلم کے معانی اور ان کے متعلق احادیث	164/12
30	**قمار**	
1	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
31	**سورۃ القمر**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۃ کا نام اور زمانہ نزول	574/11
2	واقعہ شق القمر کے متعلق احادیث	574/11
3	واقعہ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	576/11
4	سورۃ القمر کا اختتام	602/11
32	**قناعت**	
1	قناعت کی تعریف	48/7
2	قناعت کے متعلق احادیث	46/7
33	**دعائے قنوت**	
1	قنوت کا معنی	360/2 450/9
2	قنوت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	360-362 2
3	قنوت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	363/2
34	**قوت**	
1	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال	353/6
2	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال وفساد	561/12
3	قوت عملیہ کے تین شعبے	528/12
35	**قواعد فقہیہ**	
1	اشیاء میں اباحت کا اصل ہونا	330/1 125/4
2	اشیاء میں اصل اباحت ہے	277/5 504/7
36	**قیاس**	
1	قیاس کا حجت ہونا	733/2
2	قیاس کی حجیت پر دلائل	457/3
3	قیاس کی اصل	675/3
4	قیاس کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	قیاس کرنے کا جواز	94/7
6	مشروعیت قیاس پر دلائل	552/10
7	نفی قیاس پر دلیل	551/10
8	قیاس، فروع اور احکام میں جائز ہے جبکہ اصول اور عقائد میں جائز نہیں	564/10
9	قیاس کے ثبوت پر دلائل	68/11
37	**قید/ قیدی**	
1	جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنانا	623/2
2	مالی فدیہ کے بدلے جنگی قیدی آزاد کرنا	625/2
3	مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنا	626/2
4	جنگی قیدیوں کو احساناً آزاد کرنا	627/2
5	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے میں مذاہب اربعہ	678/4
6	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق احادیث	679/4
7	موجودہ دور میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا	682/4
8	شک کی بناء پر ملزم یا متہم کو قید میں رکھنا	350/3
9	مجرموں کو قید میں رکھنا	351/3
10	نادہندہ مقروض کو قید میں رکھنا	351/3
11	گواہ بنانے کیلئے بعد از نماز وقت کی خصوصیت	353/3
12	گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت	354/3
13	اسیران جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات	135/11
14	جنگی قیدیوں کو غلام بنانا	136/11
15	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد	137/11
38	**قیام تعظیمی**	
1	قیام تعظیمی کی ممانعت کے متعلق احادیث	864/5
2	قیام تعظیمی میں مذاہب فقہاء	864/5
3	آنے والے کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا	866/5
4	مخلوق کی تعظیم کے لیے قیام کی ممانعت	621/12
5	قیام تعظیمی کی ممانعت کے محامل	621/12
6	اصحاب فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام کا استحسان	622-626/12
39	**قیامت**	
1	یوم قیامت کی مقدار	173/1
2	وقوع قیامت پر عقلی وشرعی دلائل	175/1
3	منکرین قیامت کا خسارہ	433/3
4	قیامت سے قبل دس نشانیوں کا ظہور	696/3
5	روز قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی وجہ	433/3
6	قیامت کے دن رسولوں اور ان کی امتوں سے سوالات	43/4
7	قیامت کے دن مجرموں سے سوال کرنا یا نہ کرنا	45/4
8	وقوع قیامت کے وقت کو مخفی رکھنے کی حکمت	441/4
9	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ	447/4
10	قیامت کے دن شرکاء کی مشرکین سے بیزاری	358/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	وقوع قیامت کی دلیل	622/5
12	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	219/6
13	قیامت کے دن کفار کا کف افسوس ملنا	221/6
14	قیامت کے دن مسلمانوں سے سوال	324/6
15	قیامت کے دن کفار سے سوال	325/6
16	قیامت کے دن بتوں اور مشرکوں کا مکالمہ	544/6
17	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کی توجیہ	544/6
18	قیامت کے دن ہر شخص کا نفسی نفسی کہنا	587/6
19	قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھوانا	656/6
20	ہر شخص قیامت کے دن اپنے امام کے ساتھ ہوگا	761/6
21	قیامت کے دن برہنہ حشر کرنا	119/7
22	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانا	120/7
23	قیامت کے دن اعمال نامہ	120/7
24	روزِ قیامت کے مشاہدہ کا عظیم ہونا	277/7
25	روزِ قیامت کا یوم حسرت ہونا	278/7
26	اس دن کا مصداق جب فیصلہ ہو چکا ہوگا	279/7
27	وقوع قیامت پر دلیل	356/7
28	قیامت کے وقوع پر کفار کا شبہ	435/7
29	قیامت کے دن پکارنے والے	437/7
30	قیامت کا خوف و دہشت	667/7
31	قیامت کے رشتوں کا ختم ہونا	907/7
32	قیامت کے دن نبی ﷺ کے نسب، نکاح اور سسرال کے رشتوں کے سوا تمام رشتوں کا منقطع ہونا	908/7
33	قیامت کے دن دلوں اور آنکھوں کا الٹ پلٹ جانا	145/8
34	قیامت کے دن کی مومنوں پر طوالت	233/8
35	قیامت کے احوال	234/8
36	قیامت کے دن پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا	757/8
37	دآبۃ الارض کا محل خروج وغیرہ	742/8
38	قیامت پر دلائل	137/9
39	قیامت کے دن مشرکین کے احوال	139/9
40	قیامت کے دن کفار کا جھوٹ بولنا	205/9
41	قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا ثمر آور نہ ہونا	328/9
42	رسول اللہ ﷺ کو قیامت کا علم تھا یا نہیں؟	569/9
43	علم قیامت کی نفی کے متعلق مفسرین کی توجیہات	571/9
44	وقوع قیامت پر دلائل	597/9
45	قیامت کے دن متکبر اور پس ماندہ کافروں کا مناظرہ	629/9
46	قیامت کا اچانک آنا	783/9
47	قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعضاء ان کی نیکیاں بیان کریں گے	817/9
48	قیامت کے دن مجرموں کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے	818/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
49	مجرموں کے مونہوں پر مہر لگانے کی توجیہ	819/9
50	مشرکین کا انکار قیامت پر اصرار کرنا	871/9
51	قیامت کے دن اللہ کے سامنے جھگڑنے والے	249/10
52	قیامت کے دن فساق کی اپنی اعمالیوں پر ندامت	287/10
53	قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت	301/10
54	قیامت کے دن مؤمنوں کے ثواب کی کیفیت	301/10
55	قیامت کے دن سب سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے امور	296/10
56	قیامت کے دن لوگوں کی مستور چیزوں کو ظاہر کرنا	336/10
57	قیامت کے دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی	337/10
58	حضور ﷺ کا ایک حکمت کی وجہ سے وقوع قیامت کی خبر نہ دینا	573/10
59	قیامت کے دن کو فیصلہ کا دن فرمانے کی توجیہات	775/10
60	قیامت کے وقوع پر دلیل	817/10
61	قیامت کے دن کون کون گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے؟	819/10
62	قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ	824/10
63	قیامت کے دن کو عدم التغابن فرمانے کی وجہ	916/11
64	قیامت کے دن مومنوں کے نور کی مختلف مقدار	725/11
65	قیامت کے دن منافقین کا جنت کے راستہ سے محروم ہونا	726/11
66	قیامت کے دن منافقوں اور مؤمنوں کا معاملہ	726/11
67	قیامت کا واقع ہونا اور اس کا جھوٹ نہ ہونا	651/11
68	روز قیامت کی ہولناکیاں	624/11
69	قیامت کے دن حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور پھونکنا	581/11
70	قیامت کے دن کفار اور شیطان سے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام	325/11
71	قیامت کی کیفیات	439/11
72	قیامت کے دن انسان کے گزشتہ اعمال دکھانے کی توجیہ	567/11
73	قیامت کے دن لوگوں کے احوال	950/12
74	قیامت کے دن پہاڑوں کے احوال	951/12
75	قیامت کے دن کفار و فساق فجار کا کف افسوس ملنا	737/12
76	قیامت کے دن آپ کے رب کے آنے کی توجیہات	737/12
77	قیامت کے دن کو الغاشیہ فرمانے کی وجوہ	707/12
78	قیامت کے دن کی گرمی کی شدت سے پسینہ آنا	620/12
79	قیامت کے دن کافروں کا اپنے رب کے دیدار سے محروم رہنا	628/12
80	روز جزاء کی تکذیب کرنے والے	627/12
81	قیامت کے احوال و آثار کے ذکر سے مقصود	606/12
82	روز جزاء کی تکذیب کے محامل	610/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
83	روز جزاء کے ادراک کی نفی کا محمل	613/12
84	قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم	581/12
85	قیامت کے احوال	550/12
86	روز قیامت کے حق ہونے کی توجیہ	537/12
87	کفار قریش کو قیامت کی دن کے عذاب سے ڈرانا	478/12
88	قیامت کے احوال کو شر کہنے کی توجیہ	435/12
89	قیامت کے دن کو پس پشت ڈالنے کی توجیہ	457/12
90	قیامت کے دن بندہ کے نیک اعمال ملنے کے متعلق احادیث	409/12
91	قیامت اور نفس لوامہ کی مناسبت	404/12
92	قیامت کی تکذیب کرنا	406/12
93	وقوع قیامت کی دلیل	422-423/12
94	قیامت کے دن بچوں کو بوڑھا کرنے کی توجیہ	351/12
95	قیامت کو الحاقہ فرمانے کی وجوہ	204/12
96	قیامت کے وقوع کی علامات	207/12
97	قیامت کے دن کی مقدار	225/12
98	حضور ﷺ کو وقوع قیامت کا علم	298/12
40	**سورۃ القیامہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	399/12
2	سورۃ القیامہ کے مشمولات	399/12
3	سورۃ القیامہ کا اختتام	424/12

ک

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**کائنات**	
1	کائنات کی ہر چیز کا برحق ہونا	88/9
2	**کاہن**	
1	کاہنوں کی اقسام	861/9
2	کاہن کی تعریف اور اس کے پاس جانے کا شرعی حکم	861/9
3	کاہن کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
3	**سورۃ الکافرون**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1011/12
2	قل یاایھا الکافرون کا شان نزول	1012/12
3	یاایھا الکافرون سے پہلے قل لانا	1013/12
4	سورۃ الکافرون کی آیات میں تکرار کا جواب	1016/12
5	لکم دینکم ولی دین کے محامل	1016/12
6	سورۃ الکافرون کی تکمیل	1016/12
4	**کامیابی**	
1	حقیقی کامیابی کا مصداق	823/10
5	**کبوتر بازی**	
1	کبوتر بازی کے متعلق احادیث	382/8
2	کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کی تصریحات	385/8
6	**کتا**	
1	کتوں کو رکھنے کا شرعی حکم	70/7
7	**کتاب**	
1	کتاب کا لغوی و اصطلاحی معنی	240/1
2	کتاب و حکمت کی تعلیم و تزکیہ نفس	550/1
3	کتب آسمانی کی تعداد کی تحقیق	418/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	کتاب کا معنی	741/11
5	کتابوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
8	**کذب**	
1	دیکھئے "30: جھوٹ" صفحہ 107	
9	**کرامت**	
1	کرامت کی تعریف اور خلاف عادت کاموں کی اقسام	434/5
2	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	435/5
3	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	437/5
4	کرامت کے اختیاری ہونے میں علماء کی تصریحات	437/5
5	کرامت کی تعریف	693/8
6	علامہ زمخشری کا کراماتِ اولیاء کا انکار کرنا	305/12
10	**کراماً کاتبین**	
1	کراماً کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض	505/3
2	کراماً کاتبین کے متعلق قرآنی آیت	505/3
3	کراماً کاتبین کے وظائف	506/3
4	آیا دل کی باتوں کو کراماً کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟	507/3
5	اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں	509/3
6	کراماً کاتبین کا صحیفۂ اعمال میں دیکھنا	322/11
7	کراماً کاتبین کے اعمال بنی آدم لکھنے کی تفصیل	611/12
8	کراماً کاتبین کا قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے الگ ہو جانا	611/12
11	**کسب**	
1	کسب واکتساب کا معنی	1028/1
2	شر کو اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنا	1028/1
3	معاش کے حصول کے لیے کسب کرنا ضروری ہے	268/7
12	**کعبہ**	
1	تعمیر کعبہ کی تاریخ	545/1
2	کعبہ کو قبلہ بنانے کے اسرار	567/1
3	کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا	569/1
4	کعبہ کا بیتِ اوّل ہونا	257/2
5	تعمیر کعبہ کی تاریخ	259/2
6	کعبہ کے فضائل	261/2
7	بیت اللہ کے اسماء	265/2
8	کعبہ کی برکت وہدایت کا معنی	266/2
9	کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں	267/2
10	کعبہ کی بے حرمتی کرنا	271/2
11	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت کی تحقیق	102/4
13	**کفر/کفار**	
1	کفار کا فروع کا مکلف ہونا	304/1
2	کفر کے معانی	279/1
3	کفار کے عذاب میں تخفیف وعدم تخفیف	620/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	کفار کو نور سے نکالنا	938/1
5	کفار کی ظلمت کی مثال	939/1
6	کفر ملت واحدہ ہے	227/2
7	کفار سے دوستی کی ممانعت	103-106/2
8	کفار سے مواسات	107/2
9	کفار سے مجرد معاملہ	108/2
10	کفار کی نیکیوں کا مقبول یا مردود ہونا	203/2
11	کفار کی اقسام	244/2
12	آخرت میں کفار کے اعمال کا ضائع ہونا	322/2
13	کفار کو رازدار بنانا	324/2
14	مسلمانوں کا کفار سے محبت کرنا	326/2
15	مسلمانوں کے خلاف کفار کا غیظ و غضب	326/2
16	متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنا	327/2
17	غیر مسلموں سے دینی و دنیوی کام لینا	328/2
18	کفار پر لعنت	355/2
19	کفار کے لیے دوزخ کا تیار کیا جانا	367/2
20	دینی معاملات میں کفار کی اطاعت	400/2
21	دنیا میں کفار کی خوشحالی	475/2
22	کفار کو گناہوں کے لیے ڈھیل دینا	478/2
23	کفار کی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا	507/2
24	کفار کے لیے دنیا میں عیش	528/2
25	قیامت کے دن کفار کے مختلف احوال	676/2
26	کفار کے ساتھ دوستی	748/2
27	کفر پر راضی ہونا	829/2
28	کفار کے نابالغ بچوں پر عذاب	836/2
29	کفار کا مسلمانوں پر غلبہ	830/2
30	کفر اور فسق کی وجوہات	148/3
31	کیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا؟	176/3
32	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت	212-213/3
33	ملکی و جنگی معاملات میں کفار سے خدمت	224/3
34	کفار احسان فراموش ہیں	393/3
35	کفر باللہ اور کفر بالرسول	396/3
36	کفار کے انکار کا حقیقی سبب	400/3
37	کفار کے اخروی نقصان کا معنی	418/3
38	کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانا	423/3
39	قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت	430/3
40	کفار کو مردہ کہنے کی حکمت	448/3
41	کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب	449/3
42	کافروں کے عمومی عذاب میں مومن شامل ہوں گے یا نہیں؟	470/3
43	کافروں کو ڈرانے کا محمل	484/3
44	کفار کے مطالبے کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنا	495/3
45	کفار کے دلوں کو پھیرنا	626/3
46	کافر کے مردہ ہونے کی مثال	644/3
47	کفار کو مقتدر بنانے کی حکمت	645/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولنا	137/4
49	کفار کی جنتوں کا مسلمانوں کو وراثت میں ملنا	140/4
50	کفار کو دوزخ میں کھانے پینے سے محروم رکھنا	147/4
51	کفار کا اخروی خسارہ	150/4
52	کافروں کی مثال	188/4
53	رنج وراحت کے نزول میں کفار کے احوال	232/4
54	کفار مکہ پر عذاب نہ بھیجنے کی وجہ	235/4
55	کفار مکہ کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	236/4
56	سابقہ امتوں کے عذاب سے کفار مکہ کا سبق حاصل نہ کرنا	236/4
57	کفار کے دلوں کو پھیرنے کی توجیہ	318/4
58	کفار کی نیکیوں کا ضائع ہونا	332/4
59	کفار کا جانوروں سے زیادہ گمراہ ہونا	424/4
60	جاہل کفار کا حضور ﷺ کو مجنوں کہنا	437/4
61	کفار کو گمراہی پر پیدا کرنے کا معنی	440/4
62	کفار کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ	512/4
63	بعض صحابہ کے نزدیک لشکر کفار سے مقابلہ کا ناگوار ہونا	554/4
64	ابوسفیان کے قافلہ تجارت پر حملہ کو بعض صحابہ کے ترجیح دینے کا بیان	556/4
65	کفار قریش کا حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کرنا	622/4
66	کفار کی سازش کا ناکام ہونا	623/4
67	کفار کا استغفار	626/4
68	کفر کا غلبہ فقط عرب سے یا مکمل دنیا سے ختم کرنا مقصود ہے	636/4
69	کفار مکہ نے اللہ کی جن نعمتوں کی ناشکری کی	657/4
70	کفر کے علمبرداروں کا مصداق	79/5
71	کفار سے محبت کا تعلق رکھنا منع ہے جبکہ بغیر محبت کے معاملات جائز ہیں	100/5
72	زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں پر اجر وثواب	156/5
73	زندہ کافروں کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کا جواز	274/5
74	کافر کے مسرف ہونے کی وجوہ	334/5
75	کفار کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی	370/5
76	کفار کے ناکام ہونے کی واضح دلیل	449/5
77	کفار کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	454/5
78	کفر کا فطرت کے خلاف ہونا	481/5
79	کفار کی دنیا میں خوشحالی	494/5
80	کفار کا مصیبت میں مایوس ہونا اور راحت میں ناشکری کرنا	508/5
81	قیامت کے دن کفار کے خلاف گواہی دینے والوں کے مصادیق	517/5
82	کفار مکہ کی چودہ وجوہ سے مذمت	518/5
83	کفار کو دگنا عذاب	519/5
84	جب کفار حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ان سے گرفت کیوں ہوئی؟	519/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
85	جب اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے تو پھر گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟	534/5
86	کفار کو عذاب دینا عدل اور حکمت کا تقاضا ہے	620/5
87	کفار کے عذاب کو آسمان وزمین کے قیام پر موقوف کرنا	630/5
88	کفار کے دائمی عذاب پر دلائل	631-634/5
89	توحید و رسالت کا انکار کفار کی پرانی روش ہے	637/5
90	کفار کا رحمت اور ثواب کے بجائے عتاب اور عذاب کو طلب کرنا	44/6
91	گنہگار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر کفار کی حسرت وندامت	237/6
92	کفار مکہ کو زجر وتوبیخ	242/6
93	کفار کے دلوں میں نبیوں کا استہزاء پیدا کرنے کی بحث	248/6
94	کفار کے انکار اور استہزاء کی وجوہات	249/6
95	کفار مکہ کے مطالبہ پر فرشتوں کو نازل نہ کرنے کی وجہ	251/6
96	کفر اور ایمان کی پانی اور جھاگ سے تشبیہ	76/6
97	کفار کے اخروی احوال	77/6 543/6
98	کفار کی صفات اور آخرت میں ان کی سزاء	89/6
99	دنیا میں کفار کی خوشحالی کی وجوہ	90/6
100	کفار کے فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کا سبب	98/6
101	جب کفار کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا تو ان کی مذمت کی وجہ	103/6 171/6 412/6 414/6
102	کافروں اور مسلمانوں کے مصائب کا فرق	103/6
103	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب کیوں نازل نہ ہوا؟	117/6
104	کفار کے شبہات کے جوابات	159/6
105	کفار کے اعمال کی راکھ کے ساتھ وجہ مشابہت	169/6
106	کفار کا قیامت کے دن کف افسوس ملنا	221/6
107	کفار کا مکر	222/6
108	کفار سے قیامت کے دن سوال	325/6
109	کفار کے مختلف نظریات کا بطلان	478/6
110	دوسروں کو کافر بنانا	546/6
111	کفار کی آنکھوں اور دلوں پر پردہ ڈالنا	729/6
112	کفار کا دنیا وآخرت میں اندھا ہونا	763/6
113	کفار کی فرمائشوں کے متعلق اقوال	765/6
114	کفار کا قیامت کے دن سر کے بل چلنا	803/6
115	کفار کا اپنے مال پر فخر کرنا	107/7
116	کفار کے قیامت کے دن پیش ہونے کی حالتیں	117/7
117	گذشتہ کفار اقوام کے متعلق اللہ کا دستور	139/7
118	جن برے کاموں کی وجہ سے کفار پر عذاب ہوا	140/7
119	کفار کے لیے مغفرت کی دعا	286/7
120	قیامت کے دن کفار کے حشر کی کیفیت	306/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
121	کفار کے مقام کا زیادہ برا ہونا	311/7
122	ان کفار کی مذمت جنہوں نے رحمان کیلئے بیٹا گھڑ لیا	317/7
123	کفار کی زندگی تنگ	495/7 497/7
124	کفار دنیا میں عیش وعشرت سے ہیں	496/7
125	کفار کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجوہ	522/7
126	''کفار حیات بعد الممات کے قائل نہیں'' پر اعتراض	530/7
127	دنیا میں کفار کی حفاظت	589/7
128	کفار پر زمین کے کناروں کا تنگ ہونا	590/7
129	کفار کا ضرر پہنچانا اور نہ پہنچانا	718/7
130	کافروں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزاء	719/7
131	کفار کو قتل کرنے کی ممانعت	761/7
132	کفار سے درگزر کرنا	762/7
133	کفار کو ان کے کفر کے باوجود نعمتیں عطا کرنا	882/7
134	کفار کے کرتوت اور ان پر نزول عذاب کی کیفیت	884/7
135	کفار کا عذاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھانا	900/7
136	کفار کے اعمال بے فائدہ ہیں	147/8
137	کفار سے سننے اور عقل کی نفی	244/8
138	کفار کا چوپایوں سے زیادہ گمراہ ہونا	245/8
139	کفر کے اندھیروں کا ختم ہونا	248/8
140	کفار کا ایمان نہ لانا	288/8
141	کفار کا بتدریج سرکشی میں بڑھنا	289/8
142	کفار مکہ کا عناد اور ہٹ دھرمی	452/8
143	جب کفریہ کاموں کو اللہ نے مزین کیا ہے تو پھر ان کی مذمت کیوں؟	554/8
144	کفار کو تنبیہ	586/8
145	کفار کا لغو اور بے ہودہ باتیں کرنا	836/8
146	کفار کے ایک شبہ کے جوابات	845/8
147	کافر اور مومن کی دنیا وآخرت میں تقابل	848/8
148	راحت اور مصیبت میں کفار کے احوال	192/9
149	کفار کا قیامت کے دن جھوٹ بولنا	205/9
150	کفار کے مطلوبہ معجزات نہ دینے کی وجوہ	205/9
151	کفار کی سزا کا ذکر	235/9
152	کفار کے فیصلہ کے دن سے مراد	347/9
153	کفار کو اللہ تعالیٰ کا غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	409/9
154	کفار سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	509/9
155	کفار سے کیا ہوا معین وقت کا وعدہ	628/9
156	کفار کے گھبرانے اور ان کی جائے فرار نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	643/9
157	روز حشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	644/9
158	روز حشر کفار کی خواہشات	644/9
159	کفار کے مکر کا بیان	664/9
160	کفار کو دائمی عذاب دینے کی وجہ	695/9
161	کفار کے نقصان اٹھانے کے محامل	696/9
162	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنے کا محمل	718/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
163	کفار کو ڈرانا یا نہ ڈرانا	724/9
164	کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل کرنا	746/9
165	کفار قیامت کی خبر کو وعد کیوں کہتے تھے؟	783/9
166	کفار کا اپنی قبروں کو خواب گاہوں سے تعبیر کرنا	790/9
167	کفار کا اللہ کا ذکر رحمٰن کے نام سے کرنا	791/9
168	کافر پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا آخرت میں مکالمہ	880/9
169	کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کی وعیدات	881/9
170	کفار کا تکبر کرنا	38/10
171	کفار کا ابو طالب سے شکایت اور حضور ﷺ کا جواب	39/10
172	کفار کا اپنے بتوں کی عبادت پر صبر کرنے کا محمل	40/10
173	طاغین سے مراد کفار ہیں نہ کہ اصحاب کبائر	130/10
174	دوزخ میں کفار اور ان کے پیروکاروں کا مناظرہ	131/10
175	کفار کا نقصان زدہ ہونا	204-206/10
176	کفار کا دھمکیاں دینا	263/10
177	کفار کے اعذار کا قبول نہ ہونا	382/10
178	کفار کے دلوں پر پردوں اور کانوں میں ڈاٹ کا سبب	433/10
179	آیا کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	438/10
180	کفار کے جرائم اور ان کی سزا	477/10
181	کفار قیامت کے دن بینے ہوں گے یا نابینے؟	632/10
182	انسان کے کفر کا سبب	633/10
183	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذا رسانی	656/10
184	کفار کو سلام کرنے کا مسئلہ	732/10
185	کفار کا اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا محض ان کا مشغلہ اور دل لگی ہے	761/10
186	کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ نہ کرنے کی وجہ	772/10
187	کفار مکہ کے انتظار اور حضور ﷺ کے انتظار کے الگ الگ محمل	782/10
188	کفار کی زندگی اور موت کا مسلمانوں کے برابر نہ ہونا	807/10
189	کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی توجیہ	812/10
190	کفار کے نقل کردہ قول پر ایک اعتراض کا جواب	814/10
191	کفار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بلا دلیل انکار کرتے ہیں	816/10
192	حشر ونشر کے انکار پر کفار کی حجت کا جواب	816/10
193	کفار کا خسارہ	819/10
194	اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار	125/11
195	کفار کے اعمال ضائع کرنے کی وجہ	140/11
196	کفار کا آخرت میں عذاب	146/11
197	کفار کے پیدا کرنے میں حکمت	914/11
198	کفار کی دنیا وآخرت میں رسوائی	776/11
199	کفار پر مسلمانوں کے غلبہ سے مراد	793/11
200	کفار سے ان کے دین کی وجہ سے محبت کرنا	793/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
201	کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ	845/11
202	کفار کے لیے آزمائش کا معنی	846/11
203	کفار کے لیے وعیدیں	665/11
204	کفار کے لیے آخرت میں عذاب کی مہمانی	704/11
205	کفار کے جہنم میں گھومنے کی کیفیت	625/11
206	ازل میں کفار کو ایمان سے پھیر دینے کی توجیہ	360/11
207	حضور ﷺ سے اعراض کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت	461/11
208	کفار کو ان کے مال پر چھوڑنے کے حکم کی توجیہ	462/11
209	کفار کی تمناؤں کا پورا نہ ہونا	515/11
210	کفار کے باطل عقائد پر ظن کے اطلاق کی توجیہ	518/11
211	کفار کی بدعقیدگی کو ان کا مبلغ علم قرار دینے کی توجیہ	520/11
212	کفار کے لیے عذاب کی وعید	758/12
213	کفار اہل کتاب کے عذاب کو مشرکین کے عذاب پر مقدم کرنے کی توجیہ	911/12
214	کفار کے انکار عذاب کا بطلان	157/12
215	کفار کا رسول اللہ ﷺ کو مجنون کہنا	164/12
216	کفار کا دنیا کی خوشحالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا	637/12
217	کفار کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	583/12
218	کفار کا وقوع قیامت کا سوال کرنا	564-565/12
219	کفار سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ	530/12
220	کافر کے قول ''کاش! میں مٹی ہو جاتا'' کے متعلق روایات	538/12
221	کفارِ قریش کو عذاب سے ڈرانا	478-481/12
222	متعدد وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	483/12
223	کفار کا قیامت کے دن باتیں کرنا یا نہ کرنا	484-487/12
224	کفار کا اللہ کے سامنے مکر کرنے سے عاجز ہونا	487/12
225	کفار کا نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا	496/12
226	کفار کو نماز نہ پڑھنے پر عذاب سے ڈرانا	496/12
227	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	497/12
228	عبد اللہ کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے	433/12
229	کفار کو فنا کر کے دوسری قوم کو پیدا کرنا	459/12
230	کفار کا قرآن کو اللہ کا کلام نہ ماننا	383/12
231	کفار کی اپنی مہم میں ناکامی	182/12
232	کفار کا عذاب قیامت کو طلب کرنا	222/12
233	کفار اور فجار کو ڈھیل دینا	286/12
14	**کفارہ**	
1	کفارہ کا معنی	255/10
2	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی قسم کا کفارہ ادا کرنا	104/12
15	**کفریہ کلمات**	
1	جان کے خوف سے کلمۂ کفر کہنا	580/6
2	کفریہ محاورے	289/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	جان جانے کے خطرہ کے باوجود کلمۂ کفر نہ کہنا	655/12
4	جان جانے کے خطرہ سے کلمۂ کفر کہنا	656/12
16	**کفو**	
1	اسلام اور اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم	308/11
17	**کلمۂ طیبہ**	
1	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	621/1
2	ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کا مصداق اور وجہ مشابہت	181/6
3	کلمہ پڑھنے سے پہلے عقائد کفریہ سے اظہار برأت	415/7
4	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	342/7
5	صرف کلمہ پڑھنے سے نجات	344/7
6	لا الہ الا اللہ کا سب سے بڑی نیکی ہونا	758/8
7	کلمہ طیبہ پڑھنے کا ثواب	342/11
18	**کلمۂ حق**	
1	ظالم حکام کے سامنے کلمۂ حق بیان کرنا	96/2
2	مصیبت سے بچنے کے لیے کلمۂ حق نہ کہنا	96/2
3	الکلم الطیب کی تفسیر	661/9
4	کلمات طیبہ کے چڑھنے کی توجیہات	662/9
5	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کا اوپر چڑھنا	663/9
19	**کلالہ**	
1	دیکھئے "13: وراثت" صفحہ 278	
20	**کلام باری تعالیٰ**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اللہ کے کلام کے قدیم ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب	280/1
2	کلام الٰہی کے قدیم ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	349/7
3	اللہ کا کلام سننا	567/8
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا کلام سننا	567-570/8
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	803/8 805-809/8
6	شب معراج ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا	805/8 809/8
7	قیامت کے دن اللہ رب العزت کا مشرکین سے بطور زجر وتوبیخ کلام فرمانا	849/8
8	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دلائل	601/9
9	اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں	635/10
10	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونا	641-647/10
11	اللہ تعالیٰ کے دعائیہ کلام کی توجیہ	360/11
12	اللہ تعالیٰ کی خبر کے برحق ہونے کو انسان کے کلام کے برحق ہونے سے تشبیہ کی وجوہ	376/11
21	**کم عقل**	
1	کم عقل کو مال نہ دینا	5080/2
22	**کن فیکون**	
1	کن فیکون کی تحقیق	511/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	کن فیکون پر ایک اعتراض کا جواب	416/6
3	کن فیکون پر خطاب بالمعدوم اور تحصیل حاصل کے اعتراض کا جواب	851/9
23	**سورۃ الکوثر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	997/12
2	سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا	997/12
3	سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت	998/12
4	سورۃ الکوثر کا اس سے پہلی سورتوں کیلئے تتمہ ہونا	999/12
5	سورۃ الکوثر کا بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہونا	1001/12
6	سورۃ الکوثر کی تفسیر کی تکمیل	1010/12
7	''انا'' اور ''اعطاء'' کے فوائد و نکات	1003/12
8	لفظ کوثر کی تفسیر	1004/12
24	**کوڑے**	
1	کوڑے مارنے کے مسائل و فقہی احکام	58/8 72/8
25	**کھیل**	
1	کھیل اور ورزش کا شرعی حکم	306/3
2	کرکٹ میچ کا شرعی حکم	308/3
3	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلامی احکام	442/3
26	**کھانا کھانے کے آداب**	
1	دیکھئے ''7: طعام'' صفحہ 168	
27	**کھجور**	
1	کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا	605/3
2	کھجور کے خواص	607/3
3	شجرۂ طیبہ سے کھجور کا درخت مراد ہے	178/6
4	کھجور کے درخت اور مومن میں وجوہ مشابہت	179/6
5	کھجوروں میں پیوندکاری کی ممانعت کی احادیث	263-266 6
6	کھجور کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
28	**سورۃ الکہف**	
1	سورۃ الکہف کا زمانہ نزول	33/7
2	سورۃ الکہف کا سبب نزول	34/7
3	روح کے سوال کو بنی اسرائیل میں اور بقیہ دو سوالوں کو الکہف میں ذکر کرنے کی توجیہ	34/7
4	سورۃ الکہف کے متعلق احادیث	35/7
5	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف میں مناسبت	36/7
6	سورۃ الکہف کے مشمولات	37/7
7	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کا ارتباط	40/7
8	اختتامی کلمات	238/7

گ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**گدھا**	
1	گدھے کی آواز کی مذمت	269/9
2	**گداگری**	
1	سوال کرنے کی جائز حد	650/1 972/1
2	سائلین کو دینا	662/1
3	گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنا	971/1
4	مسجد میں سائل کو دینا	972/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	**گرفت**	
1	اللہ تعالیٰ کا بتدریج گرفت فرمانا	701/9
4	**گروی رکھنا**	
1	دیکھئے "29: رہن (گروی رکھنا)" صفحہ 138	
5	**گستاخ رسول ﷺ**	
1	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا شرعی حکم	283/4
2	احادیث و آثار میں غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کی تصریح	385/4
3	غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات	386/4
4	اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات	551/9
5	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات	552/9
6	**گمراہ/گمراہی**	
1	عقیدہ اور عمل کی گمراہی	634/3
2	گمراہی کا اللہ کی طرف سے ہونے کا معنی	418/4
3	بہت دور کی گمراہی کا معنی	135/6
4	اللہ کا بعض بندوں کو گمراہ کرنا	564/6
5	بہت دور کی گمراہی	718/7
6	حضور ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کی تحقیق	641-643 / 9
7	کسی کو گمراہ کرنے کی قدرت	964/9
8	گمراہی کی نسبت شیطان کی طرف کرنی چاہیے	631/10
9	بعض بندوں کو رسول اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	811/10

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	ضلال کے معانی	477/11
11	انبیاء کی طرف ضلال کی نسبت کرنا	478/11
12	اللہ کی طرف ضلال کی نسبت کرنے کے دو معانی	479/11
7	**گمان**	
1	دیکھئے "13: بدگمانی" صفحہ 82	
8	**گنبد خضریٰ**	
1	گنبد خضرا کی زیارت کے لیے سفر کرنا	716/2
9	**گناہ**	
1	گناہ کا معنی	628/1
2	گناہ کے ارتکاب پر مواخذہ اور فقط ارادہ پر عدم مواخذہ	848/1
3	مرتکب کبیرہ کا بلا توبہ فوت ہونا	99/2
4	گناہ پر نادم ہونا	375/2
5	گناہ پر اصرار کا معنی	378/2
6	گناہ بخشنے میں تکرار	523/2
7	جہالت سے گناہ کرنے پر مقبولیت توبہ	610/2
8	صغیرہ اور کبیرہ گناہ	646/2
9	اصرار سے صغیرہ کا کبیرہ ہونا	649/2
10	گنہگاروں کے لیے نوید مغفرت	808/2
11	ہر گناہ پر سزا	806/2
12	گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے	468/3
13	جہالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی	491/3
14	ظاہری اور پوشیدہ گناہ کی ممانعت	638/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	اثم کا معنی و تعریف	638/3
16	دل کے افعال پر مواخذہ	639/3
17	تمام گناہوں کی اصل	128/4
18	گناہگار مسلمانوں کے لیے دائمی عذاب	132/4
19	گناہوں پر اصرار کے ساتھ اجر و ثواب کی طمع کی مذمت	406/4
20	گناہوں کو ترک کرنے کا طریقہ	509/4
21	کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ کا معاف ہونا	620/4
22	مومنوں اور کافروں کا دنیا و آخرت میں فرق	620/4
23	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کی معافی	630/4
24	کافر کے سابقہ گناہ بخشنے میں اللہ کا لطف و کرم	632/4
25	اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے اور ظاہر کرنا حرام ہے	483/5
26	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کا معاف ہونا	648/5
27	نیکیوں سے صغیرہ گناہ مٹتے ہیں یا کبیرہ؟	649/5
28	اللہ کی عنایت کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں	750/5
29	اللہ تعالیٰ کا توبہ اور بغیر توبہ کے گناہوں کو بخش دینا	155/6
30	اس اشکال کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو گمراہ کرنے کیلئے طویل عمر نہ دیتا تو لوگ گناہ نہ کرتے	279/6
31	گناہ گار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال	324/6
32	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کے متعلق مذاہب	121/7
33	گناہوں کی صغائر اور کبائر میں تقسیم	121/7
34	گناہ کبیرہ کی تعداد	123/7
35	گناہ کبیرہ کی تعریفات	124/7
36	گناہ کبیرہ کے مرتکب کی مغفرت	301/7
37	بندہ کا بہت زیادہ گناہ کرنا	411/7
38	توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کرنا	413/7
39	اللہ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا	274/8
40	ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہٗ کا مؤقف	348/8
41	قرآن میں مذکور حضور ﷺ کے ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا	474/8
42	عوام اور خواص کے معاصی کا فرق	583/8
43	لوگوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا	49/9
44	گناہ کے سبب بننے والے پر گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا	50/9
45	بنو آدم کے گناہوں سے جانوروں کو ہلاک کرنا	701/9
46	کیا گناہ بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہیں؟	806-809/9
47	اثم، کبیرہ اور فحش کا معنی	611/10
48	چند گناہِ کبیرہ کا بیان	612/10
49	لغو اور گناہ کی باتیں	661/11
50	گناہ کا سبب دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے	404/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
51	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفات	523/11
52	گناہ میں اضافہ	895/12
53	اللہ تعالیٰ کا فوراً گناہوں پر سزا نہ دینا	608/12
54	بعض گناہوں کی معافی	247/12
10	**گوشت**	
1	مچھلی پر گوشت کا اطلاق	369/6
2	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ بیچنا	372/6
11	**گوہ**	
1	گوہ کا کلمۂ شہادت پڑھنا	139/6
12	**گواہی دینا**	
1	دیکھئے ''29: شہادت'' صفحہ 156	
	ل	
1	**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**	
1	دیکھئے ''17: کلمۂ طیبہ'' صفحہ 217	
2	**لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**	
1	لاحول ولا قوۃ پڑھنے کی فضیلت	572/6
2	معنی اور اس کے متعلق احادیث	108/7
3	**لاٹری**	
1	دیکھئے ''28: جواء'' صفحہ 107	
4	**لالچ**	
1	دیکھئے ''21: حرص'' صفحہ 114	
5	**لباس**	
1	لباس کی نعمت پر شکر ادا کرنا	89/4
2	لباس پہنتے وقت کی دعا	116/4
3	لباس کی انواع واقسام	116/4
4	لباس کے رنگ	117/4
5	اجلا، صاف اور عمدہ لباس	118/4
6	قیمتی اور معمولی لباس پہننا	119/4
7	لباس پہننے کے شرعی احکام	121/4
8	اون کا لباس پہننا	355/6
9	اچھا لباس پہننا	270/8
10	کیا ایک سے زائد لباس رکھنا سرکشی اور بغاوت ہے؟	594/10
11	ایک سے زائد لباس رکھنے کا ثبوت	594/10
12	لباس کا معنی اور رات کو لباس فرمانے کی وجہ	510/12
13	لباس پاک رکھنے کے محامل	365/12
6	**لذت**	
1	جسمانی وروحانی لذتیں	403/8 884/9
2	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینا	700/12
7	**لذیذ**	
1	لذیذ اور پسندیدہ چیزوں کے حصول کی اجازت	95/11
8	**لشکر**	
1	اللہ تعالیٰ کے لشکر کا مصداق	238/11
9	**لعان**	
1	قرآن کا لغوی وشرعی معنی	75/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	لعان کی وجہ تسمیہ	76/8
3	لعان کے بعد تفریق	76-79 / 8
4	لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی	79/8
10	**لعنت**	
1	لعنت کا معنی اور اس کا شرعی حکم	616/1
2	مردہ کافروں پر لعنت کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کا عدم جواز	619/1
3	مسلمانوں پر لعنت کی ممانعت	620/1
4	لعنت کی اقسام	686/2
5	کسی شخص پر لعنت کرنا	686/2
6	لعنت کی اقسام	160/11
11	**لغو**	
1	لغو کا لغوی معنی	853/7
2	لغو کا اصطلاحی معنی	854/7
12	**لقب**	
1	غوث اعظم، غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	389/6
2	ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے کی ممانعت	296/11
13	**لقطہ**	
1	لقطہ کا لغوی معنی	695/5
2	لقطہ کے متعلق احادیث	695/5
3	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	696-697 / 5
4	لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام	697/5
5	لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار	698/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء	699/5
7	آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار	700/5
8	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کا مصرف	701-705 / 5
14	**لقیط**	
1	لقیط کا لغوی و اصطلاحی معنی	693/5
2	لقیط کے شرعی احکام	694/5
15	**سورۂ لقمان**	
1	سورۃ کا نام	207/9
2	سورۂ لقمان کا زمانۂ نزول	207/9
3	سورۂ لقمان کی سورۃ الروم سے مناسبت	208/9
4	سورۂ لقمان کے مشمولات	209/9
5	سورۂ لقمان کا اختتام	296/9
16	**حکیم لقمان**	
1	حکیم لقمان کا تعارف	241/9
2	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	243/9
3	حکیم لقمان کو شکر کرنے کی تلقین	250/9
4	حکیم لقمان کے بیٹے کا نام اور اس کا دین	251/9
17	**لکھنا**	
1	لکھنے کے جواز پر قرآن کی آیات	382/7
2	لکھنے کے جواز پر احادیث	383/7
3	لکھنے کی ممانعت پر دلائل	384/7
4	لکھنے کی فضیلت اور اس کے متعلق احادیث	880/12
18	**لوح محفوظ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	لوحِ محفوظ سے تمام امور کا روایت و درایت سے لکھا جانا	393/2
2	لوحِ محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے	454/3
3	لوحِ محفوظ کا بیان	501/3
4	لوحِ محفوظ میں سب کچھ لکھا ہوا ہونا	798/7
5	لوحِ محفوظ میں قرآن مجید اور مخلوق کے اعمال کا ثابت ہونا	655/10
6	لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمتیں	736/11
7	لوحِ محفوظ کی تفسیر میں اقوال مفسرین	661/12
19	**لوحِ قرآنی**	
1	دیکھیے ''22: حروف مقطعات'' صفحہ 114	
20	**لواطت**	
1	لواطت کی حرمت پر آیات	606/2
2	لواطت کی حرمت پر احادیث	607/2
3	عمل قوم لوط کی حد یا تعزیر	608/2
4	لواطت کی عقلی قباحتیں	216/4
5	قرآن و حدیث میں لواطت کی مذمت	217/4
6	لواطت کی سزا	219/4
21	**حضرت لوط علیہ السلام**	
1	قوم لوط کی بری عادتیں	216/4
2	عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں	216/4
3	قرآن میں عمل قوم لوط کی مذمت	217/4
4	احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت	217/4
5	عمل قوم لوط کی سزا	217/4 219/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	219/4
7	حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب	214/4
8	حضرت لوط علیہ السلام کا مقام بعثت	214/4
9	رب کے ہاں فرشتوں کا نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا	215/4
10	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت	216/4
11	حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا آنا	597/5
12	حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجوہ	598/5
13	حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا یا قوم کی بیٹیوں کو؟	598/5
14	قوم کی بیٹیوں کے ارادہ پر دلائل	599/5
15	حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنا	600/5
16	اللہ تعالیٰ کی پناہ کی بجائے مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنے کی توجیہات	601/5
17	حضرت لوط علیہ السلام کا نجات پانا اور بدمعاش کافروں کا بھاگنا	602/5
18	قوم لوط کی بستی الٹنے کے متعلق روایات	603/5
19	قوم لوط کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	604/5
20	حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا حسین و جمیل لڑکوں کی صورت میں آنا	300/6
21	قوم لوط کا اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ان لڑکوں (فرشتوں) پر ہجوم کرنا	300/6
22	قوم لوط پر عذاب کا نزول	304/6
23	قوم لوط کے آثار	307/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	582/5 614/7 953/9
25	حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت	409/8
26	عمل قوم لوط کی سزا	412/8 703/8
27	قوم لوط کی بری خصلتیں	412/8
28	قوم لوط کی زبان درازی اور عذاب کا مستحق ہونا	413/8
29	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت اور اس کا عذاب	413/8
30	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	701/8
31	قوم لوط کا بے حیائی کے کاموں میں بصیرت رکھنا	701/8
32	قوم لوط پر زمین کا پلٹ دینا	702/8
33	قوم لوط کا راستوں کو منقطع کرنا	70/9
34	قوم لوط کا بر سر مجلس بے حیائی کے کام کرنا	71/9
35	قوم لوط پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	74/9
36	آیا جنت میں عمل قوم لوط ہو گا یا نہیں؟	75/9
37	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ	592/11
38	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	593/11
22	**سورۃ اللہب**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1027/12
2	سورۃ اللہب کا شان نزول	1028/12
3	تبت کا معنی	1029/12
4	سورۃ اللہب کی تکمیل	1033/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	**لوھا**	
1	لوہے کے فوائد	738/11
24	**لہو ولعب**	✓
1	دنیاوی زندگی کو لہو ولعب قرار دینا	435/3
2	لہو ولعب کا معنی	441/3 733/11
3	لہو ولعب کے متعلق احادیث	382/8
4	محدثین کے نزدیک لہو کی تعریف	383/8
5	لہو باطل کے نقصانات	385/8
25	**سورۃ اللیل**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	776/12
2	سورۃ اللیل کے مشمولات	777/12
3	سورۃ اللیل کی تفسیر کا اختتام	802/12
26	**لیلۃ القدر**	
1	لیلۃ القدر میں قرآن کا آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہونا	889/12
2	لیلۃ القدر میں قدر کے معانی	890/12
3	کیا حضور علیہ السلام کو لیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا؟	891/12
4	لیلۃ القدر کے فضائل	892/12
5	رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل	893/12
6	لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ	894/12
7	لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں	895/12
8	لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا	896/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	م	
1	مال	
1	مال کا مذموم یا محمود ہونے کا مدار	1002/1
2	مال کے ذکر میں حسن ترتیب	70/2
3	مخالف کا مال کھانا	205/2
4	کافر اقوام کا مال کھانا	207/2
5	پسندیدہ اور محبوب مال کا معیار	249/2
6	مال کا فتنہ ہونا	617/4
7	مالِ دنیا کی طمع کی وجہ سے بعض صحابہ پر عتاب	693/4
8	مال کا سبب عذاب ہونا	158/5
9	بقدر ضرورت مال دنیا جمع کرنا	184/7
10	مستقبل کے تحفظ کے لیے مال جمع کرنا	108/9
11	اپنا مال قرابت داروں کو دینے کی فضیلت	193/9
12	مال کی محض کثرت باعث فخر نہیں	633/9
13	مال و دولت کی تقسیم میں مساوات کی خرابیاں	599/10
14	مال کی زیادتی کی خرابیاں	599/10
15	مال کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
16	مال میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	734/11
17	مال کی محبت کے متعلق احادیث	945/12
18	مال کی محبت کے اثرات	846/12
19	مال میں کثرت طلب کرنا کیسا؟	857/12
20	مال دنیا کی خرابیاں	286/12
2	مالِ غنیمت	
1	مالِ غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کا اختلاف	543/4
2	مجاہدوں کو مال غنیمت سے زائد انعام دینا	544/4
3	مال غنیمت کی تعریف	639/4
4	مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل	678/4
5	بلا اجازت مال غنیمت لینا	694/4
3	سورۃ المائدہ	
1	سورۃ کا نام	27/3
2	سورۃ المائدہ کا زمانہ نزول	28/3
3	سورۃ النساء اور سورۂ مائدہ میں مناسبت	30/3
4	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	30/3
5	سورۃ المائدہ کا اختتام	382/3
4	ماشاء اللہ	
1	معنی اور اس کے متعلق احادیث	109/7
5	سورۃ الماعون	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	991/12
2	سورۃ الماعون کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	992/12
3	الماعون کی تعریف میں بارہ اقوال	995/12
4	سورۃ الماعون کی تفسیر کی تکمیل	996/12
6	مباہلہ	
1	مباہلہ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	189/2
2	نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ	187/2
7	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	
1	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سوانح	103/12
2	مابور پر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی تہمت	103/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	**مباشرت**	
1	لونڈیوں سے بغیر نکاح کے مباشرت کرنا	629/2
9	**مایوس ہونا**	
1	یئس کا ترجمہ	99/6
2	اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے مایوسی کی ممانعت	282/10
10	**متقی**	
1	متقین کی تحقیق	294/6 405/6
2	متقین کے لیے غیر مترقبہ نعمتوں کے علاوہ خصوصی مزید انعام	336/11
3	متقین کے درجات	441/11
4	متقین کو اجر و ثواب عطا کرنا	488/12
5	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت و عبادت کو داخل کرنا یا نہ کرنا	489-495/12
6	متقین کے لیے راہِ نجات کے حصول کے سلسلے میں احادیث	68/12
11	**متعہ**	
1	جواز متعہ پر شیعہ کے دلائل	630-632/2
2	حرمت متعہ پر قرآن و حدیث سے دلائل	633-634/2
3	احادیث شیعہ سے حرمت متعہ	636/2
4	بعض مفسرین کا تسامح	636/2
5	متعہ کرنا کیسا؟	855/7
12	**متفرقات**	
1	مستقبل کے مکالمہ کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرنا	173/6
2	ظلمت کا اصل اور نور کا عارض ہونا	761/9
3	زمان اور مکان کے دلائل کی باہمی مناسبت	762/9
4	آفاق اور انفس کی نشانیوں کا تجزیہ	528/10
5	لوگوں کو ان کے صحائف اور اعمال کی طرف بلانا	821/10
13	**مٹی**	
1	مٹی کا آگ سے افضل ہونا	150/10
14	**مجرم**	
1	مجرموں کے طریقہ کو بیان کرنے کی حکمت	492/3
2	مجرموں کے اخروی احوال	226/6
3	مجرموں کا دوسروں سے الگ اور جدا ہونا	801/9
4	کفار کی تمام اقسام کا مجرمین کے عموم میں داخل ہونا	802/9
15	**مجمع البحرین**	
1	مجمع البحرین کا مصداق	149/7
2	مجمع البحرین کی طرف سفر	150/7
16	**مجذوب**	
1	مجذوب کی تعریف	563/10
17	**مجتہد**	
1	مجتہدین کے ظن کا صحیح ہونا	514/11
18	**مجلس**	
1	امیر اور منتظم کو چاہیے کہ عام لوگوں کو صف اول سے اٹھا کر اصحاب فضل کو بٹھائے	784/11
2	صاحب فضل کا کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا	785/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اللہ کی کشادگی کرنے کا معنی	786/11
19	**مجوسی**	
1	مجوس اہلِ کتاب میں شامل ہیں یا نہیں؟	906/12
20	**سورۃ المجادلہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	762/11
2	سورۃ المجادلۃ کے متعلق احادیث	762/11
3	سورۃ المجادلۃ کا زمانہ نزول	763/11
4	سورۃ المجادلۃ کے مشمولات	763/11
5	سورۃ المجادلۃ کا اختتام	796/11
21	**مچھلی**	
1	کڑوے پانی میں لذیذ مچھلی	368/6
2	مچھلی پر گوشت کا اطلاق	369/6
3	پکی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو جانا	159/7
22	**محسن**	
1	محسنین کا معنی و مصداق	121/9
23	**محراب**	
1	محراب کا لغوی و اصطلاحی معنی	257/7
2	امام کا محراب میں کھڑا ہونا	257/7
3	محراب کے داخل مسجد ہونے کی تحقیق	610/9
4	محراب کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	612/9
24	**محرم الحرام**	
1	الفجر سے مراد ماہِ محرم کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	721/12
2.	ولیال عشر سے مراد محرم کے دس دن اور ان کی فضیلت	723/12
25	**سورۂ محمد**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	122/11
2	سورۂ محمد کے متعلق احادیث	122/11
3	سورۂ محمد کے اغراض	123/11
4	سورۃ کا اختتام	180/11
26	**محبت**	
1	محبت کا معنی	119/2
2	محبت رسول کا معنی	119/2
3	اللہ کی محبت کا حصول	120/2
4	جن افعال وعبادات سے اللہ محبت کرتا ہے	121/2
5	عارضی اور فانی محبت، دائمی اور باقی محبت کے مبادی واسباب	687/4
6	صحابۂ کرام کی باہمی محبت کا سبب	688/4
7	باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قریبی اعزہ، وطن، تجارت اور مال و دولت سے زیادہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کا محبوب ہونا	102/5
8	صحابۂ کرام محبت کے اس معیار کا کامل نمونہ تھے	103/5
9	اللہ اور رسول ﷺ کے مخالفوں سے محبت نہ کرنے والوں پر انعامات	795/11
10	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	827/11
27	**سیدنا محمد عربی ﷺ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حضور ﷺ کی نبوت پر دلیل	314,453 457/1
2	حضور ﷺ کا حقیقت میں خلیفۂ اعظم ہونا	358/1
3	حضور ﷺ کی رسالت کی پتھروں، درختوں اور جانوروں کا گواہی دینا	431/1
4	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا	475-480 / 1
5	حضور ﷺ سے سوالات کی ممانعت	486/1
6	حضور ﷺ کا درگزر کرنا	492/1
7	حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا	448/1
8	حضور ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان والا ہونا	514/1
9	بعض آیات میں بظاہر حضور ﷺ سے اور حقیقت میں مسلمانوں سے خطاب	518/1
10	حضور ﷺ پر تمام امتیوں کے افعال واحوال کا پیش کیا جانا	571/1
11	حضور ﷺ کے تبرکات سے استفادہ و حصول شفاء	884/1
12	حضور ﷺ کی رسالت پر دلیل	892/1
13	بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ کو تسلی	895/1
14	حضور کا افضل الرسل ہونا	896-909 / 1
15	دیگر انبیاء کے معجزات پر آپ ﷺ کے معجزات کا افضل ہونا	921/1
16	حضور ﷺ کا اپنے آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے منع کرنا	923/1
17	روم اور فارس کی فتح کی پیش گوئی	100/2
18	محمد عربی ﷺ کے نبی ہونے پر اعتراضات کے جوابات	100/2
19	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر دلیل	158/2
20	آپ ﷺ کا علم غیب	158/2
21	تمام نبیوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا	229/2
22	آپ ﷺ کی نبوت کا عام ہونا	230/2
23	زمینوں، آسمانوں اور تمام مخلوق کا آپ ﷺ کی اطاعت کرنا	232/2
24	آپ ﷺ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ ﷺ کی عصمت کے خلاف نہیں	355/2
25	بعض کافروں پر لعنت کرنا آپ ﷺ کی رحمت کے خلاف نہیں	356/2
26	علم رسالت پر اعتراض کا جواب	364/2
27	رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے	368/2
28	رسول اللہ ﷺ کی وفات ونماز جنازہ	289/2
29	رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کے بعد مسلمانوں کا سو جانا	405/2
30	آپ ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث ہوئے	451/2
31	تلاوت، تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم	453/2
32	آپ ﷺ سے اللہ کی محبت	474/2
33	آپ ﷺ کو تسلی دینا	498/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گمشدہ ہار کے متعلق حضور ﷺ کا علم	680/2
35	آپ ﷺ کا سب سے زیادہ شجاع ہونا	733/2
36	آپ ﷺ کا فیصلہ کرنے کا طریقہ	790/2
37	آپ ﷺ کو کفار کی حمایت سے منع کرنا	791/2
38	طعمہ کے معاملہ میں آپ ﷺ کو استغفار کا حکم	792/2
39	حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم	795/2
40	آپ ﷺ کا معصوم ہونا	799/2
41	ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا	880/2
42	رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانا	881/2
43	آپ ﷺ کی دعوت پر دلیل	884/2
44	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا برہان ہونا	890/2
45	نبی کریم کو منع کرنا دراصل امت کیلئے تعریض ہے	487/3
46	حضور ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب	487/3
47	امت کے اختلاف سے نجات کے لیے دعا سے آپ ﷺ کو اللہ کا منع فرمانا	524/3
48	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	580/3
49	رسول اللہ ﷺ کی قدر شناسی	585/3
50	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمومی بعثت پر یہودیوں کا اعتراض اور اس کا جواب	590/3
51	آخرت پر ایمان حضور پر ایمان کو مستلزم ہے	590/3
52	رسول اللہ کے ذمہ کیا چیز ہے؟	622/3
53	آپ علیہ السلام کی نبوت پر کفار کا شبہ	622/3
54	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی	623/3
55	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے	624/3
56	حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلیں	632/3
57	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اول المسلمین ہونا	702/3
58	حضور ﷺ کے تمام آباء کا اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہونا	559/3
59	آپ ﷺ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات	332/3
60	آپ ﷺ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث	335/3
61	مشکل سوالات اور بجھارت ڈالنا	336/3
62	سوالات کے جائز و ناجائز مواقع	337/3
63	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے سابقہ امتوں کا ہلاک ہونا	337/3
64	محمد عربی ﷺ پر طعن اور استہزاء	401/3
65	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی کی آیات	445/3
66	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم مثل ہونے کا محمل	453/3
67	مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت	486/3
68	رسول ﷺ کا ان کی جنس سے ہونا جن کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں	129/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
69	حضور علیہ السلام کی حضرت ہود و نوح علیہما السلام سے زیادہ عزت	205/4
70	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر دلیل	236/4
71	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن سے دلائل	359/4
72	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر مودودی کے اعتراضات کے جوابات	360/4
73	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے کے متعلق محدثین کی تحقیق	363/4
74	تورات اور انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت	368/4
75	امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات	373/4
76	اشیاء کو حلال و حرام کرنا حضور علیہ السلام کا منصب	375/4
77	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر	378/4
78	رسول اکرم ﷺ کا اصل کائنات ہونا	412/4
79	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت کے دن لوگوں کو نفع پہنچانا	462-468 4
80	رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کا واجب ہونا	598/4
81	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا واحد ہونا	598/4
82	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے عموم وشمول پر دلائل	394/4
83	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ	447/4
84	قرآن وحدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کا عموم	457/4
85	رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنا	159/5
86	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کو آپ علیہ السلام کا سزا نہ دینے کی وجہ	160/5
87	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کی نسل سے خارجیوں کا پیدا ہونا	161/5
88	حضور ﷺ کے فرمان "میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں" کی توضیح	197/5
89	نبی ﷺ کا توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنے کی توجیہ	278/5
90	نبی ﷺ کی پانچ صفات	302/5
91	امت پر سخت احکام کا آپ ﷺ پر دشوار ہونا	305/5
92	دنیا وآخرت میں امت کی فلاح پر آپ ﷺ کا حریص ہونا	306/5
93	آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا تسلی دینا	307/5 102/6
94	نبی کریم ﷺ کو ساحر کہنے کا جواب	325/5
95	تورات میں نبی ﷺ کی آمد کی خوشخبری	364/5
96	رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت ومسرت کا اظہار	409/5
97	قریش کا یہ اعتراض کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ نے شادیاں کیوں کیں اور اس کے جوابات	108-117 6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
98	سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کا عموم	135-136/6
99	نبی ﷺ کی رسالت نباتات، جمادات اور حیوانات سب کے لیے ہے	137/6
100	کفار کے علاوہ دنیا کی ہر چیز آپ ﷺ کی رسالت کو جانتی ہے	138/6
101	کیا نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل سمجھتے تھے؟	220/6
102	کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجنوں کہنا	243/6
103	آپ ﷺ کی تائید کے لیے فرشتہ کا نزول	244/6
104	رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم	304/6
105	رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ضرورت واہمیت	252/6
106	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات کریمہ کے متعلق احادیث	537/6
107	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات کریمہ کی طہارت	539-541/6
108	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف عبادتِ غیر اللہ کی نسبت	682/6
109	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حصول تبرک کا جواز	705/6
110	اللہ تعالیٰ کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد فرمانا	749/6
111	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت قدم رکھنا	765/6
112	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائشوں میں کامیابی	767/6
113	رسول اللہ ﷺ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت	793/6
114	نبی ﷺ کا مدد کے لیے مسلمانوں سے اپیل کرنا	128/7
115	نبی اکرم، حضرت ابوبکر وعمر کا ایک ہی مٹی سے مخلوق ہونا	388/7
116	حضور ﷺ کی تمام نبیوں اور فرشتوں پر فضیلت	539/7
117	رسول اللہ ﷺ کا مرض الموت	565/7
118	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کو سخت تکلیف	566/7
119	اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عیادت وتعزیت	570/7
120	رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل اور بعد کے احوال	571/7
121	رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ	576/7
122	رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ	578/7
123	وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا امت کے اعمال پر مطلع ہونا	582/7
124	کفار کے استہزاء پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	**587/7 766/7**
125	حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے معجزات کے مقابلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات	643/7
126	نبی علیہ السلام سے دعا کرانا	898/7
127	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا عالم میں آشکارا ہونا	162/8
128	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سابقہ میں صفات	166/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
129	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی تاکید	191/8
130	لا تجعلوا دعاء الرسول کے محامل	192/8
131	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام حق نہ سنانے پر کفار کا مال کی پیش کش کرنا	215/8
132	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار کا اعتراض کہ آپ تو بازاروں میں چلتے ہیں	216/8
133	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار کا اعتراض کہ آپ کے پاس سونے چاندی کے محلات کیوں نہیں؟	216-220 8
134	قریش کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانا	243/8
135	رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	293/8 724/8
136	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا برحق ہونا	537/8
137	دوسرے انبیاء کو مانگنے سے روکنا جبکہ ہمارے نبی کو بے مانگے عطا فرمانا	347/8
138	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر دلائل	440/8 451/8 817/8
139	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیر اللہ کی عبادت سے روکنے کی وجہ	459/8
140	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالت قیام وساجدین میں دیکھنے کے محامل	476/8
141	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص اور اس میں بٹن لگانا	584/8
142	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حیوانوں کا باتیں کرنا	632/8
143	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کفار کی طرف مکاتیب	678/8
144	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ''کن'' کے مظاہر	692/8
145	ہمارے نبی ﷺ کی فضیلت	324/8
146	حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کے کھانے پینے کے اسرار	336/8
147	انبیاء سابقین کے احوال سے حضور ﷺ کو تسلی دینا	90/9 653/9
148	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے اور پڑھنے کا ثبوت	97/9
149	ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی متعدد آیات کے مصداق ہیں	98/9
150	تورات وغیرہ پڑھنے پر حضور ﷺ کا ناراض ہونا	100/9
151	حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کی تنگی و وسعت	108/9
152	نبی ﷺ کے اہل کے پاس ایک سال کا مال ہونے کے باوجود تنگی	111/9
153	نبی ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	244/9
154	آپ ﷺ کو الحمد للہ کہنے کا حکم دینے کی وجہ	275/9
155	حضور ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے محامل	345/9
156	حضور ﷺ اور کفار کے انتظار کرنے میں فرق	348/9
157	حضور ﷺ کو کفار کا پیغام توحید سنانے سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	360/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
158	حضور ﷺ کو ڈرنے کا حکم دینے کی توجیہ	360/9
159	حضور ﷺ کی ذات عبادت اور معاملات کا نمونہ	398/9
160	حضور ﷺ کو مجوسیوں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا	361/9
161	حضور ﷺ کی ذات میں سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کا نمونہ	397/9
162	رسول اکرم ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں	460/9
163	رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ کا حکم دینے کی توجیہ	498/9
164	رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں	924/9
165	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	504/9
166	رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی توحید اور ذات و صفات پر شاہد ہونا	504/9
167	رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں امورِ آخرت پر شاہد ہونا	505/9
168	رسول اللہ ﷺ کا عملاً امت پر شاہد ہونا	506/9
169	رسول اللہ ﷺ کو سراج کہنے کی توجیہ	507/9
170	رسول اللہ ﷺ کو ایذاء کس بات سے پہنچی تھی؟	529/9
171	رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطاء فرمانے میں تخصیص	640/9
172	نبی ﷺ کے لیے غیب اور قدرت کا ثبوت	750/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
173	حضور ﷺ کے قلب پر حجاب اور آپ کی توبہ واستغفار کا محمل	104/10
174	ایک دن میں سو بار توبہ کرنے کی توجیہ	105/10
175	حضور ﷺ کا افضل الرسل ہونا	108/10
176	ہواؤں اور جنات پر تصرف حضور ﷺ کو بھی حاصل ہے	108/10
177	حضور ﷺ کا مشقت اٹھا کر پیغام پہنچانا	157/10
178	حضور ﷺ کو سب سے پہلے اسلام لانے کے حکم کی توجیہ	203/10
179	حضور ﷺ کا مکمل جانفشانی سے پیغام حق سنانا	266/10
180	حضور ﷺ کا خزانوں کا مالک ہونا	290/10
181	حضور ﷺ کو تسلی دینا	342/10
182	حضور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت	383/10
183	رسول اللہ ﷺ پر بڑھاپے کے آثار	412/10
184	حضور ﷺ کا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنا	506/10
185	کفار کی دل آزار باتوں پر حضور ﷺ کو تسلی دینا	516/10 518/10 685/10
186	رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا	525/10
187	رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں	616/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
188	نزول قرآن سے قبل حضور ﷺ کو اجمالی طور پر قرآن عطا کیا جانا	647-649/10
189	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے متعلق احادیث	686/10
190	حضور ﷺ کے خلاف سازش کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا	729/10
191	حضور ﷺ کو جاہلوں کی اتباع سے منع کرنے کا محمل	803/10
192	بعض مفسرین کی محبت و ادب رسول ﷺ سے محروم تفسیریں	804/10
193	حضور ﷺ سے افتراء کی تہمت کا ابطال	47/11
194	حضور ﷺ کی نبوت پر کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب	49/11
195	حضور ﷺ کا شام سفر	90-92/11
196	مشرکین کے ظلم وستم پر حضور ﷺ کو تسلی	144/11
197	حضور ﷺ کے ارشادات کو سننے میں منافقین کی کیفیت	146/11
198	رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے کی تحقیق	915/11
199	رسول اللہ ﷺ کی صفات	878/11
200	رسول اللہ ﷺ کا قیامت تک کے مسلمانوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کے باطن کو صاف کرنا	880/11
201	حضور ﷺ کے ہر فعل میں حسن ہے	785/11
202	حضور ﷺ کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے	815/11
203	حضور ﷺ کے شاہد ہونے اور وتعزروہ و توقروہ کا معنی	238/11
204	حضور ﷺ کے سر منڈانے اور بال کتروانے کے محمل	266/11
205	حضور ﷺ کو کاہن اور مجنون کہنے کا رد	453/11
206	کفار کو حضور ﷺ کی موت کا انتظار کرنے کا حکم	454/11
207	اللہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی عزت و وجاہت	810/12
208	دن بہ دن رسول اللہ ﷺ کی عزت وکرامت کا زیادہ ہونا	810/12
209	آپ ﷺ کی آخرت کا آپ ﷺ کی دنیا سے افضل ہونا	811/12
210	حضور ﷺ کا فرمان کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا	813/12
211	رسول اللہ ﷺ کی دنیا وآخرت میں فضیلت	818/12
212	آخرت میں رسول اللہ ﷺ کو عزت وکرامت عطا فرمایا جانا	818/12
213	رسول اللہ ﷺ کو غنی کرنے کے محامل	828/12
214	رسول اللہ ﷺ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	829/12
215	رسول اللہ ﷺ کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا ہے؟	836/12
216	رسول اللہ ﷺ کو ملنے والی چند نعمتیں	836/12
217	حضور ﷺ پر وزر کے محامل	854-856/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
218	حضور ﷺ کا ذکر بلند کرنا	858-865/12
219	حضور ﷺ کا ابتداء نبوت میں غار حرا جانا	878/12
220	حضور ﷺ کا فرشتہ کو پہچاننا	879/12
221	"ما انا بقاری" کی تحقیق	879/12
222	"والعصر" سے حضور ﷺ کا زمانہ مراد ہونا	970/12
223	رسول اللہ ﷺ کا مقام محبوبیت	1010/12
224	کفار کی ایذاء رسانی پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	348/12
225	رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دینے کی توجیہ	350/12
226	حضور ﷺ کی قیامت کے دن وجاہت	129/12
227	رسول اللہ ﷺ کو مہلت دینے کے حکم کی توجیہ	678/12
228	رسول اللہ ﷺ کا درجہ بدرجہ ترقی کرنا	641/12
229	رسول اللہ ﷺ کا تمام فرشتوں سے افضل ہونا	595/12
230	حضور ﷺ پر رسول کریم کی صفت کا منطبق ہونا	597/12
231	حضور ﷺ پر ذی قوۃ کی صفت کا منطبق ہونا	598/12
232	حضور ﷺ پر معزز اور وجیہ کی صفت کا منطبق ہونا	598/12
233	حضور ﷺ پر مطاع کی صفت کا منطبق ہونا	600/12
234	حضور ﷺ پر امین کی صفت کا منطبق ہونا	600/12
235	حضور ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا	602/12
236	کفار کا حضور ﷺ کو لالچ دے کر اور دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	454/12
237	آپ ﷺ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنا	455-457/12
238	حضور ﷺ کا احسان رکھنے کی ممانعت	366-372/12
239	حضور ﷺ کو صبر کا حکم دینے کی توجیہ	372/12
240	حضور ﷺ اور کفار کے عنقریب دیکھنے سے مراد	182/12
241	حضور ﷺ کو مجنون کہنے والا	185/12
242	حضور ﷺ پر کفار مکہ کا نظر لگانے کی ناکام کوشش کرنا	197/12
243	حضور ﷺ کے برحق رسول ہونے پر دلیل	215/12
244	اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں حضور ﷺ کو عجز کے اظہار کا حکم	296/12
28	**محمد بن عبد الوہاب نجدی**	
1	محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تکفیر	61/3
29	**محکم**	
1	محکم کا معنی	61/2
2	آیات محکمات	60/2
3	اصولیین کے نزدیک محکم	62/2
30	**مخلوق**	
1	مخلوق کی ضروریات و مصلحتوں کی رعایت	861/7
2	مخلوق کے محتاج ہونے کی وضاحت	179/11
31	**مداہنت**	
1	مداہنت کی تحقیق	110/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	مداہنت کا معنی	111/2 701/11
3	مداہنت کا لغوی واصطلاحی معنی	183/12
32	**مدافعت**	
1	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرنا	1008/12
2	انبیاء سابقین کا خود اپنی مدافعت کرنا	1009/12
33	**مدد حاصل کرنا**	
1	استعانت کا معنی	184/1
2	اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق	185/1
3	علامہ آلوسی، شیخ شوکانی اور نواب بھوپالی کا انبیاء اور اولیاء سے استمداد کو ناجائز قرار دینا	348/5
4	علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات پر تبصرہ	349/5
5	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے معاملہ میں راہِ اعتدال	351/5
6	وصال کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد اور استغاثہ کے جواز کے متعلق احادیث وآثار	378/5
7	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کی تکفیر کا بطلان	380/5
8	مصائب ومشکلات میں صرف اللہ سے مدد حاصل کرنا افضل ہے	773/5
9	غیر اللہ سے استمداد کا جواز	774/5
10	مخلوق سے استمداد کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام سے مؤاخذہ کی توجیہ	775/5
11	افضل و اولیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے	66/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو مستقل مددگار بنالینا گمراہی ہے	543/10
13	مقبولانِ بارگاہِ عزت سے مدد طلب کرنا	115/12
34	**سورۃ المدثر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	358/12
2	سورۃ المدثر کے متعلق احادیث	358/12
3	سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل میں مناسبت	359/12
4	سورۃ المدثر کے مشمولات	360/12
5	سورۃ المدثر کا اختتام	398/12
35	**مدینہ منورہ**	
1	مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	391/9
2	منافقوں کے اس قول کے محامل اے اہلِ یثرب واپس جاؤ	393/9
36	**مدعی نبوت**	
1	**دیکھئے "34: جھوٹی نبوت کے دعویدار" صفحہ 109**	
37	**مذاق**	
1	اللہ تعالیٰ کے استہزاء کی توجیہ	297/1
2	مذاق اڑانے کی ممانعت	294/11
3	کفار ومشرکین سے استہزاء کی سزا	361/11
38	**مذہب**	
1	مذہب کا لغوی وشرعی معنی	176/1
39	**حضرت مریم علیہا السلام**	
1	مریم کا معنی	446/1
2	قرآن میں فضیلت	153/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	احادیث میں فضیلت	154/2
4	حمل کی کیفیت	173/2
5	حضرت مریم علیہا السلام کا نبیہ نہ ہونا	264/3
6	حضرت مریم علیہا السلام کا مشرقی جگہ جانا	263/7
7	حضرت جبریل علیہ السلام کا بشری صورت میں آنا	263/7
8	فرشتہ سے ہم کلام ہونا نبوت کو مستلزم نہیں	264/7
9	حضرت مریم علیہا السلام کا بیٹے کی پیدائش پر تعجب فرمانا	265/7
10	حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کا سبب	265/7
11	حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کی مدت	266/7
12	یوسف نجا کا تعاون	266/7
13	وضع حمل کے لیے دور جانا	266/7
14	''کاش میں پہلے مرجاتی'' کہنا	267/7
15	حضرت مریم علیہا السلام کو لوگوں کا ملامت کرنا	269/7
16	یا اخت ہارون کی توجیہات	269/7
17	حضرت مریم علیہا السلام کا جواب کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرنا	270/7
18	حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ	659/7
19	حضرت مریم علیہا السلام میں روح پھونکنا	660/7
20	حضرت مریم علیہا السلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	660/7
21	حضرت مریم علیہا السلام کا جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہونا	132/12
40	**مرتد**	
1	مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	768/1
2	مرتد کو قتل کرنا	768/1
3	مرتدہ کو قتل کرنا	769/1
4	ارتداد سے نیک عمل ضائع ہونا	770/1
5	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟	770/1 247/11
6	مرتدوں کو ہدایت	239/2
7	مرتدین کے کفر میں زیادتی	242/2
8	مرتدین کی توبہ کا قبول نہ ہونا	243/2
9	مرتدین کا حوض پر وارد ہونا	309/2
10	عہدِ رسالت اور بعد کے مرتدین	213/3
11	مرتد کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانا	584/6
12	مرتد کو قتل کرنے کا وجوب اور اس کو تین دن کی مہلت دینے پر دلائل	246/11
41	**مردار**	
1	مردار کا معنی اور اس کی اقسام	51/3
42	**سورۂ مریم**	
1	سورۂ مریم کی وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث	243/7
2	سورۂ مریم کا زمانۂ نزول	244/7
3	سورۃ الکہف اور سورۂ مریم میں مناسبت	247/7
4	سورۂ مریم کے مشمولات	247/7
5	سورۂ مریم کے اختتامی کلمات و دعا	319/7
43	**مرغ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مرغ کی بانگ کی فضیلت	269/9
44	مردوں کو زندہ کرنا	
1	اللہ کے مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل	479/6
45	مرجئہ	
1	مرجئہ کا رَد	735/11
46	سورۃ المرسلات	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	470/12
2	سورۃ المرسلات کے متعلق احادیث	470/12
3	سورۃ المرسلات کے مشمولات	471/12
4	سورۃ المرسلات کا اختتام	497/12
47	مزارات	
1	مزارات پر گنبد بنانا	77/7
2	اولیاء کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	749/7
3	اولیاء کے مزارات کو بوسہ دینا، طواف کرنا اور سجدہ کرنا	750/7
4	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت اور ان سے حصول فیض	255/11
48	سورۃ المزمل	
1	سورۃ کا نام	333/12
2	سورۃ المزمل کے مشمولات	333/12
3	المزمل کا معنی ومصداق	336/12
4	سورۃ المزمل کا اختتام	356/12
5	سورۃ المزمل میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا اجمالی تذکرہ	351/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	سورۃ المزمل کے آخر میں زکوٰۃ کا تذکرہ	355/12
49	مسکین	
1	مسکین کے ساتھ حسن سلوک	443/1
2	مسکین کا معنی	650/1
3	مساکین کی فضیلت میں احادیث	95/7
4	مسکین کو کھانا نہ کھلانے کی وعید	993/12
50	مسجد	
1	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب ائمہ	503/1
2	کافروں سے مسجد کیلئے چندہ لینے میں مذاہب فقہاء	92/5
3	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں علماء دیوبند کا نظریہ	94/5
4	مسجد بنانے کا جواز اور استحقاق کن امور پر موقوف ہے	95/5
5	مسجد بنانے کے انحصار میں ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی توجیہ	95/5
6	مسجد بنانے کے فضائل اور مسجد کے اجرو ثواب کے متعلق احادیث	95/5
7	مسجد کے احکام کے متعلق احادیث	97/5
8	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب اربعہ کا موقف	112-113 5
9	مسجد ضرار کا پس منظر و پیش منظر	256/5
10	مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت	258/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	کس مسجد کی بنیاد یوم اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی؟	259/5
12	مسجد نبوی کے فضائل	260/5
13	مسجد قبا کے فضائل	261/5
14	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل	205/6
15	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت کے متعلق فقہاء کے نظریات	206/6
16	مسجد حرام سے روکنے والوں کی مذمت	729/7
17	مساجد کی تعمیر و آداب اور ان میں ذکر	143/8
18	جنبی اور حائض کا مسجد میں داخل ہونا	697/11
19	مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات و اطاعات	289/12
20	مسجد میں برے کام کرنے کی مذمت	292/12
21	مسجد میں نیک کام کرنے کی فضیلت	293/12
51	**مسیح**	
1	ابنیت مسیح کا بطلان	886/2
2	متشابہ کا معنی	62/2
3	اصولیین کے نزدیک متشابہ	62/2
4	آیات متشابہات	60/2 64/2
5	مسیح کا معنی	161/2
6	الوہیت مسیح کے ابطال پر ایک مناظرہ	190/2
7	حیات مسیح اور ان کا زمین پر نزول	362/3
52	**مسلمان**	
1	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت	193/2
2	مسلمانوں کا اعلیٰ و غالب ہونا	384/2
3	فوت شدہ مسلمانوں کا اپنے اقارب کے اعمال پر مطلع ہونا	470/2
4	مسلمان بھائی کی کامیابی پر زیادہ خوش ہونا چاہیے	471/2
5	مسلمانوں کے لیے دنیا میں تنگدستی	528/2
6	مسلمانوں سے غلبہ کا وعدہ	830/2
7	مسلمانوں کو ڈرانے کا عمل	484/3
8	مسکین مسلمانوں کو مجلس سے اٹھانا	485/3
9	اوّل المسلمین کون؟	702/3
10	مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محامل	706/3
11	مسلمانوں کی آزمائش	706/3
12	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ	707/3
13	مسلمانوں کی مثال	188/4
14	رنج و راحت کے نزول میں مسلمانوں کے احوال	232/4
15	اللہ نیک مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے بدکاروں کی نہیں	596/4
16	مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے	602/4
17	مسلمانوں کے زوال کا سبب	650/4
18	کفار سے معاہدہ کی وجہ سے دارالحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا	710/4
19	مسلمانوں کی دارالکفر میں سکونت کا حکم	716/4
20	مسلمانوں کی دو حالتوں کا بیان	155/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	مسلمان کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق مذاہب ائمہ	761/5
22	ابتداء میں تمام لوگوں کے مسلمان ہونے پر احادیث و آثار	341/5
23	مسلمانوں کی دنیا میں بدحالی	494/5
24	دنیا میں مسلمانوں کی پس ماندگی و تنگی کی وجوہ	90/6
25	مسلمانوں اور کافروں کے مصائب کا فرق	103/6
26	گناہگار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال	324/6
27	مسلمانوں پر زمین کے گناہوں کا کم ہونا	590/7
28	نیک مسلمانوں کو اچھی جزاء	920/7
29	مسلمانوں کی تنگدستی کے بعد خوشحالی	168/8
30	امیر کافروں کی خوشنودی کے لیے غریب مسلمانوں کو اٹھانا	375/8
31	مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں	735/8
32	مسلمین کا لفظ ہمارے نبی ﷺ کے متبعین کے ساتھ خاص ہے	826-836 8
33	مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں	722/10
34	نیک مسلمانوں کے مصادیق	114/12
35	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد مسلمانوں کی مدد کا ذکر کرنے کی ضرورت	115/12
53	**مشابہت**	
1	کفار اور فساق کی مشابہت کے حکم کی تحقیق	362/9
2	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں مختلف علماء کی تحقیق	363-369 9
3	لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا	369/9
4	بدعقیدگی، بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر، گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا	369/9
54	**مشرق**	
1	مشارق کی توجیہ	239/12
55	**مشرک**	
1	مشرکین کے فرمائشی معجزات و مطالبات پورا نہ کرنے کی وجہ	512/1
2	مشرکین کے بتوں کا مؤنث ہونا	802/2
3	روز قیامت مشرکین کی ناکامی و نامرادی	420/3
4	مشرکین کے فرقے	610/3
5	مشرکین کے خودساختہ احکام کا رد	666/3
6	خودساختہ شریعت سازی کا رد	667/3
7	بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت	686/3
8	کن مشرکوں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی	49/5
9	مشرکین کو دارالاسلام میں آنے کی اجازت دینا	70/5
10	معاہدہ حدیبیہ کی پابندی اور خلاف ورزی کرنے والے	74/5
11	مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی توجیہات	273/5
12	مشرکین کا قرآن کو بدلنے کا مطالبہ	338/5
13	مشرکین کی خودساختہ شریعت کی مذمت	410/5
14	مشرکین کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ پر کوئی معجزہ نازل نہیں کیا گیا	46/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجوہ	46/6
16	مشرکین کے خود ساختہ شرکاء کا رد	102/6
17	جن مذاق اڑانے والے مشرکوں سے بدلہ لیا گیا	326/6
18	اللہ کیلئے حصہ مقرر کرنے پر مشرکین کو زجرو توبیخ	466/6
19	مشرکین کی اوندھی عقل	520/6
20	مشرکین کا افتراء	577/6
21	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	578/6
22	حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات سے مشرکین کے خلاف استدلال	594/6
23	مشرکین کے ایک اعتراض کا جواب	667/7
24	مشرکین کا آخرت میں بہرا ہونا	668/7
25	مشرکین سے کس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا	697/7
26	مشرکین کے تکبر کی وجوہ	885/7
27	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجوہ	889/7
28	مشرکین کو تنبیہ	586/8
29	مشرکین کے شبہات کے جوابات	819/8
30	مشرکین کے مددگار بننے کی ممانعت کے محمل	864/8
31	مشرکین کا رد	61/9
32	مشرکین کی ناشکری اور ان کا ظلم	117/9
33	مشرک اور موحد میں بہتر کون؟	623/9
34	فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد	635/9
35	مشرکین کے معبودوں کی حاجت روائی نہ کرنے کے محامل	666/9
36	مشرکین کے اعذار کا قبول نہ ہونا	382/10
37	زکوٰۃ نہ دینے پر مشرکین کی مذمت کی توجیہ	438/10
38	مشرکین کے کفر کی تفصیل	442/10
39	مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول	472/10
40	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ	562/10
41	سید مودودی کے نزدیک مشرک کی تعریف	670/11
42	مخلوق کو سمیع وبصیر، فاعل مختار اور قادر کہنے کا جواز اور ان کا شرک نہ ہونا	670/11
43	سید مودودی کی تعریف سے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا بھی مشرک ہونا	671/11
44	مشرک کی صحیح تعریف	674/11
45	شرک کرنے والوں کے متعدد گروہ	674/11
46	اسناد مجاز عقلی کی تعریف وغیرہ	675/11
47	اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت نہ کرنے پر مشرکین کو ملامت	458/11
48	مشرکین کے ظن کا باطل ہونا	514/11
49	مشرکین کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وضاحت	515/11
50	مشرکین پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی تقریر	529/11
51	مشرکین کا نبی علیہ السلام سے متنفر ہونا اور اعراض کرنا	396/12
52	مشرکین کے اس زعم کا رد کہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا	238/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	آیا مشرکین کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لایا یا نہیں؟	239/12
56	**مشکل الفاظ**	
1	اُمِیٌّ اور اُمْنِیَّۃٌ	436/1
2	حَنِیْفٌ	557/1
3	سَکِیْنہ	882/1
4	سُوْءٌ	629/1
5	طَاغُوْتُ	938/1
6	مُحشَاءُ	629/1
7	عَھْدُوْ مِیثَاق	416/1
8	قَبْضٌ	875/1
9	بَسْطٌ	875/1
10	بَیِّنَاتٌ	752/1
11	نعق	630/1
12	وَیْلٌ	437/1
13	استِعَانَت	184/1
14	آلٌ	397/1
15	کُنْ فَیَکُوْنُ	511/1
16	مِلَّتْ	551/1
17	صِبْغَۃُ اللہِ	560/1
18	عَنبَرد	630/1
19	قُرْءٌ	800/1
20	لَیٌّ	219/2
21	بَشَر	222/2
22	حکم ربانیین	224/2
23	بینات +زبر +کتاب منیر	499/2
24	مرابطه	536/2
25	نحله	566/2
26	جبت +طاغوت	694/2
27	زائفین	63/2
28	قنطار	614/2
29	دیت	756/2
30	بهیمة الانعام	34/3
31	وما اهل لغیر الله به	53/3
32	المنخنقة	54/3
33	الموقودة	55/3
34	المتردیة	55/3
35	النطیحة	56/3
36	ارض مقدسہ کا مصداق	146/3
37	جبارین کا بیان	147/3
38	سحت	194/3
39	فتنه	257/3
40	البحیره + السائبه	338/3
41	الوصیله + الحامی	339/3
42	قرن	398/3
43	بسل	537/3
44	مستقر + مستودع	604/3
45	وحی + زخرف القول + غرور	629/3

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
46	لتصغٰی	632/3
47	نسک	701/3
48	المص	35/4
49	معایش	52/4
50	مختار کل	131/4
51	ضعف	135/4
52	شماتت	345/4
53	الطیبات + الخبائث	376/4
54	خَلف + خُلف	406/4
55	تفکر	436/4
56	وجل	547/4
57	نفل + تنفیل + سلب	638/4
58	احبار + رھبان	121/5
59	کنز	127/5
60	الدوائر + دائرة السوء	235/5
61	قربات+ صلوات	235/5
62	التائبون	266/5
63	العابدون+ الحامدون	267/5
64	السائحون+ الراکعون + الساجدون	268/5
65	الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر	269/5
66	الحافظون لحدود اللہ	270/5
67	اوّاہ	275/5
68	قدم صدق	324/5

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
69	لتنظر	338/5
70	تمیمه + توله	388/5
71	وکیل	485/5
72	تھدید+ تبشیر	497/5
73	مستقر+ مستودع	499/5
74	جدال	533/5
75	الخزی	580/5
76	یاویلتٰی	591/5
77	سجیل	603/5
78	بقیة اللہ	608/5
79	سعادت + شقاوت	629/5
80	زفیر + شھیق	629/5
81	السوء+ الفحشاء + المخلصین	740/5
82	صنوان + صنو	42/6
83	تعجب + اغلال	43/6
84	طوبٰی	96/6
85	محو + اثبات	118/6
86	العزیز الحمید	133/6
87	جبار + عنید	165/6
88	وراء	166/6
89	برزوا	170/6
90	رواسی	261/6
91	موزون	261/6
92	صلصال+ الحماء + مسنون	269/6

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
93	الجان + نارالسموم	272/6	117	غی	301/7
94	متوسمین	304/6	118	لد +رکز	319/7
95	عضین	324/6	119	المنکر + یسطون	799/7
96	اصدع	326/6	120	سر +اخفی	339/7
97	مواخر	376/6	121	یوم الزینت	391/7
98	طاغوت	413/6	122	نسف	435/7
99	مفرطون	477/6	123	العوج+ امت	436/7
100	حفدة	518/6	124	تلك الغرانیق	778-786/7
101	الحاد + عجم	576/6	125	فرقان	597/7
102	قضٰی	685/6	126	فظن ان لن نقدر علیه کی تفسیر	656/7
103	اوابین	695/6	127	الفزع الاکبر	669/7
104	قفا	712/6	128	السجل	670/7
105	تصریف + تذکر	721/6	129	غمرة	882/7
106	دلوك	769/6	130	مرید + صادر	709/7
107	مسحور+ بصائر+ استفزاز + لفیف	810/6	131	تفث	739/7
108	فتیة	62/7	132	منسك + مخبتین	755/7
109	سرادقها	101/7	133	القانع + المعتر	758/7
110	الهشیم	114/7	134	الصوامع+ البیع + صلوٰت	764/7
111	الباقیات الصالحات	115/7 311/7	135	نکوص+ سمر + هجر	885/7
112	موبق	135/7	136	ازر	368/7
113	حقبا	149/7	137	ایامٰی	131/8
114	منسك	796/7	138	سراب+البقیعه	146/8
115	سرب	152/7	139	تغیظ + زفیر	220/8
116	تاویل	184/7	140	بورًا	224/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
141	حجر ا محجور + مرج	231/8 253/8
142	هباء منثورا	232/8
143	مهجور	236/8
144	الرس	241/8
145	غرامًا+ اسراف	268/8
146	اقتار	269/8
147	ثعبان+ حية + جآن	305/8 575/8
148	صديق + حميم	364/8
149	افاك + اثيم	512/8
150	طير	629/8
151	عفريت	689/8
152	اشد+ استویٰ	782/8
153	علو + فساد	860/8
154	صليب	317/8
155	زَجرةً	872/9
156	مُنِیْبٌ	190/9
157	لاتصعر	267/9
158	شجرة الزقوم	890/9
159	ضَلَالٌ	323/9
160	تتجافى + مضاجع	334/9
161	القسط+ خطاء + مغفرت + رحمت	378/9
162	قدرًا مقدورًا	459/9
163	وجيه	576/9
164	ملكوت	851/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
165	اوّبی	606/9
166	غول بیابان	882/9
167	جفان+ الجواب+ قدور + راسيات	612/9
168	فتاح + عليم	624/9
169	كافة	625/9
170	اسروا	630/9
171	مترفين	631/9
172	تناوش	643/9
173	جبل	813/9
174	نذير	693/9
175	العزيز + الرحيم	716/9
176	غفلت	718/9
177	مقمحون	719/9
178	امام مبين	729/9
179	ماكان ومايكون	730/9
180	سبحان + تسبيح	759/9
181	سلخ	761/9
182	شغل + فاكهون	794/9
183	طمس + مسخ	820/9
184	يمين + يزفون	905/9
185	خَلق+ خُلق + اختلاق	40/10
186	فواق	49/10
187	قط	51/10
188	من شكله ازواج	131/10

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
189	طاغوت	207/10
190	قنوط	281/10 601/10
191	مقالید	289/10
192	الازفة + کاظمین	338/10
193	صاعقة	465/10
194	قیض	471/10
195	لاجرم	362/10
196	تفویض	363/10
197	حرث	577/10
198	ولی حمید	603/10
199	اجتباء	563/10
200	داحضة	571/10
201	اقترات + شکر	589/10
202	غیث	601/10
203	اهدیٰ	674/10
204	مستمسکون	672/10
205	بصیرت	805/10
206	خلیل	718/10
207	ویل + اصرار	793/10
208	جرح + اجتراح	807/10
209	اثارة	43/11
210	تعسًالهم	139/11
211	ان تولیتم	157/11
212	یحادون	776/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
213	استحوذ	793/11
214	اول حشر	805/11
215	الجلاء	807/11
216	دولة	815/11
217	الشح	826/11
218	الملك+ القدوس+ السلام+ المؤمن + العزیز+ الجبار	835/11
219	المتکبر+ الخالق +الباری+ المصور	835/11
220	البینات	738/11
221	رجت+ بست + هباء منبثا+ السابقون	652/11
222	اصحاب المیمنة+ اصحاب المشئمة	652/11
223	سبقت	655/11
224	ثلة	655/11
225	موضونة	656/11
226	ولدان+ غلمان	657/11
227	اکواب+ اباریق+ کاس+ معین	658/11
228	حطام+ تفکهون+ مغرمون+ محرومون	379/11
229	مقوین	380/11
230	مواقع النجوم	682/11
231	روح+ ریحان	703/11
232	انسان+ بیان	605/11
233	النجم	606/11

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
234	طغیان	607/11
235	الانام+ الاکمام+ الحب+ العصف+ الریحان	609/11
236	آلاء	609/11
237	شواظ+ نحاس	622/11
238	وردة+ دھان	623/11
239	ذواتاافنان	632/11
240	مقصورات	642/11
241	رفرف+ عبقری	642/11
242	مھطعین	582/11
243	مقعد صدق	599/11
244	یداللہ	239/11
245	حمیت	263/11
246	امرمریج	316/11
247	اصحاب الرس	318/11
248	نقبوا+ لغوب	338/11
249	اوّاب+ حفیظ	335/11
250	جبر	353/11
251	ذات الحبك	359/11
252	الخرامون	360/11
253	اید	385/11
254	الا لیعبدون	389/11
255	رزق	399/11
256	قنوت	401/11
257	متین+ ذنوب	402/11
258	رق	410/11
259	البیت المعمور	435/11
260	البحرالمسجود	437/11
261	ریب المنون	453/11
262	احلام	454/11
263	تقول	456/11
264	المسیطر	459/11
265	صاحب	480/11
266	غویٰ	481/11
267	ھویٰ	482/11
268	اللمم	521/11
269	اُمنی+ شعری	570/11
270	ضلال	477/11
271	کبد	753/12
272	لبد	754/12
273	اقتحم + العقبة	755/12
274	حسنیٰ	783/12
275	تردّی	787/12
276	یسریٰ	784/12
277	ضحیٰ + سجی	805/12
278	ضال	822-828 12
279	عائل	828/12
280	التین + الزیتون	869-871 12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
281	طور سينين	871/12
282	طغيان	883/12
283	حنفاء	907/12
284	العاديات ضبحا	942/12
285	الموريات قدحا	943/12
286	المغيرات صبحا	944/12
287	فاثرن بہٖ نقعا + فوسطن بہٖ جمعا+ الكنود	944/12
288	بعثر	946/12
289	هاوية	953/12
290	العصر	969/12
291	الهمزة + اللمزة	976/12
292	الحطمة	977/12
293	مغافير	106/12
294	مسلمات+ مؤمنات + قانتات وغيرها	118/12
295	خناس	1054/12
296	المرعٰى	688/12
297	غثاء + احوىٰ	689/12
298	مطففين	619/12
299	سجين	626/12
300	اساطير	627/12
301	رحيق مختوم + تسنيم	630/12
302	ابرار	612/12
303	كوّرت	586/12
304	انكدرت	687/12
305	العشار	588/12
306	وحوش	588/12
307	تسجير	589/12
308	الخنس+ الكنس	593/12
309	ضنين	602/12
310	سفرة + كرام	577/12
311	راجفة	550/12
312	حافرة + نخرة	551/12
313	زجرة + ساهرة	552/12
314	اٰخرة + اولٰى	555/12
315	اغطش	558/12
316	دحٰها + مرعٰها	559/12
317	ارساها + طامة	560/12
318	اوتاد	507/12
319	نوم + سبات	508/12
320	معاش	510/12
321	وهاج + ثجاج	511/12
322	مرصاد	516/12
323	احقاب	517/12
324	برد	526/12
325	غسّاق	527/12
326	التاويلات النجميه	511/12
327	ويل	479/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
328	شرر + قصر + جمالة + صفر	482/12
329	هل	429/12
330	نطفه + امشاج + سبیل	431/12
331	عبوس + قمطریر	446/12
332	سندس + استبرق	450/12
333	سلسبیل	449/12
334	ناضرة	415/12
335	باسرة + فاقرة	417/12
336	کلا + تراقی + راق	418/12
337	اولٰی لك فاولٰی	420/12
338	ابابیل + سجیل + عصف	984/12
339	کوثر	1004/12
340	شانئ + ابتر	1006/12
341	مرصاد	732/12
342	کلا	735/12 506/12
343	سحق	149/12
344	خَلق + خُلق	165/12
345	دکًّا دکًّا	737/12
346	طارق	666/12
347	النجم الثاقب	667/12
348	دافق + صلب + ترائب	672/12
349	سرائر + ابتلاء	675/12
350	قول فصل	677/12
351	شاهد + مشهود	651/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
352	اخدود	652/12
353	اذنت	636/12
354	کادح	638/12
355	یحور	639/12
356	شفق + وسق + اتساق	640/12
357	ناشطات	544/12
358	السابحات + السابقات	548/12
359	المدبرات	549/12
360	نقر + ناقور	373/12
361	قول ثقیل	342/12
362	تبتل	347/12
363	عتل + زنیم	184/12
364	ساق	191/12
365	استدراج	195/12
366	عیشة راضیة	210-12
367	هلوعًا + جزوعًا	229/12
368	حق معلوم	232/12
369	اجداث + خصب	240/12
370	وحی + نضر + جد	281/12
371	صعدًا	288/12
372	نفثت	1048/12
57	مشورہ	
1	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	336/1
2	مشورہ کا معنی	429/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	مشورہ کے متعلق احادیث	429/2
4	رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم	430/2
5	کس سے مشورہ لیا جائے؟	430/2
6	مشورہ کی اہمیت	685/8
7	مشورہ کرنے کے متعلق احادیث	617/10
8	نبی ﷺ میں اور آپ ﷺ کے اصحاب کا باہمی مشاورت سے اہم کاموں کو انجام دینا	618/10
58	**مصیبت**	
1	مصیبت کے متعلق ایک نظریہ	410/2
2	مصائب میں ثابت قدمی	398/2
3	مصیبتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں	468/3
4	مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بھول جانا	522/3
5	انبیاء پر مصیبتوں کے نازل ہونے کی وجوہات	571/3
6	اللہ پر ایمان کامل کی وجہ سے مصائب کا آسان ہونا	266/4
7	نزول مصیبت کے وقت مسلمانوں کی فکر اور عمل کیا ہونا چاہیے	334/5
8	مصائب کے بعد کفار پر رحم فرمانا	346/5
9	مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا	347/5
10	مصیبت میں گھر جانے کا معنی	813/5
11	انسان کا مصائب میں گھر کر اللہ کی طرف رجوع کرنا	366/8
12	مصیبت زدہ کی دعا کا قبول ہونا	717/8
13	اہل معرفت پر مصائب کا آسان ہونا	318/8
14	راحت اور مصیبت میں اللہ سے رابطہ رکھنا	276/10
15	مؤمنوں کے مصائب کا ان کیلئے کفارۂ ذنوب ہونا	605-610 10
16	مصیبت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	737/11
17	ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں	865/12
59	**مصارف زکوٰۃ**	
1	فقیر کا معنی	169/5
2	مسکین کا معنی	170/5
3	فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہب ائمہ	170/5
4	والعاملین علیہا کا معنی اور اس کے شرعی احکام	171/5
5	مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ میں سے کچھ دینا	172/5
6	غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ	174/5
7	غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کیلئے تملیک ضروری نہیں	174/5
8	تمام مصارف زکوٰۃ میں تملیک کے ضروری ہونے پر احناف کے ادلہ	176/5
9	تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ	177/5
10	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا	178/5
11	آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ	179/5
12	زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ	179/5
13	زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ	179/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ	180/5
15	کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا جواز	180/5
60	**مصاہرت**	
1	صہر کا معنی	254/8
2	اصہار کے مصادیق	255/8
3	نکاح اور زنا سے حرمت مصاہرت	255-260/8
61	**مضطر**	
1	مضطر کے مصداق کے متعلق اقوال	716/8
2	مضطر کی دعا	717/8
3	مضطر کی فریاد رسی	719/8
62	**سورۃ المطففین**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	615/12
2	سورۃ المطففین کی سورۃ الانفطار کے ساتھ مناسبت	615/12
3	سورۃ المطففین کے مشمولات	616/12
4	سورۃ المطففین کا اختتام	632/12
63	**سورۃ المعارج**	
1	سورۃ کا نام	218/12
2	سورۃ المعارج کے مشمولات	218/12
3	سورۃ المعارج کا اختتام	240/12
4	معارج کا لغوی وعرفی معنی	223/12
64	**معاف کرنا**	
1	معاف کرنے کی فضیلت	373/2
2	معاف کرنے کی فضیلت میں قرآنی آیات	427/2
3	معاف کرنے کی فضیلت میں احادیث طیبہ	427/2
4	اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے معاف کرنے میں فرق	354/4
5	عین حال معصیت میں اللہ تعالیٰ کا معاف فرما دینا	45/6
6	اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا	411/7
7	بار بار گناہ بخشنا	412/7
8	اپنے مال کے حق اور عزت کے حق کو معاف کرنا	626/10
9	فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	175/12
10	رسول اللہ ﷺ کا ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا	178/12
11	فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	176/12
12	فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	176/12
13	فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	177/12
14	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر کرنا	178/12
65	**معجزہ**	
1	معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟	447/3
2	فرمائشی معجزہ نہ دکھانے کی وجہ	626/3
3	تمام نبی حامل معجزہ ہیں	237/4
4	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کا دیگر انبیاء کے معجزات سے امتیاز	237/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	معجزہ کی تعریفات	238/4
6	معجزہ کی شرائط	238/4
7	افعال غیر عادیہ کی اقسام	239/4
8	معجزات، انبیاء کے اختیار میں ہیں یا نہیں	239-243/4
9	معجزات کے صدور میں علماء دیو بند کا مؤقف	243/4
10	معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا مؤقف	244/4
11	ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو	257/4
12	وہ معجزات جو حضور علیہ اسلام سے صادر ہوئے اور جو آپ کی ذات مبارکہ میں ہیں	396/4
13	معجزات کا مقدور ہونا	595/4
14	مشرکین کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ پر کوئی معجزہ نازل نہیں کیا گیا	46/6
15	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجوہ	46/6 117/6 748/6 795/6
16	آپ ﷺ کو قرآن کا معجزہ کیوں دیا گیا؟	47/6
17	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند دیگر معجزات	47/6
18	معجزات کے مقدورِ نبی ہونے کی بحث	798/6
19	معجزہ کا حصول نبی کے اختیار میں نہیں	99/9
20	معجزہ کا دکھانا نبی کے اختیار میں ہے	99/9
21	مشرکین کے فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجہ	417/10
66	**معرفت**	
1	معرفت کے جھوٹے دعویدار	595/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
67	**معذور**	
1	معذورین کی اقسام	224/5
2	جہاد اور نماز میں معذورین کے متعلق احادیث	224/5
68	**معصوم**	
1	نبی کے سوا، کسی بشر کا قول خطا سے معصوم نہیں	122/5
2	ارتکاب معصیت محبت رسول وخدا کے منافی ہے	69/7
3	مصیبت اور بیماری کو بیان کرنا	153-157/7
69	**معراج النبی ﷺ**	
1	خواب میں معراج ہونا	617-620/6
2	مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف	622/6
3	رسول اللہ ﷺ کو بعض نشانیاں دکھانا	626/6
4	رات کے قلیل حصہ میں معراج	628/6
5	واقعۂ معراج کی تاریخ	629/6
6	واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ	629/6
7	معراج کی احادیث میں تعارض	630/6
8	واقعۂ معراج کا مربوط بیان	630/6
9	شب معراج حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہ تھا	750/6
10	دنا فتدلی کی ضمیروں کا مرجع	488/11
11	فکان قاب قوسین کا معنی	491-495/11
12	فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر	495/11
13	شب معراج حضور ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا قلب کی آنکھوں سے؟	496/11 506-511/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	سدرۃ المنتہیٰ کی تعریف وغیرہ	499/11
15	جنت الماویٰ کی تعریف	500/11
16	سدرہ کو ڈھانپنے والی اشیاء	500/11
17	شب معراج حضور ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر دلیل	501/11
18	حضور ﷺ نے شب معراج جن نشانیوں کو دیکھا	502/11
19	دیدار الٰہی میں حضور ﷺ کی خصوصیات	504/11
70	**معاد**	
1	معاد کے متعلق مختلف اقوال	861/8
71	**معاملہ**	
1	معاملات میں صحیح اور احسن افعال	210/10
2	نزاعی اور اختلافی امور کو اللہ پر چھوڑ دینا	550/10
72	**حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعائیہ کلمات	286/11
2	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	284/11
73	**مغضوب**	
1	مغضوب کا معنی	214/1
2	مغضوب علیہم کی تفسیر	214/1
3	مغضوب کے معنی بیان کرنے میں علماء کی لغزش	214/1
74	**مغفرت**	
1	ان مسلمانوں کی مغفرت کی صورتیں جن کی نیکیاں گناہوں سے کم یا ان کے برابر ہوں	50/4
2	مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا (اعتراض وجواب)	337-342/6
3	مومنوں کی مغفرت اور اس پر کفار کی حسرت	364/8
4	خطاکاروں کے لیے استغفار	467/8
5	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت	283/9
6	مغفرت کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہونا	690/9
7	فساق مؤمنین کی مغفرت پر دلائل	77/11
8	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کی مغفرت	113/11 126/11
9	آپ ﷺ کی مغفرت کے حصول کا سبب کیا ہے؟	201/11
10	رسول اللہ ﷺ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	203-222/11
11	رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کلی کے اعلان کا آپ کی عظیم خصوصیت ہونا	225/11
12	عشرہ مبشرہ، صاحب یاسین، اصحاب حدیبیہ اور اصحاب بدر کی مغفرت سے رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	227-230/11
13	گناہگار مسلمانوں کی عدم مغفرت پر معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب	297/12
75	**مغرب**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مغارب کی توجیہ	239/12
76	**مفتوحہ علاقے**	
1	ان مفتوحہ علاقوں کے محامل جہاں صحابہ نہیں پہنچے تھے	413/9
77	**مقابلہ**	
1	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت	646/4
2	دشمن اسلام کے مقابلہ میں ثابت قدمی	647/4
78	**مقتول**	
1	مقتول کے وارث کی قوت کا بیان	711/6
2	ولی مقتول کا تجاوز نہ کرنا	711/6
79	**مقام محمود**	
1	مقام محمود کی تحقیق	775/6
80	**مکہ مکرمہ / اہلِ مکہ**	
1	مکہ کب سے حرم ہے؟	571/1
2	مکہ مکرمہ کو "مکہ" اور "بکہ" کہنا	265/2
3	مکۃ المکرمہ کا ام القریٰ ہونا	589/3
4	اہل مکہ پر نعمتیں اور ان کی ناشکری	189/6
5	کفار مکہ کا شرک	189/6
6	مکہ کو امن والا بنانے کی دعا پر اعتراض کا جواب	195/6
7	مکہ کو حرم قرار دینے کی وجوہ	204/6
8	کفار مکہ کو زجر و توبیخ	242/6
9	کفار مکہ پر بھوک اور خوف مسلط کرنا	590/6
10	کفار مکہ کی رسول اللہ ﷺ کو پیشکش	795/6
11	کفار مکہ کو پچھلی قوموں کے عذاب سنانا	528/7
12	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا	729-732/7
13	مکہ میں گناہ کا عذاب	734/7
14	شہر مکہ کی اہمیت و خصوصیت	761/8
15	کفار مکہ کے عذاب میں تاخیر کی وجہ	104/9
16	دو اشکالات کے جوابات	306/9
17	مکہ کے کافروں کے لیے مقام عبرت	753/9
18	اہل مکہ کو نزول عذاب سے ڈرانا	47/10
19	کفار مکہ کو دنیا کے عذاب سے ڈرانا	342/10
20	کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت	423/10
21	مکہ کو ام القریٰ فرمانے کی توجیہ	544/10
22	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذاء رسانی	656/10
23	کفار مکہ کی بت پرستی کے خلاف اسوۂ ابراہیم علیہ السلام سے استدلال	677/10
24	اہل مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور ان کا کفر و استہزاء	678/10
25	کفار مکہ کو عبرت دلانے کے لیے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کی قوم کا حال بیان کرنا	101/11
26	اہل مکہ کی ارد گرد کی بستیوں کو ہلاک کر کے ان کو عبرت دلانا	108/11
27	سیدنا محمد ﷺ اور قرآن مجید کے متعلق کفار مکہ کے مختلف اقوال	360/11
28	کفار مکہ کے مطلوبہ معجزات محض ضد بازی اور کٹ حجتی کے لیے تھے	461/11
29	مکہ مکرمہ کی فضیلت میں آیات و احادیث	747/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	872/12
31	کفار مکہ کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا	155/12
81	**مکس**	
1	مکس کا لغوی و اصطلاحی معنی	125/7
2	مکاس کی مذمت میں احادیث	127/7
82	**مکڑی**	
1	مکڑی کے گھر کا سب سے کمزور ہونا	80/9
2	غار ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنانا	81/9
3	مکڑی کے جالوں کے متعلق احادیث	82/9
83	**ملت**	
1	ملت کا معنی	578/1
2	ملت ابراہیم سے انحراف کا حماقت ہونا	578/1
84	**ملائکہ**	
1	دیکھئے "22: فرشتہ" صفحہ 194	
85	**ملحد**	
1	دیکھئے "71: الحاد" صفحہ 68	
86	**سورۃ الملک**	
1	سورۃ کا نام	134/12
2	سورۃ الملک کی فضیلت میں احادیث و آثار	134/12
3	سورۃ الملک کے مشمولات	135/12
4	سورۃ الملک کا اختتام	159/12
87	**سورۃ الممتحنہ**	
1	سورۃ کا نام اور زمانہ نزول	837/11
2	سورۃ الممتحنہ کے مشمولات	838/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ الممتحنہ کا اختتام	860/11
88	**منت ماننا**	
1	دیکھئے "15: نذر" صفحہ 267	
89	**منطق**	
1	نطق و منطق کا لغوی و اصطلاحی معنی	628/8
90	**مناظرہ/مباحثہ**	
1	مناظرہ و مباحثہ کے آداب و احکام	941/1
2	مناظرہ کی اصل	675/3
3	مباحثہ میں فریق مخالف پر سختی کرنا	380/7
4	مباحثہ میں اشتعال میں نہ آنا	304/8
5	اللہ کے وجود اور اس کی توحید کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مباحثہ	300/8
6	اہل کتاب کے ساتھ بحث کرنے میں سختی اور نرمی کرنے کے محمل	94/9
7	جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے	951/9
91	**منافق**	
1	منافقوں کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا	285/1
2	منافقین کا مرض اور مرض کی تعریف	286/1
3	منافقین کا اپنے فساد کو اصلاح کہنے کی وجہ	292/1
4	عہد رسالت سے آج تک فساد کو اصلاح کہنا	293/1
5	منافقین کے احوال کی امثلہ	298/1
6	عہد رسالت کے بعد منافقین کا وجود یا عدم وجود	300/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	منافقوں کی حسرت	412/2
8	حضور علیہ السلام کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا	713/2
9	منافقوں کا چوری کرنا	788/2
10	چوری کرنے والے منافق کا انجام	798/2
11	منافقوں کا فریب دینا	829/2 833/2
12	منافق کا مذبذب ہونا	836/2
13	منافقوں کی دو حالتوں کی تفصیل	155/5
14	منافقین کا نبی علیہ السلام کو ''کان'' کہنا اور اس پر اللہ کا رد کرنا	181/5
15	نبی علیہ السلام کو منافقین کا علم عطا فرمایا جانا	183/5
16	منافقین کی پہلے زمانہ کے کفار سے مشابہت	188/5
17	سابقہ قوموں کے عذاب سے منافقوں کو نصیحت فرمانا	189/5
18	منافقوں اور مومنوں میں تقابل	190/5
19	منافقوں کا کلمۂ کفر	198/5
20	منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل	200/5
21	اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے والا منافق	201/5
22	غزوۂ تبوک کے بعد منافقین کو کسی غزوۂ میں شرکت سے ممانعت کی توجیہ	216/5
23	منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا شان نزول	217/5
24	منافقین سے ترک تعلق کا حکم	231/5
25	مدینہ سے باہر کے منافقین اور ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات	243/5
26	منافقین کو رسول اللہ علیہ السلام کا نام لے کر مسجد سے نکالنا	245/5
27	منافقوں کے شک میں پڑنے کی وجوہ	292/5
28	منافقین کی قرآن سے نفرت و بیزاری	301/5
29	منافقین کے سینہ موڑنے کے محامل	497/5
30	منافقوں کو عذاب نہ دینے پر ایک اشکال کا جواب	408/9
31	منافقوں سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	509/9
32	منافقین کو قتل کرنے اور مدینہ بدر کرنے کی سزا کیوں نہیں دی گئی؟	568/9
33	منافقوں کا حضور علیہ السلام سے اذیت ناک کلام کرنا	573/9
34	اللہ تعالیٰ کا منافقین کے نفاق کا پردہ چاک فرمانا	172/11
35	رسول اللہ علیہ السلام کو منافقین کا علم تھا یا نہیں؟	173/11
36	منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا	900/11
37	منافقوں کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	901/11
38	منافقین کا شعار جھوٹ بولنا ہے	902/11
39	منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا	902/11
40	منافقوں کے ایمان اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	903/11
41	منافقوں کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے شہتیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	903/11
42	منافقوں کا طلب مغفرت سے انکار کرنا	904/11
43	منافقین کے کرتوت اور ان کی سزا	792/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
44	منافقین کی مذمت	792/11
45	دنیا و آخرت میں منافقین کی جھوٹی قسمیں	792/11
46	قیامت کے دن منافقوں کا جنت کے راستہ سے محروم ہونا	726/11
47	منافقوں کا برا گمان	242/11
48	منافقین کا غزوہ خیبر میں شرکت کیلئے اصرار کرنا	243/11
92	**سورۃ المنافقون**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	894/11
2	سورۃ المنافقون کا زمانہ نزول	894/11
3	سورۃ المنافقون کے مشمولات	895/11
4	سورۃ المنافقون کا اختتام	908/11
93	**موت**	
1	موت کا معنی	328/1 139/12
2	مرتکب کبیرہ کے بلاتوبہ فوت ہونے والے کے لیے دائمی عذاب پر استدلال کا جواب	438/1
3	مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا	453/1
4	حصول شہادت کے لیے موت کی تمنا کرنا	453/1
5	وقت سے قبل موت آنا	873/1
6	موت کی تمنا کرنا	477/2
7	موت سے مستثنیٰ رہنے والے افراد	499/2
8	موت کی دعا کرنا	868/5
9	ہر نفس کو موت	558/7
10	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی موت کی خبر	558/7
11	انبیاء اور اولیاء کے حق میں موت کا نعمت ہونا	342/8
12	موت کا قیامت صغریٰ ہونا	735/8
13	اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور دیگر فرشتوں کے موت دینے کے محامل	324/9
14	کیا ملک الموت تمام مخلوق پر موت طاری کرتے ہیں؟	325/9
15	ملک الموت پر موت آنا	326/9
16	موت کی تمنا کی ممانعت	51/10
17	اللہ سے ملاقات کے حصول کیلئے موت کی تمنا کا جواز	52/10
18	حضور ﷺ اور کفار کی موت کا فرق	223/10
19	حضور ﷺ کی موت قلیل وقت کے لیے ہے	224-227 10
20	دو موتوں اور دو حیاتوں کی تفسیر	328-331 10
21	نیک آدمی کی موت پر آسمان و زمین کا رونا	768/10
22	موت وجودی یا عدمی؟	782/10
23	موت کی سختیاں	323/11
24	موت کی مختلف تعبیریں	569/11
94	**حضرت موسیٰ علیہ السلام**	
1	زمین سے پانی نکالنا	410/1
2	آل موسیٰ کے باقی ماندہ تبرکات	883/1
3	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ سے ہم کلام ہونا	879/2
4	حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت محمد عربی ﷺ تک کا زمانہ	247/4
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، پرورش، نکاح، نبوت اور فرعون کو تبلیغ	248/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفات	251/4
7	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر	252/4
8	فرعون کے دعویٰ خدائی کا رد	253/4
9	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پہلے تیس راتیں اور پھر دس راتیں مزید مقرر کرنے کی حکمت	291/4
10	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر گمراہی	338/4
11	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب	338/4
12	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے غصہ کی تلافی کرنا	350/4
13	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا سوال کرنا	354/4
14	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگ	397/4
15	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	454/5 616/5
16	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا جادو نہ ہونا	454/5
17	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بعض اولاد کا مصداق	457/5
18	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی دعا کے دو محمل	458/5
19	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	460/5
20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو نکالنا	869/5
21	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو احکام دیئے گئے تھے یا نو معجزات	809/6
22	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	143/7
23	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات	160/7
24	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کی درخواست کرنا	174/7
25	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ	175/7
26	حضرت خضر علیہ السلام کا تعلیم دینے سے احتراز کرنا	176/7
27	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انصاف پسندی	181/7
28	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقرب ہونا	279/7
29	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنا	345/7 872/7
30	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین روانہ ہونا	345/7
31	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	346/7
32	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ندا کو سننا	347/7
33	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم	348/7
34	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کرنا	354/7
35	فرعون کی طرف جانے کا حکم	363/7
36	سانپ سے ڈرنا	361/7
37	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ	366/7
38	وزارت کے لیے بھائی کی تخصیص	367/7
39	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں	368,369/7
40	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کی دریا میں سلامتی	370/7
41	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر پہنچانا	370/7
42	فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت	371/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
43	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پران کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا احسان	371/7
44	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات	372/7
45	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آزمائشیں	373/7
46	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین میں پناہ	373/7
47	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت دینا	374/7
48	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دیا جانا	375/7
49	فرعون کے ساتھ نرمی سے کلام کرنا	375/7
50	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے خوفزدہ ہونا	377/7
51	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے فرعون کا پریشان ہونا	381/7
52	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا غالب آنا	395/7
53	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہونا	405,406 7
54	طور کی دائیں جانب جانا	410/7
55	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عجلت کے ساتھ جانا	415/7
56	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بچھڑے کی عبادت کرنا	417/7
57	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنانے کی حکمت	293/8
58	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا زیادہ قوی ہونا	293/8
59	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا	294/8
60	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ذنب کی نسبت	296/8
61	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناشکری کا الزام	296/8 298/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
62	منصب نبوت عطا فرمانا	297/8
63	سورۃ النمل کے قصص میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ	564/8
64	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کرنا	582/8
65	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے علاوہ دیگر معجزات	583/8
66	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی	774/8
67	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں ارشادات	774/8 777/8
68	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام	776/8
69	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کے خالی ہونے کے محامل	778/8
70	دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینے کی وجوہ	779/8
71	اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے محامل	779/8
72	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم اور علم دینے کا معنی	786/8
73	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے فضائل اور ان کا جنت میں ہمارے نبی ﷺ کے نکاح میں ہونا	780/8
74	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شہر میں دخول کے وقت لوگوں کا غافل ہونا	787/8
75	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول ''میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' کی تشریح	789/8
76	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک اسرائیلی کو کھلا ہوا گمراہ کہنے کی وجہ	790/8

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
77	اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبار کیوں کہا؟	790/8
78	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین پہنچنا	792/8
79	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر جانا	793/8
80	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا جانا	799/8
81	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	803/8
82	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہنے کی خصوصیت	804/8
83	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے	810/8
84	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے تسلی دے کر فرعون کی طرف بھیجنا	811/8
85	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچانا	812/8
86	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو رسیاں اور لاٹھیاں پہلے ڈالنے کا حکم دینا	309/8
87	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہونا	309/8
88	سمندر پر عصا مارنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات	324/8
89	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	949/9
90	حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت آدم علیہ السلام کا مباحثہ	967/9
91	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اسرار و رموز	345/10
92	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے بعض حصہ کا پورا نہ ہونا	352/10
93	حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کافروں میں مماثلت	354/10
94	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی دنیا میں نصرت	382/10
95	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرنے کے مقاصد وفوائد	691/10
96	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ماجرہ	765/10
97	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی اذیتوں کی تفصیل	866/11
98	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر قصہ	595/11
99	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ کی نشانیاں	382/11
100	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ معرکہ کا قصہ	553/12
95	**مؤاخذہ**	
1	دل کے افعال پر مواخذہ	1024/1
2	تکلیف مالا یطاق	1027/1
3	خطا، نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں ان پر مواخذہ	1030/1
4	ہم اور عزم کی تحقیق	1023/1
5	خواطر قلب کی تکلیف کا منسوخ ہونا	1022/1
6	فرائض وواجبات کے ترک پر مواخذہ	333/4
96	**مویشی**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "1: جانور" صفحہ 100	
97	**مولوی**	
1	مولیٰ کا معنی	115/12
2	لفظ مولوی کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	116/12
98	**موالات**	
1	کفار سے موالات کی ممانعت میں قرآن کی آیات	843/11
2	کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کا شرعی حکم	843/11
3	موالات ہر کافر سے حرام ہے	843/11
4	موالات صوریہ کے احکام	843/11 850/11
5	مجرد معاملات کا حکم	844/11
6	موالات کی تقسیم اور اس کے احکام	849/11
7	میل طبعی کا حکم	849/11
8	حربی غیر معاھد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے	851/11
9	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	860/11
99	**مہر**	
1	مہر مقرر کرنا اسلام کی خصوصیت ہے	567/2
2	مہر ادا کرنا یا نہ کرنا	568/2
3	رسول اللہ ﷺ کی ازواج کا مہر	568/2
4	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کا مہر	569/2
5	قرآن اور مہر	570/2
6	حدیث اور مہر	570/2
7	مہر کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف	571-578/2
8	مہر کی اکثر مقدار	614/2
9	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ مہر رکھنے سے منع کرنا	614/2
10	خلوت صحیحہ کی وجہ سے کامل مہر کا وجوب	616/2
11	باپ کی منکوحہ سے بیٹا کا نکاح	617-619/2
12	مہر کا مال ہونا	630/2
13	خدمت اور کسی کام کو مہر قرار دینا	797/8
14	خلوت صحیح سے مہر کا واجب ہونا	511/9
15	خلوت صحیحہ کی تعریف	513/9
16	بغیر مہر کے محض ہبہ سے کوئی خاتون عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے	516/9
17	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کا مہر	515/9
100	**مہمان نوازی**	
1	اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت	586/5
2	مہمان نوازی کے متعلق احادیث	587/5
3	مہمان نوازی کے متعلق مذاہب فقہاء	587/5
4	مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث	588/5
5	مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات	588/5
101	**مؤمن**	
1	مومنوں کو ظلمات سے نکالنا	937/1
2	مومن کے نور کی مثال	939/1
3	مومن کے نزدیک محبوبین کے مدارج	625/1
4	مومن کے زندہ ہونے کی مثال	644/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	عہد رسالت میں مؤمنین کی چار قسمیں	707/4
6	میں یقیناً مومن ہوں یا میں انشاء اللہ مومن ہوں کہنا	551-553/4
7	مؤمن کیلئے مصیبت اور راحت دونوں کا خیر ہونا	509/5
8	شریعت میں مومن کی تکریم اور کافر کی تذلیل مطلوب ہے	530/5
9	مؤمنوں کے اخروی احوال	77/6
10	بعض عصاۃ مؤمنین کا آیات وعید کے عموم سے مخصوص ہونا	100/6
11	مؤمن اور کھجور کے درخت میں وجوہ مشابہت	179/6
12	مؤمن کی پاکیزہ زندگی	567/6
13	مؤمن کی دنیا کی زندگی	569/6
14	یاایھا الذین کا خطاب صرف مومنوں کو شامل ہے	803/7
15	مومنوں کی تحسین کی وجوہ	883/7
16	ہدایت وبشارت کو مومنوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجہ	551/8
17	مومنوں پر قرآن کو تلاوت کرنے کی تخصیص کی وجہ	771/8
18	کن مؤمنین اہل کتاب کو دوگنا اجر ملے گا؟	823-826/8
19	راحت ومصیبت میں مومن کے احوال	192/9
20	مومنوں کی جزاء کا ذکر	235/9
21	مؤمنوں کی جانوں اور مالوں پر حضور ﷺ کو تصرف کا زیادہ اختیار ہے	379/9
22	مؤمنوں کی جانوں اور مالوں پر حضور ﷺ زیادہ زیادہ شفیق ہیں	380/9
23	ظالم، مقتصد اور سابق کی تفسیر	682-690/9
24	آخرت میں مومنوں سے غم دور کرنا	690/9
25	مومنوں کے متعلق اللہ کی بشارتیں	881/9
26	مؤمن کا اپنے واقف کافر کو دوزخ میں دیکھنا	886/9
27	”میں انشاء اللہ مومن ہوں“ یا ”میں بالیقین مومن ہوں“ کہنا	490/10
28	مؤمنوں کے مصائب کا ان کیلئے کفارۂ ذنوب ہونا	607/10
29	مؤمنوں کی عزت کا معنی	906/11
30	مومنوں کو دین کی مدد کرنے کا حکم دینا	872/11
31	مؤمنوں کو ہدایت اور تقویٰ کی ترغیب	833/11
32	قیامت کے دن مومنوں کے نور کی مختلف مقدار	725/11
33	قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کا معاملہ	726/11
34	ہر مؤمن کا صدیق اور شہید ہونا	728/11
35	ہر مومن کے شہید ہونے کی وجوہ	728/11
36	مؤمنوں کے لیے بشارتیں	665/11
37	مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں	291/11
38	مؤمنین صالحین کے لیے بشارت	798/12
39	فساق مؤمنین کے متعلق اہل سنت کا مؤقف	790/12
40	کامل مومنین کا ارذل عمر سے محفوظ رہنا	872/12
41	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت	911-916/12
42	مؤمنین صالحین کو جزاء میں دائمی جنت عطا کرنا	919/12
43	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنت عطا فرمانا	920/12

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
44	مؤمنین کا آخرت میں اجر وثواب	709/12
45	قیامت کے دن مومنوں کا اپنی رب کے دیدار سے شادکام ہونا	628/12
46	مؤمنوں کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	583/12
102	**سورۃ المؤمنون**	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت	835/7
2	سورۃ المؤمنون کا زمانۂ نزول	836/7
3	سورۃ المؤمنون اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	837/7
4	سورۃ المؤمنون کے اہداف ومقاصد	838/7
5	سورۃ المؤمنون کی ابتداء وانتہاء میں مناسبت	921/7
6	اختتامی کلمات	922/7
103	**سورۃ المؤمن**	
1	سورۃ کا نام مع وجہ تسمیہ	311/10
2	المؤمن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث	311/10
3	سورۃ المؤمن کی سورۃ الزمر سے مناسبت	312/10
4	سورۃ المؤمن کے مشمولات	312/10
5	سورۃ المؤمن کا اختتام	426/10
104	**میت**	
1	دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا	872/5
2	گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب	660/6
105	**میقات**	
1	میقات کا معنی اور کسی کام کی مدت مقرر کرنا	292/4
2	شمسی اور قمری تاریخ مقرر کرنے کا ضابطہ	293/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
106	**میثاق**	
1	بنو آدم سے میثاق لینا	410/4
2	میثاق لینے کا مقام	411/4
3	کیا یہ میثاق کسی کو یاد ہے؟	412/4
4	میثاق کے محامل	717/11
107	**میزان**	
1	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	46/4
2	قرآن سے میزان کا ثبوت	47/4
3	احادیث وآثار سے میزان کا ثبوت	47/4
4	آیا صرف مسلمانوں کا اعمال کا وزن ہوگا یا کافروں کے اعمال کا بھی؟	50/4
5	میزان میں اعمال کا وزن کرنا	591/7
6	میزان میں وزن کرنے کے متعلق احادیث	592/7
7	میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں	593/7
8	میزان کے خطرہ سے حقوق العباد کی ادائیگی	594/7
9	وزن کیے جانے والوں کی تین اقسام	595/7
10	موازین کے محامل	914/7
11	میزان کا لغوی وشرعی معنی	572/10
12	میزان کے متعلق مفسرین کے اقوال	607/11
13	وزن صحیح کرنے کے حکم کے تکرار کی توجیہ	607/11
14	اعمال اور ان کی کیفیات کی وزن پر ایک اشکال کا جواب	608/11
15	کفار اور مؤمنین کے اعمال کے وزن کی کیفیت	952-953/12
108	**میلادِ رسول ﷺ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	محفل میلاد ایک بدعت حسنہ ہے	369/3
2	یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا	67/3
109	میانہ روی	
1	عبادات و معاملات میں میانہ روی	275/3
2	میانہ روی کے متعلق احادیث	703/6
3	اسلام میں میانہ روی کی تاکید	271/8
4	معتدل لوگوں کا بیان	283/9

ن

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	نام	
1	غلط طریقہ سے نام لینا اور نام بگاڑنے کی مذمت	492/4
2	بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق	492/4
3	پسندیدہ اور ناپسندیدہ نام	492/4
4	عبدالنبی نام رکھنا	493/4 131/8
5	قیامت کے دن انسان کو ماں، باپ میں سے کس کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟	495/4
6	محمد نام رکھنے کی فضیلت	497/4
7	منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصل باپ کے نام سے پکارنے کا حکم	375/9
2	سورۃ الناس	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1052/12
2	سورۃ الناس کی تکمیل	1055/12
3	ناپ تول	
1	ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت	606/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق احادیث	619/12
3	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ملامت	620/12
4	سورۃ النباء	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	499/12
2	سورۃ المرسلات اور سورۃ النباء میں مناسبت	499/12
3	سورۃ النباء کے مشمولات	500/12
4	سورۃ النباء کا اختتام	539/12
5	عم یتساءلون کی لفظی تحقیق	502/12
6	عظیم خبر سے مراد	503-505 12
7	کلا سیعلمون کو دوبارہ ذکر کرنے کے فوائد	506/12
5	نبوت / نبی	
1	نبی اور رسول کی تعریف	587/1
2	نبی اور رسول کو مبعوث کرنے کی حکمتیں	588/1
3	نبی کی شرائط	589/1
4	ہر نبی کا پیدائشی نبی ہونا یا نہ ہونا	589/1
5	نبیوں، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کی تعداد	590/1
6	نبوت کا وہبی ہونا	701/2
7	نبی کی تعریف	719/2
8	علم نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب	879/2
9	آپ علیہ السلام کی نبوت پر اللہ کی شہادت	883/2
10	حصول نبوت کا معیار	646/3
11	حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صلاحیت اور ان کا رد	646/3
12	اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء	647/3

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	نبی کی صفات لازمہ	647/3
14	نبی کا معنی	356/4
15	قرآن وسنت میں نبی پر امی کا اطلاق	356/4
16	آپ ﷺ کی نبوت کے صدق پر دلائل	364/5, 342/5, 322/5, 339/5, 125/5, 144/5
17	آپ ﷺ کی نبوت پر مشرکین کا تعجب اور اس کا ازالہ	323/5
18	نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہ کا ازالہ	878/5
19	نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	524/5
20	نبی کی خصوصیات	525/5
21	قوت باصرہ	525/5
22	قوت سامعہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ	526/5
23	قوت لامسہ	527/5
24	فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ	527/5
25	نبی کو شیطان کے بھلانے کی توجیہ	767/5
26	نبی ﷺ کے نسیان کی تحقیق	768/5
27	نسیان اور سہو کا فرق	768/5
28	افعال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا جواز اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا عدم جواز	769/5
29	جن خصوصیات کی بناء پر انبیاء نبی بنائے گئے	158/6
30	انبیاء کی نبوت میں کفار کے شبہات	158/6
31	نبی کا منصب ایمان کا راستہ دکھانا ہے	42/7
32	نبی کی اتباع تقلید نہیں	283/7
33	نبی کا لغوی واصطلاحی معنی	279/7
34	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں	517/7
35	آپ ﷺ کی نبوت پر کفار مکہ کے چھ اعتراضات	521/7
36	نبیوں اور رسولوں کی تعداد	818/8
37	نبی کو نبوت کب ملتی ہے؟	783-786/8
38	حضور ﷺ کی نبوت پر دلائل	817/8
39	نبی ﷺ کو ندا کرنے کی توجیہ	356/9
40	نبی کا لغوی واصطلاحی معنی	357/9
41	نبی ﷺ کو نام کے بجائے صفات کے ساتھ ندا کرنا	357/9
42	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ نام اور صفات دونوں کے ساتھ ندا کرنے کا جواز	358/9
43	نبیوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
44	جن نبیوں کا قرآن میں اشارتاً اور صراحتاً نام موجود ہے	420/10
45	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	590/10
46	عالم ارواح میں آپ ﷺ کی نبوت کا معنی	86/11
47	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی نبوت کا علم	86/11
48	نبی کا معنی	741/11
49	حضور ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں ۱۸۰۰۰ سے زائد معجزات ہیں	456/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
50	رسول اللہ ﷺ کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا	842/12 851/12
51	رسول اللہ ﷺ کا اعلان نبوت سے قبل ولی ہونا	845/12
52	رسول اللہ ﷺ کو عالم ارواح میں نبوت ملنا	847-851 12
53	نبیوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
6	**نجات**	
1	نجات کا مدار اللہ کے فضل پر ہے نہ کہ اعمال پر	317/1
2	نجات کے لیے فقط کسی دین کی طرف منسوب ہونا	415/1
7	**نجات از جہنم طلب کرنا**	
1	امام رازی کا نظریہ	414/2
2	امام غزالی کا نظریہ	415/2
3	مصنف تبیان القرآن کا نظریہ	416/2
4	قرآن مجید کی آیات	416/2
5	احادیث طیبہ	416/2
6	دوزخ سے نجات اور جنت کا حصول طلب کرنا اخلاص کی منافی نہیں	418/2
8	**سورۃ النّٰزعٰت**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	540/12
2	سورۃ النّٰزعٰت اور سورۃ النباء میں مناسبت	540/12
3	سورۃ النّٰزعٰت کے مشمولات	540/12
4	سورۃ النّٰزعٰت کا اختتام	565/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	**نجاشی**	
1	نجاشی کا قبول اسلام	269/3
2	مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا	269/3
3	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا	270/3
10	**نجومی**	
1	غیب کی باتیں دریافت کرنا	57/3
2	ازلام کا معنی	57/3
3	قرائن کی بناء پر مستقبل کے ظنی ادراک	60/3
4	کاہن کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	513/8
5	کاہنوں کی اقسام	513/8
6	نجومیوں سے سوال کی ممانعت	514/8
11	**سورۃ النجم**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	470/11
2	سورۃ النجم کے اہداف واغراض	472/11
3	النجم کے معانی ومحامل	475/11
4	سورۃ النجم کا اختتام	573/11
12	**سورۃ النحل**	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول	347/6
2	سورۃ النحل کے متعلق احادیث	347/6
3	سورۃ النحل کے مضامین ومقاصد	348/6
4	سورۃ النحل کی ابتداء عذاب کی وعید سے	350/6
5	سورۃ النحل کے اختتامی کلمات	607/6
13	**نحوست**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "24: شگون" صفحہ 155	
14	**ندائے یارسول ﷺ**	
1	ندائے یا محمد ﷺ پر اعتراض کے جوابات	193/8
2	ندائے یا محمد ﷺ کا ثبوت	194-496/8
15	**نذر (منت)**	
1	نذر کا معنی واقسام	965/1
2	نذر صحیح اور نذر باطل	966/1
3	نذر کے احکام	741/7
4	نذر کا لغوی واصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم	740/7
5	نذر کے احکام کے متعلق احادیث	741/7
6	نذر پورا نہ کرنے والوں پر وعید	865/11
7	نذر کا لغوی واصطلاحی معنی	434/12
8	نذر کے شرعی احکام	434/12
16	**نسخ**	
1	نسخ کی تحقیق مع لغوی وشرعی معنی	79/1 504/1
2	نسخ کے بارے میں مذاہب	70/1
3	نسخ کے وقوع پر قرآن سے استدلال	74/1
4	ثبوت نسخ کے ذرائع	74/1
5	قرآن مجید کی منسوخہ آیات	74/1, 484/1
6	احکام شرعیہ کو منسوخ کرنے کی حکمتیں	79/1
7	نسخ القرآن بالسنہ	80/1
8	نسخ السنہ بالقرآن	84/1
9	نسخ السنہ بالسنہ	85/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	تناسخ اور تماسخ	422/1
11	نسخ اور بداء کا فرق	481/1
12	نسخ اور تخصیص	483/1
13	نسخ اور تقیید	483/1
14	خبر کا منسوخ ہونا یا نہ ہونا	482/1
15	عرف اور تعامل کا بدلنا نسخ نہیں ہے	484/1
16	نسخ کی وجہ سے کفار کے اعتراض کا جواب	575/6
17	سنت سے قرآن کا منسوخ نہ ہونا	575/6
18	نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی	222/11
17	**سورۃ النساء**	
1	زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ	541/2
2	سورۃ النساء کے فضائل	541/2
3	سورۃ النساء کی سورۃ البقرہ کے ساتھ مناسبت	542/2
4	سورۃ النساء کے مضامین کا خلاصہ	543/2
5	سورۃ النساء کے اول وآخر میں مناسبت	894/2
6	سورۃ النساء کے اختتامی کلمات اور دعا	894/2
18	**نسیان**	
1	شیطان کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نسیان میں مبتلا کرنا ناممکن ہے	529/3
2	انبیاء علیہم السلام کا نسیان	530/3
3	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سہو اور نسیان	531/3
4	نسیان کا لغوی واصطلاحی معنی	90/7
5	رسول اللہ ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت	91/7
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسیان کی نسبت	152/7

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	بھول کی وجہ سے مواخذہ	179/7
8	نسیان کے دو معنی	331/9
19	**نسب**	
1	نیک اعمال کے بغیر نسب کا غیر مفید ہونا	87/6
2	حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنا	153/6
3	نسب کا معنی اور اس کی تحقیق	254/8
4	نسب پر اعتماد کرنا	467/8
5	خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا	378/9
20	**نسبت**	
1	حسن اور عیب کی نسبت	192/7
2	مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عددی نسبت	709/7
3	عیب اور حسن کی نسبت	339/8
21	**نشانی**	
1	سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں	610/10
2	سب سے بڑی نشانی کے متعلق متعدد اقوال	554/12
22	**نصب**	
1	نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	57/3
23	**سورۃ النصر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1018/12
2	اذا جاء نصر اللہ سے رسول اللہ ﷺ کی مدت حیات پوری ہونے پر استدلال	1019/12
3	سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کا بکثرت حمد اور تسبیح و استغفار کرنا	1021/12
4	سورۃ النصر کی تفسیر کی تکمیل	1026/12
5	فتح سے مراد فتح مکہ	1019/12
24	**نصاریٰ**	
1	نصاریٰ کے تین فرقے	873/11
25	**نصیحت**	
1	اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
2	کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
3	رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
4	ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
5	عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی	227/5
6	حق، نصیحت اور عبرت میں فرق	655/5
7	توحید، رسالت اور آخرت کی نصیحت کا باہمی رابطہ	639/9
8	حق اور صبر کی نصیحت کے محامل	972/12
9	رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو نصیحت کرنا	695-696/12
10	کونسی نصیحت سابقہ صحیفوں میں مذکور ہے؟	701/12
26	**نطفہ**	
1	نطفہ کا معنی	431/12 423/12
2	نطفہ کے اختلاط میں متعدد اقوال	431/12
27	**نظر لگنا**	
1	نظر لگنے کے متعلق احادیث	814/5
2	نظر بد میں مذاہب اور اس کے متعلق شرعی احکام	815/5
3	نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق	816/5
28	**نعمت**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	آخرت کی نعمتوں کا دنیوی نعمتوں سے افضل ہونا	84/2
2	وصول نعمت میں عوام وخواص کا فرق	560/5
3	نعمتیں عطاء فرمانے کے بعد ان سے استفادہ کی توفیق عطاء کرنا	568/5
4	نعمت کی ناقدری کرنے والوں سے اللہ کا نعمت واپس لینا	61/6
5	اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں	192/6
6	سورج، چاند اور دن رات کے تواتر میں اللہ کی نعمتیں	366/6
7	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	368/6
8	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عموم	381/6 526/6
9	اللہ تعالیٰ کا کافروں کو بھی نعمتیں عطا کرنا	381/6
10	اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے موازنہ	566/6
11	اللہ کی عظیم نعمتیں	892/7
12	نعمتوں کے بہتات کی وجہ سے کفر وشرک کرنا	223/8
13	اللہ کی نعمتوں کا اظہار کرنا	727/8
14	والدین کی نعمتوں کا بھی نعمت ہونا	645/8
15	کھلانے پلانے کی نعمت میں لپٹی ہوئی بے شمار نعمتیں	335/8
16	اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی نعمت کا بیان	335/8
17	ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل	272/9
18	اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا	653/9
19	بنیادی ضروریات اور سہولت وتعیش کی نعمتیں	774/9
20	انسانوں کو کشتی کے ذریعے سفر کی سہولت عطا کرنے کی نعمت	777/9
21	اللہ کی نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ	836/9
22	اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں	409/10
23	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	658/10
24	بحری جہازوں کا سمندر میں چلنا اللہ کی کن نعمتوں پر موقوف ہے؟	797/10
25	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	797/10
26	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
27	بنو اسرائیل کو دی گئی نعمتیں	800/10
28	شہداء اور صالحین کے لیے آخرت میں نعمتیں	138/11
29	آخرت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے	660/11
30	انسان اور جنت کی تخلیق کے اعتبار سے ان پر نعمت	614/11
31	دو مشرق اور دو مغرب بنانے میں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت	615/11
32	دو سمندروں کو ملانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	615/11
33	موتی اور مونگے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	616/11
34	سطح سمندر پر جہاز چلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	616/11
35	اللہ رب العزت کی دیگر کئی نعمتیں	618-623 11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں	754/12
37	رب کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے	834/12
38	رسول اللہ ﷺ کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا؟	836/12
39	رسول اللہ ﷺ کو ملنے والی چند نعمتیں	838/12
40	نعمتوں کے متعلق کس کس سے سوال کیا جائے گا؟	964-966 12
41	زمین کو نرم اور مسخر بنانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	153/12
42	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا	159/12
43	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینا	700/12
44	اخروی نعمتوں کا افضل ہونا	701/12
45	معاش کا نعمت ہونا	510/12
29	**نفس**	
1	نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا	285/3
2	نفس مطمئنہ ونفس امارہ	791/5
3	نفس امارہ، نفس مطمئنہ اور نفس لوامہ	790/6
4	نفس کے تقاضے	192/9
5	نفس کا معنی	270/10
6	نفس اور روح کا ایک یا مغائر ہونا	270-274 10
7	ہر نفس کے مکمل حساب کی وضاحت	299/10
8	نفس مطمئنہ کو ندا کرنے والوں کے مصداق	739/12
9	نفس انسان کی اقسام	740/12
10	نفس مطمئنہ کا مصداق	741/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	نفس مطمئنہ کا اپنے رب کی طرف لوٹنا اور جنت میں داخل ہونا	741-742 12
12	نفس لوامہ کے مصداق میں متعدد اقوال	403/12
13	قیامت اور نفس لوامہ کی مناسبت	404/12
14	نفس انسان کی تین قسمیں	404/12
15	نفس کی تعریف اور اس کا مصداق	405/12
30	**نفل**	
1	نوافل کی جماعت کا شرعی حکم	373/1
2	مسلمان کا کسی مرض کی وجہ سے مقررہ نفلی عبادت نہ کرسکنا	792/9
3	تہجد اور رات کے نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث	335/9
31	**نفاق**	
1	نفاق کی علامات	837/2
2	نفاق کے عذاب سے نجات	839/2
3	نفاق کا لغوی و اصطلاحی معنی	899/11
32	**نفع وضرر**	
1	وہابی علماء کا نبی ﷺ کی ذات سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کرنا	374/5
2	آپ ﷺ سے نفع اور ضرر بالذات پہنچانے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً	375/5
3	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی ﷺ کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی آیات	376/5
4	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی ﷺ کی نفع رسانی کے متعلق احادیث	377/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	لوگوں کو نقصان نہ پہنچانے اور فساد نہ کرنے کے محامل	607/5
33	**نفع رسانی**	
1	آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل بیت و دیگر قرابت داروں کو نفع پہنچانا	364/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نفع و ضرر کی نفی کی روایات	465-466/8
34	**نقصان**	
1	زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان برداشت کرنا	185/7
2	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی	623-626/7
35	**نکاح**	
1	بغیر ولی عورت کا کیا ہوا نکاح	842/1
2	نکاح کی گرہ کا مالک	853/1
3	اہل کتاب سے نکاح	783/1
4	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت	853/1
5	مشرک عورتوں اور مردوں کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح	782/1
6	نکاح کی ترغیب و فضیلت	548/2
7	نکاح کی حکمتیں اور فوائد	550/2
8	غیر کفو میں نکاح	552/2
9	کفو میں نکاح کی شرط	554/2
10	تعدد ازدواج پر اعتراض و جواب	554/2
11	چار بیویوں پر اقتصار کی وجہ	556/2
12	قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویاں	556/2
13	ٹیلی فون پر نکاح	578/2
14	بیویوں کے درمیان عدل	578/2
15	محرمات نکاح	621/2
16	غیر سید کا سیدہ فاطمیہ سے نکاح	638/2
17	باندیوں سے نکاح	638/2
18	شوہر کا بیوی کو خرچ اور طلاق نہ دینے پر عدالت کا اس کا نکاح فسخ کرنا	662/2
19	عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراض کا جواب	663/2
20	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنا	855/7
21	نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی	131/8
22	نکاح کی فضیلت میں احادیث	132/8
23	نکاح کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	134/8
24	جو شخص مجرد ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے	136/8
25	جن اور انسان کا آپس میں نکاح	661-662/8
26	لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیشکش کرنا	794/8
27	منکوحہ کے تعین کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا	796/8
28	بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے	796/8
29	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا غیر کفو میں نکاح ہونا	452/9
30	نکاح غیر کفو میں مذاہب ائمہ	452/9
31	نکاح غیر کفو سے متعلق احادیث	453/9
32	غیر ہاشمی اور غیر سید کا ہاشمیہ یا سیدہ سے نکاح	454/9

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی تفصیل	509/9
34	حضرت ام ہانی کو حضور ﷺ کا نکاح کا پیغام دینا	514/9
35	نکاح کی اجازت کے رشتوں میں اسلام کا متوسط حکم	515/9
36	جن خواتین نے اپنے آپ کو نبی ﷺ سے نکاح کیلئے پیش کیا	515/9
37	نکاح سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنے کا جواز	522/9
38	ہجرت کر کے دارالسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں مذاہب ائمہ	855-859/11
36	**نگاہ**	
1	مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	127/8
2	عورتوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	128/8
37	**نماز**	
1	دیکھئے ''19: صلوٰۃ (درود و سلام)'' صفحہ 163	
38	**نمرود**	
1	نمرود اور اس کی قوم کا عذاب سے ہلاک ہونا	612/7
39	**سورۃ النمل**	
1	سورۃ کا نام مع وجہ تسمیہ	547/8
2	سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کی باہمی مناسبت	547/8
3	سورۃ النمل کے مضامین و مقاصد	547/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	سورۃ النمل کو قرآن اور کتاب مبین فرمانے کی وجہ	551/8
5	سورۃ النمل کا خاتمہ	762/8
40	**حضرت نوح علیہ السلام**	
1	حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت و خاص ذکر	125/2
2	حضرت نوح علیہ السلام کا نام و نسب اور تاریخ ولادت	190/4
3	حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اوّل الرسل ہونا	191/4
4	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	192/4
5	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب	193/4
6	طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل	194/4
7	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	194/4
8	قصہ نوح علیہ السلام نازل کرنے کے فوائد	195/4
9	حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کا تعجب	196/4
10	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	451/5 523/5
11	حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو مقدم کرنے کی وجہ	452/5
12	حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کی ناگواری کی وجوہ	452/5
13	حضرت نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین میں کفار کا کوئی خوف تھا نہ ان سے کسی نفع کی توقع تھی	452/5
14	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا انجام	453/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات	523/5
16	تبلیغ دین پر اجر طلب نہ کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی نبوت پر استدلال	530/5
17	مومنوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہ	530/5
18	حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات	533/5
19	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ	532/5
20	کشتی بنانے کی کیفیت، اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت	544/5
21	کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ	545/5
22	حضرت نوح علیہ السلام کا جواباً مذاق اڑانے کا محمل	545/5
23	تنور کا معنی اور اس کے مصداق کی تفصیل	546/5
24	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل	546/5
25	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو کافر ہونے کے باوجود کشتی کی طرف بلانے کی وجہ	548/5
26	جودی پہاڑ پر کشتی کا ٹھہرنا	551/5
27	ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جنہیں طوفان میں غرق کیا گیا؟	552/5
28	حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل	553/5
29	منکرین عصمت کا حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب	554/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال کے متعلق امام رازی کی تقریر	555/5
31	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سیّد مودودی کا تبصرہ	556/5
32	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ	557/5
33	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	618/7 865/7
34	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام پہنچانا	865/7
35	حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے اہم نکات	866/7
36	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کرنا	866/7
37	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ان کی تکذیب کرنا	241/8
38	حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر دلیل	370/8
39	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف دعا کی توجیہ	376/8
40	قصہ نوح کے بعض اسرار	377/8
41	حضرت نوح علیہ السلام کی حیات کا اجمالی خاکہ	53/9
42	طوفان نوح کس کس جگہ آیا تھا؟	55-60/9
43	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	896/9
44	حضرت نوح علیہ السلام کے بعض فضائل اور آپ کی اولاد	897/9
45	حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارا بندہ کہنے کی وجہ	583/11
46	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے آپ کو مغلوب فرمانے کی توجیہ	583/11
47	طوفان اور کشتی کی بناوٹ کی کیفیت	584/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے متعلق ایک سوال اور آپ کی بیوی کی خیانت پر ملحدین کے ایک اعتراض کا جواب	131/12
49	حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اہم عنوانات	245/12
50	کیا حضرت نوح علیہ السلام تمام لوگوں کے رسول تھے؟	246/12
51	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	247/12
52	اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کے حکم کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اطاعت کے حکم کی توجیہ	247/12
53	کفار نوح کی حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں	260/12
54	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی توجیہات	263/12 266/12
41	**سورۂ نوح**	
1	سورة کا نام اور وجہ تسمیہ	241/12
2	سورۂ نوح کے مشمولات	241/12
3	سورۂ نوح کا اختتام	266/12
42	**نور**	
1	رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا	132/3
2	رسول اللہ ﷺ کا نور حسی	134/3
3	رسول اللہ ﷺ کا نور ہدایت	137/3
4	نور کا لغوی و اصطلاحی معنی	140/8
5	اللہ پر نور کا اطلاق	140-141/8
6	رب کے نور سے کیا مراد ہے؟	298/10
43	**سورۃ النور**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورة کا نام اور وجہ تسمیہ	31/8
2	سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث و آثار	31/8
3	سورۃ النور اور سورۃ المؤمنون کی باہمی مناسبت	32/8
4	سورۃ النور کا زمانۂ نزول	33/8
5	سورۃ النور کے مسائل و مقاصد	37/8
6	سورة کا معنی	41/8
7	سورۃ النور کا اختتام	199/8
44	**نوحہ کرنا**	
1	گھر والوں کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب	660/6
45	**نیت**	
1	نیت کا بیان	396/2
46	**نیند**	
1	نیند کا وفات صغریٰ ہونا	502/3
2	نیند کا کانوں کے ساتھ تعلق	58/7
3	رات کو کم سونا	362/11
4	صبح تک سونے والے کی مذمت	364/11
5	نیند کو سبات فرمانے کی توجیہ	508/12
47	**نیک اعمال**	
1	بر کا معنی	246/2
2	صحابہ کا نیکی کے لیے محبوب چیزوں کو صدقہ کرنا	247/2
3	نیکی کی تعریف چاہنا	513/2
4	ماں باپ کے ساتھ نیکی	670/2
5	غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی	672/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	پڑوسیوں کے ساتھ نیکی	671/2
7	اخروی نعمتوں کے لیے نیک اعمال	698/2
8	نیک اعمال کو آخر عمر تک ملتوی کرنا	168/11
9	بغیر ایمان کے نیک اعمال کا غیر مفید ہونا	170/11
10	مسلمانوں کے اعمال ضائع ہونے کی توجیہات	175/11
48	**نیک لوگ**	
1	نیک لوگوں کی وجہ سے گناہ گاروں کے عذاب کا خاتمہ	890/1
2	نیکو کاروں کا بدکاروں کی مثل نہ ہونا	444/2
3	بھلائی اللہ کی طرف سے	730/2
4	نیک لوگ، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مقرب ہیں	502/4
5	نیکو کاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	574/5
6	نیکو کاروں کے دنیاوی اجر کی متعدد صورتیں	407/6
7	نیکو کاروں کا آخرت میں اجر و ثواب	409/6
8	قبض روح کے وقت نیکو کاروں کی کیفیت	409/6
9	نیکو کاروں کے لیے بشارت	676/6
10	اللہ کے نزدیک عزت والا کون؟	373/8
11	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	447/12
12	ابرار کو دو قسم کی جنتیں ملنا	448/12
13	ابرار کا جنت میں کلمات تحسین سے استقبال	451/12
14	صالحین کے جوار میں دفن ہونا	524/2
15	صالح کی تعریف	719/2
16	صالحین کی مجلس کے ثمرات	68/7
17	صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانا	79-83/7
18	صالین پر مصائب کا آنا	110/7
49	**نیکی**	
1	تمام مخلوق میں نیکی کی صلاحیت پیدا نہ کرنے کی وجہ	150/5
2	اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چھوٹی بڑی نیکی مقبول ہے	291/5
3	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر	496/5
4	نیکیوں کے لازماً قبول ہونے کی توقع نہ رکھی جائے	520/5
5	پیروکاروں کی نیکیوں کا ثواب پیروکاروں کو بھی	659/6
6	نیکیاں، موت یا قیامت آنے سے قبل	513/7
7	نیکی کے اجر کا نیک کام سے افضل ہونا	759/8
8	دشمنوں اور مخالفوں سے بدلہ لینے کی بجائے نیکی کرنے کا افضل ہونا	744/9
9	نیکی کے متعلق مفسرین کے اقوال	503/10
10	مرض اور سفر کی وجہ سے بندہ جو نیکیاں نہ کر سکے وہ بھی لکھی جاتی ہیں	322/11
11	صحیفۂ اعمال میں لکھی ہوئی نیکیوں کی برکات	323/11
50	**نیکی کا حکم دینا**	
1	دیکھیے ”79: امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ صفحہ 69	

و

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**والدین (ماں+باپ)**	
1	والدین کی اطاعت پر ثواب	439/1
2	والدین کی نافرمانی پر عذاب	442/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اولاد کے مال سے کھانا	957/1
4	ماں کی اولاد پر ولایت	140/2
5	ماں، باپ کے حقوق	670/2
6	اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل والدین کی اطاعت کا حکم	686/6
7	والدین کے اولاد پر احسان کی توجیہ	687/6
8	ماں باپ کے حقوق	688/6
9	ماں باپ سے نیک سلوک	690/6
10	ماں باپ کو جھڑکنا اور اُف کہنا	691/6
11	رحم دلی سے بازو جھکانا	691/6
12	مشرک ماں باپ کے لیے دعا کرنا	692/6
13	ماں باپ کی اطاعت و نافرمانی کے ثمرات	693/6
14	ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہ	252/9
15	والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وجوہ	254/9
16	کافر ماں باپ کی خدمت کرنے کا استحسان	264/9
17	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت	283/9
18	ماں باپ کے حقوق	78/11
2	**والدین کریمین (رضی اللہ عنہما)**	
1	سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال	222/5
2	سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر اعتراض کا جواب	272/5
3	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانا	861/5
4	والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں احادیث	477/8
5	والدین کریمین کے ایمان پر امام فخر الدین رازی کے دلائل	480/8
6	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ قرطبی کے دلائل	481/8
7	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ سہیلی کے دلائل	483/8
8	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ ابی مالکی کے دلائل	483/8
9	والدین کریمین کے ایمان پر حافظ سیوطی کے دلائل	483/8
10	آپ علیہ السلام کے والدین کو دوبارہ زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا وغیرہ	485-510/8
3	**وادی حجر**	
1	الحجر کا معنی اور مصداق	310/6
2	وادی حجر کے متعلق احادیث	310/6
3	وادی حجر کے متعلق احادیث کے احکام	311/6
4	وادی حجر اور دیگر ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کی آراء	311/6
4	**وادی طویٰ**	
1	وادیٔ طویٰ کا مصداق	354/7
5	**واعظ**	
1	بے عمل واعظ کے متعلق احادیث	423/7
2	بے عمل واعظوں پر وعید	865/11
6	**وارث**	
1	نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات	814/11

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم و عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا تھا؟	813/11
7	**سورۃ الواقعہ**	
1	سورۂ کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول	646/11
2	سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث	646/11
3	سورۃ الواقعہ کے مشمولات	647/11
4	سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمان کی باہمی مناسبت	650/11
8	**وجاہت**	
1	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق قرآن کی آیات	449/7
2	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق احادیث	450/7
3	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے متعلق علماء کی تصریحات	452/7
9	**وجد**	
1	قرآن سن کر اظہار وجد کرنا	217/10
2	مترنم آواز اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر اظہار وجد کرنا	220/10
10	**وجودِ باری تعالیٰ**	
1	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	601/3
2	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	602/3
3	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	603/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	608/3
5	وجود باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ پر دلیل	670/3
6	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل	154/4
7	سورج وچاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	36/6
8	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	39/6
9	زمین کے مختلف طبقات سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	41/6
10	مختلف ذائقوں سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	42/6
11	پرندوں کی پرواز سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	525/6
12	اللہ تعالیٰ کے وجود پر حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کے مابین مباحثہ	300/8
13	دن اور رات کے توارد میں وجود باری تعالیٰ پر دلائل	762/9
14	وجود باری تعالیٰ پر ایک دلیل	610/10 817/10
15	آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے وجود باری پر استدلال	788/10
16	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل	568/11
11	**حضرت وحشی رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	280/10
12	**وحی**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	وحی کالغوی واصطلاحی معنی	43/1
2	ضرورت وثبوت وحی	45/1
3	وحی کی اقسام	46/1
4	انکاروحی کی وجہ سے سابقہ امتوں پرعذاب آنا	636/9
5	حضور ﷺ پرنزول وحی کے متعلق کفار کے شکوک کاازالہ	43/10
6	حضور ﷺ کووحی رسالت کیلئے منتخب کرنے کی وجہ	41/10
7	وحی کالغوی واصطلاحی معنی	539/10 636/10
8	وحی کے متعلق احادیث	540/10
9	ضرورت وحی اورثبوت وحی	637/10
10	وحی کی اقسام	639/10
11	وحی کالغوی وشرعی معنی	877/12
12	نزول وحی کی صورتیں اوراقسام	877/12
13	وحی خفی کاثبوت	114/12
13	**وراثت**	
1	کلالہ کامعنی	892/2
2	کلالہ کے متعلق حدیث جابر	893/2
3	کلالہ کی وراثت کے چاراحوال	894/2
4	زمانہ جاہلیت میں بچوں اورعورتوں کووارث نہ بنانا	585/2
5	تقسیم وراثت میں معیار	586/2
6	ورثاء کے ترکہ کی تقسیم	587/2
7	رشتہ داروں اورضرورت مندوں کودینااحسان نہیں	588/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	وراثت کے تفصیلی احکام	592/2
9	اولاد کے احوال	593/2
10	مردکوعورت سے دگنادینے کی وجہ	594/2
11	والدین کے احوال	594/2
12	قرض کووصیت پرمقدم کرنا	595/2
13	حارث اعور کے ضعف کابیان	596/2
14	زوجین کے احوال	597/2
15	کلالہ کامعنی	598/2
16	احکام وراثت کی اطاعت	600/2
17	احکام وراثت کی نافرمانی	601/2
18	ذوی الارحام کی تعریف اوران کی وراثت کاثبوت	618/4
19	مہاجرین وانصار کے مابین وراثت کامنسوخ ہونا	709/4
20	دومختلف ملتوں کے ماننے والوں کے مابین دوستی ووراثت	712/4
21	وراثت کالغوی واصطلاحی معنی	620/8
22	مہاجروں اور بنائے ہوئے بھائیوں کی باہمی وراثت کامنسوخ ہونا	382/9
23	مسلمانوں اور کافروں کاایک دوسرے کاوارث نہ ہونا	382/9
14	**وزیر/وزارت**	
1	وزیرکامعنی اوراس کے متعلق احادیث	367/7
2	حضرت موسیٰ کی وزارت کیلئے بھائی کی تخصیص	367/7
15	**وسیلہ**	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھیے "43: توسل" صفحہ 95	
16	**وسوسہ**	
1	وسوسہ کا معنی	1054/12
17	**وصیت**	
1	وصیت کا معنی	663/1
2	وصیت کی اقسام	663/1
3	وصیت کی شرائط ورکن	664/1
4	وصیت کا لزوم	664/1
5	ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا	665/1
6	وصیت کے احکام	665/1
7	سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا	346/3
18	**وضو**	
1	آیت وضو	93/3
2	آیت وضو کا شان نزول	94/3
3	آیت وضو کے نزول سے قبل فرضیت وضو	95/3
4	شرائع سابقہ اور مکی دور میں وضو	96/3
5	وضو کا اجر وثواب	98/3
6	ایک وضو سے کئی نمازیں	99/3
7	وضو کے فرائض	100/3 104/3
8	سر کے مسح کی مقدار	100/3
9	پیروں کا دھونا	102/3
10	وضو کی سنتیں	105/3
11	وضو کے مستحب	108/3
12	وضو کے آداب	109/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	وضو توڑنے والے امور	109/3
14	وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب	909/12
19	**وعد/وعید**	
1	خلف وعد کا محال ہونا	68/2
2	وعد کا معنی	117/2
3	اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کا معنی اور اس کی خلاف ورزی کی تحقیق	133/9
20	**وعدہ**	
1	دیکھیے "59: عہد" صفحہ 186	
21	**وکیل**	
1	اللہ کے سوا کسی کو وکیل بنانا	643/6
2	وکیل بنانے کے متعلق قرآن کی آیات	71/7
3	وکیل بنانے کے متعلق احادیث	71/7
4	وکالت کا لغوی وشرعی معنی	74/7
5	وکالت کے ارکان	74/7
6	موکل کے اعتبار سے شرائط	75/7
7	وکیل کے اعتبار سے شرائط	75/7
22	**ولایت**	
1	ولایت کا معنی	709/4
23	**ولی**	
1	اولیاء کی جسمانی حیات	596/1
2	ولی کا معنی	416/5
3	ولی کے مصداق اور ان کے فضائل کے متعلق احادیث وآثار	417/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	اللہ کا اپنے محبوب بندے کے کان اور آنکھیں ہونا	418/5
5	اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے کی توجیہ	419/5
6	ولی کے فضائل کے متعلق مزید احادیث	420/5
7	ولی کی صفات	425/5
8	ولی کے لیے دنیا میں غم اور خوف کا ثبوت	441/5
9	ولی کے لیے آخرت کا غم اور خوف کی توجیہ	443-444/5
10	ولی کے لیے دنیا وآخرت میں بشارت	445/5
11	اولیاء اللہ سے محبت کا آخرت میں کام آنا	190/6
12	اولیائے کرام کی ولایت	318/7
13	ولی اور اس کی کرامت کی تعریفات	693/8
14	ولی کے مزار کی زیارت کے لیے دور سے آنا	740/9
15	من عادلی ولیا کی تشریح	749/9
16	اولیاء کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	825/9
17	اولیاء کرام کی وجاہت	139/10
18	اولیاء کرام کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	236/10
24	**ولید بن عتبہ**	
1	ولید بن عتبہ کا جھوٹی خبر دینا	280/11
25	**ولید بن مغیرہ**	
1	ولید بن مغیرہ کی مذمت میں آیات	374/12
2	ولید بن مغیرہ کے قرآن میں دس عیوب	185/12
3	ولید بن مغیرہ کی ناک کو سونڈ فرمانے کی توجیہ	186/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	**ووٹ**	
1	نااہل کو ووٹ دینا	120/3
2	طلب منصب کی تحقیق	122/3
3	موجودہ طریقہ انتخاب	123/3
4	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت	123/3
27	**وہم**	
1	وہم کی تعریف	151/8

ھ/ہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**حضرت ہارون علیہ السلام**	
1	حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا	293/4
2	حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا جانا	322/4
3	حضرت ہارون علیہ السلام کا طریقہ تبلیغ	425/7
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ناراض ہونا	425/7
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سر اور داڑھی کے بال پکڑنا	426/7
6	حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے رسالت کا سوال	294/8
7	حضرت ہارون علیہ السلام کا قصہ	946/9
2	**ہاروت وماروت**	
1	ہاروت ماروت کی معصیت	469/1
2	ہاروت ماروت پر سحر	468/1
3	**ہجرت/مہاجرین**	
1	ہجرت کی تعریف واقسام	748/2

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا	749/2
3	اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے	749/2
4	ہجرت کے متعلق اقوال فقہاء	750/2
5	فرضیت ہجرت کی آیات	770/2
6	ہجرت کا شرعی حکم	772/2
7	مدینہ منورہ کی طرف ہجرت	772/2
8	دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام	773/2
9	حصول نفع کے لیے ہجرت کی اقسام	774/2
10	مہاجرین اولین کی فضیلت	707/4
11	ہجرت کی تعریف اور اس کے متعلق مختلف النوع احادیث	712/4
12	ہجرت کے معانی	714/4
13	ہجرت کے متعلق مختلف النوع احادیث میں تطبیق	715/4
14	فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات	715/4
15	ہجرت کی اقسام	717/4
16	ہجرت الی اللہ کی توضیح	717/4
17	مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تفصیل	239/5
18	مہاجرین کے فضائل	241/5
19	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت فرمانا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا	447/5
20	مہاجرین کی تعریف و تحسین	418/6
21	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت	419/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22	ہجرت کی وجہ سے اسلام کی تقویت	419/6
23	ہجرت کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	420/6
24	ہجرت منقطع ہونے کے متعلق احادیث	423/6
25	ہجرت باقی رہنے کے متعلق احادیث	425/6
26	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق	425/6
27	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے دستور کے موافق ہے	768/6
28	کفار کے ملک سے ہجرت کرنا	106/9
29	مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت وغیرہ	854/11
4	**ہدیٰ**	
1	ھدی کا معنی اور اس پر سواری کرنا	750/7
2	حرم سے باہر ھدی کو ذبح کرنا	751/7
5	**ہدہد**	
1	ہدہد کی سزا کے متعلق اقوال	653/8
2	ہدہد کی گمشدگی کا سوال	651/8
3	ہدہد کا ملک سبا کی سیر کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنا	658/8
4	ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اپنا علم ظاہر کرنا	568-660/8
5	ہدہد کا بلقیس کو خط پہنچانا	679/8
6	**ہدایت / ہادی**	
1	ہدایت کا معنی اور اس کی اقسام	209/1
2	اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں فرق	210/1
3	ہدایت کا معنی	211/1
4	ابتداء فطرت میں ہر انسان کا ہدایت یافتہ ہونا	100/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	ہدایت کا اللہ کی طرف سے ہونے کا معنی	418/4
6	لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے	363/6
7	دنیا و آخرت میں انسان کی ہدایت کے انتظامات	379/6
8	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	578/6
9	قرآن کا متعدد اسالیب سے ہدایت دینا	794/6
10	توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے بعد ہدایت	414/7
11	ہدایت دینے کے محامل	720/7
12	حضور ﷺ کے ہدایت دینے اور نہ دینے کے محامل	844/8
13	ہدایت پر قائم رہنے کا معنی	218/9
14	تمام انسانوں اور جنوں کو ہدایت یافتہ نہ بنانے کی توجیہ	329/9
15	ہدایت کے پانی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنا	346/9
16	حضور علیہ السلام کا تمام مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث ہونا	717/9
17	ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے	631/10
18	ہادی اور ہدایت کے مصداق	147/11
19	کیا اللہ پر ہدایت دینا واجب ہے؟	788/12
20	رسولوں کی ہدایت کا عقل پر مقدم ہونا	149/12
21	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے متعدد معانی	687/12
22	کیا سبیل سے ہدایت کا راستہ مراد ہے؟	431/12
7	**ہڈی**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ہڈی کا نجس ہونا	530/6
2	ہڈی کا پاک ہونا	534/6
8	**ہلاکت**	
1	قوم عاد و ثمود اور دیگر امتوں کی ہلاکت	205-207/12
9	**سورۃ الہمزہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	974/12
2	سورۃ الہمزہ کا شان نزول	975/12
3	سورۃ الہمزہ کی تفسیر کی تکمیل	978/12
10	**ہم جنس پرستی**	
1	ہم جنس پرستی کرنا کیسا؟	855/7
11	**ہنسنا/تبسم/قہقہہ**	
1	کم ہنسنے کی تلقین	215/5
2	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ (جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تھے)	591/5
3	تبسم، ضحک اور قہقہہ کے معانی	644/8
12	**سورۂ ہود**	
1	سورۂ ہود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام	490/5
2	سورۂ ہود کی سورۂ یونس کے ساتھ مناسبت	490/5
3	سورۂ ہود کے متعلق احادیث	490/5
4	سورۂ ہود کے مضامین	491/5
5	سورۂ ہود کا اختتام	656/5
13	**حضرت ہود علیہ السلام**	
1	حضرت ہود علیہ السلام کا شجرۂ نسب	199/4

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت	200/4
3	قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت	202/4
4	حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق۔	204/4
5	حضرت نوح وہود علیہما السلام کے مقابلہ میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ عزت	205/4
6	قوم عاد کی قوت اور ان پر عذاب نازل ہونا	200/4
7	حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی کہنے کی توجیہ	563/5
8	امتی کیلئے نبی کو اپنا بھائی کہنے کے جواز پر بعض علماء کے دلائل	564/5
9	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی کہنے کے عدم جواز پر دلائل	564/5
10	بڑے بھائی جتنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کی تلقین کرنا غلط ہے	566/5
11	حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ	569/5
12	قوم عاد پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	570/5
13	حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ	867/7
14	حضرت ھود علیہ السلام کے بعد آنے والے دیگر انبیاء کا قصہ	871/7
15	قوم عاد کا مختصر تعارف	380/8
16	قوم عاد کا عبث لہو ولعب	381/8
17	قوم ہود کا تکبر اور اس کا ہلاک ہونا	400/8
18	قوم عاد کی طرف متعدد رسول آنے کے محامل	447/10
19	قوم عاد کا تکبر	448/10
20	ریح صرصر کا معنی	449/10
21	قوم عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنے کی وجہ	449-452/10
22	قوم عاد کی جہالت کی وجوہ	102/11
23	قوم عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت	103/11
24	قوم عاد پر عذاب کی تفصیل	103/11
25	آندھیوں کے متعلق احادیث	104/11
26	قوم عاد پر آندھی کا عذاب	586/11
27	عاد کا معنی اور مصداق	318/11
28	ایکہ والوں کا مصداق	318/11
29	تبع کا معنی اور مصداق	319/11
30	قوم عاد کا عذاب	730/12
31	قوم عاد کا تعارف	731/12
32	قوم عاد کی عذاب سے ہلاکت	205/12

ی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**یاجوج وماجوج**	
1	یاجوج وماجوج کے متعلق احادیث	207/7
2	یاجوج وماجوج کے متعلق علماء کی آراء	208/7
3	یاجوج وماجوج کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا نظریہ	212/7
4	یاجوج وماجوج کا تذکرہ	666/7
2	**یاد**	
1	اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں کو توڑنے کا وجوب	779/6
3	**یتیم**	
1	یتیم کے ساتھ حسن سلوک	443/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	یتیم کا معنی	650/1
3	زیر کفالت یتیم کے ساتھ طرز معاشرت	780/1
4	یتیم کا مال ادا کرنا	547/2
5	یتیم کا مال کھانا اور اس سے بدسلوکی کرنا	547/2 583/2
6	یتیم کے مال کو ولی کا مال کہنے کی وجہ	580/2
7	یتیم کو اپنی اولاد کی طرح سمجھنا	588/2
8	یتیم لڑکیوں کے حقوق	817/2
9	یتیم کا معنی اور اس کے شرعی احکام	187/7
10	یتیم کے ساتھ نیکی کرنا	188/7
11	یتیم لڑکے اور ان کے شہر کا نام	189,190/7
12	یتیم کا معنی	758/12
13	یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت	758/12
14	رسول اللہ ﷺ کے یتیم ہونے کی کیفیت	821/12
15	رسول اللہ ﷺ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	829/12
16	یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث	830/12
17	یتیم کی پرورش پر بشارت	993/12
18	یتیم کی تکریم کی وجہ	736/12
19	یتیم کی دلداری نہ کرنے کی مذمت	736/12
4	**حضرت یحییٰ علیہ السلام**	
1	سوانح عمری	147/2
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا	150/2
3	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کو مستبعد سمجھا جانا	151/2
4	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام یحییٰ رکھنے کی وجہ	254/7
5	حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت	259/7
6	حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین بار سلام	260/7
7	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ	658/7
5	**یزید**	
1	یزید پر لعنت کرنے کی بحث	162-167/11
2	یزید کی تکفیر	168/11
6	**سورۂ یٰسٓ**	
1	سورة کا نام	707/9
2	سورۂ یٰسٓ کے فضائل میں احادیث	707/9
3	سورۂ یٰسٓ کے مشمولات	709/9
4	سورۂ یٰسٓ کے بعض اسماء	708/9
5	سورۂ یٰسٓ کا اختتام	713/9 720/9
7	**حضرت یعقوب علیہ السلام**	
1	اونٹ کے گوشت کو حرام کرنا	253/2
2	حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ	660/5
3	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ	688/5
4	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سربلندی اور ان کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	678/5
5	حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کا خطرہ ہونے کی وجہ	705/5
6	حضرت یعقوب علیہ السلام کے بنیامین کو بھیجنے کی وجہ	812/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہائے افسوس! کہنے کی توجیہ	844/5
8	جن قرائن کی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کا یقین تھا	845/5
9	حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس لوٹ آنا	857/5
10	بیٹوں کے لیے استغفار کو مؤخر کرنے کی وجوہ	858/5
11	حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر روانہ ہونا	860/5
8	**یقین**	
1	یقین کا معنی	278/1
2	یقین کا لغوی و اصطلاحی معنی	327/6 328/6
3	عین الیقین اور حق الیقین کی تعریف	151/8
4	ایمان والوں کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ذکر	552/8
5	علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تعریفات	963/12
6	یقینی چیز کی وضاحت	396/12
9	**حضرت یوشع بن نون علیہ السلام**	
1	حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرانا	149/3
2	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا تعارف	144/7
3	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو فتح فرمانا	148/7
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت یوشع علیہ السلام کا کردار	192/7
10	**سورۂ یوسف**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۂ یوسف کا نام، مقام نزول اور زمانۂ نزول	659/5
2	سورۂ یوسف کے مقاصد اور اہداف	661/5
3	سورۂ یوسف کا اختتام	883/5
11	**حضرت یوسف علیہ السلام**	
1	حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ	660/5
2	حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث	662/5
3	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں ستاروں، چاند اور سورج دیکھنا	666/5
4	خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر	667/5
5	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کے دلائل	679/5
6	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء نہ ہونے کے دلائل	681/5
7	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا موقف	684/5
8	حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح	684/5
9	تاویل الاحادیث کے محامل	685/5
10	تکمیل نعمت کا بیان	685/5
11	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ان سے نفرت کا سبب	687/5
12	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	687/5
13	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا انہیں قتل یا شہر بدر کرنے کا منصوبہ	692/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کا راستہ میں زدوکوب کرنا	707/5
15	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی سے مراد وحی نبوت ہے یا الہام؟	708/5
16	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو خبر نہ ہونے کے محامل	708/5
17	والد سے اپنے حالات کو مخفی رکھنے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکمت	708/5
18	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر دینا	709/5
19	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خبر کے من گھڑت ہونے کی وجوہ	719/5
20	قافلہ والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا	722/5
21	حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق متعدد روایات	725/5
22	کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل	726/5
23	عزیز مصر کی فراست	727/5
24	حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و پارسائی کا کمال	730/5
25	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانا	731/5
26	مخلوق کی بہ نسبت خالق سے حیاء کرنا لائق ستائش ہے	732/5
27	حضرت یوسف علیہ السلام کے جوابات کی وضاحت	732/5
28	وھم بھا کے ترجمہ کے دو محمل	733/5
29	حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا یا نہیں؟	734/5
30	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ کی تہمت کا رد اور ابطال	737/5
31	حضرت یوسف علیہ السلام کے پاکدامن ہونے پر متعدد شہادتیں	738/5
32	لولا ان را برھان ربہ کی تفسیر	735/5 739-740/5
33	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	741/5
34	حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت	742/5
35	عزیز مصر کی بیوی کو معافی مانگنے کی تلقین	743/5
36	عورتوں کے مکر کا عظیم ہونا	744/5
37	مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی اور ان کا منشاء	746/5
38	مصر کی عورتوں کی دعوت کا اہتمام	747/5
39	حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن کے متعلق احادیث و آثار	748/5
40	مصری خواتین کا پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لینا	749/5
41	حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے کی توجیہ	749/5
42	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت آزمائش	750/5
43	حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کا سبب	751/5
44	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی علامات	752/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
45	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت	752/5 776/5
46	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید خانہ میں ساقی اور نانبائی سے ملاقات	754/5
47	ساقی اور نانبائی کے بیان کردہ خواب سچے تھے یا جھوٹے	755/5
48	قید خانہ میں کھانا آنے سے قبل حضرت یوسف علیہ السلام کا کھانے کی خبر دینا	755/5
49	خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کھانے کے متعلق پیش گوئی کی توجیہ	756/5
50	حضرت یوسف علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے اشارات	758/5
51	کافروں کے دین کو ترک کرنے کی توجیہ	758/5
52	مبداء اور معاد کے اقرار کی اہمیت	759/5
53	اللہ کی نعمتوں کے اظہار کا جواز	760/5
54	حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام میں توحید باری کی تقاریر	761/5
55	ساقی اور نانبائی کے خواب کی تعبیر	765/5
56	خواب کی تعبیر کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ظن کی توجیہ	765/5
57	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانے کے متعلق روایات	766-7667 5
58	مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا	778/5
59	اضغاث احلام کا لغوی و اصطلاحی معنی	778/5
60	مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے کی توجیہ	779/5
61	حضرت یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق	780/5
62	حضرت یوسف علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا	782/5
63	ہمارے نبی ﷺ کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین کرنا	784/5
64	رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات	784/5
65	''جیل بھرو تحریک'' کا عدم جواز	785/5
66	حضرت یوسف علیہ السلام کا تہمت لگانے والیوں کی تعیین نہ کرنا	785/5
67	مصر کی عورتوں کی سازش کی وجوہ	785/5
68	عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف اور حصحص کا معنی	786/5
69	حضرت یوسف علیہ السلام نے پس پشت کسی کی خیانت نہیں کی	787/5
70	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی پر دلائل	787/5
71	حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول کہ ''میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا''	789/5
72	بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلانا	791/5
73	حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کے متاثر ہونے کی وجوہات	792/5
74	حضرت یوسف علیہ السلام کا رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانا	792/5
75	حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے سامنے خواب اور اس کی تعبیر بیان کرنا	793/5
76	بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو صاحب اقتدار اور امانت دار قرار دینا	794/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
77	طلب منصب کا عدم جواز اور حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب کی توجیہ	794/5
78	موجودہ طریق انتخاب پر حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب سے استدلال اور اس کے جوابات	795/5
79	حضرت یوسف علیہ السلام کے حفیظ اور علیم ہونے کے محامل	798/5
80	حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی تعریف کرنے کا جائز ہونا	799/5
81	ایام قحط میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن انتظام	800/5
82	عزیز مصر کی بیوی سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح	801/5
83	حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت ونزاہت پر دلائل	803/5
84	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننا اور اس کی وجوہ	807/5
85	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا غلہ لینے مصر پہنچنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انہیں پہچان لینا	806/5
86	حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بلوا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید غم میں کیوں مبتلا کیا؟	808/5 819/5
87	بھائیوں کی بوریوں میں رقم کی تھیلی رکھنے کی وجوہ	809/5
88	حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو یہ بتانا کہ میں تمہارا بھائی ہوں	819/5
89	بے قصور قافلہ والوں کو چور کہنا	820/5
90	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا چور نہ ہونا	823/5
91	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا	823/5
92	بھائیوں سے چور کی سزا معلوم کرنے کی وجہ	823/5
93	بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس پر چوری کا الزام لگانا	824-825 5
94	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی چوری	833/5
95	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام سے فدیہ لینے کی درخواست کرنا	835/5
96	بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار کرنا	838/5
97	بھائیوں کا واپس حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانے کا فیصلہ	839/5
98	غیب کے نگہبان نہ ہونے کے محامل	841/5
99	بستی سے پوچھنے کے معانی	841/5
100	بنیامین کے متعلق بات گھڑنے کی توجیہ	842/5
101	بھائیوں کا بنیامین کو ساتھ بھیجنے میں باپ کو تیار کرنا	813/5
102	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈھونڈنے کی بجائے غلہ کا سوال کیوں کیا؟	847/5
103	بھائیوں سے ان کے مظالم پوچھنے کی وجوہ	848/5
104	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لینا	850/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
105	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا	850/5
106	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اعتراف خطاء کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انہیں معاف کر دینا	850/5
107	حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا روشن ہونا	851/5
108	بہت فاصلے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوشبو پہنچنے کی توجیہ	856/5
109	حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کا استقبال کرنا	860/5
110	حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں کی وفات کے باوجود ان کے والدین کو تخت پر بٹھانے کی توجیہ	860/5
111	حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں متعدد اقوال	863/5
112	حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سجدہ کی توجیہات	863/5
113	حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین	869/5
114	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑھیا کی مدد سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت نکالنا	869/5
12	**یوم**	
1	یوم کا عرفی و شرعی معنی	173/1
2	یوم قیامت کی مقدار	173/1
3	یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی	278/1
4	یوم فاروق اعظم نہ منانے پر سپاہ صحابہ کا احتجاج	71/3
5	عشرہ حکیم الامت منانے کا اعلان	71/3
6	ایام اللہ کا معنی	141/6
7	یوم عقلیمہ کا معنی	786/7
8	بعض ایام کا منحوس ہونا	452-456/10
13	**یوم حساب**	
1	یوم حساب اگر قریب ہے تو آ چکا ہوتا	517/7
14	**یوم حشر**	
1	حشر اجساد پر دلیل	331/1
2	قیامت کے دن گمراہ کرنے والے متبوعین کا اپنے تابعین سے بری ہونا	627/1
3	قیامت کے دن مومن و کفار کی علامات	309/2
15	**یوم عرفہ**	
1	الوتر سے مراد یوم عرفہ اور اس کی فضیلت	725/12
16	**یوم میلاد**	
1	یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عید ہونا	67/3
2	یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب	260/7
17	**یوم نحر**	
1	والفجر سے مراد یوم نحر کی صبح اور اس کی فضیلت	720/12
2	الشفع سے مراد یوم نحر ہے	725/12
18	**سورۂ یونس**	
1	سورۃ کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ	317/5
2	سورۂ یونس کا زمانہ نزول	318/5

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ التوبہ اور سورۂ یونس کی آپس میں مناسبت	318/5
4	سورۂ یونس کے مسائل و مقاصد	319/5
5	سورۂ یونس کے اختتامی کلمات و دعا	486/5
19	**حضرت یونس علیہ السلام**	
1	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	469/5
2	حضرت یونس علیہ السلام کا نام و نسب	469/5
3	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	469/5
4	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	470/5
5	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	470/5
6	آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا	474/5
7	حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ	474/5
8	حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور نگاہِ رسالت میں ان کا بلند مقام	475/5
9	حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید	476/5
10	مودودی کی تنقید پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تبصرہ	477/5
11	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	956/9
12	حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینوی کی طرف مبعوث کیا جانا	957/9
13	حضرت یونس علیہ السلام کا غضب ناک ہو کر چلا جانا	958/9
14	حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	959/9
15	حضرت یونس علیہ السلام کا واپس اپنی قوم کی طرف جانا	960/9
16	حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل میں احادیث	961/9
17	حضرت یونس علیہ السلام پر نعمت کے تدارک کی تفصیل	196/12
20	**یہود و نصاریٰ**	
1	یہود کی تلبیس اور کتمان حق	370/1
2	یہود کا انبیاء کو قتل کرنا	411/1
3	یہود پر ذلت کے باوجود اسرائیل کی حکومت	412/1
4	کیا موجودہ یہودیوں اور عیسائیوں کی فقط اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے نجات ہو جائے گی؟	414/1
5	یہود کا نفاق	436/1
6	عذاب یہود کے مزعومہ چند دن	438/1
7	یہود مدینہ کا ایک دوسرے کو قتل کرنا	445/1
8	یہود کا انبیاء سے عناد رکھنا	446/1
9	تورات پر یہود کا دعویٰ ایمان کا رد	450/1
10	یہودیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ جنت کے فقط وہ مستحق ہیں	452/1
11	یہود کا جبرائیل کو اپنا دشمن کہنا	455/1
12	یہود کا آپ ﷺ پر ایمان لانے کے عہد کو توڑنا	458/1

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	یہود و نصاریٰ کا فرقوں میں تقسیم ہونا	596/1
14	یہود و نصاریٰ کی عدم اطاعت کی خبر	517/1
15	یہودیوں اور عیسائیوں نے کس شہادت کو چھپایا	562/1
16	یہود کو سرزنش	879/1
17	یہود کے جرائم پر سزائیں	97/2
18	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت	179/2
19	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت	193/2
20	غیر یہودیوں کے مال کو حلال سمجھنا	204/2
21	مدینہ کے یہودیوں کی ذلت وخواری	317/2
22	یہودیوں کا ریاست قائم کرنا	317/2
23	یہودیوں کا اسلام کے نظام زکوٰۃ پر اعتراض کا جواب	493/2 498/2
24	یہود کی تحریف	686/2
25	یہود کا بخل	695/2
26	یہود کا حسد	695/2
27	یہود کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرکشی و عناد	850/2
28	یہود کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرکشی و عناد	851/2
29	چار وجوہ سے یہود کا کفر	851-855/2
30	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہود کے اعتراض کا جواب	876/2
31	نبی کریم ﷺ کا یہودی زانی کو رجم کرانا	191/3
32	یہودیوں کا نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانا	192/3
33	یہودیوں کے متعلق قرآن کی اصطلاح	223/3
34	یہودیوں کے کسی عمال کا لائق شمار نہ ہونا	255/3
35	نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا زیادہ ہونا	256/3
36	صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں کی نجات	257/3
37	یہودیوں کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل	420/3
38	یہودیوں میں نیکوکار اور بدکار	405/4
39	یہودیوں کی دوبارہ سرکشی	645/6
40	یہودیوں کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا	647/6
41	یہودیوں کا کن امور میں اختلاف تھا؟	736/8
42	احکام تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	882/11
43	یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	884/11
44	یہودیوں کا نبی ﷺ کو سلام کی صورت میں بددعا دینا اور آپ ﷺ کا جواب	780/11
45	یہودیوں کی گستاخیوں کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنا	782/11
46	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	860/11

Marfat.com

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

به نام

انوارِ تبیان القرآن

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری نورانی زید علمہ

چند خصوصیات

- ☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
- ☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
- ☆ عقائد اہل سنت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
- ☆ مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
- ☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
- ☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
- ☆ قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
- ☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
- ☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاءاللہ العزیز

پیشکش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اشاریہ

تبیان القرآن

مرتب

مولانا حافظ آس محمد سعیدی

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

اشاریہ تبیان القرآن

پاکٹ

مُرتب

مولانا حافظ آس محمد سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

مرتب وتصحیح : مولانا حافظ آس محمد سعیدی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل : محرم الحرام 1430ھ / جنوری 2009ء

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵-۷۳۱۲۱۷۳-۰۹۲-۴۲
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹-۰۹۲-۴۲
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

اشاریہ تبیان القرآن (مکمل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	انتساب	27
☆	تعارف مؤلف	29
☆	تبیان القرآن، ارباب علم وفکر کی نظر میں	32
☆	تاثرات	40
☆	پیش لفظ	43
	(۱) آ	
1.1	آثار صحابہ	45
1.2	آثار قیامت	45
1.3	آخرت	45
1.4	آداب	45
1.5	حضرت آدم علیہ السلام	45
1.6	آزر	46
1.7	آزمائش	47
1.8	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا	47
1.9	آسمان	47
1.10	آغاز	48
1.11	آگ	48
1.12	آل	48
1.13	آمین	48
1.14	آنکھ	48
1.15	آیت	48
1.16	آیۃ الکرسی/کرسی	48
1.17	آیت تطہیر	48
	(۲) الف	
2.1	حضرت ابراہیم علیہ السلام	48
2.2	ابرار	50
2.3	امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	50
2.4	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	51
2.5	ابولہب	51
2.6	ابلیس	51
2.7	ابوجہل	51
2.8	ابرھہ	51
2.9	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ	52

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.10	حضرت ابو طالب	52
2.11	ابتداء	52
2.12	ابدال	52
2.13	سورۂ ابراہیم	52
2.14	حضرت ابن مکتوم رضی اللہ	52
2.15	اجر/اجرت	52
2.16	اجتہاد	53
2.17	اجماع	53
2.18	اجازت	54
2.19	سورۃ الاحقاف	54
2.20	سورۃ الاحزاب	54
2.21	غزوۂ احزاب	54
2.22	احوال آخرت	54
2.23	احسان	54
2.24	احکام شریعت	54
2.25	احصار	55
2.26	غزوۂ اُحد	55
2.27	اختلاف	55
2.28	اختیارات	55
2.29	اخلاص	55
2.30	سورۂ اخلاص	56
2.31	ادب مصطفیٰ علیہ السلام	56
2.32	ادب	56
2.33	حضرت ادریس علیہ السلام	56
2.34	اذان	57
2.35	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	57
2.36	استغفار	58
2.37	اسلام	58
2.38	استاذ	59
2.39	حضرت اسماعیل علیہ السلام	59
2.40	اسراف	59
2.41	اسرائیلی روایات	59
2.42	اسماء مصطفیٰ علیہ السلام	59
2.43	استمناء بالید	60
2.44	اسماء باری تعالیٰ	60
2.45	استقامت	60
2.46	حضرت اسامہ رضی اللہ	60
2.47	استخارہ	60
2.48	اسم اعظم	60
2.49	اسباب	60
2.50	اسماء حسنیٰ	60
2.51	استعانت/استمداد	60
2.52	استنجاء	60
2.53	اصحاب الاخدود	61
2.54	اصول فقہ	61
2.55	اصول حدیث	61
2.56	اصحاب کہف	61
2.57	اصحاب الایکہ	61

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.58	اطاعت	61
2.59	اطمینان	61
2.60	اعتکاف	61
2.61	اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم	61
2.62	سورۃ الاعلیٰ	62
2.63	اعتبار	62
2.64	سورۃ الاعراف	62
2.65	اغواء	62
2.66	اقتدار	62
2.67	اقامت	62
2.68	اقرار	62
2.69	اللہ تعالیٰ	62
2.70	الہام	68
2.71	الحاد	68
2.72	حضرت الیاس علیہ السلام	68
2.73	امام	68
2.74	امامت	68
2.75	امتحان	68
2.76	امن وسلامتی	68
2.77	امی	68
2.78	امثلہ	69
2.79	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	69
2.80	امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	69
2.81	امتیاز	69

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.82	امانت	70
2.83	امید	70
2.84	امیر	70
2.85	انسان	70
2.86	سورۃ الانشقاق	72
2.87	سورۃ الانشراح	72
2.88	سورۃ الانفطار	72
2.89	انجام	72
2.90	انجیل	72
2.91	انعام	72
2.92	انڈا	72
2.93	انگور	73
2.94	انبیاء کرام علیہم السلام	73
2.95	ان شاء اللہ	74
2.96	سورۃ الانبیاء	74
2.97	انصار	74
2.98	سورۃ الانفال	74
2.99	انفاق فی سبیل اللہ	75
2.100	سورۃ الانعام	75
2.101	انار	75
2.102	انعام یافتہ لوگ	75
2.103	انعامی بانڈز	75
2.104	اولی الامر	76
2.105	اوس وخزرج (قبائل)	76

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.106	اولاد	76
2.107	اولوالعزم	76
2.108	اہل سنت و جماعت	76
2.109	اھانت	76
2.110	اہل کتاب	76
2.111	اہل بیت	77
2.112	ایثار	77
2.113	ایمان	77
2.114	ایندھن	78
2.115	ایلاء	78
2.116	ایٹمی ہتھیار	78
2.117	ایذاء پہنچانا	79
2.118	حضرت ایوب علیہ السلام	79
2.119	ایصال ثواب	79

(۳) ب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3.1	بارش	79
3.2	باطل	80
3.3	بال	80
3.4	باندی	80
3.5	بت / بت پرست	80
3.6	بچے	81
3.7	بچھڑا	81
3.8	بخیل	81
3.9	بدعت	81
3.10	(معرکہ) بدر	81
3.11	بددعا	82
3.12	بدکار	82
3.13	بدگمانی	82
3.14	بدلہ دینا	82
3.15	بدلہ لینا	83
3.16	بدشگون	83
3.17	برائی	83
3.18	برکات مصطفی ﷺ	83
3.19	بروج	83
3.20	سورۃ البروج	83
3.21	برائی سے روکنا	83
3.22	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	83
3.23	بسیارخوری	84
3.24	بشارت	84
3.25	بشر	84
3.26	بعث بعد الموت	84
3.27	بغاوت	84
3.28	بغض	84
3.29	سورۃ البقرہ	84
3.30	بلوغت	84
3.31	ملکۂ سبا / بلقیس	84
3.32	سورۃ البلد	85
3.33	سورۂ بنی اسرائیل	85

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3.34	بنو اسرائیل	85
3.35	بنو قریظہ	86
3.36	غزوۂ بنو المصطلق	86
3.37	غزوۂ بنو قینقاع	86
3.38	غزوۂ بنو نضیر	86
3.39	بھاگنا (میدانِ جنگ سے)	87
3.40	بہتان	87
3.41	بھولنا	87
3.42	بیع	87
3.43	بیٹھنا	87
3.44	بیٹی	87
3.45	بیٹا	87
3.46	بیماری	87
3.47	بیعت	87
3.48	سورۃ البینہ	87
3.49	بیوی	88

(۴) پ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4.1	پاک	88
4.2	پانی	88
4.3	پردہ	88
4.4	پرہیز	88
4.5	پرندہ	88
4.6	پڑوسی	88
4.7	پل صراط	88
4.8	پناہ طلب کرنا	88
4.9	پوسٹمارٹم	88
4.10	پہاڑ	88
4.11	پیش گوئی	88
4.12	پیشہ	89
4.13	پیوندکاری	89
4.14	پیشوا	89
4.15	پیدائش	89

(۵) ت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.1	تباہ	89
5.2	تبلیغ	89
5.3	تبیان القرآن	89
5.4	غزوۂ تبوک	89
5.5	عقیدۂ تثلیث	89
5.6	تجوید	90
5.7	تحفہ دینا	90
5.8	تحویل قبلہ	90
5.9	سورۃ التحریم	90
5.10	تخلیق	90
5.11	تدبر	90
5.12	تدبیر	90
5.13	تربیت	90
5.14	ترغیب	90
5.15	ترہیب	90

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.16	تزکیہ	90
5.17	تسبیح باری تعالیٰ	90
5.18	تصوف	91
5.19	تصویر	91
5.20	تصدیق	91
5.21	تعظیم رسول ﷺ	91
5.22	تعلیم/تعلم	91
5.23	تعویذ	91
5.24	تعظیم خداوندی	91
5.25	تعریض	91
5.26	تعجب	92
5.27	سورۃ التغابن	92
5.28	تفسیر کبیر (للامام رازی)	92
5.29	تفسیر	92
5.30	تقویٰ	92
5.31	تقلید	92
5.32	تقدیر	93
5.33	تقسیم کرنا	93
5.34	تقویم	94
5.35	تقیہ	94
5.36	تکبر	94
5.37	تکلف	94
5.38	سورۃ التکویر	94
5.39	سورۃ التکاثر	94
5.40	تلاوت کلام پاک	94
5.41	تمباکونوشی	94
5.42	تہجد	94
5.43	توسل	95
5.44	توبہ	95
5.45	تورات	96
5.46	توکل	96
5.47	تواضع	97
5.48	سورۃ التوبہ	97
5.49	توہین رسالت	97
5.50	توحید باری تعالیٰ	97
5.51	توریہ	99
5.52	تیمم	99
5.53	سورۃ التین	99
5.54	تیراندازی	99

(۶) ٹ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6.1	ٹیکس	99

(۷) ث

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7.1	ثابت قدمی	99
7.2	حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ	99
7.3	ثواب	99
7.4	قوم ثمود	100

marfat.com
Marfat.com

(۸) ج

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8.1	جانور	100
8.2	جاہل/جہالت	100
8.3	جادو	100
8.4	جار(پڑوسی)	101
8.5	جاسوس	101
8.6	جان بچانا	101
8.7	سورۃ الجاثیہ	101
8.8	جبریہ	101
8.9	جبروقدر	101
8.10	جبلت	101
8.11	حضرت جبریل علیہ السلام	102
8.12	جدال	102
8.13	جزاء	102
8.14	جزیہ	102
8.15	جلدبازی	102
8.16	جمعۃ المبارک	102
8.17	جماعت	103
8.18	جماع	103
8.19	جمادات	103
8.20	سورۃ الجمعہ	103
8.21	جمہوریت	103
8.22	جنت	103
8.23	جن	106
8.24	سورۃ الجن	106
8.25	جنازۂ نماز	106
8.26	جنون	107
8.27	جنگ جمل	107
8.28	جواء	107
8.29	جوامع الکلم	107
8.30	جھوٹ	107
8.31	جھگڑنا	107
8.32	جہنم	108
8.33	جہاد/جنگ	108
8.34	جھوٹی نبوت کے دعویدار	109

(۹) چ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9.1	چاند	109
9.2	چاندی	109
9.3	چشمے	109
9.4	چغلی کھانا	109
9.5	چلنا	109
9.6	چوری کرنا	109
9.7	چھٹی	109
9.8	چھپکلی	109
9.9	چھینک	109
9.10	چیونٹی	110
9.11	چیخنا	110

marfat.com
Marfat.com

(۱۰) ح

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10.1	سورۃ الحاقہ	110
10.2	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ	110
10.3	حاکم	110
10.4	حاجت روائی	110
10.5	حبیب النجار	110
10.6	حج وعمرہ	110
10.7	حجر (قولی تصرف سے روکنا)	111
10.8	حجت	111
10.9	حج اکبر	111
10.10	سورۃ الحجر	111
10.11	سورۃ الحج	111
10.12	حجاب	111
10.13	سورۃ الحجرات	112
10.14	حدود وقصاص	112
10.15	حدیث	112
10.16	سورۃ الحدید	113
10.17	حروف	113
10.18	حرابہ	113
10.19	حرام	113
10.20	حرمت والے مہینے	114
10.21	حرص	114
10.22	حروف مقطعات	114
10.23	حسد	114

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10.24	حساب	115
10.25	حسرت	115
10.26	حسن سلوک	115
10.27	حسن اخلاق	115
10.28	سورۃ الحشر	115
10.29	حشرات الارض	115
10.30	حشر	115
10.31	حقوق العباد	116
10.32	حقیقت	116
10.33	حق	117
10.34	حکمت	117
10.35	حکومت	117
10.36	حلال	117
10.37	حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن)	117
10.38	حمد	117
10.39	حمل	117
10.40	سورۃ حٰم السجدہ	118
10.41	غزوۂ حنین	118
10.42	حور	118
10.43	حواریین	118
10.44	حضرت حواء علیہا السلام	118
10.45	حیاء	118
10.46	حیلہ	118

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10.47	حیات	118
10.48	حیض	119
10.49	حیات النبی ﷺ	119

(۱۱) خ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11.1	خارجی	119
11.2	خاموش	119
11.3	خاک نشیں	119
11.4	خاندانی منصوبہ بندی	119
11.5	خبر واحد	119
11.6	ختم نبوت	119
11.7	خدمت	120
11.8	خراج	120
11.9	خرچ کرنا	120
11.10	حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	120
11.11	خسارہ	120
11.12	خشوع وخضوع	120
11.13	خشیت الٰہی	121
11.14	خصائص مصطفیٰ ﷺ	121
11.15	حضرت خضر علیہ السلام	121
11.16	خلیفہ/ خلافت	121
11.17	خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم	121
11.18	خمر و دیگر منشیات	121
11.19	خمس	122
11.20	خنزیر	122
11.21	غزوۂ خندق	122
11.22	خواہش	122
11.23	خودکشی	122
11.24	خون	122
11.25	خوف خدا	122
11.26	خواب	123
11.27	خیانت	123
11.28	خیال	123
11.29	غزوۂ خیبر	123

(۱۲) د

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12.1	دارالحرب	124
12.2	دارالسلام	124
12.3	دارالکفر	124
12.4	داڑھی	124
12.5	حضرت داؤد علیہ السلام	124
12.6	سورۃ الدخان	125
12.7	درود شریف	125
12.8	درایت	125
12.9	درگور کرنا	125
12.10	دشمن	125
12.11	دعوت دین	125
12.12	دعا	125
12.13	دل	127
12.14	دماغ	127

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12.15	دم درود	127
12.16	دنیا	127
12.17	دن	128
12.18	دودھ	128
12.19	دوزخ	129
12.20	دوست	130
12.21	دھمکی دینا	130
12.22	دھواں	130
12.23	دہریہ	130
12.24	دھمال	130
12.25	سورۃ الدھر	130
12.26	دھوکہ دینا	130
12.27	دین	131
12.28	دیت	131
12.29	دیدارِ الٰہی	131
12.30	دیہاتی	131

(۱۳)ڈ

13.1	ڈاکو/ڈاکہ	131
13.2	ڈکار	131

(۱۴)ذ

14.1	سورۃ الذاریات	131
14.2	ذبیحہ	132
14.3	ذخیرہ اندوزی کرنا	132
14.4	ذکرِ الٰہی	132
14.5	ذوی القربیٰ	132
14.6	ذوی الارحام	132
14.7	ذوالقرنین	132
14.8	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	133
14.9	ذوالحجہ	133

(۱۵)ر

15.1	رات	133
15.2	راحت	133
15.3	راہب/رہبانیت	133
15.4	راز	133
15.5	رب	133
15.6	ربا	133
15.7	ربانیین	134
15.8	رجم	134
15.9	سورۃ الرحمٰن	134
15.10	رحمتِ باری تعالیٰ	134
15.11	رزق	134
15.12	رسالت/رسول	135
15.13	رشوت	135
15.14	رشتہ دار	136
15.15	رضائے الٰہی/مصطفیٰ	136
15.16	سورۃ الرعد	136
15.17	رقص وسرود	136
15.18	رکون (کفار سے میل جول)	136

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15.19	رمضان المبارک	136
15.20	رمل	136
15.21	روزہ	136
15.22	روح القدس	137
15.23	روضۂ رسول اللہ ﷺ	137
15.24	روح	137
15.25	رونا	138
15.26	روٹی	138
15.27	سورۃ الروم	138
15.28	رہائش	138
15.29	رہن (گروی رکھنا)	138
15.30	رؤیت باری تعالیٰ	138
15.31	ریاکاری	139
15.32	ریشم	139
15.33	ریب	139

(۱۶) ز

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16.1	زبور	139
16.2	سورۃ الزخرف	139
16.3	زرہ	139
16.4	زکوٰۃ	139
16.5	حضرت زکریا علیہ السلام	140
16.6	زلزلہ	140
16.7	سورۃ الزلزال	140
16.8	زمزم	140
16.9	زمین	140
16.10	سورۃ الزمر	141
16.11	زندیق	142
16.12	زنا	142
16.13	زندگی	142
16.14	زوجہ	142
16.15	زوج	142
16.16	زہد	143
16.17	زیارت رسول کریم ﷺ	143
16.18	زیورات	143
16.19	زیتون	143
16.20	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	143
16.21	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	143
16.22	زینت	143
16.23	زیارت قبور	143

(۱۷) س

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
17.1	سامری	144
17.2	سالک	144
17.3	سائل/سوال کرنا	144
17.4	سازش	144
17.5	سورۂ سبا	144
17.6	سبحان	144
17.7	سبب نزول	144
17.8	سابقہ امتیں	144

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
17.9	قوم سبا	145
17.10	السبع المثانی	145
17.11	ستارہ	145
17.12	سٹہ باری	145
17.13	سجدہ	145
17.14	سجدۂ تلاوت	145
17.15	سورۃ السجدہ	146
17.16	سجدۂ تعظیمی	146
17.17	سچ	146
17.18	سحر	146
17.19	سرقہ کرنا (چوری کرنا)	146
17.20	سرجری	146
17.21	سرگوشی کرنا	146
17.22	سزا	146
17.23	حضرت سعد رضی اللہ عنہ	146
17.24	سفر	146
17.25	سکوت	146
17.26	سگریٹ نوشی	146
17.27	حضرت سلیمان علیہ السلام	147
17.28	سلام/معانقہ	148
17.29	سلطان	148
17.30	سلطنت	148
17.31	سماع موتی	148
17.32	سماع	148
17.33	سمندر	149
17.34	سنت	149
17.35	سود	149
17.36	سورۃ	149
17.37	سورج	149
17.38	سونا	149
17.39	سہو	150
17.40	سیارہ	150
17.41	سیدھا راستہ	150

(۱۸) ش

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18.1	شام	150
18.2	شب برات	150
18.3	شجرۃ الزقوم	150
18.4	الشح	150
18.5	شر	150
18.6	شرح صدر	150
18.7	شرک	150
18.8	شریعت	151
18.9	شرم گاہ	151
18.10	شعور	151
18.11	شعر	151
18.12	حضرت شعیب علیہ السلام	152
18.13	شعائر اللہ	152
18.14	سورۃ الشعراء	152

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18.15	شفاء	152
18.16	شفقت	152
18.17	شفاعت	152
18.18	شق صدر	154
18.19	شق قمر	154
18.20	شکر/شاکر	154
18.21	شک	154
18.22	شکوہ/شکایت	155
18.23	شکار	155
18.24	شگون	155
18.25	شمس	155
18.26	سورۃ الشمس	155
18.27	شوہر	156
18.28	سورۃ الشوریٰ	156
18.29	شہادت	156
18.30	شہید	156
18.31	شہد	157
18.32	شہاب ثاقب	157
18.33	شہاب زہری	157
18.34	شیطان	157
18.35	شیعہ	159
18.36	شیخ	159

(۱۹) ص

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19.1	سورۂ ص	159
19.2	حضرت صالح علیہ السلام	159
19.3	صالح	160
19.4	صائبین	160
19.5	صابن	160
19.6	صبر	160
19.7	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	161
19.8	صحیفہ	161
19.9	صدیق	162
19.10	صدق	162
19.11	صدقہ	162
19.12	صراط مستقیم	162
19.13	صعقہ	162
19.14	سورۃ الصف	162
19.15	جنگ صفین	162
19.16	صفات باری تعالیٰ	162
19.17	سورۃ الصّٰفّٰت	162
19.18	صلح حدیبیہ	162
19.19	صلوٰۃ (درود و سلام)	163
19.20	صلوٰۃ (نماز)	164
19.21	صلح	166
19.22	صلہ رحمی	166
19.23	صوفی باصفا	166
19.24	صور	166
19.25	صیغۂ امر	167

marfat.com
Marfat.com

(۲۰) ض

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20.1	ضالین	167
20.2	سورۃ الضحیٰ	167
20.3	ضد	167
20.4	ضمانت	167

(۲۱) ط

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21.1	سورۃ الطارق	167
21.2	طالوت	167
21.3	طاعون	167
21.4	طائر	167
21.5	طریقت	168
21.6	طریقۂ انتخاب	168
21.7	طعام	168
21.8	طعنہ	168
21.9	سورۃ الطلاق	168
21.10	طلاق	168
21.11	سورۃ الطور	169
21.12	طواف	169
21.13	سورۂ طٰہٰ	169
21.14	طہارت	170
21.15	طیب	170

(۲۲) ظ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22.1	ظالم/ظلم	170
22.2	ظن	170
22.3	ظہار	170

(۲۳) ع

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23.1	عاجزی کرنا	171
23.2	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	171
23.3	عالمین	171
23.4	عالم	171
23.5	سورۃ العادیات	172
23.6	قوم عاد	172
23.7	عابد/عبادت	172
23.8	العاص بن وائل	173
23.9	عاشورہ	173
23.10	سورۃ العبس	173
23.11	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	173
23.12	عبرت	173
23.13	عبداللہ بن ابی	173
23.14	عتاب	174
23.15	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	174
23.16	عجلت	174
23.17	عدت	174
23.18	عدل	174
23.19	عذاب	175
23.20	عذر	177
23.21	عرش	177
23.22	عرس	177

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23.23	عربی زبان	178
23.24	عراف	178
23.25	عزت	178
23.26	عزیمت	178
23.27	عزلت نشینی	178
23.28	حضرت عزیر علیہ السلام	178
23.29	عشر	178
23.30	عصا	178
23.31	عصمتِ انبیاء	178
23.32	سورۃ العصر	179
23.33	عطا کرنا	179
23.34	عفو و درگزر	179
23.35	عقیدہ	179
23.36	عقد	179
23.37	عقل	179
23.38	عقیقہ	180
23.39	سورۃ العلق	180
23.40	علم/علم دین	180
23.41	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	181
23.42	علم جفر	181
23.43	علم غیب	181
23.44	علم لدنی	182
23.45	علم نجوم	182
23.46	علم باری تعالیٰ	182
23.47	علم نبوی ﷺ	183
23.48	علاج	183
23.49	علامات قیامت	184
23.50	علوم خمسہ	184
23.51	عمارت	184
23.52	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	184
23.53	عمران کی بیوی	185
23.54	عمر	185
23.55	عمریٰ	185
23.56	عمل	185
23.57	سورۃ العنکبوت	186
23.58	عورت	186
23.59	عہد	186
23.60	عہد شکنی	187
23.61	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	187
23.62	عیادت	189
23.63	عیب	189
23.64	عیش و عشرت	189

غ (۲۴)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24.1	سورۃ الغاشیہ	189
24.2	غبن	189
24.3	غریب	189
24.4	غزوۂ بدر	189
24.5	غصہ	189

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24.6	غفلت/ غافل	189
24.7	مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	189
24.8	غلام	189
24.9	غلام احمد قادیانی	190
24.10	غلو	190
24.11	مال غنیمت	190
24.12	غناء	190
24.13	غور وفکر	190
24.14	غیر اللہ کو پکارنا	190
24.15	غیب	190
24.16	غلطی کرنا	190
24.17	غیبت	190
24.18	غیرت	190
24.19	غیظ وغضب	191

(۲۵)ف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25.1	سورۃ الفاتحہ	191
25.2	فاتحہ خلف الامام	191
25.3	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	191
25.4	فاسق/ بدعقیدہ	191
25.5	سورۃ فاطر	191
25.6	فاحشہ	191
25.7	فال	191
25.8	فارس	191
25.9	فبای آلاء ربکما تکذبن	191
25.10	فتح	191
25.11	فتویٰ	191
25.12	فتنہ	191
25.13	سورۃ الفتح	192
25.14	فطر	192
25.15	سورۃ الفجر	192
25.16	فحش کام	192
25.17	فخر	192
25.18	فرعون/قوم فرعون	192
25.19	فرقے	193
25.20	فرق	193
25.21	فرقہ بندی	194
25.22	فرشتہ	194
25.23	فریب	195
25.24	سورۃ الفرقان	195
25.25	فراست	195
25.26	فرمانبردار	195
25.27	فساد	195
25.28	فضول خرچی	195
25.29	فضل	195
25.30	فضیلت	195
25.31	فطرت	195
25.32	فعل	195

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25.33	فقہ	196
25.34	فقیر/فقر	196
25.35	فلسطین	196
25.36	فلسفہ	196
25.37	سورۃ الفلق	196
25.38	فواکہ	196
25.39	فیصلہ	196
25.40	سورۃ الفیل	196
25.41	فئے	196

ق (۲۶)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26.1	سورۃ ق	196
26.2	قاضی	196
26.3	قابیل/ہابیل	196
26.4	قارون	197
26.5	سورۃ القارعہ	197
26.6	قبر	197
26.7	قبلہ	197
26.8	قبول اسلام	197
26.9	قبح	197
26.10	قتل	197
26.11	قدرت باری تعالیٰ	198
26.12	سورۃ القدر	198
26.13	قذف	198
26.14	قرآن مجید	198
26.15	قرض	202
26.16	قرامطہ	202
26.17	قرأت خلف الامام	202
26.18	قربانی	203
26.19	قریش	203
26.20	سورۃ القریش	203
26.21	قرعہ اندازی	203
26.22	قرض خواہ	204
26.23	قسم	204
26.24	قصہ	204
26.25	قصاص	204
26.26	سورۃ القصص	204
26.27	قضاء	205
26.28	قلب	205
26.29	سورۃ القلم	205
26.30	قمار	205
26.31	سورۃ القمر	205
26.32	قناعت	205
26.33	دعائے قنوت	205
26.34	قوت	205
26.35	قواعد فقہیہ	205
26.36	قیاس	205
26.37	قید/قیدی	206
26.38	قیام تعظیمی	206

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26.39	قیامت	206
26.40	سورۃ القیامہ	209

(۲۷) ک

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
27.1	کائنات	209
27.2	کاہن	209
27.3	سورۃ الکافرون	209
27.4	کامیابی	209
27.5	کبوتر بازی	209
27.6	کتا	209
27.7	کتاب	209
27.8	کذب	210
27.9	کرامت	210
27.10	کراماً کاتبین	210
27.11	کسب	210
27.12	کعبہ	210
27.13	کفر/کفار	210
27.14	کفارہ	216
27.15	کفریہ کلمات	216
27.16	کفو	217
27.17	کلمۂ طیبہ	217
27.18	کلمۂ حق	217
27.19	کلالہ	217
27.20	کلام باری تعالیٰ	217
27.21	کم عقل	217
27.22	کن فیکون	217
27.23	سورۃ الکوثر	218
27.24	کوڑے	218
27.25	کھیل	218
27.26	کھانا کھانے کے آداب	218
27.27	کھجور	218
27.28	سورۃ الکھف	218

(۲۸) گ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
28.1	گدھا	218
28.2	گداگری	218
28.3	گرفت	219
28.4	گروی رکھنا	219
28.5	گستاخ رسول	219
28.6	گمراہ/گمراہی	219
28.7	گمان	219
28.8	گنبد خضریٰ	219
28.9	گناہ	219
28.10	گوشت	221
28.11	گوہ	221
28.12	گواہی دینا	221

(۲۹) ل

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29.1	لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ	221
29.2	لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	221

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29.3	لاٹری	221
29.4	لالچ	221
29.5	لباس	221
29.6	لذت	221
29.7	لذیذ	221
29.8	لشکر	221
29.9	لعان	221
29.10	لعنت	222
29.11	لغو	222
29.12	لقب	222
29.13	لقطہ	222
29.14	لقیط	222
29.15	سورۃ لقمان	222
29.16	حکیم لقمان	222
29.17	لکھنا	222
29.18	لوح محفوظ	222
29.19	لوح قرآنی	223
29.20	لواطت	223
29.21	حضرت لوط علیہ السلام	223
29.22	سورۃ اللھب	224
29.23	لوہا	224
29.24	لہو ولعب	224
29.25	سورۃ اللیل	224
29.26	لیلۃ القدر	224

(۳۰) م

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.1	مال	225
30.2	مال غنیمت	225
30.3	سورۃ المائدہ	225
30.4	ماشاء اللہ	225
30.5	سورۃ الماعون	225
30.6	مباہلہ	225
30.7	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	225
30.8	مباشرت	226
30.9	مایوس ہونا	226
30.10	متقی	226
30.11	متعہ	226
30.12	متفرقات	226
30.13	مٹی	226
30.14	مجرم	226
30.15	مجمع البحرین	226
30.16	مجذوب	226
30.17	مجتہد	226
30.18	مجلس	226
30.19	مجوسی	227
30.20	سورۃ المجادلۃ	227
30.21	مچھلی	227
30.22	محسن	227
30.23	محراب	227

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.24	محرم الحرام	227
30.25	سورۂ محمد	227
30.26	محبت	227
30.27	سیدنا محمد عربی ﷺ	227
30.28	محمد بن عبدالوہاب نجدی	235
30.29	محکم	235
30.30	مخلوق	235
30.31	مداہنت	235
30.32	مدافعت	236
30.33	مدد حاصل کرنا	236
30.34	سورۃ المدثر	236
30.35	مدینہ منورہ	236
30.36	مدعی نبوت	236
30.37	مذاق کرنا	236
30.38	مذہب	236
30.39	حضرت مریم علیہا السلام	236
30.40	مرتد	237
30.41	مردار	237
30.42	سورۂ مریم	237
30.43	مرغ	237
30.44	مردوں کو زندہ کرنا	238
30.45	مرجئہ	238
30.46	سورۃ المرسلات	238
30.47	مزارات	238
30.48	سورۃ المزمل	238
30.49	مسکین	238
30.50	مسجد	238
30.51	مسح	239
30.52	مسلمان	239
30.53	مشابہت	240
30.54	مشرق	240
30.55	مشرک	240
30.56	مشکل الفاظ کے معانی	242
30.57	مشورہ	249
30.58	مصیبت	250
30.59	مصارف زکوٰۃ	250
30.60	مصاہرت	251
30.61	مضطر	251
30.62	سورۃ المطففین	251
30.63	سورۃ المعارج	251
30.64	معاف کرنا	251
30.65	معجزہ	251
30.66	معرفت	252
30.67	معذور	252
30.68	معصوم	252
30.69	معراج النبی ﷺ	252
30.70	معاد	253
30.71	معاملہ	253

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30.72	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	253
30.73	مغضوب	253
30.74	مغفرت	253
30.75	مغرب	253
30.76	مفتوحہ علاقے	254
30.77	مقابلہ	254
30.78	مقتول	254
30.79	مقام محمود	254
30.80	مکہ مکرمہ/اہل مکہ	254
30.81	مکس	255
30.82	مکڑی	255
30.83	ملت	255
30.84	ملائکہ	255
30.85	ملحد	255
30.86	سورۃ الملک	255
30.87	سورۃ الممتحنہ	255
30.88	منت ماننا	255
30.89	منطق	255
30.90	مناظرہ/مباحثہ	255
30.91	منافق	255
30.92	سورۃ المنافقون	257
30.93	موت	257
30.94	حضرت موسیٰ علیہ السلام	257
30.95	مواخذہ	260
30.96	مویشی	260
30.97	مولوی	261
30.98	موالات	261
30.99	مہر	261
30.100	مہمان نوازی	261
30.101	مؤمن	261
30.102	سورۃ المؤمنون	263
30.103	سورۃ المؤمن	263
30.104	میت	263
30.105	میقات	263
30.106	میثاق	263
30.107	میزان	263
30.108	میلاد رسول ﷺ	263
30.109	میانہ روی	264

(۳۱) ن

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31.1	نام	264
31.2	سورۃ الناس	264
31.3	ناپ تول	264
31.4	سورۃ النباء	264
31.5	نبوت/نبی	264
31.6	نجات	266
31.7	نجات از جہنم طلب کرنا	266
31.8	سورۃ النازعات	266
31.9	نجاشی	266

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31.10	نجومی	266
31.11	سورۃ النجم	266
31.12	سورۃ النمل	266
31.13	نحوست	266
31.14	نداء یارسول اللہ ﷺ	267
31.15	نذر	267
31.16	نسخ	267
31.17	سورۃ النباء	267
31.18	نسیان	267
31.19	نسب	268
31.20	نسبت	268
31.21	نشانی	268
31.22	نصب	268
31.23	سورۃ النصر	268
31.24	نصاریٰ	268
31.25	نصیحت	268
31.26	نطفہ	268
31.27	نذر لگنا	268
31.28	نعمت	268
31.29	نفس	270
31.30	نفل	270
31.31	نفاق	270
31.32	نفع وضرر	270
31.33	نفع رسانی	271
31.34	نقصان	271
31.35	نکاح	271
31.36	نگاہ	272
31.37	نماز	272
31.38	نمرود	272
31.39	سورۃ المزمل	272
31.40	حضرت نوح علیہ السلام	272
31.41	سورۂ نوح	274
31.42	نور	274
31.43	سورۃ النور	274
31.44	نوحہ کرنا	274
31.45	نیت	274
31.46	نیند	274
31.47	نیک اعمال	274
31.48	نیک لوگ	275
31.49	نیکی	275
31.50	نیکی کا حکم دینا	275

و(۳۲)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32.1	والدین (ماں+باپ)	275
32.2	والدین کریمین رضی اللہ عنہما	276
32.3	وادی حجر	276
32.4	وادی طویٰ	276
32.5	واعظ	276
32.6	وارث	276

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32.7	سورۃ الواقعہ	277
32.8	وجاہت	277
32.9	وجد	277
32.10	وجود باری تعالیٰ	277
32.11	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ	277
32.12	وحی	277
32.13	وراثت	278
32.14	وزیر/وزارت	278
32.15	وسیلہ	278
32.16	وسوسہ	279
32.17	وصیت	279
32.18	وضو	279
32.19	وعد/وعید	279
32.20	وعدہ	279
32.21	وکیل	279
32.22	ولایت	279
32.23	ولی	279
32.24	ولید بن عتبہ	280
32.25	ولید بن مغیرہ	280
32.26	ووٹ	280
32.27	وہم	280

(۳۳) ہ/ھ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33.1	حضرت ہارون علیہ السلام	280
33.2	ہاروت وماروت	280
33.3	ہجرت/مہاجرین	280
33.4	ہدیٰ	281
33.5	ہدہد	281
33.6	ہدایت/ہادی	281
33.7	ہڈی	282
33.8	ہلاکت	282
33.9	سورۃ الہمزہ	282
33.10	ہم جنس پرستی	282
33.11	ہنسنا/تبسم/قہقہہ	282
33.12	سورۂ ہود	282
33.13	حضرت ھود علیہ السلام	282

(۳۴) ی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34.1	یاجوج وماجوج	283
34.2	یاد	283
34.3	یتیم	283
34.4	حضرت یحییٰ علیہ السلام	284
34.5	یزید	284
34.6	سورۂ یٰسین	284
34.7	حضرت یعقوب علیہ السلام	284
34.8	یقین	285
34.9	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	285
34.10	سورۂ یوسف	285
34.11	حضرت یوسف علیہ السلام	285
34.12	یوم	289

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34.13	یوم حساب	289
34.14	یوم حشر	289
34.15	یوم عرفہ	289
34.16	یوم میلاد	289
34.17	یوم نحر	289
34.18	سورۂ یونس	289
34.19	حضرت یونس علیہ السلام	290
34.20	یہود و نصاریٰ	290

تمت

marfat.com
Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو ان دو عظیم شخصیات کے نام منسوب کرتا ہوں
جن کے علمی فیضان سے یقیناً ایک عالم مستفیض و مستفید ہو رہا ہے
جن کا وجود مسعود مسلمانانِ عالم کے لیے باعث رحمت اور منارۂ نور ہے

میری مراد ہیں

محدث عصر، سعیدِ ملت، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب

اور

میرے محسن و مربی، میرے استاذ محترم، میرے راہبر و رہنما
حضرت علامہ مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب
امداللہ ظلهما علٰی جمیع المسلمین والمسلمات

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف مؤلف اشاریہ تبیان القرآن

حضرت مولانا حافظ آس محمد سعیدی زید علمہ وفضلہ واسعدہ اللہ فی الدارین' نہایت مخلص اور جلیل القدر عالم دین ہیں' انہوں نے نہایت محبت اور اخلاص سے تفسیر تبیان القرآن کا اشاریہ ترتیب دیا ہے' جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے مضامین تبیان کی فہرست بنائی ہے' مثلات کے باب میں ایک عنوان ہے: توسل' اس کی فہرست اس طرح بنائی ہے:

توسل

وسیلہ کا معنی 187/1

انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ 188/1

توسل بعد از وصال پر اعتراضات کے جوابات 196/1

توسل بعد از وصال کے متعلق علماء کرام کے نظریات 198/1

حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا 448/1

وسیلہ بمعنی ذریعۂ تقرب 171/3

انبیاء واولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا 171-173/3

وسیلہ بمعنی درجہ جنت 174/3

دعا اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق 174/3

دعا اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق 175/3

وسیلہ بمعنی مرشد کامل 176/3

پیدائش وابتدائی حالات

حافظ آس محمد سعیدی کے والد کا نام محمد الیاس ہے' حافظ آس محمد 1987ء میں بہاولپور پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر میں حاصل کی' ان کے استاذ گرامی حافظ عون محمد سعیدی ہیں' دوسرے استاد جن سے انہوں نے اکتساب فیض کیا علامہ اللہ وسایا سعیدی ہیں اور شیخ المیراث علامہ احمد دین صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ قرآن مجید حافظ محمد سلیمان کے پاس تین سال میں حفظ کیا' جب سے اب تک دو مرتبہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کی اور باقی سالوں میں قرآن مجید کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ اپنے استاد حافظ عون محمد سعیدی صاحب سے 2005ء میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے' اور حافظ عون محمد سعیدی غزالی زماں بیہقی دوراں حضرت علامہ سید سعید احمد شاہ صاحب کاظمی قدس سرۂ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تعلیمی مراحل

2002ء میں ثانوی عامہ اور میٹرک پاس کیا' 2003ء میں فاضل عربی پاس کیا اور بہاولپور بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی 2004ء میں ثانوی خاصہ اور I.com پاس کیا۔ 2006ء میں B.com اور عالیہ پاس کیا' پھر 2008ء میں تنظیم المدارس سے شہادت عالیہ کی سند حاصل کی۔ 2006ء میں کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سوفٹ ویئر کی تعلیم حاصل کی۔ عامہ' خاصہ' عالیہ اور عالیہ میں ممتاز مع شرف کی ڈگری حاصل کی جب کہ میٹرک' I.com اور B.com پہلی ڈویژن (1st Division) کے ساتھ پاس کیا۔ 2007ء میں استاذ عون محمد سعیدی صاحب سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ 2006ء میں مرکز تحقیق فیصل آباد میں ترتیبی کورس مکمل کیا۔ تنظیم المدارس کے امتحان العالیہ کے لیے جو مقالہ تحریر کیا' اس کا عنوان تھا: قرآن اور سنت کی روشنی میں مسئلہ حجاب۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف میں آل پاکستان مقابلہ تحریر منعقد ہوا' اس میں مقالے کے عنوان تھا: فروغ دین میں مدارس کا کردار' اس مقابلے میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

دوران تعلیم مختلف رسائل و جرائد میں مضامین لکھے' رسائل کے نام یہ ہیں: (۱) السعید (ملتان) (۲) نور الحبیب (بصیر پور) (۳) ماہنامہ نظامیہ (لاہور) (۴) ماہنامہ عرفات (لاہور) (۵) مجلہ الہدایت (ملتان) اس کے علاوہ آسان جنرل ریاضی' محبت رسول ضروری کیوں' اور قربانی کے مسائل وفضائل کے نام سے کتابیں لکھیں' جو طبع ہو چکی ہیں۔

2005ء میں اپنے استاذ کے مدرسے دارالعلوم حسینیہ قادریہ سعیدیہ میں تدریس شروع کی' جس میں صرف' نحو' انگریزی' ریاضی اور سراجی پڑھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایل۔ ایل۔ بی کر رہے ہیں۔

سماجی خدمات

سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی اور اس کے چیئرمین منتخب ہوئے' اس تنظیم کی طرف سے کثیر تعداد میں غرباء میں آٹا تقسیم کیا اور عید الفطر میں عید گفٹ پیک تقسیم کیے۔

اشاریہ تبیان القرآن شائع کرنے کا داعی اور محرک

حافظ آس محمد نے سب سے پہلے فقیر ناکارہ کی کتاب معاشرے کے ناسور پڑھی' پھر مقالات سعیدی' تذکرۃ المحدثین' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے کچھ حصے پڑھے اور پھر نعمۃ الباری' ایک مرتبہ ان کے استاذ حافظ عون محمد سعیدی تبیان القرآن کی فہرستوں میں ورزش کے عنوان سے کچھ مواد تلاش کر رہے تھے' استاد شاگرد تقریباً 50 منٹ تک ڈھونڈتے رہے' پھر کہیں جا کر انہیں مطلوبہ مواد ملا۔

پھر انہیں یہ خیال آیا کہ لوگوں کو اس سے اپنا مطلوبہ عنوان تلاش کرنے میں اتنی ہی کاوش کرنی پڑتی ہوگی اور وقت صرف کرنا پڑتا ہوگا' تو کیوں نہ تفسیر تبیان القرآن کا ایک اشاریہ مرتبہ کیا جائے تاکہ لوگوں کو علمی اور تحقیقی کام کرنے میں سہولت میسر ہو' پہلے انہوں نے تفسیر تبیان القرآن کی بارہ (12) جلدوں کی فہارس کو اکٹھا کیا' پھر انہوں نے حروف تہجی کے اعتبار سے کسی ایک عنوان کے تحت اس عنوان کے موافق جو مضامین مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے تھے' ان کو ایک جگہ جمع کیا اور یوں پوری تبیان القران کی فہرست بنادی' ظاہر ہے اس میں انہوں نے بہت مشقت اٹھائی لیکن اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر صرف ایک مہینے میں یہ کام مکمل کرلیا' شروع میں آپ نے یہ کام چھوڑ دیا مگر رمضان کے مہینے میں خواب میں مجھ سے ملاقات کے بعد اس کام کو پھر اسی ذوق وشوق سے شروع کر دیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل ان کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور قارئین تبیان القرآن کو اس سے زیادہ سے زیادہ

marfat.com
Marfat.com

استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یا رب العالمین! بجاہ سیّدنا و سیّد الانبیاء و المرسلین

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

marfat.com
Marfat.com

تبیان القرآن ارباب علم وفکر کی نظر میں

قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہٖ اجمعین. اما بعد!

تفسیر قرآن (تبیان القرآن) پر جو کام فخر الاماثل شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدھم نے کیا ہے اس پر وہ صرف میرے ہی شکریہ کے مستحق نہیں بلکہ تمام اہلسنت کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو خدمت' مسلک اور دین کی ان کے ذریعے سے ہو رہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ تبیان القرآن علامہ سعیدی زید مجدھم کا ایک عظیم علمی وتحقیقی شاہکار اور ایک ایسا سمندر ہے کہ اگر کہا جائے: **بحر لا ساحل لہ** تو بجا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق بخشے (آمین)

فقیر شاہ احمد نورانی صدیقی غفرلہ

(ملخصاً حیات سعید ملت' ص: ۸۴ + حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن' ص: ۱۸)

❁❁❁❁❁

حضرت علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب (مہتمم دار العلوم نعیمیہ' کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمد للہ وحدہ ازلی ابدی لا اول لہ ولا آخر لہ صمدی سرمدی لاضد ولا ندلہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی وعلی کل من صحبہ و تبعہ باحسان بعدہ.

''تبیان القرآن'' عہد جدید کی نہایت جامع' کامل اور مکمل تفسیر ہے' میرے محدود مطالعہ کے مطابق اردو اور عربی کی کسی تفسیر میں اتنا ذخیرۂ معلومات یکجا نہیں ہے' اگر چہ ہر تفسیر میں آپ کو جستہ جستہ تمام علوم وفنون سے متعلق معلومات ملیں گی' لیکن بالعموم ہر تفسیر میں کوئی نہ کوئی رنگ غالب ہے' مثلاً ابن جریر طبری اور ابن کثیر کی تفاسیر میں احادیث اور روایات پر زیادہ انحصار کیا گیا ہے' علامہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر میں قرآن کی ادبیت اور بلاغت کی شان کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے' امام راغب اصفہانی نے لغت کے بیان تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے' علامہ زجاج نے صرفی اور نحوی ابحاث کو اپنا موضوع بنایا ہے' علامہ ثعلبی نے اسرائیلیات اور تاریخی رطب ویابس کو جمع کر

marfat.com
Marfat.com

دیا ہے' علامہ ابوبکر جصاص کی تفسیر میں فقہی رنگ غالب ہے' انہوں نے فقہ حنفی کی برتری ثابت کی ہے' علامہ قرطبی کی تفسیر یوں نہایت جامع ہے لیکن اس میں فقہ مالکی کو ترجیح دی گئی ہے' علامہ احمد جیون کی تفسیر بھی آیاتِ احکام پر مشتمل ہے' امام رازی نے اپنی شانِ جامعیت کے ساتھ ساتھ فقہی موضوعات میں اگرچہ فقہ شافعی کو ترجیح دی ہے لیکن ان کی تفسیر کا خاصہ باطل فرقوں کا دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ردِ بلیغ ہے' تفسیرِ روح المعانی میں دیگر امور کے علاوہ صرفی ونحوی ترکیب پر کافی توجہ دی گئی ہے' تفسیر روح البیان اور تفسیرِ مظہری میں تصوف کا رنگ غالب ہے' سید قطب کا مرکزی موضوع مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور جواہر طنطاوی کا مرکزِ نظر قرآن اور سائنس میں تطبیق ہے۔ ہمارے اس خطے' پاک وہند کی اردو تفاسیر میں ہر مفسر کے ذہن پر اس کا مخصوص مکتبہ فکر' مسلک' مذہب اور سیاسی سوچ غالب نظر آتی ہے' چنانچہ وہ قرآن کا مطالعہ اسی سیاق وسباق میں کرتے ہیں اور قرآن کی جامعیت' آفاقیت' ابدیت اور ہمہ گیریت کا حق ادا نہیں کر پاتے۔

الغرض'' کلامِ ربانی'' کی تفسیر کے تمام شعبوں کا کسی ایک تفسیر میں کما حقہ احاطہ کرنا نہایت دشوار امر ہے اور نہ کسی تفسیر کو حرف آخر کہا جا سکتا ہے۔ تاہم بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی موجود اور دستیاب تفاسیر میں جو شانِ جامعیت وکاملیت '' تبیان القرآن'' کو حاصل ہے' اس میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے' دورانِ تفسیر اردو زبان کے قارئین کے لیے مختلف موضوعات پر اتنا عظیم تحقیقی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ جو کہیں اور کسی جگہ دستیاب نہیں ہے' مستقبل کا کوئی بھی مفسر ومحقق صاحبِ '' تبیان القرآن'' کے کسی بھی نتیجہ فکر سے اختلاف تو کر سکتا ہے اور یہ اس کا حق ہے' لیکن اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔

'' تبیان القرآن'' کی تمام زبانوں کی موجود تمام تفاسیر میں یہ بھی امتیازی شان ہے کہ اس میں ہر بات جدید معیارِ تحقیق کے مطابق' کتاب' صفحہ' مصنف' مطبع اور سن طباعت کے حوالوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے' یہ چیز دیگر کتب تفاسیر میں بہت مخصوص موضوعات کے ضمن میں خال خال تو ملے گی' لیکن اس کا کلی التزام نہیں ملے گا۔

بلاشبہ'' تبیان القرآن''علم تفسیر اور اس منبع علم سے پھوٹنے والے مختلف علوم وفنون کا انسائیکلوپیڈیا اور انمول خزینہ ہے اور یہ آفتابِ علم مطلعِ علم پر صدیوں جگمگاتا رہے گا' کسی نے سچ کہا ہے:

يلوح الخط فى القرطاس دهرا   و كاتبه رميم فى التراب

(صفحہ پر لکھی ہوئی تحریر ہمیشہ چمکتی رہتی ہے' اس وقت بھی جبکہ اس کا لکھنے والا مٹی میں گل سڑ چکا ہوتا)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل حضرت علامہ غلام رسول سعیدی کو تمام تر جسمانی' علمی' عملی' فکری اور ذہنی قویٰ کی کامل سلامتی کے ساتھ تبیان القرآن کی تکمیل کے بعد بھی تادیر مزید دینی وعلمی عنوانات پر اپنے دینِ متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! یا رب العلمين بجاه سيد المرسلين عليه و على آله و صحبه افضل الصلوٰة و التسليمات. و آخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العالمين.

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن (مہتمم: دار العلوم نعیمیہ' کراچی)
چیئرمین: مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی' پاکستان
رکن: اسلامی نظریاتی کونسل' پاکستان

(ماخوذ از: حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص: ۲۳۔ ۲۸)

marfat.com
Marfat.com

حضرت علامہ غلام محمد سیالوی صاحب (مہتمم جامعہ رضویہ شمس العلوم کراچی)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب! جلیل القدر محدث' مفسر' خطیب اعظم' نامور محقق اور متبحر عالم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلندیٔ فکر' جدت نظر' وسعت مطالعہ اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کی محققانہ شان اپنے مرتبۂ کمال پر نظر آتی ہے۔ آپ نے تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف برقرار رکھا ہے' بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے۔ کسی بھی تفسیر' حدیث اور فقہی کاوش کو پرکھنے کا پیمانہ یہ ہے کہ اس میں سابق مفسرین اور محققین کی تفسیری کاوشوں اور تحقیقات پر کس قدر اضافہ کیا گیا ہے' اس کے پیش نظر مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہیں ہے کہ علامہ سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن اس معیار پر پوری اترتی ہے' تفسیر تبیان القرآن میں مسائل حاضرہ' عبادات' معاملات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ احکام و مسائل میں تمام مذاہب آئمہ کو ان کی اصل کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر تبیان القرآن میں اسلام کے مسلمہ عقائد کو دلائل سے مزین کیا گیا ہے' تفسیر میں مذکورہ احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ مآخذ و مراجع کی فہرست سنین وفات کے ترتیب سے مرتب کی گئی ہے' اس نوع کی یہ انفرادی فہرست ہے' جس کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے کہ محدث' مفسر' فقیہ اور مصنف کا تعلق کس زمانے اور کس دور سے ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس تفسیر ''تبیان القرآن'' کو شرف قبول عام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(ماخوذ از: حیات سعید ملت' ص: ۸۴_۸۵)

❁❁❁❁❁

حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب

(مدیر: جامعہ حسنیہ نزد سبزی منڈی بہاولپور)

تبیان القرآن اس دور کے محقق اعظم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی بے مثال اور بے بدل تفسیر ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی وہ شخصیت ہیں کہ ان جیسے لوگ صدیوں بعد صفحۂ ہستی پر نمودار ہوتے ہیں اور دنیا والوں کو خلافت الٰہیہ کی یاد تازہ کرا جاتے ہیں۔

دنیا کے حسین گلشن میں ہر قدم پر ببول ملتے ہیں
کچھ انہی سے وقار گلشن ہے دو گھڑی کو جو پھول کھلتے ہیں

علامہ سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم (۷ جلد)' تبیان القرآن (۱۲ جلد) اور نعمۃ الباری لکھ کر اہل سنت پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ وہ صدیوں تک ان کا قرض نہیں چکا سکتے۔ دوں ہمت اور زوال پذیر اہلسنت محسن کشی میں اپنی مثال نہیں رکھتے' یہ ہر اس شخص کے مخالف ہوتے ہیں جو انہیں بقاء اور عزت کا راستہ دکھاتا ہے اور ہر اس شخص کے قدموں میں گرتے ہیں جو خود بھی خواب خرگوش میں ہوتا ہے اور انہیں بھی میٹھی نیند کی لوریاں سناتا ہے۔ یہ تو مسلک اہلسنت کی حقانیت ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی حکمت بالغہ سے ان میں ایسے جلیل القدر افراد بھیج دیتا ہے جو انہیں حیات نو کی نوید سنا جاتے ہیں۔ مجدد الف ثانی' علامہ فضل حق خیر آبادی' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

marfat.com
Marfat.com

خان قادری' غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی اور حضرت علامہ غلام رسول سعیدی' یہ وہ ہستیاں ہیں کہ بڑے بڑے اساطین علم ان کے سامنے بالشتیے نظر آتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مسلک اہل سنت کے مخالفین خواہ کتنی ہی کثیر تعداد میں اپنے علماء تیار کریں وہ سارے مل کر ہمارے صرف ایک شاہکار کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے' کیونکہ ایک ہیرا لاکھوں ٹھیکریوں پر بھاری ہوتا ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو سارے کا سارا دارالعلوم دیوبند ہے اور دوسری طرف تنہا اعلیٰ حضرت۔ مگر بخدا! اعلیٰ حضرت کے آفتاب کے سامنے وہ چراغ بھی نہ بن سکے البتہ چراغ پا ضرور ہو گئے...... اسی طرح اس دور میں بھی بے شمار بدمذہب' علم وتحقیق کا پرچم لے کر اٹھے مگر جب علامہ غلام رسول سعیدی کی ہستی ان کے سامنے آئی تو یہ لوگ ان کے ٹخنوں کو بھی نہ چھو سکے۔ یقیناً علامہ سعیدی صاحب نے اہل سنت کا سرفخر سے بلند کر دیا ہے اور اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر دور میں ایک ایسے محقق کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے جو اس دور کے مسائل کا ادراک کر کے ان کا صحیح حل پیش کر سکے۔

علامہ صاحب کی تفسیر قرآن ہو یا شرح حدیث دونوں چندے آفتاب وچندے ماہتاب ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین و مسلک کے نام وقف کر دی ہے۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ رب العالمین انہیں محبین وصدیقین کی صف میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے ہمیں بھی دین ومسلک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کی بخشش فرمائے۔ (آمین)

عصر حاضر میں چونکہ یونیورسٹیز اور جامعات میں تحقیق کو باقاعدہ ایک فن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور اس کے باقاعدہ اصول وضوابط متعین کیے گئے ہیں (اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمیشہ دینی مدارس کے علماء نے اپنے زمانے کے ہر علم وفن میں اپنا لوہا منوایا ہے) لہٰذا ضرورت تھی کسی ایسے عالم دین کی' جو دینی تحقیقات کو یونیورسٹیز اور جامعات کے مقابلہ میں زیادہ بہتر فنی انداز میں پیش کر سکے تو یہ سہرا اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام رسول سعیدی کے سر باندھا' جنہوں نے جدید تحقیقی انداز کو اختیار کر کے تن تنہا اتنا بڑا کام کر دیا کہ آنے والی صدیوں میں کئی جامعات مل کر بھی اس فرد واحد کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ساری زندگی ایک کمرہ میں بیٹھ کر کم وبیش ۲۰۰ انسٹیٹیوٹس کا کام ایک ہی شخص نے کر دکھایا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ اس طرح کا کام مسلک حق اہل سنت کے نمائندہ نے کیا ہے۔ اس کی جزاء انہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرما سکتا ہے۔ یہ انہی کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے طرز تحقیق کو اختیار کر کے دیگر مصنفین بھی اپنی کتب میں مکمل حوالہ جات پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں' کیونکہ علماء کرام میں تحقیق کا یہ انداز سب سے پہلے انہوں نے ہی اختیار کیا۔ لہٰذا اب جتنا بھی تحقیقی کام آگے بڑھے گا' اس کا ثواب علامہ صاحب کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھا جائے گا۔ یہ بھی واضح رہے کہ تحقیق کا یہ طریقہ کار کوئی آسان کام نہیں' اگر کوئی مصنف اس طرز پہ لکھنا شروع کر دے تو چند ہی دنوں میں پریشان ہو جائے گا۔ شرح صحیح مسلم وتبیان القرآن جیسا ایک صفحہ لکھنا بھی مشکل کام ہے مگر علامہ صاحب نے اکیلے ہی ہزاروں صفحات لکھ کر ہر صفحہ کو بیسیوں حوالہ جات سے مزین کر دیا ہے۔ پھر مزیدار بات یہ ہے کہ کسی بھی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا' تقریباً ہر موضوع پر لکھا اور باکمال لکھا۔ اگر کسی کے پاس آپ کی تصانیف ہوں تو میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ساری زندگی کے لیے آپ کی کتب ہی کافی رہیں گی' اور دوسری کتب کی اس کو ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

علمی تحقیقات کے حوالے سے ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ ان میں اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ نیز کسی بھی شخصیت سے علمی وتحقیقی آداب کو سامنے رکھتے ہوئے اختلاف رائے کوئی برا کام نہیں ہے۔ لیکن ضد' ہٹ دھرمی' تعصب اور حسد کی بناء پر کسی کے پیچھے پڑ جانا یقیناً ایک بدترین کام ہے۔ ایسے لوگوں سے ہم کہا کرتے ہیں کہ جس شخص سے تم اختلاف کرنے جا رہے ہو پہلے اس جتنا اور ویسا کام

marfat.com
Marfat.com

کر کے دکھاؤ پھر اختلاف کرو تو تمہیں زیب بھی دیتا ہے ورنہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کا محاورہ تمہارے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ بہرحال ہم علامہ صاحب کے طرز تحقیق کے بے حد شیدائی ہیں وہ ہر موضوع کی گہرائی میں اترتے ہیں اور ایسے ایسے گوہر پائے گرانمایہ پیش کرتے ہیں کہ آدمی ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ نہایت اخلاص کے ساتھ معروضی انداز میں تحقیق فرماتے ہیں۔ لگی بندھی سوچ کے پیچھے چلنا ان کی عادت نہیں اور اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اگر وہ لگی بندھی سوچ کے مالک ہوتے تو آج یقیناً اس مقام پر نہ ہوتے۔

چند احمق قسم کے لوگ آپ پر پھبتی کستے ہیں کہ "وہ تو مجتہد ہیں" تو ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ الحمدللہ یقیناً وہ مجتہد ہیں۔ آج امت مسلمہ میں اجتہاد مفقود ہوتا جارہا ہے اور ہمیں مجتہدین کی شدید ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں کوئی مجتہد موجود ہے جس کا اعتراف تم بھی اپنی زبان سے کررہے ہو۔ اگر مولانا بھی تمہاری طرح لگی بندھی سوچ کے مالک ہوتے تو وہ بھی تمہاری طرح خشک مقلد ہی ہوتے اور ہمیں ایسے مقلدین کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، ہمیں تو مجتہدین کی ضرورت ہے اور اجتہاد کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے۔ مجتہد کی تمام صفات علامہ صاحب میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ہر مسئلے کا حل پیش کرنے کی کامل صلاحیت رکھتے ہیں وما ذلك على الله بعزيز ان کی رائے سے اختلاف کرنے کا حق بھی کسی مجتہد ہی کو ہے۔ یہ نہیں کہ جو بھی ان سے اختلاف کرے گا وہ مجتہد بن جائے گا' نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندر است۔

وہ ایسے زبردست محقق ہیں کہ جس مسئلہ کے متعلق وہ مزید غور فرماتے ہیں اور ان پر حق واضح ہو جاتا ہے تو وہ اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیتے ہیں' جس کی مثالیں ان کی کتب میں کئی جگہ پر موجود ہیں۔ بہرحال ہمیں فخر ہے کہ ہمارے درمیان مولانا غلام رسول سعیدی جیسی باوقار' صالح' مجتہد' علمی شخصیت موجود ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے۔ راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ آپ کے مبارک قدموں کو اپنے سر پر رکھ چکا ہے۔ شاید یہ اعزاز دنیا میں کسی کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علماء کا قدم جس کے سر پر ہو' ناکامی اس کے مقدر میں کبھی نہیں لکھی جائے گی۔

کچھ اشاریہ کے بارے میں

مولانا آس محمد سعیدی صاحب جو کہ دارالعلوم حسنیہ کے ماہر اساتذہ میں سے ہیں اور اسی ادارہ سے ہی تکمیل تعلیم حاصل کی ہے ان کی ہمت بڑے بڑے امور کو اپنی جولانگاہ بناتی ہے۔ سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن قائم کر کے انہوں نے خلق خدا کی خدمت کا عظیم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ مختلف مقالات اور مضامین بھی لکھ چکے ہیں مکتبہ حسنیہ کو بھی حسن وخوبی کے ساتھ چلا رہے ہیں اور آئندہ بھی ان کے عزائم بہت بلند ہیں انہوں نے میری تحریک پر تبیان القرآن کا انڈیکس تیار کرنے کا ارادہ کیا جو بہرحال ایک محنت طلب کام تھا اور پھر گوناگوں مصروفیات کے ہوتے ہوئے یہ جان جوکھوں کا کام بن جاتا ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے کامل توجہ اور انتہائی عرق ریزی کے ساتھ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ومرداں چنیں کنند۔ اشاریہ کی تکمیل کے بعد کراچی جا کر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اسے بہت سراہا اور اسی وقت فرید بک سٹال کے مالک جناب سید محسن اعجاز صاحب کو فون کر کے اس کی اشاعت کا عندیہ دیا جسے انہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ ہزاروں صفحات اور سینکڑوں عنوانات پر محیط تبیان القرآن میں مطلوبہ مواد کو تلاش کرنا یقیناً ایک مشکل ترین کام ہے اور جس کے پاس وقت نہ ہو اس کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ مولانا آس محمد صاحب نے قارئین کی اس مشکل کو آسان تر بنا دیا ہے۔ حروف تہجی کی ترتیب سے انہوں نے تبیان القرآن کے تمام مضامین کو ایک خوبصورت لڑی میں پرو دیا ہے۔ اب علماء' خطباء' محققین اور مطالعہ کے شوقین حضرات کے لیے متعلقہ عنوان تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں رہا۔ وہ چٹکیوں

marfat.com
Marfat.com

میں اپنا مسئلہ تلاش کر کے فوری تسلی کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے بدلے انہیں انٹرنیشنل سکالر بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

پروفیسر عون محمد سعیدی
مدیر: جامعہ حسنیہ نزد سبزی منڈی بہاول پور
25 مارچ 2008ء

❁❁❁❁❁

جناب محترم ومکرم شیخ عبدالمالک صاحب

شیخ الحدیث مولانا مفتی غلام رسول سعیدی، عصر حاضر کے ممتاز مفسر، عظیم القدر محدث اور وسیع النظر فقیہ ہیں۔ متعدد گراں قدر علمی تصانیف ان کی باقیات الصالحات ہیں۔ خصوصاً سات جلدوں میں صحیح مسلم شریف کی شرح پیش کر کے ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں علمی گہرائی، گیرائی اور استحضار میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ مختصر مدت میں ایک مثالی او رجامع علمی کتاب پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مصنف مدظلہ العالی نے ان خصوصیات اور اصولوں کی پوری طرح پاسداری کی ہے۔ شاید وہ عصر حاضر کے ان چند مفسرین میں شامل ہیں جو ایک مسلک سے وابستہ ہونے کے باوجود مسلکی تعصب کا شکار نہیں ہوئے اور اپنے مسلک میں متصلب ہونے کے باوجود دوسرے مسالک کا بھی کما حقہ احترام کرتے ہیں۔

مصنف کی تصنیف کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ مسلکی مسائل میں بریلوی مسلک پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مسالک کا احترام کرتے ہیں اور بریلوی مسلک کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ دوسرے سے دوری کو کم کر دیتے ہیں۔ وہ اس کے لیے دلائل سے بات کرتے ہیں۔ بے شمار علمی عنوانات پر نہایت عالمانہ انداز میں تحقیق کی گئی ہے، آیات سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں، ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جو علماء، طلباء اور عامۃ المسلمین کے لیے قیمتی معلومات اور فوائد پر مشتمل ہے۔

علمی تحقیق میں جس جرأت اور دیانت داری اور اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے، اس پر وہ خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ نیز ان کی وہ علمی تحقیقات جو خالص علمی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ گراں قدر ہیں اور تمام اہلِ علم کی ضرورت ہیں اس لیے یہ تفسیر اس بات کی حق دار ہے کہ ہر صاحب علم کی الماری کی زینت ہو۔ مصنف نے جس تیزی سے تفسیر لکھنے کا کام شروع کیا ہوا ہے، اس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ وہ جلد ہی اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاویں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس تفسیر کو مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں اتحاد و اتفاق کا ذریعہ اور ایک دوسرے سے استفادے کی بنیاد بنا دے۔ دوسرے علماء کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین (ماہنامہ ترجمان القرآن: ص ۷۰۔۶۵، باب ماہ اپریل ۱۹۹۹ء، لاہور) (ماخوذ از: حیاتِ سعید ملت، ص: ۸۵۔۸۶)

❁❁❁❁❁

marfat.com
Marfat.com

استاذ العلماء علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب (ناظم تعلیمات: دار العلوم نعیمیہ کراچی)

الحمدللہ الذی هدانا الیٰ طریق اهل سنة و جماعة بفضله العظیم و الصلوٰة و السلام
علی سیدنا محمد الذی کان علی خلق عظیم و علیٰ اله الطیبین الطاهرین
و اصحابه المکرمین الداعین الی صراط مستقیم.

قرآن عظیم وحدیث رسول کریم ﷺ میں ارباب علم وفضل اصحاب فکر ونظر اور صاحبانِ عقل وتدبر کے جو فضائل اور مناقب بیان کیے گئے ہیں وہ کسی صاحبِ فہم وفراست پر پوشیدہ نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد آیاتِ طیبہ اور حضور اکرم ﷺ نے بے شمار احادیث مقدسہ میں ان کی عظمت ورفعت کو بیان فرمایا ہے۔ احقر اس وقت صرف تین آیاتِ قرآنیہ اور دو احادیثِ نبویہ ﷺ پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنو امنکم و الذین اوتوا العلم درجات. (المجادلہ ۵۸:۱۱)

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لایعلمون. (الزمر ۳۹:۹)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

یؤتی الحکمة من یشاء و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا. (البقرہ ۲:۲۶۹)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت دے اسے بہت بھلائی ملے۔

من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین.

اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرمالے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد.

ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر سخت ہوتا ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث سنیہ کی روشنی میں ایک عالم حقانی وفقیہ ربانی کی عزت وعظمت اور شان وشوکت کا پتہ چلتا ہے خالق کائنات نے اس خاکدانِ عالم میں بے شمار مصنوعات ومخلوقات کو تخلیق فرمایا لیکن جو مقام ومرتبہ حاملین ایمان وعلم کو عطا فرمایا وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ آیئے اب ان آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ایک ایسے خادمِ دین اور درویش صفت شخصیت کو تلاش کرتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو ہمہ وقت خدمت دینِ متین کے لیے (یعنی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے لیے) وقف کر دیا۔ جس کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم سے عبارت ہے وہ ہیں عالمِ شہیر محدّث کبیر فقیہ بے نظیر ابوالوفا علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جن کو مولائے کریم نے اپنے پیارے حبیب رؤف رحیم ﷺ کے صدقے ذہانت وفراست قوتِ حافظہ ذکاوت اور تفقہ فی الدین کی دولت سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے نیز یہ کہ مبدء فیاض نے علامہ موصوف کو جوذہنِ وقاد طبع اخاذ مزاج نقاد اور قلم سیال کی جس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ذالك فضل اللہ یؤتیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ شاید یہی

marfat.com
Marfat.com

وجہ ہے کہ معاصرین میں سے بعض حضرات حسد کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت اور رسول کریم ﷺ کی برکت سے موصوف جب کسی موضوع یا کسی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں تو تحقیق و تدقیق اور تشریح و توضیح کا حق ادا کر دیتے ہیں بالخصوص (حوادث ونوازل) یعنی جدید مسائل جن پر ان کی شرح مسلم شریف اور تبیان القرآن شاہد عادل ہیں' موصوف ایک عالم وشارح ہی نہیں بلکہ ایک صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ علامہ موصوف کے مجتہدات وتحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے احقر عرض کرتا ہے کہ علامہ سعیدی صاحب کی دونوں کتابیں (شرح صحیح مسلم وتبیان القرآن) حقائق ودقائق' معانی ومعارف کا خزینہ اور تحقیق وتخلیق کا گنجینہ ہیں۔ احقر مندرجہ بالا حروف و الفاظ اور عبارت کو اگر مجتمع کرے تو ایسی شخصیت تشکیل پاتی ہے جو علم وآگہی' فکر ونظر' ذہانت وذکاوت' تدبر وتفکر اور تفقہ فی الدین کی جامع ہو اور یہ ہیں علامہ سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے علامہ سعیدی صاحب کو صحت کاملہ وعاجلہ مرحمت فرمائے۔ آمین

جمیل احمد نعیمی

استاذ الحدیث وناظم تعلیمات' دار العلوم نعیمیہ' کراچی

(ماخوذ از: حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص: ۲۹۔۳۱)

❀❀❀❀❀

مولانا محمد ناصر خاں چشتی صاحب

حضرت سعید ملت کی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف لطیف ''تفسیر تبیان القرآن'' جواب تک بارہ عظیم وضخیم جلدوں اور جہازی سائز کے تقریباً بارہ ہزار صفحات پر مشتمل تحقیقاتِ نادرہ وعجیبہ اور قدیمہ وجدیدہ سے لبریز عظیم علمی وفقہی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں آیاتِ قرآنیہ کا بے مثال' سلیس رواں اور بامحاورہ اردو ترجمہ وبعدہٗ اس کی جامع اور مبسوط تفسیر اور تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ آیات مبارکہ سے ایمان وایقان' علم ومعرفت اور مکارم ومحاسن کی عظیم وبے مثال جواہر پارے وشہ پارے نکھر کر سامنے آئے۔ اس کے علاوہ ان آیات مبارکہ سے بے شمار علمی وفقہی شہ پارے تحقیق وتدقیق کے رنگ سے مزین ہو کر منصۂ وجود میں آئے' تفسیر تبیان القرآن کے ان انمول موتیوں اور لاجواب جوہر کو احاطۂ تحریر وتقریر میں لانا ایک جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ خصوصاً عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور دقیق مسائل کا بہترین اور صائب جواب آپ کو تفسیر تبیان القرآن کے علاوہ شاید خال ہی نظر آئے۔ اس لیے ہم بانگِ دہل یہ کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر تبیان القرآن! قدیم وجدید علمی وفقہی تحقیقات کا حسین امتزاج ہے اور یہ اس صدی کی سب سے عظیم اور بہترین تفسیر ہے' بلکہ اس صدی کا عظیم مذہبی شاہکار ہے۔

محمد ناصر خان چشتی

فاضل دار العلوم نعیمیہ' کراچی

(ماخوذ از: حیاتِ سعید ملت' ص: ۸۷)

marfat.com
Marfat.com

تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم اے' پی۔ایچ۔ڈی' اعزازِ فضیلت)

برادرم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عنایت نامہ موصول ہوا' جس سے انداہ ہوا کہ آپ فقیر کو جانتے پہچانتے نہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی سے فقیر کے دیرینہ مراسم ہیں' وہ اہل سنت کا اثاثہ ہیں اور ان کی تصانیف اہل سنت کا سرمایہ ہیں' فقیر کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ فقط والسلام

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۹ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ/ ۲۱' اکتوبر ۲۰۰۷ء
۲/ ۱۷' سی۔پی۔ای۔سی۔ایچ' سوسائٹی' کراچی

محترم مولانا عبدالرشید صاحب

علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم کی جلالت علمی کسی سے مخفی نہیں' چنانچہ تبیان القرآن ان کی جلالت علمی کا ایک عظیم شاہکار ہے' موصوف نے یقیناً اس کتاب کی تصنیف میں بے پناہ عرق ریزی اور محنت فرمائی' کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا' باقی تفاسیر کے مقابلے میں اس کو درج ذیل اُمور میں انفرادیت حاصل ہے:

(1) کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا (خصوصاً دورِ حاضر کے مسائل)
(2) بہتر اور معتمد و احسن قول کی نشاندہی فرمائی اور وہ بھی دلائل کی روشنی میں۔
(3) روحِ قرآن یعنی اعجازِ قرآنی اور مقام محمدی ﷺ کی خوب وضاحت کی گئی۔
(4) یقیناً احادیث مبارکہ کا ایک عظیم ذخیرہ پیش کیا گیا' اور مفسر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تفسیر بالحدیث کو اہمیت دے کیونکہ احادیث کے بغیر قرآن پاک کی تفسیر یقیناً مشکل ہے۔
(5) عموماً احادیث کی نشاندہی نمبروں کے ساتھ کی گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہمارے مدارس میں صحاح ستہ جو مروج اور مطبوعہ ہیں' وہ نمبرنگ سے خالی ہیں' اگر نمبرنگ کے ساتھ ساتھ مذکور کتاب کے صفحہ یا باب کو بھی لکھ دیا جاتا تو یقیناً اس سے استفادہ کرنا بہت آسان ہوتا

marfat.com
Marfat.com

اور مطلوبہ حدیث کی تلاش آسان ہو جاتی' شاید بعد کے کسی ایڈیشن میں اس پر عملدرآمد ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مولانا عبدالرشید
انجمن مدرسہ غوثیہ ہدایت القرآن'
ممتازآباد ملتان

مولانا شیر محمد خان صاحب

محترمی ومکرمی جناب قبلہ آس محمد سعیدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! خیریت موجود عافیت مطلوب

آپ کا مراسلہ باصرہ نواز ہوا' تبیان القرآن از شیخ الحدیث علامہ سعیدی صاحب پر تبصرہ کرنے کا حکم نامہ موصول ہوا۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگرچہ تبیان القرآن کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا' بہر حاصل علامہ سعیدی صاحب کے کام کے بارے اہل السنت والجماعت کی اکثریت معترف بھی نظر آتی ہے اور شکر گزار بھی' اس ناچیز کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہے جو دل سے علامہ سعیدی صاحب کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت آپ کو طویل عمر عطا فرمائے اور ہر موڑ پر آپ کی دستگیری فرمائے۔

اگرچہ بعض مسائل میں اختلاف رائے ممکن ہے' اور علماء نے اختلاف کیا بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس اختلافِ رائے کو مخاصمت کا رنگ دے دیا جائے' علمی اختلافات دلائل کی بنیاد پر ہر دور میں ہوتے رہے' یہ "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" کے زمرے میں آتے ہیں۔

سعیدی صاحب نے جو کچھ لکھا' اس پر دلیل قائم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی اور اپنی رائے کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ میں بار بار التجائیں کیں کہ گرحق ہے تو قبول فرما' یہ من جانب اللہ ہے' اور خطا ہوئی تو معاف فرما' تو بڑے رقت انگیز انداز میں دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ اپنی معروضات کو پیش کیا گیا' یہ چیز خوفِ خدا پر دلالت کرتی ہے۔

اور ان کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اپنی رائے سے رجوع کرنے میں جھجک محسوس نہیں فرماتے بلکہ بڑی جرأت سے اپنی رائے سے رجوع کر لینے کی ہمت رکھتے ہیں' جب کہ یہ صفت دورِ حاضر میں بہت حد تک ناپید ہو چکی ہے' اگرچہ بعض باتوں میں بزرگوں سے اختلاف رائے کیا ہے لیکن اس میں بھی کافی حد تک محتاط انداز اختیار فرمایا' تحریر کے لب ولہجہ کو کنٹرول رکھنے کی کوشش فرمائی' لہٰذا ان کی فکر سے جن احباب کو اختلاف ہو وہ بھی اسی قسم کا انداز اختیار فرماتے ہوئے دلائل سے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں تو بہت مناسب رہے گا۔

آپ نے بہت سارے جدید موضوعات کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا اور اپنی قیمتی آراء سے امت مسلمہ کو آگاہ فرمایا' اسے آپ کا طرۂ امتیاز بھی کہا جا سکتا ہے۔

بایں ہمہ ناچیز کو ان کی ہر رائے سے اتفاق نہیں بلکہ بعض مقامات پر اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے' اور ایسا ہر دور میں ہوتا رہا اور مجال تحقیق وجستجو میں ایسا ہونا ایک مثبت اقدام ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے' علماء کرام کو کھلے دل سے اس کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ وسعت

marfat.com
Marfat.com

ظرفی کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

ناچیز کی خواہش اور تمنا ہے کہ حضرت موصوف کو اللہ کریم توفیق ارزانی فرمائے کہ مختلف موضوعات پر ذخیرہ احادیث سے جو مواد پیش کیا جاتا ہے' اُس کی چھان بین کر کے تقابلی جائزہ لیتے ہوئے قواعد جرح وتعدیل کے پیش نظر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب اگر وجود میں آ جائے و بہت مفید رہے گا۔ اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور شرف قبول سے نوازے۔ تاخیر ہونے پر معذرت قبول ہو۔

راقم الحروف:

شیر محمد خان

خادم دارالافتاء المحمدیہ الغوثیہ' بھیرہ الشریفہ ضلع سرگودھا

۲۹ اپریل ۲۰۰۸ء

marfat.com
Marfat.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد

وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔ آمین۔ اما بعد!

محدث عصر' سعید ملت' مفسر قرآن' جامع المعقول والمنقول' حضرت علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی بے بدل مصنف اور عظیم محقق و مجتہد ہیں۔ ویسے تو آپ کی تمام تصانیف' آپ کے تبحر علمی اور فقہی تحقیقات سے مملو ہیں' مگر آپ نے خصوصاً ''تبیان القرآن'' میں جو علم و حکمت اور علمی و فقہی تحقیقات قلم بند کی ہیں ان کی مثال نہیں ملتی۔

بلاشبہ! آپ نے تفسیر ''تبیان القرآن'' میں سینکڑوں تفاسیر قرآن کا خلاصہ و نچوڑ اور لب لباب بڑے خوبصورت' دلنشیں اور سہل انداز میں پیش کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آپ مدظلہ العالی اپنی تفسیر کے انداز تحریر اور اسلوب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''میں نے اس تفسیر (تبیان القرآن) کو متوسط طریقہ پر لکھا ہے' اس میں بہت زیادہ تفصیل ہے نہ بہت اختصار ہے' مسائل حاضرہ پر میں نے بہت شرح وبسط کے ساتھ 'شرح صحیح مسلم' میں لکھ دیا ہے' اسی طرح عبادات اور معاملات پر سیر حاصل بحث اس میں آ گئی ہے' تاہم جو مسائل اور مباحث اس میں آنے سے رہ گئے ہیں' ان شاء اللہ ان کا اس میں تفصیل کے ساتھ ذکر کروں گا۔ معاصرین اور عہد قریب کے مفسرین کی تحقیقات اور نگارشات کو میں نے اپنے پیش نظر رکھا ہے اور جہاں میری رائے ان کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتی' میں نے ادب و احترام کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے''۔ (تبیان القرآن ج:۱' ص:۳۸۔۳۹)

عصر حاضر میں تفسیر ''تبیان القرآن'' کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے' وہ کسی پر مخفی نہیں ہے' اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کی تسلی و تشفی کا سامان ہے جو قرآن مجید کو جدید انداز و اسلوب اور قدیم ذخیرہ سے استفادہ کر کے سمجھنا چاہتے ہیں۔

بلاشک و شبہ تفسیر ''تبیان القرآن'' علم و معارف کا ایک بحر بے کراں ہے' جس سے مطلوبہ حکمت کے موتیوں کو تلاش کرنا' کہ وہ کون کون سی جلدوں کے کن کن صفحات پر ہیں' ایک دقت طلب اور وقت طلب معاملہ تھا' لہٰذا اس کا ایسا اشاریہ مرتب کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ جسے تشنگان علم کے لیے Key کی حیثیت رکھتا ہو۔ اللہ رب العزت کا کروڑ ہا احسان ہے کہ اس نے کاتب الحروف کو یہ کام کرنے کی ہمت و سعادت بخشی۔

اس اشاریہ کو ترتیب دیتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے:

☆ اشاریہ' مضامین کے بجائے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے' کئی عنوانات' مرکبات اضافیہ کی صورت میں ہیں' ان میں سے بعض میں مضاف کا اعتبار کیا گیا ہے' مثلاً: ''بیت اللہ'' ''علم غیب'' اور ''علم دین'' بالترتیب ''با'' اور ''عین'' کے تحت درج

marfat.com
Marfat.com

کیے گئے ہیں۔بعض عنوانات مضاف الیہ کی مناسبت سے لکھے گئے ہیں مثلاً: ''غزوۂ احد'' ''غزوۂ بدر'' اور ''نماز جنازہ'' بالترتیب ''الف'' ''با'' اور ''جیم'' کے تحت درج کیے گئے ہیں' جن واقعات میں متعدد اشخاص اور جگہوں کے نام آتے تھے ان میں اشخاص ومواضع کا لحاظ کرتے ہوئے ایک ہی عنوان کئی جگہوں پر تحریر کیا گیا ہے۔ مثلاً ''مشرکین پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ'' کو ''مشرک'' اور ''عذاب'' دونوں کے تحت تحریر کیا گیا ہے' عنوانات ترتیب دیتے وقت زیادہ تر مشہور الفاظ کا لحاظ رکھا گیا ہے' البتہ سہولت کے لیے غیر مشہور الفاظ بھی ذکر کردیے گئے ہیں' سوائے امت محمدیہ کے بقایا تمام امتوں کا ذکر ان کے انبیاء کے ساتھ ہی کردیا گیا ہے۔ جیسے ''قوم ثمود'' اور ''قوم عاد'' کو بالترتیب ''حضرت صالح علیہ السلام'' اور ''حضرت ہود علیہ السلام'' کے تحت درج کیا گیا ہے۔

راقم نے تمام مندرجات کی لفظی ومعنوی اور حوالہ جاتی صحت کا اپنی طرف سے پورا پورا خیال رکھا ہے۔اس کے باوجود تقاضائے بشریت غلطی کا امکان رد نہیں کیا جاسکتا' لہٰذا دوران مطالعہ کسی محترم ومکرم اہل علم وتحقیق کو کوئی قابل اصلاح چیز نظر آئے تو براہ کرم اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

اس اشاریہ کی ترتیب وتالیف کے دوران جن جن حضرات کا تعاون شامل رہا' راقم الحروف ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہے۔ جزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء۔

نیز فرید بک سٹال لاہور کے مالک جناب محترم ومکرم سیّد محمد محسن اعجاز شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے' جنہوں نے اس کی طباعت واشاعت کا اہتمام فرمایا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس' میں دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے راقم' ناشر' کمپوزر اور ہر قاری کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاهِ طٰهٰ و یٰسین ﷺ

آس محمد سعیدی
(فاضل درس نظامی' فاضل عربی' فاضل اردو' بی کام' ایل ایل بی)
چیئر مین: سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن'
گلبرگ روڈ' نزد نادرا آفس' بہاول پور
0300-6818535,0321-6850235
15 اپریل 2008ء/ ۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	آ	
1	**آثار صحابہ**	
1	آثار صحابہ کی حجیت پر دلائل	456/3
2	**آثارِ قیامت**	
1	دیکھئے "49: علامات قیامت" صفحہ 184	
3	**آخرت**	
1	دار آخرت کا معنی	278/1
2	آخرت کے لیے نیکیاں بھیجنا	494/1
3	مسلمانوں کو آخرت میں دوستی اور سفارش سے نفع	924/1
4	مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی	599/3
5	پہاڑوں کو چلانا۔ زمین کا صاف میدان ہونا	116/7
6	آخرت میں کفار کی اقسام	723/7
7	آخرت میں مؤمنوں کے انعامات	726/7
8	آخرت میں کفار کے چار اوصاف	915/7
9	آخرت میں حساب کے متعلق احادیث	916/7
10	آخرت میں مسلمانوں کے مال کی نفع رسانی	356/8
11	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	357/8
12	عقیدۂ آخرت کی تعلیم	65/9
13	دار آخرت کا حقیقی زندگی ہونا	115/9
14	آخرت پر یقین کا معنی	219/9
15	مؤمن اور فاسق کا آخرت میں مساوی نہ ہونا	338/9
16	آخرت کی طرف رغبت کی فضیلت	579/10
17	آخرت میں کفار کے عذاب کی وعید	776/10
18	آخرت میں متقین کے اجر و ثواب کی بشارت	777/10
19	آخرت سے ڈرانا اور اللہ کی حمد و تسبیح کرنا	825/10
20	آخرت میں برے کاموں کی بری اور ڈراؤنی صورتیں	825/10
21	آخرت چلانے والے اور گواہی دینے والے کا مصداق	324/11
22	متقین کے آخرت میں احوال	361/11
23	آخرت میں توبہ اور ندامت کا بے فائدہ ہونا	739/12
4	**آداب**	
1	پیری و مریدی کے آداب	191/8
2	اپنے ماتحت لوگوں اور اولاد کو ادب سکھانا	124/12
5	**حضرت آدم علیہ السلام**	
1	آدم کی لفظی تحقیق	337/1
2	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مراحل	337/1
3	حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی وجہ	337/1
4	حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم	338/1
5	حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	339/1
6	آیا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت الخلد میں رکھا گیا یا زمین کے کسی باغ میں؟	349/1
7	حضرت آدم علیہ السلام کا شجر سے کھانا معصیت تھا یا نہیں	345/1
8	حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کی حکمتیں	351/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے کلمات	352/1
10	حضرت آدم علیہ السلام کو دوبارہ نیچے اترنے کا حکم دینے کی توجیہ	357/1
11	عصمت آدم علیہ السلام پر حشویہ کے اعتراضات کے جوابات	357/1
12	قصۂ آدم و ابلیس میں حکمتیں	361/1
13	حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت	125/2
14	حضرت آدم و عیسیٰ علیہم السلام میں وجوہ مماثلت	186/2
15	حضرت آدم علیہ السلام سے محمد عربی ﷺ تک کا زمانہ	143/3
16	حضرت آدم علیہ السلام کی سوانح	58/4
17	حضرت آدم علیہ السلام کی مرحلہ وار تخلیق	59/4
18	حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد کا مشاہدہ کرانا	60/4
19	حضرت آدم علیہ السلام کی آزمائش	61/4
20	حضرت آدم علیہ السلام کا محمد عربی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا	62/4
21	حضرت آدم علیہ السلام کے سکون کیلئے حضرت حوا کی تخلیق	63/4
22	حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری	64/4
23	حضرت آدم علیہ السلام کی وفات	64/4
24	حضرت آدم علیہ السلام کا برزخ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ	64/4
25	حضرت آدم علیہ السلام کا ابلیس سے افضل ہونا	69/4
26	حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا اور توبہ کرنا	83/4
27	حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتہ اور دائمی بننے کی طمع پر اعتراضات اور ان کے جوابات	85/4
28	حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوع سے کھانا	85/4
29	حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے باہر آنے کا سبب	91/4
30	حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھنا	489/4
31	بنو آدم کے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے کا معنی	604/4
32	نسیان کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب نہ ہونا	484/7
33	حضرت آدم علیہ السلام کا اولوالعزم رسول نہ ہونا	484/7
34	ابلیس کی حضرت آدم علیہ السلام سے عداوت کی وجوہ	487/7
6	**آزر**	
1	آزر کے متعلق مختلف اقوال	553-558/3
2	آزر کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ	275/5
3	قیامت کے دن آزر کی شفاعت کی توجیہ	275/5
4	آزر کو شیطان سے متنفر کرنے کی وجہ	283/7
5	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزر کیلئے دعا کی توجیہ	351/8
6	قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزر سے ملاقات	352/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	قیامت کے دن آزر کی شفاعت	353/5
8	آزر کو دوزخ میں ڈالنے پر خلف وعدو وعید	354/8
7	**آزمائش**	
1	اللہ تعالیٰ کے آزمانے پر ایک اعتراض کا جواب	337/5
2	میدان قیامت میں بچوں اور دیگر کا امتحان ہونا	671/6
3	انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	43/7
4	اچھی اور بُری دونوں حالتوں میں آزمانا	558/7
5	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنا	648/7، 114/10
6	اہل نعمت واہل مصیبت کی آزمائش	228/8
7	رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی آزمائش	40/9
8	سابقہ امتوں کی آزمائشیں	41/9
9	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا مطلب	175/11
10	اہل وعیال کا آزمائش ہونا	919/11
8	**حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا**	
1	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا راہ حق میں مظالم برداشت کرنا	132/12
2	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا	132/12
9	**آسمان**	
1	آسمان پر سیڑھی لگانے کا معنی	446/3
2	آسمانوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	541/3
3	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	602/3
4	آسمان کو سات دنوں میں بنانا	155/4
5	آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	876/5
6	آسمان کی تبدیلی کے متعلق اقوال وغیرہ	225-226/6
7	آسمان بنانے کی حکمتیں	529/7
8	آسمان کے فتق اور رتق کا معنی	545/7
9	آسمان کی حفاظت	554/7
10	آسمان میں اللہ تعالیٰ کی بلند صفات	150/9
11	آسمانوں کا گول اور ایک دوسرے سے منفصل ہونا	236/9
12	آسمان سے اترنے اور اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں	597/9
13	آسمانوں کی حفاظت فرمانا	697/9
14	آسمان دنیا کا ستاروں سے مزین ہونا	860/9
15	آسمانوں کی چابیوں کے محامل	561/10
16	آسمان کا دھواں لانے سے کیا مراد ہے؟	761-765/10
17	آسمان کے خزانے	906/11
18	آسمان کا زبان قال سے تسبیح کرنا	912/11
19	آسمان کی بناء کو متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت	385/11
20	آسمان میں نشانیاں	712/12
21	آسمان کو ذات الرجع فرمانے کی توجیہات	676/12
22	آسمان کے دروازوں کا ثبوت	515/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	**آغاز**	
1	دیکھئے "11: ابتداء" صفحہ 52	
11	**آگ**	
1	آگ کے اوپر تلے حصوں کو آگ کے سائبان کہنے کی توجیہ	206/10
2	آخرت کی آگ کی شدت	680/11
12	**آل**	
1	آل کا لغوی معنی	397/1
2	حضور ﷺ کی آل کے مصداق	398/1
13	**آمین**	
1	آمین کا معنی	217/1
2	نماز میں آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ	218/1
3	آمین کہنے کی فضیلت میں احادیث	219/1
4	آمین بالجہر کے متعلق احادیث	219/1
5	آمین بالسر کے متعلق احادیث	220/1
6	آمین کا قرآن کی جزء ہونا	221/1
14	**آنکھ**	
1	آنکھوں کی خیانت	339/10
15	**آیت**	
1	سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت	93/1
2	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت	95/1
3	متقدمین کی پسندیدہ آیات	784/6
4	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی پسندیدہ آیات	784/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	نقش نعل پاک پر آیت لکھنا	351/7
6	ایک آیت دوبارہ ذکر کرنے کی وجہ	853/8
7	سب سے زیادہ امید افزاء آیت	81/12
16	**آیۃ الکرسی/کرسی**	
1	آیۃ الکرسی کے مفردات وجملوں کی تشریح	926 1
2	آیۃ الکرسی کے فضائل	928/1
3	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	928/1
4	کرسی کا معنی	929/1
5	چارزانو بیٹھنا	929/1
17	**آیت تطہیر**	
1	آیت تطہیر کے مصادیق	437/9
2	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات کا مراد ہونا	437/9
3	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	438/9

الف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**حضرت ابراہیم علیہ السلام**	
1	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آزمائشی کلمات	520/1
2	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مطلق ذریت کیلئے دعا کرنے کی وجہ	541/1
3	مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق	543/1
4	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مسلمان کرنے کی دعا	547/1
5	فقط اپنی اولاد کے لیے دعا کرنا	547/1
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم	548/1

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس عظیم رسول کی بعثت کی دعا کی؟	548/1
8	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں کی سوانح	552/1
9	حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دین یہودیت وعیسائیت پر نہ ہونا	561/1
10	دعائے ابراہیم میں تزکیہ کا مؤخر جبکہ دعائے استجابت میں مقدم ہونا	587/1
11	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کا پس منظر	939/1
12	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل	941/1
13	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حیات بعد الممات کا مشاہدہ کرانا	943/1
14	آپ علیہ السلام کی طرف یہود ونصاریٰ کی نسبت کا باطل اور مسلمانوں کی نسبت کا برحق ہونا	193/2
15	مقام ابراہیم کی نشانیاں	267/2
16	خلیل کا معنی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا	809/2
17	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا حضرت محمد ﷺ کے مقام خلت کا فرق	811/2
18	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام وغیرہ	552/3
19	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات	552/3
20	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابوین کا ایمان والا ہونا	562-565/3 212/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت کا بیان	565/3
22	ستارے، چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا	567/3
23	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو "ہٰذا ربی" کہنا	567/3
24	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	568/3
25	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے مباحثہ	568/3
26	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کی نعمتوں کا تسلسل	572/3 614/7
27	حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آپ کی اولاد میں ذکر نہ کرنے کی وجہ	573/3
28	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	574/3
29	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد	582/5
30	فرشتوں کے سلام کے الفاظ	583/5
31	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے کی وجوہ	589/5
32	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے فرشتہ ہونے کا علم تھا یا نہیں؟	590/5
33	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ	591/5
34	فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مباحثہ	594/5
35	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی	595/5
36	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی تشریح	211/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
37	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غیر آباد وادی میں اپنے اہل کو چھوڑنے کا پس منظر و پیش منظر	199/6
38	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع کرنے کی وجوہ	281/7
39	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کا جاری رہنا	286/7
40	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا	601/7
41	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا	602/7
42	بتوں کو توڑنے کی بڑے بت کی طرف نسبت	603/7
43	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا خود کو ظالم کہنا	608/7
44	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانا	608/7
45	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کیوں نہیں کی؟	609/7
46	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت فرمانا	613/7 68/9
47	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا باپ فرمانا	811/7
48	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مغفرت طلب کرنا	343-346 8
49	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مطلوب	349/8
50	قوم کا معنی اور مصداق	329/8
51	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	611/7 66/9, 908/9
52	حضرت لوط علیہ السلام وسارہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا	67/9
53	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت	69/9
54	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی اتباع کی ترغیب	70/9
55	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	329/8 897/9
56	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	898/9
57	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی کواکب پرستی	898/9
58	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف دیکھنے کا محمل	899/9
59	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خود کو بیمار کہنے کا پس منظر	899/9
60	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بظاہر تین جھوٹ	898/9
61	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ''میں بیمار ہوں'' کہنے کی توجیہات	901/9
62	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صالح بیٹا طلب کرنا	914/9
63	کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی بیماری کو طاعون سمجھا تھا؟	904/9
64	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی حکمتیں	909/9
65	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا سچا ہونا	926/9
66	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اولین مہاجر ہونا	911/9
67	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ	380/11
2	**ابرار**	
1	دیکھئے ''48: نیک لوگ'' صفحہ 275	
3	**امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق، زہد وتقویٰ، عبادات اور خوف خدا	432/5
4	**حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
2	تصدیق معراج کا صلہ	496/2
3	خصوصیات وفضائل	720/2
4	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	215/3
5	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	217-220/3
6	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان برأت کرنا خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں وجہ طعن نہیں ہے	52/5
7	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مانعین زکوٰۃ سے قتال	69/5
8	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں رفاقت	137/5
9	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ	140/5
10	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ اور خوف خدا	427/5
11	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	887/7
12	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت و خصوصیت	87/11
13	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب	92/11
14	فقہاء مہاجرین کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے	816/11
15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا	719/11
16	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث وآثار	720/11 793/12
17	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر دلیل	245/11
18	آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سورۃ اللیل کا نزول	787/12
19	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کتب شیعہ کی تصریحات	802/12
20	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا	791/12
5	**ابولہب**	
1	ابولہب کا نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عداوت	1029/12
2	ابولہب کی عبرت ناک موت	1030/12
3	ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام	1030/12
4	ابولہب کی بیوی کی مذمت	1032/12
5	ابولہب کی بیوی کے لیے دوزخ کی وعید	1032/12
6	**ابلیس**	
1	دیکھئے "34: شیطان" صفحہ 157	
7	**ابوجہل**	
1	ابوجہل کی مذمت	884/12
2	ابوجہل کے لیے عذاب کی وعید	885/12
8	**ابرھہ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پرندوں سے ابرھہ کے لشکر کو فنا کرنا	981/12
2	اصحاب الفیل سے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کے نکات	982/12
3	ابرھہ کے لشکر کا ہاتھیوں سے بھی کم درجہ ہونا	983/12
9	**حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کا موجودہ قرآن کے خلاف پڑھنا اور اس کی توجیہات	780-782/12
10	**حضرت ابوطالب**	
1	ایمان ابوطالب کی تحقیق	425-429/3
2	ابوطالب کا مرتے وقت کلمہ نہ پڑھنا	271/5
3	ابوطالب کے ایمان کے متعلق ایک روایت	271/5
4	ایمان ابوطالب کے متعلق آیات واحادیث	839/8
5	ایمان ابوطالب کے متعلق مفسرین اہلسنت کی تصریحات	839/8
6	ابوطالب کے اسلام لانے کی روایت پر مختلف علماء کے تبصرے	841-844/8
11	**ابتداء**	
1	ہر اہم کام کی ابتداء بسم اللہ، الحمد للہ اور صلوٰۃ وسلام سے کرنا	703/8
12	**ابدال**	
1	ابدال کے متعلق احادیث وآثار اور ان کی فنی حیثیت	421/5
2	احادیث ابدال کا معناً متواتر ہونا	423/5
3	احادیث ابدال کی مزید توثیق	425/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	نجباء اور نقباء وغیرہ کی تعداد	425/5
13	**سورۂ ابراہیم**	
1	سورۃ کا نام	127/6
2	سورۂ ابراہیم کا زمانہ نزول	127/6
3	سورۃ الرعد اور سورۂ ابراہیم کی آپس میں مناسبت	128/6
4	سورۂ ابراہیم کے مضامین ومقاصد	128/6
5	سورۂ ابراہیم کا اختتام	228/6
14	**حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تمام مغازی میں خلیفہ بنانا	295/4
2	حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	566/12
3	رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض کرنے کی وجہ	576/12
15	**اجر/اجرت**	
1	تعلیم قرآن ودیگر عبادات پر اجرت لینا	584/2
2	فقط دنیاوی اجر کی مذمت	822/2
3	دس گنا، سات سو گنا اور بے حساب اجر کے محامل	699/3
4	کسی چیز کو ڈھونڈنے کی اجرت کی تحقیق	820/5
5	نیک کاموں کے ظہور پر خوش ہونے کا اجر	236/7
6	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینا	630/7
7	مویشیوں کو گھیا بھن کرنے کی اجرت لینا	634/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	اللہ کی راہ میں مقتول اور طبعی موت مرنے والے کا اجر	786-788/7
9	مواعظ اور خطابات پر اجرت لینا	371/8
10	اجرت لے کر کام کرنے کا جواز	795/8
11	اللہ تعالیٰ کا زیادہ اجر عطا فرمانا	678/9
12	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مادی اجر کی نفی کی ہے	460/11
13	دودھ پلانے کی اجرت لینا	86/12
16	**اجتہاد**	
1	نبی علیہ الصلوٰۃ وسلام کا اجتہاد	476 478-482/3
2	صحابہ کرام کا اجتہاد	477/3
3	آپ ﷺ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے	478/3
4	اجتہاد کی تعریف	478/3
5	اجتہاد کا لغوی و اصطلاحی معنی	35/6
6	اجتہاد پر ایک اعتراض کا جواب	35/6
7	ایک مسئلہ میں حضرت سلیمان اور داؤد علیہما السلام کا اجتہاد	626/7
8	انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد	627/7
9	عصر حاضر میں اجتہاد کرنے کی تحقیق	627/7
10	ضرورت اجتہاد	628/7
11	مجتہد کی ضرورت	628/7
12	طبقات فقہاء	629/7
13	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے متعلق اجتہاد	629/7
14	لاؤڈ سپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنے کے متعلق اجتہاد	630/7
15	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے کے متعلق اجتہاد	630/7
16	ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کی اجرت لینے کے متعلق اجتہاد	630/7
17	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینے کے متعلق اجتہاد	631/7
18	ایلوپیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں کے استعمال کے متعلق اجتہاد	631/7
19	بعض دیگر مسائل اجتہادیہ	633/7
20	ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا معنی	633/7
21	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کرسکتا ہے؟	603/8
22	رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کی تحقیق	553/10
23	عہد رسالت میں اجتہاد کے ثبوت پر دلائل	554/10
24	رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق	483/11
25	رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء	483-487/11
26	صحابہ کے اجتہاد کی تصدیق	807/11
17	**اجماع**	
1	اجماع کی حجیت پر دلائل	456/3
2	اجماع کے حجت ہونے پر دلائل	432/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	**اجازت**	
1	تین اوقات میں گھر میں دخول کیلئے اجازت لینا	183/8
2	اجازت کا حکم منسوخ ہے یا باقی؟	184/8
19	**سورۃ الاحقاف**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	35/11
2	الاحقاف کا معنی	35/11 102/11
3	الاحقاف کا محل وقوع	36/11
4	سورۃ الاحقاف کا زمانہ نزول	36/11
5	سورۃ الاحقاف کے اغراض ومقاصد	36/11
6	سورۃ الاحقاف کا خاتمہ	121/11
7	سورۃ الاحقاف کی آیت: ۳۵ منسوخ ہے یا نہیں؟	120/11
8	سورۃ الاحقاف کی آیت: ۹ کا منسوخ ہونا؟	55-68/11
20	**سورۃ الاحزاب**	
1	سورۃ کا نام	349/9
2	سورۃ الاحزاب کا زمانہ نزول	349/9
3	سورۃ الاحزاب کے مشمولات	350/9
4	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ملنا	403/9
5	سورۃ الاحزاب کا اختتام	587/9
21	**غزوۂ احزاب**	
1	غزوۂ احزاب کا مختصر ذکر	351/9
2	غزوۂ احزاب میں قضا ہونے والی نمازیں	352/9
3	غزوۂ احزاب میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات	353/9
4	غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر اللہ کا خصوصی فضل	388/9
5	غزوۂ احزاب' اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے محامل	400/9
22	**احوال آخرت**	
1	دیکھئے "3: آخرت" صفحہ 45	
23	**احسان**	
1	احسان کا معنی	553/6
2	احسان اور عدل میں فرق	555/6
24	**احکام شریعت**	
1	احکام شرعیہ پر عمل	641/2
2	شریعت کا مزاج آسان احکام بیان کرنا ہے	642/2
3	احکام شرعیہ کا مدار	765/2
4	احکام شرعیہ کی اقسام	804/7
5	جب عزیمت پر عمل کرنا مشکل ہو تو رخصت پر عمل کرنا فرض ہے	807/7
6	احکام شرعیہ کی تعداد، تعریفات اور مثالیں	820/7
7	فرض وواجب کی تحقیق	821/7
8	سنت مؤکدہ کی تحقیق	822/7
9	سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق	823/7
10	مستحب کی تحقیق	824/7
11	حرام اور مکروہ تحریمی کی تحقیق	825/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	اسامت کی تحقیق	826/7
13	مکروہ تنزیہی کی تحقیق	827/7
14	خلاف اولیٰ کی تحقیق	828/7
15	مباح کی تحقیق	829-831/7
16	احکام شرعیہ ظاہر پر مبنی ہیں	374/8
17	مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا گناہ نہ ہونا	122/10
18	احکام شرعیہ پر عمل کرنے پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید	89/12
19	کیا کفار احکام شرعیہ کے مخاطب ہیں؟	388-395/12
25	احصار	
1	احصار کی تعریف	730/1
2	احصار کے متعلق مذاہب اربعہ	731/1
3	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کا تعین	733/1
4	ضرورت کی وجہ سے منیٰ میں پہنچنے سے پہلے سر منڈوانا	734/1
26	غزوۂ اُحد	
1	غزوۂ احد کا مختصر تذکرہ	334/2
2	غزوۂ احد کے لیے صحابہ سے مشورہ	336/2
3	غزوۂ احد کے متعلق احادیث	337/2
4	غزوۂ احد میں مسلمانوں کی پسپائی	401/2
5	مسلمانوں کو غم اٹھانے کا عادی بنانا	403/2
6	بھاگنے والے مسلمان	407/2
7	مسلمانوں کی خطا	408/2
8	چند شبہات کے جوابات	455/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	احد کی ہزیمت پر مسلمانوں کو تسلی	498/2
27	اختلاف	
1	عقائد حقہ میں اختلاف کی ممانعت	290/2
2	باہمی بغض، حسد اور عصبیت کی وجہ سے اختلاف	291/2
3	فرعی واجتہادی مسائل میں اختلاف	294/2
4	بنی اسرائیل کے اختلاف کی مذمت کا سبب	307/2
5	دلائل کی بناء پر اکابر سے اختلاف	708-709/2
6	اختلاف رائے کی بناء پر مخالفت	649/4
7	مسائل فقہیہ میں آئمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب	296/5
8	اختلاف کے مذموم ہونے کے باوجود مجتہدین کے اختلاف کا محمود ہونا	652/5
28	اختیارات	
1	اختیارات صرف اللہ کے پاس ہیں	111/7
29	اخلاص	
1	اخلاص کا بیان	396/2
2	اخلاص کا معنی	95/4 280/6
3	قرآن میں اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم	95/4
4	عمل میں اخلاص کے فوائد	95/4
5	عمل میں اخلاص نہ ہونے کا نقصان	97/4
6	اخلاص سے کیا ہوا کم عمل	99/4
7	کیا چیز اخلاص کے منافی ہے؟	281/6
8	اخلاص کے مراتب و درجات	281/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کیلئے عبادت کرنا اخلاص ہے لیکن کامل اخلاص اللہ کی رضا جوئی ہے	282/6
10	اخلاص کے متعلق قرآن مجید کی آیات	283/6
11	اخلاص کے متعلق احادیث و آثار	283/6 235/7
12	اخلاص کے متعلق صوفیاء اور مشائخ کے اقوال	284/6
13	دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کی دعا کرنا بھی اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے	285/6
14	کیا اصحاب اخلاص کو شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا؟	289/6
15	اخلاص کا لغوی و اصطلاحی معنی	234/7 116/9 166/10 908/12
16	مومن اور کافر کے اخلاص میں فرق	116/9
17	اخلاص کی حقیقت	166/10
18	اخلاص کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق احادیث	166/10
19	اخلاص کے متعلق اقوال علماء	168/10
20	اخلاص کی اہمیت	951/12
30	**سورۃ الاخلاص**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1034/12
2	سورۃ الاخلاص کے فضائل	1034/12
3	سورۃ الاخلاص کا خلاصہ	1039/12
4	سورۃ الاخلاص کی تکمیل	1041/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31	**ادب مصطفیٰ ﷺ**	
1	نبی ﷺ کے قول و فعل پر اپنے قول و فعل کو مقدم کرنے کی ممانعت	275/11
2	حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز کے ساتھ بولنے کی ممانعت	275/11
3	بلند آواز سے بولنے کو دو مرتبہ منع کرنے کے الگ الگ محمل	276/11
4	اپنی ضرورت اور آپ ﷺ کی نعت کے کلمات کو آپ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے پڑھنے کا جواز	276/11
5	رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز پست رکھنے والے صحابہ	278/11
6	رسول اللہ ﷺ کو حجروں کے باہر سے ندا کرنے والوں کے مصادیق	279/11
32	**ادب**	
1	دیکھئے "4: آداب" صفحہ 45	
33	**حضرت ادریس علیہ السلام**	
1	حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح	290/7
2	حضرت ادریس علیہ السلام کا چوتھے یا چھٹے آسمان پر ہونا	293/7
3	حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا	293/7
4	حضرت ادریس علیہ السلام کو اوپر اٹھانا اور ان کی زندگی	294/7
5	حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق قول فیصل	295/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ	653/7
34	**اذان**	
1	اذان کی ابتداء	225/3
2	کلمات اذان	226/3
3	اذان کا جواب	229/3
4	دعا بعد الاذان	229/3
5	اذان کی فضیلت	230/3
6	اذان کی فضیلت میں احادیث	496/10
7	اذان میں اشهدان محمدا رسول الله سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا	497/10
8	مسجد میں اذان دینے کا شرعی حکم	499/10
35	**ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن**	
1	حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بیان	558/2
2	تعدد ازدواج کا آپ ﷺ کی خصوصیت ہونا	559/2
3	آپ ﷺ کے تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں	559-566/2
4	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مؤمنوں کی مائیں ہونے کی وضاحت	382/9
5	حضور علیہ السلام کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق کا اختیار دینا	414/9
6	طلاق کا اختیار دینے کا سبب اور اس کی نوعیت	415/9
7	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تفصیل	417/9
8	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام بیان فرمانا	419/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر زیادہ گرفت فرمانے کی توجیہ	420/9
10	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دگنا اجر عطا فرمانا	422/9
11	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت	423/9
12	آیت تطہیر سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مراد ہونا	437/9
13	ازواج مطہرات کا احادیث کو پہنچانا	445/9
14	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حق مہر	515/9
15	آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	520/9
16	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی قابل مواخذہ ہے	530/9
17	نبی ﷺ کی ازواج دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی ازواج ہیں	529/9
18	ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے بات کرنے کا حکم	528/9
19	کیا کوئی خاتون ازوج مطہرات سے افضل ہوسکتی ہے؟	119/12
20	رسول اللہ ﷺ کے ایک ماہ ازواج سے ناراض رہنے کی وجہ	122/12
21	ازواج مطہرات کو دنیا و آخرت میں اختیار دینے کا سبب	123/12
22	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی ناراضگی	119/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	استغفار	
1	حضور ﷺ کو استغفار کا حکم دینے کی توجیہ	384-390/10
2	استغفار کے متعلق احادیث صحیحہ	748/10
3	والدین اور اعزہ کے لیے استغفار	749/10
4	استغفار کو لازم رکھنے کے متعلق احادیث صحیحہ	750/10
5	طلب مغفرت کے لیے وقت سحر کی خصوصیت	365/11
6	استغفار کے کلمات اور اس کی فضیلت	367/11
7	اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا	356/12
8	استغفار کی فضیلت میں آیات، احادیث و آثار	250/12
9	استغفار کرنے سے دنیا و آخرت کی نعمتوں کا ملنا	285/12
10	رسول اللہ ﷺ کے استغفار کے محامل	1020-1023/12
37	اسلام	
1	اسلامی تقویم	716/1
2	اسلام دین یسر ہے	687/1
3	دین اسلام کے ساتھ کسی اور دین کی رعایت	752/1
4	دین اسلام میں جبر نہیں ہے	931/1
5	اسلام کا معنی	91,237/2 458/5 450/9 309,381/11
6	اسلام قبول نہ کرنے کے نقصانات	237/2
7	اسلام میں احکام کا آسان ہونا	256/2
8	دین اسلام پر استقامت کے ذرائع	283/2
9	تاحیات اسلام پر قائم رہنے کا حکم	288/2
10	دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی	473/2
11	اسلام میں رنگ ونسل کا امتیاز	544/2
12	دین اسلام کا برحق ہونا	809/2
13	مہر مقرر کرنا مذہب اسلام کی خصوصیت ہے	567/2
14	دین اسلام کے احکام کا بتدریج نزول	65/3
15	اسلام کا کامل دین ہونا	66/3
16	اسلام معتدل، سہل اور دین فطرت ہے	280/3
17	اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت	648/3
18	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہاں کے باشندوں کا حکم	655/3
19	اسلام کی نعمت سے عرب کے مخالف دھڑوں کا باہم شیر وشکر ہو جانا	686/4
20	تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ	126/5
21	اسلام کا فطرت کے مطابق ہونا	481/5
22	جس کے اسلام لانے کا اللہ نے اذن نہیں دیا اس کے اسلام نہ لانے میں اس کا کیا قصور ہے؟	132/6
23	اسلام کی نشر واشاعت آپ ﷺ کی تعلیم سے ہوئی یا دلائل سے؟	132/6
24	اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرنا	402/6
25	اسلام سب سے مستحکم دین ہے	651/6
26	اسلام کے خلاف یہودی کا اعتراض اور اس کا جواب	569-571/10
27	دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے لوگ جن تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا آیا وہ مکلف ہیں یا نہیں؟	823/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
38	**استاذ**	
1	استاذ کا ادب واحترام	181/7
2	استاذ کی تعظیم اور حقوق کے متعلق آیات	255/9
3	استاذ کی تعظیم اور حقوق کے متعلق احادیث	258/9
4	استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق اعلیٰ حضرت کے دلائل	262/9
5	استاذ کی تعظیم وتکریم کے متعلق فقہا اور علماء کے اقوال	259/9
39	**حضرت اسماعیل علیہ السلام**	
1	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	202/6
2	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفات	279/7
3	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ	653/7
4	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلیم ہونا	915/9
5	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا پس منظر وپیش منظر	916/9
6	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق	917/9
7	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل	918-922/9
8	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا	923/9
9	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اپنے والد اور بھائی سے منفصل کرنے کی توجیہ	126/10
40	**اسراف**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	نفلی صدقہ میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟	672/3
2	تبذیر کا معنی	698/6
3	مبذرین کو شیطان کا بھائی فرمانا	698/6
4	جو لوگ فضول خرچی نہیں کرتے	270/8
5	اسراف کا محمل	596/10
6	لذت وآسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے	596/10
41	**اسرائیلی روایات**	
1	اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری سے	99/10
2	اسرائیلی روایات کا رد امام رازی سے	100/10
3	اسرائیلی روایات کا رد علامہ ابوالحیان اندلسی سے	101/10
4	اسرائیلی روایات کا رد علامہ اسماعیل حقی سے	102/10
5	اسرائیلی روایات کا رد علامہ آلوسی سے	103/10
42	**اسماء مصطفیٰ ﷺ**	
1	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ	331/7
2	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کے معانی	334/7
3	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد	333/7
4	رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کے متعلق علماء کی تحقیق	337/7
5	نقش نعل پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا	351/7
6	نبی ﷺ کے اسماء اور آپ ﷺ کی صفات	503/9
7	اسم محمد (ﷺ) کی تشریح وتحقیق	127/11
8	نام محمد (ﷺ) کے فضائل وخصوصیات	127/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	آپ ﷺ کا نام محمد ہونا آپ ﷺ کے کمال مطلق ہونے کی دلیل ہے	128/11
10	نام محمد (ﷺ) وصف اور علمیت کا جامع ہے	130/11
11	اسم محمد (ﷺ) کی خصوصی عظمتیں	131/11
43	**استمناء بالید**	
1	استمناء بالید کا شرعی حکم	855/7
44	**اسماء باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھنے اور پڑھنے کے آداب	157/1
2	اللہ کے اسماء حسنیٰ کا معنی	424/4
3	اسم مسمی کا عین ہے یا غیر	425/4
4	اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توفیقی ہونا	426/4
5	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل	428/4
6	اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل	430/4
7	لفظ اللہ کے نام ہونے پر دلائل	133/6
8	اسماء حسنیٰ کا بیان	435/7
9	اللہ تعالیٰ کے نام کے نقص اور عیب سے پاک ہونے کی وجوہ	683/12
45	**استقامت**	
1	استقامت کا لغوی و شرعی و عرفی معنی	639/5 640/5 479/10
2	صوفیاء کے نزدیک استقامت کا معنی	640/5
3	استقامت کا معنی اور اس کی اہمیت	436/10
4	استقامت کو استغفار پر مقدم کرنے کی توجیہ	437/10
5	نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے استقامت کی تفسیر	479/10

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	صحابۂ کرام اور فقہاء تابعین سے استقامت کی تفسیر	480/10
7	استقامت کے حصول کا دشوار ہونا	481/10
46	**حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شکایات کی توجیہات	553-556 9
47	**استخارہ**	
1	استخارہ کرنے کا طریقہ	59/3 851/8
2	درپیش مہم کے وقت استخارہ کرنا	59/3
3	استخارہ کے متعلق احادیث	850/8
48	**اسم اعظم**	
1	اسم اعظم کی تحقیق	429/4
2	اسم اعظم کے متعلق احادیث	482/7
49	**اسباب**	
1	رزق اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اسباب تلاش کر کے اختیار کرنا	224/8
2	ترک اسباب کیسا؟	226/8
3	اسباب معیشت کی نعمتیں	853/8
50	**اسماء حسنیٰ**	
1	دیکھئے ''44: اسماء باری تعالیٰ'' صفحہ 60	
51	**استعانت/استمداد**	
1	دیکھئے ''33: مدد حاصل کرنا'' صفحہ 236	
52	**استنجاء**	
1	پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی فضیلت	261/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	اصحاب الاخدود	
1	اخدود کا معنی	652/12
2	اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تفصیل	652/12
3	خندق کھودنے والوں کا انجام	657/12
54	اصول فقہ	
1	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	189/9
2	لفظ عام سے عموم وخصوص مراد لینے کا ضابطہ	252/9
55	اصولِ حدیث	
1	خبر واحد اور خبر متواتر کی تعریف واحکام	677/8
56	اصحابِ کہف	
1	اصحاب کہف کے واقعہ کا شان نزول	48/7
2	اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کی سوانح	49/7
3	اصحاب کہف کی دعا	56/7
4	اصحاب کہف کا کھڑا ہونا	63/7
5	اصحاب کہف کے جسم کی حفاظت	65/7
6	اصحاب کہف کا کروٹیں بدلنا	67/7
7	اصحاب کہف کا نیند سے اٹھنا	70/7
8	اصحاب کہف اور ان کے شہر والوں کے درمیان ماجرا	76/7
9	اصحاب کہف کی صحیح تعداد	84/7
10	اصحاب کہف کے اوصاف	85/7
11	غار میں اصحاب کہف کے قیام کی مدت	93/7
12	آیا اصحاب کہف زندہ ہیں یا نہیں؟	93/7
57	اصحاب الایکہ	
1	اصحاب الایکہ کا معنی ومصداق	307/6
2	اصحاب الایکہ کا ظلم اور ان سے اللہ کا انتقام لینا	308/6
58	اطاعت	
1	فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے ملک میں آباد کرنا	164/6
2	کتاب، سنت اور حکام مسلمین کی اطاعت	164/8
3	اختیاری اطاعت اور جبری اطاعت	288/8
4	شیخ، امام یا امیر کی اطاعت کا ضروری ہونا	649/8
5	شرک ومعصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کا حکم	45/9
6	والدین کی اطاعت کے متعلق احادیث	45/9
7	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے	150/9
8	ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے	919/11
9	اطاعت میں کثرت طلب کرنا	958/12
59	اطمینان	
1	اطمینان سے کام کرنے کی فضیلت	573/10
60	اعتکاف	
1	اعتکاف کا معنی مع اقسام	704/1
2	اعتکاف کی شرائط	704/1
3	اعتکاف کے آداب	704/1
4	اعتکاف کے مفسدات	705/1
5	اعتکاف کے ضروری مسائل	705/1
61	اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اعوذ باللہ کے مفردات واعراب کا بیان	142/1
2	اعوذ باللہ کو نماز وغیر نماز میں پڑھنا	143/1
3	قرآن کی تلاوت سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا	571/6
62	**سورۃ الاعلیٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	681/12
2	سورۃ الاعلیٰ کے مشمولات	681/12
3	سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر کا اختتام	703/12
63	**اعتبار**	
1	اعتبار کا لغوی واصطلاحی معنی	806/11
64	**سورۃ الاعراف**	
1	سورۃ کا نام	27/4
2	الاعراف کا معنی ومصداق	28/4 144/4
3	سورۃ الاعراف کی آیتوں کی تعداد اور ان کی صفات	30/4
4	سورۃ الاعراف کا زمانۂ نزول	31/4
5	سورۃ الاعراف کے مضامین اور مقاصد	31/4
6	سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی باہمی مناسبت	32/4
7	اصحاب الاعراف کو دخول جنت کا اذن	147/4
8	سورۃ الاعراف کا اختتام	526/4
65	**اغواء**	
1	اغواء کا معنی	77/4
66	**اقتدار**	
1	جن کو اقتدار عطا کیا جائے گا ان کے مصادیق	765/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
67	**اقامت**	
1	کلمات اقامت	22/3
68	**اقبار**	
1	اقبار کا محمل	596/10
69	**اللہ تعالیٰ**	
1	لفظ اللہ کا معنی اور اس کا وصف وعلم ہونا	148/1
2	اللہ تعالیٰ کے اسماء کو لکھنے اور پڑھنے کے آداب	162/1
3	رب کا لغوی وشرعی معنی	169/1
4	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غور وفکر	171/1
5	اللہ، رب، رحمان ورحیم میں وجہ ارتباط	177/1
6	اللہ کے کلام کے قدیم ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب	282/1
7	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو ممکنات کے ساتھ مکلف کرنا	282/1
8	محال بالذات کے ساتھ مکلف کرنا	283/1
9	اللہ کے استہزاء کی توجیہ	298/1
10	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے	301/1 633/3 537/5
11	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے معنی اور اس کا کذب پر محال ہونا	302/1
12	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے قریب ہونے کے باوجود یاایھا الناس سے ندا کرنے کی توجیہ	303/1
13	اللہ تعالیٰ کا خالق اور لاشریک ہونا	305/1 310/1
14	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	336/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں فرق	472/1
16	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	507/1
17	اللہ تعالیٰ کی مثل پر ایمان لانا	559/1
18	اللہ تعالیٰ کا رنگ	560/1
19	اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی پر اشکال کا جواب	574/1
20	واحد کا معنی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	621/1
21	اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدت اور اس کے علم پر دلائل	623/1
22	اللہ تعالیٰ کے کلام نہ کرنے اور نظر نہ فرمانے کی توجیہ	647/1
23	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی	649/1
24	اللہ تعالیٰ کے جلد حساب لینے کی تفسیر	743/1
25	اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینا	874/1
26	دلوں کو ٹیڑھا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف	67/2
27	جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے	120/2
28	جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا	122/2
29	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا مطلب	239/2
30	مرتدوں کو ہدایت نہ دینے کے اشکال کے جوابات	239/2
31	اللہ تعالیٰ کی رسی کا بیان	289/2
32	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں	401/2 516/2
33	اللہ تعالیٰ کے آزمانے کا مطلب	406/2
34	اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا دنیاوی تمام لذتوں سے افضل ہونا	413/2
35	اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز کلام کرنا	495/2
36	من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تشریح	520/2
37	خالق کی عظمت	544/2
38	اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے خلاف تمنا کرنا	651/2
39	اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا	669/2
40	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کا معنی	675/2
41	اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب بڑھانے کا مطلب	675/2
42	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	812/2
43	بندوں کے شکر سے اللہ تعالیٰ کا غنی ہونا	821/2
44	اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عہد و میثاق	116/3
45	کیا اللہ نے کافر کے کفر یا اس کے ایمان کا ارادہ کیا تھا؟	176/3
46	ید اللہ کا معنی	238/3
47	اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکوکار و بدکار	329/3
48	قیامت کے دن انبیاء کا فرمانا کہ ''ہمیں کچھ علم نہیں''	358/3
49	اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ	361/3
50	اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت	381/3
51	تمام تعریفوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہونا	392/3
52	اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل	393/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل	396/3
54	الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل	404/3
55	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث	404/3
56	حقیقی حاجت روا، کارساز اور مستعان صرف اللہ ہے	411/3
57	مصیبتوں میں صرف اللہ کو پکارنا انسان کا فطری تقاضا ہے	465/3
58	اللہ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل	470/3
59	اللہ کے قہر کا معنی	504/3
60	اللہ کے مولیٰ اور حق ہونے کا معنی	511/3
61	اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی	585/3
62	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونا	610/3
63	اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا	614/3
64	اللہ کے کلمات کے صادق اور عادل ہونے کا معنی	633/3
65	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کا معنی	657/3
66	استغفار اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا	658/3
67	اللہ کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم	660/3
68	مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	674/3
69	اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا	133/4
70	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	195/4 206/4
71	اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت اور اس کے متعلق مختلف مذاہب	297/4
72	اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا	299/4
73	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت پر دلائل	437/4
74	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کا منحصر ہونا	451/4
75	اللہ تعالیٰ کی معلومات واقعیہ اور فرضیہ	600/4
76	اللہ تعالیٰ کا انسان اور اس کی دل کے درمیان حائل ہونا	603/4
77	رحمان کی دو انگلیوں سے مراد	605/4
78	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا	609/4
79	اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ممانعت	610/4
80	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت	612/4
81	اللہ تعالیٰ کا فضل	621/4
82	اللہ کا عرش پر استواء فرمانا	158-166/4
83	کلام باری تعالیٰ	336/4
84	اللہ تعالیٰ کا علم تمام زمانوں کو محیط ہے	705/4
85	اللہ تعالیٰ کے بھلانے کا مطلب	187/5
86	بڑے سے بڑا نیک بھی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رحمت سے مستغنی نہیں	227/5
87	اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا	231/5
88	اللہ تعالیٰ کا جنت کے بدلہ میں مومنوں کی جانوں اور مالوں کا خریدنا	264-266/5
89	اللہ تعالیٰ کے حجاب سے مراد	355/5
90	اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا مصداق	409/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
91	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا محال ہونا	448/5
92	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلیل	479/5
93	اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود اپنے بندوں کو نفع پہنچانا ہے نہ کہ ضرر پہنچانا	482/5
94	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق متاخرین کا مسلک	538/5
95	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق متقدمین کا مسلک	539/5
96	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآنی آیات	541/5
97	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق احادیث	542/5
98	اللہ تعالیٰ کسی کافر پر رحم نہیں فرمائے گا	553/5
99	ہر کام کے آغاز سے قبل اللہ کا نام لینا	547/5
100	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا جمادات کو خطاب	550/5
101	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کا معنی	559/5
102	اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل	764/5
103	اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور ہدایت دینے کے محامل	94/6
104	عرش پر استواء اور دیگر صفات کے متعلق متقدمین و متاخرین کے نظریات	37/6
105	رحمٰن کے انکار کا شان نزول	97/6
106	لفظ اللہ کے نام ہونے پر دلائل	133/6
107	اللہ تعالیٰ کا کسی سمت کے ساتھ مختص نہ ہونا	134/6
108	بندوں کی جفا کے صلہ میں اللہ کی وفا	193/6
109	اللہ تعالیٰ کو واحد اور جمع کے صیغوں سے تعبیر کرنا	244/6
110	الٰہ کا معنی	460/6
111	اللہ تعالیٰ کو مصیبت کے وقت پکارنا اور بعد میں بھول جانا	464/6
112	اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفات کا معنی اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کا توقیفی ہونا	470/6
113	اللہ تعالیٰ کے لیے مثال گھڑنے کے محامل	521/6
114	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے	814/6
115	اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے	815/6
116	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	815/6
117	اللہ تعالیٰ کے کلمات کا غیر متناہی ہونا	222/7
118	اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ ہونا	276/7
119	اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اس کے تقاضے	276/7
120	اللہ تعالیٰ پر وراثت کا اطلاق	279/7
121	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام "اللہ" نہیں	303/7
122	اللہ تعالیٰ کا سوال کہ "تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟"	356/7
123	اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ سے ہم کلام ہونا	357/7
124	اللہ تعالیٰ کی آنکھ کا معنی	371/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
125	اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر دلائل	380/7
126	اللہ تعالیٰ کی تعظیم	783/7
127	اللہ تعالیٰ کو عرش عظیم کا رب کہنا کیسا؟	533/7
128	اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہونے پر دلیل	536/7
129	اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونے کی وجوہ	652-653/7
130	اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے کی وجوہ	884/7
131	مخلوقات کے تنوع سے اللہ کی ذات پر استدلال	161/8
132	اللہ تعالیٰ کے خالق اور مستحق عبادت ہونے پر دلیل	199/8 865/8
133	اللہ تعالیٰ کی توحید کی تمہید	213/8
134	اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا	367/8 468/8
135	اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے قہر و غضب کے تقاضے	407/8
136	اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں	849/8
137	اللہ تعالیٰ کا غنی اور بے نیاز ہونا	43/9
138	اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا طریقہ	60/9
139	اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر روزمرہ کے مشاہدات سے استدلال	112/9
140	اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کہنا ظلم ہے	153/9
141	اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے	264/9
142	اللہ تعالیٰ کے پاس حسن انجام کا پانا	274/9
143	اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کی وجہ	276/9
144	اللہ تعالیٰ کا غیر متناہی ہونا	277/9
145	اللہ تعالیٰ کا تدبیر کرنے کا معنی	309/9
146	عالم الغیب کا معنی	312/9
147	ہر چیز اور ہر مخلوق کو حامل حسن بنانا	313/9
148	اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا	621/9
149	اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے	680/9
150	اللہ تعالیٰ کا بے نیاز اور نکتہ نواز ہونا	725/9
151	اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے ڈرنا	726/9
152	اللہ تعالیٰ کی صفات میں مبالغہ کا معنی	850/9
153	اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے اور رسولوں پر سلام بھیجنے میں مناسبت	972/9
154	اللہ تعالیٰ کی صورت اور اس کے ہاتھوں کی تفسیر	143/10
155	کیا دنیا میں سب کچھ اللہ کی رضا سے ہو رہا ہے؟	153-156/10
156	اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ستر فرمانا	172/10
157	اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونا	176/10
158	اللہ تعالیٰ کا تمام افعال کا خالق ہونا	177-181/10
159	اللہ تعالیٰ کا کفر اور معصیت کو پسند نہ فرمانا	181/10
160	اے میرے بندو! اس کے مخاطب کون ہیں؟	206/10
161	اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے	253/10
162	اللہ تعالیٰ کو بندروں اور خنزیروں کا مالک کہنا کیسا؟	288/10
163	اللہ تعالیٰ کے جسمانی اعضاء	296/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
164	اللہ تعالیٰ خود بلند ہے اور مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے	334/10
165	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ظن رکھنا چاہیے؟	469/10
166	کیا اللہ تعالیٰ گناہ کا ارادہ کرتا ہے؟	473-476 / 10
167	اللہ تعالیٰ علی الاطلاق عظیم اور بلند ہے	542/10
168	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے مماثلت کی نفی	565/10
169	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر لطیف ہونے کا معنی	574/10
170	اللہ تعالیٰ کے بھلا دینے کی توجیہ	825/10
171	اللہ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعارض کا جواب	822/10
172	اللہ عزوجل کا انکار، استخفاف اور استحقار کفر ہے	41/11
173	اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کا خوف	76/11
174	اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کی وضاحت	179/11
175	اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی جگہ کس قوم کو دے گا؟	180/11
176	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا معنی	920/11
177	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	881/11
178	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	779/11
179	اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں	713/11
180	اللہ تعالیٰ کے اول و آخر، ظاہر و باطن ہونے کے معانی	714/11
181	اللہ تعالیٰ کے خاص افعال کا مخلوق کی طرف نسبت کرنے کا جواب	670/11
182	اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کا معنی اور اس کی رحمت کے تقاضے	644/11
183	اللہ تعالیٰ کے انشاء اللہ فرمانے کی توجیہات	265/11
184	اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کا معنی	321/11
185	اللہ تعالیٰ کا کوئی جوڑا نہیں	386/11
186	اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کے محامل	387/11
187	آیا اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں یا نہیں؟	393-398 / 11
188	اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے	398/11
189	اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے محامل	458/11
190	اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیوں کو ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے	459/11
191	اللہ تعالیٰ کے ہنسانے اور رلانے کی توجیہات	569/11
192	"تبارک" کا معنی اور اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	138/12
193	اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے اور آزمانے کی توجیہ	141/12
194	رحمٰن کے نظام تخلیق میں کسی قسم کی کمی کا نہ ہونا	141/12
195	بار بار دیکھنے کے حکم کی توجیہ	142/12
196	اللہ تعالیٰ پر آسمان والے کے اطلاق کی توجیہ	153/12
197	اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلائل	155/12
198	اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا معنی	356/12
199	اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر	352/12
200	اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس سفارشی بنانے کا عدم جواز	254/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
201	اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کو وسیلہ بنانے کے منافی ہے	255/12
202	''اللہ اور رسول چاہے'' کہنا موہم بے ادبی ہے	256/12
203	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو بتدریج پیدا فرمانا	256/12
204	اللہ کے نزدیک کفار کی ذلت اور مؤمنوں کی عزت و وجاہت	297/12
205	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل	171/10 1038/12
70	**الہام**	
1	الہام کا معنی	767/12
2	نیک کاموں کا الہام نیکی کی جدوجہد کرنے والوں کو ہوتا ہے	768/12
3	الہام سے مراد اچھے اور برے کاموں کا لزوم ہے	769/12
4	نیکی اور بدی کے الہام کے متعلق احادیث	769/12
71	**الحاد**	
1	الحاد کا معنی	733/7
2	الحاد کا معنی اور اس کا مصداق	514/10
3	جعلی پیروں اور بناوٹی صوفیوں کا الحاد	515/10
72	**حضرت الیاس علیہ السلام**	
1	حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب اور ان کا مصداق	576/3
2	حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ اور ان کی سوانح	947/9
3	حضرت الیاس علیہ السلام کی ہمارے نبی ﷺ سے ملاقات	948-950/9
4	حضرت الیاس علیہ السلام کے لوگوں سے ملاقات کرنے کی روایت	950/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
73	**امام**	
1	امام کا لغوی معنی	522/1
2	اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک امام کا شرعی معنی	522/1
3	امام کا معصوم ہونا	525/1
4	امام کا تقرر	526/1
5	اہل تشیع کے بارہ امام	529/1
74	**امامت**	
1	امامت منعقد کرنے کا طریقہ	529/1
2	خواتین کی امامت	374/1
3	خواتین کی امامت کے متعلق احادیث	374/1
4	سمجھدار اور نابالغ لڑکے کی امامت	378/1
5	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	376/1
6	امامت کے مسائل	529/1
7	امامت کا واجب ہونا	530/1
8	نماز میں فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	531/1
75	**امتحان**	
1	دیکھئے ''7: آزمائش'' صفحہ 47	
76	**امن وسلامتی**	
1	امن وسلامتی کا ایمان واسلام پر مقدم ہونا	210/6
2	امن وسلامتی کی تفسیر	295/6
77	**اُمی**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اُمی کا معنی	357/4
2	قرآن وسنت میں نبی پر اُمی کا اطلاق	356/4
78	**امثلہ**	
1	مالدار کافر اور مومن کی مثال	105/7
79	**امر بالمعروف ونہی عن المنکر**	
1	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق قرآنی آیات	297/2
2	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق احادیث	298/2 422/7
3	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تفصیل وتحقیق	300/2
4	نہی عن المنکر کے لیے تادیب اور تعزیر کے مراتب	301/2
5	بغیر علم کے وعظ وتقریر کرنا کیسا؟	303/2
6	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا	400/1 306/2 398/8
7	ہتھیاروں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا کیسا؟	306/2 399/8
8	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف ترک کرنا	307/2
9	امر بالمعروف میں ملائمت اختیار کرنا	307/2
10	امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنے کی مذمت	234/3
11	نجات کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ضروری ہونا	344/3
12	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت	344/3
13	امر بالمعروف ونہی المنکر کی وجہ	254/5
14	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فرضیت	396/8
15	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہ کیا جائے	397/8
16	امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ملائمت کو اختیار کیا جائے	307/2 399/8
80	**امت محمدی ﷺ**	
1	امت مسلمہ کا دیگر امتوں پر گواہ ہونا	570/1
2	امت محمدیہ کا تمام امتوں سے افضل ہونا	314/2
3	قرآن و حدیث میں لفظ ''امت'' کے اطلاقات	505/5
4	امت محمدی ﷺ کا سب سے زیادہ ہونا	160/6
5	امت کا معنی	594/6 660/7 880/7 672/10
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمانا	595/6
7	ملت ابراہیم کی اتباع کی توجیہ	597/6
8	اس امت کا نام امت مسلمہ کس نے رکھا؟	814/7
9	امت محمدی ﷺ کے فضائل	818/8
10	امت محمدی کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	498/9
11	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	504/9
12	رسول اللہ ﷺ کا اعمال امت پر شاہد ہونا	506/9
13	امت مسلمہ کا قرآن مجید کا وارث ہونا	679/9
14	امت محمدی ﷺ سے کون کون سا عذاب اٹھالیا گیا ہے؟	446/10
81	**امتیاز**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل	306/11
82	**امانت**	
1	امانت ادا کرنے کے متعلق آیات	699/2
2	امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث	700/2
3	اللہ کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	700/2
4	خلق خدا کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	701/2
5	اپنے نفس کے ساتھ معاملہ میں امانت داری	702/2
6	امانت کے متعلق حکم قرآن	613/4
7	امانت کے متعلق حکم حدیث	613/4
8	امانت کی حفاظت کرنا	856/7
9	امانت کے متعلق احادیث	578/9
10	آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی گئی امانت	579/9
11	جنس انسان پر امانت پیش کرنے کی حکمت	586/9
12	امانت کی رعایت	236/12
83	**امید**	
1	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت	239/6
2	مستقبل سے امیدیں وابستہ رکھنا	241/6
84	**امیر**	
1	امیر وغریب کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	680/6
2	بعض لوگوں کو امیر بنانے کی مصلحتیں	600/10
85	**انسان**	
1	تاریخ انسانیت	756/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ابتدا میں نوع انسانی کا دین حق پر ہونا	757/1
3	تمام انسانوں کا دین فقط اسلام ہے	757/1
4	انسان، فرشتوں سے افضل ہیں	123/2
5	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں	186/2
6	بشر کا معنی	222/2
7	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	603/3
8	تمام انسان نسلاً برابر ہیں	604/3
9	انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ ہی مختار مطلق	479/5
10	انسان کے افعال کی قدرت میں مذاہب متکلمین اور جبر وقدر کی وضاحت	534/5
11	انسان کو زمین سے پیدا کرنے کے دو محمل	573/5
12	انسان کی پیدائش سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	573/5
13	انسان کی خلقت کے مادہ میں مختلف آیات کی توجیہ	271/6
14	انسان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	270/6
15	انسان اور بشر کو نبی اور رسول بنانے کی تحقیق	427/6
16	انسان کا جلد باز ہونا	655/6
17	انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں ہے	660/6
18	انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجوہ	756/6
19	انسان کا کمزور دل اور ناشکرا ہونا	783/6
20	انسان کا بااختیار ہونا	42/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	انسان کو امتحان میں مبتلا کرنا	43/7
22	لوگوں کی اقسام	435/7
23	لوگوں کے آگے اور لوگوں کے پیچھے کی تفسیر	481/7
24	بعض لوگوں کو بعض دوسرے لوگوں سے دور کرنا	763/7
25	انسان کو خیر و شر کا اختیار ہے	456/8
26	انسان کو مٹی سے بنانا	313/9 524/11 257/12
27	انسان کو پانی کی ایک حقیر بوند سے بنانا	314/9
28	مٹی اور نطفہ سے انسان کی پیدائش	665/9
29	انسان کو اپنی اصلاح کیلئے کتنی عمر کی ضرورت ہے؟	692/9
30	انسان کو پیدا کر کے انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازنا	174/10
31	انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حال کو زمین کی پیداوار پر قیاس کرے	215/10
32	انسان کے دل میں اللہ کے نور کا معیار اور اس کی علامتیں	217/10
33	تخلیق انسان کے مراحل	710/7 411/10
34	قیامت کے دن انسان کے اعضاء کا نطق	467-468/10
35	آنکھ، کان اور کھال کی خصوصیت کی توجیہ	468/10
36	انسان کی ناسپاسی اور ناشکری	522/10
37	مذکر اور مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
38	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	634/10
39	انسان کی فطرت میں اللہ کی معرفت کا ہونا	658/10
40	چالیس سال کی عمر میں انسان کا اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جانا	83/11
41	انسان کی صورت سب سے حسین ہے	913/11
42	انسان کی دنیا میں غفلت اور آخرت میں اس کی نگاہ کا تیز ہونا	324/11
43	انسانوں کی وجہ تخلیق	393/11
44	انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کے متعلق احادیث	525/11
45	انسان کی باقی مخلوق پر فضیلت	1053/12
46	انسان کی درست تخلیق کا مطلب	686/12
47	انسان کے محافظ اور نگہبان کی تحقیق	668/12
48	فرشتے انسان کی کس چیز کی حفاظت کرتے ہیں؟	671/12
49	انسان کو لوٹانے کے دو محمل	674/12
50	انسانوں کا مختلف احوال اور منازل میں منتقل ہونا	541/12
51	انسان کی بہترین ساخت میں ہونے کی توجیہ	872/12
52	انسان کا اپنے ''الکنود'' ہونے پر گواہ ہونا	944/12
53	تمام انسانوں کا خسارے میں مبتلا ہونا	976/12
54	انسان پر ضروری ہے کہ دوسروں کو بھی نیک بنائے	973/12
55	انسان کے مقدم اور موخر اعمال کے محامل	608/12
56	انسان کی تخلیق کی تفصیل	609/12
57	انسان کی معتدل صورت بنانا	610/12
58	انسان کے مصداق میں متعدد اقوال	429/12
59	جس مدت میں انسان قابل ذکر نہ تھا	430/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
60	انسان کو اختیار دیا ہے خواہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا	432/12
61	انسان کی اپنے اوپر بصیرت کے دو محمل	410/12
62	انسان کو عبث پیدا نہ فرمانا	422/12
63	انسان کی صرف دو صنفوں پر ایک اعتراض کا جواب	423/12
64	بشر کا معنی اور نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	524/5
65	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے	530/5
66	بشر کا معنی	274/6 223/7
67	کفار کا انبیاء کو بشر کہنے کی وجہ	224/7
68	انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لیے وجہ احسان	225/7
69	رسول اللہ ﷺ کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا	225/7
70	نبی اور رسول ﷺ کا بشر ہونا	226/7
71	رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا	227-230/7
72	نبی ﷺ سے "میں بشر ہوں" کہلوانے کی وجہ	231/7
73	بشر کی تفسیر	253/8
74	بشر کا معنی اور اس کا تخلیقی مادہ	147/10
75	رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کی تحقیق	434/10
86	**سورۃ الانشقاق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	633/12
2	سورۃ الانشقاق کے مشمولات	633/12
3	سورۃ الانشقاق کا اختتام	644/12
87	**سورۃ الانشراح**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	840/12
2	سورۃ الانشراح کی تفسیر کی تکمیل	867/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
88	**سورۃ الانفطار**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	604/12
2	سورۃ الانفطار کا اختتام	614/12
89	**انجام**	
1	ہر شخص کا انجام اس کے اعمال کے اعتبار سے ہے	580/11
90	**انجیل**	
1	انجیل کا معنی	53/2
2	انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات	53/2
3	انجیل کے متعلق قرآن کی آیات	54/2
4	موجودہ انجیل	54/2
5	احکام اسلام بمقابلہ تعلیمات انجیل	56/2
6	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	205/3
7	عیسائیوں کی موجودہ انجیل کا وجود مشکوک ہے	413/11
8	اناجیل اربعہ کی اصلیت	413-420 11
91	**انعام**	
1	اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انعامات و احسانات	422/10
2	عباد صالحین پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	482/10
3	فرشتوں کا مومنین کو موت کے وقت انعامات کی بشارت دینا	485/10
92	**انڈا**	
1	انڈے کا پاک اور حلال ہونا	884/9
2	انڈے کے غذائی اجزاء اور بد پرہیزی کے نقصانات	885/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
93	**انگور**	
1	انگور کے خواص	607/3
2	انگور کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
94	**انبیاء کرام علیہم السلام**	
1	انبیاء علیہم السلام کے نام لکھنے اور پڑھنے کے آداب	157/1
2	تمام انبیاء علیہم السلام کا پیدائشی مومن ہونا	551/1
3	تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کی وجہ	558/1
4	تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لانے کے محامل	558/1
5	انبیاء علیہم السلام کی حیات	598/1
6	حیات انبیاء علیہم السلام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات	600/1
7	وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت	601/1
8	رسولوں کی باہمی فضیلت	894/1
9	انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی وروحانی خصوصیات	125/2
10	انبیاء علیہم السلام کا دعوائے الوہیت کرنا عقلاً ممتنع ہے	226/2
11	انبیاء سابقین پر ایمان لانا	236/2
12	انبیاء کی بعثت کا عام انسانوں اور مسلمانوں کے لیے رحمت ہونا	446/2
13	انبیاء کرام کو علم غیب	480-483/2
14	تمام انبیاء کے صدق پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت	676/2
15	انبیاء اور اس کی تعداد	878/2
16	انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا	889/2
17	بعض رسولوں کے انکار سے نجات نہیں ہوگی	128/3
18	انبیاء اور اولیاء، اللہ کی دی ہوئی طاقت سے اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں	413/3
19	انبیاء کا مقرر شدہ کام	471/3
20	انبیاء، علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی	572/3
21	قرآن وسنت کی روشنی میں انبیاء کا نسیان	530/3
22	انبیاء کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت	577/3
23	انبیاء کا ملائکہ سے افضل ہونا	578/3
24	نبی کی صفات لازمہ	647/3
25	تمام نبی حاصل معجزہ ہیں	237/4
26	انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینا	304-310/4
27	انبیاء علیہم اسلام کی ہمارے نبی ﷺ پر فضیلت	312/4
28	حیات انبیاء علیہم السلام پر دلائل	311/4
29	انبیاء سابقین کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں	654/5 451/5 523/5
30	انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی ترتیب	577/5
31	انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے کے فوائد	619/5
32	انبیاء کرام کا امر اور نہی سے مکلف ہونا	106/6
33	انبیاء سابقین کے ذکر کی حکمت	141/6
34	تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے	141/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
35	انبیاء کا کافروں کی دھمکیوں سے نہ ڈرنا	160/6
36	کیا انبیاء پہلے کافروں کے دین پر تھے؟	163/6
37	بعض نبیوں کی بعض پر فضیلت	743/6
38	انبیاء علیہم السلام پر مصائب کا آنا	110/7
39	کفار کا انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے کی وجہ	224/7
40	انبیاء علیہم السلام کی وراثت	252/7
41	اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے	377/7
42	انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جانا	373/7
43	انبیاء علیہم السلام کا مختلف پیشے اپنانا	638/7
44	انبیاء علیہم السلام کے ذنوب کی توجیہ	473/8
45	انبیاء مبعوثین کی ترتیب	598/8
46	انبیاء کرام علیہم السلام کا پرندوں کی باتیں سمجھنا	631/8
47	انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے صالح ہونے کی دعا کرنے کی وجہ	648/8
48	انبیاء کرام علیہم السلام کا علم غیب	660/8
49	انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر کافر ہے	137/9
50	یوم میثاق میں انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے متعدد محامل	384/9
51	انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعدد محامل	385/9
52	انبیاء علیہم السلام کے ڈرنے کی حقیقت	459/9
53	انبیاء علیہم السلام کا جسمانی عیوب سے بری ہونا	574/9
54	انبیاء علیہم السلام کی حیات و وفات کے بعد ان کا قبروں سے نکلنا	614/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
55	انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت	679/9
56	انبیاء علیہم السلام کو کفار کا بدشگون کہنا	737/9
57	انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا	810/9
58	انبیاء علیہم السلام کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے	815/9
59	انبیاء علیہم السلام کے حواس اور عقل کا ڈھلتی ہوئی عمر میں زیادہ فعال ہونا	826/9
60	انبیاء سابقین کے قصص	895/9
61	انبیاء علیہم السلام کا خالص دار آخرت کے ساتھ مشغول ہونا	121/10
62	انبیاء علیہم السلام کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	236/10
63	کیا فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں؟	320-322/10
64	انبیاء علیہم السلام کو اولاد عطا فرمانے کی تفصیل	634/10
95	**ان شاء اللہ**	
1	ان شاء اللہ کہنے کو ترک کرنا	88/7
2	ان شاء اللہ کہنے کے فقہی مسائل	89/7
3	ان شاء اللہ کہنے کو بھولنا	90/7
96	**سورۃ الانبیاء**	
1	سورۃ کا نام	509/7
2	سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء میں باہمی مناسبت	510/7
3	اختتامی کلمات و دعا	698/7
97	**انصار**	
1	انصار میں سے ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تفصیل	239/5
2	انصار کے فضائل	241/5
98	**سورۃ الانفال**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انفال کا معنی	531/4
2	سورۃ الانفال کی وجہ تسمیہ	532/4
3	سورۃ الانفال کا زمانہ نزول	532/4
4	ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ الانفال کا مقام، آیتوں کی تعداد اور سبب نزول	533/4
5	سورۃ الانفال کے مضامین کا خلاصہ	538/4
6	سورۃ الانفال کے مقاصد	539/4
7	انفال کا معنی اور اس کا مصداق	540/4
8	سورۃ الانفال کا اختتام اور دعا	718/4
99	**انفاق فی سبیل اللہ**	
1	آیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالخصوص زکوٰۃ مراد ہے یا عام صدقہ وغیرہ؟	276/1
2	راہِ خدا میں کل مال خرچ کرنا	276/1
3	راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید	924/1
4	انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف	647/1
5	بے حساب اجر دینے کی وجوہات	948/1
6	صدقات وخیرات کے آداب وشرائط	949/1
7	متفرق مثالیں	950/1
8	صدقہ میں دیئے جانے والے مال کی صفات	956/1
9	خفیہ اور علانیہ صدقہ	968/1 973/1
10	اہل ذمہ کو نفلی صدقات دینا	970/1
11	اللہ کی راہ میں اخلاص سے خرچ نہ کرنا	673/2
12	نفلی صدقہ میں کیا چیز اسراف اور کیا نہیں؟	672/3
13	اللہ کی راہ میں پانی خرچ کرنا	148/4
14	کن لوگوں پر خرچ کرنا انسان پر واجب ہے؟	696/6
15	خرچ میں اعتدال کا واجب ہونا	700/6
16	خرچ کرنے کی فضیلت	700/6
17	زیادہ خرچ کرنا	702/6
18	تمام مال صدقہ کرنا	704/6
19	اپنے اوپر، اپنے عیال پر اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب	823/11
100	**سورۃ الانعام**	
1	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	386/3
2	سورۃ الانعام کی فضیلت	387/3
3	سورۃ الانعام کا موضوع	388/3
4	سورۃ الانعام کے مضامین	389/3
5	سورۃ الانعام کا اختتام	708/3
101	**انار**	
1	انار کے خواص	607/3
102	**انعام یافتہ لوگ**	
1	انعام یافتہ لوگوں کا بیان	213/1
2	انعام یافتہ لوگوں کے راستوں کا بیان	213/1
103	**انعامی بانڈز**	
1	انعامی بانڈز کا شرعی حکم	816/1
2	انعامی بانڈز کے جواز کی بحث	713/5
3	انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ کا فیصلہ	716/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمان کا فیصلہ	718/5
104	**اولی الامر**	
1	اولی الامر کی تفسیر میں متعدد اقوال	705/2
2	اولی الامر کی اطاعت بالتبع ہے	706/2
3	قرآن مجید اور احادیث، اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	706/2
105	**اوس وخزرج (قبائل)**	
1	اوس وخزرج پر اللہ تعالیٰ کے احسانات	295/2
106	**اولاد**	
1	اولاد کے ذکر میں حسن ترتیب	70/2
2	اولاد کا فتنہ ہونا	617/4
3	اولاد کا سبب عذاب ہونا	158/5
4	عام لوگوں کا اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑنا کیسا ہے؟	204/6
5	اولاد کا آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا	277/8
6	آخرت میں مسلمانوں کی اولاد کی نفع رسانی	357/8
7	اولاد کی محض کثرت باعث فخر اور پسندیدہ نہیں	633/9
8	اولاد کے فرائض	78/11
9	اولاد میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	734/11
10	اولاد پر شفقت کرنے کی ترغیب	446/11
11	مومنوں کے ایمان کی وجہ سے ان کی نابالغ اولاد کا جنت میں داخل ہونا	444/11
12	مومنوں کی بالغ اور کافر اولاد ان کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگی	445/11
13	نابالغ اولاد کا اپنے مسلمان ماں باپ کو جنت میں لے جانا	447/11
107	**اولوالعزم**	
1	اولوالعزم کا معنی	117/11
2	اولوالعزم رسولوں کے مصادیق	118/11
108	**اہلسنت وجماعت**	
1	مسلک اہلسنت وجماعت کا سب سے افضل ہونا	571/1
2	معمولات اہلسنت کا جواز	127/4
3	محبت اہل بیت صرف اہلسنت وجماعت کی خصوصیت ہے	588/10
4	تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہلسنت وجماعت کی خصوصیت ہے	588/10
109	**اہانت**	
1	عقبہ ابی معیط کا حضور ﷺ کی اہانت کرنا	234/8
2	غیر مسلم اموات کی اہانت کا جواز	186-188/9
110	**اہل کتاب**	
1	اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	607/1 417/3
2	اہل کتاب کا اللہ کی مخالفت کرنا	196/2
3	اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا	197/2
4	اہل کتاب کے امینوں اور خائنوں کا ذکر	202/2
5	کفر پر مذمت میں اہل کتاب کی تخصیص	281/2
6	اہل کتاب کے گمراہ کن حیلے	282/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	مسلمانوں میں عداوت کی آگ بھڑکانا	282/2
8	اہل کتاب میں سے ایمان والوں کی تفصیل	319/2
9	اہل کتاب کی تعریف اور ان کا ذبیحہ	89/3,91/3
10	اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح	91/3
11	اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح	91/3
12	ایمان لانے میں اہل کتاب کا عاجزی کرنا	812/6
13	اہل کتاب کے لقب کے مستحق کون؟	96/9
14	اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لایا اس کو دو اجر ملنے کی تحقیق	757-760/11
111	**اہل بیت**	
1	اہل بیت کے مصداق کون؟	592/5
2	آیت تطہیر سے اہل بیت کا مراد ہونا	438/9
3	اہل بیت کا ازواج اور اولاد وغیرہ کو شامل ہونا	440-443/9
4	اہل بیت کے ساتھ مذکر کی ضمائر لانے کی وجہ	443/9
5	شیعہ کا اہل بیت کی عصمت کو ثابت کرنا اور اس کا جواب	444/9
6	اہل بیت کرام کے فضائل	681/9
7	آل یاسین سے مراد آل محمد ﷺ ہے	952/9
8	محبت اہل بیت صرف اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے	588/10
9	محبت اہل بیت کے متعلق احادیث	588/10
112	**ایثار**	
1	مہاجرین پر انصار مدینہ کے ایثار کی تفصیل	169/9
2	صرف اصحاب صبر کے لیے تنگی میں اپنے اوپر ایثار کی اجازت ہے	170/9
3	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	171/9
4	ایثار کا لغوی و اصطلاحی معنی	817/11
5	ایثار کے متعلق احادیث و آثار	818/11
6	کس کس کو ایثار کی اجازت ہے؟	821/11
7	تنگی میں دوسروں کے لیے ایثار کرنے کا ضابطہ	822/11
8	جان کا ایثار صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے کرنا جائز ہے	824/11
9	ایثار کی فضیلت میں احادیث	436/12
10	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایثار کرنا	437/12
113	**ایمان**	
1	ایمان کا لغوی و اصطلاحی معنی	247/1 458/5 450/9 381/11
2	ایمان کی تعریف	249/1
3	نفس ایمان اور ایمان کامل	250/1
4	مومن ہونے کے لیے ماننا ضروری ہے	251/1
5	ایمان کی حقیقت	252/1
6	ایمان میں کمی اور زیادتی	253/1 550/4 473/2
7	اسلام اور ایمان میں نسبت	256/1
8	جن کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ان کو تبلیغ کرنا	282/1
9	کفار کے دلوں پر مہر لگانے کے بعد ان سے مواخذہ کیوں؟	282/1
10	صحابۂ کرام کے ایمان کا معیار	393/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	ایمان والوں کو دوبارہ ایمان کا حکم دینا	413/1
12	اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے ذکر کی ترتیب	1028/1
13	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی	649/1
14	ایمان کامل کا معیار	314/2 394/10
15	ایمان کے بدلے کفر کو خریدنا	476/2
16	ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ	522/2
17	ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینے کی توجیہ	827/2
18	رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانا	881/2
19	اللہ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے	628/3
20	بغیر دلیل کے ایمان لانا صحیح ہے یا نہیں؟	439/4
21	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	462/5
22	تمام اہل ملل پر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا وجوب	514/5
23	غیر متمدن دنیا میں رہنے والوں کے لیے فقط توحید پر ایمان لانا ضروری ہے	515/5
24	پسماندہ اور کمزور لوگوں کا ایمان لانا نبوت میں طعن کا موجب نہیں	528/5
25	اللہ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء کا مقرب ہونا	528/5
26	طبقاتی فرق اور نام و نسب، فضیلت کا موجب نہیں	529/5
27	ایمان اور تقویٰ کے بغیر نسلی امتیاز اور نسبی برتری کی کوئی وقعت نہیں	558/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
28	ایمان پر شکر ادا کرنے کا وجوب	761/5
29	ایمان لانے کے باوجود شرک کرنے والوں کے مصادیق	876/5
30	ایمان و کفر کی پانی اور جھاگ سے تشبیہ	76/6
31	ایمان لانے میں انسان کا فائدہ	100/7
32	ایمان کے مدارج و مراتب	340/7
33	ایمان اللہ کی توفیق سے ملتا ہے	428/7
34	ایمان لانے کو معلق کرنا	231/8
35	ایمان کے سورج کا طلوع ہونا	248/8
36	اختیاری ایمان اور جبری ایمان	288/8
37	ایمان کا نبی ﷺ کے ادب سے ملنا	6820/8
38	دولت ایمان سے کون کون مشرف ہوں گے؟	740/8
39	ایمان والوں میں سے قابل مدح کون؟	791-793/10
40	ایمان لانے سے تمام گناہوں کی مغفرت ہوگی یا بعض کی؟	113/11
41	ایمان لانے کے بعد گناہوں کو نیکیوں میں بدلنا	126/11
42	اس کی توجیہ کہ انصار نے مہاجرین سے پہلے ایمان کی جگہ بنالی	816/11
114	**ایندھن**	
1	ایندھن فراہم کرنے کی نعمت	680/11
115	**ایلاء**	
1	ایلاء کا معنیٰ اور اس کے وقوع کے بعد فقہاء کا اختلاف	795/1
116	**ایٹمی ہتھیار**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تیراندازی کے فضائل	663/4
2	اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	664/4
3	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کیلئے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	665/4
4	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں اس کے مصداق	667/4
6	دشمنان اسلام کو مرعوب کرنے کی حکمت	669/4
117	**ایذاء پہنچانا**	
1	اللہ، رسول اور مؤمنوں کو ایذاء پہنچانے کا فرق	556/9
118	**حضرت ایوب علیہ السلام**	
1	حضرت ایوب علیہ السلام کا نام و نسب اور ان کی بعثت کی ترتیب	648/7
2	حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنا	648/7 114/10
3	حضرت ایوب علیہ السلام کے نقصانات کی تلافی کرنا	650/7 119/10
4	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ	114/10
5	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی تحقیق	649/7 114/10
6	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو بعض مفسرین کا شیطان کی تاثیر قرار دینا	116/10
7	حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے لیے قسم پوری کرنے میں تخفیف و رعایت	650/7 119/10
8	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کے لطیف نکات	652/7 120/10

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
119	**ایصال ثواب**	
1	ایک شخص کے عمل کا دوسرے کو فائدہ ہونا	562/1 1029/1
2	ایصال ثواب کیلئے نامزد جانوروں کا حلال ہونا	340/3
3	ایصال ثواب کے متعلق احادیث	728/6
4	لیس للانسان الاماسعی کی وضاحت	727/6
5	کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس پر ایک اور سوال	530/11
6	ایصال ثواب کے عدم جواز پر معتزلہ کا استدلال اور اس کے جوابات و دیگر تفصیلات	532-557 11
7	اس کا جواب کہ زندہ کے لیے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟	557/11
8	اس کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ سے ایصال ثواب کا ثبوت کہاں ہے؟	558/11
9	ایصال ثواب کے متعلق مزید تحقیق	560-566 11
10	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں دوسرے کیلئے دعا کے ثبوت سے ایصال ثواب کا ثبوت لازم نہیں آتا	559/11
11	اس کا جواب کہ ایصال ثواب کے کھانے سے اغنیاء کیوں کھاتے ہیں؟	560/11

ب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**بارش**	
1	مختلف علاقوں میں بارش نازل فرمانا	252/8
2	بارش کا نظام	252/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	بارش کے پانی سے بنجر زمین کو زرخیز کرنے کا انعام	346/9
2	**باطل**	
1	حق و باطل کا فرق	641/9
3	**بال**	
1	خنزیر کے بالوں کا نجس ہونا	532/6
2	انسان کے بالوں کا طاہر ہونا	536/6
4	**باندی**	
1	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنا کیسا؟	855/7
2	اس دور میں باندی بنانا	855/7
3	باندیوں کے بعض احکام	136/8
5	**بت/ بت پرست**	
1	بت پرستوں سے متعلق قرآن کی اصطلاح	223/3
2	بتوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا	493/3
3	بت پرستی کا لہو ولعب ہونا	538/3
4	بتوں کو برا بھلا کہنا	625/3
5	بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم	660/3
6	بت پرستی کی ابتداء	191/4
7	بتوں کی بے مائیگی اور بے چارگی	499/4
8	بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دینے میں مشرکین کے نظریات	340/5
9	بتوں کے صرف اسماء ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	764/5
10	اللہ نے بتوں کی تعظیم کا ہرگز حکم نہیں دیا	764/5
11	بت پرستوں کا دلائل کے ساتھ رد	71/6
12	بت پرستوں کے سخت عذاب کا سبب	134/6
13	مشرکین اللہ کو خالق ماننے کے باوجود بت پرستی کیوں کرتے تھے؟	154/6
14	اولاد ابراہیم کو بت پرستی سے مامون رکھنے کی دعا پر اعتراض کے جوابات	196/6
15	بتوں کے خدا اور سفارشی ہونے کا ابطال	382/6
16	بتوں کی عبادت	64/7 282/7
17	بت پرستی کا رد	313/7 894/7
18	بتوں کا انتقام لینے کے لیے رحمٰن کی مذمت کرنا	585/7
19	بتوں کا عجز اور ان کی پرستش کا باطل ہونا	800/7
20	بت پرستوں کا اللہ کی قدر نہ کرنا	802/7
21	بتوں میں کوئی اچھائی نہیں	705/8
22	صنم کا معنی	332/8
23	بتوں کی عبادت کا رد فرمانا	333/8
24	بتوں کو دشمن کہنا	334/8
25	بتوں کی عبادت پر عقلی و نقلی دلائل کا نہ ہونا	697/9
26	بعل کا معنی اور اس کی پرستش کا پس منظر و پیش منظر	951/9
27	بعل کی ناکامی وغیرہ	951/9
28	بتوں کو ولی اور کارساز بنانے کی مذمت	547/10
29	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے	667-672 10
30	مشرکین کا نبی ﷺ کی عبادت کی بنسبت اپنے بتوں کی عبادت کو افضل قرار دینا	700/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
31	آیا کفار نے اپنے بتوں کو بہتر قرار دیا تھا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو؟	701/10
32	مشرکین کو بت پرستی پر ملامت کرنا	731/10
33	بتوں کے نہ سننے کی قیامت تک کی تحصیل کی وجہ	45/11
34	بتوں کا قیامت کے دن مشرکین کی عبادت سے بے زاری کا اظہار کرنا	46/11
35	بتوں کی پرستش کا ابطال اور توحید کا استحقاق	513/11
36	لات، عزیٰ اور منات کی تحقیق	513/11
37	بت پرستوں کی ظالمانہ تقسیم	514/11
38	بتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	517/11
39	ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہا کی تاریخی حیثیت	260/12
40	کیا کفار مکہ اور کفار نوح کے معبود بت ایک ہی تھے؟	262/12
6	**بچے**	
1	زمانہ جاہلیت میں بچوں کو وارث نہ بنانا	585/2
2	نابالغ اولاد کا اللہ کی مشیت پر موقوف ہونا	669/6
3	مسلمانوں کے بچوں کا جنت میں ہونا	670/6
4	مشرکین کے بچوں کا دوزخ میں داخل ہونا	670/6
5	مشرکین کی اولاد کا اہل جنت کا خادم ہونا	671/6
6	تمام بچوں کا جنت میں داخل ہونا	672/6
7	**بچھڑا**	
1	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بچھڑے کی عبادت کرنا	417/7
2	زیورات سے بچھڑا بنانا	418/7
3	بچھڑے کو معبود قرار دینا	419/7
8	**بخیل**	
1	بخل کو بے حیائی سے تعبیر کرنے کی وجہ	963/1
2	بخل کا معنی	485/2
3	بخل کی اقسام	485/2
4	بخل کی مذمت میں قرآنی آیات	486/2
5	بخل کی مذمت میں احادیث	487/2 805/6 946/12
6	بخل کی مذمتِ مزید	780/9
7	بخل کا معنی اور اس کا حکم دینا	737/11
8	بخل کے پیدائشی وصف ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	229/12
9	**بدعت**	
1	بدعت اور ابداع کا معنی	507/1 628/1
2	بدعت کی تعریف واقسام	534/1 692/3
3	بدعات سے اجتناب کا حکم	691/3
4	بدعت سیئہ کی تعریف	348/4 369/9
5	بدعت کا لغوی واصطلاحی معنی	748/11
6	بدعت کی اقسام	749-754/11
10	**(معرکۂ) بدر**	
1	معرکۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	72/2
2	غزوۂ بدر کا مختصر تذکرہ	331/2
3	بدر کا معنی اور اس کا جغرافیائی محل وقوع	341/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	بدر میں مسلمانوں کا ضعف	341/2
5	بدر میں مسلمانوں کی مغلوبیت کے اسباب	341/2
6	جنگ بدر میں قتال ملائکہ	343-353/2 558-569/4
7	غزوۂ بدر کا خلاصہ	533/4
8	غزوۂ بدر کے متعلق احادیث	534/4
9	غزوۂ بدر کے دن حضور کا گڑگڑا کر دعا کرنا	557/4
10	غزوۂ بدر میں اللہ کی امداد کی چھ انواع	572/4
11	غزوۂ بدر کی رات مسلمانوں پر غنودگی کا طاری ہونا	573/4
12	غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ اور بارش کا نزول	573/4
13	رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب	576/4
14	کفار بدر کے قتل کی نفی	592/4
15	فتح بدر میں سیدنا محمد ﷺ کی دلیل نبوت	644/4
16	کفار اور مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی حکمت	644/4
17	مقتولین بدر کی بوقت موت کیفیت	655/4
18	کفار بدر کا متبعین فرعون کے مماثل ہونا	657/4
19	مسلمانوں پر تخفیف کر کے مشکل حکم کو منسوخ کرنا	691/4
20	کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجوہات	691/4
21	بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا صحابہ سے مشورہ کرنا	692/4
22	فدیہ لینے کی وجہ سے عتاب کے محامل	693/4
23	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے جوابات	696/4
24	مشرکین کے قتل سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنا	697/4
25	بدر میں بلا اذن مال غنیمت لینے کے باوجود عذاب کا نازل نہ ہونے کا سبب	699/4
26	بدر میں رسول اللہ ﷺ کی غیب کی خبر	702/4
27	بدر کے قیدیوں سے فدیہ	704/4
28	حاضرین بدر کو ان کی فضیلت کی وجہ سے صف اول میں بٹھانا	784/11
29	جنگ بدر میں کفار کی شکست کی خبر	595/11
30	جنگ بدر میں حضور ﷺ کی فتح کی دعا	596/11
11	**بددُعا**	
1	اپنے آپ کو اور اپنے اموال کو بددُعا دینے کی ممانعت	333/5
12	**بدکار**	
1	بدکاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	574/5
2	بدکاروں کے لیے وعید	676/6
13	**بدگمانی**	
1	بدگمانی دور کرنے کیلئے وضاحت کرنے کا استحباب	841/5
2	مسلمان کے متعلق بدگمانی کا حرام ہونا	297/11
3	ظن اور گمان بے جواز اور عدم جواز کے محمل	298/11
14	**بدلہ دینا**	
1	دیکھیے "13: جزاء" صفحہ 102	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	بدلہ لینا	
1	بدلہ لینے میں تجاوز کرنا	603/6
2	بدلہ کے بجائے صبر	604/6
3	بدلہ نہ لینے میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک سیرت	605/6
4	بدلہ لینے اور نہ لینے کی آیتوں میں بظاہر تعارض کا جواب	619/10
5	بدلہ لینے کے جواز میں احادیث	621/10 624/10
6	بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث	622/10
16	بدشگون	
1	دیکھئے "24: شگون" صفحہ 155	
17	برائی	
1	برائی ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں رونما ہوتی ہے	730/2
2	برائی کے موجد کو ڈبل سزا	704/3
3	دوسرے کے جرم کی سزا	705/3
4	برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی نصیحت اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں اس کی مثالیں	900-904 7
5	برائی کو اچھائی سمجھنے والے اور ان کا شرعی حکم	657/9
6	عجب الذنب کی تحقیق	659/9
7	بدی کے متعلق مفسرین کے اقوال	503/10
18	برکات مصطفیٰ ﷺ	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں اور آپ کے بالوں سے بیماروں کا شفایاب ہونا اور دیگر برکتیں	852/5
19	بروج	
1	بروج کا لغوی و اصطلاحی معنی	252/6
2	بروج سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	255/6
3	بروج کا لغوی و عرفی معنی	264/8 648/12
4	بروج کے مصادیق میں اقوال مفسرین	649/12
5	بارہ برجوں کے معانی	650/12
6	ستاروں کی بروج میں گردش	650/12
20	سورۃ البروج	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	645/12
2	سورۃ البروج کے مشمولات	645/12
3	سورۃ البروج کے متعلق احادیث	645/12
4	سورۃ البروج سے مقصود	646/12
5	سورۃ البروج کا اختتام	662/12
21	برائی سے روکنا	
1	دیکھئے "79: امر بالمعروف و نہی عن المنکر" صفحہ 69	
22	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	
1	بسم اللہ کا معنی	146/1
2	بسم اللہ میں اسم کا الف حذف کرنے کی وجہ	147/1
3	بسم اللہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ	150/1
4	بسم اللہ کے متعلق فقہی بحث	151/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	بسم اللہ کا آیت قرآنی ہونا	151/1
6	بسم اللہ کا سورۂ فاتحہ کی جز نہ ہونا	152/1
7	بسم اللہ کا سورتوں کے شروع میں ان کی جز نہ ہونا	153/1
8	بسم اللہ کو نماز میں آہستہ پڑھنا	155/1
9	بسم اللہ کے فوائد و حکمتیں	157/1
10	بسم اللہ کے معانی	211/8 550/8
11	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکاتیب میں بسم اللہ لکھنا	681/8
12	بسم اللہ کے اسرار	212/9
23	**بسیار خوری**	
1	بسیار خوری کا اسراف ہونا	105/4
2	بسیار خوری کی مذمت	105/4
3	بسیار خوری کے دینی و دنیوی نقصانات	217/7
4	کھانے سے حد سے زیادہ بڑھنے کا معنی	411/7
24	**بشارت**	
1	بشارت دینا کیسا؟	208/10
25	**بشر**	
1	دیکھئے "85: انسان" صفحہ 70	
26	**بعث بعد الموت**	
1	بعث بعد الموت پر کفار کے اعتراض کا جواب	838/9
2	بعث بعد الموت پر دلائل	838/9 870/9
27	**بغاوت**	
1	بغاوت کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	352/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
28	**بغض**	
1	رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا	719/7
29	**سورۃ البقرہ**	
1	سورۃ البقرہ کا اجمالی تعارف	231/1
2	سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ	232/1
3	سورۃ البقرہ کا محل نزول اور آیات وحروف کی تعداد	233/1
4	سورۃ البقرہ کے فضائل	234/1
5	سورۃ البقرہ کے افتتاح واختتام میں مناسبت	1027/1
6	سورۃ البقرہ آخری دو آیتوں کی فضیلت	1030/1
30	**بلوغت**	
1	لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کا معیار	582/2
31	**ملکۂ سبا بلقیس**	
1	ملکۂ سبا کی تحقیق وتعارف	660,661/8
2	بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی پر استدلال	664/8
3	عورت کو مردوں کے کسی بھی ادارہ کی سربراہ بنانا	667/8
4	عورت کو سربراہ مملکت بنانا	669-672/8 675/8
5	تخت بلقیس کی صفت	675/8
6	بلقیس کو ہدہد کا خط پہنچانا	679/8
7	بلقیس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کی تفصیل	687/8
8	بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہونا	688/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	تخت بلقیس منگوانے کی وجوہ	688/8
10	حضرت سلیمان علیہ السلام کے ولی کا تخت بلقیس کو حاضر کرنا	689/8
11	تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کرنے کی کیفیت	691/8
12	بلقیس کے ایمان لانے کی تفصیل	694/8
13	بلقیس کا نکاح	695/8
32	سورۃ البلد	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	744/12
2	سورۃ البلد کی سورۃ الفجر کے ساتھ مناسبت	744/12
3	سورۃ البلد کے مشمولات	744/12
4	لا اقسم میں لفظ "لا" کے دو محمل	747/12
5	سورۃ البلد کی تفسیر کی تکمیل	750/12
6	وانت حل بھذا البلد کی تفاسیر	747-752/12
33	سورۂ بنی اسرائیل	
1	سورۃ کا نام	612/6
2	زمانۂ نزول اور سورۃ النحل کی سورۂ بنی اسرائیل سے مناسبت	612/6
3	سورۂ بنی اسرائیل کے مشمولات	612/6
4	اختتامی کلمات	816/6
34	بنو اسرائیل	
1	بنو اسرائیل پر اللہ کی نعمتیں	363/1
2	بنو اسرائیل اور اللہ کے مابین عہد	363/1
3	بنو اسرائیل کی تلبیس اور کتمان حق	370/1
4	یہود کی بے عملی	380/1
5	بنو اسرائیل پر فرعون کا عذاب	396/1
6	بنو اسرائیل کے لیے سمندر چیرنا	400/1
7	بنو اسرائیل کی قبولیت توبہ	401/1
8	بنو اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر لے جانا	404/1
9	ستر اسرائیلیوں کا دوبارہ زندہ ہونا	405/1
10	میدان تیہ میں بنو اسرائیل کی سرگردانی	405/1
11	بنو اسرائیل کا حطۃ کو حطۃ کہنا	406/1
12	بنو اسرائیل پر طاعون کا عذاب	407/1
13	اسرائیل کی حکومت، یہود پر عذاب کے باوجود	412/1
14	بنو اسرائیل کے سروں پر پہاڑ معلق کرنا	417/1
15	موجودہ بندروں کے مسخ شدہ اسرائیلی ہونا	419/1
16	بنو اسرائیل کی گائے	417/1
17	بنو اسرائیل کی تحریف	435/1
18	بنو اسرائیل کا اللہ کی نعمتوں کو کفر سے تبدیل کرنا	754/1
19	بنو اسرائیل کی ایک جماعت کی طرف مسلمانوں اور نبی ﷺ کا جہاد کے لیے جانا	877/1
20	بنو اسرائیل کا تابوت	881/1
21	بنو اسرائیل کی عہد شکنی	127/3
22	بنو اسرائیل کے انبیاء	145/3
23	بنو اسرائیل کے بادشاہ	146/3
24	بنو اسرائیل کا اپنے زمانے میں سب سے افضل ہونا	146/3
25	میدان تیہ میں بنو اسرائیل	149/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	بنواسرائیل کا دوبارہ اندھا اور بہرا ہونا	258/3
27	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنواسرائیل پر لعنت	267/3
28	بنواسرائیل پر نازل ہونے والا طعام	368/3
29	بنواسرائیل کو مصر اور شام پر قابض کرنا	283/4
30	بنواسرائیل نے کون سا سمندر پار کیا تھا؟	286/4
31	بنواسرائیل کی ناشکری اور احسان فراموشی	288/4
32	بنواسرائیل کا بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنا	334/4
33	توبہ قبول کرنے کے باوجود بنواسرائیل پر عذاب کی وعید	348/4
34	ستر اسرائیلیوں کا انتخاب	351/4
35	بنواسرائیل کے بوجھ اور ان کے طوق کا اٹھانا	377/4
36	اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بنواسرائیل کی نافرمانیاں	399/4
37	نافرمانی پر اصرار کرنے والے اسرائیلیوں کو بندر بنانا	402/4
38	بنی اسرائیل کے گھروں کو قبلہ بنانے کے محامل	459/5
39	بنی اسرائیل کی قومِ فرعون سے نجات اور فرعون کا غرق ہونا	461/5
40	بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلانا	410/7
41	بنی اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنا	417/7
42	بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کی وجوہ	771/8
43	بنی اسرائیل کو امامت اور بادشاہت سے نوازنا	772/8
44	بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی اور فرعون کا تعاقب	320/8
45	بنی اسرائیل کو کس زمین کا وارث بنایا گیا تھا؟	322/8
46	بنی اسرائیل کی فضیلت اور ان کی آزمائش	771/10
47	بنواسرائیل کو دی گئی نعمتیں	800/10
48	بغض وعناد کی بناء پر بنی اسرائیل کا حق سے انکار کرنا	801/10
35	**بنوقریظہ**	
1	بنوقریظہ کی عہد شکنی	659/4
2	غزوۂ بنوقریظہ کا مختصر تعارف	352/9
3	غزوۂ بنوقریظہ کے متعلق احادیث	411/9
4	بنوقریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا	410/9
36	**غزوۂ بنوالمصطلق**	
1	غزوۂ بنوالمصطلق میں منافقین کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	901/11
37	**غزوۂ بنوقینقاع**	
1	غزوۂ بنوقینقاع میں منافقوں کے خلاف سازش کرنا	900/11
38	**غزوۂ بنونضیر**	
1	غزوۂ بنونضیر	802/11
2	غزوۂ بنونضیر کی مزید تفصیل	803/11
3	بنونضیر کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل	805/11
4	بنونضیر کے درختوں کو کاٹنا اور چھوڑ دینا	808/11
5	اموال بنونضیر صرف مہاجرین کو عطا فرمانا	817/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	بنو نضیر کو منافقین کا ورغلانا	831/11
39	**بھاگنا (میدان جنگ سے)**	
1	میدان جنگ سے پسپائی کی دو جائز صورتیں	589/4
2	اگر دشمن کی تعداد مسلمانوں سے کم یا دوگنا ہو تو پھر مسلمانوں کا بھاگنا جائز نہیں	590/4
3	میدان جنگ سے بھاگنے کا عموم یا خصوص	591/4
40	**بہتان**	
1	اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا	133/4
41	**بھولنا**	
1	دیکھئے "18: نسیان" صفحہ 267	
42	**بیع**	
1	بیع مطلق و بیع سلم کی تعریف	1003/1
2	بیع سلم کی شرائط	1004/1
3	پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بغیر توڑے بیع	608/3
4	باغوں میں پھلوں کی مروجہ بیع کے جواز کی صورتیں	609/3
43	**بیٹھنا**	
1	کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق	929/1
2	چار زانو بیٹھنا	930/1
44	**بیٹی**	
1	بیٹیوں کو عار سمجھنے کی مذمت	467/6
2	بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے متعلق احادیث	468/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں	719/6
4	اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے	665/10
5	مذکر و مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
6	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	636/10
7	فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں	667/10 703/10
45	**بیٹا**	
1	مذکر و مؤنث کی پیدائش کی علامات	634/10
2	بیٹی کے ذکر کو بیٹے کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	634/10
46	**بیماری**	
1	عام لوگوں کی بیماری کے اسباب	337/8
2	نبی علیہ السلام اور نیک لوگوں کی بیماری کے اسباب	338/8
3	بیماری کے متعلق عارفین کے اقوال	339/8
47	**بیعت**	
1	جاہل پیروں کی بیعت کا حرام ہونا	377/8
2	شیخ، امام یا امیر کی بیعت کا ضروری ہونا	649/8
3	حضور ﷺ کا اسلام لانے والی خواتین سے بیعت لینا	859/11
4	حضور ﷺ کی بیعت لینے کی کیفیت	860/11
5	اصحاب بیعت رضوان کی فضیلت	250/11
6	کس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی؟	251-255 11
48	**سورۃ البینہ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	901/12
2	البینہ: ۱، اور البینہ: ۴، میں تعارض کا جواب	904-906/12
3	سورۃ البینہ کی تفسیر کا اختتام	924/12
49	**بیوی**	
1	دیکھئے ''14: زوجہ'' صفحہ 142	

پ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**پاک**	
1	ہڈی کا پاک ہونا	840/9
2	انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد بالوں کا پاک ہونا	841/9
3	بال، ہڈی اور دیگر سخت وٹھوس اجزاء کی طہارت میں مذاہب فقہاء	841/9
4	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	842-850/9
2	**پانی**	
1	پانی پینے کے آداب	107/4
2	کھڑے ہوکر پانی پینا	108/4
3	وضو کے بچے ہوئے پانی اور آب زمزم کو کھڑے ہوکر پینا چاہیے	112/4
4	پانی کے ساتھ غیر اللہ کی تمثیل کے محامل	64/6
5	بارش کے پانی سے کھیتوں اور باغوں کی روئیدگی	365/6
6	تمام چیزوں کی پانی سے پیدائش کے بارے میں ایک اشکال کا جواب	546/7
7	پانی سے ہر چیز کی حیات کے بارے میں سائنس کا نظریہ	547/7
8	پانی کی تفسیر	253/8
9	میٹھا پانی فراہم کرنے کی نعمت	680/11
3	**پردہ**	
1	دیکھئے ''12: حجاب'' صفحہ 111	
4	**پرہیز**	
1	قرآن وحدیث سے پرہیز کے ثبوت کے دلائل	510/6
5	**پرندہ**	
1	پرندوں کو پالنے کے متعلق احادیث	389,390/8 629/8
6	**پڑوسی**	
1	دیکھئے ''4: جار'' صفحہ 101	
7	**پل صراط**	
1	پل صراط پر کفار، مومنین اور فساق وصالحین کے احوال کے متعلق احادیث	877/9
8	**پناہ طلب کرنا**	
1	فتنہ باز لوگوں سے پناہ طلب کرنا	392/10
2	اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا	1046/12
9	**پوسٹ مارٹم**	
1	غیر مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کا جواز	185/9
2	مسلم اموات کے پوسٹ مارٹم کا عدم جواز	185/9
10	**پہاڑ**	
1	پہاڑ میں نشانیاں	712/12
2	قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال	515/12
11	**پیش گوئی**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	علم نجوم کی بنیاد پر پیش گوئیاں	526/8
2	علم جفر کی بنیاد پر پیش گوئیاں	532/8
3	حساب و کتاب اور سائنسی آلات کے ذریعے پیش گوئی	532/8
4	رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کی پیش گوئی	129/9
12	**پیشہ**	
1	رزق حلال کی طلب کیلئے کسی بھی پیشہ کی فضیلت	639/7
2	بعض پیشوں کو گھٹیا اور باعث عار سمجھنا	641/7
3	جائز پیشوں کی فضیلت	608/9
4	بعض پیشوں کو برا جاننے کی مذمت	608/9
13	**پیوند کاری**	
1	ایک انسان کے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے اعضاء کی پیوندی کاری کرنا	154/9
2	اپنے جسم کے بعض اعضاء کو نکلوانا یا کٹوانا تغیر خلق اللہ ہے	159/9
3	انسانی اجزاء کے ساتھ پیوند کاری کی ممانعت	160-169/9
14	**پیشواء**	
1	قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دینی پیشواؤں کو ترجیح دینا کیسا؟	122/5
2	احبار اور رہبان کا معنی	121/5
3	یہودی اور عیسائی علماء کے مال کمانے کے ناجائز طریقے	126/5
15	**پیدائش**	
1	تمام مخلوق کی پیدائش مبنی بر حکمت ہے	169/6

ت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**تباہ**	
1	گذشتہ تباہ ہونے والی بستیاں	139/7
2	**تبلیغ**	
1	تبلیغ رسالت	244/3 249/3
2	تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل پر لعنت	267/3
3	جن لوگوں کو قرآن وحدیث کی تبلیغ کی گئی	415/3
4	تبلیغ کا فرض کفایہ ہونا	403/4
5	رسول اللہ ﷺ نے انتہائی تبلیغ کر دی ہے	485/5
6	کیا حضور ﷺ نے کفار کے طعن و تشنیع کے خوف سے تبلیغ میں کمی کی؟	510/5
7	تبلیغ میں نرمی اور حسن اخلاق	742/6
8	کفار کو تبلیغ کرنے سے منع کرنے کی توجیہ	388/11
3	**تبیان القرآن**	
1	تفسیر تبیان القرآن کی تکمیل اور کلمات تشکر	1055/12
2	تبیان القرآن جلد ثانی عشر کی مفصل ڈائری	1058/12
3	تبیان القرآن کی تصنیف کی ڈائری	1059/12
4	**غزوۂ تبوک**	
1	غزوۂ تبوک کی تیاری	135/5
2	غزوۂ تبوک کی تنگی اور سختی	280/5
3	غزوۂ تبوک میں ساتھ جانے والوں کی چار قسمیں	255/5
5	**عقیدۂ تثلیث**	
1	عقیدۂ تثلیث کا ابطال	192/2 886/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	عقیدۂ تثلیث	260/3 261/3
6	تجوید	
1	مالک اور ملک کی قراءتیں	172/1
7	تحفہ دینا	
1	ایک دوسرے کو تحفہ دینے کا جواز	685/8
2	معاوضے کی طلب سے کسی کو ہدیہ دینا	195-197/9
8	تحویل قبلہ	
1	ابتدائی قبلہ	565/1
2	تحویل قبلہ کا بیان	565/1
3	تحویل قبلہ کے مسائل	566/1
4	نماز میں ایک طرف منہ کرنے کے اسرار	567/1
5	اہل کتاب پر تحویل قبلہ کا بھاری ہونا	576/1
6	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	577/1
7	اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم	578/1
8	قبلہ کے بارے میں شک کرنے کی ممانعت	582/1
9	حضور ﷺ کے لیے اللہ کی ذات کا قبلہ ہونا	582/1
10	کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو تین بار ذکر کرنے کی حکمتیں	584/1
11	استقبال قبلہ کے فقہی مسائل	568/1
9	سورۃ التحریم	
1	سورۃ کا نام	97/12
2	سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم میں مناسبت	97/12
3	سورۃ التحریم کے مشمولات	98/12
4	سورۃ التحریم کا اختتام	133/12
10	تخلیق	
1	زمین، آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کرنے کی تفصیل	442-445 10
11	تدبر	
1	مخلوق وخالق میں غوروفکر	520/2
2	غوروفکر کرنے کا محل آیا دل ہے یا دماغ؟	768/7
3	تدبر کا معنی	88/10
4	قرآن مجید کے معانی پر غوروفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا قرآن کی ناقدری کرنا ہے	88/10
5	قرآن کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا	517/10
6	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غوروفکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
12	تدبیر	
1	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	195/12
13	تربیت	
1	اللہ تعالیٰ کی تربیت میں غوروفکر	171/1
14	ترغیب	
1	ترغیب کا معنی	117/2
15	ترہیب	
1	ترہیب کا معنی	117/2
16	تزکیہ	
1	تزکیۂ نفس	698-700 12
17	تسبیح باری تعالیٰ	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	کون کون سی چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	723/6
2	جانداروں اور بے جانوں کی تسبیح	150/8
3	کنکریوں، طعام اور پرندوں کی تسبیح	156/8
4	تسبیح کرنے والوں کی اقسام، مراتب اور درجات	500/9
5	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی منقطع نہیں ہوتی	864/11
6	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اقسام	713/11
7	اللہ تعالیٰ کے اسم کی تسبیح کی توجیہات	704/11
8	رات کو اٹھ کر تسبیح پڑھنا	341/11
9	کسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	467/11
10	تسبیح کا معنی	683/12 1020/12
18	**تصوف**	
1	تصوف کے جھوٹے مدعی	194/7
19	**تصویر**	
1	تصویر بنانے کا شرعی حکم	708/8
2	جاندار کی تصویر بنانے کی تحریم	708/8
3	بے جان کی تصویر بنانے کا جواز	709/8
4	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء شافعیہ و مالکیہ کا نظریہ	709/8
5	تصویر بنانے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ	710/8
6	تصویر بنانے کے حکم میں علماء ازہر کا نظریہ	711/8
7	تصویر بنانے کے حکم میں علامہ غلام رسول سعیدی کا نظریہ	711/8
8	ویڈیو اور ٹی وی کی تصاویر کا شرعی حکم	712/8
9	پاسپورٹ کے فوٹوگراف کی رخصت	713/8
10	تصویروں کا شرعی حکم	612/9
20	**تصدیق**	
1	تصدیق کی اقسام	518/11
21	**تعظیم رسول ﷺ**	
1	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں صحابہ کا عمل	388/4
2	وصال کے بعد بھی حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر	388/4
3	رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ادب واحترام	389/4
4	رسول اللہ ﷺ کا ادب قرآن مجید کے عمل پر مقدم ہے	390/4
22	**تعلیم/تعلم**	
1	تعلیم وتعلم کے آداب	177/7 257/9
23	**تعویذ**	
1	دیکھئے "48: علاج" صفحہ 183	
24	**تعظیم خداوندی**	
1	تعظیم خداوندی قدوس کی تفصیل	779/9
25	**تعریض**	
1	جھوٹ سے بچنے کیلئے کلام میں تعریض استعمال کرنا	604/7
2	تعریض اور کنایہ کا فرق	606/7
3	قرآن واحادیث میں تعریض کا استعمال	606/7
4	تعریض کی تعریف اور اس کے ثبوت میں احادیث	901/9

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	**تعجب**	
1	تعجب کے معنی	870/9
27	**سورۃ التغابن**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	909/11
2	سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن میں مناسبت	909/11
3	مسبحات اور آخری چھ سورتوں میں ارتباط	910/11
4	سورۃ التغابن کے مشمولات	910/11
5	سورۃ التغابن کا اختتام	921/11
28	**تفسیر کبیر (للامام رازی)**	
1	مفتی محمد شفیع کانپوری کا تفسیر کبیر کو امام رازی کی تفسیر نہ قرار دینا	916/12
2	ابوالکلام آزاد کی تفسیر کبیر پر مبہم تنقید	917/12
3	تفسیر کبیر کے محاسن	918/12
29	**تفسیر**	
1	تفسیر اور تاویل کا لغوی معنی	118/1
2	تفسیر کے اصطلاحی معنی	119/1
3	تفسیر اور تاویل میں فرق	120/1
4	تفسیر قرآن کی فضیلت پر عقلی دلائل	121/1
5	تفسیر قرآن کی فضیلت کے متعلق احادیث	121/1
6	قرآن کی تفسیر کرنے والوں کے طبقات	124/1
7	تفسیر کی کتابوں کو بے وضو ہاتھ لگانا	58/1
30	**تقویٰ**	
1	تقویٰ کا صیغہ اور اس کا لغوی معنی	242/1
2	تقویٰ کا اصطلاحی معنی	243/1
3	تقویٰ کے متعلق احادیث	245/1
4	تقویٰ کے مراتب	246/1
5	اللہ سے ڈرنے کا حکم	285/2
6	تقویٰ کا معنی	287/2
7	تقویٰ کے متعلق احادیث	286/2
8	تقویٰ کی تعریف اور اس کی ضرورت	707/7
9	تقویٰ کے مصداق میں متعدد اقوال	147/11
10	کلمۃ التقویٰ کے متعلق متعدد اقوال	263/11
11	تقویٰ کو پرکھنے کا معنی	278/11
12	تقویٰ کا بیان	149/12
31	**تقلید**	
1	تقلید کی تعریف	629/1
2	تقلید کا حجت ہونا	733/2
3	تقلید مذموم اور تقلید محمود	341/3
4	تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق	637/3
5	تقلید شخصی پر دلائل	294/5
6	مسئلہ تقلید پر فاسئلوا اھل الذکر سے استدلال	428/6
7	مذکورہ استدلال پر نواب صدیق حسن خان کے اعتراضات کے جوابات	429-432/6
8	تقلید کا لغوی و اصطلاحی معنی	432/6
9	قرآن کریم سے تقلید پر استدلال	433/6
10	احادیث سے تقلید پر استدلال	433/6
11	آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے تقلید پر استدلال	434/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	غیر مقلد علماء کی عبارات سے تقلید پر استدلال	444/6
13	تقلید کی ضرورت	446/6
14	ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب	448/6
15	تقلید پر امام غزالی کے دلائل	449/6
16	تقلید پر امام رازی و آمدی کے دلائل	450/6
17	تقلید پر شیخ ابن تیمیہ کے دلائل	451/6
18	مسئلہ تقلید میں حرف آخر	451/6
19	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا	340/7
20	مسئلہ تقلید	523/7
21	تقلید مخطی اور تقلید مصیب کی تعریف	151/8
22	عقائد میں اندھی تقلید کا مذموم ہونا	67/9
23	تقلید اور عقیدہ کا فرق	273/9
24	عقائد میں تقلید کا جواز یا عدم جواز	273/9
25	تقلید کی تحقیق	375/10
32	**تقدیر**	
1	مسئلہ تقدیر	154/5 537/5
2	جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تقدیر میں شقی ہونا لکھ دیا تو پھر معصیت میں اس کا کیا قصور ہے؟	625/5
3	تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کے متعلق احادیث	625/5
4	قضاء مبرم کو کوئی نہیں ٹال سکتا	626/5
5	تقدیر پر ایمان لانا	626/5
6	تقدیر میں بحث کرنا	627/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	قصۂ یوسف میں تقدیر کے غالب آنے کی مثالیں	728/5
8	قضاء معلق اور قضاء مبرم	119/6
9	تقدیر کا تدبیر پر غالب آنا	652/8
10	تقدیر پر وارد ہونے والے اشکالات کے جوابات	965-968/9
11	منکرین تقدیر کے متعلق احادیث اور ان سے تعلقات کا شرعی حکم	415/10
12	تقدیر پر ایک مشہور اشکال کا جواب	913/11
13	مسئلہ تقدیر	597/11
14	تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے اقوال	597/11
15	تقدیر کے متعلق احادیث	598/11
16	تقدیر کے متعلق قرآن کی آیات	71/12
17	تقدیر کا لغوی و اصطلاحی معنی	72/12
18	تقدیر کا کھوج لگانے کی ممانعت	72/12
19	خلق اور تقدیر کا فرق	73/12
20	قضاء معلق اور قضاء مبرم	74/12
21	تقدیر کے متعلق احادیث	75/12
22	جبر	770-774/12 785/12
23	تقدیر کے متعلق آیات و احادیث	686/12
24	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق	248/12
25	ہدایت اور گمراہی کا اللہ کی تقدیر سے ہونا	249/12
33	**تقسیم کرنا**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تقسیم کرنے والے	323/6
34	**تقویم**	
1	اسلامی تقویم	716/1
2	عبادات و معاملات میں قمری تقویم کا اعتبار	132/5
3	تاریخ کا تعین قمری حساب سے کرنا چاہیے	328/5
35	**تقیہ**	
1	تقیہ کی تعریف، اقسام اور شرعی حکم	112/2
2	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ	113/2
3	تقیہ کے متعلق آئمہ اہل سنت کا نظریہ	115/2
36	**تکبر**	
1	تکبر کا معنی	340/1 318/4
2	ابلیس کے تکبر کا بیان	340/1
3	نسلی تفاخر	739/1
4	غرور کا معنی	528/2
5	تکبر کرنے والے کے لیے ذلت اور پستی	75/4
6	تکبر کی مذمت میں قرآنی آیات	319/4
7	تکبر کی مذمت میں احادیث طیبہ	320/4
8	تکبر کی وجہ سے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا	321/4
9	بغیر تکبر کے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا	322-331/4
10	تکبر کی مذمت	552/5
11	تکبر کی مذمت کے متعلق احادیث	395/6 716/6
12	متکبرین کی مغفرت	396/6
13	اکڑ اکڑ کر چلنا	715/6
14	بیویوں اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا	114/7
15	تکبر کی مذمت میں احادیث	151/10
16	تکبر کی تعریف اور متکبرین کا حشر	287/10
17	تفاخر کی مذمت میں حدیث	734/11
37	**تکلف**	
1	تکلف اور متکلفین کا معنی	156/10
2	تکلف اور تصنع کی مذمت میں احادیث	157/10
38	**سورۃ التکویر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	584/12
2	سورۃ التکویر کے مشمولات	584/12
3	سورۃ التکویر کا اختتام	603/12
39	**سورۃ التکاثر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	955/12
2	سورۃ التکاثر کی تفسیر کی تکمیل	966/12
40	**تلاوتِ کلام پاک**	
1	تلاوتِ قرآن پاک کے آداب	677/9
2	جنبی اور حائض کے لیے تلاوت قرآن پاک	692/11
41	**تمباکو نوشی**	
1	تمباکو نوشی کا شرعی حکم	305/3
42	**تہجد**	
1	تہجد کا معنی	773/6
2	تہجد کی رکعات	773/6
3	تہجد کا نفل ہونا	774/6
4	تہجد کی نماز کی فضیلت و اہمیت	472/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	تہجد کی نماز کے فضائل	183/10
6	نماز تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	337/12
7	تہجد کی فرضیت کا منسوخ ہونا	338/12
8	نماز تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات	338/12
9	تہجد پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	347/12
10	تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی توجیہ	354/12
11	نماز تہجد میں کتنا قرآن پڑھنا چاہیے؟	353/12
43	**توسل**	
1	وسیلہ کا معنی	187/1
2	انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ	188/1
3	توسل بعد از وصال پر اعتراضات کے جوابات	196/1
4	توسل بعد از وصال کے متعلق علماء کرام کے نظریات	198/1
5	حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا	448/1
6	وسیلہ بمعنی ذریعہ تقرب	171/3
7	انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا	171-173/3
8	وسیلہ بمعنی درجہ جنت	174/3
9	دعا اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق	174/3
10	دعا اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	175/3
11	وسیلہ بمعنی مرشد کامل	176/3
44	**توبہ**	
1	توبہ کا معنی	354/1
2	قرآن وسنت میں توبہ کا بیان	355/1
3	توبہ کے قبول ہونے کی شرائط	617/1
4	کوئی بھی توبہ سے مستغنی نہیں	84/2
5	استغفار کی فضیلت	86/2
6	توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید	375/2
7	توبہ کی تعریف، ارکان اور شرائط	378/2
8	گناہوں کو معین کر کے توبہ کرنا	379/2
9	جہالت سے گناہ کرنے پر توبہ	610/2
10	موت کے وقت توبہ کی مقبولیت	611/2
11	توبہ کی حقیقت	349/4
12	ابولبابہ انصاری کی توبہ	611/4
13	جلاس بن سوید کی توبہ	200/5
14	ابولبابہ کی توبہ	246/5
15	نبی ﷺ کا توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنے کی توجیہ	278/5
16	مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کا محمل	279/5
17	اللہ تعالیٰ کا بار بار توبہ قبول فرمانا	281/5
18	حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی توبہ قبول ہونے کی تفصیل	282/5
19	استغفار کے حکم کے بعد توبہ کے حکم کی توجیہ	494/5
20	توبہ کرنے کی ترغیب میں احادیث	157/6
21	توبہ کی اقسام	105/10
22	تائب کے لیے بری جگہ اور برے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب	139/10
23	توبہ کی ضرورت کیوں؟	285/10
24	توبہ کب قبول نہیں ہوتی؟	424/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
25	توبہ کا لغوی و عرفی معنی اور اس کے متعلق احادیث	591/10
26	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو توبہ کا حکم دینے کی توجیہ	114/12
27	توبہ نہ کرنا	406/12
28	توبۃ النصوح کی تعریف	127/12
29	توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہونا	128/12
45	**تورات**	
1	توراۃ کا معنی	38/2
2	پرانے عہد نامے کے مشمولات	38/2
3	اصل تورات کے مشمولات	39/2
4	موجودہ تورات کے متعلق یہودی، عیسائی اور منکرین کا نظریہ	39/2
5	تورات کا تلف ہو جانا	40/2
6	تورات کی نشاۃ ثانیہ	40/2
7	موجودہ تورات کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں	41/2
8	اصل تورات کے متعلق قرآن کے ارشادات	43/2
9	موجودہ تورات کا محرف ہونا	44-52/2
10	تورات میں تحریف	129/3 191/3 584/3
11	موجودہ تورات میں آیت رجم	197/3
12	قرآن کی صداقت	201/3
13	تورات کی تختیوں کا مادہ، تعداد اور تاریخ نزول	313/4
14	تورات میں ہر چیز کی تفصیل	314/4
15	تورات کے احکام کا درجہ بدرجہ ہونا	315/4
16	تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالنا	341/4
17	الواح تورات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کی امت کی خصوصیات	316/4
18	تورات کی تختیاں ٹوٹی تھیں یا نہیں	351/4
19	احکام تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	882/11
20	موجودہ تورات کے متن میں حضور ﷺ کے متعلق بشارتیں	882/11
46	**توکل**	
1	توکل کا معنی	431/2
2	توکل کے متعلق قرآن کی آیات و احادیث طیبہ	432/2
3	توکل کی صحیح تعریف	433/2
4	کیا اسباب کو ترک کرنا توکل ہے؟	435/2
5	کیا اشیاء کو جمع کرنا توکل کے خلاف ہے؟	438/2
6	اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو کوئی مددگار نہیں ہو سکتا	439/2
7	توکل کا معنی و مفہوم	227/4 420/6 111/9
8	دم کرانے پر توکل	227/4
9	توکل کی تعریف پر اشکال و جواب	229/4
10	توکل کا غلط مفہوم	81/6
11	توکل کا صحیح مفہوم	82/6
12	کیا سفر میں زادِ راہ لینا توکل کے خلاف ہے؟	153/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	توکل کی تحقیق	468/8
14	حق توکل کا معنی	469/8
15	کیا اسباب کو ترک کرنا توکل میں شامل ہے؟	469/8
16	توکل کی تعریف میں صوفیاء کے اقوال	470/8
17	متوکلین کے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا	287/10
18	اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تلقین	198/12
19	توکل کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	70/12
47	تواضع	
1	تواضع کرنے والے کے لیے سربلندی	75/4
2	تواضع کی تعریف	552/5
48	سورۃ التوبہ	
1	سورۃ التوبہ کے اسماء اور وجہ تسمیہ	35/5
2	سورۃ التوبہ کے اسماء کے متعلق احادیث	36/5
3	سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال کی باہمی مناسبت	37/5
4	سورۃ التوبہ کا زمانۂ نزول	38/5
5	سورۃ التوبہ کے نزول کا پیش منظر و پس منظر	39/5
6	سورۃ التوبہ کے مسائل و مطالب	41/5
7	سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی توجیہات	43/5
8	سورۃ التوبہ سے قبل بسم اللہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	45/5
9	سورۃ التوبہ کے مدنی ہونے سے بعض آیتوں کا استثناء	47/5
10	سورۃ التوبہ کی آخری آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے یا نہیں؟	309-312 5
11	سورۃ التوبہ کی آخری آیت کی فضیلت	312/5
12	سورۃ التوبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ رضی اللہ کی شہادت سے قرآن میں مندرج ہوئی یا حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ کی شہادت سے؟	405/9
49	توہینِ رسالت	
1	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق احادیث و آثار	79/5
2	توہین رسالت کرنے والے غیر مسلم کو اسلامی ملک میں قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	79/5
3	شریعت کی توہین کرنے والا تورات کی تصریح کے مطابق واجب القتل ہے	85/5
4	نبی علیہ السلام کی شان میں توہین کا لفظ کہنا کفر ہے اگرچہ توہین کی نیت نہ ہو	184/5
5	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کی شدید مذمت	1033/12
50	توحید باری تعالیٰ	
1	توحید کے اثبات پر دلائل	361/5
2	سورج و چاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	36/6
3	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے توحید باری پر استدلال	39/6
4	زمین کے مختلف طبقات سے توحید باری پر استدلال	41/6
5	مختلف ذائقوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	42/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	354,461 479,722/6 380/7 238,674 859/9
7	زمین کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	366/6
8	سورج اور چاند سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانی	367/6
9	اس کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال	379/6
10	صرف توحید کی وحی کی جانے پر اعتراض کا جواب	696/7
11	بارش کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل	252/8
12	اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل	303/8
13	زمین کی خصوصیات سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	715/8
14	عقیدۂ توحید کی تعلیم	65/8
15	انسان کے اپنے نفس اور خارجی کائنات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	135/9
16	انسان اور بشر کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	145/9
17	کائنات کی دیگر کئی اشیاء سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال	146-150/9
18	توحید کی فضیلت	238/9
19	زمین کی روئیدگی سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	760/9
20	دن اور رات کے توارد میں توحید باری تعالیٰ پر استدلائل	762/9
21	توحید کی ترغیب	837/9
22	اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے سے اس کی توحید پر استدلال	135/10
23	اللہ تعالیٰ کی توحید پر آسان اور عام فہم دلیل	22تا/10
24	توحید باری تعالیٰ پر دلیل	509/10
25	ازواج کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	659/10
26	چوپایوں اور کشتیوں کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	660/10
27	آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	788/10
28	انسانوں، حیوانوں اور درختوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
29	رات اور دن کے اختلاف سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
30	بارش سے روئیدگی اور ہواؤں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال	789/10
31	توحید کے مراتب	806/10
32	حضور ﷺ پہلے سے اللہ کی توحید کے عالم تھے	149/11
33	تخلیق انسان سے توحید باری پر استدلال	667/11
34	انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	374/11
35	عالم کبیر کی نشانیوں کے مقابلے میں عالم صغیر کی نشانیاں	375/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل	568/11
37	رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ کی توحید پر دلائل	779/12
38	نر اور مادہ کو پیدا کرنے میں اللہ کی توحید کی نشانی	780/12
39	اونٹ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں	711/12
40	اللہ تعالیٰ کا خوب صورت چیزوں سے اپنی توحید پر استدلال نہ فرمانا	713/12
41	اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے اس کی توحید پر دلیل	685/12
42	اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل	578-580/12
51	**توریہ**	
1	توریہ کی تعریف اور اس کے ثبوت میں احادیث	901/9
52	**تیمم**	
1	تیمم کی تعریف اور شرائط	684/2
2	جنبی کے لیے جواز تیمم	682/2
3	تیمم کے مسائل	685/2
4	تیمم کا طریقہ اور دیگر احکام	114/3
53	**سورۃ التین**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	868/12
2	سورۃ التین کے مشمولات	868/12
3	سورۃ التین کی تفسیر کی تکمیل	873/12
54	**تیر اندازی**	
1	تیر اندازی کے فضائل	663/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	اس دور میں تیر اندازی کے مصداق ایٹمی میزائل ہیں	664/4
3.	ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے تفکر کرنا اور اس کیلئے سائنسی علوم حاصل کرنا افضل ترین عبادت ہے	665/4
4	جہاد کے لیے بندھے ہوئے گھوڑوں کی فضیلت اور اس دور میں اس کے مصداق	667/4
5	دشمنان اسلام کو مرعوب کرنے کی حکمت	669/4

ٹ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ٹیکس**	
1	ٹیکس لگانا	127/7
2	ٹیکس لگانے کا وجوب	129/7
3	حکومت کا ٹیکس کی آمدنی کو ذاتی تصرف میں لانا	131/7
4	انکم ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں کی تحقیق	625/10

ث

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ثابت قدمی**	
1	سابقہ امتوں کی مصائب میں ثابت قدمی	398/2
2	آپ کو پیغام حق سنانے میں ثابت قدم رکھنا	775/7
2	**حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنا	202/5
2	حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا بدری صحابی ہونا	203/5
3	حضرت ثعلبہ کو منافق قرار دینے والی روایت کا ضعف	204-209/5
3	**ثواب**	
1	ثواب کا فضل ہونا	312/2

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ثواب کے درجات	445/2
3	مومنوں کو ثواب عطا فرمانے کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی وجہ سے ہے	480/5
4	ثواب کا بیان	62/9
5	ثواب میں اضافہ	894/12
4	**قوم ثمود**	
1	دیکھئے ''2: حضرت صالح علیہ السلام'' صفحہ 159	

ج

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**جانور**	
1	مویشیوں کے کان چیرنا	803/2
2	مویشیوں میں اللہ کے حقوق	633/7
3	مویشیوں میں بندوں کے حقوق	634/7
4	مویشیوں کو گابھن کرنے کی اجرت	634/7
5	رہن رکھے ہوئے مویشیوں سے استفادہ	635/7
6	مویشیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا	636/7
7	جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب	35/3
8	جس جانور کو درندوں نے کھا لیا ہو، اس کا حکم	56/3
9	حرام جانور	84/3
10	جانوروں کے حساب و قصاص کے متعلق احادیث	451/3
11	جانوروں کے انسانوں سے وجوہ مماثلت	452/3
12	بکریوں، گایوں، اور اونٹوں کے مقاصد و وظائف خلقت	355/6 662/10
13	گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو اونٹوں، گایوں اور بھیڑ بکریوں سے علیحدہ ذکر کرنا	357/6
14	گھوڑوں کا گوشت حرام ہونا	357-359/6
15	پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت	360/6
16	جانوروں کو پالنے کے متعلق احادیث	389/8
17	موذی جانوروں کو قتل کرنا	389,390/8
18	تربیت دینے کے لیے جانوروں کو مارنا	652/8
19	جمال کا معنی اور مویشیوں کا جمال	662/10
20	جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت	356/6 663/10
2	**جاہل/ جہالت**	
1	جاہل کا وعظ، تقریر اور مرید کرنا	382/1
2	علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا حکماً جہل ہے	472/1
3	جہل کے مراتب	645/3
4	جہل مرکب	151/8
5	جہل کی مذمت	612/8
6	انسان کے جاہل ہونے کی توجیہ	585/9
3	**جادو**	
1	سحر کا معنی	461/1
2	سحر کے دلائل مع اعتراضات کے جوابات	462/1
3	سحر کے شرعی حکم کے متعلق مذاہب اربعہ	465/1
4	ھاروت ماروت پر سحر	468/1
5	سحر کی تعریف	257/4
6	سحر اور معجزہ میں فرق	257/4
7	سحر اور ساحر کا شرعی حکم	259/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	سحر کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم	259/4
9	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ	260/4
10	جادوگروں کا ایمان لانا	262/4
11	جادوگروں کی تعداد	391/7
12	جادوگروں کو لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دینا	393/7
13	ساحر کامیاب نہیں ہوتا	395/7
14	سحر کی تعریف و شرعی حکم	396/7
15	جادو سے کسی چیز کی حقیقت کا تبدیل ہونا	397/7
16	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	399-401/7
17	سحر کو صرف تخییل اور مسمریزم قرار دینا کیسا؟	310/8
18	سحر کا لغوی و اصطلاحی معنی	311/8
19	سحر اور کرامت میں فرق	313/8
20	سحر کے واقع ہونے کے دلائل	313/8
21	سحر کی اقسام	315/8
22	فرعون کے ساحروں کا ایمان لانا	316/8
23	فرعون کا اپنے جادوگروں پر الزام تراشی کرنا	317/8
24	جادوگروں کا اول المؤمنین ہونا	319/8
25	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کیا جانا	730-734/6
26	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کا اثر	735/6
27	رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر	1048-1050/12
4	**جار (پڑوسی)**	
1	پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنا	671/2
5	**جاسوس**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	جاسوس کا شرعی حکم	842/11
2	ملک کے داخلی و خارجی استحکام کے لیے محکمۂ جاسوسی قائم کرنا	300/11
6	**جان بچانا**	
1	جان بچانے کے وجوب پر بعض مسائل کی تعریف	537/5
7	**سورۃ الجاثیہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	784/10
2	سورۃ الجاثیہ کے مشمولات	784/10
3	سورۃ الجاثیہ اور سورۃ البقرہ، دونوں میں کانوں اور دلوں پر مہر لگانے کے الگ الگ محامل	813/10
4	جاثیہ کی تاویلات	825/10
5	سورۃ الجاثیہ کا اختتام	826/10
8	**جبریہ**	
1	جبریہ کا رد اور ایمان میں تقلید کا کافی نہ ہونا	674/2
9	**جبر و قدر**	
1	جبر و قدر کے مسئلہ میں مفسرین و محدثین کی تقاریر	459-470/12
2	جبر و قدر	770-774/12 785/12
10	**جبلت**	
1	جبلت کا معنی	427/8
2	طبیعت، خصلت، خلق اور عادت کا فرق	427/8
3	جبلت کے متعلق احادیث	428/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	خصلت و عادت کا معنی	434/8
5	کیا عادت کا بدلنا ممکن ہے یا نہیں؟	434/8
11	**حضرت جبریل علیہ السلام**	
1	ملائکہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کا مراد ہونا	352/6
2	حضرت جبریل علیہ السلام کا زیادہ نہ آنا	303/7
3	حضرت جبریل علیہ السلام کو روح الامین کہنا	441/8
4	کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے قرآن کے علاوہ دیگر احکام کی بھی آپ ﷺ پر وحی نازل کی؟	442/8
5	حضرت جبریل علیہ السلام کی شدت قوت اور نبی ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دوبار دیکھنا	487/11
6	حضرت جبریل علیہ السلام کی چھ صفات کا تذکرہ	594/12
7	حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	412/12
8	حضرت جبریل علیہ السلام کے فعل کو اللہ سبحانہ کا فعل قرار دینا	412/12
9	حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کے معانی پوچھنے کی ممانعت	413/12
12	**جدال**	
1	دیکھئے ''31: جھگڑنا'' صفحہ 107	
13	**جزاء**	
1	عدل کے ساتھ جزاء دینے کی توجیہ	327/5
2	جب ہر فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس پر جزاء وسزا کیوں؟	98-100/7
3	رحمان کے مقبول بندوں کی جزاء	278/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	جزاء کا مدار اعمال اور اسباب دونوں پر ہے	181/10
5	مؤمنوں اور کافروں کی جزاء کے متعلق احادیث	821/10
6	نیکوکار اور بدکار کی پوری پوری جزاء	95/11
7	جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے	718/11
8	نیکی کی جزاء کی تفسیر میں احادیث و آثار	636/11
9	کفار کی جزاء اور مومنوں کی جزاء میں امام رازی کی نکتہ آفرینی	442/11
10	مومن اور کافر کے اعمال کے بدلہ کا ضابطہ	939/12
11	جزاء اور عطا میں بظاہر تعارض کا جواب	532/12
12	آخرت میں مسلمین اور مجرمین کی جزاء	190/12
14	**جزیہ**	
1	جزیہ کا معنی	115/5
2	جزیہ کن سے وصول کیا جائے؟	116/5
3	جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء	117/5
15	**جلد بازی**	
1	عجلت کا انسان کی فطرت میں شامل ہونا	585/7
2	عجلت کی بناء پر کفار کی مذمت	585/7
16	**جمعۃ المبارک**	
1	جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ	56/5
2	جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونا	58/5
3	جمعہ کے دن حج کے متعلق اقوال مفسرین	59/5
4	جمعہ کے دن حج کے متعلق اقوال فقہاء	60/5
5	مسلمانوں کا جمعہ کے دن ہدایت کو پانا	598/6
6	جمعہ کے متعلق احادیث	874/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	جمعہ کی وجہ تسمیہ	885/11
8	نماز جمعہ کے متعلق احادیث	886/11
9	نماز جمعہ کے ضروری مسائل	887/11
10	جمعہ کی سعی، اذان اوّل پر لازم ہے یا ثانی پر؟	888/11
11	عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟	889/11
12	نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنا	890/11
13	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	891/11
14	خطبۂ جمعہ کے دوران صحابہ کے اٹھ کر چلے جانے کی توجیہ	892/11
17	**جماعت**	
1	جماعت کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	371/1
2	نوافل کی جماعت کا شرعی حکم	373/1
18	**جماع**	
1	عورتوں سے عمل معکوس کرنا	411/8
2	جنسی عمل کا تذکرہ کنایہ سے کرنا	410/8
3	تہذیب اور شائستگی کا تقاضا ہے کہ جماع اور مباشرت کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے	509/9
19	**جمادات**	
1	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر قرآن سے استدلال	579/9
2	جمادات وغیرہ کی حیات اور ان کے شعور پر احادیث سے استدلال	580/9
3	جمادات سے کلام کرنے کی توجیہ	581/9
20	**سورۃ الجمعہ**	
1	سورۃ کا نام	874/11
2	سورۃ الجمعہ کا زمانہ نزول	875/11
3	سورۃ الجمعہ کے مشمولات	875/11
4	سورۃ الجمعہ کا اختتام	893/11
21	**جمہوریت**	
1	موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق	85/10
22	**جنت**	
1	جنت کا معنی، اس کی ترغیب اور اس کی طلب	317/1
2	جنتی عورتیں اور حوریں	320/1
3	جس عورت نے دنیا میں متعدد نکاح کیے ہوں وہ عورت جنت میں کس کے ہمراہ ہوگی؟	321/1
4	جن مردوں اور عورتوں کا دنیا میں نکاح نہیں ہوا	321/1
5	جنت میں ناپاک خواہشات کی عدم موجودگی	322/1
6	جنت کی طلب کی دعا کرنا	741/1
7	جنت طلب کرنا کیسا؟	500/2
8	اہل جنت کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا	719/2
9	دخول جنت کا سبب اللہ کا فضل ہے نہ کہ اعمال کا	408/3
10	اہل جنت کے دلوں سے دنیا کی رنجش کا محو ہونا	140/4
11	جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے	141/4
12	دخول جنت کے لیے اعمال کو سبب قرار دینا	143/4
13	دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہیں اور جنت کی نعمتیں	190/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	جنت کی تخفیف	194/5
15	اہل جنت کی گفتگو کا معمول	330/5
16	جنت کے دائمی کے متعلق احادیث	353/5
17	جنت کو دار السلام کہنے کی وجوہات	649/3 354/5
18	حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی کو جنت عطا کرنے کا اختیار تھا	876/5
19	جن صفات کی بناء پر جنت عطا کی جاتی ہے	86/6
20	جنت الفردوس کو طلب کرنے کی دعا کرنی چاہیے	86/6
21	جنت میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مجتمع ہونا بھی نعمت ہے	87/6
22	جنت میں مومنوں کو فرشتوں کے سلام کرنے کے متعلق احادیث	88/6
23	جنت کی صفات	104/6
24	جنت نہ بنائے جانے کے متعلق معتزلہ کے دلائل اور ان کا رد	104/6
25	جنت میں سلام کا معنی	178/6
26	جنت کی نعمتیں	103/7
27	جنت اور اس کے مطلوب کا معنی	106/7
28	جنت الفردوس کا مقام	219/7
29	جنت کے فضائل	219/7
30	جنت کو کم تر کہنا	221/7
31	جنت اور جنتیوں کی صفات	302/7 316/7
32	جنت کی نعمتوں کی قدر دلانا	487/7
33	جنت میں مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات کی تخصیص	727/7
34	کن صفات کا حامل جنت میں داخل ہوگا؟	859/7
35	الفردوس کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	859/7
36	جنت کے وارث ہونے کا معنی	860/7
37	جنت میں ہر چاہی ہوئی چیز کا ملنا	222/8
38	جنت کی صفات	360/8
39	جنت کس جگہ پر واقع ہے؟	361/8
40	جنت کی تعریف و تحسین	557/8
41	جنت کی تخفیف نہ کی جائے	563/8
42	اپنے آپ کو جنتی کہنا	615/8
43	جنت کے بالا خانوں کا مستحق کون؟	107/9
44	جنت میں سماع کی تحقیق	140/9
45	اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ	337/9
46	جنت کا حصول اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے	508/9
47	جنت کی نعمتوں سے اہل جنت کا محظوظ ہونا	796/9
48	جنت میں حوروں اور نیک خواتین کی صفات	797/9
49	جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رضا	798/9
50	اہل جنت پر اللہ کا سلام اور اس کی عظمت و انفرادیت	800/9
51	جنت عدن کے متعلق احادیث و آثار	127/10
52	جنت کے دروازے کھلے رکھنے کے اسرار و نکات	128/10
53	متقین کے لیے جنت کی نعمتیں	129/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
54	جنت کے بالاخانے	213/10
55	اہل جنت کے دلوں کا حسد اور کینہ سے پاک ہونا	254/10 778/10
56	جنت کی نعمتیں اور اس میں اللہ کا دیدار	361/10
57	ایک فریق کا جنتی اور دوسرے فریق کا دوزخی ہونا	545/10
58	جنت کی وراثت کی توجیہ	727/10
59	اہل جنت کی دائمی نعمتیں	781/10
60	شہداء اور صالحین کے لیے دخولِ جنت میں آسانیاں	138/11
61	جنت میں انواع واقسام کے مشروبات	145/11
62	جنت میں دخول کے بعد مغفرت کے ذکر کی توجیہات	145/11
63	حصول جنت کا حقیقی اور ظاہری سبب	735/11
64	جنت کے پرندوں کی کیفیت	658/11
65	جنت کی بیریوں، کیلوں اور درختوں کی صفات	661/11
66	اہل جنت کی بیویوں کی کیفیات	662/11
67	حوروں کا حسن وجمال	659/11
68	دو جنتوں کے مصداق میں احادیث وآثار	628/11
69	جنت کے چشموں کی کیفیت	632/11
70	جنت کے بستروں اور پھلوں کی کیفیت	633/11
71	جنت کے درختوں، چشموں اور پھلوں کی نعمت	637/11
72	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	638/11
73	جس عورت کے متعدد شوہر ہوں وہ جنت میں کس کے پاس رہے گی؟	639/11
74	اہل جنت کے لیے غیر مترقبہ نعمتیں	336/11
75	جنت کے پھلوں اور گوشت کی صفات	448/11
76	اہل جنت کے مخمور ہونے کی کیفیات	448/11
77	مسلمان کی صفات اور ان کے مصادیق	449/11
78	اہل جنت کا باہمی مکالمہ	450/11
79	مؤمنین صالحین کو جزاء میں دائمی جنت عطا فرمانا	919/12
80	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنت دینا	920/12
81	کوئی مسلمان اپنے جنتی ہونے کا دعویٰ نہ کرے	923/12
82	جنت میں لغویات نہ سننے کی وجوہ	710/12
83	جنت کے چشمے، گلاس، فرش اور تکیے	710/12
84	جنت میں ابرار کی نعمتیں	630/12
85	جنت کا ثواب	613/12
86	جنت کی صفات کے متعلق احادیث	563/12
87	اہل جنت پر نوازشیں	531/12
88	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	447/12
89	جنت میں چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال	448/12
90	جنتی لڑکوں کے دائمی ہونے کی توجیہ	449/12
91	جنتیوں کی سلطنت	450/12
92	جنت کی بلندی اور اس کی نعمتوں کی تفصیل	210/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	جن	
1	جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیہ	653/3
2	مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	655/3
3	جنات کے دخول جنت کے متعلق علماء کی آراء	656/3
4	مسلمان جنوں کا جنت میں داخل ہونا یا نہ ہونا	656/3
5	جنات کا انسانوں کو دیکھنا اور انسانوں کا ان کو دیکھنا	91/4
6	جنات کا انسانوں پر تصرف	93/4
7	انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی	177/6
8	انسانوں پر جنات کے تسلط کا رد	288/6
9	جنات پر رسول اللہ ﷺ کا تصرف	645/7
10	جنات کا نبی ﷺ کی شریعت کا متحمل ہونا	645/7
11	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	642/7
12	جنات کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ نکاح	646/7
13	جنات کا فرشتوں کی باتیں سننا	864-870/9
14	جنات کا نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سے قرآن سننا	110/11
15	اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت کے مدعیان کے محامل	963/9
16	لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے یا نہیں؟	111/11
17	لیلۃ الجن کی مختلف روایات میں تطبیق	112/11
18	جنات کے قول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہونے کی وجوہ	113/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	جنات کا قرآن سن کر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا	109/11
20	آیا اطاعت گزار جنات کو ثواب ہوگا یا نہیں؟	114/11
21	جنات کا جنت میں داخل ہونا	634/11
22	انسان عورتوں کے ساتھ جنات کا جماع کرنا	633/11
23	جنات کی وجہ تخلیق	393/11
24	الجن کا لغوی واصطلاحی معنی	271/12
25	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	272/12
26	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	274/12
27	کیا حضور ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا؟	275-280/12
28	انسان کے جسم میں جنات کا تصرف	280/12
29	جنات کا اپنے جرائم کا اعتراف کر کے ان سے برأت کا اظہار کرنا	281/12
30	فرشتوں کی باتوں کو جنات سے محفوظ رکھنا	283/12
31	جنات کے فرقے	283/12
24	سورۃ الجن	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	267/12
2	سورۃ الجن کے مشمولات	268/12
3	سورۃ الجن کا اختتام	332/12
4	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر	312-317/12
25	نماز جنازہ	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ	389/2
2	غائبانہ نماز جنازہ	532/2
3	رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	238/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	عام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت	240/10
5	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا	242-249/10
26	**جنون**	
1	جنون کا لغوی واصطلاحی معنی	602/9
27	**جنگِ جمل**	
1	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے بصرہ روانہ ہونا	428/9
2	قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بصرہ روانہ کرنا	429/9
3	قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں کے مابین جنگ کرا دینا	430/9
4	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کرنا	434/9
5	جنگِ جمل کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ	287/11
6	جنگ جمل کے متعلق حرف آخر	289/11
28	**جواء**	
1	جوئے کی تعریف اور اس کا حرام ہونا	777/1
2	لاٹری اور انعامی بانڈز کا شرعی حکم	778/1
3	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
4	جوئے کی تعریف اور اس کا حرام ہونا	305/3
5	معمہ، لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم	306/3
6	جوسر اور شطرنج	307/3
7	جوئے کے دینی و دنیاوی خرابیاں	309/3
8	لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیرات پاکستان	714/5
9	جوئے سے جیتی ہوئی رقم صدقہ کرنا	131/9
29	**جوامع الکلم**	
1	جوامع الکلم کی مثال	165/8
30	**جھوٹ**	
1	جھوٹ کی تعریف مع شرعی حکم	287/1
2	جھوٹ کے عذاب سے متعلقہ احادیث	287/1
3	جھوٹ بولنے کی رخصت کے مواقع	288/1
4	جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا	288/1
5	شعر اور مبالغہ میں جھوٹ بولنا	288/1
6	تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنا	289/1
7	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کا محال ہونا	316/1
8	جھوٹ کی قباحت	280/6
9	تکذیب کی تعریف	151/8
10	ضرورت اور مصلحت کے وقت جھوٹ بولنا	901-904/9
11	صدق اور کذب کی صحیح تعریفات	599/9
12	سابقہ امتوں میں مکذبین پر عذاب	571/11
31	**جھگڑنا**	
1	جدال کا معنی اور اس کا قرآن وحدیث میں اطلاق	137/7
2	جدال کا لغوی واصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	709/7
3	جدال کی اقسام	317/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32	جہنم	
1	دیکھئے "19: دوزخ" صفحہ 129	
33	جہاد/ جنگ	
1	اجازت جہاد کی آیت	717/1
2	بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جہاد میں قتل کرنا	717/1
3	ہجرت سے قبل قتال کرنا	718/1
4	حرم میں ابتداءً قتل کا ممنوع ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا	720/1
5	جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام	761/1
6	جہاد کرنے میں عزت اور نہ کرنے میں ذلت ہے	761/1
7	جہاد کے درجات اور اس پر اجر وثواب	762/1
8	جہاد کی تحریک	874/1
9	مشروعیت جہاد پر اعتراض کا جواب	935/1
10	کیا جہاد کی نیت نہ کرنا نفاق ہے؟	411/2
11	جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کرنا	722/2
12	اجر وثواب کے لیے جہاد کرنا	723/2
13	مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا	723/2
14	مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ	724/2
15	ترغیب جہاد کے متعلق قرآن وحدیث کے ارشادات	724/2
16	بلا عذر جہاد میں شریک نہ ہونا	766/2
17	عذر کی وجہ سے جہاد کرنا	767/2
18	جہاد کی فضیلت کے متعلق قرآنی آیات	670/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	جہاد کی فضیلت کے متعلق احادیث	971/4
20	جہاد کی حکمت اور کفار کو قتل کرنا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی رحمت کے منافی نہیں ہے	673/4
21	جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں	674/4
22	جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورتیں	675/4
23	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط	676/4
24	جہاد کے وجوب کی شرائط	677/4
25	فتح مکہ کے لیے جہاد کرنے کے فوائد	86/5
26	اللہ کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے	98/5
27	جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب	136/5
28	جہاد کی اقسام	143/5
29	منافقین کا جہاد کے لیے نکلنا رب تعالیٰ کو ناپسند ہونے کے باوجود ان کی مذمت کرنا	149/5
30	منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ	196/5
31	جہاد کا تبلیغ اسلام کے لیے فرض کفایہ ہونا	292/5
32	قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتداء	300/5
33	جہاد کا حق ادا کرنے کی تفسیر	805/7
34	جہاد کبیر	252/8
35	جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث	471/10
36	کن کافروں کے متعلق جہاد کا حکم ہے؟	133/11
37	کفار کا خون بہانے کے بعد ان کو گرفتار کرنا	133/11
38	جہاد کا حکم کب ختم ہوگا؟	135/11
39	جہاد اور قتال کی فرضیت سے مسلمانوں کا خوش اور منافقوں کا غمگین ہونا	156/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
40	جہاد سے روگردانی پر منافقوں کے عذر کو رد کرنا	156/11
41	جہاد کی ترغیب اور زبوں حالی کی وجوہ	176/11
42	جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت	178/11
43	بلا ضرورت جنگ کی صفوں کو توڑنا	866/11
44	سخت جنگجو قوم کے متعلق متعدد اقوال	245/11
45	کمزور اور معذور لوگوں کیلئے جہاد میں عدم شرکت کی رخصت	248/11
46	اگر کفار کے خلاف جہاد کرنے سے مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے؟	262-263 11
47	جو لوگ کسی بھی طریقے سے اصلاح کو قبول نہ کریں ان کا آخری حل ان کے خلاف جہاد ہے	519/11
34	**جھوٹی نبوت کے دعویدار**	
1	مسیلمہ اور اسود العنسی کے احوال	593/3
2	مدعی نبوت کو قتل کرنا یا نہ کرنا	360/10

چ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**چاند**	
1	چاند نظر آنے کی سائنسی و تکنیکی وجوہ	534/8
2	چاند کی منازل	770/9
3	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	771/9
4	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	764/12
5	رات اور دن کی سلطنت کا چاند سے زیادہ ہونا	765/12
2	**چاندی**	
1	چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	722/10
2	چاندی کے کام والے کپڑوں کا جواز	723/10
3	چاندی کے ظروف کی تفصیل	724/10
4	چاندی کے کنگن	451/12
5	جنت میں چاندی کے برتن	448/12
3	**چشمے**	
1	چشموں کی تفسیر	295/6
4	**چغلی کھانا**	
1	چغلی کھانے پر وعید	183/12
5	**چلنا**	
1	آہستہ اور بھاگ کر چلنا	268/9
6	**چوری کرنا**	
1	دیکھئے "19: سرقہ" صفحہ 146	
7	**چھٹی**	
1	جمعہ کے دن چھٹی	599/6
2	اتوار کے دن چھٹی	600/6
3	جمعہ کے دن چھٹی کرنے پر دلائل	601/6
4	اتوار کی چھٹی کے حامیوں کے دلائل اور ان کے جوابات	891/11
5	جمعہ کی چھٹی کرنے کے دلائل	892/11
8	**چھپکلی**	
1	چھپکلی کو مارنے کا حکم	610/7
9	**چھینک**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	چھینک کا نعمت اور بیماری ہونا	651/9
10	چیونٹی	
1	چیونٹیوں کے متعلق احادیث	628/8
2	نملۃ کا معنی	637/8
3	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرانے والی چیونٹی	637/8 642/8
11	چیخنا	
1	چیخ اور چنگھاڑ کے تین محمل	50/10

ح

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۃ الحاقہ	
1	سورۃ کا نام وغیرہ	199/12
2	سورۃ الحاقہ کے مشمولات	200/12
3	الحاقہ کا معنی	204/12
4	سورۃ الحاقہ کا اختتام	217/12
2	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ	
1	کس عورت کے ذریعے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے خط روانہ کیا تھا؟	841/11
2	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مواخذہ کیوں نہیں کیا گیا؟	842/11
3	حاکم	
1	ظالم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	651/3
2	سلطان کا معنی اور علماء کی سلطنت کا بادشاہوں کی سلطنت سے زیادہ قوی ہونا	617/5
3	سلطان اور سلطان مبین میں فرق	618/5
4	حاکم کی اطاعت کے وجوب پر دلائل	130-131/7
5	حکمران دنیوی امور کے منتظم ہیں	180/8
6	سلطان کے متعلق احادیث	634/8
7	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت	635/8
8	سربراہِ مملکت کا فرض ہے کہ وہ مومنوں کی زندگی اور موت میں ان کا کفیل اور ضامن ہو	381/9
9	حکام کی اطاعت کا محمل	804/9
4	حاجت روائی	.
1	انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی	390/6
2	حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
3	اولیاء اللہ سے حاجت روائی	392/6
5	حبیب النجار	
1	حبیب النجار کا تذکرہ	738/9
2	اپنے لیے فطرنی اور قوم کے لیے والیہ ترجعون کہنا	742/9
3	قوم کا حبیب نجار کو قتل کر دینا	744/9
4	حبیب نجار کی طرف قوم کی نسبت کرنا	748/9
5	بستی والوں کو ایک زبردست چیخ سے ہلاک ہونا	748/9
6	حج و عمرہ	
1	حج و عمرہ کا معنی	609/1
2	شوال میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہونا	610/1
3	صفا اور مروہ میں سعی گناہ نہیں، فرمانے کی وجہ	612/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مذاہب اربعہ	613/1
5	فرضیت حج کی اقسام و تاریخ	737/1
6	عمرہ کرنے کا طریقہ	725/1
7	حج کرنے کا طریقہ	726/1
8	حج تمتع کا بیان	737/1
9	حج کے مہینے	737/1
10	فرضیت حج کے اسباب	737/1
11	ایام حج میں فحش باتیں اور گناہ وغیرہ کرنا	737/1
12	حج کے لیے سفر خرچ تیار کرنا	738/1
13	حج کے دوران روزی کمانا	738/1
14	حجاج کرام کے اجر و ثواب اور ان سے مصافحہ کرنے کے متعلق احادیث و آثار	746/1
15	قیام منیٰ کی مدت	746/1
16	حج کی تعریف، شرائط، فرائض، واجبات، سنن، آداب اور ممنوعات و مکروہات	274/2
17	حج کے فضائل	275/2
18	حج کی استطاعت	278/2
19	قدرت کے باوجود حج نہ کرنا	279/2
20	مال حرام و حلال سے حج کرنا	280/2
21	قیامت تک کون کون حج کرے گا؟	737/7
22	حج میں تاخیر کے جواز سے حضرت ابن عباس کی تفسیر پر اعتراض اور اس کے جوابات	907/11
7	**حجر (قولی تصرف سے روکنا)**	
1	حجر کا معنی	581/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قرآن و سنت سے حجر کا ثبوت	581/2
3	نااہل کو ذمہ داری سونپنا	582/2
8	**حجت**	
1	شرائع سابقہ کا حجت ہونا	198/3 206/3
9	**حج اکبر**	
1	حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث	54/5
2	حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء	55/5
3	حج اکبر کے متعلق مختلف اقوال میں تطبیق	55/5
4	حج اکبر کا معنی	55/5,58/5
5	جمعہ کے حج کے متعلق مختلف اقوال	59/5
10	**سورۃ الفجر**	
1	سورۃ کا نام اور الفجر کا معنی	231/6
2	الفجر کا مصداق	232/6
3	الفجر کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح	233/6
4	سورۃ الفجر کے مقاصد	234/6
5	سورۃ الفجر کا اختتام	342/6
11	**سورۃ الحج**	
1	سورۃ الحج کی وجہ تسمیہ	701/7
2	سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	702/7
3	سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	702/7
4	سورۃ الحج کے مشمولات	703/7
5	سورۃ الحج کا اختتام	832/7
12	**حجاب**	
1	بوڑھی عورتوں کا حجاب	185/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	عورت کے بے پردہ نکلنے کے متعلق قرآن و سنت کی تصریحات	667/8
3	پردہ کے لزوم کے متعلق قرآن و سنت کی تصریحات	668/8
4	اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا	668/8
5	عورتوں کا مردوں سے کلام کرنا	669/8
6	آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	525/9
7	نزول حجاب کی تاریخ	527/9
8	دینی و دنیاوی ضرورت کی بناء پر عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا	527/9
9	حضرت عمر رضی اللہ کا حضرت سودہ رضی اللہ کو گھر سے باہر نکلنے پر دوبار ٹوکنا	528/9
10	عورتوں سے پردہ کی اوٹ سے سوالات کرنے کا حکم	528/9
11	خواتین پر ان کے محارم اور باندیوں سے پردہ لازم نہیں	531/9
12	جلباب کی تحقیق	558/9
13	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق	558/9
14	عورت کے حجاب کے متعلق آیات	559/9
15	ذٰلك ادنیٰ ان یعرفن سے چہرہ کا حجاب	559/9
16	بوڑھی عورتوں کا حجاب	863/9
17	عہد رسالت میں حجاب ونقاب کے معمولات	564/9
18	عہد تورات میں حجاب ونقاب کے معمولات	565/9
19	چہرے کے حجاب پر شبہات اوران کے جوابات	565/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	**سورۃ الحجرات**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	272/11
2	سورۃ الحجرات کے مسائل ومقاصد	272/11
3	سورۃ الحجرات کا خاتمہ	310/11
14	**حدود وقصاص**	
1	حرم میں حدود وقصاص لینا	542/1
2	غلام اور ذمی کے قصاص کا بیان	654/1
3	جماعت سے ایک شخص کا قصاص لینا	657/1
4	سلاطین اور حکام سے قصاص	658/1
5	قصاص لینا حکومت کا منصب ہے	660/1
6	کیفیت قصاص اور آلہ قتل	660/1
7	ولی مقتول کا معاف کرنا	662/1
8	دیت کی مقدار اور عاقلہ کا بیان	662/1
9	عورتوں کی بدکاری پر ابتدائی سزا	603/2
10	زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد	605/2
11	عمل قوم لوط پر حد یا تعزیر	608/2
12	حدود کے نفاذ کا رحمت ہونا	415/8
15	**حدیث**	
1	احادیث صحیحہ، اقوال صحابہ پر مقدم ہیں	706/2
2	ائمہ وفقہاء کے اقوال پر احادیث کو مقدم رکھنا	709/2
3	حجیت حدیث	181/3 453/6
4	خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5
5	احادیث کا حجت ہونا	38/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	چالیس احادیث کی تبلیغ کرنا	183/4
7	حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی شرائط	185/4
8	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل	92/8
9	حدیث افک پر اعتراضات کے جوابات	97/8
10	کتب احادیث مقبولہ کا حجت ہونا	446/9
11	صریح حدیث پر عمل کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی توجیہات	556/10
12	صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب	101/12
16	**سورۃ الحدید**	
1	سورت کا نام اور وجہ تسمیہ	707/11
2	سورۃ الحدید کا مکی یا مدنی ہونا	707/11
3	سورۃ الحدید کی فضیلت	710/11
4	سورۃ الحدید کے مشمولات	710/11
5	سورۃ الحدید کا اختتام	761/11
17	**حروف**	
1	تاء کی اقسام	792/9
18	**حرابہ**	
1	حرابہ کا معنی وتعریف	162/3
2	حرابہ کا رکن	162/3
3	حرابہ کی شرائط	162/3
4	حرابہ کے جرم کی تفصیل	163/2
5	ڈاکو کے فقط ڈرانے کی سزا	164/3
6	ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا	165/3
7	ڈاکو کا قتل کرنا اور مال لوٹنا	165/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	حدود کا کفارہ	166-169/3
19	**حرام**	
1	حرام کھانے کا وبال	631/1 706/1
2	حرام کیے ہوئے مردہ جانوروں میں سے مستثنیات	631/1
3	سطح آب پر آنے والی مردہ مچھلی	634/1
4	بہائے ہوئے خون کا حرام ہونا	635/1
5	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت	637/1
6	مال حرام سے صدقہ کرنے کا شرعی حکم	706/1
7	حرمت والے مہینوں کا بیان	721/1
8	ممانعت قتال کا حرمت والے مہینوں میں منسوخ ہونا	765/1
9	حرام مال سے صدقہ کا وبال	957/1
10	مال حرام کی انواع واقسام	643/2
11	ضرورت کی بناء پر حرام اشیاء کا استعمال	72/3
12	حرام جانور	84/3
13	قرآن وحدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	677/3
14	اللہ کے حرام کیے کاموں کی تفصیل	683/3
15	شرک کا حرام ہونا	683/2
16	والدین کے ساتھ بدسلوکی کا حرام ہونا	684/3
17	قتل اولاد کا حرام ہونا	685/3
18	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	686/3
19	قتل ناحق کا حرام ہونا	686/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	689/3
21	ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا	690/3
22	ناحق بات کا حرام ہونا	690/3
23	اللہ سے بدعہدی کا حرام ہونا	691/3
24	ڈرا دھمکا کر ناجائز رقم بٹورنا حرام ہے	224/4
25	مال حرام سے نجات کے طریقے	551/4
26	حرام اور امور مشتبہ کے متعلق دعا کرنے کا عدم جواز	557/5
27	حرام بمعنی واجب	665/7
28	حرام کمائی سے کھانا	877/7
20	**حرمت والے مہینے**	
1	حرمت والے مہینے	36/3
2	بحیرہ وغیرہ کی حرمت	340/3
3	حرمت والے مہینوں میں ممانعت قتال کا منسوخ ہونا	64/5
4	حرمت والے مہینوں کا بیان اور ان کا شرعی حکم	132/5
5	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنا	133/5
21	**حرص**	
1	حرص کی مذمت	805/6 113/7
2	حرص کے پیدائشی وصف ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	229/12
22	**حروف مقطعات**	
1	حروف مقطعات کے علم کی تحقیق	240/1
2	کھیعص	250/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	طٰہٰ	330/7
4	طٰسٓ کے اسرار	551/8
5	طٰسٓمٓ کا معنی	770/8
6	الٓمٓ کے اسرار	212/9
7	الٓمٓ کے نکات	305/9
8	بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ذکر کرنے کی حکمت	712/9
9	حروف مقطعات کا معنی ومفہوم	713/9
10	صٓ کے معانی ومحامل	36/10
11	حٰمٓ کا معنی	315/10 431/10 741/10
12	حٰمٓ o عٓسٓقٓ کی تاویلات	538/10
13	حٰمٓ	39/11
14	قٓ	312/11
15	نون اور قلم کے معانی	164/12
23	**حسد**	
1	حسد کی تحقیق	488/1
2	حسد کے متعلق احادیث	488/1
3	حسد کے مراتب	490/1
4	حسد کے اسباب	490/1
5	حسد کا علاج	491/1
6	کسی کو ضرر سے بچانے کے لیے دوسرے کا عیب بیان کرنے کا جواز	677/5
7	حسد کے خطرہ سے نعمتوں کو چھپانا	677/5
8	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	678/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حسد، رشک اور منافست کی تعریفیں	688/5
10	حسد نہ کرنے کی فضیلت	689/5
11	حسد مذموم	690/5
12	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد ہی ان کے تمام گناہوں کی جڑ تھا	688/5
13	حسد ایک نفسیاتی بیماری ہے	691/5
14	حسد کے متعلق احادیث	692/5
15	حسد کی تعریف، شرعی حکم اور اس کے متعلق احادیث	1050/12
24	حساب	
1	قیامت کے دن جلد حساب	516/3
2	حساب کی کیفیت	520/3
3	نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب	521/3
4	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ	521/3
5	سخت حساب کا معنی	84/6
6	آسان حساب کا معنی	638/12
7	آسان حساب کے متعلق احادیث	638/12
8	حساب کی امید نہ رکھنے کی توجیہات	528/12
25	حسرت	
1	حسرت کا معنی	752/9
26	حسنِ سلوک	
1	حسن کا عقلی ہونا	708/6
2	غیر محارب کفار کے ساتھ حسن سلوک کرنا	848/11
27	حسنِ اخلاق	
1	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	429/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حسنہ	430/8
3	حسن اخلاق کے متعلق احادیث	504/10
4	حسن اخلاق میں کثرت طلب کرنا	958/12
5	حسن اخلاق کی تعلیم وتاکید	165/12
6	رسول اللہ ﷺ کے محاسن اخلاق کے متعلق احادیث	166/12
7	خَلق اور خُلق کا معنی	165/12
8	وانک لعلی خلق عظیم کی تفسیر	179-182/12
28	سورۃ الحشر	
1	سورۃ کا نام	798/11
2	سورۃ الحشر کے مشمولات	798/11
3	سورۃ الحشر کا اختتام	836/11
29	حشرات الارض	
1	حشرات الارض کو مارنے کا شرعی حکم	494/6
2	حشرات الارض کو قتل کرنا	389/8
30	حشر	
1	انسانوں کے حشر کی کیفیت	100/4
2	نیک مسلمانوں کا حشر	132/4
3	حشر کے دن کفار کی توبہ	143/4
4	حشر کے دن مردوں کو زندہ کرنا	187/4
5	حشر اجساد پر دلائل	325/5
6	منکرین حشر کے احوال	329/5
7	حشر پر ایمان لانے والوں کے احوال	329/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	محشر میں مومنین کی عزت وسرفرازی	354/5
9	محشر میں کفار کی ذلت ورسوائی	356/5
10	کیا حشر کے دن لوگوں کا مطلقاً باتیں کرنا ممنوع ہے؟	622/5
11	کیا لوگ حشر کے دن سعید اور شقی میں منحصر ہوں گے؟	623/5
12	لوگوں کے سعید اور شقی ہونے کے متعلق احادیث	623/5
13	انکار حشر کا کفر ہونا اور اس کی سزا	43/6
14	کفار کا حشر ونشر کو محال کہنا	415/6
15	حشر ونشر کے امکان اور وقوع پر دلائل	416/6
16	عام لوگ حشر میں بے لباس جبکہ شہداء لباس کے ساتھ اٹھیں گے	671/7
17	آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا یا نبی ﷺ کو؟	672-676 7
18	کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟	677/7
19	کائنات کے امکان سے حشر ونشر پر استدلال	712/7
20	حشر کے وقوع میں مشرکین کے شبہات	893-894 7
21	حشر ونشر کا ثبوت	720/8 748/8
22	حشر کے دن کفار کے کفر وشرک پر زجر وتوبیخ	747/8
23	حشر کا ثبوت	62/9 137/9
24	روز محشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجہ	644/9
25	روز محشر کفار کی خواہشیں	644/9
26	بنجر زمین کی زرخیزی سے حشر ونشر پر استدلال	659/9
27	دن اور رات کے توارد میں حشر اجساد پر دلائل	762/9
28	منکرین محشر کے شبہات اور ان کے جوابات	839/9
29	حشر ونشر کے ثبوت پر دلائل	87/10 393/10 817/10
30	حشر ونشر کے امکان پر دلیل	513/10
31	بارش نازل کرنے سے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر استدلال	658/10
32	تخلیق انسان سے حشر ونشر پر استدلال	667/11
33	قبروں سے باہر نکلنے کی کیفیت	345/11
34	گناہگاروں کے حشر کی کیفیت	346/11
35	بندہ کا جن گناہوں پر خاتمہ ہو، ان ہی گناہوں میں قیامت کے دن اس کو اٹھایا جانا	347-353 11
36	حشر کے دن لوگوں کا فوج در فوج آنا	514/12
37	لوگوں کا محشر میں تین بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جانا	209/12
31	**حقوق العباد**	
1	عورتوں کے مردوں پر حقوق	842/1
2	مردوں کے عورتوں پر حقوق	847/1
3	عورت پر مرد کی خدمت	849/1
4	اللہ کے کرم سے حقوق العباد بھی معاف ہو سکتے ہیں	594/7
32	**حقیقت**	
1	حقیقت کا بیان	500/1
2	حقیقت کی تعریف	173/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	حق	
1	حق و باطل کا فرق	641/9
2	حق کا معنی و مراد	40/11
34	حکمت	
1	حکمت کی تعریف و اقسام	964/1
2	حکمت کے متعلق احادیث	964/1
3	حکمت کے مصداق	964/1
4	حکمت کے معانی و تعریفات	242/9
5	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	243/9
6	سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	244/9
7	اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے کی حکمتیں	702/9
8	حکمت کی تعریفات	60/10
9	حکمت بالغہ کے محامل	580/11
35	حکومت	
1	دیکھئے "3: حاکم" صفحہ 110	
36	حلال	
1	حلال کا معنی	628/1
2	حلال کمائی کی مدح	957/1
3	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	274/3
4	حلال کو حرام کرنا	280-282/3
5	بیوی سے کہنا "تو مجھ پر حرام ہے" کا شرعی حکم	284/3
6	حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	642/3
7	حلال کمائی سے کھانا	877/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
37	حضرت حلیمہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن)	
1	حضرت حلیمہ کا جنت میں حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا	132/12
38	حمد	
1	حمد کے لغوی و اصطلاحی معنی	160/1 649/9
2	تمام تعریفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا مستحق ہونا	161/1
3	اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد سے مخلوق کا عاجز ہونا	162/1
4	اللہ کی حمد کرنے کے احوال و واقعات	162/1
5	اللہ تعالیٰ کی حمد کی فضیلت	164/1
6	خود اپنی حمد و ثنا کرنے کی شرعی حیثیت	165/1
7	دوسرے کے سامنے اس کی حمد و ثنا کرنا	167/1
8	منہ پر تعریف کرنے کا جواز	168/1
9	اپنی پاکیزگی و فضیلت بیان کرنا	690/2
10	اللہ کی حمد کرنے کا طریقہ	41/7
11	آخرت میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے چھ مقامات	595/9
12	حمد کی تعریف، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اقسام اور حمد و شکر کی ادائیگی کا طریقہ	596/9
13	خود ستائی کی ممانعت	526/11
14	حمد کی تعریف	1020/12
39	حمل	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	رحم میں کمی اور زیادتی کے محامل	55/6
2	حمل کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب فقہاء	56/6
40	**سورۂ حٰمٓ السجدہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	427/10
2	سورۂ حٰمٓ السجدہ کا زمانۂ نزول	427/10
3	سورۂ حٰمٓ السجدہ کے مشمولات	429/10
4	سورۂ حٰمٓ السجدہ کا خاتمہ	529/10
41	**غزوۂ حنین**	
1	وادی حنین کا محل وقوع	107/5
2	اہل حنین کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری	107/5
3	نبی ﷺ کی اہل حنین سے جہاد کی تیاری	107/5
4	نبی ﷺ کا غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہونا	108/5
5	بعض نومسلم صحابہ کا حنین کے راستے میں ذات انواط کی تمنا کرنا	108/5
6	حنین میں ابتدائی شکست اور اس کے اسباب	108/5
7	غزوۂ حنین میں کامیابی وکامرانی	109/5
8	یوم حنین میں فرشتوں کا نزول	110/5
9	اہل حنین کو عذاب دینے کا معنی	110/5
10	اہل حنین میں سے ہوازن اور ثقیف کا اسلام قبول کرنا	111/5
42	**حور**	
1	حوروں کو پوشیدہ انڈوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	884/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	حور کا معنی اور جنت میں حوروں سے عقد کا محمل	779/10
3	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	780/10
4	حوروں کا حسن وجمال	659/11
5	آیا جنت میں مؤمنوں کی بیویاں زیادہ حسین ہوں گی یا جنت کی حوریں؟	638/11
6	حوروں کے متعلق سید مودودی کے انوکھے نظریہ پر بحث ونظر	640/11
43	**حواریین**	
1	حواریین کا معنی ومصداق	179/2
44	**حضرت حواء علیہا السلام**	
1	حضرت حواء علیہا السلام کی خلقت کا بیان	343/1
45	**حیاء**	
1	حیاء کا معنی اور اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت	324/1
46	**حیلہ**	
1	حیلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	424/1 831/5
2	قرآن وسنت میں حیلہ	423/1
3	فقہاء کے بعض حیلے	424/1
4	اسقاط حیلہ	425/1
5	حیلہ کے جواز کی تحقیق	825/5
6	حیلہ کو جائز کہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات	826-828 5
7	حیلہ کے جواز پر قرآن وسنت سے دلائل	829/5
8	حیلہ کے جواز میں معترضین کے منشاء غلطی کا ازالہ	831/5
47	**حیات**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حیات کا معنی	595/1
2	برزخ میں حیات	595/1
3	اولیاء اللہ کی جسمانی حیات	596/1
4	شہداء کی حیات	596/1
5	انبیاء علیہم السلام کی حیات	598/1
6	انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت	387/6
7	حیات کی مختلف تعبیریں	569/11
8	حیات کا معنی	139/12
9	حیات بعد الممات پر استدلال	557/12 507/12
10	حیات بعد الممات پر کفار کا شبہ اور اس کا جواب	406/12
11	حیات بعد الموت کا مشاہدہ کرانا	943/1
12	حیات بعد الموت اور صدقہ میں مناسبت	947/1
13	حیات کا معنی	328/1
14	مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر دلائل	116/11 373/11
15	حیات بعد الموت پر دلائل	668-669 11
16	حیات بعد الممات کو کفار کے بعید سمجھنے کی وجہ	314-318 11
17	پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تھکنے کا باطل ہونا	319/11
48	حیض	
1	حیض کے حکم کا شان نزول	785/1
2	حائضہ سے مباشرت	785/1
3	حیض کا معنی	785/1
4	ایام حیض	786/1
5	حیض، نفاس اور استحاضہ میں مبتلا خواتین کے مسائل	787/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
49	حیات النبی ﷺ	
1	حضور ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث	227/10
2	حضور ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات	229-235 10
3	اجسام مثالیہ کا تعدد	235/10

خ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	خارجی	
1	خارجیوں کے ظہور کا سبب	161/5
2	خارجیوں کے متعلق اہل سنت کا نظریہ	161/5
3	خارجیوں کی علامت	162/5
4	خوارج کی تعریف اور ان کا مصداق	332/10
5	خوارج کے متعلق احادیث	333/10
2	خاموش	
1	خاموشی کا روزہ رکھنا	269/7
3	خاک نشین	
1	خاک نشین کے مصادیق	758/12
4	خاندانی منصوبہ بندی	
1	خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم	662/3
2	ضبط تولید	663/3
5	خبر واحد	
1	خبر واحد کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5
6	ختم نبوت	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ختم نبوت پر دلیل	277/1
2	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق آیات	461/9
3	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث	463/9
4	احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد	470/9
5	نبی ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنا	471-474/9
6	منکرین ختم نبوت کا اجمالی جائزہ	474/9
7	غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان واصرار	475/9
8	۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت	481/9
9	۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت	482/9
10	کیا اگر آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو نبی بن جاتے؟	483/9
11	ختم نبوت کے معنی پر ایک اعتراض کا جواب	486/9
12	لا نبی بعدی میں لا نفی کمال کے لیے ہے	488/9
7	**خدمت**	
1	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینا	224/3
8	**خراج**	
1	دیکھئے ''29: عشر'' صفحہ 178	
9	**خرچ کرنا**	
1	دیکھئے ''99: انفاق فی سبیل اللہ'' صفحہ 75	
10	**حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ**	
1	سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ملنا	403/9
2	حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	404/9
3	سورۃ توبہ کی آخری آیت آیا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قرآن میں مندرج ہوئی یا ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے؟	405-408/9
4	خزیمہ اور ابوخزیمہ کے ناموں کا فرق	408/9
5	حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کرنے کا سبب	433/11
11	**خسارہ**	
1	خسارہ کی تفسیر میں دو اقوال	551/12
12	**خشوع وخضوع**	
1	خشوع کا معنی	388/1 450/9
2	خشوع وخضوع کا حکم	862/1
3	الخشوع کا لغوی معنی	842/7
4	الخشوع کا اصطلاحی معنی	843/7
5	الخشوع کے درجات	843/7
6	قرآن میں الخشوع کے درجات	844/7
7	الخشوع کے متعلق لفظاً ومعنیً احادیث	844/7
8	الخشوع کے متعلق آثار صحابہ واقوال تابعین	846/7
9	نماز میں خشوع وخضوع کے وجوب پر دلائل	848-850/7
10	خشوع کے فوائد	851/7
11	نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند مثالیں	851/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	خشوع وخضوع کی تعریف	727/11
13	**خشیت الٰہی**	
1	دیکھئے "25: خوف خدا" صفحہ 122	
14	**خصائص مصطفیٰ ﷺ**	
1	وہ چیزیں جو فقط آپ ﷺ پر فرض ہیں امت پر نہیں	517/9
2	وہ اشیاء جو صرف آپ ﷺ پر حرام ہیں امت پر نہیں	518/9
3	وہ اشیاء جو صرف آپ ﷺ کے لیے حلال ہیں امت کے لیے نہیں	519/9
4	انبیاء سابقین کے اعتبار سے آپ ﷺ کے خصائص	519/9
15	**حضرت خضر علیہ السلام**	
1	حضرت خضر علیہ السلام کا نام، لقب اور کنیت	149/7
2	حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ	160/7
3	حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا	161/7
4	حضرت خضر علیہ السلام فرشتہ تھے یا انسان؟	163/7
5	حیاتِ حضرت خضر علیہ السلام	165-171/7
6	حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب	172/7
7	حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ توڑنا	178/7
8	بچہ کو قتل کرنا	179/7
16	**خلیفہ/خلافت**	
1	خلیفہ کی تعریف واقسام	334/1
2	حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی وجہ	336/1
3	حضور ﷺ کا حقیقت میں خلیفۂ اعظم ہونا	358/1
4	آیت استخلاف کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہ ہونا	169-171 8
5	آیت استخلاف کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہونا	171-174 8
6	آیت استخلاف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، بارہ امام یا امام مہدی کا مراد ہونا یا نہ ہونا	174-179 8
7	خلافت وامامت کی تعریفات	665/8
8	اس دور میں خلیفہ مقرر کرنا	666/8
9	خلیفہ کا معنی	76/10
10	انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت	77/10
11	انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد ﷺ کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا	78/10
12	خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا عذاب شدید کا موجب ہے	79/10
13	خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تحقیق	80/10
14	آیت استخلاف کی تحقیق	80/10
15	خلافت کی تعریف	81/10
16	خلافت کی شرائط	82/10
17	خلافت منعقد کرنے کے طریقے	83/10
18	خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط	85/10
17	**خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم**	
1	خلفائے راشدین کی فضیلت	765/7
18	**خمر و دیگر منشیات**	

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	خمر کی قرآن میں تحریم	773/1
2	خمر کی حدیث میں تحریم	775/1
3	خمر کی تعریف میں مذاہب ائمہ اربعہ کے نظریات	776/1
4	شراب کی تحریم کے متعلق احادیث	297/3
5	شراب کی حقیقت	298/3
6	شراب کا بعینہٖ حرام ہونا	299/3
7	نشہ آور مشروب کی قلیل وکثیر مقدار	300/3
8	انگریزی دواؤں اور پرفیوم کا شرعی حکم	300/3
9	شراب نوشی پر وعید	303/3
10	خمر کی حد کا بیان	304/3
11	بھنگ اور افیون کا شرعی حکم	304/3
12	سکون آور دواؤں کا استعمال	305/3
13	شراب کے دینی ودنیوی نقصانات	308/3
14	تحریم خمر کی تاریخ	313/3
15	سکر کا معنی	486/6
16	سکر کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات	487/6
17	خمر کی تعریف اور اس کا حکم	488/6
18	خمر کا بعینہٖ جبکہ بقیہ مشروبات کا بقدر نشہ حرام ہونا	490/6
19	**خمس**	
1	خمس کی تقسیم میں مذاہب اربعہ کا موقف	639-641/4
20	**خنزیر**	
1	خنزیر کا نجس اور حرام ہونا	52/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	**غزوۂ خندق**	
1	اللہ تعالیٰ کا کفار کو غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	409/9
22	**خواہش**	
1	جھوٹی آرزو	803/2
23	**خودکشی**	
1	خودکشی کرنا کیسا؟	644/2
2	خودکشی کرنے والے کے لیے عذاب	645/2
3	خودکشی کرنے والے کا نماز جنازہ	645/2
24	**خون**	
1	خون کے شرعی احکام	52/3
25	**خوفِ خدا**	
1	خشیتِ الٰہی کا ذکر	313/3
2	خوف خدا سے مرنے والے کے لیے دو جنتیں	510/4
3	خوف خدا کے متعلق قرآنی آیات	547/4
4	خوف خدا کے متعلق احادیث وآثار	548/4
5	خلفائے راشدین کا خوف خدا	427-432/5
6	امام اعظم کا خوف خدا	432/5
7	ہم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟	462/6
8	غیب میں ڈرنے کا معنی	598/7
9	رسولوں کا اللہ سے ڈرنا یا نہ ڈرنا	575/8
10	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اللہ سے ڈرنا	577-580/8
11	عالم کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا	674/9
12	خوف خدا کی اقسام	675/9

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	خوف خدا رکھنے والوں کے لیے قرآن میں بشارتیں	675/9
14	خوف خدا رکھنے والوں کے لیے احادیث میں بشارتیں	676/9
15	بقدر طاقت اللہ سے ڈرنے کا حکم	920/11
16	اللہ سے نہ ڈرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ	630/11
17	خوف خدا سے مرنے والے نوجوان کو دو جنتیں	630/11
18	عام مسلمانوں کی خدا خوفی کی دلیل	921/12
19	اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت	921/12
20	اللہ تعالیٰ کے خوف کی دو تفسیریں	922/12
21	اللہ سے ڈرنے کے فوائد	81/12
22	اللہ سے ڈرنے والے کا مصداق	697/12
23	خوف خدا کی وجہ سے گناہ ترک کرنا	563/12
24	نیک اعمال نہ کرنے اور برے اعمال سے نہ بچنے پر عذاب کا خوف	234/12
25	نیک اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف	235/12
26	خشیتِ الٰہی کا ذکر	313/3
26	**خواب**	
1	خواب کی تعریف	667/5
2	خواب کی اقسام	667/5
3	اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم	670/5
4	رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت	670/5
5	چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث	672/5
6	خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت	675/5
7	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے خواب کا ذکر کرنے سے منع کیا جانے کا سبب	675/5
8	کفار اور فساق کے خواب سچے ہونے کی توجیہ	676/5
9	خواب صرف ہمدرد اور خیر خواہ کے سامنے بیان کیا جائے	676/5
10	عمداً خواب کی غلط تعبیر بیان کرنا	677/5
11	سچے خوابوں کی بشارت ہونے کی تفصیل	678/5
12	خواب کا پہلی تعبیر پر واقع ہونا ضروری نہیں	781/5
13	خواب کی تعریف اور اقسام	878/12
27	**خیانت**	
1	مال غنیمت میں خیانت کرنا	441/2
2	اموال مسلمین میں خیانت کرنا	442/2
3	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کے محامل	612/4 706/4
4	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ممانعت	610/4
5	خیانت کے متعلق آیات قرآنیہ	613/4
6	خیات کے متعلق احادیث طیبہ	613/4
7	خیانت کی ممانعت	699/9
28	**خیال**	
1	تخیل کی تعریف	151/8
29	**غزوۂ خیبر**	
1	منافقین کا غزوۂ خیبر میں شرکت کیلئے اصرار کرنا	243/11

marfat.com
Marfat.com

د

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**دارالحرب**	
1	دارالحرب کی تعریف	772/1 990/1 210/2
2	**دارالسلام**	
1	دارالسلام کی تعریف	772/1 990/1
2	جنت کو دارالسلام فرمانے کی وجوہ	649/3
3	**دارالکفر**	
1	دارالکفر کی تعریف	772/1 990/1 210/2
2	دارالکفر میں، کفار کا مال کھانا کیسا؟	213/2
4	**داڑھی**	
1	داڑھی میں قبضہ کی بحث	510/1
2	داڑھی کی مقدار	45/3
5	**حضرت داؤد علیہ السلام**	
1	حضرت داؤد علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر	744/6
2	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب	619/7
3	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	619/7
4	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	620/7
5	حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح	637/7
6	حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ	590/8 52/10
7	حضرت داؤد علیہ السلام کا نام ونسب اور ان کا جالوت کو قتل کرنا	590/8
8	حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت اور ان کی سیرت	591/8
9	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں کے متعلق احادیث	592/8
10	حضرت داؤد علیہ السلام کے شکر کی ادائیگی کا طریقہ	593/8
11	حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی	594/8
12	حضرت داؤد علیہ السلام کی دعائیں	594/8
13	حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر	595/8
14	حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات	597/8
15	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا	619/8
16	حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم علم دیا جانا	611/8
17	حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی فضائل	605/9
18	حضرت داؤد علیہ السلام کا آہن گر ہونا	607/9
19	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	609/9
20	آل داؤد کو شکر کرنے کا حکم	613/9
21	حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی دس وجوہ	53/10
22	حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کا تسبیح کرنا	58/10
23	حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت	59/10
24	حضرت داؤد علیہ السلام کا محافظ ان کا لشکر تھا	59/10
25	حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے انسان تھے یا فرشتے؟	63/10
26	آنے والوں کے فرشتے ہونے پر دلائل	64-66/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
27	آنے والوں کے انسان ہونے پر دلائل	64-66/10
28	حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟	66/10
29	حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات	67/10 74/10
30	حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ کے حضور توبہ کرنا	70/10
31	حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال	76/10
6	**سورۃ الدخان**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	737/10
2	سورۃ الدخان کی فضیلت میں احادیث	737/10
3	سورۃ الدخان کے مقاصد و مسائل	738/10
4	سورۃ الدخان کا اختتام	783/10
7	**درود شریف**	
1	دیکھئے "19: صلوٰۃ (درود وسلام)" صفحہ 163	
8	**درایت**	
1	درایت کا معنی	51/11
2	درایت تفصیلی کی نفی	52/11
9	**درگور کرنا**	
1	زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا	591/12
2	زندہ درگور کرنے کا سبب	591/12
3	زندہ درگور کرنے کی ممانعت میں احادیث	591/12
10	**دشمن**	
1	دشمن سے صلح کرنے کا حکم	684/4
2	دشمن کی نیت فاسد ہونے کے باوجود صلح کا جواز	686/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	**دعوت دین**	
1	قرآن وسنت سے انبیاء اور مرسلین کی دعوت کا ثبوت	492/10
2	قرآن وسنت سے علماء دین کی دعوت کا ثبوت	492/10
3	قرآن وسنت سے امراء اور حکام کی دعوت کا ثبوت	494/10
4	قرآن وسنت سے مؤذنین کی دعوت کا ثبوت	495/10
5	قرآن وسنت سے عام مؤمنین کی دعوت کا ثبوت	502/10
6	علماء دین کی اقسام	493/10
7	دعوت الی اللہ دینے والوں کی احادیث میں مثالیں	115/11
12	**دعا**	
1	"اھدنا" میں جمع کے صیغہ سے دعا کرنے کی وجہ	212/1
2	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث	691/1
3	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث	692/1
4	فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا	693/1
5	طلب جنت کی دعا کرنا	698/1
6	قبولیت دعا کی شرائط وآداب	699/1 397/10
7	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	701/1 397/10
8	دل کو دین پر ثابت رکھنے کی دعا	67/2
9.	دعا قبول ہونے کے باوجود دعا کرنا	525/2
10	دعا قبول ہونے کا طریقہ	526/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	مانعین دعا کے دلائل اور ان کے جوابات	169/4
12	دعا قبول نہ ہونے کے فوائد	170/4
13	دعا کی ترغیب وفضیلت	17/4 395/10
14	آہستہ دعا کرنے کے فوائد	173/4
15	خارج از نماز دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا	174-183/4
16	دعا میں حد سے بڑھنا	186/4
17	دعا سے مصیبت ٹلنے کے بعد خدا کو فراموش کر دینا	246/4
18	اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرنے کی دعا کرنا	460/5
19	دعا کی قبولیت میں جلدی کی امید رکھنا جہالت ہے	461/5
20	دعا میں سوال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا	867/5
21	موت کی دعا کرنا	868/5
22	دعا کا طریقہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	209/6
23	نبی معصوم کی دعا مغفرت کے محامل	211/6
24	نماز میں دعا مانگنے کے آداب	215/6
25	دعاء حرام	216/6
26	کیا تمام مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کرنا کی خلف وعید کو مستلزم ہے؟	216/6
27	دعا کے آداب	252/7
28	انبیاء اور اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	448/7
29	مال اور اولاد میں کثرت کی دعا کرنا	275/8
30	امام بننے کی دعا کرنا	278/8
31	بعد والوں کی بناء کے حصول کی دعا کرنا	350/8
32	وضو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو پڑھنے کا ثواب	354/8
33	قیامت کے دن پردہ رکھنے کی دعا کی تلقین	355/8
34	دوزخ سے پناہ مانگنے اور جنت کے حصول کی دعا کرنا	555/8
35	مضطر اور مصیبت زدہ کی دعا کا قبول ہونا	717/8
36	مظلوم، مسافر اور والد کی دعا جلد قبول ہوتی ہے	718/8
37	تحیت کا معنی اور اس کے مواقع	502/9
38	دعاؤں کے قبول ہونے کی شرائط	896/9
39	دعا میں اخروی مطالب کو دنیاوی مطالب پر مقدم رکھنا	106/10
40	راحت ومصیبت، ہر حال میں اللہ سے دعا کرنا	182/10
41	آخرت میں کفار کی دعاؤں کو قبول نہ فرمانا	378/10
42	دعا کے اوقات کے متعلق علماء اور فقہاء کے اقوال	401-406 10
43	قرآن وذکر میں مشغول ہونا افضل ہے یا دعا کرنا؟	410/10
44	مسلمانوں کی بعض دعائیں قبول نہ فرمانے کی حکمتیں	592/10
45	سفر پر روانہ ہوتے وقت سواری پر بیٹھنے کے بعد کی دعا	660/10
46	سفر سے واپسی کی دعا	661/10
47	دعا کے قبول نہ ہونے سے اکتانا نہیں چاہیے	751/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	تنہائی رات کے مستجاب وقت میں دعا قبول نہ ہونے کی وجوہ	368/11
49	اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون یہ دعا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کی ہے	856/12
13	دل	
1	قرآن وحدیث میں دل کی طرف عقل و ادراک کی نسبت	421/4 769/7
2	قلب سلیم کی تعریف اور اس کی علامت و مصداق	358/8
3	کسی شخص کے اندر دو دل نہ بنانے کے متعدد محامل	370/9
4	قلب کے مصداق کے متعلق قدیم وجدید آراء	371/9
5	قلب سلیم کا معنی	898/9
6	دل کی سختی کے اسباب	218/10
7	دل کی چھپی ہوئی باتیں	339/10
8	دل پر زنگ لگنا	627/12
9	ظاہری اعضاء کے مقابلہ میں دل کے افعال کا معیار ہونا	947/12
14	دماغ	
1	دماغ کا محل عقل ہے	421/4 768/7
15	دَم درود	
1	دیکھئے "48: علاج" صفحہ 183	
16	دنیا	
1	دنیا میں راحت و مصیبت کا آنا	176/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	دنیا وآخرت کی بربادی	749/1
3	دنیا کی تزئین وآرائش	76/2
4	دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنا	504/2
5	دین ودنیا میں توازن	77/2
6	اعتدال کے ساتھ عورتوں کی طرف رغبت	79/2
7	اعتدال کے ساتھ بیٹیوں کی طرف رغبت	80/2
8	اعتدال کے ساتھ مال کی طرف رغبت	81/2
9	اعتدال کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کی طرف رغبت	82/2
10	اعتدال کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف رغبت	83/2
11	دنیا کا بے وقعت ہونا	436/3
12	دنیا کی محبت قطعاً مذموم نہیں ہے	440/3
13	دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث	436/3
14	قیام دنیا کو کم سمجھنے کی وجوہات	371/5
15	دنیاوی لذتوں کا بے مایہ ہونا	134/6
16	دنیا میں مشغولیت اور لمبی امیدوں کی مذمت	239/6
17	متاع دنیا کی طرف دیکھنے کی ممانعت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہونا	317/6
18	دنیاوی عیش کے سامان کو ترک کرنا	320/6
19	اسلام میں دین ودنیا کا امتزاج	321/6
20	صرف دنیا کے طلب گار کا انجام	676/6
21	دنیا سے رغبت کو کم کرنا	44/7
22	دنیا کی زینت اور اس سے دامن بچانا	45/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	دنیا کی پانی کے ساتھ تشبیہ	112/7
24	دنیاوی فراخ دستی اور تنگدستی حق و باطل کا معیار نہیں	310/7
25	دنیا میں ریشم اور سونا چاندی پہننے اور شراب پینے والے کا شرعی حکم	728/7
26	موت کے وقت دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا	905/7
27	موت کے وقت مرتبہ کا علم	906/7
28	دنیا کا معنی اور اس کا خسیس وگھٹیا ہونا	114/9
29	دنیاوی زندگی کو کھیل تماشہ فرمانے کی وجہ	115/9
30	دنیادار اور دین دار لوگوں کی سوچ وفکر کا فرق	135/9
31	جن چھ دنوں میں دنیا بنی	308/9
32	مومن اور فاسق کا دنیا میں مساوی نہ ہونا	338/9
33	دنیاوی لذتوں میں غلو نہ کرنے کی تلقین	422/9
34	دوزخ میں کفار کے عذاب کی کیفیت	571/9
35	دنیا سے بے رغبتی کے متعلق احادیث	579/10
36	دنیاوی مال ومتاع کا مذموم ہونا	673/10
37	دنیا کی زیب وزینت کفار کے لیے ہے	681/10
38	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا حقیر ہونا	681/10
39	دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا	718/10
40	دنیا میں اچھی اور مقدس اشیاء کے باوجود دنیاوی زندگی کو صرف دھوکے کا سامان کہنا	732/11
41	دنیا میں فقر اور تونگری حق و باطل کا معیار نہیں	589/11
42	دنیا کی نعمتیں ملنے کو عزت وکرامت سمجھنا	733/12
43	دنیاوی عیش وعشرت کی مذمت کی وجہ	734/12
44	دنیاوی مال کے حصول پر اترانا کیسا؟	735/12
45	دنیا میں کفار کا مومنوں پر ہنسنا اور مذاق اڑانا	631/12
46	دنیا کی زندگی کو ترجیح دینا	561/12
47	دنیا کی جلد ملنے والی نعمتوں کی محبت	458/12
48	حب دنیا کی آفات	228/12
17	**دن**	
1	دن کو رات اور رات کو دن میں داخل کرنا	791/7
2	دن میں رات کو اور رات کو دن میں داخل کرنے کا معنی	278/9
3	جن چھ دنوں میں دنیا بنائی گئی	308/9
4	منگل کے دن کو منحوس سمجھنا	308/9
5	پچاس ہزار سال کے دن اور ایک ہزار سال کے دن میں تطبیق (یوم قیامت کے متعلق)	311/9
6	ایک ہزار سال میں اللہ کی طرف کاموں کے چڑھنے کے محامل	310/9
7	معین دنوں کا منحوس یا مبارک ہونا	586/11
8	دن کن چیزوں کو ظاہر کرتا ہے؟	765/12
9	دن کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	765/12
10	دن کے وقت میں مصروفیات کی وجہ	345/12
18	**دودھ**	
1	دودھ پلانے کے شرعی احکام	844/1
2	دودھ پلانے کی مدت	844/1
3	گوبر اور خون کے درمیان دودھ کو پیدا کرنا	480/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	نر حیوانوں میں دودھ	480/6
5	اوجھڑی میں دودھ	481/6
6	دودھ کی خلقت میں اسرار و دقائق	481/6
7.	دودھ کی خلقت میں حشر و نشر کا امکان	483/6
8	دودھ کے متعلق احادیث	484/6
9	دودھ کا کیمیائی تجزیہ	485/6
10	دودھ کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
11	دودھ پلانے کی انتہائی مدت	80-83/11
12	دودھ پلانے کی اجرت لینے کا جواز	86/12
19	**دوزخ**	
1	دوزخ میں جلنے والے پتھروں کا بیان	316/1
2	دوزخ سے پناہ مانگنا	500/2
3	دوزخ سے نجات طلب کرنا	414-418/2
4	دوزخ کے طبقات	837/2
5	جہنم کے خلود سے استثناء	640/3
6	کیا تمام اہل بدعت اور گمراہ فرقے دوزخی ہیں	81/4
7	دوزخ میں کفار کے احوال	135/4
8	بہت سے انسانوں اور جنوں کو دوزخ کیلئے پیدا کرنا	419/4
9	دوزخ کی گرمی	215/5
10	جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھرنا	653/5
11	دوزخ کے پانی کی کیفیت	166/6
12	دوزخیوں کے عذاب کی کیفیت اور ان پر موت کا نہ آنا	167/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	دوزخ کے دروازے اور ان میں عذاب یافتگان	291/6
14	دوزخ کے متعلق آیات واحادیث	102/7
15	کیا دوزخ میں دخول کفار کے ساتھ خاص ہے؟	207/7
16	دوزخ میں دخول پل صراط سے گزرنا ہے	308/7
17	مسلمانوں کے دخول نار سے مراد	309/7
18	دوزخ میں داخل ہونے اور دور رکھے جانے کا تعارض	669/7
19	برزخ کا معنی	907/7
20	دوزخ میں کفار کی چھ دعائیں	918/7
21	دوزخ کی آنکھ، کان اور زبان کے متعلق احادیث	220/8
22	آیا دوزخ میں کوئی اچھائی ہے؟	221/8
23	کفار کا جہنم میں جھونکا جانا	221/8
24	دوزخ کی صفات	360/8
25	دوزخ کس جگہ واقع ہے؟	361/8
26	مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کی دوزخ میں حالت زار	362/8
27	دوزخ میں مشرکین اور بتوں کا ایک دوسرے کو طعن کرنا	363/8
28	زمین پر دوزخ کا وجود	104/9
29	جنات اور انسانوں سے دوزخ کو بھرنے کے متعلق احادیث	330/9

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ	330/9 328/11
31	دوزخ میں کافروں کا مباحثہ	377/10
32	دوزخ میں کفار کے عذاب کا لزوم	470/10
33	دوزخ کے نگران "مالک" سے اہل دوزخ کا کلام	728/10
34	دوزخ کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کرنا	329-335 / 11
35	کون کون دوزخ کو دیکھیں گے؟	963/12
36	دوزخ کی آگ کی شدت	977/12
37	کفار کو دوزخ کا عذاب دینے کی توجیہ	147/12
38	دوزخ میں چنگھاڑ کی تفسیر میں تین اقوال	147/12
39	دوزخ کے غیض وغضب میں آنے کی توجیہ	148/12
40	دوزخ کو لانے والے	738/12
41	دوزخ کا عذاب	613/12
42	کیا سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟	587/12
43	دوزخ کا مصداق کس جگہ پر ہے؟	589/12
44	دوزخ کی صفات کے متعلق احادیث	563/12 377/12
45	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد	378-383 / 12
46	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	378/12
47	دوزخ کی صفات کا تذکرہ	386/12
48	دوزخ کے محافظ فرشتوں کی صفات	125/12
49	دوزخ کے بلانے کی توجیہات	228/12
20	**دوست**	
1	صدیق کی تعریف	719/2
2	بدمذہبوں سے دوستی رکھنا	709/7
3	کیسے شخص کو دوست بنایا جائے؟	236/8
4	قیامت کے دن فقط مومنوں کی دوستی کا کام آنا	365/8
21	**دھمکی دینا**	
1	دھمکی دینے کی تعریف اور اس کے مسائل	582/6
22	**دھواں**	
1	دوزخ کے دھوئیں کی تین شاخوں کے محامل	481/12
2	دھوئیں کے سائے کی صفات	482/12
23	**دھریہ**	
1	دھریوں کا رد اور ابطال	782/9
2	دہر کا لغوی وعرفی معنی	815/10
3	دہر کے متعلق احادیث	815/10
4	دہریے بلا دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انکار کرتے ہیں	816/10
24	**دھمال**	
1	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا دھمال کرنا	387/8
25	**سورۃ الدھر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	425/12
2	سورۃ الدھر اور سورۃ القیامہ کی باہمی مناسبت	425/12
3	سورۃ الدھر کا مکی یا مدنی ہونا	425/12
4	سورۃ الدھر کے مشمولات	426/12
5	سورۃ الدھر کا اختتام	469/12
26	**دھوکا دینا**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "23: فریب" صفحہ 195	
27	دین	
1	دین کا لغوی و شرعی معنی	176/1
2	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت	528/3
3	دین کا معنی	760/5
4	دین اور شریعت کا فرق	660/7
5	دین میں فرقے بنانے کی ممانعت	661/7
6	ادیان مختلفہ اور ان کا شرعی حکم	720/7
7	دین میں تنگی نہیں	806/7
8	دین آسان ہے سو مشکل احکام نہ بتائے جائیں	808/7
9	سچے دین کو لانے اور اس کی تصدیق کرنے والے	253/10
10	تمام انبیاء کا دین واحد اور شریعتوں کا متعدد ہونا	561/10
11	دین کا لغوی و اصطلاحی معنی	562/10
12	انبیاء کے بعد دین میں تفرقہ ڈالنے والے کون؟	566/10
13	اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے طریقے	139/11
14	دین اسلام کے غلبہ کے محامل	267/11
15	دین کی سلامتی جسم کی سلامتی سے زیادہ اہم ہے	1055/12
16	رسول اللہ ﷺ اور تمام امت کے لیے دین کا آسان ہونا	694/12
28	دیت	
1	دیت کا معنی	756/2
2	قتل خطاء، قتل شبہ عمد اور قتل عمد کی دیت	756/2
3	دیت کی ادائیگی کی مدت	757/2
4	عورت کی نصف دیت کی تحقیق	758/2
5	ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنا	759/2
6	دار الحرب میں کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کرنے پر دیت	759/2
7	ذمی کافر کی دیت	759-761/2
29	دیدار الٰہی	
1	دیکھئے "30: رؤیت باری تعالیٰ" صفحہ 138	
30	دیہاتی	
1	العرب اور الاعراب کا معنی	232/5
2	الاعراب سے مراد مدینہ کے گرد رہنے والے دیہاتی ہیں	234/5
3	اعراب کی سنگ دلی اور شقاوت	234/5

ڈ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ڈاکو/ڈاکہ	
1	دیکھئے "18: حرابہ" صفحہ 113	
2	ڈکار	
1	ڈکار کا نعمت اور بیماری ہونا	651/9

ذ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۃ الذّٰریات	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	355/11
2	سورۃ ق اور سورۃ الذّٰریات کی باہمی مناسبت	355/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ الذّٰریات کے مشمولات	355/11
4	سورۃ الذّٰریات کا اختتام	404/11
2	ذبیحہ	
1	جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء	641/3
3	ذخیرہ اندوزی کرنا	
1	ضرورت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنے کا جواز	781/5
2	ضرورت کے بغیر ذخیرہ اندوزی کرنے کی ممانعت	109/9
4	ذکرِ الٰہی	
1	ذکر بالجہر کی تحقیق	502/1 745/1
2	ذکر کی اقسام اور اس کے متعلقہ اقوال	592/1
3	ذکر سے متعلق احادیث کریمہ	517/2
4	اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنا	835/2
5	ذکر خفی کی فضیلت	520/4
6	معتدل آواز کے ساتھ ذکر بالجہر	521/4
7	ذکر کے لیے اوقات کی تخصیص	521/4
8	دوران قتال ذکر کے متعلق احادیث	647/4
9	دوران قتال ذکر کے متعلق علماء کے اقوال	648/4
10	اللہ کے ذکر سے دلوں کے مطمئن ہونے اور خوفزدہ ہونے کے درمیان تطبیق	95/6
11	مطمئن دلوں کے مصداق	96/6
12	ذکر خفی کی فضیلت	250/7
13	ذکر میں سستی	375/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	قرآن پر ذکر کا اطلاق	431/7
15	کن لوگوں کو خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی	144/8
16	ذکر اللہ کی فضیلت میں احادیث	93/9
17	اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فانی اور باقی قرار دینا	277/9
18	کلمات اللہ کا غیر متناہی ہونا	277/9
19	اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضروری امور	400/9
20	بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کے متعلق احادیث	451/9
21	امت محمدی کو ذکر کا حکم دینے کی توجیہ	498/9
22	ذکر کرنے والوں کی اقسام ہمراتب اور درجات	500/9
23	بعض اذکار و اوراد	501/9
24	اذکار ماثورہ پڑھنے کا ثواب	343/11
25	اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے کا معنی	288/12
26	اللہ کے ذکر سے اعراض کا دنیا میں تنگی کا سبب ہونا	289/12
5	ذوی القربیٰ	
1	رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک	443/1
2	رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت	649/1
3	رشتہ داروں سے تعلق توڑنا اور جوڑنا	545/2
6	ذوی الارحام	
1	دیکھئے ''13: وراثت'' صفحہ 278	
7	ذوالقرنین	
1	ذوالقرنین کا مصداق اور اس کی وجہ تسمیہ	201/7
2	تورات میں ذوالقرنین کی طرف اشارے	202/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	ذوالقرنین کا تصرف اور اس کا اقتدار	203/7
4	ذوالقرنین کے تین سفر	203-206/7
5	ذوالقرنین کی تحقیق	212/7
8	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	
1	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو نبی بنانے کا واقعہ	654/7
2	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت میں علماء کا اختلاف	655/7
9	ذوالحجہ	
1	الفجر سے مراد ذوالحجہ کی صبح اور اس کی فضیلت	721/12
2	ولیال عشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ان کی فضیلت	722/12

ر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	رات	
1	رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنا	791/7
2	رات کو دن میں اور رات میں دن کو داخل کرنے کا معنی	278/9
3	رات کو عبادت، معصیت اور غفلت میں گزارنے والے	408/10
4	رات کی سلطنت کا سورج اور چاند سے زیادہ ہونا	765/12
5	رات کو نماز کے لیے اٹھنے میں مشقت کی وجوہ	344/12
2	راحت	
1	راحت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	737/11
3	راہب/رہبانیت	
1	رہبانیت کا لغوی و اصطلاحی معنی	741/11
2	مذاہب اربعہ کے مفسرین کا اختراع رہبانیت سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال	742-747/11
3	رہبانیت کی رعایت نہ کرنے والوں کے مصادیق	755/11
4	راز	
1	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء کرنا	112/12
5	رب	
1	دیکھئے "69: اللہ تعالیٰ" صفحہ 62	
6	ربا	
1	ربا کا معنی	976/1
2	ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت	977/1
3	ربا الفضل کی حرمت کا سبب	980/1
4	بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل کے جوابات	981/1
5	افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنا	983/1
6	دارالحرب کے سود میں فقہاء کا نظریہ	984/1
7	سود کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا	987/1
8	دارالحرب، دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات	990/1
9	قیامت میں سود خور کا انجام	991/1
10	ربا اور بیع کا فرق	992/1
11	ربا کو بتدریج حرام کرنا	993/1
12	ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں	994/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	سود خور کے لیے دائماً دوزخ	994/1
14	سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا	994/1
15	سودی کاروبار ترک نہ کرنے والا	995/1
16	سود پر وعید کے متعلق احادیث	996/1
17	سود کے بعد تجارتی قرضوں کا ذکر	1002/1
18	سود مفرد اور سود مرکب	365/2
19	ربا الفضل	365/2
20	ربا الفضل میں علت حرمت	366/2
21	سود میں منہمک رہنے والے کا انجام	367/2
22	کھلم کھلا سود کھانا	747/6
7	**ربانیین**	
1	ربانیین کا معنی	224/2
8	**رجم**	
1	رجم کی تحقیق	62/8
2	قرآن سے رجم کا ثبوت	62/8
3	رجم کی منسوخ التلاوۃ آیت	64/8
4	آیت رجم کی بحث	65/8
5	رجم کی احادیث متواترہ	66/8
9	**سورۃ الرحمٰن**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	601/11
2	سورۃ الرحمٰن کے مشمولات	602/11
3	سورۃ الرحمٰن کا اختتام	644/11
10	**رحمت باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کا کفر ہونا	846/5
2	اللہ تعالیٰ کی رحمت و عذاب دونوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے	296/6
3	اللہ کی رحمت سے مایوسی کی وجوہات	297/6
4	وما ارسلنک الا رحمة للعالمين کی تفسیر	682-693/7
5	رحمت کی متعدد تفاسیر	652/9
6	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونا	587/11
7	اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل کرنے کے دو محمل	261/11
8	رحمان ورحیم کا معنی	149/1
9	رحمان کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجوہ	150/1
10	رحمٰن ورحیم کی تفسیر میں مفسرین کی فروگذاشت	172/1
11	**رزق**	
1	رزق کا معنی	273/1
2	حرام کا رزق ہونا یا نہ ہونا	274/1
3	گناہوں کو ترک کرنے سے رزق میں فراخی	241/3
4	اللہ تعالیٰ کے رزق پہنچانے کی مثالیں	499/5
5	رزق میں وسعت کے متعلق احادیث	119/6
6	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت	516/6
7	رزق میں کمی اور زیادتی	706/6
8	تلاش رزق میں اعتدال	265/9
9	رزق کریمہ کا معنی	598/9
10	رزق کی وسعت	199/10
11	رزق کی اقسام	561/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	کشادگی رزق کی وجہ سے سرکشی کی وجوہات	601/10
13	آسمان میں مخلوق کے رزق کی تفسیریں	375/11
14	رزق میں وسعت کے متعلق احادیث	74/12
12	رسالت/رسول	
1	منصب رسالت	731/2
2	تبلیغ رسالت	244/3
3	کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا	329/3
4	ہر امت کے پاس اس کے رسول آنے کے دو محمل	372/5
5	ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے	313/6
6	زمین والوں کے لیے فرشتہ کو رسول نہ بنانا	803/6
7	رسول کا لغوی و اصطلاحی معنی	279/7
8	صرف انسانوں اور مردوں کو رسول بنایا جاتا ہے	523/7
9	رسول کا اپنی قوم کی طرف پیغام پہنچانا	870/7
10	رسول کا اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہونا	871/7
11	تمام رسولوں سے بیک وقت خطاب کرنا	877/7
12	حضور علیہ السلام کی رسالت پر ایک اعتراض کا جواب	524/7
13	آپ علیہ السلام کی رسالت کا عموم	212/8
14	رسالت کی تمہید	123/8
15	عقیدۂ رسالت کی تعلیم	65/9
16	حضور علیہ السلام کی رسالت کے برحق ہونے پر دلائل	103/9
17	حضور علیہ السلام کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے	626/9
18	پتھروں، پہاڑوں، درختوں اور جانوروں کا آپ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ہر چیز کا آپ علیہ السلام کی رسالت کو پہچاننا	627/9
19	تبلیغ رسالت کا اجر طلب نہ کرنا	640/9
20	حضور علیہ السلام کی رسالت کی قسم کھانا	715/9
21	بشریت کا رسالت کے منافی نہ ہونا	736/9
22	رسولوں کے غلبہ سے مراد	970/9
23	قرآن واحادیث سے حضور علیہ السلام کی رسالت کا عموم	544/10
24	تبلیغ رسالت پر قرابت سے محبت کے اجر کے سوال پر اعتراض کا جواب	582-588 10
25	رسولوں کی نفرت کے محامل	381/10
26	رسولوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
27	گذشتہ رسولوں سے سوال کرنے کی توجیہات	688/10
28	بعض بندوں کو رسول اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	811/10
29	آپ علیہ السلام کی رسالت کا عموم	878/11
30	رسولوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
13	رشوت	
1	رشوت کا معنی	707/1
2	قرآن وحدیث میں رشوت کا حکم	707/1
3	رشوت کی اقسام	708/1

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	رشوت کی تعریف، وعید اور شرعی احکام	643/2
5	رشوت کا معنی واقسام	194/3
14	**رشتہ دار**	
1	رشتوں کو جوڑنے کی اقسام	82/6
2	رشتوں کو جوڑنے کے متعلق احادیث	83/6
3	رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی	557/6
4	رشتہ داروں کو صدقہ دینے کی فضیلت	758/12
15	**رضائے الٰہی/ رضائے مصطفیٰ ﷺ**	
1	رضائے الٰہی کی خاطر دنیا ترک کرنا	750/1
2	اللہ تعالیٰ کی رضا جنت سے افضل ہے	99/5
3	اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے	192/5
4	اللہ تعالیٰ کی رضا کا مہاجرین وانصار کی نیکیوں میں اتباع کیے جانے پر موقوف ہونا	242/5
5	اللہ کی رضا کا بہت بڑا درجہ ہے	561/8
6	اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا جنت عطا کرنے سے بڑا انعام ہے	921/12
7	اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی رضا کے محامل	922/12
8	نبی کریم ﷺ کی رضا کے محامل	502/7
9	رضا اور مشیت میں فرق	781/9
16	**سورۃ الرعد**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	27/6
2	الرعد کا معنی	28/6
3	سورۃ الرعد کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	28/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	سورۃ الرعد اور سورۂ یوسف میں باہمی مناسبت	30/6
5	سورۃ الرعد کے مضامین ومقاصد	32/6
6	سورۃ الرعد کا اختتام	123/6
17	**رقص وسرود**	
1	جاہل صوفیاء کا رقص وسرود	627/4
2	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا رقص کرنا	387/8
18	**رکون (کفار سے میل جول)**	
1	رکون کا لغوی، عرفی اور شرعی معنی	641/5
2	رکون کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	642/5
3	رکون کی ممانعت کے متعلق احادیث	642/5
19	**رمضان المبارک**	
1	ولیال عشر سے مراد رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی فضیلت	725/12
20	**رمل**	
1	رمل کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	291/7
21	**روزہ**	
1	روزہ کا معنی	667/1
2	رمضان کے روزوں کے فضائل	668/1
3	نفلی روزوں کی فضیلت	671/1
4	حاملہ اور مرضعہ کے لیے روزہ کی رخصت	686/1
5	عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا	689/1
6	روزہ کی رات میں عمل زوجیت کی اجازت	703/1
7	طلوع فجر کے بعد سحری کھانا	703/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت	672/1
9	روزہ کے اسرار و رموز	673/1
10	روزہ کے فساد و عدم فساد کے بعض ضروری مسائل	674/1
11	انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنا	674/1
12	مریض کا روزہ قضاء کرنا	675/1
13	مسافر کا روزہ قضاء کرنا	677/1
14	بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا	681/1
15	رمضان کے اسرار و رموز اور رمضان میں نزول قرآن کا بیان	683/1
16	قطبین میں روزہ	684/1
17	روزہ کی رخصت کے لیے شرعی مسافت	684/1
18	سعودی عرب کے حساب سے روزہ رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا اور اس کا عکس؟	685/1
19	سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے تو کیا کرے؟	685/1
20	میت کی طرف سے روزہ رکھنا	686/1
21	قطبین میں روزہ	785/2
22	روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا	630/7
23	حالت اضطرار میں مریض کو خون دینا	631/7
22	**روح المقدس**	
1	روح القدس کا معنی	446/1 362/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	یہود کا جبرائیل کو اپنا دشمن کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	455-458 1
3	روح القدس کا معنی	362/3
23	**روضۂ رسول ﷺ**	
1	روضۂ رسول ﷺ کے فضائل	260/5
24	**روح**	
1	فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت	509/3
2	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت	510/3
3	روح کا انسان کی حقیقت ہونا	511/3
4	روح کا جسم سے پہلے پیدا ہونا	512/3
5	روح کا معنی	274/6 352/6
6	روح سے وحی اور اللہ کے کلام کا مراد ہونا	353/6
7	روح کا لغوی و اصطلاحی معنی	786/6
8	روح کی موت	787/6
9	جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر	788/6
10	روح کا حادث اور مخلوق ہونا	789/6
11	نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟	790/6
12	رسول اللہ ﷺ کو روح کا علم	791/6
13	کافر کی روح نکلنے کی کیفیت	747/7
14	روح کے تقاضے	192/9
15	روح کی اللہ کی طرف اضافت	314/9
16	روح کی تحقیق	314/9
17	روح کا لغوی و اصطلاحی معنی	314/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	روح کے مصداق میں مختلف اقوال	315/9
19	روح کی صحیح تعریف	316/9
20	روح کے بدن میں حلول کرنے اور درد و لذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں آیات	316/9
21	روح کے بدن میں حلول کرنے اور درد و لذت کا ادراک کرنے کے ثبوت میں احادیث	317/9
22	شہداء کی روحوں کو جنت میں رزق ملنا	318/9
23	مومن اور کافر کی روحوں کو قبر میں ان کے جسموں میں داخل کرنا	318/9
24	مومن اور کافر کی روحوں کی ان کے جسموں سے نکلنے کی کیفیت	319/9
25	روح کا معنی اور روح پھونکنے کا محمل	148/10
26	روح کو وحی سے تعبیر کرنے کی وجوہ	335/10
27	روح کا مصداق	897/12
28	روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے کے محامل	590/12
29	کافر کی روح کھینچنے کی کیفیت	543/12
30	مومن کی روح کھینچنے کی کیفیت	545/12
31	اولیاء اللہ کی ارواح	549/12
32	الروح	223/12
25	**رونا**	
1	زیادہ رونے کی تلقین	215/5
2	عبادت سے محرومی کے سبب رونا	228/5
26	**روٹی**	
1	روٹی کی تعظیم و تکریم	756/9
2	گندم کی روٹی کا عظیم نعمت ہونا	758/9
27	**سورۃ الروم**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	125/9
2	سورۃ الروم کی سورۃ العنکبوت سے مناسبت	126/9
3	سورۃ الروم کے مشمولات	126/9
4	سورۃ الروم کا اختتام	206/9
28	**رہائش**	
1	جنگلوں اور غاروں میں رہنا	56/7
2	عزلت نشینی کے بجائے لوگوں کے ساتھ رہنا	57/7
3	عزلت نشینی اور تمدنی زندگی میں درمیانی کیفیت	58/7
4	غیر رہائشی عمارات کی تعیین	126/8
29	**رھن (گروی رکھنا)**	
1	رہن کی تعریف اور اس سے فائدہ اٹھانا	1015/1
2	رہن کی شرائط اور ضروری مسائل	1017/1
3	اعتماد کی صورت میں گروی رکھنے کو ترک کرنا	1018/1
4	رہن کے اسرار و حکمتیں	1020/1
5	بیع اور رہن کے بعد اعمال صالحہ سے مکلف کرنے کا ذکر	1022/1
30	**رؤیت باری تعالیٰ**	
1	رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق فقہاء کے نظریات	616/3
2	منکرین رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	616/3
3	رؤیت باری کے متعلق آیات قرآنیہ	618/3
4	رؤیت باری کے متعلق احادیث نبویہ	618/3
5	شب معراج اللہ کا دیدار	619/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب	300/4
7	منکرین رؤیت کے دلائل اور ان کے جوابات	301/4
8	اللہ تعالیٰ کا دیدار عظیم نعمت ہے	192/5
9	رؤیت باری پر اہل سنت کے دلائل	302/4
10	اللہ تعالیٰ کا دیدار	355/5
11	قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت	415-417/12
12	اللہ تعالیٰ کا دیدار عظیم نعمت ہے	192/5
31	**ریاکاری**	
1	ریاکاری سے عبادت کرنا	835/2
2	ریا کی مذمت	651/4
3	ریاکاری کا شرک خفی ہونا	481/5
4	ریاکاری کی مذمت اور اس پر وعید	512/5
5	قربانی کے عمل میں ریاکاری	237/7
6	ریاکاری کی تعریف	995/12
7	فرائض دکھا کر اور نوافل چھپا کر ادا کیے جائیں	995/12
32	**ریشم**	
1	چار انگل ریشم کے کام کے جواز کی تفصیل	723-726/10
33	**ریب**	
1	مزید دیکھئے "21: شک" صفحہ 154	

ز

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**زبور**	
1	زبور کا معنی	677/7
2	قرآن کے صدق پر زبور کی شہادت	678/7
2	**سورۃ الزخرف**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے مقاصد	651/10
2	سورۃ الزخرف کا اختتام	732/10
3	**زرہ**	
1	زرہ بنانے میں مناسب مقدار کے محامل	609/9
4	**زکوٰۃ**	
1	زکوٰۃ کا معنی اور اس کے وجوب کی شرائط	370/1
2	اسلام کے نظام زکوٰۃ پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب	493/2
3	زکوٰۃ نہ دے کر مال جمع کرنے کی مذمت	127/5
4	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ موجب عذاب نہیں ہے	128/5
5	ادائیگی زکوٰۃ کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ	129/5
6	زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	166/5
7	زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں	168/5
8	زکوٰۃ کو ظاہر اور پوشیدہ دینے کے محامل	85/6
9	گھوڑوں میں زکوٰۃ	361/6
10	بینک سے کاٹی ہوئی زکوٰۃ	126/7
11	زکوٰۃ کا معنی	259/7 854/7
12	زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی	553/8
13	زکوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی	215/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	انبیاء پر زکوٰۃ کا فرض نہ ہونا	216/9
15	زکوٰۃ کی تاکید اور اس کے فضائل	217/9
16	زکوٰۃ کی تعریف	369/11
5	**حضرت زکریا علیہ السلام**	
1	سوانح عمری	141/2
2	حضرت مریم کی کفالت کرنا	143/2
3	اولاد کی دعا کرنا	145/2
4	حضرت یحییٰ کی ولادت کو مستبعد سمجھنا	151/2
5	تین دن سے حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بند کرنے کے فوائد اور حکمتیں	151/2
6	حضرت زکریا علیہ السلام پر رحمت	250/7
7	حضرت زکریا علیہ السلام کا نداء خفی کرنے کی وجہ	251/7
8	حضرت زکریا علیہ السلام کو کس نے بشارت دی تھی؟	254/7
9	حضرت زکریا علیہ السلام کا سوال	255/7
10	حضرت زکریا علیہ السلام کے محراب کا مصداق	256/7
11	حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرنا	256/7
12	حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ	658/7
6	**زلزلہ**	
1	زلزلہ کی تعریف، اسباب اور اثرات	926/12
2	زلزلہ کی تاریخ	926/12
3	زلزلہ کہاں آسکتا ہے؟	927/12
4	زلزلہ کس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے؟	928/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	زلزلہ پیمائی	929/12
6	برصغیر پاک و ہند میں زلزلے تاریخ کے آئینے میں	930/12
7	زلزلے سے متعلق ۲۰/ اہم سوالات کے جوابات	932/12
8	زلزلہ سے متعلق اہم نکات	935/12
9	زلزلہ کا لغوی و عرفی معنی	937/12
10	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	937/12
7	**سورۃ الزلزال**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	925/12
8	**زم زم**	
1	زم زم کے فضائل	204/6
9	**زمین**	
1	زمین کا گول ہونا اور اس کا گردش کرنا	324/1
2	زمین اور آسمان کی تخلیق میں ترتیب	345/1
3	زمین میں سرنگ بنانے کا معنی	446/3
4	زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے کا معنی	541/3
5	زمین کبھی موحدین اور عابدین سے خالی نہیں رہی	558/3
6	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل	601/3
7	زمین کو چھ دنوں میں بنانا	155/4
8	زمین کی پیداوار کی دنیا کے ساتھ مثال	353/5
9	زمین کے ذکر کو آسمان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجہ	415/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کی وجہ	500/5
11	زمین کی پیدائش سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	573/5
12	زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت کی نشانیاں	876/5
13	اطراف زمین کو کم کرنے کے محامل	120/6
14	زمین کا تبدیل ہونا	223-226/6
15	زمین سے الوہیت اور وحدانیت پر استدلال	260/6
16	زمین کو پھیلانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے	261/6
17	زمین پر پہاڑوں کا نصب کرنا	377/6
18	زمین کی اقسام	435/7
19	زمین بنانے کی حکمتیں	529/7
20	زمین کے فتق اور رتق کا بیان	545/7
21	زمین کا اپنے مدار میں گردش کرنا	549/7
22	زمین کی وراثت سے جنت کی زمین مراد ہونا	679/7
23	زمین کی وراثت سے دنیا کی زمین مراد ہونا	679/7
24	جب زمین کی وراثت صرف نیک بندوں کو دی جاتی ہے تو پھر کافروں کو حکومتیں اور اقتدار کیوں دیا گیا؟	680/7
25	زمین کی پیداوار سے حشر ونشر پر استدلال	710/7
26	زمین پر وقار کے ساتھ چلنا	266/8
27	زمین میں اللہ کی بلند صفات	150/9
28	زمین کا متزلزل نہ ہونا اس کی حرکت کے منافی نہیں	238/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
29	زمین میں داخل اور اس سے خارج ہونے والی چیزیں	597/9
30	زمین کی حفاظت فرمانا	697/9
31	زمین کی حرکت پر دلائل	698/9
32	دنیا کی زمین کی وسعت، جنت کی زمین کی وسعت اور رزق کی وسعت	199/10
33	زمینوں کی چابیوں کے محامل	561/10
34	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	658/10
35	زمین کے خزانے	906/11
36	زمین کا زبان قال سے تسبیح کرنا	912/11
37	زمین پر قیامت کے زلزلہ کی کیفیت	937/12
38	زمین کا اپنا بوجھ باہر نکالنا	938/12
39	زمین کے خبر دینے کی کیفیت	938/12
40	زمین میں نشانیاں	712/12
41	سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء	90/12
42	سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث	91/12
43	سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس	92-96/12
44	زمین کو ذات الصدع فرمانے کی توجیہات	679/12
45	زمین کو پھیلانے کے متعلق احادیث	637/12
46	زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کرنے کی تحقیق	559/12
47	زمین کے منافع اور فوائد	559/12
10	سورۃ الزمر	
1	سورۃ کا نام	160/10

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ الزمر کا زمانہ نزول	160/10
3	سورۃ الزمر اور سورۂ ص میں مناسبت	160/10
4	سورۃ الزمر کے مشمولات	161/10
5	سورۃ الزمر کا اختتام	304/10
11	**زندیق**	
1	زندیق کی تحقیق اور اس کا شرعی حکم	308/1
2	زندیق کی توبہ	308/1
3	زندیق کا معنی ومفہوم	633/4
4	زندیق کی توبہ	632/4
5	زندیق، منافق، دھریہ اور ملحد کی تعریفوں میں فرق	633/4
6	زندیق کو قتل کرنے کا شرعی حکم	634/4
12	**زنا**	
1	زنا کی شہادت	819/1
2	حرمت زنا کی وجوہ	709/6
3	حرمت زنا کو حرمت قتل پر مقدم کرنا	710/6
4	زنا کا لغوی معنی	43-48/8
5	حد زنا کی شرائط	48/8
6	احصان کی تحقیق	49/8
7	زنا کی ممانعت اور دنیا وآخرت میں اس کی سزا	49/8
8	زنا کی مذمت	50/8
9	زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنا	57/8
10	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنا	59-61/8
11	غیر شادی شادہ زانی کو صرف کوڑے مارنا	61/8
12	زانیہ کے لیے صرف زانی سے نکاح کی اجازت	67/8
13	زانیہ سے مومن کا نکاح	68-69/8
14	زانی کو از خود قتل کرنا	76/8
13	**زندگی**	
1	فانی زندگی پر مغرور نہ ہونے کی تلقین	454/8
14	**زوجہ**	
1	بیویوں کے درمیان عدل	578/2
2	بیوی کو مارنا	659/2
3	اختلاف زن وشوہر	660/2
4	شوہر کا بیوی کو نفقہ وطلاق نہ دینا	662/2
5	بیوی سے کہنا "تو مجھ پر حرام ہے" کا شرعی حکم	284/3
6	شوہر کی خدمت کرنا	518/6
7	عام مسلمانوں پر ازواج میں باریوں کی تقسیم کا جواب	521/9
8	بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء	109/12
9	بیویوں کے سوا جنسی لذت کے حصول کی ممانعت	236/12
15	**زوج**	
1	جو شخص اپنی بیوی کو نہ خرچ دے اور نہ آباد کرے	668/2
2	بیویوں کے درمیان عدل کرنا	819-820/2
3	زوج کریم کا معنی	290/8
4	شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے خرچ دینے کا وجوب	86/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	زہد	
1	تقشف اور بناوٹی زہد اللہ کی ناشکری ہے	412/5
2	خلفائے راشدین کا زہد و تقویٰ	427-432/5
3	امام اعظم کا زہد و تقویٰ	432/5
4	زہد کی تعریف	48/7
5	زہد کے متعلق احادیث	46/7
6	آخرت کے ثواب میں اضافہ کی خاطر زہد کو اختیار کرنا	96/11
7	نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کا زہد	96-100/11
17	زیارت رسول کریم ﷺ	
1	زیارت رسول ﷺ کے لیے صحابہ کا اضطراب	719/2
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی زیارت کرنا اور آپ ﷺ کی تعلیم سے مستفید ہونا	493/9
3	ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت	494/9
4	اولیاء کا حضور ﷺ کی بیداری و نیند میں زیارت کرنا	493/9
5	عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟	495/9
18	زیورات	
1	زیورات کے متعلق احادیث	373/6
2	زیورات کے متعلق فقہی احکام	374/6
3	زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث و آثار	374/6
4	زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب فقہاء	376/6
5	مرد کے زیور پہننے کی تفصیل	726/10
19	زیتون	
1	زیتون کے خواص	607/3
2	زیتون کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
20	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	
1	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات	376/9
2	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سلوک	456/9
21	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	
1	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں نکاح ہونا	452/9
2	رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیل	456/9
3	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	458/9
4	حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح میں مسلمانوں کے لیے نمونہ اور آسانی	459/9
5	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ اور آیت حجاب نازل ہونے کے متعلق احادیث	525/9
6	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی بعض تفصیلات	527/9
22	زینت	
1	زینت کا معنی	733/11
23	زیارت قبور	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	زیارت قبور کا بیان	959/12
2	عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم	960/12

س

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سامری**	
1	سامری کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملامت کرنا	429/7
2	سامری کی دنیا میں سزا	430/7
3	سامری کا بچھڑے کو جلا کر راکھ کرنا	430/7
4	اثر رسول کے متعلق تفسیر	429/7
2	**سالک**	
1	سالک کی تعریف	563/10
3	**سائل/سوال کرنا**	
1	کسی بات کو سمجھنے کے لیے سوال کرنے کا جواز	266/4
2	سوال کرنے کی شرائط واحکام	847/5
3	سوال نہ کرنے کا عہد	80/6
4	سوال کرنے کے جواز کی شرائط	80/6
5	سائل سے پیش آنے کا طریقہ	699/6
6	کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جانا	714/6
7	کھانا مانگنے کا سوال کرنا	182/7
8	اللہ کے وعدہ کی بناء پر اس سے سوال کرنا	222/8
9	سائل اور محروم کی تعبیرات	369/11
10	اسلام میں سوال کرنے کی شرعی حیثیت	371/11
11	سوال نہ کرنے کے متعلق احادیث	371/11
12	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا معیار	372/11
13	صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کیلئے وعید	830/12
14	سائل کو دینے کی ترغیب میں احادیث	831/12
15	اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو کیا کریں؟	833/12
16	مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے	834/12
17	صرف اللہ کی طرف سوال کرنے میں رغبت کی جائے	866/12
18	سوال کرنے کے جواز کا ضابطہ	233/12
4	**سازش**	
1	بُری سازش کی ممانعت	699/9
5	**سورۂ سبا**	
1	سورۃ کا نام اور اس کا زمانہ نزول	591/9
2	سورۂ سبا اور سورۃ الاحزاب میں مناسبت	591/9
3	سورۂ سبا کے مشمولات	592/9
4	سورۂ سبا کا اختتام	644/9
6	**سبحان**	
1	سبحان کا معنی	615/6
2	سبحان اللہ کہنے کی فضیلت	616/6
7	**سبب نزول**	
1	اسباب نزول کا بیان	86/1
2	اسباب نزول کے فوائد	87/1
3	عام سبب اور آیت کے عام الفاظ	88/1
4	خاص سبب اور آیت کے خاص الفاظ	88/1
5	ایک آیت کے متعدد اسباب	91/1
8	**سابقہ امتیں**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سابقہ امتوں میں قربانی وصدقات وغیرہ کو آگ کا کھانا	496/2
9	**قوم سبا**	
1	قوم سبا کی خوشحالی اور بدحالی	615/9
2	اہل سبا کی ناشکری اور اس کا انجام	616/9
10	**السبع المثانی**	
1	السبع المثانی کی تفسیر میں متعدد اقوال	315/6
11	**ستارہ**	
1	ستاروں کی بروج میں گردش	690/12
2	ستاروں کے جھڑنے کی توجیہ	607/12
12	**سٹہ بازی**	
1	دیکھئے "28: جواء" صفحہ 107	
13	**سجدہ**	
1	سجدہ کا معنی	340/1 65/4
2	آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ	339/1
3	قرآن میں سجدہ کے اطلاقات	65/4
4	سجدۂ تلاوت کی تحقیق	523/4
5	سجدۂ تلاوت کے حکم میں مذاہب فقہاء	523/4
6	سجدۂ تلاوت کی تعداد	524/4
7	حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جانا	522/4
8	سجدہ کا لغوی واصطلاحی معنی	66/6 277/6
9	اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	67/6
10	لغوی معنی کے لحاظ سے ہر چیز کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا	67/6
11	سایوں کے سجدہ کرنے کی توجیہ	68/6
12	سجدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث	68/6
13	فرشتوں کے سجدہ کی کیفیت	277/6
14	تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا	278/6
15	ہر چیز کے سائے کے سجدہ کی توضیح	456/6
16	ہر چیز کے سجدہ ریز ہونے کا محمل	457/6
17	سجدۂ تلاوت کرنے کے آداب	295/7
18	سورج کا سجدہ کر کے ٹھہرنا	721/7
19	سورج، چاند، ستاروں، پہاڑوں، درختوں، مومنوں اور کافروں کے سجدہ کی کیفیت	722/7
20	سجدہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول	885/12
14	**سجدۂ تلاوت**	
1	سجدۂ تلاوت کے آداب	331/9
2	نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ	332/9
3	سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء	68/10
4	سورۂ ص کے سجدہ تلاوت کے متعلق احادیث و آثار	69/10
5	نماز اور خارج از نماز سجدہ تلاوت کا ادا ہونا	69/10
6	آیت سجدہ	512/10
7	جنبی، حائض اور بے وضو کا سجدۂ تلاوت کرنا	694/11

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	سورۃ السجدہ	
1	سورۃ کا نام	301/9
2	سورۃ السجدہ کے فضائل میں احادیث	301/9
3	سورۃ السجدہ اور سورۂ لقمان کی مناسبت	302/9
4	سورۃ السجدہ کے مشمولات	303/9
5	سورۃ السجدہ کا اختتام	348/9
16	سجدۂ تعظیمی	
1	شریعت محمدی ﷺ میں سجدۂ تعظیمی کا حرام ہونا	864/5 148/10
17	سچ	
1	مزید دیکھئے ''10: صدق'' صفحہ 162	
18	سحر	
1	دیکھئے ''3: جادو'' صفحہ 100	
19	سرقہ کرنا (چوری کرنا)	
1	سرقہ کا معنی	180/3
2	جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	180/3
3	چور کے ہاتھ کاٹنے میں حکمت	181/3
4	حد سرقہ کا نصاب	181-185 3
5	کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟	186/3
6	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	187/3
20	سرجری	
1	سرجری کیلئے غیر مسلم اور مسلم اموات کا پوسٹ مارٹم	185-188 9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	سرگوشی کرنا	
1	سرگوشی کرنا	392/7
2	اللہ تعالیٰ کا سرگوشیوں پر مطلع ہونا	779/11
3	تین اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کی تخصیص	780/11
4	یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف سرگوشیوں سے منع فرمانا	780/11
5	مسلمانوں کو سرگوشی سے منع کرنے کا محمل	782/11
6	مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر باقیوں کا سرگوشیاں کرنا منع ہے	783/11
7	نبی سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کے حکم کی حکمتیں	787-789 11
22	سزا	
1	کسی کو تادیب و سرزنش کے لیے سزا دینے کی حد	392/8
2	قید کرنے اور مالی جرمانے کی سزائیں	394/8
3	رحمٰن کے مردود بندوں کی سزا	279/8
4	بقدر جرم سزا دینا	361/10
23	حضرت سعد رضی اللہ عنہ	
1	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا موت کی تمنا کرنا	412/9
24	سفر	
1	کشتی کے ذریعے سفر کی خصوصی نعمت	777/9
25	سکوت	
1	دیکھئے ''2: خاموش'' صفحہ 119	
26	سگریٹ نوشی	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "41: تمباکو نوشی" صفحہ 94	
27	**حضرت سلیمان علیہ السلام**	
1	حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت	459/1
2	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ونسب	621/7 598/8
3	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال وفضائل	621/7
4	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	622/7
5	حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام کا اختلاف	622/7
6	حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ونرم ہواؤں کو مسخر کرنا	642/7
7	جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کرنا	642/7
8	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قرآن میں ذکر	598/8
9	حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر کا قضاء ہونا	599/8
10	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد	600/8
11	حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجتہاد میں اصابت رائے	602/8
12	حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ایک حدیث پر اعتراض کا جواب	601/8
13	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعاتی شہادت سے استدلال	603/8
14	حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا کیا گیا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا	604/8
15	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کرنا	604/8
16	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کو مسخر کرنا	605/8
17	حضرت سلیمان علیہ السلام کے احوال کے متعلق احادیث	607/8
18	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	609/8
19	حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم علم عطا کیا گیا	611/8
20	حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت وعلم کے وارث تھے نہ کہ مال کے	622-627 8
21	حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز دی گئی	634/8
22	حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور ان کا لشکر	635/8
23	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے ڈرانے والی چیونٹی	636/8
24	حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنت اور بعد از وفات ذکر جمیل کی دعا کرنا	647/8
25	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں ہمارے لیے نصیحت	650/8
26	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کی گمشدگی کے متعلق سوال کرنا	651/8
27	حضرت سلیمان علیہ السلام کا حضور علیہ السلام کی بشارت دینا	652/8
28	حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں پہلے اپنا نام لکھنا	678/8
29	حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو ایمان لانے کا حکم دینا	682/8
30	حضرت سلیمان علیہ السلام کے خصوصی فضائل	609/9
31	حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت کا طاری ہونا	613/9
32	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ	90/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد	90/10
34	حضرت سلیمان علیہ السلام کا آزمائش میں مبتلا ہونا	91-96 10
35	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق اسرائیلی روایات	96/10
36	حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا محمل	104/10
37	حضرت سلیمان علیہ السلام کا سلطنت کی دعا کرنا	106/10
38	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو مسخر کرنا	110/10
39	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کو زنجیروں سے جکڑنا	111/10
40	حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی واخروی قرب	111/10
28	**سلام/معانقہ**	
1	سلام کا مقرر کردہ طریقہ	735/2
2	مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت	736/2
3	کن لوگوں کو سلام میں پہل کرنی چاہیے	737/2
4	کن مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے	738/2
5	جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے	584/5
6	جن لوگوں کے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے	584/5
7	سلام کرنے کے شرعی الفاظ اور اس کے شرعی احکام ومسائل	585/5
8	سلام کے متعلق احادیث	583/5
9	سلام کی اقسام	284/7
10	کفار وفساق کو سلام کرنا	285/7
11	گھر میں دخول کے وقت گھر والوں کو سلام کرنا	188/8
12	سلام کی اقسام	837/8
13	کافروں کو سلام کرنے کا مسئلہ	732/10
14	اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں فقہاء کے مذاہب	781/11
15	مومنوں پر فرشتوں کے سلام کے مواضع اور مقامات	703/11
29	**سلطان**	
1	دیکھیے "3: حاکم" صفحہ 110	
30	**سلطنت**	
1	دیکھیے "3: حاکم" صفحہ 110	
31	**سماع موتیٰ**	
1	سماع موتیٰ کی بحث	576/4
2	سماع موتیٰ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ	577/4
3	سماع موتیٰ کے ثبوت میں احادیث وآثار	584/4
4	سماع موتیٰ کا ثبوت	737/8
5	قبر والوں کے سننے کا مسئلہ	669/9
6	قبر والوں کے غور وفکر نہ کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	670/9
32	**سماع**	
1	سماع کے دوران قیام	63/7
2	ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیاء کا سماع	387/8
3	کس قسم کے اشعار کے ساتھ سماع جائز ہے	222/9
4	آلات موسیقی کے ساتھ سماع کا حرام ہونا	225/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	آلات موسیقی کے ساتھ سماع میں ائمہ مذاہب اربعہ کے نظریات	225-229/9
6	جائز اور ناجائز سماع	229/9
7	سماع کے اسباب	230/9
8	سماع کی حقیقت	231/9
9	سماع کی انواع وشرائط	231/9
10	سماع کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	233/9
33	سمندر	
1	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	368/6
2	سمندر کی تسخیر کا معنی	368/6
3	سمندری جانوروں کا کھانا	369/6
4	سمندر میں کام کرنے والے مسکین	185/7
34	سنت	
1	سنت کی تعریف، اقسام اور شرعی حکم	509/1
2	ترک سنت کی سزاء	511/1
3	سنت کا معنی	382/2
4	قرآن مجید کی روشنی میں سنت کا مفہوم	382/2
5	سنت کی حجیت پر دلائل	455/3
6	سنت پر عمل کرنے کا جواز	94/7
35	سود	
1	دیکھئے "6: ربا" صفحہ 133	
36	سورة	
1	سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت	93/1
2	سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت	95/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت	96/1
37	سورج	
1	حدیث رد شمس	151/3
2	حضرت یوشع کے لیے سورج ٹھہرانا	149/3
3	نبی ﷺ کا سورج کو لوٹانا	150/3
4	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے رد شمس	144/7
5	حدیث رد شمس پر اعتراضات کے جوابات	147/7
6	سورج کے مستقر کے متعدد محامل	763/9
7	سورج کا غروب کے وقت عرش کے نیچے سجدہ کرنا	764-770/9
8	سورج اور چاند میں سے کسی کا دوسرے پر سبقت نہ کرنا	771/9
9	سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا	510/10
10	سورج گرہن کی نماز کے طریقہ میں مذاہب ائمہ	510/10
11	سورج کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، برکتیں اور نشانیاں	764/12
12	چاند کن چیزوں میں سورج کے تابع ہے؟	764/12
13	رات اور دن کی سلطنت کا سورج سے زیادہ ہونا	765/12
38	سونا	
1	سونے کا برتنوں کا حرام ہونا	722/10
2	سونے کے ظروف آرائش اور چار انگل سونے کے کام والے کپڑوں کا جواز	723/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سونے کے ظروف کی تفصیل	744/10
4	سونے کے کنگن	451/12
5	جنت میں سونے کے برتن	448/12
39	سہو	
1	سہو کی تحقیق	994/12
40	سیارہ	
1	ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	554/7
2	ہر سیارے کی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق	550/7
3	قدیم فلاسفر کے نزدیک ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا	771/9
4	ہر سیارہ کی اپنی گردش کے متعلق سائنسی تحقیق	772/9
41	سیدھا راستہ	
1	دیکھئے "12: صراط مستقیم" صفحہ 162	

ش

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	شام	
1	شام کا برکت والی سرزمین ہونا	613/7
2	شب برأت	
1	لیلۃ مبارکۃ سے نصف شعبان کی رات مراد ہونے کے متعلق روایات	744/10
2	شب برأت میں کثرت مغفرت کے متعلق احادیث وغیرہ	744-748 10
3	وہ کام جن کی وجہ سے شب برأت میں دعا کی مقبولیت سے محرومی ہوتی ہے	751-759 10
4	شب برأت میں شب بیداری کرنا اور مخصوص عبادات کرنا	759/10
5	شب برأت میں صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کو جماعت سے پڑھنا	759/10
3	شجرۃ الزقوم	
1	شجرۃ الزقوم کا معنی	750/6
2	شجرۃ الزقوم کو ملعون فرمانا	751/6
4	الشح	
1	الشح کے متعلق احادیث وآثار	826/11
5	شر	
1	شر کی اقسام	403/8
6	شرح صدر	
1	شرح صدر کا معنی	841/12
2	شرح صدر کے متعلق احادیث	842/12
7	شرک	
1	شرک کی تعریف	311/1 687/2
2	کیا چیز شرک ہے اور کیا نہیں؟	311/1 688/2
3	شرک کے فعل کا جہالت وحماقت ہونا	287/4
4	کسی مسلمان موحد کو مشرک کہنا کیسا	288/4
5	شرک کا بطلان	363/5 447/5
6	نبی ﷺ کو شرک سے منع کرنے میں امت کی طرف تعریض ہے	481/5
7	دنیا میں شرک کا قابل درگزر ہونا	651/5
8	شرک سے اجتناب کے اختصاص کی توجیہ	760/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	غیر اللہ کو حقیقی حاجت روا مان کر پکارنا شرک ہے	65/6
10	کفار مکہ کے شرک پر اصرار کا سبب	395/6
11	شرک کے رد پر دلیل	516/6
12	شرک کی مذمت	683/6
13	مطلقاً مدد طلب کرنے کو شرک کہنا	745/6
14	شرک کی پستی	214/8
15	شرک کی مذمت	224/8
16	شرک کا ابطال	720/8
17	اولیاء اللہ کو "مشکل کشا" کہنے کو مودودی کا شرک قرار دینا	851/8
18	شرک کی مذمت	238/9 837/9
19	اس آیت کی توجیہ کہ آپ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں	864/8
20	شرک کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ	251/9
21	شرک کی تعریف اور مشرکین مکہ کا شرک	1039/12
8	**شریعت**	
1	شریعت کا معنی	176/1
2	جن لوگوں تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا ان کا شریعت کا مکلف ہونا	217/1
3	شریعت کے معنی میں اہل سنت و معتزلہ کا اختلاف	301/1
4	شریعت کا مزید بیان	500/1
5	احکام شرعیہ پر عمل	641/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	شریعت کا مزاج، آسان احکام بیان کرنا ہے	642/2
7	احکام شرعیہ کا مدار	765/2
8	شریعت کی طرف اشارہ	381/3
9	تمام مقاصد حیات کے لیے شریعت کا متکفل ہونا	782/5
10	شریعت کی تعریف	173/7
11	شریعت کا لغوی و اصطلاحی معنی	562/10
12	تمام انبیاء کا دین واحد اور شریعتوں کا متعدد ہونا	561/10
13	خود ساختہ شریعتوں کی مذمت	580/10
14	حضور ﷺ کی شریعت کا ممتاز اور منفرد ہونا	801/10
15	آپ ﷺ کی شریعت کے بعد کسی اور کی شریعت کی طرف التفات کرنا جائز نہیں	802/10
9	**شرم گاہ**	
1	مرد اور عورت کی شرمگاہوں کے مصادیق	89/4
2	برہنہ طواف کی ممانعت	101/4
3	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت کی تحقیق	102/4
10	**شعور**	
1	شعور کا معنی	286/1
11	**شعر**	
1	شعر کا معنی اور رسول اللہ ﷺ کا علم شعر کی تحقیق	519/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	شعر کا لغوی واصطلاحی معنی اور اس کی تاریخ	536/8
3	شعراء کا ہر وادی میں بھٹکتے پھرنا	537/8
4	اشعار کی مذمت میں احادیث	538/8
5	رسول اللہ ﷺ کا انتقام لینے کیلئے کفار کی ہجو کرنا	539/8
6	اشعار کی فضیلت میں احادیث	541/8
7	حکیمانہ اشعار کا معدن ومنبع	543/8
8	رسول اللہ ﷺ کے اشعار نہ کہنے کا سبب	543/8
9	شعر کی تحقیق	828/9
10	قرآن کی بعض آیتوں پر شعر ہونے کا شبہ اور اس کا جواب	828/9
11	گمراہ کن اشعار	829/9
12	نبی ﷺ کے کہے ہوئے کلام موزوں کے شعر ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ	831/9
13	کیا حضور ﷺ کو شعر کہنے کے فن کا علم تھا؟	834/9
14	اچھے اور پسندیدہ اشعار کا بیان	834/9
12	**حضرت شعیب علیہ السلام**	
1	حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ کی تشریح	609/5
2	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سامنے تقریر	609/5
3	حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کا تتمہ اور قوم کو نصیحت	611/5
4	حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو کفار کے نہ سمجھنے کی وجہ	613/5
5	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی تفصیل	614/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	418/8
7	حضرت شعیب علیہ السلام کا مقام بعثت	420/8
8	اہل مدین اور اصحاب الایکہ	421/8
9	اصحاب الایکہ پر عذاب نازل ہونا	436/8
10	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنا	77/9
11	عاد اور ثمود کی ہلاکت	77/9
13	**شعائر اللہ**	
1	شعائر اللہ کا معنی	36/3
2	کعبہ اور شعائر حرم	328/3
3	شعائر اللہ کا معنی ومصداق	748/7
4	اولیاء کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	749/7
14	**سورۃ الشعراء**	
1	سورۃ کا نام وجہ تسمیہ	283/8
2	سورۃ الفرقان سے سورۃ الشعراء کی مناسبت	283/8
3	سورۃ الشعراء کے مقاصد ومسائل	284/8
4	سورۃ الشعراء کی فضیلت	285/8
5	سورۃ الشعراء میں انبیاء کے قصص کی تنقیح	437/8
6	سورۃ الشعراء کا اختتام	543/8
15	**شفاء**	
1	شفاء کے متعلق عارفین کے اقوال	339/8
16	**شفقت**	
1	مخلوق پر شفقت کی تفصیل	729/9
17	**شفاعت**	
1	شفاعت پر قرآن سے استدلال	391/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	شفاعت پر حدیث سے استدلال	393/1
3	شفاعت طلب کرنا	747/1
4	نبی کریم ﷺ کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا	714/2
5	شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام	734/2
6	نیکی کے کاموں میں شفاعت	734/2
7	فساق مومنین کے لیے نبی کریم ﷺ کی شفاعت	379/3
8	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گناہگاروں کی آخرت میں دوبارہ شفاعت فرمانا	621/4
9	مرتکبین کبائر کی شفاعت پر دلیل	196/6
10	شفاعت کی توقع کے باوجود توبہ کرنے میں تاخیر نہ کی جائے	775/6
11	شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث	775/6
12	قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کی اقسام	777/6
13	حضور ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کو نکالا جانا	778/6
14	شفاعت کا لغوی معنی	438/7
15	شفاعت کا اصطلاحی معنی	440/7
16	شفاعت کے متعلق معتزلہ کا نظریہ	441/7
17	شفاعت کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	441/7
18	شفاعت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	442/7
19	شفاعت کے متعلق شیعہ کا نظریہ	442/7
20	شفاعت کے متعلق محمد بن عبد الوہاب کا نظریہ	443/7
21	شفاعت کے متعلق شیخ اسماعیل کا نظریہ	443/7
22	شفاعت کے متعلق ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ	454/7
23	شفاعت بالوجاہت کا مفہوم	444/7 477/7
24	شفاعت اور محبت	445/7
25	شفاعت اور دعا	447/7
26	شفاعت بالاذن	449/7
27	ہر شخص کی شفاعت کے لیے مخصوص اذن	457/7
28	گناہ کبیرہ کی شفاعت کے جواز پر دلائل	459/7
29	شفاعت کے متعلق علماء اہل سنت کا نظریہ	461/7
30	انبیاء علیہم السلام کی شفاعت	464/7
31	شفاعت کے متعلق قرآن کی آیات	464/7
32	حضرت سیدنا محمد ﷺ سے طلب شفاعت	464/7
33	صالحین کی شفاعت، مومنین کے لیے	465/7
34	فرشتوں کا شفاعت کرنا	465/7 322/10
35	شفاعت کے متعلق چالیس احادیث	466/7
36	کفار و مشرکین کے لیے شفاعت کا عدم جواز	541/7
37	کفار کے لیے شفاعت نہ ہونے کی دلیل	623/9
38	گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت پر ایک اعتراض کا جواب	212/10 339/10
39	بتوں کی شفاعت کرنے کا رد	274/10
40	مشرکین کے لیے بتوں کی شفاعت کا باطل ہونا	108/11
41	کفار کیلئے فرشتوں کی شفاعت نہ کرنے کی توجیہ	517/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
42	اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت کی ممانعت	613/12 533/12
43	حصولِ شفاعت کی دعا پر معتزلہ کے اعتراض کا جواب	536/12
44	فساق مؤمنین کے لیے شفاعت کا ثبوت	396/12
45	کفار کا شفاعت سے محروم ہونا	213/12
46	مسلمانوں کا گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنا	227/12
18	**شق صدر**	
1	معراج کے موقع پر شق صدر	851/12
2	آپ علیہ السلام کا شق صدر کتنی بار ہوا؟	852/12
3	شق صدر پر اعتراضات کے جوابات	853/12
19	**شق قمر**	
1	واقعۂ شق القمر کے متعلق احادیث	574/11
2	واقعۂ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	576/11
3	واقعۂ شق القمر کو مشرکین مکہ کا دیکھ لینا	580/11
20	**شکر/شاکر**	
1	شکر کی ایمان پر تقدیم	839/2
2	شاکر اور علیم میں مناسبت	840/2
3	شکر کا معنی	53/4 143/6 146/6
4	شکر کے متعلق قرآنی آیات	54/4
5	شکر ادا کرنے کے طریقے	54/4
6	شکر کی فضیلت	56/4
7	لباس کی نعمت پر شکر	89/4
8	شکر ادا کرنے کے متعلق حدیث	116/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	شکر کے متعلق احادیث و آثار	142/6
10	شکر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا معیار	143/6
11	حمد اور شکر میں فرق	146/6
12	من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ	146/6
13	شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	147/6
14	اللہ کا شکر نہ کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں	152/6
15	شکر کے شرعی احکام اور اس کے متعلق احادیث	463/6
16	حضرت نوح علیہ السلام کا بہت زیادہ شکر گزار ہونا	644/6
17	شیطان کا، ناشکرا ہونا	699/6
18	بندہ کے شکر اور اللہ کے شکر کا معنی	473/8
19	ادائیگی شکر کا طریقہ	646/8
20	شکر کی تلقین	193/9
21	شکر کی فضیلت میں احادیث و آثار	280/9
22	صوفیاء کے نزدیک شکر کی تعریفات	282/9
23	بندوں کا مشکور اور اللہ کا شاکر ہونے کی توجیہ	452/12
24	ناشکری کا انجامِ بد	187/12
21	**شک**	
1	ریب کا معنی	241/1
2	قرآن میں ریب کی نفی اور اثبات کا محمل	241/1
3	قرآن میں بظاہر شک کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہونا اور اس سے عام لوگوں کا مراد ہونا	466/5
4	شک کی نسبت عام لوگوں کی طرف ہونا	467/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	شک کی نسبت کے متعلق بعض تراجم	467/5
6	شک اور مریب میں فرق	576/5
7	شک کی تعریف	151/8
22	**شکوہ/شکایت**	
1	فقر اور مرض میں شکوہ وشکایت نہ کرنا	231/12
23	**شکار**	
1	حالت احرام میں شکار	316/3
2	محرم کو شکاری جانوروں کے قتل کی اجازت	317/3
3	قتل کرنے پر ضمان	318/3
4	شکار کی تعریف	318/3
5	شکار پر دلالت کی وجہ سے ضمان	318/3
6	شکار کی جزاء	320/3
7	طعام کا صدقہ	322/3
8	اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کیا جائے؟	322/3
9	دوسری بار شکار کو مارنا	322/3
10	سمندری شکار	323/3
11	شکار کا گوشت محرم کے لیے	324/3
12	شکار کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	73/3
13	شکار کی شرائط	73/3
14	شکار کرنے والے جانور	74/3
15	شکاری کتے کا معیار	74/3
16	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے	75/3
17	غلیل، کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنا	77/3
18	بندوق سے مارا ہوا شکار	79/3
19	بندوق کے شکار کو حلال قرار دینا	80/3
24	**شگون**	
1	فال اور شگون نکالنے کی تحقیق	271/4
2	بدشگونی کی ممانعت کے اسباب	272/4
3	نیک فال کے جواز کا سبب	273/4
4	عورت، مکان اور گھوڑے میں بدشگونی	274/4
5	بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے	275/4
6	کسی چیز سے بدشگونی لینا یا کسی دن کو منحوس قرار دینا	276/4
7	بدشگونی کے متعلق خلاصہ	278/4
8	طائر کا لغوی وعرفی معنی	651/6
9	طائر کے متعلق احادیث	657/6
10	نحوست وبدشگون کی تحقیق	699/8
11	کفار کا انبیاء کو بدشگون کہنا	737/9
12	بدشگونی کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
13	بعض ایام کا منحوس ہونا	452/10
14	نحوست اور بدشگونی کا رد	456-464/10
15	بدشگونی کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
25	**شمس**	
1	دیکھیے "37: سورج" صفحہ 149	
26	**سورۃ الشمس**	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت میں احادیث	76/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ الشمس اور سورۃ البلد کی باہمی مناسبت	761/12
3	سورۃ الشمس کے مشمولات	762/12
4	سورۃ الشمس کا خاتمہ	775/12
5	''وما بنٰها'' میں ''ما'' سے مراد ''من'' ہونے کی توجیہ	766/12
27	شوہر	
1	دیکھئے ''15: زوج'' صفحہ 142	
28	سورۃ الشوریٰ	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	533/10
2	سورۃ الشوریٰ کا زمانہ نزول	535/10
3	سورۃ الشوریٰ کے مقاصد و مباحث	535/10
4	شوریٰ کا معنی	617/10
5	سورۃ الشوریٰ کا اختتام	649/10
29	شہادت	
1	شہادت کا معنی	1006/1
2	شہادت کی اقسام	1007/1
3	شہادت کا حکم	1008/1
4	شہادت کی تعریف، رکن اور سبب	1008/1
5	شہادت کی شرائط	1008/1
6	عورت کی شہادت	1008/1
7	جن امور میں فقط عورت کی گواہی معتبر ہے	1010/1
8	مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت	1011/1
9	عورت کی شہادت کو نصف قرار دینا	1012/1
10	گواہی کے لیے گواہوں کے جانے کا شرعی حکم	1013/1
11	کاتب اور گواہ کے ضرر کا بیان	1014/1
12	گواہی دینے کا وجوب	1019/1
13	حدود میں عورتوں کی گواہی	604/2
14	حد زنا میں چار مردوں کی گواہی	605/2
15	اپنے خلاف گواہی دینے کا معنی	826/2
16	عدل کو گواہی پر مقدم کرنا	826/2
17	گواہی نہ دینا	827/2
18	صحیح اور سچی شہادت	117/3
19	نااہل کو سند دینا	118/3
20	شہادت کی تعریف	119/3
21	غیر مسلموں کو گواہ بنانا	346/3
22	اہل ذمہ کی آپس میں گواہی	347/3
23	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانا	350/3
24	واقعاتی شہادت کے حجت ہونے پر قرآن و حدیث سے دلائل	839/5
25	فاسق انسان کی شہادت مقبول نہیں	386/8
26	قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا	524/10 527/10
27	گواہیوں کی تفصیل	236/12
30	شہید	
1	شہید کا معنی	315/1 602/1
2	شہداء کی حیات	596/1

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	شہادت کے بعد بعض جسموں کا متغیر ہونا	596/1
4	سبز پرندوں میں شہید کی روح کے متشکل ہونے سے تناسخ کا جواب	597/1
5	شہید کے متعلق فقہی احکام	603/1
6	شہید کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	385/2 719/2
7	اللہ کی راہ میں مرنا	413/2
8	حیات شہداء کے متعلق احادیث	457/2
9	حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات	458-461 2
10	شہادت کا اجر وثواب	462/2
11	حکمی شہداء کے متعلق احادیث	463/2
12	حکمی شہداء کا خلاصہ	467/2
13	غسل شہداء	468/2
14	شہداء کی نماز جنازہ	468/2
15	شہداء کا رزق	469/2
16	ہر مومن کا شہید ہونا	728/11
17	حکمی شہداء کی تعداد	729/11
18	شہادت کی تمنا کا اجر	730/11
31	شہد	
1	شہد کی مکھی کی طرف وحی	492/6
2	شہد کی مکھی کی اقسام	493/6
3	شہد کی مکھی کے عجیب وغریب افعال	494/6
4	شہد کا ذیابیطس کے مریض کے لیے شفاء نہ ہونا	497/6
5	رسول اللہ ﷺ کا شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنا	107/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	رسول اللہ ﷺ کا شہد نہ پینے کا عزم	108/12
32	شہاب ثاقب	
1	شہاب ثاقب کا لغوی واصطلاحی معنی	254/6
2	آپ ﷺ کی بعثت سے قبل شہاب ثاقب گرائے جانے کے متعلق متعارض احادیث	255-260 6
3	شہاب ثاقب کے متعلق حدیث	515/8
4	ستاروں کی تاثیر کی نفی کے متعلق احادیث	516/8
5	حقیقت میں شیطان کو آگ کا شعلہ لگتا ہے یا ستارہ ٹوٹتا ہے؟	260/6
6	شہاب ثاقب سے کیا مراد ہے؟	862/9
7	شہاب ثاقب گرانے پر چند شبہات کے جوابات	863/9
8	شہاب ثاقب کا معنی	863/9
9	شہاب ثاقب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	143/12
10	شہاب ثاقب کے متعلق احادیث	143/12
33	شہاب الزہری	
1	شہاب الزہری کون تھے؟ کیا تھے؟ کیسے تھے؟	102/8
34	شیطان	
1	ابلیس کا معنی اور اس کا فرشتہ یا جن ہونا	341/1
2	ابلیس کے تکبر کا بیان	340/1
3	شجر ممنوعہ کھلانے کے لیے ابلیس کی وسوسہ اندازی	346/1
4	وہ شیطان جس سے منافق خلوت میں ملتے تھے	296/1
5	شیطان کا گمراہ کرنا	803/2

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	شیطان کا وعدہ	805/2
7	شیاطین کا سرکش ہونا	629/3
8	شیطان کے وسوسہ اندازی کی تحقیق	630/3
9	شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمتیں	631/3
10	ابلیس جن تھا یا فرشتہ؟	66/4
11	ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہونے پر استدلال	67/4 70/4
12	شیطان کے ساتھ طویل مکالمہ، اس کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا	74/4
13	ابلیس کو جنت سے اترنے کا حکم دیا گیا تھا یا کہ آسمان سے	74/4
14	ابلیس لعین کو کتنی زندگی دی گئی ہے؟	76/4
15	ابلیس کا جبر اور قدر میں حیران ہونا	78/4
16	ابلیس کا صراط مستقیم سے بہکانے کی سعی کرنا	78/4
17	ابلیس کا چار جہات سے حملہ آور ہونا	79/4
18	ابلیس کا یہ دعویٰ کہ اکثر شکر گزار نہیں ہوں گے	80/4
19	ابلیس کی وسوسہ اندازی	83/4
20	نزغ شیطان کا معنی	506/4
21	وساوس شیطان سے نجات کا طریقہ	506/4
22	وسوسہ شیطان کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض اور اس کا جواب	507/4
23	ابلیس کا سراقہ کی شکل میں آ کر کفار کو بہکانا	652/4
24	ابلیس کو سراقہ کی شکل میں متشکل ہونے کی قدرت دینے کی حکمت	652/4
25	شیطان سے مراد ابلیس ہونا	174/6
26	ابلیس کا وعدہ اور اللہ کا وعدہ	175/6
27	شیطان کا سلطان کی نفی کرنے کے دو محمل	175/6
28	برے کاموں کے ارتکاب پر شیطان کے بجائے خود کو مطعون کیا جائے	176/6
29	شیطان کے وسوسہ کی کیفیت	176/6
30	شیطان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مکالمہ کے اہم نکات	278/6
31	شیطان کا ناشکرا ہونا	699/6
32	شیطان کی ذریت کا معنی	132/7
33	شیطان کی ولایت کا معنی	283/7
34	شیاطین کو کفار پر مسلط کرنا	315/7
35	شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	457/8
36	شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے	458/8
37	ابلیس کے صیغہ کی تحقیق	139/9
38	شیطان کے پیروکاروں کا اس کی پیش گوئی کو سچ کر دکھانا	617/9
39	شیطان کے دھوکے کا بیان	654/9
40	شیطان کو عبادت سے روکنے کا محمل	804/9
41	شیطان کی اطاعت	805/9
42	شیطان کا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے گناہ کرانے کے باوجود ناکام رہنا	809/9
43	شیطان کا کام صرف تزئین ہے	815/9
44	شیطان کو کسی انسان کے جسم پر تسلط اور تصرف حاصل نہیں ہے	117/10
45	ابلیس کا معنی اور اس کا جنات میں سے ہونا	148/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
46	ابلیس کے اس زعم کا بطلان کہ وہ آدم سے افضل ہے	151/10
47	معصیت میں شیطان کی اتباع دوزخ میں شیطان کی اتباع کو مستلزم ہے	685/10
48	شیطان کا متبع کون ہے؟	814/10
49	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنا	142/12
50	ستاروں سے شیاطین کو رجم کرنے پر اعتراضات کے جوابات	145/12
35	شیعہ	
1	شیعہ کا لغوی معنی	898/9
2	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ نوح سے ہونے کی وضاحت	898/9
3	موجودہ شیعہ کا اکابر صحابہ پر سب وشتم کرنا	643/5
36	شیخ	
1	لفظ شیخ کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	117/12

ص

1	سورہ ص	
1	سورہ ص کا نام اور وجہ تسمیہ	29/10
2	سورہ ص کا زمانہ نزول	29/10
3	سورہ ص کے اغراض ومقاصد	30/10
4	سورہ ص کے مضامین اور مشمولات	31/10
5	سورہ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلاف فقہاء	68/10

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	ولات حین مناص کی تفسیر	37/10
7	سورہ ص کا اختتام	159/10
2	حضرت صالح علیہ السلام	
1	قوم ثمود کی اجمالی تاریخ	209/4
2	حضرت صالح کی بعثت	209/4
3	حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ کی طلبی	209/4
4	قوم ثمود کی سرکشی اور ان پر عذاب	210/4
5	اونٹنی کا قاتل کون تھا؟	211/4
6	اونٹنی کا معجزہ ہونا	212/4
7	قوم ثمود کا قصہ	212/4
8	حضرت صالح علیہ السلام کا دلائل قائم کیے بغیر توحید کی دعوت دینا	567/5
9	حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کی امیدوں کی وجوہات	576/5
10	حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجوہ	577/5
11	اپنی نبوت پر یقین کے باوجود حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک بات کیوں کی؟	577/5
12	اونٹنی سے قوم کی دشمنی کا سبب	578/5
13	اونٹنی کو قتل کرنے کی وجوہ	578/5
14	اونٹنی کو قتل کرنے کی تفصیل	578/5
15	قوم ثمود پر عذاب نازل ہونے کی تفصیل	579/5
16	حضرت صالح علیہ السلام کی نشانیاں	313/6
17	حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجنا	402/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
18	حضرت صالح علیہ السلام سے دلیل کا مطالبہ	404/8
19	حضرت صالح علیہ السلام کا چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھانا	404/8
20	قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنا	405/8
21	قوم ثمود کے نادم ہونے کے باوجود ان پر عذاب نازل ہونا	406/8
22	حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف	698/8
23	اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمی	699/8
24	حضرت صالح علیہ السلام کے مخالفین کی سازش کا ناکام ہونا	700/8
25	قوم ثمود کے ہلاک ہونے کی کیفیت	700/8
26	حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کا الحجر سے نکل جانا	701/8
27	قوم ثمود کا ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہو جانا	464/10
28	قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت	590/11
29	قوم ثمود اور اونٹنی کے درمیان پانی کی تقسیم	591/11
30	قوم ثمود کا اونٹنی کو ذبح کرنا	591/11
31	قوم ثمود پر عذاب کی کیفیت	592/11
32	قوم ثمود کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	383/11
33	قوم ثمود کی سرکشی اور اس کا عذاب	774/12
34	قوم ثمود کا عذاب	730/12
35	قوم ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر مکان بنانا	732/12
36	قوم ثمود کی عذاب سے ہلاکت	205/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	**صالح**	
1	دیکھئے "48: نیک لوگ" صفحہ 275	
4	**صائبین**	
1	صائبین کے دین کی تحقیق	412/1
5	**صابن**	
1	ملکی وغیر ملکی صابنوں کو استعمال کرنا	636/1
6	**صبر**	
1	صبر کا معنی	387/1
2	صبر کے متعلق احادیث	387/1
3	دنیا میں مصائب پیش آنے کی وجوہات	605/1
4	مصیبت پر صبر کرنے کی فضیلت	606/1
5	انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی فضیلت	606/1
6	مروجہ ماتم کی شرعی حیثیت	608/1
7	صبر کا معنی	534/2
8	صبر کے متعلق احادیث	534/2
9	صبر اور مصابرہ میں فرق	535/2
10	مصابرہ کے متعلق احادیث	535/2
11	زیادتیوں پر صبر کا حکم	485/5
12	اختیاری صبر کی زیادہ فضیلت	690/5
13	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر سے زیادہ عظیم ہے	691/5
14	حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کرنے کے بجائے بیٹوں کی تفتیش کیوں نہ کی؟	720/5
15	صبر جمیل کی تعریف	721/5 843/5

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	صبر جمیل کے حصول کے اسباب	721/5
17	صبر جمیل کی اقسام	722/5
18	صبر جمیل کے اجر کے متعلق احادیث	843/5
19	صبر کی اقسام	84/6
20	صبر کی وجوہ اور جس وجہ سے صبر اللہ کے لیے ہو	84/6
21	مومنوں کا صبر کرنا	88/6
22	صبر کے متعلق احادیث	142/6
23	صبر کرنے کی ترغیب	604/6
24	نبی کریم ﷺ کو صبر کا حکم	501/7
25	صبر کی تلقین	193/9
26	صبر اور عزیمت کی تفصیل	266/9
27	صبر کی فضیلت میں احادیث و آثار	280/9
28	صوفیاء کے نزدیک صبر کی تعریفات	282/9
29	حضور علیہ السلام کو صبر کی تلقین	120/10
30	صبر کے معانی	200/10
31	صبر کا بے حساب اجر عطا فرمانے کی وجوہ	201/10
32	صبر کی جزاء کے متعلق احادیث و آثار	201/10
33	لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا اور انہیں جواب نہ دینا	505/10
34	مصائب پر صبر کرنے کی تلقین و ترغیب	918/11
35	صبر کی اقسام	447/12
36	صبر جمیل	226/12
7	**صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم**	
1	صحابۂ کرام پر سب وشتم کی مذمت	295/1
2	عدالت صحابہ	571/1
3	تمام صحابۂ کرام کا مومن وطیب ہونا	479/2 527/2
4	سابقین صحابہ کی فضیلت	99/5
5	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابۂ کرام کو دینی بھائی کے بجائے میرے اصحاب کہنا	78/5
6	صحابۂ کرام کے صدقات پر منافقین کے طعنے	209/5
7	اکابر صحابہ پر شیعہ کا سب وشتم کرنا	643/5
8	تعظیم صحابہ کا عقیدہ صرف اہل سنت وجماعت کی خصوصیت ہے	588/10
9	تعظیم صحابہ کے متعلق احادیث	588/10
10	اپنے کافر باپ یا بیٹے اور دیگر رشتہ داروں پر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترجیح دینے والے صحابہ	794/11
11	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	827/11
12	اصحاب کو سب وشتم کی ممانعت	827/11
13	فضائل صحابہ میں احادیث	721/11
14	خلفائے راشدین کے فضائل	268/11
15	سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان	269/11
16	تورات اور انجیل میں صحابہ کی صفات	269/11
17	صحابۂ کرام کے فضائل	270/11
8	**صحیفہ**	
1	صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
2	لوگوں کو ان کے صحائف اعمال کی طرف بلانا	821/10
3	صحیفوں کے مندرجات کو ظاہر کرنے کے محامل	947/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	صحیفوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
5	مومنوں کے صحائف کے متعلق احادیث و آثار	629/12
6	صحائف اعمال کو گلے میں لٹکانا	658/6
7	بندہ کا اپنے صحائف اعمال کو پڑھنا	659/6
9	صدیق	
1	دیکھئے "20: دوست" صفحہ 130	
10	صدق	
1	سچ بولنے کا فائدہ	380/3
2	صدق کے متعلق احادیث	288/5
3	صدق کی عقلی فضیلت	289/5
11	صدقہ	
1	دیکھئے "99: انفاق فی سبیل اللہ" صفحہ 75	
12	صراطِ مستقیم	
1	صراط مستقیم کا معنی	211/1
2	نمازی کا صراط مستقیم کی دعا کرنا	211/1
3	صراط مستقیم کی متعدد تفاسیر	288/6
13	صعقہ	
1	صعقہ کا معنی	310/4
2	سورۃ البقرہ میں الصاعقہ اور سورۃ الاعراف میں الرجفہ فرمانے کی توجیہ	353/4
14	سورۃ الصّف	
1	سورۃ کا نام	862/11
2	سورۃ الصف کے مشمولات	862/11
3	سورۃ الصف کا اختتام	873/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	جنگِ صفین	
1	جنگِ صفین کے متعلق حرف آخر	289/11
16	صفات باری تعالیٰ	
1	اللہ تعالیٰ کا غفار ہونا	136-139/10
2	العزیز اور العلیم کا معنی	316/10
3	جبار و متکبر کا معنی اور ان کے متعلق احادیث	355/10
4	اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
5	المتکبر کا لفظ اللہ کے لیے باعث مدح اور مخلوق کے لیے باعث مذمت ہے	835/11
6	رحمٰن کا معنی اور اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہونا	604/11
7	اللہ تعالیٰ کی صفات میں متقدمین و متاخرین کا اختلاف	584/11
8	اللہ تعالیٰ کی صفت الاعلیٰ ذکر کرنے کی وجوہ	684/12
9	اللہ تعالیٰ کی عظیم اور منفرد صفات	659/12
17	سورۃ الصّٰفّٰت	
1	سورۃ الصّٰفّٰت کی وجہ تسمیہ اور اس کا زمانہ نزول	853/9
2	سورۃ الصّٰفّٰت کے متعلق احادیث	853/9
3	سورۃ الصّٰفّٰت کے مشمولات	855/9
4	سورۃ الصّٰفّٰت کے اختتامی کلمات	972/9
18	صلح حدیبیہ	
1	صلح حدیبیہ کی رو سے صرف مہاجر مسلمانوں کو کفار کی طرف واپس کرنا	853/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	صلح حدیبیہ کا تذکرہ	183/11
3	ذوالقعدہ میں عمرہ کیلئے روانہ ہونے اور حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے متعلق احادیث	184/11
4	صلح حدیبیہ کی باقی ماندہ شرائط	189/11
5	بیعت رضوان کے متعلق قرآن کی آیات	190/11
6	بیعت رضوان کے متعلق احادیث	191/11
7	بیعت رضوان کا مفصل واقعہ	192/11
8	بشارت کی تعیین سے پہلے عمرہ حدیبیہ کی توجیہ	193/11
9	حدیبیہ کے بعد غزوات میں اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں	256/11
10	اللہ تعالیٰ کا حدیبیہ میں کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنا	257/11
11	حدیبیہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہ دینے کی توجیہات	261/11
12	حدیبیہ میں وہ کونسی باتیں تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے؟	267/11
13	حدیبیہ کے بعد کون سی فتح حاصل ہوئی؟	267/11
19	صلوٰۃ (درود وسلام)	
1	غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کی شرعی حیثیت	607/1
2	انبیاء کے غیر پر استقلالاً وانفراداً صلوٰۃ بھیجنے کی تحقیق	248/5
3	صلوٰۃ کا لغوی معنی	248/5
4	انبیاء علیہم السلام پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب فقہاء	248/5
5	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں جمہور کا موقف	249/5
6	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل	250/5
7	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	249/5
8	اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کا معنی	501/9
9	نبی ﷺ پر اللہ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی	533/9
10	رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	536/9
11	دعا کے اوّل وآخر میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت	539/9
12	بعض دیگر مواقع پر درود پڑھنے کی فضیلت	540/9 545/9
13	درود ابراہیمی میں تشبیہ اور دوسرے اعتراض کا جواب	542/9
14	نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ	543/9
15	ہر بار نبی کریم ﷺ کے ذکر میں درود پڑھنے کے دلائل اور ان کے جوابات	544/9
16	اذان سے پہلے اور بعد میں درود پڑھنے کا حکم	544/9
17	اذان اور اقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تحقیق	545/9
18	جن مواقع اور مواضع پر فقہاء اسلام نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو مکروہ کہا ہے	547/9
19	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	547/9
20	غیر انبیاء پر استقلالاً سلام پڑھنے کا بھی ممنوع ہونا	548/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ کا استعمال	548/9
22	نبی علیہ السلام پر سلام کے بغیر صرف صلوٰۃ پڑھنے کا بلا کراہت جواز	549/9
20	**صلوٰۃ (نماز)**	
1	صلوٰۃ کا معنی	264/1
2	بتدریج نمازوں کی فرضیت کا بیان	265/1
3	نماز میں تمام عبادات کی جامعیت	266/1
4	قرآن اور احادیث میں نماز پڑھنے کی تاکید	267/1
5	تارک صلوٰۃ کے متعلق مذاہب اربعہ کے نظریات	269/1
6	نماز سے مدد حاصل کرنا	388/1
7	باجماعت نماز کے فوائد	371/1
8	چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا	505/1
9	نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ کی تخصیص	549/1
10	نماز میں ایک طرف منہ کرنے کے اسرار	567/1
11	نمازوں پر ایمان کے اطلاق کی وجہ	576/1
12	پانچوں نمازوں کے مستحب اوقات	583/1
13	حفاظت نماز کی تاکید، نماز میں سستی اور اسے ترک کرنے پر وعید	855/1
14	صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق آراء	859/1
15	چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ پر نماز پڑھنا	863/1
16	حفاظت نماز اور عدت وفات میں مناسبت	866/1
17	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق احادیث	864/1
18	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق آئمہ کی آراء	863/1
19	صلوٰۃ خوف پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اربعہ	865/1
20	نمازی کو ندا کرنا	146/2
21	محراب میں نماز پڑھنا	146/2
22	سجدہ کا ذکر رکوع کے ذکر پر مقدم	155/2
23	کروٹ کے بل نماز پڑھنا	518/2
24	حالت نشہ میں نماز پڑھنا	679/2
25	نماز خوف پڑھنے کا طریقہ	777/2
26	سفر شرعی میں نماز کو قصر کرنا	778/2
27	مسافت شرعی کی مقدار	779/2
28	مسافت قصر کا اندازہ بحساب میل	779/2
29	مسافت قصر کا اندازہ سمندری سفر میں	782/2
30	حالت جنگ میں نماز	783/2
31	ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز	784/2
32	قطبین میں نماز	785/2
33	سستی سے نماز پڑھنا	834/2
34	تمام عبادات میں نماز کی اہمیت	591/3
35	تارک نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	592/3
36	نماز کا افتتاح کس سے کیا جائے؟	702/3
37	فرض نماز میں رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے	601/4
38	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارک صلوٰۃ کو قتل کرنا	66/5
39	نماز کی اہمیت	644/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
40	نماز فجر کو سفید اور روشن وقت میں پڑھنے، عصر کو دو مثل سایہ کے بعد پڑھنے اور وتر کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کی تائید	644/5
41	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کا معاف ہونا	648/5
42	حضور ﷺ کی لیلۃ التعریس میں نماز فجر کا قضا ہونا	770/5
43	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کی تحقیق	771/5
44	غزوۂ خندق میں نمازیں قضا ہونے کا سبب	772/5
45	اب جہاد میں مشغولیت کی وجہ سے نماز کو قضا کرنا	772/5
46	نبی ﷺ کی نمازوں میں سہو کی تحقیق	772/5
47	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت	205/6
48	صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت	267/6
49	نماز پڑھنے سے رنج و غم کا دور ہونا	327/6
50	پانچ نمازوں کی فرضیت	769/6
51	اوقات نماز کے متعلق احادیث	770/6
52	تعدیل ارکان میں کمی	296/7
53	مستحب وقت کے بعد نماز پڑھنا	297/7
54	نوافل سے فرائض کی کمی کی تلافی	297/7 299/7
55	فرض نہ پڑھنے سے نفل نامقبول	298/7 300/7
56	جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا	350/7
57	عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء	355/7
58	نماز کے اوقات اور رات کو نماز پڑھنا	501/7
59	نماز پڑھنے کی تاکید	503/7
60	آخری ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازیں	560/7
61	ایام مرض میں نماز ظہر کی امامت کس نے کرائی؟	562/7
62	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا	629/7
63	لاؤڈ سپیکر کے مائیک پر نماز پڑھنا	630/7
64	نماز کو سستی اور غفلت سے پڑھنا	857/7
65	عشاء کی نماز کے بعد جاگ کر باتیں کرنا	886/7
66	نماز فجر باجماعت پڑھنے کی فضیلت	267/8
67	کن لوگوں کو خرید و فروخت نماز سے غافل نہیں کرتی	144/8
68	نماز برے کاموں سے روکتی ہے کی تفصیل	91/9
69	پانچ نمازوں کے اوقات	142/9
70	عمداً نماز ترک کرنا	191/9
71	نماز کو قائم کرنے کا معنی	213/9
72	اقامت صلوٰۃ کے آداب	677/9
73	زیادہ دور سے آ کر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	728/9
74	نماز میں صف بستہ کھڑے ہونے کی فضیلت	857/9
75	چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت	55/10
76	اشراق کی نماز کا وقت	56/10
77	نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت	57/10
78	نماز میں قیام کی فضیلت	186/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
79	سجدہ اور قیام میں رات گزارنے والوں کے مصادیق	188/10
80	نماز نہ پڑھنے پر وعید	616/10
81	فرائض کی قضاء کو نوافل کی ادائیگی پر مقدم کرنا	760/10
82	نفلی عبادات کا شروع کرنے کے بعد واجب ہو جانا	176/11
83	رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنے کی توجیہ	705/11
84	سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کی توجیہ	705/11
85	فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی خاص اہمیت	339/11
86	مغرب سے قبل دو رکعت نماز سنت پڑھنا	340/11
87	رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا سب سے عمدہ طریقہ	363/11
88	نماز فجر سے قبل دو رکعت سنت ادا کرنا	468/11
89	مکروہ وقت میں نماز	884/12
90	کن نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے؟	994/12
91	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	497/12
92	صبح اور پچھلے پہر اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں یا اللہ کی تسبیح کرنا؟	457/12
93	نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض نہ ہونا	354/12
94	جماعت سے نماز نہ پڑھنا	194/12
95	اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر	195/12
96	رکوع اور سجود کی تسبیحات	216/12
97	نماز کی حفاظت سے متعلق امور	236/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	**صلح**	
1	مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرانا	282/11
2	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا	283/11
3	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	284/11
22	**صلہ رحمی**	
1	صلہ رحمی میں الاقرب فالاقرب کی ترجیح	460/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	461/8
3	رحم کی تراوٹ سے فائدہ پہنچانا	462/8
4	صلہ رحمی کے متعلق احادیث	158/11
23	**صوفی**	
1	جاہل صوفیاء کے خود ساختہ احکام کا رد	176/10
24	**صور**	
1	قرآن و احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان	541/3
2	صور کا لغوی و اصطلاحی معنی	748/8
3	صور پھونکنے کے متعلق احادیث	749/8
4	کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟	749-753/8
5	نفخہ الصعق سے مستثنیٰ افراد	753-757/8
6	صور پھونکنے کی تعداد	787/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	صور پھونکنے کے بعد بے ہوشی سے مستثنیٰ رہنے والی شخصیات	787/9
8	صور سے متعلق سورۂ یاسین اور سورۂ زمر کی آیتوں کے تعارض کا جواب	789/9
9	لوگوں کے دوسرے صور سے زندہ ہونے کی وجہ	790/9
10	دوسرے صور کی تفصیل	791/9
11	صور پھونکنے کی تحقیق	296/10
12	دوسرے صور میں پھونکنے کے بعد لوگوں کے زندہ ہونے کی کیفیت	345/11
25	**صیغۂ امر**	
1	صیغۂ امر کے مواضع	38/3
2	تقاضائے امر کا واحد ہونا	40/3
3	امر کا مقتضی وجوب	41/3
4	ممانعت کے بعد امر کا مقتضی	42/3
5	نبی ﷺ کے افعال سے وجوب	43/3

ض

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ضالین**	
1	ضالین کے معانی	215/1
2	ضالین کی تفسیر	217/1
2	**سورۃ الضحیٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	803/12
2	سورۃ الضحیٰ کی سورۃ اللیل سے مناسبت	803/12
3	سورۃ الضحیٰ کے مشمولات	803/12
4	سورۃ الضحیٰ پر سورۃ اللیل کو مقدم کرنے کی وجوہ	805/12
5	سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کا اختتام	839/12
3	**ضد**	
1	ضد کا معنی	313/7
4	**ضمانت**	
1	مال اور شخص کی ضمانت کے متعلق احادیث	821/5
2	ضمانت کی تعریف اور اس کے شرعی احکام	822/5

ط

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الطارق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	663/12
2	سورۃ الطارق کے متعلق احادیث	663/12
3	سورۃ الطارق کی سورۃ البروج سے مناسبت	663/12
4	سورۃ الطارق کے مشمولات	664/12
5	سورۃ الطارق کا اختتام	679/12
2	**طالوت**	
1	طالوت کا بیان	879/1
2	طالوت کی فتح	889/1
3	**طاعون**	
1	طاعون سے ڈر کر بھاگنا	872/1
2	طاعون کے متعلق احادیث	407/1
3	بنو اسرائیل پر طاعون کا عذاب	407/1
4	طاعون کے متعلق قدیم علماء و سائنس کی تحقیق	408/1
5	طاعون کا علاج	409/1
4	**طائر**	
1	دیکھئے ''24: شگون'' صفحہ 155	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	**طریقت**	
1	طریقت کا بیان	500/1
2	طریقت	381/3
3	طریقت کی تعریف	173/7
6	**طریقہ انتخاب**	
1	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا	796/5
2	امیدوار کیلئے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج	796/5
3	موجودہ طریق انتخاب کی اصلاح کی ایک صورت	796/5
4	کافر یا فاسق فاجر کی طرف سے عہدہ یا منصب قبول کرنے کی تحقیق	797/5
7	**طعام**	
1	دسترخوان اور میز پر کھانا کھانے کی شرعی حیثیت	374/3
2	کھانے پینے میں وسعت کی گنجائش	105/4
3	کھانا کھانے کے آداب	107/4
4	کھڑے ہو کر کھانا کھانا	108/4
5	پچھلی امتوں میں بھی کھانا کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنے کا معمول تھا	590/5
6	لذیذ طعام اور مشروب، کھانے پینے کا جواز	483/6
7	بیماروں اور معذوروں کے ساتھ مل کر کھانا	186/8
8	وکیلوں کا اپنی موکلوں کے گھروں سے کھانا	187/8
9	اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانا	188/8
10	اچھے کھانے کھانا	270/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت	756/12
8	**طعنہ**	
1	ایک دوسرے کو طعنہ دینے کی ممانعت	295/11
9	**سورۃ الطلاق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	41/12
2	سورۃ الطلاق کا سبب نزول	42/12
3	سورۃ الطلاق کی سورۃ التغابن سے مناسبت	43/12
4	سورۃ الطلاق کے مشمولات	43/12
5	سورۃ الطلاق کا اختتام	96/12
10	**طلاق**	
1	طلاق کا معنی	811/1
2	طلاق کی اقسام	811/1
3	طلاق کی مشروعیت کی وجہ	812/1
4	طلاق فقط ناگزیر حالات میں	812/1
5	طلاق کا اختیار فقط مرد کو	812/1
6	طلاق میں عورت کی رضامندی	813/1
7	تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات وحکمتیں	814/1
8	احسن طریقہ سے طلاق دینے کے فوائد	815/1
9	طلاق کی تدریج میں مرد اور تحدید میں عورت کی رعایت	815/1
10	ایک وقت میں تین طلاقیں	816/1
11	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں مذاہب اربعہ کے نظریات	816/1
12	تین طلاقوں کو ایک قرار دینا	818/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	تین طلاقوں کا تین ہونا	818/1
14	جس عورت کو خاوند خرچ نہ دے	840/1
15	مذاق میں دی گئی طلاق میں شرعی حکم	841/1
16	مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر اور متاع	850/1
17	مطلقہ کی متاع کی مقدار	851/1
18	مطلقہ کی متاع کا شرعی حکم	852/1
19	متاع کے وجوب پر فقہاء کے دلائل	852/1
20	مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی	871/1
21	حالت غضب میں طلاق	343/4
22	بیوی کو طلاق اور اختیار دینے سے وقوع طلاق اور مدت خیار مذاہب فقہاء	416/9
23	اجنبی عورت کو تعلیقاً طلاق دینے میں مذاہب ائمہ	510-511 / 9
24	مطلقہ کو نصف مہر اور متاع دینے کے وجوب کے محامل	513/9
25	مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان	514/9
26	مسئلہ طلاق کی تحقیق	47/12
27	ایک لفظ کے ساتھ اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں	48-53/12
28	ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا	53-57/12
29	مسئلہ طلاق میں نبی ﷺ کو ندا کرنا	57/12
30	حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت	57/12
31	طلاق بر طریقہ سنت کی دو صورتیں	57/12
32	طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی	58/12
33	طلاق کی اقسام	58/12
34	جب حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے تو غیر حاملہ کو کیوں جائز نہیں؟	59/12
35	ایک طہر میں تین طلاق دینے کی تحریم	60/12
36	ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دینا	61/12
37	فی نفسہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کے متعلق احادیث	61/12
38	تین طلاقوں کی ممانعت پر دلیل	66/12
39	مطلقہ سے رجوع کرنے اور اس کو دستور کے مطابق رخصت کرنے کا معنی	67/12
40	طلاق اور اس سے رجوع پر گواہ بنانا	68/12
41	طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنیٰ	81-86 / 12
11	**سورۃ الطور**	
1	سورۃ کا نام	405/11
2	سورۃ الطور اور سورۃ الذّریات میں مناسبت	405/11
3	سورۃ الطور کے متعلق احادیث	405/11
4	سورۃ الطور کے مشمولات	406/11
5	الطور کا معنی اور مصداق	408/11
6	سورۃ الطور کا اختتام	469/11
12	**طواف**	
1	برہنہ طواف کی ممانعت	101/4
2	طواف کی اقسام	746/7
13	**سورۂ طٰہٰ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	323/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی باہمی مناسبت	323/7
3	سورۂ طٰہٰ کا زمانۂ نزول	324/7
4	سورۂ طٰہٰ کے مقاصد و مسائل	326/7
5	طٰہٰ الخ کا شان نزول	330/7
6	طٰہٰ کے معانی	330/7
7	سورۂ طٰہٰ کا اختتام	505/7
14	**طہارت**	
1	طہور کا معنی اور اس کا مصداق	249/8
2	کسی نجس چیز کے گرنے سے پانی کا طہور	249/8
3	دہ دردہ (۱۰×۱۰) کی مقدار میں پانی کا طہور	250/8
4	قلتین کی مقدار میں پانی کا طہور	250/8
5	جاری پانی کا طہور ہونا	251/8
15	**طیب**	
1	طیب کا معنی	628/1

ظ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**ظالم/ظلم**	
1	ظالموں سے فدیہ قبول نہ کیا جانا	383/5
2	ظالموں کے پشیمانی چھپانے کی توجیہ	384/5
3	ظالموں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کی توجیہ	384/5
4	دنیا میں ظلم کا قابل درگزر نہ ہونا	651/5
5	اس سوال کا جواب کہ سب لوگ ظلم کرتے ہیں	472/6
6	اس سوال کا جواب کہ غیر ظالموں کو ہلاک کرنا عدل کے خلاف ہے	473/6
7	ظالموں کے لیے قرآن کا گمراہی ہونا	783/6
8	ظلم کو خود مٹانا	397/8 395/8
9	کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو قتل کرنا ظلم تھا؟	582/8
10	ظالم کی مدد کرنے کی ممانعت	788/8
11	ظلم کا لغوی و عرفی معنی	341/9
12	ظلم کی سزاؤں اور عذاب کے متعلق احادیث	341/9
13	انسان کے ظالم ہونے کی توجیہ	585/9
14	ظالموں کے ازواج کی تفسیر	876/9
15	ظلم کی اقسام اور اللہ کا ظلم سے پاک ہونا	338/10
16	ظلم کی مذمت میں احادیث	518/10 625/10
17	انسان کا ظلم اور اللہ کا کرم	657/10
2	**ظن**	
1	اتباع ظن کی مذمت	635/3
2	ظن کی تعریف	151/8
3	**ظہار**	
1	ظہار کی تعریف، حکم اور اس کا کفارہ	372/9
2	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنے کا شرعی حکم	373/9
3	ظہار کی تعریف اور اس کا حکم	767/11
4	ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل	768/11
5	بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں، بہن کہنا	768/11
6	کفارۂ ظہار کے متعلق احادیث	772/11
7	ظہار میں فقہاء اربعہ کا موقف	772-774/11
8	ظہار میں غیر مقلدین کا موقف	775/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا ضابطہ	775/11

ع

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**عاجزی کرنا**	
1	دیکھئے "47: تواضع" صفحہ 97	
2	**حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا**	
1	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی تفصیل	82/8
2	نزول وحی سے قبل رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برأت کے متعلق علم	87/8
3	کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی	89/8
4	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل	89/8
5	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل	90/8
6	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	91/8 103/8
7	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا کہ "میں حضور ﷺ کیلئے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی"	86/8
8	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے منافقین کی سزا	118/8
9	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت کی بشارت	119/8
10	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل	92/8
11	حدیث افک پر اعتراضات کے جوابات	97/8
12	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعہ کی ناگفتنی روایات	434/9
13	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصلاحی اقدام پر قرآن سے دلائل	436/9
3	**عالمین**	
1	عالمین کا لغوی و عرفی معنی	170/1
2	عالمین کے متعلق اقوال	171/1
4	**عالم**	
1	بے عمل علماء کے عذاب کا بیان	380/1
2	علماء سے معصیت کے صدور کا زیادہ قبیح ہونا	579/1
3	علماء راسخین	66/2
4	علماء دین کی فضیلت	89/2
5	علماء کا فتنہ کے زمانے میں گوشہ نشین ہونا	703/3
6	بدعمل اور رشوت خور عالم کی مذمت	415/4
7	بدعمل اور رشوت خور عالم کی کتے کے ساتھ مماثلت	416/4
8	زمانہ فترت میں علماء مبلغین کا حجت ہونا	547/6
9	عالم خلق اور عالم امر	791/6
10	علماء ظاہر اور علماء باطن	194-197 7
11	بے عمل عالم کے متعلق احادیث	423/7
12	اپنے آپ کو عالم کہنا	615/8
13	من عرف نفسه فقد عرف ربه	616-619 8
14	قرآن میں بیان کردہ مثالوں کی فہم صرف علماء کو حاصل ہے	83/9
15	عالم دین کی تعریف اور اس کی شرائط	84/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	عالم دین کے فرائض	86/9
17	علماء کی تعظیم وتکریم اور ان کے حقوق کے متعلق آیات	255/9
18	علماء کی تعظیم وتکریم اور ان کے حقوق کے متعلق احادیث	258/9
19	علماء دین کی فضیلت میں احادیث	676/9
20	انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی تفسیر	677/9
21	علماء عاملین کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	825/9
22	علماء دین کی اقسام	493/11
23	علماء کی فضیلت میں آیات واحادیث	786/11
5	**سورۃ العادیات**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	942/12
2	سورۃ العادیات کی تکمیل	948/12
6	**قوم عاد**	
1	دیکھئے "13: حضرت ہود علیہ السلام" صفحہ 282	
7	**عابد/عبادت**	
1	عبادت کا لغوی واصطلاحی معنی	178/1
2	قرآن میں عبد کے اطلاقات	179/1
3	عبد النبی نام رکھنا	180/1
4	عبادت کا اللہ میں منحصر ہونا	181/1
5	ایاک نعبد میں حرف خطاب کو مقدم کرنے کی وجہ	182/1
6	عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجہ	184/1
7	عبادت کا حکم (مومنین، کفار، منافقین)	304/1
8	عبادت پر غرور کرنا	307/1
9	اپنی طرف سے عبادت کے طریقے مقرر کرنا	716/1
10	اخلاص سے عبادت کرنا	486/3
11	رضاء الٰہی کے لیے عبادت کرنے کے تین مراتب	162/5
12	غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے پر دلائل	340/5
13	عبد کا معنی	620/6
14	یہودیوں کا ہفتہ کو اور عیسائیوں کا اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا	597/6
15	عبادت کا مستحق فقط اللہ ہے	684/6
16	دکھانے اور سنانے کے لیے عبادت کرنا	232/7
17	عابدین کا معنی	681/7
18	ایک کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنا	716/7
19	یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کی عبادت کے مقامات	764/7
20	اگر عبادت قضاء ہو جائے تو اسے ادا کر لیا جائے	264/8
21	رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت	265/8
22	فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت	267/8
23	عبادت میں غفلت نہ کرنا	145/8
24	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اصحاب کی عبادات کی تفتیش کرنا	471/8
25	پہلے زمانے کے نیک لوگوں کی عبادت	83/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سیدھے راستہ کے معانی	812/9
27	طلب ثواب ورضا کے لیے عبادت کرنا	189/10
28	عبادات میں صحیح اور احسن افعال	210/10
29	عبادات کے بجائے اللہ کے فضل پر نظر رکھنی چاہیے	581/10
30	اپنی خواہش کی عبادت	811/10
31	دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کرنا	871/11
32	جنت کے حصول کے لیے عبادت کرنا	872/11
33	رات کو کم سونے اور زیادہ عبادت کرنے کی فضیلت	362/11
34	کفار کا اللہ کی عبادت پر بتوں کی عبادت کو ترجیح دینا	788/12
35	تبلیغ کے بعد اللہ کی عبادت میں کوشش کرنا	865/12
36	بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ	890/12
37	عبادت میں کثرت طلب کرنا	957/12
8	**العاص بن وائل**	
1	العاص بن وائل کی مذمت	312/7
9	**عاشورہ**	
1	عاشورہ کی فضیلت میں احادیث	724/12
10	**سورۃ العبس**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	566/12
2	سورۃ العبس کے مشمولات	567/12
3	سورۃ العبس کا اختتام	584/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	**حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ**	
1	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ کی سوانح اور ان کے فضائل	71/11
12	**عبرت**	
1	پچھلی امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا	767/7
13	**عبداللہ بن ابی**	
1	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شان نزول	210/5 217/5 218/5
2	رسول اللہ ﷺ کا ابن ابی کے کفن کیلئے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	210/5
3	اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ابن ابی کے لیے استغفار کی وجوہات	211/5
4	ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح	212/5
5	کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟	220/5
6	ابن ابی کا رسول اللہ ﷺ سے بدزبانی کرنا	899/11
7	غزوہ احد میں ابن ابی کا اپنے ۳۰۰ ساتھیوں سمیت لشکر اسلام سے نکل جانا	899/11
8	ابن ابی کا نبی ﷺ کی حرم محترم پر بری تہمت لگانا	901/11
9	ابن ابی کا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا	905/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	رسول اللہ ﷺ کا عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	174/12
14	**عتاب**	
1	عتاب کا معنی	543/6
2	رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تیوری چڑھانے پر عتاب	570-577/12
3	رسول اللہ ﷺ پر عتاب کا محمل	123/12
15	**حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوف خدا	429/5
2	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
3	اس امت کی پہلی اجتماعی ناشکری، قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہے	179/8
4	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خوف خدا	579/8
5	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ	431/9
6	قاتلین عثمان کا سازش کرنا	430/9
7	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص عثمان، نہ لینے کی وجوہ	287/11
8	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتلین	290/11
9	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا دنیا میں انجام	291/11
16	**عجلت**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عجلت کی مذمت	573/10
17	**عدت**	
1	عدت کی تعریف اور عدت وفات	846/1
2	عدت کے مسائل اور شرعی احکام	847/1
3	عدت وفات اور حفاظت نماز میں مناسبت	8671
4	عدت وفات کا ایک سال تک منسوخ ہونا	867/1
5	عدت وفات کا شرعی حکم	868/1
6	عدت وفات کے متعلق فقہاء کے نظریات	869/1
7	عدت کا معنی اور اس کے احکام	798/1
8	عدت مقرر کرنے کی حکمتیں	799/1
9	قرء کے معانی	800/1
10	عدت کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	59/12
11	دورانِ عدت عورتوں کو گھروں سے نکالنے یا ان کے ازخود نکلنے کی ممانعت	60/12
12	عدت طلاق کے دوران عورت کا گھر سے باہر نکلنا	62-66/12
13	جن بوڑھی عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت	79/12
14	بیوہ حاملہ کی عدت میں اختلاف صحابہ	80/12
15	نابالغہ کی عدت	80/12
18	**عدل**	
1	عدل کا معنی	94/4 551/6
2	عدل کی تعریف	552/6
3	عدل اور احسان میں فرق	555/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	سزا بقدر جرم دینا عدل ہے	789/7
5	عدل کا لغوی واصطلاحی معنی	421/8
6	عدل کرنے کے متعلق احادیث	422/8
7	عدل کرنے کے متعلق آثار	423/8
8	عدل کرنے کے متعلق اقوال علماء	424/8
9	عدل عقلی اور عدل شرعی	425/8
10	عدل اور احسان	425/8
11	عدل اور انصاف کے فوائد	426/8
19	**عذاب**	
1	عذاب کی بادلوں کے ساتھ تمثیل	753/1
2	عذاب کا عدل ہونا	312/2
3	عذاب کے درجات	445/2
4	روح اور جسم دونوں کو عذاب	697/2 298/2
5	تعذیب بلا معصیت	697/2
6	عذاب کی اقسام	523/3
7	نزول عذاب کے وقت معذبین کا اعتراف جرم	43/4
8	دوگنے عذاب پر سوال وجواب	135/4
9	نبی کی موجودگی میں عذاب کا نہ آنا	626/4
10	عذاب کے مستحق کو عذاب نہ دینا بھی جائز ہے	656/4
11	اللہ کسی پر کوئی ظلم نہیں کرتا	656/4
12	نعمت کی عذاب میں تبدیلی	658/4
13	ظالموں پر عذاب کے نزول میں صالحین کا شمول	606/4
14	بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو بھی عذاب	608/4
15	عذاب مقیم کا معنی	188/5
16	منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دینا	244/5
17	دنیا وآخرت میں منافقین کے عذاب کی تفصیل	301/5
18	مشرکین پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ	373/5
19	نزول عذاب کے بعد ایمان لانے کا فائدہ مند نہ ہونا	373/5
20	عذاب کی وعید کا برحق ہونا	382/5 384/5
21	کفار کو دوگنا عذاب	519/5
22	گزشتہ قوموں کی برائیوں کے مرتکبین پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے	621/5
23	کفار مکہ پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ	637/5
24	وعید اور وعد کی جامع آیت	638/5
25	سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہونے کے دو سبب	650/5
26	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب نازل نہ ہونا	117/6
27	اللہ کے عذاب کے ساتھ اس کی رحمت کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے	296/6
28	سورۃ النحل کی ابتداء عذاب کی وعید سے	350/6
29	مستقبل کے عذاب کو ماضی سے تعبیر کرنے کی وجہ	351/6
30	امت مسلمہ کو مطلقاً عذاب نہ ہونا	396-401 6
31	کافروں کو اپنے پیروکاروں کے کفر پر عذاب	401/6
32	کفار کے انتظار عذاب کی توجیہ	410/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	کفار مکہ کو انواع واقسام کے عذاب سے ڈرانا	455/6
34	دوسروں کو کافر بنانے پر دوگنا عذاب	546/6
35	روح اور جسم دونوں کو عذاب	586/6
36	گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب	660/6
37	جن لوگوں تک دین کے احکام نہیں پہنچے ان کو عذاب	662-669 6
38	اللہ اپنے بندوں کو عذاب دینے کے لیے بہانے نہیں ڈھونڈتا	673/6
39	قبر پر قرآن پڑھنے سے عذاب میں تخفیف	726/6
40	دوزخ کے عذاب سے انبیاء اور ملائکہ کا ڈرنا	746/6
41	دائمی عذاب، صرف کفار کو	379/7
42	حضور ﷺ کی تکذیب کے باوجود کفار کو عذاب نہ دینا	500/7
43	نزول عذاب کی میعاد	500/7
44	مکہ میں گناہ کا عذاب	734/7
45	آخرت میں عذاب کا ایک دن	771/7
46	مستقبل میں عذاب سے نجات کا مدار	437/8
47	اللہ کے عذاب کو جلد طلب کرنا	454/8
48	جرم کے بغیر بھی عذاب دینا اللہ کا ظلم نہیں	455/8
49	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر عام وخاص کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	462/8
50	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	461/8 463/8
51	عذاب کا بیان	62/9
52	دنیا کے کافروں کو کس کس نوع کے عذاب دیئے گئے	79/9
53	عذاب قبر کے متعلق احادیث	204/9
54	عذاب ادنیٰ اور عذاب اکبر کے مصادیق	340/9
55	نبی علیہ السلام کا ہر خاص وعام کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا	639/9
56	آثار عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا	701/9
57	جن کو عذاب سے ڈرانا مفید ہے	725/9
58	سامنے اور بعد کے عذاب کے متعدد محامل	779/9
59	عذاب قبر پر ایک اشکال کا جواب	889/9
60	سابقہ امتوں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے عذاب کا نازل ہونا	46/10
61	عذاب کی چہرے کے ساتھ خصوصیت کی توجیہ	221/10
62	کفار کے آخرت میں عذاب کی تفصیل	274/10 416/10
63	عذاب قبر کے ثبوت میں قرآن کی آیات	365/10
64	عذاب قبر کے ثبوت میں احادیث	366/10
65	عذاب قبر کی نفی پر قرآن سے دلائل اور ان کے جوابات	374/10
66	عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات	374/10
67	عذاب قبر کی مزید وضاحت	376/10
68	امت محمدی سے کون کون سا عذاب اٹھالیا گیا ہے	446/10
69	اللہ رب العزت کا کفار اور فجار کو عذاب دینا عدل ہے	810/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
70	سابقہ امتوں پر عذاب کی کیفیت	140/11
71	اس زمانہ کے کافروں کے عذاب کی کیفیت	140/11
72	آخرت میں کفار کا عذاب	146/11
73	عذاب کی وعید پورا کرنے پر دلائل	438/11
74	منافقوں اور مشرکوں کی ضرر رسانی اور ان کے عذاب کی نوعیت کا فرق	237/11
75	کفار کے عذاب کے احوال	440/11
76	قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے عذاب قبر کا ثبوت	463/11
77	عذاب قبر کے اسباب	465/11
78	جن صورتوں میں عذاب قبر سے نجات ملتی ہے	466/11
79	کفار کے عذاب کی کیفیت	977/12
80	عذاب کے کوڑے کا معنی	732/12
81	بڑی آگ کا مصداق	697/12
82	بہت بڑے عذاب کا محمل	714/12
83	کفار اور مشرکین کو عذاب دینا ضروری کیوں؟	714/12
84	کفار پر شدت عذاب	708/12
85	مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہ ہونا	612/12
86	کفار کا عذاب دائمی ہے کہ نہیں؟	517-523/12
87	اہل نار کے نار میں دوام کے متعلق احادیث	523/12
88	خلود عذاب کے منکرین کا استدلال اور اس کا جواب	524-526/12
89	متناہی زمانہ کے جرم کی غیر متناہی زمانہ تک سزا	527/12
90	کفار قریش کو عذاب سے ڈرانا	479-487/12
91	لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے محامل	363/12
92	کفار کے جسمانی و روحانی عذاب کی تفصیل	349/12
93	رسوائی کے عذاب کا دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت ہونا	211/12
94	کفار کو دوزخ میں ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے جکڑ کر عذاب دینا	212/12
95	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا عذاب	212/12
96	عذاب قبر کا ثبوت	264/12
20	**عذر**	
1	بندوں کے اعذار کی آخرت مدت	292/4
21	**عرش**	
1	عرش کا معنی	307/5
2	عرش کے متعلق احادیث و آثار	308/5
3	عرش کی تفصیل میں اقاویل علماء	308/5
4	عرش کے پانی پر ہونے کے متعلق احادیث	500/5
5	عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے متعلق علماء کی آراء و نظریات	501/5
6	اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو عرش پر ساتھ بٹھانا	778/6
7	حاملین عرش کی صورت اور ان کی تعداد	319/10
8	حاملین عرش کی دعا کے احکامات	323/10
9	عرش کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے	208/12
22	**عرس**	
1	صالحین کا عرس	203/4

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	**عربی زبان**	
1	عربی زبان کی فضیلت	447/4
2	عربی زبان کی تاریخ	447/4
24	**عراف**	
1	عراف کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
25	**عزت**	
1	تمام عزتیں اللہ کے لیے ہونے کے محامل	660/9
26	**عزیمت**	
1	عزیمت کی تفصیل	266/9
27	**عزلت نشینی**	
1	عزلت نشینی کی فضیلت میں احادیث	911/9
2	عزلت نشینی کے استحباب کے متعلق فقہاء اسلام کے اقوال	912/9
28	**حضرت عزیر علیہ السلام**	
1	حضرت عزیر علیہ السلام کا نام ونسب، تعارف اور ان کو ابن اللہ کہنے کا سبب	119/5
2	حضرت عزیر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟	121/5
29	**عشر**	
1	عشر کا بیان	958/1
2	عشر کا نصاب	958/1
3	عشری اور خراجی زمین	961/1
4	خراج کی مقدار	962/1
5	اراضی پاکستان کا عشری ہونا	962/1
6	فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ	671/3
7	عشر کے نصاب میں مذاہب فقہاء	671/3
30	**عصا**	
1	عصا رکھنے کے فوائد	359/7
2	عصا موسیٰ کی تاریخی حیثیت	360/7
3	عصا کو زمین پر ڈالنے کی وجہ	360/7
4	عصا کا سانپ بن جانا	361/7
5	حیۃ، ثعبان اور جآن	361/7
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپ سے ڈرنا	361/7
7	عصا اور ید بیضا میں سے عظیم معجزہ کون سا ہے؟	362/7
31	**عصمت انبیاء**	
1	عصمت انبیاء کا معنی	347/1
2	عصمت انبیاء پر دلائل	348/1
3	عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	350/1
4	عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب	350/1
5	عصمت انبیاء پر اعتراضات کے جوابات	350/1
6	عصمت کی تعریف	790/5 106/6
7	منکرین عصمت انبیاء کے اعتراضات اور ان کے جوابات	766/6
8	عصی ادم ربه فغوی کی تفسیر	488-492 7
9	عصمت کی تحقیق	580/8
10	انبیاء کا معصوم اور ان کے اصحاب کا محفوظ ہونا	640/8
11	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	787/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	عصمت انبیاء پر دلیل	122/10
13	عصمت کی تعریف اور معصوم ومحفوظ میں فرق	123/10
14	واستغفر لذنبک سے حضور ﷺ کی عصمت پر اشکال کے جوابات	150-154 11
15	عصمت انبیاء پر ایک اعتراض کا جواب	366/12
32	سورۃ العصر	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	967/12
2	سورۃ العصر کی تفسیر کی تکمیل	973/12
33	عطاء کرنا	
1	عطاء کرنے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا	163/5
34	عفو و درگزر	
1	نبی کریم ﷺ کے عفو و درگزر کے متعلق قرآنی آیات	419/2
2	نبی کریم ﷺ کے عفو درگزر کے متعلق احادیث	419/2
3	سراقہ بن مالک کو معاف کرنا	420/2
4	عمیر بن وہب کو معاف کرنا	420/2
5	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	422/2
6	ابوسفیان اور ہند کو معاف کرنا	422/2
7	صفوان بن امیہ کو معاف کرنا	423/2
8	عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کرنا	424/2
9	وحشی کو معاف کرنا	425/2
10	ھبار بن الاسود کو معاف کرنا	426/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگزر	426/2
12	آپ ﷺ کے عفو و درگزر کے مختلف محامل	428/2
13	عفو و درگزر کے متعلق قرآن کی آیات	503/4
14	عفو و درگزر کے متعلق احادیث	504/4
15	انتقام کو ترک کرنا	508/4
35	عقیدہ	
1	عقیدہ اور تقلید میں فرق	273/9
2	عقائد میں باطل نظریات کو رد کرنا	209/10
36	عقد	
1	عقد کا معنی	33/3
2	عقد کی اقسام	34/3
3	فضول کے عقد میں مذاہب فقہاء	703/3
37	عقل	
1	عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟	420/4
2	عقل کی تعریف	422/4 770/7
3	محل عقل کے متعلق مختلف اقوال	423/4
4	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	770/7
5	عقل کے معانی	813/9
6	عقل کی تعریفات واقسام	814/9
7	عقل کے اجزاء اور حصص	815/9
8	عقل کا زندگی کا سبب ہونا	835/9
9	عقل کی تعریف، اقسام اور اس کے متعلق احادیث	790/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	یومنون، یوقنون اور یعقلون فرمانے کی توجیہ	790/10
11	عقل کا محل	338/11
12	علامہ قرطبی کی یہ تحقیق کہ کفار کی عقلیں نہیں ہیں	455/11
13	کفار کے ہذیان کا محرک ان کی عقل ہے یا ان کی سرکشی؟	456/11
38	**عقیقہ**	
1	بچہ کا نام رکھنا، اس کو گھٹی دینا اور اس کی ولادت کے مسائل	131/2
2	عقیقہ کے متعلق احادیث و آثار	133/2
3	عقیقہ کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	136-138/2
4	عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ	138/2
5	عقیقہ کو منسوخ قرار دینا	139/2
6	بچہ کی پرورش کا حق	158/2
39	**سورۃ العلق**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	874/12
2	سورۃ العلق کے مشمولات	874/12
3	سورۃ العلق کی تفسیر کا اختتام	886/12
40	**علم/علم دین**	
1	علم اور شعور کا فرق	603/1
2	علم چھپانے پر وعید	615/1
3	نا اہل لوگوں کے سامنے علم و حکمت بیان کرنا	615/1
4	علم چھپانے کی مذمت	510/2
5	اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے علم میں فرق	452/4
6	علم کی ذاتی اور عطائی میں تقسیم	453/4
7	حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا	292/5
8	حصول علم دین کا فرض عین ہونا	293/5
9	علم دین کے فضائل	293/5
10	جس سے علم حاصل کیا جائے اس کی تعظیم ضروری ہے	780/5
11	علم دین کی وجہ سے روز قیامت علماء کی مغفرت	783/5
12	دلوں سے علم کا نکل جانا	793/6
13	حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق	150/8
14	علم کی تعریف	155/8 158/8
15	علم کا ذوی العقول کے ساتھ مختص ہونا	152/8
16	پرندوں اور حیوانوں کی معرفت اور علم کے شواہد	153/8
17	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت پر قرآن سے دلائل	154/8
18	جمادات، نباتات اور حیوانات کے علم کے ثبوت اور احادیث سے دلائل	155/8
19	علم کی فضیلت	611/8
20	اللہ کی تمام نعمتوں میں نعمت علم کی خصوصیت	619/8
21	علم پر عمل کرنے کا فائدہ	119/9
22	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے ادب سے درخواست کرنا	255/9
23	اہل علم کا مصداق	599/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24	حکماء، محدثین اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف	191/10
25	علم دین کی تفصیل	192/10
26	علم کی فضیلت میں قرآن کی آیات	192/10
27	علم کی فضیلت میں احادیث	193/10
28	کونسا علم باعث فضیلت ہے؟	574/10
29	علم کی فضیلت اور علم کا محل پر مقدم ہونا	149/11
30	کس علم کا حصول فرض عین ہے اور کس علم کا حصول فرض کفایہ ہے؟	463/11
41	**حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت	65/3 220/3 247/3
2	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ منزلہ ہارون علیہ السلام ہیں	294/4
3	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوف خدا	430/5
4	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر ایک روایت	431/5
5	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل قرار دینے کی دلیل کا جواب	51/6
6	حضرت علی رضی اللہ عنہ مظہر ہارون علیہ السلام تھے	424/7
7	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوف خدا	579/8
8	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجوہ	287/11
9	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عائشہ، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کے احترام کے متعلق احادیث و آثار	288/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو تین دن بھوکا رکھ کر، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا	437-446/12
42	**علم جفر**	
1	علم جفر کا لغوی و اصطلاحی معنی	527/8
2	علم جفر کا تفصیلی تعارف	528/8
3	علم جفر کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	530/8
4	علم جفر کی بنیاد پر غیب کی خبروں اور پیش گوئیوں پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تبصرہ	532/8
5	حساب و کتاب اور سائنسی آلات کے ذریعے پیش گوئیاں	532/8
6	چاند نظر آنے کی سائنسی اور تکنیکی وجوہ	534/8
43	**علم غیب**	
1	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب	472-475/3
2	مفتاح الغیب کی تفسیر	496/3
3	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط غیب کی خبریں دی گئیں تھیں یا علم غیب بھی	499/3
4	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق	500/3
5	سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب	236/4 471-484/4
6	غیب کا معنی	469/4
7	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر میں غیب جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا	484/4
8	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت میں علماء دیوبند کا نظریہ	485/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	حضور ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ	486/4
10	علم غیب کی خبروں اور علم غیب کے اطلاق کی بحث	561/5
11	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب عطا فرمانا	89/7
12	علم غیب کی تحقیق	721/8
13	رسول اللہ ﷺ کو علم غیب	721-724/8
14	غیب کا لغوی واصطلاحی	725/8
15	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق آیات واحادیث	726-732/8
16	ذاتی اور عطائی علم غیب کی تحقیق	44/11
17	انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تحقیق	69/11
18	غیب کا لغوی واصطلاحی معنی	834/11
19	لفظ علم الغیب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا	834/11
20	حضور علیہ السلام کے علم غیب پر ایک دلیل	130/12
21	غیب کا لغوی واصطلاحی معنی	299/12
22	غیب کی اقسام	300/12
23	اللہ تعالیٰ کے غیر پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں	300/12
24	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں اظہار بہ معنی اطلاع	300-303/12
25	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں اظہار بہ معنی تسلط	304/12
26	سورۃ الجن آیت نمبر ۲۶ میں عالم الغیب اور علیٰ غیبہ سے مراد ہر غیب ہے نہ کہ وقت وقوع قیامت	306/12
27	کیا اللہ کاہنوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	307/12
28	کیا اللہ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	308/12
29	کیا اللہ جادوگروں کو غیب کی خبریں دیتا ہے؟	309/12
30	علم غیب اور غیبی خبروں میں فرق	316/12
31	علم کلی کی تحقیق	318/12
32	علم کلی دفعۃً عطا کیے جانے کے متعلق دلائل	319-323/12
33	ماکان ومایکون کے علم کے ثبوت میں احادیث	323/12
34	علم کلی تدریجاً عطا کیے جانے کے دلائل	325/12
35	علم کلی کے استدلال پر شبہات کے جوابات	326/12
44	**علم لدنی**	
1	علم لدنی کی تعریف	171/7
45	**علم نجوم**	
1	علم نجوم کی تعریف اور ستاروں کی تاثیرات ماننے کا شرعی حکم	253/6
2	نجومیوں کا رد	134/7
3	علم نجوم کا لغوی معنی اور اس کے اصول ومبادی	517/8
4	علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم	518/8 310/12
5	علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	519-526/8
6	نجومیوں کی پیش گوئیوں اور غیب کی خبروں پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم کا تبصرہ	526/8
46	**علم باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کو مستقبل کے واقعات کا علم ہے	88/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	337/5
3	جس چیز کے وجود کا اللہ کو علم نہ ہو اس کا وجود محال ہے	341/5
4	اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور اس کی خصوصیات	57/6 525/6
5	اللہ تعالیٰ کے علم کے حادث ہونے کا اشکال	60/7
6	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	42/9
7	ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ کے احاطۂ علم میں ہے	265/9
8	اللہ تعالیٰ کا علم غیب قطعی اور ذاتی ہے	521/10
9	اللہ تعالیٰ کے علم پر دلائل و نظائر	716/11
10	بعض مترجمین کے ترجمہ سے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی بے علمی کا ظاہر ہونا	739/11
11	اللہ تعالیٰ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	947/12
12	اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر دلائل	150/12
13	اللہ تعالیٰ کے لیے جزئیات کا علم	529/12
14	اللہ تعالیٰ کے علم پر حادث ہونے کے اعتراض کے جوابات	331/12
47	**علم نبوی ﷺ**	
1	نبی کریم ﷺ کے علم کی اقسام	251/3
2	کس علم کی تبلیغ میں آپ ﷺ کو اختیار ہے؟	252/3
3	کس علم کا اخفاء واجب ہے؟	254/3
4	علم کی مراتب	645/3
5	رسول اللہ ﷺ کے علم پر ایک اشکال کا جواب	329/6
6	رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور دوسروں کے انجام کا علم	331-337/6
7	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا عموم	815-816/7
8	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم	862/8
9	حضور ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام اشیاء کا علم دیا جانا	144/10
10	حضور ﷺ کو علم کلی دیا جانا	144-147/10
11	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی رسالت کا علم	85/11
12	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی نبوت کا علم	86/11
48	**علاج**	
1	دوا کرنے اور علاج کرنے کے متعلق احادیث	228/4
2	دوا اور دم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علاج کرانا	228/4
3	دم کرانے پر توکل	227/4
4	قرآن مجید سے جسمانی شفاء حاصل کرنے کی تحقیق	387/5
5	انبیاء کرام کا روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے مبعوث ہونا	385/5
6	قرآن سے قلبی اور روحانی امراض کے علاج کے چار مدارج	386/5
7	قرآن مجید سے جسمانی شفاء کے حصول کے متعلق احادیث و آثار	389/5
8	کلمات طیبہ سے دم کرنے کا جواز	392/5
9	دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق اقوال اور اُن کے جوابات	393-403/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	تعویذ لٹکانے کا جواز	403/5 405/5
11	دم اور تعویذ کے جواز کے متعلق مختلف اقوال	403-405/5
12	خواب میں ڈرنے کا تعویذ	405/5
13	بخار کا تعویذ	406/5
14	وضع حمل میں تنگی اور مشکل کے متعلق تعویذ	406/5
15	نکسیر کے متعلق تعویذ	408/5
16	دل یا سینہ میں درد کے لیے تعویذ	408/5
17	میعادی بخار کے لیے تعویذ	408/5
18	عرق النساء کے لیے تعویذ	408/5
19	گٹھیا کے لیے تعویذ	408/5
20	داڑھ کے درد کے لیے تعویذ	408/5
21	پھوڑے، پھنسیوں، آبلوں اور ہر قسم کی انفیکشن کے لیے تعویذ	408/5
22	علاج کرنے اور دوا استعمال کرنے کے متعلق احادیث	495/6
23	علاج کرنے کا استحباب	496/6
24	صوفیاء کے نزدیک علاج کرنا	497/6
25	ترک علاج کو افضل کہنا	501/6
26	علاج کے ثبوت میں قرآن و حدیث سے دلائل	507/6
27	تعویذ لٹکانا	782/6
28	مریضوں پر دم کرنا	781/6
29	تعویذات کے بعض احکام	398/7
30	دوا اور علاج کے متعلق احادیث	340/8
31	قرآن کی سورتوں سے دم	1050/12
49	**علاماتِ قیامت**	
1	قیامت سے قبل دس نشانیوں کا ظہور	696/3
2	علم قیامت کے متعلق سوالات و جوابات	424/4
3	علامات قیامت	443/4 569/9 148/11
4	دابۃ الارض کا محل خروج وغیرہ	742/8
5	قیامت کے قریب آنے کے متعلق احادیث	579/11
6	قیامت کے وقوع کی علامات	477/12 207/12
50	**علوم خمسہ**	
1	علوم خمسہ کی نفی کی آیت	284/9
2	مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی	285-286/9
3	بارش کے نزول کا علم	286/9
4	ماؤں کے رحم کا علم	287/9
5	کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم	288/9
6	مرنے کی جگہ کا علم	289/9
7	قیامت کا علم	290/9
8	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ کا علم دیا جانا	291-296/9
51	**عمارت**	
1	متعدد منزلہ بلڈنگیں، خوبصورت عمارات، پلازہ اور شاپنگ سنٹر بنانا	390/8
52	**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک الزام کا جواب	820/1
2	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد اور خوف خدا	428/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا	391/6
4	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	324/7
5	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف خدا	578/8
6	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت	245/11
53	**عمران کی بیوی**	
1	عمران کی بیوی کی نذر	129/2
54	**عمر**	
1	پختگی کی عمر کے متعلق متعدد اقوال	729/5
2	عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	119/6
3	انسان کی عمر میں تغیر	513/6
4	ارذل عمر کا معنی اور اس سے پناہ طلب کرنا	514/6
5	عمر میں اضافہ کر کے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کو مٹانا	665/9
6	انسان کی عمروں کے مختلف ادوار	822/9
7	انسان کی مختلف عمروں کے متعلق احادیث	823/9
8	ارذل عمر کی تحقیق	824-828/9
9	عمر میں اضافہ کے متعلق احادیث	74/12
55	**عمریٰ**	
1	عمریٰ کا معنی	574/5
2	عمریٰ کے متعلق احادیث	575/5
3	عمریٰ میں مذاہب ائمہ	575/5
56	**عمل**	
1	نیک عمل نزول رحمت کا جبکہ بدعمل نزول عذاب کا باعث ہیں	233/4
2	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	46/4
3	انسان کے اعمال کو زندہ اور مردہ لوگ دیکھتے ہیں	255/5
4	ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے	369/5
5	نیک اعمال کا آخرت میں کام آنا	186/6
6	اعمال کے مطابق جزاء وسزاء	314/6
7	مومن کے ہر عمل کا باعث اجر وثواب ہونا	566/6
8	اعمال کا ایمان سے خارج ہونا	566/6
9	نیک اعمال کا مقبول ہونا	677-680/6
10	بغیر علم کے ظن پر عمل کرنا	712/6
11	جن لوگوں کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں	216/7
12	جن لوگوں کے عمل ضائع نہیں ہوتے	217/7
13	نیک اعمال کے لیے ایمان کا شرط ہونا	664/7
14	نیک عمل کے محامل	662/9
15	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کا اوپر چڑھنا	663/9
16	انسان کے اچھے یا برے اعمال کا لکھا ہوا محفوظ ہونا	727/9
17	نیکی اور برائی کے عمل کا مرنے کے بعد بھی جاری رہنا	728/9
18	نیک اعمال کے اجر حسن سے مراد آخرت کا اجر ہے	197/10
19	اعمال کے ایمان سے خارج ہونے کی دلیل	361/10
20	نیک اعمال کا مشکلات سے بچانا اور عذاب سے چھڑانا	390/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	مومن کی صحت کے ایام کے نیک اعمال کا سلسلہ مرض اور سفر میں بھی منقطع نہیں ہوتا	439/10
22	واعظ اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعظ پر خود بھی عمل کرے	489/10
23	تمام لوگوں کے اعمال کا برابر نہ ہونا	782/12
24	مؤمنین اور کفار کے اعمال کے وزن کی کیفیت	952-953/12
25	وہ نفوس جو قیامت کے دن اپنے اعمال کے عوض گروی ہوں گے	388/12
26	لغو کاموں کی تفصیل	395/12
27	ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی ضرورت	129/12
57	**سورۃ العنکبوت**	
1	سورۃ کا نام	35/9
2	سورۃ العنکبوت کے متعلق احادیث	35/9
3	سورۃ العنکبوت کا زمانہ نزول	36/9
4	سورۃ العنکبوت کے مشمولات	36/9
5	سورۃ العنکبوت کا اختتام	122/9
58	**عورت**	
1	عورت پر مرد کی خدمت	809/1
2	زمانہ جاہلیت کے مظالم سے نجات دلانا	612/2
3	عورت کی حاکیت کا عدم جواز	656-657/2
4	ملکہ بلقیس کی حکمرانی	658/2
5	وراثت و نکاح میں عورتوں کے حقوق	814/2
6	عورتوں کا اپنے حقوق ساقط کرنا	818/2
7	آزاد اور پاک دامن عورت	486/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	عورتوں کی آزادی کے نتائج	709/6
9	عورت کا نبی نہ ہونا	369/7
10	عورت کو مردوں سے اپنی آواز مستور رکھنے کا حکم	424/9
11	بغیر شرعی ضرورت کے خواتین کو گھروں سے نکلنے کی ممانعت	425/9
12	متبرج اور جاہلیۃ الاولیٰ کی تفسیر	426/9
13	جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر ایک اعتراض کا جواب	427/9
14	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے بصرہ روانہ ہونا	428/9
15	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان صحابہ کے تعاقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و بصرہ روانہ کرنا	429/9
16	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سازش کر کے بصرہ میں مسلمانوں میں جنگ کرا دینا	430/9
17	قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تسلط اور تغلب	430/9
18	قرآن میں خواتین کا ذکر	450/9
19	عورتوں کے ناقص ہونے کی وجوہ	666/10
20	دنیاوی عورتیں افضل ہیں یا حوریں؟	780/10
59	**عہد**	
1	وعدہ خلافی کرنا	215/2
2	وعدہ خلافی کی سزا	216/2
3	اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی اقسام	559/6
4	ایک دوسرے سے تعاون کا معاہدہ	560/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	مظلوم کا بدلہ لینے کا باہمی معاہدہ	562/6
6	عہد شکنی کی مذمت	563/6
7	عہد کی حفاظت کرنا	856/7
8	مومنوں کا رحمان سے لیا ہوا عہد	316/7
9	عہد کا معنی اور اس کی اقسام	803/9
10	وعدہ پورا کرنے والوں پر وعید	865/11
11	اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا پورا ہونا ضروری کیوں؟	351/12
60	**عہد شکنی**	
1	قبیلہ بنو قریظہ کی عہد شکنی	659/4
2	فریق ثانی کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ ختم	660/4
3	مسلمانوں کے سربراہ کی عہد شکنی زیادہ مذموم ہے	661/4
61	**حضرت عیسیٰ علیہ السلام**	
1	عیسیٰ کا معنی	446/1
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا یا بیٹا نہ ہونا	37/2 59/2
3	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مس شیطان سے محفوظ رہنا	130/2
4	سوانح عمری	147/2
5	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تصدیق کرنا	150/2
6	آپ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ قرار دینا	160/2 885/2
7	مسیح کا معنی	161/2
8	آپ علیہ السلام کی وجاہت	161/2
9	پختہ عمر میں کلام کرنا	162/2
10	آپ علیہ السلام کا میلاد	163/2
11	مائدہ کا نزول اور اس میں شک کرنے والوں پر عذاب آنا	165/2
12	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کے مواعظ	166/2
13	انجیل کا نزول	170/2
14	آسمانوں پر اٹھایا جانا	170/2
15	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے مابین مدت	173/2
16	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علوم و معجزات	175/2
17	آپ علیہ السلام سے یہود کی مخالفت کا سبب	179/2
18	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص پر شبہ	180/2
19	وفات کا تعلق بمعنی موت نہیں	182/2
20	ابن اللہ ہونے کی دلیل کا رد	185/2
21	حضرت عیسیٰ و آدم علیہما السلام میں وجوہ مماثلت	186/2
22	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا	856-858 2
23	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور اس کی حکمتیں	859-863 2
24	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان	885/2
25	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح من اللہ ہونا	885/2
26	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا	140/3 262/3 264/3
27	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا بیٹا نہ ہونا	141/3 613/3
28	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	363/3
29	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں	364/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	نزول مائدہ کا معجزہ	366/3 371/3
31	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی برأت ظاہر کرنا	377/3
32	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا	377/3
33	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشرکین کی شفاعت کرنا	378/3
34	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہوتے ہی غالی نصاریٰ کا رد فرمانا	271/7
35	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبارک ہونا	271/7
36	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زکوٰۃ	271/7
37	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی والدہ کی برأت فرمانا	273/7
38	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا	275/7
39	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا نظریہ	275/7
40	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ	259/7
41	حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں	660/7
42	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے متعلق احادیث	489/9
43	اس امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام نافذ کرنے کی توجیہ	490/9
44	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شریعت اسلامیہ پر مطلع ہو کر مسلمانوں میں احکام جاری فرمانا	490/9
45	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں اجتہاد کر کے احکام جاری فرمانا	491/9
46	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا	493/9
47	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اطاکیہ میں بھیجنا	732-736/9
48	حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے، خدا یا اس کے بیٹے نہ تھے	702/10 730/10
49	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تحقیق	703-704/10
50	یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کو قتل کر دینا	704/10
51	بل رفعه الله اليه پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات	705/10
52	انی متوفيك ورافعك الی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	706/10
53	انی متوفيك ورافعك الی پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	708/10
54	ومکروا ومکر الله سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	708/10
55	يكلم الناس فی المهد وكهلا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	709/10
56	ایک اور آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر استدلال	710/10
57	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان	710/10
58	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں	711/10
59	مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	711/10
60	وما محمد الا رسول سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب	712/10

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
61	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی عبادت کا حکم دینا	716/10
62	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دینا	867/11
63	موجودہ انجیل کے متن میں حضور ﷺ کی بشارت	867/11
62	**عیادت**	
1	عیادت کا ثبوت	157/7
63	**عیب**	
1	مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت	299/11
64	**عیش وعشرت**	
1	عیش وعشرت میں غلو نہ کرنے کی تلقین	422/9
2	عیش وآرام کے حال میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیے	771/9

غ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الغاشیہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	704/12
2	سورۃ الغاشیہ کی سورۃ الاعلیٰ کے ساتھ مناسبت	704/12
3	سورۃ الغاشیہ کے مشمولات	705/12
4	سورۃ الغاشیہ کی تفسیر کی تکمیل	715/12
2	**غبن**	
1	غبن فاحش کی تعریف مع شرعی حکم	917/11
3	**غریب**	
1	غریب وامیر کے طبقاتی فرق کی حکمتیں	680/6
4	**غزوۂ بدر**	
1	دیکھئے "10: (معرکہ) بدر" صفحہ 81	
5	**غصہ**	
1	غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اور اس کی فضیلت	372/2
2	غصہ میں بددعا کرنا	654/6
3	غصہ نہ کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلت	507/10
4	غصہ کرنے کے دینی ودنیاوی نقصانات	507/10
5	حالت غضب میں معاف کرنے کی فضیلت	615/10
6	**غفلت/ غافل**	
1	اللہ رب العزت کی یاد سے غافل ہونے کا وبال	684/10
7	**مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ**	
1	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کی وفات	304/10
2	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کا قرآن و حدیث سے مقام	305/10
3	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کی جن احادیث سے مغفرت متوقع ہے	306/10
4	مصنف تبیان القرآن کی والدہ کا جن واقعات سے مقرب ہونے کا پتہ چلتا ہے	307/10
8	**غلام**	
1	اس دور میں غلام بنانا	855/7
2	عورتوں کا غلاموں سے جنسی عمل کرنا	855/7
3	غلاموں کے بعض احکام	436/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث	756/12
9	غلام احمد قادیانی	
1	مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت پر ایمان و اصرار	475/9
2	مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ کہ وہ تشریعی نبی ہیں	480/9
3	مرزا غلام احمد قادیانی کا جہاد کو منسوخ قرار دینا	480/9
4	مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال	713/10
5	مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال	715/10
10	غلو	
1	غلو حق اور غلو باطل	265/3
11	مال غنیمت	
1	مال غنیمت میں خیانت کرنا	441/2
2	مال غنیمت کے چند ضروری مسائل	442/2
12	غناء	
1	سہو الحدیث کا محمل غناء کو قرار دینا	219/9
2	غناء کی تحریم میں آیات و احادیث	220/9
3	غناء کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	233/9
13	غور و فکر	
1	دیکھئے "11: تدبر" صفحہ 90	
14	غیر اللہ کو پکارنا	
1	غیر اللہ کو پکارنے میں مسلمانوں اور مشرکوں کا فرق	493/3
2	والذین یدعون من دون اللہ کا مصداق	384-387/6
3	غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنا	744/6
4	غیر اللہ کی عبادت کا باطل ہونا	731/10
15	غیب	
1	غیب کا معنی	258/1
2	مومن بالغیب کا مصداق	258/1
3	مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کرنا	259/1
4	غیب کا لغوی و اصطلاحی معنی	57/6
16	غلطی کرنا	
1	دیکھئے "39: سہو" صفحہ 150	
17	غیبت	
1	غیبت کی ممانعت کے متعلق احادیث	842/2
2	مظلوم کا ظالم کے ظلم کو بیان کرنا کیا غیبت ہے؟	844/2
3	غیبت کرنے کی مباح صورتیں	847/2
4	غیبت کی تعریف	300/11
5	غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ	301/11
6	غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں	302/11
7	غیبت کا کفارہ	302/11
8	جن صورتوں میں غیبت کرنا جائز ہے	303/11
18	غیرت	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	غیرت کا معنی	107/12
19	**غیظ وغضب**	
1	غیظ وغضب کا معنی	338/4
2	غیظ وغضب کو ضبط کرنے کے متعلق قرآنی آیات	339/4
3	غیظ وغضب کو ضبط کرنے کے متعلق احادیث کریمہ	339/4
4	حالت غضب میں طلاق	343/4

ف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**سورۃ الفاتحہ**	
1	سورۃ الفاتحہ کے اسماء	133/1
2	سورۃ الفاتحہ کے فضائل	136/1
3	سورۃ الفاتحہ کا مقام نزول	139/1
4	سورۃ الفاتحہ کی آیات کی تعداد مع مضامین	140/1
2	**فاتحہ خلف الامام**	
1	فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ائمہ اربعہ کے نظریات	219/1
3	**حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا**	
1	تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا	860/1
2	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب	910/7
4	**فاسق / بدعقیدہ**	
1	فاسق وبدعقیدہ سے اجتناب	533-537/3
2	فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت	645/3
3	فاسق کا معنی	741/11
4	فاسق کی روایت وشہادت کا شرعی حکم	281/11
5	فاسق معلن کا فسق بیان کرنے کا جواز	296/11
5	**سورۃ الفاطر**	
1	سورۃ کا نام	626/9
2	سورۃ الفاطر کے مشمولات	626/9
3	فاطر کا معنی	629/9
4	سورۃ الفاطر کا اختتام	702/9
6	**فاحشہ**	
1	فاحشہ کا معنی اور مراد	93/4
7	**فال**	
1	دیکھئے "24: شگون" صفحہ 155	
8	**فارس**	
1	فرزندان فارس کا علم دین کی بلندیوں پر پہنچنا	879/11
9	**فبای آلاء ربکما تکذبٰن**	
1	فبای آلاء ربکما تکذبٰن کے مخاطبین	609/11
2	فبای آلاء ربکما تکذبٰن کو ۳۱ بار مکرر ذکر کرنے میں حکمت	612/11
10	**فتح**	
1	فتح کا مدار	72/2
2	فتح اور شکست کی گردش	386/2
3	فتح کی متعدد تفاسیر	652/9
11	**فتویٰ**	
1	فتویٰ کا معنی، تقاضے اور مسائل	815/2
12	**فتنہ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	فتنہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا	703/3
2	فتنہ کا معنی	636/4
13	سورۃ الفتح	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	182/11
2	سورۃ الفتح کی پہلی دو سورتوں سے مناسبت	183/11
3	سورۃ الفتح کا مقام نزول اور زمانہ نزول	197/11
4	سورۃ الفتح کے مسائل و مقاصد	197/11
5	سورۃ الفتح کا اختتام	271/11
14	فتر	
1	فتر کا لغوی و اصطلاحی معنی	142/3
15	سورۃ الفجر	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	716/12
2	سورۃ الفجر کی سورۃ الغاشیہ سے مناسبت	716/12
3	سورۃ الفجر کے مشمولات	716/12
4	الفجر سے مراد معروف صبح اور اس کی فضیلت	720/12
5	سورۃ الفجر کا اختتام	712/12
16	فحش کام	
1	کھلم کھلا فحش کام کرنا	747/6
17	فخر	
1	دیکھئے "36: تکبر" صفحہ 94	
18	فرعون/قوم فرعون	
1	فرعون کا اصل نام	397/1
2	فرعون کا بنو اسرائیل پر عذاب	396/1
3	قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت	71/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	رب موسیٰ و ہارون کہنے کی وجہ	262/4
5	فرعون کا عوام کو شبہات میں ڈالنا	263/4
6	فرعون کا اپنی دھمکی پر عمل کرنا یا نہ کرنا؟	263/4
7	فرعون کے معبود کی تفسیر میں اقوال	265/4
8	قوم فرعون پر پے در پے بلائیں نازل ہونا	270/4
9	قوم فرعون پر طوفان اور ٹڈی دل وغیرہ بھیجنے کا عذاب	279/4
10	ستر ہزار فرعونیوں کا طاعون میں مبتلا ہونا	282/4
11	قوم فرعون کے بیان کردہ دو عذر	455/5
12	فرعون کے واقعہ سے نبی ﷺ کو تسلی دینا	457/5
13	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	461/5
14	فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	462/5
15	فرعون کی گمراہی اور دوزخ میں اس کا اپنی قوم کا مقتداء ہونا	618/5
16	فرعون کے منہ میں حضرت جبرائیل کا مٹی ڈالنا اور اس پر اشکال کا جواب	463/5
17	فرعون کے جادوگروں کا ایمان لانا	399/7
18	فرعون کی بیوی کا ایمان لانا	402/7
19	فرعون کی لاف و گزاف کی توجیہ	400/7
20	رب العالمین کے بجائے رب موسیٰ و ہارون کہنا	399/7
21	فرعون کا سمندر میں بنے ہوئے خشک راستہ پر جانا	406/7
22	فرعون کو کلمہ پڑھنے سے روکنے پر ایک اعتراض کا جواب	306/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	فرعون کی طرف جانے کا حکم صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا یا ان کے بھائی کو بھی؟	240/8
24	آیا فرعون موحد تھا، مشرک، یا دہریہ؟	301/8
25	فرعون کا حضرت موسیٰ کے برحق ہونے کے تاثر کو زائل کرنا	307/8
26	فرعون اور اس کے حواریوں کی اپنی کامیابی کے متعلق خوش فہمی	308/8
27	فرعون کا اپنے خدشات کا شکار ہونا	773/8
28	فرعون کی بیوی کے فضائل اور جنت میں ان کا ہمارے نبی کے نکاح میں ہونا	780/8
29	فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور اس کا عبرت ناک انجام	813/8
30	فرعون کا خدا کو دیکھنے کے لیے بلند عمارت بنوانا	814/8
31	فرعون کی قوم میں سے ایمان لانے والوں کا بیان	325/8
32	فرعون کو میخوں والا کہنے کی وجہ	46/10
33	قوم فرعون کا فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھنا	344/10 353/10
34	قوم فرعون کے مرد مومن کا تعارف اور اس کی فضیلت	349/10
35	مرد مومن کا قوم کو بار بار نصیحت کرنا	353/10
36	فرعون کا خدا کو دیکھنے کے لیے بلند عمارت بنوانا	356/10
37	آل فرعون کے مرد مومن کی قوم فرعون کو توحید اور دنیا سے بے رغبتی کی نصیحتیں	360/10
38	مرد مومن کو فرعون کے شر سے محفوظ رکھنا	364/10
39	آل فرعون کو قبر اور آخرت میں عذاب پر پیش کرنا	365/10
40	فرعون کے قصہ کو بیان کرنے کے فوائد ومقاصد	691/10
41	قوم فرعون کو آزمائش میں ڈالنے کی توجیہ	763/10
42	قوم فرعون کا عذاب	730/12
19	**فرقے**	
1	اسلامی فرقوں کی تحقیق	496/1
2	دنیا کے مشہور فرقے	651/5
3	اللہ تعالیٰ رسول ﷺ اور کتاب کے ایک ہونے کے باوجود اسلام میں فرقے کیوں؟	653/5
20	**فرق**	
1	اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں فرق	472/1
2	حبیب اور خلیل میں فرق	918/1
3	حبیب اور کلیم میں فرق	918/1
4	انزال اور تنزیل کا فرق	165/10
5	وعد اور وعید کا فرق	214/10
6	حضور ﷺ اور کفار کی موت کا فرق	223/10
7	دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا فرق	281/10 578/10
8	دنیا کی نعمتوں سے استفادہ میں مومن اور کافر کی نیت اور عمل کا فرق	143/11
9	آلاء اور النعماء کا فرق	609/11 691/11
10	ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فرق اور ان کی تفاصیل	610/11
11	کفار کے کید اور اللہ تعالیٰ کے کید کا فرق	677/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	دنیا کے کافور اور جنت کے کافور کا فرق	433/12
13	رب کے نام کو یاد کرنے اور رب کو یاد کرنے کا فرق	345/12
14	اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے اور اللہ میں مشغول ہونے کا فرق	346/12
15	اعلیٰ حضرت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علم کا فرق	317/12
21	**فرقہ بندی**	
1	فرقہ بندی کی مذمت	697/3
22	**فرشتہ**	
1	ملائکہ کی حقیقت، خصوصیت اور ان کے فرائض منصبی	333/1
2	فرشتہ اور بشر کے درمیان افضلیت کا بیان	360/1
3	فرشتوں کی کثرت عبادت سے انسان کو عبادت پر ابھارنا	521/4
4	فرشتوں کی کثرت عبادت ان کی افضلیت کو مستلزم نہیں	522/4
5	فرشتوں کو انسانوں پر مامور کرنے کی وجوہات و حکمتیں	60/6
6	ملائکہ سے جبریل کا مراد ہونا	352/6
7	فرشتوں کا معصوم ہونا	458/6
8	کیا فرشتے ہر وقت تسبیح کرتے ہیں؟	529/7
9	فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں کا رد	537/7
10	فرشتوں کا مکلف ہونا	538/7

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	فرشتوں کو رسول بنانے کی آیتوں میں تعارض	802/7
12	بعض فرشتوں اور انسانوں کو بیٹا بنانا	803/7
13	فرشتوں کے دلوں پر ہیبت طاری ہونا	622/9
14	ملائکہ کی تعریف	649/9
15	فرشتوں کے زجر کرنے کی تفصیل	858/9
16	فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں	962/9
17	فرشتوں کا صفیں باندھ کر عبادت کرنا	969/9
18	الملاء الاعلیٰ سے مراد کون سے فرشتے ہیں؟	140-143/10
19	کیا فرشتے انبیاء سے افضل ہیں؟	320-322/10
20	فرشتوں کی شفاعت کرنا	322/10
21	فرشتوں کا مومنین کے لیے معاون و مددگار ہونا	484/10
22	فرشتوں کا موت کے وقت مومنین کو انعامات کی بشارت دینا	485/10
23	فرشتوں کی دائمی تسبیح پر ایک اشکال کا جواب	512/10
24	بشر اور فرشتوں میں باہمی افضلیت کی تحقیق	512/10
25	فرشتوں کا تسبیح اور حمد کرنا	542/10
26	فرشتے کن کن کے لیے استغفار کرتے ہیں؟	543/10
27	فرشتے اللہ کی اولاد نہیں ہیں	730/10
28	اللہ تعالیٰ کے لکھنے اور فرشتوں کے لکھنے میں تعاون کا جواب	822/10
29	فرشتوں کے مؤنث ہونے پر دلائل	517/11
30	فرشتوں کا لیلۃ القدر میں نازل ہونا	896/12
31	فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں	898/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
32	فرشتوں کا سلام	899/12
33	فرشتوں کا اعمال بنی آدم لکھنا	668/12
34	روح اور فرشتوں کے صحیح بات کہنے کی توجیہات	535/12
35	فرشتوں کو دوزخ کا محافظ بنانے کی حکمتیں	378/12
36	دوزخ کے فرشتوں کی تعداد	378-383/12
37	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد فرشتوں کی مدد کا ذکر	115/12
23	**فریب**	
1	فریب کی ممانعت	699/9
24	**سورۃ الفرقان**	
1	سورۃ کا نام وجہ تسمیہ	203/8
2	سورۃ الفرقان کا زمانہ نزول	206/8
3	سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی باہمی مناسبت	207/8
4	سورۃ الفرقان کے مشمولات	208/8
5	سورۃ الفرقان کا اختتام	279/8
25	**فراست**	
1	فراست کا معنی اور اس کے مصادیق	305/6
2	فراست کے متعلق احادیث	306/6
26	**فرمانبردار**	
1	دیکھئے "58: اطاعت" صفحہ 61	
27	**فساد**	
1	فساد کی اقسام	403/8
28	**فضول خرچی**	
1	دیکھئے "40: اسراف" صفحہ 59	
29	**فضل**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	اللہ تعالیٰ کے فضل کی مختلف تعبیریں	881/11
2	اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرنے کے محامل	890/11
30	**فضیلت**	
1	بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا	489/3
2	حضور علیہ السلام کے تمام آباء کا اپنے زمانے میں سب سے افضل ہونا	559/3
31	**فطرت**	
1	فطرت کا لغوی وشرعی معنی	154/9
2	ہر بچہ کی فطرت پر پیدائش کی حدیث	156/9
3	حدیث میں فطرت سے مراد	156/9
32	**فعل**	
1	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت وجبریہ کے نظریات	72/6
2	افعال انسان کے مخلوق ہونے کے متعلق اہل سنت ومعتزلہ کے نظریات	71/6
3	جبریہ کے نظریہ کا رد	72/6
4	معتزلہ کے نظریہ کا رد	72/6
5	نظریہ اہل سنت کی مزید وضاحت	73/6
6	معتزلہ کے اعتراضات کے جوابات	73/6
7	جبریہ کے رد پر مزید دلائل	75/6
8	خلق اور کسب کی وضاحت	75/6
9	کام کو فعل واسم سے تعبیر کرنا	579/6
10	بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے	906/9
11	افعال میں حسن اور قبح عقلی ہے یا شرعی؟	972/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	فقہ	
1	فقہ کا معنی	526/3
2	فقہ کا لغوی و اصطلاحی معنی	612/5 367/7
3	کتب فقہ کو بے وضو چھونا کیسا؟	691/11
34	فقیر/فقر	
1	فقراء مسلمین کی مجلس میں بیٹھنا	94/7
2	فقراء کی فضیلت میں احادیث	95/7
3	فقراء کو مجلس سے اٹھانا	98/7
4	بعض لوگوں کو فقیر بنانے کی مصلحتیں	600/10
5	حضور ﷺ کے لیے فقر کو پسند کرنے کی وجوہ	682/10
35	فلسطین	
1	فلسطین میں اسرائیل کا قیام	404/4
36	فلسفہ	
1	جزء لایتجزیٰ کے ثبوت پر دلیل	599/9
37	سورۃ الفلق	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1042/12
2	المعوذتین کی فضیلت میں احادیث	1042-1046 12
3	سورۃ الفلق کا خاتمہ	1051/12
38	فواکہہ	
1	پھلوں کو بتدریج پیدا کرنے میں حکمت	324/1
39	فیصلہ	
1	حکم کا معنی	224/2
2	فیصلہ کے لیے قاضی کے بلانے پر جانا	162/8

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	حدود اور قصاص کے ماسوا میں عورتوں کی قضاء	673/8
40	سورۃ الفیل	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	979/12
2	سورۃ الفیل کی تفسیر کی تکمیل	985/12
41	فئے	
1	فئے کا معنی	638/4
2	فئے کا لغوی و شرعی معنی	809/11
3	مال غنیمت اور مال فئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ	810/11
4	مال غنیمت اور مال فئے کا فرق	810/11
5	قرآن و حدیث سے مال فئے کے وقف ہونے پر دلائل	811-813 11

ق

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	سورۂ ق	
1	سورۃ کا نام	311/11
2	سورۂ ق سے سورۃ الحجرات کی مناسبت	311/11
3	سورۂ ق کے متعلق احادیث	311/11
4	سورۂ ق کا اختتام	353/11
2	قاضی	
1	قاضی اور دیگر افسروں کا ہدیہ قبول کرنا	743/1
2	قضاء کا ظاہراً اور باطناً نافذ ہونا	744-746/1
3	قابیل/ہابیل	
1	قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا	154/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قابیل کے قتل کرنے کی کیفیت	156/3
3	قابیل کا انجام	157/3
4	قارون	
1	قارون کا نام ونسب اور اس کا مال ودولت	856/8
2	قارون کا اپنے مال کو فقط اپنی قابلیت کا ثمرہ سمجھنا	856/8
3	قارون کا اپنے مال ودولت پر اترانا اور اکڑنا	857/8
4	قارون کو زمین میں دھنسا دینا	858/8
5	قارون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دشمنی	858/8
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قارون کے خلاف دعا	858/8
7	ویکان کا معنی اور اس کی ترکیب	859/8
8	قارون کا ذکر کر کے نبی علیہ السلام کو تسلی دینا	78/9
9	قارون کے ذکر کو فرعون اور ہامان کے ذکر پر مقدم کرنے کی وجوہ	78/9
5	سورۃ القارعہ	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	949/12
2	سورۃ القارعہ کی تفسیر کی تکمیل	954/12
6	قبر	
1	دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال	221/5
2	قبر میں فرشتوں کا سوال کرنا	182/6
3	قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے	184/6
4	جو مسلمان قبر کی آزمائش اور اس کے عذاب سے محفوظ رہیں گے	185/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	قبر پر کھجور کی شاخ کے ٹکڑے رکھنا	725/6
6	قبر پر قرآن مجید پڑھنا	726/6
7	قبروں سے نکلنے کی کیفیت	739/6
8	قبر سے نکلنے والوں کی دو حالتیں	581/11
9	شیطان کا قبر میں آکر مومنوں کو بہکانا	464/11
7	قبلہ	
1	دیکھئے "8: تحویل قبلہ" صفحہ 90	
8	قبولِ اسلام	
1	حضرت وحشی کا قبولِ اسلام	272/8
9	قبح	
1	قبح کا عقلی ہونا	708/6
10	قتل	
1	حضرمی کے قتل کی تاریخ	764/1
2	قتل خطاء	754/2
3	قتل خطاء کا معنی واقسام	755/2
4	قتل خطاء، عمد اور شبہ عمد کی دیت	756/2
5	قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمتیں	759/2
6	قتل عمد کی تعریف	762/2
7	قتل عمد پر اللہ اور رسول ﷺ کا غضب	763/2
8	مسلمان کے قاتل کی مغفرت	764/2
9	سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنا	765/2
10	قتل برحق کی اقسام	686/3
11	قتل مومن پر وعید	688/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	کسی مسلمان کو قتل کرنے کی جائز صورتیں	710/6
11	**قدرت باری تعالیٰ**	
1	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معنی	300/1
2	بجلی اور بادل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور	63/6
3	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	755/6
4	اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ونظائر	716/11
5	اللہ کی قدرت پر دلائل	779-780/12 578/12 580/12
6	اللہ تعالیٰ کا حیوانات کے احوال سے اپنی قدرت پر استدلال	157/12
7	اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات سے اپنی قدرت پر استدلال	157/12
8	زوج کے معنی سے قدرت باری تعالیٰ پر استدلال	508/12
12	**سورۃ القدر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	887/12
2	سورۃ القدر کی تفسیر کی تکمیل	900/12
13	**قذف**	
1	قذف کا لغوی معنی	69/8
2	قذف کا شرعی معنی	70/8
3	قرآن وحدیث کی روشنی میں قذف کا حکم	70/8
4	احصان کی شرائط	71/8
5	جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت	72/8
14	**قرآن مجید**	
1	قرآن مجید کی تعریف واسماء	48/1
2	قرآن مجید کے فضائل اور اجر وثواب	50/1
3	قرآن کو پڑھنے اور سننے کے آداب مع ضروری مسائل	53/1
4	قرآن مجید کا اعجاز	59-63/1
5	مکمل قرآن یکبارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں	91/1
6	قرآن مجید کو جمع کرنے کا بیان	96/1
7	قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کا حکم	103/1
8	قرآن مجید کا غیر محرف ہونا	104/1
9	قرآن مجید کا سات حرفوں پر نازل ہونا	106/1
10	قرآن مجید کی سورتوں، آیتوں اور حرفوں کی تعداد	108/1
11	قرآن مجید کے محفوظ اور غیر مبدل ہونے پر مستشرقین کے اعتراضات مع جوابات	109/1
12	قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی تاریخ	112/1
13	قرآن مجید پر رموز اوقاف لگانے کی تاریخ	114/1
14	مضامین قرآن کا خاکہ	118/1
15	قرآن مجید کی تفسیر کرنے پر اعتراضات کے جوابات	122/1
16	قرآن مجید کی مشروعیت پر دلائل	123/1
17	قرآن مجید کی تفسیر کے اصل مآخذ	129/1
18	قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری علوم	129/1
19	قرآن مجید سب کیلئے ہدایت ہے یا صرف متقین کے لیے	242/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	قرآن مجید کا تورات کا مصدق ہونا	364/1
21	تعلیم قرآن پر اجرت	365/1
22	قرآن خوانی کا نذرانہ	369/1
23	آسمانی کتب کے نزول کا مقصد	417/1
24	قرآن مجید کی صداقت	453/1
25	قرآن مجید کی آیات منسوخہ	484/1
26	قرآن مجید پر مسلمانوں کا عمل نہ کرنا (لمحۂ فکریہ)	451/1
27	قرآن مجید کی تلاوت کے آداب	518/1
28	قرآن مجید، کتاب حق ہے	38/2
29	قرآن مجید، اقوال صحابہ پر مقدم ہے	706/2
30	قرآن میں اختلاف نہیں	732/2
31	قرآن کو یکبارگی نازل نہ کرنا	877/2
32	قرآن کا نور ہونا	890/2
33	قرآن مجید کے فوائد و مقاصد	139/3
34	نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	205/3
35	قرآن کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا	206/3 589/3
36	قرآن مجید کی آیات	210/3
37	قرآن تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے	454/3
38	قرآن میں ہر چیز کا ذکر ہے	458/3
39	قرآن میں صرف ہدایت کا مذکور ہونا	459/3
40	قرآن مجید کی خیر و برکت	588/3
41	قرآن کو مشرکین پر اتمام حجت کے لیے نازل کرنا	695/3
42	قرآن مجید کی تبلیغ	36/4
43	قرآن مجید سے ڈرانا اور نصیحت کرنا	38/4
44	قرآن مجید کی خصوصیات	150/4
45	قرآن مجید پڑھنے کے آداب	513/4
46	قرآن مجید سننے کا حکم	514/4
47	قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ	515/4
48	قرآن مجید سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	516/4
49	امام کے پیچھے قرآن سننے میں مذاہب اربعہ	518/4
50	قرآن مجید کو بدلنے کا مشرکین کا مطالبہ	338/5
51	قرآن مجید میں تبدیلی کے مطالبہ کی وجوہات	339/5
52	قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا	340/5
53	قرآن مجید کی پیش گوئیاں	365/5
54	قرآن مجید کی تفصیل الکتاب ہونے کا معنی	366/5
55	قرآن مجید کی صداقت	463/5
56	قرآن مجید کی آیات کے محکم ہونے کے معانی	493/5
57	قرآن مجید کا معجز ہونا	512/5
58	قرآن مجید کا مبین ہونا	664/5
59	قرآن مجید میں ہر شیٔ کی تفصیل کا محمل	883/5
60	مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا نزول قرآن سے خوش ہونا	105/6
61	قرآن مجید کو حکم عربی فرمانے کی وجہ اور اس کا قدیم ہونا	107/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
62	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کو مسلمان کرنا	131/6
63	قرآن مجید کا ہدایت کے لیے کافی ہونا	227/6
64	قرآن مبین اور کتاب کا معنی	235/6
65	قرآن مبین اور کتاب میں تغایر	235/6
66	الکتاب کو قرآن مبین پر مقدم کرنے کی وجہ	235/6
67	قرآن مجید کی حفاظت کے ظاہری اسباب	245-247/6
68	قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے	547/6
69	قرآن کی پیش گوئی کا پورا ہونا	767/6
70	قرآن کا جسمانی وروحانی امراض کے لیے شفا ہونا	780/6
71	نیکوں اور بروں پر قرآن کے مختلف آثار	783/6
72	قرآن کو حق کے ساتھ نازل کرنا	811/6
73	قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی وجہ	812/6
74	پست اور بلند آواز سے نماز میں قرآن پڑھنا	813/6
75	قرآن میں کجی نہ ہونا	41/7
76	قرآن کا صرف ڈرنے والوں کیلئے نصیحت ہونا	338/7
77	قرآن کریم کی عظمت	339/7
78	قرآن پر ذکر کا اطلاق	431/7
79	قرآن مجید کی صفات	483/7
80	قرآن کی تلاوت میں عجلت کرنا	483/7
81	قرآن کے حادث ہونے کے اشکال کا جواب	517/7
82	قرآن کو جادو قرار دینا	518/7
83	قرآن اور کتب سابقہ کے تین محامل	536/7
84	قرآن کو غفلت و بے پرواہی سے سننا	275/8
85	قرآن کا سات حروف پر نازل ہونا	204/8
86	کیا قرآن اہل کتاب کے تعاون سے بنایا گیا ہے؟	214/8
87	قرآن کو تدریجاً نازل کرنے کی وجوہ	237/8
88	الکتاب المبین کا معنی	287/8
89	قرآن کو نبی ﷺ کے قلب پر نازل کرنے کی کیفیت	441/8
90	قرآن کا عربی زبان میں ہونا	446/8
91	سابقہ آسمانی کتب میں قرآن کا ذکر	448/8
92	قرآن کو غیر عربی میں پڑھنا کیسا؟	449/8
93	کیا ترجمہ قرآن پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے؟	450/8
94	شیاطین قرآن کو نازل نہیں کر سکتے	457/8
95	عربی قواعد کے خلاف قرآن کی کتابت	653/8
96	قواعد رسم الخط کے خلاف الفاظ	655/8
97	قرآن کو یکبارگی نازل نہ کرنے کی وجوہ	823/8
98	قرآن کا ہدایت ورحمت ہونا	213/9
99	قرآن کی مختلف النوع ہدایات	306/9
100	رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے کی ممانعت	333/9
101	دو شہادتوں سے کسی آیت کا قرآن میں درج کرنا	407/9
102	امت مسلمہ کا قرآن کا وارث ہونا	629/9
103	قرآن مجید کے معانی پر غور وفکر نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا قرآن کی ناقدری کرنا ہے	88/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
104	قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب	89/10
105	قرآن کریم کا جن وانس کے لیے نصیحت ہونا	158/10
106	قرآن سن کر خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہونا	219/10
107	قرآن سن کر اظہار وجد کرنے والوں کے متعلق صحابہ وفقہاء کی آراء	219/10
108	قرآن کے تین اوصاف	222/10
109	قرآن وذکر میں مشغول ہونا افضل ہے یا دعا کرنے میں؟	410/10
110	قرآن مجید کی دس صفات	431/10
111	قرآن مجید کے پیچھے اور سامنے سے باطل نہ آنے کے محامل	516/10
112	قرآن مجید کو غور سے نہ سننے کی وجہ سے کفار کا ہدایت سے محروم ہونا	517/10
113	قرآن مجید پر کفار کو ایمان لانے کی نصیحت	523/10
114	قرآن مجید کو قرآن عربی فرمانے کی وجوہ	655/10
115	کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا	679/10
116	نبی ﷺ اور آپ کی قوم کے لیے قرآن کا شرف عظیم ہونا	687/10
117	قرآن کے آسان ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	783/10
118	تنزیل قرآن کے مقاصد	788/10
119	قرآن کا ہدایت ورحمت ہونا	805/10
120	قرآن مجید کا انکار، استخفاف اور استحقار کفر ہے	41/11
121	قرآن مجید کو کفار کا جادو کہنا	46/11
122	قرآن مجید پر کفار مکہ کے اعتراض کا جواب	75/11
123	قرآن مجید کو نور فرمانے کی وجہ	916/11
124	اللہ کے نور کو بجھانے کے معانی ومصادیق	869/11
125	قرآن مجید کی پیشین گوئی کی صداقت	884/11
126	قرآن مجید کی عظمت	833/11
127	نزول قرآن کی حکمت	738/11
128	قرآن کریم کو کریم فرمانے کی دس وجوہ	683/11
129	قرآن مجید کو کتاب اور مکنون فرمانے کی توجیہ	687/11
130	بے وضو قرآن کو چھونا	987-691/11
131	کتب تفسیر اور کتب فقہ کو بے وضو چھونا	691/11
132	جنبی اور حائض کا قرآن کو چھونا	696/11
133	قرآن مجید کو بتدریج نازل کرنے کی وجوہ	700/11
134	کس کو رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی؟	605/11
135	قرآن مجید کے آسان ہونے کے محامل	585/11
136	القرآن ذو وجوه کا جواب	236/11
137	اس سوال کا جواب کہ قرآن مجید چونکہ حضور ﷺ کی زندگی میں جمع اور مرتب نہیں ہوا تھا اس لیے اس کا وجود مشکوک ہے	412/11
138	قرآن مجید کی جمع وترتیب کے متعلق عیسائیوں کے اعتراض کا جواب	421/11
139	حضور ﷺ کو اپنی وفات سے قبل مکمل اور مرتب قرآن حفظ ہو چکا تھا	422/11
140	صحابہ کرام کو بھی حضور ﷺ کی زندگی میں مکمل اور مرتب قرآن حفظ ہو چکا تھا	423-429/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
141	وفات سے قبل حضور ﷺ کے پاس مکمل قرآن کا لکھا ہوا ہونا	430/11
142	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کو ایک مصحف اور ایک جلد میں جمع کرنا	431/11
143	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صرف لغت قریش پر قرآن کو باقی رکھنا اور باقی نسخوں کو جلا دینا	434/11
144	جمع قرآن کے متعلق حرف آخر	435/11
145	قرآن کی سب سے زیادہ امید افزا آیت	811/12
146	قرآن مجید کی آیات اور ایک حدیث کا تعارض	816/12
147	اللہ تعالیٰ کا یاد کرانا اور رسول اللہ کا قرآن کو نہ بھولنا	689-694 / 12
148	قرآن مجید کی فضیلت	661/12
149	قرآن مجید کا پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہونا	577/12
150	قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت	454/12
151	قرآن اور احادیث سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے کی ترغیب	457/12
152	رسول اللہ ﷺ کا دوران وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کے لیے عجلت کرنا	411/12
153	حضور علیہ السلام کی تلاوت قرآن کا طریقہ	340/12
154	ترتیل کا لغوی واصطلاحی معنی	339/12
155	قرآن کی تلاوت کو خوش الحانی سے پڑھنا	340/12
156	قرآن کو غنا کے ساتھ پڑھنے کے محامل	341/12
157	خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	342/12
158	قرآن مجید کے مضامین سے اس کے اثر جنون ہونے کا ابطال	198/12
159	قرآن مجید کا سحر، شعر اور کہانت نہ ہونا	214/12
160	قرآن مجید کی ایجابی صفات	216/12
15	**قرض**	
1	اللہ کو قرض حسنہ دینا	996/1 874/1
2	مقروض کو مہلت دینا	997/1
3	قرض معاف کرنے پر اجر وثواب	998/1
4	دَین اور قرض کی تعریفیں اور ان میں فرق	1004/1
5	آیت مداینہ کا حکم	1005/1
6	دین پر مبنی عقود کی دستاویزات	1005/1
7	قرض کے بعض ضروری مسائل	1018/1
8	قرض حسن کی شرائط	724/11
9	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض فرمانے کی توجیہ	725/11
16	**قرامطہ**	
1	قرامطہ کی تعریف	272/2
2	قرامطہ کے عقائد	273/2
3	قرامطہ کا حجر اسود اکھاڑ کر لے جانا	270/2
4	کعبہ کی بے حرمتی	271/2
17	**قراءت خلف الامام**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	قراءت خلف الامام احناف کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے	519/4
2	قراءت خلف الامام کی ممانعت پر احادیث	519/4
18	**قربانی**	
1	مویشیوں کی قربانی کرنے کا طریقہ	737/7
2	مسافروں اور حجاج پر قربانی	738/7
3	قربانی کرنے کا وقت	738/7
4	قربانی کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا	739/7
5	البدن کا معنی اور اس کا مصداق	756/7
6	کیا البدن میں گائے شامل ہے؟	756/7
7	اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ	757/7
8	قربانی کی دعا کب پڑھی جائے؟	758/7
9	قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع	760/7
10	قربانی کے عمل میں ریاکاری	237/7
11	ھدی کو حرم سے باہر ذبح کرنا	751/7
12	قربانی کے فضائل کے متعلق احادیث	927/9
13	قربانی کے شرعی حکم سے متعلق احادیث	929/9
14	ایک جانور کی قربانی میں کتنے افراد شریک ہوسکتے ہیں؟	929/9
15	قربانی کے جانوروں کی کم از کم عمریں	931/9
16	قربانی کے جانوروں کے عیوب	931/9
17	نماز عید پڑھنے سے قبل قربانی کرنا	932/9
18	قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی کیفیت	933/9
19	قربانی کی کوئی چیز قصائی کو اجرت میں دینا	934/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	قربانی کے حکم میں آئمہ مذاہب اربعہ کا نظریات	935-938 / 9
21	قربانی کے دنوں کی تعیین وتحدید میں فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	938-939 / 9
22	قربانی کے منکرین کے شبہات کا ازالہ	940/9
23	قربانی کے جانور کا معیار	941/9
24	افضل قربانی کا بیان	942/9
25	قربانی کے گوشت کے احکام اور دیگر مسائل	942/9
26	قربانی کے اسرار و رموز	943/9
27	محصر کے لیے قربانی کی جگہ کا تعین	258-261 / 11
19	**قریش**	
1	قریش کے فضائل	987/12
2	القریش کا الفیل کے ساتھ مربوط ہونا	988/12
3	قریش کو تجارتی سفر پر راغب کرنے کی توجیہ	988/12
4	قریش کی وجہ تسمیہ اور حضور ﷺ کا نسب	988/12
5	قریش پر انعام کا تقاضا	989/12
6	قریش کو کھانا کھلانے اور امن میں رکھنے کے اسباب	989/12
20	**سورۃ القریش**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	986/12
2	سورۃ القریش کی تفسیر کا اختتام	987/12
21	**قرعہ اندازی**	
1	سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کیلئے قرعہ اندازی کرنا	87/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22	**قرض خواہ**	
1	قرض خواہ اپنا حق مقروض کی لاعلمی میں بھی لے سکتا ہے	620/10
23	**قسم**	
1	قسم کا معنی، شرائط اور ارکان	790/1
2	غیر اللہ کی قسم کھانا نیز مستقبل اور ماضی میں طلاق و عتاق کی قسم کھانا	791/1
3	جھوٹی قسم کھانا	793/1
4	بلا قصد قسم	793/1
5	بالقصد قسم	794/1
6	قسم کی اقسام	794/1
7	قسم توڑنا	215/2
8	قسم توڑنے والوں کی سزاء	216/2
9	قسم توڑنا	565/6
10	منافقوں کی قسموں کا غیر معتبر ہونا	166/8
11	غیر اللہ کی قسم کھانے کا ممنوع ہونا	309/8
12	اللہ تعالیٰ کا من پسند فرشتوں کی قسم کھانا	858/9
13	اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا	36/10
14	قسم اور جواب قسم	764/12
15	نفس انسان کی قسم سے مراد انسان کامل محمد ﷺ کی قسم ہے	766/12
16	دن اور رات کی قسم کھانے کی توجیہات	856/12
17	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	872/12
18	زمانہ کی قسم کھانے کی وجوہ	968/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	رات کی قسم کھانے کی وجوہ	729/12
20	جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی	475/12
21	قسم سے پہلے حروف ''لا'' کے دو محمل	402/12
22	زیادہ قسم کھانے کی مذمت	183/12
23	قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ	110/12
24	آیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں؟	110/12
24	**قصہ**	
1	قصہ کا لغوی معنی	665/5
2	سورۂ یوسف کو ''احسن القصص'' فرمانے کی وجوہ	665/5
3	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	687/5
4	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا احسن القصص ہونا	683/5
25	**قصاص**	
1	قصاص کے حکم کا شان نزول	200/3
2	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنا	200/3
3	اعضاء کے بدلے قصاص کی کیفیت	201/3
4	بدلہ نہ لینے کی فضیلت	202/3
5	تلوار سے قصاص لینا	790/7
6	ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہ کرنا	338/9
7	قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے پر سید مودودی کا تبصرہ	431/9
26	**سورۃ القصص**	
1	سورۃ کا نام	765/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	سورۃ القصص کی سورۃ النحل سے مناسبت	765/8
3	سورۃ القصص کے مشمولات	766/8
4	سورۃ القصص کے اغراض	767/8
5	سورۃ القصص کا خلاصہ	770/8
6	سورۃ القصص کے اختتامی کلمات	865/8
27	**قضاء**	
1	قضاء علی الغائب کے متعلق احادیث	666/2
2	قضاء علی الغائب کے متعلق مذاہب ائمہ	665/2
3	قضاء کے آداب اور قاضی کا ظلم وعدل	703/2
4	کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کی حجت پر استدلال	705/2
5	اہل ذمہ کے مابین فیصلہ	195/3
6	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنا	199/3
28	**قلب**	
1	قلب کی تعریف	287/1
29	**سورۃ القلم**	
1	سورۃ کا نام	160/12
2	سورۃ القلم کے مشمولات	160/12
3	سورۃ القلم کا اختتام	198/12
4	نون اور قلم کے معانی اور ان کے متعلق احادیث	164/12
30	**قمار**	
1	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قمار کی وضاحت	209/2
31	**سورۃ القمر**	
1	سورۃ کا نام اور زمانہ نزول	574/11
2	واقعہ شق القمر کے متعلق احادیث	574/11
3	واقعہ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات	576/11
4	سورۃ القمر کا اختتام	602/11
32	**قناعت**	
1	قناعت کی تعریف	48/7
2	قناعت کے متعلق احادیث	46/7
33	**دعائے قنوت**	
1	قنوت کا معنی	360/2 450/9
2	قنوت کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کے نظریات	360-362/2
3	قنوت کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	363/2
34	**قوت**	
1	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال	353/6
2	قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا کمال وفساد	561/12
3	قوت عملیہ کے تین شعبے	528/12
35	**قواعد فقہیہ**	
1	اشیاء میں اباحت کا اصل ہونا	330/1 125/4
2	اشیاء میں اصل اباحت ہے	277/5 504/7
36	**قیاس**	
1	قیاس کا حجت ہونا	733/2
2	قیاس کی حجیت پر دلائل	457/3
3	قیاس کی اصل	675/3
4	قیاس کے حجت ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	363/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	قیاس کرنے کا جواز	94/7
6	مشروعیت قیاس پر دلائل	552/10
7	نفی قیاس پر دلیل	551/10
8	قیاس، فروع اور احکام میں جائز ہے جبکہ اصول اور عقائد میں جائز نہیں	564/10
9	قیاس کے ثبوت پر دلائل	68/11
37	**قید/قیدی**	
1	جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنانا	623/2
2	مالی فدیہ کے بدلے جنگی قیدی آزاد کرنا	625/2
3	مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنا	626/2
4	جنگی قیدیوں کو احساناً آزاد کرنا	627/2
5	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے میں مذاہب اربعہ	678/4
6	جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلہ میں آزاد کرنے کے متعلق احادیث	679/4
7	موجودہ دور میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا	682/4
8	شک کی بناء پر ملزم یا متہم کو قید میں رکھنا	350/3
9	مجرموں کو قید میں رکھنا	351/3
10	نادہندہ مقروض کو قید میں رکھنا	351/3
11	گواہ بنانے کیلئے بعد از نماز وقت کی خصوصیت	353/3
12	گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت	354/3
13	اسیران جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات	135/11
14	جنگی قیدیوں کو غلام بنانا	136/11
15	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد	137/11
38	**قیام تعظیمی**	
1	قیام تعظیمی کی ممانعت کے متعلق احادیث	864/5
2	قیام تعظیمی میں مذاہب فقہاء	864/5
3	آنے والے کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا	866/5
4	مخلوق کی تعظیم کے لیے قیام کی ممانعت	621/12
5	قیام تعظیمی کی ممانعت کے محامل	621/12
6	اصحاب فضیلت کی تعظیم کے لیے قیام کا استحسان	622-626/12
39	**قیامت**	
1	یوم قیامت کی مقدار	173/1
2	وقوع قیامت پر عقلی وشرعی دلائل	175/1
3	منکرین قیامت کا خسارہ	433/3
4	قیامت سے قبل دس نشانیوں کا ظہور	696/3
5	روز قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی وجہ	433/3
6	قیامت کے دن رسولوں اور ان کی امتوں سے سوالات	43/4
7	قیامت کے دن مجرموں سے سوال کرنا یا نہ کرنا	45/4
8	وقوع قیامت کے وقت کو مخفی رکھنے کی حکمت	441/4
9	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ	447/4
10	قیامت کے دن شرکاء کی مشرکین سے بیزاری	358/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	وقوع قیامت کی دلیل	622/5
12	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	219/6
13	قیامت کے دن کفار کا کف افسوس ملنا	221/6
14	قیامت کے دن مسلمانوں سے سوال	324/6
15	قیامت کے دن کفار سے سوال	325/6
16	قیامت کے دن بتوں اور مشرکوں کا مکالمہ	544/6
17	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں آنے کی توجیہ	544/6
18	قیامت کے دن ہر شخص کا نفسی نفسی کہنا	587/6
19	قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھوانا	656/6
20	ہر شخص قیامت کے دن اپنے امام کے ساتھ ہوگا	761/6
21	قیامت کے دن برہنہ حشر کرنا	119/7
22	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانا	120/7
23	قیامت کے دن اعمال نامہ	120/7
24	روز قیامت کے مشاہدہ کا عظیم ہونا	277/7
25	روز قیامت کا یوم حسرت ہونا	278/7
26	اس دن کا مصداق جب فیصلہ ہو چکا ہوگا	279/7
27	وقوع قیامت پر دلیل	356/7
28	قیامت کے وقوع پر کفار کا شبہ	435/7
29	قیامت کے دن پکارنے والے	437/7
30	قیامت کا خوف و دہشت	667/7
31	قیامت کے رشتوں کا ختم ہونا	907/7
32	قیامت کے دن نبی ﷺ کے نسب، نکاح اور سسرال کے رشتوں کے سوا تمام رشتوں کا منقطع ہونا	908/7
33	قیامت کے دن دلوں اور آنکھوں کا الٹ پلٹ جانا	145/8
34	قیامت کے دن کی مومنوں پر طوالت	233/8
35	قیامت کے احوال	234/8
36	قیامت کے دن پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا	757/8
37	دآبۃ الارض کا محل خروج وغیرہ	742/8
38	قیامت پر دلائل	137/9
39	قیامت کے دن مشرکین کے احوال	139/9
40	قیامت کے دن کفار کا جھوٹ بولنا	205/9
41	قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا ثمر آور نہ ہونا	328/9
42	رسول اللہ ﷺ کو قیامت کا علم تھا یا نہیں؟	569/9
43	علم قیامت کی نفی کے متعلق مفسرین کی توجیہات	571/9
44	وقوع قیامت پر دلائل	597/9
45	قیامت کے دن متکبر اور پس ماندہ کافروں کا مناظرہ	629/9
46	قیامت کا اچانک آنا	783/9
47	قیامت کے دن نیک لوگوں کے اعضاء ان کی نیکیاں بیان کریں گے	817/9
48	قیامت کے دن مجرموں کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے	818/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
49	مجرموں کے مونہوں پر مہر لگانے کی توجیہ	819/9
50	مشرکین کا انکار قیامت پر اصرار کرنا	871/9
51	قیامت کے دن اللہ کے سامنے جھگڑنے والے	249/10
52	قیامت کے دن فساق کی اپنی اعمالیوں پر ندامت	287/10
53	قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت	301/10
54	قیامت کے دن مؤمنوں کے ثواب کی کیفیت	301/10
55	قیامت کے دن سب سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے امور	296/10
56	قیامت کے دن لوگوں کی مستور چیزوں کو ظاہر کرنا	336/10
57	قیامت کے دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی	337/10
58	حضور ﷺ کا ایک حکمت کی وجہ سے وقوع قیامت کی خبر نہ دینا	573/10
59	قیامت کے دن کو فیصلہ کا دن فرمانے کی توجیہات	775/10
60	قیامت کے وقوع پر دلیل	817/10
61	قیامت کے دن کون کون گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے؟	819/10
62	قیامت کے متعلق کفار کے دو گروہ	824/10
63	قیامت کے دن کو عدم التغابن فرمانے کی وجہ	916/11
64	قیامت کے دن مومنوں کے نور کی مختلف مقدار	725/11
65	قیامت کے دن منافقین کا جنت کے راستہ سے محروم ہونا	726/11
66	قیامت کے دن منافقوں اور مؤمنوں کا معاملہ	726/11
67	قیامت کا واقع ہونا اور اس کا جھوٹ نہ ہونا	651/11
68	روز قیامت کی ہولناکیاں	624/11
69	قیامت کے دن حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور پھونکنا	581/11
70	قیامت کے دن کفار اور شیطان سے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا کلام	325/11
71	قیامت کی کیفیات	439/11
72	قیامت کے دن انسان کے گذشتہ اعمال دکھانے کی توجیہ	567/11
73	قیامت کے دن لوگوں کے احوال	950/12
74	قیامت کے دن پہاڑوں کے احوال	951/12
75	قیامت کے دن کفار و فساق فجار کا کف افسوس ملنا	737/12
76	قیامت کے دن آپ کے رب کے آنے کی توجیہات	737/12
77	قیامت کے دن کو الغاشیہ فرمانے کی وجہ	707/12
78	قیامت کے دن کی گرمی کی شدت سے پسینہ آنا	620/12
79	قیامت کے دن کافروں کا اپنے رب کے دیدار سے محروم رہنا	628/12
80	روز جزاء کی تکذیب کرنے والے	627/12
81	قیامت کے احوال و آثار کے ذکر سے مقصود	606/12
82	روز جزاء کی تکذیب کے محامل	610/12

marfat.com
Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
83	روز جزاء کے ادراک کی نفی کا محمل	613/12
84	قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم	581/12
85	قیامت کے احوال	550/12
86	روز قیامت کے حق ہونے کی توجیہ	537/12
87	کفار قریش کو قیامت کی دن کے عذاب سے ڈرانا	478/12
88	قیامت کے احوال کو شر کہنے کی توجیہ	435/12
89	قیامت کے دن کو پس پشت ڈالنے کی توجیہ	457/12
90	قیامت کے دن بندہ کے نیک اعمال ملنے کے متعلق احادیث	409/12
91	قیامت اور نفس لوامہ کی مناسبت	404/12
92	قیامت کی تکذیب کرنا	406/12
93	وقوع قیامت کی دلیل	422-423/12
94	قیامت کے دن بچوں کو بوڑھا کرنے کی توجیہ	351/12
95	قیامت کو الحاقہ فرمانے کی وجوہ	204/12
96	قیامت کے وقوع کی علامات	207/12
97	قیامت کے دن کی مقدار	225/12
98	حضور ﷺ کو وقوع قیامت کا علم	298/12
40	**سورۃ القیامہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	399/12
2	سورۃ القیامہ کے مشمولات	399/12
3	سورۃ القیامہ کا اختتام	424/12

ک

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**کائنات**	
1	کائنات کی ہر چیز کا برحق ہونا	88/9
2	**کاہن**	
1	کاہنوں کی اقسام	861/9
2	کاہن کی تعریف اور اس کے پاس جانے کا شرعی حکم	861/9
3	کاہن کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
3	**سورۃ الکافرون**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1011/12
2	قل یاایھا الکافرون کا شان نزول	1012/12
3	یاایھا الکافرون سے پہلے قل لانا	1013/12
4	سورۃ الکافرون کی آیات میں تکرار کا جواب	1016/12
5	لکم دینکم ولی دین کے محامل	1016/12
6	سورۃ الکافرون کی تکمیل	1016/12
4	**کامیابی**	
1	حقیقی کامیابی کا مصداق	823/10
5	**کبوتر بازی**	
1	کبوتر بازی کے متعلق احادیث	382/8
2	کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کی تصریحات	385/8
6	**کتا**	
1	کتوں کو رکھنے کا شرعی حکم	70/7
7	**کتاب**	
1	کتاب کا لغوی و اصطلاحی معنی	240/1
2	کتاب و حکمت کی تعلیم و تزکیہ نفس	550/1
3	کتب آسمانی کی تعداد کی تحقیق	418/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	کتاب کا معنی	741/11
5	کتابوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
8	کذب	
1	دیکھئے ''30: جھوٹ'' صفحہ 107	
9	کرامت	
1	کرامت کی تعریف اور خلاف عادت کاموں کی اقسام	434/5
2	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	435/5
3	اولیاء اللہ کی کرامات کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	437/5
4	کرامت کے اختیاری ہونے میں علماء کی تصریحات	437/5
5	کرامت کی تعریف	693/8
6	علامہ زمخشری کا کراماتِ اولیاء کا انکار کرنا	305/12
10	کراماً کاتبین	
1	کراماً کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض	505/3
2	کراماً کاتبین کے متعلق قرآنی آیت	505/3
3	کراماً کاتبین کے وظائف	506/3
4	آیا دل کی باتوں کو کراماً کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟	507/3
5	اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں	509/3
6	کراماً کاتبین کا صحیفۂ اعمال میں دیکھنا	322/11
7	کراماً کاتبین کے اعمالِ بنی آدم لکھنے کی تفصیل	611/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	کراماً کاتبین کا قضاء حاجت اور جماع کے وقت انسان سے الگ ہو جانا	611/12
11	کسب	
1	کسب واکتساب کا معنی	1028/1
2	شر کو اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنا	1028/1
3	معاش کے حصول کے لیے کسب کرنا ضروری ہے	268/7
12	کعبہ	
1	تعمیر کعبہ کی تاریخ	545/1
2	کعبہ کو قبلہ بنانے کے اسرار	567/1
3	کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جانا	569/1
4	کعبہ کا بیتِ اول ہونا	257/2
5	تعمیر کعبہ کی تاریخ	259/2
6	کعبہ کے فضائل	261/2
7	بیت اللہ کے اسماء	265/2
8	کعبہ کی برکت وہدایت کا معنی	266/2
9	کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں	267/2
10	کعبہ کی بے حرمتی کرنا	271/2
11	تعمیر کعبہ کے وقت تہبند اتار کر کندھے پر رکھنے کی روایت کی تحقیق	102/4
13	کفر/کفار	
1	کفار کا فروع کا مکلف ہونا	304/1
2	کفر کے معانی	279/1
3	کفار کے عذاب میں تخفیف وعدم تخفیف	620/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	کفار کو نور سے نکالنا	938/1
5	کفار کی ظلمت کی مثال	939/1
6	کفر ملت واحدہ ہے	227/2
7	کفار سے دوستی کی ممانعت	103-106/2
8	کفار سے مواسات	107/2
9	کفار سے مجرد معاملہ	108/2
10	کفار کی نیکیوں کا مقبول یا مردود ہونا	203/2
11	کفار کی اقسام	244/2
12	آخرت میں کفار کے اعمال کا ضائع ہونا	322/2
13	کفار کو راز دار بنانا	324/2
14	مسلمانوں کا کفار سے محبت کرنا	326/2
15	مسلمانوں کے خلاف کفار کا غیظ و غضب	326/2
16	متقی مسلمانوں کا کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنا	327/2
17	غیر مسلموں سے دینی و دنیوی کام لینا	328/2
18	کفار پر لعنت	355/2
19	کفار کے لیے دوزخ کا تیار کیا جانا	367/2
20	دینی معاملات میں کفار کی اطاعت	400/2
21	دنیا میں کفار کی خوشحالی	475/2
22	کفار کو گناہوں کے لیے ڈھیل دینا	478/2
23	کفار کی زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا	507/2
24	کفار کے لیے دنیا میں عیش	528/2
25	قیامت کے دن کفار کے مختلف احوال	676/2
26	کفار کے ساتھ دوستی	748/2
27	کفر پر راضی ہونا	829/2
28	کفار کے نابالغ بچوں پر عذاب	836/2
29	کفار کا مسلمانوں پر غلبہ	830/2
30	کفر اور فسق کی وجوہات	148/3
31	کیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا؟	176/3
32	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت	212-213/3
33	ملکی و جنگی معاملات میں کفار سے خدمت	224/3
34	کفار احسان فراموش ہیں	393/3
35	کفر باللہ اور کفر بالرسول	396/3
36	کفار کے انکار کا حقیقی سبب	400/3
37	کفار کے اخروی نقصان کا معنی	418/3
38	کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانا	423/3
39	قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت	430/3
40	کفار کو مردہ کہنے کی حکمت	448/3
41	کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب	449/3
42	کافروں کے عمومی عذاب میں مومن شامل ہوں گے یا نہیں؟	470/3
43	کافروں کو ڈرانے کا محمل	484/3
44	کفار کے مطالبے کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنا	495/3
45	کفار کے دلوں کو پھیرنا	626/3
46	کافر کے مردہ ہونے کی مثال	644/3
47	کفار کو مقتدر بنانے کی حکمت	645/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولنا	137/4
49	کفار کی جنتوں کا مسلمانوں کو وراثت میں ملنا	140/4
50	کفار کو دوزخ میں کھانے پینے سے محروم رکھنا	147/4
51	کفار کا اخروی خسارہ	150/4
52	کافروں کی مثال	188/4
53	رنج وراحت کے نزول میں کفار کے احوال	232/4
54	کفار مکہ پر عذاب نہ بھیجنے کی وجہ	235/4
55	کفار مکہ کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	236/4
56	سابقہ امتوں کے عذاب سے کفار مکہ کا سبق حاصل نہ کرنا	236/4
57	کفار کے دلوں کو پھیرنے کی توجیہ	318/4
58	کفار کی نیکیوں کا ضائع ہونا	332/4
59	کفار کا جانوروں سے زیادہ گمراہ ہونا	424/4
60	جاہل کفار کا حضور ﷺ کو مجنوں کہنا	437/4
61	کفار کو گمراہی پر پیدا کرنے کا معنی	440/4
62	کفار کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی وجہ	512/4
63	بعض صحابہ کے نزدیک لشکر کفار سے مقابلہ کا ناگوار ہونا	554/4
64	ابوسفیان کے قافلہ تجارت پر حملہ کو بعض صحابہ کے ترجیح دینے کا بیان	556/4
65	کفار قریش کا حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کرنا	622/4
66	کفار کی سازش کا ناکام ہونا	623/4
67	کفار کا استغفار	626/4
68	کفر کا غلبہ فقط عرب سے یا مکمل دنیا سے ختم کرنا مقصود ہے	636/4
69	کفار مکہ نے اللہ کی جن نعمتوں کی ناشکری کی	657/4
70	کفر کے علمبرداروں کا مصداق	79/5
71	کفار سے محبت کا تعلق رکھنا منع ہے جبکہ بغیر محبت کے معاملات جائز ہیں	100/5
72	زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں پر اجر وثواب	156/5
73	زندہ کافروں کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کا جواز	274/5
74	کافر کے مُسرف ہونے کی وجوہ	334/5
75	کفار کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی	370/5
76	کفار کے ناکام ہونے کی واضح دلیل	449/5
77	کفار کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	454/5
78	کفر کا فطرت کے خلاف ہونا	481/5
79	کفار کی دنیا میں خوشحالی	494/5
80	کفار کا مصیبت میں مایوس ہونا اور راحت میں ناشکری کرنا	508/5
81	قیامت کے دن کفار کے خلاف گواہی دینے والوں کے مصادیق	517/5
82	کفار مکہ کی چودہ وجوہ سے مذمت	518/5
83	کفار کو دوگنا عذاب	519/5
84	جب کفار حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ان سے گرفت کیوں ہوئی؟	519/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
85	جب اللہ تعالیٰ کفار کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے تو پھر گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟	534/5
86	کفار کو عذاب دینا عدل اور حکمت کا تقاضا ہے	620/5
87	کفار کے عذاب کو آسمان و زمین کے قیام پر موقوف کرنا	630/5
88	کفار کے دائمی عذاب پر دلائل	631-634/5
89	توحید و رسالت کا انکار کفار کی پرانی روش ہے	637/5
90	کفار کا رحمت اور ثواب کے بجائے عتاب اور عذاب کو طلب کرنا	44/6
91	گنہگار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتا ہوا دیکھ کر کفار کی حسرت وندامت	237/6
92	کفار مکہ کو زجر و توبیخ	242/6
93	کفار کے دلوں میں نبیوں کا استہزاء پیدا کرنے کی بحث	248/6
94	کفار کے انکار اور استہزاء کی وجوہات	249/6
95	کفار مکہ کے مطالبہ پر فرشتوں کو نازل نہ کرنے کی وجہ	251/6
96	کفر اور ایمان کی پانی اور جھاگ سے تشبیہ	76/6
97	کفار کے اخروی احوال	77/6 543/6
98	کفار کی صفات اور آخرت میں ان کی سزاء	89/6
99	دنیا میں کفار کی خوشحالی کی وجوہ	90/6
100	کفار کے فرمائشی معجزات نازل نہ کرنے کا سبب	98/6
101	جب کفار کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا تو ان کی مذمت کی وجہ	103/6 171/6 412/6 414/6
102	کافروں اور مسلمانوں کے مصائب کا فرق	103/6
103	کفار کے مطالبہ کی وجہ سے ان پر عذاب کیوں نازل نہ ہوا؟	117/6
104	کفار کے شبہات کے جوابات	159/6
105	کفار کے اعمال کی راکھ کے ساتھ وجہ مشابہت	169/6
106	کفار کا قیامت کے دن کف افسوس ملنا	221/6
107	کفار کا مکر	222/6
108	کفار سے قیامت کے دن سوال	325/6
109	کفار کے مختلف نظریات کا بطلان	478/6
110	دوسروں کو کافر بنانا	546/6
111	کفار کی آنکھوں اور دلوں پر پردہ ڈالنا	729/6
112	کفار کا دنیا و آخرت میں اندھا ہونا	763/6
113	کفار کی فرمائشوں کے متعلق اقوال	765/6
114	کفار کا قیامت کے دن سر کے بل چلنا	803/6
115	کفار کا اپنے مال پر فخر کرنا	107/7
116	کفار کے قیامت کے دن پیش ہونے کی حالتیں	117/7
117	گذشتہ کفار اقوام کے متعلق اللہ کا دستور	139/7
118	جن برے کاموں کی وجہ سے کفار پر عذاب ہوا	140/7
119	کفار کے لیے مغفرت کی دعا	286/7
120	قیامت کے دن کفار کے حشر کی کیفیت	306/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
121	کفار کے مقام کا زیادہ برا ہونا	311/7
122	ان کفار کی مذمت جنہوں نے رحمان کیلئے بیٹا گھڑ لیا	317/7
123	کفار کی زندگی تنگ	495/7 497/7
124	کفار دنیا میں عیش و عشرت سے ہیں	496/7
125	کفار کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجہ	522/7
126	''کفار حیات بعد الممات کے قائل نہیں'' پر اعتراض	530/7
127	دنیا میں کفار کی حفاظت	589/7
128	کفار پر زمین کے کناروں کا تنگ ہونا	590/7
129	کفار کا ضرر پہنچانا اور نہ پہنچانا	718/7
130	کافروں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزاء	719/7
131	کفار کو قتل کرنے کی ممانعت	761/7
132	کفار سے درگزر کرنا	762/7
133	کفار کو ان کے کفر کے باوجود نعمتیں عطا کرنا	882/7
134	کفار کے کرتوت اور ان پر نزول عذاب کی کیفیت	884/7
135	کفار کا عذاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھانا	900/7
136	کفار کے اعمال بے فائدہ ہیں	147/8
137	کفار سے سننے اور عقل کی نفی	244/8
138	کفار کا چوپایوں سے زیادہ گمراہ ہونا	245/8
139	کفر کے اندھیروں کا ختم ہونا	248/8
140	کفار کا ایمان نہ لانا	288/8
141	کفار کا بتدریج سرکشی میں بڑھنا	289/8
142	کفار مکہ کا عناد اور ہٹ دھرمی	452/8
143	جب کفریہ کاموں کو اللہ نے مزین کیا ہے تو پھر ان کی مذمت کیوں؟	554/8
144	کفار کو تنبیہ	586/8
145	کفار کا لغو اور بے ہودہ باتیں کرنا	836/8
146	کفار کے ایک شبہ کے جوابات	845/8
147	کافر اور مومن کی دنیا و آخرت میں تقابل	848/8
148	راحت اور مصیبت میں کفار کے احوال	192/9
149	کفار کا قیامت کے دن جھوٹ بولنا	205/9
150	کفار کے مطلوبہ معجزات نہ دینے کی وجہ	205/9
151	کفار کی سزا کا ذکر	235/9
152	کفار کے فیصلہ کے دن سے مراد	347/9
153	کفار کو اللہ تعالیٰ کا غزوۂ خندق سے بے نیل مرام لوٹانا	409/9
154	کفار سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	509/9
155	کفار سے کیا ہوا معین وقت کا وعدہ	628/9
156	کفار کے گھبرانے اور ان کی جائے فرار نہ ہونے کی متعدد تفاسیر	643/9
157	روز حشر کفار کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ	644/9
158	روز حشر کفار کی خواہشات	644/9
159	کفار کے مکر کا بیان	664/9
160	کفار کو دائمی عذاب دینے کی وجہ	695/9
161	کفار کے نقصان اٹھانے کے محامل	696/9
162	کفار کی گردنوں میں طوق ڈالنے کا محمل	718/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
163	کفار کو ڈرانا یا نہ ڈرانا	724/9
164	کافروں کے خلاف فرشتوں کو نازل کرنا	746/9
165	کفار قیامت کی خبر کو وعد کیوں کہتے تھے؟	783/9
166	کفار کا اپنی قبروں کو خواب گاہوں سے تعبیر کرنا	790/9
167	کفار کا اللہ کا ذکر رحمٰن کے نام سے کرنا	791/9
168	کافر پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کا آخرت میں مکالمہ	880/9
169	کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کی وعیدات	881/9
170	کفار کا تکبر کرنا	38/10
171	کفار کا ابوطالب سے شکایت اور حضور ﷺ کا جواب	39/10
172	کفار کا اپنے بتوں کی عبادت پر صبر کرنے کا محمل	40/10
173	طاغین سے مراد کفار ہیں نہ کہ اصحاب کبائر	130/10
174	دوزخ میں کفار اور ان کے پیروکاروں کا مناظرہ	131/10
175	کفار کا نقصان زدہ ہونا	204-206/10
176	کفار کا دھمکیاں دینا	263/10
177	کفار کے اعذار کا قبول نہ ہونا	382/10
178	کفار کے دلوں پر پردوں اور کانوں میں ڈاٹ کا سبب	433/10
179	آیا کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	438/10
180	کفار کے جرائم اور ان کی سزا	477/10
181	کفار قیامت کے دن بینے ہوں گے یا نابینے؟	632/10
182	انسان کے کفر کا سبب	633/10
183	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذا رسانی	656/10
184	کفار کو سلام کرنے کا مسئلہ	732/10
185	کفار کا اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا محض ان کا مشغلہ اور دل لگی ہے	761/10
186	کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ نہ کرنے کی وجہ	772/10
187	کفار مکہ کے انتظار اور حضور ﷺ کے انتظار کے الگ الگ محمل	782/10
188	کفار کی زندگی اور موت کا مسلمانوں کے برابر نہ ہونا	807/10
189	کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی توجیہ	812/10
190	کفار کے نقل کردہ قول پر ایک اعتراض کا جواب	814/10
191	کفار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بلا دلیل انکار کرتے ہیں	816/10
192	حشر ونشر کے انکار پر کفار کی حجت کا جواب	816/10
193	کفار کا خسارہ	819/10
194	اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار	125/11
195	کفار کے اعمال ضائع کرنے کی وجہ	140/11
196	کفار کا آخرت میں عذاب	146/11
197	کفار کے پیدا کرنے میں حکمت	914/11
198	کفار کی دنیا وآخرت میں رسوائی	776/11
199	کفار پر مسلمانوں کے غلبہ سے مراد	793/11
200	کفار سے ان کے دین کی وجہ سے محبت کرنا	793/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
201	کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ	845/11
202	کفار کے لیے آزمائش کا معنی	846/11
203	کفار کے لیے وعیدیں	665/11
204	کفار کے لیے آخرت میں عذاب کی مہمانی	704/11
205	کفار کے جہنم میں گھومنے کی کیفیت	625/11
206	ازل میں کفار کو ایمان سے پھیر دینے کی توجیہ	360/11
207	حضور ﷺ سے اعراض کرنے کی وجہ سے کفار کی مذمت	461/11
208	کفار کو ان کے مال پر چھوڑنے کے حکم کی توجیہ	462/11
209	کفار کی تمناؤں کا پورا نہ ہونا	515/11
210	کفار کے باطل عقائد پر ظن کے اطلاق کی توجیہ	518/11
211	کفار کی بدعقیدگی کو ان کا مبلغ علم قرار دینے کی توجیہ	520/11
212	کفار کے لیے عذاب کی وعید	758/12
213	کفار اہل کتاب کے عذاب کو مشرکین کے عذاب پر مقدم کرنے کی توجیہ	911/12
214	کفار کے انکار عذاب کا بطلان	157/12
215	کفار کا رسول اللہ ﷺ کو مجنون کہنا	164/12
216	کفار کا دنیا کی خوشحالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا	637/12
217	کفار کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	583/12
218	کفار کا وقوع قیامت کا سوال کرنا	564-565/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
219	کفار سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی توجیہ	530/12
220	کافر کے قول "کاش! میں مٹی ہو جاتا" کے متعلق روایات	538/12
221	کفار قریش کو عذاب سے ڈرانا	478-481/12
222	متعدد وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرانا	483/12
223	کفار کا قیامت کے دن باتیں کرنا یا نہ کرنا	484-487/12
224	کفار کا اللہ کے سامنے مکر کرنے سے عاجز ہونا	487/12
225	کفار کا نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا	496/12
226	کفار کو نماز نہ پڑھنے پر عذاب سے ڈرانا	496/12
227	کفار کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی متعدد تفاسیر	497/12
228	عبد اللہ کا لفظ کفار کو شامل نہیں ہے	433/12
229	کفار کو فنا کر کے دوسری قوم کو پیدا کرنا	459/12
230	کفار کا قرآن کو اللہ کا کلام نہ ماننا	383/12
231	کفار کی اپنی مہم میں ناکامی	182/12
232	کفار کا عذاب قیامت کو طلب کرنا	222/12
233	کفار اور فجار کو ڈھیل دینا	286/12
14	**کفارہ**	
1	کفارہ کا معنی	255/10
2	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی قسم کا کفارہ ادا کرنا	104/12
15	**کفریہ کلمات**	
1	جان کے خوف سے کلمۂ کفر کہنا	580/6
2	کفریہ محاورے	289/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	جان جانے کے خطرہ کے باوجود کلمۂ کفر نہ کہنا	655/12
4	جان جانے کے خطرہ سے کلمۂ کفر کہنا	656/12
16	**کفو**	
1	اسلام اور اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم	308/11
17	**کلمۂ طیبہ**	
1	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	621/1
2	ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کا مصداق اور وجہ مشابہت	181/6
3	کلمہ پڑھنے سے پہلے عقائد کفریہ سے اظہار برأت	415/7
4	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی فضیلت	342/7
5	صرف کلمہ پڑھنے سے نجات	344/7
6	لا الہ الا اللہ کا سب سے بڑی نیکی ہونا	758/8
7	کلمہ طیبہ پڑھنے کا ثواب	342/11
18	**کلمۂ حق**	
1	ظالم حکام کے سامنے کلمۂ حق بیان کرنا	96/2
2	مصیبت سے بچنے کے لیے کلمۂ حق نہ کہنا	96/2
3	الکلم الطیب کی تفسیر	661/9
4	کلمات طیبہ کے چڑھنے کی توجیہات	662/9
5	کلام طیب کی وجہ سے نیک عمل کا اوپر چڑھنا	663/9
19	**کلالہ**	
1	دیکھئے "13: وراثت" صفحہ 278	
20	**کلام باری تعالیٰ**	
1	اللہ کے کلام کے قدیم ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب	280/1
2	کلام الٰہی کے قدیم ہونے پر ایک اعتراض کا جواب	349/7
3	اللہ کا کلام سننا	567/8
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا کلام سننا	567-570/8
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	803/8 805-809/8
6	شب معراج ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا	805/8 809/8
7	قیامت کے دن اللہ رب العزت کا مشرکین سے بطور زجر و توبیخ کلام فرمانا	849/8
8	اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کے محال ہونے پر دلائل	601/9
9	اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں	635/10
10	اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ اس سے ہم کلام ہونا	641-647/10
11	اللہ تعالیٰ کے دعائیہ کلام کی توجیہ	360/11
12	اللہ تعالیٰ کی خبر کے برحق ہونے کو انسان کے کلام کے برحق ہونے سے تشبیہ کی وجوہ	376/11
21	**کم عقل**	
1	کم عقل کو مال نہ دینا	5080/2
22	**کن فیکون**	
1	کن فیکون کی تحقیق	511/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	کن فیکون پر ایک اعتراض کا جواب	416/6
3	کن فیکون پر خطاب بالمعدوم اور تحصیل حاصل کے اعتراض کا جواب	851/9
23	**سورۃ الکوثر**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	997/12
2	سورۃ الکوثر کا مکی یا مدنی ہونا	997/12
3	سورۃ الکوثر کی سورۃ الماعون سے مناسبت	998/12
4	سورۃ الکوثر کا اس سے پہلی سورتوں کیلئے تتمہ ہونا	999/12
5	سورۃ الکوثر کا بعد کی سورتوں کے لیے مقدمہ ہونا	1001/12
6	سورۃ الکوثر کی تفسیر کی تکمیل	1010/12
7	''انا'' اور ''اعطاء'' کے فوائد ونکات	1003/12
8	لفظ کوثر کی تفسیر	1004/12
24	**کوڑے**	
1	کوڑے مارنے کے مسائل وفقہی احکام	58/8 72/8
25	**کھیل**	
1	کھیل اور ورزش کا شرعی حکم	306/3
2	کرکٹ میچ کا شرعی حکم	308/3
3	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلامی احکام	442/3
26	**کھانا کھانے کے آداب**	
1	دیکھئے ''7: طعام'' صفحہ 168	
27	**کھجور**	
1	کھجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا	605/3
2	کھجور کے خواص	607/3
3	شجرۂ طیبہ سے کھجور کا درخت مراد ہے	178/6
4	کھجور کے درخت اور مومن میں وجوہ مشابہت	179/6
5	کھجوروں میں پیوندکاری کی ممانعت کی احادیث	263-266 6
6	کھجور کے غذائی اور طبی فوائد	862/7
28	**سورۃ الکہف**	
1	سورۃ الکہف کا زمانہ نزول	33/7
2	سورۃ الکہف کا سبب نزول	34/7
3	روح کے سوال کو بنی اسرائیل میں اور بقیہ دوسوالوں کو الکہف میں ذکر کرنے کی توجیہ	34/7
4	سورۃ الکہف کے متعلق احادیث	35/7
5	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف میں مناسبت	36/7
6	سورۃ الکہف کے مشمولات	37/7
7	سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کا ارتباط	40/7
8	اختتامی کلمات	238/7

گ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**گدھا**	
1	گدھے کی آواز کی مذمت	269/9
2	**گداگری**	
1	سوال کرنے کی جائز حد	650/1 972/1
2	سائلین کو دینا	662/1
3	گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنا	971/1
4	مسجد میں سائل کو دینا	972/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	گرفت	
1	اللہ تعالیٰ کا بتدریج گرفت فرمانا	701/9
4	گروی رکھنا	
1	دیکھیے "29: رہن (گروی رکھنا)" صفحہ 138	
5	گستاخ رسول ﷺ	
1	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا شرعی حکم	283/4
2	احادیث و آثار میں غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کی تصریح	385/4
3	غیر مسلم گستاخ رسول کو قتل کرنے کے متعلق فقہاء مذاہب اربعہ کی تصریحات	386/4
4	اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات	551/9
5	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات	552/9
6	گمراہ/گمراہی	
1	عقیدہ اور عمل کی گمراہی	634/3
2	گمراہی کا اللہ کی طرف سے ہونے کا معنی	418/4
3	بہت دور کی گمراہی کا معنی	135/6
4	اللہ کا بعض بندوں کو گمراہ کرنا	564/6
5	بہت دور کی گمراہی	718/7
6	حضور ﷺ کی طرف گمراہی کی نسبت کی تحقیق	641-643/9
7	کسی کو گمراہ کرنے کی قدرت	964/9
8	گمراہی کی نسبت شیطان کی طرف کرنی چاہیے	631/10
9	بعض بندوں کو رسول اور بعض کو گمراہ بنانے کی توجیہ	811/10

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	ضلال کے معانی	477/11
11	انبیاء کی طرف ضلال کی نسبت کرنا	478/11
12	اللہ کی طرف ضلال کی نسبت کرنے کے دو معانی	479/11
7	گمان	
1	دیکھیے "13: بدگمانی" صفحہ 82	
8	گنبد خضریٰ	
1	گنبد خضرا کی زیارت کے لیے سفر کرنا	716/2
9	گناہ	
1	گناہ کا معنی	628/1
2	گناہ کے ارتکاب پر مواخذہ اور فقط ارادہ پر عدم مواخذہ	848/1
3	مرتکب کبیرہ کا بلا توبہ فوت ہونا	99/2
4	گناہ پر نادم ہونا	375/2
5	گناہ پر اصرار کا معنی	378/2
6	گناہ بخشنے میں تکرار	523/2
7	جہالت سے گناہ کرنے پر مقبولیت توبہ	610/2
8	صغیرہ اور کبیرہ گناہ	646/2
9	اصرار سے صغیرہ کا کبیرہ ہونا	649/2
10	گناہگاروں کے لیے نوید مغفرت	808/2
11	ہر گناہ پر سزا	806/2
12	گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے	468/3
13	جہالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی	491/3
14	ظاہری اور پوشیدہ گناہ کی ممانعت	638/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	اثم کا معنی و تعریف	638/3
16	دل کے افعال پر مواخذہ	639/3
17	تمام گناہوں کی اصل	128/4
18	گناہگار مسلمانوں کے لیے دائمی عذاب	132/4
19	گناہوں پر اصرار کے ساتھ اجر وثواب کی طمع کی مذمت	406/4
20	گناہوں کو ترک کرنے کا طریقہ	509/4
21	کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ کا معاف ہونا	620/4
22	مومنوں اور کافروں کا دنیا وآخرت میں فرق	620/4
23	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کی معافی	630/4
24	کافر کے سابقہ گناہ بخشنے میں اللہ کا لطف وکرم	632/4
25	اپنے گناہوں کو چھپانا واجب ہے اور ظاہر کرنا حرام ہے	483/5
26	پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کا معاف ہونا	648/5
27	نیکیوں سے صغیرہ گناہ مٹتے ہیں یا کبیرہ؟	649/5
28	اللہ کی عنایت کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں	750/5
29	اللہ تعالیٰ کا توبہ اور بغیر توبہ کے گناہوں کو بخش دینا	155/6
30	اس اشکال کا جواب کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو گمراہ کرنے کیلئے طویل عمر نہ دیتا تو لوگ گناہ نہ کرتے	279/6
31	گناہ گار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال	324/6
32	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کے متعلق مذاہب	121/7
33	گناہوں کی صغائر اور کبائر میں تقسیم	121/7
34	گناہ کبیرہ کی تعداد	123/7
35	گناہ کبیرہ کی تعریفات	124/7
36	گناہ کبیرہ کے مرتکب کی مغفرت	301/7
37	بندہ کا بہت زیادہ گناہ کرنا	411/7
38	توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کرنا	413/7
39	اللہ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا	274/8
40	ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ کا موقف	348/8
41	قرآن میں مذکور حضور ﷺ کے ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا	474/8
42	عوام اور خواص کے معاصی کا فرق	583/8
43	لوگوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا	49/9
44	گناہ کے سبب بننے والے پر گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا	50/9
45	بنو آدم کے گناہوں سے جانوروں کو ہلاک کرنا	701/9
46	کیا گناہ بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہیں؟	806-809/9
47	اثم، کبیرہ اور فحش کا معنی	611/10
48	چند گناہ کبیرہ کا بیان	612/10
49	لغو اور گناہ کی باتیں	661/11
50	گناہ کا سبب دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے	404/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
51	گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کی تعریفات	523/11
52	گناہ میں اضافہ	895/12
53	اللہ تعالیٰ کا فوراً گناہوں پر سزا نہ دینا	608/12
54	بعض گناہوں کی معافی	247/12
10	**گوشت**	
1	مچھلی پر گوشت کا اطلاق	369/6
2	گوشت کو کمی اور زیادتی کے ساتھ بیچنا	372/6
11	**گوہ**	
1	گوہ کا کلمۂ شہادت پڑھنا	139/6
12	**گواہی دینا**	
1	دیکھئے "29: شہادت" صفحہ 156	

ل

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**	
1	دیکھئے "17: کلمۂ طیبہ" صفحہ 217	
2	**لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**	
1	لاحول ولا قوۃ پڑھنے کی فضیلت	572/6
2	معنی اور اس کے متعلق احادیث	108/7
3	**لاٹری**	
1	دیکھئے "28: جواء" صفحہ 107	
4	**لالچ**	
1	دیکھئے "21: حرص" صفحہ 114	
5	**لباس**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	لباس کی نعمت پر شکر ادا کرنا	89/4
2	لباس پہنتے وقت کی دعا	116/4
3	لباس کی انواع واقسام	116/4
4	لباس کے رنگ	117/4
5	اجلا، صاف اور عمدہ لباس	118/4
6	قیمتی اور معمولی لباس پہننا	119/4
7	لباس پہننے کے شرعی احکام	121/4
8	اون کا لباس پہننا	355/6
9	اچھا لباس پہننا	270/8
10	کیا ایک سے زائد لباس رکھنا سرکشی اور بغاوت ہے؟	594/10
11	ایک سے زائد لباس رکھنے کا ثبوت	594/10
12	لباس کا معنی اور رات کو لباس فرمانے کی وجہ	510/12
13	لباس پاک رکھنے کے محامل	365/12
6	**لذت**	
1	جسمانی وروحانی لذتیں	403/8 884/9
2	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینا	700/12
7	**لذیذ**	
1	لذیذ اور پسندیدہ چیزوں کے حصول کی اجازت	95/11
8	**لشکر**	
1	اللہ تعالیٰ کے لشکر کا مصداق	238/11
9	**لعان**	
1	قرآن کا لغوی وشرعی معنی	75/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	لعان کی وجہ تسمیہ	76/8
3	لعان کے بعد تفریق	76-79 / 8
4	لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی	79/8
10	**لعنت**	
1	لعنت کا معنی اور اس کا شرعی حکم	616/1
2	مردہ کافروں پر لعنت کا جواز اور زندہ کافروں پر لعنت کا عدم جواز	619/1
3	مسلمانوں پر لعنت کی ممانعت	620/1
4	لعنت کی اقسام	686/2
5	کسی شخص پر لعنت کرنا	686/2
6	لعنت کی اقسام	160/11
11	**لغو**	
1	لغو کا لغوی معنی	853/7
2	لغو کا اصطلاحی معنی	854/7
12	**لقب**	
1	غوث اعظم، غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	389/6
2	ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے کی ممانعت	296/11
13	**لقطہ**	
1	لقطہ کا لغوی معنی	695/5
2	لقطہ کے متعلق احادیث	695/5
3	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	696-697 / 5
4	لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام	697/5
5	لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار	698/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء	699/5
7	آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار	700/5
8	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کا مصرف	701-705 / 5
14	**لقیط**	
1	لقیط کا لغوی و اصطلاحی معنی	693/5
2	لقیط کے شرعی احکام	694/5
15	**سورۂ لقمان**	
1	سورۃ کا نام	207/9
2	سورۂ لقمان کا زمانہ نزول	207/9
3	سورۂ لقمان کی سورۃ الروم سے مناسبت	208/9
4	سورۂ لقمان کے مشمولات	209/9
5	سورۂ لقمان کا اختتام	296/9
16	**حکیم لقمان**	
1	حکیم لقمان کا تعارف	241/9
2	حکیم لقمان کی حکمت آمیز باتیں	243/9
3	حکیم لقمان کو شکر کرنے کی تلقین	250/9
4	حکیم لقمان کے بیٹے کا نام اور اس کا دین	251/9
17	**لکھنا**	
1	لکھنے کے جواز پر قرآن کی آیات	382/7
2	لکھنے کے جواز پر احادیث	383/7
3	لکھنے کی ممانعت پر دلائل	384/7
4	لکھنے کی فضیلت اور اس کے متعلق احادیث	880/12
18	**لوح محفوظ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	لوحِ محفوظ سے تمام امور کا روایت و درایت سے لکھا جانا	393/2
2	لوحِ محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے	454/3
3	لوحِ محفوظ کا بیان	501/3
4	لوحِ محفوظ میں سب کچھ لکھا ہوا ہونا	798/7
5	لوحِ محفوظ میں قرآن مجید اور مخلوق کے اعمال کا ثابت ہونا	655/10
6	لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمتیں	736/11
7	لوحِ محفوظ کی تفسیر میں اقوالِ مفسرین	661/12
19	**لوحِ قرآنی**	
1	دیکھیے "22: حروف مقطعات" صفحہ 114	
20	**لواطت**	
1	لواطت کی حرمت پر آیات	606/2
2	لواطت کی حرمت پر احادیث	607/2
3	عمل قوم لوط کی حد یا تعزیر	608/2
4	لواطت کی عقلی قباحتیں	216/4
5	قرآن و حدیث میں لواطت کی مذمت	217/4
6	لواطت کی سزا	219/4
21	**حضرت لوط علیہ السلام**	
1	قوم لوط کی بری عادتیں	216/4
2	عمل قوم لوط کی عقلی قباحتیں	216/4
3	قرآن میں عمل قوم لوط کی مذمت	217/4
4	احادیث میں عمل قوم لوط کی مذمت	217/4
5	عمل قوم لوط کی سزا	217/4 219/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	219/4
7	حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب	214/4
8	حضرت لوط علیہ السلام کا مقامِ بعثت	214/4
9	رب کے ہاں فرشتوں کا نوخیز لڑکوں کی شکل میں مہمان ہونا	215/4
10	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت	216/4
11	حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا آنا	597/5
12	حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجوہ	598/5
13	حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا یا قوم کی بیٹیوں کو؟	598/5
14	قوم کی بیٹیوں کے ارادہ پر دلائل	599/5
15	حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنا	600/5
16	اللہ تعالیٰ کی پناہ کی بجائے مضبوط قبیلہ کی پناہ کو طلب کرنے کی توجیہات	601/5
17	حضرت لوط علیہ السلام کا نجات پانا اور بدمعاش کافروں کا بھاگنا	602/5
18	قوم لوط کی بستی الٹنے کے متعلق روایات	603/5
19	قوم لوط کو سنگسار کرنے کے متعلق روایات	604/5
20	حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا حسین و جمیل لڑکوں کی صورت میں آنا	300/6
21	قوم لوط کا اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ان لڑکوں (فرشتوں) پر ہجوم کرنا	300/6
22	قوم لوط پر عذاب کا نزول	304/6
23	قوم لوط کے آثار	307/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
24	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	582/5 614/7 953/9
25	حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت	409/8
26	عمل قوم لوط کی سزا	412/8 703/8
27	قوم لوط کی بری خصلتیں	412/8
28	قوم لوط کی زبان درازی اور عذاب کا مستحق ہونا	413/8
29	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت اور اس کا عذاب	413/8
30	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	701/8
31	قوم لوط کا بے حیائی کے کاموں میں بصیرت رکھنا	701/8
32	قوم لوط پر زمین کا پلٹ دینا	702/8
33	قوم لوط کا راستوں کو منقطع کرنا	70/9
34	قوم لوط کا برسر مجلس بے حیائی کے کام کرنا	71/9
35	قوم لوط پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	74/9
36	آیا جنت میں عمل قوم لوط ہوگا یا نہیں؟	75/9
37	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ	592/11
38	قوم لوط پر عذاب کی کیفیت	593/11
22	**سورۃ اللہب**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1027/12
2	سورۃ اللہب کا شان نزول	1028/12
3	تبت کا معنی	1029/12
4	سورۃ اللہب کی تکمیل	1033/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	**لوھا**	
1	لوہے کے فوائد	738/11
24	**لہو ولعب**	
1	دنیاوی زندگی کو لہو ولعب قرار دینا	435/3
2	لہو ولعب کا معنی	441/3 733/11
3	لہو ولعب کے متعلق احادیث	382/8
4	محدثین کے نزدیک لہو کی تعریف	383/8
5	لہو باطل کے نقصانات	385/8
25	**سورۃ اللیل**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	776/12
2	سورۃ اللیل کے مشمولات	777/12
3	سورۃ اللیل کی تفسیر کا اختتام	802/12
26	**لیلۃ القدر**	
1	لیلۃ القدر میں قرآن کا آسمان دنیا کی طرف نازل ہونا	889/12
2	لیلۃ القدر میں قدر کے معانی	890/12
3	کیا حضور ﷺ کو لیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا؟	891/12
4	لیلۃ القدر کے فضائل	892/12
5	رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل	893/12
6	لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ	894/12
7	لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں	895/12
8	لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا	896/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	م	
1	مال	
1	مال کا مذموم یا محمود ہونے کا مدار	1002/1
2	مال کے ذکر میں حسن ترتیب	70/2
3	مخالف کا مال کھانا	205/2
4	کافر اقوام کا مال کھانا	207/2
5	پسندیدہ اور محبوب مال کا معیار	249/2
6	مال کا فتنہ ہونا	617/4
7	مال دنیا کی طمع کی وجہ سے بعض صحابہ پر عتاب	693/4
8	مال کا سبب عذاب ہونا	158/5
9	بقدر ضرورت مال دنیا جمع کرنا	184/7
10	مستقبل کے تحفظ کے لیے مال جمع کرنا	108/9
11	اپنا مال قرابت داروں کو دینے کی فضیلت	193/9
12	مال کی محض کثرت باعث فخر نہیں	633/9
13	مال و دولت کی تقسیم میں مساوات کی خرابیاں	599/10
14	مال کی زیادتی کی خرابیاں	599/10
15	مال کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	44/11
16	مال میں کثرت کی طلب مطلقاً مذموم نہیں ہے	734/11
17	مال کی محبت کے متعلق احادیث	945/12
18	مال کی محبت کے اثرات	846/12
19	مال میں کثرت طلب کرنا کیسا؟	857/12
20	مال دنیا کی خرابیاں	286/12
2	مال غنیمت	
1	مال غنیمت کے استحقاق میں صحابہ کا اختلاف	543/4
2	مجاہدوں کو مال غنیمت سے زائد انعام دینا	544/4
3	مال غنیمت کی تعریف	639/4
4	مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل	678/4
5	بلا اجازت مال غنیمت لینا	694/4
3	سورۃ المائدہ	
1	سورۃ کا نام	27/3
2	سورۃ المائدہ کا زمانہ نزول	28/3
3	سورۃ النساء اور سورۂ مائدہ میں مناسبت	30/3
4	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	30/3
5	سورۃ المائدہ کا اختتام	382/3
4	ماشاء اللہ	
1	معنی اور اس کے متعلق احادیث	109/7
5	سورۃ الماعون	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	991/12
2	سورۃ الماعون کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف	992/12
3	الماعون کی تعریف میں بارہ اقوال	995/12
4	سورۃ الماعون کی تفسیر کی تکمیل	996/12
6	مباہلہ	
1	مباہلہ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	189/2
2	نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ	187/2
7	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	
1	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سوانح	103/12
2	مابور پر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی تہمت	103/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	مباشرت	
1	لونڈیوں سے بغیر نکاح کے مباشرت کرنا	629/2
9	مایوس ہونا	
1	ییئس کا ترجمہ	99/6
2	اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے مایوسی کی ممانعت	282/10
10	متقی	
1	متقین کی تحقیق	294/6 405/6
2	متقین کے لیے غیر مترقبہ نعمتوں کے علاوہ خصوصی مزید انعام	336/11
3	متقین کے درجات	441/11
4	متقین کو اجر و ثواب عطا کرنا	488/12
5	متقین کے مصداق میں اللہ کی اطاعت و عبادت کو داخل کرنا یا نہ کرنا	489-495/12
6	متقین کے لیے راہِ نجات کے حصول کے سلسلے میں احادیث	68/12
11	متعہ	
1	جواز متعہ پر شیعہ کے دلائل	630-632/2
2	حرمت متعہ پر قرآن و حدیث سے دلائل	633-634/2
3	احادیث شیعہ سے حرمت متعہ	636/2
4	بعض مفسرین کا تسامح	636/2
5	متعہ کرنا کیسا؟	855/7
12	متفرقات	
1	مستقبل کے مکالمہ کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرنا	173/6
2	ظلمت کا اصل اور نور کا عارض ہونا	761/9
3	زمان اور مکان کے دلائل کی باہمی مناسبت	762/9
4	آفاق اور انفس کی نشانیوں کا تجزیہ	528/10
5	لوگوں کو ان کے صحائف اور اعمال کی طرف بلانا	821/10
13	مٹی	
1	مٹی کا آگ سے افضل ہونا	150/10
14	مجرم	
1	مجرموں کے طریقہ کو بیان کرنے کی حکمت	492/3
2	مجرموں کے اخروی احوال	226/6
3	مجرموں کا دوسروں سے الگ اور جدا ہونا	801/9
4	کفار کی تمام اقسام کا مجرمین کے عموم میں داخل ہونا	802/9
15	مجمع البحرین	
1	مجمع البحرین کا مصداق	149/7
2	مجمع البحرین کی طرف سفر	150/7
16	مجذوب	
1	مجذوب کی تعریف	563/10
17	مجتہد	
1	مجتہدین کے ظن کا صحیح ہونا	514/11
18	مجلس	
1	امیر اور منتظم کو چاہیے کہ عام لوگوں کو صف اول سے اٹھا کر اصحاب فضل کو بٹھائے	784/11
2	صاحب فضل کا کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا	785/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اللہ کی کشادگی کرنے کا معنی	786/11
19	مجوسی	
1	مجوس اہل کتاب میں شامل ہیں یا نہیں؟	906/12
20	سورۃ المجادلہ	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	762/11
2	سورۃ المجادلہ کے متعلق احادیث	762/11
3	سورۃ المجادلہ کا زمانہ نزول	763/11
4	سورۃ المجادلہ کے مشمولات	763/11
5	سورۃ المجادلہ کا اختتام	796/11
21	مچھلی	
1	کڑوے پانی میں لذیذ مچھلی	368/6
2	مچھلی پر گوشت کا اطلاق	369/6
3	پکی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو جانا	159/7
22	محسن	
1	محسنین کا معنی و مصداق	121/9
23	محراب	
1	محراب کا لغوی و اصطلاحی معنی	257/7
2	امام کا محراب میں کھڑا ہونا	257/7
3	محراب کے داخل مسجد ہونے کی تحقیق	610/9
4	محراب کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	612/9
24	محرم الحرام	
1	الفجر سے مراد ماہِ محرم کی صبح اور اس کی فضیلت میں احادیث	721/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2.	ولیال عشر سے مراد محرم کے دس دن اور ان کی فضیلت	723/12
25	سورۃ محمد	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	122/11
2	سورۃ محمد کے متعلق احادیث	122/11
3	سورۃ محمد کے اغراض	123/11
4	سورۃ کا اختتام	180/11
26	محبت	
1	محبت کا معنی	119/2
2	محبت رسول کا معنی	119/2
3	اللہ کی محبت کا حصول	120/2
4	جن افعال و عبادات سے اللہ محبت کرتا ہے	121/2
5	عارضی اور فانی محبت، دائمی اور باقی محبت کے مبادی و اسباب	687/4
6	صحابۂ کرام کی باہمی محبت کا سبب	688/4
7	باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قریبی اعزہ، وطن، تجارت اور مال و دولت سے زیادہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کا محبوب ہونا	102/5
8	صحابۂ کرام محبت کے اس معیار کا کامل نمونہ تھے	103/5
9	اللہ اور رسول ﷺ کے مخالفوں سے محبت نہ کرنے والوں پر انعامات	795/11
10	صحابہ اور اخیار تابعین سے محبت کا وجوب	827/11
27	سیدنا محمد عربی ﷺ	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	حضور ﷺ کی نبوت پر دلیل	314,453 457/1
2	حضور ﷺ کا حقیقت میں خلیفۂ اعظم ہونا	358/1
3	حضور ﷺ کی رسالت کی پتھروں، درختوں اور جانوروں کا گواہی دینا	431/1
4	رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا	475-480/1
5	حضور ﷺ سے سوالات کی ممانعت	486/1
6	حضور ﷺ کا درگزر کرنا	492/1
7	حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا قبول ہونا	448/1
8	حضور ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان والا ہونا	514/1
9	بعض آیات میں بظاہر حضور ﷺ سے اور حقیقت میں مسلمانوں سے خطاب	518/1
10	حضور ﷺ پر تمام امتیوں کے افعال واحوال کا پیش کیا جانا	571/1
11	حضور ﷺ کے تبرکات سے استفادہ و حصول شفاء	884/1
12	حضور ﷺ کی رسالت پر دلیل	892/1
13	بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ کو تسلی	895/1
14	حضور کا افضل الرسل ہونا	896-909/1
15	دیگر انبیاء کے معجزات پر آپ ﷺ کے معجزات کا افضل ہونا	921/1
16	حضور ﷺ کا اپنے آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے منع کرنا	923/1
17	روم اور فارس کی فتح کی پیش گوئی	100/2
18	محمد عربی ﷺ کے نبی ہونے پر اعتراضات کے جوابات	100/2
19	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر دلیل	158/2
20	آپ ﷺ کا علم غیب	158/2
21	تمام نبیوں کا آپ ﷺ پر ایمان لانا	229/2
22	آپ ﷺ کی نبوت کا عام ہونا	230/2
23	زمینوں، آسمانوں اور تمام مخلوق کا آپ ﷺ کی اطاعت کرنا	232/2
24	آپ ﷺ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ ﷺ کی عصمت کے خلاف نہیں	355/2
25	بعض کافروں پر لعنت کرنا آپ ﷺ کی رحمت کے خلاف نہیں	356/2
26	علم رسالت پر اعتراض کا جواب	364/2
27	رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، مغفرت اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے	368/2
28	رسول اللہ ﷺ کی وفات ونماز جنازہ	289/2
29	رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کے بعد مسلمانوں کا سو جانا	405/2
30	آپ ﷺ نوع انسان اور بشر سے مبعوث ہوئے	451/2
31	تلاوت، تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم	453/2
32	آپ ﷺ سے اللہ کی محبت	474/2
33	آپ ﷺ کو تسلی دینا	498/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
34	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گمشدہ ہار کے متعلق حضور ﷺ کا علم	680/2
35	آپ ﷺ کا سب سے زیادہ شجاع ہونا	733/2
36	آپ ﷺ کا فیصلہ کرنے کا طریقہ	790/2
37	آپ ﷺ کو کفار کی حمایت سے منع کرنا	791/2
38	طعمہ کے معاملہ میں آپ ﷺ کو استغفار کا حکم	792/2
39	حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم	795/2
40	آپ ﷺ کا معصوم ہونا	799/2
41	ہمارے نبی ﷺ کا اللہ سے ہم کلام ہونا	880/2
42	رسول کے بغیر محض عقل سے ایمان لانا	881/2
43	آپ ﷺ کی دعوت پر دلیل	884/2
44	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا برہان ہونا	890/2
45	نبی کریم کو منع کرنا دراصل امت کیلئے تعریض ہے	487/3
46	حضور ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب	487/3
47	امت کے اختلاف سے نجات کے لیے دعا سے آپ ﷺ کو اللہ کا منع فرمانا	524/3
48	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	580/3
49	رسول اللہ ﷺ کی قدر شناسی	585/3
50	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمومی بعثت پر یہودیوں کا اعتراض اور اس کا جواب	590/3
51	آخرت پر ایمان حضور پر ایمان کو مستلزم ہے	590/3
52	رسول اللہ کے ذمہ کیا چیز ہے؟	622/3
53	آپ علیہ السلام کی نبوت پر کفار کا شبہ	622/3
54	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی	623/3
55	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے	624/3
56	حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلیں	632/3
57	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اول المسلمین ہونا	702/3
58	حضور ﷺ کے تمام آباء کا اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہونا	559/3
59	آپ ﷺ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات	332/3
60	آپ ﷺ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث	335/3
61	مشکل سوالات اور بجھارت ڈالنا	336/3
62	سوالات کے جائز و ناجائز مواقع	337/3
63	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے سابقہ امتوں کا ہلاک ہونا	337/3
64	محمد عربی ﷺ پر طعن اور استہزاء	401/3
65	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی کی آیات	445/3
66	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم مثل ہونے کا محمل	453/3
67	مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت	486/3
68	رسول ﷺ کا ان کی جنس سے ہونا جن کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں	129/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
69	حضور علیہ السلام کی حضرت ھود و نوح علیہما السلام سے زیادہ عزت	205/4
70	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر دلیل	236/4
71	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن سے دلائل	359/4
72	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے پر مودودی کے اعتراضات کے جوابات	360/4
73	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے کے متعلق محدثین کی تحقیق	363/4
74	تورات اور انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت	368/4
75	امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات	373/4
76	اشیاء کو حلال و حرام کرنا حضور علیہ السلام کا منصب	375/4
77	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر	378/4
78	رسول اکرم ﷺ کا اصل کائنات ہونا	412/4
79	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت کے دن لوگوں کو نفع پہنچانا	462-468 4
80	رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کا واجب ہونا	598/4
81	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا واحد ہونا	598/4
82	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے عموم و شمول پر دلائل	394/4
83	رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ	447/4
84	قرآن و حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کا عموم	457/4
85	رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنا	159/5
86	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کو آپ علیہ السلام کا سزا نہ دینے کی وجہ	160/5
87	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کی نسل سے خارجیوں کا پیدا ہونا	161/5
88	حضور ﷺ کے فرمان "میں صرف ظاہر پر حکم کرتا ہوں" کی توضیح	197/5
89	نبی ﷺ کا توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنے کی توجیہ	278/5
90	نبی ﷺ کی پانچ صفات	302/5
91	امت پر سخت احکام کا آپ ﷺ پر دشوار ہونا	305/5
92	دنیا و آخرت میں امت کی فلاح پر آپ ﷺ کا حریص ہونا	306/5
93	آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا تسلی دینا	307/5 102/6
94	نبی کریم ﷺ کو ساحر کہنے کا جواب	325/5
95	تورات میں نبی ﷺ کی آمد کی خوشخبری	364/5
96	رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، آپ کی آمد اور آپ کی بعثت پر فرحت و مسرت کا اظہار	409/5
97	قریش کا یہ اعتراض کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ نے شادیاں کیوں کیں اور اس کے جوابات	108-117 6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
98	سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کا عموم	135-136/6
99	نبی ﷺ کی رسالت نباتات، جمادات اور حیوانات سب کے لیے ہے	137/6
100	کفار کے علاوہ دنیا کی ہر چیز آپ ﷺ کی رسالت کو جانتی ہے	138/6
101	کیا نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل سمجھتے تھے؟	220/6
102	کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجنوں کہنا	243/6
103	آپ ﷺ کی تائید کے لیے فرشتہ کا نزول	244/6
104	رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم	304/6
105	رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ضرورت واہمیت	252/6
106	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات کریمہ کے متعلق احادیث	537/6
107	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات کریمہ کی طہارت	539-541/6
108	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف عبادتِ غیر اللہ کی نسبت	682/6
109	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حصول تبرک کا جواز	705/6
110	اللہ تعالیٰ کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد فرمانا	749/6
111	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت قدم رکھنا	765/6
112	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائشوں میں کامیابی	767/6
113	رسول اللہ ﷺ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت	793/6
114	نبی ﷺ کا مدد کے لیے مسلمانوں سے اپیل کرنا	128/7
115	نبی اکرم، حضرت ابوبکر وعمر کا ایک ہی مٹی سے مخلوق ہونا	388/7
116	حضور ﷺ کی تمام نبیوں اور فرشتوں پر فضیلت	539/7
117	رسول اللہ ﷺ کا مرض الموت	565/7
118	نزع روح کے وقت رسول اللہ ﷺ کو سخت تکلیف	566/7
119	اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عیادت وتعزیت	570/7
120	رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل اور بعد کے احوال	571/7
121	رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ	576/7
122	رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ	578/7
123	وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا امت کے اعمال پر مطلع ہونا	582/7
124	کفار کے استہزاء پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	587/7 766/7
125	حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے معجزات کے مقابلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات	643/7
126	نبی علیہ السلام سے دعا کرانا	898/7
127	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا عالم میں آشکارا ہونا	162/8
128	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سابقہ میں صفات	166/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
129	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی تاکید	191/8
130	لا تجعلوا دعاء الرسول کے محامل	192/8
131	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام حق نہ سنانے پر کفار کا مال کی پیش کش کرنا	215/8
132	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار کا اعتراض کہ آپ تو بازاروں میں چلتے ہیں	216/8
133	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار کا اعتراض کہ آپ کے پاس سونے چاندی کے محلات کیوں نہیں؟	216-220 / 8
134	قریش کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانا	243/8
135	رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	293/8 724/8
136	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا برحق ہونا	537/8
137	دوسرے انبیاء کو مانگنے سے روکنا جبکہ ہمارے نبی کو بے مانگے عطا فرمانا	347/8
138	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر دلائل	440/8 451/8 817/8
139	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیر اللہ کی عبادت سے روکنے کی وجہ	459/8
140	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالت قیام و ساجدین میں دیکھنے کے محامل	476/8
141	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص اور اس میں بٹن لگانا	584/8
142	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حیوانوں کا باتیں کرنا	632/8
143	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کفار کی طرف مکاتیب	678/8
144	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ''کن'' کے مظاہر	692/8
145	ہمارے نبی ﷺ کی فضیلت	324/8
146	حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کے کھانے پینے کے اسرار	336/8
147	انبیاء سابقین کے احوال سے حضور ﷺ کو تسلی دینا	90/9 653/9
148	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے اور پڑھنے کا ثبوت	97/9
149	ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی متعدد آیات کے مصداق ہیں	98/9
150	تورات وغیرہ پڑھنے پر حضور ﷺ کا ناراض ہونا	100/9
151	حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کی تنگی و وسعت	108/9
152	نبی ﷺ کے اہل کے پاس ایک سال کا مال ہونے کے باوجود تنگی	111/9
153	نبی ﷺ کی حکمت آمیز احادیث	244/9
154	آپ ﷺ کو الحمد للہ کہنے کا حکم دینے کی وجہ	275/9
155	حضور ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے محامل	345/9
156	حضور ﷺ اور کفار کے انتظار کرنے میں فرق	348/9
157	حضور ﷺ کو کفار کا پیغام توحید سنانے سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	360/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
158	حضور ﷺ کو ڈرنے کا حکم دینے کی توجیہ	360/9
159	حضور ﷺ کی ذات عبادت اور معاملات کا نمونہ	398/9
160	حضور ﷺ کو مجوسیوں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا	361/9
161	حضور ﷺ کی ذات میں سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کا نمونہ	397/9
162	رسول اکرم ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں	460/9
163	رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ کا حکم دینے کی توجیہ	498/9
164	رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں	924/9
165	رسول اللہ ﷺ کا امت کے حق میں شاہد ہونا	504/9
166	رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی توحید اور ذات و صفات پر شاہد ہونا	504/9
167	رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں امور آخرت پر شاہد ہونا	505/9
168	رسول اللہ ﷺ کا عملاً امت پر شاہد ہونا	506/9
169	رسول اللہ ﷺ کو سراج کہنے کی توجیہ	507/9
170	رسول اللہ ﷺ کو ایذاء کس بات سے پہنچی تھی؟	529/9
171	رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطاء فرمانے میں تخصیص	640/9
172	نبی ﷺ کے لیے غیب اور قدرت کا ثبوت	750/9

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
173	حضور ﷺ کے قلب پر حجاب اور آپ کی توبہ واستغفار کا محمل	104/10
174	ایک دن میں سو بار توبہ کرنے کی توجیہ	105/10
175	حضور ﷺ کا افضل الرسل ہونا	108/10
176	ہواؤں اور جنات پر تصرف حضور ﷺ کو بھی حاصل ہے	108/10
177	حضور ﷺ کا مشقت اٹھا کر پیغام پہنچانا	157/10
178	حضور ﷺ کو سب سے پہلے اسلام لانے کے حکم کی توجیہ	203/10
179	حضور ﷺ کا مکمل جانفشانی سے پیغام حق سنانا	266/10
180	حضور ﷺ کا خزانوں کا مالک ہونا	290/10
181	حضور ﷺ کو تسلی دینا	342/10
182	حضور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت	383/10
183	رسول اللہ ﷺ پر بڑھاپے کے آثار	412/10
184	حضور ﷺ کا شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنا	506/10
185	کفار کی دل آزار باتوں پر حضور ﷺ کو تسلی دینا	516/10 518/10 685/10
186	رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا	525/10
187	رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں	616/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
188	نزول قرآن سے قبل حضور ﷺ کو اجمالی طور پر قرآن عطا کیا جانا	647-649/10
189	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے متعلق احادیث	686/10
190	حضور ﷺ کے خلاف سازش کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا	729/10
191	حضور ﷺ کو جاہلوں کی اتباع سے منع کرنے کا محمل	803/10
192	بعض مفسرین کی محبت و ادب رسول ﷺ سے محروم تفسیریں	804/10
193	حضور ﷺ سے افتراء کی تہمت کا ابطال	47/11
194	حضور ﷺ کی نبوت پر کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب	49/11
195	حضور ﷺ کا شام سفر	90-92/11
196	مشرکین کے ظلم وستم پر حضور ﷺ کو تسلی	144/11
197	حضور ﷺ کے ارشادات کو سننے میں منافقین کی کیفیت	146/11
198	رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے کی تحقیق	915/11
199	رسول اللہ ﷺ کی صفات	878/11
200	رسول اللہ ﷺ کا قیامت تک کے مسلمانوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کے باطن کو صاف کرنا	880/11
201	حضور ﷺ کے ہر فعل میں حسن ہے	785/11
202	حضور ﷺ کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے	815/11
203	حضور ﷺ کے شاہد ہونے اور وتعزروہ وتوقروہ کا معنی	238/11
204	حضور ﷺ کے سر منڈانے اور بال کتروانے کے محمل	266/11
205	حضور ﷺ کو کاہن اور مجنون کہنے کا رد	453/11
206	کفار کو حضور ﷺ کی موت کا انتظار کرنے کا حکم	454/11
207	اللہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی عزت و وجاہت	810/12
208	دن بہ دن رسول اللہ ﷺ کی عزت وکرامت کا زیادہ ہونا	810/12
209	آپ ﷺ کی آخرت کا آپ ﷺ کی دنیا سے افضل ہونا	811/12
210	حضور ﷺ کا فرمان کہ اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں گیا تو میں راضی نہیں ہوں گا	813/12
211	رسول اللہ ﷺ کی دنیا وآخرت میں فضیلت	818/12
212	آخرت میں رسول اللہ ﷺ کو عزت وکرامت عطا فرمایا جانا	818/12
213	رسول اللہ ﷺ کو غنی کرنے کے محامل	828/12
214	رسول اللہ ﷺ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	829/12
215	رسول اللہ ﷺ کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا ہے؟	836/12
216	رسول اللہ ﷺ کو ملنے والی چند نعمتیں	836/12
217	حضور ﷺ پر وزر کے محامل	854-856/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
218	حضور ﷺ کا ذکر بلند کرنا	858-865/12
219	حضور ﷺ کا ابتداء نبوت میں غار حرا جانا	878/12
220	حضور ﷺ کا فرشتہ کو پہچاننا	879/12
221	"ماانا بقاریٔ" کی تحقیق	879/12
222	"والعصر" سے حضور ﷺ کا زمانہ مراد ہونا	970/12
223	رسول اللہ ﷺ کا مقام محبوبیت	1010/12
224	کفار کی ایذاء رسانی پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا	348/12
225	رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دینے کی توجیہ	350/12
226	حضور ﷺ کی قیامت کے دن وجاہت	129/12
227	رسول اللہ ﷺ کو مہلت دینے کے حکم کی توجیہ	678/12
228	رسول اللہ ﷺ کا درجہ بدرجہ ترقی کرنا	641/12
229	رسول اللہ ﷺ کا تمام فرشتوں سے افضل ہونا	595/12
230	حضور ﷺ پر رسول کریم کی صفت کا منطبق ہونا	597/12
231	حضور ﷺ پر ذی قوۃ کی صفت کا منطبق ہونا	598/12
232	حضور ﷺ پر معزز اور وجیہ کی صفت کا منطبق ہونا	598/12
233	حضور ﷺ پر مطاع کی صفت کا منطبق ہونا	600/12
234	حضور ﷺ پر امین کی صفت کا منطبق ہونا	600/12
235	حضور ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا	602/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
236	کفار کا حضور ﷺ کو لالچ دے کر اور دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنے کی ناکام کوشش کرنا	454/12
237	آپ ﷺ کو کفار کی اطاعت سے منع کرنا	455-457/12
238	حضور ﷺ کا احسان رکھنے کی ممانعت	366-372/12
239	حضور ﷺ کو صبر کا حکم دینے کی توجیہ	372/12
240	حضور ﷺ اور کفار کے عنقریب دیکھنے سے مراد	182/12
241	حضور ﷺ کو مجنون کہنے والا	185/12
242	حضور ﷺ پر کفار مکہ کا نظر لگانے کی ناکام کوشش کرنا	197/12
243	حضور ﷺ کے برحق رسول ہونے پر دلیل	215/12
244	اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں حضور ﷺ کو عجز کے اظہار کا حکم	296/12
28	**محمد بن عبدالوہاب نجدی**	
1	محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر	61/3
29	**محکم**	
1	محکم کا معنی	61/2
2	آیات محکمات	60/2
3	اصولیین کے نزدیک محکم	62/2
30	**مخلوق**	
1	مخلوق کی ضروریات و مصلحتوں کی رعایت	861/7
2	مخلوق کے محتاج ہونے کی وضاحت	179/11
31	**مداہنت**	
1	مداہنت کی تحقیق	110/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	مداہنت کا معنی	111/2 701/11
3	مداہنت کا لغوی واصطلاحی معنی	183/12
32	مدافعت	
1	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرنا	1008/12
2	انبیاء سابقین کا خود اپنی مدافعت کرنا	1009/12
33	مدد حاصل کرنا	
1	استعانت کا معنی	184/1
2	اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق	185/1
3	علامہ آلوسی، شیخ شوکانی اور نواب بھوپالی کا انبیاء اور اولیاء سے استمداد کو ناجائز قرار دینا	348/5
4	علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات پر تبصرہ	349/5
5	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے معاملہ میں راہِ اعتدال	351/5
6	وصال کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد اور استغاثہ کے جواز کے متعلق احادیث وآثار	378/5
7	وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کی تکفیر کا بطلان	380/5
8	مصائب ومشکلات میں صرف اللہ سے مدد حاصل کرنا افضل ہے	773/5
9	غیر اللہ سے استمداد کا جواز	774/5
10	مخلوق سے استمداد کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام سے مؤاخذہ کی توجیہ	775/5
11	افضل واولیٰ یہ ہے کہ صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے	66/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
12	اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو مستقل مددگار بنالینا گمراہی ہے	543/10
13	مقبولانِ بارگاہِ عزت سے مدد طلب کرنا	115/12
34	سورۃ المدثر	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	358/12
2	سورۃ المدثر کے متعلق احادیث	358/12
3	سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل میں مناسبت	359/12
4	سورۃ المدثر کے مشمولات	360/12
5	سورۃ المدثر کا اختتام	398/12
35	مدینہ منورہ	
1	مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	391/9
2	منافقوں کے اس قول کے محامل اے اہل یثرب واپس جاؤ	393/9
36	مدعی نبوت	
1	دیکھئے "34: جھوٹی نبوت کے دعویدار" صفحہ 109	
37	مذاق	
1	اللہ تعالیٰ کے استہزاء کی توجیہ	297/1
2	مذاق اڑانے کی ممانعت	294/11
3	کفار ومشرکین سے استہزاء کی سزا	361/11
38	مذہب	
1	مذہب کا لغوی وشرعی معنی	176/1
39	حضرت مریم علیہا السلام	
1	مریم کا معنی	446/1
2	قرآن میں فضیلت	153/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	احادیث میں فضیلت	154/2
4	حمل کی کیفیت	173/2
5	حضرت مریم علیہا السلام کا نبیہ نہ ہونا	264/3
6	حضرت مریم علیہا السلام کا مشرقی جگہ جانا	263/7
7	حضرت جبریل علیہ السلام کا بشری صورت میں آنا	263/7
8	فرشتہ سے ہم کلام ہونا نبوت کو مستلزم نہیں	264/7
9	حضرت مریم علیہا السلام کا بیٹے کی پیدائش پر تعجب فرمانا	265/7
10	حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کا سبب	265/7
11	حضرت مریم علیہا السلام کے حمل کی مدت	266/7
12	یوسف نجا کا تعاون	266/7
13	وضع حمل کے لیے دور جانا	266/7
14	"کاش میں پہلے مرجاتی" کہنا	267/7
15	حضرت مریم علیہا السلام کو لوگوں کا ملامت کرنا	269/7
16	یا اخت ہارون کی توجیہات	269/7
17	حضرت مریم علیہا السلام کا جواب کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرنا	270/7
18	حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ	659/7
19	حضرت مریم علیہا السلام میں روح پھونکنا	660/7
20	حضرت مریم علیہا السلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	660/7
21	حضرت مریم علیہا السلام کا جنت میں حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا	132/12
40	**مرتد**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مرتد کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	768/1
2	مرتد کو قتل کرنا	768/1
3	مرتدہ کو قتل کرنا	769/1
4	ارتداد سے نیک عمل ضائع ہونا	770/1
5	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟	770/1 247/11
6	مرتدوں کو ہدایت	239/2
7	مرتدین کے کفر میں زیادتی	242/2
8	مرتدین کی توبہ کا قبول نہ ہونا	243/2
9	مرتدین کا حوض پر وارد ہونا	309/2
10	عہد رسالت اور بعد کے مرتدین	213/3
11	مرتد کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانا	584/6
12	مرتد کو قتل کرنے کا وجوب اور اس کو تین دن کی مہلت دینے پر دلائل	246/11
41	**مردار**	
1	مردار کا معنی اور اس کی اقسام	51/3
42	**سورۂ مریم**	
1	سورۂ مریم کی وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق احادیث	243/7
2	سورۂ مریم کا زمانہ نزول	244/7
3	سورۃ الکہف اور سورۂ مریم میں مناسبت	247/7
4	سورۂ مریم کے مشمولات	247/7
5	سورۂ مریم کے اختتامی کلمات و دعا	319/7
43	**مرغ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مرغ کی بانگ کی فضیلت	269/9
44	مردوں کو زندہ کرنا	
1	اللہ کے مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل	479/6
45	مرجئہ	
1	مرجئہ کا رد	735/11
46	سورۃ المرسلات	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	470/12
2	سورۃ المرسلات کے متعلق احادیث	470/12
3	سورۃ المرسلات کے مشمولات	471/12
4	سورۃ المرسلات کا اختتام	497/12
47	مزارات	
1	مزارات پر گنبد بنانا	77/7
2	اولیاء کے مزارات کا شعائر اللہ میں داخل ہونا	749/7
3	اولیاء کے مزارات کو بوسہ دینا، طواف کرنا اور سجدہ کرنا	750/7
4	اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت اور ان سے حصول فیض	255/11
48	سورۃ المزمل	
1	سورۃ کا نام	333/12
2	سورۃ المزمل کے مشمولات	333/12
3	المزمل کا معنی و مصداق	336/12
4	سورۃ المزمل کا اختتام	356/12
5	سورۃ المزمل میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا اجمالی تذکرہ	351/12
6	سورۃ المزمل کے آخر میں زکوٰۃ کا تذکرہ	355/12
49	مسکین	
1	مسکین کے ساتھ حسن سلوک	443/1
2	مسکین کا معنی	650/1
3	مساکین کی فضیلت میں احادیث	95/7
4	مسکین کو کھانا نہ کھلانے کی وعید	993/12
50	مسجد	
1	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب ائمہ	503/1
2	کافروں سے مسجد کیلئے چندہ لینے میں مذاہب فقہاء	92/5
3	کافروں سے مسجد کے لیے چندہ لینے میں علماء دیوبند کا نظریہ	94/5
4	مسجد بنانے کا جواز اور استحقاق کن امور پر موقوف ہے	95/5
5	مسجد بنانے کے انحصار میں ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی توجیہ	95/5
6	مسجد بنانے کے فضائل اور مسجد کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	95/5
7	مسجد کے احکام کے متعلق احادیث	97/5
8	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق مذاہب اربعہ کا موقف	112-113/5
9	مسجد ضرار کا پس منظر و پیش منظر	256/5
10	مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت	258/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
11	کس مسجد کی بنیاد یوم اول سے تقویٰ پر رکھی گئی؟	259/5
12	مسجد نبوی کے فضائل	260/5
13	مسجد قبا کے فضائل	261/5
14	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل	205/6
15	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت کے متعلق فقہاء کے نظریات	206/6
16	مسجد حرام سے روکنے والوں کی مذمت	729/7
17	مساجد کی تعمیر و آداب اور ان میں ذکر	143/8
18	جنبی اور حائض کا مسجد میں داخل ہونا	697/11
19	مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات و اطاعات	289/12
20	مسجد میں برے کام کرنے کی مذمت	292/12
21	مسجد میں نیک کام کرنے کی فضیلت	293/12
51	**مسیح**	
1	ابنیت مسیح کا بطلان	886/2
2	متشابہ کا معنی	62/2
3	اصولیین کے نزدیک متشابہ	62/2
4	آیات متشابہات	60/2 64/2
5	مسیح کا معنی	161/2
6	الوہیت مسیح کے ابطال پر ایک مناظرہ	190/2
7	حیات مسیح اور ان کا زمین پر نزول	362/3
52	**مسلمان**	
1	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت	193/2
2	مسلمانوں کا اعلیٰ و غالب ہونا	384/2
3	فوت شدہ مسلمانوں کا اپنے اقارب کے اعمال پر مطلع ہونا	470/2
4	مسلمان بھائی کی کامیابی پر زیادہ خوش ہونا چاہیے	471/2
5	مسلمانوں کے لیے دنیا میں تنگدستی	528/2
6	مسلمانوں سے غلبہ کا وعدہ	830/2
7	مسلمانوں کو ڈرانے کا عمل	484/3
8	مسکین مسلمانوں کو مجلس سے اٹھانا	485/3
9	اول المسلمین کون؟	702/3
10	مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محامل	706/3
11	مسلمانوں کی آزمائش	706/3
12	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ	707/3
13	مسلمانوں کی مثال	188/4
14	رنج و راحت کے نزول میں مسلمانوں کے احوال	232/4
15	اللہ نیک مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے بدکاروں کی نہیں	596/4
16	مسلمانوں کے حق میں کیا چیز حیات آفریں ہے	602/4
17	مسلمانوں کے زوال کا سبب	650/4
18	کفار سے معاہدہ کی وجہ سے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا	710/4
19	مسلمانوں کی دار الکفر میں سکونت کا حکم	716/4
20	مسلمانوں کی دو حالتوں کا بیان	155/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
21	مسلمان کی تکفیر وعدم تکفیر کے متعلق مذاہب ائمہ	761/5
22	ابتداء میں تمام لوگوں کے مسلمان ہونے پر احادیث وآثار	341/5
23	مسلمانوں کی دنیا میں بدحالی	494/5
24	دنیا میں مسلمانوں کی پس ماندگی وتنگی کی وجوہ	90/6
25	مسلمانوں اور کافروں کے مصائب کا فرق	103/6
26	گناہ گار مسلمانوں سے قیامت کے دن سوال	324/6
27	مسلمانوں پر زمین کے گناہوں کا کم ہونا	590/7
28	نیک مسلمانوں کو اچھی جزاء	920/7
29	مسلمانوں کی تنگدستی کے بعد خوشحالی	168/8
30	امیر کافروں کی خوشنودی کے لیے غریب مسلمانوں کو اٹھانا	375/8
31	مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سینہ صاف رکھیں	735/8
32	مسلمین کا لفظ ہمارے نبی ﷺ کے متبعین کے ساتھ خاص ہے	826-836/8
33	مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں	722/10
34	نیک مسلمانوں کے مصادیق	114/12
35	اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد مسلمانوں کی مدد کا ذکر کرنے کی ضرورت	115/12
53	مشابہت	
1	کفار اور فساق کی مشابہت کے حکم کی تحقیق	362/9
2	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں مختلف علماء کی تحقیق	363-369/9
3	لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا	369/9
4	بدعقیدگی، بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر، گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا	369/9
54	مشرق	
1	مشارق کی توجیہ	239/12
55	مشرک	
1	مشرکین کے فرمائشی معجزات ومطالبات پورا نہ کرنے کی وجہ	512/1
2	مشرکین کے بتوں کا مؤنث ہونا	802/2
3	روز قیامت مشرکین کی ناکامی ونامرادی	420/3
4	مشرکین کے فرقے	610/3
5	مشرکین کے خودساختہ احکام کا رد	666/3
6	خودساختہ شریعت سازی کا رد	667/3
7	بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت	686/3
8	کن مشرکوں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی	49/5
9	مشرکین کو دارالاسلام میں آنے کی اجازت دینا	70/5
10	معاہدہ حدیبیہ کی پابندی اور خلاف ورزی کرنے والے	74/5
11	مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی توجیہات	273/5
12	مشرکین کا قرآن کو بدلنے کا مطالبہ	338/5
13	مشرکین کی خودساختہ شریعت کی مذمت	410/5
14	مشرکین کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ پر کوئی معجزہ نازل نہیں کیا گیا	46/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجوہ	46/6
16	مشرکین کے خود ساختہ شرکاء کا رد	102/6
17	جن مذاق اڑانے والے مشرکوں سے بدلہ لیا گیا	326/6
18	اللہ کیلئے حصہ مقرر کرنے پر مشرکین کو زجر و توبیخ	466/6
19	مشرکین کی اوندھی عقل	520/6
20	مشرکین کا افتراء	577/6
21	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	578/6
22	حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات سے مشرکین کے خلاف استدلال	594/6
23	مشرکین کے ایک اعتراض کا جواب	667/7
24	مشرکین کا آخرت میں بہرا ہونا	668/7
25	مشرکین سے کس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا	697/7
26	مشرکین کے تکبر کی وجوہ	885/7
27	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجوہ	889/7
28	مشرکین کو تنبیہ	586/8
29	مشرکین کے شبہات کے جوابات	819/8
30	مشرکین کے مددگار بننے کی ممانعت کے محمل	864/8
31	مشرکین کا رد	61/9
32	مشرکین کی ناشکری اور ان کا ظلم	117/9
33	مشرک اور موحد میں بہتر کون؟	623/9
34	فرشتوں کی عبادت کرنے والے مشرکین کا رد	635/9
35	مشرکین کے معبودوں کی حاجت روائی نہ کرنے کے محامل	666/9
36	مشرکین کے اعذار کا قبول نہ ہونا	382/10
37	زکوٰۃ نہ دینے پر مشرکین کی مذمت کی توجیہ	438/10
38	مشرکین کے کفر کی تفصیل	442/10
39	مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول	472/10
40	مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ	562/10
41	سید مودودی کے نزدیک مشرک کی تعریف	670/11
42	مخلوق کو سمیع و بصیر، فاعل مختار اور قادر کہنے کا جواز اور ان کا شرک نہ ہونا	670/11
43	سید مودودی کی تعریف سے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا بھی مشرک ہونا	671/11
44	مشرک کی صحیح تعریف	674/11
45	شرک کرنے والوں کے متعدد گروہ	674/11
46	اسناد مجاز عقلی کی تعریف وغیرہ	675/11
47	اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت نہ کرنے پر مشرکین کو ملامت	458/11
48	مشرکین کے ظن کا باطل ہونا	514/11
49	مشرکین کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وضاحت	515/11
50	مشرکین پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی تقریر	529/11
51	مشرکین کا نبی علیہ السلام سے متنفر ہونا اور اعراض کرنا	396/12
52	مشرکین کے اس زعم کا رد کہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا	238/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
53	آیا مشرکین کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لایا یا نہیں؟	239/12
56	**مشکل الفاظ**	
1	اُمِّیٌّ اور اُمْنِیَّۃٌ	436/1
2	حَنِیْفٌ	557/1
3	سَکِیْنہ	882/1
4	سُوْءٌ	629/1
5	طَاغُوْتٌ	938/1
6	فَحْشَاءُ	629/1
7	عَهْدٌ و مِیْثَاق	416/1
8	قَبْضٌ	875/1
9	بَسْطٌ	875/1
10	بَیِّنَاتٌ	752/1
11	نعق	630/1
12	وَیْلٌ	437/1
13	استِعَانَت	184/1
14	آل	397/1
15	کُنْ فَیَکُوْنُ	511/1
16	مِلَّتْ	551/1
17	صِبْغَةُ اللّٰهِ	560/1
18	عَنبَرْد	630/1
19	قُرْءٌ	800/1
20	لَئیْ	219/2
21	بشر	222/2
22	حکم ربانیین	224/2
23	بینات +زبر +کتاب منیر	499/2
24	مرابطہ	536/2
25	نحلہ	566/2
26	جبت +طاغوت	694/2
27	زائفین	63/2
28	قنطار	614/2
29	دیت	756/2
30	بهيمة الانعام	34/3
31	وما اهل لغير الله به	53/3
32	المنخنقة	54/3
33	الموقودة	55/3
34	المتردية	55/3
35	النطيحة	56/3
36	ارض مقدسہ کا مصداق	146/3
37	جبارین کا بیان	147/3
38	سحت	194/3
39	فتنه	257/3
40	البحيره + السائبه	338/3
41	الوصيله + الحامی	339/3
42	قرن	398/3
43	بسل	537/3
44	مستقر + مستودع	604/3
45	وحی+ زخرف القول + غرور	629/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
46	لتصغٰی	632/3
47	نسك	701/3
48	المص	35/4
49	معايش	52/4
50	مختار كل	131/4
51	ضعف	135/4
52	شماتت	345/4
53	الطيبات + الخبائث	376/4
54	خَلف + خُلف	406/4
55	تفكر	436/4
56	وجل	547/4
57	نفل + تنفيل + سلب	638/4
58	اخبار + رهبان	121/5
59	كنز	127/5
60	الدوائر + دائرة السوء	235/5
61	قربات + صلوات	235/5
62	التائبون	266/5
63	العابدون + الحامدون	267/5
64	السائحون + الراكعون + الساجدون	268/5
65	الامرون بالمعروف والناهون عن المنكر	269/5
66	الحافظون لحدود الله	270/5
67	اوّاه	275/5
68	قدم صدق	324/5
69	لننظر	338/5
70	تميمه + توله	388/5
71	وكيل	485/5
72	تهديد + تبشير	497/5
73	مستقر + مستودع	499/5
74	جدال	533/5
75	الخزى	580/5
76	ياويلتٰى	591/5
77	سجيل	603/5
78	بقية الله	608/5
79	سعادت + شقاوت	629/5
80	زفير + شهيق	629/5
81	السوء + الفحشاء + المخلصين	740/5
82	صنوان + صنو	42/6
83	تعجب + اغلال	43/6
84	طوبٰى	96/6
85	محو + اثبات	118/6
86	العزيز الحميد	133/6
87	جبار + عنيد	165/6
88	وراء	166/6
89	برزوا	170/6
90	رواسى	261/6
91	موزون	261/6
92	صلصال + الحماء + مسنون	269/6

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
93	الجان + نارالسموم	272/6	117	غی	301/7
94	متوسمین	304/6	118	لد +رکز	319/7
95	عضین	324/6	119	المنکر + یسطون	799/7
96	اصدع	326/6	120	سر +اخفی	339/7
97	مواخر	376/6	121	یوم الزینت	391/7
98	طاغوت	413/6	122	نسف	435/7
99	مفرطون	477/6	123	العوج+ امت	436/7
100	حفدة	518/6	124	تلك الغرانیق	778-786/7
101	الحاد + عجم	576/6	125	فرقان	597/7
102	قضٰی	685/6	126	فظن ان لن نقدر علیه کی تفسیر	656/7
103	اوابین	695/6	127	الفزع الاکبر	669/7
104	قفا	712/6	128	السجل	670/7
105	تصریف + تذکر	721/6	129	غمرة	882/7
106	دلوك	769/6	130	مرید + صادر	709/7
107	مسحور + بصائر + استفزاز + لفیف	810/6	131	تفث	739/7
108	فتیة	62/7	132	منسك + مخبتین	755/7
109	سرادقها	101/7	133	القانع + المعتر	758/7
110	الهشیم	114/7	134	الصوامع+ البیع + صلوٰت	764/7
111	الباقیات الصالحات	115/7 311/7	135	نکوص+ سمر + هجر	885/7
112	موبق	135/7	136	ازر	368/7
113	حقبا	149/7	137	ایامٰی	131/8
114	منسك	796/7	138	سراب+البقیعه	146/8
115	سرب	152/7	139	تغیظ + زفیر	220/8
116	تاویل	184/7	140	بوراً	224/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
141	حجرا محجور + مرج	231/8 253/8
142	ھباء منثورا	232/8
143	مھجور	236/8
144	الرس	241/8
145	غراما + اسراف	268/8
146	اثار	269/8
147	ثعبان + حیۃ + جآن	305/8 575/8
148	صدیق + حمیم	364/8
149	افاك + اثیم	512/8
150	طیر	629/8
151	عفریت	689/8
152	اشد + استوی	782/8
153	علو + فساد	860/8
154	صلیب	317/8
155	زَجرۃً	872/9
156	مُنِیْبٌ	190/9
157	لاتصعر	267/9
158	شجرۃ الزقوم	890/9
159	ضَلَالٌ	323/9
160	لتجافی + مضاجع	334/9
161	اقسط + خطاء + مغفرت + رحمت	378/9
162	قدرًا مقدورًا	459/9
163	وجیہ	576/9
164	ملکوت	851/9
165	اوّبی	606/9
166	غول بیابان	882/9
167	جفان + الجواب + قدور + راسیات	612/9
168	فتاح + علیم	624/9
169	کافۃ	625/9
170	اسروا	630/9
171	مترفین	631/9
172	تناوش	643/9
173	جبل	813/9
174	نذیر	693/9
175	العزیز + الرحیم	716/9
176	غفلت	718/9
177	مقمحون	719/9
178	امام مبین	729/9
179	ماکان ومایکون	730/9
180	سبحان + تسبیح	759/9
181	سلخ	761/9
182	شغل + فاکھون	794/9
183	طمس + مسخ	820/9
184	یمین + یزفون	905/9
185	خَلق + خُلق + اختلاق	40/10
186	فواق	49/10
187	قط	51/10
188	من شکلہ ازواج	131/10

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
189	طاغوت	207/10
190	قنوط	281/10 601/10
191	مقالید	289/10
192	الازفة + کاظمین	338/10
193	صاعقة	465/10
194	قیض	471/10
195	لاجرم	362/10
196	تفویض	363/10
197	حرث	577/10
198	ولی حمید	603/10
199	اجتباء	563/10
200	داحضة	571/10
201	اقترات + شکر	589/10
202	غیث	601/10
203	اهدیٰ	674/10
204	مستمسکون	672/10
205	بصیرت	805/10
206	خلیل	718/10
207	ویل + اصرار	793/10
208	جرح + اجتراح	807/10
209	اثارة	43/11
210	تعسًالهم	139/11
211	ان تولیتم	157/11
212	یحادون	776/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
213	استحوذ	793/11
214	اول حشر	805/11
215	الجلاء	807/11
216	دولة	815/11
217	الشح	826/11
218	الملک+ القدوس+ السلام+ المؤمن + العزیز+ الجبار	835/11
219	المتکبر+ الخالق +الباری+ المصور	835/11
220	البینات	738/11
221	رجت+ بست + هباء منبثا+ السابقون	652/11
222	اصحاب المیمنة+ اصحاب المشئمة	652/11
223	سبقت	655/11
224	ثلة	655/11
225	موضونة	656/11
226	ولدان+ غلمان	657/11
227	اکواب+ اباریق+ کاس+ معین	658/11
228	حطام+ تفکهون+ مغرمون+ محرومون	379/11
229	مقوین	380/11
230	مواقع النجوم	682/11
231	روح+ ریحان	703/11
232	انسان+ بیان	605/11
233	النجم	606/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
234	طغیان	607/11
235	الانام+ الاکمام+ الحب+ العصف+ الریحان	609/11
236	آلاء	609/11
237	شواظ+ نحاس	622/11
238	وردة+ دهان	623/11
239	ذواتاافنان	632/11
240	مقصورات	642/11
241	رفرف+ عبقری	642/11
242	مهطعین	582/11
243	مقعد صدق	599/11
244	یداللہ	239/11
245	حمیت	263/11
246	امرمریج	316/11
247	اصحاب الرس	318/11
248	نقبوا+ لغوب	338/11
249	اوّاب+ حفیظ	335/11
250	جبر	353/11
251	ذات الحبك	359/11
252	الخرامون	360/11
253	اید	385/11
254	الا لیعبدون	389/11
255	رزق	399/11
256	قنوت	401/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
257	معین+ ذنوب	402/11
258	رق	410/11
259	البیت المعمور	435/11
260	البحر المسجود	437/11
261	ریب المنون	453/11
262	احلام	454/11
263	تقول	456/11
264	المسیطر	459/11
265	صاحب	480/11
266	غوٰی	481/11
267	هوٰی	482/11
268	اللمم	521/11
269	اُمنی+ شعری	570/11
270	ضلال	477/11
271	کبد	753/12
272	لبد	754/12
273	اقتحم + العقبة	755/12
274	حسنٰی	783/12
275	تردّٰی	787/12
276	یسرٰی	784/12
277	ضحیٰ + سجٰی	805/12
278	ضال	822-828 / 12
279	عائل	828/12
280	التین + الزیتون	869-871 / 12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
281	طور سینین	871/12
282	طغیان	883/12
283	حنفاء	907/12
284	العادیات ضبحا	942/12
285	الموریات قدحا	943/12
286	المغیرات صبحا	944/12
287	فاثرن بہٖ نقعا + فوسطن بہٖ جمعا+ الکنود	944/12
288	بعثر	946/12
289	هاویة	953/12
290	العصر	969/12
291	الهمزة + اللمزة	976/12
292	الحطمة	977/12
293	مغافیر	106/12
294	مسلمات+ مؤمنات + قانتات وغیرها	118/12
295	خناس	1054/12
296	المرعٰی	688/12
297	غثاء + احوٰی	689/12
298	مطففین	619/12
299	سجین	626/12
300	اساطیر	627/12
301	رحیق مختوم + تسنیم	630/12
302	ابرار	612/12
303	کوّرت	586/12
304	انکدرت	687/12
305	العشار	588/12
306	وحوش	588/12
307	تسجیر	589/12
308	الخنس+ الکنس	593/12
309	ضنین	602/12
310	سفرة + کرام	577/12
311	راجفة	550/12
312	حافرة + نخرة	551/12
313	زجرة + ساهرة	552/12
314	اٰخرة + اولٰی	555/12
315	اغطش	558/12
316	دحٰها + مرعٰها	559/12
317	ارساها + طامة	560/12
318	اوتاد	507/12
319	نوم + سبات	508/12
320	معاش	510/12
321	وهاج + ثجاج	511/12
322	مرصاد	516/12
323	احقاب	517/12
324	برد	526/12
325	غسّاق	527/12
326	التاویلات النجمیه	511/12
327	ویل	479/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
328	شرر + قصر + جمالة + صفر	482/12
329	هل	429/12
330	نطفه + امشاج + سبيل	431/12
331	عبوس + قمطرير	446/12
332	سندس + استبرق	450/12
333	سلسبيل	449/12
334	ناضرة	415/12
335	باسرة + فاقرة	417/12
336	كلا + تراقي + راق	418/12
337	اولٰى لك فاولٰى	420/12
338	ابابيل + سجيل + عصف	984/12
339	كوثر	1004/12
340	شانئ + ابتر	1006/12
341	مرصاد	732/12
342	كلا	735/12 506/12
343	سحق	149/12
344	خَلق + خُلق	165/12
345	دكا دكا	737/12
346	طارق	666/12
347	النجم الثاقب	667/12
348	دافق + صلب + ترائب	672/12
349	سرائر + ابتلاء	675/12
350	قول فصل	677/12
351	شاهد + مشهود	651/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
352	اخدود	652/12
353	اذنت	636/12
354	كادح	638/12
355	يحور	639/12
356	شفق + وسق + اتساق	640/12
357	ناشطات	544/12
358	السابحات + السابقات	548/12
359	المدبرات	549/12
360	نقر + ناقور	373/12
361	قول ثقيل	342/12
362	تبتل	347/12
363	عتل + زنيم	184/12
364	ساق	191/12
365	استدراج	195/12
366	عيشة راضية	210-12
367	هلوعًا + جزوعًا	229/12
368	حق معلوم	232/12
369	اجداث + خصب	240/12
370	وحي + نصر + جد	281/12
371	صعدًا	288/12
372	نَفّٰثٰت	1048/12
57	مشورہ	
1	اللہ تعالیٰ کی طرف مشورہ کی نسبت کا شرعی حکم	336/1
2	مشورہ کا معنی	429/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	مشورہ کے متعلق احادیث	429/2
4	رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم	430/2
5	کس سے مشورہ لیا جائے؟	430/2
6	مشورہ کی اہمیت	685/8
7	مشورہ کرنے کے متعلق احادیث	617/10
8	نبی ﷺ میں اور آپ ﷺ کے اصحاب کا باہمی مشاورت سے اہم کاموں کو انجام دینا	618/10
58	**مصیبت**	
1	مصیبت کے متعلق ایک نظریہ	410/2
2	مصائب میں ثابت قدمی	398/2
3	مصیبتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں	468/3
4	مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بھول جانا	522/3
5	انبیاء پر مصیبتوں کے نازل ہونے کی وجوہات	571/3
6	اللہ پر ایمان کامل کی وجہ سے مصائب کا آسان ہونا	266/4
7	نزول مصیبت کے وقت مسلمانوں کی فکر اور عمل کیا ہونا چاہیے	334/5
8	مصائب کے بعد کفار پر رحم فرمانا	346/5
9	مصائب اور شدائد میں صرف اللہ کو پکارنا	347/5
10	مصیبت میں گھر جانے کا معنی	813/5
11	انسان کا مصائب میں گھر کر اللہ کی طرف رجوع کرنا	366/8
12	مصیبت زدہ کی دعا کا قبول ہونا	717/8
13	اہل معرفت پر مصائب کا آسان ہونا	318/8
14	راحت اور مصیبت میں اللہ سے رابطہ رکھنا	276/10
15	مؤمنوں کے مصائب کا ان کیلئے کفارۂ ذنوب ہونا	605-610/10
16	مصیبت کے وقت مسلمانوں کا طریقہ	737/11
17	ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں	865/12
59	**مصارف زکوٰۃ**	
1	فقیر کا معنی	169/5
2	مسکین کا معنی	170/5
3	فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہب ائمہ	170/5
4	والعاملین علیہا کا معنی اور اس کے شرعی احکام	171/5
5	مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ میں سے کچھ دینا	172/5
6	غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ	174/5
7	غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کیلئے تملیک ضروری نہیں	174/5
8	تمام مصارف زکوٰۃ میں تملیک کے ضروری ہونے پر احناف کے دلائل	176/5
9	تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ	177/5
10	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا	178/5
11	آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ	179/5
12	زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ	179/5
13	زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ	179/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ	180/5
15	کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا جواز	180/5
60	مصاہرت	
1	صہر کا معنی	254/8
2	اصہار کے مصادیق	255/8
3	نکاح اور زنا سے حرمت مصاہرت	255-260/8
61	مضطر	
1	مضطر کے مصداق کے متعلق اقوال	716/8
2	مضطر کی دعا	717/8
3	مضطر کی فریاد رسی	719/8
62	سورۃ المطففین	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	615/12
2	سورۃ المطففین کی سورۃ الانفطار کے ساتھ مناسبت	615/12
3	سورۃ المطففین کے مشمولات	616/12
4	سورۃ المطففین کا اختتام	632/12
63	سورۃ المعارج	
1	سورۃ کا نام	218/12
2	سورۃ المعارج کے مشمولات	218/12
3	سورۃ المعارج کا اختتام	240/12
4	معارج کا لغوی و عرفی معنی	223/12
64	معاف کرنا	
1	معاف کرنے کی فضیلت	373/2
2	معاف کرنے کی فضیلت میں قرآنی آیات	427/2
3	معاف کرنے کی فضیلت میں احادیث طیبہ	427/2
4	اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے معاف کرنے میں فرق	354/4
5	عین حالِ معصیت میں اللہ تعالیٰ کا معاف فرما دینا	45/6
6	اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا	411/7
7	بار بار گناہ بخشنا	412/7
8	اپنے مال کے حق اور عزت کے حق کو معاف کرنا	626/10
9	فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	175/12
10	رسول اللہ ﷺ کا ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا	178/12
11	فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	176/12
12	فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	176/12
13	فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو رسول اللہ ﷺ کا معاف کر دینا	177/12
14	منافقوں اور دیہاتیوں سے درگذر کرنا	178/12
65	معجزہ	
1	معجزہ نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟	447/3
2	فرمائشی معجزہ نہ دکھانے کی وجہ	626/3
3	تمام نبی حامل معجزہ ہیں	237/4
4	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کا دیگر انبیاء کے معجزات سے امتیاز	237/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	معجزہ کی تعریفات	238/4
6	معجزہ کی شرائط	238/4
7	افعال غیر عادیہ کی اقسام	239/4
8	معجزات، انبیاء کے اختیار میں ہیں یا نہیں	239-243 / 4
9	معجزات کے صدور میں علماء دیو بند کا مؤقف	243/4
10	معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا مؤقف	244/4
11	ہر نبی کا معجزہ اس چیز کی جنس سے ہوتا ہے جس چیز کا اس زمانہ میں چرچا ہو	257/4
12	وہ معجزات جو حضور علیہ اسلام سے صادر ہوئے اور جو آپ کی ذات مبارکہ میں ہیں	396/4
13	معجزات کا مقدور ہونا	595/4
14	مشرکین کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ پر کوئی معجزہ نازل نہیں کیا گیا	46/6
15	مشرکین کے فرمائشی معجزات پیش نہ کرنے کی وجوہ	46/6 117/6 748/6 795/6
16	آپ ﷺ کو قرآن کا معجزہ کیوں دیا گیا؟	47/6
17	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند دیگر معجزات	47/6
18	معجزات کے مقدور نبی ہونے کی بحث	798/6
19	معجزہ کا حصول نبی کے اختیار میں نہیں	99/9
20	معجزہ کا دکھانا نبی کے اختیار میں ہے	99/9
21	مشرکین کے فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجہ	417/10
66	**معرفت**	
1	معرفت کے جھوٹے دعویدار	595/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
67	**معذور**	
1	معذورین کی اقسام	224/5
2	جہاد اور نماز میں معذورین کے متعلق احادیث	224/5
68	**معصوم**	
1	نبی کے سوا، کسی بشر کا قول خطا سے معصوم نہیں	122/5
2	ارتکاب معصیت محبت رسول و خدا کے منافی ہے	69/7
3	معصیت اور بیماری کو بیان کرنا	153-157 / 7
69	**معراج النبی ﷺ**	
1	خواب میں معراج ہونا	617-620 / 6
2	مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف	622/6
3	رسول اللہ ﷺ کو بعض نشانیاں دکھانا	626/6
4	رات کے قلیل حصہ میں معراج	628/6
5	واقعۂ معراج کی تاریخ	629/6
6	واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ	629/6
7	معراج کی احادیث میں تعارض	630/6
8	واقعۂ معراج کا مربوط بیان	630/6
9	شب معراج حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہ تھا	750/6
10	دنا فتدلی کی ضمیروں کا مرجع	488/11
11	فکان قاب قوسین کا معنی	491-495 / 11
12	فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر	495/11
13	شب معراج حضور ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا قلب کی آنکھوں سے؟	496/11 506-511 / 11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	سدرۃ المنتہیٰ کی تعریف وغیرہ	499/11
15	جنت الماویٰ کی تعریف	500/11
16	سدرہ کو ڈھانپنے والی اشیاء	500/11
17	شب معراج حضور ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر دلیل	501/11
18	حضور ﷺ نے شب معراج جن نشانیوں کو دیکھا	502/11
19	دیدار الٰہی میں حضور ﷺ کی خصوصیات	504/11
70	**معاد**	
1	معاد کے متعلق مختلف اقوال	861/8
71	**معاملہ**	
1	معاملات میں صحیح اور احسن افعال	210/10
2	نزاعی اور اختلافی امور کو اللہ پر چھوڑ دینا	550/10
72	**حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ**	
1	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعائیہ کلمات	286/11
2	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے باوجود اسلام سے خارج نہ ہونا	284/11
73	**مغضوب**	
1	مغضوب کا معنی	214/1
2	مغضوب علیہم کی تفسیر	214/1
3	مغضوب کے معنی بیان کرنے میں علماء کی لغزش	214/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
74	**مغفرت**	
1	ان مسلمانوں کی مغفرت کی صورتیں جن کی نیکیاں گناہوں سے کم یا ان کے برابر ہوں	50/4
2	مغفرت ذنب کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا (اعتراض وجواب)	337-342/6
3	مومنوں کی مغفرت اور اس پر کفار کی حسرت	364/8
4	خطا کاروں کے لیے استغفار	467/8
5	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت	283/9
6	مغفرت کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہونا	690/9
7	فساق مؤمنین کی مغفرت پر دلائل۔	77/11
8	ایمان لانے سے سابقہ گناہوں کی مغفرت	113/11 126/11
9	آپ ﷺ کی مغفرت کے حصول کا سبب کیا ہے؟	201/11
10	رسول اللہ ﷺ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات	203-222/11
11	رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کلی کے اعلان کا آپ کی عظیم خصوصیت ہونا	225/11
12	عشرہ مبشرہ، صاحب یاسین، اصحاب حدیبیہ اور اصحاب بدر کی مغفرت سے رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کی خصوصیت پر معارضہ کا جواب	227-230/11
13	گناہگار مسلمانوں کی عدم مغفرت پر معتزلہ کا استدلال اور اس کا جواب	297/12
75	**مغرب**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مغارب کی توجیہ	239/12
76	مفتوحہ علاقے	
1	ان مفتوحہ علاقوں کے محامل جہاں صحابہ نہیں پہنچے تھے	413/9
77	مقابلہ	
1	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کی ممانعت	646/4
2	دشمن اسلام کے مقابلہ میں ثابت قدمی	647/4
78	مقتول	
1	مقتول کے وارث کی قوت کا بیان	711/6
2	ولی مقتول کا تجاوز نہ کرنا	711/6
79	مقام محمود	
1	مقام محمود کی تحقیق	775/6
80	مکہ مکرمہ/ اہلِ مکہ	
1	مکہ کب سے حرم ہے؟	571/1
2	مکہ مکرمہ کو ''مکہ'' اور ''بکہ'' کہنا	265/2
3	مکۃ المکرمہ کا ام القریٰ ہونا	589/3
4	اہل مکہ پر نعمتیں اور ان کی ناشکری	189/6
5	کفار مکہ کا شرک	189/6
6	مکہ کو امن والا بنانے کی دعا پر اعتراض کا جواب	195/6
7	مکہ کو حرم قرار دینے کی وجوہ	204/6
8	کفار مکہ کو زجر و توبیخ	242/6
9	کفار مکہ پر بھوک اور خوف مسلط کرنا	590/6
10	کفار مکہ کی رسول اللہ ﷺ کو پیشکش	795/6
11	کفار مکہ کو پچھلی قوموں کے عذاب سنانا	528/7
12	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا	729-732/7
13	مکہ میں گناہ کا عذاب	734/7
14	شہر مکہ کی اہمیت و خصوصیت	761/8
15	کفار مکہ کے عذاب میں تاخیر کی وجہ	104/9
16	دو اشکالات کے جوابات	306/9
17	مکہ کے کافروں کے لیے مقام عبرت	753/9
18	اہل مکہ کو نزول عذاب سے ڈرانا	47/10
19	کفار مکہ کو دنیا کے عذاب سے ڈرانا	342/10
20	کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت	423/10
21	مکہ کو ام القریٰ فرمانے کی توجیہ	544/10
22	کفار مکہ کی شقاوت اور ایذاء رسانی	656/10
23	کفار مکہ کی بت پرستی کے خلاف اسوۂ ابراہیم علیہ السلام سے استدلال	677/10
24	اہل مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور ان کا کفر واستہزاء	678/10
25	کفار مکہ کو عبرت دلانے کے لیے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کی قوم کا حال بیان کرنا	101/11
26	اہل مکہ کی اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر کے ان کو عبرت دلانا	108/11
27	سیدنا محمد ﷺ اور قرآن مجید کے متعلق کفار مکہ کے مختلف اقوال	360/11
28	کفار مکہ کے مطلوبہ معجزات محض ضد بازی اور کٹ حجتی کے لیے تھے	461/11
29	مکہ مکرمہ کی فضیلت میں آیات واحادیث	747/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
30	شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ	872/12
31	کفار مکہ کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا	155/12
81	**مکس**	
1	مکس کا لغوی و اصطلاحی معنی	125/7
2	مکاس کی مذمت میں احادیث	127/7
82	**مکڑی**	
1	مکڑی کے گھر کا سب سے کمزور ہونا	80/9
2	غار ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنانا	81/9
3	مکڑی کے جالوں کے متعلق احادیث	82/9
83	**ملت**	
1	ملت کا معنی	578/1
2	ملت ابراہیم سے انحراف کا حماقت ہونا	578/1
84	**ملائکہ**	
1	دیکھئے "22: فرشتہ" صفحہ 194	
85	**ملحد**	
1	دیکھئے "71: الحاد" صفحہ 68	
86	**سورۃ الملک**	
1	سورۃ کا نام	134/12
2	سورۃ الملک کی فضیلت میں احادیث و آثار	134/12
3	سورۃ الملک کے مشمولات	135/12
4	سورۃ الملک کا اختتام	159/12
87	**سورۃ الممتحنہ**	
1	سورۃ کا نام اور زمانہ نزول	837/11
2	سورۃ الممتحنہ کے مشمولات	838/11

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ الممتحنہ کا اختتام	860/11
88	**منت ماننا**	
1	دیکھئے "15: نذر" صفحہ 267	
89	**منطق**	
1	نطق و منطق کا لغوی و اصطلاحی معنی	628/8
90	**مناظرہ/مباحثہ**	
1	مناظرہ و مباحثہ کے آداب و احکام	941/1
2	مناظرہ کی اصل	675/3
3	مباحثہ میں فریق مخالف پر سختی کرنا	380/7
4	مباحثہ میں اشتعال میں نہ آنا	304/8
5	اللہ کے وجود اور اس کی توحید کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مباحثہ	300/8
6	اہل کتاب کے ساتھ بحث کرنے میں سختی اور نرمی کرنے کے محمل	94/9
7	جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے	951/9
91	**منافق**	
1	منافقوں کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا	285/1
2	منافقین کا مرض اور مرض کی تعریف	286/1
3	منافقین کا اپنے فساد کو اصلاح کہنے کی وجہ	292/1
4	عہد رسالت سے آج تک فساد کو اصلاح کہنا	293/1
5	منافقین کے احوال کی امثلہ	298/1
6	عہد رسالت کے بعد منافقین کا وجود یا عدم وجود	300/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	منافقوں کی حسرت	412/2
8	حضور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا	713/2
9	منافقوں کا چوری کرنا	788/2
10	چوری کرنے والے منافق کا انجام	798/2
11	منافقوں کا فریب دینا	829/2 833/2
12	منافق کا مذبذب ہونا	836/2
13	منافقوں کی دو حالتوں کی تفصیل	155/5
14	منافقین کا نبی ﷺ کو ''کان'' کہنا اور اس پر اللہ کا رد کرنا	181/5
15	نبی ﷺ کو منافقین کا علم عطا فرمایا جانا	183/5
16	منافقین کی پہلے زمانہ کے کفار سے مشابہت	188/5
17	سابقہ قوموں کے عذاب سے منافقوں کو نصیحت فرمانا	189/5
18	منافقوں اور مومنوں میں تقابل	190/5
19	منافقوں کا کلمۂ کفر	198/5
20	منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل	200/5
21	اللہ سے عہد کر کے اس کو توڑنے والا منافق	201/5
22	غزوۂ تبوک کے بعد منافقین کو کسی غزوہ میں شرکت سے ممانعت کی توجیہ	216/5
23	منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کا شان نزول	217/5
24	منافقین سے ترک تعلق کا حکم	231/5
25	مدینہ سے باہر کے منافقین اور ان سے متعلق اعتراضات کے جوابات	243/5
26	منافقین کو رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر مسجد سے نکالنا	245/5
27	منافقوں کے شک میں پڑنے کی وجوہ	292/5
28	منافقین کی قرآن سے نفرت و بیزاری	301/5
29	منافقین کے سینہ موڑنے کے محامل	497/5
30	منافقوں کو عذاب نہ دینے پر ایک اشکال کا جواب	408/9
31	منافقوں سے درگزر کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا	509/9
32	منافقین کو قتل کرنے اور مدینہ بدر کرنے کی سزا کیوں نہیں دی گئی؟	568/9
33	منافقوں کا حضور ﷺ سے اذیت ناک کلام کرنا	573/9
34	اللہ تعالیٰ کا منافقین کے نفاق کا پردہ چاک فرمانا	172/11
35	رسول اللہ ﷺ کو منافقین کا علم تھا یا نہیں؟	173/11
36	منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا	900/11
37	منافقوں کا مسلمانوں سے جھگڑا کرنا	901/11
38	منافقین کا شعار جھوٹ بولنا ہے	902/11
39	منافقوں کا اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنانا	902/11
40	منافقوں کے ایمان اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کی توجیہ	903/11
41	منافقوں کو دیوار کے ساتھ لگے ہوئے شہتیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ	903/11
42	منافقوں کا طلب مغفرت سے انکار کرنا	904/11
43	منافقین کے کرتوت اور ان کی سزا	792/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
44	منافقین کی مذمت	792/11
45	دنیا وآخرت میں منافقین کی جھوٹی قسمیں	792/11
46	قیامت کے دن منافقوں کا جنت کے راستہ سے محروم ہونا	726/11
47	منافقوں کا برا گمان	242/11
48	منافقین کا غزوہ خیبر میں شرکت کیلئے اصرار کرنا	243/11
92	سورۃ المنافقون	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	894/11
2	سورۃ المنافقون کا زمانہ نزول	894/11
3	سورۃ المنافقون کے مشمولات	895/11
4	سورۃ المنافقون کا اختتام	908/11
93	موت	
1	موت کا معنی	328/1 139/12
2	مرتکب کبیرہ کے بلاتوبہ فوت ہونے والے کے لیے دائمی عذاب پر استدلال کا جواب	438/1
3	مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا	453/1
4	حصول شہادت کے لیے موت کی تمنا کرنا	453/1
5	وقت سے قبل موت آنا	873/1
6	موت کی تمنا کرنا	477/2
7	موت سے مستثنیٰ رہنے والے افراد	499/2
8	موت کی دعا کرنا	868/5
9	ہر نفس کو موت	558/7
10	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی موت کی خبر	558/7
11	انبیاء اور اولیاء کے حق میں موت کا نعمت ہونا	342/8
12	موت کا قیامت صغریٰ ہونا	735/8
13	اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور دیگر فرشتوں کے موت دینے کے محامل	324/9
14	کیا ملک الموت تمام مخلوق پر موت طاری کرتے ہیں؟	325/9
15	ملک الموت پر موت آنا	326/9
16	موت کی تمنا کی ممانعت	51/10
17	اللہ سے ملاقات کے حصول کیلئے موت کی تمنا کا جواز	52/10
18	حضور ﷺ اور کفار کی موت کا فرق	223/10
19	حضور ﷺ کی موت قلیل وقت کے لیے ہے	224-227/10
20	دو موتوں اور دو حیاتوں کی تفسیر	328-331/10
21	نیک آدمی کی موت پر آسمان وزمین کا رونا	768/10
22	موت وجودی یا عدمی؟	782/10
23	موت کی سختیاں	323/11
24	موت کی مختلف تعبیریں	569/11
94	حضرت موسیٰ علیہ السلام	
1	زمین سے پانی نکالنا	410/1
2	آل موسیٰ کے باقی ماندہ تبرکات	883/1
3	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ سے ہم کلام ہونا	879/2
4	حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت محمد عربی ﷺ تک کا زمانہ	247/4
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، پرورش، نکاح، نبوت اور فرعون کو تبلیغ	248/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفات	251/4
7	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر	252/4
8	فرعون کے دعویٰ خدائی کا رَد	253/4
9	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پہلے تیس راتیں اور پھر دس راتیں مزید مقرر کرنے کی حکمت	291/4
10	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر گمراہی	338/4
11	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب	338/4
12	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے غصہ کی تلافی کرنا	350/4
13	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا سوال کرنا	354/4
14	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نیک لوگ	397/4
15	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	454/5 616/5
16	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا جادو نہ ہونا	454/5
17	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بعض اولاد کا مصداق	457/5
18	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی دعا کے دو محمل	458/5
19	فرعون کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے ضرر کی توجیہ	460/5
20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو نکالنا	869/5
21	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو احکام دیئے گئے تھے یا نو معجزات	809/6
22	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	143/7
23	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات	160/7
24	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کی درخواست کرنا	174/7
25	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست میں ادب کی وجوہ	175/7
26	حضرت خضر علیہ السلام کا تعلیم دینے سے احتراز کرنا	176/7
27	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انصاف پسندی	181/7
28	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقرب ہونا	279/7
29	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنا	345/7 872/7
30	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین روانہ ہونا	345/7
31	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ کو دیکھنا	346/7
32	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ندا کو سنا	347/7
33	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم	348/7
34	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کرنا	354/7
35	فرعون کی طرف جانے کا حکم	363/7
36	سانپ سے ڈرنا	361/7
37	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ	366/7
38	وزارت کے لیے بھائی کی تخصیص	367/7
39	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں	368,369/7
40	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کی دریا میں سلامتی	370/7
41	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر پہنچانا	370/7
42	فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت	371/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
43	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا احسان	371/7
44	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات	372/7
45	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آزمائشیں	373/7
46	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین میں پناہ	373/7
47	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت دینا	374/7
48	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دیا جانا	375/7
49	فرعون کے ساتھ نرمی سے کلام کرنا	375/7
50	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے خوفزدہ ہونا	377/7
51	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے فرعون کا پریشان ہونا	381/7
52	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا غالب آنا	395/7
53	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہونا	405,406 7
54	طور کی دائیں جانب جانا	410/7
55	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عجلت کے ساتھ جانا	415/7
56	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بچھڑے کی عبادت کرنا	417/7
57	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنانے کی حکمت	293/8
58	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا زیادہ قوی ہونا	293/8
59	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا	294/8
60	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ذنب کی نسبت	296/8
61	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ناشکری کا الزام	296/8 298/8
62	منصب نبوت عطا فرمانا	297/8
63	سورۃ النمل کے قصص میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ	564/8
64	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مار کر ہلاک کرنا	582/8
65	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے علاوہ دیگر معجزات	583/8
66	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی	774/8
67	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں ارشادات	774/8 777/8
68	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام	776/8
69	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کے خالی ہونے کے محامل	778/8
70	دوسری عورتوں کا دودھ نہ پینے کی وجہ	779/8
71	اکثر لوگوں کے نہ جاننے کے محامل	779/8
72	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم اور علم دینے کا معنی	786/8
73	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے فضائل اور ان کا جنت میں ہمارے نبی ﷺ کے نکاح میں ہونا	780/8
74	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شہر میں دخول کے وقت لوگوں کا غافل ہونا	787/8
75	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول ''میں مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' کی تشریح	789/8
76	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک اسرائیلی کو کھلا ہوا گمراہ کہنے کی وجہ	790/8

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
77	اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبار کیوں کہا؟	790/8
78	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین پہنچنا	792/8
79	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر جانا	793/8
80	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا جانا	799/8
81	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اللہ سننے کی کیفیت	803/8
82	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہنے کی خصوصیت	804/8
83	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے	810/8
84	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے تسلی دے کر فرعون کی طرف بھیجنا	811/8
85	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچانا	812/8
86	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو رسیاں اور لاٹھیاں پہلے ڈالنے کا حکم دینا	309/8
87	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہونا	309/8
88	سمندر پر عصا مارنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات	324/8
89	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	949/9
90	حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت آدم علیہ السلام کا مباحثہ	967/9
91	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اسرار و رموز	345/10
92	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے بعض حصہ کا پورا نہ ہونا	352/10
93	حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کافروں میں مماثلت	354/10
94	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی دنیا میں نصرت	382/10
95	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرنے کے مقاصد و فوائد	691/10
96	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ماجرہ	765/10
97	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی اذیتوں کی تفصیل	866/11
98	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر قصہ	595/11
99	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ کی نشانیاں	382/11
100	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ معرکہ کا قصہ	553/12
95	**مؤاخذہ**	
1	دل کے افعال پر مواخذہ	1024/1
2	تکلیف مالا یطاق	1027/1
3	خطاء نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں ان پر مواخذہ	1030/1
4	ہم اور عزم کی تحقیق	1023/1
5	خواطر قلب کی تکلیف کا منسوخ ہونا	1022/1
6	فرائض و واجبات کے ترک پر مواخذہ	333/4
96	**مویشی**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "1: جانور" صفحہ 100	
97	**مولوی**	
1	مولیٰ کا معنی	115/12
2	لفظ مولوی کا معنی اور اس کے مواضع استعمال	116/12
98	**موالات**	
1	کفار سے موالات کی ممانعت میں قرآن کی آیات	843/11
2	کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کا شرعی حکم	843/11
3	موالات ہر کافر سے حرام ہے	843/11
4	موالات صوریہ کے احکام	843/11 850/11
5	مجرد معاملات کا حکم	844/11
6	موالات کی تقسیم اور اس کے احکام	849/11
7	میل طبعی کا حکم	849/11
8	حربی غیر معاھد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے	851/11
9	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	860/11
99	**مہر**	
1	مہر مقرر کرنا اسلام کی خصوصیت ہے	567/2
2	مہر ادا کرنا یا نہ کرنا	568/2
3	رسول اللہ ﷺ کی ازواج کا مہر	568/2
4	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کا مہر	569/2
5	قرآن اور مہر	570/2
6	حدیث اور مہر	570/2
7	مہر کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف	571-578/2
8	مہر کی اکثر مقدار	614/2
9	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زیادہ مہر رکھنے سے منع کرنا	614/2
10	خلوت صحیحہ کی وجہ سے کامل مہر کا وجوب	616/2
11	باپ کی منکوحہ سے بیٹا کا نکاح	617-619/2
12	مہر کا مال ہونا	630/2
13	خدمت اور کسی کام کو مہر قرار دینا	797/8
14	خلوت صحیح سے مہر کا واجب ہونا	511/9
15	خلوت صحیحہ کی تعریف	513/9
16	بغیر مہر کے محض ہبہ سے کوئی خاتون عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے	516/9
17	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کا مہر	515/9
100	**مہمان نوازی**	
1	اسلام میں مہمان نوازی کی حیثیت	586/5
2	مہمان نوازی کے متعلق احادیث	587/5
3	مہمان نوازی کے متعلق مذاہب فقہاء	587/5
4	مہمان نوازی کے وجوب کے متعلق احادیث	588/5
5	مہمان نوازی کے وجوب کے دلائل کے جوابات	588/5
101	**مؤمن**	
1	مومنوں کو ظلمات سے نکالنا	937/1
2	مومن کے نور کی مثال	939/1
3	مومن کے نزدیک محبوبین کے مدارج	625/1
4	مومن کے زندہ ہونے کی مثال	644/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	عہد رسالت میں مؤمنین کی چار قسمیں	707/4
6	میں یقیناً مومن ہوں یا میں انشاء اللہ مومن ہوں کہنا	551-553/4
7	مومن کیلئے مصیبت اور راحت دونوں کا خیر ہونا	509/5
8	شریعت میں مومن کی تکریم اور کافر کی تذلیل مطلوب ہے	530/5
9	مؤمنوں کے اخروی احوال	77/6
10	بعض عصاۃ مومنین کا آیات وعید کے عموم سے مخصوص ہونا	100/6
11	مؤمن اور کھجور کے درخت میں وجہ مشابہت	179/6
12	مؤمن کی پاکیزہ زندگی	567/6
13	مؤمن کی دنیا کی زندگی	569/6
14	یاایھا الذین کا خطاب صرف مومنوں کو شامل ہے	803/7
15	مومنوں کی تحسین کی وجہ	883/7
16	ہدایت وبشارت کو مومنوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجہ	551/8
17	مومنوں پر قرآن کو تلاوت کرنے کی تخصیص کی وجہ	771/8
18	کن مومنین اہل کتاب کو دوگنا اجر ملے گا؟	823-826/8
19	راحت ومصیبت میں مومن کے احوال	192/9
20	مومنوں کی جزاء کا ذکر	235/9
21	مؤمنوں کی جانوں اور مالوں پر حضور ﷺ کو تصرف کا زیادہ اختیار ہے	379/9
22	مؤمنوں کی جانوں اور مالوں پر حضور ﷺ زیادہ زیادہ شفیق ہیں	380/9
23	ظالم، مقتصد اور سابق کی تفسیر	682-690/9
24	آخرت میں مومنوں سے غم دور کرنا	690/9
25	مومنوں کے متعلق اللہ کی بشارتیں	881/9
26	مومن کا اپنے واقف کافر کو دوزخ میں دیکھنا	886/9
27	"میں انشاء اللہ مومن ہوں" یا "میں بالیقین مومن ہوں" کہنا	490/10
28	مؤمنوں کے مصائب کا ان کیلئے کفارۂ ذنوب ہونا	607/10
29	مؤمنوں کی عزت کا معنی	906/11
30	مومنوں کو دین کی مدد کرنے کا حکم دینا	872/11
31	مؤمنوں کو ہدایت اور تقویٰ کی ترغیب	833/11
32	قیامت کے دن مومنوں کے نور کی مختلف مقدار	725/11
33	قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کا معاملہ	726/11
34	ہر مؤمن کا صدیق اور شہید ہونا	728/11
35	ہر مؤمن کے شہید ہونے کی وجہ	728/11
36	مؤمنوں کے لیے بشارتیں	665/11
37	مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں	291/11
38	مؤمنین صالحین کے لیے بشارت	798/12
39	فساق مؤمنین کے متعلق اہل سنت کا موقف	790/12
40	کامل مؤمنین کا ارذل عمر سے محفوظ رہنا	872/12
41	مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت	911-916/12
42	مؤمنین صالحین کو جزاء میں دائمی جنت عطا کرنا	919/12
43	مؤمنین صالحین اور مؤمنین تائبین کو ایک سے زائد جنت عطا فرمانا	920/12

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
44	مؤمنین کا آخرت میں اجر و ثواب	709/12
45	قیامت کے دن مؤمنوں کا اپنی رب کے دیدار سے شادکام ہونا	628/12
46	مؤمنوں کے چہروں کی آخرت میں کیفیات	583/12
102	سورۃ المؤمنون	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور اس کی فضیلت	835/7
2	سورۃ المؤمنون کا زمانۂ نزول	836/7
3	سورۃ المؤمنون اور سورۃ الحج کی باہمی مناسبت	837/7
4	سورۃ المؤمنون کے اہداف و مقاصد	838/7
5	سورۃ المؤمنون کی ابتداء و انتہاء میں مناسبت	921/7
6	اختتامی کلمات	922/7
103	سورۃ المؤمن	
1	سورۃ کا نام مع وجہ تسمیہ	311/10
2	المؤمن اور دیگر الحوامیم کے متعلق احادیث	311/10
3	سورۃ المؤمن کی سورۃ الزمر سے مناسبت	312/10
4	سورۃ المؤمن کے مشمولات	312/10
5	سورۃ المؤمن کا اختتام	426/10
104	میت	
1	دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا	872/5
2	گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب	660/6
105	میقات	
1	میقات کا معنی اور کسی کام کی مدت مقرر کرنا	292/4
2	شمسی اور قمری تاریخ مقرر کرنے کا ضابطہ	293/4

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
106	میثاق	
1	بنو آدم سے میثاق لینا	410/4
2	میثاق لینے کا مقام	411/4
3	کیا یہ میثاق کسی کو یاد ہے؟	412/4
4	میثاق کے محامل	717/11
107	میزان	
1	اعمال کے وزن کے متعلق مذاہب علماء	46/4
2	قرآن سے میزان کا ثبوت	47/4
3	احادیث و آثار سے میزان کا ثبوت	47/4
4	آیا صرف مسلمانوں کا اعمال کا وزن ہوگا یا کافروں کے اعمال کا بھی؟	50/4
5	میزان میں اعمال کا وزن کرنا	591/7
6	میزان میں وزن کرنے کے متعلق احادیث	592/7
7	میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں	593/7
8	میزان کے خطرہ سے حقوق العباد کی ادائیگی	594/7
9	وزن کیے جانے والوں کی تین اقسام	595/7
10	موازین کے محامل	914/7
11	میزان کا لغوی و شرعی معنی	572/10
12	میزان کے متعلق مفسرین کے اقوال	607/11
13	وزن صحیح کرنے کے حکم کے تکرار کی توجیہ	607/11
14	اعمال اور ان کی کیفیات کی وزن پر ایک اشکال کا جواب	608/11
15	کفار اور مؤمنین کے اعمال کے وزن کی کیفیت	952-953/12
108	میلادِ رسول ﷺ	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	محفل میلاد ایک بدعت حسنہ ہے	369/3
2	یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا	67/3
109	**میانہ روی**	
1	عبادات و معاملات میں میانہ روی	275/3
2	میانہ روی کے متعلق احادیث	703/6
3	اسلام میں میانہ روی کی تاکید	271/8
4	معتدل لوگوں کا بیان	283/9

ن

1	**نام**	
1	غلط طریقہ سے نام لینا اور نام بگاڑنے کی مذمت	492/4
2	بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق	492/4
3	پسندیدہ اور ناپسندیدہ نام	492/4
4	عبدالنبی نام رکھنا	493/4 131/8
5	قیامت کے دن انسان کو ماں، باپ میں سے کس کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟	495/4
6	محمد نام رکھنے کی فضیلت	497/4
7	منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصل باپ کے نام سے پکارنے کا حکم	375/9
2	**سورۃ الناس**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1052/12
2	سورۃ الناس کی تکمیل	1055/12
3	**ناپ تول**	
1	ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت	606/5

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق احادیث	619/12
3	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ملامت	620/12
4	**سورۃ النباء**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	499/12
2	سورۃ المرسلات اور سورۃ النباء میں مناسبت	499/12
3	سورۃ النباء کے مشمولات	500/12
4	سورۃ النباء کا اختتام	539/12
5	عم یتساء لون کی لفظی تحقیق	502/12
6	عظیم خبر سے مراد	503-505/12
7	کلا سیعلمون کو دوبارہ ذکر کرنے کے فوائد	506/12
5	**نبوت / نبی**	
1	نبی اور رسول کی تعریف	587/1
2	نبی اور رسول کو مبعوث کرنے کی حکمتیں	588/1
3	نبی کی شرائط	589/1
4	ہر نبی کا پیدائشی نبی ہونا یا نہ ہونا	589/1
5	نبیوں، رسولوں، کتابوں اور صحیفوں کی تعداد	590/1
6	نبوت کا وہبی ہونا	701/2
7	نبی کی تعریف	719/2
8	علم نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب	879/2
9	آپ علیہ السلام کی نبوت پر اللہ کی شہادت	883/2
10	حصول نبوت کا معیار	646/3
11	حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد	646/3
12	اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء	647/3

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	نبی کی صفات لازمہ	647/3
14	نبی کا معنی	356/4
15	قرآن وسنت میں نبی پر امی کا اطلاق	356/4
16	آپ ﷺ کی نبوت کے صدق پر دلائل	364/5, 342/5, 322/5, 339/5, 125/5, 144/5
17	آپ ﷺ کی نبوت پر مشرکین کا تعجب اور اس کا ازالہ	323/5
18	نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہ کا ازالہ	878/5
19	نبی کے بشر ہونے کی حقیقت	524/5
20	نبی کی خصوصیات	525/5
21	قوت باصرہ	525/5
22	قوت سامعہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ	526/5
23	قوت لامسہ	527/5
24	فرشتہ کو نبی نہ بنانے کی وجوہ	527/5
25	نبی کو شیطان کے بھلانے کی توجیہ	767/5
26	نبی ﷺ کے نسیان کی تحقیق	768/5
27	نسیان اور سہو کا فرق	768/5
28	افعال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا جواز اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان کا عدم جواز	769/5
29	جن خصوصیات کی بناء پر انبیاء نبی بنائے گئے	158/6
30	انبیاء کی نبوت میں کفار کے شبہات	158/6
31	نبی کا منصب ایمان کا راستہ دکھانا ہے	42/7
32	نبی کی اتباع تقلید نہیں	283/7
33	نبی کا لغوی واصطلاحی معنی	279/7
34	بشر ہونا نبوت کے منافی نہیں	517/7
35	آپ ﷺ کی نبوت پر کفار مکہ کے چھ اعتراضات	521/7
36	نبیوں اور رسولوں کی تعداد	818/8
37	نبی کو نبوت کب ملتی ہے؟	783-786/8
38	حضور ﷺ کی نبوت پر دلائل	817/8
39	نبی ﷺ کو ندا کرنے کی توجیہ	356/9
40	نبی کا لغوی واصطلاحی معنی	357/9
41	نبی ﷺ کو نام کے بجائے صفات کے ساتھ ندا کرنا	357/9
42	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ نام اور صفات دونوں کے ساتھ ندا کرنے کا جواز	358/9
43	نبیوں کی تعداد کی تحقیق	418/10
44	جن نبیوں کا قرآن میں اشارتاً اور صراحتاً نام موجود ہے	420/10
45	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ایک اعتراض کا جواب	590/10
46	عالم ارواح میں آپ ﷺ کی نبوت کا معنی	86/11
47	بعثت سے قبل حضور ﷺ کو اپنی نبوت کا علم	86/11
48	نبی کا معنی	741/11
49	حضور ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں ۱۸۰۰۰ سے زائد معجزات ہیں	456/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
50	رسول اللہ ﷺ کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا	842/12 851/12
51	رسول اللہ ﷺ کا اعلان نبوت سے قبل ولی ہونا	845/12
52	رسول اللہ ﷺ کو عالم ارواح میں نبوت ملنا	847-851/12
53	نبیوں کی تعداد کی تحقیق	702/12
6	**نجات**	
1	نجات کا مدار اللہ کے فضل پر ہے نہ کہ اعمال پر	317/1
2	نجات کے لیے فقط کسی دین کی طرف منسوب ہونا	415/1
7	**نجات از جہنم طلب کرنا**	
1	امام رازی کا نظریہ	414/2
2	امام غزالی کا نظریہ	415/2
3	مصنف تبیان القرآن کا نظریہ	416/2
4	قرآن مجید کی آیات	416/2
5	احادیث طیبہ	416/2
6	دوزخ سے نجات اور جنت کا حصول طلب کرنا اخلاص کی منافی نہیں	418/2
8	**سورۃ النّٰزعٰت**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	540/12
2	سورۃ النّٰزعٰت اور سورۃ النباء میں مناسبت	540/12
3	سورۃ النّٰزعٰت کے مشمولات	540/12
4	سورۃ النّٰزعٰت کا اختتام	565/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
9	**نجاشی**	
1	نجاشی کا قبول اسلام	269/3
2	مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا	269/3
3	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا	270/3
10	**نجومی**	
1	غیب کی باتیں دریافت کرنا	57/3
2	ازلام کا معنی	57/3
3	قرائن کی بناء پر مستقبل کے ظنی ادراک	60/3
4	کاہن کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	513/8
5	کاہنوں کی اقسام	513/8
6	نجومیوں سے سوال کی ممانعت	514/8
11	**سورۃ النجم**	
1	سورۃ کا نام اور اس کے متعلق احادیث	470/11
2	سورۃ النجم کے اہداف و اغراض	472/11
3	النجم کے معانی و محامل	475/11
4	سورۃ النجم کا اختتام	573/11
12	**سورۃ النحل**	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول	347/6
2	سورۃ النحل کے متعلق احادیث	347/6
3	سورۃ النحل کے مضامین و مقاصد	348/6
4	سورۃ النحل کی ابتداء عذاب کی وعید سے	350/6
5	سورۃ النحل کے اختتامی کلمات	607/6
13	**نحوست**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "24: شگون" صفحہ 155	
14	ندائے یارسول ﷺ	
1	ندائے یا محمد ﷺ پر اعتراض کے جوابات	193/8
2	ندائے یا محمد ﷺ کا ثبوت	194-496/8
15	نذر (منت)	
1	نذر کا معنی واقسام	965/1
2	نذر صحیح اور نذر باطل	966/1
3	نذر کے احکام	741/7
4	نذر کا لغوی واصطلاحی معنی اس کی شرائط اور اس کا شرعی حکم	740/7
5	نذر کے احکام کے متعلق احادیث	741/7
6	نذر پورا نہ کرنے والوں پر وعید	865/11
7	نذر کا لغوی واصطلاحی معنی	434/12
8	نذر کے شرعی احکام	434/12
16	نسخ	
1	نسخ کی تحقیق مع لغوی وشرعی معنی	79/1 504/1
2	نسخ کے بارے میں مذاہب	70/1
3	نسخ کے وقوع پر قرآن سے استدلال	74/1
4	ثبوت نسخ کے ذرائع	74/1
5	قرآن مجید کی منسوخہ آیات	74/1, 484/1
6	احکام شرعیہ کو منسوخ کرنے کی حکمتیں	79/1
7	نسخ القرآن بالسنہ	80/1
8	نسخ السنہ بالقرآن	84/1
9	نسخ السنہ بالسنہ	85/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
10	تناسخ اور تماسخ	422/1
11	نسخ اور بداء کا فرق	481/1
12	نسخ اور تخصیص	483/1
13	نسخ اور تقیید	483/1
14	خبر کا منسوخ ہونا یا نہ ہونا	482/1
15	عرف اور تعامل کا بدلنا نسخ نہیں ہے	484/1
16	نسخ کی وجہ سے کفار کے اعتراض کا جواب	575/6
17	سنت سے قرآن کا منسوخ نہ ہونا	575/6
18	نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی	222/11
17	سورۃ النساء	
1	زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ	541/2
2	سورۃ النساء کے فضائل	541/2
3	سورۃ النساء کی سورۃ البقرہ کے ساتھ مناسبت	542/2
4	سورۃ النساء کے مضامین کا خلاصہ	543/2
5	سورۃ النساء کے اول وآخر میں مناسبت	894/2
6	سورۃ النساء کے اختتامی کلمات اور دعا	894/2
18	نسیان	
1	شیطان کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نسیان میں مبتلا کرنا ناممکن ہے	529/3
2	انبیاء علیہم السلام کا نسیان	530/3
3	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سہو اور نسیان	531/3
4	نسیان کا لغوی واصطلاحی معنی	90/7
5	رسول اللہ ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت	91/7
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسیان کی نسبت	152/7

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	بھول کی وجہ سے مواخذہ	179/7
8	نسیان کے دو معنی	331/9
19	نسب	
1	نیک اعمال کے بغیر نسب کا غیر مفید ہونا	87/6
2	حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنا	153/6
3	نسب کا معنی اور اس کی تحقیق	254/8
4	نسب پر اعتماد کرنا	467/8
5	خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا	378/9
20	نسبت	
1	حسن اور عیب کی نسبت	192/7
2	مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عددی نسبت	709/7
3	عیب اور حسن کی نسبت	339/8
21	نشانی	
1	سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں	610/10
2	سب سے بڑی نشانی کے متعلق متعدد اقوال	554/12
22	نصب	
1	نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	57/3
23	سورۃ النصر	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	1018/12
2	اذا جاء نصر اللہ سے رسول اللہ ﷺ کی مدت حیات پوری ہونے پر استدلال	1019/12
3	سورۃ النصر کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کا بکثرت حمد اور تسبیح و استغفار کرنا	1021/12
4	سورۃ النصر کی تفسیر کی تکمیل	1026/12
5	فتح سے مراد فتح مکہ	1019/12
24	نصاریٰ	
1	نصاریٰ کے تین فرقے	873/11
25	نصیحت	
1	اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
2	کتاب اللہ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
3	رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
4	ائمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا معنی	226/5
5	عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی	227/5
6	حق، نصیحت اور عبرت میں فرق	655/5
7	توحید، رسالت اور آخرت کی نصیحت کا باہمی رابطہ	639/9
8	حق اور صبر کی نصیحت کے محامل	972/12
9	رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو نصیحت کرنا	695-696/12
10	کونسی نصیحت سابقہ صحیفوں میں مذکور ہے؟	701/12
26	نطفہ	
1	نطفہ کا معنی	431/12 423/12
2	نطفہ کے اختلاط میں متعدد اقوال	431/12
27	نظر لگنا	
1	نظر لگنے کے متعلق احادیث	814/5
2	نظر بد میں مذاہب اور اس کے متعلق شرعی احکام	815/5
3	نظر بد کی تاثیرات کی تحقیق	816/5
28	نعمت	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	آخرت کی نعمتوں کا دنیوی نعمتوں سے افضل ہونا	84/2
2	وصول نعمت میں عوام وخواص کا فرق	560/5
3	نعمتیں عطاء فرمانے کے بعد ان سے استفادہ کی توفیق عطاء کرنا	568/5
4	نعمت کی ناقدری کرنے والوں سے اللہ کا نعمت واپس لینا	61/6
5	اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتیں	192/6
6	سورج، چاند اور دن رات کے تواتر میں اللہ کی نعمتیں	366/6
7	سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	368/6
8	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عموم	381/6 526/6
9	اللہ تعالیٰ کا کافروں کو بھی نعمتیں عطا کرنا	381/6
10	اخروی نعمتوں کا دنیاوی نعمتوں سے موازنہ	566/6
11	اللہ کی عظیم نعمتیں	892/7
12	نعمتوں کے بہتات کی وجہ سے کفر وشرک کرنا	223/8
13	اللہ کی نعمتوں کا اظہار کرنا	727/8
14	والدین کی نعمتوں کا بھی نعمت ہونا	645/8
15	کھلانے پلانے کی نعمت میں لپٹی ہوئی بے شمار نعمتیں	335/8
16	اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی نعمت کا بیان	335/8
17	ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل	272/9
18	اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا	653/9
19	بنیادی ضروریات اور سہولت وتعیش کی نعمتیں	774/9
20	انسانوں کو کشتی کے ذریعے سفر کی سہولت عطا کرنے کی نعمت	777/9
21	اللہ کی نعمتیں اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ	836/9
22	اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں	409/10
23	زمین کے پیدا کرنے میں بندوں کے لیے نعمتیں	658/10
24	بحری جہازوں کا سمندر میں چلنا اللہ کی کن نعمتوں پر موقوف ہے؟	797/10
25	آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	797/10
26	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کے متعلق احادیث	798/10
27	بنو اسرائیل کو دی گئی نعمتیں	800/10
28	شہداء اور صالحین کے لیے آخرت میں نعمتیں	138/11
29	آخرت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے	660/11
30	انسان اور جنت کی تخلیق کے اعتبار سے ان پر نعمت	614/11
31	دو مشرق اور دو مغرب بنانے میں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت	615/11
32	دو سمندروں کو ملانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	615/11
33	موتی اور مونگے نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	616/11
34	سطح سمندر پر جہاز چلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت	616/11
35	اللہ رب العزت کی دیگر کئی نعمتیں	618-623 11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
36	اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں	754/12
37	رب کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے	834/12
38	رسول اللہ ﷺ کو کس نعمت کے بیان کا حکم دیا گیا؟	836/12
39	رسول اللہ ﷺ کو ملنے والی چند نعمتیں	838/12
40	نعمتوں کے متعلق کس کس سے سوال کیا جائے گا؟	964-966/12
41	زمین کو نرم اور مسخر بنانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	153/12
42	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا	159/12
43	دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دینا	700/12
44	اخروی نعمتوں کا افضل ہونا	701/12
45	معاش کا نعمت ہونا	510/12
29	**نفس**	
1	نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا	285/3
2	نفس مطمئنہ و نفس امارہ	791/5
3	نفس امارہ، نفس مطمئنہ اور نفس لوامہ	790/6
4	نفس کے تقاضے	192/9
5	نفس کا معنی	270/10
6	نفس اور روح کا ایک یا مغائر ہونا	270-274/10
7	ہر نفس کے مکمل حساب کی وضاحت	299/10
8	نفس مطمئنہ کو ندا کرنے والوں کے مصداق	739/12
9	نفس انسان کی اقسام	740/12
10	نفس مطمئنہ کا مصداق	741/12
11	نفس مطمئنہ کا اپنے رب کی طرف لوٹنا اور جنت میں داخل ہونا	741-742/12
12	نفس لوامہ کے مصداق میں متعدد اقوال	403/12
13	قیامت اور نفس لوامہ کی مناسبت	404/12
14	نفس انسان کی تین قسمیں	404/12
15	نفس کی تعریف اور اس کا مصداق	405/12
30	**نفل**	
1	نوافل کی جماعت کا شرعی حکم	373/1
2	مسلمان کا کسی مرض کی وجہ سے مقررہ نفلی عبادت نہ کرسکنا	792/9
3	تہجد اور رات کے نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث	335/9
31	**نفاق**	
1	نفاق کی علامات	837/2
2	نفاق کے عذاب سے نجات	839/2
3	نفاق کا لغوی و اصطلاحی معنی	899/11
32	**نفع وضرر**	
1	وہابی علماء کا نبی ﷺ کی ذات سے ضرر اور نفع پہنچانے کی مطلقاً نفی کرنا	374/5
2	آپ ﷺ سے نفع اور ضرر بالذات پہنچانے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً	375/5
3	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی ﷺ کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی آیات	376/5
4	اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی ﷺ کی نفع رسانی کے متعلق احادیث	377/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	لوگوں کو نقصان نہ پہنچانے اور فساد نہ کرنے کے محامل	607/5
33	نفع رسانی	
1	آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل بیت و دیگر قرابت داروں کو نفع پہنچانا	364/8
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نفع و ضرر کی نفی کی روایات	465-466/8
34	نقصان	
1	زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان برداشت کرنا	185/7
2	مویشیوں کے کھیت کا نقصان کرنے کی تلافی	623-626/7
35	نکاح	
1	بغیر ولی عورت کا کیا ہوا نکاح	842/1
2	نکاح کی گرہ کا مالک	853/1
3	اہل کتاب سے نکاح	783/1
4	شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت	853/1
5	مشرک عورتوں اور مردوں کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح	782/1
6	نکاح کی ترغیب و فضیلت	548/2
7	نکاح کی حکمتیں اور فوائد	550/2
8	غیر کفو میں نکاح	552/2
9	کفو میں نکاح کی شرط	554/2
10	تعدد ازدواج پر اعتراض و جواب	554/2
11	چار بیویوں پر اقتصار کی وجہ	556/2
12	قبل از اسلام چار سے زیادہ کی ہوئی بیویاں	556/2
13	ٹیلی فون پر نکاح	578/2
14	بیویوں کے درمیان عدل	578/2
15	محرمات نکاح	621/2
16	غیر سید کا سیدہ فاطمیہ سے نکاح	638/2
17	باندیوں سے نکاح	638/2
18	شوہر کا بیوی کو خرچ اور طلاق نہ دینے پر عدالت کا اس کا نکاح فسخ کرنا	662/2
19	عدالت کے فسخ نکاح پر اعتراض کا جواب	663/2
20	بغیر نکاح کے باندیوں سے جنسی عمل کرنا	855/7
21	نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی	131/8
22	نکاح کی فضیلت میں احادیث	132/8
23	نکاح کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	134/8
24	جو شخص مجرد ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے	136/8
25	جن اور انسان کا آپس میں نکاح	661-662/8
26	لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیشکش کرنا	794/8
27	منکوحہ کے تعین کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا	796/8
28	بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے	796/8
29	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا غیر کفو میں نکاح ہونا	452/9
30	نکاح غیر کفو میں مذاہب ائمہ	452/9
31	نکاح غیر کفو سے متعلق احادیث	453/9
32	غیر ہاشمی اور غیر سید کا ہاشمیہ یا سیدہ سے نکاح	454/9

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
33	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی تفصیل	509/9
34	حضرت ام ہانی کو حضور علیہ السلام کا نکاح کا پیغام دینا	514/9
35	نکاح کی اجازت کے رشتوں میں اسلام کا متوسط حکم	515/9
36	جن خواتین نے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام سے نکاح کیلئے پیش کیا	515/9
37	نکاح سے پہلے عورت کے چہرے کو دیکھنے کا جواز	522/9
38	ہجرت کر کے دارالسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں مذاہب ائمہ	855-859 / 11
36	**نگاہ**	
1	مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	127/8
2	عورتوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث	128/8
37	**نماز**	
1	دیکھئے ''19: صلوٰۃ (درود وسلام)'' صفحہ 163	
38	**نمرود**	
1	نمرود اور اس کی قوم کا عذاب سے ہلاک ہونا	612/7
39	**سورۃ النمل**	
1	سورۃ کا نام مع وجہ تسمیہ	547/8
2	سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کی باہمی مناسبت	547/8
3	سورۃ النمل کے مضامین ومقاصد	547/8
4	سورۃ النمل کو قرآن اور کتاب مبین فرمانے کی وجہ	551/8
5	سورۃ النمل کا خاتمہ	762/8
40	**حضرت نوح علیہ السلام**	
1	حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت وخاص ذکر	125/2
2	حضرت نوح علیہ السلام کا نام ونسب اور تاریخ ولادت	190/4
3	حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کا اول الرسل ہونا	191/4
4	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	192/4
5	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب	193/4
6	طوفان نوح اور کشتی کی بعض تفاصیل	194/4
7	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	194/4
8	قصہ نوح علیہ السلام نازل کرنے کے فوائد	195/4
9	حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر قوم نوح کا تعجب	196/4
10	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	451/5 523/5
11	حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو مقدم کرنے کی وجہ	452/5
12	حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کی ناگواری کی وجوہ	452/5
13	حضرت نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین میں کفار کا کوئی خوف تھا نہ ان سے کسی نفع کی توقع تھی	452/5
14	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا انجام	453/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
15	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات	523/5
16	تبلیغ دین پر اجر طلب نہ کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی نبوت پر استدلال	530/5
17	مومنوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہ	530/5
18	حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات پر کفار کے اعتراضات	533/5
19	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ذات سے اللہ کے خزانے اور علم غیب کی نفی کرنا اور اس کی توجیہ	532/5
20	کشتی بنانے کی کیفیت، اس کی مقدار اور اس کو بنانے کی مدت	544/5
21	کشتی بنانے کا مذاق اڑانے کی وجوہ	545/5
22	حضرت نوح علیہ السلام کا جواباً مذاق اڑانے کا محمل	545/5
23	تنور کا معنی اور اس کے مصداق کی تفصیل	546/5
24	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل	546/5
25	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو کافر ہونے کے باوجود کشتی کی طرف بلانے کی وجہ	548/5
26	جودی پہاڑ پر کشتی کا ٹھہرنا	551/5
27	ان بچوں اور جانوروں کا کیا قصور تھا جنہیں طوفان میں غرق کیا گیا؟	552/5
28	حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی تفصیل	553/5
29	منکرین عصمت کا حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض اور اس کا جواب	554/5
30	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال کے متعلق امام رازی کی تقریر	555/5
31	حضرت نوح علیہ السلام کے سوال پر سید مودودی کا تبصرہ	556/5
32	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے متعلق جمہور مفسرین کی توجیہ	557/5
33	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	618/7 865/7
34	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام پہنچانا	865/7
35	حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے اہم نکات	866/7
36	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کرنا	866/7
37	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ان کی تکذیب کرنا	241/8
38	حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر دلیل	370/8
39	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے خلاف دعا کی توجیہ	376/8
40	قصہ نوح کے بعض اسرار	377/8
41	حضرت نوح علیہ السلام کی حیات کا اجمالی خاکہ	53/9
42	طوفان نوح کس کس جگہ آیا تھا؟	55-60/9
43	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	896/9
44	حضرت نوح علیہ السلام کے بعض فضائل اور آپ کی اولاد	897/9
45	حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارا بندہ کہنے کی وجہ	583/11
46	حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے آپ کو مغلوب فرمانے کی توجیہ	583/11
47	طوفان اور کشتی کی بناوٹ کی کیفیت	584/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
48	حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے متعلق ایک سوال اور آپ کی بیوی کی خیانت پر ملحدین کے ایک اعتراض کا جواب	131/12
49	حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اہم عنوانات	245/12
50	کیا حضرت نوح علیہ السلام تمام لوگوں کے رسول تھے؟	246/12
51	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	247/12
52	اللہ کی عبادت اور اس سے ڈرنے کے حکم کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اطاعت کے حکم کی توجیہ	247/12
53	کفار نوح کی حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں	260/12
54	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی توجیہات	263/12 266/12
41	**سورۂ نوح**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	241/12
2	سورۂ نوح کے مشمولات	241/12
3	سورۂ نوح کا اختتام	266/12
42	**نور**	
1	رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا	132/3
2	رسول اللہ ﷺ کا نور حسی	134/3
3	رسول اللہ ﷺ کا نور ہدایت	137/3
4	نور کا لغوی و اصطلاحی معنی	140/8
5	اللہ پر نور کا اطلاق	140-141/8
6	رب کے نور سے کیا مراد ہے؟	298/10
43	**سورۃ النور**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ	31/8
2	سورۃ النور کی فضیلت میں احادیث و آثار	31/8
3	سورۃ النور اور سورۃ المؤمنون کی باہمی مناسبت	32/8
4	سورۃ النور کا زمانہ نزول	33/8
5	سورۃ النور کے مسائل و مقاصد	37/8
6	سورۃ کا معنی	41/8
7	سورۃ النور کا اختتام	199/8
44	**نوحہ کرنا**	
1	گھر والوں کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب	660/6
45	**نیت**	
1	نیت کا بیان	396/2
46	**نیند**	
1	نیند کا وفات صغریٰ ہونا	502/3
2	نیند کا کانوں کے ساتھ تعلق	58/7
3	رات کو کم سونا	362/11
4	صبح تک سونے والے کی مذمت	364/11
5	نیند کو سبات فرمانے کی توجیہ	508/12
47	**نیک اعمال**	
1	بر کا معنی	246/2
2	صحابہ کا نیکی کے لیے محبوب چیزوں کو صدقہ کرنا	247/2
3	نیکی کی تعریف چاہنا	513/2
4	ماں باپ کے ساتھ نیکی	670/2
5	غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی	672/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
6	پڑوسیوں کے ساتھ نیکی	671/2
7	اخروی نعمتوں کے لیے نیک اعمال	698/2
8	نیک اعمال کو آخر عمر تک ملتوی کرنا	168/11
9	بغیر ایمان کے نیک اعمال کا غیر مفید ہونا	170/11
10	مسلمانوں کے اعمال ضائع ہونے کی توجیہات	175/11
48	**نیک لوگ**	
1	نیک لوگوں کی وجہ سے گناہ گاروں کے عذاب کا خاتمہ	890/1
2	نیکوکاروں کا بدکاروں کی مثل نہ ہونا	444/2
3	بھلائی اللہ کی طرف سے	730/2
4	نیک لوگ، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مقرب ہیں	502/4
5	نیکوکاروں کے لیے دنیا کا ظرف ہونا	574/5
6	نیکوکاروں کے دنیاوی اجر کی متعدد صورتیں	407/6
7	نیکوکاروں کا آخرت میں اجر و ثواب	409/6
8	قبض روح کے وقت نیکوکاروں کی کیفیت	409/6
9	نیکوکاروں کے لیے بشارت	676/6
10	اللہ کے نزدیک عزت والا کون؟	373/8
11	جنت میں ابرار کو ملنے والی نعمتیں	447/12
12	ابرار کو دو قسم کی جنتیں ملنا	448/12
13	ابرار کا جنت میں کلمات تحسین سے استقبال	451/12
14	صالحین کے جوار میں دفن ہونا	524/2
15	صالح کی تعریف	719/2
16	صالحین کی مجلس کے ثمرات	68/7
17	صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانا	79-83/7
18	صالحین پر مصائب کا آنا	110/7
49	**نیکی**	
1	تمام مخلوق میں نیکی کی صلاحیت پیدا نہ کرنے کی وجہ	150/5
2	اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چھوٹی بڑی نیکی مقبول ہے	291/5
3	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر	496/5
4	نیکیوں کے لازماً قبول ہونے کی توقع نہ رکھی جائے	520/5
5	پیروکاروں کی نیکیوں کا ثواب پیروکاروں کو بھی	659/6
6	نیکیاں، موت یا قیامت آنے سے قبل	513/7
7	نیکی کے اجر کا نیک کام سے افضل ہونا	759/8
8	دشمنوں اور مخالفوں سے بدلہ لینے کی بجائے نیکی کرنے کا افضل ہونا	744/9
9	نیکی کے متعلق مفسرین کے اقوال	503/10
10	مرض اور سفر کی وجہ سے بندہ جو نیکیاں نہ کر سکے وہ بھی لکھی جاتی ہیں	322/11
11	صحیفۂ اعمال میں لکھی ہوئی نیکیوں کی برکات	323/11
50	**نیکی کا حکم دینا**	
1	دیکھیے "79: امر بالمعروف ونہی عن المنکر" صفحہ 69	

و

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**والدین (ماں + باپ)**	
1	والدین کی اطاعت پر ثواب	439/1
2	والدین کی نافرمانی پر عذاب	442/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	اولاد کے مال سے کھانا	957/1
4	ماں کی اولاد پر ولایت	140/2
5	ماں، باپ کے حقوق	670/2
6	اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل والدین کی اطاعت کا حکم	686/6
7	والدین کے اولاد پر احسان کی توجیہ	687/6
8	ماں باپ کے حقوق	688/6
9	ماں باپ سے نیک سلوک	690/6
10	ماں باپ کو جھڑکنا اور اُف کہنا	691/6
11	رحم دلی سے بازو جھکانا	691/6
12	مشرک ماں باپ کے لیے دعا کرنا	692/6
13	ماں باپ کی اطاعت و نافرمانی کے ثمرات	693/6
14	ماں کے ساتھ زیادہ نیکی کرنے کی وجوہ	252/9
15	والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی وجوہ	254/9
16	کافر ماں باپ کی خدمت کرنے کا استحسان	264/9
17	اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت	283/9
18	ماں باپ کے حقوق	78/11
2	**والدین کریمین (رضی اللہ عنہما)**	
1	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال	222/5
2	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر اعتراض کا جواب	272/5
3	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانا	861/5
4	والدین کریمین کے ایمان کے ثبوت میں احادیث	477/8
5	والدین کریمین کے ایمان پر امام فخر الدین رازی کے دلائل	480/8
6	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ قرطبی کے دلائل	481/8
7	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ سہیلی کے دلائل	483/8
8	والدین کریمین کے ایمان پر علامہ ابی مالکی کے دلائل	483/8
9	والدین کریمین کے ایمان پر حافظ سیوطی کے دلائل	483/8
10	آپ علیہ السلام کے والدین کو دوبارہ زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا وغیرہ	485-510 8
3	**وادی حجر**	
1	الحجر کا معنی اور مصداق	310/6
2	وادی حجر کے متعلق احادیث	310/6
3	وادی حجر کے متعلق احادیث کے احکام	311/6
4	وادی حجر اور دیگر ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کی آراء	311/6
4	**وادی طویٰ**	
1	وادیٔ طویٰ کا مصداق	354/7
5	**واعظ**	
1	بے عمل واعظ کے متعلق احادیث	423/7
2	بے عمل واعظوں پر وعید	865/11
6	**وارث**	
1	نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات	814/11

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا تھا؟	813/11
7	سورۃ الواقعہ	
1	سورۃ کا نام، وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول	646/11
2	سورۃ الواقعہ کے متعلق احادیث	646/11
3	سورۃ الواقعہ کے مشمولات	647/11
4	سورۃ الواقعہ اور سورۃ الرحمان کی باہمی مناسبت	650/11
8	وجاہت	
1	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق قرآن کی آیات	449/7
2	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق احادیث	450/7
3	رسول اللہ ﷺ کی وجاہت کے متعلق علماء کی تصریحات	452/7
9	وجد	
1	قرآن سن کر اظہار وجد کرنا	217/10
2	مترنم آواز اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر اظہار وجد کرنا	220/10
10	وجودِ باری تعالیٰ	
1	زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	601/3
2	آسمان کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	602/3
3	انسان کے نفس سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	603/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	608/3
5	وجود باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ پر دلیل	670/3
6	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل	154/4
7	سورج و چاند کے احوال اور دنیا کے معاملات سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	36/6
8	زمینوں، درختوں اور پھلوں سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	39/6
9	زمین کے مختلف طبقات سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	41/6
10	مختلف ذائقوں سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	42/6
11	پرندوں کی پرواز سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال	525/6
12	اللہ تعالیٰ کے وجود پر حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کے مابین مباحثہ	300/8
13	دن اور رات کے توارد میں وجود باری تعالیٰ پر دلائل	762/9
14	وجود باری تعالیٰ پر ایک دلیل	610/10 817/10
15	آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے وجود باری پر استدلال	788/10
16	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل	568/11
11	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ	
1	حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	280/10
12	وحی	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	وحی کا لغوی واصطلاحی معنی	43/1
2	ضرورت وثبوت وحی	45/1
3	وحی کی اقسام	46/1
4	انکار وحی کی وجہ سے سابقہ امتوں پر عذاب آنا	636/9
5	حضور ﷺ پر نزول وحی کے متعلق کفار کے شکوک کا ازالہ	43/10
6	حضور ﷺ کو وحی رسالت کیلئے منتخب کرنے کی وجہ	41/10
7	وحی کا لغوی واصطلاحی معنی	539/10 636/10
8	وحی کے متعلق احادیث	540/10
9	ضرورت وحی اور ثبوت وحی	637/10
10	وحی کی اقسام	639/10
11	وحی کا لغوی وشرعی معنی	877/12
12	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام	877/12
13	وحی خفی کا ثبوت	114/12
13	**وراثت**	
1	کلالہ کا معنی	892/2
2	کلالہ کے متعلق حدیثِ جابر	893/2
3	کلالہ کی وراثت کے چار احوال	894/2
4	زمانۂ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا	585/2
5	تقسیم وراثت میں معیار	586/2
6	ورثاء کے ترکہ کی تقسیم	587/2
7	رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کو دینا احسان نہیں	588/2

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8	وراثت کے تفصیلی احکام	592/2
9	اولاد کے احوال	593/2
10	مرد کو عورت سے دگنا دینے کی وجہ	594/2
11	والدین کے احوال	594/2
12	قرض کو وصیت پر مقدم کرنا	595/2
13	حارث اعور کے ضعف کا بیان	596/2
14	زوجین کے احوال	597/2
15	کلالہ کا معنی	598/2
16	احکام وراثت کی اطاعت	600/2
17	احکام وراثت کی نافرمانی	601/2
18	ذوی الارحام کی تعریف اور ان کی وراثت کا ثبوت	618/4
19	مہاجرین وانصار کے مابین وراثت کا منسوخ ہونا	709/4
20	دو مختلف ملتوں کے ماننے والوں کے مابین دوستی و وراثت	712/4
21	وراثت کا لغوی واصطلاحی معنی	620/8
22	مہاجروں اور بنائے ہوئے بھائیوں کی باہمی وراثت کا منسوخ ہونا	382/9
23	مسلمانوں اور کافروں کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا	382/9
14	**وزیر/وزارت**	
1	وزیر کا معنی اور اس کے متعلق احادیث	367/7
2	حضرت موسیٰ کی وزارت کیلئے بھائی کی تخصیص	367/7
15	**وسیلہ**	

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	دیکھئے "43: توسل" صفحہ 95	
16	وسوسہ	
1	وسوسہ کا معنی	1054/12
17	وصیت	
1	وصیت کا معنی	663/1
2	وصیت کی اقسام	663/1
3	وصیت کی شرائط ورکن	664/1
4	وصیت کا لزوم	664/1
5	ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا	665/1
6	وصیت کے احکام	665/1
7	سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا	346/3
18	وضو	
1	آیت وضو	93/3
2	آیت وضو کا شان نزول	94/3
3	آیت وضو کے نزول سے قبل فرضیت وضو	95/3
4	شرائع سابقہ اور مکی دور میں وضو	96/3
5	وضو کا اجر وثواب	98/3
6	ایک وضو سے کئی نمازیں	99/3
7	وضو کے فرائض	100/3 104/3
8	سر کے مسح کی مقدار	100/3
9	پیروں کا دھونا	102/3
10	وضو کی سنتیں	105/3
11	وضو کے مستحاب	108/3
12	وضو کے آداب	109/3

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	وضو توڑنے والے امور	109/3
14	وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب	909/12
19	وعد/ وعید	
1	خلف وعد کا محال ہونا	68/2
2	وعد کا معنی	117/2
3	اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کا معنی اور اس کی خلاف ورزی کی تحقیق	133/9
20	وعدہ	
1	دیکھئے "59: عہد" صفحہ 186	
21	وکیل	
1	اللہ کے سوا کسی کو وکیل بنانا	643/6
2	وکیل بنانے کے متعلق قرآن کی آیات	71/7
3	وکیل بنانے کے متعلق احادیث	71/7
4	وکالت کا لغوی وشرعی معنی	74/7
5	وکالت کے ارکان	74/7
6	موکل کے اعتبار سے شرائط	75/7
7	وکیل کے اعتبار سے شرائط	75/7
22	ولایت	
1	ولایت کا معنی	709/4
23	ولی	
1	اولیاء کی جسمانی حیات	596/1
2	ولی کا معنی	416/5
3	ولی کے مصداق اور ان کے فضائل کے متعلق احادیث وآثار	417/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	اللہ کا اپنے محبوب بندے کے کان اور آنکھیں ہونا	418/5
5	اللہ تعالیٰ کے تردد کرنے کی توجیہ	419/5
6	ولی کے فضائل کے متعلق مزید احادیث	420/5
7	ولی کی صفات	425/5
8	ولی کے لیے دنیا میں غم اور خوف کا ثبوت	441/5
9	ولی کے لیے آخرت کا غم اور خوف کی توجیہ	443-444 / 5
10	ولی کے لیے دنیا و آخرت میں بشارت	445/5
11	اولیاء اللہ سے محبت کا آخرت میں کام آنا	190/6
12	اولیائے کرام کی ولایت	318/7
13	ولی اور اس کی کرامت کی تعریفات	693/8
14	ولی کے مزار کی زیارت کے لیے دور سے آنا	740/9
15	من عادلی ولیا کی تشریح	749/9
16	اولیاء کا ڈھلتی ہوئی عمر میں ارذل عمر کے اثرات سے محفوظ رہنا	825/9
17	اولیاء کرام کی وجاہت	139/10
18	اولیاء کرام کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا	236/10
24	**ولید بن عتبہ**	
1	ولید بن عتبہ کا جھوٹی خبر دینا	280/11
25	**ولید بن مغیرہ**	
1	ولید بن مغیرہ کی مذمت میں آیات	374/12
2	ولید بن مغیرہ کے قرآن میں دس عیوب	185/12
3	ولید بن مغیرہ کی ناک کو سونڈ فرمانے کی توجیہ	186/12

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
26	**ووٹ**	
1	نااہل کو ووٹ دینا	120/3
2	طلب منصب کی تحقیق	122/3
3	موجودہ طریقہ انتخاب	123/3
4	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت	123/3
27	**وہم**	
1	وہم کی تعریف	151/8

ہ / ھ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**حضرت ہارون علیہ السلام**	
1	حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانا	293/4
2	حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا جانا	322/4
3	حضرت ہارون علیہ السلام کا طریقہ تبلیغ	425/7
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ناراض ہونا	425/7
5	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سر اور داڑھی کے بال پکڑنا	426/7
6	حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے رسالت کا سوال	294/8
7	حضرت ہارون علیہ السلام کا قصہ	946/9
2	**ہاروت وماروت**	
1	ہاروت ماروت کی معصیت	469/1
2	ہاروت ماروت پر سحر	468/1
3	**ہجرت/مہاجرین**	
1	ہجرت کی تعریف واقسام	748/2

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا	749/2
3	اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے	749/2
4	ہجرت کے متعلق اقوال فقہاء	750/2
5	فرضیت ہجرت کی آیات	770/2
6	ہجرت کا شرعی حکم	772/2
7	مدینہ منورہ کی طرف ہجرت	772/2
8	دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام	773/2
9	حصول نفع کے لیے ہجرت کی اقسام	774/2
10	مہاجرین اولین کی فضیلت	707/4
11	ہجرت کی تعریف اور اس کے متعلق مختلف النوع احادیث	712/4
12	ہجرت کے معانی	714/4
13	ہجرت کے متعلق مختلف النوع احادیث میں تطبیق	715/4
14	فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات	715/4
15	ہجرت کی اقسام	717/4
16	ہجرت الی اللہ کی توضیح	717/4
17	مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت کرنے والوں کی تفصیل	239/5
18	مہاجرین کے فضائل	241/5
19	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت فرمانا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا	447/5
20	مہاجرین کی تعریف و تحسین	418/6
21	حضرت صہیب رضی اللہ کی ہجرت	419/6

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
22	ہجرت کی وجہ سے اسلام کی تقویت	419/6
23	ہجرت کا لغوی واصطلاحی معنی اور اس کی اقسام	420/6
24	ہجرت منقطع ہونے کے متعلق احادیث	423/6
25	ہجرت باقی رہنے کے متعلق احادیث	425/6
26	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق	425/6
27	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے دستور کے موافق ہے	768/6
28	کفار کے ملک سے ہجرت کرنا	106/9
29	مہاجر خواتین سے امتحان لینے کی کیفیت وغیرہ	854/11
4	ہدیٰ	
1	ہدی کا معنی اور اس پر سواری کرنا	750/7
2	حرم سے باہر ہدی کو ذبح کرنا	751/7
5	ہدہد	
1	ہدہد کی سزا کے متعلق اقوال	653/8
2	ہدہد کی گمشدگی کا سوال	651/8
3	ہدہد کا ملک سبا کی سیر کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آنا	658/8
4	ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اپنا علم ظاہر کرنا	660-568/8
5	ہدہد کا بلقیس کو خط پہنچانا	679/8
6	ہدایت/ ہادی	
1	ہدایت کا معنی اور اس کی اقسام	209/1
2	اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت میں فرق	210/1
3	ہدایت کا معنی	211/1
4	ابتداء فطرت میں ہر انسان کا ہدایت یافتہ ہونا	100/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5	ہدایت کا اللہ کی طرف سے ہونے کا معنی	418/4
6	لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے	363/6
7	دنیا و آخرت میں انسان کی ہدایت کے انتظامات	379/6
8	مشرکین کو ہدایت نہ دینے کی وجوہ	578/6
9	قرآن کا متعدد اسالیب سے ہدایت دینا	794/6
10	توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ کرنے کے بعد ہدایت	414/7
11	ہدایت دینے کے محامل	720/7
12	حضور ﷺ کے ہدایت دینے اور نہ دینے کے محامل	844/8
13	ہدایت پر قائم رہنے کا معنی	218/9
14	تمام انسانوں اور جنوں کو ہدایت یافتہ نہ بنانے کی توجیہ	329/9
15	ہدایت کے پانی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنا	346/9
16	حضور علیہ السلام کا تمام مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث ہونا	717/9
17	ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے	631/10
18	ہادی اور ہدایت کے مصداق	147/11
19	کیا اللہ پر ہدایت دینا واجب ہے؟	788/12
20	رسولوں کی ہدایت کا عقل پر مقدم ہونا	149/12
21	اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے متعدد معانی	687/12
22	کیا سبیل سے ہدایت کا راستہ مراد ہے؟	431/12
7	**ہڈی**	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ہڈی کا نجس ہونا	530/6
2	ہڈی کا پاک ہونا	534/6
8	**ہلاکت**	
1	قوم عاد و ثمود اور دیگر امتوں کی ہلاکت	205-207/12
9	**سورۃ الہمزہ**	
1	سورۃ کا نام اور وجہ تسمیہ وغیرہ	974/12
2	سورۃ الہمزہ کا شان نزول	975/12
3	سورۃ الہمزہ کی تفسیر کی تکمیل	978/12
10	**ہم جنس پرستی**	
1	ہم جنس پرستی کرنا کیسا؟	855/7
11	**ہنسنا/تبسم/قہقہہ**	
1	کم ہنسنے کی تلقین	215/5
2	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہ (جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تھے)	591/5
3	تبسم، ضحک اور قہقہہ کے معانی	644/8
12	**سورۂ ہود**	
1	سورۂ ہود کی آیات، زمانہ نزول اور نزول کا مقام	490/5
2	سورۂ ہود کی سورۂ یونس کے ساتھ مناسبت	490/5
3	سورۂ ہود کے متعلق احادیث	490/5
4	سورۂ ہود کے مضامین	491/5
5	سورۂ ہود کا اختتام	656/5
13	**حضرت ہود علیہ السلام**	
1	حضرت ہود علیہ السلام کا شجرۂ نسب	199/4

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کی طرف بعثت	200/4
3	قوم عاد کے وطن کی تاریخی حیثیت	202/4
4	حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے مابین فرق	204/4
5	حضرت نوح و ہود علیہما السلام کے مقابلہ میں حضرت محمد عربی ﷺ کی زیادہ عزت	205/4
6	قوم عاد کی قوت اور ان پر عذاب نازل ہونا	200/4
7	حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی کہنے کی توجیہ	563/5
8	امتی کیلئے نبی کو اپنا بھائی کہنے کے جواز پر بعض علماء کے دلائل	564/5
9	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی کہنے کے عدم جواز پر دلائل	564/5
10	بڑے بھائی جتنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کی تلقین کرنا غلط ہے	566/5
11	حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ	569/5
12	قوم عاد پر نزول عذاب کا پس منظر و پیش منظر	570/5
13	حضرت ھود علیہ السلام کا قصہ	867/7
14	حضرت ھود علیہ السلام کے بعد آنے والے دیگر انبیاء کا قصہ	871/7
15	قوم عاد کا مختصر تعارف	380/8
16	قوم عاد کا عبث لہو و لعب	381/8
17	قوم ہود کا تکبر اور اس کا ہلاک ہونا	400/8
18	قوم عاد کی طرف متعدد رسول آنے کے محامل	447/10
19	قوم عاد کا تکبر	448/10
20	ریح صرصر کا معنی	449/10
21	قوم عاد پر آندھی کا عذاب بھیجنے کی وجہ	449-452/10
22	قوم عاد کی جہالت کی وجوہ	102/11
23	قوم عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت	103/11
24	قوم عاد پر عذاب کی تفصیل	103/11
25	آندھیوں کے متعلق احادیث	104/11
26	قوم عاد پر آندھی کا عذاب	586/11
27	عاد کا معنیٰ اور مصداق	318/11
28	ایکہ والوں کا مصداق	318/11
29	تبع کا معنی اور مصداق	319/11
30	قوم عاد کا عذاب	730/12
31	قوم عاد کا تعارف	731/12
32	قوم عاد کی عذاب سے ہلاکت	205/12

ی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**یاجوج و ماجوج**	
1	یاجوج و ماجوج کے متعلق احادیث	207/7
2	یاجوج و ماجوج کے متعلق علماء کی آراء	208/7
3	یاجوج و ماجوج کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا نظریہ	212/7
4	یاجوج و ماجوج کا تذکرہ	666/7
2	**یاد**	
1	اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں کو توڑنے کا وجوب	779/6
3	**یتیم**	
1	یتیم کے ساتھ حسن سلوک	443/1

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
2	یتیم کا معنی	650/1
3	زیر کفالت یتیم کے ساتھ طرز معاشرت	780/1
4	یتیم کا مال ادا کرنا	547/2
5	یتیم کا مال کھانا اور اس سے بدسلوکی کرنا	547/2 583/2
6	یتیم کے مال کو ولی کا مال کہنے کی وجہ	580/2
7	یتیم کو اپنی اولاد کی طرح سمجھنا	588/2
8	یتیم لڑکیوں کے حقوق	817/2
9	یتیم کا معنی اور اس کے شرعی احکام	187/7
10	یتیم کے ساتھ نیکی کرنا	188/7
11	یتیم لڑکے اور ان کے شہر کا نام	189,190/7
12	یتیم کا معنی	758/12
13	یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت	758/12
14	رسول اللہ ﷺ کے یتیم ہونے کی کیفیت	821/12
15	رسول اللہ ﷺ کو یتیم بنانے کی حکمتیں	829/12
16	یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی احادیث	830/12
17	یتیم کی پرورش پر بشارت	993/12
18	یتیم کی تکریم کی وجوہ	736/12
19	یتیم کی دلداری نہ کرنے کی مذمت	736/12
4	**حضرت یحییٰ علیہ السلام**	
1	سوانح عمری	147/2
2	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا	150/2
3	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کو مستبعد سمجھا جانا	151/2
4	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام یحییٰ رکھنے کی وجہ	254/7
5	حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت	259/7
6	حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین بار سلام	260/7
7	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ	658/7
5	**یزید**	
1	یزید پر لعنت کرنے کی بحث	162-167/11
2	یزید کی تکفیر	168/11
6	**سورۂ یٰس**	
1	سورۃ کا نام	707/9
2	سورۂ یٰس کے فضائل میں احادیث	707/9
3	سورۂ یٰس کے مشمولات	709/9
4	سورۂ یٰس کے بعض اسماء	708/9
5	سورۂ یٰس کا اختتام	713/9 720/9
7	**حضرت یعقوب علیہ السلام**	
1	اونٹ کے گوشت کو حرام کرنا	253/2
2	حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ	660/5
3	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ	688/5
4	حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سربلندی اور ان کے بھائیوں کے حسد کا پیشگی علم ہونا	678/5
5	حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیے کے کھانے کا خطرہ ہونے کی وجہ	705/5
6	حضرت یعقوب علیہ السلام کے بنیامین کو بھیجنے کی وجوہ	812/5

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7	حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہائے افسوس! کہنے کی توجیہ	844/5
8	جن قرائن کی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کا یقین تھا	845/5
9	حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس لوٹ آنا	857/5
10	بیٹوں کے لیے استغفار کو مؤخر کرنے کی وجوہ	858/5
11	حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر روانہ ہونا	860/5
8	**یقین**	
1	یقین کا معنی	278/1
2	یقین کا لغوی و اصطلاحی معنی	327/6 328/6
3	عین الیقین اور حق الیقین کی تعریف	151/8
4	ایمان والوں کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین رکھنے والوں کا ذکر	552/8
5	علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تعریفات	963/12
6	یقینی چیز کی وضاحت	396/12
9	**حضرت یوشع بن نون علیہ السلام**	
1	حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرانا	149/3
2	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا تعارف	144/7
3	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو فتح فرمانا	148/7
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت یوشع علیہ السلام کا کردار	192/7
10	**سورۂ یوسف**	
1	سورۂ یوسف کا نام، مقام نزول اور زمانۂ نزول	659/5
2	سورۂ یوسف کے مقاصد اور اہداف	661/5
3	سورۂ یوسف کا اختتام	883/5
11	**حضرت یوسف علیہ السلام**	
1	حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ	660/5
2	حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث	662/5
3	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں ستاروں، چاند اور سورج دیکھنا	666/5
4	خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر	667/5
5	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کے دلائل	679/5
6	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء نہ ہونے کے دلائل	681/5
7	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا موقف	684/5
8	حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح	684/5
9	تاویل الاحادیث کے محامل	685/5
10	تکمیل نعمت کا بیان	685/5
11	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ان سے نفرت کا سبب	687/5
12	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں	687/5
13	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا انہیں قتل یا شہر بدر کرنے کا منصوبہ	692/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
14	حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کا راستہ میں زدوکوب کرنا	707/5
15	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی سے مراد وحی نبوت ہے یا الہام؟	708/5
16	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو خبر نہ ہونے کے محامل	708/5
17	والد سے اپنے حالات کو مخفی رکھنے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکمت	708/5
18	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر دینا	709/5
19	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خبر کے من گھڑت ہونے کی وجوہ	719/5
20	قافلہ والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا	722/5
21	حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق متعدد روایات	725/5
22	کنعان سے مصر تک حضرت یوسف علیہ السلام کے پہنچنے کی تفصیل	726/5
23	عزیز مصر کی فراست	727/5
24	حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و پارسائی کا کمال	730/5
25	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانا	731/5
26	مخلوق کی بہ نسبت خالق سے حیاء کرنا لائق ستائش ہے	732/5
27	حضرت یوسف علیہ السلام کے جوابات کی وضاحت	732/5
28	وھم بھا کے ترجمہ کے دو محمل	733/5
29	حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا یا نہیں؟	734/5
30	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف گناہ کی تہمت کا رد اور ابطال	737/5
31	حضرت یوسف علیہ السلام کے پاکدامن ہونے پر متعدد شہادتیں	738/5
32	لولا ان را برھان ربہ کی تفسیر	735/5 739-740/5
33	عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	741/5
34	حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت	742/5
35	عزیز مصر کی بیوی کو معافی مانگنے کی تلقین	743/5
36	عورتوں کے مکر کا عظیم ہونا	744/5
37	مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی اور ان کا منشاء	746/5
38	مصر کی عورتوں کی دعوت کا اہتمام	747/5
39	حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن کے متعلق احادیث و آثار	748/5
40	مصری خواتین کا پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لینا	749/5
41	حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے کی توجیہ	749/5
42	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت آزمائش	750/5
43	حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کا سبب	751/5
44	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی علامات	752/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
45	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت	752/5 776/5
46	حضرت یوسف علیہ السلام کی قید خانہ میں ساقی اور نانبائی سے ملاقات	754/5
47	ساقی اور نانبائی کے بیان کردہ خواب سچے تھے یا جھوٹے	755/5
48	قید خانہ میں کھانا آنے سے قبل حضرت یوسف علیہ السلام کا کھانے کی خبر دینا	755/5
49	خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے کھانے کے متعلق پیش گوئی کی توجیہ	756/5
50	حضرت یوسف علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے اشارات	758/5
51	کافروں کے دین کو ترک کرنے کی توجیہ	758/5
52	مبداء اور معاد کے اقرار کی اہمیت	759/5
53	اللہ کی نعمتوں کے اظہار کا جواز	760/5
54	حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام میں توحید باری کی تقاریر	761/5
55	ساقی اور نانبائی کے خواب کی تعبیر	765/5
56	خواب کی تعبیر کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ظن کی توجیہ	765/5
57	حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانے کے متعلق روایات	766-7667 5
58	مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا	778/5
59	اضغاث احلام کا لغوی و اصطلاحی معنی	778/5
60	مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے کی توجیہ	779/5
61	حضرت یوسف علیہ السلام کے مکارم اخلاق	780/5
62	حضرت یوسف علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا	782/5
63	ہمارے نبی ﷺ کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین کرنا	784/5
64	رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات	784/5
65	''جیل بھرو تحریک'' کا عدم جواز	785/5
66	حضرت یوسف علیہ السلام کا تہمت لگانے والیوں کی تعیین نہ کرنا	785/5
67	مصر کی عورتوں کی سازش کی وجوہ	785/5
68	عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف اور حصحص کا معنی	786/5
69	حضرت یوسف علیہ السلام نے پس پشت کسی کی خیانت نہیں کی	787/5
70	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی پر دلائل	787/5
71	حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول کہ ''میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا''	789/5
72	بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلانا	791/5
73	حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کے متاثر ہونے کی وجوہات	792/5
74	حضرت یوسف علیہ السلام کا رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانا	792/5
75	حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے سامنے خواب اور اس کی تعبیر بیان کرنا	793/5
76	بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو صاحب اقتدار اور امانت دار قرار دینا	794/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
77	طلب منصب کا عدم جواز اور حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب کی توجیہ	794/5
78	موجودہ طریق انتخاب پر حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب سے استدلال اور اس کے جوابات	795/5
79	حضرت یوسف علیہ السلام کے حفیظ اور علیم ہونے کے محامل	798/5
80	حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی تعریف کرنے کا جائز ہونا	799/5
81	ایام قحط میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن انتظام	800/5
82	عزیز مصر کی بیوی سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح	801/5
83	حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت ونزاہت پر دلائل	803/5
84	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننا اور اس کی وجوہ	807/5
85	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا غلہ لینے مصر پہنچنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انہیں پہچان لینا	806/5
86	حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بلوا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید غم میں کیوں مبتلا کیا؟	808/5 819/5
87	بھائیوں کی بوریوں میں رقم کی تھیلی رکھنے کی وجوہ	809/5
88	حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو یہ بتانا کہ میں تمہارا بھائی ہوں	819/5
89	بے قصور قافلہ والوں کو چور کہنا	820/5
90	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا چور نہ ہونا	823/5
91	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا	823/5
92	بھائیوں سے چوری کی سزا معلوم کرنے کی وجہ	823/5
93	بھائی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس پر چوری کا الزام لگانا	824-825 5
94	حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی چوری	833/5
95	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام سے فدیہ لینے کی درخواست کرنا	835/5
96	بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار کرنا	838/5
97	بھائیوں کا واپس حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانے کا فیصلہ	839/5
98	غیب کے نگہبان نہ ہونے کے محامل	841/5
99	بستی سے پوچھنے کے معانی	841/5
100	بنیامین کے متعلق بات گھڑنے کی توجیہ	842/5
101	بھائیوں کا بنیامین کو ساتھ بھیجنے میں باپ کو تیار کرنا	813/5
102	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈھونڈنے کی بجائے غلہ کا سوال کیوں کیا؟	847/5
103	بھائیوں سے ان کے مظالم پوچھنے کی وجوہ	848/5
104	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لینا	850/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
105	حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے سامنے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا	850/5
106	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اعتراف خطاء کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انہیں معاف کر دینا	850/5
107	حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا روشن ہونا	851/5
108	بہت فاصلے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوشبو پہنچنے کی توجیہ	856/5
109	حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کا استقبال کرنا	860/5
110	حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں کی وفات کے باوجود ان کے والدین کو تخت پر بٹھانے کی توجیہ	860/5
111	حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں متعدد اقوال	863/5
112	حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سجدہ کی توجیہات	863/5
113	حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین	869/5
114	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑھیا کی مدد سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت نکالنا	869/5
12	**یوم**	
1	یوم کا عرفی و شرعی معنی	173/1
2	یوم قیامت کی مقدار	173/1
3	یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی	278/1

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
4	یوم فاروق اعظم نہ منانے پر سپاہ صحابہ کا احتجاج	71/3
5	عشرہ حکیم الامت منانے کا اعلان	71/3
6	ایام اللہ کا معنی	141/6
7	یوم عظیمہ کا معنی	786/7
8	بعض ایام کا منحوس ہونا	452-456/10
13	**یوم حساب**	
1	یوم حساب اگر قریب ہے تو آ چکا ہوتا	517/7
14	**یوم حشر**	
1	حشر اجساد پر دلیل	331/1
2	قیامت کے دن گمراہ کرنے والے متبوعین کا اپنے تابعین سے بری ہونا	627/1
3	قیامت کے دن مومن و کفار کی علامات	309/2
15	**یوم عرفہ**	
1	الوتر سے مراد یوم عرفہ اور اس کی فضیلت	725/12
16	**یوم میلاد**	
1	یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا	67/3
2	یوم میلاد پر خوشی منانے اور یوم وفات پر غم نہ منانے کا جواب	260/7
17	**یوم نحر**	
1	والفجر سے مراد یوم نحر کی صبح اور اس کی فضیلت	720/12
2	الشفع سے مراد یوم نحر ہے	725/12
18	**سورۂ یونس**	
1	سورۃ کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ	317/5
2	سورۂ یونس کا زمانہ نزول	318/5

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3	سورۃ التوبہ اور سورۂ یونس کی آپس میں مناسبت	318/5
4	سورۂ یونس کے مسائل ومقاصد	319/5
5	سورۂ یونس کے اختتامی کلمات ودعا	486/5
19	**حضرت یونس علیہ السلام**	
1	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	469/5
2	حضرت یونس علیہ السلام کا نام ونسب	469/5
3	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیات	469/5
4	حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث	470/5
5	حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح	470/5
6	آثار عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا توبہ کرنا	474/5
7	حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کرنے اور فرعون کی توبہ قبول نہ کرنے کی وجہ	474/5
8	حضرت یونس علیہ السلام پر گرفت کی توجیہ اور نگاہِ رسالت میں ان کا بلند مقام	475/5
9	حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش پر سید مودودی کی تنقید	476/5
10	مودودی کی تنقید پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا تبصرہ	477/5
11	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	956/9
12	حضرت یونس علیہ السلام کا اہل نینوی کی طرف مبعوث کیا جانا	957/9
13	حضرت یونس علیہ السلام کا غضب ناک ہو کر چلا جانا	958/9
14	حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	959/9
15	حضرت یونس علیہ السلام کا واپس اپنی قوم کی طرف جانا	960/9
16	حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل میں احادیث	961/9
17	حضرت یونس علیہ السلام پر نعمت کے تدارک کی تفصیل	196/12
20	**یہود ونصاریٰ**	
1	یہود کی تلبیس اور کتمان حق	370/1
2	یہود کا انبیاء کو قتل کرنا	411/1
3	یہود پر ذلت کے باوجود اسرائیل کی حکومت	412/1
4	کیا موجودہ یہودیوں اور عیسائیوں کی فقط اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے نجات ہو جائے گی؟	414/1
5	یہود کا نفاق	436/1
6	عذاب یہود کے مزعومہ چند دن	438/1
7	یہود مدینہ کا ایک دوسرے کو قتل کرنا	445/1
8	یہود کا انبیاء سے عناد رکھنا	446/1
9	تورات پر یہود کا دعویٰ ایمان کا رد	450/1
10	یہودیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ جنت کے فقط وہ مستحق ہیں	452/1
11	یہود کا جبرائیل کو اپنا دشمن کہنا	455/1
12	یہود کا آپ ﷺ پر ایمان لانے کے عہد کو توڑنا	458/1

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
13	یہود ونصاریٰ کا فرقوں میں تقسیم ہونا	596/1
14	یہود ونصاریٰ کی عدم اطاعت کی خبر	517/1
15	یہودیوں اور عیسائیوں نے کس شہادت کو چھپایا	562/1
16	یہود کو سرزنش	879/1
17	یہود کے جرائم پر سزائیں	97/2
18	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت	179/2
19	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت	193/2
20	غیر یہودیوں کے مال کو حلال سمجھنا	204/2
21	مدینہ کے یہودیوں کی ذلت وخواری	317/2
22	یہودیوں کا ریاست قائم کرنا	317/2
23	یہودیوں کا اسلام کے نظام زکوٰۃ پر اعتراض کا جواب	493/2 498/2
24	یہود کی تحریف	686/2
25	یہود کا بخل	695/2
26	یہود کا حسد	695/2
27	یہود کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرکشی وعناد	850/2
28	یہود کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرکشی وعناد	851/2
29	چار وجوہ سے یہود کا کفر	851-855/2
30	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہود کے اعتراض کا جواب	876/2
31	نبی کریم ﷺ کا یہودی زانی کو رجم کرانا	191/3
32	یہودیوں کا نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانا	192/3
33	یہودیوں کے متعلق قرآن کی اصطلاح	223/3
34	یہودیوں کے کسی عمال کا لائق شمار نہ ہونا	255/3
35	نزول قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا زیادہ ہونا	256/3
36	صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں کی نجات	257/3
37	یہودیوں کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل	420/3
38	یہودیوں میں نیکوکار اور بدکار	405/4
39	یہودیوں کی دوبارہ سرکشی	645/6
40	یہودیوں کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا	647/6
41	یہودیوں کا کن امور میں اختلاف تھا؟	736/8
42	احکام تورات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہود کی مذمت	882/11
43	یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ	884/11
44	یہودیوں کا نبی ﷺ کو سلام کی صورت میں بددعا دینا اور آپ ﷺ کا جواب	780/11
45	یہودیوں کی گستاخیوں کے باوجود ان پر فوراً عذاب نازل نہ کرنا	782/11
46	یہود کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	860/11

marfat.com
Marfat.com

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن مختصرہ

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری نورانی زید علمہ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہل سنت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

marfat.com
Marfat.com